ذخیرۃ الجنان

فی

فہم القرآن

افادات

شیخ الحدیث والتفسیر

مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ علیہ

★ ناشر ★

میر محمد لقمان برادران

سٹیلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

روزانہ درس قرآن پاک

تفسیر

سورۃ الفاتحۃ

(پہلا پارہ مکمل)

جلد ۔۔۔۔۔۔ ۱

افادات

شیخ الحدیث والتفسیر

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ العالی

خطیب مرکزی جامع مسجد المعروف بوہڑوالی گکھڑ گوجرانوالہ پاکستان

نام کتاب ــــــ "ذخیرۃ الجنان فی فہم القرآن"

از افادات ــــــ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم

مرتب ــــــ مولانا محمد نواز بلوچ فاضل مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ

نظر ثانی ــــــ حضرت مولانا علامہ زاہد الراشدی

ناشر ــــــ میر محمد لقمان، برادران ہیٹلائٹ ٹاؤن، گوجرانوالہ

سرورق و کتابت ــــــ محمد خاور بٹ (کاتب قرآن) کھوکھر کی، گوجرانوالہ

تعداد ــــــ گیارہ سو (۱۱۰۰)

قیمت ــــــ ۳۰۰ روپے

تاریخ طبع اوّل ــــــ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ، بمطابق مئی ۲۰۰۲ء

تاریخ طبع دوئم ــــــ شعبان ۱۴۲۷ھ بمطابق ستمبر ۲۰۰۶ء

ملنے کے پتے

- مدرسہ ریحان المدارس، جناح روڈ، مغلپورہ، گوجرانوالہ
- معارف اسلامیہ اکیڈمی، نت کلاں روڈ، گکھڑ، گوجرانوالہ
- مکتبہ مجددیہ الکریم مارکیٹ، لاہور
- والی کتاب گھر، اردو بازار، گوجرانوالہ

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

من ابی الزاہد

الی جمیع اولادی واحبابی وتلامذتی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

راقم اثیم گکھڑ میں قرآن کریم و حدیث شریف
کا پنجابی میں جو درس دیتا رہا اس درس
قرآن کریم کا بڑی عرقریزی کے ساتھ اردو میں ترجمہ
مولانا محمد نواز بلوچ صاحب نے کیا جسکی طباعت
کا انتظام الحاج میر محمد لقمان اللہ صاحب
نے اور ان کے بھائیوں نے کیا ہے راقم اثیم
طباعت کے حقوق انکو دیتا ہے ہاں اگر علمی
طور پر اصلاح کی ضرورت پڑے تو راقم اثیم
کے بچے مثلاً عزیزم زاہد اور عزیزم قارن سلمہما اللہ
تعالیٰ وغیرہ مشورہ دے سکتے ہیں باقی
سب حقوق طباعت جناب میر صاحب
کو دیدئے ہیں واللہ الموفق

ابوالزاہد محمد سرفراز عفی عنہ

۱۴ صفر ۱۴۲۳ھ

۲۸ اپریل ۲۰۰۲ء

قَصِیدَہ مَدحِیّہ

فِی الشَّیخِ الاُستَاذِ مَولَانَا مُحَمَّدْ سَرفَرَازْ خَانْ صَفْدَرْ مدظلہ

قال بفمہ الشیخ محمد عیسٰی الکورمانی مدظلہ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

وَلِلّٰہِ حَمْدٌ وَافِیًا وَمُوَافِیًا قَبْلَ الثَّنَاء ❖ وَالسَّلَامُ عَلَی الرَّسُولِ وَعَلٰی صَحْبِہِ الْبَرَرَۃِ التُّقٰی

فَإِنَّ الشَّیْخَ مُحَمَّدْ سَرفَرَازْ صَفْدَرَ الْمَوْلٰی
کَانَ قَدْ أَحْیَ الْعِلْمَ وَالدَّرْسَ وَالْفَضْلَ وَالسُّنَّہْ ط

ہمارے شیخ استاذ محی السنہ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر مدظلہ العالی نے
علم، تدریس، بزرگی اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حیات نو بخشی۔

فَوَاللّٰہِ مَارَأَیْتُہ وَلَعَلَّ مَارَأٰی ھُوَ فِیْ عَصْرِہٖ مِثْلَہ ط
فِیْ جُھْدٍ لِدِیْنِ اللّٰہِ قَطُّ وَفِی الْمَشَقَّۃِ وَالْمِحْنَہ ط

اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ نہ میں نے اور شاید کہ نہ آپ نے زمانہ میں اپنے جیسا دیکھا ہو کہ
اللہ تعالیٰ کے دین میں جیسی کوشش، مشقت اور محنت آپ نے برداشت کی ہے

وَقَدْ اَبْلٰی نَفْسَہ وَاَھْلَہ وَمَالَہ وَحَیَاتَہ ط
لِخِدْمَۃِ الْمِلَّۃِ الْحَنِیْفِیَۃِ السَّمْحَۃِ الْبَیْضَآئِ

شیخ نے اپنے آپکو، اہل وعیال، مال اور زندگی سب کچھ ملت حنفیہ
جو کہ آسان اور واضح ہے، کیلئے داؤ پر لگا دیا۔

وَمِنْ صَنْعَةِ الشَّيْخِ اَنَّهُ شَدَرَدًّا عَلٰى اَهْلِ الْهَوٰى
يَعْنِى الْغُلَاةَ فِى الدِّيْنِ مِمَّنْ مَضٰى كَانَ اَوْ حَدَثَا

اور شیخ کا خاص عمل یہ ہے کہ انہوں نے گمراہ فرقوں پر سخت رد کیا یعنی ان لوگوں پر
جنہوں نے دین میں غلو سے کام لیا کچھ تو اس دنیا سے چلے گئے اور کچھ ابھی باقی ہیں۔

فَمَا اٰتَوْا بِجَوَابٍ صَحِيْحٍ وَقَدْمَاتَ اَكْثَرُهُمْ
بِالْحَسْرَةِ وَالْوَيْلِ وَالْبُغْضِ وَالشَّنَئَا

یہ لوگ شیخ کے رد کا کوئی صحیح جواب نہ دے سکے ان میں سے اکثر
حسرت وافسوس وبغض اور کینہ لے کر دنیا سے رخصت ہو گئے۔

فَيَالَهُ مِنْ شَانٍ لَقَدْ فَاقَ اَهْلَ الْعَصْرِ اٰخِرَهُمْ
فِقْهًا حَدِيْثًا وَاَثْرَ السَّلَفِ كَانَ اَوْ عَمَلًا

میرے شیخ کی کیا شان ہے کہ وہ اپنے سب زمانہ والوں پر علم فقہ،
علم حدیث، سلف صالحین کے آثار ہوں یا اعمال ہوں فوقیت رکھتے ہیں۔

وَفِىْ عِلْمٍ وَفِىْ حِلْمٍ وَفِىْ خُلْقٍ وَفِىْ حُسْنٍ
وَفِىْ اَدَبٍ وَفِىْ قِرًى لِضَيْفٍ وَفِىْ صِلَةٍ لِاَرْحَامَا

وسعت علم، بردباری، حسن خلق، جمال صورت،
شرعی اخلاق، مہمان نوازی اور صلہ رحمی

وَجَرَتْ ۔ وَفُوْدُ الْعِلْمِ مِنْ كُلِّ شَرْقٍ وَغَرْبٍ بِحَضْرَتِهِ
لِتَفْسِيْرِ الْقُرْاٰنِ الَّذِىْ كَرَامَةُ الشَّيْخِ فِيْهِ قَدْ ظَهَرَا

اہل علم کے قافلے مشرق اور مغرب سے آپکی خدمت میں جوق در جوق آنا شروع ہوئے

قرآن کی تفسیر کے لئے جس میں شیخ کی ایک کرامت ظاہر ہوئی ہے۔

مِنْ ضَبطِ اٰثَارٍ وَحِفظِ اَقْوَالٍ وَصِحَّةِ اَخبَارٍ مَعَ الدَّلِيلِ لَهَا

فَلَمْ يَرَوَلَمْ يُسمَعْ بِهٰذَا الطَّرِيقِ فِی اَوَائِلِ الَّذِيْنَ مَضٰی

یعنی مضبوط آثار اور محفوظ اقوال اور صحیح احادیث کو مسلسل باحوالہ بیان کرنا

کہ اوائل میں اس قسم کا نرالہ انداز دیکھنے اور سننے میں نہیں آیا۔

وَاِنَّهٗ لَمْ يَزَلْ بِعِلْمِ رِجَالِ الْحَدِيْثِ مِيزَانًالِسَبْقَتِهٖ

فَلْيَنْظُرْ كَمَالَ الصِدْقِ لِیْ فِيْمَاتَعَرَّضَ مِنْہٗ بَحثٍ اَوْ تَقَدَّمَا

آپ رجال حدیث کے علم میں سبقت علمی کے باعث ایک معیار ہیں اور اس بات کی تصدیق کیلئے

چاہئے کہ ان ابحاث کا مطالعہ کیا جائے جسمیں آپ نے کسی پر مناقضہ کیا ہو یا از سر نو بحث کی ہو۔

وَمَاذَا يَقُوْلُ مُحَمَّدُ عِيسٰى الَّذِیْ هُوَ مِنْ اَدْنٰی تَلَامِذِهٖ

فِیْ شَيخٍ عَالِمٍ كَبِيرٍ اَلَّذِیْ لِاِسْنَادِهٖ اسْتَجَازَهُ الْعُلَمَاءُ

علم میں ایک ادنیٰ شاگرد محمد عیسیٰ اپنے شیخ کے بارے میں کیا کہہ سکتا ہے؟

ایسے شیخ جن سے بڑے علماء نے حدیث کی اجازت لی ہو۔

اہلِ علم سے گزارش

بندۂ ناچیز امام المحدثین مجدد وقت شیخ الاسلام حضرت العلام مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ کا شاگرد بھی ہے اور مرید بھی۔

اور محترم لقمان اللہ میر صاحب حضرت اقدس کے مخلص مرید اور خاص خدام میں سے ہیں۔

ہم وقتاً فوقتاً حضرت اقدس کی ملاقات کے لیے جایا کرتے۔ خصوصاً جب حضرت شیخ اقدس کو زیادہ تکلیف ہوتی تو علاج معالجہ کے سلسلے کے لیے اکثر جانا ہوتا۔ جانے سے پہلے ٹیلیفون پر رابطہ کر کے اکٹھے ہو جاتے۔ ایک دفعہ جاتے ہوئے میر صاحب نے کہا کہ حضرت نے ویسے تو کافی کتابیں لکھیں ہیں اور ہر باطل کا رد کیا ہے مگر قرآن پاک کی تفسیر نہیں لکھی تو کیا حضرت اقدس جو صبح بعد نمازِ فجر درس قرآن ارشاد فرماتے ہیں وہ کسی نے محفوظ نہیں کیا کہ اسے کیسٹ سے کتابی شکل سے منظر عام پر لایا جائے تاکہ عوام الناس اس سے مستفید ہوں۔ اور اس سلسلے میں جتنے بھی اخراجات ہونگے وہ میں برداشت کرونگا اور میرا مقصد صرف رضائے الٰہی ہے، شاید یہ میرے اور میرے خاندان کی نجات کا سبب بن جائے۔ یہ فضیلت اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے مقدر فرمائی تھی۔

اس سے تقریباً ایک سال قبل میر صاحب کی اہلیہ کو خواب آیا تھا کہ ہم حضرت شیخ اقدس کے گھر گئے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ حضرت کیلوں کے چھلکے لیکر باہر آرہے ہیں۔ میں

نے عرض کیا حضرت مجھے دیدیں میں باہر پھینک دیتی ہوں۔حضرت نے وہ مجھے دیدیئے اور وہ میں نے باہر پھینک دیئے۔(چونکہ حضرت خواب کی تعبیر کے بھی امام ہیں۔)

میں نے مذکورہ بالا خواب حضرت سے بیان کیا اور تعبیر پوچھنے پر حضرت نے فرمایا کہ میرا یہ جو علمی فیض ہے اس سے تم بھی فائدہ حاصل کرو گے، چنانچہ وہ خواب کی تعبیر تفسیر قرآن ''ذخیرۃ الجنان'' کی شکل میں سامنے آئی۔

میر صاحب کے سوال کے جواب میں مَیں نے کہا اس سلسلے میں مجھے کچھ معلوم نہیں حضرت اقدس سے پوچھ لیتے ہیں۔چنانچہ جب گکھڑ حضرت کے پاس پہنچ کر بات ہوئی تو حضرت نے فرمایا کہ درس دو تین مرتبہ ریکارڈ ہو چکا ہے اور محمد سرور منہاس کے پاس موجود ہے ان سے رابطہ کرلیں۔اور یہ بھی فرمایا کہ گکھڑ والوں کے اصرار پر میں یہ درسِ قرآن پنجابی زبان میں دیتا رہا ہوں اس کو اُردو زبان میں منتقل کرنا انتہائی مشکل اور اہم مسئلہ ہے۔

اس سے دو دن پہلے میرے پاس میرا ایک شاگرد آیا تھا اس نے مجھے کہا کہ میں ملازمت کرتا ہوں تنخواہ سے اخراجات پورے نہیں ہو پاتے ،دورانِ گفتگو اس نے یہ بھی کہا کہ میں نے ایم۔اے پنجابی بھی کیا ہے۔اس کی یہ بات مجھے اس وقت یاد آ گئی۔میں نے حضرت سے عرض کی کہ میرا ایک شاگرد ہے اس نے پنجابی میں ایم۔اے کیا ہے اور کام کی تلاش میں ہے، میں اس سے بات کرتا ہوں۔

حضرت نے فرمایا اگر ایسا ہو جائے تو بہت اچھا ہے۔ہم حضرت کے پاس سے اٹھ کر محمد سرور منہاس صاحب کے پاس گئے اور ان کے سامنے اپنی خواہش رکھی انھوں نے کیسٹیں دینے پر آمادگی ظاہر کر دی۔کچھ کیسٹیں ریکارڈ کرانے کے بعد اپنے شاگرد

ایم۔اے پنجابی کو بلایا اور اس کے سامنے یہ کام رکھا اُس نے کہا کہ میں یہ کام کردوں گا۔ میں نے اسے تجرباتی طور پر ایک عدد کیسٹ دی کہ یہ لکھ کر لاؤ پھر بات کریں گے۔ دینی علوم سے ناواقفی اس کیلئے سدِ راہ بن گئی۔ قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور عربی عبارت سمجھنے سے قاصر تھا۔ تو میں نے فیصلہ کیا کہ یہ کام خود ہی کرنے کا ہے میں نے خود ایک کیسٹ سنی اور اُردو میں منتقل کر کے حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کی۔ حضرت نے اس میں مختلف مقامات میں سے پڑھ کر اظہارِ اطمینان فرمایا۔ اس اجازت پر پوری تن دہی سے متوکل علی اللہ ہو کر کام شروع کر دیا۔

میں بنیادی طور پر دنیاوی تعلیم کے لحاظ سے صرف پرائمری پاس ہوں، باقی سارا فیض علمائے ربانیین سے دورانِ تعلیم حاصل ہوا۔ اور میں اصل رہائشی بھی جھنگ کا ہوں وہاں کی پنجابی اور لاہور، گوجرانوالہ کی پنجابی میں زمین آسمان کا فرق ہے لہٰذا جہاں دشواری ہوتی وہاں حضرت مولانا سعید احمد صاحب جلالپوری شہیدؒ سے رجوع کرتا یا زیادہ ہی الجھن پیدا ہو جاتی تو براہِ راست حضرت شیخؒ سے رابطہ کر کے تشفی کر لیتا لیکن حضرت کی وفات اور مولانا جلالپوریؒ کی شہادت کے بعد اب کوئی ایسا آدمی نظر نہیں آتا جس کی طرف رجوع کروں۔ اب اگر کہیں محاورہ یا مشکل الفاظ پیش آئیں تو پروفیسر ڈاکٹر اعجاز سندھو صاحب سے رابطہ کر کے تسلی کر لیتا ہوں۔

اہل علم حضرات سے التماس ہے کہ اس بات کو بھی مدنظر رکھیں کہ یہ چونکہ عمومی درس ہوتا تھا اور یادداشت کی بنیاد پر مختلف روایات کا ذکر کیا جاتا تھا اس لئے ضروری نہیں ہے کہ جو روایت جس کتاب کے حوالہ سے بیان کی گئی ہے وہ پوری روایت اسی کتاب میں موجود ہو۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ روایت کا ایک حصہ ایک کتاب میں ہوتا ہے جس کا

حوالہ دیا گیا ہے مگر باقی تفصیلات دوسری کتاب کی روایت بلکہ مختلف روایات میں ہوتی ہیں۔ جیسا کہ حدیث نبویؐ کے اساتذہ اور طلبہ اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں اس لئے ان دروس میں بیان کی جانے والی روایات کا حوالہ تلاش کرتے وقت اس بات کو ملحوظ رکھا جائے۔

علاوہ ازیں کیسٹ سے تحریر کرنے سے لے کر مسودہ کے زیورِ طباعت سے آراستہ ہونے تک کے تمام مراحل میں اس مسودہ کو انتہائی ذمہ داری کیساتھ میں بذاتِ خود اور دیگر تعاون کرنے والے احباب مطالعہ اور پروف ریڈنگ کے دوران غلطیوں کی نشاندہی کرتے ہیں اور حتی المقدور اغلاط کو دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ کمپوزنگ اور اغلاط کی نشاندہی کے بعد میں ایک مرتبہ دوبارہ مسودہ کو چیک کرتا ہوں تب جا کر انتہائی عرق ریزی کے بعد مسودہ اشاعت کیلئے بھیجا جاتا ہے۔ لیکن بایں ہمہ ہم سارے انسان ہیں اور انسان نسیان اور خطا سے مرکب ہے غلطیاں ممکن ہیں۔ لہٰذا اہل علم سے گذارش ہے کہ تمام خامیوں اور کمزوریوں کی نسبت صرف میری طرف ہی کی جائے اور ان غلطیوں سے مطلع اور آگاہ کیا جائے تا کہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح ہو سکے۔

العارض

محمد نواز بلوچ

فارغ التحصیل مدرسہ نصرۃ العلوم و فاضل وفاق المدارس العربیہ، ملتان

نوٹ: اغلاط کی نشان دہی کے لیے درج ذیل نمبر پر رابطہ کریں۔

0300-6450340

پیش لفظ

نحمدہٗ نتبارک وتعالیٰ ونصلّی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ
آلہٖ واصحابہٖ وازواجہٖ واتباعہٖ اجمعین

شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندی قدس سرہ العزیز برّصغیر پاک وہند بنگلہ دیش کو فرنگی استعمار سے آزادی دلانے کی جدوجہد میں گرفتار ہو کر مالٹا جزیرے میں تقریباً ساڑھے تین سال نظر بند رہے اور رہائی کے بعد جب دیوبند واپس پہنچے تو انہوں نے اپنے زندگی بھر کے تجربات اور جدوجہد کا نچوڑ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے نزدیک مسلمانوں کے ادبار و زوال کے دو بڑے اسباب ہیں۔ ایک قرآن پاک سے دُوری اور دوسرا باہمی اختلافات و تنازعات اس لیے مسلم اُمہ کو دوبارہ اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ قرآن کریم کی تعلیم کو عام کیا جائے اور مسلمانوں میں باہمی اتحاد و مفاہمت کو فروغ دینے کے لیے محنت کی جائے۔

حضرت شیخ الہندؒ کا یہ بڑھاپے اور ضعف کا زمانہ تھا اور اس کے بعد جلد ہی وہ دنیا سے رخصت ہو گئے مگر انکے تلامذہ اور خوشہ چینوں نے اس نصیحت کو پلّے باندھا اور قرآن کریم کی تعلیمات کو عام مسلمانوں تک پہنچانے کے لیے نئے جذبہ و لگن کے ساتھ مصروفِ عمل ہو گئے۔ اس سے قبل حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کے عظیم المرتبت فرزندان حضرت

شاہ عبد العزیزؒ، حضرت شاہ عبد القادرؒ اور حضرت شاہ رفیع الدینؒ نے قرآن کریم کے فارسی اور اُردو میں تراجم اور تفسیریں کر کے اس خطہ کے مسلمانوں کی توجہ دلائی تھی کہ ان کا قرآن کریم کے ساتھ فہم و شعور کا تعلق قائم ہونا ضروری ہے اور اس کے بغیر وہ کفر و ضلالت کے حملوں اور گمراہ کن افکار و نظریات کی یلغار سے خود کو محفوظ نہیں رکھ سکتے جب کہ حضرت شیخ الہندؒ کے تلامذہ اور خوشہ چینوں کی یہ جدوجہد بھی اسی کا تسلسل تھی۔ بالخصوص پنجاب میں بدعات و اوہام کے سراب کے پیچھے بھاگتے چلے جانے والے ضعیف العقیدہ مسلمانوں کو خرافات و رسوم کی دلدل سے نکال کر قرآن و سنت کی تعلیمات سے براہِ راست روشناس کرانا بڑا کٹھن مرحلہ تھا لیکن اس کے لیے جن اربابِ عزیمت نے عزم و ہمت سے کام لیا اور کسی مخالفت اور طعن و تشنیع کی پروا کیے بغیر قرآن کریم کو عام لوگوں کی زبان میں ترجمہ و تفسیر کے ساتھ پیش کرنے کا سلسلہ شروع کیا ان میں امام الموحدین حضرت مولانا حسین علی قدس سرہ العزیز آف واں بھچراں ضلع میانوالی شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس اللہ سرہ العزیز اور حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبد اللہ درخواستی نور اللہ مرقدہٗ کے اسمائے گرامی سرِ فہرست ہیں جنہوں نے اس دور میں علاقائی زبانوں میں قرآن کریم کے ترجمہ و تفسیر سے عام مسلمانوں کو روشناس کرانے کی مہم شروع کی جب عام سطح پر اس کا تصور بھی موجود نہیں تھا مگر ان اربابِ ہمت کے عزم و استقلال کا ثمرہ ہے کہ آج پنجاب کے طول و عرض میں قرآن کریم کے دروس کی محافل کو شمار کرنا بھی مشکل معلوم ہوتا ہے۔

اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم کی ذاتِ گرامی بھی ہے۔ جنہوں نے ۱۹۴۳ء میں گکھڑ کی جامع مسجد بوہڑ والی میں صبح نماز کے بعد روزانہ درس قرآن کریم کا آغاز کیا اور جب تک صحت نے اجازت دی۔ کم و بیش پچپن برس تک اس سلسلہ کو پوری پابندی کے ساتھ جاری رکھا۔ انہیں حدیث میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ

سے اور ترجمہ و تفسیر میں امام الموحدین حضرت مولانا حسین علیؒ سے شرف تلمذ اجازت حاصل ہے اور انہی کے اسلوب و طرز پر اُنہوں نے زندگی بھر اپنے تلامذہ اور خوشہ چینوں کو قرآن و حدیث کے علوم و تعلیمات سے بہرہ ور کرنے کی مسلسل محنت کی ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے درس قرآن کریم کے چار الگ الگ حلقے رہے ہیں۔ ایک درس بالکل عوامی سطح کا تھا جو صبح نمازِ فجر کے بعد مسجد میں ٹھیٹھ پنجابی زبان میں ہوتا تھا۔ دوسرا حلقہ گورنمنٹ نارمل سکول گکھڑ میں جدید تعلیمیافتہ حضرات کے لیے تھا جو سالہا سال جاری رہا۔ تیسرا حلقہ مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ میں متوسط اور منتہی درجہ کے طلبہ کے لیے ہوتا تھا اور دو سال میں مکمل ہوتا تھا اور چوتھا مدرسہ نصرۃ العلوم میں ۷۶ء کے بعد شعبان اور رمضان کی تعطیلات کے دوران دورۂ تفسیر کی طرز پر تھا جو پچیس برس تک پابندی سے ہوتا رہا اور اس کا دورانیہ تقریباً ڈیڑھ ماہ کا ہوتا تھا۔ ان چاروں حلقہ ہائے درس کا اپنا اپنا رنگ تھا اور ہر درس میں مخاطبین کی ذہنی سطح اور فہم کے لحاظ سے قرآنی علوم و معارف کے موتی ان کے دامن قلب و ذہن میں منتقل ہوتے چلے جاتے تھے۔ ان چاروں حلقہ ہائے درس میں جن علماء کرام، طلبہ، جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں اور عام مسلمانوں نے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے براہ راست استفادہ کیا ہے ان کی تعداد ایک محتاط اندازے کے مطابق چالیس ہزار سے زائد بنتی ہے۔ وذٰلک فضل اللہ یوتیہ من یشآء

ان میں عام لوگوں کے استفادہ کے لیے جامع مسجد گکھڑ والا درسِ قرآن کریم زیادہ تفصیلی اور عام فہم ہوتا تھا جس کے بارے میں متعدد حضرات نے خواہش کا اظہار کیا اور بعض مرتبہ عملی کوشش کا آغاز بھی ہوا کہ اسے قلمبند کر کے شائع کیا جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس سے مستفید ہو سکیں لیکن اس میں سب سے بڑی رکاوٹ یہ تھی کہ درس خالص پنجابی میں ہوتا تھا جو اگرچہ پورے کا

پورا ٹیپ ریکارڈر کی مدد سے محفوظ ہو چکا ہے مگر اسے پنجابی سے اُردو میں منتقل کرنا سب سے کٹھن مرحلہ تھا اس لیے بہت سی خواہشیں بلکہ کوششیں اس مرحلہ پر آکر دم توڑ گئیں۔

البتہ ہر کام کا قدرت کی طرف سے ایک وقت مقرر ہوتا ہے اور اس کی سعادت بھی قدرت خداوندی کی طرف سے طے شدہ ہوتی ہے اس لیے تاخیر در تاخیر کے بعد یہ صورت سامنے آئی کہ اب مولانا محمد نواز بلوچ فاضل مدرسہ نصرۃ العلوم اور برادرم محمد لقمان میر صاحب نے اس کام کا بیڑا اٹھایا ہے اور تمام تر مشکلات کے باوجود اس کا آغاز بھی کر دیا ہے جس پر دونوں حضرات اور ان کے دیگر سب رفقاء نہ صرف حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے تلامذہ اور خوشہ چینوں بلکہ ہمارے پورے خاندان کی طرف سے بھی ہدیۂ تشکر و تبریک کے مستحق ہیں۔ خدا کرے کہ وہ اس فرض کفایہ کی سعادت کو تکمیل تک پہنچا سکیں اور ان کی یہ مبارک سعی قرآنی تعلیمات کے فروغ، حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے افادات کو زیادہ سے زیادہ عام کرنے اور اَن گنت لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنے اور بارگاہِ ایزدی میں قبولیت سے سرفراز ہو۔

یہاں ایک امر کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ چونکہ یہ دروس کی کاپیاں ہیں اور درس و خطاب کا انداز تحریر سے مختلف ہوتا ہے اس لیے بعض جگہ تکرار نظر آئے گا جو درس و بیان کے لوازمات میں سے ہے لہٰذا قارئین سے گزارش ہے کہ اسکو ملحوظ رکھا جائے اسکے ساتھ ہی ان دروس کے ذریعے محفوظ کرنے میں محمد اقبال آف دبئی اور محمد سرور منہاس آف گکھڑ کی مسلسل محنت کا تذکرہ بھی ضروری ہے جنہوں نے اس عظیم علمی ذخیرہ کو ریکارڈ کرنے کے لیے سالہا سال تک پابندی کے ساتھ خدمت سرانجام دی۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزاءِ خیر سے نوازے۔ آمین یا رب العالمین

ابو عمار زاہد الراشدی
خطیب جامع مسجد مرکزی گوجرانوالہ

یکم مارچ ۲۰۰۲ء

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر دامت برکاتہم

نحمدہٗ ونصلّی ونسلّم علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ آلہٖ واصحابہ اجمعین

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم "العلماء ورثۃ الانبیاء" کے مطابق تاقیامِ قیامت علماءِ حق کی ایک ایسی جماعت کا وجود ضروری و ناگزیر ہے جو نسلِ انسانی کی اعتقادی اصلاح اور فکری نشو و نما کے لیے جد و جہد کرتی رہے، اور انبیاء کرام علیہم السلام کی وراثتِ علمی کی تقسیم کے لیے اپنی تمام جسمانی توانائیاں اور علمی و فکری صلاحیتیں صرف کر دے، کیونکہ خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلسلۂ نبوت ختم ہونے کی بناء پر تمام تر تبلیغی ذمہ داریاں علماءِ حق کے کندھوں پر ہیں، اور علماءِ حق نے اپنی ان شرعی اور ملی ذمہ داریوں کو کما حقہٗ نبھا کر اُمتِ مسلمہ پر جو احسانِ عظیم کیا ہے وہ تاریخِ اسلامی کا ایک روشن اور سنہری باب ہے۔ علماءِ حق کے اس مقدس قافلۂ علم و عمل کا یوں تو ہر فرد گوہرِ یکتا کی حیثیت رکھتا ہے لیکن اس کاروانِ زہد و اتقا کے کچھ میرِ کارواں ایسے بھی گزرے ہیں جو دین و ملت کے لیے اپنی ذات میں انجمن و ادارہ تھے، ان کی تقریری و تحریری اور دینی و ملی خدمات اس قدر ہیں کہ ان کے پیشِ نظر بآسانی یہ فیصلہ کرنا محال ہے کہ یہ خدمات فرد کی ہیں یا جماعت کی۔

اس قافلہ علم و عمل اور کاروانِ زہد و اتقا کے ایک میرِ کارواں عصرِ حاضر کے جید عالمِ دین، فقیہ العصر، محدثِ اعظم پاکستان، شیخ القرآن والحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر کی ذاتِ گرامی ہے۔ شیخ الحدیث صاحب کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں، کیونکہ ان کا شمار عصرِ حاضر کی ان نابغۂ روزگار ہستیوں میں ہوتا ہے۔

جن کے علم وعمل، زہد وتقویٰ اور شرافت و دیانت پر بلا خوف تردد اعتماد کیا جاسکتا ہے بے لوث خدمات اور بے داغ کردار کی بنا پر وہ علمی، ادبی اور عوامی حلقوں میں یکساں طور پر ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔

پیدائش: آپ ۱۹۱۴ء میں ضلع ہزارہ تحصیل مانسہرہ (موجودہ ضلع مانسہرہ) کی ایک غیر معروف بستی ڈھکی چیڑاں داخلی "کڑمنگ بالا" کے ایک متوسط گھرانہ میں جناب نور احمد خان بن گل احمد خان کے گھر پیدا ہوئے۔ قومیت کے اعتبار سے سواتی (پٹھان) ہیں۔ اس وقت غالباً کسی کو معلوم نہ تھا کہ یہ بچہ بڑا ہو کر عزم و استقلال کی چٹان بن کر خداوندانِ ظلم و استبداد کے سامنے سینہ سپر ہوگا۔ کسی کو خبر نہ تھی کہ یہ بچہ علم وعمل کا آفتاب بن کر سرزمین ہند و پاک کو اپنی روشن کرنوں سے منور کرے گا۔ کسی کو علم نہ تھا کہ اس بچہ کے سینہ میں قرآن و حدیث، فقہ و تفسیر اور علوم اسلامیہ کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر موجزن ہوں گے، اور ہزاروں انسان بالواسطہ یا بلا واسطہ اس کے علم کے نور سے روشنی پائیں گے۔ لیکن تقدیر اس بچہ کے مستقبل پر رشک کر رہی تھی۔

ابتدائی تعلیم: آپ نے ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی، جو ناظرہ قرآن پاک اور سکول کی چند کلاسوں تک محدود تھی۔ اور گھر کے دیہاتی اور پہاڑی ماحول میں اس سے زیادہ تعلیم کا انتظام نہ تھا جس کی وجہ سے زیادہ تر وقت پہاڑی ماحول کے مطابق بھیڑ بکریاں چرانے میں گزرتا، لیکن آپ کے قلب و فکر میں تو فطرتاً اس تعلیم کے تصورات غالب تھے جس تعلیم کے ذریعے آپ نے انسانی افکار کی تسکین اور انسانی قلوب کی آبیاری کرنا تھی۔ انسانیت کو گمراہی کی تاریکیوں سے نجات دلا کر ہدایت کی روشنی سے منور کرنا تھا۔ نسلِ انسانی کو شرک و بدعات کی آلودگیوں سے پاک کر کے توحید و سنت کے پاکیزہ تصورات کی طرف اس کی

راہنمائی کرنا تھی۔ معاشرہ کی رسوماتِ باطلہ کے خلاف علمِ بغاوت بلند کرکے اسکی جگہ اسلامی معاشرہ کے قیام کے لیے جدو جہد کرنا تھی اور خداوندانِ ظلم و استبداد کو عدل و انصاف کا پیغام دینا تھا۔

دینی تعلیم کے لیے سفر

بچپن میں ہی والدہ محترمہ اور والد محترم کا انتقال ہوگیا اور تعلیم میں آگے بڑھنے کا بظاہر کوئی امکان باقی نہ رہا تو کسی نیک دل بزرگ نے انہیں اور ان کے چھوٹے بھائی حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی کو دینی تعلیم کے لیے دینی مدرسہ کا رُخ کرنے کا مشورہ دیا اور آبائی گاؤں کے قریب قصبہ بفہ میں حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کے مدرسہ میں پہنچا دیا جہاں کچھ عرصہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد سیالکوٹ، ملتان، کوئٹہ وغیرہ کے مدارس میں درسِ نظامی کی ابتدائی کتب کی تعلیم حاصل کی، لیکن دل ابھی ذوقِ تعلیم سے سیراب نہ ہوا، مزید تعلیم کے لیے گوجرانوالہ کی قدیم دینی درسگاہ مدرسہ انوار العلوم جامع مسجد شیرانوالہ باغ گوجرانوالہ میں داخلہ لیا اور حضرت مولانا عبدالقدیر رحمہ اللہ سے مزید تعلیم حاصل کی۔ آپ کا فرمان ہے کہ میرا تعلیمی ذوق و شوق اور علمی استعداد استاد محترم حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب رحمہ اللہ کی خصوصی شفقت اور توجہ کی مرہونِ منت ہے اور اکثر و بیشتر کتب آپ نے مولانا عبدالقدیر صاحب رحمہ اللہ سے ہی پڑھیں۔ مولانا رحمہ اللہ کی ایک خصوصی شفقت آپ پر یہ بھی تھی کہ طالب علمی کے زمانہ میں ہی جو کتب پڑھاتیں۔ وہ اپنی نگرانی میں آپ سے طلباء کو پڑھواتے یعنی مہربان اُستاد کی شفقت و توجہ اور خصوصی نگرانی میں قابل و ہونہار شاگرد اپنی علمی و فکری استعداد کی خصوصی نشوونما کے لیے تعلیم و تدریس کے ابتدائی مراحل یکساں طور پر طے کرتا رہا۔ مہربان اُستاد کی خصوصی توجہ کے اثرات جو آپ کی تدریسی زندگی میں مؤثر ہوئے ان کا اندازہ وہی شخص کرسکتا ہے جن کو ان حالات سے واسطہ پڑا ہو۔ اس لیے جب بھی حضرت مولانا عبدالقدیر صاحبؒ آپ کے پاس تشریف لاتے تو آپ اپنے تمام معمولات (جن کو عام حالات میں ترک کرنا تقریباً ناممکن ہوتا تھا)

ترک کر کے ہمہ وقت اُستادِ محترم کی خدمت میں مصروف رہتے۔

آپ کے برادرِ خورد حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتی مدظلہ (مہتمم و بانی مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ) بھی آپ کے ساتھ زیرِ تعلیم تھے لیکن اسباق میں آپ سے دو سال پیچھے تھے۔ آپ نے تکمیل کے لیے عالمِ اسلام کی شہرۂ آفاق یونیورسٹی دارالعلوم دیوبند جانا تھا لیکن شوق تھا کہ دونوں بھائی اکٹھے تکمیل کریں چنانچہ اس شوق میں تکمیل یعنی دورۂ حدیث کو دو سال کے لیے مؤخر کر دیا۔ اور اسی دوران استاذِ محترم کے حکم و شفقت کی تعمیل میں مدرسہ انوار العلوم گوجرانوالہ ہی میں استادِ محترم کی زیرِ نگرانی تدریس کے فرائض سر انجام دیتے رہے۔ اور پھر ۱۹۴۰ء میں تکمیل کے لیے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے جہاں آپ نے شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ سے ۱۹۴۱ء میں سندِ فراغت حاصل کی۔ قیامِ دارالعلوم دیوبند کے دوران آپ نے جن اساتذہ سے تعلیم حاصل کی ان میں شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علیؒ مولانا محمد ابراہیم بلیاوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ وغیرہم کے اسمائے گرامی نمایاں ہیں۔

سیرت و صورت کے خدّوخال:

وسعتِ مطالعہ، ذہانت و فطانت اور فکر و تدبر کے اعتبار سے بے مثل، ظاہر و باطن میں یکساں، سنجیدگی ان کی خوبی، علم ان کا کمال، عمل ان کا جمال، شرافت ان کا وقار اور سادگی ان کا شعار، گفتار اور کردار کی پختگی ان کے اسلامی افکار کی ترجمان ہے، لباس میں سادگی، انداز میں اپنائیت، چہرے پر نورانیت، افکار میں بلندی، آواز میں پستی، گفتگو میں ٹھہراؤ ارادوں میں سختی اور عزم میں پختگی کسی دیکھنے والے کو متاثر کیے بغیر نہیں رہتی، کلام و طعام، نشست و برخاست اور سیرت و صورت میں دیکھنے والے کو سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جھلک نظر آتی ہے۔ زندگی عاجزانہ، چال باوقار، مزاج عارفانہ انداز ناصحانہ اور کلام عالمانہ سننے والے کی دل کی گہرائیوں میں اُترتا چلا جاتا ہے مضبوط بدن

کی طرح عزم بھی قوی' بڑھاپے میں بھی ارادے جوان اور اس پر بیماریوں کا سیلِ رواں لیکن کوئی چیز ان کے عزم و استقلال کی راہ میں رکاوٹ نہ بن سکی۔

رُوحانی سلسلہ: علمی و فکری صلاحیتیں اور قابلیتیں اپنے مقام پر لیکن وارداتِ نفسانی اور وساوس شیطانی سے پوری طرح تحفظ حاصل کرنے کے لیے کسی مرشدِ کامل کے دامانِ محبت و عقیدت سے وابستگی ضروری و ناگزیر ہے۔ جید و مستند اساتذہ سے تحصیل و تکمیل کے بعد آپ کو کسی مرشدِ کامل کی تلاش ہوئی جس کے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر وہ اپنے لیے رُوحانی تسکین کا سامان فراہم کر سکیں۔ انھی دنوں پنجاب میں رئیس الموحدین، سرتاج المفسرین حضرت مولانا حسین علی صاحب نور اللہ مرقدہٗ (واں بھچراں ضلع میانوالی) کے دورۂ قرآن کا غلغلہ مچا ہوا تھا اور ہزاروں شائقین علومِ قرآنیہ اپنی پیاس بجھانے کے لیے اس دورۂ تفسیر قرآن میں شرکت کرتے۔ آپ بھی یہی شوق لے کر ان کے دورۂ تفسیر قرآن میں شرکت کے لیے تشریف لے گئے اور دیدہ و دل ان کی اتباعِ سنت میں ڈوبی ہوئی زندگی پر نچھاور و قربان کر کے چلے آئے۔ نقشبندی سلسلہ میں ان سے بیعت کی۔ مرشدِ کامل نے بھی اپنی ایمانی فراست سے اس جوہرِ قابل کو پہچاننے میں تاخیر نہ کی۔ اور خلعتِ خلافت سے سرفراز فرمایا۔

مرشدِ کامل کے ساتھ آپ کے انتہائی قلبی تعلق و محبت کا اندازہ اس وقت ہوتا ہے جب سبق کے دوران مرشدِ کامل کا نام آجائے آپ انتہائی عقیدت و محبت کے ساتھ مرشدِ کامل کا تذکرہ فرماتے ہیں، یعنی ہمارے حضرت نے یہ فرمایا، ہمارے حضرت نے اس کی تفسیر اس طرح کی، ہمارے حضرت نے اس کا ربط اس طرح بیان کیا، غرضیکہ آپ کے الفاظ اور انداز میں مرشدِ کامل کے ساتھ جس سچی اور والہانہ عقیدت کا اظہار نمایاں ہوتا ہے ان سے سننے والا بآسانی آپ کی دلی کیفیت کا اندازہ کر سکتا ہے۔

سلسلۂ مُریدین: مرشدِ کامل سے خلعتِ خلافت حاصل ہونے کے باوجود بیعت کا سلسلہ بہت محدود پیمانہ پر رکھا ہے بلکہ اکثر و بیشتر بیعت کرنے سے انکار فرمادیتے ہیں۔ کسی کی طرف سے بیعت پر بہت زیادہ اصرار ہو تو بیعت فرماتے ہیں ورنہ انکار فرمادیتے ہیں۔ پیشہ ور پیروں کی طرح نہ لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت دیتے ہیں، اور نہ مریدین کی فہرستیں تیار کرتے ہیں اور بیعت کا طریقہ بھی انتہائی مختصر اور سادہ ہے۔ عام پیروں کی طرح پُرتکلف اور طویل نہیں، مثلاً بیعت کے الفاظ عموماً یہ ہوتے ہیں "میں شرک و بدعت سے توبہ کرتا ہوں اوامر کے بجالانے اور نواہی سے اجتناب کی پوری کوشش کا وعدہ کرتا ہوں، بالخصوص نماز کی پابندی کا وعدہ کرتا ہوں" یہی وہ مختصر سے الفاظ بیعت ہیں جن کے ذریعے کوئی بھی عقیدت مند آپ کے حلقۂ بیعت میں شریک ہوسکتا ہے اور اس کے بعد آپ اسے مرشدِ کامل کے ذریعے حاصل ہونے والے نقشبندی وظائف و اوراد بتلاتے ہیں اور ان کی تلقین فرماتے ہیں۔

مریدین کے ساتھ سلوک: عام پیروں کی طرح مریدین کے گھروں کا ماہانہ سالانہ چکر نہیں لگاتے۔ مریدین سے نذرانہ وصول کرنے کے لیے ان کا اجتماع طلب نہیں فرماتے حتیٰ کہ مریدین کو تحائف وغیرہ لانے سے سختی کے ساتھ منع فرماتے۔ اور ایسا کوئی ہدیہ قبول نہیں فرماتے جو ان کے علم کے مطابق مریدین کے لیے تکلف کا باعث ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ اپنے غریب اور نادار مریدین کو اپنی استطاعت کے مطابق اپنی جیب سے کرایہ اور سفر خرچ وغیرہ دیتے ہیں مریدین کی تعداد اگرچہ ہزاروں سے متجاوز ہے مگر چونکہ ان کا کوئی سالانہ اجتماع وغیرہ نہیں ہوتا اور نہ اپنے مریدین کی نمائش ان کا مقصود ہے۔ اس لیے بظاہر ان کا حلقۂ مریدین بہت قلیل معلوم ہوتا ہے۔

تعویز اور دَم کی عام اجازت: آپ اپنے تعویزات اور دم کی دعاؤں کو دوسرے پیروں کی طرح سنبھال کر نہیں رکھتے بلکہ اپنے تلامذہ کو اپنے تعویزات کی عام اجازت دیتے ہیں۔ شرط صرف یہ ہوتی ہے کہ تین روزے رکھیں، نماز کی پابندی کریں اور معاصی سے بچنے کی مقدور بھر کوشش کریں۔

معمولات میں استقامت: جب تک صحت نے اجازت دی اپنی ڈیوٹی اور معمول میں حتی الوسع ناغہ نہیں کرتے تھے اور نہ تاخیر کرتے تھے۔ کالج ڈیوٹی میں ایک دفعہ لڑکوں نے سوال کیا کہ آپ کبھی ناغہ بھی کرتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا ہاں۔ جب یہاں موجود نہ ہوں یا ایسا بخار ہو جائے جس کی وجہ سے چلنے پھرنے سے قاصر ہوں۔ اور واقعتاً تیز بارش میں بھی نماز پڑھانے کے لیے تشریف لے جاتے۔ درس کا عموماً ناغہ نہ کرتے۔ اگر باہر کہیں تبلیغی سلسلہ میں جانا ہو تو یہی شرط ہوتی کہ رات کو واپسی ہوگی تاکہ صبح کا درس اور اسباق کا ناغہ نہ ہو۔ ۱۹۵۴ء سے مدرسہ نصرت العلوم میں تدریس کے فرائض سرانجام دینا شروع کیے۔ ۱۹۷۷ء میں مدرسہ کی طرف سے آپ کو لانے اور چھوڑنے کے لیے گاڑی خریدی گئی۔ اس دوران تقریباً بائیس سال تک وہ بس یا ریل کے ذریعے سبق پڑھانے کے لیے گکھڑ سے گوجرانوالہ جاتے رہے۔ اس دوران آپ کے معمولات میں استقامت کا یہی عالم تھا۔ بسا اوقات ایسا منظر بھی دیکھنے میں آتا کہ تیز بارش کی وجہ سے طلباء یقینی چھٹی سمجھ کر کمروں میں آرام کرنے لگتے، لیکن آپ کی آمد کی اطلاع کی گھنٹی طلباء کو نیند اور آرام سے جھنجھوڑ ڈالتی۔ بے یقینی کے عالم میں کمروں سے باہر نکل کر دیکھتے تو آپ چھتری ہاتھ میں لیے مدرسہ میں موجود ہوتے۔ معمولات میں استقامت آپ کی خصوصی انفرادیت ہے۔ آج کے دور میں معمولات کی یہ استقامت تلاش کرنے سے بھی نہیں ملتی۔

معمولات : وہ کون سے معمولات ہیں جن میں استقامت آپ کا طرۂ امتیاز رہی ہے۔ رات کو نمازِ عشاء کے بعد جلدی سو جانا آپ کا معمول ہے۔ اگر گھر میں موجود ہوں اور کوئی مجبوری (مہمانوں وغیرہ کی) نہ ہو تو اس معمول میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی صبح تہجد کے لیے بیدار ہونا، اذان کے بعد نماز سے پہلے ناشتہ کرلینا۔ نماز پڑھانے کے لیے مسجد میں جانا، درس دینا اور درس سے فارغ ہو کر اسباق پڑھانے کے لیے گوجرانوالہ چلے جانا، اسباق سے فارغ ہو کر دوپہر کے وقت واپس آنا، کھانا کھا کر قیلولہ کرنا۔ ظہر کی نماز پڑھا کر بچیوں کو اسباق پڑھانا جو وقتاً فوقتاً آپ کے زیرِ درس رہتی تھیں اور گکھڑ کی بہت سی بچیوں نے آپ سے براہِ راست درسِ نظامی کے مختلف اسباق اس طرح پڑھے ہیں۔ مہمانوں کے پاس بیٹھنا اور تصنیفی کام کرنا، عصر کی نماز کے بعد اپنی (قرآن پاک کی) منزل پڑھنا، تصنیفی کام کرنا اور مقامی تعویذ کرانے والوں کے لیے تعویذ کرنا۔ نمازِ مغرب کے بعد کھانا کھانا اور تعویذ وغیرہ کرنا، نمازِ عشاء کے بعد آرام کرنا۔

جب تک صحت نے اجازت دی معمولات کا یہ تسلسل قائم رہا اور جوں جوں عمر، ضعف اور علالت میں اضافہ ہوتا گیا بتدریج ان معمولات کا متاثر ہونا بھی فطری بات تھی۔

پابندیٔ وقت : آپ کی پابندیٔ وقت ضرب المثل رہی ہے۔ نماز کے مقررہ وقت سے ایک منٹ پہلے آپ مسجد میں موجود ہوتے۔ امامت کے فرائض خود سرانجام دیتے۔ درس کے لیے نصف گھنٹہ مقرر ہے اس میں ایک منٹ کی بھی کمی دبیشی نہیں ہوتی تھی۔ اسباق میں بھی پابندیٔ وقت کا پورا لحاظ ہوتا۔ پابندیٔ وقت پر آپ ایک لطیفہ سنایا کرتے ہیں کہ استاذِ محترم حضرت مولانا مفتی عبدالواحد رحمہ اللہ نے ایک دفعہ مجھے جامع مسجد شیرانوالہ باغ گوجرانوالہ میں درس دینے کا حکم فرمایا

میں ان کے حکم پر درس دینے کے لیے چلا گیا۔ آدھا گھنٹہ درس دیتا رہا۔ جو مضمون میں نے شروع کیا تھا وہ وقت سے دو منٹ پہلے ختم ہو گیا، لہذا میں نے درس ختم کر دیا۔ ایک آدمی فوراً بولا کہ ابھی وقت ختم ہونے میں دو منٹ باقی ہیں میں نے یہ سوچ کر کہ انہیں دین کا کافی شوق ہے ان کے اصرار پر دوسرا موضوع شروع کر دیا۔ جب وقت سے دو منٹ اوپر ہو گئے تو پھر وہ آدمی بولا کہ دو منٹ اوپر ہو گئے ہیں۔ اس سے حضرت شیخ مدظلہ کی پابندیٔ وقت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

ایفائے عہد : تبلیغی پروگراموں کے سلسلہ میں آپ پابندیٔ وقت اور ایفائے عہد کا پورا پورا اہتمام کرتے اور حتی الوسع کوشش کرتے کہ وعدہ کے مطابق پروگرام پر پہنچیں۔ اور اس کے لیے طوفانِ باد و باراں بھی آپ کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتا تھا۔ ضلع گوجرانوالہ میں منڈیالہ تیگہ اور فیروزوالہ سے آگے کوٹلی ناگرہ ایک بستی ہے جہاں عرصۂ دراز سے مدرسہ تعلیم القرآن قائم ہے۔ اور قاری محمد عبداللہ صاحب مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ ایک عرصہ تک وہاں فی سبیل اللہ تدریس کی خدمات سرانجام دیتے رہے ہیں انہی کے زیرِ اہتمام وہاں تبلیغی جلسے بھی ہوتے تھے وہ ایک واقعہ سناتے ہیں کہ ہمارے ہاں تبلیغی جلسہ تھا اور حضرت شیخ الحدیث (مولانا محمد سرفراز خان صفدر) دامت برکاتہ نے تشریف لانا تھا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ نمازِ عصر سے قبل تیز بارش شروع ہو گئی۔ بارش کی وجہ سے کوٹلی ناگرہ دوسری بستیوں سے تقریباً کٹ جاتا تھا۔ اب تو کسی حد تک کچا راستہ موجود ہے۔ پہلے یہ بھی نہ تھا مغرب کے بعد قریبی بستیوں سے حضرت شیخ الحدیث صاحب کے عقیدت و محبت میں ڈوبے ہوئے دیوانے و پروانے موسم کی خرابی کے باوجود سینکڑوں کی تعداد میں اکٹھے ہو گئے۔ بارش اگرچہ مغرب سے پہلے ختم ہو چکی تھی لیکن راستے بند ہونے کی وجہ سے حضرت شیخ الحدیث صاحب کے آنے کی امید ہرگز نہ تھی لیکن

جب مغرب کے بعد بیرونی مہمانوں کو جو مختلف دیہاتوں سے آئے تھے۔ کھانا کھلانے سے فارغ ہوئے تو اچانک دیکھا کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب شلوار گھٹنوں تک اٹھائے۔ کیچڑ میں بھرے ہوئے مسجد کے دروازے سے اندر داخل ہو گئے، ہمیں بڑی حیرت ہوئی۔ تو ان سے معلوم ہوا کہ منڈیالہ تیگہ سے پیدل چل کے آیا ہوں۔ اور منڈیالہ تیگہ سے کوٹلی ناگرہ کا فاصلہ تین میل ہے۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ایفائے عہد اور تبلیغی خدمات کا شوق آپ کے دل میں کس قدر ہے۔

آپ پر پابندیاں : آپ کی تقریر انتہائی اصلاحی اور موثر ہوتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود دیگر علماء کی طرح آپ پر بھی مختلف اضلاع میں داخلہ پر پابندیاں عائد ہوتی رہی ہیں اور داخلہ بند کر دیا جاتا رہا ہے۔ چنانچہ دورِ آمریت میں ضلع ہزارہ میں آپ کے داخلہ پر پابندی عائد ہو گئی۔ ضلع ہزارہ آپ کا آبائی علاقہ ہے۔ آپ کو پابندی کے بارے میں معلوم نہ ہوسکا۔ آپ جب راولپنڈی کراس کر گئے تو مختلف مقامات پر آپ کی تلاش کے لیے پولیس بس کی تلاشی لینے لگی لیکن اتفاق سے ناواقف ہونے کی وجہ سے پولیس آپ کو شناخت نہ کرسکی۔ اور آپ اپنے مقام پر پہنچ گئے۔ وہاں ساتھیوں کے مشورہ پر آپ نے اصل نام کی بجائے "کٹرمنگ اُستاذ" کے نام سے تقریر فرمائی، کٹرمنگ آپ کا آبائی گاؤں ہے۔ اس کے علاوہ بھی متعدد شہروں میں وقتاً فوقتاً آپ کا داخلہ بند ہوتا رہا

دیانت : آپ کی دیانت و امانت اپنوں اور غیروں کے ہاں مسلم ہے۔ شدید تر اختلافات کے باوجود آج تک آپ کی دیانت پر کوئی حرف گیری نہیں کرسکا۔ آپ کی دیانت داری کا یہ عالم ہے کہ ایک دفعہ جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے سالانہ جلسہ میں شرکت کے لیے تشریف لے گئے اور واپسی پر انھوں نے

آپ کو کرایہ کے لیے ایک لفافہ ہاتھ میں تھما دیا۔ آپ نے لفافہ اسی طرح جیب میں رکھ لیا۔ کیونکہ آپ کا معمول ہے کہ آپ تبلیغی سلسلہ میں کرایہ وغیرہ طلب نہیں کرتے اگر وہ خود دے دیں تو لے لیتے ہیں۔ جب واپسی پر آکر اس لفافہ کو کھولا تو اس میں پانچ سو روپے تھے آپ کو بڑی حیرت ہوئی کہ ساہیوال کی آمدورفت کا کرایہ (اس دور میں) پینتیس روپے سے زائد نہیں۔ انھوں نے پانچ سو روپے کیسے دے دیئے؛ فوراً اسی دن خط لکھ کر انھیں مطلع کیا کہ آپ نے غلطی سے پانچ سو روپے مجھے دیئے ہیں ان کی واپسی کی صورت کیا ہوگی۔ بذریعہ بنک ڈرافٹ بھیجوں یا بذریعہ منی آرڈر چنانچہ ان کی طرف سے جواب موصول ہوا کہ واقعی ناظم صاحب نے غلطی سے پچاس کی بجائے پانچ سو روپے لفافہ میں بند کر دیئے ہیں۔ چنانچہ آپ نے ساڑھے چار سو روپے بذریعہ منی آرڈر فوراً واپس بھیج دیئے۔ اس واقعہ سے آپ کی دیانت کا اندازہ ہوتا ہے۔

گھریلو زندگی: آپ کی گھریلو زندگی بھی ایک نمونہ ہے۔ آپ نے دو شادیاں کیں یہ دونوں بیویاں فوت ہو چکی ہیں۔ دونوں بیویوں کی زندگی تک ان کا اور ان کی اولاد کا کھانا پینا اور رہنا سہنا ایک جگہ رہا ہے۔ دونوں بیویوں اور ان کی اولاد کا باہمی اتحاد و اتفاق آپ کی خصوصی توجہ اور گھریلو کنٹرول کی زندہ مثال ہے۔ دونوں بیویوں اور ان کی اولاد کے ساتھ آپ کا مساویانہ حسن سلوک ضرب المثل ہے۔

آپ کی اولاد: دونوں بیویوں سے آپ کے ۹ بیٹے اور تین ۳ بیٹیاں ہیں۔ تین بیٹے (عبدالکریم، عبدالرشید اور راشد) بچپن میں ہی وفات پا گئے۔ بڑی اہلیہ سے تین لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔ جبکہ چھوٹی اہلیہ سے چھ ۶ لڑکے اور ایک لڑکی ہے آپ کی تمام بیٹیوں اور بیٹوں نے قرآن کریم حفظ کیا ہے ان میں اکثر باضابطہ عالم دین ہیں اور دینی خدمات سر انجام دے رہے ہیں۔

اولاد کی تربیت

: اولاد کی تعلیم و تربیت میں بھی آپ نے اخلاقی و شرعی تمام ذمہ داریوں کو کما حقہ پورا کیا ہے۔ دنیوی تعلیم صرف ضروری حد تک دلوائی ہے۔ صرف دینی تعلیم کی طرف توجہ دی ہے۔ اسی طرح اب تک آپ کے بیٹے (۱) مولانا زاہد الراشدی (۲) مولانا عبد القدوس قارن (۳) مولانا عبد الحق خان بشیر (۴) مولانا شرف الدین حامد (۵) مولانا رشید الحق خان عابد (۶) مولانا عزیز الرحمٰن خان شاہد (۷) مولانا منہاج الحق خان راشد درس نظامی کے فاضل ہیں اور تدریسی خدمات میں مصروف ہیں جب کہ قاری محمد اشرف خان ماجد اور قاری عنایت الوہاب خان ساجد حافظ و قاری ہیں اور قاری ماجد مرحوم ایک عرصہ تک جامع مسجد گکھڑ میں قرآن پاک کی تعلیم دیتے رہے ہیں ان کے علاوہ حضرت مدظلہ کی تینوں بیٹیاں قرآن کریم کی حافظہ ہیں اور قرآن کریم کی تعلیم دیتی ہیں منجھلی صاحبزادی جہلم کے قاری مولانا خبیب احمد عمر کی اہلیہ ہیں اور جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام کے شعبہ بنات میں دورۂ حدیث کے اسباق پڑھاتی ہیں۔

علمی و دینی خدمات

: مولانا نے محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے صرف احیائے دین کی غرض سے متعدد کتابیں تحریر کی ہیں جو بحمد اللہ کئی کئی بار طبع ہو چکی ہیں اور خواص و عام نے ان سے خوب استفادہ کیا ہے۔ اور ان میں درج ٹھوس اور واضح دلائل اور معقول پیراہن اور صریح عقلی و نقلی حوالوں کی بہت ہی زیادہ قدر کی گئی ہے۔ اور ان کے معرضِ وجود میں آنے کو بے حد سراہا گیا ہے اور قدردان حضرات نے خوب دادِ تحسین دی ہے۔ مگر کچھ حضرات کو ان سے بعد کوفت ہوتی ہے اور ان سے خاصے سیخ پا ہوتے ہیں۔ ان مدلل کتابوں سے ان کا پریشان ہونا ایک نفسیاتی امر ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت حقہ سے شرک و بدعت اور رسم و رواج کے دبیز پردے دُور ہو جائیں۔ دین اسلام

اپنی اصلی شکل میں لوگوں کے سامنے اُجاگر ہو جائے اور محفوظ ہو جائے جس پر کاربند ہو کر دونوں جہانوں میں سرخرو ہو جائیں تو یہ ہمارے لیے سب سے بڑی سعادت ہے آخر بدعات و رسومات کی شب ظلمت اور تاریکی کب تک فضا پر چھائی رہے گی؟ حکمتِ خداوندی کے تحت آخر آفتاب ہدایت کا ظہور بھی تو ایک فطری امر ہے

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہو گا نغمۂ توحید سے

امامت و خطابت : دارالعلوم دیوبند سے سندِ فراغت حاصل کرنے کے بعد آپ گوجرانوالہ تشریف لے آئے۔ اور اُستاذ محترم کے حکم سے انہی کی نگرانی میں تدریس شروع کر دی۔ آپ کی علمی شہرت کا چرچا سن کر گکھڑ منڈی (ضلع گوجرانوالہ تحصیل وزیر آباد) کے چند مخلص بزرگوں کی تحریک پر آپ گکھڑ تشریف لے آئے وہاں اپنی نئی علمی جدوجہد کا آغاز کیا اور جامع مسجد بوہڑ والی میں خطابت و امامت کے فرائض سنبھال لیے۔

گکھڑ منڈی میں اصلاح عوام کی جدوجہد : گکھڑ منڈی کی عمومی فضا اس وقت شرک و بدعت کی آلودگیوں کا شکار تھی۔ اور ہر طرف بدعاتِ فاسدہ اور رسوماتِ باطلہ کا دور دورہ تھا۔ پیشہ ور اور پیٹ پرست ملاؤں کی حکومت تھی ہر طرف گمراہی کے اندھیرے تھے اور عام آدمی کے لیے یہ حالت انتہائی مایوس کن تھی۔ لیکن اس مردِ درویش نے کسی چیز کی پرواہ کیے بغیر اصلاحِ احوال کے لیے بے لوث جدوجہد جاری رکھی۔ مسجد میں نمازِ فجر کے بعد درسِ قرآن پاک کا آغاز کیا۔ عوام کے دینی رجحان کا عالم یہ تھا کہ ابتداء میں آپ کے درسِ قرآن میں صرف ایک آدمی بیٹھتا اور صرف ایک آدمی کے لیے آپ پورا درس دیتے اور اس درس کے لیے باقاعدہ تیاری کرتے۔ بعض بزرگوں نے مشورہ دیا کہ جب لوگ درس میں نہیں بیٹھتے تو

آپ اتنی محنت کیوں کرتے ہیں۔ لیکن آپ کے سامنے چونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی کے استقلال کا کامل و مکمل نمونہ موجود تھا۔ اس لیے آپ نے یہ سلسلہ ترک نہ کیا۔ اور درس قرآن دیتے رہے۔

درسِ قرآن کی مقبولیت

: آپ کا یہ عزم و استقلال بالآخر رنگ لایا اور آپ کے درس قرآن کا چرچا ہونے لگا۔ اور آہستہ آہستہ اس کی رونق بڑھنے لگی اور آپ نے معمول میں تبدیلی پیدا کرلی۔ ہفتہ کے پہلے تین دن (ہفتہ، اتوار، پیر) درس قرآن اور آخری تین دن (منگل، بدھ، جمعرات) درس حدیث شروع کردیا۔ اور قرآن پاک کا کئی دفعہ درس مکمل کیا۔

حدیث کی چھ مستند کتب صحاح ستہ یعنی بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی ابن ماجہ کا درس بھی مکمل کیا اور ان کے علاوہ مستدرک حاکم اور دیگر کئی کتب حدیث کا ترتیب کے ساتھ درس دیا۔ ایک دور میں آپ کے درس میں حاضری تقریباً ایک سو کے قریب افراد کی ہوتی رہی ہے۔ نمازِ فجر کے بعد کا آپ کا یہ درس قرآن و حدیث انتہائی مؤثر ثابت ہوا جس نے گکھڑ منڈی کے باشعور افراد میں دینی شعور کو پیدا کرنے میں بنیادی کردار ادا کیا۔ اس کے علاوہ آپ کے خطباتِ جمعہ نے بھی عوام کی فکری و اعتقادی اصلاح کا عمدہ سامان فراہم کیا۔ آپ کے خطبہ جمعہ میں ہزاروں افراد شریک ہوتے۔

اندازِ بیان

: آپ کے اندازِ بیان میں بے پناہ خوبیاں ہیں، اور اسی اندازِ بیان کی کشش اپنوں اور بیگانوں کو بے ساختہ آپ کے حلقۂ درس میں کھینچ لاتی ہے۔ آپ کا طرزِ استدلال خالص علمی اور اندازِ بیان خالص عوامی ہوتا ہے۔ گکھڑ منڈی میں آپ کی تقریر ہمیشہ پنجابی زبان میں ہوتی تھی۔ اور دیگر علاقوں اور شہروں میں اردو زبان میں۔ علمی طور پر آپ کا طرزِ استدلال اس قدر مضبوط ہوتا ہے کہ پیشِ نظر مسئلہ

کی تمام گرہیں کھلتی چلی جاتی ہیں مسئلہ پوری طرح سامعین کے ذہن میں بیٹھتا چلا جاتا ہے اور مسئلہ کا کوئی پہلو تشنہ و نامکمل نہیں رہتا۔ سامع زیر بحث مسئلہ کے بارے میں مکمل طور پر تسلی وتشفی حاصل کر کے اٹھتا ہے۔ آپ کا انداز مقررانہ نہیں بلکہ واعظانہ اور ناصحانہ ہوتا ہے۔ اور آپ کی کوشش ہوتی ہے کہ مجلس میں موجود کند ذہن سے کند ذہن آدمی بھی مسئلہ کی پوری حقیقت و اصلیت کو جان لے۔ اسی طرزِ بیان کی بنا پر آپ کے خطباتِ جمعہ اور مجالس میں دیہاتی عوام کی بھی کثیر تعداد موجود ہوتی تھی آپ کا بیان بھی تعمیری اور اصلاحی ہوتا۔ تخریبی بیان سے آپ ہمیشہ گریز کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے نظریاتی مخالفین بھی آپ کا بیان سننے کے لیے آپ کے خطبۂ جمعہ اور درس میں بکثرت شریک ہوتے تھے۔ آپ کے بڑے بڑے مخالفین بھی تمام تر نظریاتی اختلافات کے باوجود آپ کی علمی حیثیت کو مسلم مانتے ہیں۔

تبلیغی خدمات: ملک کے مختلف حصوں میں دینی مدارس کی سالانہ تقریبات اور دیگر تبلیغی اجتماعات میں شرکت بھی فرماتے رہے ہیں۔ بڑی بڑی کانفرنسوں میں آپ کا خطاب بڑی توجہ اور شوق سے سنا جاتا تھا۔ عوام کے علاوہ علما حضرات بھی آپ کے بیان کو بڑے شوق سے سنتے۔ موضوع کو اس کے تمام ضروری پہلوؤں سے نبھانا آپ کی خصوصیت ہے۔ آپ کے بیان میں فضولیات بالکل نہیں ہوتیں اور نہ موضوع سے ہٹ کر بات ہوتی ہے بلکہ موضوع سے متعلق دلائل و براہین سے مزین ایک ایک لفظ دل کی گہرائیوں سے اترتا چلا جاتا ہے۔ اور موضوع کا ہر پہلو ذہن نشین ہوتا چلا جاتا ہے

ظرافت: طبیعت میں ظرافت کا عنصر بھی نمایاں ہے۔ تقاریر میں بسا اوقات ظرافت کا یہ عنصر سامعین کو بے حد محظوظ کرتا ہے۔ لیکن عام پیشہ ور مقررین کی طرح آپ کی ظرافت خلافِ حقیقت اور خلافِ واقعہ نہیں ہوتی۔ بلکہ

اس ظرافت میں بھی آپ پورا مسئلہ سمجھا دیتے ہیں۔

ایک دفعہ جمعہ کی تقریر میں ایک شخص نے چٹ لکھی کہ جیب میں اگر تصویر ہو تو نماز ہوتی ہے یا نہیں۔ آپ نے ازراہ مزاح فرمایا کہ جس کو شبہ ہو وہ اپنی جیب میں سے وہ تمام نوٹ جن پر بانیٔ پاکستان کی تصویر ہے وہ مجھے دیدیں سامعین اس مزاح پر کافی محظوظ ہوئے اور مسئلہ بھی سمجھ آگیا۔ پھر آپ نے مسئلہ کی وضاحت فرمائی کہ تصویر بنوانا۔ اپنے مقام پر بہت بڑا گناہ ہے۔ بغیر کسی عُذر اور مجبوری کے تصویر بنوانا جائز نہیں۔ مثلاً حج ، پاسپورٹ ، امتحان وغیرہ کے لیے اور شناختی کارڈ کے لیے بھی تصویر بنوانا مجبوری ہے۔ لیکن اگر کسی مجبوری کی وجہ سے تصویر جیب میں ہو اور سامنے نظر نہ آتی ہو تو نماز ہو جاتی ہے۔

زیرِ تربیت اساتذہ کے لیے درسِ قرآن: گکھڑ منڈی میں زیر تربیت اساتذہ کے لیے عرصہ دراز سے ایک کالج قائم ہے جس کا نام پہلے گورنمنٹ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ تھا۔ اور بعد میں اس کا نام تبدیل کر کے گورنمنٹ ایلیمنٹری آف دی ٹیچرز کالج رکھا گیا۔ جس میں پی۔ ٹی سی اور سی۔ ٹی اور او۔ ٹی اور ایس وی کی کلاسیں ہیں ان کلاسوں کے زیرِ تربیت اساتذہ کے لیے ۱۹۴۳ء میں کالج کے پرنسپل صاحب ملک عبدالحمید مرحوم نے اپنے دینی جذبہ اور مذہبی رجحان کی وجہ سے مستقل درسِ قرآن کا فیصلہ کیا۔ اور اس نیک مقصد کے لیے ان کی نظرِ انتخاب بھی آپ پر پڑی چنانچہ ان کی پُرخلوص تحریک پر آپ نے ۱۹۴۳ء میں درسِ قرآن کا سلسلہ شروع کیا۔ اگرچہ اس درس کا سلسلہ ملک عبدالحمید مرحوم کی ذاتی دلچسپی اور توجہ کا مرہونِ منت تھا۔ لیکن آپ کے عالمانہ طرزِ بیان اور محققانہ طرزِ استدلال کی وجہ سے اس درسِ قرآن کی خوب شہرت ہوئی۔ اور اس شہرت کی وجہ سے ملک عبدالحمید مرحوم کے بعد بھی درس کا یہ سلسلہ مستقل جاری رہا۔ اگرچہ بعض متعصب پرنسپلوں نے مسلکی اختلافات کی بنا پر اپنے انتظامی دور میں اس سلسلۂ درس کو روکنے کی کوشش کی لیکن وہ اپنے

مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اس درسِ قرآن کے سلسلہ میں جن پرنسپلوں نے پوری توجہ اور کوشش سے دلچسپی لی ان میں ملک عبدالحمید مرحوم کے علاوہ میاں عمرالدین اور میاں منیر احمد کے نام نمایاں ہیں۔

یہ زیرِ تربیت اساتذہ چونکہ فراغت کے بعد ملازمت کے سلسلہ میں ملک بھر کے تعلیمی اداروں میں پھیل جاتے ہیں۔ اس لیے ملک بھر کے جن تعلیمی اداروں میں بھی اس درسِ قرآن میں شریک ہونے والے اساتذہ پہنچے وہیں وہیں اس درس کے حوالہ سے صاحبِ درس کی علمیت کا چرچا ہوتا چلا گیا۔ اور علمی حلقوں میں اسی درسِ قرآن کو بے حد پذیرائی حاصل ہوئی۔ اس علمی شہرت کی بنا پر پرنسپل مرزا نثار عرف (لسان و الی سرکار) نے محض مسلکی اختلاف کی بنا پر اس سلسلۂ درس کو ختم کرنے کی بھرپور کوشش کی حالانکہ اس درسِ قرآن میں نہ تو آپ اختلافی مسائل پر معاندانہ انداز میں بحث کرتے ابتدائی دور میں صرف پندرہ روپے ملتے تھے۔ آخر میں پچاس اس سے زیادہ نہیں ہوئے آخری سالوں میں پرنسپل مذکور نے یہ بھی بند کر دیا اور کئی سال درس مفت ہوتا رہا۔ جب گھٹنوں کی تکلیف شروع ہوئی تو موقوف کر دیا اور یہ یاد رہے کہ یہ درس چالیس سال ہوتا رہا۔ آپ اس سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ ان کی یہ خدمات سراسر رضائے الٰہی کے لیے تھیں۔ کوئی دنیوی مفاد ان کے پیشِ نظر نہیں تھا۔ اور پھر کالج آپ کے گھر سے تقریباً ایک میل دُور ہے اس چالیس سال کے عرصہ میں گرمیوں میں عصر کے بعد اور سردیوں میں عشاء کے بعد کا یہ درس ان کی مستقل مزاجی کی بیّن دلیل ہے جبکہ ان کے پاس سواری کا بھی کوئی انتظام نہیں ایک میل پیدل جانا اور ایک میل پیدل آنا محض درسِ قرآن کے لیے آپ کے خلوص اور اہلیت کا کھُلا ثبوت ہے۔ جب تک جسمانی صحت نے اجازت دی۔ یہ سلسلہ جاری رہا مگر معذوری بڑھ جانے پر مجبوراً اسے منقطع کرنا پڑا۔

تدریسی خدمات : گکھڑ منڈی میں آپ نے ابتداءً ہی اپنے تعلیمی ذوق کے مطابق تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس دوران بیس پچیس طلباء عموماً آپ کے

زیر درس رہتے تھے۔

۱۳۷۴ھ/۱۹۵۴ء میں آپ کا تقرر مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں ہوا۔ اور اس وقت سے ۲۰۰۱ء تک وہاں مسلسل تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ درس نظامی کی کم و بیش سبھی کتابیں بار بار پڑھائیں اور خاص طور پر، بخاری شریف، ترمذی شریف اور ترجمہ قرآن کریم مع تفسیر تو سالہا سال تک آپ کے زیر درس رہا

دورۂ تفسیر قرآن

: ۱۹۷۶ء میں بھٹو گورنمنٹ نے مدرسہ نصرۃ العلوم اور اس سے متصل جامع مسجد نور کو محکمہ اوقاف کی تحویل میں لینے کا فیصلہ کیا تو ارباب مدرسہ نے اس کے خلاف باقاعدہ احتجاجی تحریک کا اعلان کر دیا۔ چھ ماہ کی اس مسلسل تحریک میں تین سو کے قریب افراد گرفتار ہوئے جن میں آپ کے تین صاحبزادے مولانا زاہد الراشدی، مولانا عبدالقدوس قارن اور حافظ عبدالحق خان بشیر بھی شامل ہیں۔ اسی تحریک کے دوران مدرسہ کی سالانہ چھٹیاں ہو گئیں۔ کسی بھی مدرسہ کی حفاظت کے لیے مدرسہ کے طلباء ایک مستحکم اور مضبوط قوت ہوتے ہیں سالانہ تعطیلات کی وجہ سے جب خالی مدرسہ پر جبری قبضہ کا اندیشہ پیدا ہوا تو دانشورانِ مدرسہ نے سالانہ تعطیلات کے دوران دورۂ تفسیر قرآن کا اعلان کر دیا تاکہ ان سالانہ تعطیلات کے دوران بھی مدرسہ طلبائ سے خالی نہ رہے۔ چنانچہ اس مجبوری کے تحت آپ نے دورۂ تفسیر قرآن کا آغاز فرمایا۔ جسے بعد میں اس کی علمی اہمیت کی بنا پر مستقل طور پر جاری کر دیا گیا جو کم و بیش پچیس برس جاری رہا اور اس میں ہر سال تقریباً تین سو سے پانچ سو تک طلباء شامل ہوتے رہے۔ ان میں اکثر و بیشتر فارغ التحصیل علماء ہوتے تھے۔ چونکہ یہ تقریباً دو ماہ کا مختصر کورس ہوتا تھا۔ اس لیے اس میں جدید تعلیم یافتہ حضرات بھی بکثرت شامل ہو جاتے تھے

آپ کا اندازِ تفسیر بعینہ اپنے شیخ حضرت مولانا حسین علی صاحب جیسا ہے۔ ربط آیات اور ردّ شرک و بدعات کی جو اہمیت و انفرادیت آپ کے شیخ

کا خاصا تھا۔ وہی طرز یہاں بھی موجود تھی۔

تفسیرِ قرآن کی عصری ضرورت

: یوں تو قرآن پاک کی بے شمار تفسیریں منظرِ عام پر آچکی ہیں۔ لیکن آپ کا تفسیر قرآن کا منفرد انداز اس بات کا متقاضی ہے کہ اس طرز پر تفسیر قرآن لکھی جائے۔ آپ اگر خود یہ کارنامہ سرانجام دیتے تو بہتر تھا کیونکہ آپ کے قلم میں خدا تعالیٰ نے بڑی تاثیر رکھی ہے۔ لیکن مصروفیات کی وجہ سے ایسا نہ ہو سکا البتہ آپ کے فرزند مولانا عبدالقدوس قارن نے آپ کے ترجمہ قرآن کریم اور اس کی تفسیر کو ٹیپ ریکارڈر کی مدد سے محفوظ کر لیا اور اسے صفحۂ قرطاس پر منتقل کر رہے ہیں۔ حوالہ جات کے اصل مآخذ کی طرف رجوع کی وجہ سے تاخیر ہو رہی ہے۔ مکمل ہونے پر یہ علمی تحفہ بھی قارئین کے سامنے آجائے گا۔

آپ کے فتاویٰ

: فتویٰ نویسی ایک مستقل فن ہے جو اہم بھی ہے اور نازک بھی۔ اگرچہ گزشتہ صدی میں فتویٰ نویسی کا قلمدان بہت سے ناتجربہ کار یا ناعاقبت اندیش ہاتھوں میں چلا گیا۔ جس کی وجہ سے عرب و عجم کی پوری اُمت مسلمہ فتویٰ کفر و ارتداد کے ثقیل پتھر کے نیچے کراہنے لگی۔ فتویٰ نویسی انتہائی دشوار کام ہے جس میں مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر نظر رکھ کر فتویٰ دینا ہوتا ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق اگر ایک لفظ کے سو معنی ہوں۔ ایک اسلام کا اور ننانوے کفر کے تو اس لفظ کے استعمال کرنے والے پر اس وقت تک فتویٰ کفر نہیں دیا جا سکتا جب تک وہ اپنی مراد معنی کفر سے معین واضح نہ کر دے فتویٰ نویسی میں تو حتی الامکان آدمی کو کفر سے بچانے کی کوشش کی جاتی ہے حتیٰ کہ یہ اصول ہے کہ اگر کسی نے ایسا جملہ استعمال کیا ہے جو بظاہر کفریہ ہے لیکن اس کی تاویل ہو سکتی ہے تو اس پر فتویٰ کفر نہ دیا جائے گا۔

فتویٰ نویسی جیسے دشوار ترین کام میں بھی آپ کا قلم اپنے اکابر و اسلاف کے

نقش قدم میں راہِ اعتدال سے نہیں ہٹا۔ آپ مدرسہ نصرۃ العلوم میں صدر مفتی بھی رہے ہیں اور ملک بھر کے علمی و تحقیقی حلقوں میں آپ کے فتاویٰ کو خاص قدر و منزلت اور اہمیت حاصل ہے۔ ملک بھر کے بڑے بڑے مفتیانِ کرام بھی اپنے فتاویٰ پر آپ کے تائیدی و تصدیقی دستخط کروانے پر فخر محسوس کرتے ہیں اور ہزاروں کی تعداد میں فتاویٰ جاری ہو چکے ہیں۔ اگرچہ آپ کی دیگر مصروفیات کی بنا پر مدرسہ نے دو مفتی رکھے ہوئے ہیں لیکن بڑے بڑے اور اہم فتوے پھر بھی آپ کی طرف سے جاری ہوتے رہے ہیں۔

سیاست کے میدان میں

مزاجاً آپ اگرچہ سیاسی نہیں ہیں لیکن اپنے اکابر و اسلاف سے گہرے تعلق و ربط کی بنا پر سیاست سے دلچسپی ضرور رکھتے ہیں۔

۱۹۴۰ء میں جب آپ دارالعلوم دیوبند میں زیرِ تعلیم تھے تو فرنگی دور تھا۔ تحریکِ آزادی عروج پر تھی۔ انگریزی حکومت نے آپ کے استادِ محترم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کو گرفتار کر لیا۔ مولانا مدنی کی رہائی کے لیے دارالعلوم دیوبند کے طلباء کا جو پہلا احتجاجی جلوس نکالا گیا اس کی قیادت آپ نے کی۔ فراغت کے بعد تدریسی مشاغل کی وجہ سے آپ عملاً سیاست سے کنارہ کش رہے۔

۱۹۵۶ء میں جب جمعیت علماء اسلام کے دوسرے دور کا آغاز ہوا تو آپ بھی ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کی تحریک کے لیے جمعیت میں شامل ہو گئے اور عرصہ دراز تک جمعیت کے مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن اور ضلع گوجرانوالہ کے امیر کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیتے رہے۔

۱۹۶۸ء میں جمعیت کے وفد کے ساتھ مشرقی پاکستان (موجودہ بنگلہ دیش) کا دورہ کیا۔ ۱۹۷۰ء کے عام انتخابات میں خود تو تدریسی مصروفیات کی بنا پر حصہ نہ لیا۔ لیکن جمعیت کے منتخب کردہ امیدواروں کی تائید و حمایت میں بھرپور کردار

ادا کیا۔ ۱۹۷۳ء کی تحریک سول نافرمانی (بحالیٔ جمہوریت) میں گرفتاری کے لیے کارکن مہیا کرنے میں بھی آپ نے بھرپور کوشش کی۔ چنانچہ اس تحریک میں آپ کے خصوصی تلامذہ قاری محمد یوسف عثمانی اور قاری عبدالقدوس عابد نے گرفتاریاں پیش کیں اور ظلم و بربریت کا نشانہ بنے۔

۱۹۷۳ء کے سیلاب زدگان کے لیے جماعتی سطح پر آپ نے امدادی رقوم اور ضروریاتِ زندگی کی اشیاء فراہم کیں۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں بھی آپ نے مجلس عمل تحفظ ختم نبوّت کے پلیٹ فارم پر خدمات سرانجام دیں۔

۱۹۷۵ء میں جمعیت علماء اسلام نے شیرانوالہ باغ گوجرانوالہ میں آل پاکستان نظامِ شریعت کانفرنس منعقد کرنے کا اعلان کیا۔ تو بھٹو حکومت نے شیرانوالہ باغ میں کانفرنس کرنے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ جس کی وجہ سے یہ کانفرنس مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ میں منعقد ہوئی۔ حکومت نے سیاسی انتقام کے طور پر مدرسہ نصرت العلوم اور اس سے ملحقہ جامع مسجد نور کو اوقاف کی تحویل میں لینے کا اعلان کر دیا۔ اس وقت کے صوبائی وزیر اوقاف رانا محمد اقبال نے اپنی تمام سیاسی و حکومتی سرگرمیاں اس مقصد کے لیے وقف کر دیں۔ ادھر جمعیت علماء اسلام نے شہر کے نوجوان سیاسی راہنما نوید انور نوید کی سربراہی میں ایکشن کمیٹی تشکیل دے دی اور باقاعدہ تحریک کا آغاز کر دیا۔ تین سو کے قریب افراد گرفتار ہوئے۔ اس تحریک میں بھی آپ نے پوری پوری سرپرستی کی اور آپ کے تین بیٹے مولانا زاہد الراشدی، مولانا عبدالقدوس قارن اور مولانا عبدالحق خان بشیر اس تحریک میں گرفتار ہوئے جو تقریباً چار ماہ تک ڈسٹرکٹ جیل گوجرانوالہ میں زیرِ حراست رہے۔ مجبوراً حکومت نے اپنا فیصلہ واپس لے لیا۔

۱۹۷۷ء کے عام انتخابات میں پاکستان پیپلز پارٹی کے مقابلہ کے لیے دینی و سیاسی جماعتوں پر مشتمل پاکستان قومی اتحاد کے نام سے نو جماعتی اتحاد معرضِ وجود میں آیا اور انتخابات میں دھاندلی کے بعد ان کے نتائج کو مسترد کرتے ہوئے تحریک

نظامِ مصطفٰے کا آغاز ہوا۔ اس تحریک میں بھی آپ نے بھرپور کردار ادا کیا۔ اور ایک ماہ تک ڈسٹرکٹ جیل گوجرانوالہ میں گرفتار رہے۔ اس تحریک میں آپکے صاحبزادہ حافظ عبدالحق خان بشیر بھی گرفتار ہوئے اور آپ کے ساتھ جیل میں رہے جبکہ آپ کے بڑے فرزند مولانا زاہد الراشدی نے پاکستان قومی اتحاد صوبہ پنجاب کے سیکرٹری جنرل کی حیثیت سے بھرپور کردار ادا کیا۔ ایک ماہ کیمپ جیل لاہور میں قید رہے اور جناب حمزہ، اقبال احمد خان مرحوم اور دیگر قائدین کے ساتھ مل کر ملکی سطح پر تحریک کی قیادت کی۔

آپکے استقلال کا ایمان افروز واقعہ: تحریک نظامِ مصطفٰی کے دوران حسبِ معمول جب آپ جلوس کی قیادت کر رہے تھے۔ آپ کی قیادت میں جلوس مسجد بوہڑ والی سے باہر نکلا۔ تو فیڈرل سیکورٹی فورس (ایف۔ ایس۔ ایف) کے کمانڈر نے جلوس کو روکنے کی کوشش کی لیکن جلوس نہ رُکا۔ اس نے لکیر کھینچی اور اعلان کیا کہ اگر کسی نے یہ لکیر عبور کی تو گولی سے اُڑا دیا جائے گا۔ آپ نے انتہائی شانِ قلندری سے فرمایا:

"مَیں تریسٹھ برس کی مسنون عمر پوری کر چکا ہوں اور شہادت کی تمنا و آرزو رکھتا ہوں۔"

یہ کہتے ہوئے کمانڈر کی کھینچی ہوئی لکیر عبور کر گئے۔ اس مردِ درویش کی شانِ قلندری کے سامنے فیڈرل سیکورٹی فورس کی سنگینیں اور رائفلیں ندامت سے جھک گئیں اور یہ مردِ قلندر جلوس لے کر آگے بڑھ گیا۔

۱۹۵۳ء کی تحریکِ ختمِ نبوت: قادیانیت کے خلاف تحریکِ ختمِ نبوت میں بھی آپ نے مجاہدانہ کردار ادا کیا۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختمِ نبوت میں دیگر علماء کی طرح آپ بھی گرفتار ہوئے اور ۹ ماہ تک سنٹرل جیل ملتان میں رہے

آپ کے برادرِ خورد مولانا صوفی عبدالحمید سواتی بھی اس تحریک میں چھ ماہ تک ڈسٹرکٹ جیل گوجرانوالہ میں گرفتار رہے۔ اس دوران آپ کو ملتان جیل میں زہر دینے کی کوشش بھی کی گئی جو کامیاب نہ ہو سکی۔

خواب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دیدار

اسی دوران جیل میں ہی رات کو خواب میں آپ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دیدار ہوا فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جیل میں ہی ہوں اور مجھے کسی نے اطلاع دی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تیرے ساتھ ملاقات کے لیے تشریف لائے ہیں، میں پریشان ہو گیا کہ جیل میں میرے پاس ان کی خدمت کے لیے کوئی چیز نہیں ہے۔ میں نے دری بچھائی استنے ہی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے۔ میں نے انہیں دری پر بٹھایا اور عرض کی حضرت جیل میں اس وقت میرے پاس آپ کی خدمت کے لیے کوئی اور چیز نہیں ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں قہوہ بنالوں۔ آپ نے فرمایا فوراً بنالو کیونکہ میں نے جلدی جانا ہے اور دجال کو قتل کرنا ہے۔ میں نے جلدی سے قہوہ بنایا۔ آپ نے نوش فرمایا اور تیزی سے چلے گئے۔

تصنیفی کارنامے

تصنیف کے میدان میں بھی آپ کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ آپ کی تصانیف میں قاری کے لیے تمام دلچسپیوں کا سامان فراہم ہوتا ہے۔ اردو ادب کی چاشنی، دلائل و براہین کی بھرمار، ظرافت، اندازِ بیان میں شائستگی اور نفسِ مسئلہ کے ہر پہلو پر نظر آپ کی تصانیف کی انفرادی خصوصیات ہیں۔ اب تک ۶۰ کے قریب کتب تالیف فرما چکے ہیں جو علماء اور عوامی حلقوں میں بے حد مقبول ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب نے مختلف موضوعات مثلاً ردِّ بدعات، فاتحہ خلف الامام، سماع الموتیٰ وغیرہ پر متعدد کتب تصنیف فرمائی ہیں جن کی تعداد

تقریباً ساٹھ تک جا پہنچی ہے۔ ان کتب میں "راہ سنت" جو رد بدعات پر مفصل اور باحوالہ کتاب ہے۔ اس کو اس قدر شہرت حاصل ہوئی کہ اس کے تقریباً پندرہ ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ اور مانگ بدستور جاری ہے۔ آپ کی کتابوں پر

۱۔ حضرت قاری محمد طیب رحمہ اللہ تعالیٰ

۲۔ حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمہ اللہ تعالیٰ

۳۔ حضرت مولانا عبد الحق صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

۴۔ حضرت مولانا عبد اللہ درخواستی رحمہ اللہ تعالیٰ اور دیگر اکابر علماء دیوبند کی تصدیقات موجود ہیں۔

آپ کی کتابوں کا طرز و اسلوب یہ ہے کہ مدلل ہونے کے ساتھ ساتھ مسئلہ کے مخالف پہلو کو لے کر اس کے جوابات اس انداز سے دیئے جاتے ہیں کہ کتاب میں مناظرانہ رنگ نمایاں محسوس ہوتا ہے۔ راہ حق کا متلاشی آپ کی کتابوں کے مطالعہ کے بعد منزل کو پالیتا ہے۔ حضرت صاحب کی مشہور کتابیں :

۱۔ راہ سنت	۲۔ احسن الکلام	۳۔ گلدستۂ توحید
۴۔ تبرید النواظر	۵۔ باب جنت	۶۔ حکم الذکر بالجہر
۷۔ چالیس دعائیں	۸۔ طائفہ منصورہ	۹۔ تسکین الصدور
۱۰۔ سماع موتیٰ	۱۱۔ مقام ابی حنیفہ ؒ	۱۲۔ تنقید متین
۱۳۔ ختم نبوت قرآن و سنت کی روشنی میں		۱۴۔ عمدۃ الاثاث
۱۵۔ تفریح الخواطر	۱۶۔ ارشاد الشیعہ	۱۷۔ ازالۃ الریب
۱۸۔ اظہار العیب	۱۹۔ اتمام البرہان فی رد توضیح البیان (حصہ اول)	

۲۰۔ اتمام البرہان فی رد توضیح البیان (حصہ دوم)

۲۱۔ اتمام البرہان فی رد توضیح البیان (حصہ سوم)

۲۲۔ اتمام البرہان فی رد توضیح البیان (حصہ چہارم)

۲۳۔ ملا علی قاری اور مسئلہ علم غیب و حاضر و ناظر

۲۴۔ الشہاب المبین	۲۵۔ المسلک المنصور
۲۶۔ عباراتِ اکابر	۲۷۔ بانی دارالعلوم
۲۸۔ ضوء السراج	۲۹۔ عیسائیت کا پس منظر
۳۰۔ الکلام المفید	۳۱۔ مسئلہ قربانی
۳۲۔ آئینہ محمدی	۳۳۔ تبلیغ اسلام
۳۴۔ اخفاء الذکر۔ (حصہ دوم)	۳۵۔ راہِ ہدایت
۳۶۔ حلیۃ المسلمین	۳۷۔ دل کا سرور
۳۸۔ شوقِ حدیث	۳۹۔ صرف ایک اسلام
۴۰۔ انکارِ حدیث کے نتائج	۴۱۔ ینابیع ترجمہ رسالہ تراویح
۴۲۔ درود شریف پڑھنے کا شرعی طریقہ وغیرہ	

درسِ قرآن کریم کے افادات

درسِ قرآن کریم کے حوالے سے حضرت شیخ الحدیث، مدظلہ کے تین جداگانہ معمول رہے ہیں۔ ایک درس وہ تھا جو جامع مسجد گکھڑ میں نمازِ فجر کے بعد روزانہ ہوتا تھا اور کئی بار مکمل ہوا۔ دوسرا ترجمہ و تفسیر وہ ہے جو مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں روزانہ صبح اسباق کے آغاز سے قبل حضرت مدظلہ پڑھاتے رہے، یہ درس دو سال میں مکمل ہوتا ہے اور کافیہ سے اُوپر کے تمام طلبہ کی حاضری اس میں ضروری ہوتی ہے جبکہ تیسرا درس قرآن وہ ہے جو مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کی سالانہ تعطیلات کے دوران دورۂ تفسیر کے عنوان سے کم و بیش ربع صدی تک تسلسل کے ساتھ ہوتا رہا ہے۔

مدرسہ نصرۃ العلوم والے دونوں درس چونکہ علماء کرام اور طلبہ کے لیے ہوتے تھے اس لیے ان میں علمی مباحث زیادہ ہوتی تھیں جن سے علماء کرام اور منتہی طلبہ ہی صحیح معنوں میں استفادہ کر سکتے ہیں جب کہ گکھڑ والا درس عوام کے لیے ہوتا تھا جو زیادہ تفصیلی ہونے کے ساتھ ساتھ عام فہم بھی تھا اور عام لوگوں کے لیے اس کی

افادیت بھی بہت زیادہ ہے۔

بہت سے دوستوں نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ اس درس کو منضبط کرکے شائع کیا جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اس سے فیض یاب ہونے کا موقع ملے مگر اس میں اُلجھن یہ تھی کہ یہ درس پنجابی میں ہوتا تھا جو اگرچہ جناب ... کی محنت اور ذوق کے باعث ٹیپ ریکارڈر کی مدد سے مکمل محفوظ ہو چکا ہے مگر اسے اُردو میں منتقل کرنے اور پھر زبان کا معیار قائم رکھتے ہوئے مفہوم کو ادا کرنے کا مرحلہ خاصا مشکل تھا اس لیے بہت سے احباب شدید خواہش اور تمنا کے باوجود اس سمت عملی پیش رفت نہ کر سکے۔

اب حضرت شیخ مدظلہ کے خصوصی تلمیذ و مرید مولانا محمد نواز بلوچ نے حضرت مدظلہ کے خادم خاص حاجی میر محمد لقمان کی توجہ اور اصرار سے اس کام کا بیڑا اُٹھایا ہے اور حضرت شیخ مدظلہ کے گکھڑ والے تفصیلی اور عوامی درس قرآن کریم کو کیسٹوں کی مدد سے پنجابی سے اُردو میں منتقل کرنے کا کام شروع کیا ہے جس کا پہلا حصہ آپ کے سامنے ہے۔

مولانا محمد نواز بلوچ کا طریق کار یہ ہے کہ وہ مضمون کو پنجابی سے اُردو میں منتقل کرتے ہیں اور اسکے بعد حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے فرزند اکبر اور مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا علامہ زاہد الراشدی صاحب اس پر نظر ثانی کرتے ہیں پھر اس کی کتابت ہوتی ہے اور دونوں حضرات باری باری اس کو دوبارہ مطالعہ کرکے چیک کرتے ہیں۔

اس کے باوجود ان حضرات کی طرف سے گزارش ہے کہ اگر کہیں کوئی غلطی یا بھول رہ گئی ہو تو اسے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی طرف منسوب کرنے کی بجائے کاتبین کی کوتاہی پر محمول کیا جائے اور اس کی انہیں اطلاع دی جائے تاکہ اگلے ایڈیشن میں اس کی اصلاح کی جاسکے۔

قارئین سے درخواست ہے کہ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے لیے مسلسل دعا

کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحتِ کاملہ عاجلہ سے نوازیں اور ان کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم رکھیں نیز یہ دعا بھی کریں کہ اللہ تعالیٰ درسِ قرآن کے ان افادات کو کتابی شکل میں پیش کرنے کی کوشش کرنے والے سب حضرات کی اس محنت کو قبول فرمائیں اور انہیں اس کی بحسن و خوبی تکمیل کی توفیق سے نوازیں تاکہ زیادہ سے زیادہ مسلمان بھائی حضرت شیخ دامت برکاتہم کے ان گراں قدر افادات سے فیض یاب ہوسکیں آمین

یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ

سے اور ترجمہ و تفسیر میں امام الموحدین حضرت مولانا حسین علیؒ سے شرف تلمذ و اجازت حاصل ہے اور انہی کے اسلوب و طرز پر انہوں نے زندگی بھر اپنے تلامذہ اور خوشہ چینوں کو قرآن و حدیث کے علوم و تعلیمات سے بہرہ ور کرنے کی مسلسل محنت کی ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے درسِ قرآن کریم کے چار الگ الگ حلقے رہے ہیں۔ ایک درس بالکل عوامی سطح کا تھا جو صبح نمازِ فجر کے بعد مسجد میں ٹھیٹھ پنجابی زبان میں ہوتا تھا۔ دوسرا حلقہ گورنمنٹ نارمل سکول گکھڑ میں جدید تعلیمیافتہ حضرات کے لیے تھا جو سالہا سال جاری رہا۔ تیسرا حلقہ مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ میں متوسط اور منتہی درجہ کے طلبہ کے لیے ہوتا تھا اور دو سال میں مکمل ہوتا تھا اور چوتھا مدرسہ نصرۃ العلوم میں ۷۶ء کے بعد شعبان اور رمضان کی تعطیلات کے دوران دورۂ تفسیر کی طرز پر تھا جو پچیس برس تک پابندی سے ہوتا رہا اور اس کا دورانیہ تقریباً ڈیڑھ ماہ کا ہوتا تھا۔ ان چاروں حلقہ ہائے درس کا اپنا اپنا رنگ تھا اور ہر درس میں مخاطبین کی ذہنی سطح اور فہم کے لحاظ سے قرآنی علوم و معارف کے موتی ان کے دامنِ قلب و ذہن میں منتقل ہوتے چلے جاتے تھے۔ ان چاروں حلقہ ہائے درس میں جن علماء کرام، طلبہ، جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں اور عام مسلمانوں نے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے براہ راست استفادہ کیا ہے ان کی تعداد ایک محتاط اندازے کے مطابق چالیس ہزار سے زائد بنتی ہے۔ وذٰلک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشآء

ان میں عام لوگوں کے استفادہ کے لیے جامع مسجد گکھڑ والا درسِ قرآن کریم زیادہ تفصیلی اور عام فہم ہوتا تھا جس کے بارے میں متعدد حضرات نے خواہش کا اظہار کیا اور بعض مرتبہ عملی کوشش کا آغاز بھی ہوا کہ اسے قلمبند کر کے شائع کیا جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس سے مستفید ہو سکیں لیکن اس میں سب سے بڑی رکاوٹ یہ تھی کہ درس خالص پنجابی میں ہوتا تھا جو اگرچہ پورے کا

پورا ٹیپ ریکارڈر کی مدد سے محفوظ ہو چکا ہے مگر اسے پنجابی سے اردو میں منتقل کرنا سب سے کٹھن مرحلہ تھا اس لیے بہت سی خواہشیں بلکہ کوششیں اس مرحلہ پر آ کر دم توڑ گئیں۔

البتہ ہر کام کا قدرت کی طرف سے ایک وقت مقرر ہوتا ہے اور اس کی سعادت بھی قدرتِ خداوندی کی طرف سے طے شدہ ہوتی ہے اس لیے تاخیر در تاخیر کے بعد یہ صورت سامنے آئی کہ اب مولانا محمد نواز بلوچ فاضل مدرسہ نصرۃ العلوم اور برادرم محمد لقمان میر صاحب نے اس کام کا بیڑا اٹھایا ہے اور تمام تر مشکلات کے باوجود اس کا آغاز بھی کر دیا ہے جس پر دونوں حضرات اور ان کے دیگر سب رفقاء نہ صرف حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے تلامذہ اور خوشہ چینوں بلکہ ہمارے پورے خاندان کی طرف سے بھی ہدیۂ تشکر و تبریک کے مستحق ہیں۔ خدا کرے کہ وہ اس فرضِ کفایہ کی سعادت کو تکمیل تک پہنچائیں اور ان کی یہ مبارک سعی قرآنی تعلیمات کے فروغ، حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے افادات کو زیادہ سے زیادہ عام کرنے اور ان گنت لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنے اور بارگاہِ ایزدی میں قبولیت سے سرفراز ہو۔

یہاں ایک امر کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ چونکہ یہ دروس کی کاپیاں ہیں اور درس و خطاب کا انداز تحریر سے مختلف ہوتا ہے اس لیے بعض جگہ تکرار نظر آئے گا جو درس و بیان کے لوازمات میں سے ہے لہٰذا قارئین سے گزارش ہے کہ اسکو ملحوظ رکھا جائے اسکے ساتھ ہی ان دروس کے ذریعے محفوظ کرنے میں محمد اقبال آف دبئی اور محمد سرور منہاس آف گکھڑ کی مسلسل محنت کا تذکرہ بھی ضروری ہے جنہوں نے اس عظیم علمی ذخیرہ کو ریکارڈ کرنے کے لیے سالہا سال تک پابندی کے ساتھ خدمت سر انجام دی اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر سے نوازے۔ آمین یا رب العالمین

یکم مارچ ۲۰۰۲ء

ابو عمار زاہد الراشدی
خطیب جامع مسجد مرکزی گوجرانوالہ

میرے شیخ، میرے مشفق، میرے مرشد، میرے مربی

اس بات میں تو کوئی شک شبہ نہیں ہے کہ شرعی سوگ صرف تین ہے اس کے بعد سوگ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ لیکن کچھ صدمے ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو بھلانے پر وقت لگتا ہے اور جس کو جس سے جتنا تعلق اور قرب ہوتا ہے اس کی جدائی کا اس پر اتنا ہی اثر ہوتا ہے مجھے ابھی تک ہوش نہیں آئی اور وارثوں کی طرف سے خط آ گیا ہے کہ حضرت شیخ رحمہ اللہ کے متعلق اپنے تاثرات قلمبند کر کے دیں۔ (الشریعہ والوں نے امام اہلسنت نمبر کیلئے تاثرات قلمبند کرنے کیلئے خط بھیجا تھا اور ان دنوں استاد جی بلوچ صاحب کی کیفیت یہ تھی کہ جمعہ پڑھاتے ہوئے دوران تقریر جب کبھی امام اہل سنت کا ذکر آتا تو آپ بجائے رحمہ اللہ کہنے کے مدظلہ العالی کہہ دیتے گویا ؎ تیری مرگ ناگہاں کا مجھے ابھی تک یقین نہیں ہے والی کیفیت تھی۔ آپ کا ذہن ابھی تک اس بات کو قبول کرنے کو تیار نہ تھا کہ امام اہلسنت اس دنیا سے رحلت فرما گئے ہیں اس سے استاد محترم کی ذہنی کیفیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اور یاد رہے کہ یہ تاثرات ماہنامہ الشریعہ اور مجلہ المصطفیٰ میں اشاعت کیلئے بھیجے گئے تھے لیکن انہوں نے اس میں قطع و برید کر کے شائع کیا۔ لہٰذا اب یہاں مکمل تحریر شائع کی جا رہی ہے۔) کم از کم ایک سال کے بعد اگر یہ بات مجھے کہی جاتی تو لکھنے کی کیفیت کچھ اور ہوتی۔ لیکن چونکہ حکم ہے اس لئے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے کچھ لکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

؎ ہاں دکھا دے اے تصور پھر وہ صبح و شام تو
لوٹ پیچھے کی طرف اے گردش ایام تو

میں نے ۱۹۷۹ء میں مدرسہ نصرت العلوم میں موقوف علیہ میں داخلہ لیا۔ عید الاضحیٰ کی چھٹیوں میں گھر گیا، ابھی دو تین چھٹیاں باقی تھیں کہ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرے شیخین یعنی حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت شیخ الحدیث والتفسیر رحمہ اللہ تعالیٰ دونوں اکٹھے کھڑے ہیں اور دونوں حضرات دونوں ہاتھوں سے واپس آنے کا اشارہ کر کے بلا رہے ہیں۔ میں نے محسوس کیا کہ کوئی اہم مسئلہ ہے صبح ہوتے ہی میں نے واپسی کا سفر شروع کیا، راستے میں واصو آستانہ کے ساتھیوں نے جمعہ پڑھانے کیلئے کہا کہ ان کے خطیب سفر پر تھے، جمعہ کے بعد پھر سفر شروع ہوا۔ ہفتے والے دن جونہی دروازے سے اندر داخل ہوا تو کچھ حضرات سامنے برآمدے میں جمع تھے، مجھے دیکھ کر مولانا عبد القدوس صاحب قارن نے کہا کہ وہ بلوچ آ گیا ہے۔ خواب تو میرے ذہن میں تھا ہی یہ آواز سن کر فکر مند ہوا کہ اللہ تعالیٰ خیر

کرے۔ ان حضرات نے مجھے اپنی طرف بلالیا اور مجھے کہا کہ حضرت شیخ کا حکم ہے کہ آپ ان حضرات کیساتھ امامت کیلئے جائیں۔ یہ حضرات مجھے مدنی مسجد اندرون قدیم گرجاکھ کی امامت کیلئے لے آئے۔ (اس کی تفصیل وقت نے ساتھ دیا تو انشاء اللہ آئندہ کبھی لکھوں گا کہ مجھے وہاں بھیجنے کی کیا وجہ تھی۔) اگلے دن میں نے حضرت شیخ سے گزارش کی کہ حضرت امامت کی ذمہ داری کی وجہ سے میرے اسباق میں فرق آئے گا اگر کسی اور ساتھی کو بھیج دیں تو...... حضرت نے فرمایا کہ تو پریشان نہ ہوان شاء اللہ پڑھائی میں کوئی فرق نہیں آئے گا، میں مطمئن ہو گیا۔ وہاں ڈیڑھ سال کا عرصہ گذرا تھا کہ جامع مسجد عثمانیہ کی کمیٹی حضرت صوفی صاحبؒ کے پاس آگئی اور کہا کہ بلوچ جس مسجد میں ہے وہ چھوٹی ہے آپ اُسے ہمیں عثمانیہ مسجد کیلئے دے دیں۔ حضرت نے وعدہ فرمالیا کہ دورے سے فراغت کے بعد تمہیں دیدیں گے۔ چنانچہ دستار بندی کے موقع پر وہ حضرات آئے ہوئے تھے۔ حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ کو وعدہ یاد کرایا، حضرت نے مجھے فرمایا کہ آپ سامان اٹھا کر عثمانیہ مسجد میں آجائیں۔ چنانچہ میں عثمانیہ مسجد آ گیا لیکن یہاں کچھ نمازیوں کیساتھ اختلاف ہو گیا اور معاملہ کافی طول پکڑ گیا۔ جب حضرت صوفی صاحبؒ کو علم ہوا تو فرمایا کہ سامان اٹھا کر واپس مدرسہ میں آجائیں۔ ادھر مسجد ریحان والوں کو معلوم ہوا تو یہ حضرات صوفی صاحبؒ کے پاس گئے کہ بلوچ ہمیں دیدو۔ لیکن میں ایک ہفتہ کی چھٹی لیکر گھر چلا گیا تھا۔ حضرت صوفی صاحبؒ نے ان سے وعدہ فرمایا کہ وہ ایک ہفتے کی چھٹی پر گیا ہے جب آئے گا تو تمہارے ساتھ بھیج دونگا۔ چنانچہ جس دن میں واپس آیا تو الحاج نور محمد صاحبؒ دو تین ساتھیوں کے ہمراہ مدرسہ میں موجود تھے حضرت نے مجھے ان کے حوالہ کیا کہ جاؤ وہاں جا کر کام کرو۔ اس وقت سے لیکر آج تک میں یہیں کام کر رہا ہوں۔ نصرت العلوم میں داخلے کے کچھ دنوں بعد میں حضرت امام اہل سنتؒ سے بیعت کا تعلق قائم کرلیا اور پڑھائی کے اوقات کے علاوہ توجہ حاصل کرنے کیلئے میں گکھڑ جا کر ان سے ملتا رہتا تھا۔

حضرت صوفی صاحبؒ جلالی مزاج رکھتے تھے۔ ان کو ملتے ہوئے ڈر لگتا تھا۔ ایک دفعہ میں مٹھائی کا ایک ڈبہ بطور ہدیہ لیکر گیا تو حضرت صوفی صاحبؒ نے لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ مجھے انقباض ہو جاتا ہے۔ کافی منت اور اصرار کے بعد وہ ہدیہ قبول کیا۔ لیکن حضرت شیخؒ جمالی مزاج کے مالک تھے۔ ملتے ہی آدمی کو ٹھنڈک محسوس ہوتی تھی۔ اس انداز سے ملتے تھے کہ اجنبی بھی یہ محسوس کرتا تھا کہ جیسے حضرت میرے پرانے واقف کار ہیں اور میں تو شاگرد بھی تھا اور مرید بھی۔ میں بیعت بھی گکھڑ جا کے ہوا تھا۔ حضرت امام اہلسنتؒ نے بیعت لینے کے بعد فرمایا کہ تیرا وظیفہ ہے توحید وسنت کو بیان کرنا اور شرک وبدعت کی تردید کرنا، اور یہ بھی فرمایا کہ جب میں مولانا حسین علی صاحبؒ سے بیعت ہوا تھا تو انہوں نے مجھے یہی وظیفہ بتایا تھا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ علم بڑھانا ہے تو کسی نہ کسی باطل کے خلاف کام جاری رکھنا! فرمایا کہ یہ بات مجھے قاضی نور محمد صاحبؒ نے فرمائی تھی۔ اس کے بعد میں وقتاً فوقتاً توجہ حاصل کرنے کیلئے گکھڑ جاتا رہتا تھا۔ جوں جوں وقت گذرتا گیا، محبت اور تعلق بڑھتا گیا۔

حضرت شیخ صاحبؒ پہلے سرکلر روڈ والے راستے سے مدرسہ نصرت العلوم آتے جاتے تھے مگر جب جناح روڈ

بن گیا تو واپسی اسی راستے سے ہوتی تھی۔ کبھی کبھی میری مسجد کے دروازے پر گاڑی رکوا دیتے۔ مجھے پتہ چلتا تو میں ننگے پاؤں دوڑتا ہوا جاتا۔ مدرسہ کے طالب علم بھی اسی طرح دوڑتے ہوئے باہر آ جاتے۔ حضرتؒ حال احوال پوچھتے اور دعائیں دیتے ہوئے تشریف لے جاتے۔ ۱۹۸۵ء میں میرا بڑا بیٹا جس کا نام میں نے اپنے شیخ حضرت امام اہلسنتؒ کے نام پر محمد سرفراز خان رکھا تھا، ڈیڑھ سال کی عمر میں وفات پا گیا۔ جب چوتھے روز میں گاؤں سے واپس آیا تو حسب سابق حضرت امام اہلسنتؒ کی گاڑی رکی، ہم سب دوڑتے ہوئے باہر آ گئے لیکن حضرت اندر تشریف لے لائے۔ ہم نے مسجد کیساتھ والے کمرے میں بٹھایا۔ انہوں نے مجھ سے تعزیت کی اور ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ اس سے پہلے میرا نظریہ یہ تھا کہ تعزیت کے موقع پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا صحیح نہیں ہے۔ میں نے سوال کیا کہ حضرت! کیا ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا صحیح ہے؟ فرمایا کہ حضرت شاہ محمد اسحاق صاحبؒ نے چالیس مسائل میں لکھا ہے کہ ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا جائز ہے۔

حضرت امام اہل سنتؒ مسائل میں اپنے بزرگوں پر کلی طور پر اعتماد کرتے تھے اور اپنے شاگردوں اور متعلقین کو بھی یہی درس دیتے تھے کہ اپنے بزرگوں کا دامن نہ چھوڑنا۔ چنانچہ ایک دن حسب معمول راقم اثیم اور حضرت کے طبیب ڈاکٹر فضل الرحمن صاحب اور خادم خاص لقمان اللہ میر صاحب ان کے پاس بیٹھے تھے کہ حضرت کا پوتا عمار خان ناصر آ گیا جس کے متعلق یہ شکایتیں حضرت امام اہلسنت کو پہنچ چکی تھیں کہ وہ بے راہ روی اختیار کرتا جا رہا ہے اور اپنے بزرگوں کیخلاف لب کشائی کرتا ہے۔ حضرت نے اس کو سمجھایا اور فرمایا کہ اپنے اکابر کیخلاف کبھی بات نہ کرنا، اگرچہ ان میں کوئی غلطی بھی ہو۔ ان کی نیکیوں کی بوریاں بھری ہوئی ہیں، اگر ان میں ایک چٹکی مٹی کی بھر بھی گئی تو کیا فرق پڑتا ہے۔ یہ ۱۹ اپریل ۲۰۰۲ء کی بات ہے۔

پہلے پہل میں اکیلا یا کسی مولوی ساتھی کو ساتھ لے کر حضرت شیخؒ سے ملاقات کیلئے جاتا تھا۔ حضرت کے مرید لقمان اللہ میر صاحب سے بھی وہاں ملاقات ہو جاتی تھی، پھر ان کیساتھ آنے جانے لگا۔ ایک دن کہنے لگے کہ ہمارے دوسرے رشتہ داروں کے ہاں علماء کرام اور بزرگ آتے ہیں، میری والدہ کہتی ہے کہ ہمارے گھر بھی کبھی اسی طرح بزرگ اور علماء آئیں گے؟ یعنی وہ دوسرے رشتہ داروں پر رشک کرتی ہیں لہذا حضرت کو گھر لے جانے کا کوئی پروگرام بناؤ۔ چنانچہ میں امام اہل سنتؒ سے درخواست کی جو انہوں نے قبول فرمائی اور میر لقمان صاحب کی والدہ کی یہ دعا اور خواہش پوری فرمائی کہ پھر دوسرے رشتہ داران پہ رشک کرنے لگے۔ ہمیں اگر کسی مسئلہ میں اشکال ہوتا یا کوئی دلیل پوچھنی ہوتی تو فوراً حضرت شیخؒ کی طرف رجوع کرتے تھے۔

۱۹۹۵ء کی بات ہے۔ میں اپنی گاڑی کا کام کروانے کیلئے لاری اڈا کے قریب ایک الیکٹریشن (Electrition) کے پاس گیا۔ مدرسہ ریحان المدارس کے جلسہ دستار فضیلت کے اشتہار بھی میرے پاس تھے۔ الیکٹریشن غیر مقلد تھا۔ اشتہار پڑھ کر کہنے لگا کہ دستار فضیلت باندھنے کا تمہارے پاس کیا ثبوت ہے؟ میں نے کہا کہ اس کی دلیل تو میرے علم میں نہیں ہے لیکن میں اتنی بات یقین کیساتھ کہتا ہوں کہ ہمارے بزرگ کوئی کام بغیر ثبوت کے نہیں

کرتے ۔ میں تجھے اس کی دلیل لا کر دوں گا۔ جب گاڑی کا کام ہوگیا تو میں نے گاڑی کا رخ سیدھا گکھڑ کی طرف کیا۔ اپنے شیخ، اپنے مرشد سے ملاقات کی اور دستار فضیلت سے متعلق ثبوت دریافت کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ مستدرک حاکم جلد نمبر ۴ اُٹھا کے لاؤ اس کے شروع میں میرا نوٹ ہوگا، وہ پڑھ کر صفحہ نکالو۔ میں نے صفحہ نمبر ۵۴۰ نکالا۔

فرمایا فلاں سطر والی حدیث جس پر میں نے نشان لگایا ہے پڑھو! وہ حدیث میں نے پڑھ کر سنائی اور نوٹ بھی کی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ﷺ کے سر پر پگڑی باندھ کر ایک مہم پر روانہ فرمایا۔ میں گکھڑ سے شاداں وفرحاں واپس اس غیر مقلد کے پاس پہنچا اور باحوالہ روایت سنائی تو اس نے تسلیم کر لیا اور کہا کہ آئندہ میں یہ اعتراض نہیں کرونگا۔

حضرت لمبے سفر پر مجھے ساتھ لے جاتے تھے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ میں خادم بن کر رہتا تھا عالم بن کر نہیں اور دوسرا یہ کہ میں نے حضرت کو کبھی بیچا نہیں تھا کہ حضرت کا نام لیکر چندہ کروں۔

یہ ۱۹۹۷ء کی بات ہے۔ ایک دن آپ کے پاس بیٹھے تھے کہ حضرت نے فرمایا مجلس عمل علماء اسلام کے اجلاس میں شرکت کیلئے مری جانا ہے۔ میر صاحب نے کہا حضرت گاڑی کے متعلق کسی کو کہنے کی ضرورت نہیں ہم اپنی گاڑی پر آپ کو لیجائیں گے۔ حضرت نے فرمایا ٹھیک ہے۔ میر صاحب نے مجھ سے کہا کہ میں لمبے سفر پر ہوں تو مجھ سے گاڑی نہیں چلتی، گاڑی ڈرائیو آپ نے کرنی ہے۔ میں نے کہا آپ فکر نہ کریں ڈرائیونگ میں ہی کرونگا۔ ہم حضرت کو لے کر مری حاجی محمد شعیب صاحب کے گھر پہنچے، کیونکہ مشائخ کا یہ خصوصی اجلاس انہی کے ہاں رکھا گیا تھا۔ جب میر صاحب کی نگاہ حضرت خواجہ خان محمد صاحب کی گاڑی پر پڑی تو کہنے لگے ہماری گاڑی حضرت کی شان کے لائق نہیں کہ ہمارے پاس سوزوکی مارگلہ (Suzuki Margala) تھی، آئندہ جو سفر ہوگا نئی گاڑی پر ہوگا۔ چنانچہ واپس آکر انہوں نے زیرو میٹر ٹو-ڈی خریدی۔ اجلاس کے اختتام پر میزبان حاجی محمد شعیب صاحب اور مقامی علماء خصوصاً قاری محمد سعید صاحب کے اصرار پر ہم تین دن مزید وہاں ٹھہرے۔ جب ان حضرات نے مزید اصرار کیا تو حضرت نے وعدہ فرمایا کہ ان شاءاللہ دوبارہ آئیں گے۔

اگلے سال پھر ایک ہفتہ کیلئے ہم حضرت امام اہل سنت کو مری لے گئے۔ قیام کے دوران حضرت نفلی عبادات معمول کے مطابق ادا کرتے تھے اور فرماتے کہ ہمارے بزرگوں کا یہی معمول رہا ہے کہ سفر جاری ہوتا تو نفلی عبادات کو چھوڑ دیتے تھے اور اگر پڑاؤ ہوتا تو فرضوں میں تو رخصت پر عمل کرتے لیکن نوافل اور سنتیں پوری پڑھتے۔ عصر کی نماز کے بعد تلاوت قرآن کریم کا معمول تھا۔ اور فرمایا کہ حضرت آدمؑ کو اللہ تعالیٰ نے عصر اور مغرب کے درمیان پیدا فرمایا تھا لہٰذا یہ وقت اللہ تعالیٰ کے شکر ادا کرنے کا ہے۔ وہاں مختلف مساجد میں حضرت کے درس ہوئے، کہیں ظہر کے بعد اور کہیں مغرب کے بعد اور کہیں عشاء کے بعد۔ درس میں لوگ کثیر تعداد میں شریک ہوتے اور بڑے شوق کیساتھ سنتے۔ میں بھی سامنے بیٹھ کر سنتا تھا اور لوگوں کے تاثرات بھی معلوم کرتا، لوگ کہتے تھے کہ بابا بڑے سخت مسئلے بیان کرتا ہے۔ ان دنوں

حضرت ان مسائل پر بہت زور دیتے تھے کہ جس کے ناخن بڑھے ہوئے ہوں اس کی نماز نہیں ہوتی، کیونکہ ناخنوں کے نیچے میل جم جاتی ہے جس سے وضو نہیں ہوتا۔ عورتیں ناخن پالش نہ لگائیں کیونکہ ناخن پالش کے ہوتے ہوئے پانی ناخن تک نہیں پہنچتا جس سے وضو اور غسل نہیں ہوتا۔ پڑھی ہوئی نمازیں بھی ذمے میں باقی رہتی ہیں۔ اور اگر خواتین نے ناخن پالش لگائی ہی ہے تو نماز کے وقت سے پہلے پہلے صاف کرلیں۔ وضو کرتے وقت انگوٹھی اچھی طرح ہلائیں تاکہ نیچے پانی چلا جائے اور انگوٹھی والی جگہ خشک نہ رہے، ورنہ وضو نہیں ہوگا۔ عورتیں کوکے اور بالی کے سوراخ میں پانی پہنچائیں ورنہ وضو اور غسل نہیں ہوگا۔ عورت اگر باریک دوپٹہ پہن کر نماز پڑھے جس سے سر کے بال نظر آتے ہوں تو نماز نہیں ہوگی، چاہے بند کمرے میں ہی کیوں نہ پڑھے، کیونکہ سر عورت کے ستر میں داخل ہے۔

حضرت امام اہل سنت کی برکت سے میں بھی تہجد پڑھ لیتا تھا، ورنہ میں تہجد گزار نہیں ہوں۔ ایک دن میں نے تہجد کی نماز کے بعد دعا کی کہ اے پروردگار! مال وافر مقدار میں عطا فرما۔ حضرتؒ نے صبح کی نماز میں سورہ بنی اسرائیل کے دوسرے رکوع کی تلاوت کی جس میں آتا ہے وَيَدْعُ الْإِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهُ بِالْخَيْرِ وَكَانَ الْإِنْسَانُ عَجُوْلًا ''اور مانگتا ہے انسان برائی کو جیسا کہ وہ مانگتا ہے بھلائی کو اور ہے انسان جلد باز''میں نے میر لقمان صاحب کو قصہ سنایا تو بہت ہنسے۔ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے میری اصلاح کیلئے حضرت کو یہ القا فرمایا ہے۔ واپسی سے دو دن پہلے میں نے اپنے جی میں فیصلہ کیا کہ پرسوں واپس جانا ہے، کل کو خوب خریداری کرونگا۔ صبح حضرت نے نماز پڑھائی تو سورہ بنی اسرائیل کا تیسرا رکوع تلاوت فرمایا۔ جس میں ہے اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ''بیشک بے جا خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔'' میں نے فوراً اپنے ارادے توبہ کرلی۔

ایک دفعہ میں اور کاتب خاور بٹ صاحب تفسیر ذخیرۃ الجنان کے متعلق کچھ ہدایات لینے کیلئے گئے۔ بھوک سخت لگی ہوئی تھی اور روٹی کا وقت بھی نہیں تھا۔ میں نے بٹ صاحب سے کہا کہ آج اگر حضرت کھانا کھلا دیں تو کیا بات ہے۔ ہم ابھی مصافحہ کرکے بیٹھے ہی تھے کہ حضرت نے فوراً گھر حکم بھیجا کہ ان کو کھانا کھلاؤ۔ میں نے بٹ صاحب کو کہا کہ شریعت میں اگر دھمال ڈالنے کی اجازت ہوتی تو آج میں اس القا پر دھمال ڈالتا۔ خیر میں مری کی بات کر رہا تھا۔ ہم چار سال مسلسل ایک ہفتہ کیلئے حضرت امام اہل سنت کو مری لے جاتے رہے ہیں۔ حاجی محمد شعیب صاحب بھی خدمت کی حد کردیتے تھے، اللہ تعالیٰ ان کو دنیا اور آخرت کی بھلائی نصیب فرمائے۔

چوتھے سال جب مری گئے تو حضرت نے فرمایا کہ آگے کشمیر چلو۔ ہم اور مولانا محمد اسحاق صاحب جھالہ بازار والے کو فون کرکے اطلاع کردو کہ اس نے ہمارے ساتھ رہنا ہے۔ کشمیر کی طرف سفر شروع ہوا اور میں باکرہ گاڑی ٹوڈی چلا رہا تھا۔ جب ہم نے دریائے کنہار کراس کیا، پہاڑی سفر تو تھا ہی آگے اندھے موڑ شروع ہوگئے۔ میر صاحب نے حضرت سے دریافت کیا کہ حضرت! یہ بتلائیں کہ بلوچ ڈرائیونگ میں پاس ہے یا نہیں۔ حضرت نے فرمایا پاس ہے۔

جب ہم مدرسہ انوار العلوم دھیر کوٹ پہنچے تو مولانا محمد اسحاق صاحب وہاں پہنچ چکے تھے۔ ہم وہاں کچھ دیر ٹھہرے اور حضرت نے بیان بھی فرمایا۔ پھر مجاہد آباد، ہاڑی گیل، ارجع لقمان پورہ، ملوٹ، نیلہ بٹ، بیر، بنگلہ، غنی آباد تھب، باغ، یہاں مفتی عبدالشکور صاحب تحصیل مفتی باغ بھی قافلے میں شامل ہوگئے۔ جگہ جگہ حضرت کے بیان ہوئے، کہیں تفصیلی اور کہیں اجمال کیساتھ۔ یہاں ایک بات کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ وہ یہ کہ جب ہم ملوٹ مدرسہ تعلیم القرآن کے پاس پہنچے تو ساتھ کالج میں چودہ اگست کے حوالہ سے پروگرام ہو رہا تھا۔ کچھ حضرات نے کہا کہ حضرت کا بھی مختصر سا بیان ہو جائے، یہ ایک اتفاقی امر تھا پروگرام میں شامل نہیں تھا اور نہ ہی حضرت کو اس کی پیشگی اطلاع تھی۔ مفتی عبدالشکور صاحب نے اسٹیج سیکریٹری کو کہا کہ حضرت علیل ہیں صرف دعا فرمائیں گے مگر ایک نوجوان ماسٹر نے قریب آکر کہا کہ حضرت! یہ بتلائیں کہ علمائے دیوبند نے پاکستان بننے کی مخالفت کیوں کی تھی؟ حضرت امام اہل سنتؒ نے خطبہ کے بعد فرمایا کہ جن علماء نے حمایت کی تھی وہ بھی ہمارے بزرگ تھے اور جنہوں نے مخالفت کی تھی وہ بھی ہمارے بزرگ تھے۔

اصل بات یہ ہے کہ قائداعظم نے کہا تھا کہ پاکستان میں خلافت راشدہ کا نظام ہوگا۔ جن علماء نے ان کی بات پہ اعتماد کیا انہوں نے ساتھ دیا، حمایت کی اور جنہوں نے ان کی بات پر اعتماد نہیں کیا انہوں نے مخالفت کی۔ میری اس بات کی تصدیق کیلئے پاکستان بننے سے پہلے کے اخبارات کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ اور یہ فیصلہ آپ حضرات خود کر سکتے ہیں کہ جن علماء نے اعتماد نہیں کیا تھا ان کی سوچ صحیح تھی یا نہیں؟ اور مزید یہ بھی کہا کہ آیا قائداعظم نے عہد کا ایفاء کرتے ہوئے پاکستان میں خلافت راشدہ کا نظام نافذ کیا یا نہیں؟ اس کے بعد حضرت نے خلافت راشدہ کے نظام پر مختصری روشنی ڈالی اور دعا فرمائی۔

ان حضرات نے اتنی کثرت سے بیان کروائے کہ واپسی پر مفتی عبدالشکور پر نظر پڑی تو فرمایا مفتی صاحب! اب تم میری جان چھوڑ دو۔ جناب محمد رفیق صاحب مرحوم ممبر قانون ساز اسمبلی آزاد کشمیر آخری تین دن حضرت کے ساتھ رہے۔ ان کے بھائی ماسٹر غلام رسول عباسی صاحب کا گھر پستی میں تھا، رفیق صاحب نے گذارش کی کہ حضرت! بھائی کے گھر صرف دعا فرما دیں۔ حضرت نے فرمایا کہ میں چونکہ علیل ہوں اس لئے نیچے جا نہیں سکتا۔ انہوں نے کہا کہ ہم آپ کو چارپائی پر اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ زندہ ہوتے تو چارپائی پر نہیں جاؤں گا۔ پھر کرسی پر بٹھا کر نیچے لے جایا گیا۔ حضرت کچھ دیر وہاں ٹھہرے اور پھر واپسی کا سفر شروع ہوا۔ یہ سات دن کا سفر تھا۔ جب گکھڑ پہنچے تو کھانا تیار تھا، ہم نے حضرت کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا۔ بعد میں حضرت نے مجھے قریب بلایا اور فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے

مَنْ لَّمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ

”جو شخص بندوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کا بھی شکریہ ادا نہیں کرتا۔

اور مجھے پانچ سو روپے دیئے اور میر لقمان صاحب کو فقط دعا دی اور ہم واپس آگئے۔

یہ میں نے صرف ایک سفر بیان کیا ہے۔ اگر سرگودھا، ملتان، پسرور، پشاور، پنڈی، مانسہرا، بفگرام جیسے سارے سفروں کی تفصیل بیان کروں تو یہ مستقل ایک کتاب ہوگی۔ حضرت کا حوصلہ، صبر اور برداشت بیان کرنے سے باہر ہے۔ اس وقت تک حضرت امام اہل سنت کے پاس روزانہ جانے کا معمول نہیں تھا وقفے وقفے کے بعد ملاقات کیلئے جاتے تھے۔ میر صاحب اور میں جی ٹی روڈ پر کسی جگہ اکٹھے ہو جاتے تھے اور واپسی پر وہ مجھے جی ٹی روڈ پر ہی اتار دیتے تھے، وہ اپنے گھر اور میں رکشہ پر بیٹھ کر مدرسے آجاتا۔

ایک دفعہ سبق کے دوران حضرت شیخؒ نے خود بیان فرمایا کہ ایک دفعہ حج کے موقع پر مکہ مکرمہ کے علماء کو میرے متعلق بتایا گیا تو وہ میرے پاس آگئے۔ کافی دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ آخر میں ان حضرات نے مجھ سے تقاضا کیا کہ ہم چاہتے ہیں کہ یہ منہ اور یہ زبان جس سے اللہ تعالیٰ نے دین کا اتنا کام لیا اس کا لعاب ہمارے منہ میں ڈالیں یعنی ہمارے منہ میں آپ تھوکیں۔ حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے کہا یہ بات ٹھیک نہیں ہے، آپ کو اللہ تعالیٰ نے عظمت عطا فرمائی ہے لیکن انہوں نے مجھے تھوکنے پر مجبور کر دیا۔ فرمایا مولوی صاحب! مجھے مجبوراً یہ کام بھی کرنا پڑا کہ میں نے اپنا لعاب ان کے منہ میں ڈالا جسطرح دوسروں کو دم کیا جاتا ہے۔

ایک دن بندہ راقم معمول کے مطابق بعد نماز ظہر حضرت کی تفسیر ''ذخیرۃ الجنان'' ترتیب دے رہا تھا کہ استاذ زادہ مولانا احمد اللہ خان کا جدے سے فون آیا کہ ابا جی (استاذ محترم مولانا مفتی محمد عیسیٰ صاحب مدظلہ العالی) سے بات کرو۔ علیک سلیک کے بعد حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ یہاں مقیم ہمارے ساتھیوں نے مقامی احباب کو میرا تعارف کرا دیا جس پہ انہوں نے تقاضا کیا کہ ہمیں کچھ اسباق حدیث کے پڑھا دو۔ اس دوران میں نے حضرت شیخ کا تعارف کرایا تو جدہ کے بڑے عالم الشیخ احمد ہمدان اور ان کے ساتھیوں نے تقاضا کیا کہ ہماری شیخ صاحب سے بھی بات کراؤ اور حدیث کی اجازت بھی لے کر دو، لہذا آپ گکھڑ جا کر حضرت سے ہماری بات کروائیں۔ چنانچہ میں اسی وقت ساری مصروفیات کو پس پشت ڈال کر میر لقمان صاحب اور ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب کو لیکر گکھڑ پہنچ گیا اور پھر ان عرب علماء سے رابطہ کیا۔ جب ان حضرات نے حضرت امام اہلسنت کا حال احوال دریافت کیا تو حضرت نے فرمایا کہ میں علیل ہوں۔ انہوں نے دعاؤں کیساتھ اجازت حدیث طلب کی تو حضرت نے مجھے فرمایا کہ آپ ان کو میری طرف سے کہہ دیں کہ اجازت ہے۔ میں نے انکو کہا کہ حضرت نے آپ حضرات کو اجازت دیدی ہے۔ اس پہ انہوں نے کہا کہ حضرت خود اپنی آواز میں ہمیں اجازت دیں۔ میں نے حضرت کو بتلایا کہ حضرت! وہ فرما رہے ہیں کہ آپ بلاواسطہ خود اجازت عنایت فرمائیں۔ اشارہ فرمایا کہ فون میری طرف کرو، میں نے موبائل حضرت کے منہ سے لگا دیا۔ آپ نے انکو عربی میں فرمایا اجزتکم ''میں تمہیں اجازت دیتا ہوں۔''

وفات سے تقریباً چھ ماہ پہلے کی بات ہے۔ تلونڈی موسیٰ خان مولوی نذیر صاحب سرگودھوی کی مسجد میں تبلیغی جماعت آئی، جس میں کچھ علماء بھی تھے۔ مولوی نذیر صاحب فرماتے ہیں کہ انہوں نے مجھ سے کہا کہ حضرت کی زیارت

کیلئے چلیں، چنانچہ ہم حضرت کے پاس پہنچ گئے۔ ملاقات کے بعد علماء نے سند اجازت کا تقاضا کیا۔ حضرت شیخ" نے ایک سے پوچھا تو کہا سے فارغ ہے؟ اس نے کہا اکوڑا خٹک سے۔ فرمایا اس کو سند دیدو۔ دوسرے سے پوچھا، اس نے کہا دارالعلوم کراچی سے۔ فرمایا اس کو سند دیدو۔ جب تیسرے سے پوچھا تو اس نے کہا رائیونڈ سے۔ فرمایا اس کو باہر نکال دو، اس کیلئے کوئی سند نہیں ہے اور پھر باہر نکلوا دیا۔

۲۰۰۱ء میں حضرت پر فالج کا حملہ ہوا، پریشانی بڑھ گئی۔ میں نے لقمان اللہ میر صاحب سے کہا کہ میرے ایک بہت اچھے دوست ہیں ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب جو اپنے شعبے میں کافی مہارت رکھتے ہیں۔ حضرت کے علاج کے سلسلے میں ان کو ساتھ شامل کر لیتے ہیں۔ میر صاحب نے کہا کہ ان کا ذہن کشمیریوں کیخلاف ہے۔ میں نے جواب دیا کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے، سارا نور باوا ان کے پاس بیٹھا ہوتا ہے۔ آپ ان سے ملاقات تو کریں۔ چنانچہ میں نے میر صاحب کی ڈاکٹر صاحب سے ملاقات کروادی۔ پھر ہم تینوں نے مل کر گکھڑ جانے کا معمول بنالیا۔ اس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ نماز ظہر کے بعد ہم آپس میں بذریعہ فون رابطہ کرتے کہ تم کہا ہو اور تم کہاں ہو؟ پھر میر صاحب ڈاکٹر صاحب کو ہسپتال سے ریسیو کرتے اور مجھے حکم فرماتے کہ جی ٹی روڈ پر فلاں جگہ پہنچ جائیں۔ عموماً شریف پورہ چوک میں ہم اکٹھے ہوتے، کبھی گوندلانوالہ چوک، کبھی لاری اڈا، کبھی کسی اور جگہ، اور امام اہلسنت کے کھانے پینے کیلئے مختلف چیزیں ساتھ لے جاتے۔ میرے ذمہ پرندوں کی یخنی ہوتی تھی۔ جس دن میں نے نہیں جانا ہوتا تھا یخنی کسی ساتھی کے ذریعے ان کے پاس پہنچا دیتا تھا۔ یخنی مختلف پرندوں مثلاً فاختہ، تیتر، بٹیر، تلیر، چِڑے، بھاڑ، جل مرغی، جنگلی کبوتر، مرغابی وغیرہ کی بناتا تھا۔ لیکن حضرت زیادہ شوق سے فاختہ کی یخنی نوش فرماتے تھے۔ بلکہ کبھی خود فرما دیتے کہ گھوگھی (فاختہ) کی یخنی لانی ہے۔ گرمیوں میں زیادہ تر مکس پھلوں کا تازہ جوس، کبھی دودھ پلایا جاتا مگر خالی نہیں بلکہ اس میں مختلف قسم کے طاقت کے پوڈر اور دوائیاں ملائی جاتیں جن کا نام ڈاکٹر صاحب ہی بتا سکتے ہیں۔ اور کبھی انڈا اور شہد مکس کر کے پلا دیتے۔ مجھے سب سے زیادہ فکر یہی ہوتی تھی کہ یخنی والے پرندوں کی کمی نہ ہو اور کبھی حضرت فرما دیتے کہ یخنی کی بجائے پرندے گھر پہنچا دو یہ خود تیار کر دیں گے۔ چنانچہ حکم کی تعمیل ہوتی اور میں پرندے گھر پہنچا دیتا۔

خدمت کی ترتیب کچھ اس طرح تھی کہ حضرت امام اہل سنت کے پاس پہنچ کر علیک سلیک کے بعد ڈاکٹر صاحب بلڈ پریشر چیک کرتے، میں یخنی ٹھنڈی کرتا یا دودھ اور انڈہ مکس کرتا اور میر صاحب اپنے ہاتھوں سے پلاتے تھے۔ جس دوائی کی ضرورت ہوتی وہ استعمال کرا دی جاتی اور باقی ادویاں کا استعمال اہل خانہ کو سمجھا کے ہم واپس آ جاتے۔ جب حضرت کی طبیعت معمول پر آ جاتی تو پھر میں ایک دن کا ناغہ کرتا تھا لیکن میر صاحب ڈاکٹر صاحب کو لیکر روزانہ جاتے تھے۔ اگر ڈاکٹر صاحب کو اپنا کوئی کام ہوتا تھا تو پھر ڈاکٹر سہیل انجم بٹ صاحب کی خدمات حاصل کی جاتی تھیں۔ اور ہم خدمت کے اس تسلسل کا توڑنا حرام سمجھتے تھے اور یہ سارے اخراجات میر صاحب نے اپنے ذمہ لئے ہوئے تھے۔ میر صاحب فرماتے تھے کہ دوائی کیلئے کسی سے کوئی پیسہ نہیں لینا، چاہے ایک روپے کی ہو یا ایک لاکھ کی۔

انہوں نے اس عہد کو حضرت کے وفات تک بڑی خندہ پیشانی کیساتھ نبھایا۔ جب حضرت کا مثانے کا آپریشن لاہور میں چوبرجی کے قریب ایک ہسپتال میں ہوا تو مولانا حسن صاحب جامعہ مدنیہ والے تشریف لائے جو حضرت کے بھی شاگرد ہیں اور میرے بھی شاگرد ہیں۔ وہ مجھ سے کہنے لگے استاد جی! اگر اجازت ہو تو آپریشن کا خرچہ میں دیدوں۔ میں نے جواب دیا کہ یہ ذمہ داری چونکہ میر صاحب کی ہے لہذا میں ان سے پوچھ کر بتاتا ہوں۔ میر صاحب کے سامنے میں نے مولانا کی خواہش رکھی تو میر صاحب نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ساتھیوں کے علم میں ہے کہ یہ کام میں کر رہا ہوں اور یہاں کوئی اور خرچ کرے یہ بات ٹھیک نہیں ہے۔ بات حقیقت کیخلاف ہو جائے گی لہذا مولانا سے معذرت کر لیں۔

یہ سلسلہ اس طرح چلتا رہا کہ ۲۰۰۳ء میں حضرت پر فالج کا دوبارہ اٹیک ہوا، طبیعت تو حضرت کی سنبھل گئی لیکن انہوں نے کھانا بہت کم کر دیا، اس پر ساتھی کافی پریشان ہوئے۔ جب بھی مفتی محمد جمیل خانؒ صاحب تشریف لاتے تو بدو بدی کھانا کھلا دیتے، ہم بھی کہتے رہتے تھے کہ حضرت کچھ نہ کچھ تو کھالیا کریں۔ ایک دن ہم حضرت کے خدمت میں بیٹھے تھے کہ استاذ محترم مفتی محمد عیسیٰ خان صاحب تشریف لائے۔ حضرت نے فرمایا مفتی صاحب یہ لوگ مجھے کھانے پر مجبور کرتے ہیں حالانکہ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے لَا تُكْرِهُوا مَرْضَاكُمْ عَلَى الطَّعَامِ فَإِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يُطْعِمُهُمْ وَيَسْقِيهِمْ. ''اور اپنے بیماروں کو کھانے پر مجبور مت کرو کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو کھلاتا اور پلاتا ہے۔''

اور فرمایا کہ مفتی صاحب آپ نے یہ حدیث باحوالہ لکھ کر مجھے دینی ہے۔ چنانچہ حضرت مفتی صاحب نے یہ حدیث ترمذی شریف ابواب الطب کے حوالے سے لکھ کر مجھے دی، میں نے وہ پرچی حضرت کو دے دی۔ فرمایا پڑھو! میں نے پڑھی تو فرمانے لگے، پھر تم مجھے زیادہ کھانے پر کیوں مجبور کرتے ہو؟ آخری پانچ چھ سال تو یخنی، مشروبات، چائے اور کبھی معمولی سا دلیہ کھا لیتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے میرے شیخ جس طرح اپنی ذات اور صفات میں بے مثال تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی خدمت بھی بے مثال کروائی۔ ایسی کسی بزرگ کی کوئی مثال نہیں پیش کر سکتا جیسی خدمت حضرت کی ہوئی۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کا ان پر فضل وکرم تھا جو انہوں نے دین کی خدمت کی تھی۔ یہاں میں لفظ شیخ کی تھوڑی سی وضاحت کر دوں تا کہ اگلی بات آسانی سے سمجھ آسکے۔

شیخ لغت میں بوڑھے آدمی کو کہتے ہیں اور اصلاح شرع میں شیخ کہتے ہیں کہ

مَنْ يُحْيِى السُّنَّةَ وَيُمِيتُ الْبِدْعَةَ وَيَكُوْنُ اَقْوَالُهُ وَاَفْعَالُهُ حُجَّةً لِّلنَّاسِ

''جو سنت کو زندہ کرے اور بدعت کو مٹائے اور اس کے اقوال اور افعال لوگوں کیلئے حجت ہوں۔''

اور عرف عام میں شیخ اسے کہتے ہیں کہ

مَنْ لَهُ مَهَارَةٌ كَامِلَةٌ فِي فَنٍّ مِنَ الْفُنُوْنِ اَوْ عِلْمٍ مِنَ الْعُلُوْمِ وَلَوْ كَانَ شَابًّا

''جس کو کسی فن یا علم میں مہارت کامل حاصل ہو اگر چہ وہ جوان ہو۔''

یہ تینوں معانی میرے شیخ پر صادق آتے تھے۔ میں یہ بات بلا مبالغہ کر رہا ہوں کہ ایک پلڑے میں شریعت کو رکھا جائے اور دوسرے پلڑے میں میرے شیخ کو ان شاء اللہ العزیز ترازو برابر ہوگا۔ سیئات رب تعالیٰ کی طرف سے عفو ہیں اور عرفی معنیٰ کے اعتبار سے بھی آپ ہر فن اور علم میں شیخ تھے۔ آپ علم تفسیر، علم حدیث، علم فقہ، علم معانی، علم ادب، علم اصول فقہ، علم الصرف والنحو غرضیکہ آپ تمام علوم میں اللہ تعالیٰ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مہارت کاملہ رکھتے تھے اور اس بات کے دوست دشمن بھی معترف تھے۔ استاذ محترم حضرت مفتی محمد عیسیٰ خان صاحب فرماتے ہیں کہ ۱۹۸۷ء کی بات ہے۔ مجھ سے مولانا عبدالمالک صاحب آف قلعہ دیدار سنگھ نے بیان کیا کہ نوشہرہ ورکاں میں ایک بہت بڑے جلسہ سے مولانا غلام اللہ خان صاحب مرحوم بیان فرما رہے تھے اور شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر اور سید عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی اسٹیج پر موجود تھے۔ حضرت شیخ القرآن صاحب نے ایک حدیث بیان کی اور فرمایا مجھے اس کی سند اور درجے کا علم نہیں ہے۔ اتنے میں شاہ صاحب بخاری نے آواز دے کر کہا کہ گھبرانے کی کیا ضرورت ہے ہمارے پاس بیہقی وقت مولانا محمد سرفراز خان بیٹھے ہیں۔ پھر شیخ الحدیث صاحب نے فی البدیہہ کہا کہ اس حدیث کی سند یہ ہے اور درجہ یہ ہے اور فلاں فلاں محدث نے اس حدیث کے بارے میں یہ یہ بیان کیا ہے۔

حضرت مفتی صاحب ہی فرماتے ہیں کہ میں اپنے رفقاء کیساتھ حضرت قاضی شمس الدین صاحب کے پاس ترمذی شریف کا سبق پڑھ رہا تھا کہ ایک راوی کے متعلق قاضی صاحب سے سوال کیا۔ قاضی صاحب نے فرمایا کہ حاشیہ پر دیکھو! لیکن حاشیے پر اس کے متعلق کچھ نہ لکھا تھا۔ فرمایا پھر مولانا محمد سرفراز خان سے دریافت کر لینا۔ تیسرے گھنٹے میں ہم حضرت شیخ صاحب کے پاس ابو داؤد شریف پڑھ رہے تھے کہ قاضی صاحب کلاس میں تشریف لے آئے۔ شیخ صاحب نے قاضی صاحب کو دیکھا تو کھڑے ہونے لگے، حضرت قاضی صاحب نے فرمایا بیٹھے رہو۔ حضرت شیخ صاحب نے فرمایا کہ آپ زبردستی کرتے ہیں، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ کھڑے ہوں اور میں بیٹھا رہوں۔ قاضی صاحب نے فرمایا یہ بتاؤ کہ ترمذی شریف کا فلاں راوی کس پائے کا ہے؟ شیخ نے فوراً اس کی وضاحت فرمائی۔ حضرت قاضی صاحب نے فرمایا مولوی عیسیٰ سن لیا! میں نے کہا جی ہاں! حضرت سن لیا۔ فرمایا اچھا السلام علیکم۔

میرے شیخ تعبیر الرویا یعنی خوابوں کی تعبیر کے بھی شیخ تھے۔ ایک دفعہ چودھری محمد یعقوب صاحب جوگلی لانگریاں والی میں رہتے ہیں، تشریف لائے اور اپنا خواب سنایا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میری والدہ کا کفن چھوٹا ہے۔ سر ڈھانپتے ہیں تو پاؤں ننگے ہوجاتے ہیں اور اگر پاؤں ڈھانپتے ہیں تو سر ننگا ہوجاتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ تمہاری والدہ کی قبر کیساتھ قبر کھودی گئی ہے جس سے تمہاری والدہ کی قبر چھوٹی ہوگئی ہے۔ بعد میں چودھری صاحب نے مجھے بتایا کہ حضرت نے جو تعبیر بتائی تھی بالکل صحیح تھی۔ میں نے قبرستان جا کر معلوم کیا تو واقعتاً پاؤں کی طرف قبر کھودی گئی تھی اور میری والدہ کی قبر کا کچھ حصہ اس میں شامل ہوگیا تھا۔ ایک دفعہ ایک شیخ صاحب نے آکر اپنا خواب سنایا کہ خواب میں میں قبرستان گیا ہوں۔ کیا دیکھتا ہوں کہ میرے والد کا سر قبر سے باہر پڑا ہوا ہے اور منہ سے سورہ الم نشرح کی آواز آ

رہی ہے۔ شیخ نے تعبیر بتائی کہ تیرے والد کی جائیداد صحیح تقسیم نہیں ہوئی۔ تعبیر پوچھنے والے نے کہا کہ حضرت باقی وراثت تو تقسیم کر دی ہے البتہ میں نے اپنے والد صاحب سے پچاس ہزار روپے لئے تھے، وہ تقسیم نہیں کئے۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ بھی حصہ کے مطابق سب میں تقسیم کرو۔ اب حضرت کے صاحبزادے مولانا عبدالقدوس قارن صاحب تعبیر تو بتاتے ہیں لیکن پوچھنے سے پہلے ٹوکن لینا پڑے گا کیونکہ معروف بہت زیادہ ہیں۔

بہرحال میرے شیخ ہر فن کے امام تھے۔ میرے علم کے مطابق حضرت پاک و ہند کے آخری شیخ الحدیث تھے۔ اب آپ کو اشتہاری اور اخباری شیخ الحدیث بہت ملیں گے لیکن جو شیخ الحدیث کی تعریف ہے اس کے مطابق کوئی شیخ الحدیث نہیں پائیں گے۔ بلکہ اب تو رواج بن گیا ہے کہ جو بخاری شریف پڑھائے اس کو شیخ الحدیث کہتے ہیں، چاہے اسے بخاری شریف کے دس راویوں کے حالات کا بھی علم نہ ہو۔ میرے ساتھ دورہ حدیث میں ایک شریک ساتھی کو فال کا صیغہ نہیں آتا ہے وہ بھی آج کل اپنے نام کیساتھ شیخ الحدیث لکھتا ہے۔ کیونکہ وہ بچیوں کے ایک مدرسہ میں بخاری شریف پڑھاتا ہے، اس لئے کہ بخاری شریف کی مترجم بازار سے مل جاتی ہے۔

بہرحال میرے نزدیک میرے شیخ، میرے مرشد، میری مربی، حضرت شیخ الحدیث والتفسیر امام اہل سنت آخری شیخ الحدیث تھے۔ حضرت امام اہل سنت تقویٰ وطہارت کے پیکر تھے۔ ہم جب حضرت کی ملاقات کیلئے جاتے تو ملک محمد یوسف صاحب باہر اپنی دوکان پر بیٹھے ہوتے تھے، ہمیں دیکھ کر کھڑے ہو جاتے اور کہتے ماشاء اللہ، ماشاء اللہ حضرت کے خادم آ گئے ہیں۔ ایک دن مجھے کہنے لگے میرے پاس بیٹھو، میں تمہیں حضرت کا ایک واقعہ سناؤں۔ ایک دن حضرت نے حقوق العباد کے موضوع پر درس دیا، میرے والد صاحب درس میں موجود تھے۔ حضرت جب اشراق سے فارغ ہو کر آئے تو میرے والد صاحب نے روک لیا کہ حضرت میں نے آپ سے ایک بات کرنی ہے۔ حضرت نے فرمایا کرو بات۔ والد صاحب نے کہا حضرت آج آپ نے بہت اچھا درس دیا ہے لیکن حضرت یہ بتایئے کہ صبح کا ناشتہ کس چیز سے کرتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا پراٹھا، دو انڈے اور چائے۔ کہنے لگے حضرت یہ بتایئے کہ وہ انڈے اپنی مرغی کے استعمال کرتے ہو؟ حضرت نے فرمایا ہاں! والد صاحب کہنے لگے کہ آپ کی مرغیاں تو ہمارے دانے چگ جاتی ہیں (کیونکہ اس وقت غالباً ان کی گندم کی دکان تھی۔) حضرت نے فرمایا اچھا! میں اس کا بندوبست کرتا ہوں، آئندہ آپ کے دانے نہیں کھائیں گی۔ گھر جا کر ساری مرغیاں ذبح کر دیں۔ ملک یوسف کہنے لگے یہ تھا حضرت کے تقویٰ کا عالم۔ حالانکہ یہ بیان کرنے والا غیر مقلد تھا، اب مرحوم ہو گیا ہے۔

حضرت امام اہل سنت کی آنکھ کا آپریشن کروا کے جب ہم واپس لے کر آئے، نماز کا وقت ہوا، فرمایا کہ صوفی صاحب کو فون کر کے پوچھو کہ میں نے تیمم کرنا ہے یا باقی اعضاء کا غسل اور چہرے کا مسح؟ حضرت صوفی صاحبؒ نے فرمایا کہ تیمم کرنا ہے۔ پھر فرمایا مفتی عیسیٰ صاحب سے پوچھو۔ ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔ حضرت نے تیمم کیا، نماز پڑھی پھر فرمایا کہ مسئلے کا مجھے بھی علم تھا لیکن میں چونکہ مبتلیٰ بہ تھا۔ اس لئے ان سے پوچھا تا کہ حجت تام

ہو جائے۔ اللہ اللہ! کیا تقوی اور کیا احتیاط ہے، حالانکہ خود فقہ اور اصول فقہ کے امام ہیں۔

قاری محمد قاسم صاحب آف قلعہ دیدار سنگھ اپنے والد مرحوم مولانا عبدالمالک سے روایت کرتے ہیں کہ شاہدرہ میں جلسہ تھا۔ سید عنایت اللہ شاہ بخاری بیان فرما رہے تھے اور حضرت شیخ الحدیث صاحب سٹیج پر بیٹھے تھے۔ دوران تقریر حضرت شاہ صاحب نے کہا کہ جس نے وقت کا امام اعظم ابوحنیفہ دیکھنا ہو تو سٹیج پر مولانا محمد سرفراز خان صفدر بیٹھے ہیں ،ان کو دیکھ لو۔ سفر حضر میں حضرت ساتھیوں کا بہت خیال رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ ڈرائیور کو ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے تھے۔

حج سے واپسی پر مجھے سفید رنگ کا کالی دھاری والا رومال دیا اور فرمایا کہ صرف دو رومال لایا تھا، ایک صوفی صاحب کو دیا ہے اور ایک تجھے دے رہا ہوں۔ مجھ سے کبھی کبھی فرماتے کہ فلاں حدیث کی کتاب اٹھا کر پڑھ کر سناؤ۔ ایک دن فرمانے لگے کہ لَعَلَّ اللّٰهُ يَرْزُقُنِي صَلاَ حًا کی ترکیب بتاؤ۔ میں نے عرض کیا حضرت! لعل مشبہ بالفعل میں سے ہے لفظ اللہ اس کا اسم ہے اور آگے مکمل جملہ اس کی خبر ہے۔ کبھی کبھی میر صاحب مجھے فرماتے کہ حضرت کو کوئی نعت سناؤ تاکہ دھیان بٹ جائے اور کچھ کھا پی لیں۔

لبیک کو اجل کہنے سے آٹھ دن پہلے جو تھوڑا بہت پیتے تھے وہ بھی بند کر دیا جس سے بڑی پریشانی ہوئی۔ ڈاکٹر فضل الرحمن صاحب سفر پر تھے۔ ڈاکٹر سہیل انجم نے عرض کیا حضرت! جسم میں خون بالکل نہیں ہے یا تو کچھ کھائیں، پئیں یا پھر خون کی بوتلیں لگانے کی اجازت دیں۔ بڑی مشکل سے منت سماجت کے بعد اجازت دی، دو دن خون کی بوتلیں لگیں پھر تھوڑا بہت پینا شروع کر دیا مگر نہ چاہتے ہوئے۔ تین دن پہلے ڈاکٹر صاحب نے پھر عرض کی کہ حضرت بوتل لگانے کی اجازت دے دیں۔ تو فرمایا اب تم میرے ساتھ بکھیڑے کرنے چھوڑ دو، مجھے میرے حال پہ چھوڑ دو۔ میں سمجھ گیا کہ اب میرے شیخ آخرت کی تیاری فرما چکے ہیں۔ آخری دنوں میں حضرت پر کبھی کبھی استغراق کی کیفیت ہو جاتی تھی۔ وہ اس طرح کہ آسمان کی طرف رخ کر کے ٹک ٹکی باندھ لیتے اور اس حالت میں کسی کیساتھ گفتگو کرنا بھی پسند نہیں کرتے تھے بلکہ اگر اس کیفیت میں کسی نے مخل ہونے کی کوشش کی تو اس کو تھپڑ بھی مار دیتے تھے اور فرماتے کہ مجھے نہ چھیڑو۔ جب اس کیفیت سے واپس آتے تو پھر ہمیں خود پکارتے اور ہم سے باتیں کرتے۔

حضرت کی کیفیت دیکھ کر جب مجھے یقین ہو گیا کہ حضرت کا آخری وقت قریب آ گیا ہے تو میں نے اپنے ساتھی مولانا ریاض انور گجراتی کو فون کیا کہ جاؤ حضرت کی زندگی میں جتنی زیارت کر سکتے ہو کر لو حضرت آخرت کی تیاری فرما چکے ہیں۔ اور مولانا نور حسین عارف صاحب کو بھی بتا دو۔ پھر میں نے قاری محمود صاحب اختر کو بھی فون پر یہی بات گوش گذار کی کہ جاؤ حضرت کی جتنی زیارت کر سکتے ہو کر لو، حضرت آخرت کی تیاری فرما چکے ہیں، ورنہ پچھتاؤ گے۔ چنانچہ اس کے دو ہی دن بعد میرے شیخ نے اجل کو لبیک کہا اور ہمیں داغ مفارقت دیکر دار الفناء سے دار البقاء تشریف لے گئے۔

؎ جس دن سے جدا وہ ہم سے ہوئے اس دل نے دھڑکنا چھوڑ دیا

ہے چاند کا منہ اُترا اُترا، تاروں نے چمکنا چھوڑ دیا

وہ پاس ہمارے ہوتے تھے بے رت بھی بہار آ جاتی تھی

اب لاکھ بہاریں آئیں بھی تو دل نے مہکنا چھوڑ دیا

لیکن میرے شیخ کا فیض ایسا نہیں ہے کہ ان کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد ختم ہو جائے گا۔ نہیں نہیں، ہرگز نہیں! میرے شیخ کے عقائد و نظریات، دینی خدمات اور فرقِ باطلہ کی سرکوبی تحریر و تصنیف کی شکل میں موجود ہے۔ حضرت کا یہ فیض قیامت تک جاری و ساری رہے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ شیخ کے لواحقین، متعلقین، مریدین اور شاگردوں کو صبر عطا فرمائے اور حضرت کے مشن کو زندہ و جاری رکھنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

؎ طبیعت کو ہو گی قلق چند روز

سنبھلتے سنبھلتے سنبھل جائے گی

خاکپائے امام اہل سنت محمد نواز بلوچ

مدرسہ ریحان المدارس جناح روڈ، گوجرانوالہ

۱۶ جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ بمطابق ۱۰ رجون ۲۰۰۹ء

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست کتاب

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿فہرست مضامین﴾

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست کتاب

فہرست کتاب

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر

حالات واقعی

ختم قرآن کے موقعہ پر میں نے بتایا تھا کہ پاکستان بننے سے پانچ سال قبل جولائی ۱۹۴۲ء میں گکھڑ میں آیا اور ۱۰ جولائی ۱۹۴۲ء سے درسِ قرآن کریم شروع کیا تین دن قرآن پاک کا درس ہوتا رہا اور تین دن حدیث شریف کا درس ہوتا رہا۔

الحمدللہ! درس سننے والوں نے قرآن کریم کے ساتھ ساتھ صحاح ستہ یعنی بخاری شریف، مسلم شریف، ترمذی شریف، نسائی شریف، ابنِ ماجہ شریف، ابوداؤد شریف کے علاوہ مستدرک حاکم کی چار جلدیں اور ابو داؤد طیالسی، ادب المفرد، الترغیب و الترہیب اور جامع الصغیر بھی دروس میں سنیں یہ سب حدیث کی کتابیں ہیں میں ان احادیث کے الفاظ بھی باقاعدہ پڑھتا تھا تاکہ تمہارے کان آنحضرت ﷺ کے الفاظ کے ساتھ مانوس ہو جائیں۔

میں ڈائریاں تو نہیں دیکھ سکا مگر میرے خیال کے مطابق (کیونکہ حافظہ کمزور ہو گیا ہے اور اس عمر میں ہونا بھی چاہیے) یہ دسویں مرتبہ قرآن کریم درس میں ختم ہوا ہے۔ اگر قرآن کریم کے ساتھ حدیث کا درس نہ ہوتا تو اس سے زیادہ مرتبہ ختم ہو چکا ہوتا ساتھی درس کی کیسٹ کر رہے ہیں اور کچھ درس کیسٹ سے رہ گئے ہیں۔ اس لئے یہ طے کیا ہے کہ دو دن تسلسل کے ساتھ درس ہوگا اور تیسرے دن جن آیات اور سورتوں کا درس کیسٹ سے رہ گیا ہے ان کا اعادہ ہوگا تاکہ قرآن کریم کا جو حصہ

کیسٹوں سے رہ گیا وہ بھی درج ہو جائے۔

آج صرف قرآنِ کریم کے کچھ فضائل بیان کیے جائیں گے۔ قرآنِ کریم آسمانی کتابوں میں سے آخری کتاب ہے۔ اور صرف قرآنِ کریم کو یہ شرف اور فخر حاصل ہے کہ اپنی اصلی شکل میں موجود ہے توراۃ انجیل زبور بھی برحق ہیں اور باقی جتنے صحیفے نازل ہوئے ہیں تمام کے تمام برحق ہیں۔ اور ہمارا سب پر ایمان ہے مگر قرآن کریم کے علاوہ کوئی آسمانی کتاب اور صحیفہ اپنی اصلی شکل میں موجود نہیں ہے ان میں تحریف کردی گئی۔

قرآنِ کریم اپنی اصلی شکل وصورت میں محفوظ ہے اور قیامت تک محفوظ رہے گا اور جب تک دنیا میں قرآن کریم موجود ہے قیامت نہیں آئے گی۔ قیامت قائم ہونے سے پہلے ورقوں سے الفاظ صاف کردیئے جائیں گے۔

رات کو لوگ قرآن پڑھ کر سوئیں گے صبح کو جب اٹھیں گے تو ورقے صاف ہوں گے اور حافظوں اور قاریوں کے سینوں سے بھی قرآنِ کریم نکال لیا جائے گا یہ ان کی توہین کے لئے نہیں ہوگا بلکہ دنیا کے نظام کو سمیٹنے کے لئے ایسا کیا جائے گا۔ اور جب قیامت قائم ہوگی اس وقت دنیا میں اللہ، اللہ کہنے والا بھی کوئی نہیں ہوگا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ لا الٰہ الا اللہ کہنے والا کوئی نہیں ہوگا۔ فَعَلٰی اُولٰٓئِكَ تُقَامُ السَّاعَةُ پس ان لوگوں پر قیامت برپا ہوگی۔

بہرحال اس وقت آسمانی کتابوں میں صرف قرآنِ کریم اصلی حالت میں موجود اور محفوظ ہے۔ اس کے لفظوں کی بھی حفاظت ہوئی ہے۔ ترجمے کی بھی حفاظت ہوئی ہے۔ اس کی تفسیر کی بھی حفاظت ہوئی ہے۔ اور اس کے لب و لہجے کی بھی

حفاظت ہوئی ہے۔ آخری پیغمبر کی امت نے جس طرح قرآنِ کریم کی حفاظت کی ہے اس طرح کوئی امت بھی اپنی کتاب کی حفاظت کی ہے اس طرح کوئی امت بھی اپنی کتاب کی حفاظت نہیں کرسکی۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم بہترین امت ہو۔

اور قرآنِ کریم میں ہے کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ تمام امتوں میں سے تم بہتر امت ہو یہی وجہ ہے کہ قیامت والے دن سب سے پہلے اس امت کا حساب ہوگا حالانکہ قاعدے اور دستور کے مطابق اس کا حساب آخر میں ہونا چاہیے کیونکہ آخر میں آئی ہے اور پل صراط سے سب سے پہلے یہ امت گذرے گی اور جنت بھی سب سے پہلے یہ امت داخل ہوگی آنحضرت ﷺ کے بعد ترتیب یوں ہوگی جنت میں پہلا قدم آنحضرت ﷺ کا اور دوسرا قدم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہوگا اور تیسرا قدم حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور چوتھا قدم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہوگا اور پانچواں قدم حضرت علی رضی اللہ عنہ رکھیں گے۔ کیونکہ تمام پیغمبروں کے بعد ان کا مقام ہے۔ پھر باقی امت داخل ہوگی۔ اس امت کو آخری پیغمبر اور قرآنِ کریم سے تعلق کی وجہ سے یہ مقام عطا ہوا ہے۔

قرآنِ کریم بڑی عظیم کتاب ہے صحاح ستہ میں سے ابن ماجہ بھی حدیث کی کتاب ہے۔ ابنِ ماجہ میں روایت آئی ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابوذر! اگر تو صبح کو ایک آیت سیکھ لے اللہ تعالیٰ کی کتاب سے تو اس سے بہتر ہے کہ تو سو رکعت پڑھے اور اگر تو صبح کو ایک باب سیکھ لے علم کا اور عمل کرے یا نہ کرے تو ہزار رکعت پڑھنے سے بہتر ہے۔

یعنی ایک آدمی قرآنِ کریم کی ایک آیت سیکھتا ہے بغیر ترجمہ اور تفسیر کے اور

ایک آدمی سو نفل پڑھتا ہے تو سو نفل پڑھنے والے سے ایک آیت کریمہ سیکھنے والے کی فضیلت زیادہ ہے۔ اسی طرح ایک آدمی ہزار نفل پڑھتا ہے اور ایک آدمی قرآنِ کریم کی ایک آیت ترجمہ اور تفسیر کے ساتھ پڑھتا ہے اس کی شان فضیلت اور ثواب ہزار رکعت نفل پڑھنے والے سے زیادہ ہے۔

مثلاً ایک آدمی نے صحیح تلفظ کے ساتھ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○ پڑھنا سیکھا تو اس کا درجہ سو نفل پڑھنے والے سے زیادہ ہے۔ اور اس کا معنٰی اور تفسیر سمجھ لے تو اس کا درجہ ہزار رکعات نفل پڑھنے والے سے زیادہ ہے۔ ہزار رکعات پڑھنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ مگر جس کو اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ ایک رات میں ایک ہزار نفل پڑھا کرتے تھے۔ ورد وظیفے جتنے بھی ہیں اپنی اپنی جگہ تمام کے تمام برحق ہیں۔ مگر قرآنِ کریم پڑھنے کا ثواب سب سے زیادہ ہے۔ اور ترتیب کے ساتھ تمام کا تمام قرآنِ کریم پڑھنا چاہیے۔

بعض مرد اور عورتیں اس بیماری میں مبتلا ہیں کہ انہوں نے پانچ سورتے رکھے ہوئے ہیں۔ وہ انہیں پانچ سورتوں کو ہی پڑھتے رہتے ہیں۔ اور بعضے صرف سورۃ یٰسین کو ہی پڑھتے رہتے ہیں۔ بے شک یہ بھی قرآنِ کریم کا حصہ ہیں۔ مگر قرآنِ کریم سارا پڑھنا چاہیے۔ تھوڑا پڑھو زیادہ پڑھو۔ اول سے لے کر آخر تک پڑھو۔ اور قرآنِ کریم روزانہ پڑھنے کا معمول بناؤ۔ بلکہ آج کے دن سے عہد کرلو کہ ہم سے جتنا بھی ہوسکا پارہ آدھ پارہ یا پاؤ ہم روزانہ ضرور پڑھیں گے۔ باقی وہ سورتیں جو اپنے مطلب کے لئے پڑھتے ہو بے شک وہ بھی پڑھو ان کی افادیت سے انکار نہیں ہے۔

اور پڑھو بھی صحیح تلفظ کے ساتھ کہ معلوم ہو کہ عربی پڑھ رہا ہے۔ اور لوگ تلفظ کی طرف بہت کم توجہ دیتے ہیں۔ تلفظ اتنا تو ضرور ہو کہ پتہ چلے کہ عربی ہے یا پنجابی ہے۔ اسی طرح اذان اور تکبیر کا بھی تلفظ صحیح ہونا چاہیے۔ الفاظ صحیح ہوں اعراب صحیح ہوں، لہجہ صحیح ہو۔ اگرچہ اب تم قاری تو نہیں بن سکتے مگر کم از کم اتنا تو ہونا چاہیے کہ سننے والا سمجھ جائے کہ یہ عربی پڑھ رہا ہے پنجابی اور گرمکھی نہیں پڑھ رہا۔

مردوں کی طرح عورتیں بھی صحیح تلفظ کی طرف توجہ دیں۔ اس سلسلے میں پہلے تو خاصی دقت اور پریشانی ہوتی تھی۔ اب تو الحمدللہ ثم الحمدللہ قاری بھی آپ کے پاس موجود ہیں ان کے پاس جائیں اور تلفظ درست کریں۔

قرآنِ کریم کے کچھ آداب بھی سن لیں.........

①...... قرآنِ کریم کا پہلا ادب یہ ہے کہ قرآن شریف کے پڑھنے سے پہلے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ پڑھا ہے پھر قرآنِ کریم پڑھنا شروع کریں اور یہ ادب خود قرآنِ کریم میں مذکور ہے اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے وَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ اور جب تو پڑھے قرآن تو پناہ لے اللہ تعالیٰ کی شیطان مردود سے۔

کیونکہ آدمی جب نیکی کرنے لگتا ہے تو شیطان درمیان میں کود پڑتا ہے کہ یہ نیکی نہ کرے۔ اور وہ ہمیں نظر بھی نہیں آتا اور ہے بھی ہم سے طاقتور اور مضبوط اور رب تعالیٰ تو اسے دیکھ رہا ہے۔ لہٰذا رب تعالیٰ سے دعا کریں کہ اے پروردگار! تو مجھے اس کے شر سے محفوظ فرما۔ میں تیری پناہ چاہتا ہوں تو مجھے اس مردود کے شر سے اپنی

پناہ میں رکھ تا کہ وہ میرے دل میں وسوسے نہ ڈالے اور انسان جب نیکی کرتا ہے تو شیطان بڑے وسوسے ڈالتا ہے وہ کام جو آپ کو پہلے اور پیچھے یاد نہیں آتے نماز میں اور قرآنِ کریم پڑھتے وقت وہ یاد آجاتے ہیں کہ میں نے فلاں کام بھی کرنا ہے فلاں کام بھی کرنا ہے۔ فلاں جگہ ضروری جانا ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ شیطان آکر کہتا ہے اُذْکُرْ کَذَا ، اُذْکُرْ کَذَا فلاں چیز یاد کر، فلاں چیز یاد کر۔

②...... قرآنِ کریم کا دوسرا ادب یہ ہے کہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھنی چاہیے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَمْ یُبْدَءْ بِبِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ فَھُوَ اَقْطَعُ ہر ذیشان کام جو بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سے شروع نہ کیا جائے تو وہ دُم کٹا ہوتا ہے، بے برکت ہوتا ہے۔

دیکھو! جانور کی دم کٹی ہوئی ہو تو وہ کیسا برا لگتا ہے۔ لہٰذا جب بھی کوئی اچھا اور جائز کام کرو تو اس سے پہلے بسم اللہ پڑھو ورنہ اس کام میں برکت نہیں ہوگی۔ مکمل بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نہ پڑھے صرف بسم اللہ کہہ لے تو بھی ٹھیک ہے۔

مگر ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مکمل پڑھنی چاہیے۔ وضو کرنے سے پہلے، کھانا کھانے سے پہلے، پانی پینے سے پہلے وغیرہ۔

اور یاد رکھنا کہ برے اور ناجائز کام سے پہلے بسم اللہ نہیں پڑھنی چاہیے۔ فقہاءِ کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص شراب پینے سے پہلے کہے بِسْمِ اللّٰہِ

الـرَّحْـمٰنِ الرَّحِيْمِ تو ایسا شخص کافر و مرتد ہو گیا اور اس کا نکاح ٹوٹ گیا۔ تو قرآنِ کریم کے آداب میں سے پہلا ادب ہے تعوذ پڑھنا ۔اور دوسرا ادب ہے تسمیہ پڑھنا۔

۳...... اور قرآنِ کریم کے ادب میں سے یہ بھی ہے کہ بے وضو ہاتھ نہیں لگانا چاہیے۔ البتہ بغیر وضو کے زبانی پڑھ سکتا ہے۔ اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ حیض کی حالت میں عورت قرآنِ کریم نہیں پڑھ سکتی اور مرد جنابت کی حالت میں نہیں پڑھ سکتا۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ لَاتَـقْـرَءُ الْـحَـائِضُ وَالْـجُنُبُ شَيْـئًـا مِّنَ الْـقُرْاٰنِ حائضہ اور جنبی قرآن میں سے کچھ نہ پڑھے البتہ اس حالت میں ذکر کر سکتے ہیں۔ سُبْـحَـانَ اللّٰهِ، اَلْـحَـمْدُلِلّٰهِ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰه پڑھ سکتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ وظیفے قرآن سے نہ ہوں۔

۴...... قرآنِ کریم کا جتنا ادب و احترام کیا جائے کم ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اس کو پست جگہ پر نہ رکھا جائے۔

۵...... اس کی طرف پیٹھ نہ کی جائے۔ قرآن سے بلند ہو کر نہ بیٹھا جائے۔

۶...... ایسے مدرسہ میں جہاں طلبہ کی تعداد زیادہ ہو اور جگہ کم ہو تو پڑھنے والے آگے پیچھے بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں، ایسی صورت میں اگر پیٹھ ہو جائے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ مجبوری ہے۔

۷...... قرآن مجید کا پڑھنا اور سمجھنا کارِ ثواب ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھنا کہ قرآن کو دیکھنا بھی ثواب ہے۔ ہاتھ لگانا بھی ثواب ہے۔

۸...... اس کے ورقوں کا پلٹنا بھی ثواب ہے۔ قرآن کریم میں تو ثواب کی

گھڑیاں ہیں مگر ہم حاصل کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

⑨...... جو لوگ قرآن کے ترجمہ میں شریک نہیں ہیں ویسے سننے کے لئے بیٹھ جاتے ہیں ان کو چاہیے کہ دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر نہ بیٹھیں۔ بعض لوگ اپنی سہولت کے لئے ایسا کرتے ہیں۔

⑩...... اس طرح بچوں کو بھی درمیان میں نہ بیٹھنے دیں۔ وہ بے چارے کیا سمجھیں گے۔ اور آپ حضرات قرآن کریم کو سامنے رکھو اور غور سے سمجھو اس سے بڑی عبادت اور کوئی نہیں ہے۔

قرآن کریم آنحضرت ﷺ پر اتارے جانے سے پہلے لوحِ محفوظ میں تھا اللہ تعالیٰ کے حکم سے رمضان المبارک کے مہینہ میں لیلۃ القدر کی رات کو سارے کا سارا قرآن کریم ایک دفعہ آسمانِ دنیا پر بیت العزت کے مقام پر اور اس کو بیت العظمت بھی کہتے ہیں اتارا گیا۔ اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ میں اسی کا ذکر ہے۔ پھر بیت العزت اور بیت العظمت کے مقام سے آنحضرت ﷺ پر تیئس سال میں آہستہ آہستہ نازل ہوا۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ سے لے کر عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ تک کی پانچ آیتیں غارِ حرا میں آپ ﷺ پر نازل ہوئیں۔ اور آخری آیت اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ○ ہجرت کے دسویں سال حجۃ الوداع کے موقعہ پر جمعہ کے دن عرفات کے میدان میں نازل ہوئی۔

تقریباً چھیاسی سورتیں مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں اور باقی سورتیں مدینہ منورہ

میں نازل ہوئیں۔قرآنِ کریم کے یہ بڑے بڑے آداب میں نے آپ کے سامنے بیان کئے ہیں۔

اصولِ تفسیر :

قرآنِ کریم کی تفسیر کا قاعدہ یہ ہے کہ سب سے پہلے قرآن کریم کی تفسیر قرآن کریم سے ہوگی اور آپ حضرات کے علم میں ہے کہ جب کوئی مشکل آیت کریمہ آجاتی ہے تو میں آپ سے کہتا ہوں کہ فلاں صفحہ کی فلاں آیت کریمہ نکالو اور اس کے لئے ایک اصطلاح اور قاعدہ بھی سمجھ لیں۔ پہلے پارے کا آخری رکوع نکالو تا کہ یہ قاعدہ آسانی سے سمجھ آجائے۔

’’عین‘‘ کا استعمال اور معنٰی :

دیکھو! جہاں آخری رکوع ختم ہوتا ہے کنارے پر ’’ع‘‘ کی علامت تو ’’ع‘‘ کا معنٰی جز اور حصہ ہے اس ’’ع‘‘ کے اوپر سولہ کا ہندسہ ہے اور اس کے پیٹ میں بارہ کا ہندسہ ہے اوپر والا ہندسہ سورۃ کے رکوع بتاتا ہے اور نیچے والا ہندسہ پارے کے رکوع بتاتا ہے کہ یہاں تک اتنے رکوع ہوگئے ہیں اور پیٹ والا ہندسہ یہ بتاتا ہے کہ اس رکوع میں اتنی آیتیں ہیں۔لہٰذا اس ’’ع‘‘ کا اوپر والا سولہ کا ہندسہ کا بتارہا ہے کہ یہاں تک سورۃ کے سولہ رکوع ہوگئے ہیں۔اور نیچے والا ہندسہ بتارہا ہے پارے کے سولہ رکوع ہیں اور پیٹ (درمیان) والا ہندسہ بتارہا ہے کہ اس رکوع میں بارہ آیتیں ہیں۔بہر حال قرآن کریم کی تفسیر..........

①...... پہلے نمبر پر قرآن کریم سے ہوگی۔

②...... دوسرے نمبر پر حدیث پاک سے ہوگی۔ کیونکہ جس ذات پر قرآن

نازل ہوا ہے اس سے بہتر قرآن کریم کو کوئی نہیں سمجھ سکتا اور آپ ﷺ کی تفسیر سب پر مقدم ہوگی۔

③...... تیسرے نمبر پر قرآن کریم کی تفسیر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہوگی۔ خصوصاً حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کیونکہ وہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے بڑے مفسر قرآن تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو تمام امت سے دو امتیازی خوبیاں عطا فرمائی ہیں۔

۱)...... ایک تو وہ قرآن پاک کے پہلے نمبر کے مفسر ہیں۔ بخاری شریف میں روایت آتی ہے وہ خود فرماتے ہیں مجھے رب کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر مجھے معلوم ہو کہ میرے سے زیادہ کوئی قرآن کریم کو جاننے والا ہے اور میری اونٹنی وہاں تک مجھے لے جا سکتی ہو تو میں ضرور جا کر اس سے حاصل کروں۔

۲)...... اور دوسری اور سب سے بڑی صفت ان کی یہ ہے کہ وہ اَفْقَهُ الْاُمَّة ہیں۔ تمام امت میں سب سے بڑے فقیہہ تھے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ان کے شاگرد کے شاگرد ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ اور ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ۔ کیونکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے کامران اساتذہ سے فقہ حاصل کی ہے اور ان سے قرآن وسنت کو سمجھا ہے اس لئے تفسیر قرآن اور فقہ میں ان کا مقام بہت بلند ہے۔

تفسیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بعد نمبر ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا۔ جن کے لئے آنحضرت ﷺ نے دعا فرمائی تھی کہ "اے پروردگار! ان کو قرآن کریم کا ماہر بنا دے"۔ ان کے بعد پھر باقی صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ اور صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم کے بعد تابعین کا درجہ اور مقام اور ان کے بعد تبع تابعین اور ان کے بعد درجہ بدرجہ سلف صالحین کا مقام ہے۔ یہ بات پختہ اور یقینی ہے کہ ہم ان پر اعتماد کئے بغیر ازخود قرآن وحدیث نہیں سمجھ سکتے یہ حضرات ہمارے دین کا سرمایہ ہیں۔

قرآن کریم کی طرح حدیث پاک ہم ان کے بغیر نہیں سمجھ سکتے۔ حدیث کی سند محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم سے پوچھیں گے اور اس کا معنٰی اور مفہوم فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم سے پوچھیں گے تو قرآن کریم کی تفسیر اس ترتیب سے ہوگی جو میں نے بیان کیا ہے اور امید ہے کہ درس سننے والوں کی حاضری پہلے سے زیادہ ہوگی ان شاء اللہ تعالٰی اور تمہاری ذمہ داری ہے کہ جو ساتھی نہیں آئے ان کو لے کر آنا اور عورتیں بھی اپنی سہیلیوں کو ساتھ لے کر آیا کریں تا کہ ان کو بھی قرآن کریم کی سمجھ آئے۔ اللہ تعالٰی ہم سب کو اچھی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝۱ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝۲ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۝۳ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ۝۴ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝۵ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۝۶ ۝۷

لفظی ترجمہ :

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ میں پناہ حاصل کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کی مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ شیطان مردود سے بِسْمِ اللّٰہِ شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے الرَّحْمٰنِ جو بے حد مہربان ہے الرَّحِیْمِ نہایت رحم والا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ جو پالنے والا ہے تمام جہانوں کا اَلرَّحْمٰنِ بے حد مہربان ہے الرَّحِیْمِ نہایت رحم کرنے والا ہے مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ جو مالک ہے جزا اور بدلے کے دن کا اِیَّاكَ نَعْبُدُ ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ اور خاص تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ چلا ہم کو سیدھے راستے پر صِرَاطَ الَّذِیْنَ راستہ ان لوگوں کا اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ جن پر تو نے انعام کیا غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ ان لوگوں کا راستہ نہ دکھا جن پر تیرا غضب ہوا وَلَا الضَّآلِّیْنَ اور نہ گمراہوں کا آمین رب تعالیٰ ایسا ہی کرے۔

فضائل :

اس سورۃ کا نام سورۃ الفاتحہ ہے فتح کا ایک معنیٰ کھولنا بھی ہے چونکہ یہ سورۃ قرآن کریم کو کھولنے والی ہے، اس سے قرآن کریم کی ابتداء ہوتی ہے اس لئے اس کو فاتحہ کہتے ہیں۔

جس طرح کسی شئے کا عنوان ہوتا ہے یہ سورۃ قرآنِ کریم کا عنوان ہے اور اس کا نام سوال بھی ہے کہ اس میں سوال کرنے کا طریقہ سمجھایا گیا ہے۔ کسی سے سوال کرنے اور مانگنے کا طریقہ یہ ہے کہ سائل جس سے مانگتا ہے پہلے اس کی تعریف کرتا ہے کہ تم بڑے ہمدرد ہو، خیر خواہ ہو اور سخی ہو پھر اپنا تعلق بتاتا ہے میں تمہارا شہردار یا محلہ دار ہوں اور تمہارے زیر سایہ ہوں پھر اپنی کمزوری اور عاجزی کا اظہار کرتا ہے،

پھر اپنا سوال پیش کرتا ہے کہ یہ میری ضرورت ہے جو تمہارے سے مانگنے آیا ہوں۔
اس سورۃ میں بھی پہلے اللہ تعالیٰ کی تعریف ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ
اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو پالنے
والا ہے تمام جہانوں کا بے حد مہربان ہے نہایت رحم کرنے والا ہے جو مالک ہے جزا
اور بدلے کے دن کا۔ پھر اپنا تعلق بتایا......

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور
خاص تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں۔ اور آگے سوال ہے.........

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ چلا ہم کو سیدھے راستے پر۔ اس سورۃ کا نام
شافیہ بھی ہے۔ یعنی شفا دینے والی۔ حقیقتاً تو شفا دینے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے۔ مگر
اس میں اللہ تعالیٰ نے برکت رکھی ہے جس کی وجہ سے روحانی اور جسمانی بیماریوں
سے شفا ملتی ہے۔

بخاری شریف صفحہ ۳۰۴ میں روایت آتی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک محاذ پر
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کو روانہ فرمایا کامیابی کے بعد جب واپس ہوئے
رات ایک چھوٹے سے قصبے میں ہوئی وہاں رات گزارنے کا ارادہ کیا لیکن وہاں کے
لوگوں نے ان کی مہمانی سے انکار کیا کہ ہم صابیوں کو یہاں نہیں رہنے دیں گے۔
جس طرح آج کل اہلِ حق کو وہابی کہتے ہیں اس وقت اہلِ حق کو صابی کہتے تھے۔ کہنے
لگے کہ ہم نے صابیوں کو یہاں نہیں رہنے دینا۔

اس طرح سمجھو جس طرح ہمارے ساتھی تبلیغی جماعت والے بعض قصبات
میں جاتے ہیں تو وہ لوگ ان کے بسترے اٹھا کر باہر پھینک دیتے ہیں اور ان کو

ہاتھوں اور کانوں سے پکڑ کر باہر نکال دیتے ہیں کہ لوگ ان کی باتیں سن کر متاثر ہوں گے اور ہمارے ریوڑ سے نکل جائیں گے۔ ورنہ یہ لوگ ان سے کچھ مانگتے تو نہیں ہیں۔ اپنا کھانا اور اپنا پینا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو زیادہ سے زیادہ کام کرنے کی توفیق عطاء فرمائے، آمین۔

بہر حال انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قصبے سے باہر نکال دیا چونکہ اندھیرا تھا انہوں نے قصبے کے قریب ہی ڈیرہ لگا لیا کہ رات گزار لیں اور صبح کو چلیں گے اتفاق ایسا ہوا کہ قصبے کے بڑے سردار کو زہریلے قسم کے موذی جانور نے ڈنگ مارا۔ روایت میں ہے کہ فَسَعَوْا لَهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ انہوں نے ہر طرح کی کوشش کی یعنی وہاں جتنے چھومنتر اور دم کرنے والے تھے کسی کا بس نہ چلا۔ مجبور ہو کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس آئے کہ ہمارے سردار کو کوئی زہریلی چیز لڑ گئی ہے کیا تم میں کوئی دم کرنے والا ہے؟۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہاں دم کریں گے مگر تیس بکریاں لیں گے۔ تیس اس لئے کہا کہ یہ آدمی تیس تھے ہر ایک کو ایک، ایک آجائے گی۔

چنانچہ ان کے ساتھ گئے اور سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کیا كَاَنَّمَا نُشِطَ مِنْ عِقَالٍ گویا کہ اس کو گرہ سے کھول دیا ہے۔ یعنی اس کو اس طرح محسوس ہوا کہ کبھی تکلیف ہوئی ہی نہیں ہے۔ فرمایا شرط پوری کرو کہ تیس بکریاں ہمارے حوالے کرو۔ چنانچہ تیس بکریاں گن کر ان سے لیں۔ مگر تقسیم نہ کیں کہ مدینہ طیبہ میں جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کریں گے اگر ہمارے لئے جائز ہوں گی تو تقسیم کریں گے ورنہ مالکوں کو واپس کر دیں گے۔

مدینہ طیبہ پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اِنَّ

اَحَقَّ مَا اَخَذْتُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا كِتَابُ اللهِ" بیشک جن چیزوں پر تم اجر لیتے ہو ان میں اللہ تعالیٰ کی کتاب زیادہ حق رکھتی ہے کہ تم اس پر اجر لو۔ اور فرمایا کہ اس مزدوری میں سے میرا بھی حصہ نکالو۔

آپ ﷺ کا یہ فرمانا حرص اور لالچ نہ تھا بلکہ صرف ان کا وہم دور کرنا مقصود تھا کہ یہ تم نے کوئی گناہ نہیں کیا اگر اس میں کسی قسم کا شبہ ہوتا تو حضور ﷺ یہ نہ فرماتے کہ مجھے بھی حصہ دو۔

اس روایت کے پیش نظر تمام فقہاء کرام رحمہم اللہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر کوئی تعویذ گنڈے اور دم کرنے پر اجرت لینا چاہے تو لے سکتا ہے۔ کوئی گناہ نہیں ہے۔ تو اس سورۃ کو شافیہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے شفا رکھی ہے۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کا معنیٰ ہے کہ میں شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ یہاں چونکہ کتاب کو شروع کرنا ہے اس لئے شروع کا فعل نکالتے ہیں ورنہ جس کام کے لئے پڑھو گے وہی فعل نکالیں گے مثلاً کھانا کھانا ہے تو وہاں ا ٰكُلُ کا فعل نکالیں گے اور ترجمہ ہوگا میں کھانا کھاتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ اور اگر کچھ پینا ہے تو اَشْرِبُ کا فعل نکالیں گے کہ میں پیتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے اور پڑھنے کے وقت اَقْرَءُ نکالیں گے کہ میں پڑھتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رحمٰن اسے کہتے ہیں جو بغیر مانگنے اور سوال کرنے کے دے اور رحیم اسے کہتے ہیں جو مانگنے اور سوال کرنے کے

بعد دے۔ تو اللہ تعالیٰ رحمٰن ہے کہ ہمیں جو کچھ ملا ہے وجود ملا ہے، کان ملے ہیں، آنکھیں ملی ہیں، ناک ملا ہے، دل، دماغ ملا ہے، زبان ملی ہے، سب کچھ اس نے بغیر مانگنے کے دیا ہے اور کتنی چیزیں ہیں جو اس نے بن مانگے عطا فرمائی ہیں۔ کیونکہ جب اس نے عطا کی ہیں ہمیں اس وقت سوجھ بوجھ ہی نہیں تھی کہ مانگتے اور مانگنے پر بھی وہی دیتا ہے کہ رحیم بھی ہے اس کے سوا کوئی نہیں دے سکتا۔ فرمایا.........

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ ایک ہے حمد اور ایک ہے مدح۔ حمد ایسی تعریف کو کہتے ہیں جو کسی کے ذاتی افعال پر کی جائے ذاتی اوصاف پر کی جائے۔ مدح عام ہے کسی کی خوبی ذاتی ہو یا غیر ذاتی ہو۔ اس پر جو تعریف کی جائے تو اس کو مدح کہتے ہیں۔

لہٰذا حمد صرف رب تعالیٰ کیلئے ہے کہ اس کی تمام خوبیاں اور اوصاف ذاتی ہیں مستعار اور مانگی ہوئی نہیں ہیں۔ اور ''تمام'' کا معنٰی الف لام کا ہے۔

رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ جو پالنے والا ہے تمام جہانوں کا۔ رب کا معنٰی ہے پالنے والا، تربیت کرنے والا۔ اگر رب کا مفہوم ہی سمجھ لے تو شرک کے قریب نہیں جا سکتا کیونکہ تربیت کے لئے رہائش کی ضرورت خوراک کی ضرورت، پانی کی ضرورت، ہوا کی ضرورت، حفاظت کی ضرورت اور جتنی بھی چیزیں تربیت کے لئے ضروری ہیں وہ سب رب تعالیٰ کے پاس اور اسی کے اختیار میں ہیں۔ تو کوئی اور اس کا شریک اور حصے دار کس طرح بن گیا؟۔ اور اس کے سوا کسی اور کے پاس حاجت روائی کے لئے جانے کی ضرورت ہی کیا ہے؟۔ اور تربیت کرنے والا صرف رب تعالیٰ ہے۔

عَالَمِيْنَ جمع ہے عالم کی اور عالم کے معنٰی ہیں جہان اور جمع کا صیغہ اس لئے

لائے ہیں کہ عالم میں کئی عالم ہیں انسانوں کا عالم ہے، حیوانوں کا عالم ہے، پرندوں کا عالم ہے، حشرات الارض کا عالم ہے، تو تمام عالموں کا پالنے والا صرف ایک اللہ تعالیٰ ہے۔

اَلرَّحْمٰنِ بے حد مہربان اَلرَّحِیْمِ نہایت رحم کرنے والا ہے مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ جو مالک ہے جزا اور بدلے کے دن کا۔

دِیْن کا معنٰی بدلا اور جزا ہے۔ آج بھی حقیقی مالک تو وہی ہے مگر عارضی طور پر بندوں کو بھی مالک بنایا ہے۔ اور تیری میری کہتے ہیں۔ کہ ادھر تیری حکومت ہے اور ادھر میری حکومت ہے۔ فلاں چیز تیری ہے اور فلاں چیز میری ہے۔ تیرا اقتدار ہے اور میرا اقتدار ہے۔ مگر قیامت کے دن جب تمام کائنات جمع ہوگی رب تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہوگا لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ؟ بتاؤ آج کس کا ملک اور شاہی ہے؟۔ دنیا میں تم بادشاہ اور ڈکٹیٹر بنے ہوئے تھے اور کہتے تھے کہ میرا ملک اور میری شاہی ہے۔ اس وقت سب کی زبان سے نکلے گا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ آج اللہ واحد، قہار کی شاہی ہے۔ وہاں میری، تیری کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔

اِيَّاكَ نَعْبُدُ اے پروردگار! ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ قاعدے کے مطابق تو نَعْبُدُكَ ہونا چاہیے تھا۔ کہ نعبد پہلے اور ''کاف'' ضمیر بعد میں ہونی چاہیے تھی کہ ہم تیری عبادت کرتے ہیں مگر ضمیر کو فعل فاعل پر مقدم کر دیا تاکہ حصر پیدا ہو جائے۔ اب معنٰی ہوگا کہ ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ زبانی عبادت بھی اور بدنی عبادت بھی اور مالی عبادت بھی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ اور التحیات میں بھی ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں۔

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ زبانی عبادتیں اللہ تعالیٰ کے ہیں وَالصَّلَوٰتُ اور بدنی عبادتیں بھی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں وَالطَّيِّبٰتُ اور مالی عبادتیں بھی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ ہر طرح کی عبادت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ اس کے سوا معبود کوئی نہیں ہے۔ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ اور خاص تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں۔

استعانت کی مختلف صورتیں :

استعانت کا مسئلہ اچھی طرح سمجھ لیں استعانت کی دو قسمیں ہیں.........

①...... ایک ظاہری اور اسباب کے تحت استعانت ہے کہ مثلاً بیمار آدمی حکیم اور ڈاکٹر سے مدد لیتا ہے۔ غریب امیر سے مدد لیتا ہے۔ کمزور آدمی کوئی وزنی کام خود نہیں کرسکتا طاقت ور سے بدنی مدد لیتا ہے کہ میرا ہاتھ بٹاؤ یہ ظاہری اور اسباب کے تحت استعانت ہے۔ اس کے جائز ہونے میں قطعاً کوئی اختلاف نہیں ہے۔

اسی استعانت کے متعلق اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتے ہیں۔ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى نیکی اور تقوے کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ تو اسباب کے تحت جو مدد اور معاونت ہے یہ جائز ہے۔

②...... دوسری استعانت ہے مَافَوْقُ الْاَسْبَابْ اسباب سے بالاتر کسی سے مدد طلب کرنا یہ صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ مثلاً میں کہوں کہ میرے گھٹنوں میں درد ہے اس کو دور کردے یہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں کرسکتا۔ ہاں یہ کہوں کہ مجھے درد کیلئے کوئی گولی دے دو، پھکی دے دو، یہ اسباب کے تحت ہے یہ جائز ہے۔

آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی بیماری نہیں پیدا فرمائی جس کا علاج نہ ہو سوائے دو بیماریوں کے ایک بڑھاپا اور دوسری موت۔ تو ماتحت الاسباب استعانت اور ہے، اور مافوق الاسباب استعانت اور ہے۔ دونوں میں گڑ بڑ نہ کرنا۔

ایک شخص یہاں کھڑا ہے اور کہتا ہے اے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ میری مدد کر یہ مافوق الاسباب استعانت ہے۔ اس طرح کہنے میں ان کو حاضر و ناظر اور عالم الغیب ماننا پڑے گا اور متصرف فی الامور سمجھنا پڑے گا اور یہی کفر کی بنیاد ہے۔ تمام فقہاء کرام رحمہم اللہ کا اس مسئلے میں اتفاق ہے کہ "مَنْ قَالَ اَرْوَاحُ الْمَشَائِخِ حَاضِرَةٌ تَعْلَمُ يَكْفُرُ" شامی، عالمگیری، البحر الرائق اور بزازیہ میں ہے کہ جو آدمی یہ عقیدہ رکھے کہ مشائخ کی ارواح حاضر ہیں اور ہمارے حالات کو جانتی ہیں وہ پکا کافر ہے کیونکہ یہ مافوق الاسباب استعانت ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے جائز نہیں ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سے لے کر مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ تک اللہ تعالیٰ کی تعریف تھی اور اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ میں اپنا تعلق بتایا کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں، مانگتے کیا ہیں؟ آگے اس کا ذکر ہے۔ فرمایا........

صراطِ مستقیم :

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ چلا ہم کو سیدھے راستے پر صِرَاطَ الَّذِيْنَ راستہ ان لوگوں کا اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ جن پر تو نے انعام کیا۔ کل میں نے عرض کیا تھا

کہ قرآن کریم کی بہترین تفسیر وہ ہے جو خود قرآن کریم سے ہو تو اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ کی تفسیر خود قرآن کریم نے کی ہے کہ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے وہ یہ لوگ ہیں فرمایا............

انعام یافتہ قومیں :

فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ جس نے اطاعت کی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کی وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے۔ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وہ نبی ہیں، صدیق ہیں، شہداء ہیں اور صالحین ہیں۔ ان چاروں پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا ہے۔

①...... پہلے درجے میں اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو انعام اپنے پیغمبروں پر کیا ہے۔ وہ اور کسی پر نہیں کیا۔

②...... دوسرے نمبر پر صدیق ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی تصدیق کی ہے۔

③...... تیسرے نمبر پر شہداء ہیں جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرتے ہوئے کافروں کے ساتھ لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔

④...... چوتھے نمبر پر صالحین ہیں۔ کہ وہ نہ تو پیغمبر ہیں نہ صدیق ہیں، نہ شہید ہیں۔ بلکہ ایمان لا کر نیکیاں کر کے اخلاق حسنہ کے ساتھ نیکوں کی صف میں شامل ہو گئے ہیں۔

یہ چار گروہ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا ہے۔ یہ صراط مستقیم پر چلنے والے ہیں۔ اور صراط مستقیم کیا ہے؟۔ اس کی تفسیر بھی اللہ تعالیٰ نے خود قرآن کریم میں فرمائی

ہے۔آٹھواں پارہ چھٹارکوع نکال کر دیکھ لیں.........

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَنْ لَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ

تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۵۳﴾

اے نبی کریم! (ﷺ) آپ کہہ دیں آؤ میں پڑھ کر سناؤں تمہیں وہ چیزیں جو حرام فرمائی ہیں تمہارے پروردگار نے تم پر وہ یہ ہیں کہ تم شریک نہ ٹھہراؤ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور قتل نہ کرو اپنی اولاد کو غربت کی وجہ سے ہم تمہیں بھی روزی دیتے ہیں اور انہیں بھی اور نہ قریب جاؤ بے حیائی کی باتوں کے جو ظاہری ہوں ان میں سے اور جو پوشیدہ ہوں ان میں سے اور نہ قتل کرو اس جان کو جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ مگر حق کے ساتھ ان باتوں کا اللہ تعالیٰ نے تاکیدی حکم دیا ہے تم کو تاکہ تم سمجھ جاؤ۔

اور نہ قریب جاؤ یتیم کے مال کے مگر اس طریقے سے جو بہتر ہو یہاں تک کہ وہ پہنچ جائے اپنی قوت کو اور پورا کرو ماپ اور تول کو انصاف کے ساتھ ہم نہیں تکلیف دیتے کسی نفس کو مگر اس کی طاقت کے مطابق اور جب تم بات کرو تو انصاف کے ساتھ کرو اگرچہ قریبی رشتہ ہی کیوں نہ ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرو۔ یہ وہ چیز ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو اور بے شک یہ میرا سیدھا راستہ ہے۔ پس اس پر تم چلو۔

تو اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے صراطِ مستقیم کی وضاحت فرمائی ہے۔ اور اصول بیان فرمائے ہیں اور اس پر چلنے کا حکم دیا ہے۔ آگے فرمایا............

مغضوب علیہم :

غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ ان لوگوں کا راستہ نہ دکھا جن پر تیرا غضب ہوا وَلَا الضَّآلِّیْنَ اور نہ گمراہوں کا۔ ترمذی شریف ج ۲ ص ۱۲۴ مسند احمد ج ۴ ص ۳۷۸ میں روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا مَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ یہودی ہیں اور ضَآلِّیْنَ نصاریٰ ہیں۔

یہودی حقیقت کو جانتے اور سمجھتے تھے پھر ایمان نہیں لائے۔ قرآنِ کریم میں ارشادِ ربانی ہے یَعْرِفُوْنَہٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَ ھُمْ وہ اس پیغمبر کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں مگر ضد کی وجہ سے مانتے نہیں تھے۔

گمراہی کے دو ہی طریقے ہیں.........

①...... ایک یہ کہ لاعلمی میں مبتلا ہونے کی وجہ سے حق کو نہ حاصل کر سکے۔

②...... دوسرا یہ کہ جانتے اور سمجھتے ہوئے بھی انکار کر گئے۔

یہودی اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو پہچاننے اور قرآن کریم کو حق جاننے کے باوجود محض ضد کی وجہ سے انکار کرتے تھے اور نصاریٰ کے پاس اس وقت اتنا علم نہیں تھا جتنا یہود کے پاس تھا۔ تو نصاریٰ لاعلمی میں مبتلا ہونے کی وجہ سے گمراہ ہوئے۔ اور یہود کے مرد تو درکنار ان کی عورتیں بھی عالم تھیں۔ اور آنحضرت ﷺ اور قرآنِ کریم کے حق ہونے کے متعلق معلومات رکھتی تھیں۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کا واقعہ :

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی پھوپھی توراۃ کی بڑی ماہر تھیں اور بتایا کرتی تھیں کہ اس طرح ایک پیغمبر نے آنا ہے اور اس کے یہ یہ اوصاف اور خوبیاں ہوں

گی۔ اور وہ جب مدینہ منورہ ہجرت کر کے آئیں گے تو ان کے ساتھیوں نے سفید لباس پہنا ہوا ہوگا۔

چنانچہ آنحضرت ﷺ جب مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کھجوریں اتارنے کیلئے کھجور کے درخت پر چڑھے ہوئے تھے اور ان کی پھوپھی نیچے بیٹھی ہوئی تھی۔ فرماتے ہیں کہ میرے ہاتھ میں کھجور کا خوشہ تھا میں نے مکہ مکرمہ کی طرف سے کچھ آدمیوں کو آتے ہوئے دیکھا میں نے پھوپھی کو آواز دی کہ یہ آدمی مکہ کی طرف سے آرہے ہیں۔ اور سفید لباس پہنے ہوئے ہیں۔

پھوپھی نے کہا کہ یہ وہی پیغمبر اور ان کے ساتھی ہیں جنہوں نے آنا تھا۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کھجور کے خوشے ہاتھ میں پکڑے ہوئے تھے خوشی خوشی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ خوشی کی وجہ سے خوشے بھی نہ رکھ سکے۔ آنحضرت ﷺ کے چہرۂ مبارک کو دیکھا تو کہنے لگے اِنَّ الْوَجْهَ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ بے شک یہ جھوٹے کا چہرہ نہیں ہے۔ اور اسی مجلس میں مسلمان ہوگئے۔ جب یہ آپ ﷺ کی مجلس میں تشریف لائے اس وقت آپ ﷺ یہ بیان فرمار ہے تھے کہ لوگو!............

مدینہ طیبہ پہنچنے پر حضور ﷺ کا پہلا خطبہ مبارکہ :

☆...... اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور

☆...... اَفْشُوا السَّلَامُ اور سلام کو عام کرو، اکرام مؤمن ملحوظ رکھو، ایک دوسرے کی قدر کرو۔

☆...... اَطْعِمُوا الطَّعَامَ غریبوں کو کھانا کھلاؤ۔

☆…… وَلَيِّنُوا الْكَلَامَ اورنرم گفتگو کرو۔

☆…… صَلُّوْا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ لوگ جب سوئے ہوئے ہوں تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ یہ پہلا درس تھا آنحضرت ﷺ کا۔

مسلمان ہونے کے بعد واپس گئے پھوپھی کو بتایا کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ تو پھوپھی نے کہا کہ ابھی اپنے ایمان کا اعلان نہ کرنا ورنہ یہودی تجھے قتل کر دیں گے۔ تو یہود دیدہ دانستہ حق کے راستے کو چھوڑ کر گمراہ ہوئے یہ مَغْضُوْب عَلَيْهِمْ ہیں۔ لہٰذا اے پروردگار! جن پر تیرا غضب ہوا ان کے راستہ پر نہ چلا اور وَلَا الضَّآلِّيْنَ اور نہ ان کے راستہ پر چلا جو غلط فہمی میں مبتلا ہو کر گمراہ ہوئے۔ یعنی نصاریٰ۔

''آمین'' اور اس کا معنٰی :

آمین ، آمین کا معنٰی ہے اے اللہ! ہماری دعا قبول فرما۔ امین کا ذکر حدیث پاک میں آتا ہے۔ اور قرآن کریم میں اس لئے نہیں لکھی گئی کہ کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ یہ قرآن پاک کا حصہ ہے۔ اتنی احتیاط کی گئی ہے یہ سورۃ فاتحہ کا خلاصہ میں نے بیان کر دیا ہے۔ (اللہ پاک سمجھ عطا فرمائے، امین)۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓ ۝۱ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛۚ فِيْهِ ۛۚ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝۲ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝۳ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝۴

لفظی ترجمہ :

الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ یہ کتاب ہے لَا رَيْبَ فِيْهِ اس میں کوئی شک نہیں هُدًى ہدایت ہے لِّلْمُتَّقِيْنَ پرہیزگاروں کے لئے الَّذِيْنَ

پرہیزگار وہ لوگ ہیں یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ جو ایمان لاتے ہیں بن دیکھے وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ اور قائم کرتے ہیں نماز کو وَمِمَّا اور اس چیز سے رَزَقْنٰھُمْ جو ہم نے ان کو رزق دیا ہے یُنْفِقُوْنَ خرچ کرتے ہیں وَالَّذِیْنَ اور وہ لوگ ہیں یُؤْمِنُوْنَ جو ایمان لاتے ہیں بِمَآ اس چیز پر اُنْزِلَ اِلَیْكَ جو نازل کی گئی آپ کی طرف وَمَآ اور اس چیز پر اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ جو نازل کی گئی آپ سے پہلے وَبِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

وجہ تسمیہ :

اس سورۃ کا نام سورۃ البقرہ ہے اور قرآن کریم کی ترتیب کے لحاظ سے اس کا دوسرا نمبر ہے اوپر دیکھو یہاں سورۃ البقرہ لکھا ہوا ہے اس سے پہلے دو کا ہندسہ ہے یہ بتا رہا ہے کہ اس سورۃ کا دوسرا نمبر ہے اور سورۃ الفاتحہ پہلی سورۃ ہے۔

اس سورۃ کا نام بقرہ ہے۔ بقرہ گائے کو بھی کہتے ہیں اور بیل کو بھی کہتے ہیں۔ یعنی نر اور مادہ دونوں پر بقرہ کا لفظ بولا جاتا ہے۔ اس سورۃ کا نام بقرہ اس لئے رکھا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں عامیل نامی ایک شخص کو اس کے بھتیجوں یا چچازاد بھائیوں نے اس کی جائیداد پر قبضہ کرنے کی خاطر قتل کر دیا تھا۔ ان کا خیال یہ تھا کہ فیصلہ تو گواہوں پر ہوتا ہے اور موقع کا گواہ تو کوئی نہیں ہے لہٰذا بات آئی گئی ہو جائے گی۔

چنانچہ قتل کرنے کے بعد یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس گئے کہ ہمارے چچا کو کسی

نے قتل کر دیا ہے ہماری دادرسی کی جائے اور معلوم کیا جائے کہ قاتل کون ہے؟۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے.........

فَاذْ بَحُوْا بَقَرَةً پس تم گائے کو ذبح کرو۔ اور اس کا ایک حصہ مثلاً دل اس مردے کو مارو وہ زندہ ہو کر خود بتادے گا کہ میرا قاتل کون ہے۔ چنانچہ انہوں نے کافی لیت ولعل کے بعد گائے کو ذبح کیا تھا جب اس کا ایک حصہ مردے کو مارا گیا تو اس نے بتایا کہ میرے قاتل فلاں ہیں۔ تو چونکہ اس سورۃ میں اس بقرہ کا ذکر ہے اس لئے اس سورہ کا نام بقرہ رکھا گیا ہے۔ یعنی وہ سورۃ جس میں گائے کے ذبح کرنے کا ذکر ہے۔

اگر چہ اس سورۃ میں اور بھی کئی واقعات ہیں مگر اس واقعہ کی مناسبت سے اس کا نام بقرہ رکھا گیا ہے۔ یہ سورۃ قرآن کریم کی تمام سورتوں میں سے سب سے بڑی سورۃ ہے۔ اور مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی ہے اور لفظ مدینہ کے بعد ستاسی کا ہندسہ لکھا ہوا ہے جو یہ بتا رہا ہے کہ نازل ہونے کے اعتبار سے اس سورۃ کا ستاسواں نمبر ہے۔ اس کے چالیس رکوع اور دو سو چھیاسی آیات ہیں۔

الٓمّٓ : الف۔ لام۔ میم مستقل آیت کریمہ ہے اور اس میں تین حرف ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جس نے قرآن کریم کا ایک حرف پڑھا اس کو دس نیکیاں ملیں گی (اور قرآن کریم سننے والے کو بھی ہر ہر حرف کے بدلے دس دس نیکیاں ملتی ہیں)۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک حرف کے بدلے دس نیکیاں ملیں گی۔

پھر فرمایا میں نہیں کہتا کہ الٓمّٓ ایک حرف ہے۔ بلکہ الف ایک حرف لام ایک حرف اور میم الگ حرف ہے۔ گویا الٓمّٓ پڑھنے والا تیس نیکیوں کا حقدار ہے۔

اسی طرح سننے والا بھی تیس نیکیوں کا حق دار ہے۔ الٓـــمّٓ حروفِ مقطعات ہیں یہ حروفِ مقطعات قرآن مجید کی انتیس سورتوں کے شروع میں آتے ہیں یہاں الٓـــمّٓ ہے۔کہیں الر ہے کسی جگہ یٰسین ہےاور کہیں طٰہٰ ہےاور کہیں حم ہے۔

حروفِ مقطعات کا معنٰی :

مقطع کا مفہوم آپ اس طرح سمجھیں کہ کسی لفظ کو اختصار کے ساتھ لکھنے اور بولنے کے لئے اس سے ایک حرف الگ کرلیں اور وہ حرف لکھ کر یا بول کر وہ لفظ مراد لیں جیسے............

۱)...... مردم شماری کا نمبر لکھتے ہوئے تو اس طرح لکھ دیتے ہیں (م۔ش نمبر ۱۰۰) مردم سے ''م'' لے لی اور شماری سے ''ش'' لے لیا۔تو م،ش نمبر ۱۰۰ سے مراد مردم شماری نمبر ۱۰۰ ہے۔

۲)...... یا جس طرح نوائے وقت کا مشہور کالم نویس تھا محمد شفیع مرحوم تو لفظ محمد سے میم لے لی شفیع سے شین لے لی محمد شفیع کا مخفف م،ش بنا۔ چنانچہ م،ش کی ڈائری مشہور تھی۔

۳)...... یا جس طرح ڈپٹی کمشنر کا مخفف ڈی سی ہے۔اور اسسٹنٹ کمشنر کا مخفف اے سی ہے۔اسی طرح یہ حروف مقطعات بھی مخفف ہیں۔پھر یہ کس سے مخفف ہیں؟۔اوران کا مخفف کیا ہے؟۔

①...... تو اس کے متعلق اکثر تو فرماتے ہیں کہ اَللّٰہُ اَعْلَمُ بِمُرَادِہٖ بِذٰلِكَ ان کی مراد کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ہمیں صرف ان کے پڑھنے اور سننے کا ثواب ہوگا۔ان کی حقیقت اور مراد کو ہم نہیں جانتے۔

②...... اورحضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ هِیَ مِنْ اَسْمَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰی یہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ پھران کے قول کی تشریح میں اختلاف ہے کہ آیا بعینہٖ "الم ، حٰم" اللہ تعالیٰ کے نام ہیں یا یہ حروف ناموں کے مخفف ہیں۔

①...... تو ایک گروہ کہتا ہے کہ بعینہٖ یہی اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ ان پر اعتراض ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں میں تو یہ نہیں آتے تو اس کا جواب امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر میں اور حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر ابن کثیر میں اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر مظہری میں یہ دیا ہے کہ ننانوے نام تو اللہ تعالیٰ کے مشہور ہیں۔ اور غیر مشہور تو شمار سے باہر ہیں البتہ جو بذریعہ وحی نازل ہوئے ہیں ان کی تعداد خمسة الآف پانچ ہزار ہے۔ جو پہلی کتابوں اور صحیفوں میں نازل ہوئے ہیں۔

②...... دوسرا گروہ کہتا ہے کہ یہ حروف بعینہٖ نام نہیں ہیں بلکہ ناموں کے مخفف ہیں مثلاً الف مخفف ہے اللہ سے اور لام مخفف ہے لطیف کا۔ جو اللہ تعالیٰ کی صفتوں میں سے ایک صفت ہے۔ ذاتی نام تو اللہ جل جلالہٗ ہے باقی سب صفاتی نام ہیں۔ جیسے رحمٰن ہے رحیم ہے جبار ہے وکیل ہے۔

عملیات کا علم جاننے والے بتاتے ہیں کہ جس مرد یا عورت کی شادی میں رکاوٹ ہو تو وہ یارحیم یا کریم یا لطیف کا وظیفہ کرے رکاوٹ دور ہو جائے گی۔ (طریقہ وظیفہ یہ ہے کہ جس نے وظیفہ کرنا ہے وہ اپنے نام اور اپنی والدہ کے نام کے عدد نکالے اس عدد کے برابر ان تینوں لفظوں کو کسی ایک نماز کے ساتھ اکتالیس دن پڑھے ان شاء اللہ تعالیٰ مسئلہ حل ہو جائے گا۔ نواز بلوچ گوجرانوالہ)۔

اور اگر آپس میں عداوت کو دور کرنا ہو تو یارحیم یا کریم یا ودود کا وظیفہ کرے یہ بھی اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ہیں اور ودود کا معنیٰ ہے محبت کرنے والا۔ (اس وظیفے کی ترکیب بھی وہی ہے جو میں نے اوپر ذکر کی ہے۔ بلوچ)۔

اور اگر رزق کی تنگی ہو تو یارحیم، یاکریم، یارزاق ہر نماز کے ساتھ تین مرتبہ پڑھتا رہے۔ اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء میں برکت ہے۔ اور ہر نام کی الگ الگ خاصیت ہے۔ تو الف سے مراد اللہ تعالیٰ ہے اور لام سے مراد لطیف ہے اور میم سے مراد مالک ہے۔ مالک بھی اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ جزا کے دن کا مالک ہے۔ اور میم سے مراد مقتدر بھی ہو سکتا ہے اور مقیت بھی ہو سکتا ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔

③...... اور تیسری بات ان حروف مقطعات کے متعلق قاضی بیضاوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں کہ انتیس سورتوں کی ابتداء میں جو حروف مقطعات ہیں سِرٌّ بَيْنَ اللهِ تَعَالٰى وَبَيْنَ رَسُوْلِهٖ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان راز ہیں۔ ان کے بغیر ان کا مطلب کوئی نہیں جانتا اور ان کا یہ مفہوم بھی بیان کیا ہے۔ کہ الف سے مراد اٰلَآءُ اللهِ ہے۔ اٰلَآءَ، اِلْيٌ یا اِلْوٌ کی جمع ہے اٰلَآءَ کا معنیٰ نعمتیں ہیں۔ قرآن پاک میں آتا ہے فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ اور لام سے مراد لطف اللہ ہے۔ اور میم سے مراد مُلْكُ اللهِ ہے۔ معنیٰ بنے گا نعمتیں بھی اللہ تعالیٰ کی، مہربانی بھی اللہ تعالیٰ کی اور ملک بھی اللہ تعالیٰ کا۔ یہ ان حروف کی مختلف تعبیریں بیان کی گئی ہیں۔ صحیح مفہوم اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ یہ کتاب جو ہمارے سامنے موجود ہے لَا رَیْبَ فِیْهِ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور منبع رشد و ہدایت ہے۔ اور اس کی ہر بات حقیقت پر مبنی ہے۔ اس پر بظاہر یہ سوال ہوتا ہے کہ شک کرنے والوں نے تو قرآن کریم پر شک کیا۔ چنانچہ خود قرآن کریم میں موجود ہے۔ نکالو اسی پارے کا تیسرا رکوع اس کی دوسری آیت دیکھو۔ (ایسا میں اس لئے کرتا ہوں تا کہ تم صرف سنو ہی نہیں بلکہ خود دیکھو کہ تمہیں کچھ شد بدھ حاصل ہو جائے)۔

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ اور اگر ہو تم شک میں اس جز کے بارے میں جو ہم نے اپنے بندے پر نازل فرمائی ہے تو لاؤ تم اس جیسی کوئی ایک سورت۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ شک کرنے والوں نے قرآن کریم پر شک کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

قرآنِ کریم میں شک کا مطلب :

لَا رَیْبَ فِیْهِ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم میں تو کوئی شک نہیں ہے یہ ان کے ذہنوں میں شک تھا تو یہ الگ الگ چیزیں ہیں آپس میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ اس کی مثال تم اس طرح سمجھو کہ جیسے شہد ہے کہ اس کے میٹھے ہونے میں تو کوئی شک نہیں ہے لیکن صفراوی مزاج والے آدمی کو بخار ہو تو اسے شہد کڑوا لگتا ہے۔ شہد تو کڑوا نہیں ہے اس کا مزاج کڑوا ہے۔ اسی طرح قرآن کریم میں تو کوئی شک نہیں ہے ان کے ذہنوں میں شک ہے۔

یا اس طرح سمجھو کہ بعض آدمی بھینگے ہوتے ہیں۔ ان کو ایک کی بجائے دو چیزیں نظر آتی ہیں تو چیز تو ایک ہوتی ہے مگر اس کی آنکھوں میں خلل ہوتا ہے۔ جیسے

کیمل پور (فیصل آباد) میں غلام جیلانی برق بھینگا تھا اس نے دو قرآن کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے اس بھینگے کو ایک قرآن دو نظر آتے تھے اسی طرح اس نے دو اسلام نامی کتاب بھی لکھی ہے۔اس کا جواب میں نے صرف ایک اسلام نامی کتاب لکھ کر دیا ہے۔اور یہ میں نے ملتان جیل میں لکھی تھی۔تو اس بھینگے کو ایک کی بجائے دو اسلام نظر آتے تھے۔اور اس کی کتاب دو قرآن کا جواب قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دیا تھا۔لہٰذا قرآن کریم میں تو کوئی شک نہیں ہے۔ان کے ذہنوں میں شک تھا۔

هُدًى یہ تو نری ہدایت ہے لِّلْمُتَّقِيْنَ پرہیزگاروں کے لئے۔اس پر بھی بظاہر اعتراض ہوتا ہے کہ جو پہلے ہی پرہیزگار ہیں ان کے لئے ہدایت ہونا کیا کمال ہے۔کمال یہ تو تھا کہ نافرمانوں اور مجرموں کے لئے یہ کتاب ہدایت ہوتی۔

اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ قرآن کریم ہدایت تو تمام انسانوں کے لئے ہے جیسا کہ دوسرے پارہ میں ہے شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِىْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ اور سورۃ فرقان میں ہے تَبٰرَكَ الَّذِىْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا بابرکت ہے وہ ذات جس نے فرقان نازل فرمایا اپنے بندے پر تاکہ تمام جہانوں کے لئے نذیر بنے۔مگر چونکہ فائدہ اس سے پرہیزگار اٹھاتے ہیں دوسرے لوگ فائدہ نہیں اٹھاتے اس لئے ان کے لئے ہدایت پہنچنے کے اعتبار سے کہ متقی اسی کو قبول کرنے والے ہیں آگے کون لوگ ہیں فرمایا..........

﴿مومنین کی صفات﴾

① ......متقیوں کی پہلی صفت :

اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ پرہیزگار وہ لوگ ہیں جو ایمان لاتے ہیں بن

دیکھے۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا اس کی قدرت کی نشانیاں دیکھی ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ واجب الوجود ذات ہے جو تمام صفات وکمالات کو جامع ہے اور سارا جہان اس کے تصرف اور قبضے میں ہے۔ اس کی نہ ابتداء ہے نہ انتہاء ہے، نہ اس کا باپ ہے، نہ ماں ہے، نہ وہ کھاتا ہے، نہ پیتا ہے، نہ وہ بیمار ہوتا ہے، نہ اسکو موت آئے گی، وہ تمام کمزوریوں اور عیبوں سے پاک اور مبرا ہے۔

جس طرح ہم نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا مگر اس پر ہمارا ایمان ہے اسی طرح ہم نے پیغمبروں کو بھی نہیں دیکھا مگر ان پر بھی ہمارا ایمان ہے۔ سب سے پہلے پیغمبر آدم علیہ السلام اور سب سے آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ان کے درمیان بھی جتنے پیغمبر تشریف لائے ہیں ان سب پر ہمارا ایمان ہے کہ وہ اپنے اپنے زمانے میں برحق پیغمبر تھے۔

اسی طرح ہم نے فرشتوں کو بھی نہیں دیکھا اور دعا کرو کہ جلدی جلدی نظر بھی نہ آئیں کیونکہ موت کے وقت فرشتے ہر ایک کو نظر آتے ہیں۔ مگر ہمارا ایمان ہے کہ فرشتے موجود ہیں۔

اسی طرح جنت ودوزخ پر بن دیکھے ہمارا ایمان ہے۔ پلصراط، میدان محشر کو بن دیکھے مانتے ہیں، قبر کی راحت اور تکلیف کو نہیں دیکھا مگر اس پر ایمان ہے۔ اللہ تعالیٰ قبر کی تکلیف سے سب کو محفوظ فرمائے۔ تو متقیوں کی پہلی صفت ایمان بالغیب ہے یعنی عقیدے کا درست ہونا۔

②...... متقیوں کی دوسری صفت :

وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ اور وہ قائم کرتے ہیں نماز کو۔ قائم کرنے کا معنٰی ہے کہ

نماز کو تمام شرائط اور واجبات کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ جو لوگ رکوع، سجود، قومہ، جلسہ اطمینان کے ساتھ ادا نہیں کرتے ان کی نماز کامل نہیں ہوتی۔ ایسے ہی ٹکریں مارتے ہیں۔

اسی طرح جو آدمی بغیر مجبوری کے جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھتا اکیلے پڑھ لیتا ہے۔ اس کی بھی کامل نماز نہیں ہوتی۔ اور جو لوگ مسجد کے قریب رہتے ہیں وہ اگر مسجد میں نماز نہ پڑھیں تو ان کی نماز بھی نہیں ہوگی۔

حدیث پاک میں آتا ہے لَاصَلٰوۃَ لِجَارِ الْمَسْجِدِ اِلَّا فِی الْمَسْجِدِ مسجد کے پڑوسی کی نماز صرف مسجد میں ہی ہوتی ہے۔ ہاں کوئی بڑھاپے کی وجہ سے گھٹنوں اور ٹخنوں سے رہ گیا ہے یا بیمار ہے یا بارش کی وجہ سے مسجد میں نہیں آسکتا یا سفر پر ہے یا اندھیرا ہے یا اور کوئی ایسی وجہ ہے تو اس کو گھر میں نماز پڑھنے پر بھی پوری نماز کا ثواب ملے گا۔

③...... متقیوں کی تیسری صفت :

وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ اور اس چیز سے جو ہم نے ان کو رزق دیا ہے خرچ کرتے ہیں۔ اکثر حضرات تو فرماتے ہیں کہ چیز سے مراد مال ہے یعنی ہم نے ان کو جو مال دیا ہے اس سے خرچ کرتے ہیں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں عشر نکالتے ہیں، فطرانہ ادا کرتے ہیں اور نفلی صدقات بھی کرتے رہتے ہیں بخاری شریف میں روایت ہے اِنَّ فِی الْمَالِ حَقًّا سِوَی الزَّکٰوۃِ بیشک مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔

بعض لوگ بڑے کنجوس ہوتے ہیں زکوٰۃ کے مال کے علاوہ مال خرچ کرنے

کیلئے تیار نہیں ہوتے رشتہ داریاں بھی زکوٰۃ کے ساتھ نبھاتے ہیں۔ مثلاً ان کے عزیزوں، رشتہ داروں کی شادیاں ہوں تو آکر مسئلہ پوچھتے ہیں کہ ہمارے عزیز کے بچہ بچی کی شادی ہے وہاں ہماری زکوٰۃ لگ سکتی ہے؟۔ بھائی! ٹھیک ہے اگر وہ مستحق ہے تو اس کو زکوٰۃ لگ جائے گی مگر زکوٰۃ کے علاوہ دوسرا مال بھی تو تمہارے پاس موجود ہے وہ کیوں نہیں دیتے؟ زکوٰۃ پر کیوں ٹرخاتے ہو؟۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر :

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ سے مراد صرف مال ہی نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے جو بھی نعمت اور قوت عطا فرمائی ہے، علم ہے، عقل ہے، بدنی طاقت ہے اس کو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرتے ہیں۔ کسی کو اللہ تعالیٰ نے علم عطا فرمایا ہے وہ اس کو خرچ کرتے ہیں کہ دوسروں کو تعلیم دیتے ہیں۔

اور مسئلہ یہ ہے کہ اگر تمہارے پاس شریعت کا ایک مسئلہ بھی ہے تو اس کو دوسروں تک پہنچانا تمہارے فریضہ میں داخل ہے۔ اگر کسی کو اللہ تعالیٰ نے عقل عطا فرمائی ہے تو وہ دوسروں کو اچھا مشورہ دے ان کی راہنمائی کرے کسی کو رب تعالیٰ نے قوت بدنی عطا فرمائی ہے تو وہ کمزوروں کی بدنی مدد کرے کہ ان کے کام آئے ان کا ہاتھ بٹائے۔

④......متقیوں کی چوتھی صفت :

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لاتے ہیں اس چیز پر جو نازل کی گئی آپ کی طرف۔ قرآن کریم اور حدیث شریف پر ایمان

لاتے ہیں۔ حدیث بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اِنِّیْ اُوْتِیْتُ الْقُرْاٰنَ وَمِثْلَہٗ مَعَہٗ کان کھول کر سن لو! مجھے اللہ تعالیٰ نے قرآن بھی دیا ہے اور حدیثیں بھی عطا کی ہیں۔

قرآن اور حدیث میں فرق یہ ہے کہ قرآنِ کریم کے الفاظ وہ ہیں جو لوحِ محفوظ سے نازل ہوئے ہیں اور حدیث کے الفاظ وہ ہیں جو آپ ﷺ نے تلفظ فرمائے ہیں۔ اور مفہوم قرآن وحدیث دونوں کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ قرآن کریم کے الفاظ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور مفہوم بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور حدیث میں مفہوم اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اس کی تعبیر آپ ﷺ اپنے الفاظ میں فرماتے تھے۔

جبرئیل علیہ السلام جو حکم آپ ﷺ تک پہنچاتے آپ اس کا ترجمہ اپنی زبان میں کر دیتے تو قرآن بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور حدیث بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ لہٰذا جس طرح قرآن کریم کا منکر کافر ہے اسی طرح مجموعی حیثیت سے احادیث کا منکر بھی پکا کافر ہے۔

⑤......متقیوں کی پانچویں صفت :

وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ اور اس چیز پر جو نازل کی گئی آپ سے پہلے۔ جتنی بھی آسمانی کتابیں اور صحیفے ہیں ان سب پر ہمارا ایمان ہے اور ایمان مفصل میں ہم پڑھتے ہیں اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ میں ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر۔

یہاں یہ بات بھی سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ متقی وہ لوگ ہیں جو

ایمان لاتے ہیں اس چیز پر جو آپ ﷺ پر نازل کی گئی اور اس پر ایمان لاتے ہیں جو آپ ﷺ سے پہلے نازل کی گئی اگر آپ ﷺ کے بعد کسی نے آنا ہوتا تو فرماتے اور ایمان لاتے ہیں اس پر جو آپ ﷺ کے بعد نازل کی جائے گی مگر یہ نہیں فرمایا کیونکہ آپ ﷺ کے بعد نازل ہونے والی کوئی چیز تھی ہی نہیں اس لئے مِنْ بَعْدِكَ نہیں فرمایا۔ اگر آپ ﷺ کے بعد نبوت ہوتی اور وحی آنی ہوتی تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کے متعلق بھی فرماتے۔

⑥......متقیوں کی چھٹی صفت :

وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ کہ قیامت حق ہے اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا ہے اور یاد رکھنا قیامت دور نہیں ہے آنحضرت ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے مَنْ مَّاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهٗ جو شخص مرتا ہے پس تحقیق اس کی قیامت قائم ہو جاتی ہے۔ بس آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے۔ جنت دوزخ سامنے آ جائے گی بلکہ آنکھیں بند ہوئے سے پہلے دنیا کی زندگی کے آخری لمحات میں ہی فرشتے نظر آنے لگ جاتے ہیں۔ مرنے والے کے علاوہ دوسرے لوگوں کو نظر نہیں آتے۔ کیونکہ ایمان بالغیب ہے۔

اور مرنے والے کو جان نکالنے والا فرشتہ اور اس کے ساتھ جو اس کے معاون ہوتے ہیں، نظر آتے ہیں۔ نیک ہے تو جنت کا لباس اور خوشبوئیں لے کر آتے ہیں اور اگر بد ہے تو جہنم کے ٹاٹ اور بد بوئیں لے کر آتے ہیں۔ اس لئے قبر کو نہ بھولو جزا سزا کو نہ بھولو آخرت کو نہ بھولو۔

جوانی میں عبادت :

نوجوانو یاد رکھو! عبادت تو عبادت ہے نماز تو نماز ہی ہے چاہے نوجوان پڑھے یا بوڑھا مگر نوجوان کی عبادت اور نماز کا لطف ہی اور ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کے عرش کے سائے کے نیچے جن لوگوں کو جگہ ملے گی ان میں ایک وہ شَابٌّ نوجوان ہوگا نَشَاءَ فِیْ عِبَادَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی جس کی جوانی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزری ہوگی۔

لہٰذا جوانی کی حالت میں عبادت کا بڑا درجہ ہے۔ میں جو کچھ کہتا ہوں اس کو صرف سنو ہی نہیں بلکہ اس پر عمل بھی کرو۔ اللہ تعالیٰ سب کو اعمالِ صالحہ کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۵ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۶ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ۚ وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۚ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝۷

لفظی ترجمہ :

اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى یہی لوگ ہدایت پر ہیں مِّنْ رَّبِّهِمْ اپنے پروردگار کی طرف سے وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ اور یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بیشک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ برابر ہے ان پر ءَاَنْذَرْتَهُمْ کیا آپ ان کو ڈرائیں اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ یا نہ ڈرائیں لَا يُؤْمِنُوْنَ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

خَتَمَ اللّٰهُ مہر لگادی اللہ تعالیٰ نے عَلٰى قُلُوْبِهِمْ ان کے دلوں پر وَعَلٰى سَمْعِهِمْ اور ان کے کانوں پر وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ اور

ان کی آنکھوں پر پردہ ہے وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ اور ان کے لئے عذاب ہے بڑا۔

ربط کی اہمیت :

کل کے درس میں آپ نے سنا کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا اور اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ اور پرہیز گاروں کے لئے ہدایت ہے۔ پھر پرہیز گاروں کے اوصاف بیان فرمائے کہ پرہیز گار وہ لوگ ہیں..........

①...... يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ جو بن دیکھے اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرتے ہیں اس کے پیغمبر پر ایمان لاتے ہیں اس کی کتابوں کو مانتے ہیں۔

②...... اور ان کی دوسری خوبی یہ ہے کہ نماز قائم کرتے ہیں نماز ایسی عبادت ہے کہ جس پر اسلام کی عمارت کھڑی ہے۔ اگر نماز کو اسلام سے نکال دیا جائے تو اسلام کی عمارت کھڑی نہیں ہوسکتی۔ اس لئے حدیث پاک میں آتا ہے اَلصَّلٰوةُ عِمَادُ الدِّيْنِ نماز دین کا ستون ہے۔ ستون کے بغیر عمارت کھڑی نہیں ہوسکتی۔

③...... اور تیسری صفت بیان فرمائی کہ ہم نے جو ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ مال ہے علم ہے قوۃ بدنی ہے مشورے کی صلاحیت ہے۔

④...... چوتھی صفت بیان فرمائی کہ جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے، قرآن و سنت سے اس پر ایمان لاتے ہیں۔

⑤...... اور پانچویں صفت بیان فرمائی کہ آپ سے پہلے جو کچھ نازل ہوا ہے

توراۃ، انجیل، زبور اور صحیفے اس پر بھی ایمان لاتے ہیں۔

⑥...... اور چھٹی صفت یہ بیان فرمائی کہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

آگے اس کا نتیجہ بیان فرمایا......

اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ یہی لوگ ہدایت پر ہیں اپنے پروردگار کی طرف سے **وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ** اور یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے۔

یہاں ایک بات اور سمجھ لیں وہ یہ کہ آیا قرآن کریم آپس میں مربوط ہے یا نہیں اس طرح کہ سورتوں کا سورتوں کے ساتھ ربط رکوعوں کا رکوعوں کے ساتھ ربط آیتوں کا آیتوں کے ساتھ آپس میں ربط اور جوڑ ہے یا نہیں۔ تو اس سلسلہ میں مفسرین کرام رحمہم اللہ کے دو گروہ ہیں۔

①...... ایک گروہ کا نظریہ ہے کہ کوئی ربط نہیں ہے، یہ شاہی فرمان ہے، بادشاہ اپنے ایک وزیر کو حکم دیتا ہے کہ تو نے یہ کام کرنا ہے دوسرے وزیر کو حکم دیتا ہے کہ تو نے وہ کام کرنا ہے۔ باورچی کو اس کے متعلق حکم دیتا ہے۔ دھوبی کو اس کے متعلقہ حکم دیتا ہے کہ تو نے کپڑے دھونے ہیں، ان کو استری کرنی ہے۔ کسی کو بوٹ پالش کرنے کا حکم دیتا ہے۔ یعنی ہر ایک کے حال کے مطابق حکم دے گا۔ ان کے درمیان ربط کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ بادشاہ کے احکام ہیں بس ٹھیک ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ہر ایک کے حال کے مطابق احکام جاری فرمائے ہیں ان میں ربط تلاش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ بس شاہی فرمان ہے، اس کو مانو اور اس پر عمل کرو۔

②...... اور مفسرین کرام رحمہم اللہ کا دوسرا گروہ کہتا ہے کہ بیشک قرآن کریم

شاہی فرمان ہے مگر شاہی فرمان ہونے کے باوجود اس میں ربط موجود ہے۔ اور قرآن کریم کی تفسیر میں جو خاص مشکل چیزیں ہیں ان میں ایک ''ربط'' بھی ہے۔

جو حضرات ربط کے قائل ہیں ان میں امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابوالسعود محمد بن محمد عمادی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالحق حقانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور ہمارے پیرومرشد مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ (واں بھچرانوالے) کے علاوہ کئی دیگر بزرگ شامل ہیں۔ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ سورہ فاتحہ اور سورۃ بقرہ میں یہ ربط ہے کہ سورۃ فاتحہ میں صراط مستقیم کا مطالبہ تھا۔ اور سورۃ بقرہ میں اس کی منظوری ہے کہ تم نے جو ہدایت مانگی تھی وہ میں نے اس کتاب کی شکل میں تمہیں دے دی ہے..........

ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ اس کتاب میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے اور یہ پرہیزگاروں کے لئے ہدایت ہے جب بھی کوئی مصلح پروگرام لے کر لوگوں کے پاس آیا ہے تو اس کا واسطہ تین قسم کے لوگوں کے ساتھ پڑا ہے..........

①...... ایک وہ جنہوں نے اس کو دل اور زبان سے مانا اور یقین کیا یعنی انہوں نے اس کو ظاہراً اور باطناً تسلیم کیا اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ تک اس گروہ کا ذکر تھا۔ یہ مومن متقی کہلاتے ہیں۔

②...... اور دوسرا گروہ وہ ہوتا ہے جو نہ دل سے مانتا اور تسلیم کرتا ہے اور نہ زبان سے یہ کافر جابر کہلاتا ہے اگلی دو آیتوں میں اس گروہ کا ذکر

ہے۔

③...... اور تیسرا گروہ ان لوگوں کا ہوتا ہے جو زبان سے مانتے ہیں مگر دل سے تسلیم نہیں کرتے، یہ منافق کہلاتے ہیں۔ اگلے سارے رکوع میں یعنی وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ سے لے کر اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ تک ان کا ذکر ہے۔ اور ایسے لوگوں سے چونکہ زیادہ خطرہ ہوتا ہے کہ یہ اندر سے کچھ اور باہر سے کچھ ہوتے ہیں لوٹے کی طرح پھرتے رہتے ہیں اس لئے ان کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا۔ ان دو آیتوں میں جابر کافروں کا ذکر ہے۔ جو نہ دل سے مانتے ہیں اور نہ زبان سے اقرار کرتے ہیں۔ یعنی انہوں نے قرآن کریم کو اور رسول ﷺ کو نہ دل سے مانا اور نہ زبان سے اقرار کیا۔ فرمایا.........

منکرین کا انجام :

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بیشک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا سَوَآءٌ عَلَیْہِمْ برابر ہے ان پر ءَاَنْذَرْتَہُمْ کیا آپ ان کو ڈرائیں اَمْ لَمْ تُنْذِرْہُمْ یا نہ ڈرائیں لَا یُؤْمِنُوْنَ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

اس آیتِ کریمہ پر دو اشکال وارد ہوئے ہیں.........

①...... ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ کفار کو آپ ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان نہیں لائیں گے تو جب ان کے حق میں ڈرانا اور نہ ڈرانا برابر ہے تو ان کو ایمان کی دعوت دینا اور تبلیغ کرنے کا کیا فائدہ ہے؟۔ اور اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے ذمہ ایسا مہمل کام کیوں لگایا ہے؟۔

اس کے جواب میں قاضی بیضاوی رحمہ اللہ اور علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ نے سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ فرمایا ہے سَوَآءٌ عَلَيْكَ نہیں فرمایا۔ یعنی ان کافروں کے لئے برابر ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ آپ ﷺ کے لئے تبلیغ کرنا نہ کرنا برابر ہے۔ بلکہ آپ ﷺ کو دعوت اور تبلیغ کا ثواب ملے گا۔ کوئی مانے یا نہ مانے اور اب بھی یہی مسئلہ ہے کہ جو مبلغ حق کی تبلیغ کرتا ہے اس کو بیان کرنے کا ثواب ملے گا اگر کوئی خوش قسمت مان لے تو نور علیٰ نور اور اگر کوئی نہ بھی مانے تو اس کے ثواب میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔

②...... دوسرا اشکال یہ وارد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَا يُؤْمِنُوْنَ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ حالانکہ بہت سارے کافر ایمان لائے دیکھو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پہلے کافر مشرک ہی تو تھے اس کے جواب میں مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا مصداق وہ کافر ہیں کہ جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ ان کی استعداد خراب ہے اور ان کا خاتمہ کفر پر ہونے والا ہے۔ جیسے ابوجہل، ابولہب، عتبہ، شیبہ، عاص بن وائل اور ولید بن مغیرہ وغیرہ جن کا خاتمہ کفر پر ہی ہوا اور جن کی قسمت میں ایمان تھا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ اس میں داخل نہیں ہیں۔

اگلی آیت کریمہ کو ذرا غور اور توجہ کے ساتھ سمجھیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں......

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مہر لگا دی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر وَعَلٰى سَمْعِهِمْ اور ان کے کانوں پر وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ اور ان کی آنکھوں پر پردے ہیں۔

دلوں پر مہر کا مطلب :

یہاں پر یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی

کانوں میں ڈاٹے چڑھادیئے اور آنکھوں پر پردے ڈال دیئے یعنی ان کی ہدایت کے سارے راستے بند کردیئے تو اس کے بعد اگر وہ ایمان نہ لائیں تو ان کا کیا قصور ہے؟ وہ رب تعالیٰ سے زور آور تو نہیں ہیں کہ خود پردے اٹھالیں، ڈاٹے نکال لیں اور دلائل کو دیکھ سن کر ایمان لے آئیں۔ رب، رب ہے اس سے زیادہ طاقت ور کون ہے۔ اور کافر بھی رب کو رب مانتے تھے اور مشرک بھی رب تعالیٰ کے وجود کے قائل تھے بلکہ ظاہر طور پر اگر دیکھا جائے تو نام کے مسلمانوں سے مشرکوں کو رب تعالیٰ سے عقیدت زیادہ تھی۔ اور یہ قرآن کریم سے ثابت ہے۔

شرک کا وسیلہ :

چنانچہ آٹھویں پارے میں اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کا دستور بتایا ہے فرمایا وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ نَصِيْبًا اور بناتے ہیں اللہ تعالیٰ کے لئے اس کی پیدا کی ہوئی کھیتی سے اور مویشیوں سے ایک حصہ فَقَالُوْا پھر کہتے ہیں هٰذَا لِلّٰهِ یہ حصہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ بِزَعْمِهِمْ اپنے خیال کے مطابق وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا اور یہ ہمارے شریکوں کا ہے۔

تو مشرک پہلے رب تعالیٰ کا حصہ نکالتے تھے پھر خود ساختہ معبودوں کا حصہ نکالتے تھے جبکہ یہ نام کے مسلمان جن کو دین کی حقیقت کا علم نہیں ہے یہ صرف بزرگوں کے پیچھے پھرتے رہتے ہیں انہیں کا دھواں دھاتے رہتے ہیں پھر تھک ہار کے رب تعالیٰ کی طرف آتے ہیں۔

اور سورۃ یونس میں آتا ہے کہ مشرک کہتے تھے هٰؤُلَاءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہماری سفارش کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات بہت

بلند ہے اور ہم بڑے گھٹیا اور حقیر ہیں۔ اللہ تعالیٰ تک ہماری رسائی نہیں ہے۔ یہ ہماری سفارش کرتے ہیں۔ کہتے تھے کہ اس طرح سمجھو کہ صدر مملکت کو رعیت کا ہر آدمی تو بغیر واسطہ کے نہیں مل سکتا بلکہ ڈی، سی، کمشنر، وزیر اعلیٰ وغیرہ کا واسطہ تلاش کرے گا۔ جن کے ذریعے سے وہاں تک پہنچے گا اسی طرح ہم ان کے ذریعے خدا تک پہنچتے ہیں۔

اور سورۃ زمر میں ہے کہ وہ کہتے تھے مَا نَعْبُدُ هُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَا اِلَی اللّٰهِ زُلْفٰی ہم ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے یہ ہماری سیڑھیاں ہیں۔ ہماری ان کے آگے اور ان کی خدا کے آگے۔ مشرک ان کو رب نہیں مانتے تھے بلکہ رب تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے سیڑھیاں بناتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ نحل میں فرمایا فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ط پس تم خدا کے لئے ایسی مثالیں نہ بیان کرو اِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو تمہارے حالات اور ضروریات کا علم ہے۔ اس کو کسی کے ذریعہ سے بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور تمہارے صدر وغیرہ کچھ نہیں جانتے۔ بلکہ وہ تو پہلے ملاقاتیوں کی تسلی کرے گا کہ کہیں کوئی مجھے گولی مارنے کے لئے تو نہیں آرہا، پھر ملاقات کی اجازت دے گا۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ کے لئے ایسی مثال بھی دیتے تھے کہ مکان کی چھت پر چڑھنے کے لئے سیڑھیوں کی ضرورت ہوتی ہے اُڑ کر تو کوئی نہیں جاسکتا تو یہ بزرگ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے ہماری سیڑھیاں ہیں۔ اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے اس طرح دیا فرمایا.........

نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ہم تو اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ تو یہاں کون سی سیڑھی لگاؤ گے اس ساری گفتگو سے آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ مشرک رب تعالیٰ کا منکر نہیں ہوتا بلکہ بظاہر بڑا عقیدت مند ہوتا ہے۔ اور رب تعالیٰ کو بڑا سمجھتا ہے تو جب رب تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی، کانوں پر مہر لگادی، آنکھوں پر پردے ڈال دیئے تو وہ ان کو ہٹا کر کیسے ایمان لا سکتے ہیں؟ تو وہ ایمان نہ لائیں تو ان کا کیا قصور ہے؟ ایمان لانے کے راستے بھی بند کردیئے جائیں اور ان کو کہا جائے کہ ایمان لاؤ یہ تو اس طرح ہے جس طرح فارسی زبان کا شاعر کہتا ہے ۔

درمیان قعر دریا تحت بندم کردہٗ
باز میگوئی کہ دامن تر مکن ہوشیار باش

کہ کسی شخص کے ہاتھ پاؤں باندھ کر پانی میں پھینک دیا جائے اور اسے کہا جائے کہ تر نہ ہونا۔ بھائی! وہ پانی سے تر نہ ہوگا تو اور کیا ہوگا۔ تو جب رب تعالیٰ نے مہریں لگا کر ان کے راستے بند کردیئے تو اب وہ اگر ایمان نہ لائیں تو ان کا کیا گناہ ہے؟۔

اسی طرح سورۃ مدثر میں آتا ہے يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ تو ہدایت اور گمراہی تو اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ہے تو پھر گمراہیوں کا کیا قصور ہے؟۔ اس کا جواب سمجھنے سے پہلے ایک اصول سمجھ لیں وہ یہ کہ قرآن کریم میں ایک جگہ اجمال ہوتا ہے تو دوسری جگہ اس کی تفصیل ہوتی ہے۔ قرآن پاک نے کسی مسئلے میں اشتباہ

نہیں رہنے دیا بلکہ دوسری جگہ اس کی وضاحت کردی ہے کوئی نہ سمجھے تو اس کی مرضی ہے۔

اس اشکال کا جواب سمجھنے کے لئے آپ سورۃ حم سجدہ نکالیں یہ پہلی آیات تو میں تبرک کے طور پر پڑھتا ہوں۔ حٰمٓ ○ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ یہ رحمٰن اور رحیم کی طرف سے اتارا گیا ہے کِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ یہ قرآن کریم ایسی کتاب ہے جس کی آیات تفصیل کے ساتھ بیان کی گئی ہیں۔ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا قرآن عربی زبان میں ہے۔ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ اس قوم کے لئے جو جانتی ہے کہ یہ قرآن ہے۔ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا یہ خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا ہے۔ لیکن قرآن کریم کے ساتھ قوم نے کیا، کیا؟ فرمایا.........

فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ پس ان کی اکثریت نے اعراض کیا اس جملے کو نہ بھولنا کہ ان کی اکثریت نے قرآن کریم سے اعراض کیا اس سے چہرہ پھیرلیا۔ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ پس وہ سنتے نہیں ہیں یعنی مانتے نہیں ہیں اور کہتے کیا ہیں۔ وَقَالُوْا اور انہوں نے کہا قُلُوْبُنَا فِيْ اَكِنَّةٍ ، اَكِنَّةٌ ، كِنَانٌ کی جمع ہے اور کنان کا معنٰی ہے پردہ اور غلاف۔ معنٰی ہوگا ہمارے دل غلافوں میں ہیں۔

مِمَّا تَدْعُوْنَنَا اِلَيْهِ اس چیز سے جس کی طرف تم ہمیں دعوت دیتے ہو یعنی ہم نے اپنے دلوں کو پردوں میں سنبھال رکھا ہے تمہاری دعوت کا ہمارے اوپر کوئی اثر نہیں ہے۔ وَفِيْ اٰذَانِنَا وَقْرٌ اور ہمارے کانوں میں ڈاٹے ہیں، ہم نے کانوں میں ڈاٹے چڑھائے ہوئے ہیں۔

وَمِنْ ۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ اور ہمارے اور تیرے درمیان پردہ ہے

ہم نے اپنی آنکھوں کے آگے پردہ لٹکایا ہوا ہے ہم ان نگاہوں سے تجھے دیکھنے کے لئے تیار نہیں ہیں جن نگاہوں سے تجھے ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) دیکھتے ہیں۔

فَاعْمَلْ پس تو اپنا کام کر اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ہم اپنا کام کرنے والے ہیں۔

اب دیکھو! جن لوگوں نے اپنے کسب، اختیار اور ارادے سے اپنے دلوں پر غلاف چڑھا لئے، کانوں میں ڈاٹے ٹھونک لئے، اپنی آنکھوں پر پردے لٹکائے اور اپنے لئے ہدایت کے تمام راستے بند کر لئے تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے ساتھ ویسا ہی عمل کیا کیونکہ قانونِ خداوندی ہے.........

نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى جدھر کوئی جانا چاہتا ہے ہم اس کو ادھر ہی بھیج دیتے ہیں۔

تو جب انہوں نے پردے لٹکا لئے تو اللہ تعالیٰ نے کہا ٹھیک ہے تم اس پر راضی ہو تو خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مہر لگا دی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر وَعَلٰى سَمْعِهِمْ اور ان کے کانوں پر وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ اور ان کی آنکھوں پر پردے ہیں۔ جو انہوں نے پسند کیا اللہ تعالیٰ نے ویسا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کسی پر جبر نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے پیدا کرنے کے بعد اختیار دیا ہے۔

فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو دونوں راستے دکھا دیئے، فرمایا وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ اور ہم نے اس کو دکھا دیئے دونوں راستے خیر کا بھی اور شر کا بھی۔

اسی طرح قرآن کریم کی اس آیت کریمہ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ گمراہ کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے کی تفصیل

بھی متعدد مقامات پر موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ کس کو ہدایت دیتا ہے اور کس کو گمراہ کرتا ہے۔ تیرہواں پارہ سورۃ رعد میں ارشادِ ربانی ہے.........

وَيَهْدِىٓ إِلَيْهِ مَنْ أَنَابَ اور اپنی طرف کا راستہ اسے دکھاتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ تو ہدایت اس کو نصیب ہوتی ہے جو رب تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اور گمراہ کس کو کرتا ہے؟ فرمایا..........

فَلَمَّا زَاغُوٓا أَزَاغَ ٱللَّهُ قُلُوبَهُمْ (سورۃ صف) پس جب ان لوگوں نے کجی اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے تو اللہ تعالیٰ نے جبراً کسی کو گمراہ نہیں کیا ان آیات کو یاد کرو اور سمجھو تاکہ کوئی تمہیں دھوکہ نہ دے سکے کہ بندے کو کوئی اختیار نہیں ہے۔ یہ تو مجبور ہیں یہ بات بالکل غلط ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے بندے کو اختیار دیا ہے.........

فَمَن شَآءَ فَلْيُؤْمِن وَمَن شَآءَ فَلْيَكْفُرْ پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے جبر اور اختیار کے متعلق دو فرقے ہیں ان کے نظریات بھی سمجھ لیں..........

معتزلہ اور جبریہ کے عقائد باطلہ :

①...... ایک فرقہ ہے معتزلہ، معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ تقدیر کوئی چیز نہیں ہے کیونکہ اگر ہم تقدیر مانتے ہیں تو ہمیں کس نیکی کا صلہ ملے گا؟ کیونکہ جو لکھا ہے وہی کرتے ہیں اس میں ہمارا کیا اختیار ہے؟۔ لہٰذا انہوں نے سرے سے تقدیر کا انکار کر دیا۔

②...... اور دوسرا فرقہ ہے جبریہ وہ کہتے ہیں کہ ہم رب تعالیٰ کے ہاتھ میں کٹھ

تپلی ہیں ہم کچھ نہیں کرسکتے رب تعالیٰ ہی ہم سے سب کچھ کرواتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم مجبورِ محض ہیں۔

لیکن اہلِ حق اہل السنۃ والجماعت کا نظریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندے کو مجبور محض بھی نہیں بنایا اور ہر چیز کا اختیار بھی نہیں دیا اور جتنا اختیار دیا ہے اس سے اتنا ہی پوچھا جائے گا۔ (کتنا اختیار دیا ہے اس کو اس طرح سمجھو کہ ایک ٹانگ اٹھانے کا اختیار دیا ہے بیک وقت دونوں ٹانگوں کو اٹھانے کا اختیار نہیں دیا۔ اگر ایسا کرے گا تو گر جائے گا۔ بلوچ)۔

البتہ ایک سوال خاصا مشکل ہے وہ یہ کہ دنیا میں جو کچھ ہونے والا ہے یا ہو رہا ہے سب کچھ پہلے سے تقدیر میں لکھا ہوا ہے اور اس لکھے ہوئے کو ہم بدل نہیں سکتے تو پھر ہم مجبور محض ہوئے۔ یہ بات اسی طرح ہے کہ سب کچھ پہلے سے تقدیر میں لکھا ہوا ہے اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں۔ علماءِ متکلمین نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ہے وہ ہر چیز کو جانتا ہے اور عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ہے وہ دلوں کے رازوں کو جانتا ہے۔ اسے علم تھا کہ کس نے اپنی مرضی سے ایمان لانا ہے اور کس نے اپنی مرضی سے کفر اختیار کرنا ہے کس نے نیکی کرنی ہے اور کس نے بدی کرنی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے علم سے سب کچھ لکھ دیا ہے کہ یہ کچھ ہوگا اور کریں گے اپنی مرضی سے اس طرح نہیں لکھا فلاں کو اس طرح کرنا پڑے گا جو انہوں نے کرنا تھا وہ لکھا ہوا ہے۔ لہذا آدمی مختار ہے ایمان لانے میں اور کفر اختیار کرنے میں مجبور نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دونوں گروہوں کا نتیجہ بھی بیان فرما دیا کہ جو متقی ہیں أُولَٰئِكَ

هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ یہی فلاح پانے والے ہیں اور جو کافر ہیں وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ اور ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کفر سے بھی اور اس کے نتائج سے بھی ہر مسلمان کو محفوظ فرمائے۔ اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہر طرح کے عذاب سے بچائے اور محفوظ فرمائے......آمین۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝۸ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝۹ ؕ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢۙ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝۱۰ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ۝۱۱ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۝۱۲ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَا اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ؕ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝۱۳ وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚۖ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ

اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ⑭ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِىْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ⑮

لفظی ترجمہ :

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اورلوگوں میں سے بعض وہ ہیں جو کہتے ہیں اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ہم ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر وَ بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اورآخرت کے دن پر وَ مَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ اورنہیں ہیں وہ ایمان لانے والے۔

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ دھوکہ دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کو وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اوران لوگوں کو جو ایمان لائے وَ مَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ اوروہ نہیں دھوکہ دیتے مگر اپنی جانوں کو وَمَا يَشْعُرُوْنَ اوروہ شعورنہیں رکھتے۔

فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ان کے دلوں میں بیماری ہے فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا پس زیادہ کردیا اللہ تعالیٰ نے ان کی بیماری کو وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اوران کے لئے عذاب ہوگا دردناک بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ بولتے ہیں۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اورجس وقت کہا جاتا ہے ان کو لَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ نہ فساد مچاؤ زمین میں قَالُوْٓا کہتے ہیں اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ

پختہ بات ہے ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں اَلَآ اِنَّهُمْ خبردار بے شک وہ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وہی ہیں فساد کرنے والے وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ اور لیکن ان کو شعور نہیں ہے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا اور جس وقت کہا جاتا ہے ان کو ایمان لاؤ كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ جیسے ایمان لائے ہیں لوگ قَالُوْٓا کہتے ہیں اَنُؤْمِنُ کیا ہم ایمان لائیں كَمَا اٰمَنَ السُّفَهَآءُ جیسا کہ ایمان لائے ہیں بے وقوف۔

اَلَآ خبردار! اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ بے شک یہی ہیں بے وقوف وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ اور لیکن وہ جانتے نہیں ہیں وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور جس وقت ملاقات کرتے ہیں ایمان والوں سے قَالُوْٓا اٰمَنَّا کہتے ہیں ہم بھی مؤمن ہیں۔

وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ اور جس وقت جاتے ہیں اپنے شیطانوں کی طرف قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ کہتے ہیں بے شک ہم تمہارے ساتھ ہیں اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ پختہ بات ہے ہم تو مومنوں سے مذاق کرتے ہیں اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ اللہ تعالیٰ ان کو استہزاء کا بدلہ دے گا وَيَمُدُّهُمْ اور ان کو مہلت دیتا ہے فِيْ طُغْيَانِهِمْ ان کی سرکشی میں يَعْمَهُوْنَ وہ سرگرداں اور حیراں پھرتے ہیں۔

ربط :

سورۃ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ سے ہدایت کا سوال کیا تھا اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ جو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالیا اور ہدایت عطا کر دی اور فرمایا ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَارَیْبَ فِیْهِ هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ اس کتاب میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے اور یہ پرہیزگاروں کے لئے ہدایت ہے۔ ہدایت نامے کو قبول کرنے اور نہ کرنے کے بارے میں تین گروہ ہیں۔

①...... ایک وہ جو دل سے تسلیم کرتے ہیں اور زبان سے اقرار کرتے ہیں اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ تک ان کا ذکر تھا۔

②...... دوسرا گروہ ہے جو نہ تو زبان سے اقرار کرتا ہے اور نہ دل سے تسلیم کرتا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا سے لے کر وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ تک ان کا ذکر تھا۔

③...... اور تیسرا گروہ وہ جو زبان سے اقرار کرتا ہے مگر دل سے تسلیم نہیں کرتا جس کو شریعت کی اصطلاح میں منافق کہتے ہیں۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ سے لے کر اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ تک ان کا ذکر ہے۔ فقہاء کرام، محدثین عظام، اور مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ نفاق کی دو قسمیں ہیں۔

منافقین کے دو طبقے :

(۱)...... ایک نفاق اعتقادی ہے۔ (۲)...... اور دوسرا نفاق عملی ہے۔

①...... اعتقادی منافق وہ ہوتا ہے جو دل سے بالکل تسلیم نہیں کرتا یعنی اس

کے دل میں بالکل ایمان نہیں ہوتا۔لوگوں کودھوکہ دینے کے لئے کہتا ہے کہ میں مومن ہوں۔ یہ منافق کافر اور مشرک سے بھی بدتر اور خطرناک ہوتا ہے۔اس لئے اس کی سزا بھی سب سے زیادہ سخت ہوگی۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ بے شک منافق دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے جوسب سے زیادہ سزاوالا طبقہ ہے۔

۲)...... دوسرا نفاق عملی ہے۔عملی منافق اسے کہتے ہیں کہ اس کے دل میں ایمان موجود ہوتا ہے مگر عمل منافقوں والے کرتا ہے۔آنحضرت ﷺ نے عملی نفاق کی چار علامتیں بیان فرمائی ہیں جس شخص میں ایک علامت ہوگی وہ ایک درجے کا منافق ہوگا۔جس میں دو علامتیں ہوں گی وہ دوسرے درجے کا منافق ہوگا۔جس میں تین علامتیں پائی گئیں وہ تین درجوں کا منافق ہوگا۔اور جس میں چاروں علامتیں پائی گئیں......

کَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وہ پکا منافق ہے ہمیں خالی الذہن ہوکر ٹھنڈے دل سے سوچنا چاہیے کہ کہیں ان میں سے کوئی علامت ہمارے اندر تو نہیں ہے۔اگر ہے تو بہت بری بات ہے۔وہ علامتیں کیا ہیں؟۔فرمایا.........

منافقین کی نشانیاں :

۱)...... اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔یہ منافق کی پہلی علامت ہے۔جھوٹ کسے کہتے ہیں ہر وہ بات جو واقعہ کے خلاف ہو شریعت اسے جھوٹ کہتی ہے۔اب ہمیں اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھنا چاہیے کہ ہم نے کبھی زندگی میں جھوٹ تو نہیں بولا اگر بولا ہے تو ہمیں اپنے آپ کو ایک

درجے کا منافق سمجھنا چاہیے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کا فرمان بالکل حق اور سچ ہے۔

ابو داؤد شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک جگہ تشریف لے جارہے تھے کہ حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا بڑے بلند پائے کی صحابیہ ہیں ان کا بچہ بچوں میں کھیل رہا تھا ان کو اپنے بچے سے کوئی کام تھا اس کو بلایا وہ نہ آیا بچوں کو کھیل پیارا ہوتا ہے۔ بار بار بلانے کے باوجود جب نہ آیا تو انہوں نے کہا کہ آؤ میں تمہیں کوئی چیز دوں گی یہ بچے کو لالچ دیا تو وہ بچہ آگیا۔ آنحضرت ﷺ کھڑے ہوگئے کہ بچے کو کوئی چیز دیتی ہے کہ نہیں؟۔

پھر فرمایا مائی اس کو کوئی چیز دے تاکہ تو جھوٹ سے نکل جائے۔ اگر نہیں دے گی تو یہ تیرا جھوٹ ہوگا۔ یہ مسئلہ اچھی طرح یاد رکھنا چاہیے۔ خصوصاً عورتوں کو کہ یہ بچوں کو لالچ دیتی ہیں۔ مگر دیتی کچھ بھی نہیں ہیں۔ اور یہ جھوٹ ہے۔ اور چیز بھی وہ ہو جس سے بچہ مطمئن ہو ریت مٹی نہ ہو، اس طرح جھوٹ سے نہیں نکلو گے۔

اور ہماری حالت تو یہ ہے کہ جھوٹ بول بول کر جھوٹ سے نفرت ہی ختم ہوگئی ہے۔ اور ہیں ہم پکے مومن۔ ہونٹوں کے پاس فرشتے ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے ذمہ ڈیوٹیاں ہیں کوئی درود شریف پہنچانے پر مقرر ہے، کوئی سبحان اللہ، الحمدللہ پہنچانے والا ہے۔ مگر جھوٹ کی اتنی بدبو ہوتی ہے کہ جب کوئی آدمی جھوٹ بولتا ہے تو فرشتے ایک میل دور بھاگ جاتے ہیں۔ لہٰذا جھوٹ سے بچنا چاہیے۔

۴)...... منافق کی دوسری نشانی فرمایا اِذَا وَعَدَ خَلَفَ جب وعدہ کرتا ہے تو خلاف ورزی کرتا ہے۔ وَاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ اور جب وہ معاہدہ کرتا ہے تو غداری کرتا ہے۔ وعدہ اور معاہدہ میں فرق ہے جب کسی سے انفرادی طور پر وعدہ ہو تو وعدہ

کہلاتا ہے۔اور جماعتی شکل میں یا قومی شکل میں یا حکومتی سطح پر کسی سے کوئی بات طے کی جائے تو اس کو معاہدہ کہتے ہیں۔ وعدے اور معاہدے کی خلاف ورزی کرنا یہ بھی منافق کی علامت ہے۔آج اس وقت دنیا میں جتنی بھی حکومتیں ہیں ساری اس مد میں ہیں الا ماشاء اللہ کہ ان کا ظاہر کچھ اور باطن کچھ ہے۔ حالانکہ قرآن کریم میں آتا ہے......

اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا وعدے کے بارے میں سوال ہوگا لہٰذا وعدہ کسی سے کرو تو سوچ سمجھ کر کرو کہ میں اس کو پورا بھی کرسکوں گا کہ نہیں اگر پورا نہیں کر سکتے تو وعدہ کرو ہی نہ اور اگر کسی سے وعدہ کرلیا ہے تو اسے پورا کرو البتہ ایک صورت یہ بھی ہے کہ جس وقت وعدہ کیا تھا اس وقت نیت اور ارادہ اس کو پورا کرنے کا تھا مگر بعد میں کوئی عارضہ پیش آگیا ہے تو وہ الگ بات ہے۔

۳)...... منافق کی تیسری نشانی ہے اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرتا ہے۔ پھر امانت کی کئی قسمیں ہیں علم بھی امانت ہے اور علمی خیانت یہ ہے کہ لوگوں کو صحیح بات نہیں بتاتا غلط باتیں بتاتا ہے۔ مشورہ بھی امانت ہے اور مشورے میں خیانت یہ ہے کہ جب کوئی شخص تمہارے سے مشورہ طلب کرتا ہے تو تم اسے صحیح مشورہ نہیں دیتے غلط رائے دیتے ہو جب کوئی مشورہ طلب کرے تو اسے صحیح رائے دو بات بھی امانت ہوتی ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب کوئی آدمی مجلس میں ادھر ادھر دیکھ کر بات کرے تو سمجھ جاؤ کہ یہ بات اس کی امانت ہے۔ اس مجلس کی بات باہر کسی سے نہیں کرنی۔ مال بھی امانت ہے۔اور مالی خیانت یہ ہے کہ اس میں کچھ خرچ کرے یا اس

کو تبدیل کرے۔

فقہاء کرام رحمہم اللہ نے لکھا ہے کہ اگر کسی نے درہم یا دینار کا تھیلا کسی کے پاس امانت رکھا ہے، درہم چاندی کے سکے کو کہتے ہیں اور دینار سونے کے سکے کو کہتے ہیں اور پہلے زمانے میں لوگ یہ تھیلوں میں رکھتے تھے تو اگر وہ تھیلا کسی کے پاس امانت رکھا ہے اور اس کا منہ جس دھاگے سے بندھا ہوا ہے اور وہ دھاگا میلا ہو گیا ہے تو یہ شخص اس دھاگے کو بدلنے کا مجاز نہیں ہے۔ رقم کو چھیڑنا تو درکنار اگر اس دھاگے کو بدلے کا تو یہ بھی خیانت ہے۔

(۴)...... منافق کی چوتھی نشانی یہ ہے کہ اِذَا خَاصَمَ فَجَرَ جب کسی سے جھگڑا کرتا ہے تو گالیاں دیتا ہے۔ یاد رکھنا! آج کے معاشرے میں ہم نے تو منافق کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے کیونکہ وہ تو جب لڑتا ہے تو گالیاں دیتا ہے اور ہم تو ہنسی مذاق میں گالیاں دیتے ہیں۔ جس طرح پہلے نیک لوگوں کی زبان سے سبحان اللہ نکلتا تھا اس طرح ہماری زبان سے گالیاں نکلتی ہیں۔ چھوٹوں کو بڑوں کو یہاں تک کہ گدھوں اور مرغیوں کو گالیاں دیتے ہیں۔

تو آپ ﷺ نے منافق کی یہ چار نشانیاں بیان فرمائی ہیں اگر کسی بدبخت میں یہ چاروں علامتیں پائی جاتی ہیں تو وہ پکا منافق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بھی منافق کی کچھ علامتیں بیان فرمائی ہیں، فرمایا............

اِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی کرتے ہیں۔ لہٰذا اگر کوئی شخص نماز کے لئے کھڑا ہونے میں سستی کرتا ہے تو سمجھ لینا چاہیے کہ اس میں نفاق کی علامت ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ............

وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا منافق اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت کم کرتے ہیں۔ ناولوں کے پیچھے پڑے رہیں گے، کھیلوں میں مشغول رہیں گے یعنی اور سارے کام ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے وقت نہیں ہوتا۔ یہ منافق کی موٹی موٹی علامتیں ہیں چار حدیث شریف میں اور یہ حدیث بخاری شریف اور مسلم شریف کی ہے۔ اور دو علامتیں قرآن کریم میں بیان کی گئی ہیں۔ اپنے اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھ لو اللہ تعالیٰ کرے کہ ہم میں سے کسی میں یہ علامتیں نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں............

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ ، مِنْ تبعیضیہ ہے معنٰی ہوگا اور لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جو کہتے ہیں اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ہم ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر وَ بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور آخرت کے دن پر (رب تعالیٰ فرماتے ہیں)...... وَ مَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ حالانکہ وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ کیونکہ وہ صرف زبانی، زبانی کہتے ہیں کہ ہم مومن ہیں۔ دل سے انہوں نے تسلیم نہیں کیا۔ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وہ دھوکہ دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کو۔

سوال :

اب سوال یہ ہے کہ دھوکہ تو اس کو دیا جا سکتا ہے جس کو علم نہ ہو اور رب تعالیٰ سے تو کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ تو یہ رب تعالیٰ کو کس طرح دھوکہ دے سکتے ہیں؟۔

جواب :

مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں صَنْعُهُمْ كَصَنْعِ خَادِعٍ ان کا یہ معاملہ اس طرح ہے جس طرح دھوکے بازوں کا ہوتا ہے۔ یعنی وہ اللہ تعالیٰ سے ایسا

معاملہ کرتے ہیں جو دغابازی کا ہوتا ہے۔ ورنہ حقیقتاً اللہ تعالیٰ کو دھوکہ کون دے سکتا ہے؟۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور ایمان والوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ اٰمَنَّا کہہ کر کہ ہم بھی مومن ہیں۔ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ اور وہ نہیں دھوکہ دیتے مگر اپنی جانوں کو۔ کیونکہ اس کا وبال ان کی جانوں پر ہی پڑے گا وَمَا يَشْعُرُوْنَ اور وہ شعور نہیں رکھتے۔

ایک ہوتا ہے علم اور ایک ہوتا ہے شعور۔ علم تو عقل والی مخلوق کے ساتھ خاص ہے جیسے انسان جنات ہیں فرشتے ہیں اور شعور کا معنیٰ ہے اپنے اوپر آنے والے حالات کا احساس وادراک کرنا جیسا کہ حیوانوں کو گرمی سردی کا احساس ہوتا ہے۔ بھوک پیاس کو محسوس کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے متعلق فرمایا کہ وہ شعور نہیں رکھتے۔ یعنی یہ منافق ایسے ہیں کہ ان کو حیوانوں جیسا شعور بھی نہیں ہے کہ اپنے نقصان کا اتنا بھی شعور واحساس کرلیں جتنا کہ حیوان کو ہوتا ہے۔ فرمایا..........

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ان کے دلوں میں منافقت کی بیماری ہے۔ جوں جوں دن گزرتے ہیں نیک لوگ نیکیاں کما رہے ہیں اور اعمالِ صالحہ میں آگے بڑھ رہے ہیں اور منافق..........

فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا پس زیادہ کردیا اللہ تعالیٰ نے ان کی بیماری کو ان کا نفاق دن بدن بڑھتا جارہا ہے۔

وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اور ان کے لئے عذاب ہوگا دردناک۔ سب سے زیادہ سخت عذاب منافقوں کے لئے ہے۔

بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ بولتے ہیں۔ جھوٹ اس طرح کہ زبانی، زبانی کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ پر بھی ایمان لائے اور آخرت کے دن پر بھی۔ اور دل سے نہیں مانتے تو اس سے بڑا جھوٹ کیا ہوگا کہ زبان کسی طرف اور دل کسی طرف۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اور جس وقت کہا جاتا ہے ان کو لَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ نہ فساد مچاؤ زمین میں۔ کیونکہ جھوٹ بولنا، وعدہ خلافی کرنا، خیانت کرنا فساد فی الارض ہے۔

پاکستان اور منافقت کا نتیجہ :

آج بدقسمتی سے دنیا میں جتنے بھی ملک ہیں مسلم یا غیر مسلم پاکستان ان تمام ملکوں میں سے بددیانتی میں نمایاں ہے۔ اخبارات میں تجزیہ شائع ہوا ہے کہ تمام بددیانت ملکوں میں پاکستان دوسرے نمبر پر ہے۔ یہاں بڑے چھوٹے سب بددیانت ہیں۔ بڑے بددیانتی کرتے ہیں بڑوں کو دیکھ کر چھوٹے بھی بددیانتی کرتے ہیں۔ بلکہ وہ اور تیز ہو جاتے ہیں۔ اگر بڑے احتیاط کریں اور دیانت داری سے کام لیں تو چھوٹوں کو جرأت نہیں ہو سکتی تو جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ مچاؤ تو............

قَالُوْا کہتے ہیں اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ پختہ بات ہے ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔ جس طرح آج کل کے لیڈر کرتے فساد ہیں اور اس کو نام امن کا دیتے ہیں۔ بھائی امن کے نام سے تو کچھ نہیں بنے گا دنیا تو حقیقت کو دیکھتی ہے۔ افسوس! آج دنیا فساد سے بھری پڑی ہے اخبارات دیکھو تو سو میں سے ایک بات

اچھی ہوگی اور ننانوے باتیں بُری ہوں گی۔ یعنی قتل، اغوا، ڈاکے، بدمعاشیاں، بدکرداریاں، فراڈ اور وہ بھی معمولی قسم کے نہیں بلکہ اربوں، کھربوں کے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ۔

یہ سب کچھ اس ملک میں ہو رہا ہے جو لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کے لئے حاصل کیا گیا تھا۔ جس مقصد کے لئے اس کو حاصل کیا گیا اگر اس کے مطابق چلتا تو آج اس کا یہ حشر نہ ہوتا۔ اور نہ ہی بنگال ہم سے کبھی جدا ہوتا وہ لوگ بڑے دیندار ہیں، پاکستانی سو سال تک بھی اتنے دیندار نہیں ہو سکتے وہ محض ہماری بددیانتیوں اور خیانتوں کو دیکھ کر ہم سے جدا ہوئے ہیں۔

پاکستان ہمیں مفت میں تو نہیں ملا اس کے پیچھے مسلمانوں کی بڑی قربانیاں ہیں۔ اور علماء کرام کی شہادتیں ہیں۔ تحریک شہیدین، ۱۸۵۷ء کی تحریک اور تحریک ریشمی رومال ہے۔ جنہوں نے انگریز کو ہندوستان چھوڑنے پر مجبور کیا۔ مگر بظاہر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مسلم لیگ کی تحریک کے نتیجے میں بلاشرکت غیرے پاکستان معرض وجود میں آیا ہے اور یہ مسلم لیگ کا کارنامہ ہے۔

البتہ یہ بات حقیقت ہے کہ پاکستان میں بلاشرکت غیرے کئی سال مسلم لیگ کی بااختیار حکومت رہی ہے۔ ان سالوں میں اگر وہ کسی درخت کے پتے پر بھی اسلامی قانون کے نافذ ہونے کا حکم لکھ دیتے تو اسلامی قانون نافذ ہو جاتا کیونکہ ان کے لئے کسی قسم کی کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ نہ ان کے سامنے کوئی سر اٹھا سکتا تھا، نہ ہی کوئی جماعت نمایاں تھی۔ مگر یہ لوگ اسلام کے لئے مخلص نہیں تھے اور ان کے دل صاف نہیں تھے سوائے چند حضرات کے، کہ وہ مخلص تھے کہ پاکستان میں اسلامی

قانون نافذ ہو۔ اگر تمام حضرات مخلص ہوتے تو آج ہمیں یہ حالات نہ دیکھنے پڑتے۔تو خیر فرمایا......

لَاتُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ نہ فساد مچاؤ زمین میں۔ قَالُوْا کہتے ہیں اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ پختہ بات ہے ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔رب تعالیٰ فرماتے ہیں............

اَلَآ خبردار اِنَّھُمْ ھُمُ الْمُفْسِدُوْنَ بے شک وہی ہیں فساد کرنے والے وَلٰکِنْ لَّا یَشْعُرُوْنَ اور لیکن ان کو شعور نہیں ہے وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ اٰمِنُوْا اور جس وقت کہا جاتا ہے ان کو کہ سچا ایمان لے آؤ کَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ جیسے ایمان لائے ہیں لوگ قَالُوْٓا کہتے ہیں اَنُؤْمِنُ کیا ہم ایمان لائیں کَمَآ اٰمَنَ السُّفَھَآءُ جیسا کہ ایمان لائے ہیں بے وقوف۔

منافق لوگ سچے، مخلص اور دیانتدار مومنوں کو بے وقوف کہتے تھے، کہتے تھے کہ کوئی عقل مندی ہے کہ جس طرح وہ ان کو کہتا ہے بے سوچ سمجھے اسی طرح کرتے چلے جاتے ہیں۔گھر، بار سب کچھ اس کے کہنے پر قربان کر دیا ہے۔ اگر عقل مند ہوتے تو کوٹھیاں بناتے دولت اکٹھی کرتے، تجارت بڑھاتے انہوں نے تو پہلا بھی سب کچھ داؤ پر لگا دیا ہے۔ پہلے کتنے آسودہ حال تھے اور ایمان لانے کے بعد اب ان کا کیا حال ہے؟۔ یہ بے وقوف ہیں ہم ان بے وقوفوں جیسا کام کیوں کریں؟۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا............

اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ السُّفَھَآءُ خبردار! بے شک یہی ہیں بے وقوف وَلٰکِنْ لَّا یَعْلَمُوْنَ اور لیکن وہ جانتے نہیں ہیں وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اور جس وقت

ملاقات کرتے ہیں ایمان والوں سے تو ان کو دھوکہ دینے کے لئے قَالُوْٓا اٰمَنَّا کہتے ہیں ہم بھی مومن ہیں۔

جس طرح آج کل ووٹ مانگنے والے منتیں سماجتیں کرتے ہیں۔ ہاتھ پاؤں چومتے ہیں۔ پوری ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں اور ممبر بن جانے کے بعد کبھی شکل بھی نہیں دکھاتے۔ پھر کہتے ہیں کہ ہم کون اور تم کون؟۔ یقین جانو جتنے منافق پاکستان میں ہیں شاید دنیا کے کسی اور خطے میں ہوں۔

وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِہِمْ اور جب یہ اپنے لیڈروں کے پاس جاتے ہیں، اپنے سرداروں، راجوں، چوہدریوں، خانوں اور وڈیروں کے پاس جاتے ہیں تو قَالُوْٓا اِنَّا مَعَکُمْ کہتے ہیں بے شک ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ باقی تم نے سنا ہوگا کہ ہم نے مومنوں کو کہا کہ ہم بھی مومن ہیں تو یقین جانو.........

مومنوں سے استہزاء :

اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَھْزِءُوْنَ پختہ بات ہے ہم تو مومنوں سے مذاق کرتے ہیں۔ دل لگی کرتے ہیں، ہم کہاں مومن ہیں؟ وڈیرے جب کان کھینچتے ہیں تو ان کو اس طرح مطمئن کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

اَللّٰہُ یَسْتَھْزِئُ بِہِمْ اللہ تعالیٰ ان کو استہزاء کا بدلہ دے گا وَیَمُدُّھُمْ اور ان کو مہلت دیتا ہے فِیْ طُغْیَانِہِمْ ان کی سرکشی میں یَعْمَھُوْنَ وہ سرگرداں اور حیران پھرتے ہیں۔ جتنا دھوکہ دے سکتے ہیں دے لیں، جو حرام کما، کھا سکتے ہیں

کر لیں۔رسی ڈھیلی چھوڑ دی ہے۔احادیث میں آتا ہے............

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَیُمْلِی ظَالِمًا حَتّٰی اِذَا اَخَذَہٗ لَمْ یُفْلِتْہُ

بے شک اللہ تعالیٰ ظالم کی رسی ڈھیلی چھوڑ دیتا ہے یہاں تک کہ جب اس کو سختی سے پکڑتا ہے تو چھوڑتا نہیں ہے آگے منافقوں کی بدکاریوں اور بدمعاشیوں کا ذکر ہوگا۔

ان شاء اللہ تعالیٰ۔

أُولَٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى ۠ فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿١٦﴾ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِىْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ ﴿١٧﴾ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْىٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿١٨﴾ اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّ رَعْدٌ وَّ بَرْقٌ ۚ يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِىْ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ؕ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿١٩﴾ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ؕ كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ ۙ وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۰﴾ ع

لفظی ترجمہ :

أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ یہ وہی لوگ ہیں اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ جنہوں نے خرید اگمراہی کو بِالْهُدٰى ہدایت کے بدلے میں فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ پس نفع مند نہ ہوئی تجارت ان کی وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ اور نہ ہوئے وہ ہدایت پانے والے۔

مَثَلُهُمْ مثال ان کی كَمَثَلِ الَّذِي اس شخص کی طرح ہے اسْتَوْقَدَ نَارًا اس نے آگ جلائی فَلَمَّآ اَضَآءَتْ پس جب روشن کر دیا اس آگ نے مَا حَوْلَهٗ اس جلانے والے کے ارداگرد کو ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ لے گیا اللہ تعالیٰ ان کی روشنی کو وَتَرَكَهُمْ فِيْ ظُلُمٰتٍ اور چھوڑ دیا ان کو اندھیروں میں لَّا يُبْصِرُوْنَ وہ نہیں دیکھ سکتے صُمٌّ بہرے ہیں بُكْمٌ گونگے ہیں عُمْيٌ اندھے ہیں فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ وہ نہیں لوٹتے۔

اَوْ كَصَيِّبٍ یا ان کی مثال ہے بارش کی طرح مِّنَ السَّمَآءِ جو آسمان کی طرف سے نازل ہوئی ہے فِيْهِ ظُلُمٰتٌ اس میں اندھیرے ہیں وَّرَعْدٌ اور کڑک ہے وَّبَرْقٌ اور بجلی ہے يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ کرتے ہیں اپنی انگلیاں فِيْٓ اٰذَانِهِمْ اپنے کانوں میں

مِّنَ الصَّوَاعِقِ بجلی کی وجہ سے حَذَرَ الْمَوْتِ موت سے ڈرتے ہوئے وَاللّٰهُ مُحِيْطٌ ۔ اور اللہ تعالیٰ گھیرنے والا ہے بِالْكٰفِرِيْنَ کافروں کو يَكَادُ الْبَرْقُ قریب ہے کہ بجلی يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ اچک لے ان کی آنکھوں کو كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ جب کبھی روشنی ہوتی ہے ان کے لئے مَّشَوْا فِيْهِ اس میں چل پڑتے ہیں وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ اور جب اندھیرا چھا جاتا ہے ان پر قَامُوْا تو ٹھہر جاتے ہیں وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ البتہ لے جائے ان کے کانوں کو وَاَبْصَارِهِمْ اور ان کی آنکھوں کو اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ہر چیز پر قادر ہے۔

منافقوں کا ذکر چلا آرہا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

منافقین کا مقاطع :

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ یہ وہی لوگ ہیں اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ جنہوں نے خریدا گمراہی کو بِالْهُدٰى ہدایت کے بدلے میں۔یعنی ہدایت دی اور اس کے بدلے میں گمراہی لے لی اب یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ تو پہلے کافر تھے ان کے پاس تو ہدایت نہیں تھی تو انہوں نے ہدایت دے کر گمراہی کیسے خرید لی؟۔

مفسرین کرام علیہم السلام اس کے دو جواب نقل کرتے ہیں.........

پہلا جواب :

①...... ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہر بچے میں پیدائشی طور پر صحیح فطرت رکھی

ہے۔ بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے کُلُّ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ ہر پیدا ہونے والا بچہ صحیح فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ فَاَبَوَاهُ یُهَوِّدَانِهٖ اَوْ یُنَصِّرَانِهٖ اَوْ یُمَجِّسَانِهٖ پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی بنا دیتے ہیں یا عیسائی بنا دیتے ہیں یا اس کو مجوسی بنا دیتے ہیں۔ اگر بچے کو اسی فطرت پر چھوڑا جائے جس پر وہ پیدا ہوا ہے تو بالغ ہونے کے بعد اگر اس کے سامنے اسلام پیش کیا جائے تو وہ فوراً قبول کرے گا۔ فطرت صحیحہ اس کو قبول کرنے پر آمادہ کرے گی۔

دوسرا جواب :

②...... فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا (سورۃ روم) اللہ تعالیٰ کی فطرۃ جس پر پیدا کیا لوگوں کو۔ یعنی ان میں حق قبول کرنے کی صلاحیت اور استعداد رکھی لیکن ماحول کی وجہ سے لوگوں نے اس فطرۃ سلیمہ یعنی حق کو قبول کرنے کی صلاحیت اور استعداد کو خراب کر لیا تو اب مطلب یہ بنے گا کہ ان منافقین نے وہ صلاحیت اور استعداد دے دی اور اس کے بدلے میں گمراہی خرید لی۔

کفار کے نابالغ بچے :

یہاں ایک سوال اور پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ کافروں اور مشرکوں کے وہ بچے جو چھوٹی عمر میں فوت ہو جاتے ہیں وہ جنتی ہیں یا دوزخی؟۔ اس سلسلے میں فقہاءِ کرام رحمہم اللہ کے تین قول نقل کیے گئے ہیں............

پہلا قول :

①...... یہ کہ وہ اپنے ماں باپ کے تابع ہو کر دوزخ میں جائیں گے یہ

حضرات اس روایت سے استدلال کرتے ہیں جو باب الجہاد میں آتی ہے کہ آنحضرت ﷺ سے سوال کیا گیا کہ ہم کافروں کے خلاف جہاد کرتے ہوئے لڑ رہے ہوتے ہیں کہ ان کے بچے بھی آجاتے ہیں رات کے وقت افراتفری میں چھوٹے بڑے کی تمیز نہیں ہوتی تو اس دوران جو بچے مرجاتے ہیں ان کا کیا بنے گا؟۔

اس موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا ان کو قصداً نہ مارو ضمنی طور پر مارے گئے تو هُمْ تَبْعٌ لِاٰبَآئِهِمْ وہ اپنے ماں باپ کے تابع ہو کر دوزخ میں جائیں گے۔ محققین حضرات اس روایت کا مفہوم بیان فرماتے ہیں کہ روایت جہاد کے موقع کی ہے کہ مارنا تو تم نے بڑوں کو تھا اتفاقاً اس موقعہ پر جو چھوٹے قتل ہوگئے ہیں ان کی وجہ سے تم پر کوئی گرفت نہیں ہوگی۔ کیونکہ لڑائی کے دوران ایسا ہوجاتا ہے۔ لہٰذا وہ اپنے ماں باپ کے تابع ہیں۔

دوسرا قول :

② ...... فقہاء کرام رحمہم اللہ کا دوسرا گروہ کہتا ہے کہ کافروں اور مشرکوں کے بچے جنتی ہیں کیونکہ جب تک بچہ بالغ نہ ہوجائے وہ مکلّف نہیں ہوتا یعنی اس پر شریعت کے احکام لاگو نہیں ہوتے حدیث پاک میں آتا ہے کہ رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثٍ تین قسم کے آدمیوں سے قلم اٹھالی گئی ہے۔ ان میں اَلصَّبِیُّ حَتّٰی یَحْتَلِمْ بچہ جب تک بالغ نہ ہوجائے اس پر شریعت کے احکام لاگو نہیں ہوتے۔ جب اس پر شرعی احکام ہی لاگو نہیں ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بعید ہے کہ وہ اس کو دوزخ میں پھینکے۔

پھر طبرانی شریف جو حدیث کی کتاب ہے اس میں روایت آتی ہے آنحضرت

ﷺ سے سوال کیا گیا کہ حضرت کافروں کے جو چھوٹے بچے فوت ہو جاتے ہیں ان کے متعلق کیا حکم ہے؟۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اَطْفَالُ الْمُشْرِكِيْنَ خَدَمُ اَهْلِ الْجَنَّةِ مشرکوں کے بچے جنتیوں کے خادم ہوں گے۔

مودودی صاحب مرحوم کا غلط موٴقف :

اور مودودی صاحب مرحوم سے حوروں کے متعلق پوچھا گیا کہ وہ کون ہیں تو انہوں نے فتویٰ دیا کہ حوریں کافروں کی لڑکیاں ہیں جو بالغ ہونے سے پہلے فوت ہوگئی ہیں۔ یہ بات انہوں نے قرآن پاک کی تفسیر میں لکھی ہے حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے کیونکہ حوروں کے متعلق حدیث پاک میں آتا ہے.........

خُلِقَتْ مِنَ الْمِسْكِ حوریں کستوری سے پیدا کی گئی ہیں۔ لہٰذا جو علماء مسائل میں مودودی صاحب کی تردید کرتے ہیں وہ غلط نہیں کرتے بلکہ صحیح کرتے ہیں۔ قاضی حسین احمد بڑا ہوشیار آدمی ہے وہ کہتا ہے کہ ہم نے اپنے منشور میں لکھوا دیا ہے کہ ہم مودودی صاحب کے غلط مسائل کی تردید کرتے ہیں ویسے ہم سیاسی طور پر ان کی اتباع کرتے ہیں۔ یہ اس نے بڑی جرأت کی بات کی ہے۔ اس نے منشور بدل دیا ہے۔ اور اس بات کی وجہ سے اب عوام ان کے ساتھ مل گئی ہے بہر حال حوروں کا مادہ مٹی نہیں ہے وہ جنت ہی کی مخلوق ہیں۔

تیسرا قول :

③...... فقہاءِ کرام رحمہم اللہ کا تیسرا گروہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے، اللہ تعالیٰ جس طرح چاہیں گے فیصلہ فرمائیں گے۔ بخاری شریف میں روایت آتی ہے کہ آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا کہ کافروں کے بچے جو چھوٹی عمر میں فوت

ہو جاتے ہیں ان کے متعلق کیا حکم ہے؟۔ جنتی ہیں یا دوزخی ہیں؟۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اَللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا عَامِلِیْنَ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ انہوں نے بڑے ہو کر کیا کرنا تھا۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان :

اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم ان کو نہ تو قطعی طور پر جنتی کہتے ہیں اور نہ قطعی طور پر دوزخی کہتے ہیں۔ ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ بہر حال بات یہ ہو رہی تھی کہ کافروں کے پاس تو ہدایت تھی ہی نہیں تو انہوں نے ہدایت کے بدلے میں گمراہی کس طرح خرید لی؟۔

تو مفسرین کرام رحمہم اللہ نے اس کے درج ذیل جوابات دیئے ہیں..........

① ...... اس کا ایک جواب تو یہ دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو فطرۃ سلیمہ اسلام کے قبول کرنے کی صلاحیت اور استعداد عطا ہوئی تھی اس کے بدلے میں انہوں نے گمراہی خرید لی۔

② ...... دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ اس جہان کی حیثیت منڈی اور دوکان کی ہے کہ دوکان میں ایک نمبر کی چیزیں بھی ہوتی ہیں اور دو نمبر چیزیں بھی ہوتی ہیں۔ مہنگی چیزیں بھی ہوتی ہیں اور سستی چیزیں بھی ہوتی ہیں۔ تو ان بے وقوفوں نے ایک نمبر چیز ہدایت کو خریدنے کی بجائے دو نمبر کی چیز گمراہی خرید لی کیونکہ دنیا میں ہدایت بھی ملتی ہے گمراہی بھی ملتی ہے۔ اس طرح انہوں نے ہدایت کے بدلے میں گمراہی خریدی ایسا نہیں ہے کہ پہلے ان کے پاس ہدایت تھی وہ دے کر اس کے بدلے گمراہی لے لی۔

فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ پس نفع مند نہ ہوئی تجارت ان کی۔ کیونکہ تجارت تو ہوتی ہے فائدے کے لئے اور انہوں نے اچھی چیز کے بدلے بری چیز لے لی یہ تو بڑے خسارے کا سودا ہوا ہے۔

وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ اور نہ ہوئے وہ ہدایت پانے والے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے دو مثالوں کے ذریعہ ان کی حالت کو بیان فرمایا ہے ارشادِ باری تعالیٰ ہے……

مَثَلُهُمْ مثال ان کی كَمَثَلِ الَّذِىْ اس شخص کی طرح ہے جس نے اندھیرے اور تاریکی میں اسْتَوْقَدَ نَارًا آگ جلائی تا کہ اس کی روشنی سے فائدہ حاصل کرے۔ فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ پس جب روشن کر دیا اس آگ نے اس جلانے والے کے ارد گرد کو اور وہ خوش ہو گیا کہ روشنی ہو گئی ہے تو اچانک آندھی اور طوفان آیا اس نے آگ بجھا دی۔

ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ لے گیا اللہ تعالیٰ ان کی روشنی کو نہ وہ آگے کے رہے نہ پیچھے کے۔ وَتَرَكَهُمْ فِىْ ظُلُمٰتٍ اور چھوڑ دیا ان کو اندھیروں میں لَّا يُبْصِرُوْنَ وہ نہیں دیکھ سکتے۔

منافقین کی پہلی مثال :

یہ مثال ان پر اس طرح فٹ آتی ہے کہ یہ منافق کفر، شرک کے اندھیروں میں پھنسے ہوئے تھے تو جس طرح اندھیرے میں پھنسا ہوا آدمی آگ جلاتا ہے کہ اس کی روشنی سے فائدہ اٹھائے انہوں نے کلمہ پڑھا تا کہ اس سے فائدہ اٹھائیں چنانچہ اس سے ان کو مالِ غنیمت ملا، زکاتیں ملیں، صدقات اور خیراتیں حاصل ہوئیں۔

مسلمانوں کی سختی سے بچے۔ زبانی کلمہ پڑھنے سے ان کو یہ کچھ حاصل ہوا۔ مگر کتنی دیر تک صرف سانس نکلنے کے وقت تک اس روشنی نے نہ تو ان کا ساتھ قبر میں دیا نہ حشر میں ساتھ دے گی۔ اگر وہ کلمہ اخلاص کے ساتھ پڑھتے تو ہمیشہ کے لئے ساتھ دیتا۔

اب جب اللہ تعالیٰ نے ان کی جان نکال لی تو اندھیرے میں رہ گئے……

بہرے، گونگے، اندھے کا معنیٰ :

صُمٌّ ، بہرے ہیں بُکْمٌ گونگے ہیں عُمْیٌ اندھے ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دنیا میں جتنے کافر اور منافق ہیں وہ نہ تو سنتے ہیں نہ بولتے ہیں اور نہ دیکھ سکتے ہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ حق بات سننے سے بہرے ہیں حق بات کہنے سے گونگے ہیں، حق کے نشانات دیکھنے سے اندھے ہیں۔ جیسا کہ ہمارے حکمران ہیں کہ ساری باتیں سنتے ہیں مگر مظلوم کی فریاد نہیں سنتے۔ لمبی لمبی تقریریں کریں گے کہ سننے والا کہے گا کہ ان سے زیادہ مخلص کوئی نہیں ہے لیکن حق کی بات زبان سے نہیں نکلے گی۔ حق کے معاملے میں گونگے ہیں۔

زمین، آسمان، چاند، سورج، ستارے، پہاڑ، دریا سب ان کو نظر آتے ہیں مگر کمزوروں پر ظلم ہوتا ان کو نظر نہیں آتا۔ غریب اور مظلوم عوام کی غربت اور بے کسی ان کو نظر نہیں آتی۔ لوگوں کی تکلیفوں اور پریشانیوں کو نہیں دیکھ سکتے۔ اس سلسلے میں اندھے ہیں۔

آج سے تقریباً ساٹھ سال پہلے کی بات ہے جامع مسجد شیرانوالہ باغ میں، میں پڑھتا تھا حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمارے استاد تھے گکھڑ میں بھی میرے پاس کئی دفعہ تشریف لائے ہیں کچھ عرصہ ہوا ہے فوت ہو گئے ہیں اللہ تعالیٰ ان

کی مغفرت فرمائے۔ مشکوٰۃ شریف کے سبق کے دوران ایک حدیث آئی کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ لوگوں پر ایسے لوگ حکمرانی کریں گے جو صُمٌّ ، بُکْمٌ عُمْیٌ بہرے گونگے اندھے ہوں گے۔ ہم نے استاذِ محترم سے پوچھا کہ حضرت اس وقت آنکھوں والے، کانوں والے اور بولنے والے نہیں ہوں گے؟ کہ لوگ اندھوں، بہروں، گونگوں کو اپنا بادشاہ بنائیں گے۔

بخاری شریف میں حدیث کے الفاظ ہیں کہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ اَنْ تَرٰی صُمًّا بُکْمًا عُمْیًا مُلُوْكَ الْاَرْضِ یہ کہ تو دیکھے گا بہرے، گونگے، اور اندھے زمین کے بادشاہ ہیں۔

حضرت کا تکیہ کلام ہوتا تھا ''میاں'' فرمایا میاں آنکھیں ہوں گی، کان بھی ہوں گے اور زبانیں بھی ہوں گی مگر حق کو سنیں گے نہیں، حق بولیں گے نہیں۔ حق کے نشانات دیکھیں گے نہیں۔ آنحضرت ﷺ کی ایک ایک بات حق بن کر سامنے آرہی ہے۔ تو معنیٰ ہوگا صُمٌّ وہ حق بات سننے سے بہرے ہوں گے بُکْمٌ حق بولنے سے گونگے ہوں گے عُمْیٌ صحیح بات کو دیکھنے سے اندھے ہوں گے۔

منافقین کی دوسری مثال :

اَوْ كَصَیِّبٍ یا ان کی مثال ہے بارش کی طرح مِّنَ السَّمَآءِ جو آسمان کی طرف سے نازل ہوتی ہے فِیْهِ ظُلُمٰتٌ اس میں اندھیرے ہیں۔ ظاہر بات ہے کہ جب بارش ہوتی ہے تو اس وقت اندھیرا سا چھا جاتا ہے۔

وَّ رَعْدٌ اور کڑک ہے وَّ بَرْقٌ اور بجلی ہے۔ بات سمجھنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے روحانی بارش نازل ہوئی۔ قرآن پاک کی شکل میں اس میں کفر پر جو وعیدیں ہیں

اور عذاب کا ذکر ہے اس کو تشبیہ دی ہے رَعْدٌ کڑک کے ساتھ اور قرآن کریم میں جو حقانیت کے دلائل ہیں ان کو بَرْقٌ چمک کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔

یعنی جب قرآن کریم نازل ہوا ہے ہر طرف کفر کی تاریکی چھائی ہوئی تھی تو قرآن کریم نے کفر شرک پر وعید سنائی اور قرآن کریم میں بڑے واضح دلائل ہیں جن سے حق اور باطل میں تمیز ہو سکتی ہے لیکن جب دلائل کی بجلی چمکتی ہے تو یہ منافق......

يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ کرتے ہیں یعنی ڈالتے ہیں اپنی انگلیاں فِيْٓ اٰذَانِهِمْ اپنے کانوں میں مِّنَ الصَّوَاعِقِ بجلی کی وجہ سے۔ کیونکہ جب بجلی گرتی ہے تو اس سے آدمی جانور بھی مر جاتے ہیں اور بھی بڑا نقصان ہوتا ہے تو یہ قرآن کریم کے دلائل کو بجلی سمجھتے ہیں۔

حَذَرَ الْمَوْتِ موت کے ڈر سے ایسا کرتے ہیں۔ ان میں طاقت نہیں ہے کہ قرآن کریم کی آیتیں سنیں۔ اس لئے کانوں میں انگلیاں دے لیتے ہیں۔ اور ساتویں پارے میں آتا ہے............

وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْئَوْنَ عَنْهُ اور وہ کافر قرآن پاک کو سننے سے منع کرتے ہیں۔ اور وہ خود قرآن کریم سے دور بھاگتے ہیں۔ اور کہتے ہیں لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ نہ سنو اس قرآن کو اور جب قرآن کی تلاوت ہو رہی ہو تو وَالْغَوْا فِيْهِ شور مچاؤ۔ تاکہ کوئی اور بھی نہ سن سکے۔

وَاللّٰهُ مُحِيْطٌ ۢ بِالْكٰفِرِيْنَ اور اللہ تعالیٰ گھیرنے والا ہے کافروں کو۔ قدرت کے لحاظ سے بھی اور علم کے اعتبار سے بھی۔

يَكَادُ الْبَرْقُ قریب ہے کہ وہ بجلی يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ اچک لے ان

کی آنکھوں کو۔ وہ بجلی اتنی تیز ہے کہ ان کی آنکھوں کی روشنی کو ختم کر دے۔ حکماء نے لکھا ہے کہ جب بجلی چمکے اس کی طرف نہ دیکھو اور اطباء نے بھی لکھا ہے کہ اس کی چمک اتنی تیز ہوتی ہے کہ اس کی طرف دیکھنے سے بینائی ختم ہو جاتی ہے۔ اسی طرح سورج گرہن ہو تو اس وقت سورج کی طرف دیکھنے سے بھی بینائی ختم ہو جاتی ہے۔

نظامِ قدرت بڑا عجیب ہے۔ فرمایا.........

كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ جب بھی روشنی ہوتی ہے ان کے لئے، بجلی کے چمکنے سے۔ **مَّشَوْا فِيْهِ** اس میں چل پڑتے ہیں **وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ** اور جب اندھیرا چھا جاتا ہے ان پر **قَامُوْا** تو ٹھہر جاتے ہیں۔ اور بعض حضرات نے اس کا یہ مطلب بھی بیان کیا ہے کہ ان منافقوں کو جب مالِ غنیمت میں سے یا صدقہ، خیرات اور مال زکوٰۃ میں سے کچھ مل جاتا ہے تو اس کی چمک سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ساتھ چل پڑتے ہیں۔ اور کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں اور جب کچھ نہیں ملتا تو اندھیرا چھا جاتا ہے تو ٹھہر جاتے ہیں۔ اور کافروں کو کہتے ہیں **اِنَّا مَعَكُمْ** ہم تمہارے ساتھ ہیں۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے **لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ** البتہ لے جائے ان کے کانوں کو **وَاَبْصَارِهِمْ** اور ان کی آنکھوں کو **اِنَّ اللّٰهَ** بے شک اللہ تعالیٰ **عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ** ہر چیز پر قادر ہے۔

پنڈت دیانند سرسوتی کا اعتراض :

یہاں ایک بات ذہن نشین کر لیں وہ یہ کہ قرآن کریم جب سے نازل ہوا ہے بد باطن لوگ اس پر اعتراض کرتے آئے ہیں اور اپنے منہ کی کھاتے آئے ہیں۔

اعتراض کرنے والوں میں سے ایک بہت بڑا خبیث پنڈت دیانند سرسوتی گزرا ہے یہ آریا سماج کا لیڈر تھا۔ اس نے ایک کتاب لکھی ہے ستیارتھ پرکاش اس کے چودھویں باب میں قرآن پاک پر اعتراضات کئے ہیں۔ اور بڑی گندی زبان استعمال کی ہے۔

قرآن کریم کے نازل کرنے والے یعنی رب تعالیٰ کو اس نے بے ایمان، جاہل اور بدو کہا ہے العیاذ باللہ۔ اور اپنے آپ کو محقق کہتا ہے۔ اور اس کا انداز یہ ہے کہ پہلے قرآن کریم کی آیت کا ترجمہ نقل کرتا ہے۔ پھر آگے لکھتا ہے کہ محقق کہتا ہے۔ چنانچہ اس نے اس آیت کریمہ پر بھی اعتراض کیا ہے لکھتا ہے...... اے مسلمانو! تم قرآن میں پڑھتے ہو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے مجھے یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ چوری اور زنا پر بھی قادر ہے؟ تو ہمارے اور اللہ کے درمیان کیا فرق ہوا؟۔ اور اگر قادر نہیں ہے تو پھر تمہارا قرآن سچا نہیں ہے۔

مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا جواب :

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو انہوں نے اس دور میں بہت ساری کتابیں لکھی ہیں ان میں سے ایک کتاب انتصار الاسلام ہے جس میں انہوں نے اس کے اعتراضات کے جوابات دیئے ہیں۔ اس اعتراض کا حضرت نے جو جواب دیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے، حضرت فرماتے ہیں کہ پنڈت جی چوری کی تعریف ہے کہ آپ غیر کی ملک میں ہاتھ ڈالیں۔ اپنی ملک میں سے کسی چیز کے لینے کو چوری نہیں کہتے پہلے کسی چیز کے متعلق یہ ثابت کرو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ملک نہیں ہے۔ اور فلاں کی ملک ہے، پھر چوری کی

بحث آئے گی جب دنیا کی تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی مِلک ہیں تو ان میں چوری کا سوال کس طرح پیدا ہو گیا؟۔

اور رہی بات زنا کی تو زنا کے لئے زنانہ مردانہ آلات کی ضرورت ہے پہلے رب تعالیٰ کے لئے وہ آلات ثابت کرو پھر زنا کی بات ہو گی۔ رب تعالیٰ کی ذات ان تمام چیزوں سے پاک ہے رب تعالیٰ تمام اوصاف سے متصف ہے اور اس کی وہ صفتیں ہماری طرح نہیں ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے............

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ اس کے مثل کوئی شئ نہیں ہے۔ اس کے کان ہمارے کانوں کی طرح نہیں ہیں۔ اس کی زبان ہماری زبان کی طرح نہیں ہے۔ اس کے ہاتھ ہمارے ہاتھوں کی طرح نہیں ہیں۔ اس کے پاؤں ہمارے پاؤں کی طرح نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ جسمانیات سے پاک ہے۔ اور پنڈت جی اس بات کو تم بھی مانتے ہو لہٰذا تمہارا یہ سوال کرنا حماقت ہے۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ
وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۲۱﴾
الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً
وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ
الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ
اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَاِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ مِّمَّا
نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ
وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ
صٰدِقِيْنَ ﴿۲۳﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا
فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِىْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ
اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۴﴾ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ

رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَاُتُوْا
بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَلَهُمْ فِیْهَاۤ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙۗ
وَّهُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵﴾

لفظی ترجمہ :

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اے لوگو! اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ عبادت کرو اپنے رب کی الَّذِیْ خَلَقَكُمْ جس نے تم کو پیدا کیا ہے وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ اور ان لوگوں کو جو تم سے پہلے ہوئے لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ تا کہ تم بچ جاؤ الَّذِیْ وہ ذات ہے جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا جس نے بنایا تمہارے لئے زمین کو بچھونا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً اور آسمان کو بنایا چھت وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً اور اس نے اتارا آسمان کی طرف سے پانی فَاَخْرَجَ بِهٖ پھر اس نے نکالے اس پانی کے ذریعے مِنَ الثَّمَرٰتِ پھل رِزْقًا لَّكُمْ تمہارے لئے روزی فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا پس نہ بناؤ اللہ تعالیٰ کے لئے شریک وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اور تم جانتے ہو۔

وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ اور اگر ہو تم شک میں مِّمَّا اس چیز کے بارے میں نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا جو اتاری ہم نے اپنے بندے پر فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ پس لاؤ تم کوئی سورت اس جیسی وَادْعُوْا شُهَدَآءَ

كُمْ اور بلالو اپنے امدادیوں کو مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر ہو تم سچے فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا پس اگر تم نہ کرسکو وَلَنْ تَفْعَلُوْا اور ہرگز نہ کرسکو گے فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ پھر ڈرو تم اس آگ سے وَقُوْدُهَا جس کا ایندھن ہوں گے النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ لوگ اور پتھر اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ تیار کی گئی ہے کافروں کے لئے

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور آپ خوشخبری سنا دیں ان لوگوں کو جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کئے اچھے اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ بے شک ان کے لئے ایسے باغات ہوں گے تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ کہ بہتی ہوں گی ان کے نیچے نہریں كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا جب بھی ان کو دیا جائے ان جنتوں میں مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا پھلوں سے رزق قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ کہیں گے یہ تو وہی ہے رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ جو اس سے پہلے ہمیں روزی دی گئی وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا اور وہ اس میں دیئے جائیں گے ایک دوسرے سے ملتا جلتا وَلَهُمْ فِيْهَآ اور ان کے لئے ہوں گے ان جنتوں میں اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ جوڑے پاکیزہ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ اور وہ ان جنتوں میں ہمیشہ رہیں گے۔

ربط :

سورۃ فاتحہ میں ہدایت کا مطالبہ تھا اور سورۃ بقرہ کے شروع میں اس ہدایت

نامے کے ملنے کی بشارت تھی ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ ۛ فِيهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ کہ جو ہدایت تم مانگتے ہو وہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کی شکل میں تمہیں دے دی ہے۔ پھر اس ہدایت کے متعلق تین گروہوں کا ذکر ہوا۔

۱)...... ایک وہ جو ظاہراً باطناً ماننے والے ہیں۔

۲)...... دوسرے وہ جو نہ دل سے مانتے ہیں اور نہ زبان سے اقرار کرتے ہیں۔

۳)...... اور تیسرے منافق جو زبان سے تو مانتے ہیں مگر دل سے تسلیم نہیں کرتے۔

قرآنِ کریم کی بنیادی دعوت :

اب یہ بتلایا جا رہا ہے کہ وہ ہدایت نامہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں ملا ہے وہ کہتا کیا ہے؟ اور یہ بات بھی ذہن نشین کر لیں کہ اصل الاصول عقیدے تین ہیں......

① ...... توحید ② ...... رسالت ③ ...... قیامت

باقی جتنے عقیدے ہیں وہ ان تین کی طرف لوٹتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس رکوع میں ان تینوں بنیادی عقیدوں کا ذکر فرمایا ہے۔

يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا میں توحید کا ذکر ہے۔ وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ میں رسالت کا ذکر ہے۔ اور وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ اَمْوَاتًا میں قیامت کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے.........

يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اے انسانو! آنحضرت ﷺ کی بعثت تو جنوں اور انسانوں

سب کے لئے ہے۔ اور خطاب صرف انسانوں کو اس لئے کیا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کی خلافت انسانوں کے سپرد فرمائی ہے حضرت آدم علیہ السلام کے زمین پر نزول کے بعد زمین پر خلیفہ انسان ہی ہے۔ اور جنات انسانوں کے تابع ہیں۔ اور خطاب اصل کو ہی ہوتا ہے۔ اس لئے فرمایا یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اے انسانو!۔ اور یہ خطاب تمام انسانوں کو ہے کالے گورے اور عربی، عجمی کی تخصیص کے بغیر.........

اُعْبُدُوْا رَبَّكُمُ عبادت کرو اپنے پروردگار کی الَّذِیْ خَلَقَكُمْ جس نے تم کو پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت خلق اتنی واضح ہے کہ جو پکے سکہ بند مشرک تھے وہ بھی مانتے تھے کہ ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ قرآن پاک میں آتا ہے وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ اور اگر آپ ان سے سوال کریں مَنْ خَلَقَهُمْ ان کو کس نے پیدا کیا ہے؟۔ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ عبادت اس کی کرو جس نے تمہیں پیدا کیا ہے اور صرف تمہیں ہی نہیں پیدا کیا بلکہ..........

وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ اور ان لوگوں کو جو تم سے پہلے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کا خالق ہے۔ پہلوں کا بھی اور پچھلوں کا بھی قیامت تک سب کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور عبادت کا حکم اس لئے دیا ہے کہ..........

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ تاکہ تم بچ جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کی گرفت اور عذاب سے۔ اللہ تعالیٰ اگرچہ نظر نہیں آتا مگر اس کی قدرت کی دلیلیں اتنی واضح ہیں کہ کوئی اندھا بھی انکار نہیں کرسکتا البتہ ضد کا کوئی علاج نہیں ہے۔

وجودِ باری تعالیٰ پر دلائل :

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس مقام پر تین واقعات نقل فرمائے ہیں............

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا استدلال :

①...... پہلا واقعہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے اس علاقے میں کچھ لوگ دہریے تھے جن کا نظریہ تھا کہ یہ نظام خود بخود چل رہا ہے اس کا چلانے والا کوئی نہیں ہے۔ یعنی وہ خدا تعالیٰ کے وجود کے منکر تھے۔ یہ لوگ امام صاحب رحمہ اللہ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہم رب تعالیٰ کو نہیں مانتے آپ ہمیں رب تعالیٰ کے وجود پر کوئی دلیل دیں کہ رب کہاں ہے اور اس کی صورت کیا ہے؟۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں ایک فکر میں ہوں (اور یاد رکھنا کہ بات سمجھانے کے لئے کوئی کہانی بیان کی جائے تو وہ جائز ہے)۔

فرمایا کہ میں ایک فکر میں ہوں کہ میرے سامنے ایک درخت تھا میرے دیکھتے ہی دیکھتے وہ گر گیا اور خود بخود اس کے پھٹے اور تختیاں بن گئیں اور خود بخود وہ آپس میں جُڑ گئیں اور کشتی تیار ہو کر دریا میں آ گئی اور لوگوں کو ایک کنارے سے دوسرے کنارے لے جاتی اور کرایہ بھی خود ہی وصول کرتی کوئی اس کا ملاح نہیں اور مسافروں کو ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر پہنچا رہی ہے۔

امام صاحب نے جب یہ بات فرمائی تو وہ دہریے ملحد اور بے دین ٹھاہ ٹھاہ کر کے ہنسنے لگے اور کہنے لگے کہ ہم نے تو آپ کی بہت تعریف سنی تھی کہ بڑے صاحب علم اور بصیرت والے ہیں۔ اور امام اعظم ہیں۔ مگر آپ نے جو گفتگو کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ سے بڑا کوئی بے وقوف نہیں ہے۔ بھلا یہ کس طرح

ہوسکتا ہے کہ درخت خود بخود کٹے اور خود بخود اس کے تختے بن کے جڑنے لگ جائیں اور خود بخود ان میں میخیں لگ جائیں اور وہ خود بخود کشتی بن کر دریا میں چلی جائے اور خود بخود مسافروں کو ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر پہنچانے لگ جائے اور کرایہ بھی خود ہی وصول کرے یہ بھی کوئی کرنے والی بات ہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک کشتی کا بغیر بنانے والے کے خود بخود بن جانا اور بغیر چلانے والے کے چلنا تمہاری سمجھ میں نہیں آتا۔

او ظالمو! یہ آسمان اور زمین اور پہاڑ بغیر کسی بنانے والے کے خود بخود کس طرح بن گئے۔ ایک کشتی کا بغیر ملاح کے چلنا تو تمہاری سمجھ میں نہیں آتا تو یہ سارا کارخانہ کائنات خود بخود کس طرح چل رہا ہے بغیر کسی چلانے والے کے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرماتے ہیں کہ فَاَسْلَمُوْا عَلٰى يَدَيْهِ پس وہ تمام کے تمام امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ہاتھ پر مسلمان ہوگئے۔ یہ دیکھو میرے سامنے تپائی پڑی ہے اس کو کسی نے بنایا ہے تو بنی ہے خود بخود تو نہیں بن گئی۔ مولانا روم رحمہ اللہ فرماتے ہیں ؎

ہیچ چیزے خود بخود چیزے نہ شد
ہیچ آہن خود بخود تیغے نہ شد

کوئی چیز خود بخود چیز نہیں بن سکتی اور کوئی لوہا خود بخود تلوار نہیں بن سکتا۔ بلکہ بنانے والا بناتا ہے تو بنتی ہے۔ یہ مثنوی کا شعر ہے پہلے زمانے میں مرد عورتیں گھروں میں مثنوی پڑھتے تھے اور اب ناولوں نے لوگوں کے دماغ خراب کردیئے ہیں۔ پھر مولانا روم رحمہ اللہ فرماتے ہیں

مولوی نہ شد مولائے روم
تا غلام شمس تبریز ؒ نہ شد

میں ویسے ہی تو مولوی نہیں بن گیا شمس تبریز ؒ کی جوتیاں سیدھی کی ہیں ان کی خدمت کی ہے تو مجھے علم حاصل ہوا ہے۔

امام شافعی ؒ کا استدلال :

②...... دوسرا واقعہ حافظ ابن کثیر ؒ نے امام شافعی ؒ کا نقل فرمایا ہے کہ امام شافعی ؒ سے کسی نے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ کے وجود پر تمہارے پاس کیا دلیل ہے فرمایا کہ یہ شہتوت کا درخت ہے کہ اس کے پتے کو ریشم والے کیڑے کھاتے ہیں تو ان کے جسموں سے ریشم کے دھاگے نکلتے ہیں اگر شہد کی مکھیاں کھاتی ہیں تو شہد بنتا ہے اور انہیں پتوں کو اگر گائیں اور بکریاں کھائیں تو گوبر اور مینگنیاں بنتی ہیں اور اگر ہرنی کھائے تو کستوری بنتی ہے۔ امام صاحب ؒ نے فرمایا کہ پتے وہی ہیں باقی سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کے مظاہر ہیں۔

امام احمد بن حنبل ؒ کا استدلال :

③...... اور تیسرا واقعہ حافظ ابن کثیر ؒ نے امام احمد بن حنبل ؒ کا نقل فرمایا ہے کہ ان سے کسی نے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ کے وجود پر تمہارے پاس کیا دلیل ہے؟۔ فرمایا ایک قلعہ ہے جس کا نہ تو کوئی دروازہ ہے اور نہ کھڑکی ہے اوپر سے چاندی کی طرح سفید ہے اور اندر سے سونے کی طرح ہے پس اچانک اس کی دیواریں پھٹ جاتی ہیں اور اس میں سے ایک خوبصورت پیاری آواز والا حیوان نکل آتا ہے جو دیکھتا بھی ہے اور سنتا بھی ہے۔ قلعہ سے مراد انڈہ ہے اور اس سے چوزہ نکل آتا ہے

جو بڑا خوبصورت اور پیاری آواز والا ہوتا ہے جس ذات نے بند قلعے سے جس میں نہ خوراک کا راستہ اور نہ ہوا یہ بچہ پیدا فرمایا ہے وہی اللہ تعالیٰ تمام کائنات کا بنانے والا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے وجود کو بڑی آسانی سے سمجھ سکتے ہیں

ہر گیاہ کہ از زمین روید
وحدہٗ لاشریک لہٗ گوید

جو گھاس زمین سے پیدا ہوتا ہے وہ زبانِ حال سے کہہ رہا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے۔ کیونکہ گھاس یا کوئی بھی پودا زمین سے اگتا ہے تو پہلے اس کی ایک کونپل نکلتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے وحدہٗ لاشریک لہ ہونے پر دلالت کرتی ہے پھر شاخیں اور ٹہنیاں نکلتی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ عبادت اس کی کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے سب کو پیدا فرمایا ہے تاکہ تم اس کے عذاب سے بچ جاؤ۔

اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے بنایا تمہارے لئے زمین کو بچھونا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً اور آسمان کو چھت۔ اور تم اسی زمین میں رہ رہے ہو اور اسی چھت کے نیچے چلتے پھرتے ہو۔

وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً اور اس نے اتارا آسمان کی طرف سے پانی بارش کی صورت میں فَاَخْرَجَ بِهٖ پھر اس نے نکالے اس پانی کے ذریعے مِنَ الثَّمَرٰتِ پھل رِزْقًا لَّكُمْ تمہارے لئے روزی۔ براہ راست بھی پھل کھاتے ہو اور پھلوں کو فروخت کر کے اناج خرید کر بھی کھاتے ہو اور دیگر اپنی ضروریات بھی پوری کرتے ہو۔ یہ تمام انتظام کرنے والا کون ہے زمین، آسمان کس نے بنائے؟ بارش کس نے برسائی؟ اور اس کے ذریعے سے پھل کس نے زمین سے نکالے؟

روزی کا انتظام کس نے کیا؟ جب یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے تو..........

فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا پس نہ بناؤ تم اللہ تعالیٰ کے لئے شریک وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ حالانکہ تم جانتے ہو کہ خالق وہی ہے پھر شریک کیوں بناتے ہو؟۔

آگے رسالت کے مسئلہ کا بیان ہے۔ کافر، مشرک لوگ کبھی تو آنحضرت ﷺ کو ساحر اور کبھی مجنون کہتے تھے۔ (معاذ اللہ تعالیٰ)۔ اور کبھی کہتے کہ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہمیں سناتا ہے۔ بے شک قرآن کریم میں آدم علیہ السلام، نوح علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے واقعات ہیں مگر ان واقعات سے محض دماغی عیاشی نہیں ہے بلکہ ان کے اندر ایک حقیقت ہے جس سے عبرت اور سبق حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے..........

فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ پس آپ ﷺ واقعات بیان کریں تاکہ یہ لوگ غور و فکر کریں اور کبھی کہتے کہ یہ مفتری ہے یعنی قرآن خود بنا کے ہمیں سنا دیتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں..........

مقابلہ کے لئے قرآن کا چیلنج :

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ اور اگر ہو تم شک میں مِّمَّا اس چیز کے بارے میں نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا جو اتاری ہم نے اپنے بندے (حضرت محمد ﷺ) پر فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ، سُوْرَةٍ میں تنوین قلت کے لئے ہے معنیٰ ہوگا پس لاؤ تم کوئی چھوٹی سی سورت۔ مِّنْ مِّثْلِهٖ اس قرآن جیسی۔

قرآن پاک میں تین سورتیں تمام سورتوں سے چھوٹی ہیں۔

① ...... سورۃ العصر ② ......سورۃ الکوثر ③ ......سورۃ النصر

اور قرآن کریم کی کوئی سورت تین آیتوں سے کم نہیں ہے۔ اسی لئے فقہاء کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ نماز کی ایک رکعت میں کم از کم تین آیتیں پڑھنی چاہییں۔ یا ایک آیت اتنی لمبی ہو کہ جو تین آیتوں کے برابر ہو تو پھر بھی صحیح ہے۔ مطلب یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ کے بعد اگر آیت بھی اتنی بڑی پڑھ لیں کہ جو کم از کم تین آیتوں کے برابر ہو تو نماز صحیح ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کو چیلنج دیا اگر تمہیں اس چیز کے بارے میں شک ہے جو ہم نے اپنے بندے یعنی حضرت محمد ﷺ پر نازل کیا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں ہے تو تم اس قرآن کے مثل کوئی چھوٹی سی سورت ہی لے آؤ۔ یہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخری چیلنج تھا۔ پہلے یہ چیلنج دیا کہ..........

لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا یعنی انسان اور تمام جن مل کر بھی اس قرآن کی مثل لانا چاہیں تو نہیں لاسکتے اگرچہ یہ ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں گویا ساری مخلوق عاجز ہے۔ اس بات سے کہ قرآن جیسا کوئی کلام پیش کر سکیں۔ پھر چیلنج دیا کہ اگر سارے قرآن کی مثل نہیں لاسکتے تو تمہیں مزید چھوٹ دے دیتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ قرآن کریم کی کل ایک سو چودہ سورتیں ہیں ایک سو چار سورتیں تمہیں معاف ہیں..........

فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ پس اس جیسی دس سورتیں ہی بنا کر لے آؤ۔ معلوم ہو جائے گا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں ہے بلکہ انسان بھی اس جیسا کلام پیش کر سکتا ہے۔ مگر کوئی بھی اس چیلنج کا جواب نہ دے سکا۔ پھر آخر میں یہ چیلنج دیا کہ اس قرآن جیسی کوئی چھوٹی سی سورۃ ہی لے آؤ اور پہلے تو انسانوں اور جنوں کو چیلنج تھا اور

اب فرمایا............

وَادۡعُوۡا شُهَدَآءَكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ، شُهَدَآءَ، شَهِيۡد کی جمع ہے اور یہاں شہید کے معنٰی مددگار کے ہیں معنٰی ہوگا اور بلالو اپنے امدادیوں کو اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے۔ چاہے انسان ہوں چاہے جنات ہوں، چاہے فرشتے ہوں۔

اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ اگر ہو تم سچے فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا پس اگر تم نہ کرسکو۔ یہ درمیان میں جملہ معترضہ ہے وَلَنۡ تَفۡعَلُوۡا اور ہرگز نہ کرسکو گے۔ پندرہویں صدی شروع ہے آج تک کوئی ماں کا لال قرآن پاک جیسی ایک سورت بھی نہ لا سکا۔ حالانکہ سحبان وائل جیسے بڑے بڑے فصیح اور بلیغ اس دنیا میں آئے ہیں۔

فصیح عرب سحبان وائل قرآن کے سامنے مہر بلب :

سحبان وائل تمام فصحاء کا سردار سمجھا جاتا تھا۔ اور وہ اتنا فصیح تھا کہ اس نے بالغ ہونے کے بعد ساری زندگی مکرر جملہ نہیں بولا۔ یعنی اپنے مطلب کی ادائیگی کے لئے اس نے جو جملہ ایک دفعہ بولا ہے دوبارہ اسے زبان پر نہیں لایا۔ اگر وہ بات دوبارہ بیان کی ہے تو دوسرے جملہ کے ساتھ بیان کی ہے۔ مگر اس کو بھی قرآن جیسی سورۃ لانے کی ہمت نہیں ہوئی۔ نہ آج تک کوئی لا سکا نہ قیامت تک کوئی لا سکے گا۔

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيۡ پھر ڈرو تم اس آگ سے وَقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ جس کا ایندھن ہوں گے لوگ اور پتھر۔ یعنی جس طرح اس میں انسان جلیں گے اسی طرح پتھر بھی جلیں گے اور وہ آگ دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہوگی۔

اُعِدَّتۡ لِلۡكٰفِرِيۡنَ تیار کی گئی ہے کافروں کے لئے، منکروں کے لئے، یہ تو کافروں کا انجام ہوگا اب ماننے والوں کا انجام بھی سن لو تا کہ دونوں باتیں سامنے

آجائیں فرمایا..........

مومنوں کو بشارت :

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اورآپ خوشخبری سنادیں ان لوگوں کو جوایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کئے اچھے۔ کس چیز کی خوشخبری؟ فرمایا..........

اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ بے شک ان کے لئے ایسے باغات ہوں گے تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ کہ بہتی ہوں گی ان کے نیچے نہریں كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا جب بھی ان کو دیا جائے ان جنتوں میں پھلوں سے رزق قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ وہ کہیں گے یہ تو وہی ہے رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ جواس سے پہلے ہمیں روزی دی گئی تھی وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا اور وہ اس میں دیئے جائیں گے ایک دوسرے سے ملتا جلتا۔

مثلاً تیسرے دن جو پھل ملے گا اس کی شکل وصورت وہی ہوگی جو داخل ہونے کے بعد دوسرے دن ملا تھا مگر ذائقہ الگ الگ ہوگا اور لذت روز بروز بڑھتی جائے گی پہلے دن کے پھل کا جو ذائقہ ہوگا دوسرے دن کا اس سے زیادہ ہوگا تیسرے دن کا اس سے زیادہ ہوگا اسی طرح روز بروز بڑھتا جائے گا۔ جس طرح کافروں کے متعلق فرمایا......

فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا پس چکھو تم ہرگز نہیں بڑھائیں گے تمہارے لئے مگر عذاب ہی۔ یعنی ان کے عذاب میں دن بدن اضافہ ہوتا جائے گا۔ اور مومنوں کے لئے مزید کیا ہوگا؟۔ فرمایا..........

وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ اوران کے لئے ہوں گے ان جنتوں

میں جوڑے پاکیزہ۔ ایمان والوں کو وہاں حوریں بھی ملیں گی اور دنیا والی عورتیں بھی ملیں گی اور ان کا درجہ حوروں سے زیادہ ہوگا۔

دنیا کی عورتوں اور حوروں کا مکالمہ :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ دنیا والی عورتوں کو حوریں کہیں گی کہ ہم جنت کی مخلوق ہیں کوئی کستوری سے پیدا ہوئی ہوگی کوئی عنبر سے کوئی کافور سے کوئی زعفران سے اور تم خاکی مخلوق ہو۔ مگر تمہارا درجہ اور حسن ہمارے سے زیادہ ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟۔

یہ عورتیں جواب دیں گی لِصَلٰوتِنَا وَصِیَامِنَا ہم نمازیں پڑھتی تھیں اور روزے رکھتی تھیں۔ اس وجہ سے ہمیں یہ مقام ملا ہے تم تو یہاں مفت میں کھاتی پیتی ہو۔ دنیا والی عورتوں کو نمازوں اور روزوں کی برکت سے اور دین کے سلسلے میں مشقتیں برداشت کرنے کی وجہ سے حوروں پر سرداری ملے گی۔ اور ان کا حسن و جمال حوروں کے حسن و جمال کو مات کر دے گا مگر شرط یہ ہے کہ مومن ہوں۔ کیونکہ آخرت کی کامیابی کے لئے ایمان شرط ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور مہربانی سے عورتوں کو سہولت عطا فرمائی ہے کہ وہ اپنے گھر میں ہی نماز پڑھیں۔

عورتوں کو بطورِ خاص نصیحت :

وہ عورت بڑی خوش قسمت ہے جس کا خاوند نماز روزے کا پابند ہے۔ اور یہ اس کی خدمت کرتی ہے روٹی پکا کر دیتی ہے۔ کپڑے دھو کر استری کر کے دیتی ہے۔ خاوند کے گھر مال، عزت کی حفاظت کرتی ہے۔ تو یہ خاوند کے ثواب میں برابر کی شریک ہے۔ یعنی جتنی وہ نیکیاں کرتا ہے جتنا ثواب اس کو ملے گا اس کو بھی اتنا ثواب

ملے گا۔ وہ مسجد میں جا کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھے گا اس کو گھر میں بیٹھے ہوئے اس کے برابر ثواب ملے گا۔

اور بیبیو اور بیٹیو! یہ مسئلہ یاد رکھنا کہ نفلی روزوں اور نفلی نمازوں سے گھر کے کام کاج کا ثواب زیادہ ہے۔ مگر آج کل عورتیں کم کوس ہیں گھروں میں مشینیں آگئی ہیں سارا کام مشینوں سے لیتی ہیں۔ ہاتھ پاؤں نہیں ہلاتیں۔ اس وجہ سے صحت پر بھی برا اثر پڑتا ہے۔ ہاتھ پاؤں حرکت نہیں کریں گے تو جسم میں ضعف اور کمزوری آئے گی۔ بیماریاں حملہ کریں گی تجربہ شاہد ہے کہ بوڑھی عورتیں آج کل کی نوجوان عورتوں سے زیادہ طاقت ور ہیں۔ اور بوڑھے نوجوانوں سے زیادہ طاقت اور ہمت رکھتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے اپنے بدن کو حرکت دی ہے اور ہاتھ پاؤں کے ساتھ کام کیے ہیں۔ اور ہاتھ اور پاؤں کے ساتھ کام کرنے میں اللہ تعالیٰ نے صحت رکھی ہے اور اجر و ثواب بھی رکھا ہے۔ لیکن آج کل کے تمام کام مشینوں کے ذریعے سرانجام دیتے ہیں۔ لہٰذا وہ صحت اور طاقت نہیں ہے۔

تو خیر! فرمایا کہ ایمان والوں کو جنتوں میں جوڑے ملیں گے عورتوں کو خاوند اور مردوں کو پاکیزہ بیویاں ملیں گی وَّهُمْ فِيهَا خٰلِدُوْنَ اور وہ ان جنتوں میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور ان کے انعامات میں اضافہ ہوتا رہے گا۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖٓ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ۭ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ۭ وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ﴿٢٦﴾ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ ۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۠ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿٢٧﴾ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٢٨﴾ ھُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۤ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَاۗءِ فَسَوّٰىھُنَّ سَبْعَ

سَمٰوٰتٍ ۭ وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۲۹﴾

لفظی ترجمہ :

اِنَّ اللّٰہَ بے شک اللہ تعالیٰ لَا یَسْتَحْیٖٓ نہیں شرماتا اَنْ یَّضْرِبَ یہ کہ بیان کرے مَثَلًا مَّا کوئی مثال بَعُوْضَۃً فَمَا فَوْقَھَا مچھر کی ہو یا اس سے بڑی فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا پس بہرحال وہ لوگ جو ایمان لائے فَیَعْلَمُوْنَ پس وہ جانتے ہیں اَنَّہُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّھِمْ کہ یہ مثال حق ہے ان کے رب کی طرف سے۔

وَ اَمَّا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اور بہرحال وہ لوگ جو کافر ہیں فَیَقُوْلُوْنَ پس وہ کہتے ہیں مَا ذَآ اَرَادَ اللّٰہُ بِھٰذَا مَثَلًا کیا ارادہ کیا اللہ تعالیٰ نے اس مثال کے ساتھ یُضِلُّ بِہٖ کَثِیْرًا اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے اس کے ذریعے بہتوں کو وَّ یَھْدِیْ بِہٖ کَثِیْرًا اور ہدایت دیتا ہے اس کے ذریعے بہتوں کو وَمَا یُضِلُّ بِہٖٓ اور نہیں گمراہ کرتا اس کے ذریعے اِلَّا الْفٰسِقِیْنَ مگر نافرمانوں کو۔

الَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَھْدَ اللّٰہِ نافرمان وہ ہیں جو توڑتے ہیں اللہ تعالیٰ کے عہد کو مِنْۢ بَعْدِ مِیْثَاقِہٖ اس کو مضبوط کرنے کے بعد وَ یَقْطَعُوْنَ اور توڑتے ہیں مَآ اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖٓ اس چیز کو جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اَنْ یُّوْصَلَ یہ کہ اس کو جوڑا جائے

وَيُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ اور فساد مچاتے ہیں زمین میں اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ اور یہی لوگ ہیں نقصان اٹھانے والے۔

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ کیسے تم انکار کرتے ہو اللہ تعالیٰ کا وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا حالانکہ تم بے جان تھے فَاَحْيَاكُمْ پس اللہ تعالیٰ نے تم کو زندہ کیا ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ پھر تمہیں مارے گا ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ پھر تمہیں زندہ کرے گا ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُمْ اللہ تعالیٰ وہی ہے جس نے پیدا کیا تمہارے لئے مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا جو کچھ زمین میں ہے سارا ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ پھر اس نے ارادہ کیا آسمان کی طرف فَسَوّٰهُنَّ پس برابر کر دیا ان کو سَبْعَ سَمٰوٰتٍ سات آسمان وَهُوَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔

ربط :

اس سے پہلے درس میں میں نے بتایا تھا کہ اس رکوع میں اللہ تعالیٰ نے تین چیزیں بیان فرمائی ہیں۔ توحید، رسالت اور معاد کا اللہ تعالیٰ نے چیلنج دیا کہ اگر تمہیں شک ہے اس قرآن کے بارے میں جو ہم نے اپنے بندے حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمایا ہے تو قرآن کریم کی ایک سو چودہ سورتوں میں سے کسی ایک چھوٹی سی سورت کے مثل کوئی سورت لے آؤ۔

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا پس اگر تم لوگ عربی اور فصیح و بلیغ ہونے کے باوجود سب

مل کر بھی نہ لاسکو وَلَنْ تَفْعَلُوْا اور تم ہرگز نہ لاسکو گے تو بچو تم اس آگ سے جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں۔

قرآنِ کریم پر مشرکین کا اعتراض :

مشرکین مقابلہ کرنے سے تو عاجز آگئے مگر دنیا کی عادت ہے کہ خاموش کوئی نہیں رہتا۔ جب ان سے کچھ نہ بن پڑا تو قرآن پاک پر اعتراض اور شوشے چھوڑنے شروع کر دیئے۔ کہنے لگے کہ تم قرآن کی بڑی تعریف کرتے ہو کہ یہ بڑی عظیم کتاب ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے تو پھر اس میں مکھی، مچھر، مکڑی، کتے اور خنزیر کا ذکر کیوں آتا ہے؟۔ کیونکہ قرآن پاک میں مختلف مقامات پر موقع محل کی مناسبت سے اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کا ذکر فرمایا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے حرام چیزوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا..........

قرآنِ کریم کی عام فہم مثالیں :

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ حرام کر دیا گیا تم پر مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور غیر اللہ کی بے بسی کو ذکر کرتے ہوئے سورۃ الحج میں فرمایا..........

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو! ضُرِبَ مَثَلٌ ایک مثال بیان کی جاتی ہے فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ اس کو غور سے سنو اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ بے شک جس کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا حاجت روا، مشکل کشا، فریادرس سمجھ کر پکارتے ہو لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّ لَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ وہ ہرگز نہیں بنا سکتے ایک مکھی اگرچہ سارے جمع ہو جائیں۔ اور اسی طرح شرک کی تردید کرتے ہوئے بیسویں پارے کے آخر میں

فرمایا.........

مَثَلُ الَّذِيْنَ مثال ان لوگوں کی اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ جنہوں نے بنائے اللہ تعالیٰ کے سوا کارساز كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ مکڑی کی طرح ہے اِتَّخَذَتْ بَيْتًا جس نے بنایا اپنا گھر وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ اور بے شک تمام گھروں سے کمزور البتہ مکڑی کا گھر ہے یہ مکڑی کا جالا نہ اس کو گرمی سے بچا سکتا ہے۔ نہ سردی سے اور معمولی سا تنکا لگنے سے ٹوٹ جاتا ہے۔

غرضیکہ تمام گھروں میں کمزور ترین گھر مکڑی کا جالا ہے۔ مکڑی سے کوئی پوچھے کہ اتنا بڑا مکان کوٹھی مضبوط قلعہ تیرے لئے کافی نہیں ہے کہ اس کی چھت کے نیچے یہ جالا بناتی ہے۔ یہی حال ہے مشرکوں کا کہ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق پر اس کو یقین نہیں آتا اس سے نیچے نیچے چھوٹے چھوٹے کارساز حاجت روا، مشکل کشا، دستگیر بناتے ہیں۔ جو نہ ان کا کچھ بنا سکتے ہیں نہ بگاڑ سکتے ہیں۔

پھر یہ جو مکڑی جالا بناتی ہے اس کا میٹریل باہر سے نہیں لاتی بلکہ اسکا میٹریل اس کے پیٹ سے لعاب کی شکل میں باہر نکلتا ہے۔ ایسے ہی مشرک کے پاس اپنے شرکیہ عقیدے پر خارج سے کوئی دلیل نہیں ہوتی نہ قرآن کریم سے، نہ سنت رسول سے، نہ اعمالِ صحابہ سے، نہ بزرگوں کے اقوال سے بلکہ جو کچھ نکلتا ہے اندر سے ہی نکلتا ہے......

كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ (سورۃ الکھف) بڑی سخت بات ہے جو ان کے مونہوں سے نکلتی ہے۔ ظالم مشرک اپنے شرک پر ساری دلیلیں اپنے پیٹ سے ہی نکالتا ہے اسی طرح قرآن کریم میں کتے کا بھی ذکر آتا ہے۔ تو

مشرکوں نے اعتراض کیا ہے کہ جب قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے تو اس میں ان چیزوں کا ذکر کیوں ہے؟۔ اللہ تعالیٰ اس کا جواب دیتے ہیں، فرمایا.........

اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ لَا يَسْتَحْىٖٓ نہیں شرماتا اَنْ يَّضْرِبَ یہ کہ بیان کرے مَثَلًا مَّا کوئی مثال، جو تمہیں سمجھانے کے لئے ہو۔ بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا (فرض کرو) مچھر کی ہو یا اس سے بڑی ہو۔ باریک ہونے میں اس سے بڑی ہو۔ یا موٹا ہونے میں اس سے بڑی ہو۔ مثالیں تو سمجھانے کے لئے ہوتی ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں یہودیوں کے پیروں اور مولویوں نے دین کا نقشہ بگاڑ دیا تھا۔ جس طرح آج کل اہل بدعت نے صحیح دین اسلام کا نقشہ بگاڑ دیا ہے۔ یہودی اس طرح کرتے تھے کہ چھوٹی باتوں کی طرف توجہ دیتے تھے لیکن بڑی باتوں کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کو سمجھانے کے لئے فرمایا کہ ''تم مچھروں کو چھانتے ہو اور اونٹوں کو نگلتے ہو''۔ یعنی چھوٹی باتوں کا خیال کرتے ہو اور بڑی باتوں کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتے۔

لطیفہ :

ایسا ہی ایک واقعہ **''المستطرف فی کل فن مستظرف''** نامی کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ اس کتاب میں وعظ و نصیحت کی باتیں بھی ہیں اور ہنسی مذاق کی باتیں بھی ہیں۔ واقعہ یہ لکھا ہے کہ ایک آدمی نے کنواری عورت کے ساتھ بدکاری کی جس سے وہ حاملہ ہوگئی اس بدکار نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا کہ ولادت ہو جائے گی اور میری بدنامی ہوگی لہٰذا مجھے کیا کرنا چاہیے۔ اس کو مشورہ دیا گیا کہ کسی دائی سے مل کر

اسقاط حمل کر دے کہنے لگا کہ حمل گرانا تو مکروہ ہے۔اس نے اتنا خیال نہ کیا کہ حمل گرانا مکروہ اور کیا بدکاری جائز ہے۔یہی حال تھا یہودیوں کا کہ چھوٹی چیزوں کا خیال کرتے تھے اور بڑی چیزوں کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔تو مثالیں سمجھانے کے لئے ہوتی ہیں.........

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا پس بہرحال وہ لوگ جو ایمان لائے فَيَعْلَمُوْنَ پس وہ جانتے ہیں اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ کہ یہ مثال حق ہے ان کے رب کی طرف سے وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور بہرحال وہ لوگ جو کافر ہیں فَيَقُوْلُوْنَ پس وہ کہتے ہیں مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا کیا ارادہ کیا اللہ تعالیٰ نے اس مثال کے ساتھ کہ کہیں مکڑی کا ذکر کیا، کہیں مکھی کا۔ان کے دماغ ٹیڑھے تھے اس لئے اس طرح کے اعتراض کرتے تھے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے اس کے ذریعے بہتوں کو۔جن کے دماغ صاف نہیں،ضدی ہیں۔اور ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا اور ہدایت دیتا ہے اس کے ذریعے بہتوں کو۔جو سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سمجھانے کے لئے مثالیں دی ہیں۔ وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ اور نہیں گمراہ کرتا ان مثالوں کے ذریعے مگر نافرمانوں کو۔جو حق کو نہیں مانتے اور فاسق ،فاجر ہیں۔آگے فاسقین کی صفات کے ساتھ ان کی وضاحت فرمائی ہے.........

﴿فاسقین کی علامات﴾

①......فاسقین کی پہلی صفت :

اَلَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللهِ فاسق، فاجر، نافرمان وہ ہیں جو توڑتے ہیں اللہ تعالیٰ کے عہد کو مِنْ بَعْدِ مِیْثَاقِهٖ اس کو مضبوط کرنے کے بعد۔ اس عہد سے کون سا عہد مراد ہے؟ تو مفسرین کرام رحمہم اللہ کے درج ذیل مختلف اقوال ہیں.........

①...... مفسرین کرام رحمہم اللہ کا ایک طبقہ کہتا ہے کہ اس سے وہ عہد مراد ہے جو اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں تمام انسانوں سے لیا تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخری انسان تک جو بھی اللہ تعالیٰ کے علم میں پیدا ہونے والے تھے چیونٹیوں کی مانند سب کو ظاہر فرمایا اور ان کو عقل اور شعور دیا پھر ان سے پوچھا.........

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور سہیل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کو "قولِ الست" کا یاد ہونا :

اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ قَالُوْا بَلٰی سب نے کہا کیوں نہیں تو ہمارا رب ہے۔ بعض ملحدوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر ہم نے یہ عہد کیا ہوتا تو ہمیں یاد ہوتا۔ ہمیں تو یہ عہد یاد نہیں ہے؟۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جن کے حافظے کمزور ہیں ان کو تو یاد نہیں ہے اور جن کے حافظے مضبوط ہیں ان کو یاد ہے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے الست والا عہد یاد ہے۔ اسی طرح حضرت سہیل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ اولیاء میں سے گزرے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ وہ عہد مجھے بھی یاد ہے۔ اور کئی بزرگ ہیں جو فرماتے ہیں کہ الست والا عہد ہمیں یاد ہے۔

رہی ہماری تمہاری بات تو ہمارے حافظے کا حال تو یہ ہے کہ ہمیں تو یہ بھی یاد نہیں ہے کہ روٹی کا لفظ ہمیں کس نے بتایا، پانی کا لفظ ہمیں کس نے بتایا، ماں نے بتایا، باپ نے بتایا، بھائی نے بتایا۔ آخر کسی کے بتانے سے ہی ہمیں معلوم ہوا ہے کہ یہ روٹی ہے اور یہ پانی ہے۔ اسی طرح ہاتھ ہے، آنکھ ہے، ناک ہے، پاؤں ہے کوئی بتا سکتا ہے کہ یہ ہمیں کس نے سکھائے ہیں۔ اور کس وقت بتائے ہیں۔ رات کے وقت بتائے ہیں دن کے وقت بتائے ہیں۔ کس جگہ بتائے ہیں۔ آخر کسی کے بتانے سے ہی معلوم ہوئے ہیں۔ لہٰذا اگر وہ عہد یاد نہیں ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عہد لیا ہی نہیں گیا۔ بلکہ عالمِ ارواح میں وہ عہد لیا گیا ہے۔ تو بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ''عہد'' سے وہ عہد مراد ہے۔

②...... مفسرین کرام رحمہم اللہ کا دوسرا گروہ فرماتا ہے کہ اس عہد سے کلمے والا عہد مراد ہے۔ کہ ہم جب کلمہ طیبہ پڑھتے ہیں **لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ** تو اس میں اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی کو معبود نہیں مانیں گے۔ اور حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ ہم ان کے نقشِ قدم پر چلیں گے۔ باقی کتنے لوگ ہیں جو اس عہد کو قائم رکھتے ہوئے آپ ﷺ کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ اور کتنے عہد کو توڑنے والے ہیں یہ سب کے سامنے ہے ؎

عیاں را چہ بیاں

کھلی چیز کے لئے دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی۔ تو یہ عہد مراد ہے کہ وہ اس عہد کو توڑتے ہیں۔

اور اسی طرح جب ہم ایمان مجمل اور ایمان مفصل پڑھتے ہیں تو اس میں بھی

عہد کرتے ہیں وَقَبِلْتُ جَمِيْعَ اَحْكَامِهٖ اور میں نے اللہ تعالیٰ کے تمام احکام کو قبول کیا۔ اس پر بھی غور کرلو اور اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو کہ ہم نے کتنے احکام مانے ہیں اور کتنے توڑے ہیں۔ الست والے عہد پر کتنے قائم ہیں۔ اور کلمے والے عہد پر کس قدر قائم ہیں۔ اور قَبِلْتُ جَمِيْعَ اَحْكَامِهٖ والے عہد پر کتنا عمل کر رہے ہیں؟ غور کرلو کیونکہ عہد توڑنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے فاسقون فرمایا ہے۔

۲..... فاسقین کی دوسری صفت :

وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اور توڑتے ہیں اس چیز کو جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اَنْ يُّوْصَلَ یہ کہ اس کو جوڑا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ اور اپنا تعلق میرے ساتھ جوڑو میرے پیغمبروں کے ساتھ تعلق جوڑو، میری کتابوں کے ساتھ تعلق جوڑو، اپنے رشتہ داروں کے ساتھ تعلق جوڑو اور صلہ رحمی کرو۔ یہ نہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق جوڑتے ہیں، نہ اس کے پیغمبروں کے ساتھ، نہ اس کی کتابوں کے ساتھ، نہ رشتہ داروں کے ساتھ اور صلہ رحمی کی بجائے قطع رحمی کرتے ہیں۔

۳..... فاسقین کی تیسری صفت :

وَيُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ اور فساد مچاتے ہیں زمین میں۔ خلافِ شریعت کام کرتے ہیں، جھوٹ بولتے ہیں، چوریاں کرتے ہیں، قتل، زنا، جوا کھیلتے ہیں۔ یہ تمام چیزیں فساد فی الارض ہیں۔ اور ناپ تول میں کمی کرنا، ملاوٹ کرنا بھی فساد فی الارض ہے۔ ملاوٹ کا تو یہ حال ہے کہ نمک، مرچ، ہلدی، دودھ، گھی تک کوئی چیز خالص نہیں ملتی۔ دنیا میں فساد ہی فساد ہے۔ اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ فرمایا.........

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ اور یہی لوگ ہیں نقصان اٹھانے والے۔ یہاں تک توحید، رسالت اور قرآن کریم پر اعتراض کا جواب دیا گیا آگے معاد کا بیان ہے۔فرمایا......

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ کیسے تم انکار کرتے ہو اللہ تعالیٰ کا۔یعنی اس کی قدرت اور اس کے احکامات کا وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا حالانکہ تم بے جان تھے۔رحم مادر میں تخلیق انسان کی کیفیت یہ ہے کہ چالیس دن تک نطفہ ہی رہتا ہے۔ پھر خون کا لوتھڑا بن جاتا ہے۔ پھر لوتھڑا گوشت کا ٹکڑا بن جاتا ہے۔ پھر گوشت کا ٹکڑا ہڈیاں بن جاتا ہے۔ پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھ جاتا ہے۔ جب انسانی شکل بن گئی تو چار ماہ بعد اس میں روح ڈالی جاتی ہے۔ اب اس میں جان آ گئی۔ اور اس نے ماں کے پیٹ میں نقل وحرکت شروع کر دی۔

اللہ تعالیٰ نے اس کی خوراک کا انتظام اس طرح کیا کہ حیض والی نالی کا اس کی ناف کے ساتھ ناڑو لگا دیا۔ ماں کے بدن کے ساتھ اس کو جوڑ دیا اس کے ذریعے سے اس کو خوراک ملتی ہے۔ جان پڑنے کے بعد پانچ ماہ تک ماں کے پیٹ میں رہتا ہے، پلتا ہے، سانس بھی لیتا ہے، خوراک بھی مل رہی ہے۔

خدا کی قدرت دیکھو! نہ کوئی کھڑکی ہے، نہ دروازہ ہے، نہ گرمی سردی سے بچنے کا انتظام ہے۔ مگر وہ پل رہا ہے، موٹا بھی ہو رہا ہے اور اس قابل ہو جاتا ہے کہ پیدائش کے بعد آواز بھی نکالتا ہے۔ جبکہ دنیا میں حالت یہ ہے کہ گرمی میں چھوٹے سے کمرے کی کھڑکیاں، روشن دان، دروازے بند کر دیں تو انسان کو سانس لینا دشوار ہو جاتا ہے۔ دم نکلتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھو کہ اس نے کس طرح انتظام

فرمایا ہے کہ وہ ماں کے چھوٹے سے پیٹ میں سانس بھی لے رہا ہے، خوراک بھی مل رہی ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کو سمجھو وہ قادرِ مطلق ہے وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ فرمایا.........

فَاَحۡیَاکُمۡ پس اللہ تعالیٰ نے تمہیں زندہ کیا۔ کہ ماں کے پیٹ میں جان ڈالی ثُمَّ یُمِیۡتُکُمۡ پھر تمہیں مارے گا ثُمَّ یُحۡیِیۡکُمۡ پھر وہ تمہیں قبر میں زندہ کرے گا۔

قبر میں زندگی :

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس زندگی سے مراد قبر کی زندگی ہے۔ انسان جب فوت ہوتا ہے تو اس کی روح نکل جاتی ہے پھر جب قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے تو تُعَادُ رُوۡحُہٗ فِیۡ جَسَدِہٖ اس کی روح اس کے جسم میں ڈالی جاتی ہے فرشتے آ جاتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں.........

مَنۡ رَّبُّکَ تیرا رب کون ہے؟۔ مَنۡ نَبِیُّکَ تیرا نبی کون ہے؟۔ مَادِیۡنُکَ تو کس دین پر تھا؟۔ وہ سوالوں کو سمجھتا بھی ہے اور جواب بھی دیتا ہے۔ اس کے بعد اگر نیک ہے تو اس کو قبر میں جو راحت اور آرام ملتا ہے اس کو وہ سمجھتا بھی ہے اور محسوس بھی کرتا ہے اور اگر بد ہے تو اس کو جو سزا ملتی ہے اس کو وہ سمجھتا بھی ہے اور محسوس بھی کرتا ہے۔

ثُمَّ اِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ قیامت قائم کی جائے گی۔ تمام کے تمام رب تعالیٰ کے سامنے پیش ہوں گے رتی رتی کا حساب ہوگا۔ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی چند نعمتوں کا ذکر فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے کہ جس نے تمہیں پیدا کیا، تمہارے پہلوؤں کو پیدا کیا اس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا، آسمان کی طرف سے بارش نازل فرمائی۔ اور اس کے ذریعے پھل پھول پیدا فرمائے۔ آگے دیگر انعامات کا ذکر ہے، فرمایا..........

کوئی چیز بے فائدہ نہیں :

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ اللہ تعالیٰ وہی ہے جس نے پیدا کیا تمہارے فائدے کے لئے مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا جو کچھ زمین میں ہے سارا۔ زمین میں جو کچھ ہے انسان کے فائدے کے لئے ہے۔

فائدہ کی مختلف صورتیں :

بعض ملحدین اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بتاؤ سانپ کے پیدا کرنے میں انسان کو کیا فائدہ ہے؟۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سانپ کے فوائد تو بہت ہیں، میں آپ کو سمجھانے کے لئے صرف ایک فائدہ بتاتا ہوں۔

دیکھو! عذابِ قبر کے بارے میں آتا ہے کہ بروں کے پیچھے ننانوے اژدھے لگے ہوں گے وہ اتنے زہریلے ہوں گے کہ اگر ایک دفعہ سانس لیں تو دنیا میں کوئی چیز ہری نہ رہے۔ تو ان کا ڈنگ کتنا زہریلا ہوگا۔ اب اگر دنیا میں سانپ نہ ہوتا تو یہ بات کس طرح سمجھ آتی اور انسان عبرت کس طرح حاصل کرتا؟۔

حالت یہ ہے کہ مجمع میں اگر چھوٹا سا سانپ نظر آجائے تو مجمع بدحواس ہو کر بکھر جاتا ہے۔ اور قبر میں اتنے زہریلے سانپ ہوں گے وہ ڈنگ ماریں گے اور آدمی بھاگ بھی نہیں سکے گا۔ تو یہ فائدہ ہے کہ نہیں کہ اس سے عبرت حاصل ہوتی ہے۔

فائدے کا معنیٰ صرف یہ نہیں ہے کہ آدمی پیٹ میں ڈالے۔ بلکہ عبرت حاصل کرنا بھی فائدے میں شامل ہے۔

ثُمَّ اسْتَوٰۤی اِلَی السَّمَآءِ پھراس نے ارادہ کیا آسمان کی طرف۔ زمین کی طرح آسمان بھی آٹے کے پیڑے کی طرح گول تھا۔

فَسَوّٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ پس برابر کردیا ان کو سات آسمان اپنی قدرت سے۔ یہ تمام چیزیں زمین، آسمان اللہ تعالیٰ نے تمہارے فائدے کے لئے بنائے ہیں۔

وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ اور وہ ہر چیز کو بخوبی جانتا ہے۔ کوئی چیز اس کے علم اور قدرت سے باہر نہیں ہے۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ
خَلِیْفَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا
وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ
وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾
وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَی
الْمَلٰٓئِكَةِ ۙ فَقَالَ اَنْۢبِئُوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنْ
كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا
مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ﴿۳۲﴾ قَالَ
یٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ
بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ غَیْبَ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا
كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ
اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ اَبٰی

وَاسْتَكْبَرَ ۫ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۴﴾

لفظی ترجمہ :

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ اور جب فرمایا تیرے رب نے لِلْمَلٰٓئِكَةِ فرشتوں کو اِنِّيْ جَاعِلٌ بے شک میں بنانے والا ہوں فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً زمین میں نائب قَالُوْٓا کہا فرشتوں نے اَتَجْعَلُ فِيْهَا کیا تو بناتا ہے اس زمین میں مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا اس کو جو فساد مچائے گا زمین میں وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ اور بہائے گا خون وَ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ اور ہم فرشتے تیری پاکی بیان کرتے ہیں تیری حمد کے ساتھ وَنُقَدِّسُ لَكَ اور ہم تیری پاکیزگی کا اقرار کرتے ہیں قَالَ اِنِّيْ اَعْلَمُ فرمایا اللہ تعالیٰ نے بے شک میں جانتا ہوں مَا لَا تَعْلَمُوْنَ جو تم نہیں جانتے۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ اور تعلیم دی آدم (علیہ السلام) کو الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا سب ناموں کی ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ پھر ان کو پیش کیا فرشتوں پر فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِيْ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے خبر دو بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ ان چیزوں کے ناموں کی اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر تم سچے ہو۔

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ کہا فرشتوں نے تیری ذات پاک ہے لَا عِلْمَ لَنَآ ہمیں کوئی علم نہیں ہے اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا مگر وہ جو تو نے ہمیں سکھایا ہے اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ بے شک تو ہی ہے علم والا اور حکمت والا قَالَ

يٰۤاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے آدم خبر دے ان کو بِاَسْمَآىِٕهِمْ ان چیزوں کے ناموں کی فَلَمَّاۤ اَنْۢبَاَهُمْ پس جب خبر دی آدم (علیہ السلام) نے ان کو بِاَسْمَآىِٕهِمْ ان چیزوں کے ناموں کی قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا اِنِّیْۤ اَعْلَمُ بے شک میں جانتا ہوں غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آسمانوں اور زمین کے غیبوں کو وَاَعْلَمُ اور میں جانتا ہوں مَا تُبْدُوْنَ اس چیز کو جس کو تم ظاہر کرتے ہو وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ اور اس چیز کو جس کو تم چھپاتے ہو۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اور جب کہا ہم نے فرشتوں کو اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ سجدہ کرو تم آدم (علیہ السلام) کو فَسَجَدُوْۤا پس انہوں نے سجدہ کیا اِلَّاۤ اِبْلِیْسَ مگر ابلیس نے اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ اس نے انکار کر دیا اور تکبر کیا وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ اور تھا وہ کافروں میں سے۔

ربط :

ان آیات کا پچھلی آیات کے ساتھ کیا ربط ہے؟۔اس کے متعلق علماء کرام فرماتے ہیں کہ نعمتیں دو قسم کی ہیں.........

① .... ایک ظاہری اور حسی کہ نظر آتی ہیں اور محسوس ہوتی ہیں۔ جیسے آسمان، زمین، انسان کا وجود، خوراک اور لباس ہے کہ یہ نظر بھی آتی ہیں اور محسوس بھی ہوتی ہیں۔

② .... دوسری نعمتیں باطنی اور معنوی ہیں جو نہ تو نظر آتی ہیں اور نہ محسوس

ہوتی ہیں جیسے علم، اخلاقِ حسنہ وغیرہ ہیں۔ کہ جو نہ تو نظر آتے ہیں اور نہ محسوس ہوتے ہیں۔ کیونکہ اخلاقِ حسنہ کا پتہ تو معاملہ کرنے کے بعد چلے گا۔ ویسے نہیں معلوم ہوسکتا۔

خلافت ارضی :

تو پہلے ظاہری اور حسی نعمتوں کا ذکر تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا، آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرمایا اور اب باطنی اور معنوی نعمتوں کا ذکر ہے کہ اے انسانو! تم اس بزرگ کی نسل سے ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے علم کی دولت سے نوازا جس کی بدولت وہ فرشتوں سے آگے نکل گیا اور مسجود الملائکہ بنا۔ اور انسانوں کی توجہ اس طرف بھی کرائی ہے کہ تم شیطان کے نقش قدم پر چلتے ہو اس نے جو تمہارے ساتھ کیا تھا وہ بھی سن لو۔ اور اس کے نقش قدم پر چلنا چھوڑ دو اور اپنی اصل کو نہ بھولو۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ اور جب فرمایا تیرے رب نے لِلْمَلٰٓئِكَةِ فرشتوں کو۔ مَلٰٓئِكَةٌ، اَلُوْكَةٌ سے مشتق ہے۔ اور اَلُوْكَةٌ کا معنیٰ ہے پیغام پہنچانا۔ اور فرشتوں کے ذمہ بھی مختلف ڈیوٹیاں لگی ہوئی ہیں۔ کوئی وحی لاتا ہے کوئی رحمت کا پیغام پہنچاتا ہے۔ کوئی نیکوں کے لئے رحمت کی دعائیں کر رہا ہے۔ کوئی مجرموں پر لعنتیں پہنچا رہا ہے۔ کوئی احکامات پہنچانے کی ذمہ داری پوری کر رہا ہے۔ اس لئے ان کو ملائکہ کہا جاتا ہے۔ اور فرشتوں کی تخلیق نور سے ہوئی ہے۔

فرشتوں کے ''نور'' سے مراد :

چنانچہ مسلم شریف میں روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خُلِقَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ نُّوْرٍ فرشتے نور سے پیدا کئے

گئے ہیں لیکن یہ نور وہ نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔

اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں سے ایک نام نور بھی ہے یہ صفت اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اس سے کوئی چیز نہیں نکلی فرشتے جس نور سے پیدا کئے گئے ہیں وہ مخلوق ہے جس طرح مٹی مخلوق ہے اس سے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ آگ مخلوق ہے جو جنات کی اصل ہے۔

اسی طرح نور بھی مخلوق ہے اس سے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پیدا فرمایا ہے۔ وہ نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں۔ اور نہ ان میں جنسی خواہشات ہیں وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگے رہتے ہیں۔ اور ان کی اعلیٰ ترین عبادت ہے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ تو فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا.........

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً بے شک میں بنانے والا ہوں زمین میں نائب۔ خلیفہ کا معنیٰ ہے نائب۔ اللہ تعالیٰ کی نیابت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام اللہ تعالیٰ سے وصول کر کے اس کی مخلوق پر نافذ کرے۔ مخلوق کو پہنچائے تاکہ وہ اس پر عمل کریں۔

فرشتوں کا اشکال :

قَالُوْٓا کہا فرشتوں نے اَتَجْعَلُ فِیْهَا کیا تو بناتا ہے اس زمین میں مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا اس کو جو فساد مچائے گا زمین میں وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ اور بہائے گا خون وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ اور ہم فرشتے تیری پاکی بیان کرتے ہیں تیری حمد کے ساتھ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ پڑھتے رہتے ہیں۔

وَنُقَدِّسُ لَکَ اور ہم تیری پاکیزگی کا اقرار کرتے ہیں۔ کہ تو تمام عیبوں اور کمزوریوں سے پاک اور صاف ہے۔ اس سے فرشتوں کا مدعا یہ تھا کہ اے پروردگار! کسی اور مخلوق کو جو خلیفہ بنانا چاہتا ہے ہمیں بنادے ہم ہر وقت تیری تسبیح اور تقدیس میں لگے ہوئے ہیں۔

انسان کی فضیلت :

قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ فرمایا اللہ تعالیٰ نے بے شک میں جانتا ہوں مَا لَاتَعْلَمُوْنَ جو تم نہیں جانتے۔ تمہارے ذہن میں صرف فرمانبرداری اور اطاعت ہے کہ جس کو تو نے پیدا کرنا ہے اس نے بھی تیری فرمانبرداری اور اطاعت کرنی ہے۔ اور وہ ہم کر رہے ہیں لہٰذا اس کو بنانے کی کیا ضرورت ہے؟۔

ٹھیک ہے تم فرمانبردار ہو اور رہو گے کیونکہ تمہارے خمیر میں خواہشات نہیں ہیں۔ میں ایک ایسی مخلوق بنانا چاہتا ہوں جس میں ہر طرح کی خواہشات بھی ہوں گی لیکن اس میں ایسی قابلیت اور صلاحیت ہوگی کہ وہ ان تمام خواہشات کو دبا کر میری خوشنودی حاصل کرنے کے لئے فرمانبردار رہے گا۔ اس بات کو تم نہیں جانتے میں جانتا ہوں۔ اور اس وجہ سے انسان کو فرشتوں پر فضیلت حاصل ہے کہ فرشتے لمبی راتوں میں بھی ساری رات سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ پڑھتے رہتے ہیں۔ کوئی قیام میں پڑھ رہا ہے، کوئی رکوع میں اور کوئی سجدے میں۔ نہ ان کو وضو کی ضرورت ہے کیونکہ ان کا وضو ٹوٹتا ہی نہیں ہے۔ نہ ان کو نیند کی حاجت ہے اور انسان کے ساتھ یہ ساری حاجتیں اور ضرورتیں لگی ہوئی ہیں۔ پھر وہ فرمانبردار ہے۔ اس لئے اس کی عبادت کا درجہ فرشتوں کی عبادت سے زیادہ ہے۔

مسلم شریف میں حدیث ہے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی اور پھر فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی تو یوں سمجھو کہ اس نے ساری رات عبادت میں گزاری ہے۔یعنی عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھ کر سو گیا اور صبح کو اٹھ کر فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی۔تو اس کا سونا بھی عبادت شمار ہوگا۔کیونکہ یہ گرمی،سردی کی پرواہ کئے بغیر اٹھتا ہے،وضو کرتا ہے پھر چل کر مسجد میں جاتا ہے۔اور فرشتوں کو نہ گرمی کی تکلیف اور نہ سردی کا احساس،نہ چلنے سے تھکاوٹ اس لئے انسان کی پانچ منٹ کی عبادت فرشتوں کی ساری رات کی عبادت سے افضل ہے۔اگر چہ مقدار میں تھوڑی ہے۔اور فرشتوں نے یہ بھی کہا کہ یہ زمین میں فساد مچائے گا اور خون ریزی کرے گا۔

فرشتوں کے اشکال کی وجہ؟ :

تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس چیز کا فرشتوں کو کس طرح پتہ چل گیا۔غیب کا علم تو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔تو انہوں نے قبل از وقت یہ بات کس طرح کردی؟۔اس سلسلے میں مفسرین کرام رحمہم اللہ نے بہت ساری باتیں بیان فرمائی ہیں۔ان میں سے ایک بات یہ بھی فرمائی ہے کہ.........

①...... آدم علیہ السلام کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے زمین میں جنات کی حکومت تھی اور وہ قتل وغارت اور فساد وغیرہ سب کچھ کرتے تھے تو ان پر قیاس کرتے ہوئے کہ جو ان کی جگہ آ رہے ہیں یہ بھی وہی کچھ کریں گے گویا کہ فرشتوں نے ایک نوع کا دوسری نوع پر قیاس کیا قَاسَ اَحَدَ النَّوْعَیْنِ عَلَی الْاٰخَرِ انہوں نے ایک نوع کا

دوسری نوع پر قیاس کیا۔

②...... اور اس کے جواب میں دوسری بات یہ فرمائی ہے کہ لفظ خلیفہ سے انہوں نے یہ سمجھا کہ حاکم اور خلیفہ کی ضرورت وہاں پڑتی ہے جہاں جھگڑا ہو فتنہ فساد ہو اور جہاں جھگڑا، فساد نہ ہو وہاں خلیفے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ چنانچہ ساری جنت میں ایک بھی تھانیدار نہیں ہوگا۔

③...... اور تیسری بات یہ فرمائی ہے کہ فرشتوں نے لوح محفوظ میں دیکھا تھا کیونکہ جب سے دنیا بنی ہے اس وقت سے لے کر قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے لوحِ محفوظ میں اللہ تعالیٰ نے سب کچھ لکھ دیا ہے کہ فلاں یہ کرے گا، فلاں یہ کرے گا، فلاں یہ کرے گا۔ تو اس کے ذریعے فرشتوں کو معلوم ہوا کہ آنے والی مخلوق یہ کچھ کرے گی۔ ملائکة المقربين نے لوح محفوظ کو دیکھا تھا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے لکھا تھا اور فرشتوں نے پڑھا تھا۔ وہ سب کچھ ہو رہا ہے۔

اس وقت فتنے عروج پر ہیں اور جوں جوں قیامت قریب آئے گی فتنے زیادہ ہوں گے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کی پیش گوئی ہے کہ جوں جوں قیامت قریب آئے گی فتنے زیادہ ہوں گے لوگ اتنے پریشان ہو جائیں گے کہ آدمی قبر کو دیکھ کر کہے گا کاش! یہ میری قبر ہوتی۔ یعنی میں مر چکا ہوتا۔ اور فتنوں سے محفوظ ہو جاتا۔

اور آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے جو لفظ نکلا ہے وہ کبھی خطا نہیں جا سکتا۔ جوں جوں قیامت قریب ہوگی دن بدن فتنوں میں اضافہ ہوگا۔ کمی کی توقع نہیں ہے۔ کمی تب ہوگی جب امام مہدی علیہ السلام تشریف لائیں گے اور ان کی کنائی کریں گے بدمعاش ختم ہوں گے اور اللہ والے کونوں سے باہر نکل آئیں گے۔ تو فرشتوں نے کہا

اے پروردگار! تو ایسے کو بنانا چاہتا ہے جو زمین میں فساد مچائے گا اور خون ریزی کرے گا اللہ تعالیٰ نے فرمایا بے شک میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ بے شک ان میں ایسے بھی ہوں گے۔ مگر بے شمار ان میں نیک بھی ہوں گے۔

انقلابِ روس اور استقامت دین :

پہلے زمانے تو خیر کے تھے ہر طرف نیک لوگ تھے مگر اس زمانے میں بھی زمین کے ہر کونے میں نیک لوگ موجود ہیں۔ اور انہوں نے مظالم کو برداشت کر کے بھی ایمان بچایا ہے اور اسلام کا تحفظ کیا ہے۔

روسی انقلاب کو ہی دیکھ لو کہ انہوں نے اسلام پر پابندی لگا دی ستر سال تک روسی مظالم نے لوگوں کے ذہن مسخ کیے حکومت سے منظوری لئے بغیر نومولود بچے کا نام کوئی نہیں رکھ سکتا تھا۔ کہ کوئی مسلمانوں والا نام نہ رکھ دے کہ بڑا ہو کر اس کو معلوم ہو جائے کہ ہم مسلمان ہیں اس حد تک پابندیاں تھیں۔ اس کے باوجود وہاں لوگوں نے تہہ خانوں میں چھپ کر اپنے بچوں کو دین سکھایا اور ایمان کا تحفظ کیا۔ الحمد للہ! اس وقت بھی ان علاقوں میں مسلمان موجود ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام اور فرشتوں کا امتحان :

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا اور تعلیم دی آدم (علیہ السلام) کو سب ناموں کی ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ پھر ان کو پیش کیا فرشتوں پر فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِىْ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے خبر دو بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ ان چیزوں کے ناموں کی اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر تم سچے ہو کہ ہم خلافت کے حقدار ہیں۔

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ کہا فرشتوں نے تیری ذات پاک ہے لَا عِلْمَ لَنَآ ہمیں

کوئی علم نہیں ہے اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا مگر وہ جو تو نے ہمیں سکھایا ہے اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ بے شک تو ہی ہے علم والا اور حکمت والا۔

قَالَ يٰاٰدَمُ اَنْبِئْهُمْ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے آدم خبر دے ان کو بِاَسْمَآئِهِمْ ان چیزوں کے ناموں کی فَلَمَّا اَنْبَاَهُمْ پس جب خبر دی آدم (علیہ السلام) نے ان کو بِاَسْمَآئِهِمْ ان چیزوں کے ناموں کی قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا اِنِّيْٓ اَعْلَمُ بے شک میں جانتا ہوں غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آسمانوں اور زمین کے غیبوں کو لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ اس سے ایک ذرہ بھی پوشیدہ نہیں ہے۔

وَاَعْلَمُ اور میں جانتا ہوں مَا تُبْدُوْنَ اس چیز کو جس کو تم ظاہر کرتے ہو وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ اور اس چیز کو جس کو تم چھپاتے ہو۔ ظاہر تو یہ کرتے تھے کہ اے پروردگار! ہم تیری تسبیح پڑھتے ہیں، تیری پاکیزگی کا اظہار کرتے ہیں۔ اور چھپاتے تھے کہ ہمیں خلافت ملنی چاہیے۔

آدم علیہ السلام کی برتری کی وجہ بمعہ امثلہ :

اب یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ رب تعالیٰ نے تعلیم تو دی آدم علیہ السلام کو اور امتحان میں فرشتے بھی مبتلا کیے گئے۔ بظاہر یہ بات انصاف کے خلاف معلوم ہوتی ہے۔ یا تو فرشتوں کو بھی تعلیم دی جاتی پھر امتحان لیا جاتا۔

① ...... مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے بیان القرآن میں اس کا بڑا مختصر جواب دیا ہے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی موجودگی میں آدم علیہ السلام کو ان چیزوں کے نام بتائے۔ مثلاً آدم علیہ السلام کو سمجھایا کہ یہ دہی ہے، یہ ہانڈی ہے، اس کو

چمچہ کہتے ہیں، یہ نمک ہے، اس کو ہلدی کہتے ہیں، یہ مرچ ہے وغیرہ، وغیرہ۔ تو جب آدم علیہ السلام کو نام بتائے فرشتے وہاں موجود تھے مگر وہ سمجھ نہ سکے۔ کیونکہ یہ چیزیں ان کی ضرورت کی نہیں تھیں۔ اور آدم علیہ السلام سمجھ گئے کیونکہ یہ چیزیں ان کی ضرورت کی تھیں۔

②...... پھر حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کو اس طرح سمجھو کہ جیسے کوئی استاد اقلیدس (جیومیٹری) پڑھائے اور کہے کہ ایک زاویہ قائمہ ہوتا ہے اور ایک زاویہ کادہ ہوتا ہے، ایک شکل خماسی ہوتی ہے اور ایک مربع ہوتی ہے، ایک مثلث ہوتی ہے اور ایک مسدس ہوتی ہے۔ یہ وہی سمجھیں گے جن کو اس سے کچھ نسبت ہوگی۔ وہاں بیٹھے ہوئے عوام بے چارے کیا سمجھیں گے کہ زاویہ کیا ہوتا ہے؟ اور مثلث کیا ہوتی ہے؟۔ اور مربع کیا ہوتا ہے؟۔ اسی طرح فرشتے بھی نہ سمجھ سکے، کیونکہ ان کا ان چیزوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تھا۔

③...... یا اس طرح سمجھو کہ جس آدمی کو پشتو کے ساتھ تعلق نہ ہو وہ عبدالرحمٰن بابا کے شعر کو نہیں سمجھ سکتا۔ صوبہ سرحد میں ایک بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں عبدالرحمٰن بابا۔ یہ بڑے اونچے درجے کے اشعار بولتے تھے۔ ان کا دیوان بھی پشتو زبان میں بڑا مشہور ہے۔ وہ فرماتے ہیں ؎

مار چہ سورے لہ ورشی هلہ سم شی
تو پگور ڈڈے تہ سم شولے رحمانا هه

اب جن کو پشتو کے ساتھ تعلق ہے اور پشتو جانتے ہیں وہ تو سمجھ گئے ہوں گے اور جن کو تعلق نہیں وہ نہیں سمجھ سکے۔ بابا جی فرماتے ہیں کہ سانپ جب بل میں داخل ہوتا ہے تو بالکل سیدھا ہو کر داخل ہوتا ہے۔ اے عبدالرحمٰن تو مرنے کے قریب ہو گیا

ہے، قبر کے قریب ہوگیا ہے اور تیرے بل نہیں نکلے جو دنیا سے عشق اور محبت کے بل تیرے بدن میں ہیں۔

تو انہوں نے تصوف کی بہت بلند بات فرمائی ہے اور یاد رکھنا جو صحیح تصوف ہے اس کے بغیر بھی مسلمان کو چارہ نہیں ہے۔ نفس کا تزکیہ کرنا اخلاق حسنہ کو اخذ کرنا بڑی چیز ہے۔ مگر آج کے دور میں اس کو سمجھنا خاصا مشکل ہے۔

فرشتوں کو سجدہ کا حکم :

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اور جب کہا ہم نے فرشتوں کو اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ سجدہ کرو تم آدم (علیہ السلام) کو فَسَجَدُوْٓا پس انہوں نے سجدہ کیا اِلَّآ اِبْلِيْسَ مگر ابلیس نے اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ اس نے انکار کر دیا اور تکبر کیا وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ اور تھا وہ کافروں میں سے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سجدہ کرنے کا حکم تو فرشتوں کو دیا تھا۔ اور ابلیس تو جنات میں سے تھا كَانَ مِنَ الْجِنِّ تو اس کے متعلق کیوں فرمایا کہ اس نے انکار کر دیا۔ اور تکبر کیا تو جب اس کو حکم ہی نہیں تھا تو اس نے انکار کس طرح کیا تو یاد رکھنا! قرآن کریم میں ایک جگہ اجمال ہوتا ہے اور دوسری جگہ اس کی تفصیل ہوتی ہے۔ یہاں تو صرف فرشتوں کو سجدے کا حکم ہے اور سورہ اعراف کے دوسرے رکوع میں آتا ہے کہ.........

ابلیس کا انکار و تکبر :

يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ اے ابلیس! تجھے کس نے منع کیا سجدہ کرنے سے جب میں نے تجھے حکم دیا تو اس سے معلوم ہوگیا کہ ابلیس

کو بھی سجدہ کرنے کا حکم تھا۔ مگر اس نے انکار کر دیا اور فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کیا۔ اور......

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِکَۃُ کُلُّھُمْ اَجْمَعُوْنَ پس تمام فرشتوں نے اکٹھے سجدہ کیا جس طرح جماعت میں امام کے پیچھے سارے مقتدی اکٹھے رکوع سجود کرتے ہیں۔ کیونکہ اَجْمَعُوْنَ کا لفظ ہے جو کہ یہ بتا رہا ہے کہ سب نے اکٹھا سجدہ کیا اور کیا بھی تمام فرشتوں نے ایسا نہیں ہے کہ بعضوں نے کیا ہو اور بعضوں نے نہ کیا ہو۔ کیونکہ کُلُّھُمْ کا لفظ بتا رہا ہے کہ کوئی فرشتہ اس حکم سے خارج نہیں ہے۔ تو تمام فرشتوں نے سجدہ کیا اور ابلیس نے نہ کیا۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے کہا تو نے سجدہ کیوں نہیں کیا؟ تو کہنے لگا کہ......

①... اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَہٗ مِنْ طِیْنٍ میں اس سے بہتر ہوں مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا ہے آگ میں شعلہ اور بلندی ہے۔ اور اس کو تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے جو پاؤں کے نیچے کچلی جاتی ہے اس کو میں کیوں سجدہ کروں۔ اور دوسرے مقام پر ہے کہنے لگا......

②... ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِیْنًا کیا میں اس کو سجدہ کروں جس کو تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ سب سے پہلے بشر کو حقیر سمجھنے والا ابلیس ہے۔ پندرہویں پارے میں ہے، کہنے لگا......

③... اَرَءَیْتَکَ ھٰذَا الَّذِیْ کَرَّمْتَ یہ وہ ہے جس کو تو نے میرے اوپر فضیلت دی ہے۔ رب تعالیٰ کے ساتھ طعن بازی کی ہے۔ جیسے عورتیں لڑتی ہیں تو طعنے دیتی ہیں۔ اور بشر کی تعریف اور تعظیم سب سے پہلے فرشتوں نے کی ہے۔ بشر کا

مقام بہت بلند ہے، لہٰذا اے انسانو! تم مسجود الملائکہ کی نسل سے ہو۔ اور حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں پر جو فضیلت حاصل ہوئی تو علم کی وجہ سے ہوئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں معنوی اور روحانی فضیلت عطا فرمائی ہے۔ اس کو یاد رکھو اور اعمالِ صالحہ کرو............... واللہ الموفق۔

وَقُلْنَا يٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ۖ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٣٥﴾ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۖ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿٣٦﴾ فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿٣٧﴾ قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٣٨﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٣٩﴾ ؏

لفظی ترجمہ :

وَقُلْنَا یٰۤاٰدَمُ اور کہا ہم نے اے آدم! اسْكُنْ اَنْتَ رہ تو وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ اور تیری بیوی جنت میں وَكُلَا مِنْهَا اور کھاؤ تم دونوں اس جنت سے رَغَدًا وسعت اور کشادگی سے حَیْثُ شِئْتُمَا جس جگہ سے چاہو وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ اور قریب نہ جانا اس درخت کے فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ پس ہو جاؤ گے ناانصافوں میں سے۔

فَاَزَلَّهُمَا الشَّیْطٰنُ عَنْهَا پس پھسلایا ان دونوں کو شیطان نے اس درخت سے فَاَخْرَجَهُمَا پس نکالا ان دونوں کو مِمَّا كَانَا فِیْهِ ان خوشیوں سے جن کے اندر وہ تھے وَقُلْنَا اهْبِطُوْا اور کہا ہم نے اترو تم بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ بعض تمہارے دوسرے بعض کے لئے دشمن ہوں گے وَلَكُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ اور تمہارے لئے زمین میں ٹھکانا ہے وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِیْنٍ اور فائدہ ہے ایک مدت تک۔

فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ پس حاصل کئے آدم علیہ السلام نے مِنْ رَّبِّهٖ اپنے رب سے كَلِمٰتٍ چند کلمات فَتَابَ عَلَیْهِ پس اللہ تعالیٰ نے رجوع کیا ان پر اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ بے شک وہی ہے توبہ قبول کرنے والا مہربان۔

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِیْعًا کہا ہم نے اترو تم یہاں سے سارے

فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ پس اگر آئے تمہارے پاس مِّنِّي هُدًى میری طرف سے ہدایت فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ پس جس نے پیروی کی میری ہدایت کی فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ پس ان پر نہ خوف ہوگا وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ اور نہ وہ غم کریں گے۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا اور جنہوں نے کفر کیا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا اور جھٹلایا ہماری آیتوں کو أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ وہ دوزخ والے ہیں هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ اس دوزخ میں وہ ہمیشہ رہا کریں گے۔

ربط :

پچھلے سبق میں آپ نے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام اور فرشتوں کا امتحان لیا اس علمی امتحان میں آدم علیہ السلام کامیاب ہوگئے اور فرشتے کامیاب نہ ہو سکے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو۔ فرشتوں نے بغیر کسی قیل وقال کے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا اور ابلیس لعین نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں اپنے سے گھٹیا اور پسماندہ کو سجدہ کیوں کروں؟۔ میں اس سے بہتر ہوں۔

سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کا سبق آموز واقعہ :

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ ایک حکایت بیان کر کے فرماتے ہیں کہ کاش! ابلیس سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے غلام ایاز سے ہی سبق سیکھ لیتا۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ بڑے عجیب قسم کے بزرگ تھے انہوں نے مثنوی شریف میں کہانیوں کی شکل میں توحید وسنت اخلاص تصوف بہت کچھ سمجھایا ہے اور سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے

زمرہ میں تو نہیں آتا جس طرح سلطان صلاح الدین ایوبی، سلطان بایزید یلدرم (ترکی) اور سلطان الپ ارسلان سلجوقی رحمۃ اللہ علیہم خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم میں سے نہیں تھے مگر بڑے نیک اور مجاہد قسم کے بادشاہ گزرے ہیں۔ سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دور میں یورپ والوں کو لگام ڈال رکھی تھی۔

سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے دورِ حکومت میں ایک نوعمر لڑکا جس کا نام ایاز تھا اور یہ بہت ذہین اور سمجھ دار تھا کو مجلس میں اپنے ساتھ بٹھاتے تھے۔ اور وزیروں کو مشیروں کو یہ بات ناگوار گزرتی تھی انہوں نے کہا کہ حضرت یہ چھوٹا سا بچہ آپ کے پاس بیٹھا رہتا ہے۔ کسی بڑے آدمی کو اپنے پاس بٹھایا کریں اس وقت تو غزنوی رحمۃ اللہ علیہ خاموش رہے۔

مگر جب انہوں نے ہندوستان پر حملہ کیا اور سومنات کا مندر گرایا اور ہندوستان کے قیمتی ہیرے اور جواہرات افغانستان پہنچے ان میں ایک بڑا قیمتی ہیرا تھا اپنے غلام کو حکم دیا کہ ایک پتھر اور ہتھوڑا لا کر میرے سامنے رکھ دو۔ غلام نے پتھر اور ہتھوڑا لا کر رکھ دیا جب مجلس جم گئی تو سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے جیب سے وہ قیمتی ہیرا نکالا اور ایک وزیر کو کہا کہ اس کو پتھر پر رکھ کر توڑ دو اس نے کہا بہت قیمتی ہیرا ہے اس کو نہیں توڑنا چاہیے۔ اور نہ توڑا۔ دوسرے وزیر کو کہا اس نے بھی نہ توڑا۔ تیسرے کو کہا اس نے بھی نہ توڑا۔

الغرض! وزیروں، مشیروں میں سے جب کسی نے ہیرے کو نہ توڑا تو سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایاز کو کہا لو بیٹے تم اس ہیرے کو توڑ دو ایاز نے ہیرے کو پتھر پر رکھ کر ہتھوڑے سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایاز کو کہا بیٹا یہ بڑا قیمتی ہیرا تھا سب مشیروں، وزیروں نے توڑنے سے انکار کر دیا اور تو نے اس کو کیوں توڑ دیا ہے؟۔ ایاز نے کہا بے شک ہیرا قیمتی تھا مگر میرے آقا کا حکم اس سے زیادہ قیمتی تھا۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ یہ واقعہ نقل کر کے فرماتے ہیں کہ کاش! کہ ابلیس ایاز سے ہی سبق سیکھ لیتا ایک منٹ کے لئے مان لیتے ہیں کہ تو بہتر ہے۔ اگر چہ یہ بات حقیقت کے خلاف ہے کیونکہ آگ سے خاک بہتر ہے مگر یہ تو دیکھتا کہ تجھے حکم کون دے رہا ہے مگر یہ ساری باتیں سمجھ سے تعلق رکھتی ہیں۔

وَقُلْنَا یٰٓاٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ اور کہا ہم نے اے آدم! رہ تو وَزَوْجُکَ الْجَنَّۃَ اور تیری بیوی (حوا علیہا السلام) جنت میں۔

جنت سے مراد :

جنت سے مراد اصل جنت ہی ہے نہ کہ ملک اردن کا باغ جیسا کہ بعض ملحدوں نے کہا ہے کہ اردن میں ایک باغ تھا اس میں ان کو بھیج دیا یہ سب خرافات ہیں بلکہ وہی جنت ہے جس میں حساب کے بعد مومنوں نے داخل ہونا ہے۔ اور وہ آسمانوں کی طرف ہے جس کے مقابلہ میں دوزخ ہے۔ جس میں کافروں اور مشرکوں نے داخل ہونا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہی سمجھی ہے۔

وَکُلَا مِنْھَا رَغَدًا اور کھاؤ تم دونوں اس جنت سے وسعت اور کشادگی سے حَیْثُ شِئْتُمَا جس جگہ سے چاہو۔ اور جو چاہو کھاؤ، یہ کوئی پابندی نہیں ہے مگر وَلَا تَقْرَبَا ھٰذِہِ الشَّجَرَۃَ اور قریب نہ جانا اس درخت کے۔ کیونکہ اگر تم نے اس درخت کا پھل کھایا تو......

شجر ممنوعہ کون سا تھا؟ :

فَتَكُونَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ پس ہو جاؤ گے ناانصافوں میں سے۔ یہ کس چیز کا درخت تھا تفسیروں میں مختلف اقوال منقول ہیں.........

۱)...... انگور اور کھجور کا ذکر بھی ہے۔

۲)...... بادام اور املوک کا ذکر بھی ہے۔

۳)...... لیکن اکثر حضرات فرماتے ہیں کہ گندم کا درخت تھا۔

اب سوال یہ ہے کہ گندم کا تو درخت نہیں ہوتا بلکہ پودہ ہوتا ہے۔ تو بات یہ ہے کہ جنت کا معاملہ الگ ہے۔ دنیا میں جو پودے ہیں وہ جنت میں درخت ہوں گے ان کو اس درخت سے کھانے پر ابلیس نے اکسایا تھا۔ قرآن کریم میں ہے.......

وَقَاسَمَهُمَا اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ابلیس لعین نے دونوں کے سامنے قسم اٹھائی کہ میں تمہارا بڑا خیر خواہ ہوں اور تمہاری بھلائی کی بات تم سے کر رہا ہوں۔ وہ یہ کہ اس درخت سے تمہیں اللہ تعالیٰ نے اس لئے منع فرمایا ہے اگر تم اس درخت سے کھالو گے تو ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہو گے الٹی گنگا چلائی۔

حضرت آدم علیہ السلام نے خیال فرمایا کہ ہے تو ابلیس مگر رب تعالیٰ کی قسم اٹھا کر تو جھوٹ نہیں بولتا ہوگا۔ پھر حضرت حوا علیہا السلام نے بھی اکسایا۔ بخاری شریف میں حدیث آتی ہے کہ ''اگر حوا علیہا السلام خیانت نہ کرتیں تو کوئی عورت خیانت نہ کرتی''۔ بہر حال دنیا میں آنا مقدر تھا۔

فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ پس جب انہوں نے اس درخت کے پھل کو چکھا بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا کھل گئے ستر ان کے وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ

وَّرَقِ الْجَنَّةِ (اعراف) وہ لگے اپنے اوپر جوڑنے بہشت کے پتے کھانا تو دور کی بات ہے دونوں نے چکھا ہی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ ان دونوں کے کپڑے اتار دو۔ دونوں ننگ دھڑنگ ہو گئے اللہ تعالیٰ کی شان کہ درخت بھی بگڑ گئے ستر پوشی کے لئے پتے پتے کے لئے جس درخت کے قریب جاتے اس کی ٹہنیاں اوپر ہو جاتیں۔ بالآخر انجیر کے درخت نے قربانی دی کہ پتے توڑ دیئے۔ اب انہوں نے پتوں کے ساتھ پتے جوڑ کر آگے پیچھے رکھ کر ستر ڈھانپا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا.........

حضرت آدم علیہ السلام کا اعتراف وتوبہ :

اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ میں نے تمہیں اس درخت کے قریب جانے سے منع نہیں کیا تھا وَاَقُلْ لَّكُمَا اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ اور تمہیں کہہ نہیں دیا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے رب تعالیٰ کے سامنے کوئی حجت بازی نہیں کی۔ حالانکہ اگر منطق لڑاتے تو کہہ سکتے تھے کہ اے پروردگار! ابلیس سے پوچھو اس نے جھوٹی قسمیں کھا کر کیوں دھوکہ دیا ہے؟۔ اصل مجرم تو وہ ہے اور بھی بہت کچھ کہہ سکتے تھے مگر آدم علیہ السلام نے سوچا کہ تمام چکر کاٹنے کے بعد بھی عاجزی کا اقرار کرنا ہے۔ تو شروع سے ہی تسلیم کرو۔ قیل وقال کی کیا ضرورت ہے؟۔ اس سے انسان کی شرافت کا پتہ چلتا ہے۔

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ دونوں نے کہا اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے۔ تو ہمیں معاف کر دے تو اگر ہمیں معاف نہیں کرے گا تو ہم کس سے معافی

معانگیں گے تو اگر ہم پر رحم نہیں کرے گا تو ہم خسارے میں ہوں گے یہی انسان کی شرافت ہے کہ رب تعالیٰ کے حکم کے سامنے اکڑتا نہیں ہے۔ اب رہی یہ بات کہ آدم علیہ السلام سے یہ خطاء کیوں ہوئی کہ اس درخت کا پھل کھالیا؟۔

①...... **امام بغوی** رحمۃ اللہ علیہ بڑے مفسر ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا لَاتَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ اس درخت کے قریب نہ جانا تو جس درخت کی طرف اشارہ کرکے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا انہوں نے وہ مخصوص درخت سمجھا اور اس کے قریب نہیں گئے۔ اس نوع کے دوسرے درخت سے کھالیا یہ غلطی ہوگئی۔

②...... **دوسری وجہ** یہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اس نہی کو نہی تحریمی نہیں سمجھا بلکہ نہی تنزیہی سمجھا اور نہی تنزیہی کا مطلب یہ ہے کہ اس سے بچنا بہتر ہے اگر کرلو تو گناہ نہیں ہے۔

③...... **تیسری وجہ** یہ بیان فرماتے ہیں کہ شیطان کی قسم سے مغالطہ ہوا کہ یہ جو قسم اٹھا کر کہہ رہا ہے کہ تم کھالو۔ شاید کہ اللہ تعالیٰ نے پہلا حکم اٹھالیا ہے اور ابلیس کو اس حکم کے منسوخ ہونے کا علم ہوگیا ہے۔ بہر حال کچھ بھی ہوا ہو یہ مقدر تھا کہ آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام نے زمین پر اترنا تھا۔ سو اتار دیئے گئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں......

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا پس پھسلایا ان دونوں کو شیطان نے اس درخت سے۔ نتیجہ یہ نکلا فَاَخْرَجَهُمَا پس نکالا ان دونوں کو مِمَّا كَانَا فِيْهِ ان خوشیوں سے جن میں وہ تھے وَقُلْنَا اهْبِطُوْا اور کہا ہم نے اتر جاؤ تم

بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ بعض تمہارے دوسرے بعض کے لئے دشمن ہوں گے۔ یعنی تمہاری نسل میں ایک دوسرے کی دشمنی چلے گی۔ یہ بات سمجھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ آج دنیا میں انسان ایک دوسرے کی کتنی گردنیں کاٹ رہے ہیں شمار سے باہر ہیں۔

حضرت آدم وحوا علیہما السلام کے اترنے کی جگہیں :

کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کو سری لنکا کے جزیرہ سراندیپ میں اتارا گیا اور حوا علیہا السلام کو سرزمین عرب میں دونوں ایک دوسرے کو تلاش کرتے رہے یہاں تک کہ عرفات کے میدان میں دونوں کی ملاقات ہوگئی۔

''عرفات'' کا معنیٰ :

"عرفات" کو عرفات اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ کیونکہ عرفات کا معنیٰ ہے ''شناخت کی جگہ''۔ حضرت آدم اور حوا علیہما السلام نے ایک دوسرے کی اس جگہ شناخت کی تھی۔ فرمایا......

وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ اور تمہارے لئے زمین میں ٹھکانا ہے۔ یعنی ٹھہرنے کی جگہ ہے وَّمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ اور فائدہ اٹھانا ہے ایک مدت تک۔ ایک عرصہ تک زمین میں رہو۔ پھر دنیا سے جانا ہے۔

فَتَلَقَّىٰ آدَمُ مِن رَّبِّهِ كَلِمَاتٍ پس حاصل کئے آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے چند کلمات۔ وہ کلمات یہ ہیں رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ یہ آٹھویں پارے میں موجود ہیں۔

فَتَابَ عَلَيْهِ پس اللہ تعالیٰ نے رجوع کیا ان پر۔ یعنی ان کی توبہ قبول

فرمائی۔ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ بے شک وہی ہے توبہ قبول کرنے والا مہربان۔ قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِیْعًا کہا ہم نے اترو تم یہاں سے سارے۔ یعنی آدم علیہ السلام حوا علیہا السلام اور ان کے ضمن میں جو ان کی اولاد ہے وہ تمام کے تمام سب کو خطاب ہے۔

فَاِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًى پس اگر آئے تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت۔ اِمَّا اصل میں اِنْ مَا ہے۔ "اِنْ" شرطیہ ہے اگر ہدایت آئے۔ یہ اس واسطے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پیغمبر بھیجنے اور کتابیں نازل کرنے پر مجبور نہیں تھا۔ اگر نہ بھیجتا تو اس سے کون پوچھ سکتا ہے اگر ضرورت ہوئی تو تمہاری طرف پیغمبروں اور کتابوں کی شکل میں ہدایت بھیجوں گا............

خوف/حزن میں فرق :

فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ پس جس نے پیروی کی میری ہدایت کی فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ پس ان پر نہ خوف ہوگا اور نہ وہ غم کریں گے۔ آئندہ کسی شی کا خدشہ ہو تو اس کو خوف کہتے ہیں۔ اور گزشتہ کسی چیز پر افسوس ہو تو اس کو غم کہتے ہیں۔ جب میں داخل ہونے کے بعد نہ تو آئندہ کسی قسم کا خوف ہوگا اور نہ گزشتہ زندگی پر کسی قسم کی پریشانی ہوگی کیونکہ نیکیاں کر کے گئے ہوں گے۔

سوال :

یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ قیامت والے دن تو اتنا ہولناک منظر ہوگا کہ سب کے طوطے اڑے ہوں گے۔ یہاں تک کہ انبیاء کرام علیہم السلام بھی رَبِّ سَلِّمْ رَبِّ سَلِّمْ کہہ رہے ہوں گے۔ اے رب سلامتی فرما، اے رب سلامتی فرما۔ تو پھر

لَا خَوْفٌ کا مطلب کیا ہوگا؟۔

جواب :

13

اس کے جواب میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ خوف دو طرح کا ہوتا ہے..........

①...... کبھی تو خوف کا باعث ڈرنے والے میں پایا جاتا ہے جیسے مجرم بادشاہی جو بادشاہ سے ڈرتا ہے۔ اس خوف کا سبب مجرم ہے جو مجرم کی طرف رجوع کرتا ہے۔

②...... اور کبھی خوف کا سبب مخوف عنہ یعنی جس سے ڈرتے ہیں اس میں کوئی امر ہوتا ہے۔ مثلاً کوئی شخص صاحب جاہ و جلال بادشاہ کے سامنے ہو تو اس کے خوف زدہ ہونے کی یہ وجہ نہیں کہ اس نے بادشاہ کا کوئی جرم کیا ہے بلکہ اس کا قہر و جلال سلطانی اور ہیبت خوف کا سبب ہے۔

آیت کریمہ میں پہلی قسم کی نفی ہوتی ہے جو خوف کسی جرم کی وجہ سے ہو۔ یہ خوف ان پر نہیں ہوگا اور نیک لوگوں پر جو خوف ہوگا وہ اللہ تعالیٰ کے جلال اور عظمت کا ہوگا۔ لَا یَحْزُنُھُمُ الْفَزَعُ الْاَکْبَرُ اور لوگوں پر اعمال کی وجہ سے جو گھبراہٹ ہوگی نیک لوگوں پر وہ نہیں ہوگی۔

وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا اور جنہوں نے کفر کیا وَکَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ اور جھٹلایا

ہماری آیتوں کو اُولٰٓـئِكَ اَصۡحٰبُ النَّارِ وہ دوزخ والے ہیں هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ اس دوزخ میں وہ ہمیشہ رہا کریں گے۔ اور جلیں گے نکلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

13
13

يٰبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِىَ الَّتِىْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِىْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ وَاِيَّاىَ فَارْهَبُوْنِ ﴿٤٠﴾ وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۭ بِهٖ ۖ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِىْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۫ وَاِيَّاىَ فَاتَّقُوْنِ ﴿٤١﴾ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٤٢﴾ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿٤٣﴾ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٤٤﴾ وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ﴿٤٥﴾ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ

رٰجِعُوْنَ ﴿۴۶﴾

لفظی ترجمہ :

یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِ یْلَ اے بنی اسرائیل! اذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ یاد کرو میری نعمتوں کو الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ جو میں نے تم پر انعام کیں وَاَوْفُوْا بِعَھْدِیْٓ اور پورا کرو میرے عہد کو اُوْفِ بِعَھْدِکُمْ میں پورا کروں گا تمہارے عہد کو وَاِیَّایَ فَارْھَبُوْنِ اور خاص مجھ ہی سے ڈرو۔

وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ اور ایمان لاؤ اس چیز پر جو میں نے نازل کی ہے مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَکُمْ جو تصدیق کرنے والی ہے اس چیز کی جو تمہارے پاس ہے وَلَا تَکُوْنُوْٓا اَوَّلَ کَافِرٍ بِہٖ اور نہ ہو جاؤ تم پہلے منکر اس کے وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ اور نہ خریدو میری آیتوں کے بدلے ثَمَنًا قَلِیْلًا تھوڑی قیمت وَاِیَّایَ فَاتَّقُوْنِ اور خاص مجھ ہی سے ڈرو۔

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ اور خلط ملط نہ کرو حق کو باطل کے ساتھ وَتَکْتُمُوا الْحَقَّ اور نہ چھپاؤ تم حق کو وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اور حالانکہ تم جانتے ہو وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّکٰوةَ اور قائم کرو تم نماز کو اور ادا کرو تم زکوٰة وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ اور رکوع کرو تم رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ کیا تم حکم دیتے ہو لوگوں کو نیکی کا وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَکُمْ اور بھول جاتے ہو اپنی جانوں کو وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْکِتٰبَ حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو اَفَلَاتَعْقِلُوْنَ کیا پس تم سمجھتے نہیں ہو۔

وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ اور مدد طلب کرو صبر اور نماز کے ساتھ وَاِنَّھَا لَکَبِیْرَۃٌ اور بے شک یہ نماز البتہ بھاری ہے اِلَّا عَلَی الْخٰشِعِیْنَ مگر ان لوگوں پر جو عاجزی کرنے والے ہیں۔

اَلَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ وہ لوگ جو یقین رکھتے ہیں اَنَّھُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّھِمْ بے شک وہ ملاقات کرنے والے ہیں اپنے رب سے وَاَنَّھُمْ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ اور بے شک وہ اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

ربط :

ان آیات کا پچھلی آیات کے ساتھ ربط یہ بیان فرماتے ہیں کہ پہلے نعمت عامہ بر عامہ کا ذکر تھا یعنی نعمتیں بھی عام اور تھیں بھی عام مخلوق پر۔ اور اب نعمت خاصہ بر خاصہ کا ذکر ہے یعنی نعمتیں بھی خاص اور جس قوم پر ہوئی ہیں وہ بھی خاص ہے۔ یعنی بنی اسرائیل۔ ان نعمتوں کی تفصیل آگے کئی رکوعوں تک بیان ہوگی۔

''اسرائیل'' کا معنیٰ :

''اسرائیل'' حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب تھا۔ اسراء کا معنیٰ ہے عبد اور ایل کا معنیٰ ہے اللہ۔ مکمل معنیٰ بنے گا ''عبداللہ''۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو بارہ بیٹے عطا فرمائے تھے بیٹی کوئی نہیں تھی۔ ان بارہ بیٹوں میں سے صرف حضرت یوسف علیہ السلام پیغمبر تھے باقی بھائی جمہور کے نزدیک پیغمبر نہیں تھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد در اولاد کو بنی اسرائیل کہتے ہیں۔ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ نے تقریباً چار ہزار پیغمبر مبعوث فرمائے۔ ان کے آخری پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے جن کا ذکر قرآن کریم نے اس طرح کیا ہے

بنی اسرائیل پر انعامات :

وَرَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا۔ اور چار مشہور آسمانی کتابوں توراۃ، زبور، انجیل اور قرآن مجید میں سے تین پہلی ان کو دی گئیں۔ اور مشہور اس لئے فرمایا کہ ان کے علاوہ اور کتابیں اور صحیفے بھی ہیں مگر وہ مشہور نہیں ہیں۔

توراۃ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا ہوئی۔ زبور حضرت داؤد علیہ السلام کو، انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان میں ایسے پیغمبر بھی تھے جن کو نبوۃ کے ساتھ ساتھ بادشاہت بھی ملی۔ جیسے حضرت یوسف علیہ السلام آخری دور میں مصر کے بادشاہ بھی تھے۔ اور پیغمبر بھی تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام پیغمبر بھی تھے بادشاہ بھی تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام پیغمبر بھی تھے بادشاہ بھی تھے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے ظاہری باطنی نعمتیں عطا فرمائی تھیں۔ اور عام بنی اسرائیلیوں پر جو انعامات ہوئے ان کا ذکر اگلے دو رکوعوں میں آئے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اے اسرائیل علیہ السلام کی اولاد! اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ یاد کرو میری نعمتوں کو الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ جو میں نے تم پر انعام کیں۔ یاد کرنے کا

مطلب ہے کہ ان کا شکر ادا کرو۔

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِیْٓ اور پورا کرو میرے عہد کو جو تم نے میرے ساتھ کیا ہے۔ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ میں پورا کروں گا تمہارے وعدے کو جو میں نے تمہارے ساتھ کیا ہے۔ یہاں پر اجمال ہے اور چھٹے پارے کے ساتویں رکوع میں اس کی تفصیل ہے کہ انہوں نے رب تعالیٰ کے ساتھ وعدہ کیا تھا اور رب تعالیٰ نے ان کے ساتھ کیا وعدہ کیا تھا.........

بنی اسرائیل کا میثاق :

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اور البتہ تحقیق پختہ عہد لیا اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنِّیْ مَعَكُمْ میں تمہارے ساتھ ہوں لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ اگر تم نے قائم کی نماز وَاٰتَیْتُمُ الزَّكٰوةَ اور تم زکوٰۃ دیتے رہے وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِیْ اور میرے رسولوں پر ایمان لاتے رہے وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ اور تم ان کی عزت اور قدر کرتے رہے وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا اور تم اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دیتے رہے یعنی اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرتے رہے۔ یہ کام بنی اسرائیلیوں کے ذمہ تھے وہ پورا کرتے رہیں۔

وَاُوْفِ بِعَهْدِكُمْ اور میں نے جو تمہارے ساتھ وعدہ کیا ہے اے بنی اسرائیلیو! وہ میں پورا کروں گا وہ وعدہ کیا ہے؟ فرمایا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ البتہ میں ضرور مٹادوں گا تمہاری خطائیں وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ اور میں تمہیں ضرور داخل کروں گا جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ان باغوں میں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ یہ اس معاہدے کی تفصیل ہے۔ فرمایا.........

وَاِيَّایَ فَارْهَبُوْنِ ، فَارْهَبُوْنِ اصل میں فَارْهَبُوْنِیْ تھا۔ یا کو تخفیف کے طور پر حذف کر دیا گیا۔ معنی بنے گا اور خاص مجھ ہی سے تم ڈرو۔

وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ اور ایمان لاؤ اس چیز پر جو میں نے نازل کی ہے۔ یعنی قرآن کریم۔ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ اور یہ قرآن کریم تصدیق کرتا ہے ان چیزوں کی جو تمہارے پاس ہیں۔ توراۃ، انجیل، زبور جو اصل آسمانی کتابیں تھیں۔

وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ اور نہ ہو جاؤ تم پہلے منکر اس کے۔ اے بنی اسرائیل! اگر تم انکار کرو گے تو تمہاری طرف دیکھ کر دوسرے بھی انکار کریں گے۔ تو ان کا وبال بھی تمہارے اوپر پڑے گا۔ حدیث پاک میں آتا ہے..........

لوگوں کے سامنے اچھی چیز کا پیش کرنا :

مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً جس کسی نے اچھی چیز لوگوں کے سامنے پیش کی کسی سنت کو زندہ کیا اور اس کو دیکھ کر اور لوگوں نے بھی عمل کیا تو ان لوگوں کے برابر اس کو بھی اجر ملے گا۔ اور ان کے اجر میں بھی کوئی کمی نہیں آئے گی۔ اور جس نے کوئی برا طریقہ رائج کیا۔ اس پر جتنے لوگ چلیں گے۔ جتنا گناہ ان کو ہوگا اس رائج کرنے والے کو بھی ان سب کے برابر گناہ ہوگا۔ اور ان کے گناہ میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی۔

اس ضابطے کے مطابق یہ امت جتنی نیکیاں کر رہی ہے وہ تمام کی تمام آنحضرت ﷺ کے نامہ اعمال میں درج ہو رہی ہیں۔ اور جو لوگ نیکیاں نہیں کرتے نماز نہیں پڑھتے روزے نہیں رکھتے، وہ یہ نہ سمجھیں کہ ہم صرف اپنا نقصان کر رہے ہیں بلکہ وہ آنحضرت ﷺ کا بھی نقصان کر رہے ہیں۔ اور عام مسلمانوں کو جو دعائیں پہنچنی تھیں وہ نہیں پہنچ رہیں تو ان کا بھی حق مار رہے ہیں۔

امام تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ کا قول :

امام تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ ساتویں یا آٹھویں صدی کے بڑے بزرگ اور بڑے عالم تھے۔ طالب علموں کو سبق پڑھا رہے تھے بڑا مجمع تھا۔ فرمانے لگے اگر میں قاضی اور جج ہوتا اور کوئی شخص میرے پاس آ کر مقدمہ درج کراتا کہ فلاں آدمی نے نماز نہ پڑھ کر میرا حق مارا ہے تو میں مقدمہ درج کر کے اس کے خلاف کارروائی کرتا کہ واقعی اس نے اس کا حق مارا ہے۔

طالب علموں نے کہا حضرت نماز تو اللہ تعالیٰ کا حق ہے اس میں بندے کا حق کیسے آ گیا؟۔ فرمایا بخاری شریف اور مسلم شریف میں حدیث آتی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب دعا کرتے تھے تو اس طرح کہتے تھے......

اَلسَّلَامُ عَلَى اللهِ اَلسَّلَامُ عَلَى جِبْرِيلَ اَلسَّلَامُ عَلَى مِيكَائِيلَ اَلسَّلَامُ عَلَى عِزْرَائِيلَ ...... اِلٰى آخِرِهٖ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَاتَقُولُوْا اَلسَّلَامُ عَلَى اللهِ نہ کہو اَلسَّلَامُ عَلَى اللهِ کیونکہ اللہ تعالیٰ تو خود سلام ہے سلامتی کی دعا تو اس کو دی جاتی ہے جس کو کوئی خطرہ اور خدشہ ہو۔ اس لئے کہ السلام علیکم کا معنٰی ہے اللہ تعالیٰ تجھے سلامتی میں رکھے تو اللہ تعالیٰ کو تو کوئی خطرہ نہیں ہے کہ تم اس کے لئے سلامتی کی دعا کرتے ہو۔

اور فرشتوں کا نام لے، لے کر کتنوں پر سلام بھیجو گے اور پھر کتنے فرشتوں کے نام تمہیں آتے ہیں پھر اسکے بعد پیغمبر ہیں تو کتنے پیغمبروں کا نام لے کر سلام بھیجو گے۔ لہٰذا تم اس طرح کہو اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِيْنَ کہ ہم پر سلامتی ہو تو اس جملے میں انبیاء علیہم السلام، صلحا، جن، فرشتے تمام آ جائیں گے اور یہ دعا

اَصَابَ کُلَّ عَبْدٍ صَالِحٍ لِلّٰهِ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اللہ تعالیٰ کے ہر نیک بندے کو پہنچتی ہے۔ چاہے وہ آسمانوں میں یا زمین میں شرق میں ہو یا غرب میں، شمال میں ہو یا جنوب میں۔

لہٰذا جو بندہ نماز نہیں پڑھتا وہ سب کا حق مارتا ہے کہ وہ اس دعا سے محروم ہو گئے۔ تو علامہ سبکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں فیصلہ کرتا کہ واقعی اس نے اس کا حق مارا ہے۔ کہ اس کو دعا سے محروم رکھا ہے۔ یا اس طرح سمجھو کہ جو شخص نماز نہیں پڑھتا اس نے درود شریف اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ بھی نہیں پڑھا۔ آلِ محمد سے مراد تمام مومن ہیں تو اس نے تمام مومنوں کا حق مارا ہے۔ لہٰذا بے نماز صرف رب تعالیٰ کا ہی حق نہیں مارتا بلکہ مخلوق کا بھی حق مارتا ہے۔

دنیا کی حیثیت :

وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اور نہ خریدو میری آیتوں کے بدلے تھوڑی قیمت۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ زیادہ قیمت کے بدلے بیچنا جائز ہے۔ کیونکہ دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں سب قلیل ہے۔

چنانچہ ترمذی شریف میں روایت آتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا کہ دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اس کی قیمت اللہ تعالیٰ کے ہاں مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ تعالیٰ کافر کو ایک گھونٹ پانی کا بھی نہ دیتا۔ ہمارے نزدیک تو سونے، چاندی، ڈالرز اور پونڈز کی قیمت ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی اس کی حیثیت نہیں ہے۔

لہٰذا ساری دنیا بھی قرآن کریم کی ایک آیت کے مقابلہ میں ہیچ ہے۔ یوں

سمجھو کہ ''ق'' ایک آیت ہے سارے دنیا کے خزانے جمع ہو کر ''ق یا جم'' کی قیمت نہیں بن سکتے۔ فرمایا وَ اِیَّایَ فَاتَّقُوْنِ اور خاص مجھ ہی سے ڈرو۔

کتمانِ حق کی مختلف صورتیں :

وَلَاتَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ اور خلط ملط نہ کرو حق کو باطل کے ساتھ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ یہاں لَا مقدر ہے، اصل میں ہے وَلَاتَكْتُمُوا الْحَقَّ اور نہ چھپاؤ تم حق کو۔ حق کے مٹنے کی دو ہی صورتیں ہوتی ہیں.........

① ..... ایک یہ کہ حق کو بیان نہ کیا جائے اور ظاہر بات ہے کہ جب حق کو بیان نہیں کیا جائے گا تو آنے والی نسلوں کو کیا پتہ چلے گا کہ حق کیا ہے؟۔ اور باطل کیا ہے؟۔

② ..... اور دوسرا یہ ہے کہ حق کو ملغوبہ بنا دیا جائے کہ حق اور باطل کو اس طرح خلط ملط کر دیا جائے کہ پتہ ہی نہ چلے کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے؟۔ اسی لئے بدعت کا بہت سخت گناہ ہے کہ بدعت سے دین خلط ملط ہو جاتا ہے کتنا سخت گناہ ہے۔

بدعت کی نحوست :

ایک آدمی مسجد میں بیٹھ کر سو بوتلیں شراب کی پیئے تو اس کا کتنا گناہ ہے۔ ویسے تو ایک بوتل کا بڑا گناہ ہے۔ سمجھانے کے لئے کہہ رہا ہوں کہ سو بوتلیں شراب کی پیئے تو کتنا گناہ ہوگا ایک بدعت کا گناہ اس سے بھی زیادہ ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ گناہ سے دین کا نقشہ نہیں بدلتا۔ گناہ کرنے والا بھی گناہ کو گناہ سمجھتا ہے اس سے توبہ بھی کرسکتا ہے۔ دین نہیں سمجھتا۔ اور بدعت سے دین کا نقشہ بدل جاتا ہے۔ بدعتی

، بدعت کو دین سمجھ کر کرتا ہے۔ اور ثواب سمجھتا ہے اس لئے اس کو توبہ نصیب نہیں ہوتی۔ اور جن لوگوں نے دین کو سنبھالا ہوا ہے بدعات ان کا دین ہیں۔ اگر تم بدعات کا رد کرو تو وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے ہمارے دین کی مخالفت کی ہے۔ اس لئے سو گناہ کبیرہ ایک طرف اور ایک بدعت ایک طرف ہو تو بدعت کا گناہ زیادہ ہے۔ کیونکہ اس سے دین کا نقشہ بدل جاتا ہے۔ اور بدعتی، بدعت کو ثواب سمجھ کر کرتا ہے۔ اسی لئے اس کو توبہ کی توفیق نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ اس کو کارِ ثواب سمجھتا ہے۔ اور ثواب کے کام سے کیوں توبہ کرے۔

مثلاً ابھی آپ نے صبح کی نماز پڑھی ہے اور درس سن رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اس نے توفیق عطا فرمائی ہے۔ اب تم یہ نہیں کہو گے کہ اے پروردگار! یہ جو میں نے نماز پڑھی ہے اس سے میری توبہ اور یہ جو میں نے قرآن سنا ہے اس سے میری توبہ۔ بلکہ شکر ادا کرو گے کہ الحمدللہ تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے نماز کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ اور بدعتی جب بدعت کو دین سمجھ کر کرے گا تو اس سے توبہ کب کرے گا؟۔

بدعتی سے توبہ کا سلب ہو جانا :

چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَدْ حَجَبَ التَّوْبَۃَ عَنْ کُلِّ صَاحِبِ بِدْعَۃٍ بے شک اللہ تعالیٰ نے بدعت کرنے والے پر توبہ کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ بدعت کی اتنی نحوست ہوتی ہے کہ دل میں توبہ کی صلاحیت باقی ہی نہیں رہتی۔ جس طرح غالی کافروں میں ایمان کی صلاحیت باقی نہیں رہتی۔

رسومِ باطلہ ''تحفۃ الہند'' کی روشنی میں :

مولانا عبید اللہ نومسلم (مرحوم) پہلے پنڈت تھے اور لدھیانہ کے رہنے والے تھے بڑے پڑھے لکھے آدمی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمان کی توفیق عطا فرمائی۔ مسلمان ہو گئے انہوں نے کتاب لکھی ''تحفۃ الہند'' ہندوؤں کے لئے تحفہ۔ یہ کتاب بڑی نایاب تھی۔ اب گوجرانوالہ کے ساتھیوں نے ہمت کر کے چھپوائی ہے۔ اس کو لے کر ضرور پڑھو اس میں انہوں نے ثابت کیا ہے کہ تیجہ، ساتواں، دسواں، برسی منانا، عرس لگانا یہ تمام ہندوؤں کی رسمیں ہیں جو ہمارے اندر آ گئی ہیں۔

مسلمان آئے ہندوستان میں اسلام پھیلا ہندو، سکھ مسلمان ہوئے مگر ان کی جو رسمیں تھیں ان کو نہیں چھوڑا وہ ابھی تک ساتھ چلی آ رہی ہیں۔ مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے ایمان لانے کا سبب یہی کتاب بنی، ان کا پہلا نام بوٹا سنگھ تھا۔

اور عورتوں کو بھی سمجھاؤ اور ان کا ذہن صاف کرو بدعات کا ایک سبب یہ بھی ہیں۔ جب تک ان کا ذہن صاف نہیں ہوگا۔ بدعات ختم نہیں ہوں گی تم حاجی بن جاؤ نمازی بن جاؤ، عورتوں کے ذہن صاف نہیں ہیں تو بدعتیں ختم نہیں ہوں گی۔ اور جن گھروں میں عورتیں سمجھ دار ہیں الحمد للہ وہاں بدعتیں اولاً تو ہوتی ہی نہیں اور اگر ہوتی بھی ہیں تو بہت کم۔ بدعت کی دین میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد :

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کوفے کے گورنر تھے کسی نے آ کر اطلاع دی کہ حضرت فلاں مسجد میں لوگ اکٹھے ہو کر بلند آواز سے درود شریف پڑھتے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اَوَيَفْعَلُوْنَ ذٰلِكَ کیا ایسی کارروائی

یہاں ہو رہی ہے؟۔لوگوں نے کہا ہاں حضرت ہو رہی ہے۔فرمایا کل جس وقت یہ کارروائی ہو مجھے آکر اطلاع دینا چنانچہ اطلاع دی گئی۔حضرت کا ہلکا پھلکا چھوٹا سا قد تھا،نقاب پوشی کی تا کہ کوئی پہچان نہ لے۔بڑے تیز چلتے تھے وہاں پہنچ کر منہ سے کپڑا اتارا اور فرمایا.........

مَنْ عَرَفَنِیْ ، عَرَفَنِیْ جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہی ہے وَمَنْ لَّمْ یَعْرِفْنِیْ فَاَنَا ابْنُ مَسْعُوْدٍ اور جو نہیں پہچانتا تو میں عبداللہ بن مسعود کوفے کا گورنر ہوں۔اوظالمو! ابھی تک آنحضرت ﷺ کے مٹی کے برتن نہیں ٹوٹے ابھی تک آپ ﷺ کے کپڑے میلے نہیں ہوئے اور.........

اَتَیْتُمْ بِبِدْعَةٍ ظَلْمَاءِ یہ تم مسجد میں اکٹھے ہو کر بلند آواز سے درود شریف پڑھتے ہو بدعتیں کرتے ہو۔مَا اَرَاکُمْ اِلاَّ مُبْتَدِعِیْنَ میں نہیں دیکھتا تمہیں مگر یہ کہ تم سارے کے سارے بدعتی ہو۔فَاَخْرَجَهُمْ مِنَ الْمَسْجِدِ پس ایک ایک کو پکڑ کر مسجد سے باہر نکال دیا اس سے اندازہ لگاؤ کہ بدعت کتنی قبیح ہے۔یہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اَفْقَهُ الْاُمَّةِ ہیں۔

تمام امت میں سب سے بڑے فقیہ تمام امت میں سب سے بڑے مفسر قرآن جن کے متعلق آنحضرت ﷺ نے فرمایا رَضِیْتُ لَكُمْ مَارَضِیَ لَكُمْ اِبْنُ اُمِّ عَبْدٍ جس چیز کو تمہارے لئے ابن مسعود پسند کرے میں بھی اس پر راضی ہوں۔وَمَا اَسْخَطَ لَكُمْ اِبْنُ اُمِّ عَبْدٍ فَقَدْ سَخَطْتُ لَكُمْ اور جو چیز تمہارے لئے ابن مسعود ناپسند کرے میں پسند نہیں کرتا۔لیکن کتنے افسوس کی بات ہے کہ جو بدعات نہ کرے وہ وہابی ہے اور جو بدعات کرے وہ سنی ہے۔ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلاَّ بِاللّٰهِ

الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔ تو فرمایا کہ حق کو نہ چھپاؤ۔

وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اورحالانکہ تم جانتے ہو وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ اور قائم کروتم نماز کو اور ادا کروتم زکوٰۃ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ اور رکوع کروتم رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔ یعنی جماعت کے ساتھ نماز پڑھو۔

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ کیاتم حکم دیتے ہولوگوں کو نیکی کا وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ اور بھول جاتے ہو اپنی جانوں کو۔ آج ہمارے وعظ و تبلیغ میں اسی وجہ سے اثر نہیں ہے کہ ہم کہتے زیادہ ہیں اور کرتے کم ہیں۔ اور پہلے لوگوں کے وعظ اور تبلیغ اس لئے مؤثر ہوتے تھے کہ وہ جو کچھ کہتے تھے پہلے کر کے دکھاتے تھے۔

وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا پس تم (اتنی موٹی باتیں بھی) نہیں سمجھتے۔

استعانت کا غلط مفہوم :

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اور مدد طلب کرو صبر اور نماز کے ساتھ۔ صبر اور نماز مدد طلب کرنے کا ذریعہ ہیں۔ صبر اور نماز سے مدد نہیں مانگنی بلکہ مدد اللہ تعالیٰ سے مانگنی ہے۔ جس کا سبق سورۃ فاتحہ میں دیا گیا ہے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ بات اچھی طرح سمجھ لو غلط قسم کے لوگ بڑا دھوکہ دیتے ہیں۔

چنانچہ ایک بدعتی مولوی صاحب تقریر کر رہے تھے کہنے لگے دیکھو سنو! یہ وہابی کہتے ہیں کہ غیر اللہ سے مدد نہ مانگو۔ میں غیر اللہ سے مدد مانگنا قرآن سے ثابت کرتا

ہوں۔دیکھو!قرآن کہتا ہے وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ مدد مانگو صبر سے اور مدد مانگو نماز سے۔کیا صبر اور نماز غیر اللہ نہیں ہیں؟۔تو غیر اللہ سے مدد مانگنا قرآن سے ثابت ہے لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

کیسا دھوکہ دے رہا تھا کہ ''حرفِ با'' جو صبر پر داخل ہے اور نماز پر داخل ہے اس کو حلوا سمجھ کر کھا گیا۔کیونکہ ''با'' کا معنٰی سبب اور ذریعہ ہے۔اور معنٰی یہ ہے کہ مدد طلب کرو صبر اور نماز کے ذریعہ سے اور مانگنی کس سے ہے؟ اللہ تعالیٰ سے۔ فرمایا......

وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اور بے شک یہ نماز البتہ بھاری ہے اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ مگر ان لوگوں پر جو عاجزی کرنے والے ہیں۔جو رب تعالیٰ سے ڈرتے ہیں ان پر بھاری نہیں ہے۔

الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ عاجزی کرنے والے وہ ہیں جو یقین رکھتے ہیں اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ بے شک وہ ملاقات کرنے والے ہیں اپنے رب سے وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ اور بے شک وہ اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ایسے مومنوں پر نماز کوئی بھاری نہیں ہے۔

14

يٰبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِىَ الَّتِىْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّىْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِىْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۴۹﴾ وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۰﴾ وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۱﴾ ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ

14
14

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَإِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۵۳﴾

لفظی ترجمہ :

يٰبَنِیٓ اِسْرَآءِيْلَ اے بنی اسرائیل اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ یاد کرو میری نعمتوں کو الَّتِیٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وہ (نعمتیں) جو میں نے تم پر انعام کیں وَاَنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ اور بے شک میں نے تمہیں فضیلت دی عَلَى الْعٰلَمِيْنَ جہان والوں پر

وَاتَّقُوْا يَوْمًا اور ڈرو اس دن سے لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ نہیں کفایت کرے گا کوئی نفس کسی نفس سے شَيْئًا کچھ بھی وَّ لَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ اور نہ قبول کی جائے گی اس کی طرف سے سفارش وَّ لَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ اور نہ لیا جائے گا اس کی طرف سے جرمانہ وَّ لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔

وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ اور جب ہم نے تم کو نجات دی فرعونیوں سے يَسُوْمُوْنَكُمْ جو چکھاتے تھے تمہیں سُوْٓءَ الْعَذَابِ برا عذاب يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ ذبح کرتے تھے تمہارے بیٹوں کو وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ اور زندہ چھوڑتے تھے تمہاری عورتوں کو وَفِیْ

ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ اوراس میں امتحان تھا مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ تمہارے رب کی طرف سے بڑا۔

وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ اور جس وقت پھاڑا ہم نے تمہارے لئے سمندر کو فَاَنْجَيْنٰكُمْ پس ہم نے تمہیں نجات دی وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ اور غرق کیا ہم نے فرعونیوں کو وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ اور تم دیکھ رہے تھے۔

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰى اور جس وقت ہم نے وعدہ کیا موسیٰ (علیہ السلام) سے اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً چالیس راتوں کا ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ پھر بنالیا تم نے بچھڑے کو معبود مِنْۢ بَعْدِهٖ اس کے بعد وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ اور تم ظالم تھے۔

ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ پھر ہم نے معاف کیا تم کو مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ اس کے بعد لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ تاکہ تم شکریہ ادا کرو۔

وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ اور جب دی ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب وَالْفُرْقَانَ اور حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والی چیز لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ تاکہ تم ہدایت حاصل کرو۔

ربط :

اس سے پہلے رکوع میں يٰبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِىَ کے ذکر

میں، میں نے کہا تھا کہ یہ اجمال ہے اور آگے تفصیل آئے گی۔ یہاں سے ان نعمتوں کی تفصیل شروع ہو رہی ہے۔ کچھ اس رکوع میں اور کچھ اگلے رکوع میں۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب تھا اور یہ عبرانی زبان کا لفظ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

بنی اسرائیل کی فضیلت :

یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اے بنی اسرائیل۔ اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ یاد کرو میری نعمتوں کو الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ وہ (نعمتیں) جو میں نے تم پر انعام کیں وَاَنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ اور بے شک میں نے تمہیں فضیلت دی عَلَى الْعٰلَمِیْنَ جہان والوں پر۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ظاہری نعمتیں بھی عطاء فرمائیں اور باطنی نعمتوں سے بھی مالا مال فرمایا۔

باطنی نعمتیں یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں عیسیٰ علیہ السلام تک تقریباً چار ہزار پیغمبر مبعوث فرمائے کسی قوم میں ایک پیغمبر آجائے تو ان کا سر فخر سے آسمان کے ساتھ جا لگتا ہے۔ اور جس قوم میں چار ہزار پیغمبر آئیں اُن کے لئے یہ کتنے فخر کی بات ہے پھر تین مشہور آسمانی کتابیں بھی اللہ تعالیٰ نے ان کو عطاء فرمائیں۔ توراۃ حضرت موسیٰ، زبور حضرت داؤد اور انجیل، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو۔

اور ظاہری نعمتیں یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بادشاہت بھی عطاء فرمائی۔ حضرت یوسف علیہ السلام یعقوب علیہ السلام کے حقیقی بیٹے تھے۔ پھر داؤد علیہ السلام خلیفۃ اللہ فی الارض ہوئے پھر اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کو حکومت عطا فرمائی۔ ان کے علاوہ اور کئی نیک بادشاہ ان میں گزرے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میری نعمتوں کو یاد کرو اور میری ان

نعمتوں کا شکریہ ادا کرو۔

وَاتَّقُوْا يَوْمًا اور ڈرو اس دن سے (مراد قیامت کا دن ہے)۔ لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا نہیں کفایت کرے گا کوئی نفس کسی نفس کی طرف سے کچھ بھی وَّ لَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ اور نہ قبول کی جائے گی اس کی طرف سے سفارش وَّ لَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ اور نہ لیا جائے گا اس کی طرف سے جرمانہ وَّ لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔ دیکھو! عادتاً جو آدمی گرفتار ہوتا ہے اسے عقلی طور پر چھڑانے کے چار طریقے ہیں......

مجرم چھڑانے کے چار طریقے :

۱)...... ایک یہ کہ اس کا کوئی شخص ضامن بن جائے کہ یہ بھاگے گا نہیں میں اس کو عدالت میں پیش کروں گا یا جو کچھ اس کے ذمہ ہے رقم وغیرہ اس کی ضمانت دے کر چھڑا لے۔

۲)...... دوسرا طریقہ یہ ہے کہ سفارش کے ذریعے چھڑا لیا جاتا ہے۔

۳)...... تیسرا طریقہ یہ ہے کہ جرمانہ دے کر چھڑا لیا جاتا ہے۔

۴)...... چوتھا طریقہ یہ ہے کہ ہلہ بول کر تھانے سے چھڑا لیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قیامت والے دن ان میں سے کوئی طریقہ بھی کام نہیں آئے گا نہ تو کوئی نفس کسی نفس کی طرف سے کفایت یعنی ضماعت دے سکے گا، نہ سفارش قبول کی جائے گی۔ اور نہ جرمانہ لیا جائے گا اور نہ ہلہ بول کر کوئی چھڑا سکے گا۔ آگے ان انعامات کا ذکر ہے جو بنی اسرائیل پر مختلف اوقات اور مختلف زمانوں میں ہوئے......

وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ اور جب ہم نے تم کونجات دی فرعونیوں سے يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ جوچکھاتے تھے تمہیں براعذاب يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ ذبح کرتے تھے تمہارے بیٹوں کو وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ اورزندہ چھوڑتے تھے تمہاری عورتوں کو۔

''فرعون'' کا معنٰی اور منصب :

''فرعون'' عبرانی زبان کا لفظ ہے اس کا معنٰی ''بادشاہ اور صدر'' ہے اس وقت کے بادشاہ کا لقب فرعون ہوتا تھا بہت سارے ایسے صدر اور فرعون گزرے ہیں نام ان کے مختلف تھے۔ یوسف علیہ السلام کے زمانے کے فرعون کا نام تھا ''ریان بن ولید رحمۃ اللہ علیہ'' یہ بڑا نیک آدمی تھا اس نے اپنی مرضی اور خوشی سے حکومت چھوڑ دی تھی۔ حالانکہ حکومت چھوڑنا آسان بات نہیں ہے۔

آپ دیکھتے ہیں کہ جس کو کرسی سے اتار دیا جائے وہ کس طرح تڑپتا ہے اور مارا مارا پھرتا ہے جس طرح مچھلی کو پانی سے باہر پھینک دیا جائے تو وہ تڑپتی ہے۔ یہی حال معزول حکمرانوں کا ہوتا ہے۔ مگر اس اللہ کے بندے نے بخوشی ورضا تاج شاہی یوسف علیہ السلام کے سر پر رکھ دیا۔ اور موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جو فرعون تھا اس کا نام تھا مصعب بن ولید یہ بڑا ہوشیار چالاک آدمی تھا۔ آج کل لیڈروں کی طرح کہ سب کچھ کرکے بھی بے گناہ ثابت ہوتے ہیں۔

فرعون کو نجومیوں نے بتایا کہ دو تین سالوں میں بنی اسرائیلیوں میں ایک بچہ پیدا ہوگا۔ جو تیری حکومت کے زوال کا باعث بنے گا وہ نجومی کبھی درست بات بھی کرتے تھے۔

چنانچہ فرعون نے عورتوں کا ایک الگ محکمہ قائم کیا اور ان کو ذمہ داری سونپی کہ بنی اسرائیلیوں کی حاملہ عورتوں کی نگرانی کریں۔ بنی اسرائیلی اس وقت کافی تعداد میں تھے۔ حاملہ عورتوں کی نگرانی سخت کردی جاتی اگر بچی پیدا ہوتی تو اس کو کچھ نہیں کہتے تھے اگر بچہ ہوتا تو حکم ہوتا کہ اس کو قتل کردو۔

①...... شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں۔ ''بارہ ہزار بچے اس ظالم حکمران کے قانون سے ذبح ہوئے''۔

②...... علامہ بونی رحمۃ اللہ علیہ بڑے اولیاء اللہ میں سے ہوئے ہیں انہوں نے عملیات کے موضوع پر عربی زبان میں ایک کتاب لکھی ہے اس کا نام ہے شمس المعارف یہ چار جلدوں میں ہے اور عملیات کی سب سے بڑی کتاب ہے۔ ان کی تحقیق کے مطابق ''ستر ہزار بچے قتل ہوئے''۔ لیکن بارہ ہزار تعداد بھی کوئی کم نہیں ہے۔ اور نوے ہزار ماؤں نے دیدہ دانستہ حمل گرادیئے کہ بچہ ہمارے سامنے ذبح ہوگا تو ہم سے گوارہ نہ ہوسکے گا۔

③...... اکبرالٰہ آبادی مرحوم بڑے طنز نگار شاعر تھے۔ طنز کے طور پر وہ بڑی بات سمجھا دیتے تھے وہ کہتے ہیں ؎

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

مطلب یہ ہے کہ فرعون بچوں کو قتل کرکے بدنام ہوگیا کالج بنا کر ان کے ذہن بگاڑ دیتا کوئی پریشانی نہ اٹھانی پڑتی۔ کیونکہ کالج میں آسانی سے ذہن مسخ کیئے جاتے ہیں۔ انگریز نے کالج کے ذریعے ہی مسلمان نسل کے ذہن بگاڑے ہیں۔

معاف رکھنا! حالات تمہارے سامنے ہیں۔ چند انگریزی خانوں کو نکال کر کہ جنہوں نے انگریزی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کی طرف بھی توجہ دی ہے یہ تو مستثنیٰ ہیں اور جنہوں نے صرف انگریزی تعلیم حاصل کی ان کے ذہن صاف نہیں ہیں۔ وہ وہی بات کرتے ہیں جو انگریز کہتا ہے۔

خدائی تدبیر :

بہرحال فرعون نے اپنی حکومت بچانے کے لئے بڑے بچے ذبح کروائے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت ظاہر فرمائی۔ جس کی تفصیل سولہویں پارہ میں ہے کہ جس بچے سے خطرہ تھا وہ اللہ تعالیٰ نے فرعون کے گھر پال کر دکھایا۔

حکایت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ :

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرعون کی اس کارروائی کو مثال کے ذریعے سے سمجھاتے ہیں فرماتے ہیں۔۔۔ ''ایک آدمی بڑا مالدار تھا اس کے پاس سونا، چاندی، جواہرات اور بڑے قیمتی ہیرے تھے۔ اور مکان اس کا قلعہ نما تھا۔ ڈاکوؤں نے مشورہ کیا کہ اس کے لوٹنے کا کیا طریقہ ہوسکتا ہے کہ نہ تو دروازے توڑ سکتے ہیں اور نہ ہی دیوار پھلانگ کر اندر جاسکتے ہیں۔ طے یہ پایا کہ دن کو جب دروازہ کھلا ہو ایک ہلکا پھلکا سا آدمی اندر چلا جائے اور کسی حصے میں پلنگ وغیرہ کے نیچے چھپ جائے۔ رات کو فلاں وقت اندر سے کنڈی کھول دے ہم اندر داخل ہو جائیں گے۔

چنانچہ ایک پھرتیلے جسم کا چور اندر داخل ہوا اور کہیں چھپ گیا رات کو اس نے اٹھ کر باہر والے دروازے کی کنڈی کھول دی صاحب خانہ کو کنڈی کھلنے کی آواز آئی اس نے محسوس کیا کہ گھر میں کوئی ہے وہ جلدی سے اٹھا اور کنڈی لگا دی۔ حالانکہ چور

اندر ہی تھا مگر اس نے سمجھا کہ نکل گیا ہے''۔

درِ بہ بست و وزد اندر خانہ بود

حیلہ فرعون زیں افسانہ بود

دروازہ بند کر دیا حالانکہ چور اندر ہے اسی لئے فرعون کی تدبیر ایک کہانی بن گئی کامیاب نہ ہوسکی۔

اے ظالم! تو نے بارہ ہزار بچے ذبح کروائے اور جس نے تیرا بیڑا غرق کرنا ہے وہ تیرے گھر میں پرورش پا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا میں تیرے گھر پال کر دکھاؤں گا۔ مکمل تیس سال تک موسیٰ علیہ السلام فرعون کے گھر پلتے رہے۔ بچوں کو ذبح کرتا اور عورتوں کو زندہ چھوڑتا۔ فرمایا.........

وَفِیْ ذٰلِکُمْ بَلَآءٌ اور اس میں امتحان تھا مِّنْ رَّبِّکُمْ عَظِیْمٌ تمہارے رب کی طرف سے بڑا۔

بنی اسرائیل کی نجات :

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ تم اپنے بھائی ہارون علیہ السلام اور ان ساتھیوں کو جو ہزاروں کی تعداد میں مرد عورتیں اور بچے تھے لے کر یہاں سے ہجرت کر کے چلے جاؤ۔ اور فلسطین میں جا کر رہو۔ بنی اسرائیلی جتنا سامان اٹھا سکتے تھے وہ لے لیا اور رات کو یہاں سے نکل گئے۔ اتنی مخلوق جب اکٹھی نکلتی ہے تو شور تو ہوتا ہے فرعون اور اس کے وزیر اعظم ہامان کو جب پتہ چلا تو انہوں نے ہنگامی حالات کا اعلان کر دیا فرعون اپنی فوج لے کر ان کے تعاقب میں نکل پڑا۔ بنی اسرائیلی سحری کے وقت دریا قلزم کے قریب پہنچے۔ جو خاصا گہرا تھا پیچھے فرعون کی فوجیں بھی ڈھول

بجاتی، گاتے گاتی اچھلتی کودتی پہنچ گئیں۔ بنی اسرائیلی فرعون کی فوجوں کو دیکھ کر پریشان ہو گئے۔ اور موسیٰ علیہ السلام کو کہا کہ اب ہم کیا کریں گے پیچھے فرعون ہے اور آگے دریا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا......

اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَھْدِیْنِیْ بے شک میرے ساتھ میرا رب ہے وہ میری راہنمائی فرمائے گا۔ اور حفاظت فرمائے گا۔ چنانچہ رب تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ تو اپنی لاٹھی دریا میں مار۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے لاٹھی دریا پر ماری تو رب تعالیٰ نے بارہ راستے بنا دیئے۔

فَکَانَ کُلُّ فِرْقٍ کَالطَّوْدِ الْعَظِیْمِ وہ پانی اس طرح کھڑا ہو گیا جس طرح دیواریں ہوتی ہیں۔ راستے بالکل خشک ہو گئے بلکہ بعض تفسیروں میں آتا ہے کہ پانی کی دیواروں میں کھڑکیاں لگا دی گئیں۔ تاکہ ایک دوسرے کو دیکھتے جائیں کہ وہ بھی جا رہے ہیں۔ رب تعالیٰ کی قدرت سے کچھ بھی بعید نہیں ہے۔ وہ سب کچھ کر سکتا ہے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی دریا پار کر کے دوسرے کنارے پر پہنچ گئے۔

فرعون کی غرقابی :

فرعون بھی اپنی فوج کے ساتھ پہنچ گیا۔ اور اپنے وزیر اعظم ہامان کو کہا کہ تو فوج کے آگے چل اور میں پیچھے رہوں گا۔ اور دریا میں داخل ہو جاؤ۔ اور ان کا تعاقب کرو۔ جب وہ تمام کے تمام دریا میں داخل ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے دریا کو حکم دیا کہ تو جاری ہو جا۔ سارے جہنم رسید ہوئے اور فرعون جب غرق ہونے لگا تو اس نے بڑا واویلا کیا اور کہا......

اٰمَنْتُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِہٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ میں ایمان لایا کہ

بے شک اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں۔

جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا..........

آلْئٰنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ اب ایمان لاتا ہے حالانکہ پہلے تو انکار کرتا تھا اور اکڑتا تھا۔ اب یہ کریں گے کہ اَلْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً آج ہم تیرا وجود دریا سے نکال کر باہر پھینک دیں گے تاکہ پچھلے لوگ دیکھیں کہ یہ تھا وہ کہتا تھا..........

اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى میں تمہارا رَبُّ الْاَعْلٰى یعنی ''سب سے بڑا رب'' ہوں۔ اب ناک سے پانی بہہ رہا ہے اور بھی جہاں جہاں سے بہنا تھا بہہ رہا ہے۔ آج تک اس کی لاش مصر کے عجائب گھر میں پڑی ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی فرعونوں کی لاشیں پڑی ہیں اس واقعہ کو اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں..........

وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ اور جس وقت پھاڑا ہم نے تمہارے لئے سمندر کو فَاَنْجَيْنٰكُمْ پس ہم نے تمہیں نجات دی وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ اور غرق کیا ہم نے فرعونیوں کو وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ اور تم یہ سارا نقشہ دیکھ رہے تھے۔

صحرائے سینا :

دریا پار کر کے موسیٰ علیہ السلام قوم کو لے کر جب وادی تیہ میں پہنچے جس کو آج کل کے جغرافیے میں ''وادی سینائی'' کہتے ہیں۔ اس کی لمبائی چھتیس میل اور چوڑائی چوبیس میل ہے۔ اور سطح سمندر سے تقریباً پانچ ہزار فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔

اس پر ۱۹۶۷ء کی جنگ میں یہودیوں نے قبضہ کر لیا تھا پھر مصر نے جنگ لڑ کر اس کا کچھ حصہ حاصل کیا۔ لیکن وہ حصہ جس میں تیل ہے اور فوجی اہمیت کا حامل ہے وہ

آج تک اسرائیل کے قبضہ میں ہے۔ بہرحال حضرت موسیٰ علیہ السلام جب وادی تیہ میں پہنچے تو قوم نے کہا اے موسیٰ! کوئی قوم آئین کے بغیر وقت پاس نہیں کر سکتی۔ اور ضابطے اور قانون کے بغیر دنیا میں امن قائم نہیں ہو سکتا لہٰذا اللہ تعالیٰ سے کوئی کتاب لا کر دو تا کہ ہم اس کے مطابق وقت گزاریں۔

چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر تشریف لے گئے۔ پہلے تیس راتیں پھر بڑھا کر چالیس راتیں کر دی گئیں۔ چالیس راتوں کے اعتکاف کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دے دی گئی۔ لیکن اس دوران پیچھے قوم میں ایک واقعہ پیش آ گیا۔

سامری کی کارستانی :

ہوا اس طرح کہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں ایک آدمی تھا جس کا نام ''موسیٰ بن ظفر'' تھا۔ یہ قبیلہ سامرہ سے تعلق رکھتا تھا۔ اور سامرہ قبیلہ بھی حضرت یعقوب علیہ السلام کی نسل سے تھا۔ یہ آدمی منافق تھا۔ اس نے سونے چاندی کا ایک بچھڑا بنایا اور حضرت جبریل علیہ السلام کے گھوڑے کے قدموں کی مٹی جو اس نے اٹھائی ہوئی تھی وہ مٹی اس بچھڑے میں ڈالی تو اس بچھڑے نے ٹیں ٹیں کی آواز نکالنی شروع کر دی۔

سامری نے لوگوں کو کہا کہ بچھڑے کے اندر جو ٹیں ٹیں کر رہا ہے یہ رب ہے۔ بے وقوف لوگوں نے اس کی پوجا شروع کر دی۔ قرآن کریم میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جب واپس تشریف لائے تو حضرت ہارون علیہ السلام سے غصے ہوئے ان کی ڈاڑھی پکڑی سر کے بال پکڑے اور کہا کہ تم نے لوگوں کی اصلاح کیوں نہیں کی؟۔ انہوں نے کہا..........

یَا ابْنَ اُمَّ اے میری ماں کے بیٹے! میری داڑھی اور سر کے بال نہ پکڑو میں نے قوم کو یہاں تک سمجھایا کہ کَادُوْا یَقْتُلُوْنَنِیْ قریب تھا کہ مجھے قتل کر

دیتے۔اس کا ذکر ہے فرمایا.........

موسیٰ علیہ السلام طور پر :

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰی اور جس وقت ہم نے وعدہ کیا موسیٰ (علیہ السلام) سے اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً چالیس راتوں کا۔ پہلے تیس راتوں کا وعدہ تھا پھر دس کا اضافہ ہوا۔ فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً پس چالیس راتیں پوری کیں۔روزانہ ایک تختی ملتی تھی۔ اور یہ تختیاں تیس راتوں کے بعد ملنا شروع ہوئیں۔کل دس تختیاں تھیں۔ پھر تم نے کیا،کیا۔فرمایا.......

ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ پھر بنالیا تم نے بچھڑے کو معبود مِنْ م بَعْدِهٖ ان کے جانے کے بعد وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ اور تم ظالم تھے۔ کہ جس رب کی تم نے اتنی نعمتیں دیکھیں اس کو چھوڑ کر صرف بچھڑے کی ٹیں، ٹیں کے پیچھے لگ گئے۔لوگ شعبدہ بازی اور کرشمے دیکھ کر پیچھے لگ جاتے ہیں۔اور کچھ سوچتے سمجھتے نہیں ہیں۔

''دجال'' اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی :

چنانچہ جب دجال آئے گا۔اور وہ رب ہونے کا دعویٰ کرے گا لوگ اسے کہیں گے کہ اگر تو رب ہے تو بارش برسا کیونکہ بارش نہیں ہو رہی تو وہ مسمریزم اور جادو کے ذریعے مصنوعی بادل اکٹھے کرے گا اور بارش برسائے گا لوگ کہیں گے واقعی یہ سچا رب ہے۔ کچھ لوگ اس کو کہیں گے ہم بڑے غریب ہیں بھوکے ہیں ہمیں مال چاہیے۔ وہ زمین پر، پَر مارے گا زمین سے سونا، چاندی نکل آئے گا۔لوگ اس کے پیچھے چل پڑیں گے۔دنیاداروں کو اور کیا چاہیے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں ایک علامت بتاتا ہوں کہ دجال

اَعْوَرُ یعنی کانا ہوگا وَاِنَّ رَبَّکُمْ لَیْسَ بِاَعْوَرٍ اور بے شک تمہارا رب کانا نہیں ہے۔تو بنی اسرائیل نے بچھڑے کو معبود بنالیا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْکُمْ پھر ہم نے معاف کیا تم کو مِّنْ م بَعْدِ ذٰلِکَ اس کے بعد لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ تاکہ تم شکریہ ادا کرو۔ وَاِذْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ اور جب دی ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب۔توراۃ،جس کا تمام آسمانی کتابوں میں قرآنِ کریم کے بعد بہت بلند مقام ہے اور بڑی جامع کتاب ہے۔

وَالْفُرْقَانَ اور معجزے دیئے جن کے ذریعے حق اور باطل کے درمیان فرق ہوتا تھا۔ بہت سارے معجزے تھے ان میں سے ایک وہ عصا مبارک بھی تھا کہ جب اس کو پھینکتے تھے تو وہ اژدھا بن جاتا تھا اور مقابلے میں آنے والے جادوگروں کے سارے سانپوں کو نگل جاتا تھا۔ پھر جب اس کو ہاتھ لگاتے تھے وہ عصا ہوجاتا تھا۔ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ اللہ تعالیٰ نے ان معجزات کے ذریعے حق کو ظاہر کیا اور ان کی کارروائی کو باطل کیا۔

لَعَلَّکُمْ تَهْتَدُوْنَ تاکہ تم ہدایت حاصل کرو۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ
ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ
فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ
ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ فَتَابَ
عَلَيْكُمْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿٥٤﴾ وَاِذْ
قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى
اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ
تَنْظُرُوْنَ ﴿٥٥﴾ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ
لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿٥٦﴾ وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ
الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ؕ
كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا
وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿٥٧﴾ وَاِذْ
قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا

حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ۚ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۸﴾ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۵۹﴾

لفظی ترجمہ :

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ اور جب کہا موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے يٰقَوْمِ اے میری قوم! اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بے شک تم نے ظلم کیا اپنی جانوں پر بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ بوجہ بنالینے بچھڑے کو معبود فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ پس توبہ کرو اپنے پیدا کرنے والے کی طرف فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ پس قتل کرو تم اپنی جانوں کو ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ یہ بہتر ہے تمہارے حق میں عِنْدَ بَارِئِكُمْ تمہارے پیدا کرنے والے کے ہاں فَتَابَ عَلَيْكُمْ پس اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف رجوع کیا اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ بے شک وہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی اورجب کہاتم نے اے موسیٰ! (علیہ السلام) لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ ہم ہرگز تیری تصدیق نہیں کریں گے حَتّٰی نَرَی اللّٰهَ جَهْرَةً یہاں تک کہ ہم دیکھ لیں اللہ تعالیٰ کو کھلے طور پر فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ پس پکڑلیا تمہیں بجلی نے وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ اورتم دیکھ رہے تھے۔

15

ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ پھرہم نے تمہیں زندہ کیا مِّنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ تمہارے مرنے کے بعد لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ تاکہ تم شکرادا کرو۔

وَ ظَلَّلْنَا عَلَیْكُمُ الْغَمَامَ اورسایہ کیاہم نے تم پر بادلوں کا وَاَنْزَلْنَا عَلَیْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰی اورنازل کی ہم نے تم پر کھیر اور بٹیرے كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ کھاؤان پاکیزہ چیزوں سے جوہم نے تمہیں رزق دیا وَمَا ظَلَمُوْنَا اورانہوں نے ہم پرکوئی زیادتی نہیں کی وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ اورلیکن وہ اپنی جانوں پرظلم کرتے تھے۔

وَاِذْ قُلْنَا اورجب کہاہم نے ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْیَةَ داخل ہوجاؤاس بستی میں فَكُلُوْا مِنْهَا حَیْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا پس کھاؤاس میں سے جہاں سے چاہو وَّ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا اورداخل ہوجاؤ دروازے سے سجدہ کرتے ہوئے وَّ قُوْلُوْا حِطَّةٌ اورکہوتم حِطَّةٌ یعنی ہمارے گناہ گرادے نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰیٰكُمْ معاف کردیں گے ہم تمہاری

خطائیں وَسَنَزِیْدُ الْمُحْسِنِیْنَ اور ہم زیادہ دیں گے نیکی کرنے والوں کو۔

15/15

فَبَدَّلَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا پس تبدیل کرلیا ان لوگوں نے جنہوں نے ظلم کیا بات کو غَیْرَ الَّذِیْ قِیْلَ لَهُمْ سوائے اس کے جو ان کو کہی گئی تھی فَاَنْزَلْنَا عَلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا پس نازل کیا ہم نے ان لوگوں پر جنہوں نے ظلم کیا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ عذاب آسمان کی طرف سے بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ اس لئے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔

ربط :

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا ذکر چلا آرہا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور سے توراۃ لے کر جب واپس تشریف لائے اور دیکھا کہ قوم نے بچھڑے کو معبود بنالیا ہے۔ اور اس کی پرستش کررہے ہیں۔ پہلے تو حضرت ہارون علیہ السلام پر ناراض ہوئے کہ تم نے ان کو اطلاع کیوں نہیں کی اور تمہارے ہوتے ہوئے یہ کیوں گمراہ ہوئے ہیں۔ جب پوری طرح مطمئن ہوگئے کہ ہارون علیہ السلام نے اپنی ذمہ داری پوری طرح ادا کی ہے اور اس میں کسی قسم کی کوئی کوتاہی نہیں کی تو پھر قوم کی طرف متوجہ ہوئے اس کا ذکر ہے ......

بچھڑے کی پوجا، توبہ اور قتل :

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ اور جب کہا موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے یٰقَوْمِ اے میری قوم! اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بے شک تم نے ظلم کیا اپنی جانوں

پر۔ کیونکہ اس کارروائی کا وبال تمہاری جانوں پر پڑے گا بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ جو تم نے بچھڑے کو معبود بنا کر ظلم کا ارتکاب کیا ہے۔ اگر تم اپنی آخرت سنوارنا چاہتے ہو تو..........

فَتُوبُوا اِلٰى بَارِئِكُمْ تو، توبہ کرو اپنے پیدا کرنے والے کی طرف فَاقْتُلُوا اَنْفُسَكُمْ پس قتل کرو تم اپنی جانوں کو۔ (اس کی مختلف تفاسیر درج ذیل ہیں)......

①...... اس کی ایک تفسیر تو اس طرح بیان کی گئی ہے کہ ہر مجرم کو حکم تھا کہ وہ اپنے آپ کو خود قتل کرے۔

②...... اور دوسری تفسیر یہ نقل کی گئی ہے کہ جن لوگوں نے بچھڑے کی پوجا نہیں کی تھی وہ ان کو قتل کریں جنہوں نے پوجا کی اور طریقہ یہ ہوگا کہ اگر ایک بھائی نے پوجا کی ہے اور دوسرے نے نہیں کی تو جس نے پوجا نہیں کی وہ اس کو قتل کرے جس نے پوجا کی ہے۔ اگر باپ نے پوجا کی ہے اور بیٹے نے نہیں کی تو بیٹے کو حکم تھا کہ باپ کو قتل کر۔ اور اگر بیٹے نے پوجا کی ہے اور باپ نے نہیں کی تو باپ کو حکم تھا کہ بیٹے کو قتل کر۔ تو اس طرح انہوں نے اپنی جانوں کو قتل کیا۔

اس زمانے میں مرتد کی توبہ قتل کے بغیر قبول نہیں ہوتی تھی۔ یہ تو آنحضرت ﷺ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اس امت کو سہولت دی، نرمی فرمائی کہ مرتد کو تین دن کی مہلت ہے اگر توبہ کرے تو فبہا چھوڑ دیا جائے گا اگر توبہ نہیں کرتا اور کفر پر مُصر رہتا ہے تو تین دن کے بعد قتل کر دیا جائے گا۔ فرمایا اس طرح توبہ کرنا..........

ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ یہ بہتر ہے تمہارے حق میں عِنْدَ بَارِئِكُمْ تمہارے

پیدا کرنے والے کے ہاں۔ چنانچہ اسی طرح ہوا کہ انہوں نے گردنیں کٹوا کر اپنی آخرت بنالی۔ فَتَابَ عَلَيْكُمْ پس اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف رجوع کیا اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ بے شک وہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

بنی اسرائیل کا توراۃ پر ردِّ عمل :

آگے ایک اور واقعہ کا بیان ہے۔ موسیٰ علیہ السلام توراۃ لے کر قوم کے پاس آئے۔ اور بچوں، بوڑھوں، جوانوں اور عورتوں کو اکٹھا کیا تمام کے تمام اکٹھے ہو گئے بڑا مجمع تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے یہ ضابطہ حیات عطا کیا ہے قوم نے کہا کہ ہمیں پڑھ کر سنایئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ساری توراۃ پڑھ کر ان کو سنا دی۔ تو قوم نے کہا کہ یہ کتاب بہت سخت ہے اور اس کے احکام بہت مشکل ہیں۔ ہم اس پر عمل نہیں کر سکتے۔ اس کو تم واپس اللہ تعالیٰ کے پاس لے جاؤ اور اس کے بدلے کوئی آسان کتاب لاؤ۔ یا اس میں ترامیم کرا دو۔

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے شریعت سے آزاد زندگی گزاری ہے۔ اور آزاد زندگی گزارنے والے پر جب کچھ پابندیاں لگتی ہیں تو اس کو خاصی مشکل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا جو تمہاری طاقت سے باہر ہو۔ ان احکامات پر جب عمل شروع کرو گے تو آسان ہو جائیں گے۔ مشکل اس لئے نظر آ رہے ہیں کہ پہلے تم نے یہ کئے نہیں ہیں۔

اس کی مثال اس طرح سمجھو کہ جو حضرات نماز پڑھتے ہیں ان کو نماز پڑھنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی۔ اور جو بے نماز ہیں ان کے لئے نماز پڑھنا پہاڑ اٹھانے کے برابر ہے۔ کیونکہ انہوں نے کبھی پڑھی نہیں ہے۔ بہر حال موسیٰ علیہ السلام نے ان کو سمجھایا مگر

وہ کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ سے درخواست کرنے میں تو کوئی حرج نہیں ہے؟۔

اور یہ بات بھی انہوں نے کہی کہ ہمارے پاس کیا ثبوت ہے کہ واقعی یہ کتاب اللہ تعالیٰ نے آپ کو دی ہے۔ یا آپ خود بنا کر لائے ہیں۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے ستر آدمی منتخب فرمائے۔ جو کہ سردار تھے کہ تم میرے ساتھ کوہِ طور پر چلو تا کہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور میں تمہارے سامنے درخواست کروں گا کہ اے پروردگا! میری قوم کہتی ہے کہ یہ کتاب بہت مشکل ہے لہٰذا اس میں ان کی خواہش کے مطابق ترمیم کر دیں۔

بنی اسرائیل کے نمائندے طور پر :

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ستر آدمی ساتھ لے کر کوہِ طور پر تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اے پروردگار! تو قادرِ مطلق ہے جو چاہے کر سکتا ہے مشکل حکم بھی دے سکتا ہے اور آسان حکم بھی دے سکتا ہے۔ میری قوم کا مطالبہ ہے کہ اس کتاب کے بدلے ہمیں کوئی آسان کتاب مل جائے یا اس میں کچھ ترمیم ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا جو تمہاری طاقت سے باہر ہو۔ لہٰذا اس پر عمل کرو اور اگر بمقتضائے بشریت تم سے کوئی غلطی ہوگئی تو میں تمہیں معاف کر دوں گا۔

اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا مطالبہ :

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ان کی قوم کے جو سردار گئے تھے یہ باتیں سننے کے بعد کہنے لگے کہ آواز تو آرہی ہے مگر ہمیں کیا معلوم کہ رب بول رہا ہے یا جن بول رہا ہے یا کوئی فرشتہ بول رہا ہے۔ لہٰذا ہم تو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ جب تک

رب تعالیٰ کو آنکھوں سے دیکھ نہ لیں۔اس کا ذکر ہے فرمایا..........

وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی اور جب کہا تم نے اے موسیٰ! (علیہ السلام) لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ ہم ہرگز تیری تصدیق نہیں کریں گے حَتّٰی نَرَی اللّٰهَ جَهْرَةً یہاں تک کہ ہم دیکھ لیں اللہ تعالیٰ کو کھلے طور پر فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ پس پکڑ لیا تمہیں بجلی نے وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ اور تم دیکھ رہے تھے۔ان کی گستاخی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر بجلی گرادی۔ستر کے ستر مارے گئے۔نویں پارے میں آتا ہے موسیٰ علیہ السلام نے کہا پروردگار!......

اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا کیا ہمیں ہلاک کر دے گا اس کام کی وجہ سے جو کیا ہمارے احمقوں نے ، یا اللہ یہ سب تو بے وقوف تھے ان کو تو میں لایا تھا اپنی تائید کیلئے اب جب میں اکیلا واپس جاؤں گا تو میں قوم کو کیا جواب دوں گا؟۔ اِنْ هِیَ اِلَّا فِتْنَتُكَ یہ سب تیری آزمائش ہے۔یا اللہ! تو مارنے پر بھی قادر ہے اور زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے وہ ستر کے ستر باوجود اس گستاخی کے زندہ فرما دیئے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

موت اور پھر زندگی :

ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ پھر ہم نے تمہیں زندہ کیا مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ تمہارے مرنے کے بعد لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ تاکہ تم شکر ادا کرو۔یہ لوگ جب واپس آئے قوم کے پاس تو کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ عمل ہو سکے تو کر لینا اور نہ ہو سکے تو نہ کرنا میں معاف کر دوں گا۔حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تو کہا تھا کہ اگر بتقاضائے بشریت کوئی غلطی ہوئی تو میں معاف کر دوں گا۔

یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ کاذکرآتاہے۔کہ وہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو بدل دیتے تھے وہ اس طرح بدلتے تھے مگر ان کی تمام تر گستاخیوں کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کو انعامات سے نوازا۔آگے ان انعامات کاذکر ہے،فرمایا.........

بادلوں کا سایہ :

وَ ظَلَّلْنَا عَلَیْکُمُ الْغَمَامَ اور سایہ کیا ہم نے تم پر بادلوں کا۔بنی اسرائیل جب بحر قلزم عبور کر کے وادی تیہ میں پہنچے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم آیا کہ اے بنی اسرائیل!تم قابض قوم عمالقہ جو عملیق نامی ایک شخص کی نسل سے تھے بڑے قدآور موٹے تازے صحت منداور جنگجو تھے ان سے جہاد کروتاکہ شام اور فلسطین کی زمین تمہارے قبضے میں دے دی جائے۔بڑا طویل قصہ ہے چھٹے پارے میں اس کی تفصیل آئے گی ان لوگوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا.........

انکارِ جہاد اور اس کا انجام :

اِنَّ فِیْھَا قَوْمًا جَبَّارِیْنَ بے شک اس سرزمین میں ایک زبردست،جبار قوم ہے وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَھَا حَتّٰی یَخْرُجُوْا مِنْھَا اور بے شک ہم ہرگز داخل نہیں ہوں گے اس میں جب تک کہ وہ یہاں سے نکل نہ جائیں فَاِنْ یَّخْرُجُوْا مِنْھَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ پس اگر وہ وہاں سے نکل جائیں تو ہم (فاتحانہ انداز میں) داخل ہوں گے۔اورانہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو یہ بھی کہا.........

فَاذْھَبْ اَنْتَ وَ رَبُّکَ فَقَاتِلَآ اِنَّا ھٰھُنَا قَاعِدُوْنَ تو جااور تیرا رب پس تم دونوں جاکے لڑو ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے۔اللہ تعالیٰ نے چالیس سال تک اس میدان سے نکلنا ان پر حرام کر دیا اور یہ ہزاروں کی تعداد میں تھے بوڑھے، بچے،

جوان، مرد، عورتیں سب ان میں شامل تھے۔اور چالیس سال وہاں رہنا تھا۔

میدان ایسا تھا کہ اس میں کوئی قابل ذکر سایہ دار درخت نہیں تھا کوئی معمولی قسم کا درخت ہوتو ہو۔اور دھوپ وہاں شدید پڑتی تھی۔مکان بھی وہاں نہیں بنا سکتے تھے اور باہر سے کوئی چیز لاکر سائے کا انتظام بھی نہیں کر سکتے تھے۔کیونکہ وہاں سے باہر جانے کی اجازت نہیں تھی۔اللہ تعالیٰ کی مدد شاملِ حال ہوئی۔اور بادلوں کے ذریعے ان کے لئے سائے کا انتظام فرمایا جونہی سورج چڑھتا سایہ ہوجاتا سورج غروب ہوتا سایہ ختم ہوجاتا قوم کے جرم دیکھواور اللہ تعالیٰ کی رحمت دیکھو۔اسی لئے آتا ہے......

اِنَّ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ بے شک میری رحمت ہر شئ پر وسیع ہے۔
ایک دو دن کی بات نہیں پورے چالیس سال ان پر سایہ رہا۔وہاں خوراک کی بھی ضرورت تھی کیونکہ انسان عالمِ اسباب میں اس کے بغیر بھی زندہ نہیں رہ سکتا اللہ تعالیٰ نے خوراک کا بھی انتظام کیا۔اس کا ذکر ہے.........

من وسلویٰ کا نزول :

وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى اور نازل کی ہم نے تم پر کھیر اور بٹیرے۔کیسے؟..........

①...... تفسیر کی کتابوں میں اس کی ایک شکل یہ لکھی ہے کہ عین موقع پر ان کے سامنے ایک رکابی (پلیٹ) میں کھیر اور ایک رکابی (پلیٹ) میں بھنے ہوئے بٹیر آجاتے تھے۔جتنا جی چاہے اتنا کھالیں اور اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کوئی شئ بعید نہیں ہے عموماً کھانے دو طرح کے ہوتے ہیں نمکین اور میٹھے۔اللہ تعالیٰ نے دونوں قسم

کے کھانوں کا انتظام فرمایا۔

(۲)...... اور بعض مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ تیار ہو کے نہیں آتے تھے بلکہ چھوٹی چھوٹی جھاڑیاں تھیں جن کے پتے چوڑے تھے رات کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی چیز برستی تھی جس کی تہہ ان پتوں پر جم جاتی تھی یہ تھی وہ کھیر جو ان کو بطور خوراک کے ملتی تھی۔ یہ اعضاء کے لئے بڑی طاقت بخش تھی اس کو اس طرح سمجھو کہ جس طرح پہاڑی علاقوں میں برف باری ہوتی ہے تو اس کی تہہ جم جاتی ہے اور بٹیر بھی انہیں جھاڑیوں میں ہوتے تھے۔ جن کو یہ آسانی سے پکڑ کر کھاتے تھے۔ اور پانی کا ذکر اگلے رکوع میں آ رہا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ''من وسلویٰ'' نازل کیا اور فرمایا......

کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ کھاؤ ان پاکیزہ چیزوں سے جو ہم نے تمہیں رزق دیا ہے وَمَا ظَلَمُوْنَا اور انہوں نے ہم پر کوئی زیادتی نہیں کی وَلٰکِنْ کَانُوْٓا اَنْفُسَھُمْ یَظْلِمُوْنَ اور لیکن وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔ کہ انہوں نے ''من سلویٰ'' کے بدلے پیاز، لہسن اور دالیں مانگیں۔ رب تعالیٰ نے فرمایا کیا تم بدلتے ہو عمدہ چیزوں کے بدلے گھٹیا کہنے لگے ہمیں گھٹیا ہی چاہیے۔

حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی وفات اور جائے مدفن :

آگے بنی اسرائیل کے ایک اور واقعہ کا ذکر ہے اور یہ واقعہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کی وفات کے بعد پیش آیا۔ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تین سال پہلے فوت ہوئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کا جب وقت آیا تو انہوں نے پروردگار سے دعا کی کہ اے پروردگار! مجھے وادی تیہ (وادئ سینائی) سے

بیت المقدس کی طرف جانے کی اجازت دی جائے تاکہ میری موت بیت المقدس کے قریب آئے۔ اور میں ان مجرموں میں نہ رہوں۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور یہ بیت المقدس کی طرف چل پڑے۔ ایک سرخ رنگ کا ٹیلا تھا جب وہاں پہنچے تو روح قبض کی گئی۔ اور وہیں ان کی قبر بنی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کو نبی بنایا۔ یہ یوشع بن نون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خادم تھے اور تفسیروں میں مذکور ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کے سفر میں موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھے۔ اور مچھلی انہی کے پاس تھی جو بھول کر راستے میں چھوڑ گئے تھے۔ وادی تیہ میں چالیس سال کا عرصہ ختم ہوا، نئی پود (نیو جنریشن) جوان ہوچکی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے ذریعہ ان کو حکم دیا کہ تم اس شہر بیت المقدس اور اس کو ایلیاء بھی کہتے ہیں۔ پہلے یہ بیت المقدس وادی تیہ سے کچھ مسافت پر تھا۔ مگر اب ساتھ مل گیا ہے۔ جیسا کہ گوجرانوالہ اور راہوالی تقریباً آپس میں مل ہی گئے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے ذریعے ان کو حکم دیا کہ تم اس شہر بیت المقدس میں داخل ہو جاؤ اس کا ذکر ہے فرمایا......

بنی اسرائیل کو بستی میں داخل ہونے کے احکام :

وَاِذْ قُلْنَا اور جب کہا ہم نے اُدْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ داخل ہوجاؤ اس بستی میں یعنی بیت المقدس یا ایلیاء میں فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا پس کھاؤ اس میں سے جہاں سے چاہو کشادہ وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا اور داخل ہوجاؤ دروازے سے سجدہ کرتے ہوئے۔ پہلے زمانے میں شہر کے اردگرد ایک دیوار

ہوتی تھی اس کو سُوْرُ الْبَلَدْ کہتے تھے۔

اس میں مختلف دروازے ہوتے تھے لوگ ان دروازوں کے ذریعے شہر میں داخل ہوتے تھے جس طرح شہر گوجرانوالہ میں بھی مختلف دروازے ہیں، لاہوری، سیالکوٹی، کھیالی، گرجاکھی۔ اسی طرح اس شہر کے بھی دروازے تھے تو اس شہر کا جو اہم مقام تھا فرمایا اس دروازے سے تم داخل ہو جاؤ۔ اور داخل ہوتے وقت تم نے دو کام کرنے ہیں ایک یہ کہ سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونا ہے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا ہے کہ تو نے ہمیں طاقتور قوم پر غلبہ عطا فرمایا ہے اور دوسرا کام.........

وَّ قُوْلُوْا حِطَّةٌ اور کہو تم حِطَّةٌ یعنی ہمارے گناہ معاف کر دے۔ حَطَّ يَحُطُّ کا معنی ہے گرانا اور حِطَّةٌ کا مکمل جملہ بنے گا مَسْئَلَتُنَا حِطَّةٌ ہمارا سوال یہ ہے کہ اے پروردگار! ہمارے گناہ معاف فرما دے۔

نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ معاف کر دیں گے ہم تمہاری خطائیں وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ اور ہم زیادہ دیں گے نیکی کرنے والوں کو فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا پس تبدیل کر لیا ان لوگوں نے جنہوں نے ظلم کیا بات کو غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ سوائے اس کے جو ان کو کہی گئی تھی۔

بنی اسرائیل کی حیلہ سازی :

ان کو تو کہا گیا تھا حِطَّةٌ کہنا مگر انہوں نے حِطَّةٌ کی بجائے حِنْطَةٌ کہنا شروع کر دیا۔ کہ ہمیں گندم چاہیے۔

اور یہ الفاظ بھی مفسرین نے لکھے ہیں کہ انہوں نے کہا حَبَّةٌ فِيْ شَعْرَةٍ ہمیں وہ دانے چاہییں جو خوشوں میں ہوں اور پہلے حکم کی مخالفت اس طرح کی کہ

بجائے سجدہ کرنے کے چوتڑ گھسیٹتے ہوئے داخل ہوئے۔ جس طرح چھوٹے بچے گھسیٹیاں کرتے ہیں۔ مطلب یہ کہ انہوں نے قول بھی بدل دیا اور فعل بھی بدل دیا پھر کیا ہوا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں..........

فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا پس نازل کیا ہم نے ان لوگوں پر جنہوں نے ظلم کیا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ عذاب آسمان کی طرف سے۔ وہ عذاب طاعون کی شکل میں نازل ہوا تین چار گھنٹوں میں ستر ہزار کے قریب آدمی مر گئے۔ اس قوم پر اللہ تعالیٰ نے بڑے انعامات نازل کئے مگر انہوں نے نافرمانیاں بہت کیں۔

یہودی ''من حیث القوم'' سب سے زیادہ ذہین :

دنیا میں جتنی قومیں ہیں افراد کے لحاظ سے نہیں بلکہ مِنْ حَيْثُ الْقَوْم یہودی سب سے زیادہ ذہین ہیں۔ ہائیڈروجن بم اور کلاشنکوف کے موجد یہی ہیں۔ قوموں کی تباہی کے اسباب انہوں نے ہی پیدا کئے ہیں۔ اور جتنے ذہین ہیں اتنے ہی ضدی ہیں۔ اپنی بات پر اَڑ جاتے ہیں اس کے مقابلے میں صحیح بات بھی ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ آنحضرت ﷺ کو يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ اس طرح پہچانتے تھے جس طرح اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں۔ مگر اس کے باوجود ضد پر اڑے رہے، قبول نہیں کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان پر آسمان کی طرف سے عذاب نازل فرمایا۔

بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ اس لئے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔

وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۞ وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ؕ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِىْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِىْ هُوَ خَيْرٌ ؕ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ؕ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ۗ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ

كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿٦١﴾

لفظی ترجمہ :

وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ اور جس وقت پانی طلب کیا موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم کے لئے فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ پس کہا ہم نے مار اپنی لاٹھی پتھر پر فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ پس پھوٹ پڑے اس سے اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا بارہ چشمے۔

قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ تحقیق جان لیا ہر گروہ نے مَّشْرَبَهُمْ اپنے پینے کی جگہ کو كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ کھاؤ اور پیو اللہ تعالیٰ کے رزق سے وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ اور نہ پھرو زمین میں فساد مچاتے ہوئے۔

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى اور جب کہا تم نے موسیٰ (علیہ السلام) سے لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ ہم ہرگز صبر نہیں کریں گے ایک کھانے پر فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ پس دعا کر ہمارے لئے اپنے پروردگار سے يُخْرِجْ لَنَا نکالے ہمارے لئے مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ اس چیز سے جو اگاتی ہے زمین مِنْۢ بَقْلِهَا اپنی ترکاریوں سے وَقِثَّآئِهَا اپنی ککڑیوں سے (یعنی تریں) وَفُوْمِهَا اور اپنے لہسن یعنی تھوم سے وَعَدَسِهَا اور اپنے مسور سے وَبَصَلِهَا اور اپنے پیاز سے۔

قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ فرمایا کیا تم بدلے میں لیتے ہو الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی اس چیز کو جو گھٹیا ہے بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ اس چیز کے ساتھ جو بہتر ہے اِهْبِطُوْا مِصْرًا اتر جاؤ کسی شہر میں فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ پس بے شک تمہارے لئے وہی کچھ ہوگا جو تم نے مانگا وَ ضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ اور مسلط کر دی گئی ان پر ذلت اور مسکینی وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ اور لوٹے وہ اللہ تعالیٰ کا غضب لے کر۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ یہ اس وجہ سے ہوا کہ وہ بے شک كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ تھے انکار کرتے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ اور قتل کرتے تھے پیغمبروں کو بِغَیْرِ الْحَقِّ ناحق ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا یہ اس لئے انہوں نے نافرمانی کی وَّكَانُوْا یَعْتَدُوْنَ اور وہ حد سے آگے نکل جاتے تھے۔

ربط :

اس سے پہلے رکوع میں یہ بات بیان ہوئی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اپنی قوم کو لے کر وادی تیہ میں پہنچے جس کو آج کل کے جغرافیہ میں وادیٔ سینائی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ تم عمالقہ قوم کے ساتھ جہاد کرو۔ جو اس وقت شام، کنعان، فلسطین میں آباد تھی۔ اس زمانے میں شام، کنعان، فلسطین ایک علاقہ تھا اور لبنان، اردن اس میں شامل تھے۔ اور اس علاقے کو شام بھی کہتے تھے۔ کنعان بھی اور فلسطین بھی کہتے تھے اور وادیٔ تیہ وغیرہ سب اس میں شامل تھے۔

عربوں کے خلاف فرنگی سازش :

خبیث انگریز نے ۱۹۱۷ء میں اپنے مفاد کی خاطر اس علاقے کو مختلف ملکوں میں تقسیم کر دیا۔ اور مسلمان حکمرانوں کے ایک دوسرے کے خلاف ایسے ذہن بنا دیئے کہ وہ مسلمان ہونے کے باوجود ایک دوسرے سے دست و گریبان ہیں اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ شام اسرائیل کے ساتھ تو مل سکتا ہے مگر مصر وغیرہ کے ساتھ نہیں۔ لبنان کا بھی یہی حال ہے کہ یہود کے ساتھ تو مل سکتا ہے مگر شام کے ساتھ ملنے کو تیار نہیں ہے۔ سعودیہ امریکہ کے ساتھ تو مل سکتا ہے مگر عراق کے ساتھ مل بیٹھنے کو تیار نہیں ہے۔ یہ تمام خباثتیں انگریز اور اس کے بین الاقوامی حواریوں کی ہیں۔

بہر حال موسیٰ علیہ السلام نے جب ان کو جہاد کا حکم سنایا تو انہوں نے جہاد کرنے سے انکار کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے ان پر چالیس سال کے لئے اس میدان سے نکلنا حرام کر دیا اور بنی اسرائیلی خاصی تعداد میں تھے ان کے لئے سائے کا انتظام کرنا، کھانے پینے کا انتظام کرنا تھا کیونکہ جاندار مخلوق اس کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ بلکہ پانی کے بغیر تو نباتات بھی نہیں رہ سکتیں۔ تو پہلے سائے اور کھانے کے انتظام کا ذکر تھا اب اس آیت کریمہ میں پانی کا ذکر ہے۔ فرمایا............

پانی کے چشمے :

وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ اور جس وقت پانی طلب کیا موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم کے لئے۔ سُقْیٰ کے معنی ہیں پانی اِسْتَسْقٰی باب استفعال ہے اس کی خاصیت ہے ''طلب ماخذ'' یعنی اس میں مصدر کے طلب کے معنی پائے جاتے ہیں۔

تو وَاِذِ اسْتَسْقٰی مُوْسٰی کے معنٰی ہیں ''جب موسیٰ (علیہ السلام) نے پانی طلب کیا'' لِقَوْمِہٖ اپنی قوم کے لئے۔ کیونکہ ان کو پینے کے لئے، نہانے کے لئے اور دیگر ضروریات کے لئے پانی چاہیے تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے..........

16

فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ پس کہا ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو مار اپنی لاٹھی پتھر پر۔ اب سوال یہ ہے کہ جس پتھر پر موسیٰ علیہ السلام نے لاٹھی ماری تھی وہ کوئی خاص پتھر تھا یا عام پتھر تھا۔ دونوں باتیں تفسیروں میں منقول ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں..........

۱)...... یہ عام پتھر تھا جو وہیں پڑا ہوا تھا اس پر لاٹھی ماری۔

۲)...... یہ کہ عام پتھر نہیں تھا بلکہ وہ پتھر تھا جو موسیٰ علیہ السلام کے کپڑے لے کر بھاگا تھا۔

وہ قصہ بخاری شریف کی روایت کے مطابق اس طرح ہے کہ..........

موسیٰ علیہ السلام کا تنہا غسل اور پتھر کا کپڑوں سمیت بھاگ جانا :

''موسیٰ علیہ السلام تنہائی میں غسل کرتے تھے کہ ان پر کسی کی نگاہ نہ پڑے۔ اور دوسرے لوگ اکٹھے نہاتے تھے تو ایک دوسرے کو کہنے لگے کہ موسیٰ (علیہ السلام) علیحدگی میں نہاتے ہیں۔ لگتا ہے ان کے بدن میں کوئی بیماری ہے۔ موسیٰ علیہ السلام سے انہوں نے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ الحمد للہ مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے۔ لیکن لوگوں میں مشہور ہوگیا کہ موسیٰ علیہ السلام کو ''اُدْرَہ'' کی بیماری ہے۔ یعنی ان کے خصیتین پھولے ہوئے ہیں۔ دنیا کا دستور ہے کہ بری بات بڑی جلدی مشہور ہو جاتی ہے تو عام لوگ یہ باتیں کرنے لگ گئے اللہ تعالیٰ کو اس کی صفائی منظور ہوئی۔

ایک دن موسیٰ علیہ السلام کپڑے اتار کر تنہائی میں غسل کرنے لگے۔ فارغ ہوکر جب کپڑوں کی طرف آئے تو پتھر جس پر کپڑے رکھے تھے بھاگ پڑا۔ پتھر آگے، آگے اور موسیٰ علیہ السلام ثَوْبِیْ حَجَرْ کی آواز لگاتے ہوئے پتھر کے پیچھے پیچھے کہ اے پتھر میرے کپڑے دے دے۔ مگر پتھر کو تو رب تعالیٰ کا حکم تھا وہ وہاں جاکر رکا جہاں لوگوں کا مجمع تھا سب نے موسیٰ علیہ السلام کو آنکھوں سے دیکھا کہ ان کے بدن میں تو کوئی تکلیف نہیں ہے''۔

بہرحال اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ پتھر پر اپنی لاٹھی مارو۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے پتھر پر لاٹھی ماری.........

فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا پس پھوٹ پڑے اس سے بارہ چشمے۔ چونکہ بنی اسرائیل کے بارہ خاندان تھے اور ان کی آپس میں نوک جھونک ہوتی رہتی تھی اور یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے کیونکہ گھر میں چند افراد ہوتے ہیں ان میں بھی بات ہوجاتی ہے۔ اور یہ تو بارہ خاندان تھے اور تھے بھی سخت مزاج۔ تو ان میں جھگڑے کا ہوجانا قدرتی امر تھا تو انتظامی امور کی وجہ سے ان کو بارہ خاندانوں میں تقسیم کیا تھا۔ لہٰذا ہر ایک کے لئے الگ چشمہ جاری کیا گیا۔ کہ مثلاً یہ یوسفیوں کا ہے، یہ روبیلیوں کا ہے، یہ بن لادیوں کا ہے یہ بن یامینیوں کا ہے۔ تاکہ آپس میں لڑیں نہ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ تحقیق جان لیا ہر گروہ نے اپنے پینے کی جگہ کو۔ رب تعالیٰ نے فرمایا كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ من سلویٰ کھاؤ اور پانی پیو اللہ تعالیٰ کے رزق سے وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ اور نہ پھرو زمین میں

فساد مچاتے ہوئے۔ایک دوسرے کی دل آزاری نہ کروانسانوں میں یہ مادہ بہت پایا جاتا ہے اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ عرصہ درازتک وہ من سلوٰی کھاتے رہے پھرا کٹھے ہوکر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور مطالبہ کیا کہ ہماری خوراک بدل دو اس کا ذکر ہے۔..........

دال سبزی کا مطالبہ :

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰی اور جب کہا تم نے موسیٰ (علیہ السلام) سے۔ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے یہودیوں کو یہ بات یاددلائی جارہی ہے کہ تمہارے بڑوں نے یہ کہا تھا)..........

لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰی طَعَامٍ وَّاحِدٍ ہم ہرگز صبر نہیں کریں گے ایک ہی قسم کے کھانے پر۔یہ کیا ہوا کہ صبح کو بھی من سلویٰ اور شام کو بھی من سلویٰ۔ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ پس دعا کر ہمارے لئے اپنے پروردگار سے يُخْرِجْ لَنَا نکالے ہمارے لئے مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ اس چیز سے جو اگاتی ہے زمین مِنْ م بَقْلِهَا اپنی ترکاریوں سے۔"بقل" ہر قسم کی سبزی کو کہتے ہیں۔ساگ،مولی،گاجر،آلو وغیرہ سب پر بقل کا لفظ بولا جاتا ہے۔اور سبزی فروش کو بَقَّالَهْ کہتے ہیں۔

"قِثَّاءْ" کی تحقیق :

وَقِثَّآئِهَا اپنی ککڑیوں سے (یعنی تریں)۔ قِثَّآءْ عربی زبان میں کھیرے کو بھی کہتے ہیں اور تر کو بھی جو لمبی ہوتی ہے۔اور دونوں کی تاثیر ٹھنڈی ہوتی ہے۔حدیث پاک میں آتا ہے کہ کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تر پیش کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جلدی سے کھجوریں لاؤ۔کھجوریں لائی گئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تر اور

کھجوریں ملا کر کھائیں۔تا کہ اعتدال پیدا ہو جائے۔

''فُوْم'' کی تحقیق :

وَفُوْمِهَا اور اپنے لہسن یعنی تھوم سے۔''فُوْم'' گندم کو بھی کہتے ہیں اور لہسن کو بھی۔''فوم'' کے دونوں معنٰی ہیں۔تو کہا کہ ہمارے لئے لہسن پیدا فرما۔پہلے حکیم بھی کہتے تھے اور آج کل ڈاکٹر بھی کہتے ہیں کہ تھوم ''لہسن'' دل کی بیماریوں کے لئے بہت مفید ہے۔حکیم تھوم کا سیرا بنا کر دل کی بیماریوں کے لئے استعمال کراتے تھے۔ تھوم کچا بھی کھایا جاتا ہے اور پکا کر بھی۔لیکن کچا تھوم کھا کر فوراً مسجد میں نہیں آنا چاہیے۔اسی طرح کچی مولی اور دیگر بو والی چیزیں کھا کر مسجد میں نہیں آنا چاہیے۔

آنحضرت ﷺ کے سامنے کھانا رکھا گیا۔اس کے ساتھ سلاد بھی۔آج کل کی طرح پہلے بھی کھانے کے ساتھ سلاد رکھتے تھے۔سلاد میں تھوم تھا۔آپ ﷺ نے سلاد نہ کھایا۔دوسرے حضرات نے بھی نہ کھایا۔(ثــوم عربی میں تھوم کو کہتے ہیں) آپ ﷺ سے پوچھا گیا حضرت! کیا تھوم حرام ہے۔فرمایا جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہے میں اس کو حرام نہیں کرسکتا۔حضرت پھر آپ نے کھایا کیوں نہیں؟۔

فرمایا میں نے اس لئے نہیں کھایا کہ اس سے بو آتی ہے اِنِّیْ اُنَاجِیْ مَنْ لَّا تَنَاجُوْنَ میں ان (فرشتوں) کے ساتھ ہم کلام ہوتا ہوں جن کے ساتھ تم ہم کلام نہیں ہو سکتے۔البتہ فرشتے جب جان نکالنے کے لئے آتے ہیں تو اس وقت ہر آدمی سے جس کی جان نکالتے ہیں ہم کلام ہوتے ہیں۔نیک آدمی کو کہتے ہیں اُخْرُجِیْ طَيِّبَةً اے پاکیزہ روح! نکل آ۔وہ آسانی سے نکل آتی ہے۔اور برے سے کہتے ہیں یَآاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْخَبِيْثَةُ اے ناپاک روح! جلدی نکل رب تجھ سے ناراض

ہے۔اب تیری مرمت ہوگی۔

تو بہرحال تھوم سے چونکہ بو آتی ہے اس لئے آپ ﷺ نے نہ کھایا۔اور یہ بھی فرمایا کہ فَلَا يَقْرُبَنَّ مَسَاجِدَنَا جس نے تھوم کھایا وہ ہماری مسجدوں کے قریب نہ آئے۔کیونکہ عام جگہوں کی بنسبت مسجد میں فرشتے زیادہ ہوتے ہیں۔اور فرشتوں کو پیاز، تھوم اور مولی وغیرہ کی بو سے سخت نفرت آتی ہے۔اور اس سے سگریٹ اور حقے کی بو کا اندازہ خود لگالو جو کافی دور سے آجاتی ہے کہ وہ پی کر مسجد میں آنا کیسا ہے؟۔

حقہ پینے کی وجہ سے حضور ﷺ کا خواب میں پیٹھ کے پیچھے بیٹھنا :

شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ایک نیک آدمی تھا اس کو تبخیر کی بیماری لگ گئی معدے میں گیس پیدا ہوجاتا تھا۔حکیم کے پاس گیا اس نے کہا کہ تم حقہ پیا کرو۔ اس نے حقہ پینا شروع کر دیا۔آنحضرت ﷺ خواب میں تشریف لائے اور اس بزرگ کی پیٹھ کے پیچھے تشریف فرما ہوئے۔ وہ جب آپ ﷺ کی طرف منہ کرتا آپ ﷺ پیٹھ کے پیچھے ہوجاتے۔بڑا پریشان ہوا۔

شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور میں خوابوں کی تعبیر کے بڑے ماہر تھے صبح کو ان کے پاس گیا اور اپنا خواب سنایا۔شاہ صاحب نے فرمایا کہ تو حقہ پیتا ہوگا؟۔کہنے لگا جی ہاں! حقہ تو پیتا ہوں۔فرمایا آنحضرت ﷺ کو حقے سے نفرت ہے۔اس لئے سامنے نہیں بیٹھے۔

"عَدَسْ" کی تحقیق :

وَعَدَسِهَا اور اپنے مسور سے۔ عَدَسْ کا لفظ اصل تو مسور کی دال پر بولا

جا تا ہے مگر آج کل تمام کے تمام عربی ہر قسم کی دال کو عَدَسْ کہتے ہیں۔ چاہے چنے کی ہو یا مونگ، ماش کی۔

وَبَصَلِهَا اور اپنے پیاز سے۔ یعنی ہمیں پیاز چاہییں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ سارے آرائیں اکٹھے تھے۔

ناقدری کی سزا :

قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ فرمایا کیا تم بدلے میں لیتے ہو الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی اس چیز کو جو گھٹیا ہے بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ اس چیز کے ساتھ جو بہتر ہے۔ کہاں کھیر اور بٹیر اور کہاں لہسن، پیاز اور دال اور پھر وہ بغیر مشقت کے اور یہ چیزیں تمہیں خود بیجنی پڑیں گی۔ اور نکالنی پڑیں گی۔ ہاں اگر تم لینا ہی چاہتے ہو تو..........

اِهْبِطُوْا مِصْرًا اتر جاؤ کسی شہر میں۔ وادیٔ تیہ چونکہ بلندی پر تھی اور باقی شہر نیچے تھے۔ اس لئے فرمایا کہ اتر جاؤ کسی شہر میں وہاں سے ان چیزوں کے بیج لاؤ اور کاشت کرو اور جس دن تم نے بیج ہاتھ میں پکڑا تمہارا آسمانی راشن بند ہو جائے گا۔ علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "قنسرین" نامی شہر ان کے قریب تھا۔ وہاں سے جا کر یہ تمام چیزوں کے بیج لائے۔ فرمایا..........

فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ پس بے شک تمہارے لئے وہی کچھ ہوگا جو تم نے مانگا وَ ضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ اور مسلط کر دی گئی ان پر ذلت اور مسکینی۔ پہلے من سلویٰ کھاتے تھے اب جاؤ گرد غبار کھاؤ۔

وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ اور لوٹے وہ اللہ تعالیٰ کا غضب لے کر۔ اپنا نقصان بھی کیا اور رب تعالیٰ کی ناراضگی بھی مول لی۔ یہ غضب کیوں ہوا ؟۔

فرمایا.........

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ یہ اس وجہ سے ہوا کہ وہ بے شک تھے انکار کرتے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات آتے انکار کر دیتے اللہ تعالیٰ کے دو جلیل القدر پیغمبر موسیٰ اور ہارون علیہما السلام ان کے پاس آئے مگر انہوں نے ان کی باتوں پر کوئی توجہ نہ دی۔ اگرچہ ماننے والے بھی تھے مگر اکثر نافرمان تھے۔ اور حکم اکثریت پر لگتا ہے۔ عربی زبان کا مقولہ ہے لِلْاَكْثَرِ حُكْمُ الْكُلِّ اکثریت پر کل کا حکم ہوتا ہے۔

بنی اسرائیل کے ہاتھ سے قتل انبیاء :

وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ اور قتل کرتے تھے پیغمبروں کو ناحق۔ اسی مضمون کی آیت تیسرے پارے میں آتی ہے وَ يَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّ يَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ اور وہ قتل کرتے تھے انبیاء علیہم السلام کو ناحق اور ان کو بھی قتل کرتے تھے جو لوگوں کو انصاف کا حکم دیتے ہیں۔

اس آیت کی تشریح میں مفسرین کرام رحمہم اللہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کرتے ہیں کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک علاقے میں مختلف قومیں آباد تھیں۔ جن کی تعداد تینتالیس تھی۔ اور ہر قوم کی طرف اللہ تعالیٰ نے الگ الگ پیغمبر بھیجا تھا۔ ان قوموں نے آپس میں مشورہ کیا کہ یہ پیغمبر ہمیں ہر وقت تنگ کرتے رہتے ہیں لہٰذا ان پیغمبروں کا صفایا کر دینا چاہیے۔

چنانچہ سورج طلوع ہونے کے بعد تقریباً گیارہ بجے تک انہوں نے تینتالیس پیغمبر اور ایک سو ستر ان کے صحابیوں اور حواریوں کو شہید کیا"۔ یہ تو صرف ایک دن کی

کارروائی تھی ان کے علاوہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو شہید کیا۔ حضرت شعیا علیہ السلام، حضرت زکریا علیہ السلام کو شہید کیا۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شہادت کا واقعہ :

حضرت یحییٰ علیہ السلام کو اس وجہ سے شہید کیا گیا کہ اس علاقہ کا جو حاکم تھا اس کی ایک بھانجی تھی بڑی خوبصورت اس نے اپنی بھانجی کے ساتھ نکاح کرنا چاہا۔ باوجودیکہ اس کے نکاح میں اور عورتیں اور لونڈیاں بھی تھیں۔ اور بھانجی کے ساتھ نکاح ان کی شریعت میں بھی ناجائز تھا۔

اس بات کا جب حضرت یحییٰ علیہ السلام کو علم ہوا تو اپنا فریضہ ادا کرنے کے لئے اس کے پاس گئے۔ اور کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہونے کی حیثیت سے تجھے مسئلہ بتانے کے لئے آیا ہوں۔ تاکہ اتمامِ حجت ہو جائے۔ وہ یہ کہ بھانجی کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہے۔ تیرے پاس اور عورتوں کے علاوہ لونڈیاں بھی ہیں۔ اور تو بادشاہ ہے ان کے علاوہ اور عورتوں کے ساتھ بھی جہاں چاہے نکاح کرسکتا ہے۔

لہٰذا یہ ناجائز کام نہ کر۔ وہ کہنے لگا کہ بادشاہی تیری ہے یا میری؟۔ فرمایا ظاہر بات ہے کہ بادشاہی تو تیری ہی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کا حکم سنانا میرا فریضہ ہے۔ میں تو اپنا فرض ادا کرنے کے لئے آیا ہوں۔ کہنے لگا یہ کون ہوتا ہے میری مجلس میں آکر مجھے یہ کہنے والا کہ تو اس طرح کر اور اس طرح نہ کر۔ ظالم نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو شہید کردیا۔ یہ قتل ناحق تھا۔ اور قتل حق کی تین صورتیں ہیں..........

قتل حق کی تین صورتیں :

۱)...... یہ کہ کوئی آدمی مرتد ہو جائے دین سے پھر جائے تو اس کو تین دن کی

مہلت دے دی جائے گی کہ توبہ کرلے اگر اس نے تین دن تک توبہ نہ کی تو اس کے بعد اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ اور پیغمبر تو معصوم ہوتے ہیں ان کے مرتد ہونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۲)...... دوسری صورت یہ ہے کہ شادی شدہ مرد یا عورت زنا کرے تو اس کو رجم کیا جائے گا جس کو انگریزی تعلیم یافتہ ظالم حکمران وحشیانہ سزائیں کہتے ہیں حالانکہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے وہ حق ہے اور یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے غافل ہیں۔

آنحضرت ﷺ کا فرمان مبارک ہے اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَیُمْلِیَ الظَّالِمَ حَتّٰی اِذَا اَخَذَہٗ لَمْ یُفْلِتْہُ بے شک اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے یہاں تک کہ جب پکڑتا ہے تو حرکت نہیں کرنے دیتا۔ اب یہ کہنے والے ظالم حکمران تڑپ رہے ہیں۔ او ظالمو! اپنے دور میں جو تم نے ظلم کئے تھے وہ تو یاد کرو۔

۳)...... تیسری صورت یہ ہے کہ کوئی کسی کو ناحق قتل کر دے اور اس کو اس کے قصاص میں قتل کیا جائے۔

اسلام میں ان تین صورتوں کے علاوہ کسی کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ اور پیغمبروں کے متعلق ان تینوں باتوں کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ان ظالموں نے پیغمبروں کو ناحق قتل کیا۔ کیوں قتل کیا؟ فرمایا......

ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ یہ اس لئے کہ انہوں نے نافرمانی کی

اور وہ حد سے آگے نکل جاتے تھے۔اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی حدوں سے تجاوز کر جاتے تھے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو سزائیں دیں۔جن کا ذکر آگے آئے گا۔

(ان شاء اللہ تعالیٰ)۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰی
وَالصّٰبِـِٕیْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ
صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚۖ
وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾ وَاِذْ
اَخَذْنَا مِیْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَؕ
خُذُوْا مَاۤ اٰتَیْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِیْهِ
لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۶۳﴾ ثُمَّ تَوَلَّیْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ
ذٰلِكَ ۚ فَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ
لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ
الَّذِیْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِی السَّبْتِ فَقُلْنَا
لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕیْنَ ﴿۶۵﴾ ۚ فَجَعَلْنٰهَا
نَكَالًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهَا وَمَا خَلْفَهَا
وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِیْنَ ﴿۶۶﴾

لفظی ترجمہ :

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے وَالَّذِیْنَ هَادُوْا اور وہ لوگ جو یہودی ہیں وَالنَّصٰرٰی اور جو نصرانی ہیں وَالصّٰبِئِیْنَ اور جو صابی ہیں مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ جو شخص بھی ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اور آخرت کے دن پر وَعَمِلَ صَالِحًا اور اس نے عمل کیا اچھا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ پس ان کے لئے اجر ہے ان کے رب کے پاس وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ اور نہ ان پر خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَكُمْ اور جب لیا ہم نے تم سے پختہ عہد وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ اور بلند کیا ہم نے تمہارے اوپر طور پہاڑ کو خُذُوْا مَا اٰتَیْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ پکڑو اس چیز کو جو ہم نے تمہیں دی ہے قوت کے ساتھ وَّ اذْكُرُوْا مَا فِیْهِ اور یاد کرو جو اس میں ہے لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ تاکہ تم بچ جاؤ۔

ثُمَّ تَوَلَّیْتُمْ پھر، پھر گئے تم مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ اس کے بعد فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ پس اگر نہ ہوتا اللہ تعالیٰ کا فضل تم پر وَرَحْمَتُهٗ اور اس کی رحمت لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ البتہ تم ہو جاتے نقصان اٹھانے والوں میں سے۔

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ اور البتہ تحقیق تم جانتے ہو الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ ان لوگوں کو جنہوں نے تجاوز کیا تم میں سے فِي السَّبْتِ ہفتے کے دن فَقُلْنَا لَهُمْ پس کہا ہم نے ان کو كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ ہو جاؤ بندر ذلیل۔

فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا پس بنایا ہم نے اس واقعہ کو عبرت لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا ان لوگوں کے لئے جو اس سے پہلے تھے وَمَا خَلْفَهَا اور جو پیچھے آنے والے ہیں وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ اور نصیحت پرہیز گاروں کے لئے۔

ربط :

اس سے پہلے یہودیوں کا ذکر تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دین پر چلنے والے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بے شمار نعمتوں سے نوازا مگر انہوں نے بے قدری کی آگے وہ فرقے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھے ان میں سے بعض کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بے شک وہ لوگ جو ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں مشرکین عرب اپنی نسبت ابراہیم علیہ السلام کی طرف کر کے اپنے آپ کو مؤمن کہتے تھے کہ ہم ابراہیمی ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام مومن تھے۔ لہٰذا ہم بھی مؤمن ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مومن ہونے میں تو شک شبہ کی گنجائش نہیں ہے مگر ان کا صرف دعویٰ ہی دعویٰ تھا۔

یہود کی وجہ تسمیہ :

وَالَّذِیْنَ هَادُوْا اور وہ لوگ جو یہودی ہیں۔ یہودیوں کو یہودی کیوں کہتے ہیں؟۔ مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے اس سلسلے میں مختلف باتیں بیان کی ہیں......

①...... ایک یہ کہ هَادَ، یَهُوْدُ کے معنٰی ہیں رجوع کرنا تو وہ لوگ جو بچھڑے کی پوجا کرنے کی وجہ سے قتل کر دیئے گئے وہ تو قتل ہو گئے جو بچ گئے انہوں نے کہا تھا اِنَّا هُدْنَا اِلَیْكَ اے پروردگار! ہم نے تیری طرف رجوع کیا چونکہ ان کے بڑوں نے ''ھودًا'' کا لفظ بولا تھا اس وجہ سے ان کو یہودی کہا جاتا ہے۔

②...... دوسری وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بڑے بیٹے کا نام یہودا تھا تو اس کی طرف نسبت کی وجہ سے ان کو یہودی کہا جاتا ہے۔

③...... علامہ خازن رحمۃ اللہ علیہ نے یہ وجہ بھی لکھی ہے کہ یہ لوگ جب توراۃ پڑھتے تھے تو حرکت کرتے تھے جس طرح قرآن کریم حفظ کرنے والے بچے آگے پیچھے ہلتے اور حرکت کرتے ہیں۔ اور تَهَوَّدَ کا معنٰی حرکت کرنا بھی آتا ہے۔ تو اس وجہ سے ان کو یہودی کہا جاتا ہے۔ کہ وہ لوگ جو توراۃ پڑھتے وقت حرکت کرتے ہیں، جھومتے ہیں۔

وَالنَّصٰرٰی اور جو نصرانی ہیں......

نصارٰی کی وجہ تسمیہ :

①...... نصٰرٰی، نصران کی جمع ہے اور حضرت عیسٰی علیہ السلام جس محلے میں

پیدا ہوئے تھے اس کا نام تھا ''ناصرہ'' اس کی طرف نسبت کی وجہ سے عیسیٰ علیہ السلام کو ناصری کہا جاتا ہے۔ چنانچہ تاریخ کی کتابوں میں آتا ہے عیسیٰ (علیہ السلام) ناصری نے کہا۔ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکی اور مدنی کہا جاتا ہے۔ مکی تو اس وجہ سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش مکہ مکرمہ میں ہوئی اور مدنی اس وجہ سے کہ مدینہ منورہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دارالھجرت ہے اور دس سال وہاں گزارنے کے بعد وہیں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہیں مدفون ہیں۔ تو عیسیٰ علیہ السلام کو محلّہ ناصرہ کی طرف نسبت کی وجہ سے ناصری کہا جاتا ہے۔ اور ان کے ماننے والوں کو ''نصرانی'' کہا جاتا ہے۔

②...... اور نصاریٰ کہنے کی دوسری وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک موقع پر فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ پر چلنے میں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے میں بیان کرتا ہوں اور لوگ مجھے تکلیف پہنچانے کے درپے ہیں مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہِ کون میری مدد کرے گا؟۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے۔ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مخلص ساتھیوں نے کہا ہم ہیں اللہ تعالیٰ کے دین کے لئے تمہاری مدد کرنے والے۔ نصرت کے معنٰی مدد کرنا ہے۔ چونکہ انصار کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اس وجہ سے ان کو نصاریٰ کہا جاتا ہے۔

''صابئین'' کا گروہ :

وَالصّٰبِـئِیْنَ اور جو صابی ہیں۔ ''صباء'' کا لفظی معنٰی ہے ایک دین سے دوسرے دین کی طرف پھر جانا۔ اسی وجہ سے مشرکین مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کو ''صابی'' کہتے تھے۔ جس طرح آج کل حق والوں کو لوگ ''وہابی'' کہتے ہیں۔ کہ یہ لوگ آبائی دین سے پھر کر دوسرے دین کی طرف چلے گئے

ہیں۔ حالانکہ یہ صرف ان کا وہم تھا پیغمبر تو پیدائشی طور پر موحد ہوتا ہے۔ اور شرک کے قریب تک نہیں جاتا۔ یہ الگ بات ہے کہ ان کو تبلیغ کا حکم اس وقت ہوتا ہے۔ جب ان کو نبوت عطا کی جاتی ہے۔

آنحضرت ﷺ کو چالیس سال کی عمر میں تاجِ نبوۃ پہنایا گیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے تبلیغ شروع کی مگر وہ لوگ سمجھتے تھے کہ یہ پہلے ہمارے ساتھ تھے اور اب پھر گئے ہیں۔ تو یہ ''صابی'' کون لوگ تھے تفسیروں میں ان کے متعلق بہت کچھ لکھا گیا ہے ان میں سے ایک وجہ یہاں لکھی جاتی ہے............

①...... ''صابی'' ایک فرقہ تھا جو حضرت داؤد علیہ السلام کو نبی مانتے تھے اور زبور پر ایمان رکھتے تھے نماز روزے کے قائل تھے اور قیامت کو بھی مانتے تھے اور بھی دین کی بہت ساری صحیح باتوں کو مانتے تھے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ستاروں کی بھی پوجا کرتے تھے۔ یعنی شرک کی بیماری ان کو لگ گئی تھی۔ جس طرح عرب صدیوں تک حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے سچے دین پر چلتے رہے۔ مگر بعد میں شرک میں مبتلاء ہو گئے۔

عرب میں شرک کی ابتدا :

پہلا بدبخت انسان جس نے عرب میں شرک پھیلایا وہ ''عمر بن لحی بن قمعہ'' تھا۔ اس سے قبل سارے لوگ موحد ہوتے تھے۔ اور یہ شخص اخلاق میں اتنا گرا ہوا تھا کہ بخاری شریف کی روایت کے مطابق بیت اللہ شریف کے طواف کے دوران کسی کے کندھے پر عمدہ چادر دیکھتا تو کنڈی کے ذریعہ وہ اٹھا لیتا تھا جس طرح مچھلی پکڑنے کی کنڈی ہوتی ہے اس طرح اس نے کنڈی بنائی ہوئی تھی۔ اور کسی لکڑی کے

ساتھ جوڑی ہوئی تھی۔لوگ اپنے شوق میں طواف کرتے اور یہ آرام سے چادر اڑا لیتا تھا اور اپنے پیچھے ایک تھیلا رکھا ہوا تھا اس میں ڈال لیتا تھا۔

17

اس وقت منع کرنے والے آدمی تو بہت کم ہوتے تھے۔اگر کوئی دیکھ لیتا تو معذرت کر لیتا کہ اتفاقاً کنڈی اڑ گئی ہے جو اتنا اخلاق سے گرا ہوا اور فاجر ہو کہ طواف کرتے وقت لوگوں کے کپڑے اتار لے اس پر اعتماد کرنے کا کیا معنٰی ہے؟۔ اور اس کے ایجاد کردہ دین کو کیا اختیار کرنا ہے۔مگر لوگ تو انتہائی بدکردار کے پیچھے بھی لگ جاتے ہیں۔اور وہ اس چیز کو دلیل بنا لیتے ہیں کہ اتنے لوگ ہمارے ساتھ ہیں اگر جھوٹے ہوتے تو اتنے لوگ ہمارے ساتھ کیوں ہوتے؟۔

جیسا کہ گوجرانوالہ میں ایک آدمی نے ''مہدی'' ہونے کا دعویٰ کیا۔اس کے متعلق اخبارات میں بھی آیا تھا کچھ بے وقوف لوگ اس کے اردگرد بھی جمع ہو گئے تو کیا یہ اس کے ''مہدی'' ہونے کی دلیل ہے۔آپ کپڑے پہن کر بازار سے گزرو تو آپ کے آس پاس لوگ جمع نہیں ہوں گے اور اگر کپڑے اتار دو تو کتنا بڑا مجمع تمہارے اردگرد جمع ہو جائے گا۔اور نعرے مفت میں لگیں گے۔

تو ''صابیوں'' کی بات ہو رہی تھی کہ وہ لوگ حضرت داؤد علیہ السلام کو مانتے تھے زبور پر ایمان رکھتے تھے، نماز روزے کے قائل تھے مگر اس کے ساتھ ساتھ ستاروں کی بھی پوجا کرتے تھے۔ان فرقوں کو بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں......

ایمان باللہ کی جامعیت :

مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ جو شخص بھی ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر۔رب تعالیٰ پر سچے دل سے ایمان لائے کہ اس کے پیغمبروں پر ایمان

لائے۔ اس کی کتابوں کو بھی مانے، فرشتوں کا قائل ہو۔ قیامت کو مانے، جنت، دوزخ کا قائل ہو۔ ایک آدمی کہتا ہے میں اللہ تعالیٰ کو مانتا ہوں مگر پیغمبروں اور کتابوں اور فرشتوں کا قائل نہیں ہوں۔ جنت دوزخ کو نہیں مانتا، حشر نشر کا قائل نہیں ہوں۔

تو یہ تو رب تعالیٰ کو ماننے والا نہیں ہے۔ رب تعالیٰ کا ماننا تو یہ ہے کہ جو اس نے کہا ہے اس کو بھی مانے اور آخرت کو ماننے کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کو مانتے ہیں کہ وہ آنے والی ہے اور صرف بات ہی کافی نہیں ہے کہ ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر بلکہ.........

وَعَمِلَ صَالِحًا اور اس نے عمل کیا اچھا۔ یعنی ایمان کے ساتھ، ساتھ اعمال بھی اچھے کرے۔ کیونکہ اچھے برے عمل کا اثر ہوتا ہے۔ اور اس کا دیکھنے والوں پر بھی اثر پڑتا ہے۔ اور لوگ ان چیزوں کو محسوس کرتے ہیں۔ آدمی خود محسوس کرے یا نہ کرے؟ خصوصاً وہ حضرات جو وعظ و تبلیغ کرتے ہیں حق بیان کرتے ہیں ان کو خاص خیال کرنا چاہیے۔ کیونکہ ایک آدمی دوسروں کو حق بتاتا ہے، نیکی کی تبلیغ کرتا ہے اور خود عمل نہیں کرتا تو.......

۱)...... ایک تو اس کا روحانی طور پر اثر کم ہوتا ہے کہ لوگ اس کی بات سے متاثر نہیں ہوتے۔

۲)...... اور دوسرا یہ کہ لوگ متنفر ہوتے ہیں۔ لہٰذا ہر آدمی کو اپنے گریبان میں جھانکنا چاہیے اور اپنی اصلاح کرنی چاہیے۔ خصوصاً ''داعی الی اللہ'' جو دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی دعوت دیتا ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ

پہلے وہ اپنی اصلاح کرے۔

ٹی،وی دیکھنے کے بارے میں سوال :

ایک جگہ کسی نے سوال کیا کہ ہمارے امام صاحب ٹی،وی دیکھتے ہیں اور گفتگو میں فحش گوئی سے بھی کام لیتے ہیں ایسے آدمی کی امامت کا کیا حکم ہے؟۔

جواب :

میں نے کہا ٹی،وی دیکھنے والے کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے اور فحش گوئی کرنے والے کے پیچھے بھی نماز مکروہ ہے۔اور اگر ایسا آدمی سچے دل سے توبہ کرے تو اس کا گناہ بھی مٹ جائے گا اور کراہت بھی ختم ہو جائے گی ہر آدمی کو اپنے اعمال کی اصلاح کرنی چاہیے۔خصوصاً درس دینے والوں کو اس بات کا اہتمام کرنا چاہیے کیونکہ میں سنا سنا کے بوڑھا ہو گیا ہوں اور تم سن، سن کے بوڑھے ہو گئے ہو اگر اثر نہ ہوا تو کچھ بھی نہ ہوا۔فرمایا......

فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ پس ان کے لئے اجر ہے ان کے رب کے پاس وَلَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ اور نہ ان پر خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔پہلے بھی بنی اسرائیل کے واقعات کا ذکر تھا آگے بھی انہی کا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ..........

بنی اسرائیل نے وادیٔ سینائی میں پہنچ کر موسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ پہلے ہم فرعون کے غلام تھے اور اب ہم آزاد قوم ہیں۔ہمارے لئے کوئی قانون اور دستور ہونا چاہیے۔اللہ تعالیٰ نے ان کو توراۃ عطا فرمائی تو انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ اس کے احکام تو بہت مشکل ہیں ہم ان پر عمل نہیں کر سکتے اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان سے

عہد لیا اس کا ذکر ہے فرمایا..........

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ اور جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا۔ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ اور بلند کیا ہم نے تمہارے اوپر طور پہاڑ کو، حکم ہوا خُذُوْا مَا اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ پکڑ و اس چیز کو جو ہم نے تمہیں دی ہے یعنی توراۃ، قوت کے ساتھ وَّ اذْكُرُوْا مَا فِيْهِ اور یاد کرو جو اس میں ہے اور اس پر عمل بھی کرو۔ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ تاکہ تم بچ جاؤ رب تعالیٰ کی گرفت سے اور آخرت کے عذاب سے۔

سوال :

اب یہاں پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ دین میں جبر نہیں ہے کوئی مانتا ہے، مانے نہیں مانتا نہ مانے۔ چنانچہ قرآنِ کریم میں رب تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ لَاۤ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ دین میں زبردستی نہیں ہے اور ان سے جبراً توراۃ منوائی جارہی ہے۔ طور پہاڑ کو اٹھا کر ان کے سروں پر رکھ کر سائبان کی طرح کہ اگر نہیں مانو گے تو یہ پہاڑ تمہارے سروں پر گرادیا جائے گا۔ چنانچہ قرآن میں ہے..........

وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ اور ہم نے پہاڑ اکھیڑ کر ان کے سروں پر معلق کر دیا گویا کہ سائبان ہے۔ اس طرح منوانا تو جبر ہے؟۔

جواب :

یہ لَاۤ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ کی مد میں نہیں آتا کیونکہ ان کو جبراً اسلام میں داخل نہیں کیا جارہا بلکہ وہ اسلام لا چکے ہیں۔ اور حالت اسلام میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ عہد کیا تھا کہ ہمیں کتاب دو ہم اس پر عمل کریں گے۔ مگر اس عہد پر وہ قائم نہ

رہے۔ چنانچہ چھٹے پارے میں آتا ہے..........

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ بوجہ ان کے عہد کو توڑنے کے ہم نے ان پر لعنت کی چونکہ انہوں نے عہد کو توڑا اس لئے ان کے ساتھ یہ کارروائی کی گئی۔ اس کو آپ اس طرح سمجھیں کہ..........

مرتد کی سزا :

''کسی کافر کو اسلام لانے پر مجبور نہیں کیا جائے گا کہ اس کو کہا جائے کہ تو اسلام قبول کر، ورنہ تجھے قتل کر دیں گے۔ ہاں اگر کوئی شخص مسلمان ہونے کے بعد مرتد ہو جائے تو اس کو ضابطے کے مطابق قتل کیا جائے گا۔ اور اب اس کو قتل اس لئے کیا جائے گا کہ اس نے اسلام قبول کر کے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ جو عہد کیا تھا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اس کو توڑ دیا ہے۔ تو ان پر جبر عہد توڑنے کی وجہ سے ہوا۔

ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ پھر، پھر گئے تم مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ اس کے بعد کہ تورات پر تم نے پورا عمل نہ کیا فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ پس اگر نہ ہوتا اللہ تعالیٰ کا فضل تم پر وَرَحْمَتُهٗ اور اس کی رحمت لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ البتہ تم ہو جاتے نقصان اٹھانے والوں میں سے۔ لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے تم پر اپنی رحمت کا دامن پھیلائے رکھا، تمہیں صحت دی، رزق دیا، اولاد دی، مال اور دولت سے نوازا۔

بنی اسرائیل پر ہفتے والے دن شکار پر پابندی :

آگے بنی اسرائیل کے ایک اور واقعہ کا ذکر ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا زمانہ تھا بحر قلزم کے کنارے ''ایلہ'' نامی ایک شہر آباد تھا جس کو آج کل ''ایلات'' کہتے ہیں۔

اور یہودیوں کی بندرگارہ ہے بحر قلزم میں مچھلیاں بہت تھیں۔اور ان کا پیشہ مچھلیوں کی تجارت تھا۔مچھلیاں پکڑ کر کھاتے بھی اور دور دراز تک سپلائی بھی کرتے۔ان پر ہفتے والے دن شکار کھیلنے پر پابندی تھی کہ باقی چھ دن مچھلیاں پکڑ سکتے ہیں اور ہفتے والے دن کے چوبیس گھنٹے ـــــ اس طرح سمجھو کہ جمعہ والے دن غروب آفتاب سے لے کر اگلے دن غروب آفتاب تک مچھلیاں پکڑنی جائز نہیں تھیں ـــــ اسلامی تاریخ غروب آفتاب کے ساتھ بدلتی ہے اور انگریزی تاریخ رات بارہ بج کر ایک منٹ پر بدلتی ہے۔

بہرحال ان پر ہفتے والے دن شکار کرنے پر پابندی تھی جس طرح ہمارے لئے جمعہ والے دن پہلی اذان سے لے کر امام کے سلام پھیرنے تک پابندی ہے کہ اس دوران ہر وہ کام جس کا تعلق نماز جمعہ سے نہ ہو حرام ہے جیسے سودا سلف خریدنا، بیچنا لکھنا، پڑھنا، کھانا، پینا سب حرام ہے۔

سوال :

اب سوال یہ ہے کہ کہیں اذان پہلے ہو جاتی ہے اور کہیں بعد میں ہوتی ہے۔ اس کا کیا حکم ہے؟۔

جواب :

تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے محلے کی اذان مراد ہوگی۔جس محلے میں وہ رہتے ہیں اور اس مسجد کی اذان مراد ہوگی جس میں وہ جمعہ پڑھتے ہیں۔اور دوسرا سوال یہ ہے کہ..........

سوال :

نمازِ جمعہ کے ساتھ کن کاموں کا تعلق ہے؟۔

جواب :

اس کا جواب یہ ہے کہ اذان کے بعد وضوء کر سکتا ہے غسل کر سکتا ہے، مسواک کر سکتا ہے، خوشبو لگا سکتا ہے، خطیب، امام نے تو جمعہ کے متعلق عنوان کا مطالعہ کر سکتا ہے۔ حوالے دیکھ سکتا ہے۔ قرآن کریم کی کوئی آیت کریمہ دیکھنی ہے یا حدیث پاک دیکھنی ہے تو دیکھ سکتا ہے کیونکہ ان سب کا تعلق جمعہ کے ساتھ ہے اور جن چیزوں کا تعلق نماز کے ساتھ نہیں ہے اچھی طرح سمجھ لو کہ وہ اذان اوّل سے لے کر امام کے سلام پھیرنے تک حرام ہیں۔

مگر اچھے بھلے لوگ خرید و فروخت کرتے رہتے ہیں اور حلال کو حرام کر کے کھاتے ہیں۔ پھر ہمارے لئے تو ڈیڑھ دو گھنٹوں کا وقت ہے اور ان کے لئے چوبیس گھنٹے تھے کہ ان میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے سوا اور کوئی کام جائز نہیں تھا۔ وہاں کے لوگ تین حصوں میں تقسیم ہو گئے۔

شکار کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں تین گروہ :

۱)...... ایک گروہ نے ہفتے والے دن مچھلیوں کا شکار شروع کر دیا۔

۲)...... دوسرا گروہ، وہ تھا جنہوں نے ان کو ایک آدھ مرتبہ منع کیا جب دیکھا کہ یہ لوگ باز آنے کے لئے تیار نہیں ہیں تو خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔

۳)...... تیسرا گروہ، وہ تھا جو آخر دم تک ان کوتاہی کرنے والوں کو سمجھا تا

رہا۔

پھر جو شکار کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مزید آزمائش کردی کہ ہفتے والے دن مچھلیاں باقی دنوں کی نسبت زیادہ ہوتی تھیں۔ یہ دیکھ کر برداشت نہیں کرتے تھے اور وہ حیلے بہانے کے ساتھ شکار کھیلتے تھے کہ بحر قلزم سے چھوٹے چھوٹے راجباہ نکالے اور ان کے ذریعہ پانی تالابوں کو لگاتے، جدھر پانی جاتا مچھلیاں بھی ساتھ جاتیں۔ پھر پیچھے سے پانی بند کردیتے اور پھر پورا ہفتہ پکڑتے رہتے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کا حلیہ بگاڑ دیا۔

شکلوں کا مسخ ہوجانا :

جب ان سے کہا جاتا کہ یہ کام نہ کرو شریعت کی خلاف ورزی ہے تو کہتے کہ ہم ہفتے والے دن تو شکار نہیں کھیلتے۔ بھائی! شکار کسے کہتے ہیں؟۔ جب ایک چیز کی آزادی ختم ہوگئی تو وہ شکار ہوگئی۔ چونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم میں چالاکی کی تو اللہ تعالیٰ نے نوجوانوں کو بندروں کی شکل میں مسخ کردیا اور بوڑھوں کو خنزیروں کی شکل میں بدل دیا کیونکہ وہ ان کو روکتے نہیں تھے۔ بندر اور خنزیر بننے کے بعد وہ ایک دوسرے کو پہچانتے تھے اور روتے تھے مگر اب کیا ہوسکتا تھا؟۔

یہ تین دن تک زندہ رہے۔ تین دن کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان سب کو ہلاک کر دیا۔ یہ جو آج بندر اور خنزیر موجود ہیں یہ ان لوگوں کی نسل نہیں ہے۔ یہ مستقل حیوانوں کی نسل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں........

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ اور البتہ تحقیق تم جانتے ہو الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ ان لوگوں کو جنہوں نے تجاوز کیا تم میں سے فِي السَّبْتِ ہفتے کے دن فَقُلْنَا لَهُمْ

پس کہا ہم نے ان کو کُوۡنُوۡا قِرَدَةً خٰسِئِیۡنَ ہو جاؤ بندر ذلیل۔ یہاں پر "بندروں" کا ذکر ہے اور دوسرے مقام پر خنزیروں کا بھی ذکر ہے۔

فَجَعَلۡنٰهَا نَكَالًا پس بنایا ہم نے اس واقعہ کو عبرت لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهَا ان لوگوں کے لئے جو اس سے پہلے تھے وَمَا خَلۡفَهَا اور جو پیچھے آنے والے تھے۔ جس طرح آج کل کوئی واقعہ ہو تو وہ مشرق، مغرب والوں کے لئے شمال، جنوب والوں کے لئے عبرت ہوتا ہے۔

گانے بجانے کا وبال بصورت مسخ اشکال :

بخاری شریف، ترمذی شریف اور ابو داؤد شریف میں حدیث آتی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے قریب میری اُمت میں بھی کچھ لوگ بندر اور خنزیر بنائے جائیں گے۔ آپ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ حضرت! وہ کلمہ نہیں پڑھتے ہوں گے؟۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ....

يُصَلُّوۡنَ وَيَصُوۡمُوۡنَ وَيَحُجُّوۡنَ نماز بھی پڑھتے ہوں گے، روزے بھی رکھتے ہوں گے اور حج بھی کرتے ہوں گے مگر گانے بجانے کے بڑے دلدادہ ہوں گے۔ پہلے صرف ریڈیو ہوتا تھا اب ٹی، وی / وی، سی، آر / کیبل آگئے۔ نہ جانے اور کتنی چیزیں بنائی جائیں گی۔ جن کے ذریعے گانے بجانے کا شوق پورا کیا جائے گا؟۔

ایسے لوگ رات کو گانے بجانے کی مجلس میں بیٹھے ہوں گے انسانوں کی شکل میں اور صبح کو بندر اور خنزیر کی شکل میں تبدیل کر دیئے جائیں گے۔ نہ نمازیں بچا سکیں گی، نہ روزے۔ تو ایسی نمازوں اور روزوں کا کیا فائدہ کہ برے کام نہ چھوڑیں۔

صرف نماز پڑھ کر خوش نہ ہوں۔ بلکہ ان کو بچانے کا بھی سوچیں۔ ان کو ضائع نہ کریں۔

اور مسئلہ یہ ہے کہ ٹی، وی/ وی، سی، آر دیکھنا حرام ہے اگر کوئی شخص ان کو حرام سمجھتے ہوئے دیکھتا ہے تو گنہگار ہے اور اگر ان کو حلال سمجھ کر دیکھے گا تو اس کا نکاح ٹوٹ جائے گا۔ کیونکہ حرام کو حلال سمجھنا بڑا سخت گناہ ہے۔ مغربی قوموں نے ماحول ایسا بنا دیا ہے کہ ہم ان چیزوں کو گناہ سمجھتے ہی نہیں۔

حفاظت اعمال :

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم تو نہیں دیکھتے مگر اولاد کے مجبور کرنے پر ان کو لا کر دیا ہے۔ تو اس طرح تم معذور تو نہیں ہو سکتے۔ (حاشا وکلا)۔ کیونکہ تم گھر کے سربراہ ہو اور بااختیار ہو۔ کیوں لا کر دیا ہے؟۔ اکڑ جاؤ، انکار کر دو۔ تم نے جب خود لا کر دیا ہے تم گناہ میں شریک ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سچے دل سے توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری زبانوں اور نگاہوں کی حفاظت فرمائے۔

وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ اور (یہ واقعہ) نصیحت ہے پرہیزگاروں کے لئے۔ لیکن ایسے واقعات سے نصیحت اور عبرت وہی حاصل کرتا ہے کہ جس میں انسانیت کا مادہ ہو۔ رب تعالیٰ ہمیں انسان بنائے اور گناہوں سے ہماری حفاظت فرمائے اور خود بھی نماز، روزہ، حج، عمرہ، کلمہ کو بچاؤ اور ٹی، وی دیکھ کر سب کچھ برباد نہ کرو۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖۤ اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ
تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ؕ قَالُوْۤا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ؕ قَالَ
اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ ﴿۶۷﴾ قَالُوا
ادْعُ لَنَا رَبَّكَ یُبَیِّنْ لَّنَا مَا هِیَ ؕ قَالَ اِنَّهٗ یَقُوْلُ
اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّ لَا بِكْرٌ ؕ عَوَانٌۢ بَیْنَ ذٰلِكَ
ؕ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ﴿۶۸﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ
یُبَیِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ یَقُوْلُ اِنَّهَا
بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ ۙ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِیْنَ ﴿۶۹﴾
قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ یُبَیِّنْ لَّنَا مَا هِیَ ۙ اِنَّ
الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَیْنَا ؕ وَاِنَّاۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ
لَمُهْتَدُوْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ اِنَّهٗ یَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا
ذَلُوْلٌ تُثِیْرُ الْاَرْضَ وَ لَا تَسْقِی الْحَرْثَ ۚ
مُسَلَّمَةٌ لَّا شِیَةَ فِیْهَا ؕ قَالُوا الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ

فَذَبَحُوْهَا وَ مَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۱﴾

لفظی ترجمہ :

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اور جب کہا موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً کہ تم ایک گائے ذبح کرو قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا کہنے لگے کیا بناتا ہے تو ہمیں ٹھٹھہ کیا ہوا قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ فرمایا میں پناہ میں آتا ہوں اللہ تعالیٰ کی اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ اس بات سے کہ ہو جاؤں میں جاہلوں سے۔

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ کہنے لگے دعا کر اپنے پروردگار سے ہمارے لئے يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ بیان کرے وہ ہمارے لئے کہ وہ گائے کیسی ہو؟ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ فرمایا (موسیٰ علیہ السلام نے) بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّهَا بَقَرَةٌ بے شک وہ گائے لَّا فَارِضٌ وَّ لَا بِكْرٌ نہ بوڑھی ہو اور نہ بالکل نوعمر ہو عَوَانٌ ۢ بَيْنَ ذٰلِكَ اس کے درمیان میں ہو فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ پس کرو تم جس کا تمہیں حکم دیا جاتا ہے۔

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ کہنے لگے دعا کر ہمارے لئے اپنے پروردگار سے يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا بیان کرے ہمارے لئے اس گائے کا رنگ کیا ہے؟ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ فرمایا بے شک وہ کہتا ہے اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ بے شک وہ گائے ہے زرد رنگ کی فَاقِعٌ لَّوْنُهَا خالص ہے

رنگ اس کا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ خوش کرتی ہے دیکھنے والوں کو۔

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ کہنے لگے دعا کر ہمارے لئے اپنے پروردگار سے يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ بیان کرے ہمارے لئے کہ وہ گائے کیسی ہے؟ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا بے شک گائے مشتبہ ہوگئی ہے ہم پر وَاِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اور بے شک ہم اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو لَمُهْتَدُوْنَ ہدایت پانے والے ہوں گے۔

قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ فرمایا موسیٰ (علیہ السلام) نے بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ بے شک وہ گائے ایسی ہو جو نہ تابع کی ہوئی ہو تُثِيْرُ الْاَرْضَ کہ اس نے ہل چلایا ہو زمین میں وَ لَا تَسْقِي الْحَرْثَ اور نہ اس نے پانی پلایا ہو کھیتی کو مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيْهَا ان چیزوں سے محفوظ ہو اس میں داغ نہ ہو قَالُوا الْئٰنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ کہنے لگے اب لایا ہے تو حق فَذَبَحُوْهَا پس انہوں نے گائے کو ذبح کیا وَ مَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ اور وہ ایسا کرنے کے قریب نہیں تھے۔

ربط :

بنی اسرائیلوں کی کوتاہیاں ان کے عیب اور ان کے جرائم کا ذکر اوپر چلا آرہا ہے۔

بنی اسرائیل میں واقعۂ قتل :

یہ واقعہ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں پیش آیا۔ایک شخص تھا جس کا نام تھا عامیل بروزن قابیل ۔ یہ بڑا مالدار آدمی تھا اور ایک روایت کے مطابق تھا بھی لاولد یعنی بےاولاد تھا۔

ایک تفسیری روایت میں آتا ہے کہ اس کے چچازاد بھائی بڑے غریب تھے انہوں نے اس کو کہا کہ ہم بھوکے رہتے ہیں اور تیرے بھائی ہیں تیرے پاس اتنا مال ہے اور کھانے والا بھی کوئی نہیں ہے۔لہٰذا ہماری امداد کر لوگ کہتے ہیں اور عموماً دیکھنے میں بھی ایسا ہی آیا ہے کہ لاولد آدمی بڑا بخیل ہوتا ہے۔ کہنے لگا مجھ سے کیوں مانگتے ہو؟ کماؤ اور کھاؤ۔

انہوں نے کہا کہ ہم فارغ تو نہیں رہتے ۔ مگر ہماری قسمت کہ کبھی کام مل جاتا ہے اور کبھی نہیں ملتا۔اور جو ملتا ہے اس سے ہماری ضروریات پوری نہیں ہوتیں اور تیرے پاس اتنی دولت ہے جو شمار میں بھی نہیں آتی ۔اس سے ہماری مدد کر مگر اس نے کوئی بات نہ سنی ۔تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہمارے سوا اس کا کوئی اور وارث تو ہے نہیں ہم اس کے چچازاد ہی وارث ہیں لہٰذا اس کو راستہ سے ہٹاؤ، اس سے جان چھڑاؤ اور مال پر قبضہ کرو۔ چنانچہ انہوں نے اس کو قتل کر دیا قتل کرنے کے بعد موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے کہ ہمارے چچازاد کو کسی نے قتل کر دیا ہے اس کی تحقیق کرو۔

اور ایک روایت میں ہے کہ وہ ان کا چچا تھا۔اور یہ اس کے بھتیجے تھے ۔ بہر حال ان کا خیال تھا کہ موقع کا گواہ تو ہے کوئی نہیں کیونکہ ہمیں قتل کرتے ہوئے کسی نے

دیکھانہیں ہے۔اورضابطہ یہ ہے کہ اَلْبَیِّنَۃُ عَلَی الْمُدَّعِیْ وَالْیَمِیْنُ عَلٰی مَنْ اَنْکَرَ گواہ مدعی کے ذمہ ہوتے ہیں اگراس کے پاس گواہ نہ ہوں تو منکر پرقسم آتی ہے۔اورہم خود مدعی ہم پرتو کسی نے شبہ کرنانہیں اورہم نے بھی کسی پر شبہے کا اظہار نہیں کرنا اوراگرہمیں قسم کا کہا گیا توقسم اٹھانی کون سی مشکل ہے؟۔اٹھالیں گے اس طرح معاملہ رفع دفع ہوجائے گا۔اوراس کا مال ہم سمیٹ لیں گے مگران کا خیال باطل ثابت ہوااورموسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم سن لواس کا ذکر ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

قاتلوں کی حیلہ سازی :

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِہٖٓ اورجب کہاموسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے۔قوم سے مرادوہ آدمی ہیں جوقتل کرکے خود مدعی بن گئے تھے ان کوکہا.........

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَۃً کہ تم ایک گائے ذبح کرو۔عربی زبان میں ''بقرۃ'' گائے کوبھی کہتے ہیں اور بیل کوبھی۔اس لئے بعض مفسرین نے بیل کا ترجمہ کیا ہے جیسے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیونکہ آگے ہل چلانے کا ذکر آرہا ہے کنویں پر جوتنے کا ذکر آرہا ہے۔اورعموماً یہ کام بیل سے لئے جاتے ہیں اوربعض علاقوں میں یہ کام گائے سے بھی لیتے ہیں اس لئے دونوں ترجمے صحیح ہیں۔بہرحال جب موسیٰ علیہ السلام نے گائے یا بیل کے ذبح کرنے کا فرمایا تو.........

قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا ھُزُوًا کہنے لگے کیا بناتا ہے تو ہمیں ٹھٹھہ کیا ہوا۔ہمارے ساتھ مسخرہ کرتے ہو کہ ایک تو ہمارے گھر آدمی مراپڑا ہے اوردوسراہمیں کہتے ہو کہ

گائے ذبح کرو۔

قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں پناہ میں آتا ہوں اللہ تعالیٰ کی اَنْ اَکُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ اس بات سے کہ ہو جاؤں میں جاہلوں میں سے۔ کیوں محض مسخرہ اور مذاق جاہلوں کا کام ہے۔ ہاں اگر ظرافت کے طور پر ہو اور اس میں خلاف واقعہ بھی کوئی بات نہ ہو تو اسکا مسئلہ جدا ہے۔ یعنی ایسا مذاق جائز ہے۔ لیکن اگر خلاف واقعہ ہو اور دوسرے کی دل آزادی مقصود ہو تو گناہ ہے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایسا مذاق جھگڑے کا باعث ہو جاتا ہے۔ اور نوبت قتل تک جا پہنچتی ہے۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں جاہلوں میں سے نہیں ہوں کہ تمہارے ساتھ مذاق کروں۔

لہٰذا تم اس گائے کو ذبح کرو اور اس کے بعض حصے کو میت کے بدن پر مارو بس وہ زندہ ہو کر تمہیں بتا دے گا کہ میرا قاتل کون ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ گائے کا کون سا حصہ میت کے ساتھ لگایا گیا.........

☆.......... بعض نے کہا ہے کہ ''زبان'' تھی۔

☆.......... بعض نے کہا ہے کہ ''دل'' تھا۔

☆.......... بعض نے کہا ہے کہ ''جگر'' تھا۔

☆.......... اور بعض نے ''دُم'' لکھی ہے۔

بہر حال اس حصے کی تعیین کا ذکر قرآن کریم میں نہیں ہے۔ کیونکہ بِبَعْضِهَا کے لفظ ہیں۔ چونکہ ان کے دل صاف نہیں تھے کج بحثی میں پڑ گئے۔ ان کا خیال تھا کہ اس طرح معاملہ ٹل جائے گا۔

بلاضرورت سوالات :

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ کہنے لگے دعا کر اپنے پروردگار سے ہمارے لئے يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ بیان کرے وہ ہمارے لئے کہ وہ گائے کیسی ہو؟ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ فرمایا (موسیٰ علیہ السلام نے) بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّهَا بَقَرَةٌ بے شک وہ گائے لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ نہ بوڑھی ہو اور نہ بالکل نو عمر ہو عَوَانٌ م بَيْنَ ذٰلِكَ اس کے درمیان میں ہو۔

ادھر عمر کی حدیث پاک میں آتا ہے کہ وہ کوئی بھی گائے ذبح کر دیتے تو کفایت کر جاتی مگر فَلَمَّا شَدَّدُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ شَدَّدَ اللّٰهُ پس انہوں نے جب اپنی جانوں پر سختی سے کام لیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر سخت پابندی لگا دی جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ حکم ہوا.........

فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ پس کرو تم جس کا تمہیں حکم دیا جاتا ہے قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ کہنے لگے دعا کر ہمارے لئے اپنے پروردگار سے يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا بیان کر ہمارے لئے اس گائے کا رنگ کیا ہے؟ تا کہ ہم تعین کر سکیں قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ فرمایا بے شک وہ کہتا ہے اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ بے شک وہ گائے ہے زرد رنگ کی فَاقِعٌ لَّوْنُهَا خالص ہے رنگ اس کا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ خوش کرتی ہے وہ گائے دیکھنے والوں کو۔ بڑی صحت مند اور خوبصورت ہے۔

نظر کا لگ جانا حق ہے :

جس طرح انسانوں میں خوبصورت ہوتے ہیں اسی طرح جانوروں میں بھی خوبصورت ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے نظر بھی لگ جاتی ہے نظر کا لگ جانا بھی حق ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ اَلْعَیْنُ حَقٌّ نظر کا لگ جانا حق ہے۔نظر لگنے کا مفہوم یہ ہے کہ انسان جب کسی شیٔ کی صحت اور خوبصورتی پر تعجب کا اظہار کرتا ہے کہ اتنی صحت مند ہے، اتنی خوبصورت ہے تو اللہ تعالیٰ فوراً اس میں عیب پیدا کردیتے ہیں۔ کہ اس کا کمال بھی میرے اختیار اور اس کا زوال بھی میرے اختیار میں ہے۔ اس میں بندے کا کوئی دخل اور اختیار نہیں ہے۔سوائے تعجب کے اظہار کرنے کے۔

حدیث پاک میں آتا ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نظر کا دم ہے مَاشَآءَ اللّٰهُ لَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اگر کسی کو شبہ ہو کہ میری نظر لگ گئی ہے تو وہ پڑھے اور جس کو نظر لگ گئی ہے پڑھ کر اس کو دم کرے۔ باقی دم میں اثر اللہ تعالیٰ نے رکھنا ہے۔ اور عموماً بغیر محنت اور مشقت کے تعویذات اور دم کا اثر کم ہوتا ہے۔ ہاں آدمی نماز، روزے کا پابند ہو اور تین روزے نفلی رکھے مسلسل پھر دم کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے دم میں اثر رکھے گا اور دم اس لئے کہ اس کا بھی لوگوں کو فائدہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو فائدہ پہنچانا بھی نیکی ہے۔مگر کوئی عمل اور تعویذ اور اس کا طریقہ کار شرع کے خلاف نہ ہو۔ بہرحال جب ان کو رنگ بتایا گیا تو............

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ کہنے لگے دعا کر ہمارے لئے اپنے پروردگار سے يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ بیان کرے ہمارے لئے کہ وہ گائے کیسی ہے؟ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا بے شک گائے مشتبہ ہوگئی ہے ہم پر۔ کہ زرد رنگ کی بھی گائیں بہت ہیں اور ادھیڑ عمر کی بھی بہت ہیں اور وضاحت فرماویں............

وَاِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ اور بے شک ہم اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو

ہدایت پانے والے ہوں گے قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ فرمایا موسیٰ (علیہ السلام) نے بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ بے شک وہ گائے ایسی ہو جو نہ تابع کی ہوئی ہو عمل میں تُثِيْرُ الْاَرْضَ کہ اس نے ہل چلایا ہو زمین میں وَ لَا تَسْقِي الْحَرْثَ اور نہ اس نے پانی پلایا ہو کھیتی کو۔ یعنی وہ کنویں پر نہ جوتی گئی ہو۔

گائے ذبح کرنے کا حکم :

ان دو لفظوں کی وجہ سے کہ اس نے نہ ہل چلایا ہو اور نہ اس کے ذریعے کھیتی کو سیراب کیا گیا ہو۔ سے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ''بقرہ'' کا ترجمہ ''بیل'' سے کرتے ہیں۔ کہ عموماً یہ دونوں کام بیل سے لئے جاتے ہیں۔ اور میں نے پہلے بتایا ہے کہ ''بقرہ'' کا اطلاق گائے، بیل دونوں پر کیا جاتا ہے۔

اور کیمل پور (موجودہ اٹک) کے علاقہ میں بعض لوگ گائے کے ذریعہ بھی ہل چلاتے ہیں کہ ان کی تھوڑی تھوڑی زمینیں ہوتی ہیں۔ اور بیل بہت مہنگے ہیں اس لئے وہ لوگ گائے سے دودھ بھی حاصل کرتے ہیں۔ اور ہل بھی چلاتے ہیں اور بعض دفعہ کنویں پر بھی جوت لیتے ہیں۔ تو فرمایا کہ نہ تو اس کے ذریعے ہل چلایا گیا ہو اور نہ کنویں پر جوتی گئی ہو۔

مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيْهَا ان چیزوں سے محفوظ ہو اس میں داغ نہ ہو۔ مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انہوں نے ایسی گائے تلاش کی وہ ایک نوجوان کے پاس تھی۔ جو اَلْبَارُّ بِاُمِّهٖ اپنی والدہ کی بڑی خدمت کرنے والا تھا۔ اور اس کا باپ فوت ہو گیا تھا کہتے ہیں کہ اس زمانے میں عموماً گائے بیل کی قیمت تین دینار ہوتی تھی۔ مگر اس نوجوان سے بات کی گئی کہ ہمیں اس گائے کی ضرورت ہے تو اس

نے کہا کہ میرے پاس صرف گائے ہی ہے میں یہ دینے کے لئے تیار نہیں ہوں جب انہوں نے مجبور کیا تو نوجوان نے کہا کہ اس قیمت پر دیتا ہوں کہ اس کو ذبح کر کے چمڑا اتار کر چمڑے میں جتنا سونا آئے مجھے دے دو اور یہ لے لو وہ مجبور تھے انہوں نے گائے لے لی اور اس کا چمڑا سونے سے بھر کر اس کو دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے اخراجات کا انتظام کر دیا اور ان کا بھی کام چل گیا۔

چیز مہنگی بیچنے کا شرعی حکم :

اگر کوئی آدمی اپنی ذاتی چیز کو مہنگا بیچنا چاہے تو بیچ سکتا ہے بشرطیکہ حکومت کی طرف سے کوئی پابندی نہ ہو۔ مثال کے طور پر یہ میرا کمبل ہے اس کی قیمت تو دو سو روپیہ ہے۔ اگر کوئی میرے سے خریدنا چاہے اور میں کہوں کہ دو سو کا نہیں دوں گا اڑھائی سو کا دوں گا اگر لینے والا راضی ہے تو لے، لے یہ جائز ہے۔

ہاں! یہ بات بھی ذہن میں بٹھالیں کہ ایک چیز کی جو قیمت منڈی میں ہے اس کے مطابق چلنا چاہیے۔ یعنی منڈی کی قیمت سے ملتی جلتی قیمت لینی چاہیے۔ منڈی کے بھاؤ سے نکلنا بری بات ہے۔ یہ اصول ہے اگر حکومت نے ایک چیز کا بھاؤ مقرر کر دیا ہے۔ تو پھر بات جدا ہے۔ اور اسلامی حکومت کے احکامات سے اعراض کرنا منع ہے۔ آج کل کی حکومتوں کے حکم سے نکلنا اگرچہ حرام تو نہیں مگر قانون کی مخالفت کرنا بری بات ہے۔ اور لوگوں کو لوٹنا شروع کر دے یہ بھی صحیح نہیں ہے۔

قَالُوا الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ کہنے لگے اب لایا تو اے موسیٰ (علیہ السلام) حق۔ ان کا اپنے پیغمبر کو طرزِ خطاب دیکھو کیا انہوں نے جو کچھ پہلے فرمایا تھا وہ حق نہیں تھا وہ بھی حق تھا اور اس وقت وہ جو بھی گائے ذبح کر دیتے کفایت ہو جاتی۔

مسئلہ :

آدمی عبادت میں اپنے اوپر تشدد نہ کرے فرض تو رب تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہیں ان میں تو کمی بیشی نہیں ہوسکتی اور نفلی عبادت آسانی کے ساتھ جتنی ہوسکے اتنی کرے۔ مثلاً نفل ہیں یا قرآن کریم کی تلاوت ہے اتنی کرے جتنا نفس برداشت کرتا۔ تھوڑی کرے روزانہ یہ بہتر ہے اس سے کہ ایک دن بہت زیادہ کرے اور دوسرے دن بالکل نہ کرے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَدْوَمُھَا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ عمل زیادہ پسند تھا جو ہمیشہ ہوتا رہے بے شک تھوڑا ہو۔

فَذَبَحُوْھَا پس انہوں نے گائے کو ذبح کیا وَ مَا کَادُوْا یَفْعَلُوْنَ اور وہ ایسا کرنے کے قریب نہیں تھے۔ کیونکہ ان کا مقصد تو یہ تھا کہ بات آئی گئی ہوجائے اور قتل ہم پر نہ پڑے۔ چنانچہ گائے کا ایک حصہ جب مقتول کو مارا گیا اس نے اٹھ کر بتا دیا کہ میرے قاتل یہی ہیں۔ تو ان کو قصاص میں قتل کر دیا گیا۔ اور وراثت سے محروم ہوگئے۔

قاتل وراثت سے محروم ہوجاتا ہے :

قاتل وراثت سے محروم ہوجاتا ہے۔ مثلاً کسی آدمی نے باپ کو قتل کر دیا یا بھائی کو قتل کر دیا تو ان کو وراثت نہیں ملے گی۔ شریعت نے اس صورت میں قاتل کو وراثت

سے محروم رکھا ہے۔ آج کل تم اخبارات میں پڑھتے رہتے ہو کہ زمین کی وجہ سے باپ
کو قتل کر دیا یا بھائی کو قتل کر دیا۔ از روئے شرع یہ ان کے وارث نہیں بن سکتے۔

وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا ؕ وَاللّٰهُ
مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿٧٢﴾ فَقُلْنَا
اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ؕ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى ۙ
وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٧٣﴾ ثُمَّ
قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ
كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ وَاِنَّ مِنَ
الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَاِنَّ
مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَاِنَّ
مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ
عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٧٤﴾ اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا
لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ
كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا
عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿٧٥﴾ وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ

اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚۖ وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۷۶﴾ اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۷﴾

لفظی ترجمہ :

وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا اور جب تم نے قتل کیا ایک نفس کو فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا پس اس قتل کو تم ایک دوسرے پر ڈالنے لگے وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ اور اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا ہے مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ جس کو تم چھپاتے ہو

فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا پس کہا ہم نے مارو اس مردہ کو گائے کے بعض حصے کے ساتھ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى اسی طرح زندہ کرے گا اللہ تعالیٰ مردوں کو وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ اور دکھاتا ہے اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی قدرت کی نشانیاں لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ تاکہ تم سمجھ جاؤ

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ پھر سخت ہوگئے دل تمہارے مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ اس کے بعد فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ پس وہ دل پتھروں کی طرح ہیں اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً یا ان سے بھی زیادہ سخت ہیں وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ اور بے

شک بعض پتھروں میں سے لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ البتہ وہ ہیں جن سے پھوٹتی ہیں نہریں

وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ اور بے شک ان پتھروں میں سے بعض ایسے ہیں البتہ جو پھٹ جاتے ہیں فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ پس نکلتا ہے اس پتھر سے پانی وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ اور بے شک ان پتھروں میں سے بعض ایسے ہیں جو گر پڑتے ہیں مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے خوف سے وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ غافل اس کارروائی سے جو تم کرتے ہو

اَفَتَطْمَعُوْنَ کیا تم طمع رکھتے ہو اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ کہ وہ تمہاری تصدیق کریں گے وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ اور تحقیق تھا ایک گروہ ان میں سے يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ سنتا تھا وہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ پھر وہ اس کو بدل دیتا تھا مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ بعد اس کے کہ اس کو انہوں نے سمجھ لیا تھا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ اور وہ جانتے بھی تھے

وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور جب وہ ملتے ہیں ان لوگوں سے جو ایمان لائے قَالُوْٓا اٰمَنَّا کہتے ہیں ہم بھی ایمان لائے وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ اور جب الگ ہوتے ہیں ان میں سے بعض بعض کے پاس قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ کہتے ہیں کیا تم بیان کرتے ہو ان کے سامنے

بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ وہ چیز جو ظاہر کی اللہ تعالیٰ نے تم پر لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ تاکہ وہ جھگڑا کریں اس کے ذریعے عِنْدَ رَبِّكُمْ تمہارے رب کے ہاں اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا تم عقل نہیں رکھتے

اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ کیا وہ نہیں جانتے اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے مَا يُسِرُّوْنَ جس چیز کو وہ چھپاتے ہیں وَمَا يُعْلِنُوْنَ اور جس چیز کو وہ ظاہر کرتے ہیں۔

ربط :

گزشتہ رکوع میں آپ نے پڑھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں کچھ لوگوں کو اپنے عزیز چچا یا چچا زاد بھائی کو قتل کیا اور موسیٰ علیہ السلام کے پاس گئے کہ ہمارے چچا کو کسی نے قتل کر دیا ہے ہمیں معلوم نہیں کہ کس نے قتل کیا ہے؟۔لہٰذا آپ تحقیق کریں کہ قاتل کون ہے؟۔اور مقصد ان کا یہ تھا کہ بات آئی گئی ہو جائے اسی لئے گائے کے متعلق کج بحثی میں پڑ گئے تھے۔اس کے متعلق ارشاد ہے.........

وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا اور جب تم نے قتل کیا ایک نفس کو۔قتل ناحق بڑے گناہوں میں سے ایک ہے۔اور اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ کتنا بڑا جرم ہے حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا.........

لَزَوَالُ الدُّنْيَا اَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى مِنْ قَتْلِ رَجُلٍ مُّؤْمِنٍ ساری دنیا کا تباہ ہو جانا اللہ تعالیٰ کے ہاں آسان ہے بنسبت ایک مومن آدمی کے ناحق قتل ہونے سے جو اللہ اللہ کرتا تھا۔اب تو قتل کی کوئی حیثیت ہی نہیں رہی اور آدمی کسی جگہ

بھی محفوظ نہیں ہے۔ نہ گھر میں نہ سکول میں نہ کالج میں بلکہ ہسپتال میں قتل کر جاتے ہیں۔ اور جوں جوں قیامت قریب آئے گی یہی کچھ ہوگا۔ مسجدوں اور مدرسوں میں قتل کر دیتے ہیں۔ حالانکہ مسجد سے بڑی امن والی جگہ اور کوئی نہیں ہے۔ اور مسجد ایسی جگہ ہے کہ جہاں دشمن سے بھی تعرض نہیں کیا جاتا۔

نجران کے عیسائی مدینۃ النبی ﷺ میں :

چنانچہ ۹ھ میں نجران کے عیسائیوں کا وفد آپ ﷺ کی خدمت میں آیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہم غریب آدمی ہیں ہمارے پاس ایسی جگہ نہیں ہے کہ جہاں ساٹھ/۶۰ آدمیوں کو اکٹھا ٹھہرا سکیں۔ مختلف ساتھیوں پر دو، دو تین، تین آدمی تقسیم کر دیتے ہیں۔ ان کے بڑوں نے کہا کہ نہیں ہم تو اکٹھے رہیں گے۔ ان کا خیال تھا کہ مسلمان تبلیغ کرنے والی قوم ہے کہیں ہمارے ساتھیوں کو ورغلا کر مسلمان نہ بنا ڈالیں۔

لہٰذا یہ بھیڑیں ہمارے ساتھ ہی رہیں تو بہتر ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا پھر اکٹھے تو مسجد میں رہ سکتے ہیں۔ اور تو کوئی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں ساٹھ آدمیوں کو اکٹھا ٹھہرا سکیں۔ کہنے لگے ہم مسجد میں ہی رہیں گے۔ مگر ہم نے اپنی طرز پر نمازیں بھی پڑھنی ہیں، فرمایا پڑھتے رہو۔

بعض صحابہ آئے جن کو حقیقت حال سے آگاہی نہیں تھی انہوں نے جب دیکھا کہ بیت المقدس کی طرف چہرہ کر کے نماز پڑھ رہے ہیں تو انہوں نے کہا یہ کیا کرتے ہو؟ ان کے افعال پر اعتراض کیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کرنے دو جو کچھ کرتے ہیں۔ ان کا مذہب ہے۔ اس سے اندازہ لگاؤ کہ عیسائیوں نے آنحضرت ﷺ کے

سامنے مسجد نبوی (زَادَاللّٰہُ تَعَالٰی شَرَفًا وَ کَرَامَۃً) میں اپنے مذہب کے مطابق شمال کی طرف چہرہ کر کے نماز پڑھی۔ آپ ﷺ نے کچھ نہیں فرمایا۔ کتنا حوصلہ اور بردباری ہے مگر آج مسجدیں بھی محفوظ نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا اور جب تم نے قتل کیا ایک نفس کو فَادّٰرَءْتُمْ فِیْھَا پس اس قتل کو تم ایک دوسرے پر ڈالنے لگے۔ ایک نے کہا اس نے قتل کیا ہے دوسرے نے کہا اس نے قتل کیا ہے۔ اس کو عربی میں "تدارء" کہتے ہیں وَاللّٰہُ مُخْرِجٌ اور اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا ہے مَّا کُنْتُمْ تَکْتُمُوْنَ جس کو تم چھپاتے تھے۔ قاتلوں کا ارادہ تھا کہ قتل ظاہر نہ ہو اور ہم پکڑے نہ جائیں۔

فَقُلْنَا اضْرِبُوْہُ بِبَعْضِھَا پس کہا ہم نے مارو اس مردہ کو گائے کے بعض حصے کے ساتھ۔ یہ کون سا حصہ تھا؟ تفسیروں میں زبان، دل، جگر، اور دم کا ذکر بھی آتا ہے۔ بہر حال وہ حصہ ساتھ لگانے کے ساتھ وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا جس طرح بٹن دبانے سے بلب جل جاتا ہے۔ مخلوق خدا جمع تھی اس سے پوچھا گیا کہ تجھے کس نے قتل کیا ہے؟۔ اس نے بتایا کہ میرے قاتل فلاں، فلاں ہیں۔ چنانچہ ان قاتلوں کو قصاص میں قتل کیا گیا اور وراثت سے محروم ہو گئے۔

کَذٰلِکَ یُحْیِ اللّٰہُ الْمَوْتٰی اسی طرح زندہ کرے گا اللہ تعالیٰ مردوں کو جس طرح اس کو زندہ کیا ہے مرنے کے بعد۔ اور یہ 'احیاء' موسیٰ علیہ السلام کا دوسرا واقعہ ہے۔ ستر آدمیوں کو موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر لے گئے ان کو مارنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے کا واقعہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

وَیُرِیْکُمْ اٰیٰتِہٖ اور دکھاتا ہے اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی قدرت کی نشانیاں

لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ تاکہ تم سمجھ جاؤ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ پھر سخت ہو گئے دل تمہارے مِّنْ ۢ بَعْدِ ذٰلِكَ اس کے بعد کہ کتنی اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں دیکھ چکے تھے۔ مثلاً من، سلویٰ کا نازل ہونا، بادلوں کا سایہ، پتھر سے چشموں کا جاری ہونا، دریا میں (فرعونیوں کا) غرق ہو جانا اور مردوں کا زندہ ہونا اتنی نشانیاں دیکھنے کے باوجود ان کے دل نرم ہونے کی بجائے سخت ہو گئے۔ کیسے سخت ہوئے ؟۔ فرمایا......

فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ پس وہ دل پتھروں کی طرح ہیں اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً یا ان سے بھی زیادہ سخت ہیں۔ مثلاً پتھر سے لوہا زیادہ سخت ہے۔ اور کچھ چیزیں ایسی ہیں جو گھستی نہیں ہیں۔ جیسے کہ ہیرا، کہ ٹوٹ جائے گا مگر گھسے گا نہیں۔ لوہا، تانبا، سونا، گھس جاتے ہیں۔ ہیرا چونکہ گھستا نہیں ہے۔ اس لئے بعض گھڑیوں کی جولیں ہیرے کی ہوتی ہیں۔

سوال :

اب سوال یہ ہے کہ ہیرے کو آدمی استعمال کر سکتا ہے یا نہیں؟۔

جواب :

ہیرے کو آدمی استعمال کر سکتا ہے اور مرد کے لئے چار ماشے چاندی کی انگوٹھی جائز ہے۔ زیور کے طور پر استعمال کر سکتا ہے۔ زیور کے علاوہ چاندی کا استعمال جائز نہیں ہے۔ مثلاً گھڑی یا گھڑی کا چین یا جیبی گھڑی کی زنجیر یا بازو اور گلے کی زنجیر یہ سب ناجائز اور حرام ہیں۔ اور سونا کسی صورت میں بھی جائز نہیں ہے۔ البتہ سونے چاندی کا دانت لگوا سکتا ہے۔ اگر ناک کٹوا بیٹھے تو وہ بھی سونے چاندی کی لگوا

سکتا ہے۔

سونے کا دانت اور ناک :

چنانچہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں لڑائی کے دوران ایک شخص کی دشمنوں نے ناک کاٹ دی اب وہ بڑا برا لگتا تھا تو اس نے چاندی کی ناک بنوا کر لگوائی۔ کہ چلو اصلی کی جگہ مصنوعی ہی سہی کچھ نظر تو آئے گا چند دنوں کے بعد اس سے بو آنی شروع ہوگئی۔ آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ حضرت میں نے چاندی کی ناک لگوائی تھی مگر اس سے بو آنے لگ گئی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ سونے کی لگوالے۔ اور سونے کی یہ خاصیت ہے کہ اس سے بو نہیں آتی۔ اور عورتوں کو اجازت ہے کہ وہ سونا چاندی زیور کے طور پر استعمال کر سکتی ہیں۔ البتہ زیور کے علاوہ کسی اور شکل میں استعمال نہیں کر سکتیں۔

مثلاً سونے چاندی کا ''سرمچو'' استعمال نہیں کر سکتیں، سونے چاندی کے برتنوں میں عورت کھا پی بھی نہیں سکتی۔ ''کروشیا'' جس سے عورتیں کڑھائی کرتی ہیں وہ بھی سونے چاندی کا جائز نہیں ہے۔ صرف زیور کی حد تک اجازت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو حدیں مقرر فرمائی ہیں ان کا خیال رکھنا چاہیے۔ تو فرمایا کہ ان کے دل پتھر کی طرح سخت ہوگئے ہیں یا اس سے بھی زیادہ سخت ہیں۔ کیونکہ.........

پتھر میں خشیت الٰہی :

وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ اور بے شک بعض پتھروں میں سے لَمَا یَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ البتہ وہ ہیں جن سے پھوٹتی ہیں نہریں۔ دنیا میں بہت سارے ایسے مقامات ہیں جہاں پتھروں سے چشمے بہہ رہے ہیں۔ اور اتنی مقدار میں کہ آگے ان

سے نہریں دریا بن جاتے ہیں۔ یہ بھی پڑھ چکے ہو کہ موسیٰ علیہ السلام نے پتھر پر لاٹھی ماری تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے۔

وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ اور بے شک ان پتھروں میں سے بعض ایسے ہیں البتہ جو پھٹ جاتے ہیں فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ پس نکلتا ہے اس پتھر سے پانی تھوڑی مقدار میں وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ اور بے شک ان پتھروں میں سے بعض ایسے ہیں جو گر پڑتے ہیں مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے خوف سے۔

پہاڑوں میں کئی دفعہ دیکھنے میں آیا ہے کہ پتھر خود بخود گر پڑتے ہیں بظاہر ان کو گرانے والا کوئی نہیں ہوتا۔ وہ رب تعالیٰ کے خوف سے گر پڑتے ہیں۔ ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا خوف ہے اور ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد کی تسبیح کرتی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے..........

ہر چیز کا حمد الٰہی بیان کرنا :

وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد کی تسبیح کرتی ہے درخت، ان کے پتے، ریت کے ذرات، پانی کا ایک ایک قطرہ اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتا ہے۔ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ اور لیکن تم ان کی تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے۔ کوئی زبان حال سے اور کوئی زبان قال سے اللہ تعالیٰ کی حمد کی تسبیح پڑھتے ہیں۔

حجر کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرنا :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تاج نبوت پہنائے جانے سے پہلے مکہ مکرمہ میں ایک پتھر کے پاس سے گزرے تھے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہتا تھا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ نے اس پتھر میں یہ شعور رکھا تھا کہ وہ آپ کو پہچانتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ

تعالیٰ کے رسول ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے تین قسم کے پتھر بیان فرمائے ہیں..........

☆...... ایک وہ ہیں کہ ان سے نہریں جاری ہوتی ہیں۔

☆...... دوسرے وہ ہیں کہ ان سے تھوڑی مقدار میں پانی نکلتا ہے۔

☆...... تیسرے وہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے نیچے گر پڑتے ہیں۔

اسی طرح بعض دل ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنی معرفت اور اپنے احکامات کو دور دور تک پہنچاتا ہے اور بعض دل ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں علم تھوڑی مقدار میں ہوتا ہے۔ لیکن جتنا بھی ہوتا ہے اس سے وہ فائدہ پہنچاتے ہیں اور کچھ دل ایسے ہوتے ہیں کہ وہ نافرمانی کے بلند مقام سے نیچے گر پڑتے ہیں۔ یعنی ان کی اپنی اصلاح ہوتی ہے اگر چہ دوسروں کو فائدہ نہ پہنچا سکیں۔ مگر ان کے دل ایسے سخت ہیں کہ نہ تو دوسروں کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی نافرمانی کی بلڈنگ سے نیچے گرتے ہیں۔

وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ غافل اس کارروائی سے جو تم کرتے ہو۔ تمہاری نیکی بدی ہر چیز اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ یہاں تک یہودیوں کی خرابی کا ذکر تھا آگے اللہ تعالیٰ مومنوں کو خطاب فرماتے ہیں اَفَتَطْمَعُوْنَ کیا تم طمع رکھتے ہو اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ اس بات کا کہ وہ تمہاری تصدیق کریں گے۔ جبکہ ان کے بڑے اتنی نشانیاں دیکھ کر بھی راہ راست پر نہ آئے۔

حکم الٰہی میں تحریف :

وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ اور تحقیق تھا ایک گروہ ان میں سے يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ سنتا تھا وہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ پھر وہ اس کو بدل دیتا تھا

مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ بعداس کے کہ اس کوانہوں نے سمجھ لیا تھا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ اور وہ جانتے بھی تھے۔انہوں نے کس طرح بدلا؟۔اس کی مختلف تفسیریں ہیں............

19

۱)...... اس کی ایک تفسیر تو یہ ہے کہ توراۃ ان کی زبان میں تھی اس کو پڑھا اور سمجھا مگراس کی تفسیر اپنی مرضی سے کرتے اور اپنی خواہشات کوتوراۃ سے ثابت کرتے تھے۔جس طرح آج کل اہلِ بدعت حضرات کرتے ہیں کہ قرآنی آیات کی غلط تشریح کر کے ان سے اپنا عقیدہ اور عمل ثابت کرتے ہیں۔تو اس طرح وہ تحریف کرتے تھے۔

۲)...... تحریف اور بدلنے کی دوسری تفسیر اس طرح کرتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے جب توراۃ اپنی برادری کو لا دی اور انہیں پڑھ کر سنائی تو انہوں نے کہا کہ یہ تو بہت مشکل کتاب ہے۔ہم تو اس پر عمل نہیں کر سکتے اور یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ نے دی ہے یا آپ خود لکھ کر لائے ہیں۔تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی برادری کے ستر آدمیوں کا انتخاب کیا کہ تم میرے ساتھ کوہِ طور پر چلو تا کہ تمہیں یقین ہو جائے کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہیں خود آواز دے کر کہیں گے کہ یہ میری کتاب ہے۔

جب یہ آدمی کوہِ طور پر گئے تو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہ میری کتاب ہے اور تمہیں مشکل اس سے لئے نظر آرہی ہے کہ تم نے آزاد زندگی گزاری ہے اور اب پابندیاں لگی ہیں جب تم اس پر عمل کرو گے مشکل نہیں رہے گی۔اور اس کے باوجود اگر بشری تقاضے سے کوئی غلطی ہوئی تو میں معاف کردوں گا۔لیکن یہ لوگ جب واپس قوم کے

پاس آئے تو کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ کتاب میری ہے اگر تم اس پر عمل نہیں بھی کرو گے تو میں تمہیں معاف کر دوں گا۔ اب دیکھو کتنا بڑا فرق ہے اس طرح کلام اللہ کو سن کر بدل ڈالا۔

وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور جب وہ ملتے ہیں ان لوگوں سے جو ایمان لائے قَالُوْٓا اٰمَنَّا کہتے ہیں ہم بھی ایمان لائے وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ اور جب الگ ہوتے ہیں ان میں سے بعض، بعض کے پاس۔ یعنی چھوٹے جاتے ہیں اپنے رئیسوں اور مذہبی سرداروں کے پاس اور وہ ان کی بے عزتی کرتے ہیں اور......

قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ کہتے ہیں کیا تم بیان کرتے ہو ان کے سامنے بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ وہ چیز جو ظاہر کی اللہ تعالیٰ نے تم پر کہ اسلام سچا مذہب ہے اور ہم اس پر ایمان لائے ہیں۔ کیونکہ اس کی سچائی کا پہلی کتابوں میں ذکر ہے تو یہ لوگ تمہارے اس اقرار کو قیامت والے دن تمہارے خلاف حجت کے طور پر پیش کریں گے۔

لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ تاکہ وہ جھگڑا کریں اس کے ذریعے تمہارے رب کے ہاں۔ اے نادانو! ان کے سامنے ایسی باتیں نہ کہا کرو اور اٰمَنَّا بھی نہ کہا کرو۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا تم عقل نہیں رکھتے۔ کہ دشمن کے سامنے اقرار کرتے ہو کہ اسلام سچا مذہب ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں......

اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ کیا وہ نہیں جانتے کہ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے مَا يُسِرُّوْنَ جس چیز کو وہ چھپاتے ہیں وَمَا يُعْلِنُوْنَ اور

جس چیز کو وہ ظاہر کرتے ہیں۔انسانوں سے تو چھپا سکتے ہیں مگر اس ذات سے کس طرح چھپا سکتے ہیں جو ظاہر باطن کو جانتی ہے اور رب تعالیٰ کو معلوم نہیں ہے کہ میں نے آخری پیغمبر ﷺ کی صداقت اور اسلام کی صداقت ان کو بتائی ہے اور ان کی کتابوں میں ان کی صداقت کی نشانیاں ذکر کی ہیں۔تو یہ اگر آج ان کو ظاہر نہیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ سے چھپ جائیں گے۔اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتے ہیں............

یَعْرِفُوْنَہٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَاءَ ھُمْ یہ آخری پیغمبر کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جو یہودیوں کے بڑے عالم تھے جب وہ مسلمان ہوئے تو انہوں نے اس بات کا اقرار کیا اور کہا کہ ہم آنحضرت ﷺ کو شکل وصورت اور نشانیوں سے اپنی اولاد کی طرح پہچانتے ہیں۔

ابوجہل اور نبی اکرم ﷺ کا معجزہ :

"خصائص الکبریٰ" امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ہے جس میں انہوں نے آنحضرت ﷺ کے معجزات احادیث اور تاریخ کے حوالے سے بیان فرمائے ہیں اس میں وہ بیان فرماتے ہیں کہ............

''ابوجہل جس کا نام عمرو بن ہشام تھا اور بڑا سخت اور تلخ مزاج کا آدمی تھا اپنے ہاتھ میں موٹے موٹے کنکر پکڑ کر لایا۔آنحضرت ﷺ اپنے ساتھیوں (رضی اللہ عنہم) کی مجلس میں تشریف فرما تھے کہنے لگا کہ ان کو وعظ تبلیغ بعد میں کرنا پہلے میرے ساتھ بات کرو۔وہ یہ کہ تو جو نبی ہونے کا دعویدار ہے اور آسمانوں کی خبریں دیتا ہے زمین کی

باتیں بیان کرتا ہے، جنت و دوزخ کے حالات بیان کرتا ہے۔ بتا میری مٹھی میں کیا چیز ہے؟۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ چچا جی اگر یہ مٹھی والی چیز خود بول کر بتا دے تو پھر ٹھیک ہے؟۔ کہنے لگا پھر تو بڑی بات ہے۔ چنانچہ ان کنکریوں نے پڑھنا شروع کیا.........

سُبْحَانَ اللّٰهِ ، سُبْحَانَ اللّٰهِ ، سُبْحَانَ اللّٰهِ اور بعض روایتوں میں آتا ہے کہ کنکریوں نے پڑھنا شروع کیا لَآ اِلٰـهَ اِلاَّ اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ تو ابو جہل نے کنکر دور پھینک دیں اور کہنے لگا کہ تم بھی اس کی طرفدار ہوگئی ہو"۔ تو اس ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔

اسی طرح یہودی، عیسائی آنحضرت ﷺ کو جانتے، پہچانتے تھے کہ یہ وہی آخری پیغمبر (ﷺ) ہیں جنہوں نے آنا تھا۔ مگر ضد کی وجہ سے مانتے نہیں تھے۔ اللہ رب العزت ضد سے بچائے...........(امین)۔

وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَايَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ
وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ﴿٧٨﴾ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ
الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ۗ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ
اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا
كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَ وَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ﴿٧٩﴾
وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ؕ
قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ
عَهْدَهٗ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَاتَعْلَمُوْنَ ﴿٨٠﴾ بَلٰى
مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّ اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْئَتُهٗ
فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٨١﴾
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ
الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٨٢﴾

لفظی ترجمہ :

وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ اور ان میں سے بعض اَن پڑھ ہیں
لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ جو نہیں جانتے کتاب کو اِلَّآ اَمَانِيَّ مگر چند
جھوٹی آرزوئیں وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ اور نہیں ہیں وہ مگر گمان کرتے۔

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ پس خرابی ہے ان لوگوں کے لئے يَكْتُبُوْنَ
الْكِتٰبَ جو لکھتے ہیں کتاب بِاَيْدِيْهِمْ اپنے ہاتھوں سے ثُمَّ
يَقُوْلُوْنَ پھر کہتے ہیں هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے
لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا تاکہ خریدیں اس کے ذریعے قیمت
تھوڑی۔

فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا پس خرابی ہے ان کے لئے اس چیز سے كَتَبَتْ
اَيْدِيْهِمْ جو لکھی ہے ان کے ہاتھوں نے وَ وَيْلٌ لَّهُمْ اور ہلاکت ہے
ان کے لئے مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ اس کمائی سے جو وہ کماتے ہیں وَقَالُوْا
اور کہتے ہیں لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ ہرگز نہیں چھوئے گی ہم کو آگ اِلَّآ اَيَّامًا
مَّعْدُوْدَةً مگر گنتی کے چند دن۔

قُلْ آپ (ﷺ) فرمادیں اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا کیا تم
نے پکڑ لیا ہے اللہ تعالیٰ کے پاس کوئی عہد فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗ پس
ہرگز نہیں خلاف کرے گا اللہ تعالیٰ اپنے عہد کا اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ یا

کہتے ہو تم اللہ تعالیٰ پر مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ جو کچھ تم نہیں جانتے۔

بَلٰی کیوں نہیں (چھوئے گی آگ) مَنۡ کَسَبَ سَیِّئَۃً جس نے کمائی برائی وَّ اَحَاطَتۡ بِہٖ خَطِیۡٓـَٔتُہٗ اور گھیر لیا اس کو اس کی برائی نے فَاُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ النَّارِ وہی لوگ دوزخ والے ہیں ھُمۡ فِیۡھَا خٰلِدُوۡنَ وہ ہمیشہ رہیں گے اس میں۔

وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا اور وہ لوگ جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کئے اچھے اُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ الۡجَنَّۃِ وہی لوگ جنتی ہیں ھُمۡ فِیۡھَا خٰلِدُوۡنَ وہ اس جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔

ربط :

پہلے ان کا ذکر تھا جو تعلیم یافتہ تھے اور اب اَن پڑھوں کا ذکر ہے کہ دین دشمنی میں سب برابر ہیں۔ فرمایا...........

اَن پڑھ یہودی :

وَمِنۡھُمۡ اُمِّیُّوۡنَ اور ان میں سے بعض ان پڑھ ہیں لَا یَعۡلَمُوۡنَ الۡکِتٰبَ جو نہیں جانتے کتاب کو اِلَّآ اَمَانِیَّ مگر چند جھوٹی آرزوئیں وَاِنۡ ھُمۡ اِلَّا یَظُنُّوۡنَ اور نہیں ہیں وہ مگر گمان کرتے۔ جیسا کہ اکثر جاہل سینہ بہ سینہ نقل ہونے والی عجیب، عجیب کہانیاں سناتے رہتے ہیں۔ کتاب کا علم کچھ بھی نہیں ہوتا۔

فَوَیۡلٌ لِّلَّذِیۡنَ پس خرابی ہے ان لوگوں کے لئے یَکۡتُبُوۡنَ الۡکِتٰبَ جو لکھتے ہیں کتاب بِاَیۡدِیۡھِمۡ اپنے ہاتھوں سے ثُمَّ یَقُوۡلُوۡنَ پھر

کہتے ہیں هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔اس دور میں پریس تو ہوتا نہیں تھا۔ ہاتھوں سے کچھ آیات تو، توراۃ کی ہوتی تھی اور کچھ اپنی طرف سے لکھ کر کہتے یہ توراۃ ہے۔ اور ہم تمہیں سستی دے رہے ہیں۔ لوگ خریدتے تھے۔ تیسرے پارے میں آئے گا وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ جوانہوں نے اپنے ہاتھوں سے لکھا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے۔ یہ ایسا کیوں کرتے تھے؟۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نام پر جھوٹے قصے :

لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا تاکہ خریدیں اس کے ذریعے قیمت تھوڑی۔ چونکہ اس میں انہوں نے آسان مسئلے لکھے ہوتے تھے اس لئے لوگ شوق سے خریدتے تھے جس طرح آج کل کہانیوں والی کتابیں عام لوگ لیتے اور ٹھوس کتابیں جن میں عقائد اور اعمال کا بیان ہوتا ہے۔ وہ نہیں لیتے یا جس طرح روافض نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا قصہ اور حضرت امام جعفر رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ چھپوایا ہوا ہے اور رافضی عورتیں ان کو عورتوں میں تقسیم کرتی ہیں، پھیلاتی ہیں۔ اور اس طرح وہ عورتوں کی ذہن سازی کرتی ہیں۔ اور اس میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ یہ چیزیں پکاؤ اور کھاؤ اور کسی کو نہ بتاؤ۔ یہ سب خرافات ہیں اور بزرگوں کے ذمے لگائی ہوئی ہیں۔ اسلام کے ساتھ ان چیزوں کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ بزرگوں کے ساتھ عقیدت بڑی بات ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم ان کے ذمے غلط باتیں لگاؤ۔

''ویل'' کی تعریف :

''ویل'' جہنم کے ایک نچلے طبقے کا نام بھی ہے۔ جب آدمی کو جہنم میں پھینکا جائے گا تو سڑتا گلتا ستر سال کے بعد نیچے گرے گا یہ حال ہوگا ایسے لوگوں کا۔

فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ پس خرابی ہے ان کے لئے اس چیز سے جو لکھی ہے ان کے ہاتھوں نے وَ وَيْلٌ لَّهُمْ اور ہلاکت ہے ان کے لئے مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ اس کمائی سے جو وہ کماتے ہیں۔تورات میں تحریف کر کے اور اپنی طرف سے قصے کہانیاں شامل کر کے لوگوں کے آگے فروخت کرتے اور رقم بٹورتے اور یہ سب کچھ کرتے ہوئے بھی کہتے.........

دوزخ اور یہود ونصاریٰ :

وَقَالُوْا اور کہتے ہیں لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ ہرگز نہیں چھوئے گی ہم کو آگ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً مگر گنتی کے چند دن۔وہ گنتی کے چند دن کتنے ہیں؟اس کے بارے میں مختلف اقوال ہیں.........

①...... یہودیوں کا ایک اعتقاد یہ ہے کہ دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے کچھ حدیثیں بھی بیان کی گئی ہیں کہ دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے مگر محدثین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ بَاطِلَةٌ لَا اَصْلَ لَهَا ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔اور ہر ہزار سال کے بدلے ایک دن یہودی دوزخ میں رہیں گے گویا کہ سات دن دوزخ میں رہیں گے۔پھر جنت میں چلے جائیں گے۔

②...... دوسرا نظریہ یہ ہے کہ جتنے دن موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر اعتکاف بیٹھے تھے اور ہمارے بڑوں نے بچھڑے کی پوجا کی تھی یعنی چالیس دن، ہم بھی چالیس دن دوزخ میں رہیں گے۔پھر دوزخ سے نکل کر جنت میں چلے جائیں گے۔

بھائی! بڑی عجیب منطق ہے کہ پوجا تو کریں تمہارے بڑے اور دوزخ میں سزا تم بھگتو۔یہ کیا نظریہ ہوا کہ کرے کوئی اور بھرے کوئی۔اللہ تعالیٰ نے اسی نظریئے کا

رد کرتے ہوئے فرمایا کہ.........

لَاتَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور جس طرح یہودی کہتے ہیں کہ ہم بڑوں کی وجہ سے چالیس دن دوزخ میں رہیں گے اس کے برعکس عیسائیوں نے یہ نظریہ بنایا ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ ہمارے منجی ہیں۔ اس طرح کہ وہ سولی پر لٹک کر ہمارے گناہوں کا کفارہ ہو گئے ہیں۔

ارے بے ایمانو! گناہ کرو تم دو ہزار سال بعد اور وہ تمہارے گناہوں کی وجہ سے سولی پر لٹکیں دو ہزار سال پہلے۔ بڑی عجیب منطق ہے؟۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا بڑا واضح حکم موجود ہے۔ فرمایا.........

لَايَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ وَلَامَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْئًا نہیں کفایت کرے گا باپ بیٹے کی طرف سے اور نہ بیٹا باپ کی طرف سے۔ ہر ایک نے اپنے کیے کا پھل کھانا ہے۔ انہیں غلط نظریات کی وجہ سے وہ کہتے تھے.........

وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى اور وہ کہتے ہیں کہ ہرگز جنت میں داخل نہیں ہوں گے مگر وہ جو یہودی ہیں یا عیسائی ہیں۔ یہودی کہتے تھے جنت ہماری اور عیسائی کہتے تھے جنت ہماری جاگیر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ.........

قُلْ آپ (ﷺ) فرمادیں اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا کیا تم نے پکڑ لیا ہے اللہ تعالیٰ کے پاس کوئی عہد، کہ سات دن یا چالیس دن دوزخ میں رہنے کے بعد تم جنت میں چلے جاؤ گے۔

فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗ پس ہرگز نہیں خلاف کرے گا اللہ تعالیٰ اپنے عہد کا

اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ یا کہتے ہوتم اللہ تعالیٰ پر مَا لَا تَعْلَمُوْنَ جو کچھ تم نہیں جانتے بَلٰى کیوں نہیں (چھوئے گی آگ) مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً جس نے کمائی برائی۔اوراس سے بڑی برائی کیا ہوسکتی ہے کہ.........

قَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ۨ ابْنُ اللّٰهِ یہودیوں نے کہا عزیر اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں وَقَالَتِ النَّصٰرٰى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ اور عیسائیوں نے کہا کہ عیسیٰ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔او ظالمو! اس سے بڑا گناہ اور کیا ہوگا کہ تم نے بندوں کو خدا کا بیٹا بنادیا اور خدائی میں شریک بنادیا۔

اوراے یہودیو! تم تو عیسیٰ علیہ السلام کو حلال زادہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہو عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا حضرت مریم علیہا السلام پر بہتانِ عظیم باندھا۔معاذ اللہ تعالیٰ۔ان باتوں کے ہوتے ہوئے تم دوزخ میں نہیں جاؤ گے کیوں نہیں چھوئے گی آگ تمہیں؟۔

مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً جس نے کمائی برائی وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓئَتُهٗ اور گھیر لیا اس کو اس کی برائی نے ،دل کو بھی اور ظاہر کو بھی فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ وہی لوگ دوزخ والے ہیں هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ وہ ہمیشہ رہیں گے اس میں۔ بخلاف اس کے.........

اصحابِ جنت :

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور خالی ایمان ہی نہیں لائے؟

بلکہ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اورعمل کئے اچھے اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ وہی لوگ جنتی ہیں هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ وہ اس جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔ان کو جنت سے کبھی نکالا نہیں جائے گا۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَاتَعْبُدُوْنَ
اِلَّا اللّٰهَ ۟ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ ذِى الْقُرْبٰى
وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّ
اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا
قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۸۳﴾ وَاِذْ اَخَذْنَا
مِيْثَاقَكُمْ لَاتَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَاتُخْرِجُوْنَ
اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ
تَشْهَدُوْنَ ﴿۸۴﴾ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ
اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ
دِيَارِهِمْ ۡ تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ؕ
وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ
عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ ؕ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ
الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ

يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۵﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۫ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۸۶﴾

لفظی ترجمہ :

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ اور جب لیا ہم نے عہد بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ بنی اسرائیل سے لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ کہ نہیں عبادت کرنی تم نے سوائے اللہ تعالیٰ کے وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا وَّ ذِي الْقُرْبٰى اور قریبی رشتہ داروں سے وَالْيَتٰمٰى اور یتیموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا وَالْمَسٰكِيْنِ اور مسکینوں کے ساتھ۔

وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا اور کہو لوگوں کو اچھی بات وَّ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اور نماز کو قائم کرو وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ اور زکوٰۃ دیتے رہو ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ پھر، پھر گئے تم اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ مگر تھوڑے تم میں سے وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ اور تم اعراض کرنے والے ہو۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ اور جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا

لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ نہیں بہاؤ گے تم اپنے خون وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ اور نہیں نکالو گے تم اپنی جانوں کو مِّنْ دِيَارِكُمْ اپنے گھروں سے ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ پھر تم نے اقرار کیا وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ اور تم اس پر گواہی دیتے ہو۔

ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ پھر تم یہی تو ہو تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ قتل کرتے ہو اپنی جانوں کو وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ اور نکالتے ہو ایک گروہ کو اپنے میں سے ان کے گھروں سے تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ چڑھائی کرتے ہو تم ان پر بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ گناہ اور زیادتی کے ساتھ۔

وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى اور اگر آئیں تمہارے پاس قیدی بن کر تُفٰدُوْهُمْ فدیہ دے کر ان کو چھڑا لیتے ہو وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ حالانکہ حرام تھا تم پر اِخْرَاجُهُمْ ان کو گھروں سے نکالنا اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ کیا تم ایمان لاتے ہو کتاب کے بعض حصے پر وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ اور انکار کرتے ہو بعض حصے کا

فَمَا جَزَآءُ پس نہیں ہے بدلا مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ جو کرتا ہے یہ کارروائی تم میں سے اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مگر رسوائی دنیا کی زندگی میں وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اور قیامت کے دن لوٹائے

جائیں گے اِلٰٓی اَشَدِّ الْعَذَابِ سخت عذاب کی طرف وَمَا اللّٰہُ بِغَافِلٍ اور اللہ تعالیٰ غافل نہیں ہے عَمَّا تَعْمَلُوْنَ اس کارروائی سے جو تم کرتے ہو۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ وہ، وہ لوگ ہیں اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ جنہوں نے خریدا دنیا کی زندگی کو آخرت کے بدلے میں فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ پس نہیں ہلکا کیا جائے گا ان سے عذاب وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔

ربط :

پہلے سے بنی اسرائیل کی زیادتیوں اور خرابیوں کا ذکر چلا آرہا ہے۔ اس رکوع میں بھی ان کی زیادتیوں کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اور جب لیا ہم نے عہد بنی اسرائیل سے۔ نزول قرآن کے زمانے میں جو بنی اسرائیلی موجود تھے ان کو ان کے بڑوں کے کارنامے سنا کر شرمندہ کیا جا رہا ہے کہ تمہارے بڑوں نے بھی حق کو نہیں مانا تھا اور تم بھی نہیں مانتے۔ عہد یہ تھا.........

عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی :

لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ کہ نہیں عبادت کرنی تم نے سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ یہ اسلام کا بنیادی مسئلہ ہے۔ اور جتنے بھی پیغمبر تشریف لائے ہیں انہوں نے پہلا سبق یہی دیا.........

یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ اے میری قوم! عبادت اللہ تعالیٰ کی کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔ کوئی حاجت روا نہیں ہے۔ کوئی مشکل کشا نہیں ہے، کوئی فریادرس نہیں ہے، کوئی دستگیر نہیں ہے، نہ کوئی پیر نہ کوئی مولوی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس میں بتوں کی نفی ہے یہ بات بالکل غلط ہے کیونکہ مولویوں اور پیروں کو بھی رب بنایا گیا ہے۔ چنانچہ قرآن پاک کے دسویں پارے میں ہے......

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَھُمْ وَرُھْبَانَھُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ انہوں نے اپنے مولویوں اور پیروں کو رب بنالیا وَالْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ اور حضرت عیسیٰ کو انہوں نے رب بنالیا۔ یہ جو کچھ کہتے تھے مانتے تھے اور ان کے سامنے جھکتے تھے تو کیا مولوی اور پیر بت تھے۔ اور کیا عیسیٰ بت تھے؟۔ معاذ اللہ تعالیٰ۔ انہوں نے ان کی عبادت شروع کردی، سجدے بھی کرتے تھے اور ان کے سامنے جھکتے بھی تھے اور کہتے تھے کہ ہم ان کی تعظیم کرتے ہیں۔ عبادت تو نہیں کرتے تو ایک تو یہ حکم تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرنی اور دوسرا حکم تھا............

والدین سے حسن سلوک :

وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرنی اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا ہے یہ ایسے حکم ہیں کہ حضرت آدم سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانے تک یہی حکم رہے ہیں۔ والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا ہے اور ان کی ہر وہ بات ماننی ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے خلاف نہ ہو۔

چنانچہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس کے متعلق ایک فقہی ضابطہ بیان فرماتے ہیں کہ ماں باپ اگر ایسے حکم کو چھوڑنے کا حکم دیں جو فرض اور واجب ہے تو پھر ان کی بات نہیں ماننی؟۔ مثلاً کہیں کہ نماز نہ پڑھو، یا روزہ نہ رکھو، عورتوں کو شریعت نے پردے کا حکم دیا ہے اور وہ کہیں کہ پردہ نہ کرو یا لڑکوں کو کہیں کہ ڈاڑھی منڈھواؤ۔ یہ تمام چیزیں فرض یا واجب کے درجے میں آتی ہیں۔ مختصر یہ کہ والدین کسی فرض یا واجب کے چھوڑنے کا نہیں کہتے تو پھر ان کی بات ماننی ضروری ہے، ورنہ نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے **لَاطَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ** رب تعالیٰ کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے وَاِنْ جَاهَدَاكَ عَلٰى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ اور اگر تجھے ماں باپ مجبور کریں میرے ساتھ شرک کرنے پر **مَالَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ** جس کا تجھے علم نہیں ہے **فَلَا تُطِعْهُمَا** تو ان کی بات بالکل نہیں ماننی۔ البتہ وہ احکام جو سنت مؤکدہ ہیں جیسے نماز جماعت کے ساتھ پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔

اور اگر کوئی آدمی تین نمازیں بغیر کسی عذر کے جماعت کے ساتھ نہ پڑھے تو وہ فاسق ہو جاتا ہے۔ اور شریعت میں اس کی گواہی غیر مقبول ہے۔ اگر والدین ایسے حکم کے متعلق ایک آدھ مرتبہ کہیں نہ کر، تو مان لو۔ اور اگر عادت بنالیں اور کہیں کہ جماعت کے ساتھ نماز نہ پڑھا کر تو پھر ان کی بات نہیں ماننی۔

اور وہ احکام جو مستحب ہیں اگر والدین ان کو چھوڑنے کا حکم دیں تو والدین کی بات پر عمل کرے اور ان کو چھوڑ دے۔ مثلاً کہیں کہ نفلی نماز نہ پڑھ، نفلی روزہ نہ رکھ، اور

ہماری خدمت کر، تو مستحب پر والدین کی خدمت مقدم ہے۔

بعض احکامِ الٰہی کا ماننا اور بعض کا انکار کرنا :

وَّ ذِی الْقُرْبٰی اور قریبی رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ بول چال میں لین دین میں ان کا پورا پورا خیال رکھنا۔

وَالْیَتٰمٰی اور یتیموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ یہ تمہارے فرائض میں داخل ہے کہ اپنے محلّہ یا شہر یا قصبے میں یتیموں کو تلاش کرو اور ان کی ضرورتوں کا انتظام کرو۔ اور ان کو پورا کرو۔ یتیموں کا تمہارے پاس آنا ضروری نہیں ہے۔

وَالْمَسٰکِیْنِ اور مسکینوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ ان کا خیال رکھنا، مسکین اسے کہتے ہیں جو صاحب نصاب نہیں ہوتا۔ تھوڑی بہت آمدن ہوتی ہے مگر اخراجات آمدن سے زیادہ ہوتے ہیں۔ اور اخراجات سے مراد جائز ضروریات ہیں نہ کہ آج کل کی عیاشیاں اور آسانیاں۔

وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا اور کہو لوگوں کو اچھی بات۔ کسی کو چھڑانے والی بات نہ کرو، ٹیڑھی اور ضد کی بات نہ کرو، شرافت اور ادب کو ملحوظ رکھ کر بات کرو۔ کیونکہ بہت سارے جھگڑوں کی بنیاد غلط گفتگو ہوتی ہے۔ مثلاً کسی سے فحش مذاق کرتا ہے وہ برداشت نہیں کرتا اور جھگڑا شروع ہو جاتا ہے۔ لہٰذا زبان کو محتاط رکھنے کا بڑا حکم ہے۔

وَّ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ اور نماز کو قائم کرو۔ ان پر صرف دو نمازیں فرض تھیں۔

وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ اور زکوٰۃ دیتے رہو۔ ان پر زکوٰۃ کا حکم بہ نسبت ہمارے سخت تھا۔ ہم پر زکوٰۃ چالیسواں حصہ ہے اور ان پر چوتھا حصہ فرض تھا۔ یعنی چار سو میں سے ان کو ایک سو دینا پڑتا تھا اور چار ہزار میں سے ایک ہزار دینا پڑتا تھا۔ اور ہمیں سو میں سے

اڑھائی روپے اور ہزار میں سے پچیس روپے دینے کا حکم ہے۔ بڑی سہولت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے ان کاموں کا پختہ عہد لیا تھا.........

ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ پھر، پھر گئے تم اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ مگر تھوڑے تم میں سے۔جنہوں نے احکامات کی پابندی کی اکثریت بالکل ان سے غافل ہوگئی۔جس طرح آج کل دیکھ لو کہ کتنے لوگ ہیں۔نمازیں پڑھنے والے اچھی بات کرنے والے یتیموں، مسکینوں کا خیال رکھنے والے۔

عیاں را چہ بیاں؟

جو چیز واضح ہو اس کو بیان کرنے کی کیا ضرورت ہے؟۔اور اس زمانے کے بنی اسرائیلیو! وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ اور تم بھی ان چیزوں سے اعراض کرنے والے ہو۔ آگے بھی بنی اسرائیلیوں کی عہد شکنی کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ تین وعدے بھی لئے تھے.........

①...... پہلا وعدہ :

پہلا وعدہ یہ لیا کہ کسی کو ناحق قتل نہ کرنا، جس طرح آج کل چھوٹی چھوٹی اور معمولی باتوں پر قتل ہوتے ہیں۔مثلاً الیکشن پر قتل، لین دین پر قتل، رشتے ناطے پر قتل، اس وقت بھی اسی طرح ہوتے تھے۔ پہلا وعدہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں......

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ اور جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا کہ اے بنی اسرائیلیو! لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ نہیں بہاؤ گے تم اپنے خون۔ برادری، رشتہ داروں کو قتل کرنا اپنا ہی خون بہانا ہے۔حقوق العباد میں سب سے بڑا گناہ قتل ناحق ہے۔اسی لئے قیامت والے دن بندوں کے حقوق میں سے سب سے پہلے قتل کا

مقدمہ دائر ہوگا۔اور حقوق اللہ میں سے سب سے پہلے نماز کا سوال ہوگا۔لہٰذا اس چیز کو سامنے رکھ کر اپنی اصلاح کرو۔تا کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے سرخرو ہو جائیں۔دنیا میں تو لوگ داؤ وغیرہ لگا کر جھوٹ بول کر، عدالتوں سے بچ جاتے ہیں۔مگر اس سچی عدالت میں کوئی کسی کو نہ تو دھوکہ دے سکے گا اور نہ ہی وہاں جھوٹ چلے گا۔اگر وہاں کوئی جھوٹ بولے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے..........

اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ دیکھو! کیسے اپنی جانوں پر جھوٹ بول رہے ہیں؟۔اصل واقعہ اس طرح ہے کہ مشرک جب اللہ تعالیٰ کی عدالت میں لائے جائیں گے اور رب تعالیٰ ان سے کہیں گے کہ جب میں نے تمہیں شرک سے منع کیا تھا پھر تم نے شرک کیوں کیا؟۔تو وہ قسم اٹھا کر کہیں گے..........

وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ اللہ تعالیٰ کی قسم جو ہمارا رب ہے ہم نے تو کوئی شرک نہیں کیا۔اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ دیکھو ان کو کیسے جھوٹ بولتے ہیں اپنی جانوں پر۔

۲......دوسرا وعدہ :

وَلَاتُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اور نہیں نکالو گے تم اپنی جانوں کو اپنے گھروں سے۔ وہ اس طرح کرتے تھے ان میں سے جو طاقتور تھے وہ کمزوروں کو ان کے بنے بنائے مکانوں سے نکال دیتے اور ان پر قبضہ کر کے خود داخل ہو جاتے۔

فلسطینیوں پر یہودیوں کے مظالم :

اور ان کا یہ طریقہ کار آج تک چلا آرہا ہے کہ فلسطینیوں کو ان کے گھروں سے

نکال دیا ہے اور یہودی ان کے گھروں میں رہ رہے ہیں۔ اور بیس ہزار سے زیادہ فلسطینی کیمپوں میں گزارہ کرر ہے ہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ ہمارے وجود کو تسلیم کرو۔ ان کے وجود کو تسلیم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے فلسطینیوں کے مکانوں پر ان کے باغوں پر ان کی زمینوں پر جو قبضہ کیا ہے اس کو تم جائز قرار دو کہ انہوں نے صحیح کیا ہے۔

بھائی! ہم کس طرح تسلیم کریں؟ زمینیں ان کی ہیں، باغات ان کے ہیں، مکان فلسطینی بے چاروں نے محنت مشقت کر کے دکھ، سکھ برداشت کر کے بنائے ہیں اور یہودیو! تم ان کے مالک بن کہ بیٹھ گئے ہو۔ وہ بے چارے چیختے ہیں ان کا کوئی پرسانِ حال ہی نہیں ہے ان کی چیخ و پکار کوئی سننے کے لئے تیار ہی نہیں ہے۔

بلکہ بعض بے غیرت حکومتوں نے اسرائیل کو اس ظلم کے باوجود تسلیم بھی کر لیا ہے کہ تم نے جو کچھ کیا ہے ٹھیک کیا ہے۔ کتنا ظلم ہے ان پر۔ پھر ان بے چاروں کو ملازمتیں دینے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ان کو کہتے ہیں کہ تم مزدوری کرو، سڑکیں بناؤ، باغوں میں کام کرو، سب گھٹیا کام ان سے لیتے ہیں۔ اور معاوضہ بھی کم دیتے ہیں۔ آخر وہ بھی انسان ہیں ان کے ساتھ بھی پیٹ لگا ہوا ہے۔ تو خیر! یہودیوں کو حکم تھا کہ تم اپنی برادری کو ان کے گھروں سے نہیں نکالو گے فرمایا.........

ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ پھر تم نے اقرار کیا وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ اور (اس وقت کے اسرائیلیو!) تم اس پر گواہی دیتے ہو کہ ہاں ہمارے بڑوں سے اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ لیا تھا۔ اس کے باوجود.........

ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ پھر تم یہی تو ہو قتل کرتے ہو

اپنی جانوں کو وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ اور نکالتے ہو ایک گروہ کو اپنے میں سے ان کے گھروں سے۔قتل نہ کرنے کا وعدہ بھی تم نے پورا نہ کیا اور گھروں سے نکالنے کا وعدہ بھی تم نے پورا نہ کیا۔

تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ چڑھائی کرتے ہو تم ان پر بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ گناہ اور زیادتی کے ساتھ۔رب تعالیٰ کے حکم کو توڑنے کو "اثم" کہتے ہیں اور بندے کے حق کو ضائع کرنے کو "عدوان" کہتے ہیں۔رب تعالیٰ نے حکم دیا کہ تم قتل نہ کرو، انہوں نے قتل کر کے رب تعالیٰ کا حکم توڑا۔''اثم'' کا ارتکاب کیا۔اور بندوں کو قتل کیا اور ان کو گھروں سے نکال کر''عدوان'' کا ارتکاب کیا۔

③......تیسرا وعدہ :

وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى اور اگر آئیں تمہارے پاس قیدی بن کر تُفٰدُوْهُمْ فدیہ دے کر ان کو چھڑا لیتے ہو۔مدینہ طیبہ میں دو بڑے قبیلے''اوس اور خزرج'' جو اکثر آپس میں دست و گریبان رہتے تھے۔یہودیوں کا قبیلہ بنو قریظہ اوس کا حامی تھا اور بنو نضیر قبیلہ خزرج کے طرفدار تھے۔ان کی آپس میں اکثر جنگیں ہوتی رہتی تھیں۔جب ایک قبیلہ دوسرے پر غالب آجاتا تو ان کو قتل بھی کرتے۔ گھروں سے بھی نکالتے اور قیدی بھی بنا لیتے۔اب ان کی برادری کے لوگ جب قیدی بن جاتے وہ ان سے اپنی زمینوں اور باغوں میں کام کرواتے اور وقت پر صحیح معنیٰ میں روٹی بھی نہیں دیتے تھے۔تو پھر یہ چندہ اکٹھا کر کے ان کو رہا کراتے۔کیونکہ ان کو حکم تھا کہ اگر تمہارے آدمی گرفتار ہو جائیں تو انہیں رہا کراؤ، ان کی مالی امداد کرو۔ تو اس حکم پر تو عمل کرتے ہو............

وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ إِخْرَاجُهُمْ حالانکہ حرام تھا تم پر ان کو گھروں سے نکالنا۔ اس حکم پر عمل نہیں کرتے پہلے دشمنوں کے ساتھ مل کر ان کو گھروں سے نکال دیتے ہو۔ قیدی بنوا دیتے ہو۔ اور پھر ان کو رہا کرانے کے لئے چندہ اکٹھا کرنا شروع کر دیتے ہو۔

یہودی چندہ اکٹھا کرنے کے بارے میں بڑے مشہور تھے، چندہ اکٹھا کرتے کچھ قیدیوں پر خرچ کرتے، باقی خود ہڑپ کر جاتے۔ اور عموماً چندوں کا یہی حال ہوتا ہے۔ چاہے جلسوں کے لئے ہو یا مجاہدوں کے لئے ہو یا اور کسی کام کے لئے ہو۔ بے شک سو میں سے دو چار دیانت دار بھی ہوتے ہیں۔ مگر بڑی مشکل سے۔ باقی سب نے کھانے، پینے کا ذریعہ بنایا ہوا ہے۔

اور یاد رکھنا! تمہارے پاس جب تک مجاہدین کا کوئی با اعتماد آدمی نہ آئے کسی کو چندہ نہ دینا کئی لڑکوں نے اور جماعتوں نے اس کو پیشہ بنایا ہوا ہے۔ اور انہوں نے با قاعدہ رسیدیں بھی چھپوائی ہوئی ہیں۔ اور ہزاروں، لاکھوں روپے اکٹھے کر کے کھا جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو سمجھ عطا فرمائے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم قیدیوں کو فدیہ دے کر چھڑا لیتے ہو۔ حالانکہ حرام تھا تم پر ان کو گھروں سے نکالنا۔

دنیا کی زندگی میں رسوائی :

أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ کیا تم ایمان لاتے ہو کتاب کے بعض حصے پر وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ اور انکار کرتے ہو بعض حصے کا فَمَا جَزَآءُ پس نہیں ہے بدلا مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ جو کرتا ہے یہ کارروائی تم میں سے إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مگر رسوائی دنیا کی زندگی میں۔ دنیا کی زندگی میں

یہودیوں کے لئے رسوائی کی ایک صورت اس طرح ہوگی کہ تمہیں مسلمانوں کی حکمرانی مانی پڑے گی اور جزیہ دینا پڑے گا۔

آخرت کا عذاب :

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ اورقیامت کے دن يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ لوٹائے جائیں گے سخت عذاب کی طرف۔جہنم میں بھی طبقات ہیں۔

①...... سب سے کم درجے کا عذاب سب سے اوپر والے طبقے میں ہوگا۔ جس میں کلمہ پڑھنے والے گنہگاروں کو ڈالا جائے گا۔لیکن اس کی آگ بھی دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہوگی اللہ تعالیٰ اس ہلکے عذاب سے بھی بچائے۔

②...... اوراس سے نیچے والے طبقے میں نصاریٰ ہوں گے

③...... اوراس سے نیچے والے طبقے میں یہودی ہوں گے۔

④...... اور منافقین سب سے نیچے والے طبقے میں ہوں گے۔قرآن پاک میں ہے اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (پارہ:۵) بے شک منافق دوزخ کے سب سے نیچے والے درجے میں ہوں گے۔کیونکہ منافقت کا فتنہ سب سے زیادہ ہے۔

وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ اوراللہ تعالیٰ غافل نہیں ہے اس کارروائی سے جو تم کرتے ہو اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ وہ، وہ لوگ ہیں اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ جنہوں نے خرید ادنیا کی زندگی کو آخرت کے بدلے میں۔ اخبارات میں آپ روزانہ پڑھتے ہیں کہ جو وزیر اور افسر اور دوسرے لوگ گھپلے کرتے

ہیں یہ لوگ دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے والے ہیں۔فرمایا..........

فَلَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ پس نہیں ہلکا کیا جائے گا ان سے عذاب۔بلکہ دن بدن عذاب میں اضافہ ہوگا۔ فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَزِیْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا پس چکھو تم پس ہرگز نہیں زیادہ کریں گے تمہارے لئے مگر عذاب کو۔

وَلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ۫ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَاتَهْوٰۤی اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ ۫ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ﴿٨٧﴾ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٨٨﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚۖ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۫ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿٨٩﴾ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖۤ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ

عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۹۰﴾

لفظی ترجمہ :

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ اورالبتہ تحقیق دی ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کوکتاب وَقَفَّيْنَا مِنْ ، بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ اور بھیجے ہم نے لگا تار ان کے بعدکئی رسول وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اوردیں ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ (علیہ السلام) کو الْبَيِّنٰتِ واضح دلیلیں وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ اورہم نے تائیدکی اس کی پاکیزہ روح کے ساتھ۔

اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ ، بِمَا کیاجب بھی کوئی رسول لایا تمہارے پاس وہ چیز لَاتَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ جسے تمہارے نفس نہیں چاہتے تھے اسْتَكْبَرْتُمْ توتم نے تکبرکیا فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ پس پیغمبروں کے ایک فریق کوتم نے جھٹلایا وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ اورایک فریق کوتم نے قتل کیا۔

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ اورکہاانہوں نے ہمارے دل غلافوں میں ہیں بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان پرلعنت فرمائی ان کے کفرکی وجہ سے فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ پس بہت تھوڑے ہیں

جو ایمان لاتے ہیں۔

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ اور جب آئی ان کے پاس کتاب مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ تصدیق کرنے والی ہے ان کتابوں کی جو ان کے پاس ہیں وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ اور تھے وہ اس سے پہلے يَسْتَفْتِحُوْنَ فتح کے لئے توسل حاصل کرتے تھے عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ان لوگوں کے خلاف جو کافر ہیں۔

فَلَمَّا جَآءَهُمْ پس جب آ گئی ان کے پاس مَّا عَرَفُوْا وہ ذات جس کو انہوں نے پہچان لیا كَفَرُوْا بِهٖ تو اس کا انکار کر گئے فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ پس اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے کافروں پر

بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ بری ہے وہ چیز جو انہوں نے خریدی اپنی جانوں کے لئے اَنْ يَّكْفُرُوْا یہ کفر کرتے ہیں بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ان چیزوں کا جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائیں بَغْيًا سرکشی کرتے ہوئے اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ یہ کہ نازل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اپنا فضل عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ جس پر چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے۔

فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ پس لوٹے وہ غضب پر غضب لے کر وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ اور کافروں کے لئے عذاب

ہے رسوا کرنے والا۔

ربط :

اس سے پہلے بنی اسرائیلیوں کے جرائم اور ان کی نافرمانیوں کا ذکر تھا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کتابوں کو جھٹلایا قیامت کا انکار کیا۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو جھٹلایا، یہاں تک کہ پیغمبروں کو شہید بھی کیا تو ذہن میں یہ سوال آتا ہے کہ کیا ان کو سمجھایا نہیں گیا؟۔ ان کی راہنمائی نہیں کی گئی کہ وہ ایسی حرکتیں کرتے رہے؟۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں......

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ اور البتہ تحقیق دی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب۔ توراۃ کا آسمانی کتابوں میں قرآن کریم کے بعد بہت بلند مقام ہے اور بڑی جامع مانع کتاب ہے۔

وَقَفَّيْنَا مِنْ ، بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ اور بھیجے ہم نے لگاتار ان کے بعد کئی رسول۔ قَفَا کا لغوی معنیٰ "گُدی" ہے۔ اور پچھلی جانب جہاں سر ختم ہوتا ہے وہ گدی ہے جب آدمی پیچھے پیچھے کھڑے ہوں تو پچھلے آدمی کی نگاہ اگلے آدمی کی گدی پر پڑتی ہے۔ مراد یہ ہے کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کے پیچھے لگاتار پیغمبر بھیجے ان کو کتاب بھی دی اور بنی اسرائیل کے آخری پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں..........

وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ اور دیں ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ (علیہ السلام) کو واضح دلیلیں۔

لفظ "عیسیٰ اور مریم" کا معنیٰ :

"عیسیٰ" عربی زبان کا لفظ ہے اور عبرانی زبان میں اس کی اصل "اَیشُوْ یا

یَسُوْع" تھا۔ جس کا معنٰی "مبارک اور سردار" ہے۔ اور مریم کا معنٰی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ "عابدہ" کرتے ہیں۔ عبادت کرنے والی۔ حضرت مریم علیہا السلام کو یہ شرف حاصل ہے کہ قرآن کریم میں ان کے سوا کسی عورت کا نام نہیں آیا۔ نہ پہلی امتوں میں سے اور نہ اس امت میں سے اور ان کا نام تیس مرتبہ آیا ہے۔ گویا کہ اوسطاً فی پارہ ایک دفعہ ان کا نام آیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت ان کی والدہ کی طرف کی اور عیسیٰ بن مریم فرمایا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں۔ اگر ان کا باپ ہوتا تو اس کی طرف نسبت ہوتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ضابطہ بیان فرمایا ہے اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ باپ کی طرف نسبت کر کے پکارو۔

مرزا قادیانی کی خرافات :

مرزا غلام احمد قادیانی ملعون نے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق غلیظ زبان استعمال کی تو علماءِ کرام نے اس کے خلاف آواز بلند کی تو شیطان نے اپنی کتاب "کشتی نوح" میں پہلے تو مولویوں کو خاصی گالیاں دیں کہ یہ مولوی بڑے بدذات ہیں یہ لوگوں کو میرے متعلق کہتے ہیں کہ میں عیسیٰ علیہ السلام کی تعظیم نہیں کرتا۔ میرے سے زیادہ تعظیم کرنے والا کون ہے؟۔

میں تو عیسیٰ علیہ السلام کی بھی تعظیم کرتا ہوں اور ان کے چھ بہن بھائیوں کی بھی تعظیم کرتا ہوں اور ان کے باپ یوسف نجار کی بھی تعظیم کرتا ہوں یہ ہے اس کی تعظیم۔ معاذ اللہ تعالیٰ۔ اور اس نے اپنی کتاب "تریاق القلوب" میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تین نانیاں اور تین دادیاں زناکار اور کسبی عورتیں تھیں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ یہ ہے اس کی تعظیم، بڑا خبیث آدمی تھا۔ بھائی! جب از روئے قرآن ان کا باپ ہی نہیں ہے تو دادیاں کہاں سے آگئیں؟۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو واضح دلیلیں دے کر مبعوث فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ اور ہم نے تائید کی اس کی پاکیزہ روح یعنی جبرائیل امین علیہ السلام کے ساتھ۔ تاکہ ان کو کوئی تکلیف نہ پہنچائے۔ جبرائیل علیہ السلام کی تائید کی ضرورت اس لئے پڑی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب بنی اسرائیل کی اصلاح کا کام شروع کیا اور ان کو بتایا کہ یہ، یہ چیزیں تم نے بگاڑ دی ہیں اور اس سے دین کا نقشہ بگڑ گیا ہے تو چھوٹے بڑے سب کے سب ان کے مخالف ہو گئے۔ کیا مولوی یا پیر یا عوام اور کیا خواص سب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے لڑنا شروع کر دیا۔

جس طرح آج کل اہلِ بدعت نے دین کا نقشہ بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔ اور عوام کا ایسا ذہن بنا دیا ہے کہ اگر بدعات کی تردید کرو تو لڑنے مرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ ان کے ذہنوں کو بدلنا خاصا مشکل کام ہے۔ اور بدعات کی تردید سے زیادہ ان کو چھوڑنا مشکل ہے۔ تمہیں درس سنتے ہوئے پچپن سال ہو گئے ہیں مگر بدعات کو چھوڑنے کے لئے تم بھی تیار نہیں ہو۔ بدعات کو چھوڑنے والا بہت بڑا مجاہد ہے۔

اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ ۢ بِمَا کیا جب بھی کوئی رسول لایا تمہارے پاس وہ چیز لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ جسے تمہارے نفس نہیں چاہتے تھے اسْتَكْبَرْتُمْ تو تم نے تکبر کیا فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ پس پیغمبروں کے ایک فریق کو تم نے اے ظالمو جھٹلایا وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ اور ایک فریق کو تم نے قتل کیا۔ جیسے

شعیا علیہ السلام، زکریا علیہ السلام، یحیٰ علیہ السلام اور ان کے علاوہ اور بہت سارے پیغمبروں کو تم نے شہید کیا۔ جب بھی کسی پیغمبر نے ان کی مرضی کے خلاف بات کی اس کو انہوں نے شہید کر ڈالا۔

21

حضرت یحیٰ علیہ السلام اور فریضہ رسالت :

حضرت یحیٰ علیہ السلام کے زمانے میں حاکم وقت اپنی بھانجی کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا تھا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ یحیٰ علیہ السلام اپنا فریضہ ادا کرنے کے لئے اس کے پاس تشریف لے گئے۔ اور فرمایا کہ میرے پاس اس طرح کی بات پہنچی ہے۔ اس لئے میں تحقیق کرنے کے لئے آیا ہوں۔ کیا تم اپنی بھانجی کے ساتھ نکاح کرنا چاہتے ہو؟۔ اس نے کہا کہ تو کون ہوتا ہے اس طرح کی باتیں کرنے والا۔ فرمایا......

''میں اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہوں اور یہ بات میرے فریضہ میں داخل ہے کہ میں ناجائز کام کو روکوں میں اپنا فریضہ ادا کرنے کے لئے آیا ہوں لہٰذا اگر واقعی کوئی بات ہے تو باز آجا، تیرے لئے اور عورتوں اور لونڈیوں کی کمی نہیں ہے''۔ اس نے حضرت یحیٰ علیہ السلام کے اس بیان کو اپنی توہین سمجھا اور انہیں قتل کرا دیا۔ اور جب انہیں حق کی دعوت دی گئی تو.........

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ اور کہا انہوں نے ہمارے دل غلافوں میں ہیں۔ **غُلْف** ، **اَغْلُفْ** کی جمع ہے جس کے معنٰی ہیں ''غلاف''۔ جو قرآن شریف اور دیگر کتابوں پر چڑھایا جاتا ہے۔ تا کہ ان پر گرد و غبار نہ پڑے مکھی نہ بیٹھے دھواں نہ لگے بے حرمتی نہ ہو۔ تو انہوں نے کہا کہ ہمارے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے، علم ہے اور بڑی پاکیزہ چیزیں ہیں ان پر ہم نے غلاف چڑھائے ہوئے ہیں تا کہ تمہاری

گرد و غبار اور دھوئیں کی مانند باتیں ہمارے دلوں تک نہ پہنچیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ یہ بات نہیں ہے کہ ان کے دل بڑے صاف ہیں اور ان کے عقیدے اور نظریات درست ہیں اور تمہاری باتیں گرد و غبار والی ہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت فرمائی ان کے کفر کی وجہ سے فَقَلِيلًا مَّا يُؤْمِنُونَ پس بہت تھوڑے ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔ باوجود اس کے کہ تقریباً سارے یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جانتے تھے کہ واقعی یہ سچا پیغمبر ہے۔ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ قبولِ اسلام سے پہلے اور بعد میں یہودیوں کی نظر میں:

حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جب مسلمان ہوئے تو بڑا عجیب واقعہ ہوا۔ بخاری شریف میں ہے کہ وہ جب کلمہ پڑھ کر بیٹھے تو دیکھا کہ اور یہودی بھی آرہے ہیں تو پردے کی اوٹ میں ہو گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ حضرت یہودی آرہے ہیں پہلے ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے متعلق پوچھیں کہ میں کون ہوں؟ پھر ان کو اسلام کی دعوت دیں۔

چنانچہ جب وہ آگئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا كَيْفَ فِيْكُمُ ابْنُ سَلَامٍ؟ عبد اللہ بن سلام تم میں کیسا آدمی ہے؟۔ کہنے لگے.........

○ خَيْرُنَا وَابْنُ خَيْرِنَا ہم میں سے بہتر ہے اور بہتر کا بیٹا ہے۔

○...... اَعْلَمُنَا وَابْنُ اَعْلَمُنَا سب سے بڑا عالم ہے اور سب سے بڑے عالم کا بیٹا ہے۔

○...... سَیِّدُنَا وَابْنُ سَیِّدِنَا ہمارا سردار ہے اور ہمارے سردار کا بیٹا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر وہ اسلام قبول کرلے تو تمہارا کیا رویہ ہوگا؟ تم کیا کروگے؟ کہنے لگے اَعَاذَہُ اللّٰہُ مِنَ الْاِسْلَامِ اللہ تعالیٰ اسے اسلام سے پناہ میں رکھے۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ پردے سے باہر آگئے اور ڈٹ کر کہا......

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْكَ لَهٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وہ یہودی جنہوں نے ان کی اتنی تعریف کی تھی کہنے لگے شَرُّنَا وَابْنُ شَرِّنَا ہم میں سے بڑا شرارتی ہے اور بڑے شرارتی کا بیٹا ہے اندازہ لگاؤ وہی آدمی ہیں، وہی زبانیں ہیں پہلے کیا کہا اور اب کیا کہہ رہے ہیں؟۔ مگر ضد کا کوئی علاج نہیں ہے۔ جانتے پہچانتے ہوئے بھی ایمان نہیں لائے۔ سوائے عبداللہ بن سلام اور پانچ سات اور کے (رضی اللہ عنہم)۔

قرآنِ کریم اور پہلی کتابیں :

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ اور جب آئی ان کے پاس کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے یعنی قرآنِ کریم مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ تصدیق کرنے والی ہے ان کتابوں کی جو ان کے پاس ہیں۔ تو قرآن کریم کو نہ ماننے سے ان کتابوں کا بھی انکار ہے جن کا یہ مصدّق ہے۔ ہاں اگر قرآنِ کریم ان کتابوں کے

خلاف ہوتا تو پھر وہ کہہ سکتے تھے کہ ہماری کتابوں میں کچھ اور ہے اور قرآنِ کریم کچھ اور کہتا ہے؟ لہٰذا ہم نہیں مانتے؟ مگر یہ تو ان کا مصدق ہے۔

وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ اور تھے وہ اس سے پہلے يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فتح کے لئے توسل حاصل کرتے تھے ان لوگوں کے خلاف جو کافر ہیں۔ اس آیت کریمہ کی دو تفسیریں تمام تفسیروں میں نقل کی گئی ہیں.........

①...... ایک یہ کہ فتح کے معنٰی کھولنے کے ہیں تو اس لحاظ سے معنٰی یہ ہوگا کہ بنی اسرائیل کفار پر اس بات کو کھولتے تھے یعنی بیان کرتے تھے کہ آخری نبی آنے والے ہیں۔

②...... اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ فتح کا معنٰی ''کامیابی'' بھی ہے۔ تو یہودی آنحضرت ﷺ کی آمد سے پہلے کافروں کے مقابلے میں فتح اور کامرانی کے لئے دعا کرتے تھے اور کہتے تھے۔ ''اے پروردگار! نبی آخر الزمان کے وسیلے سے ہمیں ہمارے دشمنوں پر فتح عطاء فرما''۔ اب وسیلہ تو اسی کا دیں گے جس کے ساتھ کچھ تعظیم کا تعلق ہوگا؟ آپ ﷺ کی تعظیم کرتے تھے۔ اور آپ ﷺ کے وسیلے سے دعائیں کرتے تھے۔

فَلَمَّا جَآءَهُمْ پس جب آگئی ان کے پاس مَّا عَرَفُوْا وہ ذات جس کو انہوں نے پہچان لیا كَفَرُوْا بِهٖ تو اس کا انکار کر گئے فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ پس اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے کافروں پر۔

وسیلہ کا شرعی مفہوم اور حکم :

یہاں وسیلے کا مسئلہ بھی سمجھ لیں وہ یہ کہ اگر کوئی شخص اس طرح دعا کرے کہ

اے پروردگار! آنحضرت ﷺ کے وسیلے سے میرا یہ کام کردے یا یوں کہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے طفیل سے میرا یہ کام کردے یا یوں کہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی برکت سے میرا یہ کام کردے یا یوں کہے کہ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی حرمت سے میرا یہ کام کردے۔ وسیلہ، طفیل، صدقہ، حرمت، جاہ اور حق سب کا ایک ہی معنیٰ ہے۔ اپنی لغت، زبان اور عرف کے اعتبار سے الفاظ مختلف ہیں۔ تو اس میں تفصیل ہے..........

۱)...... اگر توسل کرنے والا یہ سمجھتا ہے کہ جس کا میں وسیلہ دے رہا ہوں وہ میرے پاس حاضر وناظر ہے۔ اور عالم الغیب ہے اور تمام کاموں میں اس کو تصرف حاصل ہے اور وہ میرا کام کراسکتا ہے۔ تو ایسے وسیلے کے کفر اور شرک ہونے میں کوئی شک نہیں ہے؟۔ ایسا توسل کرنے والا کافر اور مشرک ہے۔

۲)...... اور اگر توسل کرنے والا جس کا وسیلہ دے کر دعا کر رہا ہے اس کو عالم الغیب، حاضر وناظر نہیں سمجھتا اور اس کو مُتَصَرِّفْ فِی الْاُمُوْر بھی نہیں سمجھتا، حاضر وناظر، عالم الغیب، مختارِ کل صرف رب تعالیٰ کو سمجھتا ہے۔ اور اس کا یہ نظریہ بھی نہیں ہے کہ وہ رب تعالیٰ سے جبراً کام کراسکتا ہے۔ اور محض ان کے ساتھ اور تعلق کا واسطہ دے کر دعا کرتا ہے تو جائز ہے۔

مثلاً یوں کہتا ہے کہ اے پروردگار! میرا تیرے پیغمبر پر ایمان ہے اور میں ان سے محبت کرتا ہوں، یا اولیاء کی محبت کا واسطہ دے کر میں تیرے ولیوں سے محبت کرتا ہوں اور یہ میرا ان سے محبت کرنا ایک نیک عمل ہے اور اس نیک عمل کی وجہ سے میں توسل کرتا ہوں۔ اور آنحضرت ﷺ کے وسیلے سے دعا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ

چونکہ میں تیرے پیغمبر پر ایمان رکھتا ہوں اور ان سے محبت کرتا ہوں اس کی وجہ سے میں تجھ سے سوال کرتا ہوں۔تو یہ وسیلہ جائز ہے۔اور اس کا کوئی بھی منکر نہیں ہے۔ اور یہ وسیلہ اسی آیت کریمہ سے ثابت ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں..........

بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ بری ہے وہ چیز جو انہوں نے خریدی اپنی جانوں کے لئے۔اپنی جانوں کے لئے انہوں نے کفر خرید کر برا سودا کیا۔کس چیز کا کفر کیا..........

اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ یہ کفر کرتے ہیں ان چیزوں کا جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائیں بَغْيًا سرکشی کرتے ہوئے اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ یہ کہ نازل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اپنا فضل عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ جس پر چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے۔اس پر کسی کا زور اور اختیار نہیں چلتا۔اور دوسرے مقام پر فرمایا..........

وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ خاص کرتا ہے جس کو چاہتا ہے ان کے کفر اور انکار کا نتیجہ یہ ہوا کہ

فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ پس لوٹے وہ غضب پر غضب لے کر۔ ایک غضب پہلے پیغمبروں کی نافرمانی کا اور دوسرا غضب آخری پیغمبر ﷺ کے انکار کرنے کا۔ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ اور کافروں کے لئے عذاب ہے رسوا کرنے والا۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا
نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا
وَرَآءَهٗ ۗ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ؕ قُلْ
فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ
مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۹۱﴾ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى
بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهٖ
وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۹۲﴾ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ
وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ
وَّاسْمَعُوْا ؕ قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا ۗ وَاُشْرِبُوْا
فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ؕ قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُ
كُمْ بِهٖٓ اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۹۳﴾
قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ
خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ

كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۹۴﴾ وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۹۵﴾ وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ ع

لفظی ترجمہ :

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اور جب ان سے کہا جاتا ہے اٰمِنُوْا ایمان لاؤ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اس چیز پر جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے قَالُوْا کہتے ہیں نُؤْمِنُ ہم ایمان رکھتے ہیں بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا اس چیز پر جو ہماری طرف نازل کی گئی وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ اور انکار کرتے ہیں اس کے علاوہ کا وَهُوَ الْحَقُّ حالانکہ وہ حق ہے مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ تصدیق کرنے والی ہے اس کی جو ان کے پاس ہے۔

قُلْ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیں فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ پس تم کیوں قتل کرتے رہے اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے

اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ اگرتم مومن ہو۔

وَلَقَدْ جَآءَکُمْ مُّوْسٰی اورالبتہ تحقیق لائے تمہارے پاس موسیٰ (علیہ السلام) بِالْبَیِّنٰتِ واضح دلیلیں ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ پھرتم نے بنالیا بچھڑے کومعبود مِنْ بَعْدِہٖ ان کے جانے کے بعد وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ اورتم ظالم تھے۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَکُمْ اور جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا وَرَفَعْنَا فَوْقَکُمُ الطُّوْرَ اور بلند کیا ہم نے تمہارے اوپر طور پہاڑ کو خُذُوْا مَآ اٰتَیْنٰکُمْ بِقُوَّۃٍ پکڑو اس کو جو ہم نے تمہیں دیا ہے مضبوطی کے ساتھ وَّاسْمَعُوْا اورسنو۔

قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَیْنَا انہوں نے کہا ہم نے سن لیا اور ہم نے مانا نہیں وَاُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِہِمُ الْعِجْلَ اور پلادی گئی ان کے دلوں میں بچھڑے کی محبت بِکُفْرِھِمْ ان کے کفر کی وجہ سے۔

قُلْ بِئْسَمَا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمادیں بری ہے وہ چیز یَاْمُرُکُمْ بِہٖٓ اِیْمَانُکُمْ جس کے لئے حکم کرتا ہے تمہیں تمہارا ایمان اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ اگر ہو تم مومن۔

قُلْ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمادیں اِنْ کَانَتْ لَکُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَۃُ اگر ہے تمہارے لئے آخرت کا گھر عِنْدَ اللّٰہِ خَالِصَۃً اللہ تعالیٰ کے ہاں

خالص مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ دوسرے لوگوں کے سوا فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ
پس تم موت کی تمنا کرو اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر تم سچے ہو۔

وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا اور وہ اس موت کی تمنا ہرگز نہیں کریں گے
بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اس وجہ سے کہ جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے
وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ ۢ بِالظّٰلِمِيْنَ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے ظلم کرنے والوں کو۔

وَلَتَجِدَنَّهُمْ اور البتہ آپ ضرور پائیں گے ان لوگوں کو
اَحْرَصَ النَّاسِ سب لوگوں سے زیادہ حریص عَلٰى حَيٰوةٍ زندگی پر
وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا اور ان سے بھی زیادہ حریص جنہوں نے شرک کیا
يَوَدُّ اَحَدُهُمْ ان میں سے ہر ایک پسند کرتا ہے لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ
سَنَةٍ کاش کہ اس کو ہزار سال عمر دے دی جائے۔

وَمَا هُوَ حالانکہ نہیں ہے وہ عمر بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ
دور کرنے والی اس کو عذاب سے اَنْ يُّعَمَّرَ یہ کہ اگر اس کو عمر دے دی
جائے وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ ۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ اور اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے جو کچھ وہ
کرتے ہیں۔

ربط :

بنی اسرائیل اور یہودیوں کی برائیوں اور تخریب کاریوں کا ذکر چلا آرہا ہے اسی
سلسلے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں..........

توراۃ وانجیل کی تصدیق :

وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ اور جب ان (یہودیوں) سے کہا جاتا ہے اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ ایمان لاؤ اس چیز پر جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے۔ یعنی قرآن پاک پر اور آخری پیغمبر کا تشریف لانا بھی تمہارے علم میں ہے اور تم بخوبی جانتے ہو کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ وہی پیغمبر ہیں جنہوں نے آنا تھا۔ اور تم اس بات کو بھی جانتے ہو کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا کلام نازل ہوگا۔ لہٰذا جب تم ان تمام علامتوں اور نشانیوں سے واقف اور آگاہ ہو تو اب اس کتاب قرآنِ کریم پر ایمان لاؤ۔ اس کے جواب میں..........

قَالُوْا یہودیوں نے کہا نُؤْمِنُ ہم ایمان رکھتے ہیں بِمَآ اُنْزِلَ عَلَیْنَا اس چیز پر جو ہماری طرف نازل کی گئی۔ ہم تو توراۃ پر ایمان لانے کے پابند ہیں۔ وَیَکْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَہٗ اور انکار کرتے ہیں اس کے علاوہ کا۔ کہ توراۃ کے علاوہ کسی اور چیز پر ایمان لانے کا اللہ تعالیٰ نے ہمیں پابند نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کے دو جواب دیئے ہیں

① ...... ایک تحقیقی ② ...... دوسرا الزامی۔

تحقیقی جواب یہ ہے۔ فرمایا..........

① ...... وَھُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَھُمْ حالانکہ وہ حق ہے تصدیق کرنے والی ہے اس کی جو ان کے پاس ہے۔ ایک تو یہ کہ قرآنِ کریم حق ہے اور اس میں تمام مسائل حق پر مبنی ہیں۔ تو کیا حق پر ایمان لانا ان کے فریضہ میں داخل نہیں ہے؟۔

④...... اور دوسری بات یہ ہے کہ قرآنِ کریم ان کی کتابوں توراۃ، انجیل، زبور کا مصدِّق ہے۔ ان کی تصدیق کرتا ہے کہ ان کتابوں میں جو عقائد اور نظریات بیان کئے گئے ہیں، صحیح ہیں۔ اور مصدِّق کو ماننا اور تسلیم کرنا دراصل مصدَّق جس کی وہ تصدیق کر رہا ہے کو ماننا اور تسلیم کرنا ہے۔ تو مصدِّق کا انکار کرنا مصدَّق کا انکار کرنا ہے۔

کیونکہ قرآنِ کریم اگر عقائد اور نظریات ان کتابوں سے مختلف بیان کرتا تو وہ کہہ سکتے تھے کہ ہماری کتابوں میں عقائد اور نظریات اور ہیں اور اس کتاب میں عقائد اور نظریات اور ہیں۔ اس لئے ہم اس کا انکار کرتے ہیں۔ اور یہ بات تو ہے نہیں؟۔ لہٰذا ان کا یہ دعویٰ کہ ہم اپنی کتاب کو مانتے ہیں، صحیح نہیں ہے۔ بلکہ فقط زبانی دعویٰ ہی ہے۔ بلکہ ان کا توراۃ پر ایمان لانے کا دعویٰ بھی جھوٹا ہے۔ آگے تین شقوں میں ان کو الزامی جواب دیا گیا ہے......

پہلی شق :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

قُلْ آپ (ﷺ) کہہ دیں فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ پس تم کیوں قتل کرتے رہے اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو اس سے پہلے؟ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اگر تم مومن ہو۔

توراۃ کو مانتے ہو تو کیا ظالمو! توراۃ میں لکھا ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو قتل کرو۔ یہ موجودہ یہودیوں کو ان کے بڑوں کے کارنامے سنا کر شرمندہ کیا جا رہا ہے۔ کیونکہ قاتل تو ان کے بڑے تھے۔ اگر توراۃ کو مانتے ہوتے تو پیغمبروں کو قتل

نہ کرتے۔ لہٰذا تمہارا توراۃ کو ماننے کا دعویٰ کرنا غلط ہے۔

دوسری شق :

وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ اور البتہ تحقیق لائے تمہارے پاس موسیٰ علیہ السلام واضح دلیلیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے دریا کو پھاڑ کر راستے بنائے دشمن کو ان کے سامنے غرق کیا۔ وادی تیہ میں بادلوں کے ذریعے سائے کا انتظام فرمایا۔ کھانے کے لئے کھیرا اور بٹیرے نازل فرمائے۔ پینے کے لئے پتھر سے پانی کے بارہ چشمے جاری فرمائے۔ اور بے شمار نشانیاں لے کر موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس آئے۔

ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ ، بَعْدِهٖ پھر تم نے بنالیا بچھڑے کو معبود ان کے جانے کے بعد۔ یہ ہے تمہارا ایمان کہ جو آڑ بنا کر قرآنِ مجید کو ماننے سے انکار کرتے ہو کہ ہمیں تو حکم ہے کہ ہم صرف اس پر ایمان لائیں۔ جو ہماری طرف اتارا گیا ہے۔ تو کیا موسیٰ علیہ السلام نے تمہیں غیر اللہ کی عبادت سے منع نہیں کیا تھا۔ اگر تم ان کی بات مانتے تو بچھڑے کی پوجا نہ کرتے۔

بچھڑے کے متعلق پہلے بھی بیان ہوا ہے اور اس کی تفصیل سولہویں پارے میں آئے گی۔ یہ بنی اسرائیلی جب مصر سے آئے تھے تو ان کی عورتیں قبطی عورتوں سے (فرعونیوں کی قوم قبطی تھی) زیور مانگ کر لائی تھیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو ان زیورات سے منع فرمادیا کہ ان کا استعمال کرنا تمہارے لئے جائز نہیں ہے۔ کیونکہ پہلی شریعتوں میں مالِ غنیمت کو استعمال کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ ہماری شریعت میں مالِ غنیمت کو استعمال کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔

''سامری'' اور مکر وفریب :

تو انہوں نے وہ زیورات جنگل میں پھینک دیئے۔ بنواسرائیل کی ایک شاخ تھی ''قبیلہ بنوسامرہ'' اس خاندان کا ایک آدمی تھا ''موسیٰ بن ظفر سامری'' اس نے وہ زیورات اٹھالئے اور ان کو ڈھال کر بچھڑا بنا دیا۔ اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کے گھوڑے کے پاؤں کی مٹی بھی اس کے پاس تھی وہ اس طرح کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کا گھوڑا جب پاؤں اٹھاتا تو وہاں ہریالی ہوجاتی تھی اس نے محسوس کیا کہ اس میں کوئی کرشمہ ہے۔ تو اس نے وہ مٹی اٹھا کر اپنے پاس رکھی ہوئی تھی۔

بچھڑا بنا کر وہ مٹی اس میں ڈالی تو بچھڑے سے ٹیں، ٹیں کی آواز آنے لگی۔ اس نے لوگوں کو کہا کہ یہ جو ٹیں، ٹیں کی آواز آرہی ہے یہی تمہارا رب ہے جو اس کے اندر بول رہا ہے۔ اسی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام کو آنے میں دیر ہوگئی ہے کیونکہ رب تو یہاں ٹیں، ٹیں کر رہا ہے۔ اور وہ کوہِ طور پر بیٹھے انتظار کر رہے ہیں۔ ان میں ایسے بے وقوف بھی تھے جنہوں نے بچھڑے کو رب مان کر اس کی پوجا شروع کر دی کوئی اس کے رکوع میں ہے کوئی سجدہ کر رہا ہے۔ کوئی عطر لگا رہا ہے کوئی اس پر چادر چڑھا رہا ہے۔ کوئی کچھ کر رہا ہے اور کوئی کچھ کر رہا ہے۔ تو اس طرح انہوں نے (سب نے نہیں کچھ نے) بچھڑے کو معبود بنا لیا۔ موسیٰ علیہ السلام کے کوہِ طور پر جانے کے بعد۔ فرمایا..........

وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ اور تم ظالم تھے۔ کہ بچھڑے کو معبود بنالیا۔ اور وہ بچھڑا ان زیورات سے بنایا گیا تھا۔ جن کا استعمال تمہارے لئے جائز نہیں تھا تو ان سے رب تیار کرنا کس طرح جائز ہوگیا۔

تیسری شق :

کہ بنی اسرائیل جب وادی تیہ (وادیٔ سینائی) میں پہنچے تو انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ ہمارے لئے کوئی قانون اور ضابطہ حیات ہونا چاہیے۔ کیونکہ کوئی قوم آئین کے بغیر نہیں چل سکتی۔ پہلے ہم فرعون کے غلام تھے ان کا آئین ہم پر نافذ تھا۔ اب چونکہ ہم آزاد قوم ہیں لہٰذا اب ہمارے لئے اپنا قانون ہونا چاہیے۔ اس مطالبے پر اللہ تعالیٰ نے ان کو توراۃ عطا فرمائی اور یہ لوگ توراۃ کو سن کر کہنے لگے کہ اس کے احکامات تو بہت سخت ہیں اس پر ہم عمل نہیں کر سکتے۔ تو تمہارا یہ کہنا کہ ہم تو اس کو مانتے ہیں جو ہماری طرف نازل کی گئی ہے۔ کس طرح درست ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

رفعِ طور :

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ اور جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ اور بلند کیا ہم نے تمہارے اوپر طور پہاڑ کو۔ اللہ تعالیٰ نے طور پہاڑ کو اکھیڑ کر ان کے سروں پر اس طرح کھڑا کر دیا جس طرح یہ مسجد کی چھت ہمارے سروں پر ہے۔ اور کہا ہم نے.........

خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ پکڑو اس کو جو ہم نے تمہیں دیا ہے مضبوطی کے ساتھ وَّاسْمَعُوْا اور سنو قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا انہوں نے کہا ہم نے سن لیا اور ہم نے مانا نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ کتاب ہم نے سن لی ہے مگر اس پر عمل نہیں کریں گے تو کیا تمہارا ایمان تمہیں یہ سبق دیتا ہے کہ وعدہ کر کے بگڑ جاؤ؟۔

وَاُشْرِبُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ اور پلا دی گئی ان کے دلوں میں بچھڑے

کی محبت بِكُفْرِهِمْ ان کے کفر کی وجہ سے قُلْ بِئْسَمَا يَأْمُرُكُمْ بِهٖٓ اِيْمَانُكُمْ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمادیں بری ہے وہ چیز جس کے لئے حکم کرتا ہے تمہیں تمہارا ایمان اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اگر تم مومن ہو۔ کیا تمہارا ایمان تمہیں بچھڑے کی پوجا کا حکم دیتا ہے۔ اور تمہارا ایمان یہ ہے کہ وعدہ کر کے توڑ دو تم کس منہ سے کہتے ہو کہ ہم اس کو مانتے ہیں۔ جو ہمارے اوپر نازل کی گئی ہے۔ پھر یہ سب کچھ کرنے کے باوجود کہتے تھے کہ آخرت کا گھر جنت تو صرف ہمارا ہے۔ چنانچہ اسی بارہ میں آگے آئے گا..........

قَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى یہودیوں نے کہا کہ جنت میں ہمارے سوا کوئی نہیں داخل ہوسکتا اور عیسائیوں نے کہا کہ جنت میں ہمارے سوا کوئی نہیں داخل ہوسکتا اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے......

قُلْ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمادیں اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ اگر ہے تمہارے لئے آخرت کا گھر عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً اللہ تعالیٰ کے ہاں خالص تمہارے ہی لئے مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ دوسرے لوگوں کے سوا فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ پس تم موت کی تمنا کرو اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر تم سچے ہو۔ کیونکہ تمہارے اور اللہ کے درمیان صرف موت ہی حائل ہے۔ لہٰذا جلدی موت کی تمنا کرو اور اللہ تعالیٰ سے مانگو کہ یا اللہ! ہمیں جلدی موت دے تا کہ ہم جنت میں چلے جائیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں..........

وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا اور وہ اس موت کی تمنا ہرگز نہیں کریں گے۔ (کبھی بھی) بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اس وجہ سے کہ جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا

ہے۔ان کو اپنے کرتوتوں کا علم ہے۔لہٰذا یہ موت کی تمنا کبھی بھی نہیں کریں گے۔ او
رجن لوگوں نے آخرت کی تیاری کی ہوتی تھی ان کے متعلق اس مقام پر تفسیروں میں
بڑے عجیب وغریب واقعات نقل کئے گئے ہیں...........

22

﴿موت سے مؤمنین کی محبت کے واقعات﴾

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا واقعہ :

①...... حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مشہور واقعہ ہے کہ تیروں کی بارش ہو رہی تھی نماز کا وقت ہوگیا باوضو تھے گھوڑے سے چھلانگ لگا دی اور اپنی چادر بچھا کر نماز شروع کر دی ان کے بڑے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا ابا جی تیروں کی بارش ہو رہی ہے اور آپ نے نماز شروع کر دی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا......

لَایُبَالِیْ اَبُوْكَ عَلَى الْمَوْتِ سَقَطَ اَمْ سَقَطَ عَلَيْهِ الْمَوْتُ بیٹا تیرے باپ کو کوئی پرواہ نہیں ہے کہ وہ موت پر گرے گا یا موت اس پر گرے۔ یہ حضرات تو موت کو تلاش کر رہے تھے موت اپنا کام کرے گی اور ہم اپنا کام کریں گے۔

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کا واقعہ :

②...... حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ اس طرح زخمی ہوئے کہ نیزہ بدن کے ایک طرف سے لگا اور دوسری طرف نکل گیا اور خون کے فوارے پھوٹ پڑے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا فُزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ کعبہ کے رب کی قسم! میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ ساتھیو! مجھے مبارک دو۔ ساتھیوں نے کہا حضرت آپ کے

بچنے کی کوئی امید نہیں ہے۔ فرمایا کہ میں تو موت سے خوش ہو رہا ہوں اَلْاٰنَ اُلَاقِیْ الْاَحِبَّۃَ مُحَمَّدًا وَحِزْبَہٗ اب میری ملاقات ہوگی آنحضرت ﷺ سے اور دوسرے ساتھیوں سے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی موت سے محبت :

④...... حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ایران کے ایک محاذ پر ایرانیوں کے خلاف لڑ رہے تھے رستم بن فرخ زار ایرانیوں کا بڑا قابل جرنیل تھا۔ اس نے دھمکی آمیز خط لکھا کہ دیکھو انسانی ہمدردی کا جذبہ رکھتے ہوئے میں تمہیں یہ خط لکھ رہا ہوں۔ انسانی ہمدردی کی وجہ سے تمہیں کہتا ہوں کہ تم واپس اپنے گھروں کو چلے جاؤ۔ یہ جو تمہارے ساتھ جوشیلے نوجوان ہیں ان کو نہ مرواؤ۔ کسی کی ماں روئے گی کسی کی بیوی روئے گی، کسی کے بچے یتیم ہوں گے، موت کے منہ میں نہ آؤ۔ اور اپنی بھیڑ، بکریاں، اونٹ جا کے چراؤ۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جواب لکھا، فرمایا یاد رکھو! فَاِنَّ مَعِیَ قَوْمٌ بے شک میرے ساتھ ایسی قوم ہے یُحِبُّوْنَ الْمَوْتَ وہ موت کو اس طرح پسند کرتے ہیں کَمَا یُحِبُّوْنَ الْاَعَاجِمُ الْخَمْرَ جس طرح (تم) عجمی (لوگ) شراب کو پسند کرتے ہو۔ ان کو موت سے ڈرانے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی یہ موت سے ڈرتے ہیں ۔

فنا فی اللہ کی تہہ میں بقا کا راز مضمر ہے
جسے مرنا نہیں آتا اسے جینا نہیں آتا

شہادت کی موت کو یہ لوگ حیات سمجھتے ہیں۔ رستم دھمکی دے کر چلا گیا اس

کے بعد دوسرا جرنیل آیا ''بامان ارمنی''۔

☆...... اس نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تمہارے پاس کتنے فوجی ہیں؟۔

❀...... سچے لوگ تھے جھوٹ بولنے کی عادت نہیں تھی فرمایا میرے ساتھ صرف سات سو فوجی ہیں۔

☆...... اس نے کہا میرے پاس تیرہ ہزار سے زائد فوجی ہیں۔لہٰذا تم موت کے منہ میں نہ آؤ۔ یہاں سے واپس چلے جاؤ۔

❀...... حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا اَوَاعِظٌ اَنْتَ اَمْ مُقَاتِلٌ تو ہمیں نصیحت کرنے کے لئے آیا ہے یا لڑنے کے لئے؟۔

☆...... کہنے لگا لڑنے کے لئے آیا ہوں۔ مگر یہ بتاؤ کہ تمہارے لئے پیچھے سے کمک (مدد) کہاں سے آئے گی؟۔ کیونکہ میرے پاس تیرہ ہزار فوج ہے اور پیچھے سے مزید فوج بھی آسکتی ہے۔

❀...... حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا اَمَّا فِی الْاَرْضِ فَلَا زمین سے تو ہمارے لئے کمک نہیں آئے گی۔ بلکہ آسمان سے مدد آئے گی۔

چنانچہ جنگ ہوئی سات سو نے تیرہ ہزار کو شکست فاش دی۔ کافروں کا ہزار آدمی مارا گیا۔اور ادھر صرف سات مسلمان شہید ہوئے۔ جو جنت کا طالب ہوتا ہے وہ موت سے نہیں ڈرتا۔تو فرمایا یہ یہودی کبھی موت کی تمنا نہیں کریں گے۔

وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ م بِالظّٰلِمِیْنَ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے ظلم کرنے والوں کو۔

یہ موت کی تمنا تو کیا کریں گے بلکہ وَلَتَجِدَنَّھُمْ اور البتہ آپ ضرور پائیں گے

ان لوگوں کو اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰی حَیٰوةٍ سب لوگوں سے زیادہ حریص زندگی پر۔ وَمِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا اوران سے بھی زیادہ حریص جنہوں نے شرک کیا۔ اور مشرکوں میں سے ایسے بھی تھے جو قیامت کے منکر تھے۔ عیسائی اور یہودی قیامت کے قائل تھے مگران کو اپنے ایمان کا پتہ تھا کہ اس کے نتیجے میں ہمیں وہاں جو کچھ ملنا ہے لہٰذا وہ کہتے تھے کہ اسی دنیا میں کھا، پی لو اور جو کچھ کرنا ہے یہیں کرلو۔ اس لئے کہ..........

یَوَدُّ اَحَدُهُمْ ان میں سے ہر ایک پسند کرتا ہے لَوْ یُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ کاش کہ اس کو ہزار سال عمر دے دی جائے وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ حالانکہ نہیں ہے وہ عمر دور کرنے والی اس کو عذاب سے اَنْ یُّعَمَّرَ یہ کہ اگر اس کو عمر دے دی جائے۔ یعنی اگر ان کو ہزار سال عمر دے دی جائے تو کیا یہ عذاب سے بچ جائیں گے۔ ابلیس لعین کتنے ہزار سال سے زندہ ہے؟ تو کیا جب وہ مرے گا عذاب الٰہی سے بچ جائے گا۔ اور یہ بھی اپنی شرارتوں سے باز نہیں آتے ان کی زبانیں حق کے خلاف بڑی تیز ہیں۔ اور ان کے اعمال بہت برے ہیں۔ لہٰذا ان کو ہزار سال عمر کامل جانا عذاب سے نہیں بچا سکتا۔

وَاللّٰهُ بَصِیْرٌ م بِمَا یَعْمَلُوْنَ اور اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔ اس کے مطابق ان کو بدلا دے گا۔

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۷﴾ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ﴿۹۹﴾ اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙۗ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾

لفظی ترجمہ :

قُلْ آپ (ﷺ) فرمادیں مَنْ كَانَ عَدُوًّا جو شخص دشمن ہے

لِّجِبْرِيْلَ جبرائیل (علیہ السلام) کا فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ پس بے شک اسی نے نازل کیا ہے اس قرآن کریم کو عَلٰى قَلْبِكَ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دل پر بِاِذْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مُصَدِّقًا قرآنِ کریم تصدیق کرنے والا ہے لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ان کتابوں کی جو اس سے پہلے نازل ہوئی ہیں وَهُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ اور ہدایت اور خوشخبری ہے ایمان والوں کے لئے۔

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ جو شخص دشمن ہے اللہ تعالیٰ کا وَمَلٰٓئِكَتِهٖ اور اس کے فرشتوں کا وَرُسُلِهٖ اور اس کے رسولوں کا وَجِبْرِيْلَ وَ مِيْكٰلَ اور جبرائیل اور میکائیل (علیہما السلام) کا فَاِنَّ اللّٰهَ پس بے شک اللہ تعالیٰ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ دشمن ہے کافروں کا۔

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ اور البتہ تحقیق ہم نے نازل کیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف اٰيٰتٍ ، بَيِّنٰتٍ صاف صاف آیتیں وَمَا يَكْفُرُ بِهَا اور نہیں انکار کرتے ان آیتوں کا اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ مگر نافرمان لوگ۔

اَوَ كُلَّمَا عٰهَدُوْا اور جب کبھی وعدہ کیا انہوں نے عَهْدًا نَّبَذَهٗ وعدہ کرنا پھینک دیا اس کو فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ان میں سے ایک فریق نے بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ بلکہ ان میں سے اکثر ایمان

نہیں لاتے۔

وَلَمَّا جَآءَ هُمْ رَسُوْلٌ اور جب آیا ان کے پاس رسول مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ تصدیق کرنے والا ہے اس چیز کی جو ان کے پاس ہے نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ پھینک دیا ایک گروہ نے ان میں سے اُوْتُوا الْكِتٰبَ جن کو اللہ تعالیٰ کی کتاب دی گئی كِتٰبَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ اپنی پشتوں کے پیچھے كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ گویا کہ وہ جانتے ہی نہیں۔

شانِ نزول، فدک کا باغ :

ان آیات کا شانِ نزول اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ مدینہ طیبہ کے قریب تین دن کی مسافت پر ایک مقام تھا جس کا نام تھا ''فدک'' یہاں پر کھجوروں کے باغ بھی تھے۔ رافضیوں نے جس باغ فدک کی رَٹ آج تک لگائی ہوئی ہے کہ وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے غصب کر کے اہلِ بیت کا حق مارا ہے۔ وہ باغ اسی علاقہ ''فدک'' میں تھا اسی وجہ سے اس کو ''باغ فدک'' کہتے ہیں۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت نہ تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مالک نہیں تھے بلکہ وہ مال وقف تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے متولی تھے۔ اس کی آمدنی سے آپ اپنے گھر کا خرچہ بھی چلاتے تھے اور اصحاب صفہ (رضی اللہ عنہم) آپ کے مدرسہ کے جو طالب علم تھے ان پر بھی خرچ کرتے تھے اور مساکین اور ضرورتمندوں پر بھی

خرچ کرتے تھے۔ اور مہمانوں کی خدمت بھی اس سے کرتے تھے۔ تو وہ آنحضرت ﷺ کی ملکیت نہیں تھا کہ وراثت میں حضرت فاطمہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کو ملتا۔ بلکہ آپ کی ملکیت بھی ہوتا تو ان کو نہیں مل سکتا تھا۔ کیونکہ پیغمبر ﷺ کے مال میں وراثت نہیں چلتی۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے.......

نَحْنُ مَعْشَرُ الْاَنْبِيَاءِ لَانُوْرِثُ وَلَانُوْرَثُ مَاتَرَكْنٰهُ صَدَقَةٌ ہم انبیاء علیہم السلام کی جماعت کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ اور نہ ہم کسی کے وارث ہوتے ہیں ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ، خیرات ہوتا ہے۔ بلا وجہ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم پر اعتراض کرتے ہیں۔

پھر دوسری بات یہ ہے کہ اگر ان حضرات نے یہ باغ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نہ دے کر اہلِ بیت کا حق مارا ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی تو ان کو یہ حق نہیں دیا۔ کیونکہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے اور تقریباً چار سال خلیفہ رہے۔ ان کو اختیار تھا۔ اگر چہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تو فوت ہو چکی تھیں مگر ان کی اولاد تو موجود تھی۔ یہ باغ ان کی اولاد کے حوالے کر دیتے۔ مگر انہوں نے اولاد کو نہ دیا۔ تو پھر جس طرح اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم نہ دے کر ظالم ٹھہرے حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اس ظلم میں برابر کے شریک ہیں (معاذ اللہ تعالیٰ)۔

لیکن اصل بات یہ ہے کہ رافضیوں کا نظریہ بالکل غلط اور بے سروپا ہے تو خیر یہ فدک کا مقام بڑا مشہور تھا اور اس کی شہرت کی وجہ یہ تھی کہ عرب کے علاقہ میں یہودیوں کا سب سے بڑا عالم جس کا نام عبداللہ بن صوریا تھا وہ اس علاقہ میں رہتا تھا۔ ایک آنکھ سے کانا تھا۔ اور بڑا شریر قسم کا آدمی تھا۔ چونکہ اپنے مذہب کا بڑا پیشوا تھا

اور لوگ دور دراز سے اس کو ملنے کے لئے آتے تھے یہ لوگوں کو الٹی سیدھی باتیں پڑھا سکھا کر بھیجتا کہ جا کر نبی سے یہ سوال کرو۔ اور ابو بکر (رضی اللہ عنہ) سے یہ سوال کرو۔ عمر (رضی اللہ عنہ) سے یہ سوال کرو۔

فدک میں یہودیوں کا ''بیت المدارس'' کے نام پر ایک کالج تھا۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کالج میں تشریف لے گئے کہ ان میں سے جو لوگ خود میرے پاس نہیں آتے اور میں بھی تعلیم یافتہ لوگوں میں اپنا پروگرام پیش کروں تاکہ حجت تمام ہو جائے۔ اور کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ہمارے علم میں نہیں تھا اتفاق کی بات ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے ابن صوریا بھی کالج میں تھا سوال و جواب شروع ہوئے۔ ہر بات میں وہ لاجواب ہوا۔

آخر میں کہنے لگا اچھا بتاؤ کہ تمہاری طرف وحی کون سا فرشتہ لاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جبرئیل علیہ السلام'' کہنے لگا یہ تو ہمارا دشمن ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس ہماری چغلیاں کھاتا ہے۔ کہ ان کے بڑوں کے کئے ہوئے کرتوت بذریعہ وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیتا ہے۔ اگر جبرائیل علیہ السلام کی جگہ میکائیل علیہ السلام ہوتے جن کے ذمہ بارشوں کا نظام ہے تو پھر ہم آپ پر ایمان لے آتے اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں............

قُلْ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمادیں مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ جو شخص دشمن ہے جبرائیل (علیہ السلام) کا۔

''جبرائیل'' کا معنیٰ :

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''جِبْر'' جیم کے کسرہ کے ساتھ بھی پڑھ

سکتے ہیں۔اور "جَبْر" جیم کے فتحہ کے ساتھ بھی پڑھ سکتے ہیں۔ "جِبْر" کا معنیٰ عبرانی زبان میں "بندہ" ہے۔اور "اِیْل" کا معنیٰ "اللہ" ہے۔تو "جبریل" کا معنیٰ "عبداللہ" ہوا۔میکائیل کا معنیٰ بھی عبداللہ ہے۔کیونکہ "میک" کا معنیٰ "عبد" اور "ایل" کا معنیٰ "اللہ" ہے۔اسی طرح اسرافیل کا معنیٰ بھی "عبداللہ" ہے۔یہ تینوں معانی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب التفسیر میں بیان فرمائے ہیں۔اور عزرائیل (علیہ السلام) کا نام کسی حدیث کی کتاب میں نہیں آیا۔قرآنِ کریم میں "ملک الموت" کا لفظ آیا ہے۔

البتہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ بڑے محدث ہیں انہوں نے فتح الباری میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم سے عزرائیل نام نقل فرمایا ہے۔تو تینوں کی مناسبت سے معلوم ہوتا ہے کہ "عزرائیل" کا معنیٰ بھی "عبداللہ" ہی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھنا :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام کو اصلی شکل میں دو دفعہ دیکھا ہے۔

۱)...... ایک دفعہ زمین پر۔

۲)...... اور دوسری مرتبہ معراج کی رات آسمانوں پر۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے دیکھا ان کے چھ سو پر تھے اور انہوں نے سارے افق کو گھیرا ہوا تھا۔ ان دو مرتبہ کے علاوہ جب بھی حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے ہیں یا تو حضرت "دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ" کی شکل میں یا پھر کسی دیہاتی کی شکل میں تشریف لاتے تھے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

یہود کی حضرت جبرائیل علیہ السلام سے دشمنی :

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ جو شخص دشمن ہے جبرائیل (علیہ السلام) کا فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ پس بے شک اسی نے نازل کیا ہے اس قرآن کریم کو عَلٰى قَلْبِكَ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دل پر بِاِذْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔ اس کے ساتھ کسی کی دشمنی کا کیا جواز ہے؟۔ وہ تو کلام الٰہی آپ کے قلب پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے نازل کرتا ہے۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کا حکم بجا لاتا ہے۔ خواہ وہ حکم آپ کی موافقت میں جائے یا مخالفت میں۔ اس میں اس کا کیا قصور ہے؟۔ وہ تو سفیر محض ہے۔ سفیر سے کیا دشمنی دنیا میں بھی کسی کے قاصد اور سفیر کے ساتھ لڑنا نادانی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت بھی بین الاقوامی قانون یہی تھا کہ سفیروں کو کچھ نہ کہا جائے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ''ثمامہ بن اثال'' اور ''عبداللہ بن نواحہ'' آئے۔

❀ ...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ تم کون ہو؟ اور کہاں سے آئے ہو؟۔

☆ ...... کہنے لگے ہم ''یمامہ'' سے آئے ہیں۔ ''یمامہ'' عرب کے ایک مشہور قبیلہ کا نام ہے۔ وہاں کے ایک بڑے رئیس مسیلمہ کذاب خبیث نے نبوۃ کا دعویٰ کیا تھا۔ تو کہنے لگے کہ ہم ''یمامہ'' سے آئے ہیں ہمیں ہمارے نبی ''مسیلمہ'' نے بھیجا ہے۔ اس کا پیغام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچانے کے لئے آئے ہیں۔

اس نے کہا ہے کہ تم میرے ساتھ صلح کر لو اس طرح کہ شہری علاقے کے تم نبی اور دیہاتی علاقوں کا میں نبی ہوں یا تم مجھے لکھ دو کہ تمہاری وفات کے بعد میں نبی ہوں گا۔ اور تمہارا خلیفہ ہوں گا۔

❀...... آنحضرت ﷺ نے ان سے پوچھا کہ وہ حقیقتاً سچ، سچ نبوۃ کا دعویٰ کرتا ہے۔اور تم اس کے ماننے والے ہو؟۔

☆...... کہنے لگے: ہاں!

❀...... ابوداؤد شریف کی روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا لَوْ لَا اَنَّ الرُّسُلَ لَاتُقْتَلُ لَقَتَلْتُكُمَا اگر بین الاقوامی طور پر یہ قانون نہ ہوتا کہ قاصدوں اور سفیروں کو قتل نہیں کیا جاتا میں تمہیں قتل کر دیتا اس قول کی وجہ سے کہ تم مسیلمہ کو نبی مانتے ہو۔ کیونکہ ختم نبوۃ کا منکر قاعدے کے مطابق واجب القتل ہے۔

منکر ختم نبوۃ کی سزا :

وقت گزر گیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کوفے کے گورنر مقرر ہوئے ایک دن کوفے کے چوک میں تشریف لائے۔ ایک آدمی کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔ حالانکہ کھڑے ہونے کا نہ ہی معمول تھا اور نہ ہی عادت تھی۔ اور نہ ہی اس طرح غور سے دیکھتے تھے۔ اچھی طرح قریب سے جا کر دیکھا اور فرمایا..........

❀...... بھائی جی! آپ کا نام کیا ہے؟۔

☆...... اس نے بتایا کہ میرا نام ''عبداللہ بن نواحہ'' ہے۔

❀...... فرمایا تم آنحضرت ﷺ کے دور میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے؟۔

☆...... کہنے لگا، ہاں! میں تھا اور میرے ساتھ ایک اور ساتھی تھا ہم اپنے نبی

مسیلمہ (کذاب) کا پیغام لے کر آئے تھے۔

❀ ...... فرمایا: اب بھی تو مسیلمہ کو نبی مانتا ہے؟۔

☆ ...... کہنے لگا، ہاں! اب بھی اس کو نبی مانتا ہوں۔

❀ ...... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے کارندوں کو حکم دیا خُذُوْہُ اس کو پکڑو۔ چنانچہ اس کو گرفتار کر لیا گیا۔ فرمایا: اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے اس لئے چھوڑ دیا تھا کہ تو قاصد اور سفیر تھا۔ آج تو قاصد نہیں ہے۔ اپنے اس گندے عقیدے سے توبہ کر لے ورنہ میں تیرا سر قلم کرادوں گا۔

☆ ...... اس نے کہا کہ عقیدہ تو کوئی نہیں چھوڑتا۔ (جس طرح آج کل قادیانی ڈٹے ہوئے ہیں)۔

❀ ...... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کے سامنے کارندوں کو حکم دیا کہ سولی گاڑھ دو۔ حالانکہ نہ تو اس کو ہتھکڑیاں لگی ہوئی تھیں اور نہ ہی اس نے بیڑیاں پہنی ہوئی تھیں۔ چوراہے پر اس کو سولی پر لٹکا دیا گیا۔ کہ جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کی یہ سزا ہے۔

لیکن نوجوانو یاد رکھنا! یہ سزا دینا حکومت کی ذمہ داری ہے۔ شریعت عوام کو اجازت نہیں دیتی کہ جو کافر ہو، مرتد ہو اس کو قتل کر دو۔ اور چور کے ہاتھ کاٹ دو۔ زانی (اگر شادی شدہ ہے تو اس کو) سنگسار کر دو۔ اور اگر غیر شادی شدہ ہے تو کوڑے مارو۔ اور شرابی کو کوڑے مارو۔ عوام اس کی مجاز نہیں ہے اگر از خود کوئی ایسا کرے گا تو گنہگار ہوگا۔ کسی غلط فہمی میں نہ رہنا۔ تو جبرائیل علیہ السلام تو سفیر ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کے دل پر قرآن اتارتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ قرآنِ کریم تصدیق کرنے والا ہے ان کتابوں کی جو اس سے پہلے نازل ہوئی ہیں وَهُدًى وَّبُشْرَى لِلْمُؤْمِنِيْنَ اور تمہری ہدایت اور خوشخبری ہے ایمان والوں کے لئے۔ماننے والوں کو رب تعالیٰ کی رضا اور جنت کی خوشخبری سناتا ہے۔فرمایا............

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ جو شخص دشمن ہے اللہ تعالیٰ کا وَمَلٰٓئِكَتِهٖ اور اس کے فرشتوں کا وَرُسُلِهٖ اور اس کے رسولوں کا وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ اور جبرائیل اور میکائیل (علیہما السلام) کا۔ ان دونوں فرشتوں کا ذکر خصوصیت کے ساتھ اس لئے کیا حالانکہ ملائکہ میں یہ بھی شامل ہیں کیونکہ ابن صوریا نے ان کے نام لئے تھے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ پس بے شک اللہ تعالیٰ دشمن ہے کافروں کا۔جو اللہ تعالیٰ کے احکام کا انکار کرتے ہیں اور اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں۔ اس کے فرشتوں کا انکار کرتے ہیں۔جبرائیل اور میکائیل علیہما السلام کے ساتھ دشمنی رکھتے ہیں حدیث قدسی ہے اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں.........

اولیاء اللہ کی توہین پر اللہ تعالیٰ کا اعلانِ جنگ :

مَنْ عَادٰى وَلِيًّا فَقَدْ بَارَزْتُهٗ بِالْحَرْبِ جو شخص میرے دوست کے ساتھ دشمنی کرے گا میرا اس کو جنگ کا الٹی میٹم ہے۔ یاد رکھنا! کوئی آدمی اللہ والوں کے ساتھ عداوت کر کے سکون میں نہیں رہا۔

''بہاری'' اور مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ :

بہاریوں کی ذلت تمہارے سامنے ہے کہ در بدر ذلیل وخوار ہو رہے ہیں۔ نہ بنگلہ دیش ان کو قبول کرنے کے لئے تیار ہے اور نہ پاکستان۔ ان بہاریوں نے اللہ تعالیٰ کے ولی ''مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ'' کی توہین کی تھی۔ واقعہ اس طرح ہوا کہ صوبہ بہار میں ایک مقام تھا ''بھاگل پور'' حضرت شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ تقریر کرنے کے لئے وہاں تشریف لے گئے۔ اس وقت لیگ اور کانگرس کا بڑا زور تھا۔ ان بہاریوں نے حضرت کو اسٹیشن پر روک لیا اور کہا کہ ہم تمہاری تقریر نہیں سنتے۔

حضرت نے فرمایا ٹھیک ہے نہ سنو، مگر مجھے اپنے دوستوں کو تو ملنے دو۔ یہ لوگ بدتمیزی پر اتر آئے اور وہیں اسٹیشن پر حضرت کی ڈاڑھی میں شراب ڈالی تھی۔ اختلافِ رائے ہوتا رہتا ہے۔ رائے کے ساتھ اختلاف کرو۔ مگر توہین کا کیا مطلب ہے؟۔ اس اللہ والے کی ناقدری کا نتیجہ بھگت رہے ہیں اور ذلیل وخوار ہوتے پھر رہے ہیں۔

قیامِ پاکستان اور بزرگوں کی پیش گوئی، تجاویز :

دیکھو! بات آئی گئی ہوگئی۔ تو یہ بھی سمجھ لو کہ اصولی طور پر حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ ملک کی تقسیم کے قائل نہیں تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ اس سے بہت سی خرابیاں پیدا ہوں گی۔ اور حقیقت ہے کہ دس سال بعد تمہیں اقرار کرنا پڑا کہ ان حضرات نے جن خرابیوں کی نشاندہی کی تھی وہ اسی طرح سچ ثابت ہوئی ہیں۔

بہرحال حضرت تقسیم ہند کے قائل نہیں تھے۔ مگر جب پاکستان بننے کا فیصلہ

ہو گیا حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم رحمۃ اللہ علیہ نے ''رفیع قدوائی'' کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا ''محمد اسماعیل نواب آف چتاری'' کے پاس یہ اس وقت ہندوستان میں مسلم لیگ کا بہت بڑا لیڈر تھا۔ اور صوبے کا امیر تھا۔ پیغام یہ بھیجا تھا کہ بھائی! تم مقدمہ جیت گئے اور ہم ہار گئے۔ مگر ہماری ایک بات تم مان لو اور فیصلہ کرنے والوں تک یہ بات پہنچاؤ۔ کیونکہ ہماری وہاں تک رسائی نہیں ہے۔ آپ چونکہ صوبے کے امیر ہیں۔ لہٰذا ہماری یہ بات وہاں تک پہنچا دو وہ یہ کہ پاکستان کے لئے دہلی تک کا رقبہ لے لینا اور بنگال نہ لینا۔ یہ بنگالی تمہارے ساتھ تیس سال بھی نہیں رہیں گے۔ انہوں نے یہ بات سہارن پور میں خطبے کے دوران بھی کہی تھی میں خود اس خطبے میں موجود تھا ان کی تقریر کانوں سے سنی تھی۔

جو بزرگوں نے کہا تھا وہ حقیقت ثابت ہوا ان کا وہ خطبہ پاکستان میں طبع نہیں ہو سکتا یہاں پابندی ہے۔ اور انہوں نے یہ بھی فرمایا تھا کہ ''ہندوستان میں مسلمانوں کی خیر نہیں اور پاکستان میں اسلام کی خیر نہیں ہوگی''۔ خیر بات دور چلی گئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...........

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍ ۢ بَيِّنٰتٍ اور البتہ تحقیق ہم نے نازل کیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف صاف صاف آیتیں وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ اور نہیں انکار کرتے ان آیتوں کا مگر نافرمان لوگ اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا اور جب کبھی وعدہ کیا انہوں نے عَهْدًا نَّبَذَهٗ وعدہ کرنا۔ پھینک دیا اس کو فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ان میں سے ایک فریق نے بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ بلکہ ان میں سے اکثر ایمان نہیں لاتے وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ

مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ اور جب آیا ان کے پاس رسول اللہ تعالیٰ کی طرف سے (یعنی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ) مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ تصدیق کرنے والا ہے اس چیز کی جو ان کے پاس ہے۔توراۃ، زبور، انجیل اور دیگر صحیفے۔

نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ پھینک دیا ایک گروہ نے ان میں سے اُوْتُوا الْكِتٰبَ جن کو اللہ تعالیٰ کی کتاب دی گئی كِتٰبَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ اپنی پشتوں کے پیچھے۔یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب توراۃ سے روگردانی کی اگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو کسی درجے میں بھی تسلیم کرتے تو خاتم النبیین ﷺ پر ایمان لے آتے۔کیونکہ ان کی کتابوں میں آخری پیغمبر کا ذکر موجود ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں..........

اَلرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ (پارہ : ۹)۔جو رسول نبی امی ہے جس کو وہ لکھا ہوا پاتے ہیں توراۃ اور انجیل میں۔آج بھی آپ ﷺ کی آمد کی بشارتیں ان کی کتابوں میں موجود ہیں۔باوجودیکہ پادریوں نے بڑی تحریفات کی ہیں بلکہ جن کتابوں میں آپ ﷺ کا ذکر مبارک صراحت کے ساتھ موجود ہے ان کو ماننے کے لئے ہی تیار نہیں ہیں کہ یہ ہماری کتابیں ہیں۔

''انجیل برنباس'' اور عیسائی :

چنانچہ انجیل ''برنباس'' جس کا اردو نسخہ میرے پاس بھی موجود ہے۔اس کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ ہماری کتاب نہیں ہے۔ بھائی! یہ تمہاری کتاب کیوں نہیں ہے؟۔''برنباس'' تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صحابی ہیں۔یہ ان کی مرتب کی ہوئی ہے اس

لئے اس کا نام ''انجیل برنباس'' ہے۔اور ''متی ،لوقا،مرقس اور یوحنا'' تو تابعی ہیں۔ تابعین کی جمع کی ہوئی اناجیل منظور اور صحابی کی منظور کی ہوئی انجیل نامنظور۔ یہ کیا بات ہوئی ؟۔

نامنظور کرنے کی اصل وجہ یہ ہے کہ اس میں صاف اور صریح الفاظ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان موجود ہے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ''لوگ مجھے رب کا بیٹا اور شریک بنائیں گے اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ آ کہ میری صفائی دیں گے۔بس ان الفاظ کی وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ ہماری کتاب نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے عیسائیت پر ضرب کاری لگتی ہے اور انجیل برنباس میں دو جگہوں پر صاف لفظ ہیں مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تو فرمایا انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو پس پشت ڈال دیا۔

کَاَنَّھُمْ لَایَعْلَمُوْنَ گویا کہ وہ جانتے ہی نہیں۔ حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتابیں ہیں اور ان میں یہ تمام باتیں لکھی ہوئی ہیں۔

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ
سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلٰكِنَّ
الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ
ۖ وَمَا اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَ
مَارُوْتَ ؕ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ
اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ؕ فَيَتَعَلَّمُوْنَ
مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ۚ وَ
مَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ
وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ؕ
وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰهُ مَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ
مِنْ خَلَاقٍ ۛ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ ؕ
لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٠٢﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا
وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ؕ لَوْ كَانُوْا

يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ ع

لفظی ترجمہ :

وَاتَّبَعُوْا اوران لوگوں نے پیروی کی مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ اس چیز کی جو پڑھتے تھے جنات عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ سلیمان (علیہ السلام) کے عہد حکومت میں وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ اور نہیں کفر کیا سلیمان (علیہ السلام) نے وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا اور لیکن جنات اور شیطانوں نے کفر اختیار کیا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ وہ سکھاتے تھے لوگوں کو جادو۔

وَمَا اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ اور وہ چیز جو اتاری گئی دو فرشتوں پر بِبَابِلَ بابل (شہر میں) هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ہاروت اور ماروت (علیہما السلام پر) وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ اور وہ دونوں کسی کو نہیں سکھاتے تھے حَتّٰى يَقُوْلَا یہاں تک کہ وہ دونوں کہتے تھے اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ بے شک ہم آزمائش ہیں فَلَا تَكْفُرْ پس تو کفر اختیار نہ کر۔

فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا پس سیکھتے تھے لوگ ان دونوں سے مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ تفریق کرتے تھے اس کے ذریعے بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ مرد اور عورت کے درمیان وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ اور وہ نہیں نقصان پہنچا سکتے جادو کے ذریعے مِنْ اَحَدٍ کسی کو اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ مگر

اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔

وَيَتَعَلَّمُوْنَ اور سیکھتے ہیں مَا يَضُرُّهُمْ وہ چیز جو ان کو نقصان پہنچاتی ہے وَ لَا يَنْفَعُهُمْ اور ان کو نفع نہیں دیتی وَلَقَدْ عَلِمُوْا اور البتہ تحقیق وہ جانتے ہیں لَمَنِ اشْتَرٰهُ البتہ وہ شخص جس نے جادو کو حاصل کیا مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ نہیں ہے اس کے لئے آخرت میں مِنْ خَلَاقٍ کچھ حصہ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اور البتہ بری ہے وہ چیز جس کے بدلے انہوں نے اپنی جانوں کو بیچا ہے لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ کاش کہ وہ جانتے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا اور اگر بے شک وہ لوگ ایمان لے آتے وَاتَّقَوْا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ البتہ بدلا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہتر لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ کاش کہ وہ لوگ جانتے۔

جادو کی شرعی حیثیت :

دنیا میں جتنی چیزیں ہیں ان میں بعض کا تعلق تو اسباب کے ساتھ ہے کہ وہ اسباب کے ذریعے معرضِ وجود میں آتی ہیں۔ مثلاً چھری کے ذریعہ گلا کاٹنے سے آدمی مرجاتا ہے۔ سینے میں گولی لگنے سے آدمی مرجاتا ہے۔ بعض دوائیں مفید ہوتی ہیں کہ ان کے کھانے سے اللہ تعالیٰ شفا دیتا ہے۔ اور زہر کا کھانا موت کا سبب ہے۔ غرضیکہ بہت سی چیزیں ہیں کہ جن کا تعلق اسباب کے ساتھ ہے۔

جادو بھی اسی قسم سے ہے کہ جس کا تعلق اسباب کے ساتھ ہے اور کچھ چیزیں ایسی ہیں جو اسباب سے بالاتر ہوتی ہیں۔ ظاہری طور پر ان کا اسباب کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ صرف رب تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے۔ اور وہ ہو جاتی ہیں۔

معجزہ اور جادو میں فرق :

جیسے معجزہ اور کرامت۔ معجزہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے اور کرامت ولی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتی ہے۔ معجزہ پیغمبر کا ذاتی فعل نہیں ہوتا۔ اور کرامت ولی کا ذاتی فعل نہیں ہوتا۔ اور اگر ذاتی فعل ہو تو جب چاہیں کر لیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

اسی طرح اگر ذاتی فعل ہے تو اس سے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے؟۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جب نبوۃ عطا فرمائی تو ''ید بیضاء'' اور ''عصا مبارک'' والا معجزہ بھی عطا فرمایا۔ اور موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنی لاٹھی پھینک دو۔ موسیٰ علیہ السلام نے جب لاٹھی پھینکی تو وہ سانپ بن گئی۔ رات کا وقت تھا مگر وہاں اللہ تعالیٰ کے نور کی روشنی تھی۔ جب سانپ بن گئی تو موسیٰ علیہ السلام نے کیا، کیا؟..........

وَلّٰی مُدْبِرًا وَّ لَمْ یُعَقِّبْ پیٹھ پھیر کر بھاگے اور پیچھے پلٹ کر نہ دیکھا کہ یہ سانپ ہے اس سے بچنا چاہیے۔ اس سے یہ مسئلہ بھی سمجھ آ گیا کہ موذی چیز سے بچنا ایمان کے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر علیہ السلام سے زیادہ مضبوط ایمان کس کا ہو سکتا ہے؟۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا.......

اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ اے موسیٰ (علیہ السلام) آپ اس کی طرف متوجہ ہوں اور ڈریں نہ، خوف نہ کریں۔ خُذْهَا اس کو پکڑ لیں۔ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى

ہم اس کو پہلی حالت میں بدل دیں گے۔ یہ بھی لاٹھی بن جائے گی اگر موسیٰ علیہ السلام کا اختیاری فعل ہوتا تو ڈر کر بھاگتے کیوں؟۔تو جس طرح معجزہ نبی کا ذاتی فعل نہیں ہوتا اسی طرح کرامت ولی کا ذاتی فعل نہیں ہوتا۔

چنانچہ تیسرے پارے میں آتا ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام بچی تھیں۔ اور حضرت زکریا علیہ السلام کی کفالت میں تھیں۔حضرت زکریا علیہ السلام کے مکان پر چوبارہ تھا اس کو جالیاں لگی ہوئی تھیں۔ بڑا ہوادار تھا۔ یہ اسی چوبارہ میں رہتی تھیں۔حضرت زکریا علیہ السلام جب کہیں تشریف لے جاتے تو تالا لگا کر جاتے تھے وہ اندر کھیلتی رہتی تھیں۔ اور جب واپس آئے............

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ جب بھی حضرت زکریا (علیہ السلام) ان کے پاس واپس آتے تو ان کے پاس بے موسم کے پھل دیکھتے اور پوچھتے اَنّٰـى لَكِ هٰذَا؟ یہ تجھے کہاں سے ملے ہیں؟۔ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللهِ وہ فرماتیں۔یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ یہ ان کی کرامت تھی کیونکہ دروازہ بند ہے، تالا لگا ہوا ہے مگر بھیجنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ ان کا ذاتی فعل نہیں تھا۔تو معجزے اور کرامت کا اسباب کے ساتھ تعلق نہیں ہوتا اور جادو کا اسباب کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔

اس مقام پر شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے جادو کی تیرہ قسمیں بیان فرمائی ہیں۔اور وہ تمام کی تمام ناجائز اور حرام ہیں۔شیطانوں سے مدد لی جاتی ہے جو کہ غیر اللہ سے استعانت ہے وغیرہ، وغیرہ سب حرام ہیں۔ بلکہ اگر کوئی جائز کام دوسروں کو بلا وجہ نقصان پہنچانے کے لئے ہو تو وہ بھی جادو کی قسم ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام پر جادو کا الزام :

یہودیوں اور عیسائیوں کے مولوی اور پیر جادو کرتے تھے اور اس کے ذریعے جب کرتب کرتے، عوام کو کہتے کہ یہ ہماری کرامت ہے۔ عوام بڑے سطحی ذہن کے لوگ ہوتے ہیں۔ عجیب وغریب قسم کی چیزیں دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ واقعی یہ ''پہنچے'' ہوئے ہیں۔ انہوں نے بے حساب عوام کے ذہن بگاڑ دیئے تھے۔

پھر اس جادو کی لڑی حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ ملاتے کہ یہ ان سے نقل ہوتا ہوا چلا آ رہا ہے۔ حالانکہ وہ تو معصوم پیغمبر تھے۔ وہ ایسا برا کام کب کر سکتے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کی تردید فرمائی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے..........

وَاتَّبَعُوْا اور ان لوگوں نے پیروی کی مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ اس چیز کی جو پڑھتے تھے جنات عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ سلیمان (علیہ السلام) کے عہد حکومت میں۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام بادشاہ تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو انسانوں، جنوں، جانوروں اور پرندوں پر بادشاہی کا حق عطا فرمایا تھا اور وہ جانوروں اور پرندوں کی بولیاں بھی جانتے تھے۔ اور اس زمانے میں جنات، انسانوں کو نظر آتے تھے اور جادو کرتے تھے تو یہودیوں کے مولویوں اور پیروں نے اس جادو کی پیروی کی ہے۔ جو جنات پڑھتے تھے اور یہ تو کفر ہے۔

وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ اور نہیں کفر کیا سلیمان (علیہ السلام) نے وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا اور لیکن جنات اور شیاطین نے کفر اختیار کیا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ وہ سکھاتے تھے لوگوں کو جادو۔ اور جادو کفر ہے حضرت سلیمان علیہ السلام نے جادو نہ سیکھا نہ سکھایا۔ یہ چیزیں جنات اور شیاطین سے نقل ہوتی آ رہی ہیں۔

کرامت اور معجزے کا بھی ان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

اور جس آدمی سے کوئی عجیب وغریب چیز ظاہر ہو اس کو ولی نہ سمجھ لینا اور اگر عجیب وغریب چیز کا ظاہر ہونا ولایت کی دلیل ہے تو پھر دجال تو رَئِیسُ الْاَوْلِیَاءْ ہوگا۔ کہ اس جیسی عجیب وغریب حرکتیں کون کر سکتا ہے؟۔ وہ بارش برسنے کا حکم دے گا، بادل اکٹھے ہوں گے اور بارش برسانی شروع کر دیں گے۔ زمین پر پاؤں مارے گا زمین سونا، چاندی اگل دے گی۔ اور چیزوں کو اپنے پیچھے چلنے کا اشارہ کرے گا ساری چیزیں اس کے پیچھے چل پڑیں گی۔

لہٰذا کسی سے عجیب وغریب چیزوں کا ظاہر ہونا اس کے ولی ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ بلکہ دیکھیں گے کہ مومن ہے یا کافر؟۔ اگر مومن ہے تو پھر دیکھیں گے کہ شریعت کا پابند ہے یا نہیں؟ اگر شریعت کا پابند نہیں ہے تو پھر ولی نہیں ہے اگر شریعت کا پابند ہے اور اس کے ہاتھ پر کوئی چیز خلافِ عادت ظاہر ہوئی ہے تو وہ کرامت ہوگی۔

ہاروت وماروت علیہما السلام کا قصہ :

وَ مَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ اور وہ چیز جو اتاری گئی دو فرشتوں پر بابل (شہر میں) هَارُوْتَ وَ مَارُوْتَ ہاروت اور ماروت (علیہما السلام پر)۔ بابل ملک عراق کا ایک بہت بڑا شہر تھا اور اس کی خاصی آبادی تھی۔ بابل شہر میں جادو کا بڑا زور تھا جس طرح آج کل کراچی ٹھگوں سے بھرا پڑا ہے۔ لوگوں سے فراڈ کر کے پیسے بٹورتے ہیں اور لوگ بے وقوف ہیں دیتے ہیں، اور صرف کراچی ہی نہیں اور بہت سی جگہیں ہیں، گکھڑ بھی خالی نہیں ہے۔

یاد رکھنا! جادو کرنا اور کرانا قطعاً جائز نہیں ہے جائز طریقے سے جن میں شرعی قباحت نہ ہو دم اور تعویذات کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ میرے پاس بھی مرد، عورتیں تعویذ لینے کے لئے آتے ہیں۔ تعویذ لینے کے بعد عورتیں فیس پوچھتی ہیں میں کہتا ہوں کہ میں نے کبھی کسی سے کچھ مانگا نہیں ہے۔ اگر کوئی خوشی کے ساتھ کچھ دے جائے تو رد بھی نہیں کرتا۔ بڑی حیران ہوتی ہیں کہ فلاں مولوی صاحب نے تو ہم سے پانچ سو روپیہ مانگا ہے۔ اور فلاں نے تین سو مانگا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ہمارے بزرگوں نے ہمیں یہی سبق دیا ہے۔ الحمدللہ نصف صدی سے زیادہ عرصہ ہوگیا ہے ہم اسی پر عمل کر رہے ہیں۔

بہرحال بابل شہر میں جادو کا بڑا زور تھا یہودیوں کے مولوی اور پیر کرتے تھے اور اس کو اپنی کرامتوں کا نام دیتے تھے کہ یہ ہماری کرامتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جادو اور کرامت میں فرق بتانے کے لئے دو فرشتوں ہاروت اور ماروت علیہما السلام کو نازل فرمایا۔ وہ فرشتے مجمع لگا لیتے تھے اور لوگوں کو کہتے کہ بھائی یہ تمہارے مولوی اور پیر جو کام کر رہے ہیں یہ جادو ہے۔ ان کے قریب نہ جاؤ۔ یہ کرامتیں نہیں ہیں۔ لوگ کہتے کہ تم تو جادو جانتے نہیں ہو لہٰذا تم کس طرح کہتے ہو کہ یہ جادو ہے۔ وہ کہتے کہ رب تعالیٰ نے ہمیں جادو کا علم دیا ہے۔ اور بتا بھی سکتے ہیں مگر وہ کفر ہے۔ اس لئے تم جادو نہ سیکھو اور اگر تم اصرار کرو گے تو ہم تمہیں سکھا بھی دیں گے۔ مگر ہم آزمائش اور امتحان ہیں۔ تمہاری آزمائش کے لئے بھیجے گئے ہیں۔

وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ اور وہ دونوں کسی کو نہیں سکھاتے تھے حَتّٰى يَقُوْلَآ یہاں تک کہ وہ دونوں کہتے تھے اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ بے شک ہم

آزمائش ہیں فَلَا تَكْفُرْ پس تو کفر اختیار نہ کر۔ مگر اس کے باوجود لوگ ان سے سیکھتے تھے اور انہوں نے لوگوں کو کچھ چیزیں بتائیں جو منتقل ہوتی آرہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں......

فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا پس سیکھتے تھے لوگ ان دونوں سے مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ تفریق کرتے تھے اس کے ذریعے مرد اور عورت کے درمیان۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر:

اس آیت کی تفسیر میں امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ''جادو کا یہ اثر ہے کہ بندے کا گدھا اور گدھے کا بندہ بن جائے''۔ اور ان فرشتوں کے متعلق عجیب قسم کی کہانیاں تفسیروں میں موجود ہیں۔ جن کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

مثال کے طور پر ایک کہانی یہ بھی لکھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں انسانی خواہشات رکھیں۔ ان فرشتوں کی نگاہ ایک عورت پر پڑگئی یہ اس کے پیچھے لگ گئے اور اس عورت سے نفسانی خواہش کی تکمیل کے لئے درخواست کی۔ اس عورت نے خواہش کی تکمیل کے لئے یہ شرط لگائی کہ مجھے اسم اعظم سکھادو۔ جسے تم پڑھ کر آسمانوں پر چلے جاتے ہو اور واپس آجاتے ہو۔ فرشتوں نے اس عورت کو اسم اعظم سکھادیا پھر اس عورت نے کہا کہ میرے ساتھ یہ لڑکا ہے اس کو قتل کردو ورنہ یہ راز فاش کردے گا۔

فرشتوں نے ایسا کرنے سے معذرت کی۔ تو عورت نے کہا اچھا یہ شراب پی لو، بڑی لذیذ ہے۔ فرشتوں نے شراب پی لی۔ اور نشے میں آکر انہوں نے لڑکے کو

قتل کر دیا اور زنا کے بھی مرتکب ہوئے۔اور عورت اسم اعظم پڑھ کر اوپر چلی گئی اور زہرہ ستارہ بن گئی۔اور ان کو سزا کے طور پر بابل شہر کے ایک کنویں میں الٹا لٹکا دیا گیا۔ تاکہ یہ سزا بھگتیں۔حاشا وکلا۔قطعاً کوئی ایسی بات نہیں ہے۔یہ یہودیوں کی گھڑی ہوئی کہانیاں اور خرافات ہیں۔وہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے تھے اور آزمائش کے طور پر آئے تھے۔اللہ تعالیٰ نے ان کو لوگوں کا ذہن صاف کرنے کے لئے بھیجا تھا۔

اس کو تم اس طرح سمجھو کہ رشوت خوروں کو پکڑنے کے لئے ''انٹی کرپشن'' والے نوٹوں پر دستخط کر کے دیتے ہیں کہ یہ نوٹ تم رشوت کے طور پر دو جب وہ دے دیتے ہیں تو چھاپہ مار کر پکڑ لیتے ہیں۔تو یہ رشوت جو دی گئی ہے یہ بدکاروں کو پکڑنے کا ذریعہ ہے۔اسی طرح ان کی برائی کو واضح کرنے کے لئے فرشتے بھیجے گئے تھے ایسا نہیں ہے کہ وہ انسان بن گئے تھے اور ان میں انسانی خواہشات پیدا ہو گئی تھیں۔ اور پھر وہ گناہ میں مبتلا ہو گئے۔معاذ اللہ تعالیٰ۔

☆ فرشتوں کی صفت ہے.........

لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ رب تعالیٰ ان کو جو حکم دیتا ہے وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے۔فرمایا.........

وَ مَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اور وہ نہیں نقصان پہنچا سکتے جادو کے ذریعے کسی کو اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ مگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ہو تو جادو بھی کچھ اثر نہیں کر سکتا۔ہر چیز میں مؤثر حقیقی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

دیکھو! آگ کا کام ہے جلانا۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ کے آلاؤ میں ڈالا گیا وہ آپ علیہ السلام کے بدن کا ایک بال بھی نہ جلا سکی۔کیونکہ جلانے کا نہیں بلکہ گل گلزار

ہونے کا حکم تھا۔ ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جانے کا حکم تھا۔ اسی طرح ہوگئی۔

زہر کے اندر اللہ تعالیٰ نے مارنے کا اثر رکھا ہے۔ مگر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے چلو بھر کر پھانک لیا ان کو کچھ بھی نہ ہوا۔ الٹا ان کا نزلہ، زکام ختم ہو گیا۔ اور وہ پہلے سے بھی زیادہ صحت مند ہو گئے۔ حالانکہ وہ اتنی تیز تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ اس میں اثر رکھتے تو ایک ذرّے سے مر جاتے۔ تو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر کوئی کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

وَيَتَعَلَّمُوْنَ اور سیکھتے ہیں مَا يَضُرُّهُمْ وہ چیز جو ان کو نقصان پہنچاتی ہے۔ دوسرے نقصان کے علاوہ جادو سیکھنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ کفر سے بڑا کیا نقصان ہو سکتا ہے؟ وَ لَا يَنْفَعُهُمْ اور ان کو نفع نہیں دیتی۔ چلو مالی طور پر کچھ نفع ہو بھی گیا تو اس کا کیا فائدہ؟ کافر بن کر حاصل کیا۔ فرمایا.........

وَلَقَدْ عَلِمُوْا اور البتہ تحقیق وہ جانتے ہیں لَمَنِ اشْتَرٰهُ البتہ وہ شخص جس نے جادو کو حاصل کیا مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ نہیں ہے اس کے لئے آخرت میں کچھ حصہ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اور البتہ بری ہے وہ چیز جس کے بدلے انہوں نے اپنی جانوں کو بیچا ہے لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ کاش کہ وہ جانتے۔ کہ دنیا کے تھوڑے سے فائدے کے بدلے کافر بن گئے، ایمان ضائع ہو گیا، آخرت برباد ہوگئی۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا اور اگر بے شک وہ لوگ ایمان لے آتے وَاتَّقَوْا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے اور کفر شرک سے بچتے لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ البتہ بدلا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہتر لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ کاش کہ وہ لوگ

جانتے۔ اور آخرت کے نقصان سے بچتے۔

''فال'' نکلوانے کا حکم :

مسئلہ ایک دفعہ پھر سمجھ لیں کہ دوسروں کو تکلیف پہنچانے کے لئے جتنے عمل کئے جاتے ہیں۔ یہ بھی جادو کی ایک قسم ہے۔ ان کو جائز سمجھ کر کرانے والا بھی کافر اور کرنے والا بھی کافر اور اس کے ذریعے جو کمائی ہے وہ بھی حرام ہے۔ اور یہی حکم ہے ''فال'' والوں کا۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس نے فال نکلوائی فَقَدْ كَفَرَ بِمَآ اُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ پس اس نے انکار کر دیا اس کا جو کچھ نازل کیا گیا محمد ﷺ پر۔

اسی طرح شریعت کی رو سے وہ کافر ہو گیا۔ اس کا نکاح ٹوٹ گیا۔ تجدید ایمان اور تجدید نکاح نہ کیا تو اس کے بعد جو بچے پیدا ہوں گے وہ حرامی ہوں گے۔ اور عموماً عورتیں اس میں زیادہ مبتلا ہیں آپ کا فرض ہے کہ ان کی اصلاح کریں۔ اللہ پاک ہمیں احکامِ شرعیہ پر کما حقہ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (امین)۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۰۴﴾ مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۰۵﴾ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ؕ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۰۶﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۰۷﴾ اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْئَلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ

بِالْاِیْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ ﴿۱۰۸﴾

لفظی ترجمہ :

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا تم رَاعِنَا نہ کہو وَقُوْلُوا انْظُرْنَا اور اُنْظُرْنَا کہو وَاسْمَعُوْا اور سنو وَلِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

مَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا نہیں پسند کرتے وہ لوگ جو کافر ہیں مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اہلِ کتاب میں سے وَلَا الْمُشْرِكِیْنَ اور نہ مشرکوں میں سے اَنْ یُّنَزَّلَ عَلَیْكُمْ مِّنْ خَیْرٍ یہ کہ اتاری جائے تم پر کوئی بھلائی مِّنْ رَّبِّكُمْ تمہارے رب کی طرف سے وَاللّٰهُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ یَّشَآءُ اور اللہ تعالیٰ خاص کرتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ جس کو چاہتا ہے وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَةٍ جو منسوخ کرتے ہیں ہم کسی آیت کو اَوْ نُنْسِهَا یا ہم اس کو مٹا دیتے ہیں نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَآ تو ہم اس سے بہتر لے آتے ہیں اَوْ مِثْلِهَا یا اس جیسی اَلَمْ تَعْلَمْ کیا آپ نہیں جانتے؟ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر

قادر ہے۔

24 اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ کیا آپ نہیں جانتے کہ بے شک اللہ تعالیٰ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کے لئے ہی ہے ملک آسمانوں کا اور زمین کا وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اور نہیں ہے تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ کوئی حمایتی اور نہ مددگار۔

اَمْ تُرِيْدُوْنَ کیا تم ارادہ کرتے ہو اَنْ تَسْئَلُوْا رَسُوْلَكُمْ کہ سوال کرو تم اپنے رسول (ﷺ) سے كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ جس طرح سوال کیا گیا موسیٰ علیہ السلام سے اس سے پہلے وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ اور جو شخص تبدیل کرے گا کفر کو بِالْاِيْمَانِ ایمان کے ساتھ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ پس تحقیق وہ سیدھے راستے سے گمراہ ہو گیا۔

ربط :

ان آیات کا ماقبل کے ساتھ ربط واضح ہے کہ یہود و نصاریٰ کی شرارتوں کا ذکر چلا آ رہا ہے۔ ان آیات میں بھی ان کی ایک شرارت کا ذکر ہے۔ کہ وہ آنحضرت ﷺ اور ایمان والوں کو پریشان کرتے رہتے تھے۔ اس طرح کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ہر طرح کے لوگ آتے تھے ان میں شہری بھی ہوتے تھے اور دیہاتی بھی، تعلیم یافتہ بھی اور ان پڑھ بھی، ذہین، غبی اور متوسط ذہن کے لوگ بھی ہوتے تھے۔ اور ہر مجلس میں ہر طرح کے آدمی موجود ہوتے ہیں۔

سب کو اللہ تعالیٰ نے ایک جیسا پیدا نہیں فرمایا۔ کچھ ایسے ہوتے ہیں کہ کلام کے شروع ہوتے ہی سمجھ جاتے ہیں کہ متکلم کیا کہنا چاہتا ہے؟۔ اور بعضے کلام ختم ہونے کے بعد سمجھتے ہیں اور ایسے بھی ہوتے ہیں کہ سارا بیان ختم ہونے کے بعد بھی ان کے پلے کچھ نہیں پڑتا۔

یہودیوں کی لفظی تحریف :

چونکہ آپ ﷺ کی مجلس میں ہر طرح کے آدمی ہوتے تھے۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آنحضرت ﷺ سے درخواست کی اور کہا رَاعِنَا حضرت ہماری رعایت فرمانا۔ کہ بیان ایسے طریقے سے ہو کہ دیہاتی بھی سمجھ لیں اور شہری بھی۔ پڑھے لکھے بھی اور اَن پڑھ بھی، ذہین بھی اور درمیانے ذہن کے بھی۔ لفظ بھی صحیح تھا رَاعِنَا اور مراد بھی صحیح تھی۔

مگر یہودی اس لفظ سے غلط مراد لیتے تھے کہ ان کی لغت میں رَاعِنَا ، رَعُوْنَتْ سے احمق اور جاہل کے معنٰی میں استعمال ہوتا تھا۔ وہ رَاعِنَا بولتے اور آپس میں ہنستے کہ ہم نے محمد ﷺ کو احمق اور جاہل کہا ہے۔ معاذ اللہ تعالیٰ۔ اور اس طرح بھی شرارت کرتے تھے کہ رَاعِنَا کے لفظ کو ذرا کھینچ کر رَاعِیْنَا بولتے تھے یعنی ''ہمارا چرواہا''۔ معاذ اللہ تعالیٰ۔

صحیح الفاظ کی غلط تعبیر :

اسی طرح یہودی جب آپ ﷺ کے پاس آتے تو جلدی سے کہتے اَلسَّامُ علیکُم اس کا معنٰی ہے ''تم پر موت واقع ہو''۔ اور اَلسَّلَامُ عَلَیْکُم کا معنٰی ہے ''تم پر رب تعالیٰ کی طرف سے سلامتی ہو''۔

اس طرح چالاکی سے یہ حرکت بھی کرتے تھے کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ اپنے کمرے میں موجود تھے اور ایک کونے پر پردہ لٹکا ہوا ہوتا تھا جب کوئی آدمی آتا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پردے کے پیچھے چلی جاتیں کیونکہ ایک ہی کمرہ تھا۔ ایک آدمی نے دروازہ کھٹکھٹایا آپ ﷺ نے اس کو اندر آنے کی اجازت دی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پردے کے پیچھے چلی گئیں.........

☆...... اس آدمی نے کہا اَلسَّامُ علیکُم۔

○...... انہوں نے اندر سے کہا عَلَيْكَ السَّامُ وَاللَّعْنَةُ تیرے اوپر موت اور لعنت پڑے۔ خیر اس یہودی نے جو بات کرنی تھی کر کے چلا گیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا عائشہ! تو بڑے غصے میں تھی، کیا بات تھی؟ کہنے لگیں حضرت اَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالَ آپ نے سنا نہیں جو اس نے کہا یعنی اَلسَّامُ عَلَيْكَ آپ ﷺ نے فرمایا اَلَمْ تَسْمَعِیْ مَا قُلْتُ لَهٗ کیا تو نے نہیں سنا جو میں نے اس کو کہا ہے؟۔ یعنی عَلَيْكَ تجھ پر پڑے۔ بس اتنا جواب کافی تھا۔

تو یہ خبیث لفظوں میں ہیرا پھیری کرتے تھے اور رَاعِنَا کے جملہ سے چونکہ توہین کا پہلو نکلتا تھا لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو اس جملے کے استعمال کرنے سے منع فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا تم رَاعِنَا نہ کہو۔ اگرچہ لفظ بھی صحیح ہے اور معنیٰ بھی صحیح ہے اور تمہاری مراد بھی صحیح ہے لیکن یہودی اس سے غلط فائدہ اٹھاتے ہیں اس لئے یہ لفظ استعمال نہ کرو۔

وَقُوْلُوا انْظُرْنَا اور اُنْظُرْنَا کہو۔ کہ حضرت ہماری طرف نظر

شفقت فرماؤ۔اس سے اتنی بات سمجھ آ گئی کہ اگر جملہ صحیح ہو اور اس سے مراد غلط ہو تو اس کا بولنا صحیح نہیں ہے۔لہٰذا اگر کوئی شخص اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اس عقیدے اور نظریئے کے ساتھ پڑھتا ہے کہ آنحضرت ﷺ ''حاضر و ناظر'' ہیں تو ناجائز ہے۔اور اگر کوئی صحیح العقیدہ ہے آپ ﷺ کو ''حاضر و ناظر'' نہیں سمجھتا تو اس کے لئے یہ پڑھنا جائز اور درست ہے۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد :

قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے سوال کیا کہ حضرت اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ کے الفاظ کے ساتھ درود شریف پڑھا جا سکتا ہے یا نہیں؟۔حضرت نے فرمایا کہ یہ درود شریف کے مختصر الفاظ ہیں لیکن پڑھنے والا یہ سمجھے کہ میرے اس درود شریف کو فرشتے آنحضرت ﷺ تک پہنچاتے ہیں۔اور اگر آپ ﷺ کو حاضر و ناظر سمجھ کر پڑھے گا تو کفر ہوگا۔

آج کل اکثریت کے ذہن چونکہ خراب ہیں اور وہ آنحضرت ﷺ کو حاضر و ناظر سمجھ کر اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ پڑھتے ہیں لہٰذا صحیح العقیدہ ہونے کے باوجود ان الفاظ سے گریز کرنا چاہیے۔تاکہ کسی باطل فرقے کی تائید نہ ہو۔اور اس کی دلیل یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم رَاعِنَا نہ کہو بلکہ اُنْظُرْنَا کہو۔صرف اتنا ہی نہیں بلکہ......

وَاسْمَعُوْا اور آنحضرت ﷺ کی بات کو غور سے سنو وَلِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں کو تمہارے ساتھ عداوت ہے وہ کسی خیر اور بھلائی کو تمہارے لئے

پسند نہیں کرتے۔ فرمایا..........

مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا نہیں پسند کرتے وہ لوگ جو کافر ہیں مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اہلِ کتاب میں سے۔ یہودی ہوں یا عیسائی وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اور نہ مشرکوں میں سے اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ یہ کہ اتاری جائے تم پر کوئی بھلائی مِّنْ رَّبِّكُمْ تمہارے رب کی طرف سے۔

نبوۃ کسبی نہیں :

وہ کہتے ہیں کہ ان کو نبوۃ ملی ہے ہمیں کیوں نہیں ملی؟۔ ان کو کتاب ملی ہے ہمیں کیوں نہیں ملی؟۔ فرشتہ ان کے پاس کیوں آتا ہے ہمارے پاس کیوں نہیں آتا؟۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا مختصر جواب دیا۔ فرمایا..........

وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ اور اللہ تعالیٰ خاص کرتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ جس کو چاہتا ہے۔ اپنی مرضی سے نبوۃ کسی کو نہیں مل سکتی۔ وہ حکیم وخبیر اور علیم ہے۔ وہ ہر شئی کو جانتا ہے۔ اور ہر چیز سے باخبر ہے۔ اور اپنی حکمت کے مطابق کام کرتا ہے۔ سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کو پیغمبر بنایا۔ اور آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر اعتبار سے ''خاتم النبیین'' ہیں۔ زمانے کے اعتبار سے، مرتبہ کے اعتبار سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے بڑا کوئی نہیں ہوسکتا۔ اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی پیغمبر بن کر آسکتا ہے۔

قادیانیوں کا عقیدہ باطل اور غلط ہے جیسا کہ مرزا قادیانی کے لڑکے بشیر الدین محمود نے لکھا ہے کہ.......... ''اگر کوئی شخص چاہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درجے کو پہنچ سکتا ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے بھی نکل سکتا ہے'' مَعَاذَ اللّٰهِ تَعَالٰى ، ثُمَّ مَعَاذَ

اللہِ تَعَالٰی، ثُمَّ مَعَاذَ اللہِ تَعَالٰی ۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ نبوۃ ایسی چیز ہے کہ بندہ محنت کر کے اس کو حاصل کرسکتا ہے حالانکہ نبوۃ صرف رب تعالیٰ کا فضل ہے۔ جس کو رب تعالیٰ نے چاہا اس کو عطا فرمائی۔ حضرت محمد ﷺ پر ختم فرمادی۔ آپ ﷺ کے بعد کسی کو نبوت ملنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وَاللہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

مسائل نسخ :

آگے اللہ تعالیٰ نے ''نسخ'' کا مسئلہ بیان فرمایا ہے۔ ''نسخ'' کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک حکم نازل فرمایا پھر کچھ عرصہ کے بعد بندوں کی نسبت سے اس کو ختم کر کے اس کی جگہ دوسرا حکم نازل فرمادیا۔ اس پر یہود و نصاریٰ اور مشرکین اعتراض کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے حکموں میں یہ تبدیلی کیوں آتی ہے؟۔ ایسا تو وہ کرتا ہے جس کو علم نہ ہو۔

''نسخ'' پر دیانند سرسوتی کا اعتراض :

نسخ کے مسئلہ پر ''آریہ سماج'' کے لیڈر ''دیانند سرسوتی'' نے بھی اعتراض کیا ہے۔ یہ بڑا منطقی، منہ پھٹ اور بے حیا قسم کا آدمی تھا۔ اس نے کہا کہ دیکھو جی! تم مسلمان کہتے ہو کہ احکام میں نسخ بھی ہوتا ہے۔ کل رب تعالیٰ کا حکم وہ تھا اور آج یہ ہے تو کیا رب تعالیٰ کو معلوم نہیں ہوتا کہ کل میں نے کیا کرنا ہے اور آج میں نے کیا کرنا ہے؟۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے جوابات :

اس زندیق کے سوالوں کے جوابات بانی دارالعلوم دیوبند، قاسم العلوم و الخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''انتصار الاسلام'' میں چند شقوں میں دیئے ہیں۔

پہلی شق :

①...... ''نسخ'' کے مسئلہ پر حضرت کے جواب کی ایک شق یہ ہے کہ جس طرح انسان کی جسمانی بیماریاں ہیں اسی طرح روحانی بیماریاں بھی ہیں۔ جسمانی بیماریوں کے معالج، ڈاکٹر اور ماہر حکیم مریض کے لئے پہلے ایک نسخہ تجویز کرتے ہیں، پھر کچھ مدت کے بعد بدل دیتے ہیں اس کی بیماری کے حساب سے نسخہ کا بدلنا حکمت کا تقاضا ہے نہ کہ ان کی نالائقی کی دلیل ہے۔

پہلے بیمار کے لئے وہ دوائی مفید تھی اور اب یہ ہے۔ اور جس طرح دوا بدلتے ہیں اسی طرح غذا بھی بدلتے ہیں۔ انتہائی کمزور مریض کو ہلکی پھلکی غذا کھچڑی، دلیہ، شوربا اور یخنی استعمال کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ اور جوں جوں روبصحت ہوتا ہے تو سخت غذا کھانے کی اجازت دے دیتے ہیں۔ اب اگر کوئی حکیم یا ڈاکٹر پر اعتراض کرے کہ یہ بڑا نالائق اور بے وقوف ہے کہ کل ایک نسخہ تجویز کیا۔ آج دوسرا تجویز کر دیا ہے کل کہتا تھا یہ کھاؤ اور آج کہتا ہے یہ کھاؤ۔ تو یہ اعتراض کرنے والا بے وقوف اور نالائق سمجھا جائے گا۔

یہی حال روحانی بیماریوں کا ہے جن کا معالج پروردگار ہے۔ اس حکیم علی الاطلاق نے روحانی بیماریوں کے مطابق احکام میں تبدیلیاں فرمائیں۔ مثلاً پہلے

مسلمان کم تھے اور ظاہر بات ہے کہ جنسی خواہشات ان میں بھی تھیں نسل انسانی چلانے کے لئے۔ لہٰذا اس وقت اللہ تعالیٰ نے مسلمان مرد کا کافر عورت کے ساتھ اور کافر مرد کا مسلمان عورت کے ساتھ نکاح جائز رکھا۔ بعد میں جب اسلام عامۃ الناس میں پھیل گیا اور طرفین سے مسلمان مرد، عورتوں کے رشتے ملنے لگے تو ہجرت کے تیسرے سال اللہ تعالیٰ نے وہ حکم بدل دیا۔ اور کافر و مشرک کے ساتھ رشتہ کرنے سے منع فرما دیا۔ فرمایا..........

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ مشرک عورتوں کے ساتھ نکاح نہیں کر سکتے وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ اور مشرکوں کو اپنی بیٹیاں اور بہنیں بھی نکاح میں نہیں دے سکتے۔ مکہ مکرمہ میں روزے نہیں تھے اور نہ ہی جہاد کرنے کا حکم تھا۔ کیونکہ مکی زندگی بڑی صبر آزما تھی۔ جن کو پہلے ہی کھانا نہیں ملتا اور بھوکے رہ کر گزارہ کرتے تھے۔ اس لئے جو مسلمان ہو جاتا تھا اس کو تو بڑی سختیاں برداشت کرنی پڑتی تھیں۔ گھر والے روٹی تک بند کر دیتے تھے۔ ان کو روزے کا کیا حکم دینا ہے وہ تو پہلے ہی بھوکے ہیں۔

حضرت عبداللہ اور استقامت دین :

حضرت عبداللہ ''ذو البجادین'' ایک نوجوان صحابی تھے اپنے چچا کے گھر پرورش پا رہے تھے جب انہوں نے کلمہ پڑھا تو چچا نے سختی کی تا کہ کلمہ چھوڑ دے۔ جب اس نے کلمہ چھوڑنے سے انکار کیا تو اس کی روٹی بند کر دی۔ اور اس کو تکلیفیں دیں، پھر بھی نہ مانا اور کلمہ چھوڑنے سے انکار کر دیا تو اس کو کہا کہ ہمارے کپڑے اتار دے۔ چنانچہ اس کے کپڑے اتروا لئے قریب ہی ایک گرا ہوا مکان تھا بیچارے ننگ

دھڑنگ اس کے اندر بیٹھ گئے۔

دِن چڑھا تو ایک آدمی بوری لے کر جارہا تھا گھاس لینے کے لئے۔اس کو آواز دی اور کہا اللہ کے بندے اندر نہ آنا کیونکہ میں ننگا ہوں اگر تیرے پاس تَن پوشی کے لئے کوئی چیز ہے تو میری طرف پھینک دے۔اس نے سمجھا کہ پتہ نہیں کوئی جن بھوت بول رہا ہے، ڈر گیا۔تھوڑی دیر بعد جب خوف کم ہوا تو اس نے کہا کہ میرے پاس تو یہ بوری ہے۔فرمایا بوری ہی پھینک دے۔اس نے بوری پھینک دی۔انہوں نے بوری کے اندر سوراخ کر کے پہنی۔جس طرح مُردوں کو کفنی پہناتے ہیں اسی وجہ سے ان کا نام"ذو البجاد" پڑ گیا۔ "ذو البجاد" کا معنٰی "پرانا کمبل" ہے۔

دوسری شق :

②...... احکام بدلنے کو آپ اس طرح بھی سمجھ سکتے ہیں کہ موسم کے ساتھ لباس بدل جاتا ہے۔آپ نے دیکھا ہوگا کہ سردیوں میں آدمی کیسے گرم کپڑے پہنتا ہے اگر وہی کپڑے گرمیوں میں پہنے تو اس کا حشر ہو جائے۔تو جس طرح جسمانی بیماریوں کے لئے دوا بدلتے ہیں موسم کے تغیر سے لباس بدلتے ہیں اسی طرح روحانی علاج بھی بدلتا ہے۔

تیسری شق :

پہلے ایک مسلمان کا دس کے ساتھ مقابلہ کرنا ضروری تھا کیونکہ مسلمان تھوڑے تھے جب مسلمان زیادہ ہو گئے تو فرمایا اب ایک مسلمان دو کافروں کا مقابلہ کرے۔تو مخالفوں نے چونکہ نسخ پر اعتراضات کئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیا۔فرمایا......

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ جو منسوخ کرتے ہیں ہم کسی آیت کو۔مثلاً پہلے کافر

کے ساتھ نکاح جائز تھا پھر منع کر دیا۔ پہلے ایک کا مقابلہ دس کے ساتھ تھا پھر دو کے ساتھ کر دیا پہلے شراب حلال تھی پھر حرام کر دی گئی۔ اسی طرح اور کئی مسائل ہیں..........

اَوْ نُنْسِهَا یا ہم اس کو بھلا دیں یہ بھی نسخ کی ایک قسم ہے۔اللہ تعالیٰ نے ہی حکم ختم کرنا ہے آپ ﷺ نہیں ختم کر سکتے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سَنُقْرِءُكَ فَلَا تَنْسٰى ہم آپ کو پڑھائیں گے پس آپ بھولیں گے نہیں اِلَّا مَا شَاءَ اللهُ مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے۔جس حکم کو اللہ تعالیٰ منسوخ کرنا چاہے وہ آپ کے ذہن سے نکال دیتا ہے۔تو فرمایا کہ ہم کسی حکم کو منسوخ کر دیں یا بھلا دیں......

نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا تو ہم اس سے بہتر لے آتے ہیں۔جیسے دس کے ساتھ مقابلے کی بجائے دو کے ساتھ مقابلے کا حکم بہتر ہے۔

اَوْ مِثْلِهَا ''یا اس جیسی''۔یعنی جو حکم منسوخ ہوا ہے اسی جیسا دوسرا حکم دے دیتے ہیں سولہ سترہ مہینے مسلمان مسجد اقصیٰ کی طرف چہرہ کر کے نماز پڑھتے رہے اور مسجد اقصیٰ کی طرف چہرہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم اس لئے تھا کہ پہلی کتابوں میں آپ ﷺ کی تعریف نبی الثقلین کے لقب کے ساتھ آئی ہے یعنی دو قبلوں والا نبی۔کہ وہ بیت اللہ کی طرف چہرہ کر کے بھی نماز پڑھے گا اور مسجد اقصیٰ کی طرف بھی۔تو پہلے مسجد اقصیٰ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم تھا پھر کعبۃ اللہ کی طرف تو یہ دونوں حکم برابر ہیں۔

④...... ''نسخ'' کے مسئلہ پر اعتراض کا جواب حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس طرح دیتے ہیں کہ ''پنڈت جی! کچھ احکام تشریعی ہیں اور کچھ احکام تکوینی ہیں۔تکوینی کا

مطلب ہے کلمہ کن سے ہوجانے والے کہ جن میں احکام شرع کا تعلق نہیں ہوتا۔مثلاً کسی کو اللہ تعالیٰ بیٹا دیتا ہے یا بیٹی دیتا ہے پھر چند دنوں کے بعد واپس لے لیتا ہے یعنی مار دیتا ہے۔اس پر کوئی اعتراض نہیں کرتا کہ اے پروردگار! جب لینا ہی تھا تو دیا کیوں؟۔

☆...... اسی طرح ایک آدمی کو مالدار بنانے کے بعد غریب بنا دیتا ہے، تندرست کو بیمار کر دیتا ہے۔اس پر کوئی اعتراض نہیں کرتا کہ اے پروردگار! اگر غریب بنانا تھا تو مالدار ہی کیوں بنایا؟۔ بیمار کرنا تھا تو صحت کیوں دی؟۔فرمایا: پنڈت جی! جس طرح اللہ تعالیٰ کے ان احکامات میں تغیر کے تم بھی قائل ہو اور اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کے دانا ہونے پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔اسی طرح اللہ تعالیٰ کے تشریعی احکام میں بھی تبدیلی پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہے اور نہ ہونا چاہیے''۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں............

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کیا آپ نہیں جانتے کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے؟۔جو چاہے، جس طرح چاہے کر سکتا ہے کسی کو امیر بنائے، غریب بنائے، بادشاہ بنائے، گدا بنائے، عزت دے، ذلت دے، سب کچھ کر سکتا ہے۔

امریکہ اور شاہِ ایران :

جو بڑی عمر کے بزرگ حضرات بیٹھے ہیں وہ اس بات کو جانتے ہیں کہ رضا شاہ پہلوی ایران کا بادشاہ تھا اور وہ ایشیا میں امریکہ کے مفادات کا چوکیدار تھا۔امریکہ کے حقوق کی حفاظت اس کے ذمہ تھی۔اور اس نے یہ ذمہ داری پوری طرح نبھائی اور

حفاظت کا حق ادا کیا جس طرح حفاظت کرنی چاہیے تھی مگر کچھ حالات ایسے پیدا ہوئے کہ وہ امریکہ کی ناراضگی کا سبب بن گئے اور وہ اقتدار سے محروم ہوگیا۔ اس کو شہنشاہِ ایران کہا جاتا تھا۔ اس کے دورِ اقتدار میں ایک پاکستانی اخبار نے خبر شائع کی اور لکھا کہ ''شاہِ ایران نے یہ اعلان کیا ہے''۔ اس پر ایران کے سفارت کاروں نے اس اخبار کو نوٹس بھیجا کہ تم نے ہمارے بادشاہ کو شاہِ ایران لکھ کر اس کی توہین کی ہے۔ وہ شاہِ ایران نہیں ہے بلکہ شہنشاہِ ایران ہے۔ یا تو معذرت کرو یا پھر مقدمے کا سامنا کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ خیر! اخبارات نے معذرت کرلی۔

پھر وہ وقت بھی آیا کہ جب جہاز میں بیٹھ کر ایران سے بھاگا تو کوئی ملک اس کے جہاز کو اترنے کی اجازت نہیں دیتا تھا جب وہ اترنے کی اجازت مانگتا تو یہ کہہ کر جواب دے دیتے کہ ہم بین الاقوامی طور پر مجبور ہیں۔ بالآخر مصر نے دِل مضبوط کیا کہ.........

هر چه باد آباد

کہا کہ جو ہوتا ہے ہوجائے تم آجاؤ یہ رب تعالیٰ کے کام ہیں وہ جو چاہے کر سکتا ہے اور یاد رکھنا! ہمارے پاکستان میں دو سفارت خانے انتہائی اپنے ملک کا پرچار کرتے ہیں۔ اور اپنے مسلک کا تحفظ کرتے ہیں ایک ایران کا اور دوسرا امریکہ کا، یہ بہت تیز ہیں۔ پاکستان میں جتنی ان کی چلتی ہے اتنی اور کسی کی نہیں چلتی۔ بات وہاں پر ختم ہوجاتی ہے جہاں امریکہ ختم کردے اور یہ ان کی بات مانتے ہیں کہ یہ مشکل وقت میں ہمارے کام آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کیا آپ نہیں

جانتے کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہے ملک آسمانوں کا اور زمین کا وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ اور نہیں ہے تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حمایتی کہ زبان سے حمایت کرے اور نہ کوئی مددگار ہے کہ رب تعالیٰ کی گرفت سے بچانے کے لئے عملی طور پر میدان میں آئے۔

بے جا سوالات کا مرض :

اَمْ تُرِيْدُوْنَ کیا تم ارادہ کرتے ہو اَنْ تَسْئَلُوْا رَسُوْلَكُمْ کہ سوال کرو تم اپنے رسول (ﷺ) سے كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ جس طرح سوال کیا گیا موسیٰ علیہ السلام سے اس سے پہلے اور کہا کہ لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً ہم ہرگز نہیں ایمان لائیں گے آپ پر یہاں تک کہ ہم دیکھ لیں اللہ تعالیٰ کو سامنے آنکھوں سے۔ اسی طرح کے لایعنی سوالات مشرکین نے بھی کیے تھے کہ لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ ہم ہرگز نہیں ایمان لائیں گے آپ پر یہاں تک کہ آپ ہمارے مطالبے پورے کریں، پھر انہوں نے اپنے مطالبے پیش کیے ان میں سے ایک مطالبہ یہ بھی تھا......

اَنْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا کہ آپ ﷺ رب تعالیٰ کو ہمارے سامنے لا کر کھڑا کریں اور اس کے پیچھے فرشتوں کی لائن لگی ہوئی ہو اور اللہ تعالیٰ کہے کہ یہ میرا پیغمبر ہے اور فرشتے اس کی تائید کریں کہ اللہ تعالیٰ ٹھیک فرما رہے ہیں۔ تو پھر ہم مانیں گے تو فرمایا تم اس طرح لایعنی سوالات کرتے ہو جس طرح کہ موسیٰ علیہ السلام سے کیے گئے تھے۔

وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ اور جو شخص تبدیل کرے گا کفر کو

ایمان کے ساتھ کہ ایمان کے بدلے کفر حاصل کرے گا فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ پس تحقیق وہ سیدھے راستے سے گمراہ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ گمراہی سے بھی اور گمراہ کرنے والوں سے بھی بچائے اور محفوظ رکھے۔ آمین۔

وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ

مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚۖ حَسَدًا مِّنْ

عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ

الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ

بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۰۹﴾

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا

لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۰﴾ وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ

الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ تِلْكَ

اَمَانِيُّهُمْ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ

صٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ بَلٰى ۚ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ

مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۪ وَلَا خَوْفٌ

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ۧ

لفظی ترجمہ :

وَدَّ كَثِيْرٌ پسند کیا بہت سے لوگوں نے مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اہلِ کتاب میں سے لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ اس بات کو کہ وہ لوٹا دیں تمہیں مِّنْ ، بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا تمہارے مومن ہونے کے بعد کفر کی طرف حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ اپنے نفسوں میں حسد کرتے ہوئے مِّنْ ، بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ بعد اس کے کہ ظاہر ہو چکا ہے لَهُمُ الْحَقُّ ان کے لئے حق فَاعْفُوْا پس معاف کر دو وَاصْفَحُوْا اور درگزر کرو حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ یہاں تک کہ لائے اللہ تعالیٰ اپنا حکم اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اور قائم کرو نماز وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ اور زکوٰۃ دیتے رہو وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ اور جو کچھ بھیجو گے تم آگے مِّنْ خَيْرٍ کوئی بھی نیکی تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ پاؤ گے تم اس کو اللہ تعالیٰ کے پاس اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ بے شک اللہ تعالیٰ جو تم عمل کرتے ہو دیکھ رہا ہے۔

وَقَالُوْا اور کہا انہوں نے لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ ہرگز نہیں داخل ہوگا جنت میں اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى مگر وہ جو یہودی ہو یا نصرانی تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ یہ ان کی خواہشات ہیں قُلْ هَاتُوْا

بُرْهَانَكُمْ آپ (ﷺ) فرمادیں لاؤتم اپنی دلیل اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ اگر ہوتم سچے۔

25

بَلٰی کیوں نہیں؟ (داخل ہوگا جنت میں) مَنْ اَسْلَمَ جو مسلمان ہوا (اور جھکادیا) وَجْهَهٗ لِلّٰهِ اپنا چہرہ اللہ تعالیٰ کے سامنے وَهُوَ مُحْسِنٌ اور وہ نیک کام کرنے والا ہو فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ پس اس کے لئے اس کا اجر ہے عِنْدَ رَبِّهٖ اس کے رب کے ہاں وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ اور نہ خوف ہوگا ان پر وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

اہلِ کتاب کے مصداق :

اہلِ کتاب سے مراد وہ لوگ ہیں جو کسی آسمانی کتاب کو مانتے ہیں جیسے یہود توراۃ کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ نصاریٰ انجیل کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں اور صابی زبور کو ماننے کے مدعی ہیں اگرچہ محض ان کا دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ اپنی کتابوں پر چلنے اور عمل کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں کیونکہ اگر اپنی کتابوں پر عمل کریں تو آخری پیغمبر پر ایمان لے آئیں کہ ان کی کتابوں توراۃ، انجیل، زبور میں آپ ﷺ کی آمد کی بشارت موجود ہے۔

اور جس طرح یہود و نصاریٰ اور صابی آسمانی کتابوں کو ماننے کے دعویدار تھے اسی طرح مشرکینِ مکہ دینِ ابراہیمی پر چلنے کے دعویدار تھے۔ اور اپنے آپ کو ابراہیمی کہتے تھے۔ آنحضرت ﷺ کے سر مبارک پر جب تاجِ نبوۃ رکھا گیا اور آپ ﷺ نے ان کو توحید کی دعوت دی تو کہنے لگے ہم تو ابراہیمی ہیں۔ حالانکہ ان ظالموں نے وہ گھر

جس کو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور عبادت کے لئے بنایا تھا اس کی بیرونی دیواروں پر تین سو ساٹھ بت نصب کئے ہوئے تھے۔ جن میں حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل، حضرت عیسیٰ، حضرت مریم علیہم السلام کا بت بھی نصب تھا۔

دیکھو اس وقت کے متولی بڑے رمز شناس تھے ان کو معلوم تھا کہ یہاں یہودی بھی رہتے ہیں، عیسائی بھی رہتے ہیں اور دیگر قومیں بھی آباد ہیں لہٰذا ہر قوم کی نسبت سے الگ الگ بت رکھے ہوئے تھے اور سال کے دن چونکہ تین سو ساٹھ ہیں اس لئے بتوں کی تعداد بھی دنوں کے برابر تھی تاکہ کوئی دِن چڑھاوے سے خالی نہ جائے۔ اور ہمارا کام چلتا رہے۔ تو کیا ابراہیم علیہ السلام بتوں کی پوجا کرتے تھے اور انہوں نے یہ تعلیم دی تھی؟۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام تو موحد تھے اور جو دین انہوں نے پیش کیا تھا وہ توحید والا تھا۔ اور اس کے برعکس تم شرک میں ڈوبے ہوئے ہو۔ اور اپنے آپ کو ابراہیمی کہتے ہو۔ بلکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اسی لئے کرتے تھے کہ یہ ابراہیم علیہ السلام کے دین کا مخالف ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ تھی کہ.........

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین :

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرَاهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (پارہ : ۳)۔ ابراہیم (علیہ السلام) سے قرب رکھنے والے تو وہ لوگ ہیں جو ان کی پیروی کرتے ہیں اور یہ پیغمبر ہے آخر الزمان اور وہ لوگ جو ایمان لائے۔ تو یہ تمام کے تمام مدعی تھے اور اپنے آپ کو ابراہیمی کہتے تھے۔ حالانکہ یہودیوں، عیسائیوں اور مشرکین میں سے کوئی بھی حقیقتاً ابراہیمی نہیں تھا۔ اور اپنی کتابوں کو ماننے

کا بھی محض دعویٰ ہی دعویٰ تھا۔ اور چاہتے یہ تھے کہ یہ مسلمان بھی پھر کافر ہو جائیں جس طرح پہلے کافر تھے۔ اسی کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں..........

وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ پسند کیا بہت سے لوگوں نے اہلِ کتاب میں سے۔ یہ کثیر کا لفظ اس لئے فرمایا کہ یہود و نصاریٰ میں سے کچھ بڑے نیک دِل تھے اور وہ مسلمان ہو چکے تھے جیسے حضرت عبداللہ بن سلام، حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہما یہ پہلے یہودی تھے اور تمیم داری اور مشہور سخی حاتم طائی کے بیٹے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہما یہ پہلے عیسائی تھے اور ان جیسے کچھ اور حضرات۔ لیکن اکثریت دوسری طرف ہی رہی۔ اس لئے فرمایا کہ اہلِ کتاب کی اکثریت چاہتی ہے..........

حسد کی تعریف/ انجام اور بچاؤ کے طریقے :

لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْ ۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا اس بات کو کہ وہ لوٹا دیں تمہیں تمہارے مومن ہونے کے بعد کفر کی طرف۔ یعنی مسلمانوں کے دلوں میں ایسے شبہات پیدا کرتے ہیں اور منصوبے بناتے ہیں کہ وہ ایمان چھوڑ کر کافر ہو جائیں جیسے پہلے کافر تھے۔ اس طرح کیوں کرتے ہیں؟ فرمایا..........

حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ اپنے نفسوں میں حسد کرتے ہوئے۔ کہ یہ فضیلت ان کو کیوں ملی ہے؟۔ مِّنْ ۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ بعد اس کے کہ ظاہر ہو چکا ہے ان کے لئے حق۔ کہ وہ پیغمبر آخر الزمان جنہوں نے آنا تھا یہ وہی ہیں۔ کیونکہ ان کی کتابوں میں آخری پیغمبر کی نشانیاں تحریر تھیں۔ اور تمام کی تمام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود تھیں۔ اور یہ ان ساری باتوں کو سمجھتے اور جانتے تھے مگر ضد کی وجہ سے مانتے نہیں تھے جس کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔

ابو جہل بھی ضد کی وجہ سے ایمان نہیں لایا ورنہ آپ ﷺ کی نبوۃ کی نشانیاں اس پر بھی واضح تھیں۔ تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں یہ موجود ہے کہ آنحضرت ﷺ مسجد حرام میں تشریف فرما تھے۔ اور آپ ﷺ کی مجلس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی موجود تھے۔ ابو جہل آیا اور اس نے کنکریوں کی مٹھی بھری ہوئی تھی کہنے لگا اگر آپ (ﷺ) نبی ہیں تو بتائیں میری مٹھی میں کیا ہے؟۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا چچا جی! اگر مٹھی والی چیز خود بول پڑے تو کیا ہوگا؟۔ چنانچہ مٹھی میں پکڑی ہوئی کنکریوں نے سُبْحَانَ اللّٰہِ پڑھنا شروع کر دیا اور ایک روایت میں ہے کہ لَآاِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھنا شروع کر دیا۔ ابو جہل نے کنکریاں پھینک دیں اور ان سے کہا کہ تم بھی اس کی طرفدار ہوگئی ہو؟۔ اب بتاؤ ایسی ضد کا بھی دنیا میں کوئی علاج ہے؟۔

تو حق یہود ونصاریٰ پر واضح تھا بس ضد تھی اور حسد تھا کہ یہ نعمت ان کو کیوں ملی ہے؟۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں جہاں اور چیزوں سے پناہ مانگنے کا سبق دیا ہے وہاں یہ بھی فرمایا ہے.........

وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ پروردگار! حسد کرنے والے کے حسد سے ہمیں بچا۔ ضد اتنی بری چیز ہے کہ اس سے بچنے کی تلقین اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمائی ہے۔

اور ابو داؤد شریف میں روایت آتی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اِنَّ الْحَسَدَ یَاْکُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَاْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔ حسد کی مختلف شکلیں ہیں

جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

①...... حسد کسے کہتے ہیں؟۔حسد کہتے ہیں کسی کی خوبی اور کمال کو دیکھ کر کُڑھنا کہ یہ خوبی اور کمال اس کو کیوں ملا ہے؟۔ مجھے کیوں نہیں ملا۔مثلاً کسی کو اللہ تعالیٰ نے حسن عطا کیا ہے، علم دیا ہے یا کوئی اور ہنر عطا فرمایا ہے تو حاسد آدمی دل میں کڑھتا ہے کہ یہ اس کو کیوں ملا ہے؟۔حسد کا تعلق زبان سے نہیں بلکہ دِل کے ساتھ ہے اور یہ بڑا گناہ ہے۔ بلکہ یہ ایسا گناہ ہے کہ حسد کرنے والے کی نیکیاں اس کو مل جاتی ہے جس کے ساتھ یہ حسد کر رہا ہے۔اور اس کے گناہ حسد کرنے والے کو مل جاتے ہیں۔

②...... اور حسد کی دوسری شکل یہ ہے کہ دوسرے کی نعمت کی زوال کی تمنا کرے کہ مجھے نہیں ملی نہ سہی اللہ کرے اس کے پاس بھی نہ رہے۔اور یہ بھی یاد رکھنا کہ وسوسے پر کوئی گرفت نہیں ہے۔

وسوسہ اور اس کی تعریف :

وسوسہ کہتے ہیں کسی چیز کا خیال خود بخود دِل میں آجانا بغیر قصد اور ارادے کے اور نہ ہی اس خیال پر راضی ہے اور اگر وسوسہ نماز میں بھی آجائے تو نماز پر کوئی زد نہیں پڑتی۔البتہ اگر نماز میں آجائے تو اس کو فوراً نکالنے کی کوشش کرے اور وسوسہ ایسی چیز ہے کہ اس سے کوئی آدمی بھی خالی نہیں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول مبارک :

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسی شخصیت کا قول بخاری شریف میں موجود ہے، فرمایا............

اِنِّیْ لَاُجَھِّزُ جَیْشِیْ وَاَنَا فِی الصَّلٰوۃِ بسااوقات میں اپنے لشکر کی تیاری میں رہتا ہوں کہ اس لشکر کو اِدھر بھیجوں اور اس لشکر کو اُدھر بھیجوں اور میں نماز میں ہوتا ہوں۔یعنی یہ خیال مجھے نماز میں آتا رہتا ہے۔

حضور ﷺ کو نماز میں سونے کے ٹکڑے کا یاد آنا :

ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے عصر کی نماز پڑھائی اور فوراً حجرۂ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں تشریف لے گئے لوگ اپنی، اپنی جگہ بیٹھے رہے اور حیرانگی سے ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ معلوم ہے آپ ﷺ فوراً کیوں تشریف لے گئے ہیں؟۔ کیونکہ آپ ﷺ کا معمول تھا کہ سلام پھیرنے کے بعد چہرہ مبارک مقتدیوں کی طرف کرکے بیٹھتے اور تسبیحات پڑھتے۔اور فرضوں کے بعد اجتماعی دعا بھی ثابت ہے۔ البتہ سنتوں اور نفلوں کے بعد اجتماعی دعا ثابت نہیں ہے۔نہ تراویح کے بعد ثابت ہے۔ہاں ختمِ قرآن کے وقت سنت ہے کہ سب مل کر دعا کریں۔چونکہ آپ ﷺ کا معمول نہیں تھا اس طرح جلدی سے تشریف لے جانے کا۔اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تعجب ہوا۔یہ حضرات ابھی آپس میں باتیں کررہے تھے کہ آپ ﷺ واپس تشریف لائے اور مصلے پر بیٹھ گئے۔اور فرمایا.........

''تم نے میرے جلدی جانے پر تعجب کیا ہے؟۔فرمایا: تَذَکَّرْتُ وَاَنَا فِی الصَّلٰوۃِ مجھے نماز میں یاد آیا کہ میرے گھر میں ایک سونے کا ٹکڑا پڑا ہے جو غریبوں میں تقسیم کرنا ہے اور وقت تھوڑا رہ گیا ہے،یعنی سورج غروب ہونے والا ہے۔اس لئے میں فوراً گیا اور گھر والوں کو کہا کہ یہ فوراً فلاں،فلاں مسکین کو بھیج دو۔ایسا نہ ہو کہ یہ ٹکڑا رات کو ہمارے گھر پڑا رہے۔اور رب تعالیٰ مجھ سے سوال کریں کہ غریبوں کو ان

کا حق آپ نے بروقت کیوں نہ دیا؟''۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پر باب قائم کیا ہے اَلتَّفَکُّرُ فِی الصَّلٰوۃِ مقصد یہ ہے کہ نماز میں ہر آدمی کو خیال آتا ہے خیال آجانے پر کوئی گرفت نہیں ہے۔ اور اس سے نماز میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔ البتہ قصداً خیال نہ لائے۔ اور کوشش یہی کرے کہ خیال نہ آئے۔ تو فرمایا کہ یہ حسد کرتے ہوئے چاہتے ہیں کہ تمہیں دوبارہ کافر بنادیں۔

فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا پس معاف کردو اور درگزر کرو فَاعْفُوْا کا معنٰی ہے کہ تم ان کو سزا نہ دو اور اِصْفَحُوْا کا معنٰی ہے ان کی ملامت نہ کرو۔ اس لئے کہ انہوں نے وہی کرنا ہے جو ان کے دِل میں ہے۔ عربی کا مشہور مقولہ ہے.........

کُلُّ اِنَاءٍ یَتَرَشَّحُ بِمَا فِیْهِ ہر برتن سے وہی نکلتا ہے جو اس میں ہوتا ہے۔ پانی ہے تو پانی ہی نکلے گا۔ دودھ ہے تو دودھ ہی نکلے گا۔ اسی طرح ان کے دلوں میں تمہارے خلاف بغض اور حسد بھرا ہوا ہے جس کی وجہ سے تمہارے خلاف منصوبے بناتے ہیں۔ تم اپنا وقت ضائع نہ کرو.........

حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِهٖ یہاں تک کہ لائے اللہ تعالیٰ اپنا حکم۔ یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں ان کے خلاف لڑنے کا حکم دے اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ تم ان کی طرف توجہ دینے کی بجائے اہم کاموں کی طرف متوجہ ہو۔

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ اور قائم کرو نماز وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ اور زکوٰۃ دیتے رہو

وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ اور جو کچھ بھیجو گے تم آگے مِّنْ خَیْرٍ کوئی بھی نیکی تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰہِ پاؤ گے تم اس کو اللہ تعالیٰ کے پاس۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ہر نیکی کا اجر عطا فرمائے گا مگر نیکی کی قبولیت کیلئے تین بنیادی شرائط ہیں..........

قبولیت اعمال کی شرائط :

①...... پہلی شرط یہ ہے کہ عقیدہ صحیح ہو کیونکہ ایمان کے بغیر کسی نیکی کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

②...... دوسری شرط یہ ہے کہ نیکی ریاء اور دکھلاوے کے طور پر نہ ہو۔ اگر دکھاوے کے طور پر ہوگی تو بجائے ثواب کے گناہ ہوگا۔ چاہے نماز ہی کیوں نہ ہو؟۔

③...... اور تیسری شرط یہ ہے کہ سنت کے مطابق ہو۔ اگر سنت کے مطابق نہیں ہے تو گناہ ہوگا۔ ثواب نہیں ملے گا۔ چاہے نماز ہی کیوں نہ ہو۔ مثلاً کوئی شخص سورج کے طلوع ہوتے وقت یا غروب کے وقت یا زوال کے وقت نماز پڑھے گا تو اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا ملے گی، جزا نہیں ملے گی۔ حالانکہ اس نے نماز ہی پڑھی ہے۔ کیوں سزا ملے گی؟۔ اس لئے کہ خلافِ سنت پڑھ رہا ہے۔

اسی طرح بخاری شریف میں روایت ہے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا..........

''مَنْ صَامَ یَوْمَ الشَّكِّ فَقَدْ عَصٰى اَبَا الْقَاسِمِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) شک کے دن جس نے روزہ رکھا اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی۔

یعنی رمضان المبارک کا چاند نظر آنے کے متعلق تردد ہے، یقین نہیں ہے کہ چاند نظر آ گیا ہے تو اس دن روزہ رکھنے والا گنہگار ہوگا''۔

رمضان المبارک میں تلاوت کا ثواب :

اور عزیزو! یہ بات بھی سمجھ لو اور ذہن نشین کرلو کہ ہر نیکی کا اجر عام مہینوں میں دس گنا ملتا ہے اور رمضان المبارک کے مہینہ میں ہر نیکی ستر گنا بڑھ جاتی ہے۔ رمضان المبارک کے علاوہ دوسرے مہینوں میں ''سبحان اللہ'' کہو تو دس نیکیاں ملیں گی۔ اسی طرح رمضان کے علاوہ میں الٓمّٓ پڑھنے سے تیس نیکیاں ملتی ہیں کیونکہ ایک حرف کے بدلے دس نیکیاں ہیں، پڑھنے کی بھی اور سننے کی بھی۔ اور رمضان شریف میں الٓمّٓ پڑھنے اور سننے کی دو سو دس نیکیاں ملتی ہیں۔ اندازہ لگاؤ کتنا اجر و ثواب ہے۔

آٹھ تراویح کی بدعت :

پھر کچھ لوگ آٹھ تراویح پڑھ کر چلے جاتے ہیں۔ یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ آٹھ تراویح قطعاً نہیں ہیں۔ تراویح بیس رکعت ہیں۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور سے لے کر آج تک امت کا معمول بیس رکعت تراویح ہی ہے۔ یہ آٹھ پر اصرار کی بدعت چند سالوں سے چلی ہے۔ لہٰذا تم بیس رکعات اہتمام کے ساتھ پڑھو اور نیکی ضائع نہ کرو۔ جو بھی نیکی کروگے اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر پاؤ گے۔

اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ بے شک اللہ تعالیٰ جو تم عمل کرتے ہو دیکھ رہا ہے۔ یہود و نصاریٰ کا ایک اور بے بنیاد دعویٰ سنو.........

جنت میں کون جائے گا؟ :

وَقَالُوْا اور کہا انہوں نے لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ہرگز نہیں داخل ہوگا جنت میں مگر وہ جو یہودی ہو یا نصرانی۔ یہودیوں نے کہا کہ جنت میں صرف یہودی داخل ہوں گے اور نصاریٰ نے کہا کہ جنت میں صرف نصاریٰ داخل ہوں گے اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا.........

تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ یہ ان کی خواہشات ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی بعثت سے پہلے یہودیت سچا مذہب تھا اس دور اور زمانے میں جو یہودی صحیح معنیٰ میں اپنے مذہب پر تھے وہ جنت کے حق دار تھے اسی طرح عیسائیت اپنے دور اور زمانے میں سچا مذہب تھا جو عیسائی صحیح معنیٰ میں اپنے مذہب پر تھے وہ جنت کے حقدار تھے اور جو صابی اپنے دور میں داؤد علیہ السلام کو مانتے تھے اور زبور پر عمل کرتے تھے وہ جنت کے حقدار تھے۔ لیکن حضرت محمد ﷺ کو نبوۃ ملنے کے بعد آپ ﷺ سے پہلے کے جتنے بھی دین تھے سب منسوخ ہو گئے اور قرآنِ کریم کے نزول کے بعد پہلی تمام کتابیں منسوخ ہو گئیں۔

آپ ﷺ کے مبعوث ہونے اور نزولِ قرآن کے بعد نجات صرف آپ ﷺ پر ایمان لانے اور آپ ﷺ کی اتباع کرنے اور قرآنِ کریم پر عمل کرنے میں ہے۔ اب اگر کوئی یہودی یا عیسائی اپنے اصل عقیدہ پر ہی کیوں نہ ہو نجات نہیں ملے گی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا.........

مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ اور جس شخص نے اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کیا پس وہ ہرگز نہیں قبول کیا جائے گا۔اس سے اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ بے شک دین اللہ تعالیٰ کے ہاں مفید صرف اسلام ہے۔اب فائدہ صرف اسلام میں اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ میں ہے۔آگے فرمایا کہ اگر تم اس دعوے میں سچے ہو کہ جنت میں صرف یہودی یا عیسائی ہی جائیں گے تو..........

قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ آپ (ﷺ) فرمادیں لاؤ تم اپنی دلیل اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر ہو تم سچے۔اے یہودیو! تم اس پر دلیل لاؤ کہ صرف یہودی جنت میں جائیں گے اور اے عیسائیو! تم اس پر دلیل لاؤ کہ جنت میں صرف عیسائی ہی جائیں گے فرمایا: تمہارے دعوے سے کیا بنتا ہے؟..............

بَلٰى کیوں نہیں جنت میں جائیں گے؟ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ جو مسلمان ہوا اور اپنا چہرہ اس نے اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکا دیا وَهُوَ مُحْسِنٌ اور وہ نیک کام کرنے والا ہو۔اب جو مسلمان نیکی کرنے والے ہیں وہ جنت میں جائیں گے اور اس میں نہ کسی یہودی کا دخل ہوگا اور نہ کسی عیسائی کا۔

فَلَهٗ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ پس اس کے لئے اس کا اجر ہے اس کے رب کے ہاں وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ اور نہ خوف ہوگا ان پر وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

خوف کہتے ہیں آئندہ کسی چیز کا خطرہ ہونا اور غم گزشتہ کسی شی پر افسوس ہو۔تو یہ

جب جنت میں داخل ہوں گے تو آئندہ بیماری کا، قتل کا، ڈاکے کا، مرنے کا، جنت سے نکلنے کا کوئی خوف نہیں ہوگا۔ اور دنیا میں چونکہ صحیح اعمال کر کے آئے ہیں اس لئے یہ غم نہیں ہوگا کہ کاش! ہم فلاں نیکی کر لیتے۔ الحمدللہ! انہوں نے خوب نیکیاں کیں اور جنت میں داخل ہو گئے۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ ۠ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ ۙ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿١١٣﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ؕ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿١١٤﴾ وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۗ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿١١٥﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۱۱۷﴾

لفظی ترجمہ :

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ اور کہا یہود نے لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَیْءٍ نہیں ہیں نصاریٰ کسی چیز پر وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى اور کہا نصاریٰ نے لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَیْءٍ نہیں ہیں یہودی کسی چیز پر وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ حالانکہ وہ کتاب پڑھتے ہیں۔

كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ اسی طرح کہا ان لوگوں نے لَا يَعْلَمُوْنَ جو علم نہیں رکھتے مِثْلَ قَوْلِهِمْ ان کی بات کی طرح فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ پس اللہ تعالیٰ فیصلہ کرے گا ان کے درمیان يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن فِيْمَا ان چیزوں میں كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ جن میں وہ اختلاف کرتے تھے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ اور اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہو سکتا ہے؟ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ جو روکتا ہے اللہ تعالیٰ کی مسجدوں سے اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ کہ ذکر کیا جائے ان میں اللہ تعالیٰ کے نام کا وَسَعٰى

فِیْ خَرَابِھَا اورکوشش کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے گھروں کو برباد کرنے کی۔

اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ وہ لوگ ہیں نہیں تھا ان کو حق اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ یہ کہ داخل ہوتے (ان مسجدوں میں) اِلَّا خَآئِفِيْنَ مگر خوف کرتے ہوئے لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اوران کے لئے آخرت میں عَذَابٌ عَظِيْمٌ عذاب ہے بڑا۔

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ اوراللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے مشرق اورمغرب فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا پس جس طرف تم چہرہ پھیرو فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ پس اسی طرف اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ وسعت والا سب کچھ جاننے والا ہے۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا اورکہا انہوں نے بنالی اللہ تعالیٰ نے اولاد سُبْحٰنَهٗ پاک ہے اس کی ذات بَلْ لَّهٗ بلکہ اسی کے لئے ہے مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جو کچھ ہے آسمانوں میں اورزمین میں كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ سب اسی کے فرمانبردار ہیں۔

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بغیر نمونے کے پیدا کرنے والا ہے آسمانوں کو اورزمین کو وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا اورجب وہ فیصلہ کرتا ہے کسی معاملے کا فَاِنَّمَا پس پختہ بات ہے يَقُوْلُ لَهٗ کہتا ہے اس کو كُنْ

ہو جا فَیَکُوْنُ پس وہ ہو جاتی ہے۔

ربط :

ان آیات کا پچھلی آیات سے ربط یہ ہے کہ پچھلی آیات میں تھا کہ یہودیوں نے کہا تھا کہ جنت میں صرف یہودی جائیں گے اور نصاریٰ نے کہا تھا کہ جنت میں صرف نصاریٰ جائیں گے اور آج کی آیات میں ان کے ایک دوسرے پر مذہبی طعن کا ذکر ہے کہ انہوں نے ضد میں آ کر ایک دوسرے کے مذہب کو کالعدم قرار دیا۔

جیسا کہ آج کل کے لیڈر ایک دوسرے کو جھوٹا کہتے ہیں۔ ایک جماعت والے دوسروں کو جھوٹا کہتے ہیں اور وہ ان کو جھوٹا کہتے ہیں ہم کہتے ہیں دونوں سچے ہیں۔ اسی طرح انہوں نے ضد میں آ کر ایک دوسرے کے مذہب کو کالعدم قرار دیا۔ حالانکہ اصل کے اعتبار سے یہودیوں کا مذہب بھی سچا تھا اور عیسائیوں کا مذہب بھی سچا تھا۔

یہودیوں کو یہودی کیوں کہا جاتا ہے؟ اور نصاریٰ کو نصاریٰ کیوں کہا جاتا ہے؟ اس کے متعلق پہلے بیان ہو چکا ہے۔ لہٰذا دوہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں..........

یہود و نصاریٰ کی محاذ آرائی :

وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ لَیْسَتِ النَّصٰرٰی عَلٰی شَیْءٍ اور کہا یہود نے نہیں ہیں نصاریٰ کسی چیز پر۔ یعنی ان کا مذہب بالکل جھوٹا ہے۔ اب نصاریٰ کی باری آئی۔ وَّ قَالَتِ النَّصٰرٰی لَیْسَتِ الْیَهُوْدُ عَلٰی شَیْءٍ اور کہا نصاریٰ نے نہیں ہیں یہودی کسی چیز پر۔ یعنی ان کا مذہب بالکل جھوٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے

ہیں............

وَّ هُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ حالانکہ وہ کتاب پڑھتے ہیں۔یعنی توراۃ اور انجیل کی تلاوت کرتے ہیں دونوں آسمانی کتابیں ہیں۔توراۃ بھی سچی کتاب تھی اور انجیل بھی سچی کتاب تھی۔اوراس وقت انہی پر عمل کرنے میں کامیابی تھی۔یہ مذہب اس وقت منسوخ ہوئے جب حضرت محمد رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تشریف لائے۔

اس کی مثال تم اس طرح سمجھو کہ جب چاند اور ستارے جگمگا رہے ہوتے ہیں لوگ ان کی روشنی سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور جب سورج طلوع ہو جائے تو پھر نہ چاند کی ضرورت، نہ ستاروں کی۔پہلے انبیاء کرام علیہم السلام چاند ستاروں کی مانند تھے اور آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سورج کی مانند ہیں۔جب آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تشریف لے آئے ،سورج طلوع ہو گیا تو اب چاند تاروں کی ضرورت نہیں رہی۔تو انہوں نے ایک دوسرے کے مذہب کو ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے جھوٹا کہا، فرمایا............

جاہل مشرکین کا عقیدہ :

كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اسی طرح کہا ان لوگوں نے جو علم نہیں رکھتے مِثْلَ قَوْلِهِمْ ان کی بات کی طرح۔یہ اَن پڑھ علم سے محروم عرب کے مشرک تھے انہوں نے کہا کہ ہم سچے ہیں ہمارے علاوہ سب جھوٹے ہیں۔ حالانکہ وہ سر سے لے کر پاؤں تک شرک میں ڈوبے ہوئے تھے اور اللہ تعالیٰ کا وہ گھر جو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے بنایا تھا اس کی بیرونی دیواروں پر انہوں نے تین سو ساٹھ بت نصب کئے ہوئے تھے۔جن میں حضرت ابراہیم ،حضرت اسماعیل ،حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم علیہم السلام کے بت بھی

شامل تھے۔

بدکار جوڑے کی پوجا :

اور بڑے غضب کی بات یہ تھی کہ ان بتوں میں ''اِساف اور نائلہ'' کے بت بھی شامل تھے۔ ''اساف'' مرد تھا اور ''نائلہ'' عورت تھی۔ ان کے آپس میں برے تعلقات تھے ان کو خواہش پوری کرنے کے لئے اور کوئی جگہ نہ ملی۔ اس زمانے میں لوگ تھوڑے ہوتے تھے رات کو جب لوگ اپنے گھروں میں چلے گئے تو انہوں نے کعبۃ اللہ کے اندر بدکاری کی اللہ تعالیٰ نے ان کو پتھر بنا دیا۔ شکلیں تو وہی رہیں مگر پتھر میں تبدیل ہو گئے۔

لوگوں نے ان کو عبرت کے لئے وہیں کھڑا کر دیا کہ لوگ اس سے سبق حاصل کریں کہ کعبۃ اللہ میں برائی کا یہ انجام ہے۔ مگر کچھ عرصہ گزرنے کے بعد لوگوں نے ان کی پوجا شروع کر دی کہ اب یہ ان کے نزدیک محترم ہو گئے۔ اور مشرکین مکہ کے ہاں سب سے زیادہ محترم مجسمہ ''ہُبل'' کا تھا یہ انہوں نے حضرت ہابیل رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر بنایا ہوا تھا۔ جو حضرت آدم علیہ السلام کے مظلوم شہید بیٹے تھے تو ان ظالموں نے اللہ تعالیٰ کے گھر کو شرک کے ساتھ بھرا ہوا تھا اور اس کے باوجود وہ کہتے تھے کہ ہم سچے ہیں اور باقی سب جھوٹے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ پس اللہ تعالیٰ فیصلہ کرے گا ان کے درمیان يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ان چیزوں میں جن میں وہ اختلاف کرتے تھے۔ یہ فیصلہ عملی طور پر ہوگا کہ سچے جنت میں اور جھوٹے دوزخ میں۔ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔ ورنہ دلائل کے

اعتبار سے فیصلہ ہو چکا ہے کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے؟۔ اور یہ لوگ باطل پر ہونے کے باوجود اس قدر عنادی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو عبادت کرنے سے روکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اور اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہو سکتا ہے جو روکتا ہے اللہ تعالیٰ کی مسجدوں سے؟ اَنْ یُّذْکَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ کہ ذکر کیا جائے ان میں اللہ تعالیٰ کے نام کا وَسَعٰی فِیْ خَرَابِهَا اور کوشش کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے گھروں کو برباد کرنے کی اُولٰٓئِكَ مَا کَانَ لَهُمْ وہ لوگ ہیں نہیں تھا ان کو حق اَنْ یَّدْخُلُوْهَآ یہ کہ داخل ہوتے (ان مسجدوں میں) اِلَّا خَآئِفِیْنَ مگر خوف کرتے ہوئے۔

ان آیات کے مختلف مطالب بیان فرمائے گئے ہیں.........

مسلمانوں کو عمرہ سے روکنا :

①...... ان کا ایک مطلب تو یہ بیان فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ ہجرت کے چھٹے سال ذوالقعدہ کے مہینے میں تقریباً پندرہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ عمرہ کرنے کے لئے روانہ ہوئے اس وقت ابھی حج فرض نہیں ہوا تھا۔ حج ۹ھ میں فرض ہوا ہے۔ آنحضرت ﷺ بمع ساتھیوں کے جب مکہ مکرمہ کے قریب حدیبیہ کے مقام پر پہنچے جس کا آج کل نام شمیسہ ہے اور مکہ مکرمہ کے حدود میں آ گیا ہے۔ تو مشرکین مکہ نے مزاحمت کی اور کہا کہ ہم تمہیں مکہ مکرمہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے باوجود اس کے کہ ان کو یقین تھا کہ یہ حضرات عمرہ کرنے کے لئے آ رہے ہیں۔ لڑنے کے لئے نہیں آئے۔ کئی دنوں تک بحث ہوتی رہی سفیر آتے جاتے رہے۔ مگر

انہوں نے عمرہ نہ کرنے دیا پھر اگلے سال ۷ھ میں آپ ﷺ نے عمرۃ القضاء کیا تو ان مشرکین مکہ سے بڑا ظالم کون ہے کہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی مسجد سے روک دیا چونکہ اوپر مشرکین کا ذکر تھا اس لئے یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے۔

شاہِ روم کا مسجد اقصیٰ پر حملہ اور نمازیوں کا قتل عام :

۲...... اور یہ مطلب بھی بیان کرتے ہیں کہ آنخضرت ﷺ کی ولادت باسعادت سے پہلے روم کا ایک بادشاہ تھا جس کا نام ''طیطس'' بھی لکھتے ہیں اور ''طیطاوس'' بھی لکھتے ہیں عیسائیوں نے اس کے ساتھ مل کر مسجد اقصیٰ پر حملہ کیا اور جتنے یہودی نمازی تھے ان سب کو قتل کر دیا اور مسجد اقصیٰ کے آس پاس کے علاقوں میں بھی اس نے بڑا طوفان کھڑا کیا۔ اور اتنی قتل و غارت کی کہ تاریخ بتاتی ہے کہ گلیوں میں اتنا خون تھا کہ گھوڑوں کے گھٹنے اس میں ڈوبے ہوئے تھے تو اس نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے گھر میں ذکر کرنے سے روکا اور قتل کیا۔ اس سے بڑا کون ظالم ہوسکتا ہے۔ چونکہ اوپر نصاریٰ کا بھی ذکر ہے، لہٰذا یہ مطلب بھی بن سکتا ہے۔

بہر حال اللہ تعالیٰ کے گھر سے روکنے والے سے بڑا ظالم کون ہوسکتا ہے؟ کہ اللہ تعالیٰ کے گھروں میں اللہ تعالیٰ کا نام لینے سے روکے۔ حالانکہ روکنے کی بجائے ان کو تو چاہیے تھا کہ اللہ تعالیٰ کے گھر میں ڈرتے ہوئے اور خوف کھاتے ہوئے داخل ہوتے۔ الٹا یہ روکتے ہیں۔

لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے وَّ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ اور ان کے لئے آخرت میں عذاب ہے بڑا۔

مسجد میں بلند آواز سے ذکر کرنا :

یہاں ایک بات سمجھ لیں کہ بعض اہلِ بدعت نے یُذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ کا مطلب یہ سمجھا ہے کہ مسجدوں میں بلند آواز سے ذکر کیا جائے۔ لہٰذا اس سے روکنے والے ظالم ہیں۔ بھائی! آیت کریمہ میں تو صرف ذکر اللہ کا بیان ہے، یہ بلند آواز سے ذکر کرنا کس لفظ کا ترجمہ ہے۔

ایک ہے نفس ذکر اور ایک ہے شور ڈالنا۔ دونوں چیزوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ نفسِ ذکر میں تو کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اور بلند آواز سے ذکر کرنا کہ جس سے نمازی کو یا تلاوت کرنے والے کو یا سوئے ہوئے کو تکلیف پہنچے۔ یا قرآن کریم کی تلاوت کرنے میں خلل واقع ہو تو حرام ہے۔ مسجدوں میں بلند آواز سے ذکر کرنے کے متعلق فقہاء کرام رحمہم اللہ نے تصریح فرمائی ہے........

رَفْعُ الصَّوْتِ فِی الْمَسَاجِدِ وَلَوْ بِالذِّکْرِ حَرَامٌ مسجدوں میں آواز بلند کرنا اگرچہ ذکر کے لئے ہو حرام ہے۔ گیارہویں صدی کے مجدد ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقات شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں رَفْعُ الصَّوْتِ فِی الْمَسَاجِدِ وَلَوْ بِالذِّکْرِ حَرَامٌ مسجد میں بلند آواز سے ذکر کرنا حرام ہے۔ نفس ذکر سے کوئی نہیں منع کرتا۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہر وقت اس طرح کرو کہ دیکھنے والے کہیں دیوانہ ہو گیا ہے۔ بات تو ہے بلند آواز سے ذکر کرنے کے بارے میں۔ چنانچہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں کہ مسجد میں اگر ایک بھی نمازی ہو تو بلند آواز سے قرآن کریم پڑھنا لَایَجُوْزُ جائز نہیں ہے۔ اور مسجد میں شور ڈالنا مسجد کے آداب کے بھی خلاف ہے۔ مسجد کے ادب کو ملحوظ رکھنا بھی ضروری ہے۔

مسجد کے چند آداب :

ایک موقع پر آنحضرت ﷺ تشریف فرما تھے ایک شخص آیا اس نے نماز پڑھنے کے بعد ان الفاظ کے ساتھ دعا کی اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ وَ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَا تَرْحَمْ مَعَنَا اَحَدًا اے اللہ! مجھ پر رحمت نازل کر اور محمد ﷺ پر اور کسی پر نازل نہ کرنا۔ آپ ﷺ نے اس کو بلایا اور فرمایا لَقَدْ تَحَجَّرْتَ وَاسِعًا تو نے اللہ تعالیٰ کی رحمت کو تنگ کر دیا ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت تو وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ ہر شئی پر وسیع ہے۔

یہ باتیں کر رہے تھے کہ اس نے مسجد میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنا شروع کر دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسے روکنے کے لئے دوڑے تو آپ ﷺ نے منع فرما دیا کہ اس کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ یا اس لئے منع فرمایا کہ تم روکو گے وہ دوڑے گا گندگی پھیلے گی ساری مسجد پلید ہو گی جب وہ فارغ ہو گیا تو آنحضرت ﷺ نے اسے بلا کر فرمایا کہ یہ نماز کے لئے ہیں۔ قرآن پاک کی تلاوت کیلئے ہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے ہیں۔ اس کارروائی کے لئے نہیں ہیں جو تو نے کی ہے۔ تو مسجد کا ادب و احترام بڑی چیز ہے۔

①...... مصنف عبدالرزاق میں حدیث آتی ہے جَنِّبُوْا مَسَاجِدَکُمْ مَجَانِیْنَکُمْ مسجدوں میں پاگلوں کو نہ داخل ہونے دو کیونکہ وہ پیشاب کر دیں، تھوک دیں گے اور کوئی ایسی حرکت کر دیں گے جو خلاف ادب ہو گی۔ اسی طرح صِبْیَانَکُمْ کے الفاظ بھی آئے ہیں۔ کہ چھوٹے بچے جن کو تمیز نہیں ہے ان کو بھی مسجد میں نہ آنے دو کوئی ایسی حرکت نہ کر دیں جس سے مسجد کی بے حرمتی ہو۔ اسی لئے

مسجد میں دوڑنا حرام ہے۔ یہاں تک کہ اگر امام رکوع میں چلا گیا ہے اور کوئی شخص جماعت میں شامل ہونا چاہتا ہے تو حدیث پاک میں آتا ہے کہ......

۲...... لَاتَاْتُوْهَا وَاَنْتُمْ تَسْعَوْنَ دوڑ کر تم نماز میں شریک نہ ہو عَلَيْكُمْ بِالسَّكِيْنَةِ آہستہ چل کر آؤ فَمَا اَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَكُمْ فَاقْضُوْا جو رکعتیں امام کے ساتھ مل جائیں وہ پڑھ لو اور جو تم سے رہ گئی ہیں ان کو بعد میں پڑھ لو کیونکہ تیز دوڑنے سے مسجد کی بے حرمتی ہوگی اور یہ بڑا گناہ ہے۔

قبلہ کی تبدیلی :

پہلے آپ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ کی تفسیر میں پڑھ چکے ہیں کہ کچھ احکام منسوخ بھی ہیں، انہی احکام میں سے تحویل قبلہ کا مسئلہ بھی ہے۔ آنحضرت ﷺ جب مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے تقریباً سولہ سترہ مہینے مسجد اقصیٰ کی طرف چہرہ کر کے نمازیں پڑھیں۔ مسجد نبوی سے تقریباً ایک میل دور قبیلہ بنوسلمہ جو مشہور قبیلہ تھا کی مسجد میں آپ ﷺ ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے جس کو آج کل مسجد قبلتین کہا جاتا ہے۔ عین نماز کی حالت میں تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا دو رکعتیں آپ ﷺ پڑھا چکے تھے دوسری دو رکعتیں آپ ﷺ نے کعبۃ اللہ کی طرف چہرہ مبارک کر کے پڑھائیں۔ یہودیوں کو اعتراض کا موقع مل گیا کہنے لگے اس کا بھی کوئی اعتبار ہے جس کا قبلہ بدلتا رہتا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا......

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے مشرق اور مغرب۔ ہم تو رب تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں۔ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا پس جس طرف تم چہرہ پھیرو فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ پس اسی طرف اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اِنَّ اللّٰهَ

وَاسِعٌ عَلِيْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ وسعت والا سب کچھ جاننے والا ہے۔ پہلے تین فرقوں کا ذکر ہوا ہے یہود، نصاریٰ اور مشرکین کا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں......

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا اور کہا انہوں نے بنالی اللہ تعالیٰ نے اولاد۔ وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرُ نِ ابْنُ اللّٰهِ اور کہا یہود نے عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ وَقَالَتِ النَّصٰرٰی مَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ اور عیسائیوں نے کہا عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور مشرکوں نے کہا وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنَاتِ اور بنائی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں......

سُبْحٰنَهٗ پاک ہے اس کی ذات۔ بیٹوں سے اور بیٹیوں سے بیوی سے ماں سے اور ہر اس چیز سے جو اس کی شان کے لائق نہیں ہے بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بلکہ اسی کے لئے ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ سب اسی کے فرمانبردار ہیں۔ فرشتے بھی، حضرت عزیر، حضرت عیسیٰ علیہم السلام بھی۔ اور اس کی صفت ہے......

"بدعت" اور "ایجاد" کا فرق :

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بغیر نمونے کے پیدا کرنے والا ہے آسمانوں کو اور زمین کو۔ بدعت کا لفظ بھی اسی باب سے ہے۔ بدعت کا معنٰی ہے "نوایجاد" اگر یہ دین میں ہو یعنی من گھڑت چیز کو دین سمجھا جائے تو اس کا بڑا گناہ ہے۔

بخاری شریف کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ اَحْدَثَ فِيْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ کہ جس نے دین میں کوئی نئی چیز بنائی تو وہ مردود ہوگی۔ اس کا بڑا گناہ ہے۔ باقی رہا دنیاوی طور پر کسی چیز کا نوایجاد ہونا تو وہ شرعی

بدعت نہیں ہے۔ وہ لغوی طور پر بدعت ہوگی۔ بعض جاہل قسم کے لوگ کہتے ہیں کہ دیکھوجی تم ہمیں بدعتی کہتے ہو؟ کیا تمہاری مسجدوں میں پنکھے نہیں لگے ہوئے۔ تم لاؤڈ سپیکر پر تقریر نہیں کرتے تم نے گھڑیاں نہیں پہن رکھیں۔ ٹونٹیوں سے وضو نہیں کرتے۔ تم گاڑیوں اور جہازوں پر سوار نہیں ہوتے۔ یہ تمام چیزیں ''نوایجاد'' اور ''بدعت'' نہیں ہیں؟ یہ جاہلانہ اعتراض ہے۔ اس لئے کہ ان چیزوں کو دین کوئی بھی نہیں سمجھتا شرعی بدعت وہ ہے جس کو دین سمجھ کر کیا جائے۔ کیونکہ لفظ ہیں مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ جس نے کوئی نئی چیز گھڑی ہمارے اس دین کے معاملے میں یعنی اس کو دین سمجھا جائے اور اسے ثواب کی امید پر کیا جائے ان چیزوں کو کوئی بھی دین سمجھ کر استعمال نہیں کرتا۔ بلکہ یہ چیزیں وقتی ضرورت ہیں ہاں اگر کوئی شخص دین سمجھ کر گھڑی پہنتا ہے یا دین سمجھ کر عینک پہنتا ہے تو یہ بدعت ہوگی۔ بدعت لغوی اور بدعت شرعی کا فرق اچھی طرح سمجھ لو۔

اور یاد رکھنا! ایک شرعی بدعت کا گناہ سو کبیرہ گناہوں سے زیادہ ہے اس کو تم اس طرح سمجھو کہ مسجد کے محراب میں سو بوتلیں شراب پینے کا اتنا گناہ نہیں جتنا دین میں ایک بدعت کا گناہ ہے۔ اس لئے کہ گناہ کبیرہ سے دین کا نقشہ نہیں بدلتا اس کو کرنے والا گناہ ہی سمجھتا ہے۔ اور بدعت سے دین کا نقشہ بدل جاتا ہے اور نقشوں پر حکومتوں کی لڑائیاں ہوتی ہیں کہ یہ حصہ میرا ہے اور یہ حصہ تیرا ہے۔ بدعت کو لوگ معمولی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ شرک کے بعد بدعت بہت بری چیز ہے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَدْ حَجَبَ التَّوْبَۃَ عَلٰی کُلِّ صَاحِبِ بِدْعَۃٍ بدعتی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے توبہ کی توفیق نصیب نہیں ہوتی۔

بدعت سے دل سیاہ ہوجاتا ہے۔ لہٰذا بدعت سے بچو۔ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ.........

وَاِذَا قَضٰٓی اَمْرًا اور جب وہ فیصلہ کرتا ہے کسی معاملے کا فَاِنَّمَا پس پختہ بات ہے یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ کہتا ہے اس کو ہوجا فَيَكُوْنُ پس وہ ہوجاتی ہے۔ وہ کسی چیز کے بنانے میں بیٹی بیٹے کا محتاج نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس کو ساز و سامان کی ضرورت ہے۔ کلمہ کن سے اس کے ارادے کے مطابق چیز ہوجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ صحیح عقیدہ سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور گندے عقیدوں سے محفوظ رکھے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْ لَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ
اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ
قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ؕ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ
ؕ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿١١٨﴾ اِنَّآ
اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّ لَا
تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ﴿١١٩﴾ وَلَنْ تَرْضٰى
عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ
مِلَّتَهُمْ ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَلَئِنِ
اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَآءَكَ مِنَ
الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ ﴿١٢٠﴾
اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ
اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ
هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿١٢١﴾ ع

لفظی ترجمہ :

وَقَالَ الَّذِيْنَ اور کہا ان لوگوں نے لَا يَعْلَمُوْنَ جو نہیں جانتے لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ کیوں نہیں کلام کرتا اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ یا کیوں نہیں آئی ہمارے پاس کوئی نشانی كَذٰلِكَ قَالَ اسی طرح کہا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ان کی بات کی طرح۔

تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ان کے دل ایک دوسرے کے مشابہ ہیں قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ تحقیق ہم نے بیان کردیں نشانیاں لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ اس قوم کے لئے جو یقین رکھتی ہے اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بے شک بھیجا ہم نے آپ کو حق کے ساتھ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا۔

وَّ لَا تُسْئَلُ اور آپ سے سوال نہیں کیا جائے گا عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہونے والوں کے بارے میں وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ اور ہرگز راضی نہیں ہوں گے آپ سے الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى یہودی اور نہ عیسائی حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ یہاں تک کہ آپ پیروی کریں ان کی ملت کی۔

قُلْ اِنَّ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیں بے شک هُدَى اللّٰهِ هُوَ

الْهُدٰى اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہی ہدایت ہے وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ اور البتہ اگر آپ (ﷺ) نے پیروی کی ان کی خواہشات کی بَعْدَ الَّذِىْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ بعد اس کے کہ آچکا آپ کے پاس علم مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ نہیں ہوگا آپ کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ کوئی حمایتی اور نہ کوئی مددگار۔

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وہ لوگ جن کو دی ہم نے کتاب يَتْلُوْنَهٗ وہ اس کی تلاوت کرتے ہیں حَقَّ تِلَاوَتِهٖ جیسا کہ اس کی تلاوت کرنے کا حق ہے اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وہی لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ اور جو لوگ اس کا انکار کرتے ہیں فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ پس وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔

ربط :

ان آیات کا پچھلی آیات کے ساتھ ربط یہ ہے کہ پہلی آیات میں بھی آپ ﷺ پر یہود و نصاریٰ اور مشرکین کے بے جا اعتراضات کا ذکر تھا اور ان آیات میں بھی بے جا اعتراض کا ذکر ہے۔

کفار کا بے جا مطالبہ :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق رافع نامی یہودی آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اگر آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو اللہ تعالیٰ سے کہیں کہ وہ ہمارے ساتھ کلام کرے اور ہمیں کہے کہ میں نے محمد رسول اللہ ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا

ہے۔ یا کوئی کھلی نشانی ظاہر کرے جو آپ کی نبوۃ پر دلالت کرے تا کہ ہمیں معلوم ہو جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے گئے ہیں۔

اور بعض روایات میں آتا ہے کہ عیسائیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ کلام کرکے یا کوئی نشانی ظاہر کرکے بتائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اور علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ بات عرب کے بعض لوگوں نے کی تھی۔ بہرحال ان میں سے کسی نے بھی کی ہو اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو بے علم اور جاہل قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اور کہا ان لوگوں نے جو نہیں جانتے۔ جن کو اللہ تعالیٰ کی پہچان نہیں اور رسالت کی حقیقت کا علم نہیں رکھتے اور بصیرت سے محروم کر دیئے گئے ہیں، کیا کہا؟.........

لَوْ لَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ کیوں نہیں کلام کرتا اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ؟ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ یا کیوں نہیں آئی ہمارے پاس کوئی نشانی؟۔ جس کے بعد ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت میں کوئی شک وشبہ نہ رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوۃ ہم پر واضح ہو جائے یہ ان کا مطالبہ انتہائی لاعلمی اور جہالت کی دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا مخلوق کے ساتھ ہم کلام ہو کر کہنا کہ یہ میرا پیغمبر ہے۔ اس پر ایمان لاؤ۔ یہ اس کی حکمت کے خلاف ہے۔

کیونکہ اس طرح پیغمبر کی ذات میں اللہ تعالیٰ نے جو صفات اور کمالات رکھے ہیں ان کا لحاظ ختم ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو یہ چاہتے ہیں کہ میں نے جو خوبیاں اور کمال پیغمبر کی ذات میں رکھے ہیں ان کو دیکھو اور پیغمبر کی تعلیمات کو سامنے رکھ کر اس پر

ایمان لاؤ۔اور اس کی اتباع کرو۔اور اگر اللہ تعالیٰ خود آواز دے کر کہہ دیں تو یہ ساری ختم ہوجاتی ہیں۔ اَوْ تَاْتِیْنَآ اٰیَةٌ اور انہوں نے یہ بھی کہا ''یا کیوں نہیں آتی ہمارے پاس کوئی نشانی؟''۔

آیت کا ایک معنیٰ حسی ہے اور ایک معنیٰ معنوی ہے۔آیت کا حسی معنیٰ معجزہ ہے کہ خرق عادت کے طور پر اطلاق قرآن کریم یا دیگر آسمانی کتابوں پر ہوتا ہے۔اگر حسی معنیٰ کے لحاظ سے آیت کا مطلب لیا جائے تو یہ مفہوم ہوگا کہ ہمارے سامنے ہماری مرضی کے مطابق کوئی معجزہ ظاہر کیوں نہیں کرتے؟۔ جیسا کہ پندرہویں پارے میں آئے گا کہ مشرکین نے کہا تھا.........

لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ہم آپ (ﷺ) پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ آپ (ﷺ) ہمارے لئے زمین سے چشمے جاری کریں۔ یا آپ (ﷺ) کے لئے سونے کا محل ہونا چاہیے۔ یا آپ (ﷺ) ہمارے سامنے آسمانوں پر چڑھ جائیں اور وہاں سے ایسی کتاب لے کر آئیں نَقْرَؤُهٗ جس کو ہم پڑھیں۔اس قسم کے لایعنی سوالات اور مطالبات کرتے تھے ورنہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی صداقت کو ظاہر کرنے کیلئے بیشمار معجزات ان کے ہاتھ مبارک پر ظاہر فرمائے اور اگر آیت کا مطلب معنوی لحاظ سے لیا جائے تو پھر مفہوم یہ ہوگا کہ آپ (ﷺ) پر کتاب نازل ہوسکتی ہے۔تو ہم پر آیت یعنی کتاب نازل کیوں نہیں ہوتی؟۔ اور ایسا کہنا بھی انتہائی جہالت ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی آیات کے نزول کے لئے اپنے بندوں میں سے نبیوں او رسولوں کا انتخاب خود کرتا ہے کہ کون اس کے لائق ہے.........

اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ (پارہ : ۸) اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کس موقع پر وہ اپنے پیغام کو رکھتا ہے۔ یعنی اس کو معلوم ہے کہ اس نے کس کو اپنی جانب سے رسول بنا کر بھیجنا ہے اگر ہر ایک پر اللہ تعالیٰ آیات نازل کرے تو نبوۃ اور رسالت کا مقصد ہی باقی نہیں رہتا۔ لہٰذا ایسا مطالبہ کرنے والے بالکل بے علم اور جاہل ہیں۔ چونکہ اس قسم کے لایعنی سوالات سے آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کو پریشانی ہوتی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے مطمئن فرمایا اور کہا کہ یہ معاملہ صرف آپ سے نہیں ہو رہا بلکہ ایسی جاہلانہ باتیں پہلے لوگوں نے بھی کی ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے..........

کفار کی باہمی مشابہت :

كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ اسی طرح کہا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے ان کی بات کی طرح۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے بعض لوگوں نے کہا تھا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً ہم آپ پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کو سامنے دیکھ لیں، فرمایا......

تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ان کے دل ایک دوسرے کے مشابہ ہو گئے ہیں۔ جس طرح ان کے دلوں میں پیغمبر خدا اور حق کے خلاف جذبات اور شیطانی وسوسے تھے اسی طرح ان کی بھی وہی حالت ہے، فرمایا..........

قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ تحقیق ہم نے بیان کر دیں نشانیاں اس قوم کے لئے جو یقین رکھتی ہے۔ نشانیاں تو سب کے لئے ہیں مگر ان سے سبق

وہی حاصل کرتے ہیں جو یقین کرنے والے ہیں یہ اسی طرح ہے جس طرح قرآنِ کریم کے متعلق فرمایا کہ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ہدایت ہے پرہیزگاروں کے لئے قرآن پاک ہدایت تو سب کے لئے ہے مگر اس سے فائدہ متقین نے اٹھایا، فرمایا......

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بے شک بھیجا ہم نے آپ کو حق کے ساتھ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا۔ جو ایمان لائیں اور عمل اچھے کریں ان کو اللہ تعالیٰ کی رضا اور جنت کی خوشخبری سنا دے اور نافرمانوں اور فاسقوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب اور جہنم سے ڈرا دے۔

ہدایت دینا صرف خدا کا کام ہے :

وَّ لَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ اور آپ سے سوال نہیں کیا جائے گا بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہونے والوں کے بارے میں کہ یہ جہنم میں کیوں گئے ہیں؟۔ یہ سوال تو تب ہوتا کہ آپ ﷺ نے تبلیغ نہ کی ہوتی اور اللہ تعالیٰ کے احکام ان تک نہ پہنچائے ہوتے۔ آپ ﷺ نے تو اپنی ذمہ داری پوری کر دی اور آپ ﷺ کے ذمہ اتنا ہی تھا۔ ہدایت دینا آپ ﷺ کے اختیار میں نہیں تھا۔ اب اللہ تعالیٰ خود ان سے نمٹ لے گا کہ میں نے تمہاری طرف پیغمبر بھیجا تھا جس نے تمہیں میرا پیغام دیا تھا؟۔ میرا پیغام سن کر تم نے کیا جواب دیا تھا؟۔ پیغمبر علیہ السلام حق تبلیغ ادا کر کے اپنے عہدہ سے بری ہو گئے۔ ہدایت دینا ان کے اختیار میں نہیں ہے۔ اگر ہدایت دینا نبی کے اختیار میں ہوتا تو حضرت آدم علیہ السلام اپنے بیٹے قابیل کو اور حضرت نوح علیہ السلام اپنے بیٹے کنعان کو اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ آذر کو ہدایت سے

نوازتے اور آنحضرت ﷺ طبعی محبت کے باوجود اپنے چچا ابو طالب کو گمراہی میں نہ رہنے دیتے بلکہ اس کو ایمان کی دولت سے مالا مال کردیتے ،فرمایا......

یہود و نصاریٰ کی پیروی :

وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى اور ہرگز راضی نہیں ہوں گے آپ سے یہودی اور نہ عیسائی حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ یہاں تک کہ آپ پیروی کریں ان کی ملت کی ۔ یعنی یہود و نصاریٰ جو آپ ﷺ سے معجزات کا تقاضا کرتے ہیں ۔اس سے ان کی نیت یہ نہیں ہے کہ وہ معجزات دیکھ کر ایمان لے آئیں گے بلکہ وہ صرف آپ ﷺ کو پریشان کرنے کے لئے ایسا کرتے ہیں وہ آپ پر کسی صورت میں بھی راضی نہیں ہوں گے مگر یہ کہ آپ ﷺ ان کے دین کی پیروی کریں ۔

قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى آپ (ﷺ) کہہ دیں بے شک اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہی ہدایت ہے وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ اور البتہ اگر آپ (ﷺ) نے پیروی کی ان کی خواہشات کی بعد اس کے کہ آچکا آپ کے پاس علم مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ نہیں ہوگا آپ کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حمایتی اور نہ کوئی مددگار ۔

دیکھو! وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ ''اور اگر آپ نے اتباع کی'' اس میں خطاب تو آنحضرت ﷺ کو کیا گیا ہے مگر سمجھانا امت کو مقصود ہے ۔کیونکہ پیغمبر کے متعلق تو تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ وہ گمراہ لوگوں کی پیروی کرے گا البتہ امت کے افراد سے اس کا امکان اور خوف ہے ۔اس لئے امت کو سمجھایا گیا ہے کہ اگر تم علم ہو جانے کے بعد یہود و نصاریٰ کی خواہشات پر چلو گے تو اللہ تعالیٰ کی گرفت ہوگی اور تمہارا حمایتی اور مدد

گار بھی کوئی نہیں ہوگا۔

یہود ونصاریٰ کی نقالی پر آنحضرت ﷺ کا فرمان مبارک :

اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ''ایک وقت آئے گا کہ تم یہود ونصاریٰ کے نقش قدم پر چلو گے حتی کہ وہ اگر کسی سوراخ میں گھسیں گے تو تم بھی اس سوراخ میں گھسنے کی کوشش کرو گے''۔ آج کے معاشرے پر نظر کی جائے تو آنحضرت ﷺ کا فرمان دکھائی دے رہا ہے۔ یہود ونصاریٰ جو فیشن ایجاد کرتے ہیں مسلمان اس کی نقالی کو فخر سمجھتے ہیں۔ اور تہذیب جدید کا نام دے کر اس کو اپناتے ہیں۔ حالانکہ ان کا مقصود مسلمانوں کو اپنی تہذیب اور اخلاق سے دور کرنا ہے۔ لہٰذا ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرو اور اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچ جاؤ۔ فرمایا.........

تلاوت کلام پاک کے آداب :

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَتْلُوْنَہٗ حَقَّ تِلَاوَتِہٖ وہ لوگ جن کو دی ہم نے کتاب وہ اس کی تلاوت کرتے ہیں جیسا کہ اس کی تلاوت کرنے کا حق ہے۔ تلاوت کا حق یہ ہے کہ اس کے احکامات کو تسلیم کیا جائے اور ان پر عمل کیا جائے اور اس کی منع کردہ باتوں سے بچا جائے۔ اگر اس کے احکامات کو ماننا ہی نہیں ہے اور اس کی منع کی ہوئی چیزوں سے باز ہی نہیں آنا تو اس کی تلاوت کا کیا فائدہ؟۔

جیسا کہ بعض عیسائی اور یہودی بھی قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں اور بعض جگہوں میں عیسائی ٹیچر قرآن کریم پڑھاتے ہیں۔ مگر نہ مانتے ہیں اور نہ ہی اس پر عمل کرتے ہیں۔ تو اس سے ان کو کیا فائدہ ہوگا؟۔ اسی طرح اہلِ کتاب توراۃ، انجیل اور

زبور کے ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں اور پڑھتے بھی ہیں۔ اور اپنی کتابوں میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی نشانیاں بھی پڑھتے ہیں اور اس کا علم ہونے کے باوجود آپ ﷺ پر ایمان نہیں لاتے۔ تو ایسے لوگوں نے تلاوت کا حق ادا نہیں کیا۔

تلاوت کا حق ادا کرنے والوں میں حضرت عبداللہ بن سلام، حضرت ثعلبہ، حضرت عدی بن حاتم، حضرت تمیم داری اور حضرت کعب بن احبار رضی اللہ عنہم ہیں جو آنحضرت ﷺ پر ایمان لائے۔ اور قرآنِ کریم کی تلاوت کا حق اس وقت ادا ہوگا جب اس کا مفہوم سمجھ کر اس پر عمل کیا جائے گا۔

آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے رُبَّ قَارِئٍ لِلْقُرْاٰنِ وَالْقُرْاٰنُ يَلْعَنُهٗ بہت سے قرآن پڑھتے ہیں مگر قرآن ان پر لعنت کرتا ہے۔ مثلاً ایک آدمی قرآن کریم کی یہ آیت پڑھتا ہے اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اور نماز نہیں پڑھتا اٰتُوا الزَّكَاةَ پڑھتا ہے اور صاحب نصاب ہونے کے باوجود زکوٰۃ سے بھاگتا ہے۔ تو یہ تلاوت کر رہا ہے اور قرآن کریم اس پر لعنت کر رہا ہے۔ کیونکہ جو پڑھ رہا ہے اس پر عمل نہیں کر رہا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تلاوت کا حق یہ ہے کہ اس کے حلال کردہ احکام کو حلال اور حرام کردہ احکام کو حرام سمجھا جائے''۔ اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اسی طرح پڑھے کلمات کو ان کی جگہ سے نہ بدلے اور خواہ مخواہ ان کی تاویل بھی نہ کرے، فرمایا......

اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وہی لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں جو اس کی

تلاوت کا حق ادا کرتے ہیں۔ وَمَنْ یَّکْفُرْ بِہٖ اور جو لوگ اس کا انکار کرتے ہیں فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ پس وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔یعنی اہلِ کتاب میں سے جس نے قرآنِ کریم کا انکار کیا اس نے اپنی کتاب کا بھی انکار کیا اور اس انکار کا وبال بھی انہیں پر، پڑے گا کہ جہنم کا ایندھن بنیں گے۔اللہ تعالیٰ پر یا اللہ تعالیٰ کے نبی پر اس کا کیا اثر ہے؟۔

يٰبَنِىْ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِىَ الَّتِىْ
اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّىْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى
الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٢٢﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ
عَنْ نَفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّ لَا
تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿١٢٣﴾ وَاِذِ
ابْتَلٰٓى اِبْرَاهِمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ
قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ
ذُرِّيَّتِىْ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٢٤﴾
وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ
وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ وَعَهِدْنَآ
اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ
لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ
السُّجُوْدِ ﴿١٢٥﴾

لفظی ترجمہ :

یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اے اسرائیل (علیہ السلام) کی اولاد اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ یاد کرو میری نعمتوں کو الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ جو میں نے تم پر کیں وَاَنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ اور میں نے تمہیں فضیلت بخشی عَلَى الْعٰلَمِیْنَ جہان والوں پر۔

وَاتَّقُوْا یَوْمًا اور ڈرو اس دن سے لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ نہیں کفایت کرے گا کوئی نفس عَنْ نَّفْسٍ کسی نفس کی طرف سے شَیْئًا کچھ بھی وَّلَا یُقْبَلُ مِنْهَا اور نہ قبول کیا جائے گا اس سے عَدْلٌ بدلہ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ اور نہ نفع دے گا اس کو سفارش کرنا وَّلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ اور جب آزمایا ابراہیم (علیہ السلام) کو اس کے رب نے بِكَلِمٰتٍ چند باتوں کے ساتھ فَاَتَمَّهُنَّ پس انہوں نے ان باتوں کو پورا کردیا قَالَ فرمایا (پروردگار نے) اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا بے شک میں بنانے والا ہوں تمہیں لوگوں کے لئے پیشوا قَالَ کہا ابراہیم (علیہ السلام) نے وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ اور میری اولاد میں سے بھی قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ فرمایا (اللہ تعالیٰ نے) نہیں پہنچے گا میرا عہد ظالموں کو۔

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ اور جب بنایا ہم نے بیت اللہ کو مَثَابَةً لِّلنَّاسِ لوٹنے کی جگہ وَاَمْنًا اور امن کی جگہ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى اور بناؤ تم ابراہیم (علیہ السلام) کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کی جگہ وَعَهِدْنَآ اور ہم نے تاکید کی اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ ابراہیم اور اسماعیل (علیہما السلام) کو اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ کہ پاک رکھو تم دونوں میرے گھر کو لِلطَّآئِفِيْنَ طواف کرنے والوں کے لئے وَالْعٰكِفِيْنَ اور اعتکاف بیٹھنے والوں کے لئے وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لئے۔

بنی اسرائیل کون تھے؟ :

اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب جس کا معنی ''عبداللہ'' ہے اور اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔تو..........

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ کا معنی ہوگا ''یعقوب علیہ السلام کی اولاد''۔حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے، بیٹی کوئی نہیں تھی ان میں سے ایک حضرت یوسف علیہ السلام بھی تھے جو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے ہر بیٹے کی آگے نسل چلی اور وہ مستقل خاندان بنا اور اپنے باپ کی طرف نسبت سے مشہور ہوا کوئی یوسفی کہلائے کوئی بنیامینی، کوئی روبینی اور کوئی یہودی کہلائے۔تو یہ بنی اسرائیل فرعون سے نجات حاصل کرنے کے بعد جب وادی تیہ میں پہنچے (جس کا آج کل نام وادی سینائی ہے۔اور اس کا وہ حصہ جو فوجی اہمیت کا حامل ہے یہودیوں کے قبضہ میں ہے اور باقی مصر کے پاس ہے)۔

بنی اسرائیل جب اس میدان میں پہنچے تو تفصیلاً پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے کھانے پینے کا انتظام فرمایا من سلویٰ کے ساتھ۔ سائے کا انتظام فرمایا بادلوں کے ساتھ۔ اور پانی کا انتظام فرمایا پتھر سے چشمے جاری فرما کر۔ اس کے علاوہ ان پر اور بڑے انعام فرمائے۔ (اسی طرح "نعمتی" میں "نعمت" کا ترجمہ جمع والا کیا گیا ہے اور "نعمت" مصدر ہے اور مصدر کا اطلاق مفرد، جمع سب پر ہوتا ہے)۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اے اسرائیل (علیہ السلام) کی اولاد اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ یاد کرو میری نعمتوں کو الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ جو میں نے تم پر کیں۔ نعمتوں کو یاد کرانے کا مطلب ہے کہ ان کی قدر کرو اور ان کا شکریہ ادا کرو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے.........

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ اگر تم میری نعمتوں کا شکریہ ادا کرو گے تو میں تمہیں ضرور زیادہ دوں گا وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ اور اگر تم ناشکری کرو گے بے شک میرا عذاب بڑا سخت ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرو۔

وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ اور میں نے تمہیں فضیلت بخشی جہان والوں پر۔ اس وقت دنیا میں جتنے لوگ موجود تھے بنی اسرائیل کو ان سب پر فوقیت اور فضیلت حاصل تھی ظاہری اعتبار سے بھی اور باطنی اعتبار سے بھی ظاہری اعتبار سے۔ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بادشاہی عطا فرمائی۔ حضرت یوسف علیہ السلام بادشاہ بنے حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے خلافت عطا فرمائی اور سلیمان علیہ السلام کو بے

مثال بادشاہی عطا فرمائی۔اور ان کی نسل میں اور کئی بادشاہ ہوئے اور باطنی اعتبار سے اس طرح کہ اس کو رسالت عطا فرمائی۔حضرت یعقوب علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک تقریباً چار ہزار پیغمبر بنی اسرائیل میں آئے ہیں۔اگر ایک پیغمبر کسی قوم میں آجائے تو اس قوم کا سر فخر سے بلند ہو جاتا ہے، آسمان سے جا لگتا ہے چہ جائیکہ کسی قوم میں چار ہزار پیغمبر آئیں۔پھر چار بڑی مشہور کتابوں میں سے تین کتابیں بھی رب تعالیٰ نے ان کو دیں۔توراۃ موسیٰ علیہ السلام کو، زبور داؤد علیہ السلام کو، انجیل عیسیٰ علیہ السلام کو۔تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ظاہری اور باطنی ہر طرح کی نعمتوں سے مالا مال فرمایا۔لہٰذا اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا لازم ہے۔فرمایا..........

روزِ قیامت کی نفسا نفسی :

وَاتَّقُوْا يَوْمًا اور ڈرو قیامت کے دن سے لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ نہیں کفایت کرے گا کوئی نفس عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا کسی نفس کی طرف سے کچھ بھی۔ لَا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْئًا نہ باپ بیٹے کے کام آئے اور نہ بیٹا باپ کے کام آئے گا۔اور تیسویں پارے میں آتا ہے: يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ اس دن آدمی اپنے بھائی سے دور بھاگے گا اور اپنے ماں، باپ سے اور اپنی بیوی اور بیٹوں سے بھاگے گا اس سے اندازہ لگالو کہ کوئی کسی کے کیا کام آئے گا؟۔محشر والے دن یہ حال ہوگا کہ ایک آدمی کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں گی۔مثلاً نیکیاں بھی پچاس اور بدیاں بھی پچاس۔اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اے بندے! تیرا نیکی اور بدی والا پلہ برابر ہے۔اس طرح کر کہ تو ایک نیکی تلاش کر کے لا۔تاکہ تیرا نیکیوں والا پلہ بھاری

ہوجائے وہ بڑا خوش ہوجائے گا کہ ایک نیکی کا لانا کون سا مشکل ہے؟۔ اپنے لنگوٹے یاروں کے پاس جائے گا جو ہر وقت اس کے ساتھ ٹہلتے اور چلتے پھرتے اور اس کے بغیر کھانا نہیں کھاتے تھے وہ ایک نیکی دینے سے انکار کردیں گے پھر اپنے بھائی کے پاس جائے گا کہ یہ دنیا میں میرا بازو تھا بھائی بھی انکار کردے گا۔ پھر باپ کے پاس جائے گا وہ بھی انکار کردے گا۔ غرضیکہ جب سارے عزیز و اقارب انکار کردیں گے تو پھر آخر میں ماں کے پاس جائے گا اور کہے گا......

اَتَعْرِفِيْنِيْ کیا تو مجھے پہچانتی ہے کہ میں کون ہوں؟۔ وہ کہے گی کہ ہاں میں نے تجھے پیٹ میں اٹھایا اور مشقت کے ساتھ تجھے جنا پھر تیری پرورش کی تو میرا بیٹا ہے۔ وہ کہے گا اے میری ماں مجھے ایک نیکی دے، دے تا کہ میرا نیکیوں والا پلہ بھاری ہوجائے وہ کہے گی اِلَيْكَ عَنِّيْ مجھ سے دور ہوجا۔ میں نیکی تجھے دے کر خود کیا کروں گی؟۔ اس سے اندازہ لگالو یومِ محشر کا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے صاف لفظوں میں فرمادیا ہے کہ..........

لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ نہیں کفایت کرے گا کوئی نفس عَنْ نَفْسٍ شَيْئًا کسی نفس کی طرف سے کچھ بھی وَّلَايُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ اور نہ قبول کیا جائے گا اس سے بدلہ، جرمانہ اور فدیہ وَّ لَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ اور نہ نفع دے گا اس کو سفارش کرنا۔ قیامت والے دن کافر، مشرک نفس کو شفاعت بھی فائدہ نہیں دے گی۔

وَّلَاهُمْ يُنْصَرُوْنَ اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔ دیکھو! اگر کوئی آدمی جیل یا تھانے میں گرفتار ہوجائے تو اس کو رہا کرانے کے عقلی طور پر چار ہی طریقے ہیں......

①...... ضمانت دے کر رہا کرالیا جاتا ہے کہ اس کو چھوڑ دو ہم اس کے ضامن ہیں کہ یہ عدالت کے طلب کرنے پر حاضر ہو جائے گا۔

②...... دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ واقعی اس نے جرم کیا ہے تم جرمانہ لے کر اس کو چھوڑ دو۔

③...... تیسری صورت یہ ہوتی ہے کہ با اثر آدمی سفارش کر کے رہا کر لیتا ہے۔

④...... چوتھی صورت یہ ہوتی ہے کہ حملہ کر کے زبردستی رہا کرالیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قیامت والے دن نہ تو کوئی کسی کی ضمانت دے گا اور نہ فدیہ اور جرمانہ وصول کیا جائے گا اور نہ ہی نافرمانوں کے لئے سفارش۔ اس کے متعلق یاد رکھنا کہ سفارش کی جونفی کی گئی ہے یہ کافر اور مشرک سے سفارش کی نفی ہے۔ باقی گنہگار مومنوں کے لئے سفارش اپنی جگہ برحق ہے۔ اور مومنوں سے جو غلطیاں ہوئی ہوں گی تو ان کے لئے سفارش قرآنِ کریم سے بھی ثابت ہے اور احادیث اور اجماعِ امت سے بھی ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر بھی سفارش کریں گے۔ فرشتے بھی سفارش کریں گے۔ حافظ قرآن بھی سفارش کریں گے۔

حفاظ، شہدا اور نابالغ بچوں کی سفارش :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک حافظ قرآن کی سفارش سے اس کی برادری کے دس مجرموں کو چھٹکارا ملے گا۔ گویا کہ حافظ قرآن صرف اپنے لئے نہیں پڑھ رہا بلکہ دوسروں کے لئے بھی پڑھ رہا ہے بشرطیکہ صحیح معنٰی میں حافظ قرآن ہو اسی طرح شہید بھی سفارش کریں گے۔ اور چھوٹے بچے جو نابالغی میں فوت ہو گئے ہیں۔ لڑکے

یا لڑکیاں وہ بھی سفارش کریں گے۔ بشرطیکہ ماں، باپ نے ان کی موت پر بین نہ کیا ہو۔ اگر بین کریں گے تو پھر ان کی سفارش سے محروم ہو جائیں گے۔ ہاں اگر بین کیا پھر سچے دل سے توبہ کرلی تو رب تعالیٰ معاف کر دے گا۔ اور نمازی اور روزے دار آپس میں ایک دوسرے کی سفارش کریں گے۔ بہر حال اہلِ توحید کی اہلِ توحید کے لئے سفارش برحق ہے۔ اور کافر اور مشرک کے لئے کوئی سفارش نہیں ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شخصیت چونکہ بہت بڑی تھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کا درجہ ہے یہ کوئی معمولی عہدہ نہیں ہے۔ اسی وجہ سے ہر ایک ان کو اپنی طرف کھینچتا تھا۔ اور اپنی نسبت ان کے ساتھ جوڑتا تھا۔ یہودیوں کا دعویٰ تھا کہ ابراہیم علیہ السلام ہمارے مسلک پر تھے نصاریٰ کا دعویٰ تھا کہ ابراہیم علیہ السلام ہمارے تھے۔ اور عرب کے مشرک کہتے تھے کہ ابراہیم علیہ السلام ہمارے تھے۔ معاذ اللہ تعالیٰ۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ ابراہیم علیہ السلام کے کارنامے بیان کر کے بتاتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کون تھے؟ اور انہوں نے کیا کام کئے تھے اور تم کیا کر رہے ہو اور ان کا تعلق کن کے ساتھ تھا؟۔ آگے دونوں رکوعوں تک یہی بیان چلے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں......

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امتحان :

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ اور جب آزمایا ابراہیم (علیہ السلام) کو اس کے رب نے بِكَلِمٰتٍ چند باتوں میں، چند کاموں میں فَاَتَمَّهُنَّ پس ابراہیم (علیہ السلام) نے ان باتوں کو پورا کر دیا۔

ایک اشکال :

یہاں پر ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ امتحان تو وہ لیتا ہے جسے کسی کی قابلیت اور

اہلیت کا علم نہ ہو۔ اور اللہ تعالیٰ تو علیم کُل ہے اس کے امتحان لینے کا کیا مطلب ہے؟۔

جواب :

اس کے دو جوابات ہیں..........

① ...... ایک جواب یہ ہے کہ ایک امتحان تو ہوتا ہے کسی کی قابلیت اور اہلیت کو معلوم کرنے کے لئے جو عام طور پر لیا جاتا ہے۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس طالب نے یہ پڑھا ہے یا نہیں فلاں کتاب اس کو یاد ہے یا نہیں؟ اور اس میں کتنی قابلیت رکھتا ہے؟۔ تو یہ امتحان ہوتا ہے معلومات حاصل کرنے کے لئے۔ رب تعالیٰ کے امتحان لینے کا یہ معنیٰ نہیں ہے کیونکہ اس کو تو سب کچھ معلوم ہے۔

② ...... اور دوسرا معنیٰ امتحان کا یہ ہے کہ امتحان لینے والے کو تو اس کی قابلیت اور اہلیت کا علم ہوتا ہے۔ مگر دوسرے لوگ اس سے ناواقف ہوتے ہیں۔ لہٰذا امتحان کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ کہ تاکہ دوسروں پر اس کی خوبیاں واضح کر دی جائیں کہ اس میں کیا، کیا خوبیاں ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے امتحان کی یہی غرض وغایت تھی کہ جس ہستی کو میں نے اپنا خلیل منتخب کیا ہے۔ اور اپنا بلند مقام عطا کیا ہے۔ ان میں یہ، یہ خوبیاں ہیں۔

مثال کے طور پر ہمیں معلوم ہے کہ ہمارا فلاں شاگرد قابل ہے۔ اور وہ ہمارے سوالات کے جوابات جانتا ہے۔ اب مجمع میں ہم اس سے سوال کرتے ہیں کہ برخوردار اس کا جواب دے؟۔ اب ہمارا اس سے سوال کرنا اس غرض سے نہیں ہے کہ ہم اس کی قابلیت معلوم کرنا چاہتے ہیں بلکہ غرض یہ ہے کہ مجلس والے اس فضیلت کو

تسلیم کرلیں کہ کس طرح صحیح، صحیح جواب دے رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف جب امتحان لینے کی نسبت ہوگی تو اسی معنٰی میں ہوگی کہ مخلوق کو اس کی قدر و منزلت کا علم ہو جائے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر تھا۔ جیسا کہ قرآن پاک میں اس کا ذکر موجود ہے.........

وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ لِاَبِيْهِ آزَرَ اور جب کہا ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنے باپ آزر کو اور تارخ آزر کا لقب تھا۔ اس وقت کلدانیوں کی حکومت تھی اور نمرود بن کنعان بڑا ظالم، جابر اور مشرک بادشاہ اس کا دارالحکومت شہر کوثیٰ بروزن ''طوبیٰ'' تھا۔ آج کے جغرافیہ میں اس کا نام ''اُور'' (UR) ہے۔ جو چھوٹا سا قصبہ معلوم ہوتا ہے ملک عراق میں۔ اس ملک میں بے شمار بت خانے تھے اور ان کو سرکاری سرپرستی حاصل تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد آزر اس حکومت کے وزیر مذہبی امور تھے وہ بت اور بت خانے بناتے تھے اور جس بت خانے میں بتوں کی کمی ہوتی تھی پوری کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے بت گر کے گھر بت شکن پیدا فرمایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بچپن سے ہی بتوں سے نفرت تھی جس کی وجہ سے ہر وقت باپ کے ساتھ تلخی رہتی تھی۔ لیکن کبھی بے ادبی سے پیش نہیں آئے۔ جب بھی بلایا ہے یَآ اَبَتِ اے اباجی کہہ کر بلایا ہے۔ انداز نرم اور پیارا ہوتا تھا مگر کفر شرک کی تردید ڈٹ کر کرتے تھے۔ جس گھر میں جھگڑا اور آپس میں ضد بازی ہو تو بڑا امتحان ہوتا ہے۔ اور زندگی دوبھر ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ گھریلو جھگڑے سے بچائے۔ اور جس گھر میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ وہ جنت کا ٹکڑا ہے۔ بہر حال حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مختلف امتحان ہوئے ہیں ان میں

سے..........

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آزمائشیں :

①...... پہلا امتحان باپ کے ساتھ مقابلہ تھا۔

②...... دوسرا امتحان پوری برادری کے ساتھ مقابلہ۔

③...... تیسرا امتحان پورے ملک کے ساتھ مقابلہ۔

④...... اور چوتھا امتحان نمرود بن کنعان جیسے ظالم اور جابر بادشاہ کے ساتھ مقابلہ تھا۔

⑤...... ان کے علاوہ جب اللہ تعالیٰ نے عراق سے ہجرت کرنے کا حکم دیا اور راستے میں امتحان۔

عراق میں یہ تین بزرگ ہی مسلمان تھے۔ حضرت ابراہیم، ان کے بھتیجے حضرت لوط، اور اہلیہ حضرت سارا علیہا السلام جو ان کے چچا کی بیٹی تھیں۔ یہ تینوں حضرات عراق سے ہجرت کر کے شام تشریف لے گئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور بدکردار بادشاہ :

راستے میں ایک ظالم بدکردار بادشاہ تھا اس علاقہ سے جو خوبصورت عورت گزرتی اسے بے آبرو کئے بغیر نہیں چھوڑتا تھا اور اگر اس عورت کے ساتھ خاوند ہوتا تو اسے قتل کرا دیتا تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب اس علاقہ سے گزرنے لگے تو بادشاہ کے کسی ملازم نے ان سے سوال کیا کہ تمہارے ساتھ جو عورت ہے وہ تمہاری کیا لگتی ہے؟۔ فرمایا میری بیوی ہے۔ نوکر نے کہا کہ یہاں تم اس کو بیوی نہ کہنا ورنہ کسی مصیبت میں

پڑ جاؤ گے اگر تم نے بیوی کہا تو بادشاہ پہلے تمہیں قتل کرے گا پھر اگلی کارروائی ہوگی۔ شریف آدمی معلوم ہوتے ہو اور پردیسی مسافر نظر آرہے ہو۔اس لئے ہم نے تمہیں بتا دیا ہے اگر بادشاہ تمہیں بلا کر پوچھے تو بیوی نہ کہنا بلکہ کہنا کہ میری بہن ہے۔اس کے علاوہ ہم کچھ نہیں کر سکتے کیونکہ ہم ملازم ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارا علیہا السلام کو سمجھا دیا کہ اگر بادشاہ تجھے پوچھے کہ تیرے ساتھ کون ہے؟۔تو کہہ دینا کہ میرا بھائی ہے۔اس لئے کہ "اَنْتِ اُخْتِیْ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ" اللہ تعالیٰ کے دین میں تو میری بہن ہے۔تو دینی بھائی مراد لینا۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا تو بادشاہ نے پوچھا کہ یہ عورت کون ہے؟۔فرمایا میری بہن ہے۔پھر اس بادشاہ نے غلط ارادہ کیا تو گھٹنوں تک زمین میں دھنس گیا۔پھر لگا منت سماجت کرنے اور غلط ارادے سے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے زمین سے نکالا مجبور ہو کر اپنی لونڈی "ہاجرہ" ان کو دے کر جان چھڑائی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ سے نکاح کر لیا اور ان کے بطن سے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔

⑥...... اس کے بعد پھر یہ امتحان ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کو مکہ مکرمہ میں چھوڑ کر واپس آجاؤ۔ جہاں نہ کوئی سبزہ نہ کوئی انسان اور نہ کوئی مکان جواں سال عورت اور دودھ پیتا بچہ مکہ مکرمہ میں چھوڑ کر واپس چلے گئے۔

⑦...... پھر وہ بچہ جب چلنے پھرنے کے قابل ہوا جو تقریباً تیرہ سال کی عمر کا ہوتا ہے تو رب تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کو ذبح کر دو؟ اللہ تعالیٰ نے قدم قدم پر امتحان لیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ہر امتحان میں کامیاب ہوئے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں......

28

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ اور جب آزمایا ابراہیم (علیہ السلام) کو اس کے رب نے بِكَلِمٰتٍ چند باتوں میں، چند کاموں میں فَاَتَمَّهُنَّ پس ابراہیم (علیہ السلام) نے ان باتوں کو پورا کر دیا۔ قَالَ فرمایا (پروردگار نے) اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا بے شک میں بنانے والا ہوں تمہیں لوگوں کے لئے پیشوا قَالَ کہا ابراہیم (علیہ السلام) نے وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ اور میری اولاد میں سے بھی قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ فرمایا (اللہ تعالیٰ نے) نہیں پہنچے گا میرا عہد ظالموں کو۔ یہ دینی امامت کا عہدہ بہت بلند ہے اور آپ کی اولاد میں کافر، مشرک بھی ہوں گے۔ لہٰذا یہ وعدہ ساری اولاد کے لئے نہیں ہے۔

قبلہ رُخ ہونے کا حکم :

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ اور جب بنایا ہم نے بیت اللہ کو مَثَابَةً لِّلنَّاسِ لوٹنے کی جگہ وَاَمْنًا اور امن کی جگہ۔ کعبۃ اللہ کے متعلق تفصیل تو آگے آئے گی۔ ابھی صرف اس قدر سمجھیں کہ تمام لوگوں کو نماز کی حالت میں کعبۃ اللہ کی طرف چہرہ کرنا ہے چاہے وہ کسی بھی سمت میں ہوں۔ ہم کعبۃ اللہ سے مشرق کی جانب رہتے ہیں اس لئے ہم مغرب کی طرف چہرہ کرتے ہیں۔ اور جو لوگ مغرب کی جانب رہتے ہیں وہ مشرق کی طرف چہرہ کرتے ہیں اور جو حضرات شمال کی طرف رہتے ہیں وہ جنوب کی طرف چہرہ کرتے ہیں اور جو جنوب کی طرف رہتے ہیں وہ شمال کی طرف چہرہ کرتے ہیں اگر نمازی کو کعبۃ اللہ سامنے نظر آ رہا ہو تو پھر عین کعبہ کی طرف رخ کرنا فرض ہے۔ ایسی حالت میں جہت اور سمت کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ اور اگر کعبہ سامنے نظر نہیں آتا تو پھر کعبہ کی سمت اور جہت ہی کافی ہے اور تھوڑا بہت فرق

بھی ہوتو ڈر نہیں ہے۔

یہ ہماری مسجدیں کعبہ سے ڈگری دو ڈگری پھری ہوئی ہیں اور یہ ہماری مسجد بھی کعبہ سے تقریباً ڈیڑھ ڈگری پھری ہوئی ہے۔لیکن اگر کوئی مسجد پانچ ڈگری تک بھی پھری ہوئی ہوتو نماز میں کوئی خلل نہیں پڑتا۔البتہ جونئی مسجدیں بنائی جائیں تو کوشش کرنی چاہیے کہ ان کا رخ اور سمت صحیح کعبہ کی طرف ہونی چاہیے۔اور وہ قبلہ نما کے ذریعہ معلوم ہوجاتا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں..........

بیت اللہ کی تعمیر :

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى اور بناؤتم ابراہیم (علیہ السلام) کے کھڑے ہونے کی جگہ کونماز کی جگہ۔مقامِ ابراہیم سے مراد وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہوکر حضرت ابراہیم علیہ السلام کعبۃ اللہ کی چنائی کرتے تھے۔اور یہ گو''لفٹ'' کا کام دیتا تھا۔ اس پتھر پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاؤں کے نشان آج بھی موجود ہیں۔اور بیت اللہ کے قریب شیشے کے خول میں محفوظ ہے۔اوراس سے پہلے یہ سطح زمین پر نصب تھا۔ مخلوق کی کثرت کی وجہ سے اب اسے تھوڑا سا دُور رکھ دیا گیا ہے۔

اس پتھر کو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ارادے کے تابع کر دیا تھا۔ جب وہ دائیں بائیں ہونے کا ارادہ کرتے تو یہ دائیں بائیں ہوجاتا اور جب اوپر نیچے آنے جانے کا ارادہ فرماتے تو وہ اوپر نیچے ہوجاتا کعبۃ اللہ کی تعمیر حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام دونوں باپ بیٹے نے مل کر کی۔اس میں کوئی تیسرا آدمی شامل نہیں تھا۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے راج (مستری) کا کام کیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے مزدور کا۔

مقامِ ابراہیم (علیہ السلام) کے دو نفل :

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی خواہش کا اظہار کیا کہ حضرت مقامِ ابراہیم کی جگہ ہم نماز نہ پڑھیں؟ (یعنی جی چاہتا ہے کہ یہاں دو نفل پڑھیں)۔اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خواہش کے مطابق حکم نازل فرمایا کہ مقام ابراہیم کو تم نماز پڑھنے کی جگہ بنالو۔اکیس مقامات ایسے ہیں جن کے متعلق احکام اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خواہش کے مطابق نازل فرمائے ہیں۔

مسئلہ :

مسئلہ یہ ہے کہ جب آدمی طواف کے سات چکر پورے کرلے تو مقام ابراہیم کے پاس دو رکعتیں پڑھنی ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اور ہم نے تاکید کی ابراہیم اور اسماعیل (علیہما السلام) کو اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ کہ پاک رکھو تم دونوں میرے گھر کو ظاہری اور باطنی نجاستوں سے۔باطنی نجاست شرک ہے۔قرآن پاک میں آتا ہے......

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ پختہ بات ہے کہ مشرک پلید ہیں۔ظاہری طور پر یہ کتنے صاف نظر آئیں کہ بدن اور کپڑے صاف ہوں لیکن دل میں نجاست ہوتی ہے۔اور دل پاک نہیں ہوسکتا چاہے سات سمندروں میں غسل کرلے جب تک کہ تہہ دل سے کلمہ طیبہ نہیں پڑھے گا لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ تو فرمایا کہ میرے گھر کو پاک رکھو، کن کے لئے؟............

لِلطَّآئِفِيْنَ طواف کرنے والوں کے لئے وَالْعٰكِفِيْنَ اوراعتکاف بیٹھنے والوں کے لئے وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ اوررکوع وسجود کرنے والوں کے لئے۔ رُكَّعَ، رَاكِعٌ کی جمع ہےاور سُجُود، سَاجِدٌ کی جمع ہے۔تو اللہ تعالیٰ نے دونوں بزرگوں کو حکم دیا کعبۃ اللہ کو پاک رکھنے کا اور پھر یہی حکم قیامت تک آنے والے لوگوں کے لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے گھر کو ہر قسم کی نجاست سے پاک رکھیں۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّ
ارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ
وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ
قَلِیْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ؕ وَ بِئْسَ
الْمَصِیْرُ ﴿۱۲۶﴾ وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ
الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ
اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۱۲۷﴾ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا
مُسْلِمَیْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَاۤ اُمَّةً مُّسْلِمَةً
لَّكَ ۪ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَیْنَا ۚ اِنَّكَ
اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۲۸﴾ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ
رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ
وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَیُزَكِّیْهِمْ ؕ
اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۱۲۹﴾ ع

لفظی ترجمہ :

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ اور جب کہا ابراہیم (علیہ السلام) نے رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا اے میرے رب! بنادے اس کو بَلَدًا اٰمِنًا شہر امن والا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ اور رزق دے اس کے باشندوں کو مِنَ الثَّمَرٰتِ پھلوں سے۔

مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ جوکوئی ان میں سے ایمان لائے بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فرمایا (اللہ تعالیٰ نے) اور جس نے کفر کیا فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا پس اس کو بھی فائدہ پہنچاؤں گا تھوڑا سا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ پھر میں اس کو مجبور کردوں گا اِلٰى عَذَابِ النَّارِ دوزخ کے عذاب کی طرف وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ اور جب اٹھا رہے تھے ابراہیم (علیہ السلام) الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ بیت اللہ کی دیواریں وَاِسْمٰعِيْلُ اور اسماعیل (علیہ السلام) بھی رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اے ہمارے پروردگار! قبول فرما ہم سے اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ بے شک تو ہی ہے سننے والا جاننے والا۔

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ اے ہمارے رب اور بنادے ہم دونوں کو فرمانبردار اپنا وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا اور ہماری اولاد میں سے

بھی اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ایک امت جو فرمانبردار ہو تیری وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا اور دکھا ہم کو ہمارے احکام وَتُبْ عَلَيْنَا اور ہمارے اوپر رجوع فرما اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ بے شک تو ہی ہے رجوع فرمانے والا، مہربان۔

رَبَّنَا اے ہمارے رب! وَابْعَثْ فِيْهِمْ اور بھیج ان میں رَسُوْلًا مِّنْهُمْ ایک رسول ان ہی میں سے يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ جو تلاوت کرے ان پر تیری آیتیں وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ اور تعلیم دے ان کو کتاب کی وَالْحِكْمَةَ اور دانائی کی وَيُزَكِّيْهِمْ اور ان کو پاک کرے اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ بے شک تو ہی ہے زبردست، حکمت والا۔

ربط :

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کو مکہ مکرمہ پہنچا دو۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ اور شیر خوار حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مکہ مکرمہ پہنچا دیا۔ اور جہاں کعبۃ اللہ ہے اس کے سامنے ایک درخت تھا اس کے نیچے بٹھا دیا پانی کا ایک مشکیزہ اور تھوڑی سی کھجوریں بھی ان کو دے دیں اور ان کو پہلے یہ پروگرام بھی نہیں بتایا تھا کہ میں نے تمہیں وہاں پہنچا کر واپس آجانا ہے۔ جب واپس جانے لگے تو فرمایا کہ..........

❀ ...... تم ماں بیٹے نے یہیں رہنا ہے۔

☆...... حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے سوال کیا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں؟۔

❀...... فرمایا میں واپس شام جا رہا ہوں۔

☆...... کہنے لگیں اِلٰی مَنْ تَتْرُکُنَا یَاابْرَاھِیْمَ ؟ اے ابراہیم! ہمیں کس کے پاس چھوڑ کے جا رہے ہو؟ اس وقت وہاں نہ کوئی مکان تھا اور نہ کوئی انسان تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام آگے، آگے جا رہے ہیں اور حضرت ہاجرہ پیچھے، پیچھے چل رہی ہیں اور پوچھتی ہیں کہ ہمیں کس کے حوالے کر کے جا رہے ہو؟۔ جب جواب نہ ملا تو پھر خود ہی کہا......

☆...... اللّٰہُ اَمَرَکَ بِھٰذَا کیا آپ کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے ہمیں یہاں چھوڑنے کا؟۔

❀...... فرمایا ہاں!۔

☆...... کہنے لگیں اِذًا لَّا یُضَیِّعُنَا تب وہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا؟ فِیْ اَمَانِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کی امان میں رہو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لے گئے۔ چند دنوں میں وہ کھجوریں اور پانی جو اِن کے پاس تھا ختم ہو گیا۔ بھوک، پیاس نے ستایا تو صفا پہاڑی پر چڑھ کر اِدھر اُدھر دیکھا کوئی انسان نظر نہ آیا تو صفا اور مروہ کے درمیان جہاں پر سعی ہوتی ہے گہرائی تھی اور بارش کا پانی یہاں سے گزرتا تھا۔ اور اب اوپر چھت ڈال دی گئی ہے۔ اور پانی اب بھی وہیں نیچے سے گزرتا ہے۔ کیونکہ متبادل راستہ نہیں ہے۔ تو یہاں سے دوڑ کر مروہ پر چڑھیں اِدھر اُدھر دیکھا وہاں بھی کوئی آدمی نظر نہ آیا اس طرح سات چکر لگائے۔ عجیب حالت تھی دوڑ کر اسماعیل علیہ السلام کے پاس آتیں کہ بچہ زندہ بھی ہے یا

نہیں؟ حضرت اسماعیل علیہ السلام ایڑیاں رگڑ رہے تھے غیبی آواز آئی پریشان نہ ہو۔

☆...... فرمایا غیبی آواز دینے والے کچھ ہماری مدد بھی کر؟۔

زمزم کا چشمہ :

❀...... اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے جہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام ایڑیاں رگڑ رہے تھے وہاں پاؤں مارا تو اللہ تعالیٰ نے آبِ زم زم کا چشمہ جاری فرما دیا۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو پانی پلایا۔ مشکیزہ بھرا اور وہاں گڑھا بنادیا تاکہ پانی جمع رہے۔

مکہ مکرمہ کی آبادی :

قبیلہ بنو جرہم وہاں سے گزرتا رہتا تھا مگر پانی نہ ہونے کی وجہ سے وہاں ٹھہرتا نہیں تھا۔ اس دفعہ گزرے تو پانی کو دیکھ کر قریب ہوئے۔ اور دیکھا کہ وہاں پر ایک عورت اور بچہ بھی ہے۔ ان سے پوچھا کہ اگر ہمیں یہاں رہنے کی اجازت دے دو تو ہم بھی یہاں ٹھہر جائیں۔ انہوں نے رہنے کی اجازت دے دی۔ یہ کافی بڑا قافلہ تھا ان میں بچے، بوڑھے، جوان اور عورتیں شامل تھیں۔

بخاری شریف میں آتا ہے کہ تَعَلَّمَ الْعَرَبِيَّةَ الْإِسْمٰعِيْلَ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے عربی انہیں سے سیکھی۔ اس سے پہلے ان کی کون سی زبان تھی تعین نہیں کر سکتے کہ عراق کی کُردی زبان تھی یا اس سے ملتی جلتی کوئی اور زبان تھی۔ بہرحال حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب ماں بیٹے کو وہاں چھوڑا تو دعا کی اس کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں......

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ اور جب کہا ابراہیم (علیہ السلام) نے رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا اے میرے رب! بنادے اس کو بَلَدًا اٰمِنًا شہر امن والا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ اور رزق دے اس کے باشندوں کو مِنَ الثَّمَرٰتِ پھلوں سے (لیکن کن کو؟) مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ جو کوئی ان میں سے ایمان لائے بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی امانت :

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رزق کے ساتھ ایمان والوں کی تخصیص کیوں فرمائی؟۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ گزشتہ درس میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا بے شک میں تجھے لوگوں کا امام اور پیشوا بنانے والا ہوں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سوال کیا کہ وَمِنْ ذُرِّيَّتِیْ اور میری اولاد میں سے بھی پیشوا بنانا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا.........

لَا يَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِيْنَ کہ امامت کا عہدہ ظالموں کو نہیں پہنچتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خیال میں یہ بات آئی کہ جس طرح امامت کا عہدہ ظالموں کو نہیں مل سکتا ہو سکتا ہے رزق بھی ظالموں کو نہ ملے۔ اس لئے ایمان کی تخصیص کی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رزق کا معاملہ جدا ہی ہے۔

قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فرمایا (اللہ تعالیٰ نے) اور جس نے کفر کیا اس کو بھی رزق دوں گا بلکہ رزق مسلمانوں کی نسبت زیادہ مل سکتا ہے۔ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا پس اس کو بھی فائدہ پہنچاؤں گا تھوڑا سا یعنی چند دن کیونکہ وہ دنیا میں کتنی دیر زندہ رہے گا۔ آخر مرنا ہے تو دنیا میں جتنا بھی فائدہ مل جائے قلیل ہے۔

دنیا کی زندگی کے بارے میں حضرت نوح علیہ السلام کا فرمان مبارک :

حضرت نوح علیہ السلام کی عمر مبارک بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے چودہ سو سال تھی۔ ساڑھے نو سو سال تو قوم کو تبلیغ کی نبوۃ ملنے سے پہلے بھی کچھ عمر تھی۔ اور طوفان نوح کے بعد کئی سو سال تک زندہ رہے جب وفات کا وقت آیا تو کسی نے پوچھا حضرت آپ دنیا میں بڑی دیر رہے ہیں دنیا کو کس طرح دیکھا؟۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ ''اس طرح سمجھو کہ ایک مکان ہے جس کے دو دروازے ہیں ایک سے داخل ہوا ہوں اور دوسرے سے نکل آیا ہوں''۔

چودہ سو سال کی عمر کو انہوں نے کس طرح معمولی سمجھا؟۔ مگر ہم اس کو بہت کچھ سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ موت میں ابھی بڑی دیر ہے۔ غفلت کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ نہ نیکی کی طرف دھیان ہے اور نہ توبہ کی طرف۔ حالانکہ دنیا کی زندگی بہت قلیل ہے۔ تو فرمایا کہ کافروں کو تھوڑا سا فائدہ پہنچاؤں گا......

ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰی عَذَابِ النَّارِ پھر میں اس کو مجبور کر دوں گا دوزخ کے عذاب کی طرف وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔ اور یہ بات آپ حضرات کئی مرتبہ پڑھ چکے ہیں کہ نہ جنت دور ہے اور نہ دوزخ۔ بس آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے۔ دفن ہونے سے پہلے فرشتے بھی نظر آنے لگ جائیں گے اور جنت اور دوزخ بھی نظر آئے گی۔ آگے اللہ تعالیٰ بیت اللہ کی تعمیر کا ذکر فرماتے ہیں۔ فرمایا......

وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ اور جب اٹھا رہے تھے ابراہیم (علیہ السلام) بیت اللہ کی دیواریں وَاِسْمٰعِیْلُ اور اسماعیل (علیہ السلام) بھی۔ اینٹ یا

پتھر رکھ کر اس کے اوپر گارا یا سیمنٹ لگا کر اوپر دوسری اینٹ یا پتھر جوڑا جاتا ہے اور دیوار بلند ہو جاتی ہے۔ اس کو "قاعدہ" کہتے ہیں۔ جس کو ہم لوگ ردّے سے تعبیر کرتے ہیں۔ تو جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام ردے لگا کر بیت اللہ کی دیواروں کو اٹھا رہے تھے۔ اور اسماعیل علیہ السلام انہیں گارا یا پتھر دے رہے تھے اس وقت دونوں نے دعا کی.........

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اے ہمارے پروردگار! قبول فرما ہم سے اس خدمت کو۔

"کعبہ" کا معنٰی :

"کعبہ" کا معنٰی ہے "اَلْمَكَانُ الْمُرْتَفِعُ الْمُرَبَّعُ" چار کونے والی اونچی جگہ حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان کے بعد اس کا نشان مٹ گیا تھا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے لکیر کھینچ کر بتایا کہ یہ جگہ کعبۃ اللہ کی ہے۔ کعبۃ اللہ چوالیس مربع فٹ ہے۔ یعنی ہر طرف سے چوالیس، چوالیس فٹ ہے۔ اور پچاس فٹ بلند ہے۔

مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے کعبۃ اللہ کی تعمیر یکم ذوالقعدہ کو شروع فرمائی اور پچیس ذوالقعدہ کو مکمل کر دی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے راج (مستری) کا کام کیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے مزدور کا۔ قریبی پہاڑ سے پتھر لا کے دیتے تھے اور ابراہیم علیہ السلام جوڑتے تھے۔

اب کعبۃ اللہ حجر اور حطیم کی طرف سے گیارہ فٹ باہر نکال دیا گیا ہے۔ لہٰذا اس طرف سے تینتیس/۳۳ فٹ باقی رہ گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانِ نبوت سے پانچ سال پہلے کی بات ہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک

پینتیس/۳۵ سال تھی۔ کعبۃ اللہ کو کچھ نقصان پہنچا۔ تو اس دور کے لوگوں نے کعبۃ اللہ کو شہید کر کے دوبارہ تعمیر کرنے کا پروگرام بنایا۔

بیت اللہ کی دوبارہ تعمیر :

"وہب بن عابد مخزومی" جو اس وقت کعبۃ اللہ کے متولی تھے، نے اعلان کیا کہ ہمیں چندہ دو مگر ہم چوری، رشوت، سود اور کسی قسم کی حرام کی کمائی نہیں لیں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا گھر بنانا ہے۔ چنانچہ اتنی رقم اکٹھی نہ ہو سکی کہ مکمل عمارت تعمیر ہو سکتی۔ اس لئے اتنا حصہ چھوڑ دیا گیا اور رب تعالیٰ کی حکمتیں بھی ہوتی ہیں۔

بظاہر یہ حکمت معلوم ہوتی ہے کہ ہر آدمی کا جی چاہتا ہے کہ میں کعبۃ اللہ کے اندر داخل ہوں مگر ہر آدمی کے لئے دروازہ کون کھولتا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے کمزوروں کے لئے وہ حصہ باہر نکلوا دیا کہ کمزور لوگ بھی کعبۃ اللہ کے اندر داخل ہو سکیں۔ اور ان لوگوں کی آرزو بھی پوری ہو جائے اور یاد رکھنا جس شخص نے حجر اور حطیم میں نماز پڑھی اس نے کعبہ کے اندر نماز پڑھی ہے۔

اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ بے شک تو ہی ہے سننے والا جاننے والا۔ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ بنادے ہم دونوں کو فرمانبردار اپنا وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا اور ہماری اولاد میں سے بھی اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ایک امت جو فرمانبردار ہو تیری۔ اس دعا کے نتیجے میں ہمارا نام مسلمان ہے۔ قرآن کریم میں آتا ہے هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ابراہیم (علیہ السلام) نے ہی تمہارا نام مسلمان رکھوایا ہے۔

وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا اور دکھا ہم کو ہمارے احکام۔ یعنی ہمیں حج کے احکام

بتادے کہ ہم نے کہاں ٹھہرنا ہے اور کیا کرنا ہے؟۔ وَتُبْ عَلَيْنَا اور ہمارے اوپر رجوع فرما اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ بے شک تو ہی ہے رجوع فرمانے والا، مہربان۔ اور رَبَّنَا اے ہمارے رب! وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اور بھیج ان میں ایک رسول ان ہی میں سے۔ چونکہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام دونوں نے مل کر دعا کی تھی اس لئے آنحضرت ﷺ دونوں کی نسل سے ہیں اور آپ ﷺ کے علاوہ دونوں کی نسل سے اور کوئی نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میرے دنیا میں آنے کے ظاہری سبب تین ہیں.........

بعثت محمدی کے تین ظاہری اسباب :

① ...... دَعْوَةُ اَبِيْ اِبْرَاهِيْمَ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا۔ جو انہوں نے ان الفاظ کے ساتھ کی تھی رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ۔

② ...... دوم وَبُشْرٰى عِيْسٰى حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے شاگردوں اور حواریوں کو میرے آنے کی بشارت سنائی تھی۔ قرآنِ کریم میں آتا ہے وَمُبَشِّرًا ۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ اور خوشخبری دینے والا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا اور اس کا نام احمد ہوگا۔

بخاری شریف اور مسلم شریف کی روایت میں آتا ہے کہ اَنَا مُحَمَّدٌ وَاَنَا اَحْمَدُ میں محمد بھی ہوں اور میں احمد بھی ہوں۔ یعنی میرا نام ''محمد'' بھی ہے اور ''احمد'' بھی ہے (ﷺ)۔ وَاَنَا الْحَاشِرُ الَّذِيْ يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى قَدَمَيَّ

میرا نام ''حاشر'' بھی ہے جس کے قدموں میں یعنی جھنڈے کے نیچے سارے لوگ جمع ہوں گے قیامت والے دن۔ وَاَنَا الْعَاقِبُ الَّذِیْ لَانَبِیَّ بَعْدِیْ اور میرا نام ''عاقب'' بھی ہے۔ ''عاقب'' کے معنٰی ''آخری'' کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

③...... تیسرا ظاہری سبب فرمایا ''میری والدہ ماجدہ نے میری ولادت سے پہلے خواب دیکھا تھا کہ ان کے بدن سے ایک روشنی نکلی ہے جس سے شام کے محل روشن ہوگئے''۔ تو یہ آپ ﷺ کے دنیا میں تشریف لانے کے اسباب ہیں۔ اور ان میں سے ایک سبب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہے۔ دعا میں یہ بھی مانگا..........

نبی اکرم ﷺ کے چار فرائض منصبی :

①...... یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ وہ تلاوت کرے ان پر تیری آیتیں۔ یعنی ان کو پڑھ کر سنائے۔ آپ ﷺ کے اوّل مخاطب چونکہ عربی تھے اور عربی ان کی مادری زبان تھی۔ اس لئے قرآن کریم کے اکثر مضامین تو وہ محض سننے سے ہی سمجھ جاتے تھے۔

②...... وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ اور تعلیم دے ان کو کتاب کی۔ قرآنِ کریم کی وہ آیات جن کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صرف سننے سے نہیں سمجھ سکتے تھے تو آپ ﷺ اس کی تفسیر کر دیتے کہ اس کا یہ مطلب اور مفہوم ہے۔ مثلاً پانچویں پارے میں آیت آتی ہے..........

مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِهٖ جو شخص برے عمل کرے گا اس کا بدلہ دیا

جائے گا اس کی سزا پائے گا یہ آیت کریمہ جب نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت ہم میں سے کون سا آدمی ہے جس سے کوئی نہ کوئی برائی نہ ہو؟ معصوم تو صرف پیغمبر ہیں۔ ان کے بغیر کوئی معصوم تو نہیں ہے؟۔ لہٰذا چھوٹی بڑی غلطی انسان سے ہو ہی جاتی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھا کہ بدلہ قبر، برزخ اور آخرت میں ہوگا کہ جس کے نتیجے میں دوزخ جانا پڑے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ مطلب نہیں ہے بلکہ يُّجْزَ بِهٖ کا مطلب ہے کہ مومن کو دنیا میں جو تکلیفیں آتی ہیں وہ اس عمل کا کفارہ بن جاتی ہیں۔ مثلاً بخار ہے، گرمی، سردی ہے، سردرد ہے، کمر درد ہے، گھٹنے کا درد ہے، پیٹ درد ہے، کوئی تکلیف ہو یہ گناہ کا کفارہ بن جاتی ہے۔ چلتے چلتے جیب سے رقم گر گئی یہ بھی گناہ کا کفارہ ہوگئی۔ حتی کہ کانٹے کا چبھ جانا اور چیونٹی کا کاٹنا یہ بھی گناہ کا کفارہ ہے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم بھی دی اور قرآن کریم کا پڑھانا اور سمجھانا بڑا کام ہے۔

ابن ماجہ جو صحاح ستہ کی کتاب ہے اس میں روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص قرآنِ کریم کی ایک آیت سیکھے گا (بغیر ترجمہ کے) اس کو سو نفل پڑھنے والے سے زیادہ ثواب ملے گا اور جو شخص ایک آیت کریمہ ترجمہ کے ساتھ سیکھے گا اس کو ہزار نفل پڑھنے والے سے زیادہ ثواب ملے گا۔ اور یاد رکھنا! قرآنِ کریم پڑھنا اور اس کا ترجمہ سیکھنا مردوں، عورتوں سب کے لئے ضروری ہے۔ پہلے تو خیر اس کے لئے کافی دقت ہوتی تھی اور اب الحمدللہ ہر جگہ اس کا انتظام ہے صرف ہمارے ہاں (گکھڑ میں) عورتوں کی تعلیم کے پانچ چھ مدرسے ہیں۔ جہاں عورتیں ہی پڑھاتی ہیں۔ اور الحمدللہ ان شاخوں میں وہ بچیاں پڑھاتی ہیں جنہوں نے براہِ راست سالہا

سال مجھ سے پڑھا ہے۔اب تو پڑھنے والیوں کی ضرورت ہے۔

③...... آپ ﷺ کا تیسرا کام وَالْحِكْمَةَ اور دانائی کی تعلیم دے یعنی حدیث کی۔ حدیث کے الفاظ بھی آپ نے بیان فرمائے اور معانی بھی سکھائے۔ ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ انسان کے بدن میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں اور ہر، ہر جوڑ پر صدقہ لازم ہے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بڑے حیران ہوئے اور عرض کیا۔حضرت! "مَنْ يُّطِيقُ ذٰلِكَ" کس کو اس کی طاقت ہے کہ روزانہ تین سو ساٹھ صدقے کرے؟۔فرمایا......

صدقہ کا شرعی مفہوم :

"تم نے صدقے کا معنیٰ روپیہ دینا ہی سمجھا ہے۔صرف یہ معنیٰ نہیں ہے بلکہ ایک دفعہ الحمدللہ کہا صدقہ ادا ہو گیا۔"سبحان اللہ" کہا صدقہ ادا ہو گیا ہے۔"اللہ اکبر" کہا،صدقہ ادا ہو گیا۔ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ کہا صدقہ ادا ہو گیا۔"وعلیکم السلام" کہا صدقہ ادا ہو گیا۔ بلکہ ایک دوسرے کو ملتے وقت خندہ پیشانی سے پیش آنا یہ بھی صدقہ ہے۔ راستہ پر اینٹ پتھر پڑا ہوا جو لوگوں کے لئے تکلیف کا باعث ہے اس کو راستے سے ہٹا دینا بھی صدقہ ہے۔ ناواقف کو راستہ بتا دینا یا اس کو منزل تک پہنچا دینا بھی صدقہ ہے۔

نفلی نماز کی جماعت...... :

ایک دفعہ درود شریف پڑھنے سے دس نیکیاں بھی ملتی ہیں اور ایک صدقہ بھی ادا ہو گیا۔اور اگر یہ چاہتے ہو کہ تین سو ساٹھ صدقے ایک ہی کام میں آجائیں تو وہ بھی ہے کہ چاشت کی نماز پڑھو۔چاشت کی دو رکعت پڑھو۔اس میں تین سو ساٹھ صدقے

ہیں۔اور نماز چاشت کے لئے مسجد میں جانا بھی ضروری نہیں ہے۔گھر میں پڑھ لو، دفتر میں، کارخانے میں، اپنی زمین میں جہاں کہیں بھی پڑھ سکتے ہو اور یہ اکیلے پڑھنی ہے۔ جماعت کے ساتھ نہیں کیونکہ نفلی نماز کے لئے جماعت کا اہتمام کرنا بڑا گناہ ہے۔یہ بات تمام فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم نے لکھی ہے۔

اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نفلی نماز میں اگر ایک دو آدمی ساتھ مل جائیں تو کراہت نہیں ہے اور اگر تیسرا ساتھ مل گیا تو مکروہ تنزیہی ہے۔اور چوتھا ساتھ مل گیا تو مکروہ تحریمی ہے یعنی حرام ہے۔مردوں کے متعلق یہ حکم ہے۔

اور اب عورتوں نے یہ بدعت شروع کی ہے کہ صلوٰۃ التسبیح کے لئے اہتمام کرتی ہیں اور اس کے لئے باقاعدہ مسجدوں میں اعلان ہوتے ہیں یہ تمام بدعت ہیں۔اور بدعت کا گناہ تو ہوتا ہے۔ثواب نہیں ہوتا۔کیونکہ بدعت سے دین کا نقشہ بگڑ جاتا ہے۔اپنی جگہ تہجد پڑھو، اشراق پڑھو، صلوٰۃ التسبیح پڑھو، بڑی سعادت کی بات ہے۔مگر اس کے لئے اہتمام کرنا بدعت ہے۔اللہ تعالیٰ بدعت سے محفوظ فرمائے۔

تو خیر! صدقے کے متعلق بیان کر رہا تھا کہ صدقہ ضروری نہیں کہ رقم اور جنس کی صورت میں ہی ہو سکتا ہے بلکہ اللہ، اللہ کرنے میں بھی صدقہ ہے۔اور ایک اور بات بھی سمجھ لیں کہ جاہلوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ صدقہ ''کالی سری'' کا نام ہے کہ ''کالی سری'' دینے سے سب بلائیں ٹل جاتی ہیں۔یہ بالکل غلط بات ہے۔

صدقے کا مفہوم ہے، غریب کی ضرورت پوری کرنا، غریب کو ضرورت ہے کپڑے کی تم ''کالی سری'' اس کی جھولی میں ڈالتے ہو۔وہ اس کا کیا کرے گا۔اس کو جوتے کی ضرورت ہے۔اس کے بچے پڑھتے ہیں ان کو کتابوں کی ضرورت ہے۔تو یہ

ضرورت ’’کالی سری‘‘ تو پوری نہیں کرے گی۔

لہٰذا جو اس کی ضرورت ہے وہ اس کو دو، چاول کی اس کو ضرورت ہے وہ اس کو دو۔ کپڑے کی ضرورت ہے تو کپڑا لا کر دو، بلکہ بہتر یہ ہے کہ نقد رقم دے دو اس کی جو ضرورت ہے وہ پوری کرے گا۔ آنحضرت ﷺ کا چوتھا کام تھا ’’تزکیۂ نفس‘‘۔ فرمایا.........

④...... وَيُزَكِّيهِمْ اور ان کو پاک کرے۔ حقیقتاً تزکیہ یعنی دلوں کی صفائی تو رب کرتا ہے آپ ﷺ اس کا ذریعہ تھے۔ آپ ﷺ کے اخلاقِ حسنہ اور تعلیم و تربیت سے لوگوں کے دل صاف ہو جاتے تھے۔ آپ ﷺ کے ہوتے ہوئے وظائف کرنے کی ضرورت نہیں تھی مگر اب زنگ اتارنے کے لئے وظائف کرنے پڑتے ہیں۔ پیر کامل اپنے مریدوں کو اگر کوئی وظیفہ بتائے گا اور وہ توجہ کے ساتھ پڑھے گا تو یقیناً اثر ہو گا۔

إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ بے شک تو ہی ہے زبردست، حکمت والا۔ یہ تھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا جو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهِمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ
نَفْسَهٗ ؕ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِى الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ
فِى الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ اِذْ قَالَ لَهٗ
رَبُّهٗ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ
﴿۱۳۱﴾ وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهِمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ؕ
يٰبَنِىَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا
تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ اَمْ كُنْتُمْ
شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ
لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِىْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ
اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهِمَ وَاِسْمٰعِيْلَ
وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ
﴿۱۳۳﴾ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ
وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا

يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۴﴾ وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ؕ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۳۵﴾

لفظی ترجمہ :

وَمَنْ يَّرْغَبُ اورکون اعراض کرتا ہے عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ ابراہیم (علیہ السلام) کی ملت اور طریقے سے اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ مگر وہ شخص جس نے اپنے آپ کو بے وقوف بنالیا وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا اور البتہ تحقیق ہم نے چن لیا ابراہیم (علیہ السلام) کو دنیا میں وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ اور بے شک وہ آخرت میں لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ البتہ نیکو کاروں سے ہوگا۔

اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗ جب فرمایا اس کو اس کے رب نے اَسْلِمْ جھک جا (میرے سامنے) قَالَ فرمایا (ابراہیم علیہ السلام نے) اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ جھک گیا میں رب العالمین کے سامنے۔

وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ اور وصیت کی (اس ملت پر قائم رہنے کی) ابراہیم (علیہ السلام) نے بَنِيْهِ اپنے بیٹوں کو وَيَعْقُوْبُ اور یعقوب (علیہ السلام نے بھی) يٰبَنِيَّ اے میرے بیٹو! اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى بے شک

اللہ تعالیٰ نے چن لیا ہے لَكُمُ الدِّيْنَ تمہارے لئے دین فَلَا تَمُوْتُنَّ پس تم ہرگز نہ مرنا اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ مگر اس حالت میں کہ تم مسلمان ہو۔

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ کیا تم حاضر تھے اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ جب حاضر ہوئی یعقوب (علیہ السلام) کے پاس موت اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ جب کہا انہوں نے اپنے بیٹوں سے مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ کس کی تم عبادت کرو گے میرے بعد؟۔ قَالُوْا کہا انہوں نے نَعْبُدُ اِلٰهَكَ ہم عبادت کریں گے تیرے معبود کی وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اور تیرے باپ، دادا کے معبود کی اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ جو ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق (علیہم السلام) تھے اِلٰهًا وَّاحِدًا جو ایک ہی الٰہ ہے وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں۔

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ یہ ایک گروہ تھا تحقیق وہ گزر گیا لَهَا مَا كَسَبَتْ اس کے لئے ہے جو اس نے کمایا وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ اور تمہارے لئے ہے جو تم نے کمایا وَلَا تُسْئَلُوْنَ اور تم سے سوال نہیں کیا جائے گا عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ان چیزوں کے بارے میں جو وہ کرتے تھے۔

وَقَالُوْا اور کہا انہوں نے كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ہو جاؤ تم

یہودی یا نصرانی تَھْتَدُوْا ہدایت پا جاؤ گے قُلْ آپ (ﷺ) کہہ دیں بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِیْفًا بلکہ ہم ملت ابراہیمی کی پیروی کریں گے جو ایک طرف ہونے والے تھے وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ اور نہیں تھے وہ شرک کرنے والوں میں سے۔

ربط :

اس سے پہلے رکوع میں کعبۃ اللہ کی تعمیر کا ذکر تھا کہ کعبۃ اللہ کو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے مل کر تعمیر کیا اور پچیس دن میں مکمل کر دیا۔ بعض مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے لکھا ہے کہ کعبۃ اللہ کا درجہ زمین کے تمام ٹکڑوں سے بلند ہے۔ سوائے زمین کے اس ٹکڑے کے کہ جہاں آنحضرت ﷺ مدفون ہیں کہ اس کا درجہ کعبۃ اللہ عرش کرسی حتی کہ لوح سے بھی بلند ہے۔ تو کعبۃ اللہ کی تعمیر اور ابراہیم علیہ السلام کے کارناموں کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو شخص ان کے طریقہ سے چہرہ پھیرے گا وہ بے وقوف آدمی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے.........

ملت ابراہیمی کی پیروی :

وَمَنْ یَّرْغَبُ اور کون اعراض کرتا ہے عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ ابراہیم (علیہ السلام) کی ملت اور طریقے سے اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ مگر وہ شخص جس نے اپنے آپ کو بے وقوف بنا لیا۔ ظاہر بات ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی ملت اس مذہب کا نام تھا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا گیا تھا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس پر عمل کیا اور اس کو اپنایا تو اس مذہب سے وہی شخص اعراض کرے گا، چہرہ پھیرے گا جو بے

وقوف ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا اور البتہ تحقیق ہم نے چن لیا ابراہیم (علیہ السلام) کو دنیا میں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بہت بلند مقام اور فضیلت عطاء فرمائی ہے۔ البتہ متعدد دلائل سے ثابت ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فضیلت کلی یعنی تمام کائنات پر فضیلت حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کمالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطاء فرمائے ہیں وہ اور کسی کو نہیں عطا فرمائے۔ خصوصاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیّن ہونا بہت بلند مقام ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کلی کی وہ دلیلیں نہ ہوتیں تو یہ آیت کریمہ اور اس قسم کی دوسری آیات بتاتی ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا درجہ سب سے بلند ہے۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اتنے کمالات عطا فرمائے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی پیغمبر کو نہیں عطا فرمائے۔ لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام تمام مخلوقات سے بلند ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مخلوق میں سب سے بلند مقام ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔

جن علماء کرام نے عقائد پر کتابیں لکھی ہیں وہ لکھتے ہیں کہ "حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کا درجہ ہے وہ بڑے رتبے اور شان والے پیغمبر تھے"۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا درجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بلند ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

پیغمبر فرشتوں سے افضل ہیں :

وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ اور بے شک وہ آخرت میں البتہ نیکو کاروں میں سے ہوگا۔ پیغمبر سے بڑھ کر صالح کون ہوسکتا ہے؟۔ پھر وہ پیغمبر جو پیدائش سے لے کر وفات تک امتحانوں میں ہی رہا ہو جس کی تفصیل قرآنِ کریم میں

موجود ہے اور یہ بھی یاد رکھنا کہ پیغمبروں کا درجہ اور مقام فرشتوں سے بلند ہے۔ اگرچہ فرشتے نوری مخلوق ہیں اور معصوم عن الخطاء ہیں اور پیغمبر انسان بشر اور آدمی تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے نبوۃ اور رسالت کا منصب اتنا بلند رکھا ہے کہ فرشتوں کا درجہ اور مقام پیغمبروں سے کم ہے۔ اور اسی لئے انسان مجموعی لحاظ سے اشرف المخلوقات ہے کہ انسانوں میں اللہ تعالیٰ کے رسول آئے ہیں ان کی وجہ سے انسان کا پلہ بھاری ہوگیا ہے اور مجموعی لحاظ سے فرشتے انسان کا مقابلہ نہیں کر سکتے، فرمایا.........

اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ جب فرمایا اس کو اس کے رب نے جھک جا (میرے سامنے) قَالَ تو ابراہیم علیہ السلام نے بغیر کسی قیل وقال کے کہا اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ جھک گیا میں رب العالمین کے سامنے، فرمانبردار ہوگیا رب العالمین کا جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے۔

① ...... پہلا حکم یہ تھا کہ باپ کا ادب واحترام ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے اس کو تبلیغ کرو اور توحید کی دعوت دو اسی لئے ابراہیم علیہ السلام نے جب بھی باپ سے بات کی تو یَا اَبَتِ، یَااَبَتِ، یَا اَبَتِ اے میرے ابا جی، اے میرے ابا جی کہہ کر بڑے اچھے اور پیارے انداز میں تبلیغ کی یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی کہ باپ بت بنانے والا اور بیٹا بت گرانے والا۔ باپ بت گر اور بیٹا بت شکن پھر آخر دم تک سمجھانے میں کوئی کمی نہیں کی اور ادب واحترام بھی ملحوظ رکھا۔

② ...... پھر دوسرا حکم اللہ تعالیٰ نے یہ دیا کہ دوسرے لوگوں کو بھی تبلیغ کر اور واضح طریقہ سے شرک کی تردید کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ساری قوم کے علاوہ وقت کے ظالم اور جابر بادشاہ نمرود بن کنعان جو بت پرستوں کا پیرومرشد تھا کو بھی تبلیغ کی

اوراس کے سامنے کلمہ حق بیان کیا۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ساری قوم کی مخالفت مول لی۔ بادشاہ کی مخالفت اور باپ کی مخالفت برداشت کی اور نبوت ملنے کے بعد اسی/۸۰ سال تبلیغ کرتے رہے۔ ہمت نہیں ہاری۔ آپ علیہ السلام کو پتھر مارے گئے، گالیاں دی گئیں، قید کیا گیا، آگ میں ڈالا گیا اور بہت کچھ ہوا۔ مگر اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ میں فرمانبردار ہوگیا رب العالمین کے سامنے۔

④...... پھر رب تعالیٰ کی طرف سے حکم آیا کہ ہجرت کرکے شام چلے جاؤ۔

پورے ملک عراق میں صرف تین موحد تھے

①...... ابراہیم علیہ السلام ②...... ان کی اہلیہ حضرت سارہ علیہا السلام

③...... اور بھتیجے حضرت لوط بن حاران بن آزر۔

کوئی چوتھا آدمی ساتھ نہیں ملا۔ دورانِ سفر آزمائشیں آئیں پھر حضرت ہاجرہ کے ساتھ نکاح ہوا حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔ تو حکم ہوا کہ بیوی کو بتائے بغیر ان کو ساتھ لے جاؤ اور مکہ مکرمہ چھوڑ کے واپس آجاؤ۔ دمشق سے مکہ مکرمہ انگریزی میلوں کے حساب سے تقریباً پندرہ سو میل کا فاصلہ ہے سڑکیں نہیں، آمدورفت کے ذرائع نہیں، جنگلات سے گزرنا ہے۔ دشوار گزار سفر کرکے جب مکہ مکرمہ پہنچے تو رب تعالیٰ نے فرمایا..........

''یہ جو درخت کھڑا ہے اس کے نیچے ان کو بٹھا کر واپس چلے جاؤ''۔ دیکھو! کتنا بڑا امتحان ہے کہ جواں سال بیوی، دودھ پیتا بچہ، اور وہاں چھوڑنا ہے کہ جہاں نہ آبادی، نہ کوئی مکان، نہ کوئی انسان، نہ کھانے کا انتظام، نہ پینے کا صرف رب کا حکم

ہے اور مانتے چلے جارہے ہیں۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی اور شیطان کو کنکریاں مارنا :

پھر وہی بچہ جب کام کاج کی عمر کو پہنچتا ہے تو رب تعالیٰ حکم دیتے ہیں کہ اس کو ذبح کردو۔ کوئی قیل وقال نہیں کی کہ ''اے پروردگار! ایک ہی تو بچہ ہے اس کو بھی ذبح کردوں رب تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے کے لئے تیار ہیں''۔ ابلیس لعین نے بڑے حیلے بہانے کئے، پھسلانے کی کوشش کی۔ مگر اس کو پتھر مارے کہ تو دور ہو جا یہ حاجی حضرات جمرات کی رمی کرتے ہیں۔ جمرہ عقبیٰ، جمرہ اُولیٰ اور جمرہ ثانیہ شیطانوں کو مارتے ہیں۔ یہ وہی جگہیں ہیں جہاں شیطان حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پھسلانے کے لئے آیا تھا۔ اور انہوں نے اس کو پتھر مارے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کے لئے منیٰ کی طرف لے جارہے تھے تو شیطان بڑا بزرگ بن کر آیا اور کہنے لگا......

☆...... حضرت! اس کو لے کر کہاں جارہے ہو؟۔

✻...... فرمایا میں اس بچے کو رب تعالیٰ کی رضا کے لئے ذبح کرنے کے لئے لے جارہا ہوں۔

☆...... کہنے لگا تمہارے کتنے بچے ہیں؟۔

✻...... فرمایا: یہی ایک ہے۔

☆...... تو کہنے لگا اس کو ذبح کرنا گوارا کرلو گے؟۔

✻...... فرمایا رب تعالیٰ کا حکم ہے۔

☆...... کہنے لگا رب تعالیٰ کا حکم سر آنکھوں پر مگر اس کا مطلب سمجھنا چاہیے۔ اس میں کوئی اور قسم کا اشارہ ہوگا۔ یعنی ذبح کرنا مقصود نہیں ہوگا کچھ اور مراد ہوگی۔

*...... حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ اکبر کہہ کر شیطان کو سات کنکر مارے۔ مگر وہ تو شیطان خبیث تھا آگے جا کر پھر سامنے آگیا اور کہنے لگا کہ............

☆...... رب تعالیٰ کے حکم میں تو کوئی قیل وقال نہیں ہے۔ مگر سوچو اس کا مفہوم کوئی اور ہوگا؟۔

*...... پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو اللہ اکبر کہہ کر سات کنکر مارے کہ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے اس کا حکم ماننا ہے تو باز آجا۔

☆...... پھر تیسری مرتبہ سامنے آکر کھڑا ہوگیا اور وہی بات دوہرائی۔

*...... پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ اکبر کہہ کر سات کنکریاں ماریں۔

یہ رمی جمار حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ اور حکماً واجب ہے۔ اگر کسی سے رہ جائے تو قربانی دینی پڑتی ہے۔ اگر کوئی معذور ہے، بہت بوڑھا ہے یا وہاں جا کر بیمار ہوگیا ہے کہ خود رمی نہیں کرسکتا تو اس کو نائب بنانے کی اجازت ہے۔ مگر وہ نائب پہلے اپنی رمی کرے گا اور پھر اس کی طرف سے رمی کرے گا۔

انبیاء (علیہم السلام) اور علم غیب :

اے نوجوانو! یہاں ایک اور بات بھی سمجھ لو کہ غلط کار لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر

سب کچھ جانتے ہیں۔ اگر پیغمبر سب کچھ جانتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے لے جا رہے تھے تو ان کو معلوم تھا کہ اسماعیل علیہ السلام کی قربانی نہیں ہوگی۔ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بھی علم تھا کہ میں نے ذبح نہیں ہونا پھر تو معاف کرنا یہ ایک ڈرامہ ہی تھا۔ (معاذ اللہ تعالیٰ)۔ اور باپ بیٹے نے ایک کھیل کھیلنا تھا جس کی حقیقت کچھ نہیں تھی۔ معاذ اللہ تعالیٰ۔ تو پھر قربانی کا نتیجہ تو کوئی نہ ہوا۔

حالانکہ یہ حقیقت ہے کہ باپ حقیقتاً قربانی کرنے کے لئے جا رہا تھا اور بیٹا حقیقتاً قربان ہونے کے لئے جا رہا تھا۔ اور اسی وجہ سے باپ بیٹے کی عظمت دنیا والوں پر نمایاں ہوئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باقی بیٹے :

وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ ، "هَا" ضمیر "مِلَّتْ" کی طرف لوٹ رہی ہے معنٰی ہوگا اور وصیت کی ابراہیم علیہ السلام نے اس ملت پر قائم رہنے کی بَنِيْهِ اپنے بیٹوں کو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پانچ بیٹوں کا ذکر ملتا ہے دو کا قرآنِ کریم میں حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق علیہما السلام اور تین کا ذکر تاریخ اور توراۃ میں آتا ہے۔ حضرت مدین، حضرت مدائن اور حضرت قیدار رحمۃ اللہ علیہم چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیٹی کوئی نہیں تھی۔ اس لئے بیٹوں کو نصیحت فرمائی کہ اسلام نہ چھوڑنا۔

وَيَعْقُوْبُ اور یعقوب (علیہ السلام) نے بھی اپنے بیٹوں کو وصیت فرمائی کہ اسلام پر قائم رہنا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے تھے ان کو اللہ تعالیٰ نے بارہ بیٹے عطا فرمائے تھے، بیٹی ان کی بھی نہیں تھی اس لئے انہوں نے بھی

اپنے بیٹوں کو نصیحت فرمائی.........

یٰبَنِیَّ اے میرے بیٹو! اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی لَکُمُ الدِّیْنَ بے شک اللہ تعالیٰ نے چن لیا ہے تمہارے لئے دین فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ پس تم ہرگز نہ مرنا مگر اس حالت میں کہ تم مسلمان ہو۔یعنی اسلام پر قائم رہنا۔

نیکی کا اختیار اور توفیق :

پہلے لوگوں کی یہی وصیتیں ہوتی تھیں۔ کہ اسلام پر قائم رہنا، اعمال اچھے کرنا، آخرت کا فکر کرنا اپنے ارادے کو درست رکھنا۔ کیونکہ نیکی، بدی میں ارادے کا دخل ہے تم جیسا ارادہ کرو گے اللہ تعالیٰ ویسی توفیق عطا فرمائیں گے۔ بندہ مختار ہے مجبور نہیں ہے۔ مثلاً تم نے اپنے گھر سے مسجد میں آنے کا ارادہ کیا اللہ تعالیٰ نے توفیق دے دی اور تم آ گئے۔ جو نہیں آئے ان کو اللہ تعالیٰ نے جبراً تو نہیں روکا کہ تم مسجد میں نہیں آسکتے انہوں نے آنے کا ارادہ نہیں کیا وہ اس وقت گھروں میں سوئے ہوئے ہیں۔ اور ایسے بد بخت بھی ہوں گے جنہوں نے اٹھ کر سحری بھی نہیں کھائی ہوگی۔ اور روزے بھی نہیں رکھے ہوں گے۔ ان کی نیت وہ تھی لہٰذا وہ اپنی نیت پوری کر رہے ہیں۔ انسان نیکی بدی کرنے میں مختار ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے.........

فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے اور دوسرے مقام پر آتا ہے وَھَدَیْنٰہُ النَّجْدَیْنِ اور ہم نے اس کو دونوں راستے دکھا دیئے۔ تو رب تعالیٰ نے نیکی، بدی کے دونوں راستے دکھا دیئے ہیں پھر جس راہ پر کوئی چلے گا نُوَلِّہٖ

مَاتَوَلّٰی پھر پھیر دیں گے ہم اس کو اس طرف جس طرف وہ پھرے گا۔ یعنی جس راہ کا کوئی ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس کی توفیق دے دیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ بندے کو ارادے کا اختیار دیا ہے، مجبور محض نہیں ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی وصیت :

تو یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو وصیت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے دین کو چنا ہے۔ پس تم اسلام پر قائم رہنا انہوں نے تو اسلام پر قائم رہنے کی وصیت فرمائی تھی برخلاف اس کے یہودی یہ دعویٰ کرتے تھے کہ یعقوب علیہ السلام جب دنیا سے رخصت ہو رہے تھے تو انہوں نے اپنی اولاد کو وصیت کی تھی کہ یہودیت یعنی یہودی مذہب نہ چھوڑنا اور ان کا یہ پروپیگنڈہ صدیوں سے چلا آ رہا تھا۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ کیا تم حاضر تھے اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ جب حاضر ہوئی یعقوب (علیہ السلام) کے پاس موت؟۔ یعنی تم جو یہ دعویٰ کرتے ہو کہ انہوں نے یہودیت کی وصیت فرمائی تھی تو کیا جب ان کو موت آئی تھی اس وقت تم موجود تھے۔ جو تمہیں معلوم ہے کہ انہوں نے یہ وصیت فرمائی تھی۔ اور تمہاری یہودیت تو یہ ہے کہ اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ انہوں نے بنا لیا اپنے مولویوں اور پیروں کو رب تعالیٰ کے سوا۔ تو انہوں نے مولویوں اور پیروں کو رب بنانے کی وصیت کی تھی؟۔ (معاذ اللہ تعالیٰ)۔ اب تم سنو کہ انہوں نے کیا وصیت فرمائی تھی جب موت حاضر ہوئی، فرمایا اللہ تعالیٰ نے

اِذْ قَالَ لِبَنِیْهِ جب کہا انہوں (یعقوب علیہ السلام) نے اپنے بیٹوں سے مَاتَعْبُدُوْنَ مِنْ ۭ بَعْدِیْ کس کی تم عبادت کروگے میرے بعد؟۔ قَالُوْا کہا انہوں (بیٹوں) نے نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ ہم عبادت کریں گے تیرے معبود کی اور تیرے باپ، دادا کے معبود کی اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ جو ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق (علیہم السلام) تھے، ان کے الٰہ کی عبادت کریں گے اِلٰهًا وَّاحِدًا جو ایک ہی الٰہ ہے۔

تو یعقوب علیہ السلام نے تو مرتے وقت توحید کی وصیت فرمائی تھی اور ظالمو! تم نے اپنے مولویوں اور پیروں کو رب بنالیا ہے۔ تمہاری اس یہودیت کے ساتھ ان کا کیا تعلق ہے؟۔ اور یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے یہ بھی کہا............

وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں۔ یعنی ہم مسلمان ہی مریں گے اور اسلام پر ہی قائم رہیں گے اور تم کہتے ہو کہ یہودیت کی وصیت کی تھی۔ فرمایا............

تِلْكَ اُمَّةٌ یہ ایک گروہ تھا۔ حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق علیہم السلام کا کہ قَدْ خَلَتْ تحقیق وہ گزر گیا، دنیا سے چلا گیا لَهَا مَا كَسَبَتْ اس کے لئے ہے جو اس نے کمایا وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ اور تمہارے لئے ہے جو تم نے کمایا وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ اور تم سے سوال نہیں کیا جائے گا جو وہ کرتے تھے۔

اور چونکہ ابراہیم علیہ السلام کی شخصیت بین الاقوامی طور پر مسلم تھی اس لئے یہودی کہتے تھے کہ وہ یہودی تھے لہٰذا تم یہودی بن جاؤ اور عیسائی کہتے تھے وہ عیسائی تھے لہٰذا

تم عیسائی بن جاؤ۔ اور مشرک کہتے تھے وہ ہمارے تھے ہر ایک فرقہ ان کو اپنے ساتھ جوڑنے کی کوشش کرتا تھا اللہ تعالیٰ نے سب کی تردید فرمائی ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے.........

وَقَالُوْا اور کہا انہوں نے کُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی ہو جاؤ تم یہودی یا نصرانی تَهْتَدُوْا ہدایت پا جاؤ گے۔ اور قرآن کریم بڑی واضح کتاب ہے اس کے تیسرے پارے کے پندرہویں رکوع میں ہے.........

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ يَا اَهْلَ الْكِتٰبِ اے اہلِ کتاب! یہودیو اور نصرانیو! لِمَ تُحَاجُّوْنَ فِيْ اِبْرَاهِيْمَ تم کیوں جھگڑا کرتے ہو ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں؟ کہ تم کہتے ہو کہ یہودی تھے یا نصرانی تھے وَمَا اُنْزِلَتِ التَّوْرٰاةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْ ، بَعْدِهٖ حالانکہ نہیں اتاری گئی توراۃ اور انجیل مگر ان کے بعد اور توراۃ کا مذہب یہودی تھا اور انجیل کا مذہب نصرانیت تھا اور توراۃ ابراہیم علیہ السلام سے تقریباً ڈیڑھ ہزار سال بعد نازل ہوئی ہے اور انجیل تقریباً ساڑھے تین ہزار سال بعد نازل ہوئی ہے تو وہ یہودی عیسائی کس طرح بن گئے؟۔ بڑی عجیب منطق ہے کہ کتاب اور شریعت بعد میں نازل ہوئی اور ان کو ماننے والا پہلے آ کہ چلا گیا.........

اللہ تعالیٰ کی ذات میں جھگڑا :

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا تم اتنی موٹی بات بھی نہیں سمجھتے؟۔ هٰاَنْتُمْ هٰؤُلَاءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ خبردار! تم نے جھگڑا کیا اس چیز میں جس کا تمہیں تھوڑا بہت کچھ علم بھی ہے۔ فَلِمَ تُحَاجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ

پس کیوں جھگڑا کرتے ہو اس چیز میں جس کے بارے میں تمہیں علم نہیں ہے؟۔ وَاللّٰہُ يَعْلَمُ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے وَاَنْتُمْ لَاتَعْلَمُوْنَ اور تم نہیں جانتے جو جانتا ہے وہ کہہ رہا ہے......

حضرت ابراہیم علیہ السلام موحد اور مسلم تھے :

مَا كَانَ اِبْرَاهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّ لَا نَصْرَانِيًّا ابراہیم (علیہ السلام) نہ یہودی تھے اور نہ عیسائی وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا اور لیکن تھے وہ حنیف یعنی ہر طرف سے ہٹ کر ایک طرف لگنے والے مسلمان اور موحد۔ اور مشرکو تم بھی سن لو وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اور نہیں تھے وہ شرک کرنے والوں میں سے۔ اب بتاؤ کہ تم کس طرح کہتے ہو کہ یہودی ہو جاؤ یا نصرانی ہو جاؤ تو ہدایت پا جاؤ گے؟۔

قُلْ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیں بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا بلکہ ہم ملت ابراہیمی کی پیروی کریں گے جو ایک طرف ہونے والے تھے، موحد تھے، نہ یہودی تھے، نہ عیسائی تھے اور نہ مشرک تھے۔

وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اور نہیں تھے وہ شرک کرنے والوں میں سے۔ وہ موحد تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑا بلند مقام عطا فرمایا تھا ہم تو ان کی ملت کی اتباع کریں گے۔

قُولُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ
اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ
وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ
اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَانُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ
مِّنْهُمْ ۤ ۖ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾ فَاِنْ
اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ
وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ
فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ
الْعَلِيْمُ ﴿۱۳۷﴾ ؕ صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ
صِبْغَةً ۫ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ قُلْ
اَتُحَآجُّوْنَنَا فِي اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ وَلَنَآ
اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ وَنَحْنُ لَهٗ
مُخْلِصُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ ۙ اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ

وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۰﴾ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۱﴾ ع

لفظی ترجمہ :

قُوْلُوْٓا اور (اے مومنو!) کہہ دو اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ایمان لائے ہم اللہ تعالیٰ پر وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا اور اس چیز پر جو نازل کی گئی ہماری طرف وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ اور اس پر جو نازل کی گئی ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب (علیہم السلام) اور ان کی اولاد در اولاد کی طرف وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى اور اس چیز پر (بھی ایمان لائے) جو دی گئی موسیٰ اور عیسیٰ (علیہما السلام) کو وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ اور (اس چیز پر بھی) جو دی گئی پیغمبروں کو مِنْ رَّبِّهِمْ

ان کے رب کی طرف سے لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ نہیں فرق کرتے ہم ان پیغمبروں میں سے کسی ایک کے درمیان وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ اور ہم اسی کے فرمان بردار ہیں۔

فَاِنْ اٰمَنُوْا پس اگر یہ لوگ ایمان لے آئیں بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ جیسا کہ تم ایمان لائے ہو اس کے ساتھ فَقَدِ اهْتَدَوْا پس تحقیق یہ ہدایت پا جائیں گے وَاِنْ تَوَلَّوْا اور اگر انہوں نے روگردانی کی فَاِنَّمَا هُمْ فِیْ شِقَاقٍ پس پختہ بات ہے وہ ضد اور مخالفت میں ہیں فَسَیَكْفِیْكَهُمُ اللّٰهُ پس عنقریب اللہ تعالیٰ کفایت کرے گا آپ کے لئے ان سے وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ اور وہی سننے والا، جاننے والا ہے۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کا رنگ (اختیار کرو) وَمَنْ اَحْسَنُ اور کون بہتر ہے مِنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے صِبْغَةً رنگ (کے لحاظ سے) وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ اور ہم اسی (اللہ تعالیٰ) کی عبادت کرنے والے ہیں۔

قُلْ آپ (ﷺ) فرما دیں اَتُحَآجُّوْنَنَا فِی اللّٰهِ کیا تم ہمارے ساتھ جھگڑا کرتے ہو اللہ تعالیٰ کے بارے میں؟ وَهُوَ رَبُّنَا حالانکہ وہی ہمارا رب ہے وَرَبُّكُمْ اور تمہارا بھی رب ہے وَلَنَآ

اَعْمَالُنَا اور ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ اورتمہارے لئے تمہارے اعمال ہیں وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ اور ہم تو خالص اسی کے ہیں۔

اَمْ تَقُوْلُوْنَ کیا تم کہتے ہو؟ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ کہ بے شک ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب (علیہم السلام) اور ان کی اولاد در اولاد كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى یہودی تھے یا نصرانی قُلْ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمادیں ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ تعالیٰ (زیادہ جانتا ہے) وَمَنْ اَظْلَمُ اور اس سے بڑا کون ظالم ہے مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً جس نے چھپائی گواہی عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ جو اس کے پاس ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ غافل عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ان کاموں سے جو تم کرتے ہو۔

تِلْكَ اُمَّةٌ یہ ایک گروہ تھا قَدْ خَلَتْ تحقیق وہ گزر گیا لَهَا مَا كَسَبَتْ ان کے لئے ہے جو انہوں نے کمایا وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ اور تمہارے لئے ہے جو تم نے کمایا وَلَا تُسْئَلُوْنَ اور تم سے نہیں پوچھا جائے گا عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ان کاموں کے بارے میں جو وہ کرتے تھے۔

ربط :

یہودی مسلمانوں کو کہتے تھے یہودی ہو جاؤ کہ نجات یہودیت میں ہے اور عیسائی کہتے تھے کہ عیسائی ہو جاؤ کہ نجات عیسائیت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کہا تم کہو کہ ہم سب کو مانتے ہیں جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا اور جو عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا اور جو دوسرے انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوا سب کو مانتے ہیں کہ وہ اپنے اپنے زمانے میں برحق تھا لیکن آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کے بعد پہلے تمام پیغمبروں کی شریعتیں منسوخ ہوگئی ہیں۔ اب ہدایت اور نجات صرف آخری پیغمبر کی اتباع میں ہے۔ ارشادِ ربانی ہے.........

قُوْلُوْآ اور (اے مومنو!) کہہ دو اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ایمان لائے ہم اللہ تعالیٰ پر وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا اور اس چیز پر جو نازل کی گئی ہماری طرف وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ اور اس پر جو نازل کی گئی ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب (علیہم السلام) اور ان کی اولاد در اولاد کی طرف۔

"سبط" کا معنیٰ :

"سبط" کا معنیٰ ہے "اولاد کی اولاد اور آگے ان کی اولاد" یعنی یعقوب علیہ السلام کے بیٹے یوسف علیہ السلام پیغمبر ہوئے پھر آگے ان کی نسل میں اور جتنے پیغمبر تشریف لائے ان پر جو کچھ نازل ہوا ہم سب کو مانتے ہیں۔

وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى اور اس چیز پر (بھی ایمان لائے) جو دی گئی موسیٰ اور عیسیٰ (علیہما السلام) کو۔ یعنی ان پر جو کچھ نازل ہوا تورات، انجیل، معجزات اور دیگر صحیفے ہم سب کو مانتے ہیں۔ یہاں تک تو مشہور و مخصوص پیغمبروں کا ذکر تھا آگے

تعمیم فرمادی، ارشاد ہے.........

وَمَآ اُوْتِیَ النَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ اور (اس چیز پر بھی ہمارا ایمان ہے) جو دی گئی پیغمبروں کو ان کے رب کی طرف سے۔ صحیفے اور کتابیں اور ہم تو اتنے وسیع الصدر ہیں کہ.........

انبیاء علیہم السلام کی باہمی فضیلت :

لَانُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ نہیں فرق کرتے ہم ان پیغمبروں میں سے کسی ایک کے درمیان، ایمان لانے میں کہ ہمارا سب پر ایمان ہے کہ وہ اپنے، اپنے زمانے میں اللہ تعالیٰ کے برحق پیغمبر تھے البتہ درجے اور مرتبے کے اعتبار سے ان میں کمی بیشی ہے۔ تیسرے پارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ یہ پیغمبروں کا گروہ ہے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ اور اسی طرح پندرہویں پارے میں آتا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے.........

وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا اور البتہ تحقیق ہم نے بعض پیغمبروں کو بعض پر فضیلت دی اور داؤد (علیہ السلام) کو ہم نے زبور عطا کی۔ تو پیغمبروں کے درجات میں کمی بیشی ہے۔ سب سے بلند اور اعلیٰ درجہ ہے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی قدر کے بعد درجہ اور مقام ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد درجہ ہے موسیٰ علیہ السلام کا تو درجات میں تو فرق ہے۔ ان پر ایمان لانے میں ہم تفریق نہیں کرتے جس طرح یہودی کہتے تھے۔

نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ بعض کو ہم مانتے ہیں مثلاً موسیٰ علیہ السلام کو اور بعض کا ہم انکار کرتے ہیں جیسے عیسیٰ علیہ السلام اور یہ بات آپ پہلے پڑھ چکے ہو کہ یہودی عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہتے تھے کہ ہم اس کو نبی کیا مانیں گے؟ یہ تو حلال زادہ ہی نہیں ہے۔ معاذ اللہ تعالیٰ تو یہ تفریق ہم نہیں کرتے۔

وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ اور ہم اسی کے فرمان بردار ہیں۔ ہم نے اپنی گردنیں رب تعالیٰ کے حکم کے سامنے جھکا دی ہیں۔

اس سے پہلے تین گروہوں کا ذکر تھا.........

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایمان معیاری ہے :

① ...... یہود ② ......نصاریٰ ③...... اور ضمناً مشرکین کا۔

کہ یہ سارے مسلمانوں کو اپنے، اپنے مذہب کی دعوت دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فرمایا کہ ہم تو قاعدے کے مطابق سب کو مانتے ہیں اور تم نہیں مانتے۔ پس تم ان سے کہو کہ اگر یہ لوگ تمہاری طرح ایمان لائیں گے تو ہدایت یافتہ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ پس اگر یہ لوگ ایمان لے آئیں جیسا کہ تم ایمان لائے ہو اس کے ساتھ فَقَدِ اهْتَدَوْا پس تحقیق یہ ہدایت پا جائیں گے۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان کو معیار قرار دیا ہے۔ کہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین تمہارے جیسا یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسا ایمان لائیں گے تو ہدایت حاصل ہوگی۔

وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِیْ شِقَاقٍ اور اگر انہوں نے روگردانی کی پس

پختہ بات ہے وہ ضد، مخالفت اور بدبختی ہے۔ اور جو حضرات دوسروں کے لئے معیار ہیں۔ وہ ثقہ، عادل، متقی، پرہیزگار ہیں۔ اور ان پر جرح واعتراض جائز نہیں ہے۔

①...... چنانچہ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ''مرقات شرح مشکوٰۃ'' میں فرماتے ہیں کہ قرآن کریم اور سنت اور معتمد لوگوں کے اجماع کے ظاہری الفاظ اور عبارتیں۔ اس پر دلالت کرتی ہیں کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تمام کے تمام عادل اور ثقہ ہیں۔

②...... امام ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''اسد الغابہ'' میں لکھتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب کے سب عادل اور ثقہ ہیں۔ ان پر جرح نہیں کی جا سکتی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعدیل اور پاکدامنی بیان فرمائی ہے۔ اور جو حضرات عادل، ثقہ، ایمان اور عمل میں معیار ہیں۔ ان کی اتباع واجب ہے۔

③...... چنانچہ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''اقامۃ الدلیل'' میں لکھتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع واجب الاتباع ہے۔

④...... اور علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ''فتح الباری شرح صحیح بخاری'' میں لکھتے ہیں کہ ''اہلِ سنت والجماعت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع حجت ہے''۔

⑤...... اور مشہور غیر مقلد عالم مولانا حافظ محمد عبداللہ روپڑی رحمۃ اللہ علیہ ''ضمیمہ رسالہ اہلِ حدیث'' میں لکھتے ہیں کہ اقوال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے استدلال کرنا ٹھیٹھ (خالص) اسلام میں داخل ہے''۔ یہ تو اہلِ حق کی

عبارتیں ہیں کہ صحابہ کرام عادل اور ثقہ ہیں۔ اور راہِ حق کی دلیل ہیں۔

اور حدیث پاک میں آتا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مذہبی اعتبار سے یہودیوں کے اکہتر فرقے بنے اور نصاریٰ کے تھوڑے سے وقت میں بہتر فرقے بنے اور امیری امت میں تہتر فرقے بنیں گے۔ یہ امت کسی سے پیچھے رہنے والی نہیں ہے۔ فرمایا......

كُلُّهُمْ فِي النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً ان تہتر فرقوں میں سے ایک فرقہ ہوگا جس کو اوّل تا آخر دوزخ سے نجات ملے گی باقی بہتر فرقے دوزخ میں جائیں گے۔ یہ روایت ابوداؤد، ترمذی اور مشکوٰۃ وغیرہ میں صحیح سند کے ساتھ کئی صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ البتہ دوزخ میں جانے کی تفصیل ہے۔ کیونکہ ان بہتر میں سے وہ بھی ہوں گے جن کا افتراق کفر اور شرک کی حد تک پہنچا ہوا ہوگا۔ ایسے لوگ تو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور دوزخ سے نکلنا کبھی نصیب نہیں ہوگا۔ اور ان میں سے ایسے بھی ہوں گے کہ جن کا افتراق کفر وشرک تک نہیں پہنچا ہوگا بلکہ بدعت اور معصیت تک محدود ہوگا۔ ایسے لوگ دوزخ میں جائیں گے مگر کسی نہ کسی وقت ان کو رہائی مل جائے گی۔ اور جو اوّل تا آخر دوزخ کے عذاب سے محفوظ رہے گا وہ صرف ایک فرقہ ہوگا۔

قَالُوْا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا وَمَنْ هِيَ يَارَسُوْلَ اللهِ؟ اے اللہ کے رسول! (ﷺ) وہ کون سا فرقہ ہوگا جو اوّل تا آخر دوزخ سے بچا رہے گا یعنی اس کی پہچان کیا ہوگی؟۔

قَالَ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِيْ جو میرے

طریقے پر ہوگا اور میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقے پر ہوگا۔ یعنی میرے راستے پر چلنے والا ہوگا اور میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے راستے پر چلنے والا ہوگا مَا اَنَا عَلَیْهِ سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ وَاَصْحَابِیْ سے مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر چلنے والے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کے طریقے پر چلنے والے اور اسی حدیث کے پیش نظر اہلِ سنت والجماعت کا لفظ بولا جاتا ہے۔ تو اہلِ سنت والجماعت وہ ہیں۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر چلنے والے ہیں۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کے طریقہ پر چلنے والے ہیں۔

''اہلِ سنت'' کا مطلب :

چنانچہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''غنیۃ الطالبین'' میں فرماتے ہیں اور دیگر کتابوں میں بھی موجود ہے کہ.........

''اہلِ سنت: وہ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر چلیں اور والجماعت، وہ ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کے نقش قدم پر چلیں تو اہلِ سنت والجماعت وہ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقے پر چلتے ہیں۔ اب تم فیصلہ خود کرلو کہ آج کل جو لوگ اپنے آپ کو ''سنی'' کہلواتے ہیں جو کام وہ کررہے ہیں کیا وہ کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئے ہیں، یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کئے ہیں؟۔ حاشا وکلا۔ یہ کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئے ہیں۔ اور نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کئے اور ان کا کہیں تصور بھی نہیں ملتا۔ لہٰذا ان لوگوں کا اہلِ سنت والجماعت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ اہلِ بدعت اور اہلِ ھویٰ ہیں اور خواہ مخواہ اپنے ساتھ یہ لفظ چسپاں کرلیا ہے۔

اور یہ بدعات، تیجا، ساتا، دسواں اور چالیسواں اور عرس اور برسی اور قبروں پر چراغاں

کرنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں نہیں تھا۔ حالانکہ اس وقت لوگ مرتے بھی تھے، شہید بھی ہوتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت بھی ان کو سب سے زیادہ تھی اگر یہ کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیے ہوتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ضرور کرتے اور آخرت کی فکر بھی ان کو زیادہ تھی۔ لہٰذا یہ تمام کی تمام خرافات ہیں۔ قرآن اور سنت کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ان کے کرنے سے گناہ ہوتا ہے، ثواب نہیں۔

''عید میلاد'' اور اس کے تین بانی :

① ...... اور عید میلاد کا جلوس تو کچھ عرصہ پہلے شروع ہوا ہے میری عمر کے جو بوڑھے ہیں وہ جانتے ہیں کہ عید میلاد کا جلوس ہمارے سامنے شروع ہوا ہے۔ اور میرے اس درس کے دینے تک اس کا بانی شیخ عنایت اللہ قادری زندہ ہے۔ یہ پہلے ہندو تھا اور ''رام لیلیٰ'' کا جلوس نکالا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کی توفیق عطا فرمائی مسلمان ہونے کے بعد اس نے ''عید میلاد'' کا جلوس نکالنا شروع کر دیا۔ کبھی لاہور جاؤ تو کشمیری بازار میں جا کر دیکھو اس کے مکان پر لکھا ہوا ہے ''شیخ عنائت اللہ قادری بانی جلوس عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم''۔ اب ۴ ذوالقعدہ ۱۴۲۲ھ ۲۱ جنوری ۲۰۰۲ء کو وہ فوت ہو گیا ہے۔

② ...... اور دو آدمی اس کے ساتھ اور تھے ایک ''مولوی عبدالمجید'' جو ''پٹی'' کا رہنے والا تھا اس کا ایک رسالہ بھی نکلتا تھا ''ایمان''۔

③ ...... اور تیسرا ''عبدالقادر'' تھا جس بیٹا ''شجاع'' لاہور کا میئر بھی رہ چکا ہے۔ ان تینوں آدمیوں نے عید میلاد کا جلوس شروع کیا جس کو آج کل لوگ دین بنائے پھرتے ہیں۔ یہ کام تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تصور میں بھی نہیں تھے۔ تو صحابہ کرام

رضی اللہ عنہم کے ایمان کو اللہ تعالیٰ نے معیار قرار دیا ہے۔ فرمایا..........

فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ پس عنقریب اللہ تعالیٰ کفایت کرے گا آپ کے لئے ان سے۔ دوسری جگہ فرمایا اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں ہے؟۔ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ اور وہی سننے والا، جاننے والا ہے۔

توحید کا رنگ :

یہودیوں اور عیسائیوں کے کچھ پانی ہوتے تھے ''رنگدار''۔ ان کے ہاں جب بچہ پیدا ہوتا تھا اس چشمے میں اس کو غسل دیتے تھے اور کہتے تھے کہ اب اس پر یہودیت کا رنگ چڑھ گیا ہے۔ اور عیسائیت کا رنگ چڑھ گیا ہے۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں..........

صِبْغَةَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کا رنگ (اختیار کرو) کیونکہ اصل رنگ تو اللہ تعالیٰ کا ہے۔ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً اور کون بہتر ہے اللہ تعالیٰ سے رنگ کے لحاظ سے۔ یعنی توحید والے رنگ سے بہتر رنگ کون سا ہے؟۔ جس کو توحید سمجھ آ گئی اور وہ موحد بن گیا ایمان کی دولت حاصل ہوگئی۔ اور دین کے ساتھ اس کا تعلق ہو گیا تو یہ حقیقی رنگ میں رنگا گیا کیونکہ اصل رنگ تو یہ ہے۔ ظاہری طور پر بدن رنگنے سے اور کپڑے رنگنے سے کیا فائدہ ہوگا؟۔ اصل رنگ تو یہ ہے کہ دل توحید و سنت والے عقیدے سے رنگا ہوا ہو۔ تو کامیابی ہے۔

وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ اور ہم اسی (اللہ تعالیٰ) کی عبادت کرنے والے ہیں۔ اور تم جس کی چاہو عبادت کرو۔ قُلْ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمادیں اَتُحَآجُّوْنَنَا

فِی اللّٰہِ کیا تم ہمارے ساتھ جھگڑا کرتے ہو اللہ تعالیٰ کے بارے میں؟ اس کی توحید کے متعلق وَھُوَ رَبُّنَا وَرَبُّکُمْ حالانکہ وہی ہمارا رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ ہمیں بھی وہی پالتا ہے اور تمہیں بھی وہی پالنے والا ہے۔

وَلَنَآ اَعْمَالُنَا اور ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں وَلَکُمْ اَعْمَالُکُمْ اور تمہارے لئے تمہارے اعمال ہیں وَنَحْنُ لَہٗ مُخْلِصُوْنَ اور ہم تو خالص اسی کے ہیں۔ ہم منافق اور دورنگے نہیں ہیں۔ ہم تو خالص رب تعالیٰ کے حضور جھکنے والے ہیں۔ پہلے یہ بات گزر چکی ہے کہ یہودی کہتے تھے کہ ابراہیم علیہ السلام یہودی تھے اور عیسائی کہتے تھے کہ ابراہیم علیہ السلام عیسائی تھے اور مشرکوں کا دعویٰ تھا کہ وہ ہمارے تھے اللہ تعالیٰ نے ان سب کا رد فرمایا ہے۔

انبیاءِ بنی اسرائیل علیہم السلام کا دین :

اَمْ تَقُوْلُوْنَ کیا تم کہتے ہو؟ اِنَّ اِبْرٰھٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ کہ بے شک ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب (علیہم السلام) اور ان کی اولاد در اولاد کَانُوْا ھُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی یہودی تھے یا نصرانی قُلْ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمادیں، تم یہ کہتے ہو، بتاؤ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰہُ کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ تعالیٰ (زیادہ جانتا ہے)۔ رب تعالیٰ نے تو اپنا فیصلہ سنا دیا ہے جس کا تیسرے پارے میں ذکر ہے..........

مَا کَانَ اِبْرَاھِیْمُ یَھُوْدِیًّا وَّ لَا نَصْرَانِیًّا وَّ لٰکِنْ کَانَ حَنِیْفًا مُّسْلِمًا وَّ مَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ابراہیم (علیہ السلام) نہ یہودی تھے، نہ نصرانی تھے اور نہ مشرکین میں سے تھے اور لیکن وہ ایک طرف ہو کر رہنے والے مسلمان تھے یہ

31

تمہارے خالی دعوے ہی دعوے ہیں۔جن کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔
اور تمہیں بھی معلوم ہے کہ وہ یہودی اور عیسائی نہیں تھے اور نہ ہی وہ مشرک تھے اس
کے باوجود تم اس بات کو چھپاتے ہو۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً اور اس سے بڑا کون ظالم ہے جس
نے چھپائی گواہی عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ جو اس کے پاس ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے
وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ غافل عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ان کاموں
سے جو تم کرتے ہو۔اس کا پھل تمہیں ملے گا،فرمایا.........

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ونزول :

تِلْكَ اُمَّةٌ یہ ایک گروہ تھا ان بزرگوں کا جن کا اوپر ذکر ہوا ہے۔حضرت
ابراہیم، حضرت اسماعیل، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب اور حضرت موسیٰ (علیہم السلام)
قَدْ خَلَتْ تحقیق وہ گزر گیا۔یہ حضرات دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں۔حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ تو وفات پا گئے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمانوں پر اٹھا لئے
گئے ہیں۔اور ان کی حیات قطعی دلائل کے ساتھ ثابت ہے۔ان کی حیات کا منکر پکا
کافر ہے اور اس کے کفر میں جو شک کرے وہ بھی کافر ہے۔اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام
قیامت سے پہلے آسمان سے نازل ہوں گے اور ان کا یہ نازل ہونا قیامت کی بڑی
نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔اور وہ نازل ہونے کے بعد چالیس سال تک زمین
پر رہیں گے اور دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔یہودیت اور عیسائیت کا صفایا
کر دیں گے صرف اسلام ہی اسلام رہے گا۔حج وعمرہ بھی کریں گے پھر ان کی وفات
ہوگی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس میں ان کو دفن کیا جائے گا یہ سب قطعی چیزیں

ط ۱

ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

لَهَا مَا كَسَبَتْ ان کے لئے ہے جو انہوں نے کمایا وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ اورتمہارے لئے ہے جو تم نے کمایا وَلَا تُسْئَلُوْنَ اورتم سے نہیں پوچھا جائے گا عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ان کاموں کے بارے میں جو وہ کرتے تھے۔وہ اپنے اعمال کے ذمہ دار ہیں۔اورتم اپنے اعمال کے ذمہ دار ہو ہر ایک کا نتیجہ اس کے اعمال کے مطابق مرتب ہوگا۔

سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِیْ كَانُوْا عَلَیْهَاؕ-قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَ الْمَغْرِبُؕ-یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ(۱۴۲) وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ یَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْكُمْ شَهِیْدًاؕ-وَ مَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِیْ كُنْتَ عَلَیْهَاۤ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ یَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ یَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَیْهِؕ-وَ اِنْ كَانَتْ لَكَبِیْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِیْنَ هَدَى اللّٰهُؕ-وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِیُضِیْعَ اِیْمَانَكُمْؕ-اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ(۱۴۳)

سَيَقُوْلُ عنقریب کہیں گے السُّفَهَآءُ بے وقوف مِنَ النَّاسِ لوگوں میں سے مَا وَلّٰىهُمْ کس چیز نے مسلمانوں کو پھیر دیا عَنْ قِبْلَتِهِمُ ان کے قبلہ سے الَّتِیْ وہ قبلہ كَانُوْا عَلَیْهَا جس کی طرف وہ رخ کرتے تھے قُلْ آپ کہہ دیں لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے مشرق وَ الْمَغْرِبُ اور مغرب یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ سیدھے راستے کی طرف وَ كَذٰلِكَ اور اسی طرح جَعَلْنٰكُمْ ہم نے بنایا تمہیں اُمَّةً وَّسَطًا امت اعتدال والی لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ تاکہ ہو جاؤ تم گواہ لوگوں پر وَ یَكُوْنَ الرَّسُوْلُ اور ہو جائیں رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عَلَیْكُمْ شَهِیْدًا تم

پر گواہ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ اور نہیں بنایا ہم نے قبلہ الَّتِیْ وہ قبلہ کُنْتَ عَلَیْهَآ جس پر آپ تھے اِلَّا لِنَعْلَمَ مگر تاکہ ہم ظاہر کردیں مَنْ یَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ اس کو جو پیروی کرتا ہے رسول کی مِمَّنْ ان لوگوں میں سے یَّنْقَلِبُ جو پلٹ جاتے ہیں عَلٰی عَقِبَیْهِ اپنی ایڑیوں کے بل وَاِنْ کَانَتْ اور تحقیق کے ساتھ تھی لَکَبِیْرَةً البتہ بھاری چیز اِلَّا عَلَی الَّذِیْنَ مگر ان لوگوں پر هَدَی اللّٰهُ جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی وَمَا کَانَ اللّٰهُ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ لِیُضِیْعَ اِیْمَانَکُمْ تاکہ ضائع کر دے تمھاری عبادتوں اور تمھارے ایمان کو اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ بِالنَّاسِ لوگوں کے ساتھ لَرَءُوْفٌ البتہ شفقت کرنے والا ہے رَّحِیْمٌ مہربان ہے۔

تحویل قبلہ :

جس دن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوئی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت ملی اسی موقع پر جبرئیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو وضو اور نماز کا طریقہ سمجھایا۔ شروع میں فجر اور عصر کی نمازیں نفلی تھیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کو پڑھتے تھے۔ نبوت کے تقریباً دس سال گزرنے کے بعد گیارھویں سال آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو معراج پر لے جایا گیا اور معراج کی رات پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔ جس دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت ملی اسی دن سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کے کہنے پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی وحی کے مطابق نفلی نمازیں شروع کردیں اور کعبۃ اللہ اس وقت قبلہ تھا۔

قبلہ کا لفظی معنیٰ ہے چہرہ پھیرنے کی جگہ۔ یعنی نماز کے لیے جس طرف انسان چہرہ پھیرے وہ قبلہ ہے۔ اصل عبادت تو رب تعالیٰ کی ہے قبلہ تو ایک جہت ہے۔ قبلہ ہمارا مسجود الیہ نہیں ہے۔ ہم سجدہ قبلے کو نہیں کرتے بلکہ سجدہ تو رب کو کرتے ہیں قبلہ صرف ایک جہت اور سمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہے۔

ہم لوگ جو قبلے سے مشرق کی طرف ہیں ہمارا چہرہ مغرب کی طرف ہوتا ہے۔ اور وہ لوگ جو قبلہ سے مغرب کی طرف رہتے ہیں ان کا چہرہ مشرق کی طرف ہوتا ہے۔ شمال والوں کا جنوب کی طرف اور جنوب والوں کا شمال کی طرف۔ گویا کہ تمام قموں میں اتفاق اور اتحاد کا مرکز قبلہ کو بنایا کہ سب کا نماز میں چہرہ اس کی طرف ہونا چاہیے تاکہ قوم میں اتفاق اور اتحاد قائم رہے۔ جب تک کسی قوم کا پروگرام اور نصب العین ایک نہیں ہوگا اس وقت تک ان میں کبھی بھی اتفاق نہیں ہوسکتا۔ نصب العین اور پروگرام ہی ایک ایسی بڑی چیز ہے جس کے ذریعے سے قومیں آپس میں متفق ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جتنی سیاسی پارٹیاں ہیں ان میں سے اکثر کا کوئی پروگرام نہیں ہے بلکہ صرف اقتدار حاصل کرنا ہے اور اسی کے واسطے سارا زور صرف کرتی ہیں۔ اور کامیابی حاصل کرنے کے بعد بھی قوم کے لیے کچھ نہیں کرتیں۔ اس لیے کہ ان کا کوئی نصب العین ہی نہیں ہے۔

تو قبلے کے لفظی معنیٰ ہیں وہ جہت اور سمت جس کی طرف رُخ پھیرا جائے۔ نماز کی بنیادی شرطوں میں سے ایک شرط قبلہ کی طرف چہرہ کرنا بھی ہے۔ اگر کعبہ سامنے نظر آتا ہو تو وہاں عین کعبہ کی طرف رُخ کرنا ہے۔ اگر کعبہ سے چہرہ ذرا سا بھی ہٹا ہوا ہوگا تو نماز نہیں ہوگی۔ اور جب کعبہ سامنے نظر نہ آئے تو کعبہ کی جہت اور سمت معتبر ہے۔ اس میں اگر تھوڑا بہت فرق رہ بھی گیا تو اللہ تعالیٰ معاف کردے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مکہ مکرمہ میں تھے تو چہرہ کعبہ کی طرف کیا کرتے تھے۔ عموماً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز اس طرف منہ کر کے پڑھتے جس طرف حجرِ اسود ہے اور رکنِ یمانی ہے۔ اس رکنِ یمانی کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رُخ مبارک کعبہ کی طرف بھی ہوتا تھا اور مسجد اقصیٰ کی طرف بھی۔ کیوں کہ اُسی جانب بیت المقدس ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی بیت اللہ کے دوسرے اطراف میں بھی نماز پڑھتے تھے لیکن زیادہ تر اسی جگہ پڑھتے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ تم مسجد اقصیٰ کی طرف چہرہ کرو۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ پہلی کتابوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو صفات مذکور ہیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی القبلتین ہوں گے۔ کہ وہ دونوں قبلوں کے نبی ہوں گے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قبلہ مسجد اقصیٰ نہ ہوتا تو یہودی اور عیسائی جو پہلی کتابوں سے واقف تھے کہہ سکتے تھے کہ یہ وہ نبی نہیں ہیں۔ اگر وہ نبی ہوتے تو اس کی صفت نبی القبلتین موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے منہ بند کرنے کے لیے اور اتمامِ حجت کی خاطر حکم دیا کہ مسجد اقصیٰ کی جانب منہ کر کے نماز پڑھیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سولہ یا سترہ مہینے مسجد اقصیٰ کی طرف رُخ کر کے نمازیں پڑھیں اور پڑھائیں۔

مسجد نبوی ؐ سے مغرب کی طرف تھوڑے سے فاصلے پر قبیلہ بنو سلمہ کی مسجد تھی۔ ظہر کا وقت تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی دو رکعتیں پڑھائیں تو عین نماز کی حالت میں جبرئیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی لائے کہ اب تمھارا قبلہ بجائے مسجد اقصیٰ کے کعبۃ اللہ ہے۔ تو باقی دو رکعتیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبۃ اللہ کی طرف رُخ کر کے پڑھائیں۔ یعنی پہلی دو

رکعتیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد اقصیٰ کی طرف اور باقی دو رکعتیں کعبۃ اللہ کی طرف رُخ کر کے پڑھائیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہت سمجھ دار تھے۔ جدھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھرے وہ بھی اُدھر ہی پھر گئے۔ اس مسجد کو مسجد قبلتین کہتے ہیں۔ اس کی دیوار میں آج بھی محراب کا نشان پڑا ہوا ہے۔

تحویل قبلہ پر اعتراضات :

جس وقت قبلے کی تبدیلی کا حکم ہوا تو یہود اور نصاریٰ اور مشرکین نے پراپیگنڈہ شروع کر دیا۔ مشرکین کہنے لگے کہ اس کو اب اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے۔ پہلے جب مکہ میں تھا تو کعبہ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتا تھا۔ جب مدینہ طیبہ گیا تو یہود و نصاریٰ کو خوش کرنے کے لیے ان کے قبلے کی طرف پھر گیا اور اب اس کو پتا چل گیا ہے کہ ہم لوگ صحیح ہیں اس لیے پھر ہمارے قبلے کی طرف رُخ کر لیا ہے۔

اور یہود و نصاریٰ نے یوں پراپیگنڈہ کیا کہ اگر وہ قبلہ صحیح تھا تو پھر اس کو چھوڑا کیوں؟ اور اگر غلط تھا تو پھر اس کی طرف رُخ کر کے نمازیں کیوں پڑھیں؟ ان کے پراپیگنڈے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

فرمایا سَيَقُولُ السُّفَهَآءُ عن قریب کہہ دیں گے بے وقوف مِنَ النَّاسِ لوگوں میں سے۔ اس لیے کہ جو رب تعالیٰ کے حکم اور ارشاد پر تنقید کریں وہ بے وقوف ہی ہو سکتے ہیں اور کون ہو سکتا ہے؟ وہ کہیں گے مَا وَلّٰهُمْ کس چیز نے ان مسلمانوں کو پھیرا عَنْ قِبْلَتِهِمُ ان کے قبلہ سے الَّتِيْ وہ قبلہ كَانُوْا عَلَيْهَا جس کی طرف وہ رُخ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ ان کو کس نے حکم دیا ہے کہ مسجد اقصیٰ سے رُخ ہٹا کر دوسری طرف پھر جائیں۔ فرمایا تم ان کو یہی جواب دو قُلْ آپ کہہ دیں لِلّٰهِ

الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے مشرق اور مغرب۔ ہم تو رب تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں۔ رب تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا تھا کعبۃ اللہ کی طرف رُخ کر کے نمازیں پڑھنے کا تو ہم اس کی طرف چہرہ کر کے نمازیں پڑھتے رہے۔ جب مدینہ طیبہ آئے تو ہمیں حکم ہوا کہ مسجد اقصیٰ کی طرف چہرہ کر کے نماز پڑھو۔ ہم نے چہرہ مسجد اقصیٰ کی طرف کر لیا۔ اب اس نے حکم دیا ہے کہ پھر چہرہ کعبۃ اللہ کی طرف کر لو تو ہم نے رب تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی۔ اور سب سے بڑی چیز تو رب تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہے اور ہم نے رب تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی ہے۔

يَهْدِیْ مَنْ يَّشَآءُ اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ صراط مستقیم کی۔ مگر ہدایت دیتا کس کو ہے؟ تو اس کا ذکر قرآن پاک کے دوسرے مقام پر ہے يَهْدِیْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ [الشوریٰ: ۱۳] جو رب تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے رب تعالیٰ اس کو ہدایت دیتا ہے۔ زبردستی نہ تو کسی کو کافر بناتا ہے اور نہ کسی کو مسلمان فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ [الصّف: ۵] پس جب وہ پھر گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو پھیر دیا۔ جب کوئی غلط راستے پر چل پڑتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اسی طرف چلا دیتے ہیں۔ اور ہدایت رب تعالیٰ اس کو دیتا ہے مَنْ اَنَابَ کے لفظ بھی قرآن پاک میں ہیں۔ جس نے رب تعالیٰ کی طرف رجوع کیا اور مَنْ يُّنِيْبُ کے لفظ بھی قرآن پاک میں ہیں کہ جو رب کی طرف رجوع کرتا ہے رب تعالیٰ اس کو ہدایت دیتا ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اور اسی طرح ہم نے بنایا تمھیں اُمَّةً وَّسَطًا امت اعتدال والی۔ جس طرح ہم نے تمھارا قبلہ سب سے بہتر قبلہ بنایا ہے اسی طرح ہم

نے تمھیں تمام اُمتوں میں سے بہتر امت بنایا ہے۔ وَسَط کے معنیٰ اعتدال والی اُمت، عدالت والی امت لِتَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ تاکہ تم لوگوں پر گواہ بن جاؤ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم تم پر گواہ بن جائیں۔

رسول کے گواہ ہونے کا مطلب :

بعض نادانوں نے اس آیت کریمہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حاضر ناظر ہونے پر دلیل بنایا ہے۔ میں نے بڑی بسط سے اپنی کتاب "تبرید النواظر فی تحقیق الحاضر والناظر یعنی آنکھوں کی ٹھنڈک" میں جو کہ اُردو زبان میں ہے۔ قرآن کریم و حادیث، فقہ اور تاریخ اسلامی کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ یہ عقیدہ رکھنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا اور کوئی پیغمبر یا ولی یا کوئی شہید ہر جگہ حاضر ناظر ہوتا ہے، یہ کفر ہے۔ آپ لوگ ایک دفعہ اس کتاب کو ضرور پڑھیں۔

تو اس آیت کی تفسیر سے شَهِيدًا کا معنیٰ گواہ اور مفہوم حاضر ناظر کا نکالنا حاشا وکلا بالکل غلط ہے۔ اس کی تشریح خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمائی ہے۔ بخاری شریف اور دیگر احادیث کی کتابوں میں یہ حدیث موجود ہے کہ قیامت کا دن ہوگا۔ اللہ تعالیٰ پیغمبروں کو اور ان کی اُمتوں کو فیصلے کے لیے اپنی عدالت میں طلب فرمائیں گے۔ مثلاً: اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام کے بارے میں فرشتوں سے فرمائیں گے کہ آواز دو کہ نوح علیہ السلام اور ان کی قوم آجائے۔ اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت میں نوح علیہ السلام حاضر ہو جائیں گے اور ان کی قوم بھی حاضر ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام سے سوال کریں گے هَلْ بَلَّغْتَ قَوْمَكَ میں نے تجھے نبی بنا کر بھیجا تھا تو کیا تو نے قوم کو تبلیغ کی؟ تو حضرت نوح علیہ السلام مثلاً: فرمائیں گے کہ

ہاں! میں نے تبلیغ کی ہے۔ اللہ تعالیٰ لوگوں سے سوال کریں گے کہ نوح علیہ السلام کہتے ہیں کہ میں نے تبلیغ کی ہے۔ تو کیا واقعی انھوں نے تمھیں تبلیغ کی ہے؟ وہ کہیں گے کہ یہ ہمارے پاس کب آئے؟ ہمیں تو انھوں نے کوئی تبلیغ نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے مَنْ يَّشْهَدُ لَكَ اے نوح علیہ السلام! آپ کا گواہ کون ہے؟ اور مسئلہ یہ ہے کہ جو شخص کسی چیز کا دعویٰ کرے اس کے ذمہ ہوتا ہے کہ گواہ پیش کرے۔ اور اگر مدعی گواہ پیش نہ کر سکے تو پھر مدعیٰ علیہ سے قسم لی جاتی ہے۔ یہ ضابطہ ہے شریعت کا۔ اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِيْ وَالْيَمِيْنُ عَلٰى مَنْ اَنْكَرَ "مدعی گواہ پیش کرے گا اور مدعیٰ علیہ سے قسم لی جائے گی۔"

جب رب تعالیٰ نوح علیہ السلام سے فرمائیں گے مَنْ يَّشْهَدُ لَكَ آپ کا گواہ کون ہے؟ تو نوح علیہ السلام فرمائیں گے مُحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ وسلم وَاُمَّتُهٗ "میرے گواہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ہے۔" چنانچہ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں اس امت کو پیش کیا جائے گا۔ اس امت سے سوال ہوگا کہ نوح علیہ السلام یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ میں نے تبلیغ کی ہے مگر قوم کہتی ہے کہ یہ ہمارے پاس کوئی نہیں آیا۔ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ نوح علیہ السلام نے تبلیغ کی ہے؟ یہ امت کہے گی کہ ہم گواہی دیتے ہیں۔ نوح علیہ السلام کی امت کے لوگ کہیں گے کہ ان کی گواہی غیر معتبر ہے اس لیے کہ یہ موقع کے گواہ ہی نہیں ہیں۔ یہ تو ہم سے ہزار ہا سال بعد میں آئے تھے۔

مثلاً: اس وقت تک نوح علیہ السلام کو دنیا سے گئے تقریباً چھ ہزار (۶۰۰۰) سال گزر چکے ہیں۔ تو وہ لوگ کہیں گے کہ یہ تو موقع کے گواہ ہی نہیں ہیں یہ کس طرح گواہی دے سکتے ہیں؟ اللہ تبارک وتعالیٰ اس امت سے سوال کریں گے کہ دیکھو! یہ دوسرا فریق یہ کہتا

ہے کہ یہ عینی گواہ نہیں ہیں۔ ان کی گواہی کا اعتبار نہیں ہونا چاہیے۔ تو اس وقت یہ امت کہے گی اے پروردگار! ان کی یہ بات ٹھیک ہے۔ لیکن اے پروردگار! اگر تو سچا ہے اور یقیناً سچا ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر سچے ہیں اور یقیناً سچے ہیں تو پھر ہماری گواہی بھی سچی ہے۔ ہم نے تیری کتاب قرآن کریم میں پڑھا ہے لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ "البتہ تحقیق ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا اور نوح نے قوم سے کہا کہ اے میری قوم اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی عبادت نہ کرو معبود صرف رب تعالیٰ ہی ہے۔" پروردگار! تیری کتاب سچی ہے اور اس میں یہ بیان ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بَلَّغَ نُوْحٌ قَوْمَهٗ "حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو تبلیغ کی ہے۔"

فقہائے کرام نے ایک مستقل باب قائم کیا ہے بَابُ الشَّهَادَةِ عَلَى التَّسَامُعِ بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ آنکھوں سے نہیں دیکھی ہوتیں لیکن ثقہ اور معتبر لوگوں کے بیان کرنے کی وجہ سے اس پر شہادت درست ہے۔ مثلاً: فلاں فلاں کا بیٹا ہے۔ کسی کا نکاح ہو گیا، شہرت ہو گئی کہ فلاں کا نکاح ہو گیا ہے، کوئی مر گیا ہے تو اس کی موت کی خبر دی کہ فلاں مر گیا ہے اور یہ موقع پر موجود نہیں ہے۔ نہ پیدائش کے موقع پر موجود تھا، نہ موت کے موقع پر موجود تھا اور نہ نکاح کے وقت موجود تھا لیکن ثقہ لوگوں کے بیان کی بنا پر شہادت دے سکتا ہے۔

گواہوں کا تزکیہ :

مسئلہ یہ ہے کہ جب کوئی اہم مقدمہ ہو تو صرف گواہوں کی گواہی پر اس کا فیصلہ نہیں ہوتا۔ وہاں ایک مستقل عنوان ہے تَزْكِيَةُ الشُّهَدَاءِ گواہوں کی صفائی بھی

جج اور قاضی لے گا۔ جب دو آدمی آکر یہ گواہی دیں کہ فلاں فلاں کا قاتل ہے۔ تو صرف ان کی گواہی پر دارومدار نہیں ہوگا بلکہ ان گواہوں کا تزکیہ بھی ہوگا۔ وہ اس طرح کہ قاضی اور جج اپنے طور پر یہ تحقیق کرائے گا کہ ان گواہوں کی اس کے ساتھ کوئی دشمنی تو نہیں ہے۔ یہ گواہ فاسق وفاجر تو نہیں ہیں۔ تو یہ گواہوں کے بارے میں جو تحقیق ہوگی اس کو کہتے ہیں تَزْکِیَۃُ الشُّھَدَآءِ۔ جس وقت ظاہری اور اندرونی طور پر مکمل طریقے سے گواہوں کی صفائی ہو جائے گی تو پھر ان کی گواہی پر فیصلہ ہوگا ورنہ نہیں۔

اہم مسئلوں میں مثلاً: قتل کا مسئلہ ہے اور قطع ید کا مسئلہ ہے، رجم کا مسئلہ ہے، کوڑے لگانے کا مسئلہ ہے۔ اور آج ہمارے دور میں تو شرعی گواہ کا پایا جانا بہت مشکل ہے۔ میرے خیال میں تو پچاس ہزار آدمیوں میں سے کوئی ایک آدمی شرعی گواہ نکل آئے تو بڑی غنیمت ہے۔ فرض نماز پڑھنا تو الگ بات ہے اگر کوئی شخص جماعت کی نماز میں بغیر کسی شرعی عذر کے مثلاً: بارش بھی نہیں، وہ آدمی لنگڑا لولا بھی نہیں اور جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھتا۔ اور اس طرح اس کی دو تین دفعہ نماز جماعت سے چھوٹ گئی تو اس کی گواہی مردود ہے۔ گلی محلے میں ننگے سر پھرتا ہے اس کی گواہی بھی مردود ہے۔ لوگوں کے سامنے بیٹھ کر پیشاب کرتا ہے تو اس کی گواہی بھی منظور نہیں ہے۔ جس نے ایک دفعہ جھوٹ بولا اس کی گواہی بھی منظور نہیں ہے۔ آج کے دور میں تو شرعی گواہی پائے ہی نہیں جاتے الا ماشاء اللہ۔

تو جس وقت گواہوں کا تزکیہ ہو جائے گا، پھر قاضی فیصلہ دے گا۔ تو جس وقت یہ امت پیغمبروں کے حق میں گواہی دے دے گی، نوح علیہ السلام کا نام تو میں نے صرف مثال کے طور پر بیان کیا ہے۔ کیوں کہ حدیث پاک میں ان کا نام صریح موجود ہے۔ ورنہ یہ

امت تمام پیغمبروں کی گواہ ہوگی۔ اور جب یہ امت گواہی دے دے گی تو اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کی صفائی کی گواہی دیں گے کہ میری امت نے جو گواہی دی ہے وہ صحیح دی ہے (تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کے حق میں صفائی کے گواہ ہوں گے جس کا آیت کریمہ میں ذکر ہے۔)

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا اور اسی طرح ہم نے بنایا تمھیں امت اعتدال والی، عدالت والی، انصاف والی لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام امتوں کے بارے میں یہ امت گواہی دے گی وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا اور اللہ تعالیٰ کا پیغمبر تمھارے اُوپر گواہ ہو جائے گا کہ میری امت نے جو گواہی دی ہے وہ صحیح ہے۔ یہ بخاری شریف کی حدیث کا خلاصہ ہے جو میں نے آپ حضرات کے سامنے بیان کیا ہے۔ اس امت کا مرتبہ دیکھو کہ اس امت کی گواہی کے ساتھ پہلی امتوں کی قسمت کے فیصلے ہوتے ہیں۔ اگر شَهِيْدًا کا معنیٰ یہ ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاضر و ناظر ہیں تو پھر تو ساری امت کو شَهِيْدًا کہا گیا ہے کہ وہ بھی حاضر و ناظر ہے۔ اس لیے یہ نظریہ بالکل باطل ہے کہ شَهِيْدًا کا معنیٰ حاضر و ناظر ہے۔

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ اور نہیں بنایا ہم نے وہ قبلہ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ وہ جس پر آپ تھے۔ جس کی طرف رُخ کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مگر تاکہ ہم ظاہر کر دیں اس کو جو پیروی کرتا ہے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ان لوگوں سے جو پلٹ جاتے ہیں اپنی ایڑیوں کے بل۔ اس موقع پر بعض کچے قسم کے لوگ مرتد بھی ہو گئے تھے۔ کہنے لگے کہ یہ بھی کوئی بات ہے آج

اِدھر چہرہ کرو اور کل اُدھر چہرہ کرو۔ ہمارا پہلا مذہب ہی سچا ہے۔ تو فرمایا تا کہ اللہ تعالیٰ ان کو ظاہر کر دے جو پکے ہیں اور جو کچے ہیں ان کو بھی ظاہر کر دے۔

وَاِنْ كَانَتْ اور بے شک یہ قبلہ کی طرف رُخ پھیرنا لَكَبِيْرَةً البتہ بھاری چیز ہے۔ کیوں کہ ایک آدمی ایک کام کرتا رہے پھر اسے چھوڑنے کا کہا جائے تو اسے ناگوار معلوم ہوتا ہے اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ مگر ان لوگوں پر جن کو رب تعالیٰ نے ہدایت دی ہے۔ ان کے لیے کوئی مشکل نہیں ہے۔ وہ لوگ سب سے پہلے یہ بات دیکھتے ہیں کہ رب تعالیٰ کا حکم کیا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا فرمایا ہے اور کیا عمل کیا ہے۔ ان کے سامنے اللہ اور اس کے رسول کا حکم سب سے مقدم ہوتا ہے۔

جس وقت قبلہ کی تبدیلی کا حکم دے دیا گیا تو وہ لوگ جنھوں نے تقریباً سولہ یا سترہ مہینے مسجد اقصیٰ کی طرف رُخ کر کے نمازیں پڑھی تھیں اور تبدیلی کے حکم سے پہلے فوت ہو گئے تھے۔ تو بعض لوگوں کے دلوں میں خیال پیدا ہوا کہ ان کی نمازوں کا کیا بنے گا؟ کیوں جو زندہ ہیں وہ تو تدارک کر لیں گے اور جو مر گئے اُن کی نمازوں کا کیا بنے گا؟ کہیں اُن کی نمازیں ضائع تو نہیں ہو گئیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اُن کا یہ شبہ دور فرما دیا۔ اور فرمایا وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ کہ ضائع کر دے تمھاری عبادتیں اور تمھارے ایمان کو۔

اصل بات شریعت کا پابند ہونا ہے :

ایمان وہی معتبر ہوگا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق ہوگا۔ اسی طرح عبادت بھی وہی صحیح ہوگی جو شریعت کے مطابق ہو۔ جب تک مسجد اقصیٰ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم تھا تو وہی شرعی حکم تھا اور اسی کے مطابق نماز درست

تھی۔ تو جن لوگوں نے اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے مسجد اقصیٰ کی جانب منہ کر کے نمازیں پڑھی ہیں انھوں نے کوئی جرم نہیں کیا بلکہ شرعی حکم ہی کو پورا کیا ہے۔ اس لیے یہ خیال کرنا کہ اُن کی نمازیں ضائع ہو گئیں۔ یہ خیال درست نہیں ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے احکام کی جو تبدیلی ہوتی ہے وہ اس لیے نہیں ہوتی کہ پہلے حکم پر عمل کی وجہ سے عمل یا ایمان کو ضائع کر دے۔ بلکہ اس میں اس کی حکمت یہ ہوتی ہے کہ لوگوں کو آزمائے کہ کون قیل وقال کے بغیر حکم شرعی کو مانتا ہے اور کون انکار کرتا ہے۔ جس نے پہلے حکم کو دل وجان سے مانا ہو گا وہ دوسرے حکم کو بھی دلوجان سے مان لے گا۔ اور جس نے حکم ماننے سے انکار کیا تو ظاہر ہو گیا کہ یہ پختہ ایمان والا نہیں ہے۔ تو احکامات کی تبدیلی میں یہ حکمت ہے کہ جس نے ایمان کی حالت میں شرعی حکم پر عمل کیا اُس کا وہ عمل ضائع نہیں ہوتا بلکہ اس کے عمل کی قدر کی جاتی ہے۔ اس لیے کہ إِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ بِالنَّاسِ لوگوں کے ساتھ لَرَءُوفٌ البتہ شفقت کرنے والا ہے رَّحِيمٌ مہربان ہے۔

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۠ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَا اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴۶﴾ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ ع

قَدْ نَرٰى تحقیق سے ہم دیکھتے ہیں تَقَلُّبَ وَجْهِكَ آپ کے چہرے کے پھرنے کو فِي السَّمَآءِ آسمان کی طرف فَلَنُوَلِّيَنَّكَ پس البتہ ضرور ہم آپ کو پھیر دیں گے قِبْلَةً اس قبلے کی طرف تَرْضٰىهَا جس کو آپ پسند کرتے ہیں فَوَلِّ وَجْهَكَ پس آپ پھیر دیں اپنا چہرہ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ مسجد حرام کی طرف وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ اور جہاں کہیں تم ہو فَوَلُّوْا تو تم بھی پھیر لو وُجُوْهَكُمْ اپنے چہروں کو شَطْرَهٗ اسی مسجد حرام کی طرف وَاِنَّ الَّذِيْنَ اور بے شک وہ لوگ

اُوْتُوا الْكِتٰبَ جن کو دی گئی کتاب لَيَعْلَمُوْنَ البتہ جانتے ہیں اَنَّهُ

الْحَقُّ کہ بے شک یہ قبلے کی طرف منہ پھیرنا حق ہے مِنْ رَّبِّهِمْ ان

کے رب کی طرف سے وَمَا اللّٰهُ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ بِغَافِلٍ غافل

عَمَّا اس چیز سے يَعْمَلُوْنَ جو وہ کرتے ہیں وَلَئِنْ اور البتہ اگر

اَتَيْتَ الَّذِيْنَ دیں آپ ان لوگوں کو اُوْتُوا الْكِتٰبَ جن کو دی گئی کتاب

بِكُلِّ اٰيَةٍ ہر طرح کی نشانی مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ وہ نہیں پیروی کریں گے

آپ کے قبلے کی وَمَا اَنْتَ اور نہیں ہیں آپ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ان کے

قبلے کی پیروی کرنے والے وَمَا بَعْضُهُمْ اور نہیں ہیں ان کے بعض

بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ پیروی کرنے والے بعض کے قبلہ کی وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اور

اگر بالفرض آپ نے پیروی کی اَهْوَآءَهُمْ ان کی خواہشات کی مِّنْۢ

بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ بعد اس کے کہ آپ کے پاس علم آچکا ہے اِنَّكَ

بے شک آپ اِذًا اس وقت اگر ایسا کیا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ البتہ

ناانصافوں میں سے ہوں گے اَلَّذِيْنَ وہ لوگ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ جن

کو دی ہم نے کتاب يَعْرِفُوْنَهٗ پہچانتے ہیں اس کو كَمَا يَعْرِفُوْنَ

اَبْنَآءَهُمْ جیسے پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ اور

بے شک ایک گروہ ان میں سے لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ البتہ چھپاتا ہے حق کو

وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ حالانکہ وہ جانتے ہیں اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ حق آپ کے

رب کی طرف سے ہے فَلَا تَكُونَنَّ پس آپ ہرگز نہ ہوں مِنَ الْمُمْتَرِينَ شک کرنے والوں میں سے۔

ماقبل سے ربط :

اس سے پہلے درس میں یہ بات قدرے تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مکہ مکرمہ میں تھے تو کعبۃ اللہ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے تھے۔جس وقت ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ اب تم مسجد اقصیٰ کی طرف چہرہ کر کے نمازیں پڑھو۔سولہ یا سترہ مہینے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مسجد اقصیٰ کی طرف چہرہ کر کے نمازیں پڑھیں۔

تحویل قبلہ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواہش :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دل سے اس کو پسند کرتے تھے کہ کعبۃ اللہ ہمارا قبلہ بن جائے۔اور اس کی ظاہری وجہ یہ تھی کہ مسجد اقصیٰ یہود و نصاریٰ کا قبلہ تھا۔اور ان کے بارے میں قرآن کریم نے واضح کیا کہ یہ لوگ جانتے ہوئے بھی حق کو نہیں مانتے۔بڑے ضدی لوگ ہیں۔ان سے تو ایمان لے آنے کی توقع بہت کم تھی۔

عرب کے جو مشرک تھے وہ کعبۃ اللہ کا احترام کرتے تھے اور ابراہیم علیہ السلام کی طرف اپنی نسبت کرتے تھے۔اور جو کچھ بھی کرتے تھے اپنی جہالت کی وجہ سے کرتے تھے۔ضد بھی ان میں تھی مگر ایسے لوگ کم تھے،اکثر جہالت کا شکار تھے۔مگر یہودی اور نصرانی جو کچھ کرتے تھے وہ ضد کی بنا پر کرتے تھے۔اس کو اس طرح سمجھو کہ آج کل عوام بے چارے اکثر جہالت کا شکار ہیں۔ان کو اللہ تعالیٰ کی ذات سے کوئی عداوت نہیں ہے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی سے کوئی دشمنی نہیں ہے، اسلام کے ساتھ ان کو کوئی مخالفت نہیں ہے۔ بلکہ وہ جو کچھ کرتے ہیں صرف جہالت کی بنا پر کرتے ہیں۔ ان کے ذہن میں یہ بٹھا دیا گیا ہے کہ جو ہمارے عقیدے ہیں وہی عزت اور احترام والے ہیں اور جو عقیدے ان کے علاوہ ہیں وہ توہین والے ہیں۔ مثال کے طور پر: جاہلوں کا یہ عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام پیغمبر اور تمام ولی اور بزرگ بھی ہر جگہ حاضر و ناظر ہوتے ہیں۔ اس کو وہ ان کی عزت سمجھتے ہیں۔ حالاں کہ اگر غور کیا جائے تو اس میں ان بزرگوں کی سخت تہین ہے۔ توہین کیوں ہے کہ بھائی ہمارے تمھارے جیسے گناہ گار تو ہر جگہ جانا پسند نہیں کرتے۔ شراب خانے، جوئے خانے، چکلے اور دوسری بُری جگہوں میں جانا کوئی شریف آدمی پسند نہیں کرتا۔ تو اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو وہاں موجود ماننا اس میں ان کی عزت ہے یا توہین ہے؟ کتنی واضح بات ہے مگر وہ نہیں سمجھتے۔

اسی طرح وہ سمجھتے ہیں کہ ان نیک بندوں کے لیے تمام چیزوں کا علم ثابت کریں گے تو اس میں ان کی عزت ہوگی۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اس میں بھی ان کی توہین ہے۔ اور پہلے پارے میں تم پڑھ چکے ہو وَ مَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ کہ لوگوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف جادو کی نسبت کی کہ وہ جادو کا علم جانتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَ مَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ سلیمان علیہ السلام نے کفر نہیں کیا۔ نہ اُنھوں نے جادو پڑھا اور نہ سیکھا۔ تو جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ کفر فرمائے اور جو بُری چیزیں ہیں ان کے علم میں کون سی عزت کی بات ہے؟ عوام بے چارے یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے لیے ساری چیزوں کا علم مانیں گے تو تب ان کی عزت ہوگی۔ جیسے: جادو ہے یا بہت ساری شعبدہ بازی کی چیزیں ہیں، موسیقی کا علم ہے ان کے جاننے میں ان کی کون سی عزت ہے۔

درود شریف حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر پہنچایا جاتا ہے :

اسی طرح جاہل یہ سمجھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم براہِ راست خود ہمارا درود شریف وصول کرتے ہیں۔ جب بھی ہم پڑھتے ہیں تو آپ سنتے ہیں۔ اس کو وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعظیم سمجھتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت میں معاذ اللہ تعالیٰ اس میں بڑی توہین ہے۔

دیکھو! ہمارے خط آتے ہیں، پارسل آتے ہیں ڈاک خانے کے ذریعے۔ تو تم اگر خود جا کر ڈاک خانے سے وصول کرو تو اس میں تمہاری عزت ہے یا ڈاکیا لا کر خود تمہارے گھر پہنچائے اس میں تمہاری عزت ہے؟ اسی طرح سمجھو کہ ہم تم جو درود شریف پڑھتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے جو اس کام کے لیے مقرر ہیں وہ لے جاتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خود آ کر وصول کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آ کر خود وصول کریں تو اس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عزت نہیں بلکہ توہین ہوگی۔ یہ درود شریف پہنچانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرشتے مقرر فرمائے ہیں وہ پہنچاتے ہیں۔ اِنَّ لِلّٰہِ مَلٰئِکَۃً سَیَّاحِیْنَ فِی الْاَرْضِ یُبَلِّغُوْنِیْ مِنْ اُمَّتِی السَّلَامَ۔ یہ نسائی شریف کی صحیح روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کا ایک محکمہ قائم کیا ہے وہ تمہارے دور سے پڑھے ہوئے درود شریف مجھے پہنچاتے ہیں اور اگر میری قبر کے نزدیک آ کر پڑھو گے تو میں خود سنوں گا۔

تو جاہل لوگوں کا یہ خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خود آ کر ہمارے درود شریف وصول کرتے ہیں۔ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی توہین ہے۔ عزت اسی میں ہے کہ ڈاکیے پہنچائیں۔ بات تو ساری سمجھ کی ہے۔ تو یہ بے چارے جو کچھ کرتے ہیں یہ جہالت کی وجہ سے کرتے ہیں ضد نہیں ہے۔ ان کے مولویوں نے ان کے ذہن بگاڑے ہیں۔

یہاں جو پُرانے بزرگ ہیں اُنھوں نے حافظ اللہ داد صاحب مرحوم کو دیکھا ہوگا۔ گجرات میں ایک مقام ہے پٹیالہ۔ وہاں کے رہنے والے تھے۔ پنجابی میں بہت اچھا وعظ فرماتے۔ کوٹ وارث گاؤں میں ایک جلسہ تھا۔ جلسے سے فارغ ہو کر وہ درمیان والے راستے سے گکھڑ آئے۔ اور وہ ضروری ضروری کتابوں کی گٹھڑی بھی ساتھ رکھتے تھے۔ راستے میں کمہار گدھے لے کر گکھڑ آرہے تھے۔ حافظ صاحب مرحوم نے ان کو کہا کہ اگر تم اجازت دو تو میں تمھارے گدھے پر یہ کتابوں کی گٹھڑی بھی رکھ دوں۔ اُنھوں نے کہا کہ رکھ دو۔ اُنھوں نے حافظ صاحب سے پوچھا کہ تم نے کہاں جانا ہے؟ تو حافظ صاحب نے میرا نام لیا (یعنی شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد سرفراز خان صفدر) کے پاس جانا ہے۔ وہ کمہار کہنے لگے کہ اس کے پاس نہ جاؤ وہ تو کلمے کا منکر ہے۔ حافظ صاحب نے کہا کہ نہیں بھائی وہ تو کلمہ پڑھتا ہے۔ پھر کہنے لگے کہ وہ معراج کا منکر ہے کہ وہ کہتا ہے کہ (معاذ اللہ تعالیٰ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج نہیں ہوئی۔

تو حافظ صاحب کی کتابوں میں میرا رسالہ تھا "ضوء السراج فی تحقیق المعراج یعنی چراغ کی روشنی" انھی دنوں میں طبع ہوا تھا۔ حافظ صاحب نے وہ گٹھڑی سے نکال کر ان کو سنانا شروع کر دیا اور خاصا پڑھ کر سنایا اور کہا کہ معراج کو جتنا اس نے دلیلوں کے ساتھ ثابت کیا ہے اتنا اور کسی نے نہیں کیا۔ تو جب گکھڑ کے قریب آئے تو کہنے لگے کہ ہمیں تو کسی شے کا علم نہیں ہے ہمیں تو ہمارے مولوی کہتے ہیں کہ وہ معراج کا بھی منکر ہے اور کلمے کا بھی۔

تو ان مولویوں نے عوام کے اتنے ذہن بگاڑے ہوئے ہیں کہ وہ ان کو حق والوں کے نزدیک آنے ہی نہیں دیتے۔ جو شخص ہماری بات سُن لے تسلی کے ساتھ اور ضد نہ

کرے تو ان شاء اللہ اسے حق ضرور سمجھ آجائے گا۔ اور ضد کا تو دنیا میں کوئی علاج ہی نہیں ہے۔

تو یہ بیان ہو رہا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو پسند کرتے تھے کہ کعبۃ اللہ قبلہ بن جائے۔ کیوں کہ اکثریت عربوں کی ہے وہ جو کچھ کرتے ہیں جہالت کی وجہ سے کرتے ہیں لہٰذا ان کو سمجھانا آسان ہے اور یہودیوں اور عیسائیوں کو سمجھانا مشکل ہے۔ اس واسطے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو پسند کرتے تھے کہ میرا قبلہ کعبۃ اللہ بن جائے۔ اور اس کے لیے وحی کے انتظار میں چہرہ بار بار آسمان کی طرف اُٹھاتے تھے۔

تو اس کا ذکر رب تعالیٰ فرماتے ہیں قَدْ نَرٰی تحقیق سے ہم دیکھتے ہیں تَقَلُّبَ وَجْهِكَ آپ کے چہرے کے پھرنے کو فِي السَّمَآءِ آسمان کی طرف فَلَنُوَلِّيَنَّكَ پس البتہ ہم ضرور پھیر دیں گے آپ کو قِبْلَةً تَرْضٰهَا اس قبلے کی طرف جس کو آپ پسند کرتے ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسند کرنے کی دوسری وجہ یہ تھی کہ عرب کے لوگوں میں اکثریت ان لوگوں کی تھی جو قبلے کا احترام کرتے تھے۔ تو اس قبلے کو چھوڑ کر ان کو منوانا ذرا مشکل تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آرزو کے مطابق حکم نازل فرمایا فَوَلِّ وَجْهَكَ پس آپ پھیر دیں اپنا چہرہ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ مسجد حرام کی طرف۔ اس کو کعبۃ اللہ بھی کہتے ہیں اور مسجد حرام بھی۔

پھر آگے امتیوں کو خطاب کیا وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ اور اے امتیو! جہاں کہیں تم ہو فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ اپنا رُخ کعبۃ اللہ کی طرف پھیر لو۔ ہم کعبہ سے مشرق کی طرف ہیں، ہم مغرب کی طرف چہرہ کریں گے۔ اور جو کعبہ سے مغرب کی طرف ہیں وہ مشرق کی طرف چہرہ کریں گے۔ اور جو کعبہ سے شمال کی طرف ہیں وہ جنوب کی طرف چہرہ

کریں گے اور جو کعبہ سے جنوب کی طرف ہیں وہ شمال کی طرف چہرہ پھیریں گے۔

جب تک کعبۃ اللہ ہے دنیا قائم ہے :

کعبۃ اللہ عین وسط میں ہے اور مکہ کا معنیٰ ہے ناف۔ بچہ جب ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی خوراک کا ذریعہ اس طرح بنایا ہے کہ جہاں ناف ہوتی ہے وہاں ایک نالی ہوتی ہے جو ماں کے جسم کے ساتھ جڑی ہوتی ہے اس میں سے خون اس بچہ کے بدن میں جاتا ہے جس سے وہ پلتا اور پھلتا پھولتا ہے۔ اور جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ ناڑو، رگ کاٹ دی جاتی ہے۔ اسی طرح رُوحانی خوراک کا مرکز مکہ مکرمہ ہے یہیں سے ہدایت کی کرنیں مشرق، مغرب، شمال اور جنوب کی طرف پھیلی ہوئی ہیں۔ جب تک مکہ مکرمہ موجود ہے دنیا قائم ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ کالے رنگ کا بادشاہ ہوگا ٹیڑھی اور موٹی موٹی اس کی ٹانگیں ہوں گی۔ اس کے ساتھ اس کی فوج ہوگی۔ وہ آکر کعبۃ اللہ کی دیواروں کو ادھیڑنا شروع کرے گا تو اللہ تبارک وتعالیٰ اسرافیل علیہ السلام کو حکم دیں گے کہ بگل پھونک دو کہ اگر یہ کعبۃ اللہ کو نہیں رہنے دیتے تو دنیا کا نظام اب ختم ہے۔ کعبہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا قِيَامًا لِّلنَّاسِ تو جب تک کعبہ موجود ہے دنیا بھی موجود ہے۔

تو فرمایا پھیر دو تم بھی اپنے چہروں کو مسجد حرام کی طرف وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اور بے شک وہ لوگ جن کو کتاب دی گئی یعنی یہود ونصاریٰ لَيَعْلَمُوْنَ البتہ جانتے ہیں اَنَّهُ الْحَقُّ کہ بے شک یہ قبلے کی طرف رُخ پھیرنا حق ہے۔ کیوں کہ پہلی کتابوں میں اس کی تصریح تھی کہ نبیٔ آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی القبلتین ہوں گے۔ پہلے ان کا قبلہ کعبہ ہوگا پھر مسجدِ اقصیٰ اور آخر میں ان کا قبلہ پھر کعبہ ہی ہوگا۔ اور یہ لوگ جانتے ہیں

کہ کعبۃ اللہ کی طرف رُخ کرنا حق ہے اور مِنْ رَّبِّهِمْ ان کے رب کی طرف سے ہے وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ غافل اُن کاموں سے جو وہ کرتے ہیں۔ اور جو کچھ کرتے ہیں ضد کی بنا پر کرتے ہیں لہٰذا ان سے توقع نہ رکھیں۔ وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اور اگر آپ دیں ان لوگوں کو جن کو کتاب دی گئی یعنی یہود و نصاریٰ کو بِكُلِّ اٰيَةٍ ہر قسم کی نشانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دکھائیں مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ یہ لوگ آپ کے قبلے کی پیروی نہیں کریں گے۔ اس لیے کہ ضد اور ہٹ دھرمی کا تو دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ اور آپ ان کے قبلے کی پیروی نہیں کر سکتے۔ کیوں کہ آپ تو ہمارے حکم کے پابند ہیں وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ اور ان میں سے بھی بعض بعض کے قبلے کی پیروی نہیں کرتے۔ ہر ایک کا الگ الگ قبلہ بنا ہوا ہے۔ یہود کا قبلہ مسجد اقصیٰ میں ایک چٹان صخرہ بیت المقدس، یہود کا وہ قبلہ تھا۔ اور اس چٹان سے مشرق کی طرف والا حصہ عیسائیوں کا قبلہ تھا۔ وہ اپنے قبلے پر مُصر تھے اور یہ اپنے قبلے پر مُصر تھے۔

وفدِ نصاریٰ کی آمد :

ہجرت کے نویں (۹) سال نجران کے عیسائیوں کا وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ وہ ساٹھ آدمی تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا کہ ساٹھ آدمیوں کا ایک جگہ اکٹھا ٹھہرانے کا تو ہمارے پاس انتظام نہیں ہے۔ آج کے دور جیسی کوٹھیاں تو نہیں تھیں کہ ہزاروں آدمی ان میں آجائیں، سادہ زمانہ تھا چھوٹے چھوٹے مکان ہوتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس طرح کرو کہ دو، دو، تین، تین آدمی تقسیم کر لو۔ ان کو سہولت رہے گی اور تم بھی آرام میں رہو گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفد والوں کے

سامنے یہ بات فرمائی کہ ہم غریب لوگ ہیں ہمارے پاس کوئی اتنا بڑا امکان نہیں ہے کہ ہم ساٹھ آدمیوں کا اکٹھا انتظام کر سکیں۔ اس لیے ہم دو، دو، تین، تین آدمی تقسیم کر کے تمھاری مہمانی کریں گے۔ وہ کہنے لگے کہ نہیں ایسا نہیں ہوگا بلکہ ہم تو اکٹھے رہنا پسند کریں گے۔ ان کے پادریوں نے یہ خیال کیا کہ یہ جو ہماری بھیڑیں ہیں یہ ہم سے جدا نہ ہوں۔ تا کہ یہ مسلمانوں سے متاثر نہ ہوں ہمارا ہی اثر ان پر رہے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پھر ہمارے پاس تو مسجد کے علاوہ کوئی ایسی جگہ نہیں ہے۔ کہنے لگے ہم مسجد ہی میں رہیں گے۔ چنانچہ ان ساٹھ عیسائیوں کا وفد مسجد میں ٹھہرایا گیا۔ وہ کہنے لگے کہ ہم نے اپنی نماز بھی پڑھنی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پڑھتے رہو۔ چنانچہ وہ مسجد نبوی میں اپنے قبلے کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے رہے اور دو تین دن اسی طرح رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا ان کو کچھ نہ کہو بلکہ وہ جو کچھ کرتے ہیں کرنے دو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر آپ ہر قسم کی نشانی ان کے سامنے پیش کریں یہ مکرر ہے مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ وہ آپ کے قبلے کی پیروی نہیں کریں گے وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ اور نہ آپ ان کے قبلے کی پیروی کر سکتے ہیں اس واسطے کہ آپ ہمارے حکم کے پابند ہیں وَمَا بَعْضُهُمْ اور نہیں ہیں بعض ان کے بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ پیروی کرنے والے بعض کے قبلے کی وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ ۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب کر کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو سمجھایا جا رہا ہے۔ اور اگر بالفرض آپ نے پیروی کی ان کی خواہشات کی مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ بعد اس کے کہ آپ کے پاس علم آچکا ہے اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ بے شک آپ اس وقت آپ کا شمار ظالموں میں ہوگا۔

ہمارے حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے :
"گفتہ آید در حدیثِ دیگراں" بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ خطاب کسی کو ہوتا ہے اور سمجھانا کسی کو ہوتا ہے۔ یہ خطاب تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لیکن سمجھایا گیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو کہ یہود و نصاریٰ اور باطل فرقوں کی پیروی نہ کرنا۔ اگر ایسا کرو گے تو تمھارا شمار ظالموں میں ہوگا۔

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی، یہود و اور عیسائی یَعْرِفُوْنَهٗ وہ اس نبی کو جانتے ہیں کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَھُمْ جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں بہت سی تفسیروں حتیٰ کہ جلالین تک میں موجود ہے کہ عبداللہ بن سلام جو پہلے یہودی تھے پھر مسلمان ہوئے۔ اُنھوں نے یہ لفظ کہے کہ یہ شک تو ہوسکتا ہے کہ ہماری بیویوں نے کچھ خیانت کی ہو لیکن حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہمیں کوئی شک نہیں ہے۔ بلکہ آپ وہی پیغمبر ہیں جن کی صفات پہلی کتابوں میں بیان کی گئی ہیں۔

ایسے لوگ بھی تھے اور ان کے خلاف بھی تھے جن کا ذکر اس طرح ہوا وَاِنَّ فَرِیْقًا مِّنْھُمْ اور بے شک ایک گروہ ان میں سے لَیَکْتُمُوْنَ الْحَقَّ البتہ حق کو چھپاتا ہے وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ حالانکہ وہ جانتے ہیں۔ ساری نشانیاں ان کے سامنے ہیں وہ جانتے ہیں کہ وہی پیغمبر ہیں جنھوں نے آنا تھا مگر وہ ضد کا شکار ہو گئے اور ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ حق تیرے رب کی طرف سے ہے فَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ پس ہرگز نہ ہوں آپ شک کرنے والوں میں سے۔ یعنی

یہود و نصاریٰ کے نہ ماننے سے آپ تردد میں نہ پڑیں۔ یہاں بھی خطاب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوا مگر سمجھانا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو ہے۔

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ

هُوَ مُوَلِّيهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ۚ أَيْنَ مَا تَكُونُوا يَأْتِ بِكُمُ اللَّهُ جَمِيعًا ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٤٨﴾ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِن رَّبِّكَ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿١٤٩﴾ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿١٥٠﴾ كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ﴿١٥١﴾ فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ ﴿١٥٢﴾ ع ۱۸

وَلِكُلٍّ اور ہر اُمت کے واسطے وِّجْهَةٌ ایک قبلہ تھا هُوَ مُوَلِّيهَا وہ اس کی طرف اپنا چہرہ پھیرتا تھا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ پس تم سبقت لے جاؤ نیکیوں میں أَيْنَ مَا تَكُونُوا جہاں بھی تم ہو گے يَأْتِ بِكُمُ اللَّهُ لے آئے گا تمہیں اللہ تعالیٰ جَمِيعًا سب کو إِنَّ اللَّهَ بے شک اللہ تعالیٰ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ہر چیز پر قادر ہے وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ اور جس جگہ سے آپ نکلیں سفر میں فَوَلِّ وَجْهَكَ پس آپ

پھیریں اپنا چہرہ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ مسجد حرام کی طرف وَاِنَّهٗ
اور بے شک یہ چہرہ پھیرنا لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ البتہ حق ہے آپ کے رب کی
طرف سے وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ بے خبر عَمَّا تَعْمَلُوْنَ
اس کارروائی سے جو تم کرتے ہو وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ اور جہاں سے بھی تم
نکل کر جاؤ فَوَلِّ وَجْهَكَ پس آپ پھیریں اپنا چہرہ شَطْرَ الْمَسْجِدِ
الْحَرَامِ مسجد حرام کی طرف وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ اور اے اُمتیو! جہاں
کہیں بھی تم ہو فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ پس پھیرو اپنے چہرے شَطْرَهٗ
اس مسجد حرام کی طرف لِئَلَّا يَكُوْنَ تاکہ نہ ہو لِلنَّاسِ لوگوں کے
واسطے عَلَيْكُمْ تمھارے اوپر حُجَّةٌ کوئی الزام اِلَّا الَّذِيْنَ
ظَلَمُوْا مگر وہ لوگ جو ظالم ہیں مِنْهُمْ ان میں سے فَلَا
تَخْشَوْهُمْ پس تم ان سے نہ ڈرو وَاخْشَوْنِيْ اور مجھ سے ڈرو وَ
لِاُتِمَّ نِعْمَتِيْ اور تاکہ میں مکمل کروں اپنی نعمت عَلَيْكُمْ تم پر
وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ اور تاکہ تم ہدایت پا جاؤ كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ جیسا
کہ ہم نے بھیجا تم میں رَسُوْلًا رسول مِّنْكُمْ تم میں سے يَتْلُوْا
عَلَيْكُمْ جو تلاوت کرتا ہے تم پر اٰيٰتِنَا ہماری آیتیں وَيُزَكِّيْكُمْ
اور تمھیں پاک کرتا ہے وَيُعَلِّمُكُمُ اور وہ تمھیں تعلیم دیتا ہے الْكِتٰبَ
وَالْحِكْمَةَ کتاب اور دانائی کی وَيُعَلِّمُكُمْ اور تمھیں تعلیم دیتا ہے

مَّا اُن چیزوں کی لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ جن کو تم نہیں جانتے تھے فَاذْكُرُوْنِيْٓ پس تم مجھے یاد کرو اَذْكُرْكُمْ میں تمھیں یاد کروں گا وَاشْكُرُوْا لِيْ اور میرا شکریہ ادا کرو وَلَا تَكْفُرُوْنِ اور میری ناشکری نہ کرو۔

پانچ نمازوں کی فرضیت :

اس سے پہلے قبلے کا مسئلہ خاصی تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکا ہے اور نماز کے صحیح ہونے کی شرائط میں سے ایک شرط استقبالِ قبلہ بھی ہے۔ یعنی نماز میں اپنا چہرہ قبلے کی طرف کریں۔ معراج کی رات پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔ اُس وقت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم مکہ مکرمہ میں تھے۔ اور معراج کا واقعہ نبوت کے گیارھویں سال ہوا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم تین سال مکہ مکرمہ میں تشریف فرما ہوئے اور کعبۃ اللہ کی طرف چہرہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ اور نفلی نماز اور وضو کا طریقہ تو ابتداءِ وحی سے شروع ہوا ہے۔

جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم غارِ حرا میں تھے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو وحی ملی، اُسی دن جبرئیل نے پَر مارا اور اس جبلِ نور کی چوٹی پر ایک پانی کا چشمہ جاری ہوا۔ اس جگہ پر آج کل عربوں نے سفید چونا ڈالا ہے۔ یہ علامت ہے کہ یہاں پر چشمہ تھا اگرچہ وہ بتاتے نہیں ہیں۔ تو وہاں سے پانی نکلا اور جبرئیل نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو وضوٗ کا طریقہ بتایا اور پھر نماز کا طریقہ بتایا۔ تو وضو اور نفلی نماز ابتداءِ وحی سے شروع ہوئی ہے اور پانچ نمازیں معراج کی رات فرض ہوئیں۔ اس کے بعد جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ تم نے نمازیں مسجدِ اقصیٰ کی طرف چہرہ کر کے پڑھنی ہیں۔

مسجدِ اقصیٰ کے متعلق یاد رکھنا کہ اس کی تعمیر حضرت یعقوب علیہ السلام نے نمازوں کے

لیے کی تھی۔ اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مسجد حرام کی تعمیر کی اس کے چالیس سال بعد یہ تعمیر حضرت یعقوب علیہ السلام نے کی تھی۔ چھوٹی سی جگہ تھی چھپر ڈال کر وہاں نمازیں پڑھتے تھے۔ تو اصل بانی مسجد اقصیٰ کے حضرت یعقوب علیہ السلام ہیں جن کا لقب اسرائیل ہے۔ پھر جب حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں لوگ زیادہ ہوئے تو اس میں توسیع کی گئی۔ پھر جب حضرت سلیمان علیہ السلام کا دور آیا تو انھوں نے شاہی طور طریقہ کے ساتھ اسے وسیع کیا۔ تو اصل بانی اس کے حضرت یعقوب علیہ السلام ہیں اور مسجد حرام کے چالیس سال بعد بنی۔ جیسا کہ بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے۔

جب مسجد اقصیٰ کی طرف چہرہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم ہوا تو سولہ یا سترہ مہینے مسلسل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد اقصیٰ کی طرف چہرہ کر کے نماز پڑھی۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طبعی طور پر یہ چاہتے تھے کہ ہمارا قبلہ کعبۃ اللہ ہو اس واسطے کہ عرب کی اکثریت کعبۃ اللہ کا احترام کرتی تھی اور اپنے آپ کو ابراہیمی کہتے تھے۔ ان لوگوں سے قبولِ اسلام کی توقع دوسروں کی نسبت کچھ زیادہ تھی۔ کیوں کہ یہود و نصاریٰ ضدی لوگ تھے ان سے توقع بہت کم تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز کے اندر ہی حکم دیا کہ تم کعبۃ اللہ کی طرف چہرہ پھیر لو۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلِكُلٍّ اور ہر اُمت کے واسطے وِّجْهَةٌ قبلہ تھا۔ یہ بات بھی پہلے بیان ہو چکی ہے کہ یہود کا قبلہ مسجد اقصیٰ میں ایک چٹان تھی جو کافی بڑی تھی۔ اور نصاریٰ کا قبلہ اس چٹان سے مشرق کی طرف والا حصہ تھا۔ تو جس طرح ان کے یہ قبلے ہیں اسی طرح اب اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے یہ کعبۃ اللہ قبلہ مقرر فرما دیا ہے۔ اور ہر اُمت کے واسطے اللہ تعالیٰ نے قبلہ مقرر کیا ہوا تھا هُوَ مُوَلِّيهَا وہ امت اس قبلہ کی طرف چہرہ کر کے نماز پڑھتی تھی فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ پس تم نیکی کے کاموں میں جلدی

کرو۔ نیکی کے کاموں میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔ جو بھی قولاً یا فعلاً نیکی کرنی ہو اس کو جلدی کرو۔ زندگی کا کوئی اعتبار نہیں ہے خدا جانے کہ بعد میں زندگی ملے یا نہ ملے اور پھر دل کا بھی کوئی اعتبار نہیں کہ کس وقت خیر کی صلاحیت پیدا ہو۔ لہٰذا نیکی میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔

اَیۡنَ مَاتَکُوۡنُوۡا جہاں کہیں بھی تم ہو۔ مشرق میں ہو یا مغرب میں ہو، شمال میں ہو یا جنوب میں، کسی بھی ملک میں ہو یاد رکھو! یَاۡتِ بِکُمُ اللّٰہُ جَمِیۡعًا اللہ تعالیٰ تم سب کو قیامت والے دن میدان محشر میں اکٹھا کرے گا۔ گویا تم اس بات کو ذہن میں رکھو کہ ایک ایسا وقت آئے گا جب ہم سب رب تعالیٰ کی عدالت میں پیش ہوں گے اور ہم سے نیکی اور بدی کا سوال ہوگا۔ اور تم یہ نہ سمجھو کہ قیامت آنی مشکل ہے یا دوبارہ زندگی مشکل ہے جیسا کہ عرب کے مشرک دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کرتے تھے اور کہتے تھے هَیۡهَاتَ هَیۡهَاتَ لِمَا تُوۡعَدُوۡنَ [المومنون:۳۶] "بہت دور ہے، بہت دور ہے وہ جس کا تم وعدہ کیے جاتے ہو۔" مَنۡ یُّحۡیِ الۡعِظَامَ وَ هِیَ رَمِیۡمٌ [یٰسین:۷۸] "بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا۔"

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یاد رکھو! اللہ تعالیٰ سب کو میدان محشر میں لے آئے گا اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ بے شک رب تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ جس رب نے تمھیں حقیر قطرے سے پیدا کر کے اچھا بھلا انسان بنایا وہی رب تعالیٰ تمھیں قیامت والے دن دوبارہ لائے گا۔

معذور کی نماز :

پہلے مسئلہ یہ تھا کہ جب بندہ مقیم ہو اس وقت بھی نماز کی حالت میں قبلے کی

طرف چہرہ کرنا ہے اور جب مسافر ہو تو سفر میں بھی قبلے کی طرف رُخ کرنا ہے۔ اور یہ مسئلہ میں کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں کہ بعض اچھے بھلے بھی ریل گاڑی میں بیٹھ کر نماز پڑھتے ہیں۔ کھڑے ہونے کی طاقت رکھنے والے کی نماز بالکل نہیں ہوتی۔ جس طرح نماز فرض ہے اسی طرح طاقت والے کے لیے قیام بھی فرض ہے۔ ہاں! اگر کوئی بوڑھا آدمی ہے تو اس کی بات الگ ہے، بیمار ہے تو اس کا معاملہ جُدا ہے۔ تندرست آدمی گاڑی میں بیٹھ کر نماز پڑھے تو نماز بالکل نہیں ہوتی۔ اسی طرح بعض لوگ جس طرف رُخ ہوتا ہے اُدھر ہی رُخ کر کے نماز پڑھ لیتے ہیں (گاڑی وغیرہ میں) اس سے بھی نماز ادا نہیں ہوگی۔ گاڑی میں بھی سفر میں بھی رُخ قبلے کی طرف کرنا ضروری ہے۔

کئی عورتیں قصبوں سے دَم کرانے اور تعویذوں کے لیے آتی ہیں۔ اُن میں سے جو نمازیں پڑھتی ہیں وہ گھر کی عورتوں کو کہتی ہیں کہ ہمیں مصلی (جائے نماز) دیں ہم نے نماز پڑھنی ہے اور پڑھتی بیٹھ کر ہیں۔ ان سے کون کہے کہ تم گائں سے سودا سلف یا تعویذ وغیرہ لینے کے لیے آگئی ہو مگر نماز بیٹھ کر کس طرح جائز ہوگی؟ قطعاً بری الذمہ نہیں ہوں گی۔ صرف وہ آدمی بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے جس میں کھڑے ہونے کی بالکل طاقت نہیں خواہ مرد ہو یا عورت۔ تو قیام کرنا بھی فرض ہے اور قبلے کی طرف رُخ کرنا بھی۔ اور اگر گاڑی قبلے سے دوسری طرف پھر جائے تو نمازی کو بھی اسی قبلے کی طرف پھرنا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! تم اپنے گھر سے نکل کر سفر پر جہاں کہیں بھی جاؤ فَوَلِّ وَجْهَكَ پس پھیرو اپنا چہرہ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ مسجد حرام کی طرف وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ اور بے شک مسجد حرام کی طرف چہرہ پھیرنا حق ہے مِنْ رَّبِّكَ تیرے رب کی طرف سے حکم ہے وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا

تَعۡمَلُوۡنَ اور اللہ تعالیٰ غافل نہیں ہے اس چیز سے جو تم کرتے ہو۔ نسخ کے مسائل میں سے پہلا مسئلہ یہی قبلے کا تھا۔ اس سے پہلے کوئی حکم منسوخ نہیں ہوا تھا۔ عموماً ایسا ہوتا ہے کہ جب کوئی نئی بات پہلی دفعہ ہوتی ہے تو اس پر بڑا تعجب ہوتا ہے۔ پھر جب نسخ کے اور بھی کئی مسئلے آئے تو ذہنوں کی تشویش کا معاملہ ہلکا ہو گیا۔

چوں کہ یہ پہلا مسئلہ تھا اس واسطے رب تعالیٰ نے دوبارہ پھر تاکید فرمائی وَمِنۡ حَیۡثُ خَرَجۡتَ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جہاں کہیں بھی تم سفر میں جاؤ فَوَلِّ وَجۡهَكَ شَطۡرَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ سفر میں بھی اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیرو۔ تو یہاں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاید قبلے کی طرف چہرہ پھیرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہے۔ فرمایا نہیں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت نہیں ہے وَحَیۡثُ مَا کُنۡتُمۡ جمع کا صیغہ ہے۔ اے اُمتیو! جہاں کہیں بھی تم ہو فَوَلُّوۡا وُجُوۡهَكُمۡ تم بھی اپنے چہرے پھیرو شَطۡرَهٗ اسی کعبہ کی طرف۔ اب تم نے کعبہ کی طرف رُخ کیوں پھیرنا ہے؟ لِئَلَّا یَكُوۡنَ لِلنَّاسِ عَلَیۡكُمۡ حُجَّةٌ تاکہ لوگوں کے لیے تم پر کوئی الزام نہ ہو اِلَّا الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا مِنۡهُمۡ مگر وہ لوگ جو ان میں سے ظالم ہیں۔ وہ اپنی بات پر اَڑے رہیں گے۔

اور وہ الزام اس طرح دور ہوگا کہ مثال کے طور پر پہلی کتابوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک علامت یہ لکھی تھی کہ وہ نبی القبلتین ہوں گے۔ پہلے کعبۃ اللہ کی طرف چہرہ کر کے نماز پڑھیں گے پھر کچھ عرصہ مسجد اقصیٰ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھیں گے پھر بالآخر ان کا قبلہ کعبۃ اللہ ہو جائے گا۔ اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبۃ اللہ کی طرف رُخ نہ پھیرتے تو یہودی اور عیسائی کہہ سکتے تھے کہ یہ وہ نبی نہیں ہے۔ اس واسطے رب تعالیٰ نے حکم دیا کہ تم کعبہ کی طرف رُخ پھیرو تاکہ یہود و نصاریٰ کا تم پر کوئی الزام نہ

رہے۔

اسی طرح مشرکین عرب کے لوگ زیادہ تر اپنے آپ کو ابراہیمی کہلاتے تھے اور کعبے کا بڑا احترام کرتے تھے۔ اگر تمھارا قبلہ کعبہ نہ ہوتا تو کہہ سکتے تھے کہ تم ابراہیمی نہیں ہو۔ کیوں کہ اگر تم ابراہیمی ہوتے تو تمھارا قبلہ تو کعبۃ اللہ ہونا چاہیے تھا۔ ان کا بھی الزام ختم ہو گیا اِلَّا الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا مِنۡهُمۡ ہاں مگر جو ظالم ہیں ان کے ہاتھ میں تو جب کوئی شوشہ آئے گا تو اس کو اُڑاتے پھریں گے۔ انھوں نے نہیں ماننا۔ جس میں کوئی دیانت اور انصاف ہے وہ تو صحیح بات سُن کر ایمان لاتا ہے فَلَا تَخۡشَوۡهُمۡ پس تم نہ ڈرو ان لوگوں کے اعتراضات سے وَاخۡشَوۡنِیۡ اور مجھ سے ڈرو۔

لوگوں نے تو پیغمبروں کو نہیں معاف کیا۔ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قرآن پاک میں مذکور ہے اور یہودی آج تک مُصر ہیں معاذ اللہ تعالیٰ کہ وہ حلال زادہ ہی نہیں وَقَوۡلِهِمۡ عَلٰی مَرۡيَمَ بُهۡتَانًا عَظِيۡمًا [النساء:۱۵۶] "اُنھوں نے حضرت مریم علیہا السلام پر بہت بڑا بہتان باندھا۔" فرمایا تم ان کے اعتراضات سے نہ ڈرو وَاخۡشَوۡنِیۡ اور مجھ سے ڈرو وَلِاُتِمَّ نِعۡمَتِیۡ عَلَيۡكُمۡ اور تاکہ میں مکمل کر دوں اپنی نعمت تم پر۔ جس طرح میں نے تمھیں سب سے بہترین امت بنایا ہے اور سب سے بہترین کتاب تمھیں دی ہے اسی طرح قبلہ بھی تمھیں بہترین دے دوں اور تم بڑے خوش قسمت لوگ ہو کہ تمھیں آخری نبی کا امتی ہونا نصیب ہوا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا:

دیکھو! حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر، صاحب کتاب اور صاحب شریعت ہیں اور ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ زندہ ہیں اور دوسرے آسمان پر موجود ہیں اور قیامت سے

پہلے زمین پر نازل ہوں گے، دجال کو قتل کریں گے۔ یہود اور نصاریٰ سے لڑائی ہوگی۔ ان علاقوں میں اسلام کے سوا کوئی اور ملت باقی نہیں رہے گی۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے دعا کی کہ اے پروردگار! تو نے مجھے نبوت دی ہے تیرا شکر ہے، رسالت عطا فرمائی ہے تیرا احسان ہے۔ انجیل تو نے مجھے دی ہے یہ تیرا کرم ہے۔ اے پروردگار! میں ان کتابوں میں پڑھتا ہوں کہ ایک نبی آخر میں آئیں گے اور ان کی اُمت بہت افضل اُمت ہوگی۔ اے پروردگار! مجھے اس اُمت کا ایک فرد بنا کر ان اُمتیوں میں سے اُٹھا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول کی اور وہ اس اُمت میں آئیں گے اور چالیس سال تک زندہ رہیں گے۔ اور یہی پانچ نمازیں پڑھیں گے اور پڑھائیں گے جو ہم پڑھتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تو اللہ تعالیٰ سے آخری نبی کا اُمتی ہونا مانگ کر لیا اور ہمیں اللہ تعالیٰ نے مفت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی بنایا۔ اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان ہے۔ اے پروردگار! ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح اُمتی بننے کی توفیق عطا فرما۔

وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ اور تاکہ تم ہدایت حاصل کرو كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنْكُمْ جیسے بھیجا ہم نے تم میں پیغمبر تم میں سے۔ یعنی سب سے افضل ترین پیغمبر تمھیں دیا، سب سے بہترین کتاب دی، سب سے اعلیٰ کعبہ دیا، سب امتوں میں سے كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ بہترین اُمت تمھیں بنایا۔ اور یہ تفصیل پہلے رکوع میں گزر چکی ہے کہ اس اُمت کی گواہی سے پہلی اُمتوں کی قسمت کا فیصلہ ہوگا لِتَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ اتنا بلند مقام تمھیں عطا فرمایا۔ اور پیغمبر تم میں سے بھیجا یعنی وہ بھی بشر ہیں انسان ہیں، قریشی اور ہاشمی ہیں۔ تمام لوازماتِ بشریہ ان کے ساتھ ہیں اور چار کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے کر بھیجا يَتْلُوا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا پہلا کام یہ ہے کہ تمھیں ہماری آیتیں

پڑھ پڑھ کر سنائیں گے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی عربی تھے،قوم بھی عربی تھی،بیش تر مضامین وہ خود بہ خود سنتے ہی سمجھ جاتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دوسرا کام: وَيُزَكِّيكُمْ اور وہ تمھیں پاک کرتا ہے وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّي مَنْ يَّشَاءُ حقیقتاً تزکیہ رب تعالیٰ کا م ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس تزکیہ کا ذریعہ ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیم،آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اخلاق حسنہ،آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اعلیٰ کردار، یہ لوگوں کے دلوں کی صفائی کا ذریعہ بنا۔

مقصد بیعت :

دلوں کی پاکیزگی بھی بہت ضروری ہے۔ یہ جو بزرگانِ دین میں پیری مریدی کا صحیح معنیٰ میں سلسلہ تھا اس کا یہی مطلب ہوتا تھا کہ دل صاف ہو جائیں اور دل صاف ہو جائیں تو بہت کچھ حاصل ہو جاتا ہے۔علامہ اقبال مرحوم فرماتے ہیں:

؎ دل ہے مسلمان میرا نہ تیرا
تو بھی نمازی ، میں بھی نمازی

کہ خالی نمازی ہونے سے تو تزکیہ نہیں ہوتا۔دل کی صفائی بڑی چیز ہے۔دل غیر اللہ کی محبت سے پاک ہو جائے،حسد،بغض اور تکبر سے،اخلاق ذمیمہ سے پاک ہو جائے، آخرت کی فکر ہو،دنیا جائز طریقے سے کمائے،صرف دنیا میں پھنس نہ جائے کہ دنیا ہی دنیا رہ جائے اور آخرت کو بھول جائے۔تو یہ دوسرا کام آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا تھا تزکیہ۔

بعض لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ یہ جو بعد کے بزرگانِ دین چلّے کرتے رہے ہیں کئی کئی سال تک۔تو یہ چلّے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ثابت نہیں ہیں۔بے شک ایسا ہی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجلس میں جو شخص اخلاص کے ساتھ دو منٹ بیٹھتا تھا مثال کے طور

پر۔ تو اُسے اتنی دل کی صفائی حاصل ہو جاتی تھی کہ جو ساٹھ سال کے مجاہدے سے بھی حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور بعد والوں کو مجاہدے کی ضرورت اس واسطے پیش آئی کہ اس زمانے میں دلوں کی صفائی نہیں تھی۔ زنگ دور کرنے کے لیے اُنھوں نے وقت صرف کیا۔ شیشہ صاف ہو تو اس کو صاف کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اور اگر شیشہ میلا کچیلا ہو تو اس کو صاف کیا جاتا ہے۔ ہمارے دلوں کے شیشے میلے ہیں ان کا تزکیہ چاہیے۔ بزرگانِ دین نے چلّے کاٹے، ریاضتیں کیں شرعی دائرے میں رہ کر اسی تزکیہ پر عمل کیا۔ یہ بھی دین کا حصہ ہے۔

قرآنِ کریم پڑھنا پڑھانا جہادِ کبیر ہے :

تیسرا کام ہے وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ اور وہ تمھیں اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تعلیم دیتا ہے۔ بعض ایسی آیات تھیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی نہیں سمجھ سکتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان آیات کا مطلب سمجھاتے تھے۔ ابن ماجہ کی روایت تم سن چکے ہو کہ لفظی ترجمہ کے بغیر قرآن کریم کی ایک آیت حاصل کرنا سو رکعت نفل نماز سے زیادہ ثواب ہے، بہت بڑی عبادت ہے۔ قرآن کریم پڑھنا پڑھانا جہاد ہے۔ سورۃ الفرقان میں رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا قرآن پاک کی تعلیم دینا بڑا جہاد ہے۔ محض لڑنا ہی جہاد نہیں۔ بے شک محاذوں پر لڑنا بھی جہاد ہے لیکن قرآن پاک نے جس کو جہادِ کبیر فرمایا ہے وہ قرآن پاک کی تعلیم ہے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن پاک کی تعلیم بھی دیتے تھے وَالْحِكْمَةَ اور حکمت سے مراد ہے سنت اور حدیث۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حدیث کے الفاظ بھی لوگوں کو بتاتے تھے اور حدیث کے معنیٰ بھی بتاتے تھے۔ مثلاً: ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس

آدمی کے دل میں سرسوں کے دانے کے برابر تکبر ہوگا جنت میں نہیں جائے گا۔ یہ روایت ہے مسلم شریف کی۔

اگر تکبر کو حلال سمجھتا ہے تو کافر ہے بے شک نمازیں پڑھتا رہے، روزے رکھتا رہے۔ اور اگر حرام سمجھتا ہے تو پھر گناہ ہے۔ اس پر بھی دخولِ اوّل اس کو نصیب نہ ہوگا۔ تو لوگوں نے کہا کہ حضرت! ہم تو سارے ہی تکبر کرتے ہیں۔ ہر آدمی چاہتا ہے کہ میں نے سر کے بال رکھے ہوں، کنگھی پھیری ہو، تیل لگا ہو، ہمارے کپڑے اچھے اور صاف ہوں اور جوتا بھی اعلیٰ ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ تکبر نہیں ہے۔ یہ تو تجمل ہے۔ شرعی دائرے میں رہ کر اچھا لباس پہننا رب کی نعمتوں کا شکر ہے یہ گناہ نہیں ہے۔ تکبر کیا ہے؟ غَمْطُ النَّاسِ وَ بَطَرُ الْحَقِّ "حق کی بات کو ٹھکرانا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا۔"

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث اور سنت کی بھی تعلیم دی۔ لفظوں کی بھی تعلیم دی اور معنیٰ کی بھی تعلیم دی وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ اور تمھیں اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ان چیزوں کی تعلیم دیتا ہے جن کو تم نہیں جانتے تھے۔ یہ جتنے بھی دین کے مسائل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتائے ہیں ان کو پہلے کون جانتا تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے ،آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے یہ سب کچھ حاصل ہوا ہے فَاذْكُرُونِيْ پس مجھے یاد کرو اَذْكُرْكُمْ میں تمھیں یاد کروں گا۔ اس کی یہ بھی تفسیر کرتے ہیں فَاذْكُرُونِيْ تم عبادت کے ذریعے مجھے یاد کرو میں تمھیں اس کا بدلہ اور جزا دوں گا۔

اور یہ معنیٰ بھی کرتے ہیں کہ ترمذی وغیرہ کی روایت میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں مَنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ نَفْسِهٖ ذَكَرْتُهٗ فِيْ نَفْسِيْ "جس نے مجھے اکیلے یاد کیا میں اس کو اکیلا یاد کرتا ہوں اور جس نے مجلس میں میرا ذکر کیا میں اس مجلس سے بہتر مجلس میں

اس کا ذکر کرتا ہوں۔" وہ بہتر مجلس اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے فلاں بندے نے مجلس میں میرا نام لیا ہے وَاشْكُرُوا لِيْ میری نعمتوں کا شکریہ ادا کرو وَلَا تَكْفُرُوْنِ اور میری ناشکری نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نعمتوں کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ناشکری سے بچائے اور محفوظ رکھے۔

[آمین]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ(۱۵۳) وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ(۱۵۴) وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَ الْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَ الْاَنْفُسِ وَ الثَّمَرٰتِؕ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ(۱۵۵) الَّذِيْنَ اِذَاۤ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌۙ قَالُوْۤا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَؕ(۱۵۶) اُولٰٓىٕكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رَحْمَةٌ۫ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ(۱۵۷)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اے لوگو اٰمَنُوا جو ایمان لائے ہو اسْتَعِيْنُوْا مدد حاصل کرو بِالصَّبْرِ صبر کے ذریعے وَ الصَّلٰوةِ اور نماز کے ذریعے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے وَ لَا تَقُوْلُوْا اور نہ کہو تم لِمَنْ اُن کے بارے میں يُّقْتَلُ جو قتل کیے جاتے ہیں فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کے راستے میں، نہ کہو تم اَمْوَاتٌ مُردے بَلْ اَحْيَآءٌ بلکہ وہ زندہ ہیں وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ اور لیکن تم شعور نہیں رکھتے وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ اور البتہ ہم ضرور تمہارا امتحان لیں گے بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ کسی نہ کسی چیز میں خوف سے وَ الْجُوْعِ اور بھوک سے وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ اور مالوں کی کمی سے وَ الْاَنْفُسِ

اور جانوں کی کمی سے وَالثَّمَرٰتِ اور پھلوں کی کمی سے وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ اور آپ خوش خبری سنادیں صبر کرنے والوں کو اَلَّذِیْنَ وہ لوگ ہیں اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ جب انھیں پہنچتی ہے کوئی مصیبت قَالُوْٓا کہتے ہیں اِنَّا لِلّٰهِ بے شک ہم اللہ تعالیٰ ہی کے مِلک ہیں وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ اور بے شک ہم اسی کی طرف رجوع کرنے والے ہیں اُولٰٓئِكَ وہی لوگ ہیں عَلَیْهِمْ ان پر صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ خصوصی رحمتیں ہیں ان کے رب کی طرف سے وَرَحْمَةٌ اور عمومی رحمت وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ اور وہی لوگ ہیں ہدایت پانے والے۔

صبر اور نماز سے مدد لینے کا مطلب :

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے اور خطاب فرمایا ہے ایمان والوں کو کہ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اے ایمان والو! اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ مدد حاصل کرو تم صبر اور نماز کے ذریعے۔

بعض جاہل قسم کے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ صبر سے مدد لینی ہے اور نماز سے مدد لینی ہے۔ اور صبر بھی غیر اللہ اور نماز بھی غیر اللہ ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ غیر اللہ سے مدد لینی جائز ہے۔ ولی بھی غیر اللہ ہیں، نبی بھی غیر اللہ ہیں۔ سب سے مدد لینی جائز ہے۔ لیکن یہ تفسیر قرآن پاک کی تحریف ہے۔ اس لیے کہ صبر پر حرف با داخل ہے اور بِالصَّبْرِ کا معنیٰ ہے صبر کے ذریعے وَالصَّلٰوةِ اور نماز کے ذریعے تم نے مدد لینی ہے۔ تو صبر اور نماز سے مدد نہیں لینی بلکہ ان کے ذریعے مدد مانگنی ہے اور مانگنی کس سے ہے اِیَّاكَ

نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ "پروردگار ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور خاص تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں۔" اور دوسرے مقام پر آتا ہے وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کی جاسکتی ہے۔ اور ہم وتروں میں یہ دُعا پڑھتے ہیں اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُكَ وَ نَسْتَغْفِرُكَ اے اللہ! ہم تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں۔

تو مدد صرف رب تعالیٰ سے ہے کیوں کہ مستعان صرف پروردگار ہے۔ ہاں! یہ عبادتیں ہیں صبر کرنا بھی عبادت ہے، نماز خود عبادت ہے۔ ان کے ذریعے تم رب تعالیٰ سے مدد مانگو۔ اور ہر نماز میں ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ فرض نماز ہو یا وتر، واجب ہو یا سنت مؤکدہ ہو یا نفل ہو یا تہجد، اشراق، جمعہ یا عید، کوئی بھی نماز اس سے خالی نہیں ہے کہ جس میں رب تعالیٰ سے وعدہ نہ کرتے ہوں اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ اور ہمیں یہ ایسا سبق پڑھایا گیا ہے کہ اس کو تم نے کسی رکعت میں نہیں بھولنا۔ پھر اس کے بعد بھی اگر کوئی آدمی اِدھر اُدھر بھٹکتا پھرے تو پھر وہ معذور نہ ہوگا۔

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور صبر کے مواقع میں سے اہم موقع موت کا ہے۔ اور خصوصاً جب کہ موت طبعی نہ ہو بلکہ قتل ہو تو صدمہ زیادہ ہوتا ہے۔ اس واسطے فرمایا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کیے جاتے ہیں ان کو تم مردہ نہ کہو بَلْ اَحْیَآءٌ بلکہ وہ زندہ ہیں وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ اور لیکن تم ان کی زندگی کا شعور نہیں رکھتے۔ یعنی ان کی زندگی کو تم سمجھ نہیں سکتے۔

شہید اور عام آدمی کی حیات کا فرق :

تو یہاں پر کچھ باتیں سمجھنے والی ہیں۔ وہ یہ کہ جو شخص کافر کی تلوار سے شہید ہوتا ہے اُس کا سر کاٹ کر الگ پھینک دیا جاتا ہے اور دھڑ الگ۔ اور شریعت بھی اس کا انکار نہیں کرتی۔ اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ جب سر دھڑ سے الگ ہو گیا تو روح بھی اس میں باقی نہ رہی۔ شہید کی اس موت کا تو انکار ہی نہیں ہے اور شہید کو قبر میں دفن بھی کیا جاتا ہے اس میں بھی کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ حالانکہ اس جہان والی زندگی باقی ہو تو دفن نہیں کیا جاتا۔ اسی واسطے قیامت والے دن اللہ تعالیٰ ان بچیوں سے سوال کریں گے جو زندہ درگور کی گئیں کہ تمھیں کیوں قتل کیا گیا؟ جیسا کہ قرآن میں موجود ہے وَ اِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۝ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝ "اور جب زندہ درگور کی ہوئی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ کی وجہ سے قتل کی گئی۔" تو کسی کو زندہ قبر میں دفن کرنا بڑا گناہ ہے۔ جب کہ شہید کو دفن کیا جاتا ہے۔

اسی طرح اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہو جائے تو اس کا مال بھی شرعی وارثوں میں تقسیم ہو گا۔ حالانکہ اگر کوئی آدمی زندہ ہو اور مدۃ العمر کی اُس کو قید ہو کہ اُس کا جنازہ جیل سے باہر آئے گا تو بھی اس کے مال کی وراثت تقسیم نہیں ہو گی اس واسطے کہ زندہ ہے۔

عدت کے بعض احکام :

اسی طرح شہید کی بیوی عدت گزارنے کے بعد آگے نکاح کر سکتی ہے اور وہ عدت یہ ہے کہ اگر فوت ہونے والے آدمی کی بیوی حاملہ ہے تو اس کی عدت ہے وضع حمل۔ جب بچہ پیدا ہو گا اس کے بعد عدت ختم ہو جائے گی۔ اور اگر حاملہ نہیں ہے تو پھر اس کو چار مہینے

دس دن گزارنے پڑیں گے۔

اس عدت کے زمانے میں عورت اپنے گھر سے نہیں نکل سکتی۔ اور اگر مجبوری ہے تو دن کو جاسکتی ہے اور ضرورت پوری کر کے واپس آجائے۔ رات کسی جگہ نہیں رہ سکتی۔ دیکھو! قصبات کی جو عورتیں ہیں عدت تو اُنھوں نے بھی گزارنی ہے اور اُنھوں نے اپنے جانوروں کو پانی بھی پلانا ہے، کھیتوں سے ساگ وغیرہ بھی توڑنا ہے، گوبر بھی پھینکنا ہے۔ اور بعض ایسے قصبے ہیں کہ انھیں پانی دور سے لانا ہوتا ہے۔ بعض ایسی جگہیں ہیں کہ اُنھیں لکڑیاں لانا پڑتی ہیں۔ اب ایسی عورت جس کا کوئی کمانے والا نہیں اس کو شرعاً اجازت ہے کہ وہ اپنی ضرورت پوری کرے کیوں کہ وہ مجبور ہے۔ اور جو دور دراز نوکری کرتی ہیں ان کے لیے گنجائش نہیں ہے۔ ہاں! اگر اس کی روزی کا کوئی اور انتظام نہیں ہے تو پھر وہ عورت دن کو جاسکتی ہے رات کو کسی جگہ نہیں رہ سکتی۔ یہ بھی تب ہے کہ اس کے پاس کوئی اور صورت نہ ہو۔ اور اگر اس کے پاس عدت کے زمانے میں کھانے کا خرچہ ہے تو اس کے لیے گنجائش نہیں ہے۔

اسی طرح اگر کوئی عورت بیمار ہو جاتی ہے اور اس کو اتنی توفیق نہیں ہے کہ ڈاکٹر کو فیس دے کر اپنے گھر بلائے تو اس کو اجازت ہے کہ قریبی ڈاکٹر کے پاس علاج کے لیے جاسکتی ہے۔ اور یہ بات اصولی طور پر یاد رکھنا! کہ عدت گزارنے والی عورت رات کسی جگہ نہیں گزار سکتی۔ اور اگر مجبوری ہے کہ اس کا کوئی سودا سلف لانے والا نہیں ہے تو وہ اپنی سبزی وغیرہ بھی بازار سے لاسکتی ہے اور بول چال پر بھی کوئی پابندی نہیں ہے۔ ضرورت کے مطابق گفتگو کر سکتی ہے۔

(ایک آدمی نے سوال کیا کہ حضرت! عدت کے دوران ہسپتال میں داخل ہوسکتی

ہے یا نہیں؟ فرمایا اگر کوئی اور صورت نہ ہو تو ہسپتال میں داخل ہوسکتی ہے کیوں کہ شریعت مجبوری کا لحاظ کرتی ہے۔)

تو بات یہ ہو رہی تھی کہ شہید کی بیوی کا عدت کے بعد نکاح بھی جائز ہے اور یہ سارے شرعی احکام ہیں۔ بہ ایں ہمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کیے گئے ہیں ان کو مُردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں۔

عذابِ قبر روح اور جسم دونوں کو ہے :

مسئلہ یہی ہے اور اس پر صحیح روایات متواتر موجود ہیں۔ اور اہل حق اہل سنت والجماعت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس وقت انسان کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے تُعَادُ رُوْحُهٗ فِیْ جَسَدِهٖ "اس کی روح کو اس کے جسم میں لوٹایا جاتا ہے۔" اور ظاہر بات ہے کہ جب روح کو جسم میں لوٹایا جائے گا تو زندگی آجائے گی۔ اسی زندگی کے بعد منکر نکیر کے سوالات ہوں گے، جوابات ہوں گے۔ اس کے بعد اگر نیک ہے تو قبر میں راحت بھی ہوگی اور اگر بد ہے تو عذاب بھی ہوگا۔ اور اگر جسم میں رح نہیں ہے تو خالی جسم کو عذاب و ثواب کا کوئی معنیٰ نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دست مبارک کے ساتھ جو کتاب لکھی ہے اس کا نام ہے "الفقہ الاکبر" اس میں وہ فرماتے ہیں وَ اِعَادَةُ الرُّوْحِ اِلَی الْجَسَدِ فِیْ قَبْرِهٖ حَقٌّ "قبر میں جسم کی طرف روح کا لوٹایا جانا بھی حق ہے۔" اور صحیح احادیث بھی یہی کہتی ہیں اور اہل حق کا مسلک بھی یہی ہے کہ قبر میں حیات ہے۔ تو یہ زندگی جو ہے یہ قبر کی زندگی ہے۔

تو فرمایا جو اللہ کے راستے میں شہید ہو جاتے ہیں وَلَا تَقُوْلُوْا اور نہ کہو ان

کے بارے میں لِمَنۡ یُّقۡتَلُ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ جو قتل کیے گئے اللہ کے راستے میں اَمۡوَاتٌ مُردے بَلۡ اَحۡیَآءٌ بلکہ وہ زندہ ہیں وَّلٰکِنۡ لَّا تَشۡعُرُوۡنَ اور لیکن تمھیں شعور نہیں ہے۔ فرض کرو آج اگر کوئی شخص کسی شہید کی قبر کو اکھیڑے تو شہید نہ تو اس سے بات کرے گا اور نہ اس میں کوئی حس وحرکت ہوگی اور کچھ بھی نظر نہیں آئے گا۔ وہ زندگی ہمارے شعور سے بالاتر ہے۔

اس بات کو سمجھانے کے لیے علم کلام والے کہتے ہیں کہ جیسے مریض سکتہ۔ سکتہ ایک بیماری ہوتی ہے۔ اس میں بہ ظاہر نبض چلتی نظر نہیں آتی اور آدمی سانس لیتا بھی نظر نہیں آتا لیکن ہوتا زندہ ہے۔ تو سمجھانے کے لیے کہا کَمَرِیۡضِ السَّکۡتَۃِ جیسے سکتے کا بیمار ہوتا ہے کہ روح اس کے اندر ہوتی ہے لیکن حکیم، ڈاکٹر حیران ہوتے ہیں کہ حسِ وحرکت نہیں ہے، سانس نہیں ہے، کچھ بھی نہیں ہے۔ تو اسی طرح شہید کی حیات ہے کہ بہ ظاہر سمجھ نہیں آتی۔ اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ حیات تو ہے مگر ہو روح کی ہے جسم کی نہیں ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ایک جسد مثال ہوتا ہے اس کی حیات ہے۔ یہ دونوں قول مردود ہیں۔ اس واسطے قرآن کو سمجھو۔

قرآن کہتا ہے وَلَا تَقُوۡلُوۡا اور نہ کہو تم لِمَنۡ یُّقۡتَلُ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اُن کے بارے میں جو قتل کیے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں اَمۡوَاتٌ مُردے بَلۡ اَحۡیَآءٌ بلکہ وہ زندہ ہیں۔ تو قتل تو اس جسم کو کیا جاتا ہے روح کو تو نہیں۔ اور قرآن کہتا ہے کہ جن کو قتل کیا جاتا ہے ان کو مردہ نہ کہو۔ اور پھر قتل جسد مثال نہیں ہوتا بلکہ یہی جو ہمارا جسم ہے۔

جسدِ مثالی کا مطلب :

اور جسد مثالی کا معنیٰ آپ اس طرح سمجھیں کہ جس طرح تم خواب میں کسی کو دیکھتے ہو اور خواب میں کوئی تمھیں رشتہ دار یا بے گانہ ملتا ہے۔ وہ نہ تو اس کا جسم ہوتا ہے اور نہ اس کی روح، بلکہ وہ جسد مثال ہوتا ہے جو رات کو تمھیں ملا ہے۔ اور تم اس کے ساتھ لڑتے جھگڑتے بھی ہو اور پیار بھی کرتے ہو، سب کچھ کرتے ہو۔ صبح کو تم اس کو کہو بھائی میں نے رات کو تیرے ساتھ یہ گفتگو کی ہے۔ تو وہ کہے گا کہ میرے تو فرشتوں کو بھی پتا نہیں ہے۔ اور قرآن بالکل واضح ہے وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ان کے بارے میں مت کہو جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں قتل کیے گئے کہ وہ مردہ ہیں۔ اور قتل جسد عنصری ہے یہی جسم ہے اور زندہ بھی یہی جسم ہے بَلْ اَحْيَآءٌ بلکہ وہ زندہ ہیں۔

پھر عجیب بات ہے کہ روزے تو رکھے یہ جسم، نمازیں پڑھے یہ جسم، ٹھنڈے پانی سے وضو کرے یہ جسم، گرمی، سردی برداشت کرے یہ جسم اور ثواب سے محروم ہو جائے اور اس کی جگہ مثالی جسم کو ثواب ملتا رہے یہ کون سی عقل کی بات ہے؟ جرم تو کرے یہ جسم اور سزا بھگتے اس کا مثالی جسم۔ یہ کون سی منطق ہوئی؟ یہ عقل کے بھی خلاف ہے اور نقل کے بھی خلاف ہے۔

یاد رکھو! جزا و سزا اسی جسم کو ہوتی ہے چاہے ذرہ ذرہ ہو جائے۔ کتابوں میں تصریح ہے باقی باتوں کا پتا مرنے کے بعد چلے گا۔ پھر عجیب بات ہے کہ شہیدوں کو تو مُردہ نہ کہو اور پیغمبروں کو مردہ کہو، لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ کہ شہید زندہ ہوں اور پیغمبر زندہ نہ ہوں۔ آج ایک ایسا فرقہ بھی چل نکلا ہے جو کہتے ہیں کہ پیغمبروں کی حیات کوئی نہیں ہے۔ میں نے اس مسئلے پر "تسکین الصدور" لکھی ہے۔ جس پر دور حاضر کے تمام جید علماء کے دستخط

اور تقریظات ہیں۔ اس میں میں نے وضاحت کی ہے کہ بھئی! تم جو کہتے ہو کہ پیغمبروں کی حیات نہیں ہے تو ان پیغمبروں کو تو مستثنیٰ کر دو جو شہید ہوئے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہیں :

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی شہید ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قسم اُٹھا کر فرماتے ہیں کہ میں دس مرتبہ قسم اُٹھا کر کہتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہیں۔ کیوں شہید ہیں؟ اس کی تفصیل یہ ہے کہ خیبر میں زینب نامی عورت (یہودیہ) نے بکری کے گوشت میں زہر ڈال کر دیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صحابی تھے بشر بن براء بن معرور رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ وہ فوراً تڑپ کے شہید ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب بوٹی منہ ڈالی تو لعاب اندر چلا گیا۔ بوٹی نے بول کر بتایا کہ حضرت! مجھے نہ کھانا میرے اندر زہر ہے۔ مگر وہ لعاب جو اندر چلا گیا تھا اس کے ساتھ اتنا تیز زہر تھا کہ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رگیں کھچی جاتی تھیں۔

اور بخاری شریف میں باب ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اے عائشہ! وہ زہر جو مجھے کھلایا گیا تھا اس کا اثر مجھے آج محسوس ہو رہا ہے۔ اس طرح محسوس ہوتا ہے کہ میری رگیں کٹی جا رہی ہیں۔" تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہیں۔ یاد رکھنا! قرآن پاک کو نہ چھوڑنا، احادیث کو نہ چھوڑنا اور جمہور کا ساتھ نہ چھوڑنا۔ لوگوں کی چرب زبانی پر نہ جانا۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَاتَقُوْلُوْا اور نہ کہو لِمَنْ یُّقْتَلُ ان کو جو قتل کیے جاتے ہیں فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں اَمْوَاتٌ مردہ بَلْ اَحْیَآءٌ بلکہ وہ زندہ ہیں وَّلٰکِنْ لَّاتَشْعُرُوْنَ اور لیکن تم نہیں سمجھتے۔ ان کی زندگی تمھاری سمجھ سے بالاتر ہے وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ اور البتہ ہم ضرور تمھارا امتحان لیں گے بِشَیْءٍ کسی

نہ کسی شے سے مِّنَ الۡخَوۡفِ کبھی دشمن کے حملے کا خوف ہوگا۔ کبھی کوئی اور خوف ہوگا وَالۡجُوۡعِ اور کبھی ہم تم پر مہنگائی مسلط کر دیں گے اور بھوک سے مرو گے وَنَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ اور کبھی تمھارے مالوں میں کمی ہوگی وَالۡاَنۡفُسِ اور کبھی تمھاری جانوں میں کمی آئے گی کہ تمھارے افراد میں سے کچھ مریں گے وَالثَّمَرٰتِ اور کبھی پھل کم ہوں گے۔ یہ امتحان ہوں گے کہ طرح طرح کی پریشانیاں تمھیں پیش آئیں گی وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيۡنَ اور آپ صبر کرنے والوں کو خوش خبری سنا دیں۔ اور صبر کرنے والے کون ہیں؟ الَّذِيۡنَ اِذَآ اَصَابَتۡهُمۡ مُّصِيۡبَةٌ وہ ہیں کہ جس وقت ان کو مصیبت پہنچتی ہے قَالُوۡٓا کہتے ہیں اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيۡهِ رٰجِعُوۡنَ۔

مثال کے طور پر جب کوئی شخص فوت ہو جائے تو اس کے بارے میں یہ خیال آتا ہے کہ یہ کیوں فوت ہوا ہے؟ ابھی تک تو یہ تندرست تھا، جوان تھا۔ اور دوسرا خیال یہ آتا ہے کہ یہ ہم سے جدا ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے خیال کا ازالہ تو اس طرح فرمایا کہ اِنَّا لِلّٰهِ ہم سارے اللہ کی ملکیت ہیں۔ رب جس طرح چاہے اپنی ملکیت میں تصرف کرے۔ اور دوسرا خیال تھا کہ ہم سے جدا ہو گیا تو فرمایا جدا نہیں ہوا ہم بھی وہیں جانے والے ہیں۔ دنوں، مہینوں یا سالوں کی جدائی ہوگی، جانا تو ہم نے بھی وہیں ہے۔ اسی لیے حدیث میں آتا ہے کہ قبرستان میں جاؤ تو کہو اَلسَّلَامُ عَلَيۡكُمۡ دَارَ قَوۡمٍ مُّؤۡمِنِيۡنَ اَنۡتُمۡ لَنَا سَلَفٌ وَّ نَحۡنُ لَكُمۡ بِالۡاَثَرِ وَاِنَّا اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمۡ لَاحِقُوۡنَ يَغۡفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمۡ "اے قبروں میں رہنے والو تم پر رب کی سلامتی ہو تم ہمارے آگے آگے جا رہے ہو ہم تمھارے پیچھے پیچھے آ رہے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں بھی بخشے اور تمھیں بھی۔"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے مٹی کا دیا جلایا ہوا تھا تیز ہوا آئی تو بجھ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سنا ہوا تھا کہ جب کوئی مرتا ہے تو اس وقت یہ پڑھنا ہوتا ہے۔ کہنے لگیں حضرت! یہ تو دیا بجھا ہے اور میں ابھی اس کو جلا دیتی ہوں۔ فرمایا عائشہ! كُلُّ مَا يَسُؤُ الْمُؤْمِنَ "ہر وہ تکلیف دہ چیز جو مومن کو پیش آئے وہاں یہ پڑھنا چاہیے۔" اب یہ دیا جل رہا تھا یک دم بجھ گیا ہے ہمیں کوفت تو ہوئی ہے تو یہاں بھی اِنَّا لِلّٰهِ پڑھو۔ لہٰذا اِنَّا لِلّٰهِ ہر تکلیف کے موقع پر پڑھنا چاہیے۔ ٹھوکر لگے تو پڑھو، اگر آدمی گر جائے پھر پڑھو۔

اُولٰٓئِكَ یہی لوگ ہیں عَلَيْهِمْ ان پر صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ رب تعالیٰ کی خصوصی رحمتیں ہیں وَرَحْمَةٌ اور عمومی رحمت بھی ان پر ہے وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ اور یہی لوگ ہیں ہدایت یافتہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی انہی ہدایت یافتہ لوگوں میں رکھے۔

[امین]

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا ۚ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَإِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ ﴿١٥٨﴾ إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ ۙ أُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُونَ ﴿١٥٩﴾ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُوا فَأُولٰٓئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿١٦٠﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ أُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿١٦١﴾ خٰلِدِينَ فِيهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ﴿١٦٢﴾ وَإِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَاحِدٌ ۚ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيمُ ﴿١٦٣﴾ ع ١٩ / ١١

إِنَّ الصَّفَا بے شک صفا وَالْمَرْوَةَ اور مروہ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ علامتوں میں سے ہیں فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ پس جس نے حج کیا بیت اللہ کا أَوِ اعْتَمَرَ یا عمرہ کیا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ پس کوئی حرج نہیں ہے اس پر أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا یہ کہ چکر لگائے ان دونوں کا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا اور جس نے دل کھول کر نیکی کی فَإِنَّ اللّٰهَ پس بے شک اللہ تعالیٰ شَاكِرٌ قدردان ہے عَلِيمٌ جاننے والا ہے إِنَّ الَّذِينَ بے شک وہ لوگ يَكْتُمُونَ جو چھپاتے ہیں مَا اس چیز کو

اَنْزَلْنَا جوہم نے نازل کی ہے مِنَ الْبَيِّنٰتِ واضح دلیلیں وَالْهُدٰى
اور ہدایت مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ بعداس کے کہ ہم نے اس کو بیان کیا لِلنَّاسِ
لوگوں کے لیے فِى الْكِتٰبِ کتاب میں اُولٰٓئِكَ وہ لوگ ہیں
يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ ان پر لعنت بھیجتا ہے وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ اور
لعنت کرتے ہیں ان پر لعنت کرنے والے اِلَّا الَّذِيْنَ مگر وہ لوگ تَابُوْا
جنھوں نے توبہ کی وَاَصْلَحُوْا اور اصلاح کرلی وَبَيَّنُوْا اور اُنھوں
نے حق کو بیان کیا فَاُولٰٓئِكَ پس وہ لوگ ہیں اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ میں ان
پر رجوع کروں گا وَاَنَا التَّوَّابُ اور میں توبہ قبول کرنے والا ہوں
الرَّحِيْمُ مہربان ہوں اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ كَفَرُوْا جو
کافر ہوئے وَمَاتُوْا اور مرے وَهُمْ كُفَّارٌ اس حالت میں کہ وہ
کافر ہیں اُولٰٓئِكَ وہ لوگ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ اُن پر اللہ تعالیٰ کی لعنت
ہے وَالْمَلٰٓئِكَةِ اور فرشتوں کی وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ اور تمام انسانوں
کی خٰلِدِيْنَ فِيْهَا رہا کریں گے ہمیشہ اس لعنت میں لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ
الْعَذَابُ نہیں تخفیف کی جائے گی ان سے عذاب کی وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ
اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی وَاِلٰهُكُمْ اور معبود تمھارا اِلٰهٌ وَّاحِدٌ
ایک ہی معبود ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ نہیں کوئی معبود مگر وہی الرَّحْمٰنُ
بے حد رحم کرنے والا الرَّحِيْمُ نہایت مہربان ہے۔

اسلامی شعائر :

اس سے پہلے یٰبَنِیۡٓ اِسۡرَآءِیۡلَ والے رکوع میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا میں اس کا بھی ذکر تھا وَاَرِنَامَنَاسِکَنَا اے پروردگار! ہمیں حج اور عمرے کے افعال کی تعلیم فرما۔ اسی بارے میں ذکر آتا ہے اِنَّ الصَّفَا وَالۡمَرۡوَۃَ مِنۡ شَعَآئِرِ اللّٰہِ۔ شَعَائِر شعیرۃٌ کی جمع ہے اور شعیرۃٌ کے معنٰی ہیں علامت اور نشانی۔ بہت ساری چیزیں ہیں جو شعائر اللہ میں داخل ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ شعائر اللہ میں پہلے نمبر پر قرآن کریم ہے، دوسرے نمبر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے، تیسرے نمبر پر کعبۃ اللہ ہے اور چوتھے نمبر پر نماز ہے۔ یہ اسلام کی بڑی نشانیاں ہیں جن کا اُوپر ذکر ہوا ہے اور صفا بھی شعائر اللہ میں سے ہے اور المروۃ بھی ہے۔

آگے سترھویں پارے میں سورۃ حج کے اندر قربانی کے جانوروں کو بھی شعائر اللہ کہا گیا ہے کہ حاجی لوگ جن جانوروں کی قربانی کرتے ہیں۔ احرام کے بعد ان جانوروں کے گلے میں پٹے ڈال دیتے تھے اور یہ علامت ہوتی تھی کہ یہ حاجی کا جانور ہے۔ اگر حاجی قضائے حاجت کے لیے یا سودا سلف کے لیے آگے پیچھے ہو جاتا تو لوگ اس کے جانور کی توہین نہیں کرتے تھے۔ کیوں کہ سمجھتے تھے کہ جانور حاجی کا ہے اور شعائر اللہ میں سے ہے۔ صفا اور مروہ چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں ہیں اور اب حکومت نے ان کو تراش کر برابر کردیا ہے۔ صفا کا تو کچھ حصہ ہے مگر مروہ بس نشانی رہ گئی ہے۔

زمانۂ جاہلیت میں ایسے لوگ بھی تھے جو عمرہ تو کرتے تھے مگر صفا مروہ کی سعی کرنے کو گناہ سمجھتے یہاں سعی نہیں کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اصلاح فرمائی اِنَّ الصَّفَا بے شک صفا کی پہاڑی وَالۡمَرۡوَۃَ اور مروہ کی پہاڑی مِنۡ شَعَآئِرِ اللّٰہِ

یہ دونوں اللہ تعالیٰ نے علامتیں مقرر فرمائی ہیں ۔یعنی یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ علامتوں میں سے ہیں فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ پس جس نے بیت اللہ کا حج کیا اَوِ اعْتَمَرَ یا عمرہ کیا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ پس اس پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ وہ صفا اور مروہ کے درمیان چکر لگائے۔ جنح کا لفظی معنیٰ ہے گناہ۔یعنی اس میں کوئی گناہ نہیں ہے بلکہ ثواب ہے۔

حج کے لفظی معنیٰ ہیں قصد اور ارادہ۔اور شرعی اصطلاح میں خاص حالت اور خاص مہینوں اور خاص دنوں میں قصد کرنا اور خاص جگہ کا قصد کرنا۔خاص حالت کا مطلب ہے احرام کی حالت میں اور خاص دنوں اور خاص مہینوں سے مراد یکم شوال سے حج کے مہینے شروع ہو جاتے ہیں ۔یعنی اگر کوئی شخص یک شوال کو حج کا احرام باندھے گا تو صحیح ہے اور اگر رمضان شریف میں حج کا احرام باندھے تو یہ مکروہ ہے۔تو حج کے مہینوں کا مطلب یہ ہے کہ یکم شوال سے حج کا احرام باندھا جا سکتا ہے۔شوال ذی قعدہ اور ذوالحجہ کے دس دن حج کے مہینے ہیں۔

اور حج اس آدمی پر لازم ہے جس کو رب تعالیٰ نے مالی طور پر اتنی توفیق دی ہو کہ اس پر قرض بھی نہیں ہے اور آمد و رفت کے خرچہ کے ساتھ اہل خانہ کے لیے خرچہ بھی ہو اور آنے جانے کا راستہ بھی پُرامن ہو اور یہ شخص شرعی طور پر معذور بھی نہ ہو۔یعنی مفلوج، نابینا، لنگڑا یا بہت ضعیف العمر بھی نہ ہو تو اس کو خود حج کرنا پڑے گا۔اور اگر معذور ہے تو اس کو نائب بنانا پڑے گا یعنی ان کا حج حجِ بدل ہو گا۔

حجِ بدل کے احکام :

بخاری شریف میں روایت آتی ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر ایک نوجوان عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی حضرت ! بھیڑ زیادہ ہے اور میں

مسئلہ دریافت کرنے پر مجبور ہوں کہ باپ بوڑھا ہے یہاں تک کہ لَا يَثْبُتُ عَلَى الرَّاحِلَةِ سواری پر بٹھاؤ تو سنبھل نہیں سکتا گر پڑتا ہے۔ یعنی پیدل چلنا تو در کنار سواری پر بٹھاؤ تو خود سنبھل نہیں سکتا۔ اتنا بوڑھا ہے۔ لیکن مالی توفیق ہے حضرت! یہ فرمائیں کہ اَفَاَحُجُّ عَنْهُ کیا میں اس کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں کر سکتی ہو۔ تو معذور کی طرف سے دوسرا آدمی حج کر سکتا ہے اور ثواب دونوں کو ملے گا۔ لیکن حج بدل وہی شخص کر سکتا ہے کہ جس نے پہلے اپنا حج کیا ہو۔

حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طواف کر رہے تھے تو ایک آدمی طواف کرتے ہوئے یہ تلبیہ پڑھتا تھا لَبَّيْكَ عَنْ شِبْرَمَةَ "اے پروردگار! میں شبرمہ کی طرف سے حاضر ہوا ہوں۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ شبرمہ کون ہے؟ تو اس نے اپنا بھائی یا دوست بتایا کہ میں اس کی طرف سے آیا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تو نے اپنا حج کیا ہوا ہے؟ وہ کہنے لگا کہ نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حُجَّ عَنْ نَفْسِكَ ثُمَّ حُجَّ عَنْ شِبْرَمَةَ "پہلے اپنا حج کر پھر شبرمہ کی طرف سے کرنا۔" حج بدل میں بڑی پابندیاں ہیں کہ جب آدمی احرام باندھ لے تو اس کے بعد احرام کھول نہیں سکتا جب تک عید کا دن نہ آجائے۔ سردی کے زمانے میں خاصا مشکل ہوتا ہے کیوں کہ سر پر کپڑا تو ڈال نہیں سکتا اور مچھر بھی کاٹتے ہیں۔ ایک دو مہینے اگر آدمی حجامت نہ کرائے تو حلیہ بدل جاتا ہے۔ تو حج بدل خاصا مشکل ہے۔

مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ میرا حج بدل تھا اور مجھے مسلسل چالیس دن تک احرام میں رہنا پڑا۔ اور سردی بھی تھی سر کو ٹھنڈک لگتی تھی۔ (حضرت شیخ صاحب نے ایک دن فرمایا کہ وہاں مجھے کسی واقف نے نہ پہچانا سوائے مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے) تو

بہر حال اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرمائی اور حج مکمل ہو گیا۔ تو معذور کی طرف سے دوسرا آدمی بھی حج کر سکتا ہے۔ اور مرد کی طرف سے مرد بھی جا سکتا ہے اور عورت بھی جا سکتی ہے۔ اور عورت کی طرف سے مرد بھی جا سکتا ہے اور عورت بھی جا سکتی ہے۔ (یہاں پر سامعین میں سے ایک نے سوال کیا کہ وہ تمتع کر سکتا ہے؟ تو حضرت نے جواب دیا کہ ہرگز نہیں! حجِ بدل میں تمتع نہیں کر سکتا۔ یعنی عمرے کا احرام نہیں باندھ سکتا۔) حج فرض ہے اور عمرے کے بارے میں اختلاف کرتے ہی کہ آیا یہ واجب ہے یا سنتِ مؤکدہ ہے۔

عمرہ کی فضیلت :

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق یہ ہے کہ عمرہ سنت ہے۔ ترمذی شریف کی روایت ہے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ اَعُمْرَةٌ وَّاجِبَةٌ کیا عمرہ واجب ہے قَالَ لَا بَلْ هِیَ سُنَّةٌ فرمایا واجب نہیں بلکہ سنت ہے۔ ساری عمر میں ایک دفعہ حج فرض ہے۔ اور اگر رب تعالیٰ توفیق دے تو نفلی حج دی جتنے چاہے کرے اور عمرے جتنے چاہے کرے اس کے لیے کوئی پابندی نہیں ہے۔

البتہ بہتر عمرہ رمضان شریف میں ہے۔ بخاری شریف کی روایت ہے:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عُمْرَةٌ فِیْ رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً "رمضان المبارک میں عمرہ کرنے کا حج کے برابر ثواب ہوتا ہے۔" اور ایک روایت میں آتا ہے عُمْرَةٌ فِیْ رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً مَّعِیْ یہ بھی بخاری شریف کی روایت ہے۔ فرمایا کہ جو رمضان میں عمرہ کرے گا اس کو ان حاجیوں کا ثواب ملے گا جنھوں نے میرے ساتھ حج کیا ہے۔

یہ فضیلت کی بات ہے ورنہ عمرہ سارا سال کر سکتا ہے سوائے پانچ دنوں کے کہ ان

دنوں میں عمرہ مکروہ ہے۔نویں، دسویں، گیارھویں، بارھویں اور تیرھویں ذوالحجہ کو عمرہ مکروہ ہے۔اور کراہت کی وجہ یہ ہے کہ عمرہ نام ہے کعبۃ اللہ کے طواف کا اور اس کے بعد صفا مروہ کرنے کا۔یعنی احرام باندھنا اور کعبۃ اللہ کا طواف کرنا اور صفا مروہ کی سعی کرنا۔اب اگر کوئی ان دنوں میں عمرہ کے لیے گیا تو یہ دن ہیں حج کے تو وہ بڑا نادان ہے کہ بڑی عبادت چھوڑ کر چھوٹی کو اختیار کرے۔کیوں کہ حج کا مقام تو بڑا ہے چاہے نفلی ہی کیوں نہ ہو۔ہاں! اگر ان دنوں میں عمرہ کرے گا تو ہو جائے گا مگر مکروہ ہوگا۔

تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا اِنَّ الصَّفَا بے شک صفا وَالْمَرْوَةَ اور مروہ مِنْ شَعَآئِرِ اللهِ اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ علامتوں میں سے ہیں فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ پس جس نے بیت اللہ کا حج کیا اَوِ اعْتَمَرَ یا عمرہ کیا۔اور عمرے کا معنیٰ ہوتا ہے زیارت کرنا۔تو کعبۃ اللہ کی زیارت شریعت کے بتائے ہوئے افعال کے ساتھ ہو فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ تو اس پر کوئی حرج نہیں ہے اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا یہ کہ چکر لگائے صفا اور مروہ کے درمیان۔یہ ان لوگوں کی اصلاح ہوئی جو عمرے میں صفا مروہ نہیں کرتے تھے وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا اور جس نے دل کھول کر نیکی کی فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ پس بے شک اللہ تعالیٰ قدردان ہے عَلِيْمٌ جانتا ہے۔

آگے اللہ تعالیٰ کتمان علم کا گناہ بیان فرماتے ہیں۔پہلے یہود ونصاریٰ کا ذکر تھا اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ "وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی ہے يَعْرِفُوْنَهٗ اس نبی کو اس طرح پہچانتے ہیں اس کو كَمَا جس طرح يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو۔لیکن وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ ایک گروہ ان میں سے حق کو چھپاتا ہے۔" تو یہ جو حق کو چھپانے والے ہیں ان کی رب تعالیٰ تردید فرماتے ہیں:

اِنَّ الَّذِیْنَ بے شک وہ لوگ جو یَكْتُمُوْنَ جو چھپاتے ہیں مَاۤ اَنْزَلْنَا اس کو جو ہم نے نازل کیا ہے مِنَ الْبَیِّنٰتِ واضح دلیلیں اور واضح حکم نازل کیے ہیں وَالْهُدٰى اور ہدایت ہم نے نازل کی۔ تو جو لوگ ان کو چھپاتے ہیں مِنْۢ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰهُ بعد اس کے کہ ہم نے ان کو بیان کیا لِلنَّاسِ لوگوں کے لیے فِی الْكِتٰبِ کتاب میں اُولٰٓىٕكَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وہ لوگ ہیں جن پر رب بھی لعنت بھیجتا ہے وَیَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ اور لعنت بھیجنے والے سارے لعنت بھیجتے ہیں۔

حق بات چھپانے کی مذمت :

حق کی بات کو چھپانا بڑے گناہوں میں سے ہے۔ خصوصاً وہ مسئلہ جو قرآن پاک میں ہو۔ کسی مصلحت کے پیش نظر یا کسی ڈر کے پیش نظر۔ اس کو نہ بیان کرنے والا ان لوگوں میں شامل ہے۔ اور یاد رکھنا! یہ صرف مولویوں پر ہی گناہ نہیں بلکہ ہر آدمی اس میں شامل ہے۔ جو قرآن کا مسئلہ سمجھتا ہے صحیح معنٰی میں اور جہاں بیان کرنا ہے وہاں بیان نہیں کرتا تو وہ بھی اس کی زد میں ہے۔ چاہے اس کو سارا قرآن نہیں آتا بلکہ ایک چیز اس کو آتی ہے اور صحیح طور پر آتی ہے۔ اور یہ جو موٹے موٹے مسئلے ہیں ان کو تو سارے مسلمان جانتے ہیں۔ تو گناہ گار صرف مولوی نہیں بلکہ عوام بھی اس کی زد میں ہیں۔ ہاں! اگر مسئلے کی حقیقت خود نہیں سمجھتا یا یہ خیال کرتا ہے کہ میں اس کو اچھی طرح بیان نہیں کر سکوں گا تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ نہ بتائے۔

تو فرمایا بے شک وہ لوگ جو چھپاتے ہیں وہ چیز جو ہم نے نازل کی واضح دلیلوں میں سے اور واضح احکام اور ہدایت میں سے بعد اس کے کہ ہم نے اس کو لوگوں کے لیے بیان کیا فِی الْكِتٰبِ کتاب میں اُولٰٓىٕكَ وہ لوگ ہیں یَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ

ان پر لعنت بھیجتا ہے وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ اور لعنت بھیجنے والے بھی لعنت بھیجتے ہیں۔ اور وہ کون ہیں؟ ان کا ذکر آگے آرہا ہے۔ ہاں! اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مگر وہ لوگ جنھوں نے پہلے حق چھپایا تھا پھر حق چھپانے سے توبہ کر گئے وَاَصْلَحُوْا اور اپنی اصلاح کر لی وَبَيَّنُوْا اور آگے حق بیان کرنا اُنھوں نے شروع کیا تو وہ گناہ جو توبہ سے معاف ہوتے ہیں ان میں سے ایک گناہ یہ بھی ہے کہ کسی نے مسئلہ بتایا ہی نہیں مگر اس نے بعد میں سچے دل سے توبہ کر لی۔ اپنی بھی اصلاح کی وَبَيَّنُوْا اور اس مسئلے کو بیان بھی کیا تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دے گا تو یہ لوگ بچ جائیں گے فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ لوگ ہیں جن کی توبہ میں قبول کرتا ہوں وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ اور میں توبہ قبول کرنے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہوں اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بے شک وہ لوگ جو کافر ہیں وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ اور مرے اس حال میں کہ کافر ہیں اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وہ لوگ ہیں جن پر رب کی لعنت ہے وَالْمَلٰٓئِكَةِ اور فرشتوں کی بھی لعنت ہے وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ اور تمام انسانوں کی بھی لعنت ہے۔ جس کا کفر پر خاتمہ ہوا وہ انتہائی ملعون ہے۔

جس وقت کافر بدکار مر جاتا ہے زمین سکون لیتی ہے کہ الحمد للہ! ایک بلا ہم سے ٹل گئی ہے۔

ایک جنازہ جا رہا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مُسْتَرِيْحٌ اَوْ مُسْتَرَاحٌ مِّنْهُ "یہ آرام پانے والا ہے یا اس سے لوگوں کو آرام مل گیا ہے۔" سوال کیا گیا حضرت مستریح کون ہے؟ فرمایا مومن، کہ دنیا کی تکلیفوں سے اس کو راحت مل گئی اور اگر دوسری مد کا ہے تو يَسْتَرِيْحُ الْعِبَادُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُ "تو انسانوں، درختوں،

جانوروں اور راستوں، سب کو اس سے پناہ اور راحت مل گئی۔" کیوں کہ بُرا آدمی جب چلتا ہے تو یہ سب چیزیں اس پر لعنت بھیجتی ہیں۔

خٰلِدِیْنَ فِیْهَا اس لعنت میں ہمیشہ رہیں گے۔اور لعنت کا محل دوزخ ہے لَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ نہیں کم کیا جائے گا ان سے عذاب وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ اور جب فیصلہ ہوگا کہ ان کو دوزخ میں ڈالو تو ایک لمحے کی بھی ان کو مہلت نہیں ملے گی۔ایسا نہیں ہوگا کہ مثلاً: فیصلہ ہو بارہ بجے ان کو دوزخ میں ڈالو تو دو منٹ اُوپر گزر جائیں۔ایک منٹ کی بھی مہلت نہیں ملے گی فوراً دوزخ میں ڈالا جائے گا۔

آگے رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ تمھارا معبود، مسجود، اور حاجت روا، مشکل کشا، فریادرس، دست گیر، صرف رب تعالیٰ ہے۔کوئی حاکم نہیں بہ جز پروردگار کے۔تمھارا صرف ایک ہی الٰہ ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اس کے بغیر اور کوئی الٰہ نہیں ہے الرَّحْمٰنُ نہایت رحم کرنے والا ہے الرَّحِیْمُ مہربان ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ رحمٰن اسے کہتے ہیں جو بغیر مانگنے کے دے۔اور رحیم اسے کہتے ہیں جو مانگنے پر دے۔اب دیکھو! ہم جب چھوٹے بچے تھے تو ہمیں کیا معلوم کہ آنکھ کیا ہوتی ہے، پیر کیا ہے، کان کیا ہیں اور زبان کیا ہے؟ یہ ساری نعمتیں رب نے بغیر مانگے دی ہیں۔اور رحیم وہ ہے جو مانگے سے دے اور اُسی سے مانگنا چاہیے۔اکبر الٰہ آبادی مرحوم بڑے موحد تھے۔لکھتے ہیں:

ع اُسی سے مانگ جو کچھ مانگنا ہو، اے اکبر
یہی وہ در ہے کہ ذلت نہیں سوال کے بعد

تو یہی دروازہ ہے اور کسی سے مانگنے کا فائدہ ہی کوئی نہیں ہے۔

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ
وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ وَ الْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ
بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ
فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَ بَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ۪
وَّ تَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَ السَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ
لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ
اللّٰهِ اَنْدَادًا یُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِؕ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَشَدُّ حُبًّا
لِّلّٰهِؕ وَ لَوْ یَرَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اِذْ یَرَوْنَ الْعَذَابَۙ اَنَّ الْقُوَّةَ
لِلّٰهِ جَمِیْعًاۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعَذَابِ ﴿۱۶۵﴾ اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِیْنَ
اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا وَ رَاَوُا الْعَذَابَ وَ تَقَطَّعَتْ بِهِمُ
الْاَسْبَابُ ﴿۱۶۶﴾ وَ قَالَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ
مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّاؕ كَذٰلِكَ یُرِیْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ
عَلَیْهِمْؕ وَ مَا هُمْ بِخٰرِجِیْنَ مِنَ النَّارِ ﴿۱۶۷﴾ ع

اِنَّ: بے شک ۔ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ: آسمانوں کے پیدا کرنے میں
وَالْاَرْضِ: اور زمین کے پیدا کرنے میں ۔ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ: اور رات
کے مختلف ہونے میں ۔ وَالنَّهَارِ: اور دن کے مختلف ہونے میں ۔ وَالْفُلْكِ:
اور کشتیاں ۔ الَّتِیْ: وہ ۔ تَجْرِیْ: جو چلتی ہیں ۔ فِی الْبَحْرِ: سمندر میں
بِمَا: وہ چیزیں لے کر ۔ یَنْفَعُ النَّاسَ: جو لوگوں کو فائدہ دیتی ہیں ۔ وَمَا

اور وہ چیز اَنْزَلَ اللّٰهُ جو نازل کی اللہ تعالیٰ نے مِنَ السَّمَآءِ آسمان سے مِنْ مَّآءٍ بارش فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ پس زندہ کیا اس کے ذریعے زمین کو بَعْدَ مَوْتِهَا اس کے مرجانے کے بعد وَبَثَّ فِيْهَا اور بکھیرے اللہ تعالیٰ نے زمین میں مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ہر قسم کے جانور وَّ تَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ اور وہ بادل الْمُسَخَّرِ جو لٹکا ہوا ہے بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ آسمان اور زمین کے درمیان لَاٰيٰتٍ ان ساری چیزوں میں البتہ نشانیاں ہیں لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ اس قوم کے لیے جو عقل سے کام لے وَمِنَ النَّاسِ اور لوگوں میں سے مَنْ وہ بھی ہیں يَّتَّخِذُ جو بناتے ہیں مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے ورے ورے اَنْدَادًا شریک يُّحِبُّوْنَهُمْ ان کے ساتھ محبت کرتے ہیں كَحُبِّ اللّٰهِ جیسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت ہونی چاہیے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اور وہ لوگ جو مومن ہیں اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ وہ زیادہ سخت ہیں محبت میں اللہ تعالیٰ کے لیے وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ اور اگر دیکھ لیں وہ لوگ ظَلَمُوْٓا جنھوں نے ظلم کیا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ جب دیکھیں گے عذاب کو اَنَّ الْقُوَّةَ بے شک قوت لِلّٰهِ جَمِيْعًا ساری اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے وَّاَنَّ اللّٰهَ اور بے شک اللہ تعالیٰ شَدِيْدُ الْعَذَابِ سخت سزا دینے والا ہے اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ جس وقت بے زاری کا اعلان کریں گے وہ لوگ اتُّبِعُوْا جن کی پیروی کی

گئی مِنَ الَّذِیۡنَ ان لوگوں سے اتَّبَعُوۡا جنھوں نے پیروی کی وَرَاَوُا الۡعَذَابَ اور دیکھ لیں گے وہ عذاب کو وَتَقَطَّعَتۡ اور منقطع ہو جائیں گے بِهِمُ الۡاَسۡبَابُ اُن کے آپس کے تعلقات وَقَالَ الَّذِیۡنَ اور کہیں گے وہ لوگ اتَّبَعُوۡا جنھوں نے پیروی کی لَوۡ کاش اَنَّ لَنَا بے شک ہو ہمارے واسطے كَرَّةً لوٹنا دنیا کی طرف فَنَتَبَرَّاَ مِنۡهُمۡ پس ہم ان سے بے زار ہو جائیں كَمَا تَبَرَّءُوۡا مِنَّا جیسے یہ ہم سے بے زار ہوئے ہیں كَذٰلِكَ اسی طرح يُرِيۡهِمُ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ ان کو دکھائے گا اَعۡمَالَهُمۡ ان کے اعمال حَسَرٰتٍ عَلَيۡهِمۡ ۔ ان پر حسرتیں اور افسوس کی چیزیں ہوں گی وَمَا هُمۡ اور نہیں ہوں گے وہ بِخٰرِجِيۡنَ مِنَ النَّارِ نکل سکنے والے دوزخ سے۔

سات آسمان اور سات زمینیں :

اس سے پہلی آیت میں ذکر تھا وَاِلٰـهُكُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ معبود تمہارا ایک ہی ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے الرَّحۡمٰنُ الرَّحِيۡمُ وہی رحمٰن اور رحیم ہے۔ آگے بعض دلیلیں بیان فرماتے ہیں کہ رب تعالیٰ کی وحدانیت اور الوہیت کو سمجھنا کوئی مشکل نہیں ہے۔ مگر کوئی عقل سے کام لے تو بات بنے گی۔

اِنَّ فِىۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ بے شک آسمانوں کے پیدا کرنے میں اور زمین کے پیدا کرنے میں۔ تو سَمٰوٰتِ فرمایا ہے۔ اور قرآن کریم میں سَبۡعَ سَمٰوٰت کا لفظ متعدد مقامات پر آتا ہے کہ سات آسمان ہیں۔ باقی تو ہمیں نظر نہیں آتے البتہ پہلا

آسمان تو سب کو نظر آتا ہے۔ کتنا وسیع آسمان ہے لیکن اس آسمان کے نیچے کوئی ستون نہیں ہے، کوئی کھمبا اور دیوار نہیں ہے۔ یعنی کوئی سہارا نہیں ہے۔ لوگ چھوٹی چھوٹی عمارتیں بناتے ہیں ان کے نیچے دیکھو کتنے ستون اور دیواریں ہیں۔ اور اگر خدا کی قدرت کو سمجھنا چاہو تو آسمان کی بلندی اور اس کی وسعت اور اس کا بغیر ستونوں کے کھڑے ہونے سے بھی رب کی قدرت کو سمجھ سکتے ہو۔ قرآن کریم میں آسمانوں کے سات ہونے کا ذکر تو متعدد مقامات پر آتا ہے اور زمینوں کے سات ہونے کا ذکر صرف سورۂ طلاق کے اندر آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے سات آسمان پیدا فرمائے وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ اور اتنی ہی ہم نے زمینیں پیدا کی ہیں۔ یعنی زمینیں بھی سات پیدا فرمائی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے زمینیں بھی پیدا فرمائیں۔ اور ایک حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ان زمینوں میں بھی مخلوق ہے جس طرح اس زمین میں مخلوق ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لشکر کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور کوئی نہیں جان سکتا۔

زمین کی وسعت کو دیکھو، فراخی دیکھو، مختلف ممالک ہیں۔ حالانکہ یہ خشکی کے جو علاقے ہیں یہ صرف انتیس حصے ہیں اکہتر حصے پانی کے نیچے ہیں۔ اور ان انتیس حصوں میں ساری حکومتیں ہیں اور بعض حکومتیں اتنی وسیع ہیں کہ کئی گھنٹوں تک جہاز ان میں چلتے ہیں پھر کہیں جا کر کنارے پر پہنچتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی قدرت کو سمجھنا چاہتے ہو تو زمین کی فراخی کو دیکھ لو۔

وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اور رات کے مختلف ہونے میں اور دن کے مختلف ہونے میں۔ رات تاریک ہے اور دن روشن ہے۔ کبھی رات بڑھ جاتی ہے اور کبھی دن بڑھ جاتا ہے، کبھی رات گھٹ جاتی ہے اور کبھی دن گھٹ جاتا ہے۔ یہ دن رات کے

مشاہدے ہیں ان میں تم ربّ کی قدرت کو سمجھ سکتے ہو وَالْفُلْكِ الَّتِىْ اور کشتیاں تَجْرِىْ فِى الْبَحْرِ جو سمندر میں چلتی ہیں بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وہ چیزیں لے کر جو لوگوں کو نفع دیتی ہیں۔ اس زمانے میں کشتیاں ہی ہوتی تھیں اور اب تو جہاز بھی ہیں۔ ایک علاقے کی چیزیں دوسرے تک، دوسرے کی تیسرے تک۔ یہ نفع والی چیزیں وہاں تک پہنچاتی ہیں حالانکہ ان میں بڑا وزن بھی ہوتا ہے لیکن پھر بھی پانی میں ڈوبتی نہیں۔ کیا یہ رب تعالیٰ کی قدرت تم نہیں دیکھتے کہ یہ کشتیاں کس کے حکم سے چلتی ہیں؟ پانی میں ان کو کس ذات نے سہارا دیا ہوا ہے؟

وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ جو اللہ تعالیٰ نے آسمان کی طرف سے نازل کی مِنْ مَّآءٍ بارش فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ اس بارش کے ذریعے رب نے زمین کو زندہ کیا، سرسبز کیا بَعْدَ مَوْتِهَا مرچکنے کے بعد۔ زمین بالکل مُردہ تھی بارش نازل ہوتی ہے اس کے بعد زمین میں درخت پیدا ہوتے ہیں، سبزیاں پیدا ہوتی ہیں، گھاس پیدا ہوتی ہے، انسانوں کے لیے فصلیں پیدا ہوتی ہیں، پھل فروٹ پیدا ہوتے ہیں۔ یہ بارش کون نازل کرتا ہے، زمین سے کون اُگاتا ہے وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ اور اللہ تعالیٰ نے زمین میں بکھیر دیئے ہیں ہر طرح کے جانور۔ پھر جانوروں کی شکلیں دیکھو! کسی کی چار ٹانگیں ہیں، کسی کی دو، کسی کی زیادہ ہیں۔ کوئی زمین پر رینگتا ہے، کوئی چلتا ہے، کوئی اُڑتا ہے۔ یہ خدا کی قدرت تم نہیں دیکھتے۔

وحدانیت باری تعالیٰ کی دلیل :

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا رب تعالیٰ کی وحدانیت کی دلیل کیا ہے؟ تو سامنے کوئی شہتوت کا درخت تھا۔ فرمانے لگے بھائی! دور جانے کی ضرورت نہیں یہ توت کا

درخت ہے اس کے پتوں کو ریشم کے کیڑے کھاتے ہیں تو ان کے پیٹ میں ریشم پیدا ہوتا ہے، اس کو ہرنیاں کھاتی ہیں تو کستوری پیدا ہوتی ہے، اس کو شہد کی مکھیاں کھاتی ہیں تو شہد پیدا ہوتا ہے، اس کو اونٹ اور بکریاں کھائیں تو مینگنیاں اور گوبر پیدا ہوتا ہے۔ چیز ایک ہی ہے شہتوت کے پتے، مگر آگے ان میں انقلابات پیدا کرنے والا رب تعالیٰ کے سوا کون ہے؟ تو سمجھنے کے لیے ایک ہی چیز کافی ہے اور نہ سمجھنے والے کے لیے سارے دلائل بے کار ہیں۔

تو فرمایا اللہ تعالیٰ نے بکھیرے ہیں ہر طرح کے جانور وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اور ہواؤں کے پھیرنے میں۔ کبھی مشرق سے مغرب کی طرف چلتی ہیں اور کبھی مغرب سے مشرق کی طرف چلتی ہیں، کبھی گرم ہوتی ہیں اور کبھی سرد۔ یہ کون چلاتا ہے؟

آج سے کچھ سال پہلے نارنگ منڈی کے علاقہ میں ایک ہوا چلی تھی۔ مجھے وہاں ایک مدرسے کے افتتاح کے لیے جانے کا اتفاق ہوا تو ان لوگوں نے بتایا کہ یہ علاقہ بڑا مضبوط علاقہ تھا لینٹر پڑے ہوئے تھے۔ اس ہوا نے سارے لینٹر اُٹھا کر پھینک دیئے مخصوص رقبے میں۔ اور آج سے چند سال پہلے کوئٹہ کے علاقہ میں زلزلہ آیا، کئی بستیاں تباہ ہوگئیں۔ ہر وقت رب تعالیٰ کے عذاب سے ڈرنا چاہیے۔ مگر ہمارے اندر رب کا خوف نہیں رہا۔ سب کچھ دیکھتے ہیں مگر ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ دل ہمارے ایسے سخت ہو چکے ہیں كَالْحِجَارَةِ پتھر کی طرح ہیں اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً یا پتھر سے بھی زیادہ سخت ہیں۔

پہلے زمانے میں امام عبدالرحمن بن عمرو اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے محلے میں سے کوئی آدمی فوت ہو جاتا تھا تو کئی دن تک ہمارے حلق سے روٹی نیچے نہیں اُترتی

تھی، پانی نہیں اُترتا تھا، ہم غمگین ہوتے تھے کہ معلوم نہیں مرنے والے کے ساتھ کیا ہوا ہے؟ اور آج کل تو کوئی ماں باپ کو بھی دفن کرے تو اس پر بھی کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اس واسطے کہ ہم نے موت کو سمجھا ہے، نہ قبر کو سمجھا ہے اور نہ آخرت کو سمجھا ہے۔

تو فرمایا وَّ تَصۡرِیۡفِ الرِّیٰحِ یہ جو ہوائیں چلائی ہیں ان کو کون چلاتا ہے اللہ تعالیٰ کی ذات کے بغیر وَالسَّحَابِ الۡمُسَخَّرِ بَیۡنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ اور وہ بادل جو لٹکے ہوئے ہیں آسمان اور زمین کے درمیان۔

ایک دفعہ میں جہاز پر سوار ہوا اور وہ اس طرح ہوا کہ حج سے واپسی پر مجھے پاکستان کا ٹکٹ نہ مل سکا مجبوراً شام کا ٹکٹ لینا پڑا اور ہم جدہ سے دمشق چلے گئے۔ راستہ میں بادل بہت گہرے تھے۔ تو میں پوچھتا رہا کہ یہ پہاڑ کون سے ہیں؟ کہنے لگے یہ پہاڑ نہیں یہ تو بادل ہیں۔ اور جہاز جب بادل سے اُوپر جاتا تھا تو بادل پہاڑ لگتے تھے۔

تو کس کے حکم سے ان میں بارش پیدا ہوتی ہے، کس کے حکم سے اولے بنتے ہیں؟ اگر رب تعالیٰ کی قدرت کو سمجھنا چاہو تو ایک ایک چیز میں رب تعالیٰ کی قدرت موجود ہے۔ ان تمام چیزوں میں یعنی اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ سے لے کر لَاٰیٰتٍ تک جو چیزیں بیان کی گئی ہے ان میں البتہ نشانیاں ہیں رب تعالیٰ کی قدرت کی مگر لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ اس قوم کے لیے جو عقل سے کام لے۔ لیکن باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں بڑی صاف اور واضح ہیں پھر بھی وَمِنَ النَّاسِ اور لوگوں میں سے بعض۔ یہ مِنۡ تبعیضیہ ہے۔ وہ بھی ہیں مَنۡ یَّتَّخِذُ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اَنۡدَادًا جنھوں نے رب سے ورے ورے شریک بنائے ہوئے ہیں۔ رب کی ذات کو چھوڑ کر نیچے اُنھوں نے سہارے بنائے ہوئے ہیں یُّحِبُّوۡنَهُمۡ ان کے ساتھ محبت کرتے ہیں

كَحُبِّ اللّٰهِ جیسا کہ اللہ تعالیٰ سے محبت ہونی چاہیے۔

مشرک جتنے بھی ہیں کسی کی چاند کے ساتھ محبت ہے، کسی کی سورج کے ساتھ محبت ہے، کسی کی بزرگ کے ساتھ ہے، کسی کی بت کے ساتھ ہے۔ یہ سارے اللہ تعالیٰ کی ذات سے نیچے ان کے ساتھ ایسی محبت کرتے ہیں جیسے رب کے ساتھ محبت کرنی چاہیے۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اور وہ لوگ جو ایمان لائے اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ان کی سخت محبت ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذاتِ گرامی کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ایمان کا معیار ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَ وَلَدِهٖ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ بخاری شریف اور مسلم شریف کی حدیث ہے "تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی محبت میرے ساتھ اپنے ماں باپ، اولاد اور تمام مخلوق سے بڑھ کر نہ ہو۔" وہ اس طرح کہ ایک طرف ماں باپ کا حکم ہے، دوسری طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول و فعل کو چھوڑ کر ماں باپ کے طریقے پکڑے گا تو پھر ماں باپ کے ساتھ محبت ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تو نہ ہوئی۔

بزرگانِ دین سے محبت :

تو مومن کی محبت سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہے۔ پھر درجہ بہ درجہ پیغمبروں کے ساتھ، پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ، پھر تابعین، پھر تبع تابعین اور ائمہ دین، فقہائے کرام اور محدثین کے ساتھ ہے رحمۃ اللہ علیہم۔ اور ان سے محبت اس واسطے ہے کہ یہ سارے رب تعالیٰ کے پیارے بندے ہیں۔ اگر یہ دنیا میں نہ آتے یقین جانو! عالم اسباب میں ہم تک قرآن پہنچتا، نہ

حدیث پہنچتی اور نہ ہی کلمہ پہنچتا۔ان حضرات نے بڑی بڑی قربانیاں دیں ۔ ساری زندگیاں وقف کیں اور ہمارے واسطے یہ اسلام کا ذخیرہ چھوڑا۔

تو فرمایا لوگوں میں سے بعض وہ بھی ہیں مَنْ یَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا کہ اللہ تعالیٰ سے ورے ورے اُنھوں نے رب کے شریک بنائے ہوئے ہیں یُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ان کے ساتھ محبت کرتے ہیں جیسے رب کے ساتھ محبت کرنی چاہیے وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ان کی زیادہ سخت محبت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔

فرمایا آج تو اپنے کفروشرک پر بڑے مغرور اور بڑے نازاں ہیں وَلَوْ یَرَى الَّذِیْنَ اور اگر دیکھ لیں وہ لوگ ظَلَمُوْٓا جنھوں نے ظلم کیا اِذْ یَرَوْنَ الْعَذَابَ جب دیکھیں گے عذاب کو اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا کہ بے شک ساری قوت اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔اس وقت پتا چلے گا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا جو ان کے معبود ہیں وہ کیا کرتے ہیں اور اُنھوں نے کیا کیا ہے۔جب قیامت کا دن آئے گا تو اس دن دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔اس دن پتا چلے گا کہ ان ظالموں نے کیا کیا ہے وَاَنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعَذَابِ اور بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِیْنَ جس وقت بےزار ہوں گے وہ لوگ اتُّبِعُوْا جن کی پیروی کی گئی مِنَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا اُن سے جنھوں نے پیروی کی۔

قرآن پاک کے تیرھویں اور چوبیسویں پارے میں آتا ہے کہ یہ شرک کرنے والے سارے ان کے پاس جائیں گے جن کو انھوں نے رب کا شریک بنایا تھا، جو وڈیرے تھے۔اور ان کو جا کر کہیں گے کہ آج ہم پھنسے ہوئے ہیں ہمیں یہاں سے نکالنے

کی کوشش کرو۔ وہ کہیں گے اِنَّا کُلٌّ فِیۡهَآ "ہم بھی دوزخ میں ہیں ہم تمھیں کس طرح نکالیں" پھر سارے مل جل کر ابلیس کے پاس جائیں گے کہ سارے سبز باغ دکھاتا رہا ہے آج ہماری کوئی مدد کر۔ تو ابلیس کا جواب بڑا سخت ہوگا۔ وہ کہے گا لَا تَلُوۡمُوۡنِیۡ وَ لُوۡمُوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ "مجھے کیوں ملامت کرتے ہو اپنے آپ کو ملامت کرو میرا کوئی تمھارے اُوپر زور نہ تھا اِلَّاۤ اَنۡ دَعَوۡتُکُمۡ میں نے تو صرف تمھیں دعوت دی تھی تم نے میری دعوت کیوں مانی؟" آج سارے میرے پاس آئے ہو اس طرح کہ گویا سب کو میں نے گمراہ کیا ہے۔ بلکہ آگے کہتا ہے اِنِّیۡ کَفَرۡتُ بِمَاۤ اَشۡرَکۡتُمُوۡنِ "میرے کفر کے ذمہ دار بھی تم ہی ہو اس واسطے کہ تم نے میری پوجا کی تو میں نے سمجھا کہ میں بھی کچھ ہوں۔ اور اگر تم میری پوجا نہ کرتے تو میری ہمت پہلے ٹوٹ جاتی۔" کیسا جواب دیا۔

اللہ تعالیٰ نے عقل دی ہے۔ آج ہمیں کوئی کھوٹا روپیہ دے تو ہم وہ لینے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اور اگر کوئی آدمی عقیدہ گندہ پلے باندھ لے تو کیا اس میں معذور ہو جائے گا اور گندے عمل کرے تو کیا اس میں معذور ہوگا؟ ہرگز نہیں! اللہ تعالیٰ نے عقل بڑی چیز عطا فرمائی ہے۔ تو فرمایا جنھوں نے پیروی کی ان سے وہ بے زار ہوں جن کی پیروی کی گئی وَرَاَوُا الۡعَذَابَ اور وہ سارے عذاب کو دیکھ لیں گے وَتَقَطَّعَتۡ بِهِمُ الۡاَسۡبَابُ اُن کے آپس کے سب تعلقات منقطع ہو جائیں گے۔ نہ پیری مریدی رہے گی اور نہ وہاں پیشوا رہیں گے وَقَالَ الَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡا اور کہیں گے وہ لوگ جنھوں نے پیروی کی لَوۡ کاش۔ حرفِ لَوۡ تمنی ہے۔ اَنَّ لَنَا کَرَّةً کاش کہ ہمارے واسطے لوٹنا ہو دنیا کی طرف تو فَنَتَبَرَّاَ مِنۡهُمۡ پس ہم ان سے بے زار ہو جائیں کَمَا تَبَرَّءُوۡا مِنَّا

جیسا کو یہ آج ہم سے بے زار ہوئے ہیں۔ یعنی ہمیں دنیا میں جانا نصیب ہو جائے تو ہم وہاں جا کر ان کو کہیں کہ ہم تمھیں نہیں مانتے۔ لیکن وہاں الزام ایک دوسرے پر ڈالنے سے عذاب تو نہیں ٹلے گا۔

فرمایا كَذٰلِكَ يُرِيهِمُ اللّٰهُ اسی طرح اللہ تعالیٰ ان کو بتائے گا اَعْمَالَهُمْ ان کے اعمال حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ان کے واسطے حسرت ہوں گے۔ اُنھوں نے دنیا میں اپنے باطل معبودوں کو راضی کرنے کے لیے جو عمل کیے وہ سارے کے سارے ان کی ہلاکت اور خسارے کا ذریعہ بنیں گے وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ اور نہ یہ عبادت کرنے والے اور نہ وہ جن کی عبادت کی گئی ہے یا اُنھوں نے اپنی عبادت کروائی ہے ان میں سے کوئی بھی دوزخ سے نہیں نکل سکے گا۔

ہاں! اللہ تعالیٰ کے وہ بندے جنھوں نے نہ شرک کیا اور نہ شرک کی ترغیب دلائی وہ ممتاز ہیں۔ مثلاً: عیسیٰ کی بھی پوجا تو ہوئی ہے، فرشتوں کی بھی ہوئی ہے، عزیر کی ہوئی ہے۔ اور وہ بزرگ جن کے ذریعے کلمہ اور دین پھیلا آج لوگ ان کی قبروں کا بھی طواف کرتے ہیں اور ان کی پوجا ہوتی ہے۔ تو ان بے چاروں کا کیا قصور ہے؟ اگر ان کے بس میں ہوتا تو وہ قبروں سے نکل کر ان کے منہ توڑ دیتے کہ بے ایمانو! تم کیا کرتے ہو۔ ہم نے تو کفر و شرک کو مٹایا تھا اور رسومات مٹائی تھیں اور تم ہماری قبروں کے ساتھ یہ حرکتیں کرتے ہو۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو اگلے جہان پہنچایا ہے ان کا کوئی گناہ نہیں ہے۔ تو جو مجرم ہیں وہ کبھی آگ سے نہیں نکلیں گے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا

مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۶۸﴾ اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً ؕ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷۱﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۷۲﴾

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اے انسانو كُلُوْا کھاؤ مِمَّا ان چیزوں سے فِي الْاَرْضِ جو زمین میں ہیں حَلٰلًا حلال ہیں طَيِّبًا پاکیزہ ہیں وَّلَا تَتَّبِعُوْا اور نہ تم پیروی کرو خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ شیطان کے قدموں کی اِنَّهٗ بے شک وہ شیطان لَكُمْ تمھارے واسطے عَدُوٌّ دشمن ہے مُّبِيْنٌ کھلا اِنَّمَا پختہ بات ہے يَاْمُرُكُمْ شیطان تمھیں حکم دیتا ہے بِالسُّوْٓءِ برائی کا وَالْفَحْشَآءِ اور بے حیائی کا وَاَنْ اور اس بات کا تَقُوْلُوْا تم کہو عَلَى اللّٰهِ اللہ تعالیٰ پر مَا لَا تَعْلَمُوْنَ جو کچھ تم نہیں جانتے وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا اور جس وقت ان کو کہا جاتا ہے پیروی کرو اس چیز کی مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ جو اللہ تعالیٰ نے نازل

فرمائی ہے قَالُوْا کہتے ہیں بَلْ بلکہ نَتَّبِعُ ہم پیروی کریں گے مَآ اس چیز کی اَلْفَیْنَا عَلَیْهِ جس چیز پر ہم نے پایا اٰبَآءَنَا اپنے باپ دادوں کو اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ اور کیا اگرچہ تھے ان کے باپ دادے لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا نہیں جانتے تھے کسی چیز کو وَّلَا يَهْتَدُوْنَ اور نہیں تھے وہ ہدایت یافتہ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ اور مثال ان لوگوں کی كَفَرُوْا جو کافر ہیں كَمَثَلِ الَّذِیْ جیسے مثال ہے اس شخص کی يَنْعِقُ جو چلا کر بلاتا ہے بِمَا ان جانوروں کو لَا يَسْمَعُ جو نہیں سنتے اِلَّا دُعَآءً مگر بلاوا وَّنِدَآءً اور پکار صُمٌّ وہ بہرے ہیں بُكْمٌ گونگے ہیں عُمْیٌ اندھے ہیں فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ پس وہ نہیں سمجھتے يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے لوگو جو ایمان لائے ہو كُلُوْا کھاؤ مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ پاکیزہ ان چیزوں سے جو ہم نے تمھیں دیں وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ اگر ہو تم خاص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے۔

حلال وحرام کے خودساختہ احکام :

عرب کے مشرکوں نے اپنی مرضی سے بعض چیزوں کو حلال اور بعض کو حرام کرلیا تھا۔ ساتویں پارے میں اس کی تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ اگر زندگی رہی تو۔ مثلاً: بعض جانوروں کو مخصوص کرتے تھے کہ ان کا دودھ صرف وہ لوگ پئیں گے جو لات کے پجاری ہیں اور کسی کو ہاتھ بھی نہیں لگانے دیتے تھے۔ جب مادہ جانور کے پیٹ سے بچہ پیدا ہوتا

تھا تو اگر وہ مُردہ پیدا ہوتا تو کہتے کہ اس کو عورتیں بھی کھا سکتی ہیں اور اگر زندہ پیدا ہوتا تو کہتے کہ یہ عورتوں کے لیے حرام ہے اور ہمارے لیے حلال ہے۔ اور کئی چیزیں اُنھوں نے اپنی مرضی سے حلال اور حرام کی ہوئی تھیں۔ حالانکہ حلال کرنا اور حرام کرنا صرف رب تعالیٰ کا کام ہے مخلوق میں سے کسی کو کسی چیز کے حلال اور حرام کرنے کا اختیار نہیں ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر خدا کی مخلوق میں اور کوئی نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی جب اپنی گھریلو مصلحت کے واسطے صرف اپنی ذات کے لیے شہد حرام کیا تھا۔ امت کے واسطے نہیں اور بیویوں کے لیے بھی حرام نہیں کیا تھا بلکہ صرف اپنی ذات کے لیے کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے مکمل سورت نازل فرمائی، سورۃ التحریم۔ یَاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ "اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیوں آپ نے حرام کی وہ چیز جو رب تعالیٰ نے حلال فرمائی ہے۔" تو اُنھوں نے اپنی مرضی سے بعض چیزیں حلال کی تھیں اور بعض چیزیں حرام کی تھیں۔

اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو خطاب کر کے فرماتے ہیں یَاَیُّهَا النَّاسُ اے انسانو! اور انسانوں کی تخصیص اس واسطے ہے کہ زمین کی خلافت انسانوں کے لیے ہے اور جنات ان کے تابع ہیں۔ اے انسانو! كُلُوْا کھاؤ مِمَّا فِی الْاَرْضِ وہ چیز جو زمین میں ہے۔ لیکن دو شرطیں ہیں حَلٰلًا کہ وہ حلال ہو۔ اور اس سے مراد وہ چیز ہے جس کے کھانے کی رب تعالیٰ نے اجازت دی طَیِّبًا اور طیب ہو۔ طیب اُس کو کہتے ہیں کہ جس کے ساتھ کسی اور کا حق متعلق نہ ہو۔ مثال کے طور پر گندم حلال ہے اور اگر کسی سے رشوت میں لی ہو یا غصب کی ہو یا چوری کی ہو تو وہ طیب نہیں ہے، کھا نہیں سکتا۔ بکری حلال ہے مگر کسی کی چوری کی بکری ذبح کر کے کھائے تو وہ طیب نہیں ہے۔ مرغی حلال ہے،

انڈے حلال ہیں مگر کسی سے چھین کر نہ لی ہو۔تو کھانے کے لی دو شرطیں ہیں۔ایک یہ کہ رب تعالیٰ نے اس کے کھانے کی اجزت دی ہو اور دوسرا یہ کہ غیر کا حق اس کے ساتھ وابستہ نہ ہو۔ یا یوں کہہ لیں کہ حلال میں حق اللہ کو ملحوظ رکھے اور طیب میں حق العبد کو ملحوظ رکھے۔ اگر کسی غیر کا حق ہے تو وہ اسی طرح حرام ہے جس طرح خنزیر حرام ہے۔

وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اور نہ پیروی کرو تم شیطان کے قدموں کی اِنَّهٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ بے شک وہ شیطان تمھارا کھلا دشمن ہے۔اور وہ اپنی دشمنی کسی منزل اور کسی مرحلہ پر بھی نہیں چھوڑتا۔

ایک مشہور کہاوت ہے۔ اور بعض کہانیاں بھی ایسی ہوتی ہیں کہ ان سے عبرت حاصل ہوتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی نیک بندہ تھا اور اس کی زندگی اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت میں گزرتی تھی۔شیطان کے بہکاوے میں نہیں آتا تھا۔دوپہر کا وقت تھا۔گرمی کا زمانہ تھا ایک دیوار کے سایہ کے نیچے جا کے لیٹا کہ میں تھوڑا سا آرام کر لوں۔ حدیث پاک میں آتا ہے مِنْ دَابِ الصّٰلِحِیْنَ الْقَیْلُوْلَةُ راتیں چھوٹی اور دن لمبے ہوں تو نیک آدمیوں کی عادت ہے دوپہر کو تھوڑا سا سو جانا۔ یہ رات کے جاگنے کے لیے تمہید ہے۔

تو وہ دیوار کے نیچے سو گیا۔تھوڑا سا وقت گزرا تو ایک آدمی نے آکر اس کا پاؤں ہلایا کہ بھائی اُٹھ جا دیوار گرنی والی ہے۔وہ اُٹھا،تھوڑا سا دور گیا تو واقعتاً دیوار گر گئی۔اس نے دریافت کیا کہ تو کون ہے جو میرے لیے رحمت کا فرشتہ ثابت ہوا ہے؟ اس نے کہا کہ یہ نہ پوچھو کہ میں کون ہوں۔ تیری جان تو بچ گئی۔اس نیک آدمی نے کہا کہ تو مجھے بتا تو سہی کہ تو کون ہے؟ کہنے لگا کہ میں ابلیس ہوں۔اس نیک آدمی نے کہا لاحول ولاقوۃ الا باللہ،

ابلیس کو میرے ساتھ کیا ہمدردی تھی میں نے تو اس کی کبھی بات نہیں سنی مگر میری جان تو بچ گئی۔ اس نے کہا کہ تو مجھے بتا کہ بات کیا ہے۔ ابلیس نے کہا تو اگر دیوار کے نیچے آ کر مر جاتا تو شہید ہوتا۔ میں اپنے دشمن کو شہید کیوں ہونے دوں۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر کوئی مکان کے نیچے آ کر مر جائے اور وہ مومن ہو تو وہ شہید ہے۔ تو شیطان کی دشمنی دیکھو! اس کی جان بچائی مگر دشمنی کا پرنالہ اپنی جگہ رکھا۔ رب تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ پختہ بات ہے کہ شیطان تمھارا دشمن ہے کھلا اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ پختہ بات ہے کہ وہ تمھیں حکم دیتا ہے بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ بُرائی کا اور بے حیائی کا۔

سُوء اور فحشاء کا معنیٰ :

اور سُوء اور فحشاء کی ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ جو گناہ زبان سے ہوتے ہیں وہ سُوء کہلاتے ہیں۔ جیسا کہ: جھوٹ، غیبت، گالی اور کسی کی دل آزاری کی بات۔ اور فحشاء وہ ہیں جو عمل کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ جیسے: زنا کرنا، شراب پینا وغیرہ۔ تو شیطان تمھیں حکم دیتا ہے کہ تم زبان سے بھی گناہ کرو جھوٹ بولو، غیبت کرو، گالیاں دو اور عمل کے ساتھ بھی کہ زنا اور بدکاری کرو، لواطت کرو، شراب پیو۔

دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ سوء ایسے گناہ کو کہتے ہیں جو آدمی چھپ کر کرتا ہے۔ مثلاً: شراب پیتا ہے مگر چھپ کر۔ اور فحشاء اسے کہتے ہیں جو لوگوں کے سامنے کرے۔ تو شیطان دونوں طرح کے گناہوں کا حکم کرتا ہے۔

وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اور تمھیں اس چیز کا حکم دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر وہ باتیں کہو مَالَا تَعْلَمُوْنَ جو تم نہیں جانتے۔ ان کے اندر جو ذاتی خرابیاں ہوتی تھیں کہتے تھے کہ

ان کا ہمیں رب تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ حالانکہ رب تو بے حیائی اور برائی کا حکم نہیں دیتا۔ یہ تم شیطان کے قدم پر چلتے ہو اور اس کے کہنے پر لگے ہوئے ہو۔

آگے فرمایا وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ اور جس وقت ان سے کہا جاتا ہے اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ پیروی کرو اس چیز کی جو اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہے تو قَالُوْا کہتے ہیں بَلْ بلکہ نَتَّبِعُ ہم پیروی کریں گے مَآ اس چیز کی اَلْفَیْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ بعض سطحی قسم کے لوگوں نے اس آیت سے اور اس قسم کی دوسری آیتوں سے اس تقلید کا رد سمجھا ہے جس کو اہل اسلام کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ بالکل غلط استدلال ہے۔

تقلید کا مفہوم اور ترکِ تقلید کے نتائج :

مسئلہ سمجھنا! اہل اسلام میں حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی وغیرہ جو اپنے اماموں کی تقلید کرتے ہیں تو ان کی تقلید کا یہ مفہوم ہوتا ہے کہ کوئی مسئلہ قرآن پاک میں نہیں ملتا، حدیث شریف میں بھی نہیں ملتا، خلفائے راشدین سے بھی نہیں ملتا، اور ایسے بے شمار مسائل ہیں۔ تو ایسے مسئلے میں اماموں میں سے کسی کی بات کو اس انداز سے تسلیم کرو کہ یہ مجتہد کی بات ہے وہ معصوم نہیں۔ کیوں مجتہد معصوم نہیں ہوتا اس کے اجتہاد میں غلطی بھی ہوسکتی ہے اور صحیح بھی ہوسکتا ہے۔ اور معصوم صرف پیغمبر ہے اور ان کی بات قطعی ہوتی ہے غلطی کا احتمال نہیں ہوتا۔ اہل اسلام جو تقلید کرتے ہیں اس کا یہی مفہوم ہے۔

اور خود رب تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں وَّاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ [لقمان: ۱۵] "جس نے میرے راستے کی پیروی کی اس کے کہنے پر چلو۔" اس کی تقلید کرو۔ تو یہ تقلید جائز ہے اور اس کے بغیر چارہ نہیں ہے۔ جس مقام پر ایمان کا خطرہ ہو کہ

میرا ایمان تقلید کے بغیر نہیں بچے گا تو وہاں پر تقلید واجب ہوگی اور اس سے نکلنے والا گناہ گار ہوگا۔ یہ جتنے فرقے گمراہ ہوئے ہیں منکرِ حدیث وغیرہ۔ تو یہ تقلید کو چھوڑ کر گمراہ ہوئے ہیں۔ اور اس موضوع پر میری مفصل کتاب ہے" انکارِ حدیث کے نتائج" اس کا ضرور مطالعہ کرو۔

مرزا غلام احمد نے کہا:" کہ میں نے تقلید چھوڑی تو میرے اُوپر دروازے کھلے ہیں۔" غلام احمد پرویز، اسلم جیراج پوری، اسی طرح عبداللہ چکڑالوی، ان سب کے میں نے تفصیلاً حالات بتائے ہیں۔ تو گمراہی کا پہلا دروازہ ترکِ تقلید ہے۔ اہل ایمان کی تقلید تو یہ ہے کہ جس مسئلہ کی قرآن میں صراحت نہیں ہے، حدیث میں صراحت نہیں ہے، خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم سے نہیں ملتی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نہیں ملتی، تو اماموں میں سے کسی کی بات کو مان لو اور وہ بھی اس خیال سے کہ وہ معصوم نہیں ہیں۔ معصوم صرف پیغمبر ہے اور پیغمبر کی بات قطعی ہوتی ہے اور اس میں غلطی کا احتمال نہیں ہوتا۔ اور مجتہد کی بات غلط بھی ہوسکتی ہے اور صحیح بھی ہوسکتی ہے۔ اور مجتہد کو غلطی میں بھی اجر ملتا ہے گناہ کوئی نہیں ہے۔ تو اہل ایمان جو تقلید کرتے ہیں وہ اور ہے اور مشرکین اپنے آباؤ اجداد کی جو تقلید کرتے ہیں وہ اور ہے۔ اور دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

جائز اور ناجائز تقلید :

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اور جس وقت ان کو کہا جاتا ہے اتَّبِعُوْا پیروی کرو مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اس چیز کی جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے تو قَالُوْا کہتے ہیں بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا بلکہ ہم پیروی کریں گے باپ دادا کی۔ تو ایسی تقلید کے کفر شرک اور مذموم ہونے میں کیا شک ہے۔ دعوت دی جاتی ہے اللہ تعالیٰ کا حکم مانو تو وہ کہتے ہیں بَلْ

حرفِ اضراب ہے، کہ بلکہ ہم باپ دادا کے راستے پر چلیں گے رب کی نازل کی ہوئی چیز کو ہم نہیں مانتے۔ آگے آئے گا کہ جب ان سے کہا جاتا ہے اور اس چیز کی طرف آؤ جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے اور آؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کی طرف۔ تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ کا حکم بھی نہیں مانتے ہم نے تو باپ دادا کا حکم ماننا ہے۔ تو دونوں قسم کی تقلیدوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ جس تقلید کی اس مقام پر تردید ہوئی ہے اس کا اہل اسلام میں سے کوئی بھی قائل نہیں ہے کہ رب کے مقابلے میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلے میں کسی کی تقلید ہو۔ یہ ہرگز نہیں ہوسکتا، حاشا وکلا۔ بلکہ اس میں سب سے زیادہ محتاط احناف ہیں۔ حنفیوں کا یہ مسلک ہے کہ ضعیف حدیث جو موضوع اور من گھڑت نہ ہو تو وہ ضعیف حدیث بھی قیاس اور اجتہاد سے زیادہ مقدم ہے۔ اس سلسلے میں "الکلام المفید فی اثبات التقلید" میری مفصل کتاب ہے۔ جس میں جائز تقلید اور ناجائز تقلید کے متعلق علمی انداز میں مفصل بحث کی گئی ہے۔

پھر بعض جاہل قسم کے غیر مقلد کہتے ہیں کہ تم نے امام کو نبی کی گدی پر بٹھایا ہوا ہے۔ حاشا وکلا بھئی! مقلد نبی کی گدی پر تو تب امام کو بٹھائے کہ نبی کی طرح امام کو معصوم سمجھے۔ اور ایسا کوئی نہیں سمجھتا۔ اور غیر معصوم کو معصوم کی گدی پر کوئی نہیں بٹھاتا۔ البتہ ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ عام آدمی کا تقلید کو چھوڑنا گمراہی کا پھاٹک ہے۔ اللہ تعالیٰ گمراہی سے ہر مسلمان کو محفوظ رکھے۔

آگے رب تعالیٰ فرماتے ہیں اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ کیا اگرچہ ان کے باپ دادا نہیں جانتے کسی چیز کو اور ہدایت پر بھی نہیں تھے پھر بھی مانیں گے۔ یہ الفاظ خود بتا رہے ہیں کہ باپ دادا اگر ہدایت پر ہوں تو پھر تو ان کی مانو اور باپ

دادا عقل سے کام لیں تو پھر ان کی مانو۔ اور اگر باپ دادا عقل سے کام نہیں لیتے اور ہدایت یافتہ بھی نہیں تو ان کی تم بات مانتے ہو اور وہ بھی رب کے حکم کے مقابلہ میں مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ کے مقابلہ میں۔

آگے رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَثَلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اور مثال ان لوگوں کی جو کافر ہیں۔ ان کی مثال ایسی ہے کَمَثَلِ الَّذِیْ یَنْعِقُ ایک آدمی ہے اس کے پاس جانور کافی ہیں مثلاً: بھینسیں بھی ہیں اور سانڈھ بھی۔ ان کے علاوہ اور بھی جانور ہیں وہ ان کے سامنے بولتا جاتا ہے۔ کافروں کی مثال ایسی ہے جیسے اس شخص کی جو چلّاتا ہے بِمَا ان جانوروں کے سامنے لَا یَسْمَعُ جو نہیں سنتے اِلَّا دُعَآءً مگر پکار وَّنِدَآءً اور آواز۔ اب اگر جانوروں کے سامنے تقریر کرو تو بغیر آواز کے ان کو کیا پتا کہ یہ کیا کہہ رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہی حال ہے کافروں کا کہ کافروں میں کھڑے ہو کر رب کا پیغمبر آواز دے تو ایسے ہی ہے جیسے جانوروں میں کھڑا ہو کر آواز دے رہا ہے اور اپنی ذمہ داری پوری کر رہا ہے۔ مگر ان لوگوں کی حالت ایسی ہے کہ اُنھوں نے سمجھنا ہی نہیں ہے۔ دلوں پر تالے لگائے ہوئے ہیں۔ خود کہتے ہیں لَا تَسْمَعُوْا لِھٰذَا الْقُرْاٰنِ [حم السجدۃ:۲۶] قرآن کو نہ سنا۔ وَھُمْ یَنْھَوْنَ عَنْہُ وَیَنْئَوْنَ عَنْہُ [الانعام:۲۶] قرآن پاک جہاں سنایا جاتا ہے وہاں سے خود بھاگتے ہیں اور دوسروں کو منع کرتے ہیں۔

اب وہ لوگ جو کانوں میں اُنگلیاں دیتے ہیں ان کو کوئی کیا سمجھائے اور وہ کیا سمجھیں گے۔ تو ان کافروں کی مثال جانوروں کی سی ہے کہ ان کے سامنے اچھی معقول تقریر بھی کرو تو ان کو کوئی فائدہ نہیں ہے اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ [الاعراف:۱۷۹]

یہ جانوروں سے بھی آگے نکلے ہوئے ہیں صُمٌّ وہ حق سننے سے بہرے ہیں بُكْمٌ حق بولنے سے گونگے ہیں عُمْيٌ حق کی چیزیں دیکھنے سے اندھے ہیں فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ پس وہ عقل سے کام نہیں لیتے۔ اب کافر سارے بہرے تونہیں ہوتے، نہ اندھے ہوتے ہیں اور نہ سارے گونگے ہوتے ہیں بلکہ وہ بے ایمان جب تقریریں کرتے ہیں تو آٹھ آٹھ گھنٹے بولتے ہیں مگر حق کی بات ایک بھی زبان سے نہیں نکلتی۔ دنیا کے سارے گانے سُن لیتے ہیں حق کی ایک بات بھی نہیں سنتے۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے ایمان والو كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ کھاؤ پاکیزہ چیزیں جو رب تعالیٰ نے تمھیں رزق دیا ہے۔ پاکیزہ چیزوں کا چھوڑنا یہ شیطان کی پیروی کرنا ہے۔ ایک عورت میرے پاس آئی۔ وہ بڑی وہمی تھی۔ تعویذ اس نے لیا اور کہنے لگی کہ میں کون سی چیز چھوڑوں۔ میں نے کہا بی بی! جو چیزیں رب تعالیٰ نے حلال فرمائی ہیں انہیں تو کھا سکتی ہے اور حرام چیزوں کے قریب نہ جا۔ کہنے لگی کوئی چیز آپ کہیں جو میں نہ کھاؤں۔ تو میں نے کہا کہ بس میرا مغز نہ کھا اور تیرے واسطے سب حلال چیزوں کا کھانا درست ہے۔

اب عوام کا یہ ذہن بنا ہوا ہے کہ تعویذ اس وقت اثر کرتا ہے جب کوئی نہ کوئی چیز چھوڑ دو۔ یہ غلط کار لوگوں نے عوام کا ایسا ذہن بنایا ہوا ہے۔ حالانکہ حلال چیزوں کا چھڑانا گناہ ہے جب کہ وہ وقتی طور پر کسی طبی حکمت اور مصلحت کی خاطر نہ ہو۔ اور اگر طبی مصلحت کے تحت ہے تو اس کا چھوڑنا، پرہیز کرنا جائز ہے۔ خواہ مخواہ کسی چیز کو چھوڑنا اور چھڑانا درست نہیں ہے۔ اگر طبیعت کے موافق نہیں ہے تو نہ کھاؤ۔

وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ اگر تم

خاص رب تعالیٰ کی عبادت کرتے ہو۔تو رب کا شکریہ ادا کرو۔کوئی حلال چیز ی خواہ مخواہ نہ چھوڑ و اور حرام کے قریب نہ جاؤ۔

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ
بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ ۖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ
إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٧٣﴾ إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ
الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۙ أُولَٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي
بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ
وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١٧٤﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ
وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَا أَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ﴿١٧٥﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّ
اللَّهَ نَزَّلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ ۗ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِي الْكِتَابِ
لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ﴿١٧٦﴾ ع ۲۱

إِنَّمَا پختہ بات ہے حَرَّمَ اللہ تعالیٰ نے حرام کیا عَلَيْكُمُ تم
پر الْمَيْتَةَ مردار وَالدَّمَ اور خون وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ اور خنزیر کا
گوشت وَمَآ اور وہ چیز أُهِلَّ بِهِ جس کو نامزد کیا گیا لِغَيْرِ اللَّهِ
غیر اللہ کے نام پر فَمَنِ اضْطُرَّ پس وہ شخص جو مجبور کیا گیا غَيْرَ بَاغٍ
اس حال میں کہ وہ لذت تلاش کرنے والا نہیں ہے وَّلَا عَادٍ اور نہ تجاوز
کرنے والا ہے فَلَآ إِثْمَ عَلَيْهِ پس اس پر کوئی گناہ نہیں ہے إِنَّ اللَّهَ
بے شک اللہ تعالیٰ غَفُورٌ بخشنے والا رَّحِيمٌ مہربان ہے إِنَّ
الَّذِينَ بے شک وہ لوگ يَكْتُمُونَ جو چھپاتے ہیں مَآ اس چیز کو

اَنْزَلَ اللّٰہُ جو اللہ تعالیٰ نے نازل کی مِنَ الْکِتٰبِ کتاب میں وَ یَشْتَرُوْنَ بِہٖ اور حاصل کرتے ہیں اس کے ذریعے ثَمَنًا قَلِیْلًا قیمت تھوڑی اُولٰٓئِکَ وہ لوگ ہیں مَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِھِمْ نہیں کھاتے اپنے پیٹوں میں اِلَّا النَّارَ مگر آگ وَلَا یُکَلِّمُھُمُ اللّٰہُ اور نہیں کلام کرے گا اللہ تعالیٰ ان سے یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ قیامت والے دن وَلَا یُزَکِّیْھِمْ اور نہ ان کو گناہوں سے پاک صاف کرے گا وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ اور ان کے لیے عذاب ہوگا دردناک اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ وہ وہ لوگ ہیں اشْتَرَوُا الضَّلٰلَۃَ جنھوں نے خرید لی گمراہی بِالْھُدٰی ہدایت کے بدلے وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَۃِ اور عذاب خرید لیا بخشش کے بدلے میں فَمَآ اَصْبَرَھُمْ پس کس چیز نے ان کو صبر والا کر دیا عَلَی النَّارِ دوزخ کی آگ پر ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ اس واسطے کہ اللہ نے نَزَّلَ الْکِتٰبَ اُتاری ہے کتاب بِالْحَقِّ حق کے ساتھ وَاِنَّ الَّذِیْنَ اور بے شک وہ لوگ اخْتَلَفُوْا فِی الْکِتٰبِ جنھوں نے اختلاف کیا ہے کتاب میں لَفِیْ شِقَاقٍ البتہ اختلاف میں مبتلا ہیں بَعِیْدٍ جو دور کا اختلاف ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبوت اور رسالت ملی اس وقت عرب میں بہت ساری خرابیاں تھیں۔ یہاں سے تم اندازہ لگاؤ کہ وہ بیت اللہ جو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے خالص اللہ تعالیٰ کے لیے بنایا تھا اس کے اندر اور باہر تین سو ساٹھ بت تھے جن کی عبادت ہوتی تھی۔ قمری اعتبار سے سال کے تقریباً تین سو

ساٹھ دن ہیں۔ یہ ہر روز ایک نئے اِلٰہ کی عبادت کرتے تھے۔ آج اس کی اور کل اُس کی۔ کوئی بات ان لوگوں کی سیدھی نہیں تھی۔ اپنی مرضی سے اُنھوں نے بعض چیزوں کو حلال اور بعض کو حرام بنا دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے باطل عقیدے کی تردید فرمائی ہے۔

مُردار کا حکم :

اس مقام پر رب تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ پختہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر مُردار کو حرام کیا۔ مَيْتَةَ اس جانور کو کہتے ہیں کہ اگرچہ فی نفسہٖ تو حلال ہے لیکن اس کو ذبح نہیں کیا جاسکا۔ اس کو شریعت مَيْتَه کہتی ہے۔ چاہے وہ بھینس ہو، گائے ہو، سانڈھ ہو، اُونٹ ہو، بکری ہو، مرغی ہو، کوئی شے ہو۔ مَيْتَه کا جو چمڑا ہے اس کو اُتارا جا سکتا ہے۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ ایک بکری تھی مٹی تازی۔ اچانک مرگئی، مردار ہوگئی۔ اس کو لوگ کھینچ کر دور پھینکنے کے لیے لے جارہے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا هَلَّا اَخَذْتُمْ اِهَابَهَا اس کا چمڑا تم نے کیوں نہیں اُتارا۔ کہنے لگے حضرت یہ مُردار ہے۔ فرمایا وہ تو نظر آ رہی ہے کہ مُردار ہے۔ تمھیں شریعت نے چمڑا اُتار کر رنگنے کے بعد استعمال کی اجازت دی ہے۔

وَالدَّمَ اور خون حرام ہے۔ اس مقام پر خون کی تصریح نہیں ہے۔ آٹھویں پارے میں آئے گا دَمًا مَّسْفُوْحًا وہ خون جو جانور کو ذبح کرتے وقت نکلتا ہے، حرام ہے۔ اس کو اندرونی طور پر بھی اور بیرونی طور پر بھی استعمال کرنا درست نہیں ہے۔ بعض جاہل قسم کے لوگ خرگوش کے اس خون کو جو ذبح کرتے وقت نکلتا ہے بچوں کی بیماری کے لیے استعمال کرتے ہیں وہ حرام ہے اور جو چیز قطعی حرام ہے اس کو استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ نہ بدن پر لگانے کی اجازت ہے اور نہ کھانے کی اجازت ہے

وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ اور خنزیر کا گوشت۔ گوشت کی تخصیص اس واسطے کہ اُوپر ذکر ہے كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ کھانے پینے کا ذکر ہے۔ اور کھایا گوشت جاتا ہے چمڑا اور ہڈی نہیں کھائی جاتی، بال نہیں کھائے جاتے۔ ورنہ خنزیر کے بارے میں دوسرے مقام پر ہے اِنَّهٗ رِجْسٌ خنزیر نجس العین ہے، پلید ہے۔ اس کا چمڑا، اس کے بال، اس کی ہڈیاں، کسی شے کے استعمال کی اجازت نہیں ہے۔

وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ اور وہ چیز رب نے حرام فرمائی ہے کہ جس کو نامزد کیا گیا ہو لِغَيْرِ اللّٰهِ غیر اللہ کے تقرب کے لیے، غیر اللہ کی تعظیم کی خاطر جس کو متعین کر دیا گیا ہو۔

عقیقہ مستحب ہے :

یہاں پر بات ذرا اچھی طرح سمجھنا۔ بعض اہل بدعت شور ڈالتے ہیں اور بات کو صاف نہیں ہونے دیتے۔ عقیقہ مستحب ہے اور وہ پیدائش کے بعد ساتویں دن ہے، نہ ہو سکے تو چودھویں دن، پھر بھی نہ ہو سکے تو اکیسویں دن۔ یہ حدیث کے الفاظ ہیں۔ اور اگر کسی وجہ سے اکیسویں دن بھی نہ ہو سکے تو جس دن بچہ پیدا ہوا ہو اس دن سے ایک دن پہلے کر لے گویا کہ ساتواں دن ہوگا۔ مثلاً: جمعہ کو پیدا ہوا ہو تو جمعرات کو کرلے اور اگر جمعرات کو پیدا ہوا ہو تو بدھ کو کر لے اور اگر بدھ کو پیدا ہوا ہو تو منگل کو کر لے۔ تو ایک ہے عقیقے کا بکرا بکری۔ اگر لڑکا ہے تو اس کی طرف سے دو اور اگر لڑکی ہے تو ایک دینا ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے ذُكْرَانًا كَانَ اَوْ اِنَاثًا کہ نر ہوں یا مادہ اس کا کوئی فرق نہیں ہے۔ البتہ عقیقے کے لیے وہ جانور جائز ہے جس کی قربانی جائز ہے۔ تو عقیقے کا مسئلہ خود شریعت نے بتایا ہے صاحب نصاب کے لیے۔ جو صاحب نصاب نہیں ہے اس کے لیے کوئی عقیقہ نہیں ہے۔ اور ہے بھی مستحب، فرض نہیں، واجب نہیں، سنت مؤکدہ نہیں ہے۔

ولیمہ سنت ہے :

اسی طرح ولیمے پر بکرا، بکری ذبح کرنا یہ بھی خود شریعت نے بتایا ہے۔ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ایک جلیل القدر صحابی ہیں۔ اُنھوں نے شادی کی اور اُس وقت لوگ دولہے کے کپڑے پر رنگ لگا دیتے تھے اور اسلام نے اس کو منع کر دیا۔ یہ غیر مسلموں کا فعل ہے۔ جس طرح گڈیاں (پتنگیں) اُڑانا ہندوؤں کا فعل ہے مگر آج کل مسلمان اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں اور لاکھوں کروڑوں روپے ضائع کرتے ہیں۔ اور اگر یہ پیسے کسی اچھی جگہ لگائیں تو کیسا اچھا ہو۔ مگر یہ رسمیں ان کے رگ وریشہ میں سرایت کر چکی ہیں اور ماں باپ بھی منع نہیں کرتے۔ حالانکہ گرتے بھی ہیں، مرتے بھی ہیں، لنگڑے لولے بھی ہوتے ہیں مگر چھوڑتے پھر بھی نہیں صرف بچوں کے پیار کو سامنے رکھتے ہیں۔ ایسے موقع پر تھپڑ مارو جو گڈی مانگے یا اس کو اُڑائے۔ اس میں نرمی نہ کرو۔

تو خیر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے کپڑے پر رنگ دیکھا تو فرمایا کہ تو نے شادی کی ہے؟ اُنھوں نے کہا حضرت! ہاں۔ فرمایا اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ "ولیمہ کر چاہے بکری ذبح کر کے کھلا دے۔" یہ بخاری شریف کی روایت ہے۔ تو ولیمے کا بکرا، بکری اور ولیمے کے بارے میں بعض فرماتے ہیں کہ سنتِ مؤکدہ ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ مستحب ہے مگر اپنی حیثیت کے مطابق۔

ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھجوریں اور ستو سامنے رکھ دیئے اور فرمایا کہ میں نے صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کی ہے اور یہ ولیمہ ہے۔ تو ولیمے کے لیے دیگیں چڑھانا کوئی ضروری نہیں ہیں۔ چائے پلا دے ولیمہ ہو گیا، مٹھائی کھلا دے ولیمہ ہو گیا۔

زیادہ کرسکتا ہے تو زیادہ کرلے۔ اور محتاط فتویٰ جو ہے وہ سنت ہے۔ فرض واجب نہیں ہے نہ کرنے والا گناہ گار نہیں ہوتا۔ اور قربانی بھی شریعت کا مسئلہ ہے اور اس میں یہ ہے کہ نامزد ہوگا کہ قربانی کا بکرا ہے اور یہ عقیقے کا بکرا ہے، یہ ولیمے کا بکرا ہے۔

غیر اللہ کے نام پر ذبح شدہ حرام ہے :

اور اس مقام پر جس چیز کا ذکر ہے وہ یہ ہے کہ کوئی کسی بزرگ کے نام پر بکرا، چھترا کوئی شے بھی ہو متعین کر دیتا ہے کہ یہ فلاں بزرگ کے واسطے ہے اور اس کی قبر پر چڑھاوا چڑھے گا اور وہاں کے مجاور کھائیں گے اور ایسا کرنے سے میرے کاروبار میں برکت ہو گی نہ کروں گا تو مجھے نقصان پہنچے گا۔ یہ ہے نامزد کرنے کا معنیٰ۔ اور اس معنیٰ میں جو چیز بھی نامزد کی گئی وہ حرام ہے، حرام ہے۔

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر عزیزی اور فتاویٰ عزیزی میں تصریح کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص غیر اللہ کے نام پر بکرا، چھترا، اُونٹ وغیرہ کوئی جانور نامزد کرتا ہے اور ذبح کرتے وقت کہتا ہے بِسْمِ اللّٰہِ اللّٰہُ اَکْبَر تو وہ جانور حلال نہیں ہوگا کیوں کہ غیر اللہ کے نام پر اُسے متعین کر دیا گیا ہے۔ تو بِسْمِ اللّٰہِ اللّٰہُ اَکْبَر سے وہ حلال نہیں ہوگا۔ ایسے ہی حلال نہیں ہوتا جیسے کوئی شخص خنزیر پر پڑھے بِسْمِ اللّٰہِ اللّٰہُ اَکْبَر تو خنزیر حلال نہیں ہوتا۔ یہ مسئلہ شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اور بہت سارے فقہاء نے بیان فرمایا ہے۔ تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی اور تفسیر نیشاپوری وغیرہ میں ہے کہ ایسا کرنے سے جانور تو حلال نہیں ہوگا البتہ بِسْمِ اللّٰہِ اللّٰہُ اَکْبَر پڑھنے والا مرتد ہو جائے گا اور بیوی اس کے ہاتھ سے نکل جائے گی۔ کیوں کہ نکاح ٹوٹ جائے گا۔ تو یہ کوئی چھوٹا مسئلہ نہیں ہے بڑا مسئلہ ہے۔

ہاں ایصالِ ثواب درست ہے۔ اور ایصالِ ثواب کا مسئلہ یہ ہے کہ کوئی آدمی کوئی جانور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ذبح کرتا ہے اور اس کا ثواب کسی کو پہنچاتا ہے تو اس میں کوئی کلام نہیں ہے۔ یہ صحیح ہے۔ اور اس میں اپنے کام کا کوئی دخل نہیں ہوتا کہ اگر ایسا کروں گا تو یہ کام ہو جائے گا اور اگر نہ کیا تو یہ نقصان ہو جائے گا۔ اسی طرح دیکھو! جب کوئی باہر سے بادشاہ آتا ہے یا کوئی بڑا آدمی آتا ہے تو اس کو توپوں کی سلامی دیتے ہیں کہ جی اکتیس توپوں کی سلامی ہے، اکیس کی سلامی ہوئی۔ پہلے زمانے میں اس طرح کرتے تھے کہ اگر کوئی بڑا آتا تو شہر سے باہر جا کر بہت سارے بکرے ذبح کرتے تھے اس کی آمد کی خوشی میں۔ فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے تصریح فرمائی لِقُدُوْمِ الْاَمِیْرِ کہ کوئی بڑا آدمی آئے اور اس کی تعظیم کے لیے بکرے چھترے ذبح کیے جائیں اور ان پر تکبیر پڑھی جائے بِسْمِ اللهِ اَللهُ اَکْبَرُ تو وہ جانور بھی حرام اور تکبیر پڑھنے والا مرتد ہو گیا اور بیوی پر طلاق واقع ہو گئی خود بہ خود اس واسطے کہ اس میں آنے والے کی تعظیم مقصود ہے۔

مہمانی ٹھیک ہے اس کے لیے جو چاہو ذبح کرو۔ مرغا ذبح کرو، بچھڑا ذبح کرو۔ ابراہیم علیہ السلام نے بچھڑا ذبح کیا تھا۔ وہ تو مہمان کی مہمانی ہے۔ ایک یہ ہے کہ اس کی تعظیم کی خاطر ذبح کیا جائے تو وہ حرام ہے۔ اور بکرا چھترا ہی نہیں شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "کہ ماکولات و مشروبات و ملبوسات ہمیں حکم دارند۔" تمام کھانے اور پینے کی چیزیں دودھ، مٹھائی وغیرہ اور سب پہننے کی چیزیں یہی حکم رکھتی ہیں۔

لوگ عموماً گیارھویں دیتے ہیں۔ اس کی خاصی تفصیل ہے۔ اور میں نے اپنی کتاب "تنقید متین" میں اس پر خاصی بحث کی ہے۔ اگر کوئی شخص اس ارادے سے

گیارھویں پکا کر دیتا ہے کہ حضرت شیخ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ بزرگ ہیں اور ان کی بزرگی میں کوئی شک نہیں ہے۔ یہ ان کو ثواب پہنچے اگر اس ارادے سے دیتا ہے تو پھر بدعت ہے۔ اور بدعت اس واسطے ہے کہ اور بھی تو بزرگ ہیں ان کو کیوں نہیں بھیجتا۔ پھر گیارھویں اپنے باپ کی کیوں نہیں کرتا، ماں کی کیوں نہیں کرتا جن کے روزے رہ گئے ہیں۔ شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو ہماری نیکیوں کی کیا ضرورت ہے۔ وہ تو اتنے امیر ہیں کہ اگر ان کی نیکیاں تقسیم کی جائیں تو کئی ضلعے بخشے جائیں۔ پھر گیارھویں کی تخصیص کیوں ہے؟ پھر پہلے یا بعد میں کیوں نہیں کرتے؟

تنقید متین اُنھوں نے پڑھی اور تم سے زیادہ میری کتابیں مخالف پڑھتے ہیں۔ تو اُنھوں نے اس طرح کیا کہ اب وہ لوگ گیارھویں کی جگہ بارھویں کر لیتے ہیں اور کہیں تیرھویں کر لیتے ہیں اور کسی جگہ چودھویں کر لیتے ہیں اور کسی جگہ پندرھویں کر لیتے ہیں۔ ہمیں ٹرخانے کے لیے کہ دیکھو! ہم نے تاریخ بدل دی ہے۔ تو پھر میں نے چوتھے ایڈیشن میں لکھا کہ ایسا تم نے ہمارے لیے نہیں کیا بلکہ اپنے پیٹ کے لیے کیا ہے۔ کیوں کہ گیارھویں تاریخ کی ساری جلیبیاں تو پیٹ میں نہیں آتیں اس واسطے کہیں گیارھویں کہیں بارھویں کہیں تیرھویں کہیں چودھویں رہ کر کھانے کا سلسلہ لمبا کیا ہے۔ ہمیں دھوکا نہیں دے سکتے۔

تو اگر یہ ایصالِ ثواب کے لیے ہے تو بدعت ہے۔ ورنہ سارے بزرگوں کے لیے کرو اور روزانہ کرو۔ اور اگر مطلب یہ ہے کہ میں دوں گا تو میرے کاروبار میں برکت ہوگی اور میری تجارت ضرور چمکے گی، بچے ٹھیک رہیں گے، بیماری نہیں آئے گی، جانور ٹھیک رہیں گے اور اگر نہ دوں گا تو نقصان ہوگا۔ اگر اس ارادے سے کرتا ہے تو گیارھویں

دینے والا پکا کافر ہے اور اس کی بیوی کو طلاق ہو گئی ہے۔ مسئلہ صاف ہے۔

تو غیر اللہ کے نام پر کوئی چیز دینی حرام ہے فَمَنِ اضۡطُرَّ جو شخص مجبور کیا گیا غَيۡرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ وہ لذت بھی نہیں تلاش کرتا اور تجاوز بھی نہیں کرتا فَلَآ اِثۡمَ عَلَيۡهِ تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ مثال کے طور پر کوئی ایسی جگہ ہے کہ بھوک کی وجہ سے جان نکلنے کا خطرہ ہے اور مردار اور خنزیر کے سوا کوئی چیز نہیں ہے تو اتنا کھا لے کہ جس سے اس کی جان بچ جائے۔ مثلاً: ایک چھٹانک سے اس کی جان بچ سکتی ہے تو چھ تولے نہیں کھا سکتا۔ اور ذائقہ تلاش کرنے کے لیے نہیں کھا سکتا۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ غَيۡرَ بَاغٍ کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں کہ وہ لذت تلاش کرنے کے لیے نہیں کھاتا وَّلَا عَادٍ اور ضرورت سے زیادہ نہیں کھاتا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسلامی حکومت ہو صحیح معنیٰ میں، تو اس کا جو باغی ہے اگر وہ بھوکا ہے تو وہ نہیں کھا سکتا۔ عَادٍ کا معنیٰ جو گناہ کے سفر پر جا رہا ہے۔ مثلاً: چوری، ڈاکے کے لیے جا رہا ہے تو یہ سفر معصیت کے ہیں بھوکا ہونے کے باوجود نہیں کھا سکتا۔ پھر اگر مجبور ہے اور نہ کھائے اور مر جائے تو گناہ گار ہوگا۔ کیوں کہ رب تعالیٰ نے اجازت دی ہے اور اس نے رب کی اجازت کو قبول نہیں کیا۔

اسی طرح اگر کوئی ایسا مقام ہے کہ پیاس کی وجہ سے جان خطرے میں ہے اور شراب کے بغیر کوئی شے نہیں ہے تو ایسی حالت میں اس کے لیے پینا جائز ہے۔ اگر نہ پیے گا تو گناہ گار مرے گا۔ کیوں کہ مُضطر ہے اور اس پر کوئی گناہ نہیں ہے اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے اِنَّ الَّذِيۡنَ يَكۡتُمُوۡنَ بے شک وہ لوگ جو چھپاتے ہیں مَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ مِنَ الۡكِتٰبِ وہ حکم جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیے ہیں کتاب

میں وَ یَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا اور حاصل کرتے ہیں ان کے بدلے قیمت تھوڑی اُولٰٓئِكَ مَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ یہ لوگ نہیں کھاتے اپنے پیٹوں میں مگر دوزخ کی آگ۔ یہ غیر اللہ کے نام کے چڑھاوے کھانا اور مسائل کو چھپانا یہ بڑے گناہ کی بات ہے وَلَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اور ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ پیار اور محبت کی گفتگو نہیں کرے گا قیامت والے دن وَلَا یُزَكِّیْهِمْ اور ان کو گناہوں سے پاک نہیں کرے گا وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ اور یہ اس واسطے کہ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰی یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے گمراہی خریدی ہدایت کے بدلے وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ اور عذاب خریدا بخشش کی جگہ۔

چاہیے تو یہ تھا کہ رب سے بخشش لیتے وہ کام کرتے جن پر رب راضی ہو کر بخش دے مگر اُنھوں نے وہ کام کیے جو دوزخ میں لے جائیں فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَی النَّارِ پس کس چیز نے ان کو صبر والا کر دیا دوزخ پر یعنی دوزخ والے سودے پر یہ کس طرح راضی ہو گئے۔ یہ دوزخ میں اس وجہ سے جائیں گے کہ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ اس واسطے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے کتاب نازل کی حق کے ساتھ وَاِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِی الْكِتٰبِ اور بے شک وہ لوگ جنھوں نے کتاب میں اختلاف کیا لَفِیْ شِقَاقٍۭ بَعِیْدٍ دور کے اختلاف میں مبتلا ہیں۔ اپنے پیٹ کے لیے اُنھوں نے دور کا اختلاف قرآن سے، حدیث سے اور فقہ اسلام سے پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ بچائے اور محفوظ رکھے۔

لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓىٕكَةِ وَ الْكِتٰبِ وَ النَّبِیّٖنَ ۚ وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰى وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنَ وَ ابْنَ السَّبِیْلِ ۙ وَ السَّآىٕلِیْنَ وَ فِی الرِّقَابِ ۚ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَ الْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَ الصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِیْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا ؕ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾

لَیْسَ الْبِرَّ نہیں ہے نیکی یہی چیز اَنْ تُوَلُّوْا یہ کہ تم پھیرو

وُجُوْهَكُمْ اپنے چہروں کو قِبَلَ الْمَشْرِقِ مشرق کی طرف

وَالْمَغْرِبِ اور مغرب کی طرف وَلٰكِنَّ الْبِرَّ اور لیکن نیکی مَنْ

اس شخص کی ہے اٰمَنَ بِاللّٰهِ جو ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ

اور آخرت کے دن پر وَالْمَلٰٓىٕكَةِ اور فرشتوں پر وَالْكِتٰبِ

اور کتابوں پر وَالنَّبِیّٖنَ اور پیغمبروں پر وَاٰتَى الْمَالَ اور دیا اس نے

مال عَلٰى حُبِّهٖ اس کی محبت کی وجہ سے ذَوِی الْقُرْبٰى قریبی رشتہ

داروں کو وَالْیَتٰمٰى اور یتیموں کو وَالْمَسٰكِیْنَ اور مسکینوں کو وَابْنَ

السَّبِیْلِ اور مسافروں کو وَالسَّآىٕلِیْنَ اور مانگنے والوں کو وَفِی

الرِّقَابِ اور گردنوں کے چھڑانے کے لیے وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ اور قائم کی

اس نے نماز وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ اور دی اس نے زکوٰۃ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَھْدِھِمْ اور پورا کرنے والے اپنے وعدوں کو اِذَا عٰھَدُوْا جس وقت وعدہ کر لیتے ہیں وَالصّٰبِرِیْنَ اور صبر کرنے والے فِی الْبَاْسَآءِ مالی تنگی میں وَالضَّرَّآءِ اور بدنی تنگی میں وَحِیْنَ الْبَاْسِ اور میدان جنگ میں اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یہ وہ لوگ ہیں صَدَقُوْا جو سچے ہیں وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ اور یہی لوگ ہیں جو پرہیزگار ہیں۔

پہلے تحویل قبلہ کا مسئلہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کے مطابق جب اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کو قبلہ بنا دیا تو منافقوں اور مشرکوں نے اور یہودیوں نے اس کو بڑا اُچھالا اور خصوصاً یہود و نصاریٰ نے کہا اس کی کس بات کا ہم اعتبار کریں؟ کبھی اِس طرف چہرہ کر کے نماز پڑھتا ہے اور کبھی اُس طرف چہرہ کر کے نماز پڑھتا ہے۔ اور چوں کہ یہ پہلا مسئلہ تھا جو منسوخ ہوا۔ اور جب کوئی نئی چیز آئے تو نرالی اور تعجب خیز ہوتی ہے۔ یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنی دکانوں، گلیوں، بازاروں اور گھروں میں ہر جگہ اس مسئلے کو موضوع بحث بنایا تھا۔ جب بھی کوئی شخص آتا اسے کہتے کہ تجھے معلوم ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قبلے سے اس طرف چہرہ پھیر لیا ہے۔ اس مسئلہ پر ان کا سارا وقت صرف ہوتا تھا۔

نیکی کے اصل کام :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَیْسَ الْبِرَّ نیکی اسی میں بند نہیں ہے اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ یہ کہ تم اپنے چہرے پھیرو قِبَلَ الْمَشْرِقِ مشرق کی طرف وَالْمَغْرِبِ

اور مغرب کی طرف۔ بے شک قبلہ کی طرف رخ کرنا ایک نیکی کا فعل ہے مگر نیکی اس میں بند نہیں ہے۔ تم نے ہر وقت، ہر جگہ پر یہی مسئلہ چھیڑا ہوا ہے۔ نیکی کے اور بھی کام ہیں ذرا اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو کہ وہ کام بھی تم کرتے ہو یا نہیں۔ فرمایا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ اور لیکن نیکی اس شخص کی ہے جو اللہ تعالیٰ پر صحیح معنیٰ میں ایمان لایا وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور آخرت کے دن پر بھی ایمان لایا۔ یہودی اور عیسائی ویسے تو کہتے تھے کہ قیامت حق ہے مگر جب اس کی تفسیر کرتے تھے تو وہ بالکل انکار ہی ہوتا تھا۔

میں سمجھانے کے لیے عرض کرتا ہوں کہ جس طرح کوئی شخص کہے کہ میں نے صدرِ مملکت کو دیکھا ہے۔ اور جب اس سے کہا جائے کہ صدر صاحب کا حلیہ کیا ہے، قد کیا ہے، شکل وصورت کیا ہے؟ تو کہتا ہے کہ اس کی چار ٹانگیں ہیں اور لمبی دُم ہے اور لمبی سی اس کی سونڈ ہے اور چوڑی چکلی اس کی پیٹھ ہے۔ یہ تو ہاتھی ہوا صدر تو نہ ہوا۔ اسی طرح سمجھو کہ کہتے تھے آخرت ہے مگر جب اس کی تفسیر بیان کرتے تھے تو وہ آخرت پر صادق نہ آتی تھی۔ یہودی کہتے تھے کہ جنت صرف ہماری جاگیر ہے۔ صرف ہم جنت میں جائیں گے اور کوئی نہیں جائے گا۔ اور عیسائی کہتے تھے کہ صرف ہم جائیں گے مگر روحانی ہوگی جس طرح ہم خواب دیکھتے ہیں۔ تو یہ جو آگے تفسیریں کرتے تھے یہ انکار کے مترادف تھیں۔

فرشتوں کی صفات :

تو فرمایا اور لیکن نیکی اس شخص کی ہے مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور آخرت کے دن پر ایمان لایا وَالْمَلٰٓئِكَةِ اور اللہ تعالیٰ کے فرشتوں پر ایمان لایا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی ایک نوری مخلوق ہے اور بے شمار ہیں۔ ان کی تعداد کو صرف رب ہی جانتا ہے۔ قرآن پاک میں صرف چھ فرشتوں کے نام آئے ہیں

جبرئیل علیہ السلام، میکائیل علیہ السلام، ہاروت علیہ السلام، ماروت علیہ السلام، رعد علیہ السلام اور مالک علیہ السلام۔ اور ہیں اس قدر کہ خدا کی پناہ! ہر ہر آدمی کے ساتھ چوبیس گھنٹوں میں چوبیس چوبیس، پچیس پچیس فرشتے رہتے ہیں۔ ہمیں کچھ احساس نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کی نورانی مخلوق ہے، نہ کھاتے ہیں، نہ پیتے ہیں، نہ تھکتے ہیں، نہ اُکتاتے ہیں۔ جو رب نے حکم دیا ہے اس کی تعمیل کرتے ہیں۔ وَالْكِتٰبِ کتاب میں الف لام جنس کا ہے اور جنس کتاب یعنی ساری کتابوں کو مانتے ہیں جو بھی اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائیں۔

مشہور کتابیں چار ہیں۔ قرآن کریم جو ہمارے سامنے ہے۔ اس کے بعد تورات ہے، اس کے بعد زبور ہے پھر انجیل ہے۔ ان کے علاوہ کئی صحیفے اور کئی کتابیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ جس طرح ہمیں اس نے اس چیز کا مکلف نہیں بنایا کہ ہم فرشتوں کی تعداد معلوم کریں یا ان کے نام ہمیں معلوم ہوں۔ ہماری لیے اتنی ہی بات کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جتنے فرشتے ہیں ہمارا سب پر ایمان ہے۔ اسی طرح رب تعالیٰ کا احسان ہے کہ رب تعالیٰ نے ہمیں اس بات کا پابند نہیں فرمایا کہ ساری آسمانی کتابوں کی تفصیل ہمیں معلوم ہو کہ اتنی ہیں اور یہ یہ ان کے نام ہیں۔ اجمالی طور پر ہمارے ایمان کے لیے یہ کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنی کتابیں بھیجیں ہمارا سب پر ایمان ہے۔

اسی طرح وَالنَّبِيّٖنَ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں پر ایمان ہے۔ پیغمبر بے شمار گزرے ہیں صحیح تعداد ہمیں معلوم نہیں۔ اگر ان کی تعداد کا ذکر قرآن پاک میں ہوتا تو قطعی بات ہوتی۔ خبر متواتر ہوتی تو پھر بھی قطعی بات ہوتی اور اگر کوئی حدیث صحیح ہوتی تو ظن غالب ہوتا۔ کوئی صحیح روایت ایسی نہیں ہے جس میں پیغمبروں کی تعداد کا ذکر ہو۔ ایک

روایت میں ایک لاکھ چوبیس ہزار اور ایک روایت میں دو لاکھ چوبیس ہزار کا ذکر آتا ہے۔ لیکن دونوں روایتیں کمزور اور ضعیف ہیں اس قابل نہیں کہ ان پر اعتماد کیا جائے۔ اس واسطے اول تو پیغمبروں کی تعداد متعین نہیں کرنی چاہیے۔ ہوسکتا ہے زیادہ ہوں اور ہوسکتا ہے کم ہوں۔ اور اگر کبھی ایک لاکھ چوبیس ہزار کہے تو ساتھ یہ ضرور کہے کہ یا کم وبیش جتنے بھی رب نے بھیجے ہیں ہمارا سب پر ایمان ہے۔ پچیس پیغمبروں کے نام قرآن پاک میں آئے ہیں ان کے علاوہ قرآن پاک میں پیغمبروں کے نام نہیں ہیں۔ تو ہمارے ایمان کے واسطے بس اتنی بات کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سب پیغمبروں پر ہمارا ایمان ہے۔

وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّهٖ اور وہ شخص جس نے مال دیا اس کی محبت میں۔ ہ کی ضمیر کس طرف جاتی ہے؟ یہ بھی کہتے ہیں کہ مال کی طرف جاتی ہے کہ باوجود اس کے کہ مال کی محبت ہے پھر بھی خرچ کرتا ہے۔ اور ہ ضمیر کا مرجع لفظ اللہ کو بھی بناتے ہیں اور معنیٰ کرتے ہیں وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّ اللّٰهِ کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے واسطے مال خرچ کرتا ہے۔ نام کے لیے، شہرت کے لیے، ووٹوں کے لیے تو ساری دنیا خرچ کرتی ہے اور بے حساب رقم خرچ کرتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کے ہاں معتبر وہ ہے وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّهٖ جو مال دیتا ہے رب کی محبت پر۔ اب سوال یہ ہے کہ دے کن لوگوں کو؟ تو فرمایا ذَوِی الْقُرْبٰی اپنے قریبی رشتہ داروں کو۔ مطلب یہ ہے اگر قریبی رشتہ دار زکوٰۃ کا مصرف ہیں، عشر کا مصرف ہیں، فطرانے کا مصرف ہیں تو ان پر خرچ کرے اور یہ ظاہر کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے کہ لو بھائی جی! یہ زکوٰۃ لو، بہن جی! یہ عشر لو۔

زکوٰۃ میں نیت شرط ہے :

اللہ تعالیٰ نیتوں کو جانتا ہے بس یہ نیت کر لو یہ رقم زکوٰۃ کی ہے اور یہ مصرف ہے میں

اس کو دیتا ہوں۔ اگر تم اس کو انعام کے طریقے پر دو یا امداد کے طور پر تو بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی مگر نیت شرط ہے۔ کیوں کہ جس طرح نماز بغیر نیت کے ادا نہیں ہوتی، زکوٰۃ بھی بغیر نیت کے ادا نہیں ہوتی۔ دیکھو! جن لوگوں کی رقمیں بینکوں میں ہیں اور بینک کاٹ لیتے ہیں۔ اگر یہ نیت کر لیں کہ ہماری طرف سے اجازت ہے کہ یہ ہماری رقم سے زکوٰۃ کاٹ لیں تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ اور اگر نیت نہیں کی پھر زکوٰۃ ان کے ذمہ ہے ادا نہیں ہوگی۔ رہا مسئلہ یہ کہ وہ خرچ کس جگہ کرتے ہیں؟ تو یہ ان کی گور گردن پر ہے۔ اس چیز کا بندہ مکلف نہیں ہے۔ کیوں کہ حکومت نے جو زکوٰۃ کمیٹیاں بنائی ہیں ان کی رقمیں کون سی صحیح جگہ پر خرچ ہوتی ہیں۔ اسی طرح ہسپتالوں میں بھی زکوٰۃ ہر آدمی پر خرچ نہیں ہو سکتی۔ کیوں اس کے خاص مصرف ہیں۔ بے احتیاطی سے اپنی گردن کو وزنی نہ بناؤ۔ ہسپتالوں کے مریضوں میں امیر بھی ہوتے ہیں، سید بھی ہوتے ہیں، غیر مسلم بھی ہوتے ہیں۔ بلکہ جو مستحق نہیں ہیں وہ آگے آگے ہوتے ہیں کہ میں مستحق ہوں۔ اس واسطے زکوٰۃ دیتے وقت بڑی احتیاط کرو کہ زکوٰۃ تمھاری ادا ہو اور تمھاری گردن پر رب کا قرض نہ رہے۔ قریبی رشتہ داروں کی اور بھی مدد کرو۔ ضروری نہیں کہ ان کو زکوٰۃ پر ہی فارغ کرو۔

زکوٰۃ کے مصارف :

وَالْيَتٰمٰى اور وہ جو یتیم ہیں۔ اور یہ یتیم چاہے اپنی برادری کے ہوں یا محلے کے ہوں یا اپنے قصبے کے ہوں یا کسی اور جگہ کے ہوں۔ تو یہ یتیم بھی تمھاری مالی ہمدردی کے مستحق ہیں وَالْمَسٰكِيْنَ اور مسکین کو۔ مسکین اس کو کہتے ہیں کہ اس کے پاس کھانے پینے کے لیے ہے تو سہی مگر نصاب پورا نہیں ہوتا۔ نصاب ہے ساڑھے باون تولے چاندی یا اس کی مالیت۔ وہ اس وقت تقریباً ساڑھے چار ہزار بنتی ہے۔ اس پر قرض بھی نہیں اور

اتنا سامان اس کے گھر موجود ہے کہ اس کی قیمت اتنی ہو جاتی ہے یعنی چار ہزار، وہ چاہے نقد رقم نہیں، سامان ہی ہے ضرورت سے زائد۔ تو جس آدمی کے پاس یہ ہے اس کو شریعت صاحبِ نصاب کہتی ہے۔ ایسے آدمی کو زکوٰۃ، فطرانہ، عشر، نذر، منت، قسم کا کفارہ یعنی واجب قسم کا کوئی بھی صدقہ جائز نہیں ہے۔

کئی لوگ ایسے ہیں کہ وہ یہ نہیں دیکھتے کہ اس عورت کے پاس مال کتنا ہے؟ بس یہ کہتے ہیں کہ وہ بیوہ ہے۔ تو بھئی! صرف بیوہ ہونا تو مصرف نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ صاحبِ نصاب ہو۔ ساڑھے چار ہزار کیا چیز ہے؟ ایک پلنگ نہیں آتا۔ تو جس کے پاس ضرورت سے زیادہ ایک پلنگ ہے وہ صاحبِ نصاب ہے اور اس پر زکوٰۃ فطرانہ وغیرہ کوئی شے نہیں لگ سکتی۔ اسی طرح بعض لوگ کہتے ہیں یہ بچے یتیم ہو گئے ہیں۔ تو اگر ان بچوں کو باپ کی وراثت سے اتنا مل جاتا ہے کہ جس سے وہ صاحبِ نصاب بن جاتے ہیں تو ان کو بھی زکوٰۃ وغیرہ نہیں لگتی۔ یہ ان یتیموں کی بات ہو رہی ہے جو صاحبِ نصاب نہ ہوں۔ اور مسکین بھی اسے کہتے ہیں جو صاحبِ نصاب نہ ہو۔ حدیث میں آتا ہے:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم مسکین کس کو کہتے ہو؟ صحابہ کرام نے کہا وہ جو مانگتے پھرتے ہیں۔ فرمایا وہ مسکین نہیں ہیں۔ بلکہ مسکین وہ ہے کہ ہے تو مصرف مگر مانگتا نہیں ہے۔ لوگوں کے سامنے اپنی غربت کا واویلا نہیں کرتا۔ اور عام لوگوں کو پتا بھی نہیں ہے کہ یہ امیر ہے یا غریب ہے۔ اس واسطے اپنی برادری میں جو نیک، دین دار، صحیح العقیدہ نمازی ہوں اور مصرف ہوں تو ان کو دو۔ بے نماز کو زکوٰۃ نہ دینا۔

حدیث میں آتا ہے لَا يَأْكُلُ طَعَامَكَ اِلَّا تَقِيٌّ یاد رکھو! تمھارا کھانا وہ کھائے جو پرہیز گار ہے۔ غیر متقی کھائے گا تو رب کی نافرمانی کرے گا۔ اگر تم کسی نشئی کو

زکوٰۃ دے دو محض اس واسطے کہ یہ میرا رشتہ دار ہے تو فرض ادا نہیں ہوگا۔ وہ اور نشہ کرے گا سینما دیکھے گا، شراب پیے گا تو تمھاری حلال کی کمائی ان حرام کاموں پر خرچ ہوگی۔ لہٰذا سوچ سمجھ کر دو۔ ہر مانگنے والے کو زکوٰۃ نہ دو وَابْنَ السَّبِيْلِ اور مسافر۔ آج تو مسلمان قوم کے لیے یہ بھی بڑی مصیبت ہے کہ اچھے بھلے مانگتے پھرتے ہیں کہ جہاں چار آدمی دیکھے سوال کر دیا۔ حالانکہ اگر تم ان کی تلاشی لو تو جس سے مانگ رہا ہے اس سے زیادہ رقم اس کے پاس ہوگی۔ بس عادت بن گئی ہے۔ ہاں! اگر اپنا دل مطمئن ہے کہ واقعی راستہ میں اس کی چوری ہوگئی یا اس کا خرچہ ختم ہوگیا یا یہ ساتھیوں سے بچھڑ گیا ہے تو اس کو تم دے سکتے ہو۔

مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے گھر میں امیر ہے لیکن سفر میں ایسی جگہ پر ہے کہ جہاں سے آسانی کے ساتھ اہل خانہ کو اطلاع نہیں پہنچ سکتی اور وہاں اس کے پاس خرچہ کم ہوگیا ہے تو اس کو بھی زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ ہاں آج کل تو بڑی سہولت ہے ٹیلی فون جگہ جگہ لگے ہیں، تار گھر موجود ہیں۔ اگر اس پر کوئی اعتبار نہیں کرتا تو وہ یہ کہے کہ بھائی! اتنا دے دو کہ میں گھر والوں کو فون کر لوں، مجھے رقم مل جائے گی تو میں تمھیں دے دوں گا۔ اور بعض لوگوں نے تو مانگنے کو پیشہ بنالیا ہے۔ پچھلے دنوں میں نے اخبار میں پڑھا اور تم نے بھی پڑھا ہوگا کہ ایک بھکاری نے ایک لاکھ پچاس ہزار روپے ملک بچاؤ سکیم میں دیا ہے۔ اور آگے وعدہ بھی کیا ہے کہ میں جو بھی کمائی کروں گا اس میں سے بھی حصہ دوں گا۔ تو ایسے کے پاس اور بھی تو ہوں گے۔ تو ایسے لوگوں پر زکوٰتیں کس طرح لگے گی؟

وَالسَّآئِلِيْنَ اور جو مانگتے ہیں اور تمھارا دل مطمئن ہے اور حالات وقرائن ایسے موجود ہیں کہ واقعی یہ پیشہ ور نہیں ہے تو اس کی مدد کر سکتے ہیں وَفِي الرِّقَابِ۔ رِقَاب

رَقَبَۃٌ کی جمع ہے۔اس کا معنیٰ ہے گردن۔لیکن اس سے مراد غلام اور لونڈیاں ہیں۔تو ایسی غلام اور لونڈیاں ہوتی تھیں لوگ ان کو رقم دیتے تھے کہ اپنے آقا کو دے کر آزادی حاصل کرلے۔اس وقت شرعی طور پر غلام ہمارے علم میں نہیں۔باقی یہ جو غنڈہ قسم کے لوگ ہیں کہ یہاں سے عورت اغوا کی اور سندھ میں فروخت کردی اور سندھ سے اغوا کی اور سرحد میں فروخت کردی۔

اس وقت بنگال بڑا غریب ملک ہے۔وہاں تم کسی عورت کو کہو کہ تجھے روٹی پیٹ بھر کر ملے گی تو وہ بے چاری ساتھ چل پڑتی ہے۔تو ایسی کئی عورتیں پاکستان میں لوگوں کے پاس ہیں اور لوگوں نے ان کی منڈی لگائی ہوئی ہے۔بیچتے بھی ہیں اور بدمعاشی بھی کراتے ہیں۔اور یہ سب کچھ حکومت کے سامنے ہے مگر وہ ٹس سے مس نہیں ہوتی۔اسی طرح بچے اغوا ہوتے ہیں۔اور یاد رکھنا! بچہ مرجائے تو ماں باپ کے لیے صبر کرنا آسان ہوتا ہے اور اگر کوئی اُٹھا کر لے جائے تو ساری عمر کا روگ لگ جاتا ہے۔اور یہ سب کچھ غریبوں کے ساتھ ہوتا ہے۔کیوں کہ بڑوں کے بچے تو کاروں میں آتے جاتے ہیں۔تو اس کے لیے بھی کوئی سخت قانون ہونا چاہیے اور پھر اس پر عمل بھی ہو۔اور ماحول اتنا بگڑ چکا ہے کہ اس کی اصلاح بہت مشکل ہے لیکن ہمت نہ ہارو۔

وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ اور نماز اُنھوں نے قائم کی وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ اور اُنھوں نے زکوٰۃ ادا کی۔اب دیکھو! یہاں زکوٰۃ دینے کا ذکر الگ کیا ہے اور پہلے مال دینے کا ذکر الگ کیا ہے۔تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ کے علاوہ بھی مال میں غریبوں کا حق ہے۔اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی لوگوں کے حقوق ہیں۔غریبوں، مسکینوں اور پڑوسیوں کا حق ہے، رشتہ داروں کا حق ہے۔سب کے حقوق ادا کرو

وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اور وہ لوگ جو پورے کرتے ہیں اپنے وعدے اِذَا عٰهَدُوْا جب وہ وعدے کرتے ہیں۔ اور جو جان بوجھ کر وعدہ کی خلاف ورزی کرتا ہے وہ منافق کہلاتا ہے وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ اور صبر کرنے والے ہیں مصیبتوں اور پریشانیوں میں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو کہ ساری اُمت میں پہلے نمبر کے مفسرِ قرآن ہیں اور تمام اُمت میں اول نمبر کے فقیہ ہیں۔ وہ اَلْبَاْسَآءِ کا ترجمہ کرتے ہیں اَلْفَقْرُ اور الضَّرَّآءِ کا معنیٰ کرتے ہیں اَلسُّقْمُ۔ تو مفہوم بنے گا فِي الْبَاْسَآءِ جب مالی طور پر محتاج ہوں پھر بھی صبر کرتے ہیں وَالضَّرَّآءِ اور بدنی طور پر کسی بیماری میں مبتلا ہیں تو پھر بھی صبر کرتے ہیں وَحِيْنَ الْبَاْسِ اور میدان جنگ میں جب کافروں کے ساتھ لڑتے ہیں اس وقت بھی صبر کرتے ہیں۔ صبر کا بڑا مقام ہے۔ اور یہ جو مومنوں کو تکلیفیں آتی ہیں بشرطیکہ ہوں مومن۔ تو یہ ان کے گناہوں کا کفارہ ہیں۔ بلکہ بخاری شریف کی روایت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدٍ خَيْرًا يُّصِبْ مِنْهُ "جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے بارے میں خیر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کو کسی نہ کسی مصیبت میں مبتلا کر دیتے ہیں۔" ان صبر کرنے والوں کے بارے میں فرمایا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا یہ لوگ ہیں سچے۔ تو تم صرف قبلے کے مسئلہ کو لے کر پروپیگنڈہ کرتے ہو یہ بھی دیکھو کہ یہ کام بھی کرتے ہو یا نہیں وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ اور اللہ تعالیٰ کے ہاں یہی لوگ متقی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو متقی بننے کی توفیق عطا فرمائے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ

اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَ الْعَبْدُ
بِالْعَبْدِ وَ الْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ
فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَ اَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ
مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ رَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ
اَلِيْمٌ ﴿۱۷۸﴾ وَ لَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ
تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ
خَيْرَا ۖۚ اِلْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا
عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۸۰﴾ؕ فَمَنْۢ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَاۤ اِثْمُهٗ
عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۸۱﴾ؕ فَمَنْ خَافَ
مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۸۲﴾ ع ۶

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو كُتِبَ فرض
کیا گیا، تحریر کیا گیا عَلَيْكُمُ تم پر اَلْقِصَاصُ قصاص فِي الْقَتْلٰى
مقتولوں کے بارے میں اَلْحُرُّ آزاد بِالْحُرِّ آزاد کے بدلے
وَ الْعَبْدُ بِالْعَبْدِ اور غلام کے بدلے غلام وَ الْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى اور عورت،
عورت کے بدلے فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ پس جس کو معاف کر دیا گیا مِنْ اَخِيْهِ

اس کے بھائی کی طرف سے شَیْءٌ کچھ حصہ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ
پس پیچھا کرے اچھے طریق سے وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ اور اس کو ادا
کرے عمدگی کے ساتھ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ یہ تخفیف ہے تمھارے
رب کی طرف سے وَرَحْمَةٌ اور مہربانی ہے فَمَنِ اعْتَدٰى پس جس
نے تجاوز کیا بَعْدَ ذٰلِكَ اس کے بعد فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ پس اس کے
واسطے عذاب ہے دردناک وَلَكُمْ اور تمھارے واسطے فِي الْقِصَاصِ
قصاص میں حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ زندگی ہے اے عقل مندو!
لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ تاکہ تم بچ جاؤ كُتِبَ عَلَيْكُمْ لکھی گئی تم پر اِذَا
حَضَرَ جس وقت حاضر ہو اَحَدَكُمُ تم میں سے کسی پر الْمَوْتُ
موت اِنْ تَرَكَ خَيْرَا اگر چھوڑا اس نے مال الْوَصِيَّةُ وصیت لکھی
گئی لِلْوَالِدَيْنِ ماں باپ کے واسطے وصیت کرے وَالْاَقْرَبِيْنَ
اور قریبی رشتہ داروں کے لیے بِالْمَعْرُوْفِ اچھے طریقے کے ساتھ
حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ یہ حق ہے متقیوں کے لیے فَمَنْۢ بَدَّلَهٗ پس جس نے
بدل دیا اس وصیت کو بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ بعد اس کے کہ اس نے اس کو سُن لیا تھا
فَاِنَّمَآ پس پختہ بات ہے اِثْمُهٗ اس کا گناہ عَلَى الَّذِيْنَ ان
لوگوں پر ہے يُبَدِّلُوْنَهٗ جو اس کو بدلتے ہیں اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ
تعالیٰ سَمِيْعٌ سننے والا ہے عَلِيْمٌ جاننے والا ہے فَمَنْ خَافَ

پس جس نے خوف کیا مِن مُّوصٍ وصیت کرنے والے سے جَنَفًا کج روی کا اَوْ اِثْمًا یا گناہ کا فَاَصْلَحَ بَیْنَهُمْ پس اس نے اصلاح ان کے درمیان فَلَآ اِثْمَ عَلَیْهِ پس اس پر کوئی گناہ نہیں ہے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ غَفُوْرٌ بخشنے والا ہے رَّحِیْمٌ مہربان ہے۔

قصاص اور دیت کے احکام :

ان آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے دو حکم بیان فرمائے ہیں۔ ان میں سے ایک حکم باقی ہے اور دوسرا منسوخ ہے۔ جو حکم باقی ہے وہ ہے قتل کے متعلق۔ اور اس کی ایک صورت یہ ہے کہ اگر کوئی کسی کو دیدہ دانستہ قتل کر دے تو مقتول کے وارثوں کو اللہ تعالیٰ نے معاف کرنے کا حق دیا ہے اور یہ حق وارثوں کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہے۔ آج کل عموماً ایسا ہوتا ہے کہ ساری عدالتیں سزا کو بحال رکھیں تو پھر صدر کے پاس رحم کی اپیل ہوتی ہے اور وہ معاف کرتا ہے۔ یہ بالکل اسلام کے خلاف ہے صدر کو معافی کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اگر دیت لینا چاہیں یعنی مالی بدلہ، تو اس کی بھی اجازت ہے۔ اور دیت کا مسئلہ پانچویں پارے میں مذکور ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے دور میں سو اُونٹ دیت ہوتی تھی۔ اور اگر دینار کی شکل میں ادا کرتے تو ایک ہزار دینار تھا۔ یہ اس وقت سو اُونٹ کی قیمت تھی۔ اور اگر چاندی کی شکل میں ادا کرتے تو دس ہزار درہم۔ آج سے تقریباً چار پانچ سال پہلے پاکستان کی حکومت نے ایک ہزار دینار کی قیمت لگائی تو تقریباً ایک لاکھ پچھتر ہزار روپے۔ اور اگر اس پر بھی راضی نہ ہوں تو پھر قصاص ہے۔ قتل کے بدلے قتل۔ تو دیدہ دانستہ قتل کے تین حکم ہیں اور یہ

تینوں قرآن پاک میں موجود ہیں۔ اور اگر خَطَأً قتل ہو تو اس میں قصاص نہیں ہے صرف دیت ہے۔ بندوں کو دیت دینا پڑے گی۔ اور رب تعالیٰ کا حق جو ضائع کیا ہے تو اس کے لیے دو ماہ روزے یا غلام آزاد کرنا پڑے گا۔ اور اس کی تفصیل پانچویں پارے میں ہے۔ آج کل عموماً جو بسوں یا ٹرکوں کے نیچے آتے ہیں یہ قتل خطا ہی کی صورت بنتی ہے۔ کیوں کہ کسی کو کسی کے ساتھ دشمنی تو ہوتی نہیں۔

تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے لوگو! جو ایمان لائے ہو کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِصَاصُ فرض کیا گیا تم اوپر قصاص۔ اور قصاص کا معنیٰ ہے بدلہ فِی الْقَتْلٰی۔ قَتْلٰی قتیل کی جمع ہے۔ مقتولوں کے بارے میں کہ جس نے قتل کیا ہے اس کو قتل کیا جائے اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ آزاد آزاد کے بدلے وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ غلام غلام کے بدلے وَالْاُنْثٰی بِالْاُنْثٰی اور عورت، عورت کے بدلے۔ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا یہ دستور تھا کہ اگر کوئی کمی اونچے خاندان کے آدمی کو قتل کر دیتا تھا تو ایک کے بدلے دو قتل کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ غلط ہے جس نے قتل کیا ہے حُر ہے تو حُر کے بدلے ایک ہی آئے گا۔

اسی طرح بعض خاندان ایسے تھے کہ اگر ان کے غلاموں کو قتل کیا جاتا تو کہتے تھے کہ اگرچہ یہ ہمارا غلام ہے مگر ہماری ذات تو اونچی ہے نا اس واسطے ہم نے تمھارے دو غلام قتل کرنے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دو کا حق نہیں ہے۔ ایک غلام کے بدلے ایک غلام ہی قتل کیا جائے۔ اسی طرح عورت کے بدلے عورت۔ یہاں بھی اس طرح کرتے تھے کہ چوں کہ ہمارا خاندان بڑا اور اُونچا ہے اور تمھاری عورت نے ہماری عورت کو قتل کیا ہے لہٰذا ہم تمھاری دو عورتیں قتل کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ بالکل غلط ہے کہ تم

بے قصور کو ساتھ قتل کر دو کہ ایک کی جگہ دو قتل کرو۔

اب دیکھو! ایسا ہوتا ہے کہ بیٹا نادانی کرتا ہے باپ کو علم بھی نہیں ہوتا یا دوسرے بھائی کو علم بھی نہیں ہوتا کہ ہمارے بھائی نے کیا شرارت کی ہے۔ تو اب اس بے گناہ کو قتل کرنے کا کیا معنیٰ ہے؟ فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ پس جس کو معاف کر دیا گیا اس کے بھائی کی طرف سے کچھ بھی فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ پس پیچھے پڑنا ہے عمدگی کے ساتھ۔ مثال کے طور پر وارثوں نے کہا کہ ہم قصاص نہیں لینا چاہتے ہمیں تم دیت دے دو۔ تو فرمایا کہ اگر معافی مل گئی قصاص سے تو پیچھے پڑنا ہے عمدگی کے ساتھ کہ یہ جو رقم تم نے لینی ہے تو لیتے وقت تم سختی نہ کرو اور ادا کرنے والا وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ وہ بھی عمدگی کے ساتھ ادا کرے ٹال مٹول نہ کرے۔ وعدے کے مطابق ادا کر دے تا کہ بات آگے نہ بڑھے ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ یہ تمھارے رب کی طرف سے تخفیف ہے وَرَحْمَةٌ اور تمھارے واسطے اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ پس جس نے تجاوز کیا اس کے بعد فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ پس اس کے واسطے عذاب ہوگا دردناک۔ اس واسطے کہ قاتل سے دیت بھی لے لی اور پھر اس کو قتل بھی کر دیا یہ اس کی زیادتی ہے۔ یا جس نے دیت اپنے ذمہ لی ہے وہ اس میں ان کو خوار کرتا ہے دیت نہیں دیتا ٹال مٹول کرتا ہے یہ بھی زیادتی ہے۔ تو جو بھی زیادتی کرے گا فرمایا اس کے واسطے دردناک عذاب ہے وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ اور تمھارے واسطے قصاص میں زندگی ہے اے عقل مندو! لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ تا کہ تم قتل سے بچو۔

اسلامی قوانین کے فوائد :

اسلام کا ضابطہ یہ ہے کہ جس مقام پر جمعہ کی نماز ہوگی ایسی بستی میں ایک قاضی جو

قتل تک کے فیصلے کرے، مقرر کرنا پڑے گا تا کہ لوگوں کو دور دراز نہ جانا پڑے۔

نمبر ۲۔ شریعت میں کسی عرضی نویس کے پاس جانے کی ضرورت نہیں۔ اگر خود لکھ سکتا ہے تو سادے کاغذ پر لکھ کر جج کے سامنے چلا جائے۔ اور اگر لکھنا نہیں جانتا تو زبانی بیان کرے وکیل کی بھی ضرورت نہیں۔ اب عرضی نویس کے پاس جاؤ گے تو وہ کھال اُتاریں گے پھر تمھیں وکیل کرنا پڑے گا بچی ہوئی چمڑی وہ اُتارلے گا۔ پھر کہیں جا کر جج کے پاس مقدمہ پیش ہوگا اور تاریخوں پر تاریخیں پڑیں گی۔

کل اخبار میں تھا کہ ایک آدمی کو گیارہ سال ہو گئے ہیں جیل میں پڑا ہوا ہے اور ابھی تک پیشی بھی نہیں ہوئی۔ تو اس کی زندگی تو وہیں ختم ہوگئی۔ یہ تو بعد میں معلوم ہوگا کہ مجرم ہے یا نہیں۔ تو اسلام میں نہ پکے کاغذ ہوں گے نہ عرضی نویس کی تحریر ضروری ہوگی نہ وکیل کی ضرورت ہوگی خود بہ خود جج کے پاس پہنچے گا وہ سنے گا۔ اگر اس نے گواہ پیش کر دیئے اور وہ مطمئن ہوگیا تو ابھی مقتول کی لاش نہیں اُٹھے گی قاتل کا سر اُتار دیا جائے گا۔ تو اب جس آدمی کو معلوم ہو کہ میری گردن بھی اُتر جائے گی تو وہ قتل کا اقدام نہیں کرے گا۔ یہاں تو شیطان کی آنت سے لمبے مقدمے چلتے ہیں اور رشوتیں چلتی ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قصاص میں تمھارے واسطے زندگی ہے اے عقل مندو! لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ تا کہ تم بچ جاؤ۔ سعودیہ میں بھی اس وقت مکمل اسلام نافذ نہیں ہے۔ اور اگر مکمل نافذ ہے تو وہ طالبان (افغانستان) کے علاقے میں ہے۔ اللہ کرے کہ وہ مزید کامیابیاں حاصل کریں۔ لیکن یورپ کی دنیا یہ بد باطن لوگ ہاتھ دھو کر ان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ لڑکیوں کے سکول بند کر دیئے ہیں، کبھی کہتے ہیں کہ کالج بند کر دیئے ہیں۔ ان کو بدنام کرنے کا کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا۔ تاہم سعودیہ میں یہ ہے

کہ قصاص لیا جاتا ہے۔

دوسرا حکم ہے مرنے والے کا وارثوں کے لیے اپنے مال میں وصیت کرنا۔ اور یہ حکم پہلے تھا اب منسوخ ہو گیا ہے۔ اُس وقت وراثت کے احکام نافذ نہیں ہوئے تھے۔ چوتھا پارہ سورۃ النساء میں وراثت کے احکام ہیں۔ کہ مرنے والے کے باپ کا یہ حق ہے، ماں کا یہ حق ہے، بیوی کا یہ حق ہے، بیٹے کا یہ حق ہے۔ اور یہ حکم پہلے کا ہے اس وقت یہ حق نازل نہیں ہوئے تھے۔ تو پہلے کیا حکم تھا؟

فرمایا کُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تم پر لکھا گیا ہے، فرض کیا گیا ہے کہ جس وقت تم میں سے کسی پر موت کا وقت آئے اِنْ تَرَكَ خَيْرًا خیر سے مراد مال ہے۔ یعنی اگر اُس نے مال چھوڑا ہے تو الْوَصِيَّةُ تو لکھی گئی ہے وصیت۔ اور وصیت کس کے حق میں کرنی ہے؟ فرمایا لِلْوَالِدَيْنِ کہ میری ماں اس مال میں سے اتنا دے دینا اور باپ کو اتنا دے دینا وَالْاَقْرَبِيْنَ اور جتنے شرعی وارث ہیں چچے کو اتنا دے دینا، اور فلاں کو اتنا دے دینا۔ اور اب وراثت کا حکم نازل ہو چکا ہے اور رب نے خود متعین کر دیا ہے بِالْمَعْرُوْفِ اچھے طریقے سے۔

وصیت کے بعض احکام :

اور اب حکم یہ ہے کہ لَا وَصِيَّةَ لِلْوَارِثِ پہلے شرعی وارث کے حق میں آدمی وصیت کر سکتا تھا اب وصیت نہیں کر سکتا۔ غیر وارث کو وصیت کر سکتا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مثال کے طور پر کسی کے پاس تین لاکھ روپیہ ہے۔ تو تین لاکھ میں سے تیسرے حصے میں وصیت کر سکتا ہے وارثوں کی اجازت کے بغیر۔ کیوں کہ شریعت نے اس کو اجازت دی ہے اپنی جائیداد میں سے تیسرے حصے کی وصیت کر سکتا ہے چاہے وہ منقولہ ہو یا غیر

منقولہ۔ باقی جو دو حصے ہیں وہ وارثوں کے ہیں۔ ان کی اجازت کے بغیر ان میں وصیت نہیں کرسکتا۔ وصیت یہ ہے کہ اتنا مال مسجد پر خرچ کر دینا، اتنا مدرسے پر خرچ کر دینا، اتنا فلاں غریب کو دے دینا جو بھی جائز قسم کی وصیت ہے حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ یہ پرہیزگاروں کے ذمہ اُس وقت لازم تھا فَمَنْۢ بَدَّلَهٗ پس جس نے وصیت کو بدل دیا بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ بعد اس کے کہ اس نے اس کو سُن لی بات فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ پس پختہ بات ہے کہ اس کا گناہ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ان لوگوں پر ہے جنھوں نے اس کو بدل دیا۔ مثلاً: وصیت کرنے والے نے وصیت کی کہ یہ رقم تم نے مسجد یا دینی مدرسہ پر لگانی ہے لیکن پچھلوں نے مشورہ کیا کہ ہماری گلی بڑی خراب ہے اس پر لگا دو یا ہمارا راستہ بڑا خراب ہے اس پر لگا دو یا بیت الخلاء کی ضرورت ہے لوگوں کو بڑی تکلیف ہوتی ہے اس پر لگا دو اس کے مُجاز نہیں ہیں۔ یعنی اس نے جو وصیت کی ہے اس کو بدلنے کے مجاز نہیں ہیں۔ مسجد کا کہا ہے تو مسجد میں لگاؤ، دینی مدرسہ کہا ہے تو دینی مدرسہ پر لگاؤ، قبرستان کے لیے وصیت کی ہے تو قبرستان میں لگاؤ، یتیم خانے کے لیے کہا ہے تو یتیم خانے میں لگاؤ۔ جو جائز کام اس نے کہے ہیں تم ان کو بدلنے کے مجاز نہیں ہو۔

اسی کا ذکر ہے فَمَنْۢ بَدَّلَهٗ پس جس نے اس وصیت کو بدلا بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ بعد اس کے کہ اس نے سُن لی تھی فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ تو بے شک اس کا گناہ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ اُن لوگوں کے ذمے ہے جنھوں نے اس کو بدلا ہے اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ بے شک اللہ تعالیٰ سنتا ہے عَلِيْمٌ اور تمھارے ارادوں کو بھی جانتا ہے فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا پس جس نے خوف کیا وصیت کرنے والے سے کج روی کا۔ مثلاً: جہالت کی وجہ سے تیسرے حصہ سے زائد میں وصیت کر گیا اَوْ اِثْمًا یا گناہ کی وصیت کی۔

جیسا کہ اوکاڑہ کے قریب ایک بوڑھے نے فوت ہونے سے پہلے وصیت کی کہ جب میں مرجاؤں تو میرے جنازے کے ساتھ کنجریاں بھی ناچیں گی، بھانڈ بھی گائیں گے، ڈھول باجے بھی ہوں گے۔ اور اس کام کے واسطے اُس نے رقم بھی مختص کی۔ اور یہ خبر باقاعدہ اخبارات میں آئی تھی۔ ایسے جاہل لوگ بھی موجود ہیں۔ اگر ایسی ناجائز وصیت کو بدل دے تو اس بدلنے پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔

یا جس طرح فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ اگر کوئی وصیت کرے کہ میرے مرنے کے بعد تم نے مولوی، قاری بُلا کر قرآن پڑھانا ہے اور کچھ رقم مختص کر کے کہے کہ یہ اُن کو دینی ہے تو یہ وصیت باطل ہوگی۔ کیوں کہ میت کے لیے اگر قرآن شریف اُجرت پر پڑھا جائے تو پڑھنے والا بھی گناہ گار اور پڑھانے والا بھی گناہ گار اور اس کا ثواب بھی باطل ہے۔ اس واسطے فرمایا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ پس وہ جس کی وصیت کی گئی ہے وہ اُن کے درمیان اصلاح کر دے یعنی رقم کو اچھی جگہ پر خرچ کر دے فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۴﴾ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ؕ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ؗ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۸۵﴾

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو كُتِبَ عَلَيْكُمُ لکھے اور فرض کیے گئے تم پر الصِّيَامُ روزے كَمَا كُتِبَ جیسے لکھے گئے تھے عَلَى الَّذِيْنَ اُن لوگوں پر مِنْ قَبْلِكُمْ جو تم سے پہلے تھے لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ تا کہ تم پرہیز گار بن جاؤ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ دن ہیں گنتی کے فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا پس جو شخص تم میں سے مریض ہو اَوْ عَلٰى سَفَرٍ یا سفر پر ہو فَعِدَّةٌ پس گنتی پوری کرے مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ

دوسرے دنوں سے وَعَلَى الَّذِيْنَ اور اُن لوگوں پر يُطِيْقُوْنَهٗ جو روزے کی طاقت نہیں رکھتے فِدْيَةٌ فدیہ ہے طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ایک مسکین کی خوراک کا فَمَنْ تَطَوَّعَ پس جو شخص خوشی کے ساتھ کرے خَيْرًا نیکی فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ پس وہ اس کے لیے بہتر ہے وَاَنْ تَصُوْمُوْا اور یہ کہ تم خود روزہ رکھو خَيْرٌ لَّكُمْ تمھارے واسطے بہتر ہے اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اگر ہو تم جانتے شَهْرُ رَمَضَانَ مہینہ رمضان کا الَّذِيْٓ وہ ہے اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ جس میں نازل کیا گیا قرآن هُدًى جو ہدایت ہے لِّلنَّاسِ لوگوں کے لیے وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى اور ہدایت کی واضح دلیلیں ہیں وَالْفُرْقَانِ اور حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کرنے والا ہے فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ پس جو شخص تم میں سے اس مہینے میں گھر میں حاضر ہوا فَلْيَصُمْهُ پس اس کو روزے رکھنے چاہئیں وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اور جو شخص بیمار ہے اَوْ عَلٰى سَفَرٍ یا سفر پر ہے فَعِدَّةٌ پس گنتی ہے مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ دوسرے دنوں کی يُرِيْدُ اللّٰهُ ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ بِكُمُ تمھارے بارے میں الْيُسْرَ آسانی کا وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ اور نہیں ارادہ کرتا تمھارے بارے میں تنگی کا وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ اور تاکہ تم پوری کرو گنتی وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ اور تاکہ تم بڑائی بیان کرو اللہ تعالیٰ کی عَلٰى مَا اُن نعمتوں پر هَدٰىكُمْ جو رب

نے تمھیں نصیب فرمائیں، ہدایت دی وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ اور تا کہ تم شکرادا کرو۔

9/9

اللہ تبارک وتعالیٰ نے مومنوں پر جو عبادات لازم فرمائی ہیں ان میں سے ایک روزہ بھی ہے۔ رمضان المبارک کے روزے ہراس مسلمان مرداور عورت پرلازم ہیں جو تندرست ہواور گھر میں مقیم ہو۔ تو اللہ تعالیٰ مومنوں کو خطاب کر کے فرماتے ہیں يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو! جوایمان لائے ہو كُتِبَ عَلَيْكُمْ تحریر کیے گئے رب کی طرف سے فرض کیے گئےتم پر الصِّيَامُ روزے۔ روزہ فرض ہے اور جو شخص رمضان کے روزے کا انکار کرے وہ پکا کافر ہے۔ اور روزے کوتسلیم کرتے ہوئے نہیں رکھتا تو گناہ گار ہے۔ اور اسی طرح تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ جیسے ان لوگوں پر فرض کیے گئے جو تم سے پہلے تھے۔ تفصیل تو ہمیں معلوم نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد واضح کرتا ہے کہ پہلے لوگوں پر بھی روزے تھے، کسی پر کم اور کسی پر زیادہ۔ یہ روزے تم پر کیوں فرض کیے گئے لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ تا کہ تم متقی، پرہیز گار بن جاؤ۔

روزے سے تقویٰ کیسے آئے گا ؟

اب بندہ روزے سے کس طرح متقی بنے گا؟ اگر انسان انسان ہے تو تھوڑی سی توجہ سے آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ رمضان کریم کے مہینے میں پَو پھٹنے کے بعد غروب آفتاب تک اس کے لیے پانی بھی حرام اور رزق بھی حرام اور بھی جائز چیزیں ساری حرام۔ جب کہ صبح صادق سے پہلے بھی جائز تھیں، کھاتا تھا اور سورج کے غروب ہونے کے بعد بھی اس کے لیے جائز ہیں کھائے گا۔ اس دوران میں یہ چیزیں کیوں حرام ہیں؟

اس لیے کہ رب تعالیٰ کا حکم ہے تم پو پھٹنے کے بعد غروب آفتاب تک نہیں کھا سکتے۔ جو اس نکتے کو سمجھے گا تو وہ ضرور غور کرے گا کہ جس رب نے یہ چیزیں چند گھنٹوں کے لیے حرام فرمائی ہیں تو وہ چیزیں جو رب نے بارہ مہینے حرام فرمائی ہیں وہ میں کس طرح کر سکتا ہوں۔ یعنی جو چیزیں رب تعالیٰ نے بارہ مہینے حرام فرمائی ہیں وہ بھی تو مجھے ماننی پڑیں گی۔ اس بارے میں بخاری شریف میں حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَ الْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ اَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ جس آدمی نے زبانی طور پر جھوٹ نہ چھوڑا اور نہ عملی طور پر جھوٹ چھوڑا تو رب تعالیٰ کو اس کے روزے کی کوئی ضرورت نہیں کہ کیوں اس نے کھانا پینا چھوڑا ہے۔ جو چیز حرام ہے مثلاً: جھوٹ، وہ تو بولے جا رہا ہے۔ اور عملی طور پر جو جھوٹ ہے وہ کیے جا رہا ہے تو کھانے پینے سے گریز کرتا ہے اس کا کیا فائدہ؟

جھوٹ جس طرح قولاً ہوتا ہے اسی طرح عملاً بھی ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر کسی کی ڈاڑھی سفید ہے، سر سفید ہے، مرد ہے یا عورت۔ وہ اگر سفید رکھیں تو یہ بھی جائز ہے اور اگر وہ مہندی لگائیں تو یہ بھی سنت ہے۔ اور اگر وہ خضاب لگائیں، ڈاڑھی اور سر کے بالوں کو کالا کریں تو یہ عملی جھوٹ ہے۔ کیوں کہ بال تو سفید ہیں اور اس نے کالے کیے ہوئے ہیں۔ حدیث میں ہے جو کہ نسائی شریف میں ہے کہ قیامت کے قریب کچھ لوگ ایسے پیدا ہوں گے کہ وہ بال کالے کریں گے۔ فرمایا جنت کی خوش بو بھی نہیں سونگھ سکیں گے۔ حالانکہ جنت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے آئے گی۔ تو خضاب لگانا مرد کے لیے بھی اور عورت کے لیے بھی حرام ہے۔ اسی طرح فریب، مکر یہ عملی جھوٹ ہیں۔

تو جس شخص نے روزے کی حقیقت سمجھی وہ یقیناً ان چیزوں کی حقیقت بھی سمجھے گا

اَیَّامًا مَّعۡدُوۡدٰتٍ یہ روزے تمھارے واسطے گنتی کے دن ہیں۔انتیس یا تیس دن ہوں گے، نہ اٹھائیس کا مہینہ ہوتا ہے اور نہ اکتیس کا۔ فَمَنۡ کَانَ مِنۡکُمۡ مَّرِیۡضًا پس جو شخص تم میں سے بیمار ہو مگر بیمار کیسا۔ وہ بیمار کہ اس کا مزاج اور طبیعت خدا خوفی کو سامنے رکھتے ہوئے یہ فیصلہ کرے کہ میرے اوپر جو بیماری کا حملہ ہوا ہے اس میں میں روزہ نہیں رکھ سکتا۔ خود انسان کا نفس بھی مفتی ہے۔ بعض اوقات کچھ مقام ایسے ہوتے ہیں کہ آدمی پر اچانک حملہ ہوتا ہے اور وہاں سے ڈاکٹر اور حکیم دور ہوتے ہیں آدمی وہاں نہیں پہنچ سکتا تو خود شریعت نے اسے مفتی بنایا ہے کہ وہ خود فیصلہ کرے کہ یہ جو بیماری کا میرے اُوپر حملہ ہوا ہے اس کی وجہ سے میں روزہ نہیں رکھ سکتا اور قیامت کو سامنے رکھے کہ کل رب تعالیٰ کو جواب دینا ہے اور میں رب تعالیٰ کو کہہ سکوں گا کہ اے پروردگار! تو جانتا ہے کہ میرے اوپر ایسی بیماری نے حملہ کیا تھا کہ میں روزہ نہیں رکھ سکتا تھا۔ اور یہ سمجھتا ہے کہ میرے اس عذر کو اللہ تعالیٰ قبول کرلے گا تو روزہ چھوڑ دے۔ یا ایسا بیمار ہو کہ جس کے بارے میں حکیم اور ڈاکٹر یہ کہیں کہ اس بیماری میں اس کے لیے روزہ صحیح نہیں ہے۔ اور حکماء اور ڈاکٹروں کے لیے تین شرطیں ہیں:

❀ پہلی شرط یہ ہے کہ حکیم اور ڈاکٹر مسلمان ہوں غیر مسلم ڈاکٹر اور حکیم کی بات شرعی طور پر حجت نہیں ہے۔

❀ دوسری شرط یہ ہے کہ حکیم اور ڈاکٹر خود نماز اور روزے کے پابند ہوں، فاسق کی بات شرعاً حجت نہیں ہے۔

❀ تیسری شرط یہ ہے کہ حکیم اور ڈاکٹر مستند ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ باپ دادا کی شیشیاں اکٹھی کر کے حکیم، ڈاکٹر بن گیا ہو۔ پھر جو روزے چھوڑے گا ان کے بارے میں آگے

ذکر آتا ہے کہ ان کی قضا کرنا پڑے گی۔ اور یاد رکھنا! ہر بیمار روزہ نہیں چھوڑ سکتا۔ آج اس زمانے میں کون سا آدمی ہے جو بالکل تندرست ہو۔ کھادوں والی خوراکیں ہیں۔ پھر ہر چیز میں ملاوٹ ہے کوئی چیز خالص نہیں ملتی۔ اور ہم ہیں بھی تن آسان کہ بدن سے کام نہیں لیتے۔ بدن حرکت بھی نہ کرے اور خوراک بھی کھادوں والی ہو تو بیمار تو ہونا ہے۔ اور دوائی بھی خالص نہیں ملتی۔ تو ایسے دور میں بہت کم لوگ ہیں جو تندرست ہیں لہٰذا ہر بیمار روزہ نہیں چھوڑ سکتا صرف وہ روزہ چھوڑ سکتا ہے جس کو روزے کی وجہ سے تکلیف ہو مذکورہ شرطوں کے ساتھ۔

مسافر روزہ رکھ بھی سکتا ہے اور چھوڑ بھی سکتا ہے :

اَوْ عَلٰی سَفَرٍ یا بندہ سفر پر ہو۔ اور شرعی طور پر سفر اڑتالیس میل ہے۔ چاہے وہ سفر بس کا ہو، کار کا ہو یا گاڑی کا ہو، چاہے پیدل ہو۔ یک طرفہ سفر اڑتالیس میل۔ لیکن اگر سفر میں مسافر روزہ رکھ سکتا ہے تو بہتر ہے کیوں کہ اس کی اجازت ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ مسافر کے لیے روزہ چھوڑنا فرض ہے لہٰذا رکھے تو نُوْرٌ عَلٰی نُوْر ہے۔ کیوں کہ مسلمانوں کے ساتھ مطابقت بھی ہو جائے گی اور رمضان المبارک کی فضیلت بھی حاصل ہو جائے گی۔

نماز اور روزے کا تھوڑا سا فرق ہے۔ وہ اس طرح کہ اگر یک طرف سفر اڑتالیس میل ہو تو مسافر کو چار رکعتوں والی نماز میں دو رکعتیں پڑھنا پڑتی ہیں۔ اگر چار پڑھے گا تو گناہ گار ہوگا۔ مثلاً: ظہر کی چار یا عصر کی چار پڑھے گا یا عشا کی چار پڑھے گا تو گناہ گار ہوگا۔ اس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی سفر میں چار رکعت ثابت نہیں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو ہی پڑھی ہیں۔ اور روزے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر میں رکھے بھی ہیں

اور چھوڑے بھی ہیں۔

۸ ھ رمضان المبارک میں فتح مکہ کا سفر تھا۔ قدید ایک مقام کا نام ہے۔ وہاں پہنچنے تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی روزے رکھے۔ حالانکہ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ انگریزی میلوں کے حساب سے تین سو گیارہ میل ہے۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دیکھا کہ گرمی بہت ہے اور بعض لوگ بے ہوش ہو کر گر گئے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ظہر کے بعد سب کے سامنے پیالے میں پانی لے کر پیا اور فرمایا کہ تم روزہ توڑ لو اور آج کے روزے کی قضا کر لینا۔ نماز کے بارے میں بھی یہ مسئلہ ہے کہ اگر امام مقیم ہے تو اس کے پیچھے چار رکعت پڑھنی ہے۔

فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ اگر وہ سفر پر ہے تو اس کو دوسرے دنوں کی گنتی پوری کرنی پڑے گی۔ رمضان کریم کے بعد جب تندرست ہو جائے اور سفر سے واپس آ جائے تو جتنے روزے چھوڑے ہیں اتنے دن روزے رکھے اور جتنے روزے رہ گئے ہیں مسلسل بھی رکھ سکتا ہے اور الگ الگ کر کے بھی۔ دونوں صورتیں جائز ہیں۔

وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ اور اُن لوگوں پر جو روزے کی طاقت نہیں رکھتے فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ایک مسکین کی خوراک ہے۔ اگر کوئی آدمی یا عورت زیادہ بوڑھے ہیں، وہ روزہ نہیں رکھ سکتے۔ وہ ایک مسکین کو شام کے وقت اور سحری کے وقت کھانا کھلا دیں جیسا خود کھاتے ہیں اور اگر کچا راشن دینا چاہیں تو اتنا دیں کہ وہ ہر مسکین کی خوراک بن سکے۔ کیوں کہ یہاں پر چیزوں کا بھاؤ کچھ ہے اور گوجرانوالا میں کچھ اور ہوگا اور لاہور میں کچھ اور ہوگا۔ بہر حال اتنا ہو کہ مسکین کی دو وقت کی خوراک ہو جائے۔ اسی طرح اگر کوئی ایسا بیمار ہے کہ اس کی بیماری سے شفایابی عادتاً نہیں ہوتی مثلاً: ٹی۔ بی کے تیسرے،

چوتھے مرحلے پر پہنچ چکا ہو تو وہ بھی روزہ چھوڑ سکتا ہے۔ اور جو بیمار تندرست ہو سکتا ہے وہ باقاعدہ قضا کرے گا۔ اور اگر کسی نے اس ذہن سے روزے چھوڑے کہ میں تندرست نہیں ہو سکتا اور فدیہ بھی دے دیا۔ پھر رب تعالیٰ نے اس کو تندرستی دے دی تو یہ روزے پھر بھی اسے قضا کرنا پڑیں گے۔ اور جو فدیہ دیا ہے اس کا ثواب الگ ملے گا۔ کیوں کہ یہ فدیہ مشروط تھا کہ اس کو صحت نہیں ہوگی اور رب تعالیٰ نے اس کو صحت دے دی، لہٰذا روزے رکھنا پڑیں گے اور ہر بیمار روزہ نہیں چھوڑ سکتا۔

اور یہ مسئلہ تم کئی دفعہ سن چکے ہو کہ نماز، روزہ، عشر، زکوٰۃ وغیرہ ایسی چیزیں ہیں کہ کروڑ مرتبہ بھی توبہ کرنے سے یہ معاف نہیں ہوتیں جب تک حساب کر کے ان کی قضا نہ کر لو۔ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا پس جس نے دل کھول کر نیکی کی کہ ایک کی جگہ دو کو کھانا کھلایا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ پس وہ اس کے لیے بہتر ہے۔ یا تھوڑی رقم کی جگہ زیادہ دے دی تاکہ فراخی سے وہ کھائے تو بہت اچھا ہے وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اور یہ کہ تم خود روزہ رکھو یہی تمھارے حق میں بہتر ہے اگر طاقت ہو۔ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اگر تم جانتے ہو۔

رمضان المبارک میں سارے قرآن کے نزول کا معنیٰ :

فرمایا شَهْرُ رَمَضَانَ رمضان کا مہینہ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ وہ مبارک مہینہ ہے کہ اس میں قرآن کریم اُتارا گیا ہے۔ قرآن کریم رمضان کریم کی آخری راتوں میں سے جو طاق رات ہے اس میں لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر ایک مقام ہے جس کا نام ہے بیت العزت اور بیت العظمت۔ یہاں تک اللہ تعالیٰ نے ایک رات میں مکمل قرآن پاک نازل فرمایا۔ یہاں پر نزول سے مراد یہ ہے۔ پھر اس بیت العزت اور بیت العظمت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر تیئس سالوں میں نازل ہوتا رہا

ہے۔سب سے پہلے جبل نور کی چوٹی پر جس کو پہلے فاران کہتے تھے۔یعنی پہلی کتابوں میں جبلِ نور کا نام جبل فاران ہے اور اب اس کو جبل نور کہتے ہیں۔اس کی چوٹی پر غار حرا میں سورۂ اقرا کی پہلی پانچ آیات نازل ہوئیں۔اور قرآن پاک کی آخری وحی، ہجرت کا دسواں سال، ذوالحجہ کا مہینہ اور اس کی نو تاریخ، جمعہ کا دن اور عصر کا وقت تھا یہ آیت نازل ہوئی اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا اس کے بعد اور وحی تو نازل ہوتی رہی ہے لیکن قرآن کریم کا کوئی حصہ نازل نہیں ہوا۔

هُدًى لِّلنَّاسِ یہ قرآن پاک لوگوں کے لیے ہدایت ہے مگر وہ شخص کہ جو خالی الذہن ہو اور اگر اور چیزوں سے دماغ بھرا ہوا ہو تو پھر مشکل ہے۔اس کو تم اس طرح سمجھو کہ پیالہ خالی ہے اس میں تم ہیرے اور موتی ڈالو تو آئیں گے۔اور اگر پیالہ خشک گوبر سے بھرا ہوا ہو تو موتی نیچے گر جائیں گے۔معاف کرنا ہمارے دل اس وقت گناہوں کے گوبر سے بھرے ہوئے ہیں اس واسطے صحیح بات ہمارے برتن میں نہیں آتی، نیچے گر جاتی ہے۔اگر ہمارے برتن خالی ہوں تو پھر یہ موتی ضرور اس میں آسکتے ہیں۔ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى اور ہدایت کی واضح دلیلیں ہیں وَالْفُرْقَانِ اور یہ قرآن پاک حق و باطل کے درمیان فیصلہ کرنے والی کتاب ہے فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ پس جو شخص تم میں سے اس مہینے میں گھر میں موجود ہو فَلْيَصُمْهُ اس کو روزہ رکھنا چاہیے وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اور جو بیمار ہے اَوْ عَلٰى سَفَرٍ یا سفر پر ہے فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ پس وہ گنتی پوری کرے دوسرے دنوں کی۔ جتنے روزے سفر میں یا بیماری میں چھوڑے ہیں اتنے اس کو رکھنے پڑیں گے۔ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ اللہ تعالیٰ تمھارے بارے میں آسانی کا

ارادہ فرماتے ہیں۔ دیکھو! یہ کتنی آسانی ہے کہ یہ نہیں فرمایا کہ چاہے بیمار ہو روزے رکھو چاہے مرجاؤ۔ اسی طرح سفر میں بھی اجازت دی ہے۔ اگر تنگی کا حکم دیتا تو فرماتا چاہے مرجا روزہ رکھ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ اور تمھارے بارے میں رب تنگی کا ارادہ نہیں فرماتے۔ اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی عبادت لازم نہیں فرمائی کہ جس میں تم تنگی محسوس کرو وَلِتُکْمِلُوا الْعِدَّۃَ یہ دوسرے دنوں میں روزہ قضا کرنے کا حکم اس واسطے ہے تاکہ تم روزوں کی گنتی پوری کرو۔ جتنے روزے تم نے بیماری یا سفر میں چھوڑے ہیں وہ رکھلو تاکہ تمھارے روزے انتیس یا تیس پورے ہوجائیں وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ اور تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو عَلٰی مَاھَدٰىکُمْ اُس چیز پر جو رب نے تمھیں ہدایت دی ہے۔

ہر وقت رب تعالیٰ کی حمد وثنا ہونی چاہیے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ چار کلمے بڑے بہترین ہیں سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ ہر وقت پڑھتے رہنا چاہیے وضو ہو یا نہ ہو۔ اور عورتیں ان دنوں میں بھی پڑھ سکتی ہیں جن دنوں میں ان کو نماز کی معافی ہے۔ نماز نہیں پڑھ سکتیں مگر درود شریف پڑھ سکتی ہیں، رب تعالیٰ کا ذکر بھی کرسکتی ہیں وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ اور تاکہ تم رب تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تمھاری ظاہری باطنی تکلیفیں دور فرمائی ہیں اور تمھیں ہدایت نصیب فرمائی ہے۔

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِۙ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ﴿۱۸۶﴾ اُحِلَّ لَكُمْ لَیْلَةَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآىٕكُمْؕ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَیْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْۚ فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ۪ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى یَتَبَیَّنَ لَكُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ۪ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَى الَّیْلِۚ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِی الْمَسٰجِدِؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَاؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ اٰیٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ﴿۱۸۷﴾ وَلَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَاۤ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِیْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴿۱۸۸﴾ ع ۲۳

وَاِذَا سَاَلَكَ اور جب پوچھتے ہیں آپ سے عِبَادِیْ میرے بندے عَنِّیْ میرے بارے میں فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ پس بے شک میں قریب ہوں اُجِیْبُ میں قبول کرتا ہوں دَعْوَةَ الدَّاعِ پکارنے والے کی پکار کو اِذَا دَعَانِ جب وہ مجھے پکارتا ہے فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ پس چاہیے کہ وہ میرا حکم مانیں وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ اور ایمان لائیں مجھ پر لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ تا کہ وہ سیدھی راہ پر آ جائیں اُحِلَّ لَكُمْ حلال کر دیا گیا

ہے تمھارے لیے لَيْلَةَ الصِّيَامِ روزوں کی راتوں میں الرَّفَثُ بے پردہ ہونا اِلٰى نِسَآئِكُمْ اپنی بیویوں کے ساتھ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وہ لباس ہیں تمھارا وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ اور تم لباس ہو ان کا عَلِمَ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ جانتا ہے اَنَّكُمْ بے شک تم كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ خیانت کرتے ہو اپنی جانوں کے ساتھ فَتَابَ عَلَيْكُمْ پس رجوع فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم پر وَعَفَا عَنْكُمْ اور درگزر کر دیا تم سے فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ پس اب تم مباشرت کرو ان سے وَابْتَغُوْا اور تلاش کرو مَا اس چیز کو كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ جو لکھ دی ہے اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا اور کھاؤ اور پیو حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ یہاں تک کہ نمایاں ہو جائے تمھارے لیے الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ سفید دھاگا مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ سیاہ دھاگے سے مِنَ الْفَجْرِ فجر سے ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ پھر پورا کرو تم روزے کو اِلَى الَّيْلِ رات تک وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ اور تم مباشرت نہ کرو ان عورتوں سے وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ جب ہو تم اعتکاف بیٹھنے والے فِي الْمَسٰجِدِ مساجد میں تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں فَلَا تَقْرَبُوْهَا پس تم ان کے قریب نہ جاؤ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اسی طرح کھول کھول کر بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ اٰيٰتِهٖ اپنے احکام لِلنَّاسِ لوگوں کے واسطے لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ تاکہ وہ پرہیزگار بن جائیں

وَلَا تَأْكُلُوْٓا اور نہ کھاؤ تم اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ ایک دوسرے کا مال آپس میں بِالْبَاطِلِ ناحق طریقے سے وَتُدْلُوْا بِهَآ اور نہ لے جاؤ تم وہ مال اِلَى الْحُكَّامِ حاکموں کے پاس لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ تا کہ کھاؤ تم کچھ حصہ لوگوں کے مالوں میں سے بِالْاِثْمِ ناحق طور پر وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ حالانکہ تم جانتے ہو۔

ماقبل سے ربط :

اس سے پہلے ذکر تھا وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ "اور تا کہ تم بڑائی بیان کرو اللہ تعالیٰ کی جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمھیں طریقہ سکھلایا ہے۔" اب یہاں اس بڑائی بیان کرنے کے آداب بتائے جا رہے ہیں کہ زور زور سے پکارنے کی ضرورت نہیں اس لیے کہ رب تعالیٰ قریب ہے۔ اس کو خشوع اور عاجزی کے ساتھ آہستہ ہی پکارو۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں اسی آیت کے ربط کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس سے پہلے بھی رمضان المبارک کے متعلق بعض احکام میں نرمی اور سہولت کا ذکر ہے اور اس کے بعد بھی اسی کا ذکر ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حال پر توجہ اور مہربانی فرماتا ہے۔ اسی مناسبت سے یہاں اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے اور دعا کو قبول کرنے کا ذکر فرمایا۔

رمضان المبارک میں بندوں کے نیک اعمال اور دعاؤں کی طرف توجہ عام حالات کی بہ نسبت زیادہ ہوتی ہے اس لیے یہاں بتا دیا کہ رب تعالیٰ قریب ہے اس کو جب بھی پکارو وہ تمھاری دعا کو سنتا اور قبول کرتا ہے۔

اللہ ذات وصفات ہر لحاظ سے قریب (ہر جگہ) ہے:

اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں تفسیر ابن کثیر وغیرہ میں لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک دیہاتی نے پوچھا اَقَرِیۡبٌ رَبُّنَا فَنُنَاجِیۡهِ "کیا ہمارا رب قریب ہے کہ ہم اس کو آہستہ پکاریں اَمۡ بَعِیۡدٌ فَنُنَادِیۡهِ یا دور ہے کہ ہم اس کو زور زور سے پکاریں۔" تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیۡ عَنِّیۡ فَاِنِّیۡ قَرِیۡبٌ اور جب آپ سے میرے بندے میرے بارے میں پوچھیں تو آپ ان سے کہہ دیں کہ بے شک میں قریب ہوں۔

ایک روایت میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور علیہ السلام سے پوچھا اَیۡنَ رَبُّنَا "ہمارا رب کہاں ہے؟" تو یہ آیت نازل ہوئی:

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیۡ عَنِّیۡ فَاِنِّیۡ قَرِیۡبٌ۔

اللہ تعالیٰ کو پکارنے اور دعا کرنے میں اصل یہ ہے کہ آہستہ پکارا جائے اس لیے کہ قرآن کریم میں ہے: اُدۡعُوۡا رَبَّكُمۡ تَضَرُّعًا وَّخُفۡیَةً [الاعراف:۵۵] "تم اپنے رب کو عاجزی سے اور آہستہ آہستہ پکارو۔" ہاں جہاں شریعت نے بلند آواز سے پکارنے کا کہا ہے وہاں بلند آواز سے پکارا جائے گا۔ جیسا کہ اذان اور اقامت میں اور ایام تشریق میں فرض نمازوں کے بعد تکبیرات تشریق اور مُحرِم کا تلبیہ کہنا وغیرہ۔ ہم نے اس مسئلہ کی تفصیل اپنی کتاب حکم الذکر بالجہر میں بیان کردی ہے۔ اس کا مطالعہ کریں۔

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیۡ عَنِّیۡ اور جب آپ سے پوچھیں میرے بارے میں فَاِنِّیۡ

قَرِیۡبٌ پس بے شک میں قریب ہوں۔ قریب کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ اپنی ذات اور علم وقدرت کے لحاظ سے قریب ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں سورۂ طلاق کے آخر میں ہے وَاَنَّ اللّٰہَ قَدۡ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیۡءٍ عِلۡمًا "بے شک اللہ تعالیٰ نے علم کے لحاظ سے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے۔" اور بخاری ومسلم وغیرہ کی روایت ہے حضرت ابوموسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ ایک غزوہ میں ہم رسول اللہ کے ساتھ تھے اور بلندی پر چڑھتے اور ڈھلوان میں اُترتے اور کسی وادی میں اُترتے وقت بلند آواز سے تکبیر کہتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمارے قریب آئے اور فرمایا لوگو! اپنے آپ پر نرمی کرو فَاِنَّکُمۡ لَا تَدۡعُوۡنَ عُمۡیًا وَّلَا غَائِبًا اس لیے تم کسی بہرے اور غیر موجود کو تو نہیں پکار رہے اِنَّمَا تَدۡعُوۡنَ سَمِیۡعًا بَصِیۡرًا بلکہ تم تو سمیع اور بصیر ذات کو پکار رہے ہو اِنَّ الَّذِیۡنَ تَدۡعُوۡنَ اَقۡرَبُ اِلٰی اَحَدِکُمۡ مِنۡ عُنُقِ رَاحِلَتِہٖ بے شک وہ ذات جس کو تم پکار رہے ہو وہ تو تمھاری سواری کی گردن سے بھی تمھارے زیادہ قریب ہے۔ اور قرآن کریم سورۃ قٓ میں ہے: وَنَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡہِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡدِ "کہ ہم انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔" تو اللہ تعالیٰ ذات اور صفات ہر لحاظ سے قریب ہے۔

اُجِیۡبُ دَعۡوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ میں قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی پکار کو جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ دعا کی قبولیت کے لیے جن باتوں کا ہونا ضروری ہے اگر آدمی نے ان باتوں کو پورا کیا تو ایسے آدمی کی دعا رائیگاں نہیں جاتی۔

- ان میں سے ایک بات یہ ہے کہ آدمی حلال رزق کھائے اور حرام کے قریب بھی نہ جائے۔
- اور دوسری بات یہ ہے کہ آدمی گناہ اور قطع رحمی کی دعا نہ کرے۔

✿ اور تیسری بات یہ ہے کہ پوری توجہ کے ساتھ دعا کرے۔

یہ ترمذی شریف کی روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبَلُ دُعَآءً مِنْ قَلْبٍ لَاهٍ غَافِلٍ "بے شک اللہ تعالیٰ غافل اور لہو ولعب میں مشغول دل کی دعا قبول نہیں کرتا۔" اور دعا کے سلسلے میں اس بات کو ملحوظ رکھنا بھی ضروری ہے کہ آدمی جلد بازی کا مظاہرہ نہ کرے کہ یوں کہنا شروع کرے کہ میں اتنا عرصہ رب تعالیٰ سے دعا کرتا رہا وہ میری دعا قبول ہی نہیں کرتا۔ اور پھر اس خیال سے دعا کرنا ہی چھوڑ دے۔ اور دعا کے قبول کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بندے کی دعا رائیگاں نہیں جاتی بلکہ یا تو اللہ تعالیٰ اس کی آرزو کے مطابق اس کو دے دیتے ہیں یا اس کا نعم البدل اس کو مل جاتا ہے یا اس کی دعا آخرت کا ذخیرہ بن جاتی ہے۔

فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ پس چاہیے کہ وہ میرا حکم مانیں۔ اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ بندے اپنی دعاؤں کی قبولیت کی درخواست مجھ سے کریں اس لیے کہ ان کی دعاؤں کو قبول کرنے والا میرے سوا کون ہوسکتا ہے۔ اور ایک مطلب یہ ہے کہ جیسے میں ہر وقت ان بندوں کی دعا قبول کرتا ہوں تو بندوں کو بھی چاہیے کہ وہ میری عبادت کریں اور میرا حکم ماننے سے اعراض نہ کریں بلکہ وہ میرا حکم مانیں۔

وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ اور چاہیے کہ وہ مجھ پر ایمان لائیں لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ تاکہ وہ سیدھی راہ پر آجائیں۔ سیدھی راہ پر آدمی اس صورت میں آسکتا ہے جب اللہ پر ایمان رکھے اور ہر مشکل میں اسی کو پکارے اور اسی کے احکام مان کر زندگی گزارے۔

روزہ کے بعض احکام :

اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ حلال کر دیا گیا ہے تمھارے

لیے روزوں کی راتوں میں اپنی بیویوں کے پاس جانا یعنی ان سے ہم بستری کرنا۔

اس رکوع کے شروع میں روزوں کے متعلق ذکر تھا پھر درمیان میں رمضان المبارک کی فضیلت اور اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرنے اور اس کا شکر ادا کرنے کا ذکر ہوا۔ اور پھر اللہ تعالیٰ سے متعلق عقیدہ بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ قریب ہے اور ہر پکارنے والے کی پکار کو سنتا ہے اور قبول کرتا ہے۔ اب پھر اسی مضمون کو بیان کیا جارہا ہے جو رکوع کی ابتداء میں شروع کیا گیا تھا اور روزوں سے متعلق بعض اور احکام بیان کیے جارہے ہیں۔

ابتداء اسلام میں قانون یہ تھا کہ رمضان المبارک میں عشاء کی نماز کے بعد کھانا پینا اور بیوی سے ہم بستری کرنا منع تھا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص روزہ کے افطار کے وقت یا بعد میں سو گیا تو اس کے لیے بھی کھانا پینا اور بیوی کے پاس جانا منع تھا۔

مسند احمد میں روایت ہے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ جب تک سوتے نہیں تھے اس وقت تک کھاتے پیتے اور بیویوں سے ہم بستری کرتے تھے اور جب کوئی سو جاتا تو پھر یہ چیزیں اس کے لیے منع تھیں۔ اسی دور میں انصار میں سے ایک آدمی حضرت حرمۃ بن قیس رضی اللہ عنہ جو کاشت کار تھے۔ وہ کام کاج سے تھکے ماندے افطار کے وقت گھر آئے اور بیوی سے کہا کیا کچھ کھانے کو ہے؟ بیوی نے کہا تیار تو نہیں البتہ میں کچھ انتظام کرتی ہوں۔ جب بیوی کھانا تیار کر کے لائی تو دیکھا کہ ان کی آنکھ لگ گئی اور سو گئے۔ ان کو سویا ہوا دیکھ کر بیوی پریشان ہوگئی اور ان کو بغیر کچھ کھائے پیے اگلے دن کا روزہ رکھنا پڑا۔ جب آدھا دن گزرا تو کمزوری کی وجہ سے ان پر بے ہوشی طاری ہوگئی۔ اس کا ذکر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے کیا گیا تو پھر یہ آیت نازل ہوئی جس میں یہ حکم نازل ہوا کہ تم فجر طلوع ہونے تک کھا پی سکتے ہو۔

اور بخاری شریف میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رمضان کے روزوں کا حکم ہوا تو سارا رمضان بیویوں سے ہم بستری منع تھی مگر کچھ لوگ برداشت نہ کر سکے اور رات کو بیویوں کے پاس چلے گئے اور اپنے آپ سے خیانت کر بیٹھے تو پھر آیت کا یہ حصہ نازل ہوا: عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم اپنی جانوں سے خیانت کرتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے تمھاری اس کارروائی کو معاف کر دیا اور تم پر رجوع فرمایا۔

اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ تمھارے لیے حلال کر دیا گیا ہے جماع کرنا اپنی عورتوں سے روزوں کی راتوں میں۔ الرَّفَثُ یہ کنایہ ہے جماع سے۔

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ وہ عورتیں تمھارے لیے لباس ہیں اور تم اُن کے لیے لباس ہو۔

میاں بیوی کے باہمی حقوق :

عورت اور مرد کو ایک دوسرے کے لیے لباس قرار دیا کہ جس طرح لباس زینت کا باعث ہے اسی طرح یہ بھی ایک دوسرے کے لیے زینت کا باعث ہیں۔ اور جس طرح لباس جسم کو چھپاتا ہے اسی طرح مرد وعورت بھی ایک دوسرے کے عیوب چھپاتے ہیں۔ اور جس طرح مرد لباس سے فائدہ اُٹھاتا ہے اور عورت لباس سے فائدہ اُٹھاتی ہے اور لباس اور جسم کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہوتی اسی طرح میاں بیوی بھی آپس میں کسی حائل کے بغیر ایک دوسرے سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ اس لیے ان کو ایک دوسرے کے حق میں لباس کہا گیا ہے۔ اور اسی لیے منع کیا گیا کہ عورت اپنی سہیلیوں میں بیٹھ کر مرد کی راز کی باتیں بیان نہ کرے اور مرد کو بھی منع کیا گیا ہے کہ اپنے دوستوں میں اپنی بیوی کی راز

کی باتیں ہرگز بیان نہ کرے۔

عَلِمَ اللّٰہُ اَنَّکُمْ کُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَکُمْ فَتَابَ عَلَیْکُمْ وَعَفَا عَنْکُمْ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم اپنے آپ کے ساتھ خیانت کرتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے تم پر رجوع کیا اور تم سے درگزر کر دیا۔

رمضان المبارک میں رات کو اپنی بیویوں کے پاس جانے کی پابندی کے باوجود بعض لوگ برداشت نہ کر سکے اور بیویوں سے ہم بستری کر بیٹھے۔ جن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایات میں آتا ہے کہ یہ حضرات بھی تھے۔ بے شک ان سے یہ لغزش ہوئی مگر جب اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا تو اب کوئی آدمی ان پر طعن کے طور پر ان کی غلطی کو بیان نہیں کر سکتا۔ ہاں اس قسم کے واقعات بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم سے جہاں بھی غلطی ہوئی اور اس کا بیان قرآن کریم اور احادیث میں ہوا تو ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو معاف کر دینے کا ذکر بھی ہوا ہے۔ اس لیے کوئی شخص بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کی غلطیوں کو طعن کے طور پر بیان نہیں کر سکتا۔

فَالْئٰنَ بَاشِرُوْھُنَّ وَابْتَغُوْا مَا کَتَبَ اللّٰہُ لَکُمْ پس اب تم ان عورتوں سے مباشرت کر سکتے ہو اور تلاش کرو اس کو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے۔ میاں بیوی کا مقصد ہم بستری سے صرف شہوت کا پورا کرنا ہی نہیں ہونا چاہیے بلکہ مقصد نسلِ انسانی کی بقاء اور اولاد ہونی چاہیے۔ وَکُلُوْا وَاشْرَبُوْا اور کھاؤ اور پیو حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ یہاں تک کہ ظاہر ہو جائے تمہارے لیے سفید دھاگا سیاہ دھاگے سے فجر سے۔ یعنی فجر طلوع ہو جائے۔ ابتداء میں مِنَ الْفَجْرِ کا جملہ نازل نہیں ہوا تھا تو بخاری شریف وغیرہ کی روایات میں ہے کہ بعض

حضرات نے اپنی ٹانگوں سے سفید اور کالا دھاگا باندھ رکھا تھا اور پھر رات کو دیکھتے رہتے کہ دونوں دھاگوں میں فرق ظاہر ہوتا ہے یا نہیں۔

قرآن فہمی کے لیے سنت سے رجوع ضروری ہے :

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ تو میں نے اپنے سرہانے کے نیچے کالا اور سفید دھاگا رکھ لیا اور رات کو دیکھتا رہتا اور جب تک ان دونوں میں فرق نمایاں نہ ہوتا تو میں کھاتا پیتا رہتا۔ پھر میں نے اس کا ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تیرا سرہانا تو بڑا لمبا چوڑا ہے۔ ان دھاگوں سے مراد ظاہری دھاگے نہیں بلکہ کالے دھاگے سے مراد رات کی سیاہی اور سفید دھاگے سے مراد صبح کی سفیدی ہے۔ اور پھر مِنَ الْفَجْرِ کا جملہ نازل ہوا کہ رات کی تاریکی سے دن کی سفیدی واضح ہو جائے۔ اور یہ صبح صادق کے طلوع کا وقت ہے۔ تو اب اس وقت تک کھانے پینے اور جماع کی اجازت ہے خواہ رمضان کا روزہ افطار کر کے آدمی سو جائے یا نہ سوئے۔ ہر حال میں صبح صادق کے طلوع ہونے تک رمضان کی راتوں میں ان چیزوں کی اجازت ہے۔

آپ غور کریں کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عربی زبان کے ماہر تھے انھی کی زبان میں قرآن کریم نازل ہوا اور وہ براہِ راست حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شاگرد تھے۔ اس کے باوجود کئی مقامات میں وہ قرآنی آیات کا مفہوم از خود نہ سمجھ سکے جب تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی وضاحت نہ فرمائی۔ تو آج کے دور میں غلام احمد پرویز اور اس جیسے دیگر ملحد لوگ کیسے دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ہم احادیث کے بغیر ہی قرآن کریم کو سمجھ سکتے ہیں۔

ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ پھر تم پورا کرو روزے کو رات تک۔ پہلے روزہ شروع ہونے کا وقت بتایا گیا کہ فجر طلوع ہونے تک کھا پی سکتے ہو اور جب فجر طلوع ہو جائے تو کھانا پینا منع ہے اس لیے کہ روزے کا وقت شروع ہو گیا۔ اب روزے کا آخر وقت بیان کیا جا رہا ہے کہ رات شروع ہوتے ہی روزے کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور رات شروع ہوتی ہے جب سورج غروب ہو جائے۔

عورت گھر میں اعتکاف بیٹھے :

وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ اور تم ان عورتوں سے مباشرت نہ کرو جب کہ تم مساجد میں اعتکاف بیٹھے ہو۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے نیت کے ساتھ مسجد میں ٹھہرنے کو اعتکاف کہتے ہیں۔ مرد حضرات مسجد میں اعتکاف بیٹھیں گے اور عورتوں کے لیے مسئلہ یہ ہے کہ اپنے گھر میں جگہ بنا کر اعتکاف بیٹھ سکتی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مبارک دور میں حالات اچھے تھے۔ مردوں اور عورتوں میں اسلامی غیرت تھی اس لیے اس دور میں عورتیں مسجد میں اعتکاف بیٹھنے کی خواہش رکھتی تھیں اس لیے بعض ازواجِ مطہرات نے مسجد میں خیمے لگائے مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے منع فرما دیا۔

[بخاری: جلد 1، صفحہ 273]

اور باجماعت نماز پڑھنے کے لیے مساجد میں جاتی تھیں اس کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا وبیوتھن خیرلھن کہ ان کے گھر ان کے حق میں زیادہ بہتر ہیں۔ بعد میں حالات درست نہ رہے، خواہشاتِ نفسانیہ کا غلبہ ہو گیا۔ مردوں اور عورتوں میں پہلے جیسی غیرت نہ رہی تو آج کے دور میں عورتوں کو گھر ہی میں اعتکاف کا کہا جائے گا۔ مساجد میں ان کا اعتکاف بیٹھنا فتنہ سے خالی نہیں ہے۔

مرد مساجد میں اعتکاف بیٹھتے ہیں مسجد کے اندر تو عورت سے جماع کیا ہی نہیں جا سکتا اور مسجد سے باہر معتکف صرف قضائے حاجت وغیرہ کے لیے ہی جا سکتا ہے اور حاجاتِ ضروریہ میں جماع شامل نہیں ہے اس لیے جماع کے لیے مسجد سے باہر بھی نہیں جا سکتا۔ اس لیے فرمایا کہ تم مسجد میں اعتکاف بیٹھے ہوئے ہو تو اپنی عورتوں سے ہم بستری نہیں کر سکتے۔ نہ مسجد کے اندر اور نہ مسجد سے باہر۔ اعتکاف کی حالت میں عورتوں سے ہم بستری ممنوع ہے۔

تِلْكَ حُدُوْدُ اللهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدیں ہیں پس تم ان کے قریب نہ جاؤ۔ تفسیر بیضاوی وغیرہ میں ہے کہ منع کردہ احکام سے روکنے میں یہ کمال مبالغہ ہے کہ ان کے قریب بھی نہ جاؤ تا کہ غفلت سے کہیں ان حدوں کو توڑ ہی نہ دو۔ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اسی طرح کھول کھول کر بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی آیات کو لوگوں کے لیے تا کہ وہ پرہیز گار بن جائیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے یہ احکام بیان کیے ہیں اسی طرح اپنے دیگر احکام بھی صاف اور واضح طور پر بیان کرتا ہے تا کہ لوگ ان پر عمل کر کے پرہیز گار بن جائیں۔

رشوت ستانی کی مذمت :

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اور نہ کھاؤ تم اپنے مال آپس میں باطل طریقے سے۔ پہلے اس کا ذکر تھا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے اپنی آیات کھول کھول کر بیان کرتا ہے تا کہ وہ پرہیز گار بن جائیں۔ تو پرہیز گار بننے کے لیے حرام سے بچنا بھی ضروری ہے اس لیے فرمایا کہ کسی بھی باطل اور ناجائز طریقہ سے ایک دوسرے کے مال نہ کھاؤ۔ چوری، ڈاکا، رشوت، خیانت اور سود وغیرہ سب باطل طریقے ہیں ان سے بچو۔

تفسیر ابن کثیر میں روایت ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ میرے لیے دعا کریں کہ میں مستجابُ الدعا بن جاؤں۔ جب بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کروں تو وہ میری دعا قبول کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم مستجاب الدعا بننا چاہتے ہو تو حرام کے قریب نہ جاؤ۔ اس لیے کہ حرام کا ایک لقمہ کھانے سے آدمی چالیس دن دعا کی قبولیت سے محروم رہتا ہے۔

وَتُدْلُوْابِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ اور نہ لے جاؤ تم وہ مال حاکموں کے پاس تاکہ کھاؤ تم لوگوں کے مال کا کچھ حصہ ناحق طور پر۔ عام طور پر دیکھنے میں آیا ہے اور اخبارات میں بھی اس قسم کی خبریں شائع ہوتی رہتی ہیں کہ ایک فریق نے ناجائز طور پر کسی کی جائیداد پر قبضہ کرنے کے لیے مقدمہ دائر کر دیا ہے اور وکیل کو فیس دے کر یا جج کو رشوت دے کر مقدمہ جیت لیا۔ تو اس قسم کی حرکت سے منع فرمایا کہ ایسا مت کرو۔ بِالْاِثْمِ سے مراد ناجائز طریقہ خواہ جھوٹی شہادت یا جھوٹی قسم کے طور پر ہو یا کسی اور طریقہ سے وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ حالانکہ تم جانتے ہو کہ تمھاری یہ کارروائی ظالمانہ ہے۔

اگر حاکم تمھاری اس غلط کارروائی میں شریک ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم رشوت خور حاکموں کو جانتے ہوئے بھی انھی کے پاس ایسے مقدمات لے کر جاتے ہو تاکہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ کھالو۔

اور اگر حاکم تمھاری اس کارروائی میں شریک نہیں، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم تو جانتے ہو کہ تم نے دعویٰ غلط اور ناجائز دائر کیا ہے اور حاکم تو بے خبر ہے اور اس نے تو ظاہر کے لحاظ سے فیصلہ دینا ہے اور تم جھوٹی شہادت یا جھوٹی قسم کے ساتھ اپنے دعویٰ کو حاکم

کے سامنے ثابت کردو تو اس ساری کارروائی کا وبال تم پر ہی پڑے گا اس لیے کہ تم جانتے ہو۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ

قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ؕ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۸۹﴾ وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۱۹۰﴾ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ ۚ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ؕ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹۱﴾ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۲﴾ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ؕ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹۳﴾

يَسْـَٔلُوْنَكَ سوال کرتے ہیں تجھ سے عَنِ الْاَهِلَّةِ چاندوں کے بارے میں قُلْ کہہ دے هِيَ یہ جو چاند ہیں مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ لوگوں کے وقت پہچاننے کے لیے ہیں وَالْحَجِّ اور حج کے لیے وَلَيْسَ الْبِرُّ اور نہیں ہے نیکی بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ یہ کہ تم آؤ گھروں میں مِنْ ظُهُوْرِهَا ان کے عقب سے نقب لگا کر وَلٰكِنَّ الْبِرَّ اور لیکن نیکی مَنِ اتَّقٰى اس شخص کی ہے جو ڈرتا رہا وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا اور آؤ تم

اپنے گھروں میں ان کے دروازوں سے وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ تاکہ تم فلاح پاجاؤ وَقَاتِلُوْا اور لڑو فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
اللہ تعالیٰ کے راستے میں الَّذِيْنَ ان لوگوں سے يُقَاتِلُوْنَكُمْ جو
تمھارے ساتھ لڑتے ہیں وَلَا تَعْتَدُوْا اور تم تجاوز نہ کرو اِنَّ اللّٰهَ
بے شک اللہ تعالیٰ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ نہیں محبت کرتا تجاوز کرنے والوں
سے وَاقْتُلُوْهُمْ اور قتل کرو تم ان کو حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ جس جگہ تم
ان کو پاؤ وَاَخْرِجُوْهُمْ اور نکالو تم ان کو مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ
جس جگہ سے اُنھوں نے تمھیں نکالا ہے وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ اور فتنہ
زیادہ سخت ہے قتل سے وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ اور نہ لڑو تم ان سے عِنْدَ الْمَسْجِدِ
الْحَرَامِ مسجد حرام کے پاس حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ یہاں تک کہ وہ تم سے
لڑیں اس میں فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ پس اگر وہ لڑیں تمھارے ساتھ فَاقْتُلُوْهُمْ
پس تم ان کو قتل کرو كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اسی طرح بدلہ ہے کافروں کا
فَاِنِ انْتَهَوْا پس اگر وہ کفر اور شرک سے باز آجائیں فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ
پس بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے وَقٰتِلُوْهُمْ اور لڑو تم ان کے
ساتھ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ
لِلّٰهِ اور ہو جائے دین اللہ تعالیٰ کا فَاِنِ انْتَهَوْا پس اگر وہ باز آجائیں فَلَا
عُدْوَانَ پس نہیں ہے زیادتی اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ مگر ظالموں پر۔

نظامِ شمسی اور قمری :

دنیا میں دو قسم کے حساب چلتے ہیں ۔ ایک شمسی اعتبار سے ، دوسرا قمری اعتبار سے ۔ جو حساب قمری اعتبار سے ہوتا ہے وہ جب نیا چاند نظر آتا مہینہ شروع ہو جاتا ہے اور جب چاند ختم ہو جاتا ہے مہینہ ختم ہو جاتا ہے ۔ آگے نیا مہینہ شروع ہو جاتا ہے ۔ اور دوسرا شمسی اعتبار سے ہے جیسے: جنوری ، فروری ، مارچ وغیرہ لوگ اس سے حساب کرتے ہیں ۔ اور ہندوؤں نے اپنے الگ مہینے بنائے ہوئے تھے ، جیٹھ ہارڑ وغیرہ اور ان کا بھی تعلق سورج کے ساتھ ہے ۔ چاند جب پہلی رات نظر آتا ہے تو پہلی رات کے چاند کو ہلال کہتے ہیں اور دوسرے دن کے چاند کو قمر کہتے ہیں اور جب تیرھویں ، چودھویں ، پندرھویں کا ہو تو اس کو بدر کہتے ہیں ۔ ان تین راتوں کو چاند بڑا واضح ہوتا ہے اور اپنے عروج پر پہنچا ہوتا ہے ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لوگوں نے سوال کیا کہ حضرت یہ بتاؤ کہ چاند کبھی چھوٹا ہوتا ہے کبھی بڑا ہوتا ہے ، کبھی طلوع ہوتا ہے کبھی غروب ہوتا ہے ۔ یہ کیا چیز ہے ؟ تو اس کے بارے میں رب تعالیٰ فرماتے ہیں يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ۔ اَهِلَّةٌ هِلَال کی جمع ہے ۔ اور هِلَال کے معنیٰ ہیں چاند ۔ یہ تم سے سوال کرتے ہیں ان چاندوں کے بارے میں کہ ہر مہینے چاند چڑھتا ہے کبھی بڑا کبھی چھوٹا ہوتا ہے یہ کیا قصہ ہے ؟ قُلْ هِیَ مَوَاقِیْتُ ۔ مواقیت میقات کی جمع ہے اور میقات اس آلہ کو کہتے ہیں جس سے وقت کی شناخت ہو ۔ یہ وقت کی شناخت کے آلات ہیں یعنی ان کے ذریعے سے وقت کی شناخت ہوتی ہے لِلنَّاسِ لوگوں کے واسطے ۔ ان کے ذریعے لوگ عبادات کے اوقات پہچانتے ہیں ۔ مثلاً : روزہ ہے وہ بھی اس سے وابستہ ہے اور حج کا ذکر تو صراحتاً موجود ہے

وَالْحَجِّ اور حج بھی اس کے ساتھ وابستہ ہے۔ اسی طرح عورتوں کی جو عدت ہے وہ بھی چاند سے وابستہ ہے۔ چاند کے حساب سے ہی لوگ اپنا لینا دینا کرتے ہیں۔

زکوٰۃ قمری حساب سے دینا چاہیے :

اسی طرح زکوٰۃ کی ادائیگی بھی چاند سے وابستہ ہے۔ بارہا میں نے یہ مسئلہ عرض کیا ہے کہ تم اپنی زکوٰۃ کا حساب چاند کے سال کے ساتھ کرو۔ کیوں کہ جو دوسرا حساب ہے اس لحاظ سے پینتیس چھتیس سالوں کے بعد چاند کا ایک سال بڑھ جاتا ہے۔ تو ستر بہتر سالوں میں چاند کے دو سال بڑھ جائیں گے اور شمسی کم ہو جائیں گے۔ کئی اللہ تعالیٰ کے نیک بندے معمر ایسے ہیں کہ ان کی عمر نوے نوے سال ہے اور وہ با قاعدہ زکوٰۃ نکالتے ہیں۔ پس اگر وہ چاند کے اعتبار سے حساب کریں گے تو سال ضائع نہیں ہوگا ورنہ تقریباً چھتیس سال کے بعد چاند کے اعتبار سے ایک سال بڑھ جاتا ہے تو ایک سال کی زکوٰۃ رہ جائے گی۔ لہٰذا زکوٰۃ چاند کے سال کے حساب سے دینی چاہیے۔

مثال کے طور پر یکم رمضان کو تمھارا سال ختم ہوتا ہے یا یکم شوال کو ختم ہوتا ہے تو ہر سال اس وقت ادا کر دیا کرو۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ سب کو مال ایک ہی مہینے میں نہیں دیتا۔ کسی کو کسی مہینے ملا، کسی کو کسی مہینے ملا۔ تو جس کو جس مہینے میں ملا ہے وہ اسی مہینے میں اگلے سال صاحبِ نصاب ہوگا اور اسی مہینے کے اعتبار سے زکوٰۃ نکالے گا۔ اس واسطے زکوٰۃ کے لیے شریعت نے کوئی مہینہ مقرر نہیں کیا۔ اس واسطے کہ مال کے ہاتھ لگنے کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔ اس لیے مسئلہ یاد رکھو کہ جب اتنا مال تمھارے پاس آ جائے کہ جس کی مالیت ساڑھے باون تولے چاندی بنتی ہو جو اس وقت تقریباً ساڑھے چار ہزار بنتی ہے اور اس شخص پر قرض بھی نہ ہو اور گھر کی ضرورتیں بھی پوری ہیں۔ اب یہ شخص صاحبِ نصاب

ہوگیا۔ اس کو چاہیے کہ وہ تاریخ نوٹ کرے کہ فلاں مہینے کی فلاں تاریخ کو میرے پاس ساڑھے باون تولے چاندی کی مالیت کی رقم ہوگئی ہے تو آئندہ سال اسی تاریخ کو سال مکمل ہوگا بس اسی وقت زکوٰۃ ادا کردے۔ تو زکوٰۃ ادا کرنے کے لیے کوئی مہینہ شریعت کی طرف سے مقرر نہیں ہے، نہ رمضان کا نہ رجب کا۔

تو فرمایا یہ آپ سے سوال کرتے ہیں عَنِ الْاَهِلَّةِ چاندوں کے بارے میں کہ یہ کبھی چھوٹا ہوتا ہے کبھی بڑا ہوتا ہے۔ یہ قصہ کیا ہے؟ یہ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ قُلْ هِیَ مَوَاقِیْتُ آپ فرمادیں کہ یہ وقت کی شناخت کے آلے ہیں لِلنَّاسِ لوگوں کے لیے۔ اور حج بھی اسی کے ساتھ وابستہ ہے کہ جب ذوالحجہ کا چاند ہو تو حج کے دن آگئے۔ نویں تاریخ کو عرفات میں پہنچنا ہے۔ دسویں، گیارھویں، بارھویں تاریخ کو رکن کا طواف کرنا ہے۔ طوافِ افاضہ، طوافِ زیارت کرنا ہے۔ تو یہ چیزیں چاند کے ساتھ وابستہ ہیں۔ باقی جو نظام شمسی ہے اس کی تاریخوں کا علم تو صرف ان کو یاد رہنا ہے جو پکے حسابی ہیں جن لوگوں نے گھڑیاں رکھی ہوتی ہیں ان سے وقت معلوم کرتے ہیں اور عام لوگ تو تاریخ کے لیے کیلنڈر اور ڈائریاں دیکھتے ہیں یا گھڑی پر دیکھتے ہیں کہ آج کیا تاریخ ہے؟ اور چاند کے اعتبار سے حساب تو ہر آدمی سمجھ سکتا ہے برابر ہے کہ پڑھا ہوا ہے یا ان پڑھ ہے۔

زمانۂ جاہلیت کی ایک رسم :

پھر فرمایا وَلَیْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا۔ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا یہ دستور تھا کہ جب احرام باندھ کر گھر سے چل پڑے اور رقم بھول گئی یا کوئی ضروری چیز، کپڑا وغیرہ بھول گئے اور کچھ سفر کرنے کے بعد یاد آیا کہ فلاں ضروری چیز بھول آیا ہوں یاد آگئی اور لینے کے لیے واپس آتے اور احرام بھی باندھا ہوتا تو اب وہ گھر

میں دروازے سے داخل نہیں ہوتے تھے۔ کہتے کہ ہم نے احرام باندھنے کے بعد ابھی تک طواف نہیں کیا تو ان دروازوں سے ہم کس طرح داخل ہوں؟ تو پھر وہ اس طرح کرتے کہ چوروں کی طرح عقبی جانب سے دیوار توڑ کر داخل ہوتے تھے اور اپنا سامان لے لیتے اور چلے جاتے تھے۔

اب دیکھو! رب نے عقل دی ہے آدمی سوچے کہ اس کا فائدہ کیا ہے؟ بھئی! تم انسان ہو بھول گئے ہو تو دروازے سے داخل ہو اپنی چیز اُٹھالو اور سفر پر روانہ ہو جاؤ۔ یہ کیا مسئلہ ہے کہ میں نے احرام باندھا ہے اور ابھی تک طواف نہیں کیا لہٰذا دروازے سے اگر داخل ہوا تو گناہ گار ہو جاؤں گا۔ اور اگر کوئی دروازے سے داخل ہوتا تو اس کو وہ بُرا سمجھتے تھے۔

چنانچہ اسی طرح کا ایک واقعہ پیش آیا کہ ایک صحابی کوئی چیز بھول گئے۔ کچھ سفر کرنے کے بعد یاد آیا کہ میں تو بڑی اہم چیز گھر چھوڑ آیا ہوں اور تھے بھی قافلے کے ساتھ۔ اس لیے جلدی جلدی آئے کہ قافلے سے رہ نہ جاؤں اور دروازے سے داخل ہوئے، اپنا سامان لیا اور جلدی سے واپس چلے گئے قافلے کے ساتھ مل گئے۔ محلے والوں نے شور ڈالا کہ دیکھو عقبی جانب سے نہیں آیا، دروازے سے آیا ہے اور دروازے سے نکل گیا ہے۔ تو اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَيْسَ الْبِرُّ اور نہیں ہے نیکی بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا یہ کہ تم گھر میں عقبی جانب سے سوراخ کر کے آؤ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى لیکن نیکی ان کی ہے جو رب سے ڈرتے ہیں کیوں کہ نیکی رب تعالیٰ کے حکم ماننے میں ہے، رسم ورواج میں کوئی نیکی نہیں ہے وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا اپنے گھروں میں دروازوں سے آؤ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

تاکہ تم کامیابی اور فلاح پاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے جو احکام دیئے ہیں ان پر عمل کرو جو کہ عین فطرت کے مطابق ہیں۔

تذکرۂ صلح حدیبیہ اور لڑائی کی مشروط اجازت :

آگے دوسرا مسئلہ ہے۔ وہ یہ کہ ہجرت کے چھٹے سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تقریباً پندرہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ مکہ مکرمہ عمرہ کرنے کے لیے آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چلنے سے پہلے ایک خواب بیان فرمایا تھا جس کا ذکر قرآن پاک میں آتا ہے۔ وہ خواب یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد حرام میں داخل ہوئے ہیں، بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کی ہے اور پھر کچھ لوگ سر منڈا رہے ہیں اور کچھ بال کتروا رہے ہیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس خواب کا تذکرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کیا تو وہ بیت اللہ شریف کی محبت میں بے تاب ہو گئے اور انھوں نے یہی سمجھا کہ عن قریب بیت اللہ شریف کی زیارت نصیب ہوگی اور ہم اسی سال عمرہ کریں گے۔ کیوں کہ حج ابھی فرض نہیں ہوا تھا۔ کیوں کہ یہ بات ۶ ھ کی ہے اور اس وقت عمرہ ہی کیا جاتا تھا۔ اس سے پہلے مسلمانوں کی مکہ والوں سے بدر، احد اور خندق کی لڑائیاں ہو چکی تھیں۔ بدر کی لڑائی ہجرت کے دوسرے سال اور اُحد کی لڑائی تیسرے سال اور خندق کی لڑائی ہجرت کے پانچویں سال پیش آئی اور اسی کو غزوۂ احزاب بھی کہا جاتا ہے۔ اس لیے کہ مشرکین نے کئی قبائل کو اکٹھا کر کے اپنی قوت جمع کر کے مدینہ طیبہ پر حملے کا پروگرام بنایا تھا۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ عمرہ کے لیے روانہ ہوئے اور حدیبیہ کے مقام پر پہنچے تو مشرکین نے وہاں مسلمانوں کو روک لیا اور کہا کہ ہم آپ لوگوں کو

مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ حدیبیہ ایک کنواں تھا اور اسی کی وجہ سے وہاں کے گاؤں کا نام حدیبیہ مشہور ہو گیا اور یہ مکہ سے تقریباً آٹھ نو میل کے فاصلہ پر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ حدیبیہ کے مقام پر ٹھہرے اور وہاں سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو نمائندہ بنا کر بھیجا کہ مکہ والوں کو یقین دلائیں کہ ہم صرف عمرہ کے لیے آئے ہیں لڑائی وغیرہ کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ پہنچے تو مشرکین نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو روک لیا اور یہ خبر مشہور کر دی کہ عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے جو وہاں موجود تھے درخت کے نیچے بیعت لی جس کو بیعتِ رضوان کہتے ہیں اور اس کا ذکر سورۃ الفتح میں موجود ہے۔

پھر بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر غلط ہے اور وہاں کفار کی جانب سے سہیل بن عمرو نے صلح کی شرائط آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے طے کیں اور صلح ہو گئی۔ ان شرائط میں سے ایک شرط یہ تھی کہ اب مسلمان واپس چلے جائیں اور آئندہ سال عمرہ کے لیے آئیں اور صرف تین دن مکہ میں رہ سکیں گے اور مسلح ہو کر نہیں آئیں گے۔ مسلمانوں کو وقتی طور پر اس صلح کی وجہ سے پریشانی ہوئی مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو تسلی دی اور پھر اس صلح کی وجہ سے مسلمانوں کو بالآخر جو نتائج حاصل ہوئے وہ مسلمانوں کے حق میں بہت ہی بہتر تھے۔

جب صلح کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واپسی کا حکم دیا تو بعض صحابہ کو اشکال ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو خواب بیان فرمایا تھا کہ ہم نے طواف کیا ہے اور مکہ میں داخل ہوئے ہیں حالانکہ ہم تو مکہ میں داخل ہوئے بغیر ہی واپس جا رہے ہیں۔ تو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا میں نے یہ کہا تھا کہ ہم اسی سال مکہ میں داخل ہوں گے اور طواف کریں گے؟ تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ اسی سال کے بارے میں تو نہیں فرمایا تھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ضرور وہ دن آئے گا جب خواب پورا ہوگا اور ہم مکہ میں داخل ہو کر طواف کریں گے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو لے کر واپس تشریف لے گئے اور آئندہ سال عمرہ کی تیاری شروع کی تو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو اشکال ہوا کہ ہو سکتا ہے اس دفعہ بھی مشرکین ہمیں مکہ میں داخل ہونے سے روکیں اور اپنے عہد کو پورا نہ کریں اور لڑائی پر آمادہ ہو جائیں تو ہم کیا کریں گے؟ اس لیے کہ ہم تو احرام کی حالت میں ہوں گے اور احرام کی حالت میں لڑائی ممنوع ہے اور پھر یہ اشہر الحرم، حرمت والے مہینوں میں سے ذوالقعدہ حرمت والا مہینہ ہے اور اس وقت حرمت والے مہینں میں لڑائی منع تھی۔ اور پھر یہ بھی کہ مکہ مکرمہ حرم میں ہے اور حرم کے احاطہ میں لڑائی منع ہے اور کافر تو اس کی پروا نہیں کریں گے مگر ہم کیا کریں گے؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ اور تم اللہ کے راستے میں ان سے لڑو جو تمھارے ساتھ لڑتے ہیں وَلَا تَعْتَدُوْا اور تم زیادتی نہ کرو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ تمھارے ساتھ نہیں لڑتے بلکہ معاہدہ کی پابندی کرتے ہیں تو تم زیادتی مت کرو۔ اسی طرح جو لوگ تمھارے ساتھ نہیں لڑتے بوڑھے، بچے، عورتیں اور وہ لوگ جو تمھارے سامنے اپنے اسلام کا اظہار کریں ان کو مت قتل کرو اس لیے کہ یہ تمھاری جانب سے زیادتی ہوگی اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ بے شک اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں اور زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ اور تم جہاں بھی ان کو پاؤ ان کو قتل کرو اور ان کو وہاں سے نکالو جہاں سے اُنھوں نے تمھیں نکالا ہے۔اس میں مسلمانوں کے اشکال کو رفع کر دیا گیا کہ اگر کفار تمھارے ساتھ کیے گئے معاہدہ کی پابندی نہ کریں اور لڑائی پر آمادہ ہو جائیں تو تمھیں کوئی فکر نہیں کرنی چاہیے کہ حرم کا رقبہ ہے یا حرمت والا مہینہ ہے اور احرام کی حالت ہے۔ بلکہ تمھیں اجازت ہے کہ ایسی حالت میں تم ان کو جہاں پاؤ قتل کرو خواہ حرم میں ہوں یا حرم سے باہر ہوں ہر حالت میں اجازت ہے۔ اور اُنھوں نے تمھیں مکہ سے نکالا ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ تم ہجرت پر مجبور ہو گئے اس لیے تمھیں بھی اجازت ہے کہ ان کو وہاں سے نکالو جہاں سے اُنھوں نے تمھیں نکالا ہے۔

فتنہ سے مراد شرک :

وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ اور فتنہ تو قتل سے بھی زیادہ سخت ہے۔ تفسیر روح المعانی اور مظہری وغیرہ میں ہے کہ فتنہ سے مراد شرک ہے۔ یعنی جب وہ حرم کے رقبہ میں بیت اللہ کے اردگرد شرک سے باز نہیں آتے تو ان کا جرم زیادہ ہے اور ان کو قتل کرنا تو اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔ اس لیے تمھیں ان سے لڑنے میں کوئی تأمل نہیں ہونا چاہیے۔

وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ اور نہ لڑو تم ان کے ساتھ مسجد حرام کے پاس یہاں تک کہ وہ لڑیں تمھارے ساتھ اس میں۔

مومنوں کو منع کیا گیا کہ مسجد حرام کے پاس کفار سے لڑنے میں ابتدا نہ کرو البتہ اگر وہ حرم کے رقبہ کی پروا کیے بغیر تم سے لڑیں تو تم بھی ان کے ساتھ لڑ سکتے ہو فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ پس اگر وہ تمھارے ساتھ لڑیں تو تم بھی ان کے ساتھ لڑو كَذٰلِكَ جَزَآءُ

اَلْكٰفِرِيْنَ   اسی طرح ہے سزا کافروں کی۔ اس لیے کہ کافر سزا کے بغیر باز آنے والے نہیں ہیں۔

فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ   پس اگر وہ باز آ جائیں تو بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ باز آنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ کفر وشرک سے توبہ کرلیں اور اپنے سابق گناہوں کی معافی مانگ لیں۔

وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ   اور ان کافروں سے لڑائی کرو یہاں تک کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے اور دین خالص اللہ ہی کے لیے ہو جائے۔ کفر و شرک، ظلم و زیادتی یہ فتنے ہیں ان کو مٹا کر دینِ اسلام کو بلند کرنا مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔ اس لیے فرمایا کہ تم کافروں سے اس وقت تک لڑتے رہو جب تک فتنہ ختم نہیں ہو جاتا اور دین خالص اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں ہو جاتا۔

عدوان کا معنیٰ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک :

فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ   پس اگر وہ باز آ جائیں تو کوئی زیادتی نہیں ہے مگر ظالموں پر۔ عُدْوَانَ کا معنیٰ علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے کیا ہے "قتل کی سزا"۔ تو اس لحاظ سے مطلب یہ ہوگا کہ اگر یہ لوگ کفر وشرک اور مسلمانوں سے لڑائی وغیرہ سے باز آ جائیں تو ان کو قتل کی سزا نہ دو۔ اس لیے کہ قتل کی سزا تو ان لوگوں پر ہے جو ظالم ہیں اور اپنے کفر وشرک اور دیگر بُرے عقائد پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ اور جب یہ لوگ ان باتوں سے باز آ جائیں تو ظالم نہ رہے۔ اس لیے ان کو جہاد کے ذریعہ سے قتل کی سزا ابھی نہ دو۔

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ص وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾ وَاَنْفِقُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛ ج وَاَحْسِنُوْا ۛ ج اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۹۵﴾ وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ؕ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْىِ ج وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْىُ مَحِلَّهٗ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ج فَاِذَآ اَمِنْتُمْ قف فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْىِ ج فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِى الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ؕ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۹۶﴾ ع ۲۴ / ۸

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ عزت والا مہینہ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ عزت والے مہینہ کے بدلے ہے وَالْحُرُمٰتُ اور ساری عزت والی چیزیں قِصَاصٌ بدلے کی چیزیں ہیں فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ پس جو شخص زیادتی کرے تم پر فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ پس تم بھی اُس پر زیادتی کرو بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ جیسی کہ اُس نے زیادتی کی ہے تم پر وَاتَّقُوا اللّٰهَ

اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو وَاعْلَمُوْٓا اور جان لو اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ
کہ بے شک اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں کے ساتھ ہے وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
اور تم خرچ کرو اللہ کے راستے میں وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ اور نہ
ڈالو تم اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں وَاَحْسِنُوْا اور تم نیکی کرو اِنَّ اللّٰهَ
يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ بے شک اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے نیکی کرنے والوں کو
وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ اور تم پورا کرو حج اور عمرہ کو اللہ تعالیٰ کے لیے
فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ پس اگر تم روک دیئے گئے فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ
تو جو آسان ہو قربانی میں سے وہ کرو وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ اور نہ منڈاؤ
تم اپنے سروں کو حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ یہاں تک کہ پہنچ جائے قربانی
کا جانور اپنے حلال ہونے کی جگہ کو فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا پس جو شخص تم
میں سے بیمار ہو اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ یا اس کو تکلیف ہو اپنے سر میں
فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ تو فدیہ لازم ہے روزوں سے اَوْ صَدَقَةٍ یا صدقہ
ہے اَوْ نُسُكٍ یا قربانی ہے فَاِذَآ اَمِنْتُمْ پس جب تم امن پالو
فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ تو جس نے فائدہ اُٹھایا عمرہ کر کے حج کے ساتھ
فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ تو جو آسان ہو قربانی میں سے وہ کرے فَمَنْ لَّمْ
يَجِدْ پس جو شخص قربانی کا جانور نہ پائے فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ تو
تین دنوں کے روزے لازم ہیں حج کے دنوں میں وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ

اور سات روزے جب تم واپس لوٹ آؤ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ یہ دس ہو گئے پورے ذٰلِكَ یہ حکم لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ اس کے لیے ہے کہ نہ رہتے ہوں اس کے گھر والے حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ مسجد حرام کے قریب وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور تم ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ سے وَاعْلَمُوْٓا اور جان لو اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ کہ بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔

ربطِ آیات :

اس سے پہلے جہاد کا حکم تھا وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرو۔ اب ان آیات میں بھی جہاد کا ذکر ہے۔

ہجرت کے چھٹے سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تقریباً چودہ سو (۱۴۰۰) صحابہ کے ہمراہ عمرہ کے لیے تشریف لے گئے۔ مشرکین مکہ کو جب یہ معلوم ہوا تو اُنھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حدیبیہ کے مقام پر پہنچ چکے تھے اور یہ حرمت والے مہینوں میں سے ذی قعدہ کا مہینہ تھا۔ مشرکینِ مکہ اس کے دعوے دار تھے کہ ہم حرم مکہ اور حرمت والے مہینوں کا احترام کرنے والے ہیں اور ان حرمت والے مہینوں ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب میں لڑائی کو جائز نہیں سمجھتے۔ مگر اس دعویٰ کے باوجود اُنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حرمت والے مہینہ میں مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا اور اس کے لیے لڑنے مرنے پر تیار ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صورتِ حال کا جائزہ لے کر مشرکینِ مکہ کے ساتھ معاہدہ کیا اس کو صلح حدیبیہ کہا جاتا ہے۔

اس معاہدے کی شرائط میں سے ایک شرط یہ تھی کہ اب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عمرہ کیے بغیر واپس چلے جائیں اور آئندہ سال آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آ کر عمرہ کرلیں مگر تین دن سے زیادہ ٹھہرنے کی اجازت نہ ہوگی۔ معاہدہ مکمل ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو واپسی کا حکم دیا اور اسی حدیبیہ کے مقام پر احرام کھولے۔ اور ساتھ لائے گئے ہدی کے جانوروں کو ذبح کرنے کا حکم دیا اور واپس مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔

پھر جب اگلے سال اسی چھوڑے جانے والے عمرہ کی قضاء کے لیے مکہ مکرمہ جانے کا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارادہ فرمایا تو بعض صحابہ کے دل میں یہ خیال آیا کہ ہوسکتا ہے کہ مشرکین اپنے کیے ہوئے معاہدہ کا لحاظ نہ رکھیں اور ہمیں مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے روک دیں تو ہم کیا کریں گے؟ اللہ تعالیٰ نے ان کو تسلی دی اور فرمایا کہ اگر مشرکین ان حرمت والے مہینوں میں تمھارے ساتھ لڑیں تو تمھیں بھی اپنے دفاع میں ان سے لڑنے کی اجازت ہے۔

حرمت کے مہینوں میں لڑائی :

تفسیر کبیر اور مدارک وغیرہ میں مذکور ہے کہ حرمت والے مہینوں میں لڑائی کی پہلے اجازت نہیں تھی مگر بعد میں اس کی اجازت دے دی گئی۔ اس لیے اب ان مہینوں میں بھی کافروں کے ساتھ لڑائی جائز ہے۔

فرمایا اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ عزت والا مہینہ عزت والے مہینہ کے بدلے ہے۔ یعنی اگر گزشتہ سال مشرکین نے عزت والے مہینے کا کچھ لحاظ نہیں رکھا اور نہ ہی اُنھوں نے تمھارے احرام اور حرمِ مکہ کا لحاظ رکھا اور تمھارے ساتھ لڑنے مرنے کے لیے تیار ہوگئے تو اس وقت ان سے درگزر کیا گیا مگر اب ایسا نہیں ہے بلکہ اگر وہ تمھارا

راستہ روکیں تو ان کا مقابلہ کرو۔ اُنھوں نے حرمت والے مہینے کی پروانہیں کی تو جب تم ان کا مقابلہ کروگے تو تمھیں بھی اس کارروائی پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ گزشتہ سال کا عزت والا مہینہ اور اس سال کا عزت والا مہینہ عزت واحترام میں برابر ہیں۔ حرمت والے مہینہ کی عزت کا خیال رکھنے کے ساتھ ساتھ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ خیال بھی ہوا کہ احرام کی حالت ہوگی اور حرمِ مکہ ہوگا اور مشرکین کے ساتھ لڑائی کی صورت میں ان کی بے حرمتی بھی ہوگی تو فرمایا:

وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ کہ حرمت والی تمام چیزیں بدلے کی چیزیں ہیں کہ اگر کافر ان کی عزت کا لحاظ نہیں رکھتے تو بدلے میں تم بھی اس کی پروا نہ کرو بلکہ ان کو سزا دینے کے لیے ان کا مقابلہ کرو۔

آگے فرمایا: فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ پس حرم کے احاطہ میں حرمت والے مہینہ میں جب کہ تم احرام کی حالت میں ہو اس حال میں جو شخص تم پر زیادتی کرے اور تم سے لڑائی پر آمادہ ہو فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ تو تم بھی اُس پر اتنی ہی زیادتی کرو جتنی اُس نے تم پر کی ہے وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو کہ تم سے اس کے احکامات کی مخالفت نہ پائی جائے۔ نہ تو تم احرام کی حالت میں اور حرمِ مکہ میں اور عزت والے مہینوں میں ان مشرکین سے لڑائی میں پہل کرو اور نہ ہی ان کو حد سے زیادہ سزا دو بلکہ اللہ سے ڈرتے رہو اور وہی کچھ کرو جو کرنے کی تمھیں اجازت ہے۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ اور جان لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں کے ساتھ ہے۔ شرعی احکام کی پابندی کرنے والے ہی متقین ہوتے ہیں اور اللہ کی رضا انھی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے اور اس کی مدد انھی کے شاملِ حال ہوتی ہے۔

جہاد میں اخراجات بھی ہوتے ہیں۔ بلکہ مال ودولت کے بغیر عالم اسباب میں جہاد ہو ہی نہیں سکتا اس لیے حکم دیا گیا وَ اَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ اور خرچ کرو تم اللہ کے راستے میں اور نہ ڈالو اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں۔

وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ کا اصل مطلب :

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے روح المعانی میں ذکر کیا ہے کہ ابو عمران نے کہا ہم قسطنطنیہ میں رومیوں کے خلاف لڑائی میں شریک تھے۔ اس وقت مسلمانوں میں سے ایک آدمی دشمنوں کی صف میں گھس گیا اور ان پر حملہ کر دیا۔ تو اس صورتِ حال کو دیکھ کر کچھ لوگوں نے کہا کہ اس نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیا ہے۔

وہاں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ وہ اُٹھے اور فرمایا کہ تم نے اس آیت کی جو تعبیر کی ہے وہ درست نہیں ہے بلکہ یہ آیت تو ہمارے بارے میں یعنی انصار کے بارے میں نازل ہوئی۔ اور واقعہ یوں پیش آیا کہ ہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ منورہ میں تشریف لانے سے پہلے کھیتی باڑی کرنے والے اور باغات والے تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف لانے کے بعد ہم زیادہ تر جہاد میں رکت کرنے لگے اور کھیتی باڑی اور باغات کی جانب توجہ نہ رہی۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا فرمایا اور اسلام کے مددگار بکثرت ہو گئے تو ہم میں سے بعض نے ایک دوسرے کو رازدارانہ انداز میں کہا کہ ہمارے اموال ضائع ہو گئے ہیں اور اب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا فرما دیا ہے اور اس کے مددگار بکثرت ہو گئے ہیں۔ اب جہاد ہمارے بغیر بھی ہوتا رہے گا اس لیے ہم اپنی کھیتی باڑی اور باغات کی جانب پوری توجہ دے کر ان کو ضائع ہونے سے بچائیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیت نازل فرمائی وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى

التَّهۡلُكَةِ اور نہ ڈالو تم اپنے آپ کو ہلاکت میں یعنی جہاد اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنا چھوڑ کر ہلاکت میں نہ پڑو۔

تفسیروں میں اس آیت کی دو تفسیریں کی گئی ہیں۔ ایک تفسیر یہ ہے کہ بِاَیۡدِیۡكُمۡ بِاَنۡفُسِكُمۡ کے معنیٰ میں ہے۔ اس لحاظ سے معنیٰ یہ ہوگا کہ جہاد کو چھوڑ کر اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ اس لیے کہ جب تم لڑائی کو چھوڑ دو گے تو کافر تم پر غالب آ جائیں گے اور وہ غالب آ کر تمھیں قتل کرنے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ اسی طرح تفسیروں میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ اصل میں ہے لَا تُلۡقُوۡا اَنۡفُسَكُمۡ بِاَیۡدِیۡكُمۡ اِلَی التَّهۡلُكَةِ کہ تم اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو یعنی جہاد کو چھوڑ کر خود اپنے ہاتھوں اپنی ہلاکت کا سامان پیدا نہ کرو۔

دوسری تفسیر یہ کی گئی ہے کہ اللہ کے راستے میں خرچ کرتے رہو۔ اگر نہیں کرو گے تو پھر ہلاکت میں پڑو گے۔ اس لیے کہ جب اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرو گے تو عالم اسباب میں اسلحہ کہاں سے آئے گا اور مجاہدین کی خوراک وغیرہ کا انتظام کیسے ہوگا؟ جب یہ نہیں ہوگا تو جہاد نہیں کرسکو گے اور ہلاکت میں مبتلا ہو جاؤ گے۔

وَاَحۡسِنُوۡا اور تم احسان کرو۔ احسان عبادات میں بھی کرو اور معاملات میں بھی۔ عبادات میں احسان یہ ہے کہ انتہائی خشوع اور عاجزی سے عبادات کرو جیسا کہ بخاری و مسلم وغیرہ کی روایت میں ہے۔ یہ روایت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس انسانی شکل میں حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسلام، ایمان، احسان اور قیامت کے بارے میں سوالات کیے۔ اسی روایت میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا اَخۡبِرۡنِیۡ عَنِ الۡاِحۡسَانِ کہ آپ مجھے احسان کے

بارے میں بتائیں کہ احسان کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اَنۡ تَعۡبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنۡ لَّمۡ تَكُنۡ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح خشوع اور عاجزی سے کر کہ تو اس کو دیکھ رہا ہے۔ پس اگر تو اس کو نہیں دیکھ رہا تو یقین کر لے کہ وہ تجھے ضرور دیکھ رہا ہے۔ اور معاملات میں احسان یہ ہے کہ ہر فرد کے ساتھ اس کی حیثیت کے مطابق اچھا سلوک کرو۔

مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى كَتَبَ الۡاِحۡسَانَ عَلٰى كُلِّ شَيۡءٍ فَاِذَا قَتَلۡتُمۡ فَاَحۡسِنُوا الۡقِتۡلَةَ وَاِذَا ذَبَحۡتُمۡ فَاَحۡسِنُوا الذِّبۡحَةَ وَلۡيُحِدَّ اَحَدُكُمۡ شَفۡرَتَهٗ وَيُسۡرِعۡ ذَبِيۡحَتَهٗ بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے معاملہ میں احسان کا حکم دیا ہے پس جب تم کسی کو قتل کرو تو قتل میں اچھا انداز اختیار کرو اور جب تم کسی جانور کو ذبح کرو تو ذبح بھی اچھی طرح کرو اور جانور کو ذبح کرنے سے پہلے اپنی چھری کو اچھی طرح تیز کر و اور اپنے ذبیحہ کو آرام پہنچاؤ۔ اور یہاں میں بھی اسی کا حکم دیا گیا ہے کہ قرابت داروں، مسکینوں، محتاجوں اور اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُحۡسِنِيۡنَ بے شک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

وَاَتِمُّوا الۡحَجَّ وَالۡعُمۡرَةَ لِلّٰهِ اور تم پورا کرو حج اور عمرہ کو اللہ تعالیٰ کے لیے۔ اس رکوع کی ابتداء میں ذکر تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چاند کے بارے میں پوچھتے ہیں قُلۡ هِيَ مَوَاقِيۡتُ لِلنَّاسِ وَالۡحَجِّ تو آپ کہہ دیں کہ یہ اوقات ہیں لوگوں کے لیے اور حج کے لیے۔ اب یہاں سے حج اور عمرہ کے کچھ مسائل بیان کیے جا رہے ہیں۔ حج کے پانچ دن ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ ذوالحجہ ہیں۔ ان ایام میں عمرہ کرنا مکروہ ہے۔ اور ان پانچ دنوں

کے علاوہ سارا سال عمرہ کرنا جائز ہے اور رمضان المبارک میں عمرہ کرنے کا ثواب زیادہ ہے۔

بخاری اور مسلم میں روایت ہے کہ رمضان المبارک میں عمرہ کرنا حج کے برابر ثواب رکھتا ہے۔ پانچ دنوں میں عمرہ کرنا مکروہ ہے۔ اس لیے کہ جو شخص حج کے دنوں میں عمرہ کرے گا وہ افضل عمل یعنی حج کو چھوڑ کر ادنیٰ عمل یعنی عمرہ کو اختیار کرے گا تو یہ مکروہ ہے مگر عمرہ ہو جائے گا۔

اب اس آیت میں حکم دیا جارہا ہے کہ اگر کسی نے حج یا عمرہ کا احرام باندھ لیا تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اس کو پورا کرے ادھورا نہ چھوڑے۔ اس لیے کہ احرام باندھنے کے ساتھ اس کا مکمل کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ ہاں اگر تمھیں روک دیا جائے تو پھر معاملہ جدا ہے کہ وقتی طور پر اس کو توڑ دو جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ میں عمرہ توڑ دیا تھا۔ مگر اس کی قضا ضروری ہے جیسا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قضا کی تھی۔ اس لیے آگے حکم دیا

فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَیْسَرَ مِنَ الْھَدْیِ پس اگر تم روک دیئے گئے تو قربانی کے جانوروں میں جو آسانی سے میسر ہو اس کی قربانی کرو۔ احصار کا مطلب یہ ہے کہ تم آگے سفر جاری نہ رکھ سکو بلکہ روک دیئے جاؤ۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ احصار دشمن کے خوف سے بھی ہوتا ہے اور بیماری، لنگڑا پن اور نفقہ کے ختم ہو جانے کی صورت میں بھی ہو سکتا ہے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ احصار صرف دشمن کے خوف کی وجہ سے ہو سکتا ہے۔ یعنی دشمن روک دے آگے نہ جانے دے تو یہ احصار ہے اس کے علاوہ بیماری وغیرہ کی وجہ سے احصار نہیں ہوگا۔ اور انھوں نے دلیل میں یہ فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو

دشمنوں نے روکا تھا اور اس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرہ کو توڑ دیا تھا۔تو یہ احصار ہے۔
اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ تو ایک واقعہ ہے اس میں احصار کے اسباب میں سے ایک سبب کا ذکر ہے۔اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے علاوہ باقی اسباب کی وجہ سے احصار نہیں ہوتا۔

وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ اور نہ منڈاؤ تم اپنے سروں کو حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ یہاں تک کہ پہنچ جائے وہ قربانی کا جانور اپنے حلال ہونے کی جگہ پر اور حلال ہونے کی جگہ حرم ہے۔اس لیے کہ سورۃ الحج آیت نمبر ۳۳ میں ہے ثُمَّ مَحِلُّهَا اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ "پھر ان کے حلال ہونے کی جگہ پرانا گھر ہے۔" قربانی حرم کے علاقے میں کرنی ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جہاں احصار ہوا، روکا گیا ہے، وہی قربانی کا محل ہے۔جہاں رکاوٹ واقع ہوئی ہے وہیں قربانی کر دے۔وہ یہ دلیل دیتے ہیں کہ ۶ھ میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حدیبیہ کے مقام پر روکا گیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہیں قربانی کر کے احرام کھول دیا تھا۔امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ حرم کے ساتھ متصل ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قربانی حرم میں کی تھی لہٰذا قربانی حرم میں ہوگی۔اس کی صورت یہ ہوگی کہ دوسرے جانے والے کے ہاتھ قربانی بھیج دی جائے گی اور اس سے طے کر لیا جائے گا کہ فلاں دن، فلاں وقت تو نے حدودِ حرم میں قربانی کرنی ہے۔پھر طے شدہ پروگرام کے مطابق جب سمجھے کہ قربانی ہوگئی ہے تو احرام سے نکل آئے (یہ اس زمانے کی بات ہے جب موجودہ مواصلاتی نظام نہیں تھا۔اب نقد رقم دے دے گا وہیں سے خرید کر ذبح کر کے فون پر بتا دے گا کہ آپ کی قربانی ہوگئی ہے

اور محصر احرام سے نکل آئے گا۔ از مرتب) اور احرام میں کچھ چیزیں ممنوع ہیں مثلاً: سلا ہوا کپڑا نہیں پہن سکتا، سر نہیں ڈھانپ سکتا، خوشبو نہیں لگا سکتا، بال اور ناخن نہیں کاٹ سکتا، بیوی کے پاس نہیں جا سکتا، شکار نہیں کھیل سکتا خشکی وغیرہ کا۔ لیکن اگر کوئی مجبوری ہو اور احرام سے نکلنے سے پہلے سر منڈانا پڑ جائے تو اس کے متعلق فرمایا فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا پس جو شخص تم میں سے بیمار ہو اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ یا اس کو تکلیف ہو اپنے سر میں کہ سر میں زخم آ گیا ہے یا جوئیں اتنی زیادہ پڑ گئی ہیں کہ سر منڈوانے کی ضرورت پڑ گئی فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ تو فدیہ لازم ہے روزوں سے یا صدقہ ہے یا قربانی ہے۔ فدیہ میں ان چیزوں کا اختیار ہے جو آسان ہو اختیار کر لے۔ چاہے تین دن روزے رکھے، چاہے تین صاع گندم چھ مسکینوں کو دے۔ ہر مسکین کو نصف صاع دے یا ایک بکری کی قربانی دے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ حضرت کعب بن عمرہ ہانڈی کے نیچے آگ جلا رہے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس سے گزرے، دیکھا جوئیں اس کے سر سے منہ پر گر رہی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا یہ تجھے تکلیف پہنچا رہی ہیں؟ کہنے لگے ہاں! مگر میں احرام میں ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حلق کرا لے اور چھ مسکینوں کو تین صاع صدقہ دے دے۔

فرمایا فَاِذَآ اَمِنْتُمْ پس جب تم امن پا لو فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ پس جس نے فائدہ اُٹھایا عمرہ کر کے حج کے ساتھ یعنی پہلے عمرہ کیا پھر حج کیا ایک سفر میں۔ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ تو جو آسان ہو قربانی میں سے وہ کرے۔ یہ دم شکر ہے کہ ایک سفر میں عمرے کی سعادت بھی حاصل کی اور حج کی سعادت بھی حاصل کی۔ شکریے کے

طور پر قربانی دے۔اس کا گوشت خود بھی کھا سکتا ہے اور دوسروں کو بھی کھلا سکتا ہے۔اگر قربای دینے کی طاقت نہیں ہے یا ملی نہیں ہے تو فرمایا فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ پس جو شخص نہ پائے قربانی کا جانور فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ تو تین دنوں کے روزے لازم ہیں حج کے دنوں میں سات، آٹھ، نو کو رکھے وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ اور سات روزے جب تم واپس لوٹو گھر کو۔حج کے دنوں کے ختم ہونے کے بعد اگر حرم میں ٹھہر گیا ہے تو وہاں بھی رکھ سکتا ہے واپسی پر راستے میں بھی رکھ سکتا ہے اور گھر آ کر بھی رکھ سکتا ہے۔

فرمایا تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ یہ دس ہو گئے پورے ذٰلِكَ یہ حج تمتع اور قربانی لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اس کے لیے ہے کہ نہ رہتے ہوں اس کے گھر والے مسجد حرام کے قریب یعنی مسجد حرام کے پاس رہنے والے نہ ہوں۔ حج تمتع اس آدمی کے لیے جائز ہے جو حدود حرم کا رہنے والا نہ ہو وہاں کے رہنے والوں کے لیے عمرہ کرنا کوئی مشکل نہیں ہے جب چاہیں حدودِ حرم سے باہر جا کر احرام باندھ کر مکہ مکرمہ آ کر عمرہ کر لیں۔

فرمایا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور تم ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ سے کہ اس کی نافرمانی نہ کرو وَ اعْلَمُوْٓا اور جان لو اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ کہ بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے اگر تم نافرمانی کرو گے۔لہٰذا اس کے احکامات پر عمل کرو۔

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ
الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا
مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۫ وَ
اتَّقُوْنِ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿١٩٧﴾ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا
فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ
عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۠ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ
قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿١٩٨﴾ ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ
وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٩٩﴾ فَاِذَا قَضَيْتُمْ
مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ؕ فَمِنَ
النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ
خَلَاقٍ ﴿٢٠٠﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي
الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿٢٠١﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا
كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿٢٠٢﴾ النصف

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ حج کے مہینے ہیں معلوم فَمَنْ فَرَضَ پس
جس نے لازم کرلیا فِيْهِنَّ ان مہینوں میں اَلْحَجَّ حج کو فَلَا رَفَثَ
پس وہ فحش گوئی نہ کرے وَلَا فُسُوْقَ اور نہ کوئی نافرمانی کرے وَلَا
جِدَالَ اور نہ جھگڑا کرے فِي الْحَجِّ دورانِ حج وَمَا تَفْعَلُوْا اور
جو بھی تم کروگے مِنْ خَيْرٍ بھلائی سے يَعْلَمْهُ اللّٰهُ اس کو اللہ تعالیٰ

جانتا ہے وَتَزَوَّدُوْا اور لے لو تم سفر خرچ فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی
پس بہترین سفر خرچ ہے بچنا وَاتَّقُوْنِ اور مجھ سے ڈرو یٰٓاُولِی الْاَلْبَابِ
اے عقل مندو! لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ نہیں ہے تم پر کوئی گناہ اَنْ تَبْتَغُوْا
یہ کہ تلاش کرو تم فَضْلًا مِّنْ رَّبِّکُمْ اپنے رب کی طرف سے فضل فَاِذَآ
اَفَضْتُمْ پس جس وقت تم لوٹو مِّنْ عَرَفٰتٍ عرفات سے فَاذْکُرُوا
اللّٰهَ پس ذکر کرو تم اللہ کا عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ اُس گھاٹی کے پاس جو
عزت والی ہے وَاذْکُرُوْهُ اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو کَمَا هَدٰىکُمْ
جیسے اُس نے تمھیں تعلیم فرمائی ہے وَاِنْ کُنْتُمْ اور بے شک تھے تم مِّنْ
قَبْلِهٖ اس سے پہلے لَمِنَ الضَّآلِّیْنَ گمراہوں میں سے ثُمَّ اَفِیْضُوْا
پھر واپس ہو مِنْ حَیْثُ اَفَاضَ النَّاسُ اس جگہ سے جہاں سے لوٹتے ہیں
لوگ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو اِنَّ اللّٰهَ بے
شک اللہ تعالیٰ غَفُوْرٌ بخشنے والا رَّحِیْمٌ مہربان ہے فَاِذَا
قَضَیْتُمْ جس وقت تم ادا کرلو مَّنَاسِکَکُمْ اپنے حج کے افعال
فَاذْکُرُوا اللّٰهَ پس ذکر کرو تم اللہ تعالیٰ کا کَذِکْرِکُمْ اٰبَآءَکُمْ جیسے تم ذکر
کرتے ہو اپنے باپ دادوں کا اَوْ اَشَدَّ ذِکْرًا یا اس سے بھی زیادہ ذکر
فَمِنَ النَّاسِ پس لوگوں میں سے وہ بھی ہیں مَنْ یَّقُوْلُ جو کہتے ہیں
رَبَّنَآ اے ہمارے رب اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا دے دے ہمیں دنیا میں ہی

وَمَالَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ اور نہیں ہے ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ
وَمِنْهُمْ اور ان میں سے وہ بھی ہیں مَّنْ یَّقُوْلُ جو کہتے ہیں رَبَّنَآ
اے ہمارے رب اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً دے ہمیں تو دنیا میں بھلائی وَّفِی
الْاٰخِرَةِ اور آخرت میں بھی حَسَنَةً بھلائی وَّقِنَا اور بچا تو ہمیں
عَذَابَ النَّارِ دوزخ کے عذاب سے اُولٰٓئِكَ وہ لوگ ہیں لَهُمْ
ان کے لیے نَصِیْبٌ حصہ ہوگا مِّمَّا كَسَبُوْا اس چیز سے جو اُنھوں
نے کمائی ہے وَاللّٰهُ سَرِیْعُ الْحِسَابِ اور اللہ تعالیٰ جلدی حساب لینے والا
ہے۔

12

حج اور عمرہ کے احکام :

اس سے پہلی آیات میں حج اور عمرے کا ذکر تھا وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ اور حج اور عمرہ مکمل کرو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے۔ اور اب حکم ہے اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ کہ حج کے مہینے معلوم اور مقرر ہیں۔ شوال اور ذوالقعدہ کا مہینہ اور ذوالحجہ کی تیرھویں تاریخ تک۔ یہ تقریباً اڑھائی مہینے ہیں جو حج کے مہینے ہیں۔ حج کے مہینے ہونے کا یہ معنیٰ ہے کہ عیدالفطر کا چاند نظر آجانے کے بعد یکم شوال کو اگر کوئی شخص حج کا احرام باندھے تو اس کا یہ احرام باندھنا صحیح ہے۔ اور اگر اس سے پہلے حج کا احرام باندھے تو وہ مکروہ ہے۔ اور احرام باندھنے کے بعد جو احکام حج ہیں وہ اس پر لازم ہو گئے ان پر اس کو عمل کرنا پڑے گا۔

فَمَنْ فَرَضَ فِیْهِنَّ الْحَجَّ پس جس نے ان مہینوں میں حج کو اپنے اُوپر لازم کر لیا۔ یعنی احرام باندھ لیا تو اس کو ان چیزوں کی پابندی کرنا پڑے گی جن کا آگے ذکر ہے۔

[۱] فَلَا رَفَثَ پس وہ فحش گوئی نہ کرے۔ رَفَثَ کے معنیٰ بے حجاب گفتگو کرنا۔ جیسے بسا اوقات میاں بیوی آپس میں بے حجاب باتیں کرتے ہیں۔ تو احرام کی حالت میں ان باتوں کے کرنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ اور رَفَثَ کے معنیٰ بیوی کے ساتھ ہم بستر ہونے کے بھی ہیں۔ تو احرام کی حالت میں ہم بستری بھی نہیں کرسکتا۔

[۲] وَلَا فُسُوقَ اور کوئی نافرمانی بھی نہ کرے۔ جس طرح نماز میں تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد کھا پی نہیں سکتا، بول نہیں سکتا، کسی کو سلام نہیں کرسکتا اور سلام کا جواب نہیں دے سکتا، چل پھر نہیں سکتا، اِدھر اُدھر دیکھ نہیں سکتا۔ اسی طرح حج میں احرام ہے کہ احرام باندھنے کے بعد اس پر پابندیاں لازم ہو جاتی ہیں۔ مثلاً: سر نہیں ڈھانپ سکتا، مونچھیں نہیں کٹوا سکتا، ناخن نہیں کٹوا سکتا، بدن کے بال دور نہیں کرسکتا، سلا ہوا کپڑا نہیں پہن سکتا، خوشبو نہیں لگا سکتا، جوں نہیں مار سکتا، مچھر نہیں مار سکتا، شکار نہیں کھیل سکتا۔

[۳] فرمایا: وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ اور نہ جھگڑا کرے حج کے دوران میں۔ جھگڑنا ویسے بھی بُری چیز ہے مگر احرام باندھنے کے بعد زیادہ گناہ ہے۔ لیکن ہم نے آنکھوں سے دیکھا ہے کہ نادان قسم کے لوگ جب حجر اسود کے پاس جاتے ہیں (حجر اسود کو بوسہ دینے کا ہر ایک کو شوق ہوتا ہے) تو وہاں ایک دوسرے کو گھونسے مارتے ہیں، دھکے دیتے ہیں۔ جب کہ ایسا کرنا سخت گناہ ہے۔ کیوں کہ حجر اسود کو بوسہ دینا بعض فقہاء کے نزدیک سنت ہے اور بعض کے نزدیک فقط مستحب ہے (اور مومن کے ساتھ لڑنا اور دھکے دینا حرام ہے) تو مستحب فعل کے لیے مُکا بازی ہوتی ہے جو سخت گناہ ہے۔ یہ گناہ تو ہے ہی لیکن احرام اور کعبۃ اللہ اور مسجد حرام کی وجہ سے زیادہ گناہ ہے۔

وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ اور جو بھی تم اچھا کام کرو گے يَعْلَمْهُ اللهُ اللہ تعالیٰ

اس کو جانتا ہے۔ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ نیکیاں بھی، بدیاں بھی، ارادے بھی۔ اور بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے کہ یمن کے کچھ حاجی گھر سے حج کے لیے چلتے تھے مگر سفر خرچ ساتھ نہیں لے جاتے تھے اور کہتے نَحۡنُ الۡمُتَوَکِّلُوۡنَ "ہم اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل کرنے والے ہیں۔" اب ظاہر بات ہے کہ انسان، انسان ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ پیٹ لگایا ہے۔ گرمی، سردی بھی لگے گی، بھوک، پیاس بھی لگے گی۔ تو گھر سے تو بڑے اخلاص کے ساتھ نکلتے تھے، پیسا وغیرہ ساتھ نہیں لے جاتے تھے مگر جب بھوک لگتی تھی تو لوگوں کو تنگ کرتے تھے، ان سے مانگتے تھے۔ تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَتَزَوَّدُوۡا (اور جب تم حج کے لیے گھر سے جاؤ) سفر خرچ لے کر جاؤ فَاِنَّ خَیۡرَ الزَّادِ التَّقۡوٰی پس بے شک بہترین سفر خرچ یہ ہے کہ لوگوں سے سوال کرنے سے بچو۔ تم جو راستے میں مانگتے پھرو گے خود بھی پریشان ہو گے اور دوسروں کو بھی پریشان کرو گے۔ اس سے بہتر ہے کہ تم گھر سے خرچ لے کر جاؤ۔ یہ کوئی نیکی نہیں ہے کہ گھر سے تو خالی ہاتھ چل پڑو اور راستے میں لوگوں کو تنگ کرو۔

حج کا شوق تمام مسلمانوں کے دلوں میں ہوتا ہے لیکن بعض لوگ حج کے واسطے لوگوں سے مانگتے ہیں کہ میں حج کرنا چاہتا ہوں میری امداد کرو۔ تو اس سلسلے میں پہلی بات تو یہ ہے کہ جب رب نے تجھے پیسے نہیں دیئے اور حج تیرے اُوپر لازم نہیں ہے تو نہ خود مشقت میں پڑ اور نہ کسی کو مشقت میں ڈال۔ یہ ایسے ہی ہے کہ کوئی دیوانہ یہ کہے کہ میں غریب ہوں اور زکوٰۃ نہیں دے سکتا تم میری امداد کرو تاکہ میں مال دار ہو جاؤں اور زکوٰۃ دیا کروں۔ بھائی! یہ تو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

اسی طرح کسی غنی پر قربانی فرض نہیں، فطرانہ واجب نہیں اور وہ لوگوں سے مانگتا

پھرے کہ میری امداد کرو تاکہ میں قربانی کرنے اور فطرانہ دینے کے قابل ہو جاؤں۔ یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ ہاں! اگر اللہ تعالیٰ نے تجھے قربانی کرنے کی توفیق دی ہے تو قربانی کر اور فطرانہ دینے کی توفیق دی ہے تو فطرانہ دے۔ اگر توفیق نہیں ہے تو اللہ اللہ کر۔ اسی طرح حج کا مسئلہ ہے۔ اور حج کا مسئلہ تھوڑا سا مشکل ہے غور سے سمجھیں۔

حج کی بعض مشکلات:

وہ یہ کہ ایک غریب آدمی نے کسی سے حج کے لیے رقم مانگی (اور عموماً ایسے موقع پر لوگ زکوٰۃ دے دیتے ہیں۔) تو جب ایک آدمی نے پانچ ہزار دے دیئے زکوٰۃ میں سے پھر دوسرے نے دے دیئے زکوٰۃ میں سے پھر تیسرے نے دیئے زکوٰۃ میں سے۔ تو اس صورت میں جس شخص نے پہلے پانچ ہزار دیئے اس کی زکوٰۃ ادا ہوگئی۔ کیوں کہ اس وقت وہ مصرف تھا، مستحق تھا۔ اب اس کے بعد دوسرے نمبر پر جس نے دیئے اور تیسرے نمبر پر جس نے دیئے تو اس کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔ کیوں کہ پہلے پانچ ہزار مل جانے کے بعد وہ صاحبِ نصاب ہو گیا ہے (اس لیے کہ آج کل ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت تقریباً پانچ ہزار بنتی ہے۔) تو جب دوسرے نے پیسے دیئے تو اس وقت وہ مصرف نہیں رہا۔ کیوں کہ مسئلہ ہے کہ آدمی جس دن صاحبِ نصاب ہو جاتا ہے اسی دن سے وہ زکوٰۃ کا مصرف نہیں رہتا۔ تو اب جو رقم زکوٰۃ کی دوسرے شخص نے دی پھر تیسرے شخص نے دی پھر چوتھے نے دی کسی کی بھی زکوٰۃ ادا نہ ہوئی۔ کیوں جب پہلے شخص نے اسے پانچ ہزار روپے دیئے تو صاحبِ نصاب ہو گیا۔ تو صاحبِ نصاب کو زکوٰۃ دینا بھی حرام ہے اور اس کو زکوٰۃ لینا بھی حرام ہے۔ اور دینے والا ذمے سے فارغ نہیں ہوگا یعنی زکوٰۃ اس کے ذمے رہے گی۔ بہت سارے لوگ شرم سے کام لیتے ہیں، دین کی باتوں میں کوئی شرم نہیں

ہے۔لہٰذا جس شخص نے کسی کو زکوٰۃ کی رقم دینی ہے اس کو صاف صاف کہہ دے کہ بھائی! یہ زکوٰۃ کی رقم ہے اگر تو خود مصرف ہے تو استعمال کر لے ورنہ کسی اور جگہ دے دے جہاں زکوٰۃ لگ سکتی ہے۔ بات کو گول مول نہ رکھو۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ جس کو زکوٰۃ دی جاتی ہے وہ زکوٰۃ کا مصرف نہیں ہوتا اور دینے والا بتاتا نہیں کہ یہ زکوٰۃ ہے اور لینے والا اس اعتماد پر کہ مجھے ساتھی نے امداد کے طور پر دی ہے استعمال کر لیتا ہے تو اس صورت میں دینے والے کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔ اس واسطے اگر کسی کو زکوٰۃ کی رقم دو تو صاف کہہ دو کہ یہ زکوٰۃ کی رقم ہے۔ تو اس طرح زکوٰۃ کے پیسے مانگ کر حج کرنا درست نہیں۔ وَاتَّقُوْنِ یٰٓاُولِی الْاَلْبَابِ اور مجھ سے ڈرو اے عقل مندو!

آگے اور مسئلہ ہے۔ زمانہ جاہلیت میں لوگ جب حج پر جاتے سودا بیچتے بھی تھے اور خریدتے بھی تھے۔ جب اسلام آیا اور حج کا حکم آیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تشویش ہوئی کہ ہم نے تو صرف رب کی رضا کے لیے حج کرنا ہے تو اس میں خرید و فروخت کرنے سے ہمارے حج پر زد آئے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ نہیں ہے تم پر کوئی گناہ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّکُمْ یہ کہ تلاش کرو تم اپنے رب کا فضل۔ مقصد تو حج کرنا ہے ضمنی طور پر اگر کوئی چیز بیچنا چاہو تو بیچ بھی سکتے ہو اور اگر کوئی چیز خریدنا چاہو تو خرید بھی سکتے ہو۔ اور اگر کوئی شخص یہاں سے جاتا ہی اس لیے ہے کہ یہاں سے منشیات لے جا کر وہاں بیچوں گا یا کوئی اور سودا لے جاتا ہے کہ یہ وہاں جا کر فروخت کروں گا اور وہاں سے سونا لاؤں گا تو ایسے شخص کی نیت پہلے دن سے بُری ہے۔ یہ بات اچھی نہیں ہے۔

فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ پس جب تم عرفات سے لوٹو۔ یاد رکھنا! حج کے افعال

میں سے تین فرض ہیں:

① احرام باندھنا ② عرفات میں ٹھہرنا ③ طوافِ زیارت

عرفات میں (نویں تاریخ کو زوال آفتاب کے بعد سورج کے غروب ہونے تک) ٹھہرنا حج کا رکن ہے۔ اگر کوئی وہاں پر نہ ٹھہرا تو حج نہیں ہوگا۔ عرفات کے میدان میں جتنا ہو سکے رب تعالیٰ کا ذکر کرے اور کھڑے ہو کر ذکر کرنا مستحب ہے۔ الحمد للہ! میں نے وہاں دس پارے کھڑے ہو کر پڑھے۔ ہاں! اگر کوئی ضعیف ہے بوڑھا ہے تو بیٹھ کر بھی ذکر کر سکتا ہے مگر اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے وقت ضائع نہ کرے کیوں کہ وہ وقت بہت قیمتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے، دعا کرے، اپنے لیے، اپنے عزیز رشتہ داروں کے لیے دعا کرے، زندوں کے لیے اور جو مر گئے ہیں اُن کے لیے دعا کرے۔ کیوں وہ جگہ اور وقت دعا کی قبولیت کا ہے۔ عرفات سے سورج غروب ہونے کے بعد لوٹنا ہے اور مغرب کی نماز عرفات میں نہیں پڑھنی۔ مغرب کی نماز مزدلفہ یں جا کر پڑھنی ہے۔ تو فرمایا کہ جب تم عرفات سے لوٹو تو فَاذْكُرُوا اللّٰهَ پس اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ اُس گھاٹی کے پاس جو عزت والی ہے۔ اور اس گھاٹی پہاڑی کا نام ہے "جبل قزح" وہاں آج کل شہزادے نہیں سماتے وہاں ان کی کوٹھیاں بنی ہوئی ہیں۔

اور حدیث پاک میں آتا ہے اَلْمُزْدَلِفَةُ كُلُّهَا مَوْقِفٌ اِلَّا وَادِيْ مُحَسِّرٌ مزدلفہ کا سارا علاقہ ٹھہرنے کی جگہ ہے وادیٔ محسر ایک مخصوص رقبہ ہے وہاں نہیں ٹھہرنا۔ حکومت نے اس کے ارد گرد جنگلے لگائے ہیں اور شرطے بھی کھڑے ہوتے ہیں۔ وہ تقریباً پانچ سو چالیس گز کا رقبہ ہے۔ خالی جگہ دیکھ کر کچھ نادان لوگ ادھر جاتے ہیں، پولیس والے پہلے سمجھاتے ہیں اور اگر نہ سمجھیں تو پھر دُرے مارتے ہیں۔

یہ وہ جگہ ہے کہ جب ابرہہ ساٹھ ہزار کا لشکر لے کر آیا تھا تو ابابیلوں نے اس جگہ پران پر سنگ باری کی تھی۔ ابابیلوں نے مسور کے دانے کے برابر کنکر ایک ایک چونچ میں پکڑا ہوا تھا اور دو دو پنجوں میں اور اس جگہ پر ابرہہ کے لشکر پر برسائے تھے۔ اور یہ وادی مزدلفہ ہی کا حصہ ہے لیکن چونکہ اس مقام پر رب تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا تھا اس لیے وہاں ٹھہرنا درست نہیں ہے۔

اَلْعَرَفَةُ كُلُّهَا مَوْقِفٌ اِلَّا بَطْنَ عُرْنَة "عرفات سارے کا سارا ٹھہرنے کی جگہ ہے سوائے بطن عرنہ کے کہ وہاں نہیں ٹھہر سکتے۔" یہ جگہ عرفات میں ایک مسجد ہے جس کا نام ہے نمرہ۔ جہاں ظہر اور عصر اکٹھی پڑھی جاتی ہیں۔ اس مسجد کی جو مغرب والی دیوار ہے اگر وہ گرے تو بطن عرنہ میں گرے گی۔ یعنی اس دیوار کے متصل جو مقام ہے وہ بطن عرنہ ہے۔ یہ بطن عرنہ حرم میں شامل ہے باقی سارا عرفات حل ہے۔ جو اس بطن عرنہ میں ٹھہرے گا اس کا حج نہیں ہوگا۔ اور مزدلفہ میں قیام واجب ہے صبح کی نماز کے بعد تک۔ وہاں سے سورج کے طلوع ہونے کے بعد چلنا ہے۔ اور یاد رکھنا! وہاں کے جو ڈرائیور ہوتے ہیں ان کو ریالوں سے غرض ہوتی ہے۔ بہت کم ایسے ہوتے ہیں جو یہ سوچیں کہ کسی کا حج خراب نہ ہو۔ وہ اپنی سہولت کے لیے وہاں سے پو پھٹنے کے بعد لے کر چل پڑتے ہیں کیوں کہ بعد میں رش ہو جاتا ہے اور ان کا وقت زیادہ لگتا ہے۔ اس لیے ایسا نہیں کرنا۔ کیوں کہ فجر کے بعد وہاں ٹھہرنا واجب ہے۔ اور منیٰ کی طرف طلوع آفتاب سے پہلے نہیں جانا۔ ہاں جو معذور ہیں یا بوڑھے ہیں انھیں اجازت ہے۔

بعض ڈرائیور اس طرح بھی کرتے ہیں کہ عرفات کے آخری کونے میں اُتار دیتے ہیں ایک دفعہ میرے ساتھ صوفی نذیر احمد صاحب تھے اللہ تعالیٰ اُنھیں غریق رحمت

کرے اور حاجی اللہ دتہ مرحوم بھی تھے ان کے علاوہ اور بھی چند ساتھی تھے۔ رش چونکہ زیادہ تھا تو ڈرائیور نے ہمیں عرفات کے آخری کونے میں عرفات کے اندر ہی اتار دیا۔ ہم نے اس کو کہا کہ ہمیں جبل قزح بتا۔ کہنے لگا هنا یہیں ہے۔ بڑا ضدی تھا۔ ہم نے اس کی خاصی منت کی کہ ہمارے ساتھ اس طرح نہ کر حج پر زد پڑتی ہے اور یہ تو عرفات ہے تو ہمیں مزدلفہ جا کر اُتار۔ وہ نہ مانا اور چل پڑا کہ اب میں سحری کے وقت آؤں گا تو ہم نے وہاں نعرے لگائے کہ لِيَمُتْ سَوَّاقُ هٰذِهِ السَّيَّارَة اس گاڑی کا ڈرائیور مُردہ باد۔ تو وہ گھبرایا اور پھر ہمیں جا کر مزدلفہ اُتارا۔

وَاذْكُرُوْهُ اور تم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو كَمَا هَدٰىكُمْ جس طرح رب نے تمھیں ہدایت دی ہے وَاِنْ كُنْتُمْ اور اگرچہ تم مِّنْ قَبْلِهٖ اس سے پہلے لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ گمراہوں میں سے تھے ثُمَّ اَفِيْضُوْا پھر لوٹو مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ جس جگہ سے لوگ لوٹے ہیں۔ یہ جو اہل مکہ تھے یہ عرفات میں نہیں جاتے تھے۔ یہ کہتے تھے نَحْنُ قَطِيْنُ الله ہم اللہ تعالیٰ کے گھر کے پڑوسی ہیں ہم حرم سے کیوں نکلیں۔ یہ بطن عرنہ سے ورے ورے ٹھہرتے تھے جو کہ حرم ہی کا حصہ ہے۔ اور عرفات حل میں ہے وہ حرم میں داخل نہیں ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ جہاں دوسرے لوگ جاتے ہیں عرفات میں تم بھی جاؤ اور جہاں سے دوسرے لوگ لوٹتے ہیں تم بھی وہیں سے لوٹو۔ اور جہاں تم ٹھہرتے ہو اس سے تو حج نہیں ہوگا کیوں عرفات میں ٹھہرنا حج کا رکن ہے۔

وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے فَاِذَا قَضَيْتُمْ پس جب تم پورے کر چکو مَّنَاسِكَكُمْ اپنے افعالِ حج فَاذْكُرُوا اللّٰهَ پس تم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ جیسے تم ذکر

کرتے ہو اپنے باپ دادوں کا۔

زمانۂ جاہلیت میں اس طرح ہوتا تھا کہ یہ لوگ اپنے باپ دادوں کے گیت گاتے تھے کہ فلاں کا بیٹا ہوں میں فلاں کا بیٹا ہوں۔ میرا دادا ایسا تھا، ایسا تھا۔ تو فرمایا ان کا ذکر چھوڑ و اور رب کا ذکر کرو اَوۡ اَشَدَّ ذِكۡرًا یا اس سے بھی زیادہ ذکر کرو اللہ تعالیٰ کا۔

فَمِنَ النَّاسِ پس لوگوں میں سے وہ بھی ہیں مَنۡ يَّقُوۡلُ جو کہتے ہیں رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنۡيَا اے رب ہمارے ہمیں جو کچھ دینا ہے دنیا ہی میں دے دے وَمَا لَهٗ فِى الۡاٰخِرَةِ مِنۡ خَلَاقٍ ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ اور ان میں سے وہ بھی ہیں يَّقُوۡلُ جو کہتے ہیں رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنۡيَا حَسَنَةً وَّفِى الۡاٰخِرَةِ حَسَنَةً اے ہمارے پروردگار! دنیا میں بھی ہمیں راحت و آرام اور بھلائی دے اور آخرت میں بھی دے وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ اور بچا ہم کو آگ کے عذاب سے۔ یہ بڑی جامع مانع دعا ہے کہ دنیا کی چیزیں بھی اس میں آگئیں اور آخرت بھی آگئی اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ نَصِيۡبٌ مِّمَّا كَسَبُوۡا ان لوگوں کے لیے حصہ ہے وہ جو انھوں نے کمایا ہے وَاللّٰهُ سَرِيۡعُ الۡحِسَابِ اور اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے۔ آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے حساب شروع ہو جائے گا۔ اور آنکھیں بند ہونے کا کیا پتا ہے کہ کسی کی آج ہو جائیں اور کسی کی کل ہو جائیں۔

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰي مَا فِيْ قَلْبِهٖ ۙ وَھُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ﴿۲۰۴﴾ وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ﴿۲۰۵﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ۭ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۲۰۶﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَاۗءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰۷﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَاۗفَّةً ۠ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۰۸﴾ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۰۹﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۲۱۰﴾ ع ۲۵ ۱۴ ۹

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ اور ذکر کرو تم اللہ تعالیٰ کا فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ گنتی کے دنوں میں فَمَنْ تَعَجَّلَ پس جس شخص نے جلدی کی فِيْ يَوْمَيْنِ دو دنوں میں فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ پس اس پر ہرگز گناہ نہیں ہے وَمَنْ اور جس شخص نے تَاَخَّرَ تاخیر کی فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ تو اس پر

بھی کوئی گناہ نہیں ہے لِمَنِ اس شخص کے لیے اتَّقٰی جو ڈر گیا وَ اتَّقُوا اللّٰہَ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے وَاعْلَمُوْٓا اور جان لو اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ بے شک تم اسی کی طرف جمع کیے جاؤ گے وَمِنَ النَّاسِ اور لوگوں میں سے مَنْ وہ بھی ہے يُّعْجِبُكَ تعجب میں ڈالتی ہے تجھے قَوْلُهٗ بات اس کی فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی میں وَيُشْهِدُ اللّٰهَ اور وہ اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہے عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ اس چیز پر جو اس کے دل میں ہے وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ حالانکہ وہ سخت جھگڑالو ہے وَاِذَا تَوَلّٰى اور جب پیٹھ پھیرتا ہے سَعٰى فِي الْاَرْضِ کوشش کرتا ہے زمین میں لِيُفْسِدَ فِيْهَا تاکہ زمین میں فساد مچائے وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ اور تاکہ ہلاک کر دے کھیتی کو وَالنَّسْلَ اور جانوروں کی نسل کو وَاللّٰهُ اور اللہ تعالیٰ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ نہیں پسند کرتا فساد کو وَاِذَا اور جب قِيْلَ لَهٗ اس کو کہا جاتا ہے اتَّقِ اللّٰهَ ڈر اللہ تعالیٰ سے اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ اُبھارتی ہے غیرت اس کو بِالْاِثْمِ گناہ پر فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ پس اس کے لیے کافی ہے دوزخ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ اور البتہ بُرا ہے وہ ٹھکانا وَمِنَ النَّاسِ اور لوگوں میں سے مَنْ وہ بھی ہیں يَّشْرِيْ نَفْسَهُ جو خریدتے ہیں اپنی جان کو ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہوئے وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ اور اللہ تعالیٰ شفقت کرنے والا ہے بندوں پر

یَاَیُّھَاالَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اے لوگو جو ایمان لائے ہو اُدۡخُلُوۡافِی السِّلۡمِ داخل ہوجاؤ اسلام میں پورے کے پورے کَآفَّۃً پورے کے پورے وَلَا تَتَّبِعُوۡا خُطُوٰتِ الشَّیۡطٰنِ اور نہ پیروی کرو تم شیطان کے قدموں کی اِنَّہٗ لَکُمۡ عَدُوٌّ مُّبِیۡنٌ بے شک وہ تمھارا دشمن ہے کھلا فَاِنۡ زَلَلۡتُمۡ پس اگر تم پھسل گئے مِّنۡۢ بَعۡدِمَا جَآءَتۡکُمُ الۡبَیِّنٰتُ بعد اس کے کہ تمھارے پاس آگئے واضح دلائل فَاعۡلَمُوۡٓا پس تم جان لو اَنَّ اللّٰہَ بے شک اللہ تعالیٰ عَزِیۡزٌ غالب ہے حَکِیۡمٌ حکمت والا ہے ھَلۡ یَنۡظُرُوۡنَ نہیں وہ انتظار کرتے اِلَّآ مگر اَنۡ اس بات کا یَّاۡتِیَھُمُ اللّٰہُ کہ آئے ان کے پاس اللہ تعالیٰ فِیۡ ظُلَلٍ مِّنَ الۡغَمَامِ بادلوں کے سائے میں وَالۡمَلٰٓئِکَۃُ اور فرشتے آئیں وَقُضِیَ الۡاَمۡرُ اور معاملہ طے کیا جائے وَاِلَی اللّٰہِ تُرۡجَعُ الۡاُمُوۡرُ اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں سارے کام۔

رمی جمار کے احکام :

اس سے پہلے حج کے مسائل کا بیان ہے۔ افعالِ حج میں سے رمی جمار بھی ہے۔ جمار جمع ہے جَمۡرَۃٌ کی۔ وہ تین مینار جن کو عام طور پر شیطان کہا جاتا ہے ان کو کنکریاں مارنا بھی واجب ہے۔ اگر کوئی رمیٔ جمار نہیں کرے گا تو اُس کے حج میں خلل واقع ہوگا کیوں کہ واجب رہ گیا۔ عید والے دن صرف ایک جمرے کی رمی ہوتی ہے جس کو جمرہ عقبہ کہتے ہیں اور یہ رمی زوال سے پہلے ہوگی۔ اور عید والے دن دوسرا کام قربانی ہے، تیسرا

کام سر پر اُسترا پھرانا ہے، چوتھا کام ہے طوافِ زیارت۔ اور طوافِ زیارت فرض اور رکن ہے اور باقی چیزیں واجب ہیں۔ اور یہ مسئلہ بھی یاد رکھنا کہ جمرہ عقبہ کی رمی تک تلبیہ کہتے رہنا ہے۔ جب پہلا کنکر مارے گا تو تلبیہ ختم ہو جائے گا۔

بِسْمِ اللّٰہِ اللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر سات کنکر مارنے ہیں۔ اس پر لگ جائیں تو بہتر ہے اور اگر اس حلقے میں جو وہاں بنا ہوا ہے جا گریں پھر بھی صحیح ہے۔ رش کی وجہ سے شریعت نے یہ سہولت دی ہے۔ گیارھویں تاریخ کو تینوں شیطانوں کو کنکر مارنے ہیں۔ جمرہ اولیٰ کو بھی، جمرۂ وسطیٰ کو بھی اور اُخریٰ کو بھی اور یہ رمی زوال کے بعد کرنی ہے۔ اگر کوئی شخص زوال کے بعد غروبِ آفتاب تک نہ کر سکے تو وہ غروبِ آفتاب کے بعد بھی کر سکتا ہے لیکن اول وقت مستحب ہے۔ اگر کوئی شخص معذور ہے، لنگڑا ہے، لولا ہے، بیمار ہے، بوڑھا ہے اور خود رمی نہیں کر سکتا تو وہ اپنا نائب بھی بنا سکتا ہے۔ اور بارھویں تاریخ کو رمی کرنی ہے زوال کے بعد اور تیرھویں تاریخ کو بھی رمی مستحب ہے۔ اور اگر کوئی بارھویں تاریخ کو رمی کرنے کے بعد چلا جائے تو اُس کو بھی اجازت ہے۔

لیکن مسئلہ یاد رکھنا! اگر بارھویں تاریخ کو منیٰ ہی میں رہا اور سورج غروب ہو گیا تو پھر تیرھویں تاریخ کے لیے رہنا ضروری ہو گیا ہے۔ اگر چلا گیا تو اس پر دم آئے گا۔ کیوں کہ تاریخ اسلامی مغرب سے شروع ہوتی ہے تو جب سورج غروب ہو گیا تو اب تیرھویں تاریخ شروع ہو گئی اور جمرات کی رمی کا وقت شروع ہو گیا اب اس کا جانا ٹھیک نہیں ہے۔ لیکن تیرھویں تاریخ کو کوئی شاذ و نادر ہی ٹھہرتا ہے۔ ایک دفعہ میں نے کوشش کی تھی میرے ساتھ کچھ ساتھی بھی تھے۔ بس ہم ہی وہاں تھے اور کوئی نہیں تھا۔ اور تیرھویں تاریخ کی رمی زوال سے پہلے بھی ہو سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاذْكُرُوا اللهَ اورتم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔ کنکریاں مارتے وقت جو کہو گے بسم اللہ اللہ اکبر، یہ بھی ذکر ہے فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ گنتی کے دنوں میں یعنی دسویں، گیارھویں، بارھویں تاریخ کو فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ پس جس نے جلدی کی دو دنوں میں۔ یعنی عید کے بعد گیارھویں کو بھی رمی کی اور بارھویں کو بھی رمی کی اور غروبِ آفتاب سے پہلے وہاں سے چل پڑا فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ پس اس پر بھی کوئی گناہ نہیں ہے وَمَنْ تَاَخَّرَ اور جس نے تاخیر کی یعنی تیرھویں تاریخ کو وہاں ٹھہرا فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ پس اس پر بھی کوئی گناہ نہیں ہے اور یہ سارے احکام لِمَنِ اس کے واسطے ہیں اتَّقٰى جو رب سے ڈرتا رہے وَاتَّقُوا اللهَ اور اللہ تعالیٰ سے ہر وقت ڈرتے رہو وَاعْلَمُوْٓا اور جان لو تم اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ کہ بے شک تم اسی رب کی طرف جمع کیے جاؤ گے۔ جانا تم نے رب کے پاس ہی ہے اور کوئی جگہ نہیں ہے۔ اس واسطے رب کی پیشی کے لیے تیاری کرلو کہ وہاں جا کر ہم نے کیا کہنا ہے۔

ایک فسادی منافق کا ذکر :

اُوپر ذکر تھا کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا "اے ہمارے رب ہمیں دنیا ہی میں دے دے وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ان کے لیے آخرت میں کچھ حصہ نہیں ہے۔" اب ایسے ہی شخص کا ذکر ہے۔

اَخنس ابن شَریق ایک منافق تھا جو بڑی میٹھی باتیں کرتا تھا اور بڑا باتونی تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں آتا تو بڑے سلیقے کے ساتھ گفتگو کرتا تھا۔ کہتا تھا حضرت! ہمارے جیسا خوش قسمت بھی کوئی ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جیسی شخصیت خود ہمارے پاس آگئی ہے۔ حضرت! ہم جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں بیٹھتے ہیں تو خدا یاد آجاتا ہے اور

جنت دوزک سامنے نظر آتی ہے۔ اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں اس طرح خوش ہوتے ہیں جیسے مچھلی پانی میں۔ اور حضرت! جب ہم آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مجلس سے باہر ہوتے ہیں تو ہماری کیفیت ایسے ہوتی ہے جیسے مچھلی کو پانی سے نکال کر باہر پھینک دیں تو وہ تڑپتی رہتی ہے۔ حضرت خدا کی قسم! زندگی ہی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ ہے۔ حضرت! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر دل خوش ہو جاتا ہے۔ ایسی عجیب عجیب باتیں کرتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سمجھتے تھے کہ عاشق ہی یہی ہے۔ اور جس وقت وہ خبیث آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس سے باہر جاتا تھا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جو فصلیں کاٹ کر گانٹھیں بنا کر رکھی ہوتی تھیں ان کو آگ لگا دیتا تھا۔ اور ان کے جو جانور ہوتے تھے بکریاں، اونٹ، گھوڑے، ان کی ٹانگیں کاٹ دیتا تھا۔ کسی نے دیکھا اور اُس کو کہا کہ تو یہ کیا کرتا ہے؟ تو کہنے لگا تو کون ہوتا ہے روکنے والا؟ دیکھو! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں کیا کیفیت ہے اور باہر جا کر کیسی حرکتیں ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَمِنَ النَّاسِ اور لوگوں میں سے مَنْ وہ بھی ہے يُّعْجِبُكَ کہ تعجب میں ڈالتی ہے تجھے قَوْلُهٗ بات اس کی فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی میں۔ بات جب کرتا ہے تو آپ بڑے خوش ہوتے ہیں وَيُشْهِدُ اللّٰهَ اور وہ اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہے عَلٰى مَا فِىْ قَلْبِهٖ اس چیز پر جو اس کے دل میں ہے۔ یعنی کہتا کہ خدا کی قسم جو کہتا ہوں دل سے کہتا ہوں کہ مجھے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے بڑی محبت ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ حالانکہ وہ سخت جھگڑالو ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے اَبْغَضُ الرِّجَالِ اِلَى اللّٰهِ اَلْاَلَدُّ الْخِصَمِ " اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض ترین وہ لوگ ہیں جو سخت جھگڑالو

ہیں۔"

وَاِذَاتَوَلّٰی اور جب یہاں سے پیٹھ پھیرتا ہے سَعٰی فِی الْاَرْضِ کوشش کرتا ہے زمین میں لِیُفْسِدَ فِیْھَا تاکہ زمین میں فساد مچائے۔ وہ اس طرح کہ جو غریب صحابہ تھے ان کو گھورتا اور گالیاں دیتا تھا وَیُھْلِکَ الْحَرْثَ اور تاکہ لوگوں کے کھیت جلائے۔ وہ اس طرح کہ لوگوں نے کھیت سے فصل کاٹ کر اس کی گانٹھیں بنا کر اکٹھی کر کے رکھی ہوتی تھیں یہ اُن کو آگ لگا دیتا تھا وَالنَّسْلَ اور جانوروں کی نسل کو ختم کر دیتا تھا۔ وہ اس طرح کہ ان کو کونچیں کاٹ دیتا یعنی غائبانہ اس کی حرکتیں اور ہوتی تھیں۔ تو دیکھو! ایسے لوگ بھی تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسی بڑی زیرک اور ذہین شخصیت بھی ان کو نہیں پہچان سکی جب تک رب تعالیٰ نے آگاہ نہیں فرمایا۔ یہ ایسا آدمی تھا کہ جب وہ گفتگو کرتا تھا تو معلوم ہوتا تھا کہ بڑا فدائی اور شیدائی ہے لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی حرکتیں بتائیں تو پھر معلوم ہوا کہ یہ کیسا آدمی ہے۔ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا۔ وَاِذَاقِیْلَ لَہٗ اور جب اس کو کہا جاتا ہے اتَّقِ اللّٰہَ ڈر اللہ تعالیٰ سے اَخَذَتْہُ الْعِزَّۃُ بِالْاِثْمِ اُبھارتی ہے غیرت اس کو گناہ پر فَحَسْبُہٗ جَھَنَّمُ پس اس کے لیے کافی ہے دوزخ وَلَبِئْسَ الْمِھَادُ اور البتہ بُرا ہے وہ ٹھکانا۔

حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ کا ایثار :

اور کل تم نے یہ بھی پڑھا ہے وَمِنْھُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ اور ان میں سے وہ لوگ بھی ہیں جو کہتے ہیں رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً اے رب ہمارے! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما۔ تو اس طرح کے لوگوں میں سے ایک کا ذکر ہے۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ جنہیں صہیب رومی بھی کہتے ہیں۔ اصل میں وہ رومی نہیں تھے۔ عرب کا ایک قبیلہ تھا بنونمر یہ، اس قبیلے کے فرد تھے اور بڑے خوب صورت اور پیاری شکل والے چھوٹے بچے تھے کہ ظالم ان کو اُٹھا کر روم کے علاقے میں لے گئے تھے اور زندگی اُنھوں نے روم میں گزاری۔ جب واپس آئے تو صرف اتنا یاد تھا کہ میں بنونمر کا ایک فرد ہوں اور فلاں جگہ پر ہم بچے کھیلا کرتے تھے۔ کیوں کہ کافی عرصہ کے بعد آئے کیوں کہ غلام بنا لیے گئے تھے تو غلام در غلام بنتے رہے اور بڑے غضب کے تیر انداز تھے اور ان کے تیر سو فیصد نشانے پر لگتے تھے۔

ہوا اس طرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب ہجرت فرمائی اور مدینہ منورہ تشریف لے گئے، دو چار دن کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تشریف لے گئے تو اب ان کا دل مکہ میں نہیں لگتا تھا اور ساتھ جانے والا بھی اور کوئی نہ تھا۔ تو یہ اکیلے ہجرت کے لیے روانہ ہو گئے اور ایک کافر ان کا مقروض تھا اس نے سوچا کہ اب موقع ہے کہ لوگوں کو اُکسا کر اس کا کام تمام کر دوں۔ کیوں کہ اگر یہ زندہ رہا تو پھر کسی نہ کسی وقت مجھ سے رقم کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ اور وہ یہ بھی سمجھتا تھا کہ یہ غضب کا تیر انداز ہے۔

تو اس نے اس طرح کیا کہ محلے میں جا کر نوجوانوں کے جذبات اُبھارے اور کہنے لگا: او بے غیرتو! کیا تمھارا خون خشک ہو گیا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمھارے ہاتھوں سے نکل گئے۔ ابوبکر، عمر (رضی اللہ عنہما) بھی تمھارے ہاتھوں سے نکل گئے اور آج یہ صہیب بھی جا رہا ہے کیا اس کو بھی تم سنبھال نہیں سکتے۔ تمھاری غیرت کدھر گئی۔ ایسے انداز سے ان کے جذبات اُبھارے کہ نوجوان ان کے پیچھے پڑ گئے۔ اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہ تنہا سفر پر تھے اور مکہ مکرمہ سے کافی دور ہو گئے تھے۔ وہ بھی سمجھ گئے کہ یہ میرے پیچھے آ گئے ہیں۔ تو

13

جلد-2

وہاں ایک بلند ٹیلا تھا اس پر انھوں نے پوزیشن سنبھال لی اور جو تیر ترکش میں تھے وہ نکال کر سامنے رکھ لیے اور ان سب کو کہا کہ بھائی! جس ارادے سے تم آئے ہو میں بھی سمجھتا ہوں اور یاد رکھو! مر تو میں بھی جاؤں گا لیکن یہ جتنے تیر میرے پاس ہیں یہ میں تم پر چلاؤں گا اور تمھاری کئی لاشیں یہاں سے جائیں گی اور جب تیر ختم ہو جائیں گے تو پھر میں تمھارے ساتھ تلوار اور نیزے کے ساتھ لڑوں گا اور یہ بھی تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میرا ایک تیر بھی خطا نہیں جاتا۔

آمدم برسرِ مطلب۔ وہ جوان آدمیوں کو اکٹھا کر کے لایا تھا کہنے لگا چل پھر اس طرح کرتے ہیں کہ تو نے جو مجھ سے قرض لینا ہے چھوڑ دے ہم تجھے چھوڑ دیتے ہیں۔ اور مطلب بھی اتنا ہی تھا۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا جا میں نے اپنا قرض تجھے معاف کیا۔ اور جب حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ وہ واپس دور چلے گئے ہیں تو پھر اپنا سفر جاری رکھا۔

اللہ تعالیٰ ان کا ذکر فرماتے ہیں وَمِنَ النَّاسِ اور لوگوں میں سے وہ بھی ہیں مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ جو خریدتے ہیں اپنی جان ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے کافروں کو اپنی رقم دے کر اپنی جان خریدی وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ اور اللہ تعالیٰ بندوں پر بڑی شفقت کرنے والا ہے۔ آگے اور بات کا ذکر ہے۔

وہ یہ کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ پہلے یہودی تھے پھر مسلمان ہوئے۔ ان کا ایک گروپ ہوتا تھا۔ ابن یامین، حضرت ثعلبہ، حضرت اسد، حضرت اُسید رضی اللہ عنہم، یہ سارے پہلے یہودی تھے بعد میں مسلمان ہوئے۔ اُنھوں نے یہ مذہب بنایا ہوا تھا کہ ہمارے واسطے اُونٹ کا گوشت اور اُونٹنی کا دودھ حرام ہے۔ اور حقیقت میں ایسا نہ تھا کیوں

کہ رب تعالیٰ کی طرف سے کوئی ایسا حکم نہ تھا۔ جیسے اہل بدعت نے کئی چیزیں ازخود بنائی ہوئی ہیں جو کہ دین نہیں ہے مگرانھوں نے دین بنایا ہوا ہے۔ تو انھوں نے بھی اسی طرح خانہ ساز باتیں بنائی ہوئی تھیں۔ تو انھوں نے کہا اب ہم مسلمان ہو گئے ہیں لہٰذا ب ہمیں اُونٹ کا گوشت حلال سمجھنا چاہیے اور اُونٹنی کا دودھ بھی حلال ہے مگر کھانا ضروری نہیں ہے۔ تو اس طرح کریں گے کہ حلال سمجھیں گے مگر کھائیں گے، پئیں گے نہیں۔ تاکہ پہلی شریعت بھی ہم سے نہ چھوٹے کیوں کہ کھانا پینا فرض تو نہیں ہے۔ یہاں کتنے آدمی ہوں گے جنھوں نے اُونٹ کا گوشت نہیں کھایا ہوگا اور دودھ نہیں پیا ہوگا تو ان کے اسلام میں تو کوئی فرق نہیں آیا۔ تو اُنھوں نے سوچا کہ اس طرح کرنے سے جامع بین الشریعتین ہو جائیں گے کہ عقیدتاً تو حلال سمجھیں گے اور عملاً نہیں کھائیں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی۔

اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ :

یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اے لوگو جو ایمان لائے ہو اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّةً اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔ ذہن بھی اسلامی، عمل بھی اسلامی، عقیدہ بھی اسلامی، نظریہ بھی اسلامی، شکل وصورت بھی اسلامی، یہ کیا ہوا آدھا تیتر آدھا بٹیر کلمہ ادھر کا پڑھ لیا اور عمل اُدھر کا رکھتے ہو۔ مکمل اسلام میں داخل ہو جاؤ کہ اسلام کے ہوتے ہوئے کسی اور مذہن کی رعایت بھی جائز نہیں ہے وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ شیطان کے نقش قدم پر مت چلو اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ بے شک شیطان تمھارا کھلا دشمن ہے فَاِنْ زَلَلْتُمْ پس اگر تم پھسل گئے یعنی تم نے راستہ چھوڑ دیا مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَیِّنٰتُ بعد اس کے کہ تمھارے پاس واضح دلیلیں آگئیں فَاعْلَمُوْٓا پس تم جان لو

اَنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ غالب ہے یعنی اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر زور آور کوئی بھی نہیں ہے۔ حکیم ہے یعنی حکمت والا ہے۔ اگر وہ فوری طور پر سزا نہیں دیتا تو یہ نہ سمجھو کہ چھوٹ گئے یہ اس کی حکمت ہے۔ باقی اللہ تعالیٰ کی گرفت بڑی سخت ہے هَلْ يَنْظُرُوْنَ نہیں یہ انتظار کرتے اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ مگر کہ آئے اللہ تعالیٰ ان کے پاس فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ بادلوں کے سائے میں وَالْمَلٰٓئِكَةُ اور فرشتے۔ قیامت کا دن ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی ذات اور شان کے جو لائق ہے اس طرح آنا جو ہماری سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ اللہ رب العزت کی عدالت قائم ہوگی اور سب اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش ہوں گے اور سب اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝ [سورۃ القیامہ] آنکھوں کے ساتھ رب نظر آئے گا اور اللہ تعالیٰ سوال کرے گا کہ:

اے انسانو! میں نے تمھیں انسان بنایا تھا قدرت اور طاقت عطا کی تھی تم نے کام کون سے کیے ہیں؟ رتی رتی کا حساب ہوگا۔ تو جو آنا رب تعالیٰ کی ذات کے لائق ہو اس طرح رب تعالیٰ ضرور آئے گا اس طرح لگے گا کہ بادلوں کے سائے ہیں اور فرشتوں کا ہجوم ہے ان کے درمیان رب تعالیٰ جلوہ افروز ہوں گے۔ پھر سب سے حساب ہوگا وَقُضِيَ الْاَمْرُ اور معاملہ طے کیا جائے گا۔ کیا یہ اس کے منتظر ہیں کہ قیامت کی عدالت قائم ہو اور اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائیں۔ یاد رکھو! وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ اور سب کام اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔ وہی خالق اور وہی مالک، وہی رازق، وہی سب کچھ کرنے والا ہے۔ اس کے سوا کسی کے پاس ایک رتی بھی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔

سَلْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ

كَمْ اٰتَیْنٰهُمْ مِّنْ اٰیَةٍۭ بَیِّنَةٍ ؕ وَ مَنْ یُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۱۱﴾ زُیِّنَ لِلَّذِیْنَ كَفَرُوا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وَ یَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۘ وَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ وَ اللّٰهُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۲۱۲﴾ كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۫ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِیّٖنَ مُبَشِّرِیْنَ وَ مُنْذِرِیْنَ ۪ وَ اَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِیَحْكُمَ بَیْنَ النَّاسِ فِیْمَا اخْتَلَفُوْا فِیْهِ ؕ وَ مَا اخْتَلَفَ فِیْهِ اِلَّا الَّذِیْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَیِّنٰتُ بَغْیًۢا بَیْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِیْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۲۱۳﴾

سَلْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ سوال کر بنی اسرائیل سے كَمْ اٰتَیْنٰهُمْ کتنی ہم نے دی ان کو مِّنْ اٰیَةٍ اپنی قدرت کی نشانیاں بَیِّنَةٍ واضح وَ مَنْ یُّبَدِّلْ اور جس نے بدل دی نِعْمَةَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی نعمت مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ بعد اس کے کہ اس کے پاس نعمت آ گئی فَاِنَّ اللّٰهَ پس بے شک اللہ تعالیٰ شَدِیْدُ الْعِقَابِ سخت سزا دینے والا ہے زُیِّنَ لِلَّذِیْنَ كَفَرُوا مزین کی گئی ان لوگوں کے لیے جو کافر ہیں الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا دنیا کی زندگی وَ یَسْخَرُوْنَ اور وہ مسخرہ کرتے ہیں مِنَ الَّذِیْنَ ان

لوگوں سے اٰمَنُوۡا جوایمان لائے وَالَّذِيۡنَ اتَّقَوۡا حالانکہ وہ لوگ جو
کفراور شرک سے بچتے ہیں فَوۡقَهُمۡ ان کے اُوپر ہوں گے يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ
قیامت والے دن وَاللّٰهُ يَرۡزُقُ مَنۡ يَّشَآءُ بِغَيۡرِ حِسَابٍ اوراللہ تعالیٰ رزق
دیتا ہے جس کو چاہے بغیر حساب کے كَانَ النَّاسُ تھے لوگ اُمَّةً وَّاحِدَةً
ایک ہی گروہ فَبَعَثَ اللّٰهُ پس بھیجے اللہ تعالیٰ نے النَّبِيّٖنَ انبیاء
مُبَشِّرِيۡنَ خوش خبری سنانے والے وَمُنۡذِرِيۡنَ اورڈرانے والے
وَاَنۡزَلَ مَعَهُمُ الۡكِتٰبَ اور نازل فرمائی اللہ تعالیٰ نے ان پر کتاب بِالۡحَقِّ
حق کے ساتھ لِيَحۡكُمَ بَيۡنَ النَّاسِ تاکہ وہ کتابیں فیصلہ کریں لوگوں کے
درمیان فِيۡمَا ان چیزوں میں اخۡتَلَفُوۡا فِيۡهِ جن کے حق ہونے میں
لوگوں نے اختلاف کیا وَمَا اخۡتَلَفَ فِيۡهِ اور نہیں اختلاف کیا اس میں
اِلَّا الَّذِيۡنَ اُوۡتُوۡهُ مگر اُن لوگوں نے جن کو دی گئی کتاب مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَتۡهُمُ
الۡبَيِّنٰتُ بعد اس کے کہ واضح دلیلیں ان کے پاس آگئیں بَغۡيًا سرکشی
کرتے ہوئے بَيۡنَهُمۡ آپس میں فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا پس اللہ
نے ہدایت دی ان لوگوں کو جو ایمان لائے لِمَا اخۡتَلَفُوۡا فِيۡهِ اس چیز میں
جس میں انھوں نے اختلاف کیا تھا مِنَ الۡحَقِّ حق سے بِاِذۡنِهٖ اللہ
تعالیٰ نے اپنے حکم سے وَاللّٰهُ يَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ اور اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے
جس کو چاہے اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ سیدھے راستے کی طرف۔

بنی اسرائیل کا تذکرہ :

حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب تھا اسرائیل اور یہ عبرانی زبان کا لفظ ہے۔ اِسراء کا معنٰی عبد اور ایل کے معنٰی اللہ۔تو اسرائیل کے لفظی معنٰی ہیں عبداللہ، اللہ کا بندہ۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے بیٹی کوئی نہ تھی۔ اُن بارہ بیٹوں میں سے ایک حضرت یوسف علیہ السلام تھے جو کہ پیغمبر تھے۔ اور ان کا مفصل واقعہ سورۃ یوسف میں مذکور ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر بڑے انعام فرمائے تھے لیکن انھوں نے رب تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر نہیں کی۔ اور یہ بات آپ پہلے پارے میں پڑھ چکے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ تیہ کے میدان میں جس کو آج کے جغرافیہ میں وادیٔ سینائی کہتے ہیں۔ یہ میدان چھتیس میل لمبا ہے اور چوبیس میل چوڑا ہے۔ اس وادیٔ سینائی میں جب پہنچے تو ان کو حکم ہوا کہ عمالقہ قوم کے ساتھ جہاد کرو اور چھٹے پارے میں مذکور ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے ان کو جہاد کا حکم دیا کہ جہاد کی تیاری کرو تو کہنے لگے فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ "اے موسیٰ علیہ السلام! تم جاؤ اور تمھارا رب جائے اور جا کے ان کے ساتھ لڑو ہم تو اس کے ساتھ لڑائی نہیں کر سکتے۔" دیکھو! کتنا گستاخانہ جواب ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اس میدان سے نکلنا چالیس سال تک حرام کر دیا اور یہ لوگ ہزاروں کی تعداد میں تھے۔ اور اس میدان میں ان کے لیے گرمی سے بچنے کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر بادل کا سایہ کیا وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ میں اسی کا ذکر ہے۔ وہاں پر کھانے کے لیے کچھ نہ تھا اللہ تعالیٰ نے من اور سلویٰ کہ ایک تھال میں بھنے ہوئے بٹیرے اور ایک میں کھیر کہ کھاؤ مزے سے صبح بھی اور شام بھی۔

اور پانی کا کوئی انتظام نہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اس پتھر

پر ڈنڈا مارو اس سے چشمے نکلیں گے۔ کافی بڑا پتھر تھا بارہ چشمے اس سے جاری ہوئے۔ اس وقت یہ چیزیں ہماری سمجھ میں نہیں آسکتیں مگر یہ انعام اللہ تعالیٰ نے ان پر کیے۔ اور اس سے پہلے جب وہ ہجرت کر کے چلے تو فرعون کی فوجیں آپہنچیں، آگے بحرِ قلزم تھا جس سے نکلنے کے لیے ان کے پاس گزرنے کے لیے کوئی راستہ نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے واسطے دریا پھاڑ دیا۔ راستے خشک ہو گئے اور یہ سارے گزر گئے اور پانی اس طرح کھڑا ہو گیا کہ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيمِ جس طرح دیواریں کھڑی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تقریباً چار ہزار پیغمبر بنی اسرائیل میں بھیجے اور تین مشہور آسمانی کتابیں اللہ تعالیٰ نے ان کو دیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے ظاہری نعمتیں بھی بہت عطا فرمائیں اور باطنی نعمتیں بھی۔ مگر ان ظالموں نے کسی نعمت کی قدر نہیں کی يَقْتُلُونَ النَّبِيِّنَ بِغَيْرِ حَقٍّ ایک دن میں انھوں نے سارے علاقے میں تینتالیس پیغمبر شہید کیے۔ اُنھوں نے یحییٰ علیہ السلام کو شہید کیا، حضرت زکریا علیہ السلام کو شہید کیا، شعیا علیہ السلام کو شہید کیا۔

ایک مومن کے متعلق حدیث میں آتا ہے کہ دنیا کا فنا ہو جانا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مومن کے قتل ناحق سے آسان ہے۔ تو پھر پیغمبر تو پیغمبر ہوتا ہے اس کے قتل کا کتنا بڑا گناہ ہوگا۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل فرمایا۔ اور عذاب کا ذکر بھی قرآن پاک میں موجود ہے۔ ان میں سے بعض پر رب تعالیٰ نے طاعون کی بیماری مسلط فرمائی اور چند گھنٹوں میں ستر ہزار کے لگ بھگ مر گئے۔ اور بعض کو رب تعالیٰ نے بندر اور خنزیر بنایا وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ ۔ ان پر طوفان کا عذاب آیا، ان پر اللہ تعالیٰ نے مینڈک مسلط فرمائے۔ اللہ تعالیٰ اس کا اجمالی طور پر ذکر فرماتے ہیں۔

سَلْ بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ تو سوال کر بنی اسرائیل سے كَمْ آتَيْنٰهُمْ مِّنْ اٰيَةٍۢ بَيِّنَةٍ

بکتنی دیں ہم نے ان کو قدرت کی نشانیاں لیکن وَمَنۡ یُّبَدِّلۡ نِعۡمَةَ اللّٰهِ اور جو شخص اللہ کی نعمتوں کو بدل دے مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَتۡهُ بعد اس کے کہ وہ نعمتیں اس کے پاس آچکیں فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ پس بے شک رب تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو کیسی کیسی سزائیں دیں۔ بندر بنایا، خنزیر بنایا، چہرے مسخ کیے۔ اور ایک قوم کو اللہ تعالیٰ نے چوہے بنایا اور وہ تین دن کے بعد مر گئے تھے ان میں سے کوئی بھی نہ بچا۔ تو جو شخص رب تعالیٰ کی نعمت کو بدل دے اللہ تعالیٰ اس کو سخت سے سخت سزا دیتے ہیں۔

آگے فرمایا زُيِّنَ لِلَّذِيۡنَ كَفَرُوا مزین کی گئی ان لوگوں کے واسطے جو کافر ہیں الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَا دنیا کی زندگی۔ کافروں کی نگاہ میں دنیا ہی دنیا ہے۔ دنیا کی ترقی اور عروج ان کے سامنے ہے اور بس۔ اور یہ کافر وَيَسۡخَرُوۡنَ مِنَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مسخرہ کرتے ہیں ان لوگوں سے جو ایمان لائے۔ ان کے پھٹے پرانے کپڑے دیکھ کر، ان کی غربت دیکھ کر ان کا مذاق اُڑاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

سن لو! وَالَّذِيۡنَ اتَّقَوۡا اور وہ لوگ جو کفر و شرک سے بچے فَوۡقَهُمۡ ان کافروں کے اُوپر ہوں گے يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ قیامت والے دن۔ اُونچے اس لحاظ سے بھی کہ جنت کا جو محل وقوع ہے وہ اُوپر ہوگا اور دوزخ نیچے ہوگی اور درجے کے اعتبار سے تو کہاں مومن اور کہاں کافر۔ یہ آسمان اور زمین سے بھی بڑھ کر فرق ہے۔

آٹھویں پارے میں آتا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے "بہشت والے دوزخیوں کو پکار کر کہیں گے ہم نے سچا پالیا جو وعدہ ہمارے پروردگار نے ہم سے کیا تھا۔ پس کیا جو وعدہ تمھارے رب نے تمھارے ساتھ کیا تھا تم نے بھی اُسے سچا پایا؟" یعنی دنیا میں تم ہمیں

طعنے دیتے تھے اور کہتے تھے اے فاقے کاٹنے والو! کیا تم سچے ہو۔ کیا ہمارے سچے ہونے کا پتا چل گیا ہے۔ اور اسی پارے میں یہ بھی آتا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ کافر مومنوں کے آگے ہاتھ پھیلائیں گے کہ جنت کی جو نعمتیں تم کھاتے ہو اُس میں سے کچھ ہمیں بھی دے دو۔ اس وقت مومن جواب دیں گے کہ اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَھُمَا عَلَی الْکٰفِرِیْنَ ہم یہ پانی اور رزق تمھیں دینے کے مجاز نہیں ہیں۔ اس واسطے کہ رب نے یہ رزق اور پانی کافروں پر حرام کیا ہے۔

کثرتِ مال خدا کے راضی ہونے کی دلیل نہیں :

تو اس وقت معلوم ہوگا کہ تم دنیا میں ان بھوکے ننگوں کے ساتھ کس طرح مذاق اُڑاتے رہے۔ تو رزق کی زیادتی رب تعالیٰ کے ہاں مقبولیت کی دلیل نہیں ہے وَاللّٰہُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ اور اللہ تعالیٰ رزق دیتا ہے جس کو چاہتا ہے بغیر حساب کے۔ رزق کا زیادہ ملنا اگر اللہ کے ہاں مقبول ہونا ہے تو معاذ اللہ پھر یہ کہنا پڑے گا کہ قارون تو اللہ تعالیٰ کا بڑا پیارا تھا۔ جس کا ذکر قرآن شریف میں آتا ہے کہ اس کے پاس اتنے خزانے تھے کہ ان کی چابیوں کی اچھی خاصی جماعت اُٹھاتی تھی۔ عصبہ کا لفظ دس سے لے کر چالیس تک بولا جاتا ہے۔ تو جس کے خزانوں کی چابیاں اچھی کاصی جماعت اُٹھاتی تھی اس کے خزانوں کا خود حساب لگالو۔

اسی طرح معاذ اللہ تعالیٰ ثم معاذ اللہ تعالیٰ، حدیثیں تم سنتے رہتے ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کی روٹی بھی دو دن پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دو دن مسلسل جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نصیب نہیں ہوئی اور تین تین مہینے گزر جاتے کہ چولہے میں آگ نہیں جلتی تھی یعنی پکانے کے لیے کوئی چیز نہیں ہوتی تھی۔ تو پھر معاذ اللہ تعالیٰ یہ کہنا پڑے گا کہ

رب تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ناراض تھے کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو کچھ نہیں دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چھوٹا سا کمرہ تھا۔ ایک آدھ مرتبہ چراغ جلانے کا ذکر آتا ہے۔ باقی اس گھر میں چراغ بھی روشن نہیں ہوتا تھا کیوں کہ اتنی توفیق نہیں تھی۔ سحری کے وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اس طرح لیٹی ہوتی تھیں جیسے سامنے جنازہ پڑا ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیر تک قرآن کریم پڑھتے رہتے تھے۔ پھر جب رکوع کے بعد سجدہ میں جاتے تھے تو بخاری شریف کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ٹانگوں کو دباتے تھے وہ اکٹھی کر لیتی تھیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ کرتے تھے ورنہ سجدہ نہیں ہو سکتا تھا۔ رہنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مکان تھا۔

تو فرمایا کہ ان کو سمجھ لینا چاہیے کہ قبولیت مال میں نہیں وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ اور اللہ رزق دیتا ہے جس کو چاہتا ہے بغیر حساب کے۔ اور حساب کے معنٰی عربی لغت میں مشقت کے بھی ہوتے ہیں۔ تو ایسے لوگ بھی ہیں جن کو رب بغیر مشقت کے وافر مقدار میں مال دے دیتا ہے اور حساب کا معنٰی مطالبے کے بھی ہوتے ہیں۔ تو بعض لوگوں کو رب تعالیٰ بغیر مطالبے اور مانگنے کے دیتا ہے اور اتنا کہ وہ اس کو سنبھال نہیں سکتے۔ اور بغیر حساب کے معنٰی لاتعداد، بے شمار۔ تو رزق اللہ تعالیٰ ان کو لوگوں کو بھی دیتا ہے جن پر راضی ہوتا ہے اور ان کو بھی دے دیتا ہے جن پر ناراض ہوتا ہے۔

اور یہ حدیث آپ نے کئی مرتبہ سنی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رزق ان کو بھی دے دیتا ہے جن سے راضی ہوتا ہے اور ان کو بھی دے دیتا ہے جن سے ناراض ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ایمان اور دین صرف ان کو دیتا ہے جن پر راضی ہوتا ہے۔ اس واسطے رزق کی کثرت اور قلت کے ساتھ مقبولیت اور مردودیت وابستہ نہیں ہے۔ اور

یہ بھی آپ نے درس میں سنا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ میں نے ستّر اصحابِ صفہ جو اس وقت کے طالب علم ہوتے تھے فرمایا میں نے خود شمار کیے۔۔ان کا حال یہ تھا کہ کسی کے پاس کرتہ (قمیص) نہ تھا اور کسی کے پاس چادر نہ تھی لمبا سا ٹاٹ اس نے پہن رکھا تھا اور جب بیٹھتے تھے تو ایک دوسرے کے پیچھے چھپ کر بیٹھتے تھے کہ ننگے نہ ہو جائیں۔اور آج وہ جنت کے وارث ہیں۔

عبداللہ بن اُبی کا جنازہ :

اور اسی مدینہ طیبہ میں رہنے والا عبداللہ بن اُبی رئیس المنافقین جس کا جنازہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے جنازہ پڑھا۔(اور ہمارا ایمان ہے کہ دنیا کے کروڑوں اولیاء کرام مل کر ایک صحابی کا درجہ حاصل نہیں کر سکتے۔)اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا کرتہ (قمیص) مبارک بھی اپنے جسم مبارک سے اُتار کر اس کو بہ طور کفن پہنایا اور اپنا لعاب مبارک بھی اس کے جسم پر لگایا۔اِس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے۔اس کے بارے میں رب تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ [التوبہ:۸۰] "اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے لیے ستّر مرتبہ بھی استغفار کریں پھر بھی اللہ تعالیٰ اس کو ہرگز نہیں بخشے گا۔"

فرمایا كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً سارے لوگ ایک ہی جماعت تھے۔حضرت آدم علیہ السلام کی عمر تھی ہزار سال اور عقیدہ سب کا ایک ہی ہوتا تھا البتہ جرائم ہوتے تھے۔ قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا لیکن اسلام کے سوا اور کوئی مذہب نہ تھا۔حضرت آدم علیہ السلام کے بعد ایک ہزار سال اور گزرے نوح علیہ السلام تک بھی سب لوگ ایک ہی عقیدے پر قائم تھے۔

سب سے پہلی قوم جو مشرک پیدا ہوئی وہ حضرت نوح علیہ السلام کی تھی۔ تو فرمایا لوگ ایک ہی عقیدہ پر تھے پھر لوگوں نے اختلاف کیا اور کفر و شرک شروع کیا فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِیّٖنَ پس اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بھیجے مُبَشِّرِیْنَ نیکوں کو خوش خبری سنانے کے لیے کہ تم پر رب راضی ہوگا اور تم پر رب کی رحمتیں نازل ہوں گی اور مرنے کے بعد تمھاری زندگی بڑی سہل اور آسان ہوگی اور جنت میں داخل ہوگے وَمُنْذِرِیْنَ اور نافرمانوں کو ڈرانے والے کہ کفر و شرک چھوڑ دو ورنہ دنیا میں بھی رب تعالیٰ کا عذاب آسکتا ہے اور عذابِ قبر الگ ہے اور آخرت کا عذاب الگ ہے اور دوزخ کا عذاب دائمی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تمام مسلمین اور مسلمات کو اس سے بچائے۔

وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ اور اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں پر کتابیں نازل فرمائیں، صحیفے نازل فرمائے، وحی نازل فرمائی بِالْحَقِّ حق کے ساتھ۔ کیوں؟ لِیَحْكُمَ بَیْنَ النَّاسِ تاکہ وہ کتابیں فیصلہ کریں لوگوں کے درمیان فِیْمَا اخْتَلَفُوْا فِیْهِ ان چیزوں میں جن میں لوگوں نے اختلاف کیا۔ یعنی جب اختلاف شروع ہوا تو اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بھیجے اُنھوں نے حق کو واضح کیا اور باطل کو بھی واضح کیا کہ یہ حق ہے، یہ باطل ہے اس کو اپناؤ اور اس کے نزدیک نہ جاؤ۔ وَمَا اخْتَلَفَ فِیْهِ اور نہیں اختلاف کیا اس میں اِلَّا الَّذِیْنَ اُوْتُوْهُ مگر اُن لوگوں نے جن کو کتابیں دی گئی تھیں مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَیِّنٰتُ بعد اس کے کہ ان کے پاس واضح دلیلیں پہنچ گئی تھیں۔ یعنی جن لوگوں نے اختلاف کیا تھا وہ غلط فہمی کا شکار نہ تھے بلکہ ضد تھی حق کے ساتھ عناد تھا۔

یہ اختلاف کیوں کیا؟ بَغْیًۢا بَیْنَهُمْ آپس میں سرکشی کرتے ہوئے اُنھوں نے حق کے ساتھ اختلاف کیا فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا پس اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ان

لوگوں کو جنھوں نے ایمان قبول کیا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ اس چیز میں ہدایت دی جس حق میں لوگوں نے اختلاف کیا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو حق قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی بِاِذْنِهٖ اپنے حکم اور اپنی مہربانی سے وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اور اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ سیدھے راستے کی۔ اور ہدایت کا ضابطہ اس طرح بیان فرمایا ہے وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ جو شخص رب کی طرف رجوع کرتا ہے تو رب اس کو ہدایت دیتا ہے۔ ایک مقام پر مَنْ يُّنِيْبُ کے لفظ ہیں جو شخص رب تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے، رب اس کو ہدایت دیتا ہے۔ اور جو شخص رب تعالیٰ سے بے پروائی کرتا ہے، مستغنی ہے تو رب تعالیٰ کو اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کی ذات تو صمد ہے، بے نیاز ہے۔ محتاج تو ہم ہیں۔ رب تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں ہے۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا

الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ﴿۲۱۴﴾ يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ؕ قُلْ مَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۱۵﴾ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱۶﴾ ع ۲۶ / ۱۰

اَمْ حَسِبْتُمْ کیا تم خیال کرتے ہو اَنْ اس بات کا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے وَلَمَّا يَاْتِكُمْ اور ابھی تک نہیں آئیں تمہارے پاس مَّثَلُ الَّذِيْنَ مثالیں ان لوگوں کی خَلَوْا جو گزر چکے ہیں مِنْ قَبْلِكُمْ تم سے پہلے مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ پہنچی ان کو مالی پریشانی وَالضَّرَّآءُ اور بدنی پریشانی وَزُلْزِلُوْا اور ان پر زلزلے کی سی کیفیت طاری کردی گئی حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ یہاں تک کہ کہا اس وقت کے رسول نے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ اور اُن لوگوں نے جو ایمان لائے تھے اس کے ساتھ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ کب آئے گی مدد اللہ تعالیٰ کی اَلَاۤ

خبردار اِنَّ نَصۡرَ اللّٰهِ قَرِيۡبٌ بے شک اللہ تعالیٰ کی مدد قریب ہے

يَسۡـئَلُوۡنَكَ سوال کرتے ہیں آپ سے مَاذَا يُنۡفِقُوۡنَ کیا کچھ وہ خرچ کریں قُلۡ کہہ دے مَآ اَنۡفَقۡتُمۡ جو چیز تم خرچ کرو مِّنۡ خَيۡرٍ مال سے فَلِلۡوَالِدَيۡنِ پس ماں باپ کے لیے وَالۡاَقۡرَبِيۡنَ اور قریبی رشتہ داروں کے لیے وَالۡيَتٰمٰى اور یتیموں کے لیے وَالۡمَسٰكِيۡنِ اور مسکینوں کے لیے وَابۡنِ السَّبِيۡلِ اور مسافروں کے لیے وَمَا تَفۡعَلُوۡا مِنۡ خَيۡرٍ اور جو بھی تم کرو گے خیر اور بھلائی فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيۡمٌ پس بے شک اللہ تعالیٰ اس کو جاننے والا ہے كُتِبَ عَلَيۡكُمُ الۡقِتَالُ فرض کیا گیا تم پر دشمنوں کے ساتھ لڑنا وَهُوَ كُرۡهٌ لَّكُمۡ اور یہ لڑنا تمھیں ناپسند ہے وَعَسٰۤى اَنۡ تَكۡرَهُوۡا شَيۡـئًا اور قریب ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو وَّهُوَ خَيۡرٌ لَّكُمۡ اور تمھارے لیے وہی بہتر ہو وَعَسٰۤى اَنۡ تُحِبُّوۡا شَيۡـئًا اور قریب ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمۡ اور تمھارے لیے وہی بُری ہو وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے وَاَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ اور تم نہیں جانتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ مکرمہ میں اپنی نبوت کا اعلان کیا اور رب تعالیٰ کی توحید بیان فرمائی اور قیامت کے متعلق عقیدہ بتایا اور اچھے اخلاق کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا سبق دیا تو اس سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت مخالفت ہوئی۔ چند آدمیوں کے سوا کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہ دیا اور جو آدمی مسلمان ہوئے ان کو بھی بڑی بڑی

تکلیفیں پہنچائیں اوران میں سے بعض شہید ہو گئے اور بعض کو ٹخنوں میں رسیاں باندھ کر گلیوں اور سڑکوں پر کھینچا گیا بعض کو گرم ریت پر لٹا کر ان کی چھاتی پر چڑھ جاتے۔ غرضیکہ طرح طرح کی تکلیفیں دیں۔

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قبولِ اسلام :

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ جب مسلمان ہوئے ان کا چچا بہت سخت آدمی تھا۔ اس نے کہا لڑکے کلمہ چھوڑ دے۔ کہنے لگے چچا جی! کلمہ چھوڑنے والی چیز نہیں کلمہ تو پڑھنے والی چیز ہے۔ چچے نے دیوار میں لمبی موٹی میخ ٹھونک کر ان کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اس سے لٹکا دیا اور اس پر بھی تسلی نہ ہوئی تو اپنے نوکروں کو حکم دیا کہ خشک غلاظت اکٹھی کر کے لاؤ اور اس کا دھواں اس کی ناک میں دو۔ ان کے ساتھ یہ بھی کیا گیا۔ ان کو ایمان سے برگشتہ کرنے کے لیے بہت کچھ کیا گیا لیکن یہ لوگ بڑے صبر، ہمت اور حوصلے والے تھے۔ شکر کرو کہ رب تعالیٰ نے ہمیں ایسی تکلیفوں میں مبتلا نہیں کیا ورنہ ہم میں سے کوئی ایک بھی کھڑا ہونے والا نہیں ہے۔

اسی طرح جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو ان کے چچا نے بھی صف میں لپیٹ کر سریئے کے ساتھ لٹکا دیا اور گھر کے افراد پر پابندی لگا دی کہ اسے کھانے پینے کے لیے کچھ نہ دیا جائے۔ مگر وہ بڑی ہمت والے لوگ تھے کوئی بھی ان میں سے نہ ڈگمگایا۔ پھر ہجرت کوئی معمولی بات نہیں۔ اپنا گھر بار، کاروبار، برادری چھوڑنا اور پھر دشمنوں کے ہاتھ میں دے کر چلے جانا کوئی آسان بات نہیں ہے۔ پھر بدر میں جو تکلیفیں پیش آئیں، اس کے بعد اُحد میں جو تکلیفیں برداشت کرنا پڑیں، ستر آدمی شہید ہوئے اور بے شمار زخمی ہوئے۔ اس کے بعد پھر غزوہ خندق میں مسلمانوں کو تکلیفیں اُٹھانا پڑیں۔ ان تکلیفوں کو

دیکھ کر بعض نئے نئے مسلمان گھبرا جاتے تھے۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَمْ حَسِبْتُمْ کیا تم خیال کرتے ہو اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّۃَ یہ کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے وَلَمَّا یَاْتِکُمْ اور ابھی تک تمھارے پاس نہیں آئیں مَّثَلُ الَّذِیْنَ ان لوگوں کی مثالیں خَلَوْا مِنْ قَبْلِکُمْ جو تمھارے سے پہلے گزر چکے ہیں یعنی جو لوگ گزر چکے ہیں ان پر جس طرح کی تکلیفیں آئی تھیں اس طرح کی ابھی تک تمھارے اُوپر نہیں آئیں اور تکلیفیں برداشت کرنے کے بغیر جنت نہیں ملتی۔ وہ بڑی قیمتی ہے اور جو چیز اعلیٰ اور عمدہ ہوتی ہے اس کی قیمت بھی زیادہ ہوتی ہے۔

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آزمائش :

بخاری شریف میں روایت ہے۔ حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ غلام تھے۔ ان کا آقا امیہ بن خلف بڑا ظالم اور سخت گیر تھا۔ جب یہ مسلمان ہو گئے تو ان کو بھوکا پیاسا بھی رکھتا اور مارتا اور کہتا کلمہ چھوڑ دے۔ لیکن انھوں نے کہا کہ کلمہ نہیں چھوڑ سکتا۔ جس طرح ہمارے ہاں کیکر کا درخت جو دیر تک جلتا رہتا ہے، اسی طرح عرب میں ایک درخت ہے جس کو غظاہ کہتے ہیں اس کے کوئلے جلا کر اور ان کا کرتہ اُتروا کر کمر کے بل لٹا دیتا اور چھاتی پر پاؤں رکھ کر کھڑا ہو جاتا تھا۔ دیکھو! آج ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے عمل تو دور کی بات ہے۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی کمر سے خون جاری ہو جاتا اور رطوبت نکلتی، اس سے کوئلے ٹھنڈے ہو جاتے۔ کمر میں گڑھے سے بن گئے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبۃ اللہ کے سائے میں سر کے نیچے چادر رکھ کر لیٹے ہوئے تھے۔ خباب بن ارت رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور اپنی کمر سے کرتہ اُٹھایا اور کہنے لگے حضرت! میرا ظالم آقا امیہ بن خلف مجھے کوئلوں پر لٹا کر میری چھاتی پر کھڑا ہو

جاتا ہے اور مجھے پہلو بھی نہیں بدلنے دیتا۔ حضرت! دیکھیں میری پیٹھ پر کیسے زخم ہیں، گڑھے پڑے ہوئے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے خباب! تم میرے اُمتی ہو اور تم سے پہلے ایسے ایمان والے لوگ بھی گزرے ہیں کہ ان کو ناف تک زمین میں گاڑ کر اور سر پر آری رکھ کر ایک آدمی آگے اور ایک پیچھے کھڑا ہو جاتا اور کہتے کہ کلمہ چھوڑ دے ورنہ ہم تجھے چیز کر دو ٹکڑے کر دیں گے۔ وہ کہتے کلمہ نہیں چھوڑنا۔ وہ ظالم آری چلا کر دو ٹکڑے کر دیتے تھے۔ ایک حصہ ایک طرف اور دوسرا حصہ دوسری طرف گر جاتا تھا۔ آج ہے کوئی اس کا تصور کرنے والا۔ اور فرمایا کہ ایسے بھی تھے کہ ظالموں نے لوہے کی کنگھیاں بنائی ہوئی تھیں اور کہتے تھے کلمہ چھوڑ دو۔ تو ان میں سے جو کلمے پر پختہ رہتے ان کے چمڑے اور گوشت کو ان لوہے کی کنگھیوں سے نوچ لیتے، ہڈیاں رہ جاتیں اور وہ تڑپ تڑپ کر مر جاتے مگر کلمہ نہیں چھوڑتے تھے۔

اسی طرح سورۃ البروج میں واقعہ بیان ہوا ہے۔ اس وقت کے ظالم بادشاہ نے آگ کا بھٹہ تیار کیا۔ ظالم بادشاہ اور اس کے وزیروں، مشیروں نے کناروں پر کرسیاں لگا لیں اور چاروں طرف اللہ کی مخلوق کھڑی ہے۔ ایک ایک آدمی کو آگے کر کے کہتے کہ کلمہ چھوڑ دو ورنہ آگ میں ڈال دیں گے۔ وہ کلمہ نہیں چھوڑتے تھے۔ سب کے سامنے آگ میں ڈال دیئے جاتے اور وہ جل جاتے، پھر دوسرے کو، پھر تیسرے کو مگر کوئی آدمی بھاگا نہیں۔

ایک عورت نے اپنا دودھ پیتا بچہ اپنی چھاتی کے ساتھ لگایا ہوا تھا۔ ان ظالموں نے بچہ چھین کر آگ میں پھینک دیا۔ ماں تھی، بے چاری کانپ اُٹھی اور کہا اس بچے کا کیا

قصور کلمہ تو میں نے پڑھا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اس بچے کو قوتِ گویائی عطا فرمائی۔ اس دودھ پیتے بچے نے آواز دی۔ اے میری ماں! تو حق پر ہے ڈرنا نہیں یہ ظاہری طور پر آگ نظر آتی ہے حقیقت میں یہ جنت کا راستہ ہے۔ اُس عورت کو بھی اُنھوں نے اُٹھا کر آگ میں پھینک دیا۔

یہ چیزیں اس وقت ہمارے تصور میں بھی نہیں آسکتیں مگر وہ بڑے پختہ اور مضبوط ایمان کے مالک تھے۔ ہمیں تو آج تھوڑی سی بھی تکلیف آجائے تو لوٹے بن جاتے ہیں یعنی لوٹے کی طرح پھر جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ ہم امتحان کے قابل ہی نہیں ہیں اس واسطے ہم پر زیادہ سختی نہیں آتی۔ اُن لوگوں پر سختیاں آئیں اور اُنھوں نے برداشت کیں، جان دے دی مگر ایمان نہیں چھوڑا۔

عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کو قیصر روم کی پیشکش :

حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی ہیں۔ ہرقل روم کی فوجوں نے انہیں گرفتار کرلیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت تھا۔ کچھ اور ساتھی بھی گرفتار ہوئے۔ ایک ایک سے انٹرویو لے رہے تھے۔ ان کو ہرقل روم نے دیکھا کہ بڑا خوب صورت اور صحت مند نوجوان ہے۔ قد و قامت بھی خوب ہے اور بات بھی بڑے سلیقے سے کرتا ہے۔ ہرقل نے ان کو کہا برخوردار، عزیز! میں روم کا بادشاہ ہوں، ہرقل میرا نام ہے، قیصر میرا لقب ہے۔ میں تجھے پیشکش کرتا ہوں کہ اُزَوِّجُكَ اِبْنَتِيْ وَاُشْرِكُكَ فِيْ مُلْكِيْ "میں تجھے اپنی لڑکی کا رشتہ دوں گا اور اپنے ملک میں تجھے بڑا عہدہ دے دوں گا، وزیر کہے یا وزیر خارجہ، جو بھی تو چاہے گا تَنَصَّرْتَ تو عیسائیت قبول کرلے۔"

عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ نے کہا دوبارہ کہو تم نے کیا کہا۔ اس نے پھر اپنی بات

دہرائی۔ فرمایا تم تو ایک ملک کے بادشاہ ہو صرف روم کے۔ خدا کی قسم وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر تم ساری دنیا کے بادشاہ ہوتے بلا شرکت غیرے اور پھر تم ساری دنیا کا بادشاہ مجھے بنا دیتے اور تاج میرے سر پر رکھ دیتے تو پھر بھی میرے دل میں ایمان چھوڑنے کا تصور بھی نہیں آسکتا۔

حبیب ابن زید انصاری رضی اللہ عنہ مسیلمہ کذاب کے مقابلے میں لڑتے لڑتے گرفتار ہو گئے۔ مسیلمہ کذاب نے ان سے انٹرویو لیا کہ تم ہمارے ساتھ کیوں لڑتے ہو۔ کہنے لگے اس واسطے کہ تو جھوٹا ہے، کذاب ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہے اور تو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ مسیلمہ نے کہا کہ تو اس طرح کر کہ مجھے نبی مان لے میں تجھے چھوڑ دوں گا ورنہ اُقَطِّعُكَ اَرْبًا اَرْبًا "میں تیرا ایک ایک جوڑ الگ الگ کر دوں گا۔"

حضرت حبیب ابن زید انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا اَنْتَ وَذَاكَ جو تیرے دل میں آتا ہے کر میں نے اپنا کلمہ نہیں چھوڑنا۔ تو اس نے بازو کلائی سے کاٹا پھر کہنی سے کاٹا، پھر کندھوں سے کاٹا۔ ایک ایک عضو اس نے الگ کر دیا مگر انھوں نے ایمان نہیں چھوڑا۔

خبیب بن عدی انصاری رضی اللہ عنہ کو کافروں نے سولی پر چڑھانے کا ارادہ کیا۔ ابوسفیان اس وقت مسلمان نہیں ہوا تھا اور مکہ مکرمہ کی سرداری اس وقت اس کے پاس تھی۔ اس نے کہا برخوردار! میرے ساتھ سودا کر لے۔ وہ یہ کہ تو ایک لفظ کہہ دے تیری رہائی کا میں ذمہ لیتا ہوں۔ لفظ یہ کہہ کہ (نعوذ باللہ) آج میری جگہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سولی پر چڑھایا جاتا تو کیا اچھا ہوتا۔ قرآن پاک کی رو سے، حدیث پاک کی رو سے، فقہ اسلامی کی رُو سے مکرہ یعنی جس پر جبر کیا گیا ہو اس کو کلمۂ کفر کہنا جائز ہے۔ اُس وقت اگر وہ الفاظ جان بچانے کے لیے کہتے تو شرعاً ان کو اجازت تھی۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ چچا جی! تم

نے کیا کہا؟ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کفر کی حالت میں وہ الفاظ دہرائے کہ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تو اتنا کہہ دے (نعوذ باللہ) کہ میری جگہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو لٹکایا جائے تو کیا اچھا ہو۔

فرمایا چچا جی! یہ لفظ تو بڑے وزنی ہیں۔ خدا کی قسم! میں اپنی سولی کے بدلے اتنا بھی کہنے کے لیے تیار نہیں ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھے۔ معاف کرنا! مسلمان تو وہ تھے ہم تو صرف نام کے مسلمان ہیں، موروثی مسلمان ہیں، پیدائشی مسلمان ہیں۔ ہم نے تو اسلام کی کوئی خدمت ہی نہیں کی اور نہ ہی محنت کر کے اسلام حاصل کیا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تَدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے وَلَمَّا یَاۡتِکُمۡ اور ابھی تک تمھارے پاس نہیں آئیں مَّثَلُ الَّذِیۡنَ مثالیں ان لوگوں کی خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلِکُمۡ جو تم سے پہلے گزرے ہیں مَسَّتۡهُمُ الۡبَاۡسَآءُ پہنچیں ان کو مالی پریشانیاں وَالضَّرَّآءُ اور بدنی پریشانیاں وَزُلۡزِلُوۡا اور ان پر ایسی زلزلے کی سی کیفیت طاری کر دی گئی کہ حَتّٰی یَقُوۡلَ الرَّسُوۡلُ یہاں تک کہ اس وقت کے جو رسول نے انھوں نے بھی فرمایا وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ اور اُن لوگوں نے بھی کہا جو ایمان لا چکے تھے مَتٰی نَصۡرُ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی مدد کب آئے گی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہوا اَلَآ خبردار! ثابت قدم رہنا ایمان نہ چھوڑنا اِنَّ نَصۡرَ اللّٰهِ قَرِیۡبٌ بے شک اللہ تعالیٰ کی مدد قریب ہے۔ گو اُنھوں نے جانیں قربان کر دیں مگر اس سے لوگوں میں اچھے تاثرات قائم ہوئے۔ اسلام پھیلا ہے، حق پھیلا ہے سمٹا نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ یہ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ کیا کچھ خرچ کریں۔ حضرت عمرو ابن جموع رضی اللہ عنہ انصاری لنگڑے تھے۔ جب کھڑے ہوتے تو پھرکی کی طرح پھر جاتے تھے اور تھے بڑے مال دار۔ اُنھوں نے سوال کیا کہ حضرت! میرے پاس پیسے ہیں مجھے مصرف بتائیں کہ میں کہاں خرچ کروں؟

قُلْ تو کہہ دے مَآ اَنْفَقْتُمْ جو بھی تم خرچ کرو گے مِّنْ خَیْرٍ مال فَلِلْوَالِدَیْنِ پس ماں باپ کے لیے۔ سب سے پہلے والدین کا حق ہے۔ لیکن یاد رکھنا! یہ زکوٰۃ کی بات نہیں ہو رہی۔ اور نفلی صدقہ بندہ اپنے والدین کو بھی دے سکتا ہے وَالْاَقْرَبِیْنَ اور قریبی رشتہ داروں کی مالی امداد کرو وَالْیَتٰمٰى یتیموں کی امداد کرو وَالْمَسٰكِیْنِ اور مسکینوں کی امداد کرو وَابْنِ السَّبِیْلِ اور مسافروں کی امداد کرو۔ یہ مصرف ہیں جتنا دینا چاہو وہ تمھاری صوابدید پر موقوف ہے۔ کوئی حد بندی نہیں ہے کہ تم اتنے پیسے دو یا فلاں چیز دو۔

سید کو زکوٰۃ دینے کا حکم :

البتہ یہ مسئلہ یاد رکھیں کہ والدین کو زکوٰۃ، فطرانہ، نذر و منت، قسم کا کفارہ، ظہار کا کفارہ، کسی قسم کی واجب چیز نہیں دی جا سکتی۔ اسی طرح دادے، دادی کو، پردادے کو، نانی، نانے کو، بیٹی کو، پوتے، پوتی کو، نواسے، نواسی کو، نیچے تک چلے جاؤ ان کو بھی زکوٰۃ نہیں لگتی۔

بعض لوگ بے تکی باتیں کرتے ہیں کہ اگر وہ بھوکے ہوں تو بندہ کیا کرے، زکوٰۃ نہ دے۔ خصوصاً جب سادات کا نمبر آتا ہے تو کہتے ہیں کہ تم یہ کہتے ہو کہ سید کو زکوٰۃ نہیں دینی تو اگر سید بادشاہ بھوکا مرتا ہو تو پھر بندہ کیا کرے؟

گزارش ہے یہ ایک وہمی بات ہے کیوں کہ شریعت نے تم سے چالیس روپے میں سے ایک روپیہ زکوٰۃ کا لیا ہے اور اُنتالیس روپے تمھارے پاس ہیں۔ تو سید بادشاہ کی اُن اُنتالیس میں سے امداد کرو نا یا اس کو تم نے حرام ہی کھلانا ہے۔ ساری رقم تو شریعت نے تم سے لی نہیں، چالیس میں سے ایک روپیہ لیا ہے۔ سو میں سے اڑھائی روپے لیے ہیں۔ دو سو میں سے پانچ روپے لیے ہیں۔ ایک ہزار میں سے پچیس روپے لیے ہیں تو ۹۷۵ تو تمھاری جیب میں ہیں ان میں سے سید بادشاہ کی خدمت کرو نا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ زکوٰۃ وغیرہ لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا لِاٰلِ مُحَمَّدٍ ﷺ "فرمایا یہ زکوٰۃ لوگوں کے مالوں کی میل کچیل ہے نہ میرے واسطے حلال ہے نہ میری آل کے واسطے۔" ہاں! اگر نفلی صدقہ دو تو اس کا تمھیں دوہرا ثواب ملے گا۔ ماں باپ کو دو ایک تو اس واسطے کہ غریب ہیں دوسرا اس واسطے کہ تمھارے ماں باپ ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی اور عزیز رشتہ دار ہے، کمزور ہے اس کو دو تو ڈبل ثواب ملے گا۔ یعنی بیس نیکیاں ملیں گی۔ اس واسطے کہ تم صلہ رحمی کر رہے ہو۔ صدقے کا ثواب الگ اور صلہ رحمی کا الگ۔

وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ اور جو بھی تم کرو گے مال سے فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ پس بے شک اللہ تعالیٰ اس کو بہ خوبی جانتا ہے۔

اس سے پہلے کافروں کے مظالم کا ذکر تھا آگے فرمایا تمھیں رب کی طرف سے حکم ہے كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ تم پر فرض کیا گیا اپنے دشمنوں کے ساتھ لڑنا۔ مشرکوں کے ساتھ، کافروں کے ساتھ لڑنا تم پر فرض ہے۔ اور یہ فرض کفایہ بھی ہے اور فرض عین بھی ہے۔ فرض کفایہ کا مطلب یہ ہے کہ کچھ لوگ بھی ادا کر دیں تو دوسرے سب لوگ گناہ سے

بچ گئے۔اور فرض عین کا مطلب ہے کہ ہر ایک پر لازم ہے جب تک وہ خود نہیں کرے گا جان نہیں چھوٹے گی۔دوسرے ملک میں جا کر لڑنا یہ فرض کفایہ ہے۔اگر کچھ مجاہد کافروں کے ساتھ لڑتے ہیں تو دوسروں کی گردن فارغ ہے۔اور اگر ملک پر حملہ ہو گیا تو پھر سب پر فرض ہے کسی کو چھٹکارا نہیں ہے۔خدانخواستہ پاکستان پر انڈیا حملہ کرتا ہے۔اسرائیل کے ارادے ہیں پاکستان پر حملہ کرنے کے انڈیا کے ساتھ مل کر۔اگر ایسا ہو گیا تو پھر پاکستان میں رہنے والے ہر مسلمان مرد عورت پر دفاع فرض ہے،فرض عین ہو گا

وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وہ تمھیں ناپسند ہے وَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا اور قریب ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اور وہی تمھارے لیے بہتر ہو وَعَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا اور ممکن ہے کہ تم کسی شے کو پسند کرو وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ اور وہی تمھارے لیے بُری ہو۔اور دیکھو!طبعی طور پر تو انسان جہاد سے گریز کرتا ہے کہ جان دینی ، مارنا، زخمی ہونا،تکلیفیں اُٹھانا آسان بات تو نہیں ہے لیکن جہاد کی برکات بڑی ہیں۔

جہادِ افغانستان کی اہمیت :

دنیا میں دو ہی قوتیں سمجھی جاتی تھیں۔ایک روس اور دوسری امریکہ۔یہ دونوں بڑی ظالم اور طاغوتی قوتیں تھیں۔مگر اللہ تعالیٰ نے روس کو ابابیلوں سے مروادیا۔

ابتدائی دور میں صرف مدارس کے طالب علم تھے۔ہمارے نصرۃ العلوم سے فارغ شدہ تقریباً تیس طالبان شہید ہوئے۔میرا نواسہ عمران عدیل جس کی عمر ساڑھے سترہ سال تھی وہ خوست کے مقام پر شہید ہوا۔میرا بیٹا شاہد ان محاذوں پر لڑتا رہا ہے۔

اب اس روس کی قوت منتشر ہو چکی ہے۔ان شاءاللہ وہ وقت دور نہیں ہے کہ امریکہ کی طاقت بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو گی۔ظالم آخر کب تک ظلم کریں گے؟رب کی گرفت

بہت سخت ہے وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اس واسطے جو رب نے فرمایا ہے وہی حق ہے اسی پر چلو، اس میں خیر اور اسی میں بھلائی ہے۔

یَسْـَٔلُوْنَكَ

عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ۭ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ۭ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۤ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۭ وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ۭ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَھُوَ كَافِرٌ فَاُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ ھُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۱۷﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ ھَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰۗىِٕكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۱۸﴾

یَسْـَٔلُوْنَكَ سوال کرتے ہیں آپ سے عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ عزت والے مہینے کے بارے میں قِتَالٍ فِيْهِ کہ اس میں لڑنا کیسا ہے قُلْ کہہ دے قِتَالٌ فِيْهِ لڑائی اس مہینے میں كَبِيْرٌ بڑی ہے وَصَدٌّ اور روکنا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے سے وَكُفْرٌۢ بِهٖ اور اللہ تعالیٰ کے حکموں کا انکار کرنا وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اور مسجد حرام سے روکنا وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اور وہاں کے باشندوں کو نکالنا اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ یہ اس سے بھی بہت بڑی چیز ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک وَالْفِتْنَةُ اور فتنہ

اَكْبَرُ بہت بڑا ہے مِنَ الْقَتْلِ قتل سے وَلَا يَزَالُوْنَ اور ہمیشہ رہیں گے وہ يُقَاتِلُوْنَكُمْ تمھارے ساتھ لڑتے حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ یہاں تک کہ وہ تمھیں لوٹا دیں عَنْ دِيْنِكُمْ تمھارے دین سے اِنِ اسْتَطَاعُوْا اگر وہ طاقت رکھیں وَمَنْ يَّرْتَدِدْ اور جو شخص پھر گیا مِنْكُمْ تم میں سے عَنْ دِيْنِهٖ اپنے دین سے فَيَمُتْ پھر مر گیا وَهُوَ كَافِرٌ اور وہ کفر پر مرا فَاُولٰٓئِكَ پس وہ لوگ ہیں حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ اکارت ہو گئے اعمال ان کے فِي الدُّنْيَا دنیا میں بھی وَالْاٰخِرَةِ اور آخرت میں بھی وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ اور وہ ہیں دوزخ والے هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ وہ ہمیشہ دوزخ میں رہا کریں گے اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا اور وہ جنھوں نے ہجرت کی وَ جٰهَدُوْا اور اُنھوں نے جہاد کیا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ وہ اُمید رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

حرمت کے مہینے میں لڑائی :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک علاقے کے بارے میں خبر ملی کہ وہاں کے کفار آس پاس کے مسلمانوں کو اسلام سے پھیرنے کے لیے بڑا تشدد کر رہے ہیں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے پھوپھی زاد بھائی عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر بنایا اور تقریباً چار سو کے لگ بھگ مجاہدین کا ایک دستہ ان کے ماتحت روانہ کیا کہ تم نے فلاں محاذ پر پہنچنا

ہے۔ وہاں پر جو مسلمان ہیں ان پر ظلم ہو رہا ہے تمہیں ان کا دفاع کرنا ہے۔ یہ جمادی الاخریٰ کا مہینہ تھا اور آخری تاریخیں تھیں اور اگلا مہینہ رجب کا تھا۔ رجب کے مہینے میں لڑائی منع ہوتی تھی اور یہ بات حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور سے چلی آ رہی تھی۔ ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم یہ تین مہینے اور چوتھا رجب تھا۔ ابتداء اسلام میں یہی مسئلہ تھا پھر جب سورہ توبہ نازل ہوئی تو یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ تو اس بات پر دونوں گروہ متفق تھے کہ رجب میں لڑائی نہیں ہو گی۔

عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے حالات کا جائزہ لیا۔ جب اس بات کا کافروں کو علم ہوا تو ان کے جذبات مشتعل ہو گئے کہ یہ کون ہوتے ہیں ہمارے معاملات میں مداخلت کرنے والے اور ہم پر اپنا حکم نافذ کرنے والے تو انھوں نے لڑائی شروع کر دی۔ مسلمان دستے نے بھی اپنا دفاع کیا۔ ابن حضرمی کافروں کا سردار تھا وہ مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ اس سے کفار کے جذبات اور زیادہ بھڑک اُٹھے۔ مسلمانوں نے یہ سمجھا کہ یہ جمادی الاخریٰ کا آخری دن ہے اور تیسویں تاریخ ہے اس میں ہم لڑ رہے ہیں لیکن اتفاقاً وہ یکم رجب نکلی۔

تو کافروں کو اور تو کچھ نہ ملا اُنھوں نے یہ پروپیگنڈہ شروع کر دیا کہ دیکھو! مسلمانوں نے رجب کے مہینہ میں لڑائی کی ہے۔ اور یہ پروپیگنڈہ انھوں نے اتنا کیا کہ لوگوں کے جذبات بہت بھڑکا دیئے۔ مسلمان بھی اپنی جگہ نادم ہوئے کہ ہم نے تو یہ سمجھا تھا کہ جمادی الآخر کا آخری دن ہے لیکن چاند اُنتیس کا نکلا تیس کا نہ ہوا۔ تو اس سلسلے میں اُنھوں نے حضورِ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ حضرت! اب ہماری کیا پوزیشن ہے کیا اللہ پر ہماری کوئی گرفت تو نہ ہو گی؟

اللہ تعالیٰ اس کا جواب دیتے ہیں یَسْئَلُوْنَكَ یہ تمھارے ساتھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ سے سوال کرتے ہیں عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ عزت والے مہینے میں لڑائی کا کیا حکم ہے؟ قُلْ آپ ان کو جواب دیں قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ کہ عزت والے مہینے میں لڑنا بہت بڑا گناہ ہے۔ لیکن تصویر کا دوسرا رُخ بھی دیکھو کہ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے سے لوگوں کو روکنا، ایمان سے روکنا۔ یہ کافر مسلمانوں کو ایمان سے روکتے ہیں وَكُفْرٌ بِهٖ اور اللہ تعالیٰ کے احکام کا صریح انکار کرنا وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اور مسجد حرام سے روکنا۔ کیوں کہ ان لوگوں نے مسجد حرام سے ذوالقعدہ کے مہینے میں روکا تھا حدیبیہ کے سلسلے میں وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اور حرم کے لوگوں کو، مکہ کے رہنے والوں کو مکہ مکرمہ سے نکال دینا اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ یہ چیزیں بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑی ہیں۔ وہ فی نفسہ بہت بڑی ہیں۔

اب یہ لوگ ان مہینوں میں مومنوں کو اللہ تعالیٰ کے راستہ سے روکتے بھی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حکموں کا انکار بھی کرتے ہیں۔ انھی مہینوں میں انھوں نے مہاجرین کو ہجرت پر مجبور کیا۔ یہ بھی تو سارے گناہ کے کام ہیں اور اگر یہ سارے کام ان مہینوں میں کر سکتے ہیں تو ان کو کیا حق ہے کہ یہ اعتراض کریں۔ بے شک شہر حرام میں لڑائی بہت بڑی بات ہے لیکن اس کے مقابلے میں یہ کام ان سے کافی بڑے ہیں۔ تو ان کو اپنی آنکھوں کا شہتیر نظر نہیں آتا اور دوسروں کی آنکھ کا تنکا ان کو نظر آتا ہے۔ ان کو اپنی طرف بھی خیال کرنا چاہیے کہ اِنھی مہینوں میں ہم اللہ تعالیٰ کے راستہ سے لوگوں کو روکتے ہیں، اِنھی مہینوں میں ہم نے عمرہ نہیں کرنے دیا۔ انھی مہینوں میں ہم نے لوگوں کو یہاں سے نکالا۔ یہ اپنا گناہ کیوں نہیں دیکھتے۔ اگر ان سے غلطی سے لڑائی ہوگئی ہے تو اس کو اتنا اُچھال رہے ہیں اور

خود جان بوجھ کر سب کچھ کرتے ہیں۔

شرک قتل سے بڑا گناہ :

وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ خازن رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ فرماتے ہیں کہ فتنے سے مراد شرک ہے۔ شرک قتل سے بھی بڑا گناہ ہے اور یہ ان مہینوں میں شرک بھی کرتے ہیں ان کو یہ نظر نہیں آتا؟ دوسروں پر اعتراض کرتے ہیں کہ جی رجب کے مہینے میں آدمی قتل کر دیا۔

حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اَبْصَرُ النَّاسِ لوگوں میں زیادہ آنکھوں والا (دیکھنے والا) وہ ہے جو اپنے عیبوں کو دیکھے اور لوگوں کے عیبوں سے آنکھیں بند کرلے اَبْصَرُ النَّاسِ مَنْ نَظَرَ عُيُوْبَهٗ وَغَمَضَ عُيُوْبَ غَيْرِهٖ "لوگوں میں سے زیادہ دیکھنے والا وہ آدمی ہے جو اپنے عیب دیکھے اور دوسروں کے عیبوں کی طرف نہ دیکھے۔" اور نادان احمق آدمی وہ ہے جو اپنے گناہ نہیں دیکھتا اور دوسرے کے گناہوں کی فہرست بنائے رکھتا ہے کہ فلاں میں یہ عیب ہے فلاں میں یہ عیب ہے۔

تو فرمایا وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ فتنہ قتل سے بھی بہت بڑا گناہ ہے۔ اس واسطے کہ اگر کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو قتل کرتا ہے تو یہ بہت بڑا گناہ ہے اور قتل کو حلال نہیں سمجھتا کیوں کہ اگر حلال سمجھے گا تو کافر ہو جائے گا اور کافر کا جہنم سے نکلنا محال ہے۔ جذبات میں آکر کیا تو اس کے لیے سزا خلود فی النار نہیں ہے کبھی نہ کبھی نکل آئے گا۔ لیکن جس شخص نے شرک کیا ہے وہ دوزخ سے کبھی بھی نہیں نکلے گا۔ تو شرک کی سزا قتل سے کافی زیادہ ہے۔ اور دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ فتنے سے عام فتنے مراد ہیں، چاہے زبانی طور پر فتنے ہوں یا عملی طور پر ہوں۔ فتنہ بہت بُری چیز ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْفِتْنَةُ نَائِمَةٌ لَّعَنَ اللهُ مَنْ اَيْقَظَهَا فتنہ سویا ہوا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اس پر جس نے فتنہ کو جگایا۔ فتنے کی بات کرنا، فتنے کا کام کرنا بہت سنگین جرم ہے لیکن بعض مزاج بعض طبیعتیں ایسی ہوتی ہیں کہ جب تک وہ کوئی فتنہ کی بات نہ کریں اُن کو تسلی نہیں ہوتی وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ اور یہ جو کافر ہیں یہ ہمیشہ تمھارے ساتھ لڑتے رہیں گے حتیٰ کہ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ یہاں تک کہ تمھیں تمھارے دین سے پھیر دیں اِنِ اسْتَطَاعُوْا اگر ان میں طاقت ہو۔

مرتد بارے بعض اہم مسائل :

آگے فرمایا کہ مرتد کا مسئلہ بھی سُن لو وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ اور جو تم میں سے مرتد ہو جائے۔ مسلمان ہونے کے بعد دین چھوڑ دے عَنْ دِيْنِهٖ اپنے دین سے پھر جائے فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ اور مرے اس حال میں کہ وہ کافر ہو فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ان لوگوں کے اعمال دنیا میں بھی اکارت ہو گئے اور آخرت میں بھی۔ العیاذ باللہ اگر کوئی شخص مرتد ہو جائے تو ساتھ ہی نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ اس کے نکاح کو توڑنے کے لیے کسی جج یا قاضی کے فیصلے کی ضرورت نہیں ہے، نکاح خود بہ خود ٹوٹ گیا۔ پھر یہ جو مرتد ہوا ہے وراثت سے بھی محروم ہو گیا یعنی جس کا اس کو وارث بننا تھا اب نہیں بن سکے گا۔ اور اگر یہ اسی حالت میں مر گیا اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنے کی جازت نہ ہوگی اور نہ ہی اس کا جنازہ ہوگا۔ تو اس سے اندازہ لگائیں کہ کتنا نقصان ہوا۔

اسی طرح یہ مسئلہ بھی سمجھ لیں کہ اگر کوئی مسلمان مرتد ہو کر یہودی یا عیسائی ہو گیا تو اس کے ہاتھ کا ذبیحہ بھی جائز نہیں ہے۔ بہ خلاف اس کے جو پیدائشی یہودی یا عیسائی ہیں

اگر وہ قاعدے کے مطابق ذبح کریں تو ان کے ہاتھ کا ذبیحہ جائز ہے۔ اسی طرح اگر اصل عیسائی یا یہودی عورت ہے تو قاعدے اور شرائط کے مطابق اس کے ساتھ نکاح جائز ہے لیکن اگر کوئی مسلمان عورت مرتد ہو کر عیسائی مذہب قبول کر لے تو اس سے نکاح جائز نہیں ہے۔ کیوں کہ مرتد ہونے کے بعد دنیا کے سارے احکام اس سے اُٹھ گئے ہیں اور آخرت کا مسئلہ یہ ہے کہ اس نے جو نیکیاں اسلام کی حالت میں کی تھیں سب ضائع ہوگئیں ہیں۔

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں اگر وہ مرتد سچے دل سے توبہ کرے تو اس نے جو نیکیاں اسلام کی حالت میں کی تھیں اُن کا ثواب اس کو نہیں ملے گا اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جب وہ مسلمان تھا اس وقت اس نے حج کیا تھا پھر مرتد ہو گیا العیاذ باللہ وہ حج تو باطل ہو گیا۔ اب اس نے سچے دل سے توبہ کی اور اس کے بعد وہ مال دار ہو گیا تو اُسے نئے سرے سے حج کرنا پڑے گا۔

بعض کلماتِ کفر :

تو یاد رکھنا! اگر منہ سے کلمۂ کفر نکل گیا تو آدمی مرتد ہو جاتا ہے اور مرتد ہونے کے لیے ضروری نہیں ہے کہ آدمی واضح طور پر کہے کہ میں عیسائی ہو گیا ہوں، یہودی ہو گیا ہوں یا میں سکھ بن گیا ہوں۔ فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ ایک آدمی کسی کو کہتا ہے کہ آؤ بھائی نماز پڑھ لیں۔ جواب میں وہ آدمی کہتا ہے کہ نماز میں کیا پڑا ہے؟ اتنے الفاظ کہنے سے وہ کافر ہو گیا، مرتد ہو گیا۔ پہلی نیکیاں سب برباد، نکاح ٹوٹ گیا۔ کسی کو کہا بھائی روزہ رکھ لیں۔ وہ کہے کہ روزہ میں کیا پڑا ہے؟ اتنے الفاظ کہنے سے وہ کافر اور مرتد ہو گیا پہلی نیکیاں سب برباد، نکاح ٹوٹ گیا۔ کسی کو کہا کہ بھائی ڈاڑھی رکھ لو۔ اس نے کہا کہ ڈاڑھی میں کیا رکھا ہے؟ بڑے دیکھے ہیں ڈاڑھیوں والے، مرتد ہو گیا۔ یا یوں کہا کہ

آ بھائی! قرآن کا فیصلہ تسلیم کرلے۔ اور وہ کہے کہ قرآن وُران کیا ہوتا ہے۔ یہ الفاظ کہتے ہی وہ مرتد ہوگیا۔ اور یہ ایسے الفاظ ہیں جو لوگ روزانہ بکتے رہتے ہیں۔

اس واسطے علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں کہ ہر مہینے اپنا نکاح تازہ پڑھنا چاہیے تاکہ آگے جو اولاد پیدا ہوتی ہے وہ تو حرامی نہ ہو۔ ہر مہینے توبہ کرکے نئے سرے سے نکاح ہونا چاہیے۔ حضرت شامی رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اتنا دور نہیں ہے۔ اُن کی تاریخ وفات دیکھ لیں جو آج سے تقریباً دو، تین سو سال پہلے تھا۔ اب ہمارا زمانہ تو بہ توبہ کہاں نکل گیا ہے۔ چھوٹے چھوٹے بچے ایسی ایسی گالیاں نکالتے ہیں کہ آدمی دنگ رہ جاتا ہے کہ انھوں نے کہاں سے سنی ہیں۔ تو مرتد ہونے کے لیے ضروری نہیں کہ اس کے سر پر سینگ لگ جائیں، اچھا بھلا آدمی ہوتا ہے۔

وَاُولٰٓئِكَ اَصۡحٰبُ النَّارِ یہ ہیں دوزخ والے هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے کبھی بھی دوزخ سے نکلنا نصیب نہیں ہوگا۔ یاد رکھنا! دوزخ کی زندگی اور جنت کی ہمیشہ کی زندگی آج ہم نہیں سمجھ سکتے۔ کیوں کہ ہم نے محدود زمانہ دیکھا اور سنا ہے۔ سو سال، ہزار سال، پندرہ سو سال وغیرہ۔ وہاں ایسا نہیں ہے وہ کبھی نہ ختم ہونے والی زندگی ہے۔ اور کبھی بھی نہ ختم ہونے والی زندگی ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ جنتی کے واسطے خوشیاں ختم نہیں ہوں گی اور دوزخیوں کے لیے تکلیفیں کبھی ختم نہ ہوں گی۔

تو ان مجاہدوں نے جہاد کیا تھا عبداللہ ابن جحش رضی اللہ عنہ کی قیادت میں۔ تو ان کو اس بات کی تسلی تو ہوگئی کہ ان مہینوں میں لڑائی بھی بُری ہے اور یہ دوسری کارروائیاں بھی بُری ہیں۔ مسجد حرام سے روکنا، اسلام سے روکنا۔ لیکن ہم نے جو لڑائی لڑی ہے اس کا ہمیں کوئی ثواب بھی ملے گا یا نہیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے ان کا وہم دور کیا کہ تمھیں اجر ملے گا۔

فرمایا اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے وَالَّذِیۡنَ هَاجَرُوۡا اور وہ جنھوں نے رب تعالیٰ کی رضا کے لیے ہجرت کی وَجٰهَدُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کیا اُولٰٓئِكَ یَرۡجُوۡنَ رَحۡمَتَ اللّٰهِ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے اُمیدوار ہیں۔ان کو اجر ملے گا کیوں کہ انھوں نے دیدہ دانستہ نہیں کیا۔غلط فہمی کا شکار ہوئے۔اُنھوں نے یہ سمجھا کہ یہ جمادی الآخر کا تیسواں دن ہے مگر تھی یکم رجب۔تو اُنھوں نے قصداً ایسا نہیں کیا ان کو رب تعالیٰ جہاد کا اجر وثواب عطا فرمائیں گے وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ جو غلطی نادانستہ ہوتی ہے رب تعالیٰ اس کو معاف فرما دیتے ہیں۔اور دیدہ دانستہ بھی کرے اور رب تعالیٰ سے سچے دل سے توبہ کرے وہ بھی رب معاف کر دیتا ہے۔

تو فرمایا یہ تمھاری غلطی واقعتاً غلطی تھی لیکن تھی نادانستہ تمھیں اجر بھی ملے گا۔اللہ تعالیٰ تمھیں بخشے گا بھی اور کافروں کو اعتراض کا کوئی حق نہیں ہے۔وہ ان مہینوں میں تمھارے کاموں سے بڑے بڑے کام کرتے ہیں۔انھیں اپنے گریبان میں بھی منہ ڈال کر دیکھنا چاہیے کہ وہ کیا کرتے ہیں۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ؕ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۫ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ؕ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۬ؕ قُلِ الْعَفْوَ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ۟ۙ﴿۲۱۹﴾ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ؕ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ؕ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۟﴿۲۲۰﴾ وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ؕ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ؕ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚۖ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۟﴿۲۲۱﴾ ع ۲۷

يَسْـَٔلُوْنَكَ یہ لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں عَنِ الْخَمْرِ شراب کے بارے میں وَالْمَيْسِرِ اور جوئے کے بارے میں قُلْ کہہ دو فِيْهِمَآ ان دونوں میں اِثْمٌ كَبِيْرٌ گناہ ہے بہت بڑا وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ اور کچھ منافع بھی لوگوں کے لیے وَاِثْمُهُمَآ اور گناہ ان دونوں کا اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا بہت بڑا ہے ان کے منافع سے وَيَسْـَٔلُوْنَكَ

اور سوال کرتے ہیں آپ سے مَاذَا يُنْفِقُوْنَ کیا کچھ وہ خرچ کریں
قُلِ کہہ دے الْعَفْوَ اپنی ضرورت سے بچا ہوا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ
لَكُمُ الْاٰيٰتِ اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمھارے لیے اپنے احکام
لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ تاکہ تم غور و فکر کرسکو فِي الدُّنْيَا دنیا کے معاملات
میں وَالْاٰخِرَةِ اور آخرت کے واسطے وَيَسْـَٔلُوْنَكَ اور وہ لوگ آپ
سے سوال کرتے ہیں عَنِ الْيَتٰمٰى یتیموں کے بارے میں قُلْ اِصْلَاحٌ
لَّهُمْ خَيْرٌ آپ کہہ دیں ان کی اصلاح بہت ہی بہتر ہے وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ
اگر تم ان سے مل کر رہنا چاہو فَاِخْوَانُكُمْ پس تمھارے بھائی ہیں
وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے فسادی کو مِنَ الْمُصْلِحِ اصلاح
کرنے والے سے وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا لَاَعْنَتَكُمْ
البتہ تمھیں مشقت میں مبتلا کر دیتا اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ عَزِيْزٌ
غالب ہے حَكِيْمٌ حکمت والا ہے وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ اور نہ
نکاح کرو تم شرک کرنے والی عورتوں سے حَتّٰى يُؤْمِنَّ یہاں تک کہ وہ
ایمان لے آئیں وَلَاَمَةٌ اور البتہ لونڈی مُّؤْمِنَةٌ مومن خَيْرٌ
بہتر ہے مِّنْ مُّشْرِكَةٍ شرک کرنے والی عورت سے وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ
اور اگرچہ وہ تمھیں پسند آئے وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ اور نہ نکاح کر کے دو
اپنی بہنیں اور بیٹیاں مشرکوں کو حَتّٰى يُؤْمِنُوْا یہاں تک کہ وہ ایمان لے

آئیں وَلَعَبۡدٌ مُّؤۡمِنٌ اور البتہ مومن غلام خَيۡرٌ بہتر ہے مِّنۡ مُّشۡرِكٍ مشرک سے وَّلَوۡ اَعۡجَبَكُمۡ اور اگرچہ وہ مشرک تمھیں بھلا لگے یعنی اچھا لگے اُولٰٓئِكَ يَدۡعُوۡنَ اِلَى النَّارِ یہ لوگ دعوت دیتے ہیں آگ کی طرف وَاللّٰهُ يَدۡعُوۡٓا اور اللہ تعالیٰ دعوت دیتا ہے اِلَى الۡجَنَّةِ جنت کی طرف وَالۡمَغۡفِرَةِ اور بخشش کی طرف بِاِذۡنِهٖ اپنے حکم سے وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ اور بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی آیات لِلنَّاسِ لوگوں کے لیے لَعَلَّهُمۡ يَتَذَكَّرُوۡنَ تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کچھ مسائل کے بارے میں اشکالات پیش آئے۔ آپس میں بحث و گفتگو کرتے تھے۔ سب نے سوچا کہ آپس میں بحث و تمحیص کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی موجود ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیوں نہ معلوم کر لیں تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو فرمائیں اس پر عمل کریں۔

ایک مسئلہ یہ تھا کہ یہ جو شراب ہے یہ درست ہے یا نہیں۔ کیوں کہ اس وقت تک شراب حرام نہیں ہوئی تھی اور جوا بھی حرام نہیں ہوا تھا۔ تو بحث یہ ہوئی کہ یہ بُری چیزیں ہیں یا اچھی۔ آیا ان کی اشاعت و ترویج کرنی چاہیے یا ان کو بند کر دینا چاہیے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

يَسۡـَٔلُوۡنَكَ یہ آپ سے سوال کرتے ہیں عَنِ الۡخَمۡرِ شراب کے بارے میں وَالۡمَيۡسِرِ اور جوئے کے بارے میں قُلۡ آپ ان کو کہہ دیں فِيۡهِمَآ اِثۡمٌ كَبِيۡرٌ ان دونوں میں گناہ ہے بہت بڑا وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ اور تھوڑے سے فائدے بھی ہیں لوگوں کے لیے۔ فائدے یہ ہیں کہ مثال کے طور پر شراب پینے کے بعد انسان کو خوشی

محسوس ہوتی ہے اور بعض بیماریوں کا علاج بھی ہے۔ اور جوئے میں فائدہ یہ ہے کہ بغیر محنت اور مشقت کے پیسے حاصل ہو جاتے ہیں۔ تو اگر اس پہلو کو دیکھو تو شراب کا کچھ نفع بھی نظر آتا ہے لیکن رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وَاِثۡمُهُمَاۤ اَكۡبَرُ مِنۡ نَّفۡعِهِمَا اور ان دونوں کا گناہ ان کے فائدے سے بہت زیادہ ہے۔ لیکن ابھی تک حرام نہیں ہوئے تھے۔ یہ اُن کی حرمت کا الارم اور تمہید تھی۔

اس کا دوسرا حکم پانچویں پارے میں ہے۔ پھر ساتویں پارے میں حکم ہے جس سے شراب اور جوئے کو بالکل حرام فرما دیا۔

شراب کے فوائد و نقصانات :

شیخ الرئیس ابن سینا جو یونانی حکماء کا بابا ہے اُس نے کتاب لکھی ہے جو قانون طب کی مستند کتاب ہے۔ اس میں اس نے چیزوں کے فوائد بیان کیے ہیں۔ مثلاً: یہ جو چنے ہم کھاتے ہیں ان کا فائدہ اس نے قانونچے میں بتایا ہے کہ وہ غذائیں جو پھیپھڑوں کو طاقت پہنچاتی ہیں ان میں سے سب سے زیادہ طاقت پہنچانے والی چیز چنے ہیں يُغۡزِى الۡلِيۡئَةَ مِنۡ كُلِّ شَىۡءٍ "تمام غذاؤں میں سے پھیپھڑوں کو زیادہ قوت پہنچانے والی چیز چنے ہیں۔" اسی طرح دودھ کے فائدے بیان کیے ہیں سَرِيۡعُ الۡاِسۡتِحَالَةِ اِلَى الۡخَلۡطِ الۡعَالِیۡ "انسان کے بدن میں خلطیں ہوتی ہیں خون کی، صفراء کی، سودا کی، اسی طرح بلغم کی ہے تو دودھ کی خاصیت ہے کہ جو خلط غالب ہو یہ فوراً اس میں چلا جاتا ہے۔" کہ بلغمی مزاج ہے تو فوراً بلغم بن جائے گا اور اگر دموی مزاج ہے تو وہ فوراً خون بن جائے گا اور اگر صفراوی مزاج ہے تو دودھ فوراً صفراء بن جائے گا اور اگر سوداوی مزاج ہے تو دودھ فوراً سودا بن جائے گا۔ اس نے ہر ہر چیز پر باقاعدہ بحث کی

ہے۔

تو وہ شراب کے بارے میں پہلے اس کے فائدے بیان کرتا ہے۔مثلاً: اس نے شراب کے پچاس فائدے بیان کیے ہیں۔ان کو پڑھ کر انسان کہتا ہے کہ بڑی مفید چیز ہے۔پھر آگے اس کے نقصانات بیان کرتا ہے۔تو ایک سو پچاس (150)۔تو یوں سمجھو کہ چوتھا حصہ نُفع ہے اور تین حصے نقصان ہے۔تو وہ کون نادان ہے کہ ایک نَفع حاصل کرنے کے لیے تین نقصان برداشت کرے۔

اسی طرح جوئے میں دوسرے کے خون کو چوسنے سے لڑائی تک نوبت آجاتی ہے۔اور یہاں تک کہ جوئے باز عورت تک ہار جاتے ہیں۔پھر وہ عورتیں کئی کئی دن تک دوسروں کے پاس رہتی ہیں۔تو کتنی بڑی خرابی ہے۔

تو ان آیات میں خطرے کا الارم تھا پھر ساتویں پارے میں حکم ہے اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ [المائدہ:۹۰] ہجرت کے تیسرے سال ان سب چیزوں سے منع کر دیا گیا۔اور مسئلہ قرآن پاک میں مال کے خرچ کرنے کا بھی ہے اَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ کہ اللہ کے راستہ میں خرچ کرو۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سوال کیا کہ کیا خرچ کریں، پیسے دیں یا جنس دیں یا کپڑے دیں اللہ تعالیٰ کے راستہ میں یا کون سامال خرچ کریں؟

انفاق فی سبیل اللہ کا مفہوم :

وَیَسْـَٔلُوْنَكَ اور یہ تم سے سوال کرتے ہیں مَاذَا یُنْفِقُوْنَ وہ کیا خرچ کریں۔ قُلِ کہہ دے الْعَفْوَ جو چیز تمھاری ضرورت سے زائد ہے اس میں سے خرچ کرو۔ضرورت کی چیز مثلاً: تمھارے بھی حق ہیں، تمھارے والدین کے بھی حقوق ہیں،

اولاد کے بھی حقوق ہیں۔ سب کچھ ضرورت مندوں کو دے کر خود مشقت میں پڑنا یہ بھی کوئی اچھی بات نہیں ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک غریب آدمی آیا۔ پھٹے پرانے کپڑے خستہ حالت۔ اس نے کہا میں بڑا محتاج ہوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساتھیوں کو توجہ دلائی کہ اس کی امداد کرو۔ ایک آدمی کے پاس سونے کا ٹکڑا تھا اس نے وہ چندے میں اسے دے دیا۔ تھوڑا سا وقت گزرا تو ایک اور سائل آ گیا اور اس کو علم نہ تھا کہ مجھ سے پہلے بھی کسی نے سوال کیا ہے۔ اس حاجت مند نے بھی سوال کر دیا کہ حضرت میں بہت محتاج ہوں، مانگنا نہیں چاہیے مگر میں مجبور ہوں۔ تو پہلا شخص جس کو سونے کا ٹکڑا ملا تھا وہ اُس نے اِس کو دے دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے ہاتھ سے پکڑ کر دور پھینک دیا۔ فرمایا تیرے واسطے تو ہم نے مانگا ہے اور تو اب آگے سخی بنتا ہے۔ پہلے اپنی ضرورت پوری کر اس کے بعد اوروں کو دو۔ تو جب اپنی ضرورتیں پوری نہ ہوں تو ایسی حالت میں صدقہ خیرات کوئی معنیٰ نہیں رکھتا۔ اس کے بچے کھائیں گے، بیوی کھائے گی یہ بھی صدقے کے حکم میں ہے۔ اور اس کو صدقے کا ثواب ہے۔

یتیموں کے متعلق بعض احکام :

تو فرمایا خرچ وہ چیز کرو اَلْعَفْوَ جو تمھاری ضرورت سے بچی ہوئی ہے کَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ اسی طرح اللہ تعالیٰ بیان کرتا ہے تمھارے واسطے اپنے احکام لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ تاکہ تم غور و فکر کرو فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ دنیا کے معاملات میں بھی اور آخرت کے معاملات میں بھی کہ اللہ تعالیٰ نے تمھاری ایسی راہنمائی فرمائی ہے کہ تمھاری دنیا بھی اور آخرت بھی سنور جائے۔ وہ اس طرح کہ مثال کے طور پر

کسی کا چچا، تایا فوت ہو جائے اور اس کی اولاد نابالغ ہے تو اب یہ چچا زاد بھائی ہیں شریعت نے ان کو پابند کیا ہے کہ ان کے چچیرے بھائیوں کی نگرانی تم نے کرنی ہے۔ یا بھائی فوت ہو گیا اس کے بچے ہیں۔ ایسے سلسلے میں اُن کے پاس بعض دفعہ تھوڑا بہت مال بھی ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم تھا کہ تمھارے گھر میں جو عزیز رشتہ دار یتیم ہیں ان کے مال میں سے ان کی روٹی سالن علیحدہ پکاؤ اور اپنا کھانا الگ تیار کرو۔

عورتوں کو اس سلسلے میں خاصا اشکال تھا، پریشانی تھی۔ کیوں کہ ایک گھر میں ایک دو دن نہیں مسلسل ان کا آٹا گوندھنا، روٹی علیحدہ پکانی اور اپنا الگ گوندھنا۔ ان کی ہانڈی الگ تیار کرنی اور اپنی الگ تیار کرنی۔ یہ خاصا مسئلہ ہے کوئی آسان بات نہیں ہے۔ پھر گھر میں بچے ہیں ان کو بھی اس بات کی تمیز نہیں ہوتی کہ یہ روٹی کس کی ہے اور یہ سالن کس کا ہے؟ عورتیں باوجود اس کے کہ یتیموں کا سالن روٹی سنبھال کے رکھتی تھیں، پھر بھی اپنے بچے ان کی روٹیاں کھا جاتے تھے۔ پھر انسان کبھی زیادہ کھا جاتا ہے کبھی کم، کبھی طبیعت صحیح ہوتی ہے کبھی خراب۔ تو جب تھوڑا کھاتے باقی ضائع ہو جاتا۔ تو اس سلسلے میں اُنھوں نے سوال کیا کہ حضرت کپڑوں کا مسئلہ تو آسان ہے وہ کبھی دو ماہ کے بعد بنانے پڑتے ہیں کبھی چھ ماہ کے بعد۔ اور تعلیم کا مسئلہ بھی آسان ہے کہ ہم ان کی کتابوں اور کاپیوں کا حساب الگ کر سکتے ہیں مگر حضرت یہ جو کھانے کا مسئلہ ہے اس کا الگ پکانا۔ عورتیں کہتی ہیں کہ یہ خاصا مشکل ہے کہ اپنا آٹا الگ رکھو، ان کا الگ رکھو۔ اپنا نمک مرچ الگ رکھو ان کا الگ رکھو، اپنا گھی الگ رکھو ان کا الگ رکھو۔ پھر اگر ان کی کوئی چیز بچ جائے تو اس کو محفوظ رکھو۔

تو فرمایا وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى یہ تم سے یتیموں کے بارے میں سوال کرتے

ہیں کہ حضرت ان کا کھانا الگ تیار کرنا عورتیں کہتی ہیں کہ یہ خاصا مشکل ہے قُلْ کہہ دے اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ان یتیموں کی خیر خواہی بہت بہتر ہے کہ ان کی کوئی چیز ضائع نہ ہو وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ اور اگر تم کھانے پینے میں ان کو ساتھ ملا لو فَاِخْوَانُكُمْ پس وہ تمھارے بھائی ہیں۔ یعنی اب تمھیں اجازت ہے۔ وہ اس طرح کہ مثال کے طور پر یتیم بچہ آٹھ سال کا ہے۔ تو اس کے آٹے میں سے جتنا تم اپنے آٹھ سال کے بچے کے واسطے آٹا استعمال کرتے ہو اور اس عمر کے بچے کے واسطے جتنا سالن کا خرچہ کرتے ہو اس یتیم کے مال میں سے اتنا خرچہ لے لو۔ پھر اس میں جو کمی بیشی ہو گی وہ تمھیں اللہ تعالیٰ معاف فرمائے گا۔ نیت بری نہ ہو کیوں کہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ "اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔" نیت تمھاری مالِ یتیم کو کھانے کی نہ ہو۔

تو جب یہ حکم آ گیا تو عورتیں بڑی خوش ہوئیں کہ ہمارا مسئلہ حل ہو گیا ہے۔ کیوں کہ پہلے خاصی دقّت تھی۔ لیکن رب تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کو بھی یاد رکھیں وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ اللہ تعالیٰ تم میں سے فساد کرنے والے کو اور اصلاح کرنے والے کو بہ خوبی جانتا ہے۔ کہ تم حیلے بہانے سے یتیم کا مال کھانا چاہتے ہو یا اس کے مال کی اصلاح کرتے ہو معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ صرف یتیم کو سامنے نہ رکھو بلکہ رب تعالیٰ کو حاضر ناظر سمجھو، عالم الغیب سمجھو اور عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ سمجھو۔ اس طرح نہ کرنا کہ اب تمھیں شرکت کی اجازت مل گئی ہے تو پاؤ آٹا اپنا ڈال لیا اور کلوان کا ملا لیا۔ اسی طرح اپنی سبزی برائے نام لے آئے اور باقی اس کا مال کھا گئے۔ ایک چمچ اپنا گھی ڈالا اور اس کے گھی میں سے ایک چھٹانک ڈال لیا۔ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا لَاَعْنَتَكُمْ البتہ تمھیں مشقت میں ڈال دیتا۔ وہ اس طرح کہ پہلا حکم ہی برقرار رہتا

اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ غالب ہے اور حکمت والا ہے۔

اور مسئلہ۔ وَلَا تَنْکِحُوا الْمُشْرِکٰتِ اور نہ نکاح کرو تم شرک کرنے والی عورتوں سے حَتّٰی یُؤْمِنَّ یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں۔ چھٹے پارے میں یہود و نصاریٰ کی عورتوں کے ساتھ نکاح کی اجازت دی گئی ہے ان شرائط کے ساتھ کہ جن کا لحاظ ضروری ہے، لیکن پسندیدہ نہیں ہے۔

نکاح کے چند اصول :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح کے اصول بیان فرمائے ہیں۔ فرمایا عورت میں چار خوبیوں کو دیکھا جاتا ہے لِحُسْنِھَا اس کا حسن و جمال بھی دیکھو کوئی حرج نہیں ہے وَلِحَسَبِھَا اس کے خاندان کو بھی دیکھو وَلِمَالِھَا مال بھی دیکھو کوئی حرج نہیں وَلِدِیْنِھَا اور دین کو بھی ملحوظ رکھو فَاظْفُرْ بِذَاتِ الدِّیْنِ لیکن ساری شقوں سے زیادہ دین کو ترجیح دو۔ کیوں کہ دین دار ہوگی تو اولاد پر بڑا گہرا اثر ہوگا۔ ہم نے بہت ساری ایسی صورتیں دیکھی ہیں کہ مائیں بے دین ہیں تو اولاد بھی بے دین ہے۔ مائیں نیک ہیں تو اولاد بھی نیک ہے کیوں کہ اولاد پر زیادہ اثر ماں کا ہوتا ہے۔ ماں پہلا مدرسہ ہے بچوں کے لیے۔

تو فرمایا مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں وَلَاَمَۃٌ مُّؤْمِنَۃٌ اور البتہ لونڈی مومنہ خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِکَۃٍ بہتر ہے مشرک عورت سے وَّلَوْ اَعْجَبَتْکُمْ اگرچہ مشرک عورت جو آزاد ہے تمھیں بڑی اچھی لگے۔ اس زمانے میں غلاموں کو اس طرح حقیر سمجھتے تھے جس طرح آج کل لوگ کمّی کو سمجھتے ہیں۔ کیوں کہ ظاہر بات ہے کہ اونچے خاندان کا آدمی کسی کمّی کی لڑکی سے حتی الوسع نکاح کرنے کے لیے

تیار نہیں ہوتا۔ اور فرمایا وَلَا تُنۡكِحُوا الۡمُشۡرِكِيۡنَ اور اپنی بیٹیاں اور بہنیں تم نکاح کر کے نہ دو مشرکوں کو حَتّٰى يُؤۡمِنُوۡا حتیٰ کہ وہ ایمان لے آئیں۔ لیکن آج تو بڑا فتنے کا دور ہے کئی باطل فرقے ہیں۔ مثلاً: قادیانی ہیں، منکرینِ حدیث ہیں، رافضی ہیں، بہائی ہیں، ذکری ہیں، شرک میں ڈوبے ہوئے لوگ ہیں۔ ان چیزوں کو سوچنے والے کے رشتے میں بڑا فرق ہے۔ مگر آج تو صرف یہ دیکھتے ہیں کہ لڑکا خوب صورت ہو، تعلیم یافتہ ہو، بزنس مین ہو، کار، کوٹھی، بنگلا ہو اور ہو بھی اس کا اپنا۔ اور اُلٹی مانگ نکلی ہوئی ہو بس! بچی کا ہاتھ اُس کے ہاتھ میں پکڑا دیتے ہیں۔ اس کی فکر نہیں کہ اس کا ایمان رہے گا یا نہ رہے گا۔ یاد رکھو! رشتہ کرتے وقت سب سے پہلے یہ دیکھو کہ اس کا عقیدہ بھی صحیح ہے یا نہیں۔ اس کی وجہ سے ہماری بچی کا ایمان بھی رہے گا یا نہیں رہے گا۔ آخرت بنے گی یا خراب ہو گی۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی لڑکی جوان ہوگئی، عزیز رشتہ داروں نے ایک لڑکا تلاش کیا خوب صورت، تعلیم یافتہ، اچھے گھر کا اور آکر حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ ہم نے تمھاری بچی کے لیے رشتہ تلاش کیا ہے اور وہ فلاں آدمی ہے۔ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے وہاں رشتہ نہیں کرنا۔ انھوں نے کہا حضرت! لڑکے میں کوئی عیب ہے۔ فرمایا نہیں۔ کیا بے دین ہے؟ فرمایا نہیں۔ مال نہیں؟ فرمایا وہ بھی ہے، گھر بھی ہے، سب ضرورتیں پوری ہیں مگر ان کے گھر میں لونڈیاں کام کرتی ہیں۔ تو میری بچی کو ساس اور خسر کی خدمت کا موقع نہیں ملے گا جس سے جنت ہاتھ سے نکل جائے گی۔

آج تو عرتیں کام کے بارے میں کہتی ہیں کہ ہم پر مصیبت پڑ گئی ہے۔ بس ہمیں تم ٹرے میں کھانا رکھ کر دو ہم کھالیں گی۔ یاد رکھو! یہ جو گھر کے کام ہیں عورتوں کے لیے یہ

جنت ہیں۔ غرضیکہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے اُنھیں بچی نہ دی۔ آج ہمارا دور ہے۔ ہم نے کہنا ہے کہ بچی نے چولھے کے پاس نہیں بیٹھنا۔ اس نے روٹی نہیں پکانی، کپڑے نہیں دھونے، جھاڑو نہیں پھیرنی۔ فلاں فلاں کام نہیں کرے گی، برتن صاف نہیں کرے گی وغیرہ۔ ہاں کپڑوں پر اِستری پھیر دے گی۔

فرمایا وَلَعَبۡدٌ مُّؤۡمِنٌ اور البتہ مومن غلام خَيۡرٌ مِّنۡ مُّشۡرِكٍ بہتر ہے مشرک سے وَّلَوۡ اَعۡجَبَكُمۡ اگرچہ وہ مشرک تمھیں شکل وصورت کے اعتبار سے، مال کے لحاظ سے، تعلیم کے لحاظ سے بہت اچھا لگے۔ کیوں؟ اس واسطے کہ اُولٰٓئِكَ يَدۡعُوۡنَ اِلَى النَّارِ یہ لوگ جو شرک کرنے والے ہیں تمھیں آگ یعنی دوزخ کی دعوت دیتے ہیں وَاللّٰهُ يَدۡعُوۡٓا اِلَى الۡجَنَّةِ اور اللہ تعالیٰ تمھیں جنت کی دعوت دیتا ہے وَالۡمَغۡفِرَةِ اور بخشش کی۔

محمد علی جناح (مرحوم) نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کیا تھا جس کا نام رتن بائی تھا۔ وہ پارسی مذہب سے تھی۔ اور خسر کا نام تھا ڈنشا پٹیٹ۔ بعد میں اُنھوں نے کوشش کی اور وہ کامیاب ہو گئے کہ بیوی مسلمان ہو گئی لیکن ان کی لڑکی پارسی عقیدے پر ہے اور بمبئی میں مقیم تھی، آج کل وہ امریکہ میں ہے۔ معلوم نہیں کہ زندہ ہے یا مرگئی ہے، باپ نے پورا زور لگایا لیکن وہ ایمان نہ لائی کیوں کہ ماں کے ابتدائی دور کا اس پر اثر تھا۔ اسی طرح ڈاکٹر عبدالستار جس کو ڈاکٹر خان کہتے ہیں عبدالغفار خان کا بھائی۔ اس نے انگریز عورت (میم) کے ساتھ نکاح کیا تھا، باوجود اس کے کہ اس کو سب نے منع کیا کہ تیری پہلی بیوی موجود ہے، اگر دوسری بیوی کرنا چاہتا ہے تو تجھے یہاں رشتے مل سکتے ہیں کیوں کہ تیرا خاندان اُونچا ہے۔ لیکن اس پر عشق کا بھوت سوار تھا۔ نکاح کے بعد اس میم سے لڑکی پیدا

ہوئی۔ اُس لڑکی نے پھر سکھ کے ساتھ نکاح کیا۔ نہ اُس کو ولی خان روک سکا، نہ عبدالغنی اور نہ عبدالغفار خان روک سکا۔

اس لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم مشرکوں کے ساتھ نکاح کرو گے تو وہ تمھیں دوزخ کی دعوت دیں گے۔ اللہ تعالیٰ تمھیں جنت کی طرف دعوت دیتا ہے وَالْمَغْفِرَةِ اور مغفرت کی دعوت دیتا ہے بِإِذْنِهِ اپنے حکم سے وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ اور بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی آیات لوگوں کے لیے لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نصیحت حاصل کرنے والوں میں سے بنائے۔ اپنی اور اپنی اولاد کی نگرانی کی توفیق فرمائے۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ؕ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ ۙ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴿۲۲۲﴾ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۪ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ۫ وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۲۳﴾ وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۴﴾ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْۤ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۲۲۵﴾

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ اور سوال کرتے ہیں آپ سے عَنِ الْمَحِيْضِ حیض کے بارے میں قُلْ کہہ دے هُوَ اَذًى وہ ایک گندی چیز ہے فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ پس الگ رہو عورتوں سے فِي الْمَحِيْضِ حیض کے دنوں میں وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ اور تم ان کے قریب مت جاؤ ہم بستری کے لیے حَتّٰى يَطْهُرْنَ یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں فَاِذَا تَطَهَّرْنَ پس جس وقت وہ پاک ہو جائیں فَاْتُوْهُنَّ پھر تم ان کے پاس جاؤ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ جس جگہ سے اللہ تعالیٰ نے تمھیں اجازت دی ہے اِنَّ

اللّٰہَ بے شک اللہ تعالیٰ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ محبت کرتا ہے توبہ کرنے والوں سے وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ اور محبت رکھتا ہے پاک باز لوگوں سے

16

نِسَآؤُکُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ تمھاری بیویاں تمھاری کھیتی ہیں فَاْتُوْا حَرْثَکُمْ پس جاؤ تم اپنی اپنی کھیتی میں اَنّٰی شِئْتُمْ جس طرح تم چاہو وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِکُمْ اور آگے بھیجو اپنی جانوں کے لیے وَاتَّقُوا اللّٰہَ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے وَاعْلَمُوْا اور تم جان لو اَنَّکُمْ مُّلٰقُوْہُ بے شک تم اللہ کو ملنے والے ہو وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ اور خوش خبری سنا دے تو مومنوں کو وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰہَ اور نہ بناؤ تم اللہ تعالیٰ کو عُرْضَةً نشانہ لِّاَیْمَانِکُمْ اپنی قسموں کا اَنْ تَبَرُّوْا یہ کہ تم نیکی نہیں کرو گے وَتَتَّقُوْا اور تم پرہیز گاری نہیں کرو گے وَتُصْلِحُوْا بَیْنَ النَّاسِ اور یہ کہ تم صلح نہیں کرو گے لوگوں کے درمیان وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ سننے والا، جاننے والا ہے لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰہُ نہیں مؤاخذہ کرے گا اللہ تعالیٰ تمھارا بِاللَّغْوِ فِیْٓ اَیْمَانِکُمْ تمھاری لغو قسم کی قسموں میں وَلٰکِنْ یُّؤَاخِذُکُمْ اور لیکن تمھارا مؤاخذہ کرے گا بِمَا کَسَبَتْ قُلُوْبُکُمْ ان قسموں میں جو تمھارے دلوں نے پورے ارادے کے ساتھ اُٹھائی ہیں وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا، تحمل کرنے والا ہے۔

پہلے رکوع میں اس بات کا ذکر ہوا تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بعض مسائل میں اشکالات پیش آئے۔ ان میں سے ایک شراب اور جوئے کے بارے میں تھا جس کا

جواب ان کو ملا۔ ایک یہ تھا کہ ہم کون سی چیز رب تعالیٰ کے راستے میں خرچ کریں؟ اس کا جواب ملا۔ پھر یتیموں کے بارے میں سوال کیا کہ ہم یتیموں کے ساتھ کس طرح پیش آئیں؟ اس کا جواب ملا۔ اسی طرح یہ سوال بھی پیش آیا۔

ماہواری کے بعض احکام :

دیکھو! اللہ تعالیٰ نے نسل انسانی کی افزائش کے لیے مرد بھی پیدا فرمائے اور عورتیں بھی۔ عورتوں کی وضع قطع اور ساخت جدا ہے اور مردوں کی جدا ہے۔ وہ بچے جو عورتوں کے پیٹ میں ہوتے ہیں ان کی خوراک کا انتظام اللہ تعالیٰ نے پیدائشی طور پر کر دیا۔ جس وقت بچی جوان ہوتی ہے اور ماہواری شروع ہو جاتی ہے اور ہر مہینے ماہواری آتی ہے۔ جب شادی ہوتی ہے اور حمل قرار پاتا ہے تو یہ ماہواری والا خون اس بچے کی خوراک بن جاتا ہے۔ اس خون سے بچہ پھلتا پھولتا ہے۔ جب کہ بچہ ماں کے پیٹ میں رہتا ہے تقریباً نو ماہ تک عورت کو حیض نہیں آتا۔ اس واسطے کہ وہ زائد خون جو نکلتا تھا وہ بچے کی خوراک بن گیا۔ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو رب تعالیٰ اسی خون کو بچے کی خوراک کے لیے دودھ میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ مدتِ رضاعت میں بہت کم عورتوں کو ایام ماہواری آتے ہیں۔ رب تعالیٰ کی قدرت دیکھو کہ ہے وہ گندہ خون مگر رب تعالیٰ نے پیٹ میں بچے کی کوراک بنائی ہے۔ اور پیدا ہونے کے بعد بھی کم وبیش دو سال تک وہ اس کی خوراک ہے۔ اور یہ خون اگر اپنے وقت پر آتا رہے تو عورتیں صحت مند رہتی ہیں کیوں کہ قدرت نے ان کی صحت اس میں رکھی ہے۔ اگر اس میں گڑبڑ ہو جائے تو رحم کا نظام بگڑ جاتا ہے۔

زمانۂ جاہلیت میں یہود کے ہاں رواج تھا جب کسی عورت کو ماہواری شروع ہو جاتی تو اس کو الگ کمرے میں بند کر دیتے۔ نہ اس کے ہاتھ سے روٹی پکڑتے نہ پانی نہ

اس سے کپڑے دھلواتے ، نہ اس کو جھاڑو پھیرنے دیتے ، نہ اس کے سامنے آتے ، نہ اس کو کسی کے سامنے آنے دیتے۔ اس طرح کہ جیسے کوئی نکمی چیز ہوتی ہے اس کو اس طرح بناتے دیتے۔ حالانکہ ہے تو وہ بھی انسان اور یہ تو اس کے اختیار میں نہیں ہے یہ تو رب نے نظام بنایا ہے۔ اور جو عرب کے مشرک تھے وہ ان دنوں میں بھی ہم بستری سے باز نہیں آتے تھے۔ حالانکہ ماہواری کے دوران ہم بستری مرد کے لیے اور عورت کے لیے بھی بہت ساری بیماریوں کا پیش خیمہ ہے۔ مثلاً: آتشک، سوزاک وغیرہ وغیرہ۔ اور عورتوں کے رحم میں کمزوری ہو جاتی ہے اور بچے سوکھنے شروع ہو جاتے ہیں جس کو سُوکھا مسان کہتے ہیں اور پرچھاواں بھی اس کی ایک قسم ہے۔

رب تعالیٰ نے جو نظام بنایا ہے اس میں اگر تھوڑا سا بھی تغیر ہو جائے تو نظام نہیں چلتا۔ تو ان دنوں میں عورت کے پاس جانا عورت اور مرد دونوں کی صحت کے لیے سخت مُضر ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شروع شروع میں تو شرماتے رہے کہ یہ باتیں ہم کیسے پوچھیں۔ لیکن پھر مجبوراً ان کو پوچھنا پڑیں کہ حضرت! ہم دیکھتے ہیں کہ یہود کے گھروں میں جب کوئی عورت ایامِ ماہواری میں مبتلا ہو جاتی ہے تو اس کو ہر طرح سے الگ کر دیا جاتا ہے۔ اور مشرکین کو ہم دیکھتے ہیں کہ ان دنوں میں بھی ہم بستری سے باز نہیں آتے۔ حضرت! ارشاد فرمائیں کہ ہم نے کیا کرنا ہے؟

تو فرمایا وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ اُنھوں نے حیض کے بارے میں تم سے سوال کیا ہے قُلْ کہہ دو هُوَ أَذًى وہ گندہ خون ہے فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيضِ عورتوں سے ہم بستری کے سلسلہ میں الگ رہو وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ ان دنوں

میں ہم بستری کے لیے ان کے قریب نہ جاؤ حَتّٰی یَطْهُرْنَ یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں فَاِذَا تَطَهَّرْنَ پس جس وقت وہ پاک ہو جائیں فَاْتُوْهُنَّ پس ان کے پاس جاؤ مِنْ حَیْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ جہاں سے تمھیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ اس کے علاوہ اور کسی چیز پر پابندی نہیں ہے۔ مثلاً: وہ عورت روٹی بھی پکا سکتی ہے اور اس کو تم کھا سکتے ہو اور پانی بھی دے سکتی ہے جسے تم پی سکتے ہو۔ کپڑے بھی دھو سکتی ہے، گھر میں پھر سکتی ہے، میاں بیوی اکٹھے لیٹ سکتے ہیں صرف ہم بستری جائز نہیں ہے۔

ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا کہ مجھے یہ مصلیٰ پکڑا دو میں نے نماز پڑھنی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ حضرت میں ایامِ ماہواری میں مبتلا ہوں۔ تو اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ماہواری تیرے ہاتھ کے ساتھ تو نہیں ہے۔ ہاتھ سے پکڑا سکتی ہو۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں معتکف ہوتے اور مسجد کی دیوار اور اس حجرے کی دیوار جس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رہتی تھیں، مشترکہ تھی اور اس میں کھڑکی لگی ہوئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے میرا سر دھو دیں میں کہتی کہ میں ایامِ ماہواری میں ہوں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے کہ تو نے میرا سر ہاتھوں کے ساتھ دھونا ہے۔

فقہاء کی فضیلت :

ایک مسئلہ پیش آیا۔ وہ اس طرح کہ ایک عورت تھی جو بغداد میں مردہ عورتوں کو غسل دیتی تھی۔ اور مسئلہ یہ ہے کہ مردہ مرد کو مرد غسل دے اور مردہ عورت کو عورت غسل دے۔ اگر کوئی اُجرت لے کر غسل دے تو اس کی بھی فقہائے کرام نے اجازت دی ہے۔ لیکن اگر بغیر اُجرت کے کوئی غسل دے تو اس کا بڑا ثواب ہے۔

صرف دو حدیثیں میرے پیشِ نظر ہیں۔ (حالانکہ مجھے پڑھاتے ہوئے ساٹھ سال سے زیادہ عرصہ ہوگیا ہے۔) گناہِ کبیرہ معاف نہیں ہوتے جو رب تعالیٰ کے حق ہیں سوائے دو چیزوں کے۔ایک یہ کہ جو شخص مسلمان مردے کو ثواب سمجھ کر غسل دے تو اُس کے چالیس کبیرہ گناہ معاف ہو جائیں گے۔دوسرا صلوٰۃ التسبیح کے ساتھ کبیرہ گناہ معاف ہو جائیں گے۔اس کے سوا اور کوئی روایت میرے سامنے نہیں ہے کہ اور کسی نیکی سے کبیرہ گناہ معاف ہو جائیں۔فرض نماز سے بھی معاف نہیں ہوتے ، روزوں سے بھی معاف نہیں ہوتے ، حج سے بھی معاف نہیں ہوتے ، عمرے سے بھی معاف نہیں ہوتے۔ ہاں توبہ سے معاف ہوں گے یا حق ادا کرنے سے معاف ہوں گے۔

تو بات ہو رہی تھی کہ ایک عورت آئی جو مردہ عورتوں کو غسل دیتی تھی۔اس کو ایام ماہواری شروع ہو گئے۔محدثین کا ایک گروہ تھا وہ احادیث کا تکرار کر رہے تھے اور بڑے بڑے چوٹی کے محدث تھے۔یہ عورت ان کے پاس گئی اور کہنے لگی کہ شرع میں کوئی شرم نہیں ہے میں نے آپ سے یہ مسئلہ دریافت کرنا ہے۔وہ یہ کہ میں مُردہ کو حیض کی حالت میں غسل دے سکتی ہوں یا نہیں۔وہ ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے کہ اس پر صریح روایت تو ہے نہیں۔

دیکھو! یہ جو بعض نادان لوگ یہ رٹ لگاتے ہیں کہ ساری تصریح قرآن پاک میں ہے اور ہر چیز کی تصریح حدیث میں موجود ہے۔یہ کہنے والے بالکل نادان ہیں۔ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اصول قرآن میں ہیں اور اصول حدیث میں ہیں۔باقی ساری جزئیات اور فروع یعنی تمام مسائل نہ قرآن میں ہیں اور نہ حدیث میں۔ان کی روشنی میں وہ مسائل فقہ اسلامی سے سمجھے جائیں گے۔تو وہ بڑے چوٹی کے محدث تھے۔یحییٰ ابن

معین، امام بخاری کے استاد ہیں اور بڑے چوٹی کے محدث تھے مگر سوچنے لگ گئے کہ کیا جواب دیں، اچانک امام اسلم جو بڑے چوٹی کے فقیہ تھے سامنے نظر آ گئے۔ تو ان محدثین نے کہا کہ یہ مسئلہ اس آدمی سے پوچھ۔ تو اُس عورت نے ان سے مسئلہ دریافت کیا تو اُنھوں نے فرمایا کہ تو حیض کی حالت میں مردہ عورت کو غسل دے سکتی ہے۔ محدثین نے کہا کہ اس پر تمھارے پاس کیا دلیل ہے؟ فرمایا دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ ایام میں ہوتی تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک دھوتی تھیں۔ پھر محدثین نے اس کی سندیں بیان کرنا شروع کیں۔ تو عورت نے کہا کہ اب سندیں بیان کرنے کا کیا فائدہ؟ میرا مسئلہ حل ہو گیا ہے۔ تو عورت اس حالت میں سارے کام کر سکتی ہے۔ البتہ مسجد میں داخل نہیں ہو سکتی اور قرآن شریف زبانی بھی نہیں پڑھ سکتی۔ ترمذی وغیرہ کی روایت ہے کہ لَا تَقْرَءُ الْحَائِضُ وَلَا الْجُنُبُ شَيْئًا مِّنَ الْقُرْاٰنِ کہ حیض والی عورت اور جنبی آدمی قرآن نہیں پڑھ سکتے۔ اسی طرح کعبۃ اللہ کا طواف نہیں کر سکتے۔ روزہ نہیں رکھ سکتی، نماز نہیں پڑھ سکتی۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ بے شک اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے توبہ کرنے والوں سے وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ اور محبت کرتا ہے پاک باز لوگوں سے نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ تمھاری منکوحہ تمھاری کھیتی ہیں فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ پس جاؤ تم اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ اور آگے بھیجو اپنی جانوں کے لیے یعنی صرف لذت ہی مقصد نہ ہو بلکہ یہ نیت رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمھیں کوئی نیک اولاد دے کہ وہ دین کی خادم بنے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہوں۔ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تَزَوَّجُوا الْوَلُوْدَ الْوَدُوْدَ فَاِنِّيْ مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْاُمَمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ "ایسے خاندان کی

عورتوں سے نکاح کرو جن کے ہاں بچے زیادہ پیدا ہوتے ہیں اور محبت کرنے والیاں ہوں کیوں کہ قیامت والے دن میں اپنی امت کی کثرت پر فخر کروں گا کہ میری امت زیادہ ہے۔"

وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو وَاعْلَمُوْٓا اور جان لو تم کہ اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ بے شک تم اللہ تعالیٰ سے ملنے والے ہو۔ آنکھ بند ہونے کے بعد تمھاری رب تعالیٰ سے ملاقات ہونے والی ہے جو کرو گے سو بھرو گے وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اور ہمارے حکموں کو جو مانتے ہیں ان کو خوش خبری سنادو کہ رب تعالیٰ ان سے راضی ہے۔

قسم کے احکام :

آگے اور مسئلہ ہے۔ کچھ لوگ ایسے تھے جو قسم اُٹھاتے تھے مثلاً: کسی سے ناراض ہوئے تو قسم اُٹھالی کہ اللہ کی قسم میں فلاں سے نہیں بولوں گا، میں اس کے گھر نہیں جاؤں گا، میں اُس سے کھانا نہیں کھاؤں گا۔ اس طرح کی قسمیں لوگ اس وقت بھی اُٹھاتے تھے اور آج کل بھی اُٹھاتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکم وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ اور نہ بناؤ تم اللہ تعالیٰ کی ذات کو عُرْضَةً حیلہ بہانہ لِّاَيْمَانِكُمْ اپنی قسموں کا۔ وہ اس طرح کہ رب تعالیٰ کے نام کی قسم اُٹھا کر یہ آڑ بناؤ کہ میں رب کی قسم کھا بیٹھا ہوں لہٰذا اب میں یہ کام نہیں کروں گا۔ اب رہا یہ مسئلہ کہ کس چیز کے بارے میں قسم نہ کھاؤ۔ تو فرمایا اَنْ تَبَرُّوْا یہ کہ تم نیکی نہیں کرو گے وَتَتَّقُوْا اور یہ کہ تم تقویٰ اختیار نہیں کرو گے وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ اور یہ کہ تم لوگوں کے درمیان صلح نہیں کراؤ گے۔ اب مثال کے طور پر کوئی شخص یہ قسم اُٹھاتا ہے کہ خدا کی قسم میں نماز نہیں پڑھوں گا، خدا کی قسم میں روزہ نہیں رکھوں گا، خدا کی قسم میں

مسجد میں نہیں جاؤں گا، اللہ کی قسم میں نیکی نہیں کروں گا، اللہ کی قسم میں اپنے باپ سے نہیں بولوں گا۔ یہ قسمیں اس کی صحیح نہیں ہیں۔ اس کو ان قسموں کا کفارہ ادا کرنا پڑے گا۔ ان قسموں پر اس کا اصرار بالکل جائز نہیں ہے۔ وہ اس طرح بہانہ نہ بنائے کہ میں چوں کہ قسم اُٹھا بیٹھا ہوں اس واسطے میں مجبور ہوں، معذور ہوں۔ نیکی سے رُکنے کے لیے قسم صحیح نہیں ہے۔ یہ قسم توڑنی پڑے گی اور کفارہ دینا پڑے گا۔ اور کفارے کا ذکر یہاں نہیں ہوا اس کا بیان ساتویں پارے میں ہے۔

قسم کا کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو لباس پہنا دے اور لباس ایسا کہ جس میں نماز جائز ہو۔ یعنی چادر یا شلوار اور کرتا اور ٹوپی۔ بس یہ تین کپڑے کافی ہیں۔ یا دس مسکینوں کو دو وقت کا پیٹ بھر کر کھانا کھلا دے۔ یہاں یہ بات یاد رکھنا کہ ان دس مسکینوں کے لیے کچھ پابندیاں ہیں:

① یہ سارے مسلمان ہوں ان میں کوئی کافر نہ ہو۔ ایک تو کھلے کافر ہیں ان کو تو ساری دنیا جانتی ہے۔ دوسرے وہ کافر ہیں جو شریعت کی رو سے تو کافر ہیں مگر وہ اپنے آپ کو کافر نہیں کہتے۔ جیسے قادیانی کافر ہیں، بابی اور بہائی کافر ہیں، رافضی کافر ہیں، شرک کرنے والے کافر ہیں۔ بڑے فتنے ہیں اور جوں جوں قیامت قریب آئے گی فتنے بڑھیں گے۔

کل ہی میرے پاس ایک رسالہ آیا، عربی لغت میں کینیڈا سے شائع ہوا ہے۔ معلوم نہیں اُن کو میرے نام کا کیسے پتا چل گیا۔ اِس میں یہ لکھا ہے کہ دنیا میں جتنے مذاہب ہیں ان میں سے سچا مذہب صرف بہائی ہے۔ مرزا محمد حسین بہاءُاللہ، اللہ کا پیغمبر تھا تم اس کو مانو، معاذ اللہ تعالیٰ۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

یہ بہائی کراچی میں موجود ہیں، کوئٹہ میں موجود ہیں۔ بڑے بڑے شہروں میں

موجود ہیں۔ یہاں تو علماء چیختے چلاّتے رہتے ہیں اور باطل فرقوں کی نشان دہی کرتے رہتے ہیں اس واسطے لوگ کچھ نہ کچھ آگاہ ہیں۔ اور یہ فرقے بڑے مدہم طریقے سے چلتے ہیں۔ پہلے قطعاً نہیں بتاتے کہ ہمارا فلاں فرقے سے تعلق ہے۔ پہلے تمھارے دوست بھائی بنیں گے پھر کچھ عرصہ کے بعد تمھارے عقیدے بگاڑیں گے۔

② دوسری شرط یہ ہے کہ ان مساکین میں سے کوئی سید نہ ہو۔ کیوں کہ قسم کے کفارے کا، عشر کا، زکوٰۃ کا، فطرانے کا، نذر ومنت کا سید مصرف نہیں ہے۔

سید میں کون کون آتے ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی، حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کی اولاد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حارث کی اولاد۔ اگر چہ حارث خود مسلمان نہیں ہوئے مگر اولاد مسلمان تھی۔ ان پانچ بزرگ ہستیوں کی اولاد کو شریعت سادات کہتی ہے۔ اور وہ مساکین صاحبِ نصاب نہ ہو۔ اور یہ بات کئی مرتبہ آپ لوگ سن چکے ہیں کہ جس کے گھر میں ضرورت سے زائد اتنا سامان ہے جس کی قیمت اس وقت ساڑھے چار ہزار بنتی ہے وہ صاحبِ نصاب ہے۔

③ دو وقت کا کھانا کھلانا ہے۔

④ ان دس مسکینوں میں نابالغ بچہ کوئی نہ ہو۔

⑤ ان میں سے کوئی بیمار نہ ہو۔

⑥ ان میں کوئی اتنا بوڑھا نہ ہو جو کھا پی نہ سکے۔

جو مسکین صبح کھائیں وہی شام کو کھائیں۔

یا ایک غلام یا لونڈی آزاد کرنا ہے۔ اس دور میں غلام تو موجود نہیں ہیں، اگر ہو تو وہ آزاد کر دیں فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ اور جس کو یہ توفیق نہ ہو وہ تین دن کے

روزے رکھے۔ اگر مذکورہ تین چیزوں میں سے کسی پر قدرت نہیں رکھتا تو پھر تین روزے رکھے۔ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ سنتا بھی ہے، جانتا بھی ہے۔

قسم کی اقسام :

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ نہیں مؤاخذہ فرمائیں گے اللہ تعالیٰ تمھارا لغو قسم کی قسموں میں۔ قسمیں تین قسم کی ہوتی ہیں:

❀ ایک یہ بے ساختہ غیر اختیاری طور پر زبان سے نکل جائے۔ تو ایسی قسم کا نہ گناہ ہے نہ کفارہ۔ اس کو یمین لغو کہتے ہیں۔ اسی طرح گزشتہ کسی چیز پر قسم اُٹھائی اور قسم اُٹھاتے وقت اپنے آپ کو سچا سمجھ رہا ہے۔ مثلاً: کسی کام کے بارے میں قسم اُٹھاتا ہے کہ وہ کام میں نے نہیں کیا حالانکہ وہ کام کیا ہوتا ہے مگر اس وقت بھول گیا ہے اس کو بھی یمین لغو کہتے ہیں۔

❀ دوسری یمین غموس ہے۔ وہ یہ کہ گزشتہ کسی چیز کے بارے میں دیدہ دانستہ قسم اُٹھاتا ہے کہ میں نے وہ کام نہیں کیا۔ حالانکہ کر چکا ہے۔ تو اس میں کفارہ نہیں ہے مگر قسم اُٹھانے والا گناہ گار ہوتا ہے۔ آخرت میں قابلِ مؤاخذہ ہے۔

❀ تیسری قسم ہے منعقدہ۔ وہ یہ کہ کوئی شخص آنے والے زمانہ کے لیے قسم اُٹھاتا ہے کہ میں فلاں کام کروں گا یا فلاں کام نہیں کروں گا پھر اس کے خلاف کرتا ہے تو اس پر کفارہ آئے گا جیسا کہ پہلے بیان ہوا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ نہیں پکڑے گا تمھیں اللہ تعالیٰ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ تمہاری لغو قسم کی قسموں پر وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ اور لیکن اللہ تعالیٰ تمھارا مؤاخذہ کرے گا بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ان قسموں میں کہ جن پر دل

نے گرہ لگائی ہے وہ قسمیں جو ارادۃً اُٹھائی ہیں وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا بھی ہے اور تحمل کرنے والا بھی ہے۔ اگر فوراً سزا نہیں دیتا تو یہ نہ سمجھو کہ بچ گئے ہو۔

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲۶﴾ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۷﴾ وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ؕ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۠ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۲۸﴾ ع ۲۸ / ۱۲

لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کے لیے يُؤْلُوْنَ جو قسم اُٹھاتے ہیں مِنْ نِّسَآئِهِمْ اپنی بیویوں کے بارے میں تَرَبُّصُ انتظار کرنا ہے اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ چار ماہ کا فَاِنْ فَآءُوْ پس اگر وہ لوٹ آئیں فَاِنَّ اللّٰهَ پس بے شک اللہ تعالیٰ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بخشنے والا مہربان ہے وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ اور اگر وہ ارادہ کرلیں طلاق کا فَاِنَّ اللّٰهَ پس بے شک اللہ تعالیٰ سَمِيْعٌ سننے والا عَلِيْمٌ جاننے والا ہے وَالْمُطَلَّقٰتُ اور وہ عورتیں جن کو طلاق دی گئی يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ روکے رکھیں اپنی جانوں کو ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ تین حیض وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اور نہیں حلال ان کے لیے اَنْ يَّكْتُمْنَ یہ کہ چھپائیں مَا اس چیز کو خَلَقَ اللّٰهُ جو

پیدا کی ہے اللہ تعالیٰ نے فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ ان کے رِحموں میں اِنْ كُنَّ اگر ہیں وہ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ ایمان لانے والی اللہ تعالیٰ پر وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور آخرت کے دن پر وَبُعُوْلَتُهُنَّ اوران کے شوہر اَحَقُّ زیادہ حق دار ہیں بِرَدِّهِنَّ ان کولوٹانے کے فِيْ ذٰلِكَ عدت کے اندر اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا اگر ارادہ کریں وہ اصلاح کرنے کا وَلَهُنَّ اوراُن عورتوں کے لیے بھی حق ہیں مِثْلُ الَّذِيْ ان حقوق کے مثل عَلَيْهِنَّ جوان عورتوں کے ذمہ ہیں مردوں کے لیے بِالْمَعْرُوْفِ عمدگی کے ساتھ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ اور مردوں کے لیے عورتوں پر درجہ ہے وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ اوراللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے۔

دین کا ایک حصہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کے ساتھ متعلق ہے۔جیسے: نمازیں، روزے ہیں۔ حج، زکوٰۃ، قربانی اور عشر، فطرانہ وغیرہ اور دین کا ایک حصہ حقوق العباد کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔مثلاً: نکاح، طلاق ہے، خرید وفروخت ہے۔آپس میں زندگی کس طرح بسر کرنا ہے؟اس کے متعلق جو قانون ہے یہ بھی دین کا حصہ ہے۔تو اس سلسلہ میں قسموں کا ذکر تھا کہ اگر بے ساختہ غیر اختیاری طور پر قسم زبان سے نکل جائے تو اس پر اللہ تعالیٰ مؤاخذہ نہیں فرمائیں گے اور اگر قصداً قسم اُٹھائے گا تو اُس پر گرفت ہوگی۔اب ان آیات میں ایک قِسم کی قَسم کا ذکر ہے۔

ایلاء کا حکم :

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ - يُؤْلُوْنَ اِيْلَاء سے ہے اوراس کا مجرد ہے اِلِيَّةٌ اور

اِلِيَّةٌ کا معنیٰ ہے قسم۔لیکن شریعت کی اصطلاح میں اِیْلَاء کہتے ہیں کہ کوئی شخص اپنی بیوی سے ناراض ہو کر یہ قسم اُٹھالے کہ میں تیرے نزدیک نہیں آؤں گا۔تو اس کے لیے رب تعالیٰ نے ضابطہ بیان فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص قسم اُٹھاتا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ کی قسم ہے میں چار مہینے تیرے قریب نہیں آؤں گا۔اگر یہ شخص چار ماہ کے اندر اندر اپنی بیوی کے پاس چلا گیا تو اس کو قسم کا کفارہ ادا کرنا پڑے گا اور اِیْلَاء کا حکم ختم ہو جائے گا اور اگر چار ماہ تک بیوی کے پاس نہ گیا تو قسم پوری ہوگئی کفارہ نہیں آئے گا البتہ ایک طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق یہ ہے کہ اس حالت میں اس عورت پر ایک طلاق بائنہ خود بہ خود واقع ہو جائے گی۔اور بائنہ کا مطلب یہ ہے کہ بیوی الگ ہوگئی تجدید نکاح کے بغیر رجوع نہیں کرسکتا۔اگر یہ اکٹھا رہنا چاہتے ہیں تو دوبارہ نکاح ہوگا۔اور اگر چار ماہ سے کم قسم اُٹھائی ہے تو وہ شرعی ایلاء نہیں ہے۔مثلاً: کوئی شخص ایک ماہ کی قسم اُٹھاتا ہے یا دو ماہ یا تین ماہ کی تو یہ مدت گزرنے کے بعد خود بہ خود طلاق واقع نہیں گی۔

دوسری صورت یہ ہے کہ قسم اُٹھاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں ساری زندگی تیرے قریب نہیں آؤں گا۔یعنی چار ماہ کا ذکر نہیں کرتا تو بھی ایلاء ہو جائے گا۔یا چار ماہ سے زیادہ کا ذکر کرتا ہے، پانچ ماہ یا سات ماہ یا دس ماہ وغیرہ کا تو بھی ایلاء ہو جائے گا۔

تو فرمایا لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کے لیے يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ جو قسم اُٹھاتے ہیں بیویوں کے پاس نہ جانے کی تَرَبُّصُ انتظار کرنا ہے اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ چار ماہ کا فَاِنْ فَآءُوْ پس اگر وہ چار ماہ کے دوران لوٹ آئیں فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ پس بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔نکاح برقرار رہے گا اور قسم کا کفارہ ادا

کرنا پڑے گا وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ اور اگر انھوں نے ارادہ کرلیا ہے طلاق کا تو چار ماہ گزرنے کے بعد ایک طلاق بائنہ ہو جائے گی فَاِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ پس بے شک اللہ تعالیٰ باتیں بھی سنتا ہے اور علیم ہے نیتوں کو بھی جانتا ہے۔

طلاق کے احکام :

آگے طلاق کے حکم بتاتے ہیں۔ یہاں ایک بات یاد رکھیں کہ طلاق اچھی چیز نہیں ہے۔ چنانچہ حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اِنَّ اَبْغَضَ الْمُبَاحَاتِ عِنْدَ اللّٰہِ الطَّلَاقُ وہ چیزیں جو جائز ہیں ان میں بری چیز طلاق ہے کہ بے شک جائز چیزوں میں سے جس پر اللہ تعالیٰ زیادہ ناراض ہوتے ہیں وہ طلاق ہے۔

اسی طرح ابوداؤد شریف کی روایت ہے کہ جس عورت نے اشد ضرورت کے بغیر خاوند سے طلاق طلب کی اس پر جنت حرام ہے۔ دیکھو! گھروں میں ناراضگیاں ہوتی رہتی ہیں، نوک جھوک ہوتی رہتی ہے۔ تو ان چیزوں سے اُکتا کر طلاق کا مطالبہ کرنا سخت گناہ ہے۔ ہاں! اگر خاوند نامرد ہے یا اس کا نان نفقہ نہیں دیتا یا بلاوجہ اکثر مارتا رہتا ہے تو طلاق کا مطالبہ کرسکتی ہے۔ تو مجبوری کی حالت میں شریعت نے طلاق کی اجازت دی ہے جس کی تفصیل اگلے رکو میں آئے گی۔ ان شاء اللہ اگر زندگی رہی تو بیان کریں گے۔

اگر کسی شخص نے صریح الفاظ کے ساتھ کہہ دیا کہ میں نے تجھے طلاق دی ہے۔ تو یہ طلاقِ رجعی ہوگی۔ رجعی کا مطلب یہ ہے کہ وہ عدت کے دوران بیوی سے رجوع کرسکتا ہے۔ بغیر تجدید نکاح کے یا دو مرتبہ کہا کہ میں نے تجھے طلاق دے دی ہے تو یہ بھی طلاق رجعی ہے یعنی دورانِ عدت رجوع کرسکتا ہے اور اگر عدت گزر گئی تو یہی طلاقِ رجعی بائنہ ہو جائے گی اور نئے سرے سے نکاح کرنا پڑے گا، مہر بھی مقرر کرنا پڑے گا۔ دو شرعی گواہ

ہوں گے۔ اور اگر تین طلاقیں دے دیں تو پھر اس کے بعد دھکے شاہی ہے۔ شرعی طور پر کوئی گنجائش نہیں ہے جس کی تفصیل اگلے رکوع میں آئے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

تو فرمایا۔ وَالْمُطَلَّقٰتُ اور وہ عورتیں جن کو طلاق ملی ہے یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ وہ روکے رکھیں اپنی جانوں کو ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ تین حیض۔ تو یہاں سے عدت کا مسئلہ بیان ہو رہا ہے اور اس کی کئی صورتیں ہیں:

ایک یہ ہے کہ وہ عورت جس کو طلاق ملی ہے اس کے پیٹ میں بچہ ہے۔ یعنی جب اس کو طلاق ہوئی اس وقت وہ حاملہ تھی۔ اس کی عدت ہے بچے کی پیدائش تک۔ مثلاً: اس کو حاملہ ہوئے ایک ماہ گزرا اور طلاق ہوگئی (کیوں کہ حمل کی حالت میں بھی طلاق ہو جاتی ہے۔) اور یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ حمل کی حالت میں طلاق نہیں ہوتی یہ بات بالکل غلط ہے۔ تو اس کی عدت ہے وضع حمل۔ اور بچہ چاہے چھ ماہ بعد پیدا ہو یا دس ماہ بعد۔ کیوں کہ بعض بچے دس ماہ سے زائد عرصہ تک ماں کے پیٹ میں رہتے ہیں۔ ایسی مثالیں بھی موجود ہیں کہ دو، دو سال، چار، چار سال بچے ماں کے پیٹ میں رہے ہیں۔

چنانچہ ضحاک ابن مزاحم رحمۃ اللہ علیہ یہ تابعی ہیں۔ یہ چار سال ماں کے پیٹ میں رہے۔ جب پیدا ہوئے تو ان کے سارے دانت نکلے ہوئے تھے۔ اور جب پیدا ہوئے تو ٹھاہ ٹھاہ کر کے ہنسنا شروع کر دیا بجائے رونے کے تو گھر والوں نے نام ہی ضحاک رکھ دیا، ہنسنے والا۔ مگر ایسی مثالیں نادر ہیں عموماً بچہ ماں کے پیٹ میں نو ماہ تک رہتا ہے۔ اور اگر مطلقہ حاملہ نہیں ہے تو اس کی عدت تین حیض ہیں۔ تین حیض گزرنے کے بعد اس کی عدت ختم ہوگی۔

یہاں یہ مسئلہ بھی سمجھ لیں کہ شریعت نے طلاق کا بہتر طریقہ یہ بتایا ہے کہ طلاق

ان دنوں میں دی جائے کہ جن دنوں میں عورت پاک ہوتی ہے۔حیض کی حالت میں طلاق دینا اچھی بات نہیں ہے۔ہاں اگر کسی نے اس حالت میں دے دی تو ہو جائے گی۔ اور اگر مطلقہ ایسی ہے کہ اس کو ماہواری نہیں آتی بڑھاپے کی وجہ سے یا صغرسنی کی وجہ سے کہ ابھی نابالغ تھی اور نکاح ہو گیا تھا اور اس کو طلاق مل گئی تو ان کی عدت ہے تین ماہ۔ان عدتوں کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے۔تین مہینوں والی عدت کا ذکر سورۃ الطلاق کے اندر ہے اور مطلقہ حاملہ کی عدت کا ذکر بھی سورۂ طلاق میں ہے۔اور یہاں اس کی عدت کا ذکر ہے جس کو حیض آتا ہے اور طلاق ہوئی ہے رخصتی کے بعد تو اس کی عدت ہے تین حیض۔اور اگر نکاح ہوا ہے رخصتی نہیں ہوئی یعنی میاں بیوی کا ملاپ نہیں ہوا تو اس کا حکم بائیسویں پارے میں ہے فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا [الاحزاب:۴۹] کہ اس عورت کی کوئی عدت نہیں ہے۔وہ طلاق کے دو منٹ بعد جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے۔

غلط عائلی قوانین کے خلاف علماء کی جدوجہد :

صدر ایوب خان کے زمانے میں جب عائلی قوانین کے ذریعے کچھ چیزیں خلافِ شرع نافذ ہوئیں جو اب تک نافذ ہیں ان میں ایک شق یہ بھی تھی کہ مطلقہ غیر حاملہ کی عدت نوے دن ہے۔تو ہم نے ملاقات کی کوشش کی۔علماء کا وفد تیار ہوا کہ اس کو بتائیں کہ یہ جو تمھارا حکم ہے اس کی ایک شق قرآن کے خلاف ہے اور ایک شق اجماع کے خلاف ہے۔تو اسلامی ملک میں ایسا کام کرنا جو قرآن اور اجماع امت کے خلاف ہو صحیح نہیں ہے۔لیکن اقتدار اقتدار ہوتا ہے اس کا نشہ بہت بُرا ہوتا ہے۔ایوب نے کہا میرے پاس وقت نہیں ہے۔دو دن کے بعد جاپان سے ناچنے والوں کا ایک طائفہ آیا تھا جس میں کچھ

عورتیں اور کچھ مرد تھے۔ان کو ایوب نے وقت دے دیا۔

مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ بڑے جرأت مند آدمی تھے۔ اُنھوں نے ایوب کو کھڑکا دیا کہ علماء کے لیے تو تیرے پاس وقت نہیں ہے اور ان ناچنے والوں کے لیے تیرے پاس وقت ہے۔تو اس وقت ایوب نے مُلّاں کا لفظ استعمال کیا حقارت سے۔تو مولانا ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے مسٹر کرنٹا کا لفظ استعمال کیا جو کافی دیر تک چلتا رہا لیکن وقت نہ ملا۔ پھر ہم نے دوسرا طریقہ اختیار کیا کہ اللہ تعالیٰ غریق رحمت فرمائے حاجی اللہ دتہ بٹ صاحب مرحوم، حاجی ملک اقبال صاحب مرحوم اور صوفی نذیر احمد صاحب مرحوم اور میر محمد شفیع صاحب اور ہم نے ایک وفد تیار کیا اس وقت چوہدری صلاح الدین صاحب (حامد ناصر چٹھہ کے والد) قومی اسمبلی کے ممبر تھے۔ہم وفد کی شکل میں ان کے پاس گئے اور ملاقات کی اور اُن کو کہا کہ دیکھو! ہماری براہِ راست ایوب خان تک رسائی نہیں ہوئی اور ایک غلط کام ہو اور اس کی تردید کوئی نہ کرے تو ساری قوم گناہ گار ہوتی ہے۔اور آپ ہمارے حلقے کے قومی اسمبلی کے ممبر ہیں یہ ہماری بات وہاں تک پہنچا دیں تاکہ ہم بھی گناہ گار نہ ہوں اور ہماری پبلک بھی گناہ گار نہ ہو۔

کیوں کہ غلط چیز کی تردید فرض کفایہ ہے۔جس طرح تبلیغ فرض کفایہ ہے اگر کچھ لوگ تبلیغ کریں تو باقی لوگ گناہ سے بچ جائیں گے اور اگر کوئی بھی نہ کرے تو سارے گناہ گار ہوں گے۔اسی طرح اگر باطل چیز کی تردید نہ کی جائے تو سب گناہ گار ہوں گے۔

ہم نے ان کو سمجھایا کہ دیکھو! عائلی قوانین کی ایک شق یہ ہے کہ مطلقہ غیر حاملہ کی عدت نوے دن ہے اور قرآن پاک میں ایسی مطلقہ کا ذکر بھی ہے کہ جس کی عدت سرے سے ہے ہی نہیں۔مثلاً: ایک بچی کا نکاح ہوا اور رخصتی سے پہلے طلاق ہوگئی تو اس پر عدت

نہیں ہے۔ پھر ہم نے اس مسئلے سے بھی آگاہ کیا کہ فقہی مسئلہ ہے کہ بعض عورتوں کے حالات مختلف ہوتے ہیں کہ کسی کو حیض چھ ماہ بعد آتا ہے۔ تو شرعی طور ہر اس عورت کی عدت اٹھارہ ماہ بعد مکمل ہوگی جب کہ تمھارا قانون یہ کہتا ہے کہ اس کی عدت بھی نوے دن ہے۔ پھر میں نے یہ سمجھایا کہ وہ عورتیں جن کو ہر ماہ حیض آتا ہے اور امکان کے درجے میں ان کی عدت نوے دن بن سکتی ہے یہ بھی ممکن نہیں کیوں کہ تین مہینے مسلسل تیس تیس دن کے ہوتے ہی نہیں۔ لہٰذا یہ قانون قرآن اور فقہ کے بالکل خلاف ہے۔ تو چودھری صلاح الدین مرحوم نے ہماری بات سمجھی سمجھ دار وکیل تھے۔ ہماری گفتگو کو انھوں نے نوٹ کیا پھر معلوم نہیں کہ انھوں نے ہماری بات ایوب تک پہنچائی یا نہ پہنچائی۔ یہ صاحبِ اقتدار لوگ جو من مانیاں کرتے ہیں خلافِ شرع احکام جاری کرتے ہیں یہی تباہی کا سبب ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ ایک حد کے جاری کرنے سے اتنی برکت ہوتی ہے کہ چالیس دن وقفے وقفے سے بارش ہو ضرورت کے مطابق موسم میں تو اس بارش سے اتنی برکت نہیں ہوتی جتنی برکت ایک حد جاری کرنے سے ہوتی ہے۔ اب ہم کس طرف چل پڑے ہیں۔ کوئی سود کو حلال کہہ رہا ہے، کوئی کچھ کہہ رہا ہے، کوئی کچھ کہہ رہا ہے۔

وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اور ان عورتوں کے لیے حلال نہیں ہے اَنْ يَّكْتُمْنَ یہ کہ چھپائیں مَا اس چیز کو خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہے ان کے رحموں میں۔ یعنی اگر رحم میں بچہ ہے تو بتادیں اور اگر حیض ہے تو وہ بتادیں کیوں کہ اس مسئلے کا انحصار ان پر ہے اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ اگر وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتی ہیں وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہیں۔ اور اس کے لیے کوئی ڈھنڈورا پیٹنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ گھر کے کسی فرد کو بتادے کہ میں حاملہ ہوں یا

حالتِ حیض میں ہوں تا کہ اس کی عدت کا تعین ہو سکے۔ کیوں کہ عدت کے اندر نکاح کرنا حرام ہے۔ اور اگر دورانِ عدت نکاح کیا گیا تو جو لوگ مجلسِ نکاح میں شریک ہوں گے اور انھیں معلوم بھی ہو کہ ابھی تک عدت ختم نہیں ہوتی تو ان سب شریک ہونے والوں کے نکاح خود بہ خود ٹوٹ جائیں گے۔ اگر علم نہیں ہے اور دھوکے سے ایسا کرایا گیا ہے تو وہ مسئلہ جدا ہے۔ اور اگر سب کو علم ہے کہ بچی کی عدت ابھی پوری نہیں ہوئی تو پھر نکاح پڑھانے والا بھی کافر اور مرتد اور اس میں جو شریک ہیں سب کافر اور مرتد ہو گئے، سب کے نکاح ٹوٹ گئے۔

وَبُعُوْلَتُهُنَّ - بُعُوْل بَعْلُ کی جمع ہے اور بَعْلُ کا معنیٰ ہے خاوند۔ اور یہ عورتیں جن کو طلاق ملی ہے ان کے خاوند اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ زیادہ حق دار ہیں ان کو لوٹانے کے فِيْ ذٰلِكَ عدت کے اندر۔ اور اگر عدت کے دوران میں رجوع نہیں کیا اور تین حیض گزر گئے تو اب یہ رجوع نہیں کر سکتا اگرچہ ایک ہی طلاق کیوں نہ دی ہو۔ اب وہ بائنہ ہوگئی ہے اور اب اس کو عورت کے روکنے کا بھی اختیار نہیں ہے۔ ازسرِ نو نکاح کریں تو اکٹھے ہونے کی گنجائش ہے۔ اور یہ مسئلہ بھی یاد رکھنا کہ یہ جو ایک یا دو طلاقیں دی ہیں اور رجوع کر لیا ہے۔ یہ باقاعدہ حساب میں رہیں گی۔ مثلاً: ایک طلاق دی ہے تو باقی اس کے پاس دو کا حق ہے۔ اور اگر دو طلاقیں دی ہیں تو اس کے پاس باقی صرف ایک طلاق کا حق ہے۔ تو طلاقِ رجعی میں عدت کے دوران خاوند لوٹانے کے زیادہ حق دار ہیں مگر اس کے واسطے شرط ہے اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا اگر یہ ارادہ کریں اصلاح کا کہ عورتوں کو واپس لوٹانے سے مقصود اصلاح ہو ان کو تنگ کرنا نہ ہو۔ اگر تنگ کرنے کی نیت ہوگی تو رب تعالیٰ معاف نہیں کریں گے وَلَهُنَّ اور اُن عورتوں کے لیے بھی حق ہیں مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ

بِالْمَعْرُوْفِ ان حقوق کے مثل جو ان عورتوں کے اُوپر ہیں عمدگی کے ساتھ۔ کچھ حق عورتوں کے ذمے ہیں کہ خاوند کا حق ہے کہ عورت اس کی اطاعت کرے اس کے حق کی حفاظت کرے، اپنی عزت وعصمت کو محفوظ رکھے، گھر کی حفاظت کرے، بچوں کی نگرانی کرے۔ اور عورتوں کے حق خاوند کے ذمہ ہیں کہ وہ ان کو نان نفقہ مہیا کرے، رہائش کے لیے مکان دے، لباس دے اور اس کی بیماری اور تندرستی کا خرچہ برداشت کرے۔ تو دستور کے مطابق عورتوں کا مردوں پر حق ہے اور مردوں کا عورتوں پر حق ہے۔

وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ اور درجہ میں مردوں کو عورتوں پر برتری حاصل ہے۔ ایک درجے کی فضیلت حاصل ہے۔ وہ اس طرح کہ مرد عورتوں پر نگران ہیں جیسا کہ سورۃ نساء میں بیان فرمایا کہ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ [النسا:۳۴] مرد عورتوں کے محافظ ہیں۔ اور یہ ایک فطری امر ہے جس سے انکار ممکن نہیں ہے۔ اور پھر مردوں کی برتری کی دلیل بھی بیان فرمائی وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ کہ مرد اپنی کمائی عورتوں پر خرچ کرتے ہیں، ان کے کفیل ہیں۔ اور مشقت کے کام مرد کے سپرد کیے ہیں۔ عورت کا کام گھر کی ذمہ داریاں پوری کرنا ہے۔ اسی طرح طلاق کا حق بھی اللہ تعالیٰ نے مرد کو دیا ہے۔ فرمایا بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ مرد کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔ تو نکاح کی گرہ جب مرد کے ہاتھ میں ہے تو اُس کو کھولنے کا اختیار بھی مرد کو حاصل ہے عورت کو حاصل نہیں ہے وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ اور اللہ تعالیٰ غالب ہے حَكِيْمٌ حکیم ہے۔ جو اس نے حکمت پر مبنی احکام دیئے ہیں وہ حق ہیں ان سے بھاگنا بے دینی ہے، اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے۔

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ

اَوْ تَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ وَ لَا یَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّاۤ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ

شَیْـًٔا اِلَّاۤ اَنْ یَّخَافَاۤ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا

حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ تِلْكَ

حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَ مَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓىٕكَ

هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۲۹﴾ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى

تَنْكِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ ؕ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَاۤ اَنْ یَّتَرَاجَعَاۤ

اِنْ ظَنَّاۤ اَنْ یُّقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ یُبَیِّنُهَا

لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۰﴾ وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ

فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ ۪ وَّ لَا تُمْسِكُوْهُنَّ

ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ وَ لَا

تَتَّخِذُوْۤا اٰیٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ؗ وَّ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَ مَاۤ اَنْزَلَ

عَلَیْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَ الْحِكْمَةِ یَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْۤا

اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۲۳۱﴾ ع ۲۹ ۱۳

اَلطَّلَاقُ وہ طلاقیں جن کے بعد رجوع صحیح ہے مَرَّتٰنِ دو دفعہ

ہیں فَاِمْسَاكٌ پس روکنا ہے بیوی کو بِمَعْرُوْفٍ اچھے طریقے سے

اَوْ تَسْرِیْحٌ یا الگ کر دینا ہے بِاِحْسَانٍ عمدگی کے ساتھ وَلَا یَحِلُّ

لَكُمْ اور نہیں ہے حلال تمھارے لیے اَنْ تَاْخُذُوْا یہ کہ لو تم مِمَّآ وہ چیز اٰتَیْتُمُوْهُنَّ جو تم نے ان عورتوں کو دی ہے شَیْــٴًـا کچھ بھی اِلَّآ اَنْ یَّخَافَآ مگر یہ کہ میاں بیوی دونوں خوف کھائیں اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ یہ کہ وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے فَاِنْ خِفْتُمْ پس اگر تم خوف کرو (وارثو اور رشتہ دارو!) اَلَّا یُقِیْمَا یہ کہ وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے حُدُوْدَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی حدود کو فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا پس کوئی گناہ نہیں ہے ان دونوں پر فِیْمَا افْتَدَتْ بِهٖ اس چیز کے بارے میں جو عورت نے فدیہ کے طور پر دی تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں فَلَا تَعْتَدُوْهَا پس تم حدود سے تجاوز نہ کرو وَ مَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ اور جس نے تجاوز کیا اللہ تعالیٰ کی حدود سے فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ پس وہی لوگ ظالم ہیں فَاِنْ طَلَّقَهَا پس اگر اس نے تیسری طلاق بھی دے دی فَلَا تَحِلُّ لَهٗ پس نہیں ہے حلال اس کے لیے مِنْۢ بَعْدُ اس کے بعد حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ یہاں تک کہ وہ عورت نکاح کرے کسی اور مرد کے ساتھ فَاِنْ طَلَّقَهَا پس اگر اس اور مرد نے بھی اسے طلاق دے دی فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَآ پس کوئی گناہ نہیں ہے ان پہلے دونوں پر اَنْ یَّتَرَاجَعَآ یہ کہ (نئے نکاح کے ساتھ) رجوع کریں اِنْ ظَنَّآ اگر وہ دونوں یقین کرتے ہیں کہ اَنْ یُّقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ یہ قائم

رکھیں گے اللہ تعالیٰ کی حدود کو وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ اور یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں يُبَيِّنُهَا بیان کرتا ہے ان کو لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ اس قوم کے لیے جو جانتی ہے وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ اور جس وقت تم طلاق دے دو عورتوں کو فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ پس وہ قریب پہنچیں اپنی عدت کو فَاَمْسِكُوْهُنَّ پس تم ان کو روکو بِمَعْرُوْفٍ عمدگی کے ساتھ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ یا الگ کر دو ان کو بِمَعْرُوْفٍ عمدہ طریقے سے وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ اور نہ روکو تم ان کو ضِرَارًا تکلیف دینے کے لیے لِّتَعْتَدُوْا تا کہ تم تجاوز کرو وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ اور جس نے یہ کارروائی کی فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ پس تحقیق اس نے اپنی جان پر ظلم کیا وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اور نہ بناؤ تم اٰيٰتِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی آیات کو هُزُوًا ہنسی (اور کھیل) وَاذْكُرُوْا اور یاد کرو تم نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو جو تم پر ہوئیں وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ اور جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی تم پر مِّنَ الْكِتٰبِ کتاب وَالْحِكْمَةِ اور سنت اور حدیث يَعِظُكُمْ بِهٖ اللہ تعالیٰ تمھیں اس کی نصیحت کرتا ہے وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو وَاعْلَمُوْٓا اور تم جان لو اَنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ہر چیز کو جانتا ہے۔

طلاقوں کا مسئلہ چلا آ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اَلطَّلَاقُ (تمام مفسرین کرام رحمہم اللہ علیہم فرماتے ہیں) کہ طلاقِ رجعی مَرَّتٰنِ دو دفعہ ہے۔ اگر کسی شخص نے اپنی

بیوی کو صریح الفاظ میں یہ کہا کہ میں نے تجھے طلاق دے دی ہے۔ یہ ایک طلاق ہوگئی ہے اس کے بعد وہ رجوع کرسکتا ہے بغیر نکاح کے۔ عدت کے اندر میاں بیوی آپس میں مل جائیں تو اس طلاق کا اثر زائل ہوجاتا ہے۔ یا دو مرتبہ کہا کہ میں نے تجھے طلاق دے دی، میں نے تجھے طلاق دے دی۔ عدت ختم ہونے سے پہلے میاں بیوی آپس میں مل گئے تو ان طلاقوں کا اثر ختم ہوگیا۔ لیکن بات اچھی طرح یاد رکھنا کہ آئندہ اس کو صرف ایک طلاق کا حق ہے، گنتی میں یہ دو طلاقیں محفوظ رہیں گی۔ اور اگر عدت ختم ہوگئی تو عدت ختم ہونے کے بعد خود بہ خود علیحدگی ہوجائے گی۔ اب اگر یہ دوبارہ آپس میں نکاح کرنا چاہیں تو نکاح کی اجازت ہے۔ اور اگر وہ عورت کسی اور کے ساتھ نکاح کرنا چاہے تو کرسکتی ہے، آزاد ہے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ رجعی طلاقیں دو ہیں۔ ان دو کے بعد حق ہے فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ پس روکنا ہے عمدگی کے ساتھ کہ تم عورت کو روکو یعنی نکاح میں رکھو عمدگی سے اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ یا چھوڑ دو الگ کردو عمدگی کے ساتھ۔ یعنی اگر تم نہیں رکھنا چاہتے تو اس کو عمدگی کے ساتھ الگ کردو۔ درمیان میں خلع کا مسئلہ ہے اس کو میں بعد میں بیان کروں گا۔ اس کے بعد والی آیت سمجھ لو۔

فرمایا فَاِنْ طَلَّقَهَا پھر اگر اس نے طلاق دے دی اس عورت کو (تیسری) یعنی اگر خاوند نے دو طلاقوں کے بعد تیسری طلاق بھی دے دی فَلَا تَحِلُّ لَهٗ پس یہ عورت اس کے لیے حلال نہیں ہے مِنْۢ بَعْدُ ان تین طلاقوں کے بعد حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ یہاں تک کہ وہ عورت نکاح کرے اُس مرد کے علاوہ کسی اور مرد سے۔ تو حاصل یہ نکلا کہ ایک طلاق کے بعد، دو طلاقوں کے بعد دورانِ عدت رجوع کا حق تھا۔ اور عدت

کے بعد نکاح کا حق ۔ جب تیسری طلاق دے دی تو اب یہ سارے حق ختم ہو گئے ۔ نہ تو اس کو رجوع کا حق ہے اور نہ ہی نکاح کر کے رکھ سکتا ہے۔

مسئلہ طلاقِ ثلاثہ :

اور یہ بات اچھی طرح سمجھنا کہ قرآن بھی یہی حکم دیتا ہے اور احادیث بھی کثرت کے ساتھ ہیں جن سے یہی حکم واضح ہوتا ہے۔ اور چاروں ائمہ (یعنی امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم) بھی اس بات پر متفق ہیں اور سو فیصد محدثین بھی متفق ہیں یعنی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ تک تمام محدثین اس بات پر متفق ہیں کہ تین طلاقیں تین ہی ہیں ۔ (اور وہ حضرات جو تقلید کے قائل نہیں ہیں غیر مقلد جو اپنے آپ کو اہل حدیث کہلواتے ہیں ان میں دو گروہ ہیں۔ ایک حافظ ابن حزم ظاہری رحمۃ اللہ علیہ اور روپڑی پارٹی ہے۔ یہ بھی تین کو تین ہی کہتے ہیں ۔ اور دوسرا گروہ ثنائی پارٹی ہے۔ جن کا ان علاقوں میں زیادہ اثر و رسوخ ہے۔ وہ تین کو ایک کہتے ہیں ۔)

اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب قائم کیا ہے: "بَاب مَنْ اَجَازَ الطَّلَاقَ الثَّلَاثَ " جو لوگ کہتے ہیں کہ تین طلاقیں اکٹھی بھی ہو جاتی ہیں ۔ پھر آگے احادیث پیش کی ہیں ۔تو یہ حلال اور حرام کا مسئلہ ہے ضد کی بات نہیں ہے۔ اس واسطے اس کو اچھی طرح سمجھ لو۔ وہ لوگ جو تین کو ایک شمار کرتے ہیں ضد پر اڑے ہوئے ہیں ۔ ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ ہاں! اگر وہ ضد اور تعصب کو چھوڑ دیں تو بات کا سمجھنا کوئی مشکل نہیں ہے۔

فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ :

مثلاً: ایک حدیث آتی ہے لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَءْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ کہ جس شخص نے فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہیں ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس حدیث کا مصداق کون ہے؟ کس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا؟ تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ حدیث لِمَنْ یُّصَلِّیْ وَحْدَہٗ اس شخص کے لیے ہے جو اکیلا نماز پڑھتا ہے مقتدی اس کا مصداق نہیں ہے۔ یعنی یہ حکم مقتدی کے لیے نہیں ہے۔ اسی طرح حضرت جابر رضی اللہ عنہ (صحابی ہیں) فرماتے ہیں کہ یہ روایت اس شخص کے لیے ہے جو اکیلا نماز پڑھے۔ اور یہ روایت ترمذی شریف میں ہے اور اس روایت کے متعلق امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث صحیح ہے مگر اس کا مصداق وہ شخص ہے جو اکیلا نماز پڑھتا ہے۔

اسی طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اُستاد اور محدثین کے استاد حضرت سفیان ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم اس شخص کے لیے ہے جو اکیلا نماز پڑھتا ہے۔ یہ بات ابوداؤد شریف میں موجود ہے۔ اور مقتدی کا کیا فریضہ ہے؟ اس کا حکم مسلم شریف وغیرہ کی روایت میں موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اِذَا قَرَءَ فَاَنْصِتُوْا کہ امام جب قرأت شروع کرے تو (تمھارا فریضہ ہے) تم نے خاموش رہنا ہے (قرأۃ تمھیں سنائی دے یا نہ دے) لیکن ضدی نہیں مانتے۔

اسی طرح طلاق کے بارے میں بھی ایک روایت مسلم شریف میں ہے اور روایت صحیح ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایام خلافت کے ابتدائی دو سال میں تین طلاقیں ایک

ہی ہوتی تھیں۔(مسلم ص ۴۷۷، ج ۱) لیکن اس حدیث کا مصداق کون ہے؟ چنانچہ امام نسائی نے نسائی شریف میں باب قائم کیا ہے طَلَاقُ الثَّلٰثِ الْمُتَفَرِّقَةِ قَبْلَ الدُّخُوْلِ بِالزَّوْجَةِ (صفحہ ۸۳، جلد ۲)

تین طلاقیں علیحدہ علیحدہ غیر مدخولہ بہا کو یعنی ایسی عورت کو جس کے ساتھ نکاح ہوا ہے لیکن میاں بیوی نے ہم بستری نہیں کی اور خاوند نے اسے طلاق دے دی اور کہا اَنْتِ طَالِقٌ، اَنْتِ طَالِقٌ، اَنْتِ طَالِقٌ تین طلاقیں دے دیں تو طلاق پہلی ہی ہوئی ہے دوسری کا محل ہی نہیں رہا۔

تو امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے باب قائم کیا ہے کہ یہ حدیث غیر مدخولہ بہا کے واسطے ہے۔ اسی طرح ابوداؤد شریف میں روایت ہے کہ تین طلاقیں ایک اس عورت کے بارے میں ہیں کہ جس کے ساتھ نکاح ہوا ہے اور خاوند نے ہم بستری نہیں کی اور یکے بعد دیگرے تین طلاقیں دے دیں تو پہلی ہوگئی، دوسری، تیسری کا محل ہی نہیں ہے۔ تو اس روایت کو تمام مطلقات پر فٹ کرانا تو صرف ضد ہے۔ تو دین کے سلسلے میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ اس مسئلے پر میرا ایک مستقل رسالہ ہے "عُمْدَةُ الْاَثَاثِ فِيْ حُكْمِ طَلَقَاتِ الثَّلَاثِ" جس میں قرآن پاک، احادیث، فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کے بڑے دلائل میں نے پیش کیے ہیں اور بڑی بحث کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں۔ اور الحمد للہ! اسی آیت کے تحت مفتیٔ اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں میرا نام لے کر میری کتاب کا حوالہ دیا ہے کہ اگر تمھیں اس مسئلہ میں علمی طور پر زیادہ ضرورت ہے تو اس کی کتاب دیکھو۔

تو حدیث صحیح ہے مگر اس کا مصداق وہ نہیں ہے جو غیر مقلد حضرات سمجھتے پھرتے

ہیں۔جس طرح قرآن پاک میں مومنوں سے خطاب ہے اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ "اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔" تو زکوٰۃ ہر آدمی تو دینے والا نہیں ہے۔زکوٰۃ تو وہ دے گا جو صاحبِ نصاب ہوگا۔تو اگر کوئی مسئلے کو سمجھنا تو اس کے لیے کوئی دقت نہیں ہے۔البتہ ضد اور تعصب کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاِنْ طَلَّقَهَا پس اگر اس نے طلاق دے دی اُس عورت کو تیسری بھی تو فَلَا تَحِلُّ لَهٗ پس وہ عورت اب اس کے لیے حلال نہیں ہے مِنْۢ بَعْدُ تیسری طلاق کے بعد۔(سنت اور مستحب طریقہ تو یہ ہے کہ طلاق طہر میں دے کہ ایک طہر میں ایک طلاق اور دوسرے طہر میں دوسری طلاق اور تیسرے طہر میں تیسری طلاق۔لیکن اگر کسی نے تین طلاقیں ایک مجلس میں دے دیں یا ایک کلمے کے ساتھ دے دیں تو بھی تین طلاقیں واقع ہوگئیں۔ایک مجلس کا مطلب یہ ہے کہ ایک ہی جگہ بیٹھے ہوئے کہا کہ تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے۔اور ایک کلمے کا مطلب یہ بھی ہے کہ کہے تجھے تین طلاقیں ہیں۔تو دونوں صورتوں میں تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔)

حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ یہاں تک کہ وہ عورت کسی اور مرد کے ساتھ نکاح کرے فَاِنْ طَلَّقَهَا پس اگر اس دوسرے خاوند نے بھی طلاق دے دی فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ تو کوئی گناہ نہیں ہے ان دونوں پر یعنی اس عورت کا جو پہلا خاوند تھا اس پر اور اس عورت پر کوئی گناہ نہیں ہے اَنْ يَّتَرَاجَعَآ یہ کہ یہ دونوں آپس میں رجوع کرلیں یعنی عدت گزرنے کے بعد نئے سرے سے نکاح کرلیں مگر شرط ہے کہ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ اگر وہ دونوں یقین کریں کہ اللہ تعالیٰ کی حدوں کو قائم رکھ سکیں گے۔چونکہ پہلے بھی اختلاف ہوا تھا اور نوبت طلاق تک پہنچ گئی تھی۔اب اگر وہ نکاح کرنا چاہتے

ہیں تو انھیں اس بات کو ملحوظ رکھنا پڑے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم رکھ سکیں گے۔

خلع کے مسائل :

درمیان میں خلع کا مسئلہ بیان ہوا ہے جو اُوپر چھوڑ آئے ہیں۔ وہ کیا ہے؟

فرمایا وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اور (اے مردو!) تمھارے واسطے حلال نہیں ہے اَنْ تَاْخُذُوْا یہ کہ لو تم مِمَّآ اس چیز سے اٰتَيْتُمُوْهُنَّ جو تم نے ان عورتوں کو دیا ہے شَيْئًا کچھ بھی۔ یعنی مہر دیا ہے یا ہدیے کے طور پر کوئی چیز دی ہے تو طلاق کے بعد تم ان سے کچھ نہیں لے سکتے اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ مگر یہ کہ میاں بیوی خوف کریں اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے۔ آپس میں ان کا مزاج نہیں ملتا یا کسی اور وجہ سے ان کا نباہ نہیں ہوسکتا فَاِنْ خِفْتُمْ پس اگر اے دونوں کے وارثو (اور رشتہ دارو!) تمھیں خوف ہو اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا پس نہیں ہے گناہ ان دونوں پر فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ اس چیز میں کہ عورت نے فدیہ (رقم) دے کر مرد سے طلاق لے لے۔

اب مسئلہ سمجھنا۔ اگر بیوی خاوند کا آپس میں نباہ نہیں ہوسکتا۔ مثلاً: مزاج نہیں ملتا کیوں کہ مزاج کا بھی بڑا اثر ہوتا ہے۔ اسی واسطے شریعت کفو کے اندر نکاح کرنے کو ترجیح دیتی ہے اور کفو کا معنیٰ ہے برادری۔ اور برادری میں مزاج اور ذہن ملتے جلتے ہوں گے تو گڑبڑ نہیں ہوگی اور غیر کفو میں مزاج نہ ملنے کی وجہ سے مشکل پیدا ہوگی۔ باقی نکاح غیر کفو میں بھی جائز ہے حرام نہیں ہے۔ تو اگر میاں بیوی کا مزاج نہیں ملتا یا کوئی اور ایسی وجہ ہے کہ نباہ نہیں ہوسکتا تو شریعت نے خلع کی اجازت دی ہے۔ البتہ اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر خرابی بیوی کی طرف سے ہے کہ وہ رہنا نہیں چاہتی اور خاوند رکھنا چاہتا ہے تو ایسے موقع

پر خاوند عورت کو کہہ دے تو مجھے پیسے دے دے تو میں تجھے طلاق دے دیتا ہوں کیوں میرا شادی پر خرچہ ہوا ہے اور اگر بیوی رہنا چاہتی ہے اور شرارت خاوند کی طرف سے ہو تو ایسی صورت میں خلع کا مال حرام تو نہیں ہے مگر مکروہ ہے کہ شرارت بھی اسی کی ہے اور رقم بھی وہی ہتھیا لے پھر اس میں بھی اختلاف ہے کہ مرد نے جتنا مہر دیا ہے اتنے پر ہی خلع ہو یا حق مہر سے زیادہ رقم لے سکتا ہے۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ جتنا مہر دیا تھا اس سے زیادہ پر بھی خلع ہو سکتا ہے۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ مہر سے زیادہ رقم نہ لے کیوں کہ حضرت ثابت بن قیس صحابی ہیں یہ بڑے ذہین اور مقرر تھے۔ قد چھوٹا تھا اور رنگ سیاہ تھا۔ ان کی بیوی بڑی خوب صورت تھی۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہا کہ حضرت! میرا خاوند ویسے تو بڑا اچھا ہے خرچہ بھی دیتا ہے، اخلاق بھی اچھا ہے مگر میں جب دیکھتی ہوں تو مجھے کراہت آتی ہے جس سے میرے ایمان پر زد پڑے گی لہٰذا مجھے طلاق دلوا دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ باغ جو اس نے تجھے مہر میں دیا تھا واپس کر دے گی۔ تو حضرت ثابت کی بیوی نے کہا کہ حضرت! میں وہ باغ بھی دے دوں گی اور کچھ مزید بھی دے دوں گی۔ تو مسند احمد کی روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اَمَّا الزِّيَادَةُ فَلَا بہرحال زیادہ دینا درست نہیں ہے۔ اس حدیث کے پیش نظر امام ابوحنیفہ کا موقف یہ ہے کہ جو مہر دیا ہے اس سے زیادہ نہ لے۔

فرمایا تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں فَلَا تَعْتَدُوْهَا پس تم ان سے آگے نہ بڑھو وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ اور جس نے اللہ تعالیٰ کی حدوں سے تجاوز کیا فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ پس یہی لوگ ظالم ہیں۔ یہ پہلے میں نے عرض کر دیا ہے۔ دو کے بعد اگر اس نے تیسری طلاق دے دی تو یہ بیوی اس خاوند کے لیے حلال نہیں

ہے۔یہاں تک کہ کسی اور مرد سے نکاح کرے اور نکاح کے بعد ہم بستری بھی شرط ہے۔ اگر صرف نکاح کر کے بغیر ہم بستری کے طلاق دے دی تو پہلے خاوند کے لیے حلال نہ ہوگی۔اس پر بخاری اور مسلم کی روایات شاہد ہیں۔

فَاِنْ طَلَّقَهَا پس اگر دوسرے خاوند نے طلاق دے دی فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ پس کوئی حرج نہیں ان پہلوں پر اَنْ يَّتَرَاجَعَآ یہ کہ نکاح کے لیے آپس میں رجوع کریں لیکن شرط یہ ہے کہ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ اگر ان کو یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حدوں کو قائم کریں گے وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ اور یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ان کو بیان کرتا ہے اس قوم کے لیے جو علم رکھتی ہے وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ اور جب تم طلاق دے دو عورتوں کو فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ پس قریب پہنچیں وہ اپنی عدت کو فَاَمْسِكُوْهُنَّ پس تم ان کو روکو۔یعنی عدت ابھی ختم نہیں ہوئی تو دورانِ عدت تم انھیں روک بھی سکتے ہو بِمَعْرُوْفٍ عمدہ طریقے سے اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ یا چھوڑ دو ان کو بِمَعْرُوْفٍ عمدہ طریقے سے وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ اور نہ روکو تم ان کو ضِرَارًا تکلیف دینے کے لیے یعنی ان کو اس واسطے نہ روکو کہ میں ان کو ماروں گا پیٹوں گا اور تنگ کروں گا لِّتَعْتَدُوْا تا کہ تم تجاوز کرو اس واسطے نہ روکو وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ اور جس نے کی یہ کارروائی فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ پس تحقیق اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔

وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا اور نہ بناؤ اللہ تعالیٰ کی آیات کو ہنسی اور کھیل۔جو حکم رب تعالیٰ نے دیا ہے وہ اٹل ہے وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اور یاد کرو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو جو اُس نے تم پر کی ہیں، ظاہری نعمتیں بھی ہیں اور باطنی نعمتیں بھی، روحانی

نعمتیں بھی اور جسمانی نعمتیں بھی ہیں۔ ان کو یاد کرو یعنی ان کا شکر ادا کرو۔ اور یہ نعمت بھی ہے وَمَآ اَنۡزَلَ عَلَيۡكُمۡ مِّنَ الۡكِتٰبِ اور وہ جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی تم پر کتاب یعنی قرآن کریم۔ اور قرآن کریم کی قدر وہی کرے گا جو اس کو سمجھے گا اور جس نے قسم اُٹھانے کے لیے رکھا ہے وہ کیا سمجھے گا۔ یاد رکھو! قرآن پاک بہت بڑی دولت ہے وَالۡحِكۡمَةِ اور حکمت نازل فرمائی۔ تو حکمت سے مراد ہے سنت اور حدیث۔

قرآن پاک کی تشریح حدیث ہے۔ حدیث کے بغیر تشریح کرنے پر بھی ہمارا ایمان نہیں ہے يَعِظُكُمۡ بِهٖ اللہ تعالیٰ تمھیں اس کی نصیحت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد رکھو۔ قرآن کریم کو پڑھو، حدیث شریف پڑھو وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو وَاعۡلَمُوۡٓا اور تم جان لو اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمٌ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو بخوبی جانتا ہے۔ تمھارا ظاہر، باطن، نیت، ارادہ سب اس کے علم میں ہے۔

وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَ اَطْهَرُ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۲﴾ وَ الْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ وَ عَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَ كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَ لَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۗ وَ عَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَ تَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ؕ وَ اِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْۤا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّاۤ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۳۳﴾

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ اور جب تم طلاق دو عورتوں کو فَبَلَغْنَ پس وہ پہنچ جائیں اَجَلَهُنَّ اپنی عدت کو فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ پس نہ روکو تم ان کو اَنْ يَّنْكِحْنَ یہ کہ وہ نکاح کریں اَزْوَاجَهُنَّ اپنے خاوندوں سے اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ جس وقت راضی ہو جائیں آپس میں بِالْمَعْرُوْفِ عمدگی کے ساتھ ذٰلِكَ اس چیز کی يُوْعَظُ بِهٖ نصیحت کی جاتی ہے مَنْ اس کو كَانَ مِنْكُمْ جو ہے تم میں سے يُؤْمِنُ

بِاللّٰهِ ایمان لاتا ہے اللہ پر وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اور آخرت کے دن پر ذٰلِكُمْ یہی چیز اَزْكٰى لَكُمْ بڑی پاکیزہ ہے (قلبی اعتبار سے) وَ اَطْهَرُ اور زیادہ پاکیزہ ہے (بدن کے اعتبار سے) وَاللّٰهُ یَعْلَمُ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اور تم نہیں جانتے وَالْوَالِدٰتُ اور مائیں یُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ دودھ پلائیں اپنی اولاد کو حَوْلَیْنِ كَامِلَیْنِ دو سال مکمل لِمَنْ اَرَادَ یہ اس کے لیے ہے جو ارادہ کرتا ہے اَنْ یُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ یہ کہ مکمل کرلے دودھ پلانے کی مدت کو وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ اور جس کی طرف بچے کی نسبت کی جاتی ہے (یعنی باپ پر) رِزْقُهُنَّ ان عورتوں کا رزق ہے وَكِسْوَتُهُنَّ اور ان کا لباس بھی ہے بِالْمَعْرُوْفِ اچھے طریقے کے ساتھ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ نہیں تکلیف دی جائے گی کسی نفس کو اِلَّا وُسْعَهَا مگر اس کی طاقت کے مطابق لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا نہ نقصان پہنچایا جائے ماں کو اس کے بچے کی وجہ سے وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ اور نہ باپ کو بِوَلَدِهٖ اس کے بچے کی وجہ سے وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ اور وارث پر بھی اتنا ہی خرچہ آئے گا فَاِنْ اَرَادَا پس اگر وہ دونوں ارادہ کرلیں فِصَالًا دودھ چھڑانے کا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا آپس کی مرضی سے وَتَشَاوُرٍ اور باہمی مشورہ سے فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا پس کوئی حرج نہیں ہے ان دونوں پر وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اور اگر تم ارادہ کرو

اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ یہ کہ کسی اور سے اپنی اولاد کو دودھ پلواؤ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ پس کوئی گناہ نہیں ہے تم پر اِذَا سَلَّمْتُمْ جب دے دو تم مَّآ وہ چیز اٰتَیْتُمْ جو تم نے مقرر کی ہے بِالْمَعْرُوْفِ اچھے طریقے کے ساتھ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو وَاعْلَمُوْٓا اور تم جان لو اَنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ بِمَا تَعْمَلُوْنَ جو تم عمل کرتے ہو بَصِیْرٌ دیکھ رہا ہے۔

حتی الوسع طلاق سے گریز کرنا چاہیے :

اس سے پہلے بھی طلاق اور عدت کا ذکر تھا۔ اسلام کی یہ خوبی ہے کہ انسانوں کو جو بھی ضرورتیں پیش آئی ہیں ان سب کو حل کیا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ کسی مقام پر اسلام کو ماننے والا پریشان ہو۔

انسانی زندگی میں نکاح اور طلاق بھی اہم مسائل ہیں۔ چوں کہ اللہ تعالیٰ نے نسل انسانی کو برقرار رکھنا ہے اس لیے مرد پیدا فرمائے ،عورتیں پیدا فرمائیں ۔ پھر جائز طریقے سے خواہشات کی تکمیل کا راستہ بھی بتلایا۔ ان کو حسن سلوک کا سبق دیا اور گھر کے معاملات کو درست رکھنے کا حکم دیا لیکن اگر مجبوری سے طلاق کی نوبت آئے تو طلاق کی بھی اجازت ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے اِنَّ اَبْغَضَ الْمُبَاحَاتِ عِنْدَ اللّٰهِ الطَّلَاقِ "بے شک جائز چیزوں میں سے بُری چیز اللہ تعالیٰ کے ہاں طلاق ہے۔" یعنی ہے جائز مگر بہت بُری ہے۔ حتی الوسع طلاق کا نام نہیں لینا چاہیے۔ اور حدیث پہلے بیان ہو چکی ہے کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورت بغیر اشد مجبوری کے خاوند سے طلاق مانگتی ہے اس پر جنت حرام ہے۔ صرف مطالبے کی بات ہے یہ نہیں کہ ڈنڈے کے زور سے طلاق لے، بلکہ مطالبہ بھی حرام ہے۔ تو یہاں ایک واقعہ پیش آیا۔

حضرت معقل ابن یسار رضی اللہ عنہ ایک صحابی تھے۔ ان کے والدین فوت ہو چکے تھے۔ ان کی ہمشیرہ تھی۔ بعض تفسیروں میں اس کا نام جُمیلہ اور بعض میں جَمیلہ آیا ہے رضی اللہ عنہا۔ ابوالبدّاح رضی اللہ عنہ ایک صحابی تھے ان کے ساتھ اس کا نکاح ہوا۔ نکاح کے بعد اکٹھے زندگی گزارتے رہے ابھی اولاد نہیں ہوئی تھی اور گھریلو معاملات میں ہوتا ہے کبھی بگاڑ خاوند کی طرف سے ہوتا ہے کبھی عورت کی طرف سے اور کبھی دونوں کی طرف سے۔ دنیا میں کوئی ایسا گھر نہیں بتایا جا سکتا جس میں کچھ نہ کچھ بگاڑ نہ ہو۔ تو حضرت ابوالبدّاح رضی اللہ عنہ نے طیش اور غصے میں آ کر بیوی کو طلاق دے دی مگر طلاق رجعی تھی۔ (تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے کہ اگر ایک دفعہ خاوند بیوی کو کہے میں نے تجھے طلاق دے دی ہے یا دو مرتبہ کہے میں نے تجھے طلاق دے دی ہے تو ان دونوں صورتوں میں خاوند کو حق حاصل ہے کہ درانِ عدت رجوع کرلے۔ اس سے طلاق کا اثر زائل ہو جاتا ہے اور اگر عدت ختم ہوگئی تو پھر نکاح ہوگا یعنی آپس میں پھر نکاح کر سکتے ہیں۔ اور اگر تین طلاقیں ہو جائیں تو پھر کوئی گنجائش نہیں ہے۔)

تو حضرت ابوالبدّاح رضی اللہ عنہ کی طلاق رجعی تھی اور عدت گزر گئی۔ عدت گزرنے کے بعد اور لوگوں نے بھی نکاح کے پیغام بھیجے اور پہلے خاوند نے بھی نکاح کا پیغام بھیجا کہ مجھ سے غلطی ہوگئی تھی میں دوبارہ نکاح کرنا چاہتا ہوں اور بیوی دلی طور پر راضی تھی پہلے خاوند کے پاس جانے کے لیے۔ لیکن ان کے بھائی معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں

پہلے خاوند کے ساتھ نکاح نہیں کرنے دوں گا۔ اس لیے کہ اس نے طلاق کیوں دی؟ پھر چلو طلاق دے دی مگر عدت کے دوران میں اس نے نام ہی نہیں لیا۔ جب عدت ختم ہوگئی اور دوسرے لوگوں کے پیغامِ نکاح آنے لگے تو اب اس نے بھی نکاح کا پیغام بھیج دیا ہے۔ لہٰذا میں اس کے ساتھ نکاح نہیں ہونے دوں گا۔ کچھ برادری اور محلے کے لوگ بھی درمیان میں آئے کہ پہلے خاوند کے ساتھ نکاح کرنے دو۔ مگر معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں کسی قیمت پر وہاں نکاح نہیں ہونے دوں گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا:

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ اور جب وقت تم طلاق رجعی دو عورتوں کو فَبَلَغْنَ پھر وہ پہنچ چکیں اَجَلَهُنَّ اپنی عدت کو یعنی عدت بھی ختم ہو چکی فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ پس تم نہ روکو ان عورتوں کو اَنْ يَّنْكِحْنَ یہ کہ وہ نکاح کرلیں اَزْوَاجَهُنَّ اپنے پہلے خاوندوں سے اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ جب وہ آپس میں راضی ہو جائیں بِالْمَعْرُوْفِ اچھے طریقے سے یعنی جو شریعت کے قاعدے کے مطابق ہے ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ اس حکم کی نصیحت کی جاتی ہے مَنْ اس کو كَانَ مِنْكُمْ جو ہے تم میں سے يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ ایمان رکھتا ہے اللہ تعالیٰ پر وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور آخرت پر۔ جب یہ ارشاد نازل ہوا تو حضرت معقل ابن یسار رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رب تعالیٰ کا حکم سر آنکھوں پر اب میں رکاوٹ نہیں بنوں گا۔ فوراً ہمشیرہ کا نکاح پہلے خاوند سے کر دیا۔

(تجدید نکاح کا مطلب یہ ہے کہ نئے سرے سے نکاح ہوگا، مہر ہوگا، گواہ ہوں گے جو نکاح کے لیے شرائط ہیں وہ ساری پوری کرنی ہوں گی۔)

پھر وہ راضی اور خوشی کے ساتھ رہے۔ پھر ان سے اولاد بھی ہوئی۔ فرمایا ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ یہ چیز قلبی لحاظ سے بھی تمھارے لیے بڑی پاکیزہ ہے وَاَطْهَرُ اور بدنی

لحاظ سے بھی بڑی پاکیزہ ہے۔ عورت کوئی بکاؤ مال تو نہیں کہ آج اِس منڈی میں اور کل اُس منڈی میں۔ آج اِس کی بیوی اور کل اُس کی بیوی۔ یہ کوئی اچھی بات نہیں۔ عزت انسانی کا مسئلہ ہے۔ تو بدن بھی اس میں صاف رہے گا اور دل بھی صاف رہے گا۔ کیوں اگر عورت کا دل پہلے خاوند کی طرف مائل تھا اور رشتہ داروں نے نکاح نہیں کرنے دیا تو ہوسکتا ہے کہ کسی وقت اس سابقہ تعارف کی وجہ سے کوئی خرابی پیدا ہو جائے لہٰذا دل بھی پاک رہے گا اسی صورت میں وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اور تم نہیں جانتے۔ لہٰذا اس کے احکام صحیح ہیں۔

رضاعت کے احکام :

آگے اور مسئلہ ہے کہ جس وقت عورت نکاح میں ہو تو بچے کو دودھ پلانا اس کے ذمہ ہے اور بغیر کسی اشد مجبوری کے بچے کو دودھ پلانے سے انکار نہیں کرسکتی۔ اگر انکار کرے گی عند اللہ مجرم ہوگی اور گناہ گار ہوگی۔ کیوں کہ بچے کی خوراک رب تعالیٰ نے اس کے پستانوں میں رکھی ہے اس واسطے جب وہ نکاح میں ہے تو دودھ پلانے کا خرچہ خاوند سے نہیں لے سکتی۔ کیوں کہ اس عورت کو باقاعدہ رہائش بھی خاوند نے دی ہوئی ہے اور اس کو کھانے پینے کا خرچہ بھی ملتا ہے اور لباس بھی ملتا ہے اور اس کی بیماری اور تندرستی کا خرچہ بھی خاوند کے ذمہ ہے تو بچہ کو دودھ پلانے کا خرچہ نہیں مانگ سکتی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالْوَالِدٰتُ اور مائیں يُرْضِعْنَ دودھ پلائیں اَوْلَادَهُنَّ اپنی اولاد کو حَوْلَيْنِ دو سال كَامِلَيْنِ مکمل۔ لیکن یہ دو سال کس کے لیے ہیں لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ اس شخص کے لیے ہیں جو ارادہ کرے اس بات کا کہ وہ دودھ پلانے کی مدت پوری کرے۔ آگے آرہا ہے اگر ماں باپ پہلے دودھ

چھڑانا چاہیں تو اس کی بھی اجازت ہے۔ کیوں کہ بعض بچے بڑے صحت مند ہوتے ہیں کہ سال، سوا سال، ڈیڑھ سال گزرنے کے بعد وہ کھانا پینا شروع کر دیتے ہیں۔ ان کے لیے دو سال مکمل کرنے ضروری نہیں ہیں۔ اور اگر بچہ ماں کے دودھ کے بغیر کچھ نہیں پیتا تو دو سال آخری مدت ہے۔ اس کے بعد ماں اس کو دودھ نہیں پلا سکتی۔ بعض عورتیں پیار اور محبت کی وجہ سے دو سال کے بعد بھی دودھ پلاتی رہتی ہیں۔ یہ سخت گناہ ہے۔ کیوں کہ جو حکم رب تعالیٰ نے دیا ہے وہ اٹل ہے۔

وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ اور اور اس شخص پر جس کی طرف بچے کی نسبت کی جاتی ہے یعنی بچے کا باپ۔ اس کے ذمہ ہے رِزْقُهُنَّ ان کا کھانا وَكِسْوَتُهُنَّ اور ان کا لباس بھی ان کے خاوندوں کے ذمہ ہے۔ کون سا لباس؟ تو فرمایا بِالْمَعْرُوْفِ جو قاعدے کے مطابق ہو۔ وہ قاعدہ کیا ہے؟ فرمایا لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا نہیں تکلیف دی جا سکتی کسی نفس کو مگر اس کی طاقت کے مطابق۔ اگر خاوند امیر ہے تو عورت کا خرچہ امیرانہ ہوگا یعنی اس کا لباس وہ ہوگا جو امیر عورتیں پہنتی ہیں۔ اگر خاوند درمیانے قسم کا ہے مالی اعتبار سے تو اس کے ذمہ خرچہ بھی درمیانے درجے کا ہوگا۔ لباس بھی درمیانہ، رہائش بھی درمیانے درجہ کی۔ اگر خاوند غریب ہے تو خاوند پر غربت کے اعتبار سے خرچہ ہوگا جو غریب لوگ کھاتے پیتے، پہنتے ہیں اور رہائش بھی اسی طرح کم ہوگی کہ جیسی رہائش میں غریب لوگ رہتے ہیں۔ اور عقل کا تقاضا بھی یہی ہے۔ کیوں کہ جب ایک آدمی غریب ہے تو وہ کہاں سے امیرانہ خرچہ لا کر دے۔

فرمایا لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا نہ تکلیف دی جائے والدہ کو اس کے بچے کی وجہ سے۔ مثلاً: عورت بیمار ہے۔ اس کو دودھ ہی نہیں اُترتا یا اس کا دودھ طبی اعتبار سے مضر

ہے مگر خاوند کہتا ہے کہ دودھ تو نے ہی پلانا ہے۔ تو ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ وہ تو بیمار ہے لہٰذا بچے کی وجہ سے اُس کو تکلیف نہ دی جائے۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ عورتیں مختلف قسم کی چیزیں کھاتی ہیں اور دودھ بچے کے لیے نقصان دہ ہوتا ہے۔ اور وہ بچہ خود دودھ نہیں پیتا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسی ہدایت دی اور رب تعالیٰ کا نظام ہے کہ بچہ پستان کو منہ لگا کر چھوڑ دیتا ہے۔ ایسی صورت میں فوراً دودھ کا ٹیسٹ کرانا چاہیے۔ اگر ماں کا دودھ بچے کے لیے نقصان دہ ہے تو دھکا شاہی نہ کرو۔ عورت کی خوراک بدلو۔ اس کا علاج کرو تا کہ دودھ کی خرابی دور ہو جائے۔

تو فرمایا کہ اگر عورت مجبور ہے اور دودھ نہیں پلا سکتی تو اس ک مجبور نہ کیا جائے وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ اور نہ باپ کو تکلیف دی جائے بچے کی وجہ سے۔ مثلاً: عورت صحت مند ہے، دودھ بھی اس کا وافر ہے مگر وہ کہتی ہے کہ میں نے دودھ پلانا کیوں کہ اگر میں دودھ پلاؤں گی تو میرے پستان ڈھیلے ہو جائیں گے اور میرے حسن و جمال میں کمی آ جائے گی۔ کیوں کہ ایسی عورتیں بھی ہیں۔ تو اب وہ بے چارہ خاوند کیا کرے۔ اس لیے اِس کی بھی اجازت نہیں ہے۔ تو فرمایا خاوند کو بھی بچے کے دودھ کی وجہ سے مجبور نہ کیا جائے۔ (طبی نقطہ نگاہ سے اگر صحت مند عورت بچے کو دودھ نہیں پلائے گی تو اس صورت میں اسے ٹی، بی اور کینسر ہو سکتا ہے۔)

یاد رکھو! جو رب کے نظام کو بدلتا ہے تو ضرور کوئی نہ کوئی خرابی پیدا ہوتی ہے۔ تو جب عورت صحت مند ہے تو کیوں دودھ نہیں پلاتی؟ بے مقصد نخرے کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو اس کی چھاتی میں دودھ پیدا فرمایا ہے وہ نکلے گا تو تندرست رہے گی۔ آج کل عورتوں کو چھاتی کا کینسر ہے اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔ رب تعالیٰ کا نظام جس طرح اس

نے بنایا ہے اسی طرح رہنا چاہیے۔

وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ اور وارث پر بھی اسی طرح خرچہ لازم ہے۔ مثال کے طور پر باپ فوت ہو چکا ہے تو بچے کے دودھ کا کیا سلسلہ ہوگا کہ عورت کے پاس خرچہ بھی کوئی نہیں ہے اور خاوند کچھ چھوڑ کر بھی نہیں گیا۔ اب وہ جو شرعی وارث ہیں خرچہ ان کے ذمہ ہوگا اس مرنے والے کا ایک بھائی اور ایک بہن ہے۔ وراثت میں بھائی کو دُہرا حصہ ملتا ہے اور بہن کو ایک تو حصے کے مطابق خرچہ بھائی کے ذمہ ہے یعنی جس کو تم چچا کہتے ہو اور ایک حصہ خرچہ اس کی پھوپھی کے ذمہ ہے۔ جس نسبت سے ان کو وراثت ملنی تھی اسی نسبت سے ان پر بچے کا خرچہ آئے گا۔ یہ نہیں سمجھا جائے گا کہ بچے کا خرچہ خود مانگتے پھریں گے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کا خرچہ وارثوں کے ذمہ لگایا ہے۔

فَإِنْ أَرَادَا پس اگر وہ میاں بیوی دونوں ارادہ کرلیں فِصَالًا دودھ چھڑانے کا دو سال سے پہلے عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا آپس کی رضامندگی سے یعنی دونوں اس پر راضی ہوں وَتَشَاوُرٍ اور دونوں کا مشورہ بھی ہے کہ اس بچے کا دودھ اب چھڑا دینا چاہیے فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ دونوں کی رضا اور دونوں کا مشورہ اِس واسطے ضروری ہے کہ خدانخواستہ عورت نے اپنی مرضی سے دودھ چھڑا دیا خاوند کی مرضی کے بغیر اور بچہ بیمار ہو گیا تو خاوند لڑے گا کہ تو نے دودھ چھڑایا ہے اس لیے بچہ بیمار ہوا ہے۔ اسی طرح خاوند نے اگر دودھ چھڑانے پر مجبور کیا ہے اور عورت اس پر راضی نہیں تھی اور بچے کو کچھ ہو گیا تو عورت کا گلہ ہوگا اور لڑائی ہوگی اور جب دونوں کا مشورہ اور دونوں کی رضا ہوگی تو بچے کے لیے بھی اسی میں خیریت ہے تو پھر جھگڑا کس چیز کا؟ کیوں کہ جھگڑے کا کوئی بھی سبب ہو شریعت اس کو پسند نہیں کرتی۔

وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اور اگر تم ارادہ کرتے ہو اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ یہ کہ تم اپنی اولاد کو کسی اور سے دودھ پلواؤ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ پس کوئی گناہ نہیں ہے تم پر اس میں بھی اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَیْتُمْ جب دے دو تم وہ اجرت جو تم نے طے کی ہے بِالْمَعْرُوْفِ عمدگی کے ساتھ۔ اس زمانے میں ایسا ہوتا تھا کہ صحت مند عورتیں بچوں کو لے جاتی تھیں اُن کو اُجرت دی جاتی تھی وہ بچوں کو دودھ پلاتی تھیں۔ آج بھی اگر کوئی ایسی صورت ہو کہ بچے کو کسی سے دودھ پلوایا جائے تو جائز ہے۔

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حلیمہ سعدیہ کا دودھ پیا۔ تو اگر تم یہ ارادہ کرتے ہو کہ اس بچے کی ماں کی صحت ٹھیک نہیں ہے دودھ اس کا صحیح نہیں ہے تو کسی اور عورت سے جو صحت مند ہے اس سے دودھ پلوانا چاہو تو اس کی اجازت ہے مگر جو اجرت تم نے طے کی ہے وہ دیانت داری اور دین داری کے ساتھ اس کو دے دو اونہ لگاؤ کہ جتنی طے کی ہے اس سے کم دو۔ اس کی اجازت نہیں ہے وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو ہر معاملے میں وَاعْلَمُوْٓا اور جان لو تم اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ بے شک اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو دیکھ رہا ہے۔ تمہارے ظاہر کو، باطن کو، ہر حالت کو رب جانتا ہے معاملہ تمہارا رب کے ساتھ ہے۔

وَالَّذِيْنَ

يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۳۴﴾ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ؕ وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۲۳۵﴾ ع ۳۰/۱۴

وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ جو تم میں سے وفات پا جاتے ہیں وَيَذَرُوْنَ اور چھوڑ جاتے ہیں اَزْوَاجًا بیویاں يَّتَرَبَّصْنَ وہ روکے رکھیں بِاَنْفُسِهِنَّ اپنی جانوں کو اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا چار مہینے اور دس دن فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ پس جب وہ پوری کر چکیں اپنی عدت فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ پس کوئی حرج نہیں ہے تم پر فِيْمَا فَعَلْنَ اس کارروائی کے بارے میں جو وہ کریں فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ اپنی جانوں کے بارے میں بِالْمَعْرُوْفِ عمدگی کے ساتھ وَاللّٰهُ اور اللہ تعالیٰ بِمَا تَعْمَلُوْنَ جو تم عمل کرتے ہو خَبِيْرٌ اس سے خبردار ہے

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اور کوئی گناہ نہیں ہے تم پر فِيمَا اس چیز میں عَرَّضْتُمْ بِهٖ جو تم اشارہ کرو اس کے ساتھ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ عورتوں کی منگنی کا اَوْ اَكْنَنْتُمْ یا تم مخفی رکھو فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اپنی جانوں میں یعنی دلوں میں عَلِمَ اللّٰهُ جانتا ہے اللہ تعالیٰ اَنَّكُمْ بے شک تم سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ عن قریب تم ذکر کرو گے ان عورتوں کا وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ اور لیکن نہ وعدہ کرو تم ان کے ساتھ سِرًّا پوشیدہ اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا مگر یہ کہ کہو تم قَوْلًا مَّعْرُوْفًا بات بھلی وَلَا تَعْزِمُوْا اور نہ ارادہ کرو تم عُقْدَةَ النِّكَاحِ نکاح کی گرہ کا حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ یہاں تک کہ پہنچ جائے تحریر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اَجَلَهٗ اپنی میعاد کو وَاعْلَمُوْٓا اور جان لو تم اَنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ يَعْلَمُ جانتا ہے مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ جو تمھارے دلوں میں ہے فَاحْذَرُوْهُ پس تم اللہ تعالیٰ کی مخالفت سے بچو وَاعْلَمُوْٓا اور تم جان لو اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا تحمل کرنے والا، بُرد بار ہے۔

عدت کے مسائل :

پہلے مطلقہ عورتوں کا ذکر تھا کہ اگر ان کو طلاق ملے تو ان کی کیا عدت ہے جس کی تفصیل تم سن چکے ہو۔ اور اب اس عورت کی عدت کا ذکر ہے کہ جس کا خاوند فوت ہو جائے۔ اگر کاوند کے فوت ہونے کے وقت عورت کے پیٹ میں بچہ ہے تو جب بچہ پیدا ہوگا اس کی عدت اس وقت ختم ہو جائے گی۔ فرض کرو خاوند کی وفات کے دو دن یا تین دن

بعد بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس عورت کی عدت ختم ہو جائے گی۔ یا اس کی وفات کے چھ یا سات، آٹھ ماہ بعد بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کی عدت اُسی وقت ختم ہوگی جب بچہ پیدا ہوگا۔ اور اگر اس کے پیٹ میں بچہ نہیں ہے تو اس کی عدت ہے چار مہینے دس دن اور یہ چار مہینے دس دن چاند کے اعتبار سے مکمل ہوں گے۔ تو ضابطہ یہ ہے کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے اگر حاملہ ہے تو اس کی عدت ہے وضع حمل یعنی بچے کی پیدائش۔ اور اگر حاملہ نہیں ہے تو پھر چار مہینے دس دن ہے۔

تو فرمایا وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ اور وہ لوگ جو فوت ہو جاتے ہیں مِنْكُمْ تم میں سے وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا اور چھوڑ جاتے ہیں عورتیں يَّتَرَبَّصْنَ روکے رکھیں وہ عورتیں بِاَنْفُسِهِنَّ اپنی جانوں کو اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا چار مہینے اور دس دن (جب کہ وہ حاملہ نہ ہوں۔)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقاہت :

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کوفے کے گورنر تھے۔ ان کے سامنے ایک مقدمہ پیش ہوا کہ ایک شخص نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کیا ہے لیکن نکاح کے وقت مہر یاد نہیں رہا اور خاوند فوت ہو گیا۔ اور یاد رکھنا کہ نکاح مہر پر موقوف نہیں ہے۔ نکاح کی دو بنیادی شرطیں ہیں:

(۱) شرعی طور پر دو گواہ ہوں　(۲) ایجاب وقبول ہو جائے۔

نکاح ہو جائے گا۔ باقی چیزیں موقوف علیہ نہیں ہیں۔ اگر اس وقت مہر مقرر نہیں ہوا تو بعد میں مہر مثلی یا جو آپس میں طے ہو جائے دینا پڑے گا۔ اور عورت کی رخصتی بھی نہیں ہوئی اور خاوند فوت ہو گیا ہے۔

حضرت! آپ سے تین شقوں کا سوال ہے: ☆ پہلی شق یہ ہے کہ اس عورت کی عدت ہے یا نہیں؟

☆ دوسری شق یہ ہے کہ اس عورت کو خاوند کی جائیداد میں سے وراثت کا حصہ ملے گا یا نہیں ملے گا۔

☆ تیسری شق یہ ہے کہ اس عورت کے لیے مہر ہے یا نہیں؟ کیوں کہ نکاح کے وقت مہر مقرر نہیں ہوا تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے اس مسئلے پر کوئی حدیث بھی یاد نہیں اور قرآن پاک میں بھی اس پر کوئی صریح حکم نہیں ہے لہٰذا مجھے کچھ مہلت دو، میں سوچوں گا۔ اُمت میں سب سے زیادہ فقیہ حضرت عبداللہ بن مسعود تھے۔ اور ساری امت میں سب سے بڑے مفسر بھی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہی تھے۔ وہ فرماتے ہیں مجھے مہلت دو۔ تو ان لوگوں نے کہا حضرت ٹھیک ہے آپ غور فرمالیں۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کئی دن اس مسئلے پر غور کیا اور ان کو طلب فرمایا کہ فلاں دن آنا عدالت میں تمھیں مسئلے کا جواب اور فتویٰ ملے گا۔ لوگ اچھے خاصے اکٹھے ہو کر آگئے۔ مسئلہ پیچیدہ تھا۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے علم کے مطابق قرآن پاک میں بھی اس کا حکم نہیں ہے اور جو احادیث مجھے معلوم ہیں ان میں بھی اس کا صریح حکم نہیں ہے۔ میں نے اس سلسلے میں اجتہاد اور قیاس کیا ہے اور اپنے اجتہاد اور قیاس سے فیصلہ کرتا ہوں کہ اُس عورت کو مہر مثل ملے گا۔

مہر مثل کا مطلب یہ ہے کہ اس عورت کی ماں کا، خالاؤں کا، اس کی بہنوں کا یعنی ماں کی طرف سے جو رشتہ دار عورتیں ہیں ان کا جو مہر تھا اتنا ہی اُس عورت کو بھی ملے گا اور

اس عورت کو خاوند کی وراثت بھی ملے گی کیوں کہ نکاح صحیح ہے اور عورت کو عدت بھی گزارنا پڑے گی، چار مہینے دس دن۔ تو حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے جب یہ مسئلہ سنایا تو وہاں حضرت معقل رضی اللہ عنہ موجود تھے جو کہ صحابی ہیں۔ انھوں نے کہا اے ابنِ مسعود! یہ فیصلہ تو نے اپنے اجتہاد اور قیاس سے کیا ہے؟ فرمایا ہاں۔ معقل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اپنے کانوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان چیزوں کے جواب سنے ہیں۔ وہ اس طرح کہ ہماری برادری میں ایک عورت تھی بروہ بنت واشق اس کا نام تھا۔ بعینہ یہ واقعہ اس کے ساتھ پیش آیا تھا کہ نکاح ہوا تھا اور مہر کا ذکر نہ کیا گیا اور بغیر ملاپ کے خاوند فوت ہوگیا۔ بروہ بنت واشق کے رشتہ داروں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مسئلہ پیش کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس عورت کو مہر مثل ملے گا اور اس عورت کو چار ماہ دس دن عدت گزارنا پڑے گی اور اس کو باقاعدہ وراثت کا حق بھی ملے گا۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت معقل رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ کیا یہ باتیں تو نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنی ہیں؟ فرمایا ہاں۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بڑے خوش ہوئے اور فرمایا الحمد للہ! میرے سارے فتوے کی شقیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہوگئیں، اگرچہ مجھے علم نہیں تھا اور میں نے قیاس سے جواب دیا تھا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ وہ بزرگ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی فقاہت اور ان کی سمجھ پر اعتماد کرتے ہوئے فرمایا تھا رَضِيتُ لَكُمْ مَا رَضِيَ لَكُمْ ابْنُ أُمِّ عَبْدٍ "میں تمھارے لیے ہر اس مسئلے پر راضی ہوں جس مسئلے پر عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ راضی ہے" وَسَخِطْتُ لَكُمْ مَا سَخِطَ لَكُمْ ابْنُ أُمِّ عَبْدٍ اور میں تمھارے لیے

اس چیز کو پسند نہیں کرتا جس کو عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پسند نہیں کرتا۔" اتنا اعتماد تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو۔ یہ کوفے میں رہتے تھے ان کے شاگرد ہیں ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ۔ جو اپنے دور کے چوٹی کے فقیہ تھے اور ان کے شاگرد ہیں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ۔ کامل استادوں کے کامل شاگرد۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ چار اماموں میں سے ایک امام ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

اَلنَّاسُ عَيَالُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ فِي الْفِقْهِ "تمام لوگ فقہ میں ابوحنیفہ کے خوشہ چین ہیں۔"

تو مسئلہ یہ ثابت ہوا کہ نکاح ہو گیا اور رخصتی نہیں ہوئی یا خاوند فوت ہو جائے تو عورت کو عدت گزارنا پڑے گی۔ اب یہاں ہماری عقل کچھ نہیں کرتی۔ کیوں کہ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے۔ اور حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَعَلَيْهِ اِجْمَاعُ الْاُمَّةِ "اور اس پر امت کا اجماع اور اتفاق ہے۔" اب تم اس کے مقابلے میں دیکھو کہ قرآن کریم کے بائیسویں پارے میں مذکور ہے کہ اگر کسی مرد کا کسی عورت سے نکاح ہو جائے اور ان کا آپس میں ملاپ نہیں ہوا اور طلاق کی نوبت آگئی ہے تو فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ پس نہیں ہے تمھارے لیے ان پر کوئی عدت تَعْتَدُّوْنَهَا کہ تم ان عورتوں سے پورا کراؤ۔ یعنی اس عورت کی کوئی عدت نہیں ہے۔ یہ عورت طلاق کے دو منٹ بعد نکاح کرنا چاہے تو کر سکتی ہے۔ اور پہلی صورت میں ہے کہ عدت گزارنا پڑے گی۔ تو یہاں ہماری عقل قاصر ہے کیوں کہ عقل کا تقاضا یہ ہے کہ یا تو دونوں جگہ عدت ہونی چاہیے یا دونوں جگہ پر عدت نہیں ہونی چاہیے۔ یہ مسئلہ قرآن کا ہے اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک زبان سے نکلا ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے جو کہ ترمذی شریف اور

ابوداؤد شریف میں موجود ہے اور اُمت کا اجماع ہے کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے یہاں موت کی صورت میں عدت بیان فرمائی کہ وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ اور وہ لوگ جن کو وفات دی جاتی ہے مِنْکُمْ تم میں سے وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا اور چھوڑ جاتے ہیں بیویاں یَّتَرَبَّصْنَ وہ عورتیں روکے رکھیں بِاَنْفُسِهِنَّ اپنی جانوں کو اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا چار مہینے دس دن فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ پس وہ عورتیں جس وقت اپنی عدت پوری کر چکیں فَلَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ پس کوئی گناہ نہیں ہے تم پر فِیْمَا فَعَلْنَ فِیْٓ اَنْفُسِهِنَّ اس کارروائی کے بارے میں جو وہ عورتیں اپنے بارے میں کریں لیکن کریں بِالْمَعْرُوْفِ اچھے طریقے کے ساتھ یہ کہ خفیہ طریقہ نہ ہو بُرائی نہ ہو۔ اگر ایسا کریں تو تم پر فرض ہے کہ تم روکو۔ ہاں عدت ختم ہوگئی ہے اور وہ عورت اپنے نکاح کے لیے کہیں پیغام بھیجتی ہے، ہاتھ پاؤں مارتی ہے تو کوئی حرج نہیں ہے وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ اور اللہ تعالیٰ جو تم عمل کرتے ہو ان سب سے خبردار ہے وَلَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ اور کوئی حرج نہیں ہے تم پر فِیْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ اس کارروائی میں کہ تم اس کا اشارہ کرتے ہو مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ عورتوں کی منگنی کا اَوْ اَکْنَنْتُمْ فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ یا تم مخفی رکھتے ہو دلوں میں۔

مسئلہ یہ ہے کہ اگر عورت عدت گزار رہی ہے تو دورانِ عدت صریح الفاظ میں اس کو نکاح کا پیغام دینا حرام ہے۔ مثلاً: کہے کہ جب تیری عدت ختم ہوگی تو میں تیرے ساتھ نکاح کرلوں گا۔ وہ عورت بھی عدت کے دوران میں صریح الفاظ میں نکاح کا پیغام نہیں دے سکتی۔ مثلاً: یہ نہیں کہہ سکتی کہ عدت کے بعد میں تیرے ساتھ نکاح کرلوں گی یہ حرام ہے۔ ہاں اشارہ و کنایہ کر سکتے ہیں۔ مثلاً: کوئی شخص اس کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا

ہے تو یوں کہے کہ میں طلب گار ہوں کوئی نیک عورت مل جائے تو ان شاء اللہ نکاح کرلوں گا۔ یہ نہ کہے کہ میں نے تیرے ساتھ نکاح کرنا ہے۔ یا یوں کہے کہ اللہ تعالیٰ تیرا کوئی انتظام کردے گا اس کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں ہے۔ یا دل میں مخفی رکھے کہ عدت ختم ہونے کے بعد میں اُس سے نکاح کرلوں گا۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عَلِمَ اللّٰهُ رب جانتا ہے اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ بے شک تم ان کا عنقریب ذکر کرو گے۔ اللہ تعالیٰ نے وضع ایسی بنائی ہے کہ مرد عورت کے بغیر نہیں رہ سکتا اور عورت مرد کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے نسلِ انسانی کا سلسلہ جاری رکھنا ہے اس واسطے اسباب پیدا فرمائے ہیں۔ اس واسطے شریعت نے سختی کے ساتھ حکم دیا ہے کہ جب لڑکا بالغ ہو جائے تو بلا کسی اشد مجبوری کے اس کی شادی میں تاخیر نہ کرو۔ اور جب لڑکی بالغ ہو جائے تو اس کی شادی میں تاخیر نہ کرو۔ اگر ان سے گناہ سرزد ہو جائے تو ماں باپ کی گردن پر ہوگا۔ اس پر صحیح حدیث ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے وضع ایسی بنائی ہے کہ اگر کسی عورت کی دیر تک شادی نہ ہو تو رحم کا جو نظام ہے اس میں گڑبڑ ہو جاتی ہے تو عورت اولاد جننے کے قابل نہیں رہتی وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ اور لیکن تم ان سے وعدہ نہ کرو سِرًّا مخفی طریقے سے۔ یعنی وعدہ نہ کرو کہ تو عدت کے بعد میرے ساتھ نکاح کرنا میں تیرے ساتھ نکاح کروں گا اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا مگر یہ کہ تم بات کہو معقول۔ وہ یہ کہ اشارہ جنایہ سے اس کو سمجھا دو وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ اور نہ تم ارادہ کرو نکاح کی گرہ کا حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ یہاں تک کہ پہنچ جائے کتاب اپنی مدت تک۔

دورانِ عدت نکاح حرام ہے :

عدت کے اندر نکاح کرنا بڑا سنگین مسئلہ ہے۔فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم تصریح فرماتے ہیں کہ اگر کسی عورت کی عدت ختم نہیں ہوئی چاہے طلاق کی عدت ہو یا وفات کی اور نکاح خواں کو علم ہو کہ اس کی عدت ابھی ختم نہیں ہوئی اور اس کا آگے کسی کے ساتھ نکاح پڑھا دیا تو نکاح خواں مرتد ہو گیا اور اس کا اپنا نکاح بھی خود بہ خود ٹوٹ گیا۔ اور جو گواہ اس مجلس میں موجود ہیں اور اگر ان کو بھی علم ہے کہ اس عورت کی عدت ابھی ختم نہیں ہوئی تو ان کا نکاح بھی ٹوٹ گیا اور وہ مرتد ہو گئے اور پہلی ساری نیکیاں برباد ہو گئیں۔ از سرِ نو کلمہ پڑھیں اور دوبارہ اپنے نکاح پڑھائیں۔

اور اس مجلس میں جتنے لوگ شریک ہیں اگر ان کو بھی علم ہے کہ اس عورت کی عدت ختم نہیں ہوئی اور اس کے باوجود اپنی رضا سے اس مجلس میں بیٹھے ہیں تو ان سب کے نکاح ٹوٹ گئے۔ اس واسطے کہ عدت کے دوران نکاح کرنا حرام ہے اور حرام کو حلال سمجھنا کفر ہے۔ ہاں اگر علم نہیں ہے تو پھر نکاح نہیں ٹوٹتا کیوں کہ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا اللہ تعالیٰ کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

بعض لوگ ایسے ہیں کہ عورت اغواء کی اور کہتے ہیں کہ نکاح پڑھا دو، نکاح خواں کے لیے بھی ضروری ہے کہ ایسے نکاح کا اقدام نہ کرے وَاعْلَمُوْٓا اور تم جان لو کہ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو تمھارے دلوں میں ہے فَاحْذَرُوْهُ اور اللہ تعالیٰ کی مخالفت سے بچو، ڈرو رب تعالیٰ کی نافرمانی سے وَاعْلَمُوْٓا اور جان لو اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا بھی ہے جو گناہ کر کے معافی مانگے رب بخشے گا حَلِيْمٌ تحمل والا ہے کہ اگر فوری طور پر سزا نہیں دیتا اس لیے کہ بڑا

حوصلے والا ہے۔اس کے تحمل سے دھوکا نہ کھانا کہ ہم بچ گئے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہماری زندگی کے احکام بتائے ہیں لہٰذا سب مسلمانوں کو سمجھنے چاہئیں اور ان پر عمل کرنا چاہیے۔

لَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِیْضَةً ۖۚ وَّ مَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَ عَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًۢا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۲۳۶﴾ وَ اِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَ قَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِیْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّاۤ اَنْ یَّعْفُوْنَ اَوْ یَعْفُوَا الَّذِیْ بِیَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ؕ وَ اَنْ تَعْفُوْۤا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی ؕ وَ لَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَیْنَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۲۳۷﴾ حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی ۚ وَ قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِیْنَ ﴿۲۳۸﴾ فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ۚ فَاِذَاۤ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۹﴾

لَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ نہیں ہے کوئی گناہ تم پر اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ اگر طلاق دو تم عورتوں کو مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اس زمانے میں جس میں تم نے ان کو ہاتھ بھی نہیں لگایا اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ یا تم نے مقرر نہیں کیا ان کے لیے فَرِیْضَةً مہر وَّ مَتِّعُوْهُنَّ اور ان کو تم جوڑا دو عَلَى الْمُوْسِعِ قدرت والے پر قَدَرُهٗ اس کے اندازے کا جوڑا ہے وَ عَلَى الْمُقْتِرِ اور تنگ دست پر قَدَرُهٗ اس کے اندازے کا جوڑا ہے مَتَاعًۢا بِالْمَعْرُوْفِ یہ جوڑا ہے عمدگی کے ساتھ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِیْنَ یہ حق ہے نیکوکاروں پر وَ اِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ اور اگر تم نے طلاق دی ان عورتوں کو

مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ پہلے اس سے کہ تم ان کو ہاتھ لگاؤ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ اور تحقیق تم مقرر کر چکے ہو ان کے لیے فَرِيْضَةً مہر فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ پس آدھا ہے وہ جو تم مقرر کر چکے ہو اِلَّاۤ اَنْ یَّعْفُوْنَ مگر یہ کہ وہ عورتیں معاف کر دیں اَوْ یا یَعْفُوَا وہ معاف کر دے الَّذِیْ بِيَدِهٖ جس کے ہاتھ میں ہے عُقْدَةُ النِّكَاحِ نکاح کی گرہ وَاَنْ تَعْفُوْۤا اور یہ کہ اے مردو! تم معاف کرو اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ اور نہ بھولو تم فضل کو آپس میں اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ بِمَا تَعْمَلُوْنَ جو کچھ تم کرتے ہو بَصِيْرٌ دیکھتا ہے حٰفِظُوْا حفاظت کرو عَلَى الصَّلَوٰتِ نمازوں کی وَ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى خاص کر درمیانی نماز کی وَقُوْمُوْا اور کھڑے ہو جاؤ لِلّٰهِ اللہ تعالیٰ کے سامنے قٰنِتِيْنَ عاجزی کرتے ہوئے فَاِنْ خِفْتُمْ پس اگر تم کو خوف ہے فَرِجَالًا تو کھڑے کھڑے تم پڑھ لو اَوْ رُكْبَانًا یا سواری پر فَاِذَاۤ اَمِنْتُمْ پس جب تم امن میں ہو جاؤ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ پس تم یاد کرو اللہ تعالیٰ کو كَمَا عَلَّمَكُمْ جیسے تمھیں رب نے تعلیم دی مَّا ان چیزوں کی لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ جن کو تم پہلے نہیں جانتے تھے۔

نکاح، طلاق، عدت اور مہر کے مسائل کا بیان چلا آرہا ہے۔ اب اس عورت کا ذکر ہے کہ جس کے ساتھ نکاح ہوا اور رخصتی سے پہلے طلاق ہوگئی اور نکاح کے وقت مہر بھی مقرر نہیں کیا گیا تو اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ

نہیں ہے تم پر کوئی گناہ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ اگر تم طلاق دے دو عورتوں کو مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اس زمانے میں جب کہ تم نے ان کو ہاتھ بھی نہیں لگایا اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً یا تم نے ان کے لیے مہر مقرر نہیں کیا۔ یعنی ایسی عورت کہ تم نے اس کے ساتھ نکاح کیا اور رخصتی سے پہلے تم نے طلاق دے دی اور جب نکاح ہوا تھا اس وقت مہر بھی مقرر نہیں کیا تھا۔ کیوں کہ نکاح کے وقت اگر مہر کا ذکر نہ بھی کیا جائے تو نکاح منعقد ہو جائے گا اور مہر بعد میں طے کر لیا جاتا ہے۔ میاں بیوی خود طے کر لیں۔ اگر طے میں میں جھگڑا ہو جائے تو مہر مثلی ہوگا۔ کیوں کہ نکاح کے لیے مہر ضروری ہے۔ مگر ایسی عورت جس کے نکاح کے وقت مہر کا ذکر نہیں ہوا اور رخصتی سے پہلے طلاق ہوگئی تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس کا حکم یہ ہے کہ وَّمَتِّعُوْهُنَّ اور فائدہ پہنچاؤ تم ان کو اور وہ فائدہ پہنچانا یہ ہے کہ تم ان کو ایک جوڑا کپڑوں کا دے دو۔ اور اس کو متعۃ النکاح کہتے ہیں۔

متعہ حرام ہے :

اور ایک متعہ ہے رافضیوں کا، شیعوں کا کہ کوئی مرد کسی عورت سے مقرر وقت کے لیے مثلاً: گھنٹہ دو گھنٹے، ایک دن، ایک سال۔ اور بغیر گواہوں کے معین رقم پر جو دونوں میں طے ہو جائے نکاح کر لے اس کو متعہ کہتے ہیں۔

(اصل بات یہ ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں نکاح کی ایک صورت یہ بھی رائج تھی کہ وقت مقررہ کے لیے نکاح ہوتا تھا اور وہ وقت ایک گھنٹہ بھی ہو سکتا تھا اور ایک سال کے لیے بھی، لیکن اسلام نے اسے ختم کر دیا۔ اور رافضیوں کے ہاں ابھی تک جاری ہے اور اس کے بڑے فضائل بیان کرتے ہیں۔ منہج الصادقین میں ہے کہ جو آدمی ایک مرتبہ متعہ

کرے اس کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا درجہ اور جو دو مرتبہ متعہ کرے اس کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا درجہ اور جو تین مرتبہ کرے اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا درجہ اور جو چار مرتبہ متعہ کرے اُسے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درجہ ملے گا۔ العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ۔ اگر زنا سے یہ درجے ملتے ہیں تو پھر کنجر تو سب سے بڑے نیک ہیں۔

پھر یہ خرافات بھی انھوں نے برہان المتعہ میں لکھی ہیں کہ امام صادق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو شخص متعہ کرے پھر غسلِ جنابت کرے، پانی کے ہر قطرہ سے جو اس کے بدن سے گرے خدا تعالیٰ ستر ستر فرشتے پیدا کرتا ہے جو اس متعہ کرنے والے شخص کے لیے قیامت تک مغفرت مانگتے رہتے ہیں۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔)

اور ایک متعۃ الحج ہے جس کو تمتع کہتے ہیں کہ عمرے کا احرام باندھا اور عمرے سے فارغ ہونے کے بعد حج کا احرام باندھا اور حج کیا۔ اس میں ایک قربانی دینا پڑے گی۔ اور یہاں جس کا ذکر ہے وہ ہے متعۃ النکاح۔ وہ یہ ہے کہ جس عورت کو طلاق ملی ہے اس کو طلاق کے ساتھ ایک جوڑا کپڑے کا بھی دینا پڑے گا۔ اگر اس کا مہر مقرر شدہ ہے تو اس کو مہر بھی دینا پڑے گا اور ایک جوڑا بھی دینا پڑے گا اور یہ مستحب ہے۔ اور اگر مہر مقرر نہیں ہوا تو پھر جوڑا دینا واجب ہے۔ اور اس مقام پر مَتِّعُوْهُنَّ میں اسی کا ذکر ہے کہ تم طلاق کے بعد عورت کو ایک جوڑا دو۔ وہ جوڑا کیسا ہو؟ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وسعت والے پر اس کی حیثیت کے مطابق وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ اور فقیر اور تنگ دست پر اس کے اندازے کے مطابق۔ اور ظاہر بات ہے کہ گھروں میں عورتیں جو لباس پہنتی ہیں مال داروں کے گھروں میں امیرانہ لباس ہے اور درمیانے گھروں میں درمیانہ لباس ہے اور غریب گھروں میں غریبوں والا لباس ہے۔ تو جس کی جو حیثیت ہے اسی کے مطابق

خوراک ہے اور اسی کے مطابق لباس ہے۔ لہٰذا امیر آدمی کو اپنی حیثیت کے مطابق ریشمی لباس جو عمدہ ہوتا ہے وہ دینا پڑے گا۔ اور غریب آدمی کو اپنی حیثیت کے مطابق یہ جوڑا دینا پڑے گا مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ یہ جوڑا خندہ پیشانی کے ساتھ دینا ہے، عمدگی کے ساتھ دینا ہے ماتھے پر بل نہ پڑیں حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ لازم ہے نیکو کاروں پر یعنی رب تعالیٰ نے یہ نیکو کاروں پر لازم کیا ہوا ہے۔

مہر کے بعض احکام :

اور مسئلہ: وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ اور اگر تم نے طلاق دی عورتوں کو مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ پہلے اس سے کہ تم ان کو ہاتھ لگاؤ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً اور تحقیق تم مقرر کر چکے ہو ان کے لیے مہر فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ پس آدھا مہر ہے جو تم نے مقرر کیا ہے۔ مثال کے طور پر نکاح ہو چکا ہے اور نکاح کے موقع پر ایک ہزار مہر مقرر ہوا ہے (اور طریقہ یہی رائج ہے اب بھی اور پہلے بھی اسی طرح کرتے تھے کہ مہر اسی وقت دے دیتے تھے۔) اور وہ عورت کے وارثوں اور متولیوں کو دے دیا اور انھوں نے منکوحہ کو دے دیا۔ ابھی رخصتی نہیں ہوئی مگر ایسی صورت پیش آگئی کہ طلاق کی نوبت آگئی تو اس نفس نکاح کے ساتھ آدھا مہر تو عورت کا ہے اور آدھا اس کو واپس کرنا پڑے گا اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ مگر وہ عورتیں آدھا بھی معاف کر دیں کیوں کہ یہ ان کا حق ہے اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ یا معاف کر دے وہ شخص کہ اس کے ہاتھ میں ہے نکاح کی گرہ۔ یعنی ایک ہزار مہر دیا تھا لیکن رخصتی سے پہلے طلاق ہو گئی۔ اب پانچ سو اس نے لینا ہے کیوں کہ وہ اس کا حق ہے۔ مگر یہ کہتا ہے کہ معاف کرتا ہوں میں نہیں لیتا تو یہ بھی جائز ہے۔

آگے اللہ تعالیٰ مردوں کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں وَاَنْ تَعْفُوْآ اور یہ کہ تم معاف کردو اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَیْنَکُمْ اور نہ بھولو تم فضل کو آپس میں یعنی اس طلاق کی وجہ سے آپس میں مہربانی کو نہ بھولو۔ مطلب یہ ہے کہ طلاق عموماً جھگڑے کے بعد ہوتی ہے خوشی کے ساتھ کوئی طلاق نہیں دیتا۔ اور جب جھگڑا ہوتا ہے تو دلوں میں کینہ، بغض، حسد اور بڑا طیش آجاتا ہے تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم اس طیش کے وقت بھی رب کے حکم کو نہ بھولو۔

مغلیہ خاندان کا آخری بادشاہ بہادر شاہ ظفر شاعر بھی تھا۔ اس کا شعر ہے: ع

ظفر آدمی اس کو نہ جانیے گا ہو وہ کتنا ہی صاحبِ فہم و ذکاء
جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہا

اس کو آدمی نہ سمجھو کہ جسے عیش میں خدا کی یاد بھول گئی اور طیش میں رب کے خوف سے بے نیاز ہو گیا۔ ہر حال میں رب سے ڈرو۔

اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ جو عمل تم کرتے ہو دیکھتا ہے۔

نمازِ عصر کی خصوصی اہمیت :

اس سے قبل نکاح، طلاق اور عدت کے مسائل تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انھی چیزوں میں نہ اُلجھ جانا بلکہ نمازوں کا بھی خیال رکھنا حٰفِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ حفاظت کرو نمازوں کی۔ عموماً لوگ نکاح کے موقع پر نماز کی پروا نہیں کرتے۔ اسی طرح طلاق کے مسئلے پر اکٹھے ہوں تو نماز نہیں پڑھتے اور کئی مقامات میں نمازوں کی پروا نہیں کرتے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اپنے مسائل ہی میں نہ اُلجھے رہو میرے حقوق کا بھی

خیال کرو۔ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی خاص طور پر درمیانی (وُسطیٰ) نماز کی اور نمازِ وسطیٰ عصر کی نماز ہے۔

غزوۂ خندق کے موقع پر اتنی زور کی لڑائی تھی، مصروفیت تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظہر کی نماز نہ پڑھ سکے، نہ عصر کی اور نہ شام کی۔ اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

مَلَاءَ اللّٰہُ بُیُوْتَھُمْ وَ قُبُوْرَھُمْ نَارًا شَغَلُوْنَا عَنِ الصَّلٰوۃِ الصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی

"اللہ تعالیٰ ان کافروں کی قبروں کو اور ان کے گھروں کو آگ کے شعلوں سے بھر دے اُنھوں نے ہماری نمازیں قضا کرا دی ہیں۔ خاص طور پر صلوٰۃ الوسطیٰ، عصر کی نماز۔"

تمام نمازوں کا بڑا درجہ ہے لیکن عصر کی نماز کے بارے میں آتا ہے:

مَنْ فَاتَتْہُ صَلٰوۃُ الْعَصْرِ فَکَاَنَّمَا وُتِرَ اَھْلُہٗ وَمَالُہٗ اَوْ کَمَا قَالَ ﷺ

"کہ جس سے عصر کی نماز رہ گئی پس اس طرح سمجھو کہ اس کے گھر کے سارے افراد بھی مر گئے اور گھر کا مال بھی لوٹ لیا گیا ہو۔" تو اس سے اندازہ لگاؤ کہ گھر کے افراد میں سے کوئی بھی زندہ نہ رہے تو کتنا صدمہ ہوتا ہے۔ جب کہ حال یہ ہے کہ اگر ایک مرد مر جائے تو لوگ صدمے کی وجہ سے بے ہوش ہو جاتے ہیں اور سارا گھر لوٹ لیا جائے تو اس کا کتنا صدمہ ہوتا ہے۔ تو عصر کی نماز فوت ہو جانے کا اتنا نقصان ہوتا ہے۔

وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قٰنِتِیْنَ اور کھڑے ہو جاؤ اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کرتے ہوئے۔ اور ظاہری عاجزی بھی ہونی چاہیے اور باطنی عاجزی بھی۔ ظاہری عاجزی یہ ہے کہ آدمی جب نماز میں کھڑا ہو تو نگاہ سجدے کے مقام پر رکھے اِدھر اُدھر نہ دیکھے۔ اور ہاتھ سُنت کے مطابق ناف کے نیچے باندھ کر کھڑا ہو اور ایسا نہ کرے کہ کبھی تو ڈاڑھی سے کھیلے اور کبھی کانوں میں اُنگلیاں ڈالے اور بلا ضرورت کبھی کسی اور جگہ پر خارش کرتا رہے۔ ہاں

اگر مجبور ہے تو مجبوری کا حکم الگ ہے۔ اور باطنی عاجزی یہ ہے کہ نماز میں پوری توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہو۔ گویا کہ رب تعالیٰ کو آنکھوں کے ساتھ دیکھ رہا ہے۔ اور اگر یہ درجہ حاصل نہیں ہے تو پھر یہ سمجھے کہ مجھے رب تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔

فَاِنۡ خِفۡتُمۡ پس اگر تمہیں خوف ہے فَرِجَالًا تو کھڑے کھڑے پڑھ لو۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فَرِجَالًا کا ترجمہ کرتے ہیں پاؤں پر کھڑے کھڑے اور یہی معنی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے۔ یعنی اگر خطرہ ہے اور تم رکوع وسجود نہیں کر سکتے تو تم کھڑے کھڑے نماز پڑھ لو۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ معنی کرتے ہیں کہ دوڑتے ہوئے نماز پڑھ لو اَوۡ رُكۡبَانًا یا سواری پر۔ مثال کے طور پر دشمن پچھلی طرف سے دوڑتا ہوا آرہا ہے تم آگے جنگی حکمت عملی کی وجہ سے دوڑے جارہے ہو تو اشارے کے ساتھ نماز پڑھ لو یا شیر تمہارے پیچھے لگا ہوا ہے اور نماز کا وقت ہے کیوں کہ نماز کی کسی حالت میں بھی معافی نہیں ہے۔ تو تم دوڑتے ہوئے اشارے کے ساتھ نماز پڑھو۔ اسی طرح سمجھو کہ پانی کا سیلاب پیچھے آرہا ہے تم بھاگے جارہے ہو نماز کی معافی نہیں ہے اشاروں کے ساتھ پڑھ لو۔ یا تم اپنی سواری پر ہو تو سواری ہی پر پڑھ لو اور یاد رکھنا آدمی اگر سولی پر لٹکا ہوا ہو اور ہاتھوں میں میخیں ٹھونکی ہوئی ہوں اور خون کے فوارے نکل رہے ہوں، نماز اس وقت بھی معاف نہیں ہے۔ اگرچہ وضو بھی نہ ہو، تیمم بھی نہ ہو پھر بھی پڑھنی ہے۔ اس نیت کے ساتھ کہ اگر بچ گیا تو دوبارہ پڑھ لوں گا۔ ہر حال میں نماز معاف نہیں ہے۔

اور یہ مسئلہ تم کئی دفعہ سن چکے ہو کہ اگر کسی عورت کے ہاں بچہ پیدا ہو رہا ہو اور ابھی سر باہر آیا ہو باقی جسم بچے کا اندر ہی ہو اس وقت بھی نماز عورت کو معاف نہیں ہے۔

فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ آگے گڑھا کھودے اور بچے کا سر گڑھے میں کر کے نماز پڑھے۔ یا ہانڈی میں اس کا سر ڈال لے اور نماز پڑھے۔ وضو کر سکتی ہے تو فبہا ورنہ تیمم کر لے اور اس وقت عورت کو جو خون آتا ہے اس کو دمِ استحاضہ کہتے ہیں اس میں نماز معاف نہیں اور نفاس کا خون اس وقت شروع ہوگا جب بچہ پیدا ہو جائے گا۔

عورت کی نماز :

آج تو لوگوں نے نماز کو کچھ سمجھا ہی نہیں ہے۔ خاص کر وہ عورتیں جو نمازوں میں لاپروائی کرتی ہیں، ناک میں کوکے ڈالے ہوئے ہیں۔ ان سے پوچھو کہ جب وضو کرتی ہیں کوکے کو ہلا کر ناک کے سوراخ میں پانی ڈالتی ہیں۔ کیوں کہ یہ فرض ہے۔ اگر کوکے والے سوراخ میں پانی نہ ڈالا تو وضو نہیں ہوگا۔ اسی طرح کان میں کانٹا پہنتی ہیں تو غسل واجب میں کان کے سوراخ میں پانی ڈالنا ضروری ہے۔ اگر کان کے سوراخ میں پانی نہ ڈالا تو غسل نہ ہوگا۔ مگر جب ان سے پوچھا جاتا ہے غسل کرتے وقت ان میں پانی جاتا ہے یا نہیں؟ تو کہتی ہیں بابا جی! معلوم نہیں کہ جاتا ہے یا نہیں۔ تو اگر وضو میں ناک کے سوراخ میں اور غسل واجب میں کان کے سوراخ میں پانی نہ گیا وضو اور غسل نہ ہوگا اور نماز قطعاً نہ ہوگی۔

اسی طرح ناخن پالش لگی ہو تو وضو نہیں ہوتا، نماز بھی نہیں ہوتی۔ لمبے لمبے ناخن ہوں تو بھی نہ وضو نہ نماز۔ کیوں کہ ناخنوں کے نیچے میل جمع ہو جاتا ہے۔ جو اس جگہ کے دُھلنے کے لیے رکاوٹ بنتی ہے۔ اور اسی طرح یہ مسئلہ بھی سُن لیں کہ عورتوں کے بازو کہنیوں تک ننگے ہوتے ہیں۔ ایسے لباس میں عورت کی نماز نہیں ہوتی۔ کیوں کہ عورت کے بازو کلائی تک ڈھانپنا فرض ہیں۔ اگر کلائی سے آگے ایک انگشت بھی بازو ننگا ہوا تو

نماز نہیں ہوگی۔ پڑھی ہوئی نماز بھی اس کی گردن پر ہے۔اس کا خاوند بھی گناہ گار، اس کا باپ بھی گناہ گار اور جتنے بھی بڑے ہیں سب گناہ گار۔ کیوں کہ ان کا فرض تھا اس کو سمجھانا۔یقین جانو! ہم نے نمازوں کو سمجھا ہے اور نہ نمازوں کی شرائط کو سمجھا ہے۔گھروں کی دیکھ بھال کرو۔اور بہشتی زیور جیسے کتاب کو گھر میں رکھو اور نماز کے باب ان ک پڑھاؤ اور سمجھاؤ ورنہ گرفت ہوگی۔

فَاِذَآ اَمِنۡتُمۡ پس جب تم امن میں ہو جاؤ فَاذۡكُرُوا اللّٰهَ پس تم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو كَمَا عَلَّمَكُمۡ جیسے تمھیں رب نے تعلیم دی ہے کہ اطمینان کے ساتھ رکوع وسجود کرو۔تعلیم تمھیں مَّا ان چیزوں کی لَمۡ تَكُوۡنُوۡا تَعۡلَمُوۡنَ جن کو تم پہلے نہیں جانتے تھے۔دعا ہے کہ رب تعالیٰ ہماری نمازوں کو صحیح معنوں میں نمازیں بنا دے اور ہمیں گھر کی نگرانی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وَ الَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَ

يَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۚۖ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ

فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْۤ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ

مَّعْرُوْفٍ ؕ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ وَ لِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ حَقًّا

عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ۝ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ اَلَمْ

تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ هُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ۪ فَقَالَ

لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ۫ ثُمَّ اَحْيَاهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَ

لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝ وَ قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ اعْلَمُوْۤا

اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا

فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ؕ وَ اللّٰهُ يَقْبِضُ وَ يَبْصُۜطُ ۪ وَ اِلَيْهِ

تُرْجَعُوْنَ ۝

وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ يُتَوَفَّوْنَ جن کو وفات دی جاتی ہے

مِنْكُمْ تم میں سے وَيَذَرُوْنَ اور چھوڑ جاتے ہیں اَزْوَاجًا

بیویاں وَّصِيَّةً وہ وصیت کر جائیں لِّاَزْوَاجِهِمْ اپنی بیویوں کے

حق میں مَّتَاعًا فائدہ اِلَى الْحَوْلِ ایک سال تک غَيْرَ اِخْرَاجٍ

کہ ان کو نہ نکالا جائے گھر سے فَاِنْ خَرَجْنَ پس اگر وہ نکلیں فَلَا جُنَاحَ

عَلَيْكُمْ تو کوئی گناہ نہیں ہے تم پر فِيْ مَا فَعَلْنَ اس کارروائی میں جو وہ

کرتی ہیں فِيْۤ اَنْفُسِهِنَّ اپنی جانوں کے بارے میں مِنْ مَّعْرُوْفٍ

اچھے طریقے سے وَاللّٰهُ اور اللہ تعالیٰ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ غالب ہے حکمت والا ہے وَلِلْمُطَلَّقٰتِ اور ان عورتوں کے لیے جن کو طلاق دی گئی ہے مَتَاعٌ جوڑا ہے بِالْمَعْرُوْفِ اچھے طریقے کے ساتھ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ یہ لازم ہے پرہیزگاروں پر كَذٰلِكَ اسی طرح يُبَيِّنُ اللّٰهُ بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ لَكُمْ تمھارے واسطے اٰيٰتِهٖ اپنی آیات لَعَلَّكُمْ تاکہ تم تَعْقِلُوْنَ سمجھو اَلَمْ تَرَ کیا تجھے علم نہیں ہے اِلَى الَّذِيْنَ ان لوگوں کا خَرَجُوْا جو نکلے ہیں مِنْ دِيَارِهِمْ اپنے گھروں سے وَهُمْ اُلُوْفٌ اور وہ ہزاروں کی تعداد میں تھے حَذَرَ الْمَوْتِ موت سے ڈرتے ہوئے فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ پس فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان کو مُوْتُوْا مرجاؤ ثُمَّ اَحْيَاهُمْ پھر رب تعالیٰ نے ان کو زندہ کیا اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ البتہ لوگوں پر فضل کرنے والا ہے وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ اور لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور لڑو اللہ تعالیٰ کے راستے میں وَاعْلَمُوْٓا اور تم جان لو اَنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ سَمِيْعٌ سننے والا ہے عَلِيْمٌ جاننے والا ہے مَنْ ذَا الَّذِيْ کون ہے وہ شخص يُقْرِضُ اللّٰهَ جو قرض دیتا ہے اللہ تعالیٰ کو قَرْضًا حَسَنًا قرض اچھا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ پس بڑھائے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے

اَضۡعَافًا کَثِیۡرَۃً کئی گنا زیادہ وَاللّٰہُ یَقۡبِضُ اور اللہ تعالیٰ ہی رزق تنگ کرتا ہے وَیَبۡصُۜطُ اور رزق کشادہ کرتا ہے وَاِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

وفات کی عدت:

وَالَّذِیۡنَ یُتَوَفَّوۡنَ مِنۡکُمۡ اس آیت کریمہ کے بارے میں حضرات مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے دو تفسیریں بیان فرمائی ہیں۔

پہلی تفسیر یہ بیان فرماتے ہیں کہ نازل ہونے کے اعتبار سے یہ آیت پہلے ہے اور جو تم پڑھ چکے ہو کہ وفات کی عدت چار مہینے دس دن ہے وہ آیت بعد میں نازل ہوئی ہے۔ جوں جوں قرآن کریم کی آیات نازل ہوتی تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیتے تھے کہ اس آیت کو فلاں آیت سے پہلے اور فلاں آیت کے بعد جوڑ دو۔ چوں کہ قرآن کریم اکٹھا نازل نہیں ہوا بلکہ تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا ہے تو پہلے عدت تھی ایک سال۔ یعنی اگر کسی عورت کا خاوند فوت ہو جاتا تھا تو شروع میں اس کی عدت ایک سال تھی۔ اس کے بعد پھر وہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں حکم ہے کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے اور وہ عورت حاملہ نہ ہو تو اس کی عدت ہے چار ماہ دس دن۔ تو اس تفسیر کی رو سے یہ آیت پہلے نازل ہوئی اور پڑھنے میں بعد میں ہے اور اب اس کا حکم منسوخ ہو چکا ہے۔

دوسری تفسیر یہ بیان فرماتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہوئی البتہ اس میں الگ حکم بیان ہوا ہے۔ (اور یہ بات تم پہلے پڑھ چکے ہو کہ دورانِ عدت نکاح کا پیغام دینا حرام اور نکاح پڑھنا بھی حرام ہے، عدت چاہے طلاق کی ہو یا وفات کی ہو۔) اور اس

آیت میں حکم یہ ہے کہ جو آدمی مر جائے وہ اپنے رشتہ داروں کو وصیت کر جائے کہ میری بیوی کو ایک سال تک گھر سے نہیں نکالنا۔ کیوں کہ ضروری تو نہیں کہ چار ماہ دس دن گزرنے کے فوراً بعد رشتہ مل جائے۔ اس واسطے ایک سال اس کو سوچنے سمجھنے کا موقع دو۔ ہمارے ہاں رواج کچھ اور ہے۔ اسلام اس رواج سے سختی کے ساتھ انکار کرتا ہے۔ وہ رواج یہ ہے کہ مثال کے طور پر کوئی عورت بیوہ ہو جائے کم عمری میں تو بہت کم ایسے مواقع ہیں کہ اس کا آگے رشتہ ہو جائے۔ حالانکہ اسلام یہ کہتا ہے کہ جس وقت کسی عورت کو طلاق مل جائے یا اس کا خاوند فوت ہو جائے اور عدت گزر جائے تو اس کو اس طرح گھر رہنا جائز نہیں ہے یہاں تک کہ اس کی آگے شادی ہو جائے۔ کیوں کہ انسان انسان ہے اور طرح طرح کی غلطیاں ہو سکتی ہیں۔ لہٰذا اسلام نے غلطی سے بچانے کے لیے حکم دیا ہے کہ نکاح کرلے۔ ہاں اگر کوئی عورت بہت بوڑھی ہے کہ وہ نکاح کی حد سے گزر گئی ہے تو اس کا مسئلہ جدا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالَّذِيْنَ اور وہ مرد يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ جن کو وفات دی جاتی ہے تم میں سے وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا اور چھوڑ جاتے ہیں بیویاں وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ وہ اپنی بیویوں کے بارے میں وصیت کر جائیں مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ ان کو فائدہ پہنچایا جائے سال تک غَيْرَ اِخْرَاجٍ ایک سال تک ان کو گھر سے نہ نکالا جائے عدت ختم ہونے کے بعد فَاِنْ خَرَجْنَ پس اگر وہ اپنی مرضی سے نکل جائیں فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ پس کوئی گناہ نہیں ہے تم پر۔ یعنی عدت ختم ہونے کے بعد اگر وہ عورت کہیں اور جانا چاہتی ہے تو کوئی حرج نہیں ہے تم ان کو نہ روکو فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ اس کارروائی کے بارے میں جو وہ عورتیں اپنی جان کے بارے میں کریں۔

یعنی اگر وہ کسی جگہ رشتے کا سلسلہ جوڑتی ہیں تو کوئی حرج نہیں ہے لیکن مِنۡ مَّعۡرُوۡفٍ بھلائی سے قاعدے کے مطابق۔ مطلب یہ ہے کہ وہ جو تعلق جوڑیں وہ بھلائی کا ہو بُرائی کا نہ ہو۔ اور اگر غلط تعلق جوڑیں تو تمھیں حق ہے تم روک سکتے ہو۔ یہ اس واسطے کہ حدیث مبارک میں آتا ہے کہ جس نے تم میں سے کوئی برائی دیکھی۔ ہاتھ سے روکنے کی طاقت رکھتا ہے تو ہاتھ سے روکے اگر ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہیں ہے تو پھر زبان سے روکے۔ اگر زبان سے روکنے کی بھی طاقت نہیں رکھتا تو پھر دل سے بُرا سمجھے۔ یہ تو عام قانون ہے اور اگر رشتہ داری ہو تو پھر بُرائی سے روکنا زیادہ اہم ہے۔

مثلاً: کسی کی بھابھی ہے یا کسی کی بہو بیٹی ہے اور وہ کسی کے ساتھ ناجائز تعلق بناتی ہے تو تمھیں حق پہنچتا ہے کہ اس کو روکو اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے معروف کی قید لگائی ہے کہ عدت گزارنے کے بعد وہ کہیں اپنا تعلق جوڑنا چاہیں تو اجازت ہے کوئی گناہ نہیں ہے مگر وہ جائز، صحیح اور معقول طریقے سے ہو وَاللّٰہُ عَزِیۡزٌ حَکِیۡمٌ اور اللہ تعالیٰ غالب بھی ہے حکمت والا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ تمھیں سزا دینے پر بھی قادر ہے اور اگر فوراً سزا نہیں دیتا تو اس واسطے کہ حلیم بھی ہے اور اس کے جتنے احکامات ہیں حکمت کے مطابق ہیں۔

وَلِلۡمُطَلَّقٰتِ اور ان عورتوں کے لیے جن کو طلاق دی گئی ہے مَتَاعٌ ایک جوڑا ہے بِالۡمَعۡرُوۡفِ اچھے طریقے سے۔ پہلے یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ جس عورت کو طلاق ملی اور اس کا مہر بھی مقرر تھا تو ایسی عورت کو ایک جوڑا دینا مستحب ہے۔ اور وہ عورت جس کا حق مہر مقرر نہیں ہوا اس کو ایک جوڑا دینا واجب ہے۔ اور کل کے درس میں یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ عَلَی الۡمُوۡسِعِ قَدَرُہٗ وَعَلَی الۡمُقۡتِرِ قَدَرُہٗ وہ جوڑا امیر آدمی کے ذمے اس کی حیثیت کے مطابق ہے اور غریب آدمی کے ذمے اس کی حیثیت کے مطابق

ہے حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ یہ پرہیزگاروں کے ذمے لازم ہے رب کی طرف سے
كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمھارے واسطے اپنی آیات
لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ تاکہ تم مسائل سمجھ جاؤ۔

کل کے سبق میں تم نے یہ بھی پڑھا تھا فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا پس اگر تمھیں دشمن کا خوف ہو دشمن تمھارے پیچھے دوڑا آ رہا ہے اور تم آگے آگے دوڑے جا رہے ہو، نماز کی معافی نہیں ہے، اشارے کے ساتھ نماز پڑھو۔ تو نماز اتنی اہم ہے کہ دشمن تمھارے پیچھے لگا ہوا ہے تو اس حالت میں بھی نماز معاف نہیں ہے۔ سوار ہو تب بھی تم اشارے کے ساتھ نماز پڑھو۔

آگے اللہ تعالیٰ ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں۔ اَلَمْ تَرَ کیا تجھے علم نہیں ہے تَرَ کے معنیٰ دل کے ساتھ جاننے کے بھی آتے ہیں۔ اس مقام پر تفاسیر میں تصریح ہے اَلَمْ تَعْلَمْ يَا مُحَمَّدُ ﷺ بِاِعْلَامِهٖ اِيَّاكَ "اے محمد ﷺ! کیا آپ نہیں جانتے جو ہم نے تجھے بتایا ہے واقعہ۔" یہاں پر آنکھوں سے دیکھنا مراد نہیں ہے دل سے جاننا مراد ہے۔ یعنی کیا ہمارے بتانے کے بعد تجھے اس کا علم نہیں ہے اِلَى الَّذِيْنَ ان لوگوں کے واقعہ کا خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ جو نکلے اپنے گھروں سے۔

اسرائیل کے قیام کا پس منظر:

بنی اسرائیل مشہور خاندان تھا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد کو کہتے ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بارہ بیٹے عطا فرمائے تھے۔ ان بیٹوں کی آگے نسل چلی۔ ان بارہ بیٹوں میں سے ایک حضرت یوسف علیہ السلام ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک اس خاندان میں تقریباً چار ہزار پیغمبر تشریف لائے ہیں اور تین مشہور آسمانی

کتابیں ان کو ملی ہیں۔تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ملی، زبور حضرت داؤد علیہ السلام کو ملی اور انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ملی ہے۔ یہ سب بنی اسرائیل کی طرف پیغمبر بنا کے بھیجے گئے۔ یہ واقعہ حضرت حزقیل علیہ السلام کا ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے۔ یہاں پر یہ بات بھی سمجھ لیں کہ لبنان اور اُردن کے جس رقبے پر یہود نے قبضہ کیا ہے یہ سارا اس میں شامل تھا۔ اور ایشیائے کوچک کا کچھ حصہ جو اس وقت ترکوں کے پاس ہے۔ اسی طرح شام، کنعان وغیرہ یہ ارضِ مقدس کہلاتا تھا، یہ بڑا زرخیز علاقہ تھا، یہ پہلے ترکوں کے پاس تھا پانچ سو سال تک تنہا ترکوں نے سارے یورپ کو آگے لگایا ہوا تھا۔ حالانکہ اس وقت ان کی تعداد بھی بہت کم تھی مگر ایمان قوی تھا۔ انگریزوں، فرانسیسیوں اور جرمن خبیثوں نے سوچا کہ جب تک مسلمان قوم کا ذہن نہ بگاڑا جائے اور ان کی آپس میں نفرت نہیں پھیلائی جائے گی اس وقت تک یہ ہمیں سکھ کا سانس نہیں لینے دیں گے۔ ان خبیثوں کی پالیسی سے یہ مسلمان سب علیحدہ علیحدہ اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔

آج حالت یہ ہے کہ اُردن، شام، لبنان کے اتنے ذہن بگاڑ دیئے گئے کہ وہ آپس میں نہیں مل سکتے، کافروں کے ساتھ مل سکتے ہیں۔ تو یہ سارا علاقہ شام کہلاتا تھا اور حضرت حزقیل علیہ السلام پیغمبر تھے۔ ان کے مقابلہ میں عمالقہ قوم تھی۔ عملیق ابن عاض ابن عاد بن شداد ابن ارم۔ یہ بڑے قد و قامت والے، لڑاکے اور سخت جان لوگ تھے۔ ان کے ساتھ لڑنے کے لیے حضرت حزقیل علیہ السلام نے فرمایا کہ تیاری کرو۔ قوم نے کہا کہ حضرت وہ بڑے زور آور لوگ ہیں ہمیں وہیں مار دیں گے۔ کئی ہزار لوگ تھے۔ قرآن پاک میں اُلُوۡفٌ کے لفظ ہیں۔ تفسیروں میں چار ہزار کا ذکر بھی ہے، آٹھ ہزار کا ذکر بھی ہے، دس ہزار کا ذکر بھی ہے، بیس ہزار، چالیس ہزار، ستر ہزار تک کا ذکر ہے۔ تو جب حضرت

حزقیل علیہ السلام نے ان کو جہاد کا فرمایا تو یہ گھروں سے نکل کر جنگلوں میں کی طرف بھاگ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر موت مسلط فرمادی ہزاروں کی تعداد میں لوگ مر گئے اور مسلسل آٹھ دن مرے رہے۔ حضرت حزقیل علیہ السلام کی برکت سے پھر زندہ ہو گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ بات سمجھائی کہ جہاد کرنے سے موت نہیں آتی اور بھاگنے سے آدمی موت سے نہیں بچ سکتا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وقت وفات :

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ شام کے ملک میں حمص نامی ایک شہر ہے وہاں ان کی قبر ہے۔ جس وقت وہ بیمار ہوئے اور ساتھی ان کی ملاقات کے لیے آئے تو وہ بہت روئے۔ ساتھی کہتے حضرت کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ موت تو سب نے چکھنی ہے اس سے چارہ نہیں ہے تم کیوں اتنے پریشان ہو؟ تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ موت سے نہیں ڈرتا اور مجھے معلوم ہے کہ موت آئے گی۔ مگر میں اپنی کمزور قسمت پر رو رہا ہوں۔ وہ یہ کہ میرے سر سے لرکر پاؤں تک کوئی عضو ایسا نہیں ہے کہ جس پر کافروں کا نیزہ، تیر، تلوار نہ لگی ہو لیکن میں شہادت کی موت سے محروم رہا ہوں اَمُوْتُ کَمَوْتِ الْحِمَارِ جس طرح گدھا اپنے کِلے پر مرتا ہے میں اس طرح اپنی چارپائی پر مر رہا ہوں۔ تو دیکھو جس کو میدان میں موت نہیں آنی تھی اس کو سر سے پاؤں تک زخم آئے مگر موت نہیں آئی۔

بخاری شریف میں ایک روایت آتی ہے کہ مدعم نامی ایک غلام تھا، بڑا پھرتیلا، چست، چالاک، اس کی ڈیوٹی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کجاوے پر سامان رکھنا، باندھنا، اُتارنا، خیبر کی لڑائی جب ختم ہوئی اور واپس آرہے تھے راستے میں ایک باغ تھا وہاں پر

انھوں نے پڑاوڈالا۔اچانک ان کو ایک تیر لگا اور مِدعم فوت ہوگیا۔ لوگوں نے کہا هَنِيْئًا لَّـهُ الشَّهَادَةُ اس کوشہادت مبارک ہو۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہرگز یہ شہید نہیں ہے كَلَّا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔اس نے غنیمت کے مال میں سے ایک کمبل چرایا تھا۔ وہ آگ کے شعلے بن کراس کو لپٹے گا۔

لوگوں نے کہا حضرت! غنیمت کے مال میں سے تقسیم سے پہلے ہم نے کچھ چیزیں لی ہیں۔فرمایا شِرَاكٌ فِيْ النَّارِ اَوْ شِرَاكَيْنِ فِي النَّارِ اگرکسی نے ایک تسمہ جوتے کا لیا ہے تو وہ جہنم میں رہ جائے گا اور اگر کسی نے دو تسمے لیے ہیں تو وہ بھی دوزخ میں رہ جائے گا۔ حالانکہ یہ وہ شخص تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کو اُٹھاتا، بٹھاتا، باندھتا، کجاوہ رکھتا، سامان رکھتا اور اُتارتا تھا۔ اور یہاں تو کارخانے بھی غائب ہوجاتے ہیں، دکانیں غائب ہوجاتی ہیں، جائیدادیں غائب ہوجاتی ہیں اور ہم اس بات کو کچھ نہیں سمجھتے۔

یادرکھنا! حقوق العباد کا مسئلہ بہت اہم ہے۔اگر کسی نے ایک سوئی بھی کسی کی رکھ لی تو وہ بھی جنت میں جانے سے رکاوٹ بن جائے گی۔ جب تک مالک کو مل نہیں جائے گی۔

بنی اسرائیل کا ایک واقعہ :

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اَلَمْ تَرَ کیا تجھے علم نہیں ہے اِلَى الَّذِيْنَ ان لوگوں کے واقعہ کا خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ جو نکلے اپنے گھروں سے وَهُمْ اُلُوْفٌ اور وہ ہزاروں کی تعداد میں تھے۔اور نکلے حَذَرَ الْمَوْتِ موت کے ڈر سے فَقَالَ

لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا پس فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان کو مر جاؤ (وہ مر گئے) ثُمَّ اَحْيَاهُمْ پھر رب تعالیٰ نے ان کو زندہ کیا اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ بے شک اللہ تعالیٰ البتہ مہربانی کرتا ہے لوگوں پر وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ اور لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔ اور فرمایا اے مجاہدو! وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور لڑو تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں وَاعْلَمُوْٓا اور جان لو تم اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ سنتا بھی ہے اور تمام کارروائی کو جانتا بھی ہے۔

جہاد میں مال بھی خرچ کرنا پڑتا ہے کیوں کہ اسلحہ بغیر رقم کے تو نہیں ملتا۔ اور بعض مجاہد غریب ہوتے ہیں۔ وہ سفر خرچ بھی مہیا نہیں کر سکتے۔ اس واسطے رب تعالیٰ نے فرمایا مَنْ ذَا الَّذِيْ کون ہے وہ شخص يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا جو اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دے یعنی جو وہ اللہ تعالیٰ کے رستے میں خرچ کرے گا۔ یوں سمجھو کہ رب کو قرض دیا ہے اور قرض واپس ضرور آتا ہے لہٰذا جو خرچ کرو گے اس کا تمھیں بدلہ ضرور ملے گا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً پس اللہ تعالیٰ اس کے لیے بڑھائے گا بڑھانا۔ کئی گنا اللہ تعالیٰ کے راستے میں جو خرچ کیا جاتا ہے اس کا ادنیٰ ترین بدلہ ہے سات سو۔ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ اور اللہ تعالیٰ بڑھاتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے۔

دیکھو! ایک آدمی گھر میں بیٹھا ہے اور کہتا ہے سبحان اللہ! تو اس کو دس نیکیاں ملتی ہیں۔ اور ایک آدمی اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکلا ہوا کہتا ہے سبحان اللہ! تو اس کو سات سو نیکیاں ملتی ہیں۔ اسی طرح گھر سے نکلا راستے میں کوئی آدمی ملا اس نے کہا السلام علیکم! تو اس کو دس نیکیاں ملتی ہیں وعلیکم السلام کہا تو دس نیکیاں ہیں۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکلا ہوا ہے اور کسی کو کہتا ہے السلام علیکم! تو اس کو سات سو نیکیاں ملتی ہیں اور کسی کو سلام کا

جواب دیتا ہے وعلیکم السلام! تو ادنیٰ ترین سات سو نیکیاں ہیں وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ یاد رکھنا! نیکی کی مدات تو بہت ہیں لیکن ہمارے اندر کمی ہے۔ رب کی رحمت بڑی وسیع ہے اور اس کے خزانوں میں کسی قسم کی کمی نہیں ہے وَاللّٰہُ یَقْبِضُ وَیَبْصُۜطُ اور اللہ تعالیٰ ہی رزق تنگ کرتا ہے اور کشادہ کرتا ہے۔ سب اسی کے اختیار میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ اختیار کسی کو نہیں دیا نہ تو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے سے مال گھٹتا ہے اور نہ ہاتھ کھینچ لینے سے مال بڑھ جائے گا وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کو راضی کر لو تاکہ شرمندگی نہ ہو۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الْمَلَإِ مِنْ بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَىٰٓ إِذْ قَالُوا لِنَبِيٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ إِن كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ أَلَّا تُقَاتِلُوا ۖ قَالُوا وَمَا لَنَآ أَلَّا نُقَاتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَدْ أُخْرِجْنَا مِن دِيَارِنَا وَأَبْنَآئِنَا ۖ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌۢ بِالظَّٰلِمِينَ ﴿٢٤٦﴾ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا ۚ قَالُوٓا أَنَّىٰ يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ۚ قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُۥ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ۖ وَاللَّهُ يُؤْتِي مُلْكَهُۥ مَن يَشَآءُ ۚ وَاللَّهُ وَٰسِعٌ عَلِيمٌ ﴿٢٤٧﴾ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ ءَايَةَ مُلْكِهِۦٓ أَن يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ ءَالُ مُوسَىٰ وَءَالُ هَٰرُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَٰٓئِكَةُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَءَايَةً لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿٢٤٨﴾

أَلَمْ تَرَ کیا آپ کو علم نہیں ہے إِلَى الْمَلَإِ اس جماعت کا مِنْ بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ جو بنی اسرائیل میں سے تھے مِنْ بَعْدِ مُوسَىٰ موسیٰ علیہ السلام کے بعد إِذْ قَالُوا جب کہا ان لوگوں نے لِنَبِيٍّ لَّهُمُ اپنے نبی کو ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا مقرر کر ہمارے واسطے کوئی جرنیل نُّقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

تا کہ لڑیں ہم اللہ تعالیٰ کے راستے میں قَالَ اللہ تعالیٰ کے نبی نے فرمایا هَلْ عَسَيْتُمْ تحقیق کے ساتھ تم سے امید ہے اِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ اگر لکھ دیا جائے تم پر لڑنا اَلَّا تُقَاتِلُوْا یہ کہ تم نہیں لڑو گے قَالُوْا کہنے لگے وَمَا لَنَآ اور ہمیں کیا ہو گیا ہے اَلَّا نُقَاتِلَ یہ کہ ہم نہیں لڑیں گے فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں وَقَدْ اُخْرِجْنَا اور تحقیق ہم نکالے گئے مِنْ دِيَارِنَا اپنے گھروں سے وَاَبْنَآئِنَا اور اپنے بیٹوں سے فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ پس جب لکھا گیا ان پر لڑنا (جہاد) تَوَلَّوْا پھر گئے اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ مگر بہت تھوڑے ان میں سے وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے ظالموں کو وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اور کہا ان کو ان کے نبی نے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ نے قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ تحقیق مقرر کیا ہے تمھارے واسطے طالوت کو مَلِكًا جرنیل قَالُوْٓا کہنے لگے اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا کس طرح ہوگا اس کے لیے اقتدار ہم پر وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ اور ہم زیادہ حق دار ہیں اقتدار کے اس سے وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ اور نہیں دیا گیا وہ وسعت مال سے قَالَ اللہ تعالیٰ کے نبی نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ بے شک اللہ تعالیٰ نے اُسے چن لیا ہے عَلَيْكُمْ تم پر وَزَادَهٗ اور اس کو زیادہ کیا ہے بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ علم کے پھیلاؤ میں وَالْجِسْمِ

اور جسم میں وَاللّٰهُ يُؤْتِي مُلْكَهٗ اور اللہ تعالیٰ دیتا ہے اپنا ملک مَنْ يَّشَآءُ جس کو چاہتا ہے وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ کشائش کرنے والا، جاننے والا ہے وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اور کہا ان لوگوں کو ان کے پیغمبر نے اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖ بے شک اس کے اقتدار کی نشانی اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ یہ ہے کہ آئے گا تمھارے پاس صندوق فِيْهِ سَكِيْنَةٌ اس میں کچھ تسلی کی چیزیں ہوں گی مِّنْ رَّبِّكُمْ تمھارے رب کی طرف سے وَبَقِيَّةٌ اور کچھ باقی تبرکات ہوں گے مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى ان میں سے جو موسیٰ علیہ السلام کے خاندان نے چھوڑے ہیں وَاٰلُ هٰرُوْنَ اور ہارون علیہ السلام کے خاندان نے چھوڑے ہیں تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ اس صندوق کو اُٹھائے ہوئے ہوں گے فرشتے اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ بے شک اس میں لَاٰيَةً نشانی ہوگی لَّكُمْ تمھارے واسطے اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اگر ہو تم ایمان والے۔

حضرت طالوت علیہ السلام کا جہاد:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کا خاندان مصر اور فلسطین کے درمیان بحرِ رم کے کنارے پر آباد تھا۔ وہ علاقہ خاصا زرخیز تھا اور یہ لوگ بھی محنتی تھے۔ مالی اعتبار سے ان لوگوں نے بڑا نام پیدا کیا۔ بنی اسرائیل کے مقابلے میں ایک عمالقہ قوم تھی وہ ان سے زیادہ طاقت ور تھی۔ قد کاٹھ کے اعتبار سے بھی اور مالی اعتبار سے بھی اور تعداد کے لحاظ سے بھی۔ وہ ان پر حملہ کر کے ان کو قتل بھی کرتے تھے مال بھی چھین لیتے اور ہزاروں کی تعداد میں نوجوان لڑکیوں کو اُٹھا کر بھی لے جاتے تھے۔ اس وقت پیغمبر تھے شموئیل علیہ السلام

اور ہمزہ کے ساتھ اِشْمویل بھی لکھتے ہیں۔ ان کی عمر مبارک خاصی تھی، بوڑھے اور کمزور تھے۔ بسا اوقات خود اُٹھ بیٹھ نہیں سکتے تھے۔ لوگوں نے کہا حضرت! یہ عمالقہ ہم پر حملہ کرتے ہیں، ہمیں گھروں سے نکال دیتے ہیں ہمارے بچے قتل کر دیتے ہیں، ہمارے بچے بچیاں اُٹھا کر لے جاتے ہیں یہ ظلم ہم کب تک برداشت کریں گے۔ آپ اللہ تعالیٰ سے جہاد کی اجازت لیں۔ کیوں کہ ان پر جہاد نہیں تھا۔ اور ہمارے لیے کوئی جرنیل منتخب کریں تاکہ ہم اس جرنیل کی سرکردگی میں عمالقہ قوم کے خلاف جہاد کریں۔

مسئلہ یہ ہے کہ پیغمبر کی موجودگی میں کسی اور کو قیادت کا حق نہیں ہوتا، مگر وہ اس بات کو سمجھتے تھے کہ حضرت شمویل علیہ السلام خاصے بوڑھے ہیں اور اس عمر میں وہ مجاہدین کی قیادت نہیں کر سکتے۔ اس واسطے انھوں نے کہا کہ رب تعالیٰ سے جہاد کی اجازت طلب کریں اور جرنیل بھی مقرر فرمائیں۔ اس کا ذکر رب تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَلَمْ تَرَ کیا آپ کو علم نہیں ہے اِلَى الْمَلَاِ اس جماعت کا مِنْۢ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ جو بنی اسرائیل میں سے تھی مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کا زمانہ تھا اِذْ قَالُوْا لِنَبِیٍّ لَّهُمُ جس وقت ان لوگوں نے اپنے پیغمبر کو کہا ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا مقرر کرو ہمارے واسطے کمانڈر، جرنیل نُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ تاکہ لڑیں ہم اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنے دشمنوں کے ساتھ قَالَ حضرت شمویل علیہ السلام نے فرمایا هَلْ عَسَیْتُمْ تحقیق کے ساتھ تم سے یہ بھی توقع ہے اِنْ كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِتَالُ اگر لکھا جائے یعنی فرض کیا جائے تم پر لڑنا یعنی جہاد کرنا اَلَّا تُقَاتِلُوْا یہ کہ تم نہ لڑو۔ یعنی باتیں تو تم کرتے ہو لیکن ہوسکتا ہے کہ تم پر جہاد فرض کیا جائے اور تم نہ لڑو۔ تو اس کے جواب میں قَالُوْا کہنے لگے وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اور ہمیں کیا ہو گیا ہے کہ ہم نہیں لڑیں گے

اللہ تعالیٰ کے راستے میں وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِیَارِنَا اور تحقیق ہم اپنے گھروں سے نکالے گئے ہیں وَاَبْنَآىِٕنَا اور ہمارے بیٹوں سے ہمیں الگ کر دیا گیا ہے۔ یعنی کچھ مار دیئے اور کچھ بیگار لینے کے لیے ساتھ لئے۔

اور یہ بات تفسیروں میں ہے کہ تقریباً تیس ہزار لڑکیاں اُٹھا کر لے گئے۔ تو ہماری لڑائی کے ظاہری اسباب سارے موجود ہیں اس لیے ضرور لڑیں گے فَلَمَّا كُتِبَ عَلَیْهِمُ الْقِتَالُ پس جب ان پر لڑنا فرض کیا گیا یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے جہاد کا حکم آیا تَوَلَّوْا پھر گئے وہ جہاد سے اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْهُمْ مگر بہت تھوڑے ان میں سے۔ وہ تھوڑے کتنے تھے؟ اس کا ذکر کل کے درس میں آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِالظّٰلِمِیْنَ اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو بخوبی جانتا ہے ظالموں کو۔ وَقَالَ لَهُمْ نَبِیُّهُمْ اور اُن کو اُن کے پیغمبر اِشمویل علیہ السلام نے فرمایا کہ تمھارے لیے جہاد کی اجازت بھی ہو گئی ہے اور تمھاری خواہش کے مطابق تمھارا جرنیل بھی رب تعالیٰ نے مقرر کر دیا ہے اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا بے شک تمھارے لیے اللہ تعالیٰ نے طالوت کو جرنیل اور کمانڈر مقرر فرمایا ہے۔

یہ حضرت طالوت رحمۃ اللہ علیہ بڑے غریب خاندان کے آدمی تھے۔ مالی اعتبار سے کمزور تھے اور ان کا خاندان بھی غیر معروف تھا۔ اس لیے لوگوں نے کج بحثی شروع کی قَالُوْٓا کہنے لگے اَنّٰى یَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَیْنَا اس کا اقتدار ہم پر کیسے ہو سکتا ہے؟ وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ اور ہم زیادہ حق دار ہیں اقتدار کے اس سے۔ کیوں کہ طالوت رحمۃ اللہ علیہ نہ تو زمانہ قریب میں پیغمبروں کی اولاد میں سے تھے کہ کسی پیغمبر کے بیٹے، پوتے، پڑپوتے ہوتے تو بھی لوگ یہ کہہ کر قبول کر لیتے کہ پیغمبر کی نسل سے ہے۔ نہ کسی

بادشاہ کی نسل میں سے تھے کیوں کہ اگر کسی باداہ کی نسل میں سے ہوتے تو کہتے چلو بادشاہ کی نسل میں سے ہے ان کے باپ دادا بادشاہ ہوئے ہیں۔ اگر ان کی نسل میں سے کسی کو اقتدار ملتا تو اچھی بات ہے۔ اور مالی طور پر بھی بڑے کمزور تھے۔ اُن کے بارے میں تفسیروں میں تین لفظ آتے ہیں۔ ایک یہ کہ کَانَ دَبَّاغًا رنگ ریز تھے۔ لوگوں کے کپڑے رنگتے تھے۔ تو عوام کی اصطلاح میں کمی ہوئے۔ اور یہ لفظ بھی آتا ہے کَانَ سَاقِیًا کہ مشک میں پانی بھر کر لوگوں کے گھروں میں پہنچاتے تھے، یعنی ماشکی تھے۔ تو دیکھو عوام کی نگاہ میں ماشکیوں کی قدر نہیں ہے۔ عوام کی بات کر رہا ہوں، رب کے ہاں کی بات نہیں کر رہا۔ اور یہ لفظ بھی آتا ہے کَانَ رَاعِیًا چرواہے تھے یعنی مزدوری پر لوگوں کی بھیڑ، بکریاں، اونٹ وغیرہ چراتے تھے۔ خلاصہ یہ کہ مزدور پیشہ تھے اور مزدور کو جو بھی مزدوری مل جائے کرتا ہے۔ کبھی کپڑے رنگ لیتے ہوں گے، کبھی لوگوں کے گھروں میں مشکوں سے پانی بھر کر مزدوری لیتے ہوں گے۔ اور یاد رکھنا! جائز قسم کی جو بھی مزدوری ہو شریعت نے اس پر کوئی پابندی نہیں لگائی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکریاں چرائیں :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک سفر پر تھے۔ (اور یہ جو وَنٹر کے درخت کی مسواکیں ہوتی ہیں اس درخت کو جھنگ، بھکر، ملتان کی زبان میں جال کہتے ہیں اور یہ مسواک اس کی جڑ کی ہوتی ہے اور یہ درخت انہی علاقوں میں کافی ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ دانے لگتے ہیں (پھل) وہ شروع میں سرخ ہوتے ہیں پھر سیاہ ہو جاتے ہیں اور جب وہ کالے ہو جائیں تو بہت میٹھے اور لذیذ ہوتے ہیں۔) کچھ لوگ وہ پھل اُتار کے لائے سرخ دانے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے کالے کالے دانے کیوں نہیں چُنے فَاِنَّهٗ اَیْطَبُ

اس لیے کہ جو کالے دانے ہوتے ہیں وہ بڑے لذیذ اور میٹھے ہوتے ہیں۔ کسی نے کہا حضرت یہ تجربہ تو ان کو ہوتا ہے جو اونٹ، بکریاں چراتے ہیں کیوں کہ ان کو ان درختوں کے ساتھ زیادہ واسطہ پڑتا ہے۔ تو کیا حضرت! آپ نے جانور بھی چرائے ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کُنْتُ اَرْعیٰ لِاَهْلِ مَكَّةَ عَلٰى قَرَارِيْطَ "میں مکے والوں کی بکریاں، بھیڑیں ٹکے ٹکے پر چراتا رہا۔" فی بکری مجھے دو پیسے ملتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُونٹ بھی چرائے ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَامِنْ نَبِيٍّ اِلَّا وَقَدْ رَعَى الْغَنَمَ "کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔"

علمائے کرام بیان فرماتے ہیں کہ بکری اس وجہ سے فرمایا کہ اُونٹ بڑا جانور ہے وہ اگر مالک کی مرضی سے نہ چلے وہ اسے ڈنڈے مارے تو اس کا کچھ نہیں بگڑتا۔ اور یہ جو بھیڑ ہے جدھر ایک جائے گی سب اس کے پیچھے جائیں گی۔ اس وجہ سے بھیڑ چال کا مقولہ مشہور ہے۔ اور بکری ایک ایسا شرارتی جانور ہے کہ ایک اِدھر بھاگے گا دوسرا اُدھر بھاگے گا، تیسرا تیسری طرف بھاگے گا۔ چوں کہ وہ کمزور جانور ہوتا ہے اس لیے مارنے سے بھی نقصان ہوتا ہے، ٹانگ ٹوٹنے کا، سینگ ٹوٹنے کا۔ اللہ تعالیٰ پیغمبروں سے اس لیے پہلے بکریاں چرواتے ہیں کہ اُمتیوں کا حال بھی ایسا ہوگا کہ ایک کا منہ ایک طرف اور دوسرے کا دوسری طرف، تیسرے کا تیسری طرف، کوئی اِدھر بھاگے گا کوئی اُدھر کو بھاگے گا اور عجیب عجیب قسم کے سوالات ہوں گے۔

غیب کا علم صرف اللہ کے پاس ہے:

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور دین کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ ایک شخص آیا اور سوال کیا اَيْنَ نَاقَتِيْ میری اُونٹنی کہاں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا لَاأَدْرِیْ اَیْنَ نَاقَتُكَ مجھے نہیں معلوم تیری اُونٹنی کہاں ہے؟ وہ گڑ گڑ کرتا ہوا باہر چلا گیا ار کہنے لگا یُخْبِرُنَا بِخَبَرِ السَّمَآءِ وَلَا یَدْرِیْ اَیْنَ نَاقَتِیْ ہمیں آسمان کی خبریں دیتا ہے اور یہ نہیں جانتا کہ میری اُونٹنی کہاں ہے؟ مطلب اس کا یہ تھا کہ ویسے ہی اس نے لوگوں کو (نعوذ باللہ) ٹھگی (دھوکا دے رکھا ہے) لگائی ہے اور کہتا ہے کہ آسمان سے وحی نازل ہوئی ہے تمھارے ساتھ یہ ہوگا، پھر یہ ہوگا اور یہ نہیں جانتا کہ میری اُونٹنی کہاں ہے۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام وحی لے کر تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حاضرین میں سے بعض کو فرمایا یہ آدمی جو سوال کرتا ہوا گیا ہے اس کو تلاش کر کے لاؤ (اس کا نام تھا ابن بُسیط، یہ منافق تھا) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی تعمیل کو اپنے لیے فخر سمجھتے تھے، فوراً گئے اور اُسے لے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کَیْفَ قُلْتَ کہ تو نے کیا سوال کیا تھا؟ کہنے لگا میں نے دال کیا تھا کہ میری اُونٹنی کہاں ہے؟ اور تم نے کہا مجھے معلوم نہیں کہ تیری اُونٹنی کہاں ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ اس رب کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے مجھے کوئی علم نہیں تھا جَآءَنِیْ جِبْرِیْلُ فَاَخْبَرَ فِیْهَآ اٰنِفًا ابھی میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے ہیں پس اُنھوں نے مجھے بتایا ہے کہ تیری اُونٹنی فلاں جگہ پر جھاڑیاں ہیں ان میں سے ایک ٹہنی کے ساتھ اس کے گلے کا پٹا اٹکا ہوا ہے۔ ٹہنی بھی مضبوط تھی اور پٹا بھی مضبوط تھا، یہ زور لگاتی رہی مگر نہ ٹہنی ٹوٹی اور نہ پٹا۔ (تو کیسا نادانی والا سوال کیا۔)

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے۔ ایک نوجوان کہنے لگا مَافِیْ بَطْنِ نَاقَتِیْ "میری اونٹنی کے پیٹ میں کیا ہے؟" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے لیکن صحابہ

میں سے ایک جذباتی صحابی تھے سلامہ ابن وقش رضی اللہ عنہ۔ وہ کہنے لگے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال نہ کر میں تجھے بتاتا ہوں کہ تو نے اونٹنی کے ساتھ بدی کی ہے تیرا نطفہ اس میں ٹھہرا ہوا ہے۔ اب ذرا بات سمجھنا، بریلوی حضرات کہتے ہیں کہ دیکھو! یہ وہابی کہتے ہیں کہ پیغمبر پیٹ کی بات نہیں جانتے یہ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی جانتے ہیں۔ حالانکہ یہ کوئی جواب نہیں ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلامہ ابن وقش رضی اللہ عنہ کو ڈانٹا یَا سَلَامَۃُ بْنِ وَقْش اَنَّ اللہَ تَعَالٰی لَا تُحِبُّ التَّفَحُّش "بے شک اللہ تعالیٰ فحش گوئی کو پسند نہیں کرتا وَقَدْ تَفَحَّشْتَ بِرَجُلٍ تو نے اس آدمی کو جواب دینے میں فحش گوئی سے کام لیا ہے۔" صحابی کی یہ بات اس کا جواب نہیں تھا بلکہ تردید کرتے ہوئے طعنہ دیا۔

اس کو تم اس طرح سمجھو کہ کوئی آدمی مجھ سے سوال کرے کہ تم نے رات کو کیا کھایا؟ اور میں کہوں کہ میں نے تیرا سر کھایا ہے۔ اب یہ کوئی جواب تو نہیں ہے۔ جواب تو یہ ہے کہ میں نے جورات کو کھایا ہے تیرا اس کے بارے میں بے موقع سوال کرنے کا مطلب کیا ہے۔ تو اس صحابی کا جواب اس رنگ میں تھا۔ اور یہ مسئلہ نص ہے کہ کوئی نہیں جانتا مَا فِی الْاَرْحَامِ کہ رحموں میں کیا ہے سوائے رب تعالیٰ کی ذات کے۔

آج کل نوجوان کہتے ہیں کہ جی الٹرا ساؤنڈ (کمپیوٹر) نکلا ہوا ہے اس کے ذریعہ پتا چل جاتا ہے کہ لڑکی ہے یا لڑکا۔ یہ کمپیوٹروں کا قصہ تو اخبارات میں پڑھتے ہوں گے کہ ایک آدمی بے چارے نے گھر فون لگوایا ہوا تھا اس کو ایک ماہ کا بل ایک لاکھ اٹھاسی ہزار آیا۔ اس نے کہا کہ کیا ہوا میں کارخانے دار بھی نہیں، دکان دار بھی نہیں، فون گھر میں لگا ہوا ہے۔ جب اس نے درخواست دی تو جواب ملا کہ یہ کمپیوٹر کی غلطی ہے۔ اصل بل اس کا ڈیڑھ سو یا دو سو نکلا۔ تو تم کمپیوٹر پر یقین کرتے ہو۔ اتنا کچا عقیدہ مسلمان کا نہیں ہونا

چاہیے۔ کمپیوٹر کی بات کوئی صحیح ہوگی کوئی غلط ہوگی لیکن جو بات بذریعہ وحی ہوتی ہے وہ قطعی اور یقینی ہوتی ہے۔ تو بہرحال پیغمبروں نے بکریاں بھی چرائیں، بھیڑیں بھی اور اُونٹ بھی چرائے۔

تو بات ہو رہی تھی طالوت رحمۃ اللہ علیہ کی قَالُوْٓا لوگوں نے کہا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا ان کو ہم پر اقتدار کس طرح حاصل ہوگا؟ وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ اور ہم زیادہ حق دار ہیں اقتدار کے اس سے وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ اور اس کو مالی وسعت بھی حاصل نہیں ہے۔ بے چارہ مزدور آدمی ہے۔

قَالَ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر شمویل علیہ السلام نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَيْكُمْ بے شک اللہ تعالیٰ نے اُسے منتخب فرمایا ہے تمھارے اُوپر وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ اور زیادہ کیا اس کو اللہ تعالیٰ نے علم کے پھیلاؤ میں اور جسم کے پھیلاؤ میں۔ علم بھی اس وقت لوگوں میں سے اس کا زیادہ تھا اور جسم کے اعتبار سے بھی خوب پہلوان تھا۔ اور ظاہری بات ہے کہ لڑائی کے واسطے ایسا ہی آدمی چاہیے تاکہ دوسروں کو بھی معلوم ہو کہ میرے مقابلے میں کوئی کھڑا ہے۔ اور اگر ہو ہی چڑیا کے برابر تو دوسروں کی تو نظر بھی نہیں پڑتی وَاللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ اور اللہ تعالیٰ اپنا ملک دیتا ہے جس کو چاہتا ہے وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ کشائش کرنے والا ہے، جاننے والا ہے۔

بنی اسرائیل کے تبرکات :

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اور فرمایا ان لوگوں کو ان کے پیغمبر شمویل علیہ السلام نے اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ بے شک اس کے اقتدار کی نشانی بھی ہے اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ یہ ہے کہ آئے گا تمھارے پاس ایک صندوق فِيْهِ سَكِيْنَةٌ اس میں کچھ تسلی کی چیزیں ہوں گی

مِّنۡ رَّبِّكُمۡ تمھارے رب کی طرف سے وَبَقِيَّةٌ اور کچھ باقی تبرکات ہوں گے مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوۡسٰى وَاٰلُ هٰرُوۡنَ ان میں سے جو چھوڑے ہیں موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے خاندان نے۔ وہ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کی پگڑیاں تھیں اور موسیٰ علیہ السلام کا جوتا تھا۔ اُس وقت تورات تختیوں پر لکھی ہوئی تھی۔ ایک تختی ٹوٹی ہوئی جس پر تورات کے کچھ الفاظ تھے وہ بھی تھی اور رومال تھا۔ غرضیکہ اس طرح کی کچھ چیزیں تھیں تَحۡمِلُهُ الۡمَلٰٓئِكَةُ اس صندوق کو فرشتے اُٹھا کر لائیں گے اور لوگوں کی موجودگی میں حضرت کے سامنے رکھیں گے۔

چنانچہ سب لوگوں نے آنکھوں سے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں نے صندوق اُٹھایا ہوا ہے اور سب کی موجودگی میں طالوت رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے لا کے رکھ دیا۔ اب اس سے زیادہ تسلی کیا ہو سکتی تھی کہ ایک تو اللہ کے پیغمبر نے فرمایا کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے تمھارا جرنیل مقرر فرمایا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے معصوم فرشتے کرامت کے طور پر صندوق اُٹھا کر لائے اور طالوت رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے رکھ دیا اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً بے شک اس میں ان کی صداقت کی نشانی ہوگی لَّكُمۡ تمھارے واسطے اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ اگر ہو تم مومن۔

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيكُم بِنَهَرٍ فَمَن شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّي وَمَن لَّمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي إِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهِ ۚ فَشَرِبُوا مِنْهُ إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ ۚ فَلَمَّا جَاوَزَهُ هُوَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ قَالُوا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ ۚ قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُم مُّلَاقُو اللَّهِ كَم مِّن فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿٢٤٩﴾ وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالُوا رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿٢٥٠﴾ فَهَزَمُوهُم بِإِذْنِ اللَّهِ وَقَتَلَ دَاوُودُ جَالُوتَ وَآتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ ۗ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿٢٥١﴾ تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ وَإِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿٢٥٢﴾

فَلَمَّا پس جس وقت فَصَلَ طَالُوتُ جدا ہوئے طالوت رحمۃ اللہ علیہ بِالْجُنُودِ لشکروں کو لے کر قَالَ فرمایا إِنَّ اللَّهَ بے شک اللہ تعالیٰ مُبْتَلِيكُم تمھارا امتحان لینے والا ہے بِنَهَرٍ ایک نہر پر فَمَن شَرِبَ مِنْهُ پس جس نے پانی پی لیا اس نہر کا فَلَيْسَ مِنِّي پس وہ میرے ساتھیوں میں سے نہیں ہے وَمَن لَّمْ يَطْعَمْهُ اور جس نے نہ چکھا اس کا پانی

فَاِنَّهٗ مِنِّیٓ پس بے شک وہ میرے ساتھ ہے اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ مگر وہ شخص جس نے بھرا غُرْفَةًۢ ایک چلو بِیَدِهٖ صرف ایک ہاتھ سے فَشَرِبُوْا مِنْهُ پس پیا انھوں نے اس نہر کے پانی سے اِلَّا قَلِیْلًا مگر بہت تھوڑوں نے مِّنْهُمْ ان میں سے فَلَمَّا جَاوَزَهٗ پس جب پار کر گئے اس نہر کو هُوَ وہ طالوت رحمۃ اللہ علیہ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ اور وہ جو ایمان لائے تھے ان کے ساتھ قَالُوْا کہنے لگے لَا طَاقَةَ لَنَا الْیَوْمَ نہیں طاقت ہمارے لیے آج کے دن بِجَالُوْتَ جالوت کے مقابلہ میں وَجُنُوْدِهٖ اور اس کے لشکروں کے مقابلہ میں قَالَ الَّذِیْنَ کہا ان لوگوں نے یَظُنُّوْنَ جو یقین رکھتے تھے اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ بے شک وہ اللہ تعالیٰ سے ملنے والے ہیں كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِیْلَةٍ کتنی ہی چھوٹی جماعتیں غَلَبَتْ غالب آجاتی ہیں فِئَةً كَثِیْرَةًۢ بہت ساری جماعتوں پر بِاِذْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے وَلَمَّا بَرَزُوْا اور جس وقت سامنے ہوئے لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ جالوت اور اس کے لشکروں کے قَالُوْا کہا مومنوں نے رَبَّنَآ اے ہمارے پروردگار اَفْرِغْ عَلَیْنَا ڈال ہم پر صَبْرًا صبر وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا اور ثابت رکھ ہمارے قدموں کو وَانْصُرْنَا اور ہماری مدد کر عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ کافر قوم کے مقابلہ میں فَهَزَمُوْهُمْ

پس ان مومنوں نے شکست دی ان کافروں کو بِاِذْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے حکم سے وَقَتَلَ دَاوٗدُ اور قتل کیا داؤد علیہ السلام نے جَالُوْتَ جالوت کو وَ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ اور دیا اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو ملک وَالْحِكْمَةَ اور دانائی وَعَلَّمَهٗ اور اللہ تعالیٰ نے تعلیم دی ان کو مِمَّا يَشَآءُ ان چیزوں کی جو رب نے چاہا وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ اور اگر نہ ہوتا اللہ تعالیٰ کا ٹالنا لوگوں کو بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ بعض کو بعض کے ذریعے لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ تو البتہ خراب ہو جاتی زمین وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اور لیکن اللہ تعالیٰ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ مہربانی کرنے والا ہے جہان والوں پر تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں نَتْلُوْهَا ہم تلاوت کرتے ہیں عَلَيْكَ تجھ پر بِالْحَقِّ حق کے ساتھ وَاِنَّكَ اور بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اللہ تعالیٰ کے رسولوں میں سے ہیں۔

یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ حضرت اشمویل علیہ الصلوٰۃ والسلام پیغمبر تھے اور قوم نے عمالقہ قوم کی کارستانیوں سے تنگ آ کر ان سے درخواست کی کہ وہ اللہ تعالیٰ سے جہاد کی اجازت لیں اور ہمارے اوپر کوئی جرنیل بھی مقرر کریں کیوں کہ وہ خود خاصے بوڑھے اور کمزور تھے۔ تفصیلاً بات کل کے سبق میں گزر چکی ہے کہ ان کو جہاد کی اجازت بھی مل گئی اور حضرت طالوت رحمۃ اللہ علیہ کو جرنیل مقرر کر دیا گیا۔ اور ان لوگوں نے خاصی قیل وقال کے بعد ان کو جرنیل تسلیم کر لیا تو حضرت طالوت رحمۃ اللہ علیہ نے اعلان فرمایا کہ جو تم میں سے جوان ہیں وہ تیاری کر لیں، کوئی بوڑھا، بچہ اور بیمار ہمارے ساتھ نہیں جائے گا۔ ان شاء اللہ ہم کل یا

پرسوں یہاں سے چلیں گے یا جو بھی انھوں نے وقت دیا۔ عمالقہ قوم بیت المقدس میں آباد تھی اور بیت المقدس کا شہر صیہون نامی پہاڑ کے اوپر ہے۔ بڑا پرانا شہر ہے۔ مسجد اقصیٰ بھی اسی شہر میں ہے اور اس وقت اس پر یہود کا قبضہ ہے۔ جب چاہیں مسلمانوں کو جمعہ کی نماز ادا کرنے دیتے ہیں اور جب چاہیں روک دیتے ہیں اور بے غیرت مسلمان آج تک ان سے وہ قبلہ واگزار نہیں کرا سکے۔ حالانکہ مسلمان کروڑوں کی تعداد میں ہیں بلکہ ایک ارب سے زائد ہیں مگر ہیں بے غیرت۔ اللہ تعالیٰ مسلمان کو غیرت عطا فرمائے۔

مجاہدین کی آزمائش :

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ پس جب جدا ہوئے یعنی روانہ ہوئے حضرت طالوت رحمۃ اللہ علیہ بیت المقدس کی طرف بِالْجُنُوْدِ اپنے لشکروں کو لے کر۔ اس مقام پر تفسیروں میں لکھا ہوا ہے کہ ستر ہزار نوجوان ان کے ساتھ چل پڑے۔ طالوت رحمۃ اللہ علیہ بڑے سمجھ دار آدمی تھے۔ انھوں نے دیکھا کہ یہ تو اس طرح جا رہے ہیں کہ جس طرح انھوں نے کوئی میلہ دیکھنا ہے حالانکہ عمالقہ قوم جس کے ساتھ مقابلہ ہے وہ بڑی جنگجو ہے اور بڑی طاقت ور ہے۔ سارے تو لڑنے والے نہیں یہ تو تماشائی ہیں۔ لہٰذا ان کا امتحان لینا چاہیے اور جو امتحان میں کامیاب ہوں وہ جائیں اور جو ناکام ہوں وہ ہمارے ساتھ نہ جائیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر حضرت اشمویل کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے حضرت طالوت رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے امتحان کا طریقہ بتایا۔

قَالَ کہا طالوت رحمۃ اللہ علیہ نے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ تمھارا امتحان لینے والا ہے ایک نہر سے۔ یہ نہر اُردن اور فلسطین کے درمیان تھی اور اب بھی ہے۔ اس کا پانی صاف ستھرا اور ٹھنڈا تھا اور گرمی کا موسم تھا ان لوگوں کو پیاس بھی بڑی

لگی ہوئی تھی۔ تو جب اس نہر کے پاس پہنچے حضرت طالوت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا فَمَنۡ شَرِبَ مِنۡهُ پس جس نے اس نہر سے پانی پی لیا کافی مقدار میں فَلَیۡسَ مِنِّیۡ پس وہ میرے پیروکاروں میں سے نہیں ہے وَمَنۡ لَّمۡ یَطۡعَمۡهُ اور وہ جس نے نہ چکھا اس کا پانی فَاِنَّهٗ مِنِّیۡۤ پس بے شک وہ میرے پیروکاروں میں سے ہے اِلَّا مَنِ اغۡتَرَفَ مگر جس نے لیا پانی کا غُرۡفَةًۢ چلّو بِيَدِهٖ اپنے ایک ہاتھ سے دونوں ہاتھوں سے نہیں۔ یعنی تمھیں صرف ایک چُلّو پانی پینے کی اجازت ہے۔ اب اندازہ لگاؤ کہ سخت پیاس لگی ہو اور پانی بڑا صاف ستھرا اور ٹھنڈا ہو تو انسان کیا کرتا ہے؟ بس یہی ہوا کہ وہ دیوانوں کی طرح پانی پر ٹوٹ پڑے اور پی پی کر پیٹ ان کے مشکیں بن گئیں۔ صرف تین سو تیرہ آدمی ایسے تھے جنھوں نے صرف ایک چلّو پانی پیا۔ اللہ تعالیٰ کی شان اور قدرت کہ ایک چلّو سے ان کی پیاس بجھ گئی اور وہ مطمئن ہو گئے اور جو بھیڑیں تھیں ان سب کو چھٹی مل گئی کہ چلے جاؤ۔ حضرت طالوت رحمۃ اللہ علیہ سمیت تین سو تیرہ رہ گئے۔ تو فرمایا فَشَرِبُوۡا مِنۡهُ پس پیا اُنھوں نے پانی اس نہر سے اِلَّا قَلِیۡلًا مِّنۡهُمۡ مگر تھوڑے آدمیوں نے ان میں سے یعنی تین سو تیرہ آدمی امتحان میں کامیاب ہوئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ پس جب عبور کیا طالوت رحمۃ اللہ علیہ نے اس نہر کو وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ اور ان کے مومن ساتھیوں نے بھی۔ جب آگے دیکھا تو جالوت کا بڑا لشکر تھا۔ یہ عمالقہ کا بڑا جرنیل تھا اور تفسیروں میں لکھا ہے مِائَةُ اَلۡفٍ کہ اس کے ساتھ ایک لاکھ کا لشکر تھا۔ اب ایک طرف تین سو تیرہ ہیں اور دوسری طرف ایک لاکھ ہیں اور ہیں بھی جنگجو اور کڑیل جوان۔ یہ جو تین سو تیرہ تھے ان کے دو گروہ بن گئے۔ ایک گروہ ان لوگوں کا تھا جو تھے تو کامل الایمان مگر ان کی نگاہ ظاہری اسباب پر بھی تھی۔ ہم

تین سو تیرہ اور مقابلے میں ایک لاکھ کی فوج ہے۔

قَالُوْا تو کہنے لگے لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ نہیں ہے طاقت آج کے دن ہمارے لیے جالوت اور اس کے لشکروں کے مقابلہ کی۔ اور ان میں ایک گروہ وہ تھا جو اکمل الایمان تھے کہ انھوں نے ظاہری اسباب پر توجہ ہی نہیں کی بلکہ نگاہ صرف رب پر رکھی قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ کہا ان لوگوں نے جو یقین رکھتے تھے اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ کہ بے شک وہ مرنے کے بعد رب کو ملنے والے ہیں یعنی جو رب پر پورا یقین رکھتے تھے كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِاِذْنِ اللّٰهِ کہ بہت دفعہ ایسا ہوا ہے کہ چھوٹی جماعتیں بڑی جماعتوں پر غالب آئی ہیں رب کے حکم کے ساتھ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور واقعی ایسا ہی ہوا۔ چنانچہ آگے آرہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان تین سو تیرہ کو ایک لاکھ پر غلبہ عطا فرمایا۔

فتح کا مدار قلت وکثرت نہیں :

اسی طرح بدر کے مقام پر تین سو تیرہ تھے، مقابلے میں ایک ہزار کا تھے۔ اور ان تین سو تیرہ کے پاس چھ زرہیں، آٹھ تلواریں، دو گھوڑے اور ستر اُونٹ تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے تین سو تیرہ کو اس بے سروسامانی کے عالم میں فتح عطا فرمائی۔ اس کا ذکر ہے فرمایا: اے ایمان والو! وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ [آل عمران: ۱۲۳] "اور البتہ تحقیق مدد فرمائی تمھاری اللہ تعالیٰ نے بدر کے مقام پر حالانکہ تم کمزور تھے۔" ستر کافر مارے گئے اور ستر گرفتار ہوئے اور باقیوں کو بھاگتے ہوئے راستہ نہ ملا۔ اور مسلمان صرف چودہ شہید ہوئے۔ آٹھ انصار میں سے اور چھ مہاجرین میں سے۔ اللہ تعالیٰ نے غلبہ عطا فرمایا۔

اسی طرح موتہ کے مقام پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں اللہ تعالیٰ نے تین ہزار کو ایک لاکھ پر فتح عطا فرمائی اور قادسیہ کے مقام پر حضرت ابو عبیدہ ابن جراح رضی اللہ عنہ چیف کمانڈر تھے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنے کمانڈر سے اجازت طلب کی کہ یہ ساٹھ ہزار آدمی دندناتے پھر رہے ہیں آپ مجھے اجازت دیں میں ان کا ساٹھ آدمیوں کے ساتھ مقابلہ کرنا چاہتا ہوں۔ وہ متفکر ہوئے کہ نوجوان آدمی ہے اور جذبات میں ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ مجاہدین جو ہمارے پاس رب کی امانت ہیں ضائع نہ ہو جائیں لیکن ان کا جذبہ دیکھ کر حضرت ابو عبیدہ ابن جراح رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی۔ تاریخ بتاتی ہے: غَزَا سِتُّوْنَ هُمْ سِتُّوْنَ اَلْفًا وَمَعَ هٰذَا تَوَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ کہ ساٹھ آدمیوں نے ساٹھ ہزار کا مقابلہ کیا اور ان کو شکست دی۔ فتح کے بعد جب دیکھا گیا تو ساٹھ ہزار میں سے دس ہزار کی لاشیں میدان میں پڑی تھیں اور ساٹھ میں سے صرف دس آدمی شہید ہوئے اور پچاس فاتح ہوئے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ مصر کا باقی سارا علاقہ فتح ہو گیا ہے لیکن قلعہ بولس فتح نہیں ہو رہا۔ مقوقس مصر کا بادشاہ اور بڑے بڑے جرنیل اور ماہرِ جنگ اس قلعہ میں ہیں اور ان کی فوج ہے اور میرے پاس صرف آٹھ ہزار فوج ہے اور قلعے کا محاصرہ کیے ہوئے دو ماہ گزر گئے ہیں لیکن فتح نہیں ہو رہا لہٰذا ہمارے لیے دعا بھی کریں اور مزید فوج بھی بھیجیں اور طریقہ بھی سمجھائیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خط پڑھا تو رو پڑے۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ حضرت! خط کس محاذ سے آیا ہے؟ فرمایا مصر سے۔ ساتھیوں نے سمجھا کہ مصر میں سارے مجاہد شہید ہو گئے ہیں تبھی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو رہے ہیں۔ لیکن تحقیق کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ ایسی

کوئی بات نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس لیے روئے کہ آٹھ ہزار مسلمان فوجی ہیں اور محاصرہ کیے ہوئے ہیں، دو ماہ کا عرصہ گزر گیا ہے۔ آخر کیا وجہ ہے فتح کیوں نہیں ہو رہا؟ فرمایا میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ قَدْ تَرَكُوا سُنَّةً مِّنْ سُنَنِ النَّبِيِّ ﷺ۔ "تحقیق چھوڑ دی انھوں نے کوئی سنت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں میں سے۔" تو دیکھیے کتنے نبّاض تھے۔ فرمایا ہم دعا بھی کرتے ہیں اور چار ہزار مزید فوج بھی بھیجتے ہیں۔ آٹھ ہزار تو پہلے ہے اور چار ہزار یہ گویا اب تم بارہ ہزار ہو جاؤ گے اور میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ بارہ ہزار مومن ہوں تو وہ قلت کی وجہ سے شکست نہیں کھائیں گے بہ شرطے کہ کوئی اور وجہ نہ ہو۔ اور فرمایا کہ اس بات پر غور کرو کہ تم سے کون سی سنت رہ گئی ہے۔ معلوم ہوا کہ بعض ساتھیوں سے مسواک کی سنت رہ گئی ہے جس کی وجہ سے فتح میں رکاوٹ ہوگئی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو مزید چار ہزار فوج روانہ فرمائی ان کے نام تم بھی سن لو۔ اور یاد رکھنا! وہ صرف چار آدمی تھے۔ عبادہ بن صامت خزرجی، زبیر بن عوام، مقداد بن اسود اور خارجہ بن خزافہ رضی اللہ عنہم۔

فرمایا یہ چار ہزار ہیں۔ تو یاد رکھنا! مسلمان جب مسلمان ہوتا تھا تو ایک نہیں ہزار ہوتا تھا مگر آج کے مسلمان نے اپنے اسلام کے تقاضے چھوڑ دیئے ہیں اس لیے دنیا میں ذلیل ہو کر رہ گیا ہے۔ جب مسلمان صحیح معنیٰ میں مسلمان تھا اللہ تعالیٰ کی مدد شاملِ حال ہوتی تھی۔

اسی طرح حدیقۃ الموت کا واقعہ مشہور ہے۔ وہاں بھی کمانڈر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے مسیلمہ کذاب کے مقابلہ میں۔ وہاں حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے تن تنہا چالیس ہزار کا مقابلہ کیا۔ اگر چہ وہ شہید ہو گئے مگر قلعہ فتح ہو گیا۔ دور جانے کی ضرورت نہیں یہ

ہمارے سامنے کی بات ہے۔ چونڈہ ضلع سیالکوٹ یہ دنیا میں ٹینکوں کی لڑائی کا دوسرا مقام ہے، پہلا مقام تھا عالمین، یہ غالباً جرمنی میں ہے۔ تو گویا ٹینکوں کی لڑائی کا دوسرا مقام چونڈہ ہے۔ اس محاذ پر کیپٹن ایس۔اے زبیری تھا اور اس کے پاس ایک سو(۱۰۰) جوان (سپاہی) تھے۔ کیپٹن زبیری بڑا پکا مسلمان تھا۔ اس کے پاس چھوٹے چھوٹے تین ٹینک تھے اور مقابلے میں تین ہزار سے زیادہ ٹینک تھے۔ اُس نے اپنے مرکز سے رابطہ کیا کہ میرے پاس صرف تین ٹینک اور ایک سو جوان ہیں اور مقابلے میں تین ہزار سے زائد ٹینک ہیں اور ہزاروں کی تعداد میں فوج ہے۔ لہٰذا میرے لیے کیا حکم ہے؟ مرکز نے کہا کہ اپنے جوانوں کو نہ مرواؤ واپس آ جا۔ کیپٹن زبیری نے کہا کہ میں نے قرآن پاک میں پڑھا ہے کَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ۔

پس تم چوبیس گھنٹے کی اجازت دے دو۔ چنانچہ سو آدمیوں نے چھ ہزار کا مقابلہ کیا۔ تین ٹینکوں سے ہندوؤں کے تین ہزار ٹینکوں کے پرخچے اُڑا دیئے اور غالب آئے۔ تو قلت اور کثرت کی کوئی حیثیت نہیں۔ اصل چیز ایمان ہے۔ یہی وجہ ہے ہندو نوے کروڑ عوام اور ہم چودہ کروڑ مگر وہ ڈرتے ہیں۔ اگر یہ ہمارے شرابی حکمران اللہ سے ڈریں اور اللہ ان کو ہدایت دے۔ اگر یہ انسان بن جائیں تو کوئی بات ہی نہیں، یوں ہوگا جیسے بھیڑوں پر بھیڑیا حملہ کرتا ہے۔

تو جب طالوت رحمۃ اللہ علیہ اپنا تین سو تیرہ کا لشکر لے کر جالوت کے مقابلہ میں آ گئے اس کا ذکر ہے وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ جس بنی اسرائیل جالوت کے لشکر کے سامنے ہوئے، جالوت کا لشکر دیکھا وہ کثیر تعداد یعنی ایک لاکھ آدمی، تو اس وقت اللہ کے حضور گڑگڑا کر دعا کی، یعنی دعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے قَالُوْا اور کہا رَبَّنَآ اے

ہمارے رب اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا ہم پر صبر ڈال دے وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا اور ہمیں ثابت قدم رکھ وَانْصُرْنَا اور ہماری مدد فرما عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ کافر قوم کے مقابلے میں۔

حضرت داوٗد علیہ السلام اور جالوت کا مقابلہ :

ادھر جالوت نے دیکھا کہ مقابلے میں معمولی سا لشکر ہے تو کہنے لگا میری ساری فوج کو لڑنے کی ضرورت نہیں۔ اس لشکر کے لیے تو میں اکیلا ہی کافی ہوں۔ اس زمانے میں جنگ کا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ پہلے دونوں طرف سے ایک ایک آدمی لڑتا پھر گھمسان کی جنگ شروع ہوجاتی۔ تو جالوت خود میدان میں آیا اور مبارزت کی دعوت دی۔

حضرت طالوت رحمۃ اللہ علیہ کے لشکر میں حضرت داوٗد علیہ السلام کے والد ایساع بن عوبد بھی شامل تھے۔ ان کے چھ بیٹے تھے۔ پانچ تو جنگ میں شریک تھے اور حضرت داوٗد علیہ السلام کم سنی کی وجہ سے شریک نہیں تھے بلکہ اپنے بھائیوں کو سامان پہنچانے کے لیے وہاں پہنچے تھے۔ لشکر اسلام میں اللہ تعالیٰ کے پیغمبر حضرت اِشمویل علیہ السلام بھی موجود تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ جالوت کے مقابلے میں داوٗد (علیہ السلام) کو نکالو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے حضرت داوٗد علیہ السلام کے باپ کو بمع چھ بیٹوں کے طلب کیا اور فرمایا: داوٗد جالوت کا مقابلہ کریں گے۔ اُنھوں نے اثبات میں جواب دیا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کے نبی نے حضرت داوٗد علیہ السلام کو جالوت کے مقابلے میں نکالا۔ تو حضرت داوٗد علیہ السلام جب آرہے تھے راستے میں تین پتھر پڑے تھے وہ بولے کہ ہمیں اُٹھا لو ہم جالوت کو قتل کریں گے۔ تو وہی پتھر فلاخن پر رکھ کر مارے۔ جالوت کا صرف ماتھا کھلا تھا اور باقی تمام جسم لوہے میں بند تھا۔ تینوں پتھر ماتھے پر لگے اور پیچھے سے نکل گئے۔

جب یہ ہلاک ہوا تو اس کا لشکر بھاگا اور مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ اس کا ذکر ہے:

فَهَزَمُوهُمْ بِإِذْنِ اللّٰهِ پس اہل ایمان نے ان کافروں کو شکست دی اللہ تعالیٰ کے حکم سے وَقَتَلَ دَاوُدُ جَالُوتَ اور قتل کیا حضرت داؤد علیہ السلام نے جالوت کو وَاٰتٰهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ اور اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو سلطنت اور حکمت دی وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ اور ان کو سکھایا جو چاہا۔ آیت کے اگلے حصے میں اللہ تعالیٰ نے جہاد کا فلسفہ بیان فرمایا ہے:

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو بعض دوسروں کے ذریعے نہ ہٹاتے لَفَسَدَتِ الْاَرْضُ البتہ زمین خراب ہو جاتی۔ یعنی جب کسی گروہ نے زمین پر بدامنی پھیلانے کی کوشش کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے مقابلے میں دوسری جماعت کو بھیج کر مفسدین کا خاتمہ کر دیا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ اور لیکن اللہ تعالیٰ مہربانی کرنے والا ہے جہان والوں پر۔ یعنی جب وہ کسی ظالم کی بیخ کنی کرتا ہے تو یہ صحیح معنوں میں دنیا والوں پہ اس کا فضل ہوتا ہے۔

آگے فرمایا: تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ یہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں ہم تلاوت کرتے ہیں آپ پر حق کے ساتھ۔ یہ تمام واقعات بنی اسرائیل کے اور وہ قصہ بنی اسرائیل کا جو اُوپر گزرا یعنی ہزاروں کا نکلنا اور دفعتاً مرنا اور زندہ ہونا اور طالوت کا بادشاہ ہونا، یہ سب اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنائی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعے آپ کو بتاتے ہیں ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی تاریخ نہیں پڑھی اور نہ کسی تاریخ میں ایسے واقعات موجود ہیں۔ جو اس بات کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ تو فرمایا: وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اور بے شک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسولوں

میں سے ہیں۔ بلکہ خاتم النبیین ہیں اور نبوت کا سلسلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا ہے۔
اللہ تعالیٰ سمجھ کی توفیق عطا فرمائے۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۫ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿۲۵۳﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۵۴﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴿۲۵۵﴾

تِلْكَ الرُّسُلُ یہ پیغمبر ہیں فَضَّلْنَا ہم نے فضیلت دی بَعْضَهُمْ ان میں سے بعض کو عَلٰى بَعْضٍ بعض پر مِنْهُمْ ان میں سے بعض وہ ہیں مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ اور بلند کیے رب تعالیٰ نے ان میں سے بعض کے درجات وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اور دیئے ہم نے عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کو

الْبَیِّنٰتِ واضح نشانات وَاَیَّدْنٰهُ اور ہم نے تائید کی اُن کی بِرُوْحِ
الْقُدُسِ پاکیزہ روح کے ساتھ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا
مَا اقْتَتَلَ الَّذِیْنَ نہ لڑتے وہ لوگ مِنْۢ بَعْدِهِمْ جو ان کے بعد ہوئے
مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَیِّنٰتُ بعد اس کے کہ ان کے پاس واضح دلیلیں پہنچ
چکیں وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا اور لیکن اُنھوں نے اختلاف کیا فَمِنْهُمْ مَّنْ
اٰمَنَ پس بعضے ان میں سے وہ تھے جو ایمان لائے وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ
اور کچھ ان میں سے وہ تھے جنھوں نے کفر اختیار کیا وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ اور اگر
اللہ تعالیٰ چاہتا مَا اقْتَتَلُوْا وہ نہ لڑسکتے وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اور لیکن اللہ تعالیٰ
یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ کرتا ہے جو چاہتا ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اے وہ لوگو!
جو ایمان لائے ہو اَنْفِقُوْا خرچ کرو مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ اس چیز میں سے
جو ہم نے تمھیں رزق دیا ہے مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ پہلے اس سے کہ آئے
وہ دن لَّا بَیْعٌ فِیْهِ جس میں خرید وفروخت نہیں ہوگی وَلَا خُلَّةٌ اور نہ
دوستی وَّلَا شَفَاعَةٌ اور نہ سفارش وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ اور جو
کافر ہیں وہی ظالم ہیں اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اور اللہ تعالیٰ ہی معبودِ برحق ہے
جس کے سوا کوئی معبود نہیں اَلْحَیُّ زندہ رہنے والا ہے الْقَیُّوْمُ
قائم رکھنے والا ہے لَا تَاْخُذُهٗ نہیں پکڑتی اس کو سِنَةٌ اُونگھ وَّلَا
نَوْمٌ اور نہ نیند لَهٗ اسی کا ہے مَا فِی السَّمٰوٰتِ جو کچھ ہے آسمانوں

میں وَمَا فِی الۡاَرۡضِ اور جو کچھ زمین میں ہے مَنۡ ذَا الَّذِیۡ کون ہے وہ ذات یَشۡفَعُ جو سفارش کرے عِنۡدَہٗۤ اس کے ہاں اِلَّا بِاِذۡنِہٖ مگر اس کی اجازت سے یَعۡلَمُ جانتا ہے مَا بَیۡنَ اَیۡدِیۡہِمۡ جو ان کے آگے ہے وَمَا خَلۡفَہُمۡ اور جو ان کے پیچھے ہے۔ وَلَا یُحِیۡطُوۡنَ اور نہیں احاطہ کر سکتے بِشَیۡءٍ مِّنۡ عِلۡمِہٖۤ اللہ تعالیٰ کے علم میں سے کسی چیز کا اِلَّا بِمَا شَآءَ مگر وہ جو رب چاہے وَسِعَ کُرۡسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وسیع ہے کرسی اس کی آسمانوں وَالۡاَرۡضَ اور زمین پر وَلَا یَئُوۡدُہٗ حِفۡظُہُمَا اور نہیں تھکاتا رب تعالیٰ کو آسمانوں اور زمینوں کا حفاظت کرنا وَہُوَ الۡعَلِیُّ اور وہ بلند ذات ہے الۡعَظِیۡمُ بڑی عظمت والا ہے۔

رسولوں کے درجات:

اس سے پہلی آیت کے آخر میں یہ الفاظ تھے وَاِنَّکَ لَمِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ "اور اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! بے شک تو پیغمبروں میں سے ہے۔" تو مرسلین کا لفظ تھا اور اب اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تِلۡکَ الرُّسُلُ فَضَّلۡنَا بَعۡضَہُمۡ عَلٰی بَعۡضٍ یہ جن رسولوں کا ذکر ہم نے کیا ہے ان رسولوں میں سے بعض کو ہم نے بعض پر فضیلت دی ہے۔ جتنے پیغمبر دنیا میں تشریف لائے ہیں سب برحق ہیں ہمیں تمام کی تعداد قطعی طور پر معلوم نہیں ہے۔ ہاں! پچیس پیغمبروں کے نام قرآن مجید میں آئے ہیں۔ باقی حضرات انبیاء کے نام نہیں ہیں۔ اُن کا ذکر الرُّسُلَ، الۡمُرۡسَلِیۡنَ، مِنَ النَّبِیّٖنَ، اَنۡبِیَآءَ کے الفاظ میں اجمالاً آیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ہم پر انعام اور احسان ہے کہ رب تعالیٰ نے ہمیں اس بات کا پابند نہیں

کیا کہ سارے پیغمبروں کے نام اور اُن کی تعداد ہمیں معلوم ہونی چاہیے۔ ہمارے ایمان کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جتنے پیغمبر تشریف لائے ہمارا سب پر ایمان ہے اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ پہلے پیغمبر حضرت آدم علیہ السلام تھے۔ آخری پیغمبر جن کے بعد کسی کو نبوت نہیں ملی نہ ہی مل سکتی ہے۔ وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

تو فرمایا کہ یہ پیغمبر ہیں فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ہم نے فضیلت دی بعض کو بعض پر مِنْهُمْ ان پیغمبروں میں سے وہ بھی ہیں مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ جن سے اللہ تعالیٰ نے براہِ راست کلام کیا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں چھٹے پارے میں آتا ہے: وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا [النساء: ۱۶۴] "اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کے ساتھ کلام کیا۔" اور معراج کی رات اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کی وساطت کے بغیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کلام فرمایا اور اس کلام میں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین تحفے عطا فرمائے۔

❀ ایک تحفہ یہ تھا کہ پہلے نمازیں پچاس تھیں پھر گھٹا کر پانچ کر دی گئیں۔

❀ دوسرا تحفہ سورۂ بقرہ کی آخری آیات اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ سے لے کر آخر تک کی آیات اللہ تبارک وتعالیٰ نے براہِ راست آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائیں۔ جبرئیل علیہ السلام کی وساطت کے بغیر۔

❀ تیسرا تحفہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زبانی طور پر وعدہ فرمایا کہ میرا تیرے ساتھ وعدہ ہے کہ تیری اُمت میں سے وہ شخص مَنْ مَّاتَ لَا يُشْرِكُ بِيْ شَيْئًا جو مرا اس حال میں کہ اس نے میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرایا میں اس

کو بخش دوں گا۔ یہ الگ بات ہے کہ پہلے ہی قدم پر بخش دے یا کچھ سزا دے کر بخش دے۔ یہ اس کی مرضی ہے۔ اور شرک کرنے والے کو نہیں بخشے گا۔

وَرَفَعَ بَعۡضَهُمۡ دَرَجٰتٍ اور اللہ تعالیٰ نے ان پیغمبروں میں سے بعض کے درجے بلند فرمائے۔ اس بَعۡضَهُمۡ سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی مراد ہے۔ تمام پیغمبروں کے امام، تمام پیغمبروں کے سردار اور اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں پہلے نمبر کی شخصیت حضرت محمد رسول اللہ ہیں۔ ہمارے جیسے گناہ گاروں پر رب تعالیٰ کا بے حد احسان ہے کہ اس نے ہمارے جیسے گناہ گاروں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُمتی بننے کا شرف عطا فرمایا اور دعا کرو ہمیں سچا اُمتی بنائے نام کا نہیں۔ ہمارا ظاہر بھی، باطن بھی، عقیدہ بھی، عمل بھی، اخلاق بھی اور کردار بھی اُمتیوں کی طرح ہو۔ ایسا نہ ہو آدھا تیتر آدھا بٹیر کہ کلمہ نبی کا اور فرماں برداری غیر کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُمتی بننے کے واسطے حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے پیغمبر آرزو کرتے تھے کہ اے پروردگار! نبوت تو تو نے مجھے عطا کر دی ہے مجھے محمد رسول اللہ کے امتیوں میں سے اٹھا۔ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی۔ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں، نازل ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتیوں کی طرح سارے کام کریں گے۔ چالیس سال دنیا میں رہیں گے وَاٰتَيۡنَا عِيۡسَى ابۡنَ مَرۡيَمَ الۡبَيِّنٰتِ اور ہم نے دیں عیسیٰ بیٹے مریم علیہا السلام کو واضح دلیلیں جن کی تفصیل آگے اسی پارے میں آئے گی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کون کون سے معجزے عطا فرمائے۔

عیسیٰ کا لفظ اصل میں ایشوع تھا۔ یہ عبرانی لفظ ہے اس کے معنیٰ مبارک کے بھی ہیں اور سردار کے بھی ہیں اور مریم ان کی والدہ ماجدہ تھیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

مریم کا لفظی معنٰی ہے عابدۃ عبادت کرنے والی۔ عورتوں میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کو یہ خصوصیت عطا فرمائی کہ بغیر خاوند کے اللہ تعالیٰ نے بیٹا عطا فرمایا

وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ روح القدس سے جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں۔ معنٰی ہے پاکیزہ روح۔ دراصل بنی اسرائیلیوں نے اپنی خواہشات کو اسلام میں داخل کر کے اسلام کا نقشہ بگاڑ دیا تھا۔ اس کو تم اس طرح سمجھو کہ جس طرح آج کل اہل بدعت نے دین کا نقشہ بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔ بدعات ان کے نزدیک اسلام ہیں اور اہل سنت والجماعت کی علامتیں ہیں۔

تو جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اصلاح شروع فرمائی، مولوی، پیر، عوام سارے بگڑ گئے، مخالف ہو گئے۔ جس طرح آج تم کسی مقام پر بدعت کی تردید کرو تو بھڑوں کی طرح سارے تمھیں چمٹ جائیں گے۔ کیوں کہ برادری اور قوموں کے اعتبار سے جو بدعات ہیں وہ ان کا دین بنا ہوا ہے۔ آج تیجے، ساتویں، دسویں، عرس، میلاد کی تردید کرو تو نتیجہ تمھارے سامنے ہے کہ یہ لوگ کیا کہتے ہیں اور کرتے کیا ہیں۔ صرف وہ لوگ تمھارا ساتھ دیں گے جن کو رب تعالیٰ نے سمجھ عطا فرمائی ہے۔

بدعات کی نحوست :

یاد رکھنا! بدعات دین کی مخالفت کا نام ہے۔ ان سے دین کا نقشہ بگڑ جاتا ہے۔ اور یہ بات میں کئی دفعہ عرض کر چکا ہوں کہ سو گناہِ کبیرہ ایک طرف ہوں تو ان کا گناہ ہلکا ہے اور ایک بدعت کا گناہ زیادہ ہے۔ اس لیے کہ گناہ جتنے بھی ہیں ان سے دین کا نقشہ نہیں بدلتا کیوں کہ کوئی ان کو دین نہیں سمجھتا۔ اور بدعت کے ذریعے دین کا نقشہ بدل جاتا ہے۔ اس لیے کہ بدعت کو دین سمجھ کر اُس پر عمل کیا جاتا ہے۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب ان کے غلط کاموں کی تردید شروع فرمائی تو لوگ مخالف ہو گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت

کے لیے جبرئیل علیہ السلام کو مقرر فرمایا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام اکثر ان کے ساتھ رہتے تھے۔

یہ تفصیل تو تم پہلے سن چکے ہو کہ طالوت رحمۃ اللہ علیہ کی جالوت کے ساتھ لڑائی ہوئی۔ تین سو تیرہ یہ تھے اور ایک لاکھ کا لشکر ان کا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح عطا فرمائی۔ قتال اور جہاد کا ذکر تھا۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتے مَا اقْتَتَلَ نہ لڑتے الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ وہ لوگ جو ان پیغمبروں کے بعد آئے مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بعد اس کے کہ ان کے پاس واضح دلیلیں آچکی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ چاہے تو سب کو ایمان پر مجبور کر سکتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے کہ مرضی سے ایمان لاؤ، مرضی سے کفر کرو۔ اس لیے وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا اور لیکن لوگوں نے اختلاف کیا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ تو بعضے ان میں سے وہ ہیں جو مرضی سے ایمان لائے وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ اور ان میں سے وہ بھی ہیں جنھوں نے مرضی سے کفر اختیار کیا۔ یعنی اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب کو ایمان پر مجبور کر دیتا جیسے فرشتے سارے کے سارے معصوم ہیں۔ فرشتوں میں کوئی کافر نہیں ہے۔ نہ ہندو، نہ سکھ، نہ یہودی، نہ عیسائی۔ سارے کے سارے مومن ہیں تو وہ کر سکتا تھا کہ سارے کے سارے انسانوں کو اور سارے کے سارے جنات کو مومن بنا دیتا وہ قادر مطلق ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو اختیار دیا ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ پس جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے خیر اور شر کے راستے بتا دیئے ہیں، ایمان اور کفر کے راستے بتا دیئے ہیں۔ پیغمبر بھیجے ہیں، کتابیں نازل فرمائیں ہیں اور ہر دور میں حق کی آواز کانوں تک پہنچانے والے آدمی رب نے کھڑے کیے ہیں اور اتمامِ حجت کر دی ہے۔

اللہ کی راہ میں خرچ کرو:

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا مَا اقْتَتَلُوْا وہ نہ لڑتے۔ وہ اس طرح کہ سب کو ایمان پر مجبور کر دیتا، وہ کر سکتا تھا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ اور لیکن اللہ تعالیٰ کرتا ہے جو ارادہ کرتا ہے اور اس کا ارادہ یہ ہے کہ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ پس جو چاہے اپنی مرضی سے ایمان لائے اور جو چاہے اپنی مرضی سے کفر کرے۔ اس سے پہلے رکوع میں جہاد کا ذکر تھا اور جہاد کے لیے مال خرچ کرنا بھی ضروری ہے کیوں کہ بغیر مال کے اسلحہ اور جہاز مہیا نہیں ہو سکتے اور اسی طرح بعض مجاہد ایسے ہوتے ہیں کہ وہ اپنی جان تو پیش کر سکتے ہیں مگر مال نہیں پیش کر سکتے ان کو مالی امداد کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اے ایمان والو! اَنْفِقُوْا خرچ کرو مِمَّا اس مال سے رَزَقْنٰكُمْ جو ہم نے تمھیں دیا ہے۔ اگر تمھیں یہ گھمنڈ ہے کہ یہ مال تم نے حاصل کیا ہے تو یہ غلط ہے۔ رزق اللہ تعالیٰ نے دیا ہے تم نے ہاتھ پیر مارے ہیں۔ مگر دنیا میں بہت سارے لوگ ایسے ہیں کہ محنت بہت زیادہ کرتے ہیں اور پیسے تھوڑے ملتے ہیں۔ بعض ایسے بھی ہیں ان کی محنت تھوڑی ہوتی ہے مگر پیسے زیادہ ملتے ہیں۔ یہ کون دیتا ہے؟ تو اگر محنت پر موقوف ہوتا تو سب کچھ مزدور ہی لے جاتا اور جو پنکھے کے نیچے سکون سے بیٹھا ہے اس کو ٹکا بھی نہ ملتا۔ تو رزق رب کے پاس ہے۔ ہاں اس نے یہ بتایا ہے کہ حلال طریقہ سے کماؤ، حرام طریقے سے حاصل نہ کرو۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر حرام کا ایک بھی لقمہ کھاؤ گے تو چالیس دن تک دعاؤں کی قبولیت سے محروم ہو جاؤ گے۔ تو فرمایا خرچ کرو اس مال میں سے جو ہم نے دیا

ہے مِنْ قَبْلِ پہلے اس سے اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ کہ آئے وہ دن کہ جس میں خرید وفروخت نہیں ہوگی۔ وہ قیامت کا دن ہے۔ قرآن پاک میں رب تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ فرض کرو یہ ساری زمین مشرق سے لے کر مغرب تک، شمال سے لے کر جنوب تک اور زمین کی سطح سے لے کر آسمان کی چھت تک سونا ہی سونا ہو جائے (اب تم اندازہ لگاؤ کہ سونا کتنا قیمتی ہے۔) تو فرمایا اگر بالفرض کسی کے پاس ہو اور اس وقت ایمان حاصل کرنے کے لی وہ سارا سونا خرچ کر دے وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ اور اتنی ہی زمین اور ہو، اور وہ زمین بھی سونے سے بھری ہوئی ہو۔ اور مجرم اس بات کو پسند کرے کہ یہ دو زمینیں سونے کی بھری ہوئی اُس سے لے لی جائیں اور اُسے ایمان دے دیا جائے تو یہ سودا نہیں ہوگا۔

اور یہ سودا بھی نہیں ہوگا کہ مجرم کو کہا جائے گا کہ آج تیرے بدلے تیری ماں، تیرے باپ، تیری بیوی، تیرے بیٹے، تیرے بھائی، تیری بہن، تیرے دوست کو عزیز کو وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـْٔوِيْهِ اور تیری ساری برادری کو وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا اور جو زمین میں ہیں سب کو تیرے بدلے میں دوزخ میں ڈال دیں اور تجھے دوزخ سے نکال دیں تو کیا تو اس سودے پر راضی ہے؟ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ مجرم پسند کرے گا کہے گا ہاں! اے پروردگار میری ماں، میرے باپ، میری اولاد، میرے بہن بھائیوں بلکہ سارے خاندان کو اور سب لوگوں کو دوزخ میں ڈال دے اور مجھے نکال دے۔ كَلَّا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ سودا نہ ہوگا، ہرگز نہیں ہوگا صرف اس کو بتانا مقصد ہوگا کہ آج تو کیا کچھ کرنے کے لیے تیار ہے۔

دین داروں کی شفاعت :

تو فرمایا وہ دن ہے کہ لَّا بَيۡعٌ فِيۡهِ کہ اس میں کوئی خرید و فروخت نہیں ہو گی وَلَا خُلَّةٌ اور نہ خالی دوستی کام آئے گی۔ ہاں! اتنی بات یاد رکھنا! یہ قرآن پاک سے ثابت ہے اَلۡاَخِلَّاۤءُ يَوۡمَئِذٍۢ بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الۡمُتَّقِيۡنَ "دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر پرہیز گار۔" یعنی مومنوں کی دوستی برقرار رہے گی، وہ کام آئے گی اور کافر کو کفر کی حالت میں کسی کی دوستی کام نہیں آسکتی۔

بخاری شریف میں روایت ہے کہ ایک مجرم کو حکم ہو گا کہ اس کو دوزخ میں ڈال دو اس کے ساتھ جو نمازیں پڑھتے تھے، روزے رکھتے تھے۔ وہ دیکھیں گے کہ ہمارا وہ ساتھی جو ہمارے ساتھ نمازوں میں شرکت کرتا تھا، ہمارے ساتھ روزے رکھتا تھا وہ آج دوزک میں جا رہا ہے۔ تو سارے پُرزور اپیل کریں گے کہ اے پروردگار! یہ تو ہمارے ساتھ نمازیں پڑھتا تھا، روزے رکھتا تھا۔

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اس کے گناہ زیادہ ہیں اس کو دوزخ میں بھیجتے ہیں اپنی سزا بھگت کے آجائے گا، تم جنت میں چلے جاؤ یہ بھی کسی وقت تمھیں آملے گا۔ وہ کہیں گے اے پروردگار! ہم تو اس کے بغیر جنت میں نہیں جائیں گے۔ اس کو رب دوزخ میں ڈال دے گا۔ لیکن یہ پُرزور اپیل کریں گے، عاجزی کریں گے، منت کریں گے تو رب تعالیٰ فرمائیں گے تم دوزخ میں چلے جاؤ تمھارے لیے دوزخ جنت بنی ہو گی اپنے دوست کو بازو سے پکڑو اور جنت میں لے جاؤ۔ تو مومن کی دوستی کام آئے گی۔ اسی واسطے جماعت کی نماز کا بڑا اثر ہے جن کے ساتھ مل کر نمازیں پڑھیں، اُٹھے بیٹھے اگر خود اتنے اعمال نہیں کہ سیدھا جنت میں چلا جائے بلکہ کمی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کمی کو ان کی سفارش سے پورا

فرمائیں گے۔

وَلَا شَفَاعَةٌ اور نہ سفارش ہوگی۔ کافر کے لیے کوئی سفارش نہ ہوگی۔ مومن کے لیے سفارش حق ہے، پیغمبروں کی سفارش ہوگی، فرشتوں کی شفاعت ہوگی، قرآن پاک کے حافظوں کی ہوگی، اولیاء اللہ کی ہوگی، چھوٹے بچے جو فوت ہو گئے ان کی شفاعت ہوگی، درجہ بہ درجہ سب کی شفاعت حق ہے۔ اور کافروں کے لیے نہیں ہوگی اس لیے فرمایا وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ اور جو کافر ہیں وہ ظالم ہیں ان کے لیے کوئی سفارش نہیں ہے۔

آیۃ الکرسی کی فضیلت :

قرآن کریم سارا ہی اللہ تعالیٰ کا کلام ہے مگر سارے قرآن کریم میں سب سے زیادہ فضیلت والی یہ آیت الکرسی ہے اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ سے لے کر وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ تک۔ ایک آیت ہے اور یہ ہر مسلمان کو یاد ہونی چاہیے۔

بخاری شریف کی روایت ہے کہ جو شخص اس کو صبح پڑھے گا شام تک جنات اور شیطان کے شر سے محفوظ رہے گا اور جو شام کو پڑھے گا وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے ساتھ صبح تک جنات اور شیاطین سے محفوظ رہے گا۔ یہ خود بھی یاد کرو اور بچوں کو بھی یاد کراؤ، عورتوں کو بھی یاد کراؤ اور انھیں یہ سبق دو کہ صبح جس وقت اُٹھیں تو یہ آیت کریمہ پڑھیں۔ اور رات کو جب سوئیں یہ آیت کریمہ پڑھ کے سوئیں۔ اس آیت کریمہ سے زیادہ درجے والی اور کوئی آیت قرآن مجید میں نہیں ہے اور اس آیت کو آیۃ الکرسی کہتے ہیں۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اللہ تعالیٰ ہی ہے اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے، کوئی حاجت روا، مشکل کشا، فریاد رس اور دست گیر نہیں ہے اَلْحَيُّ ہمیشہ سے زندہ ہے اور اس پر

موت نہیں آئے گی، نہ اس کی ابتداء، نہ انتہاء الْقَيُّوْمُ کے دو معنے کرتے ہیں۔ قائم رہنے والا کہ اس پر زوال نہیں ہے اور دوسرا معنیٰ قائم رکھنے والا بھی کرتے ہیں اَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ "اے پروردگار! تو آسمانوں اور زمینوں کو قائم رکھنے والا ہے۔" یعنی تیرے حکم سے یہ زمین اور آسمان کھڑے ہیں لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ نہیں پکڑتی اللہ تعالیٰ کو اُونگھ۔ نیند سے پہلے جو غنودگی سی آتی ہے اللہ تعالیٰ کو وہ بھی نہیں آتی وَّلَا نَوْمٌ اور نہ نیند لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ اسی کے واسطے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے۔ وہی خالق، وہی مالک، وہی متصرف، یہ سب کچھ اسی کے قبضہ میں ہے مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ کون ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارش کرے اِلَّا بِاِذْنِهٖ مگر رب کے حکم کے ساتھ۔

قیامت والے دن جب ساری کائنات میدانِ محشر میں حساب کے انتظار میں ہوگی۔ آنحضرت ﷺ سجدے میں گر پڑیں گے ایک ہفتے کی مقدار کا لمبا سجدہ ہوگا یا دو ہفتوں کی مقدار کا سجدہ ہوگا۔ اور بخاری شریف کی روایت ہے يُلْهِمُنِيْ بِمَحَامِدَ لَمْ تَحْضُرْنِيَ الْآنَ اللہ تعالیٰ مجھے ایسے ایسے کلمات سجدے میں القا فرمائیں گے جو مجھے اس وقت معلوم نہیں ہیں۔ ان کلمات کے ساتھ رب تعالیٰ کی تسبیح بیان کروں گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے یا محمد (ﷺ)! اِرْفَعْ رَاْسَكَ اِشْفَعْ تُشَفَّعْ اے محمد (ﷺ) سر اُٹھاؤ، سفارش کرو تمھاری سفارش قبول ہوگی۔ اس کا نام ہے شفاعۃ الکبریٰ۔ تمام کائنات کے لیے سفارش ہوگی کہ ان کا حساب جلدی ہو۔

تو اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی سفارش نہ کر سکے گا يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ جو انسانوں کے آگے ہے رب اس کو بھی جانتا ہے وَمَا خَلْفَهُمْ اور جو ان کے پیچھے

ہے رب اس کو بھی جانتا ہے وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اور نہیں احاطہ کر سکتے اللہ تعالیٰ کے علم میں سے کسی چیز کا اِلَّا بِمَا شَآءَ مگر جتنا رب تعالیٰ چاہے کسی کو دے۔ ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے جتنا علم دیا ہے وہ اور کسی کو عطا نہیں کیا۔ لیکن باوجود کثیر علم حاصل ہونے کے عالم الغیب صرف رب ہے اور عالم الغیب کا معنیٰ یہ ہے کہ ایک رتی اور ایک ذرہ اس کے علم سے خارج نہ ہو اور وہ صرف رب ہے جس کی یہ صفت ہے۔ ہاں اخبار الغیب، انباء الغیب اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو بتائی گئی ہیں اور سب سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوئی ہیں تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ "یہ سب غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔" کل غیب، یہ صرف رب کی صفت ہے اس میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

فرمایا وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وسیع ہے کرسی اس کی آسمانوں اور زمینوں پر۔ یہ سات آسمان ہیں ان کے اوپر کرسی ہے، اوپر عرش ہے۔ کرسی اور عرش کی نسبت دارقطنی کی روایت میں اس طرح آیا ہے جیسے ایک بڑا وسیع میدان ہو اور اس میں ایک ٹائر پڑا ہو بس وغیرہ کا۔ تو بتاؤ اس ٹائر کی کیا حیثیت ہے اس میدان میں۔ اسی طرح سات آسمان اور سات زمینیں اس کرسی کے مقابلے میں ایسے ہی ہیں جیسے وسیع میدان میں ٹائر پڑا ہو۔ اور پھر عرش اور کرسی کی نسبت فرمایا اس طرح سمجھو کہ عرش وہ میدان ہے اور کرسی اس کے مقابلے میں ایک ٹائر ہے جو پڑا ہے۔ جسم کے لحاظ سے عرش سے بڑا جسم کسی شے کا نہیں ہے اور درجے کے اعتبار سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑا کوئی نہیں ہے وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا اللہ تعالیٰ کو زمین اور آسمانوں کی حفاظت نہیں تھکاتی۔ اس ذات کے سامنے ان کی حفاظت کرنا کوئی دشوار کام نہیں ہے وَهُوَ الْعَلِيُّ اور وہ

بہت بلند ذات ہے اَلۡعَظِیۡمُ اور بہت بڑی ذات ہے۔ تو آج سے شوق کے ساتھ صبح کے وقت بھی آیۃ الکرسی پڑھو اور شام کو سوتے وقت پڑھو، عورتوں اور بچوں کو پڑھاؤ تا کہ تم جنات اور شیاطین کے شر سے محفوظ ہو جاؤ۔ یہ قلعہ ہے قلعہ۔

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۗ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۵۶﴾ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۗ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـئُهُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ۗ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵۷﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِيْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّيَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْيٖ وَاُمِيْتُ ۗ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۵۸﴾

لَآ اِكْرَاهَ نہیں ہے کوئی جبر اور زور فِي الدِّيْنِ دین کے بارے میں قَدْ تحقیق کے ساتھ تَّبَيَّنَ خوب واضح ہوچکی ہے الرُّشْدُ بھلائی اور نیکی مِنَ الْغَيِّ گمراہی سے فَمَنْ يَّكْفُرْ پس جس نے انکار کیا بِالطَّاغُوْتِ طاغوت کا وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ اور ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر فَقَدِ اسْتَمْسَكَ پس تحقیق کے ساتھ اس نے پکڑ لیا بِالْعُرْوَةِ دستہ الْوُثْقٰى جو مضبوط کڑا یا رسی ہے لَا انْفِصَامَ لَهَا نہیں ہے اس کے

واسطے ٹوٹنا، یعنی وہ ٹوٹے گا نہیں وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اللہ تعالیٰ آقا اور سرپرست ہے ان لوگوں کا جو ایمان لائے یُخْرِجُھُمْ ان کو نکالتا ہے مِّنَ الظُّلُمٰتِ اندھیروں سے اِلَی النُّوْرِ روشنی کی طرف وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اور وہ لوگ جو کافر ہیں اَوْلِیٰٓئُھُمُ الطَّاغُوْتُ ان کے ساتھی ہیں طاغوت یُخْرِجُوْنَھُمْ ان کو نکالتے ہیں مِّنَ النُّوْرِ روشنی سے اِلَی الظُّلُمٰتِ اندھیروں کی طرف اُولٰٓئِکَ وہ اَصْحٰبُ النَّارِ دوزخ والے ہیں ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ وہ ہمیشہ دوزخ میں رہا کریں گے اَلَمْ تَرَ کیا تجھے معلوم نہیں اِلَی الَّذِیْ اس شخص کا واقعہ حَآجَّ جس نے جھگڑا کیا اِبْرٰھٖمَ ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ فِیْ رَبِّہٖٓ اس کے رب کے بارے میں اَنْ اس لیے جھگڑا کیا اٰتٰہُ اللّٰہُ الْمُلْکَ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ملک دیا تھا اِذْ قَالَ اِبْرٰھٖمُ جب کہا ابراہیم علیہ السلام نے رَبِّیَ الَّذِیْ میرا رب وہ ہے یُحْیٖ جو زندہ کرتا ہے وَیُمِیْتُ اور مارتا ہے قَالَ اس شخص نے کہا اَنَا اُحْیٖ وَاُمِیْتُ میں بھی زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں قَالَ اِبْرٰھٖمُ فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے فَاِنَّ اللّٰہَ پس بے شک اللہ تعالیٰ یَاْتِیْ لے آتا ہے بِالشَّمْسِ سورج کو مِنَ الْمَشْرِقِ مشرق کی طرف سے فَاْتِ بِھَا پس تو لے آ اس کو مِنَ الْمَغْرِبِ مغرب کی

طرف سے فَبُهِتَ الَّذِيْ پس حیران کردیا گیا وہ شخص كَفَرَ جو کافر تھا وَاللّٰهُ اور اللہ تعالیٰ لَا يَهْدِي نہیں ہدایت دیتا الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ظالم قوم کو۔

یہودِ مدینہ کی حالت :

مدینہ منورہ میں مالی لحاظ سے اور علمی اور سیاسی لحاظ سے بھی یہود کا تسلط تھا۔ ابھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف نہیں لے گئے تھے۔ تو اس وقت مدینہ طیبہ میں یہود ہی کا اثر ورسوخ تھا۔ اور مشرکین کے دو خاندان تھے ایک اوس اور دوسرا خزرج اور یہ دونوں خاندان زمیندار تھے۔ ان کی زمینیں تھیں، باغات تھے یہود کے پاس بھی کافی زمینیں اور باغات تھے مگر تجارت پر ان کا غلبہ تھا۔ وہ لوگ جو غریب تھے ان میں سے ایسے بھی تھے جو اپنا خرچہ بھی پورا نہیں کر سکتے تھے انھوں نے اپنے بچے یہود کے حوالے کر دیئے تھے کہ ان کا خرچہ بھی تم برداشت کرو اور ان کو تعلیم بھی تم نے دینی ہے۔ چونکہ وہ کھاتے پیتے لوگ تھے بچے بھی ان کے خوش رہتے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے، اسلام پھیلا وہ لوگ جن کے بچے یہودیوں کے قبضہ میں تھے اُنھیں فکر ہوئی کہ یہودیوں نے ہمارے بچوں پر یہودیت کا رنگ چڑھا دیا ہے اور ایک صحابی جن کا نام ابوالحصین تھا (ضاد کے ساتھ) رضی اللہ عنہ۔ ان کے دو لڑکے عیسائی بھی ہو گئے، بالغ تھے، تجارت کرتے تھے۔ اُنھوں نے اپنے بیٹوں پر سختی کی کہ میں مسلمان ہوں تم بھی مسلمان ہو جاؤ۔ اُنھوں نے کہا ہم نے نہیں ہونا۔ باپ نے خاصا زور لگا، مارا پیٹا بڑا کچھ کیا مگر وہ بڑے پکے تھے مسلمان نہ ہوئے۔

اسی طرح جب مدینہ طیبہ سے یہود کو جلاوطن کیا گیا خیبر کی طرف تو ان کے ہاں جو

مسلمانوں کے بچے تھے وہ بھی ساتھ چلے گئے۔ ماں باپ نے خاصا زور لگایا کہ تم ہمارے بچے ہو۔ کہنے لگے نہیں ہم تمھارے نہیں ہیں اور وہ بچے بھی عاقل بالغ ہو چکے تھے۔ اس موقع پر آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ حضرت! اب ہم کیا کریں؟ ہمارے بچے ہیں، کوئی یہودی ہے، کوئی عیسائی ہے اور ہم بڑا زور لگاتے ہیں مگر وہ ایمان کی طرف نہیں آتے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نازل ہوا:

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ کہ دین میں جبر کوئی نہیں ہے۔ تبلیغ ہے، ترغیب ہے، دین کی خوبیاں بیان کرو ان کے عقیدے کی خرابیاں بیان کرو مگر ڈنڈے کے زور پر کسی کو منوانا یہ صحیح نہیں ہے۔ تبلیغ کرو جن کے دل صاف ہوں گے یقیناً حق کو قبول کریں گے اور جو ضدی ہیں انھوں نے خدا کے پیغمبروں کی بھی باتیں نہیں مانیں۔ ان کا کوئی علاج نہیں ہے۔ اور جبر اس لیے نہیں ہے کہ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ تحقیق کے ساتھ واضح ہو چکی ہے بھلائی مِنَ الْغَيِّ گمراہی سے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابوں کے ذریعے، اپنے پیغمبروں کے ذریعے اور پیغمبروں کے نائبین کے ذریعے حق اور ہدایت کو خوب واضح کر دیا ہے اور یہ بھی بتا دیا ہے کہ یہ کفر ہے، گمراہی ہے، بدی ہے، یعنی نیکی اور بدی کی الگ الگ حقیقت بیان کر دی ہے۔

بعض لوگوں نے یہاں سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ جو مرتد ہے اس کو سزا نہیں دینی چاہیے۔ شرعی طور پر مسئلہ یہ ہے کہ جو شخص مرتد ہو جائے اس کو تین دن کی مہلت دی جائے گی کہ اپنے شکوک وشبہات پیش کرے۔ اگر ایک عالم حل نہیں کر سکے گا دوسرا کرے گا۔ دوسرا نہیں کر سکے گا تیسرا کرے گا۔ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ خدائی تعلیم ہو اور اس پر اعتراضات ہوں ان کے جوابات نہ ہو۔ تین دن کے بعد بھی اگر وہ اپنے کفر پر ڈٹا رہا

تو اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ تو بعض لوگوں نے اس آیت کریمہ سے استدلال کیا ہے کہ لَآ اِکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ دین میں کوئی جبر نہیں ہے لہٰذا اس کو کیوں قتل کیا جاتا ہے اور اس کو کیوں اسلام پر مجبور کیا جا رہا ہے۔ لیکن ان نادانوں نے بات کو سمجھا نہیں۔

ابتداءً کسی کافر کو اسلام پر مجبور نہیں کیا جا سکتا کہ تو مسلمان ہو جا ورنہ تجھے قتل کر دیا جائے گا، لیکن جو مسلمان ہو جائے اور اس کے بعد پھر مرتد ہو جائے وہ باغی ہے اور باغی کا مسئلہ الگ ہے۔ آج کوئی بھی حکومت اپنے باغی کو معاف کرنے کے لیے تیار نہیں ہے تو جو شخص رب کا باغی ہو جائے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا باغی ہو جائے اس کو کس طرح معاف کیا جا سکتا ہے اور اس کو کس طرح نجات مل سکتی ہے۔

طاغوت کا معنیٰ :

فرمایا فَمَنْ یَّکْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ پس جس نے طاغوت کا انکار کیا وَیُؤْمِنْ بِاللّٰهِ اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا۔ تو طاغوت کیا ہے؟ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ طاغوت کا معنیٰ شیطان بھی کرتے ہیں۔ اور طاغوت کا معنیٰ جادو بھی ہے اور صنم یعنی بت بھی ہے۔ اور طاغوت کا معنیٰ ساحر جادوگر بھی ہے۔ اور طاغوت کاہن، فال نکالنے والے کو بھی کہتے ہیں۔ تو شیطان، بت، جادو اور جادوگر اور فال نکالنے والے یہ سب طاغوت ہیں۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کُلُّ مَا یُعْبَدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ "اللہ تعالیٰ سے ورے ورے جس کی عبادت کی جاتی ہے۔ مثلاً: لات ہے، منات ہے، عُزّیٰ ہے، کوئی ہو وہ سب طاغوت ہیں۔" اور مومن کا فریضہ ہے طاغوت کا انکار کرنا۔ شیطان کی اطاعت کا بتوں کی عبادت کا انکار کرنا، جادوگروں کے جادوؤں کا انکار کرنا۔ اسی طرح فال نکالنے والوں کے پاس جانے سے انکار کرنا۔

وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى پس تحقیق انھوں نے پکڑ لیا مضبوط کڑا یا دستہ۔ گاڑیوں کے سفر تم نے کیے ہوں گے۔ پائیدانوں کے قریب مضبوط دستے لگے ہوتے ہیں۔ جو شخص اس دستے کو پکڑ لے گا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے ساتھ وہ محفوظ رہے گا، گرے گا نہیں۔ اور جس دستے کو مومن نے پکڑ لیا وہ ایسا ہے لَا انْفِصَامَ لَهَا اس دستے کے لیے ٹوٹنا نہیں ہے۔ تو جس نے اس دستے کو پکڑ لیا مضبوطی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہ محفوظ رہے گا۔

امیر شریعت کا دلچسپ واقعہ :

جو پرانے بزرگ ہیں اُنھوں نے امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہوگا اور ان کی تقریریں بھی سنی ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو تقریر کا بہت بڑا ملکہ عطا فرمایا تھا۔ پانچ پانچ، چھ چھ، سات سات، آٹھ آٹھ گھنٹے تقریر فرماتے تھے۔ ہم نے ان کی تقریروں میں ہندوؤں اور سکھوں کو بھی روتے ہوئے دیکھا ہے۔

گوجرانوالا میں ان کی تقریر تھی، بہت بڑا مجمع تھا تو کسی نے رقعہ دیا کہ تم لوگوں کو ایمان کی دعوت دیتے ہو حالانکہ تم خود کافر ہو۔

اُن دنوں بریلویت کا زور تھا اور دیوبندیوں کو کھلے طور پر کافر کہتے تھے، اپنی مسجدوں میں داخل نہیں ہونے دیتے تھے۔ اگر کسی مسجد میں دیوبندی داخل ہوتا تو اُسے دھو دیتے تھے اور کہتے تھے کہ ایک دیوبندی مسجد میں داخل ہو جائے تو وہ پلید ہو جاتی ہے اور اگر سو خنزیر داخل ہوں تو کچھ نہیں ہوتا۔

اب الحمد للہ! ملک میں وہ حالات نہیں ہیں۔ پہلے وہ اپنے جلسوں میں ان مسائل کا یعنی حاضر ناظر وغیرہ کا باقاعدہ عنوان رکھتے تھے۔ عالم الغیب کا عنوان رکھتے تھے، مختارِ

کل کا عنوان رکھتے تھے۔اب الحمدللہ! وہ قصے نہیں رہے۔ ہماری کتابوں نے خاصا اثر کیا ہے۔اب یہ عنوان نہیں رکھتے۔ہاں ضمنی طور پر اپنا عقیدہ بیان کرتے ہیں۔

امیر شریعت عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نے چٹ پکڑا دی کہ تم تو کافر ہو۔ حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ بڑے ذہین اور حاضر جواب تھے۔یہاں جین والی کھوہی کے مقام پر جلسہ تھا۔بہت بڑا مجمع تھا۔اس مجمع میں حضرت نے جنت کی خوبیاں بیان فرمائیں کہ جنت میں یہ ملے گا، یہ ملے گا۔ایک باباجی کھڑے ہو کر کہنے لگے کہ حضرت شاہ جی! یہ بتائیں کہ جنت میں حقہ بھی ملے گا؟ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہاں! حقہ ملے گا لیکن آگ لینے کے لیے دوزخ میں جانا پڑے گا۔

تو حضرت نے رقعہ پڑھ کر سنایا اور فرمایا کہ میں کافر ہوں، کافر ہوں اور مجھے اپنے کفر پر فخر ہے۔ ہمارا اس وقت طالب علمی کا زمانہ تھا ہمیں بہت غصہ آیا کہ رقعہ والے نے بھی کہا ہے کہ تم کافر ہو اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی فرماتے ہیں کہ ہاں میں کافر ہوں اور مجھے اپنے کفر پر فخر ہے۔پھر حضرت نے اعوذ باللہ پڑھا اور بسم اللہ پڑھی اور قرآن پاک پڑھنا شروع کیا اور قرآن شریف پڑھنے کا حضرت کا انداز نرالا ہوتا تھا۔ جی چاہتا کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پڑھتے رہیں اور آدمی سنتا رہے۔تو حضرت نے یہ آیت پڑھی فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ ۔فرمایا: میں کافر ہوں مگر طاغوت کا کافر ہوں، اللہ کا کافر نہیں ہوں اور میرے ہاتھ میں مضبوط دستہ ہے۔پھر انگریز پر چڑھ گئے، بے ٹکٹے اور چھ سات گھنٹے انگریز کے خلاف تقریر کی۔ یہ اس وقت کے طاغوت تھے انھوں نے مسلمانوں پر بڑے مظالم ڈھائے تھے۔

وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ سنتا بھی ہے اور جانتا بھی ہے اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ

اللہ تعالیٰ آقا ہے، مددگار ہے ان لوگوں کا اٰمَنُوْا جو ایمان لائے یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اللہ تعالیٰ ان کو اندھیروں سے، کفر، شرک اور برائی کے اندھیروں سے نکالتا ہے اِلَى النُّوْرِ نور کی طرف۔ یعنی نورِ ایمان، نورِ توحید، نورِ اسلام اور نورِ حق کی طرف وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اور وہ لوگ جو کافر ہیں اَوْلِيٰٓـئُهُمُ الطَّاغُوْتُ ان کے ساتھی اور دوست طاغوت ہیں۔ وہ شیطان کا گروہ ہے۔ جادوگر، بت، شیطان یہ سب ان کے ساتھی ہیں يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ وہ ان کو نکالتے ہیں روشنی سے اندھیروں کی طرف۔ ایمان سے کفر کی طرف لے جاتے ہیں وہ کفر کی تبلیغ کرتے ہیں، عقیدے بگاڑتے ہیں، اخلاق بگاڑتے ہیں اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ یہ لوگ دوزخ والے ہیں هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ آگے اللہ تعالیٰ ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نمرود سے مناظرہ :

حضرت ابراہیم علیہ السلام جس دور میں پیدا ہوئے اس دور میں ایک قوم تھی عمالقہ، یہ عملیق کی نسل سے تھے۔ اس وقت ان کا اقتدار تھا۔ نمرود ابن کنعان یہ اس وقت بادشاہ تھا اور ملک عراق تھا۔ جس مقام پر حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے وہ اس ملک کا دارالخلافہ تھا اور اس کا نام تھا کُوثیٰ بروزن طوبیٰ۔ آج کے جغرافیہ میں اس شہر کا نام ہے اُر۔ آج وہ چھوٹا سا قصبہ معلوم ہوتا ہے مگر اس زمانے میں وہ دارالخلافہ تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد جن کا نام آزر تھا وہ اس وقت وزیر مذہبی امور تھے۔ جس جگہ بت خانہ بنانا ہوتا تھا یا جہاں کہیں بت رکھنے ہوتے تھے یا کہیں مجاور رکھنے ہوتے تھے، یہ ان کی ذمہ داری تھی یعنی یہ محکمہ ان کے سپرد تھا۔ مگر خدا تعالیٰ کی شان دیکھو کہ باپ بت بنانے

والوں میں ہے اور بیٹا بت گرانے والوں میں ہے۔ وہ بت ساز ہے اور یہ بت شکن ہے۔ باپ کے ساتھ الگ مناظرہ ہو رہا ہے، قوم کے ساتھ الگ مناظرہ ہو رہا ہے، وقت کے بادشاہ کے ساتھ الگ مناظرہ ہو رہا ہے۔ اس وقت اس گفتگو کا ہے جو نمرود ابن کنعان کے ساتھ ہوئی۔

اَلَمْ تَرَ کیا تجھے معلوم نہیں ہے اِلَى الَّذِیْ اس شخص کا واقعہ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ جس نے جھگڑا کیا ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ فِیْ رَبِّهٖۤ اس کے رب کے بارے میں یہ جھگڑا کرنے والا نمرود ابن کنعان جو اس وقت کا بادشاہ تھا۔ اور جھگڑا اس بات پر ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو رب تعالیٰ کی توحید کی دعوت دی کہ تم رب تعالیٰ کی وحدانیت کے قائل ہو جاؤ۔ درمیان میں جملہ معترضہ ہے۔ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ اس لیے اس نے جھگڑا کیا کہ رب تعالیٰ نے اس کو ملک دیا تھا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ رب تعالیٰ کا شکر ادا کرتا نہ یہ کہ رب تعالیٰ کے بارے میں جھگڑا شروع کرتا۔

علامہ خازن رحمۃ اللہ علیہ بڑے چوٹی کے مفسر ہیں، ان کی تفسیر خازن مشہور ہے۔ اپنی تفسیر میں وہ لکھتے ہیں کہ ساری دنیا کے چار بادشاہ ہوئے ہیں۔ اِثْنَانِ كَافِرَانِ وَاِثْنَانِ مُسْلِمَانِ ، دو کافر تھے جن کا ساری دنیا پر اقتدار قائم ہوا۔ ایک نمرود ابن کنعان اور ایک بُخْتُ نَصَّرَ ایرانی ، یہ مجوسی کافر تھا۔ اور دو مسلمان بادشاہ ہوئے ہیں جن کا ساری دنیا پر اقتدار قائم ہوا۔ ایک حضرت سلیمان علیہ السلام اور دوسرے ذوالقرنین رحمۃ اللہ علیہ۔ جن کا واقعہ قرآن پاک کے سولہویں پارے میں آتا ہے۔ اسکندر ابن فیلقوس اس کا نام تھا۔ ان کی جائے پیدائش مقدونیہ ہے جو یونان کے ملک میں ایک جگہ ہے۔ ان کا زمانہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ کے قریب قریب تھا۔ جو بڑے مومن اور موحد تھے۔

تو نمرود ابن کنعان بڑی عمر کا تھا۔ بعض تفسیروں میں لکھا ہے کہ اس کی عمر چار سو سال تھی۔ اور یہ کچھ بعید نہیں ہے اتنی عمر ہو سکتی ہے۔ لیکن تھا بڑا ضدی اور ہٹ دھرم۔ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ جھگڑا کیا تو اِذْ قَالَ اِبْرٰھٖمُ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ کہ میرا رب وہ ہے جو زندہ بھی کرتا ہے اور مارتا بھی ہے۔ قَالَ اس نمرود نے کہا اَنَا اُحْیٖ وَاُمِیْتُ میں بھی زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں۔ اس نے اس طرح کیا کہ ایک مجرم جس کو ماتحت عدالتوں نے موت کی سزا دی تھی اور اب صرف بادشاہ کے پاس رحم کی اپیل باقی تھی۔ وہ کہنے لگا کہ دیکھو جی عدالتیں اس کو موت کی سزا دے چکی ہیں۔ میں اس کو رہا کرتا ہوں لہٰذا میں نے مُردے کو زندہ کر دیا اور ایک بے چارہ بے گناہ سامنے آیا۔ اس کو پکڑ کر قتل کر دیا۔ کہنے لگا میں بھی زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں۔

حالانکہ اُحْیٖ وَاُمِیْتُ کا یہ مفہوم نہیں تھا۔ بلکہ مفہوم تو یہ تھا کہ ظاہری کوئی سبب نہ ہو پھر وہ مارتا ہے اور زندہ کرتا ہے۔ جس طرح اس نے سمجھا اس طرح تو گولی سے بھی آدمی مار دیتا ہے تو پھر معاذ اللہ یہ سارے خدا بن گئے۔ جیسے چور، ڈاکو، غنڈے یہ سب بدمعاش آدمیوں کو مارتے ہیں تو یہ سارے خدا بن گئے؟ موت وحیات کا مطلب یہ ہے کہ بغیر کسی ظاہری سبب کے مارنا بھی اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور پیدا کرنا بھی اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ نمرود اسباب کی طرف چلا گیا۔ حضرت علیہ السلام ابراہیم بجائے اس کے کہ اس کو موت وحیات کا معنیٰ سمجھانے میں الجھتے بلکہ اس سے واضح دلیل کی طرف منتقل ہو گئے۔

قَالَ اِبْرٰھٖمُ فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے فَاِنَّ اللّٰہَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ پس بے شک اللہ تعالیٰ لاتا ہے سورج کو مشرق کی طرف سے اور مغرب کی طرف لے جاتا

ہے۔تو اگر خدائی کا دعویٰ کرتا ہے تو فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ پس تو لا مغرب کی طرف سے۔امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عُذرِ لنگ کا اس کو یہاں بھی موقع تھا کہ وہ کہہ سکتا تھا کہ یہ سورج جو مشرق کی طرف سے طلوع ہوتا ہے یہ تو روزانہ میں کرتا ہوں۔اے ابراہیم! اگر تیرا کوئی رب ہے تو اس کو کہو کہ مغرب کی طرف سے لائے۔لیکن وہ اگر ایسا کہتا تو اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تصدیق کے لیے سورج مغرب کی طرف سے طلوع کر کے دکھا دیتا۔

اور ایک وقت آئے گا کہ سورج مغرب کی طرف سے طلوع ہوگا۔یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ مطلع بالکل صاف ہوگا لوگ دیکھیں گے کہ صبح صادق نہیں ہو رہی۔ بڑے حیران ہوں گے کہ بادل بھی نہیں دھند بھی نہیں سورج طلوع نہیں ہو رہا۔اس دوران سورض مغرب کی طرف سے طلوع ہوگا اور اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ اس کے بعد توبہ کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی اور اس کے بعد اگر کوئی ایمان لائے گا تو اس کی بھی کوئی حیثیت نہیں ہوگی۔یہ سورج دوپہر تک آئے گا پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوگا کہ تو پہلے کی طرح مشرق سے طلوع ہو کر اپنی تاخیر کو پورا کر لے۔تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے جتنا وقت درمیان میں گزرا ہوگا سورج اپنی تاخیر پوری کرے گا۔اس کے بعد دنیا تقریباً ایک سو بیس سال رہے گی، پھر اسرافیل علیہ السلام صور پھونک دیں گے۔

فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ پس حیران ہو گیا وہ شخص جو کافر تھا۔ہمارے حضرت مرحوم مولانا حسین علی رحمہ اللہ تعالیٰ۔وہ ہمارے مرشد اور پیر ہیں اور حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں، بہت بلند پایہ بزرگوں میں سے تھے۔وہ اپنی میانوالوی بولی میں ترجمہ فرمایا کرتے تھے فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ "پس کافر بھرڑی دا پچّی تھی گیا۔"

وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا ظالم قوم کو۔ جو قوم کفر و شرک پر ڈٹی ہوئی ہو تو اللہ تعالیٰ زبردستی کسی کو ہدایت نہیں دیتا۔

اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ

وَّهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۵۹﴾ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ ؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا ؕ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۶۰﴾ ع ۳۵

اَوْ كَالَّذِيْ یا اس شخص کی طرح ہے مَرَّ جو گزرا عَلٰى قَرْيَةٍ ایک بستی کے پاس سے وَّهِيَ خَاوِيَةٌ اور وہ گری ہوئی تھی عَلٰى عُرُوْشِهَا اپنی چھتوں کے بل قَالَ کہا اس نے اَنّٰى کس طرح يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ آباد کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ بَعْدَ مَوْتِهَا اس کے تباہ ہو جانے کے بعد فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ پس اس کو اللہ نے موت میں رکھا مِائَةَ

عَامٍ سو سال ثُمَّ بَعَثَهٗ پھر اس کو زندہ کیا قَالَ فرمایا كَمْ
لَبِثْتَ کتنا عرصہ تم مرے رہے ہو قَالَ کہا اس نے لَبِثْتُ يَوْمًا
اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ مرا رہا میں ایک دن یا دن کا کچھ حصہ قَالَ فرمایا رب
تعالیٰ نے بَلْ لَّبِثْتَ بلکہ تو مرا رہا مِائَةَ عَامٍ سو سال فَانْظُرْ اِلٰى
طَعَامِكَ پس دیکھ تو اپنے کھانے کی طرف وَشَرَابِكَ اور اپنے پینے کی
چیز کی طرف لَمْ يَتَسَنَّهْ وہ متغیر نہیں ہوئی وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ اور
دیکھ اپنے گدھے کی طرف وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً اور تا کہ بنائیں ہم تجھے نشانی
لِّلنَّاسِ لوگوں کے لیے وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ اور دیکھ ہڈیوں کی طرف
كَيْفَ نُنْشِزُهَا کیسے ہم ان کو جوڑتے ہیں ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا پھر ہم
چڑھاتے ہیں ان ہڈیوں پر گوشت فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ پس جب اچھی طرح
واضح ہوئی حقیقت اس کے سامنے قَالَ کہا اس نے اَعْلَمُ میں
جانتا ہوں اَنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ہر چیز پر
قادر ہے وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ اور جس وقت فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے رَبِّ
اَرِنِيْ اے میرے رب تو مجھے دکھا كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى کس طرح تو
زندہ کرے گا مُردوں کو قَالَ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اَوَلَمْ تُؤْمِنْ
کیا تو ایمان نہیں لایا قَالَ بَلٰى فرمایا ہاں ایمان لایا ہوں وَلٰكِنْ
لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ اور لیکن تا کہ میرا دل مطمئن ہو جائے قَالَ فرمایا

رب تعالیٰ نے فَخُذْ پس پکڑ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ چار پرندے فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ پس ان کو مانوس کر لے اپنے ساتھ ثُمَّ اجْعَلْ پھر رکھ تو عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ ہر پہاڑ پر ان میں سے جُزْءًا حصہ ثُمَّ ادْعُهُنَّ پھر تم ان کو بلاؤ يَأْتِيْنَكَ سَعْيًا آئیں گے تیرے پاس دوڑتے ہوئے وَاعْلَمْ اور تو جان لے اَنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ غالب ہے حکمت والا ہے۔

اس سے پہلی آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود ابن کنعان کا مکالمہ بیان فرمایا۔ اور آج کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے دو واقعے بیان فرمائے ہیں۔

صہیونیت کا معنیٰ :

پہلا واقعہ اس طرح ہے کہ ایک پہاڑ ہے جس کا نام ہے صہیون۔ آج کل اخبارات میں اس کا تلفظ غلط تحریر کیا جاتا ہے صیہون لکھتے ہیں پہلے ی پھر ہا۔ قاموس وغیرہ میں تصریح ہے صہیون یعنی پہلے ہا ہے پھر یا ہے، بروزن فِرزَون۔ یہ پہاڑ سمندر کی سطح سے تقریباً پانچ ہزار فٹ کی بلندی پر ہے۔ جیسے ہمارے ہاں کوہ مری ہے۔ اس پہاڑ پر شہر تھا بیت المقدس۔ مُقدس اسم مفعول کے صیغے کے ساتھ بھی درست ہے اور مَقْدِس بھی درست ہے۔ جیسا کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے تہذیب الاسماء واللغات میں تصریح فرمائی ہے۔

حضرت عزیر علیہ السلام کا واقعہ :

یہ شہر بڑا مشہور اور مرکزی تھا اور کافی آبادی تھی۔ حضرت عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ایک سفر میں اس کے پاس سے گزرے۔ اس شہر کو بُخْتِ نَصَّر ایرانی نے جو بڑا ظالم اور جابر بادشاہ تھا حملہ کر کے تباہ و برباد کر دیا تھا۔ تفسیر ابوسعود وغیرہ میں ہے کہ چالیس ہزار علماء جو تورات کے حافظ تھے ان کو قتل کر دیا۔ یہ چونکہ مجوسی تھا اس واسطے تورات کو ختم کر دیا۔ قتل وغارت کے ساتھ مکان بھی گرا دیئے، بالکل کھنڈرات بن گئے اور حضرت عُزیر علیہ السلام نے اس شہر کو بڑا آباد دیکھا تھا۔

(جیسے کوئٹہ پہلے بڑا اہم شہر ہوتا تھا۔ اکتیس مئی ۱۹۳۵ء میں جب وہاں زلزلہ آیا تو کوئٹہ تباہ ہو گیا۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ تباہ و برباد ہو گئے۔ مجھے باسٹھ سال بعد پھر کوئٹہ جانا پڑا۔ میں نے غرق ہونے سے پہلے کوئٹہ دیکھا تھا۔ اب جب کہ دیکھا تو وہ پہلے سے بھی زیادہ بارونق تھا۔)

اور اب حضرت عزیر علیہ السلام نے دیکھا تو بالکل تباہ و برباد اور کھنڈر بن چکا تھا۔ عُزیر علیہ السلام اپنے گدھے پر سوار تھے اور کھانے کے لیے انجیر ان کے پاس تھی اور کچھ پھلوں سے نکلا ہوا جوس یعنی نبیذ بھی ان کے پاس تھی۔ جب وہاں سے گزرے اور شہر کی تباہی اور بربادی دیکھی تو حیران ہوئے اور تعجب کے ساتھ کہا کہ یہ شہر پھر آباد ہوگا؟ کیا اللہ تعالیٰ اس کو پھر آباد کرے گا اور کس طرح کرے گا؟ اللہ تعالیٰ نے حضرت عُزیر علیہ السلام کو وفات دے دی۔ وہ سو سال مُردہ رہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ ان کے پاس جو انجیر اور جوس تھا وہ سو سال تک خراب نہ ہوئے۔ حالانکہ تمام پھلوں میں جلدی خراب ہونے والا پھل انجیر ہے۔ اس کا ذکر قرآن پاک میں ہے وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ۔ اللہ تعالیٰ نے تین (انجیر) میں

بڑی خصوصیات رکھی ہیں۔ یہ معدے کو درست کرتا ہے، بواسیر کے لیے بڑا مفید ہے۔ خون کی اصلاح کے لیے بہت عمدہ ہے۔ گھٹنوں کے درد اور دیگر جسم کے دردوں کے لیے بڑا مفید ہے مگر زیادہ دیر رہ نہیں سکتا۔ البتہ لوگ خشک کر کے رکھتے ہیں اور جوس بھی زیادہ دیر صحیح نہیں رہتا خراب ہو جاتا ہے۔ اور گدھا مرا ہوا اور اس کی ہڈیاں بکھری پڑی تھیں حالانکہ گدھا زیادہ دیر زندہ رہ سکتا ہے مگر یہ رب تعالیٰ کی قدرت تھی جو چیز جلد خراب ہونے والی تھی وہ محفوظ اور جو دیر تک رہ سکتی ہے اس کی ہڈیاں بکھری پڑی ہیں۔

سو سال کے بعد جب رب تعالیٰ نے ان کو اُٹھایا تو فرمایا کہ تم کتنا عرصہ ٹھہرے رہے ہو؟ تو فرمایا پروردگار! ایک دن یا دن کا کچھ حصہ۔ یعنی اگر وہی دن ہے تو دن کا کچھ حصہ ہے اور اگر دوسرا دن ہے تو پھر مکمل دن ہے۔ قَالَ رب تعالیٰ نے فرمایا بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ تم ٹھہرے ہو موت کی حالت میں سو سال فَانْظُرْ دیکھو اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ اپنے انجیر کو اور جوس کو لَمْ يَتَسَنَّهْ ان میں کوئی تغیر پیدا نہیں ہوا وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ اور اپنے گدھے کو۔ تیرے سامنے ہم اس کی بکھری ہوئی ہڈیوں کو جوڑیں گے اور ان پر گوشت چڑھائیں گے، چمڑا چڑھائیں گے تیرا گدھا بن جائے گا۔

سو سال کے بعد جب واپس گئے تو جس شہر میں آباد تھے اس کا حلیہ بھی بدلا ہوا تھا۔ ان کے پڑوس میں ایک عورت تھی وہ اس وقت جوان ہوتی تھی جس وقت حضرت عزیر علیہ السلام یہاں سے گئے تھے۔ اب وہ بوڑھی اور آنکھوں سے نابینا ہو گئی تھی۔ اور بے چاری کے گھٹنے، ٹخنے جڑ (پتھرا) گئے تھے چل پھر نہیں سکتی تھی۔ اس بوڑھی کو بیٹھے دیکھا تو اس سے دریافت فرمایا اَيْنَ بَيْتُ عُزَيْرٍ کہ عزیر علیہ السلام کا گھر کہاں ہے؟ تو اس نے کہا تم کون ہو؟ فرمایا میں عزیر ہوں علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اُس نے کہا کہ عزیر اس وقت کہاں سے

آ گئے وہ تو کہیں فوت ہو گئے ہوں گے۔ فرمایا نہیں میں عزیر ہوں۔ بوڑھی کہنے لگے وہ تو بڑے مقبول الدعا تھے۔ اگر واقعی تو عزیر ہے تو میرے واسطے دُعا کر کہ میری آنکھیں درست ہو جائیں تا کہ میں تجھے بھی دیکھوں اور دوسری چیزوں کو بھی دیکھوں اور میں اپاج ہو گئی ہوں اُٹھ نہیں سکتی دعا کر کہ رب مجھے درست کر دے۔

حضرت عزیر علیہ السلام نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اس بوڑھی کی آنکھیں درست فرما دیں اور پاؤں بھی تندرست ہو گئے اور وہ چلنے پھرنے لگ گئی۔ وہ ان کو لے کر گئی کہ آؤ میں تمھیں تمھارا گھر دکھاتی ہوں۔ پہلے حضرت عزیر علیہ السلام کا گھر کنارے پر تھا مگر اب آبادی کے پھیل جانے کی وجہ سے درمیان میں آ گیا تھا۔ اس وقت حضرت عزیر علیہ السلام کا ایک بیٹا زندہ تھا۔ جس کی عمر ایک سو اٹھارہ سال تھی۔ پوتے پڑپوتے بھی بوڑھے ہو گئے تھے۔ اُس مائی نے دکھایا کہ یہ تمھارا گھر ہے۔ جب عزیر علیہ السلام اندر داخل ہونے لگے تو پوتے پڑپوتوں نے کہا کہ بابا کہاں جا رہے ہو؟ جواب دیا کہ میں اپنے گھر جا رہا ہوں۔ کہنے لگے واپس جا یہاں تیرا گھر کہاں سے آ گیا؟ اس بوڑھی نے کہا کہ تمھارا باپ ہے، دادا ہے۔

حضرت عزیر علیہ السلام کے بیٹے نے کہا کہ ہمیں باپ کی دو چیزیں یاد ہیں۔ ان کے بین الکتفین، دونوں کندھوں کے درمیان چاند کی طرح ایک نشان تھا اور دوسری چیز یہ ہے کہ وہ تورات کے حافظ تھے۔ چنانچہ ان کا کرتہ اُٹھایا گیا تو دونوں کندھوں کے درمیان چاند کا نشان موجود تھا۔ اور انھوں نے تورات کھول کر آپ علیہ السلام کے آگے رکھی کہ سنائیں۔ چنانچہ اُنھوں نے ساری تورات سنا دی تو سب کو یقین آ گیا کہ واقعی حضرت عزیر علیہ السلام ہیں۔ اُن کے ان معجزوں کو دیکھ کر یہود نے ان کو رب کا بیٹا بنا دیا۔ **وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ**

عُزَیْرُ ابْنُ اللّٰهِ "اور کہا یہود نے کہ عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔" وہ اللہ تعالیٰ کے صاحبِ معجزات پیغمبر تھے۔ یہ ان کا ذکر ہے۔

اَوْ كَالَّذِیْ یا اس شخص کی مثال مَرَّ عَلٰى قَرْیَةٍ جو گزرا ایک بستی کے پاس سے۔ وہ بیت المقدس کی بستی تھی وَّ هِیَ خَاوِیَةٌ اور وہ بستی گری ہوئی تھی عَلٰى عُرُوْشِهَا اپنی چھتوں کے بل۔ وہ اس طرح کہ پہلے چھتیں گریں پھر ان کے اوپر دیواریں گریں قَالَ فرمایا اَنّٰى کس طرح یُحْیٖ زندہ کرے گا آباد کرے گا هٰذِهِ اللّٰهُ اس شہر کو اللہ تعالیٰ بَعْدَ مَوْتِهَا اس کے مرچکنے کے بعد یعنی تباہ ہونے کے بعد فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ پس اللہ تعالیٰ نے اس کو مُردہ رکھا سو سال ثُمَّ بَعَثَهٗ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو اُٹھایا قَالَ اللہ تعالیٰ نے فرمایا كَمْ لَبِثْتَ کتنا دیر تو ٹھہرا رہا قَالَ فرمانے لگے لَبِثْتُ یَوْمًا ٹھہرا میں ایک دن اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ یا دن کا کچھ حصہ قَالَ فرمایا اللہ تعالیٰ نے بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ بلکہ تم ٹھہرے ہو موت کی حالت میں سو سال فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ پس دیکھ تو اپنے کھانے کی چیز کی طرف جو کہ انجیر کے دانے تھے وَ شَرَابِكَ اور اپنے پینے کی چیز کی طرف، جو کہ جوس تھا لَمْ یَتَسَنَّهْ نہ کھانا متغیر ہوا اور نہ جوس خراب ہوا وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ اور دیکھ اپنے گدھے کی طرف وَ لِنَجْعَلَكَ اٰیَةً اور تاکہ بنائیں ہم تجھے نشانی لِّلنَّاسِ لوگوں کے واسطے وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَیْفَ نُنْشِزُهَا اور دیکھ ہڈیوں کی طرف کیسے ہم ان کو جوڑتے ہیں ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا پھر ہم پہناتے ہیں ان ہڈیوں پر گوشت فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗ پس جب اچھی طرح واضح ہوئی حقیقت اس کے سامنے قَالَ کہا اس نے اَعْلَمُ میں جانتا ہوں اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

دوسرا واقعہ: وَاِذْ قَالَ اِبْرٰھٖمُ اور جب فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے رَبِّ اے میرے رب اَرِنِیْ تو مجھے دکھا کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی تو کس طرح مُردوں کو زندہ کرے گا۔ یعنی مُردوں کو زندہ کرنے کی کیفیت کیا ہے؟ کَیْفَ کے لفظ ہیں قَالَ فرمایا اَوَلَمْ تُؤْمِنْ کیا تو ایمان نہیں لایا کہ میں مُردوں کو زندہ کیا کرتا ہوں قَالَ بَلٰی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اے پروردگار! میرا ایمان ہے کہ تو مردوں کو زندہ کرتا ہے وَلٰکِنْ اور لیکن (کیفیت دیکھ کر) لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ تاکہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔ نفسِ احیاءِ موتی کا تو مجھے یقین ہے لیکن کیفیت دیکھ کر مزید میں اطمینان اور تسلی حاصل کرنا چاہتا ہوں۔

قَالَ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَخُذْ اَرْبَعَۃً مِّنَ الطَّیْرِ پس پکڑ لے تو چار پرندے فَصُرْھُنَّ اِلَیْکَ پس مانوس کر تو ان کو اپنے ساتھ۔ وہ چار پرندے کیا تھے؟

تفسیر بیضاوی، ابو السعود، معالم التنزیل وغیرہ تفسیروں میں ہے کہ ایک مور تھا جس کو اپنے حسن پر بڑا گھمنڈ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی بڑی خوب صورت شکل بنائی ہے۔ پاؤں ذرا بد صورت سے ہوتے ہیں۔

- دوسرا ان میں سے مرغا تھا۔ اور مرغے میں شہوت زیادہ ہوتی ہے۔
- تیسرا ان میں سے غُراب (کوا) یہ خسیس الطبع ہوتا ہے۔ طبعی شرافت سے محروم ہوتا ہے۔
- چوتھا کبوتر تھا اور کبوتر اپنی مراد حاصل کرنے میں جلدی کرتا ہے۔ اور انسان انھی چیزوں سے مرکب ہے۔ شہوت اللہ تعالیٰ نے اس میں رکھی ہے۔ اپنے حسن و جمال پر مغرور رہتا ہے۔ خسیس الطبع بھی ہے اِلَّا مَا شَآءَ اللہ، اللہ تعالیٰ کے نیک بندے بھی

دنیا میں موجود ہیں لیکن اکثر خسیس الطبع ہیں۔ اور ہر آدمی اپنی مراد حاصل کرنے میں جلد بازی سے کام لیتا ہے۔ تو یہ چار جانور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لیے اور اُن کو اپنے ساتھ مانوس کیا۔ اور جانور بھی آدمی کے ساتھ مانوس ہو جاتے ہیں۔ طوطا دیکھو، مَینا دیکھو، انکو مانوس کرو تمھارے ساتھ بیٹھیں گے بلکہ تمھارے ہاتھ سے چیزیں چھین لیں گے۔

جب وہ مانوس ہو گئے جس وقت ان کو بلاتے وہ جانور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچ جاتے۔ تو فرمایا اب تو اِن جانوروں کو ذبح کر اور ان کے سر اپنے پاس رکھ لے اور باقی جو گوشت ہے اس کا قیمہ بنا اور اس قیمے میں ہڈیاں، پَر، ٹانگیں، ہر چیز ملا دے اور سب کا اکٹھا قیمہ بنانا ہے اور پھر قریب قریب جو پہاڑ ہیں وہ قیمہ شدہ گوشت تھوڑا تھوڑا کر کے رکھ دے سروں کے بغیر۔ جب ابراہیم علیہ السلام نے رکھ دیا تو فرمایا اب تو ان کو بلا۔ مثلاً: پہلے مرغ کو آواز دے کہ اے مرغ! آجا۔ چونکہ سب کا گوشت کاٹ کاٹ کر اکٹھا قیمہ بنایا تھا تو انھوں نے دیکھا کہ فضا میں مرغ کا گوشت دوسروں سے الگ ہو کر مرغ کے سر کے ساتھ جڑ گیا۔ اور رب نے اس میں جان ڈال دی۔ وہ مرغا اسی طرح بولنے لگا جس طرح پہلے بولتا تھا۔

اسی طرح کوے کا گوشت بھی دوسروں سے الگ ہو کر اپنے سر کے ساتھ آملا۔ اسی طرح مور کا گوشت مور کے سر کے ساتھ مل گیا اور وہ زندہ ہو گیا۔ تو چاروں پرندے جس طرح پہلے تھے اسی طرح ہو گئے۔ یہ ان تفسیروں کا خلاصہ ہے جو بیضاوی معالم التنزیل، مدارک، ابو سعود وغیرہ میں ہے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: فَخُذْ أَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ اے ابراہیم علیہ السلام! پس تو پکڑ چار پرندے فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ پس تو ان کو اپنی طرف مانوس کر۔ ثُمَّ اجْعَلْ عَلَىٰ

كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا پھر ذبح کر کے ان کو رکھ دے۔آس پاس کی تمام پہاڑیوں پر ان کے ٹکڑے رکھ دے ثُمَّ ادْعُهُنَّ پھر تو ان کو بلا يَأْتِينَكَ سَعْيًا وہ زندہ ہو کر تیرے پاس دوڑتے ہوئے آئیں گے۔ تو رب تعالیٰ نے کیفیت بیان فرمائی اِحیاءِ موتیٰ کی۔ کیوں کہ نفس موتیٰ کے احیاء پر تو یقین تھا مگر اس کی کیفیت نہ دیکھی تھی کہ اجزاء کس طرح جڑتے ہیں اور ان میں جان کس طرح ڈالی جاتی ہے۔ وہ سب کچھ آنکھوں کے ساتھ دیکھ لیا وَاعْلَمْ اور اے ابراہیم! جان لے اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ غالب بھی ہے حکمت والا بھی ہے۔ وہ جو چاہے کرے اُس کے لیے کوئی کام مشکل نہیں ہے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۱﴾ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۶۲﴾ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ؕ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ﴿۲۶۳﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۶۴﴾

مَثَلُ الَّذِيْنَ مثال ان لوگوں کی يُنْفِقُوْنَ جو خرچ کرتے ہیں اَمْوَالَهُمْ اپنے مال فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں كَمَثَلِ حَبَّةٍ جیسے مثال ہے دانے کی اَنْۢبَتَتْ جس دانے نے اُگائے سَبْعَ سَنَابِلَ سات خوشے فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ ہر خوشے میں مِّائَةُ حَبَّةٍ سو دانے ہیں وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ اور اللہ بڑھاتا ہے لِمَنْ يَّشَآءُ جس کے لیے چاہے وَاللّٰهُ اور اللہ تعالیٰ وَاسِعٌ کشائش کرنے والا ہے

عَلِیْمٌ جاننے والا ہے اَلَّذِیْنَ وہ لوگ یُنْفِقُوْنَ جو خرچ کرتے ہیں اَمْوَالَھُمْ اپنے مال فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں ثُمَّ لَا یُتْبِعُوْنَ پھر نہیں جتاتے اُس کے پیچھے مَآ اَنْفَقُوْا جو اُنھوں نے خرچ کیا مَنًّا احسان وَّلَآ اَذًی نہ اذیت دیتے ہیں لَّھُمْ اَجْرُھُمْ ان کے واسطے ان کا اجر ہے عِنْدَ رَبِّھِمْ اُن کے رب کے ہاں وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ اور نہ خوف ہوگا ان پر وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ اور نہ وہ غم کریں گے قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ بات اچھی وَّمَغْفِرَۃٌ اور درگزر کرنا خَیْرٌ بہتر ہے مِّنْ صَدَقَۃٍ اس صدقے سے یَّتْبَعُھَآ اَذًی جس صدقے کے پیچھے دکھ اور اذیت ہو وَاللّٰہُ غَنِیٌّ اور اللہ تعالیٰ بے پروا ہے حَلِیْمٌ تحمل کرنے والا ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِکُمْ نہ باطل کرو اپنے صدقات کو بِالْمَنِّ احسان جتلا کر وَالْاَذٰی اور اذیت پہنچا کر کَالَّذِیْ اس شخص کی طرح یُنْفِقُ مَالَہٗ جو خرچ کرتا ہے اپنا مال رِئَآءَ النَّاسِ لوگوں کو دکھانے کے لیے وَلَا یُؤْمِنُ اور نہیں ایمان لاتا بِاللّٰہِ اللہ تعالیٰ پر وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اور آخرت کے دن پر فَمَثَلُہٗ پس اس کی مثال کَمَثَلِ صَفْوَانٍ جیسے مثال ہے ایک چٹان کی عَلَیْہِ تُرَابٌ اس چٹان پر مٹی ہے فَاَصَابَہٗ وَابِلٌ پس پہنچی اس پر زور کی بارش فَتَرَکَہٗ

صَلۡدًا پس چھوڑ دیا اس چٹان کو صاف لَا یَقۡدِرُوۡنَ نہیں قادر عَلٰی شَیۡءٍ کسی چیز پر مِّمَّا کَسَبُوۡا جو انھوں نے کمائی وَاللّٰہُ لَا یَھۡدِی الۡقَوۡمَ الۡکٰفِرِیۡنَ اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا اس قوم کو جو کفر پر اڑی رہے۔

انفاق فی سبیل اللہ کی شرائط :

اس سے دو رکوع پہلے ذکر تھا یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡفِقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰکُمۡ "اے ایمان والو! خرچ کرو اس مال میں سے جو ہم نے تمھیں دیا ہے۔" اب مال کے قبول ہونے کی شرائط کا ذکر کرتے ہیں۔ اور کچھ شرائط اس رکوع میں بیان ہوں گی اور کچھ اگلے رکوع میں۔ اے ایمان والو! جو مال تم خرچ کرتے ہو اس کے واسطے کچھ شرائط بھی ہیں۔ اگر وہ شرائط پائی گئیں تو پھر تمھارا مال اللہ تعالیٰ کے راستے میں قبول ہوگا۔ ان تمام شرائط کا میں خلاصہ بیان کرتا ہوں۔ تمام اعمال کے لیے پہلی اور بنیادی شرط ایمان ہے۔ اگر ایمان ہے تو نماز بھی قبول ہے، خیرات بھی قبول ہے، روزہ اور حج بھی قبول ہے۔ غرضیکہ جو بھی نیکی کرو گے قبول ہوگی کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ایمان کی حالت میں جو بھی نیکی کرو گے قبول کروں گا۔ اگر ایمان نہیں تو کوئی نیکی قبول نہیں ہے۔

تیرھویں پارے میں رب تعالیٰ نے مثال کے ذریعہ سمجھایا ہے مَثَلُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِرَبِّھِمۡ اَعۡمَالُھُمۡ کَرَمَادِ ٪اشۡتَدَّتۡ بِہِ الرِّیۡحُ فِیۡ یَوۡمٍ عَاصِفٍ [ابراہیم:۱۸] "جن لوگوں نے اپنے پروردگار سے کفر کیا اُن کے اعمال کی مثال راکھ کی سی ہے کہ آندھی کے دن اُس پر زور کی ہوا چلے تو اُسے اُڑا کر لے جاتی ہے۔" کیوں کہ اس میں ٹھہرنے کی قوت نہیں ہے۔ اسی طرح کافروں کے اعمال ہیں کہ وہ ایمان کے بغیر راکھ کے ڈھیر کی طرح ہیں کیوں کہ کافر بھی اچھے کام کرتے ہیں۔ انھوں نے ہسپتال بنائے، سڑکیں اور

پُل بناتے ہیں یعنی رفاہِ عام کے کام وہ کرتے ہیں۔ بلکہ تم یہ کہہ سکتے ہو کہ مسلمان قوم سے بڑھ چڑھ کر کرتے ہیں۔ اس واسطے وہ کہتے تھے کہ ہم جو نیک کام کرتے ہیں کیا ہمیں ان کا اجر نہیں ملے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کفر کی حالت میں جو کام کرتے ہیں وہ راکھ کے ڈھیر کی مانند ہیں۔

تو اعمال کی بنیاد ایمان ہے اور ایمان میں جتنی قوت ہوگی عمل اُتنا ہی وزنی ہوگا۔ دوسری شرط ہے اخلاص۔ اگر عمل ہے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے تو اس کا اجر ملے گا۔ اور اگر ریاکاری کے لیے ہے تو اس کے متعلق فرمایا كَالَّذِیْ یُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ اس شخص کی طرح جس نے خرچ کیا لوگوں کو دکھانے کے لیے تو وہ برباد ہے اس کا کوئی اجر نہیں ہے بلکہ گناہ ہے۔ تیسری شرط ہے اتباعِ سنت یعنی اگر عمل سنت کی پیروی میں ہوگا تو قبول ہوگا اور اگر ظاہری طور پر عمل اچھا نظر آتا ہے مگر سنت کی مہر نہیں لگی ہوئی تو وہ برباد اور بے کار ہے۔ ایمان، اخلاص اور اتباعِ سنت۔ اگر یہ تین شرطیں موجود ہیں تو اعمال اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہیں۔ پھر آگے مال کے لیے یہ شرط بھی آئے گی کہ حلال اور طیب بھی ہو۔ کیوں کہ حرام کے مال کا صدقہ خیرات قبول نہیں ہے۔ اس مقام پر ارشاد ہے:

مَثَلُ الَّذِیْنَ ان لوگوں کے خرچ کرنے کی مثال یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ جو خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ تعالیٰ کے راستے میں۔ عام حالات میں ایک نیکی کا اجر دس گنا ہے۔ قرآن پاک میں ہے: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا جس نے نیکی کی پس اس کو دس گنا اجر ملے گا۔ مثلاً: ایک مرتبہ کہتا ہے سبحان اللہ! تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی دس نیکیاں لکھی گئیں۔ اسی طرح ایک مرتبہ کسی مسلمان بھائی کو کہتا ہے السلام علیکم! دس نیکیاں مل گئیں یا سلام کا جواب دیتا ہے وعلیکم السلام! اللہ تعالیٰ کے

فضل وکرم سے دس نیکیاں مل گئیں اور فی سبیل اللہ کی مد میں ادنیٰ نیکیاں سات سو گنا ہیں اور فی سبیل اللہ کی کافی مدات ہیں۔

پہلے نمبر کی مد علمِ دین حاصل کرنا ہے۔ جو حضرات دین کا علم حاصل کرتے ہیں یعنی طالب العلم ہیں ان پر خرچ کرنے والے کو ایک پیسہ کا سات سو پیسہ اور ایک روپیہ کا سات سو روپیہ کے حساب سے ملے گا۔ یہ ادنیٰ درجہ ہے زیادہ جس کو چاہے رب تعالیٰ دے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص علم حاصل کرنے کے لیے ایک قدم بھی رکھے گا تو اس کو سات سو نیکیاں ملیں گی۔ مثال کے طور پر تم صبح گھر سے چلے ہو یہ ارادہ لے کر کہ ان شاء اللہ تعالیٰ ہم نے قرآن پاک کا یا حدیث شریف کا درس سننا ہے۔ کیوں کہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ کہ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔ تو ایک ایک قدم پر سات سات سو نیکیاں ہیں اور قدم دونوں طرف کے شمار ہوں گے۔ یعنی آتے ہوئے بھی اور جاتے ہوئے بھی۔ اور اگر کسی شخص نے کرایہ خرچ کیا ہے یا سکوٹر وغیرہ میں تیل ڈلوایا ہے تو جتنا خرچ کیا ہے ایک روپے کے سات سو روپے کے حساب سے ملے گا۔

فی سبیل اللہ کی دوسری مد تبلیغ دین ہے۔ یعنی دین کی تبلیغ کے لیے نکلنا۔ تو وہ لوگ جو دین کی تبلیغ کر رہے ہیں ان کا سفر اور ان کا پیسہ خرچ کرنا یا ان پر پیسہ خرچ کرنا یہ بھی فی سبیل اللہ کی مد میں ہے۔ فی سبیل اللہ کی تیسری مد جہاد ہے۔ اِعلاءِ کلمۃ اللہ کے لیے کافروں سے لڑنا۔ اور جہاد بھی اسلام کا جزء ہے۔ جس طرح تبلیغ ایک شعبہ ہے اسی طرح جہاد بھی ایک شعبہ ہے۔ فی سبیل اللہ کی چوتھی مد باطل کی تردید کے لیے تحریر کرنا ہے یعنی جہاد بالقلم۔ اسی طرح جو لوگ دین کی حمایت میں چندہ دیتے ہیں وہ بھی فی سبیل اللہ کی مد میں ہے۔ اسی طرح جو حاجی حج کے لیے جا رہا ہے اس کے قدم بھی فی سبیل اللہ کی مد میں

ہیں۔ بخاری شریف اور مسلم شریف کی روایت کے مطابق جو آدمی جمعہ پڑھنے کے لیے جاتا ہے اس کے قدم بھی فی سبیل اللہ کی مد میں ہیں۔ اسی طرح وہ شخص جو جائز کمائی کے لیے گھر سے نکلتا ہے چاہے وہ تجارت کرتا ہے، زراعت کرتا ہے، ملازمت کرتا ہے یا مزدوری کرتا ہے بشرطیکہ کام جائز ہو اور عقیدہ بھی صحیح ہو اور نماز روزے کا بھی پابند ہو تو اس کا جو قدم ہوگا وہ بھی فی سبیل اللہ کی مد میں ہے۔

تو فرمایا مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ مثال ان لوگوں کی جو خرچ کرتے ہیں اَمْوَالَهُمْ اپنے مالوں کو فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں كَمَثَلِ حَبَّةٍ جیسے مثال ہے دانے کی اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ اُگاتا ہے وہ دانہ سات خوشے۔ سَنَابِلَ جمع ہے سُنْۢبُلَةٌ کی، خوشہ۔ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ہر خوشے کے ساتھ سو دانے ہیں۔ ہم نے پہاڑی علاقوں میں مکئی کو دیکھا ہے۔ بسا اوقات ایک ایک پودے کے ساتھ سات سات، آٹھ آٹھ خوشے بھی لگے ہوتے ہیں اور ایک ایک خوشے سے سو سو سے زیادہ دانے بھی نکلتے ہیں۔ تو کسان نے زمین میں ایک دانہ ڈالا ہے اللہ تعالیٰ نے اس سے جو پودا اُگایا ہے اس کے سات خوشے لگے ہوتے ہیں اور ہر کوشے میں سو سو دانے ہیں۔ تو جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتا ہے اس کو اسی طرح سمجھو کہ جو بھی نیکی کرے گا وہ سات سو گنا تک بڑھ جاتی ہے اور اسی پر بس نہیں وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ اور اللہ تعالیٰ بڑھا دیتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہے اس سے بڑھا دے وَاللّٰهُ وَاسِعٌ اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا ہے عَلِيْمٌ سب کچھ جاننے والا ہے۔ اس سے زیادہ علم کس کے پاس ہے۔

صدقہ کے بعض احکام :

آگے صدقات کو باقی رکھنے کی شرائط کا ذکر ہے۔ ایمان، اخلاص، اتباع سنت یہ شرطیں ہیں قبولیت کی۔ اور صدقات کو باقی رکھنے کی شرائط یہ ہیں۔ اور یہ شرائط بڑی سمجھنے والی ہیں اور یاد رکھنے کے قابل ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ وہ لوگ جو خرچ کرتے ہیں اَمْوَالَهُمْ اپنے مال فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں ثُمَّ لَا یُتْبِعُوْنَ پھر پیچھے نہ لگائے مَآ اس چیز کے اَنْفَقُوْا جو انھوں نے خرچ کی مَنًّا احسان۔ یعنی احسان نہیں جتلاتے کہ میں نے تیرے ساتھ یہ بھلائی کی ہے وَّلَآ اَذًى اور نہ اذیت دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک شخص نے خاصی رقم اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر کسی شخص کو دے دی۔ اگر اس شخص نے یہ نیکی ایمان، اخلاص اور اتباع سنت کے ساتھ کی ہے تو اسے امید رکھنی چاہیے کہ اسے اجر ملے گا۔ لیکن ایک ماہ گزرنے کے بعد یا پانچ سال کے بعد یا دس سال کے بعد یا بیس سال کے بعد یا پچاس سال کے بعد اس نے اس کو احسان جتایا کہ میں نے تجھے فلاں وقت اتنی رقم دی تھی، نیکی ضائع ہوگئی۔ اور اس احسان جتانے کا گناہ الگ ہے۔ چاہے پہلے دن احسان جتلائے یا سو سال بعد جتلائے۔

اور دوسری چیز ہے اذیت دینا۔ اور اذیت دینا یہ ہے کہ مثال کے طور پر کسی آدمی نے جس پر احسان کیا ہے اُس نے کوئی بات اس کی مرضی کے خلاف کر دی اور اس نے کہا میرا کھانے والے میرے سامنے باتیں کرتا ہے اور بولتا ہے۔ تو ایسا کرنے سے اس کے صدقے کا اجر بالکل باطل ہو گیا۔ یا ویسے اس کو حقیر سمجھے کہ اس کے ساتھ ایسا معاملہ کرے کہ جس میں اس کی حقارت اور ذلت ہو۔ کیوں کہ اذیت قولی بھی ہوتی ہے اور فعلی

بھی۔

تو جو نہ احسان جتلاتے ہیں اور نہ اذیت پہنچاتے ہیں لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کے لیے ان کا اجر ہے اُن کے رب کے پاس وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اور نہ ان پر کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ اچھی بات وَّمَغْفِرَةٌ اور درگزر کر دینا خَيْرٌ بہتر ہے مِّنْ صَدَقَةٍ اس صدقے سے يَّتْبَعُهَآ اَذًى کہ جس کے پیچھے اذیت دی جائے۔ مثال کے طور پر کسی آدمی نے کسی کو پانچ دس روپے دیئے اور دینے کے بعد اسے کوستا ہے ذلیل کرتا ہے کہ تو موٹا تازہ، ہٹا کٹا ہے مانگتا پھرتا ہے۔ تو دینے کے بعد ایسے الفاظ کہنے سے بہتر ہے کہ دینے سے پہلے کہہ دے بابا معاف کر۔ اور اگر مقصد سمجھانا ہے تو پہلے سمجھائے کہ بھائی جی! تم اچھلے بھلے ہو آنکھیں تمھاری صحیح ہیں، ہاتھ پاؤں تمھارے درست ہیں، صحت مند ہو، مانگنا اچھی عادت نہیں۔ دینے کے بعد اذیت نہ پہنچاؤ کہ اس طرح صدقہ بھی باطل ہوگیا اور اس کی دل آزاری کا گناہ الگ ہے وَاللّٰهُ غَنِيٌّ اور اللہ تعالیٰ بے پرواہ ہے کہ وہ تمھارے صدقات کا محتاج نہیں ہے حَلِيْمٌ حوصلے والا ہے کہ اگر تمھیں فوری طور پر سزا نہیں دیتا تو وجہ یہ ہے کہ تحمل والا ہے، جلد باز نہیں ہے۔

آگے مزید فرماتے ہیں يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ نہ ضائع کرو اپنے صدقات کو بِالْمَنِّ احسان جتلا کر وَالْاَذٰى اور اذیت دے کر۔ تو یہ نص قطعی واضح کر رہی ہے کہ صدقہ کرنے کے بعد احسان جتلائے گا یا اذیت پہنچائے گا تو صدقہ ضائع ہو جائے گا كَالَّذِيْ اس شخص کی طرح (اپنے صدقات کو باطل نہ کرو) يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ جو اپنا مال خرچ کرتا ہے لوگوں کو

دکھانے کے لیے وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ اور نہیں ایمان لاتا اللہ تعالیٰ پر وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور آخرت کے دن پر۔ یعنی جس طرح اس شخص کے صدقات باطل ہیں جو ریا اور دکھاوے کے طور پر خرچ کرتا ہے اُسی طرح تم اپنے صدقات، احسان اور اذیت پہنچا کر ضائع نہ کرو۔ سبق کے طور پر بات کو یاد رکھنا کہ جس کے ساتھ تم نے نیکی کی ہے اگر وہ بعد میں بگڑ بھی جائے۔ (کیوں کہ ہم نے ایسے دیکھے ہیں کہ جن کی پرورش ہوتی ہے لیکن بعد میں بگڑ جاتے ہیں۔) تو تم نے اس پر جو نیکی کی ہے وہ یاد نہیں کرانی کیوں کہ اگر تم ایسا کرو گے تو تمھاری نیکی ضائع ہو جائے گی۔ مثلاً: کسی ایسے شخص کو جس کی پرورش تم نے کی ہے یہ کہو کہ آج تو باتیں کرتا ہے حالانکہ ہمارا ہی کھا کے تو جوان ہوا ہے۔ بس اتنے الفاظ سے صدقہ باطل ہو گیا۔

آگے اللہ تعالیٰ ایک مثال کے ذریعے سمجھانا چاہتے ہیں۔ مثال یہ ہے کہ ایک بہت بڑی چٹان ہے اور اس پر کافی مٹی پڑی ہوئی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے مٹی میں یہ خاصیت رکھی ہے کہ اس میں چیزیں اُگتی ہیں۔ کسی آدمی نے اس مٹی میں کوئی چیز کاشت کی پھر بارش ہوئی وہ اُگ گئی اب اُمید تھی کہ سبزی کھائیں گے فصل کاٹیں گے اور فائدہ ہوگا، لیکن بعد میں اتنی زور کی بارش ہوئی کہ چٹان پر جو مٹی تھی اس کو بہا کر لے گئی۔ تو جب مٹی ہی نہ رہی تو فصل کہاں رہی؟ پس وہ چٹان صاف ہو گئی۔ اسی طرح تم صدقہ خیرات کرتے ہو اور اس میں اخلاص نہیں محض دکھاوا ہے تو اس کو تم اس طرح سمجھو کہ ایک چٹان ہے اور اس پر مٹی ہے اور اس میں تم نے سبزی وغیرہ کاشت کی ہے پھر احسان جتانے کی اور اذیت پہنچانے کی بارش آئی اور سب کچھ ضائع ہو گیا۔ یعنی وہ فصل جو صدقہ وخیرات کی صورت میں کاشت کی تھی وہ ضائع ہو گئی تمھارے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا۔

فرمایا فَمَثَلُهٗ پس مثال اس احسان جتلانے والے اور اذیت دینے والے کی ایسے ہی ہے کَمَثَلِ صَفْوَانٍ جیسے مثال ہے چٹان کی عَلَیْهِ تُرَابٌ اس پر مٹی ہے اور اس میں چیزیں ہیں فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ پس پہنچی اس پر موسلا دھار بارش فَتَرَکَهٗ صَلْدًا پس چھوڑ دیا اس چٹان کو صاف، ساری مٹی بہا کر لے گئی۔ لَا یَقْدِرُوْنَ عَلٰی شَیْءٍ مِّمَّا کَسَبُوْا نہ قادر ہوئے وہ کسی شے پر اس میں سے جو انھوں نے کمایا ہے۔ تو جس طرح اس شخص کی محنت ضائع ہو گئی اسی طرح تم نیکی (صدقہ و خیرات) کرنے کے بعد احسان جتلاؤ گے یا اذیت پہنچاؤ گے تو تمھاری نیکی ضائع ہو جائے گی وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ اور اللہ تعالیٰ جبراً ہدایت نہیں دیتا کافر قوم کو اس نے انسانوں کو اختیار دیا ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر کرے۔

وَ مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَ تَثْبِیْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَیْنِۚ فَاِنْ لَّمْ یُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿٢٦٥﴾ اَیَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّ اَعْنَابٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُۙ لَهٗ فِیْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِۙ وَ اَصَابَهُ الْكِبَرُ وَ لَهٗ ذُرِّیَّةٌ ضُعَفَآءُ ۖۚ فَاَصَابَهَاۤ اِعْصَارٌ فِیْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ۠ ﴿٢٦٦﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَ مِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ۪ وَ لَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَ لَسْتُمْ بِاٰخِذِیْهِ اِلَّاۤ اَنْ تُغْمِضُوْا فِیْهِؕ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ ﴿٢٦٧﴾ اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَ یَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِۚ وَ اللّٰهُ یَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَ فَضْلًاؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴿٢٦٨﴾ ۖۙ یُّؤْتِی الْحِكْمَةَ مَنْ یَّشَآءُۚ وَ مَنْ یُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا كَثِیْرًاؕ وَ مَا یَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿٢٦٩﴾ وَ مَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُهٗؕ وَ مَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿٢٧٠﴾

وَمَثَلُ الَّذِیْنَ اور مثال ان لوگوں کی یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ جو خرچ کرتے ہیں اپنے مال اِبْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل

کرنے کے لیے وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ اور اپنے دلوں کی پختگی کے لیے

كَمَثَلِ جَنَّةٍ اس باغ کی طرح ہے بِرَبْوَةٍ جو بلندی پر واقع ہے

اَصَابَهَا وَابِلٌ پہنچے اس کو موسلا دھار بارش فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ پس

وہ اپنا پھل دُگنا دے فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ پس اگر نہ پہنچے اس کو زور کی

بارش فَطَلٌّ تو پھوار ہی اس کے لیے کارآمد ہوگی وَاللّٰهُ اور اللہ تعالیٰ

بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ جو کچھ تم کرتے ہو خوب دیکھتا ہے اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ

کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ یہ کہ ہو اس

کا باغ مِّنْ نَّخِيْلٍ کھجوروں کا وَّاَعْنَابٍ اور انگوروں کا تَجْرِيْ

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ بہتی ہوں اس کے نیچے نہریں لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ

اس کے واسطے اس باغ میں ہر طرح کے پھل موجود ہوں وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ

اور پہنچ جائے اس کے مالک کو بڑھاپا وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ اور ہو اس کی اولاد

ضُعَفَآءُ کمزور فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ پس پہنچے اس باغ کو بگولا فِيْهِ نَارٌ

اس میں آگ ہو فَاحْتَرَقَتْ پس وہ بگولا اس کو جلا دے گا كَذٰلِكَ

اسی طرح يُبَيِّنُ اللّٰهُ بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ لَكُمُ تمہارے

واسطے الْاٰيٰتِ احکامات لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ تاکہ تم غور و فکر کرو

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اَنْفِقُوْا خرچ کرو تم

مِنْ طَيِّبٰتِ پاکیزہ چیزیں مَا كَسَبْتُمْ وہ جو تم نے کمائی ہیں وَمِمَّآ

25

رکوع

اَخۡرَجۡنَا لَکُمۡ اوراس میں جو ہم نے تمھارے لیے نکالی ہے مِّنَ الۡاَرۡضِ زمین سے وَلَا تَیَمَّمُوا الۡخَبِیۡثَ مِنۡهُ اور نہ ارادہ کرو ادنیٰ چیز کا اس سے تُنۡفِقُوۡنَ کہ خرچ کرو تم وَلَسۡتُمۡ بِاٰخِذِیۡهِ اور تم خود اس کو لینے کے لیے تیار نہیں ہو اِلَّاۤ اَنۡ تُغۡمِضُوۡا فِیۡهِ مگر یہ کہ تم آنکھیں بند کرلو وَاعۡلَمُوۡۤا اور جان لو اَنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ غَنِیٌّ بے پرواہے حَمِیۡدٌ تعریفوں والا ہے اَلشَّیۡطٰنُ یَعِدُكُمُ شیطان تمھیں ڈراتا ہے الۡفَقۡرَ غربت سے وَیَاۡمُرُكُمۡ بِالۡفَحۡشَآءِ اور تمھیں حکم دیتا ہے برائی کا وَاللّٰهُ یَعِدُكُمۡ مَّغۡفِرَةً مِّنۡهُ اور اللہ تعالیٰ تمھارے ساتھ وعدہ کرتا ہے مغفرت کا اپنی طرف سے وَفَضۡلًا اور فضل کا وَاللّٰهُ وَاسِعٌ اور اللہ تعالیٰ کشائش والا ہے عَلِیۡمٌ جاننے والا ہے یُّؤۡتِی الۡحِكۡمَةَ اللہ تعالیٰ حکمت عنایت کرتا ہے مَنۡ یَّشَآءُ جس کو چاہتا ہے وَمَنۡ یُّؤۡتَ الۡحِكۡمَةَ اور جس کو حکمت اور دانائی ملی فَقَدۡ اُوۡتِیَ خَیۡرًا كَثِیۡرًا پس تحقیق دی گئی اس کو زیادہ بھلائی وَمَا یَذَّكَّرُ اور نہیں نصیحت حاصل کرتے اِلَّاۤ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ مگر عقل مند وَمَاۤ اَنۡفَقۡتُمۡ اور جو چیز تم خرچ کرتے ہو مِّنۡ نَّفَقَةٍ کوئی بھی خرچہ اَوۡ نَذَرۡتُمۡ مِّنۡ نَّذۡرٍ یا کوئی نذر مانتے ہو نذر ماننا فَاِنَّ اللّٰهَ پس بے شک اللہ تعالیٰ یَعۡلَمُهٗ اس کو جانتا ہے وَمَا اور نہیں ہے لِلظّٰلِمِیۡنَ مِنۡ اَنۡصَارٍ ظالموں کا کوئی مددگار۔

اس سے پہلی آیات میں ان لوگوں کا ذکر تھا جو مال کو ریا کاری کے طور پر خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود نہیں ہوتی۔ اور اب ان کا ذکر ہے جو اپنا مال اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خرچ کرتے ہیں۔

فرمایا وَمَثَلُ الَّذِيْنَ اور مثال اُن لوگوں کی يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ جو خرچ کرتے ہیں اپنے مال ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے۔ اصل مقصد بھی اللہ تعالیٰ کی رضا ہے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا اس کو سب کچھ مل گیا اور جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو گیا وہ ہر چیز سے محروم ہو گیا۔ تو فرمایا جو لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے مال خرچ کرتے ہیں وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ اور اپنے دلوں کی پختگی کے لیے یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کے ساتھ ساتھ ان کا مقصد اصلاحِ نفس بھی ہوتا ہے تا کہ دل انفاق فی سبیل اللہ اور نیکی کے دوسرے کاموں پر ثابت قدم رہے اور ان کے دلوں سے بخل کا مادہ دور ہو جائے۔ فرمایا ایسے لوگوں کی مثال كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ اس باغ جیسی ہے جو اُونچی جگہ پر واقع ہو اَصَابَهَا وَابِلٌ پہنچے اس کو موسلا دھار بارش فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ تو وہ دُگنا پھل دے فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ پس اگر تیز بارش نہ پہنچے تو پھوار بھی اس کے لیے کارآمد ہو گی۔

مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ یہاں پر تیز بارش سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص فیاضی کا خوب مظاہرہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں کھل کر خرچ کرتا ہے تو اس مثال کے مطابق وہ کئی گنا زیادہ اجر و ثواب کا مستحق ہے۔ اور معمولی بارش یعنی تھوڑی مقدار میں خرچ کرتا ہے تو اس کی کامیابی کے لیے وہ بھی کافی ہے۔ بشرطیکہ اس کی نیت درست ہو یعنی احسان جتلانے، اذیت دینے اور ریا سے پاک ہو۔ نیت بمنزلہ زمین کے ہے۔

اگر زمین زرخیز ہے یعنی نیت درست ہے تو تھوڑا خرچ کرنا بھی اس کے لیے مفید ہوگا۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَخْلِصْ فِیْ دِیْنِكَ یَكْفِیْكَ قَلِیْلٌ مِّنَ الْعَمَلِ "اپنے دین میں اخلاص پیدا کرلو تو تھوڑا عمل بھی کفایت کرے گا۔" لہٰذا نیکی کے ہر کام میں رضائے الٰہی پیش نظر ہونی چاہیے۔ قبولیت کا یہی معیار ہے۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ تم جو کچھ بھی عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو خوب دیکھ رہا ہے۔ وہ تمھارے کسی عمل سے غافل نہیں ہے تمھارے دلوں کے حالات اور نیت سے واقف ہے۔

بخل اور ریاکاری کا نتیجہ:

کسی متوقع نعمت کے ضائع ہو جانے پر کس قدر پریشانی ہوتی ہے اس کی وضاحت چٹان والی مثال میں ہو چکی ہے۔ اب اللہ تعالیٰ اس قسم کی ایک اور مثال بیان کرتے ہیں جس میں یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمت ہی پر انحصار ہو اور وہ ضائع ہو جائے تو انسان کو کس قدر دکھ ہوتا ہے۔ اسی طرح جب کوئی شخص نیکی کا کام کرنے کے باوجود بعض وجوہ کی بنا پر اس کے اجر و ثواب سے محروم ہو جاتا ہے تو اس کے لیے کتنا اذیت ناک ہوتا ہے۔

فرمایا اَیَوَدُّ اَحَدُكُمْ کیا تم میں سے کوئی شخص اس بات کو پسند کرتا ہے اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ یہ کہ ہو اس کے لیے ایک باغ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّاَعْنَابٍ کھجوروں اور انگوروں کا۔ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ بہتی ہوں گی اس کے نیچے نہریں لَهٗ فِیْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ اس کے واسطے اس باغ میں ہر طرح کے پھل موجود ہوں وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ اور پہنچ جائے اس کے مالک کو بڑھاپا وَلَهٗ ذُرِّیَّةٌ ضُعَفَآءُ اور اس کی اولاد

کمزور ہو۔ یعنی اس کے لیے اور کوئی ذریعہ معاش بھی نہ ہو اور ایسی حالت میں فَاَصَابَهَآ اِعۡصَارٌ پس پہنچے اس باغ کو بگولا فِيۡهِ نَارٌ اس میں آگ ہو فَاحۡتَرَقَتۡ پس وہ آگ کا بگولا اس کو جلا کر راکھ کر دے تو اندازہ کیجیے ایسی صورت میں اس باغ کے مالک کی کیا حالت ہوگی کہ یہی باغ اس کا ذریعہ معاش تھا اور یہی باغ اس کی کل پونجی تھی۔ جس پر اس کا اور اس کی اولاد کا انحصار تھا۔ جب یہی سارا جل کر راکھ ہو گیا تو وہ کس طرح ہر چیز سے محروم ہو گیا۔ فرمایا احسان جتلانے والے، ایذا پہنچانے والے اور ریاکاری کے لیے خرچ کرنے والے کی حالت بھی قیامت کے دن ایسی ہوگی۔ جس طرح وہ باغ اپنے مالک کا بڑھاپے کا سہارا تھا اسی طرح یہ شخص اپنے خرچ کردہ مال کے اجر و ثواب کی امید لگائے بیٹھا تھا مگر جب قیامت کا دن ہوگا تو ایسا شخص اسی طرح ثواب سے محروم ہو جائے گا جس طرح باغ کا مالک باغ کے جل جانے کے بعد اس کے پھلوں سے محروم ہو گیا۔ اور وہاں پریشانی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔

فرمایا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الۡاٰيٰتِ ۔ اسی طرح بیان فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ تمھارے واسطے احکامات لَعَلَّكُمۡ تَتَفَكَّرُوۡنَ تاکہ تم غور و فکر کرو اور اچھی اور بری چیز کا امتیاز کر سکو۔ صدقات کے باقی رہنے کے متعلق تین شرائط کا پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ کسی کو خیرات دے کر نہ تو اس پر احسان جتلایا جائے، نہ اسے تکلیف پہنچائی جائے اور نہ خرچ کرتے وقت ریاکاری کا عنصر شامل ہو۔

اللہ تعالیٰ کی راہ میں پاک مال خرچ کرو :

آج کے درس میں باقی رہنے کی چوتھی شرط مال کی پاکیزگی کا بیان ہے۔ فرمایا يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اَنۡفِقُوۡا خرچ کرو تم مِنۡ طَيِّبٰتِ

پاکیزہ چیزیں مَا کَسَبْتُمْ وہ جو تم نے کمائی ہیں۔ گویا قبولیت صدقہ کے لیے یہ بھی ایک شرط ہے کہ صاف ستھری اور بہتر چیز اللہ کے راستے میں دی جائے۔ مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہ نے طَیِّبٰتِ کی تفصیل میں دو چیزیں بیان کی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ مال حلال ہو۔ حرام مال سے ادا کردہ صدقہ قابل قبول نہیں ہے۔ مثال کے طور پر اگر کوئی شخص چوری، ڈاکا یا رشوت کا مال صدقہ کرتا ہے تو وہ بارگاہِ ایزدی میں کیسے قبول ہوگا؟ بلکہ ایسا کرنے سے اُلٹا گنہ گار ہوگا۔ مسند احمد کی روایت میں ہے جو شخص حرام کمائی کی خوراک کھائے یا لباس پہنے گا نہ اس کی عبادت قبول ہوگی اور نہ اس کا صدقہ خیرات قبول ہوگا۔

طَیِّبٰتِ کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ جو چیز تم اللہ تعالیٰ کے راست میں خرچ کرو وہ اعلیٰ اور بہتر ہو، نکمی اور ردی نہ ہو۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ اچھی چیز اپنے لیے رکھ لی جائے اور کمتر چیز صدقات خیرات میں دی جائے۔ یہ بھی مناسب نہیں ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ بعض لوگ ایسے ہیں جو کھجور کے اچھے گچھے اپنے واسطے محفوظ کر لیتے ہیں اور نکمے گچھے اصحابِ صفہ کے لیے لٹکا دیتے ہیں۔ جب تم خود ردی چیز کو پسند نہیں کرتے تو اللہ اسے کیسے پسند کرے گا۔ لہٰذا زکوٰۃ، صدقات میں بہتر اور اچھی چیز دینی چاہیے نہ کہ گھٹیا۔ کیوں کہ دینے والا تو وہ خود ہی ہے براہِ راست محنت کر کے کمانے کے علاوہ ایک ذریعہ آمدنی زرعی پیداوار بھی ہے۔ آگے اس کے متعلق فرمایا کہ اس میں سے خرچ کرو۔

وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ اور اس میں سے بھی خرچ کرو جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالا۔ مثلاً: گندم، جو، چاول، مکئی، باجرہ، دالیں اور جو چیز بھی زمین سے پیدا ہوتی ہے اس میں عشر آئے گا۔ تو وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ سے مراد صرف فصلیں اور پھل ہی نہیں ہیں بلکہ یہ حکم سب چیزوں کے لیے ہے۔ مثلاً:

پیاز، لہسن، گوبھی، آلو، مرچ، غرضیکہ جو چیز بھی زمین سے حاصل ہوتی ہے۔ اس سے عشر نکالنا پڑے گا۔ مثلاً: اگر کوئی چیز دس کلو نکلی ہے تو ایک کلو دینا پڑے گا۔ دس پیازوں میں سے ایک پیاز دینا پڑے گا، دس مرچوں میں سے ایک مرچ دینی پڑے گی، اگرچہ یہ چیزیں کسی نے گھر ہی میں کیوں نہ لگائی ہوں ان میں سے بھی عشر دینا پڑے گا۔ کیوں کہ قرآن پاک کے الفاظ ہیں: وَمِمَّآ اَخۡرَجۡنَا لَكُمۡ اور اس سے جو کچھ ہم نے تمھارے لیے نکالی ہے، پیدا کی ہے مِّنَ الۡاَرۡضِ زمین سے۔ تو جو چیز بھی زمین سے پیدا ہوتی ہے اس میں باقاعدہ عشر ہے۔ البتہ اس مد میں دو حصے ہیں، بارانی زمین یعنی جو زمین مالک کی مشقت کے بغیر سیراب ہوتی ہے اس میں دسواں حصہ ہے اور اگر ٹیوب ویل، نہر یا نلکے کے ذریعے پانی دیا گیا ہے تو بیسواں حصہ ہے۔

وَلَا تَيَمَّمُوا الۡخَبِيۡثَ مِنۡهُ اور نہ ارادہ کرو ادنیٰ چیز کا اس کمائی میں سے۔ وہ کمائی تجارت کے ذریعہ ہے یا کھیتی باڑی کے ذریعے تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں ناقص چیز نہ دو تُنۡفِقُوۡنَ خرچ کرو وَلَسۡتُمۡ بِاٰخِذِيۡهِ اور خود تم اس کو لینے کے لیے تیار نہیں ہو اِلَّآ اَنۡ تُغۡمِضُوۡا فِيۡهِ مگر یہ کہ تم آنکھیں بند کر لو یعنی اگر تم چشم پوشی کر لو تو الگ بات ہے لہٰذا جب تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں دو تو بیکار اور ناقص چیز نہ دو وَاعۡلَمُوۡٓا اور جان لو اَنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ بے شک اللہ تعالیٰ بے پرواہ ہے تمھارے صدقے خیرات کا محتاج نہیں ہے۔ ساری کائنات کا خالق مالک ہے اس کے خزانے بڑے وسیع ہیں حَمِيۡدٌ قابل تعریف ہے۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کی حمد نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ فِیْ حَدِّ ذَاتِہٖ قابل تعریف ہے وَاِنۡ مِّنۡ شَىۡءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمۡدِهٖ [بنی اسرائیل: ۴۴] "اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کی تعریف نہ کرتی ہو۔" کوئی زبانِ حال سے تعریف کرتی ہے اور کوئی زبان قال سے۔

تو اللہ تعالیٰ تمھاری تعریفوں کا محتاج نہیں ہے اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُكُمُ الْفَقْرَ شیطان تمھیں غربت سے ڈراتا ہے۔ یعنی جب تم زکوٰۃ اور عشر دیتے ہو یا عام صدقہ خیرات کرتے ہو تو شیطان تمھارے دل میں وسوسے ڈالتا ہے کہ مال کم ہو جائے گا اور فقیر ہو جاؤ گے۔ یہ کام وہی کرے گا جس کا ایمان کامل ہو گا یعنی زکوٰۃ بھی دے گا، عشر بھی نکالے گا اور اللہ تعالیٰ کے جتنے حقوق ہیں ادا کرے گا۔ اس پر شیطان کا کوئی اثر نہیں ہو گا وَیَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ اور تمھیں حکم دیتا ہے برائی کا۔ برے کاموں پر دل کھول کر خرچ کرتے ہیں۔

دیکھو! لوگ شادیاں کرتے ہیں ان میں بینڈ باجے ہوتے ہیں، ڈھول تماشے ہوتے، ضرورت سے زیادہ روشنی ہوتی ہے، مرچوں اور قمقموں سے گلیاں سجائی جاتی ہیں۔ یہ سب تبذیر (فضول خرچی) ہے۔ اور قرآن کریم میں ہے: اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ [بنی اسرائیل: ۲۷] "بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔" پھر عام رواج ہونے کی وجہ سے ان کو گناہ بھی نہیں سمجھا جاتا۔ کہتے ہیں کہ جی خوشی کا موقع ہے۔

تین چار دن ہو گئے ہیں میں نے اخبار میں پڑھا ہے کہ اوکاڑہ کے علاقہ میں ایک بوڑھی عورت فوت ہو گئی۔ اُس کے تیجے پر فیصل آباد سے بھانڈ منگوا کر بھنگڑا ڈلوایا گیا اور اس کا ثواب اُس مائی کو پہنچایا گیا۔ یہ مسلمانوں کے کارنامے ہیں۔ اسی طرح آج سے چند سال پہلے اسی علاقے میں ایک بوڑھا بابا فوت ہوا۔ اس نے مرتے وقت وصیت کی کہ میرے جنازے کے ساتھ بھنگڑا ڈالنے والے اور ناچنے والے ضرور ہوں۔ یعنی میرا جنازہ ڈھول کی تھاپ اور بھنگڑے کے ساتھ جائے۔ (حضرت نے مسکرا کر فرمایا کہ وہ ان

شاء اللہ بابے کو فائدہ دیں گے۔)

مسلمانوں کا ذہن گندہ ہو گیا کہ خدا پناہ! ہندوؤں اور سکھوں والی ساری رسمیں چھلانگیں لگا کر ان میں آ گئی ہیں وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً اور اللہ تعالیٰ تمھارے ساتھ وعدہ کرتا ہے مغفرت کا مِّنْهُ اپنی طرف سے وَفَضْلًا اور فضل کا یعنی اللہ تعالیٰ تم پر مہربانی کرے گا۔

یاد رکھنا! استاد کے بغیر بات سمجھ نہیں آتی۔ یہاں ایک بات سمجھ لیں وہ یہ کہ جن کو تھوڑی بہت سمجھ ہے ان کے دل میں ضرور یہ بات آئی ہوگی کہ پہلے يَعِدُ کا معنیٰ کیا ڈرانے کا اور دوسرے يَعِدُ کا معنیٰ کیا ہے وعدے کا۔ جب کہ لفظ ایک جیسے ہیں۔ تو یاد رکھنا! گرائمر کے بغیر قرآن شریف صحیح معنیٰ میں سمجھ آ ہی نہیں سکتا۔ باقی طوطے والی رٹ تو ہو سکتی ہے۔

علم صرف والے فرماتے ہیں کہ مصدر بدلنے سے باب کا معنیٰ بدل جاتا ہے۔ تو اگر وَعَدَ يَعِدُ کا مصدر وَعِيْدٌ آئے تو معنیٰ ہوگا ڈرانا۔ اور اگر وَعَدَ يَعِدُ کا مصدر وَعْدًا آئے تو اس کا معنیٰ ہوگا وعدہ کرنا۔ تو پہلا يَعِدُ وَعِيْد سے اور دوسرا يَعِدُ وَعْدًا سے ہے۔ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ کشائش والا ہے جاننے والا ہے۔

حکمت کا معنیٰ:

يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ اللہ تعالیٰ حکمت عنایت کرتا ہے جس کو چاہتا ہے۔

حکمت کا معنیٰ اہل علم بیان کرتے ہیں اَلْعِلْمُ النَّافِعُ الْمُؤَدِّيْ اِلَى الْعَمَلِ "ایسا نافع علم جو عمل تک پہنچائے۔" یعنی ایسا نافع علم کہ جس کے ساتھ عمل بھی ہو۔ ایک خالی علم

ہے کہ چیزوں کی معلومات ہیں مگر عمل نہیں ہے اس کو حکمت نہیں کہتے۔

فرمایا وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا اور جس کو حکمت اور دانائی ملی یعنی جس کو اللہ تعالیٰ نے علم نافع دیا اور علم پر عمل کی بھی توفیق عطا فرمائی تو اس کو بہت بڑی خیر مل گئی وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ اور نہیں نصیحت حاصل کرتے مگر عقل مند یعنی جن کو اللہ تعالیٰ نے صحیح عقل دی ہے نصیحت وہی حاصل کرتے ہیں۔ کہتے ہیں پتھر کو جونک نہیں لگتی۔ اسی طرح نادان آدمی پر نصیحت کا کوئی اثر نہیں ہے۔ آنے والی بات کو اچھی طرح سمجھنا۔

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ اور جو چیز بھی تم خرچ کرتے ہو مِّنْ نَّفَقَةٍ کوئی بھی خرچہ۔ وہ چاہے تم جائز طریقے پر کرو یا ناجائز طریقے پر کرو اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ یا کوئی نذر مانو نذر ماننا۔ تو یاد رکھنا! فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ پس بے شک اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے۔ تم جو خرچ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے اور جس نیت کے ساتھ خرچ کرتے ہو رب اس کو بھی جانتا ہے اور جس مال سے کرتے ہو اس کو بھی جانتا ہے۔ اور جو نذر تم مانتے ہو رب اس کو بھی جانتا ہے۔

نذر و منت کے بعض احکام :

نذر کا معنیٰ سمجھ لو۔ حدیث پاک میں آتا ہے اَلنَّذْرُ لَا يَاْتِيْ ابْنَ اٰدَمَ بِشَيْءٍ نذر ماننا اچھی شے نہیں ہے۔ نذر یہ ہے کہ بیمار آدمی نذر مانتا ہے کہ اگر میں صحت یاب ہو گیا تو اللہ تعالیٰ کے راستے میں دیگ دوں گا یا کوئی مقدمے میں پریشان ہے اور کہتا ہے کہ اگر مجھے مقدمہ میں کامیابی نصیب ہوئی تو دس آدمیوں کو کھانا کھلاؤں گا یا یہ کہتا ہے کہ اگر میں امتحان میں کامیاب ہو گیا تو اتنے روزے رکھوں گا یا کہتا ہے کہ اگر تجارت میں نفع

ہوا تو پانچ سو روپے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں دوں گا، اس کو شریعت پسند نہیں کرتی۔ اس لیے کہ اس میں ایک قسم کی سودا بازی ہے اور مومن کا عمل تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کرے یا نہ کرے تُو اُس کا بندہ ہے کر۔

لیکن اگر کسی نے نذر مانی اور اس کا کام ہو گیا تو نذر کا پورا کرنا واجب ہے اور نذر کے مال کا مصرف وہی ہے جو زکوٰۃ کا مصرف ہے۔ یعنی مال دار نہیں کھا سکتا، کافر نہیں کھا سکتا، سید نہیں کھا سکتا۔ جو لوگ نذر کی دیگ محلے میں تقسیم کرتے ہیں نادانی کرتے ہیں۔ اس طرح سر سے ذمہ نہیں اُترتا۔ اس کے لیے مستحق لوگوں کو تلاش کر کے کھلانا پڑے گا۔ بلکہ مسئلہ یہ ہے اگر دیگ کا نمک مسالا چکھنا ہے تو اس کو نگل نہیں سکتا تھوک دے۔ اگر مال دار کھائیں گے تو حرام کھائیں گے۔ اور ایک غیر اللہ کی نذر ہے۔ مثلاً: اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ اگر میرا کام ہو گیا تو میں حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر اتنی دیگیں چڑھاؤں گا۔

تو فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ یہ قطعی کافر ہو گیا اور اس کی بیوی کو طلاق ہو گئی کیوں کہ نذر عبادت ہے اور عبادت مخلوق میں سے کسی کے واسطے جائز نہیں ہے۔ لوگ بڑی تاویل یہ کرتے ہیں کہ ہمارا مقصود تو اللہ کی رضا ہے البتہ وہاں اس واسطے تقسیم کرتے ہیں کہ فقیر اکٹھے مل جاتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ وہ لوگ مصرف ہی نہیں ہیں کہ ان میں اکثر گندے عقیدے کے اور بے نماز ہوتے ہیں۔ پھر ان میں اکثر نشئی ہوتے ہیں ان کو دینا کس طرح جائز ہے؟

فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ پس بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ اس کو جانتا ہے وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔

اِنْ

تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۭ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝ لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ ۡ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْــَٔـلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۝ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝

اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ اگر تم صدقات ظاہر کر کے دو فَنِعِمَّا هِيَ تو یہ بھی اچھا ہے وَاِنْ تُخْفُوْهَا اگر تم چھپا کر دو تو یہ خوب تر ہے وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ اور دو تم صدقات فقراء اور مساکین کو فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ تو وہ تمہارے لیے بہت ہی بہتر ہے وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ اور اللہ تعالیٰ مٹا دے گا تم سے تمہاری خطائیں وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ

جانتا ہے اُس عمل کو جو تم کرتے ہو لَيْسَ عَلَيْكَ نہیں ہے آپ کے ذمے
هُدٰىهُمْ ان کی ہدایت وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اور لیکن اللہ تعالیٰ يَهْدِيْ
ہدایت دیتا ہے مَنْ يَّشَآءُ جس کو چاہے وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ اور جو
بھی تم خرچ کرو گے بھلائی (مال) فَلِاَنْفُسِكُمْ پس تمھاری اپنی جانوں
کے لیے ہے وَمَا تُنْفِقُوْنَ اور تم نہیں خرچ کرتے اِلَّا مگر ابْتِغَآءَ
وَجْهِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی رضا طلب کرتے ہوئے وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ اور
جو بھی خرچ کرو گے مال يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ تمھیں پورا پورا بدلہ دیا جائے گا
وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ یہ
صدقات ان محتاجوں کے لیے ہیں اُحْصِرُوْا جو روکے گئے فِيْ سَبِيْلِ
اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نہیں طاقت رکھتے
ضَرْبًا چلنے کی فِي الْاَرْضِ زمین میں يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ
ناواقف آدمی ان کو سمجھتا ہے اَغْنِيَآءَ غنی مِنَ التَّعَفُّفِ سوال سے
بچنے کی وجہ سے تَعْرِفُهُمْ تو ان کو پہچانے گا بِسِيْمٰهُمْ ان کی
علامتوں کے ساتھ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ نہیں سوال کرتے لوگوں سے
اِلْحَافًا چمٹ کر وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ اور جو بھی تم مال خرچ کرو گے
فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ تو بے شک اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے اَلَّذِيْنَ وہ لوگ
يُنْفِقُوْنَ جو خرچ کرتے ہیں اَمْوَالَهُمْ اپنے مال بِالَّيْلِ رات کو

وَالنَّهَارِ اور دن کو سِرًّا پوشیدہ طور پر وَّعَلَانِيَةً اور ظاہری طور پر فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ پس ان کے لیے ان کا اجر ہوگا عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کے رب کے ہاں وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ اور نہ ان پر خوف ہوگا وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اور نہ وہ غم کریں گے۔

پہلے سے صدقات وخیرات کا ذکر چلا آرہا ہے اور صدقے کی قبولیت کی شرائط بھی بیان ہوئی ہیں کہ ایمان، اخلاص، اتباع سنت کے ساتھ ساتھ مال کا حلال اور طیب ہونا اور بھی ضروری ہے۔ اگر ان میں سے کوئی شرط نہ پائی گئی تو صدقے کا کوئی ثواب نہ ہوگا۔ اور اگر صدقہ مذکورہ شرائط کے ساتھ دیا تو پھر اس کے باقی رہنے کی شرط کہ احسان نہ جتلائے اور اذیت نہ پہنچائے آگے بھی اسی کے متعلق بیان ہے۔

مخفی صدقہ کے فوائد :

اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ اگر تم ظاہری طور پر صدقات دو فَنِعِمَّا هِيَ تو یہ بھی اچھا ہے۔ اگر دینے والے کی نیت ریا کی نیت نہیں ہے اور لوگوں کے سامنے صدقہ دیتا ہے اور دل میں یہ ہے کہ رب میرے سے راضی ہو جائے تو اس طرح صدقہ دینے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے کیوں کہ ریا کا تعلق دل کے ساتھ ہے اور اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور فقیر کی حاجت کو پورا کرنا ہے۔ وَاِنْ تُخْفُوْهَا اور اگر تم صدقات مخفی طور پر دو وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ اور دو فقیروں اور محتاجوں کو فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ تو یہ مخفی طریقہ پر دینا بہت بہتر ہے اور اس کے بہتر ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ ریا سے پاک ہوگا۔ اس لیے کہ کوئی دیکھنے والا ہی نہیں ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے معاشرے میں ہر طرح کے آدمی ہوتے ہیں، نیک بھی ہوتے

ہیں اور بد بھی ہوتے ہیں، چور، ڈاکو بھی ہوتے ہیں تو یہ جب سب کے سامنے کسی مستحق کو ایک ہزار روپیہ زکوٰۃ دے گا تو دیکھنے والا چور ڈاکو حساب لگائے گا کہ اس نے ایک ہزار روپیہ زکوٰۃ کا دیا ہے تو اتالیس ہزار اس کے گھر میں پڑا ہے لہٰذا وہ چوری ڈکیتی کا منصوبہ بنائے گا۔ اگر مخفی طریقے پر دے گا تو ان کے شر سے بھی محفوظ رہے گا۔ جس زمانے میں قرآن کریم نازل ہوا اس زمانے میں بینکوں کا تصور بھی نہیں تھا لہٰذا لوگوں کے پاس جو کچھ ہوتا تھا گھروں میں محفوظ کرتے تھے اور آج کل تو بینک بھی محفوظ نہیں ہیں۔ لوگ بدی (بُرائی) میں بہت آگے نکل گئے ہیں۔

وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ اور ان صدقات خیرات کی برکت سے اللہ تعالیٰ تمھاری خطائیں معاف فرمادے گا۔ اس موضوع پر کافی احادیث ہیں۔ ایک حدیث میں آتا ہے اَلصَّدَقَةُ تُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ کہ صدقہ اللہ تعالیٰ کے غصہ کو ٹھنڈا کرتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ بندے سے ناراض ہے اور وہ بندہ صدقہ خیرات کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ معاف فرمادیتا ہے۔ اور یہ حدیث بھی آتی ہے کہ اَلصَّدَقَةُ تَدْفَعُ الْبَلَايَا صدقہ اور خیرات کی برکت سے مصیبتیں ٹل جاتی ہیں۔ تو صدقہ اچھی چیز ہے مگر لوگوں نے اس کا مفہوم نہیں سمجھا۔ عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ کالی سری دے دو تو مصیبتیں ٹل جاتی ہیں یا اس سے آگے بڑھیں گے تو کالا بکرا دے دیں گے۔ تو یاد رکھنا! اصل صدقے کا مفہوم ہے غریب کی ضرورت پوری کرنا۔ اب غریب کی ضرورت کپڑا ہے، جوتا ہے۔ بیمار ہے تو دوا کی ضرورت ہے۔ اس کے بچے پڑھتے ہیں کتابوں کی ضرورت ہے تو وہ کالی سری کہاں کہاں کام آئے گی۔ یہ سری اور گوشت دینا فی الجملہ صدقہ ہے۔ حقیقی صدقہ غریب کی ضرورت پوری کرنا ہے۔ بعض ایسے جاہل ہیں کہ بیمار کی طرف سے صدقہ دینے سے پہلے

صدقہ کو بیمار کے سر کا طواف کراتے ہیں۔ بھائی! معاملہ تمھارا رب کے ساتھ ہے وہ تمھاری نیتوں کو جانتا ہے کہ صدقہ کس لیے تم نے دیا ہے۔ رب کو بتانا چاہتے ہو کہ اس کی طرف سے دے رہے ہیں وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو اس سے خبر دار ہے۔ معاملہ تمھارا رب کے ساتھ ہے۔ وہ ظاہر باطن کو جاننے والا ہے۔

یہاں پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا صدقہ خیرات غیر مسلم کو دیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ اس کے متعلق مسئلہ یہ ہے کہ نفلی صدقہ کافر کو دیا جا سکتا ہے مگر اس کے لیے شرط ہے کہ وہ محارب (مسلمانوں کے خلاف لڑنے والا نہ ہو۔) کیوں کہ ایسا کافر جو مسلمانوں کے ساتھ برسرِ پیکار ہے اس کو نفلی صدقہ دینا جائز نہیں اگرچہ وہ محتاج ہی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح ایسے کافر کو بھی دینا جائز نہیں ہے جو کفر کی تبلیغ کرتا ہو اور مسلمانوں کو گمراہ کرتا ہو۔ البتہ وہ صدقات جو فرض ہیں وہ کافروں کو دینا جائز نہیں ہیں۔ مثلاً: زکوٰۃ، فطرانہ، عشر، قسم کا کفارہ، نماز روزے کا فدیہ۔

شروع شروع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مالی طور پر کمزور کافروں کو نفلی صدقہ خیرات دے دیتے تھے۔ بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نظریہ کے تحت روک لیا کہ شاید تنگ ہو کر ایمان قبول کر لیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰهُمْ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! ان کو ہدایت دینا آپ کے ذمے نہیں ہے وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اور لیکن اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ تو ان کو صدقات خیرات اس واسطے روکنا کہ وہ مجبور ہو کر ایمان لے آئیں، یہ مناسب نہیں ہے۔ کیوں کہ ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے وہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور ہدایت کے متعلق اس کا قانون ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ "تو جو چاہے ایمان لائے اور جو

چاہے کفر میں رہے۔" یعنی جس کا جی چاہے اپنی مرضی اور اختیار سے ایمان لائے اور جو چاہے اپنی مرضی اور اختیار سے کفر اختیار کرے۔ لہٰذا ایمان لانے میں بھی آدمی کی مرضی کا دخل ہے اور کفر اختیار کرنے میں بھی ارادے کا دخل ہے۔ اور ہدایت اللہ تعالیٰ اسے دیتا ہے مَنۡ یُّنِیۡبُ جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس سے ہدایت طلب کرتا ہے فَلَمَّا زَاغُوۡۤا اَزَاغَ اللّٰہُ قُلُوۡبَھُمۡ [صف:۵] "تو جب ان لوگوں نے کج روی اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے۔" یعنی جو لوگ پیٹھ پھیر کر کفر کی طرف جائیں تو رب تعالیٰ ایسے لوگوں کو جبراً ہدایت نہیں دیں گے۔

صدقہ کا دس گنا اجر ہے:

وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ خَیۡرٍ اور جو بھی تم مال خرچ کرو گے فَلِاَنۡفُسِکُمۡ تو تمھارے اپنے لیے ہے یعنی اس کا ثواب تمھیں ہی ملے گا وَمَا تُنۡفِقُوۡنَ اِلَّا ابۡتِغَآءَ وَجۡهِ اللّٰہِ اور نہیں خرچ کرتے تم مگر رب تعالیٰ کی رضا طلب کرنے کے لیے۔ اس میں ترغیب ہے کہ صدقہ خیرات رب تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے کرو شہرت، دکھاوا، بڑائی کے لیے نہ کرو وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ خَیۡرٍ اور جو بھی تم مال خرچ کرو گے یُّوَفَّ اِلَیۡکُمۡ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمھیں پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ عام بدلہ ہے دس گنا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے مَنۡ جَآءَ بِالۡحَسَنَۃِ فَلَہٗ عَشۡرُ اَمۡثَالِھَا جو ایک نیکی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو دس گنا اجر عطا فرمائے گا۔ اور وہ نیکی جو فی سبیل اللہ کی مد میں ہے اس کا ادنیٰ ترین بدلہ سات سو ہے وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنۡ یَّشَآءُ اور اللہ تعالیٰ بڑھاتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے وَاَنۡتُمۡ لَا تُظۡلَمُوۡنَ اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ تمھاری کوئی نیکی کم نہیں کی جائے گی۔ اب سوال یہ ہے کہ صدقہ خیرات کن لوگوں کو دینا ہے؟

تو فرمایا لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ان محتاجوں اور ضرورت مندوں کو دو جو رب تعالیٰ کے راستہ میں روکے گئے ہیں لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ وہ زمین میں چلنے پھرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

اصحاب صفہ۔ صُفّہ کے معنیٰ ہیں چھپّر۔ تو اصحابِ صفہ کے معنیٰ ہوئے چھپّر والے۔ یہ مسجد نبوی کے اندر ہی ایک کونے میں ایک جگہ تھی جہاں سائے کے لیے انھوں نے ایک چھپر بنایا تھا اس کے نیچے اس وقت کے طلبہ رہتے تھے۔ آنحضرت ﷺ سے قرآن وحدیث کی تعلیم حاصل کرتے اور دین سیکھتے اور اگر ضرورت پیش آتی تو جہاد پر بھی چلے جاتے تھے۔ تو ظاہر بات ہے جو دین سیکھے گا اور جہاد پر جائے گا تو وہ اور کوئی کام تو نہیں کر سکتا۔ تو ایسے لوگوں کے لیے حکم دیا گیا ہے جو دین کے لیے وقف ہیں یا تبلیغ کے لیے وقف ہیں یا کفار کے مقابلے میں جہاد کرتے ہیں اور دوسرا کوئی کام نہیں کر سکتے اور ہیں بھی ضرورت مند تو تمھارے صدقے خیرات ان لوگوں کے لیے ہیں۔

دینی تعلیم کی اہمیت :

اُس وقت دینی تعلیم حاصل کرنے والے غریب لوگ تھے اور اب بھی ہمارے علاقوں میں دینی تعلیم حاصل کرنے والوں کی اکثریت غریبوں کی ہے۔ البتہ کراچی میں ہم نے دیکھا ہے کہ وہاں امیر لوگ بھی دین کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ افریقہ میں بھی مال داروں کے بچے دینی تعلیم حاصل کرتے ہیں مگر ہمارے علاقوں میں وہ دین کی تعلیم حاصل کرتے ہیں جو سکولوں کی فیسیں نہیں دے سکتے، کتابیں نہیں خرید سکتے۔ بلکہ آج سے ساٹھ ستر سال پہلے یہ حالت تھی کہ جو نابینا ہوتے انہیں ہمارے حوالے کیا جاتا کہ ان کو قرآن کریم حفظ کراؤ اور جو بچے اچھے بھلے ہوتے انھیں سکولوں، کالجوں میں بھیجتے

تھے۔اب اتنا انقلاب آیا ہے کہ آنکھوں والے بھی قرآن حفظ کرتے ہیں اور مال داروں کے بچے بچیاں قرآن کریم حفظ کررہے ہیں۔اب قرآن کریم امیروں کے گھروں میں داخل ہوگیا ہے۔اور مزید انقلاب آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

آج سے تقریباً پچپن سال پہلے سیٹھی محمد یوسف صاحب (مرحوم) میرے پاس آئے اور کہنے لگے مجھے وقت دیں، ملک کا دورہ کریں۔میں نے پوچھا دورہ کس کام کے لیے کرنا ہے؟ تو کہنے لگے کہ جب رمضان شریف کا مہینہ آتا ہے ہمیں قرآن سنانے کے لیے حافظ نہیں ملتے کیوں کہ حافظوں کی تعداد بہت کم ہے۔کیمل پور موجودہ اٹک اور میاں والی کے علاقوں سے چند حافظ مل جاتے ہیں مگر ضرورت زیادہ حفاظ کی ہوتی ہے۔ پھر جو ملتے ہیں تجوید وقرأت کے بغیر سادہ قرآن پڑھے ہوتے ہیں لہٰذا لوگوں کو ترغیب دیں کہ وہ بچوں کو حفظ کے لیے بھیجیں اور یہ بھی بتائیں کہ قرآن کریم صرف غریبوں کے لیے نہیں ہے امیروں کے لیے بھی ہے۔تاکہ مال دار لوگ بھی اپنے بچوں کو حفظ کرائیں اور صرف اندھوں کے لیے نہیں بلکہ آنکھوں والوں کے لیے بھی ہے۔

چنانچہ میں ان کے ساتھ گیا اور ملک کے مختلف علاقوں کے دورے کیے۔ایک جگہ میں نے اپنا دامن پھیلا دیا اور کہا میں تم سے چندہ وصول کرنے کے لیے آیا ہوں مگر روپے، پیسے اور کپڑے وغیرہ کا چندہ نہیں بلکہ چندہ بچوں کا لینا ہے۔لوگ بڑے حیران ہوئے کہ یہ مولوی ہمارے بچوں کو جھولی میں ڈال کر کہاں لے جائے گا؟ میں نے کہا پریشان نہ ہوں تمھارے بچے یہیں رہیں گے،تم پڑھنے کے لیے بچے دو ہم معلم دیں گے۔سیٹھی صاحب کافی مخیر آدمی تھے۔اس سلسلے میں انھوں نے کافی کام کیا۔

اب تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہے ملک میں مدرسوں کا جال بچھا ہوا ہے۔صرف ہمارے

گکھڑ میں دس مدرسے ہیں اور ہماری انجمن کے تحت جو بچے حفظ کر رہے ہیں تقریباً دو سَو ہیں۔ گوجرانوالہ میں مدرسہ جامعہ قاسمیہ ہے میں اس کا برائے نام سرپرست ہوں اور میرے نام کی تختی بھی لگی ہوئی ہے۔ اس میں بچوں کے علاوہ تقریباً تین سو بچیاں قرآن کریم کی تعلیم حاصل کر رہی ہیں اور ان میں امیر گھرانوں کی بچیاں بھی ہیں۔ جہلم میں جامعہ حنفیہ میں میری درمیانی بچی پڑھاتی ہے۔ اس مدرسہ میں تقریباً چار سو بیرونی بچیاں ہیں جو قرآن کریم کی تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔ اس مدرسہ میں حفظ وقرأت کے ساتھ ساتھ درس نظامی کا شعبہ بھی ہے۔

امریکہ کا یہ خیال تھا کہ پاکستان میں ہم انھیں بے دین بنادیں گے۔ الحمد للہ! اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کے ساتھ علماء نے اس کا راستہ روکا ہے اور لوگ دین کو پہلے سے زیادہ سمجھتے ہیں۔ اور بہ نسبت پہلے کے دین کی طرف مائل بھی زیادہ ہیں۔ یہاں تک کہ جو لوگ دین کا نام تک سننے کے لیے تیار نہیں تھے ان کے بچے بھی قرآن کریم کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ تو وہ مسافر غریب بچے جو ان مدرسوں میں دینی تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور وہ مدرسہ میں پابند ہو کر رہ گئے ہیں یہ تمھارے صدقہ وخیرات کا مصرف ہیں۔

تو فرمایا لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ یہ صدقات ان محتاجوں کے لیے ہیں اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ جو روک دیئے گئے ہیں اللہ کے راستے میں لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نہیں طاقت رکھتے ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ زمین میں چلنے کی يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ ناواقف آدمی ان کو سمجھتا ہے اَغْنِيَآءَ مال دار ہیں مِنَ التَّعَفُّفِ سوال سے بچنے کی وجہ سے تَعْرِفُهُمْ تو ان لوگوں کو پہچانے گا بِسِيْمٰهُمْ اُن کی علامتوں کے ساتھ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا نہیں سوال کرتے لوگوں سے چمٹ کر وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ

اور جو بھی تم مال خرچ کرو گے فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ تو بے شک اللہ تعالیٰ اُن کو جانتا ہے۔

اب آگے یہ مسئلہ بیان ہو رہا ہے کہ صدقات وخیرات کے لیے کوئی وقت متعین نہیں ہے۔ فرمایا اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ وہ لوگ جو خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو رات کو اور دن کو یعنی صدقہ وخیرات کے لیے کوئی کاص وقت متعین نہیں ہے بلکہ چوبیس گھنٹوں میں جب چاہو خرچ کرو۔ ہم لوگوں نے تو صدقہ وخیرات کے لیے جمعرات متعین کی ہوئی ہے کہ جمعرات آئے گی تو صدقہ کریں گے۔ یادسواں، چالیسواں ہوگا تو خیرات ہوگی۔ قرآن کا حکم ہے کہ رات کو کرو دن کو کرو سِرًّا مخفی طریقہ پر کرو وَّعَلَانِیَةً اور ظاہر کر کے کرو نیت صاف ہے تو جس طرح چاہو خرچ کرو کوئی وقت متعین نہیں ہے۔

اور یہ مسئلہ یاد رکھنا! تم نے کسی مسکین کو دس روپے دیئے ہیں اس نیت کے ساتھ کہ اے پروردگار! اس کا ثواب میرے والدین کو پہنچا دے تو جتنا ثواب اس کے والدین کو ملے گا اتنا اس دینے والے کو بھی ملے گا۔ تم نے تین دفعہ سورۂ اخلاص پڑھی اور نیت کی ک اس کا ثواب ہمارے والدین کو دادا دادی، نانا نانی کو یا جتنے لوگوں کی نیت کرو گے ان سب کو برابر، برابر ثواب ملے گا اور پڑھنے والوں کو بھی پورا ثواب ملے گا خسارے والی کوئی بات نہیں ہے کہ تم نے خیرات کر کے یا پڑھ کر ثواب پہنچایا تو تم محروم ہو گئے اور سارا ثواب آگے چلا گیا، بلکہ سب کو برابر ملے گا۔ فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ پس ایسے لوگوں کے لیے ان کے رب کے ہاں اجر ہے وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ اور نہ ان پر خوف ہوگا قیامت والے دن اور نہ وہ غم کریں گے۔

اَلَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْۤا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَ اَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ عَادَ فَاُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَ یُرْبِی الصَّدَقٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِیْمٍ ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰۤوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ۚ وَ اِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝

اَلَّذِیْنَ وہ لوگ یَاْكُلُوْنَ جو کھاتے ہیں الرِّبٰوا سود لَا یَقُوْمُوْنَ نہیں کھڑے ہوں گے اِلَّا مگر كَمَا یَقُوْمُ جیسا کھڑا ہوتا ہے الَّذِیْ وہ شخص یَتَخَبَّطُهُ جس کو بدحواس کر دیا ہو الشَّیْطٰنُ جن نے مِنَ الْمَسِّ چمٹ کر ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ یہ اس لیے

کہ بے شک اُنھوں نے قَالُوْٓا کہا اِنَّمَا پختہ بات ہے اَلْبَيْعُ خرید وفروخت مِثْلُ الرِّبٰوا سود کی طرح ہے وَاَحَلَّ اللّٰهُ اور حالانکہ حلال کیا ہے اللہ تعالیٰ نے الْبَيْعَ بیچنا وَحَرَّمَ الرِّبٰوا اور حرام کیا ہے اللہ تعالیٰ نے سود کو فَمَنْ پس وہ شخص جَآءَهٗ جس کے پاس آئی مَوْعِظَةٌ نصیحت مِّنْ رَّبِّهٖ اس کے رب کی طرف سے فَانْتَهٰى پس وہ باز آگیا فَلَهٗ پس اس کے لیے ہے مَا سَلَفَ جو پہلے ہو چکا وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ اور معاملہ اس کا اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے وَمَنْ عَادَ اور جو شخص پھر لینے لگا فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ پس وہ دوزخ والے ہیں هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا مٹاتا ہے اللہ تعالیٰ سود کو وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ اور بڑھاتا ہے صدقات کو وَاللّٰهُ اور اللہ تعالیٰ لَا يُحِبُّ نہیں محبت کرتا كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ کسی ناشکری کرنے والے گناہ گار سے اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ اٰمَنُوْا جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور اُنھوں نے عمل کیے اچھے وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ اور قائم کی انھوں نے نماز وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ اور دی انھوں نے زکوٰۃ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کے لیے ان کا اجر ہے ان کے رب کے ہاں وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ اور نہ خوف ہوگا ان پر وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اور نہ وہ غم کریں گے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو

اِتَّقُوا اللّٰہَ ڈرو اللہ تعالیٰ سے وَذَرُوْا اور چھوڑ دو مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا جو باقی ہے سود اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اگر ہو تم مومن فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا پس اگر تم نہیں کرو گے فَاْذَنُوْا تو اعلان سن لو تم بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے ساتھ لڑنے کا وَرَسُوْلِهٖ اور اس کے رسول کے ساتھ وَاِنْ تُبْتُمْ اور اگر تم توبہ کر لو فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ تو تمھیں تمھارے اصل مال مل جائیں گے لَا تَظْلِمُوْنَ نہ تم ظلم کرو وَلَا تُظْلَمُوْنَ اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔

سود کی حرمت :

اس سے پہلی آیات میں صدقات اور زکوٰۃ کا بیان تھا۔ بہ ظاہر ان کے ادا کرنے سے مال میں کمی آتی ہے یعنی جب تم نے زکوٰۃ ادا کی، فطرانہ دیا یا عُشر دیا تو جتنی رقم ادا کی اُتنی رقم کم ہو گئی۔ اسی طرح جو صدقہ خیرات کیا جاتا ہے بہ ظاہر مال میں تھوڑی سی کمی آتی ہے اور اس کے مقابلہ میں سود سے بہ ظاہر مال میں اضافہ ہوتا ہے۔ یہاں یہ بات مدنظر رہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ملی اُس وقت نہ سود حرام تھا نہ شراب حرام تھی اور بھی بعض چیزیں حرام نہ تھیں۔ مثلاً: مومن کا فر کا نکاح جائز تھا۔ رفتہ رفتہ ان چیزوں پر پابندیاں لگیں۔

تو اللہ تبارک و تعالیٰ ان چیزوں کی حقیقت کو بیان فرماتے ہیں: اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا وہ لوگ جو سود کھاتے ہیں اور سود قطعی طور پر حرام ہے جیسا کہ آگے یہ جملہ آ رہا ہے وَحَرَّمَ الرِّبٰوا اور اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام فرمایا ہے۔ سود کو حلال سمجھنے والا شخص دائرۂ

اسلام سے خارج ہے اور حرام سمجھتے ہوئے اگر ایسا کرتا ہے تو وہ گنہ گار ہے۔ کیوں کہ فقہی طور پر مسئلہ یہ ہے کہ حرام قطعی کو حلال سمجھنا کفر ہے اور حرام کو حرام سمجھ کر کرنا گناہ ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کسی قوم کو دو روحانی بیماریاں لگ جائیں فَقَدْ اَحَلُّوْا بِاَنْفُسِهِمْ سَخَطَ اللهِ تو تحقیق انھوں نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا مستحق بنالیا۔ یعنی انھوں نے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو جان بوجھ کر دعوت دی۔ وہ دو بیماریاں کون کون سی ہیں؟ فرمایا ایک زنا ہے اور دوسری ربٰوا (سود) ہے۔ اگر رب تعالیٰ رحمن ورحیم اور حلیم نہ ہو تو سب لوگ تباہ ہو جائیں۔

تو جو لوگ سود کھاتے ہیں لَا يَقُوْمُوْنَ نہیں کھڑے ہوں گے قبروں سے نکل کر قیامت والے دن اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِىْ مگر ایسے جیسے کھڑا ہوتا ہے وہ شخص يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ جس کو بدحواس کر دے جن مِنَ الْمَسِّ چمٹ کر۔ یعنی جس طرح آسیب زدہ آدمی کے ہوش وحواس اُڑ جاتے ہیں اسی طرح سود خوروں کی حالت ہوگی کہ جس وقت وہ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیشی کے لیے قبروں سے نکلیں گے تو وہ بدحواس ہوں گے۔

امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اور دیگر مفسرین نے بھی لکھا ہے کہ جنات انسان کو تکلیف پہنچا سکتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت کا اس پر اتفاق ہے۔ مگر آج کل اکثر لوگ وہم میں مبتلا ہیں کہ طبعی بیماریوں کو آسیب قرار دیتے ہیں یا جادو کہہ دیتے ہیں اور یہ کمزوری عموماً ضعیف الاعتقاد لوگوں میں ہے اور خصوصاً عورتوں میں کہ جب کوئی تکلیف ہو تو کہہ دیتی ہیں کہ مجھے کسی نے کچھ کر دیا ہے۔ کوئی عورت پھر گئی ہے، فلاں ہمارے گھر آئی تھی اس کے نتیجے میں مجھے یہ ہو گیا ہے۔ حالانکہ یہ سب وہم ہیں اور غلط

نظریے ہیں۔ بے شک جادو حق ہے اور ہم اس کا انکار بھی نہیں کرتے لیکن ہر چیز کی کڑی اس کے ساتھ ملانا غلط ہے۔

خرافات کا مطلب :

شمائل ترمذی میں روایت آتی ہے اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں بھی ذکر کی ہے کہ ایک موقع پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا حَدِیْثُ خُرَافَةٍ یہ خرافہ کی بات ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا اور فرمایا خرافہ کیا شے ہے؟ تو ام المومنین رضی اللہ عنہا نے کہا کہ جو بات مہمل ہو اور سمجھ نہ آئے اُسے حدیث خُرافہ کہتے ہیں، باقی مجھے حقیقت کا علم نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خُرَافَةُ اِسْمُ رَجُلٍ اصل میں ایک آدمی کا نام تھا اَسَرَتِ الْجِنُّ اس کو جنات اُٹھا کر لے گئے اور کئی سال اس کو قید میں رکھا، پھر رہا کر دیا۔ جب وہ آیا تو جنات کی عجیب و غریب باتیں کرتا تھا جو لوگوں کو سمجھ میں نہیں آتی تھیں۔ تو پھر جو بات سمجھ نہ آتی اُسے کہہ دیتے دَعْ حَدِیْثُ خُرَافَةٍ چھوڑو یہ خرافہ کی بات ہے اور اسی خُرافہ سے خرافات کا لفظ نکلا ہے۔ تو اس روایت سے معلوم ہوا کہ جنات انسان کو قید کر کے لے جا سکتے ہیں۔

گم شدہ خاوند کی بیوی کا حکم :

اَلْمُدَوَّنَةُ الْکُبْرٰی میں روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ تھے۔ ایک نوجوان خوب صورت عورت سامنے آ کر کھڑی ہو گئی اور کہا کہ حضرت میری طرف توجہ فرمائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا کہنا چاہتی ہو۔ کہنے لگی حضرت میرے خاوند کا پتا نہیں کہ وہ کہاں چلا گیا ہے اور یہ بھی بتا کر نہیں گیا کہ وہ کدھر جا رہا ہے اور نہ ہی گھر کوئی خرچہ چھوڑ کر گیا ہے اور میرے والدین بھی غریب ہیں، میرے بارے میں کوئی حکم

فرمائیں۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اج کے دن سے چار سال تک انتظار کرو جب چار سال مکمل ہو جائیں تو پھر چار ماہ دس دن عدت گزار کر تیرا نکاح ہو سکتا ہے اور اس عرصہ میں تیرا خرچہ بیت المال کے ذمہ ہے۔

مفقود کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فتویٰ بڑا آسان ہے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فتویٰ بہت سخت ہے۔وہ فرماتے ہیں کہ وہ آدمی جس دن گم ہوا ہے اس کے بعد ستر سال تک عورت انتظار کرے، پھر چار مہینے دس دن عدت گزارے پھر اگر موقع ہے تو نکاح کرے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فتویٰ کے مطابق امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فتویٰ دیا۔تو بے سمجھ لوگوں نے آسمان سر پر اُٹھالیا کہ دیکھو اتنے انتظار کے بعد تو پھر منکر نکیر کے ساتھ ہی نکاح ہوگا اور تو کسی سے ہو نہیں سکتا۔تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو بُرا بھلا کہنے کی ضرورت نہیں۔یہ فتویٰ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہے جو خلیفہ راشد ہیں۔

فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے سہولت کی خاطر حضرت عمر کے فتویٰ کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔تو اس عورت کو بیت المال سے خرچہ ملتا رہا چار سال گزر گئے اور عدت کے چار ماہ دس دن گزرنے کے بعد اس کا نکاح دوسرے آدمی سے کر دیا گیا، اولاد بھی ہو گئی۔اس کے بعد پہلا خاوند بھی آ گیا۔

مسئلہ یہ ہے کہ پہلے خاوند کے آتے ہی دوسرا نکاح خود بہ خود ٹوٹ جاتا ہے۔جس طرح کسی نے تیمم کیا ہو اور پانی مل جائے اور یہ پانی کے استعمال پر قادر بھی ہو تو تیمم خود بہ خود ٹوٹ جاتا ہے۔تو پہلے خاوند نے آکر مقدمہ دائر کر دیا کہ حضرت یہ میری بیوی دوسرے کے گھر ہے اور اس کے ہاں اولاد بھی ہو گئی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو عجیب آدمی ہے کہ نہ تو تُو نے بیوی کو خرچہ دیا نہ یہ بتایا

کہ میں کہاں جارہا ہوں۔تو اب تک کہاں رہا ہے؟اس نے اپنا سارا واقعہ سنایا کہ مجھے جنات اُٹھا کر لے گئے تھے اور اب رہا کیا ہے میرے اختیار میں کچھ نہیں تھا۔تو احتیاطاً دوسرے کو حکم دیا کہ تو طلاق دے دے اور عدت گزارنے کے بعد پہلے کے حوالے کر دی گئی۔کیوں کہ ایسی صورت میں عدت گزارنی پڑتی ہے۔ہوسکتا ہے کہ دوسرے سے حاملہ ہو۔کیوں کہ شریعت نسب کی بڑی حفاظت کرتی ہے۔اور یہ مسئلہ بھی یادرکھنا!ایسی عورت جس کا خاوند گم ہو گیا ہو اس کی مدت یَوْمُ الْمُرَافِعَۃِ سے شمار ہو گی۔یعنی جس دن کیس قاضی کی عدالت میں دائر ہوا ہے۔اس سے پہلے کا عرصہ شمار نہ ہوگا ،چاہے وہ ایک ماہ ہو یا ایک سال ہو یا پانچ سال گزر گئے ہوں۔

تو جنات انسان کو تکلیف پہنچا سکتے ہیں۔علامہ بدرالدین شبلی رحمۃ اللہ علیہ بڑے چوٹی کے محدث گزرے ہیں۔اُنھوں نے جنات کے متعلق کتاب تحریر فرمائی ہے "احکام المرجان فی احکام الجان" اس میں اُنھوں نے عجیب عجیب واقعات بیان فرمائے ہیں۔تو یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ جنات انسان کو تکلیف پہنچا سکتے ہیں۔اور یہ سود خور قبروں سے آسیب زدہ کی طرح حواس باختہ ہو کر کیوں کھڑے ہوں گے؟

حرام کو حلال سمجھنا کفر ہے:

فرمایا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ یہ اس واسطے کہ سود خوروں نے قَالُوْٓا کہا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا پختہ بات ہے کہ خرید و فروخت سود کی طرح ہے۔یعنی بیع اس واسطے جائز ہے کہ اس میں اسی طرح فائدہ ہے جس طرح سود میں فائدہ ہے۔ رِبٰوا کے لفظی معنیٰ ہیں زیادتی۔تو سود میں زیادتی ہوتی ہے۔تو اُنھوں نے سود کو جواز میں اصل قرار دیا اور کہا کہ

بیع اس واسطے جائز ہے کہ سود جائز ہے۔ اُلٹی گنگا بہائی۔ واو حالیہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ اور حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خرید وفروخت کو حلال کیا ہے وَحَرَّمَ الرِّبٰوا اور ربٰوا کو حرام کیا ہے۔ آج کل جو رقوم بینکوں میں رکھی جاتی ہیں ان کے متعلق ضیاء الحق کے دور میں مضاربت اور اشتراک کے نام پر مسئلہ چلا تھا جس کی تفصیل کا ہمیں علم نہیں ہے۔ مضاربت کی تعریف یہ ہے کہ ایک آدمی کی رقم ہو اور دوسرا آدمی اس رقم کے ساتھ کاروبار کرے اور طے کرلیں کہ اس رقم سے جو منافع حاصل ہوگا دونوں میں نصف نصف ہوگا یا دو حصے ایک کے اور ایک حصہ دوسرے کا، اس طرح بھی کر سکتے ہیں۔ یا تین حصے ایک کے اور چوتھا حصہ دوسرے کا اس طرح بھی کر سکتے ہیں۔ اور اگر نقصان ہوا تو اصل رقم کا بھی ہوگا۔ لیکن ہمیں معلوم ہوا ہے کہ وہ نفع فکس کر دیتے ہیں۔ مثلاً: ایک سو روپے کے سات، آٹھ روپے دے دیئے۔ تو یہ مضاربت کی تعریف میں نہیں آتا یہ خالص سود ہے۔ بس فرق صرف اتنا ہے کہ پہلے اس کا نام خنزیر تھا اور اب اس کا نام بکرا رکھ دیا ہے۔ البتہ اگر ایسی کوئی شق ہو کہ اس میں نفع ونقصان دونوں شامل ہیں تو پھر درست ہے۔

فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ پس جس شخص کے پاس نصیحت آگئی مِّنْ رَّبِّهٖ اس کے رب کی طرف سے فَانْتَهٰى پس وہ سود لینے سے باز آگیا فَلَهٗ تو اس کے لیے ہے مَا سَلَفَ جو پہلے گزر چکا یعنی نہی سے پہلے جو کچھ کھا پی چکا اس پر کوئی گرفت نہیں ہوگی۔ یعنی اس کا تاوان نہیں دینا پڑے گا کیوں کہ حکم اب نازل ہوا ہے وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ یعنی بخشش کرے یا نہ کرے، یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے وَمَنْ عَادَ اور جس نے اعادہ کیا ہمارے اس حکم کے نازل ہونے کے

بعد فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ پس یہ دوزخ والے ہیں هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔

هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ کے بارے میں مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم یہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ سود کو حلال سمجھ کر لیتا ہے تو پھر وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ کیوں کہ حرام قطعی کو حلال سمجھنا کفر ہے اور اگر سود کو حرام سمجھتے ہوئے کھاتا ہے تو اس وقت خُلود کا معنیٰ کرتے ہیں کہ دیر تک دوزخ میں رہے گا۔ کیوں کہ کافر نہیں گنہ گار ہے جتنی سزا رب تعالیٰ دے گا اس کے بعد نکل آئے گا۔

يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔ اسی مضمون کی ایک آیت کریمہ اکیسویں پارہ سورۃ روم میں آتی ہے۔ اس کی تفسیر میں حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

سُود، بیاج سے گو بہ ظاہر مال بڑھتا دکھائی دیتا ہے لیکن حقیقت میں گھٹ رہا ہے جیسے کسی آدمی کا بدن ورم سے پھول جائے وہ بیماری یا پیامِ موت ہے۔ اور زکوٰۃ نکالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مال کم ہوگا فی الحقیقت وہ بڑھتا ہے جیسے کسی مریض کا بدن مسہل یا تنقیہ سے گھٹتا دکھائی دے مگر انجام اس کا صحت ہو۔ سُود اور زکوٰۃ کا حال بھی انجام کے اعتبار سے ایسا ہی سمجھ لو۔ یعنی سود کو اس طرح سمجھو کہ ایک آدمی بیمار ہے اور بیماری کی وجہ سے جسم میں ورم آ گیا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ میں موٹا اور پہلوان بن گیا ہوں یہ اس کی نادانی ہے۔ اسی طرح بہ ظاہر سُود سے رقم بڑھتی ہے لیکن یہ اس کی تباہی کا سبب ہے۔ اور صدقات خیرات کو اس طرح سمجھو کہ جسم میں فاسد مواد جمع ہو جائے تو حکیم صاحب جلاب دیتے ہیں جن سے جسم کمزور ہو جاتا ہے۔ مگر اس کمزوری میں اس کی صحت ہے۔ تو

صدقات خیرات سے بہ ظاہر مال میں کمی آتی ہے لیکن حقیقتاً وہ اضافہ ہے۔

مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے جس ترجمہ کا حاشیہ اور مختصر تفسیر لکھی ہے وہ ترجمہ شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ نے مالٹا میں اسیری کی حالت میں لکھا ہے۔ وہ اس طرح ہوا کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ فریضۂ حج ادا کرنے کے لیے مکہ مکرمہ میں موجود تھے۔ یہ انگریز کے اقتدار کے زمانے کی بات ہے۔ اس وقت عرب کا اقتدار شریف حسین کے پاس تھا۔ وہ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے ترکوں کے بارے میں فتویٰ لینا چاہتا تھا کہ وہ کافر ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ مصطفیٰ کمال نے شریف حسین سے مخالفت کی وجہ سے اسلام دشمنی شروع کر دی کہ قرآن شریف کی تلاوت پر پابندی لگادی کہ یہ عربی میں ہے۔ اذان بند کرادی کہ عربی میں ہے، اسی طرح حج پر پابندی لگائی۔ اُس نادان نے بھی نہ سوچا کہ تیری دشمنی شریف حسین سے ہے قرآن سے تو نہیں ہے۔ حج اور کعبہ سے تو نہیں ہے کہ تو نے ان پر پابندی لگادی ہے۔ اور یہ پابندی پچیس سال تک رہی۔ پھر جلال بایار آیا اس نے حج کی بھی اجازت دی، تلاوتِ قرآن کی بھی اجازت دی۔

تو شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں ایک شخص کی نادانی کی وجہ سے ساری قوم کو کافر کس طرح کہہ دوں۔ حضرت نے فتویٰ دینے سے انکار کر دیا تو اس جرم کی پاداش میں حضرت کو بمع مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عزیز گل وغیرہ کے گرفتار کرلیا گیا اور ہندوستان کی انگریز حکومت کے حوالے کر دیا گیا۔ آپ کئی سال مالٹا کی جیل میں رہے۔ اُنھوں نے قرآن کریم کا ترجمہ لکھا اور سورۃ فاتحہ اور بقرہ کی تفسیر بھی لکھی پھر فوت ہوگئے۔ پھر سورۃ آلِ عمران سے لے کر آخر تک حاشیہ اور مختصر تفسیر مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی۔ یہ تفسیر اتنی مقبول ہے کہ شاہ فہد نے بھی اس کو طبع کرا کے لاکھوں کی تعداد میں تقسیم

کی ہے۔

سُود اللہ کے خلاف اعلانِ جنگ ہے :

تو صدقہ خیرات سے بہ ظاہر مال میں کمی آتی ہے لیکن حقیقتاً وہ اضافہ ہے۔ اور سُود کے ذریعہ بہ ظاہر مال میں اضافہ ہوتا ہے لیکن حقیقتاً وہ ورم ہے۔ یہ ہلاکت کا سبب بنے گا۔ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ اور اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا کسی ناشکری کرنے والے گنہ گار کو اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ اٰمَنُوْا جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کیے اچھے وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ اور نماز قائم کی وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ اور زکوٰۃ ادا کی لَهُمْ اَجْرُهُمْ ان کے لیے ان کا اجر ہے عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کے رب کے ہاں وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ اور نہ ان پر خوف ہوگا وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اور نہ وہ غم کریں گے يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اے ایمان والو! اتَّقُوا اللّٰهَ اللہ تعالیٰ کے غضب اور عذاب سے ڈرو وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا اور چھوڑ دو جو باقی ہے سود۔ یعنی اس کے حکم کے نازل ہونے کے بعد جو سُود کی رقم باقی رہتی ہے وہ نہ لو، چھوڑ دو اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اگر تم مومن ہو فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا پس اگر تم ایسا نہیں کرو گے فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ تو اعلان سن لو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے لڑنے کا۔ جب یہ حکم نازل ہوا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: لَا نَسْتَطِيْعُ الْحَرْبَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ "ہم نہیں طاقت رکھتے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ لڑنے کی۔"

یاد رکھو! اس سے زیادہ سخت حکم قرآن کریم میں نازل نہیں ہوا وَاِنْ تُبْتُمْ اور اگر تم توبہ کر لو فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ تو تمھارے اصل مال تمھارے ہی ہیں البتہ اس کے ساتھ تم نے جو سُود لینا تھا وہ نہیں لینا لَا تَظْلِمُوْنَ نہ تم کسی پر ظلم کرو کہ

اصل رقم کے ساتھ سود لو وَلَا تُظْلَمُوْنَ اور نہ تم پر ظلم کیا جائے کہ تمھاری اصل رقم بھی تمھیں نہ ملے۔ یہ سود کے بارے میں رب تعالیٰ کے قطعی فیصلے ہیں۔ افسوس ہے کہ اب لوگ تاویلیں کرتے ہیں اور علی الاعلان سود کو حلال کہنے والے بھی موجود ہیں، لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے اور ان کے شر سے بچائے۔ [آمین]

وَ اِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَیْسَرَةٍؕ وَ اَنْ تَصَدَّقُوْا خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ(۲۸۰) وَ اتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ(۲۸۱) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُؕ وَ لْیَكْتُبْ بَّیْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ۪ وَ لَا یَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ یَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْیَكْتُبْۚ وَ لْیُمْلِلِ الَّذِیْ عَلَیْهِ الْحَقُّ وَ لْیَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَ لَا یَبْخَسْ مِنْهُ شَیْــٴًـاؕ فَاِنْ كَانَ الَّذِیْ عَلَیْهِ الْحَقُّ سَفِیْهًا اَوْ ضَعِیْفًا اَوْ لَا یَسْتَطِیْعُ اَنْ یُّمِلَّ هُوَ فَلْیُمْلِلْ وَلِیُّهٗ بِالْعَدْلِؕ وَ اسْتَشْهِدُوْا شَهِیْدَیْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْۚ فَاِنْ لَّمْ یَكُوْنَا رَجُلَیْنِ فَرَجُلٌ وَّ امْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰىؕ وَ لَا یَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْاؕ وَ لَا تَسْــٴَـمُوْۤا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِیْرًا اَوْ كَبِیْرًا اِلٰۤى اَجَلِهٖؕ

وَاِنْ كَانَ اور اگر ہے وہ مقروض ذُوْ عُسْرَةٍ تنگ دست فَنَظِرَةٌ پس اس کو مہلت دینی ہے اِلٰى مَیْسَرَةٍ فراخی تک وَاَنْ تَصَدَّقُوْا اور یہ کہ تم صدقہ دو خَیْرٌ لَّكُمْ تمہارے لیے بہتر ہے اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اگر ہو تم جانتے وَاتَّقُوْا یَوْمًا اور ڈرو اس دن سے تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ جس میں تم لوٹائے جاؤ گے اِلَى اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی طرف

ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ پھر ہر نفس کو پورا پورا دیا جائے گا مَّا كَسَبَتْ جو اُس نے کمایا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اے لوگو جو ایمان لائے ہو اِذَا تَدَايَنْتُمْ جب تم معاملہ کرو بِدَيْنٍ اُدھار اور قرض کا اِلٰٓى اَجَلٍ ایک میعاد تک مُّسَمًّى جو مقرر ہے فَاكْتُبُوْهُ پس تم اس اُدھار کو لکھ لو وَلْيَكْتُبْ اور چاہیے کہ لکھے بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌ تمھارے درمیان لکھنے والا بِالْعَدْلِ انصاف کے ساتھ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اور نہ انکار کرے لکھنے والا اَنْ يَّكْتُبَ یہ کہ وہ لکھے كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ جیسا کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے لکھنے کی تعلیم دی ہے فَلْيَكْتُبْ پس چاہیے کہ وہ لکھے وَلْيُمْلِلِ الَّذِیْ اور چاہیے کہ تحریر کروائے وہ شخص عَلَيْهِ الْحَقُّ جس نے حق دینا ہے وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ اور چاہیے کہ ڈرے اللہ تعالیٰ سے رَبَّهٗ جو اس کا رب ہے وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ اور نہ کمی کرے اس حق سے شَيْئًا کچھ بھی فَاِنْ كَانَ الَّذِیْ پس اگر ہے وہ شخص عَلَيْهِ الْحَقُّ جس کے ذمے حق ہے سَفِيْهًا بے وقوف اَوْ ضَعِيْفًا یا کمزور ہے اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ یا وہ طاقت نہیں رکھتا اَنْ يُّمِلَّ یہ کہ وہ لکھوا سکے هُوَ وہ خود فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ پس چاہیے کہ لکھوائے اس کا مختار یعنی وکیل بِالْعَدْلِ انصاف کے مطابق وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ اور گواہ بنا لو تم دو گواہ مِنْ رِّجَالِكُمْ اپنے مردوں میں سے فَاِنْ لَّمْ

یَکُوْنَا رَجُلَیْنِ پس اگر نہیں ہیں وہ دو مرد فَرَجُلٌ پس ایک مرد وَّامْرَاَتٰنِ اور دو عورتیں مِمَّنْ تَرْضَوْنَ ان لوگوں میں سے ہوں جن کو تم پسند کرتے ہو مِنَ الشُّهَدَآءِ گواہوں میں سے اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا (یہ دو عورتیں اس لیے ہیں) کہ اگر ان دو میں سے ایک بھول جائے فَتُذَكِّرَ پس یاد کرائے اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ان دو میں سے ایک دوسری کو وَلَا یَاْبَ الشُّهَدَآءُ اور نہ انکار کریں گواہ اِذَا مَا دُعُوْا جب ان کو گواہی کے لیے بلایا جائے وَلَا تَسْــٴَـمُوْۤا اور نہ تم اُکتاؤ اَنْ تَكْتُبُوْهُ یہ کہ تم اس کو لکھو صَغِیْرًا اَوْ كَبِیْرًا چھوٹی چیز ہو یا بڑی اِلٰۤى اَجَلِهٖ اس کی میعاد تک۔

اس سے پہلے سُود کا بیان تھا۔ اور جو مال حرام ہیں ان میں سُود سرفہرست ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے صاف لفظوں میں فرمایا وَحَرَّمَ الرِّبٰوا اور حرام فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے سُود کو۔ مزید فرمایا کہ اگر تم سُود سے باز نہیں آتے فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ تو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ لڑائی کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اگر کوئی شخص سُود کو جائز سمجھ کر لیتا دیتا ہے تو وہ پکا کافر ہے۔ اس کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے اور اگر سُود کو حرام سمجھ کر لیتا دیتا ہے تو گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہے۔

اس سُود خور کو حکم ہے کہ وَاِنْ كَانَ اور اگر وہ مقروض (جس کو تم نے قرض دیا ہے اور اس نے تمھیں اصل رقم کے ساتھ سُود بھی دینا ہے تو سود تو حرام ہو گیا اور اصل رقم باقی رہ گئی) ذُوْ عُسْرَةٍ تنگ دست ہے فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَیْسَرَةٍ پس اس کو مہلت دو فراخی

تک یعنی اگر تمھارا مقروض واقعتاً تنگ دست ہے تو فراخی تک مہلت دو۔ البتہ اگر کوئی شخص بدنیت ہے قرضہ واپس کرسکتا ہے لیکن نیت خراب ہے واپس نہیں کرتا تو اس پر سختی کرنا جائز ہے وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اور یہ کہ اگر تم صدقہ کرو یہ تمھارے لیے بہتر ہے اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اگر تم جانتے ہو۔ تو صدقے کی صورت یہ ہے کہ تم معاف کردو۔ پھر اس میں تفصیل ہے کہ ساری رقم معاف کردو، آدھی معاف کردو، کچھ حصہ معاف کردو، جس طرح چاہو کرسکتے ہو اس کا تمھیں حق حاصل ہے اور مہلت دینا بھی صدقے کی ایک قسم ہے۔

ایک مسئلہ یاد رکھنا کہ اگر کسی شخص نے دوسرے کو قرض دیا ہے اور مقروض قرض ادا نہیں کرسکتا اور زکوٰۃ کا مستحق ہے اور تم یہ چاہتے ہو کہ زکوٰۃ میں وہ رقم چھوڑ دو تو اس طرح تمھاری زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔ کیوں کہ زکوٰۃ میں مال کی تملیک شرط ہے اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ میں لام تملیک کی ہے۔ اگر تم ایسا کرنا چاہتے ہو تو اس کی صورت یہ ہے کہ زکوٰۃ کی جتنی رقم تم اس کو دینا چاہتے ہو وہ اس کو دے دو۔ وہ جب وصول کرے گا مالک بن جائے گا۔ اس کے بعد تم کہو کہ تو نے میرا قرض دینا ہے دے دو۔ تو اس طرح تمھاری زکوٰۃ بھی ادا ہو جائے گی اور اس کا قرض بھی اُتر جائے گا۔

وَاتَّقُوْا يَوْمًا اور ڈرو تم اس دن کے عذاب سے تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ جس دن تم لوٹائے جاؤ گے اِلَى اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی طرف ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ پھر پورا پورا دیا جائے گا ہر نفس کو مَّا كَسَبَتْ جو اُس نے کمایا یعنی تم نے نیکی بدی جو بھی کمائی کی ہے اس کا پورا پورا بدلہ ملے گا اور انسان کو اپنے کیے کا پتا ہوگا کیوں کہ وہاں حافظہ قوی کر دیا جائے گا۔ اگرچہ دنیا میں انسان بہت سارے کام کرکے بھول جاتا ہے لیکن وہاں سارے

یاد آجائیں گے اور فرشتوں کا تحریر کردہ اعمال نامہ بھی سامنے کر دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ اس کو پڑھ اور دیکھ کہ میرے فرشتوں نے کوئی کمی بیشی تو نہیں کی۔ انسان کہے گا لَا یَارَبِّ اے میرے رب کوئی زیادتی نہیں ہوئی۔ اور انسان اپنا نامہ اعمال پڑھ کر حیران ہوگا اور کہے گا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا [الکہف:۴۹] "یہ کیسی کتاب ہے نہ چھوٹی بات کو چھوڑتی ہے نہ بڑی کو مگر اسے لکھ رکھا ہے۔" وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

قرض کے بعض ضروری احکام :

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اِذَا تَدَايَنْتُمْ جب تم آپس میں معاملہ کرو بِدَيْنٍ قرض اور اُدھار کا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى مقررہ میعاد تک فَاكْتُبُوْهُ تو اس کو لکھ لو تاکہ تمھیں مدت بھی معلوم ہو کہ فلاں تاریخ کو میں نے دینا ہے اور یہ بھی معلوم ہو کہ رقم کتنی ہے۔ کیوں کہ بعض آدمیوں کے حافظے کمزور ہوتے ہیں وہ بھول جاتے ہیں پھر جھگڑے ہوتے ہیں لہٰذا لکھ لو۔ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌ اور چاہیے کہ لکھے تمھارے درمیان لکھنے والا بِالْعَدْلِ انصاف کے ساتھ، نہ اُس کا حق مارے اور نہ اُس پر زیادتی کرے۔

مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ لکھنے والا اگر مزدوری لینا چاہے تو اس کو حق پہنچتا ہے وہ لے سکتا ہے وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اور انکار نہ کرے لکھنے والا اَنْ يَّكْتُبَ لکھنے سے كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو لکھنے کی تعلیم دی اور وہ لکھنا جانتا ہے۔ یہ اس پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے تو اس احسان کا شکر یہ ہے کہ دوسروں کے کام آئے فَلْيَكْتُبْ پس چاہیے کہ لکھے۔ بغیر اُجرت کے لکھے تو نُوْرٌ عَلٰى نُور ہے اور اگر اُجرت

لینا چاہے تو اس کا بھی اس کو حق ہے وَلْيُمْلِلِ اور چاہیے کہ اِملاء کرائے (اِملال اور اِملاء دونوں ہم معنیٰ ہیں۔) الَّذِیْ عَلَیْهِ الْحَقُّ وہ شخص جس پر حق ہے یعنی مقروض لکھوائے کہ میں نے اتنی رقم دینی ہے کیوں کہ اس کو معلوم ہے کہ اس نے کتنے لیے ہیں اور اس پر لازم ہے وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ اور چاہیے کہ وہ مقروض اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے۔ یعنی ٹھیک ٹھیک لکھوائے کسی قسم کی خیانت نہ کرے، ڈنڈی نہ مارے وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـًٔا اور مقروض نے جو حق دینا ہے اس میں کسی چیز کی کمی نہ کرے، ٹھیک ٹھیک لکھوادے کہ اتنا حق دینا ہے اور فلاں تاریخ کو دینا ہے۔

فَاِنْ كَانَ الَّذِیْ عَلَیْهِ الْحَقُّ پس اگر ہے وہ شخص کہ (جس کے ذمے حق ہے سَفِیْهًا بے عقل، پاگل قسم کا آدمی ہے تو بدحواس کیا لکھوائے گا اَوْ ضَعِیْفًا یا کمزور ہے۔ مثلاً: بچہ ہے کہ وہ لکھوا نہیں سکتا یا بہت بوڑھا ہے کہ لوگ اس کی بات ہی نہیں سمجھتے اَوْ لَا یَسْتَطِیْعُ اَنْ یُّمِلَّ هُوَ یا وہ خود لکھوانے کی طاقت نہیں رکھتا۔ مثلاً: گونگا ہے یا مُنشی کی زبان اور ہے اور اِس کی زبان اور ہے اور یہ اپنی زبان میں اس کو لکھوانے کی طاقت نہیں رکھتا فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ تو چاہیے کہ اس کا سرپرست لکھوائے انصاف کے ساتھ۔ یعنی وہ اپنا مختار یا وکیل بنائے اور اس کو کہے تو میری طرف سے تحریر کروادے۔ تو جب تم کسی کو اُدھار دو کسی میعاد تک اس کا پہلا حکم یہ ہے کہ اس کو تحریر میں لاؤ۔ اگر کوئی شخص اس حکم پر عمل نہیں کرے گا یعنی تحریر نہیں کروائے گا تو وہ گنہ گار ہوگا۔

دوسرا حکم: وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِیْدَیْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ اور دو گواہ بنالو اپنے مردوں میں سے یعنی مومن ہوں کیوں کہ خطاب ایمان والوں کو ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اور یاد رکھنا کہ مومن کے کسی معاملہ میں غیر مسلم کو گواہ نہیں بنایا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: لَنْ

يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا "اور ہرگز نہیں بنائے گا اللہ تعالیٰ کافروں کے لیے مومنوں پر کوئی راستہ۔" کافر مسلمان کے حق میں کسی مسئلہ پر گواہی نہیں دے سکتا۔

فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ پس اگر دو مرد نہ ہوں فَرَجُلٌ تو ایک مرد وَّامْرَاَتٰنِ اور دو عورتیں مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ جن کو تم گواہ پسند کرتے ہو۔ اور مومن اسی گواہ کو پسند کرے گا جو مومن اور عادل ہو اور عادل اسے کہتے ہیں جو صوم وصلوٰۃ کا پابند ہو۔ اس طرح کہ اس کے ذمہ ایک نماز اور ایک روزہ بھی نہ ہو اور سچ بولنے والا ہو۔ اگر اس نے جھوٹ بولا ہے اور جھوٹ سے توبہ نہیں کی تو وہ بھی گواہ نہیں بن سکتا۔ اور نماز باجماعت کا پابند ہو۔ اگر بغیر کسی مجبوری کے جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھتا تو بھی گواہ نہیں بن سکتا۔ البتہ ایک آدھ نماز جماعت کے ساتھ نہیں پڑھ سکا تو کوئی بات نہیں ہے۔ اور اگر عادت ہے جماعت کی نماز چھوڑنے کی تو اس کی گواہی منظور نہیں ہے۔ اسی طرح ایسا آدمی بھی گواہ نہیں بن سکتا جو بغیر کسی عذر کے جمعہ چھوڑ دے۔ کیوں کہ جمعہ کی نماز بھی فرض عین ہے۔ فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں: کہ جو شخص گلی محلوں میں ننگے سر پھرتا ہے یا لوگوں کے سامنے سڑکوں کے کنارے بیٹھ کر پیشاب کرتا ہے یا وہ شخص جو گلی بازاروں میں چلتے پھرتے کھاتا ہے وہ بھی گواہ نہیں بن سکتا۔ لہٰذا اس دور میں شرعی گواہ کا ملنا مشکل ہے۔

عورت کی گواہی:

تو مسئلہ یہ بیان ہو رہا ہے کہ دو گواہ مرد ہونے چاہئیں اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں۔ تنہا عورتوں کی گواہی حدود میں مقبول نہیں ہے۔ مثلاً: زنا کے مسئلے

میں ایک لاکھ عورت بھی گواہی دے تو قبول نہیں ہے۔ اس لیے کہ جج کے سامنے زنا کو جن صریح الفاظ میں بیان کرنا ہے عورت فطرتاً ان صریح الفاظ کو بیان نہیں کر سکتی۔ شریعت ان کی گواہی صرف ولادت اور رضاعت کے سلسلے میں منظور کرتی ہے یا عام حالات میں قتل کا مسئلہ ہے، چوری کا مسئلہ ہے یا نکاح، طلاق کا مسئلہ ہے یا اس طرح کے اور مسئلے ہیں کہ ان میں ایک مرد اور دو عورتیں گواہ بن سکتی ہیں۔

ایک موقع پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ عورتیں ناقصاتِ عقل بھی ہیں اور ناقصاتِ دین بھی۔ ایک عورت بولی حضرت! ہم ناقص العقل کیوں ہیں یعنی ہم میں کیا کمزوری پائی جاتی ہے؟ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کیا گواہی کے مسئلہ میں دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر نہیں ہے؟ وہ عورت کہنے لگی حضور (ﷺ) یہ بات تو صحیح ہے۔ (مگر آج کی عورت ہوتی تو کبھی نہ مانتی۔ بلکہ کہتے کہ ہماری عقل پوری ہے بلکہ مردوں سے بھی زیادہ ہے۔) اور فرمایا دین کا نقصان یہ ہے کہ ماہواری کے دنوں میں تم نماز، روزہ ادا نہیں کر سکتی۔ اسی طرح نفاس کے دنوں میں بھی نماز نہیں پڑھ سکتی، البتہ روزوں کی قضا ہوگی اور نماز کی معافی ہے۔ گواہی کے بارے میں یہ حکم قرآن پاک کا ہے اور حدیثِ متواتر کا ہے۔ اور اس پر اُمت کا اجماع ہے۔

آج بے دین قسم کے مرد اور عورتیں کہتی ہیں کہ عورت کی گواہی آدھی ہے کیا عورت کی نگاہ پوری نہیں ہوتی؟ یہ لوگ رب تعالیٰ کے حکم کا مذاق اُڑاتے ہیں حالانکہ مومن کو رب تعالیٰ کا حکم مان لینا چاہیے۔ تو گواہی کے مسئلہ میں دو عورتیں اس لیے ہیں اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا یہ کہ اُن دو میں سے ایک کوئی ضروری بات بھول جائے فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى تو ان دو میں سے ایک یاد کرا دے گی دوسری کو یعنی اگر کوئی خاص

بات ہے کہ جس چیز گواہی موقوف ہے اور وہ ایک عورت کے ذہن سے نکل گئی ہے تو دوسری اس کو یاد کرادے گی۔ عورتیں اگرچہ باتونی ہوتی ہیں لیکن اصل بات بھول جاتی ہیں اور دائیں بائیں کی باتیں کرتی رہتی ہیں۔ فرمایا: وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَآءُ اور گواہ انکار نہ کریں اِذَا مَا دُعُوْا جب اُن کو بلایا جائے۔

مسئلہ یہ کہ اگر کسی شخص کی گواہی پر معاملہ موقوف ہے تو گواہی دینا واجب ہے اور نفسِ شہادت پر اُجرت لینا بھی جائز نہیں ہے۔ البتہ اگر مزدور آدمی ہے اور اس دن کی مزدوری رہ گئی ہے جس دن اس نے عدالت میں جا کر گواہی دی ہے تو اس دن کی مزدوری لے سکتا ہے اور آنے جانے کا کرایہ بھی لے سکتا ہے اور قاعدے کے مطابق کھانا بھی کھا سکتا ہے اور یہ ساری چیزیں اس کے ذمہ ہیں جس کے حق میں اس نے گواہی دینی ہے۔ البتہ یہ ساری چیزیں ہوں گی گواہ کی حیثیت کے مطابق۔ یعنی اگر وہ پہلے تھرڈ کلاس میں سفر کرتا ہے تو اس کو تھرڈ کلاس کا کرایہ دیا جائے گا۔ یہ جائز نہیں ہے کہ وہ فرسٹ کلاس کے ٹکٹ کا مطالبہ کرے۔ اسی طرح گھر میں اگر دال سبزی کھاتا ہے تو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ مُرغے کا مطالبہ کرے۔

وَلَا تَسْئَمُوْٓا اور نہ اُکتاؤ تم اَنْ تَكْتُبُوْهُ یہ کہ لکھو تم اُدھار کو صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اُدھار چاہے تھوڑا ہو یا زیادہ اِلٰٓى اَجَلِهٖ اس کو میعاد تک لکھ لینا چاہیے اور لکھنے سے گھبرانا نہیں چاہیے۔ ان آیات میں دو مسئلے بیان ہوئے۔ ایک یہ کہ اگر معاملہ اُدھار کا ہے تو لکھ لو تا کہ بعد میں گڑبڑ نہ ہو۔ دوسرا یہ کہ گواہ بناؤ۔ باقی باتیں آگے آرہی ہیں۔

ان شاء اللہ تعالیٰ

ذٰلِكُمْ

اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰۤى اَلَّا تَرْتَابُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ؕ وَاَشْهِدُوْۤا اِذَا تَبَايَعْتُمْ ۪ وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ؕ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ ۞ وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ؕ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِی اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ؕ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ؕ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۞ ع ۳۹ ۷

ذٰلِكُمْ یہ حکم اَقْسَطُ زیادہ انصاف والا ہے عِنْدَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وَاَقْوَمُ اور زیادہ درست ہے لِلشَّهَادَةِ گواہی دینے کے لیے وَاَدْنٰۤى اور زیادہ قریب ہے اَلَّا تَرْتَابُوْۤا اس کے کہ تم شک نہ کرو اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ مگر یہ کہ ہو تِجَارَةً حَاضِرَةً تجارت حاضر تُدِيْرُوْنَهَا جس کو تم لیتے دیتے ہو بَيْنَكُمْ آپس میں فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ پس نہیں ہے تم پر کوئی گناہ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا یہ کہ تم اس کو نہ لکھو وَاَشْهِدُوْۤا اور گواہ بنا لو تم اِذَا تَبَايَعْتُمْ جب تم

خرید وفروخت کرو وَلَا یُضَآرَّ کَاتِبٌ اور نہ نقصان پہنچایا جائے لکھنے والے کو وَّلَا شَهِیْدٌ اور نہ گواہ کو وَاِنْ تَفْعَلُوْا اور اگر تم کروگے فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ تو بے شک یہ تمھاری نافرمانی ہوگی وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے وَیُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ اور اللہ تعالیٰ تمھیں تعلیم دیتا ہے وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ اور اگر ہو تم سفر میں۔ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا اور نہ پاؤ تم لکھنے والا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ پس رہن ہے قبضہ کیا ہوا فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا پس اگر مطمئن ہو جائیں بعض تمھارے بعض سے فَلْیُؤَدِّ الَّذِی پس چاہیے کہ ادا کرے وہ شخص اؤْتُمِنَ جس کو امین سمجھا گیا ہے اَمَانَتَهٗ اپنی امانت کو وَلْیَتَّقِ اللّٰهَ اور چاہیے کہ ڈرے اللہ تعالیٰ سے رَبَّهٗ جو اس کا رب ہے وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ اور نہ چھپاؤ تم گواہی وَمَنْ یَّكْتُمْهَا اور جو شخص چھپائے گا اس گواہی کو فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ تو بے شک گناہ گار ہونے والا ہے دل اس کا وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ جو تم عمل کرتے ہو جانتا ہے۔

بڑے سودے تحریر کیے جائیں :

میں نے کل عرض کیا تھا کہ سارے قرآن میں سب سے لمبی اور بڑی آیت یہ ہے جو یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا سے شروع ہوئی اور وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ پر ختم ہوئی۔ اور

کل میں نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ چھوٹی آیات دو حرفوں والی ہوتی ہیں جیسے حٰمٓ آیت ہے، یٰسٓ آیت ہے، طٰہٰ آیت ہے۔ تو اس آیت کریمہ میں بہت سارے احکامات بیان ہوئے ہیں۔ کل کے سبق میں تم نے پڑھا کہ جس وقت تم کسی سے اُدھار کرو یا قرض کا معاملہ کرو تو اس کے متعلق پہلا حکم یہ ہے کہ تم اس کو لکھ لو کہ فلاں نے اتنی رقم لینی ہے اور فلاں نے اتنی رقم دینی ہے۔ اور دوسرا حکم تھا کہ گواہ بنالو تاکہ آئندہ کسی قسم کی گڑبڑ نہ ہو۔ اسلام جھگڑے کا بالکل قائل نہیں ہے۔

اسی واسطے فقہائے کرام رحمہم اللہ نے صاف اور واضح احکام تحریر فرمائے ہیں کہ تم نے اگر کسی سے کوئی کام کروانا ہے تو پہلے اس سے اُجرت طے کر لو۔ مثال کے طور پر کسی سے کپڑا سلوانا ہے یا جوتے کی سلائی کروانی ہے تو پہلے اس سے اُجرت طے کرو۔ اگر تمھاری سمجھ میں آئے تو کام کراؤ ورنہ نہیں۔ مگر بات کو گول مول نہ رکھو کہ کام ہو جانے کے بعد وہ کہے کہ میں نے اتنی مزدوری لینی ہے اور تم یہ کہو ہم نے اتنی دینی ہے، تو جھگڑا ہوگا۔ اور اگر پہلے طے نہیں کریں گے تو دونوں گنہ گار ہوں گے۔ لہٰذا ساری بات اچھی طرح طے کر لینی چاہیے۔ ہم لوگ عموماً پہلے شرم میں رہتے ہیں اور بعد میں جھگڑتے ہیں۔ ہاں اگر کسی چیز کی اُجرت یا قیمت متعین ہے چاہے سرکاری لحاظ سے یا عرف عام کے اعتبار سے۔ مثال کے طور پر گوجرانوالا سے لاہور جانے کے لیے ویگن کا کرایہ متعین ہے۔ سب جانتے ہیں کہ کتنا ہے لہٰذا پہلے طے کرنے کی ضرورت نہیں۔ تو پہلے دو مسئلے بیان ہوئے کہ تم اگر کسی کو اُدھار دو یا قرض دو تو اس کو تحریر میں لاؤ اور اس پر گواہ ہونے چاہئیں۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ذٰلِكُمْ یہی چیز یعنی گواہ اور تحریر ہو اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی

انصاف والی بات ہے وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ اور زیادہ درست ہے گواہی دینے کے لیے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ گواہ تو دیانت دار ہوتے ہیں مگر زیادہ عرصہ گزر جانے کی وجہ سے ان کو یاد نہیں رہتا کہ ہم نے کتنی رقم کی گواہی دینی ہے۔ یا تاریخ بھول جاتے ہیں کہ کون سی تاریخ متعین ہے۔ تو جب تحریر سامنے ہوگی تو گواہوں کو معلوم ہوگا کہ ہم نے فلاں چیز کی گواہی دینی ہے وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اور یہ تحریر میں آجانا اور گواہوں کا متعین ہونا زیادہ قریب ہے کہ تم شک میں نہ پڑو اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً مگر یہ کہ ہو تجارت حاضر تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ جس کو تم آپس میں لیتے دیتے ہو فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ پس تم پر کوئی حرج نہیں ہے اَلَّا تَكْتُبُوْهَا یہ کہ تم اس کو نہ لکھو۔

جیسے: لوگ دکانوں سے سودا لیتے ہیں کہ چیز لی اور پیسے دے دیئے تو یہاں جھگڑے کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔ کیوں کہ نقد ہے لہٰذا لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور یہاں لکھنے میں دکان دار کو بھی تکلیف ہے کہ وہ لکھے کہ میں نے نمک بیچا ہے، ہلدی بیچی ہے، مرچیں بیچی ہیں وغیرہ۔ لیکن ساتھ ہی فرمایا کہ تجارت تو حَاضِرَةً ہے مگر کوئی اہم چیز ہے قیمتی ہے تو وَاَشْهِدُوْٓا اور گواہ بنالو اِذَا تَبَايَعْتُمْ جب تم خرید و فروخت کرو۔ مثال کے طور پر تم نے مکان خریدا ہے رقم نقد دے دی ہے اور قبضہ کرلیا یا کوئی قیمتی جانور خریدا تو اس پر بھی گواہ بناؤ تا کہ بعد میں کسی قسم کی گڑبڑ نہ ہو۔ کیوں کہ ہوسکتا ہے کہ اس چیز کے قیمتی ہونے کی وجہ سے کوئی گمراہ کرے اور اُکسائے کہ تو نے سستا بیچ دیا ہے اور وہ پھسل جائے وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ اور نہ نقصان پہنچایا جائے لکھنے والے کو اور نہ گواہ کو۔ مثلاً: کاتب کا کوئی اپنا ضروری کام ہے یا اس نے کہیں ضروری جانا ہے جس کی وجہ سے وہ فوری طور پر تمھارا کام نہیں کرسکتا اور تم اس کو پکڑ لو اور کہو کہ مجھے پہلے لکھ دے پھر

جہاں جانا ہے جا اور اپنا کام بعد میں کر لینا۔ اس طرح کاتب کو ضرر پہنچانا ٹھیک نہیں ہے، تم کوئی اور کاتب تلاش کر لو اور اس کو اپنے ضروری کام یا ڈیوٹی پر جانے دو۔

اسی طرح گواہ کہ اس نے کہیں کہیں خوشی میں شریک ہونا ہے یا اس کا ماتم ہو گیا ہے یا اس کی باقاعدہ کہیں ڈیوٹی ہے جس پر اس نے پہنچنا ہے اور تم کہو کہ سارے کام چھوڑ دے اور میرے ساتھ گواہی کے لیے چل تو اس طرح تم اس کو تکلیف پہنچاتے ہو۔ آخر وہ بھی انسان ہے اس کی بھی ضروریات ہیں، مسائل ہیں تو اس کو مجبور کرنا صحیح نہیں۔ ایسے موقع پر تم عدالت کو کہہ سکتے ہو کہ میرا گواہ فلاں مجبوری کی وجہ سے نہیں آسکا کوئی اور تاریخ دے دی جائے۔ قانون بھی اور شریعت بھی اس چیز کی اجازت دیتی ہے۔ قانون اور شریعت میں ایسی شقیں موجود ہیں۔ تو ہر حال میں مجبور کر کے ساتھ لے جانا اس کو ضرر پہنچانا صحیح نہیں بلکہ تمھیں اس چیز کا حق نہیں ہے۔ یہ تفسیر اس صورت میں ہے کہ لَا يُضَآرَّ کو نفی معلوم کا صیغہ بنایا جائے۔

اور لَا يُضَآرَّ نفی معلوم کا صیغہ بھی بن سکتا ہے۔ اس وقت معنیٰ ہوگا اور ضرر نہ پہنچائے کاتب اور گواہ۔ کیوں کہ لکھنے ولا ہوشیار ہوتا ہے لکھنے میں دھوکا دے سکتا ہے اور حق والے کو نقصان پہنچا سکتا ہے لہٰذا اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی کو تحریر میں نقصان پہنچائے۔ اور گواہ بھی نفس الامر کے مطابق صحیح گواہی دے۔ غلط گواہی دے کر گواہ بھی حق والے کو نقصان نہ پہنچائے وَاِنْ تَفْعَلُوْا اور اگر تم ایسی کارروائی کرو گے کہ ان شریف آدمیوں کو نقصان پہنچاؤ گے اور ان کے ساتھ زیادتی کرو گے فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ تو بے شک یہ تمھاری نافرمانی ہے کہ تم نے رب کا حکم نہیں مانا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور ہر وقت اللہ کے عذاب سے ڈرو وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ اور اللہ تعالیٰ تمھیں ان احکام کی

تعلیم دیتا ہے اور ان احکامات کا تمھاری زندگی کے ساتھ گہرا تعلق ہے اور اچھی طرح سمجھ لو
وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے۔ یہاں تک تھی آیت مداینہ۔

یہاں ایک فقہی مسئلہ سمجھ لیں کہ ہر رکعت میں کم از کم تین آیات پڑھنی ہیں چاہے امام ہو یا منفرد ہو۔ اگر کوئی تین آیات سے کم پڑھے گا تو اس کی نماز نہیں ہوگی۔ یا ایک آیت اتنی لمبی ہو جو تین چھوٹی آیتوں کے برابر ہو تو اس کا پڑھنا بھی جائز ہے نماز ہو جائے گی۔ جیسے یہ آیت مداینہ ہے یا چھٹے ساتویں پارے میں ہیں اور تین آیتوں کی شرط اس لیے ہے کہ قرآن کریم کی کوئی سورت تین آیات سے کم نہیں ہے۔ چھوٹی سورتوں میں سورۃ العصر، سورۃ الکوثر، سورۃ النصر ہیں۔ ان سب کی تین تین آیات ہیں۔

رہن کے احکام :

آگے اور حکم ہے: وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ اور اگر تم سفر پر ہو وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا اور نہ پاؤ تم لکھنے والا۔ مثلاً: قافلہ جا رہا ہے اور اس میں بہت سارے آدمی ہیں۔ اس قافلے میں سے کسی کو دوسرے سے رقم لینے کی ضرورت پڑی اور وہاں لکھنے والا کوئی نہیں تو فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ پس رہن ہے قبضہ کیا ہوا۔ یعنی جس سے رقم لے اس کے پاس کوئی چیز گروی رکھ دے کہ میں جب تجھے رقم دوں گا تو اپنی چیز واپس لے لوں گا اور جس طرح گروی رکھنا سفر میں جائز ہے اسی طرح اقامت میں یعنی عام حالات میں بھی جائز ہے۔ سفر میں چوں کہ اس کی ضرورت زیادہ پیش آتی ہے کہ لکھنے والا نہیں ملتا اس واسطے سفر کی قید لگائی ہے۔

اقامت کی حالت میں رہن خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ثابت ہے۔
چنانچہ بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گھریلو اخراجات کے

سلسلہ میں جَو درکار تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے گھریلو خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ (کہ اکثر گھر کا سودا سلف یہی لاتے تھے اور کبھی کبھی یہ ڈیوٹی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے سپرد بھی ہوتی تھی۔) کو ابو شحم نامی یہودی کے پاس بھیجا جو بڑا سخت مزاج تھا۔ اُنھوں نے اس کو جا کر کہا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تیس صاع جو بطور قرض کے چاہئیں (ایک صاع ساڑھے تین کلو کا ہوتا ہے) اس نے کہا میرے پاس کوئی چیز گروی رکھو تب دوں گا۔ خادموں نے آکر کہا کہ حضرت! وہ ادھار دینے کے لیے تیار نہیں ہے جب تک کہ اس کے پاس کوئی چیز گروی نہ رکھی جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی زِرہ مبارک دی کہ یہ گروی رکھ کر جَو لے آؤ۔ کیوں کہ مجبوری تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زِرہ اس یہودی کے پاس گروی رکھی اور تیس صاع جو لا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں پیش کیے۔ اتفاق کی بات ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ زرہ اپنی حیات مبارکہ میں واپس نہ لے سکے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قرض ادا کر کے زرہ واپس لی۔ مقصد یہ ہے کہ رہن آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مدینہ میں قیام کے دوران رکھا تھا لہٰذا سفر کی قید اتفاقی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تول کر جَو اپنی بیویوں میں برابر تقسیم کیے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نو بیویاں اور دو لونڈیاں تھیں۔ تول کر اس واسطے تقسیم کیے کہ کسی کی حق تلفی نہ ہو۔ اور آج بھی اگر کسی کی دو یا تین بیویاں ہوں تو اخراجات کے سلسلہ میں عدل وانصاف کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا تقویٰ:

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی دو بیویاں تھی، اولاد نہ تھی، لاولد تھے۔ آج کل کا موسم تھا۔ ایک عقیدت مند نے دو تربوز ہدیۃً پیش کیے۔ (اور مسئلہ یہ ہے کہ ہدیہ قبول کر لینا

چاہیے رد کرنا خلافِ سنت ہے۔) شاید دو اس واسطے پیش کیے کہ بیویاں دو ہیں دونوں کو ایک ایک دیں گے اور وہ شخص ہدیہ دے کر چلا گیا تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خادم کو بھیجا کہ چھری لاؤ اور دو پراتیں بھی لے آؤ۔ خادم نے کہا حضرت! دو پُراتوں کا کیا کرنا ہے؟ فرمایا یہ تربوز برابر کاٹنے ہیں اور آدھا اس میں سے اور آدھا اُس میں سے ایک بیوی کو دینا ہے اور آدھا اس میں سے اور آدھا اس میں سے دوسری بیوی کو دینا ہے۔ خادم نے کہا حضرت ایک تربوز ایک بیوی کو اور دوسرا دوسری بیوی کو دے دیں۔ فرمایا بیٹے بعض تربوز میٹھے ہوتے ہیں اور بعض پھیکے۔ تو اگر ایک کا میٹھا اور دوسر کا پھیکا نکلا تو حق تلفی ہوگی۔ یہ درست نہیں ہے۔ تو ایک کاٹ کر آدھا آدھا کر کے دیا پھر دوسرا کاٹ کر آدھا آدھا کر کے دیا۔ جو اس طرح انصاف کر سکتا ہو اس کو شریعت ایک سے زائد شادیاں کرنے اجازت دیتی ہے ورنہ " فَوَاحِدَةً پس ایک پر ہی گزارا کرے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ حضرت سفر سے واپس تھانہ بھون آرہے تھے کہ ایک عقیدت مند نے گنے کی ایک گٹھری ہدیۃً دی، حضرت نے قبول کر لی اور خادم کو فرمایا کہ اس کا وزن کراؤ۔ اگر ہم قانون کے مطابق بغیر کرایہ کے لے جاسکتے ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ ان کا ٹکٹ لینا ہے۔ (یہ انگریز کے دور کی بات ہے۔) گارڈ حضرت کو جانتا تھا اس نے کہا حضرت وزن کی کیا ضرورت ہے، جہاں تک میں نے جانا ہے میں لے جاؤں گا آپ کو کوئی نہیں پوچھے گا۔ حضرت نے فرمایا تو نے کہاں تک جانا ہے؟ اس نے کہا مظفر نگر تک۔ فرمایا میں نے تو آگے جانا ہے۔ تو گارڈ نے کہا حضرت آپ سہارن پور تک جائیں گے تو کوئی بات نہیں میں آگے کا بھی انتظام کر دوں گا۔ حضرت نے فرمایا میں نے تو سہارن پور سے آگے جانا ہے۔ کیا آپ آگے کا بھی انتظام کر دیں

گے۔ مطلب یہ تھا کہ میں نے آخرت کی طرف جانا ہے قیامت کے دن سوال ہوگا اس کا جواب کون دے گا؟ تیری تو جہاں تک ڈیوٹی ہے وہاں تک پہنچا دے گا آگے کیا بنے گا؟ ایسے متقی لوگ کہاں ہیں جن کو دیکھنے کے لیے نگاہیں ترستی ہیں۔ یہ حضرات علم کے بھی پہاڑ تھے اور تقویٰ کے بھی۔

تو مسئلہ یہ ہے کہ جس طرح سفر میں گروی رکھ سکتے ہیں اسی طرح حضر میں بھی رکھ سکتے ہیں۔ لیکن یاد رکھنا! کہ رہن شدہ چیز سے فائدہ اُٹھانا حرام ہے۔ مثلاً: مکان گروی رکھا گیا ہے تو اس میں سکونت اختیار نہیں کر سکتے۔ زمین رہن رکھی گئی ہے تو اس میں کاشت نہیں کر سکتے۔ سواری والا جانور ہے تو اس پر سوار نہیں ہو سکتے اور اگر دودھ والا جانور ہے تو اس کا دودھ نہیں پی سکتے۔ اگر کوئی مشین ہے تو اس کو اپنے کام کے لیے نہیں چلا سکتے۔ یہ تمھارے پاس صرف وثیقہ ہے تاکہ تمھاری رقم ضائع نہ ہو۔

فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا پس اگر امن میں ہوں بعض تمھارے بعض سے فَلْيُؤَدِّ الَّذِى اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ تو چاہیے کہ ادا کرے وہ جس کو امین سمجھا گیا ہے اپنی امانت یعنی اس کے پاس جو امانت رکھی گئی ہے وہ اپنی امانت واپس کر دے جو مقروض ہے وہ امین ہے اس قرض کا جو اس نے لیا ہے۔ لہٰذا وہ قرض والی امانت قرض خواہ کو واپس کرے۔ اگر اس نے کوئی چیز رہن رکھے بغیر قرض دیا ہے تو قرضِ حسنہ ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ صدقہ کی دس نیکیاں ہیں اور قرضِ حسنہ کی سترہ نیکیاں ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ اتنا فرق کیوں ہے کہ صدقے میں دس نیکیاں اور قرض حسنہ میں سترہ نیکیاں۔ جب کہ صدقہ جو دیا گیا ہے وہ واپس نہیں ملنا اور قرضِ حسنہ کی رقم واپس ملنی ہے۔

محققین فرماتے ہیں کہ صدقہ کرنے والا صرف اپنا فائدہ سوچتا ہے کہ مجھے اس کا ثواب ملے گا۔ جب کہ قرضِ حسنہ میں دوسرے کا فائدہ ملحوظ رکھا جاتا ہے کہ یہ ضرورت مند ہے اس لیے قرضِ حسنہ کا ثواب زیادہ ہے۔

وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ اور چاہیے کہ ڈرے اللہ تعالیٰ سے جو اس کا پروردگار ہے کہ اگر امانت واپس نہ کی تو گرفت ہوگی وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ اور نہ چھپاؤ تم گواہی کو۔ مگر آج کل کے زمانہ میں سچی گواہی دینا بہت مشکل ہے۔ بلکہ مقدمے کی پیروی کرنا ہی بڑا مشکل ہے۔ بے چارے وکیلوں کی جانیں چلی جاتی ہیں۔ ایسا دور آ گیا ہے کہ خدا پناہ! ظلم کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا اور جو گواہی کو چھپائے گا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ تو بے شک اس کا دل گنہ گار ہوگا وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ اور جو تم عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ معاملہ تمھارا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے اس واسطے اس کا خوف دل میں رکھو، آخرت اور قبر نہ بھولو، قبر کو یاد رکھو اور اپنے اعمال درست کرلو۔

لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ یُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ فَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۸۴﴾ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۫ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۫ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَیْكَ الْمَصِیْرُ ﴿۲۸۵﴾ لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَیْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَاۤ اِنْ نَّسِیْنَاۤ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَاۤ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ٝ وَاغْفِرْ لَنَا ٝ وَارْحَمْنَا ٝ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۲۸۶﴾ ع

لِلّٰهِ اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہے مَا فِی السَّمٰوٰتِ جو کچھ آسمانوں میں ہے وَمَا فِی الْاَرْضِ اور جو کچھ زمین میں ہے وَاِنْ تُبْدُوْا اور اگر تم ظاہر کرو گے مَا اس چیز کو فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ جو تمھارے دلوں میں ہے اَوْ تُخْفُوْهُ یا تم اس کو مخفی رکھو گے یُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ تو اللہ تعالیٰ اس کا حساب لے گا تم سے فَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ پس بخش دے گا جس کو چاہے گا وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ اور سزا دے گا جس کو چاہے گا وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ

شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اٰمَنَ الرَّسُوۡلُ ایمان لایا ہے
رسول بِمَاۤ اُس چیز پر اُنۡزِلَ اِلَیۡہِ جو اُتاری گئی ہے اس کی طرف
مِنۡ رَّبِّہٖ اس کے رب کی طرف سے وَالۡمُؤۡمِنُوۡنَ اور مومن بھی ایمان
لائے ہیں کُلٌّ اٰمَنَ یہ سب ایمان لائے ہیں بِاللّٰہِ اللہ تعالیٰ پر
وَمَلٰٓئِکَتِہٖ اور اس کے فرشتوں پر وَکُتُبِہٖ اور اس کی کتابوں پر
وَرُسُلِہٖ اور اس کے رسولوں پر (یہ کہتے ہوئے) لَا نُفَرِّقُ بَیۡنَ اَحَدٍ مِّنۡ
رُّسُلِہٖ ہم نہیں تفریق کرتے اُس کے رسولوں میں سے کسی ایک کے درمیان
وَقَالُوۡا اور کہا اُنھوں نے سَمِعۡنَا ہم نے سن لیا وَاَطَعۡنَا اور ہم
نے اطاعت کی غُفۡرَانَکَ تیری بخشش چاہتے ہیں رَبَّنَا اے
ہمارے رب وَاِلَیۡکَ الۡمَصِیۡرُ اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے لَا یُکَلِّفُ
اللّٰہُ نہیں تکلیف دیتا اللہ تعالیٰ نَفۡسًا کسی نفس کو اِلَّا وُسۡعَہَا
مگر اس کی طاقت کے مطابق لَہَا اس نفس کے لیے ہے مَا کَسَبَتۡ
جو اُس نے کمایا وَعَلَیۡہَا اور اس پر وبال پڑے گا مَا اکۡتَسَبَتۡ اس
چیز کا جو اس نے کمائی رَبَّنَا اے ہمارے رب لَا تُؤَاخِذۡنَاۤ مؤاخذہ
نہ کر ہمارا اِنۡ نَّسِیۡنَاۤ اگر ہم بھول جائیں اَوۡ اَخۡطَاۡنَا یا ہم سے خطا ہو
جائے رَبَّنَا اے ہمارے رب وَلَا تَحۡمِلۡ عَلَیۡنَاۤ اور نہ ڈال ہم پر
اِصۡرًا بوجھ کَمَا حَمَلۡتَہٗ جیسا ڈالا تم نے بوجھ عَلَی الَّذِیۡنَ اُن

لوگوں پر مِنْ قَبْلِنَا جو ہم سے پہلے تھے رَبَّنَا اے ہمارے رب
وَلَا تُحَمِّلْنَا اور نہ اٹھوا ہم سے مَا وہ چیز لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ جس کی
ہم طاقت نہیں رکھتے وَاعْفُ عَنَّا پس تُو معاف کر دے ہم کو
وَاغْفِرْ لَنَا اور بخش دے ہم کو وَارْحَمْنَا اور ہم پر رحم فرما اَنْتَ مَوْلٰنَا
تو ہی ہمارا آقا ہے فَانْصُرْنَا پس تو ہماری مدد فرما عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ
کافر قوم کے مقابلے میں۔

قرآن کریم کی تمام سورتوں میں سے سب سے بڑی سورۃ البقرہ ہے۔ جو الٓمّٓ سے شروع ہوتی ہے اور فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ پر ختم ہوتی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے بہت سارے احکام بیان فرمائے ہیں۔ توحید کا بیان ہے، شرک کا رد ہے، نبوت کا اثبات ہے، قیامت کا اثبات ہے، نکاح، طلاق کے مسائل ہیں۔ اور بہت سارے مسائل ہیں۔ ان مسائل کو سن کر ناواقف آدمی گھبرا جاتا ہے کہ اتنی پابندیاں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ سب کا مالک پروردگار ہے۔ وہ اپنی مِلک میں جس طرح چاہے تصرف کرے جو حکم چاہے نافذ کرے اس کے سامنے کوئی قیل وقال نہیں کر سکتا وَاِنْ تُبْدُوْا اور اگر تم ظاہر کرو گے مَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ ان چیزوں کو جو تمھارے دلوں میں ہے یعنی جو تمھارے دلوں میں اچھے یا بُرے خیالات آتے ہیں اَوْ تُخْفُوْهُ یا تم اس کو مخفی رکھو۔ فرمایا اچھی طرح یاد رکھنا! يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ اس کا حساب لے گا تم سے۔

وسوسے کے درجات :

اس مسئلے کو اچھی طرح سمجھ لیں۔ جو خیالات اور وساوس آتے ہیں وہ دو قسم کے ہیں۔ ایک تو وہ ہیں کہ ان کا خیال خود بہ خود آتا ہے بغیر قصد اور ارادے کے۔ یہ خیالات جیسے بھی ہوں ان پر کوئی گرفت نہیں ہے کیوں کہ وہ انسان کے اختیار میں نہیں۔ بخاری شریف کی روایت ہے: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا حضرت! بعض دفعہ ہمارے دل میں از خود ایسے خیالات آتے ہیں کہ ہم ان کو زبان پر لانے کے لیے آمادہ نہیں ہیں بلکہ ان کو زبان پر لانے کے بجائے اس کو آسان سمجھتے ہیں کہ ہم جل کر کوئلہ ہو جائیں۔ مثلاً: یہ خیال آجاتا ہے کہ مَنْ خَلَقَ اللہَ اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ذٰلِكَ صَرِيْحُ الْاِيْمَانِ یہ تو ایمان کی واضح علامت ہے۔ یعنی خیال کا آجانا تو تمھارے اختیار میں نہیں ہے لیکن اس سے تمھارا اتنا متنفر ہونا کہ زبان پر لانے کے بجائے جل کر کوئلہ ہونے کو آسان سمجھنا یہ صریح ایمان ہے۔ تو بُرے سے بُرا خیال بھی اگر ذہن میں از خود آجائے تو اس پر گرفت نہ ہوگی۔ دوسرے وہ خیالات اور چیزیں ہیں کہ ان کو قصد اور ارادے سے دل و دماغ میں لایا جائے تو ان پر باقاعدہ گرفت ہوگی۔ اس آیت کریمہ میں ایسے ہی خیالات کا ذکر ہے۔

پھر فرمایا فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ پس جس کو چاہے گا رب بخشے گا۔ جس اچھے ارادے اور اچھی چیزیں دل میں لایا اسے بخشے گا وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ اور سزا دے گا جس کو چاہے گا۔ جو بُرے ارادے اور خیالات کا قصد لائے گا اس کو گرفت اور سزا ہوگی وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

معراج کے خاص تحفے :

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے لے کر آخر تک اصولی طور پر دو آیتیں بنتی ہیں۔ ویسے تو سارا قرآن کریم حق ہے مگر ان دو آیتوں کی خصوصیت ہے کہ یہ دو آیتیں اللہ تعالیٰ نے معراج کی رات حضور پاک ﷺ کو جبرئیل علیہ السلام کے واسطے کے بغیر عطا فرمائیں۔ باقی سارا قرآن کریم جبرئیل علیہ السلام کے واسطے سے آپ ﷺ کو ملا۔ نسائی شریف کی روایت میں تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے معراج کی رات مجھے تین تحفے عطا فرمائے۔

❶ پہلے نمازیں پچاس تھیں اور پھر پانچ رہ گئیں۔

❷ دوسرا تحفہ سورۃ البقرہ کی آخری آیتیں۔ یعنی اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے لے کر آخر تک۔

❸ تیسرا تحفہ: اللہ تبارک وتعالیٰ نے میرے ساتھ یہ وعدہ فرمایا ہے کہ تیری امت میں سے ہر وہ شخص جو اس حال میں فوت ہوا کہ اس نے میرے ساتھ کسی شے کو شریک نہیں کیا میں اس کو بخش دوں گا۔ تو یہ آیتیں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو براہِ راست عطا فرمائیں۔

فرمایا اٰمَنَ الرَّسُوْلُ ایمان لایا رسول اللہ ﷺ بِمَآ اُس چیز پر اُنْزِلَ اِلَیْهِ جو اس کی طرف نازل کی گئی ہے مِنْ رَّبِّهٖ اس کے رب کی طرف سے۔ یہاں یہ مسئلہ بھی سمجھ لیں کہ جس طرح قرآن کریم مُنَزَّلٌ مِنَ اللّٰهِ ہے۔ اسی طرح احادیث میں جو احکام ہیں وہ بھی رب کی طرف سے نازل ہوئے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ قرآن کریم کے الفاظ بھی رب کی طرف سے اور معانی بھی رب کی طرف سے ہیں۔ اور جو احادیث ہیں الفاظ آنحضرت ﷺ کے ہیں اور مفہوم من جانب اللہ ہے۔ تو یہ جو فرمایا کہ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ جو کچھ نازل کیا گیا اس کی طرف۔ اس میں قرآن بھی

ہے اور حدیث بھی ہے۔ کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے اس پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایمان لائے ہیں وَالْمُؤْمِنُوْنَ اور مومن بھی ایمان لائے ہیں۔ اور مومن قیامت تک آتے رہیں گے۔

كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ یہ سب اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہیں۔ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات اور اس کے سب احکام کو مانتے ہیں وَمَلٰٓئِكَتِهٖ اور اس کے فرشتوں پر ایمان لائے ہیں۔ فرشتوں کے بارے میں آتا ہے خُلِقَتِ الْمَلٰئِكَةُ مِنْ نُّوْرٍ "فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا ہے۔" اور یہ نور مخلوق ہے جس طرح پانی مخلوق ہے، آگ مخلوق ہے، مٹی مخلوق ہے، ہوا مخلوق ہے، اسی طرح یہ نور بھی مخلوق ہے جس سے فرشتوں کو پیدا کیا گیا۔ فرشتے نر مادہ نہیں ہوتے اور نہ ہی ان میں جنسی خواہشات ہوتی ہیں، وہ نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں، ان کی خوراک ہے سبحان اللہ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وہ اپنے رب کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ اور فرشتوں کی تعداد کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ [المدثر:۳۱]

وَكُتُبِهٖ اور اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان لائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کتنی کتابیں اور صحیفے نازل فرمائے ہیں؟ ان کی صحیح تعداد کا کسی کو علم نہیں ہے۔ مگر کافی کتابیں اور صحیفے نازل ہوئے ہیں۔ چار کتابیں مشہور ہیں: قرآن کریم، تورات، زبور اور انجیل۔ تو رب کی طرف سے جتنی کتابیں اور صحیفے نازل ہوئے وہ سب پر ایمان لاتے ہیں کہ یہ مِن جانبِ اللہ ہیں اور اپنے اپنے زمانے میں بہترین دستور تھیں۔ اور قرآن کریم کے آنے کے بعد سب منسوخ ہو گئی ہیں۔ اب نجات صرف قرآن کریم پر عمل کرنے میں ہے۔

وَرُسُلِهٖ اور اللہ تعالیٰ کے سب رسولوں پر ایمان لائے ہیں۔ رسولوں کی صحیح تعداد کا ذکر نہ تو قرآن کریم میں ہے اور نہ ہی کسی صحیح حدیث میں ہے۔ ایک روایت میں ایک لاکھ چوبیس ہزار کا ذکر ہے اور ایک میں دو لاکھ چوبیس ہزار کا مگر دونوں روایتیں کمزور ہیں۔ پہلے پیغمبر آدم ہیں اور آخری پیغمبر جن پر اللہ تعالیٰ نے نبوت ختم فرما دی خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ہمارے ایمان کے لیے اتنا کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جتنے پیغمبر تشریف لائے ہیں ہمارا سب پر ایمان ہے۔ ہم سب کو مانتے ہیں۔ قرآن کریم میں صرف چھ فرشتوں کے نام آئے ہیں اور پچیس پیغمبروں کے۔ مگر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم کہ اس نے ہمیں تمام کی گنتی کا پابند نہیں بنایا۔ جتنے بھی ہیں ہمارا سب پر ایمان ہے لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ہم نہیں تفریق کرتے اللہ تعالیٰ کے رسولوں میں سے کسی ایک کے درمیان نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ کہ بعض پیغمبروں پر ایمان لائیں اور بعض پر ایمان نہ لائیں۔ یہ یہود و نصاریٰ کا کام ہے۔

یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیغمبر ہونے کا انکار کیا بلکہ ان کو حلال زادہ ماننے کے لیے تیار نہ تھے۔ قرآن کریم میں ہے وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا [النساء:۱۵۶] "اور اُن کے کفر کی وجہ سے اور مریم پر بہتان عظیم باندھنے کی وجہ سے کہ اُس نے جو بچہ جنا ہے وہ حلال زادہ نہیں، معاذ اللہ تعالیٰ۔" تو جب یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کیا تو نصاریٰ نے ضد میں آکر موسیٰ علیہ السلام کا انکار کیا وَقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ [البقرہ:۱۱۳] "اور کہا نصاریٰ نے یہودی کسی شے پر نہیں ہیں۔" یعنی جھوٹے ہیں۔ تو اس طرح انھوں نے نبیوں میں تفریق ڈالی کہ بعض پر ایمان لائے اور بعض کا انکار کیا۔ اور ہم سب کو مانتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔ یہ

مطلب ہے تفریق نہ کرنے کا۔ باقی رہی بات فضیلت کی تو اس کے بارے میں خود رب تعالیٰ نے اس پارے کے شروع میں فرمایا ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ "یہ رسول ہیں ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت بخشی ہے۔" تو فضیلت کے اعتبار سے تفریق ہے۔ تمام پیغمبروں میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درجہ سب سے بلند ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں سب سے بلند درجہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت ابراہیم کا درجہ بہت بلند ہے۔ ان کے بعد پھر حضرت موسیٰ کا مقام ہے۔ تو درجات میں تو تفریق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس کو جو درجہ عطا فرمایا ہے وہ اسی کا ہے۔ باقی بعض کو ماننے اور بعض کو نہ ماننے میں تفریق نہیں ہے بلکہ ہم سب کو مانتے ہیں۔

وَقَالُوْا اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اور مومنوں نے کہا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ہم نے اللہ تعالیٰ کا حکم سنا اور ہم نے اطاعت کی یعنی اللہ تعالیٰ نے جو احکام نازل فرمائے ہیں وہ ہم تک پہنچ گئے ہیں ہم ان کی دل و جان سے فرماں برداری کرتے ہیں غُفْرَانَكَ رَبَّنَا اے پروردگار! ہم تیری بخشش چاہتے ہیں، ہم گناہ گار ہیں، خطا کار ہیں، انسان ہیں، ہم سے گناہ ہوتے رہتے ہیں اس لیے تیری بخشش کے طلب گار ہیں وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔ یعنی ہم نے آنا بھی تیری طرف ہے۔

شرعی احکام میں سہولتیں :

فرمایا: لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا اللہ تعالیٰ تکلیف نہیں دیتا کسی نفس کو مگر اس کی طاقت کے مطابق۔ طاقت سے زیادہ رب تعالیٰ نے کسی کے ذمہ عبادت نہیں لگائی۔ مثال کے طور پر نماز میں قیام فرض ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص بیمار ہے کہ کھڑے ہو

کرنہیں پڑھ سکتا تو بیٹھ کر پڑھے اور اگر بیٹھ کر بھی نہیں پڑھ سکتا تو اشارے کے ساتھ پڑھ لے۔ اگر وضو اور غسل کے لیے پانی نہیں ملتا تو تیمم کر کے پڑھ لے۔ اسی طرح زکوٰۃ ،قربانی، فطرانہ اُس پر آئے گا جو صاحبِ نصاب ہوگا۔ اگر اس کے پاس نصاب کے برابر رقم نہیں ہے تو نہ اس پر زکوٰۃ ہے، نہ قربانی، نہ فطرانہ۔ الغرض اللہ تعالیٰ نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا جو انسان کے بس میں نہ ہو۔ اور جو چیز انسان کے بس میں نہیں ہے اس کے نہ کرنے پر مؤاخذہ بھی نہیں ہوگا۔

اسی لیے فرمایا لَهَا مَا كَسَبَتْ اُس نفس کے لیے ہے جو اُس نے کمایا۔ یعنی جو نیکی بھلائی کرے گا اس کو اس کا پھل ملے گا وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ اور اسی پر وبال پڑے گا جو اُس نے کمایا یعنی جو بدی کرے گا اس کا وبال بھی اسی نفس پر پڑے گا رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اے ہمارے رب! اگر ہم بھول جائیں تو ہمارا مؤاخذہ نہ کر اَوْ اَخْطَاْنَا یا ہم سے خطا ہو جائے۔ نسیان کی صورت یہ ہے مثلاً: ایک آدمی کا روزہ ہے مگر اس کو یاد نہیں ہے کہ میں روزے سے ہوں اور کھا پی لے تو اس کے روزے پر کوئی زد نہیں آئے گی۔

رمضان شریف کا مہینہ تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص گھبرایا ہوا آیا اور کہنے لگے حضرت! میرے بارے میں کیا حکم ہے میں نے روزہ رکھا ہوا تھا بھول کر میں نے کھا پی لیا ہے۔ کیا اب میرا روزہ ہے یا نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّمَا اَطْعَمَكَ اللّٰهُ وَسَقَاكَ پختہ بات ہے کہ تجھے رب تعالیٰ نے کھلایا پلایا۔

اور خطا کو اس طرح سمجھو کہ ایک آدمی روزہ دار ہے اور روزے کی حالت میں وضو یا غسل کرتا ہے اور غرارہ کرتا ہے اور اسے یہ بھی یاد ہے کہ میرا روزہ ہے، بغیر ارادے کے

پانی حلق سے نیچے چلا جاتا ہے تو اس کو خطا کہتے ہیں۔ اس کے حکم کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ امامِ شافعی رَحمَہُ اللہُ فرماتے ہیں کہ اس کے روزے پر کوئی زد نہیں پڑے گی۔ امام ابوحنیفہ رَحمَہُ اللہُ کا فتویٰ یہ ہے کہ خطا کی صورت میں روزہ قضا کرنا پڑے گا کفارہ نہیں ہے کیوں کہ خطا کی صورت میں اگر بالکل معافی ہوتی تو قتلِ خطا میں کفارہ نہ ہوتا حالاں کہ قتل خطا کی صورت میں کفارہ ہے۔ چنانچہ پانچویں پارے میں رب تعالیٰ نے حکم بیان فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کو خطاءً قتل کردے تو اس کو باقاعدہ کفارہ دینا پڑے گا البتہ آخرت کی سزا سے بچ جائے گا۔

اُمتِ مسلمہ کی چند خصوصیات:

تو اے پروردگار! لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ ہمارا مؤاخذہ نہ کرنا اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے خطا ہو جائے رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا اے ہمارے رب نہ ڈال ہم پر بوجھ كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا جس طرح تو نے ڈالا بوجھ اُن لوگوں پر جو ہم سے پہلے تھے۔ یہاں پر بوجھ سے مراد مشکل احکام ہیں جو پہلی اُمتوں پر وارد ہوئے۔ مثلاً: ہم پر چالیسواں حصہ زکوٰۃ ہے اور اُن پر چوتھا حصہ زکوٰۃ فرض تھی کہ اگر کسی کے پاس چار سو ہے تو ایک سو دینار دینا پڑتا۔ اگر چار ہزار ہے تو ایک ہزار دینا پڑتا۔ چار لاکھ ہے تو ایک لاکھ دینا پڑتا تھا اور ہمیں چار سو میں سے دس روپے اور چار ہزار میں سے ایک سو دینا پڑتا ہے اور چار لاکھ میں سے دس ہزار دینا پڑتے ہیں۔

اسی طرح ان پر نماز مسجد میں پڑھنا فرض تھی مسجد کے باہر ان کی نماز نہیں ہوتی تھی۔ چنانچہ وہ سفر اس اندازے سے کرتے تھے کہ نماز کے وقت مسجد میں پہنچ جائیں۔ اور ہمارے واسطے اللہ تعالیٰ نے ساری زمین مسجد بنادی ہے۔ جو بھی پاک جگہ ہو وہاں نماز

پڑھنے کی اجازت ہے۔ جس جگہ نماز کا وقت ہو جائے وہیں پڑھ لو۔ اسی طرح ان کو تیمم کی اجازت نہ تھی۔ ہر حال میں وضو ہی کرنا ہوتا تھا۔ اور ہمیں رب تعالیٰ نے اجازت دی ہے کہ وضو کرنا ہے، غسل کرنا ہے اور پانی نہیں ہے یا پانی استعمال کرنے سے نقصان ہوتا ہے تو تیمم کرلو۔ اسی طرح اگر ان کے کپڑوں پر گندگی لگ جاتی کوئی بچہ پیشاب کر دیتا، خون لگ جاتا وغیرہ ذلک، تو وہ کپڑا دھونے سے پاک نہیں ہوتا تھا بلکہ کاٹنے کا حکم تھا۔ مثلاً: کسی نے بچہ اُٹھایا ہوا ہے اُس نے پیشاب کر دیا، کسی کی نکسیر پھوٹ پڑی یا پھوڑا ہے، اُس سے خون یا پیپ نکل آئی یا کہیں سے خون لگ گیا تو وہ کپڑا دھونے سے پاک نہیں ہوتا تھا اس کو قینچی سے کاٹنا پڑتا تھا۔ تو اس میں ان کو کتنی تکلیف تھی۔ خصوصاً سردیوں میں لوگ گرم کپڑے پہنتے ہیں اور وہ قیمتی ہوتے ہیں تو کتنا نقصان ہے۔ ہمیں رب تعالیٰ نے اجازت دی ہے کہ جہاں گندگی لگے چاہے وہ جیسی بھی ہو دھولو کپڑا پاک ہو گیا چاہے گندگی کی رنگت نہ بھی جائے۔

اسی طرح وہ لوگ جب گناہ کرتے تھے تو فرشتے رات کو ان کے دروازوں پر لکھ جاتے تھے کہ اس نے یہ گناہ کیا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی مرتد ہو جاتا تو اس کی توبہ بغیر قتل کے قبول نہیں ہوتی تھی یعنی اس کو قتل کرنا ہوتا تھا۔ اور ہماری شریعت میں مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی مرتد ہو گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو دوبارہ کلمہ پڑھنے کی توفیق عطا فرمائی ہے تو اس کا یہ کلمہ پڑھنا معتبر ہے۔ اور اسی طرح اس کی توبہ قبول ہے۔ غنیمت کا مال ان کے لیے حلال نہیں تھا بلکہ وہ اکٹھا کر کے میدان میں رکھ دیتے تھے آگ آتی تھی جلا دیتی تھی۔ قربانی کا گوشت بھی ان کے لیے حلال نہ تھا بلکہ قربانی کر کے رکھ دیتے تھے آگ آتی تھی اور جلا دیتی تھی، بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ۔ اور ہمارے لیے بڑی سہولتیں ہیں حضرت محمد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے اور برکت سے کہ ہمارے لیے مالِ غنیمت بھی حلال ہے اور قربانی کا گوشت بھی حلال ہے اور باقی بہت ساری سہولتیں رب تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمائی ہیں۔

فرمایا رَبَّنَا اے ہمارے رب وَلَا تُحَمِّلْنَا اور نہ اُٹھوا ہم سے مَا وہ احکام لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ جن کی ہم میں طاقت نہیں ہے۔ یعنی اے پروردگار! ہمیں ایسے احکام نہ دے کہ جن کو ادا کرنے کی ہم میں طاقت نہیں ہے وَاعْفُ عَنَّا اور پروردگار! ہمارے کبیرہ گناہ معاف فرما وَاغْفِرْ لَنَا اور پروردگار! ہمارے صغیرہ گنا بھی معاف فرما وَارْحَمْنَا اور پروردگار! اپنی رحمت ہم پر نازل فرما اَنْتَ مَوْلٰنَا پروردگار! تو ہمارا آقا ہے ہم اپنے عاجز ہونے کا اقرار کرتے ہیں تیرے سوا ہمارا کوئی نہیں ہے فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ پروردگار! بس تو ہماری مدد فرما کافر قوم کے مقابلے میں۔ کیوں کہ تو قادر ہے اور ہم عاجز ہیں یہ آیتیں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو براہِ راست بغیر جبرئیل علیہ السلام کے واسطے کے عطا فرمائی ہیں۔

آج بہ تاریخ ۴ رجمادی الاولیٰ ۱۴۳۲ھ بہ مطابق ۱۵ رجولائی ۲۰۰۲ء سورۃ البقرہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور حضرت شیخ دامت برکاتہ العالیہ کی دعاؤں سے مکمل ہوئی۔

والحمد للہ علی ذلک

(مولانا) محمد نواز بلوچ

مہتمم: مدرسہ ریحان المدارس، جناح روڈ، گوجرانوالا۔

اَعُوْذُ بِا للهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الٓمّٓ ﴿۱﴾ اللهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ﴿۲﴾ نَزَّلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ وَ اَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِیْلَ ﴿۳﴾ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ اَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ؕ وَ اللهُ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۴﴾ اِنَّ اللهَ لَا یَخْفٰى عَلَیْهِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَ لَا فِی السَّمَآءِ ؕ ﴿۵﴾ هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُكُمْ فِی الْاَرْحَامِ كَیْفَ یَشَآءُ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۶﴾

الٓمّٓ ☆ اَللهُ، اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ لَاۤ اِلٰهَ نہیں کوئی معبود۔ اِلَّا هُوَ مگر وہی۔ اَلْحَیُّ زندہ ہے۔ اَلْقَیُّوْمُ، قائم رہنے والا ہے۔ نَزَّلَ عَلَیْكَ الْكِتَابَ. اس نے نازل کی تم پر کتاب۔ بِالْحَقِّ، حق کے ساتھ۔ مُصَدِّقاً. یہ کتاب تصدیق کرنے والی ہے۔ لِمَا، ان کتابوں کی۔ بَیْنَ یَدَیْهِ. جو اس سے پہلے نازل ہوئیں۔ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰةَ، اور نازل کی اللہ تعالیٰ نے توراۃ۔ وَالْاِنْجِیْلَ، اور انجیل۔ مِنْ قَبْلُ، اس قرآنِ کریم سے پہلے۔ هُدًى، جو ہدایت تھیں۔ لِلنَّاسِ، اس وقت کے لوگوں کے لئے۔ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ، اور اس نے نازل کیا قرآنِ کریم۔ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا، بے شک وہ لوگ جنہوں نے انکار کیا۔ بِاٰیٰتِ اللهِ، اللہ تعالیٰ کی آیات کا۔ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ، ان کے واسطے

عذاب ہے سخت۔ وَاللّٰہُ، اور اللہ تعالیٰ۔ عَزِیْزٌ ، غالب ہے۔ ذُو انْتِقَامٍ، بدلہ لینے والا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ، بے شک اللہ تعالیٰ۔ لَا یَخْفٰی عَلَیْہِ شَیْءٌ، نہیں مخفی اس پر کوئی شئی۔ فِی الْاَرْضِ، زمین میں۔ وَلَا فِی السَّمَآءِ، اور نہ آسمان میں۔ ھُوَ الَّذِیْ، وہ، وہ ذات ہے۔ یُصَوِّرُکُمْ، جو تمہاری تصویر بناتا ہے۔ فِی الْاَرْحَامِ، ماں کے رحموں میں۔ کَیْفَ یَشَآءُ، جیسے چاہے۔ لَا اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ، نہیں ہے کوئی معبود مگر وہی۔ الْعَزِیْزُ ، غالب ہے۔ الْحَکِیْمُ، حکمت والا ہے۔

اس سورۃ کا نام سورۃ آلِ عمرآن اس واسطے ہے کہ اس سورۃ میں عمران کے خاندان کا ذکر ہے۔ بنی اسرائیل کے خاندان میں ایک بزرگ نیک پارسا عمران رحمہ اللہ ابنِ ماثان رحمہ اللہ تھے۔ یہ اپنے وقت میں مسجدِ اقصیٰ کے امام اور خطیب تھے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے ایک لڑکا عطا فرمایا جس کا نام ہارون تھا، وہ بھی بڑا نیک اور پارسا تھا۔ مگر جوانی میں ہی فوت ہوگیا۔ حضرت عمران کی بیوی کا نام " ھَنَّہُ بنتِ فاقُوذہ رحمہا اللہ تعالیٰ " تھا جوان بیٹا فوت ہوگیا۔ اور حضرت عمران رحمہ اللہ تعالیٰ بھی بڑھاپے کو پہنچ گئے۔ تو حضرتِ ھَنَّہُ پریشان ہوگئیں کہ آئندہ ہم سے مسجدِ اقصیٰ کی دینی خدمت نہیں ہوسکے گی۔ تو انہوں نے منت مانی کہ اے پروردگار اگر تو مجھے بیٹا عطاء کرے گا تو میں وعدہ کرتی ہوں کہ میں اس کو تیرے دین اور مسجدِ اقصیٰ کی خدمت کے لئے وقف کردوں گی۔ (اس واقعہ کی مزید تفصیل آگے آئے گی) اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ لڑکے کی بجائے لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام مریم رکھا گیا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ ہیں۔ تو آلِ عمران کا مطلب ہے عمران بن ماثان کی اولاد۔ حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آگے نسل نہیں چلی۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تینتیس/۳۳ سال کی عمر میں آسمانوں پر اٹھالیا گیا تھا۔ البتہ جب وہ نازل ہوں گے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نکاح

ازدقبیلے میں ہوگا جیسا کہ علم کلام کی کتاب شرح عقیدۃ السفارینی میں مذکور ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو دولڑکے عطا فرمائیں گئے، ایک کا نام موسیٰ رکھیں گئے اور دوسرے کا نام محمد، اس کے بعد کا معلوم نہیں کیا ہوگا۔ یہ سورۃ مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی اور اس سے پہلے اٹھاسی/ ۸۸ سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس سورہ کے بیس رکوع اور دوسو آیات ہیں۔ یہ سورۃ بھی قرآنِ کریم کی طویل سورتوں میں سے ہے۔ الٓمّٓ، یہ حروفِ مقطعات ہیں (ان کی بحث پہلے پارے میں گزر چکی ہے، جو حضرات اس درس میں شریک نہ ہوئے ان کی خاطر عرض ہے) مقطعات کا مطلب یہ ہے کہ کسی لفظ سے اختصار کے طور پر ایک حرف الگ کیا جائے۔ جیسے کسی کا نام ہو محمد شفیع تو لفظ محمد سے م الگ کرلو اور شفیع سے ش الگ کردو تو یہ بن گیا م،ش۔ ایک مشہور صحافی تھا، عرصہ دراز تک نوائے وقت میں م،ش کی ڈائری کے عنوان سے لکھتا رہا ہے۔ اس کا نام تھا محمد شفیع مرحوم، وفات پا گئے ہیں۔ اس طرح سے تخفیف کرنا ہر زبان میں عام ہے۔ جیسے ڈی، سی ڈپٹی کمشنر کا مخفف ہے۔ اے، سی اسسٹنٹ کمشنر کا مخفف ہے، وغیرہ ذٰلک. تو یہ حروفِ مقطعات ہیں ان کے متعلق مفسرینِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے مختلف اقوال ہیں۔ ایک تفسیر یہ ہے کہ الف سے مراد اللہ جل جلالہٗ لام سے مراد جبرئیل علیہ السلام، اور میم سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ تو مفہوم یہ بنے گا کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے جبرئیل علیہ السلام کی وساطت سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ اور بعض یہ تفسیر فرماتے ہیں کہ الف سے مراد آلآءُ اللّٰہ ہیں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ. تو الف آلاء سے مخفف ہے اور لام لطف اللہ سے مخفف ہے۔ اور میم ملک اللہ سے تو معنیٰ یہ بنے گا کہ نعمتیں بھی رب تعالیٰ کی، لطف وکرم بھی رب تعالیٰ کا، اور ملک بھی رب تعالیٰ کا اور یہ حروفِ مقطعات انتیس/ ۲۹ سورتوں کے شروع

میں آتے ہیں۔ جیسے الٓمٓ، الٓرٰ، طٰہٰ، یٰسٓ، حٰمٓ وغیرہ اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ، اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اِلٰــــہ کے متعدد معنیٰ ہیں۔ مثلاً حاجت روا، مشکل کشا فریادرس، دستگیر، حاکم، مُقنّن، قانون ساز، تو معنیٰ بنے گا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا حاجت روا مشکل کشا، فریادرس، دستگیر، حاکم قانون ساز کوئی نہیں ہے۔ اَلْـحَـیُّ، ہمیشہ زندہ رہنے والا جس کی نہ ابتداء ہے، اور نہ انتہاء۔ وَیَبْـقٰـی وَجْـهُ رَبِّکَ ذُوالْـجَلَالِ وَالْاِکْـرَام۔ اور باقی رہے گی تیرے پروردگار کی ذات جو بزرگی اور عظمت والا ہے۔ تو ہمیشہ رہنے والی ذات صرف پروردگار کی ہی ہے۔ باقی سب پر موت آئے گی۔ یہاں تک کہ جان نکالنے والے فرشتے بھی مرجائیں گے، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی شئے نہیں رہے گی۔ اَلْقَیُّـوْمُ، ہمیشہ قائم رہنے والا، جس پر کسی وقت بھی زوال نہ آسکے گا۔ بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے خود دعا شروع کی، "اَلسَّلَامُ عَلَی اللہِ تَعَالٰی" کہ اللہ تعالیٰ پر سلامتی ہو۔ اَلسَّلَامُ عَلٰی جِبْـرَئِیْـلَ، اَلسَّلَامُ عَـلٰی مِیْکَائِیْل۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم "اَلسَّلَامُ عَلَی اللہِ تَعَالٰی" نہ کہو، کیونکہ یہ لفظ وہاں بولا جاتا ہے، جہاں خطرہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کو تو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ کہ تم اس کے لئے سلامتی کی دعا کرتے ہو۔ مثلاً ہم ایک دوسرے کو السلام علیکم کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے چوروں اور ڈاکوؤں سے سلامتی میں رکھے۔ مصائب اور آلام سے سلامتی میں رکھے۔ تو رب تعالیٰ کو تو ان چیزوں کا خطرہ نہیں ہے۔ کہ تم اس کے لئے یہ دعاء "اَلسَّلَامُ عَـلَـی اللہِ" (اے اللہ تو سلامتی میں رہے) کرو اس لئے کہ وہ تو خود سلام ہے۔ اسی بات کے پیشِ نظر علمائے کرام کہتے ہیں کہ اللہ جی کہنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ جی کا لفظ کلمۂ دعائیہ ہے۔ اس کا معنیٰ ہے تو زندہ رہ، یہ وہاں بولا جاتا ہے، جہاں موت کا خدشہ ہو جیسے ابا جی، اماں

جی، استاد جی، مولوی جی، قاری جی، منشی جی، وغیرہ کیونکہ ان سب نے مرنا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کو تو موت کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔ وہ حَیٌّ قَیُّوْمٌ ہے۔ لیکن بعض لوگ بے چارے دین سے واقف نہیں ہوتے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ عقیدت ہوتی ہے۔ تو اللہ جی کہہ دیتے ہیں، تو یہ جائز نہیں ہے۔ البتہ اللہ مالک کہیں، اللہ سائیں کہیں۔ اسی مناسبت سے ایک اور مسئلہ بھی سمجھ لیں کہ آج کل لوگ عموماً کیا مرد اور کیا عورتیں، نام ادھورے لیتے ہیں۔ مثلاً عبدالوحید کو وحید کہتے ہیں عبدالجبار کو جبار کہتے ہیں، عبدالرحمٰن کو رحمٰن بلکہ مان کہتے ہیں، کہ وحید آیا ہے، جبار آیا ہے۔ تو یہ سخت گناہ ہے۔ کیونکہ وہ تو عبدالجبار ہے۔ جبار کا بندہ ہے، جبار تو نہیں ہے، عبدالرحمٰن، رحمٰن کا بندہ ہے، رحمٰن تو نہیں ہے۔ عبدالوحید، وحید تو نہیں ہے۔ کل کی بات ہے کہ ایک عورت میرے پاس دم کرانے کے لئے آئی، کہنے لگی میں وحید کی بیوی ہوں، میں نے کہا لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ. وحید تو اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ تو کیا تم اللہ تعالیٰ کی بیوی ہو، وہ ہنس پڑی پھر میں نے سمجھایا کہ تم یوں کہو کہ میں عبدالوحید کی بیوی ہوں۔ تو اس طرح ادھورے نام لینا سخت گناہ ہے اور اس طرح کی تخفیف جائز نہیں ہے۔ کہ تم عبدالرحمٰن کو رحمٰن بنا دو۔ اور عبدالجبار کو جبار کہو، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم کتنے فرشتوں کا نام لے کر سلام کہو گے؟۔ مثلاً اَلسَّلَامُ عَلٰی جِبْرَئِیْلَ، اَلسَّلَامُ عَلٰی مِیْکَائِیْلَ .اَلسَّلَامُ عَلٰی اِسْرَافِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ یا کتنے نبیوں کا نام لے کر سلام کہو گے۔ مثلاً اَلسَّلَامُ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، اَلسَّلَامُ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ، اَلسَّلَامُ عَلٰی مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ، اَلسَّلَامُ عَلٰی عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ، اَلسَّلَامُ عَلٰی نُوْحٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ، اَلسَّلَامُ عَلٰی شِیْثٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ۔ اسی طرح کتنے صحابہ کا نام لے کر سلام کہو گے، کہ اَلسَّلَامُ عَلٰی اَبِیْ

بَکْرٍ ،اَلسَّلَامُ عَلٰی عُمَرَ،اَلسَّلَامُ عَلٰی عُثْمَانَ،اَلسَّلَامُ عَلٰی عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ۔تو تم یوں کہوالسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْن.تو اس میں سب آگئے ۔یعنی یہ جملہ کہنے سے تمہارا اسلام تمام فرشتوں کو تمام پیغمبروں کو تمام مومنوں کو چاہے وہ انسان ہوں یا جنات ،چاہے آسمانوں پر ہوں یا زمین پر،سب کو خود بخود پہنچ جاتا ہے۔تو اللہ تعالیٰ حَیٌّ، ہے ہمیشہ زندہ رہنے والا اور قَیُّوْمٌ ہے۔قائم رہنے والا ۔اور قیوم کا دوسرا معنیٰ قائم رکھنے والا بھی کیا ہے۔کہ زمینوں آسمانوں بلکہ ساری کائنات کو قائم رکھنے والی ذات اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔ چنانچہ بخاری شریف کی روایت میں ہے۔اَنْتَ قَیِّمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔اے پروردگار تو آسمانوں اور زمینوں کو قائم رکھنے والا ہے۔دیکھو آسمان کتنا وسیع ہے ۔لیکن اس کے نیچے کوئی ستون کوئی دیوار نہیں ہے۔ ہزار ہا سال سے اس طرح چلا آرہا ہے۔اور جب تک رب کو منظور ہوگا اسی طرح رہے گا۔اور زمین اپنے مرکز پر ٹھہری ہوئی ہے۔تو زمینوں اور آسمانوں کو قائم رکھنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔نَزَّلَ عَلَیْکَ الْکِتَابَ. اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی تم پر کتاب بِالْحَقِّ ،حق کے ساتھ ۔یعنی قرآنِ کریم۔اور اس کتاب کی خوبی یہ ہے،مُصَدِّقاً لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ ،یہ کتاب تصدیق کرنے والی ہے۔ان کتابوں کی جو اس سے پہلے نازل ہوئی ہیں۔یعنی اس سے پہلے جو آسمانی کتابیں نازل ہوئی ہیں، جیسے توراۃ ہے، زبور ہے،انجیل ہے۔ان کی تصدیق کرتی ہے۔کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی کتابیں ہیں۔اور ان میں جو اصولی مسائل بیان ہوئے ہیں مثلاً توحید رسالت ،قیامت وغیرہ ان کی بھی مصدق ہے۔مگر یاد رکھنا کہ یہ مصدق ان کتابوں کی ہے جو اصل ہیں۔تحریف شدہ کتابوں کے مضامین کی تصدیق نہیں کرتی ۔اور اس وقت آسمانی کتابوں میں قرآن شریف کے بغیر کوئی کتاب بھی اپنی اصل شکل میں موجود نہیں

ہے۔ نہ توراۃ، نہ زبور، نہ انجیل، نہ ملاکی، نہ احبار، نہ سلاطین، نہ پیدائش وغیرہ۔ غرضیکہ پہلی تمام کتابوں میں تحریف ہوئی ہے۔ اور اس بات کا خود پادریوں کو بھی اقرار ہے کہ گڑ بڑ ہوئی ہے۔ یہ شرف صرف اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآنِ کریم کو حاصل ہے۔ کہ ایک زبر اور زیر کا بھی فرق نہیں پڑا اور نہ پڑے گا، انشاء اللہ تعالیٰ ۔وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ، اور اللہ تعالیٰ نے توراۃ نازل فرمائی ۔قرآنِ کریم کے بعد تمام آسمانی کتابوں میں توراۃ کا مقام بہت بلند ہے۔ بڑی جامع مانع کتاب ہے۔ صدیوں تک اللہ تعالیٰ کے پیغمبر علماء، اور مشائخ، اور نیک لوگ اس پرعمل کرتے رہے ہیں۔ وَالْاِنْجِیْلَ، انجیل بھی اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ اس وقت اصل انجیل کا ملنا مشکل ہے۔ ہمارے ہاں اس وقت چار انجیلیں موجود ہیں ۔مَتّٰی، یُوحَنَّا، مَرْقَسْ، اور لُوْقَا کی انجیل اور ایک برناس کی انجیل ہے۔ وہ بھی میرے پاس موجود ہے۔ برناس رحمہ اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صحابی ہیں۔ اور متی، یوحنا، اور مرقس اور لوقا یہ چاروں تابعی ہیں اور پادری صاحبان کہتے ہیں کہ برناس رحمہ اللہ کی انجیل صحیح نہیں ہے۔ اور متی، یوحنا، مرقس اور لوقا کی انجیلیں صحیح ہیں۔ بھائی برناس رحمہ اللہ جو براہِ راست حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صحابی ہے۔ اس کی مرتب کردہ کتاب کیوں معتبر نہیں ہے......؟ اور جو تابعین کی مرتب کردہ ہیں کس طرح معتبر ہوگئیں تو انجیل برناس کے انکار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں دو تین مقامات پر صراحۃً یہ الفاظ موجود ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ لوگ مجھے رب کا بیٹا مانیں گے، اور رب کا شریک بنائیں گے، اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں گے، اور وہ میری صفائی پیش کریں گے۔ پس ان الفاظ کی وجہ سے انکار کرتے ہیں۔ کہ اگر یہ ثابت ہوگئے تو ہمارا بھٹہ بیٹھ جائیگا۔ ہمارے پاس تو کچھ بھی نہیں

رہے گا۔ حالانکہ اصل انجیل تو برناباس رحمہ اللہ ہی کی ہے۔ جو صحابی کی مرتب کردہ ہے۔ اور باقی چار تابعین کی مرتب کردہ ہیں، اور وہ بھی اصل شکل میں موجود نہیں ہیں۔ مثلاً انیس سو/۱۹۰۰ سے جو پہلے کی طبع ہیں ان میں الفاظ اور ہیں اور جو انیس سو ایک/۱۹۰۱ کے بعد کی طبع شدہ ہیں، ان کے الفاظ اور ہیں۔ جوں جوں سال گزرتے ہیں، الفاظ بدلتے رہتے ہیں، مگر قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ کی ایسی کتاب ہے۔ جو اپنی اصل شکل میں موجود ہے۔ اور اس کی شان یہ ہے کہ اس کو باوضو ہاتھ لگانا ثواب ہے۔ اس کو پڑھنا ثواب ہے، اس کو سننا ثواب ہے، اس کو دیکھنا ثواب ہے، اس کو سمجھنا ثواب ہے۔ ابنِ ماجہ کی روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایک شخص سو رکعات نفل پڑھتا ہے، اور ایک شخص قرآنِ کریم کی ایک آیت بغیر ترجمے کے سیکھتا ہے۔ تو اس ایک آیت کی تعلیم حاصل کرنے کا ثواب سو رکعات نفل سے زیادہ ہے۔ اور اگر ایک آدمی ہزار رکعات نفل پڑھتا ہے، اور ایک آدمی قرآنِ کریم کی ایک آیت کا ترجمہ سیکھتا ہے تو اس کا ثواب ہزار رکعات نفل سے زیادہ ہے۔ (آخر ہزار رکعات پڑھنے پر بھی کچھ وقت لگے گا نا!) تو یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآنِ کریم ہمارے لئے خالص رحمت ہے۔ باقی ہمارے اندر کوتاہی ہے کہ ہم نے نہ اس کو پڑھا نہ سمجھا نہ عمل کیا کاش کہ یہ صحیح معنیٰ میں کہیں نافذ ہو جائے، تو سارے لوگ اس کی برکات کو دیکھ کر اپنے ملکوں میں اسلامی قانون نافذ کر دیں۔ بشرطیکہ تعصب نہ ہو، تو فرمایا۔ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰةَ وَ الْاِنْجِيْلَ، اور اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی توراۃ اور انجیل۔ مِنْ قَبْلُ اس قرآن سے پہلے هُدًى لِّلنَّاسِ، ہدایت تھی ان لوگوں کے لئے، یعنی اپنے وقت میں توراۃ بھی ہدایت تھی اور انجیل بھی ہدایت تھی۔ اس وقت کے لوگوں کے لئے۔ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ، اور اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل کیا۔ قرآن کا نام

قرآن بھی ہے، فرقان بھی، اور ذکر بھی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ، اور بے شک ہم نے ہی نازل کیا ہے ذکر یعنی قرآن کو اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں، قرآنِ کریم کی آج تک حفاظت ہوئی ہے۔ اور قیامت تک حفاظت ہوگی۔ الحمد للہ! اس کے لفظوں کی حفاظت ہوئی ہے، معنیٰ کی حفاظت ہوئی ہے، تفسیر کی حفاظت ہوئی، لب ولہجہ کی حفاظت ہوئی ہے۔ رسم الخط کی بھی حفاظت ہوئی ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اس امت کو یہ شرف اور توفیق عطا فرمائی کہ قرآنِ کریم کو اصل شکل میں محفوظ رکھا۔ اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ۔ بے شک وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا۔ لَهُمۡ عَذَابٌ شَدِیۡدٌ ان کے لئے عذاب ہے سخت۔ وَاللّٰهُ عَزِیۡزٌ ذُوانۡتِقَامٍ، اور اللہ تعالیٰ غالب ہے، بدلہ لینے والا ہے۔ اگلی آیت کے سمجھنے سے پہلے کچھ ضروری باتیں سمجھ لیں تاکہ آیت کے سمجھنے میں آسانی ہو۔ ۹ھ میں نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد جو ساٹھ افراد پر مشتمل تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ ان کے آنے کا سبب یہ تھا کہ جب مکہ فتح ہوکر عرب کی ساری آبادی اور یمن کے کچھ علاقے بھی مسلمانوں کے تسلط میں آگئے۔ تو نجران جو یمن کے ایک علاقے کا نام ہے۔ اور وہاں عیسائیوں کی اکثریت تھی۔ وہ خوف زدہ ہوگئے، اور انہوں نے مشورہ کیا کہ سارا عرب اسلام کے جھنڈے تلے آگیا ہے۔ اور یہود ذلیل وخوار ہوگئے ہیں۔ لہٰذا ہم الگ تھلگ نہیں رہ سکتے، اور مسلمانوں کے ساتھ لڑ بھی نہیں سکتے۔ اس واسطے ہمیں خود جاکر بات کرنی چاہیے۔ کہ ہم تمہاری وفادار رعیت ہوکر رہیں گے۔ لہٰذا ہمارے ذمہ جو ٹیکس اور جو قانونی ضابطہ ہے۔ اس سے ہمیں آگاہ کیا جائے۔ اور ہمارے حقوق ہمیں بتائے جائیں، چنانچہ ساٹھ آدمیوں کا یہ قافلہ جس میں عیسائیوں کے مذہبی پیشوا بھی

تھے۔اور سیاسی لیڈر اور وڈیرے بھی تھے نجران سے مدینہ طیبہ پہنچا۔اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کتنے آدمی ہو؟ کہنے لگے ہم ساٹھ آدمی ہیں۔اور سواریاں بھی ہیں،آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم غریب لوگ ہیں،ہمارے پاس اتنی بڑی عمارت نہیں ہے کہ جس میں سب کو اکٹھا رکھ سکیں۔لہٰذا مختلف ساتھیوں کے ہاں میں تمہیں ٹھہرنے کی جگہ دیتا ہوں۔کہنے لگے کہ ہم اکٹھے آئے ہیں،اور اکٹھے رہیں گے۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر ہمارے پاس یہ مسجد ہی ہے۔کہنے لگے کہ ٹھیک ہے ہم مسجد ہی میں ٹھہریں گے۔چنانچہ ان کو مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی میں ٹھہرایا گیا۔عیسائیوں نے کہا کہ ہم نے اپنی نماز بھی پڑھنی ہے،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پڑھتے رہو اجازت ہے،تو مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں عیسائیوں نے اپنی طرز کی نماز بھی پڑھی۔تو خیر اصل مقصد تو ان کا سیاسی پناہ حاصل کرنا تھا۔اور اس سلسلے میں قواعد وضوابط معلوم کرنے تھے،مگر علمی باتیں بھی ہوئیں،اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر بھی آیا۔ان میں ابو حارثہ بن علقمہ نامی ایک بڑا پادری بھی تھا،کہنے لگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور شریک ہیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ کسی سے پیدا ہوا ہے؟ کہنے لگے نہیں،اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت مریم کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہیں؟ کہنے لگے ہاں،یہ بات ٹھیک ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کچھ کھاتا پیتا ہے؟ کہنے لگے نہیں،اور عیسیٰ علیہ السلام کھاتے پیتے تھے۔کہنے لگے ہاں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ کی ماں ہے کہ جس کے پیٹ میں رہے ہوں؟ کہنے لگے نہیں۔اور عیسیٰ علیہ السلام ماں کے پیٹ میں رہے ہیں؟ کہنے لگے ہاں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ سے زمین آسمان کی کوئی شے پوشیدہ ہے؟ کہنے لگے نہیں۔ اور عیسیٰ علیہ السلام پر، کہنے لگے عیسیٰ علیہ السلام کو جتنا علم رب تعالیٰ نے دیا ہے، اس سے زیادہ نہیں جانتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ پر فنا آئے گی؟ کہنے لگے نہیں۔ اور عیسیٰ علیہ السلام پر ؟ کہنے لگے "یَاْتِیْ عَلَیْهِ الْفَنَاءُ" .ان پر موت آئے گی۔ اور یہ "یَاْتِیْ عَلَیْهِ الْفَنَاءُ" . کے لفظ تفسیر ابنِ جریر، طبری، اور روح المعانی وغیرہ میں موجود ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیٹا باپ کے مشابہ ہوتا ہے، عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے کون سی مشابہت ہے؟ جس کی وجہ سے تم ان کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا اور شریک بناتے ہو۔ تو ان کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔ اور انہوں نے اور بھی کئی شوشے چھوڑے، جن کا ذکر اگلی آیتوں میں آئے گا۔ زندگی رہی تو بیان کروں گا، انشاء اللہ العزیز۔ تو اس بحث میں چونکہ پیٹ میں رہنے کا بھی ذکر آیا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ پر زمین، آسمان میں کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ تو فرمایا اِنَّ اللّٰہَ لَا یَخْفٰی عَلَیْهِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ. بے شک اللہ تعالیٰ پر کوئی شَی مخفی نہیں ہے، زمین میں اور نہ آسمان میں۔ هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُکُمْ فِی الْاَرْحَامِ، وہی ذات ہے جو تمہاری تصویر بناتی ہے، ماؤں کے رحموں میں، لڑکی ہے، لڑکا ہے، کالا ہے، گورا ہے، صحیح الاعضاء ہے، ناقص الاعضاء ہے۔ یہ جتنی بھی صورتیں ہیں یہ سب تمہارا رب تمہیں عطا کرتا ہے۔ کَیْفَ یَشَآءُ، جس طرح چاہتا ہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ، اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی معبود نہیں ہے۔ اَلْعَزِیْزُ، غالب ہے، اَلْحَکِیْمُ، حکمت والا ہے۔ اگر فوری طور پر کسی کی گرفت نہیں کرتا تو یہ نہ سمجھو کہ بچ گئے ہو۔ بلکہ اس میں اس کی کوئی حکمت ہے۔

هُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ مِنۡهُ اٰیٰتٌ مُّحۡکَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الۡکِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ زَیۡغٌ فَیَتَّبِعُوۡنَ مَا تَشَابَهَ مِنۡهُ ابۡتِغَآءَ الۡفِتۡنَةِ وَ ابۡتِغَآءَ تَاۡوِیۡلِهٖ ۚ وَ مَا یَعۡلَمُ تَاۡوِیۡلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَ الرّٰسِخُوۡنَ فِی الۡعِلۡمِ یَقُوۡلُوۡنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ کُلٌّ مِّنۡ عِنۡدِ رَبِّنَا ۚ وَ مَا یَذَّکَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ﴿۷﴾ رَبَّنَا لَا تُزِغۡ قُلُوۡبَنَا بَعۡدَ اِذۡ هَدَیۡتَنَا وَ هَبۡ لَنَا مِنۡ لَّدُنۡکَ رَحۡمَةً ۚ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡوَهَّابُ ﴿۸﴾ رَبَّنَاۤ اِنَّکَ جَامِعُ النَّاسِ لِیَوۡمٍ لَّا رَیۡبَ فِیۡهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُخۡلِفُ الۡمِیۡعَادَ ﴿۹﴾

هُوَ الَّذِیۡ، اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے۔ اَنۡزَلَ عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ، جس نے نازل کی تم پر کتاب۔ مِنۡهُ، اس کتاب میں سے ایک حصہ ہے۔ اٰیٰتٌ مُّحۡکَمٰتٌ، آیتیں ہیں اٹل۔ هُنَّ اُمُّ الۡکِتٰبِ، وہی کتاب کا اصل حصہ ہیں۔ وَ اُخَرُ، اور کچھ اور آیتیں ہیں۔ مُتَشٰبِهٰتٌ، جن کی مراد معلوم نہیں ہے۔ فَاَمَّا الَّذِیۡنَ پس وہ لوگ۔ فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ زَیۡغٌ، کہ جن کے دلوں میں کجی ہے۔ فَیَتَّبِعُوۡنَ، پس وہ پیروی کرتے ہیں۔ مَا تَشَابَهَ مِنۡهُ، ان کی جو ان میں تشابہ ہیں۔ اِبۡتِغَآءَ الۡفِتۡنَةِ، فتنہ طلب کرتے ہوئے۔ وَ ابۡتِغَآءَ تَاۡوِیۡلِهٖ، اور اس کی حقیقت طلب کرتے ہوئے۔ وَ مَا یَعۡلَمُ تَاۡوِیۡلَهٗ، اور حالانکہ کوئی نہیں جانتا اس کی حقیقت کو۔ اِلَّا اللّٰهُ، سوا اللہ تعالیٰ کے۔ وَ الرّٰسِخُوۡنَ فِی الۡعِلۡمِ، اور وہ جو پختہ ہیں

علم میں یَقُوْلُوْنَ کہتے ہیں۔اٰمَنَّا بِہٖ ، ہم اس پر ایمان لائے ۔ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا، کہ یہ سب ہمارے رب کی طرف سے ہیں۔وَمَا یَذَّکَّرُ اِلَّا اُولُوا الْاَلْبَاب، اور نہیں نصیحت حاصل کرتے مگر عقل مند لوگ۔رَبَّنَا ، اے ہمارے رب۔لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا ، نہ ٹیڑھا کر ہمارے دلوں کو۔بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا، بعد اس کے کہ تو نے ہمیں ہدایت دی۔وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً،اور دے تو ہمیں اپنی طرف سے رحمت۔اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ، بے شک تو ہی دینے والا ہے۔رَبَّنَا، اے ہمارے رب۔اِنَّکَ ، بے شک تو۔جَامِعُ النَّاس، اکٹھا کرنے والا ہے لوگوں کو۔لِیَوْمٍ، ایسے دن میں۔لَا رَیْبَ فِیْہِ، جس میں کوئی شک نہیں ہے۔اِنَّ اللہَ ، بے شک اللہ تعالیٰ۔لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَاد،وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔

۸ھ میں مکہ مکرمہ فتح ہو گیا۔اور مکہ مکرمہ کی حیثیت دارالخلافہ اور مرکز کی تھی اور جب دارالخلافہ فتح ہو جائے تو باقی ملک بھی فتح سمجھا جاتا ہے۔یوں سمجھو کہ جب مکہ مکرمہ فتح ہو گیا تو سارے عرب پر اسلام کا جھنڈا لہرا دیا گیا۔اور سارا عرب اسلام کے جھنڈے تلے آ گیا۔ مدینہ طیبہ طائف ، خیبر کے علاقوں پر اسلام غالب آ گیا۔ساتھ ہی یمن تھا جس کے دو صوبے تھے۔اور وہاں یہودی آباد تھے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں صوبوں میں اپنے گورنر بھیج دیئے۔کہ ان سے معاملات طے کر لو۔کہ ان شرائط پر تم نے ٹیکس ادا کرنا ہے۔اور ہم یہ شرائط پوری کریں گے۔یہودی بڑے فچرے تھے انہوں نے ظاہری طور پر کوئی مزاحمت نہیں کی۔موقع کی تلاش میں تھے تو ان کے سامنے جو شرطیں پیش کی جاتیں مانتے جاتے تھے،اور یمن کے ساتھ نجران کا علاقہ تھا۔وہاں عیسائی آباد تھے۔انہوں نے سوچا کہ سارا عرب اسلام کے جھنڈے تلے آ گیا۔اور یمن کے یہودیوں نے بھی سر تسلیم خم کر دیا ہے۔اب ہم الگ تھلگ

نہیں رہ سکتے۔ کیونکہ ہمارے پاس اتنی قوت وطاقت نہیں ہے کہ ہم مسلمانوں کا مقابلہ کرسکیں، اور ملک کے ایک حصے میں رہ کر ملکی قانون کو نہ ماننا بڑی مشکل بات ہے۔ لہٰذا ایک وفد بھیجو جو مدینہ طیبہ جا کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ براہِ راست گفتگو کرے۔ کہ ہم تمہاری وفادار رعیت بن کے رہنا چاہتے ہیں لہٰذا ہمارے ذمے جو حقوق ہیں ان سے ہمیں آگاہ کیا جائے وہ ہم پورے کریں گے اور ہمارے حقوق جو تمہارے ذمہ ہیں وہ تم پورے کرو۔ چنانچہ ساٹھ آدمیوں پر مشتمل یہ وفد جس میں ان کے سیاسی لیڈر، مذہبی پیشوا، اور وڈیرے شامل تھے۔ اور خاصا بااثر وفد تھا۔ مدینہ طیبہ پہنچا۔ قافلے میں جو مذہبی رہنما تھے وہ پیش پیش تھے۔ مدینہ طیبہ پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دریافت کیا۔ کہ ہم نے ان سے ملنا ہے۔ آپ ﷺ اس وقت چھوٹے سے حجرے میں تشریف فرما تھے۔ جو مسجد نبوی کے ساتھ تھا۔ ان کو بتایا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس حجرے میں رہتے ہیں۔ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس چھوٹے سے حجرے میں رہتے ہیں۔ اور کوئی پہرے دار محافظ نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟ کہنے لگے ہم عیسائی ہیں اور نجران کے علاقے سے آئے ہیں۔ اور اس واسطے آئے ہیں کہ سارے عرب پر تمہارا قبضہ ہو چکا ہے۔ اور نجران کا علاقہ بھی عرب کا حصہ ہے۔ ہم از خود آگئے ہیں کہ تمہاری رعیت بن کے رہیں گے لہٰذا ہمارے ذمہ جو حقوق ہیں ہمیں بتادو وہ ہم پورے کریں گے۔ اور ہمارے حقوق جو تمہارے ذمے ہیں وہ تم پورے کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کو بلایا اور فرمایا یہ مہمان ہیں، سب سے پہلے ان کی رہائش اور خوراک کا انتظام کرو، اور ان کی سواریوں کے کھڑے کرنے کا انتظام کرو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم

نے کہا کہ حضرت اس طرح کرتے ہیں کہ ہم دو، دو، تین، تین آدمی آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں۔ اس میں ہمیں بھی سہولت ہوگی اور انہیں بھی سہولت ہوگی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تجویز پسند آئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاقب کو جوان کا امیر تھا فرمایا کہ ہم غریب لوگ ہیں۔ ہمارے پاس اتنے وسیع مکان نہیں ہیں کہ ہم تمہارے ساٹھ آدمیوں اور سواریوں کو ایک جگہ رکھ سکیں۔ (واہ رے اللہ! ایک وہ وقت تھا کہ ساٹھ آدمیوں کو اکٹھا ٹھہرانے کی جگہ نہیں تھی۔ اور اب چالیس لاکھ کا مجمع ٹھہرتا ہے، اور کسی کو پریشانی بھی نہیں ہوتی......بلوچ!) لہٰذا ہم تمہارے دو، دو، تین، تین آدمی اپنے ساتھیوں کے حوالے کر دیں، وہ ان کی رہائش، خوراک، اور سواریوں کا بھی انتظام کرلیں گے۔ ان کے بڑوں نے آپس میں مشورہ کیا، اور کہا یہ ہمیں منظور نہیں ہے۔ ہم اکٹھے آئے ہیں، اور اکٹھے رہیں گے اور اکٹھے جائیں گے۔ کیونکہ ان کو خدشہ تھا کہ صحابۂ کرام بڑے بااخلاق لوگ ہیں اور تبلیغ سے باز نہیں آتے۔ اور سچی بات دل پر ضرور اثر کرتی ہے۔ یہ ہماری بھیڑیں ان سے متاثر ہو جائیں گی۔ اور یہ ہمارے آدمیوں کو قابو کرلیں گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پریشان ہو گئے کہ ساٹھ آدمیوں کا ایک جگہ انتظام نہیں ہوسکتا تھا۔ پھر ان کی سواریاں بھی تھیں ان کو بھی سنبھالنا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر ہمارے پاس صرف یہی مسجد ہے۔ کہنے لگے ہم مسجد میں رہیں گے۔ ہماری سواریوں کا انتظام کردو۔ چنانچہ وہ مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی میں ٹھہرے۔ کہنے لگے کہ ہم نے اپنی نماز بھی پڑھنی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پڑھ لینا۔ چنانچہ وہ اپنے قبلے کی طرف چہرہ کر کے اپنے طرز کی نماز بھی پڑھتے رہے۔ ان کی جو خدمت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوسکی وہ آپ ﷺ نے کی۔ ان میں سے بعض نے آہستہ سا کہا کہ ہم شراب بھی پیتے

ہیں۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا کہ اس کا نام بھی نہ لینا جو جائز خدمت ہے وہ ہم کریں گے۔ باقی ہم سے یہ توقع نہ رکھنا کہ ہم تمہیں شراب بھی پلائیں گے۔ اور خنزیر کھلائیں گے۔ ہاں جو حلال چیزیں ہیں وہ جتنی ہمارے بس میں ہوئیں ان سے تمہاری خدمت کریں گے۔ چنانچہ گفتگو شروع ہوئی اور انہوں نے کہا کہ ہم تمہاری وفادار رعایا بن کر رہیں گے۔ ہم پر جو ٹیکس وغیرہ ہے۔ ہمیں بتادو، اور آنے کا اصل مقصد بھی یہی تھا۔ مگر علمی باتیں بھی شروع ہوگئیں، جن کا کچھ ذکر پہلے درس میں ہوا ہے۔

اس اثناء میں مذہبی اور علمی گفتگو بھی شروع ہوگئی کیونکہ پڑھے لکھے لوگ بھی سے اور ا ا) کے لاٹ پادری بھی ساتھ تھے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بات چلی تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کیا نظریہ ہے۔ کہنے لگے کہ ہم ان کو ابن اللہ بھی کہتے ہیں اور خدائی میں شریک بھی مانتے ہیں قرآن پاک میں عیسائیوں کے تین فرقوں کا ذکر ہے۔ ایک وہ ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ قَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ (سورۃ توبہ آیت نمبر ۳۰) دوسرا فرقہ وہ ہے جو کہتا ہے اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ (سورۃ المائدہ آیت ۷۳) بے شک اللہ تیسرا ہے تینوں میں ان کے نزدیک خدائی کے تین رکن ہیں ایک اللہ تعالیٰ کی ذات نمبر دو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور تیسرا رکن بعض کے نزدیک حضرت مریم علیہ السلام ہیں اور بعض کے نزدیک حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں یعنی تیسرے رکن میں دو طبقے ہیں ایک حضرت مریم کو رکن مانتا ہے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اور تیسرا فرقہ کہتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ (سورۃ المائدہ آیت ۷۶) بے شک اللہ تعالیٰ وہ مسیح ابن مریم ہی ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں تو بندے مگر اتنی کثرت سے عبادت کی کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کے وجود میں حلول کر گیا داخل ہو گیا۔ ان کے ہاتھ پر جو معجزات صادر ہوئے ہیں دراصل وہ اس رب سے صادر ہوئے ہیں جو ان کے اندر داخل ہے۔ انہوں نے جب اپنے یہ عقائد بیان کیے تو آنحضرت ﷺ نے ان سے سوال کیا کہ یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ کس سے پیدا ہوا ہے۔ کیا اس کے ماں باپ ہیں۔ کہنے لگے نہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کے کہنے لگے ہاں عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ہے۔ دوسرا سوال کیا اللہ تعالیٰ ماں کے رحم میں رہے ہیں کہنے لگے نہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کہنے لگے ہاں رہے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا

اچھا یہ بتاؤ زمین آسمان کی کوئی چیز اللہ تعالیٰ پر مخفی ہے کہنے لگے نہیں اور عیسیٰ علیہ السلام پر کہنے لگے اتنا ہی علم ہے جتنا رب تعالیٰ نے ان کو دیا ہے۔ فرمایا یہ بتاؤ رب تعالیٰ کھاتا پیتا بھی ہے۔ کہنے لگے نہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کہنے لگے وہ کھاتے پیتے بھی تھے اور شرعی تقاضے کے تحت پیشاب پاخانہ کی بھی ان کو ضرورت پیش آتی تھی فرمایا یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ پر کبھی موت آئے گی کہنے لگے نہیں اور عیسیٰ علیہ السلام پر کہنے لگے یَاْتِیْ عَلَیْهِ الْفَنَا ان کی وفات ہوگی۔ جب یہ تمام باتیں ہوچکیں تو آپؐ نے فرمایا کہ جب عیسیٰ علیہ السلام میں خدائی اختیارات اور اوصاف نہیں ہیں تو تم کس دلیل سے ان کو خدا مانتے ہو دنیا میں خاموش تو کوئی نہیں رہتا کہنے لگے تم جو کہتے ہو عیسیٰ علیہ السلام خدا نہیں ہیں تو تمہارے قرآن میں وَكَلِمَتُهٗ اَلْقٰهَا اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ سورۃ النساء آیت نمبر ۱۷۱ کیوں آیا ہے۔ یہ انہوں نے شوشہ چھوڑا ہے کہ روح اللہ کا کیا معنی ہے اور کلمۃ اللہ کا کیا معنی ہے یہ آیت متشابہات میں ہے حقیقت تو رب تعالیٰ بہتر جانتا ہے لیکن اس کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خرق عادت کے طور پر جبرائیل علیہ السلام کے واسطے سے حضرت مریم علیہا السلام کو پھونک ماری اندر روح پڑ گئی اس سے ان کا خدا ہونا تو ثابت نہیں ہوتا نہ یہ ابن اللہ ہونے کی دلیل ہے۔ مگر انہوں نے شوشہ چھوڑ دیا کیونکہ دنیا میں خاموش کوئی نہیں رہتا۔ لوگوں نے ایک قصہ بنایا ہوا ہے کہ پدی ریڑی پر دھاگوں میں پھنس گئی اڑتی ہے پھڑ پھڑ کرکے بیٹھ جاتی ہے کوے نے دیکھا کہ خالہ پھنسی ہوئی ہے ہمدردی کیلئے قریب آیا اور پوچھا خالہ کیا بات ہے۔ تو پدی نے کہا کہ میں زمین تول رہی ہوں تو پدی نے بھی ہار نہیں مانی خاموش تو پدی بھی نہیں رہی حالانکہ محاورہ ہے کیا پدی اور کیا پدی کا شوربا۔

جن دنوں پاکستان بن رہا تھا ان دنوں میں ایک مولوی صاحب نے یہاں گکھڑ میں تقریر کی کہ

اولیاء اللہ ہماری مدد اور مشکل کشائی کرتے ہیں میں نے جمعہ میں اس کی تردید کی کیونکہ باطل کی تردید کرنا فرض کفایہ ہے۔ اگر کوئی بھی باطل کی تردید نہ کرے تو سارے مسلمان گنہگار ہوں گے اور اگر ایک نے بھی تردید کر دی تو سارے گناہ سے بچ گئے تو میں نے اس کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ مشرقی پنجاب میں جو ظلم رہا ہے کہ تقریباً دس لاکھ مسلمان شہید ہوئے عورتوں کے پیٹ چاک کر کے بچے ضائع کئے گئے مسجدوں کی بے حرمتی کی گئی قرآن پاک کو سیڑھی بنا کر گھڑیاں اتاری گئیں کون سا ظلم تھا جو اس وقت نہ ہوا میں نے کہا یہ ولی ان کی مدد کیوں نہیں کرتے اور تو چھوڑ دو یہ سرہند میں شاہ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ جیسی شخصیت موجود ہے۔ اور ان کے علاوہ بے شمار اولیاء اللہ ہیں انھوں نے کیوں نہیں مشکل کشائی کی یہ وقت تھا مشکل کشائی کرنے کا اور کون سا وقت آنا ہے جب وہ امداد اور مشکل کشائی کریں گے میں نے دلائل کے ساتھ تردید کی ایک کتری داڑھی والا آدمی کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ یہ بزرگ آج کل حج کرنے کیلئے گئے ہوئے ہیں۔ میں نے کہا پہلی بات تو یہ ہے کہ مرنے کے بعد حج ہوتا ہی نہیں ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ آج کل حج کے دن بھی نہیں ہیں۔ کون سا حج کرنے کیلئے گئے ہوئے ہیں اندازہ لگاؤ دنیا میں خاموش کوئی بھی نہیں رہتا تو عیسائیوں کو بھی جب کوئی جواب نہ آیا تو یہ شوشہ چھوڑا اب نہیں تو روح اللہ کا کیا مطلب ہے اور کلمۃ اللہ کا کیا معنیٰ ہے یہ کہہ کر بات کو رول گول کر دیا اس کا ذکر ہے۔ هُوَ الَّذِيٓ اَنۡزَلَ عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ اللہ تعالیٰ کی ذات وہی ہے جس نے تجھ پر کتاب نازل کی مِنۡهُ اٰيٰتٌ مُّحۡكَمٰتٌ اس میں بعض آیتیں محکم ہیں اٹل ہیں محکم اس آیت کو کہتے ہیں کہ جس کا مطلب بالکل واضح ہو کہ لغت کے اعتبار سے اور کوئی مفہوم نہ نکل سکے جیسے اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيۡءٍ قَدِيۡرٌ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ دیکھو لفظ اللہ کا مفہوم بھی واضح ہے

شئ کے معنی میں بھی کوئی تردد نہیں ہے۔اور قدیر کا مفہوم بھی واضح ہے اسی طرح اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ یا سَمِیْعًا بَصِیْرًا ہے۔ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ ہے، اٰتُوا الزَّکٰوۃَ ہے، کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ ہے یہ تمام آیات محکمات ہیں فرمایا ھُنَّ اُمُّ الْکِتٰبِ یہ انہیں کتاب کی اصل ہیں وَاُخَرُ مُتَشٰبِھٰتٌ اور دوسری آیتیں متشابہ ہیں جن کے معنی کے متعلق آگے آتا ہے وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَہٗٓ اِلَّا اللّٰہُ اللہ تعالیٰ کے سوا ان کی حقیقت کو کوئی نہیں جانتا مثلاً اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی ہے۔ رب عرش پر مستوی ہے تو استویٰ کا معنی تو ہے بیٹھنا مگر اس کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے کہ میں مصلے پر بیٹھا ہوں تم دریوں پر بیٹھے ہو کوئی پلنگ پر بیٹھتا ہے کوئی کرسی پر بیٹھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی حقیقت کیا ہے ہم کسی شئی کے ساتھ تشبیہ نہیں دے سکتے اس لئے کہ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ اس کے مثل کوئی شئی نہیں ہے اسی طرح قرآن پاک میں آتا ہے بَلْ یَدٰہُ مَبْسُوْطَتٰنِ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کھلے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے کہ ہمارے ہاتھ میں ہتھیلی ہے، پانچ انگلیاں ہیں، ناخن ہیں تو ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ اس طرح ہیں۔ روحٌ منہ ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے روح ہے۔ کَلِمَتُہٗٓ اَلْقٰھَآ اِلٰی مَرْیَمَ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کلمہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حضرت مریمؑ کی طرف القاء کیا تو اس طرح کی آیات پر ہم ایمان لاتے ہیں لیکن حقیقت ہم نہیں جانتے اور نہ ہی حقیقت جاننے کے ہم مکلف ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اللہ نے ہمیں ایسی چیزوں کا مکلف نہیں بنایا بس ہمیں حکم ہے کہ مانو اور تسلیم کرو ہم مانتے ہیں کہ وہ عرش پر مستوی ہے اور یہ بھی مانتے ہیں کہ وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَ مَا کُنْتُمْ اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں ہو اور وہ کتنا ساتھ ہے فرمایا وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْکُمْ وَلٰکِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ (سورۃ الواقعہ آیت نمبر ۸۵)

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِیَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَیْــٴًـا ؕ وَاُولٰٓىٕكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ﴿۱۰﴾ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا ۚ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۱﴾ قُلْ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَ تُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۲﴾ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰیَةٌ فِیْ فِئَتَیْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ یَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَیْهِمْ رَاْیَ الْعَیْنِ ؕ وَ اللّٰهُ یُؤَیِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ ﴿۱۳﴾

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا، بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا۔ لَنْ تُغْنِیَ عَنْهُمْ، ہرگز نہیں کام آئیں گے ان کو۔ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ ،ان کے مال اور نہ ان کی اولاد مِّنَ اللّٰهِ شَیْــٴًـا، اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کچھ بھی۔ وَاُولٰٓىٕكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ☆ اور یہی لوگ ہیں دوزخ کا ایندھن۔ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ، ان کی عادت ہے جیسے عادت تھی فرعونیوں کی۔ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ،اوران لوگوں کی جو ان سے پہلے تھے۔ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا، انہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو۔ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ، پس پکڑا ان کو اللہ تعالیٰ نے۔ بِذُنُوْبِهِمْ، ان کے گناہوں کی وجہ سے۔ وَاللّٰهُ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ☆ اور اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔ قُلْ لِّلَّذِیْنَ ،آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کہہ دیں ان لوگوں کو۔ کَفَرُوْا ، جو کافر ہیں۔ سَتُغْلَبُوْنَ، عنقریب تم شکست کھاؤ گے۔ وَ تُحْشَرُوْنَ، اور تم اکٹھے کئے جاؤ گے۔ اِلٰی جَهَنَّمَ، جہنم کی طرف۔ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ☆ اور بہت برا ٹھکانہ ہے۔ قَدْ كَانَ لَكُمْ، تحقیق ہے تمہارے لئے۔ اٰيَةٌ، نشانی۔ فِیْ فِئَتَيْنِ، دو گروہوں میں۔ الْتَقَتَا، جن دو گروہوں کا آمنا سامنا ہوا۔ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، ایک گروہ لڑ رہا تھا اللہ تعالیٰ کے راستے میں۔ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ، اور دوسرا گروہ کافروں کا ہے۔ يَّرَوْنَهُمْ ، وہ کافر دیکھتے ہیں اپنے آپ کو۔ مِّثْلَيْهِمْ ، ان سے دوگنا۔ رَاْیَ الْعَيْنِ، آنکھ کے ساتھ دیکھنا۔ وَ اللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ ، اور اللہ تعالیٰ تائید کرتا ہے اپنی مدد سے۔ مَنْ يَّشَآءُ، جس کی چاہتا ہے۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ، بے شک اس میں لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ O البتہ عبرت ہے آنکھیں رکھنے والوں کے لئے۔ پہلی دو آیتوں میں یہود کی ضد کا بیان ہے۔ اور تیسری آیت میں غزوۂ بدر کا مختصر سا بیان ہے۔ یاد رکھنا یہودی ذہین بھی بڑے ہیں اور ضدی بھی بڑے ہیں۔ من حیث القوم جتنی ضد ان میں ہے۔ وہ اور کسی قوم میں نہیں ہے۔ مدینہ طیبہ میں یہود کے تین خاندان آباد تھے۔ بنو نضیر، بنو قریظہ اور بنو قینقاع۔ اور مدینہ طیبہ کی تمام منڈیوں پر ان کا قبضہ تھا۔ یعنی تجارت ان کے ہاتھ میں تھی اور علم میں بھی ماہر تھے۔ اور افرادی قوت بھی ان کو حاصل تھی، اور ظاہر بات ہے کہ جس قوم کے پاس تجارت ہو۔ علم ہو، اور افرادی قوت بھی ہو تو اس قوم کو غلبہ حاصل ہوتا ہے۔ اور یہ سب چیزیں یہود مدینہ طیبہ کو حاصل تھیں۔ جس کی وجہ سے وہ خاصے بگڑے ہوئے تھے۔ اور ان کا اتنا اثر و رسوخ تھا کہ اوس اور خزرج جو کافروں کے خاندان تھے۔ وہ اپنی لڑکی اور لڑکے کی شادی ان کی اجازت کے بغیر نہیں کر سکتے تھے۔ حالانکہ ان کا مذہب اور تھا اور ان کا مذہب اور تھا۔ مثلاً اوس اور خزرج کے خاندان میں سے کسی نے

اگر اپنی لڑکی یا لڑکے کی شادی کرنی ہوتی تھی تو اس کے محلے میں جو یہودی رئیس ہوتا تھا۔ اس سے مشورہ کرتا کہ فلاں جگہ پر میں اپنی لڑکی یا لڑکے کی شادی کرنا چاہتا ہوں۔ تمہاری کیا رائے ہے۔ اگر وہ کہہ دیتا کہ ٹھیک ہے تو شادی کر دیتا۔ اور اگر وہ قیل وقال کرتا تو وہاں شادی کرنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ اوس اور خزرج کے کسی آدمی نے اگر کسی اہم سفر پر بھی جانا ہوتا تھا۔ تو اجازت لے کر اور اطلاع دے کر جاتا تھا۔ اس سے اندازہ لگاؤ کہ یہود کا مدینہ طیبہ میں کتنا اثر ورسوخ تھا۔ رہا یہ سوال کہ یہود مدینہ طیبہ میں کس طرح آئے۔ اور یہاں آ کر آباد ہوئے۔ تو ان کے مدینہ طیبہ آنے کا سبب ایک خط تھا جو ان کے بڑوں نے پڑھا تھا۔ اس خط کی حقیقت اس طرح ہے کہ تُبَّہ اسعد رحمہ اللہ بن ملیک یمن کے بادشاہوں میں سے ایک بڑا نیک اور پارسا بادشاہ تھا۔ ابو کرب ان کی کنیت تھی اور حِمیَرْ قبیلے کے ساتھ تعلق تھا۔ اور یہ وہی تُبَّہ ہے جس کا ذکر قرآنِ پاک میں ہے۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نو سو سال پہلے گزرا ہے۔ اس کو علم تھا کہ خاتم النبین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائیں گے۔ اور آپ کی مہمانی کا شرف اہلِ مدینہ کو حاصل ہوگا۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام بڑا عقیدت مندانہ خط لکھا کہ اے خاتم النبین و رسول ربّ العالمین! اگر تم میری زندگی میں آ جاؤ تو میں تمہاری خدمت کروں گا اور تمہارے پاؤں دھوؤں گا۔ اور اگر تم بعد میں آؤ تو میں مرنے سے پہلے تمہارا کلمہ پڑھتا ہوں۔ اس نے یہ خط لکھ کر اس خاندان کے حوالے کیا۔ کہ تم نے یہ خط حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم وخاتم النبین کو دینا ہے۔ چنانچہ وہ خط حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے خاندان میں منتقل ہوتا چلا آیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لائے۔ تو وہ حضرت ابو ایوب انصاری

رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش فرمایا۔ تو یہود کے اباء واجداد تجارت وغیرہ کے سلسلہ میں مدینہ طیبہ آئے تھے۔ اور انہوں نے یہ خط سنا تھا۔ تو جلدی کے ساتھ مدینہ طیبہ آ گئے کہ ہمیں محمد رسول اللہ کی خدمت کا موقع ملے۔ اس طرح یہود کے بڑے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے چار سو سال پہلے مدینہ طیبہ آ گئے تھے۔ تا کہ ہمیں ان کی خدمت کا موقعہ ملے یہودیوں کے وڈیرے تو اس نظریہ اور عقیدے کے تھے۔ مگر جب نئی نسل چلی تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر بھی دیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کے بھی درپے ہوئے۔ اور یہ سب کچھ انہوں نے ضد میں آ کر کیا۔ اور ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ بہر حال مدینہ طیبہ میں یہودیوں کو دوسرے لوگوں پر غلبہ حاصل تھا۔ اور ان کی مرضی کے بغیر وہ لوگ اپنی اولاد کی شادی تک نہیں کر سکتے تھے۔ اور بدر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بے سروسامانی کی حالت میں کامیابی عطا فرمائی۔ جس کا ذکر اگلی آیتِ کریمہ میں آ رہا ہے۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بدر سے جب واپس تشریف لائے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کے تینوں خاندانوں بنو نضیر، بنو قریظہ، بنو قینقاع کے سرداروں کے سامنے توحید بیان فرمائی۔ قرآنِ پاک کی صداقت کا ذکر کیا۔ اور نبوت اور رسالت کو بڑے اچھے انداز میں بیان فرمایا اور قیامت کا بھی ذکر فرمایا۔ اور ان کو اسلام کی دعوت دی۔ ایک شرارتی یہودی کعب بن اشرف ان کا پادری تھا۔ کہنے لگا، اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) تم نے ناتجربہ کار جاہلوں کے ساتھ لڑائی کر کے فتح حاصل کی ہے۔ اور اب تم اتنے دلیر ہو گئے ہو کہ ہمیں قابو کرنا چاہتے ہو۔ انہیں کیا پتہ تھا کہ لڑائی کیا چیز ہوتی ہے؟ جب ہمارے ساتھ ٹکراؤ گے تو پتا چل جائے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تمہیں کوئی لڑائی کی دھمکی تو نہیں دی۔

میں نے صرف یہ کہا ہے کہ تم پڑھے لکھے لوگ ہو اسلام قبول کر لو۔ توراۃ تمہارے پاس موجود ہے۔ اس میں صراحت کے ساتھ میری علامتوں کا بیان ہے جو تم پڑھتے ہو۔ یہودیوں کا یہ کردار قابلِ تعجب ہے اس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا میں تشریف لانے سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے دشمنوں پر فتح یابی کے لئے دعا کرتے تھے۔ چنانچہ قرآنِ پاک کے پہلے پارے میں موجود ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ "وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا" اور وہ تھے اس سے پہلے فتح کے لئے توسل حاصل کرتے ان لوگوں کے خلاف جو کافر ہیں۔ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ . پس جب آئی ان کے پاس وہ ذات یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کو انہوں نے پہچان لیا تو اس کا انکار کر گئے۔ اور اس چیز کا ذکر تفسیروں میں بھی موجود ہے اور تاریخ میں بھی۔ اور قرآنِ کریم کے دوسرے پارے میں آتا ہے "يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ" یہ بنی اسرائیل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں۔ لیکن ضد کا کوئی علاج نہیں ہے۔ تو کہنے لگے کہ مال ہمارے پاس زیادہ ہے۔ افرادی قوت ہمارے پاس زیادہ ہے۔ مدینہ طیبہ شہر اور باہر دیہات میں مضبوط قلعے ہمارے پاس ہیں۔ پھر تم ہمیں خفیہ انداز سے دھمکیاں دیتے ہو۔ اور کہتے ہو کہ اسلام قبول کر لو۔ جب ہمارے ساتھ ٹکراؤ گے تو پتہ چل جائے گا۔ اس موقع پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ، بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا (اور یاد رکھنا کہ كَفَرُوْا سے ساری دنیا کے کافر مراد ہیں اگرچہ شانِ نزول مدینہ طیبہ کے یہودِ بنو نضیر، بنو قریظہ اور بنو قینقاع ہیں۔ لیکن حکم شانِ نزول میں بند نہیں ہوتا)۔ لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ☆ ہرگز

نہیں کام آئیں گے ان کے مال اور نہ اولاد ان کی اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی گرفت سے ان کو کوئی شئی نہیں بچا سکے گی ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب یہود کے ساتھ اہلِ حق کی لڑائی ہوئی ۔ تو بنو نضیر اور بنو قینقاع نے کہا، ہمیں نہ مارو ہم جلاوطن ہونے کے لئے تیار ہیں ۔ تو یہ دھمکیاں دینے والے اپنی زمین، مکانات اور جائیدادیں چھوڑ کر خیبر بھاگ گئے ۔ البتہ بنو قریظہ نے ٹکر لی ۔ مگر بالآخر انہوں نے بھی ہتھیار ڈال دیئے ۔ نوجوان مارے گئے ۔ ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنالیا گیا ۔ تو جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا اسی طرح ہوا ۔ کہ تم اپنے مال اور اپنی اولاد پر گھمنڈ نہ کرو ۔ یہ چیزیں تمہیں اللہ تعالیٰ کی گرفت سے نہیں بچا سکیں گی ۔ وَاُولٰٓئِکَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ☆ اور یہی لوگ دوزخ کا ایندھن ہیں ۔ یعنی یہ جتنے بھی ہیں سارے کے سارے دوزخ کی آگ کا ایندھن بنیں گے ۔ اور سب دوزخ کی آگ میں جلیں گے ۔ فرمایا ان لوگوں کی عادت ایسے ہی ہے ۔ کَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ، جیسے عادت تھی فرعونیوں کی ۔ کہ انہوں نے بھی ضد کی اور حق کے ساتھ ٹکر لی ۔ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ، اور ان لوگوں کی عادت کی طرح ہے، جو ان سے پہلے تھے ۔ اور ان کی عادت یہ تھی ۔ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا ، کہ انہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں اور نشانیوں کو ۔ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ، پس پکڑا ان کو اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کی وجہ سے ۔ فرعون کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ حکومت بچا سکی، نہ فوجیں نہ مال، جس وقت بحرِ قلزم میں غوطے کھائے تو کہنے لگا ۔ "اٰمَنْتُ بِرَبِّ مُوْسٰی وَهَارُوْنَ" میں اس رب پر ایمان لایا جو موسیٰ اور ہارون (علیہما السلام) کا رب ہے ۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس وقت میں نے دریا کا جو نیچے حصے کا کالا گارا ہوتا ہے ۔ اس کے گلے میں ٹھونسا کہ یہ بڑا واویلا کر رہا ہے، کہیں اس پر اللہ تعالیٰ کو ترس نہ آجائے ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ۔

"آلْـئٰنَ وَ قَـدْ عَصَيْتَ قَبْلُ" اب ایمان لاتا ہے اور تحقیق تو انکار کر چکا ہے۔اس سے پہلے یعنی جب تجھے ہوش تھی اس وقت تو تو ایمان کے قریب نہیں آیا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔فَـالْيَـوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً" پس آج ہم تجھے باہر پھینک دیں گے۔تاکہ تو پچھلوں کے لئے نشانی بن جائے۔لوگ تجھے دیکھیں اور کہیں کہ یہ ہے جو کہتا تھا۔ "اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى". میں ہوں تمہارا بڑا رب۔اور آج مشکیزہ بنا پڑا ہے۔اور پانی منہ سے ناک سے بہہ رہا ہے۔اور رب جانے کہاں کہاں سے بہہ رہا ہے۔فرعون کو آج تک دفن نہیں کیا گیا۔مصر میں محفوظ ہے۔کبھی کبھی انسان دیکھ کر حیران ہوتا ہے۔کہ یہ اپنے آپ کو رب الاعلیٰ کہتا تھا۔وَ اللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۔ اور اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ،آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیں ان کافروں کو جو یہودی ہیں،جنہوں نے متکبرانہ انداز میں کہا کہ ہمارے ساتھ ٹکراؤ گے تو پتہ چل جائے گا۔سَتُغْلَبُوْنَ،عنقریب تم شکست کھاؤ گے۔اور یہ دنیا کی سزا ہو گی۔ وَ تُـحْشَـرُوْنَ اِلٰـى جَهَنَّـمَ، اور مرنے کے بعد تم اکٹھے کئے جاؤ گے جہنم کی طرف۔ چنانچہ آٹھ نو سال بعد تمام یہود نے شکست کھائی۔اور ذلیل وخوار ہوئے۔جن کے بارے میں کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ یہ مدینہ طیبہ سے نکلیں گے۔ان میں سے کئی مارے گے اور دوسرے جلاوطن ہو گئے۔اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا اسی طرح ہوا۔وَبِئْسَ الْمِهَادُ، اور دوزخ بہت برا ٹھکانہ ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے تمام مومنین اور مومنات کو تمام مسلمین اور مسلمات کو دوزخ سے بچائے۔قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ ،تحقیق ہے تمہارے لئے نشانی فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ،دو گروہوں میں جن دو گروہوں کا آمنا سامنا ہوا۔فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ،ایک گروہ لڑ رہا تھا اللہ تعالیٰ کے راستے میں۔وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ،اور دوسرا گروہ کافروں کا تھا۔

اس آیتِ کریمہ میں واقعہ بدر کا ذکر ہے۔اور بدر مدینہ طیبہ سے اسی/۸۰میل دور ایک مقام کا نام تھا۔ بدر نامی ایک شخص نے اس جگہ ایک کنواں کھودا تھا۔تو اس کنویں کا نام بدر پڑ گیا۔ پھر اس علاقے کا نام بدر ہو گیا۔قرآنِ کریم کے چوتھے پارے میں ذکر ہے۔ "وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ" اور تحقیق ربِ تعالیٰ نے تمہیں بدر کے مقام میں کامیابی عطا فرمائی۔اور حالانکہ تم کمزور تھے۔اس مقام پر مسلمانوں کی تعداد تین سو تیرا/۳۱۳تھی۔ستتر/۷۷مہاجرین اور دو سو چھتیس/۲۳۶انصار تھے۔اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قیادت فرما رہے تھے۔ان کے پاس سامان دو گھوڑے کہ ایک مرثد بن ابی مرثد رضی اللہ عنہ کے پاس تھا اور ایک مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ستر/۷۰اونٹ چھ/۶ زریں اور آٹھ/۸تلواریں تھیں۔یعنی تین سو تیرہ کے پاس تلواریں بھی مکمل نہ تھیں۔اور جس وقت یہ مدینہ طیبہ سے چلے تھے،دسویں پارے میں آتا ہے کہ یہود ان کا مذاق اڑاتے تھے۔ایک دوسرے کو اشارے کر کے کہتے تھے کہ دیکھ لو بھائی یہ پہلوان بہادر، یہ جوان،قریش کے ساتھ لڑنے جا رہے ہیں۔ان کے سر کاٹیں گے اور قیدی بنا کے لائیں گے۔ربِ تعالیٰ کی قدرت کہ اس نے ان کے مذاق کو حقیقت بنا دیا۔جب جنگ ہوئی ستر/۷۰کافر مارے گئے،ستر/۷۰قیدی بنا لئے گئے۔باقیوں کو بھاگتے ہوئے راستہ نہ ملا۔اور مسلمانوں میں سے صرف چودہ آدمی شہید ہوئے۔چھ/۶ مہاجرین میں سے اور آٹھ/۸انصار میں سے۔اور ان کی قبریں آج بھی اس مقام پر زیارت گاہ بنی ہوئی ہیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ساتھیوں کے ہمراہ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو مذاق اڑانے والے حیران رہ گئے۔کہ ہم کیا کہتے تھے اور یہ کیا ہو گیا ہے۔تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی تعداد تین سو تیرہ/۳۱۳تھی۔اور مقابلے میں ایک ہزار کا لشکر تھا۔اور ہر طرح

کے کیل کانٹے سے لیس تھا۔ اور ابو جہل ان کی قیادت کر رہا تھا۔ یہ غزوہ ہجرت کے دوسرے سال سترہ/۱۷ رمضان المبارک جمعہ کے دن پیش آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ ﷺ کے ساتھی مسافر تھے۔ اس واسطے جمعہ ان پر فرض نہ تھا۔ اور ویسے بھی بدر کوئی شہر تو تھا نہیں کہ وہاں مسلمانوں کی آبادی ہوتی۔ عشاء کی نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خیمہ میں تشریف لے گئے۔ اور عاجزی اور زاری کے ساتھ دعائیں کیں۔ اے پروردگار! یہ بھوکے ہیں تو نے ان کو سیر کرنا ہے۔ یہ پیاسے ہیں تو نے ان کو پانی پلانا ہے۔ یہ بے سہارا ہیں ان کا سہارا تو ہے۔ یہ بے ہتھیار ہیں، ان کا ہتھیار تیری مدد ہے۔ اے میرے پروردگار یہ میری پندرہ سال کی کمائی ہے۔ اگر یہ ختم ہو گئے تو خالص تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں پڑے ہیں اور رو رہے ہیں، آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خیمہ سے باہر تھے۔ انہوں نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عاجزی اور زاری دیکھی، خیمے میں تشریف لائے۔ کہنے لگے حضرت بس کرو۔ لَقَدْ اَلْحَحْتَ تحقیق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی عاجزی اور زاری کی ہے۔ رب تعالیٰ ضرور تمہاری دعائیں سنے گا۔ صبح جس وقت لڑائی ہوئی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تین سو تیرہ/۳۱۳ نہتوں نے ایک ہزار کو شکست دی۔ ہزار تلوار اور آٹھ تلواروں کا کوئی تقابل نہیں تھا۔ اور پھر ان تین سو تیرہ میں اکثر ننگے سر اور ننگے پاؤں تھے۔ اور دھوپ میں سر اور پاؤں جل رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ سے یہودِ مدینہ کو عبرت حاصل کرنے کی تلقین فرمائی۔ يَرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ، وہ کافر دیکھتے ہیں اپنے آپ کو ان سے دوگنا کھلی آنکھ کے ساتھ۔ اور بڑے خوش ہوتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم زیادہ ہیں، اور تھے تو وہ دوگنا سے بھی زیادہ، لیکن۔ وَ اللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ

یَّشَآءُ ، اور اللہ تعالیٰ تائید کرتا ہے اپنی مدد سے جس کی چاہتا ہے۔ جس طرح یہاں مسلمانوں کی تائید فرمائی۔ کہ آٹھ تلواروں کو ہزار تلواروں پر کامیابی نصیب فرمائی۔ اور تین سو تیرہ کو ہزار پر غلبہ عطا فرمایا۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ ☆ بے شک اس میں البتہ عبرت ہے ان لوگوں کے لئے جو آنکھیں کھول کر حقیقت کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ اور اگر آنکھیں بند کر لیں تو دنیا میں اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔

زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَ الْبَنِیْنَ وَ الْقَنَاطِیْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ وَ الْخَیْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَ الْاَنْعَامِ وَ الْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿۱۴﴾ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَیْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ لِلَّذِیْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۱۵﴾ اَلَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اِنَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۶﴾ اَلصّٰبِرِیْنَ وَ الصّٰدِقِیْنَ وَ الْقٰنِتِیْنَ وَ الْمُنْفِقِیْنَ وَ الْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَارِ ﴿۱۷﴾ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَ الْمَلٰٓىٕكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآىٕمًۢا بِالْقِسْطِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۱۸﴾

النصف

زُیِّنَ مزین کی گئی۔ لِلنَّاسِ لوگوں کے لئے۔ حُبُّ الشَّهَوٰتِ، خواہشات کی محبت۔ مِنَ النِّسَآءِ، عورتوں کی خواہش۔ وَ الْبَنِیْنَ، اور بیٹوں کی خواہش۔ وَ الْقَنَاطِیْرِ، اور مال کی خواہش۔ الْمُقَنْطَرَةِ، جو بہت ہو۔ مِنَ الذَّهَبِ، سونے سے۔ وَ الْفِضَّةِ، اور چاندی سے۔ وَ الْخَیْلِ الْمُسَوَّمَةِ، اور نشان لگائے ہوئے گھوڑوں سے۔ وَ الْاَنْعَامِ، اور مال مویشی سے۔ وَ الْحَرْثِ، اور

کھیتی ہے۔ ذٰلِکَ مَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا، یہ دنیا کی زندگی کا فائدہ ہے۔ وَاللّٰہُ عِنْدَہٗ، اور اللہ تعالیٰ کے پاس۔ حُسْنُ الْمَاٰبِ☆ اچھا ٹھکانہ ہے۔ قُلْ، ان کو کہہ دو۔ اَؤُنَبِّئُکُمْ، کیا میں تمہیں خبر دوں۔ بِخَیْرٍ مِّنْ ذٰلِکُمْ، اس سے بہتر چیز کی۔ لِلَّذِیْنَ اتَّقَوْا، ان لوگوں کے لئے جو ڈرتے ہیں۔ عِنْدَ رَبِّھِمْ، ان کے رب کے ہاں۔ جَنّٰتٌ، باغات ہیں۔ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ، جاری ہیں ان باغوں کے نیچے نہریں۔ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا، ہمیشہ رہیں گے اس میں۔ وَاَزْوَاجٌ مُّطَھَّرَۃٌ، اور جوڑے ہوں گے پاکیزہ۔ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰہِ، اور اللہ تعالیٰ کی رضا ہوگی۔ وَاللّٰہُ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ☆ اور اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے بندوں کو۔ اَلَّذِیْنَ، اللہ کے بندے وہ ہیں۔ یَقُوْلُوْنَ، جو کہتے ہیں۔ رَبَّنَآ، اے رب ہمارے۔ اِنَّنَآ اٰمَنَّا، بے شک ہم ایمان لائے۔ فَاغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا پس تو بخش دے ہم کو ہمارے گناہ۔ وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ☆، اور بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے۔ اَلصّٰبِرِیْنَ، صبر کرنے والے ہیں تکلیفوں میں۔ وَالصّٰدِقِیْنَ، اور سچے ہیں۔ وَالْقٰنِتِیْنَ، اور اطاعت کرنے والے ہیں۔ وَالْمُنْفِقِیْنَ، اور خرچ کرنے والے ہیں۔ وَالْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَارِ☆، اور معافی مانگنے والے ہیں اللہ تعالیٰ سے سحر کے وقت۔ شَھِدَ اللّٰہُ، اللہ تعالیٰ نے گواہی دی۔ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ، بے شک نہیں ہے کوئی معبود مگر وہی۔ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ، اور فرشتوں نے بھی گواہی دی ہے۔ وَاُولُوا الْعِلْمِ، اور علم والے بھی۔ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ، قائم ہوتے ہوئے انصاف پر۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ نہیں کوئی الٰہ مگر وہی۔ الْعَزِیْزُ، غالب ہے۔ الْحَکِیْمُ☆ حکمت والا ہے۔

اس رکوع کے پہلے حصے میں یہ بات بیان ہوئی تھی کہ مدینہ طیبہ میں رہنے والے یہودیوں نے کہا تھا کہ ہمارے پاس مال اور اولاد کافی ہے۔ تم ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اور ہم حق پر ہیں اگر ہم حق پر نہ ہوتے تو ہمیں اتنا مال اور اولاد نہ ملتی۔ آگے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ یہ

چیزیں عارضی ہیں اور دنیا میں فائدہ اٹھانے کا سامان ہیں یہ حق پر ہونے کی دلیل نہیں ہیں بلکہ وہ لوگ جو ان چیزوں سے محبت میں تجاوز کرتے ہیں وہ گمراہ ہو جاتے ہیں۔فرمایا "زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ" مزین کی گئی لوگوں کے لئے خواہشات کی محبت۔یعنی لوگوں کے دلوں میں طبعی طور پر ان چیزوں کی محبت ڈال دی ہے۔ جو خواہشات لوگوں کے دلوں میں ہیں۔اور جو خواہشات ہیں آگے ان کا ذکر ہے۔ مِنَ النِّسَآءِ، عورتوں کی خواہش ہے۔یعنی عورتوں کی محبت انسانوں کے دلوں میں مزین کر دی گئی ہے۔ مردوں کو عورتوں کی خواہش ہے۔وَالبَنِینَ، اور بیٹوں کی خواہش لوگوں کے دلوں میں مزین کر دی گئی ہے۔ ہر زمانے میں لوگ اس بات کو پسند کرتے آئے ہیں کہ ہمیں لڑکا ملے لڑکی نہ ملے۔ یہ ایک خواہش ہے، ورنہ ہوتا وہی ہے جو رب چاہے۔کہ کسی کو لڑکا دے یا لڑکی دے۔یا لڑکا اور لڑکی ملا کر دے۔ یا کچھ بھی نہ دے بانجھ کر دے۔مگر طبعی طور پر خواہش تو ہے نا!وَالْقَنَاطِیرِ الْمُقَنْطَرَةِ۔اور زیادہ مال کی محبت انسانوں کے دلوں میں پکی کر دی گئی ہے۔ قَنَاطِیرُ،قِنطَارُ کی جمع ہے۔اور قِنطَار کے معنیٰ ہیں اَلْمَالُ الْكَثِیر زیادہ مال۔مُقَنْطَرَة، کا معنی ہے ڈھیر لگایا ہوا۔اس زمانے میں سونے چاندی کا سکہ ہوتا تھا۔ کاغذ کے نوٹ نہیں ہوتے تھے۔ آج کل تو سارا نظام نوٹوں کے ذریعے چلتا ہے۔مگر اس زمانے میں سونے چاندی کے سکوں کے ذریعہ نظام چلتا تھا۔اور بنک بھی نہیں ہوتے تھے۔گھروں میں ہی مال کے اوپر نیچے ڈھیر لگے ہوتے تھے۔اور گھروں میں ہی بوریوں برتنوں کے ذریعے یا جس جگہ مناسب سمجھتے تھے محفوظ کر لیتے تھے۔اسی طرح وہ ڈھیر مال کو دیکھ کر خوش ہوتے تھے۔آگے اس کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔فرمایا!مِنَ الذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ۔ وہ بہت سارا مال سونے اور چاندی سے ہے۔ وَ الْخَیْلِ الْمُسَوَّمَةِ، اور نشان لگائے

ہوئے گھوڑوں سے۔ مسوّمہ کا ایک معنیٰ یہ کرتے ہیں کہ جو گھوڑے اصیل نسل کے ہوتے تھے۔ ان کے منہ پر یا پیٹھ پر نشان لگاتے تھے۔ تاکہ پتہ چلے کے یہ اصیل ہے۔ اور یہ معنیٰ بھی کرتے ہیں کہ خوبصورت گھوڑا جس کے اعضاء بالکل صحیح سالم ہوں۔ اور دیکھنے میں حسین نظر آئے۔ چونکہ اس زمانے میں گھوڑے پر سواری کی جاتی تھی۔ اور گھوڑوں کے ذریعے جنگ لڑی جاتی تھی۔ اس واسطے ان کی اہمیت تھی۔ وَالْاَنْعَامِ، اور مال مویشی کی محبت کے بارے میں قرآن پاک میں ایک مستقل سورت ہے۔ جس کا نام اَنْعَامْ ہے۔ ساتویں پارے سے شروع ہوتی ہے اور آٹھویں پارے میں ختم ہوتی ہے۔ اس میں انعام بیان فرمائے ہیں کہ گائے، بھینس، بھیڑ، بکری، اونٹ وغیرہ۔ ان کی محبت بھی انسانوں کے دلوں میں ڈال دی گئی ہے۔ وَالْحَرْثِ، اور کھیتی کی محبت۔ جس زمانے میں یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی ہے وہ زمانہ صنعت اور کارخانوں کا زمانہ نہ تھا۔ ان لوگوں کے لئے یہی مال ہوتے تھے جن کا ذکر ہو رہا ہے۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جن چیزوں کا ذکر ہوا ہے۔ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا، یہ دنیا کی زندگی کا سامان ہے۔ یعنی یہ چیزیں دنیا کی زندگی میں فائدہ حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں۔ مگر اصل مقصود تو آخرت کی زندگی ہے۔ اگر ان چیزوں کی محبت میں آخرت سے غافل ہو گیا تو سخت خسارے کا سودا کیا۔ ہاں اگر کوئی مسلمان ہے۔ اور ان کو جائز طریقے سے حاصل کرتا ہے۔ اور شریعت کے مطابق خرچ کرتا ہے تو پھر یہ مال بہت اچھا ہے۔ کوئی عیب کی بات نہیں۔ اگر مطلقاً مال معیوب ہوتا تو اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں کو عطاء نہ فرماتا۔ حالانکہ حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس تین ہزار اونٹ، پانچ سو جوڑی بیلوں کی یعنی ایک ہزار بیل اور بڑا وسیع رقبہ تھا جس میں کاشت کاری کرتے تھے۔ اور بہت بڑی چراگاہ تھی۔ جس میں

جانور چرتے تھے۔ اور لوگوں کے وفدوں کے وفد آتے تھے۔ ان کے لئے الگ مہمان خانہ تھا۔ جہاں ان کی عزت کی جاتی ہے۔ کھانا کھلایا جاتا تھا۔ حضرت ایوب علیہ السلام ان کو دین سکھاتے اور مسائل بیان کرتے تھے۔ اتنی وافر دولت رب تعالیٰ نے ان کو عطا فرمائی تھی۔ حالانکہ وہ خدا کے پیغمبر تھے۔ اسی طرح حضرت داؤد علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اور خلیفۃ اللہ فی الارض تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت کچھ عطاء فرمایا تھا۔ مگر وہ سب ان کے ہاتھ کی کمائی تھی۔ تلواریں اور زرہ بناتے تھے۔ خود تیار کرتے تھے۔ اور اسی کمائی سے وہ اپنا نظام چلاتے تھے۔ انہوں نے جتنا عرصہ بھی بادشاہی کی ہے۔ قوم اور پبلک کی رقم استعمال نہیں فرمائی۔ اور یہی حال حضرت سلیمان علیہ السلام کا تھا۔ اس واسطے اگر کسی کے پاس سونے چاندی کا ڈھیر ہو زمین ہو مال مویشی ہوں۔ تو کوئی عیب کی بات نہیں ہے۔ بشرطیکہ جائز طریقے سے حاصل کئے ہوں اور جائز طریقہ سے خرچ کرتا ہو۔ تو رب تعالیٰ کی نعمت ہے۔ مگر یہ سب چیزیں دنیا کا فائدہ ہیں کوئی کتنی دیر زندہ رہے گا۔ اور کتنا کھا پی لے گا۔ اور پہن لے گا۔ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ☆ اور اللہ تعالیٰ کے پاس اچھا ٹھکانہ ہے۔ یعنی آخرت کی چیزیں ان چیزوں سے بہت اچھی ہیں، لہٰذا دنیا کی چیزوں پر اعتماد نہ کرو، اعتماد صرف رب تعالیٰ کی ذات پر کرو۔ قُلْ، ان کو کہہ دو (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم)۔ اَؤُنَبِّئُكُمْ، کیا میں تمہیں خبر دوں۔ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ، اس سے بہتر چیز کی۔ جس کا ذکر اوپر ہوا ہے۔ مگر وہ اچھی چیز کن لوگوں کے لئے ہے۔ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا، ان لوگوں کے لئے ہے جو رب سے ڈرتے ہیں۔ عِنْدَ رَبِّهِمْ، ان کے رب کے ہاں ان کو ملے گی۔ وہ کیا چیز ہے؟ فرمایا! جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ، باغات ہیں جاری ہیں ان باغوں کے نیچے نہریں۔ آخرت کے باغات اور میوے دنیا کے باغات اور میووں کی

طرح نہیں ہیں۔دنیا کے سارے میوے فصلی اور موسمی ہیں۔موسم میں آتے ہیں جب موسم ختم ہو جاتا ہے۔تو میوہ اور پھل بھی ختم ہو جاتا ہے۔مگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے جنت کے میوؤں میں یہ خاصیت رکھی ہے۔کہ کبھی ختم ہونے میں نہیں آئیں گے۔ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں فرماتا ہے۔لَامَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ وہ میوے کبھی ختم نہیں ہوں گے۔جہاں سے تم نے دانہ توڑا دیکھتے ہی دیکھتے اور لگ جائے گا۔اور نہ وہاں کوئی کسی کو روکے گا۔اس واسطے کے جنت میں باغات ہی باغات ہوں گے۔اور وہ بھی سدابہار اپنے باغات سے کھائے یا جس جگہ سیر وسیاحت کے لئے جائے کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔اور جنت کی نہریں دنیا کی نہروں کی طرح نہیں ہوں گی۔کہ زمین میں گہرائی ہو اور اس میں پانی چلے، جنت کی نہریں زمین کی سطح سے اوپر ہوں گی،اور کناروں پر موتیوں کے بند ہوں گے۔بڑی صاف ستھری نہریں ہوں گی۔دودھ کی نہر،شہد کی نہر،اور شرابِ طہور کی نہر،صاف پانی کی نہر۔اور بڑا کچھ ہوگا۔خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ،ہمیشہ انہیں باغات میں رہیں گے۔وہاں سے نکالے جانے کا کوئی کھٹکا نہیں ہوگا۔وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ،اور جوڑے ہوں گے پاکیزہ۔مردوں کو پاکیزہ بیویاں ملیں گی اور عورتوں کو پاکیزہ خاوند ملیں گے۔پاکیزہ ہوں گے اخلاق کے لحاظ سے بھی اور ظاہری لحاظ سے بھی۔نہ وہاں پیشاب نہ پاخانہ، نہ نزلہ، نہ زکام، نہ ناک سے بلغم نہ گلے سے بلغم۔بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے۔لَایَبُوْلُوْنَ وَ لَا یَتَغَوَّطُوْنَ۔نہ پیشاب کریں گے نہ پاخانہ کریں گے۔وَلَایَتَمَخَّطُوْنَ، نہ ناک سے بلغم نکلے گی، نہ گلے سے بلغم نکلے گی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ حضرت جنتی کچھ کھائیں پئیں گے بھی؟ فرمایا ایک جنتی سو آدمیوں کے برابر کھائے گا۔اور اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بدن سے پسینہ نکلے گا۔جس کی خوشبو کستوری کی

طرح ہوگی۔اور اس پسینے کے ذریعے سب کھانا ہضم ہو جائے گا۔اور فرمایا جنتیوں کو ڈکار آئے گا اور اس کی بھی خوشبو کستوری کی طرح ہوگی۔اس سے آناً فاناً کھانا ہضم ہو جائے گا۔اور ایک دوسرے کے بارے میں ذہن شیشے کی طرح صاف ہوں گے۔کسی کو کسی کے ساتھ کوئی بغض ،کینہ،عداوت نہ ہوگی۔وہاں انتقام کا جذبہ بالکل نہ ہوگا۔ ؎

بہشت آں جااست کہ ازارے نہ باشد

کسے را بکسے کارے نہ باشد

بہشت اس جگہ کا نام ہے جہاں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔کسی کو کسی کے ساتھ کوئی کام نہ ہوگا۔ وَّ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ،اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوگی۔اللہ تعالیٰ جنتیوں پر ہر وقت راضی رہے گا۔وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ ۢ بِالْعِبَادِ ☆اور اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے اپنے بندوں کو۔اللہ تعالیٰ کے بندے کون ہیں،اور ان کی خوبیاں کیا ہیں؟ آگے اس کا بیان ہے فرمایا! اَلَّذِيْنَ ،اللہ کے بندے وہ ہیں۔ يَقُوْلُوْنَ، جو کہتے ہیں۔رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا ،اے رب ہمارے بے شک ہم ایمان لائے۔تو اللہ تعالیٰ کے بندوں کی پہلی خوبی یہ ہے کہ وہ ایمان لاتے ہیں جن جن چیزوں پر ایمان لاتا ہے۔اور کہتے ہیں۔فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا ،پس تو بخش دے ہم کو ہمارے گناہ۔کیونکہ ہم خطا کار ہیں گناہ گار ہیں۔وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ،اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا اور ان کی خوبیاں ہیں۔ اَلصّٰبِرِيْنَ۔ وہ صبر کرنے والے ہیں۔یعنی اگر تکلیفیں پیش آتی ہیں تو صبر سے کام لیتے ہیں۔ شرعی دائرے میں رہ کر بیماری کا علاج کرانا بھی صحیح ہے۔دشمن کا دفاع کرنا بھی صحیح ہے۔مگر بے صبری اور بے قراری نہ ہو۔رب تعالیٰ کی ذات پر اعتماد ہو۔اَلصّٰدِقِيْنَ، سچ بولنے والے ہیں۔ مومن کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔حدیث شریف میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا، يَطْبَعُ الْمَرْءُ مَعَ كُلِّ خَصْلَةٍ اِلَّا الْكَذِبَ وَ الْخِيَانَةَ یعنی ہوسکتا ہے کہ مومن میں کچھ عیب بھی ہوں۔ مگر جھوٹ اور خیانت یہ مومن میں نہیں آسکتیں۔ جھوٹ آئے گا ایمان چلا جائے گا۔ خیانت آئے گی ایمان چلا جائے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ حضرت یہ ارشاد فرماؤ کہ مومن بزدل بھی ہوتا ہے؟ فرمایا! ہاں کمزور قسم کا ایمان ہو تو اس کے ساتھ بزدلی بھی آسکتی ہے۔ حضرت یہ فرماؤ کہ مومن بخیل بھی ہوسکتا ہے؟ فرمایا ہاں! کمزور ایمان کے ساتھ بخل بھی اکٹھا ہوسکتا ہے۔ عرض کیا حضرت یہ فرماؤ کہ مومن جھوٹا بھی ہوسکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، كَلَّا وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ، ہرگز نہیں اس رب کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ ایمان اور جھوٹ اکٹھے نہیں ہوسکتے۔ جھوٹ کا مفہوم کیا ہے؟ تو یاد رکھنا ہر وہ بات جو واقع کے خلاف ہو وہ جھوٹ ہے۔ تو مومنوں کی صفت ہے کہ وہ سچ بولتے ہیں۔ وَ الْقٰنِتِيْنَ، اور اطاعت کرنے والے ہیں۔ اطاعت میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور جائز کاموں میں والدین کی اطاعت، خاوند کی اطاعت، ہر بڑے کی اطاعت، غرض کہ جن جن کاموں میں اطاعت کرنی ہے۔ قٰنِتِيْن سب کو شامل ہے۔ وَ الْمُنْفِقِيْنَ، اور اپنے مال خرچ کرتے ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے زکوٰۃ ادا کرتے ہیں عشر نکالتے ہیں۔ فطرانہ ادا کرتے ہیں۔ اور قربانی بھی کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی غریبوں مسکینوں اور محتاجوں کی امداد کرتے ہیں۔ وَ الْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ☆، اور معافی مانگنے والے ہیں اللہ تعالیٰ سے سحر کے وقت۔ یہ بات یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت ہر ایک کی سنتا ہے۔ وقت کی کوئی پابندی نہیں ہے۔ مگر بعض اوقات ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں دعا زیادہ اثر رکھتی ہے۔ جیسے سحری کا وقت کہ رات کا جب تیسرا حصہ رہ جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اپنے

بندوں کی طرف خصوصی توجہ فرماتے ہیں۔ هَلْ مِنْ مُسْتَغْفِرٍ؟ کہ ہے کوئی بخشش طلب کرنے والا؟ کہ میں اس کو بخش دوں۔ هَلْ مِن مُسْتَرْزِقٍ اَرْزُقُهُ؟ ہے کوئی رزق طلب کرنے والا کہ میں اس کو رزق دوں؟ هَلْ مِنْ كَذَا؟ هَلْ مِنْ كَذَا؟ تو سحری کے وقت دعا اور استغفار زیادہ اثر رکھنے والے ہیں۔ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ، اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ بے شک نہیں ہے کوئی معبود مگر وہی۔ کوئی معبود نہیں ہے، کوئی مشکل کشا نہیں ہے۔ کوئی دستگیر نہیں ہے۔ کوئی فریادرس نہیں ہے۔ کوئی حاجت روا نہیں ہے۔ کوئی خالق، کوئی مالک نہیں ہے۔ کوئی رازق نہیں ہے۔ کوئی مُقَنِّن قانون بنانے والا نہیں ہے۔ کوئی نذر و نیاز کے لائق نہیں ہے۔ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ، اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں، کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ وَاُولُوا الْعِلْمِ، اور علم والے بھی گواہی دیتے ہیں۔ علم والوں میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر علیہم السلام ہیں۔ پھر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور پھر تابعین اور پھر تبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ ہیں پھر آئمۂ دین فقہائے کرام، اور محدثینِ عظام ہیں۔ (رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) یہ سب گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سواء عبادت کے لائق اور کوئی نہیں۔ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ، یہ سب عدل و انصاف پر قائم ہیں۔ اور ان کی یہ شہادت بالکل حق ہے۔ کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ، نہیں کوئی الٰہ مگر وہی۔ الْعَزِيْزُ، غالب ذات ہے۔ الْحَكِيْمُ ☆ حکمت والی ذات ہے۔

إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ ۔ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ إِلَّا مِنْ ۢ بَعْدِ مَا جَآءَ هُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا ۢ بَيْنَهُمْ ۔ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَإِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ⑲ فَإِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ۔ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْأُمِّيّٖنَ ءَ أَسْلَمْتُمْ ۔ فَإِنْ أَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۔ وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ۔ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ ۢ بِالْعِبَادِ ⑳ إِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۔ وَّ يَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَأْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ ۔ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيْمٍ ㉑ أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۔ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ㉒

ع ۲ ۱۰

إِنَّ الدِّيْنَ ، بے شک پسندیدہ دین ۔ عِنْدَ اللّٰهِ ، اللہ تعالیٰ کے ہاں ۔ الْإِسْلَامُ ، اسلام ہے ۔ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ ، اور نہیں اختلاف کیا ان لوگوں نے ۔ أُوْتُوا الْكِتٰبَ ، جن کو کتاب دی گئی ۔ إِلَّا مِنْ ۢ بَعْدِ مَا جَآءَ هُمُ الْعِلْمُ ، مگر بعد اس کے کہ ان کے پاس علم آچکا ۔ بَغْيًا ۢ بَيْنَهُمْ ، سرکشی کرتے ہوئے آپس میں ۔ وَمَنْ يَّكْفُرْ ، اور جو شخص انکار کرے گا ۔ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ، اللہ تعالیٰ کی آیات کا ۔ فَإِنَّ اللّٰهَ ، پس بے شک اللہ تعالیٰ ۔ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ○ جلدی حساب لینے والا ہے ۔ فَإِنْ حَآجُّوْكَ ، پس اگر یہ آپ سے جھگڑا کریں ۔ فَقُلْ ، پس آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیں ۔ أَسْلَمْتُ ، میں نے جھکا

دیا۔ وَجْهِيَ ،اپنا چہرہ۔ لِلّٰهِ ،اللہ تعالیٰ کے سامنے۔ وَ مَنِ اتَّبَعَنِ ،اور انہوں نے بھی جنہوں نے میری پیروی کی۔ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ ،اور کہہ دے ان لوگوں کو۔ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ،جن کو کتاب دی گئی۔ وَالْاُمِّيّٖنَ ،اور ان پڑھ لوگوں کو بھی کہہ دو۔ ءَاَسْلَمْتُمْ؟ کیا تم مسلمان ہونا چاہتے ہو؟ فَاِنْ اَسْلَمُوْا ،پس اگر وہ لوگ ایمان لے آئیں۔ فَقَدِ اهْتَدَوْا ،پس تحقیق انہوں نے ہدایت حاصل کر لی۔ وَاِنْ تَوَلَّوْا ،اور اگر وہ اعراض کریں۔ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ،پس پختہ بات ہے کہ تیرے ذمہ بات پہنچانا ہے۔ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ○ اور اللہ تعالیٰ دیکھنے والا ہے بندوں کو۔ اِنَّ الَّذِيْنَ ،بے شک وہ لوگ۔ يَكْفُرُوْنَ ،جو انکار کرتے ہیں۔ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ،اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا۔ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ ،اور قتل کرتے ہیں پیغمبروں کو۔ بِغَيْرِ حَقٍّ ،ناحق۔ وَّ يَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ ،اور قتل کرتے ہیں ان لوگوں کو۔ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ ،جو حکم کرتے ہیں انصاف کا۔ مِنَ النَّاسِ ،لوگوں میں سے۔ فَبَشِّرْهُمْ ،پس آپ ان کو خوشخبری سنادیں۔ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ○ دردناک سزا کی۔ اُولٰٓئِكَ ،وہ لوگ ہیں۔ الَّذِيْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ،کہ ضائع ہو چکے ہیں ان کے اعمال۔ فِي الدُّنْيَا ،دنیا میں۔ وَ الْاٰخِرَةِ ،اور آخرت میں۔ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ○ اور نہیں ہوں گے ان کے لئے مددگار۔

مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۔ کا معنیٰ کرتے ہیں بے شک پسندیدہ اور مقبول دین اللہ تعالیٰ کے ہاں اسلام ہے۔ کیونکہ اسی پارے کے آخر میں آیتِ کریمہ آئے گی۔ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ،اور جو شخص اسلام کے سوال کسی اور دین کو طلب کرے گا۔ پس اس سے وہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔ اس آیتِ کریمہ کی روشنی میں پسندیدہ اور مقبول ترجمہ کرتے ہیں۔ کہ بے شک مقبول اور پسندیدہ دین اللہ تعالیٰ کے ہاں اسلام ہے۔ اور چھٹے پارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ،

ع ٦ ۔آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے۔تو اس مکمل کے مفہوم کو سامنے رکھتے ہوئے یہ ترجمہ بھی کرتے ہیں کہ بے شک مکمل دین اللہ تعالیٰ کے ہاں اسلام ہے۔ اوراس آیتِ کریمہ میں یہ جملہ بھی ہے۔ وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا O اور میں نے پسند کیا تمہارے واسطے اسلام کو دین۔تو اس جملے کو سامنے رکھتے ہوئے یہ ترجمہ بھی کرتے ہیں۔اِنَّ الدِّيْنَ الْمَرْضِيَّ ۔بے شک پسندیدہ دین اللہ تعالیٰ کے ہاں اسلام ہے۔تواِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللهِ الْإِ سْلَامُ کا مفہوم بنے گا، بے شک اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ دین مقبول دین اور کامل اور اکمل دین نجات دینے والا دین اسلام ہے۔اور یہ سب مفہوم صحیح ہیں۔ یہاں ایک ضروری بات سمجھ لیں کہ اسلام کا لغوی معنیٰ ہے فرماں بردار ہونا، سر جھکا دینا۔اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے جتنے بھی پیغمبر (علیہم السلام) تشریف لائے ہیں سب کے سب مسلمان تھے۔فرمانبردار تھے، جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا۔اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۔مگر اصطلاحی طور پر لقب اور علم کے طور پر اس دین کا نام اسلام ہے۔اس کو اس طرح سمجھو کہ لغوی طور پر سب اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔مگر اصطلاح کے اعتبار سے وہ ہے جس کا نام عبداللہ ہے۔تو اصطلاحی طور پر اب اس دین کا نام اسلام ہے۔اور اب نجات صرف دینِ اسلام میں ہے۔اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمے میں ہے۔کسی اور کے کلمے میں نجات نہیں ہے۔بے شک اپنے اپنے دور میں سارے پیغمبر علیہم السلام برحق تھے۔اور اس وقت ان کا کلمہ حق تھا۔مثلاً حضرت آدم علیہ السلام کا کلمہ تھا، لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ آدَمُ صَفِيُّ اللهِ ۔حضرت نوح علیہ السلام کا کلمہ تھا، لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ نُوْحٌ نَجِيُّ اللهِ ۔اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کلمہ تھا، لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ اِبْرَاهِيْمُ خَلِيْلُ اللهِ ۔حضرت داؤد علیہ السلام کا کلمہ تھا، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ دَاوُدُ خَلِيْفَةُ اللهِ ۔حضرت

موسیٰ علیہ السلام کا کلمہ تھا، لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُوْسیٰ کَلِیْمُ اللّٰهِ ۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلمہ تھا، لَاۤ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ عِیْسٰی رُوْحُ اللّٰهِ ۔ اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو کلمہ ہے، لَاۤ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۔ اور اب نجات اسی کلمہ میں ہے۔ مگر اہلِ کتاب نے اس میں اختلاف کیا۔ آگے اللہ تعالیٰ نے ان کے اختلاف کی حقیقت بیان فرمائی ہے۔ وَمَا اخْتَلَفَ الَّـذِیْنَ اُوْتُـوا الْـكِـتٰـبَ اور نہیں اختلاف کیا ان لوگوں نے جن کو کتاب دی گئی، یعنی توراۃ انجیل، زبور وغیرہ۔ اِلَّا مِنْ ۔ بَعْدِ مَا جَآءَ هُمُ الْعِلْمُ مگر بعد اس کے کہ ان کے پاس علم آ گیا، یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تمام نشانیاں معلوم کرنے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی ماننے پر تیار نہ ہوئے۔ کیوں؟ بَـغْـیًـا ۔ بَیْـنَـهُـمْ ، سرکشی کرتے ہوئے آپس میں۔ یعنی کم علمی اور غلط فہمی نہ تھی بلکہ دیدہ دانستہ طور پر ایمان نہیں لائے۔ اور آخری پیغمبر اور کتاب کے ساتھ اختلاف کیا۔ اور اس کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ کیونکہ غلط فہمی تو دور ہو سکتی ہے۔ مگر ضد کا کوئی علاج نہیں ہے۔ تو انہوں نے سرکشی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا۔ وَمَنْ یَّكْـفُـرْ بِـاٰیٰتِ اللّٰهِ ، اور جو شخص انکار کرے گا اللہ تعالیٰ کی آیات کا تو وہ یاد رکھے۔ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ○ ، پس بے شک اللہ تعالیٰ جلدی حساب لینے والا ہے۔ فَاِنْ حَآجُّوْكَ ، پس یہ لوگ اگر آپ سے جھگڑا کریں۔ فَقُلْ ، تو آپ کہہ دیں۔ اَسْلَمْتُ وَجْهِیَ لِلّٰـهِ میں نے جھکا دیا اپنا چہرہ اللہ تعالیٰ کے سامنے۔ اب یہ پیشانی کسی اور کے سامنے نہیں جھکے گی۔ اور جس طرح میں رب تعالیٰ کا فرمانبردار ہوں۔ وَمَـنِ اتَّـبَـعَـنِ ، اور وہ جو میری پیروی کرنے والے ہیں۔ وہ بھی مسلمان ہیں یعنی انہوں نے بھی اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا تابع بنا لیا ہے۔ وہ بھی اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہیں اور اس وَمَنِ اتَّبَعَنِ، میں سب سے مقدم حضرت ابو

بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر تمام صحابہؓ کرام رضی اللہ عنہم اور قیامت تک جتنے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں گے وہ سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکار ہیں۔ یعنی جو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھتا ہے۔ پڑھے گا، آپ کے دین پر چلتا ہے، یا چلتا رہے گا۔ وہ سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکاروں میں داخل ہیں یہ الگ بات ہے کہ ان بزرگوں جیسا اخلاص بعد میں پیدا نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اصل اصل ہوتی ہے۔ اور نقل نقل ہوتی ہے۔ مگر بہرحال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والے قیامت تک رہیں گے۔ (انشاء اللہ تعالیٰ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ لَاتَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِیْ عَلَی الْحَقِ میری امت میں سے ایک گروہ حق پر ڈٹا رہے گا۔ لَا یَضُرُّهُمْ مَّنْ خَالَفَهُمْ. جو ان کی مخالفت کرے گا وہ ان کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے گا۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ایک جماعت (ساری امت نہیں) قیامت تک حق پر ڈٹی رہے گی۔ اور جو صحیح اسلام ہے، اس کی قولی اور عملی طور پر حفاظت کرے گی۔ وَقُلْ لِّلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ ، اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیں ان لوگوں کو جن کو کتاب دی گئی۔ یعنی یہود و نصاریٰ کو۔ کیونکہ اس وقت مدینہ طیبہ میں اکثریت یہودیوں کی تھی۔ تجارت پر ان کا قبضہ تھا۔ علم میں وہ بہت آگے تھے۔ ان کے قلعے بڑے مضبوط تھے۔ طاقت بہت زیادہ تھی۔ جنگی کارروائیوں میں بھی بہت ماہر تھے۔ عیسائی بھی تھے، مگر بہت تھوڑے۔ سکہ یہود کا ہی چلتا تھا۔ یہ بات ان کے تصور میں بھی نہیں تھی کہ ہمیں کوئی اپنے علاقے سے نکالے گا۔ یا ہم یہاں سے نکلیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو ان کے ساتھ تحریری معاہدہ ہوا کہ "اَنْتُمْ وَ نَحْنُ قَوْمٌ عَلٰی مَنْ سِوَانَا" اگر بیرونی مقابلہ ہوا تو ہم سب مل کر مقابلہ کریں گے۔ اپنے اپنے

مذہب پر چلتے ہوئے۔ لیکن یہودیوں کو چونکہ اپنی افرادی قوت اور مالی برتری پر بڑا گھمنڈ تھا۔ انہوں نے کسی تحریک کی کوئی پرواہ نہ کی۔ اور شرارتیں شروع کر دیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور حق والوں کو جہاد کا حکم دیا۔ تو پھر حق والوں کا مقابلہ نہ کر سکے۔ بنونضیر اور بنوقینقاع جلاوطن کئے گئے۔ اور تیسرے خاندان بنوقریظہ کا صفایا کر دیا۔ اور اس سے پہلے ان کو اسلام کی دعوت دی گئی، کہ اسلام قبول کرلو۔ اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ، اور کہہ دے ان لوگوں کو جن کو کتاب دی گئی۔ وَالْاُمِّيّٖنَ ، اور عرب کے ان پڑھ لوگوں کو بھی کہہ دو جو مشرک تھے۔ اور اکثریت ان کی ان پڑھوں کی تھی۔ ان میں پڑھے لکھے نسبتاً بہت کم تھے۔ تو فرمایا کہ ان کو دعوت دیں۔ ءَ اَسْلَمْتُمْ؟ کیا تم اسلام میں داخل ہونا چاہتے ہو؟ فَاِنْ اَسْلَمُوْا ، پس اگر وہ لوگ اسلام لے آئیں۔ فَقَدِ اهْتَدَوْا ، پس تحقیق انہوں نے ہدایت حاصل کر لی۔ وَاِنْ تَوَلَّوْا ، اور اگر وہ اعراض کریں۔ روگردانی کریں، نہ مانیں۔ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ، پس پختہ بات ہے کہ تیرے ذمہ بات پہنچانا ہے۔ تسلیم کرانا تمہارے ذمہ نہیں ہے۔ اور یاد رکھنا اللہ تعالیٰ کے جتنے بھی پیغمبر تشریف لائے ہیں ان کا کام تھا حق بات کو لوگوں تک پہنچانا، سمجھانا۔ یہ اختیار اللہ تعالیٰ نے کسی پیغمبر کو نہیں دیا، کہ لوگوں کے دلوں سے کفر وشرک کو نکال کر ایمان بھر دیں۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ۔ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ بھی ہدایت نہیں دے سکتے، اس کو جس سے آپ کو محبت ہو۔ اور لیکن اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے۔ تم ہادی اس معنیٰ میں ہو کہ لوگوں کو راستہ بتاؤ ان کی رہنمائی کرو۔ اس معنیٰ میں ہادی نہیں ہو کہ کفر وشرک دلوں سے نکال کر ایمان کی دولت بھر دو۔ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ ۢ بِالْعِبَادِ ☆ اور

اللہ تعالیٰ بخوبی دیکھتا ہے بندوں کو۔ وہ خود ان سے نمٹ لے گا۔ آگے اللہ تعالیٰ نے ایک واقعہ بیان فرمایا ہے۔ اس سے پہلے ایک ضروری وضاحت سمجھ لیں۔ وہ یہ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کل کائنات کے لئے ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام قوموں کے نبی اور رسول ہیں۔ کیا عربی اور کیا عجمی کیا گورے اور کیا کالے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ قُلْ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (پ، ۹) اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ اعلان فرما دیں اے انسانو! میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ تم سب کی طرف بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بُعِثْتُ اِلَى الْاَسْوَدِ وَالْاَحْمَرِ ۔ مجھے رب تعالیٰ نے جنوں اور انسانوں کالے اور گورے سب کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ اور قرآنِ پاک میں دوسرے مقام پر آتا ہے۔ نَذِيْرًا لِّلْعَالَمِيْنَ ۔ تمام جہانوں کے واسطے نبی بنا کر بھیجا ہے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تمام کائنات کے لئے ہے۔ پہلے زمانوں میں ہر قوم کا الگ نبی ہوتا تھا۔ چنانچہ ایک بہت بڑا وسیع علاقہ تھا۔ جہاں تینتالیس ۴۳ قومیں آباد تھیں۔ اور ہر قوم کا اپنا الگ پیغمبر تھا۔ لیکن قومیں بڑی نافرمان تھیں۔ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا۔ چنانچہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ جو عشرہ مبشرہ میں سے ایک صحابی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو "اَمِيْنُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ" کا لقب عطا فرمایا ہے۔ کہ اس امت کے تمام افراد میں سے سب سے زیادہ امین ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں تمام اسلامی فوجوں کے سپہ سالار یعنی چیف کمانڈر تھے۔ وہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس علاقے کے سارے لوگوں نے مشورہ کیا کہ ان پیغمبروں نے ہمارے کان کھا لئے ہیں۔ دن کو تبلیغ، رات کو تبلیغ، گھروں میں تبلیغ، بازاروں میں تبلیغ، نہ خوشی کا موقع چھوڑتے ہیں نہ غمی کا۔ ہر

جگہ پہنچ جاتے ہیں اوران کی ایک صدا ہوتی ہے۔ یٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمۡ مِّنۡ اِلٰہٍ غَیۡرُہٗ۔ اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اس سوا عبادت کے لائق کوئی نہیں ہے۔ ان سے خلاصی حاصل کرو۔ چنانچہ ہر قوم کے بدمعاش اور غنڈے اکٹھے ہوئے اور انہوں نے ایک دن میں تینتالیس ۴۳ پیغمبروں کو شہید کردیا۔ اور ان پیغمبروں کی نصرۃ اور امداد کے لئے ایک سو سترہ ۱۱۷ آدمی جان ہتھیلی پر رکھ کر نکلے۔ ان کو بھی شہید کردیا۔ ان کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اِنَّ الَّذِیۡنَ یَکۡفُرُوۡنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ۔ بے شک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔ وَیَقۡتُلُوۡنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیۡرِ حَقٍّ ۝ اور قتل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے نبیوں کو ناحق۔ کیونکہ قتل بالحق کی اسلام میں تین صورتیں ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبران تینوں صورتوں سے پاک اور منزہ تھے۔ قتل بالحق کی ایک صورت یہ ہے کہ العیاذ باللہ کوئی شخص اسلام قبول کرنے کے بعد مرتد ہو جائے تو اس کو تین دن کی مہلت دی جائے گی۔ تاکہ وہ اپنے شبہات پیش کر کے اپنی اصلاح کر کے توبہ کرلے۔ اگر تین دن میں اس کی اصلاح نہ ہوئی تو اس مرتد کو قتل کردیا جائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کے بارے میں اس چیز کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ قتل بالحق کی دوسری صورت یہ ہے کہ شادی شدہ مرد یا عورت زنا کرے تو اس کو سنگسار کردیا جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کے بارے میں اس بدکاری کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اور قتل بالحق کی تیسری صورت یہ ہے کہ کوئی کسی کو ناحق قتل کردے تو قاتل کو قصاص میں قتل کیا جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کے کسی پیغمبر نے کسی کو قصداً وارادۃً ناحق قتل نہیں کیا۔ لہٰذا ان ظالموں نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو ناحق قتل کیا۔ وَّیَقۡتُلُوۡنَ الَّذِیۡنَ یَاۡمُرُوۡنَ بِالۡقِسۡطِ مِنَ النَّاسِ، اور وہ قتل کرتے ہیں ان لوگوں کو جو حکم کرتے ہیں انصاف کا لوگوں میں سے۔ یعنی اتنے ظالم لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ

کے 43 پیغمبروں کو بھی قتل کیا اور ان کے ایک سوستر صحابیوں اور حواریوں کو بھی قتل کیا۔ اور ان نیک مخلص حواریوں کو بھی معاف نہیں کیا۔ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ O پس آپ ان کو خوشخبری سنا دیں ان کو جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں اور ان کے حواریوں کو قتل کیا دردناک عذاب کی۔ یہ طنز ہے ورنہ عذاب کی خوشخبری تو نہیں ہوتی۔ خوشخبری تو اچھی چیز کی ہوتی ہے۔ اور پھر عذاب بھی معمولی نہیں بلکہ دردناک عذاب فرمایا۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ، ان کے اعمال دنیا اور آخرت پر دونوں مقامات میں ضائع ہو گئے ہیں۔ اعمال کے دنیا میں ضائع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ قاتلینِ انبیاء میں وہ ظالم بھی تھے۔ جو ان کا کلمہ پڑھتے تھے۔ مگر خواہشاتِ نفسانی کا ان پر غلبہ تھا۔ جس وجہ سے وہ اس گناہ میں شریک ہو گئے۔ تو ان کے اعمال دنیا میں بھی اکارت ہو گئے کہ ان کا ذبح کیا ہوا حلال نہیں ہے۔ اور ان کا نکاح بھی ٹوٹ گیا۔ ان کو وراثت بھی نہیں مل سکتی۔ وہ دوسرے وارثوں کے پاس رہے گی۔ اور ان کا جنازہ بھی نہیں پڑھا جائے گا۔ اور ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن بھی نہیں کیا جائے گا۔ یاد رکھیں کہ اگر قادیانی اور رافضی اگر جانور ذبح کریں تو ان کا ذبح کیا ہوا جانور حرام ہے۔ کیونکہ یہ بالکل کافر ہیں۔ قادیانی اور رافضی بھی کافر ہیں اور کافر کا ذبیحہ درست نہیں ہے۔ اب رہی یہ بات کہ اللہ کے نبی پر بھی ایمان رکھتا ہو۔ اور قتل بھی کرے تو تاریخ بتاتی ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے دور میں ایک بادشاہ تھا وہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کا کلمہ پڑھنے والا تھا۔ اور اس کی حقیقی بھانجی بڑی خوبصورت تھی۔ اس نے کہا میں نے اس سے نکاح کرنا ہے۔ حالانکہ اس کے نکاح میں اور عورتیں بھی تھیں۔ اور لونڈیاں بھی تھیں۔ لوگوں نے اس کو بڑا سمجھایا کہ بھانجی کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہے۔ مگر وہ مصر تھا کہ میں نے نکاح کرنا ہی ہے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کو معلوم ہوا تو وہ خود تشریف لے گئے۔ فرمایا! کہ میں نے سنا ہے کہ تو ایسی کارروائی کرنا چاہتا ہے۔ یہ بات ٹھیک ہے یا خالی افواہ ہے؟ کہنے لگا تو جا کر اللہ، اللہ کر تجھے ایسے کاموں سے کیا تعلق؟ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ حق بات کہنا اور غلطی سے روکنا یہ بھی اللہ، اللہ کرنے کا حصہ ہے۔ تو اس کو غصہ آ گیا اور یحییٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا۔ کہ تو کون ہوتا ہے مجھے وعظ ونصیحت کرنے والا؟ تو ایسے لوگوں کے اعمال دنیا میں بھی ضائع ہو جائیں گے، اور آخرت کی خرابی الگ ہوگی۔ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَّصِرِيْنَ O اللہ تعالیٰ کی گرفت سے چھڑانے والا ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ رب تعالیٰ سے زیادہ طاقتور کون ہے؟ جو اس کی گرفت سے چھڑا سکے۔ تو دنیا میں ایسے ظالم بھی گزرے ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں کیا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٢٣﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّاۤ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۪ وَغَرَّهُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿٢٤﴾ فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۫ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٢٥﴾ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۫ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٢٦﴾

اَلَمْ تَرَ، کیا نہ دیکھا تو نے۔ اِلَى الَّذِيْنَ، ان لوگوں کی طرف۔ اُوْتُوْا، جن کو دیا گیا۔ نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ، حصہ کتاب سے۔ يُدْعَوْنَ، ان کو بلایا جاتا ہے۔ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ، اللہ تعالیٰ کی کتاب کی طرف۔ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ، تا کہ وہ فیصلہ کرے ان کے درمیان۔ ثُمَّ يَتَوَلّٰى، پھر منہ پھیرتا ہے۔ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ، ان میں سے ایک فریق۔ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ O اور وہ ہیں اعراض کرنے والے۔ ذٰلِكَ، یہ اس وجہ سے کہ۔ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا، بے شک انہوں نے کہا۔ لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ، ہرگز نہیں چھوئے گی ہمیں آگ۔ اِلَّاۤ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ، مگر چند دن گنے ہوئے۔ وَغَرَّهُمْ، اور ان کو دھوکے میں ڈالا۔ فِيْ دِيْنِهِمْ، ان کے دین کے بارے میں۔ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ O، اس چیز نے جو

افترا باندھتے تھے۔ فَكَيْفَ، پس کیسے ہوگا۔ إِذَا جَمَعْنٰهُمْ ،جب ہم ان کو اکٹھا کریں گے۔ لِيَوْمٍ ،اس دن میں۔ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ،جس میں کوئی شک نہیں ہے۔ وَوُفِّيَتْ ،اور پورا پورا دیا جائے گا۔ كُلُّ نَفْسٍ ،ہر نفس کو۔ مَّا كَسَبَتْ ،جو اس نے کمایا۔ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ O اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ قُلِ اللّٰهُمَّ، کہہ دے اے اللہ! مٰلِكَ الْمُلْكِ ،جو بادشاہی کا مالک ہے۔ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ ،تو دیتا ہے ملک جس کو چاہتا ہے۔ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ،اور چھین لیتا ہے ملک جس سے تو چاہتا ہے۔ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ ،اور عزت دیتا ہے تو جس کو چاہے۔ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ،اور تو ذلیل کرتا ہے جسے چاہے۔ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ،تیرے ہاتھ میں ہے بھلائی۔ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ O بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

اس سے پہلی آیات میں یہود کا ذکر تھا۔ کہ ان ظالموں نے پیغمبروں اور ان کے مخلص ساتھیوں کو شہید کیا۔ یہ پہلے یہودیوں کا حال تھا۔ اور اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو یہودی تھے۔ ان کا ایک واقعہ ذکر کر کے سمجھایا جارہا ہے۔ کہ جس طرح پہلے یہودی اللہ تعالیٰ کے احکامات کو ٹالتے تھے۔ اور اپنی مرضی کرتے تھے، پچھلوں کا بھی وہی حال ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ خیبر میں ایک اونچے خاندان کے مرد اور اونچے خاندان کی ایک عورت نے زنا کا ارتکاب کیا اور دونوں شادی شدہ تھے۔ بڑوں نے اس معاملے کو دبا دیا۔ مگر عوام نے شور مچایا کہ اگر ہم سے کوئی غلطی ہو جائے تو ہمیں کوئی نہیں چھوڑتا اور جب وڈیروں نے یہ کام کیا ہے، تو اس پر پردہ ڈال دیا گیا ہے۔ اور عوام نے اس بات کو اتنا اچھالا کہ وڈیرے مشورہ کرنے پر مجبور ہو گئے۔ چنانچہ ان کے مذہبی اور سیاسی وڈیرے مل بیٹھے۔ اور مشورہ کیا کہ تورات کے احکام کے مطابق تو دونوں کو رجم کرنا پڑے گا۔ کیونکہ دونوں شادی شدہ ہیں۔ اور رجم نہیں کرنا، کوئی

تھوڑی سی سزا دے دی جائے۔ تاکہ عوام کا منہ بند ہو جائے۔ اور کہنے لگے کہ آپس میں بیٹھے ہوئے ہیں، اور یہ گھر کی بات ہے ہم سب جانتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سچے پیغمبر ہیں اور عوام کے سامنے تو ہم نہیں مانتے کہ وہ اس کا کلمہ نہ پڑھ لیں۔ مگر ہے تو حقیقت اور ان کی شریعت ہماری شریعت سے بڑی نرم ہے۔ لہٰذا عوام کا منہ بند کرنے کے لئے ہم ان سے فیصلہ کروا لیتے ہیں۔ چنانچہ اس مشورہ کے مطابق خیبر سے مدینہ طیبہ آئے۔ حالانکہ مدینہ طیبہ خیبر سے دو سو میل دور ہے۔ مدینہ طیبہ پہنچ کر کچھ تو منافقوں کے گھروں میں ٹھہرے اور کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے۔ اور کہا کہ ہم یہودی ہیں۔ اور خیبر سے آئے ہیں۔ ہمیں وقت چاہیے ہم نے تمہارے سامنے ایک مقدمہ پیش کرنا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فلاں وقت آ جاؤ۔ مثال کے طور پر صبح دس بجے۔ چنانچہ اس بات کی خوب شہرت ہوئی کہ خیبر کے یہودیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صبح مقدمہ پیش کرنا ہے۔ یہودیوں کا ڈیرہ منافقوں کے ہاں تھا۔ انہوں نے پھر مشورہ کیا کہ اگر کوئی نرم سی سزا دیں تو لے لینا اور اگر رجم کا حکم کریں تو نہ لینا۔ کیونکہ یہ تو ہماری کتاب میں بھی ہے۔ اس وقت تمام یہودیوں میں سب سے بڑا عالم عبداللہ بن صوریا تھا۔ جو فدک کے مقام میں رہائش پذیر تھا۔ اور فدک خیبر سے تین میل کے فاصلے پر تھا۔ یہ ابنِ صوریا بھی اس وفد میں شامل تھا۔ یہ ایک آنکھ سے کانا تھا۔ مگر توراۃ اور دوسری کتابوں کا بڑا ماہر تھا۔ صبح کو یہ یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے کہ ہمارا فیصلہ کریں، بڑا مجمع تھا۔ یہودی بھی تھے۔ مومن بھی تھے، منافق بھی تھے۔ ہر طبقے کے لوگ موجود تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا فیصلہ کرنا ہے۔ کہنے لگے کہ ہم میں سے ایک عورت اور ایک مرد نے جو کہ شادی شدہ ہیں زنا کا ارتکاب

کیا ہے۔اس کی کیا سزا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس جرم کی سزا تمہاری کتاب میں نہیں ہے؟ کہنے لگے ہے تو سہی مگر کوئی واضح حکم نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تورٰۃ لے کر آؤ۔ توراۃ لے آئے۔اوران کا جو بڑا مولوی تھا ابنِ صوریا اس نے پڑھنی شروع کی مگر جہاں سزا کا حکم تھا۔ وہ چھوڑ دیا اوراس سے پہلے اور بعد کا حصہ پڑھ دیا۔ مثال کے طور پر اس نے شروع کیا۔ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ اِهْدِ نَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ اور درمیان کا حصہ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنَ ۝ کھا گیا۔ اس مجلس میں حضرت عبداللہ ابنِ سلام رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ جو پہلے یہودیوں کے بڑے عالم اور پیر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان کی توفیق عطاء فرمائی اور مسلمان ہوگئے تھے۔ یہ بھی تورٰۃ کے بڑے ماہر تھے، فرمانے لگے۔ حضرت! كَذَبَ عَدُوُّ اللّٰهِ۔ اللہ تعالیٰ کا دشمن غلط کاری سے کام لے رہا ہے۔ وہ آیات جن میں یہ حکم ہے۔ ان کو کھا گیا ہے۔ اوراس سے اگلی اور پچھلی پڑھ دی ہیں۔ پھر کتاب تورٰۃ اس کے ہاتھ سے لے کر خود پڑھ کر سنائی۔ تو اس میں بھی زنا کی سزا رجم ہی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے میرے سامنے مقدمہ پیش کیا ہے۔ اوراس جرم کی سزا توراۃ میں بھی رجم ہے اور میری شریعت میں بھی رجم ہے۔ لہٰذا میں دونوں کے رجم کا فیصلہ کرتا ہوں۔ چنانچہ ان دونوں کو مدینہ طیبہ میں رجم کیا گیا۔ تو جب وہ فیصلہ لے کر آئے تھے، ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی کتاب توراۃ ہے۔ اس کے مطابق فیصلہ کرلو تو انہوں نے کہا تھا کہ اس کو چھوڑو تم ہمیں اپنی شریعت کے مطابق فیصلہ دو اس کا ذکر ہے۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ۔ کیا نہ دیکھا تو نے ان لوگوں کی طرف جن کو دیا گیا حصہ کتاب سے۔

یُدْعَوْنَ اِلٰی کِتٰبِ اللّٰہِ ،ان کو بلایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کی کتاب کی طرف ۔ کہ توراۃ بھی اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے ۔اس پر فیصلہ کرلو۔ لِیَحْکُمَ بَیْنَھُمْ ،تا کہ وہ کتاب فیصلہ کردے ان کے درمیان ۔ ثُمَّ یَتَوَلّٰی فَرِیْقٌ مِّنْھُمْ ،پھر منہ پھیرتا ہے ان میں سے ایک فریق ۔ وَھُمْ مُّعْرِضُوْنَ O اور وہ ہیں اعراض کرنے والے ۔ حالانکہ توراۃ ان کی مرکزی کتاب تھی ۔مگر انہوں نے اس سے گریز کیا ۔ کیونکہ اس میں رجم کا حکم تھا ۔ لیکن رجم سے بچ پھر بھی نہ سکے ۔ یہ جب واپس گئے تو لوگوں نے کہا کہ وہاں جانے کا کیا فائدہ ہوا، شرمندہ بھی ہوئے ، اور سزا بھی بھگتی ۔اس سے بہتر تھا کہ اپنی کتاب کے مطابق یہیں فیصلہ کر لیتے ۔ کیونکہ عوام تو عوام ہی ہوتے ہیں چاہے کسی طبقے کے ہوں ۔ وہ کب معاف کرتے ہیں ۔تو وڈیرے کہنے لگے کہ کوئی بات نہیں ہم گناہ کریں گے بھی تو سات دن یا چالیس دن دوزخ میں رہیں گے، پھر نکل آئیں گے ۔ بقول ان کے سات دن اس واسطے کہ دنیا کی کل زندگی سات ہزار سال ہے ۔ اور ہر ہزار سال کے بدلے میں ہم ایک دن دوزخ میں رہیں گے ۔ اور چالیس دن کا نظریہ اس واسطے بنایا کہ ہمارے بڑوں نے چالیس دن بچھڑے کی پوجا کی تھی ۔ لہٰذا اس جرم کی وجہ سے ہم چالیس دن دوزخ میں رہیں گے ۔ پھر باہر نکل آئیں گے ۔ یہ عجیب بات ہے کہ بچھڑے کی پوجا وہ کریں اور سزا تم بھگتو ۔ جرم کوئی کرے اور بھگتے کوئی ۔ اور اس کے برعکس عیسائیوں نے یہ نظریہ اپنالیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ہمارے منجی ہیں ۔ وہ ہماری طرف سے سولی پر لٹکا دیئے گئے ہیں ۔ وہ ہمارے گناہوں کا کفارہ ہوگئے ہیں ۔ بھائی عجیب بات ہے کہ گناہ تم کرو دو ہزار سال بعد اور وہ سولی پر لٹک جائیں دو ہزار سال پہلے ۔ یہ کیسا مسئلہ ہوا ۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں اس گندے عقیدے کی تردید فرمائی ہے ۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے ۔ لَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ

اُخـریٰ ۔کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ ہر ایک نے اپنے کئے کا بھرنا ہے ۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔کہ میرے احکامات سے اس واسطے اعراض کرتے ہیں کہ ،بِاَنَّهُمْ قَالُوْا ، بے شک کہتے ہیں۔لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ، ہرگز نہیں چھوئے گی ہمیں دوزخ کی آگ مگر چند دن گنے ہوئے کہ سات دن یا بعض کے نزدیک چالیس دن ۔ اللہ تعالیٰ نے تردید فرمائی ہے،فرمایاوَغَرَّهُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ O ،اوران کودھوکے میں ڈالا ان کے دین کے بارے میں اس چیز نے جوافترا باندھتے تھے۔یہ چالیس دن اور سات دن والا بھی افترا ہی تھا۔حقیقت کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ پس کیسے ہوگا جب ہم ان کو اکٹھا کریں گے اس دن میں جس میں کوئی شک نہیں ہے۔یعنی قیامت کا دن کہ جس کے قائم ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ، اور پورا پورا دیا جائے گا ہر نفس کو جو اس نے کمایا۔نیکی یا بدی، ذرہ برابر کسی سے زیادتی نہیں ہوگی۔اور ذرہ برابر کسی کی نیکی میں کمی نہیں کی جائے گی۔ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ O اوران پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔یادرکھنا قیامت مرنے کا نام ہے۔ جو مرا اس کی قیامت قائم ہوگئی،یہ جو درمیان والی زندگی ہے اس کو حوالات سمجھو کہ جو آدمی حوالات میں ہے۔ وہ سرکاری تحویل میں ہے۔آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے۔ساری حقیقت سامنے آجائے گی۔ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوجائے گا۔غزوۂ بدر کے بعد ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ کے ایک بازار سے گزر رہے تھے اور یہ بازار یہودِ بنوقینقاع کا تھا۔خاصا لمبا بازار تھا۔دوکاندار حضرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد جمع ہوگئے ۔اکثریت یہودیوں کی تھی۔مسلمان بھی تھے،عیسائی بھی تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں اور عیسائیوں کو وعظ کیا نصیحت کی۔

اسلام کی دعوت دی۔ مگر انہوں نے تسلیم نہ کیا۔ وہاں جو صحابہ کرام موجود تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہیں غزوۂ بدر میں کامیابی عطا فرمائی ہے۔ ایک وقت آئے گا کہ روم اور ایران بھی تمہارے قبضے میں ہوں گے۔ اس وقت بڑی حکومتیں دو ہی تھیں۔ ایک ایران جس کے بادشاہ کا لقب کسریٰ ہوتا تھا۔ اور دوسری روم کی حکومت تھی۔ جس کے بادشاہ کا لقب قیصر ہوتا تھا۔ باقی سب ان دو کے ساتھ ملے ہوئے تھے۔ یہ خلیج فارس کی جتنی حکومتیں ہیں، ابوظہبی، مسقط، بحرین، دوحہ وغیرہ یہ سب ایران کے ماتحت تھیں۔ تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک وقت آئے گا اللہ تعالیٰ تمہیں روم پر بھی فتح عطاء فرمائے گا۔ اور ایران پر بھی تو یہودیوں نے بھنگڑا ڈالا اور مذاق اڑایا۔ اور کہنے لگے اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) تجھے مکہ مکرمہ کے ناتجربہ کار لوگوں پر کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ جو لڑائی کے فن کو نہیں جانتے تھے۔ اب تجھے ایران اور روم کے فتح کرنے کی خواہش ہو رہی ہے۔ وہ بڑی منظم حکومتیں ہیں۔ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ظاہری طور پر وہ بڑی منظم اور طاقت ور حکومتیں تھیں۔ صرف جنگِ یرموک کو دیکھ لو، جس کا آغاز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوا۔ اور اختتام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوا۔ اس جنگ میں مسلمانوں کی تعداد پینتالیس ہزار تھی۔ اور مقابلہ میں رومیوں کی سات لاکھ فوج تھی۔ اس جنگ میں تین ہزار مسلمان شہید ہوئے اور ایک لاکھ تیس ہزار رومی مارے گئے۔ اور باقی بھاگ گئے۔ تو اس سے اندازہ لگاؤ کہ کتنی منظم اور طاقت ور حکومتیں تھیں۔ اور عیسائیوں نے بھی ایک دوسرے سے کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ انہوں نے اب ایران اور روم کو فتح کرنا ہے۔ تو اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں فرمایا۔ قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ، آپ کہہ دیں اے اللہ! جو بادشاہی کا مالک

ہے۔تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ ،تو دیتا ہے ملک جس کو چاہتا ہے۔وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ،اور چھین لیتا ہے ملک جس سے تو چاہتا ہے۔تو مالک ہے،تو رب ہے۔دیکھو ایک دفعہ گلیڈ ن سٹون نے جو کہ برطانیہ کا وزیر اعظم تھا۔اور اتنا سخت آدمی تھا کہ وہ اس کو مردِ آہن کہتے تھے۔دار العوام میں تقریر کی اور ہندوستانیوں کو ڈراتے ہوئے کہا کہ ہمارے ساتھ نہ ٹکرانا ہمارے پاس اتنی قوۃ اور طاقت ہے کہ اگر آسمان بھی ہمارے اوپر گرنا چاہے تو ہم اسے سنگینوں کی نوکوں پر تھام لیں گے لیکن اس کے کچھ عرصہ بعد حالات ایسے پیدا ہوئے کہ مجبوراً انہیں ہندوستان چھوڑنا پڑا۔اگرچہ ان کا ارادہ نہ تھا۔اور یہ برطانیہ کہ جس کی حکومت میں سورج نہیں ڈوبتا تھا۔بالآخر سمٹ کر جزیرے میں بند ہو کر رہ گیا۔اسی طرح ایران کے بادشاہ رضا شاہ پہلوی کا حال ہوا۔وہ اس علاقے میں امریکہ کا تھانیدار تھا اور اس کے مفادات کا محافظ تھا۔پاکستان بننے کے تقریباً دو تین سال بعد کا واقعہ ہے کہ ہمارے صحافیوں میں سے کسی نے یہ تحریر کیا کہ شاہِ ایران نے یہ کہا ہے۔تو ایرانی سفارت کاروں نے اس صحافی کو نوٹس بھیجا اور یہ نوٹس باقاعدہ اخبارات میں چھپا کہ تم نے ہمارے بادشاہ کو شاہ ایران لکھ کر اس کی توہین کی ہے۔وہ شاہِ ایران نہیں ہے۔بلکہ شہنشاہِ ایران ہے لہٰذا یا تو معذرت کرو اور اپنی غلطی کا اعتراف کرو یا مقدمہ کے لئے تیار ہو جاؤ۔چنانچہ اخبارات والوں نے معافی مانگی کہ ہم سے غلطی ہوئی ہے۔ہم آئندہ شہنشاہِ ایران لکھیں گے۔اور یاد رکھنا پاکستان میں دو سفارت خانے بہت تیز ہیں۔ایک امریکہ کا اور دوسرا ایران کا۔اتنا تیز اور کسی ملک کا سفارت خانہ نہیں ہے۔پھر وہ وقت بھی آیا کہ پبلک اس کی مخالف ہو گئی۔اور قوم نے اس کو رد کر دیا۔اور وہ جہاز پر سوار ہو کر فرار ہو گیا۔اس نے بہت سارے ملکوں سے اپنی جان کی بھیک مانگی کہ مجھے جہاز

اتارنے کی اجازت دے دو۔ مگر وہ جس ملک سے رابطہ کرتا وہ کہتا کہ ہم مجبور ہیں۔ تمہیں اترنے کی اجازت نہیں دے سکتے۔ بالآخر مصر پہنچا اور کہا کہ میرا پٹرول بالکل ختم ہے۔ میں ہوا میں مرجاؤں گا۔ مجھے اترنے کی اجازت دے دو۔ تو مصر نے دل مضبوط کیا اور اس کو اترنے کی اجازت دی۔ تو ملک کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ جس کو چاہے دے اور جس سے چاہے چھین لے۔ رضا شاہ پہلوی کے بعد خمینی آیا۔ اس نے سب سے پہلے سنی علماء قتل کرائے۔ اور سنیوں کی مسجدیں شہید کرائیں۔ اور وہاں دوسری بلڈنگیں بنوادیں۔ تہران میں پانچ لاکھ مسلمان ہے۔ مگر ایک بھی مسجد نہیں ہے۔ لوگ گھروں اور دفتروں میں نمازیں پڑھ لیتے ہیں۔ اور عید کی نماز مسلمان ملکوں کے سفارت خانوں میں پڑھ کر اپنا شوق پورا کر لیتے ہیں۔ کچھ پاکستان کے سفارت خانے میں، اور کچھ دوسرے مسلمان ملکوں کے سفارت خانوں میں۔ یہ سب قدرت رب تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ فرمایا! وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ، اور اے پروردگار! عزت دیتا ہے تو جس کو چاہے، اور تو ذلیل کرتا ہے جسے چاہے۔ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ، تیرے ہاتھ میں ہے بھلائی۔ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ O بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ جب یہ آیات نازل ہوئیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کو آگاہ فرمایا۔ کہ میں ذاتی طور پر کچھ نہیں کہتا۔ میں نے تمہیں جو ایران اور روم کے فتح ہونے کی بشارت سنائی ہے۔ یہ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اور اس کا حکم ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ایران مکمل فتح ہوگیا۔ اور روم کا خاصہ حصہ فتح ہوگیا۔ کچھ حصہ بعد میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں فتح ہوا۔ اس طرح افغانستان کا خاصہ علاقہ فتح ہوگیا۔ اور وہ ساری قوم کی قوم ہی مسلمان ہوگئی۔ حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دنیا

میں تین قوموں کی نظیر نہیں ملتی۔ایک عرب کہ جب وہ مسلمان ہوئے پھران میں کوئی کافر نہیں رہا۔دوسرے ترکی کہ جب وہ مسلمان ہوئے پھران میں کوئی کافر نہیں رہاترکی وہ ہے کہ خلافت ان کے پاس تھی۔اسلام کا جھنڈاان کے پاس تھا۔اورتنہاترکی نے سارے یورپ کو آگے لگائے رکھا۔لیکن افسوس کہ آج وہاں اسلام کا نام نہیں لے سکتے۔یہ وقت بھی آنا تھا۔اور تیسرے افغانی ہیں۔کہ جب وہ مسلمان ہوئے تو پھران میں کوئی کافر نہیں رہا۔افغانی بہت غیرت مند ہیں۔ان کو روس نے اپنے قبضہ **میں لیا**۔ہم بخاری شریف کا سبق پڑھ رہے تھے،حضرت مدنی رحمہ اللہ کوکسی نے اخبار کا تراشا دیا۔کہ ظاہر شاہ نے روس کی پیشکش کوقبول کر لیاہے۔اور پیشکش یہ تھی کہ میں اپنے خرچے پرتمہارے کالجوں اوراسکولوں میں پروفیسراور ماسٹر بھیجتاہوں۔یعنی ان کی تنخواہیں اوراخراجات میرے ذمہ ہیں تم قبول کرلو۔اورپیشکش کا دوسرا حصہ یہ تھا کہ تم اپنے لڑکے ہمارے کالجوں میں بھیجو ان کے بھی تمام اخراجات ہم برداشت کریں گے۔حضرت مدنی رحمہ اللہ سبق پڑھاتے ہوئے رو پڑے۔اورفرمایا ظاہر شاہ تو نے بڑی نادانی کی ہے۔ظاہر شاہ تو نے بڑی نادانی کی ہے۔ظاہر شاہ تو نے بڑی نادانی کی ہے۔وہاں سے جومعلم اوراساتذہ آئیں گے وہ کفر سکھائیں گے۔اور جوتمہارے بچے روس میں جاکر پڑھیں گے وہ کافر بن کر وہاں سے نکلیں گے۔یقین جانو حضرت نے جوفرمایا صحیح فرمایا۔اس وقت یہ دوستم وغیرہ جتنے ہیں یہ سب ان کی پیداوار ہیں۔وہ لوگ بڑی بصیرت والے تھے۔ان بزرگوں نے جوکچھ فرمایا حقیقت ہے۔ہم نے آج تک اس کے خلاف ایک حرف بھی نہیں دیکھا۔تو بہر حال اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔جو چاہے کرے۔(باقی کل انشاء اللہ تعالیٰ)۔

تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ز وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ز وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۷﴾ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكَافِرِيْنَ اَوْلِيَاءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ج وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِي شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰةً ط وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ط وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸﴾ قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ط وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ط وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۹﴾ يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا صلے ج وَمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ج تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًا بَعِيْدًا ط وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ط وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ ﴿۳۰﴾ ع

وقف لازم ۳ ع ۱۰ ۱۱

تُوْلِجُ الَّيْلَ ،تو داخل کرتا ہے رات کو۔ فِي النَّهَارِ ،دن میں۔وَتُوْلِجُ النَّهَارَ ،اورتو داخل کرتا ہے دن کو۔فِي الَّيْلِ ،رات میں۔وَتُخْرِجُ الْحَيَّ ،اورتو نکالتا ہے زندہ کو۔ مِنَ الْمَيِّتِ ،مردہ سے۔وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ ،اورتو نکالتا ہے مردہ کو۔مِنَ الْحَيِّ ،زندہ سے۔وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ،اورتو رزق دیتا ہے جس کو چاہے۔ بِغَيْرِ حِسَابٍ☆بغیر حساب کے۔لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ ،نہ بنائیں

مومن۔ الْکٰفِرِیْنَ ،کافروں کو۔اَوْلِیَآءَ،دوست۔ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ،سوائے مومنوں کے۔
وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ ،اور جس نے یہ کارروائی کی۔ فَلَیْسَ مِنَ اللّٰهِ فِیْ شَیْءٍ ،پس نہیں ہے،وہ اللہ
تعالیٰ کی طرف سے کسی شئی میں۔ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰةً ،مگر یہ کہ ڈرو تم ان سے ڈرنا۔
وَیُحَذِّرُکُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ،اور اللہ تعالیٰ تمہیں ڈراتا ہے اپنی ذات سے۔وَاِلَی اللّٰهِ الْمَصِیْرُ O ،اور
اللہ تعالیٰ کی طرف ہی ہے لوٹنا۔قُلْ اِنْ تُخْفُوْا ،آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیں کہ اگر تم مخفی رکھو۔مَا فِیْ
صُدُوْرِکُمْ ،جو کچھ بھی تمہارے دلوں میں ہے۔اَوْ تُبْدُوْهُ ،یا تم اس کو ظاہر کرو۔ یَعْلَمْهُ اللّٰهُ ،اللہ
تعالیٰ اس کو جانتا ہے۔ وَیَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ ،اور جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے۔وَمَا فِی
الْاَرْضِ ،اور جو کچھ زمین میں ہے۔ وَاللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ O اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔یَوْمَ
تَجِدُ ،جس دن پائے گا۔ کُلُّ نَفْسٍ ،ہر نفس۔ مَّا عَمِلَتْ ،اس چیز کو جو اس نے عمل کیا۔ مِنْ
خَیْرٍ ،نیکی سے۔ مُّحْضَرًا ،حاضر پائے گا۔وَمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ،اور جو اس نے عمل کیا برا اس کو
بھی پائے گا۔تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَیْنَهَا ،وہ نفس پسند کرے گا اس بات کو،کہ بے شک اس کے
درمیان۔وَبَیْنَهٗ ،اور اس کی برائی کے درمیان۔ اَمَدًا بَعِیْدًا ،مسافت ہو دور کی۔وَیُحَذِّرُکُمُ اللّٰهُ
نَفْسَهٗ ،اور اللہ تعالیٰ تمہیں ڈراتا ہے اپنی ذات سے۔وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ☆ اور اللہ تعالیٰ
شفقت کرنے والا ہے بندوں پر۔

اس سے پہلے اس چیز کا ذکر تھا کہ ملک کا لینا اور دینا،عزت دینا ذلیل کرنا۔رب تعالیٰ کا کام
ہے۔اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ رب تعالیٰ کی قدرت کا تم دن اور
رات میں مشاہدہ کرتے ہو۔وہ ذات ہے۔ تُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ تو
داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور تو داخل کرتا ہے دن کو رات میں۔مثلاً جولائی سے دن گھٹنا

شروع ہو جاتا ہے۔ منٹوں کے حساب سے کم ہوتا چلا جائے گا، اور رات بڑھتی جائے گی۔ پھر ستمبر میں دن منٹوں کے حساب سے بڑھنا شروع ہو جائے گا۔ اور رات کم ہونا شروع ہو جائے گی۔ تو جب دن بڑھتا ہے، رات دن میں داخل ہو جاتی ہے۔ اور جب رات بڑھتی ہے۔ دن رات میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور یہ دن رات کا گھٹنا بڑھنا سب کے مشاہدے میں ہے۔ تو وہ ذات جو دن رات کو گھٹانے بڑھانے پر قادر ہے۔ وہ ملک دینے اور لینے پر بھی قادر ہے۔ قدرت کی اور دلیل، وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ، اور اے پروردگار! تو نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے۔ جیسے نطفۂ بے جان سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ مردہ انڈے سے چوزہ نکلتا ہے۔ اور حقیقی زندگی بھی مراد ہے کہ کافر سے مومن پیدا کرتا ہے۔ یعنی باپ کافر ہے۔ بیٹا مسلمان ہو جاتا ہے۔ اور یہ حقیقی زندگی ہے۔ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ، اور اے پروردگار! تو نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے۔ جیسے انسان زندہ ہے، اس سے نطفہ نکلتا ہے۔ اسی طرح مرغی زندہ ہے۔ اس سے انڈہ نکلتا ہے۔ اور حقیقی موت بھی مراد ہے۔ کہ مومنوں سے کافر پیدا کرتا ہے۔ جیسے حضرت نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں۔ اور پیغمبر سے بڑھ کر شان کسی کی نہیں ہوتی۔ مگر بیٹا کنعان کافر ہے۔ ایسے ہی بعض لوگ بڑے جاہل ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی اولاد کو عالم بنا دیتا ہے۔ اور بعض عالم ہوتے ہیں، اور اولاد بڑی جاہل ہوتی ہے۔ یہ سب معانی اس آیتِ کریمہ کے مفہوم میں داخل ہیں۔ یہ سب پروردگار کا نظام ہے جو ہم دیکھتے ہیں۔ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ O اور تو رزق دیتا ہے جس کو چاہے بغیر حساب کے۔ مفسرِ قرآن علامہ ابوسعود رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرآن پاک میں بغیر حساب کا جملہ تین معنوں میں آیا ہے۔ ایک یہ کہ بے شمار، یعنی حساب میں نہ آئے۔ جیسے قارون اور اس کا نام منور

تھا۔اور یہ موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی تھا۔لیکن تھا منافق ، اللہ تعالیٰ نے اس کو اتنا مال دیا تھا کہ خود اس کو معلوم نہیں تھا کہ میرے پاس کتنا مال ہے۔کبھی کبھی حساب لگانے کے لئے بیٹھتا تھا،اور حساب لگاتے لگاتے تھک جاتا تھا۔اور یہ کہہ کر چھوڑ دیتا تھا کہ جتنا ہے ہونے دو۔یعنی اپنے مال کو شمار نہیں کرسکتا تھا۔اس کے خزانوں کی چابیوں کو اچھی خاصی جماعت بڑی مشکل سے اٹھاتی تھی۔تو ایک یہ معنیٰ ہے بغیر حساب کا،یعنی بے شمار۔اور دوسرا معنیٰ ہے بغیر مشقت اور تکلیف کے۔یعنی تو رزق دیتا ہے۔جس کو چاہتا ہے بغیر مشقت اور تکلیف کے۔دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو آرام سکون سے بیٹھے ہیں۔اور ان کو دولت وافر مقدار میں ملتی ہے۔اور ایسے بھی ہیں کہ وہ اس قدر محنت کرتے ہیں تکلیف میں پڑتے ہیں کہ بے چاروں کا خون پسینہ ایک ہوجاتا ہے مگر رات کو گھر کے افراد کی روٹی بھی پوری نہیں کرسکتے۔یادرکھیں دولت رب کے اختیار میں ہے۔اور اگر محنت مشقت سے ملتی تو اس مزدور کو ملتی جو صبح سے شام تک پسینے میں ڈوبا ہوتا ہے۔تو ایک معنیٰ بغیر حساب کا،بغیر مشقت کا کرتے ہیں۔جب وہ دینے پر آتا ہے تو بغیر محنت کے عطاء فرمادیتا ہے۔حلال طریقے سے حاصل کرنا چاہیں تو حلال طریقے سے دیتا ہے۔اور حرام طریقے پر کمانا چاہیں تو حرام طریقے پر دیتا ہے۔اور جس طریقے پر کماؤ گے اس کے مطابق حساب لے،لے گا۔حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ایک صحابی ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی ہیں۔بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے کہ جب وہ شہید ہوئے تو ان کے مال کا حساب لگایا گیا۔جس میں زمین بھی تھی مکانات بھی تھے،تو چھ کروڑ مالیت بنی۔حضرت عبدالرحمٰن بن عوف جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تھے۔تو ان کے پاس سر چھپانے کے لئے کوئی جگہ نہیں تھی۔آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے حضرت سعد ابنِ ربیع انصاری رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا کہ یہ ہمارا ساتھی ہے۔ میں اس کو تمہارا بھائی بناتا ہوں۔ تم نے اس کا خرچہ برداشت کرنا ہے۔ حضرت سعد ابنِ ربیع انصاری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضرت انشاء اللہ تعالیٰ میں اس کو باقاعدہ اپنی جائیداد میں شریک کروں گا۔ چنانچہ انہوں نے رہنے کے لئے کمرہ بھی دیا۔ اور روٹی بھی ان کے گھر سے آتی تھی۔ چند دن ان کے گھر سے کھاتے رہے۔ چونکہ تاجر آدمی تھے۔ تجارت شروع کر دی تھوڑی مدت کے بعد شادی بھی کر لی۔ جب ان کی وفات ہوئی تو چار بیویاں تھیں اور مسئلہ یہ ہے کہ اگر خاوند صاحبِ اولاد ہو۔ چاہے ایک لڑکی ہی کیوں نہ ہو۔ تو بیوی کو آٹھواں حصہ ملتا ہے۔ ایک بیوی ہو چاہے دو بیویاں ہوں، تین ہوں، چاہے چار ہوں۔ سب آٹھویں حصے میں شریک ہوں گی۔ تو حضرت عبدالرحمٰن ابنِ عوف رضی اللہ عنہ کی وراثت کا آٹھواں حصہ جب چار بیویوں پر تقسیم کیا گیا تو ہر ایک بیوی کے حصے میں اسی ۸۰، اسی ۸۰ دینار آئے۔ تو اس سے حساب لگا لو کہ خزانہ کتنا ہوگا۔ اور وہ لوگ حلال طریقے سے کماتے تھے۔ تو شریعت میں کوئی پابندی نہیں ہے۔ جتنی دولت اکٹھی کرو مگر ہو حلال طریقے سے۔ اور خرچ بھی حلال طریقے سے ہو۔ اور بغیر حساب کا تیسرا معنیٰ کرتے ہیں کہ بغیر مطالبے کے دیتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو فرمایا، هٰذا عطاءنا۔ یہ مال ہماری بخشش ہے۔ فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِکْ۔ پس تو احسان کر یا رکھ چھوڑ بغیر حساب تیرے سے کوئی مطالبہ نہیں ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب تمہیں اس بات کا علم ہو گیا یہود وغیرہ جو کافر ہیں۔ یَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ حَقٍّ۔ کہ یہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبروں کو ناحق قتل کرتے ہیں۔ وَالَّذِیْنَ یَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ۔ اور ان کو بھی قتل کرتے ہیں جو انصاف کا حکم دیتے ہیں۔ تو پھر اے مومنو! تمہارے

اندر غیرت ہونی چاہیے کہ۔ لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْکَافِرِیْنَ اَوْلِیَاءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ، نہ بنائیں مومن کافروں کو دوست سوائے مومنوں کے۔ یعنی ایمان والوں کی دوستی ایمان والوں سے ہونی چاہیے۔ مفسرینِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک ہوتی ہے محبتِ قلبی، جس کو موالات کہتے ہیں۔ یہ تعلق اور محبت کافروں کے ساتھ جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چھٹے پارے میں فرمایا ہے۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ وَ النَّصٰرٰی اَوْلِیَآءَ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَاءُ بَعْضٍ ط وَمَنْ یَّتَوَلَّھُمْ مِّنْکُمْ فَاِنَّہٗ مِنْھُمْ۔ اے ایمان والو نہ بناؤ یہود و نصاریٰ کو دوست یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ جو شخص ان کو دوست بنائے گا تم میں سے وہ بھی انہیں میں سے ہوگا۔ یعنی اس کا شمار یہود و نصاریٰ میں سے ہوگا۔ اور اس سے اگلے رکوع میں فرمایا کہ کہ یہود و نصاریٰ کو بھی دوست نہ بناؤ۔ وَالْکُفَّارَ اَوْلِیَآءَ۔ اور دوسرے کافروں کو بھی دوست نہ بناؤ۔ لیکن سعودی شہزادوں کا حال دیکھو کہ اپنے بچاؤ اور ذاتی تحفظ کی خاطر ایک لاکھ کے قریب امریکی فوج اپنے علاقے میں بٹھائی ہوئی ہے۔ اور اس کا سارا خرچہ برداشت کرتے ہیں۔ وہاں کے علمائے حق نے یہ آیتیں پڑھیں اور جمعوں میں تقریریں کیں۔ کہ یہ ہمارا وہ ملک ہے جس میں قرآنِ پاک نازل ہوا ہے۔ اور یہ اسلام کا منبع اور چشمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کے ساتھ دوستی سے منع فرمایا ہے۔ اور تم نے ان کو گھر لا کر بٹھایا ہے۔ اور ان کا خرچہ بھی برداشت کرتے ہو۔ اور ان علماء نے یہ مطالبہ بھی کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت کا سلسلہ رائج فرمایا تھا۔ اور تم نے بادشاہت قائم کی ہوئی ہے۔ کہ باپ مر گیا تو بیٹا بادشاہ، بیٹا مر گیا تو پوتا بادشاہ۔ اور خلافت یہ ہوتی ہے کہ ملک میں جو سب سے اچھا آدمی ہو وہ امیر ہے۔ اگر وہ مر جائے تو پھر ملک میں جو سب سے اچھا ہو، وہ امیر ہوگا۔ تو اس

مطالبے نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ اور یہ الفاظ ان کو بہت چبھے کہ یہ تو ہمارے گریبان میں ہاتھ ڈال رہے ہیں۔ ان علمائے حق کو گرفتار کر لیا گیا۔ یہ سینکڑوں علمائے حق جن میں فقہاء، محدثین۔ اور اہل اللہ بھی ہیں جیلوں میں ڈال دیئے گئے۔ جن میں سے بعض ابھی تک جیلوں میں ہیں۔ کسی کو دس سال ہوگئے ہیں کسی کو چھ سال ہوگئے ہیں۔ کسی کو پانچ سال ہوگئے ہیں کئی ایسے بھی ہیں کہ جن کا علم نہیں ہے کہ کہاں ہیں۔ حق کوئی بھی نہیں سنتا اور یہ سب کچھ انہوں نے اپنے بچاؤ کے لئے کیا ہے، کہ ہمارا اقتدار نہ کوئی چھین لے۔ اللہ تعالیٰ برائی سے محفوظ فرمائے۔ یہ انسان سے ایمان بھی لے جاتی ہے، تو ہر حال موالات یعنی قلبی دوستی کافروں سے بالکل جائز نہیں ہے۔ ممنوع ہے۔ دوسری چیز ہے مدارات۔ اور مدارات کا معنیٰ ہے خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آنا۔ مثلاً کوئی کافر تمہارا مہمان ہے۔ تو اس کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آؤ کیونکہ مہمان کا حق ہے۔ یا کسی کافر سے مسلمان ہونے کی توقع ہے۔ تو اس سے خوش اخلاقی سے پیش آؤ۔ یا کافر ظالم ہے، حاکم ہے، اس کے شر سے بچنے کے لئے، اس کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آؤ۔ اس کی اجازت ہے مگر نفع اور مالی مفاد حاصل کرنے کے لئے نہ ہو۔ اور دلی محبت بھی نہ ہو۔ صرف ظاہری طور پر خوش اخلاقی ہو تو ٹھیک ہے۔ اور تیسری چیز مواسات ہے۔ اور مواسات کا معنیٰ ہے مالی ہمدردی۔ تو کافروں کے ساتھ مالی ہمدردی کر سکتے ہیں یا نہیں؟ تو اس کا ضابطہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ ممتحنہ کے اندر بیان فرمایا ہے۔ لَا یَنۡھٰکُمُ اللّٰہُ۔ اللہ تعالیٰ تمہیں منع نہیں کرتا۔ عَنِ الَّذِیۡنَ، ان لوگوں سے۔ لَمۡ یُقَاتِلُوۡا، جو تمہارے ساتھ نہیں لڑے۔ فِی الدِّیۡنِ، دین کے بارے میں۔ وَلَمۡ یُخۡرِجُوۡکُمۡ مِّنۡ دِیَارِکُمۡ، اور نہ تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا۔ اَنۡ تَبَرُّوۡھُمۡ وَتُقۡسِطُوۡۤا اِلَیۡھِمۡ۔ یہ کہ تم بھلائی کرو ان کے ساتھ اور ان کے ساتھ

انصاف کا سلوک کرو۔یعنی وہ کافر جو دین کے معاملے میں تم سے لڑے نہیں اور نہ ہی انہوں نے تمہیں گھروں سے نکالا ہے۔ان کے ساتھ تم مالی ہمدردی کر سکتے ہو۔جیسے جاپان اور چین ہیں کہ دوسرے ملکوں کی بہ نسبت انہوں نے کوئی زیادتی نہیں کی۔البتہ اس وقت جو مسلمان چین میں ہیں، چین ان کے ساتھ زیادتیاں کر رہا ہے۔اور وہ کافر جو دین کے معاملہ میں تمہارے ساتھ لڑیں ان کے ساتھ مواسات یعنی مالی ہمدردی بھی جائز نہیں ہے۔یہ قرآنِ پاک کا فیصلہ ہے۔ وَمَنۡ يَّفۡعَلۡ ذٰلِكَ ،اور جس نے یہ کارروائی کی۔یعنی کافروں کے ساتھ قلبی محبت کا تعلق رکھا۔ فَلَيۡسَ مِنَ اللّٰهِ فِىۡ شَىۡءٍ، پس نہیں ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی شے میں۔یعنی اللہ تعالیٰ اس کا کوئی عذر، کوئی بہانہ، کوئی دلیل نہیں سنے گا۔ اِلَّاۤ اَنۡ تَتَّقُوۡا مِنۡهُمۡ تُقٰىةً ،مگر یہ کہ ڈرو تم ان سے ڈرنا۔یعنی ایسے موقع پر تم ان کیساتھ ظاہری خوش اخلاقی سے پیش آسکتے ہو۔ جب کہ تمہیں ان کے ساتھ ضرر کا اندیشہ ہو۔لیکن فائدہ اٹھانے کے لئے نہیں۔وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفۡسَهٗ ،اور اللہ تعالیٰ تمہیں ڈراتا ہے اپنی جان سے۔اپنی جان سے ڈرانے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے عذاب سے ڈراتا ہے۔کہ اگر نافرمانی کرو گے تو عذاب دے گا، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔اور اللہ تعالیٰ اس سے بروقت آگاہ کرتا ہے۔ورنہ خدا کی ذات تو بڑی مہربان اور شفیق ہے۔وَاِلَى اللّٰهِ الۡمَصِيۡرُ ○ ،اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہی ہے لوٹنا۔سب نے اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے۔قُلۡ اِنۡ تُخۡفُوۡا مَا فِىۡ صُدُوۡرِكُمۡ ،آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیں کہ اگر تم مخفی رکھو ان چیزوں کو جو بھی تمہارے دلوں میں ہیں، مثلاً کافروں سے محبت وغیرہ۔اَوۡ تُبۡدُوۡهُ ،یا تم اس کو ظاہر کرو۔ يَعۡلَمۡهُ اللّٰهُ ،اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے۔معاملہ تمہارا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے۔اس واسطے مومن کو سب سے پہلے رب کے حکم کی تعمیل کرنی

چاہیے اور اللہ تعالیٰ کے جو احکام ہیں ان پر عمل کرنا چاہیے۔ باقی دنیا کی جو باتیں ہیں وہ بعد کی ہیں فرمایا، کیا پوچھتے ہو اللہ تعالیٰ کا علم؟ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ، اور جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ سب کچھ اس کے علم میں ہے۔ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالاَرْضِ ، اور آسمانوں اور زمینوں کی بادشاہی بھی اسی کی ہے۔ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ، اور آسمانوں اور زمینوں کا غیب بھی اسی کے پاس ہے۔ اور آسمانوں اور زمینوں کا اختیار بھی اسی کے پاس ہے۔ اور زمینوں اور آسمانوں کا علم بھی اسی کے پاس ہے۔ ایک ذرہ بھی اس کے علم سے خارج نہیں ہے۔ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ O اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ قادرِ مطلق ہے۔ جو چاہے کرسکتا ہے۔ يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ ، جس دن پائے گا ہر نفس۔ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَراً ، اس چیز کو جو اس نے عمل کیا نیکی سے حاضر پائے گا یعنی جو اس نے نیکی کی ہے قیامت والے دن اس کے سامنے آئے گی۔ وَمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ، اور جو اس نے عمل کیا برا اس کو بھی سامنے پائے گا۔ دنیا میں ہمارے حافظے کمزور ہو جاتے ہیں۔ بہت سارے کام جو ہم نے کئے ہوئے ہیں۔ مگر بھول جاتے ہیں۔ لیکن قیامت والے دن اللہ تعالیٰ ہر ایک کے حافظے کو اتنا قوی کر دے گا کہ اس نے دنیا میں جو کچھ بھی کیا ہے سب یاد آ جائے گا۔ اور آج دنیا میں بہت سارے لوگ ایسے ہیں کہ پڑھنا لکھنا نہیں جانتے۔ مگر حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ سب کو پڑھنے کی توفیق عطاء فرمائیں گے۔ اور نامۂ اعمال ہر ایک کے ہاتھ میں پکڑائیں گے۔ اور حکم ہوگا۔ اِقْرَاْ كِتَابَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا O اپنا اعمال نامہ خود پڑھ لے۔ آج کے دن تمہارا اپنا نفس ہی محاسبے کے لئے کافی ہے۔ تو آدمی اپنا اعمال نامہ خود پڑھے گا۔ اور بڑی

روانی کے ساتھ پڑھے گا۔ جس طرح اچھے خاصے تعلیم یافتہ پڑھتے ہیں۔ جب دو چار صفحے پڑھ چکے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ بتا میرے فرشتوں نے لکھنے میں تیرے اوپر کوئی زیادتی تو نہیں کی؟ کہے گا، لَا یَـا رَبِّ! اے میرے رب کوئی زیادتی نہیں کی جو میں نے نیکی بدی کی تھی وہی لکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اچھا اور پڑھ، دو چار صفحے اور پڑھے گا پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے بتا میرے بندے میرے فرشتوں نے لکھنے میں تیرے ساتھ ظلم تو نہیں کیا؟ وہ کہے گا نہیں پروردگار، کوئی ظلم نہیں کیا۔ تو بندہ جب اپنے برے اعمال دیکھے گا تو کہے گا۔ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَیْنَهَا وَبَیْنَهٗۤ اَمَدًۢا بَعِیْدًا، وہ نفس پسند کرے گا اس بات کو، کہ بے شک اس کے درمیان اور اس کے برے اعمال کے درمیان مسافت ہو دور کی۔ یعنی نفس یہ پسند کرے گا کہ میرے اور برے اعمال کے درمیان لمبا چوڑا فاصلہ ہو کہ یہ مجھے نظر نہ آئیں۔ مگر ہو گا کچھ بھی نہیں۔ یہ تو اس دن گلے کا ہار ہو گا۔ وَیُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ، اور اللہ تعالیٰ تمہیں ڈراتا ہے اپنی ذات سے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنی مخالفت اور عذاب سے تمہیں ڈراتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور یہ ڈرانا بھی اس کا شفقت کی وجہ سے ہے۔ کہ تم راہِ راست پر آ جاؤ۔ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ☆ اور اللہ تعالیٰ شفقت کرنے والا ہے بندوں پر۔ یہ اس کی شفقت کا نتیجہ ہے کہ اس نے تمہیں بروقت سب چیزیں بتا دیں اور ہر ایک کے انجام سے آگاہ کر دیا۔ تاکہ تم یہ نہ کہہ سکو کہ ہمیں معلوم نہیں تھا، ہم بے خبر تھے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْؕ-وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۳۱﴾ قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَۚ-فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۳۲﴾ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۳﴾ ذُرِّیَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍؕ-وَ اللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۳۴﴾ اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْۚ-اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَاۤ اُنْثٰىؕ-وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْؕ-وَ لَیْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰىۚ-وَ اِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَ اِنِّیْۤ اُعِیْذُهَا بِكَ وَ ذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ﴿۳۶﴾

قُلْ، آپ کہہ دیں۔ اِنْ كُنْتُمْ ،اگر ہو تم۔ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ ،محبت کرتے اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ فَاتَّبِعُوْنِیْ ،پس تم میری پیروی کرو۔ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ،اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ محبت کرے گا۔ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ،اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ☆ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ ،آپ کہہ دیں اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی۔ وَالرَّسُوْلَ ،اور رسول صلی اللہ

علیہ وسلم کی۔ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا ، پس اگر یہ پھر جائیں اطاعت سے۔ فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الۡکٰفِرِیۡنَ O پس بے شک اللہ تعالیٰ نہیں محبت کرتا کافروں سے۔ اِنَّ اللّٰہَ اصۡطَفٰۤی ، بے شک اللہ تعالیٰ نے چن لیا۔ اٰدَمَ وَنُوۡحًا ، آدم علیہ السلام کو اور نوح علیہ السلام کو۔ وَّ اٰلَ اِبۡرٰہِیۡمَ وَاٰلَ عِمۡرٰنَ ، اور ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کو اور عمران رحمہ اللہ کی اولاد کو۔ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ O جہان والوں پر۔ ذُرِّیَّۃً ۢ بَعۡضُہَا مِنۡۢ بَعۡضٍ ، ان میں سے بعض، بعض کی اولاد ہیں۔ وَاللّٰہُ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ ☆ اور اللہ تعالیٰ سنتا ہے جانتا ہے۔ اِذۡ قَالَتِ امۡرَاَتُ عِمۡرٰنَ ، جب کہا عمران (رحمہ اللہ) کی بیوی نے۔ رَبِّ اِنِّیۡ نَذَرۡتُ لَکَ ، اے میرے رب! بے شک میں نے نذر مانی تیرے واسطے۔ مَا فِیۡ بَطۡنِیۡ ، جو کچھ میرے پیٹ میں ہے۔ مُحَرَّرًا ، وہ تیرے لئے آزاد کر دیا جائے گا۔ فَتَقَبَّلۡ مِنِّیۡ ، پس تو مجھ سے قبول فرما۔ اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ O بے شک تو ہی سننے والا جاننے والا ہے۔ فَلَمَّا وَضَعَتۡہَا ، پس جب اس نے جنا اس کو۔ قَالَتۡ رَبِّ ، کہنے لگی اے میرے رب! اِنِّیۡ وَضَعۡتُہَاۤ اُنۡثٰی ، بے شک میں نے جنی ہے لڑکی۔ وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ بِمَا وَضَعَتۡ ، اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو اس نے جنا ہے۔ وَلَیۡسَ الذَّکَرُ کَالۡاُنۡثٰی ، اور نہیں ہے وہ معہود لڑکا اس لڑکی کی طرح۔ وَاِنِّیۡ سَمَّیۡتُہَا مَرۡیَمَ ، اور بے شک میں نے اس کا نام رکھا ہے مریم۔ وَاِنِّیۡۤ اُعِیۡذُہَا بِکَ ، اور بے شک میں اس کو تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ وَذُرِّیَّتَہَا مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ O اور اس کی اولاد کو، اس شیطان سے جو مردود ہے۔

دنیا میں دو قسم کے لوگ موجود ہیں۔ ایک وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے وجود کے قائل ہیں یعنی رب تعالیٰ کی ذات کو مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہے۔ اگر چہ وہ مانتے اپنے اپنے انداز اور طریقے سے ہیں۔ مسلمانوں کے علاوہ یہود، نصاریٰ رب تعالیٰ کے وجود کے قائل ہیں۔ ہندو بھی رب

تعالیٰ کے وجود کو مانتے ہیں۔ نمبر دو ایسے بد بخت اور دہریہ قسم کے لوگ بھی موجود ہیں جو کہتے ہیں کہ رب نہیں ہے۔ وہ رب تعالیٰ کے وجود کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے دور بین اور خورد بین کے ذریعہ دیکھ لیا ہے۔ بلکہ ایسے آلات ایجاد ہو چکے ہیں کہ جن کے ذریعے پانی جو ہم پیتے ہیں اس میں اور دودھ میں بے شمار جراثیم ہوتے ہیں۔ وہ نظر آتے ہیں۔ اسی طرح خون میں جراثیم ہوتے ہیں۔ یہ سب ہم نے دیکھ لئے ہیں مگر تمہارا خدا ہمیں نظر نہیں آیا۔ اگر ہے تو بتاؤ کہاں ہے۔ ایسے بد بخت بھی موجود ہیں۔ غالباً ۳۸-۱۹۳۷ء کا واقعہ ہے کہ جب روس اپنی بے دینی کے پورے عروج پر تھا اور اس نے آس پاس کے بڑے علاقوں پر قبضہ کیا۔ مسلمانوں کو بڑی بے دردی کے ساتھ شہید کیا۔ اور بہت کچھ کیا۔ تو روس کے جو بے دین قسم کے لوگ تھے انہوں نے دو مصنوعی جنازے تیار کئے۔ ایک چارپائی پر کچھ مصنوعی سی چیزیں اور اوپر پھول ڈالے ہوئے تھے۔ کہ یہ خدا کا جنازہ ہے۔ اور دوسرا جنازہ مذہب کا تھا۔ ڈھول باجوں کی تھاپ کے ساتھ بھنگڑا ڈالتے ہوئے یہ جنازے ملکی سرحد پر لے گئے۔ اور بڑی بے قدری کے ساتھ لاتوں کے ذریعے سرحد سے باہر دھکیل دیئے۔ اور کہا کہ ہم نے اپنے ملک سے مذہب اور خدا کو باہر دھکیل دیا ہے۔ کیونکہ جھگڑوں کی بنیاد یہی دو چیزیں ہیں۔ یہ باقاعدہ اخبار میں آیا تھا مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ اور وہ حضرات جو میری عمر کے ہیں ان کو بھی یاد ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی شان کہ تھوڑا وقت گزرا تھا کہ ہٹلر نے حملہ کر دیا۔ ہٹلر یہود کو سمجھ گیا تھا کہ یہ سازشی قوم ہے۔ اور دنیا میں جتنے فتنے فساد ہیں سب یہود کی وجہ سے ہیں۔ اور جتنے مالی وسائل ہیں وہ سب ان کے پاس ہیں۔ اور بڑے پالیسی باز ہیں اور بہت کچھ کرتے ہیں۔ مگر کھل کر سامنے نہیں آتے۔ سب خبیث ہیں۔ اندرون خانہ سازشوں کے ذریعے اپنا کام نکالتے ہیں۔ ہٹلر

نے جب ان کو خوب مار پلائی تو پھر اس وقت روس کے صدر نے اعلان کیا کہ ہمارے ملک میں جو قومیں بستی ہیں وہ اپنے اپنے انداز میں رب تعالیٰ سے دعا کریں کہ اے پروردگار! ہمیں ان بلا سے چھٹکارا عطا فرما۔ تو انہوں نے اپنے خیال کے مطابق رب تعالیٰ کو نکال دیا تھا۔ مگر خدا پھر آگیا۔ بھائی خدا جاتا کہاں ہے؟ تو بہر حال ایک وہ لوگ ہیں جو رب تعالیٰ کے وجود کے قائل ہیں۔ اور دوسرے وہ لوگ ہیں جو رب تعالیٰ کے وجود کے منکر ہیں۔ لیکن جو رب تعالیٰ کے وجود کے قائل ہیں۔ ان میں سے ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ رب تعالیٰ مجھ سے راضی ہو جائے۔ باقی رب تعالیٰ کو راضی کرنے کا انداز ہر ایک کا اپنا ہے۔ مگر یہ جذبہ سب میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اعلان کروایا اور اپنے راضی ہونے کا طریقہ بتلایا۔ قُلْ، آپ کہہ دیں۔ اِنْ کُنْتُمْ، اگر ہو تم۔ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ، محبت کرتے اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ فَاتَّبِعُوْنِیْ، پس تم میری پیروی کرو۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کرنے کا واحد طریقہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قولاً اور فعلاً اتباع ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے اور جو عملی طور پر کیا ہے۔ اس کے مطابق عمل کرے۔ آج اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ میری رب تعالیٰ کے ساتھ محبت ہے تو غلط کہتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی محبت بند ہے فَاتَّبِعُوْنِیْ میں۔ اللہ تعالیٰ نے اعلان کروادیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت منصف ہے میری پیروی میں۔ اور جب تم میری پیروی کرو گے۔ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ، اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ محبت کرے گا۔ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ، اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت سے رب تعالیٰ کی محبت بھی حاصل ہوگی۔ اور رب تعالیٰ تمہاری خطائیں اور گناہ بھی معاف کر دے گا۔ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان

ہے۔ بندہ ہر وقت اپنے آپ کو گنا ہگار سمجھے اور رب تعالیٰ سے معافی مانگتا رہے۔ توبہ کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے۔ یہ اس وقت بند ہوگا جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا۔ اس کے بعد اگر کوئی شخص ایمان لائے گا۔ تو قبول نہ ہوگا۔ اور گناہوں سے توبہ کرے گا تو گناہ بھی معاف نہ ہوں گے۔ اس کے بعد فرمایا۔ قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰہَ، اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیں اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی۔ یعنی اس کے حکم کو مانو۔ وَالرَّسُوْلَ، اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا اور کیا ہے اس کو مانو۔ اور اس پر عمل کرو۔ فَاِنْ تَوَلَّوْا، پس اگر یہ لوگ پھر جائیں اور روگردانی کریں اطاعت سے۔ فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْکٰفِرِیْنَ ○ تو بے شک اللہ تعالیٰ نہیں محبت کرتا کافروں سے۔ یعنی جب یہ رب تعالیٰ سے محبت نہیں کرتے تو رب تعالیٰ کو کون سی مجبوری ہے کہ وہ ان سے محبت کرے۔ وہ بندوں کا محتاج نہیں ہے۔ اس کے ہاں کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔ بندے رب کے محتاج ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کو اجاگر اور واضح کرنے کے لئے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پیغمبر مبعوث فرمائے۔ اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کا طریقہ سمجھایا۔ سب سے پہلے پیغمبر آدم علیہ السلام ہیں۔ انہوں نے لوگوں کو بتایا کہ اس وقت میری شریعت کی پیروی کرو گے۔ تو رب تعالیٰ تمہارے ساتھ محبت کرے گا۔ اس واسطے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی اٰدَمَ، بے شک اللہ تعالیٰ نے منتخب کیا آدم علیہ السلام کو وہ اپنے دور میں رب تعالیٰ کی محبت کی طرف دعوت دیتے رہے۔ اس وقت ان کی شریعت سچی شریعت تھی، اور اس پر چلنے سے ہی رب تعالیٰ کی رضا اور محبت حاصل ہوتی تھی۔ وَنُوْحًا، اور نوح علیہ السلام کو منتخب کیا۔ یعنی آدم علیہ السلام کے بعد نوح علیہ السلام آئے۔ اور انہوں نے بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کا سبق پیش کیا۔ کہ

میرا کلمہ پڑھو میری اطاعت کرو۔ پھر تمہیں اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہوگی۔ وَ اٰلَ اِبۡرٰهِیۡمَ ، اور ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کو منتخب فرمایا۔ یعنی ابراہیم علیہ السلام اوران کے اہل کو رب تعالیٰ نے اپنے تقرب کا ذریعہ بنایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پانچ بیٹے تھے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام ، حضرت اسحٰق علیہ السلام ، حضرت مدین حضرت مدائن اور حضرت قیدار رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ۔ ان میں حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق علیہما السلام تو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے ۔ اور دوسرے نیک فرزند تھے ۔ ان سب سے آگے نسل چلی ۔ تو ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے چنا ۔ وَاٰلَ عِمۡرٰنَ ، اور عمران رحمہ اللہ کی اولاد کو چنا ۔ آلِ عمران سے کون مراد ہیں؟ بعض مفسرینِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والدِ ماجد کا نام تھا عمران بن قیس بن لاوی بن یعقوب علیہم السلام ، تو آل عمران سے مراد موسیٰ علیہ السلام ہارون علیہ السلام اور ان کی اولاد در اولاد ہے ۔ لیکن اکثر مفسرینِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس مقام پر جس عمران کا ذکر ہے یہ عمران بن ماثان رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں ۔ جو بڑے نیک پارسا بزرگ تھے ۔ اور مسجدِ اقصیٰ کے امام اور خطیب تھے ۔ اور لوگوں کی اخلاقی اور روحانی تربیت کرتے تھے ۔ جو حضرت مریم علیہ السلام کے والد تھے ۔ وہ مراد ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بیٹا دیا تھا ۔ جس کا نام ہارون تھا ۔ وہ بھی بڑا نیک پارسا تھا مگر جوانی میں ہی فوت ہوگیا تھا ۔ حضرت عمران بن ماثان رحمہ اللہ کی اہلیہ کا نام تھا حنہ بنتِ فاقوذ رحمہا اللہ تعالیٰ ۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نانی تھیں ۔ اور حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ ماجدہ ، یہ بڑی نیک پارسا خاتون تھیں ۔ حضرت حنہ رحمہ اللہ کی ایک ہمشیرہ تھیں ۔ ان کا نام تھا عشاعہ بنت فاقوذ رحمہا اللہ تعالیٰ ۔ یہ حضرت زکریا علیہ السلام کے نکاح میں تھیں ۔ تو جس وقت حضرت حنہ بنتِ فاقوذ رحمہا اللہ تعالیٰ کا جواں سال بیٹا

ہارون رحمہ اللہ فوت ہوگیا۔تو یہ بہت پریشان ہوئیں اور پریشانی کی وجہ یہ تھی کہ میرے خاوند عمران بن ماثان رحمہ اللہ تعالیٰ نے ساری زندگی مسجدِ اقصیٰ کی خدمت کی ہے۔اور لوگوں کے عقیدے عمل اور اخلاق کی تربیت میں گزاری ہے۔اور وہ اب بوڑھے ہوگئے ہیں۔امید تھی کہ میرا لڑکا باپ کی جگہ سنبھالے گا۔مگر وہ بھی فوت ہوگیا۔تو ہم مسجدِ اقصیٰ کی خدمت سے محروم ہو جائیں گے۔مگر اس دوران ان کو بچے کی امید ہوگئی۔اور خیال تھا کہ شاید لڑکا ہوگا۔کہنے لگیں ،اے میرے پروردگار! میں تیرے ساتھ وعدہ کرتی ہوں، نذر مانتی ہوں کہ جو میرے پیٹ میں ہے یہ تیرے لئے وقف ہوگا۔یعنی جس طرح میرا خاوند دین کی خدمت کرتا ہے۔اسی طرح یہ بھی تیرے دین کی خدمت کرے گا۔اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ لڑکی پیدا ہوئی۔حضرت حنہ بنتِ فاقوذ رحمہا اللہ تعالیٰ نے افسوس کے طور پر کہا کہ اے پروردگار! امید تو اور تھی مگر لڑکی پیدا ہوگئی ہے۔لیکن میں نے اپنی منت پوری کرنی ہے۔کیونکہ میں نے کہا تھا کہ جو میرے پیٹ میں ہے تیرے لئے وقف ہے۔اور بچی کا نام مریم رکھا۔امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مریم کا معنیٰ ہے عابدۃ ،عبادت کرنے والی۔اور مریم عبرانی زبان کا لفظ ہے۔اور مسئلہ یاد رکھنا کہ اس طرح کی نذر و منت ان کی شریعت میں جائز تھی ہماری شریعت میں یہ حکم ہے۔ "لَا نَذْرَ فِيمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ آدَمَ" جو چیز ابنِ آدم کی ملکیت میں نہیں ہے۔اس کی منت نہیں مان سکتا ،یعنی ابنِ آدم اپنے فعل کی منت مان سکتا ہے دوسرے کے فعل کی منت نہیں مان سکتا۔مثلاً کوئی کہے کہ اے اللہ! میرا فلاں کام ہوجائے تو اتنے نفل پڑھوں گا۔یا اتنے روزے رکھوں گا۔یا اتنی دیگیں تیرے نام پر اتاروں گا۔یا فلاں کام کروں گا۔یہ ٹھیک ہے لیکن جو بیٹا بیٹی پیدا ہوگا۔ان کے افعال ہم نہیں کرسکتے۔کیونکہ ان کا وجود الگ ہے۔وہ اپنے افعال کے خود

مالک ہیں۔تو ایسی نذر ہماری شریعت میں جائز نہیں ہے۔ان کی شریعت میں جائز تھی جس وقت حضرت مریم علیہا السلام پیدا ہوئیں۔تو ان کی والدہ نے انتظامیہ کمیٹی کے پاس پہنچا دی کہ میں نے منت مانی تھی لہٰذا یہ تمہارے سپرد ہے۔اور اس کی ساری ذمہ داری دودھ وغیرہ پلانے کی تمہارے ذمہ ہے۔اس وقت مسجدِ اقصیٰ کی انتظامیہ انیس ۲۹/افراد پر مشتمل تھی۔کسی کے ذمہ پانی کا انتظام تھا۔کسی کے ذمے روشنی کا انتظام تھا۔کسی کے ذمے چٹائیاں بچھانا،کسی کے ذمے ٹوٹی پھوٹی چیز کو ٹھیک کروانا۔کسی کی ڈیوٹی تھی پڑھنے والوں کی نگرانی کرنا۔اور اس کمیٹی میں حضرت زکریا علیہ السلام بھی شامل تھے۔اگلے رکوع میں آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ کہ حضرت مریم علیہا السلام کی پرورش کے سلسلہ میں انتظامیہ کمیٹی کا آپس میں جھگڑا ہوا کمیٹی کے انتیس افراد میں سے ہر ایک کی خواہش تھی کہ اس کی نگرانی میں کروں،کیونکہ ہمارے امام خطیب اور ہمارے بزرگ کی بیٹی ہے۔لہٰذا اس کا خرچہ اور نگرانی میرے ذمہ ہے۔آج کا زمانہ ہوتا تو عنوان اور ہوتا۔اور ہر ایک ذمہ داری سے بھاگتا۔اور کہتا کہ بچی کا معاملہ ہے کون اس کی نگرانی کرے گا؟اور جوان ہونے پر کون اس کی شادی کرے گا؟تو ہر ایک یہ کہتا کہ میں نہیں کرسکتا۔مگر اس وقت ہر ایک اپنے مؤقف پر ڈٹا ہوا تھا۔اور اپنے مؤقف کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں تھا۔آگے آئے گا انشاء اللہ العزیز کہ بات یہ طے پائی کہ تم اردن کی نہر پر جاؤ جو کہ قریب ہی تھی اور اس طرح کرو کہ جن قلموں کے ساتھ لکھتے ہو ہر آدمی اپنے قلم کے ساتھ نشانی لگا کر نہر میں پھینک دے۔آگے دو تفسیریں آتی ہیں۔کہ مریم علیہا السلام اس کے سپرد کی جائے گی جس کا قلم رکا رہا کہ پانی اس کو بہا کر نہ لے گیا۔اور جن کے قلم پانی میں بہہ گئے۔ان کے سپرد نہیں کی جائے گی۔اور بخاری وغیرہ میں یہ تفسیر بھی آتی ہے کہ نہر کا پانی تیزی کے ساتھ جس

طرف سے آرہا ہے۔ جس کا قلم اس طرف کو چل پڑا یعنی الٹی سمت تیرنے لگ گیا وہ کامیاب ہے۔ مریم علیہا السلام اس کے سپرد کی جائے گی۔ اور جن کے قلموں کو پانی بہا کر لے گیا ان کو نہیں ملے گی۔ چنانچہ قرعہ اندازی ہوئی۔ اور حضرت زکریا علیہا السلام کا قرعہ نکلا۔ کہ ان کا قلم پانی میں رکا رہا۔ اور پانی چلتا رہا۔ اور دوسری تفسیر کے مطابق حضرت زکریا علیہ السلام کا قلم جس طرف سے پانی آرہا تھا۔ اس طرف چل پڑا۔ بڑی عجیب بات تھی کہ قلم پانی کی مخالف سمت کو جارہا ہے۔ اور ہماری شریعت میں بھی قرعہ اندازی ایک مسئلہ ہے کہ اگر سب کے حقوق برابر ہوں تو قرعہ اندازی کر لیں۔ شریعت اس کو تسلیم کرتی ہے، جائز ہے۔ چنانچہ حضرت مریم علیہا السلام حضرت زکریا علیہ السلام کے سپرد کر دی گئیں۔ وہاں ایک کمرہ تھا اور اس کے اوپر جالی دار چوبارہ تھا۔ اس کا انتظام اور اس کی چابی حضرت زکریا علیہ السلام کے پاس ہوتی تھی جس کا ذکر آگے آئے گا۔ انشاء اللہ العزیز۔ تو اس مقام پر فرمایا کہ عمران کی اولاد کو منتخب فرمایا۔ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ جہان والوں پر۔ حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے وقت میں، حضرت نوح علیہ السلام کو اپنے وقت میں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے وقت میں، اور ان کی اولاد کو اپنے وقت میں۔ عمران بن ماثان رحمہ اللہ کو اپنے وقت میں منتخب فرمایا۔ یعنی اپنے اپنے دور میں ان کو سب پر فضیلت حاصل تھی۔ ذُرِّيَّةً ، بَعْضُهَا مِنْ ۔ بَعْضٍ ، ان میں سے بعض، بعض کی اولاد ہیں۔ مثلاً عمران رحمہ اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ اور ابراہیم علیہ السلام نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ اور نوح علیہ السلام آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو سنتا بھی ہے جانتا بھی ہے۔ اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ ، جب کہا عمران (رحمہ اللہ) کی بیوی نے۔ رَبِّ اِنِّىْ نَذَرْتُ لَكَ، اے

میرے رب! بے شک میں نے نذر مانی تیرے واسطے۔ مَا فِیْ بَطْنِیْ، جو کچھ میرے پیٹ میں ہے۔ مُحَرَّرًا، وہ تیرے لئے آزاد کر دیا جائے گا۔ فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ، پس تو مجھ سے قبول فرما۔ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ☆ بے شک تو ہی سننے والا جاننے والا ہے۔ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا، پس جب اس نے جنا اس کو۔ قَالَتْ رَبِّ، کہنے لگی اے میرے رب! اِنِّیْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰی، بے شک میں نے جنی ہے لڑکی۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ، اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو اس نے جنا ہے۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَلَیْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰی، اور نہیں ہے وہ معہود لڑکا اس لڑکی کی طرح۔ یعنی جو تمہارے ذہن میں فرضی لڑکا تھا۔ وہ اس لڑکی کو کب پہنچ سکتا ہے۔ حضرت مریم علیہ السلام بہت اونچے درجے والی عورتوں میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خرقِ عادت کے طور پر بغیر خاوند کے ان کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسی شخصیت عطا فرمائی۔ اور بعضوں نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ لڑکا لڑکی کی طرح نہیں ہے۔ یعنی جس طرح لڑکا بے پردہ پھرتا ہے۔ اور جو عمومی خدمات لڑکا کر سکتا ہے۔ وہ لڑکی نہیں کر سکتی۔ وَاِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ، اور بے شک میں نے اس کا نام رکھا ہے مریم۔ وَاِنِّیْٓ اُعِیْذُهَا بِکَ، اور بے شک میں اس کو تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ O اور اس کی اولاد کو، اس شیطان سے جو مردود ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے۔ شیطان چوکا لگاتا ہے۔ اپنا ٹیکا لگاتا ہے، اپنا اثر ڈالنے کے لئے۔ لیکن حضرت مریم علیہا السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام محفوظ رہے۔ ان کو چوکا نہیں مارا۔ ان کی والدہ کی دعا کی وجہ سے۔ کیونکہ ان کی دعا تھی کہ مریم علیہا السلام کو بھی بچا اور اس کی اولاد کو بھی اور اولاد میں عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اور جب عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے اور بہت جلد آنے والے ہیں (انشاء اللہ تعالیٰ) کیونکہ قرائن

اور شواہد سارے مل رہے ہیں۔ آ کر عرب کے ازدسنوٗا خاندان کی ایک عورت سے نکاح کر لیں گے۔ یہ خاندان سارے کا سارا طبعی طور پر شریف ہے۔ اس عورت سے دو لڑکے ہوں گے ایک کا نام موسیٰ اور دوسرے کا نام محمد رکھیں گے۔ یہاں تک تو ثابت ہے آگے رب جانتا ہے کیا ہوگا۔

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۚ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ؕ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۷﴾ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۸﴾ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا ۢ بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۳۹﴾ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴿۴۰﴾ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ؕ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ؕ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۴۱﴾

فَتَقَبَّلَهَا ، پس قبول کیا اس کو ۔ رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ ، اس کے رب نے اچھے طریقہ سے قبول کرنا ۔ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ، اور اس کو بڑھایا ، بڑھانا اچھے طریقہ سے ۔ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ، اور اس کی سرپرستی کی زکریا علیہ السلام نے ۔ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ، جب کبھی

بھی داخل ہوتے زکریا علیہ السلام اس کے پاس کمرے میں۔ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا، پاتے تھے اس کے پاس رزق۔ قَالَ يٰمَرْيَمُ، فرمایا، اے مریم! اَنّٰى لَكِ هٰذَا، کہاں سے آیا ہے یہ تیرے پاس رزق۔ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ، وہ کہتی تھیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ، بے شک اللہ تعالیٰ رزق دیتا ہے۔ مَنْ يَّشَآءُ، جس کو چاہے۔ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○ بغیر حساب کے۔ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ، اس جگہ میں دعا کی زکریا علیہ السلام نے اپنے رب سے۔ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ، فرمایا اے میرے رب! دے مجھے۔ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً، اپنی طرف سے اولاد ستھری۔ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ○ بے شک تو ہی سننے والا ہے دعا کا۔ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ، پس آواز دی ان کو فرشتوں نے۔ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ، اور وہ کھڑے تھے نماز پڑھتے تھے کمرے میں۔ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى، بے شک اللہ تعالیٰ خوشخبری دیتے ہیں تجھے یحیٰی علیہ السلام کی۔ مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ، جو تصدیق کرنے والے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کے ایک کلمے کی۔ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا، اور سردار ہوں گے اور اپنے آپ کو عورتوں سے دور رکھنے والے ہوں گے۔ وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ اور نبی ہوں گے نیکوں میں سے۔ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ کہا زکریا علیہ السلام نے اے میرے رب! کس طرح ہوگا میرا لڑکا۔ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ، اور تحقیق پہنچ چکا ہے مجھے بڑھاپا۔ وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ، اور بیوی میری بانجھ ہے۔ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ، فرشتے نے کہا، اسی طرح اللہ تعالیٰ کرتا ہے۔ مَا يَشَآءُ ○ جو چاہے۔ قَالَ رَبِّ، کہا زکریا علیہ السلام نے اے میرے رب! اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً، بنا میرے لئے نشانی۔ قَالَ اٰيَتُكَ، فرمایا تیری نشانی یہ ہے۔ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ، کہ تو کلام نہیں کر سکے گا لوگوں کے ساتھ۔ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا، تین دن مگر اشارے سے۔ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اور ذکر کر اپنے

رب کا۔ کَثِیۡرًا، کثرت سے۔ وَّ سَبِّحۡ، اور اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کر۔ بِالۡعَشِیِّ وَالۡاِبۡکَارِ O پہلے پہر اور صبح کے وقت۔

کل کے سبق میں یہ بیان ہوا تھا کہ بیت المقدس کے شہر میں جو مسجدِ اقصیٰ ہے۔ جس پر 1967ء میں یہودیوں نے قبضہ کیا ہے اور ابھی تک ان کے قبضہ میں ہے۔ اور بے غیرت مسلمان ابھی تک ان سے قبضہ چھڑا نہیں سکے اس مسجدِ اقصیٰ کے امام اور خطیب تھے۔ حضرت عمران بن ماثان رحمہ اللہ تعالیٰ جو بڑے نیک پارسا اور حق گو بزرگ تھے۔ اور ان کی بیوی بھی بڑی نیک اور پارسا تھی جوان سال بیٹے ہارون رحمہ اللہ کے فوت ہونے پر پریشان ہوگئیں کہ میرے خاوند عمران تو دینی خدمت کرتے ہیں لیکن ان کے بعد یہ گدی خالی ہوجائے گی۔ اور ادھر بچے بچی کی امید ہوگئی۔ اور منت مان لی کہ میں اس کو دین کے لئے وقف کردوں گی چنانچہ جب حضرت مریم علیہا السلام پیدا ہوئیں تو مسجدِ اقصیٰ کی انتیس آدمیوں کی کمیٹی میں سے قرعہ اندازی کے بعد یہ خدمت حضرت زکریا علیہ السلام کے سپرد ہوئی۔ اور بچی ان کے حوالے کر دی گئی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوۡلٍ حَسَنٍ، پس قبول کیا اس کو اس کے رب نے اچھے طریقہ سے قبول کرنا۔ ماں کی نیت بہت اچھی تھی، باپ نیک، خالو حضرت زکریا علیہ السلام ، اللہ تعالیٰ کے پیغمبر، خالہ نیک، سارا گھرانہ ہی نیکوں کا تھا۔ وَّاَنۡۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا، اور اس کو بڑھایا، بڑھانا اچھے طریقے سے۔ تفسیروں میں لکھا ہے کہ صحت مند بچہ پندرہ دنوں میں جتنا بڑھتا ہے وہ ایک دن میں اس قدر بڑھ جاتی تھیں۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ صحت مند بچہ دو ماہ میں جتنا بڑھتا ہے وہ دو دن میں اتنی بڑھ جاتی تھیں۔ رب تعالیٰ نے اس کو بڑھایا اور اچھے طریقے سے نشوونما فرمائی۔ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا، اور اس کی سرپرستی فرمائی زکریا علیہ السلام نے۔ کل میں

نے عرض کیا تھا کہ انہوں نے ایک جالی دار چوبارہ بنوایا ہوا تھا۔ جس سے نیچے کا منظر دور دور تک نظر آتا تھا۔ حضرت زکریا علیہ السلام کہیں جاتے تھے۔ تو تالا لگا کر چابی ساتھ لے جاتے تھے۔ اس کا ذکر ہے۔ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ، جب کبھی بھی داخل ہوتے زکریا علیہ السلام مریم علیہا السلام کے پاس کمرے میں، جہاں وہ رہتی تھیں۔ وَجَدَ عِندَهَا رِزْقًا، پاتے تھے اس کے پاس رزق۔ تفسیروں میں لکھا ہے کہ سردیوں کے موسم کا پھل گرمیوں میں اور گرمیوں کے موسم کا پھل سردیوں میں وافر ہوتا۔ قَالَ يٰمَرْيَمُ، فرمایا، اے مریم! اَنّٰى لَكِ هٰذَا، یہ پھل تیرے پاس کہاں سے آتے ہیں کمرے کو میں تالا لگا کر جاتا ہوں، چابی میرے پاس ہوتی ہے۔ ادھر کمرے کی طرف آنے کی کسی کو جرأت نہیں۔ اور یہ پھلوں کے انبار لگے ہوئے ہیں۔ یہ کہاں سے آتے ہیں۔ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ، حضرت مریم علیہا السلام کہتی تھیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے۔ یہ حضرت مریم علیہا السلام کی کرامت تھی۔ اور کرامت اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے۔ ولی کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے۔ اور ولی چاہے مرد ہو یا عورت ہو کرامت ان کا فعل نہیں ہوتا۔ اسی طرح معجزہ بھی اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے۔ اور نبی کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے۔ مگر نبی کا اس میں کچھ دخل نہیں ہوتا۔ معجزے کا لغوی معنیٰ ہے دوسروں کو عاجز کرنے والی چیز یہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے۔ دیکھو قرآن پاک میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بہت سارے معجزات کا ذکر ہے۔ ان میں اس معجزے کا ذکر بھی ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی اہلیہ محترمہ کے ساتھ مدین سے واپس مصر تشریف لا رہے تھے۔ جب وادئ طویٰ (جو کے طور کے دامن میں ہے) پہنچے رات کا وقت تھا وہاں روشنی تھی جو درحقیقت اللہ تعالیٰ کی تجلی تھی۔ جب وہاں پہنچے منجانب اللہ نبوۃ اور رسالت عطا ہوئی۔ تو ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے

تصدیق رسالت کے لئے معجزہ بھی عطا فرمایا۔ چنانچہ قرآنِ پاک میں ہے، وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ۔ اور یہ کہ ڈال دے اپنی لاٹھی پھر جب دیکھا اس کو پھن ہلاتے جیسا پتلا سانپ الٹا پھرا منہ موڑ کر اور نہ دیکھا پیچھے پھر کر۔ پہلے لاٹھی پتلا سانپ بن جاتی تھی اور بڑھتے بڑھتے اژدھا کی شکل اختیار کر لیتی تھی۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ہے۔ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ، (بڑا اژدھا) کے الفاظ آئے ہیں۔ یا یوں کہہ لیں کہ ابتدائی طور پر پتلا سانپ اور فرعون کے پاس بڑا اژدھا ہو کر وہ لاٹھی نمودار ہوئی۔ حالانکہ رب تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟ جب کہ رب تعالیٰ کو علم تھا مگر موسیٰ علیہ السلام کو تنبیہ فرمائی کہ دیکھ لے کہیں ایسا نہ ہو کہ جب یہ سانپ بنے تو تجھے خیال ہو کہ میں لاٹھی کی جگہ سانپ اٹھائے پھرتا ہوں۔ فرمایا، میری لاٹھی ہے۔ فرمایا پھینک دے جب پھینکی تو پتلا سانپ بن گیا۔ سانپ نے ادھر ادھر دوڑنا شروع کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے بھی دوڑنا شروع کر دیا۔ اس خیال سے کہ موذی چیز ہے ڈرنا ایمان کے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں۔ اور پیغمبر سے زیادہ قوی ایمان کسی کا نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے موسیٰ! دوڑ نہ اس پر ہاتھ رکھ۔ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى، ہم اس کو پہلی شکل میں بدل دیں گے۔ یہ لاٹھی کی لاٹھی ہو جائے گی۔ اب اگر معجزہ اپنے اختیار میں ہوتا تو معلوم ہوتا کہ یہ اب پھر لاٹھی بن جائے گی۔ سانپ تو ہے نہیں یہ تو میری لاٹھی ہے۔ تو یاد رکھنا کہ معجزہ اور کرامت اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتے ہیں۔ معجزہ نبی کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے اور کرامت ولی کے ہاتھ پر صادر ہوتی ہے۔ معجزے میں نبی کا دخل نہیں اور کرامت میں ولی کا دخل نہیں ہوتا۔ تو یہ بے موسے پھلوں کا آنا حضرت مریم علیہا السلام کی کرامت تھی۔ اور ولی کو جو کرامت حاصل ہوتی

ہے۔ پیغمبر علیہ السلام کی پیروی کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے۔ چونکہ وہ صحیح معنیٰ میں اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کا پیروکار ہوتا ہے۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھ عجیب وغریب چیزیں صادر فرما دیتے ہیں۔ سورۃ النحل میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے صحابی آصف بن برخیار رحمہ اللہ کی کرامت کا ذکر ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام شام میں تھے۔ وہاں سے سبا کے علاقے کا سفر ایک مہینے کا تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ کون ہے جو بلقیس کا تخت مجھے لا کر دے۔ قَالَ عِفْرِيتٌ مِنَ الْجِنِّ، ایک بہت بڑا جن تھا اس نے کہا حضرت تم ابھی اپنی مجلس سے نہیں اٹھو گے یعنی تم اپنے دفتر میں بیٹھ کر کام کرتے ہو اس سے تم ابھی فارغ نہ ہو گے کہ میں تمہیں تخت لا کر دے دوں گا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت سلیمان علیہ السلام اس سے بھی جلدی چاہتے تھے۔ آصف ابن برخیار رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا حضرت میں چشمِ زدن میں لا کر دے دوں گا۔ یعنی تم نگاہ اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھو اور پھر نیچے دیکھو تو تخت حاضر ہو گا۔ چنانچہ انہوں نے اتنی دیر میں تخت لا کر رکھ دیا۔ اور کہا۔ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي، یہ میرے رب کا کام ہے۔ تو معجزات اور کرامتوں کا ذکر قرآنِ پاک میں ہے۔ ان کا انکار نہ کرو مگر ان کی حقیقت کو سمجھو منکرینِ حدیث اور باطل فرقے معجزات اور کرامات کا انکار کرتے ہیں۔ اس واسطے کہ وہ معجزے اور کرامت کی حقیقت کو نہیں سمجھے۔ فرمایا، اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○ بے شک اللہ تعالیٰ رزق دیتا ہے جس کو چاہتا ہے بغیر حساب کے۔ رزاق صرف رب تعالیٰ ہے۔ اس کے سوا رزق کا اختیار کسی کو حاصل نہیں ہے۔ حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بے موسمے پھل دیکھ کر حضرت زکریا علیہ السلام نے خیال کیا کہ جو رب مریم علیہا السلام کو بے موسمے پھل دے سکتا ہے وہ مجھے بھی اولاد دے سکتا ہے۔ کیونکہ اولاد کا موسم تو میرا بھی نہیں ہے کہ ایک سو بیس ۱۲۰ سال میری

عمر ہے۔ اور نواسی ۸۹/ سال میری بیوی کی عمر ہے۔ تو هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ، اس کمرے میں دعا کی زکریا علیہ السلام نے اپنے رب سے۔ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي ، عرض کیا اے میرے رب! دے مجھے۔ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ، اپنی طرف سے پاکیزہ اولاد۔ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاءِ O بے شک تو ہی ہے دعائیں سننے والا۔ سمیع بھی تو ہے بصیر بھی تو ہے۔ دینے والا بھی تو ہی ہے۔ تیرے سوا کوئی اور نہیں دے سکتا، اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتے ہیں۔ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ، وہ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے۔ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَاءُ اِنَاثًا ، جسے چاہتا ہے بیٹیاں عطا کرتا ہے۔ وَيَهَبُ لِمَنْ يَّشَاءُ الذُّكُوْرَ O اور جسے چاہتا ہے بیٹے بخشتا ہے۔ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّ اِنَاثًا ، یا ان کو بیٹے بیٹیاں دونوں عطا فرماتا ہے۔ اس کے خزانے میں کیا کمی ہے۔ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَاءُ عَقِيْمًا ، اور جس کو چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے۔ سارے ڈاکٹروں اور حکیموں سے علاج کرائیں سارے دم درود والوں سے علاج کرائیں، جب رب کسی کو نہ دے تو کوئی کسی کو کچھ نہیں دے سکتا۔ چنانچہ حضرت زکریا علیہ السلام نماز میں کھڑے تھے۔ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ، پس آواز دی ان کو فرشتوں نے۔ جبرائیل علیہ السلام آئے اور ان کے ساتھ اور بھی فرشتے تھے۔ البتہ گفتگو کرنے والے جبرائیل علیہ السلام تھے۔ وَهُوَ قَائِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ، اور وہ کھڑے تھے نماز پڑھتے تھے کمرے میں۔ یہ وہی کمرہ تھا جہاں حضرت مریم علیہا السلام رہتی تھیں۔ فرشتے نے کہا۔ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى ، بے شک اللہ تعالیٰ خوشخبری دیتے ہیں تجھے یحیٰی (علیہ السلام) نامی لڑکے کی۔ سورہ مریم میں آتا ہے۔ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا O نہیں بنایا ہم نے اس کے لئے اس سے پہلے کوئی ہم نام یعنی ان سے پہلے کسی بچے کا نام یحیٰی نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے خود ہی ان کا نام یحیٰی رکھا (علیہ السلام)۔ مُصَدِّقًا ، بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ

، جو تصدیق کرنے والے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کے ایک کلمے کی۔ اور کلمے سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے کلمۂ کن سے پیدا فرمایا ہے۔ بغیر باپ کے حضرت یحیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک ہی دور تھا۔ چونکہ اس وقت یہودیوں کا زور تھا اور انہوں نے دین کا نقشہ بدل کے رکھ دیا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب حق کی باتیں بیان فرمائیں تو سارے دشمن ہو گئے۔ مگر حضرت یحیٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تائید اور تصدیق فرماتے تھے کہ یہ جو کچھ بیان فرماتے ہیں حق ہے۔ وَ سَیِّدًا وَّ حَصُوْرًا ، اور اپنے دور کے سردار ہوں گے اور اپنے آپ کو عورتوں سے دور رکھنے والے ہوں گے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ پیغمبروں میں حضرت یحیٰ علیہ السلام نے شادی نہیں فرمائی۔ اور جامع صغیر صفحہ ۳۸ / جلد ا میں روایت آتی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَرْبَعٌ مِّنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِیْنَ، چار چیزیں پیغمبروں کی سنتوں میں سے ہیں۔ اَلْحَیَاءُ، یعنی تمام پیغمبر صاحبِ حیاء تھے۔ وَالتَّعَطُّرُ ، اور خوشبو لگانا، تمام پیغمبر خوشبو استعمال فرماتے تھے۔ یعنی خوشبو لگانا پیغمبروں کی سنت ہے۔ وَالنِّکَاحُ، اور نکاح کرنا یعنی شادی کرنا پیغمبروں کی سنت ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شادی نہیں کی۔ کیونکہ وہ تینتیس / ۳۳ سال کی عمر میں زندہ آسمانوں پر اٹھا لئے گئے جب نازل ہوں گے تو عرب کے قبیلہ ازد کی ایک عورت سے شادی کریں گے جیسا کہ کل میں نے بیان کیا تھا۔ چوتھا فرمایا۔ وَالسِّوَاکُ، اور مسواک کرنا یہ بھی پیغمبرانہ سنت ہے۔ دوسری حدیث میں آتا ہے کہ جو نماز مسواک کر کے پڑھی جائے اس کا درجہ ستر گنا بڑھ جاتا ہے۔ اس نماز سے جو بغیر مسواک کئے پڑھی جائے۔ اور فرمایا۔ اَلْمِسْوَاکُ مَطْهَرَۃٌ لِّلْفَمِ وَ مَرْضَاۃٌ لِّلرَّبِّ ، کہ مسواک منہ کو پاک صاف رکھتی ہے اور رب کو راضی رکھنے والی چیز ہے اور ایک

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام جب بھی تشریف لاتے تھے مجھے دو چیزوں کی بڑی تاکید فرماتے تھے۔ ایک مسواک کرنے کی، حتیٰ کے میں نے مسواک کر کر کے اپنے مسوڑے چھیل لئے اور دوسرا پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی۔ حَتّٰی ظَنَنْتُ اَنَّہٗ سَیُوَرِثُہٗ ، حتیٰ کہ مجھے یہاں تک گمان ہوا کہ مرنے کے بعد پڑوسی کو وراثت ملے گی۔ اور ایک روایت میں اَلْخِتَانُ کا بھی ذکر آتا ہے۔ کہ ختنہ کرنا بھی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے۔ تو حصوراً کا معنیٰ بیان کر رہا تھا۔ کہ حصوراً کے معنیٰ ہیں اپنے آپ کو عورتوں سے الگ رکھنا۔ اور یہ کوئی معمولی بات نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان میں طبعی خواہشات رکھی ہیں۔ مگر پیغمبر ،پیغمبر ہوتا ہے۔ جس طرح وہ اپنے جسم پر کنٹرول کر سکتا ہے اس طرح کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔ اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یَا مَعْشَرَ الشَّبَاب ! اے نوجوانوں کے گروہ تم نکاح کرو۔ اَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَاَحْسَنُ لِلْفَرَجِ تمہاری نگاہیں بھی پست رہیں گی اور شرمگاہ بھی حرام کاری سے محفوظ رہے گی۔ اور فرمایا کہ جس کو شادی کی توفیق نہ دی گئی ہو اس کو چاہیئے مسلسل روزے رکھے روزوں کی برکت سے خواہشات میں کمی آئے گی [illegible] شادی کی توفیق ہوتے ہوئے تاخیر گناہ ہے۔ وَّ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ○ اور [illegible] سے۔ نبی سارے ہی نیک ہوتے ہیں۔ نبیوں سے بڑھ کر کون نیک ہو سکتا [illegible] دعاء کی قبولیت پر حضرت زکریا علیہ السلام تعجب میں مبتلا ہو گئے کہ بظاہر اسباب ایسے نہیں ہیں کہ اولاد ہو سکے کیونکہ وہ خود بوڑھے ہو چکے تھے۔ اور بیوی بھی بانجھ تھی تاہم وہ کیفیت معلوم کرنا چاہتے تھے۔ قَالَ رَبِّ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ کہا زکریا علیہ السلام نے اے میرے رب! کس طرح ہوگا میرا لڑکا۔ وَّقَدْ بَلَغَنِیَ الْکِبَرُ ، اور تحقیق پہنچ چکا ہے مجھے بڑھاپا۔ سر کے بال اور ڈاڑھی سفید

تھی۔ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّی، کے الفاظ بھی قرآن پاک میں آتے ہیں کہ میری ہڈیاں کمزور ہوگئی ہیں۔ مِنَ الْکِبَرِ عِتِیًّا، اور جب میں چلتا ہوں تو کبڑا ہو کر چلتا ہوں۔ اور بڑھاپے میں ایسا ہو جاتا ہے۔ وَامْرَاَتِیْ عَاقِرٌ، اور بیوی میری (جس کا نام رحمت رحمہا اللہ تعالیٰ تھا) بانجھ ہے۔ قَالَ کَذٰلِکَ اللّٰهُ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ○ فرشتے نے کہا، اسی طرح اللہ تعالیٰ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ فرشتے نے کہا کہ اے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر میں خود نہیں آیا۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے۔ قَالَ رَبِّ کہا زکریا علیہ السلام نے اے میرے رب! اجْعَلْ لِّیْۤ اٰیَةً، میرے لئے کوئی نشانی مقرر فرما دے۔ جس سے میں سمجھ جاؤں کہ میری بیوی باامید ہوگئی ہے۔ دیکھو پیٹ کی خبر اللہ تعالیٰ کا پیغمبر بھی نہیں جانتا۔ اور پھر عجیب بات ہے کہ اپنی بیوی کے متعلق نہیں جانتا۔ اور یہاں لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ ولی بھی پیٹ کی چیزیں جانتے ہیں۔ حالانکہ زکریا علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں اور پیغمبر سے بڑھ کر کس کی حیثیت ہے۔ قَالَ اٰیَتُکَ، فرمایا تیری نشانی یہ ہے۔ اَلَّا تُکَلِّمَ النَّاسَ، کہ تو کلام نہیں کر سکے گا لوگوں کے ساتھ۔ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ، تین دن۔ اور دوسری جگہ لَیَالٍ کا لفظ بھی آیا ہے۔ تین راتیں۔ تو پھر مطلب یہ بنے گا کہ تم تین دن اور تین راتیں جب لوگوں کے ساتھ کلام کرنا چاہو گے تو تمہاری زبان نہیں چلے گی۔ اِلَّا رَمْزًا، مگر اشارے کے ساتھ لوگوں کو سمجھاؤ گے۔ کہ وضو کر و نماز پڑھو، تو جب یہ کیفیت ہو تو سمجھ جانا کہ میری بیوی باامید ہوگئی ہے۔ وَاذْکُرْ رَّبَّکَ کَثِیْرًا، اور ذکر کر اپنے رب کا کثرت سے۔ وَّ سَبِّحْ، اور اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کر، تسبیح پڑھ۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ۔ حدیث شریف میں آتا ہے، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اَفْضَلُ الْکَلَامِ ہے۔ ہمیں اور آپ کو اس کا ذکر کثرت کے ساتھ کرنا چاہیے۔ اور بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے۔ اَفْضَلُ الْکَلِمَاتِ

اَرْبَعٌ۔ چار کلمے بڑے افضل ہیں۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ، وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔ ان کلمات کا ذکر وضو ہو یا نہ ہو کیا جا سکتا ہے۔ گاڑی میں بیٹھے ہوئے، گھر بیٹھے ہوئے۔ لیٹے ہوئے ہو، چل پھر رہے ہو، کام کر رہے ہو، ہر حال میں کیا جا سکتا ہے۔ دیکھو کتنی سہولت رب تعالیٰ نے دی ہے۔ تو فرمایا رب کی تسبیح بیان کر۔ بِالْعَشِیِّ پچھلے پہر، دو پہر کے بعد کا جو وقت ہے۔ اس کو عربی میں عَشِیٌّ کہتے ہیں۔ وَالْاِبْکَارِ○ اور پہلے پہر بھی رب کا ذکر کر مطلب یہ ہے کہ صبح شام رب کے ذکر میں مشغول رہ۔

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ
وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۲﴾ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ
وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ
نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ؕ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ
يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۪ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۴﴾ اِذْ قَالَتِ
الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖۗ اسْمُهُ
الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ
الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ
﴿۴۶﴾ قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ ؕ قَالَ
كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ
فَيَكُوْنُ ﴿۴۷﴾

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ ،اور جب کہا فرشتوں نے۔ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ ،اے مریم! بے شک اللہ تعالیٰ۔
اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ ، تجھے چن لیا ہے اور تجھے پاک رکھا ہے۔ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ
الْعٰلَمِيْنَ ○ اور تجھے چنا ہے سب جہاں والی عورتوں پر۔ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ ،اے مریم!

فرمانبرداری کر اپنے رب کی وَاسْجُدِیْ وَارْکَعِیْ ، اور سجدہ کر اور رکوع کر ۔ مَعَ الرّٰکِعِیْنَ O رکوع کرنے والوں کے ساتھ ۔ ذٰلِکَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَیْبِ ، یہ غیب کی خبروں میں سے ہے ۔ نُوْحِیْهِ اِلَیْکَ ، اس کو ہم وحی کرتے ہیں تیری طرف ۔ وَمَا کُنْتَ لَدَیْهِمْ ، اور نہ تھے آپ ان کے پاس ۔ اِذْ یُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ ، جس وقت انہوں نے پھینکیں اپنی قلمیں ۔ اَیُّهُمْ یَکْفُلُ مَرْیَمَ ، ان میں کون سر پرست بنے مریم کا ۔ وَمَا کُنْتَ لَدَیْهِمْ ، اور نہ تھے آپ ان کے پاس ۔ اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ O جب انہوں نے آپس میں جھگڑا کیا ۔ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِکَةُ یٰمَرْیَمُ ، جس وقت کہا فرشتوں نے اے مریم اِنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُکِ ، بے شک اللہ تعالیٰ تجھے خوشخبری دیتا ہے ۔ بِکَلِمَةٍ مِّنْهُ ، اپنی طرف سے ایک کلمے کی ۔ اسْمُهُ الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ ، نام اس کا مسیح عیسیٰ ابنِ مریم ہوگا ۔ وَجِیْهًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ، رتبے والا ہوگا دنیا میں اور آخرت میں ۔ وَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ O اور اللہ تعالیٰ کے مقربین میں سے ہوگا ۔ وَیُکَلِّمُ النَّاسَ ، اور کلام کرے گا لوگوں کے ساتھ ۔ فِی الْمَهْدِ وَکَهْلًا ، گود میں اور ادھیڑ عمر میں ۔ وَّمِنَ الصّٰلِحِیْنَ O اور نیکوں میں سے ہوگا ۔ قَالَتْ رَبِّ ، کہا اس نے اے میرے رب ! ۔ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ وَلَدٌ ، کس طرح ہوگا میرا لڑکا ۔ وَّلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ ، اور نہیں ہاتھ لگایا مجھے کسی مرد نے ۔ قَالَ کَذٰلِکِ اللّٰهُ ، کہا فرشتے نے اسی طرح اللہ تعالیٰ ۔ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ، پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے ۔ اِذَا قَضٰٓی اَمْرًا ، جب طے کرتا ہے کسی معاملے کو ۔ فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ ، پس پختہ بات ہے کہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ۔ کُنْ فَیَکُوْنُ O ہوجا ، پس وہ ہو جاتی ہے ۔

یہ واقعہ پیچھے سے چلا آرہا ہے ۔ کہ حضرت مریم کی سرپرستی حضرت زکریا علیہ السلام کے ذمہ تھی ۔ انہوں نے اس کی پرورش کی ۔ حضرت مریم علیہا السلام جوان ہوگئیں ۔ آگے اس کا ذکر ہے ۔ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِکَةُ ، اور جس وقت کہا اللہ تعالیٰ کے فرشتوں نے ۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور

ان کے ہمراہ اور فرشتے بھی تھے۔ مگر متکلم حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے۔ فرمایا۔ یٰـمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰہَ ،اے مریم! بے شک اللہ تعالیٰ۔ اصْطَفٰکِ وَطَھَّرَکِ، تجھے چن لیا ہے اور تجھے پاک رکھا ہے برے اخلاق اور بری نظروں سے۔ اور تمام بری چیزوں سے۔ وَاصْطَفٰکِ عَلٰی نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ O اور تجھے چنا ہے سب جہاں والی عورتوں پر۔ یعنی جہان کی تمام عورتوں پر تجھے فضیلت عطا فرمائی۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے بغیر خاوند کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسا لڑکا عطاء فرمایا۔ اور اس کی نظیر نہ اس امت میں ہے نہ پہلی کسی امت میں کہ کسی عورت نے خاوند کی ملاقات کے بغیر بچہ جنا ہو۔ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ کے ساتھ بغیر ماں باپ کے مٹی سے پیدا فرمایا، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ خَلَقَہٗ مِنْ تُرَابٍ، پیدا کیا ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے۔ پھر اماں حوا علیہا السلام کو ان کی پسلی سے پیدا فرمایا۔ تو حضرت مریم علیہا السلام کو اللہ تعالیٰ نے لڑکا عطاء فرمایا جس کے بارے میں کچھ بات آج ہوگی۔ اور کچھ کل کی آیتوں میں آئے گی۔ (انشاء اللہ تعالیٰ) فرمایا، یٰـمَرْیَمُ اقْنُتِیْ لِرَبِّکِ ،اے مریم! فرمانبرداری کر اپنے رب کی، کہ رب تعالیٰ نے تجھے درجہ عطاء فرمایا ہے، مقام عطاء فرمایا ہے۔ اپنے رب کا شکریہ ادا کر۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اتنی دیر تک قیام فرماتے تھے کہ تَوَرَّمَتْ قَدَمَاہُ، آپ کے قدم مبارک سوج جاتے تھے۔ اور سردیوں میں جب آپ ٹھنڈے پانی کے ساتھ وضو فرماتے تھے۔ تو تَشَقَّقَتْ قَدَمَاہُ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک پھٹ جاتے تھے۔ ساتھیوں نے دیکھا تو کہنے لگے حضرت آپ کے قدم مبارک سوج گئے ہیں۔ اور پھٹ گئے ہیں آپ اتنی عبادت نہ کریں اللہ تعالیٰ نے آپ کے بڑے درجے بلند فرمائے ہیں۔ بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَفَلَا اَکُوْنَ عَبْدًا شَکُوْرًا، تو کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ اللہ تعالیٰ نے مجھے اتنے

درجات سے نوازا ہے۔ تو میں اس کا شکریہ ادا نہ کروں، مجھے زیادہ عبادت کرنی چاہیے۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کو فرمایا تو اپنے رب کی عبادت کر۔ وَاسْجُدِیْ وَارْکَعِی، اور سجدہ کر اور رکوع کر۔ مَعَ الرّٰکِعِیْنَ O رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔ یعنی جماعت کے ساتھ نماز پڑھ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی عورتیں جماعت کے ساتھ نماز پڑھتی تھیں لیکن جب حالات بدلنے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پابندی لگا دی۔ ہاں آج بھی اگر فتنے کا خطرہ نہ ہو اور عورتیں پردہ کر کے پورے اہتمام کے ساتھ آئیں۔ تو جائز ہے۔ ہمارے ہاں بھی عورتیں جمعہ پڑھنے کے لئے آتی ہیں۔ نمازیں بھی پڑھتی ہیں۔ اور اس وقت اوپر بیٹھی درس بھی سن رہی ہیں۔ لیکن چونکہ زمانہ بڑا نازک ہے۔ فتنے کا دور ہے۔ اس واسطے احتیاط ضروری ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت مریم علیہا السلام کا یہ واقعہ جو ہم نے تمہیں بتایا ہے۔ ذٰلِکَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَیْبِ، یہ غیب کی خبروں میں سے ہے۔ نُوْحِیْهِ اِلَیْکَ، اس کو ہم وحی کرتے ہیں تیری طرف۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے۔ وَمَا کُنْتَ لَدَیْهِمْ، اور نہ تھے آپ ان کے پاس۔ اِذْ یُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ، جس وقت انہوں نے پھینکیں اپنی قلمیں قرعہ اندازی کے لئے۔ اَیُّهُمْ یَکْفُلُ مَرْیَمَ؟، ان میں کون سرپرست بنے مریم کا۔ یہ بات پہلے بیان ہو چکی ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ نے منت مانی تھی کہ جو کچھ میرے پیٹ میں ہے میں اس کو دین کے لئے وقف کر دوں گی تو جس وقت حضرت حنہ بنت فاقوذ رحمہا اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کو جنم دیا تو پاک صاف کر کے مسجدِ اقصیٰ کی انتظامیہ کمیٹی کے پاس پہنچا دیا کہ یہ میری منت ہے وہ میں نے پوری کر دی ہے آگے انتظام کرنا تمہارا کام ہے۔ تو انتظامیہ کمیٹی جو انتیس ۲۹/ آدمیوں پر مشتمل تھی۔ ان میں خاصا جھگڑا ہوا۔ کہ ہر آدمی کی خواہش تھی کہ اس کا انتظام میرے سپرد ہو۔ اور اس کی خدمت میں کروں۔ کیونکہ ہمارے

امام خطیب کی بیٹی ہے۔ اور کوئی آدمی بھی اپنے دعویٰ کو چھوڑنے کے لئے تیار نہ تھا۔ تو انہوں نے اس کا فیصلہ بذریعہ قرعہ اندازی کرنے پر اتفاق کرلیا۔ اور اس کا طریقہ یہ طے پایا کہ ہر ایک اپنی اپنی قلم لے آئے اور اس پر نشانی لگالے اور قریب ہی جو نہر اردن ہے سب حضرات اپنی قلمیں اس میں ڈال دیں۔ جس کی قلم رک جائے اور دوسری تفسیر کے مطابق الٹی سمت تیرنے لگے وہ کامیاب ہے۔ چنانچہ انتیس/۲۹ آدمیوں نے اپنے اپنے قلم نہر میں ڈال دیئے۔ ان میں سے حضرت زکریا علیہ السلام جیت گئے۔ کہ خدا کی قدرت سے ان کا قلم جس طرف سے پانی آرہا تھا اس طرف چل پڑا تو سب نے جب خلافِ عادت یہ بات دیکھی تو سب کو یقین ہوگیا اور ہر ایک نے اپنا دعویٰ واپس لے لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر فرمایا ہے۔ وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ اور نہ تھے آپ ان کے پاس۔ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ☆ جب انہوں نے آپس میں جھگڑا کیا۔ اور ہر ایک یہ چاہتا تھا کہ حضرت مریم علیہا السلام کا کفیل میں بنوں۔ یہ واقعہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی بتایا ہے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوۃ اور رسالت کی دلیل ہے۔ تو حضرت مریم علیہا السلام جب سنِ بلوغت کو پہنچ گئیں، تو فرشتوں نے آکر آپ کو بشارت دی، آگے اس کا ذکر ہے۔ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ ، جس وقت کہا فرشتوں نے اے مریم! اس مقام پر اجمال ہے۔ اور سولھویں پارے میں سورۃ مریم میں تفصیل ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام حضرت زکریا علیہ السلام کے پاس جس کمرے میں رہتی تھیں اس کی بیرونی دیوار کا جو کونہ تھا۔ جہاں دو دیواریں اکٹھی ہوتی تھیں دونوں دیواروں پر کیل ٹھونکے ہوئے تھے۔ اور ان کیلوں کے ساتھ ٹاٹ باندھ کر لٹکایا ہوا تھا۔ چونکہ سادہ زمانہ تھا تو جب غسل کرنا ہوتا تھا تو ٹاٹ لٹکا لیتی تھیں۔ ایک دن ٹاٹ لٹکایا، اور غسل کیا اور کپڑے پہنے۔ تو فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا، پس وہ فرشتہ متمثل ہوا ان کے سامنے ایک پورے انسان کی شکل میں یعنی دیکھا تو ایک موٹا تازہ خوبصورت تندرست نوجوان

سامنے کھڑا ہے حضرت مریم گھبرا گئیں کہ اس تنہائی کے مقام میں اس مرد کا آنا اچھی نیت سے نہیں ہے۔قَالَتْ، کہنے لگیں۔ اَعُوذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْکَ اِنْ کُنْتَ تَقِیًّا، میں تجھ سے خدائے رحمٰن کی پناہ میں آتی ہوں، اگر تو متقی ہے۔یعنی اگر تو پرہیز گار ہے رب سے ڈرتا ہے۔تو میں تجھے رحمٰن کا واسطہ دیتی ہوں۔چلا جا تو یہاں کیوں آیا ہے۔اس نے بڑے اطمینان کے ساتھ کہا۔اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّکِ، بے شک میں تو بھیجا ہوا ہوں تیرے رب کی طرف سے، یعنی میں جرائیل ہوں۔تجھے خوشخبری سنانے کے لئے آیا ہوں۔جرائیل علیہ السلام کے ساتھ اور فرشتے بھی تھے۔مگر متکلم جرائیل علیہ السلام تھے۔یہاں یہ الفاظ ہیں۔اِنَّ اللّٰہَ یُبَشِّرُکِ ، بے شک اللہ تعالیٰ تجھے خوشخبری دیتا ہے۔بِکَلِمَۃٍ مِّنْہُ ،اپنی طرف سے ایک کلمے کی۔مراد عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ بھی کہتے ہیں۔اور کلمۃ اللہ بھی کہتے ہیں۔اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے باپ کی وساطت کے بغیر کلمۂ کن کے ساتھ پیدا فرمایا اور نام بھی اللہ تعالیٰ نے خود رکھا۔اسْمُہُ الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ، نام اس کا مسیح عیسیٰ ابنِ مریم ہوگا۔مسیح ان کا لقب اور عیسیٰ ان کا نام تھا۔(علیہ السلام) محققین فرماتے ہیں کہ لفظِ عیسیٰ الیشوع کا معرب ہے یعنی عیسیٰ علیہ السلام کا نام عبرانی زبان میں ایشوع تھا۔اور مسیح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی کہتے ہیں۔اور دجال کو بھی۔لیکن فقہاءِ کرام اور محدثینِ عظام اور مفسرینِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین دو طرح سے فرق بیان فرماتے ہیں۔ایک یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو مسیح کہا جاتا ہے وہ "مَسَحَ یَمْسَحُ" سے ہے۔معنیٰ ہے ہاتھ پھیرنا۔اور اسی سے ہے وَامْسَحُوْا بِرُءُ وْسِکُمْ اور مسح کرو اپنے سروں کا یعنی اپنے سروں پر ہاتھ پھیرو تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نابینے کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرتے تھے، وہ رب کے حکم سے بینا ہو جاتا تھا۔برص والے کے جسم پر ہاتھ پھیرتے تھے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ٹھیک ہو جاتا تھا۔اس واسطے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح

کہا جاتا ہے۔ اور دجال کا نام جو مسیح ہے۔ وہ سَاحَ ،یَسِیْحُ ،سَیَاحَۃً سے ہے۔ جس کا معنیٰ ہے سیر و سیاحت کرنا۔ اور دجال ساری زمین پر پھرے گا۔ سوائے چار جگہوں کے۔ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، بیت المقدس کا شہر اور طور کا پہاڑ ان چار جگہوں کے علاوہ ساری زمین پر اس کے ناپاک قدم پڑیں گے۔ اس واسطے اس کو مسیح کہتے ہیں۔ مذکورہ چار جگہوں میں بھی داخل ہونے کی بڑی کوشش کرے گا۔ مگر اللہ تعالیٰ کے فرشتے اس کا منہ پھیر دیں گے۔ دجال دنیا میں صرف چالیس دن رہے گا۔ پہلا دن ایک سال کے برابر ہوگا۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ حضرت وہ ایک دن جو سال کے برابر لمبا ہوگا۔ تو اس میں نمازیں ایک دن کی پڑھیں گے یا ایک سال کی؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نمازیں ایک سال کی پڑھنی ہیں۔ دوسرا دن ایک ماہ کے برابر لمبا ہوگا۔ اور نمازیں ایک ماہ کی پڑھنی ہیں۔ تیسرا دن ایک ہفتے کے برابر ہوگا اور نمازیں ایک ہفتے کی پڑھنی ہیں۔ باقی سینتیس ر ۳۷ دن عام دنوں کے برابر ہوں گے۔ یعنی چوبیس گھنٹوں کے۔ تو دجال چالیس دن دنیا میں رہے گا۔ اور بڑا فتور مچائے گا۔ خدائی کا دعویٰ کرے گا۔ ایسی جگہ جائے گا جہاں پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں ہوگا۔ لوگ کہیں گے اگر تو خدا ہے تو ہم پر بارش برسا۔ مسمریزم کے ذریعے اشارہ کرے گا بادل اکٹھے ہو جائیں گے، بارش ہوگی لوگ کہیں گے ہمیں اور کون سا خدا چاہیے، بس یہی خدا ہے۔ کوئی کہے گا میرے پاس کوئی شئے نہیں ہے۔ میں بھوکا مر رہا ہوں۔ زمین پر پاؤں مارے گا زمین سونا چاندی اگل دے گی۔ کہے گا اٹھا لے مزے کر۔ اور جو اس کو نہیں مانے گا اس کے گھر کا سارا سامان اس کے پیچھے چل پڑے گا کیا پیٹیاں یا چارپائیاں اور کیا پیڑیاں۔ مسلمان کا گھر اس طرح صاف ہو جائے گا جس طرح ہتھیلی ہوتی ہے۔ مسلمانوں کے لئے کھانے کے واسطے بھی کچھ نہ ہوگا۔ اور مسلمان کی خوراک ہوگی، سبحان اللہ ، الحمدللہ. بعض بدحواس ہوں گے جو یہ کلمات نہ پڑھ

سکیں گے۔ ریت اور مٹی پھانکیں گے، رب تعالیٰ اس کو شکر بنا دے گا۔ اور دوسرا فرق مسیح علیہ السلام اور مسیحِ دجال میں یہ بیان کرتے ہیں کہ اگر اس کو دونوں جگہ مَسَحَ سے ہی لیا جائے۔ تو فعیل کا وزن فاعل کے معنیٰ میں بھی آتا ہے۔ اور مفعول کے معنیٰ میں بھی آتا ہے۔ تو عیسیٰ علیہ السلام کے نام کے ساتھ مسیح کا لفظ فاعل کے معنیٰ میں ہے۔ مسح کرنے والے۔ اور دجال کے ساتھ مسیح کا لفظ مفعول کے معنیٰ میں ہے۔ یعنی ممسوح عینہٗ اس کی ایک آنکھ کا نور مٹا ہوا ہوگا۔ دائیں آنکھ سے کانا ہوگا۔ اس کی آنکھ جو کانی ہے وہ باہر نکلی ہوگی۔ اور بڑی بری نظر آئے گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یاد رکھو میں تمہیں اس کی ایک ایسی علامت بتاتا ہوں کہ مجھ سے پہلے کسی پیغمبر نے نہیں بتائی۔ فرمایا! دجال کانا ہوگا۔ اور تمہارا رب کانا نہیں ہے۔ اس کے جادو اور مسمریزم سے متأثر ہو کر اس کو رب نہ بنا لینا۔ اور بڑا کچھ کرے گا مگر اپنی آنکھ ٹھیک نہیں کر سکے گا۔ اس کی رب تعالیٰ اس کو قدرت نہیں دیں گے۔ باقی سب استدراج ہوگا۔ وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام رتبے والے ہوں گے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ۝ اور اللہ تعالیٰ کے مقربین میں سے ہوں گے۔ اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر سے زیادہ مقرب کون ہو سکتا ہے۔ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ، اور کلام کرے گا لوگوں کے ساتھ۔ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا، گود میں اور ادھیڑ عمر میں۔ لغتِ عرب میں تیس اور چالیس سال کی درمیانی عمر کو کہولت کہتے ہیں۔ اس وقت بدنی قوتیں عروج پر ہوتی ہیں۔ اور چالیس سال کے بعد آہستہ آہستہ کم ہونی شروع ہو جاتی ہیں۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس طرح جوانی میں گفتگو کریں گے گود میں بھی اسی طرح گفتگو کریں گے۔ اور گود میں گفتگو کرنے کا ذکر سولہویں پارے میں آتا ہے۔ کہ حضرت مریم علیہا السلام جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لے کر آئیں۔ تو لوگوں نے سوال کیا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْـًٔا فَرِيًّا، اے مریم! البتہ تحقیق لائی ہے تو

ایک چیز اوپری۔ کہ یہ کیا حرکت ہے؟ نہ تیری شادی نہ تیرا خاوند، اور بچہ اٹھائے پھرتی ہے۔ فَاَشَارَتْ اِلَیْهِ، پس حضرت مریم علیہا السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا۔ کہ اس سے پوچھو کہاں سے آیا ہے؟ "قَالُوْا كَیْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِی الْمَهْدِ صَبِیًّا" کہنے لگے ہم کیسے پوچھیں اس بچے سے جو گود میں ہے وہ کیا بات کرے گا تو تبا۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تقریر شروع فرمادی۔ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ، تحقیق میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں۔ نہ خدا ہوں نہ خدا کا بیٹا ہوں، نہ اس کی خدائی میں شریک ہوں۔ اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا، اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ کتاب دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور رب تعالیٰ نے مجھے نبی بنایا ہے۔ یہ ولادت کا پہلا یا دوسرا دن تھا۔ اور یہ سب کچھ سنتے اور دیکھتے ہوئے بھی ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے تھے۔ نہ مانے بلکہ بدستور آج تک۔ لَقَدِ فْتَرَوْا عَلٰی مَرْیَمَ بُهْتَانًا عَظِیْمًا، البتہ تحقیق باندھا انہوں نے حضرت مریم علیہا السلام پر بہتانِ عظیم کہ معاذ اللہ یہ بچہ حلالی نہیں ہے۔ ہم اس کو نبی کیوں مانیں؟ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ○ ضد اور ہٹ دھرمی کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ فرمایا! وَّمِنَ الصّٰلِحِیْنَ ○ اور نیکوں میں سے ہوگا۔ قَالَتْ رَبِّ، کہا اس نے اے میرے رب!۔ اَنّٰی یَكُوْنُ لِیْ وَلَدٌ، کس طرح ہوگا میرا لڑکا۔ وَّ لَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ، اور نہیں ہاتھ لگایا مجھے کسی بشر نے، نہ جائز طریقے سے اور نہ ناجائز طریقے سے۔ اور سولہویں پارے میں ہے۔ وَلَمْ اَكُ بَغِیًّا، اور نہیں ہوں میں بدکار کیونکہ بچہ ملنے کے دو ہی طریقے ہیں۔ حلال طریقے سے یا حرام طریقے سے۔ اور یہاں دونوں نہیں ہیں۔ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ، اللہ تعالیٰ کے فرشتے نے کہا اسی طرح اللہ تعالیٰ۔ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ، پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے۔ اس کے لئے کوئی کام مشکل نہیں ہے۔ اِذَا قَضٰۤی اَمْرًا، جب طے کرتا ہے کسی معاملے کو۔ فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ، پس پختہ بات ہے کہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو۔ كُنْ فَیَكُوْنُ

○ تو ہو جا، پس وہ ہو جاتا ہے۔ تو اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کو ان الفاظ کے ساتھ خوشخبری سنائی۔ کہ رب دینے والا ہے میں خوشخبری سنانے والا ہوں۔ تمہیں کیا پریشانی ہے۔ (اللہ تعالیٰ سمجھ عطاء فرمائے)

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ التَّوْرٰةَ وَ الْاِ نْجِيْلَ ﴿٤٨﴾ وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۙ۬ اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّيْۤ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا ۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٤٩﴾ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۟ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿٥٠﴾ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿٥١﴾

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ، اوراللہ تعالیٰ اس کوتعلیم دے گا کتاب کی ۔وَ الْحِكْمَةَ ،اوردانائی کی ۔وَ التَّوْرٰةَ وَ الْاِ نْجِيْلَ ،اورتوراۃ اورانجیل کی ۔وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ،اوررسول بنا کر بھیجے گا بنی اسرائیل کی طرف ۔انہوں نے کہا۔اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ ،بے شک میں تحقیق لایا ہوں تمہارے پاس۔بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ نشانی تمہارے رب کی طرف سے۔اَنِّيْۤ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ، بے شک میں بناتا ہوں تمہارے لئے گارے سے۔ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ ،پرندے کی شکل کی طرح۔فَاَنْفُخُ فِيْهِ ،پس میں اس میں پھونک مارتا ہوں۔فَيَكُوْنُ طَيْرًا ،پس ہوجاتا ہے وہ پرندہ، ۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ،اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ۔وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ ،اوراچھا کرتا ہوں میں مادرزاد اندھوں کواور برص والوں کو۔وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ،اورزندہ

کرتا ہوں مُردوں کو اللہ تعالیٰ کے حکم کیساتھ۔ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ ، اور میں تمہیں خبر دیتا ہوں اس چیز کی جو تم کھاتے ہو۔ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ، اور جو تم ذخیرہ کرتے ہو اپنے گھروں میں۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ ، بے شک البتہ اس میں نشانی ہے تمہارے واسطے۔ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ٥ اگر ہو تم مومن۔ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ ، اور میں تصدیق کرنے والا ہوں اس چیز کی جو مجھ سے پہلے نازل ہوئی۔ مِنَ التَّوْرٰىةِ ، تورات سے۔ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ ، اور تاکہ میں حلال کردوں تمہارے واسطے۔ بَعْضَ الَّذِيْ ، بعض وہ چیزیں۔ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ ، جو تم پر حرام کی گئی تھیں۔ وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ ، اور میں آیا ہوں تمہارے پاس نشانی لے کر۔ مِّنْ رَّبِّكُمْ تمہارے رب کی طرف سے۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ ، پس ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے۔ وَاَطِيْعُوْنِ ٥ اور میری اطاعت کرو۔ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ ، بے شک اللہ تعالیٰ میرا رب ہے اور تمہارا رب ہے۔ فَاعْبُدُوْهُ ، پس تم اس کی عبادت کرو۔ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ٥ یہ ہے سیدھا راستہ۔

کل کے درس میں یہ بیان ہوا تھا کہ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خوشخبری سنائی تو انہوں نے کہا کہ میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا؟ جبکہ مجھے کسی بشر نے ہاتھ تک نہیں لگایا تو جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اسی حالت میں عطا فرمائے گا۔ اس کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے۔ وہ بچہ بھی عنائیت فرمائے گا۔ وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ ، اور اللہ تعالیٰ اس کو تعلیم دے گا کتاب کی۔ کتاب سے کیا مراد ہے؟ تو مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ اس کی ایک تفسیر یہ فرماتے ہیں کہ لکھنا مراد ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کو لکھنا سکھائے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جتنے پیغمبر تشریف لائے ہیں، سب لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ اور یہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ہے۔ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ ، وہ اتباع کرتے ہیں رسول کی جو نبی اُمی ہے۔ وَلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ ،

اور نہ لکھتے تھے اس کو اپنے دائیں ہاتھ سے۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ تو ایک تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کو لکھنے کی تعلیم دے گا۔ اور دانائی کی تعلیم دے گا۔ بعض مفسرینِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کتاب سے مراد قرآن کریم ہے۔ اور حکمت سے مراد حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے یعنی اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کو قرآنِ کریم اور سنت کی تعلیم دیں گے چونکہ اہلِ اسلام کا اجماعی عقیدہ ہے اور اس پر قرآنِ پاک کی آیات اور احادیثِ متواترہ موجود ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمانوں پر اٹھائے گئے ہیں اور قیامت سے پہلے زمین پر نازل ہوں گے اور چالیس سال تک اس امت پر حکمرانی کریں گے اور قرآن وسنت کے مطابق ہی فیصلے فرمائیں گے۔ لہٰذا قرآن وسنت کا علم ان کے لئے ضروری ہے۔ یہ علم ہوگا تو اس کی روشنی میں فیصلے فرمائیں گے۔ اور اسی کے مطابق خود بھی عمل کریں گے۔ مثلاً بنی اسرائیل پر دو نمازیں فرض تھیں۔ وہ دو نمازیں پڑھتے تھے۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب تشریف لائیں گے تو پانچ نمازیں پڑھیں گے اور پانچ ہی پڑھائیں گے۔ جس طرح ہم پڑھتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پہلی نماز فجر کی نماز ہوگی وہ اس طرح کہ دمشق کی جامع مسجد اُمَوِی میں صبح کی نماز تیار ہوگی۔ امام مہدی علیہ السلام آگے مصلے پر کھڑے ہوں گے اور تکبیر ہو رہی ہوگی کہ پیچھے سے آوازیں آئیں گی، نَزَلَ عِیسیٰ ابنِ مریم (علیہما السلام)، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آگئے ہیں۔ چنانچہ حضرت مہدی علیہ السلام مصلے سے پیچھے ہٹنے کی کوشش کریں گے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لے آئے ہیں۔ اور ان کا مقام بہت بلند ہے۔ اور یاد رکھنا کہ بے شک امام مہدی علیہ السلام کا مقام بھی اپنی جگہ بہت بلند ہے۔ مگر وہ کسی صحابی کے درجے کو نہیں پہنچ سکتے۔ امام مہدیؑ کسی صحابی کے درجے کو نہیں پہنچ سکتے۔ تو نبی کے درجے کو کس طرح پہنچ سکتے ہیں؟ کیونکہ پیغمبر، پیغمبر ہے۔ تو

حضرت امام مہدی علیہ السلام جب پیچھے ہٹنے کی کوشش کریں گے تو حدیث پاک میں آتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے کندھے پر ہاتھ رکھیں گے اور فرمائیں گے۔تم نماز پڑھاؤ۔میں نے نماز تمہارے پیچھے پڑھنی ہے۔تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہلی نماز فجر کی امام مہدی علیہ السلام کے پیچھے کھڑے ہو کر دمشق کی جامع مسجد اموی میں پڑھیں گے پھر یہی پانچ نمازیں پڑھائیں گے۔اور اسی دین پر عمل کریں گے۔آگے فرمایا وَ الْحِكْمَةَ، اور دانائی کی۔وَ التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِیْلَ ،اور اللہ تعالیٰ سکھائے گا ان کو تورٰۃ اور انجیل۔تورٰۃ بنی اسرائیل کی مرکزی کتاب تھی۔اور بڑی جامع مانع تھی آسمانی کتابوں میں قرآنِ کریم کے بعد تورٰۃ کا مقام بہت بلند ہے۔اور انجیل اس کا تتمہ ہے۔اور انجیل کی حیثیت تم اس طرح سمجھو کہ ایک ہوتا ہے اخبار اور ایک ہوتا ہے ضمیمہ، اصل اخبار ہوتا ہے، جس میں خبروں کی تفصیل ہوتی ہے۔اور ضمیمے میں دو چار موٹی موٹی باتیں ہوتی ہیں۔تو اصل کتاب تو تورٰۃ تھی اور انجیل اس کا ضمیمہ تھا۔ وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ،اور رسول بنا کر بھیجا بنی اسرائیل کی طرف۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت صرف بنی اسرائیل کے لئے تھی۔اور کسی قوم کے لئے نہیں تھی۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا۔اَنِّیْ قَدْ جِئْتُكُمْ ،بے شک میں تحقیق لایا ہوں تمہارے پاس۔بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ،نشانی (معجزہ) تمہارے رب کی طرف سے۔اپنی طرف سے نہیں کیونکہ معجزہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے اور نبی کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے۔معجزے میں نبی کا ذاتی طور پر کوئی دخل نہیں ہوتا۔اور کرامت میں ولی کا ذاتی طور پر کوئی دخل نہیں ہوتا۔آگے نشانی کا ذکر ہے۔اَنِّیْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ، بے شک میں بناتا ہوں تمہارے لئے گارے سے۔كَهَیْـَٔةِ الطَّیْرِ ، پرندے کی شکل کی طرح بنا کر۔فَاَنْفُخُ فِیْهِ ،پس میں اس میں پھونک مارتا ہوں۔فَیَكُوْنُ طَیْرًۢا ،پس ہو جاتا ہے وہ پرندہ۔بِاِذْنِ اللّٰهِ، اللہ تعالیٰ کے حکم کے

ساتھ۔ یعنی وہ مٹی سے بنایا ہوا پرندہ سچ مچ اڑ جائے گا۔ رہی یہ بات کہ وہ کون سا پرندہ تھا؟ تو مفسرینِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ چمگادڑ تھا۔ اور چمگادڑ کافی چیزوں میں انسان کے مشابہ ہے۔ لطیفہ۔ ڈارون، ہیکسلے، ہیگل، اور ہیون یہ سائنس دان گزرے ہیں ان مردودوں کی تحقیق یہ ہے کہ انسان پہلے مینڈک تھا۔ پھر بندر بنا دم کٹی تو انسان بن گیا۔ یہ ڈارون کا نظریہ تھا۔ پھر ان کے مقابلے میں ایسے ہی پاگل اور اٹھے وہ افریقہ اور دوسرے ملکوں کے سائنس دان ہیں وہ کہتے ہیں کہ ڈارون کا نظریہ غلط ہے۔ کہ انسان بندر سے بنا ہے۔ بلکہ انسان چمگادڑ سے بنا ہے۔ اے آدم کے بیٹو! انسان کو انسان ہی رہنے دو۔ تمہیں کیا تکلیف ہے۔ کبھی مینڈک بناتے ہو۔ کبھی بندر بناتے ہو۔ کبھی چمگادڑ بناتے ہو۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے انسان ہی بنایا ہے۔ چنانچہ فرمایا وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ، اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا۔ ان لوگوں کی عقلیں ماری گئی ہیں۔ یہ بے وقوف لوگ ہیں۔ انسان جس شکل میں ہے، رب تعالیٰ نے اسی شکل میں پیدا فرمایا ہے۔ باقی سب خرافات ہیں۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام مٹی سے چمگادڑ بناتے۔ اس میں پھونک مارتے وہ رب تعالیٰ کے حکم سے اُڑ کر چلی جاتی۔ اور یہ منظر سب لوگ دیکھتے تھے۔ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ، اور اچھا کرتا ہوں میں مادرزاد اندھوں کو۔ اکمہ، مادرزاد اندھے کو کہتے ہیں۔ اور اس کا طب اور ڈاکٹری کی دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ مگر عیسیٰ علیہ السلام اس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرتے تھے۔ وہ بینا ہو جاتا تھا۔ اور اس طرح دیکھتا تھا جس طرح میں اور آپ ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں۔ وَ الْاَبْرَصَ، اور برص والوں کو ٹھیک کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔ برص پھلبہری کو بھی کہتے ہیں۔ اور برص کا معنیٰ جذام کا بھی کیا ہے۔ اور جذام میں سوداوی مادہ بڑھ جاتا ہے۔ اور اس کے مریض کے ہاتھ پاؤں کی انگلیاں اور ناک وغیرہ گل کر گر جاتے ہیں۔ اور طب والے کہتے ہیں کہ یہ متعدی

بیماری ہے۔ یعنی ایک سے دوسرے کو لگ جاتی ہے۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ فِرَّ مِنَ الْمَجْزُوْمِ فِرَارَکَ مِنَ الْاَسَدِ، کوڑھے، سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے بھاگا جاتا ہے۔ ہاں اگر کسی کا ایمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسا ہو تو الگ بات ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجذوم کے ساتھ بیٹھ کر روٹی کھائی بھی ہے اور کھلائی بھی ہے۔ اور یہ دیکھ کر لوگ حیران رہ گئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔ مگر عوام کا حال یہ ہے کہ اگر کسی بیمار کی تیمارداری کے لئے جائیں اور اس کے اسی مرض سے بیمار ہو جائیں۔ تو اسی کی طرف نسبت کرتے ہیں کہ فلاں نے مجھے بھی بیمار کر دیا ہے۔ لہٰذا عقیدے کی اصلاح ضروری ہے۔ اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس نے قرآن یاد کیا اور پھر بھول گیا۔ اس کو قیامت والے دن کوڑھا کر کے اٹھایا جائے گا۔ اس واسطے میں کہا کرتا ہوں کہ ہر بچے کو حفظ نہ کراؤ پہلے تم اس کا حافظہ دیکھ لو اگر حافظہ قوی ہے قرآنِ پاک کو یاد رکھ سکتا ہے تو ٹھیک ہے۔ ورنہ حفظ نہ کراؤ۔ کیونکہ یاد کرنا فرض نہیں ہے، فضیلت کی بات ہے۔ لیکن یاد کر کے بھول جانا بہت بڑا گناہ ہے۔ اور میں اساتذہ کو بھی سبق دیتا ہوں کہ تم بچے کا اندازہ لگاؤ لڑکا ہو یا لڑکی وہ اس طرح کہ اس کو ایک پارہ یاد کراؤ۔ اور دیکھو کہ کتنی دیر میں یاد کیا ہے۔ منزل کیسی ہے، اگر مضبوط حافظے والا ہے تو ٹھیک ہے، ورنہ قرآنِ پاک کا ترجمہ اور دوسرے دینی علوم اس کو پڑھاؤ۔ کیونکہ یہ بھی دین کا حصہ ہیں۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کوڑھ کی بیماری والے کو بھی ٹھیک کرتے تھے، اللہ تعالیٰ کے فضل سے۔ اور ایمان کی شرط کے ساتھ وہ اس طرح کہ بیمار سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے کہ دیکھ بھائی ٹھیک اللہ تعالیٰ نے کرنا ہے۔ میرا کام ہے ہاتھ پھیرنا۔ باقی کارروائی میرے بس میں نہیں ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ لیکن یہ وعدہ کر کہ مثال کے طور پر رب تعالیٰ تجھے آنکھیں بینائی والی عنایت فرمادے تو تو ایمان

لے آئے گا۔ یا تو مومن ہو جائے گا۔ اگر وہ کہتا کہ ہاں میں ایمان لے آؤں گا۔ تب ہاتھ پھیرتے تھے۔ اسی طرح برص کے مرض والے کے ساتھ بھی پہلے طے کر لیتے تھے۔ اور تفسیر جلالین وغیرہ میں لکھا ہے کہ تقریباً پچاس ہزار آدمی ان بیماریوں والے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اچھے کئے۔ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ، اور زندہ کرتا ہوں مُردوں کو اللہ تعالیٰ کے حکم کیساتھ۔ اس مقام پر تفسیروں میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے چار مردوں کو زندہ کیا۔ پہلا حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا سام تھا۔ ویسے حضرت نوح علیہ السلام کے چار بیٹے تھے سام، حام، یافث، اور کنعان جس کا نام یام تھا۔ یہ کفر پر مرا۔ باقی تین مسلمان تھے۔ تو سام کو زندہ کیا۔ وہ کچھ مدت زندہ رہا پھر فوت ہوگیا۔ دوسرا عازر رحمہ اللہ تعالیٰ تھا۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوست تھا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کو زندہ کیا۔ اور یہ دیر تک زندہ رہا۔ اس نے شادی بھی کی اور اولاد بھی ہوئی۔ تیسرا ایک بوڑھی عورت تھی۔ اس کا بیٹا تھا۔ اس کے فوت ہونے پر وہ بیچاری غمگین رہتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کو زندہ کیا۔ وہ بھی دیر تک زندہ رہا۔ اور آگے اس سے نسل چلی چوتھا ایک چونگی پر ملازم تھا، عاشر اس کا نام تھا۔ اس کی بیٹی فوت ہوگئی اور یہ بیچارہ بڑا غمگین رہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی بیٹی کو زندہ کیا۔ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ، اور میں تمہیں خبر دیتا ہوں اس چیز کی جو تم کھاتے ہو۔ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ، اور جو تم ذخیرہ کرتے ہو اپنے گھروں میں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہ خبریں صرف بنی اسرائیل کی قوم کو دیتے تھے کہ تو فلاں چیز کھا کے آیا ہے اور تو نے گھر کے فلاں کونے میں یہ چیز رکھی ہے۔ اور فلاں کونے میں یہ چیز رکھی ہے۔ اور یہ سب خبریں بطور معجزے کے تھیں۔ اور خاص بنی اسرائیل قوم کے لئے تھیں۔ حالانکہ وہاں اور بھی کافی قومیں آباد تھیں۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ صرف بنی اسرائیل کے واسطے رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔ لہٰذا ان سب چیزوں کا

تعلق قوم بنی اسرائیل کے ساتھ تھا۔ چنانچہ انجیل متی میں مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے حواریوں اور شاگردوں کو درس دے رہے تھے ایک عورت آئی اور کہنے لگی کہ میں بھی آپ سے کچھ فیض حاصل کرنا چاہتی ہوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تیرا کس خاندان سے تعلق ہے؟ اس نے کہا کہ کنعان کے خاندان سے یہ بنی اسرائیل سے الگ ایک خاندان تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا فیض تیرے لئے نہیں ہے۔ کیونکہ میرا فیض صرف بنی اسرائیل کے لئے ہے۔ تو میری کلاس میں شامل ہی نہیں ہے۔ وہ عورت بھی بڑی ضدی تھی بیٹھی رہی اور بار بار کہتی رہی کہ مجھے بھی فیض دو شاگردوں نے کہا کہ حضرت اس عورت سے جان چھڑاؤ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے تو اس کو بڑے احسن طریقے سے کہہ دیا ہے۔ کہ میرا فیض تیرے لئے نہیں ہے۔ میں تو صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ (لیکن افسوس کہ آج ان بھیڑوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کھیتی چر لی ہے)۔ پھر فرمایا لڑکوں کی روٹی لے کر کتوں کو ڈال دینا اچھا نہیں۔ یعنی گھر کے بچوں کے لئے ضرورت کے مطابق جو کھانا تیار کیا ہے۔ وہ کتوں کو نہ ڈالو، یہ مثال ہے کہ میرا وقت تمہارے لئے نہیں ہے۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوۃ صرف بنی اسرائیل کے لئے تھی۔ اور جب قیامت سے پہلے آئیں گے تو وصفِ نبوۃ کے ساتھ آئیں گے کیونکہ نبوۃ چھینی نہیں جاتی۔ مگر آئیں گے امتی ہونے کی حیثیت سے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جرنیل اور باوفا کمانڈر کی حیثیت سے اسلام کو نافذ کریں گے۔ اور جس علاقے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے وہاں اسلام کے بغیر کوئی اور دین باقی نہیں رہے گا۔ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لَّکُمۡ، بے شک البتہ اس میں نشانی ہے تمہارے واسطے۔ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ۝ اگر ہو تم مومن۔ یعنی اتنے معجزے تمہیں دکھا دیئے کہ بفضل اللہ تعالیٰ نابینا، بینا ہو گئے مردے زندہ ہو گئے۔ اتنی چیزیں

دیکھ کر بھی اگر تم ایمان نہ لاؤ۔ تو ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ یہودی کہتے تھے کہ یہ ہمارے دین کا مخالف ہے۔ کیونکہ یہودیوں نے دین کی شکل مسخ کر کے رکھ دی تھی۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کی اصلاح فرماتے تھے۔ جس طرح آج کل اہلِ بدعت (بریلویوں) نے اس دین کا حلیہ بگاڑ کے رکھ دیا ہے۔ جو دین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش فرمایا تھا۔ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ سے حاصل کر کے اس پر عمل کیا تھا۔ جو تابعین، تبع تابعینؒ سے چلا آ رہا تھا۔ اسے اس حد تک بگاڑا کہ جو بدعات ہیں وہ سنت بن گئی ہیں اور جو سنت کو بیان کرے، حق بیان کرے اس کو وہابی کہہ دیتے ہیں۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب اصل دین پیش کرتے تو یہودی کہتے کہ یہ ہمارے دین کا مخالف ہے۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کا شبہ دور فرمایا۔ کہ ظالمو! سن لو میں تو وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ، اور میں تصدیق کرنے والا ہوں اس چیز کی جو مجھ سے پہلے نازل ہوئی۔ مِنَ التَّوْرٰةِ، تورٰۃ سے۔ یعنی میں تو، تورٰۃ کا مصداق ہوں۔ جھٹلانے والا نہیں ہوں۔ میرا تو اصل مذہب ہی تورٰۃ ہے۔ تم نے تورٰۃ کی تعلیم کو بدل ڈالا ہے۔ میں تصحیح کرنے کے لئے آیا ہوں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مخالفت کا اس وجہ سے بھی ان کو موقع مل گیا (آٹھویں پارے میں اس کا ذکر آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ) کہ یہود کی سرکشی اور نافرمانی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر کچھ چیزیں حرام فرمائی تھیں۔ مثلاً اونٹ اور بطخ اور شتر مرغ، ان پر حرام تھا۔ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ، یہ سزا ہم نے ان کو دی تھی ان کی شرارت کے سبب سے۔ یہ چیزیں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعے ان پر حلال فرمادیں۔ یہودیوں کو بڑا مضبوط بہانہ مل گیا کہ دیکھو جی! یہ چیزیں حرام تھیں۔ اور یہ کہتا ہے حلال ہیں۔ یہ ہمارے دین کو بگاڑتا ہے۔ یہودیوں نے احتجاج کیا۔ مظاہرے کئے کہ اس شخص کو روکو۔ اس کو سولی پر لٹکاؤ۔ یہ ہمارے بڑوں کی تعلیم کی

مخالفت کرتا ہے۔اس وقت رومیوں کی حکومت تھی۔اور شام کا گورنر تھا ہیروڈ اس نے مرکز کو حالات سے آگاہ کیا اگلی آیات میں بات آرہی ہے کہ جب انہوں نے بہت شور ڈالا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر لٹکانے کا پروگرام بنا لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے سارے منصوبے خاک میں ملا دیئے۔اور عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے پاس اٹھالیا۔فرمایا، وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِیْ حُرِّمَ عَلَیْكُمْ، اور تا کہ میں حلال کردوں تمہارے واسطے بعض وہ چیزیں جو تم پر حرام کی گئی تھیں۔یعنی جو چیزیں تمہاری سرکشی اور نافرمانی کی وجہ سے حرام کی گئی تھیں وہ اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تم پر حلال کردی ہیں۔وَجِئْتُكُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ، اور میں لایا ہوں تمہارے پاس نشانیاں تمہارے رب کی طرف سے۔فَاتَّقُوا اللّٰهَ، پس اے لوگو! ڈرو تم رب تعالیٰ سے۔وَاَطِیْعُوْنِ ○ اور میری اطاعت کرو اور یہ چیزیں چونکہ عموماً انسان سے صادر نہیں ہو سکتیں مثلاً مٹی کا پرندہ بنا کے اڑا دینا۔مردے کو زندہ کردینا کوڑھے کو اچھا کردینا۔اندھے کو بینا کردینا۔تو کہیں یہ نرالی اور اوپری چیزوں کا مجھ سے صدور دیکھ کر مجھے رب نہ سمجھ لینا۔اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبُّكُمْ ، بے شک اللہ تعالیٰ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔یہ تو معجزے ہیں رب تعالیٰ نے میرے ہاتھ پر صادر کئے ہیں۔فَاعْبُدُوْهُ ، پس تم اس کی عبادت کرو اس کی یعنی عبادت صرف رب کی کرنی ہے۔هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ○ یہ ہے سیدھا راستہ۔جس کی دعوت دینے کے لئے میں آیا ہوں۔

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۵۲﴾ رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۵۴﴾ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۵۵﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۫ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۷﴾

فَلَمَّا ،پس جس وقت۔ اَحَسَّ عِيْسٰى محسوس کیا عیسیٰ علیہ السلام نے۔ مِنْهُمُ ،ان بنی اسرائیلوں سے۔ الْكُفْرَ ،کفر۔ قَالَ ،فرمایا۔ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ،کون میری مدد کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں جانے تک۔ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ ،کہا حواریوں نے۔ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ،ہم اللہ تعالیٰ کے دین کے

مددگار ہیں۔ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ، ایمان لائے ہم اللہ تعالیٰ پر۔ وَ اشْهَدْ، اور اے عیسیٰ علیہ السلام گواہ بن جانا۔ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ○، بے شک ہم فرمانبردار ہیں۔ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا، اے ہمارے رب ہم ایمان لائے۔ بِمَاۤ اَنْزَلْتَ، اس چیز پر جو تو نے نازل کی۔ وَ اتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ، اور ہم نے پیروی کی رسول کی۔ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ○، پس تو لکھ ہمیں حق کی گواہی دینے والوں میں سے۔ وَمَكَرُوْا، اور ان کافروں نے تدبیریں کیں۔ وَمَكَرَ اللّٰهُ، اور اللہ تعالیٰ نے بھی تدبیر کی۔ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ○، اور اللہ تعالیٰ تدبیر کرنے والوں میں سے سب سے بہتر ہے۔ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰۤى، جب فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے عیسیٰ علیہ السلام۔ اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ، بے شک میں تجھے پورا پورا لینے والا ہوں۔ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ، اور اپنی طرف تجھے اٹھانے والا ہوں۔ وَمُطَهِّرُكَ، اور تجھے پاک کرنے والا ہوں۔ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا، ان لوگوں سے جو کافر ہیں۔ وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ، اور کرنے والا ہوں ان لوگوں کو۔ اتَّبَعُوْكَ، جنہوں نے تیری پیروی کی۔ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا، اوپر ان لوگوں کے جو کافر ہیں۔ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ، قیامت کے دن تک۔ ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ، پھر میری طرف ہی ہے تمہارا لوٹنا۔ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ، پس میں فیصلہ کروں گا تمہارے درمیان۔ فِيْمَا، ان چیزوں میں۔ كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ○، کہ جن میں تم اختلاف کرتے تھے۔ فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا، پس بہر حال وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا۔ فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا، پس میں ان کو سزا دوں گا سخت سزا۔ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ○، اور نہیں ہوگا ان کا کوئی مدد گار۔ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا، اور بہر حال وہ لوگ جو ایمان لائے۔ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ، اور عمل کئے انہوں نے اچھے۔ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ، پس ان کو اللہ تعالیٰ پورے پورے اجر دے گا۔ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ○، اور اللہ تعالیٰ نہیں محبت کرتا ظالموں کے ساتھ۔

اس سے پہلی آیات میں ان معجزات کا ذکر تھا۔ جو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر ظاہر فرمائے۔ مثلاً مٹی کا پرندہ بنا کر اس میں پھونک مارنا اور اس کا اللہ تعالیٰ کے حکم سے پرندہ بن کر اڑ جانا۔ اور مادرزاد اندھے کا بینا ہو جانا۔ اور پھل بہری والے کا ٹھیک ہو جانا۔ مردوں کا زندہ ہونا۔ اور یہ سب کچھ لوگوں نے آنکھوں سے دیکھا مگر لوگ ضد پر اڑے رہے اور ہٹ دھرمی سے باز نہیں آئے۔ حالانکہ یہ کوئی معمولی نشانیاں نہیں تھیں۔ مگر ضد اور ہٹ دھرمی کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ کہ ایک آدمی اس بات پر ڈٹا ہوا ہے کہ میں نہیں مانتا۔ تو اس کو کون منوا سکتا ہے؟ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حجت پوری کر دی۔ زبانی طور پر بھی ان کو سمجھایا اور عملی طور پر یہ سارے معجزے بھی ان کو دکھائے لیکن ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ بلکہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف سازشیں شروع کر دیں اس کا ذکر ہے فرمایا۔ فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ، پس جب محسوس کیا عیسیٰ علیہ السلام نے ان بنی اسرائیلیوں سے کفر کہ انہوں نے یہ سب کچھ دیکھ سن کر بھی انکار کر دیا ہے الٹا میرے خلاف منصوبے بنا رہے ہیں۔ تو قَالَ، فرمایا۔ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ، رب تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے کون میری مدد کرے گا؟ کیونکہ عالمِ اسباب میں دارومدار اسباب پر ہے۔ اگر چہ اسباب میں اثر رب رکھتا ہے مگر اسباب کو مدِ نظر رکھنا ضروری ہے۔ اس واسطے فرمایا اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے میری مدد کون کرے گا؟ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ، کہا حواریوں نے۔ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ، ہم اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرنے والے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کو حواری کہنے کی ایک وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ حواری حور سے ہے اور حور کے معنیٰ ہیں سفیدی کیونکہ ان کے دل بڑے صاف تھے۔ جو دل میں ہوتا تھا زبان پر بھی وہی ہوتا تھا ان میں دورنگی نہیں تھی۔ کہ دل کسی طرف ہو اور

زبان کسی طرف ہوتو اس واسطے ان کو حواری کہا گیا ہے کہ وہ دل کے بڑے صاف تھے۔اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے چمڑے سفید تھے یعنی سفید فام لوگ تھے۔اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ دھوبی تھے۔کپڑے سفید کرتے تھے اس واسطے ان کو حواری کہا گیا۔غریب تھے لیکن تھے مومن اور یادرکھنا دنیا میں جو جائز پیشے ہیں ان سے اسلام نہیں روکتا اور یہ وجہ بھی بیان کی گئی ہے کہ وہ سفید کپڑے پہنتے تھے۔اس واسطے ان کو حواری کہا گیا ہے کیونکہ حور کے معنیٰ سفیدی کے ہوتے ہیں یہ ساری وجوہ تفسیروں میں موجود ہیں تو یہ حواری اگرچہ بہت تھوڑے آدمی تھے مگر مخلص تھے۔اور اخلاص کا اثر کچھ اور ہوتا ہے تو حواریوں نے کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرنے والے ہیں۔اٰمَنَّا بِاللّٰهِ، ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لاچکے ہیں۔ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝، اور اے عیسیٰ علیہ السلام گواہ بن جانا بے شک ہم فرمانبردار ہیں۔اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بھی ہیں۔اور آپ کی فرمانبرداری بھی کریں گے۔پھر ان حواریوں نے دعا کی۔رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ، اے ہمارے رب ہم ایمان لائے اس چیز پر جو تو نے نازل کی عیسیٰ علیہ السلام پر۔یعنی کتاب انجیل نازل فرمائی وحی نازل فرمائی۔اور ان پر جو معجزات نازل فرمائے ہم سب پر ایمان لائے۔ وَ اتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ، اور اے پروردگار ہم نے تیرے رسول عیسیٰ علیہ السلام کی پیروی کی۔فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۝، پس تو اے پروردگار ہمیں لکھ دے ان لوگوں کیساتھ جو حق کی گواہی دینے والے ہیں۔یعنی ہمیں بھی حق کی گواہی دینے والوں میں شامل فرما۔کہ ہم بھی گواہی دیتے ہیں کہ اے پروردگار تو ہمارا رب ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیغمبر ہیں۔اور ان پر جو کتاب نازل ہوئی ہے حق ہے اور ان کو جو معجزات دیئے گئے ہیں حق ہیں ہمارا ان سب پر ایمان ہے۔ وَمَكَرُوْا، اور ان کافروں نے تدبیریں کیں۔وَمَكَرَ اللّٰهُ، اور اللہ تعالیٰ نے بھی

تدبیریں کیں تفسیروں میں موجود ہے اور تاریخ میں بھی مذکور ہے کہ شام کا صوبہ تھا رومیوں کی بادشاہی تھی۔ اور ہیرورد اس وقت رومیوں کی طرف سے شام کا گورنر تھا۔ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف بڑا شور مچایا احتجاج کیا جلوس نکالے نعرے بازی کی کہ ایک ایسا شخص کہ نسب بھی معلوم نہیں ہے وہ نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کے ہاتھ پر جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ سب جادو ہے اور یہ جادوگر ہے۔ بڑا شور مچایا گلیوں میں محلوں میں کیونکہ اکثریت ان کی تھی اور حواری تو گنتی کے لوگ تھے۔ جو اکثر عیسیٰ علیہ السلام کے پاس رہتے تھے۔ تاکہ ان کو کوئی تکلیف نہ پہنچائے یہودی احتجاج کرتے ہوئے گورنر کے پاس گئے اور کہا کہ تم ہمارے حاکم ہو گورنر ہو ہماری پریشانی کا سدِ باب کرو۔ اس شخص نے ہمارے دین میں فتور ڈالا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو اصلاحات کی تھیں وہ گورنر کے سامنے رکھیں اور کہا کہ ہمارے باپ دادا یہ کرتے تھے۔ اور یہ اس طرح کہتا ہے اور جو کچھ ہمارے باب دادا کرتے تھے اس سے ہمیں روکتا ہے لہٰذا اس کو سولی پر لٹکاؤ اس کو اس طرح سمجھو جس طرح آج کل اہلِ بدعت ہیں کہ جتنی بدعات ہیں وہ ان کا دین ہے اور اہلِ سنت والجماعت کی علامات سمجھی جاتی ہیں اور جو بدعات کا رد کرے اس کے خلاف سراپا احتجاج بن جاتے ہیں۔ اور اس کو وہابی کہتے ہیں اور جس کو وہابی کہہ دیا بس وہ اچھوت بن گیا لہٰذا ایک دفعہ وہابی کہہ دینا کافی ہے۔ حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ ایک واقعہ سنایا کرتے تھے کہ ہمارے گاؤں میں ایک ہندو دوکاندار تھا محلے کی مسجد کا امام روزانہ اس سے تھوڑی سی نسوار مانگ کر لے جاتا اور پیسے نہیں دیتا تھا۔ (امام نسوار کا عادی تھا اور شرعاً نسوار مکروہ ہے)۔ ایک دن اس ہندو دوکاندار نے کہا میاں جی تم روزانہ مفت نسوار لے جاتے ہو میں بھی کمزور آدمی ہوں اور میرے بال بچے بھی ہیں۔ اور یہ

نسوار میں خرید کر لاتا ہوں مجھے کوئی پیسہ دھیلا دے دیا کرو۔ میاں جی کو یہ بات بڑی ناگوار گزری کہ مجھ سے پیسے مانگتا ہے۔ کہنے لگا میں تیرا علاج کر لیتا ہوں۔ نماز کا وقت ہوا مسجد میں پہنچے نماز پڑھائی نماز سے فارغ ہو کر مقتدی جانے لگے تو میاں جی نے آواز دی کہ ذرا ٹھہر جاؤ میں نے تمہارے ساتھ ایک بات کرنی ہے۔ مقتدی بیٹھ گئے تو میاں جی نے کہا کہ فلاں ہندو دوکاندار وہابی ہو گیا ہے اس سے سودا نہ لینا کئی دن گزر گئے اس سے کسی نے سودا نہ خریدا وہ بے چارہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گیا ایک دن مولوی صاحب وہاں سے گزرے تو کہنے لگے تجھے پتہ چل گیا ہے نا! اس کو تو پتہ چل ہی گیا تھا کہ میاں جی نے مجھے وہابی بنا دیا ہے ہندو نے کہا میاں جی میں توبہ کرتا ہوں۔ مجھے معاف کر دو اور نسوار جتنی چاہتے ہو لے جایا کرو۔ مگر میرے سے یہ وہابیت کی دم اتار دو۔ (ڈبلیو، ڈبلیو ہنٹر نامی ایک انگریز تھا اس نے وہابی کا لفظ ایجاد کیا۔ اس نے کہا تھا کہ ہم نے ان کے ساتھ ایک ایسی دم لگا دی ہے کہ ساری زندگی اتارتے پھریں اترے گی نہیں) تو جب یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر لٹکانے کا مطالبہ کیا تو گورنر نے کہا دیکھو ملک میں ایسی باتیں ہوتی رہتی ہیں حوصلے سے کام لو یہ پھر گورنر کے پاس گئے اور کہنے لگے.........اگر تم نے کچھ نہ کیا تو پھر ہم خود اس کا علاج کریں گے گورنر نے مرکز کو خط لکھا کہ بنی اسرائیلیوں میں سے ایک آدمی ہے وہ نئی نئی باتیں کرتا ہے اور سب لوگ اس کے مخالف ہو گئے ہیں اور اس کو سولی پر لٹکانے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ میرے لئے کیا حکم ہے؟ مرکز نے کہا کہ اگر ایک آدمی کو سولی پر لٹکانے سے ملک میں امن قائم ہوتا ہے تو لٹکا دو کونسا وہ ہمارے چچے کا بیٹا ہے۔ پولیس رومی تھی کیونکہ حکومت رومیوں کی تھی جس طرح ہم پر انگریز مسلط تھے پولیس والوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زیادہ شناخت نہیں تھی۔ کیونکہ ان کو ملاقات

کا زیادہ موقع نہیں ملا تھا۔ انہوں نے شمعون قرینی کو سولی پر لٹکا دیا۔ کیونکہ اس کی شکل حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملتی جلتی تھی۔ جس طرح میرے ساتھ میرے چھوٹے بھائی صوفی عبدالحمید کی شکل ملتی ہے اس کی وضع قطع بالکل میری طرح ہے ایک آدھ دفعہ دیکھنے والا ہمارے درمیان فرق نہیں کر سکتا۔ کہ بڑا کون ہے اور چھوٹا کون ہے رند کون ہے؟ اور صوفی کون ہے؟ بالکل اسی طرح شمعون قرینی کی شکل حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملتی تھی اور یہ بات خود انگریز تسلیم کرتا ہے کہ جس کو سولی پر لٹکایا گیا وہ شمعون قرینی تھا۔ چنانچہ برٹانیکا انسائیکلو پیڈیا میں اس کی تصریح موجود ہے تو شمعون قرینی کو سولی پر لٹکا کر وہ مطمئن ہو گئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے زندہ آسمانوں پر اٹھا لیا اور وہ اس وقت بھی آسمانوں پر زندہ موجود ہیں قیامت کے قریب زمین پر نازل ہوں گے۔ اور ان کے نازل ہونے کی نشانیاں قریب آ رہی ہیں۔ دیکھو کب نازل ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں۔ تو انہوں نے تدبیریں کیں مارنے کی۔ وَمَكَرَ اللّٰهُ، اور اللہ تعالیٰ نے بھی تدبیر کی بچانے کی۔ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ☆، اور اللہ تعالیٰ تدبیر کرنے والوں میں سے سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ، جب فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے عیسیٰ (علیہ السلام)! بے شک میں تجھے پورا پورا لینے والا ہوں۔ نوجوان ساتھیو! یاد رکھنا۔ مرزائیت کا فتنہ بھی بہت بڑا فتنہ ہے۔ اور باوجود اس کے کہ وہ قانوناً بھی غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جا چکے ہیں۔ اور ان پر اس بات کی پابندی ہے کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہیں۔ مگر پھر بھی وہ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتے۔ بیرون ملک بھی انہوں نے کئی مسلمانوں کو مرتد کیا ہے۔ اور ملک میں بھی کم نہیں ہوئے۔ بلکہ یہاں بھی لوگوں کو مختلف لالچ دے کر (مال کا، ملازمتوں کا، باہر بھیجنے والوں کے لئے ویزوں کا) احمدی بنا رہے

ہیں اور وہ بے ایمان ویزے لے کر احمدی بن کر باہر جاتے ہیں اور اپنا ایمان ضائع کر دیتے ہیں لوگوں کو مغالطہ ہے کہ ہم نے زبانی طور پر اس طرح کر کے داؤ لگایا ہے کہ ویزا حاصل کرلیا ہے بے شک چاہے وہ دل میں خوش ہوں مگر ایسا کرنے سے وہ کافر ہو گئے ہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں فلاں کام کروں تو ہندو ہو جاؤں یا عیسائی ہو جاؤں، یا یہودی ہو جاؤں تو شریعت میں وہ ایسا ہی ہو گیا چاہے وہ اپنے آپ کو مسلمان سمجھے لہٰذا میں ایک اہم مسئلہ سمجھانا چاہتا ہوں اس کو نوٹ کرلیں۔ اس پر تمام اہلِ حق کا اتفاق ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور مرزائی قادیانی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں اور اس آیتِ کریمہ سے دھوکہ دیتے ہیں۔ اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسٰی اِنِّی مُتَوَفِّیْکَ، اور ترجمہ کرتے ہیں جب فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے عیسیٰ علیہ السلام! بے شک میں تجھے وفات دوں گا۔ پھر کہتے ہیں کہ دیکھو قرآن میں ہے کہ میں تجھے وفات دوں گا۔ اور عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے۔ تو عوام جن کو علم سے مَس نہیں ہے وہ دھوکہ کھا جاتے ہیں کہ واقعی قرآن میں مُتَوَفِّیْکَ کا لفظ موجود ہے۔ اب ذرا غور سے بات کو سمجھیں یہ جو لفظ ہے۔ مُتَوَفِّیْ، اس کا مجرد مادہ وفات نہیں ہے بلکہ وَفَا ہے اگر مجرد مادہ وفات ہو تو معنیٰ ہے فوت ہونا اور جب باب تفعُّل پر لے جائیں گے تو معنیٰ ہوگا وفات دینا۔ اور اگر مجرد مادہ وفا ہو تو معنیٰ ہے پورا کرنا چنانچہ مقولہ ہے۔ "اَلْکَرِیْمُ اِذَا وَعَدَ وَفَا" ۔ شریف آدمی جب وعدہ کرتا ہے تو پورا کرتا ہے اسی طرح وعدہ وفا مشہور لفظ ہے۔ اور جب اس کو بابِ تفعُّل پر لے جائیں گے تو معنیٰ بنے گا پورا پورا لینا۔ تو اِنِّی مُتَوَفِّیْکَ، کا معنیٰ بنتا ہے بے شک میں تجھے پورا پورا لینے والا ہوں یہ یہودی تیرا بال بھی بیکا نہیں کرسکیں گے اور اگر بالفرض ہم مان بھی لیں کہ یہ وفات سے ہے اور اس کا معنیٰ ہے۔

"مُمِيْتُكَ" ۔ کہ میں تجھے مارنے والا ہوں ۔تو مُتَوَفِّيْ، اسمِ فاعل کا صیغہ ہے اور اسمِ فاعل میں مضارع کی طرح حال کا معنیٰ بھی آتا ہے اور استقبال کا معنیٰ بھی آتا ہے ۔تو اس صورت میں معنیٰ بنے گا'' اے عیسیٰ! میں تجھے اپنے وقت پر وفات دوں گا'' ۔وَرَافِعُكَ اِلَيَّ ،اور اب میں اپنی طرف تجھے اٹھاتا ہوں ۔لہٰذا اس صورت میں بھی قادیانیوں کا دعویٰ صحیح نہیں ہے ۔کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوگئے ہیں ۔اور چھٹے پارے میں آتا ہے ۔"وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ" ۔حالانکہ انہوں نے نہیں قتل کیا عیسیٰ علیہ السلام کو اور نہ ان کو سولی پر چڑھایا بلکہ بات ان کے لئے مشتبہ کردی گئی ۔مزید فرمایا ۔"وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْناً بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ" ۔اور نہیں قتل کیا انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو یقیناً بلکہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھا لیا اسی طرح متواتر درجے کی احادیث ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر زندہ ہیں اور قیامت سے پہلے زمین پر تشریف لائیں گے ۔اس موضوع پر میرا چھوٹا سا رسالہ ہے ۔" توضیح المرام فی نزول المسیح علیہ السلام" ۔اس میں قرآن کریم کی آیات کی تفسیر بھی ہے اور احادیث بھی باحوالہ ذکر کی ہیں اور علم کلام فقہ ،تاریخ ،اور صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے حوالے بھی ذکر کئے ہیں ۔اس کا مطالعہ کر لینا ۔وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ،اور تجھے پاک کروں گا ان لوگوں سے جو کافر ہیں ۔دیکھئے اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو فرمایا کہ میں تجھے پاک کروں گا ادھر قادیانی کہتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی قبر سرینگر میں ہے ۔اور حوالہ دیتا ہے فرانس کے ایک انگریز کا ۔جیسے روح ویسے فرشتے ،جیسا مرزا اور اس کے دعوے ویسے ہی اس کی نبوت کے لئے گواہ ۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام شام میں تھے اور وہاں مسلمان بھی تھے ۔اگرچہ تھوڑے تھے مگر

تھے ضرور۔اور اس زمانے میں کشمیر تو خالص کفر گڑھ تھا۔تو اللہ تعالیٰ نے اچھا پاک کیا کہ جہاں تھوڑے بہت مسلمان تھے وہاں سے نکال کر کفر گڑھ میں پہنچادیا۔لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ ، اور کرنے والا ہوں ان لوگوں کو جنہوں نے تیری پیروی کی ۔فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ،اوپر ان لوگوں کے جو کافر ہیں قیامت کے دن تک ۔صاحب روح المعانی اور علامہ رازی رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کامل پیروی تو کی ہے مسلمانوں نے اور ناقص پیروی کی ہے عیسائیوں نے اور ان دونوں کا آج تک یہودیوں پر تسلط چلا آرہا ہے۔میں کہتا ہوں کہ آج اگر امریکہ بے ایمان اور فرانس اور برطانیہ شیطان اسرائیل کی پشت پناہی سے ہٹ جائیں تو اسرائیل چند گھنٹے نہیں ٹھہر سکتا۔تو عیسیٰ علیہ السلام کی اتباع کی عیسائیوں نے اور کفر کیا یہودیوں نے ۔تو عیسائیوں کی یہودیوں پر آج تک فوقیت چلی آرہی ہے اور قیامت تک رہے گی۔ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ○ ،پھر میری طرف ہے تمہارا لوٹنا پس میں فیصلہ کروں گا تمہارے درمیان ان چیزوں میں کہ جن میں تم اختلاف کرتے تھے۔وہ فیصلہ اس طرح ہوگا کہ۔فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ،پس بہر حال وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا۔فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا،پس میں ان کو سزا دوں گا سخت سزا۔فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔وہ قتل ہوں گے جزیہ دیں گے،اور ہمیشہ ڈرتے رہیں گے،اس وقت اس علاقے میں مسلمانوں کی افرادی قوت بہت زیادہ ہے کہ بارہ کروڑ ہیں اور یہودی اسی لاکھ بھی نہیں ہیں۔مگر ساری دنیا میں یہودی اسلحہ کے اعتبار سے تیسرے نمبر پر ہیں۔اور اس اسلحہ سے شہزادے ڈرتے ہیں۔حالانکہ یہودی بزدل ہیں۔اگر کسی وقت جذبات میں آکر چند نوجوان کھڑے ہوجائیں تو یہودیوں کا

پاخانہ خطا ہو جاتا ہے۔اور پوچھتے پھرتے ہیں کیا ہوا کیا بنا جو قوم موت سے ڈرتی ہے وہ ترقی نہیں کرسکتی کاش کہ ان بے غیرت مسلمانوں میں کچھ غیرت آ جائے۔تو بڑی بات ہے۔مگر یہ بہت بے غیرت بن گئے ہیں شام نے امریکہ سے رقم لے کر صلح کی ہے۔اور مصر نے امریکہ سے رقم لے کر نہ لڑنے کا معاہدہ کیا ہے۔او بے ایمانو! کچھ تو خیال کرو یہ نام کے مسلمان ہیں حقیقت میں پرلے درجے کے بے ایمان ہیں اور سب سے بڑے شیطان سعودیہ کے حکمران ہیں جنہوں نے ایک لاکھ بیس ہزار امریکی فوج لا کر عرب میں بٹھائی ہے۔حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے۔"اَخْرِجُوْا الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارىٰ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ"۔ یہود و نصاریٰ کو عرب کے جزیرہ سے نکال دو۔یہ حدیث جب علماء کرام نے ممبروں پر پڑھی تو سعودی حکومت کو تکلیف ہوئی اور انہوں نے علماء کرام کو گرفتار کر کے جیلوں میں ڈال دیا۔اس وقت بھی سینکڑوں علماءِ کرام جیلوں میں پڑے ہیں۔تاکہ شہزادوں کی حکومت برقرار رہے۔ اقتدار بہت بری چیز ہے۔اگر صحیح نہ ہو تو پھر ایسی ہی کارروائی ہوتی ہے۔تو فرمایا میں ان کو سخت سزا دوں گا۔دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ،اور نہیں ہوگا ان کا کوئی مددگار۔وَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ،اور بہرحال وہ لوگ جو ایمان لائے۔اور عمل کئے انہوں نے اچھے۔فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ، پس ان کو اللہ تعالیٰ پورا پورا اجر دے گا۔وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ○ ،اور اللہ تعالیٰ نہیں محبت کرتا ظالموں کے ساتھ۔اللہ تعالیٰ ظالموں کے ظلم سے بچائے اور محفوظ رکھے......آمین!

ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ﴿۵۸﴾ اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۵۹﴾ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۶۰﴾ فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ۫ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۱﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۶۲﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿۶۳﴾ ع

ع ۶ (۹) ۱۴

ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ، یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے، اس کو ہم تلاوت کرتے ہیں آپ پر۔ مِنَ الْاٰيٰتِ، اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے۔ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ٥، اور وہ ذکر ہے جو حکمت والا ہے۔ اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى، بے شک عیسیٰ علیہ السلام کی مثال۔ عِنْدَ اللّٰهِ، اللہ تعالیٰ کے ہاں۔ كَمَثَلِ اٰدَمَ، ایسی ہے جیسے مثال ہے آدم علیہ السلام کی۔ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ، اللہ تعالیٰ نے اس کو پیدا کیا مٹی سے۔ ثُمَّ قَالَ لَهٗ، پھر کہا اس کو۔ كُنْ، ہو جا۔ فَيَكُوْنُ٥، پس وہ ہو گئے۔ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ، حق تیرے رب کی طرف سے ہے۔ فَلَا تَكُنْ، پس ہرگز نہ ہو۔ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ٥، شک کرنے والوں سے۔ فَمَنْ حَآجَّكَ، پھر جو شخص جھگڑا کرے تیرے ساتھ۔ فِيْهِ، عیسیٰ علیہ السلام

کے متعلق۔ مِنۡ بَعۡدِ مَا جَآءَکَ مِنَ الۡعِلۡمِ، بعد اس کے کہ تیرے پاس علم آچکا۔ فَقُلۡ، پس کہ تو۔ تَعَالَوۡا نَدۡعُ اَبۡنَآءَ نَا، بلائیں ہم اپنے بیٹوں کو۔ وَ اَبۡنَاءَ کُمۡ اور تم اپنے بیٹوں کو۔ وَنِسَآءَ نَا وَنِسَآءَ کُمۡ، اور ہم اپنی عورتوں کو اور تم اپنی عورتوں کو۔ وَ اَنۡفُسَنَا وَ اَنۡفُسَکُمۡ، اور ہم اپنی جانوں کو اور تم اپنی جانوں کو۔ ثُمَّ نَبۡتَهِلۡ، پھر ہم مباہلہ کریں۔ فَنَجۡعَلۡ لَّعۡنَتَ اللّٰهِ، پس ڈالیں ہم اللہ تعالیٰ کی لعنت۔ عَلَی الۡکٰذِبِیۡنَ ٥ جھوٹوں پر۔ اِنَّ هٰذَا، بے شک یہ۔ لَهُوَ الۡقَصَصُ الۡحَقُّ، البتہ بیان ہے سچا۔ وَمَا مِنۡ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ، اور نہیں ہے کوئی الہ اللہ تعالیٰ کے سوا۔ وَاِنَّ اللّٰهَ، اور بے شک اللہ تعالیٰ۔ لَهُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ٥ البتہ وہ غالب ہے حکمت والا ہے۔ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا، پس اگر وہ اعراض کریں۔ فَاِنَّ اللّٰهَ، پس بے شک اللہ تعالیٰ۔ عَلِیۡمٌ، جانتا ہے۔ بِالۡمُفۡسِدِیۡنَ ٥ فساد کرنے والوں کو۔

دو تین رکوع پہلے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انکی والدہ ماجدہ حضرت مریم علیہا السلام کا ذکر چلا آرہا ہے اور یہ سارے واقعات عجیب وغریب ہیں مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بغیر باپ کے پیدا ہونا کہ دنیا میں اس کی کوئی اور نظیر موجود نہیں ہے۔ پھر پیدائش کے ساتھ ہی بات چیت شروع کر دینا کہ اِنِّیۡ عَبۡدُ اللّٰهِ اٰتٰنِیَ الۡکِتٰبَ وَ جَعَلَنِیۡ نَبِیًّا۔ میں اللہ کا بندہ ہوں وہ مجھے کتاب دے گا اور نبی بنائے گا۔ پھر ان کے معجزات بھی عجیب وغریب ہیں مٹی کے گارے سے بنے ہوئے پرندے کا اُڑ جانا برص والے مریض کا ٹھیک ہو جانا مُردوں کا زندہ ہونا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمانوں پر اُٹھایا جانا تو یہ سارے عجیب وغریب واقعات ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ذٰلِکَ نَتۡلُوۡهُ عَلَیۡکَ، یہ واقعات اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم تلاوت کرتے ہیں آپ پر۔ مِنَ الۡاٰیٰتِ، اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہیں۔

وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ☆، اور ایسا ذکر ہے جو بڑا محکم اور حکمت والا ہے۔ کوئی شک شبے والی بات نہیں ہے۔ یہ بات تم پہلے تفصیل کے ساتھ سن چکے ہو کہ ساٹھ آدمیوں پر مشتمل نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد آپ ﷺ کے پاس آیا تھا اس وفد میں ان کے سیاسی لیڈر اور مذہبی رہنما بھی تھے۔ عاقب ابن عبدالمسیح ان کا سیاسی لیڈر تھا ایہم سید نظم ونسق کا امیر تھا اور ابو حارثہ ابن علقمہ مذہبی رہنما تھا اور اس وقت نجران کے علاقے میں اس سے بڑا پادری کوئی نہ تھا اس وفد کا اصل مقصد تو سیاسی پناہ حاصل کرنا تھا مگر مذہبی گفتگو بھی ہوئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر بھی آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بات تم بھی تسلیم کرتے ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت مریم علیہا السلام کے پیٹ میں رہے ہیں اور پیدا ہوئے ہیں اور یہ بات بھی تسلیم کرتے ہو کہ وہ کھاتے پیتے بھی تھے اور بیماری تندرستی بھی ان کے ساتھ لگی ہوئی تھی تو ایسی شخصیت اِلٰہ اور معبود تو نہیں بن سکتی یہ ساری باتیں تسلیم کرنے کے بعد کہنے لگے کہ ہم ان کو رب کا بیٹا مانتے ہیں اور کہنے لگے کہ اگر وہ رب کے بیٹے نہیں ہیں تو تم بتاؤ کہ رب کے بغیر ان کا باپ کون ہے؟ کوئی باپ ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بتاتے کہ فلاں آدمی ان کا باپ ہے یہ تو مرزا غلام احمد قادیانی ملعون کی خرافات ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے باپ کا نام یوسف نجار تھا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے چھ بہن بھائی تھے۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ۔ مرزا قادیانی کے کفر کیلئے تو بس اتنی بات ہی کافی ہے یاد رکھنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی باپ تھا نہ بہن بھائی تھے آپ تنِ تنہا تھے اور حضرت مریم علیہا السلام کے پیٹ سے رب تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے انہیں پیدا فرمایا تھا۔ تو عیسائیوں نے ضد کی کہ بتاؤ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باپ رب نہیں ہے تو اور کون ہے؟ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ، بے شک عیسیٰ علیہ السلام کی مثال اللہ تعالیٰ کے

ہاں ایسی ہے جیسے مثال ہے آدم علیہ السلام کی۔ اگر تمہاری منطق مان لیں کہ جس کا ظاہر طور پر باپ نہ ہو اس کا باپ رب ہے اور وہ رب کا بیٹا ہے تو پھر کہو نا کہ آدم علیہ السلام بھی رب کے بیٹے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تو والدہ ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کی تو نہ والدہ ہے نہ والد۔ تو پھر آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پہلے بیٹے ہوئے اور ہم سب اللہ تعالیٰ کے پوتے اور پڑپوتے ہوئے۔ معاذاللہ تعالیٰ۔ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ○ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا مٹی سے پھر کہا اس کو ہو جا پس وہ ہو گئے۔ یعنی جس طرح آدم علیہ السلام کو مٹی سے کلمہ کن کے ساتھ پیدا فرمایا اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت مریم علیہا السلام کے پیٹ سے کلمہ کن کے ذریعہ پیدا فرمایا۔ جس طرح آدم علیہ السلام کا ماں باپ نہیں ہے۔ مگر یہ کہنا درست نہیں ہے کہ وہ رب کے بیٹے ہیں اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کے باپ نہ ہونے کی وجہ سے ان کو رب کا بیٹا کہنا جائز نہیں ہے۔ ایک اور تشبیہ بھی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام مرد تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی پسلی سے حضرت حوا علیہا السلام کو پیدا فرمایا کس طرح پیدا فرمایا یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آسکتی۔ مگر چونکہ رب تعالیٰ کا ارشاد ہے اور قرآن پاک میں موجود ہے۔ "وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا"۔ اور پیدا فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس سے اس کے جوڑے کو لہٰذا ہم مانتے ہیں۔ تو مرد کی پسلی سے اللہ تعالیٰ نے عورت پیدا فرمائی۔ حضرت مریم علیہا السلام عورت ہیں۔ ان سے مرد پیدا فرمایا۔ ایک اور مشابہت بھی ہے کہ آدم علیہ السلام زمین پر پیدا ہوئے پھر اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام کو جنت میں لے گئے۔ پھر زمین پر اتارا اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے زمین پر پیدا فرمایا پھر آسمانوں پر لے گئے اور قیامت سے پہلے پھر زمین پر اتاریں گے۔ تو عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں نہ اِلٰہ ہیں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ، حق تیرے رب کی طرف سے ہے۔

فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ٥ پس ہرگز نہ ہو شک کرنے والوں میں سے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے پیدا فرمایا ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے یہ حقیقت ہے اس میں ہرگز شک نہ کرنا۔ کیونکہ جب کوئی بات قرآن پاک میں آجائے تو اس کے یقینی، قطعی اور محکم ہونے کے بارے میں ہرگز شک نہ کرو کہ اللہ کی ذات سے زیادہ کوئی ذات سچی نہیں ہے۔ اور اس کے کلام سے سچا کوئی اور کلام نہیں ہے۔ فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ، پس جو شخص جھگڑا کرے تیرے ساتھ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بعد اس کے کہ تیرے پاس علم آچکا۔ تو آپ ان کو مباہلے کا چیلنج دیں۔ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ، پس کہہ تو بلائیں ہم اپنے بیٹوں کو۔ اور تم اپنے بیٹوں اور ہم اپنی عورتوں کو اور تم اپنی عورتوں کو اور ہم اپنی جانوں کو اور تم اپنی جانوں کو۔ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ٥ پھر ہم مباہلہ کریں پس ڈالیں ہم اللہ تعالیٰ کی لعنت جھوٹوں پر۔ مباہلہ کا معنی ہے عاجزی کے ساتھ دعا کرنا کہ دونوں فریق کھلے میدان میں آجائیں اور اپنا عقیدہ اور نظریہ بیان کریں اور گڑگڑا کر دعا کریں اور کہیں کہ جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے اپنا عقیدہ اور نظریہ یہی بیان فرمایا۔ اور بعد میں بھی یہی بیان کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ہے۔ نہ اس کا بیٹا ہے نہ بیٹی نہ ماں، نہ باپ، نہ بیوی اس کی صفت ہے۔ "لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ" نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ہے اور نہ آگے اس سے اولاد چلی ہے اور تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دیتے ہو۔ اور اس کا شریک بناتے ہو۔ اور میدان میں اپنے عقیدے کو بیان کرو۔ پھر ہم دعاء کرتے ہیں کہ اے پروردگار جس کا عقیدہ سچا ہے اس کو نجات دے اور جس کا عقیدہ جھوٹا ہے اس کو تباہ کر دے تاکہ لوگ دیکھیں۔ اور بات ان پر واضح ہو جائے۔ چنانچہ

جب صبح ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے ساتھیوں کے علاوہ گھر کے یہ افراد حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر میدان میں تشریف فرما ہوئے۔ اور ان پر کمبل ڈال دیا۔ اور عورتوں کو ساتھ لے جانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مناسب نہ سمجھا۔ پھر ان کو فرمایا کہ آؤ میدان میں تاکہ مباہلہ کریں لیکن عیسائیوں نے رات کو ہی آپس میں مشورہ کرلیا تھا کہ مباہلہ نہیں کرنا۔ کہنے لگے یہ تو تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سچے پیغمبر ہیں اور پیغمبر سے جو مباہلہ کرتا ہے وہ بچ کے نہیں جا سکتا۔ باقی ہم ضد کی وجہ سے ایمان نہیں لائے ہیں۔ تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے سچے پیغمبر ہیں۔ لہٰذا ہم نے مباہلہ نہیں کرنا۔ اور یہ بات اپنی قوم کو بھی نہیں بتانی۔ ورنہ وہ شور مچائیں گے کہ تم نے مباہلہ کیوں نہیں کیا۔ اور مباہلہ کسی قیمت پر نہیں کرنا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے۔ حضرت تم بھی رب کو مانتے ہو، ہم بھی رب کو مانتے ہیں۔ تم بھی قیامت کے قائل ہو، ہم بھی قیامت کے قائل ہیں۔ تم بھی آسمانی کتابوں کو مانتے ہو، ہم بھی آسمانی کتابوں کو مانتے ہیں۔ تم بھی پیغمبروں کو مانتے ہو ہم بھی مانتے ہیں تم بھی نمازیں پڑھتے ہو۔ ہم بھی پڑھتے ہیں۔ تم بھی روزے رکھتے ہو، ہم بھی روزے رکھتے ہیں۔ اس لئے ہم آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ مباہلہ نہیں کریں گے۔ ہم آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وفادار رعیت ہیں۔ ہم پر جو ٹیکس اور جزیہ عائد ہوتا ہے وہ ہمیں بتاؤ ہم ادا کریں گے۔ اس طرح بات کو ٹالا اور چلے گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اگر مباہلہ کرتے تو اسی مقام پر ختم ہو جاتے۔ ایک بھی بچ کر زندہ نہ جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کے ساتھ مباہلہ کرنا اور بچ کے جانا، سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ان کے ساتھ جزیہ یہ طے ہوا کہ تیس عدد اونٹ، تیس عدد گھوڑے، تیس عدد نیزے، تیس عدد خود، تیس عدد زرہیں، اور دو ہزار سوٹ کپڑوں کے سالانہ

ادا کریں گے۔ معاہدہ طے ہوگیا۔ تحریر لکھی گئی اور وہ واپس چلے گئے۔ یہاں جزیئے کا مفہوم بھی سمجھ لیں۔ غیر مسلم جو اسلامی ملک میں آباد ہیں ان میں سے جو جواں سال ہیں اور فوج میں بھرتی نہیں ہونا چاہتے، وہ جزیہ ادا کریں گے۔ اور اگر فوج میں بھرتی ہو جائیں اور حکومت اس پر اعتماد بھی کرے تو ان پر کوئی جزیہ نہیں ہے۔ جیسا کہ بچے پر کوئی جزیہ نہیں، بوڑھے پر کوئی جزیہ نہیں۔ ان کے جو مذہبی پیشوا ہیں ان پر بھی کوئی جزیہ نہیں۔ صرف جوانوں پر ہوگا۔ کیونکہ ملک میں آخر ان کے بھی کارخانے ہیں، زمینیں اور باغات ہیں، دکانیں ہیں۔ ملک محفوظ ہوگا تو وہ بھی محفوظ ہوں گے اور اگر ملک محفوظ نہ رہا تو وہ بھی محفوظ نہیں رہیں گے۔ اس لئے ملکی دفاع اور اپنے مال و جان کے تحفظ کے لئے ٹیکس ادا کریں۔ تو یہ ملکی دفاع اور جان مال کے تحفظ کے لئے جو تھوڑی سی رقم دیں گے اس کا نام جزیہ ہے۔ اور یہ نہ تو عقل کے خلاف ہے، اور نہ ہی نقل کے۔ وہ جزیہ کتنا ہوگا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں جو امیر ترین آدمی ہوتا تھا۔ اس سے سالانہ اڑتالیس درھم لئے جاتے تھے۔ جو اس وقت تقریباً پندرہ سو روپے بنتے ہیں۔ اور درمیانے قسم کے آدمی سے چوبیس درہم سالانہ اور معمولی آمدنی والے سے بارہ/۱۲ درہم لئے جاتے تھے۔ اور جس علاقے میں ان کی حفاظت کا انتظام نہیں ہوسکتا تھا۔ وہاں ان کو جزیئے کی رقم واپس دے دی جاتی تھی۔ چنانچہ حضرت ابو عبیدہ ابن جراح رضی اللہ عنہ چیف کمانڈر تھے۔ انہوں نے عراق کے علاقے میں اپنے فوجی افسروں کو تحریری حکم بھیجا کہ غیر مسلموں سے جو تم نے جزیہ وصول کیا ہے وہ ان کو واپس کردو۔ کیونکہ اس وقت ہماری رومیوں کے ساتھ جنگ ہے۔ ہم ان کی حفاظت کی ذمہ داری پوری نہیں کرسکتے لہٰذا دیانت داری کا تقاضا ہے کہ ان کی رقم ان کو واپس کردو۔ چنانچہ وہ رقم واپس کردی گئی۔ جب ان کو رقم واپس کی گئی تو انہوں نے سوال کیا کہ یہ رقم تم نے واپس کیوں

کی ہے؟ تو ان کو آگاہ کیا گیا کہ یہ رقم ہم لیتے ہیں تمہاری جان، مال، عزت وآبرو کی حفاظت کے لئے۔ اور اس وقت ہم خود لڑائی کا شکار ہیں لہٰذا تمہارا تحفظ نہیں کر سکتے۔ اس واسطے جزیئے کی رقم واپس کر دی ہے یہ جن کو جزیئے کی رقم واپس کی گئی عیسائی تھے اور جن کے ساتھ مسلمانوں کی لڑائی تھی رومی وہ بھی عیسائی تھے۔ لیکن اس کے باوجود ان عیسائیوں نے دعاء کی کہ رب تعالیٰ تمہیں فتح نصیب فرمائے۔ اور تم کامیاب ہوکر واپس آؤ۔ اسلام میں ٹیکس کی حقیقت آپ حضرات نے سمجھ لی۔ اب اپنی حکومت کا حال بھی سن لیں۔ راہوالی کے سیٹھ محمد یوسف صاحب تین بھائی تھے۔ ان کے بڑے بھائی کا نام عبداللہ تھا۔ وہ فوت ہو گئے اور ایک کا نام سعید تھا۔ غالباً وہ زندہ ہیں۔ اور سیٹھ محمد یوسف صاحب بھی فوت ہو گئے رحمہم اللہ تعالیٰ۔ آگے ان کی اولاد در اولاد ہے۔ آپ میں جو بوڑھے ہیں انہوں نے سیٹھ محمد یوسف صاحب کو دیکھا ہوگا۔ میرے ساتھ ان کو بڑا انس اور پیار تھا۔ دینی مدارس قائم کرنے کے لئے ہم نے کئی جگہ جلسے کئے۔ لوگوں کو ترغیب دی۔ الحمدللہ ملک، بیرون ملک آج بھی حفظ وناظرہ کے مدارس موجود ہیں تو سیٹھ صاحب کا گتے کا کارخانہ تھا، فیکٹری تھی۔ میں نے کہا سیٹھ صاحب یہ جو تم نے کارخانہ لگایا ہے تمہارے سے حکومت کوئی ٹیکس بھی لیتی ہے؟ ہنس پڑے اور کہنے لگے سو میں سے ترانوے روپے حکومت ٹیکس لیتی ہے۔ میں نے کہا پھر تمہارے پاس کیا بچا؟ پھر ہنس پڑے اور کہنے لگے ہمیں سات روپے بچتے ہیں اور ان میں بھی فلاں فلاں ٹیکس ہے۔ آج پورا ٹیکس کون ادا کرتا ہے؟ اگر یہ کارخانہ دار اور تاجر حضرات پورا پورا ٹیکس ادا کر دیں اور ہمارے حکمرانوں نے جو اربوں روپے اپنے کھاتوں میں جمع کئے ہوئے ہیں وہ ان سے واپس لے لئے جائیں۔ تو پھر ہمیں کسی سے قرضہ لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور قرض دینے والوں نے ہمیں ایسے شکنجے میں کسا ہوا ہے کہ مہاجن بننے سے جان چھڑانا آسان ہے مگر

ان کے شکنجے سے نکلنا مشکل ہے۔تو عیسائیوں کا یہ کہنا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں بالکل غلط ہے صحیح بات وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ نے کلمہ کن کے ساتھ بغیر باپ کے پیدا فرمایا ہے۔اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ، بے شک یہ بیان جو عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہوا ہے حق ہے۔وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ، اور نہیں ہے کوئی اِلٰہ اللہ تعالیٰ کے سوا۔معبود صرف پروردگار ہے۔نہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔نہ ان کی والدہ، نہ کوئی ولی، نہ کوئی امام، نہ کوئی فرشتہ، نہ کوئی پیغمبر۔وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ٥، اور بے شک البتہ اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے۔فَاِنْ تَوَلَّوْا، پس اگر یہ لوگ حق کی بات سننے سے گریز کریں۔فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ ,بِالْمُفْسِدِيْنَ ٥، پس بے شک اللہ تعالیٰ فسادیوں کو خوب جانتا ہے۔وہ خود ان سے نمٹ لے گا۔

قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَیْــٴًـا وَّ لَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِؕ-فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ﴿۶۴﴾ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ وَ مَاۤ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَ الْاِنْجِیْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖؕ-اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴿۶۵﴾ هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِیْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِیْمَا لَیْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌؕ-وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴿۶۶﴾ مَا كَانَ اِبْرٰهِیْمُ یَهُوْدِیًّا وَّ لَا نَصْرَانِیًّا وَّ لٰكِنْ كَانَ حَنِیْفًا مُّسْلِمًاؕ-وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ﴿۶۷﴾

قُلْ ، کہدے ۔ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ ، اے کتاب والو ۔ تَعَالَوْا ، آؤ ۔ اِلٰى كَلِمَةٍ ، ایک بات کی طرف ۔ سَوَآءٍۭ بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمْ ، جو برابر ہے ہمارے درمیان اور تمہارے درمیان ۔ اَلَّا نَعْبُدَ ، یہ کہ ہم نہ عبادت کریں ۔ اِلَّا اللّٰهَ ، مگر صرف اللہ تعالیٰ کی ۔ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَیْــٴًـا ، اور نہ ہم شریک کریں اس کے ساتھ کسی چیز کو ۔ وَّ لَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا ، اور نہ بنائیں ہم میں سے بعض بعض کو ۔ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ، رب تعالیٰ کے سوا کارساز ۔ فَاِنْ تَوَلَّوْا ، پس اگر وہ لوگ پھر جائیں ۔ فَقُوْلُوا ، پس تم کہو ۔ اشْهَدُوْا ، تم گواہ بن جاؤ ۔ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ، بے شک ہم مسلمان ہیں ۔ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ ، اے کتاب والو! لِمَ تُحَآجُّوْنَ ، کیوں جھگڑا کرتے ہو تم؟ فِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ ، ابراہیم علیہ

السلام کے بارے میں۔ وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰةُ، اور نہیں اتاری گئی توراۃ۔ وَ الْاِنْجِیْلُ، اور انجیل۔ اِلَّا مِنْ ، بَعْدِہٖ، مگران کے بعد۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ٥، کیا پس تم نہیں سمجھتے۔ ھٰاَنْتُمْ ھٰٓؤُلَآءِ ، خبردار! تم یہ ہو۔ حَاجَجْتُمْ، جھگڑا کرتے ہو۔ فِیْمَا، ان چیزوں کے بارے میں۔ لَکُمْ بِہٖ عِلْمٌ ، جن کا تمہیں کچھ نہ کچھ علم ہے۔ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ ، پس کیوں تم جھگڑا کرتے ہو؟ فِیْمَا ، ان چیزوں کے بارے میں۔ لَیْسَ لَکُمْ بِہٖ عِلْمٌ، جن کا تمہیں کچھ بھی علم نہیں ہے۔ وَ اللّٰہُ یَعْلَمُ ، اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ٥، اور تم نہیں جانتے۔ مَا کَانَ اِبْرٰھِیْمُ یَھُوْدِیًّا ، نہیں تھے ابراہیم علیہ السلام یہودی۔ وَّلَا نَصْرَانِیًّا، اور نہ نصرانی۔ وَّلٰکِنْ کَانَ حَنِیْفًا ، اور لیکن تھے ایک طرف کے ہونے والے۔ مُّسْلِمًا ، اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار۔ وَمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ٥، اور نہ تھے شرک کرنے والوں میں سے۔

اس سے پہلی آیات میں تفصیل کے ساتھ یہ بات بیان ہوچکی ہے کہ ساٹھ آدمیوں پر مشتمل نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ جس میں سیاسی زعماء، ان کے سردار اور مذہبی راہنما بھی تھے۔ یہ خاصے پڑھے لکھے لوگ تھے ان کے آنے کا اصل مقصد تو یہ تھا کہ ہم تمہاری باوفا رعیت بن کے رہنا چاہتے ہیں۔ ہمارے اوپر جو قانون لاگو ہیں ہمیں ان سے آگاہ کیا جائے اور ہمارے ذمہ جو ٹیکس ہے وہ بتایا جائے۔ مگر مذہبی گفتگو بھی ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مباہلہ کا چیلنج بھی دیا۔ مگر ان کو مباہلہ کے لئے سامنے آنے کی ہمت نہ ہوئی۔ چونکہ اس مقام پر خاصا مجمع تھا۔ جس میں یہودی بھی تھے۔ عیسائی بھی تھے۔ مشرک بھی تھے، مجوسی بھی تھے، (مجوسی انجیل کو نہیں مانتے) اور صابئین بھی تھے۔ جن کا دعویٰ تھا کہ ہم زبور کو مانتے ہیں اگرچہ یہ گنے چنے افراد تھے۔ سرزمین عرب میں زیادہ تر آبادی

مشرکوں کی تھی۔دوسرے نمبر پر یہودی تھے۔ تیسرے نمبر پر عیسائی، صابی اور مجوسی بھی اکادکا ہوتے تھے۔اوراس موقع پرسب لوگ موجود تھے۔تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کو دعوت دو قُلْ، اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیں۔ یٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ ، اے کتاب والو! یعنی جو آسمانی کتابوں کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ان کو ہمارا خطاب ہے۔تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ، آؤ ایک بات کی طرف جو برابر ہے،مُسَلَّم ہے ہمارے درمیان اور تمہارے درمیان یعنی ہم بھی مانتے ہیں اورتم بھی ماننے کا دعویٰ کرتے ہو۔ہم تو دل سے مانتے ہیں اورعمل سے اس کا ثبوت دیتے ہیں،اورتم صرف زبان سے اقرار کرتے ہومگرعمل اس کے خلاف کرتے ہو۔ وہ بات یہ ہے کہ۔ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ ، یہ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں کہتے وہ بھی تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے۔ جیسے آج کل بعض جاہل قسم کے لوگ کہتے یہی ہیں۔کہ عبادت اللہ تعالیٰ کی ہے۔مگر قبروں پر بھی جھکتے ہیں۔مرادیں بھی مانگتے ہیں،اور کہتے ہیں کہ یہ ان کی تعظیم ہے،عبادت نہیں ہے۔ حالانکہ کسی سے مراد مانگنا تکلیف میں پکارنا ،طواف کرنا عبادت ہے،نذرونیاز دینا،منت ماننا عبادت ہے۔تو دعویٰ یہ کرتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کی عبادت نہیں کرتے۔ مگر عملی طور پر کررہے ہیں۔ یہی حال تھا یہود ونصاریٰ اوردوسرے گمراہ فرقوں کا۔ کہتے تھے کہ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی ہونی چاہیے۔مگر غیراللہ کی عبادت کرتے تھے۔وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا ،اور نہ ہم شریک کریں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی شئے کو۔زبانی طور پر وہ بھی دعویٰ کرتے تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے اور ہم بھی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے، نہ ذات میں نہ صفات میں، نہ افعال میں۔اور تمہیں ہم اسی چیز کی دعوت دیتے ہیں کہ جس طرح

تم زبانی طور پر دعویٰ کرتے ہو عمل بھی اس کے مطابق کرو۔ وَّ لَایَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللهِ، اور نہ بنائیں ہم میں سے بعض بعض کو رب تعالیٰ کے سوا کارساز۔ یعنی ہم بھی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی رب نہیں ہے اور تم بھی دعویٰ کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی رب نہیں۔ لہٰذا اس پر عمل بھی کرو۔ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو رب نہ بناؤ۔ مگر یہ بھی ان کا فقط دعویٰ ہی دعویٰ تھا۔ عملی طور پر انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اپنے مولویوں اور پیروں کو رب بنایا ہوا تھا۔ چنانچہ قرآن پاک میں آتا ہے۔ "اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ"۔ (پارہ ۱۰) انہوں نے رب بنالیا اپنے مولویوں اور پیروں کو، اور عیسیٰ علیہ السلام کو۔ حضرت ابنِ حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے مشرک تھے، اور پڑھے لکھے تھے۔ پھر عیسائی ہوگئے۔ اور عیسائیوں کے پادری بن گئے۔ ان کو تبلیغ کرتے۔ مشہور سخی حاتم طائی کے بیٹے تھے۔ ان کا باپ بڑا سخی تھا۔ آج بھی سخاوت کی دنیا میں اس کا نام ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ بھائی فلاں تو حاتم طائی ہے۔ طے قبیلے کی طرف نسبت ہے اس کی طرف نسبت کی وجہ سے طائی کہا جاتا ہے۔ طائی خود تو مسلمان نہیں ہوا، لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت عدی ابنِ حاتم کو توفیق عطاء فرمائی اور یہ ۱۰ھ میں مسلمان ہوگئے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب یہ آیت پڑھی۔ "اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ"۔ (الآیۃ) کہ اہلِ کتاب نے اپنے مولویوں اور پیروں کو رب بنالیا ہے۔ تو حضرت عدی ابنِ حاتم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں عیسائیوں کا پادری اور مبلغ رہا ہوں مگر میرے علم میں نہیں ہے کہ ہم نے مولویوں کو اور پیروں کو رب بنایا ہوا تھا۔ ترمذی شریف اور مسند احمد کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے مولوی اور پیر بغیر کسی شرعی دلیل کے

جوتمہیں کہتے تھے تم مانتے تھے یا نہیں؟ اور بغیر کسی شرعی دلیل جس چیز کو حلال کہتے تھے تم حلال سمجھتے تھے اور جس چیز کو حرام کہتے تھے اس کو تم حرام سمجھتے تھے۔ حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایسا تو ہم کرتے رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہی تو رب بنانا ہے۔ کسی آدمی کی بات تب حجت ہے کہ وہ دلیل کے ساتھ کرے کہ یہ بات قرآن میں آئی ہے یا حدیث میں آئی ہے۔ یا اجتہادی مسئلہ ہے۔ اور فقہ اسلامی سے پیش کرتا ہے تو ٹھیک ہے یہ سب وہی احکامات ہیں مولوی پیر اگر اپنی طرف سے کچھ کہتا ہے بغیر کسی شرعی دلیل کے تو نہ مانو اگر مانو گے تو شرک کے مرتکب ہوگے۔ کیونکہ۔ "اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ"۔ حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔ مولوی پیر کا ذاتی حکم کوئی حیثیت نہیں رکھتا آج کل کے جاہل قسم کے لوگ تعویز لینے کے بعد کہتے ہیں کہ بتاؤ کہ ہم کون سی چیز کھانی چھوڑ دیں؟ کیونکہ غلط کار لوگوں نے ذہن بنادیا ہے کہ تعویذ تب اثر کرتا ہے جب کوئی چیز کھانی چھوڑ دو اسی قسم کی ایک عورت تعویذ کرانے آئی تھی۔ بڑی اڑیل کہنے لگی بتاؤ میں کون سی چیز کھانی چھوڑ دوں؟ میں نے کہا بی بی جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے حلال فرمائی ہیں وہ کھاؤ اور جو حرام فرمائی ہیں ان کے نزدیک نہ جا پھر کہنے لگی نہیں بتاؤ میں کون سی چیز کھانی چھوڑ دوں؟ میں نے کہا بی بی جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے حلال فرمائی ہیں وہ کھاؤ اور جو حرام فرمائی ہیں ان کے نزدیک نہ جا۔ لیکن وہ پھر کہنے لگی کہ بتاؤ میں کون سی چیز نہ کھاؤں؟ تو میں نے کہا کہ میرا مغز نہ کھا باقی سب کچھ کھا۔ اس سے اندازہ کرلیں کہ کہاں تک ذہن بنا ہوا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ فلاں چیز چھوڑ دے کوئی کہتا ہے فلاں چیز چھوڑ دے۔ کوئی کہتا ہے فلاں جگہ نہ جانا، سوتک ہے سوتک۔ سوتک لگائی ہوئی ہے یہی تو شرکیہ رسمیں ہیں۔ جو مولوی پیر کہہ دیں۔ اس پر آمین کہنی ہے۔ حالانکہ شرعی حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے

احکامات کے مقابلہ میں اگر کوئی کسی مولوی اور پیر کا حکم مانتا ہے تو مشرک ہے۔ تو پھر فرمایا ان کو یہ دعوت دو۔ فَاِنْ تَوَلَّوْا، پس اگر وہ لوگ پھر جائیں۔ یعنی نہ مانیں۔ فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ٥ تو اے مومنو! تم کہہ دو۔ اے اہل کتاب تم گواہ بن جاؤ بے شک ہم مسلمان ہیں۔ یعنی اے اہلِ کتاب اگر تم نہیں مانتے نہ مانو ہم اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہیں۔ ہم مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت صحیح نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے۔ نہ اس کی ذات میں کوئی شریک ہے نہ اس کے اوصاف میں کوئی شریک ہے۔ نہ کوئی پیر نہ کوئی مولوی، نہ کوئی پیغمبر، نہ کوئی بڑا، نہ کوئی چھوٹا۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں حضرت ابراہیم علیہ السلام بڑی مسلّم شخصیت ہیں۔ اور یہ بات بھی آپ کئی دفعہ سن چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام سب سے بلند ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں اس درجے اور اس شان کا کوئی اور نہیں ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد درجہ ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد درجہ ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا۔ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں یہ منتخب بزرگ ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تمام مذاہب میں مسلّم شخصیت تھیں۔ ہر آدمی اپنی کڑی ان کے ساتھ ملاتا تھا۔ یہودی کہتے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہمارے تھے۔ عیسائی کہتے تھے کہ ہمارے تھے۔ صابی کہتے تھے کہ ہمارے تھے۔ اور اس بات پر ان کا آپس میں بڑا شور شرابہ ہوتا تھا۔ اس کو تم اس طرح سمجھو جس طرح آج کل کے مشرک اور بدعتی اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں۔ وجہ اس کی یہی ہے کہ فقہ حنفی چونکہ مشہور ہے۔ اس واسطے یہ اپنی کڑی فقہ حنفی کے ساتھ ملاتے ہیں ورنہ حقیقت میں مشرکوں اور بدعتیوں کا فقہ حنفی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ الحمد للہ! میں نے فقہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی سب کا مطالعہ کیا ہے۔ میں اس وقت باوضو

ہوں۔اور ترمذی شریف میرے سامنے موجود ہے میں پورے دعویٰ سے یہ بات کہتا ہوں کہ شرک اور بدعت کی جتنی تردید فقہ حنفی میں ہے اتنی اور کسی فقہ میں نہیں ہے۔فقہ حنفی کی کوئی مستند کتاب دیکھ لیں۔مثلاً شامی ہے،بحر الرائق ہے۔اور تو اور عالمگیری ہی دیکھ لیں۔یہ اورنگزیب عالمگیرؒ کے حکم سے پانچ سو علمائے کرام نے مرتب کی تھی۔اور ہندوستان کے لئے قانون بنایا تھا۔میں بلا مبالغہ کہتا ہوں کہ وہ پانچ سو علمائے کرام ایسے تھے کہ اس وقت ساری دنیا میں علم وعمل کے اعتبار سے ان میں سے ایک عالم کی بھی نظیر نہیں ملتی۔تو عالمگیری میں دیکھ لیں شرک اور بدعت کی کتنی تردید ہے۔مگر اس کے باوجود یہ مشرک اور بدعتی اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں۔اسی طرح یہودی اور عیسائی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مسلّم شخصیت سے ناجائز فائدہ اٹھاتے تھے۔اور آپس میں جھگڑتے تھے۔اور ہر ایک دعویٰ کرتا تھا کہ ابراہیم علیہ السلام ہمارے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔یٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوۡنَ فِىۡۤ اِبۡرٰهِيۡمَ، اے کتاب والو! کیوں جھگڑا کرتے ہو تم؟ ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں۔وَمَاۤ اُنۡزِلَتِ التَّوۡرٰٮةُ وَ الۡاِنۡجِيۡلُ اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِهٖ،حالانکہ نہیں اتاری گئی توراۃ اور انجیل،مگر ان کے بعد توراۃ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے تقریباً ڈیڑھ ہزار سال بعد نازل ہوئی ہے اور انجیل تقریباً ساڑھے تین ہزار سال بعد نازل ہوئی ہے۔اور توراۃ کا مذہب یہودیت ہے،اور انجیل کا مذہب نصرانیت ہے۔بڑی عجیب بات ہے کہ کتابیں بعد میں نازل ہوئیں اور مذہب والے پہلے آکے چلے گئے۔کیا کہتے ہو۔اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ؀،کیا پس تم اتنی موٹی بات بھی نہیں سمجھتے۔کہ قانون بعد میں بنا ہے اور ماننے والے پہلے آکے چلے جاتے ہیں۔هٰۤاَنۡتُمۡ هٰٓؤُلَاۤءِ حَاجَجۡتُمۡ،خبردار! تم یہ ہو،جھگڑا کرتے ہو۔فِيۡمَا لَـكُمۡ بِهٖ عِلۡمٌ،ان چیزوں کے بارے میں جن کا تمہیں کچھ نہ کچھ علم

ہے۔ جھگڑا کرتے رہے ہو اور کرتے ہو لیکن۔ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ، پس کیوں تم جھگڑا کرتے ہو؟ ان چیزوں کے بارے میں، جن کا تمہیں کچھ بھی علم نہیں ہے۔ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○، اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے، اور تم نہیں جانتے۔ رب تعالیٰ کے علم کے مقابلے میں کسی کے علم کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ لہٰذا اب تم رب تعالیٰ کا فیصلہ سن لو۔ مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا، نہیں تھے ابراہیم علیہ السلام یہودی، اور نہ عیسائی، اور لیکن تھے ایک طرف کے ہونے والے، اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار۔ حنیف کا معنیٰ ہے ایک طرف ہو کے رہنے والا، مُوَحِّدْ، مُسْلِمْ۔ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○، اور نہ تھے شرک کرنے والوں میں سے۔ اور تم سر سے لے کر پاؤں تک شرک میں ڈوبے ہوئے ہو۔ اور اپنی کڑی ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ملاتے ہو۔ اور مکے کے مشرک بھی کہتے تھے کہ ہم نسل کے اعتبار سے بھی اور مسلک کے اعتبار سے بھی ابراہیمی ہیں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرما دیا۔ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام شرک کرنے والوں میں سے نہیں تھے۔ یہ سب تمہارے خالی دعوے ہیں۔ اب اتنی واضح بات کے بعد بھی کوئی نہ مانے تو اس کا کیا علاج ہو سکتا ہے۔

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۶۸ وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝۶۹ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ۝۷۰ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۷۱ ع وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْۤ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْۤا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝۷۲ وَلَا تُؤْمِنُوْۤا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ ؕ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ۙ اَنْ يُّؤْتٰۤى اَحَدٌ مِّثْلَ مَاۤ اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝۷۳ يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝۷۴

ع ۸ ۱۵

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ ، بے شک لوگوں میں سے زیادہ قریب ۔ بِاِبْرٰهِيْمَ ، ابراہیم علیہ السلام کے ۔ لَلَّذِيْنَ ، البتہ وہ لوگ ہیں ۔ اتَّبَعُوْهُ ، جنہوں نے ان کی پیروی کی ۔ وَهٰذَا النَّبِيُّ ، اور ہمارے یہ نبی ان کے قریب ہیں ۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ، اور وہ لوگ جو ایمان لائے ۔ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ ، اور اللہ

تعالیٰ دوست ہے مومنوں کا۔ وَدَّتْ طَآئِفَةٌ ،پسند کیا ایک گروہ نے۔ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ ،اہل کتاب میں سے۔ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ،اس بات کو کہ تمہیں گمراہ کردیں۔ وَمَا يُضِلُّوْنَ ، اور وہ نہیں گمراہ کرسکتے۔ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ ،مگر اپنی جانوں کو۔ وَمَا يَشْعُرُوْنَ O،اور وہ نہیں سمجھتے۔ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ ،اے اہلِ کتاب!۔ لِمَ تَكْفُرُوْنَ ،کیوں انکار کرتے ہو؟۔ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ،اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا۔ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ☆ ،اور حالانکہ تم گواہی دیتے ہو۔ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ ،اے کتاب والو!۔ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ ،کیوں خلط ملط کرتے ہو حق کو۔ بِالْبَاطِلِ ،باطل کے ساتھ۔ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ ،اور کیوں چھپاتے ہو حق کو۔ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ O،اور حالانکہ تم جانتے ہو۔ وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ ،اور کہا ایک گروہ نے اہلِ کتاب میں سے۔ اٰمِنُوْا ،ایمان لاؤ۔ بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ ،اس چیز پر جو نازل کی گئی۔ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ،ان لوگوں پر جو ایمان لائے۔ وَجْهَ النَّهَارِ ،دن کے ابتدائی حصے میں۔ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ ،اور انکار کرو اس کے آخری حصے میں۔ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ،تاکہ وہ بھی دین سے پھر جائیں۔O وَلَا تُؤْمِنُوْٓا ،اور نہ تصدیق کرنا۔ اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ ،مگر اس کی جس نے تمہارے دین کی پیروی کی۔ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى ،کہہ دے! بے شک ہدایت۔ هُدَى اللّٰهِ ،اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے۔ اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ ،ضد اس لئے کرتے ہو کہ دیا جائے کوئی اور۔ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ ،مثل اس چیز کے جو دیئے گئے تم۔ اَوْ يُحَآجُّوْكُمْ ،یا وہ جھگڑا کریں تمہارے ساتھ۔ عِنْدَ رَبِّكُمْ ،تمہارے رب کے ہاں۔ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ،کہہ دے، بے شک فضیلت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ،دیتا ہے وہ فضیلت جس کو وہ چاہے۔ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ O،اور اللہ تعالیٰ کشائش کرنے والا ہے، جاننے والا ہے۔ يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ ،خاص کرتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ۔ مَنْ يَّشَآءُ ،جس کو چاہے۔ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِO ،اور اللہ تعالیٰ بڑی مہربانی کرنے والا ہے۔

کل کے سبق میں تم نے یہ بات پڑھی کہ یہود ونصاریٰ اور مشرکین میں سے ہرایک کا دعویٰ تھا کہ جو ہمارا دین ہے ہمارے عقائد اور نظریات ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھی یہی تھے۔ اور ہرایک اپنی کڑی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ جوڑتا تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بڑی سختی کے ساتھ تردید کرتے تھے۔ کہ ان کا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے۔ تو رب تعالیٰ نے ان سب کے دعوے کی تردید فرمائی کہ جھوٹے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے نہ عیسائی تھے نہ مشرک تھے۔ بلکہ وہ موحد اور فرمانبردار تھے۔ اور اب جن لوگوں کا ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تعلق ہے وہ بیان فرمارہے ہیں۔ اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ ، بےشک لوگوں میں سے زیادہ قریب ابراہیم علیہ السلام کے البتہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے صحیح معنی میں ان کی پیروی کی۔ وَهٰذَا النَّبِيُّ ، اور ہمارے یہ نبی ان کے قریب ہیں۔ ان کا ان کے ساتھ تعلق ہے۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا، اور ان لوگوں کا ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تعلق ہے جو ایمان لائے۔ جیسے، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان ، حضرت علی وغیرہم رضی اللہ عنہم اجمعین اور یہود ونصاریٰ اور مشرکین کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تعلق کے دعوے بالکل باطل ہیں کیونکہ ابراہیم علیہ السلام تو شرک کی جڑیں کاٹنے والے تھے۔ اور تم سر سے لے کر پاؤں تک شرک میں ڈوبے ہوئے ہو۔ تمہارا ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کیا تعلق ہے۔ او ظالمو! حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو گھر خالص رب تعالیٰ کی عبادت کے لئے بنایا تھا تم نے اس کی بیرونی دیواروں پر تین سو ساٹھ/ ۳۶۰ بت نصب کیے ہوئے ہیں اور ان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مجسمے بھی تھے۔ حضرت مریم علیہا السلام کا مجسمہ بھی تھا۔

ان کی تم تقسیم کر کے پوجا کرتے ہو کہ آج اس کی پوجا اور چڑھاوا کل اس کی پوجا اور چڑھاوا۔ رب کے گھر کو تم نے بت خانہ بنایا ہوا ہے تم کس منہ سے اپنے آپ کو ابراہیمی کہتے ہو؟ اور جن کا صحیح معنیٰ میں ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تعلق ہے ان کی تم نفی کرتے ہو۔ اور کہتے ہو کہ یہ صابی ہیں ان کا ابراہیم علیہ السلام کے دین کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ صدیوں تک عربوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام کا سچا دین رائج رہا ہے یہ سارے لوگ صحیح العقیدہ تھے۔ پہلا بدبخت اور منحوس شخص جس نے عرب کی سرزمین میں شرک کی بنیاد رکھی قبیلہ بنو خذاعہ کا عمرو ابن الحیٰ ابن قمعہ '' تھا۔ یہ شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے تقریباً اڑھائی سو سال پہلے گزرا ہے اس شخص کی اخلاقی حالت کا ذکر بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے۔ اس شخص نے اپنی لاٹھی کے ساتھ کنڈی لگائی ہوئی تھی جس طرح مچھلیاں پکڑنے والی کنڈی ہوتی ہے طواف کرتے وقت دیکھتا جس شخص کی چادر یا کمبل اچھا ہوتا اس کنڈی کے ذریعے کھینچ لیتا وہ آدمی اپنے دھیان میں طواف کرتا رہتا۔ (لوگ بھی تھوڑے ہوتے تھے اب تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق کافی ہوگئی ہے)۔ اگر کسی کو پتہ چل جاتا تو کہتا کہ معاف کرنا یہ کنڈی ویسے ہی اڑ گئی ہے۔ تو جو بے ایمان طواف کرتے وقت لوگوں کی چادریں اتارتا تھا اس پر کیا اعتبار ہوسکتا ہے۔ ''اَوَّلُ مَنْ سَیَّبَ السَّوَائِبَ'' ۔ یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے سائبہ کی رسم ڈالی۔ سائبہ اس جانور کو کہتے ہیں جو بزرگوں کے نام پر تقرب کے طور پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ تاکہ وہ بزرگ ان پر راضی رہیں جیسے گوجرانوالہ میں تمہیں کئی گائیں اور بیل آوارہ پھرتے نظر آئیں گے یہ جاہل لوگوں نے پیروں کے نام پر چھوڑے ہوئے ہیں۔ ان کو چھیڑنا مارنا کوئی نہیں ہے۔ کہ پیر ہمیں نقصان پہنچائے گا۔ یہاں

تک کہ اگر وہ کسی کی دوکان یا ریڑھی میں منہ ڈال دیں تو بڑے پیار سے ہٹاتے ہیں جس طرح بچے کو کیونکہ یہ پیر صاحب کی گائے ہے۔اس کی تردید اللہ تعالیٰ نے ساتویں پارہ میں فرمائی ہے۔ "مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنۢ بَحِيْرَةٍ وَّ لَا سَآئِبَةٍ" ۔اللہ تعالیٰ نے کوئی بحیرہ نہیں بنایا نہ سائبہ بنایا ہے۔اور اس زمانے میں موحد بھی تھے جیسا کہ تم سن چکے ہو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے چچا حضرت زید بن عمرو ابن نفیل یہ زمانہ جاہلیت کے موحدین میں سے تھے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اظہارِ نبوۃ سے پہلے یہ فوت ہو گئے ۔اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوتے تو ان لوگوں میں سے ہوتے جنہوں نے سب سے پہلے کلمہ پڑھا۔اور جو ایمان والے ہیں ۔وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ ،اور اللہ تعالیٰ دوست ہے مومنوں کا۔یعنی محبت ایمان والوں سے ہی کرتا ہے آگے فرمایا۔کہ یہ گمراہی میں اتنے آگے چلے گئے ہیں جو لوگ راہ راست پر ہیں ان کو بھی گمراہ کرنے کے درپے ہیں فرمایا۔ وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ، پسند کیا ایک گروہ نے اہل کتاب میں سے اس بات کو کہ تمہیں گمراہ کر دیں۔ان میں پڑھے لکھے خبیثوں کی ایک جماعت تھی جو مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے حیلے سوچتے رہتے تھے اور وہ گمراہ کس طرح کرتے تھے۔اس کا ذکر آگے تیسری آیت کریمہ میں آ رہا ہے یعنی ان کا طریقہ واردات کیا تھا۔وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ ،اور وہ نہیں گمراہ کر سکتے مگر اپنی جانوں کو۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بڑے پختہ قسم کے لوگ تھے ہماری طرح لوٹے نہیں تھے۔کہ صبح کچھ شام کو کچھ۔دن کو کچھ اور رات کو کچھ بلکہ بڑے پختہ اور مضبوط مسلمان تھے۔یہ ان کو تو گمراہ نہ کر سکے مگر اس کا وبال ان کی جانوں پر پڑا کہ ان کے گناہوں میں اضافہ ہوا انہوں نے بڑا زور لگایا۔منصوبے بنائے گمراہ کرنے کے مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جو مخلص مومن تھے پھسلے نہیں۔ ہاں وہ لوگ جو

مسلمان ہی منافقانہ طور پر ہوئے ان کی بات الگ ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بڑی بڑی تکلیفیں برداشت کیں مگر اسلام نہیں چھوڑا۔ حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی کتاب ہے "اَلْاِصَابَۃُ فِیْ تَمِیْزِ الصَّحَابَۃ" ۔جس میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات و واقعات ہیں ۔اس میں نو عمر بچی کا ذکر کرتے ہیں ۔اس کا نام عرینہ اور کنیت ام شریک تھی ۔ابھی شادی نہیں ہوئی تھی ۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اسلام کی توفیق عطاء فرمائی اور وہ مسلمان ہوگئی۔ گھر کے سارے افراد ماں باپ ، بہن بھائی ۔ نے مارا پیٹا کہ کلمہ چھوڑ دے مگر اس نے یہ سب کچھ برداشت کیا کلمہ نہیں چھوڑا۔ ایک دفعہ دور کے سفر کا اتفاق ہوا کوئی خوشی غمی کا سفر تھا۔ سب گھر والوں نے جانا تھا۔ اس کو بھی ساتھ لے گئے اور سب نے ایکہ کیا کہ اس کو پانی نہیں دینا۔ سفر میں عموماً پیاس زیادہ لگتی ہے مجبور ہو کر کلمہ چھوڑ دے تب پانی ملے گا۔ ماں سے مانگا، باپ سے مانگا، بھائیوں سے، بہنوں سے سب نے یہی جواب دیا بالآخر وہ بے ہوش ہو کر گر پڑی کہنے لگے اس کے منہ میں شہد ڈالو گرم ہوتا ہے تلخی لگے گی پانی مانگے گی اور مجبور ہو کر کلمہ چھوڑ دے گی۔ مگر اس اللہ کی بندی نے کلمہ نہ چھوڑا اور پانی انہوں نے نہ دیا۔ سب انتظار میں تھے کہ اب مری اور اب مری۔ لیکن اسی اثنا میں آسمان سے پانی کا بھرا ہوا ایک ڈول رسی کے ساتھ لٹکتا ہوا اس کے سینے پر آرکا۔ اس نے وہ پانی پیا اور جان بچی جن کے ذہن صاف تھے۔ انہوں نے جب یہ عجیب کرشمہ دیکھا تو اسلام کے قائل ہوگئے اور کلمہ پڑھ لیا اور جو ضدی تھے آخر دم تک ضد پر اڑے رہے مرد تو درکنار عورتوں نے بھی کلمہ نہیں چھوڑا۔ حضرت یاسر رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا جو کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں کے بارے میں تاریخ کے اندر مختلف واقعات آتے ہیں ایک یہ کہ ابو جہل نے ان کا ایک پاؤں ایک اونٹ کے ساتھ

باندھ دیا اور دوسرا پاؤں دوسرے اونٹ کے ساتھ باندھ دیا۔اسی طرح ایک بازو ایک اونٹ کے ساتھ اور دوسرا بازو دوسرے اونٹ کے ساتھ اور کہا کہ کلمہ چھوڑ دے ورنہ اونٹوں کو مخالف سمتوں پر دوڑا دوں گا اور تو ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی مگر حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا نے کلمہ نہیں چھوڑا اور یہ بھی آتا ہے کہ ان کے نازک مقام پر برچھا مار کر ان کو شہید کر دیا۔مگر انہوں نے کلمہ نہیں چھوڑا تو یہودیوں نے بھی گمراہ کرنے کے بڑے حیلے کئے مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پھسلا نہیں سکے۔ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝ ،اور وہ اہلِ کتاب سمجھتے نہیں ہیں کہ ہماری اس کارستانی کا نتیجہ کیا نکلے گا؟۔ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ،اے اہلِ کتاب! کیوں انکار کرتے ہو؟ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا۔وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ۝ ،اور حالانکہ تم گواہی دیتے ہو۔ یہودی نجی محفلوں میں ایک دوسرے کو کہتے تھے کہ یہ وہی رسول ہیں جنہوں نے آنا تھا۔"اَلَّذِيْنَ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِيْلِ"۔وہ پاتے ہیں اس کو لکھا ہوا اپنے پاس توراۃ میں اور انجیل میں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اور علامتیں انجیل میں بھی اور توراۃ میں بھی تھیں۔آپس میں بیٹھے ہوئے کہتے تھے۔ "اِنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ"۔بے شک یہ سچا رسول ہے۔اور جب باہر نکلتے تو کہتے کہ یہ وہ نہیں ہے وہ اور ہے اب اس کا کیا علاج ہے؟ تو فرمایا۔ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ ،اے کتاب والو! کیوں خلط ملط کرتے ہو حق کو باطل کے ساتھ۔ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ ،اور کیوں چھپاتے ہو حق کو؟۔ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ ،اور حالانکہ تم جانتے ہو۔حق اور باطل کے درمیان امتیاز کر سکتے ہو۔تمہیں معلوم ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں مگر تم خلط ملط کرتے ہو کوئی بات حق کی کرتے ہو اور کوئی باطل کی۔حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط کرنا بہت بڑا گناہ ہے اسی واسطے

شریعت نے شرک کے بعد سب سے زیادہ تردید بدعت کی، کی ہے۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَامَالَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ"۔ جس کسی نے ہمارے اس معاملہ میں کوئی نئی بات نکالی تو وہ مردود ہو گی۔ یعنی کسی شخص نے دین کے معاملہ میں کوئی ایسی چیز نکالی جو دین میں نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔ یہ بات میں کئی دفعہ کہہ چکا ہوں کہ سو گناہ کبیرہ کا اتنا گناہ نہیں جتنا ایک بدعت کا ہے۔ اس واسطے کہ کبیرہ گناہ کرنے والا جانتا ہے کہ میں گناہ کر رہا ہوں۔ اور دیکھنے والا بھی سمجھتا ہے کہ یہ گناہ کر رہا ہے۔ تو گناہ سے دین کا نقشہ نہیں بدلتا۔ اور بدعت سے دین کا نقشہ بدل جاتا ہے۔ غیر دین، دین بن جاتا ہے۔ اور کرنے والا دین سمجھ کر کرتا ہے۔ اور دیکھنے والا بھی یہی سمجھتا ہے کہ دین کا کام ہو رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بدعتی کو توبہ کی توفیق نصیب نہیں ہوتی۔ مجمع الزوائد میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے جس کے بارے میں علامہ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ "رُوَاتُهٗ مُوَثَّقُوْنَ"۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!۔ "اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَدْحَجَبَ التَّوْبَةَ عَنْ كُلِّ صَاحِبِ بِدْعَةٍ"۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر بدعتی پر توبہ کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ یعنی بدعتی کو توبہ کی توفیق نصیب نہیں ہوتی۔ ایک تو بدعت کی نحوست اتنی ہوتی ہے کہ بدعتی میں توبہ کی صلاحیت باقی نہیں رہتی۔ دوسرا یہ کہ وہ تو نیکی سمجھ کے کر رہا ہے ثواب سمجھتا ہے توبہ کیوں کرے۔ توبہ تو آدمی گناہ سے کرتا ہے۔ مثلاً دیکھو تمہارے سامنے قرآنِ کریم ہے۔ جس کا پڑھنا بھی ثواب دیکھنا بھی ثواب، ہاتھ لگانا بھی ثواب، سمجھنا بھی ثواب، تو جب اٹھو گئے کہو گے۔ "الحمدُللہ"۔ تیرا شکر ہے پروردگار! ہم نے تیری کتاب کو دیکھا، پڑھا، اور سمجھا ہے یہ تو نہیں کہو گے کہ یا اللہ! میری توبہ میں نے درس سنا۔ کیونکہ عبادت ہے۔ عبادت

سے توبہ نہیں ہے توبہ تو گناہ سے ہے۔ تو بدعتی بدعت کو عبادت اور نیکی سمجھ کے کرتا ہے۔ اس واسطے اس سے توبہ کی توفیق سلب ہو جاتی ہے۔ اگلی آیتِ کریمہ میں ان کا طریقہ واردات بیان فرماتے ہیں کہ وہ کس طرح گمراہ کرتے ہیں؟۔ وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ ، اور کہا ایک گروہ نے اہلِ کتاب میں سے۔ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ ، ایمان لاؤ! اس چیز پر جو نازل کی گئی ان لوگوں پر جو ایمان لائے دن کے ابتدائی حصے میں۔ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ، اور انکار کرو اس کے آخری حصے میں۔ اہلِ کتاب کے پانچ سات پڑھے لکھے غنڈے اکٹھے ہوئے۔ اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے کا منصوبہ بنایا کہ اس طرح کرو کہ صبح کے وقت جہاں مسلمانوں کا مجمع ہو وہاں جا کر کہہ دو کہ ہم بھی مومن ہیں۔ اور جو کچھ تمہارے اوپر نازل ہوا ہے قرآن پاک اور دوسرے احکامات ہم ان پر ایمان لائے ہیں مسلمان خوش ہو جائیں گے کہ دیکھو جی! یہودی مسلمان ہو گئے ہیں۔ اور جب سورج غروب ہونے لگے تو ان کے مجمع میں یہ کہہ کر واپس آ جاؤ کہ ہمیں اسلام میں کوئی سچائی نظر نہیں آئی۔ اس واسطے ہم اپنے پہلے مذہب پر چلے گئے ہیں۔ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ، تا کہ وہ بھی دین سے پھر جائیں۔ اس طرح مسلمان سوچیں گے کہ پڑھے لکھے لوگ تھے۔ اسلام قبول کیا۔ اگر ضد ہوتی تو اسلام قبول ہی نہ کرتے پھر ایک دن بھی اسلام میں نہیں رہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام سچا نہیں ہے۔ تو وہ شک میں پڑ کر اسلام سے منحرف ہو جائیں گے۔ یہودیوں کا حیلہ اور تدبیر دیکھو! لیکن مسلمانوں پر ان کا کوئی حیلہ بھی کامیاب نہ ہوا۔ اور ان کو یہ بھی سمجھا کے بھیجا گیا تھا۔ وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ، اور نہ تصدیق کرنا مگر اس کی جس نے تمہارے دین کی پیروی کی۔ یعنی مومنوں کی دل سے تصدیق نہ کرنا۔ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ، اے نبیؐ

کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیں! بے شک ہدایت اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے۔ وہ جس کو چاہے دے اور تم اس واسطے ضد کرتے ہو کہ اَنْ یُّؤْتٰۤی اَحَدٌ مِّثْلَ مَاۤ اُوْتِیْتُمْ ، یہ کہ دیا جائے کوئی مثل اس چیز کے جو تم دیئے گئے ہو۔ یعنی جس طرح تمہیں رسالت ملی تمہارے پیغمبروں پر کتابیں نازل ہوئیں وحی نازل ہوئی اللہ تعالیٰ نے نبوت ورسالت عطاء فرمائی۔ اس طرح ان کو کیوں ملی ہے۔ اب ہمیں کیوں نہیں ملی۔ اس بنیاد پر تم یہ حرکتیں کرتے ہو۔ اَوْ یُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ، یا وہ جھگڑا کریں تمہارے ساتھ تمہارے رب کے ہاں۔ یعنی اگر تم نے ان کی تصدیق کر دی تو وہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمہارے خلاف حجت قائم کریں گے کہ اے پروردگار! ان لوگوں نے سچے دین کی تصدیق کرنے کے باوجود تیرے آخری نبی اور تیری کتاب قرآن پاک کو تسلیم نہ کیا۔ اس طرح اہلِ اسلام قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے تم پر غالب آجائیں گے لہٰذا سلامتی اسی میں ہے کہ صرف اس کی تصدیق کی جائے جو تمہارے دین کا متبع ہے۔ اس کے علاوہ کسی دوسرے کی تصدیق نہ کرنا۔ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰهِ ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیں! بے شک فضیلت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ، دیتا ہے وہ فضیلت جس کو وہ چاہے۔ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ O ، اور اللہ تعالیٰ کشائش کرنے والا ہے، جاننے والا ہے۔ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ، خاص کرتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ جس کو چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ جس کو نبی بنانا ہے اور اس پر وحی نازل کرنا ہے۔ اس میں بندوں کو کوئی دخل نہیں ہے۔ نہ ہی نبوۃ کسبی چیز ہے۔ کہ محنت کر کے کوئی نبی بن جائے۔ حاشا و کلا۔ اہلِ اسلام کا یہ اتفاقی عقیدہ ہے کہ رب جسے چاہے نبوۃ دے یہ اس کی مہربانی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوۃ ختم کر دی گئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری پیغمبر ہیں آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبوۃ ملنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ قادیانیوں کا باطل عقیدہ ہے کہ عبادت کرتے کرتے آدمی بلند مقام پر پہنچ جائے تو اس کو نبوۃ مل جاتی ہے جیسا کہ مرزا بشیر الدین محمود ملعون نے سیرۃ مہدی میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص عبادت کرتے کرتے ایسے مقام پر پہنچ جائے جو بہت بلند ہو تو اس کو نبوۃ مل جاتی ہے بلکہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درجے سے بھی بڑھ سکتا ہے۔ ''لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْم''۔ تو یاد رکھنا نبوۃ کسبی چیز نہیں ہے یہ اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے۔ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝، اور اللہ تعالیٰ بڑی مہربانی کرنے والا ہے۔

وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖۤ اِلَيْكَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖۤ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِی الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾ بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۷۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۷﴾ وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۸﴾

وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ ،اور اہلِ کتاب میں سے بعض۔ مَنْ ،وہ ہیں۔ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ ، اگر تو ان کے پاس امانت رکھے بہت سارا مال۔ يُؤَدِّهٖۤ اِلَيْكَ ،وہ ادا کر دیں گے اس مال کو تجھے۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ ،اور ان اہلِ کتاب میں سے وہ بھی ہیں۔ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ ، اگر تو اس کے پاس امانت رکھے

صرف ایک دینار۔ لَّا يُؤَدِّهٖۤ اِلَيْكَ ،نہیں ادا کرے گا وہ اس دینار کو تجھے۔ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ،مگر جب تک قائم رہے تو اس پر کھڑا۔ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا ،یہ اس وجہ سے کہ بے شک انہوں نے کہا۔ لَيْسَ عَلَيْنَا نہیں ہے ہم پر۔ فِی الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ،ان پڑھ لوگوں کے مال لینے میں کوئی الزام کا راستہ۔ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ،اور یہ بولتے ہیں اللہ تعالیٰ پر جھوٹ۔ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ ،اور حالانکہ وہ جانتے ہیں۔ بَلٰى ،کیوں نہیں ان پر الزام کا راستہ۔ مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ ،جو اپنا عہد پورا کرے گا۔ وَاتَّقٰى ،اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے گا۔ فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝ ،پس بے شک اللہ تعالیٰ متقیوں سے محبت کرتا ہے۔ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ ،بے شک وہ لوگ جو خریدتے ہیں۔ بِعَهْدِ اللّٰهِ ،اللہ تعالیٰ کے عہد کے بدلے۔ وَاَيْمَانِهِمْ ،اور اپنی قسموں کے بدلے۔ ثَمَنًا قَلِيْلًا تھوڑی قیمت۔ اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ ،وہ لوگ ہیں کوئی حصہ نہیں ہوگا ان کے لئے اچھائی کا۔ فِی الْاٰخِرَةِ ،آخرت میں۔ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ ،اور اللہ تعالیٰ ان سے پیار کا کلام نہیں کرے گا۔ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ ،اور نہ ان کی طرف نگاہِ شفقت فرمائیں گے۔ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ،قیامت کے دن۔ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ،اور نہ ان کو اللہ تعالیٰ پاک کرے گا۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ ،اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ وَاِنَّ مِنْهُمْ ،اور بے شک ان اہلِ کتاب میں سے۔ لَفَرِيْقًا ،ایک گروہ ایسا ہے۔ يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ ،جو موڑتے ہیں اپنی زبانوں کو کتاب کے ساتھ۔ لِتَحْسَبُوْهُ ،تاکہ تم سمجھو اس کو۔ مِنَ الْكِتٰبِ ،کتاب سے۔ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ،حالانکہ وہ کتاب میں سے نہیں ہے۔ وَيَقُوْلُوْنَ ،اور وہ کہتے ہیں۔ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ،یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ،حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوتا۔ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ،اور وہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ پر جھوٹ۔ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ ،حالانکہ وہ جانتے ہیں۔

اس سے پہلے بھی اہلِ کتاب کا ذکر تھا۔ اور اب بھی اہلِ کتاب کا ذکر ہے۔ وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ، اور اہلِ کتاب میں سے بعض وہ ہیں اگر تو ان کے پاس امانت رکھے بہت سارا مال۔ يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ، وہ ادا کر دیں گے اس مال کو تجھے۔ جیسے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ تفسیر اور احادیث کی کتابوں میں آتا ہے کہ ایک مسافر آیا جو کہ تاجر تھا۔ اس کے پاس بارہ سو اوقیہ سونا تھا۔ ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے اور ایک درہم ساڑے تین ماشے کا ہوتا ہے۔ اس وقت کے لحاظ سے تقریباً پانچ چھ لاکھ رقم بنتی ہے۔ اس تاجر نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ شریف آدمی ہے۔ ان کو الگ بلایا اور کہنے لگا کہ میں مسافر ہوں اور تاجر آدمی ہوں۔ میرے پاس کچھ رقم ہے میں تمہارے پاس امانت رکھنا چاہتا ہوں۔ جب میں واپس جانے لگوں گا واپس لے لوں گا۔ فرمایا! رکھ دے۔ وہ شخص سونا بغیر کسی گواہ اور تحریر کے ان کے پاس امانت رکھ کر چلا گیا۔ جو جو کام اس نے کرنے تھے کئے اور کچھ عرصہ کے بعد واپس آیا۔ اور کہنے لگا کہ میں اب واپس گھر جانا چاہتا ہوں اور میں نے تمہارے پاس امانت رکھی تھی۔ وہ مجھے واپس کر دیں۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اس وقت یہودی تھے مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ مگر فطرتِ سلیمہ کے مالک اور نیک طبع آدمی تھے۔ انہوں نے سارا سونا لا کر ان کے حوالے کر دیا۔ اتنی بڑی رقم کا سونا اور اس پر گواہ کوئی نہیں تحریر کوئی نہیں ہے۔ مگر دیانت داری بڑی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی دیانت کی برکت سے ایمان کی توفیق عطاء فرمائی۔ اور مسلمان ہو گئے۔ ان کا سارا گھرانہ علمی تھا۔ مرد اور عورتیں سب توراۃ کے ماہر تھے۔ یہ اپنی پھوپھی سے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانیاں اور علامتیں سنا کرتے تھے وہ انہوں نے نوٹ کی ہوئی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ

تشریف لائے تو یہ آپ کو ملنے کے لئے پہنچ گئے۔ پہلی مجلس میں انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر سنی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو! اللہ تعالیٰ کے بندے بن جاؤ۔ ''اَفْشُوا السَّلَامَ بَیْنَکُمْ'' ۔ آپس میں سلام کو عام کرو۔ یعنی ایک دوسرے کو کثرت کے ساتھ سلام کرو۔ ربط اور تعلق پیدا ہوگا۔ ''اَطْعِمُوا الطَّعَامَ'' ۔ جن کو رب تعالیٰ نے مال کی توفیق عطاء فرمائی ہے وہ غریبوں کو کھانا کھلائیں۔ ''وَصَلُّوْا بِالَّیْلِ وَ النَّاسُ نِیَامٌ'' ۔ راتوں کو اٹھ کر نمازیں پڑھا کرو۔ اس حال میں کہ لوگ سوئے ہوئے ہوں۔ ''وَلِیْنَ الْکَلَامُ'' ۔ اور گفتگو کرو نرمی کے ساتھ۔ سختی نہ کرو۔ حضرت عبداللہ بن سلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ابتدائی تقریر سنی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ بشرہ دیکھا تو فیصلہ کیا۔ ''اِنَّ ھٰذَا الْوَجْہَ لَیْسَ بِوَجْہِ کَذَّابٍ'' ۔ بے شک یہ چہرہ جھوٹے کا نہیں ہوسکتا۔ سب کے سامنے کلمہ شہادت۔ ''اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ'' ۔ پڑھا اور مسلمان ہوگئے۔ یہود کو علم ہوا کہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ مسلمان ہوگئے ہیں۔ تو ان کا پارہ بہت چڑھا اور بہت غصے ہوئے کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ وہ اثر ورسوخ والا آدمی ہے۔ اس کے گھر والے بھی مسلمان ہو جائیں گے۔ اور دوسرے لوگوں پر بھی اثر پڑے گا۔ حقیقت معلوم کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کا پروگرام بنایا۔ ادھر حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آرہے ہیں۔ اس وقت مسجد نبوی نہیں بنی تھی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر رہائش پذیر تھے۔ اور کمرے کی ایک جانب پردہ لٹکایا ہوا تھا اگر کوئی عورت آتی تو پردے کی اوٹ میں بیٹھ جاتی تھی۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا

حضرت معلوم ہوا کہ یہودی آپ کے پاس آرہے ہیں۔ میں پردے کے پیچھے چلا جاتا ہوں۔ اور آپ ان سے میرے بارے میں اور میرے والد کے بارے میں پوچھنا کہ وہ کیسے آدمی ہیں؟ چنانچہ یہودی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بتاؤ کہ عبداللہ ابن سلام تم میں سے کیسا شخص ہے یہود نے کہا۔ "خَیْرُنَا وَابْنُ خَیْرِنَا" ۔ہم میں سے سب سے بہتر اور سب سے بہتر کا بیٹا ہے۔ ہم میں سے سب سے بڑا عالم ہے اور سب سے بڑے عالم کا بیٹا ہے۔ "اَعْلَمُنَا وَابْنُ اَعْلَمِنَا" ۔ہم میں سے سب سے افضل اور سب سے افضل کا بیٹا ہے۔ "اَفْضَلُنَا وَابْنُ اَفْضَلِنَا" ۔ ہمارا سردار ہے اور ہمارے سردار کا بیٹا ہے۔ "سَیِّدُنَا وَابْنُ سَیِّدِنَا" ۔ بخاری شریف میں ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر عبداللہ ابن سلام مسلمان ہو جائے تو کیا پھر تم مسلمان ہو جاؤ گے یہودی کہنے لگے۔ "اَعَاذَہُ اللہُ مِنَ الْاِسْلَام" ۔ اللہ تعالیٰ اس کو اسلام سے بچائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر واقعۃً وہ مسلمان ہو جائے تو پھر تم کیا کہو گے؟ کہنے لگے بڑا سمجھدار آدمی ہے۔ وہ اسلام قبول نہیں کرے گا یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ پردے سے باہر تشریف لے آئے اور بلند آواز سے کہا۔ "اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ" ۔ یہودی کہنے لگے۔ "شَرُّنَا وَابْنُ شَرِّنَا" ۔ہم میں سے بڑا اشرارتی ہے اور اس کا باپ بھی بڑا اشرارتی تھا۔ اس سے یہودیوں کا اندازہ کرو کہ مجلس نہیں بدلی وقت نہیں بدلا۔ لوگ بھی وہی ہیں، کس طرح بدلے۔ حضرت عبداللہ بن سلام چونکہ مضبوط آدمی تھے۔ اس واسطے انہوں نے کسی کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ اور حدیث پاک میں آتا ہے۔ "اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِیُّ خَیْرٌ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِیْفِ" ۔ تگڑا مومن بہتر ہے کمزور مومن سے۔ کیونکہ مضبوط ہوگا

تو خود بھی ایمان پر قائم رہے گا اور دوسروں کا بھی خیال رکھے گا۔ ویسے اللہ تعالیٰ سب مومنوں کی قدر کرتا ہے۔ مگر "اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِیُّ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِیْفِ"۔ طاقتور مومن زیادہ محبوب ہے اللہ تعالیٰ کو کمزور مومن سے۔ تو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اسلام سے پہلے بھی بڑے دیانت دار تھے۔ اہلِ کتاب میں بڑے بڑے بددیانت بھی تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِیْنَارٍ ، اور ان اہلِ کتاب میں سے وہ بھی ہیں اگر تو اس کے پاس امانت رکھے صرف ایک دینار۔ لَّا یُؤَدِّهٖۤ اِلَیْكَ، نہیں ادا کرے گا وہ اس دینار کو تجھے۔ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَیْهِ قَآئِمًا، مگر جب تک قائم رہے تو اس پر کھڑا۔ مدینہ طیبہ میں یہودیوں کا ایک بہت بڑا پیر اور مولوی تھا۔ فنحاص ابن عازوراء اس کی وضع قطع شکل و صورت ایسی تھی کہ آدمی کو شبہ پڑتا تھا۔ کہ شاید خضر علیہ السلام یہی ہیں۔ اور گفتگو کا انداز ایسا تھا کہ لوگ شوق سے سنتے تھے۔ قریش خاندان کا ایک مسافر مدینہ طیبہ آیا تو فنحاص کو شکل و صورت سے بڑا بزرگ خیال کر کے اس کے پاس گیا۔ اس وقت اس کے شاگرد اور مرید بھی اس کے پاس موجود تھے۔ اس مسافر نے کہا غریب آدمی ہوں اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ یہ میرے پاس ایک دینار ہے تمہارے پاس امانت رکھتا ہوں جب میں واپس گھر جاؤں گا تم سے لے لوں گا۔ وہ مسافر کچھ عرصہ کے بعد آیا اس وقت بھی فنحاص کے مرید اور شاگرد اس کے پاس موجود تھے۔ کہنے لگا کہ اب میرا گھر جانے کا ارادہ ہے لہٰذا میرا وہ دینار جو میں نے تمہارے پاس امانت رکھا تھا۔ واپس دے دو۔ فنحاص نے اس مسافر کی طرف گھور کر دیکھا اور کہنے لگا کونسا دینار اور کب تو نے امانت رکھی تھی؟ خواہ مخواہ بزرگوں پر بہتان لگا رہا ہے؟۔ دوڑ جا یہاں سے۔ اس کو جھڑک دیا۔ وہ بے چارہ باہر چلا گیا شاگردوں اور مریدوں نے کہا حضرت

اس نے ایک دینار تمہارے پاس امانت کے طور پر رکھا تو تھا تم بھول گئے ہو۔فخاص کہنے لگا
اس بات کو چھوڑو یہ اَن پڑھ لوگ ہیں۔ہم نے فیسیں دے کر تعلیم حاصل کی ہے۔ان کا مال
کھانا ہمارے لئے جائز ہے۔یہ تو ہمارے گدھے ہیں جس طرح چاہو ان پر سواری کرلو۔اس
کے مریدوں میں کوئی تجربہ کار آدمی تھا۔ وہ اس مسافر کے پاس آیا اور کہا کہ یہ ہمارے پیر
صاحب ہیں۔ان کو میں جانتا ہوں یہ اس طرح دینار نہیں دیں گے میں تجھے طریقہ بتاتا ہوں۔
اس طرح کر تجھے دینار مل جائے گا تو جا کر اس کو کہہ کہ اللہ تعالیٰ کی قسم ہے میرا دینار دے
دے۔ورنہ میں محلوں میں گلیوں میں پھروں گا اور شور مچاؤں گا۔کہ فخاص بن عازورا میرا
دینار کھا گیا ہے۔اس مسافر نے جب اس طرح جا کر کہا تو گھبرایا اور جیب سے ایک دینار نکال
کر اس کی طرف پھینکا۔اور کہا کہ خواہ مخواہ ویسے ہی بدنام کرتا ہے۔لے یہ دینار اور نکل جا
یہاں سے تو جو شخص اتنا بددیانت ہو کہ ایک دینار پر بے ایمان ہو جائے جب کہ اس وقت تقریباً
دینار کی قیمت دوسو روپیہ ہے۔تو ایسے شخص کو رب تعالیٰ ایمان جیسی دولت کیوں عطاء فرمائے۔
برتن صاف ہوگا تو اس میں کوئی چیز پڑے گی۔اور اگر غلاظت سے بھرا ہوا ہو تو اگر اس میں اچھی
چیز بھی ڈالو گے تو خراب ہو جائے گی۔تو اس جیسوں سے امانت ڈنڈے کے ساتھ ہی وصول
کرنی ہے۔کیونکہ ان کا نظریہ ہے۔ ذٰلِکَ بِاَنَّهُمۡ قَالُوۡا لَیۡسَ عَلَیۡنَا فِی الۡاُمِّیّٖنَ سَبِیۡلٌ ، یہ
اس وجہ سے کہ بے شک انہوں نے کہا نہیں ہے ہم پر ان پڑھ لوگوں کے مال لینے میں کوئی
الزام کا راستہ۔یعنی جس طرح چاہو اور جس طریقے سے چاہو اِن اَن پڑھوں سے مال لینا
درست ہے زبردستی یا دھوکے سے یا تجارت میں خیانت کر کے ہر طرح جائز ہے جب انسان
اتنا بددیانت ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو اسلام جیسی عزیز متاع کیوں نصیب کرے۔پھر یہ بات اللہ

تعالیٰ کے ذمہ لگاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں امیوں کا مال کھانے کی اجازت دی۔ فرمایا، وَيَقُولُونَ عَلَى اللهِ الْكَذِبَ، اور یہ بولتے ہیں اللہ تعالیٰ پر جھوٹ۔ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ☆، اور حالانکہ وہ جانتے ہیں۔ اگر کوئی شخص غلط فہمی کا شکار ہو تو وہ الگ بات ہے جان بوجھ کر کہنا کہ ہم بڑے نیک اور پرہیز گار لوگ ہیں۔ اور پڑھے ہوئے ہیں اور یہ ان پڑھ لوگ ہمارے گدھے اور ٹٹو ہیں۔ ان پر سوار ہو جاؤ یہ ہمیں رب کا حکم ہے۔ فرمایا! یہ بالکل جھوٹ بولتے ہیں۔ بَلٰی، کیوں نہیں ان پر الزام کا راستہ۔ مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ، جو اپنا عہد پورا کرے گا۔ وَاتَّقٰى، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے گا۔ جس طرح حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اپنا عہد پورا کیا اور ان کو رب کا خوف تھا ورنہ اگر وہ رقم ہضم کرنا چاہتے تو کر سکتے تھے۔ اور یہ ان کے لئے آسان تھا۔ کیونکہ نہ تحریر تھی اور نہ کوئی گواہ تھا۔ کافی رقم کا سونا تھا۔ دیکھنے والا بھی کوئی نہیں تھا۔ اور دوسری طرف فخاص بن عازورا کے پاس جب رقم رکھی گئی تو اس کے شاگرد اور مرید دیکھ رہے تھے۔ اور انہوں نے یاد دہانی بھی کرائی مگر اس نے ان کو بھی جھڑک دیا۔ تو ایسوں کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔ فَاِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ O، پس بے شک اللہ تعالیٰ متقیوں سے محبت کرتا ہے۔ آگے ایک اور واقعہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک یہودی کے ساتھ کنویں کے سلسلہ میں جھگڑا تھا۔ یہودی کہتا تھا کہ کنواں میرا ہے اور حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ کا دعویٰ تھا کہ کنواں میرا ہے۔ اور حقیقت میں تھا بھی حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ کا اور یہودی نے ویسے ہی ناجائز قبضہ کیا ہوا تھا اور اس زمانے میں آج کی طرح رجسٹری انتقال وغیرہ نہیں ہوتا تھا۔ کہ کام پختہ ہو جائے لوگوں نے کہا جھگڑو نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ کرالو۔ حق کا فیصلہ ہو جائے

گا۔ چنانچہ یہ فیصلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے۔ اور اپنا مُدّعا بیان کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تو دعویٰ کرتا ہے کہ کنواں تیرا ہے تو کیا تیرے پاس گواہ ہیں؟ (کیونکہ اسلام کا ضابطہ ہے۔ "اَلْبَیِّنَۃُ عَلَی الْمُدَّعِیْ وَ الْیَمِیْنُ عَلٰی مَنْ اَنْکَرَ" ۔کہ گواہ مدعی کے ذمہ ہیں۔ اور منکر پر قسم آتی ہے یعنی مدعی اگر گواہ نہ پیش کر سکے تو مدعا علیہ سے قسم لی جائے گی) حضرت اشعث رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت یہ کنواں جدّی پشتی ہمارے پاس چلا آرہا ہے۔ میرے بڑوں نے جب یہ کنواں کھودا تھا اس وقت میں پیدا بھی نہیں ہوا تھا۔ اس وقت کے گواہ تو میرے پاس نہیں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر مدعا علیہ کی قسم پر فیصلہ ہوگا۔ حضرت اشعث رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت! یہ تو فاسق فاجر آدمی ہے اس طرح تو یہ سارے مدینہ پر قبضہ کر لے گا۔ اس موقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا ، بے شک وہ لوگ جو خریدتے ہیں اللہ تعالیٰ کے عہد کے بدلے اور اپنی قسموں کے بدلے تھوڑی قیمت۔ یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا عہد کیا تھا مگر ایمان نہیں لائے وہ وعدہ پورا نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو حکم دیا تھا امانت کے ادا کرنے کا۔ لیکن یہ حق دار کو امانت ادا نہیں کرتے اور قسم کے بدلے حقیر مال خریدتے ہیں اور دنیا ساری ہی قلیل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا و مافیہا کی قدر اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں مچھر کے پر کے برابر ہوتی تو کافر کو ایک گھونٹ پانی کا بھی نہ دیتا تو جو دنیا کی خاطر جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں اور عہد پورا نہیں کرتے اور امانت ادا نہیں کرتے۔ اُولٰٓئِکَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ ، وہ لوگ ہیں کوئی حصہ نہیں ہوگا ان کے لئے اچھائی کا آخرت میں۔ وَلَا یُکَلِّمُهُمُ اللّٰهُ ، اور اللہ تعالیٰ ان سے پیار کا کلام نہیں فرمائیں

گے۔محبت کی گفتگو نہیں ہوگی۔ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ،اور نہ ان کی طرف نگاہِ شفقت فرمائیں گے قیامت کے دن۔ویسے دیکھے گا تو سب کو۔یعنی مطلقاً دیکھنے کی نفی نہیں ہے۔شفقت سے دیکھنے کی نفی ہے۔ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ،اور اللہ تعالیٰ ان کو گناہوں سے پاک نہیں کرے گا۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○،اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔آگے یہودیوں کی ایک شرارت کا ذکر ہے۔فرمایا۔وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ،اور بے شک ان اہلِ کتاب میں سے ایک گروہ ایسا ہے جو موڑتے ہیں اپنی زبانوں کو کتاب کے ساتھ۔ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتَابِ ،تا کہ تم سمجھو اس کو کتاب سے۔ وَمَاهُوَ مِنَ الْكِتَابِ ،حالانکہ وہ کتاب میں سے نہیں ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں پڑھے لکھے لوگ بھی ہوتے تھے اور ان پڑھ بھی ذہین بھی اور غبی بھی،شہری بھی اور دیہاتی بھی،اور ہر مجلس کا یہی حال ہوتا ہے۔تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے تھے کہ "رَاعِنَا"۔حضرت ہماری رعایت فرمائیں کہ ہم سب سمجھیں۔اور یہودی زبان تھوڑی سی دبا کر کہتے تھے۔"رَاعِيْنَا"۔کہ عین کے بعد یا پیدا ہو جاتی تھی تو اس کا معنیٰ بنتا ہے متکبر جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ فلاں میں بری رعونت ہے یعنی تکبر ہے تو پہلے پارے میں تم یہ بات پڑھ چکے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے یہ لفظ بولنے سے منع فرما دیا۔فرمایا! "يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا" ۔اے ایمان والو! رَاعِنَا نہ کہو اور" اُنْظُرْنَا " کہو کہ حضرت ہم پر شفقت فرماؤ۔کیونکہ ایسے ملتے جلتے الفاظ سے یہ لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے سے پہلے کا واقعہ ہے ایک طالب علم نے چوری کی مقدمہ اساتذہ کے سامنے پیش ہوا قسم پر فیصلہ طے ہوا۔چور نے قسم اٹھالی کہ میں نے چوری نہیں کی۔دوسرے ساتھیوں نے ملامت کی کہ تو نے چوری ہمارے سامنے کی ہے۔اور قسم اٹھالی ہے

تو اس نے کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ میں نے قسم کن الفاظ کے ساتھ اٹھائی ہے ساتھیوں نے کہا کہ تو نے اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھائی ہے کہنے لگا نہیں میں نے تو" آلّان" کی قسم اٹھائی ہے۔ "آلّان" کدو کی طرح ایک سبزی ہوتی ہے کدو گول ہوتا ہے اور یہ لمبی ہوتی ہے۔ تو لہجے سے کتنا فرق ہو گیا زبر زیر سے فرق ہو جاتا ہے جیسے "بَکْرِی" اور بِکْرِی"۔ معلوم مجہول پڑھنے سے فرق ہو جاتا ہے۔ جیسے تُھوک اور تھوک تو اسی طرح یہودی دھوکا دیتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوتا۔ وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِندِ اللهِ ،اور وہ کہتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ وَمَا هُوَ مِنْ عِندِ اللهِ ،حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوتا۔ وَيَقُولُونَ عَلَى اللهِ الْكَذِبَ ،اور وہ بولتے ہیں اللہ تعالیٰ پر جھوٹ۔ وَهُمْ يَعْلَمُونَ O ،حالانکہ وہ جانتے ہیں۔ کہ ہم ہیرا پھیری کر رہے ہیں۔ اور اسی طرح کی ہیرا پھیری کرنا بڑا سخت گناہ ہے حدیث میں آتا ہے کہ جس نے جھوٹی قسم اٹھائی یا شہادت میں غلط بیانی کی تو وہ چور کی طرح مجرم ہے اور آج وہ زمانہ ہے کہ کوئی سچی گواہی نہیں دے سکتا۔ عام لوگ تو عام ہیں ججوں کا یہ حال ہے کہ بے چارے جب بیان لیتے ہیں تو نقاب پہن لیتے ہیں۔ کہ ہمیں پہچان نہ لیں اور بعد میں مار نہ دیں یہ حالات ہیں کہ غنڈہ گردی دنیا میں عام ہو چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ بچائے اور محفوظ رکھے۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ۞ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَ النَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ؕ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۞

مَا كَانَ لِبَشَرٍ نہیں حق پہنچتا کسی بشر کو۔ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ ، اس کے بعد یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کتاب دی ہو۔ وَالْحُكْمَ ، اور حکم دیا ہو۔ وَ النُّبُوَّةَ ، اور نبوۃ دی ہو۔ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ ، پھر کہے لوگوں کو۔ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ ، ہو جاؤ تم میرے بندے۔ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ، اللہ تعالیٰ سے ورے ورے۔ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ ، اور لیکن وہ یہ کہے گا کہ ہو جاؤ تم رب والے۔ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتَابَ ، اس واسطے کہ تم تعلیم دیتے ہو کتاب کی۔ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ○ ، اور اس واسطے کہ تم پڑھتے ہو کتاب کو۔ وَلَا يَاْمُرَكُمْ ، اور وہ تم کو حکم نہیں دے گا۔ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ ، اس بات کا کہ تم بنالو فرشتوں کو۔ وَ النَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ، اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو رب۔ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ ، کیا وہ تمہیں حکم کرے گا کفر کا۔ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○ بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو چکے ہو۔

کافی تفصیل کے ساتھ یہ بات پہلے بیان ہو چکی ہے کہ ۸ھ میں جب مکہ مکرمہ فتح ہو گیا اور سارا عرب اسلام کے جھنڈے کے نیچے آ گیا۔ اور نجران بھی عرب کا علاقہ تھا۔ اور وہاں عیسائیوں کی اکثریت تھی۔ تو انہوں نے سوچا کہ ہم اب الگ تھلگ نہیں رہ سکتے۔ اور اگر مقابلہ

کرتے ہیں تو مشکل بات ہے۔ لہٰذا بہتر ہے کہ ان کی حکومت کو تسلیم کرلو اس مقصد کے لئے
۹ھ میں نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد جو ساٹھ آدمیوں پر مشتمل تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے پاس آیا اور انہوں نے الگ الگ رہنا پسند نہ کیا جس کی وجہ سے انہیں مسجد نبوی میں ٹھہرایا
گیا ان کے آنے کا اصل مقصد تو یہ تھا کہ ہم تمہاری رعیت بننے کے لئے آئے ہیں مگر پڑھے لکھے
لوگ تھے علمی گفتگو بھی ہوئی جس کا ذکر پہلے ہوا ہے اس گفتگو میں انہوں نے یہ بھی کہا کہ حضرت
عیسیٰ علیہ السلام نے ہمارے بڑوں کو کہا تھا کہ مجھے رب سمجھنا اس واسطے ہم عیسیٰ علیہ السلام کے
بندے ہیں اور وہ ہمارے رب ہیں۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے اس کا رد فرمایا ہے۔ مَا كَانَ لِبَشَرٍ
اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ نہیں حق پہنچتا کسی بشر کو اس کے بعد یہ کہ اللہ تعالیٰ
نے اس کو کتاب دی ہو اور حکم دیا ہو اور نبوۃ دی ہو۔ اب قیود کے بعد پیغمبروں کے علاوہ
دوسرے بشر خارج ہو گئے کیونکہ دوسروں پر نہ تو کتابیں نازل ہوئی ہیں۔ نہ ان کو اللہ تعالیٰ نے
نبوۃ عطاء فرمائی ہے نہ ان پر وحی نازل ہوئی ہے۔ اس میں صرف اور صرف پیغمبر آتے ہیں تو جو
بشر پیغمبر ہے اس کو حق نہیں پہنچتا کہ یہ چیزیں ملنے کے بعد۔ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ پھر وہ کہے لوگوں کو ہو جاؤ تم میرے بندے اللہ تعالیٰ کے سوا یہ تو پیغمبر کا حق ہی
نہیں ہے۔ اور یہ اس کی شان کے لائق ہی نہیں ہے۔ یہ تمہاری خانہ ساز باتیں ہیں۔ حضرت
عیسیٰ علیہ السلام نے ہرگز یہ نہیں فرمایا کہ تم میرے بندے بن جاؤ۔ نہ حضرت داؤد علیہ السلام
نے فرمایا ہے نہ موسیٰ علیہ السلام نے نہ کسی اور پیغمبر نے فرمایا ہے اس آیتِ کریمہ کے پیشِ نظر
مفسرین کرام، فقہائے کرام، اور محدثینِ عظام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے لکھا ہے کہ
عبدالنبی، عبدالرسول، عبدالمصطفیٰ نام رکھنا جائز نہیں ہے۔ بعض لوگ یہ تاویل کرتے ہیں کہ عبد
سے مراد غلام ہے۔ تو اس صورت میں عبدالنبی کا معنیٰ بنے گا غلام نبی اور عبدالرسول کا غلام

رسول اور عبدالمصطفیٰ کا غلام مصطفیٰ یہ ٹھیک ہے۔لیکن فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمائی ہے کہ عبد سے مراد اگر بندہ ہو جیسے عبداللہ، عبدالرب اور عبدالکریم میں ہے تو پھر خالص شرک ہے۔اور اگر غلام والا معنیٰ لیں تو شرک تو نہیں ہے۔مگر مکروہ ہے۔کیونکہ لفظ "ذومَعْنَیَیْن" ہے۔اور ایسا لفظ بولنا کہ جس کا ایک معنیٰ ایسا نکلتا ہو کہ جس سے لوگ غلط فائدہ اٹھائیں تو وہ بولنا صحیح نہیں ہے۔اور یہ بات تم سن چکے ہو کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے راعنا کا لفظ بولتے تھے جس کے معنیٰ ہیں ہماری رعایت فرمائیں لفظ بھی صحیح تھا اور کہنے والوں کی نیت بھی درست تھی۔لیکن یہودی اس کو زبان دبا کر راعینا بولتے تھے جس کا معنیٰ متکبر، چرواہا اور جاہل بنتا ہے۔ اَلْعَیَاذُ بِاللہِ تَعَالٰی ۔تو اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس لفظ کے بولنے سے منع فرمادیا کیونکہ یہودی اس سے غلط فائدہ اٹھاتے تھے۔لہٰذا ایسا لفظ جس کا مفہوم شریعت کے خلاف نکل سکتا ہو اور لوگ اس سے غلط فائدہ اٹھائیں تو اس کا استعمال جائز نہیں ہے۔حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے کسی نے سوال کیا کہ حضرت۔ "اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللہ" ۔کے الفاظ کے ساتھ درود پڑھا جا سکتا ہے یا نہیں تو حضرت نے فرمایا۔کہ یہ بھی درود کے مختصر الفاظ ہیں لیکن پڑھنے والا اس نظریئے کے ساتھ پڑھے کہ اس درود کو فرشتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچاتے ہیں اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر ناظر سمجھ کر پڑھے گا تو کفر اور شرک ہوگا اور اب چونکہ لوگوں کے ذہن خراب ہیں اور وہ۔ "اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللہ" ۔سے یہ سمجھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حاضر ناظر ہیں اس واسطے عام آدمی یہ الفاظ کہنے اور بولنے سے گریز کرے تاکہ باطل کی تائید نہ ہو ورنہ فِیْ نَفْسِہٖ یَا رَسُوْلُ اللہ کہنا اور محض پیار اور محبت میں کہنا جائز اور صحیح ہے۔اس کو تم اس طرح سمجھو کہ کوئی آدمی راستے پر چلتے چلتے گر پڑے اور کہے ہائے او

میری ماں یا باپ اومیری بے بے اب ماں اور بے بے وہاں موجود تو نہیں ہیں۔ مگر محبت ہوتی ہے اس واسطے بے ساختہ زبان پر ان کا نام آتا ہے اسی طرح اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر ناظر نہ سمجھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد مانگنے کا نظریہ نہ ہو تو یا رسول اللہ کہنا صحیح ہے۔ لیکن عوام چونکہ غلط فائدہ اٹھاتے ہیں اور وہ ان الفاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر ناظر سمجھتے ہیں اور آپ سے مدد مانگتے ہیں اس واسطے یہ لفظ نہیں بولنے چاہییں۔ اور جتنے بھی موہوم الفاظ ہیں ان کا یہی حکم ہے۔ مثلاً ایک شخص ''یا علی مشکل کشا'' کہتا ہے۔ اور اس کی علی سے مراد رب کی ذات ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا نام علی بھی ہے۔ "وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْم" ۔تو یہ کہنا فی نفسہٖ صحیح ہے۔ مگر عوام میں یہ جملہ اس وقت تک نہ بولے جب تک ان کو سمجھا نہ دے کہ بھائی علی اللہ تعالیٰ کا نام بھی ہے اور میں جو کہتا ہوں یا علی مشکل کشا تو اس سے میری مراد رب تعالیٰ کی ذات ہے۔ اور اگر یہ تشریح نہیں کرے گا تو لوگ سمجھیں گے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مدد مانگ رہا ہے۔ جو کہ عوام کا ذہن بنا ہوا ہے یہاں ایک بات سمجھ لیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام کے ساتھ مشکل کشا کا لفظ کتابوں میں آتا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے جو لوگوں نے سمجھا ہوا ہے۔ بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مشکل کشا اس واسطے کہا جاتا ہے کہ وہ مشکل سے مشکل مسئلہ حل فرما دیتے تھے۔ کیونکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے بڑی سمجھ عطاء فرمائی تھی۔ ایک موقعہ پر ایک مسئلہ پیش آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ "قَضِيَّةٌ وَلَا ابَا حَسَنٍ" ۔مشکل مسئلہ پیش آیا ہے۔ اور ابوالحسن علی موجود نہیں ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا لقب تھا۔ حَلَّا المعاقل ۔مشکل مسائل کی گرہ کھولنے والا۔ بعض بزرگان دین کے شجروں میں جو یہ الفاظ آتے ہیں کہ پروردگار علی مشکل کشا کے واسطے۔ چنانچہ حضرت مولانا حسین احمد مدنی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے شجرہ میں بھی یہ لفظ ہیں اے پروردگار یہ میرا کام کر علی مشکل کشا

کے واسطے تو اس سے یہی مراد ہے مشکل مسائل کی گرہ کھولنے والا یہ مراد نہیں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ما فوق الاسباب لوگوں کی مشکلیں حل کرنے والے ہیں۔ چنانچہ کسی ناسمجھ نے حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کو خط لکھا کہ تم دیوبندی ایک طرف تو کہتے ہو کہ علی مشکل کشا کہنا شرک ہے اور دوسری طرف تمہارے شجروں میں علی مشکل کشا کے لفظ موجود ہیں۔ تو حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مکتوبات میں موجود ہے فرماتے ہیں دیکھو بھائی! حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دور میں مشکل سے مشکل مسئلے حل فرماتے تھے۔ عربی میں ان کو "حلال المعاقل" کہتے تھے۔ مشکل مسئلوں کی گرہ کھولنے والا اور فارسی والوں نے اس کا ترجمہ کیا ہے مشکل کشا تو مشکل کشا سے یہ مراد ہے باقی ہماری مشکلیں رب تعالیٰ ہی حل فرماتے ہیں رب کے سوا کوئی مشکل کشا نہیں ہے۔ تو مسئلہ یہ ہے کہ ایسا نام نہ رکھو جس سے شرکیہ مفہوم نکلتا ہو۔ ناموں میں بہتر نام وہ ہیں جن میں رب تعالیٰ کی طرف نسبت ہو جیسے عبداللہ ہے عبدالرب ہے۔ کیونکہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ سب سے اچھے وہ نام ہیں جن کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو جیسے عبداللہ، عبدالرحمن، عبدالرحیم، عبدالجلیل، عبدالکریم، عبدالرب، عبدالمؤمن، عبدالمهیمن، عبدالمنعم، عبدالمحسن، عبدالمقیت، عبدالمبین، عبدالمتین، دوسرے نمبر پر وہ نام ہیں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آئے جیسے محمد قاسم حسین احمد، غلام محمد، پھر وہ ہیں جن میں دوسرے پیغمبروں کے نام آئیں۔ جیسے محمد ابراہیم، محمد اسماعیل، محمد داؤد، محمد اسحاق، محمد زکریا۔ پھر وہ نام ہیں جو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے نام ہیں جیسے، ابوبکر، عمر، عثمان، علی، رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ان ناموں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا اور اجازت بھی دی کہ صحیح ہیں۔ اگر کسی صحابی کا نام غلط ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدل دیتے تھے دیہات سے ایک موٹا تازہ شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اور اس کے ساتھ

ایک کتا بھی تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ بھائی تیرا نام کیا ہے؟ کہنے لگا میرا نام ظالم ہے اور میرے کتے کا نام راشد ہے۔ اور راشد کا معنیٰ ہے ہدایت یافتہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو بندہ ہو کے بھی ظالم ہے اور وہ کتا ہو کے راشد ہے۔ فرمایا میں نے نام بدلنا ہے آج کے بعد تیرے کتے کا نام ظالم ہے اور تیرا نام راشد ہے۔ اپنے علاقے میں جا کر لوگوں کو بتا دینا۔ منیب الطبع اور سلیم الطبع شخص تھا کوئی قیل و قال نہیں کی کہنے لگا۔ حضرت ٹھیک ہے اور اگر اَڑنا چاہتا تو کہہ سکتا تھا کہ حضرت میرا کوئی اور نام رکھ دو کتے کا نام تو میرا نہ رکھو اور بعضے اَڑ بھی جاتے تھے جیسے رئیس التابعین حضرت سعید ابن المسیب رحمہ اللہ کے دادا حضرت حزن رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حضرت سعید مشہور تابعی ہیں۔ ان کے باپ مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی ہیں۔ اور دادا حزن رضی اللہ عنہ بھی صحابی ہیں۔ یہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم عموماً نام دریافت فرماتے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ میرا نام حزن ہے۔ اور حزن کے معنیٰ ہیں کھردرا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ نام اچھا نہیں ہے۔ اگر تو چاہے تو میں تیرا نام سہیل رکھ دوں۔ سہیل کے معنیٰ ہیں نرم۔ حضرت حزن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا حضرت اس میں شرعی طور پر کوئی گناہ تو نہیں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں گناہ تو نہیں ہے۔ کہنے لگے یہ نام میرے باپ دادا نے رکھا ہے۔ لہٰذا میں حزن ہی ٹھیک ہوں۔ حضرت سعید رحمہ اللہ ابن مسیب فرماتے ہیں کہ قدرتی طور پر وہ دادے والی سختی ہم میں بھی ہے کاش کہ ہمارا دادا اس وقت مان لیتا اور ان کا نام سہل ہو جاتا۔ اور ہم میں بھی نرمی ہوتی تو ناموں میں اثر ہوتا ہے۔ لہٰذا مہمل اور اجنبی نام نہیں رکھنا چاہیے۔ عورتیں کئی مہمل قسم کے نام لے آتی ہیں۔ اور پوچھتی ہیں کہ اس کا کیا معنیٰ ہے؟ تو ساری لغتیں تو یاد نہیں ہوتیں۔ جس زبان کا لفظ ہے اس لغت میں

دیکھ لو کیا معنیٰ ہے؟اور عورتوں کے ناموں میں وہ تمام اچھے ہیں جو صحابیات کے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کے نام ہیں اور ایسے ناموں سے گریز کرنا چاہیے جن کے شرکیہ معنیٰ بنتے ہوں۔تا کہ لوگ غلط فہمی کا شکار نہ ہوں تو کسی پیغمبر نے یہ سبق نہیں دیا کہ تم میرے بندے بن جاؤ بلکہ وہ تو یہ تعلیم دیتے ہیں۔ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ ،اور لیکن (وہ یہ کہے گا کہ) ہو جاؤ تم رب والے۔ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ ،اس واسطے کہ تم تعلیم دیتے ہو کتاب کی۔ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ O ،اور اس واسطے کہ تم پڑھتے ہو کتاب کو۔خطاب تو عیسائیوں کو ہے اور وہ کتاب پڑھتے بھی تھے۔اور اس کی تعلیم بھی دیتے تھے مگر وہ بات کہ جس سے ان پر زد پڑتی تھی اس کو چھوڑ دیتے تھے۔وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَ النَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ،اور وہ تم کو حکم نہیں دے گا اس بات کا کہ تم بنالو فرشتوں کو اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو رب۔ یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کو رب بنایا اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رب بنایا اور صابیوں نے فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں بنایا۔ پھر ان کی پوجا شروع کر دی۔ اور آج کل بعض جاہل قسم کے لوگ تعویذات پر لکھتے ہیں یا جبرائیل، یامیکائیل، یااسرافیل، یاعزرائیل (علیہم السلام) وغیرہ۔یہ بالکل ناجائز ہے۔ اس واسطے کہ کام تو سارے رب کرتا ہے فرشتوں کے تو بس میں ہی کچھ نہیں ہے۔ان کو پکارنے کا کیا فائدہ وہ تو رب تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لوگ جب آگ کے بھٹے میں ڈالنے لگے تو جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہنے لگے میرے لائق کوئی خدمت ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا۔"حسبی اللہ"۔مجھے میرا اللہ کافی ہے۔وہ دیکھ رہا ہے مجھے تیری ضرورت نہیں ہے۔ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ O کیا وہ تمہیں حکم کرے گا کفر کا بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو چکے ہو۔اللہ تعالیٰ کا پیغمبر اسلام سکھانے کے لئے آتا ہے؟ یا کفر

سکھانے کے لئے آتا ہے؟ کیا وہ تمہیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ تم عبدالمسیح علیہ السلام، عبد موسیٰ علیہ السلام، عبد داؤد علیہ السلام، عبدالرسول اور عبدالمصطفےٰ بن جاؤ۔ یہ تو کفر کی بات ہے۔ پیغمبر یہ تعلیم نہیں دیتے وہ تو تعلیم دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کے بندے بنو اور نام بھی وہ رکھو جن میں اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت ہو یا اس میں نبی کا نام آئے۔ یا صحابہ رضی اللہ عنہم کا اور عورتیں بھی صحابیات رضی اللہ عنہن کے ناموں والے نام رکھیں ناموں کا اثر ہوتا ہے۔ ابھی تم بخاری شریف کی حدیث سن چکے ہو۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطاء فرمائے۔ (آمین)......!

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۸۲﴾ اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾ قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۪ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۫ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۸۴﴾

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ، اور جس وقت لیا اللہ تعالیٰ نے۔ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ، وعدہ پیغمبروں سے۔ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ، وہ چیز جو میں تمہیں دوں گا۔ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ، کوئی کتاب اور دانائی۔ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ، پھر آئے گا تمہارے پاس رسول۔ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ، تصدیق کرنے والا ہوگا اس چیز کی جو تمہارے پاس ہے۔ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ، البتہ ضرور تم اس پر ایمان لاؤ گے۔ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ، اور البتہ ضرور تم

اس کی مدد کروگے۔ قَالَ ءَ اَقْرَرْتُمْ ،فرمایا پروردگار نے کیا تم نے اقرار کیا؟۔ وَاَخَذْتُمْ ،اور لیا تم نے۔ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ،اس پر میرا وعدہ۔ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ،کہنے لگے ہم نے اقرار کیا۔ قَالَ فَاشْهَدُوْا ،رب تعالیٰ نے فرمایا پس گواہ بن جاؤ۔ وَاَنَا مَعَكُمْ ،اور میں تمہارے ساتھ ہوں۔ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ O،گواہوں میں سے۔ فَمَنْ تَوَلّٰى ،پس جس نے اعراض کیا۔ بَعْدَ ذٰلِكَ ،اس کے بعد۔ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ O،پس وہی لوگ نافرمان ہیں۔ اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ،کیا اللہ تعالیٰ کے دین کے سوا کوئی اور دین۔ يَبْغُوْنَ، یہ تلاش کرتے ہیں۔ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ،اور اسی کے سامنے جھکی ہوئی ہے وہ مخلوق۔ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ،جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے۔ طَوْعًا وَّ كَرْهًا ،خوشی کے ساتھ اور جبراً۔ وَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ O،اور اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ،آپ کہہ دیجئے ہم ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر۔ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا ، اور اس چیز پر جو ہم پر نازل کی گئی۔ وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ، اور اس چیز پر جو نازل کی گئی ابراہیم علیہ السلام پر۔ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ،اور اسماعیل علیہ السلام پر،اور اسحٰق علیہ السلام پر،اور یعقوب علیہ السلام پر۔ وَالْاَسْبَاطِ ،اور ان کی اولاد در اولاد پر۔ وَمَآ اُوْتِىَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى،اور اس چیز پر جو دی گئی موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کو۔ وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ، اور سب نبیوں کو جو دی گئی ان کے رب کی طرف سے۔ لَا نُفَرِّقُ ،ہم نہیں تفریق کرتے۔ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ،ان میں سے کسی ایک کے درمیان۔ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ O اور ہم اسی رب تعالیٰ کے فرماں بردار ہیں۔

اس سے پہلے تم یہ بات خاصی تفصیل کے ساتھ سن چکے ہو کہ ۹ھ میں نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد جو ساٹھ آدمیوں پر مشتمل تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اور ان کے آنے کا اصل مقصد تو اتنا ہی تھا کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی با وفا رعایا ہیں ہم پر جو ٹیکس وغیرہ عائد

ہوتا ہے۔اس کی تفصیل ہمیں بتادو۔لیکن چونکہ پڑھے لکھے لوگ تھے۔مختلف قسم کی علمی باتیں بھی ہوئی۔جن کے متعلق پہلے بیان ہو چکا ہے۔آخر میں انہوں نے یہ شوشہ چھوڑا کہ ٹھیک ہے تم نبی ہو گے مگر عربوں کے لئے۔ہم جو بنی اسرائیلی ہیں یا دوسری قومیں ہیں۔ان کے لئے تمہاری نبوۃ تسلیم کرنا ضروری نہیں ہے۔اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں کہ ان کا یہ دعویٰ بالکل بے بنیاد ہے۔کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار تو اللہ تعالیٰ نے تمام پیغمبروں سے لیا کہ میرے اس پیغمبر پر ایمان لانا ضروری ہوگا۔جو سب سے بعد میں آئے گا۔اور تمام پیغمبروں نے اس کا اقرار کیا کہ ہم مانتے ہیں اور ان پیغمبروں میں موسیٰ علیہ السلام بھی ہیں ،عیسیٰ علیہ السلام بھی ہیں۔اور داؤد علیہ السلام بھی ہیں۔تو اے یہودیو،اور عیسائیو!اور صابیو!تمہارے پیغمبر تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار کریں۔اور تم کس باغ کی مولی ہو کہ انکار کرو اور کہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوۃ صرف عربوں کے لئے ہے۔ہمارے لئے نہیں ہے۔یہ تمہارا دعویٰ بالکل بے بنیاد ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوۃ اتنی عام تھی کہ میں نے تمام پیغمبروں سے اس کا اقرار لیا فرمایا۔وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ ،اور جس وقت لیا اللہ تعالیٰ نے وعدہ پیغمبروں سے۔یہ وعدہ کب لیا گیا۔اس بارے میں دو تفسیریں منقول ہیں۔ایک تفسیر یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے عالم ازل ،عالم ارواح ،عالم میثاق میں ساری مخلوق کی ارواح کو اکٹھا کیا اور ان کو ادراک اور شعور عطاء فرمایا اور سب کو کہا"اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ" ؟۔کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟"قَالُوْا بَلٰى"۔سب نے جواب دیا اور کہا کیوں نہیں تو ہمارا رب ہے۔تو جس مقام پر اپنی الوہیت کا وعدہ لیا تھا وہیں پر تمام پیغمبروں کو الگ کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوۃ کا اقرار لیا کہ میں ایک نبی بھیجوں گا

اس پر سب کا ایمان لانا ضروری ہے۔ سب نے کہا ہمیں منظور ہے۔ اکثر یہی تفسیر بیان کرتے ہیں اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ دنیا میں جب پیغمبر تشریف لائے سب سے الگ الگ وعدہ لیا گیا۔ مثلاً جب حضرت آدم علیہ السلام دنیا میں تشریف لائے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ لیا کہ ایک نبی آئے گا اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اگر تمہارے دور میں آجائے تو اس کی مدد کرنا ضروری ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا کہ میرا ایمان ہے۔ اسی طرح جب شیث علیہ السلام تشریف لائے تو ان سے وعدہ لیا گیا اور جب نوح علیہ السلام تشریف لائے تو انسے وعدہ لیا گیا، پھر جب ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے تو ان سے وعدہ لیا گیا۔ یعنی جو پیغمبر جس وقت دنیا میں تشریف لائے ان سے اس وقت وعدہ لیا گیا۔ اور وعدہ اس عنوان سے لیا گیا۔ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ ،البتہ وہ چیز جو میں تمہیں دوں گا۔ مِّنْ کِتٰبٍ وَّ حِکْمَۃٍ، کوئی کتاب اور حکمت، اور نبوۃ۔ یعنی میں تمہیں کتاب دوں گا وحی آئے گی حکم دوں گا دانائی کی باتیں دوں گا یہ تمہارا منصب ہے اس کو سمجھ لو کہ تم کون ہو؟۔ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ، پھر آئے گا تمہارے پاس رسول۔ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ، تصدیق کرنے والا ہوگا اس چیز کی جو تمہارے پاس ہے۔ توحید رسالت معاد، جو بھی اصولی باتیں ہیں وہ ان کی تصدیق کرے گا پھر وہ پیغمبر جب تمہارے پاس آئے تو یہ وعدہ کرو۔ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ ،البتہ ضرور بضرور تم اس پر ایمان لاؤ گے۔ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ ،اور البتہ ضرور تم اس کی مدد کرو گے۔ یہ وعدہ اللہ تعالیٰ نے لیا۔ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ ؟ ،فرمایا پروردگار نے کیا تم نے اقرار کیا؟۔ اس وعدے کا کہ وہ آخری پیغمبر جب آئے گا اس پر ایمان لاؤ گے اور اگر تمہارے دور میں آگیا تو اس کی مدد بھی کرو گے۔ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ ،اور لیا تم نے اس پر میرا وعدہ۔ اور مان لیا۔ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا، پیغمبروں نے کہا ہم اقرار کرتے ہیں کہ ہم

اس عہد کو پورا کریں گے۔آنے والے پیغمبر پر ایمان بھی لائیں گے اور اگر ہمارے دور میں آیا تو ہم اس کی مدد بھی کریں گے۔ قَالَ فَاشْهَدُوْا ،رب تعالیٰ نے فرمایا پس گواہ بن جاؤ کہ تم نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ جو پیغمبر بعد میں آنا ہے تم اس پر ایمان لاؤ گے اور اگر تمہارے دور میں آ گیا تو اس کی مدد بھی کرو گے۔ وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ،اور حق کے گواہوں میں سے میں بھی تمہارے ساتھ ہوں ۔کہ انہوں نے میرے ساتھ یہ عہد کیا ہے۔اب دیکھو کتنی عجیب بات ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام پیغمبروں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوۃ کا وعدہ لے اور اگر ان کے دور میں آجائیں تو امداد کا بھی وعدہ اور تمام پیغمبر اس کا اقرار کریں۔اور ان پیغمبروں کا نام لینے والے یہ کہیں کہ ان کی نبوۃ ہمارے لئے نہیں ہے۔کیا ان کی یہ بات درست ہے؟ مگر دنیا میں کوئی خاموش نہیں رہتا۔کوئی نہ کوئی شوشہ چھوڑتا رہتا ہے۔عربی کا ایک مشہور مقولہ ہے کہ "مَالَا يُدْرَكُ كُلُّهٗ لَا يُتْرَكُ كُلُّهٗ"۔جو چیز ساری حاصل نہ ہو ساری چھوڑی نہ جائے۔مطلب یہ ہے کہ اگر بندے کو ساری نہ ملے تو کچھ نہ کچھ تو ملنی چاہیے پھر وہ پیغمبر عملی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد نہ کر سکے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس مقصد کے لئے زندہ رکھا ہوا ہے۔وہ آسمان سے نازل ہوں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی مدد کریں گے اور "لَتَنْصُرُنَّهٗ" کا پورا پورا ثبوت دیں گے۔وہ اس طرح کہ جامع مسجد دمشق میں امام مہدی علیہ السلام صبح کی نماز کی تیاری کرا چکے ہوں گے کہ فرشتے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان سے لے کر آئیں گے اور جامعہ مسجد دمشق کے منارہ پر لا کر بٹھائیں گے۔وہ منارہ سفید رنگ کا آج بھی موجود ہے۔جب میں دمشق گیا تھا تو میں نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔دروازہ بند تھا اور اندر نہیں جا سکا۔اس وقت کھولنے کی اجازت نہیں

تھی۔ اور انتظار میں نے نہیں کیا۔ چونکہ وقت تھوڑا تھا۔ پھر سیڑیوں کے ذریعہ نیچے تشریف لائیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کی آوازیں شروع ہو جائیں گی۔اس وقت امام مہدی علیہ السلام مصلے پر کھڑے ہو چکے ہوں گے جب سنیں گے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہو چکے ہیں۔تو مصلے سے پیچھے ہٹ جائیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کریں گے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کہیں گے کہ حضرت نماز پڑھاؤ۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے کہ نہیں۔اب میری حیثیت امتی کی ہے تمہارے پیچھے نماز پڑھوں گا۔تو پہلی نماز فجر کی جامع مسجد دمشق سوق حمیدہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام امام مہدی علیہ السلام کے پیچھے کھڑے ہوکر پڑھیں گے نماز کے بعد اعلان ہوگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لا چکے ہیں مسلمانوں کی خوشی کی کوئی حد نہیں ہوگی۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام جہاد کا حکم دیں گے سب سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسرائیل کے علاقے میں ایک مقام ہے۔جس کا نام ہے ''لُدّ'' اس کے دروازے پر دجال کو اپنے ہاتھ مبارک سے قتل کریں گے یعنی سچا مسیح جھوٹے مسیح کو قتل کرے گا۔ پھر یہود ونصاریٰ اور دوسرے کافروں کے ساتھ لڑائی ہوگی۔جن علاقوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اثر ورسوخ ہوگا ان علاقوں میں اسلام کے بغیر کوئی دین نہیں رہے گا۔ اسلام ہی اسلام ہوگا۔ یہی پانچ نمازیں اور تیس روزے ہوں گے جو ہم پڑھتے اور رکھتے ہیں۔اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرآن وحدیث کے مطابق فیصلے فرمائیں گے۔ اور اس طرح وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی مدد ونصرت فرمائیں گے۔ اور پختہ عہد کرنے کے بعد۔ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ ،پس جس نے اعراض کیا اس کے بعد۔یعنی پیغمبروں نے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوۃ کا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کا اقرار کیا اور دوسرے

لوگ اعراض کریں گے۔ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ، تو وہی لوگ نافرمان ہیں۔ کہ پیغمبر تو اقراری ہوں اور امتی کہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوۃ اور دین ہمارے لئے نہیں ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی مدد کرنا ہمارے لئے ضروری نہیں ہے۔ ہمارے لئے ہمارا اپنا مذہب ہے یہ کیسی منطق ہے؟ بھائی! بے شک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مذہب اپنے دور میں حق تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مذہب اپنے دور میں حق تھا۔ اسی طرح باقی پیغمبروں کا۔ مگر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے تو پہلے سب دین منسوخ ہو گئے۔ اس کو تم اس طرح سمجھو کہ آسمان میں ستارے ہیں کسی کی روشنی کم ہے اور کسی کی زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ "وَبِالنَّجْمِ ھُمْ یَھْتَدُوْنَ"۔ (پارہ نمبر ۱۴) اور لوگ ستاروں سے بھی راستے معلوم کرتے ہیں۔ یعنی لوگ ستاروں سے بھی فائدہ اٹھاتے ہیں مگر جب سورج طلوع ہو جائے تو پھر ستاروں کی روشنی کی کیا ضرورت ہے۔ دوسرے پیغمبر ستاروں کی مانند ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب نبوۃ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد ستاروں کی روشنی تلاش کرنے والا دیوانہ اور مجنون ہے۔ اسے پاگل خانے میں بند کرنا چاہیے۔ ان پیغمبروں کی شریعتیں اپنے اپنے زمانے میں حق اور سچ تھیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے تو سارے دین ختم اور منسوخ ہو گئے اب کامیابی صرف اسلام میں ہے۔ فرمایا! اَفَغَیْرَ دِیْنِ اللّٰہِ یَبْغُوْنَ، کیا پس اللہ تعالیٰ کے دین کے سوا کوئی اور دین یہ تلاش کرتے ہیں۔ وَلَہٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، اور اسی کے سامنے جھکی ہوئی ہے وہ مخلوق جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے۔ آسمانوں میں فرشتے ہیں یا جو بھی رب کی مخلوق ہے۔ سب اس کے احکام مانتے ہیں اور اس کے احکام کے سامنے جھکے ہوئے ہیں

اور جو زمین میں ہیں وہ رب کے سامنے جھکے ہوئے ہیں۔ طَوۡعًا وَّ کَرۡهًا، کوئی خوشی کے ساتھ جھکا ہوا ہے اور کوئی مجبوراً۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے جھکا ہوا ہے۔ جو مسلمان ہیں وہ سارے خوشی کے ساتھ رب کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہیں اور جو جہاد میں قید ہو کر آتے ہیں پہلے تو وہ مجبور ہوتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ اِن کے دلوں میں اسلام کی محبت ڈال دیتا ہے اور وہ سچے دل سے قبول کر لیتے ہیں تو وہ جبر اب خوشی میں تبدیل ہو گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے احکام دو قسم کے ہیں تشریعی اور تکوینی۔ تشریعی یہ ہیں کہ مثلاً تم رب پر ایمان لاؤ۔ پیغمبروں پر ایمان لاؤ۔ کتابوں پر ایمان لاؤ۔ فرشتوں پر ایمان لاؤ۔ تقدیر پر ایمان لاؤ۔ نمازیں پڑھو، روزے رکھو، قیامت پر ایمان لاؤ۔ قبر حشر پر ایمان لاؤ۔ یہ شرعی احکام ہیں۔ اور مومن ان کو خوشی کے ساتھ دل سے تسلیم کرتے ہیں اور تکوینی احکام یہ ہیں۔ مثلاً رب تعالیٰ کسی کو بیمار کرتا ہے۔ کسی کو مارتا ہے، کسی کو اولاد دے کر چھین لیتا ہے۔ کبھی کو مال دے کر چھین لیتا ہے۔ تو اس کے تکوینی احکام جبراً مانتے ہیں۔ ہے کوئی جو انکار کرے کہ میں نے بیمار نہیں ہونا؟ میں نے مرنا نہیں ہے۔ یا میں اپنی اولاد کو مرنے نہیں دوں گا۔ یا مال ہاتھ سے نہیں جانے دوں گا۔ تو تکوینی احکام مومن کافر سب مانتے ہیں مومن خوشی کے ساتھ راضی برضاء الٰہی ہوتے ہیں اور کافر رب کے یہ احکام ماننے پر مجبور ہوتے ہیں۔ وَّ اِلَيۡهِ يُرۡجَعُوۡنَ ☆، اور اسی ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ یعنی جانا سب نے رب کے پاس ہے۔ اور جب انسان اپنے ذہن میں یہ نکتہ بٹھائے گا کہ میں نے رب تعالیٰ کے پاس جانا ہے۔ اور رب تعالیٰ نے مجھ سے نیکی بدی کا سوال کرنا ہے تو پھر تیاری بھی کرے گا۔ دیکھو! سکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں کے امتحان ہوتے ہیں۔ ان کے لئے بچے خود بھی تیار کرتے ہیں۔ ماں باپ بھی تیاری کراتے ہیں۔ استاد بھی مجبور کرتے ہیں کہ تیار کرو

سب کو فکر لگی ہوتی ہے۔ حالانکہ یہ امتحان آخرت کے امتحان کے مقابلے میں اس طرح ہے جس طرح بچوں کا کھیل ہوتا ہے۔ مگر اس کی کتنی تیاری ہوتی ہے؟ افسوس کہ آخرت کے سچے اور حقیقی امتحان کی تیاری بہت کم ہے۔ ہم میں سے کتنے اللہ کے بندے ہیں جو نمازیں پڑھتے ہیں اور روزے رکھتے ہیں۔ رب تعالیٰ کی فرماں برداری کر کے اس کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں اور اپنے نصاب کی پوری زکوٰۃ نکالتے ہیں اور عشر ادا کرتے ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ بالکل نہیں ہیں۔ بلکہ مجموعی حیثیت سے کہتا ہوں کہ نسبت کیا ہے؟ سو میں سے کتنے آدمی رب تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل کرنے والے ہیں؟ تو جب یہ بات ذہن میں بٹھائے گا کہ رب تعالیٰ کے پاس جانا ہے تو پھر اس کی تیاری بھی کرے گا آگے فرمایا۔ اہلِ کتاب نے تو حصے کئے ہوئے ہیں۔ کہ یہودی کہتے ہیں کہ ہم موسیٰ علیہ السلام کے سوا کسی کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ صابی کہتے ہیں ہم حضرت داؤد علیہ السلام کے سوا کسی کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اور عیسائی کہتے ہیں کہ ہم عیسیٰ علیہ السلام کے سوا کسی کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ہماری وسعتِ قلبی اور فراخ دلی بھی سن لو! فرمایا۔ قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ، اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیجئے ہم ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر۔ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا ، اور اس چیز پر جو ہم پر نازل کی گئی۔ وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ، اور اس چیز پر جو نازل کی گئی ابراہیم علیہ السلام پر اور اسماعیل علیہ السلام پر، اور اسحٰق علیہ السلام پر، اور یعقوب علیہ السلام پر۔ وَالْاَسْبَاطِ ، اور ان کی اولاد در اولاد کی طرف۔ جو نازل کی گئی ہے کیونکہ اسباط جمع ہے سبط کی اور سبط کے معنیٰ ہیں بیٹا اور پوتا جو معنیٰ ہوں گے اولاد در اولاد اور خاص طور پر وہاں چونکہ یہودی اور عیسائی تھے جن کے ساتھ بات ہو رہی تھی۔ اس واسطے خصوصیت کے ساتھ فرمایا۔ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى

وَعِیۡسٰی، اورہم اس چیز پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو دی گئی موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام
کو۔ وَالنَّبِیُّوۡنَ مِنۡ رَّبِّهِمۡ، اور سب نبیوں کو جو دی گئی ان کے رب کی طرف سے ہم سب پر
ایمان رکھتے ہیں۔ اوظالمو! ہم تو سارے پیغمبروں کی قدر کرتے ہیں اوران کی طرف جو رب کی
طرف سے احکام نازل ہوئے ہیں ہم سب پر ایمان لاتے ہیں۔ لَا نُفَرِّقُ بَیۡنَ اَحَدٍ مِّنۡهُمۡ
، ہم نہیں تفریق کرتے ان میں سے کسی ایک کے درمیان۔ اوپر چونکہ اٰمَنَّا ہے۔ اس واسطے
تفریق سے مراد ایمان کی تفریق ہے کہ ہم ایمان کے سلسلے میں تفریق نہیں کرتے کہ "نُؤۡمِنُ
بِبَعۡضٍ وَّ نَكۡفُرُ بِبَعۡضٍ" ۔ بعض پر ایمان لائیں اور بعض پر ایمان نہ لائیں۔ بلکہ ہمارا سب پر
ایمان ہے۔ کہ سارے اللہ تعالیٰ کے سچے پیغمبر تھے۔ اور اپنے اپنے زمانہ میں بہترین نمونہ
تھے۔ باقی رہی بات درجوں کی تو وہ پیغمبروں کے اپنے اپنے درجے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا
ارشاد ہے "تِلۡكَ الرُّسُلُ فَضَّلۡنَا بَعۡضَهُمۡ عَلٰی بَعۡضٍ" ۔ یہ سب رسول ہیں ہم نے ان میں
بعض کو بعض پر فضیلت بخشی ہے۔ اور پندرویں/ ۱۵ پارے میں آتا ہے۔ "وَلَقَدۡ فَضَّلۡنَا
بَعۡضَ النَّبِیّٖنَ عَلٰی بَعۡضٍ" ۔ البتہ تحقیق ہم نے بعض پیغمبروں کو بعض پر فضیلت عطاء فرمائی
ہے۔ تمام پیغمبروں میں سب سے اعلیٰ اور بلند مرتبہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔
پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہے۔ وَعَلٰی هٰذا القیاس
دوسرے پیغمبر ہیں۔ وَنَحۡنُ لَهٗ مُسۡلِمُوۡنَ ☆ اور ہم اسی رب تعالیٰ کے فرماں بردار ہیں۔ ہم
تمہاری طرح نہیں ہیں۔ کہ اپنی خواہشات پر چلیں۔ ان نجران کے لوگوں نے آخری پیغمبر کے
متعلق یہ شوشہ چھوڑا کہ نبی ہوں گے مگر ہمارے لئے نہیں ہیں بھائی! جب تمام پیغمبروں نے
وعدہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا اور نصرۃ کرنے کا۔ تو تم کون ہوتے ہو نہ

ماننے والے؟ پھر تمہارا ان پیغمبروں پر ایمان کیا ہے کہ جس کو تمہارے پیغمبر مانتے ہیں اس کو تم نہ مانو۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور کہنے کی توفیق عطاء فرمائیں ...... آمین!۔

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۸۵﴾ كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۶﴾ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۷﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۫ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۸۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ۭ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۹۱﴾

ع ۱۷

وَمَنْ يَّبْتَغِ ،اور وہ شخص کہ جس نے تلاش کیا۔ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا، اسلام کے علاوہ کوئی اور دین۔ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ، پس ہرگز وہ اس سے قبول نہیں کیا جائے گا۔ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ، اور وہ شخص آخرت میں۔ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○، نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔ كَيْفَ يَهْدِي

اللّٰہُ ، کیسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔ قَوۡمًا کَفَرُوۡا ، اس قوم کو جنہوں نے کفر اختیار کیا۔ بَعۡدَ اِیۡمَانِهِمۡ ، ایمان لانے کے بعد۔ وَشَهِدُوۡآ ، اور انہوں نے گواہی دی۔ اَنَّ الرَّسُوۡلَ حَقٌّ ، کہ بے شک وہ رسول برحق ہے۔ وَجَآءَهُمُ الۡبَيِّنٰتُ ، اور آگئیں ان کے پاس واضح دلیلیں۔ وَاللّٰهُ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَ ○ ، اور اللہ تعالیٰ نہیں ہدایت دیتا ظالم قوم کو۔ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمۡ ، وہ لوگ بدلا ان کا۔ اَنَّ عَلَيۡهِمۡ لَعۡنَةَ اللّٰهِ ، بے شک ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ وَالۡمَلٰٓئِكَةِ ، اور فرشتوں کی۔ وَالنَّاسِ اَجۡمَعِيۡنَ ○ ، اور تمام انسانوں کی۔ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ، ہمیشہ رہیں گے اس لعنت میں۔ لَا يُخَفَّفُ عَنۡهُمُ الۡعَذَابُ ، نہ ہلکا کیا جائے گا ان سے عذاب۔ وَلَا هُمۡ يُنۡظَرُوۡنَ ○ ، اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔ اِلَّا الَّذِيۡنَ تَابُوۡا ، مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی۔ مِنۡ بَعۡدِ ذٰلِكَ ، اس کے بعد۔ وَاَصۡلَحُوۡا ، اور اصلاح کرلی۔ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ○ ، پس بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ، بے شک وہ لوگ جنہوں نے انکار کیا۔ بَعۡدَ اِيۡمَانِهِمۡ ، ایمان لانے کے بعد۔ ثُمَّ ازۡدَادُوۡا كُفۡرًا ، پھر بڑھ گئے وہ کفر میں۔ لَّنۡ تُقۡبَلَ تَوۡبَتُهُمۡ ، ہرگز نہیں قبول کی جائے گی ان کی توبہ۔ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوۡنَ ○ ، اور یہی لوگ گمراہ ہیں۔ اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ، بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا۔ وَمَاتُوۡا ، اور مرے اس حالت میں۔ وَهُمۡ كُفَّارٌ ، کہ وہ کافر تھے۔ فَلَنۡ يُّقۡبَلَ ، پس ہرگز نہیں قبول کی جائے گی۔ مِنۡ اَحَدِهِمۡ ، ان میں سے کسی ایک سے۔ مِّلۡءُ الۡاَرۡضِ ذَهَبًا ، سونے سے بھری ہوئی زمین۔ وَّلَوِ افۡتَدٰى بِهٖ ، اور اگرچہ وہ اس کو بطور فدیہ کے دے دے۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ، یہی لوگ ہیں جن کے لئے دردناک عذاب ہے۔ وَّمَا لَهُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِيۡنَ ○ ، اور نہیں ہوگا ان کا کوئی مددگار۔

پہلے سے یہ بات تفصیل کے ساتھ چلی آرہی ہے کہ نجران کے عیسائیوں نے اوران کے ساتھ مل کر یہود نے یہ شوشہ چھوڑا تھا کہ اول تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی نہیں مانتے اور اگر نبی ہوں بھی دوسروں کے لیئے ہوں گے ہمارے لئے نہیں ہیں کل کے درس میں تفصیل کے ساتھ سن چکے ہو کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوۃ اتنی عام ہے کہ عام تو عام آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاصوں کے بھی یعنی پیغمبروں کے بھی نبی اور رسول ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوۃ کا تمام پیغمبروں نے اقرار کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور نصرۃ کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ اوران پیغمبروں میں موسیٰ علیہ السلام، داؤد علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام بھی شامل ہیں۔ تو ان کے پیغمبر تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوۃ کو تسلیم کریں اور یہ انکار کریں۔ اور پیغمبروں کے ماننے کا دعویٰ بھی کریں تو اس دعوے کی کیا حیثیت ہے۔ پھر تو سیدھی سادھی بات ہے کہ ان اہلِ کتاب نے اپنے پیغمبروں کو ہی نہیں مانا۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کے بعد پہلے کے تمام ادیان منسوخ ہو گئے ہیں اب کامیابی صرف اسلام میں ہے۔ ارشاد ہے۔ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ، اور وہ شخص کہ جس نے تلاش کیا اسلام کے علاوہ کوئی اور دین پس ہرگز وہ اس سے قبول نہیں کیا جائے گا۔ بے شک اپنے وقت میں حضرت داؤد علیہ السلام کا دین بھی صحیح تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو دین پیش کیا اپنے وقت میں وہ بھی صحیح تھا۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو دین پیش کیا اپنے زمانے میں وہ بھی حق تھا۔ مگر جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو پہلی ساری شریعتیں منسوخ ہو گئیں۔ اب کل کائنات کے واسطے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی اور رسول ہیں اور سب کی نجات اسی دین میں ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش فرمایا ہے۔ اس دین کو صحیح معنیٰ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے

سمجھا۔ اور عمل کیا پھر یہ دین اطراف عالم میں پھیلا۔ اور عرب کے بعد افغانستان، ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش میں جڑیں مضبوط ہوئیں۔ ۔۔۔ ان لوگوں نے دین کو سمجھا یہاں کا گیا گزرا مسلمان بھی ضروریات دین سے واقف ہے۔ فرائض کی پابندی تو الگ بات ہے۔ یہاں مستحبات کی پابندی کرنے والے بھی موجود ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ دین میں بعض چیزیں تو فرض واجب اور سنت مؤکدہ ہیں کہ جن پر عمل کرنا ضروری ہے اور چھوڑنے والا گناہ گار ہے۔ اور بعض چیزیں مستحب ہیں۔ کہ جن کے کرنے سے ثواب ملتا ہے اور نہ کرنے پر گرفت نہیں ہوتی۔ تو الحمد للہ! ان علاقوں میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں۔ جو دین کے مستحبات سے بھی واقف ہیں سب کی بات تو نہیں ہو رہی مگر موجود ہیں۔ دوسرے ملکوں میں اتنا بھی نہیں ہے۔ سوائے سعودیہ کے کہ سعودی باشندے عقائد اور نظریات میں تو پختہ ہیں مگر عمل نہیں ہے۔ اور باقی ملکوں کے لوگ فرائض سے بھی ناواقف ہیں وہ دین کی حقیقت کو نہیں سمجھتے۔ میں ایک واقعہ کا ذکر کرتا ہوں اس سے اندازہ کرلیں۔ دوپہر کے وقت ہم مدینہ طیبہ سے چلے اور ذوالحلیفہ پہنچے جس کو آج کل بئرِعلی کہا جاتا ہے۔ ذوالحلیفہ کے نام سے لوگ آج کل واقف نہیں ہیں مغربی علاقے کے ایک آدمی نے بالکل ننگا ہو کر غسل کرنا شروع کر دیا۔ وہاں کثیر تعداد میں مرد و عورتیں موجود تھیں۔ غسل کرنے کے بعد جب اس نے احرام کے کپڑے پہن لئے اور اس سے پوچھا گیا کہ تو نے یہ کیا حرکت کی ہے تو کہنے لگا کہ میں نے حدیث پر عمل کیا ہے۔ ترمذی شریف میں حدیث آتی ہے۔ "تَجَرَّدَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِلْغُسْلِ قَبْلَ الْاِحْرَامِ" ۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھنے سے پہلے غسل کے لئے کپڑے اتارے تو کپڑے اتارنے کا یہ معنیٰ تو نہیں تھا جو اس نے سمجھا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ننگے ہو کر غسل کیا۔ معاذ اللہ

تعالیٰ۔ غسل کے وقت لوگ کپڑے اتارتے ہی ہیں۔ اور اتارنے جائز بھی ہیں۔ یہ مطلب تو نہیں ہے کہ تم لوگوں کے سامنے ننگے ہو جاؤ۔ اور کیا اس کا نام ہے حدیث پر عمل کرنا؟ یہ واقعہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اور اس کا جواب کا نوں نے سنا ہے۔ تو ایسے کم علم لوگ ہیں اور آج سے تقریبا چالیس سال پہلے کی بات ہے کہ یہود نے ایسے لوگوں کی اس لاعلمی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے عمدہ کاغذ پر اچھی طباعت کے ساتھ تحریف شدہ قرآن کریم شائع کرایا۔ اور ان علاقوں میں بھیجا جہاں نہ تو قرآن کریم کے حافظ تھے اور نہ ہی دین سے زیادہ واقف تھے۔ اس وقت رسائل اور اخبارات میں اکیس بائیس تحریفات شائع ہوئی تھی۔ ان میں ایک یہ تھی کہ آیت۔ وَمَنْ يَّبْتَغِ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ،اور جو شخص اسلام کو تلاش کرے گا بطور دین کے تو اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔ یعنی جس نے اب دین اسلام کو قبول کیا تو اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور آیت کا صحیح مطلب یہ ہے''اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کو تلاش کرے گا پس اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا''۔ اور تحریفات بھی اسی طرح کی تھیں۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطاء فرمائے جمال عبدالناصرؒ کو جو اس وقت مصر کا صدر تھا اور قرآن کا حافظ تھا اور عمل میں ویسا ہی تھا جیسے مصری ہوتے ہیں کہ ان کے قاریوں نے بھی ڈاڑھیاں صاف کی ہوتی ہیں۔ بس آوازیں ہی آوازیں ہیں بہر حال پھر بھی اس کو اسلامی غیرت آئی اور اس نے دین کے بڑے اچھے کام کیے۔ ان میں سے ایک کام یہ کیا کہ قاہرہ میں ایک مستقل ریڈیو اسٹیشن قائم کیا جو چوبیس گھنٹے چلتا ہے اور آج تک اس سے قرآن کریم نشر ہوتا چلا آرہا ہے۔ تاکہ مسلمان اپنے کانوں سے اس قرآن کریم کو سنیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ اور دوسرا کام اس نے یہ کیا کہ علماء اور قراء کے وفد بنا کر ان علاقوں میں

بھیجے جہاں یہودیوں نے تحریف شدہ قرآن تقسیم کیے تھے۔ تا کہ ان کو جا کر آگاہ کریں کہ اصل قرآن یہ ہے جو ہمارے پاس ہے اور جو یہودیوں نے طبع کرا کر تقسیم کیا ہے اس میں غلطیاں ہیں اور تیسرا کام یہ کیا کہ قرآن پاک کے صحیح نسخے لاکھوں کی تعداد میں طبع کرا کر تقسیم کیے اور اب یہ کام سعودیہ نے بھی کیا ہے کہ اچھے سائز میں عمدہ کاغذ پر طبع کرا کر دنیا بھر میں قرآن کریم تقسیم کیا جا رہا ہے۔ سادہ بھی اور مختلف زبانوں میں ترجمہ کرا کے بھی انگریزی زبان میں بروہی زبان میں اور بروہی زبان کے ترجمہ والا ایک نسخہ میری طرف بھی بھیجا جو میرے پاس موجود ہے۔ اردو ترجمہ اور تفسیر کے لئے انہوں نے علماء سے مشورہ کیا۔ تو علماء کرام نے ان کو بتایا کہ اس وقت اردو زبان میں بہترین ترجمہ اور مختصر تفسیر حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمہ اللہ کی ہے۔ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے یہ ترجمہ اور سورۃ بقرہ کی تفسیر اس وقت لکھی جب آپ مالٹا کے مقام میں قید تھے۔ اور سورۃ آل عمران سے لے کر آخر تک کی تفسیر حضرت کے شاگرد مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے کی۔ جنہوں نے پاکستان بننے کے بعد مغربی پاکستان میں جھنڈا لہرایا تھا۔ اور مشرقی پاکستان میں جھنڈا مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے لہرایا تھا۔ اور مالٹا میں قید ہونے کا سبب یہ تھا کہ انگریز اپنے ٹاؤٹ شریف حسین مکہ کے ذریعہ حضرت شیخ الہند سے ترکوں کے خلاف کفر کا فتویٰ حاصل کرنا چاہتا تھا۔ کہ فتویٰ دو کہ ترکی کافر ہیں۔ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مصطفیٰ کمال پاشا یا چند اشخاص کے کفر کی وجہ سے میں سارے ترکی کو کافر نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ مصطفیٰ کمال اور اس کے ساتھیوں نے عرب دشمنی میں اسلام اور خلافت کی مخالفت شروع کر رکھی تھی اور خلافت کے خاتمہ کے لئے سازشوں کے علاوہ انہوں نے ایک باغیرت عثمانی خلیفہ سلطان عبدالحمید خان کو معزول کرا دیا تھا۔ بعد میں مصطفیٰ کمال

اتاترک نے ترکی کا صدر بننے پر خلافت کے خاتمہ اور اسلامی قوانین کی منسوخی کے ساتھ ساتھ قرآن شریف عربی میں پڑھنے اور اذان عربی میں دینے پر بھی پابندی لگادی تھی۔ جس طرح ترکوں نے کل قانون پاس کیا ہے کہ سولہ سال کی عمر تک کوئی دین حاصل نہیں کرسکتا۔ حالانکہ یہی عمر ہوتی ہے۔ دین حاصل کرنے کی تو جو سولہ سال تک دین حاصل نہیں کرے گا اس کے بعد اس کو فرصت نہیں ملے گی بے دین اور بے ایمان ہی مرے گا مگر اس کے باوجود ترکی میں مسلمان بھی ہیں اور اربکان وغیرہ ڈٹے ہوئے ہیں کہ ہم اس قانون کو تسلیم نہیں کرتے۔ تو چند آدمیوں کے کفر کی وجہ سے سب کو تو کافر نہیں کیا جاسکتا۔ یہی بات حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مصطفیٰ کمال جیسے چند افراد کی وجہ سے سارے ترکوں کو میں کافر کس طرح کہوں؟ تو حضرت کا یہ جرم تھا کہ انہوں نے ترکوں کو کافر کہنے سے انکار کردیا تھا۔ جس کی وجہ سے ان کو گرفتار کرکے مالٹا کی جیل میں ڈال دیا گیا اور حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ سے فتویٰ لینے کی وجہ یہ تھی کہ سارا ہندوستان ان کے علم تقویٰ اور سیاست پر اعتماد کرتا تھا۔ تو اگر حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ یہ فتویٰ دے دیں تو ہمارے لئے راستہ صاف ہوجائے گا۔ تو حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کا یہ ترجمہ اور تفسیر جو انہوں نے مالٹا کی اسیری کے ایام میں لکھا تھا سعودی حکومت نے کروڑوں کی تعداد میں طبع کرایا۔ لیکن بعض فرقوں کو ناگوار ہوا کہ دیوبند مکتبہ فکر کے عالم کا ترجمہ کیوں طبع ہوا اور اس پر انہوں نے شور برپا کیا تو سعودی حکومت نے دوبارہ علماء کو اکٹھا کیا۔ کہ یہ لوگ کیا کہتے ہیں؟ تو علماء نے کہا کہ یہ بالکل غلط کہتے ہیں۔ اور تعصب اور ضد سے کام لے رہے ہیں۔ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کا ترجمہ وتفسیر بالکل صحیح اور درست ہے۔ تو سعودی حکومت نے ان کے احتجاج کو بالکل مسترد کردیا۔ (اب یہ ترجمہ شائع نہیں ہورہا۔ بلکہ اس کی جگہ محمد جوناگڑھی کا

ترجمہ شائع ہو رہا ہے)۔ تو بات یہ ہو رہی تھی کہ یہودیوں نے ان کی لاعلمی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تحریف شدہ قرآن کریم طبع کرا کے ان میں تقسیم کر دیا۔ اور نمونے کے طور پر میں نے ایک تحریف بیان کی۔ کہ آیت ''وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ''۔ سے غیر کا لفظ نکال دیا، اور معنیٰ بن گیا۔ ''اور جو شخص اسلام کو تلاش کرے گا، اپنائے گا دین کے طور پر پس اس سے ہرگز نہ قبول کیا جائے گا''۔ حالانکہ آیتِ کریمہ کا صحیح مطلب یہ ہے کہ جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کو تلاش کرے گا پس اس سے ہرگز نہ قبول کیا جائے گا۔ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ، اور وہ شخص آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔ یہ اہلِ کتاب یعنی یہود و نصاریٰ جو اس وقت قرآن اور صاحب قرآن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن بنے ہوئے ہیں۔ ان کو معلوم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر ہیں۔ کیونکہ قرآن کریم میں آتا ہے۔ "اَلَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِيْلِ"۔ (پارہ ۹) یہ رسول امی وہ ہے کہ اس کو پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے پاس توراۃ میں اور انجیل میں۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خوبیاں اور اوصاف اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک ان کو توراۃ میں بھی لکھا ہوا ملتا تھا۔ اور انجیل میں بھی لکھا ہوا ملتا تھا۔ اور پہلے پارے میں تم پڑھ چکے ہو۔ "وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا"۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے یہود و نصاریٰ جب دشمنوں سے لڑتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے دعائیں مانگتے تھے۔ کہ اے پروردگار! نبی آخر الزمان کے وسیلے سے ہمیں کافروں پر فتح عطاء فرما۔ "فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ"۔ پس جب وہ نبی برحق ان کے پاس آ گیا اور انہوں نے ان کو پہچان بھی لیا تو انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ

قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ، کیسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے اس قوم کو جنہوں نے کفر اختیار کیا ایمان لانے کے بعد۔ وَشَهِدُوْآ ، اور انہوں نے گواہی دی۔ اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ ، کہ بے شک وہ رسول برحق ہیں۔ یعنی پہلے ایمان بھی لے آئیں۔ اور یہ بھی کہیں کہ وہ رسول برحق ہیں۔ وَجَآءَ هُمُ الْبَيِّنٰتُ ، اور آگئیں ان کے پاس واضح دلیلیں۔ کہ اس پیغمبر سے معجزات صادر ہوئے اور ان کو انہوں نے آنکھوں سے دیکھ لیا پھر بھی کفر پر اڑے رہے۔ تو یہ ظالم ہیں۔ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ○، اور اللہ تعالیٰ نہیں ہدایت دیتا ظالم قوم کو۔ رب تعالیٰ ہدایت ان کو دیتا ہے ایمان ان کو دیتا ہے جو اُس کے طالب ہوں زبردستی کسی کو ایمان نہیں دیتا۔ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ ، وہ لوگ ہیں بدلہ ان کا۔ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ ، بے شک ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ وَالْمَلٰٓئِكَةِ ، اور فرشتوں کی لعنت ہے۔ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ○، اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔ کیونکہ ایسے لوگ جو پیغمبر کے آنے سے پہلے اس کے طفیل اور وسیلے سے دعائیں کریں اور ان کے تشریف لانے کے بعد کہیں کہ یہ وہی پیغمبر ہے جس نے آنا تھا۔ اور ایمان لانے سے انکار کریں تو وہ ملعون ہیں۔ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ، ہمیشہ رہیں گے اس لعنت میں۔ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ ، نہ ہلکا کیا جائے گا ان سے عذاب۔ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ○، اور فیصلے کے بعد ان کو مہلت بھی نہیں دی جائے گی۔ ایسا نہیں ہوگا جس طرح دنیا میں فیصلے ہوتے ہیں۔ اور سزا مؤخر ہو جاتی ہے پھر کچھ عرصہ بعد دی جاتی ہے۔ وہاں کوئی مہلت نہیں ہوگی۔ جس وقت فیصلہ ہوگا فوراً سزا ہوگی۔ ہاں وہ لوگ سزا سے بچ جائیں گے۔ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ، مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی اس کے بعد۔ وَاَصْلَحُوْا ، اور اپنے عقائد اور اعمال کو درست کیا۔ اللہ ورسول کی مرضی کے مطابق عقائد بنائے۔ اور پہلے والے عقائد اور اعمال چھوڑ دیئے۔ فَاِنَّ

اللہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ، پس بے شک اللہ تعالیٰ ، بخشنے والا مہربان ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ، بے شک وہ لوگ جنہوں نے انکار کیا۔ بَعْدَ اِیْمَانِھِمْ ، ایمان لانے کے بعد۔ کہ پہلے ایمان لائے پھر منکر ہوگئے۔ ثُمَّ ازْدَادُوْا کُفْرًا ، پھر بڑھ گئے وہ کفر میں۔ یعنی مزید پختہ ہوگئے۔ لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُھُمْ ، ہرگز نہیں قبول کی جائے گی ان کی توبہ۔ اس توبہ کی کیا حیثیت ہے؟ کہ کفر پر بھی اڑے رہیں اور منہ سے توبہ، توبہ بھی کہتے رہیں۔ تو یہ توبہ تو نہیں ہے بلکہ یہ تو خالص مکاری ہے۔ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الضَّآلُّوْنَ ○ ، اور یہی لوگ گمراہ ہیں۔ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ، بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا۔ وَمَاتُوْا ، اور مرے اس حالت میں۔ وَھُمْ کُفَّارٌ ، کہ وہ کافر تھے۔ فَلَنْ یُّقْبَلَ ، پس ہرگز نہیں قبول کی جائے گی۔ مِنْ اَحَدِھِمْ ، ان میں سے کسی ایک سے۔ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَھَبًا ، سونے سے بھری ہوئی زمین۔ اور چوبیسویں/۲۴ پارے میں آتا ہے۔ "وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا" ۔ اور اگر ہو بے شک ان لوگوں کے لئے جنہوں نے ظلم کیا۔ "مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا" ۔ جو کچھ ہے زمین میں سارے کا سارا۔ "وَمِثْلَہٗ مَعَہٗ" ۔ اور اس جیسا مزید بھی اس کے ساتھ۔ "لَافْتَدَوْا بِہٖ" ۔ پھر وہ فدیہ دے دیں اس کے ساتھ۔ "مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ" ۔ برے عذاب سے قیامت کے دن۔ یعنی قیامت والے دن اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے میرے بندے! بتا یہ زمین سونے کی بھری ہوئی ہو اس طرح کہ سطح زمین سے لے کر آسمان تک اور مشرق سے لے کر مغرب تک اور شمال سے لے کر جنوب تک سونے سے بھری ہو۔ اور اتنی دنیا اور بھی تصور کر لے کہ وہ بھی سونے سے بھری ہوئی ہو۔ تو کیا تو یہ فدیہ کے طور پر دے کر جان چھڑانے کے لئے راضی ہے۔ کہے گا یارب! میں راضی ہوں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ وہاں سونا ہوگا کس کے پاس۔ اور ہو بھی کہ رب تعالیٰ وہاں دے دے۔ تو قبول نہیں کیا جائے گا۔ وَّ

لَوِ فْتَدٰی بِہٖ ،اور اگر چہ وہ اس کو بطور فدیہ کے دے دے۔ اُولٰٓئِکَ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ،یہی لوگ ہیں جن کے لئے دردناک عذاب ہے۔ وَّ مَا لَھُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ O ،اور نہیں ہوگا ان کا کوئی مددگار۔ بے یارومددگار رہوں گے۔اس واسطے آج تمہیں وہاں کے واقعات وحالات بتارہے ہیں تاکہ قیامت کے لئے تیاری کرلو۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ
فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ﴿۹۲﴾ كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اِلَّا مَا
حَرَّمَ اِسْرَآءِیْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا
بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۹۳﴾ فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ
الْكَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۹۴﴾ قُلْ صَدَقَ
اللّٰهُ ۫ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۹۵﴾
اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِیْنَ
﴿۹۶﴾ فِیْهِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِیْمَ ۚ۬ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ
عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ
اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۷﴾

وقف جبرئیل علیہ السلام

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ ، ہرگز تم حاصل نہیں کر سکتے کامل نیکی۔ حَتّٰى تُنْفِقُوا ، یہاں تک کہ تم خرچ کرو۔ مِمَّا تُحِبُّوْنَ ، اس چیز میں سے جس کو تم پسند کرتے ہو۔ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ ، اور جو چیز بھی تم خرچ کرو گے۔ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ O ، پس بے شک اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے۔ كُلُّ الطَّعَامِ ، ہر قسم کی خوراک۔ كَانَ حِلًّا ، حلال تھی۔ لِّبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ، بنی اسرائیل کے لئے۔ اِلَّا مَا

حَرَّمَ ،مگروہ جوحرام قراردی۔ اِسْرَآءِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ، اسرائیل علیہ السلام نے اپنے نفس پر۔ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ،اس سے پہلے کہ توراۃ نازل کی جاتی۔ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ ،آپ کہہ دیجئے! پس لاؤتم توراۃ۔ فَاتْلُوْهَآ، پس تم اس کو پڑھو۔ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ O ،اگرتم سچے ہو۔فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ،پس جس نے گھڑا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ۔ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ ،اس کے بعد۔ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ O ،پس وہی لوگ ہیں ظالم۔قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجئے! سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ فَاتَّبِعُوْا، پس تم پیروی کرو۔مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ ،ابراہیم علیہ السلام کی ملت کی۔ حَنِيْفًا، جوایک طرف ہونے والے تھے۔ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ O ،اورنہیں تھے وہ شرک کرنے والوں میں سے۔ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ ،بے شک پہلا گھر۔ وُّضِعَ لِلنَّاسِ ،جومقرر کیا گیا لوگوں کی عبادت کے لئے۔ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ ،البتہ وہ ہے جومکہ میں ہے۔ مُبٰرَكًا ،برکت والا۔وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ O ،اور ہدایت ہے جہان والوں کے لئے۔فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ ،اس میں کئی نشانیاں ہیں،صاف،صاف۔ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ،ایک ان میں سے مقامِ ابراہیم ہے۔وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ،اور جواس میں داخل ہوگا، ہوگا امن والا۔ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ ،اوراللہ تعالیٰ کے واسطے لوگوں پر لازم ہے۔حِجُّ الْبَيْتِ ،بیت اللہ کا حج۔ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ،جوطاقت رکھتا ہے اس کی طرف راستے کی۔ وَمَنْ كَفَرَ ،اورجس نے انکارکیا۔فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ O، پس بے شک اللہ تعالیٰ بے پرواہ ہے جہان والوں سے۔

اس سے پہلے ذکر تھا کہ اگر کافر سونے سے بھری ہوئی زمین بھی فدیے کے طور پر دیں تو قبول نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ ایمان کے بغیر کوئی نیکی قبول نہیں ہوتی۔اور ایمان والے تھوڑی چیز

بھی خرچ کریں تو قبول ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ سمجھاتے ہیں کہ چیز کیسی خرچ کرنی چاہیے۔ فرمایا! لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ ، ہرگز تم حاصل نہیں کر سکتے کامل نیکی۔ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ، یہاں تک کہ تم خرچ کرو اس چیز میں سے جس کو تم پسند کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کے راستے میں ردی اور بیکار چیز خرچ کرنے میں کوئی ثواب نہیں ہے۔ تیسرے پارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ" ۔ اور نہ ارادہ کرو ادنیٰ چیز کا اس سے خرچ کرو تم اور تم خود اس کو لینے کے لئے تیار نہیں ہو۔ یعنی جس چیز کو تم خود لینے کے لئے تیار نہیں ہو۔ اس کو تم اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کیوں خرچ کرتے ہو؟ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک بڑا قیمتی باغ تھا۔ جب آیت سنی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا حضرت اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم کامل نیکی حاصل نہیں کر سکتے جب تک تم وہ چیز نہ خرچ کرو جو تمہیں محبوب ہے۔ حضرت میرے پاس اور مال بھی ہے مگر یہ باغ جس کا نام بیرحاء ہے یہ مجھے سب سے زیادہ عزیز ہے۔ یہ باغ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کرتا ہوں۔ جہاں آپ کا جی چاہے اس کو صرف کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض فرمایا۔ "بَخٍ، بَخٍ" ۔ واہ واہ تو نے اچھا کیا ہے۔ پھر فرمایا تیری برادری میں جو غریب لوگ ہیں ان میں تقسیم کر اس واسطے کہ اپنی برادری میں جو غریب لوگ ہوں وہ صدقہ خیرات کے زیادہ مستحق ہیں۔ قرآن پاک میں آتا ہے۔ "وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ" ۔ قرابت داروں کو ان کا حق دے۔ تو "ذَوِي الْقُرْبٰى" کا بڑا حق ہے۔ مگر اس کے واسطے کچھ شرطیں ہیں۔ محض قرابت دار ہونا کافی نہیں ہے۔ پہلی شرط تو یہ ہے کہ وہ مسلمان ہو مشرک کافر نہ ہو کیونکہ زکوٰۃ، فطرانہ وغیرہ کافر مشرک کو نہیں دیے جا سکتے۔ یعنی زکوٰۃ فطرانہ وغیرہ کافر، مشرک کو دینا جائز نہیں ہیں۔ دوسری شرط یہ

ہے کہ وہ دیندار ہو۔ یعنی نماز روزے کا پابند ہو۔ بے دین کو زکوٰۃ فطرانہ وغیرہ دینا درست نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے۔ "لَایَـاْکُـلُ طَعَـامَکَ اِلَّا تَقِیٌّ" ۔ تیرا کھانا صرف پرہیزگار کھائے۔ بے دین کھا کر قوت والا ہو کر رب تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا تو بھی اس میں شریک ہوگا۔ تو اللہ تعالیٰ نے سبق دیا ہے کہ تم اس وقت تک کامل نیکی حاصل نہیں کر سکتے جب تک وہ چیز نہ خرچ کرو جو تمہیں عزیز اور پیاری ہو۔ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ ، اور جو چیز بھی تم خرچ کرو گے۔ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ O ، پس بے شک اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے۔ یعنی معاملہ تمہارا رب کے ساتھ ہے۔ اور اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ دو رکوع سے پہلے یہ بیان ہوا تھا کہ "اِنَّ اَوْلَـی الـنَّـاسِ بِـاِبْـرَاهِیْـمَ لَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰـذَاالـنَّـبِیُّ وَالَّـذِیْنَ اٰمَنُوْا" ۔ (بے شک تمام لوگوں میں سے اعمال اور عقائد کے اعتبار سے ابراہیم علیہ السلام کے قریب وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کی پیروی کی اور یہ پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عقائد اور اعمال میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قریب ہیں۔ اور وہ جو مومن ہیں)۔ یہودیوں نے جب یہ آیتِ کریمہ سنی تو شوشہ چھوڑا کہ تم کہتے ہو کہ اس پیغمبر کو اور تمہیں ابراہیم علیہ السلام کا قرب حاصل ہے۔ اور تمہارے اعمال وعقائد ابراہیم علیہ السلام والے ہیں۔ یہ تمہارا کہنا غلط ہے۔ اس واسطے کہ ابراہیم علیہ السلام تو اونٹ کا گوشت نہیں کھاتے تھے۔ اور نہ اونٹنی کا دودھ پیتے تھے۔ اور تم اونٹ کا گوشت بھی کھاتے ہو اور اونٹنی کا دودھ بھی پیتے ہو۔ اور اپنے آپ کو ابراہیمی بھی کہتے ہو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی مخالفت بھی کرو اور ابراہیمی بھی بن جاؤ۔ تو یہودیوں کے اس شوشے کا اللہ تعالیٰ نے جواب دیا۔ كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ، ہر قسم کی خوراک حلال تھی بنی اسرائیل

کے لئے ۔ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسۡرَآءِیۡلُ عَلٰی نَفۡسِہٖ، مگر وہ جو حرام قرار دی اسرائیل علیہ السلام نے اپنے نفس پر ۔ یعنی تمہارا یہ کہنا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اونٹ کا گوشت نہیں کھاتے تھے اور اونٹنی کا دودھ نہیں پیتے تھے ۔ یہ بات بالکل غلط ہے ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام تو بہت پہلے کے بزرگ ہیں ۔ یہ تمام چیزیں بنی اسرائیل کے لئے بھی حلال تھیں مگر حضرت یعقوب علیہ السلام نے جن کا لقب اسرائیل تھا انہوں نے صرف اپنی ذات کے واسطے اونٹ کا گوشت اور اونٹنی کا دودھ حرام قرار دیا تھا۔ تفسیروں میں اس طرح آتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو عرق النساء کی تکلیف تھی جس کو لنگڑی کا درد کہتے ہیں عرق النساء کا معنیٰ ہے ریگنڑ کا درد یہ ایک پٹھا ہوتا ہے جو کولہے سے شروع ہو کر ران سے ہوتا ہوا انگوٹھے تک جاتا ہے یہ بڑا ظالم درد ہوتا ہے ۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے منت مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس تکلیف سے شفاء عطاء فرمائی تو میں اپنی خوراک میں سے مرغوب چیز کو چھوڑ دوں گا اور ان کو اونٹ کا گوشت اور اونٹنی کا دودھ بڑا لذیذ لگتا تھا۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو صحت عطاء فرمائی تو انہوں نے اونٹ کا گوشت اور اونٹنی کا دودھ اپنے اوپر حرام کر کے اپنی منت پوری کی ۔ اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے منت کے تحت یہ صرف اپنی ذات کے لئے کیا تھا۔ مگر ان کو دیکھا دیکھی ان کی اولاد نے بھی اونٹ کا گوشت اور اونٹنی کے دودھ کا استعمال کرنا چھوڑ دیا۔ حالانکہ یہ ان کے لئے بالکل جائز تھا۔ اور اس طرح کی منت ان کی شریعت میں جائز تھی ۔ اور ہماری شریعت میں اس چیز کی اجازت نہیں ہے ۔ کہ کوئی شخص منت مانے کہ میرا فلاں کام ہو گیا تو میرے اوپر فلاں چیز حرام ہے ۔ ہاں کوئی جائز کام ہو تو اس کی منت مان لے تو صحیح ہے ۔ مثلاً یوں کہے کہ میرا فلاں کام ہو جائے تو میں اتنے نفل پڑھوں گا ۔ یا اتنے روزے رکھوں گا یا

فقیروں، مسکینوں کو اتنا کھانا کھلاؤں گا، یا مسجد میں قالین بچھاؤں گا یا دری ڈالوں گا۔ یا صف یا مصلیٰ رکھ دوں گا۔ یہ صحیح ہے۔ پھر حضرت یعقوب علیہ السلام کا اپنے اوپر اونٹ کا گوشت حرام کرنا اور دودھ کا حرام کرنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے بارہ تیرا سو سال پہلے کی بات ہے کیونکہ نسب نامہ اس طرح ہے۔ موسیٰ ابنِ عمران بن قاہث بن لاوٰی بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام۔ اور توراۃ نازل ہوئی ہے موسیٰ علیہ السلام پر اور توراۃ کے ماننے والے یہودی کہلاتے ہیں۔ تو ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں یہ دعویٰ کہ وہ اونٹ کا گوشت نہیں کھاتے تھے اور اونٹنی کا دودھ نہیں پیتے تھے سراسر غلط ہے۔ اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی منت کی وجہ سے اپنی ذات کے لئے یہ حرام کیں تھیں۔ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰةُ، اس سے پہلے کہ توراۃ نازل کی جاتی۔ تو ان کا دور تو سینکڑوں سال پہلے کا ہے۔ یہ حکم توراۃ میں کہاں ہے؟۔ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰةِ فَاتْلُوْهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ☆، آپ کہہ دیجئے! پس لاؤ تم توراۃ پس تم اس کو پڑھو اگر تم سچے ہو۔ دکھاؤ توراۃ میں کہاں لکھا ہوا ہے کہ اونٹ حرام ہے۔ یا اونٹنی کا دودھ حرام ہے؟۔ قطعاً کوئی حکم نہیں ہے۔ یہ تم نے اپنی طرف سے بنایا ہوا ہے اور ذمے خدا کے لگاتے ہو۔ فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ، پس جس نے افتراء باندھا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا۔ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ، حق واضح ہو جانے کے بعد۔ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ O، پس وہی لوگ ہیں ظالم۔ کیونکہ حلال حرام کرنے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ مخلوق میں سے کسی کو حلال حرام کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی کو مقام حاصل نہیں ہے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خانگی مصلحت کے پیشِ نظر صرف اپنی ذات کے لئے شہد حرام کیا تھا نہ امت کے لئے اور نہ اہلِ خانہ کے لئے لیکن

چونکہ حلال حرام کرنا پیغمبر کا منصب نہیں ہے۔ پیغمبر کا کام ہے کسی چیز کی حلت اور حرمت کو بیان کرنا تو رب تعالیٰ نے قرآن پاک میں مستقل سورۃ نازل فرمائی۔ "یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ"۔ (پارہ ۲۸)۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کیوں حرام کرتے ہیں جو چیز اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حلال کی ہے۔ آپ اپنی عورتوں کی رضاءمندی چاہتے ہیں۔ "وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ"۔ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ "قَدْ فَرَضَ اللّٰہُ لَکُمْ تَحِلَّۃَ اَیْمَانِکُمْ"۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے تمہارے لئے تمہاری قسموں کا کھول دینا۔ یعنی قسم توڑ واور کفارہ ادا کرو۔ چنانچہ احادیث اور تفسیر کی کتابوں میں آتا ہے کہ ان آیات کے نازل ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد استعمال کیا اور قسم کے کفارے میں غلام آزاد کیا۔ اور قسم کا کفارہ ہے دس مسکینوں کو دو وقت کا کھانا کھلانا یا دس مسکینوں کو کپڑے پہنانا، یا غلام آزاد کرنا۔ چاہے مرد ہو یا لونڈی۔ ان تینوں چیزوں میں اختیار ہے جس پر بھی عمل کرو کفارہ ادا ہو جائے گا۔ کفارے کی تین صورتیں بیان کرنے کے بعد فرمایا۔ "فَلَمْ یَجِدْ"۔ پس جو شخص ان تینوں صورتوں میں سے کوئی بھی نہ کر پائے یعنی نہ تو وہ کھانا کھلانے کی استطاعت رکھتا ہے اور نہ کپڑا پہنانے کی اور نہ غلام آزاد کرنے کی۔ "فَصِیَامُ ثَلٰثَۃِ اَیَّامٍ"۔ (پارہ ۷) تو تین دن کے روزے رکھے۔ اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت ابی ابنِ کعب، اور عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہم کی روایت میں آتا ہے۔ "فَصِیَامُ ثَلٰثَۃِ اَیَّامٍ مُتَتَابِعَاتٍ"۔ یعنی یہ تین روزے مسلسل رکھنے ہیں۔ ان کے درمیان وقفہ نہ آئے اور یہ روزوں والا کفارہ ہر آدمی کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ اس شخص کے لئے ہے جو دس آدمیوں کو کھانا نہیں کھلا سکتا، یا دس مسکینوں کو کپڑے نہیں پہنا سکتا یا غلام آزاد نہیں کر سکتا۔ اور یہ بھی فقہاءِ کرام

رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے کفارے کے دو روزے رکھے ہیں ابھی تیسرا روزہ باقی ہے کہ اس کے پاس اتنا مال آ گیا۔ مثلاً کسی نے ہدیہ کر دیا یا کہیں سے انعام کے طور پر مل گئے یا وراثت کے طور پر مل گئے کہ جس سے دس مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے یا کپڑا پہنا سکتا ہے۔ یا ایک غلام آزاد کر سکتا ہے۔ تو روزوں سے کفارہ ادا نہیں ہوگا۔ کیونکہ اب یہ مسکینوں کو کھانا کھلانے پر قادر ہو گیا ہے۔ بلکہ پہلی تین صورتوں میں سے کوئی ایک پوری کرنی پڑے گی اور جو دو روزے رکھے ہیں وہ نفلی بن جائیں گے۔ اور نفلی روزوں کا ثواب ملے گا۔ ہاں اگر تیسرا روزہ بھی رکھ لیا ہے پھر پیسے مل گئے تو اب کفارہ ادا ہو گیا ہے۔ قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجئے! سچ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے کہ توراۃ میں اونٹ کے گوشت کی حرمت اور اونٹنی کے دودھ کی حرمت کا کوئی حکم نہیں ہے۔ اور ملت ابراہیمی کے اصول بھی واضح کر دیئے ہیں اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی دعوت دینے والے ہیں۔ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا، پس تم پیروی کرو ابراہیم علیہ السلام کی ملت کی جو ایک طرف ہونے والے تھے، موحد تھے۔ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ○، اور نہیں تھے وہ شرک کرنے والوں میں سے۔ پہلے ذکر تھا ابراہیم علیہ السلام کا آگے کعبۃ اللہ کا ذکر ہے جس کو ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام نے مل کر بنایا تھا۔ فرمایا!، اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ، بے شک پہلا گھر جو مقرر کیا گیا لوگوں کی عبادت کے لئے۔ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ، البتہ وہ ہے جو مکہ میں ہے۔ مکہ کو مکہ بھی کہتے ہیں اور بکہ بھی کہتے ہیں۔ مکہ کا معنیٰ ہے ناف یہ مکہ مکرمہ ساری دنیا کی ناف ہے۔ یہاں سے رب تعالیٰ نے زمین کو مشرق مغرب اور شمال جنوب کی طرف پھیلایا اور اس وجہ سے بھی ناف ہے کہ جس طرح بچہ جب تک ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے اس کو خوراک ناف والی رگ کے ذریعہ ملتی ہے

اسی طرح سارے جہان کو روحانی خوراک مکہ سے ملتی ہے۔اور بکہ کا معنیٰ ہے گردن توڑنے والا۔اور گردن توڑنے کا معنیٰ بھی کرتے ہیں۔کہ جو بھی مسلمان ہے چاہے امیر ہے یا غریب ہے بادشاہ ہے یا رعایا ہے نماز میں سب کی گردنیں اس کی طرف جھکتی ہیں۔یعنی مسجود الیہ ہے اور جھکتی رب تعالیٰ کے لئے ہیں۔تو رب تعالیٰ "مسجود لهٗ" ہے۔سجدہ بکہ کی طرف کرنا ہے اور کرنا رب تعالیٰ کو ہے۔اور گردن تورنے کا یہ معنیٰ بھی ہے کہ جن لوگوں نے کعبۃ اللہ کی توہین کا ارادہ کیا اللہ تعالیٰ نے ان کی گردنیں توڑ کر رکھ دیں ابرہہ ساٹھ ہزار کا لشکر لے کر آیا تھا۔ کعبۃ اللہ کو گرانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ابابیل بھیجے ان چھوٹے چھوٹے پرندوں نے تین تین کنکر مسور کے دانے کے برابر اٹھائے ہوئے تھے۔ایک دائیں پنجے میں اور ایک بائیں پنجے میں۔اور ایک چونچ میں۔جب وہ کنکر اوپر سے پھینکتے تھے تو آدمی کے سر پر لگتا اور آدمی کو چیرتا ہوا ہاتھی کو چیر کر چلا جاتا تھا۔اور دونوں تڑپ کر مر جاتے تھے۔اور جو وہاں بچ گئے وہ راستے میں تڑپ تڑپ کر مر گئے واپس ایک بھی نہیں گیا۔یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت تھی ورنہ عادۃً مسور کے دانے کے برابر کنکر سے آدمی نہیں مرتا۔سب سے پہلے آدم علیہ السلام نے فرشتوں کی معاونت سے بیت اللہ کی تعمیر کی۔اس کے چالیس سال بعد آپ نے شام کا سفر کیا تو وہاں بیت المقدس تعمیر کیا اس طرح بیت اللہ اور بیت المقدس کی تعمیر میں چالیس سال کا وقفہ ہے۔حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم! زمین پر سب سے پہلے عبادت کے لئے کون سا گھر بنایا گیا؟۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسجدِ حرام جس میں بیت اللہ شریف واقع ہے پھر حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ دوسرے نمبر پر کون سی مسجد تعمیر ہوئی؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسجدِ

اقصیٰ جو بیت المقدس میں ہے پھر عرض کیا ان دونوں کے درمیان کتنا وقفہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چالیس سال۔ پھر دونوں کعبے طوفان نوح علیہ السلام کی وجہ سے شہید ہو گئے تھے۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام سے مل کر کیم ذوالقعدہ بیت اللہ کی تعمیر شروع کی اور پچاس دنوں میں باپ بیٹے نے تعمیر مکمل کر لی کعبۃ اللہ کی پیائش چوالیس/۴۴ مربع فٹ ہے یعنی چاروں طرف سے چوالیس، چوالیس فٹ ہے اور پچاس فٹ بلندی کے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تعمیر کے چالیس سال بعد حضرت یعقوب علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ کی تعمیر کی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے چھوٹا سا کمرہ بنایا تھا پھر حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں جب لوگ زیادہ ہو گئے تو انہوں نے اس میں توسیع کی اس کے بعد جب حضرت سلیمان علیہ السلام کا زمانہ آیا تو انہوں نے بڑی شاہی ٹھاٹھ باٹھ کے ساتھ مسجد اقصیٰ کو تعمیر کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بیت المقدس فتح ہوا اور ہمارے پاس رہا۔ ۱۹۶۷ء میں یہود نے ہم سے چھین لیا اور ابھی تک یہود کے قبضے میں ہے۔ اور بے غیرت مسلمان سوئے ہوئے ہیں اور امریکہ سے قرضے معاف کراتے پھرتے ہیں اور گناہ میں شام مصر اور دوسرے سب شامل ہیں تو دنیا میں سب سے پہلا گھر جو عبادت کے لئے تعمیر کیا گیا وہ بیت اللہ شریف ہے۔ مُبٰرَكًا ، برکت والا ہے۔ وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ،اور ہدایت ہے جہان والوں کے لئے۔ فِيْهِ اٰيٰتٌ بَيِّنٰتٌ ،اس میں اور بھی کئی نشانیاں ہیں صاف، صاف۔ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ،ایک ان میں سے مقام ابراہیم ہے۔ مقام ابراہیم اس پتھر کا نام ہے جس پر کھڑے ہو کر ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ شریف تعمیر کیا تھا۔ اس پتھر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاؤں کے نشان ہیں۔ پہلے یہ پتھر نیچے صف میں جڑا

ہوا تھا۔اور کعبۃ اللہ کے قریب تھا پھر جب لوگ زیادہ ہوگئے تو سعودی حکومت نے ایک شیشے کے مینار نما ڈبے میں بند کر کے کعبۃ اللہ سے تھوڑے سے فاصلے پر رکھ دیا تاکہ طواف کرنے والوں کو تکلیف نہ ہو۔طواف کے سات چکر پورے کرنے کے بعد وہاں دو رکعات نفل پڑھنی ہوتی ہیں۔وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ،اور جو اس مسجدِ حرام میں داخل ہوگا،امن والا ہوگیا۔ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ ،اور اللہ تعالیٰ کے واسطے لوگوں پر لازم ہے بیت اللہ کا حج۔ حَجَّ يَحُجُّ نصر کا باب ہے۔اور اس کا مصدر "حَجَّ" بالفتح بھی آتا ہے۔اور "حِجُّ" بالکسر بھی آتا ہے۔اور دونوں قرآن پاک میں موجود ہیں اور حج کس پر فرض ہے؟تو فرمایا!مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا، جو طاقت رکھتا ہے اس کی طرف راستے کی۔مسئلہ،ایسا شخص کہ جس کی گھر کی ضروریات پوری ہیں۔اور اس پر قرض بھی نہیں ہے۔اور ہے بھی تندرست کہ نابینا بھی نہیں ہے۔لنگڑا لولا بھی نہیں ہے۔راستہ بھی پر امن ہے۔اور اس کے پاس اتنی رقم بھی ہے کہ آ جا سکتا ہے اور جتنے دن اس مقدس سفر پر رہنا ہے اتنے عرصہ کے لئے گھر کے اخراجات بھی موجود ہیں تو ایسے شخص پر حج فرض ہے اگر وہ حج نہیں کرتا تو حدیث پاک میں آتا ہے۔"فَلْيَمُتْ اِنْشَاءَ يَهُوْدِيًا اَوْ نَصْرَانِيًا"۔پس وہ چاہے یہودی ہو کے مرجائے یا عیسائی ہو کے (ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے)۔باقی لوگ بڑے بہانے بناتے ہیں جن کی شرعی طور پر کوئی حیثیت نہیں ہے۔مثلاً کہیں گے کہ لڑکے لڑکی شادی کرنی ہے۔جن کی ابھی تک نہ تو منگنی ہوئی ہے اور نہ یہ معلوم ہے کہ منگنی کب کرنی ہے اور کہاں کرنی ہے۔البتہ اگر کوئی بچے بچی کی شادی طے کر لیتا ہے اور رقم ضروریات پر خرچ ہوگئی ہے اور اب اس کے پاس اتنی رقم نہیں ہے کہ جس سے حج کر سکے تو معافی ہے یا نقصان ہوگیا ہے۔اور رقم باقی نہیں رہی۔تو بھی معافی ہے۔اور اگر حیثیت تو ہے

مگر کمزور ہے۔ یا مرض الموت میں مبتلا ہے کہ حج نہیں کرسکتا۔ تو وہ وصیت کرے کہ میرے ذمہ حج ہے وہ تم میری طرف سے کر دینا اور اگر خود بھی نہیں کرتا اور وصیت بھی نہیں کرتا تو گنہگار ہے۔ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ☆ ،اور جس نے انکار کیا پس بے شک اللہ تعالیٰ بے پرواہ ہے جہان والوں سے۔ ساری مخلوق اس کی محتاج ہے۔ وہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطاء فرمائے ...... (آمین، یاالٰہ العالمین)!۔

قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ﳓ وَ اللّٰهُ شَهِیْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۸﴾ قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّ اَنْتُمْ شُهَدَآءُ ؕ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۹﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِیْعُوْا فَرِیْقًا مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ یَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ كٰفِرِیْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَ كَیْفَ تَكْفُرُوْنَ وَ اَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَیْكُمْ اٰیٰتُ اللّٰهِ وَ فِیْكُمْ رَسُوْلُهٗ ؕ وَ مَنْ یَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِیَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۱۰۱﴾ ع یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا ۪ وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ۚ وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰیٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾

قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ ، کہہ دے! اے کتاب والو! ۔ لِمَ تَكْفُرُوْنَ ، کیوں تم انکار کرتے ہو۔ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ، اللہ تعالیٰ کی آیات کا ۔ وَ اللّٰهُ شَهِیْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ○ ، اور اللہ تعالیٰ گواہ ہے اس

کارروائی پر جوتم کرتے ہو۔ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ ، کہہ دے! اے کتاب والو!۔ لِمَ تَصُدُّوْنَ ، کیوں تم روکتے ہو؟۔ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ، اللہ تعالیٰ کے راستے سے۔ مَنْ اٰمَنَ ، ان کو جو ایمان لائے۔ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ، تلاش کرتے ہو تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں کجی۔ وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ ، اور حالانکہ تم گواہ ہو۔ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ ، اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ غافل۔ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ O ، اس کارروائی سے جوتم کرتے ہو۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا ، اے ایمان والو!۔ اِنْ تُطِيْعُوْا ، اگر تم اطاعت کروگے۔ فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ ، ایک گروہ کی ان لوگوں میں سے۔ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ، جن کو کتاب دی گئی۔ يَرُدُّوْكُمْ ، وہ تمہیں لوٹا دیں گے۔ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ O ، تمہارے ایمان کے بعد کفر کی طرف۔ وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ ، اور تم کیسے انکار کرتے ہو؟۔ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ ، اور حالانکہ تم پر تلاوت کی جاتی ہیں۔ اٰيٰتُ اللّٰهِ ، اللہ تعالیٰ کی آیتیں۔ وَ فِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ، اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ کے رسول بنفسِ نفیس موجود ہیں۔ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ ، اور جس نے مضبوطی کے ساتھ پکڑا اللہ تعالیٰ کے دین کو۔ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ O ، پس تحقیق اس کو ہدایت دی گئی صراطِ مستقیم کی۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ، اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو۔ اتَّقُوا اللّٰهَ ، ڈرو اللہ تعالیٰ سے۔ حَقَّ تُقٰتِهٖ ، جیسے حق ہے اس سے ڈرنے کا۔ وَلَا تَمُوْتُنَّ ، اور ہرگز نہ مرو تم۔ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ O مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ ، اور مضبوطی کے ساتھ پکڑو اللہ تعالیٰ کی رسی کو۔ جَمِيْعًا ، سارے۔ وَّلَا تَفَرَّقُوْا ، اور نہ تفرقہ ڈالو۔ وَاذْكُرُوْا ، اور یاد کرو۔ نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو جو تم پر ہوئیں۔ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً ، جب تھے تم ایک دوسرے کے دشمن۔ فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ ، پس اس نے الفت ومحبت ڈالی تمہارے دلوں میں۔ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ ، پس تم ہو گئے اللہ

تعالیٰ کے فضل اور نعمت ہے۔ اِخْوَانًا، بھائی، بھائی۔ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ، اور تھے تم گڑھے کے کنارے۔ مِّنَ النَّارِ، آگ کے۔ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا، پس اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس سے بچایا۔ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ، اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے لئے۔ اٰيٰتِهٖ، اپنی آیتیں۔ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ O، تاکہ تم ہدایت پا جاؤ۔

اس سے پہلے ملت ابراہیمی کے مرکزی قبلہ کا ذکر تھا۔ اور یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی اصل ملتِ ابراہیمی پر قائم ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ اہلِ کتاب کو تنبیہ فرماتے ہیں کہ جب یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ آخری پیغمبر اور اس کے اصحاب ہی ملتِ ابراہیمی کی پیروی کرنے والے ہیں اور تمہارے ادیان خود ساختہ ہیں تو تمہیں اس حقیقت کو تسلیم کر لینا چاہیے۔ اور انکار نہیں کرنا چاہیے۔ فرمایا قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ، اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے کہہ دیں! اے کتاب والو!۔ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ، کیوں تم انکار کرتے ہو اللہ تعالیٰ کی آیات کا۔ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ O، اور اللہ تعالیٰ گواہ ہے اس کارروائی پر جو تم کرتے ہو۔ یعنی بجائے حق کو تسلیم کے الٹا ایمان والوں میں افتراق پیدا کرتے ہو جس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔ کہ یہودیوں نے مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کی کس طرح ناکام کوشش کی۔ اس واقعہ سے پہلے بطورِ تمہید ایک بات سمجھنی ضروری ہے۔ مدینہ طیبہ میں یہودیوں کے تین خاندان آباد تھے۔ بنو قینقاع، بنو نظیر، اور بنو قریظہ۔ ان کی آپس میں تھوڑی بہت چپقلش بھی ہوتی رہتی تھی۔ مگر یہودیت کے ناطے سے ایک تھے۔ کافی رقبے یعنی زمین کے مالک تھے۔ اور انہوں نے بڑے بڑے قلعے بنائے ہوئے تھے۔ پڑھے لکھے لوگ تھے۔ سکول کالج بھی ان کے تھے۔ اور تجارت پر بھی انہی کا قبضہ تھا۔ یہود کے علاوہ مدینہ طیبہ

میں دو خاندان مشرکوں کے تھے۔ اوس اور خزرج باوجود ایک جگہ رہنے کے اور آمنے سامنے گھر ہونے کے ایک دوسرے کے سخت دشمن تھے۔ اور بات بات پر لڑتے تھے۔ ان میں ایک لڑائی تریسٹھ/۶۳ سال رہی۔ ایک لڑائی ترانوے/۹۳ سال اور ایک لڑائی ایک سو بیس/۱۲۰ سال رہی۔ اور اوس اور خزرج کے لوگ یہودیوں سے اس قدر دبے ہوئے تھے کہ اپنے لڑکے لڑکی کا رشتہ ان کی مرضی کے بغیر نہیں کر سکتے تھے۔ یہودی دور سے آتا ہوا نظر آتا تو جھک کر اس کو سیلوٹ کرتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے آئے۔ اوس اور خزرج کے لوگ کثرت کے ساتھ مسلمان ہونا شروع ہو گئے۔ مرد بھی عورتیں بھی بچے بھی بوڑھے بھی۔ اور مسلمان مخلص ہماری طرح نام کے مسلمان نہیں۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اور قرآن کریم کی حقانیت کی برکت سے صحیح معنیٰ میں مخلص مسلمان تھے۔ تھوڑے دنوں میں بڑا انقلاب برپا ہوگیا۔ کہ جو لوگ ایک دوسرے کو گوارہ نہیں کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اکٹھے اٹھتے بیٹھتے تھے۔ کھاتے پیتے تھے۔ ایک ہی جگہ نماز پڑھتے تھے۔ اور کبھی ایک امام ہے اور دوسرا مقتدی ہے۔ یہود نے جب یہ دیکھا تو ان کو گوارا نہ ہوا کہ یہ لوگ جو ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے آج ایک دوسرے پر جانیں قربان کرتے ہیں کل یہ ہماری مرضی کے بغیر رشتہ نہیں کر سکتے تھے۔ اور آج ہمیں سلام کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اور مسئلہ یہ ہے کہ کافروں کو سلام کرنے میں پہل نہیں کرنی اور اگر ابتداء کرو تو ان الفاظ کے ساتھ۔ "اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی" ۔ سلامتی اس پر ہو جو ہدایت کی اتباع کرے۔ اور وہ سلام میں پہل کریں تو جواب میں بھی یہی الفاظ کہنے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ "السلام علیکم، وعلیکم السلام" ۔ کے الفاظ کے ساتھ

ان کو خطاب نہیں کرنا۔ تو اس سے ان کو بڑی تکلیف ہوئی کہ یہ لوگ دن بدن ہم سے باغی ہور ہے ہیں۔ حالانکہ یہاں ہمارا اقتدار تھا۔ اور ان پر ہمارا حکم چلتا تھا۔ اور آج حالت یہ ہے کہ ہمیں پوچھتا ہی کوئی نہیں ہے۔ چنانچہ ایک مجلس میں اوس اور خزرج کے وہ لوگ جو مسلمان ہو چکے تھے خاصی تعداد میں بیٹھے تھے۔ اور خوش گپیوں میں مشغول تھے۔ کہ شماس بن قیس یہودی نے جو تعلیم یافتہ ہونے کے ساتھ ساتھ بڑا خبیث تھا۔ دیکھا تو جل گیا کہ یہ لوگ تو ایک دوسرے کے سائے سے بھاگتے تھے۔ اور آج اکٹھے بیٹھے خوش گپیوں میں مشغول ہیں۔ اس نے جا کر ایک دوسرے یہودی کو تیار کیا اس کو کچھ اشعار بتائے۔ اور کہا کہ تو بھی جا کے ان کی مجلس میں بیٹھ جا اور کچھ دیر ٹھہر کر یہ اشعار پڑھ دینا۔ چنانچہ وہ یہودی مجلس میں آ کر بیٹھ گیا اور ان کے ساتھ باتوں میں مشغول ہو گیا۔ اور وہ اشعار پڑھ دیئے۔ جن میں ان زیادتیوں کا ذکر تھا جو اوس اور خزرج کے بڑوں نے کفر کے زمانے میں ایک دوسرے پر کیں تھیں۔ آخر عصبیت اور قومی چیزیں بھی ہوتی ہیں ایک قبیلے والوں نے دوسروں سے کہا کہ تمہارے بڑوں نے ہمارے بڑوں پر بہت ظلم کیا تھا انہوں نے کہا ہاں کیا تھا۔ بات بڑھی اور آپس میں گتھم گتھا ہو گئے۔ لاٹھیاں چلیں مکے چلے اور چادروں کے مٹھے بنا کر ایک دوسرے کو مارنے لگے۔ اور آپس میں طے ہوا کہ فلاں دن فلاں جگہ پر ہماری تمہاری لڑائی ہوگی دیکھ لیں گے تمہارے بڑوں نے ہمارے بڑوں پر کس طرح زیادتی کی تھی۔ تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے پہلے یہودیوں کو زجر و توبیخ کی۔ اور ڈانٹا۔ پھر مسلمانوں کو تنبیہ فرمائی۔ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ ، کہہ دے! اے کتاب والو! ۔ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ، کیوں تم روکتے ہو؟ اللہ تعالیٰ کے راستے سے۔ مَنْ اٰمَنَ ، اس کو جو ایمان لائے۔ کہ جو لوگ ایمان کی دولت سے مالا مال ہو چکے ہیں تم

چاہتے ہو کہ وہ ایمان سے پھر جائیں اور ان میں افتراق پیدا کرنے کے لئے منصوبے بناتے ہو۔ اور اپنی خواہش کی تکمیل کے لئے۔ تَبۡغُوۡنَهَا عِوَجًا، تلاش کرتے ہو تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں کجی۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا راستہ سیدھا ہے۔ وَّاَنۡتُمۡ شُهَدَآءُ، اور حالانکہ تم گواہ ہو۔ یعنی تم جانتے ہو کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سچے اور آخری پیغمبر ہیں کیونکہ ان کی کتابوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کئے گئے تھے۔ کہ ان اوصاف والا پیغمبر تشریف لائے گا۔ قرآن پاک میں ہے۔ "اَلَّذِیۡ یَجِدُوۡنَهٗ مَكۡتُوۡبًا عِنۡدَ هُمۡ فِی التَّوۡرٰاةِ وَالۡاِنۡجِیۡلِ"۔ جن کو پاتے ہیں یہ لکھا ہوا اپنے پاس توراۃ اور انجیل میں۔ چنانچہ جب آپس میں گفتگو کرتے تھے۔ تو کہتے تھے کہ ایک پیغمبر نے آنا ہے۔ اگر ہمارے دور میں آگئے تو ہم ان پر ایمان لائیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے کسی سے لڑتے تھے تو فتح کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے دعائیں کرتے تھے۔ کہ اے اللہ اجل جلالہٗ، نبی آخر الزمان کے وسیلے سے ہمیں فتح عطاء فرما۔ "وَكَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ یَسۡتَفۡتِحُوۡنَ عَلَى الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا ۚ فَلَمَّا جَآءَ هُمۡ مَا عَرَفُوۡا كَفَرُوۡا بِهٖ"۔ (پارہ ۱)۔ اور تھے اس سے پہلے فتح کے لئے توسل حاصل کرتے ان لوگوں کے خلاف جو کافر ہیں پس جس وقت آئی ان کے پاس وہ ذات جس کو انہوں نے پہچان لیا۔ اس کا انکار کر گئے۔ تو ان کا یہ انکار کرنا محض ضد کی بنا پر تھا۔ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ۞، اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ غافل اس کارروائی سے جو تم کرتے ہو۔ ان دو آیتوں میں یہود کو تنبیہ تھی کہ یہ تمہاری حرکتیں پسندیدہ نہیں ہیں۔ آگے مومنوں کو تنبیہ ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا، اے ایمان والو! ۔ اِنۡ تُطِیۡعُوۡا فَرِیۡقًا مِّنَ الَّذِیۡنَ ، اگر تم اطاعت کرو گے ایک گروہ کی ان لوگوں میں سے۔

اُوْتُوا الْکِتٰبَ، جن کو کتاب دی گئی۔ یَرُدُّوْکُمْ بَعْدَ اِیْمَانِکُمْ کٰفِرِیْنَ ۝، وہ تمہیں لوٹادیں گے تمہارے ایمان کے بعد کفر کی طرف۔ یعنی تم نے اگر ان کی بات مانی تو وہ تمہیں کافر بنائیں گے اور اے مسلمانو! وَکَیْفَ تَکْفُرُوْنَ، اور تم کیسے انکار کرتے ہو؟ کفر کرتے ہو؟۔ وَاَنْتُمْ تُتْلٰی عَلَیْکُمْ اٰیٰتُ اللّٰہِ، اور حالانکہ تم پر تلاوت کی جاتی ہیں اللہ تعالیٰ کی آیتیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قرآن شریف پڑھ کر سناتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چونکہ عربی تھے اور ان کی مادری زبان عربی تھی تو ترجمہ پڑھانے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی ہاں اگر کوئی بات سمجھ نہیں آتی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو تفصیل کے ساتھ سمجھا دیتے تھے۔ اور یاد رکھنا قرآن کریم ایسی معجز اور فصیح کتاب ہے۔ کہ اگر کوئی شخص اس کو انصاف کے ساتھ پڑھے اور سمجھے گا تو یقیناً اس کے دل پر اثر ہوگا۔ لیکن آج ہمارے دل زنگ آلود ہیں اور تعصب کے غلاف چڑھے ہوئے ہیں ہمارے دل کا شیشہ صاف نہیں ہے۔ جس وجہ سے ہمیں قرآن کی بات سمجھ نہیں آتی۔ اور ہمیں قرآن سے کوئی محبت اور الفت نہیں ہے۔ جو محرومی کا باعث ہے۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دل صاف تھے قرآن کریم کے ساتھ ان کو محبت تھی۔ سمجھنے کا شوق تھا۔ اس واسطے وہ ہدایت یافتہ اور کامیاب ہو گئے۔ اور فرمایا۔ وَفِیْکُمْ رَسُوْلُہٗ، اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ کے رسول بنفسِ نفیس موجود ہیں۔ مدینہ طیبہ میں کیونکہ یہ واقعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہوا ہے یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں۔ بلکہ جس وقت یہ واقعہ ہوا تھا اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں صحابہ کرام کے درمیان موجود تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سمجھایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں تم پر پڑھی

جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کا پیغمبر بنفسِ نفیس تمہارے درمیان موجود ہے۔ جن کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایمان کی توفیق عطاء فرمائی۔ اور تم بھائی بھائی بن گئے۔ حالانکہ پہلے تم ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ خون کے پیاسے تھے۔ آج تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ ایک یہودی کے اکسانے پر تم نے پرانی دشمنی تازہ کرلی ہے۔ ان کی بات مت مانو اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ پکڑو۔ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ ، اور جس نے مضبوطی کے ساتھ پکڑا اللہ تعالیٰ کے دین کو۔ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ O، پس تحقیق اس کو ہدایت دی گئی صراطِ مستقیم کی۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ، اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو۔ اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ ، ڈرو اللہ تعالیٰ سے جیسے حق ہے اس سے ڈرنے کا۔ اس سے ڈرنے کا حق یہ ہے کہ اس کے امر اور نہی پر صحیح معنیٰ میں عمل کرو ایسا نہیں کہ زبان سے تو کہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں اور عملی طور پر ساری بدمعاشیاں کرتا پھرے۔ یہ تو ڈرنا نہ ہوا۔ ترمذی شریف میں روایت آتی ہے۔ خاصا مجمع تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو بات سمجھانے کی خاطر سید القراٗ حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرمایا کہ تقویٰ کسے کہتے ہیں؟ یعنی تقوے کا مفہوم سمجھا سکتے ہو؟ حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہاں سمجھا سکتا ہوں۔ (عربوں کے کرتے اس وقت بھی لمبے ہوتے تھے، اور آج بھی وہی دستور ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تین قسم کے کرتے ثابت ہیں۔ نمبر ا، ٹخنوں سے تھوڑا سا نیچے جس طرح عموماً ہمارے کرتے ہوتے ہیں۔ نمبر دو، نصف پنڈلی تک۔ نمبر تین، گھٹنے سے تھوڑا سا اوپر، دو تین انچ اس کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی کرتا ثابت نہیں ہے تو اگر کوئی شخص ٹخنوں سے نیچے لے جائے تو یہ جائز نہیں ہے۔ بلکہ یہ بڑے گناہوں میں سے ایک گناہ ہے۔ چنانچہ بخاری اور مسلم

میں روایت آتی ہے کہ۔"سُبُلُ الْاِزَارِ فِی النَّارِ" ۔کہ مردوں کا ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانا سیدھا دوزخ میں جانا ہے۔امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دونوں صورتوں میں حرام ہے۔ چاہے تکبر کی نیت کرے یا نہ کرے۔وہ فرماتے ہیں کہ ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانا ہے ہی تکبر۔یہ تو درمیان لیں ضمنی بات آ گئی تھی)۔تو حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تقویٰ کا معنیٰ سمجھا سکتا ہوں۔فرمایا اگر آپ ایسے راستہ سے گزریں کہ جہاں خاردار جھاڑیاں ہوں تو کس طرح گزریں گے؟۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اپنے کپڑوں کو اچھی طرح سمیٹ کر اور پوری احتیاط کے ساتھ گزروں گا۔تاکہ کوئی کانٹا میرے کپڑوں کے ساتھ نہ اڑ جائے۔فرمایا یہی تقویٰ ہے۔ (ابنِ کثیر)۔اسی طرح آدمی زندگی اس طرح گزارے کہ گناہوں کے کانٹے کے ساتھ نہ اڑے۔فرمایا۔وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○ ،اور ہر گز نہ مرو تم مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔یعنی اسلامی احکامات کی فکر میں لگے رہو۔اور کوشش کرو اسلام پر رہنے کی اور اسلام کے کام کرو نمازیں پڑھو، روزے رکھو، نیکی کے کام کرو، برائی سے بچو۔کوشش کرو گے تو اللہ تعالیٰ ضرور نتیجہ مرتب فرمائیں گے۔اور ان نیکیوں کی برکت سے خاتمہ بالخیر ہو گا۔اور اللہ تعالیٰ اسلام پر موت دے گا اور اگر گناہ کی طرف جاؤ گے تو خاتمہ بالشر کا خطرہ ہے۔اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو خاتمہ بالشر سے بچائے۔اور تمام مسلمانوں کا خاتمہ ایمان اور اسلام پر ہو۔وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا ،اور مضبوطی کے ساتھ پکڑو اللہ تعالیٰ کی رسی کو سارے۔رسی سے مراد اسلام، دین اور شریعت ہے۔اس کو مضبوطی کے ساتھ پکڑو۔وَلَا تَفَرَّقُوْا ،اور نہ تفرقہ ڈالو۔جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے ان کو حرام سمجھو۔اور جن کو حلال فرمایا ہے، ان کو حلال سمجھو۔اور جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے وہ

کرو اور جن چیزوں سے منع فرمایا ہے ان کے قریب نہ جاؤ۔ اور اے اوس اور خزرج کے لوگو!۔ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ، اور یاد کرو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو جو تم پر ہوئیں۔ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً ، جب تھے تم ایک دوسرے کے دشمن۔ یعنی اوس والے خزرج کے اور خزرج والے اوس والوں کے۔ فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ ، پس اس نے الفت و محبت ڈالی تمہارے دلوں میں۔ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ ، پس تم ہو گئے اللہ تعالیٰ کے فضل اور نعمت سے۔ اِخْوَانًا ، بھائی ، بھائی۔ یعنی پہلے تم ایک دوسرے کے دشمن تھے اور اب اسلام کی برکت سے ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہو۔ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ ، اور تھے تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر۔ فائدہ، شفا اگر شین کے کسرہ کے ساتھ ہو تو معنیٰ ہے بیماری سے تندرست ہونا۔ چنانچہ قرآن پاک میں شہد کے بارے میں آتا ہے۔ "فِيْهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاس"۔ اس میں لوگوں کے واسطے شفا ہے اور دوسری جگہ آتا ہے۔ "شِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ" ۔ یہ قرآن پاک ان بیماریوں کے لئے شفا ہے جو دلوں میں ہیں۔ اور اگر شین کے فتح کے ساتھ ہو تو اس کا معنیٰ ہے کنارہ۔ تو یہاں معنیٰ بنے گا اور تھے تم دوزخ کے گڑھے کے کنارے پر۔ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ، پس اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس دوزخ سے بچالیا۔ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ ، اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے لئے۔ اٰيٰتِهٖ ، اپنی آیتیں۔ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ○ ، تاکہ تم ہدایت پاجاؤ۔ اور ظاہری باطنی دشمنی سے محفوظ رہو۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۚ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰۵﴾ يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۣ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ۭ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۭ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ☆ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۱۰۸﴾

ع ۱۱ / ۱۲

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ ، اور چاہیے کہ ہو تم میں سے ۔ اُمَّةٌ ، ایک گروہ ۔ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ ، جو دعوت دے لوگوں کو نیکی کی ۔ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ، اور حکم کریں وہ معروف کا ۔ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ، اور منع کریں وہ برائی سے ۔ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ ، اور وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں ۔ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ ، اور نہ ہو تم ان لوگوں کی طرح ۔ تَفَرَّقُوْا ، جنہوں نے تفرقہ ڈالا ۔ وَاخْتَلَفُوْا ، اور انہوں نے اختلاف کیا ۔ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ، بعد اس کے کہ ان کے پاس آ گئے واضح دلائل ۔ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ ، اور وہ لوگ ہیں

ان کے لئے عذاب ہے بڑا۔ یَوۡمَ تَبۡیَضُّ وُجُوۡهٌ، جس دن کہ سفید ہوں گے کچھ چہرے۔ وَّتَسۡوَدُّ وُجُوۡهٌ، اور سیاہ ہوں گے کچھ چہرے۔ فَاَمَّا الَّذِیۡنَ، پس بہر حال وہ لوگ۔ اسۡوَدَّتۡ وُجُوۡهُهُمۡ، جن کے چہرے سیاہ ہوں گے ان سے کہا جائے گا۔ اَکَفَرۡتُمۡ بَعۡدَ اِیۡمَانِكُمۡ، کیا تم نے کفر اختیار کیا ایمان کے بعد۔ فَذُوۡقُوا الۡعَذَابَ، پس چکھو تم عذاب کو۔ بِمَا كُنۡتُمۡ تَكۡفُرُوۡنَ ○، اس واسطے کہ تم کفر کرتے تھے۔ وَاَمَّا الَّذِیۡنَ، اور بہر حال وہ لوگ۔ ابۡیَضَّتۡ وُجُوۡهُهُمۡ، کہ سفید ہوں گے چہرے ان کے۔ فَفِیۡ رَحۡمَةِ اللّٰهِ، پس وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت میں ہوں گے۔ هُمۡ فِیۡهَا خٰلِدُوۡنَ ○، اور وہ اس رحمت کے مقام میں ہمیشہ رہیں گے۔ تِلۡكَ اٰیٰتُ اللّٰهِ، یہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں۔ نَتۡلُوۡهَا عَلَیۡكَ بِالۡحَقِّ، ہم تلاوت کرتے ہیں آپ پر حق کے ساتھ۔ وَمَا اللّٰهُ، اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ۔ یُرِیۡدُ، ارادہ کرتا۔ ظُلۡمًا لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ○ ظلم کا جہان والوں کے لئے۔ وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ، اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے۔ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ، اور جو کچھ ہے زمین میں۔ وَ اِلَی اللّٰهِ تُرۡجَعُ الۡاُمُوۡرُ ○، اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹائے جاتے ہیں سب کام۔

کل کے درس میں قدرے تفصیل کے ساتھ آپ نے یہ بات سنی کہ مدینہ طیبہ میں تین خاندان یہود کے تھے اور دو مشرکین کے اوس اور خزرج جو اسلام سے پہلے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے۔ مگر اسلام قبول کرنے کے بعد بھائی بھائی بن گئے۔ اکٹھے بیٹھتے اٹھتے تھے۔ اور اکٹھے کھاتے پیتے تھے اور ایک دوسرے کا احترام کرتے تھے۔ اور یہ اسلام کی بنیادی تعلیم میں سے ہے کہ اپنے سے بڑے کی عزت کرو اور جو ہم عمر ہو اس سے بھی اخلاق سے اور پیار سے پیش آؤ۔ اور ایسا انداز اختیار نہ کرو کہ جس سے اس کی دل شکنی ہو۔ اور چھوٹوں پر شفقت کرو تو

اوس اور خزرج کا شیر وشکر ہو جانا یہود کو گوارہ نہ ہوا۔ اور شماس ابن قیس یہودی نے سازش کر کے ان کو آپس میں لڑا دیا اور اوس اور خزرج کے لوگوں نے ایک دوسرے کو مکے مارے لاٹھیاں چلیں جوتے چلے، خوب ایک دوسرے کو مارا اور آئندہ لڑنے کے لئے وقت بھی مقرر ہوا مجلس میں اوس اور خزرج کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی تھے جو دوسرے قبیلوں سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ لڑائی میں شریک نہیں ہوئے لیکن حیران تھے کہ ہم کیا کریں اللہ تعالیٰ نے ان کو تنبیہ فرمائی۔ کہ تمہیں خاموش نہیں رہنا چاہیے تھا۔ بلکہ مداخلت کر کے ان کی آپس میں صلح صفائی کروا دیتے آگے اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ضابطہ بیان فرمایا ہے۔ وَلْتَكُنْ مِّنكُمْ أُمَّةٌ، اور چاہیے کہ ہو تم میں سے ایک گروہ۔ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ، جو دعوت دے لوگوں کو نیکی کی۔ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ، اور حکم کریں وہ معروف کا۔ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ، اور منع کریں وہ برائی سے۔ تمام فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، جن کی قدر کی جاتی ہے کا اس مسئلے پر اتفاق ہے کہ دعوت الی اللہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض کفایہ ہے۔ جس طرح جنازہ فرض کفایہ ہے کہ اگر کچھ مسلمان ادا کر دیں تو باقی تمام سے ساقط ہو جاتا ہے۔ اور اگر کوئی بھی نہیں پڑھے گا تو وہاں کے رہنے والے سب کے سب گناہ گار ہوں گے۔ اسی طرح دعوت الی اللہ بھی فرضِ کفایہ ہے فرضِ عین نہیں ہے۔ فرضِ عین کا مطلب ہے کہ ہر ہر آدمی پر لازم ہو۔ مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کی ایک جماعت فریضہ کو ادا کرتی رہے تو وہ سب کی طرف سے فرض ادا ہو گیا اس فریضہ کو ادا نہ کرنے کی وجہ سے کوئی بھی گناہ گار نہ ہوگا کیونکہ فرض کفایہ ہے اور اگر کسی جگہ کوئی بھی اس فرض کو ادا نہیں کرے گا تو سب کے سب گناہ گار ہوں گے۔ البتہ اپنی اصلاح کے لئے نکلنا الگ بات ہے کہ کوئی آدمی اس نظریہ کے تحت جائے کہ اپنی اصلاح ہو

جائے گی کیونکہ جماعت میں جانے والوں کا سارا وقت نیکی کے لئے صرف ہوتا ہے۔اور دین کی باتیں اچھی طرح سمجھ آتی ہیں اور یہ بات ہے بھی حقیقت اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ایک اور بات بھی ذہن نشین کرلیں وہ یہ کہ اس آیتِ کریمہ کے تحت تمام مفسرین نے یہاں تک کہ جلالین شریف میں بھی موجود ہے جو تمام تفسیروں میں مختصر تفسیر ہے کہ پڑھنا پڑھانا درس دینا اسلام کی خاطر کتابیں لکھنا بھی تبلیغ ہے اور ان کاموں کے لئے چندہ دینا بھی تبلیغ ہے۔تبلیغ صرف اس میں بند نہیں ہے کہ بستر اٹھا کر سہ روزہ لگانا اور دس روزہ لگانا اور چلہ لگانا۔بے شک یہ بھی تبلیغ کا حصہ ہے۔چنانچہ چھٹیوں میں ہمارے مدارس کے اساتذہ اور طلباء بھی سہ روزہ اور دس روزہ لگانے کے لئے جاتے ہیں اور جن کو زیادہ توفیق ملتی ہے وہ اس سے زیادہ وقت بھی لگاتے ہیں۔مگر جب تعلیم وتعلم کا سلسلہ جاری ہو تو پھر اس کا ثواب بستر اٹھا کر پھرنے سے زیادہ ہے۔بعض نادان قسم کے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جو تبلیغ کے لئے نہیں نکلتے وہ دین کا کام نہیں کر رہے۔یہ ذہن غلط ہے۔چنانچہ ایک بابا جی تھے۔اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے بڑے سادہ آدمی تھے۔وہ میری کلاس میں بیٹھ کر سبق سنتے تھے۔نصرۃ العلوم میں اس وقت طلباء کی خاصی تعداد ہوتی تھی۔صرف میری کلاس میں چار سو طلباء تھے۔ایک دن وہ بابا جی مجھے کہنے لگے کہ ماشاء اللہ بڑا کام ہو رہا ہے۔لیکن دین کا کام نہیں ہو رہا۔میں نے کہا بابا جی دین کا کام کیسے ہو؟ تو کہنے لگے کہ آپ کبھی چلہ تو دیا نہیں ہے۔میں نے کہا کہ ان کو کون پڑھائے گا؟ کہنے لگے ان کو اللہ تعالیٰ پڑھائے گا۔تو اللہ تعالیٰ اس طرح بندوں کو نہیں پڑھاتا۔اس نے بندے مقرر فرمائے ہیں کہ وہ پڑھائیں۔تو تبلیغ فرض کفایہ ہے،فرضِ عین نہیں ہے۔ایک گروہ کے ادا کرنے سے سب کی گردنوں سے فریضہ اتر جاتا ہے۔ وَاُولٰٓـئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۝،

اور وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ وَلَاتَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا، اور نہ ہوتم ان لوگوں کی طرح جنہوں نے تفرقہ ڈالا۔ وَاخْتَلَفُوْامِنْ بَعْدِمَاجَآءَ هُمُ الْبَيِّنَاتُ؛ اور انہوں نے اختلاف کیا بعد اس کے کہ ان کے پاس آگئے واضح دلائل۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہود کے اکہتر/۷۱ فرقے ہوئے اور نصاریٰ کے بہتر/۷۲ فرقے ہوئے اور میری امت تہتر/۷۳ فرقوں میں تقسیم ہوگی۔ (یعنی یہ ان سے پیچھے نہیں رہے گی)۔ سب کے سب دوزخ میں جائیں گے مگر صرف ایک دوزخ سے بچنے والا ہوگا۔ لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا وہ کون سا فرقہ ہوگا؟ تو فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ فرقہ ہے جو اس راستے پر ہوگا جو میرا اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کا ہے۔ اور اسی ناجی فرقہ کا نام ہے ''اہلِ سنت والجماعت''۔ سنت سے مراد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ اور جماعت سے مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔ تو اہلِ سنت والجماعت کا معنیٰ بنے گا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو اپنانے والا۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقے کو لازم پکڑنے ولا۔ اور وہ شخص جو ایسے ایسے کام کرے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نہیں کئے تو وہ گمراہ ہے۔ تو فرمایا ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جنہوں نے تفرقہ ڈالا۔ اور اختلاف کیا۔ حالانکہ ان کے پاس واضح دلائل آچکے تھے۔ ایسا انہوں نے خواہشات نفسانی کی وجہ سے کیا ہے۔ جہالت کی وجہ سے نہیں کیا۔ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝، اور وہ لوگ ہیں ان کے لئے عذاب ہے بڑا۔ اور یہ عذاب ہوگا کب؟۔ يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ، جس دن کہ سفید ہوں گے کچھ چہرے۔ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ، اور سیاہ ہوں گے کچھ چہرے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ، کا ترجمہ کرتے ہیں اہلِ سنت والجماعت، اور۔ وَّتَسْوَدُّ

وُجُوْهٌ ،کا ترجمہ کرتے ہیں ۔اہلِ بدعت "الفرقاء" ۔یعنی قیامت والے دن اہلِ سنت والجماعت کے چہرے سفید ہوں گے اور اہلِ بدعت اور دین میں افتراق ڈالنے والوں کے چہرے سیاہ ہوں گے اور یاد رکھنا کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بحیثیت مفسرِ قرآن عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کا دوسرا نمبر ہے ۔ پہلا نمبر ہے حضرت عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کا ۔حضرت کا قد چھوٹا اور جسم ہلکا پھلکا تھا۔ دیکھنے والا سمجھتا تھا بچہ پھر رہا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو دو ایسی خوبیاں عطاء فرمائی تھیں کہ وہ اور کسی کو حاصل نہیں تھیں ۔نمبر ایک ۔تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں پہلے درجہ کے مفسر قرآن اور نمبر دو ۔اَفْقَهُ الْاُمَّةِ، تھے ۔یعنی ساری امت میں سب سے بڑے فقیہ تھے ۔ان کے بعد حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما قرآن پاک کی تفسیر کے بڑے ماہر تھے ۔حالانکہ ان کی عمر مبارک کوئی زیادہ نہ تھی ۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب دنیا سے رخصت ہوئے اس وقت ان کی عمر تقریباً چودہ پندرہ سال تھی ۔لیکن یہ عظمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء سے حاصل ہوئی ۔وہ اس طرح کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لئے تشریف لے گئے جب واپس تشریف لائے تو دیکھا کہ ایک لوٹا پانی کا بھرا ہوا بڑی موزوں اور مناسب جگہ پر رکھا ہوا ہے جو کہ باپردہ تھی ۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔"مَنْ وَّضَعَهٗ هٰهُنَا"؟ ۔یہ لوٹا پانی کا یہاں کس نے رکھا ہے؟ ۔حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حضرت یہ لوٹا پانی کا بھرا ہوا میں نے رکھا ہے ۔میرے دل میں خیال آیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قضاءِ حاجت سے تشریف لائیں گے ۔تو طہارت کرنی ہے ۔اس وقت ان کی عمر آٹھ سال تھی ۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں رقت پیدا ہوئی کہ دیکھو یہ بچہ ہے ۔اور اس کے دل میں خیال آیا کہ پہلے لوٹا تلاش کیا پھر پانی تلاش

کیا پھراس کو بھر کر ایسے مقام پر رکھا کہ جو باپردہ اور مناسب ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء فرمائی۔ "اَللّٰھُمَّ عَلِّمْہُ التَّاْوِیْلَ وَفَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ"۔اے پروردگار اس کو قرآن پاک کی تفسیر کا ماہر بنا۔اور اس کو دین کی فقاہت عطاء فرما۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دورِ خلافت میں مجلسِ شوریٰ کے اجلاس میں ان کو اپنے ساتھ بٹھاتے تھے۔حالانکہ اس وقت ان کی عمر تقریباً سترہ اٹھارہ سال تھی۔حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا حضرت یہ مجلسِ شوریٰ ہے یہاں اہم امور طے پاتے ہیں جن کا عوام کے سامنے فوری طور پر ظاہر کرنا مناسب نہیں ہوتا، یہ بچہ ہے۔اس سے کوئی راز افشاء ہوسکتا ہے۔اور آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو یہاں بٹھایا ہے۔پھر ہمارے بھی بچے ہیں اس کو دیکھا دیکھی وہ بھی آبیٹھیں گے۔تو مجلسِ شوریٰ پر بچوں کا قبضہ ہوجائے گا۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس کو محض بچہ نہ سمجھو یہ بڑا سمجھ دار ہے۔اور حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی قابلیت کو اس طرح عیاں فرمایا۔حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ مجھے اپنی مجلس میں اس وقت بھی بلا لیتے جب وہاں بدر کی جنگ میں شریک ہونے والے بزرگ بیٹھے ہوتے ان میں سے ایک بزرگ نے کہا اس نوجوان کو ہماری مجلس میں کیوں بلاتے ہو۔اس جیسے ہمارے بچے بھی ہیں۔اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ تو ان لوگوں میں سے ہے جن کو آپ جانتے ہیں۔پھر ایک دن ان حضرات اکابر کو بلایا اور مجھے بھی بلایا۔فرمایا! میرا خیال ہے کہ مجھے اس دن آپ نے اس لئے بلایا تھا تاکہ انہیں دکھا سکیں (آپ رضی اللہ عنہما کا علم وکمال) پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا کہ تم سورۃ "اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰہِ"۔ کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ (یعنی اس میں گر کی کیا بات ہے؟) تو ان میں سے کسی نے کہا کہ

ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی حمد کریں اور اس سے بخشش مانگیں۔ جب کہ ہماری مدد کی جائے اور ہمیں فتح دی جائے۔ اور ان میں سے بعض نے کہا کہ ہم نہیں جانتے۔ اور ان میں سے بعض نے کچھ بھی نہ کہا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کہ اے ابنِ عباس! (رضی اللہ عنہما) تو اس بارے میں یہی کچھ کہتا ہے؟ میں نے جواب دیا نہیں۔ پھر پوچھا کہ تم کیا جواب دو گے تو میں نے کہا اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت قریب ہونے کا اشارہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی ہے کہ جب فتح مکہ ہو جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا وقت قریب ہونے کی علامت ہے۔ تو اس وقت آپ کثرت سے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کریں اور اس کی مغفرت طلب کیجئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے علم میں بھی یہی بات تھی۔ تو حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کا تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں بحیثیت مفسرِ قرآن دوسرا نمبر ہے۔ پہلا نمبر ہے حضرت عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہما کا۔ **فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ**، پس بہر حال وہ لوگ جن کے چہرے سیاہ ہوں گے ان سے کہا جائے گا۔ **اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ**، کیا تم نے کفر اختیار کیا ایمان کے بعد۔ یعنی دعویٰ تو تمہارا ایمان کا تھا۔ کہ ہم مومن ہیں پھر تم نے کفر اختیار کیا۔ یعنی اعمال سارے کافروں والے ہیں زبانی دعویٰ کرنے کا کیا فائدہ۔ بخاری شریف اور دیگر کتابوں میں حدیث آتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حوضِ کوثر پر تشریف فرما ہوں گے۔ اور لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوضِ کوثر پر پانی پینے کے لئے آئیں گے۔ کچھ لوگوں کو فرشتے دھکے مار کر کہیں گے کہ پیچھے چلے جاؤ۔ شور سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم توجہ فرمائیں گے اور فرشتوں سے کہیں گے کہ یہ تو میرے امتی معلوم ہوتے ہیں ان کو تم پیچھے کیوں ہٹاتے ہو؟ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے آواز آئے

گی "اِنَّکَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَکَ"۔ بہ تحقیق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں جانتے کہ جو
جو بدعات انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا کی ہیں۔ "فَاَقُوْلُ سُحْقاً، سُحْقاً"۔
پس میں کہوں گا ان کو میری نظروں سے ہٹا دو تو فرشتے ان کو حوضِ کوثر کے قریب نہیں آنے دیں
گے حوضِ کوثر سے وہ لوگ پانی پیئں گے۔ جو موحد ہوں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
سنت کے پابند ہوں گے اب رہا یہ مسئلہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو کس طرح
پہچانیں گے کہ یہ میرے امتی ہیں تو حدیث پاک میں آتا ہے کہ وضوء والے اعضاء سفید ہوں
گے جو مخلص ہوں گے ان کی سفیدی زیادہ ہوگی اور جو کھوٹے ہوں گے آخر وضو تو انہوں نے بھی
کیا ہوگا۔ لہٰذا تھوڑی بہت چمک ان کے اعضاء پر بھی ہوگی اس چمک کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ
وسلم فرمائیں گے کہ میرے امتی معلوم ہوتے ہیں تو جو ظاہری طور پر مسلمانوں کے ساتھ ملے
جلے رہے اور کچھ اعمال بھی ادا کرتے رہے مگر صحیح معنی میں مسلمان نہ ہوئے ان کو کہا جائے گا کیا
تم نے ایمان کے بعد کفر اختیار کیا؟ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ○، پس چکھو تم
عذاب کو اس واسطے کہ تم کفر کرتے تھے۔ شریعت کے قانون کا انکار کرتے تھے۔ وَاَمَّا الَّذِيْنَ
ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ ، اور بہر حال وہ لوگ کہ سفید ہوں گے چہرے ان کے۔ فَفِيْ رَحْمَةِ اللهِ،
پس وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت میں ہوں گے۔ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ ○، اور وہ اس رحمت کے مقام
میں ہمیشہ رہیں گے۔ تِلْكَ اٰيٰتُ اللهِ، یہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں۔ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ،
ہم تلاوت کرتے ہیں آپ پر حق کے ساتھ۔ قرآن حق ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ
کے نبی برحق ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کی فرشتہ لاکے سناتا ہے وہ بھی حق ہے تو یہ سب حق ہی حق ہے۔
اور یاد رکھو وَمَا اللهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ○، اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ظلم کا جہان

والوں کے لئے۔ اللہ تعالیٰ بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ اس کی صفت ہے رحمٰن اور رحیم وہ بلا وجہ کسی کو سزا نہیں دیتا حجت مکمل ہونے کے بعد سزا دیتا ہے۔ اور اس کی سزا سے کوئی بچ نہیں سکتا۔ بھاگ نہیں سکتا۔ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ، اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ ہے زمینوں میں۔ آسمانوں کا خالق مالک اور متصرف بھی وہی ہے۔ اور زمینوں میں بھی اس کے سوا کسی کا دخل نہیں ہے جو رب تعالیٰ کرتا ہے وہی ہوتا ہے اس کی اجازت کے بغیر ایک پتا بھی زمین پر نہیں گرتا۔ اور اس کی مرضی کے بغیر کوئی ذرہ اپنی جگہ سے ادھر ادھر نہیں ہوسکتا۔ اور یہ خدائی اختیارات اس نے نہ تو فرشتوں کو دیئے ہیں نہ پیغمبروں کو نہ پیروں، فقیروں کو اللہ تعالیٰ نے ان کو جو مرتبے اور مقام عطاء فرمائے ہیں وہ حق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے بعضوں کو نبوۃ و رسالت عطاء فرمائی۔ بزرگی عطاء فرمائی۔ بعضوں کو صحابہ (رضی اللہ عنہم) بنایا پیشوا بنایا۔ محدث بنائے فقیہ بنائے۔ ولایت دی۔ لیکن خدائی اختیارات کسی کو نہیں دیئے۔ سارے تو کجا ایک ماشہ بھی کسی کو عطاء نہیں کیا۔ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۞ ، اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹائے جاتے ہیں سب کام۔ سب نے اسی کی عدالت میں پیش ہونا ہے۔ سب کام سامنے آجائیں گے یہ توحید کا بنیادی سبق ہے اس کو یاد رکھنا۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّاۤ اَذًى ؕ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۟ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْۤا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۱۱۲﴾

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ ، ہوتم تمام امتوں میں سے بہتر۔ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ، جن کو نکالا گیا لوگوں کے لئے۔ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ، حکم کرتے ہو نیکی کا۔ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ، اور منع کرتے ہو برائی سے۔ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ، اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو۔ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ ، اور اگر ایمان لائیں اہل کتاب۔ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ، البتہ ایمان لانا ان کے حق میں بہتر ہوتا۔ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ ، ان میں سے کچھ مومن ہیں۔ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ O ، اور اکثر ان کے نافرمان ہیں۔ لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّاۤ اَذًى ، وہ تمہیں ہرگز ضرر نہیں پہنچا سکیں گے مگر کچھ اذیت۔ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ ، اور اگر تمہارے ساتھ لڑیں گے۔ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ، تو تمہاری طرف پیٹھ پھیر دیں

گے۔ ثُمَّ لَا یُنْصَرُوْنَ O، پھران کی مدد نہیں کی جائے گی۔ ضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ، مسلط کردی گئی ہے ان پر ذلت۔ اَیْنَ مَا ثُقِفُوْآ، جہاں کہیں وہ پائے جائیں گے۔ اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ، مگر اللہ تعالیٰ کی رسی کو پکڑنے سے۔ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ، اورلوگوں کی رسی کو پکڑنے سے۔ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ، اورلوٹے وہ اللہ تعالیٰ کا غضب لے کر۔ وَضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الْمَسْكَنَةُ، اور ان پر مسلط کی گئی ہے مسکنت، ذلت۔ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ، یہ اس واسطے کہ بے شک وہ۔ كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ، اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے۔ وَیَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِیَآءَ، اورقتل کرتے رہے اللہ تعالیٰ کے نبیوں کو۔ بِغَیْرِ حَقٍّ، ناحق۔ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا، یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے نافرمانی کی۔ وَّكَانُوْا یَعْتَدُوْنَ O، اور تھے وہ تجاوز کرنے والے۔

اس سے پہلی آیات کا شانِ نزول آپ سن چکے ہیں کہ شاس ابن قیس یہودی کی شرارت کے نتیجے میں مسلمانوں کے دو گروہ اوس اور خزرج آپس میں لڑ پڑے اور خاصی بدمزگی پیدا ہوئی جس پر اللہ تعالیٰ نے پہلے یہودیوں کو تنبیہ فرمائی کہ تم ایسی شرارتیں کر کے مسلمانوں کو کیوں روکتے ہو پھر مسلمانوں کو تنبیہ فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں تم پر پڑھی جارہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم تم میں موجود ہے۔ پھرتم کیوں لڑتے ہو؟۔ اورلڑائی کے وقت کچھ ایسے مسلمان تھے جو دوسرے خاندانوں کے ساتھ تعلق رکھتے تھے۔ وہ خاموش رہے کہ نہ تو لڑائی میں شریک ہوئے اور نہ ہی ان کو سمجھایا اور روکا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی تنبیہ فرمائی کہ تمہارا کام تھا کہ ان کو لڑائی سے روکتے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ "اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا" ۔ اپنے بھائی کی مدد کر چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم ہو۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے سوال کیا حضرت مظلوم کی مدد کا معنیٰ تو سمجھ آتا ہے۔ ظالم کی مدد کا

16

کیا مطلب ہے؟۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ظالم کو ظلم سے روک دو یہ اس کی مدد ہے۔
وہ اس طرح کہ مثال کے طور پر ظالم کسی پر ظلم کرتا ہے اس کو قتل کر دیتا ہے۔تو دنیا میں قصاص
آئے گا اور آخرت میں سزا بھی ہوگی۔اگر تم نے روک لیا تو اس کی مدد ہوگی کہ نہ تو قصاصاً قتل
کیا جائے گا۔اور نہ آخرت کی سزا میں مبتلاء ہوگا۔اور یاد رکھنا مظلوم کی مدد نہ کرنا گناہِ کبیرہ
ہے۔الترغیب والترہیب حدیث کی کتاب ہے اس میں حضرت عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہما
سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبرستان کے پاس سے گزر رہے تھے کہ ایک
قبر کے پاس کافی دیر تک کھڑے رہے۔دریافت کیا گیا حضرت کیا بات ہے؟ فرمایا، اس قبر
والے کو اس وجہ سے عذاب ہو رہا ہے کہ ایک مظلوم پر ظلم ہو رہا تھا اور یہ پاس سے گزر گیا۔اس
کی مدد نہیں کی۔تو اللہ تعالیٰ نے ان کو تنبیہ فرمائی۔کہ تمہارا کام تھا ان کو لڑائی سے روکنا۔آگے
فرمایا۔امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اس امت کے فریضہ میں شامل ہے۔كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ،
ہو تم تمام امتوں میں سے بہتر امت۔اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ،جن کو نکالا گیا لوگوں کے لئے۔یعنی
تمہیں اپنے کاموں کے لئے نہیں پیدا کیا بلکہ دوسرے لوگوں کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔
تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ،حکم کرتے ہو نیکی کا۔وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ،اور منع کرتے ہو برائی
سے۔مجموعی حیثیت سے اس امت کا یہ فریضہ ہے۔پہلے اس طرح ہوتا تھا کہ ایک پیغمبر دنیا میں
تشریف لاتا جب وہ دنیا سے چلا جاتا تو امت میں بگاڑ پیدا ہو جاتا۔دوسرا پیغمبر تشریف لاتا اور
اصلاح کرتا اسی طرح سلسلہ چلتا رہا۔حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری پیغمبر
ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی پیغمبر پیدا ہی نہیں ہوسکتا۔لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس دین
کے تحفظ کی ذمہ داری امت کے کندھے پر ڈالی ہے۔الحمدللہ! اس امت نے یہ فریضہ ادا کیا

اور خدا، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتماد پر پورے اترے اور دین کو محفوظ رکھا۔ آج دین کے سمجھانے والے بھی موجود ہیں۔ اور سمجھنے والے بھی موجود ہیں۔ اور اس پر عمل کرنے والے بھی موجود ہیں۔ اور سچا دین کتابوں میں بھی موجود ہے۔ عمل میں بھی موجود ہے۔ ہمارے علاقے میں انگریز نے دین کو ختم کرنے کے لئے پوری قوت صرف کی مگر دین کو ختم نہ کر سکا۔ تو چونکہ نبوۃ ختم ہے اور نبوۃ کا کام امت کے کندھے پر ہے۔ تو یہ کام امت نے ہی کرنا ہے اور کر بھی رہی ہے۔ یہاں ایک مسئلہ سمجھ لیں۔ وہ یہ کہ ایک ہے دعوت الی اللہ اور ایک ہے امر بالمعروف، نہی عن المنکر۔ تو دعوت الی اللہ کے بارے میں پہلے سبق میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ وہ ہر آدمی کا کام نہیں ہے۔ بلکہ فرمایا۔ "وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ"۔ اور چاہیے کہ تم میں ایک جماعت ہو جو دعوت دے بھلائی کی۔ تو یہ سب کا کام نہیں ہے۔ بلکہ ایک گروہ کا کام ہے۔ علماء اور سمجھ دار لوگوں کا کام ہے۔ جُھلاء کا کام نہیں ہے۔ اور فرضِ کفایہ ہے۔ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہر امتی کا کام ہے۔ اگر کسی کو بھلائی کی ایک بات بھی معلوم ہے تو وہ اس کو آگے پہنچائے۔ اور دین کی اشاعت اور تبلیغ کی وجہ سے کمائی کے درجے قائم ہوئے ہیں۔ چنانچہ فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کمائی کے جو پیشے ہیں ان میں مسلمان کی کمائی کا پہلا درجہ مالِ غنیمت ہے۔ اور غنیمت ملتی ہے جہاد کے نتیجے میں۔ اور جہاد ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے کلمہ کو بلند کرنے کے لئے۔ اور یہ بہت بلند عمل ہے اصل رقم نہیں بلکہ وہ ذریعہ دیکھنا ہے جس سے وہ حاصل ہوئی ہے۔ اگر نفسِ رقم کو دیکھا جائے تو وہ کافروں کا مال ہے۔ اس میں سود کی رقم بھی ہوگی شراب اور خنزیر کی تجارت کی رقم بھی ہوگی۔ اور بہت کچھ کیا ہوگا۔ کیونکہ ان کے ہاں حلال وحرام کی تمیز تو نہیں ہے۔ صرف دولت کا اکٹھا کرنا مقصود ہے۔ لہٰذا جس طرح بھی

آ ئے لیکن جب ملکیت بدل گئی کہ ان کی ملکیت سے مسلمانوں کی ملکیت میں آ گئی تو بالکل پاک صاف ہو گئی۔ تو مالِ غنیمت سب سے اعلیٰ کمائی ہے۔ کیونکہ ذریعہ جہاد ہے۔ دوسرے نمبر پر مالِ تجارت ہے۔ تاجر کی کمائی اس وجہ سے اعلیٰ ہے کہ تجارت بھی دین کی تبلیغ کا ذریعہ ہے۔ کیونکہ تجارت میں لوگوں کے ساتھ اختلاط ہوتا ہے کوئی اس کے پاس آ رہا ہے۔ اور کسی کے پاس یہ جا رہا ہے۔ تو دین کے مسائل ان کو سمجھائے گا۔ دعوت دے گا۔ دوکاندار ہے تو اس کے پاس گاہک آئیں گے۔ گاہکوں کو مسئلے سمجھائے گا۔ تبلیغ کا کام چلتا رہے گا۔ تو تجارت چونکہ تبلیغ دین کا ذریعہ ہے۔ اور اس ذریعہ سے جو کمائی حاصل ہوگی وہ اعلیٰ ہے۔ مگر آج ہم نے تجارت کو ٹھگنے کا ذریعہ سمجھ لیا ہے۔ کسی کے پاس کچھ نہ رہے۔ سب میرے پاس آ جائے۔ تیسرے درجے میں زراعت کا مال ہے۔ کاشت کاری تیسرے درجے میں اس واسطے ہے کہ کاشت کار کے آگے بیل ہوتے ہیں اور یہ ان کے پیچھے ہوتا ہے۔ نہ اس نے کسی سے ملنا ہے اور نہ اس کو کسی نے ملنا ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ کوئی روٹی پہنچا دے گا۔ اور کوئی پانی تو اس بیچارے کو تبلیغ کا موقع کم ملتا ہے۔ اس واسطے اس کا تیسرا درجہ ہے۔ البتہ اس کو ثواب ملتا رہتا ہے۔ کہ اس کی کمائی انسان بھی کھاتے ہیں۔ حیوان بھی کھاتے ہیں۔ پرندے اور کیڑے مکوڑے بھی کھاتے ہیں۔ راضی ہو کھاتے ہیں، نہ ہو پھر بھی کھاتے ہیں۔ تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اس امت کے ہر فرد کا فریضہ ہے۔ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ، اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو۔ اس کے احکام بجالاتے ہو۔ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ، اور اگر ایمان لائیں اہلِ کتاب۔ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ، البتہ ایمان لانا ان کے حق میں بہتر ہو۔ یہودی بھی اور عیسائی بھی سمجھتے تھے کہ "اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ"۔ بے شک یہ سچا رسول ہے۔ مگر ضد اور ہٹ دھرمی پر اڑے رہے۔ اکثریت ان کی ایمان

نہیں لائی۔ لیکن خدا کی طرف سے ایمان کا دروازہ کھلا ہے۔ مِنۡهُمُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ وَاَكۡثَرُهُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ○، ان میں سے کچھ مومن ہیں اور اکثر ان کے نافرمان ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں حضرت عبداللہ ابنِ سلام، حضرت اسید، حضرت ثعلبہ، حضرت بنیامین رضی اللہ عنہم اجمعین مسلمان ہوئے۔ اور حضرت حنظلہ غسیل الملئکہ، جن کو فرشتوں نے غسل دیا۔ جنگِ احد کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ جو مسلمان جس حالت میں ہے فوراً احد کے مقام پر پہنچے۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی ابھی نئی نئی شادی ہوئی تھی۔ ہمبستر ہوئے تھے۔ انہوں نے خیال کیا کہ اگر غسل کیا تو دیر ہو جائے گی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی مخالفت ہوگی۔ اسی طرح چلے گئے اور جنگ میں شریک ہو گئے۔ لڑائی زوروں پر تھی۔ شہید ہو گئے۔ لوگوں نے آنکھوں سے دیکھا کہ فرشتوں نے ان کو غسل دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تحقیق کرائی ان کی بیوی سے دریافت کیا بیوی نے بتایا کہ رات میرے ساتھ لیٹے ہوئے تھے ہمبستری ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم آیا کہ جس حالت میں ہو پہنچو۔ تو وہ غسل کیے بغیر چلے گئے۔ تو حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ غسیل الملئکہ کے لقب سے مشہور ہوئے۔ یہ بھی پہلے یہودی تھے۔ ان کا باپ ابو عامر راہب اسلام کا بدترین دشمن تھا۔ اور ہر وقت اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لٹھ لئے پھرتا تھا۔ بدر سے لے کر تبوک تک تمام لڑائیوں میں اس شیطان کا ہاتھ تھا۔ اسی طرح کچھ لوگ عیسائیوں میں سے بھی مسلمان ہوئے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ عرب کے مشہور سخی حاتم طائی کے بیٹے حضرت عدی رضی اللہ عنہ یہ سب پہلے عیسائی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اسلام کی توفیق عطاء فرمائی۔ لیکن یہود و نصاریٰ کی اکثریت کفر پر اڑی رہی۔ اللہ تعالیٰ

فرماتے ہیں۔ لَنْ یَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى، وہ تمہیں ہرگز ضرر نہیں پہنچا سکیں گے مگر کچھ تکلیف۔ وہ مسلمانوں کے وجود کو ختم کر دیں۔ اور اسلام کو مٹا دیں حاشا دکلا۔ ایسا ہرگز نہیں کر سکیں گے۔ بس قولی اور فعلی طور پر چھیڑ خوانی کریں گے۔ ہاں اگر تم خود ایمان عمل کو چھوڑ بیٹھو تو اللہ تعالیٰ کا کوئی وعدہ نہیں ہے۔ "اِنْ یَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِیْ یَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ"۔ تمہاری بداعمالیوں کی وجہ سے اگر اللہ تعالیٰ تمہیں رسوا کر دے تو پھر کوئی مددگار نہیں ہوگا۔ ۱۹۶۷ء میں یہودیوں نے کچھ علاقہ مصر سے کچھ اردن سے اور کچھ شام سے چھینا جولان کی پہاڑیاں وغیرہ۔ اور وہ ابھی تک ان کے پاس ہے۔ اور وہاں انہوں نے اپنی بستیاں آباد کر لی ہیں۔ ان کے وزیرِ اعظم یاہو نے کہا ہے کہ ہم یہاں سے نہیں جائیں گے۔ یہ ہمارا علاقہ ہے۔ اور مسلمان حکمران بے غیرت ہیں۔ ان کو کوئی احساس نہیں ہے۔ اسی زمانے میں میں نے حج کا سفر کیا واپسی پر مجھے براہِ راست پاکستان کا جہاز نہ ملا۔ شام کے راستے واپس آنا پڑا۔ ہمیں دو دن دمشق رہنا پڑا وہاں ایک بڑی وسیع مسجد تھی۔ اور بڑے بڑے مینار تھے۔ اور بہت خوبصورت تھی۔ جس طرح شاہی مسجد ہے۔ سلیمان خان قانونی ترکی بادشاہ گزرا ہے۔ اس نے بنوائی تھی۔ اور اس کے ساتھ کمرے بنے ہوئے تھے۔ پانی کا بڑا انتظام تھا۔ مؤذن نے لاؤڈ سپیکر پر اذان دی۔ جماعت کے وقت ایک امام اور دو آدمی مقامی تھے۔ اور میرے علاوہ تین چار اور پاکستانی تھے۔ نماز پڑھنے کے بعد ہم نے امام سے دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے؟ اتنی بڑی مسجد ہے اور نمازی نہیں ہیں۔ اس نے کہا "مُنْطَرِقٌ عَنِ الْبَلَایَةِ" ۔ یہ مسجد شہر سے الگ ہے۔ آبادی ذرا دور ہے۔ میں نے کہا کہ مسجد کے ساتھ جو کمرے ہیں ان میں لوگ رہتے ہیں یا نہیں کہنے لگا اس میں فوجی رہتے ہیں۔ میں نے کہا کہ وہ مسلمان ہیں؟ اس نے کہا ہاں مسلمان ہیں۔

میں نے کہا انہوں نے اذان سنی ہے؟ مسجد کے کمروں میں رہتے ہیں اور نماز نہیں پڑھی؟ تو اس نے بہت بڑی گالی دے کر کہا کہ اگر یہ نمازی ہوتے تو ہمیں یہودیوں سے ذلیل کراتے؟۔تو ہمیں بدعملی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے دشمن کے ہاتھوں ذلیل اور رسوا کیا۔اور اگر ہم پختہ مومن ہوں۔اور احکامات خداوندی کے پابند ہوں تو ذلت سے بچ سکتے ہیں۔وَاِنْ یُّقَاتِلُوْکُمْ یُوَلُّوْکُمُ الْاَدْبَارَ ،اور اگر تمہارے ساتھ لڑیں گے تو تمہاری طرف پیٹھ پھیر دیں گے۔ثُمَّ لَا یُنْصَرُوْنَ O ، پھر ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔مگر اس صورت میں کہ جب تمہارا ایمان اور عمل درست ہو۔دیکھو اسرائیل کی آبادی اسی/۸۰ لاکھ کے قریب ہے۔اور سارے تربیت یافتہ فوجی قسم کے لوگ ہیں۔ان خبیثوں کو امریکہ، برطانیہ، روس اور فرانس نے وہاں اکٹھا کیا ہے۔اور اس کے آس پاس جو مسلمان ملک ہیں ان کی آبادی تیرہ کروڑ/۱۳۰۰۰۰۰۰۰ ہے۔اور یہ اسی/۸۰ لاکھ سے ڈرتے ہیں۔کہ ہمارا چچا امریکہ ناراض نہ ہو جائے کیونکہ اگر وہ ناراض ہو گیا تو ہمیں ڈالر نہیں دے گا۔ہمارے قرضے معاف نہیں کرے گا۔اگر یہ ڈٹ جائیں تو ان کا کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔جیسے لیبیا ڈٹا ہوا ہے۔صدام ڈٹا ہوا ہے۔ انتیس حکومتیں مل کر بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں۔ہماری مہربان حکومت بھی ان میں شامل تھی صدام زندہ پھر رہا ہے۔اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو سمجھ عطاء فرمائے اور غیرتِ ایمانی عطاء فرمائے۔ ضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ ،مسلط کر دی گئی ہے ان پر ذلت۔اَیْنَ مَا ثُقِفُوْآ ، جہاں کہیں وہ پائے جائیں گے۔مسکنت کا مطلب ہے کہ خود انسان اپنے آپ کو کہتر اور گھٹیا سمجھے۔سب کچھ ہونے کے باوجود اپنے آپ کو مسکین سمجھے تو یہ اہلِ کتاب خصوصاً یہودی جہاں بھی ہوں ان کا یہی حال ہوگا۔اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ ،مگر اللہ تعالیٰ کی رسی کو پکڑنے سے اور لوگوں کی

رسی کو پکڑنے سے ۔ اللہ تعالیٰ کی رسی کو پکڑنے کا مطلب ہے کہ مسلمان ہو جائیں یا مسلمان حکومت کے ٹیکس گزار ہو کر رہیں ۔ اور لوگوں کی رسی پکڑنے کا مطلب ہے ان کی پناہ میں رہیں ۔ جس طرح اسرائیل اقوام متحدہ خصوصاً امریکہ اور برطانیہ کی پناہ میں ہے ۔ ان سے الگ ہو کر نہیں رہ سکتے ۔ صدام حسین نے دو چار بم پھینکے تھے تو ان کے ہوش وحواس ہی گم ہو گئے تھے اور اپنے علاقے چھوڑ کر بھاگ گئے تھے ۔ مگر پھر امریکہ نے ان کا دفاع کیا اور یہ واپس آئے ۔ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ، اور لوٹے وہ اللہ تعالیٰ کا غضب لے کر ۔ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ، اور ان پر مسلط کی گئی ہے مسکنت ، ذلت ۔ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ، یہ اس واسطے کہ بے شک وہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے ۔ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ، اور قتل کرتے رہے اللہ تعالیٰ کے نبیوں کو ناحق ۔ تیسرے پارے میں اس آیت کریمہ کے تحت (وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ ۝ تیسرا پارہ رکوع نمبر ۱۱) آپ سن چکے ہیں کہ ایک علاقہ تھا اس میں مختلف قومیں آباد تھیں ۔ جس طرح پاکستان میں مختلف قومیں آباد ہیں اور اس وقت ہر قوم کی طرف الگ الگ پیغمبر بھیجا جاتا تھا ۔ یہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام قوموں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجے گئے ہیں ۔ تو اس علاقے کے مجرم اکٹھے ہو گئے اور انہوں نے باہم مشورہ کیا کہ ہم ان کی تبلیغ سے تنگ آگئے ہیں یہ ہماری نہ دن کو جان چھوڑتے ہیں نہ رات کو ہر وقت وعظ ہی وعظ ہے ۔ لہٰذا ان کا صفایا کرو ۔ حضرت ابو عبیدہ ابن جراح رضی اللہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو پہر تک انہوں نے تنتالیس/۴۳ پیغمبر شہید کئے ۔ اور ایک سو ستر/۱۷۰ حواری اور صحابی جوان کی مدد کے لئے آئے تھے ان کو ناحق قتل

کیا۔ قتل حق کی تین صورتیں ہیں۔ اور وہ تینوں صورتیں پیغمبروں میں نہیں پائی جاتیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ معاذ اللہ تعالیٰ کوئی مرتد ہو جائے۔ تو اس کو تین دن کی مہلت دی جائے گی۔ تاکہ وہ اپنے شکوک وشبہات دور کر لے اور توبہ کر لے۔ ورنہ قتل کر دیا جائے گا۔ اور پیغمبر علیہ السلام کے بارے میں کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا کہ وہ اسلام کو چھوڑ دیں گے اور دوسری صورت کہ شادی شدہ آدمی زنا کرے۔ تو اللہ تعالیٰ کا پیغمبر معصوم اور بڑے بلند اخلاق کا مالک ہوتا ہے۔ دیکھو! زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بڑا ورغلایا، پھسلایا اور بہت کچھ کیا۔ مگر یوسف علیہ السلام نے اس کی شرارتوں کی ساری کڑیاں توڑ دیں اور فرمایا۔ "مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیۡۤ اَحۡسَنَ مَثۡوَایَ" ۔ پناہ بخدا بے شک وہ میرا مالک ہے اس نے میرا ٹھکانا اچھا بنایا ہے۔ "اِنَّهٗ لَا یُفۡلِحُ الظّٰلِمُوۡنَ" ۔ بے شک ظلم کرنے والے فلاح نہیں پاتے۔ اور تیسری صورت ہے کہ کسی کو قصداً ناحق قتل کرنا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خطأً ایک آدمی قتل ہوا تھا وہ بڑا بدمغز تھا موسیٰ علیہ السلام نے اس کو سمجھایا کہ بنی اسرائیلیوں سے تو ایندھن اٹھواتا ہے۔ ان کو مزدوری بھی دیا کر، کہنے لگا یہ ایندھن تیرے تنور کے واسطے تو ہے تو بھی وہاں سے روٹی کھاتا ہے۔ بڑی واہی تباہی باتیں کیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس کو ایک مکا ٹکا دیا تاکہ اس کو ذرا سمجھ آ جائے۔ "فَقَضٰی عَلَیۡهِ" ۔ پس وہ مر گیا۔ حالانکہ عادۃً مکے سے کوئی آدمی مرتا نہیں ہے۔ اور نہ ہی مکا آلۂ قتل ہے۔ اگر مکے سے کوئی مرتا تو محمد علی کلے کبھی کا مر چکا ہوتا۔ جس نے مکے کھا کھا کے دولت اکٹھی کی ہے۔ یا اس جیسے جو دوسرے مکے باز ہیں تو وہ اگرچہ خطأً قتل ہوا تھا مگر اس پر بھی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی۔ اور رب تعالیٰ نے معاف کر دیا۔ تو یہود ونصاریٰ پر اس واسطے اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا اور مسکنت مسلط کی گئی کہ وہ نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے۔ ذٰلِکَ بِمَا

عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ O ، یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور تھے وہ تجاوز کرنے والے۔ اللہ تعالیٰ نے جو حدیں مقرر فرمائی تھیں ان سے وہ تجاوز کر گئے۔

لَيْسُوْا سَوَآءً ؕ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ ۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا ؕ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ ؕ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۷﴾

لَيْسُوْا سَوَآءً ، وہ اہلِ کتاب سب برابر نہیں ہیں۔ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ ، اہلِ کتاب میں سے ایک گروہ ہے۔قَآئِمَةٌ، جو سیدھے راستہ پر قائم ہے۔ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ ، جو تلاوت کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی آیات کی۔اٰنَآءَ الَّيْلِ ، رات کے اوقات میں۔وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ O ، اور وہ سجدہ کرتے ہیں۔يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ، ایمان لاتے ہیں اللہ تعالیٰ پر۔وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ، اور آخرت کے دن پر۔وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ، اور حکم کرتے ہیں نیکی کا۔ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ، اور منع کرتے ہیں برائی سے۔وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ، اور وہ جلدی کرتے ہیں اچھے کاموں کے

کرنے میں۔ وَاُولٰٓئِکَ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ O ،اور وہی لوگ نیکوں میں سے ہیں۔ وَمَا یَفۡعَلُوۡا مِنۡ خَیۡرٍ ،اور جو بھی کریں گے وہ اچھا کام۔فَلَنۡ یُّکۡفَرُوۡہُ ،پس ہرگز ان کی ناقدری نہیں کی جائے گی۔وَاللّٰہُ عَلِیۡمٌ ۭبِالۡمُتَّقِیۡنَ O ،اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے پرہیزگاروں کو۔ اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا ،بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا۔ لَنۡ تُغۡنِیَ عَنۡہُمۡ اَمۡوَالُہُمۡ، ہرگز نہیں کفایت کریں گے ان کو ان کے مال۔وَلَآ اَوۡلَادُہُمۡ ،اور نہ ان کی اولاد۔ مِّنَ اللّٰہِ شَیۡئًا ، اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے کچھ بھی۔ وَاُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ،اور وہ لوگ دوزخ والے ہیں۔ہُمۡ فِیۡہَا خٰلِدُوۡنَ ☆ ،وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔ مَثَلُ مَا یُنۡفِقُوۡنَ ،مثال اس چیز کی جو وہ خرچ کرتے ہیں۔فِیۡ ہٰذِہِ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا،اس دنیا کی زندگی میں۔ کَمَثَلِ رِیۡحٍ ،اس ہوا کی مثال ہے۔فِیۡہَا صِرٌّ ،جس میں سخت ٹھنڈک ہے۔ اَصَابَتۡ حَرۡثَ قَوۡمٍ ،وہ پہنچی ایسی قوم کی کھیتی کو۔ظَلَمُوۡۤا اَنۡفُسَہُمۡ ،جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ فَاَہۡلَکَتۡہُ ،پس اس ہوا نے اس کو ہلاک کردیا۔وَمَا ظَلَمَہُمُ اللّٰہُ ،اور نہیں ظلم کیا ان پر اللہ تعالیٰ نے۔ وَلٰکِنۡ اَنۡفُسَہُمۡ یَظۡلِمُوۡنَ O ،اور لیکن وہ اپنی جانوں پر خود ظلم کرتے تھے۔

پہلے سے یہود کا ذکر چلا آرہا ہے۔اب بھی انہیں ہی کا ذکر ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔لَیۡسُوۡا سَوَآءً مِنۡ اَہۡلِ الۡکِتٰبِ اُمَّۃٌ ،وہ اہلِ کتاب سب برابر نہیں ہیں اہلِ کتاب میں سے ایک گروہ ہے۔قَآئِمَۃٌ، جو سیدھے راستہ پر قائم ہے۔ یَّتۡلُوۡنَ اٰیٰتِ اللّٰہِ ، جو تلاوت کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی آیات کی۔اٰنَآءَ الَّیۡلِ ،رات کے اوقات میں۔جیسے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب یہودی تھے ایک مسافر نے ان کے پاس بارہ سو اوقیہ سونا امانت رکھی بغیر کسی تحریر اور گواہ کے جو تقریباً بیس لاکھ روپیہ بنتا ہے۔کچھ مدت کے بعد آیا اور امانت طلب کی انہوں نے وہ

امانت فوراً اٹھا کر اس کے حوالہ کر دی۔ جس کا ذکر تیسرے پارہ کے آخر میں گزر چکا ہے۔ اور ان کے مقابلہ میں فخاص ابن عازورہ اس کے پاس ایک مسافر نے ایک دینار رکھا جب وہ واپس لینے کے لئے آیا تو اس نے کئی پیترے بدلے۔ "اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ" ۔ سے مراد حضرت عبداللہ بن سلام حضرت اسد، حضرت اسید، حضرت بنیامین، حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہم جیسے لوگ مراد ہیں۔ اسی طرح نصاریٰ میں سے حضرت سلمان فارسی، حضرت تمیم داری، حضرت عدی ابن حاتم رضی اللہ عنہم جیسے لوگ مراد ہیں۔ "یَتْلُوْنَ اٰیٰتِ اللّٰہِ" ۔ کی ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ قرآن پاک کے نازل ہونے سے پہلے جب توراۃ، انجیل، زبور منسوخ نہیں ہوئی تھیں تو یہ ان کتابوں کی تلاوت کرتے تھے۔ اور ان پر عمل کرتے تھے حق پر قائم تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منتظر تھے۔ اور مفسرینِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا ایک گروہ یہ تفسیر کرتا ہے کہ آیت اللہ سے مراد قرآن پاک کی آیتیں ہیں۔ کہ وہ مسلمان ہوئے اور قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں۔ اٰنَآءَ الَّیْلِ، اٰنَآءَ، جمع ہے اِنًی کی۔ رسم الخط اس کا اِنَی کی طرح ہے۔ مگر یہاں نون پر دو زبریں ہیں معنیٰ ہے وقت تو۔ اٰنَآءَ الَّیْلِ، کا معنیٰ بنے گا رات کے اوقات جو تلاوت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو رات کے اوقات میں۔ وَھُمْ یَسْجُدُوْنَ ☆، اور وہ سجدہ کرتے ہیں۔ یعنی تہجد کی نماز پڑھتے ہیں۔ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ، ایمان لاتے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر۔ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ، اور حکم کرتے ہیں نیکی کا اور منع کرتے ہیں برائی سے۔ وَیُسَارِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ، اور وہ جلدی کرتے ہیں اچھے کاموں کے کرنے میں۔ جیسے حضرت عبداللہ ابنِ سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی کھجوروں سے کھجوریں اتار رہے تھے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی اطلاع ہوئی آواز آئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

مدینہ طیبہ میں داخل ہو گئے ہیں تو وہ اس حالت میں کہ کھجوریں ہاتھ میں ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ کیونکہ پہلی کتابوں میں نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانیاں پڑھی ہوئی تھیں۔ یہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرما رہے تھے اے لوگو! ۔"اِفْشُوْ السَّلَامَ" ۔ سلام کو خوب پھیلاؤ۔ "وَلِيْنُوا بِالْكَلَامِ" ۔ اور آپس میں گفتگو کرو تو نرمی کے ساتھ کرو۔ "وَاَطْعِمُوْا الطَّعَامَ" ۔ اور غریبوں مسکینوں کو کھانا کھلاؤ۔ "فَصَلُّوْا بِالَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ" ۔ پس تم راتوں کو جاگ کر نماز پڑھو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں۔ حضرت عبداللہ ابنِ سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان سنا اور چہرہ اقدس دیکھا تو فیصلہ کیا۔ "اِنَّ هٰذَا الْوَجْهِ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّاب" ۔ بے شک یہ چہرہ جھوٹے کا چہرہ نہیں ہے۔ چونکہ دل کا شیشہ بالکل صاف تھا بیان فوراً ذہن میں اتر گیا۔ اور اس مجلس میں کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ دوسرے یہودیوں کو بھی معلوم ہو گیا کہ عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ پہنچ گئے۔ ہم بھی جائیں دیکھیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا کہ دوسرے یہودی بھی آرہے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ یہودی آرہے ہیں ان کو میں تمہارے حوالے سے ایمان کی دعوت دوں کہ عبداللہ ابن سلام مسلمان ہو گیا ہے، تم بھی مسلمان ہو جاؤ۔ تو حضرت عبداللہ ابن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا حضرت میں پردے کے پیچھے بیٹھ جاتا ہوں پہلے ان سے میرے بارے میں دریافت فرمائیں کہ میرا ان کے ہاں کیا مقام ہے اگر وہ مسلمان ہو جائے تو تم بھی مسلمان ہو جاؤ گے۔ چنانچہ بخاری شریف کی روایت ہے۔ کہ یہ پردے کی اوٹ میں بیٹھ گئے جب دوسرے یہودی آئے ان سے گفتگو ہوئی دورانِ گفتگو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"کیف فیکم عبداللہ ابن سلام ؟" ۔عبداللہ ابن سلام تم میں کیسا آدمی ہے؟ کہنے لگے "خَیرُنَا وَابنُ خَیرِنَا سَیِّدُنَا وَابنُ سَیِّدِنَا،اَفضَلُنَا وَابنُ اَفضَلِنَا ،اَعلَمُنَا وَابنُ اَعلَمِنَا" ۔ یہ چاروں لفظ بخاری شریف کی مختلف روایتوں میں موجود ہیں کہ ہم میں سے سب سے بہتر ہے اور سب سے بہتر کا بیٹا ہے۔اور ہمارا سردار ہے اور ہمارے سردار کا بیٹا ہے۔اور ہم میں سے افضل ،اور افضل کا بیٹا ہے۔اور ہم میں بڑا عالم اور بڑے عالم کا بیٹا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ مسلمان ہو جائے تو پھر تمہاری کیا پوزیشن ہوگی؟ یہودی کہنے لگے۔"اَعَاذَہُ اللہُ مِنَ الاِسلَامِ" ۔اللہ تعالیٰ اس کو اسلام سے بچائے۔یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ پردے سے نکل کر سامنے آگئے۔اور سب کے سامنے کلمہ پڑھا۔"اَشھَدُ اَن لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَحدَہُ لَا شَرِیکَ لَہُ وَاَشھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبدُہُ وَرَسُولُہُ" ۔جب کلمہ سنا تو وہی یہودی کہنے لگے۔"شَرُّنَا وَابنُ شَرِّنَا" ۔ہم میں سے بڑا شرارتی ہے۔اور بڑے شرارتی کا بیٹا ہے۔تو یہودیوں میں اچھے لوگ بھی تھے نیکیوں میں سبقت لے جانے والے۔نیکی میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنا اچھا جذبہ ہے۔رب تعالیٰ جس کو توفیق عطاء فرمائے۔یہ حسد نہیں ہے۔اس کو غبطہ اور رشک کہتے ہیں کہ فلاں جتنی نیکیاں کرتا ہے میں اس سے زیادہ کروں البتہ نیکی کا دارومدار نیت پر ہے۔ابوداؤد شریف میں روایت ہے کہ ایک موقعہ پر جہادی مہم کے لئے رقم کی ضرورت تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمیں رقم کی ضرورت ہے۔جو جتنی زیادہ سے زیادہ دے سکتا ہے دے ان دنوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مالی پوزیشن مضبوط تھی۔فرمانے لگے کہ اس موقع پر میں ابو بکر رضی اللہ عنہ سے نمبر لے جاؤں گا کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ

ایک دوسرے کے حالات سے واقف تھے۔ ان کو معلوم تھا کہ میری مالی پوزیشن ابو بکر سے مضبوط ہے۔ وہ تھوڑا مال لائیں گے اور میں زیادہ مال لاؤں گا۔ خاصا مجمع تھا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رقم رکھی۔ مثال کے طور پر وہ پانچ ہزار تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رقم لاکر رکھی۔ مثال کے طور پر وہ بیس ہزار تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمر کیا لائے ہو؟ اور گھر والوں کے لئے کیا چھوڑ آئے ہو؟۔ کہنے لگے حضرت آدھا مال لے کر آیا ہوں اور آدھا مال گھر والوں کے لئے چھوڑ کر آیا ہوں۔ فرمایا ٹھیک ہے۔ گھر والوں کا بھی حق ہے۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تم کیا لائے ہو؟ اور گھر والوں کے لئے کیا چھوڑ کر آئے ہو؟ کہنے لگے حضرت گھر میں جو کچھ تھا سارا صاف کر کے لایا ہوں۔ گھر والوں کے لئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت چھوڑ کر آیا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بابے سے نمبر لے جانا مشکل ہے۔ کیونکہ نیکی کا مدار نیت پر ہے۔ ہم تم بھی تو نیکیاں کرتے ہیں۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی نیکیاں کیں۔ مگر یقین جانو ان کی ایک نیکی کو ہماری ہزاروں نیکیاں نہیں پہنچ سکتیں۔ کیونکہ جتنا اخلاص، للٰہیت اور اتباعِ سنت کا جذبہ ان میں تھا معاف رکھنا وہ ہم میں نہیں ہے۔ تو جو نیکی میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ فرمایا۔ وَاُولٰٓئِکَ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝، اور وہی لوگ نیکوں میں سے ہیں۔ وَمَا یَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ ، اور جو بھی کریں گے وہ اچھا کام۔ فَلَنْ یُّکْفَرُوْہُ ، پس ہرگز ان کی ناقدری نہیں کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ شاکر و علیم ہیں ان کی نیکی کو قبول فرما کر بہتر اجر عطاء فرمائیں گے۔ بلکہ حدیث پاک کے مطابق ایسے لوگوں کو دوہرا اجر ملے گا پہلے موسیٰ علیہ السلام یا عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تھے۔ ایک اجر

اس ایمان کا ملے گا اور دوسرا اجر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا۔ اور ویسے بھی اس کے ہاں عطاء کا یہ عالم ہے کہ اگر کوئی شخص ایمان کی حالت میں کھجور کا ایک دانہ صدقہ کرتا ہے۔ تو وہ اس کو بڑھا بڑھا کر پہاڑ کے برابر کر دیتا ہے۔ قیامت والے دن جب اس کو بدلہ ملے گا تو وہ بندہ کہے گا میں نے تو ایک دانہ کھجور کا صدقہ کیا تھا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میں نے اس کو حسنِ نیت کی وجہ سے اتنا بڑھا دیا ہے اور عام طور پر اللہ تعالیٰ کا ضابطہ ہے کہ ایک نیکی کا اجر دس گنا ملتا ہے۔ اور اگر نیکی فی سبیل اللہ کی مد میں ہو تو ایک نیکی کا اجر سات سو گنا ملتا ہے۔ ”وَاللّٰهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ“۔ اور اللہ تعالیٰ جس کے مال کو چاہتا ہے۔ زیادہ کرتا ہے۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالْمُتَّقِيْنَ ○، اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے پرہیزگاروں کو۔ آگے اللہ تعالیٰ نے کافروں کے باطل قیاس کا رد فرمایا ہے وہ کہتے تھے کہ اول تو قیامت کوئی شئی ہے ہی نہیں اور اگر بالفرض ہوئی بھی تو ہمیں وہاں بھی بہت کچھ ملے گا۔ وہ دنیا پر آخرت کو قیاس کرتے تھے۔ تو چونکہ دنیا میں رب تعالیٰ نے ہمیں کافی مال اور اولاد عطاء فرمائی ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ہم پر راضی ہے لہٰذا اگر قیامت ہوئی تو وہاں بھی ہمیں بہت کچھ ملے گا وہ مال و دولت کی کثرت کو اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کی دلیل سمجھتے تھے۔ یہ ان کا باطل اور غلط قیاس تھا کیونکہ دنیا کا سلسلہ اور ہے اور آخرت کا سلسلہ اور ہے۔ دنیا میں تو فرعون اور قارون جیسے شخص کو بہت کچھ ملا ہے اور سردرِ کائنات کی یہ حالت تھی کہ دو دو مہینے چولہے میں آگ نہیں جلتی تھی۔ اور ساری زندگی میں گھر کے اندر ایک دفعہ چراغ کا جلنا ثابت ہے۔ سحری کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم اندھیرے میں ہی نماز پڑھتے تھے۔ چھوٹا سا آپ کا کمرہ تھا جس میں صرف چار قبروں کی جگہ ہے۔ ظاہری طور پر کوئی حفاظت نہیں تھی کوئی پہریدار نہیں تھا۔ صرف رب تعالیٰ کی حفاظت تھی۔ تو ان کا یہ

17

قیاس کرنا کہ جس کو دنیا مل گئی اس پر اللہ تعالیٰ راضی ہے اور جس کو نہیں ملی اس پر اللہ تعالیٰ ناراض ہے۔ یہ قیاس غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ، بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا۔ لَنْ تُغْنِیَ عَنْھُمْ اَمْوَالُھُمْ وَلَآ اَوْلَادُھُمْ مِّنَ اللّٰہِ شَیْئًا ، ہرگز نہیں کفایت کریں گے ان کو ان کے مال اور نہ ان کی اولاد اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے کچھ بھی۔ وَاُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ، اور وہ لوگ دوزخ والے ہیں۔ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ O ، وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔ کبھی بھی دوزخ سے نکلنا نصیب نہیں ہوگا۔ دوزخ سے صرف اہلِ ایمان اور اہلِ توحید ہی نکلیں گے جو عملی کمزوریوں کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے اور دوزخ کا اوپر والا طبقہ انہیں لوگوں کے لئے ہے ایک وقت آئے گا کہ یہ طبقہ سارے کا سار خالی ہو جائے گا۔ کیونکہ جو مسلمان سب سے بڑا گنہگار ہوگا وہ بھی نکل آئے گا۔ جہنم کے باقی جو چھ طبقات ہوں گے ان میں بدستور ہمیشہ جہنمی رہیں گے۔ اور ان کو اتنی سخت سزا ہوگی کہ جہنم کے انچارج فرشتوں سے کہیں گے کہ۔ "اُدْعُوْا رَبَّکُمْ یُخَفِّفْ عَنَّا یَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ" (پارہ ۲۷)۔ اپنے پروردگار سے گزارش کرو کہ ایک دن کے لئے ہم سے عذاب ہلکا کر دے کہ ہم سکھ کا سانس لے سکیں۔ "قَالُوْٓا اَوَلَمْ تَکُ تَاْتِیْکُمْ رُسُلُکُمْ بِالْبَیِّنٰتِ" ۔ (انچارج فرشتے جواب دیں گے)۔ کہیں گے کیا تمہارے پاس پیغمبر نشانیاں لے کر نہیں آئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام نہیں پہنچے وہ کہیں گے سب کچھ پہنچا۔ مگر "غَلَبَتْ عَلَیْنَا شِقْوَتُنَا" (پارہ ۱۸)۔ ہم پر ہماری بدبختی غالب آ گئی تھی یہ کہیں گے پھر اب بھگتو ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ اگلی آیتِ کریمہ میں کافروں کے ایک مشہور اعتراض کا جواب دیا گیا۔ ان کا اعتراض یہ ہے کہ اگر تم نیکی کرو تو تمہیں اس کا ثواب دس گنا سات سو گنا ملے۔ اور ہم اگر نیکی کریں تو ہمارے لئے کوئی ثواب نہ

ہو یہ کیسی تقسیم ہوئی۔اور یاد رکھنا کافر اس وقت بھی بڑے بڑے صدقے اور خیرات کرتے تھے اور اب بھی کرتے ہیں بلکہ اگر مجموعی طور پر دیکھا جائے تو کافر حکومتیں رفاہِ عامہ کے کام بہ نسبت مسلمان حکومتوں کے زیادہ کرتی ہیں۔اور وہ لوگ جو کام کرتے ہیں پوری دیانت داری کے ساتھ کرتے ہیں۔اور ہم مسلمان ہونے کے باوجود پرلے درجے کے بددیانت ہیں۔اِلاَّ ماشاء اللہ ہزار میں سے کوئی ایک دیانت دار نکل آئے تو بڑی بات ہے۔دھوکہ فراڈ اور بددیانتی کا نام ہم نے ہنر اور چالاکی رکھ لیا ہے۔اور بڑے سے لے کر چھوٹے تک سب اس میں مبتلاء ہیں سڑکوں کے ٹھیکیداروں کو ہی دیکھ لو ریت سڑک پر لگ جاتی ہے اور باقی میٹریل ان کی کوٹھیوں پر لگ جاتا۔سڑک چھ ماہ میں ٹوٹ پھوٹ جاتی ہے اور کافروں کی بنی ہوئی سڑکیں سالہا سال تک چلتی ہیں۔کافر پیکنگ کرتے ہیں اوپر جو کچھ لکھا ہوتا ہے اندر بھی وہی کچھ ہوتا ہے۔اور مسلمانوں کی حالت یہ ہے کہ اوپر کچھ لکھا ہوا ہے اور اندر کچھ ہوتا ہے بری قوموں کی ساری علامتیں اور نشانیاں اور ان کے کام ہم نے اپنا لئے ہیں اور ہمارے اچھے کام سارے انہوں نے لے لئے ہیں۔تو کافر اس وقت بھی صدقہ خیرات کرتے تھے۔اور اب بھی کرتے ہیں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھتیجے حکیم ابن حزام رضی اللہ عنہ نے حالت کفر میں سو غلام آزاد کئے تھے۔اور سو اونٹ غریبوں میں تقسیم کئے تھے۔کہ تم ان کے ذریعے اپنا کام چلاؤ۔اسی طرح اور لوگوں نے بھی بڑے بڑے صدقے کئے تھے۔تو وہ کہتے تھے کہ تم نیکی کرو تو بدلا ملے اور ہم نیکی کریں تو بدلا نہ ملے یہ کیسی تقسیم ہے یہ تھا کافروں کا اعتراض اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب مثال کے ذریعے دیا ہے۔اس کو اچھی طرح سمجھنا وہ اس طرح کہ جو لوگ دسمبر جنوری کے مہینہ میں سبزیاں کاشت کرتے ہیں ان سبزیوں کو سرد ہواؤں سے بچانے کے لئے

اوپر چھپر لگاتے ہیں تاکہ سبزیاں مر نہ جائیں۔ تو جس طرح سبزیوں کو سرد ہواؤں سے محفوظ رکھنے کے لئے چھپر کی ضرورت ہے اسی طرح نیکیوں کو محفوظ رکھنے کے لئے ایمان اخلاص اور اتباع سنت کی ضرورت ہے۔ یہ نیکیوں کے لئے چھپر ہے۔ کافر نیکیاں تو کرتے ہیں مگر ان کو محفوظ رکھنے کے لئے چھپر نہیں بناتے۔ اس واسطے ان کی نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں۔ بعض علاقوں میں گرم ہواؤں کی وجہ سے بھی سبزیاں سڑ جاتی ہیں۔ وہ بھی حفاظت کے لئے چھپر بناتے ہیں۔ اس "صِرٌّ" ۔ کے معنیٰ گرمی کے کریں گے کیونکہ صر کے دو معنے مستعمل ہیں سردی کے بھی اور گرمی کے بھی۔ البتہ ہمارے علاقوں میں عموماً سردی میں چھپر بناتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ مَثَلُ مَا يُنفِقُوْنَ فِي هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ، مثال اس چیز کی جو وہ خرچ کرتے ہیں اس دنیا کی زندگی میں۔ كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ ، اس ہوا کی مثال ہے جس میں سخت ٹھنڈک ہو۔ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ، وہ پہنچی ایسی قوم کی کھیتی کو۔ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ، جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ کہ تحفظ کے لئے اس کے اوپر چھپر نہیں بنایا۔ فَاَهْلَكَتْهُ ، پس اس تیز اور سرد ہوا نے اس کھیتی کو تباہ اور برباد کر دیا۔ اسی طرح اگر ایمان اخلاص اور اتباع سنت کا چھپر نہیں بناؤ گے تو کفر اور شرک کی آندھی سے تمہارے اعمال برباد ہو جائیں گے۔ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ ، اور نہیں ظلم کیا ان پر اللہ تعالیٰ نے۔ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ ، اور لیکن وہ اپنی جانوں پر خود ظلم کرتے تھے۔ کہ انہوں نے اپنی نیکیوں کو محفوظ کرنے کے لئے ایمان اخلاص اور اتباع سنت کا چھپر نہیں بنایا۔ اس وجہ سے کافروں اور مشرکوں کی نیکیاں تباہ اور برباد ہو جاتی ہیں اور آخرت میں ان کو کوئی بدلا نہیں ملے گا۔ اور ایمان والوں کی نیکیاں ایمان اخلاص اور اتباع سنت کی وجہ سے محفوظ ہو جاتی ہیں لہٰذا ان کو بدلا ملے گا۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ؕ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۖۚ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ هٰۤاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۖۚ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ؕ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ ۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۱۹﴾ اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۫ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا ؕ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۱۲۰﴾ؑ

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا، اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً، نہ بناؤ تم راز دان۔ مِّنْ دُوْنِكُمْ، اپنے سوا دوسروں کو۔ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا، وہ نہیں کمی کرتے تمہارے واسطے فساد کی۔ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ، وہ پسند کرتے ہیں اس کو کہ تم مشقت میں پڑ جاؤ۔ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ، تحقیق ظاہر ہو گیا بغض۔ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ، ان کے مونہوں سے۔ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ، اور جو مخفی رکھتے ہیں ان کے سینے۔ اَكْبَرُ، وہ بہت بڑی چیز ہے۔ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ، تحقیق ہم نے بیان کی ہیں تمہارے واسطے آیتیں۔ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ○، اگر تم سمجھتے ہو۔ هٰۤاَنْتُمْ اُولَآءِ،

خبردار تم یہ ہو۔ تُحِبُّوْنَهُمْ، ان کے ساتھ محبت کرتے ہو۔ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ، اور وہ تمہارے ساتھ محبت نہیں کرتے۔ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ، اور تم ایمان رکھتے ہو سب کتابوں پر۔ وَاِذَا لَقُوْكُمْ، اور جس وقت وہ ملتے ہیں تمہیں۔ قَالُوْٓا اٰمَنَّا، کہتے ہیں ہم بھی ایمان لائے۔ وَاِذَا خَلَوْا، اور جس وقت وہ الگ ہوتے ہیں۔ عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ، کاٹتے ہیں وہ تم پر انگلیوں کے سرے۔ مِنَ الْغَيْظِ، غصے کی وجہ سے۔ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ، کہہ دیجئے! مر جاؤ تم اپنے غصے میں۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ، بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ O، دلوں کے رازوں کو۔ اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ، اگر پہنچتی ہے تمہیں راحت۔ تَسُؤْهُمْ، نہیں بری لگتی ہے۔ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ، اور اگر پہنچتی ہے تمہیں تکلیف۔ يَّفْرَحُوْا بِهَا، تو اس پر خوش ہوتے ہیں۔ وَاِنْ تَصْبِرُوْا، اور اگر تم صبر کرو۔ وَتَتَّقُوْا، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا، نہیں نقصان پہنچائے گی تمہیں ان کی تدبیر کچھ بھی۔ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ، بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے، جو کچھ وہ عمل کرتے ہیں۔ مُحِيْطٌ O، احاطہ کرنے والا ہے۔

اس سے پہلی آیات میں اس چیز کا بیان تھا کہ عقیدے کی خرابی کی وجہ سے اعمال برباد ہو جاتے ہیں آج کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو حکم دیا ہے کہ بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ تمہارا دوستانہ نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ دوستی میں نرمی ہوتی ہے اور مومن ویسے ہی نرم ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ۔ رحم دل ہیں آپس میں۔ یعنی ایک دوسرے کے ساتھ بڑی شفقت کرتے ہیں۔ اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ مومن کی شان یہ ہے کہ لوگ اس کے قریب ہوں اس سے نفرت نہ کریں۔ مطلب یہ ہے کہ مومن اخلاق کے لحاظ سے بول چال کے لحاظ سے برتاؤ کے اعتبار سے ایسا ہو کہ لوگ اس کے قریب آئیں۔ برے معاملہ والا نہ

بداخلاق نہ ہو کہ لوگ اس سے دور بھاگیں۔ ظاہر بات ہے کہ جو زبان اور معاملہ کا بُرا ہوگا۔ اس کے قریب کون آئے گا؟ اور یہ بھی حدیث میں آتا ہے کہ "اَلْمُؤْمِنُ غِرٌّ كَرِيْمٌ"۔ مومن بھولا بھالا اور سادہ ہوتا ہے۔ "وَالْفَاجِرُ خَبٌّ لَئِيْمٌ"۔ اور منافق دھوکہ باز اور کمینہ ہوتا ہے۔ وہ گفتگو اور برتاؤ میں اپنا کمینہ پن نہیں چھوڑتا۔ تو مومن چونکہ نرم دل اور سادہ ہوتا ہے تو بعض مومن اپنی سادگی کی بنا پر کچھ باتیں یہودیوں اور منافقوں کو بتا دیتے تھے۔ جس سے قومی نقصان ہوتا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو تنبیہ فرمائی۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا، اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ، نہ بناؤ تم راز دان اپنے سوا دوسروں کو۔ کسی کافر کے ساتھ ایسا دوستانہ کہ راز کی باتیں اسے بتائی جائیں ممنوع ہے۔ کیونکہ دشمن، دشمن ہے اگر اس کو تمہاری راز کی باتیں معلوم ہوگئیں تو تمہیں بحیثیت مسلمان کے نقصان ہوگا۔ لہٰذا کسی کافر کو اپنی خاص باتوں کا راز دان نہ بناؤ۔ ہاں ان کے ساتھ ظاہرداری رکھو۔ کہ اچھے طریقہ سے پیش آؤ۔ ویسے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوستی اور دشمنی کے بارے میں ایک ضابطہ بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ ترمذی شریف میں روایت آتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اَحْبِبْ حَبِيْبَكَ هَوْنًا مَّا"۔ کسی کے ساتھ دوستی کرو تو اعتدال کے ساتھ۔ اتنے گھل مل نہ جاؤ کہ ساری راز کی باتیں بتادو بلکہ اعتدال کی حد میں رہو۔ "عَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ بَغِيْضَكَ يَوْمًا مَّا"۔ ہوسکتا ہے کسی وقت تیرا دشمن ہو جائے۔ تو تمہاری ساری پوشیاں کھول دے، اور تمہیں زک پہنچائے۔ مشہور مقولہ ہے۔ "گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے"۔ اور فرمایا۔ "وَاَبْغِضْ بَغِيْضَكَ هَوْنًا مَّا"۔ اور جس کے ساتھ تیری عداوت ہے وہ بھی اعتدال کے ساتھ ہو۔ عَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ حَبِيْبَكَ هَوْنًا مَّا"۔ ہوسکتا ہے وہ تیرا دشمن کسی وقت تیرا دوست بن

جائے۔تو اس وقت دشمنی کے دور میں جو سخت باتیں کی ہوں گی ان پر تجھے پشیمانی ہوگی۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے عین فطرت کے مطابق ہے۔کہ دوستی بھی اعتدال
کے ساتھ اور دشمنی بھی اعتدال کے ساتھ۔لیکن کافروں کے ساتھ دوستی اوران کو رازدان بنانا
ممنوع ہے۔کیونکہ لَا يَأْلُوْنَكُمْ خَبَالًا، وہ نہیں کمی کرتے تمہارے واسطے فساد کی۔وہ ہر وقت
فساد کے در پے ہیں۔ان کو راز کی بات بتا کر خواہ مخواہ اپنے آپ کو مشقت میں ڈالتے ہو۔
وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ، وہ پسند کرتے ہیں اس کو کہ تم مشقت میں پڑ جاؤ۔مصیبت میں مبتلاء ہو جاؤ۔یعنی
وہ اس کو پسند کرتے ہیں کہ کسی طرح تمہارے اوپر مصیبت آئے۔ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ
اَفْوَاهِهِمْ، تحقیق ظاہر ہو گیا ہے بغض ان کے مونہوں سے۔وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ، اور جو
مخفی رکھتے ہیں ان کے سینے وہ بہت بڑی چیز ہے۔یعنی تمہارے خلاف جو نفرت اور کینہ ہے۔وہ
تو بہت زیادہ ہے تو کافر، کافر ہے۔اس کی دوستی سے کبھی غلط فہمی کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔کہ
بھارت نے تمہیں کھیل کے لئے بلالیا۔اور تم کھیل میں جیت گئے۔تو بھنگڑے ڈالنا شروع
کر دیئے۔ٹھیک ہے کھیل میں تم کامیاب ہو گئے ہو۔جیت لیا تو کیا ہو گیا؟ انہوں نے تمہارے
کروڑوں روپے کے بنکر تباہ کر دیئے اور مجاہد شہید کر دیئے۔اس پر تمہیں رونا چاہیے۔کس چیز
کے لڈو بانٹتے ہو؟ کھیل جیت کر تم نے ہندوستان فتح کر لیا ہے؟ دشمن، دشمن ہے اس کو دشمن ہی
سمجھو۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ایک وقت آئے گا تمہاری ہندوستان کے
ساتھ سخت لڑائی ہوگی۔کہ طرفین سے کوئی قسمت والا ہی بچے گا۔میں تو سمجھتا ہوں کہ وہ وقت تو
قریب ہی آ گیا ہے۔معلوم نہیں کب جنگ چھڑ جائے؟۔ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ، تحقیق ہم نے
بیان کی ہیں تمہارے واسطے آیتیں۔اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ O، اگر تم عقل اور سمجھ رکھتے ہو ہو تو

ان آیتوں پر عمل کرو۔ اور کافر پر کسی وقت بھی اعتماد نہ کرو۔ کافر بڑا مکار اور چالباز ہوتا ہے۔ جنگِ بدر کے موقع پر ایک کافر جاسوسی کے لئے آیا۔ بڑی میٹھی اور نرم زبان رکھتا تھا۔ مسلمانوں کے ساتھ بڑی نرم نرم باتیں کیں۔ کہنے لگا میں کلمہ پڑھتا ہوں۔ دیکھو اس میں کوئی غلطی تو نہیں ہے؟۔ اور قرآن پاک کی کچھ سورتیں بھی اس کو یاد تھیں۔ وہ بھی اس نے سنائیں۔ اور مسلمانوں کو اعتماد میں لینے کی پوری کوشش کی۔ بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے سمجھا کہ یہ تو ہمارا پختہ مسلمان بھائی ہے۔ کہ اس نے بعض وہ مسائل بیان کئے ہیں کہ جن کا ہمیں بھی علم نہیں ہے۔ اور بڑے بڑے مسائل بیان کر رہا ہے۔ اور جو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بڑے زیرک اور ذہین تھے ان کو شک پڑا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سب کو برابر سمجھ عطاء نہیں فرمائی ہر دور میں ذہین بھی ہوتے ہیں اور غبی بھی۔ تو انہوں نے پکڑا اور چھترول کی۔ تو مان گیا کہ میں جاسوس ہوں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بڑی کوشش کی کہ معلوم ہو جائے کہ کافروں کی کتنی تعداد ہے؟ مگر وہ بڑا پختہ آدمی تھا۔ جب پٹائی ہوتی تو کہتا، بتاتا ہوں۔ اور جب چھوڑ دیتے تو کہتا معلوم نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سختی نہ کرو۔ اس کو میرے پاس لاؤ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی نرمی سے دریافت فرمایا کہ تیرا نام کیا ہے اور تو کس قبیلے سے تعلق رکھتا۔ تیرا باپ کیا کام کرتا ہے؟ یہ دریافت کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مکہ سے تم کتنے آدمی آئے ہو؟۔ تو کہنے لگا کہ مجھے معلوم نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اچھا یہ بتاؤ کہ کھانے کے لئے تم روزانہ کتنے اونٹ ذبح کرتے ہو؟ کہنے لگا دس اونٹ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک ہزار آدمی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ کیونکہ ایک اونٹ سو آدمیوں کو کفایت کرتا ہے۔ اور واقعی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اندازہ صحیح

تھا۔ تو اس انداز سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے حالات معلوم فرمائے۔ جتنے بھی باطل لوگ ہیں وہ اپنے مشن میں سخت ہیں۔ الحمد للہ! جن کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کی توفیق عطاء فرمائی ہے۔ اور وہ پختہ مسلمان ہیں۔ ان بے چاروں کے جسم سے گوشت نوچا جاتا ہے۔ ان کی رگیں کاٹی جاتی ہیں۔ لیکن ایمان نہیں چھوڑتے۔ اپنے مشن سے نہیں ہٹتے۔ اس وقت کشمیر میں جو قیدی ہیں۔ ان کے حالات معلوم کرو کہ ان پر کتنا ظلم ہو رہا ہے۔ اور کیا کیا سختیاں کی جارہی ہیں۔ اور عورتوں پر کتنا ظلم ہو رہا ہے۔ اور ہماری بے غیرت حکومت مظلوموں کی نصرت کی بجائے کافروں سے صلح کی اپیلیں کرتی ہے۔ اور ہمارے حکمران کہتے ہیں کہ ہم نے تمہارے ساتھ جنگ نہیں کرنی۔ ہمارے ساتھ صلح کرو۔ حالانکہ کافروں کو صلح کی دعوت دینا ناجائز ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "فَلَاتَهِنُوْا وَتَدْعُوْا اِلَى السَّلْمِ" (پارہ ۲۶)۔ پس تم ہمت نہ ہارو، اور (دشمنوں کو) صلح کی طرف نہ بلاؤ۔ ہاں اگر وہ خود صلح کی پیشکش کریں تو سوچ اور غور وفکر کرو۔ اگر فائدہ ہے تو کرلو چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ "وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا" (پارہ ۱۰)۔ اور اگر یہ لوگ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی صلح کی طرف مائل ہو جاؤ۔ "وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ" ۔ اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو۔ قانون تو یہ ہے مگر ہم شور مچا کر کہتے ہیں کہ صلح کرلو جنگ نہ کرو۔ مسلمانوں میں اتنی کمزوری۔ اصل بات یہ ہے کہ مسلمان ہوں تو تب ہے نا!۔ اور جب مسلمان تھے ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اُكْتُبُوْا اِلَىَّ مَنْ يَلْفِظُ بِالْاِسْلَامِ" ۔ مجھے مردم شماری کر کے بتاؤ کہ مسلمان کتنے ہیں؟۔ مردم شماری والے افسر نے آکر بتایا کہ "نَحْنُ مَا بَيْنَ سِتِّ مِائَةٍ اِلٰى سَبْعِ مِائَةٍ"۔ ہم چھ اور سات سو کے درمیان ہیں۔ یعنی چھ سو سے زائد ہیں اور سات سو پورے نہیں ہوتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے

سوال کیا حضرت مردم شماری کرائی ہے؟ خیر ہے،کوئی ہم پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے؟۔ حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر یہ بات ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پریشان نہ ہوں اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں حکم دیں تو ہم پوری دنیا کے ساتھ ٹکرانے کے لئے تیار ہیں۔ اندازہ لگاؤ ہمت کا کہ ہمیں کفر نہیں مٹا سکتا۔ اور اس وقت پاکستان کی چودہ کروڑ کی آبادی ہے اور کافروں سے ڈرتے ہیں۔ اور صلح کی پیشکش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے جنگ نہیں کرنی۔ کیا اس طرح وہ تمہیں چھوڑ دیں گے؟ اور تمہارے ساتھ جنگ نہیں کریں گے؟۔ ان کی افرادی قوۃ اور اسلحہ کے مقابلہ میں ہماری کیا حقیقت ہے؟ کہ وہ نوے کروڑ ہیں اور ہم چودہ کروڑ ہیں۔ گویا ہم سے ان کی فوج چھ گنا زیادہ ہے۔ اور یہی نسبت ہے اسلحہ کی۔ ظاہری اسباب کو دیکھو تو بچاؤ کی کوئی صورت نہیں ہے۔ اگر بچاؤ کی صورت ہے تو ایمان اور عمل ہے۔ ایمان بڑی قوۃ اور عمل بڑی طاقت ہے۔ اس کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا۔ کاش کہ یہ بات تمہیں سمجھ آجائے۔ اور کافروں سے دوستی ختم کر کے ایمان عمل کو پختہ کرو۔ کہ کافروں سے دوستی جائز نہیں ہے۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں۔ هٰۤاَنۡتُمۡ اُولَآءِ خبردار اے مومنو! تم یہ ہو۔ تُحِبُّوۡنَهُمۡ ان کے ساتھ محبت کرتے ہو۔ وَلَا يُحِبُّوۡنَكُمۡ، اور وہ تمہارے ساتھ محبت نہیں کرتے۔ وَتُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡكِتٰبِ كُلِّهٖ، اور تم ایمان رکھتے ہو سب کتابوں پر۔ یعنی تورات، زبور، انجیل اور جتنے بھی صحیفے رب تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئے ہیں تم سب پر ایمان لاتے ہو۔ اور وہ آخری حتمی اور قطعی کتاب کو نہیں مانتے۔ اسی طرح تم سارے پیغمبروں کو مانتے ہو اور وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتے۔ غیرت برابر ہونی چاہیے۔ وہ اتنے بخیل ہوں کہ تمہارے پیغمبر پر ایمان لانے کے لئے تیار نہ ہوں۔ اور تم اتنے سخی کہ ان سے محبت کرو۔ اور ان کا حال یہ ہے کہ وَاِذَا لَقُوۡكُمۡ، اور جس

وقت وہ ملتے ہیں تمہیں۔ قَالُوْآ اٰمَنَّا ، کہتے ہیں ہم بھی ایمان لائے۔ وَاِذَا خَلَوْا ، اور جس وقت وہ الگ ہوتے ہیں۔ یعنی تنہائی میں جاتے ہیں۔ عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ ، کاٹتے ہیں وہ تم پر انگلیوں کے سرے۔ مِنَ الْغَيْظِ ، غصے کی وجہ سے۔ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیجئے! مر جاؤ تم اپنے غصے میں۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ ۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ O ، بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے دلوں کے رازوں کو۔ یہودی منافقوں کا یہ حال ہے کہ اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ، اگر پہنچتی ہے تمہیں راحت تو انہیں بری لگتی ہے۔ یعنی مسلمانوں کو فتح ہو جائے غنیمت مل جائے تو یہ بڑے پریشان ہوتے ہیں کہ یہ کیا ہوا؟ - وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ ، اور اگر پہنچتی ہے تمہیں تکلیف۔ يَّفْرَحُوْا بِهَا ، تو اس پر وہ خوش ہوتے ہیں۔ احد کے مقام پر ستر/۷۰ صحابہ شہید ہوئے۔ بہت سارے زخمی ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عتبہ ابن ابی وقاص نے پتھر مارا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے والے دو دانتوں کے ساتھ والا دانت شہید ہو گیا۔ ابنِ قمیہ کافر نے تلوار ماری خود کٹ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک زخمی ہوا۔ اور خون بہنے لگا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ڈول میں پانی لاتے تھے۔ اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا زخموں کو دھوتی تھیں کہ خون رک جائے مگر خون نہ رکا۔ سادہ زمانہ تھا جب خون نہ رکا تو پرانی چٹائی کا ایک ٹکڑا پڑا تھا۔ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے اس کو جلا کر اس کی راکھ زخموں پر رکھی اس سے مسام بند ہوئے۔ اور خون رک گیا۔ یہ بخاری شریف کی حدیث کا خلاصہ ہے۔ اور ادھر مشہور ہو گیا کہ "اِنَّ مُحَمَّدًا (صلی اللہ علیہ وسلم) قَدْ قُتِلَ"۔ بے شک صلی اللہ علیہ وسلم قتل ہو گئے ہیں۔ کافروں کی خوشی کی کوئی انتہاء نہ تھی۔ بھنگڑے ڈالتے تھے اور مومنوں کی پریشانی کی کوئی حد نہیں تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے بہادر آدمی ہمت ہار

بیٹھے۔ایک چٹان کے ساتھ کمر لگا کر کھڑے ہو گئے۔ حضرت انس ابنِ نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضرت انس ابنِ مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچا تھے۔ انہوں نے کہا عمر (رضی اللہ عنہ) کیا بات ہے؟ فرمایا میری کمر ٹوٹ گئی ہے۔ حضرت انس ابنِ نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ مرہم پٹی کی ہے؟ فرمایا! اس طرح نہیں ٹوٹی۔ وہ اس طرح ٹوٹی ہے کہ تو نے سنا نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں۔ حضرت انس ابنِ نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ''تو کیا تمہارے لئے شہادت کا دروازہ بند ہو گیا ہے؟''۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری ٹانگیں ساتھ نہیں دے رہیں۔ یعنی اتنا صدمہ تھا۔ مومنوں کو جب معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہو گئے۔ رات کا وقت تھا ابوسفیان ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ احد میں مشرکوں کی کمان ان کے ہاتھ میں تھی۔ ابوسفیان نے آواز دی۔ ''أَفِيكُمْ مُحَمَّدٌ؟''۔ کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) زندہ ہیں؟۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''لَا تُجِيبُوا''۔ جواب نہ دو، پھر کہا۔ ''أَفِيكُمْ أَبُوبَكْرٍ؟''۔ کیا تم میں ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ہے؟۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جواب نہ دو۔ پھر کہا ''أَفِيكُمْ عُمَرُ؟''۔ کیا تم میں عمر (رضی اللہ عنہ) ہے؟۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جواب نہ دو۔ جب اس کو جواب نہ ملا تو اس نے نعرہ لگایا۔ ''اُعْلُ هُبَلْ، اُعْلُ هُبَلْ''۔ زندہ باد! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضرت اب تو میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جواب دو۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ او اللہ کے دشمن! میں عمر بول رہا ہوں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم زندہ موجود ہیں۔ اور یہ ابوبکر رضی اللہ عنہ زندہ موجود ہیں۔ تمہارے بندوبست کرنے کے لئے ہم موجود ہیں۔ خوش کس بات پر ہوتے

ہو؟۔تو فرمایا، ان کافروں کی طرف سے تکلیفیں آئیں گی۔ وَاِنْ تَصْبِرُوْا ، اور اگر تم صبر کرو گے۔ وَتَتَّقُوْا ، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے۔ لَایَضُرُّکُمْ کَیْدُھُمْ شَیْئًا ، نہیں نقصان پہنچائے گی تمہیں ان کی تدبیر کچھ بھی۔ اِنَّ اللّٰہَ بِمَا یَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ O ، بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے، جو کچھ وہ عمل کرتے ہیں احاطہ کرنے والا ہے۔ اس کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں۔ بس اے مومنو! تمہارا تقویٰ اور پرہیزگاری درکار ہے اگر یہ ہے تو سب کچھ ہے ورنہ کچھ بھی نہیں۔

*

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۙ﴿۱۲۱﴾ اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ؕ﴿۱۲۴﴾ بَلٰۤى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ؕ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۙ﴿۱۲۶﴾ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ ﴿۱۲۷﴾

ع ۱۲

وَاِذْ غَدَوْتَ ، اور جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نکلے صبح کے وقت۔ مِنْ اَهْلِكَ ، اپنے گھر سے۔ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ ، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) بتا رہے تھے ٹھکانے ایمان والوں کو۔ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ، لڑائی کی جگہوں کے۔ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ ، اور اللہ تعالیٰ سننے والا ہے، جاننے والا ہے۔ اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ ، جب ارادہ کیا تم میں سے دو گروہوں نے۔ اَنْ

تَفْشَلَا ، یہ کہ وہ بزدلی دکھائیں ۔ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ، اور اللہ تعالیٰ ان دونوں کا آقا ہے ۔ وَعَلَى اللّٰهِ ، اور اللہ تعالیٰ پر ہی ۔ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ☆ ، پس چاہیے کہ توکل کریں ایمان والے ۔ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ ، اور البتہ تحقیق مدد کی اللہ تعالیٰ نے تمہاری ۔ بِبَدْرٍ ، بدر میں ۔ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ، اور حالانکہ تم کمزور تھے ۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ ، پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو ۔ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ ، تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرو ۔ اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ، جب کہا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایمان والوں کو ۔ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ ، کیا کافی نہیں ہے تمہیں ۔ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ ، یہ کہ امداد کرے تمہاری تمہارا رب ۔ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ ، تین ہزار فرشتوں سے ۔ مُنْزَلِيْنَ ، اتارے ہوئے ۔ بَلٰٓى ، کیوں نہیں ۔ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا ، اگر تم صبر کرو گے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے ۔ وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا ، اور دشمن آ جائیں تمہارے پاس فوری طور پر ۔ يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ ، تمہاری مدد کرے گا تمہارا رب ۔ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ ، پانچ ہزار فرشتوں کے ساتھ ۔ مُسَوِّمِيْنَ ، جو نشان لگانے والے ہوں گے ۔ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ ، اور نہیں کیا اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے نزول کو ۔ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ ، مگر تمہارے لئے خوشخبری ۔ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ، اور تاکہ تمہارے دل مطمئن ہو جائیں اس کے ذریعے ۔ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ، اور نہیں ہے مدد مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ۔ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ، جو غالب ہے، حکمت والا ہے ۔ لِيَقْطَعَ طَرَفًا ، تاکہ کاٹ دے وہ ایک حصہ ۔ مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ، ان لوگوں میں سے جو کافر ہیں ۔ اَوْ يَكْبِتَهُمْ ، یا ان کو ذلیل کر دے ۔ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ ، پس وہ لوٹیں نامراد ہو کر ۔

پہلی آیتِ کریمہ میں ذکر تھا ۔ "وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا" ۔ اور اگر تم صبر سے کام لو گے اور تقویٰ اختیار کرو گے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے تو کافروں کی

طاقت ان کا مکر اور تدبیر تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔ آگے اللہ تعالیٰ نے دو موقعے بیان فرمائے ہیں۔ کہ ایک موقعہ پر یعنی بدر میں تمہارے اندر تقویٰ علیٰ وَجہِ الْاَتَم موجود تھا۔ باوجود بے سروسامانی کے اللہ تعالیٰ نے کامیابی عطاء فرمائی اور دوسرا موقعہ غزوۂ احد کا تھا کہ غزوۂ احد کے موقعہ پر بعض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی ہوئی۔ تو اس کا نتیجہ سب کو بھگتنا پڑا۔ ان آیات میں زیادہ ذکر احد کا ہے درمیان میں بدر کا بھی ذکر ہے۔ احد پہاڑ کا نام ہے۔ جو اس وقت مدینہ طیبہ سے تقریباً دو تین میل کے فاصلہ پر واقع تھا۔ اب وہ مدینہ منورہ کی حدود میں ہے۔ جس کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم احد پہاڑ سے محبت کرتے ہیں۔ چونکہ یہ غزوۂ احد (ہجرت کے تیسرے سال گیارہ شوال ہفتے والے دن) پہاڑ کے دامن میں پیش آیا تھا۔ اس واسطے اس کو غزوۂ احد کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اس غزوہ میں مسلمانوں کی تعداد سات سو تھی اور مقابلے میں تین ہزار کافر تھے۔ احد پہاڑ کے پاس ایک چھوٹا سا ٹیلہ ہے۔ اس کو جبل رُمات کہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پچاس آدمیوں کا ایک دستہ حضرت عبداللہ ابنِ جبیر رضی اللہ عنہ کی امارت میں مقرر فرمایا۔ کہ تم نے جبلِ رُمات پر ٹھہرنا ہے۔ اور پہرہ دینا ہے۔ نگرانی کرنی ہے۔ فتح ہو یا شکست تم نے مورچہ نہیں چھوڑنا جب تک میرا حکم نہ آجائے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطاء فرمائی اور کافروں کو ہزیمت ہوئی وہ ہتھیار چھوڑ کر کپڑے چھوڑ کر جوتے اور پگڑیاں چھوڑ کر بھاگے جب میدان مسلمانوں کے ہاتھ میں آگیا تو یہ پچاس آدمی جو جبلِ رُمات پر تھے۔ ان میں سے بعض نے کہا کہ ہم بھی جا کر مالِ غنیمت اکٹھا کریں۔ امیرِ لشکر نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ ہمیں فتح ہو یا شکست تم نے مورچہ نہیں چھوڑنا۔ دوسرے جذباتی

کہنے لگے ہاں بالکل ٹھیک ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سرآنکھوں پر۔ مگر مقصد یہ تھا کہ یہاں ہماری ضرورت پڑے گی اور اب یہاں ہماری ضرورت کیا ہے؟ امیر لشکر کے منع کرنے کے باوجود وہ مورچہ چھوڑ کر چلے گئے۔ امیر لشکر اور تقریباً دس ساتھی مورچہ پر قائم رہے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اور جنگی امور کے بڑے ماہر تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ اہم مورچہ خالی ہو گیا ہے۔ تو دوسو آدمی لے کر عقب سے حملہ آور ہوئے۔ جو حضرات مورچے پر تھے وہ اکثر وہاں شہید ہو گئے۔ چند ایک بچے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے آواز دی کہ مَیں پیچھے سے آ گیا ہوں۔ تم آگے سے پلٹو۔ کافروں کی ہمت بڑھ گئی۔ وہ آگے سے پلٹ آئے۔ افراتفری مچ گئی گھمسان کی جنگ شروع ہوگئی۔ دھول اڑ رہی تھی۔ پتہ نہیں چل رہا تھا کہ کون کس کو مار رہا ہے؟۔ حتیٰ کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد حضرت یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانوں کی تلوار سے شہید ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دانت مبارک شہید ہوا۔ چہرۂ اقدس زخمی ہوا۔ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے۔ اور یاد رکھنا سید الشہداء کا لقب صرف حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں یہ لقب اور کسی کو نہیں ملا۔ امتیوں میں علی الاطلاق یہ لقب صرف حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ پیغمبروں کا مسئلہ الگ ہے۔ کیونکہ پیغمبر بھی شہید ہوئے ہیں۔ قرآن پاک میں آتا ہے۔ "وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ الْحَقِّ" ۔ اور انہوں نے پیغمبروں کو ناحق قتل کیا۔ تو جو پیغمبر شہید ہوئے ہیں ان کا درجہ سب سے بلند ہے۔ پیغمبروں کے بعد سید الشہداء کا خطاب صرف حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ ہاں لغوی طور پر کوئی کسی کو کہے، تو کہے۔ مگر اصطلاحی طور پر سید الشہداء

صرف حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی ہیں۔تو ان آیات میں غزوۂ احد کا ذکر ہے۔جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ احد کے لئے تشریف لے گئے۔اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے میں تھے۔وہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ،اور جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نکلے صبح کے وقت اپنے گھر سے۔تو اہل کا مصداق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے میں تشریف فرما تھے۔اور وہاں سے احد کے لئے تشریف لے گئے۔تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ،آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) بتا رہے تھے ٹھکانے ایمان والوں کو۔مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ،لڑائی کی جگہوں کے۔"مَقَاعِدَ" جمع ہے "مَقْعَدٌ" کی۔ٹھکانے لڑائی کے۔جس طرح فوج کا کمانڈر فوجیوں کو لڑائی کے مورچے بتاتا ہے۔اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم مورچے بتا رہے تھے۔کہ تو نے یہاں ڈیوٹی دینی ہے تو نے یہاں کھڑا ہونا ہے۔اور فلاں نے اس جگہ کھڑا ہونا ہے۔وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ☆،اور اللہ تعالیٰ سننے والا ہے،جاننے والا ہے۔غزوۂ احد کے لئے جب مسلمان مدینہ طیبہ سے چلے تھے تو ایک ہزار کی تعداد تھی۔ان میں تین سو منافق تھے۔جب احد کے مقام پر پہنچے تو ابھی کافر نہیں آئے تھے۔"خوئے بدرا بہانہ بسیار"۔مَن حرامی ہو تو بڑے بہانے کرتا ہے۔منافق کہنے لگے کس کے ساتھ لڑنا ہے۔یہاں آدمی تو ہے کوئی نہیں چلو واپس۔حالانکہ ان کو علم تھا کہ دشمن آرہا ہے۔چنانچہ یہ بہانہ بنا کر تین سو منافق واپس چلے گئے۔جب یہ واپس جارہے تھے ان کو دیکھ کر دو مخلص گروہ بنو حارثہ اور بنو سلمہ جو مسجد قبلتین کے پاس رہتے تھے انہوں نے بھی جانے کا ارادہ کیا کہ یہ لوگ جارہے ہیں ہم بھی جائیں۔لیکن چونکہ مخلص

مومن تھے۔ ایمان کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کو جانے نہیں دیا۔ سوچنے لگے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واپس جا رہے ہیں کیا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس جا رہے ہیں۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس جا رہے ہیں۔ اگر وہ واپس نہیں جا رہے تو ہم نے بھی نہیں جانا۔ اس کا ذکر ہے فرمایا، اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ، جب ارادہ کیا تم میں سے دو گروہوں نے۔ اَنْ تَفْشَلَا، یہ کہ وہ بزدلی دکھائیں۔ اور میدان چھوڑ دیں۔ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا، اور اللہ تعالیٰ ان دونوں کا آقا ہے، اللہ تعالیٰ نے ایمان و اخلاص کی برکت سے ان دونوں کو مضبوط کر دیا۔ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ○، اور اللہ تعالیٰ پر ہی پس چاہیے کہ توکل کریں ایمان والے۔ اس سے اگلی آیتیں غزوۂ بدر کے متعلق ہیں۔ ایک آدمی کا نام تھا بدر ابن قیس ابن صباح اس نے ایک کنواں کھودا تھا۔ اس کنویں کا نام بدر پڑ گیا پھر اس کنویں کی وجہ سے سارے علاقے کا نام بدر ہو گیا۔ بدر مدینہ طیبہ سے اسی/۸۰ میل دور ہے۔ یہ معرکہ ہجرت کے دوسرے سال سترہ/۱۷ رمضان المبارک جمعہ کے دن پیش آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تین سو بارہ/۳۱۲ آدمی تھے تیرہویں آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود تھے۔ اور اس تین سو تیرہ/۳۱۳ کے لشکر کے پاس ہتھیار یہ تھے۔ آٹھ تلواریں، چھ زرہیں، دو گھوڑے، ستر/۷۰ اونٹ اور ان میں اکثریت ان کی تھی جن کے پاؤں میں جوتا نہیں تھا۔ وہ علاقہ سخت اور پتھریلا تھا۔ سڑکیں تو اب بنی ہیں۔ اس وقت سڑکیں کہاں تھیں۔ اس سخت اور پتھریلے علاقہ میں ننگے پاؤں چلتے تھے اور سواریوں کی یہ حالت تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت اسید ابن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تینوں بزرگوں کے حصے میں ایک اونٹنی آئی۔ باری باری سوار ہو کر پہنچے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چلنے کی باری آتی یہ دونوں ساتھی کہتے حضرت ہم چلتے ہیں آپ

سوار رہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی طاقت عطاء فرمائی ہے میں بھی پیدل چلوں اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنے پاؤں پر دھول ڈالوں۔ لہٰذا اپنی باری پر چلوں گا۔ اور اپنی باری پر سوار ہوں گا اور ایسے ساتھی بھی جن کے سر پر پگڑی نہیں تھی۔ ایسے بھی تھے جن کے پاس کھانے کے لئے کچھ نہ تھا۔ جب بدر کے مقام پر پہنچے تو پانی کے کنویں پر کافروں کا قبضہ ہو چکا تھا۔ اور صاف میدان پر مشرکوں نے پڑاؤ ڈال لیا تھا۔ اور جس مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی تھے۔ وہاں ریت تھی اور پانی بھی نہیں تھا۔ نویں پارہ سورۃ الانفال میں آتا ہے کہ شیطان نے بعض ساتھیوں کے دل میں وسوسہ ڈالا کہ تم اچھے حق پر ہو کہ تمہیں پانی بھی نہیں ملا۔ اور جہاں کھڑے ہو وہاں ریت ہی ریت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بارش برسائی۔ ریت پتھر کی طرح سخت ہوگئی اور اپنی ضرورت کے لئے پانی بھی جمع کر لیا۔ اور جانوروں کو بھی پلایا مقابلے میں ایک ہزار کافر تھے۔ اور ہر طرح کے اسلحہ سے مسلح تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مٹھی ریت اور کنکریوں کی بھری اور "شاھت الوجوہ"۔ اللہ تعالیٰ کافروں کے چہروں کو تباہ و برباد کرے۔ پڑھ کر کافروں کی طرف پھینکی قرآن پاک میں آتا ہے۔ "وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى"۔ (پارہ ۹) مٹھی خاک کہ جب پھینکی آپ نے نہیں پھینکی۔ اور لیکن اللہ تعالیٰ نے پھینکی وہ کافر جہاں جہاں کھڑے تھے وہ ریت ان کی آنکھوں میں پڑگئی۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا۔ اور معجزہ اور کرامت کے متعلق تفصیل کے ساتھ میں نے اپنی کتاب ''راہِ ہدایت'' کے اندر بیان کیا ہے۔ اس کو پڑھ لینا یہاں صرف اس آیتِ کریمہ کے متعلق سمجھ لیں کہ اگرچہ ظاہری طور پر یہ مٹھی خاک اور کنکریوں کی جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھینکی تھی مگر کسی بشر کا یہ فعل

عادتاً نہیں ہوسکتا کہ مٹھی بھر کنکریاں دور نزدیک آگے اور پیچھے ہر سپاہی کی آنکھ میں پڑ کر ایک مسلح لشکر کی ہزیمت کا سبب بن جائے اور یہ اگر چہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ مگر یہ فعل صرف اللہ تعالیٰ کا تھا تو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کنکریوں کے ریزے ہر کافر کی آنکھ میں پہنچے وہ سب آنکھیں ملنے لگے ادھر سے مسلمانوں نے دھاوا بول دیا۔ ستر کافر مارے گئے ستر گرفتار ہوئے۔ اور باقیوں کو بھاگنے کے لئے راستہ نہ ملا۔ اس غزوہ میں چودہ مسلمان شہید ہوئے۔ آٹھ انصار میں سے اور چھ مہاجرین میں سے۔ اوران کی قبریں آج بھی بدر کے مقام پر ایک چاردیواری کے اندر موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللهُ بِبَدْرٍ ، اور البتہ تحقیق مدد کی اللہ تعالیٰ نے تمہاری بدر میں ۔ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ، اور حالانکہ تم کمزور تھے۔ ''اَذِلَّةٌ'' ۔ ذلیل کی جمع ہے۔ اور ذلیل کے معنیٰ ہیں کمزور۔ یعنی تعداد کے لحاظ سے اسلحہ اور ساز وسامان کے اعتبار سے تم بڑے کمزور تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہاری نصرت فرمائی۔ فَاتَّقُوا اللهَ ، پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ O : تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرو۔ اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ، جب کہا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایمان والوں کو۔ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ ، کیا کافی نہیں ہے تمہیں۔ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ ، یہ کہ امداد کرے تمہاری تمہارا رب۔ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ ، تین ہزار فرشتوں سے ۔ مُنْزَلِيْنَ O ، اتارے ہوئے۔ سورۃ الانفال میں ایک ہزار فرشتوں کا بھی ذکر آیا ہے۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار فرشتوں کا وعدہ فرمایا ہے۔ کیونکہ کافر ایک ہزار تھے لیکن چونکہ کافر مسلمانوں سے تین گنا زیادہ تھے تو اللہ تعالیٰ نے مزید وعدہ فرمایا کہ تین ہزار فرشتے اتاروں گا جو کافروں سے تین گنا زیادہ ہوں گے۔ پھر عین جنگ کے دوران یہ خبر بھی آئی کہ کُرز بن جابر فہری کافر جس کا بہت سارے قبیلوں پر اثر ورسوخ تھا کافروں کی مدد کے

لئے آ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر وہ آئے گا تو میں پانچ ہزار فرشتوں کو نازل کروں گا۔ مگر یہ مشروط تھا۔ وہ نہیں آیا لہٰذا پانچ ہزار فرشتے بھی نازل نہیں ہوئے۔ تین ہزار فرشتے نازل فرمائے اب سوال یہ ہے کہ فرشتوں نے لڑائی کی ہے یا نہیں؟ تو اس میں اختلاف ہے۔ مگر صحیح بات یہ ہے کہ فرشتے لڑائی میں شریک ہوئے ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بدر کے موقع پر دو آدمیوں کو دیکھا کہ سفید کپڑے اور سفید پگڑیاں باندھے ہوئے ہیں اور ان کے ہاتھ میں چابک ہیں۔ اور وہ چابک اس طرح کافروں کو مارتے ہیں کہ وہ اسی وقت نیچے گر کر مر جاتا ہے۔ میں نے کہا کہ یہ آدمی ہمارے ساتھ تو نہیں آئے۔ تو ان میں سے ایک نے کہا۔ "اَقْدِمْ حَیْزُوْم" ۔ اے حیزوم! تو آگے بڑھ۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ جبرائیل اور میکائیل علیہما السلام تھے۔ اور حضرت جبرائیل علیہ السلام جس گھوڑے پر سوار تھے اس کا نام تھا "حَیْزُوْم" اور حیزوم میں ح حلوے والی ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام حیزوم کو فرما رہے تھے کہ آگے بڑھ۔ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے بڑی طاقت عطاء فرمائی ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت لوط علیہ السلام کی بستیوں کو ایک پَر پر اٹھا کر پھینک دیا تھا۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "ذِیْ قُوَّۃٍ" ۔ قوۃ والے بھی ہیں۔ اور حضرت لوط علیہ السلام کی بستیاں کتنے علاقہ میں تھیں۔ اس طرح سمجھو جتنا ضلع گوجرانوالہ کا رقبہ ہے۔ (جب کہ حافظ آباد بھی اس میں شریک تھا)۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں میں بڑی طاقت اور قوت رکھی ہے۔ فرمایا اے مسلمانو! اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری ضرور مدد کرے گا۔ علامہ اقبال مرحوم نے کیا خوب کہا ہے ؎

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

اے مسلمان! اللہ تعالیٰ سے ڈر اور اس کے احکام کی پابندی کر فرشتے تیری نصرت کے لئے تیار ہیں۔ اگر کمی ہے تو تیرے اندر ہے۔ رب تعالیٰ کی رحمتوں میں کوئی کمی نہیں ہے۔ فرمایا! بَلٰی ، کیوں نہیں ۔ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا، اگر تم صبر کرو گے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے۔ وَیَاْتُوْکُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا ، اور دشمن آ جائیں تمہارے پاس فوری طور پر۔ یعنی کرز ابنِ جابر فہری کا لشکر اگر فوری طور پر آئے گا تو۔ یُمْدِدْکُمْ رَبُّکُمْ ، تمہاری مدد کرے گا تمہارا رب۔ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَةِ مُسَوِّمِیْنَ ، پانچ ہزار فرشتوں کے ساتھ جو نشان لگے ہوں گے۔ جس طرح فوجیوں کو بیج لگے ہوتے ہیں۔ کسی کا ایک کسی کے دو کسی کے تین عہدوں کے اعتبار سے اسی طرح فرشتے بھی چونکہ فوج کی شکل میں آئیں گے لہٰذا انہوں نے بھی نشان لگائے ہوئے ہوں گے۔ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ ، اور نہیں کیا اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے نزول کو۔ اِلَّا بُشْرٰی لَکُمْ ، مگر تمہارے لئے خوشخبری۔ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُکُمْ بِهٖ ، اور تاکہ تمہارے دل مطمئن ہو جائیں اس کے ذریعے۔ کہ ہمارے ساتھ فرشتے بھی ہیں۔ اور یاد رکھنا فرشتے کیا ہیں اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ O ، اور نہیں ہے مدد مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو غالب ہے، حکمت والا ہے۔ لِیَقْطَعَ طَرَفًا ، تاکہ کاٹ دے وہ ایک حصہ۔ مِّنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ، ان لوگوں میں سے جو کافر ہیں۔ ستر ایسے کافر جو کفر کی جڑ تھے بدر کے موقع پر مارے گئے۔ اَوْ یَکْبِتَهُمْ ، یا ان کو ذلیل کر دے۔ ستر ان میں سے گرفتار ہوئے۔ اور باقیوں کو بھاگتے ہوئے راستہ نہ ملا۔ فَیَنْقَلِبُوْا خَآئِبِیْنَ ، پس وہ لوٹیں نامراد ہو کر۔ پھر یہ جو بھاگنے

والے تھے جب گھروں میں پہنچے تو شرم کے مارے کئی کئی مہینے گھروں سے باہر نہ نکلے عورتیں طعنے دیتی تھیں کہ تمہارا باپ مرگیا ہے، بھائی مرگیا ہے، تو بھی مرجاتا بھاگتا نہ۔ چونکہ بدر کے موقع پر تقویٰ اور پرہیزگاری اعلیٰ درجے کی تھی اللہ تعالیٰ نے بے سروسامانی کی حالت میں مدد فرمائی۔ آگے کئی رکوعوں تک احد کا واقعہ جائے گا۔

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْيَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَلِلّٰهِ مَافِي السَّمٰوٰتِ وَمَافِي الْاَرْضِ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۹﴾ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَاتَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۚ﴿۱۳۰﴾ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۚ﴿۱۳۱﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۴﴾

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ نہیں ہے تیرے لئے اس معاملے میں کچھ بھی۔ اَوْيَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ، یا تو اللہ تعالیٰ اُن پر رجوع فرمائے یا ان کو سزا دے۔ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ، پس بے شک وہ فی الحال ظالم ہیں۔ وَلِلّٰهِ مَافِي السَّمٰوٰتِ، اور اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے۔ وَمَافِي الْاَرْضِ، اور جو کچھ زمین میں ہے۔ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ، بخشے گا جس کو چاہے گا۔ وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ، اور سزا دیگا جس کو چاہے گا۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا، اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو۔ لَاتَاْكُلُوا

الرِّبٰوٓا ، نہ کھاؤ سود۔ اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ، دگنا چگنا کر کے ۔وَاتَّقُوا اللّٰهَ ،اور ڈرو اللہ سے ۔ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ،تا کہ تم فلاح پاؤ۔ O وَاتَّقُوا النَّارَ ،اور بچو تم آگ سے ۔ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ O وہ آگ جو تیار کی گئی ہے کافروں کیلئے ۔ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ،اطاعت کرو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ۔لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ،تا کہ تم پر رحمت نازل کی جائے ۔ وَسَارِعُوْٓا ،اور جلدی کرو۔ اِلٰى مَغْفِرَةٍ ،مغفرت حاصل کرنے کی طرف ۔ مِّنْ رَّبِّكُمْ ،اپنے رب کی طرف سے ۔وَجَنَّةٍ ،اور جنت کی طرف جلدی کرو۔عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ، جس کا عرض آسمانوں اور زمین جیسا ہے ۔ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ،تیار کی گئی ہے پرہیز گاروں کیلئے ۔ الَّذِيْنَ ،وہ ہیں (پرہیزگار) ۔يُنْفِقُوْنَ ،جو خرچ کرتے ہیں ۔ فِي السَّرَّآءِ ،راحت میں ۔وَالضَّرَّآءِ ،اور تکلیف میں ۔ وَالْكٰظِمِيْنَ ،اور پی جاتے ہیں ۔ الْغَيْظَ ،غصہ۔ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ،اور معاف کرتے ہیں لوگوں کو۔ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ . اور اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے نیکی کرنے والوں کے ساتھ ۔

پہلے غزوۂ احد کا ذکر تھا۔ پھر غزوۂ بدر کا ذکر ہوا اب پھر غزوۂ احد کا ذکر ہے ۔غزوۂ احد میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دانت مبارک شہید ہوا۔ اور چہرۂ اقدس زخمی ہوا تو بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض کافروں یعنی حارث ابن ہشام سہیل ابن عمرو اور صفوان ابن امیہ کا نام لے کر بددعا فرمائی ۔اور چونکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ یہ مسلمان ہو جائیں گے ۔(اور ۸ھ فتح مکہ والے سال یہ تینوں مسلمان ہوئے)۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بددعاء سے منع فرما دیا۔ارشادِ ربانی ہے ۔لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ نہیں ہے تیرے لئے اس معاملے میں کچھ بھی ۔ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ

یُعَذِّبَھُم، یا تو اللہ تعالیٰ اُن پر رجوع فرمائے یا ان کو سزا دے۔ فَاِنَّھُم ظٰلِمُوْنَ، پس بے شک وہ فی الحال ظالم ہیں۔ حارث ابنِ ہشام ابو جہل کا بھائی تھا صفوان ابنِ امیہ مکہ مکرمہ کے سرداروں میں سے تھا اور سہیل بن عمرو صلح حدیبیہ کے موقع پر کافروں کی نمائندگی کرتا تھا۔ جب کہ یہ تینوں کافر اور مشرک تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دینے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرتے تھے۔ لیکن بعد میں تینوں حضرات رضی اللہ عنہم ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپاہی بن گئے۔ وَلِلّٰہِ مَافِی السَّمٰوٰتِ، اور اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے۔ وَمَافِی الْاَرْضِ، اور جو کچھ زمین میں ہے۔ یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ، بخشے گا جس کو چاہے گا۔ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے۔ جو چاہے کر سکتا ہے۔ وہ چاہے تو ابو جہل کو بخش دے اور اگر چاہے تو ابولہب جس کے بارے میں ''سُوْرَۃ تَبَّتْ یَدَا'' نازل ہوئی ہے کو بخش دے۔ بخش سکتا ہے۔ مگر وہ بخشے گا نہیں کیونکہ وہ فرما چکا ہے کہ میں مشرکوں کو نہیں بخشوں گا۔ لیکن اس کو بخشنے کی قدرت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو سارے اہلِ حق مانتے ہیں اور باطل فرقے جیسے معتزلہ رافضی اور خارجی ہیں اہلِ بدعت ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے منکر ہیں۔ کہتے ہیں رب تعالیٰ بخش ہی نہیں سکتا۔ یعنی اس کو بخشنے کی قدرت بھی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو انہوں نے محدود کر دیا۔ اور اہلِ حق کہتے ہیں کہ بخشنا اور ہے اور بخش سکنا اور ہے۔ بخش سکتا ہے لیکن بخشے گا نہیں۔ ہندوستان میں حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے باطل فرقوں کی خوب سرکوبی کی ہے۔ یہ بہت بڑے بزرگ تھے۔ یقین جانو اگر ایسے بزرگ دنیا میں نہ آتے تو ہر طرف کفر ہی کفر ہوتا۔ ہندوستان کے اکبر بادشاہ نے دینِ اکبری بنایا تھا۔ اس کے خلاف جدوجہد اور اس کے بیٹے جہانگیر کی ذہن سازی کرنا انہیں بزرگوں کا کام تھا۔ جہانگیر کا ایسا

ذہن تیار کیا کہ بیٹے نے باپ کے باطل مذہب کو فنا کر کے رکھ دیا۔ اکبر ہمایوں کا بیٹا تھا۔ جس نے ہندوستان میں رافضیت پھیلائی تھی۔ اس سے پہلے ہندوستان میں رافضیت نہیں تھی۔ وہ اس طرح ہوا کہ ہمایوں سے جب بادشاہی چھنی گئی تو یہ ایران چلا گیا۔ ایرانیوں نے اس کی خوب ذہن سازی کی اور اس کو خوب رافضی بنا کر ہندوستان بھیجا۔ تو ہندوستان میں رافضیت ہمایوں کی وجہ سے آئی ہے تو یہ رافضی اور دوسرے باطل فرقے اللہ تعالیٰ کی قدرت کو محدود کرتے ہیں۔ اور اہلِ حق کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے۔ جو چاہے جس طرح چاہے کر سکتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا بخش دے گا۔ وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ، اور سزا دیگا جس کو چاہے گا۔ اور بخشے گا اسی کو جو اہلِ ایمان اور اہلِ توحید میں سے ہوگا۔ اور جو اس کے ساتھ شرک کرے گا اس کو سزا دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ضابطہ بیان فرمایا ہے۔ "اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ" ۔ بے شک اللہ تعالیٰ نہیں بخشتا اس بات کو کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے۔ "وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ" (پارہ ۵)۔ اور بخش دے گا اس کے سوا جس کو چاہے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کا اٹل فیصلہ ہے۔ "اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ" ۔ بے شک جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا پس تحقیق اس پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام فرما دی ہے۔ "وَمَأْوٰىهُ النَّارُ"، (پارہ ٦)۔ اور ٹھکانہ اس کا دوزخ ہے۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ اوپر ذکر تھا "اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا" ۔ کہ اے مسلمانو! اگر تم صبر کرو گے اور تقویٰ اختیار کرو گے تو کافروں کی تدبیر تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ اور تقوے میں سب سے اہم چیز "اَكْلِ حلال" ہے۔ اور کئی مرتبہ سن چکے ہو کہ اگر آدمی ایک لقمہ حرام کا کھائے تو چالیس دن اور چالیس راتیں اس کی دعاء قبول نہیں

ہوتی۔ یعنی دعاء کی قبولیت سے محروم ہو جاتا ہے۔ اور ابوداؤد شریف کی روایت کا حوالہ بھی کئی دفعہ سن چکے ہو کہ اگر کسی شخص کے جسم پر کرتا ہے جس کی مالیت دس درہم ہے اور اس میں نو درہم حلال کے ہیں اور ایک درہم حرام کا ہے تو جب تک اس کے جسم پر یہ کپڑا رہے گا اس وقت تک اس کی نماز نہیں ہوگی۔ اور ہماری تو ماشاء اللہ ساری خوراک ہی ایسی ہے۔ (یہ حضرت نے ''گفتہ آید در حدیثِ دیگراں'' کے تحت فرمایا ہے وگرنہ حضرت شیخ الحدیث صاحب مشکوک چیز کے قریب بھی نہیں گئے...... بلوچ)۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا، اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو۔ لَاتَاْکُلُوا الرِّبٰوٓا، نہ کھاؤ سود۔ اَضْعَافًا مُّضٰعَفَۃً، دگنا چگنا کر کے۔ اور تیسرے پارے میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ ''اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰو'' ۔ اللہ تعالیٰ نے خرید وفروخت کو حلال فرمایا ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔ کتنے صاف الفاظ ہیں۔ ''حَرَّمَ الرِّبٰو'' لیکن ہمارے ذمہ دار پاپی افسر کہتے ہیں کہ سود حرام نہیں ہے۔ بلکہ اب کسی سفیر نے کہا ہے کہ شراب حرام نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن پاک میں اس کی حرمت کا ذکر نہیں ہے۔ ملک کے جب ایسے سفیر باہر ہوں گے تو ان کا کیا اثر ہوگا۔ کہ جو کہیں کہ شراب بھی حرام نہیں ہے۔ سود بھی حرام نہیں ہے۔ ان سے توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ خنزیر کو حرام سمجھیں گے؟۔ اور آج ہمارے بہت سارے افسر شراب میں لت پت ہیں۔ ''اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰہُ'' ۔ اور وہ افسر جن میں خدا خوفی تھی اور ان چیزوں سے بچتے تھے انکو جیلوں میں ڈال دیا گیا ہے۔ جیسے جنرل ظہیر الاسلام عباسی، مستنصر باللہ، کرنل عنائت اللہ، اور زاہد منہاس یہ لوگ نماز روزے کے پابند تھے۔ شراب کو نزدیک نہیں آنے دیتے تھے۔ بلکہ جو افسر شراب پیتا تھا اس سے بگڑ جاتے تھے۔ اس حکومت کا حال ایسے ہی ہے جیسے شیخ سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔ شیخ سعدی رحمہ

اللہ بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ان کی کتابیں آج تک، پڑھی پڑھائی جاتی ہیں یہ کہیں جا رہے تھے سردی کا زمانہ تھا اور ہاتھ میں لاٹھی بھی نہیں تھی۔ان کے پیچھے کتے پڑ گئے۔اور پتھر سردی کی وجہ سے جمے ہوئے تھے۔جس پر ہاتھ ڈالیں وہ ہاتھ نہ آئے۔کہنے لگے عجیب لوگ ہیں پتھر باندھ دیئے ہیں اور کتے کھول دیئے ہیں۔یہاں بھی وہی قصہ ہے۔کہ نیک لوگوں کو باندھ دیا ہے اور خبیثوں کو کھلا چھوڑا ہوا ہے۔ تو نص قطعی سے ثابت ہے کہ سود حرام ہے لہٰذا اس کو حلال سمجھنے والا قطعی کافر ہے۔اور اس کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر ہے۔تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ سود نہ کھاؤ۔اور سود کا تو ایک پیسہ بھی حرام ہے۔چہ جائیکہ اس کو "اَضْعَافًا مُّضٰعَفَۃً"۔ بڑھا چڑھا کر کھاؤ۔اصل رقم کتنی ہوتی ہے۔اور سود کی رقم بڑھ کر کہاں چلی جاتی ہے۔پھر بنئے کیا کرتے ہیں کہ سود کی رقم کو اصل رقم میں ملا کر جمع کرتے ہیں۔اور اس کا سود بناتے ہیں ہم اس وقت تقریباً بارہ ارب ڈالر کے مقروض ہیں۔جس کا تقریباً   سالانہ سود جاتا ہے۔اور ہم بڑے خوش ہوتے ہیں کہ ٹھگ کمپنی نے ہمارے لئے قرضہ منظور کر لیا ہے۔اور قرضے کے ساتھ جو سود دینا ہے اس کا ہم نام ہی نہیں لیتے۔وَاتَّقُوا اللّٰہَ، اور ڈرو اللہ سے۔ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ، تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔ وَاتَّقُوا النَّارَ، اور بچو تم آگ سے۔ الَّتِیْٓ اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ O وہ (آگ) جو تیار کی گئی ہے کافروں کیلئے۔ وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ، اطاعت کرو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی۔لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ O، تاکہ تم پر رحمت نازل کی جائے۔ وَسَارِعُوْٓا، اور جلدی کرو۔ اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ، مغفرت حاصل کرنے کی اپنے رب کی طرف سے۔یعنی جس وقت بھی کسی سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو فوراً توبہ کرے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے یہ نہ کہے کہ کل توبہ کرلوں گا یا فلاں دن توبہ کرلوں گا۔یا فلاں وقت توبہ کرلوں

گا یاد رکھنا گناہ کی وجہ سے دل پر سیاہ دھبہ پڑ جاتا ہے۔ پھر اور گناہ کرے گا اور دھبہ پڑ جائے گا۔ تو یہ دل دھبوں سے ڈھک جائے گا۔ اور توبہ کی توفیق سلب ہو جائے گی دل سے خدا خوفی اٹھ جائے گی جس طرح نکمی خوراک کا جسم پر اثر ہوتا ہے اسی طرح گناہ کا روح پر اثر ہوتا ہے۔ اور انسان نکما اور بیکار ہو جاتا ہے۔ وَجَنَّةٍ ،اور جنت کی طرف جلدی کرو۔ عَرۡضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالۡاَرۡضُ ،جس کا عرض آسمانوں اور زمین جیسا ہے۔ یعنی وہ اتنی وسیع ہے کہ اس کا عرض یعنی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔ کہ زمین اور آسمانوں کو ملاؤ تو کتنا طول بنتا ہے۔ جنت کا اتنا عرض ہے۔ آج ہم اس جہان میں جنت کی وسعت کو نہیں سمجھ سکتے۔ آنکھیں بند ہونے کے بعد معلوم ہوگا کہ جنت کیا چیز ہے؟ اور جہنم کیا چیز ہے؟۔ اُعِدَّتۡ لِلۡمُتَّقِيۡنَ ،تیار کی گئی ہے پرہیز گاروں کیلئے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے پرہیز گاروں کے کچھ اوصاف بیان فرمائے ہیں۔ الَّذِيۡنَ يُنۡفِقُوۡنَ فِى السَّرَّآءِ ،وہ ہیں (پرہیز گار) جو راحت اور آرام میں بھی اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں۔ وَالضَّرَّآءِ ،اور جب تکلیف میں ہوتے ہیں اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں۔ وَالۡكٰظِمِيۡنَ الۡغَيۡظَ ،اور پی جاتے ہیں غصے کو۔ مگر وہاں جہاں غصہ پینے کا موقع ہو۔ ہر جگہ نہیں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی صفت بیان فرمائی ہے۔ "اَشِدَّآءُ عَلَى الۡكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيۡنَهُمۡ" ۔ کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں مہربان ہیں۔ یعنی کافروں کے لئے سخت ہیں اور مومنوں کے لئے بڑے نرم ہیں۔ بشرطیکہ مؤمن بھی مؤمن ہو۔ اور اگر مؤمن غلطی پر ہے اور اپنی غلطی تسلیم کرنے کے لئے بھی تیار نہیں ہے تو اس کے لئے سختی جائز ہے۔ یعنی ایک آدمی اپنی غلطی تسلیم کرتا ہے کہ یہ میری غلطی ہے تو اس کے لئے نرمی ہے اور دوسرا آدمی سر سے لے کر پاؤں تک غلطی میں ڈوبا ہوا ہے مگر غلطی کو غلطی

ماننے کے لئے تیار نہیں ہے۔ تو اس کے ساتھ سختی کرنا کوئی گناہ نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اصولی طور پر مومنوں کی یہ صفت بھی بیان فرمائی ہے کہ اگر کوئی ان کے ساتھ زیادتی کرتا ہے تو انتقام بھی لیتے ہیں۔ ہر چیز اپنے اپنے مقام پر ہوتی ہے۔ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ،اور معاف کرتے ہیں لوگوں کو۔ اگر معاف کرنے کا موقع ہو۔ اور اگر کوئی آدمی غلطی کر کے نہیں مانتا تو اس کو معاف کرنے کا کوئی معنیٰ نہیں ہے۔ تو یہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی صفتیں بیان فرمائی ہیں یعنی مالی طور پر خرچ کرنے والے ہیں اور عملی طور پر غصہ پینے والے ہیں تو جب ان میں یہ خوبیاں ہوں گی۔ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ،اور اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے نیکی کرنے والوں کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ کسی کی نیکی ضائع نہیں کرتا۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ"۔ بے شک اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔ رتی بھر نیکی ہوگی تو اس کا اجر ضرور دے گا تو ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ترغیب دی ہے کہ جنت حاصل کرو مغفرت کی طرف قدم بڑھاؤ۔ اور گناہوں سے بچو۔

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۔ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۔ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۔ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۔ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّ مَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۸﴾ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۹﴾

وَالَّذِيْنَ ، اور وہ لوگ ۔ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً ، جب کرتے ہیں کوئی بے حیائی ۔ اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ، یا ظلم کرتے ہیں اپنی جانوں پر ۔ ذَكَرُوا اللّٰهَ ، اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں ۔ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ، پس معافی مانگتے ہیں اپنے گناہوں کے لئے ۔ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ ، اور کون بخشتا ہے گناہوں کو؟ ۔ اِلَّا اللّٰهُ ، مگر صرف اللہ تعالیٰ ۔ وَلَمْ يُصِرُّوْا ، اور نہیں اصرار کرتے ۔ عَلٰى مَا فَعَلُوْا ، اس کارروائی پر جو انہوں نے کی ۔ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ O ، اور حالانکہ وہ جانتے ہیں ۔ اُولٰٓئِكَ ، وہ لوگ ہیں ۔ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ ، بدلہ ان کا بخشش ہوگا ۔ مِّنْ رَّبِّهِمْ ، ان کے رب کی طرف سے ۔ وَجَنّٰتٌ ، اور باغات ہوں گے ۔ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ، جاری ہوں گی

ان باغوں کے نیچے نہریں۔ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا، ہمیشہ رہیں گے ان میں۔ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ O، اور کیا اچھا بدلہ ہے عمل کرنے والوں کا۔ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ، بہ تحقیق گزر چکے ہیں تم سے پہلے۔ سُنَنٌ، طریقے۔ فَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ، پس سیر کرو زمین کی۔ فَانْظُرُوْا، پس دیکھو!۔ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِیْنَ O، کیسا تھا انجام جھٹلانے والوں کا؟۔ هٰذَا بَیَانٌ لِّلنَّاسِ، یہ قرآن کریم بیان ہے لوگوں کے لئے۔ وَهُدًى وَّ مَوْعِظَةٌ، اور ہدایت ہے اور نصیحت ہے۔ لِّلْمُتَّقِیْنَ O، پرہیزگاروں کے لئے۔ وَلَا تَهِنُوْا، اور نہ سستی کرو۔ وَلَا تَحْزَنُوْا، اور نہ غمگین ہو۔ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ، اور تم ہی غالب ہو گے۔ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ O، اگر تم مومن ہو۔

اس سے پہلی آیتِ کریمہ میں متقیوں کے چند اوصاف بیان ہوئے تھے۔ کہ وہ راحت اور آرام کی حالت میں بھی اور دکھ اور تکلیف کی حالت میں بھی اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرتے ہیں اور غصہ کو پی جاتے ہیں۔ جہاں بینا جائز ہو اور لوگوں سے درگزر کرتے ہیں اور اگر وہ اپنی خطا کو تسلیم کرے تو اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ آگے بھی انہیں پرہیزگاروں کے اوصاف کا بیان ہے۔ فرمایا۔ وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً، اور وہ لوگ جب کرتے ہیں کوئی بے حیائی۔ یعنی گناہِ کبیرہ کرتے ہیں۔ اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ، یا ظلم کرتے ہیں اپنی جانوں پر۔ کہ ان سے کوئی صغیرہ گناہ سرزد ہوتا ہے۔ ذَكَرُوا اللّٰهَ، اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں۔ یعنی غافل نہیں ہیں۔ اگر ان سے کوئی گناہ ہو جاتا ہے تو اس پر پشیمان ہوتے ہیں۔ اور فوراً رب کے خوف سے اسے یاد کرتے ہیں۔ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ، پس معافی مانگتے ہیں اپنے گناہوں کے لئے۔ کہ اے پروردگار مجھ سے یہ گناہ سرزد ہو گیا ہے تو مجھے معاف فرما دے۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ، اور کون بخشتا ہے گناہوں

کو؟ سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ "غَافِرُ الذُّنُوْبُ" صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اوران پرہیزگاروں کی خوبی یہ ہے کہ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا ، اورنہیں اصرار کرتے اس کارروائی پر جوانہوں نے کی ہے۔ گناہ پر اصرار کرنا بہت بری بات ہے۔ فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ دین میں بڑا محتاط طبقہ ہے۔ وہ فرماتے ہیں صغیرہ گناہ بار بار کرنے سے کبیرہ بن جاتا ہے۔ اور اگر کبیرہ پر اصرار کرے گا تو خطرہ ہے کہ کفر تک نوبت نہ پہنچ جائے۔ اس واسطے گناہ پر اصرار نہیں کرنا چاہیے۔ حدیث پاک میں آتا ہے۔ "اِذَا ذَنَبَ الْعَبْدُ ذَنْبًا نُكِتَتْ عَلٰى قَلْبِهٖ سَوْدَآءَ" ۔ جب آدمی کوئی گناہ کرتا ہے تو اس گناہ کی وجہ سے اس کے دل پر سیاہ دھبہ پڑ جاتا ہے۔ اور گناہ کیا اور دھبہ پڑ گیا اگر وہ توبہ کرے تو وہ داغ دھل جاتا ہے۔ اور دل صاف ہو جاتا ہے۔ اور اگر توبہ نہ کرے معافی نہ مانگے اور دوسرے گناہ کا ارتکاب کرے تو سیاہ دھبہ بڑھ جاتا ہے۔ اور اس کا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "كَلَّا بَلْ سکہ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ" (پارہ ۳۰)۔ خبردار! (ہرگز ایسا نہیں ہے) بلکہ ان کے دل زنگ آلود ہو گئے ہیں ان اعمال کی وجہ سے جو وہ کرتے تھے۔ تو گناہوں کی وجہ سے دل زنگ آلود ہو جاتا ہے۔ اور اس پر غلاف چڑھ جاتا ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ آدمی نیکی کے کاموں میں بڑا سست ہو جاتا ہے۔ اور برے کاموں کی طرف دوڑ دوڑ کر جاتا ہے۔ اللہ کرے کسی مسلمان کی یہ حالت نہ ہو۔ اگر ہو جائے تو بہت بری حالت ہے۔ توبہ کرے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے۔ اور نیکیوں کی طرف بڑھے۔ کیونکہ بعض گناہ تو ایسے ہیں کہ وہ نیکی کی برکت سے معاف ہو جاتے ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک قدم مسجد کی طرف اٹھاؤ تو اس کی برکت سے خود بخود ایک صغیرہ گناہ معاف ہو جاتا ہے۔ اور دس نیکیاں بھی اس کے نامہ اعمال میں درج

ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح جب آدمی وضو کرتا ہے تو وضوء کی برکت سے کئی صغیرہ گناہ جھڑ جاتے ہیں۔ جب ہاتھ دھوتا ہے تو وہ گناہ جو ہاتھ سے کئے ہیں جھڑ جاتے ہیں۔ جب کلی کرتا ہے تو زبان والے جھڑ جاتے ہیں۔ جب منہ دھوتا ہے تو آنکھوں والے پلکوں سے جھڑ جاتے ہیں۔ مگر بعض گناہ ایسے ہیں کہ نیکیوں کی برکت سے نہیں جھڑتے نہ خالی توبہ کرنے سے معاف ہوتے ہیں۔ جیسے حقوق العباد ہیں کہ جب تک بندوں کا حق ادا نہیں کیا جائے گا لاکھ مرتبہ توبہ کرنے سے بھی معاف نہیں ہوگا۔ اسی طرح کچھ حقوق اللہ بھی ایسے ہیں کہ محض توبہ کرنے سے معاف نہیں ہوتے۔ مثلاً بالغ ہونے کے بعد کسی مرد یا عورت کے ذمہ نماز یا روزہ ہے چاہے ایک ہی کیوں نہ ہو کروڑ مرتبہ بھی توبہ کرنے سے معاف نہیں ہوگا۔ جب تک اس کی قضاء نہیں کرے گا۔ اور اسی پر آئمہ اربعہ امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ اور تمام فقہاءِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ اور امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ سمیت سو فیصد محدثین اس پر متفق ہیں کہ اگر کسی کے ذمہ ایک نماز بھی ہے تو وہ کروڑ مرتبہ توبہ کرنے سے معاف نہیں ہوگی۔ اسی طرح اگر کسی کے ذمہ ایک روزہ بھی ہے تو کروڑ مرتبہ توبہ کرنے سے بھی معاف نہیں ہوگا۔ جب تک حساب کر کے قضاء نہ کیا جائے۔ بہت سارے لوگ غلط فہمی کا شکار ہیں کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ توبہ کرنے کے ساتھ سب کچھ ہضم ہو جائے گا۔ ہرگز نہیں ہوگا۔ نہ زکوٰۃ معاف ہوگی نہ عشر معاف ہوگا نہ نماز نہ روزہ اگر ایسا ہوتا تو محدثینِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ "بَابُ قَضَاءِ الْفَوَائِتِ" قائم نہ کرتے۔ اور اس میں چن چن کر احادیث نہ بیان فرماتے اور فقہاء عظام رحمہم اللہ تعالیٰ "بَابُ قَضَاءِ الْفَوَائِتِ" قائم کر کے ان کو پڑھنے کا طریقہ نہ بیان فرماتے۔ اگر توبہ سے معاف ہوتی تھیں تو آسان نسخہ تھا۔ گزشتہ را صلوٰت آئندہ را احتیاط۔

اور نہ بندوں کے حقوق معاف ہوتے ہیں اگر ایک سوئی بھی کسی کی تمہارے پاس ہے تو جب تک دے نہیں دو گے معافی نہیں ہے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں ایک بزرگ کا واقعہ نقل فرماتے ہیں کہ ایک بڑا پارسا اور نیک آدمی تھا۔فوت ہوگیا وفات کے بعد کسی کو خواب میں ملا اس نے دریافت کیا کہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟۔ بزرگ نے کہا کہ مجھے سزا تو نہیں ہوئی مگر جنت کا دروازہ بند ہے۔فرشتے اندر نہیں جانے دیتے۔ کہتے ہیں کہ "اَسْتَعَرْتَ اِبْرَةً مِنَ الْجَارِ فَلَمْ تَرُدَّهَا"۔تو پڑوسی سے سوئی مانگ کر لایا تھا واپس نہیں کی۔ جب تک وہ سوئی واپس نہیں کرے گا جنت میں داخل نہیں ہوسکتا۔اور آج تو ہم نے لوگوں کے کارخانے ہضم کرلئے ہیں اور کوئی پرواہ نہیں ہے۔سوئی تو کیا لوگوں کی مشینیں کھا گئے ہیں اور انجام کا احساس نہیں ہے۔ یہ بات آدمی کو اس وقت سمجھ آتی ہے جب خدا خوفی ہو۔اور آخرت سامنے ہو۔ اس واقعہ کے ساتھ ہی دوسرا واقعہ پیش فرماتے ہیں کہ ایک نیک آدمی کی کسی نے دعوت کی۔ دعوت کھا کے واپس جارہے تھے راستہ میں کسی نے فصل کاشت کی ہوئی تھی گندم تھی یا باجرہ تھا۔اس کا تنکا توڑ کر انہوں نے دانتوں کا خلال کیا۔ وفات کے بعد ان کی کسی دوست سے خواب میں ملاقات ہوئی۔اس نے دریافت کیا کہ کیا معاملہ ہوا ہے؟۔تو کہنے لگے مجھے کہتے ہیں کہ تو نے فلاں کی فصل کا تنکا توڑ کر دانتوں کا خلال کیا تھا۔ جب تک اس کا حق ادا نہیں کرے گا۔ جنت میں داخل نہیں ہوسکتا۔تمہارا جنت میں داخلہ ممنوع ہے۔تو ایسے حقوق اللہ جن کی قضاء ہے۔ وہ توبہ کرنے سے معاف نہیں ہوتے۔تو یہ بے شک حق ہے مگر جب تک حقوق ادا نہیں کئے جائیں گے زبانی توبہ سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔اسی طرح حقوق العباد ہیں کہ جب تک بندوں کو حقوق ادا نہ کردیے جائیں یا وہ اپنی رضاء سے معاف نہ کردیں

محض زبان سے توبہ کرنے سے معافی نہیں ملتی۔ بڑا مشکل مسئلہ ہے۔ بخاری شریف کی روایت کا خلاصہ ذکر کرتا ہوں کہ میدانِ محشر میں کچھ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے پاس لایا جائے گا حساب کتاب کے لئے ان کے پاس نیکیوں کے پہاڑ ہوں گے وہ بڑے خوش ہوں گے کہ خیر ہے بڑی نیکیاں ہیں مگر ان کے ذمہ حقوق اللہ بھی ہوں گے اور حقوق العباد بھی ہوں گے۔ کچھ نیکیاں تو حقوق اللہ کی مد میں جمع کی جائیں گی۔ پھر بندوں کے حقوق کی باری آئے گی بندوں کے حقوق کے بدلے نیکیاں دی جائیں گی نیکیاں ختم ہو جائیں گی اور حق لینے والے ابھی باقی ہوں گے تو ان کے گناہ اٹھا کر ان کے سروں پر رکھ دیئے جائیں گے۔ اور حکم ہوگا ان کو جہنم میں پھینک دو؟ تو پہاڑوں کے پہاڑ نیکیوں کے اڑ جائیں گے۔ اور دوسروں کے گناہ سر پر آ پڑیں گے۔ اس واسطے بات اچھی طرح سمجھ لو اور حقوق اللہ بھی ادا کرو اور حقوق العباد بھی۔ اور بیٹھ کر سوچو اور غور و فکر کرو۔ کہ جس دن سے بالغ ہوئے ہو۔ بالغ ہونے کے بعد کتنی نمازیں رہ گئی ہیں۔ اور کتنے روزے رہ گئے ہیں۔ ایک دن لگیں گے دو دن لگیں گے، ہفتہ لگے گا آج محنت کر کے باقاعدہ ان کی فہرست تیار کرو کہ اتنی نمازیں میرے ذمہ ہیں اور اتنے روزے میرے ذمہ ہیں۔ پھر ان کی قضاء کرو فرض نماز کی قضاء ہے اور وتر واجب ہیں ان کی بھی قضاء ہے۔ سنتوں کی قضاء نہیں ہے۔ اور ایک اور مسئلہ بھی سمجھ لیں وہ بھی بڑا ضروری ہے۔ کہ جس طرح وقتی نمازوں میں تعیین اور ترتیب ضروری ہے کہ یہ فجر کی نماز پڑھ رہا ہوں۔ یہ ظہر کی نماز پڑھ رہا ہوں۔ اور ترتیب کا مطلب یہ ہے کہ پہلے فجر ہے پھر ظہر ہے ہفتے کی فجر پہلے ہے اتوار کی فجر بعد میں ہے۔ اسی طرح قضاء نمازوں میں بھی تعیین اور ترتیب ضروری ہے۔ کہ میں کون سی نماز پڑھ رہا ہوں فجر کی یا ظہر کی اور یہ تعیین کرنا بھی ضروری ہے کہ پہلی پڑھ رہا ہوں یا دوسری پڑھ

رہا ہوں۔ فرض کرو کہ ایک آدمی کے ذمہ فجر کی ایک ہزار نمازیں ہیں اور وہ نیت اس طرح کرتا ہے کہ میرے ذمہ جو فجر کی نمازیں ہیں ان میں سے ایک پڑھتا ہوں ساری عمر پڑھتا رہے ، بریٔ الذمہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ جس طرح وقتی نمازوں میں ترتیب ضروری ہے قضاء نمازوں میں بھی ترتیب ضروری ہے۔ تو وہ اس طرح ترتیب قائم کرے گا۔ کہ میرے ذمہ جو فجر کی ہزار نمازیں ہیں ان میں سے پہلی پڑھتا ہوں جب بھی پڑے گا یہی کہے کہ جو باقی میرے ذمہ ہیں ان میں سے پہلی پڑھتا ہوں بس پہلی پہلی کہتا جائے تعیین ہو جائے گی۔ یا آخر سے شروع کرے کہ میرے ذمہ جو فجر کی نمازیں ہیں ان میں سے آخری پڑھتا ہوں۔ ہر دفعہ یہی کہے کہ جو باقی میرے ذمہ ہیں ان میں سے آخری پڑھتا ہوں۔ بس آخری ، آخری کہتا جائے۔ اور پڑھتا جائے۔ اس طرح تعیین کرے گا تو ادا ہوں گی۔ تو نیکیاں ضائع نہ کرو اور گناہوں پر اصرار نہ کرو۔ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ ، اور حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ گناہ پر اصرار کرنا اچھی بات نہیں ہے۔ اُولٰٓئِكَ ، یہ لوگ جن کی یہ خوبیاں بیان ہوئی ہیں۔ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ، بدلہ ان کی بخشش ہوگی ان کے رب کی طرف سے۔ وَجَنّٰتٌ ، اور ایسے باغات ہوں گے۔ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ، جاری ہوں گی ان باغوں کے نیچے نہریں۔ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ، ہمیشہ رہیں گے ان میں۔ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۝ ، اور کیا اچھا بدلہ ہے عمل کرنے والوں کا۔ ؎

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری

یعنی عمل کے بغیر کچھ بھی نہیں ہے۔ اور فارسی کے شاعر نے بہت اچھی بات کہی ہے ؎

از مکافاتِ عمل غافل مشو

گندم ز گندم بروید جو ز جو

اے بندے عمل کے بدلے سے غافل نہ ہو۔ گندم بوئے گا تو گندم پیدا ہوگی۔ جَو بوئے گا تو جَو پیدا ہوں گے۔ جو بوئے گا سو کاٹے گا۔ اور آج ہماری یہ حالت ہے کہ بوتے کچھ بھی نہیں ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ کاٹنا سب کچھ ہے۔ یعنی نیکی تو کوئی کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اور سارے بہشت پر قبضے کی تیاریاں ہیں۔ چونکہ غزوۂ احد میں مسلمانوں کو کافی پریشانی ہوئی تھی۔ اور بڑی تکلیف اٹھانی پڑی تھی کہ ستر/۷۰ ساتھی شہید ہوئے۔ اور کوئی ہوگا جو زخمی نہ ہوا ہوگا۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہوئے۔ چہرۂ اقدس زخمی ہوا۔ تو اگلی آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تسلی دی ہے۔ کہ حق و باطل کی ٹکر شروع سے چلی آرہی ہے۔ اور پہلے حق والوں نے بھی کافی تکلیفیں اٹھائی ہیں لہٰذا پریشان نہ ہوں۔ فرمایا۔ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ، بہ تحقیق گزر چکے ہیں تم سے پہلے طریقے۔ یعنی بڑے بڑے حالات گزرے ہیں۔ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ ، پس سیر کرو زمین میں۔ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ○ ، پس دیکھو! کیسا تھا انجام جھٹلانے والوں کا۔ کہ جن لوگوں نے حق کو جھٹلایا اور حق کے مقابلہ میں آئے۔ ان کا انجام کیا ہوا؟ ۔هٰذَا بَيَانٌ لِلنَّاسِ ، یہ قرآن کریم بیان ہے لوگوں کے لئے۔ اس کتاب سے زیادہ واضح اور قطعی اور کوئی کتاب نہیں ہے۔ یہ بڑی عظمت والی کتاب ہے اس کا پڑھنا ثواب، اس کو سمجھنا ثواب، اس کا بیان کرنا ثواب، اس کو ہاتھ لگانا ثواب، دیکھنا ثواب، اس کے ورقوں کا پلٹنا ثواب، ثواب ہی ثواب ہے۔ مگر افسوس! کہ ہم نے تو قرآن پاک کو تیجے ساتویں، اور دسویں کے لئے رکھا ہوا ہے۔ یا قسمیں اٹھانے کے

لئے۔ یا جانوروں کو وبائی امراض سے بچانے کے لئے قرآن پاک کے نیچے سے گزار دو تو اس کی برکت سے وہ محفوظ ہو جائیں گے۔ بھائی! قرآن جس مقصد کے لئے آیا تھا وہ تو ہم نے حاصل نہیں کیا۔ قرآن پاک تو نازل ہوا تھا تاکہ تم اس کو پڑھو، سمجھو، اور اس پر عمل کرو۔ اور یاد رکھنا ضروریاتِ دین میں سے ہے ہر بالغ مسلمان مرد ہو یا عورت قرآن پاک کو پڑھے اور سمجھے، یہ فرض ہے۔ اس میں کوئی شخص معذور نہیں ہوگا۔ البتہ بعض مسائل ایسے ہیں کہ ان کا جاننا ہر مسلمان پر لازم نہیں ہے۔ اگر قصبے میں ایک ایسا جید عالم موجود ہو۔ جو لوگوں کے مسائل حل کر دے تو سارا قصبہ گناہ سے پاک ہوگا اور اگر کوئی ایسا قصبہ ہے کہ وہاں کوئی ایک بھی ایسا عالم نہیں ہے۔ جو بوقتِ ضرورت مسئلہ بیان کرے یا لوگوں کے مسائل حل کرے تو سارا قصبہ گناہ گار ہوگا۔ کیونکہ بعض مسئلے ایسے ہیں کہ ان کا جاننا فرض کفایہ ہے۔ لیکن وہ مسائل جو ضروریاتِ دین میں سے ہیں۔ وہ فرض عین ہیں ان کا جاننا ہر آدمی کے ذمہ ہے۔ فقہاءِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک نابالغ لڑکی کا نکاح ہوا۔ جب وہ بالغ ہوئی۔ "فَاسْتُوْصِفَتْ عَنِ الْاِیْمَانُ" ؟ تو اس سے ایمان کے بارے میں سوال کیا گیا کہ ایمان کی تعریف کیا ہے؟۔ "فَقَالَتْ لَا اَدْرِیْ" ۔ پس اس نے کہہ دیا کہ مجھے معلوم نہیں ہے۔ تو "بَانَتْ مِنْ زَوْجِهَا" ۔ اس کا نکاح ٹوٹ گیا۔ بحر الرائق بزازیہ عالمگیری میں یہ جزئی موجود ہے کیونکہ بالغ ہونے کے وقت اس پر لازم تھا کہ وہ جانتی کہ ایمان کی تعریف کیا ہے؟ ایمان کسے کہتے ہیں؟ ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ کیونکہ یہ ضروریاتِ دین میں سے ہے۔ اس میں کوئی شخص معذور نہیں ہے۔ اور یہاں تو حالت یہ ہے کہ ہماری دادیاں نانیاں نہیں جانتیں کہ ایمان کیا ہوتا ہے؟۔ اس کی تعریف کیا ہے؟ اس کی حقیقت کیا ہے؟۔ تو قرآن پاک واضح بیان ہے لوگوں کے لئے۔

وَهُدًى وَّ مَوْعِظَةٌ ، اور ہدایت ہے اور نصیحت ہے۔ لِّلْمُتَّقِيْنَ ○ ، پرہیزگاروں کے لئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے مومنو! غزوۂ احد میں اگر تمہیں شکست ہوئی ہے۔ وَلَا تَهِنُوْا ، اور نہ سستی کرو۔ وَلَا تَحْزَنُوْا ، اور نہ غمگین ہو۔ کیونکہ جہاد میں شہید بھی ہوتے ہیں۔ زخمی بھی ہوتے ہیں۔ فتح بھی ہوتی ہے شکست بھی ہوتی ہے۔ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ، اور تم ہی غالب ہو گے۔ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ ، اگر تم مومن ہو۔ فاتح مصر حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط لکھا کہ قلعہ مقوقس (غالباً اس قلعہ کا نام بولس تھا)۔ کا ہم نے محاصرہ کیا ہوا ہے۔ کافی دن ہو گئے ہیں مگر فتح نہیں ہو رہا۔ میرے پاس آٹھ ہزار فوج ہے۔ مزید فوج بھی بھیجو۔ اور طریقہ بھی بتاؤ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خط پڑھا اور رو پڑے۔ اور کہنے لگے کہ آٹھ ہزار مسلمان ہیں۔ اور کہتے ہیں ہم نے قلعہ کا محاصرہ کیا ہوا ہے اور فتح نہیں ہو رہا۔ خط کا جواب تحریر فرمایا کہ غور کرو تم لوگوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی سنت رہ گئی ہے۔ جس کی وجہ سے نصرۃ الٰہی میں تاخیر ہو گئی ہے۔ اور حقیقت یہ تھی کہ بعض ساتھیوں سے مسواک والی سنت رہ گئی تھی۔ اور آج حالت یہ ہے کہ فرائض غائب ہیں۔ واجبات غائب ہیں۔ فرمایا! تم آٹھ ہزار ہو اور میں چار ہزار مزید فوج بھیجتا ہوں اب تم بارہ ہزار ہو جاؤ گے۔ اور بارہ ہزار مومن قلت کی وجہ سے شکست نہیں کھا سکتے۔ اگر کوئی اور وجہ نہ ہو۔ اور وہ مزید چار ہزار فوج صرف چار آدمی بھیجے۔ حضرت زبیر بن العوام، حضرت عبادۃ ابن صامت، حضرت خارجہ بن حذافہ اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرمایا یہ چار ہزار فوج ہے۔ تو ایمان بڑی قوۃ ہے۔ اے مسلمان! جب تو مسلمان تھا۔ رب تعالیٰ سب کو ایمان اور عمل کی توفیق عطاء فرمائے۔ ہوتا تھا کاش کہ کوئی اس بات کو سمجھے تو اللہ تعالیٰ کا فرمان

بالکل سچا ہے کہ اگر تم مومن ہو تو تم ہی غالب آؤ گے۔ رب تعالیٰ سب کو ایمان وعمل کی توفیق عطاء فرمائی.... آمین..........!!!

اِنْ یَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ وَتِلْكَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاسِ ۚ وَلِیَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَیَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ؕ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ ۙO وَلِیُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَیَمْحَقَ الْكٰفِرِیْنَ O اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا یَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَیَعْلَمَ الصّٰبِرِیْنَ O وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ ۪ فَقَدْ رَاَیْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ O وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ یَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَیْهِ فَلَنْ یَّضُرَّ اللّٰهَ شَیْــٴًـا ؕ وَسَیَجْزِی اللّٰهُ الشّٰكِرِیْنَ O

اِنْ یَّمْسَسْكُمْ، اگر پہنچے ہیں تمہیں۔ قَرْحٌ، زخم۔ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ، پس تحقیق پہنچے ہیں اس قوم کو بھی۔ قَرْحٌ، زخم۔ مِّثْلُهٗ، اس جیسے۔ وَتِلْكَ الْاَیَّامُ، اور یہ دن۔ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاسِ، ان کو ہم پھیرتے رہتے ہیں لوگوں کے درمیان۔ وَلِیَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا، اور تا کہ ظاہر کردے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں۔ وَیَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ، اور تا کہ بنائے تم میں سے کچھ شہید۔ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ O، اور اللہ تعالیٰ نہیں محبت کرتا ظالموں کے ساتھ۔ وَلِیُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا، اور تا کہ خالص کردے ان لوگوں کو جو ایمان

لائے۔ وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ۞ ، اور تاکہ مٹادے کافروں کو۔ اَمْ حَسِبْتُمْ ، کیا تم خیال کرتے ہو۔ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ ، یہ کہ تم داخل ہو جاؤ گے جنت میں۔ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ ، اور ابھی تک ظاہر نہیں کیا اللہ تعالیٰ نے۔ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ ، ان لوگوں کو جنہوں نے جہاد کیا تم میں سے۔ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ۞ ، اور جانتا ہے صبر کرنے والوں کو۔ وَلَقَدْ كُنْتُمْ ، اور البتہ تھے تم۔ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ ، آرزو کرتے موت کی۔ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ ، پہلے اس سے کہ تم موت کے ساتھ ملاقات کرتے۔ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ ، پس تحقیق تم دیکھ چکے اس کو۔ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۞ ، اور تم بخوبی دیکھ رہے ہو۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ، اور نہیں ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم مگر رسول۔ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ، تحقیق گزر چکے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے رسول۔ اَفَائِنْ مَّاتَ ، بھلا اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا جائیں۔ اَوْ قُتِلَ ، یا قتل کر دیئے جائیں۔ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ ، پلٹ جاؤ گے تم اپنی ایڑیوں کے بل۔ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ ، اور جو شخص پھر جائے گا۔ عَلٰى عَقِبَيْهِ ، اپنی ایڑیوں پر۔ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا ، پس وہ ہرگز ضرر نہیں دے گا اللہ تعالیٰ کو کسی چیز کا۔ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۞ ، اور بدلہ دے گا اللہ تعالیٰ شکر گزاروں کو۔

اس سے پہلے آپ غزوۂ احد کا ذکر تفصیل کے ساتھ سن چکے ہیں۔ کہ غزوۂ احد ہجرت کے تیسرے سال گیارہ شوال ہفتے والے دن پیش آیا تھا۔ کہ جس میں مسلمانوں کی تعداد سات سو تھی اور مقابلے میں تین ہزار کافر تھے۔ ابتدائی مرحلے میں مجاہدینِ اسلام کو فتح نصیب ہوئی پھر ایک غلطی کی وجہ سے فتح شکست سے بدل گئی۔ غلطی یہ ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پچاس صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو ایک مورچے پر ٹھہرایا اور فرمایا کہ ہمیں فتح ہو یا شکست تم نے یہیں ٹھہرنا ہے، لیکن وہ وہاں نہ ٹھہر سکے۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف

ورزی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے نتیجہ بھی ظاہر فرما دیا کہ ستر صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔ کافی ساتھی زخمی ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بڑی بے دردی کے ساتھ شہید کیا گیا۔ آپ کا ناک کاٹا گیا۔ کلیجہ نکالا گیا مسلمان بہت پریشان تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مجاہدینِ اسلام کو تسلی دی فرمایا۔ اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ، اگر پہنچے ہیں تمہیں زخم۔ تمہارے ستر ساتھی شہید ہوئے ہیں۔ اور بہت سارے زخمی ہوئے ہیں۔ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ، پس تحقیق پہنچے ہیں اس قوم کو بھی زخم اس جیسے۔ کہ جنگِ بدر میں ان کے بھی ستر سرکردہ آدمی مارے گئے جو کفر کے ستون تھے۔ اور ستر قیدی بنے اور ان کو فدیہ دینا پڑا اور بڑی ذلت اٹھانی پڑی۔ یاد رکھو! دن ایک جیسے نہیں رہتے۔ اللہ تعالیٰ مشیت اور مصلحت کے مطابق حالات بدلتے رہتے ہیں۔ بخاری شریف میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جب ہرقل روم نے ابوسفیان سے سوال کیا کہ تمہارے اور مسلمانوں کے درمیان معاملات کیسے رہتے ہیں۔ اور ان کے ساتھ کبھی مڈبھیڑ بھی ہوئی ہے۔ اور اس کا نتیجہ کیا نکلا ہے؟۔ تو ابوسفیان نے جواب دیا۔ ''اَلْحَرْبُ سِجَالٌ بَيْنَنَا وَ بَيْنَهُمْ''۔ ہمارے اور ان کے درمیان لڑائی کا معاملہ پانی کے ڈول کے مانند ہوتا ہے۔ کبھی کسی نے ڈول کنویں میں ڈال کر پانی نکال لیا اور کبھی کسی نے یعنی لڑائی کی صورت میں کبھی ہم غالب آجاتے ہیں اور کبھی مسلمان غالب ہو جاتے ہیں۔ ہرقل نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے رسولوں کا معاملہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ انہیں دشمن کے مقابلہ میں کبھی فتح ہوتی ہے اور کبھی شکست مگر بالآخر اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو غلبہ عطاء فرماتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے مسلمانو! احد کی شکست سے نہ گھبراؤ۔ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ، اور یہ دن ان کو ہم ادلتے بدلتے رہتے ہیں لوگوں کے درمیان۔

ہمیشہ ایک سی حالت نہیں رہتی ۔ کہ ہمیشہ فتح یا ہمیشہ شکست ہو۔ اور تکلیف پہنچنے میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکمت رکھی ہے ۔ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ، اور تا کہ ظاہر کر دے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں ۔ یہاں علم کا معنی جاننا نہیں ہے ۔ کیونکہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے ۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما معنی کرتے ہیں ۔ تا کہ بتا دے اللہ تعالیٰ دوسرے لوگوں کو کہ اہلِ ایمان تکلیفیں اٹھا کر بھی ایمان پر قائم رہتے ہیں ۔ اور حق کے راستہ کو ترک نہیں کرتے ۔ اور جو منافق ہیں وہ قربانی کے وقت چھپتے ہیں اور جھوٹے بہانے بنا کر جان چھڑاتے ہیں ۔ سختی کے موقع پر مخلص غیر مخلص کا پتہ چلتا ہے ۔ وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ، اور تا کہ بنائے تم میں سے کچھ شہید ۔ شہید کا مقام بہت بلند ہے ۔ بظاہر تو وہ شہید ہو گیا ہے ، مر گیا ہے ۔ مگر اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی بڑی عزت اور قدر ہے ۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ شہید کے خون کے قطرے زمین پر گرنے سے پہلے حوریں آ جاتی ہیں ۔ ان قطروں کو اٹھانے کے لئے اللہ تعالیٰ کے فرشتے اس کی روح کو اٹھا کر لے جاتے ہیں ۔ جسم تو یہیں رہے گا ۔ ہاں جس وقت جسم کو قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے ۔ تو روح کا جسم کے ساتھ گہرا تعلق جوڑ دیا جاتا ہے ۔ جسم چاہے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہو ۔ اور سر کہیں ہو اور دھڑ کہیں ہو ۔ چاہے اس کو جلا کر راکھ بنا کر ذرہ ذرہ کر کے اڑا دیا جائے پھر بھی روح کا اس کے اجزاء کے ساتھ باقاعدہ تعلق ہوتا ہے ۔ یہ اہلِ سنت والجماعت کا مسلک ہے ۔ اور آپ یہی عقیدہ رکھیں اور کسی غلط آدمی کے بہکاوے میں نہ آئیں ۔ تو شہداء کے اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑے درجے ہیں ۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں سو سو منزلہ مکان ہوں گے ۔ (اتنے بلند ہوں گے کہ آدمی جب ان کو دیکھے گا تو ٹوپی پگڑی گر جائے گی) ۔ سوال کیا گیا ۔ حضرت وہ مکان

انبیاءِ کرام علیہم السلام کے ہوں گے؟۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پیغمبروں کے مکان تو ان سے بھی بلند ہوں گے۔ وہ تو شہیدوں کے ہوں گے۔تو شہیدوں کو اللہ تعالیٰ بڑے عہدے اور بڑے درجے عطاء فرمائیں گے۔ان کے عہدوں اور درجوں کو دیکھ کر چارپائیوں پر مرنے والے افسوس کریں گے اور کہیں گے۔ ''لَوْاَنَّ اَبْدَانَنَا قُرِضَتْ بِالْمَقَارِیْضِ'' ۔کاش کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں بڑی بڑی تکلیفیں آتیں۔اور ہمارے بدن قینچیوں کے ساتھ کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جاتے۔اور ہمیں بھی یہ درجے ملتے۔تو فرمایا تاکہ تم میں کچھ کو شہید بنائے اور آخرت کی جو اعلیٰ منزلیں ہیں ان کو پہنچیں۔وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ O ،اور اللہ تعالیٰ نہیں محبت کرتا ظالموں کے ساتھ۔بسا اوقات مہلت دیتا ہے۔حدیث پاک میں آتا ہے۔ ''اِنَّ اللّٰہَ تَعَالیٰ لَیُمْلِ الظَّالِمِ حَتّٰی اِذَآ اَخَذَہٗ لَمْ یُفْلِتْہُ'' ۔بے شک اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے کہ یہ جتنا ظلم کر سکتا ہے کر لے یہاں تک کہ جب پکڑتا ہے تو پھر چھوڑتا نہیں ہے۔ وَلِیُمَحِّصَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ،اور تاکہ خالص کر دے ان لوگوں کو جو ایمان لائے۔ وَیَمْحَقَ الْکٰفِرِیْنَ O ،اور تاکہ مٹادے کافروں کو۔اگر تکلیفیں نہ آئیں تو یہ چیزیں ظاہر نہیں ہوتیں۔ مولانا روم رحمہ اللہ تعالیٰ نے مثنوی میں سمجھانے کے لئے بڑی عجیب حکایتیں ذکر فرمائی ہیں۔ لیلیٰ مجنوں کا قصہ تاریخ میں مشہور ہے۔یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے پہلے گزرے ہیں۔کچھ دور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی پایا ہے۔اس کے متعلق مولانا روم رحمہ اللہ ایک حکایت بیان فرماتے ہیں کہ ایک تازہ آدمی لیلیٰ کی سہیلیوں کے پاس آیا اور کہنے لگا میں مجنوں ہوں اور مجھے بھوک لگی ہے۔کھانے کے لئے کچھ دو انہوں نے اس کو کھانے کے لئے بہت کچھ دیا۔گوشت بھی کھیر بھی چوری بھی سب کچھ ہضم کر گیا۔دوسرے دن پھر کھانا بھیجا۔کھا گیا۔

تیسرے دن پھر بھیجا کھا گیا۔ لیلیٰ کہنے لگی یہ بناوٹی مجنوں لگتا ہے۔ اصلی کو خوراکوں سے کوئی غرض نہیں ہے۔ اور یہ گوشت بھی کھا جاتا ہے، چوری کھا جاتا ہے، کھیر بھی کھا جاتا ہے۔ اور بھی سب کچھ ہضم کر جاتا ہے، اس کا امتحان لو۔ اس کو جا کر کہو کہ لیلیٰ نے یہ پیالہ دے کر بھیجا ہے کہ اس کو خون کی ضرورت ہے۔ اپنے بدن سے خون نکال کر دے کہنے لگا میں تو چوری کھانے والا مجنوں ہوں خون دینے والے مجنوں کو جنگل کے اس کونے میں تلاش کرو۔ معاف رکھنا ہم اکثر چوری کھانے والے مجنوں ہیں۔ کچھ خون دینے والے بھی ہیں۔ مگر بہت تھوڑے ہیں، یہ مجاہدین جو دین کی سربلندی کے لئے جانوں کے نذرانے پیش کرتے ہیں اور حق کی تائید کرتے ہیں یہ خون دینے والے مجنوں ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ، کیا تم خیال کرتے ہو یہ کہ تم داخل ہو جاؤ گے جنت میں۔ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ، اور ابھی تک ظاہر نہیں کیا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جنہوں نے جہاد کیا تم میں سے۔ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ O، اور ظاہر نہیں کیا ان لوگوں کو جو مصیبتوں اور تکلیفوں پر صبر کرنے والے ہیں۔ جنت بہت قیمتی چیز ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جنت کی ایک چابک کے برابر جگہ دنیا وَمَا فِيْهَا کے خزانوں سے زیادہ قیمتی ہے۔ اور جنت میں جو عورتیں ہوں گی صرف ان کے دوپٹے کی قیمت دنیا وما فِيْهَا کے خزانے پوری نہیں کر سکتے۔ باقی لباس تو درکنار۔ تو اتنی قیمتی چیز مفت میں نہیں مل سکتی۔ اور تم یہ سمجھتے ہو کہ صرف کلمہ پڑھنے سے ہم جنت کے ٹھیکیدار بن گئے ہیں۔ فرمایا وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ، اور البتہ تحقیق تھے تم آرزو کرتے موت کی۔ تم کہتے تھے کہ شہادت کا موقع آئے تو ہم اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جانیں دیں گے۔ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ، پہلے اس سے کہ تم موت کے ساتھ ملاقات کرتے۔ جو لوگ غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے

ان کے جذبات بڑے تیز تھے۔ وہ دشمن سے دوبارہ ٹکر لینے کے لئے بیتاب رہتے تھے۔ اور خواہش کرتے تھے کہ جہاد کا موقع آئے تو انہیں بھی شہادت جیسا بلند مقام نصیب ہو۔ تو پہلے تم آرزو کرتے تھے کہ آئندہ کوئی موقع آئے گا تو ہم بھی اپنی جرأت کا مظاہرہ کریں گے۔ فَقَدْ رَاَیْتُمُوْهُ ، پس تحقیق تم دیکھ چکے اس کو۔ یعنی موت کو تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ اور تم بخوبی دیکھ رہے ہو۔ کہ وہ شہید ہو گیا، وہ شہید ہو گیا، وہ شہید ہو گیا۔ تم نے اپنی آنکھوں سے موت کا منظر دیکھ لیا ہے۔ اور اس معرکے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہوئے، چہرۂ اقدس زخمی ہوا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملتی جلتی تھی۔ وہ شہید ہو گئے چونکہ افراتفری کا موقع تھا۔ اپنوں نے بھی یہی سمجھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں۔ اور دشمنوں کو موقع مل گیا اور خبر مشہور ہو گئی کہ۔"اِنَّ مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وسلم قَدْ قُتِلَ" ۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں۔ کافروں کی خوشی کی کوئی انتہاء نہ تھی۔ لیکن معلوم ہوا کہ خبر غلط تھی۔ تو مسلمانوں کے سارے غم غلط ہو گئے۔ اس چیز کا اندازہ آپ حضرات اس واقعہ سے لگائیں کہ حضرت عمرو ابن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوۂ احد میں شہید ہو گئے تھے ان کی اہلیہ جس کا نام ہند تھا۔ یہ اپنے گھر مدینہ طیبہ میں آٹا گوندھ رہی تھیں۔ کہ کسی نے اطلاع دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں یہ اسی طرح آٹا چھوڑ کر باہر گلی میں آکر کھڑی ہو گئیں۔ احد کی طرف سے آنے والے ایک آدمی سے پوچھا۔"مَافُعِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم "؟۔ اس نے کہا کہ تیرا باپ، بھائی، خاوند اور بیٹا شہید ہو گئے ہیں۔ وہ دیوانہ وار کہنے لگی کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پوچھ رہی ہوں کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟۔ حالانکہ عورت کے لئے تو یہی رشتے سرمایہ ہوتے ہیں۔ مگر اس کو صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فکر تھی۔ کہنے لگی یہ بتاؤ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟۔ آنیوالے نے بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف زخمی ہیں۔ مگر زخم اتنے خطرناک نہیں ہیں کہ باعثِ تشویش ہوں۔ حضرت ہند کہنے لگیں۔ "کُلُّ مُصِیْبَۃٍ بَعْدَکَ جَلَلٌ"۔ تیرے (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوتے ہوئے سب مصیبتیں ہیچ ہیں۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ تو سب زندہ ہیں مولانا شبلی نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو اس طرح منظوم کیا ہے۔ ؎

میں بھی اور باپ بھی، شوہر بھی برادر بھی فدا
اے شہہِ دیں تیرے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم؟

اس سے اندازہ کرو کہ عورت نے سارے صدمے سنے۔ جب معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں۔ تو اس نے کہا کوئی بات نہیں سارے قربان ہوجائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں تو سب زندہ ہیں۔ تو آنحضرت کی شہادت کی خبر سے صحابہؓ کرام رضی اللہ عنہم کو بڑا صدمہ تھا۔ جس کی وجہ سے بددلی پیدا ہوگئی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تنبیہ فرمائی۔ فرمایا، وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ،اور نہیں ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم مگر رسول۔ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ،تحقیق گزر چکے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے رسول۔ اَفَائِنْ مَّاتَ ، بھلا اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پاجائیں۔ اَوْ قُتِلَ ،یا قتل کردیئے جائیں۔ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِكُمْ، پلٹ جاؤ گے تم اپنی ایڑیوں کے بل۔ یعنی کیا دین سے پھر جاؤ گے۔ اور کفر اختیار کرلو گے۔ اس میں ان لوگوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ جنہوں نے ہمت اور جرأت کا ثبوت نہیں دیا۔ آپ صلی اللہ

علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ خود خدا نہیں ہیں۔ ایک نہ ایک دن دنیا سے جانا ہے۔ ازلی ابدی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ نبی رسول کی زندگی ایک نہ ایک دن ختم ہونے والی ہے۔ لہٰذا رسول کی موت کے بعد مسلمانوں کا دین سے پلٹ جانا ہرگز جائز نہیں ہے۔ بلکہ مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے جائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو امانت ان کے سپرد ہے۔ اس کو آگے پہنچائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی پیغمبر آئے پھر بعض تو اپنی طبعی وفات کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوئے۔ اور بعض کو شہید کیا گیا۔ جن کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے۔ "وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ" (پارہ ۴)۔ اور قتل کرتے ہیں نبیوں کو ناحق۔ "وَقَتْلِهِمُ الْاَنْبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ" ۔ (پارہ ۶)۔ اور ان کا نبیوں کو ناحق قتل کرنا۔ بہت سارے پیغمبر شہید ہوئے۔ ایک دفعہ ظالموں نے ایک دن میں تنتالیس پیغمبر شہید کئے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو شہید کیا گیا۔ حضرت زکریا علیہ السلام کو شہید کیا گیا۔ حضرت شعیب علیہ السلام کو شہید کیا گیا۔ تو پیغمبروں کے قتل کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے۔ تو اس سے زیادہ وزنی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے؟۔ لہٰذا جاہلوں نے جو یہ مشہور کیا ہوا ہے کہ پیغمبر کو کوئی قتل نہیں کر سکتا۔ اور پیغمبر پر چھری نہیں چل سکتی۔ یہ خرافات ہیں۔ ان کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ تو پیغمبروں کو طبعی موت بھی آتی ہے۔ شہید بھی ہوتے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ ان کے دنیا سے چلے جانے کے بعد ان کا مشن ختم ہو جاتا ہے۔ بلکہ مشن زندہ رہتا ہے۔ اور امت کی ذمہ داری اور بڑھ جاتی ہے۔ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ ، اور جو شخص پھر جائے گا اپنی ایڑیوں پر۔ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا ، پس وہ ہرگز ضرر نہیں دے گا اللہ تعالیٰ کو کسی چیز کا۔ یعنی اس نے اپنا ہی نقصان کرنا ہے اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ کیونکہ کلمہ چھوڑے گا

اسلام چھوڑے گا۔ خدا کا کیا نقصان ہوا۔ ساری کائنات بد ہو جائے تو اس کے نظام میں ایک رتی **فرق** نہیں آئے گا۔ اور سارے نیک ہو جائیں تو رب تعالیٰ کی حکومت میں اضافہ نہیں ہوگا۔ رب وہی ہے۔ جو ہے یہ نیکیاں بدیاں تمہارے واسطے ہیں۔ ان کے انجام کا تعلق تمہارے ساتھ ہے۔ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ O، اور بدلہ دے گا اللہ تعالیٰ شکرگزاروں کو۔ مطلب یہ ہے کہ وہ ثابت قدم رہنے والوں کو اچھا بدلہ دے گا اور مسلمانوں کو کسی حالت میں بد دل نہیں ہونا چاہیے۔ دنیا میں کسی کو دوام نہیں ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہمیشہ قائم دائم ہے۔ تمہارا کام تھا جب تمہیں معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں۔ ہمت سے آگے بڑھتے۔ کام سنبھالتے اور چلاتے، نہ کہ دل چھوڑ کے بیٹھ جاتے۔

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ؕ وَسَنَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ ع

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ ،اور نہیں اختیار کسی نفس کو۔ اَنْ تَمُوْتَ، یہ کہ وہ مرے۔ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ،مگر اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ۔ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ،نوشتہ ہے مقرر کیا ہوا۔ وَمَنْ يُّرِدْ ،اور جو شخص ارادہ کرتا ہے۔ ثَوَابَ الدُّنْيَا ،بدلہ دنیا کا۔ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ،ہم اس کو دے دیتے ہیں۔ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ ،اور جو شخص ارادہ کرے گا آخرت کے بدلے کا۔ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ،ہم اس کو اس میں سے دیں گے۔ وَسَنَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ ۞ ،اور ہم بدلہ دیں گے شکر گزاروں کو۔ وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ ،اور کتنے ہی نبی تھے۔ قٰتَلَ مَعَهٗ ،ان کے ساتھ مل کر جہاد کیا۔ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ،بہت سارے رب والوں نے۔ فَمَا وَهَنُوْا ،پس نہیں کی انہوں نے سستی۔ لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ،اس وجہ

سے جو تکلیف پہنچی ان کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں ۔ وَمَا ضَعُفُوْا ، اور نہ انہوں نے کمزوری دکھائی ۔ وَمَا اسْتَكَانُوْا ، اور نہ وہ دشمن کے سامنے دبے ۔ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ O ، اور اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے صبر کرنے والوں سے ۔ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ ، اور نہیں تھی بات ان کی ۔ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا ، مگر یہ کہ کہا انہوں نے ۔ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا ، اے ہمارے رب ہمیں بخش دے ، ہمارے گناہ ۔ وَاِسْرَافَنَا ، اور جو ہم نے زیادتیاں کی ہیں ۔ فِيْٓ اَمْرِنَا ، اپنے معاملے میں (ان کو بھی معاف فرمادے) ۔ وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا ، اور ہمارے قدموں کو ثابت رکھ ۔ وَانْصُرْنَا ، اور ہماری مدد فرما ۔ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ O ، کافر قوم کے مقابلے میں ۔ فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ، پس دیا ان کو اللہ تعالیٰ نے ۔ ثَوَابَ الدُّنْيَا ، دنیا کا بدلہ ۔ وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ، اور آخرت کا اچھا بدلہ بھی ۔ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ O اور اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے نیکی کے کام کرنے والوں سے ۔

اس سے پہلے غزوۂ احد کا ذکر چلا آرہا تھا ۔ غزوۂ احد میں ستر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے تھے ۔ اور بہت سارے زخمی ہوئے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی زخمی ہوئے ۔ کوئی کم ہی ایسے بچے رہ گئے ہوں گے کہ جن کو کوئی نہ کوئی گزند نہ پہنچا ہو ۔ تو دفعتاً اتنی موتیں ہوجائیں کہ لاشوں سے میدان بھرا ہوا ہو ۔ جب کہ موت تو ایک بھی بڑی ہے ۔ پھر جو زندہ ہوان کے بدنوں سے خون بہہ رہا ہو تو طبعی طور پر صدمہ تو ہوتا ہے ۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو سبق دیا ہے ۔ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ، اور نہیں اختیار کسی نفس کو یہ کہ وہ مرے مگر اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ ۔ یعنی موت و حیات بندے کے اختیار میں نہیں ہے ۔ جو کچھ ہوا ہے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوا ۔ خدا کو ایسے ہی منظور تھا ۔ شاعر نے کہا ہے ۔ ؎

لائی حیات آئے قضاء لے چلی چلے
نہ اپنی خوشی سے آئے نہ اپنی خوشی سے چلے

اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ موت نہیں آسکتی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر شام کے شہر حمص میں ہے۔ ان کا واقعہ آپ کئی مرتبہ سن چکے ہیں۔ کہ جب یہ بیمار ہوئے تو لوگ تیمار داری کے لئے آتے تھے۔ یہ جب کسی ساتھی کو دیکھتے تو رونا شروع کر دیتے۔ لوگوں نے سمجھا چونکہ موت نزدیک ہے شاید موت کے ڈر سے روتے ہیں۔ تو تسلی دیتے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک جتنی مخلوق آئی ہے باری باری سارے ہی جا رہے ہیں۔ "کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتُ"۔ ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ فرمایا اس لئے نہیں رو رہا کہ میری دنیا والی زندگی ختم ہو رہی ہے۔ اور نہ ہی میں کبھی موت سے ڈرا ہوں۔ سر سے لے کر پاؤں تک میرے بدن کا کوئی عضو ایسا نہیں ہے کہ جس پر کافر کا تیر تلوار اور نیزہ نہ لگا ہو۔ روتا اس لئے ہوں کہ مجھے شہادت کی موت نصیب نہیں ہوئی۔ "اَمُوْتُ كَمَوْتِ الْحِمَارِ"۔ اور گدھے کی طرح مر رہا ہوں۔ یعنی طبعی موت! مگر وہ اللہ تعالیٰ کی تلوار تھے کافر اللہ تعالیٰ کی تلوار کو کس طرح توڑ سکتے تھے۔ اگر کافر توڑ دیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی تلوار تو نہ ہوئی۔ رب تعالیٰ نے اپنی تلوار خود سنبھالے رکھی تو نفس اپنی مرضی سے نہیں مر سکتا۔ اور مرے گا بھی کِتٰبًا مُّؤَجَّلًا، نوشتہ ہے مقرر کیا ہوا۔ موت اپنے وقت سے ایک سیکنڈ بھی آگے پیچھے نہیں ہو سکتی۔ کسی کی موت کا جو وقت تحریر شدہ ہے وہ ٹل نہیں سکتا۔ اگر کوئی یہ سمجھے کہ علاج معالجے سے میری زندگی بڑھ جائے گی یا ہسپتال داخل ہونے سے یا مہنگی دوائی کھانے سے میرے سانس بڑھ جائیں گے۔ حاشا و کلا۔ ہرگز ایسا نہیں ہوگا۔ یہ سوچ بالکل غلط ہے۔ علاج اس واسطے کرائے کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ کہ اے اللہ کے بندو! جب تم بیمار ہو تو علاج کراؤ۔ اور جب سنت سمجھ کر علاج کرائے گا شفایاب ہو یا نہ ہو جو خرچہ کیا ہے اس کا ثواب ملے گا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں علاج کرا رہا ہے۔ باقی اس سے موت نہیں ٹل سکتی۔ ہاں اتنا ہو سکتا ہے کہ اس کا سانس آسانی کے ساتھ نکلے۔ لیکن سانس بڑھ نہیں سکتا۔ اور ہر شخص کو ثواب اس کی نیت اور ارادے کے مطابق ملتا ہے۔ فرمایا۔ وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا ، اور جو شخص ارادہ کرتا ہے دنیا کے بدلے کا۔ نُؤْتِهِ مِنْهَا ، ہم اس کو دے دیتے ہیں اس میں سے کچھ۔ یعنی اگر کسی کا ارادہ صرف دنیا کا ہے۔ تو کمائے محنت کرے۔ مشقت کرے دنیا مل جائے گی۔ مگر ہر خواہش پوری نہیں ہوگی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی منشاء ہے جتنا چاہے عطاء کر دے۔ میں دیکھتا ہوں کہ وہ لوگ جو لوہا کوٹتے تھے۔ آج کئی کئی کارخانوں کے مالک ہیں، کوشش کی۔ حلال حرام جو بھی ہے بہر حال ان کو ترقی ملی ہے۔ وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ ، اور جو شخص ارادہ کرے گا آخرت کے بدلے کا۔ نُؤْتِهِ مِنْهَا ، ہم اس کو اس میں سے دیں گے۔ یہ دنیا "مَزْرَعَةُ الْاٰخِرَةِ" ہے۔ یہاں جو کچھ کاشت کرے گا وہاں وہی کچھ کاٹے گا۔ دنیا کمانے والوں کو دنیا مل جائے گی اور آخرت کمانے والوں کو آخرت۔ پھر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم دیکھو کہ آخرت حاصل کرنے کیلئے بندوں کو وہ کام نہیں بتائے جو ان کے بس میں نہ ہوں اختیار میں نہ ہوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جتنی بھی عبادتیں ہیں وہ بندے کے بس میں ہیں۔ مثلاً ایک آدمی گھر میں ہے تو حکم ہے کہ نماز پوری پڑھے اور سفر کی مشقت کی وجہ سے آدھی کر دی اور سنتوں کو مستحب کا درجہ دے دیا۔ بیمار ہے قیام رکوع نہیں کر سکتا فرمایا بیٹھ کر پڑھ لے۔ سفر پر ہے روزہ نہیں رکھ سکتا اسکو اجازت ہے کہ چھوڑ دے لیکن بعد میں جتنے روزے چھوڑے ہیں ان کی گنتی

پوری کرے قضاء کرے اسی طرح ایک آدمی غریب ہے شریعت نے اسکو اسکا مکلف نہیں بنایا
کہ عقیقہ کرے قربانی دے زکوۃ ادا کرے یا حج کرے اس واسطے کہ اس کے پاس مال نہیں
ہے۔اور اگر مال ہو تو حج فرض ہے۔قربانی واجب ہے عقیقہ مستحب ہے۔وَسَنَجْزِی
الشّٰکِرِیْنَ O اور ہم بدلہ دیں گے شکرگزاروں کو۔ جو لوگ رب تعالیٰ کے انعامات کا شکر ادا
کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے وہ ضرور ان کو بدلہ دے گا ایک نیکی کرے گا دس گنا بدلہ ملے گا
فی سبیل اللہ کی مد میں کرے گا تو کم از کم سات سو گنا بدلہ ملے گا۔"وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنْ
یَّشَآءُ" ۔اور اللہ تعالیٰ بڑھاتا ہے جس کے لئے چاہتا ہے۔آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جہاد
پہلی امتوں پر بھی فرض تھا۔اور انھوں استقلال کا مظاہرہ کیا۔لہٰذا وہ مسلمانوں کے لئے اچھا
نمونہ ہیں۔وَکَاَیِّنْ مِّنْ نَّبِیٍّ ،اور کتنے ہی نبی تھے۔قٰتَلَ مَعَہٗ ،ان کے ساتھ مل کر جہاد کیا۔
رِبِّیُّوْنَ کَثِیْرٌ ،بہت سارے رب والوں نے۔مسلمانوں کو سمجھایا جارہا ہے کہ جہاد کا حکم صرف
آخری امت کے لئے ہی مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کی قوم پر جہاد فرض
ہوا تھا یہ الگ بات ہے کہ انہوں نے تسلیم نہیں کیا تھا "قَالُوْا" کہنے لگے۔"یٰمُوْسٰی اِنَّ فِیْھَا
قَوْمًا جَبَّارِیْنَ" (پارہ ۶)۔اے موسیٰ وہاں بڑے سخت لوگ ہیں ہم ان کے ساتھ نہیں لڑسکیں
گے۔"اِلٰی اَنْ "فَاذْھَبْ اَنْتَ وَرَبُّکَ فَقَاتِلَا" پس تم اور تمہارا رب جاؤ پس لڑو "اِنَّا ھٰھُنَا
قٰعِدُوْنَ" ہم یہیں بیٹھے رہیں گے کتنے غلط انداز میں انہوں نے جواب دیا۔لیکن کیا بات ہے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پروانوں کی کہ انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول اگر آپ ہمیں
حکم دیں گے تو ہم اپنی پیشانیاں پہاڑوں کے ساتھ ٹکرادیں گے۔اور اپنے گھوڑے دریا میں
ڈال دیں گے یقین جانو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں جیسے فدائی اور شیدائی کسی پیغمبر

کونصیب نہیں ہوئے ۔کیا مرد اور کیا عورتیں ۔تو کتنے پیغمبروں کے ساتھ مل کر اللہ والوں نے جہاد کیا۔فَمَا وَهَنُوْا ، پس نہیں کی انہوں نے سستی ۔لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ، اس وجہ سے جو تکلیف پہنچی ان کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں ۔وَمَا ضَعُفُوْا ، اور نہ انہوں نے کمزوری دکھائی ۔ وَمَا اسْتَكَانُوْا ، اور نہ وہ دشمن کے سامنے دبے۔ان لوگوں پر بڑی بڑی آزمائشیں آئیں مگر ان کے پاؤں میں لغزش نہ آئی اور ان سے بڑھ کر آپ کے صحابہ پر ہر طرح کی آزمائشیں آئیں مگر ان کو ئی ایمان سے ہٹا نہ سکا۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں مسیلمہ کذاب کے ساتھ جنگ ہوئی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی کمان میں مسیلمہ کذاب کا قبیلہ بنو حنیفہ اور بنو ثقیف اور ہوازن عرب کی جنگجو قوم میں تھیں یہ قبیلے لڑائی میں بڑے مشہور تھے مسیلمہ کے خلاف یمامہ کی جنگ چودہ سو مسلمان شہید ہوئے جن میں سات سو حافظ قرآن تھے اور کچھ گرفتار ہوئے انصار کے ایک خوبصورت نوجوان حضرت حبیب بن زید انصاری رضی اللہ عنہ ایک موقعہ پر گرفتار ہوئے ۲۵ ـ ۲۶ سال عمر تھی ان کو ملزم کے طور پر مسیلمہ کذاب کے پاس لایا گیا مسیلمہ کذاب نے سوال کیا کہ تیرا کیا نام ہے؟ کس قبیلے کے ساتھ تعلق رکھتا ہے؟ پھر پوچھا کہ لڑنے کیلئے کیوں آئے ہو؟ حضرت حبیب رضی اللہ عنہ نے کہا اس واسطے کہ تو نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوۃ کا دعوی کیا ہے۔اور آپ کے بعد نبوۃ کا دعوی کرنا کفر ہے اور ہم نے کافر کے ساتھ لڑنا ہے۔مسیلمہ کذاب نے کہا کہ میں تو کلمہ پڑھتا ہوں ۔ "اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَـهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُـهٗ" ۔اور یاد رکھنا مسیلمہ کذاب کلمہ بھی پڑھتا تھا۔اور کہتا تھا کہ میں محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نبوۃ کا منکر تو نہیں ہوں ۔ مجھے تو نبوۃ ملی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے

اور طفیل سے۔ جس طرح یہ قادیانی مرزا غلام احمد قادیانی کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ ظلی بروزی نبی ہے۔ "لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْم"۔ مسیلمہ کذاب نے کہا اے نوجوان!، اپنی جوانی پر ترس کھا اور باز آجا مجھے نبی تسلیم کر ورنہ "أُقَطِّعُكَ اَرْبًا،اَرْبًا"۔ میں تیرا ایک ایک جوڑ الگ کر دوں گا۔ حافظ ابنِ کثیر رحمہ اللہ نے یہ واقعہ نقل فرمایا ہے۔ حضرت حبیب بن زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا، "اَنْتَ وَذَاكَ"۔ جو تیرے دل میں آئے کر لے۔ اس نے جلاد کو بلایا اور تیز ٹوکا اس کے ہاتھ میں دیا اور کہا کہ اس کا ہاتھ کلائی سے کاٹ دے، اس نے کاٹ دیا۔ پھر ان سے سوال کیا انہوں نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں، اور تو کذاب ہے۔ پھر اس نے کہا کہ اب کہنی سے کاٹ۔ ایک ایک جوڑ سے کٹوا تا گیا اور سوال کرتا گیا اور وہ وہی جواب دیتے رہے۔ دونوں بازوؤں کے بعد پاؤں کو ایک ایک بند سے کاٹا اور انہوں نے وہی جواب دیا۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے رسول ہیں۔ اور تو کذاب ہے۔ پھر انہوں نے سینے پر برچھا مار کر شہید کر دیا۔ جان دے دی۔ مگر ایمان نہیں چھوڑا۔ ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ اس نے ہمیں سخت امتحان میں نہیں ڈالا۔ اور ہم اس کے قابل بھی نہیں ہیں۔ بالکل نہیں ہیں۔ ان کے ایمان بڑے مضبوط تھے اس واسطے امتحان بھی سخت تھے۔ ہمارے ایمان کمزور ہیں ہم ان باتوں کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ بلکہ آج ہماری حالت تو یہ ہے کہ ہم عدم جارحیت کی پیشکش کرتے ہیں کہ ہم نہیں لڑیں گے۔ اور یہ قرآن پاک کے بالکل خلاف ہے۔ قرآن پاک میں آتا ہے کہ۔ "وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا"۔ اور اگر وہ صلح کی پیشکش کریں تو آپ ان سے صلح کر لیں۔ یعنی اگر کافر پیشکش کریں نہ لڑنے کی تو تم سوچ سمجھ کر پیشکش کو قبول کر لو۔ آج حالت یہ ہے کہ وہ ہر مورچے پر ہمارے جوان شہید کر رہے ہیں۔

آبادیوں پر بم پھینک رہے ہیں۔ اور ہمارے حکمران امریکہ کو خوش کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ ہم بھارت کے ساتھ عدم جارحیت کا معاہدہ کرتے ہیں۔ "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ"۔ وہ تمہاری پیشکش کو سمجھیں گے کہ یہ کمزور ہیں۔ امتحان کا وقت آ جائے تو تکلیفوں پر صبر کرو۔ وَاللهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ☆، اور اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے صبر کرنے والوں سے۔ صبر بھی کرو اور اللہ تعالیٰ سے مانگو بھی۔ پہلوں کا بھی یہی طریقہ رہا ہے۔ فرمایا وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ، اور نہیں تھی بات ان کی۔ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا، مگر یہ کہ کہا انہوں نے اے ہمارے رب ہمیں بخش دے، ہمارے گناہ۔ وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا، اور جو ہم نے زیادتیاں کی ہیں، زندگی میں جو ہم سے زیادتیاں ہوئی ہیں۔ اپنے معاملے میں (ان کو بھی معاف فرما دے)۔ اور اے پروردگار! وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا، اور ہمارے قدموں کو ثابت رکھ۔ دشمن کے مقابلے میں۔ مسلمان کا جب ایمان مضبوط ہو۔ اور صبر کا دامن نہ چھوڑے اور زبان پر اللہ تعالیٰ سے نصرۃ کی دعاء ہو تو مسلمانوں کی تھوڑی تعداد بھی کافروں پر غالب آتی ہے۔ دوسرے پارے کے آخر میں آپ حضرت طالوت رحمہ اللہ کا واقعہ سن چکے ہیں کہ یہ کل تین سو تیرہ/۳۱۳ تھے۔ بمع حضرت طالوت علیہ السلام کے۔ اور مقابلہ میں کافروں کا جرنیل جالوت ایک لاکھ فوج کے ساتھ تھا۔ کیا نسبت ہے تین سو تیرہ کو ایک لاکھ کے ساتھ۔ لیکن قرآن پاک میں آتا ہے۔ "كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً ۢ بِاِذْنِ اللهِ وَاللهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ" O کتنی ہی چھوٹی جماعتیں غالب آ جاتی ہیں۔ بہت ساری جماعتوں پر اللہ کے حکم کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان تین سو تیرہ کو ایک لاکھ پر فتح عطاء فرمائی۔ قرآن پاک میں ہے۔ "فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللهِ"۔ پس ان مومنوں نے

شکست دی ان کافروں کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔تو قلت، کثرت کا سوال نہیں ہے۔اصل بات ایمان کی ہے۔ پوری دنیا میں دو جگہوں پر ٹینکوں کی سب سے بڑی لڑائی ہوئی ہے۔ایک ہٹلر کے دور میں "غالمِیْن" کے مقام پر۔اور دوسرے ہمارے ہاں چونڈہ ضلع سیالکوٹ کے مقام پر۔اس محاذ پر بڑا پختہ مسلمان کیپٹن ایس اے زبیری تھا۔اس کے پاس تین ٹینک اور ایک سو نوجوان تھے۔ مقابلہ میں ایک ہزار ٹینک اور ہزاروں کی تعداد میں فوجی تھے۔مردِ مومن کیپٹن ایس اے زبیری نے اپنے مرکز سے رابطہ قائم کیا۔اور صورتِ حال سے آگاہ کیا۔کہ میرے پاس تین ٹینک اور ایک سو جوان ہیں اور مقابلہ میں ایک ہزار ٹینک اور ہزاروں کی تعداد میں فوجی ہیں۔ مجھے کیا حکم ہے؟۔مرکز نے کہا کہ جوانوں کو نہ مرواؤ، واپس آجاؤ۔مجاہد زبیری نے کہا قرآن پاک میں آتا ہے کہ۔"کَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً ، بِاِذْنِ اللهِ" لہٰذا تم مجھے صرف چوبیس گھنٹوں کی اجازت دے دو۔مرکز نے اجازت دے دی۔ایک سو آدمیوں نے تین ٹینکوں کے ساتھ چھ ہزار کا مقابلہ کیا۔اور ایک ہزار ٹینک کے پرخچے اڑا دیئے۔اللہ تعالیٰ نے نصرت فرمائی اور غالب آئے۔تو قلت کثرت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔اصل بات ہے ایمان کی یہی وجہ ہے کہ ہندوؤں کی تعداد نوے کروڑ ہے اور ہم پاکستانی چودہ کروڑ ہیں۔ مگر وہ ہم سے ڈرتے ہیں۔کاش کہ ہمارے شرابی حکمران خدا سے ڈریں تو بات ہی اور ہو جائے۔اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت عطاء فرمائے۔اگر ہمارے حکمران صحیح معنی میں مسلمان بن جائیں۔تو ہم ہندوؤں کو اس طرح چیر پھاڑ دیں جس طرح چیتا بھیڑوں کو چیرتا پھاڑتا ہے۔ فرمایا، وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ O، اور ہماری مدد فرما کافر قوم کے مقابلے میں۔فَاٰتٰهُمُ اللهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا ، پس دیا ان کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کا بدلہ۔کہ مالِ غنیمت اتنا دیا کہ اٹھا نہیں سکتے

تھے۔ وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ، اورآخرت کا اچھابدلہ بھی۔اوراللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ وَاللہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ O اوراللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے نیکی کے کام کرنے والوں سے۔جواچھے کام کرے گا اللہ تعالیٰ کامحبوب قرار پائے گا۔اللہ تعالیٰ سب کوتوفیق عطاءفرمائے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِیْعُوا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یَرُدُّوْكُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ ﴿۱۴۹﴾ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْۚ وَ هُوَ خَیْرُ النّٰصِرِیْنَ ﴿۱۵۰﴾ سَنُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَاۤ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًاۚ وَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُؕ وَ بِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَ لَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖۚ حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ وَ تَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ وَ عَصَیْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَؕ مِنْكُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الدُّنْیَا وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الْاٰخِرَةَۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِیَبْتَلِیَكُمْۚ وَ لَقَدْ عَفَا عَنْكُمْؕ وَ اللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۵۲﴾

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا ، اے لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ اِنْ تُطِیْعُوْا ، اگر تم اطاعت کرو گے۔ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ، ان لوگوں کی جو کافر ہیں۔ یَرُدُّوْكُمْ ، تمہیں وہ لوٹا دیں۔ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ، تمہاری ایڑیوں کے بل۔ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ O پس تم لوٹو گے نقصان اٹھاتے ہوئے۔ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ، بلکہ اللہ ہی تمہارا آقا ہے۔ وَ هُوَ خَیْرُ النّٰصِرِیْنَ O ، اور وہ تمام مدد کرنے والوں میں بہتر مدد کرنے والا ہے۔ سَنُلْقِیْ ، عنقریب ہم ڈالیں گے۔ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ ، ان لوگوں کے دلوں میں جو کافر ہیں رعب۔ بِمَاۤ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ ، اس

وجہ سے کہ انہوں نے شریک ٹھہرایا اللہ کے ساتھ۔ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ، ان چیزوں کو نہیں نازل فرمائی اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں کوئی دلیل۔ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ، اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِیْنَ O اور برا ٹھکانہ ہے ظالموں کا۔ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ ، اور البتہ تحقیق سچ کر دکھایا اللہ نے تمہارے ساتھ۔ وَعْدَهٗۤ ، اپنا وعدہ۔ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ، جب تم ان کو قتل کر رہے تھے اللہ کے حکم سے۔ حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ ، یہاں تک کہ جب تم نے بزدلی کا اظہار کیا۔ وَتَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ ، اور تم نے جھگڑا کیا اس معاملے میں۔ وَعَصَیْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ ، اور تم نے نافرمانی کی بعد اس کے۔ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ، اللہ نے تمہیں دکھائی وہ چیز جس کو تم پسند کرتے تھے۔ مِنْكُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الدُّنْیَا ، تم میں سے وہ بھی تھے جو دنیا کا ارادہ کرتے تھے۔ وَمِنْكُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الْاٰخِرَةَ ، اور تم میں سے وہ بھی تھے جو آخرت کا ارادہ کرتے تھے۔ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ ، پھر پھیر دیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان سے۔ لِیَبْتَلِیَكُمْ ، تاکہ اللہ تمہیں امتحان میں ڈالے۔ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ، اور البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمہیں معاف کر دیا ہے۔ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ O ، اللہ تعالیٰ فضل والا ہے ایمان والوں پر۔

پہلے سے غزوۂ احد کا ذکر چلا آ رہا ہے۔ اس غزوہ میں مشرکین مکہ بڑی تیاری کے ساتھ آئے تھے۔ کیونکہ غزوہ بدر میں ان کا بڑا نقصان ہوا تھا۔ کہ ان کے ستر سردار مارے گئے اور ستر گرفتار ہوئے باقیوں کو بھاگنے کا راستہ نہ ملا۔ اس کا ان کو بڑا صدمہ تھا۔ کہ ہم تعداد میں بھی زیادہ تھے اور ہمارے پاس اسلحہ بھی وافر مقدار میں تھا اور ضروریات زندگی بھی ہمارے پاس کافی تھیں۔ مگر تھوڑے سے آدمیوں نے آٹھ تلواروں کے ساتھ ہمارے سر کاٹ دیئے۔ اس وجہ سے ان کے جذبات کافی بھڑکے ہوئے تھے۔ چنانچہ مشرکینِ مکہ ہجرت کے تیسرے سال تین ہزار کا مسلح

لشکر لے کر چلے اور اس چلنے کو انہوں نے خفیہ رکھا کہ اچانک جا کر مسلمانوں پر حملہ کر دیں گے۔
اور خفیہ طور پر یہودی بھی ان کے ساتھ ملے ہوئے تھے۔ اور یہودیوں کی طاقت بھی کافی تھی۔
جب مدینہ طیبہ کے بالکل قریب آ گئے تو معلوم ہوا کہ دشمن کا بہت بڑا لشکر جنگ کے لئے آ گیا
ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی۔ کہ حضرت دشمن کا بہت بڑا لشکر ڈھول بجاتے
ہوئے بھنگڑا ڈالتے ہوئے اور اچھلتے کودتے ہوئے قریب آ گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے حکم دیا کہ فوراً میدانِ جنگ میں پہنچو۔ مسلمان جب چلنے لگے تو منافقوں نے ان کی
ہمتیں پست کرنے کے لئے خاصا پروپیگنڈہ کیا کہ پچھلے سال ان کو شکست ہوئی تھی اور ان کا بڑا
نقصان ہوا تھا۔ انہوں نے خوب بدلہ لینا ہے وہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے، لہٰذا نہ جاؤ۔ لیکن
مسلمانوں نے ان کے اس پروپیگنڈے کا کچھ اثر نہ لیا۔ اور چل پڑے۔ بادلِ ناخواستہ
منافقوں کو بھی ساتھ جانا پڑا۔ لیکن خفیہ طور پر منافقوں نے آپس میں مشورہ کر کے یہ طے کر
لیا تھا کہ جنگ میں شریک نہیں ہونا چنانچہ ایک ہزار کا یہ لشکر احد کے دامن میں پہنچ گیا جس میں
تین سو منافقین تھے۔ منافق کہنے لگے کہ ہم نے ہر حال میں واپس جانا ہے۔ کوئی بہانہ بناؤ۔
تاکہ ہمیں لڑنا نہ پڑے۔ اور واپس گھر چلے جائیں۔ اس بہانے کا ذکر بھی آگے آ رہا ہے۔ کہنے
لگے۔ "**لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّا تَّبَعْنَاكُمْ**"۔ اگر ہم جانتے کوئی لڑائی تو ضرور تمہارا اتباع کرتے
چونکہ مشرک ابھی پہنچے نہیں تھے۔ اس لئے کہنے لگے۔ کہ یہاں تو لڑائی کا کوئی سماں نہیں ہے۔
پتھروں سے لڑنا ہے؟ ہم جا رہے ہیں۔ اور ایک یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ یہ کوئی لڑائی
ہے۔ کہ ایک طرف تھوڑے سے آدمی اور دوسرے طرف اتنا بڑا لشکر یہ تو خالص موت ہے۔
لڑائی تو یہ ہوتی ہے کہ دشمن ایک گنا زیادہ ہو یا دوگنا زیادہ ہو۔ یہ تو خدا کی مخلوق چل کے آئی

ہوئی ہے۔ ان کے ساتھ لڑنا تو موت کے منہ میں جانا ہے۔ یہ بہانہ بنا کر واپس چل پڑے۔ ہر دور میں کچھ لوگ سمجھ دار ہوتے ہیں اور کچھ سادہ ہوتے ہیں۔ شریر قسم کے لوگ ان کی سادگی سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں۔ چنانچہ جب یہ بہانہ بنا کر چلے تو کچھ مخلص لوگ بھی اس کا شکار ہو گئے۔ جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ کہ قبیلہ بنو سلمہ اور بنو حارثہ والے کہنے لگے کہ یہ واپس جار ہے ہیں۔ لہٰذا ہم بھی واپس جائیں۔ پھر ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جار ہے ہیں۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جار ہے ہیں۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ جار ہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ نہیں جار ہے۔ چونکہ مخلص لوگ تھے صرف ان کے پروپیگنڈے کا شکار ہو گئے تھے۔ ایمان کی برکت سے ان کو اللہ تعالیٰ نے استقامت عطاء فرمائی۔ کہنے لگے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واپس نہیں جار ہے تو ہم بھی نہیں جائیں گے۔ جو ہوگا دیکھا جائے گا آج کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو تنبیہ فرمائی ہے کہ منافقین کے پروپیگنڈے سے متاثر نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِیْعُوا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ، اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اگر تم اطاعت کرو گے ان لوگوں کی جو کافر ہیں۔ یَرُدُّوْكُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ، تمہیں وہ لوٹا دیں تمہاری ایڑیوں کے بل۔ یعنی جس طرح پہلے تم کافر تھے پھر اسی طرح کافر ہو جاؤ گے۔ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ ۝ ، پس تم لوٹو گے نقصان اٹھاتے ہوئے۔ مطلب یہ ہے کہ دین پر قائم رہو اور کافروں کی باتوں پر توجہ نہ دو اور جو منافق ہیں یہ کھلے کافروں سے زیادہ خطرناک ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی سزا دوزخ میں سب سے زیادہ سخت رکھی ہے۔ فرمایا! "اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ" ۔ (پارہ ۵)۔ بے شک منافق لوگ دوزخ کے سب سے نیچے کے حصے میں ہوں گے اور نیچے والے حصے میں سب سے

زیادہ سخت سزا ہوگی۔ اس لئے کہ کھلا دشمن اتنا خطرناک نہیں ہوتا۔ جتنا خفیہ یہ منافق مارِ آستین ہیں کہ بظاہر کلمہ بھی پڑھتے ہیں۔ نمازیں بھی بلکہ مخلص مومن مسجد میں تاخیر سے آتے تھے۔ اور یہ پہلی صفوں پر بیٹھے ہوتے تھے۔ مگر دلوں میں کھوٹ تھا اور بات اتنی غور سے سنتے تھے کہ آدمی سمجھتا تھا کہ میری بات ان کے دلوں پر اثر کر رہی ہے۔ فرمایا ان سے بچو۔ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰكُمْ، بلکہ اللہ ہی تمہارا آقا اور مددگار ہے۔ وہی تمہارا خالق ہے۔ بے شک کافر زیادہ ہیں لیکن وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ O، اور وہ تمام مدد کرنے والوں میں بہتر مدد کرنے والا ہے۔ قاعدے کے مطابق اگر رب تعالیٰ سے مدد طلب کی جائے تو اس کے سامنے کوئی کچھ نہیں ہے۔ وہ ایک لمحے میں بہت کچھ کر سکتا ہے۔ دیکھو اس وقت صنعتی اعتبار سے جاپان پوری دنیا میں پہلے نمبر پر ہے۔ اور آج سے چند سال پہلے وہاں صرف سترہ/۱۷ سیکنڈ زلزلہ آیا تھا۔ جاپانی لیڈروں اور سائنس دانوں نے بیان جاری کیا تھا کہ اس سترہ سیکنڈ کے زلزلے سے جو نقصان ہوا ہے وہ ہم پورا زور صرف کر کے بھی کئی سالوں میں پورا نہیں کر سکتے۔ حالانکہ جاپان نے صنعت میں یورپ کو بھی مات دے دی ہے اور صنعت ان کے لئے بچوں کا کھیل ہے۔ تو ان کا یہ حال ہے تو اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی شئی کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ وہ رب ہے۔ فرمایا، کافروں سے نہ ڈرو۔ سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ، عنقریب ہم ڈالیں گے ان لوگوں کے دلوں میں جو کافر ہیں رعب۔ احد کے موقع پر ایسا ہی ہوا بظاہر کافروں کو کامیابی حاصل ہوئی۔ بہت سارے اکابر مسلمان شہید ہوئے مگر پھر کافر وہاں ٹھہر نہ سکے۔ ایک موقع پر ابوسفیان کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ مسلمان تعداد میں تھوڑے سے تو تھے ان میں سے شہید اور زخمی بھی ہوئے مگر ہم پھر بھی واپس پلٹ رہے ہیں۔ واپس جا کر ان کا کام تمام کر دینا چاہیے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے

دلوں میں ایسا رعب ڈالا کہ انہیں دوبارہ حملہ کرنے کی ہمت نہ ہوئی اور واپس مکے لوٹ گئے۔
البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخمی صحابہ رضی اللہ عنہم نے آٹھ میل
تک کفار کا تعاقب کیا اور ان پر رعب اس لئے مسلط کیا۔ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ ، اس وجہ سے کہ
انہوں نے شریک ٹھہرایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ مَالَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ، ان چیزوں کو کہ نہیں
نازل فرمائی اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں کوئی سند۔ یعنی مشرکین کے پاس شرک پر کوئی
دلیل نہیں ہے۔ کسی نے لات کو کسی نے مناۃ کو کسی نے عزیٰ کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنایا ہوا تھا کوئی
کسی کو حاجت روا سمجھتا ہے۔ مگر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے کہ ان میں خدائی اوصاف کس
طرح آ گئے ہیں۔ اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ، اور ان
کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ۝ اور برا ٹھکانہ ہے ظالموں کا۔ پہلے یہ بات
بیان ہو چکی ہے کہ اے ایمان والو! اگر تم تقویٰ اختیار کرو گے اور صبر کی راہ پر قائم رہو گے تو
یقیناً تمہیں فتح اور سربلندی حاصل ہوگی۔ چنانچہ غزوۂ احد میں ابتداءً اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو
فتح عطاء فرمائی حالانکہ کافر تعداد میں بھی زیادہ تھے۔ اور اسلحہ بھی ان کے پاس وافر مقدار میں
تھا۔ کیونکہ مسلمان ایک ہزار تھے۔ اور ان میں سے بھی تین سو منافق واپس آ گئے تھے۔ اور باقی
جو سات سو تھے۔ ان کے پاس بھی اسلحہ نامکمل تھا۔ جس طرح بدر میں آٹھ تلواریں تھیں اسی
طرح غزوۂ احد میں بھی اکثریت تلواروں سے محروم تھی۔ اور تین ہزار مسلح افراد کے ساتھ
مقابلہ تھا۔ مگر اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطاء فرمائی۔ بخاری شریف کی
روایت کے مطابق کافر پگڑیاں چادریں اور اپنے ہتھیار چھوڑ کے بھاگے مگر مسلمانوں کی ایک
کوتاہی کی وجہ سے جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔ اور فتح شکست میں تبدیل ہوگئی۔ احد کے دامن میں

ایک چھوٹا سا ٹیلہ ہے اس کو جبلِ رماۃ کہتے ہیں رُمَاۃ رامی کی جمع ہے۔ تیراندازوں کی پہاڑی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبلِ رُمَاۃ پر حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں پچاس تیراندازوں کی ایک جماعت مقرر فرمائی تھی اور انہیں حکم دیا تھا کہ ہمیں فتح ہو یا شکست تم نے اس مورچے کو نہیں چھوڑنا۔ میدان جانے اور ہم جائیں تم دیکھو کہ ہمارے جسموں کو پرندے نوچ رہے ہیں، پھر بھی اس مورچے کو نہیں چھوڑنا۔ جب تیراندازوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کو فتح حاصل ہوگئی ہے۔ اور دشمن بھاگ نکلا ہے۔ اور میدان مالِ غنیمت سے بھرا ہوا ہے اور ہمارے ساتھیوں نے اس کو سمیٹنا شروع کر دیا ہے تو ہمیں بھی جا کر غنیمت اکٹھی کرنی چاہیے۔ اور اس میں کوئی ذاتی لالچ نہیں ۔ کیونکہ جمع کرنے والا مالک نہیں بن جاتا۔ بلکہ مالِ غنیمت کے متعلق اصول یہ ہے کہ جب مالِ غنیمت جمع ہو جاتا ہے۔ تو امیرِ لشکر اس کے پانچ حصے کرتا ہے۔ پانچواں حصہ خمس کہلاتا (بیت المال کا ہوتا ہے)۔ اور باقی چار حصے امیرِ لشکر مجاہدین میں تقسیم کرتا ہے۔ بس شوقیہ طور پر کہ یہ تلوار میں لاتا ہوں کہ میرا نام ہو یہ بات ذہن میں آئی لیکن تیراندازوں میں اختلاف رائے پیدا ہوا ان کے قائد کی رائے یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق انہیں یہیں موجود رہنا چاہیے۔ تاہم اکثریت کی رائے تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا موجود رہنے کا حکم تاکیدی تھا۔ اور مطلب یہ تھا کہ ہماری ضرورت پڑے گی۔ اور اب جب فتح حاصل ہوگئی ہے تو اب وہیں ٹھہرنا کچھ ضروری نہیں رہا۔ اب تو میدان ہمارا ہے۔ امیرِ لشکر حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کافی سمجھایا کہ ایسا نہ کرو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زبان مبارک سے نکلے ہوئے لفظوں کی قدر کرو۔ مورچہ نہ چھوڑو۔ چنانچہ جو جلد باز ساتھی تھے۔ جبلِ رُمَاۃ سے اتر کر مالِ غنیمت کے جمع کرنے میں مشغول ہوگئے۔ اور

پہاڑی پر حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ صرف دس آدمی باقی رہ گئے ادھر خالد بن ولید جو اس وقت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں ہوئے تھے۔ اور جنگی امور کے بڑے ماہر تھے انہوں نے دیکھا کہ فوجی اعتبار سے جو اہم مورچہ تھا وہ کمزور ہوگیا ہے۔ وہ اپنے دستہ کے دوسو گھوڑ سواروں کے ہمراہ اس جبلِ رُماۃ پر حملہ آور ہوئے۔ جسے مسلمان تیر اندازوں کی اکثریت چھوڑ چکی تھی۔ مورچے پر موجود مجاہدین کو شہید کیا آگے بڑھے اور آواز دی۔ او قریشیو! میں خالد بن ولید ہوں میں نے پیچھے سے حملہ کر دیا ہے تم آگے سے پلٹو۔ اس طرح مسلمان کافروں کے دولشکروں کے درمیان گھر گے۔ ان میں ایسی افراتفری پھیلی کہ خود مسلمان، مسلمانوں کے ہاتھوں شہید ہونے لگے۔ حتیٰ کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے والد حضرت یمان رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے ہاتھوں شہید ہوگئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ستر مسلمان شہید ہوگئے۔ اور کوئی رہ گیا ہوگا جو زخمی نہ ہوا ہو۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ اقدس زخمی ہوا نیچے کا ایک دانت مبارک شہید ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بے ہوشی طاری ہوگئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر گر گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرنے والے دس میں سے نو شہید ہوگئے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر نیزے اور تیر کے اتنے زخم آئے جس سے ہاتھ شل ہوگیا۔ حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے اپنی پشت کو ڈھال بنا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کیا۔ تو یہ سارا نقصان پیغمبر علیہ السلام کی حکم عدولی کی وجہ سے ہوا اگرچہ وہ حکم عدولی اجتہادا ہوئی۔ تو رب تعالیٰ نے تو اپنا وعدہ پورا کر دیا کہ جب تم قاعدے کے مطابق لڑے اللہ تعالیٰ نے فتح عطاء فرمائی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ، اور البتہ تحقیق سچ کر دکھایا اللہ نے تمہارے ساتھ اپنا وعدہ۔ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ، جب تم ان کو قتل

کررہے تھے اللہ کے حکم سے۔ابتدائی مرحلے میں۔حتّٰی اِذَا فَشِلْتُمْ، یہاں تک کہ جب تم نے بزدلی کا اظہار کیا۔وَتَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ ،اور تم نے جھگڑا کیا اس معاملے میں۔کہ کچھ نے کہا کہ ہمیں اتر کر مالِ غنیمت اکٹھا کرنا چاہیے۔کیونکہ اب یہاں ہماری ضرورت نہیں ہے۔اور کچھ نے کہا نہیں۔بلکہ ہمیں یہیں کھڑا رہنا چاہیے۔کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ فتح ہو یا شکست تم نے مورچہ نہیں چھوڑنا۔اس جھگڑے کا ذکر ہے۔وَعَصَیْتُمْ مِّنْ ۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ،اور تم نے نافرمانی کی بعد اس کے اللہ نے تمہیں دکھائی وہ چیز جس کو تم پسند کرتے تھے۔یعنی فتح کو تم پسند کرتے تھے وہ تمہیں حاصل ہوگئی مگر جب تم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو ماننے نہ ماننے کے متعلق اختلاف کیا اور مالِ غنیمت کے پیچھے پڑ گئے تو کایا پلٹ گئی۔ مِنْكُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الدُّنْیَا ،تم میں سے وہ بھی تھے جو دنیا کا ارادہ کرتے تھے۔یعنی مالِ غنیمت کا۔ وَمِنْكُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الْاٰخِرَةَ، اور تم میں سے وہ بھی تھے جو آخرت کا ارادہ کرتے تھے۔امیرِ لشکر اور تقریباً نو دس آدمی اور جو اس کے ساتھ مورچے پر کھڑے رہے۔اور پچھلی طرف سے خالد بن ولید نے جو اس وقت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں ہوئے تھے دو سو گھوڑ سواروں کے دستے کے ہمراہ حملہ کر دیا جو مورچے پر تھے بمع امیرِ لشکر حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے، وہاں شہید ہوگئے۔حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان تینوں بزرگوں کی قبریں ایک ہی جگہ پر ہیں۔چوکونی کے اندر۔اور باقی شہداء کی قبریں آگے ہیں۔پہلے کوئی پابندی نہیں ہوتی تھی اور اب حکومت نے اردگرد چار دیواری کھڑی کر دی ہے۔اب دور سے جالیوں سے دیکھ سکتے ہیں۔اسی طرح پہلے جنت البقیع میں بھی پہلے عام لوگ ہر وقت جا سکتے تھے مگر اب صرف

مخصوص وقت میں جاسکتے ہیں ۔ پابندی کی وجہ یہ ہوئی کہ کسی خبیث نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر پاخانہ کر دیا تھا۔ حالانکہ جنت البقیع میں جتنے لوگ مدفون ہیں ان میں سب سے زیادہ درجہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ تو اس شرارت کے نتیجہ میں سعودی حکومت نے مجبوراً چاردیواری کرادی اور پابندی لگادی تاکہ کوئی خبیث شرارت نہ کر سکے۔ اور بزرگوں کی توہین نہ ہو۔ جنرل ضیاء الحق کے دور میں سڑک کے دوسرے کنارے ایک بہت بڑا ہوٹل تھا اس کو ایرانیوں نے کرایہ پر لیا۔ اس کے نیچے سے ایک سرنگ نکالی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جسد مبارک کو نکال کر ایران لے جانے کے لئے۔ رات کو مٹی نکال کر دور پھینک آتے تھے۔ معلوم ہونے پر پکڑے گئے۔ ان کو کڑی سزا ملی۔ اور ہوٹل گرا کر سڑک بنادی گئی۔ اللہ تعالیٰ ان شریر لوگوں سے بچائے۔ فرمایا، ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ ، پھر پھیر دیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان سے۔ پہلے تم غالب تھے پھر وہ غالب ہوگئے۔ لِيَبْتَلِيَكُمْ، تاکہ اللہ تمہیں امتحان میں ڈالے۔ کہ کفار کا پلہ بھاری ہونے کے بعد کس حد تک ثابت قدم رہتے ہو۔ اور یہ اس غلطی کا خمیازہ تھا کہ تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح حکم کی مخالفت کی۔ لیکن، وَلَقَدْ عَفَا عَنكُمْ ، اور البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمہیں معاف کر دیا ہے۔ کیونکہ یہ جو کچھ تم سے ہوا غلط فہمی کی وجہ سے ہوا۔ بدنیتی سے نہیں ہوا۔ غلط فہمی اور چیز ہے اور بدنیتی اور چیز ہے۔ دونوں میں بڑا فرق ہے۔ وَاللّٰهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ ○ ، اللہ تعالیٰ فضل والا ہے ایمان والوں پر۔

اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰۤى اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِیْۤ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَاۤ اَصَابَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵۳﴾ ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ ۙ وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ؕ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَیْءٍ ؕ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ؕ يُخْفُوْنَ فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ؕ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ؕ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِیْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ وَلِيَبْتَلِیَ اللّٰهُ مَا فِیْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِیْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۵۴﴾

اِذْ تُصْعِدُوْنَ ، جب تم پہاڑ پر چڑھے جارہے تھے۔ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰۤى اَحَدٍ ، اور تم مڑ کے نہیں دیکھتے تھے کسی کو۔ وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ ، اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہیں بلاتے تھے۔ فِیْۤ اُخْرٰىكُمْ ، تمہاری پچھلی صفوں میں سے۔ فَاَثَابَكُمْ ، پس پہنچایا اللہ تعالیٰ نے تمہیں۔ غَمًّۢا بِغَمٍّ ، غم پر غم۔ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا ، تاکہ تم آئندہ نہ غم کھاؤ۔ عَلٰى مَا فَاتَكُمْ ، ان چیزوں پر جو تمہارے

ہاتھوں سے نکل گئی ہیں ۔ وَلَا مَآ اَصَابَکُم ، اور نہ اس تکلیف پر جو تمہیں پہنچی ہے ۔ وَاللّٰہُ خَبِیْرٌ ، بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○ ، اور اللہ تعالیٰ خبردار ہے ان عملوں سے جو تم کرتے ہو ۔ ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَیْکُمْ ، پھر نازل کیا تم پر ۔ مِّنْ بَعْدِ الْغَمِّ ، غم کے بعد ۔ اَمَنَۃً ، امن ۔ نُّعَاسًا ، اونگھ ۔ یَّغْشٰی طَآئِفَۃً مِّنْکُمْ ، جو ڈھانپ رہی تھی تم میں سے ایک گروہ کو ۔ وَطَآئِفَۃٌ ، اور ایک گروہ تھا ۔ قَدْ اَھَمَّتْھُمْ اَنْفُسُھُمْ ، کہ ان کو پریشان کر دیا تھا ان کی جانوں نے ۔ یَظُنُّوْنَ بِاللّٰہِ ، خیال کرتے تھے اللہ تعالیٰ کے بارے میں ۔ غَیْرَ الْحَقِّ ، ناحق ۔ ظَنَّ الْجَاھِلِیَّۃِ ، (زمانہ) جاہلیت کے گمان کی طرح ۔ یَقُوْلُوْنَ ، وہ کہتے تھے ۔ ھَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَیْءٍ ، کیا ہے ہمارے لئے اس معاملے میں کچھ بھی ۔ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ کُلَّہٗ لِلّٰہِ ، کہہ دیجئے ! ۔ بے شک معاملہ سارے کا سارا اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے ۔ یُخْفُوْنَ فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ ، یہ مخفی رکھتے ہیں اپنے دلوں میں ۔ مَا لَا یُبْدُوْنَ لَکَ ، اس چیز کو جو نہیں ظاہر کرتے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے ۔ یَقُوْلُوْنَ ، کہتے ہیں ۔ لَوْ کَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ ، اگر ہوتی ہمارے لئے اس معاملے میں کوئی شے ۔ مَّا قُتِلْنَا ھٰھُنَا ، ہم نہ قتل کئے جاتے یہاں ۔ قُلْ لَّوْ کُنْتُمْ فِیْ بُیُوْتِکُمْ ، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیں ! اگر ہوتے تم اپنے گھروں میں ۔ لَبَرَزَ الَّذِیْنَ ، البتہ نکلیں وہ لوگ ۔ کُتِبَ عَلَیْھِمُ الْقَتْلُ ، جن پر لکھا گیا ہے قتل ہونا ۔ اِلٰی مَضَاجِعِھِمْ ، اپنے گرنے کی جگہوں کی طرف ۔ وَلِیَبْتَلِیَ اللّٰہُ ، اور تاکہ اللہ تعالیٰ امتحان لے ۔ مَا فِیْ صُدُوْرِکُمْ ، اس چیز کا جو تمہارے دلوں میں ہیں ۔ وَلِیُمَحِّصَ ، اور تاکہ اللہ تعالیٰ خالص کر دے ۔ مَا فِیْ قُلُوْبِکُمْ ، اس چیز کو جو تمہارے دلوں میں ہے ۔ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ○ ، اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے دلوں کے رازوں کو ۔

پہلے سے غزوۂ احد کا ذکر چلا آ رہا ہے ۔ اور غزوہ اس جنگ کو کہتے ہیں جس میں آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم خود شریک ہوئے ہوں۔ اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جہاد کا حکم دیا ہو کہ تم فلاں جگہ پر جاؤ تو اس کو "سریہ" کہتے ہیں۔ اور جس جہاد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم شریک نہیں ہوئے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم نہیں دیا تو وہ محض جہاد کہلاتا ہے۔ ہجرت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دس سال مدینہ طیبہ میں رہے ہیں۔ اور نو سالوں میں ستائیس غزوے ہوئے ہیں۔ یوں سمجھو کہ اوسطاً ایک سال میں تین غزوے ہوئے ہیں۔ اور ان غزووں میں طرفین سے جو آدمی مارے گئے ہیں ان کی کل تعداد ایک ہزار اڑتالیس / ۱۰۴۸ ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو جہاد ہوئے ہیں ان میں مسلمان بھی بہت شہید ہوئے ہیں۔ اور کافر بھی کافی تباہ ہوئے ہیں۔ تو غزوۂ احد ہجرت کے تیسرے سال پیش آیا جس کی خاصی تفصیل آپ سن چکے ہیں۔ کہ مسلمانوں کو پیشگی اطلاع کئے بغیر اچانک، تین ہزار کا لشکر مدینہ طیبہ کے قریب آ گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعض باتیں محض افواہ ہوتی ہیں۔ تحقیق کرلو کہ واقعۃً دشمن حملہ آور ہو رہا ہے۔ یا کوئی مسافر قافلہ ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بڑے پھرتیلے، کام میں چست، اور چلنے میں اتنے تیز تھے کہ جس کا کوئی حساب نہیں ہے۔ تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا واقعۃً قریش بمع کچھ اور خاندانوں کے مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کے لئے آئے ہیں۔ تاکہ بدر کی ذلت کا بدلہ چکائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہنگامی حالت کا اعلان فرما دیا۔ اور حکم دیا کہ فوراً احد کے میدان میں پہنچو یہ احد پہاڑ مدینہ سے دو تین میل کی مسافت پر ہے۔ اور اب تو مدینہ طیبہ کی آبادی دور دور تک چلی گئی ہے۔ تو احد پہاڑ کے دامن میں جنگ کی تیاری شروع ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ طیبہ سے ایک ہزار آدمی آیا تھا مگر تین سو منافق حیلہ

بہانہ کر کے واپس چلے گئے۔ باقی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات سورہ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف دستے بنا کر مختلف ساتھیوں کی کمان میں دے دیئے۔ کہ فلاں دستے کا کمانڈر فلاں ہوگا۔ اور فلاں دستے کا کمانڈر فلاں ہوگا۔ اور یہ بھی سمجھا دیا کہ کس نے کس جگہ کھڑا ہونا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پروگرام بنایا تھا بڑا معقول تھا۔ ایک چھوٹے سے ٹیلے پر جس کو جبلِ رُماۃ کہتے ہیں۔ پچاس تیرانداز بٹھائے اور حکم دیا کہ ہمیں فتح ہو یا شکستِ تم نے یہ مورچہ نہیں چھوڑنا۔ ابتدائی مرحلے میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مسلمانوں کو کافروں پر غلبہ ہوا اور کافر ہتھیار، کپڑے، پگڑیاں اور سامان چھوڑ کر بھاگے۔ اور ان کے سامان سے میدان بھر گیا۔ اور مسلمانوں نے مالِ غنیمت سمیٹنا شروع کر دیا۔ تو وہ پچاس آدمی جو جبلِ رُماۃ پر بٹھائے گئے تھے انہوں نے کہا کہ فتح ہوگئی ہے ہم بھی چل کر مالِ غنیمت اکٹھا کریں۔ امیرِ لشکر حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ فتح ہو یا شکست تم نے مورچہ نہیں چھوڑنا۔ دوسروں نے کہا کہ بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا مقصد یہ تھا کہ یہاں ہماری ضرورت پڑے گی اور اب تو تم دیکھ رہے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے فتح عطاء فرما دی ہے۔ اور میدان سارا ہمارے پاس ہے۔ اور کافر بھاگ گئے ہیں۔ مگر ان کی یہ سوچ غلط تھی۔ اطاعتِ امیر نہ کی۔ اور اکثر ساتھی ٹیلے سے اتر کر مالِ غنیمت اکٹھا کرنے میں مشغول ہو گئے۔ ادھر خالد بن ولید جو اس وقت کافر تھے۔ دوسو آدمیوں کا دستہ لے کر پچھلی طرف سے حملہ آور ہوئے۔ مورچے والوں کو یہاں شہید کیا۔ اور آواز دی کہ قریشیو! میں خالد بن ولید پچھلی طرف سے حملہ آور ہو چکا ہوں۔ تم آگے سے پلٹو۔ مسلمان اس وقت دو لشکروں کے نرغے میں آگئے اور افراتفری پھیل گئی۔ ستر مسلمان شہید ہوئے۔ عتبہ بن ابی وقاص نے پتھر

مارا جس کے نتیجہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نیچے کے سامنے والے جو دانت ہیں ان کے ساتھ جو دائیں طرف والا دانت ہے شہید ہوگیا۔ اور ابنِ قمیصہ کافر نے تلوار ماری جس سے خود کٹا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ اقدس زخمی ہوا۔ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بے دردی کے ساتھ شہید کیا گیا۔ اس افراتفری میں خود مسلمان جان بچانے کے لئے پہاڑ پر گئے۔ اس کا ذکر ہے۔ اِذْ تُصْعِدُوْنَ ، جب تم پہاڑ پر چڑھے جا رہے تھے۔ صعود کا معنیٰ بلندی پر چڑھنے کے ہیں۔ احد پہاڑ پر چڑھ کر اپنی جان بچانے کی فکر کی۔ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓی اَحَـــدٍ ، اور تم مڑ کے نہیں دیکھتے تھے کسی کو۔ کہ دوسروں کا کیا حال ہے؟۔ انسان جب انتہائی مصیبت میں مبتلا ہو جائے تو صرف اپنی جان کی فکر ہوتی ہے۔ وَّالـرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ ، اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہیں بلاتے تھے۔ فِـىْٓ اُخْـرٰىكُـمْ ، تمہاری پچھلی صفوں میں سے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پچھلی صفوں میں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی او کلمہ پڑھنے والو! تمہیں کیا ہوگیا ہے؟۔ کہاں بھاگ رہے ہو؟۔ فَـاَثَـابَكُمْ ، پس پہنچایا اللہ تعالیٰ نے تمہیں۔ غَـمًّـا بِغَـمٍّ ، غم پر غم۔ ایک غم ساتھیوں کے شہید ہونے کا اور دوسرا غم مالِ غنیمت کے ہاتھ سے نکلنے کا اور بعض مفسرینِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ ترجمہ کرتے ہیں۔ فَـاَثَـابَكُمْ غَمًّا بِغَمٍّ ، پس بدلہ دیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں، غم کا بسبب غم کے۔ کیونکہ تم نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کی تعمیل نہ کر کے ان کو غم پہنچایا۔ اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے تمہیں غم میں ڈال دیا۔ کہ تمہارے ساتھی بھی شہید ہوئے۔ اور مالِ غنیمت بھی ہاتھ سے نکل گیا۔ اور تم جیتا ہوا میدان ہار بیٹھے۔ لیکن ہر کام میں کوئی حکمت ہوتی ہے۔ لِّـكَيْلَا تَحْزَنُوْا ، تاکہ تم آئندہ نہ غم کھاؤ۔ عَـلٰـى مَافَاتَكُمْ ، ان چیزوں پر جو تمہارے ہاتھوں سے نکل گئی ہیں۔ یعنی اس واقعہ میں تمہیں سبق دیا گیا ہے۔ کہ

ہاتھ میں آئی ہوئی چیز اگر نکل جائے ضائع ہو جائے تو اس پر افسوس نہ کرنا پریشان اور غمگین نہ ہونا۔ بلکہ یہ سمجھنا کہ ہماری قسمت میں نہ تھی۔ وَلَا مَآ اَصَابَکُمْ ،اور نہ اس تکلیف پر جو تمہیں پہنچی ہے۔ کہ کچھ ساتھی شہید ہوئے ہیں اور کچھ ساتھی زخمی ہوئے ہیں۔ اور آئندہ کوئی ایسی تکلیف پہنچے گی تو تم پریشان نہیں ہوگے۔ اور تمہارے ذہن میں ہوگا کہ پہلے بھی ایسا ہوا تھا۔ وَاللّٰہُ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ O ، اور اللہ تعالیٰ خبردار ہے ان عملوں سے جو تم کرتے ہو۔ پھر اچانک ایسا ہوا کہ جب ساتھیوں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زخمی حالت میں میدان میں ہیں تو فوراً اپنے گناہ سے تائب ہوئے۔ اور واپس آگئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے غم اور پریشانی کو کس طرح اطمینان میں تبدیل کیا اس کا ذکر ہے۔ ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَیْکُمْ ، پھر نازل کیا تم پر۔ مِنْ بَعْدِ الْغَمِّ غم کے بعد۔ اَمَنَۃً، امن۔ نُّعَاسًا، اونگھ تھی۔ یعنی کافر جب اپنا غصہ نکال چکے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر رعب ڈال دیا۔ اور وہ بھاگ گئے اور تمہارے اوپر اللہ تعالیٰ نے امن اور اطمینان کی کیفیت طاری فرما دی۔ یَّغْشٰی طَآئِفَۃً مِّنْکُمْ ، جو ڈھانپ رہی تھی تم میں سے ایک گروہ کو۔ یعنی نیند طاری ہوگئی۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے ہاتھ میں تلوار تھی اور میں کھڑا تھا نیند کی وجہ سے تلوار میرے ہاتھ سے گر جاتی تھی۔ میں پھر پکڑ لیتا پھر گر جاتی۔ پھر پکڑتا پھر گر جاتی۔ حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر جہاد کے موقع پر نیند آئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔ اور اگر پڑھتے پڑھاتے وقت نیند آئے تو یہ شیطان کی طرف سے ہوتی ہے۔ دیکھو کئی آدمی درس میں برائے نام بیٹھے رہتے ہیں۔ درس سننے میں ان کی توجہ نہیں ہوتی۔ اور کئی ایسے ہوتے ہیں کہ درس میں وہ تسبیح پھیرتے رہتے ہیں۔ بھائی اگر تو نے تسبیح پھیرنی ہے تو درس سننے کا کیا معنیٰ

ہے؟۔توجہ کے ساتھ سنو تسبیح آگے پیچھے کرلو۔درس کے موقع پر انتہائی خاموشی ہونی چاہیے۔
اور اطمینان اور توجہ کے ساتھ سننا چاہیے۔تاکہ جتنا سنو سمجھ میں آئے۔درس کے موقع پر تسبیح
پھیرنا ناجائز ہے۔اور اگر کسی کو نیند آجائے تو اٹھ کر باہر چلا جائے کہ اس کو دیکھ کر دوسرے بھی
سونا شروع کردیں گے۔آپ نے دیکھا ہوگا کہ گاڑیوں پر لکھا ہوتا ہے۔فرنٹ سیٹ پر سونا منع
ہے۔اب کا مجھے علم نہیں۔پہلے لکھا ہوتا تھا۔کیونکہ اگر فرنٹ سیٹ والے کو نیند آگئی تو اس کا اثر
ڈرائیور پر ہوگا۔اور وہ بھی سو جائے گا۔کیونکہ خربوزہ خربوزے سے رنگ پکڑتا ہے۔اور اگر
ڈرائیور سو گیا تو سب کا بیڑا غرق ہو جائے گا۔اس لئے وعظ تبلیغ کے وقت خاموشی ضروری ہے۔
اور یہ مسئلہ بھی یاد رکھنا کہ درس ہو رہا ہو نصیحت ہو رہی ہو تو سلام کرنا جو سنت ہے گناہ ہے۔آنے
والا سلام نہیں کہہ سکتا۔بلکہ آرام سے بیٹھ جائے۔اگر سلام کرے گا تو گنہگار ہوگا۔اس واسطے
کہ سلام کرنا سنت ہے۔اور جواب دینا واجب ہے۔اور اگر وہ جواب دیں گے تو اُن کی توجہ
اور فکر درس ونصیحت سے ہٹ کر سلام کہنے والے کی طرف ہو جائے گی۔اور بسا اوقات آدمی یہ
بھی دیکھتا ہے کہ سلام کہنے والا کون ہے تو اس میں بے فکری ہو جائے گی۔اور بعض مسئلے رہ
جائیں گے۔لہٰذا درس سننے والے سلام کا جواب نہ دیں۔اور درس سننے میں مشغول رہیں۔
وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ ،اور ایک گروہ تھا کہ ان کو پریشان کر دیا تھا ان کی جانوں نے۔
یہ ان منافقوں کی بات ہے جو میدانِ جنگ سے واپس مدینہ طیبہ چلے گئے تھے جب انہوں نے
سنا کہ بہت سارے مسلمان شہید ہو گئے ہیں۔اور بہت سارے زخمی ہیں تو گھر میں ہوتے
ہوئے بھی ان کا سانس خشک ہو رہا تھا اور ان کے اوسان خطاء ہو گئے کہ اب وہ ہمیں بھی آکر قتل
کردیں گے وہ گھروں میں بیٹھے ہوئے پریشان تھے۔اور،یَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَیْرَ الْحَقِّ،خیال

کرتے تھے اللہ تعالیٰ کے بارے میں ناحق۔ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ، (زمانہ) جاہلیت کے گمان کی طرح۔ کہ اگر ہم حق پر ہوتے تو ہمارے آدمی کیوں مارے جاتے؟۔ اور کیوں زخمی ہوتے؟۔ اور ہمیں شکست کیوں ہوتی؟۔ موقع جو مل گیا ان کو۔ يَقُولُونَ، وہ کہتے تھے۔ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ، کیا ہے ہمارے لئے اس معاملے میں کچھ۔ یعنی ہمیں اس معاملہ میں کیا حاصل ہوا۔ آدمی بھی مروائے مالِ غنیمت بھی ہاتھ سے نکل گیا۔ اور میدان بھی ہاتھ سے نکل گیا۔ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیجئے!۔ بے شک معاملہ سارے کا سارا اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے۔ دنیا میں دن بدلتے رہتے ہیں۔ کبھی فتح کبھی شکست، کبھی اتار، کبھی چڑھاؤ۔ دنیا میں ایک جیسی حالت کبھی نہیں رہی۔ يُخْفُونَ فِي اَنْفُسِهِمْ، یہ مخفی رکھتے ہیں اپنے دلوں میں۔ مَا لَا يُبْدُونَ لَكَ، اس چیز کو جو نہیں ظاہر کرتے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے۔ یعنی دل کے اندر جو بغض، کینہ اور عناد ہے اور اسلام کے خلاف سازشیں اور گندے خیالات جن کو یہ چھپاتے ہیں اور تمہارے سامنے ظاہر نہیں کرتے۔ مگر اللہ تعالیٰ سے تو کوئی کچھ نہیں چھپا سکتا۔ کیونکہ ظاہر باطن نیک، بد، اور نیکی بدی سب اس کے سامنے ہے۔ ہر شئی کو وہ جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کہ یہ منافق بدبخت، اپنی منافقت کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں۔ يَقُولُونَ، کہتے ہیں۔ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ، اگر ہوتی ہمارے لئے اس معاملے میں کوئی شئے۔ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا، ہم نہ قتل کئے جاتے یہاں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو ہماری بھلائی منظور ہوتی تو ہمارے اتنے آدمی شہید نہ ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کا یہ خیال باطل ہے۔ کہ اگر جنگ میں شریک نہ ہوتے تو بچ جاتے۔ بلکہ فرمایا، قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیں! اگر ہوتے تم اپنے گھروں میں۔ لَبَرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ

الْقَتْلُ ، البتہ نکلیں وہ لوگ جن پر لکھا گیا ہے قتل ہونا ۔ اِلٰی مَضَاجِعِھِمْ ، اپنے گرنے کی جگہوں کی طرف ۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے ۔ کہ کس نے کہاں مرنا ہے اور کب مرنا ہے؟ لہٰذا یہ ان کی خام خیالی ہے کہ اگر گھروں میں بیٹھے رہتے تو قتل نہ ہوتے جس خداوندِ کریم نے ان کے قتل کا مقام مقرر فرمادیا وہ ان کے اس مقام پر پہنچ جانے کا انتظام بھی فرمادیتا ۔ وَلِیَبْتَلِیَ اللّٰہُ مَا فِیْ صُدُوْرِکُمْ ، اور تاکہ اللہ تعالیٰ امتحان لے اس چیز کا جو تمہارے دلوں میں ہے ۔ ایسی مشکل صورتِ حال میں کھرے کھوٹے کی پہچان ہوتی ہے ۔ اگر تکلیف نہ پہنچتی ستر آدمی شہید نہ ہوتے اور کئی آدمی زخمی نہ ہوتے تو مومن اور منافق کا امتحان نہ ہوسکتا ۔ چنانچہ اس موقع پر منافقوں نے بڑی باتیں کیں جن سے ان کا نفاق ظاہر ہوگیا اور مومن ثابت قدم رہے ۔ اس آزمائش کی دوسری حکمت کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ۔ وَلِیُمَحِّصَ مَا فِیْ قُلُوْبِکُمْ ، اور تاکہ اللہ تعالیٰ خالص کردے اس چیز کو جو تمہارے دلوں میں ہے ۔ مطلب یہ ہے کہ دلوں میں جو مختلف وسوسے اور شبہات پیدا ہو رہے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو دور کر کے ایمان والوں کے دلوں کو ایسی اشیاء سے پاک کر دیا ہے ۔ اس مقام پر آزمائش کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے صدور کا لفظ فرمایا ، کہ تمہارے سینوں میں جو بات پوشیدہ ہے اس کو آزمائے ۔ اور آگے جہاں پاک صاف کرنے کا ذکر ہے وہاں قلوب کا لفظ آیا ہے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عقیدہ ایمان اور اخلاص کا مرکز دل ہے ۔ لہٰذا اس کی پاکیزگی کی ضرورت ہے ۔ تاکہ انسان کا عقیدہ اور ایمان درست ہوجائے ۔ اور اس میں دین کے لئے اخلاص پیدا ہوجائے ۔ یہی وجہ ہے کہ مومن لوگ امتحان میں پاک صاف ہو کر نکلتے ہیں ۔ جب کہ روگی دل والے تباہ و برباد ہوجاتے ہیں ۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس آزمائش کے ذریعے ہم نے تمہارے دلوں میں موجود میل کچیل کو

صاف فرما دیا ہے۔ وَاللّٰہُ عَلِیۡمٌ ۢبِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ○ ،اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے دلوں کے رازوں کو۔ اس سے تمہاری کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ خواہ وہ زبان پر آئے یا نہ آئے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ یَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِۙ-اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّیْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْاۚ-وَ لَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْؕ-اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ۠(۱۵۵) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِی الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَ مَا قُتِلُوْاۚ-لِیَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِیْ قُلُوْبِهِمْؕ-وَ اللّٰهُ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُؕ-وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ(۱۵۶) وَ لَىٕنْ قُتِلْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَحْمَةٌ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ(۱۵۷) وَ لَىٕنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِالَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ(۱۵۸)

اِنَّ الَّذِیْنَ ، بے شک وہ لوگ۔ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ ، جنہوں نے پیٹھ پھیری تم میں سے۔ یَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ، اس دن جب آمنے سامنے ہوئیں دو جماعتیں۔ اِنَّمَا ، پختہ بات ہے۔ اسْتَزَلَّهُمُ الشَّیْطٰنُ ، ان کو پھسلایا شیطان نے۔ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ، ان کی بعض کمائی کی وجہ سے۔ وَ لَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ، اور البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا ان کو۔ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ ۝ ، بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے، تحمل کرنے والا ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ، اے لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ ، نہ ہو جاؤ تم ان لوگوں کی طرح۔ كَفَرُوْا ، جنہوں نے کفر اختیار کیا۔ وَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ ، اور کہا انہوں نے اپنے بھائیوں کے بارے میں۔ اِذَا ضَرَبُوْا

فِي الْاَرْضِ ، جب وہ چلے زمین میں۔ اَوْ كَانُوْا غُزًّى ، یا تھے وہ غازی اور مجاہد۔لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا ، اگر ہوتے وہ ہمارے پاس۔ مَا مَاتُوْا ، نہ مرتے۔وَمَا قُتِلُوْا ، اور نہ قتل کئے جاتے۔ لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ ، تا کہ کردے اللہ تعالیٰ ان کی اس بات کو۔حَسْرَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ ، افسوس کی چیز ان کے دلوں میں۔وَ اللّٰهُ يُحْيٖ ، اور اللہ تعالیٰ ہی زندہ کرتا ہے۔وَ يُمِيْتُ ، اور مارتا ہے۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌO ، اور اللہ تعالیٰ جو عمل تم کرتے ہو دیکھتا ہے۔ وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ ، اور البتہ اگر تم قتل کر دیئے جاؤ۔فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ، اللہ تعالیٰ کے راستے میں۔اَوْ مُتُّمْ ، یا طبعی موت مر جاؤ۔ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ ، البتہ بخشش اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔وَرَحْمَةٌ ، اور اللہ تعالیٰ کی رحمت۔خَيْرٌ ، بہت ہی بہتر ہے۔ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ O ، اس چیز سے جس کو یہ جمع کرتے ہیں۔ وَلَئِنْ مُّتُّمْ ، اور اگر تم مر جاؤ۔ اَوْ قُتِلْتُمْ ، یا مارے جاؤ۔لَاِ۟لَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَO ، البتہ تم اللہ تعالیٰ کی طرف ہی جمع کئے جاؤ گے۔

آپ خاصی تفصیل کے ساتھ سن چکے ہیں کہ غزوۂ احد میں مسلمانوں کو کافی نقصان اٹھانا پڑا کہ ستر آدمی شہید ہو گئے۔ اور بہت سارے زخمی ہوئے مال غنیمت ہاتھ سے نکل گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ اقدس زخمی ہوا اور کافروں نے طرفین سے اس طرح حملہ کیا کہ بارہ تیرہ آدمیوں کے سوا کوئی بھی میدان میں نہ ٹھہر سکا۔ بارہ تیرہ آدمی میدان میں کھڑے رہے اور ڈٹ کر لڑتے رہے۔ باقی سارے بھاگ گئے۔ ان بھاگنے والوں میں عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ جن کو آج تک مخالف معاف کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف یہ ذہن آج کی پیداوار نہیں ہے۔ بلکہ رافضیوں کے دادا عبداللہ بن سبا یہودی یمنی کا تیار کیا ہوا ہے مصر میں اس نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف ذہن بنایا

عموماً اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف ذہن بنایا خصوصاً چونکہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ تھے۔ اس لئے مصریوں نے ان کے خلاف خوب پروپیگنڈہ کیا۔ بخاری شریف اور دیگر کتابوں میں روایت آتی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مسجد حرام میں لوگوں کا ایک مجمع تھا۔ اس میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تشریف فرما تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ان لوگوں میں درجے کے اعتبار سے بھی بڑے تھے۔ لہٰذا کچھ لوگ تو ان سے مسائل پوچھ رہے تھے کچھ زیارت کر رہے تھے اور کچھ لوگ ان کی مجلس میں بیٹھنے کو سعادت سمجھتے ہوئے بیٹھے تھے۔ (اور احادیث میں آتا ہے کہ نیک لوگوں پر اللہ تعالیٰ رحمت نازل کرتا ہے تو نیک لوگوں کی مجلس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت برستی ہے وہاں بیٹھنے والے بھی رحمت سے محروم نہیں ہوتے چاہے خاموش ہی بیٹھے رہیں)۔ تو اس مجمع میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تشریف فرما تھے۔ اور لوگ ان کے اردگرد جمع تھے۔ "جَآءَ رَجُلٌ مِنْ اَھْلِ مِصْر" ۔ ایک مصری آدمی آیا اور سوال کیا کہ یہ باباجی کون ہیں؟ جس کے اردگرد لوگ جمع ہیں؟۔ لوگوں نے بتایا کہ عبداللہ بن عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہما ہیں۔ یہ مصری بڑا منہ پھٹ تھا۔ کہنے لگا کہ نام تو میں نے سنا تھا لیکن دیکھا نہیں تھا۔ آدمیوں سے گزرتا ہوا ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے جا کر بیٹھ گیا کہنے لگا میں نے آپ سے کچھ پوچھنا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا پوچھ لو۔ کہنے لگا کہ یہ بتاؤ کہ عثمان اچھا آدمی تھا یا بُرا؟ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے بعد درجہ ہے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ان کے بعد درجہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ان کے بعد درجہ ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا۔ وہ بہت اچھے انسان تھے۔ وہ مصری کہنے لگا عثمان کا درجہ کس چیز کا ہے؟ مجھے یہ بتاؤ کہ عثمان

غزوۂ بدر میں شریک تھا؟ فرمایا نہیں۔ کہنے لگا تمام غزوات میں غزوۂ بدر ہی تو بڑا اہم غزوہ تھا اور اس غزوے میں وہ غیر حاضر رہا اور تم کہتے ہو کہ وہ اچھا آدمی تھا۔ دوسرا سوال یہ کیا کہ بتاؤ غزوۂ احد کے بھاگنے والوں میں عثمان بھی تھا یا نہیں؟۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہاں، بھاگنے والوں میں وہ بھی تھا۔ کہنے لگا پھر کس طرح وہ اچھا ہوا اور درجے والا ہوا؟۔ تیسرا سوال کہنے لگا یہ بتاؤ کہ حدیبیہ کے مقام پر کیکر کے درخت کے نیچے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے بیعت کی تھی عثمان اس بیعت میں شریک تھا؟ فرمایا نہیں۔ خوشی کی وجہ سے اس نے نعرہ لگایا۔ "اللہ اکبر"۔ اسلام میں یہی تین مقام تو اچھے ہیں اور وہ ان تینوں موقعوں پر غیر حاضر رہا۔ پھر تم اس کی فضیلت کے گیت گاتے ہو؟۔ جب نعرہ لگا کر اٹھ کے جانے لگا تو حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کو دامن سے پکڑ لیا اور فرمایا۔ صرف سوال نہ ذہن میں جمائے رکھ ان کے جوابات بھی سن لو۔ بدر کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں تھیں، وہ بیمار تھیں۔ اور گھر میں کوئی اور آدمی نہ تھا نہ کوئی مرد نہ کوئی عورت نہ بوڑھا، نہ جوان، نہ بچہ غزوۂ بدر کے موقع پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی پانی کی کُپّی لی ستو اور کھجوروں والا تھیلا بھی پکڑا تلوار اور ضروری ہتھیار لئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل پڑے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عثمان (رضی اللہ عنہ) تو نہیں جا سکتا۔ عرض کیا حضرت "اَوَّلُ غَزْوَةٍ فِی الْاِسْلَامِ"۔ اس میں یہ پہلا غزوہ اور جہاد ہے۔ اور میں اس میں شریک نہیں ہو سکتا۔ فرمایا ہاں! نہیں ہو سکتا۔ حضرت کیوں؟۔ فرمایا تیری بیوی میری لختِ جگر بیٹی سخت بیمار ہے اور تیرے گھر تیرے سوا اور کوئی آدمی نہیں ہے۔ جو اس کی خبر

گیری کرے اس کو دوائی کون دے گا؟ اٹھائے گا، بٹھائے گا کون؟۔ اس کو روٹی پانی کون کھلائے پلائے گا؟۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت میں نے محلے کی عورتوں کو کہہ دیا ہے وہ آکر خدمت کریں گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا محلے کی عورتیں دن کو آجائیں گی (مثال کے طور پر) رات کو تو وہ اپنا گھر سنبھالیں گی۔ اپنے بچے سنبھالیں گی یا اس کا انتظام اور خدمت کریں گی؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ رو پڑے کہ حضرت اسلام میں پہلا جہاد ہے میں اس سے محروم ہو جاؤں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رقیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) تیری بیوی ہے اور میری بیٹی ہے اس کا بھی تیرے اوپر حق ہے عرض کیا حضرت میں جہاد کی فضیلت سے محروم رہوں گا؟ فرمایا! نہیں۔ جتنا اجر و ثواب بدر میں لڑنے والوں کو ملے گا اتنا تجھے گھر بیٹھے ملے گا۔ اور مالِ غنیمت جتنا دوسروں کو ملے گا تجھے بھی اتنا ہی ملے گا تو گھر بیٹھے برابر کا شریک ہے۔ (اسی لئے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بدریوں میں شمار کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ بنفسِ نفیس بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکماً بدر میں شریک فرمایا۔ چنانچہ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بدر کی غنیمت میں سے برابر حصہ دیا گیا)۔ حضرت عبداللہ ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اے مصری! اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اعتراض کرنا سراسر غلط ہے۔ وہ تو غزوۂ بدر میں شرکت کے لئے بے چین تھے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکماً فرمایا کہ تو نے گھر ٹھہرنا ہے۔ اس میں ان کا کیا قصور ہے؟۔ اور تیرا دوسرا اعتراض ہے احد سے بھاگنے کا تو ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ، بے شک وہ لوگ۔ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ، جنہوں نے پیٹھ پھیری تم میں سے۔ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ، اس دن جب آمنے سامنے ہوئیں دو جماعتیں۔ اِنَّمَا، پختہ بات ہے۔

اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ، ان کو پھسلایا شیطان نے ۔ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا، ان کی بعض کمائی کی وجہ سے ۔ کل تفصیل کے ساتھ آپ سن چکے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک حکم کی تعمیل نہیں ہوئی تھی اس وجہ سے شیطان نے ان کو پھسلایا اور غلطی ہوگئی ۔ مگر اب تم رب تعالیٰ کا فیصلہ سن لو ۔ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ، اور البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا ان کو ۔ اب ذرا توجہ کرو اور لام بھی تاکید کا قد بھی تاکید کا اور ماضی پر داخل ہیں معنی بنے گا اور البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا ۔ بھائی ان سے لغزش اور غلطی ہوئی ہے ۔ پھر اس کو گناہ گناہ کہتے پھرنا خود گناہ ہے اور یہ کہنے والا مجرم ہے ۔ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ○، بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے، تحمل کرنے والا ہے ۔ باقی رہا حدیبیہ کا مسئلہ کہ بیعت کے وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نہیں تھے تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ ۶ھ میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پندرہ سو/۱۵۰۰ اصحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ مکہ مکرمہ کا قصد فرمایا لیکن جب مکہ مکرمہ کے قریب پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جاسوس نے آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی کہ اہلِ مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر پاتے ہی لشکر جمع کیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ کے لئے نکل گئے ہیں ۔ اور یہ عہد کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مکرمہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑا سا ہٹ کر حدیبیہ میں قیام کرنے کے بعد حضرت خراش بن امیہ خزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک اونٹ پر سوار کر کے اہلِ مکہ کے پاس بھیجا کہ ان کو خبر کر دیں کہ ہم فقط بیت اللہ کی زیارت کے لئے آئے ہیں ۔ جنگ کے لئے نہیں آئے ۔ مکہ والوں نے ان کے اونٹ کو ذبح کر ڈالا ۔ اور ارادہ کیا ان کو بھی قتل کرنے کا مگر وہ اپنی جان بچا کر واپس آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سارا واقعہ بیان فرمایا ۔ اس کے بعد مکہ والوں

کے یکے بعد دیگرے کئی نمائندے آئے مگر گرم سرد ہوکر واپس چلے جاتے ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی، حضرت ہمیں بھی کوئی اپنا نمائندہ بھیجنا چاہیے۔ تا کہ وہ ان کے بڑوں سے گفتگو کرے، شاید ان کو سمجھ آجائے۔ کہ ہم لڑنے کے لئے نہیں آئے۔ ہم نے احرام باندھے ہوئے ہیں۔ اور ہم زبان سے "اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ، اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ"۔ کے نعرے لگا رہے ہیں۔ ہم صرف عمرہ کرنا چاہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری رائے صحیح ہے ہمیں بھی کوئی نمائندہ بھیجنا چاہیے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیال فرمایا کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجنا چاہیے۔ چنانچہ ان کو بلایا اور فرمایا، عمر! قریشِ مکہ کے نمائندے آتے رہے ہیں۔ اور گرمی کھا کے جاتے رہے ہیں۔ ساتھیوں کا بھی خیال ہے اور میری بھی رائے ہے کہ ہم بھی کوئی اپنا نمائندہ بھیجیں تا کہ ان کے جو سمجھدار معمر آدمی ہیں ان کے ساتھ بات چیت کرے۔ شاید وہ ہمیں عمرے کی اجازت دے دیں۔ یہاں سے مکہ اب صرف چھ میل کا سفر باقی رہ گیا ہے۔ اور اب تو مکہ حدیبیہ سے بھی آگے چلا گیا ہے۔ پھر فرمایا عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آپ چلے جائیں؟ اور اہلِ مکہ سے بات کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضرت آپ کے ارشاد کی دو شقیں ہیں۔ ایک شق یہ ہے کہ ہمارا کوئی نمائندہ جانا چاہیے میں اس شق کے ساتھ تو اتفاق کرتا ہوں اور دوسری شق یہ ہے کہ میں نمائندہ بن کے جاؤں تو مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے انکار نہیں ہے۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں کہ میری طبیعت میں تیزی ہے۔ خلافِ طبیعت کوئی بات میں سن نہیں سکتا۔ (اپنا اپنا مزاج ہوتا ہے)۔ حضرت وہاں اگر کوئی ایسی بات ہوجائے جو تیزی کی ہو۔ اور بات بننے کی بجائے الٹی بگڑ نہ جائے۔ حضرت میری رائے ہے کہ عثمان بن عفان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بھیجو۔ وہ ٹھنڈی طبیعت کا آدمی ہے۔ سنے

گا بھی اور سنائے گا بھی ۔ (حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزاج ایسا تھا جیسے برف کی ڈلی ہو) ۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نمائندہ بنا کر بھیج دیا گیا ۔ جس وقت یہ وہاں پہنچے تو کافروں نے کہا کہ تو احرام کی حالت میں ہے عمرہ کرلے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نہیں ۔ جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کعبۃ اللہ کا طواف اور سعی بین الصفا والمروہ نہیں کریں گے میں بھی نہیں کروں گا ۔ قریشِ مکہ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کعبۃ اللہ میں بند کر کے تالا لگا دیا ۔ اور مشہور کر دیا کہ ۔ ''اِنَّ عُثْمَانَ قَدْ قُتِلَ'' ۔ عثمان کو شہید کر دیا گیا ہے ۔ اس سے وہ مسلمانوں کا ردِ عمل دیکھنا چاہتے تھے کہ اس پر مسلمانوں کا کیا ردِ عمل ہے؟ ۔ ورنہ وہ اتنے پاگل نہیں تھے کہ سفیر کو قتل کر دیتے ۔ چنانچہ یہ خبر جب حدیبیہ کے مقام پر پہنچی کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کر دیا گیا ہے دوپہر کا وقت تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیکر کے درخت کے نیچے تشریف فرما تھے ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آؤ میرے ہاتھ پر بیعت کرو، کس بات کی بیعت ؟ تو بخاری شریف میں دو لفظ آئے ہیں ۔ ایک ''عَلَى الْمَوْتِ'' کا کہ ہم جانیں قربان کر دیں گے ۔ اور سفیر کا بدلہ لیں گے ۔ اور دوسرا لفظ آتا ہے ۔ ''عَلٰی اَنْ لَّا نَفِرَّ'' ۔ کہ ہم بھاگیں گے نہیں ۔ پندرہ سو صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک پر بیعت فرمائی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا داہنا ہاتھ بلند فرمایا اور فرمایا! یہ کیا ہے؟ ۔ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے کہا کہ حضرت یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا داہنا ہاتھ ہے ۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بایاں ہاتھ اٹھایا اور فرمایا یہ کیا ہے؟ ۔ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ حضرت یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بایاں ہاتھ ہے ۔ فرمایا! اس بیعت کا بڑا درجہ ہے اور عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو میں

نے اپنے کام بھیجا ہے۔ وہ اس بیعت سے محروم نہ رہ جائیں فرمایا! یہ میرا بایاں ہاتھ عثمان کا ہاتھ سمجھو۔ اس کی طرف سے بیعت لیتا ہوں۔ چنانچہ اپنے بائیں ہاتھ کو دائیں پر رکھ کر فرمایا کہ یہ بیعت عثمان کی جانب سے ہے۔ اس بیعت کا تو سبب ہی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور ان کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت بھی لی۔ تو وہ کس طرح محروم ہو گئے۔ معاذ اللہ تعالیٰ! تو ان وجوہ سے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اعتراض کرنا بڑی نادانی اور حماقت ہے۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطاء فرمائے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی ایک شرارت کا ذکر فرما کر مسلمانوں کو ان سے بچنے کی نصیحت فرمائی ہے۔ فرمایا، یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ، اے لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ لَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا ، نہ ہو جاؤ تم ان لوگوں کی طرح جنہوں نے کفر اختیار کیا۔ یعنی منافقین۔ وَقَالُوْا لِاِخْوَانِھِمْ ، اور کہا انہوں نے اپنے بھائیوں کے بارے میں۔ اِذَا ضَرَبُوْا فِی الْاَرْضِ ، جب وہ چلے زمین میں۔ مدینہ منورہ سے جہاد کے لئے۔ اَوْ کَانُوْا غُزًّی ، یا تھے وہ غازی اور مجاہد۔ منافقین کے ساتھ رشتہ داریاں تو نہیں تھیں کوئی کسی کا باپ تھا کسی کا چچا تھا۔ کسی کا بھائی تھا۔ تو انہوں نے یہ کہا، لَّوْ کَانُوْا عِنْدَنَا ، اگر ہوتے وہ ہمارے پاس۔ مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا ، نہ مرتے اور نہ قتل کئے جاتے۔ یعنی یہ منافق کہتے ہیں کہ ہم نے جاتے وقت کہا تھا کہ نہ جاؤ لیکن ہماری بات کسی نے نہیں سنی۔ اگر ہماری بات مان لیتے تو بچ جاتے۔ فرمایا، ان کافروں کی طرح نہ ہو جانا جو یہ کہہ رہے ہیں۔ لِیَجْعَلَ اللّٰہُ ذٰلِکَ حَسْرَۃً فِیْ قُلُوْبِھِمْ ، تا کہ کر دے اللہ تعالیٰ ان کی اس بات کو افسوس کی چیز ان کے دلوں میں۔ کہ اللہ تعالیٰ منافقوں کے دلوں میں حسرت پیدا کر دے کہ جب قیامت کے دن غازیوں اور مجاہدوں کو درجے ملیں گے تو یہ منافق افسوس کریں گے اور کہیں گے کاش کہ ہمارے بدن اور

قینچیوں کے ساتھ کاٹ دیے جاتے۔اور ہم بھی ان کی راہ پر چلتے۔مگر۔

اب پچھتائے کیا ہوت

جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

وَ اللّٰهُ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ ،اوراللہ تعالیٰ ہی زندہ کرتا ہےاور مارتا ہے۔وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ O ،اوراللہ تعالیٰ جوعمل تم کرتے ہودیکھتا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ،اورالبتہ اگر تم قتل کردیے جاؤ اللہ تعالیٰ کے راستے میں۔اَوْ مُتُّمْ ،یا اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلنے کے بعد طبعی موت مرجاؤ۔لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ ،البتہ بخشش اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔وَرَحْمَةٌ خَیْرٌ ،اوراللہ تعالیٰ کی رحمت بہت ہی بہتر ہے۔مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ O ،اس چیز سے جس کو یہ جمع کرتے ہیں۔یعنی مال،دولت وغیرہ۔وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ ،اوراگر تم مرجاؤ یا مارے جاؤ۔لَاِ الَی اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ O ،البتہ تم اللہ تعالیٰ کی طرف ہی جمع کیے جاؤ گے۔یعنی جس حالت میں بھی کوئی مرجائے سب نے اللہ تعالیٰ کے ہاں ہی جانا ہے۔اور رتی رتی کا حساب ہونا ہے۔اللہ تعالیٰ نیکیوں کا بدلہ دے گا اور برائی کی سزا۔یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرلیں۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِى الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِىْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ ۢ بَعْدِهٖ ۗ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ وَمَا كَانَ لِنَبِىٍّ اَنْ يَّغُلَّ ۚ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْ ۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰهُ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶۲﴾ هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ ۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۳﴾

فَبِمَا رَحْمَةٍ ، پس بسبب رحمت کے ۔ مِّنَ اللّٰهِ ، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ۔ لِنْتَ لَهُمْ ، تو ان کے لئے نرم واقع ہوا ہے ۔ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا ، اور اگر ہوتا سخت مزاج ۔ غَلِيْظَ الْقَلْبِ ، سخت دل والا ۔ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ، تو یہ بھاگ جاتے تیرے آس پاس سے ۔ فَاعْفُ عَنْهُمْ ، پس تو ان کو معاف کر دے ۔ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ ، اور ان کے لئے مغفرت طلب کر اللہ تعالیٰ سے ۔ وَشَاوِرْهُمْ فِى الْاَمْرِ ، اور ان کے ساتھ مشورہ کر معاملات میں ۔ فَاِذَا عَزَمْتَ ، پس جب تو ارادہ کر لے ۔ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ، پس اللہ تعالیٰ پر توکل کر ۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ

الْمُتَوَكِّلِيْنَ O ، بے شک اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے توکل کرنے والوں کے ساتھ۔ اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ ، اگر تمہاری مدد کرے اللہ تعالیٰ۔ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ، پس تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ ، اور اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد ختم کر دے۔ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ ، پس کون ہے وہ ذات۔ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ بَعْدِهٖ ، جو تمہاری مدد کرے گی اللہ تعالیٰ کے بعد۔ وَعَلَى اللّٰهِ ، اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہی۔ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ O ، پس چاہیے کہ توکل کریں ایمان والے۔ وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ ، اور نہیں ہے لائق کسی نبی کے۔ اَنْ يَّغُلَّ ، یہ کہ وہ خیانت کرے۔ وَمَنْ يَّغْلُلْ ، اور جس نے خیانت کی۔ يَاْتِ بِمَا غَلَّ ، لائے گا اس چیز کو جو اس نے خیانت کی۔ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ، قیامت والے دن۔ ثُمَّ تُوَفّٰى ، پھر پورا پورا دیا جائے گا۔ كُلُّ نَفْسٍ ، ہر نفس کو۔ مَّا كَسَبَتْ ، جو اس نے کمایا۔ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ O ، اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ اَفَمَنِ اتَّبَعَ ، کیا پس وہ شخص جس نے پیروی کی۔ رِضْوَانَ اللّٰهِ ، اللہ تعالیٰ کی رضاء کی۔ كَمَنْۢ بَآءَ ، اس شخص کی طرح ہو جائے گا جو لوٹا۔ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ ، اللہ تعالیٰ کی ناراضگی لے کر۔ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ، اور جس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ☆ ، اور برا ہے وہ ٹھکانہ۔ هُمْ دَرَجٰتٌ ، ان کے درجے ہیں۔ عِنْدَ اللّٰهِ ، اللہ تعالیٰ کے ہاں۔ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ ، اور اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔ بِمَا يَعْمَلُوْنَ O ، اس چیز کو جو وہ عمل کرتے ہیں۔

پہلے سے غزوۂ احد کا ذکر چلا آ رہا ہے۔ اور یہ بات بھی آپ قدرے تفصیل کے ساتھ سن چکے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پچاس آدمیوں کا ایک دستہ حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی امارت میں جبلِ رُماۃ کے اہم مورچے پر مقرر فرمایا تھا۔ اور ان کو بڑی تاکید کے ساتھ حکم دیا تھا کہ فتح ہو یا شکست تم نے یہ مورچہ نہیں چھوڑنا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک

تاکید فرمائی کہ دشمن نے ہمیں شہید کر دیا ہے اور پرندے ہمارا گوشت نوچ رہے ہیں تم نے مورچہ پھر بھی نہیں چھوڑنا۔ باوجود اتنی تاکید کے ان سے غلط فہمی کی بنیاد پر غلطی ہوئی۔ بدنیتی کی وجہ سے نہیں کم فہمی کی وجہ سے نتیجہ یہ نکلا کہ ستر آدمی شہید ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ اقدس زخمی ہوا جیتا ہوا میدان ہار گئے۔ بہت نقصان ہوا چاہیے تو یہ تھا کہ مورچہ چھوڑ کر نیچے اتر آئے تھے، اور زندہ بچ گئے تھے۔ ان کو کھڑا کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تیروں سے اڑا دیتے کہ تم نے میدانِ جنگ میں اتنی بڑی غلطی کی ہے۔ اور تمہاری غلطی کی وجہ سے اتنا بڑا نقصان ہوا ہے۔ ظاہری حالات کو دیکھا جائے تو ایسا ہی ہونا چاہیے تھا۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو کچھ نہیں کہا۔ اس کا ذکر ہے۔ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللهِ، پس بسبب رحمت کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ لِنْتَ لَهُمْ، تو ان کے لئے نرم واقع ہوا ہے۔ دیکھو کتنی بڑی غلطی تھی۔ اور اس سے کتنا بڑا نقصان ہوا لیکن اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو سزا نہیں دی اور کل کے درس میں آپ سن چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بھی معاف فرمادیا۔ انہوں نے اپنی غلطی سے توبہ کی اور حدیث میں آتا ہے۔ "اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ"۔ صحیح معنی میں گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں ہے۔ پھر رب توبہ قبول کر لے اور اعلان فرمادے کہ میں نے معاف کر دیا ہے۔ تو پھر گناہ کہاں رہا؟ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نرمی کا اندازہ اس واقعہ سے بھی لگائیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ہجرت کے آٹھویں سال مکہ مکرمہ سے بیس میل دور جعرانہ کے مقام پر جہاں سے بڑے عمرے کا احرام باندھا جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہ مالِ غنیمت تقسیم فرمارہے تھے جو حنین سے حاصل ہوا تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں اتنا مالِ غنیمت کسی اور موقع پر حاصل نہیں

23

ہوا۔ جتنا غزوۂ حنین کے موقع پر حاصل ہوا تھا۔ چالیس ہزار بکریاں چوبیس ہزار اونٹ منوں کے حساب سے سونا چاندی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مال زیادہ تر ان لوگوں کو دیا جو نئے نئے مسلمان ہوئے تھے۔ اور دیا بھی اس انداز سے کہ کسی کو سو اونٹ کسی کو پچاس اونٹ خرقوص نامی ایک آدمی تھا قبیلہ بنو تمیم کا۔ "ذُو الْخُوَیْصِرَۃُ"۔ اس کا لقب تھا۔ ایک بازو اس کا قدرتی طور پر نہیں تھا۔ اور بازو کی جگہ گوشت کا لوتھڑا تھا جو لٹکتا رہتا تھا۔ اس نے جب دیکھا کہ اس انداز سے تقسیم ہو رہی ہے کہ کسی کو دو سو اونٹ کسی کو سو کسی کو دس اور کسی کو کچھ نہیں دیا جا رہا۔ تو اس نے مجلس میں کہا۔ "مَا عَدَلْتَ فِیْ قِسْمَتِکَ یَا مُحَمَّدُ؟"۔ اے محمد تو نے تقسیم میں ظلم کیا ہے، عدل نہیں کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "فَمَنْ یَعْدِلُ اِنْ لَّمْ اَعْدِلْ؟"۔ تو پھر اللہ تعالیٰ کی زمین پر کون انصاف کرے گا اگر میں انصاف نہیں کروں گا؟۔ اب پہلے تو اس کا طرزِ تخاطب دیکھو۔ کیا گستاخانہ ہے کہ یَارَسُوْلَ اللہ نہیں کہا، یَانَبِیَ اللہ نہیں کہا، یَاحَبِیْبَ اللہ نہیں کہا۔ بغیر القاب کے صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لیا۔ بے شک محمد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک ہے۔ لیکن بغیر لقاب کے خالی یا محمد کہہ کر پکارنے میں گستاخی کا پہلو نکلتا ہے۔ یا رسول اللہ، یا نبی اللہ، یا حبیب اللہ میں ادب و احترام ہے۔ مثال کے طور پر میرا نام ہے محمد سرفراز تو میرا نام لے کر میرے ساتھ وہ بات کریں گے جو میرے بے تکلف دوست ہوں گے۔ یا مجھ سے عمر میں بڑے ہوں گے۔ اور اگر چھوٹوں میں سے کوئی میرا نام لے کر بات کرے گا آپ سب اس انداز کو برا منائیں گے۔ تو یاد رکھنا اسی طرح خالی یا محمد کہنے میں بھی گستاخی کا پہلو ہے۔ پہلے تو اس نے اندازِ گفتگو غلط اختیار کیا اور پھر کہا کہ تو نے انصاف نہیں کیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پاس موجود تھے کہنے لگے حضرت مجھے اجازت دو

میں اس کا سر اتار دوں اور واقعی وہ اس لائق تھا کہ اس کا سر قلم کر دیا جاتا۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، چھوڑ دو کچھ نہ کہو۔ لوگ کہیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بڑے حوصلے والے بیان کیے جاتے ہیں مگر اتنا حوصلہ بھی نہیں تھا کہ اپنے خلاف ایک جملہ بھی برداشت کرتے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نرمی کا نتیجہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کچھ نہیں کہا۔ اسی طرح قرآن پاک کے تیسویں/۲۳ پارے میں آتا ہے کہ کافر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساحر اور کذاب کہتے تھے کہ یہ جادوگر اور بڑا جھوٹا ہے۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم برداشت کرتے تھے اور مسکرا کر چلے جاتے تھے۔ آج ہمیں کوئی جھوٹا کہہ کر دیکھے نا!۔ پھر دیکھئے جاتا کہاں ہے۔ یاد نہیں یا ہم نہیں ہیں۔ فرمایا، وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا ، فظ کا معنیٰ ہے سخت مزاج، اور اگر ہوتے آپ سخت مزاج۔ غَلِيظَ الْقَلْبِ ، سخت دل والا۔ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ ، تو یہ بھاگ جاتے تیرے آس پاس سے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ بیٹھتے۔ اور ظاہر بات ہے آدمی بداخلاق، ضدی اور سخت دل ہو اور اپنی من مانی کرے تو اس کے قریب کون آئے گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نرم مزاج اعلیٰ اخلاق والے ہیں۔ اسی لئے غزوۂ احد میں جلیل القدر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے تتر بتر ہونے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی سرزنش نہیں فرمائی۔ البتہ دل میں رنجش کا امکان باقی تھا کہ انہوں نے خلاف توقع عمل کیوں کیا ہے؟۔ اور جنگی نقطہ نظر سے بڑی غلطی کی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے سفارش فرما دی کہ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فَاعْفُ عَنْهُمْ ، پس تو ان کو معاف کر دے۔ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ ، اور ان کے لئے مغفرت طلب کر اللہ تعالیٰ سے۔ کہ اے پروردگار ان سے جو غلطی اور گناہ ہوا ہے کم فہمی کی وجہ سے ہوا ہے۔ بدنیتی کی وجہ سے نہیں ہوا۔ پروردگار تو ان کو معاف فرما دے۔

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ، اوران کے ساتھ مشورہ کر معاملات میں ۔ یعنی آئندہ کوئی مسئلہ پیش آجائے تو ان کو مشورے میں شریک کرتا کہ یہ محسوس نہ کریں کہ شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ناراض ہیں ۔ اس لئے قریب نہیں آنے دیتے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ مبارکہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ یا دیگر معاملات میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کرلیا کرتے تھے ۔ ہاں مشورہ کی ضرورت ان امور میں پیش آتی تھی جن میں وحی الٰہی کے ذریعے واضح حکم موجود نہیں ہوتا تھا ۔ اور ایسے معاملات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اجتہاد بھی کرتے تھے ۔ اور مشورہ بھی ہوتا تھا ۔ اور یاد رکھیں ! ایسی چیزیں جن کے متعلق احکامات قرآن میں نہیں ہیں ۔ حدیث پاک میں نہیں ہیں ۔ اور اجماعِ امت سے ثابت نہیں ہیں ۔ ان کے متعلق مشورہ قیامت تک باقی رہے گا ۔ اور ہر حکومت کو حق حاصل ہے کہ جو مسائل منصوص نہیں ہیں یعنی قرآن پاک سے ثابت نہیں ہیں حدیث سے ثابت نہیں ہیں ۔ اجماعِ امت سے ثابت نہیں ہیں ۔ ان کے متعلق آپس میں مشورہ کریں ۔ حکم ہے ، وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ، کوئی معاملہ پیش آجائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ مشورہ کریں ۔ حدیث پاک میں آتا ہے جو لوگ فقیہ اور سمجھدار ہیں ان سے مشورہ کرو ۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک آدمی کا ذہن کسی طرف نہیں جاتا اور وہ بات دوسرے کی سمجھ میں آجاتی ہے ۔ تو اس طرح مشورے کا فائدہ ہوگا اور معاملہ خوش اسلوبی کے ساتھ طے پاجائے گا ۔ اور جو مسائل منصوص ہیں ۔ قرآن سے ثابت ہیں ، حدیث شریف سے ثابت ہیں ، اجماعِ امت سے ثابت ہیں ۔ ان کے متعلق مشورے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔ جیسے نماز ہے روزہ ہے ۔ حج ہے ، زکوٰۃ ہے ۔ چار عورتوں کے ساتھ نکاح کا جواز ہے ۔ یا سود کا حرام ہونا ہے ۔ مثلاً اب اگر کوئی مشورہ کرے کہ سود حرام ہے یا

حلال ہے تو ایسا آدمی ملحد اور زندیق ہے تو مشورہ ان چیزوں میں ہے جو منصوص نہیں ہیں۔ اور مشورے کے بعد جب معاملہ طے ہو جائے۔ فَإِذَا عَزَمْتَ ، پس جب تو ارادہ کرلے۔ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ ، پس اللہ تعالیٰ پر توکل کر۔ سوچنے سمجھنے اور ساتھیوں سے مشورہ کرنے کے بعد جب کسی کام کا ارادہ کرلیں تو پھر اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرو۔ إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ O ، بے شک اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے توکل کرنے والوں کے ساتھ۔ کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں کہ توکل کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ آدمی ہاتھ پاؤں نہ پھیلائے بلکہ جو کام کرنا ہے اس کے لئے ہاتھ پاؤں مارے۔ محنت کوشش کرے اور اس کا نتیجہ رب تعالیٰ پر چھوڑ دے۔ ؎

توکل کا یہ مطلب ہے کہ خنجر تیز رکھ اپنا
پھر انجام اس کی تیزی کا مقدر کے حوالے کر

اور اگر کام کے لئے ہاتھ پاؤں ہی نہیں ہلاتا محنت کوشش نہیں کرتا۔ تو شریعت میں اس کا نام "تَعَطُّلُ" ہے۔ جس کو پنجابی میں ہڈحرامی کہتے ہیں۔ إِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللهُ ، اگر تمہاری مدد کرے اللہ تعالیٰ۔ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ، پس تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ پھر تاریخ بتاتی ہے کہ موتہ کے مقام پر تین ہزار نے ایک لاکھ پر غلبہ حاصل کیا اور یرموک کے مقام پر پنتالیس ہزار/۴۵۰۰۰ نے سات لاکھ پر غلبہ پایا۔ بے شمار ایسے جہاد ہوئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت سے تھوڑے بہتوں پر غالب آئے۔ وَإِنْ يَّخْذُلْكُمْ ، اور اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد ختم کردے۔ فَمَنْ ذَا الَّذِي ، پس کون ہے وہ ذات۔ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ ، بَعْدِهٖ ، جو تمہاری مدد کرے گی اللہ تعالیٰ کے بعد۔ اللہ تعالیٰ کے سوا ہے کوئی ٹھکانہ؟ ہے کوئی مددگار؟ ہے کوئی مشکل کشا، حاجت روا، فریادرس، کوئی دستگیر بالکل نہیں ہے۔ وَعَلَى اللهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ☆ ، اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہی توکل

کر ا یمان دا ے۔ اس سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ عالی کا ذکر تھا۔ آگے فرمایا جس طرح پیغمبر علیہ السلام کے اخلاق عالی ہیں اسی طرح وہ امین اور دیانت دار بھی ہیں۔ مال غنیمت کی تقسیم کے موقع پر ایک واقعہ پیش آیا تھا بعض حضرات بدر کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ لیکن زیادہ تر احد کا معاملہ ہے۔ غزوۂ احد میں اگرچہ زیادہ تر مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل گیا تھا مگر تھوڑا بہت مال غنیمت مسلمانوں کے پاس رہ گیا تھا۔ اور تقسیم کے وقت منافق بھی پہنچ گئے تھے کہ شاید ہمیں بھی کچھ مل جائے کسی نے کہا کہ مال غنیمت میں ایک عمدہ گرم کمبل تھا نظر نہیں آ رہا۔ ایک منافق بے ایمان نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لیا ہوگا۔ بھائی اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لینا ہوتا تو سب کے سامنے اٹھا لیتے احادیث میں موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت تھی کہ مالِ غنیمت میں سے جو چاہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو چیز پسند آئے اپنی مرضی سے لے سکتے ہیں۔ اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کوئی شئی اس طرح لی نہیں ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح چھپانے کی کیا ضرورت تھی؟۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ اور نہیں ہے لائق کسی نبی کے یہ کہ وہ خیانت کرے۔ غلول مالِ غنیمت میں سے کسی چیز کے چھپا لینے کو کہتے ہیں۔ تو نبی کی شان نہیں ہے کہ مالِ غنیمت میں سے کوئی چیز خفیہ طریقے سے لے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے کہ مالِ غنیمت میں جو چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند ہو، لے سکتے ہو۔ تو پھر اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو غلول کی کیا ضرورت ہے؟۔ معاذ اللہ تعالیٰ فرمایا، وَمَنْ يَّغْلُلْ، اور جس نے خیانت کی۔ يَاْتِ بِمَا غَلَّ، لائے گا اس چیز کو جو اس نے خیانت کی۔ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ، قیامت والے دن اس کی گردن پر ہوگی اور اس کا اس کو حساب دینا

پڑے گا۔ وہاں تو سوئی دھاگے تک کا حساب دینا پڑے گا۔ دیکھا چوری کسی کی بھی کرنا گناہ ہے۔ لیکن ایک ہے شخصی چوری اور ایک ہے قومی اور جماعتی مال سے چوری اس میں فرق ہے۔ اگر ایک آدمی کی چوری کی ہے۔ ہوسکتا ہے وہ معاف کردے اور قومی اور جماعتی مال سے چوری جیسے چندے کی چوری ہے یہ معاملہ بڑا سخت ہے۔ کیونکہ لوگوں کے مزاج مختلف ہیں ہوسکتا ہے قیامت والے دن کوئی معاف کرے کوئی نہ کرے۔ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ ، پھر پورا پورا دیا جائے گا ہر نفس کو۔ مَّا كَسَبَتْ ، جو اس نے کمایا۔ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ O ، اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ وہاں رتی برابر بھی کسی پر ظلم نہیں ہوگا۔ فرمایا، اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ ، کیا پس وہ شخص جس نے پیروی کی اللہ تعالیٰ کی رضا کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مانا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرکے رب تعالیٰ کی رضا حاصل کی۔ كَمَنْ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ ، اس شخص کی طرح ہوجائے گا جو لوٹا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی لے کر۔ ایک فرماں بردار ہے ایک نافرمان ہے ایک نیک ہے ایک بد ہے کیا یہ برابر ہوجائیں گے۔ وَمَاْوٰهُ جَهَنَّمُ ، اور نافرمان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ O ، اور دوزخ برا ٹھکانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے تمام مومنین اور مومنات کو دوزخ سے بچائے۔ هُمْ دَرَجٰتٌ ، ان کے درجے ہیں۔ عِنْدَ اللّٰهِ ، اللہ تعالیٰ کے ہاں۔ نیکوں کے درجے اور ہیں بروں کے اور ہیں۔ پھر نیکی کے بھی درجات ہیں۔ اور بدی کے بھی درجات ہیں جس قسم کا عمل ہوگا اسی قسم کی سزا ہوگی وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ ، اور اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔ بِمَا يَعْمَلُوْنَ O ، اس چیز کو جو عمل کرتے ہیں جو کچھ وہ کررہے ہیں سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ اس کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ
يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ
كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾ اَوَلَمَّاۤ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ
اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ۙ قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ؕ قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۶۵﴾ وَمَاۤ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ
فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۶۶﴾ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ۚۖ وَقِيْلَ
لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا ؕ قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا
لَّاتَّبَعْنٰكُمْ ؕ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَىِٕذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ ۚ يَقُوْلُوْنَ
بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ ﴿۱۶۷﴾

النصف

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ: البتہ تحقیق احسان کیا اللہ تعالیٰ نے ۔ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ: مومنوں پر ۔ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ
رَسُوْلًا: جب بھیجا اللہ تعالیٰ نے ان میں ایک رسول ۔ مِنْ اَنْفُسِهِمْ: ان کی جانوں میں سے ۔
يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ: وہ تلاوت کرتا ہے ان پر اللہ تعالیٰ کی آیتیں ۔ وَيُزَكِّيْهِمْ: اور ان کو پاک
کرتا ہے ۔ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ: اور تعلیم دیتا ہے ان کو کتاب کی ۔ وَالْحِكْمَةَ: اور سنت کی ۔
وَاِنْ كَانُوْا: اور بے شک وہ تھے ۔ مِنْ قَبْلُ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے پہلے ۔ لَفِيْ ضَلٰلٍ
مُّبِيْنٍ: البتہ کھلی گمراہی میں ۔ اَوَلَمَّاۤ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ: کیا جس وقت پہنچی تمہیں مصیبت ۔ قَدْ

اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ، تم پہنچا چکے تھے اس جیسی دو مصیبتیں ۔قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ، تم نے کہا یہ کہاں سے آئی ہے؟ ۔قُلْ ، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیجئے! ۔هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ، وہ تمہارے نفسوں کی طرف سے آئی ہے ۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ O ، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے ۔وَمَا اَصَابَكُمْ ، اور وہ چیز جو تمہیں پہنچی ۔یَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ، جس دن آمنے سامنے آئیں دو جماعتیں ۔فَبِاِذْنِ اللّٰهِ ، پس اللہ تعالیٰ کے حکم سے ۔وَلِیَعْلَمَ الْمُؤْمِنِیْنَ O ، اور تا کہ ظاہر کر دے اللہ تعالیٰ مومنوں کو ۔ وَلِیَعْلَمَ الَّذِیْنَ ، اور تا کہ ظاہر کر دے ان لوگوں کو ۔نَافَقُوْا ، جو منافق ہیں ۔وَقِیْلَ لَهُمْ ، اور کہا گیا ان کو ۔تَعَالَوْا قَاتِلُوْا ، آؤ لڑو ۔فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ، اللہ تعالیٰ کے راستے میں ۔اَوِ ادْفَعُوْا ، یا دفاع کرو ۔قَالُوْا ، کہنے لگے ۔لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا ، اگر ہم جانتے لڑائی ۔اتَّبَعْنٰكُمْ ، البتہ ہم ضرور تمہاری پیروی کرتے ۔هُمْ لِلْكُفْرِ ، وہ کفر کی طرف ۔یَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ ، اس دن زیادہ قریب تھے ۔مِنْهُمْ لِلْاِیْمَانِ ، بہ نسبت ایمان کے ۔یَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ ، کہتے ہیں اپنے مونہوں سے ۔مَّا لَیْسَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ ، وہ چیز جو ان کے دلوں میں نہیں ہے ۔وَاللّٰهُ اَعْلَمُ ، اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے ۔بِمَا یَكْتُمُوْنَ O ، وہ جو چھپاتے ہیں ۔

پہلے سے غزوۂ احد کا ذکر چلا آ رہا ہے ۔ اور اس سے پہلی آیات میں بیان تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے بلند اخلاق والے اور نرم واقع ہوئے ہیں لہٰذا اگر ساتھیوں سے کم فہمی کی بنا پر غلطی بھی ہو جائے تو درگزر فرماتے ہیں ۔ اب اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرا تم پر احسان ہے کہ میں نے ایسا شان والا پیغمبر تمہاری طرف مبعوث فرمایا ہے ارشادِ ربانی ہے ،لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ ، البتہ تحقیق احسان کیا اللہ تعالیٰ نے ۔عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ ، مومنوں پر ۔اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا ، جب بھیجا اللہ تعالیٰ نے ان میں ایک رسول ۔مِّنْ اَنْفُسِهِمْ ، ان کی جانوں میں

سے ۔یعنی انہیں میں سے اللہ تعالیٰ کا یہ احسان کافروں پر بھی ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کل کائنات کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجے گئے ہیں۔لیکن کافروں نے اس احسان سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ اور مومنوں نے صحیح معنیٰ میں اس احسان سے فائدہ اٹھایا ہے لہٰذا احسان بھی انہیں پر ہے۔جس طرح قرآن پاک سب لوگوں کے لئے ہدایت ہے۔مگر چونکہ فائدہ اس سے متقی حضرات اٹھاتے ہیں۔اس لئے فرمایا۔"هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ" ہدایت ہے پرہیزکاروں کے لئے۔اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کل کائنات کے لئے رحمت ہے اور سب پر رب تعالیٰ کا انعام واحسان ہے۔مگر کافروں نے اس انعام اور احسان کی قدر نہیں کی۔اور مومنوں نے قدر کی ہے۔اور بھیجا بھی انہیں میں سے۔انہی میں سے کا مطلب ہے۔کہ آپ انسانوں میں سے ہیں۔پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم قریشی اور ہاشمی بھی ہیں۔مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو ملائکہ میں سے ہیں، اور نہ ہی جنات میں سے ہیں۔بلکہ جنس انسانی میں سے ہیں۔اور حقیقت یہ ہے کہ دوسری نوع اور جنس سے فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا۔مثال کے طور پر حضرت جبرئیل علیہ السلام جو فرشتوں کے سردار ہیں اگر ان کو انسانوں کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجا جاتا جن کو نہ بھوک لگتی ہے، نہ پیاس لگتی ہے۔نہ گرمی، نہ سردی، نہ دکھ نہ تکلیف، وہ ہر چیز سے پاک ہیں۔تو ان کو انسانی ضروریات کا کیا احساس ہوتا؟۔جس کو بھوک کا احساس نہیں ہے، وہ روزے کا کیا حکم دیتا؟ کہ روزے رکھو؟ جس کو گرمی سردی کا احساس نہیں ہے، وہ کیا حکم کرے گا کہ سردیوں میں چاہے پانی ٹھنڈا ہو یا گرم، تم نے غسل بھی کرنا ہے۔اور وضو بھی۔جس کو بیماری کی تکلیف کا احساس ہی نہیں ہے وہ صبر کی کیا تلقین کرے گا جس کا باپ نہیں ہے بیٹا نہیں ہے، بھائی نہیں ہیں، بہنیں نہیں ہیں۔خالائیں اور پھوپھیاں نہیں ہیں۔اس کو ان کے مرنے پر دکھ

اور صدمے کا کیا احساس ہوسکتا ہے؟۔ کہ ان کے مرنے پہ انسان پہ کیا گزرتی ہے؟ وہ صبر کی تلقین کرے گا جب اس کو معلوم ہی نہیں ہے کہ موت کا صدمہ کیا ہوتا ہے؟۔ یہاں بشر ہی بشر کی تسلی کا سامان کرسکتا ہے۔ جس کو ان ساری چیزوں کا احساس ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ اٹھارہ مہینوں کے تھے دودھ پیتے تھے بیمار ہوگئے۔ اور دوسری طرف یہ ہوا کہ مدینہ منورہ سے ایک میل کی مسافت پر ایک مقام تھا "سرار" آج کل وہ مدینہ طیبہ کی آبادی میں شامل ہوگیا ہے۔ وہاں ایک آدمی تھا ابوالحدادلوہے کا کام کرتا تھا۔ اس کا دودھ پیتا بچہ فوت ہوگیا اور اس کی بیوی بڑی صحت مند تھی۔ دودھ اس کا وافر تھا۔ اس نے اپنے خاوند کو کہا کہ ہمارا بچہ فوت ہوگیا ہے اور دودھ ضائع جائے گا۔ میرا خیال ہے کہ تو جاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیشکش کر کہ وہ اپنا بچہ دودھ پلانے کے لئے ہمیں دے دیں۔ چنانچہ اس کے خاوند نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے مشورہ کیا کیونکہ حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے پیٹ سے تھے انہوں نے کہا حضرت بالکل ٹھیک ہے۔ چنانچہ ابوالحداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی بڑی چاہت اور شوق کے ساتھ لے گئی۔ لیکن خدا کی شان کہ کچھ مدت کے بعد وہ ان کے پاس بیمار ہوگیا۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی کہ حضرت بچے کی حالت بڑی نازک ہے آپ تشریف لائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چند ساتھیوں کے ہمراہ تشریف لے گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بچے کو اٹھایا تو "نَفْسُهُ يَتَقَعْقَعُ"۔ اس کا سانس اکھڑ رہا تھا۔ بے اختیار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا، حضرت آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو رونے سے

منع فرماتے ہیں۔اوراب خودرورہے ہیں۔ "فَاَشَارَاِلٰی لِسَانِہٖ" ۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ میں نے جس رونے سے منع کیا ہے اس کا تعلق زبان کے ساتھ ہے۔یعنی نوحہ بین کرنا، واویلا کرنا منع ہے۔دل میں صدمہ ہواور آنکھوں سے آنسو گر رہے ہوں۔تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔"اِنَّ الْعَیْنَ تَدْمَعُ"، آنکھ آنسو بہاتی ہے۔"وَالْقَلْبُ یَحْزَنُ" ، اور دل غمگین ہے۔"وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا یَرْضٰی رَبُّنَا"، مگر ہم زبان سے وہی لفظ نکالتے ہیں جس سے ہمارا رب خوش ہو۔ "وَاِنَّا بِفِرَاقِکَ لَمَحْزُوْنُوْنَ" ، اور اے ابراہیم بے شک ہم تیری جدائی پر بہت دکھی ہیں۔(بخاری جلد ا، صفحہ ۱۷۴)۔ایسے موقع پر تسلی تو بشر ہی دے سکتا ہے۔فرشتہ کیا تسلی دے گا؟۔جس کا نہ کوئی رشتہ دار اور نہ قیامت سے پہلے کوئی موت، نہ سر درد، نہ پیٹ درد، نہ گھٹنوں میں درد، نہ ٹخنوں میں درد، اس کے سامنے کوئی جا کر ان چیزوں کا ذکر کرے تو اسے کیا احساس ہوگا۔اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر احسان فرمایا کہ بشر کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔جس کے ساتھ یہ ساری ضرورتیں لگی ہوئی ہیں۔گرمی بھی لگتی ہے سردی بھی محسوس ہوتی ہے۔تکلیف کا بھی احساس ہوتا ہے، ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنے میں ایسی تکلیف ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر پیشاب نہیں کر سکتے تھے۔کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔اور بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ ایک دفعہ دردِ شقیقہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا پریشان کیا کہ دو دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھے۔ہجرت کے سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پیاس لگی ہے، کہیں سے پانی تلاش کرو؟۔تو انسانوں کی

ہدایت کا ذریعہ وہی بنے گا جس کو یہ ساری ضرورتیں پیش آئیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیویاں فوت ہوئی۔ پھوپھیاں فوت ہوئیں۔ بیٹے فوت ہوئے۔ تین بیٹیاں فوت ہوئیں۔تو انسانوں کے لئے وہی نمونہ بنے گا جس کو صدمات کا احساس ہو۔تو اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ اس نے بشر کو پیغمبر بنا کر بھیجا کوئی جن یا فرشتہ نہیں بھیجا۔ پھر چونکہ اول مخاطبین عربی تھے اس لئے عربی بھیجا۔اگر پیغمبر عجمی ہوتا تو وہ فائدہ نہیں اٹھا سکتے تھے۔اسی آیت کریمہ کے تحت علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ جو آخری دور کے عظیم مفسر گزرے ہیں۔حوالہ نقل فرماتے ہیں اور یہ حوالہ عالمگیری، بحرالرائق، اور جتنی مستند کتابیں ہیں ان میں بھی موجود ہے۔ کہ شیخ ولی الدین عراقی سے سوال کیا گیا کہ کیا یہ جاننا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بشر اور عربی ہیں صحت ایمان کے لئے شرط ہے۔یا فرض کفایہ ہے تو انہوں نے اس کا جواب دیا کہ یہ صحت ایمان کے لئے شرط ہے۔سو اگر کسی شخص نے یہ کہا کہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو تمام مخلوق کے لئے مانتا ہوں لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ آپ بشر تھے یا فرشتہ یا جن، یا یہ کہا کہ میں نہیں جانتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عربی تھے یا عجمی؟۔ "فَلَا شَكَّ فِىْ كُفْرِهٖ" ۔تو اس شخص کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے۔کیونکہ اس نے قرآن پاک کی تکذیب کی ہے۔اور اس چیز کا انکار کیا ہے جس کی خلف سلف اگلے پچھلے تمام قرون اسلام میں تلقی بالقبول کرتے رہے ہیں۔روح المعانی جلد۴ صفحہ۱۰۱۔کیونکہ اس بات کا جاننا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بشر تھے اور عربی تھے فرض عین ہے۔یعنی ہر مسلمان پر لازم ہے۔اور فرضِ عین کو نہ جاننا کفر ہے۔اور ایک ہوتا ہے فرضِ کفایہ کہ اس کو اگر چند آدمی بھی ادا کردیں تو باقی بری الذمہ ہو جاتے ہیں۔ جیسے جنازہ ہے، کہ کچھ آدمی اس فرض کو ادا کردیں تو باقیوں پر کوئی گناہ

نہیں رہے۔ اسی طرح تبلیغ دین فرض کفایہ ہے اگر کچھ افراد یہ فرض ادا کر رہے ہیں تو باقی گناہ سے فارغ ہیں۔ اور جو عبادتیں فرضِ عین ہیں ان کا سمجھنا اور ادا کرنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ جیسے نماز، روزہ، حج، زکوۃ، حلال حرام، یہ ضروریاتِ دین میں سے ہیں۔ اور ان میں کوئی شخص بھی معذور نہیں ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈیوٹیاں بیان فرمائی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ کام کون کون سے ہیں۔ فرمایا، يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ، وہ تلاوت کرتا ہے ان پر اللہ تعالیٰ کی آیتیں۔ یعنی ان کو قرآن مجید پڑھ کے سناتا ہے۔ اور آیات کے اول مخاطبین عربی تھے۔ اور قرآن مجید بھی عربی زبان میں تھا۔ لہٰذا اکثر آیات کا مفہوم وہ خود بخود سمجھ جاتے تھے۔ اور دوسری ڈیوٹی ہے۔ وَيُزَكِّيْهِمْ، اور ان کو پاک کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انسان کی باطنی گندگی کو دور کرتے ہیں۔ یعنی کفر، شرک، نفاق اور بداخلاقی سے پاک کر کے ایمان توحید اخلاص اور اچھے اخلاق بھر دیتے ہیں۔ حقیقۃً تزکیہ تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ قرآن پاک میں دوسری جگہ آتا ہے۔ "وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ" (پارہ ۱۸)۔ اور اللہ تعالیٰ پاک کرتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تزکیہ کی نسبت مجازی ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سبب ہیں تزکیہ کا۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو تعلیم دیتے ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور تربیت کی برکت سے ان کے دل پاک ہو جاتے ہیں۔ اور دلوں کا تزکیہ شرعاً مطلوب ہے۔ اور جو صحیح پیری مریدی ہے۔ ٹھگوں کی بات نہیں کرتا۔ ان کی بات کرتا ہوں جو صحیح معنیٰ میں اللہ والے ہیں۔ ان کی پیری مریدی اس آیتِ کریمہ کی تشریح ہے جو مرشد کامل ہیں وہ اپنے مرید کی اخلاقی تربیت کریں گے۔ ان کو سبق دیں گے۔ کہ تم یہ کام کرو اور فلاں کام چھوڑ دو۔ یہ وظیفہ پڑھو، اور فلاں وظیفہ نہ پڑھو۔ تو

اللہ تعالیٰ کے صالح لوگوں کی تعلیم اور تربیت سے انسان کفر شرک سے رسم ورواج سے تکبر بغض کینہ اور حبِّ دنیا، جیسی بیماریوں سے بچ جاتا ہے۔ اور اصلاح ہو جاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت حنظلہ بن سدلیس رضی اللہ عنہ کے بارے میں حدیث میں آتا ہے کہ یہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملے تو کہنے لگے ابو بکر میں منافق ہو گیا ہوں۔ فرمایا، سبحان اللہ! تو کس طرح منافق ہو گیا ہے؟۔ کہنے لگے اس طرح کہ جب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ہوتا ہوں تو دل کی کیفیت کچھ اور ہوتی ہے اور جب گھر یا بازار جاتا ہوں تو دل کی کیفیت وہ نہیں رہتی۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ میں منافق ہوں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس طرح کی کیفیت تو میری بھی ہے۔ لہٰذا آؤ دونوں چلتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیتے ہیں۔ تو انہوں نے اپنا مسئلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دلوں کی وہ کیفیت جو میری مجلس میں ہوتی ہے۔ وہ اس کے بعد نہیں رہ سکتی۔ (کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بارش آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو رہی ہے۔ وہ دوسری جگہ تو نہیں ہے۔ اس لئے وہ کیفیت کس طرح باقی رہ سکتی ہے)۔ لہٰذا اس کیفیت کے بدلنے سے آدمی منافق نہیں ہو جاتا یہ مسلم شریف کی حدیث کا خلاصہ ہے۔ جو میں نے بیان کیا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس اقدس میں تھوڑی دیر بیٹھنے والے کی اتنی صفائی ہو جاتی تھی کہ ساٹھ ساٹھ سال مجاہدہ اور ریاضتیں کرنے والوں کی اتنی صفائی نہیں ہوتی۔ بزرگانِ دین نے شرعی دائرہ میں رہ کر جو چلہ کشی کی، ہے اور ریاضتیں کی ہیں بعض سطحی قسم کے لوگ ان پر اعتراض کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ انہوں نے غلط کیا ہے۔ کیونکہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے چلہ کشی نہیں کی تھی۔ بھائی! ٹھیک ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم

نے چلہ کشی نہیں کی مگر ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ضرورت ہی کیا تھی؟۔ شیشہ صاف ہو تو اس کو صاف کرنے کی کیا ضرورت ہے؟۔ صاف تو اس وقت کیا جاتا ہے جب اس پر میل کچیل ہو۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے شیشے ویسے ہی صاف تھے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھنے سے اتنے صیقل ہو جاتے تھے کہ ساٹھ سالہ مجاہدے سے بھی وہ کیفیت حاصل نہیں ہو سکتی۔ تو ان کو مجاہدے کی کیا ضرورت تھی؟۔ کہ وہ چلہ کشی کرتے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہ کیفیت باقی نہیں رہی۔ اس لئے دلوں کی صفائی کے لئے مجاہدہ کرنا پڑتا ہے۔ یاد رکھنا! کثرت کے ساتھ ذکر کرنے سے دلوں کی صفائی ہوتی ہے۔ لہٰذا کلمے کا ورد کرو تیسرا کلمہ پڑھتے رہو۔ استغفار کرو۔ درود شریف پڑھو۔ قرآن پاک کی تلاوت کرو۔ قبر کو یاد کرو۔ آخرت کا خیال کرو۔ اپنی نظر کو محفوظ رکھو۔ اس سے دلوں کی صفائی ہوتی ہے۔ اور تزکیہ نفس شریعت میں مطلوب ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تیسرا کام۔ فرمایا، وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ، اور تعلیم دیتا ہے ان کو کتاب کی اور حکمت کی۔ قرآنِ پاک اگرچہ عربی زبان میں نازل ہوا۔ اور اس کے اولین مخاطبین بھی عربی تھے اس کے باوجود ان کو بعض دفعہ سمجھنے کی ضرورت پیش آتی تھی۔ چنانچہ پانچویں پارے میں آتا ہے۔ "مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ"۔ جو شخص برا عمل کرے گا اس کو اس کا بدلہ دیا جائے گا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیتِ کریمہ سے آخرت کا بدلہ سمجھا۔ کہ قبر میں عذاب ہوگا۔ دوزخ کی سزا ہوگی تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ حضرت ہم میں سے کون سا ایسا آدمی ہے کہ جس سے کوئی نہ کوئی خطا نہ ہوئی ہو۔ کیونکہ معصوم تو صرف انبیاء ہیں۔ پھر تو کوئی بھی نہیں بچ سکتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابو بکر! (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس بدلے سے

جو تو سمجھا ہے کہ آخرت کی سزا ہوگی قبر میں مار کٹائی ہوگی یہ مراد نہیں ہے۔ بلکہ مومنوں کو اس کا بدلہ دنیا میں ہی دے دیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ جب مومن اللہ تعالیٰ سے ملاقات کریں گے تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ مومنوں کو دنیا میں جو تکلیفیں آتی ہیں۔ وہ ان کے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں۔ (سبحان اللہ)۔ مثلاً سر درد ہے، پیٹ درد ہے۔ ناک میں تکلیف ہے، گھٹنوں میں درد ہو گیا ہے۔ ٹخنوں میں درد ہو گیا، اور کوئی تکلیف ہوگئی۔ کوئی صدمہ پیش آگیا۔ جیب میں رقم تھی، گر گئی پھر ملی نہیں۔ یہاں تک کہ گرمی سردی بھی مسلمانوں کے گناہوں کا کفارہ ہیں۔ کیونکہ ان میں بھی تکلیف ہوتی ہے۔ تو مسلمانوں کو دنیا میں ہی بدلہ دے دیا جاتا ہے۔ یہ خلاصہ ہے ترمذی شریف کی روایت کا۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی شخصیت آیتِ کریمہ کا صحیح مفہوم نہیں سمجھ سکی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرمائی تو سمجھ آیا کہ یہ مطلب ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ حضرت آپ نے فرمایا ہے۔ "مَنْ نُوْقِشَ فِی الْحِسَابِ عُذِّبَ"، کہ جس سے صحیح معنیٰ میں حساب لیا گیا اس کی خیر نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ "فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا" (پارہ ۳۰)۔ پس عنقریب اس سے آسان حساب لیا جائے گا۔ یعنی مومنوں کا حساب آسان ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) ان دونوں باتوں کا آپس میں کوئی ٹکراؤ نہیں ہے۔ آیتِ کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ مومنوں کا حساب سرسری اور آسان ہوگا وہ یہ ہے کہ حساب کتاب کا اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہو جانا ہی عرض اور یہی حسابِ یسیر ہے۔ اور میں نے کہا کہ جس سے پوچھ لیا گیا۔ مناقشہ ہوا حساب میں۔ باریکی ہوئی تو ایسا شخص بچ نہیں سکے گا۔ آسان حساب یہ

ہے کہ بس حساب پیش کیا گیا کچھ تعرض نہ فرمایا جان بچ گئی۔ تو سرسری حساب اور چیز ہے، اور پورا پورا حساب اور چیز ہے۔ تو ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آیت سمجھنی پڑی۔ اسی طرح ساتواں پارہ سورۃ انعام میں آتا ہے۔ "اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ O"۔ ''وہ لوگ جو ایمان لائے اور نہیں ملایا انہوں نے اپنے ایمانوں کو ظلم کے ساتھ یہی لوگ ہیں جن کے لئے امن ہوگا۔ اور یہی ہدایت یافتہ لوگ ہیں''۔ بخاری شریف میں روایت ہے۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے سوال کیا۔ "اَيُّنَا لَمْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ؟" ہم میں سے کون ایسا شخص ہے جس نے اپنی جان پر زیادتی نہیں کی؟۔ ظلم کا معنیٰ ہے زیادتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس مقام پر ظلم سے مراد وہ نہیں ہے جو تم سمجھے ہو، کہ زبانی طور پر کسی سے زیادتی ہوگئی، یا ہاتھ سے ہوگئی، قلم کے ساتھ کسی سے زیادتی ہوگئی۔ ہیں یہ بھی زیادتیاں۔ مگر اس مقام پر ظلم سے مراد شرک ہے۔ تو آیتِ کریمہ کا مطلب یہ ہوکہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور اپنے ایمانوں کے ساتھ شرک کی ذرہ بھر ملاوٹ نہیں کی۔ ان کو امن نصیب ہوگا اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔ جیسا کہ حضرت لقمان بن باعور بن ناھور رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بیٹے ساران رحمہ اللہ تعالیٰ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔ "يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ" (پارہ ۲)۔ ''اے میرے پیارے بیٹے! اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرنا، بے شک شرک بڑا ظلم ہے''۔ مطلب یہ ہے کہ ظلم سے مراد شرک ہے۔ تو صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو بھی کچھ آیتیں سمجھ نہیں آتی تھیں۔ باوجود عربی ہونے کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو سمجھاتے تھے۔ چہ جائیکہ آج چودھویں/۱۴ اویں صدی میں کوئی دعویٰ کرے کہ مجھے قرآن پاک سمجھنے کے لئے نہ حدیث کی ضرورت ہے۔ نہ کسی صحابی کی

نہ تابعی کی نہ کسی فقیہ اور امام اور محدث کی ضرورت ہے۔ میں خود قرآن مجید کو سمجھتا ہوں۔ ایسا شخص پرلے درجے کا ملحد اور بے دین ہے۔ یاد رکھنا! قرآن پاک کی وہ تفسیر معتبر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے یا جو تفسیر صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے کی ہے۔ تابعین نے یا تبع تابعین نے کی ہے۔ اور ائمہ دین نے کی ہے۔ یا فقہاءِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے کی ہے۔ اور مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے کی ہے۔ ان بزرگوں پر اعتماد کرو۔ اپنی طرف سے کوئی بات نہ کرو یہ جتنے باطل فرقے گمراہ ہوئے ہیں اسی وجہ سے ہوئے ہیں کہ انہوں نے قرآن پاک کی تفسیر اپنی رائے سے کی ہے۔ غلام احمد پرویز ملحد اور بے دین آدمی تھا۔ اس نے چار جلدوں میں قرآن مجید کی تفسیر لکھی ہے۔ جس کا نام "معارف القرآن" رکھا ہے۔ چونکہ وہ اردو ادب کا بڑا ماہر تھا اس واسطے اردو ادب والے اس کو بڑے شوق سے پڑھتے ہیں۔ لیکن یاد رکھنا! اس میں بڑا کفر بھرا ہوا ہے۔ اور اس کا دعویٰ ہے کہ آج تک میرے بغیر کسی نے قرآنِ کریم کو نہیں سمجھا۔ اور اس کی حیثیت یہ ہے کہ ساری زندگی انگریز کے بوٹ صاف کرتا رہا ہے۔ کیونکہ سرکاری ملازم تھا۔ اور اس کا خاص ملازم جو کافی مدت تک اس کے پاس رہا ہے اس نے مجھے خود یہ بات بتائی ہے کہ ڈاڑھی منڈواتا تھا۔ اور روزے نہیں رکھتا تھا۔ اور کہتا تھا کہ آج تک جتنی تفسیریں لکھی گئی ہیں۔ وہ ساری غلط ہیں، سوائے میری تفسیر کے۔ اس کی تفسیر کے زیادہ نہیں صرف ایک حوالہ پیش کرتا ہوں وہ کہتا ہے کہ "سائنس اگر ثابت بھی کردے کہ چند منٹوں، سیکنڈوں میں کوئی آدمی چاند پر جا بھی سکتا ہے اور واپس بھی آسکتا ہے میں پھر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمانی معراج کو تسلیم نہیں کروں گا"۔ یہ ہے اس کی تفسیر۔ نوجوانو! یاد رکھو۔ ہر تفسیر کو تفسیر نہ سمجھو سلفِ صالحین کا دامن نہ چھوڑو۔ مودودی صاحب

نے بھی اپنی تفسیر اور دیگر کتابوں میں بہت ساری غلط باتیں لکھی ہیں۔علماء کی ان پر تنقید بے جا نہیں ہے۔اگر زندگی رہی تو باقی کل بیان کروں گا انشاءاللہ تعالیٰ۔

کل کے درس میں آپ نے پہلی آیتِ کریمہ کے چند جملوں کی تشریح سنی۔ ’’لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ ‘‘البتہ تحقیق احسان کیا اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر جب بھیجا اللہ تعالیٰ نے ان میں ایک رسول ان کی جانوں میں سے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کا یہ احسان تمام کائنات کے لئے ہے۔ جنات کے لئے انسانوں کے لئے عربی عجمی سب کے لئے ہے۔ لیکن چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے فائدہ صرف مومنوں نے اٹھایا ہے۔ اس لئے مومنوں کی تخصیص فرمائی۔ اور بھیجا بھی انہیں میں سے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم انسان ہیں بشر ہیں، مگر شان اور مرتبہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ عطاء فرمایا کہ مخلوق میں سے کسی کو حاصل نہیں ہے۔ نہ جنوں کو نہ انسانوں کو۔ نہ فرشتوں کو۔ ان سب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ بہت بلند ہے۔ یہ بنیادی عقیدہ ہے اس کو یاد رکھنا بھولنا نہیں۔ اور کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چار تھے۔ پہلا کام، يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ ، کہ وہ ان کو اللہ تعالیٰ کا قرآن پڑھ کے سناتے ہیں، سننے والے چونکہ عربی تھے اس لئے اکثر آیتوں کا مطلب خود بخود سمجھ جاتے تھے دوسرا کام ،وَيُزَكِّيْهِمْ، اور ان کو پاک کرتے ہیں۔ اور یہ بات کل کے درس میں بیان ہو چکی ہے کہ حقیقتاً تزکیہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سبب ہیں۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کی برکت سے اور اخلاقِ حسنہ کی برکت سے لوگوں کے دلوں کی صفائی ہوتی ہے۔ تیسرا کام، وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ، اور اللہ کا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) تعلیم دیتا ہے ان کو کتاب کی۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تعلیم بہت بلند کام ہے۔ ابنِ ماجہ کی حدیث میں کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں کہ ایک آدمی سو نفل پڑھتا ہے۔ (اور سو نفل پڑھنے پر خاصا وقت لگتا ہے)۔ اور ایک آدمی قرآن شریف کی ایک آیت پڑھتا ہے۔ تو ایک آیت پڑھنے کا ثواب سو نفل پڑھنے سے زیادہ ہے۔ اور دوسری

حدیث میں ہے کہ ایک آدمی ہزار نفل پڑھتا ہے (اور اگر رات لمبی ہوتو ایک ہزار نفل اکٹھے پڑھ سکے گا)۔ اور ایک آدمی قرآنِ کریم کی ایک آیت ترجمہ کے ساتھ سیکھتا ہے تو اس کا ثواب ہزار نفل پڑھنے والے سے زیادہ ہے۔ تو قرآن پاک کی تعلیم اس کو سمجھنا سمجھانا بہت بڑی عبادت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چوتھا کام، وَالْحِكْمَةَ، اور سنت کی تعلیم دیتے ہیں۔ حکمت سے مراد ہے سنت اور حدیث اکثر محدثینِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سنت اور حدیث کا ایک ہی معنیٰ ہے۔ اور بعض حضرات نے سنت اور حدیث میں فرق کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جو بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان سے فرمائی ہے وہ حدیث ہے اور جو کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی طور پر کیا ہے وہ سنت ہے۔ لیکن نوے فیصد محدثینِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سنت اور حدیث کا ایک ہی معنیٰ ہے۔ تو حکمت سے مراد سنت اور حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو حدیث کے الفاظ بھی بیان فرمائے ہیں اور ان کا مطلب اور تشریح بھی بیان فرمائی۔ اس لئے کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین عربی ہونے کے باوجود بعض احادیث کا صحیح مفہوم نہیں سمجھ سکتے تھے۔ سمجھانے کے لئے میں دو تین باتیں عرض کرتا ہوں۔ نمبر ایک، مسلم شریف میں حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس آدمی کے دل میں رائی برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ "لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ حَبَّةُ خَرْدَلٍ مِنْ كِبْرٍ"۔ نہیں داخل ہوگا جنت میں وہ شخص جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوگا۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے جب یہ حدیث سنی تو پریشان ہو گئے اور تکبر کا معنیٰ یہ سمجھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ حضرت آپ نے فرمایا ہے کہ جس شخص کے دل میں

رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ پھر تو کوئی بھی جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ کیونکہ سارے ہی تکبر کرتے ہیں ہم میں سے کون ہے جو تکبر سے بچا ہوا ہے۔ اس لئے کہ "كُنَّا نُحِبُّ اَنْ يَّكُوْنَ ثَوْبُهٗ حَسَنًا"۔ ہم سب پسند کرتے ہیں کہ ہمارے کپڑے اچھے ہوں۔ "وَشَعْرُهٗ حَسَنًا"۔ اور اس کے بال اچھے ہوں۔ یعنی پٹے رکھے ہوئے ہوں اور ان پر تیل لگا ہوا ہو۔ کنگھی کی ہوئی ہو۔ اور مسندِ احمد کی روایت میں ہے۔ "اَنْ يَّكُوْنَ نَعْلُهٗ حَسَنًا"۔ ہر آدمی چاہتا ہے کہ اس کا جوتا اچھا ہو۔ یعنی طبعی طور پر پسند کرتا ہے کہ اس کا لباس اچھا ہو۔ وضع قطع اچھی ہو جوتا اچھا ہو اس طرح تو ہم سارے تکبر میں پھنسے ہوئے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو تم تکبر سمجھتے ہو یہ تکبر نہیں ہے۔ یہ تو "تَجَمُّلْ" ہے خوبصورتی ہے۔ "اِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ وَ يُحِبُّ الْجَمَالَ"۔ بے شک اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ شرعی دائرے میں رہ کر اچھا ستھرا لباس پہننا اور نفیس اور قیمتی جوتا پہننا تکبر نہیں ہے۔ بلکہ اگر کسی شخص کو اللہ تعالیٰ نے توفیق عطاء فرمائی ہے کہ اس کی مالی پوزیشن اچھی ہے۔ اور وہ اپنی حیثیت کے مطابق کپڑا اور جوتا نہیں پہنتا۔ تو گنہگار ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو توفیق عطاء فرمائی ہے اور یہ اپنی حیثیت کے مطابق کپڑے نہیں پہنتا۔ میلا کچیلا رہتا ہے۔ ناشکرا ہے، شریعت اس کو پسند نہیں کرتی۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے سوال کیا، حضرت پھر تکبر کسے کہتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ"۔ حق کی بات کو ٹھکرا دینا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا تکبر ہے۔ مثلاً چھوٹی قوم کا کوئی غریب آدمی وڈیرے کو کوئی بات کہے اور وڈیرہ کہے کہ کمی ہو کر مجھے بات سمجھاتا ہے۔ یا بیٹا باپ کو کوئی بات کہے اور وہ کہے کہ بیٹا ہو کر مجھے سمجھاتا ہے۔ یا شاگرد استاد کو کوئی کہے اور

استاذ کہے کہ شاگرد ہو کر مجھے سمجھاتا ہے۔ یہ تکبر ہے۔ یا مرید پیر کو کوئی حق بات کہے اور وہ کہے کہ مرید ہو کر مجھے سمجھاتا ہے۔ یا ویسے ہی دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے۔ بھائی! تجھے کیا معلوم کہ اس کا قد چھوٹا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا درجہ بڑا ہو اور تیرا قد بڑا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں تیرا درجہ چھوٹا ہو۔ اسی طرح کسی کو حقیر سمجھنا تکبر ہے۔ یا گورا کالے کو حقیر سمجھے ہو سکتا ہے کہ ظاہری طور پر اس کا رنگ کالا ہے۔ اور باطن گورا ہو اور تیرا ظاہری طور پر رنگ گورا ہے اور اندرونی طور پر کالا ہو۔ یہ تو رب تعالیٰ جانتا ہے۔ جیسے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ رنگ کے کالے تھے اندر روشن تھا۔ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب تھے۔ اور عبدالعزیٰ ابولہب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی چچا تھا اور بڑا خوبصورت تھا۔ لیکن اندر سیاہ تھا۔ دوزخ کا ایندھن بنا۔ تو جو تکبر کرے گا جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ لیکن اس میں بھی تفصیل ہے۔ اگر وہ تکبر کو حلال سمجھ کر کرتا ہے تو کفر ہے۔ لہٰذا کبھی جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ اور اگر تکبر کو حرام سمجھتا ہے۔ مگر کرتا ہے تو گناہ گار ہے۔ پھر "لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ" کا مطلب ہوگا۔ کہ اس کو دخولِ اول نصیب نہیں ہوگا۔ سزا بھگتنے کے بعد کبھی نہ کبھی جنت میں داخل ہو جائے گا۔ تو دیکھو! صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تکبر کا مفہوم نہ سمجھ سکے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھایا تو سمجھ آیا۔ اسی طرح بخاری شریف مسلم اور دیگر صحاح ستہ کی کتابوں میں حدیث آتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کے جسم میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں۔ اور ہر جوڑ پر روزانہ صدقہ واجب ہے۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے حیران اور غمگین ہو کر پوچھا۔ "وَمَنْ یُطِیْقُ ذٰلِکَ؟" ۔ حضرت اس کی طاقت کون رکھتا ہے؟۔ کہ روزانہ تین سو ساٹھ صدقے ادا کرے۔ مثال کے طور پر ایک روپیہ کے سو پیسے ہیں۔ اگرچہ اب روپے کی بھی کوئی

حیثیت نہیں ہے۔ ایک وقت تھا بچے کو ایک آنہ ملتا تھا تو وہ لڈی ڈالتا تھا۔ کہ مجھے آنہ ملا ہے۔ اور اب اٹھنی روپیہ دو تو پھینک دیتا ہے کہ اس کا کچھ نہیں ملتا۔ مگر میں سمجھانے کے لئے کہتا ہوں کہ اگر کوئی ایک جوڑ کے بدلے ایک پیسہ بھی صدقہ کرے تو روزانہ کے تین روپے ساٹھ پیسے بنتے ہیں۔ اور غریب آدمی یہ بھی نہیں کرسکتا۔ تو صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے پریشان ہو کر سوال کیا کہ حضرت اس کی کون طاقت رکھتا ہے؟۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم صدقے کا مفہوم نہیں سمجھے۔ فرمایا! صدقہ صرف گندم چنے ہی دینے کا نام نہیں ہے۔ اگرچہ یہ بھی صدقہ ہے۔ فرمایا جنس کے علاوہ صدقے کی اور بڑی قسمیں ہیں۔ فرمایا، تم ایک دفعہ کہو سبحان اللہ، صدقہ ادا ہوگیا۔ الحمدللہ کہو، صدقہ ادا ہوگیا۔ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللہ کہو صدقہ ادا ہو گیا۔ اللہ اکبر کہو صدقہ ادا ہوگیا۔ سلام کا جواب دیا صدقہ ادا ہوگیا۔ تمہیں کوئی تکلیف پہنچی مثلاً پاؤں میں کانٹا چبھ گیا۔ ٹھڈا لگ گیا صدقہ ادا ہوگیا راستے پر پانی کی وجہ سے کیچڑ بن گیا ہے۔ تم نے مٹی ڈال کر راستہ صاف کر دیا تاکہ آنے جانے والوں کو کوئی تکلیف ہو نہ کوئی پھسلے، صدقہ ادا ہوگیا۔ درود شریف پڑھا اس کے ساتھ دس نیکیاں بھی مل گئیں اور اس کے ساتھ صدقہ بھی ادا ہوگیا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل کیا یعنی لوگوں کو نیکی کا کہا کہ بھائی! نماز پڑھا کرو۔ روزہ رکھا کرو۔ لوگوں کے ساتھ اخلاق کے ساتھ پیش آؤ۔ اور برائی سے منع کیا۔ کہ جھوٹ نہ بولو، کسی کی غیبت نہ کرو، صدقہ ادا ہوگیا۔ اسی طرح کوئی آدمی گھوڑے پر سوار ہونا چاہتا ہے۔ لیکن ہو نہیں سکتا، تم نے رکھوادی یہ بھی صدقہ ہے۔ یا سر سے نیچے اتروادی یہ بھی صدقہ ہے۔ اور اگر کوئی آدمی چاہتا ہے کہ ایک ہی کام میں تین سو ساٹھ صدقے آجائیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چاشت کے دو نفل پڑھ لے۔ تو تین سو ساٹھ صدقے

اس میں آگئے۔ اور آج کل چاشت کا وقت تقریباً آٹھ بجے سے لے کر ساڑھے گیارہ بجے تک رہتا ہے۔ اگر کوئی کچھ کرنا چاہے تو بہت کچھ کرسکتا ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو شخص فجر کی نماز پڑھے اور پھر اپنے وقت میں دو رکعت اشراق کے پڑھے اس کو پورے حج کا ثواب ملے گا۔ اور پورے عمرے کا ثواب ملے گا روایت ہے ترمذی شریف کی۔ اور یاد رکھنا یہ کوئی ضروری نہیں کہ تم فجر پڑھ کر اشراق کے لئے مسجد میں ہی بیٹھے رہو۔ اگر کوئی کاروباری ہے، مسجد میں نہیں بیٹھ سکتا، چلا جائے گھر جا کے پڑھ لے۔ جہاں کاروبار کرتا ہے وہاں جا کر پڑھ لے۔ اسی طرح اگر کوئی ملازم ہے۔ اپنے دفتر میں جا کر پڑھ لے۔ دوکان دار ہے، دوکان میں جا کر پڑھ لے۔ اور یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ اشراق اسی وضوء کے ساتھ پڑھے کہ جس کے ساتھ فجر پڑھی ہے۔ انسان، انسان ہے۔ کسی کو معدے کی تکلیف ہوتی ہے کسی کو پیشاب کی تکلیف ہوتی ہے بار بار پیشاب آتا ہے، بعض غلط فہمی کا شکار ہیں کہ اشراق کے لئے مسجد میں بیٹھنا چاہیے۔ اور وضوء بھی فجر والا ہو۔ یاد رکھنا! یہ کوئی شرعی مسئلہ نہیں ہے۔ تو خیر اللہ تعالیٰ کے خزانے میں تو کوئی کمی نہیں ہے۔ کمی ہمارے اندر ہے۔ رب تعالیٰ کی رحمت بڑی وسیع ہے۔ تو دیکھو! صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین صدقے کا مفہوم نہ سمجھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھایا کہ صدقہ صرف جنس کا نام نہیں ہے۔ صدقے کے اور بھی بڑے طریقے ہیں۔ تو آپ نے کتاب کی بھی تعلیم دی سنت کی بھی تعلیم دی۔ وَاِنْ كَانُوْا، اور بے شک وہ تھے۔ مِنْ قَبْلُ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے پہلے۔ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ، البتہ کھلی گمراہی میں۔ جگہ جگہ بت رکھے ہوئے تھے۔ حتیٰ کہ بیت اللہ میں تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے۔ پوری قوم شرک کی لعنت میں گرفتار تھی۔ سوائے اِکّا دُکّا کے اور اخلاقیات کی بھی یہی پوزیشن تھی، جو آج

کل ہے۔قتل، اغوا، لوٹ کھسوٹ، بدکاری بدمعاشی آج کل کی طرح تھی۔ہم نے امن کا زمانہ دیکھا ہے۔حقیقت پوچھو تو لوگ یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ ان کی حکومت سے انگریز کی حکومت اچھی تھی۔کہ کم از کم جان تو محفوظ تھی۔آج کل تو کسی کی جان بھی محفوظ نہیں ہے۔آج یہ لٹیرے ساری دولت کھا گئے ہیں اور عوام رو رہے ہیں اگلی آیات کا تعلق بھی غزوۂ احد کے ساتھ ہے اس جنگ میں مسلمانوں کی کوتاہی کی وجہ سے کافی نقصان اٹھانا پڑا۔فتح شکست میں تبدیل ہوگئی۔ستر مسلمان شہید ہوئے۔اور بہت سے زخمی ہوئے۔خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اقدس پر چوٹیں آئیں۔تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تسلی دی فرمایا۔اَوَ لَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ ،کیا جس وقت پہنچی تمہیں مصیبت۔احد کے میدان میں کہ ستر آدمی تمہارے شہید ہوئے، اور باقی زخمی ہوئے۔ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ،تم پہنچا چکے تھے اس جیسی دو مصیبتیں۔بدر میں کہ ان کے ستر آدمی مارے اور ستر گرفتار کئے۔اور اب احد میں تمہیں پہنچی ہے۔توقُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ،تم نے کہا یہ کہاں سے آئی ہے؟۔قُلْ ،آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیجئے!۔هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ،وہ تمہارے نفسوں کی طرف سے آئی ہے۔جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پچاس آدمیوں کو حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کی امارت میں ایک اہم مورچے جبلِ رُماۃ پر بٹھایا تھا۔اور فرمایا کہ ہمیں فتح ہو یا شکست تم نے اس مورچے کو نہیں چھوڑنا۔مگر ان سے غلطی ہوگئی کہ مورچہ چھوڑ دیا۔اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کی نافرمانی ہوئی۔اور اس کے نتیجہ میں یہ تکلیف آئی۔اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ O ،بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔وَمَآ اَصَابَكُمْ ،اور وہ چیز جو تمہیں پہنچی۔يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ،جس دن آمنے سامنے آئیں دو جماعتیں۔کہ فتح شکست میں تبدیل ہوگئی۔اور مالِ غنیمت بھی تمہارے ہاتھ سے نکل

گیا۔ فَبِاِذْنِ اللّٰہِ ، پس اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔ وَلِیَعْلَمَ الْمُؤْمِنِیْنَ O ، اور تا کہ ظاہر کر دے اللہ تعالیٰ مومنوں کو۔ وَلِیَعْلَمَ الَّذِیْنَ ، اور تا کہ ظاہر کر دے ان لوگوں کو۔ نَافَقُوْا ، جو منافق ہیں ایمان والوں سے۔ کیونکہ سختی نہ آئے تو جھوٹے سچے خلط ملط رہتے ہیں۔ مخلص غیر مخلص کا پتہ نہیں چلتا۔ اور سختی کے موقع پر معلوم ہو جاتا ہے کہ مخلص لوگ نکھر کر سامنے آ جاتے ہیں۔ وَقِیْلَ لَھُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا ، اور کہا گیا ان کو آؤ لڑو۔ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ، اللہ تعالیٰ کے راستے میں۔ اور اگر لڑنا نہیں چاہتے تو ، اَوِ ادْفَعُوْا ، یا دفاع کرو۔ حملہ ہو چکا ہے۔ جانیں تو بچاؤ نا۔ قَالُوْا ، کہنے لگے۔ لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا ، اگر ہم جانتے لڑائی۔ یعنی ہم یہ سمجھیں کہ یہ لڑائی ہے۔ اتَّبَعْنٰکُمْ ، البتہ ہم ضرور تمہاری پیروی کرتے۔ تمہارا ساتھ دیتے۔ یہ کوئی لڑائی تھوڑی ہے۔ یہ تو سیدھا موت کے منہ میں جانا ہے۔ کہ یہ تھوڑے سے آدمی بھلا ساری دنیا کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ ھُمْ لِلْکُفْرِ یَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ ، وہ کفر کی طرف اس دن زیادہ قریب تھے۔ مِنْھُمْ لِلْاِیْمَانِ ، بہ نسبت ایمان کے۔ یعنی زبان سے ایمان کا دعویٰ کرتے تھے۔ لیکن دل کافروں کے ساتھ اور بات تو دل کی ہوتی ہے۔ زبان کا کیا ہے۔ دو تولے کی زبان جدھر چاہو پھیر لو۔ یَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاھِھِمْ مَّا لَیْسَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ ، کہتے ہیں اپنے مونہوں سے وہ چیز جو ان کے دلوں میں نہیں ہے۔ زبان سے کلمہ پڑھتے ہیں۔ اور مسلمانوں کی حمایت کا دم بھرتے ہیں۔ مگر دل میں نفاق بھرا ہوا ہے۔ اور چاہتے ہیں کہ مسلمان ختم ہو جائیں۔ مسلمانوں کے ساتھ اپنے مونہوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی واہی تباہی باتیں کرتے ہیں۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا یَکْتُمُوْنَ O ، اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے وہ جو چھپاتے ہیں۔ ان کی ساری حقیقت رب تعالیٰ کو بخوبی معلوم ہے۔ اس کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔

اَلَّذِیۡنَ قَالُوۡا لِاِخۡوَانِہِمۡ وَقَعَدُوۡا لَوۡ اَطَاعُوۡنَا مَا قُتِلُوۡا ؕ قُلۡ فَادۡرَءُوۡا عَنۡ اَنۡفُسِکُمُ الۡمَوۡتَ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۱۶۸﴾ وَلَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ قُتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَمۡوَاتًا ؕ بَلۡ اَحۡیَآءٌ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ یُرۡزَقُوۡنَ ﴿۱۶۹﴾ فَرِحِیۡنَ بِمَاۤ اٰتٰہُمُ اللّٰہُ مِنۡ فَضۡلِہٖ ۙ وَیَسۡتَبۡشِرُوۡنَ بِالَّذِیۡنَ لَمۡ یَلۡحَقُوۡا بِہِمۡ مِّنۡ خَلۡفِہِمۡ ۙ اَلَّا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَلَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ﴿۱۷۰﴾ یَسۡتَبۡشِرُوۡنَ بِنِعۡمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ وَفَضۡلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیۡعُ اَجۡرَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۷۱﴾

وقف لازم ۸ ع ۱۷

اَلَّذِیۡنَ ، وہ (کفر کے زیادہ قریب ہیں)۔قَالُوۡا لِاِخۡوَانِہِمۡ ، جنہوں نے کہا اپنے بھائیوں کے بارے میں ۔وَقَعَدُوۡا ، اور خود جہاد سے بیٹھے رہے (کہا انہوں نے)۔لَوۡ اَطَاعُوۡنَا ، اگر وہ ہماری بات مان لیتے ۔مَا قُتِلُوۡا ، نہ قتل کئے جاتے ۔قُلۡ فَادۡرَءُوۡا ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجئے! پس تم ٹال دو۔عَنۡ اَنۡفُسِکُمُ الۡمَوۡتَ ، اپنی جانوں سے موت کو۔اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ O ، اگر ہو تم سچے ۔وَلَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ ، اور ہرگز نہ خیال کرنا ان لوگوں کے بارے میں ۔قُتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ، جو قتل کئے گئے اللہ تعالٰی کے راستے میں ۔اَمۡوَاتًا ، مردے ۔ بَلۡ اَحۡیَآءٌ ، بلکہ وہ زندہ ہیں۔ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ یُرۡزَقُوۡنَ O ، اپنے رب کے ہاں ان کو رزق دیا جاتا ہے ۔فَرِحِیۡنَ ، خوش ہیں۔ بِمَاۤ اٰتٰہُمُ اللّٰہُ ، ان نعمتوں پر جو ان کو اللہ تعالٰی نے دیں ۔مِنۡ

فَضْلِہٖ ،اپنے فضل سے ۔وَیَسْتَبْشِرُوْنَ،اورخوشی مناتے ہیں ۔بِالَّذِیْنَ،ان لوگوں کے بارے میں ۔لَمْ یَلْحَقُوْا بِھِمْ،جوابھی تک ان کونہیں ملے ۔مِّنْ خَلْفِھِمْ ،ان کے پچھلوں سے ۔اَنْ لَّا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ ،یہ کہ نہ خوف ہوگاان پر۔وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ O ،اورنہ وہ غمگین ہوں گے ۔یَسْتَبْشِرُوْنَ،خوشی مناتے ہیں ۔بِنِعْمَۃٍ مِّنَ اللہِ ،اللہ تعالیٰ کی نعمت کے ساتھ۔ وَفَضْلٍ ،اوراللہ تعالیٰ کےفضل کے ساتھ۔ وَّاَنَّ اللہَ لَا یُضِیْعُ ،اور بے شک اللہ تعالیٰ نہیں ضائع کرتا ۔اَجْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ O ایمان والوں کا اجر۔

پہلے سے غزوۂ احد کا ذکر چلا آرہا ہے ۔مجاہدین اسلام جس وقت ہتھیار لے کر اپنے گھروں سے چلنے لگےتو منافقوں نے ان کو روکنے کی بڑی کوشش کی کہ موت کے منہ میں نہ جاؤ اس لئے کہ گزشتہ سال تم نے ان کے ستر مارے اور ستر قید کئے ان کو اس کا بڑا غصہ ہے ۔قریش بڑی تعداد میں لشکر لے کر آئے ہوئے ہیں ۔اوران کے ساتھ ان کے حمایتی بھی ہیں ۔وہ تم سے پچھلے سال کا بدلہ لیں گے ۔ یہ منافق چونکہ مسلمانوں کے رشتہ دار تھے کوئی کسی کا باپ،کسی کا بھائی تھا،کوئی کسی کا سالا تھا۔کسی کا بہنوئی تھا۔اس لئے روکنے کی پوری کوشش کی ۔تو ان منافقوں کا ذکر ہے ۔فرمایا،اَلَّذِیْنَ،وہ (منافق کفر کےزیادہ قریب ہیں)۔قَالُوْا لِاِخْوَانِھِمْ ،جنہوں نے کہا اپنے بھائیوں کو(کیونکہ وہ آپس میں رشتہ دار تھے)۔وَقَعَدُوْا،اورخود جہاد سے بیٹھے رہے (جہاد کے لئے گئے نہیں ۔جو جہاد کے لئے گئے اور شہید ہوگئے ان کے متعلق کہا۔لَوْ اَطَاعُوْنَا، اگر وہ ہماری بات مان لیتے ۔مَاقُتِلُوْا،نہ قتل کئے جاتے ۔ہم نے توان کو پہلے ہی منع کیا تھا کہ موت کے منہ میں نہ جاؤ لیکن انہوں نے ہماری بات نہیں کی۔ اس لئے قتل اور شہید ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، دوسروں کوموت سے بچنے والانسخہ بتانے والو!تم خود کرلو۔

قُلْ فَادْرَءُوْا ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجئے! پس تم ٹال دو۔ عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ ، اپنی جانوں سے موت کو۔ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ☆ ، اگر ہو تم سچے۔ حالانکہ موت سے کوئی بچ نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا" ۔ جہاں بھی تم ہو گے۔ يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ" ۔ پالے گی تمہیں موت۔ "وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ" (پارہ ۵)۔ اگرچہ ہو تم مستحکم قلعوں میں۔ موت سے نہیں بچ سکتے۔ مثال کے طور پر اس طرح سمجھو کہ ایک آدمی ایسا مکان تیار کر لے کہ جس میں نہ روشن دان ہو نہ کھڑکیاں نہ دروازے ہوں بلکہ سوئی داخل ہونے کا بھی سوراخ نہ ہو اور اس میں چھپ کر بیٹھ جائے کہ موت سے بچ جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ایسے مکان میں بھی نہیں بچ سکتا۔ "وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ" اگر چہ تم ایسے قلعوں میں چھپ جاؤ کہ جن میں سوئی داخل ہونے کی بھی جگہ نہیں ہے۔ موت سے نہیں بچ سکتے۔ موت وہاں بھی آئے گی۔ کیونکہ فرشتوں کے لئے یہ پکی دیواریں ایسی ہی ہیں جیسے پرندوں کے لئے ہوا۔ جس طرح ہوا پرندوں کو نہیں روک سکتی اس طرح یہ پکی دیواریں فرشتوں کو نہیں روک سکتیں۔ دیکھو بچہ جان پڑ جانے کے بعد پانچ ماہ ماں کے پیٹ میں زندہ رہتا ہے۔ ظاہری طور پر نہ وہاں ہوا جا سکتی ہے۔ نہ خوراک۔ رب تعالیٰ کی قدرت اور نظام ہے کہ اس نے انتڑیوں کو ماں کے پیٹ سے جوڑ دیا۔ اس کو خون کے ذریعے خوراک پہنچتی رہتی ہے۔ اندر نہ پیشاب نہ پاخانہ مگر بچہ پلتا رہتا ہے۔ ماں کے پیٹ میں نقل و حرکت بھی کرتا ہے۔ رب تعالیٰ رحمِ مادر میں سب کچھ تیار کر دیتا ہے۔ اور بعض بچے رحمِ مادر میں ہی فوت ہو جاتے ہیں۔ فرشتہ وہاں بھی پہنچ جاتا ہے۔ جب کہ رحم میں سوئی داخل ہونے کا سوراخ بھی نہیں ہوتا۔ تو فرشتوں سے کہاں چھپو گے۔ موت کا وقت مقرر ہے۔ وہ ٹل نہیں سکتا۔ اور آدمی نے جس جگہ

مرنا ہوتا ہے وہاں پہنچ جاتا ہے۔ موت کی جگہ تک پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ اس کی کوئی ضرورت وہاں پیدا فرمادیتا ہے۔ وہ ضرورت اس کو وہاں لے جاتی ہے۔ تو موت سے آدمی نہیں بچ سکتا۔ ہاں شرعی دائرے میں رہ کر اسباب کو کام میں لانے کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "خُذُوْا حِذْرَكُمْ" (پارہ ۵)۔ دشمن سے اپنے بچاؤ کا جتنا انتظام ہوسکتا ہے کرو اور رب تعالیٰ کا حکم ہے کہ اے اللہ کے بندو! جب تم بیمار ہوتو علاج کراؤ۔ تو اگر علاج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں کرایا جاتا ہے تو ثواب ملے گا باقی علاج سے موت نہیں ٹلتی۔ اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ میں قابل سے قابل ڈاکٹر کے پاس پہنچ گیا۔ تو زندگی بڑھ جائے گی۔ یا کسی حاذق حکیم کے پاس جانے سے زندگی کا کوئی دن بڑھ جائے۔ یا قیمتی سے قیمتی دوائی کھانے سے یا اعلیٰ قسم کے ٹیکے لگوانے سے سانس بڑھ جائے گا۔ (حاشا و کلا)۔ ہرگز ایسا نہیں ہوگا۔ موت کا جو وقت لکھا ہوا ہے اس سے ایک سیکنڈ آگے پیچھے نہیں ہوسکتا۔ باقی عالمِ اسباب میں اسباب کو کام میں لانا ہے اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھتے ہوئے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب آرام فرماتے تھے تو ساتھی باقاعدہ پہرہ دیتے تھے۔ مگر جب اللہ تعالیٰ کا حکم نازل ہوا۔ "وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ" ۔ (پارہ ٦)۔ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رب تعالیٰ آپ کو لوگوں سے بچائے گا۔ اس وقت حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہرہ دے رہے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سعد! اب تو چلا جا۔ کیونکہ رب تعالیٰ نے میری حفاظت کا ذمہ خود لے لیا ہے۔ یعنی اب اسباب کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ منافقوں نے کہا تھا کہ اگر ہماری بات مان جاتے تو نہ مرتے آگے اس کا جواب دیا ہے کہ جن کو تم مردہ کہتے ہو ان کو تو حیاتِ جاوداں مل چکی ہے۔ فرمایا، وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ، اور ہرگز نہ

خیال کرنا ان لوگوں کے بارے میں جو قتل کیے گئے اللہ تعالیٰ کے راستے میں۔ اَمْوَاتًا، (ان کو) مردے (نہ خیال کرنا)۔ بَلْ اَحْيَآءٌ، بلکہ وہ زندہ ہیں۔ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ، اپنے رب کے ہاں ان کو رزق دیا جاتا ہے۔ یعنی جو لوگ دین کی سربلندی کے لئے شہید ہوئے ہیں۔ اور اقامتِ دین کے لئے انہوں نے جان دی ہے۔ ان کو مردہ مت گمان کرو۔ یہ نہ سمجھو کہ وہ ختم ہو گئے ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں۔ اور ان کو رب کے ہاں رزق دیا جاتا ہے۔ اور دوسرے پارے میں تم پڑھ چکے ہو۔ "وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ"۔ اور نہ کہو ان لوگوں کے متعلق جو قتل کیے گئے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں کہ وہ مردے ہیں۔ تو یہاں پر کچھ باتیں سمجھنے والی ہیں۔ وہ یہ کہ جو حضرات کافروں کے ہاتھوں شہید ہوئے ہیں۔ ان میں بعض ایسے شہداء بھی ہوتے ہیں۔ یہ ظالم ان کے سر کو دھڑ سے الگ کر دیتے ہیں۔ اور اس حقیقت کا کوئی بھی انکار نہیں کرتا۔ نہ شریعت انکار کرتی ہے۔ کہ اس کے بدن سے روح نکل جاتی ہے۔ اور شہید کو باقاعدہ دفن کیا جاتا ہے۔ اور اس کے مال میں وراثت جاری ہوتی ہے۔ یعنی ان کا مال شرعی وارثوں میں تقسیم ہوتا ہے۔ اور عدت کے بعد اس کی بیوی آگے نکاح بھی کر سکتی ہے۔ جب کہ زندہ آدمی کا نہ مال وارثوں میں تقسیم ہوتا ہے۔ نہ اس کی بیوی آگے نکاح کر سکتی ہے۔ دیکھو ایک آدمی کو سزائے موت ہو جاتی ہے۔ اور حکومت فیصلہ سنا دیتی ہے کہ یہ زندہ جیل سے نہیں جا سکتا۔ پھر اس کے باوجود نہ اس کے مال میں وراثت جاری ہوگی نہ اس کی بیوی آگے نکاح کر سکتی ہے۔ کیونکہ زندہ ہے۔ اسی طرح ایک آدمی کو عمر قید کی سزا ہو جاتی ہے۔ اور حکومت فیصلہ سنا دیتی ہے کہ جب تک یہ مرے گا نہیں جیل سے باہر نہیں جا سکتا۔ اس کا مال بھی وارثوں میں تقسیم نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی اس کی بیوی آگے نکاح کر سکتی ہے۔ کیونکہ زندہ ہے۔ اگر چہ عمر قید کی سزا

ہے۔ مگر شہادت کے بعد شہید پر وہ سارے احکامات جاری ہوتے ہیں۔ جو دنیا کی زندگی ختم ہونے کے احکامات ہیں کہ دفن بھی کیا جائے گا مال میں وراثت بھی جاری ہوگی عدت کے بعد اس کی بیوی آگے نکاح بھی کرسکتی ہے۔ اور ان سب احکامات کے جاری ہونے کے باوجود وہ زندہ ہے۔ کیونکہ اس کی یہ زندگی قبر کی زندگی ہے۔ برزخ کی زندگی ہے۔ جنت کی زندگی ہے، دنیا کی زندگی تو ختم ہوگئی۔ اور اگر دنیا کی زندگی ہو دنیا میں زندہ ہو۔ پھر اس کی وراثت نہیں تقسیم ہوسکتی۔ کیونکہ زندہ کی وراثت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اسی طرح اس کی بیوی آگے نکاح بھی نہیں کرسکتی۔ تو شہداء اور دوسرے مردوں کی زندگی اگلے جہاں کی زندگی ہے۔ اور یہ زندگی روح کے جسم کے ساتھ تعلق کی وجہ سے ہے۔ اور یہ بات صحیح متواتر احادیث سے ثابت ہے۔ اور امت کا اس پر اجماع ہے کہ جنازہ پڑھنے کے بعد آدمی کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے۔ تو اس کی روح کو جسم میں لوٹا دیا جاتا ہے۔ چنانچہ حدیث پاک میں آتا ہے۔ "فَتُعَادُ رُوْحُهٗ فِیْ جَسَدِهٖ" (مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۷) پس اس کی روح اس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے۔ یہ متواتر اور مشہور حدیث ہے۔ تو روح کے جسم کے ساتھ تعلق کی وجہ سے وہ زندہ ہے۔ اور بخاری شریف، مسلم شریف اور ابو داؤد شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اَلْعَبْدُ اِذَا وُضِعَ فِیْ قَبْرِهٖ" ۔ بندہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے۔ "وَتَوَلّٰی وَذَهَبَ اَصْحَابُهٗ" ۔ اور اس کے ساتھی اس سے چلے جاتے ہیں۔ "حَتّٰی اَنَّهٗ یَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ" ۔ ابھی وہ جانے والوں کی جوتیوں کی کھنکھناہٹ ہی سن رہا ہوتا ہے۔ "اَتَاهُ مَلَكَانِ" ۔ (الحدیث، بخاری ج ۱ ص ۱۷۸) کہ اچانک دو فرشتے آجاتے ہیں تو مردہ دفن کے بعد قبر میں قبر سے واپس ہونے والے لوگوں کی جوتیوں کی آہٹ اور آواز سنتا ہے۔ اہلِ حق کا یہی

مذہب ہے، معتزلہ، رافضیوں اور خارجیوں کے سوا اس کا کوئی منکر نہیں ہے۔ باقی اس کی زندگی کو ہم سمجھ نہیں سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ" (پارہ ۲)۔ اور لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔ مثال کے طور پر اگر کسی شہید کی قبر کھل جائے تو نہ وہ تمہارے ساتھ بات کرے گا اور نہ ہی اس کی کوئی نقل و حرکت ہوگی۔ مگر ہے وہ زندہ اور یہ زندگی دنیا والی نہیں ہے۔ پھر اگر وہ زندہ نہیں ہے تو اس سے سوال جواب کا کیا مطلب ہے کہ ابھی وہ دفنا کے جانے والوں کے قدموں کی آہٹ سن رہا ہوتا ہے۔ کہ دو فرشتے آجاتے ہیں۔ اور اس سے سوال کرتے ہیں۔ "مَنْ رَّبُّکَ؟" ۔ تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب بھی دیتا ہے "رَبِّیَ اللّٰہُ" میرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ پھر سوال کرتے ہیں۔ "مَنْ نَبِیُّکَ؟" تو کس نبی کا امتی ہے؟۔ وہ جواب دیتا ہے۔ "نَبِیّ مُحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ وسلم"، میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہوں۔ پھر سوال کرتے ہیں۔ مَادِیْنُکَ؟" تو کس دین پر ہے؟۔ وہ کہتا ہے۔ "دِیْنِیَ الْاِسْلَام"۔ میرا دین اسلام ہے۔ جب وہ امتحان میں کامیاب ہو جاتا ہے تو جہنم کی طرف سے کھڑکی کھولی جاتی ہے۔ وہ گھبرا جاتا ہے۔ کہ میں نے تو سوالوں کے جواب بھی صحیح دیئے ہیں پھر مجھے یہ آگ کیوں دکھائی گئی ہے۔ فرشتے کہتے ہیں کہ گھبرا نہیں یہ تیرا ٹھکانہ نہیں ہے۔ یہ تجھے صرف اس واسطے دکھایا گیا ہے کہ تجھے معلوم ہو کہ ایمان کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے تجھے کیسی سخت جگہ سے بچایا ہے۔ پھر فوراً جنت کی طرف سے کھڑکی کھول دی جاتی ہے۔ اور جنت کی ہوا اور خوشبوئیں اسے نصیب ہوتی ہیں اور فرشتے کہتے ہیں کہ اب تو دلہن کی طرح بڑے سکون سے سو اور اگر کافر ہے منافق ہے بے ایمان ہے اس سے پوچھتے ہیں۔ "مَنْ رَّبُّکَ؟" ۔ تیرا رب کون ہے؟۔ وہ کہتا ہے "ھا، ھالَآ اَدْرِیْ" میں نہیں جانتا۔ "مَنْ نَبِیُّکَ"؟ کہتا ہے "ھا، ھالَآ اَدْرِیْ" میں نہیں

جانتا۔"مَادِیْنُکَ"؟ میں نہیں جانتا۔ پھر اسے فرشتے مارتے ہیں حدیث پاک میں آتا ہے کہ اس پر ایسا فرشتہ مسلط کیا جاتا ہے۔"اَعْمٰی وَاَصَمُّ" جو اندھا اور بہرہ ہوتا ہے۔ اور اس کو ایسے زور سے ہتھوڑے مارے جاتے ہیں کہ کسی پہاڑ کی چوٹی پر ماریں جائیں تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائے۔ اور اس کی خوب پٹائی ہوتی ہے۔ اب دیکھو وہ فرشتوں کے سوالوں کو سمجھتا بھی ہے اور جواب بھی دیتا ہے۔ اور اس کے جوابوں کا اعتبار بھی ہے کہ اس پر جزاء سزا ہے۔ اگر نیک ہے تو اس کی قبر کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بنا دیا جاتا ہے۔ اور اگر بد ہے تو جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا بنا دیا جاتا ہے۔ اگر زندگی نہیں ہے تو ان چیزوں کی کیا حیثیت زندگی کے بغیر وہ عذاب ثواب کس طرح محسوس کرتا ہے۔ اس لئے یاد رکھنا قبر کی زندگی حق ہے۔ اور یہ زندگی روح کے جسم کے ساتھ تعلق کی وجہ سے ہے۔ امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے عقائد کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے۔ "الفقہ الاکبر" اس میں انہوں نے جہاں یہ مسئلے بیان فرمائے ہیں کہ جنت حق ہے دوزخ حق ہے۔ حساب کے لئے ترازو حق ہے۔ حشر نشر حق ہے۔ پل صراط حق ہے۔ وہاں یہ بھی بیان فرمایا کہ۔ "وَاِعَادَۃُ الرُّوْحِ اِلَی الْعَبْدِ فِیْ قَبْرِہٖ حَقٌّ"۔ قبر میں روح کا بندے کی طرف لوٹایا جانا حق ہے۔ تو اہلِ حق شہداء کی برزخی زندگی کے بھی قائل ہیں۔ اور عام مردوں کی زندگی کے بھی قائل ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی زندگی تو سب سے اعلیٰ ہے۔ صحیح حدیث ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔"اَلْاَنْبِیَآءُ اَحْیَآءٌ فِیْ قُبُوْرِھِمْ یُصَلُّوْنَ" حضرت انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔ زندہ ہیں تو روضہ اقدس پر پڑھا جانے والا درود شریف سنتے اور جواب دیتے ہیں۔ چنانچہ حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا۔ "مَنْ صَلّٰی عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُہٗ" ۔جس نے میری قبر کے پاس درود شریف پڑھا تو میں خود سنتا ہوں ۔ "وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ مِنْ بَعِیْدٍ اُعْلِمْتُہٗ" ۔اور جس نے مجھ پر دور سے درود شریف پڑھا تو وہ مجھے بواسطہ فرشتوں کے بتلایا جاتا ہے۔اور ابوداؤد شریف کی روایت میں آتا ہے کہ میں سلام کا جواب بھی دوں گا۔ یاد رکھنا یہ کوئی معمولی مسئلہ نہیں ہے۔قرآن حدیث کا بڑا مضبوط اور پختہ مسئلہ ہے۔دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی جناب مفتی مہدی حسن خان رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایسے عقیدے والے آدمی کے پیچھے جو قبر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کا قائل نہیں ہے نماز مکروہ ہے۔ اور اسی فتوے کی تائید کی ہے۔استاد الکل حضرت مولانا رسول خان صاحب مغفور و مرحوم نے۔اور مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی مرحوم و مغفور نے بھی فتویٰ دیا ہے کہ جو شخص انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات فی القبر کا قائل نہیں ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ کیونکہ یہ عقیدہ قرآن پاک کے خلاف ہے۔لہٰذا اپنی نمازیں ضائع نہ کرنا۔معتزلہ وغیرہ باطل فرقے کہتے ہیں کہ روح کا جسم کے ساتھ تعلق نہیں ہے۔ یہ صرف روح کی زندگی ہے۔ یہ بھی غلط کہتے ہیں کیونکہ روح کے جسم کے ساتھ تعلق پر صحیح حدیث موجود ہے۔جو آپ پہلے سن چکے ہیں۔ پھر اگر زندگی نہیں ہے تو قبر میں جزا سزا کیسی ہے۔اور کس کو ہو رہی ہے؟۔دیکھنا آج کل ایک نیا فرقہ پیدا ہوا ہے۔مماتی ممکن ہے کہ وہ تمہیں دھوکہ دیں کہ قبر میں جو زندگی ہے وہ روح کی ہے۔جسم کی نہیں ہے۔اور عام طور پر وہ یہ مغالطہ دیتے ہیں کہ قبر کی زندگی تو ہے مگر جسدِ عنصری کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔لیکن قرآن پاک ان کے اس نظریے کی تردید کرتا ہے۔ارشادِ ربانی ہے۔ "وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا" ۔اور ہرگز نہ گمان کرنا ان لوگوں کے بارے میں جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کئے گئے

کہ وہ مردہ ہیں۔اب سوال یہ ہے کہ قتل روح ہوئی ہے یا جسم۔جس کو قتل کیا گیا ہے وہی زندہ ہے۔اور دوسرے پارے میں ہے۔"وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ"۔اور جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں قتل کئے گئے ہیں ان کو مردہ نہ کہو۔"بَلْ اَحْيَاءٌ"۔بلکہ وہ زندہ ہیں۔تو جو قتل کیا گیا ہے۔وہی زندہ ہے۔قتل جسم ہوتا ہے۔روح تو نہیں ہوتی۔لہٰذا زندہ بھی جسم ہے۔اسی طرح بعض لوگ یہ مغالطہ دیتے ہیں کہ سزا اور جزاء جسم مثالی کو ہوتی ہے۔یہ بھی غلط کہتے ہیں۔پہلے تم جسدِ مثالی کا مطلب سمجھو۔وہ اس طرح کہ تم رات کو خوابیں دیکھتے ہو۔کسی کو خوابیں زیادہ آتی ہیں۔کسی کو کم۔سوداوی اور تبخیری مزاج والے کو زیادہ آتی ہیں۔اور دوسروں کو کم مگر آتی سب کو ہیں۔خواب سے خالی کوئی آدمی نہیں ہے۔تو خواب میں دوسروں سے ملاقاتیں ہوتی ہیں۔ایک دوسرے کو کھلاتے پلاتے بھی ہو۔باتیں بھی ہوتی ہیں۔دشمنوں سے بھی ٹکراؤ ہو جاتا ہے۔کبھی تم ان کو مارتے ہو کبھی خود مار کھاتے ہو۔صبح کو تم ان سے پوچھو کہ رات میری تیرے ساتھ ملاقات ہوئی ہے اور میں نے تیری یہ خدمت کی ہے۔تو وہ انکار کرے گا۔کہ مجھے تو کوئی علم نہیں ہے۔کیونکہ رات کو جس سے ملاقات ہوئی ہے وہ جسمِ مثالی تھا۔اصل نہیں تھا۔اصل کو معلوم ہی نہیں ہے۔حضرت یوسف علیہ السلام کو جب زلیخا نے بدکاری کی دعوت دی تو یعقوب علیہ السلام سامنے آکر کھڑے ہو گئے۔انگلی منہ پر رکھ کر فرمایا کہ یہ کام نہیں کرنا۔تو یہ یعقوب علیہ السلام کا جسدِ مثالی تھا۔خود حضرت یعقوب علیہ السلام کو اس کا علم نہ تھا۔کیونکہ اگر ان کو علم ہوتا کہ میرا بیٹا یوسف مصر کے بادشاہ کے گھر ہے تو رو رو کر اپنی بینائی نہ ضائع کرتے۔حضرت مجدد الفِ ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مکتوب میں اس پر خاصی بحث فرمائی ہے۔اسی طرح ان کے فرزند خواجہ محمد معصوم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مکتوبات معصومیہ میں بھی

اس موضوع پر خاصی بحث فرمائی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے نیک لوگوں کے اجسادِ مثالیہ کے ساتھ ملاقات ہوتی ہے۔ اور اجسادِ مثالیہ بعینہٖ اصل کی طرح ہوتے ہیں۔ جس نے ملاقات کی ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ میں نے فلاں بزرگ سے ملاقات کی ہے۔ حالانکہ اس بزرگ کو کوئی علم نہیں ہوتا۔ کیونکہ ملاقات جسدِ مثالی سے ہوئی ہے۔ اسی طرح بسا اوقات آدمی کہیں پھنس جاتا ہے۔ تو اجسادِ مثالیہ آکر راہنمائی کرتے ہیں۔ اصل کو کوئی علم نہیں ہوتا۔ تو جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ جزا سزا ءمثالی کو ہوتی ہے۔ وہ بھی غلط کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ بڑے ظلم کی بات ہے کہ گرمی سردی کی تکلیف تو برداشت کرے جسدِ عنصری ٹھنڈے پانی کے ساتھ وضوء اور غسل تو کرے جسدِ عنصری اور مزے اڑائے جسدِ مثالی۔ اسی طرح گناہ تو کرے جسدِ عنصری اور سزا بھگتے جسدِ مثالی۔ یہ کون سا انصاف ہے۔ اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل تو ہو جسدِ عنصری اور زندگی ملے جسدِ مثالی کو۔ یہ عجیب منطق ہے۔ لہٰذا صحیح عقیدہ اور نظریہ یہی ہے۔ کہ حیاتِ برزخیہ فی القبر روح کے تعلق کے ساتھ جسدِ عنصری کو حاصل ہے۔ عام مردے اور شہداء جسدِ عنصری کے ساتھ زندہ ہیں۔ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ، خوش ہیں ان نعمتوں پر جو ان کو اللہ تعالیٰ نے دیں۔ مِنْ فَضْلِهٖ، اپنے فضل سے۔ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ، اور خوشی مناتے ہیں۔ بِالَّذِيْنَ، ان لوگوں کے بارے میں۔ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ، جو ابھی تک ان کو نہیں ملے۔ مِّنْ خَلْفِهِمْ، ان کے پچھلوں سے۔ یعنی پچھلوں کے متعلق کہتے ہیں کہ خدا کرے وہ بھی شہید ہو کر آئیں۔ اور ہمارے جیسے درجے پائیں۔ اَنْ لَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ، یہ کہ نہ خوف ہوگا ان پر۔ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○، اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ آئندہ کسی چیز کا خطرہ ہو تو اس کو خوف کہتے ہیں۔ اور جنت میں ان کو کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔ اور گزشتہ کسی چیز کے ضائع ہونے پر افسوس کرنے

کوحزن کہتے ہیں۔کہ کاش ہم اس طرح کرتے،اوراس طرح کرتے۔اوروہ چونکہ ساری نیکیاں کر چکے ہیں۔اس واسطے ان کوگزشتہ پربھی افسوس نہیں ہوگا۔یَسْتَبْشِرُوْنَ،خوشی مناتے ہیں۔بِنِعْمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ ،اللہ تعالیٰ کی نعمت کے ساتھ۔وَفَضْلٍ،اوراللہ تعالیٰ کےفضل کے ساتھ۔وَاَنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ ،اور بےشک اللہ تعالیٰ نہیں ضائع کرتا۔اَجْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ O ایمان والوں کا اجر۔اللہ تعالیٰ کا پختہ وعدہ ہے کہ مومنوں کواجرضروردے گا۔

اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ؕۛ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِیْمٌۚ﴿۱۷۲﴾ اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا ۖۗ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ﴿۱۷۳﴾ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ یَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِیْمٍ﴿۱۷۴﴾ اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّیْطٰنُ یُخَوِّفُ اَوْلِیَآءَهٗ ۪ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴿۱۷۵﴾ وَلَا یَحْزُنْكَ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْكُفْرِ ۚ اِنَّهُمْ لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰهَ شَیْــٴًـا ؕ یُرِیْدُ اللّٰهُ اَلَّا یَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِی الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ﴿۱۷۶﴾

اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا ، وہ لوگ جنہوں نے حکم مانا۔ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ، اللہ تعالیٰ کا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَصَابَهُمُ ، بعد اس کے کہ ان کو پہنچا۔ الْقَرْحُ ، زخم۔ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا ، ان لوگوں کے لئے جنہوں نے نیکی کی۔ مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا ، ان میں سے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے۔ اَجْرٌ عَظِیْمٌ○ ، اجر ہے بڑا۔ اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ ، وہ لوگ ہیں کہا ان کو۔ النَّاسُ ، لوگوں نے۔ اِنَّ النَّاسَ ، بے شک لوگوں نے۔ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ ، تحقیق جمع کئے ہیں لشکر تمہارے لئے۔ فَاخْشَوْهُمْ ، پس تم ان سے ڈرو۔ فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا ، پس زیادہ کر دیا اس بات نے ان

کے ایمان کو ۔وَ قَالُوْا ، اور کہا انہوں نے ۔حَسْبُنَا اللّٰہُ ، ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے ۔وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ ○ ، اور اچھا ہے کارساز ۔فَانْقَلَبُوْا ، پس وہ لوٹے ۔بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ، اللہ تعالیٰ کی نعمت لے کر اور اللہ تعالیٰ کا فضل لے کر ۔لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ، نہ پہنچی ان کو کوئی تکلیف ۔ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ، اور انہوں نے پیروی کی اللہ تعالیٰ کی رضاء کی ۔وَاللّٰهُ ذُوْفَضْلٍ عَظِيْمٍ ○ ، اور اللہ تعالیٰ بڑی مہربانی کرنے والا ہے ۔اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ ، پختہ بات ہے (وہ جو تمہیں ڈراتا تھا) وہ شیطان ہے ۔يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ ، وہ ڈراتا ہے اپنے ساتھیوں سے ۔ فَلَا تَخَافُوْهُمْ ، پس تم ان سے خوف نہ کرو ۔وَخَافُوْنِ ، اور مجھ سے خوف کرو ۔اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ ، اگر ہو تم مومن ۔وَلَا يَحْزُنْكَ ، اور تجھے غم میں نہ ڈالیں ۔الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ ، وہ لوگ جو دوڑ کے جاتے ہیں ۔فِي الْكُفْرِ ، کفر میں ۔اِنَّهُمْ ، بے شک وہ ۔لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا ، ہرگز نہیں نقصان پہنچا سکیں گے اللہ تعالیٰ کو کچھ بھی ۔يُرِيْدُ اللّٰهُ ، اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے ۔اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ ، اس چیز کا کہ نہ کرے ان کے واسطے ۔حَظًّا ، حصہ ۔فِي الْاٰخِرَةِ ، آخرت میں ۔وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ ، اور ان کے لئے عذاب ہوگا بڑا ۔

پہلے سے غزوہ احد کا ذکر چلا آ رہا ہے ۔ جو آپ تفصیل کے ساتھ سن چکے ہیں کہ مسلمانوں کو پہلے فتح ہوئی ۔ پھر بعض صحابہ کی غلطی کی وجہ سے فتح شکست میں تبدیل ہو گئی ۔ میدان کافروں کے ہاتھ چلا گیا ۔ اور مسلمانوں کو کافی نقصان اٹھانا پڑا ۔ ستر ساتھی شہید ہوئے اور باقی زخمی فتح حاصل کرنے کے باوجود بغیر کسی ظاہری سبب کے کافر میدان چھوڑ کر چلے گئے ۔بس اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا ۔ مدینہ طیبہ سے آٹھ میل دور حمراء الاسد کے مقام پر جب پہنچے تو ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ بھائی جب ہماری فتح ہو گئی تھی تو ان کا صفایا کئے بغیر ہم

کیوں آ گئے؟۔یعنی جو مسلمان بچ گئے تھے ان کا بھی صفایا ہو جانا چاہیے تھا۔ ایک نے کہا میں نے تجھے آتے دیکھا میں بھی چل پڑا دوسرے نے کہا میں نے تجھے آتے دیکھا میں بھی چل پڑا۔ تو ان کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ کہنے لگے اب بھی پلٹ کر ان کا صفایا کر دینا چاہیے۔ چنانچہ وہ حمراء الاسد کے مقام پر کافی دن ٹھہرے رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی کہ وہ حمراء الاسد کے مقام پر اکٹھے ہو رہے ہیں اور تازہ دم ہو کر دوبارہ حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی ماندہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو جو زخموں سے چور تھے۔ جمع فرمایا، کہ پہلے اس سے کہ مشرکین پلٹ کر ہم پر حملہ کریں کیوں نہ ہم ان کا تعاقب کر کے ان کے ناپاک ارادوں کو خاک میں ملا دیں۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اگرچہ تھکے ماندے اور زخموں سے چور چور تھے۔ پھر لڑنے کی حامی بھر لی۔ اور تیار ہو گئے۔ اگرچہ ایسے موقع پر دوبارہ لڑنے کی حامی بھرنی مشکل ہوتی ہے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پروانے ان تکلیفوں کو برداشت کرتے تھے۔ اس کا ذکر ہے۔ اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا ، وہ لوگ جنہوں نے حکم مانا۔ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ، اللہ تعالیٰ کا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ، بعد اس کے کہ ان کو پہنچا زخم۔ احد کے موقع پر ان کو کافی جانی نقصان برداشت کرنا پڑا کہ ستر ساتھی شہید ہو چکے تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سمیت بہت سے ساتھی زخمی تھے۔ کسی نے بازو پر پٹی باندھی ہوئی ہے۔ کسی نے سر پر کسی نے ٹانگ پر، لیکن اس کے باوجود حمراء الاسد کے مقام پر جا پہنچے کافروں نے جب سنا مسلمان زخمی حالت میں بھی حملے کے لئے ہماری طرف آ رہے ہیں۔ تو گھبرا گئے کہنے لگے زخمی شیر کا حملہ بہت خطرناک ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ ہمیں چھوڑیں گے نہیں۔ اس موقع پر معبد خزاعی جس کا تعلق قبیلہ بنو خزاعہ سے تھا ابھی تک

مسلمان نہیں ہوا تھا۔ مگر دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طرف دار تھا۔ بعد میں رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہو گئے۔ اور قبیلہ بنوخزاعہ کو یہ فخر حاصل ہے کہ کافر ہوتے ہوئے بھی انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کھل کر مخالفت نہیں کی۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید ہی کرتے رہے ہیں۔ تو معبد خزاعی مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ جارہا تھا۔ جس وقت وہاں پہنچا جہاں کافروں نے پڑاؤ ڈالا ہوا تھا۔ کافروں نے ان سے دریافت کیا کہ بتاؤ تم نے زخمیوں کو دیکھا ہے؟۔ اس نے کہا کہ وہ تو تازہ دم ہو کر آئے ہوئے ہیں اور پہلے سے زیادہ مستعد ہیں۔ اور آدمی بھی کافی ہیں۔ (تاکہ یہ سمجھیں کہ اور آدمی ان کے ساتھ شامل ہو گئے ہیں)۔ لہٰذا تم یہاں نہ ٹھہرو۔ اس بات نے بھی ان کے دلوں میں رعب ڈالا۔ تو وہ وہاں سے بھاگ گئے۔ کہ یہ ہمیں چھوڑیں گے نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کے ہمراہ حمراء الاسد کے مقام پر پہنچے اور وہاں تین دن قیام فرمایا۔ سترہ ۱۷/اٹھارہ ۱۸/، انیس ۱۹/ شوال بروز سوموار منگل بدھ۔ تین دن کے انتظار کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے آئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا، ان لوگوں کے لئے جنہوں نے نیکی کی۔ مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا، ان میں سے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے۔ اَجْرٌ عَظِيْمٌ O، اجر ہے بڑا۔ اس موقع پر قبیلہ عبدالقیس کے تاجروں کا ایک قافلہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف آرہا تھا۔ اس قافلہ کا ایک شخص تھا "نعیم بن مسعود اشجعی" جو بعد میں مسلمان ہو گیا تھا۔ کافروں نے ان کو لالچ دیا کہ تجھے دس اونٹ دیں گے اور چمک دکھائی کہ تو جا کر مسلمانوں پر ہمارا رعب ڈال اور کہہ کہ مکے والوں نے بڑے قبیلے اکٹھے کئے ہیں وہ تمہارا صفایا کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اور کہنے لگا کہ تمہیں معلوم ہے کہ ابوجہل کے مرنے

کے بعد اب قریشیوں کی کمان ابوسفیان کے پاس ہے۔ اور وہ قبیلہ کتنا مضبوط اور جنگجو ہے؟۔(اور یہ بات حقیقت ہے ابوسفیان جب کافر تھے تو کفر میں بڑے بہادر اور مضبوط تھے۔ ۸ ھ تک اس نے کافروں کے لشکر کی کمان کی ہے۔ ۸ ھ میں مسلمان ہوگئے مسلمان ہونے کے بعد اسلام میں بھی اسی طرح بہادر اور مضبوط تھے۔ اور ان کے خاندان نے دین کے لئے بہت خدمات سرانجام دی ہیں)۔تو نعیم بن عبداللہ نے کافی ڈرانے کی کوشش کی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے سنا تو بیک زبان ہوکر کہا۔''حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ ، ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہی ہمارا کارساز ہے''۔اس کا ذکر فرمایا۔اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ ، (پیغمبر کے ساتھی) وہ لوگ ہیں کہا ان کو لوگوں نے۔اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ ،بے شک لوگوں نے تحقیق جمع کئے ہیں لشکر تمہارے لئے۔فَاخْشَوْهُمْ ،پس تم ان سے ڈرو۔ان کا مقابلہ نہ کرنا،یہ بات جب ان کے ایجنٹوں نے کہی۔فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ،پس زیادہ کردیا اس بات نے ان کے ایمان کو۔وَّ قَالُوْا ،اور کہا انہوں نے۔''حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ ☆ ،ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے اور اچھا ہے کارساز۔یعنی کام بنانے والا وہی رب تعالیٰ ہی ہے۔تاریخ اور تفسیر کی کتابوں میں موجود ہے کہ جب نمرود بن کنعان نے ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں جلانے کا حکم دیا تو اس کے لئے آگ کا بہت بڑا بھٹہ تیار کیا گیا۔اس میں لکڑیاں ڈال کر ان کو آگ لگائی گئی۔آگ کے شعلے بھڑک اٹھے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کو منجنیق (آلے) کے ذریعے آگ کے بھٹہ میں ڈالا گیا۔یہ آلہ اس وقت کے انجینئر''ہیزن''نامی آدمی نے تیار کیا تھا۔جس کے ذریعے وہ بڑے بڑے پتھر قلعوں پر ڈالتے تھے۔دارمی شریف کی روایت میں ہے۔"جُرِّدَ عَنِ الثِّيَابِ"۔کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالتے

وقت ننگا کر دیا گیا۔ اسی لئے بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے کہ لوگ جب قبروں سے نکلیں گے تو سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا۔ فرمایا، اس کے بعد مجھے لباس پہنایا جائے گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پہلے لباس پہنانے کی یہی وجہ ہے۔ کہ ان کو ننگا کر کے ہاتھ پاؤں رسیوں سے جکڑ کر منجنیق آلے کے ذریعے آگ کے بھٹے میں پھینکا گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب منجنیق میں رکھا گیا تو مخالفین نے نمرود زندہ باد کے نعرے لگانے شروع کئے اور اس خوشی میں بھنگڑا ڈال رہے تھے کہ ابھی اس کا سر پھٹے گا ٹھاہ ہوگی اور ہمارے کلیجے ٹھنڈے ہوں گے۔ اور ہم بت توڑنے کا انتقام لیں گے۔ اس حالت میں حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا کہ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بتاؤ۔ اس موقع پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا۔ " حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْل " مجھے میرا رب کافی ہے۔ اور وہ بہترین کارساز ہے۔ مجھے تیری مدد کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا گیا۔ بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ گھروں میں چھپکلی ہوتی ہے اس کو عربی میں '' وزغ '' کہتے ہیں اس نے پھونکیں مارنی شروع کیں کہ آگ تیز ہو۔ اگرچہ اس کی پھونکوں سے کچھ نہیں بنتا تھا۔ مگر اس نے اپنا خبثِ باطن تو ظاہر کر دیا کہ میں کیا ہوں اور ایک سیاہ رنگ کا پرندہ ہوتا ہے اس کو '' کالی کات '' کہتے ہیں۔ وہ بڑی دور سے اپنی چونچ میں پانی لے کر بلندی سے پھینکتا تھا۔ اس کو پرندوں نے کہا کہ کیا تیرے اس پانی کے قطرے سے آگ بجھ جائے گی؟ اس نے کہا کہ آگ کا بجھانا میرا فریضہ نہیں ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ کے خلیل کی مدد کے لئے اپنی توفیق کے مطابق چونچ استعمال کرنی ہے۔ کاش کہ ہم بھی اسلام کی مدد کے لئے اپنی چونچ استعمال کریں۔ یعنی جس کو اللہ تعالیٰ نے

جتنی توفیق عطاء فرمائی ہے۔اتنی خدمت کرے۔کیونکہ "لَا یُکَلِّفُ اللہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا"۔ اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ کا مکلف نہیں بنایا۔اور کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہونا کہ اسلام مِٹ جائے گا یاد رکھنا کافر جتنا زور لگالیں اسلام کو نہیں مٹا سکتے۔اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے۔باقی ہمیں اپنی ہمت کے مطابق محنت کرنی چاہیے۔تاکہ اس میں ہمارا بھی حصہ ہو جائے۔فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللہِ وَفَضْلٍ ،پس وہ لوٹے اللہ تعالیٰ کی نعمت لے کر اور اللہ تعالیٰ کا فضل لے کر۔عبدِ قیس قبیلے کے تاجروں کا جو قافلہ آرہا تھا۔اس سے سامان خریدا۔چونکہ تاجر لوگ تھے۔تھوک کے حساب سے ان کو سامان سستا مل گیا۔جس کا ان کو بڑا فائدہ ہوا۔اس کا ذکر ہے۔کہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور نعمت لے کر لوٹے۔لَمْ یَمْسَسْھُمْ سُوْٓءٌ ،نہ پہنچی ان کو کوئی تکلیف۔کیونکہ لڑائی کی نوبت ہی نہ آئی۔کافر ویسے ہی بھاگ گئے۔رب بھی راضی ہو گیا۔وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللہِ ،اور انہوں نے پیروی کی اللہ تعالیٰ کی رضاء کی۔اس طرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کی ،باوجود زخمی ہونے کے حالانکہ وہ کہہ سکتے تھے کہ حضرت ابھی تو ہمارے زخم ٹھیک نہیں ہوئے جب زخم ٹھیک ہو جائیں گے تو پھر چلیں گے۔لیکن صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے کوئی قیل وقال نہیں کی۔اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو تسلیم کیا۔وَاللہُ ذُوْفَضْلٍ عَظِیْمٍ O ،اور اللہ تعالیٰ بڑی مہربانی کرنے والا ہے۔آگے اللہ تعالیٰ مشرکوں کے ایجنٹ کے بارے میں فرماتے ہیں۔جس نے ڈرایا تھا کہ قریشیوں نے بڑی فوجیں جمع کی ہیں۔اور تمہارے مقابلہ کے لئے آرہے ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔اِنَّمَا ذٰلِکُمُ الشَّیْطٰنُ ،پختہ بات ہے (وہ جو تمہیں ڈراتا تھا) وہ شیطان ہے۔یُخَوِّفُ اَوْلِیَآءَهٗ ،وہ ڈراتا ہے اپنے ساتھیوں سے۔چونکہ کافر تھا اور طبعی طور پر آدمی اپنے

نظریئے کا حامی ہوتا ہے۔ فَلَا تَخَافُوْهُمْ ، پس تم ان سے خوف نہ کرو۔ اے مومنو! تم ان سے نہ ڈرنا۔ وَخَافُوْنِ ، اور مجھ سے خوف کرو۔ یعنی میری مخالفت سے ڈرنا کافر تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ O ، اگر ہو تم مومن۔ یعنی اگر تم سچے مومن ہو تو مجھ سے ڈرو کہ کہیں میرے حکم کی خلاف ورزی نہ ہو جائے۔ اور مومن جب مومن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی نصرۃ اور مدد ساتھ ہوتی ہے پھر کافر چاہے کتنے زیادہ کیوں نہ ہوں فتح ایمان والوں کو حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ متعدد مقامات ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تھوڑوں کو بہتوں پر فتح عطاء فرمائی۔ دوسرے پارے میں تم پڑھ چکے ہو۔ "كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً ۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ"۔ کتنی ہی تھوڑی جماعتیں غالب آجاتی ہیں بہت ساری جماعتوں پر اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ حضرت طالوت رحمہ اللہ تعالیٰ کے لشکر میں بمع ان کے تین سو تیرہ آدمی تھے۔ اور مقابلہ میں جالوت کا لشکر ایک لاکھ کا تھا۔ تو کیا نسبت ہے؟ تین سو تیرہ کی ایک لاکھ کے ساتھ مگر قرآن پاک میں آتا ہے۔ "فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ" پس مومنوں نے شکست دی کافروں کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔ اسی طرح موتہ کے مقام پر تین ہزار نے ایک لاکھ کا مقابلہ کیا۔ اور ان کو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے شکست دی۔ اور یرموک کے مقام پر پینتیس/۳۵ ہزار کا ذکر بھی آتا ہے۔ اور چھیالیس/۴۶ ہزار کا ذکر بھی آتا ہے۔ اور مقابلے میں رومیوں کی سات لاکھ فوج تھی۔ مسلمانوں نے سات لاکھ فوج کو شکستِ فاش دی سب سے بڑی قوۃ ایمان اور عملِ صالح ہے۔ ان کے ہوتے ہوئے ہتھیار چاہے معمولی بھی ہوں اللہ تعالیٰ کی نصرۃ ہوگی۔ خالی ہتھیاروں پر بھروسہ ہو تو پھر کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔ سب سے بڑی قوۃ ایمان ہے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ "وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ" (پارہ ۴)۔ اور غالب تم ہی ہوگے بشرطیکہ تم مومن

ثابت ہو۔ پھر وہ منافق جو الگ ہو گئے تھے۔ ان کی علیحدگی کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو طبعی طور پر صدمہ تھا۔ کیونکہ ایک آدمی ساتھ مل کر پھر الگ ہو جائے اور دشمنوں کا ساتھ دے تو صدمہ تو ہوتا ہے۔ اور یہ منافق بھی ایسے ہی تھے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَلَا يَحْزُنْكَ ، اور تجھے غم میں نہ ڈالیں۔ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ ، وہ لوگ جو دوڑ کے جاتے ہیں۔ فِي الْكُفْرِ ، کفر میں۔ یہ منافق جو کافروں کی طرف دوڑ کے جاتے ہیں اور ان کے ساتھ مراسم قائم کرتے ہیں اور تمہارے لئے گردشوں کے منتظر ہیں۔ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فکرمند نہ ہوں۔ اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا ، بے شک وہ ہرگز نہیں نقصان پہنچا سکیں گے اللہ تعالیٰ کو کچھ بھی۔ تو جب وہ اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا بگاڑ سکتے ہیں۔ اور رب، رب ہے۔ ایک آن میں دنیا کو آباد کر سکتا ہے۔ اور ایک آن میں تباہ کر سکتا ہے۔ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ ، اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے اس چیز کا کہ نہ کرے ان کے واسطے۔ حَظًّا فِي الْاٰخِرَةِ ، حصہ آخرت میں۔ کیونکہ انہوں نے ایمان کا دعویٰ کر کے کفر کی طرف رجوع کیا ہے۔ زبانی طور پر کلمہ پڑھتے ہیں اور اندرونی طور پر کافروں کے ساتھ ہیں لہٰذا جب وہ خود ایمان کی طرف نہیں آنا چاہتے تو رب تعالیٰ زبردستی کسی کو ایمان نہیں دیتا۔ ایمان لانے میں اور کفر اختیار کرنے میں انسان کو اختیار ہے۔ پندرھویں پارے میں آتا ہے۔ "فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ" ۔ پس جو شخص چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر اختیار کرے۔ تو جب وہ کفر کی طرف مائل ہیں تو آخرت میں حصہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ O ، اور ان کے لئے عذاب ہو گا بڑا۔ کہ "اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ" ۔ بے شک منافق جہنم کے سب سے نیچے والے طبقے میں

ہوں گے جہاں سب سے سخت عذاب ہوگا۔

اس آیت کریمہ میں کافروں کی آخرت میں ناکامی کا ذکر تھا اگلی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دنیا میں بھی ناکام ہوں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے ارشاد ربانی ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الْکُفْرَ بِالْاِیْمَانِ بے شک وہ لوگ جنہوں نے خریدا کفر کو ایمان کے بدلے کفر خریدا ایمان سے مراد فطرت سلیمہ ہے جس پر بچہ پیدا ہوتا ہے۔ کافروں نے وہ فطرت ضائع کردی اور کفر اختیار کرلیا۔ اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل سمجھ حواس ظاہری اور باطنی جیسی قوتیں عطا فرمائیں ہیں ان سے ایمان اور نیکی خریدیں جو تمہیں جنت تک ساتھ لے جائیں گی لیکن کافروں نے اس پونجی کو ضائع کیا اور ایمان کے بدلے کفر خریدا۔ فرمایا یاد رکھو لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰهَ شَیْئًا وہ ہرگز اللہ تعالیٰ کا نقصان نہیں کر سکتے اور نہ اس کے دین کا کچھ بگاڑ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا دین حق اور صداقت پر مبنی ہے۔ اس کو اختیار کرنے والے لوگ ہمیشہ قائم رہیں گے۔ یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ اور جن لوگوں نے ایمان کے بدلے کفر خریدا ہے ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ؕ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۷۸﴾ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۪ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۹﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۸۰﴾

۱۸ ع ۸ ۹

وَلَا يَحْسَبَنَّ ، اور ہرگز نہ خیال کریں ۔ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ، وہ لوگ جو کافر ہیں ۔ اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ ، کہ بے شک جو ہم ان کو مہلت دیتے ہیں ۔ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ، بہتر ہے ان کی جانوں کے لئے ۔ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ ، پختہ بات ہے ہم ان کو مہلت دیتے ہیں ۔ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ، تاکہ اور زیادہ گناہ کمالیں ۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ O ، ان کے لئے عذاب ہے ذلیل کرنے والا ۔ مَا كَانَ اللّٰهُ ، نہیں ہے اللہ تعالیٰ ایسا ۔ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ، کہ چھوڑ دے مومنوں کو ۔ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ ، اس حالت پر جس حالت پر تم ہو ۔ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ ، یہاں تک کہ الگ کردے ناپاک ۔ مِنَ

الطَّيِّبِ ، پاک سے ۔وَمَا كَانَ اللّٰهُ ، اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ ایسا۔لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ، کہ تمہیں اطلاع دے غیب پر۔وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِي ، اور لیکن اللہ تعالیٰ چنتا ہے۔مِنْ رُّسُلِهِ ، اپنے رسولوں میں سے۔مَنْ يَّشَآءُ ، جس کو چاہے۔فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ ، پس ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسولوں پر۔ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا ، اور اگر تم ایمان لاؤ۔وَتَتَّقُوْا ، اور ڈرتے رہو۔فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ○ ، پس تمہارے واسطے ہے اجر بڑا۔ وَ لَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ ، اور ہرگز نہ خیال کریں وہ لوگ۔يَبْخَلُوْنَ ، جو بخل کرتے ہیں۔بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ ، اس مال میں جو ان کو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔مِنْ فَضْلِهِ ، اپنے فضل سے۔هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ، کہ وہ ان کے لئے بہتر ہے۔بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ، بلکہ وہ ان کے لئے برا ہے۔سَيُطَوَّقُوْنَ ، عنقریب ان کو طوق پہنایا جائے گا اُس مال کا۔ مَا بَخِلُوْا بِهِ ، جس مال کے ساتھ انہوں نے بخل کیا۔ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ، قیامت والے دن۔ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ ، اور اللہ تعالیٰ کے واسطے ہی ہے میراث۔السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ، آسمانوں کی اور زمین کی۔وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ○ اور اللہ تعالیٰ ان کاموں سے خبردار ہے جو تم کرتے ہو۔

جنگِ بدر میں بھی مسلمان اسلحہ اور مالی اعتبار سے کمزور تھے اور یہی حالت جنگِ احد میں تھی۔تو بعض کافروں نے سادہ قسم کے مسلمانوں کو کہا کہ اے مومنو! تم دعویٰ کرتے ہو کہ رب ہم سے راضی ہے اور ہمیں کہتے ہو کہ اے کافرو تم سے رب ناراض ہے۔اور حقیقت بھی یہی ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے۔"لَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ" (پارہ ۲۳)۔وہ اپنے بندوں کے لئے کفر کو پسند نہیں کرتا۔اور ایمان والوں سے راضی ہے۔ "لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ" (پارہ ۲۶)۔ تو یہ دونوں باتیں قرآن پاک میں موجود ہیں کہ مومنوں سے اللہ تعالیٰ راضی ہے اور کافروں سے ناراض ہے۔لیکن کافر سادہ قسم کے مسلمانوں کو مغالطہ دیتے تھے کہ دیکھو

مال ہمارے پاس زیادہ ہے یا تمہارے پاس اولاد ہماری زیادہ ہے یا تمہاری؟ بھوکے ننگے ہم رہتے ہیں یا تم رہتے ہو؟۔ (کیونکہ بعض مسلمان ایسے تھے کہ دو، دو دن تین، تین دن بھوکے رہتے تھے اور ایسے بہت تھے جن کے پاس جوتا نہیں تھا۔ ننگے پاؤں چلتے تھے)۔ پھر کہتے دیکھو لوگ تمہیں مارتے ہیں یا ہمیں مارتے ہیں؟ اے مسلمانو! اگر رب تم سے راضی ہوتا تو سارے خزانے تمہیں دے دیتا۔ اور ہم سے اگر ناراض ہوتا تو ہم سے سب کچھ چھین لیتا۔ اور سطحی قسم کے آدمی اس مغالطے کا شکار ہو جاتے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے کافروں کے اس شبہے کا جواب دیا فرمایا۔ وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْآ، اور ہرگز نہ خیال کریں وہ لوگ جو کافر ہیں۔ اَنَّمَا نُمْلِیْ لَهُمْ خَیْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ، کہ بے شک جو ہم ان کو مہلت دیتے ہیں بہتر ہے ان کی جانوں کے لئے۔ اِنَّمَا نُمْلِیْ لَهُمْ، پختہ بات ہے ہم ان کو مہلت دیتے ہیں۔ لِیَزْدَادُوْآ اِثْمًا، تاکہ اور زیادہ گناہ کمالیں۔ یہ مال و دولت اور دنیا کی ترقی اس لئے نہیں ہے کہ ہم ان سے راضی ہیں بلکہ یہ تو ہم نے ان کو ڈھیل دی ہوئی ہے کہ گناہ زیادہ کرلیں۔ اور پھر یکبارگی ہماری گرفت میں آجائیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے۔ "اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی لَیُمْلِیَ الظَّالِمَ حَتّٰی اِذَآ اَخَذَهٗ لَمْ یُفْلِتْهُ"۔ بے شک اللہ تعالیٰ ظالم کی رسی ڈھیلی کر دیتا ہے کہ جتنا ظلم کرسکتا ہے کرلے پھر جب پکڑتا ہے تو اس کو مہلت نہیں دیتا۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ، ان کے لئے عذاب ہے ذلیل اور رسوا کرنے والا۔ غزوۂ احد میں مسلمانوں کو خاصی پریشانی اٹھانی پڑی تو بعض حضرات کے ذہنوں میں یہ بات آئی کہ ہمیں یہ تکلیف کیوں آئی ہے؟۔ اس کا ایک جواب تو آپ سن چکے ہیں۔ کہ مسلمانوں کی اپنی غلطی کی وجہ سے تکلیف آئی۔ کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کے حکم کی خلاف ورزی کی یہ تو اس کا ظاہری سبب تھا۔ اور ایک سبب اس کا تکوینی تھا وہ یہ ہے مَا کَانَ اللّٰهُ نہیں

ہے اللہ تعالیٰ ایسا۔لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ، کہ چھوڑ دے مومنوں کو۔عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ ، اس حالت پر جس حالت پر تم ہو۔حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ، یہاں تک کہ الگ کر دے ناپاک کو پاک سے ۔ کیونکہ جب تک پریشانیاں نہ آئیں تکلیف اور سختی نہ آئے تو ہر آدمی اپنے آپ کو مجنوں اور دیوانہ کہلاتا ہے۔ جب تکلیف اور پریشانی آتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اصلی مجنوں کون ہے، اور چوری کھانے والا کون ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جو منافق تھے حیلے بہانے کر کے چلے گئے اور جو مخلص مومن تھے انہوں نے تکلیفیں برداشت کیں یہ پاک لوگ تھے اور جو حیلے بہانے کر کے چلے گئے وہ ناپاک منافق تھے۔ پھر پاک لوگوں کا حال یہ تھا کہ جب کافر حمراء الاسد کے مقام پر اکٹھے ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھیوں کو حکم دیا کہ ان کا پیچھا کرنا ہے۔تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے باوجود زخمی ہونے کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کی اور پلید پھر پیچھے رہ گئے۔تو اللہ تعالیٰ امتحان کے ذریعے پاک کو پلید سے الگ کر دیتا ہے۔ ہاں ذہن میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ کیا یہ ضروری تھا کہ امتحان کے ذریعے ہی خبیثوں کو طیب لوگوں سے الگ کرتا۔ وہ قادرِ مطلق ہے۔ وحی کے ذریعے بھی منافقوں کی نشاندہی کرنے پر قادر تھا کہ مومنوں کو بتا دیتا کہ فلاں ،فلاں منافق ہے۔اس کا جواب دیا،فرمایاوَمَا كَانَ اللّٰهُ ،اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ ایسا۔ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ ،کہ تمہیں اطلاع دے غیب پر۔اور ہر ایک کو دوسرے کے حال سے آگاہ کر دے کہ فلاں مومن ہے۔فلاں منافق ہے فلاں موحد ہے اور فلاں مشرک ہے۔وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ،اور لیکن اللہ تعالیٰ چنتا ہے اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے۔یعنی غیب کی خبر اللہ تعالیٰ رسولوں کو دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں ہے کہ عام

لوگوں کو غیب کے علم پر اطلاع دے ہاں اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے منتخب کر لیتا ہے۔ اور ان کو بھی غیب کا علم نہیں دیتا بلکہ ''لِیُطْلِعَکُمْ'' غیب کی اطلاع دیتا ہے۔ غیب پر مطلع کرتا ہے۔ کہ فلاں، فلاں مومن ہیں اور فلاں، فلاں کافر او رمنافق ہیں۔ اس آیت کریمہ سے اہلِ بدعت نے غلط استدلال کیا ہے۔ اور نبیوں کے لئے علم غیب ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اس کو سمجھ لیں۔ بریلوی حضرات کے امام ہیں ''احمد رضا خان صاحب''۔ بریلوی ان کے نام پر کانفرنسیں بھی منعقد کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنی کتابوں میں اس مسئلے پر خاصی بحث کی ہے۔ ان کی کتابیں ہیں ''خالص الاعتقاد، نفی الفئ، الامن و العلی'' ان ساری کتابوں میں انہوں نے دعویٰ کیا ہے کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے اس وقت سے لے کر جنت دوزخ میں داخل ہونے تک کی ساری خبریں اور مشرق سے لے کر مغرب تک شمال سے لے کر جنوب تک عرش سے لے کر فرش تک۔ اس درمیان میں کوئی ذرہ اور قطرہ ایسا نہیں ہے جس کا علم اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیا ہو۔ علم "ما کان و ما یکون" جو کچھ ہوا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے، سب کا علم اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیا ہے۔ اس دعوے پر وہ جو دلائل پیش کرتے ہیں ان میں سے ایک دلیل یہ ہے۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِي مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ، اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ ایسا کہ تمہیں اطلاع دے غیب پر اور لیکن اللہ تعالیٰ چُنتا ہے اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رسول ہیں بلکہ تمام رسولوں کے امام ہیں۔ اور مجتبیٰ بھی ہیں۔ کہ تمام رسولوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ سب سے اعلیٰ ہے۔ اور اس سے کسی مسلمان کو انکار بھی نہیں ہے۔ اور نہ کوئی انکار کر سکتا ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو

سب کچھ بتا دیا ہے۔ یہ ہے ان کا استدلال۔ جواب سے پہلے ایک بات سمجھ لیں وہ یہ کہ قرآن مجید میں جہاں سورۃ کا نام لکھا ہوا ہے شروع میں ایک ہندسہ اس سے پہلے لکھا ہوا ہے اور ایک ہندسہ بعد میں۔ مثلاً یہ دیکھیں لکھا ہوا ہے۔ ''سورۃ آلِ عمران مدنِیَّۃ'' اس سے پہلے تین کا ہندسہ ہے۔ اور بعد میں نواسی/۸۹ کا ہندسہ ہے۔ یہ تین والا ہندسہ یہ بتا رہا ہے کہ قرآن کریم کی موجودہ ترتیب کے اعتبار سے یہ تیسری سورۃ ہے۔ اور بعد میں جو نواسی/۸۹ کا ہندسہ ہے وہ یہ بتا رہا ہے کہ نزول کے اعتبار سے اس کا نواسی/۸۹ نمبر ہے۔ اور قرآن پاک میں کل سورتیں ایک سو چودہ/۱۱۴ ہیں۔ اب جواب سمجھیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ اگر اس آیتِ کریمہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب کلی عطاء فرما دیا ہے۔ تو اس کے بعد ایک حرف بھی قرآن کریم کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل نہ ہوتا۔ حالانکہ دیگر احکام کے علاوہ قرآن کریم کی پچیس/۲۵ سورتیں اس آیتِ کریمہ کے بعد نازل ہوئی ہیں۔ موٹی سی بات ہے کہ قرآن غیب میں شامل ہے یا نہیں؟ اور یقیناً جواب یہی ہے کہ قرآن غیب میں شامل ہے۔ تو جو سورتیں بعد میں نازل ہوئی ہیں وہ بھی تو غیب کا حصہ ہیں۔ وہ کیوں نازل ہوئی ہیں اور ان میں سورۃ مائدہ اور توبہ، نسآء جیسی لمبی لمبی سورتیں بھی شامل ہیں اگر سارا غیب عطاء کر دیا گیا ہے تو ان کے بعد میں نازل ہونے کا کیا مطلب ہے؟۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر واقعی اس سے علمِ غیب ثابت ہوتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کچھ بتا دیا گیا ہے تو پھر اس کے بعد جو سورتیں نازل کی گئی ہیں ان میں نفی کیوں آئی ہے؟۔ مثلاً سورۃ النساء میں مذکور ہے۔ ''وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ''۔ اور کتنے ہی رسول ہم نے بھیجے جن میں سے بعض کے حالات ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے قبل سنا

دیئے اور ان میں سے بعض کے حالات ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں بتائے اسی طرح سورۃ توبہ بھی بعد میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں ارشادِ ربانی ہے۔ "وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَاتَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ"۔ اور بعض مدینے والے اڑے رہے ہیں نفاق پر اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو نہیں جانتے صرف ہم ہی ان کو جانتے ہیں یہ آیتِ کریمہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ دور نہیں بلکہ مدینہ طیبہ میں اور معمولی منافقوں کو ہی نہیں بلکہ ان منافقوں کو جن کا نفاق حدِ کمال کو پہنچا ہوا تھا۔ اور جو نفاق پر اڑے ہوئے اور بضد تھے۔ ان کو بھی جنابِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہیں جانتے تھے ان کا علم بھی صرف اللہ تعالیٰ ہی کو تھا اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب اور "جمیع ماکان و مایکونُ" کا علم حاصل ہوتا تو لامحالہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان منافقوں کے حالات معلوم ہوتے اور اللہ تعالیٰ یہ نہ فرماتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو نہیں جانتے، صرف ہم ہی ان کو جانتے ہیں۔ یہ موٹی سی بات ہے۔ سمجھ آئی ہے کہ نہیں؟ کہ اس آیتِ کریمہ سے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علمِ غیب کلی ثابت ہوتا ہے تو بعد والی سورتوں میں اس کی نفی کیوں کی گئی ہے باقی رہی بات غیب کی خبروں کی تو وہ حق ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ" (پارہ ۳)۔ یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کرتے ہیں۔ اور اسی طرح بارھویں پارے میں فرمایا "تِلْكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَا اِلَيْكَ" یہ باتیں غیب کی خبروں میں سے ہیں۔ ہم وحی کے ذریعے ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے بے شمار غیب کی خبریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی ہیں۔ پہلی قوموں کی بھی اور قیامت کی نشانیاں بھی آنے والے حالات بھی بتائے قبر برزخ میں جو کچھ ہوگا غرضیکہ بہت کچھ بتایا ہے۔

وہ دینے والا جانے اور لینے والا جانے۔اس کی حد بندی ہم نہیں کر سکتے۔مگر اتنی بات قرآنِ کریم سے ثابت ہے کہ غیب صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے،"وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ" (پارہ ۱۲)۔اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہے غیب آسمانوں کا اور زمینوں کا۔اور اسی کی طرف لوٹتے ہیں سب کام تو آسمانوں اور زمینوں کے غیوب صرف رب تعالیٰ ہی جانتا ہے۔پھر بعض چیزیں ایسی ہی کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے لائق نہیں ہیں۔سورۃ یٰسین میں رب تعالیٰ فرماتے ہیں۔"وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهٗ" اور ہم نے ان (یعنی جنابِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کو شعر نہیں سکھایا اور یہ ان کے لائق بھی نہیں ہے۔اس نصِ قطعی سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر کا علم عطاء ہی نہیں کیا کیونکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بلند اور رفیع شان کے لائق ہی نہیں ہے۔کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت کے ترجمان ہیں۔مگر شاعریت کا حسن وکمال اکثر کذب اور مبالغے پر مبنی ہوتا ہے۔اور شاعر لوگ تصور وخیال کی باتیں کہتے رہتے ہیں۔اور شاعری میں جتنا جھوٹ زیادہ ہوگا اتنا مزہ آئے گا۔اس دور کے شاعروں میں علامہ اقبال مرحوم بڑے بلند پائے کے شاعر تھے۔مگر ان کو بھی کہنا پڑا ؎

گفتار کا غازی بن تو گیا
کردار کا غازی بن نہ سکا

کیونکہ جس طرح کی اس کی شاعری ہے اگر کردار بھی اسی طرح کا ہوتا تو علامہ اقبال مرحوم بہت بڑا ولی اللہ ہوتا۔شاعر کہتا کچھ ہے اور کرتا کچھ ہے۔علامہ اقبال نے جب بانگ درا لکھی جو اس فن میں بڑی بلند کتاب ہے تو گجرات کا ایک مخبوط الحواس شاعر تھا" امام دین" یہ قادیانی تھا۔

اس نے بانگ درا کے مقابلہ میں بانگ دھل لکھی اس نے اس میں لکھا ہے ۔

اگر ہو تجھے کچھ قبض کی شکایت تو کھا مولیاں اور مٹرامام دینا

جنت کی سیٹیں تو پُر ہو چکی ہیں جہنم میں بے خوف وَڑامام دینا

چونکہ قادیانی تھا جہنم میں پہنچ گیا ہوگا۔ اس کے سوا اس کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ اسی طرح اس کا ایک شعر ہے ۔

حکومت کو کہہ دو جہازوں کو روکے

یہ راتوں کو اُڑ کر میرا تراہ کاھڈتے ہیں

تو شاعروں کا کیا ہے کبھی کچھ کہتے ہیں، کبھی کچھ کہتے ہیں۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو یہ علم نہیں عطاء فرمایا، یہ علم کی بات ہے اور غیب اور چیز ہے اور غیب کی خبریں اور چیز ہیں۔ ان میں فرق ہے۔ اگر تفصیل کی ضرورت ہو تو میری کتاب "ازالۃ الرّیب عَنْ عَقِیْدَۃ عِلْمِ الْغَیْب" پڑھ لیں۔ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ، پس ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسولوں پر۔ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا ، اور اگر تم ایمان لاؤ۔ وَتَتَّقُوْا، اور ڈرتے رہو۔ فَلَکُمْ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ☆، پس تمہارے لئے اجر ہوگا بڑا۔ آگے اللہ تعالیٰ نے بخل کرنے والوں کی حالت بیان فرمائی ہے جو مال ہوتے ہوئے بخل سے کام لیتے ہیں زکوۃ عشر، فطرانہ ادا نہیں کرتے اور مال ہوتے ہوئے حج نہیں کرتے فرمایا، وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ، اور ہرگز نہ خیال کریں وہ لوگ۔ یَبْخَلُوْنَ ، جو بخل کرتے ہیں۔ بِمَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ، اس مال میں جو ان کو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ مِنْ فَضْلِہٖ ، اپنے فضل سے۔ ھُوَ خَیْرًا لَّھُمْ، کہ وہ ان کے لئے بہتر ہے۔ بَلْ ھُوَ شَرٌّ لَّھُمْ، بلکہ وہ ان کے لئے برا ہے۔ سَیُطَوَّقُوْنَ ، عنقریب ان کو طوق پہنایا جائے گا اس مال کا۔ مَا بَخِلُوْا بِہٖ

،جس مال کے ساتھ انہوں نے بخل کیا۔ یَوْمَ الْقِيٰمَةِ ،قیامت والے دن۔حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایسا سونا چاندی جس کی زکوۃ ادا نہیں کی گئی اور جو حق ہیں فطرانہ قربانی وغیرہ ادا نہیں کئے تو اس کو دو مونہوں والا گنجا سانپ بنا کر گلے میں ڈالا جائے گا۔(جیسے مفلر ہوتا ہے)۔وہ دونوں رخساروں پر ڈنگ مارے گا۔اور کہے گا"اَنَـا مَـالُکَ، اَنَـا کَنْزُکَ" ۔میں تیرا مال ہوں ،تیرا خزانہ ہوں اور فرمایا اتنی بات سارے سمجھ لو کہ جس کے پاس جتنا مال ہے ساتھ کسی نے نہیں لے جانا۔ یہ کسی کی ذاتی میراث نہیں ہے۔ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ،اور اللہ تعالیٰ کے واسطے ہی ہے میراث آسمانوں کی اور زمین کی ۔آدمی کا اپنا وہی ہے جو اس نے کھا لیا، پی لیا، پہن لیا۔ باقی یا تو وارثوں کا ہے یا دوسرے لوگوں کا ہے۔لہٰذا تم مال میں بخل نہ کرو۔ اور اسے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرو۔وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ○ اور اللہ تعالیٰ اُن کاموں سے خبردار ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔سب اس کے علم میں ہے۔کسی کا کوئی عمل ایسا نہیں ہے جو رب تعالیٰ کے علم سے باہر ہو۔

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ فَقِیْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِیَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَ قَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِیَآءَ بِغَیْرِ حَقٍّ ۙ وَّ نَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ ﴿۱۸۱﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْكُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ ﴿۱۸۲﴾ اَلَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَیْنَاۤ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى یَاْتِیَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ؕ قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِیْ بِالْبَیِّنٰتِ وَ بِالَّذِیْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۱۸۳﴾ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَیِّنٰتِ وَ الزُّبُرِ وَ الْكِتٰبِ الْمُنِیْرِ ﴿۱۸۴﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآىٕقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَ مَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۱۸۵﴾

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ ، البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے سن لی ہے۔ قَوْلَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا ، ان لوگوں کی جنہوں نے کہا۔ اِنَّ اللّٰهَ فَقِیْرٌ ، بے شک اللہ تعالیٰ محتاج ہے۔ وَّ نَحْنُ اَغْنِیَآءُ ، اور ہم مالدار ہیں۔ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْۤا ، بتاکید ہم لکھیں گے جو کچھ انہوں نے کہا ہے۔ وَ قَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِیَآءَ ، اور ان کا اللہ تعالیٰ کے نبیوں کو قتل کرنا۔ بِغَیْرِ حَقٍّ ، ناحق۔ وَّ نَقُوْلُ ، اور ہم کہیں گے۔ ذُوْقُوْا عَذَابَ

الْحَرِيقِ ☆ ، چکھو جلانے والی آگ کا عذاب ۔ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ ، یہ بسبب اس کے جو بھیجا آگے تمہارے ہاتھوں نے ۔ وَاَنَّ اللّٰهَ ، اور بے شک اللہ تعالیٰ ۔ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ O ، نہیں ہے ظلم کرنے والا بندوں پر ۔ اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا ، وہ لوگ جنہوں نے کہا ۔ اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ ، بے شک اللہ تعالیٰ نے عہد کیا ہے ہمارے ساتھ ۔ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ ، یہ کہ ہم نہ ایمان لائیں کسی رسول پر ۔ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ ، یہاں تک کہ وہ لائے ہمارے پاس ایسی قربانی ۔ تَاْكُلُهُ النَّارُ ، کہ کھا جائے اس کو آگ ۔ قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ ، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیں! کہ تحقیق آئے تمہارے پاس رسول ۔ مِّنْ قَبْلِيْ ، مجھ سے پہلے ۔ بِالْبَيِّنٰتِ ، واضح دلیلوں کے ساتھ ۔ وَبِالَّذِيْ قُلْتُمْ ، اور وہ چیز بھی جو تم نے کہی ہے ۔ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ ، پس تم نے ان کو کیوں قتل کیا؟ ۔ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ O ، اگر ہو تم سچے ۔ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ ، پس اگر وہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جھٹلائیں ۔ فَقَدْ كُذِّبَ ، پس تحقیق جھٹلائے گئے ۔ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ، کئی رسول آپ سے پہلے ۔ جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ ، لائے وہ واضح دلائل ۔ وَالزُّبُرِ ، اور صحیفے ۔ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ O ، اور ایسی کتابیں جو روشنی پہنچانے والی تھیں ۔ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ، ہر نفس موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے ۔ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ ، اور پختہ بات ہے تمہیں پورا، پورا دیا جائے گا ۔ اُجُوْرَكُمْ ، تمہارا اجر ۔ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ، قیامت والے دن ۔ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ ، پس وہ شخص جو دور رکھا گیا دوزخ کی آگ سے ۔ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ ، اور داخل کیا گیا جنت میں ۔ فَقَدْ فَازَ ، پس تحقیق وہ کامیاب ہو گیا ۔ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ ، اور نہیں ہے دنیا کی زندگی ۔ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ O مگر دھوکے کا سامان ۔

اس سے پہلے درس میں بخل کی مذمت بیان کی گئی ہے ۔ آج کی آیات بھی اسی سلسلہ میں ہیں ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دعوتِ اسلام کا پیغام دے کر یہودِ بنو قینقاع کی طرف بھیجا۔ اس دعوت نامے کا عنوان اس طرح کہ "اِتَّقُوْ اللہ" اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اور ایمان لے آؤ۔ کیونکہ تم جانتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم برحق ہیں۔ اور اس بات کی گواہی خود تمہاری کتابوں میں موجود ہے۔ اور نماز قائم کرو۔ زکوٰۃ ادا کرو۔ "وَاَقْرِضُوْ اللہَ قَرْضًا حَسَنًا"۔ اور اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دو۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ خط لے کر بنو قینقاع پہنچے۔ اس وقت یہودیوں کا بڑا عالم فخاص بن عازورا بیت المدراس میں تعلیم دے رہا تھا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خط مبارک پڑھ کر کہنے لگا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ فقیر ہے اور ہم مالدار ہیں۔ اس لئے تو ہم سے قرضہ مانگتا ہے۔ (العیاذ باللہ) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سن کر برداشت نہ کر سکے۔ اور اس یہودی عالم کو تھپڑ مارا اور فرمایا، کہ اگر ہمارے تمہارے درمیان معاہدہ حائل نہ ہوتا تو میں تلوار سے تیرا کام تمام کر دیتا۔ فخاص بن عازورا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے ساتھ زیادتی کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دریافت کرنے پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! اس شخص نے اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کی ہے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہود کی اس گستاخی کا جواب دیا ہے۔ قرضِ حسنہ کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے۔ "مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللہَ قَرْضًا حَسَنًا"۔ کون ہے تم میں سے جو اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دے۔ قرضِ حسنہ کی تعریف یہ ہے کہ کوئی آدمی ایسے شخص کو جو قرض لینے کا حقدار ہے اپنے حلال اور طیب مال میں سے دے۔ اور قرض کی وصولی میں اسے تنگ نہ کرے اور احسان بھی نہ جتلائے۔ قرضِ حسنہ کا سترہ/ ۱۷ گنا ثواب ملتا ہے۔ ظاہری طور پر

دیکھا جائے تو بات سمجھ میں نہیں آتی ۔ کیونکہ صدقے میں تو پیسے ہاتھ سے نکل جاتے ہیں ۔ اور واپس دنیا میں نہیں ملتے ۔ اس کا ثواب ہے دس گنا۔ اور قرضِ حسنہ جو واپس ملنا ہے ۔ اس کا ثواب ہے سترہ/ ۱۷ گنا ۔ تو ظاہری طور پر یہ بات عقل میں نہیں آتی ۔ مگر حقیقت اسی طرح ہے ۔ کیونکہ جو شخص صدقہ دیتا ہے وہ اپنا فائدہ تلاش کرتا ہے کہ مصیبت ٹلے گی اور ثواب ملے گا اور قرضِ حسنہ دینے والا دوسرے کو فائدہ پہنچاتا ہے ۔ اور اس کی مجبوری کو سامنے رکھتا ہے ۔ اس لئے اس کے سات نمبر زیادہ ہیں ۔ مگر اس زمانے میں قرضِ حسنہ دینے اور لینے والے بہت کم ہیں ۔ اور اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دینے میں تشبہ ہے ۔ اور تشبہ اس طرح کہ جس طرح تم کسی کو قرض دیتے ہو تو تمہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ رقم مجھے ملے گی اسی طرح یہاں سمجھو کہ جو اللہ تعالیٰ کو قرض دے گا یعنی اسی کی مرضی کے مطابق رقم خرچ کرے گا وہ ضائع نہیں ہوگی بلکہ اس کا بدلہ ضرور ملے گا ۔ کیونکہ تشبہ من کل الوجوہ نہیں ہوتی ۔ بلکہ من وجہ ہوتی ہے ۔ مثال کے طور پر بہادر آدمی کو کہتے کہ یہ شیر ہے ۔ تو اس کی تشبیہ صرف بہادری میں ہے کوئی یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ شیر ہے تو اس کی چار ٹانگیں دکھاؤ، دم دکھاؤ، گردن پر بال دکھاؤ ۔ کیونکہ تشبہ صرف بہادری میں ہے ۔ کہ جس طرح خشکی کے جانوروں میں شیر سب سے بہادر ہے ۔ یہ بھی شیر کی طرح بہادر ہے ۔ یا کوئی آدمی کند ذہن ہے بات نہیں سمجھتا ۔ تو اسے کہا جائے کہ گدھا ہے ۔ تو یہاں تشبیہ صرف بے سمجھی میں ہے ۔ یہ نہیں کہ اس کی چار ٹانگیں ہیں اور کان ہیں اور چوڑی پیٹھ ہے ۔ یا بخیل آدمی کے بارے میں کہا جائے کہ بھائی وہ تو لوہے کا تھن ہے ۔ یعنی جس طرح لوہے کے تھن سے دودھ نہیں نکلتا ۔ اسی طرح اس آدمی سے بھی کچھ حاصل نہیں ہوگا ۔ اور کوئی آدمی زبان کا بڑا میٹھا ہو ۔ اور اندر سے چھری ہو تو اس کو کہا جائے کہ وہ سونے کی چھری ہے ۔ تو اللہ تعالیٰ کو قرض دینے

میں یہ تشبیہ ہے کہ تم جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرو گے اس کا صلہ ضرور ملے گا۔ اور اس بات کو یہودی بھی سمجھتے تھے۔ مگر شریر تھے۔ اس واسطے کہا کہ مسلمانوں کا خدا فقیر ہو گیا ہے۔ اور ہم مالدار ہیں اس لئے ہم سے قرضہ مانگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا ، البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے سن لی ہے بات ان لوگوں کی جنہوں نے کہا۔ اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ ، بے شک اللہ تعالیٰ محتاج ہے۔ وَّ نَحْنُ اَغْنِيَآءُ ، اور ہم مالدار ہیں۔ لہٰذا رب ہم سے قرض مانگتا ہے۔ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا ، بتاکید ہم لکھیں گے جو کچھ انہوں نے کہا ہے۔ یعنی ہم لکھنے کا حکم دیں گے کیونکہ رب تعالیٰ خود نہیں لکھتا۔ اس کے فرشتے کراماً کاتبین لکھتے ہیں۔ یہ بات جو انہوں نے کہی ہے۔ یہ تو درج ہو گئی ہے۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی ہمارے پاس لکھی ہوئی ہے۔ وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ، اور ان کا اللہ تعالیٰ کے نبیوں کو ناحق قتل کرنا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر حق کہتے تھے۔ وہ ان کو اچھا نہیں لگتا تھا۔ اس لئے ان کے خلاف ہو گئے اور ان کو قتل کر دیا۔ جیسے شَعْيَا عَلَيْهِ السَّلَام کو شہید کیا۔ یحییٰ علیہ السلام کو شہید کیا۔ اور کافی پیغمبر شہید کئے۔ اور ناحق شہید کئے۔ کیونکہ شریعت میں قتلِ حق کی تین صورتیں ہیں۔ ان تین صورتوں کے علاوہ کسی کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ پہلی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص مرتد ہو جائے العیاذ باللہ تعالیٰ! تو اس کو تین دن کی مہلت دی جائے گی۔ تاکہ وہ اپنے شکوک وشبہات دور کر لے۔ اگر تین دن میں اس نے شکوک وشبہات دور کر کے توبہ نہ کی تو اسے قتل کر دیا جائے گا اور پیغمبروں کے متعلق تو اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ کہ وہ اسلام کو چھوڑ دیں گے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی آدمی دیدہ دانستہ طور پر آلۂ قتل کے ساتھ کسی بے گناہ کو قتل کر دے۔ تو اس قاتل کو قصاصاً قتل کیا جائے گا۔ اور پیغمبر کسی کو ارادتاً ناحق قتل نہیں کرتے۔ اور تیسری صورت یہ

27

ہے کہ شادی شدہ مرد عورت زنا کریں تو ان کو سزا کے طور پر رجم کیا جائے گا۔ اور پیغمبروں کے متعلق اس کا بھی تصور نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا جتنے پیغمبر بھی شہید کئے گئے ناحق شہید کئے گئے۔ وَنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ O ، اور ہم کہیں گے چکھو جلانے والی آگ کا عذاب۔ تم نے دنیا میں رب تعالیٰ کو فقیر کہا اور اس کے پیغمبروں کو شہید کیا۔ حق کا مقابلہ کیا اب اس کا مزا چکھو۔ اور ہم کہیں گے۔ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ ، یہ بسبب اس کے جو بھیجا آگے تمہارے ہاتھوں نے۔ یعنی تمہارے ہاتھوں کے کرتوت ہیں۔ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ O ، اور بے شک اللہ تعالیٰ نہیں ہے ظلم کرنے والا بندوں پر۔ اللہ تعالیٰ نے ظلم حرام کیا ہوا ہے۔ اپنی ذات کے لئے بھی اور مخلوق کے لئے بھی کسی نے قاعدے کے مطابق نیکی کی ہے تو اس کو اجر ملے گا اور اگر کسی نے ذرہ برابر بھی بدی کی ہے تو اس کی سزا پائے گا۔ "اِلَّا مَنْ رَحِمَهُ اللّٰه"۔ اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا ، وہ لوگ جنہوں نے کہا۔ اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ ، بے شک اللہ تعالیٰ نے عہد کیا ہے ہمارے ساتھ۔ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ ، یہ کہ ہم نہ ایمان لائیں کسی رسول پر۔ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ ، یہاں تک کہ وہ لائے ہمارے پاس ایسی قربانی۔ تَاْكُلُهُ النَّارُ ، کہ کھا جائے اس کو آگ۔ اس آیتِ کریمہ میں یہودیوں کی ایک شرارت کا ذکر ہے۔ وہ اس طرح کہ یہودیوں کے جو بڑے لوگ تھے۔ تعلیم یافتہ، سیاسی اور مذہبی پیشوا ان کا ایک وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اور کہنے لگے کہ تورات میں ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ کسی نبی کو اس وقت تک نہ مانو جب تک وہ قربانی کر کے میدان میں نہ رکھے اور آگ آکر اس کو جلا نہ دے۔ امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ تفسیرِ کبیر میں نقل فرماتے ہیں کہ وہ حکم اس طرح تھا کہ دو پیغمبروں کے علاوہ جو بھی تمہارے سامنے نبوۃ کا دعویٰ کرے اس سے یہ معجزہ طلب کرو اور کہو کہ ہم تجھ پر اس وقت تک ایمان نہیں

لائیں گے جب تک تم قربانی کر کے میدان میں نہ رکھو اور آگ اس کو جلا نہ دے۔ کیونکہ اس زمانے میں بھی جھوٹی نبوۃ کا دعویٰ کرنے والے موجود تھے۔ تو جھوٹے اور سچے کو پرکھنے کا یہ معیار مقرر کیا گیا۔ مگر دو پیغمبروں کے علاوہ ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ایک حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ ان کے متعلق حکم تھا کہ ان کو ہر حال میں ماننا ہے۔ تسلیم کرنا ہے۔ یہ نشانی ان کے ہاتھ پر ظاہر نہ ہوگی۔ یہ بات بھی توراۃ میں لکھی ہوئی تھی۔ لیکن انہوں نے آدھی بات بیان کی اور آدھی بات چھپائی۔ اس کو اس طرح سمجھو کہ "لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ" پڑھے اور "وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى" نہ پڑھے۔ اور کہے کہ میں تو نماز اس لئے نہیں پڑھتا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے نماز کے قریب نہ جاؤ۔ تو اس کو کہا جائے گا بھائی! اس آیتِ کریمہ کا سیاق وسباق دیکھ تجھے معلوم ہو جائے گا کہ نشے کی حالت میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔ کیونکہ پہلے نماز کے اوقات کے علاوہ شراب حلال تھی اور حکم تھا۔ "يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا" اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو۔ "لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى" نہ قریب جاؤ نماز کے اس حالت میں کہ تم نشے میں ہو۔ "حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ" (پارہ ۵) جب تک کہ تم نہ سمجھو جو تم کہتے ہو۔ یعنی آدمی جو کچھ نماز میں پڑھتا ہے اس کے مفہوم کا اس کو علم ہونا چاہیے۔ اسے معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کیا پڑھ رہا ہے۔ کیا کہہ رہا ہے۔ اور یاد رکھنا ہم پر شراب کا نشہ تو نہیں ہے۔ مگر جہالت کا نشہ ہے۔ ہمیں نہیں معلوم کہ ہم کیا پڑھتے ہیں۔ اس کا مفہوم کیا ہے۔ پرانے نمازیوں سے پوچھ لیں کہ وتروں کی نماز میں جو دعاء قنوت ہے اس میں ایک جملہ ہے۔ "نَحْفِدُ" تو اس "نَحْفِدُ" کا کیا معنیٰ ہے۔ نہیں بتا سکتے سو میں سے دو چار ہی بتائیں گے۔ اور بس حالانکہ قرآن کا حکم ہے۔ "حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ" یہاں تک کہ تم جان لو کہ کیا کہہ رہے ہو۔ تو جب تک سمجھو گے نہیں

تمہاری نماز نہیں ہوگی۔ اور ہم نے طوطے کی طرح الفاظ رٹے ہوئے ہیں حالانکہ نماز کے الفاظ کا ترجمہ سمجھنا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ نصِ قطعی ہے۔ "حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ" یہاں تک کہ تم جان لو کہ کیا کہہ رہے ہو۔ تو خیر یہودیوں نے آگے پیچھے سے کاٹ کر تورات کا حکم سنایا کہ ہمیں تو یہ حکم دیا گیا ہے۔ کہ تم اس پیغمبر پر ایمان لاؤ۔ جو قربانی کر کے میدان میں رکھے اور آسمان سے آگ آ کر اس کو جلا دے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے دو جواب دیئے ہیں۔ پہلا جواب، قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِیْ بِالْبَیِّنٰتِ، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیں! کہ تحقیق آئے تمہارے پاس رسول مجھ سے پہلے واضح دلیلوں کے ساتھ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے کئی پیغمبر ایسے تشریف لائے جنہوں نے قربانی والا معجزہ تو نہیں دکھایا لیکن اس کے علاوہ کئی اور معجزے اور دلائل لائے۔ مگر تم نے ان کو تسلیم نہیں کیا۔ کیونکہ ایسے پیغمبر بھی تھے جن کے لئے قربانی والی نشانی نہیں تھی۔ دوسرے معجزے اور دلائل تھے۔ کیونکہ پیغمبر کے لئے تو نشانی چاہیے۔ دوسرا الزامی جواب ہے۔ وَبِالَّذِیْ قُلْتُمْ، اور وہ نشانی بھی لائے جو تم کہتے ہو۔ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ، پس تم نے ان کو کیوں قتل کیا؟۔ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ○، اگر ہو تم سچے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر علیہ السلام اور ان کے متبعین کو تسلی دی ہے۔ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ، پس اگر وہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جھٹلائیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبر کریں۔ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ، پس تحقیق جھٹلائے گئے کئی رسول آپ سے پہلے۔ جَآءُوْا بِالْبَیِّنٰتِ، لائے وہ واضح دلائل اور معجزات۔ وَالزُّبُرِ، زبور کی جمع ہے، صحیفے۔ اور صحیفے لے کر آئے۔ وَالْكِتٰبِ الْمُنِیْرِ ○، اور ایسی کتابیں جو روشنی پہنچانے والی تھیں۔ یعنی دلوں کو روشن کرنے والی تھی۔ ان لوگوں نے ان کو بھی جھٹلایا کیونکہ ان کا وطیرہ ہے۔ نہ ماننا۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا کام

کرتے جائیں۔ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ، ہرنفس موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے۔رب تعالیٰ کی ذات کے سوا موت سے کوئی بھی مستثنیٰ نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔"وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ" (پارہ ۲۷)اور باقی رہے گی تیرے رب کی ذات جو صاحب جلال اور عظمت ہے۔فرشتے ہزار ہا سال سے زندہ چلے آرہے ہیں۔مگر ایک وقت آئے گا ان سب پر فنا آئے گی۔حتیٰ کہ ملک الموت حضرت عزرائیل علیہ السلام بھی موت سے نہیں بچ سکتے۔موت بہت زور آور چیز ہے۔حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اس پر تعجب ہے جس کے ہوش وحواس قائم ہوں اور مرتے وقت موت کی کیفیت بیان نہ کرسکے۔جب ان کی موت کا وقت آیا تو ان کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا اباجی "صِفْ لَنَا الْمَوْتَ" ۔اباجی آپ فرمایا کرتے تھے کہ بندے کے ہوش وحواس ٹھکانے ہوں اور مرتے وقت موت کی کیفیت نہ بیان کرے۔مجھے اس پر تعجب ہوتا ہے لہٰذا اب آپ موت کی کیفیت بیان فرمائیں، کیا حال ہے۔فرمایا نہ پوچھو۔میری یہ کیفیت ہے جس طرح سوئی کے ناکے سے میری جان نکالی جارہی ہے۔اور کسی نے رضوی پہاڑ اٹھا کر میری گردن پر رکھ دیا ہے۔مدینہ طیبہ میں احد پہاڑ کے بعد سب سے بڑا پہاڑ ہے۔ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ ، اور پختہ بات ہے تمہیں پورا، پورا دیا جائے گا تمہارا اجر۔يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ، قیامت والے دن۔بعض نیکیوں کا بدلہ دنیا میں بھی مل جاتا ہے۔مال اور اولاد کی صورت میں کاروبار کی ترقی کی صورت میں۔مگر پورا، پورا بدلہ قیامت کو ملے گا۔فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ ، پس وہ شخص جو دور رکھا گیا یعنی بچالیا گیا دوزخ کی آگ سے۔وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ ، اور داخل کیا گیا جنت میں۔فَقَدْ فَازَ ، پس تحقیق وہ کامیاب ہوگیا۔فرمایا اچھی طرح

سمجھ لو۔ وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ O، اور نہیں ہے دنیا کی زندگی مگر دھوکے کا سامان۔ یہ دھوکہ دیتی ہے۔ اس زندگی کا کوئی اعتبار نہیں۔ اب معلوم نہیں تھوڑی دیر بعد ہے کہ نہیں۔ صبح ہے، شام کا علم نہیں ہے۔ موت کسی وقت بھی آ سکتی ہے اس کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔ لہٰذا اس زندگی کو عارضی اور فانی سمجھو۔

لَتُبْلَوُنَّ فِیْۤ اَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ ۫ وَ لَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ مِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْۤا اَذًى كَثِیْرًا ؕ وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۸۶﴾ وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَیِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَ لَا تَكْتُمُوْنَهٗ ۫ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَ اشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا ؕ فَبِئْسَ مَا یَشْتَرُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَفْرَحُوْنَ بِمَاۤ اَتَوْا وَّ یُحِبُّوْنَ اَنْ یُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ یَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۸۸﴾ وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۱۸۹﴾ع

لَتُبْلَوُنَّ ، البتہ ضرور تمہارا امتحان لیا جائے گا۔فِیْۤ اَمْوَالِكُمْ ،تمہارے مالوں میں ۔وَ اَنْفُسِكُمْ ، اور تمہاری جانوں میں ۔وَ لَتَسْمَعُنَّ ، اور البتہ تم ضرور سنو گے ۔مِنَ الَّذِیْنَ ،ان لوگوں سے ۔ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ،جن کو کتاب دی گئی ۔مِنْ قَبْلِكُمْ ،تم سے پہلے ۔وَ مِنَ الَّذِیْنَ ،اور ان لوگوں سے ۔اَشْرَكُوْۤا ،جنہوں نے شرک کیا ۔اَذًى كَثِیْرًا ، اذیت بہت ساری ۔وَ اِنْ تَصْبِرُوْا ،اور اگر تم صبر کرو گے ۔وَ تَتَّقُوْا ، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے ۔فَاِنَّ ذٰلِكَ ، پس بے شک یہ چیز ۔مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ O ، پختہ کاموں میں سے ہے ۔وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ ، اور جس وقت لیا

اللہ تعالیٰ نے وعدہ۔ اَلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ ، ان لوگوں سے جن کو دی گئی کتاب۔ لَتُبَیِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ ، البتہ ضرور تم بیان کروگے اس کتاب کو لوگوں کے لئے۔ وَلَا تَکْتُمُوْنَهٗ ، اور نہ اس کو چھپاؤ گے۔ فَنَبَذُوْهُ ، پس انہوں نے پھینک دیا اس وعدے کو۔ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ ، اپنی پیٹھوں کے پیچھے۔ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ، اور خریدی انہوں نے اس کے بدلے۔ ثَمَنًا قَلِیْلًا ، تھوڑی سی قیمت۔ فَبِئْسَ مَا یَشْتَرُوْنَ ○ ، پس بری ہے وہ چیز جو انہوں نے خریدی۔ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ ، ہرگز نہ خیال کرنا ان لوگوں کے بارے میں۔ یَفْرَحُوْنَ ، جو خوش ہوتے ہیں۔ بِمَآ اَتَوا ، جو انہوں نے کی۔ وَّیُحِبُّوْنَ ، اور وہ پسند کرتے ہیں۔ اَنْ یُّحْمَدُوْا ، یہ کہ ان کی تعریف کی جائے۔ بِمَا لَمْ یَفْعَلُوْا ، ان چیزوں پر جو انہوں نے نہیں کیں۔ فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ ، پس ہرگز نہ خیال کرنا تم ان کے بارے میں۔ بِمَفَازَةٍ ، کہ وہ کامیابی حاصل کرسکیں گے۔ مِّنَ الْعَذَابِ ، عذاب سے۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ○ ، اور ان کے واسطے عذاب ہوگا دردناک۔ وَلِلّٰهِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ ، اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہے آسمانوں کا ملک۔ وَالْاَرْضِ ، اور زمین۔ وَاللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ ، اور اللہ تعالیٰ ہر شئے پر قادر ہے۔

اس سے پہلی آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کو تسلی دی گئی تھی اور آج کی آیتوں میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کو تسلی دی گئی ہے۔ فرمایا، لَتُبْلَوُنَّ فِیْٓ اَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ ، البتہ ضرور تمہارا امتحان لیا جائے گا تمہارے مالوں میں اور تمہاری جانوں میں بھی۔ مالی امتحان کی ابتداء اس طرح ہوگی کہ یہ بتلاؤ کہ مال تم نے کس طرح حاصل کیا اور کمایا کس طرح آیا وہ از روئے شرع جائز تھا یا ناجائز۔ صحیح تھا یا غلط تھا۔ پھر سوال ہوگا کہ مال کو تم نے خرچ کس جگہ کیا آیا جہاں تم نے خرچ کیا

وہاں خرچ کرنے کا رب نے حکم دیا تھا یا اپنی مرضی کی۔ اس مال کے ذریعے حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کیے یا نہیں۔ اور جن جگہوں پر تم نے خرچ کیا وہاں خرچ کرنا جائز تھا یا ناجائز۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں دو چیزیں ذکر فرمائی ہیں۔ ایک یہ کہ ''لَاتُسْرِفُوْا''۔ اسراف نہ کرو۔ اور دوسرا فرمایا تبذیر نہ کرو۔ اسراف کا مطلب ہے کہ ایک ایسا مقام ہے جہاں تمہیں رقم خرچ کرنے کی اجازت ہے۔ مگر ضرورت سے زیادہ خرچ کرتے ہو تو اسراف ہوگا وہ اس طرح کہ پانچ روپے سے ضرورت پوری ہوتی ہے۔ اور تم چھ روپے خرچ کرتے ہو تو یہ چھٹا روپیہ اسراف ہوگا۔ اور تبذیر کہتے ہیں ایسی جگہ خرچ کرنا جہاں خرچ کرنے کی اجازت ہی نہیں ہے۔ جس طرح لوگ شادی بیاہ کے موقع پر بجلی کی مرچیں لگا کر چراغاں کرتے ہیں۔ ڈھول باجے اور دھماکے شرلیاں پٹاخوں پر خرچ کرتے ہیں۔ آتش بازی ہوتی ہے۔ یہ سب کے سب تبذیر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ ''اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنَ'' (پارہ ۱۵)۔ بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔ تو جو بے جا خرچ کرتے ہیں وہ شیطانوں کے بھائی ہیں۔ دیکھو آج اگر کسی کو کہو کہ تو شیطان کا بھائی ہے تو وہ لڑ پڑے گا اور پروردگار نے فرمایا ہے کہ فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔ ''وَکَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّہٖ کَفُوْرًا'' (پارہ ۱۵)۔ اور شیطان اپنے رب کا نافرمان ہے۔ تو تم اس کے بھائی کیوں بنتے ہو۔ تو یہ مالی امتحانات ہیں کہ کمایا کس طرح خرچ کیسے کیا۔ کہاں حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کیے یا نہیں کیے۔ اور مالی امتحان اس طرح بھی ہوتا ہے کہ کبھی مال ضائع ہو جاتا ہے تو اس موقع پر تم صبر کرتے ہو یا نہیں۔ اور جانی امتحان یہ ہے کہ یہ بدن تمہیں رب تعالیٰ نے دیا ہے یہ اس کی امانت ہے۔ اس کو تم رب کی عبادت میں لگاتے ہو یا اس کے ذریعے نافرمانیاں کرتے

ہو۔ مطلب یہ ہے کہ اس کے ساتھ تم نماز پڑھتے ہو روزے رکھتے ہو۔ استطاعت ہے تو حج کرتے ہو اس کے ساتھ اچھے کام کرتے ہو۔ یا یہ بدن شیطانی کاموں کے لئے وقف کیا ہوا ہے۔ اور بدنی امتحان اس طرح بھی ہوتا ہے کہ آدمی بیمار ہو جاتا ہے تو اس بیماری میں رب تعالیٰ کو یاد رکھتا ہے یا نہیں۔ اور اس حالت میں بھی رب تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے۔ یا نہیں۔ اور اس حالت میں بھی رب تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے یا نہیں عام لوگ اس طرح کرتے ہیں کہ تندرستی کی حالت میں تو عبادت کرتے ہیں اور بیمار ہو جائیں تو بیماری کو بہانہ بنا کر عبادت چھوڑ دیتے ہیں۔ حالانکہ بیماری کی حالت میں زیادہ عبادت کرنی چاہیے۔ کہ ہو سکتا ہے کہ مر جائے۔ لیکن ہم پہلی عبادت بھی چھوڑ دیتے ہیں۔ اور رب تعالیٰ کی مہربانی دیکھو کہ اس نے کتنی رخصتیں دی ہیں۔ کہا اگر کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتے تو بیٹھ کر پڑھ لو، رکوع سجود کے ساتھ نہیں پڑھ سکتے تو اشاروں کے ساتھ پڑھ لے تو یہ بدنی امتحان ہیں اسی طرح تکلیف میں صبر کرتا ہے۔ یا بے صبری کرتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی کو موت دے دے تو صبر کرتے ہو کہ نہیں یہ سب بدنی امتحان ہیں۔ اور یہ بھی امتحان ہے۔ وَلَتَسْمَعُنَّ ، اور البتہ تم ضرور سنو گے۔ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ ان لوگوں سے جن کو کتاب دی گئی تم سے پہلے۔ یعنی یہود و نصاریٰ سے۔ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا ، اور ان لوگوں سے جنہوں نے شرک کیا۔ کیا سنو گے، فرمایا۔ اَذًى كَثِيْرًا ، اذیت بہت ساری۔ دکھ تکلیف کی باتیں سنو گے یہود و نصاریٰ سے بھی اور مشرکوں سے بھی اور ایسی ایسی باتیں سنو گے کہ جو تمہارے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوں گی۔ وہ تمہیں ستانے کیلئے یہ باتیں کریں گے اور آج اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والے مرد اور عورتیں اس بیماری میں مبتلا ہیں۔ دوسروں کے بارے میں ایسی بات کریں گے کہ فرشتوں کو بھی اس

بات کا علم نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت عطاء فرمائے آدمی سن کے حیران ہو جاتا ہے۔ کہ اس نے جو بات کہی ہے وہ میرے تصور میں بھی نہیں آسکتی۔ یاد رکھنا رتی رتی کا حساب ہوگا کسی کے بارے میں ایسی بات نہ کرنا جو واقعہ کے خلاف ہو یہ سنگین قسم کا جرم ہے۔ تو فرمایا، یہود و نصاریٰ سے بھی سنو گے اور مشرکوں سے بھی اور کسی نے بھی کوئی کمی نہیں کی۔ نہ یہود نے نہ نصاریٰ نے نہ مشرکوں نے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی قدر کو لوگوں نے آپ کے سامنے مجنوں کہا کہ تو پاگل ہے۔ ساحر کہا اور کہا کہ تو جادوگر ہے۔ مسحور ہے یعنی تیرے اوپر جادو کیا گیا ہے۔ کذاب کہا کہ تو بہت بڑا جھوٹا ہے۔ معاذ اللہ تعالیٰ۔ اور مفتری کہا کہ تو اللہ تعالیٰ پر افترٰی باندھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے نبی بنایا ہے اور اپنا کلام نازل کیا ہے اور یہ سارے الفاظ قرآن مجید میں موجود ہیں۔ داد دو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حوصلے کو۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی لفظ کا کوئی جواب نہیں دیا۔ کوئی معمولی بات ہے۔ کہ کسی نے منہ پر کذاب کہا کسی نے دیوانہ کہا۔ اس سے زیادہ اذیت کیا ہوسکتی ہے۔ اسی طرح نوح علیہ السلام کے متعلق آتا ہے کہ وہ جب کسی مجلس میں بیٹھے ہوتے تو لوگ انہیں کہتے "کَذَّابٌ اَشِرٌ" بہت بڑا جھوٹا ہے۔ اور بڑا شرارتی ہے۔ اَشِرٌ کا معنیٰ متکبر بھی ہوتا ہے اور شرارتی بھی ہوتا ہے۔ اے ظالمو! وہ تو تمہیں بغیر کسی لالچ اور طمع کے اللہ تعالیٰ کا دین سکھاتا ہے اور تم اسے کذاب اور اشر کہتے ہو۔ تو اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے بھی دشمنوں سے بہت کچھ سنا اور اے مومنو! تم بھی بہت کچھ سنو گے تو پھر تمہارا کیا کام ہونا چاہیے۔ وَاِنْ تَصْبِرُوْا، اور اگر تم صبر کرو گے۔ وَتَتَّقُوْا، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے۔ فَاِنَّ ذٰلِکَ، پس بے شک یہ چیز۔ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ، پختہ کاموں میں سے ہے۔ صبر کرنا اور رب تعالیٰ سے ڈرنا مضبوط کاموں میں سے ہیں حوصلے اور

ہمت کے بغیر یہ چیزیں حاصل نہیں ہوسکتیں حوصلہ بھی بڑی چیز ہے اور بسا اوقات جب بات حد سے نکل جاتی ہے تو بندہ مجبور ہو جاتا ہے۔ پھر مجبور ہو کر بددعا بھی کرنی پڑتی ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نوسو سال تبلیغ فرمائی پھر رب تعالیٰ کی طرف سے حکم آیا۔ ”لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ“ (پارہ ۱۲) کوئی ایمان نہیں لائے گا تمہاری قوم میں سے سوا ان کے جو ایمان لا چکے ہیں۔ پھر حضرت نوح علیہ السلام نے بددعا کی کہ اے پروردگار ”لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا“ (پارہ ۲۹) کسی کافر کو روئے زمین پر بسا رہنے نہ دے کیونکہ جب آپ نے کہہ دیا ہے کہ آئندہ کوئی ایمان نہیں لائے گا۔ تو پھر اے پروردگار ایک کافر بھی زمین پر چلتا پھرتا نظر نہ آئے۔ اسی طرح مکے والوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت تنگ کیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کو بہت تنگ کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے بددعاء فرمائی۔ کہ اے پروردگار! ان پر ایسے سال مسلط فرما۔ جس طرح یوسف علیہ السلام کے زمانے میں قحط کے سال مسلط فرمائے تھے۔ بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے کہ باہر سے اناج بند ہو گیا۔ اور جو پہلے موجود تھا وہ ختم ہو گیا۔ ”حَتّٰى اَكَلُوا الْمَيْتَةَ وَالْجُلُوْدَ وَالْعِظَامَ“ ۔ یہاں تک کہ انہوں نے مردار جانوروں کے گوشت کھائے اور خشک چمڑے پانی میں بھگو کر نرم کر کے بھون کے کھائے۔ اور ہڈیاں پیس پیس کر پھکی بنا کر کھاتے تھے۔ جب بھوک کی وجہ سے نڈھال ہو کر اٹھتے تو سامنے دھواں ہی دھواں نظر آتا تھا۔ تو تنگ ہو کر آدمی بددعاء بھی کر دیتا ہے۔ گزشتہ سے پیوستہ سبق میں آپ نے پڑھا ہے کہ یہود و نصاریٰ نے کہا اللہ تعالیٰ نے ہم سے عہد لیا ہے کہ صرف اس نبی پر ایمان لائیں کہ جس کے ہاتھ پر قربانی والا معجزہ ظاہر ہو کہ وہ قربانی کر کے میدان میں رکھے اور آسمان سے آگ آکر اس کو جلا دے

حالانکہ اس عہد سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام مستثنیٰ تھے۔ لیکن انہوں نے غلط بیانی سے کام لیا۔ تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آخری دو پیغمبروں کے بارے میں یہ عہد نہیں تھا مگر تم اپنی طرف سے بنا کر کہہ رہے اور جو عہد تم سے رب تعالیٰ نے حقیقتاً لیا تھا وہ تم نے کب پورا کیا ہے وہ عہد یہ تھا۔ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاق ، اور جس وقت لیا اللہ تعالیٰ نے وعدہ۔ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ، ان لوگوں سے جن کو دی گئی کتاب۔ وعدہ یہ لیا تھا۔ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ ، البتہ ضرور تم بیان کرو گے اس کتاب کو لوگوں کے لئے۔ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ ، اور نہ اس کو چھپاؤ گے۔ تو تورات اور انجیل دونوں کتابوں میں تو یہ عہد تھا کہ جو کتاب میں نے تمہیں دی ہے اس کو لوگوں کے سامنے علی الاعلان بیان کرنا اس کے احکام کو ظاہر کرنا اور اس کو چھپانے کی کوشش نہ کرنا۔ اور یاد رکھنا اللہ تعالیٰ نے جو کتابیں نازل فرمائی ہیں ان کو سمجھنا اور بیان کرنا بہت بڑی عبادت ہے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو اسی لئے بھیجا قرآن پاک میں آتا ہے۔ "وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ" (نحل، پارہ ۱۷)۔ اور اتارا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ذکر تاکہ آپ بیان کر دیں لوگوں کے لئے وہ چیز جو اتاری گئی ہے ان کی طرف۔ اور تاکہ وہ لوگ غور و فکر کریں۔ اور یہ بات آپ کئی مرتبہ سن چکے ہیں کہ قرآن مجید کی ایک آیت کریمہ بغیر ترجمہ کے سیکھنا سو رکعت نماز نفل پڑھنے سے زیادہ ثواب ہے اور ایک آیت کریمہ ترجمے کے ساتھ سیکھنا حاصل کرنا ایک ہزار رکعات نفل نماز سے زیادہ ثواب ہے۔ رواہ ابن ماجہ۔ اور یہ بات بھی دماغ میں بٹھائیں کہ ترجمہ سیکھنا صرف مولویوں کے لئے نہیں ہے۔ تمام مسلمانوں پر فرض ہے چاہے مرد ہوں یا عورتیں پہلے لوگ کہتے تھے کہ عورتیں کہاں جائیں ترجمہ سیکھنے کے لئے اب الحمد للہ گکھڑ میں سات آٹھ ادارے لڑکیوں کی دینی تعلیم

کے لئے موجود ہیں۔ جہاں لڑکیاں ہی پڑھاتی ہیں اور ان تمام لڑکیوں نے ترجمہ قرآن مجید مجھ سے پڑھا ہے۔ اب کوتاہی آپ لوگوں کی طرف سے ہو رہی ہے۔ ہندوستان میں شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ اور ان کے خاندان کی بڑی خدمات ہیں اور اس سلسلے میں انہوں نے بڑی تکلیفیں برداشت کی ہیں۔ ہندوستان میں اہلِ بدعت اور رافضیت کا بڑا زور تھا۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے جب "ازالۃ الخفا عن خلافۃ الخلفاء" اور یہ کتاب خلفاءِ اربعہ کی فضیلت کے سلسلہ میں بڑی علمی کتاب ہے۔ اسی طرح "قُرَّۃُ الْعَیْنَیْنِ فِیْ تَفْضِیْلِ الشَّیْخَیْنِ" یعنی آنکھوں کی ٹھنڈک ابوبکر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی فضیلت میں ہے۔ تو نجف خان رافضی اس وقت دہلی کا حاکم تھا۔ اس نے شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں کی کلائیاں اتروادیں۔ کہ ان کے ساتھ تو نے یہ کتابیں لکھی ہیں۔ اور شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے جب قرآن پاک کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا تو بھانڈ قسم کے مولوی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے پیچھے پڑ گئے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے راز ظاہر کر دیئے ہیں لہٰذا کافر ہو گیا ہے۔ پھر شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے بیٹوں نے قرآن کی خدمت کی۔ شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ نے تفسیر لکھی اور شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اردو میں ترجمہ کیا۔ اور شاہ رفیع الدین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اردو میں ترجمہ کیا اور وہ تمام اردو تراجم کے سردار ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ کتابیں اس لئے نازل فرمائی ہیں کہ ان کو بیان کرو۔ اور یہ راز ظاہر کرو اور اللہ تعالیٰ کے احکامات لوگوں کو بتاؤ۔ لیکن یہود نے کیا کیا۔ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ، پس انہوں نے پھینک دیا اس وعدے کو اپنی پیٹھوں کے پیچھے۔ اور اس کی کتابوں کو بیان کرنا وہ تو تم نے پورا نہیں کیا اور جو عہد لیا ہی نہیں ہے۔ اس کے حوالے دیتے پھرتے ہو۔ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا، اور

خریدی انہوں نے اس کے بدلے میں تھوڑی سی قیمت۔ یعنی اس وعدے کے بدلے میں انہوں نے تھوڑی سی قیمت لی وہ دنیا کی چیزیں تھیں مثلاً تنخواہیں اور نذرانے جتنا مال بھی لیں وہ قلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ "مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ" دنیا کا سارا سامان بھی قلیل ہے۔ اور ترمذی شریف میں حدیث آتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر دنیا و مافیھا کی حیثیت اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پَر کے برابر بھی ہوتی تو کافر کو ایک گھونٹ پانی کا بھی نہ دیتا۔ تو دنیا و مافیھا کے خزانوں کی حیثیت اللہ تعالیٰ کے ہاں مچھر کے پَر کے برابر بھی نہیں ہے۔ تو کافروں کو زیادہ بھی مل جائے تو کیا ہے۔ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ، پس بری ہے وہ چیز جو انہوں نے خریدی۔ یعنی انہوں نے جو سودا خریدا ہے برا ہے۔ آگے فرمایا، لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ، ہرگز نہ خیال کرنا ان لوگوں کے بارے میں۔ يَفْرَحُوْنَ، جو خوش ہوتے ہیں۔ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ، جو انہوں نے کی اور وہ پسند کرتے ہیں۔ یعنی برے کام اور پسند کرتے ہیں۔ اَنْ يُّحْمَدُوْا، یہ کہ ان کی تعریف کی جائے۔ بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا، ان چیزوں پر جو انہوں نے نہیں کئے۔ چاہتے ہیں کہ ان میں بھی ان کی تعریف کی جائے۔ فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ، پس ہرگز نہ خیال کرنا تم ان کے بارے میں۔ بِمَفَازَةٍ، کہ وہ کامیابی حاصل کرسکیں گے۔ مِّنَ الْعَذَابِ، عذاب سے۔ کہ عذاب سے وہ چھٹکارہ پاجائیں گے۔ "مَفَازَةٌ" مصدر میمی بھی بن سکتا ہے۔ تو اس وقت ترجمہ ہوگا کامیابی۔ اور ظرف مکان بھی بن سکتا ہے کامیابی کی جگہ تو معنیٰ ہوگا پس ہرگز نہ خیال کرنا تم ان کے متعلق کہ ان کو عذاب سے کامیابی کی کوئی جگہ مل جائے گی۔ دونوں معنیٰ صحیح ہیں۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ، اور ان کے واسطے عذاب ہوگا دردناک۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہے آسمانوں کا ملک اور زمینوں کا۔ وہی مالک

ہے وہی خالق ہے۔ وہی متصرف ہے، وہی مدبر ہے۔ زمینوں اور آسمانوں میں اس کے سوا کسی کا کوئی دخل نہیں ہے۔ یہ اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے ان لوگوں کو جو عوام کو شرکیہ تعلیم دیتے ہیں۔ چنانچہ احمد رضا خان صاحب بریلوی کہتے ہیں۔ ذی تصرف بھی ہے، ماذون بھی مختار بھی ہے۔ کار عالم کا مدبر بھی ہے عبدالقادر یعنی جہان میں جو کچھ ہوتا ہے وہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کرتے ہیں "**لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم**" ۔ یاد رکھنا یہ شرک ہے اور اگر رتی برابر بھی کسی میں شرک ہوگا تو اس کا کوئی عمل بھی قبول نہیں ہوگا۔

وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ○ اور اللہ تعالیٰ ہر شئے پر قادر ہے۔

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾ رَبَّنَاۤ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَیْتَهٗ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۱۹۲﴾ رَبَّنَاۤ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿۱۹۳﴾ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ﴿۱۹۴﴾

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ ، بے شک آسمانوں کے پیدا کرنے میں ۔ وَالْاَرْضِ ، اور زمین کے پیدا کرنے میں ۔ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ ، رات اور دن کے مختلف ہونے میں ۔ لَاٰیٰتٍ ، البتہ کئی نشانیاں ہیں ۔ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ O ، عقل مندوں کے واسطے ۔ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ ، عقل مند لوگ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں ۔ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا ، کھڑے ہوئے اور بیٹھنے کی حالت میں ۔ وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ ، اور اپنے پہلوؤں کے بل بھی ۔ وَیَتَفَكَّرُوْنَ ، اور غور و فکر کرتے ہیں ۔ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ، آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں ۔ (کہتے ہیں) ۔

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ، اے ہمارے رب تو نے نہیں پیدا کیا ان چیزوں کو بے کار۔ سُبْحٰنَكَ ، پاک ہے تیری ذات۔ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ O ، پس بچا تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے۔ رَبَّنَآ اِنَّكَ ، اے ہمارے رب! بے شک تو۔ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ ، جس کو داخل کرے گا دوزخ میں۔ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ، پس تحقیق تو نے اس کو رسوا کر دیا۔ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ O ، اور نہیں ہے ظالموں کے لئے کوئی مددگار۔ رَبَّنَا ، اے ہمارے پروردگار! اِنَّنَآ سَمِعْنَا ، بے شک ہم نے سن لیا۔ مُنَادِيًا ، پکارنے والے کو۔ يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ ، جو پکارتا تھا ایمان کے لئے۔ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ ، یہ کہ ایمان لاؤ اپنے رب پر۔ فَاٰمَنَّا ، (اے ہمارے رب!) پس ہم ایمان لے آئے۔ رَبَّنَا ، اے ہمارے پروردگار! فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا ، پس معاف کر دے ہمارے گناہ۔ وَكَفِّرْ عَنَّا ، اور مٹا دے ہم سے۔ سَيِّاٰتِنَا ، ہماری برائیاں۔ وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ O ، اور ہمیں وفات دے نیک لوگوں کے ساتھ۔ رَبَّنَا ، اے ہمارے پروردگار! وَاٰتِنَا ، اور دے ہمیں۔ مَا وَعَدْتَّنَا ، وہ چیز جس کا وعدہ کیا ہے تو نے ہم سے۔ عَلٰى رُسُلِكَ ، اپنے رسولوں کی زبانوں پر۔ وَلَا تُخْزِنَا ، اور نہ رسوا کرنا ہمیں۔ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ، قیامت والے دن۔ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ O ، بے شک تو وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔

کل کے سبق کی آخری آیت میں تھا کہ تمام سلطنت اللہ تعالیٰ کی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ آج کی آیات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی کچھ نشانیاں بیان فرمائی گئی ہیں۔ کہ ان میں ہر آدمی غور وفکر کر سکتا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے۔ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ، بے شک آسمانوں کے پیدا کرنے میں اور زمین کے پیدا کرنے میں۔ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ،

رات اور دن کے مختلف ہونے میں۔ لَاٰیٰتٍ، البتہ کئی نشانیاں ہیں۔ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ☆، عقل مندوں کے واسطے۔ یہ پہلا آسمان تو ہمیں نظر آتا ہے۔ چلو باقی چھ ہمیں نظر نہیں آتے تو جو نظر آتا ہے اس کو دیکھو کہ اس کے نیچے کوئی کھمبا کوئی ستون کوئی دیوار اور کوئی ٹیک نہیں ہے۔ کوئی سہارا نہیں ہے۔ جبکہ انسان چھوٹی چھوٹی عمارتیں بناتا ہے۔ اس کے نیچے کتنے ستون ہوتے ہیں دیکھو۔ کہ چھوٹی سی عمارت ہے دوستون وہ کھڑے ہیں دوستون وہ کھڑے ہیں۔ لیکن آسمان کو دیکھو کتنا بڑا وسیع ہے اس کو بغیر سہارے کے کھڑا کرنا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے اختیار میں نہیں ہے اگر انسان غور کرے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت سمجھ میں آسکتی ہے۔ پھر ایک آسمان نہیں جمع کا صیغہ ہے۔ بے شک آسمانوں کے پیدا کرنے میں اسی طرح زمین کے پیدا کرنے میں غور وفکر کرو۔ زمین میں پھرو مشرق مغرب کی طرف جاؤ، شمال جنوب کی طرف جاؤ۔ میدان نظر آئیں گے پہاڑ نظر آئیں گے مختلف قسم کے درخت نظر آئیں گے جڑی بوٹیاں نظر آئیں گی زمین کے مختلف رنگ نظر آئیں گے پھر اس میں بڑے بڑے دریا اور سمندر نظر آئیں گے۔ پھر اس میں تمہیں پھل پھول اناج اور سبزیاں نظر آئیں گی۔ پھر زمین میں رہنے والی مخلوق مختلف شکلیں رنگ برنگی نظر آئیں گی۔ چینیوں کی علیحدہ روسیوں کی علیحدہ افریقیوں کی علیحدہ۔ گوروں کی شکلیں الگ، کالوں کی الگ۔ جب کہ ماں بھی ایک اور باپ بھی ایک سب کے باپ آدم علیہ السلام ہیں اور سب کی ماں اماں حوا علیہا السلام ہیں۔ ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہوتے ہیں کسی کا قد بڑا ہے کسی کا چھوٹا ہے کوئی گورا ہے کوئی گندمی ہے۔ کوئی نرم مزاج ہے۔ کوئی سخت مزاج ہے کوئی حوصلے والا ہے۔ کوئی جلد باز ہے۔ تو ان چیزوں پر غور وفکر کرنے سے رب تعالیٰ کی قدرت سمجھ آسکتی ہے۔ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ، اور دن رات کے مختلف ہونے میں غور وفکر

کرو۔ کہ رات تاریک اور سیاہ ہے۔ دن روشن ہے پھر کبھی رات بڑھ جاتی ہے کبھی دن بڑھ جاتا ہے۔ کبھی رات کم ہو جاتی ہے۔ کبھی دن کم ہو جاتا ہے۔ اب دیکھو چوبیس دسمبر تک راتیں لمبی ہوں گی دن چھوٹے ہوتے جائیں گے۔ پھر بائیس جون تک راتیں چھوٹی ہوتی جائیں گی۔ اور دن لمبے ہوتے جائیں گے۔ اور یہ ایسی چیزیں ہیں جو ہر آدمی کی سمجھ میں آسکتی ہیں باقی کوئی بڑا پاگل ہو تو اس کی بات نہیں کرتا۔ ہوش وحواس والا آدمی ان چیزوں پر غور وفکر کر کے رب تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں سمجھ سکتا ہے۔ یہ نشانیاں کن لوگوں کیلئے ہیں فرمایا۔ لِّـأُولِـي الْأَلْبَـابِ ۝، الباب لُب کی جمع ہے۔ اور لُب کا معنیٰ عقل ہے اور اُلُوْ جمع ہے ذُوْ کی تو اولو الالباب کے معنیٰ ہوں گے عقل والے عقل مند تو یہ نشانیاں ہیں عقل مندوں کے لئے اور ہم تو عقل منداسے کہتے اور سمجھتے ہیں جو دنیا بڑی کمانا جانتا ہو۔ لوگوں کو ٹھگنا جانتا ہو۔ یا دنیا میں عجیب وغریب چیزیں ایجاد کرنا جانتا ہو۔ اگرچہ وہ چیزیں دنیا کی تباہی اور بربادی کا سبب بنیں۔ دیکھو! یہ کلاشنکوف بنانے والا روسی شخص ابھی تک زندہ ہے اور اس کی عمر ستتر/ ۷۷ سال ہوگئی ہے اور وہ کلاشنکوف کی ایجاد پر شرمندہ اور نادم ہے کہ کاش میں اس کی جگہ کوئی اور چیز ایجاد کرتا کیونکہ یہ تو نری انسانوں کی تباہی کا سبب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ہاں عقل مند کون لوگ ہیں۔ اس کو اچھی طرح سمجھ لیں فرمایا عقل مند وہ ہیں۔ اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ، عقل مند لوگ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا، کھڑے ہوئے اور بیٹھنے کی حالت میں۔ وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ، اور اپنے پہلوؤں کے بل لیٹے ہوئے بھی۔ مطلب یہ ہے کہ وہ ہر حال میں اپنے رب کو یاد کرتے ہیں کھڑے ہوں۔ بیٹھے ہوں لیٹے ہوں۔ اور یہ بات بھی آپ کئی مرتبہ سن چکے ہیں کہ ذکر کے لئے وضو کی پابندی نہیں وضو کے بغیر بھی ذکر کر سکتے ہیں۔ کیونکہ

انسان آخرانسان ہے۔کبھی معدہ خراب ہوجاتا ہے۔ ہوا خارج ہوتی ہے۔ پیشاب بھی باربار کرنا پڑتا ہے۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے۔کہ ذکرتم بغیر وضوء کے بھی کرسکتے ہو۔ عقل مندوں کی دوسری نشانی۔وَ یَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ،اورغوروفکر کرتے ہیں آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں۔کہ رب تعالیٰ نے کتنی بڑی وسیع مخلوق پیدا فرمائی ہے۔آسمان اور زمین پھر ان میں اور بہت کچھ پیدا فرمایا ہے۔ مثلاً پہاڑ ہیں دریا ہیں اور کیا کچھ ہے۔ یہ ویسے تو پیدا نہیں فرمائیں۔ان کا کوئی نہ کوئی مقصد ہے۔مثلاً یہ مسجد کی عمارت ہے۔ یہ اس واسطے بنائی گئی ہے کہ یہاں لوگ نماز پڑھیں اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں۔ قرآن شریف پڑھیں۔اور بچوں کو پڑھائیں۔ یہ دین کا مرکز اوراڈا ہے۔ یہ کوئی یادگار کے طور پرنہیں بنائی گئی۔اسی طرح لوگ مکان بناتے ہیں تو اس کا مقصد ہے کہ اس میں رہیں گے اٹھیں گے بیٹھیں گے آرام کریں گے گرمی سردی سے بچنا ہے۔غمی خوشی کے موقع پر۔دوست احباب آئیں گے تو ان کو بٹھائیں گے ہم اگر کوئی چیز بناتے ہیں۔تو اس کا کوئی نہ کوئی مقصد ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے زمین آسمان بنائے ہیں۔تو اس کا بھی کوئی مقصد ہے۔پھر یہ غوروفکر کرتے ہیں جس ذات نے اتنے بڑے زمین وآسمان بنائے ہیں خود وہ ذات کتنی بڑی ہے۔ اس کی قدرت کتنی وسیع ہے۔وہ قادرمطلق ہے دوسرے مقام پرارشادِ ربانی ہے۔"وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ" (پارہ ۲۶)۔اے انسانو! تم اپنی جانوں کونہیں دیکھتے کہ تم کیا تھے اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں کیا بنا دیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے تمہیں حقیر نطفے سے پیدا فرمایا ہے۔اس طرح کہ نطفے کا لوتھڑا بنایا پھر لوتھڑے کی بوٹی بنائی۔پھر بوٹی کی ہڈیاں بنائیں۔ٹانگیں بنائیں بازو بنایا سر بنایا۔آنکھیں بنائیں ، ناک بنایا۔غرضیکہ تمام اعضاء بنائے پھر ان پر گوشت

چڑھایا۔ پھر چار ماہ کے بعد اس ڈھانچے میں جان ڈالی پھر تقریباً پانچ ماہ ماں کے رحم میں زندہ رہا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھو کہ بچہ ماں کے رحم میں پھلتا پھولتا بھی ہے۔ ہاتھ پاؤں بھی حرکت کرتے ہیں اور سانس کے بغیر زندہ ہے۔ پیدا ہونے کے بعد بغیر سانس کے زندہ نہیں رہ سکتا۔ اور وہاں اس کو باقاعدہ خوراک بھی ملتی رہی ہے۔ مگر پیشاب پاخانہ نہیں ہے۔ اور پیدا ہونے کے بعد بچہ صرف عرق ہی پی لے تو پاخانہ آجاتا ہے۔ تو رب تعالیٰ نے فرمایا اے انسانو! اپنے وجود میں غور وفکر کرو تو قادرِ مطلق تمہیں سمجھ آجائے گا۔ اور اگر آنکھیں بند کرلو پھر دن بھی رات ہے اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ تو عقلمند جب زمین اور آسمانوں کی تخلیق میں غور کرتے ہیں تو کہتے ہیں۔ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلاً، اے ہمارے رب تو نے نہیں پیدا کیا ان چیزوں کو بے کار۔ سُبْحٰنَكَ، پاک ہے تیری ذات۔ تمام عیبوں سے اور اس سے بھی کہ تو کوئی بے کار فعل کرلے۔ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ، پس بچا تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے۔ جو اس نقطے کو سمجھ جاتے ہیں وہی کامیاب ہیں کیونکہ آخرت میں تو جانا ہی ہے۔ لہٰذا جو دوزخ سے بچ گیا وہی کامیاب ہے۔ رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ، اے ہمارے رب! بے شک تو جس کو داخل کرے گا دوزخ میں۔ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ، پس تحقیق تو نے اس کو رسوا کردیا۔ اس لئے کہ دوزخ میں داخل ہونے والا انتہائی رسوا ہوگا۔ دوزخیوں کے متعلق قرآن پاک میں آتا ہے۔ "وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا" ۔ (پارہ ۲۲، سورۃ فاطر)۔ وہ دوزخ میں چیخیں ماریں گے۔ "لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّ شَهِيْقٌ" ۔ (پارہ ۱۲، سورۃ ھود)۔ ان کے لئے دوزخ میں آوازیں ہوں گی۔ "زَفِيْرٌ" گدھے کی اس آواز کو کہتے ہیں جو ابتداء میں بڑی بلند ہوتی ہے۔ اور شہیق وہ آواز ہوتی ہے جو آخر میں نرم پڑ جاتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بدبخت لوگ دوزخ میں چیخیں گے چلائیں گے اور

گدھے کی آواز کے ساتھ تشبیہ اس لئے دی ہے کیونکہ گدھے کی آواز تمام آوازوں سے بری ہوتی ہے۔ حضرت لقمان حکیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بیٹے سے کہا جب بات کرنی ہو تو بلا ضرورت زور سے نہ بولنا۔ کیونکہ زور سے بولنا کوئی فخر کی بات ہوتی۔ تو پھر ساری فضیلت گدھا لے جاتا۔ حالانکہ "اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ"۔ (پارہ ۲۱ لقمان) بے شک تمام آوازوں میں بری آواز گدھے کی ہے گھروں میں عورتوں کا بلا ضرورت بلند آواز سے بات کرنا گناہ ہے۔ مرد ضرورت سے زیادہ بلند آواز سے بولے گناہ ہے۔ ہم ان باتوں کو نہیں سمجھتے بلکہ ہم تو چیخنے چلانے کو ہی خوبی سمجھتے ہیں۔ چاہے کسی کی نیند ضائع ہوتی ہو۔ یا بیمار کو تکلیف ہوتی ہو۔ یا کسی کی نماز میں خلل واقع ہوتا ہو۔ یا کسی کے مطالعہ کرنے میں خلل واقع ہو رہا ہو۔ ہمیں کسی کی تکلیف سے کوئی غرض نہیں ہے۔ ہم نے ضرور چیخنا ہے۔ دیکھو دین میں فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا طبقہ بہت محتاط طبقہ ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ امام جب نماز پڑھائے تو اتنی آواز نکالے جو مقتدی سنیں۔ یعنی جتنے مقتدی ہیں اتنی آواز نکالے امام کا ضرورت سے زیادہ آواز کا بلند کرنا صحیح نہیں ہے۔ اس سے اندازہ لگائیں کہ شریعت نے آواز پر کتنا کنٹرول کیا ہے۔ کہ امام بھی اگر ضرورت سے زیادہ آواز کو بلند کرے تو فقہاء فرماتے ہیں۔ "فَقَدْ اَسَاءَ"۔ اس نے برا کام کیا ہے۔ اسی طرح فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایسی جگہ پر بلند آواز سے قرآن شریف پڑھنا جائز نہیں ہے۔ جہاں کوئی سویا ہوا ہو یا نماز پڑھ رہا ہو۔ یا مطالعہ کر رہا ہو۔ اور ہم نے تو سارے محلے کو بیزار کرنے میں ثواب سمجھا ہوا ہے۔ کہ شور کرو کسی کو سونے نہ دو یاد رکھنا یہ سب گناہ کی باتیں ہیں۔ احمد رضا خان صاحب بریلوی سے کسی نے سوال کیا کہ ایسی جگہ پر بلند آواز سے قرآن شریف پڑھنا اور ذکر کرنا کیسا ہے۔ درود شریف پڑھنا جہاں

کوئی سویا ہوا ہو۔ کہ اس کی نیند میں خلل پیدا ہوتا ہو۔ بیمار ہو تو وہ فتوی ''فتاوی رضویہ'' میں لکھتے ہیں کہ بلند آواز سے ذکر کرنے والا سخت گناہ گار ہے۔ پھر اس پر فقہاء کرام رحمہم اللہ کے حوالے پیش کئے ہیں کہ بلند آواز سے ذکر کرنا قرآن شریف پڑھنا اور بلند آواز سے درود شریف پڑھنا ناجائز ہے۔ پھر کسی نے سوال کیا کہ ایسے شخص کے ساتھ کیا کرنا چاہیے۔ تو جواب دیا کہ قوۃ ہے تو ہاتھ سے روکو ورنہ زبان سے روکو۔ اور اب حالت یہ ہے کہ چیخیں بھی خان صاحب کے ماننے والے ہی مارتے ہیں ان کو کون سمجھائے؟۔ یاد رکھنا۔ ذکر اذکار بھی آہستہ کرنا چاہیے۔ حدیث پاک میں آتا ہے "خَيْرُ الذِّكْرِ الْخَفِيُّ"۔ بہترین ذکر وہ ہے جو مخفی ہو۔ اور ایک حدیث میں آتا ہے کہ بلند آواز سے ذکر کرنے کی بجائے آہستہ ذکر کرنے کا اجر ستر/۷۰ گنا زیادہ ہے۔ لہٰذا ذکر ایسے انداز سے کرو کہ اپنے کان سنیں دوسروں کے کان نہ کھاؤ۔ اور خدا رسول کی بات پر عمل کرو اور دوزخ کی رسوائی سے بچو فرمایا۔ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝، اور نہیں ہے ظالموں کے لئے کوئی مددگار۔ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا، اے ہمارے پروردگار! بے شک ہم نے سن لیا۔ مُنَادِيًا، پکارنے والے کو۔ يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ ، جو پکارتا تھا ایمان کے لئے۔ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ ، یہ کہ ایمان لاؤ اپنے رب پر۔ فَاٰمَنَّا، (اے ہمارے رب!) پس ہم ایمان لے آئے۔ منادی کون ہے؟ قرآن پاک کے نزول کے وقت سب سے بڑے منادی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو ایمان کی دعوت دی۔ پھر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پھر تابعین، اور تبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ منادی تھے۔ اور اب میں تمہارے لئے منادی ہوں میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ ، یہ کہ ایمان لاؤ اپنے رب پر۔ ہر مبلغ جو لوگوں کو قرآن کریم سناتا ہے۔ اور دعوت

دیتا ہے۔ وہ منادی ہے۔ اور اس میں شامل ہے۔ قرآن خود بھی منادی ہے اس کو بیان کرنے والا بھی منادی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جو عقل اور سمجھ عطاء فرمائی ہے وہ بھی منادی ہے۔ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا ، اے ہمارے پروردگار! پس معاف کردے ہمارے صغیرہ گناہ۔ وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا ، اور مٹادے ہمارے کبیرہ گناہ۔ یعنی چھوٹے بڑے سارے گناہ معاف فرمادے۔ کیونکہ ہم سے صغیرہ بھی ہوتے ہیں اور کبیرہ بھی ہم تو گناہوں کی پٹیاں ہیں۔ تو معاف فرمادے۔ وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ O، اور ہمیں وفات دے نیک لوگوں کے ساتھ۔ انہیں کے ساتھ ہمیں بیٹھنا نصیب ہو۔ انہی میں وفات ہو اور ان ہی میں ہمارا شمار ہو۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے یہ دعائیں کرتے ہیں۔ رَبَّنَا وَاٰتِنَا ، اے ہمارے پروردگار! دے ہمیں۔ مَا وَعَدْتَّنَا ، وہ چیز جس کا وعدہ کیا ہے تو نے ہم سے۔ عَلٰى رُسُلِكَ ، اپنے رسولوں کی زبانوں پر۔ اور ان کے ساتھ تیرا یہ وعدہ ہے کہ جو تجھ پر ایمان لائے گا تو اسے جنت میں داخل کرے گا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام پیغمبروں نے یہی سبق دیا ہے کہ ایمان کا صلہ جنت ہے۔ اور اگر کفر شرک اور بدی کروگے تو جہنم میں جلوگے۔ اے پروردگار! تو سچا، تیرے پیغمبر سچے، تیرا وعدہ سچا، تو ہمیں قبر میں راحت نصیب فرما۔ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ، اور نہ رسوا کرنا ہمیں قیامت والے دن۔ میدانِ حشر میں ہم ذلیل نہ ہوں پل صراط سے ہم سیدھے گزر کر جنت میں پہنچ جائیں سب سے زیادہ ذلت اور رسوائی قیامت کے دن کی ہے۔ اس کے مقابلے میں دنیا کی ذلت کوئی شئی نہیں ہے۔ مگر آدمی دنیا کی ذلت سے بچنے کی تو کوشش کرتا ہے مگر آخرت کی ذلت سے بچنے کی کوشش نہیں کرتا۔ جب کہ دنیا کے امتحان آخرت کے مقابلے میں بچوں کے کھیل کی حیثیت بھی نہیں رکھتے۔ اے

پروردگار! ہمیں دونوں امتحانوں میں کامیاب فرما۔اِنَّکَ لَاتُخْلِفُ الْمِیْعَادَ O، بے شک تو وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔رب تعالیٰ نے عقلمندوں کے اوصاف اور ان کی نشانیاں بیان فرمائی ہیں کہ وہ یہ یہ کام کرتے ہیں اور یہ یہ دعائیں کرتے ہیں تو جوآدمی یہ کام نہیں کرے گا۔ اور یہ دعائیں نہیں کرے گا۔وہ عقل مند نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں عقل مند بننے کی توفیق عطاء فرمائے اور ہمیں عقل مند بنائے......(آمین)۔

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَاۤ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰىۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍۚ فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَ اُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَ قٰتَلُوْا وَ قُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَ لَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِؕ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾ لَا یَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِی الْبِلَادِ ﴿۱۹۶﴾ مَتَاعٌ قَلِیْلٌ۫ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُؕ وَ بِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۹۷﴾ لٰكِنِ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِؕ وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ﴿۱۹۸﴾ وَ اِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِمْ خٰشِعِیْنَ لِلّٰهِۙ لَا یَشْتَرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِیْلًاؕ اُولٰٓىٕكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹۹﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا۫ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۲۰۰﴾

النصف — ع ۲۰ — ۱۱

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ ، پس قبول کرلیں ان کی دعائیں ۔رَبُّهُمْ ، ان کے رب نے ۔(یہ فرماتے ہوئے)۔اَنِّیْ لَآ اُضِیْعُ ، بے شک میں ضائع نہیں کرتا۔عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ ، کسی کام کرنے والے کا کام تم میں سے ۔مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ، مرد ہو یا عورت ہو۔بَعْضُكُمْ مِّنْ ، بَعْضٍ ، بعض تمہارے بعض سے ہیں ۔فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا ، پس وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی ۔وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ ، اور نکالے گئے اپنے گھروں سے ۔وَاُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ ، اور ان کو اذیت دی گئی میرے راستے میں ۔وَقٰتَلُوْا ، اور وہ (اللہ تعالیٰ کے راستے میں) لڑے ۔وَقُتِلُوْا ، اور قتل کیے گئے ۔لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ ، البتہ ضرور مٹادوں گا میں ان سے ۔سَیِّاٰتِهِمْ ، ان کی برائیاں۔ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ ، اور البتہ میں ان کو ضرور داخل کروں گا ایسے باغوں میں ۔تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ، کہ بہتی ہوں گی ان کے نیچے نہریں ۔ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ، یہ بدلا ہوگا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ۔وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ ، اور اللہ تعالیٰ کے پاس۔ حُسْنُ الثَّوَابِ ☆ ، بہت اچھا بدلہ ہے۔ لَا یَغُرَّنَّكَ ، ہرگز نہ دھوکے میں ڈالے تجھے ۔تَقَلُّبُ الَّذِیْنَ ، ان لوگوں کا چلنا پھرنا۔ كَفَرُوْا ، جو کافر ہیں ۔فِی الْبِلَادِ ☆ ، شہروں میں ۔مَتَاعٌ قَلِیْلٌ ، (ان کے لئے) فائدہ ہے بہت تھوڑا۔ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ، پھر ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ، اور برا ہے ٹھکانہ۔لٰكِنِ الَّذِیْنَ ، لیکن وہ لوگ ۔اتَّقَوْا رَبَّهُمْ ، جو اپنے رب سے ڈرتے رہے ۔لَهُمْ جَنّٰتٌ ، ان کے لئے باغات ہوں گے ۔تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ، بہتی ہوں گی ان کے نیچے نہریں۔خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ، ہمیشہ انہیں میں رہیں گے ۔نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ، مہمانی ہوگی اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ ، اور وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔خَیْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ، بہتر ہے نیک لوگوں کے لئے۔ وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ ، اور بے شک اہلِ کتاب میں سے بعض ۔لَمَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ ، البتہ وہ ہیں

جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں۔ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ ، اور اس چیز پر بھی ایمان لاتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کی گئی۔ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِمْ ، اور اس چیز پر بھی ایمان لاتے ہیں جو ان کی طرف نازل کی گئی۔ خٰشِعِیْنَ لِلّٰهِ ، وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ لَا یَشْتَرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ، وہ نہیں خریدتے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے بدلے میں۔ ثَمَنًا قَلِیْلًا ، تھوڑی قیمت۔ اُولٰٓئِکَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ ، یہی لوگ ہیں ان کے واسطے اجر ہے ان کا۔ عِنْدَ رَبِّهِمْ ، ان کے رب کے پاس۔ اِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ☆ ، بے شک اللہ تعالیٰ جلدی حساب لینے والا ہے۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ، اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو۔ اصْبِرُوْا ، صبر کرو۔ وَصَابِرُوْا ، اور حق پر ڈٹ جاؤ۔ وَرَابِطُوْا ، اور اپنی سرحدوں کو محفوظ رکھو۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ☆ ، تاکہ تم کامیابی حاصل کرو۔

اس رکوع کے پہلے حصے میں عقل مندوں کا ذکر تھا کہ وہ یہ یہ کام کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں کھڑے ہوں بیٹھے ہوں، لیٹے ہو۔ اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ "مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا" ۔ کہ ان چیزوں کو تو نے فضول اور بے فائدہ پیدا نہیں کیا۔ پھر آگے ان کی دعاؤں کا ذکر ہے کہ اے پروردگار! ہمارے صغیرہ اور کبیرہ گناہ معاف فرمادے۔ اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ وفات دے۔ اے پروردگار! ہمارے اور دے دے ہمیں جو تو نے وعدہ کیا ہے ہم سے اپنے رسولوں کی زبانوں پر اور نہ رسوا کر تو ہمیں قیامت والے دن بے شک تو وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ یعنی جو وعدہ فرمایا ہے اس کو پورا فرما۔ آج کی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ان دعاؤں کی قبولیت کی خوشخبری دی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ ، پس قبول کرلیں ان کی دعائیں ان کے رب نے۔

(یہ فرماتے ہوئے)۔ اَنِّیْ لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ ، بے شک میں ضائع نہیں کرتا کسی کام کرنے والے کا کام تم میں سے۔ نیکی کا عمل صحیح ہو یعنی قاعدے کے مطابق ہو اللہ تعالیٰ اس کو ضائع نہیں فرماتے۔ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ، نیکی کرنے والا نر ہو یا مادہ ہو۔ یعنی مرد ہو یا عورت ہو۔ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ، بعض تمہارے بعض سے ہیں۔ تم مرد عورتیں ایک دوسرے سے پیدا ہوئے ہو۔ عورتوں سے، مرد اور مردوں سے عورتیں اور یہ سلسلہ اللہ تعالیٰ نے قیامت تک چلانا ہے۔ نہ مرد ہونے کی وجہ سے نیکی میں کمی آئے گی نہ عورت ہونے کی وجہ سے۔ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا ، پس وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہجرت کی۔ دین کی حفاظت کے لئے۔ ایمان کی حفاظت کے لئے۔ وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ ، اور نکالے گئے اپنے گھروں سے۔ بعض اوقات اہلِ ایمان کافروں کی ایذاء رسانیوں سے تنگ آکر اپنا وطن چھوڑنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لے سکتے۔ اور کافروں کو جب بھی موقع ملا ہے۔ انہوں نے مسلمانوں کو ستانے میں کمی نہیں کی اور ان کو وہاں سے نکالا ہے۔ اس وقت برما میں مسلمانوں پر بڑا ظلم ہو رہا ہے۔ اگرچہ برما میں مسلمانوں کی تعداد خاصی ہے مگر صحیح معنیٰ میں مسلمان کم ہیں بھرتی زیادہ ہے۔ وہاں بدھ مذہب کے لوگ ان کو کلمہ پڑھنے سے روکتے ہیں۔ اور اپنے ساتھ مسلمان لڑکیوں کا نکاح کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ کہ مسلمان ان کو اپنی لڑکیوں کا رشتہ دیں۔ نمازیں پڑھنے سے بھی روکتے ہیں۔ کچھ بے چارے بھاگ کر بنگلہ دیش چلے گئے ہیں اور کچھ وہیں مصیبتیں جھیل رہے ہیں۔ اور دوسرے ملکوں کے مسلمان بے غیرت بنے ہوئے ہیں۔ خصوصاً حکمران اور اپنے فرض کو ادا نہیں کر رہے۔ کیونکہ فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے۔ ”اِمْرَاَةٌ سُبِيَتْ بِالْمَشْرِقِ وَجَبَ عَلٰى اَهْلِ مَغْرِبٍ اَنْ يُّخَلِّصُوْهَا“۔ اگر

کوئی مسلمان عورت مشرق کے کونے میں کافروں کے ہاتھ قید ہو جائے تو مغرب کی طرف تمام رہنے والوں پر واجب ہے کہ اس کی مدد کریں۔ اور اس کو رہا کرائیں۔ اور آج ہمارے پڑوس کشمیر، افغانستان، بوسنیا، برما میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب کے سامنے ہے۔ مگر اس وقت مسلمانوں سے بڑا بے غیرت کوئی نہیں ہے۔ خصوصاً مسلمانوں کا حکمران طبقہ جہاں کہیں بھی ہے بڑا بے غیرت ہے۔ اور اتنے بے غیرت ہیں کہ آواز تک بلند کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اپنا کوئی نقصان ہو تو چیختے چلاتے ہیں۔ اور دوسرے مسلمانوں کے لئے اتنی آواز بھی نہیں نکال سکتے کہ اے ظالمو! ان مظلوموں پر ظلم نہ کرو۔ اس وقت برما میں بہت ظلم ہو رہا ہے۔ مگر کوئی ان کی خبر لینے والا نہیں ہے۔ تو فرمایا جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے۔ وَاُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ ، اور ان کو اذیت دی گئی میرے راستے میں۔ وَقٰتَلُوْا، اور وہ (اللہ تعالیٰ کے راستے میں) لڑے۔ وَقُتِلُوْا، اور قتل کیے گئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ، البتہ ضرور مٹادوں گا میں ان سے ان کی برائیاں۔ یعنی میں ان کی خطائیں معاف کر دوں گا۔ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ ، اور البتہ میں ان کو ضرور داخل کروں گا ایسے باغوں میں۔ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ، کہ بہتی ہوں گی ان کے نیچے نہریں۔ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ، یہ بدلا ہوگا اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ، اور اللہ تعالیٰ کے پاس بہت اچھا بدلہ ہے۔ اور اس کے خزانے بڑے وسیع ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات پیدا فرمائی ہے اس وقت سے لے کر اس کے فنا ہونے تک اس میں جتنی مخلوقات آئی ہیں یا آئیں گی کیا انسان کیا جنات، کیا کیڑے مکوڑے، کیا سمندری مخلوق، اور کیا خشکی کی مخلوق اللہ تعالیٰ ان پر خرچ کر رہا ہے۔ اس کے خزانوں میں اتنی بھی کمی نہیں آئی کہ تم سوئی سمندر میں

ڈبو کے نکالو۔ جتنا پانی اس کے ساتھ لگتا ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھانے کے لئے فرمایا کہ جس طرح سوئی کے ذریعے سمندر کے پانی میں کمی نہیں آتی۔اسی طرح رب تعالیٰ کے خزانوں میں بھی کمی نہیں آسکتی۔اورایک حدیث پاک میں اس طرح آتا ہے۔"لَوْاَنَّ اَوَّلَکُمْ وَاٰخِرَکُمْ وَجِنَّکُمْ وَاِنْسَکُمْ وَرَطْبَکُمْ وَیَابِسَکُمْ" ۔اگر تمہارے اول سے لےکرآخر تک یعنی جو مر گئے ہیں یا موجود ہیں۔یا آئندہ آنے والے ہیں۔کیا انسان کیا جنات یا خشکی کی مخلوق اور کیا سمندری مخلوق کیا پہاڑوں میں رہنے والے یا میدانوں اور غاروں میں رہنے والے یہ سارے ایک میدان میں جمع ہوجائیں اوراپنی اپنی خواہش کے مطابق رب تعالیٰ سے مانگیں یعنی جوجس کے دل میں آتا ہے وہ مانگے ،اوراللہ تعالیٰ ان کو ان کے مانگنے کے مطابق دے دے۔تواس کے خزانوں میں اتنی کمی نہیں آتی کہ سوئی سمندر میں ڈبو کر نکالو تو جتنا اس کے ساتھ پانی لگتا ہے تو اس کے خزانے بڑے وسیع ہیں اوراس کے پاس اچھا بدلہ ہے۔کافر سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکے میں ڈالنے کے لئے کہتے کہ تم کہتے ہو کہ ہم رب تعالیٰ کے پیارے ہیں اپنے کپڑے دیکھو پھٹے پرانے ہیں۔کسی کو جوتا نصیب نہیں ہے۔کسی کے سر پر پگڑی نہیں ہے۔ کئی کئی دن تم فاقوں میں گزارتے ہو۔رہنے کے لئے تمہارے پاس معقول جگہ کوئی نہیں چھپروں میں گزارہ کرتے ہو۔پھر بھی کہتے ہو کہ رب ہم پر راضی ہے کس طرح راضی ہے اگر راضی ہوتا تو تمہیں دولت دیتا۔دنیا کی ضروریات تمہیں عطاء کرتا۔اورہمیں کہتے ہو کہ رب تم سے ناراض ہے۔حالانکہ ہمارے پاس کوٹھیاں ہیں باغات ہیں ،کارخانے ہیں زمینیں ہیں دولت ہے۔اگر رب ہم سے ناراض ہوتا تو یہ چیزیں ہمیں کیوں دیتا۔عوام کی اکثریت سطحی ہوتی ہے۔جن کا کلمہ ایمان مضبوط نہیں ہوتا۔وہ ! سے شبہات کا شکار ہوجاتے ہیں۔حالانکہ

حقیقت یہ ہے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کی نعمتیں دی ہیں وہ سارے پسندیدہ لوگ نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ ، ہرگز نہ دھوکے میں ڈالے تجھے ان لوگوں کا چلنا پھرنا۔ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ، جو کافر ہیں شہروں میں۔ یعنی کافروں کا ٹھاٹھ باٹھ سے شہروں میں چلنا پھرنا تجھے دھوکے میں نہ ڈالے کہ تم دیکھتے ہو وہ گاڑی پر جارہے ہیں کبھی سکوٹر پر کبھی جہاز پر فرمایا۔ اس سے بالکل دھوکے میں نہ پڑنا کیونکہ، مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ، (ان کے لئے) فائدہ ہے بہت تھوڑا۔ کتنے دن کھا پی لیں گے۔ دس دن مہینہ سال دس سال پچاس سال۔ سوسال چند دن کی بہار ہے۔ آخر موت ہے۔ آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے معلوم ہو جائے گا راحت کس چیز کا نام ہے اور تکلیف کس چیز کا نام ہے۔ چند دن کی عیش کو انہوں نے رب تعالیٰ کی رضاء سمجھ لیا ہے۔ ثُمَّ مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ، پھر ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ○ ، اور برا ہے ٹھکانہ۔ اللہ تعالیٰ تمام مومنین اور مومنات مسلمین اور مسلمات کو دوزخ کی آگ سے بچائے۔ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ ، لیکن وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے رہے۔ چاہے ان کے کپڑے پھٹے پرانے ہیں۔ جوتیوں سے محروم ہیں۔ ٹوپی پگڑیوں سے محروم ہیں۔ ظاہری زیبائش اور آرائش سے محروم ہیں۔ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ، ان کے لئے باغات ہوں گے بہتی ہوں گی ان کے نیچے نہریں۔ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ، ہمیشہ انہیں میں رہیں گے۔ نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ، مہمانی ہوگی اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ لہٰذا ان چیزوں کو دیکھ کر دھوکے میں نہ پڑو۔ اور نہ کسی کو دھوکے میں ڈالو۔ اور یاد رکھو۔ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ○ ، اور وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے بہتر ہے نیک لوگوں کے لئے۔ کیونکہ وہ پائیدار ہے۔ اور وہاں کی زندگی دنیا کی زندگی سے بہتر ہے۔ لہٰذا تم اپنی غربت پر افسوس نہ کرو اور ناداری پر پشیمان نہ ہو۔ آخرت کو سامنے

2

رکھ کر اپنا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ جوڑ کر رکھو۔ رب تعالیٰ کی رحمت کو نہ بھولو۔ قرآن پاک کی یہ خوبی ہے کہ اگر کسی قوم کی خرابیوں کو بیان کرتا ہے تو ان کی خوبیوں کو بھی بیان کرتا ہے اگر ان میں خوبیاں ہوں۔ چنانچہ مسلسل کئی رکوع سے یہود و نصاریٰ کی تردید ہو رہی تھی۔ لہٰذا اس سے ذہن میں یہ بات آتی تھی کہ سارے اہلِ کتاب برے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایسی بات نہیں ہے۔ وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ ، اور بے شک اہلِ کتاب میں سے بعض۔ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ ، البتہ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر صحیح معنیٰ میں ایمان لاتے ہیں۔ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ ، اور اس چیز پر بھی ایمان لاتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کی گئی۔ کیونکہ آخری کتاب اور آخری پیغمبر علیہ السلام کا ان کی کتابوں میں ذکر تھا۔ کہ نبی آخر الزمان آئیں گے اور اللہ تعالیٰ اپنا کلام ان کے منہ میں ڈالیں گے۔ چنانچہ قرآن پاک میں آتا ہے۔ "اَلَّذِيْنَ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ"۔ وہ ہیں جو پاتے ہیں اس پیغمبر کو لکھا ہوا اپنے پاس تورات اور انجیل میں ایسے لوگ خاصی تعداد میں تھے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ تو وہ مانتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں۔ اور ان پر ایمان لانا چاہیے۔ اور ایمان لائے بھی۔ جیسے حضرت عبداللہ بن سلام، حضرت ثعلبہ، حضرت اسد، حضرت اسید، حضرت بنیامین رضی اللہ عنہم اجمعین یہ سارے پہلے یہودی تھے۔ پھر مسلمان ہو گئے اور نصاریٰ میں سے حضرت عدی بن حاتم، حضرت عدی بن بدرح، حضرت سلمان فارسی، حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہم اجمعین یہ سارے پہلے عیسائی تھے پھر مسلمان ہو گئے اور نیک بختی اور سعادت کا ثبوت دیا۔ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ ، اور اس چیز پر بھی ایمان لاتے ہیں جو ان کی طرف نازل کی گئی۔ جب وہ مسلمان نہیں ہوئے تھے تورات انجیل پر ایمان رکھتے تھے اور یہ جو ایمان لائے ہیں۔ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ، وہ اللہ

تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ لَايَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ، وہ نہیں خریدتے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے بدلے میں۔ ثَمَنًا قَلِيْلًا، تھوڑی قیمت۔ اور یاد رکھنا دنیا و مافیہا سب قلیل ہے۔ ترمذی شریف کی روایت آپ کئی مرتبہ سن چکے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں دنیا و مافیہا کی قدر مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کافر کو ایک گھونٹ پانی کا بھی نہ دیتا۔ تو یہ نہ سمجھ لینا کہ ثمن قلیل لینا تو صحیح نہیں ہے۔ اور اگر بڑا گھپلا ماریں تو صحیح ہو جائے گا۔ تو ساری دنیا بھی ثمنِ قلیل ہے۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ ، یہی لوگ ہیں ان کے واسطے اجر ہے ان کا۔ عِنْدَ رَبِّهِمْ، ان کے رب کے پاس۔ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ○ ، بے شک اللہ تعالیٰ جلدی حساب لینے والا ہے۔ آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے حساب کتاب شروع ہو جائے گا۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ، اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو۔ اصْبِرُوْا ، صبر کرو عبادات پر۔ تکالیف پر جو حق بات کہنے کے جواب میں آئیں یا ویسے آئیں۔ وَصَابِرُوْا ، اور حق پر ڈٹ جاؤ۔ اور عبادت کے ادا کرنے پر ڈٹ جاؤ۔ ایسا نہیں کہ کبھی ادا کرو اور کبھی ادا نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کی عبادات میں کمی نہیں آنی چاہیے، ناغہ نہیں ہونا چاہیے۔ اور حق پر بھی ڈٹے رہو۔ وَرَابِطُوْا ، اور اپنی سرحدوں کو محفوظ رکھو۔ ملکی سرحدوں کو بھی پختہ بناؤ۔ اور نظریاتی سرحدوں کو بھی پختہ بناؤ۔ "مُرَابَطَة" کا معنیٰ ہے سرحد کو پختہ بنانا۔ تو دونوں سرحدیں مراد ہیں۔ ملکی بھی کہ کافر تمہیں کسی قسم کا نقصان نہ پہنچائیں اور مذہبی سرحدوں کو بھی پختہ بناؤ۔ کہ جو تمہیں عقائد بتائے جاتے ہیں اور باطل فرقوں کی تردید کی جاتی ہے یہ اسی مد میں ہیں کہ اسلام کی سرحدیں سمجھ لو۔ کافر، کافر ہیں مومن، مومن ہیں۔ توحید، توحید ہے۔ اور شرک، شرک ہے۔ سنت، سنت ہے اور بدعت، بدعت ہے۔ ان ساری چیزوں کو سمجھو۔ اور اسلام کی سرحدوں کو پختہ بناؤ۔ تاکہ کوئی کافر مشرک بے دین تمہیں نقصان نہ پہنچا سکے۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ، اور

اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ یہ کام کروگے تو پھر۔ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ، تاکہ تم کامیابی حاصل کرو۔ تمہاری کامیابی ان چیزوں پر موقوف ہے جو رب تعالیٰ نے بیان فرمائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان پر قائم رہنے کی توفیق عطاء فرمائے .... آمین !!!

آج مؤرخہ ۲۲ شوال ۱۴۲۳ھ بمطابق ۲۷ دسمبر ۲۰۰۲ء کو سورۃ آل عمران مکمل ہوئی۔

والحمدللہ علی ذالک

(نواز بلوچ گوجرانوالہ)

تیار کردہ:
الفتح گرافکس
خاکپائے حضرۃ شیخ الحدیث (مدظلہ العالی)
محمد نوید ساجد (فاضل مدرسہ نصرۃ العلوم)
گوجرانوالہ، پاکستان

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ النساء

اٰیاتھا ۱۷۶ ۴ سُوْرَةُ النِّسَآءِ مَدَنِيَّةٌ ۹۲ رکوعاتھا ۲۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ① وَاٰتُوا الْيَتٰمٰۤى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ۪ وَلَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَهُمْ اِلٰۤى اَمْوَالِكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ② وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَلَّا تَعُوْلُوْا ③ وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا ④

لفظی ترجمہ:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اے انسانو! اتَّقُوْا ڈرو رَبَّكُمُ اپنے رب سے الَّذِيْ وہ رب خَلَقَكُمْ جس نے تمہیں پیدا کیا ہے مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ایک نفس سے وَّخَلَقَ مِنْهَا اور پیدا کیا اس نے اس نفس سے زَوْجَهَا اس کا جوڑا وَبَثَّ مِنْهُمَا اور بکھیرے ان دونوں سے رِجَالًا كَثِيْرًا بہت سارے مرد وَّنِسَآءً اور عورتیں وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے الَّذِيْ وہ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ کہ تم سوال کرتے ہو اس کے نام پر وَالْاَرْحَامَ اور قرابت داری سے اِنَّ اللّٰهَ كَانَ ہے عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا تم پر نگران وَاٰتُوا الْيَتٰمٰۤى اور دو یتیموں کو اَمْوَالَهُمْ ان کے مال وَلَا تَتَبَدَّلُوا اور نہ تبدیل کرو الْخَبِيْثَ ردی مال کو بِالطَّيِّبِ عمدہ مال کے بدلے وَلَا تَاْكُلُوْۤا اور نہ کھاؤ اَمْوَالَهُمْ ان کے مال اِلٰۤى اَمْوَالِكُمْ اپنے مالوں کے ساتھ ملا کر اِنَّهٗ بے شک یہ كَانَ ہے حُوْبًا گناہ كَبِيْرًا بڑا وَاِنْ خِفْتُمْ اور اگر تم خوف کرو اَلَّا تُقْسِطُوْا یہ کہ تم

نہیں انصاف کرو گے فِی الْیَتٰمٰی یتیم عورتوں کے ساتھ فَانْکِحُوْا پس تم نکاح کرو مَاطَابَ لَکُمْ جو تمہیں پسند آئیں مِّنَ النِّسَآءِ عورتوں سے مَثْنٰی دو وَثُلٰثَ اور تین وَرُبٰعَ اور چار فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا یہ کہ تم عدل نہیں کرسکو گے فَوَاحِدَةً پس ایک ہی عورت کافی ہے اَوْمَامَلَكَتْ اَیْمَانُکُمْ یا وہ جن کے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہیں ذٰلِكَ اَدْنٰی یہ زیادہ قریب ہے اَلَّا تَعُوْلُوْا کہ تم مائل نہ ہو جاؤ کسی ایک کی طرف وَاٰتُوا النِّسَآءَ اور دو تم عورتوں کو صَدُقٰتِهِنَّ ان کے مہر نِحْلَةً خوشی کے ساتھ فَاِنْ طِبْنَ لَکُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ پس اگر وہ خود کرلیں تمہارے لئے اس مہر میں سے کسی شئے کو نَفْسًا اپنے نفس کو فَکُلُوْهُ پس تم کھاؤ اس کو هَنِیْٓـًٔا مزیدار مَّرِیْٓـًٔا خوش گوار ۔

تشریح:

اس سے پہلی سورت میں معاملہ تھا اغیار کے ساتھ یعنی یہود ونصاریٰ اور مشرکین وغیرہ کو تبلیغ واصلاح کی دعوت اور ان کے ساتھ جہاد کا۔ اور اس سورت میں معاملہ ہے اپنوں کے ساتھ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مبعوث ہوئے اس وقت عورتوں اور چھوٹے بچوں کی بڑی حق تلفی ہوتی تھی۔ عورتوں کو جائیداد سے محروم کر دیا جاتا تھا اور چھوٹے بچوں کو بھی کچھ نہیں ملتا تھا، ان کا خود ساختہ قانون تھا کہ وراثت وہ لے سکتا ہے، جو لڑ سکتا ہو عورتوں اور بچوں نے کیا لڑنا ہے؟ لہٰذا ان کو جائیداد سے محروم رکھتے تھے، حالانکہ اگر ان کی منطق کو سامنے رکھا جائے تو اس طرح کہنا زیادہ مناسب تھا کہ جو لڑ سکتے ہیں ان کو نہ دو اور جو لڑ کر نہیں کما سکتے ان کو دو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس سورت میں حقوق کو بیان فرمایا ہے اس سورت کا نام سورۃ النساء ہے اور نساء امرأۃ کی جمع ہے، اگر چہ بظاہر جمع اور مفرد میں مناسبت نظر نہیں آتی، لیکن ہر فن میں کچھ باتیں ہوتی ہیں جو فن والے ہی سمجھتے ہیں۔

امرأۃ کے معنی عورت اور نساء کے معنی ہیں عورتیں تو سورۃ النساء کا مفہوم بنے گا کہ یہ وہ سورت ہے جس میں رب تعالیٰ نے عورتوں کے حقوق بیان فرمائے ہیں۔

یہ سورت مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی، اس سے پہلے اکاون سورتیں نازل ہو چکی تھیں، نزول کے اعتبار سے اس سورت کا باون نمبر ہے، اس سورت کے چوبیس رکوع اور ایک سو چھہتر آیات ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اے انسانو! اتَّقُوْا رَبَّكُمُ ڈرو اپنے رب سے الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وہ رب جس نے تمہیں پیدا کیا ہے مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ایک ہی نفس سے اور وہ نفس تھے حضرت آدم علیہ السلام یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں آدم علیہ السلام سے پیدا فرمایا ہے وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا اور پیدا فرمایا اس نے اس نفس سے اس کا جوڑا۔ احادیث اور تفسیروں میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے اماں حوا علیہا السلام کو پیدا فرمایا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّ نِسَآءً اور پھیلا دیئے ان دونوں سے مرد بہت سارے اور عورتیں۔ آج دنیا انسانوں سے بھری ہوئی ہے، جس ملک میں جاؤ پاؤں رکھنے کی جگہ نہیں ملے گی، سب کی اصل حضرت آدم اور حواء علیہا السلام ہیں۔

وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ اور ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے وہ کہ تم سوال کرتے ہو اس کے نام پر اور قرابت داری سے۔ یعنی اس اللہ سے ڈرو، جس کا نام لے کر تم سوال کرتے ہو اور کہتے ہو کہ: رب کے واسطے مجھے دے اور رب کے واسطے مجھے معاف کر دے۔ کیا تم نے رب تعالیٰ کو صرف مانگنے کے لئے رکھا ہوا ہے؟ نہیں، بلکہ اس سے ڈرو، اور اس کے احکام کی پابندی کرو اور قطع رحمی سے ڈرو۔ یعنی اپنے عزیزوں، رشتہ داروں سے بغیر کسی شرعی وجہ کے قطع رحمی نہ کرو۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ: جن چیزوں کا دنیا میں فوری طور پر بدلہ ملتا ہے، ان میں قطع رحمی بھی ہے۔ قطع رحمی اگر شرعی وجہ سے ہو تو کوئی حرج نہیں ہے، مثال کے طور پر شادی کے موقع پر اگر کوئی ڈھول بجاتا ہے، باجے، شرلیاں، پٹاخے چھوڑتا ہے، ٹھاہ، ٹھاہ کرتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ میں نہیں آؤں گا، شادی میں شریک نہیں ہوں گا تو اس قطع رحمی پر ثواب ملے گا اور گناہ نہیں ہوگا، کیونکہ ڈھول باجے، ٹھاہ ٹھاہ شریعت کے خلاف ہیں۔ کوئی بھی دینی بات ہو، اگر وہ نہیں مانتے تو تم ان کی کوئی پرواہ نہ کرو۔ اور دنیاوی معاملات میں قطع رحمی بڑا گناہ ہے، اس کا بدلہ دنیا میں بھی ملتا ہے اور آخرت میں بھی ملتا ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ: جو شخص رحم کرتا ہے، اس کی عمر لمبی ہوگی، عمر میں برکت ہوگی۔ دوسرا یہ کہ لوگ اس کو اچھے نام سے یاد کریں گے اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا بے شک اللہ تعالیٰ تم پر نگران ہے، وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے، جو کچھ تم کرتے ہو، ظاہر یا پوشیدہ، ہر چیز اس کے علم میں ہے۔

آ گے حقوق کا بیان ہے۔ نزول قرآن کے زمانہ میں یتیموں کے ساتھ بڑی زیادتی ہوتی تھی، وہ اس طرح کہ مثلاً: ایک آدمی فوت ہوگیا اور اس کے بچے چھوٹے ہیں تو ان کا نگران چچا یا تایا بنتا، بچے چھوٹے تھے، ان کو اتنی سوجھ بوجھ نہیں ہوتی، تو یہ نگران اس طرح کرتا کہ ان کے سامان میں سے عمدہ چیزیں اٹھالیتا اور گنتی پوری کرنے کے لئے ردی چیزیں وہاں رکھ دیتا۔ مثلاً: اچھے اچھے پلنگ خود لیتا، اپنے گھر کے پرانے اور ردی ان کے کھاتے میں ڈال دیتا۔ اچھے اچھے بستر ے خود اٹھالیتا اور ردی وہاں رکھ دیتا۔ اچھی چیزیں، کرسیاں اٹھالیتا اور کمزور ان کے سامان میں رکھ دیتا اور یہ اس معاشرے کا مزاج بن گیا تھا، الا ماشاء اللہ، حالانکہ یہ جائز نہیں تھا۔ یتیموں کا جو مال ہے، وہ ان کا ہے، چاہے کھرا ہے یا کھوٹا ہے۔ وہ تمہارے پاس امانت ہے، جب وہ بالغ ہو جائیں اور انہیں سوجھ بوجھ ہو جائے تو ان کے حوالے کر دو، ارشادِ ربانی ہے وَاٰتُوا الْیَتٰمٰۤى اَمْوَالَهُمْ اور دو یتیموں کو ان کا مال وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِیْثَ بِالطَّیِّبِ اور نہ تبدیل کرو ردی مال کو عمدہ مال کے ساتھ۔ کہ تم اپنا ردی مال ان کے کھاتے میں ڈال دو اور ان کا عمدہ مال خود لے لو، ایسا مت کرو اور اس طرح بھی نہ کرو۔

وَلَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَهُمْ اِلٰۤى اَمْوَالِكُمْ اور نہ کھاؤ تم ان کے مال اپنے مالوں کے ساتھ ملا کر۔ اب ظاہر بات ہے کہ بچے چھوٹے ہیں اور فرض کرو کہ ان کی ماں بھی فوت ہوگئی ہے اور ایسے واقعات بھی ہوتے ہیں تو ان کا کھانا پکانا بھی چچے تائے نے کرنا ہوتا تھا تو وہ اس طرح کرتے تھے کہ اپنا خرچہ برائے نام شامل کرتے اور زیادہ یتیموں کا مال ڈال کر کھا جاتے اور لوگوں کو یہ بتاتے کہ ہم ان کے لئے پکا رہے ہیں اور وہ کھا رہے ہیں، حالانکہ اس طریقے سے کھا خود جاتے تو اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے سے منع فرما دیا اور علیحدہ علیحدہ ہانڈیوں کے تیار کرنے میں بھی خاص دقت اور پریشانی پیش آتی ہے کہ اپنا کھانا الگ تیار ہو اور یتیموں کا الگ تیار ہو، پھر گھر میں بے سمجھ بچے بھی ہوتے ہیں، وہ ان کا سالن کھا جائیں اور وہ ان کا سالن کھا جائیں، یہ بڑی تکلیف دہ صورت ہوتی ہے تو اس کے لئے شریعت نے دوسرے پارے میں اصول بیان فرمایا کہ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ اور اگر تم کھانے پینے میں ان کو ساتھ ملا لو فَاِخْوَانُكُمْ تو وہ تمہارے بھائی ہیں، یعنی رب سے تمہیں اجازت ہے، وہ اس طرح کہ مثال کے طور پر یتیم بچہ آٹھ سال کا ہے تو اس کے آٹے میں سے اتنا

آٹا تم لے لو کہ جتنا تم اپنے آٹھ سالہ بچے کے لئے آٹا استعمال کرتے ہو اور اس بچے کے لئے سالن کا جتنا خرچہ کرتے ہو، یتیم کے مال میں سے اتنا خرچہ لے لو۔ پھر اس میں جو کمی بیشی ہوگی وہ تمہیں اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں گے "إنما الأعمال بالنيات" اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، نیت تمہاری یتیم کے مال کو کھانے کی نہ ہو وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ اور اللہ تعالیٰ خرابی کرنے والے کو اور اصلاح کرنے والوں کو خوب جانتا ہے، ان کا آٹا تم اپنے آٹے میں دیانت داری کے ساتھ ڈالو، جتنا حق بنتا ہے اور سالن پکانا ہے تو بھی ان کا حصہ دیانت داری کے ساتھ ڈالو۔ تھوڑی بہت کمی بیشی اللہ تعالیٰ معاف فرمائے گا، کپڑوں کا ان کا حساب الگ رکھو، علاج معالجے کا حساب الگ رکھو، ان کے تعلیمی اخراجات کا حساب الگ رکھو اور آگے ذکر آئے گا کہ گواہ بھی بنالو، یعنی یتیموں کے مال کا۔ جب نگران بنو تو ان کے مال کی فہرست بناؤ کہ یہ ان کا سامان ہے اور اس پر کم از کم دو آدمیوں کو گواہ بناؤ، پھر جب وہ بالغ ہو جائیں تو ان کے مال ان کے سپرد کرو، مگر گواہوں کے سامنے اور جو اخراجات ہوئے ہیں، ان کا بھی حساب کرلو اور یہ سب کچھ عبادت سمجھ کے کرو۔ یتیموں کی نگرانی کرنا اور ان کے مال کی حفاظت کرنے کا ثواب نفلی نماز اور نفلی روزوں سے زیادہ ہے اور یہ سب کچھ دیانت داری کے ساتھ ہو، تاکہ تم پر کسی قسم کا حرف نہ آئے۔ اور یتیموں کا مال کھانا اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا بے شک یہ ہے بڑا گناہ۔ کیونکہ یتیم کا مال کھانے والے نے اللہ تعالیٰ کا حق بھی توڑا اور بندے کا حق بھی توڑا۔ اور بندے کا حق معاف نہیں ہوتا، چاہے کروڑ مرتبہ بھی توبہ کرے، جب تک صاحب حق معاف نہیں کرے گا، معافی نہیں ہوگی۔

یتیموں کے مالی حقوق کو بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے یتیم لڑکیوں کے حقوق کو بیان فرمایا ہے، نزولِ قرآن کریم کے وقت یتیم لڑکیوں کے ساتھ بھی بڑی زیادتی ہوتی تھی، وہ اس طرح کہ مثلاً: چچا تایا فوت ہوگیا اور اس کی لڑکیاں بھی ہیں، اور یہ سرپرست ہوتا اور خود چچے یا تائے کی لڑکی کے ساتھ نکاح کر لیتا اور حق مہر بھی پورا نہ دیتا کہ میں سرپرست ہوں، مجھے کون پوچھنے والا ہے۔ اور دوسرے حقوق مثلاً: لباس، خوراک وغیرہ، وغیرہ بھی پورے نہ کرتا کہ مجھ سے کس نے باز پرس کرنی ہے۔ وہ میرے چچے، تائے یا پھوپھی کی لڑکی ہے، ماموں کی لڑکی ہے اور میں خود سرپرست ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اس طرح نہ

کرو، بلکہ اگر تم نے ان کے ساتھ شادی کرنی ہے تو ان کو حق مہر بھی پورا دو اور جو دوسرے حقوق ہیں، مثلاً: لباس، خوراک وغیرہ کے وہ بھی دستور کے مطابق مہیا کرو، جتنا کہ دوسرے لوگ دیتے ہیں۔ اور یتیم لڑکیوں پر ظلم نہ کرو۔

وَاِنْ خِفْتُمْ اور اگر خوف کرو اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى یہ کہ تم انصاف نہیں کرسکو گے یتیم عورتوں کے ساتھ (تو ان کے ساتھ نکاح نہ کرو) فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ پس تم نکاح کرو جو تمہیں پسند آئیں عورتوں سے مَثْنٰى دو وَثُلٰثَ یا تین وَرُبٰعَ یا چار۔ یاد رکھنا امت میں سے کسی شخص کو بیک وقت چار عورتوں سے زیادہ کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی کہ بیک وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار سے زیادہ بیویاں تھیں۔ اس میں امت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی نہیں کرسکتی، کیونکہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی۔ رافضی اور خارجی کہتے ہیں کہ ایک آدمی بیک وقت اٹھارہ بیویاں رکھ سکتا ہے، حالانکہ یہ جائز نہیں۔ اور وہ مغالطہ اس طرح دیتے ہیں کہ دیکھو مثنی کے معنی ہیں دو دو، تو چار ہو گئیں اور ثلث کے معنی ہیں تین تین، تو چھ ہو گئیں اور چھ اور چار دس اور ربع کے معنی ہیں چار چار تو آٹھ ہو گئیں اور دس اور آٹھ اٹھارہ ہو گئیں، لہٰذا ایک آدمی کے لئے بیک وقت اٹھارہ بیویاں جائز ہیں، جبکہ امام علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ جن کو زین العابدین کہتے ہیں اور یہ اہل تشیع کے چوتھے امام ہیں اور ترتیب اس طرح ہے: پہلے امام حضرت علی رضی اللہ عنہ، دوسرے امام حضرت حسن رضی اللہ عنہ، تیسرے امام حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور چوتھے امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ۔ تو اس چوتھے امام سے اس آیت کریمہ کی تفسیر بخاری شریف میں اس طرح منقول ہے، وہ فرماتے ہیں کہ مثنی سے دو دو مراد نہیں ہے، بلکہ صرف دو مراد ہے اور یہاں واو کے معنی أو کے ہیں اور مطلب یہ ہوگا کہ دو کرو یا تین کر دیا چار کرو تو چار سے زیادہ کی شریعت نے اجازت نہیں دی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو شخص آئے تھے، حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ کہنے لگے: حضرت! میرے نکاح میں دس عورتیں ہیں، مجھے بتائیں، میرے لئے کیا حکم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تجھے چار رکھنے کی اجازت ہے، اس سے زیادہ کی اجازت نہیں ہے۔ چونکہ وہ اسلام قبول کر چکے

تھے، لہٰذا انہوں نے چار سے زیادہ کو الگ کر دیا۔ دوسرے شخص نے کہا: حضرت! میرے نکاح میں دوسگی بہنیں ہیں، اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن پاک میں آتا ہے وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ اور دو بہنوں کا اکٹھا کرنا بھی حرام ہے، یعنی بیک وقت کسی کے نکاح میں دو حقیقی بہنیں نہیں رہ سکتیں، ہاں! اگر ایک فوت ہو جائے اور اس کے بعد دوسری سے نکاح کر لے تو وہ الگ بات ہے فَاِنْ خِفْتُمْ پس اگر تم خوف کرو اَلَّا تَعْدِلُوْا یہ کہ تم ایک سے زیادہ عورتوں میں عدل نہیں کرسکو گے فَوَاحِدَۃً پس ایک ہی عورت کافی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دو یا تین یا چار کے ساتھ نکاح کی اجازت مشروط ہے عدل کے ساتھ، اگر عدل نہیں کر سکتے تو پھر ایک پر ہی گزارہ کرو اَوْمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ یا وہ جن کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک ہیں۔ یعنی اگر تم ایک آزاد عورت کے حقوق بھی پورا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تو پھر لونڈی پر گزارا کرو۔ لونڈی اور غلام کا مفہوم سمجھ لیں، شرعی جہاد ہوا اور اس میں اللہ تعالیٰ فتح نصیب فرمائیں تو اس میں کافروں کے مرد، عورتیں اور بچے گرفتار ہوں گے، ان کے متعلق تفصیل ہے،

نمبر ایک: قیدیوں کا قیدیوں کے ساتھ تبادلہ کر لیا جائے، کیونکہ ظاہر بات ہے کہ جب لڑائی ہوگی تو تمہارے آدمی بھی تو ان کے پاس قید ہوں گے، تو قیدیوں کے آپس میں تبادلے کی بھی اجازت ہے۔ دوسری صورت: چھبیسواں پارہ سورۂ محمد میں ہے فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً پس یا تو احسان کر کے چھوڑ دینا چاہیے یا کچھ مال لے کر۔ یعنی شرعاً تمہیں اس بات کی بھی اجازت ہے کہ مفت میں تم ان قیدیوں کو چھوڑ دو، کوئی معاوضہ نہ لو اور اس چیز کی بھی تمہیں اجازت ہے کہ فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دو، کیونکہ ان کو تم نے کچھ دن رکھا ہے، ان پر تمہارا خرچہ ہوا ہے۔ اور اگر تم اس طرح بھی نہیں کرتے تو آخری صوت یہ ہے کہ تم ان کو غلام بنالو، لونڈیاں بنالو اور یہ غلام اور لونڈیاں امیر لشکر کسی کے سپرد کرے تو دائیں ہاتھ سے قیدی کا ہاتھ پکڑ کر جن کو دینا چاہے گا، اس کے دائیں ہاتھ میں پکڑائے گا اور کہے گا کہ یہ تیری ملک ہے اور اسی وجہ سے اس کو مِلکِ یمین کہتے ہیں اور یہی مطلب ہے اَوْمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ یا وہ جن کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک ہیں۔

اور مسئلہ یہ ہے کہ کسی کو کوئی چیز دو تو دائیں ہاتھ سے دو، کھاؤ پیو دائیں ہاتھ سے، استنجاء کرو بائیں ہاتھ سے، ناک صاف کرو بائیں ہاتھ سے، تو امیر لشکر جب کسی کے سپرد کر دے گا تو پھر اس کا سارا خرچہ اس

کے ذمہ ہوگا، یہ قیدی کے سپرد کرنے کا ایک طریقہ ہے۔ ورنہ اگر وہ ہاتھ نہ بھی لگائے صرف زبان سے کہہ دے کہ اتنے آدمی تیرے غلام ہیں تو وہ اس کے غلام ہوں گے۔ ان میں جو عورتیں ہوں گی، ان کے متعلق تفصیل ہے: اگر وہ اہل کتاب یعنی یہودی یا نصرانی ہیں تو مالک ان کے ساتھ ہمبستری بھی کرسکتا ہے۔ اگر وہ اہل کتاب میں سے نہیں ہیں اور وہ مسلمان ہونے کے لئے بھی تیار نہیں ہیں تو پھر ان کے ساتھ خاوند بیوی والا معاملہ درست نہیں ہے، وہ صرف اس کی ملک ہوں گی، جیسے کوئی گدھی یا خچری خرید لے تو وہ اس کا مالک تو ہوگا، مگر اس کے ساتھ جماع تو نہیں کرسکتا۔ لونڈی کے ساتھ جماع کے لئے دو شرطیں ہیں: یا وہ اہل کتاب میں سے ہوں، وہ مسلمان ہو جائیں اور اس وقت ہمارے علم میں نہیں ہے کہ کہیں کوئی شرعی لونڈی ہو، یہ جو غنڈے قسم کے لوگ عورتوں اور بچوں کو پکڑ کر بیچ آتے ہیں، یہ شرعی غلام نہیں بن سکتے اور یہ بڑا سنگین مسئلہ ہے، تعزیری طور پر اغواء کنندگان کی سزا موت ہونی چاہئے، تاکہ آئندہ کسی کو ایسی جرأت نہ ہو اور فقہ اسلامی بھی اس کی تائید کرے گی تو یہ جو مسئلہ بیان ہوا ہے کہ اگر تم زیادہ عورتوں کے ساتھ انصاف قائم نہیں کرسکتے تو پھر ایک ہی کافی ہے یا لونڈی پر گزارہ کرو

ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا یہ زیادہ قریب ہے کہ تم مائل نہ ہو کسی ایک کی طرف وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً اور دو تم عورتوں کو ان کے مہر خوشی کے ساتھ۔ جو مہر تم نے مقرر کیا ہے، وہ تمہارے ذمہ ہے، دینا پڑے گا فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا پس اگر وہ عورتیں خوش کرلیں اپنے نفس کو تمہارے لئے مہر میں سے کسی شئے پر۔ یعنی مہر سے یا اس کے کچھ حصہ سے دست بردار ہو جائیں فَكُلُوْهُ هَنِیْٓـًٔا مَّرِیْٓـًٔا پس کھاؤ تم اس کو مزیدار خوشگوار۔ هَنِیْٓـًٔا کا معنی ہے: رچتا مَّرِیْٓـًٔا کا معنی ہے: پچتا۔ جیسے اچھی چیزوں کو انسان کھاتا ہے تو کھاتے وقت بھی مزا آتا ہے اور بعد میں بدہضمی بھی نہیں ہوتی۔ یعنی جو چیز تمہیں معاف کردی گئی ہے، وہ مزیدار طریقے سے کھاؤ اور بعد میں بدہضمی بھی نہیں ہوگی، لیکن بیوی کی رضا کے ساتھ۔ ایسا نہیں کہ سر پر ڈنڈا رکھ کر معاف کراؤ تو یہ عند اللہ معاف نہیں ہوگا، قیامت والے دن پکڑ ہوگی۔ خوشی اور رضامندی سے معاف کرے اور اس میں بھی اس کی مرضی ہے، سارا معاف کردے، آدھا معاف کردے، کچھ حصہ معاف کردے، جتنا وہ چاہے، کیونکہ مہر کی وہ مالک ہے۔

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِیٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِیْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا۝ وَابْتَلُوا الْیَتٰمٰى حَتّٰۤى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْۤا اِلَیْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَاۤ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ یَّكْبَرُوْا ؕ وَمَنْ كَانَ غَنِیًّا فَلْیَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِیْرًا فَلْیَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَیْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَیْهِمْ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِیْبًا۝ لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۪ وَلِلنِّسَآءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ؕ نَصِیْبًا مَّفْرُوْضًا۝

لفظی ترجمہ:

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اور نہ دو تم بے وقوفوں کو اَمْوَالَكُمُ اپنے مال الَّتِیْ وہ مال جَعَلَ اللّٰهُ کہ بنایا ہے اللہ تعالیٰ نے لَكُمْ تمہارے واسطے قِیٰمًا قائم رہنے کا ذریعہ وَّارْزُقُوْهُمْ فِیْهَا اور ان کو کھلاتے پلاتے رہو ان مالوں سے وَاكْسُوْهُمْ اور ان کو لباس پہناتے رہو وَقُوْلُوْا لَهُمْ اور کہو ان کو قَوْلًا مَّعْرُوْفًا بات بھلی وَابْتَلُوا الْیَتٰمٰى اور امتحان لو تم یتیموں کا حَتّٰۤى یہاں تک کہ اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ جب وہ پہنچ جائیں نکاح کی مدت کو فَاِنْ اٰنَسْتُمْ پس اگر تم محسوس کرو مِّنْهُمْ رُشْدًا ان سے رشد و بھلائی اور سمجھ فَادْفَعُوْۤا اِلَیْهِمْ پس تم ان کو دے دو اَمْوَالَهُمْ ان کے مال وَلَا تَاْكُلُوْهَاۤ اور نہ کھاؤ تم ان یتیموں کے مالوں کو اِسْرَافًا حد سے بڑھتے ہوئے وَّبِدَارًا اور جلدی کرتے ہوئے اَنْ یَّكْبَرُوْا یہ کہ وہ بڑے ہو جائیں گے وَمَنْ كَانَ غَنِیًّا اور جو شخص غنی ہو فَلْیَسْتَعْفِفْ پس چاہیے کہ وہ یتیم کے مال کے کھانے سے بچے وَمَنْ كَانَ فَقِیْرًا اور جو شخص محتاج ہے فَلْیَاْكُلْ پس چاہیے کہ وہ کھائے بِالْمَعْرُوْفِ دستور کے مطابق فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَیْهِمْ پس جب تم دو ان کو اَمْوَالَهُمْ ان کے مال فَاَشْهِدُوْا عَلَیْهِمْ پس تم گواہ بنالو ان پر وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِیْبًا اور کافی ہے اللہ تعالیٰ حساب لینے والا لِلرِّجَالِ مردوں کے لئے نَصِیْبٌ حصہ ہے مِّمَّا اس مال سے تَرَكَ الْوَالِدٰنِ جو چھوڑ گئے ماں باپ وَالْاَقْرَبُوْنَ اور قریبی رشتہ دار وَلِلنِّسَآءِ اور عورتوں کے لئے نَصِیْبٌ حصہ ہے مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ جو چھوڑ گئے ماں باپ وَالْاَقْرَبُوْنَ اور قریبی رشتہ دار مِمَّا قَلَّ مِنْهُ تھوڑا اس مال سے اَوْ كَثُرَ یا زیادہ ہو نَصِیْبًا حصہ ہے مَّفْرُوْضًا طے شدہ۔

تشریح:

ان آیات میں معاشرے کے مسائل بیان ہوئے ہیں۔ یعنی آپس میں زندگی بسر کرنے کا طریقہ۔ اور کل کے سبق میں آپ نے سنا کہ زمانۂ جاہلیت میں یہ طریقہ اور رواج تھا اور آج کے دور میں بھی کوئی کمی نہیں ہے کہ چچا تایا فوت فوت ہو جاتا اور ان کی اولاد چھوٹی ہوتی، یہ ان کا سرپرست بنتا، بے دردی اور بے ترسی سے ان کا سب کچھ کھا پی جاتا، ان کا عمدہ مال خود لے لیتا اور ردی مال ان کے کھاتے میں ڈال کر نگ پورے کر دیتا۔ اور یہ بات بھی حقیقت ہے کہ ہر زمانے اور ہر علاقے میں ہر قسم کے لوگ موجود ہوتے ہیں، سمجھ دار بھی اور بے وقوف بھی، اور اس سے کوئی ملک اور کوئی قوم مستثنیٰ نہیں ہے۔ اسی طرح یتیم بچوں میں بھی بے وقوف بھی ہوتے ہیں اور سمجھ دار بھی ہوتے ہیں، شریف ہوتے ہیں، برے بھی ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَاتُؤْتُوا السُّفَهَآءَ سُفَهَاءُ سَفِيْهٌ کی جمع ہے اور نہ دو تم بے وقوفوں کو اَمْوَالَكُمُ اپنے مال الَّتِيْ وہ مال جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ کہ بنایا ہے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے قِيٰمًا قائم رہنے کا ذریعہ۔ مال ہوگا تو کھائے گا، پیئے گا، پہنے گا، بغیر مال کے تو نظام نہیں چلتا۔ اگر تم نے بے وقوف کو مال دے دیا تو وہ اُڑا دے گا، ضائع کر دے گا، خصوصاً جب بے وقوف کو برے ساتھی مل جائیں تو وہ اس سے بھی برے ہوں گے، لہٰذا جو بے وقوف ہے، چچے کا بیٹا ہے، ماموں کا بیٹا ہے، بھائی کا بیٹا ہے، برادری رشتہ داروں میں سے کوئی ہے، جس کے تم نگران اور سرپرست ہو، اس کو تم مال نہ دو۔ اس میں اس کی بہتری ہے۔ بے وقوف کو بے وقوف مل گئے تو سب کچھ تباہ کر دیں گے۔

نوجوانو! عزیزو! اور ساتھیو! اچھی طرح یاد رکھنا کبھی کسی برے کے پاس بیٹھک نہ رکھنا، برائی کا اثر بہت جلد ہوتا ہے، کیونکہ نفس امارہ بھی برائی کو چاہتا ہے اور شیطان بھی برائی کو چاہتا ہے اور ماحول بھی برائی سے آلودہ ہے، لہٰذا برے آدمی کے پاس ایک دفعہ بھی بیٹھ گئے تو تم میں ضرور برائی آئے گی۔ مرد عورتیں میرے پاس آتے ہیں اور روتے ہیں کہ ہمارا بچہ غلط راستے پر چل پڑا ہے، برے لوگوں کے ساتھ اُٹھتا بیٹھتا ہے، نشئی ہو گیا ہے، یہ ہو گیا ہے، وہ ہو گیا ہے، تعویذ دے دو۔ بھائی! پہلے سے ان کو بری مجلسوں سے دور رکھو، اچھے لوگوں کی صحبت میں بھیجو۔ تو فرمایا کہ بے وقوفوں کو اپنے مال نہ دو، یہ مال تمہارے قائم رہنے کا ذریعہ ہے۔ وہ ضائع کر دیں گے اور اس طرح کرد وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا ان مالوں میں سے ان کو کھلاتے رہو

وَّاكْسُوْهُمْ اوران کولباس پہناتے رہو،تم ان کے نگران ہو، دیانت داری کے ساتھ یہ سمجھتے ہوئے کہ ہم نے رب تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہونا ہے، ان کے مال کی حفاظت کرواور ضرورت کے مطابق ان پر خرچ کرو وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا اور کہوان کو بات بھلی اور اچھی۔ کیونکہ وہ بے وقوف ہیں، کہہ سکتے ہیں کہ تو ہمارے مال کا کیا لگتا ہے؟ ہمارا مال ہمارے حوالہ کر اور یہ بات وہ کسی کے اکسانے پر بھی کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ دنیا میں شرارتی لوگ بھی ہوتے ہیں، وہ اُکساتے ہیں کہ مال تو تیرا ہے، اس سے وصول کرو۔ تو ایسے موقع پر تمہیں جذبات میں نہیں آنا چاہئے اور غصے میں آ کر یہ نہ کہو کہ یہ تیرا مال ہے، اس کو سنبھال اور یہاں سے دفع ہوجا۔ کیونکہ وہ تو بے وقوف ہے اور تم نے بھی اس کو جذبات میں آ کر رد کر دیا تو وہ بگڑ جائے گا، تباہ ہوجائے گا۔ لہٰذا جذبات پر کنٹرول کرتے ہوئے حوصلے سے کام لو اور اس کو اچھی بات کہہ کر ٹال دو کہ بھائی! واقعی مال تیرا ہے، میں تو خادم ہوں، یہ آج بھی تیرا ہے اور کل بھی تیرا ہے۔ مگر اس بے وقوف کے حوالہ نہ کرو، یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، آگے فرمایا وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى اور امتحان لوتم یتیموں کا حَتّٰى إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ یہاں تک کہ جب وہ پہنچ جائیں نکاح کی مدت کو یعنی بالغ ہوجائیں تو تم ان کا امتحان لو فَإِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا پس اگر تم محسوس کروان سے بھلائی اور سمجھ فَادْفَعُوْا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ پس تم ان کو دے دوان کے مال ۔مطلب یہ ہے کہ یتیم جب تک بالغ نہ ہوں، اس وقت تک تو ان کا مال ان کے حوالے نہیں کرنا اور جب بالغ ہوجائیں تو سب سے پہلے ان کا امتحان لو۔ اور امتحان کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں، مثلاً: تم ان کو کچھ رقم دو اور کہو کہ بھائی! عزیز برخوردار! یہ رقم تو اپنے پاس رکھ اور یہ نہ بتاؤ کہ میں نے تجھے رقم کیوں دی ہے؟ پھر دیکھو کہ اس رقم کا وہ کیا کرتا ہے، دو چار ہفتوں کے بعد اس سے دریافت کرو کہ بھائی! تو نے اس رقم کا کیا کیا ہے؟ اگر سمجھ دار ہوگا تو اس نے اپنے فائدے کی کوئی چیز خریدی ہوگی، جوتا، کپڑا وغیرہ کوئی کتاب خریدی ہوگی یا رقم محفوظ ہوگی اور کہے گا کہ خرچ کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔ اور اگر بے وقوف ہوگا تو فلم یا تھیٹر دیکھنے گیا ہوگا اور کھاپی کے اڑادی ہوگی تو اس طرح تمہیں اندازہ ہوجائے گا کہ بے وقوف ہے یا سمجھ دار ہے۔

امتحان کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ یتیم کو کہو برخوردار! یہ رقم ہے، بازار سے جا کر اپنے لئے سوٹ

کا کپڑا لا، پھر اندازہ لگاؤ کہ مہنگا لایا ہے یا سستا لایا ہے، اچھا لایا ہے یا نکما۔ اس سے انسان کی عقل معلوم ہو جاتی ہے، اس لئے کہ سمجھ دار ہے تو کئی دکانیں گھوم پھر کر اچھا اور سستا کپڑا لائے گا اور اگر بے وقوف ہے تو نکما اور مہنگا لائے گا، اس کے علاوہ بھی امتحان کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ میں نے سمجھانے کے لئے یہ دو صورتیں بیان کی ہیں۔ امتحان کے بعد اگر سمجھو کہ سمجھ دار ہے اور نفع نقصان کو سمجھتا ہے تو پھر اس کا مال اس کے حوالے کر دو اور اگر سمجھو کہ بے وقوف ہے، سب کچھ اجاڑ دے گا اور تباہ کر دے گا تو پھر مال اس کے حوالے نہ کرو، چاہے کچھ کرتا اور کہتا پھرے۔ اور اس سلسلے میں جو تم اس پر محنت اور کوشش کرو گے، وقت خرچ کرو گے تو تمہیں جہاد کا ثواب ملے گا، کیونکہ جہاد کی بہت ساری قسمیں ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ تم اس کی اصلاح کے لئے جو کوشش کرو گے، یہ جہاد ہوگا اور ثواب ہوگا۔

حدیث میں آتا ہے ''اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ'' دین نام ہی خیر خواہی کا ہے، بغیر کسی لالچ اور طمع کے خیر خواہی کرتا ہے، خیال رکھتا ہے، دوسرے کے لئے ایثار کرتا ہے اور قربانی دیتا ہے، اس کو اپنے سے بڑا سمجھتا ہے، چاہے چھوٹا ہی کیوں نہ ہو، یہ دین کا خلاصہ ہے۔

وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اور نہ کھاؤ تم ان یتیموں کے مالوں کو حد سے بڑھتے ہوئے اور جلدی کرتے ہوئے۔ اسراف کا معنی ہے: ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا اور بدار کا معنی ہے: جلدی کرتے ہوئے یہ خیال کرتے ہوئے اَنْ يَّكْبَرُوْا کہ وہ بڑے ہو جائیں گے، پھر وہ ہمیں نہیں کھانے دیں گے اور اب بے سمجھ ہیں، ان کا مال کھا جاؤ، جس طرح کھا سکتے ہو، تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اس طرح نہ کرو وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا اور جو شخص غنی ہو، یعنی جو نگران اور سرپرست مالدار ہو فَلْيَسْتَعْفِفْ تو چاہئے کہ وہ یتیم کے مال کے کھانے سے بچے، اس حد تک بچے کہ اگر یتیم کی ہانڈی پکی ہے اور اس نے نمک چکھنا ہے تو نمک چکھ کر تھوک دو، حلق سے نیچے نہ اترے، مگر آج کل ایسے آدمی کہاں سے تلاش کرو گے، بڑا مشکل مسئلہ ہے تو نگران اور سرپرست غنی ہے تو وہ یتیم کے مال کھانے سے بچے۔

اور شریعت کی اصطلاح میں غنی صاحب نصاب کو کہتے ہیں۔ اور صاحب نصاب کی تعریف آپ کئی مرتبہ سن چکے ہیں کہ ایسا آدمی بھی صاحب نصاب ہے جس کے پاس سونا چاندی اور نقد پیسہ اور سامانِ

تجارت تو اگر چہ موجود نہیں ہے، مگر اس کے گھر میں فالتو سامان موجود ہے، یعنی ضرورت سے زائد سامان چاہے وہ چارپائیاں ہوں، کرسیاں ہوں، پلنگ ہوں یا برتن ہوں جو کہ عموماً استعمال میں نہیں آتے۔ کبھی کوئی مہمان آ گیا تو استعمال کر لئے، اس فالتو سامان کی قیمت اگر ساڑھے باون تولے چاندی کو پہنچ جاتی ہے تو ایسا شخص شرعی اور فقہی طور پر صاحب نصاب ہے اور غنی ہے۔ اگر مقروض نہ ہو۔ غنی صرف اس کو نہیں کہتے جو کہ کوٹھیوں اور کارخانے کا مالک ہو اور ایسے شخص پر قربانی بھی لازمی ہے اور فطرانہ بھی اور ایسا شخص زکوٰۃ بھی نہیں لے سکتا اور نہ فطرانہ، چاہے مرد ہے یا عورت ہے۔

بعض اوقات کوئی عورت بیوہ ہو جائے تو لوگ اس کو بیوہ ہونے کی وجہ سے کہ بچے اس کے یتیم ہو گئے ہیں، زکوٰۃ دے دیتے ہیں تو اس میں تفصیل ہے: اگر وہ بیوہ واقعۃً صاحب نصاب نہیں ہے اور یتیم بچے بھی صاحب نصاب نہیں ہیں تو پھر تو ان کو زکوٰۃ دینا صحیح ہے اور اگر اس کا خاوند اتنا مال چھوڑ گیا ہے کہ وہ صاحب نصاب ہے اور یتیم بچے بھی صاحب نصاب ہیں، کیونکہ ان کا باپ کافی مال چھوڑ گیا ہے تو ایسی بیوہ اور ایسے یتیم بچوں کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ قطعاً ادا نہیں ہوگی، کیونکہ وہ صاحب نصاب ہیں۔ نہ زکوٰۃ لے سکتے ہیں، نہ فطرانہ، صرف رشتہ داری نہیں دیکھنی کہ زکوٰۃ تو ہم نے دینی ہے، بھابھی کو دے دو، کیونکہ وہ بیوہ ہو گئی۔ بھائی! یہ بھی دیکھو کہ اس کو زکوٰۃ لگتی بھی ہے یا نہیں؟

بعض لوگ یتیم لڑکی یا غریب لڑکی کی شادی کے لئے زکوٰۃ دیتے ہیں، لہٰذا یہ مسئلہ بھی اچھی طرح سمجھ لینا، نمبر ایک اس غریب لڑکی کو زکوٰۃ کی رقم زکوٰۃ کہہ کر نہ دو، اگر چہ وہ زکوٰۃ کا مصرف ہے، کیونکہ بعض غیور طبیعتیں اس چیز کو گوارہ نہیں کرتیں اور تم دیتے وقت نیت زکوٰۃ ہی کی کرو، زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، اس کو بتانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، بے شک اس کو کہو کہ یہ تمہاری امداد ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس کو زکوٰۃ کتنی دینی ہے اور کس طرح دیں تو اس کا کام بھی ہو جائے اور زکوٰۃ بھی ادا ہو جائے، کیونکہ آج کل ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت تقریباً پانچ ہزار روپے اگر ایک آدمی نے اس لڑکی کو پانچ ہزار روپے دے دیئے تو وہ صاحب نصاب ہو گئی، اب وہ زکوٰۃ نہیں لے سکتی، جب دوسرا آدمی اس کو زکوٰۃ کی رقم دے گا تو اس کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، تیسرا دے گا، چوتھا دے گا، اس کی

بھی زکوۃ ادا نہیں ہوگی تو اس کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ زکوۃ کی رقم اس کی ضرورت کے مطابق اکٹھی کرلی جائے اور اس کو یکمشت دے دی جائے تو سب کی زکوۃ ادا ہو جائے گی۔ یہ مسائل ہر وقت پیش آتے رہتے ہیں، ان کو اچھی طرح سمجھ لیں اور یاد کرلیں۔

پھر یہ بھی دیکھنا ہے کہ وہ لڑکی سادات میں سے تو نہیں ہے، اگر سادات میں سے ہے تو اس کو بھی زکوۃ نہیں لگے گی اور پانچ بیٹوں کی اولاد کو سادات کہا جاتا ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عقیل رضی اللہ عنہ، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ، حضرت حارث رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب، یہ سادات ہیں، ان میں سے کسی کو کسی وقت بھی زکوۃ نہیں لگتی، نہ قسم کا کفارہ، نہ فطرانہ اور نہ عشر۔

زکوۃ ادا کرنے سے پہلے یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ زکوۃ کس کو دوں تو ادا ہو جائے گی، صرف زکوۃ دے دینے سے کوئی ذمہ سے فارغ نہیں ہو جاتا، بلکہ تحقیق کرنا ضروری ہے کہ جس کو زکوۃ کی رقم دے رہا ہوں، وہ اس کا مصرف بھی ہے یا نہیں؟ کیونکہ آج کل جو حالات ہیں، لینے والا نہیں بتائے گا کہ میں مصرف ہوں یا نہیں۔

آگے فرمایا وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا اور جو شخص محتاج ہے، فقیر ہے اور فقیر کی تعریف کرتے ہیں کہ "من لایملک قوت یومه" جس کے پاس ایک دن کی خوراک بھی نہ ہو اور یہ فقیر یتیم کا نگران ہے فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ پس چاہئے کہ وہ کھائے دستور کے مطابق۔ دستور کا مطلب یہ ہے کہ وہ عام حالات میں ایسے ماحول میں جو کھاتا ہے، وہی کچھ کھائے۔ اگر وہ ایسے حالات میں دال کھاتا ہے تو یتیم کے مال سے گوشت نہیں کھا سکتا۔ معروف کا معنی عرف کا ہے کہ ایسے حالات میں اس موقع پر وہ کیا کھاتا ہے؟ دال کھاتا ہے تو دال کھائے، سبزی کھاتا ہے تو سبزی کھائے اور کھانا بھی ایک آدھ موقع پر ہے، ایسا نہیں کہ ہر وقت یتیم کے سر چڑھا رہے اور اس کی جان اس وقت چھوڑے، جب اس کی ساری رقم ختم ہو جائے۔ اپنے کھانے پینے کے لئے الگ محنت کرنی چاہئے، مسلمان کے لئے ایک دن بھی فارغ رہنا گناہ کی بات ہے۔

نوجوانو! ہڈحرام ہونا بہت بڑا گناہ ہے، مسلم شریف کی روایت میں آتا ہے "كَفٰى بِالْمَرْءِ إِثْمًا" "آدمی کے گناہ گار ہونے کے لئے کافی ہے کہ گھر کے افراد تو روٹی کو ترسیں اور یہ پتنگیں اڑائے، کبوتروں

کے پیچھے دوڑے اور گیموں کے پیچھے پڑا رہے۔ یعنی نکما ہونا بڑا گناہ ہے۔ ہاں! کوئی بیمار ہے، اندھا ہے، لنگڑا ہے، لولا ہے تو اس کا مسئلہ جدا ہے اور اگر دیانت داری کے ساتھ کوشش کرتا ہے، مگر مزدوری نہیں ملتی تو اس کا مسئلہ بھی جدا ہے، یعنی یہ گنہگار نہیں ہوگا۔ تو دوسروں پر بوجھ بن کر رہنا گناہ ہے اور یہ اسلام کا اصول ہے کہ لڑکا جب بالغ ہو جائے تو اس کو اپنے مال پر چھوڑ دو، کمائے اور کھائے۔ مگر آج اکثر اس اصول کے خلاف ہو رہا ہے اور مسلمانوں کے بچے کھیل کود میں وقت ضائع کرتے ہیں اور ماں باپ کا سر کھاتے ہیں، جان نہیں چھوڑتے، اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ مسلمان کو مسلمان ہونا چاہیے۔

اور دستور کا یہ معنی بھی ہے کہ وہ اپنی خدمات کا جائز اور بقدرِ ضرورت معاوضہ لے، یعنی یتیم اگر اپنے باپ کے کاروبار کو نہیں چلا سکتا تو اس کی نگرانی کرے اور جائز معاوضہ لے۔ محض یتیم کا مال سمجھ کر ہضم کرنے کی کوشش نہ کرے فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ پس جب تم ان کو دو ان کے مال۔ یعنی جب تم یتیموں کا مال ان کے حوالے کرو فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ پس تم گواہ بنالو ان پر۔ یعنی جب تم یتیموں کا مال واپس کرو تو گواہ بنالو کہ اتنا مال میں نے واپس کر دیا ہے۔

اصل یہ ہے کہ جب یتیموں کا مال تمہارے پاس آئے تو اس وقت بھی گواہ بناؤ کہ کہ ان کا اتنا مال میرے پاس ہے اور جب یتیم بالغ ہو جائیں اور ان کا مال ان کے حوالے کرو تو بھی گواہ بناؤ اور پوری تفصیل سامنے رکھو کہ: کل مال اتنا تھا، اس میں اتنا کھانے پینے پر خرچ ہوا ہے اور اتنا ان کی تعلیم پر خرچ ہوا ہے اور اتنا ان کے علاج معالجے پر خرچ ہوا ہے اور اتنا مال باقی ہے، یہ دیکھ لو، میں ان کے حوالے کر رہا ہوں، فرمایا ایک اور بات بھی یاد رکھنا وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا اور کافی ہے اللہ حساب لینے والا، سب کچھ اس کے علم میں ہے، جو کچھ کر رہے ہو، سوچ سمجھ کر کرو، کیونکہ رب تعالیٰ کے سامنے پیش ہونا ہے۔

آگے ایک اور مسئلہ ہے، وہ یہ کہ زمانۂ جاہلیت میں عورتوں کو وراثت سے حصہ نہیں ملتا تھا، کہتے تھے کہ عورتیں چونکہ صنف نازک ہیں، لڑ نہیں سکتیں، اس لئے ان کا وراثت میں کوئی حق نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مردوں کے لئے حصہ ہے مِّمَّا اس مال سے تَرَكَ الْوَالِدٰنِ جو چھوڑ گئے ہیں ماں باپ وَالْاَقْرَبُوْنَ اور قریبی رشتہ داروں نے چھوڑا ہے وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ اور عورتوں کے لئے بھی حصہ

ہے مِمَّا اس مال سے تَرَكَ الْوَالِدٰنِ جو چھوڑ گئے ہیں ماں باپ وَالْاَقْرَبُوْنَ اور قریبی رشتہ داروں نے چھوڑا ہے مِمَّا اس مال سے قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ تھوڑا اس مال سے یا زیادہ ہو، اس میں ان کا باقاعدہ حصہ ہے، یعنی جس چیز کے ماں باپ مالک تھے، چاہے وہ سوئی کا دھاگہ ہی کیوں نہ ہو، عورت کا اس میں حصہ ہے۔ اسی طرح بھائی فوت ہوگیا ہے، بہن فوت ہوگئی ہے، اس میں عورتوں کا باقاعدہ حصہ ہے، کئی لوگ یہ داؤ کھیلتے ہیں کہ بہن نے معاف کردیا ہے۔ بھائی! یہ کیسی معافی ہے کہ ابھی اسے ملا تو کچھ ہے نہیں، معاف اس نے پہلے کردیا ہے، بھائی! پہلے اس کے حوالے کر، زمین وغیرہ کی رجسٹری اس کے نام کراؤ، انتقال ہوجائے اور اس کا قبضہ ہوجائے، پھر چند سال وہ اس سے فائدہ اٹھائے، پھر وہ تمہیں دے تو ٹھیک ہے۔ جب اس کے ہاتھ میں ہے ہی کچھ نہیں، اس نے معاف کیا کرنا ہے؟ یہ تو ایسے ہی ہے کہ میں تمہیں کہتا ہوں کہ میں نے سارا پاکستان تمہیں دے دیا ہے تو اس کا کیا معنی ہے؟ یہ تو رب تعالیٰ سے بھی داؤ کھیلنا ہے اور مخلوق سے بھی۔ فرمایا نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا حصہ ہے طے شدہ اور ان حصوں کی تفصیل اگلے رکوع میں آ رہی ہے۔

وَ اِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۸﴾ وَ لْیَخْشَ الَّذِیْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّیَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَیْهِمْ فَلْیَتَّقُوا اللّٰهَ وَ لْیَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا ﴿۹﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَ سَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا ﴿۱۰﴾

لفظی ترجمہ:

وَ اِذَا حَضَرَ اور جب حاضر ہوں الْقِسْمَةَ تقسیم کے وقت اُولُوا الْقُرْبٰى قریبی رشتہ دار وَ الْیَتٰمٰى اور یتیم وَ الْمَسٰكِیْنُ اور مسکین فَارْزُقُوْهُمْ تو دوان کو تم مِّنْهُ اس مال میں سے وَ قُوْلُوْا لَهُمْ اور کہو ان کو قَوْلًا مَّعْرُوْفًا بات بھلی وَ لْیَخْشَ الَّذِیْنَ اور چاہیے کہ ڈریں وہ لوگ لَوْ تَرَكُوْا اگر چھوڑیں وہ مِنْ خَلْفِهِمْ اپنے پیچھے ذُرِّیَّةً ضِعٰفًا اولاد کمزور خَافُوْا عَلَیْهِمْ خوف ہوگا ان کو ان کے بارے میں فَلْیَتَّقُوا اللّٰهَ پس چاہیے کہ وہ ڈریں اللہ تعالیٰ سے وَ لْیَقُوْلُوْا اور چاہیے کہ کہیں قَوْلًا سَدِیْدًا بات درست اِنَّ الَّذِیْنَ بے شک وہ لوگ یَاْكُلُوْنَ جو کھاتے ہیں اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى یتیموں کا مال ظُلْمًا زیادتی کرتے ہوئے اِنَّمَا پختہ بات ہے یَاْكُلُوْنَ کھاتے ہیں (بھرتے ہیں) فِیْ بُطُوْنِهِمْ اپنے پیٹوں میں نَارًا آگ وَ سَیَصْلَوْنَ اور عنقریب داخل ہوں گے سَعِیْرًا بھڑکتی ہوئی آگ میں۔

اس سے پہلے آیت کریمہ میں بیان ہوا تھا کہ ماں باپ اور قریبی رشتہ دار جن سے وراثت کا حصہ مل سکتا ہے جو مال چھوڑ جائیں اس میں مردوں کا بھی حصہ ہے اور عورتوں کا بھی حصہ ہے، چاہے مال تھوڑا ہو یا زیادہ ہو اور یہ حصہ طے شدہ ہے۔ آگے ان حصوں کی تفصیل بیان ہو رہی ہے اور اس سے پہلے غیر وارث رشتہ دار اور یتیم، مسکین اور غرباء سے حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔ کیونکہ جب وراثت کا مال تقسیم کیا جاتا ہے تو ایسے موقع پر عموماً قریبی رشتہ دار آ جاتے ہیں کہ دیکھو کس طرح تقسیم کرتے ہیں اور یتیم مسکین بھی اس امید پر آ جاتے ہیں کہ شاید ہمیں بھی کچھ مل جائے تو اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا حکم ہے وَ اِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اور جب حاضر ہوں وراثت کی تقسیم کے وقت اُولُوا الْقُرْبٰى قریبی رشتہ دار اور ہوں وہ بڑے غریب وَ الْیَتٰمٰى اور یتیم یعنی تقسیم کے وقت اپنی برادری یا محلے یا اپنے قصبے سے یتیم بچے بھی آ جائیں وَ الْمَسٰكِیْنُ اور مسکین آ جائیں فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ تو دوان کو تم اس مال میں سے جو مرنے والے نے چھوڑا ہے، مگر اس موقع پر

غریبوں، مسکینوں اور یتیموں کو کچھ دینے میں تفصیل ہے کہ ایک تو اس وقت تمام وارث موجود ہوں، کیونکہ اگر ان میں سے ایک بھی غیر حاضر ہوا تو مشترکہ مال میں سے کسی کو کچھ نہیں دیا جاسکتا۔

دوسری شرط یہ ہے کہ ان میں سے کوئی نابالغ نہ ہو، کیونکہ نابالغ کی اجازت کی شریعت میں کوئی حیثیت نہیں ہے، چاہے وہ دیکھا دیکھی یا شرم کی وجہ سے کہہ بھی دے کہ میرے حصے میں سے بھی دے دو۔

تیسری شرط یہ ہے کہ سب کے سب یتیموں، مسکینوں کو دینے پر راضی ہوں، اگر بعض راضی ہوں اور بعض راضی نہ ہوں، پھر بھی نہیں دے سکتے۔ یہ تین بنیادی شرطیں ہیں، اگر یہ پائی جائیں تو تقسیم سے پہلے یتیموں، مسکینوں کو دیا جاسکتا ہے اور تقسیم کے بعد تو ہر ایک اپنے حصے کا مالک بن جائے گا، پھر اپنی ملک میں جو چاہے کرے اور اگر غریبوں مسکینوں کو نہیں دے سکتے تو وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا اور کہو ان کو بھلی بات، مثلاً: ان کو کہو کہ بھائی! ہم مشترکہ مال میں سے دینے کے مجاز نہیں ہیں، کیونکہ کچھ وارث غیر حاضر ہیں یا یہ کہو کہ بھائی! وارثوں میں سے کچھ نابالغ بچے ہیں، اس لئے دینے کے مجاز نہیں ہیں یا اس واسطے دینے کے مجاز نہیں ہیں کہ کچھ راضی ہیں اور کچھ راضی نہیں ہیں، نہ دینے کی وجہ ضرور بیان کریں۔ کیونکہ اگر وجہ نہ بیان کی تو ان کے دل میں آئے گا کہ انہوں نے ہمیں بالکل ٹھکرا دیا ہے۔

اور مسئلہ یہ ہے کہ جب بھی کسی کو بات سے شبہ پیدا ہو یا اس کے کام سے کسی کو وہم پیدا ہوتا ہو تو اس کا فرض ہے کہ وہم کو دور کرے، تاکہ لوگوں کے دلوں میں شبہ نہ رہے، چنانچہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں اعتکاف بیٹھے ہوئے تھے، عشاء کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں کسی خانگی مسئلے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں، باقی تو چلی گئیں، مگر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا دیر تک بیٹھی رہیں، خاصی رات گزر گئی، معمولی سی چاندنی تھی، جب جانے کا ارادہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں دروازہ کے قریب کھڑا ہوتا ہوں تو میری نگرانی میں چلی جا، کیونکہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے کمرے مسجد نبوی کے ساتھ لین میں تھے، جن کو حجرات کہا گیا ہے، قرآن پاک میں مستقل سورت ہے ''سورت الحجرات'' مسجد نبوی کے ساتھ پہلا کمرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا تھا، دوسرا حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا تھا، تیسرا حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا تھا، چوتھا حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا تھا اور

وہیں حضرت صفیہ کا کمرہ بھی تھا تو آپ کھڑے رہے اور وہ چلی گئیں، اتنے میں حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبادہ بن بشر رضی اللہ عنہ آ گئے، یہ دونوں گہرے دوست تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کون ہو؟ ان دونوں نے اپنے نام بتائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے قریب آ جاؤ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے دیکھا ہے کہ ایک عورت ابھی میری نگرانی میں گئی ہے، انہوں نے کہا کہ ہاں دیکھی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: وہ میری بیوی صفیہ تھی، انہوں نے کہا: سبحان اللہ! حضرت! کیا ہمیں یہ بھی کوئی وہم ہو سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رات کو کوئی اجنبی عورت آئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''إن الشیطن یجری من الإنسان مجری الدم'' جہاں تک انسان میں خون کا دوران ہوتا ہے، وہاں تک شیطان کا بھی دورہ ہوتا ہے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ ممکن ہے شیطان یہ وسوسہ ڈالے کہ یہ عورت کون تھی؟ اور رات کو کیوں آئی؟ اس لئے میں نے خود اس وہم کا ازالہ کر دیا ہے کہ وہ میری بیوی صفیہ تھی، دوسری بھی آئی تھیں، مگر چلی گئیں، اس کا کام زیادہ تھا، یہ بیٹھی رہی۔ تو بخاری شریف کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی کے قول یا فعل سے کسی کو شبہ پیدا ہوتا ہو تو اس کا فرض ہے کہ وہ خود اس کو دور کر دے اور اپنا دفاع کرے۔

تو مسئلہ یہ بیان ہو رہا تھا کہ اگر یتیموں مسکینوں کو دینا کچھ نہیں ہے تو ان کو اس کا سبب اور صحیح بیان کر دو، جس طرح کہ پہلے بیان ہوا ہے اور یاد رکھنا یتیموں کے مال کے متعلق بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ کتنی احتیاط کی ضرورت ہے؟ اس کا انداز اس مسئلہ سے لگائیں کہ یتیم بچہ ہے، اس کے کپڑے ہیں، آیا اس کے کپڑے صرف پہننے کے لئے کسی اور بچے کو دیئے جا سکتے ہیں یا نہیں؟ یا اس کے کپڑے فالتو ہیں یا بچہ بڑا ہو گیا ہے اور کپڑے چھوٹے ہو گئے ہیں تو یہ کپڑے کسی اور بچے کو دیئے جا سکتے ہیں یا نہیں؟ تو فقہاء کرام نے اس سلسلے میں خاصی بحث کی ہے۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ نہیں دیئے جا سکتے، کیونکہ کپڑے ان یتیموں کی ملک ہیں اور ان کی ملک میں چیز آ تو سکتی ہے، ملک سے نکل نہیں سکتی، کیونکہ بالغ ہونے سے پہلے وہ اجازت دینے کے بھی اہل نہیں ہیں۔ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ ان کا سرپرست ان کے فالتو کپڑے یا وہ کپڑے جو چھوٹے ہو گئے ہیں، اپنے بچے یا کسی اور بچے کو دے دیں تو وہ اس کا مجاز ہے۔ بہرحال بڑا ٹیڑھا مسئلہ

ہے، ہم نے تو دینی مسائل سمجھے ہی نہیں ہیں، بڑی باریکیاں ہیں، فرمایا: وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ اور چاہیے کہ ڈریں وہ لوگ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا اگر چھوڑیں وہ اپنے پیچھے اولاد کمزور خَافُوْا عَلَيْهِمْ خوف ہوگا ان کو ان کے بارے میں۔

اللہ تعالیٰ نے بات سمجھائی ہے کہ تمہارے پاس جو لوگوں کے یتیم بچے آئے ہیں یا مسکین اور محتاج آئے ہیں اس امید پر کہ ہمیں کچھ ملے گا اس کو تم اس طرح سمجھو کہ تم فوت ہو گئے ہو اور تمہارے یتیم بچے پیچھے رہ گئے ہیں اور ہیں بھی کمزور کہ وہ کما بھی نہیں سکتے اور غریب بھی ہیں، وہ اگر کسی کے دروازے پر جائیں اور ان کو کچھ نہ ملے اور محروم اور خالی ہاتھ واپس آئیں تو سوچو تمہارے دل پر کیا گزرے گی؟ کوئی صدمہ یا دکھ ہوگا یا نہیں؟ اسی طرح دوسروں کے یتیموں کا بھی دکھ محسوس کرو اور بلاوجہ تمہارے پاس سے محروم نہ جائیں، خالی ہاتھ جائیں تو کسی معقول وجہ سے جائیں، بلکہ بہتر یہ ہے کہ اگر مشترکہ مال میں سے کسی وجہ سے نہیں دیا جا سکتا تو انتظار میں بٹھا دیں، جب مال تقسیم ہو جائے تو جس مال کے تم مالک بن گئے ہو اور عاقل بالغ ہو، دینے کے مجاز ہو، اس میں سے ان کو دے کر بھیجو، خالی ہاتھ نہ بھیجو اور ان سے ہمدردی کرو فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ پس چاہیے کہ وہ ڈریں اللہ تعالیٰ سے وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا اور چاہیے کہ کہیں بات درست اور معقول۔ یعنی ان کو معقول طریقے سے سمجھا دیں، جھڑکیں نہیں، تاکہ ان کے دلوں میں وہم اور کدورت پیدا نہ ہو، آگے اور سخت مسئلہ ہے، اس کو اچھی طرح سمجھنا اور اس پر عمل بھی کرنا، صرف برادریاں نہ پالنا۔

فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى جو کھاتے ہیں یتیموں کا مال ظُلْمًا زیادتی کرتے ہوئے شریعت کے قاعدوں سے تجاوز کرتے ہوئے، کیونکہ شریعت یتیموں کے مال کو کھانے کی اجازت نہیں دیتی اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا پختہ بات ہے کھاتے ہیں، ڈال رہے ہیں اپنے پیٹوں میں دوزخ کی آگ، یہ بوٹیاں نہیں، آگ کے انگارے ہیں جو کھا رہے ہیں، معاف رکھنا یتیم کا مال سارے ہی کھاتے ہیں اور کھاتے کس طرح ہیں؟ وہ اس طرح کہ مثلاً: ایک آدمی فوت ہو گیا اور اس کے وارثوں میں چھوٹے بچے بچیاں بھی ہیں اور ابھی وراثت تقسیم نہیں ہوئی اور اس مال میں سے تیجا، ساتواں،

دسواں ہوتا ہے، چالیسواں بھی ہوتا ہے اور تم کھاتے ہو، برسی ہوتی ہے اور تم کھاتے ہو، یہ قطعی حرام ہے، دوزخ کی آگ پیٹ میں ڈالتے ہو، کیونکہ ایسا تو ہمارے علاقے میں ہے ہی نہیں کہ وفات کے ساتھ ہی شرعی طور پر وراثت تقسیم کر دیں۔ میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھا، البتہ ایسے دو چار آدمی میرے ذہن میں ہیں کہ جنہوں نے مرنے سے پہلے اپنا مال وارثوں میں تقسیم کر دیا ہے تو تقسیم سے پہلے اس مال میں سے تیجے، ساتویں، دسویں، چالیسویں پر یا اس میں سے خیرات کریں گے یا جمعرات کو کھانا دیں گے، یہ جو بھی کھائے گا حرام کھائے گا اور یہ تمام فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کا اتفاقی مسئلہ ہے، اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے اور احمد رضا خان بریلوی جو بریلوی حضرات کے امام ہیں، ان کا بھی یہی فتویٰ ہے کہ یتیم کا مال کھانا حرام ہے اور کھا سارے رہے ہیں، کیا مولوی یا قاری یا پیر یا حافظ یا حاجی، کیا چوہدری یا ماموں، کیا چچے، سارے ہی چاٹ جاتے ہیں۔

ایک ہے تیجے، ساتویں اور دسویں کی تعیین کرنا یہ بدعت ہے۔ یہ علیحدہ مسئلہ ہے اور مشترکہ مال میں سے صدقہ خیرات حرام ہے، یہ الگ مسئلہ ہے اور یہ مسئلہ لوگوں کو سمجھانا بڑا جہاد ہے اور یہ جہاد بھی تم ضرور کرنا۔ چونکہ صدیوں سے یہ ہندوانہ رسمیں لوگوں کے ذہنوں میں موجود ہیں، اس لئے ان کا چھوڑنا خاصا مشکل ہے۔

میں کہتا ہوں اس محاذ سے جس پر بندوق لے کر کافروں کے مقابلے میں لڑنا ہے، یہ محاذ اس سے زیادہ سخت ہے، کیونکہ ساری برادری کے طعنے سنے اور پھر بھی کہے کہ نہیں کھاؤں گا، کیونکہ اس میں یتیم کا مال ہے، البتہ فوتگی کے موقع پر عزیز رشتہ دار جو کھانا پکاتے ہیں وہ کھانا جائز ہے اور ایسے موقع پر کھانا پکا کر بھیجنا سنت ہے، چنانچہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ موتہ کے مقام پر شہید ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر والوں کو فرمایا ''اِصْنَعُوْا لِآلِ جَعْفَرَ طَعَاماً فَإِنَّهُمْ قَدْ أَتَاهُمْ مَّا يُشْغِلُهُمْ'' کہ جعفر رضی اللہ عنہ کے گھر والوں کے لئے کھانا تیار کر کے بھیجو، کیونکہ ان کو صدمہ ہے۔ تو ایسا کھانا غریب امیر سب کھا سکتے ہیں، قریب سے آیا ہوا بھی کھا سکتا ہے اور دور سے آیا ہوا بھی کھا سکتا ہے، لیکن تیجے، ساتویں اور دسویں کے لئے تو کوئی پکا کر نہیں بھیجتا، یہ تو مرنے والے کے مال سے پکتا ہے، اس واسطے اس روٹی اور اس روٹی میں بڑا

فرق ہے۔

ایک اور مسئلہ بھی سمجھ لیں، وہ یہ کہ جو آدمی جنازہ میں شریک ہو گیا ہے، اس کو الگ تعزیت کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اس کا فرض ادا ہو گیا ہے، لیکن بعض دفعہ آدمی سفر پر ہوتا ہے یا اور کسی وجہ سے اس کو علم نہیں ہوتا اور وہ جنازے میں شریک نہیں ہو سکتا، تو وہ بعد میں تعزیت کے لئے جا سکتا ہے تو اس موقع پر دقت پیش آ سکتی ہے، وہ اس طرح کہ جب تعزیت کے لئے دور کسی جگہ پر جائے گا تو روٹی بھی کھانی ہے اور وہ کھلائیں گے بھی تو اب آدمی کیا کرے؟ تو اس سلسلے میں پہلی بات تو یہ ہے کہ ان کو مسئلہ سمجھائے اور بات واضح کروا دے کہ چونکہ تمہارا مال شرعی طور پر وارثوں میں تقسیم نہیں ہوا اور میں مشترکہ مال میں سے کھا نہیں سکتا، اس لئے ناراض نہ ہوں، البتہ عورتیں ضد کی بڑی پکی ہوتی ہیں اور مسائل بھی کم سمجھتی ہیں، لہٰذا اگر کوئی عورت ضد کر جائے کہ تو نے روٹی کھا کر جانا ہے تو ایسی مجبوری کی حالت میں کھانا کھا لے، مگر جتنی روٹی کھائی ہے، اس سے زائد پیسے ان کے کسی بچے یا گھر کے کسی فرد کو دے دے تو یہ معاوضہ ہو جائے گا اور حرام سے بچ جائے گا، لیکن ہے بڑا جہاد کہ ڈٹ جائے اور رسموں کو چھوڑ دے۔

میرے خیال میں حاجی فخر الدین صاحب مرحوم گکھڑ میں پہلے شخص تھے کہ جب ان کے پوتے کو دفنانے کے بعد دعا کی گئی تو انہوں نے اعلان کیا کہ ہم نے کوئی تیجا یا ساتواں نہیں کرنا اور نہ ہی کوئی اس ارادے سے ہمارے گھر آئے، میں بھی وہاں موجود تھا، ان کی برادری کے کچھ آدمیوں نے کہا کہ پھر تو ہمارے سے کٹ گیا ہے نا، علیحدہ ہو گیا ہے، اللہ تعالیٰ حاجی صاحب کی مغفرت فرمائے، بڑے تیز مزاج تھے، کہنے لگے: اگر اس بات سے میں الگ ہو گیا ہوں تو مجھے الگ ہی رہنے دو، بڑے جہاد کی بات ہے اور لوگ بڑے عجیب ہیں کہ جنازہ تو مجھ سے پڑھواتے ہیں اور گھر جا کر اعلان کرتے ہیں کہ کل قل شریف ہوں گے یا پرسوں ہوں گے، بھائی! یا تو مجھ سے جنازہ نہ پڑھوا، یا قلوں کا اعلان نہ کرو، پھر مجھے آج تک یہ بات سمجھ نہیں آئی کہ اس کا نام ایصالِ ثواب ہے، بھائی! ایصالِ ثواب کے کھانے کے مستحق تو غریب اور محتاج ہیں، یہ چچا کیوں کھا گیا؟ دادا کیوں کھا گیا؟ سسر کیوں کھا گیا؟ داماد کیوں کھا گیا؟ چوہدری کیوں کھا گیا؟ یہ ایصالِ ثواب کے کیا لگتے ہیں؟ یہ سب خالص رسمیں ہیں اور کھانے کے حیلے بہانے ہیں، ان سے بچو اور

بہتر یہ ہے کہ جب قبر پر دعا ہو، اعلان کردو کہ ہم نے کوئی رسم وغیرہ نہیں کرنی، جس نے قرآن کریم پڑھنا ہو اپنے گھر پڑھ لے، مسجد میں بیٹھ کر پڑھ لے، جہاں چاہے پڑھے، ہر جگہ پڑھا جاسکتا ہے، مگر ایسے مجاہد بہت کم ہیں، جو اتنی ہمت کریں، ایک دوسرے سے شرم کرتے ہیں، وہ کہتا ہے شاید وہ اعلان کردے اور وہ کہتا ہے کہ شاید وہ کردے۔ تو مسئلہ یہ بیان ہو رہا تھا کہ جو لوگ یتیموں کا مال کھاتے ہیں، وہ پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا اور وہ عنقریب داخل ہوں گے بھڑکتی ہوئی آگ میں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب ہوگا کہ یہ یتیموں کا مال کھا گئے ہیں، میں نے تمہیں مسئلہ کھول کر سمجھا دیا ہے، آگے تمہاری گور گردن ہے۔

یُوْصِیْكُمُ اللّٰهُ فِیْۤ اَوْلَادِكُمْۗ-لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِۚ-فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَیْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَۚ-وَ اِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُؕ-وَ لِاَبَوَیْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌۚ-فَاِنْ لَّمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّ وَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُۚ-فَاِنْ كَانَ لَهٗۤ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِیَّةٍ یُّوْصِیْ بِهَاۤ اَوْ دَیْنٍؕ-اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًاؕ-فَرِیْضَةً مِّنَ اللّٰهِؕ-اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا حَكِیْمًا(۱۱)

لفظی ترجمہ:

یُوْصِیْكُمُ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ تمہیں تاکیدی حکم دیتے ہیں فِیْۤ اَوْلَادِكُمْ تمہاری اولاد کے بارے میں لِلذَّكَرِ مرد کے واسطے مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ دو عورتوں کے حصے کے برابر ہے فَاِنْ كُنَّ پس اگر وہ نِسَآءً عورتیں فَوْقَ اثْنَتَیْنِ دو سے زیادہ ہوں فَلَهُنَّ پس ان عورتوں کے لئے ثُلُثَا دو تہائی ہیں مَا تَرَكَ اس مال میں سے جو مرنے والے نے چھوڑا ہے وَ اِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً اور اگر ہے وہ ایک لڑکی فَلَهَا النِّصْفُ تو اس کے لئے ہے کل جائیداد کا آدھا حصہ وَ لِاَبَوَیْهِ اور مرنے والے کے والدین کے لئے لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا ان میں سے ہر ایک کے لئے السُّدُسُ چھٹا حصہ ہے مِمَّا تَرَكَ اس مال میں سے جو مرنے والے نے چھوڑا ہے اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ اگر ہے اس کی اولاد فَاِنْ لَّمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ پس اگر نہیں مرنے والے کی اولاد وَّ وَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ اور اس کے وارث اس کے ماں باپ ہیں فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ پس اس کی ماں کے لئے ہے تیسرا حصہ فَاِنْ كَانَ لَهٗۤ اِخْوَةٌ پس اگر ہیں مرنے والے کے بہن بھائی فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ تو اس کی ماں کے لئے ہے چھٹا حصہ مِنْۢ بَعْدِ وَصِیَّةٍ وصیت کے بعد یُّوْصِیْ بِهَاۤ جو وصیت اس نے کی ہے اَوْ دَیْنٍ یا قرضہ ادا کرنے کے بعد اٰبَآؤُكُمْ تمہارے باپ دادا ہیں وَ اَبْنَآؤُكُمْ اور تمہارے بیٹے ہیں لَا تَدْرُوْنَ تم نہیں جانتے اَیُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ان میں سے کون زیادہ قریب ہے تمہارے لئے نفع پہنچانے کے اعتبار سے فَرِیْضَةً مِّنَ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کیا ہوا فریضہ ہے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ كَانَ عَلِیْمًا ہے جاننے والا حَكِیْمًا حکمت والا۔

تشریح:

وہ ضروری اور اہم مسائل جن میں پہلے بھی کوتاہی ہوتی تھی اور اب بھی کوتاہی ہوتی ہے، ان میں سے ایک وراثت کا مسئلہ بھی ہے، اس کے متعلق بڑا سخت حکم ہے کہ مرنے والے کے جو شرعی وارث ہیں ان کو قرآن وسنت کے مطابق حصہ دو، لیکن لوگ اس کی پرواہ نہیں کرتے۔ لہٰذا مرنے والے نے جو مال چھوڑا ہے اس کے متعلق جو ضروری باتیں ہیں وہ سمجھ لیں۔ مسئلہ اس طرح ہے کہ جب کوئی آدمی فوت ہو جائے تو اس کے فوت ہو جانے کے بعد سب سے پہلے اس کے مال میں سے جو اس نے چھوڑا ہے سنت کے مطابق کفن دفن کا انتظام کیا جائے گا، کیونکہ یہ سب سے مقدم ہے، اس میں کفن کا کپڑا، غسل دینے کی اجرت اور قبر کھودنے کی اجرت ہے، کیونکہ ظاہر بات ہے کہ کفن کے کپڑے پر پیسے خرچ ہوں گے، اسی طرح اگر غسل کوئی مفت دینے کے لئے تیار نہیں ہے تو اس کو اجرت دینا بھی جائز ہے، چاہے مرد ہو یا عورت ہو اور اگر غسل مفت کرادے تو اس کا بڑا ثواب ہے۔

مجمع الزوائد حدیث کی کتاب ہے، اس میں صحیح سند کے ساتھ یہ روایت موجود ہے کہ میت کو غسل دینے والے اور اس کے بدن میں جو عیب ہیں ان کو چھپانے والے کے چالیس کبیرہ گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔ اسی طرح قبر کھودنے کا بھی بڑا ثواب ہے، بشرطیکہ مفت میں بنائے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو شخص میت کی قبر کھودے گا، جس میں اس کو دفن کیا جائے گا، یوں سمجھو کہ اس نے اس کو ساری عمر کے لئے مکان بنادیا ہے۔ لیکن اگر کوئی مفت میں نہیں کھودتا تو اس کو اجرت دینا بھی جائز ہے۔ لہٰذا سب سے پہلے مرنے والے کے ترکہ سے کفن دفن کا انتظام ہوگا اور خوشبو اور کافور وغیرہ بھی اس میں شامل ہے۔ دوسرے نمبر پر اس کے ذمہ قرض ہے، وہ اتارا جائے گا۔ یہاں تک کہ اگر اس نے بیوی کا حق مہر زندگی میں ادا نہیں کیا تو وہ بھی ادا کیا جائے گا۔ تیسرے نمبر پر اس نے جو جائز وصیت کی ہے، اس کو پورا کیا جائے گا، کیونکہ اس کو اپنی جائیداد کے تیسرے حصے میں وصیت کرنے کا حق ہے، چاہے وہ جائیداد منقولہ ہو یا غیر منقولہ ہو، اس میں وصیت کرسکتا ہے کہ بھائی! میرے ترکہ میں سے مسجد بنادینا یا مدرسہ بنانا یا فلاں کو اتنے پیسے دے دینا، بشرطیکہ وہ شرعی وارث نہ ہو۔ یعنی جائز کاموں کی وصیت کرسکتا ہے تو اب ترتیب اس طرح ہوئی کہ مرنے والے کے متروکہ مال میں سے سب سے پہلے کفن دفن کا انتظام ہوگا،

اس کے بعد اس کا قرض اتارا جائے گا، پھر اس کی وصیت پوری کی جائے گی، چوتھے نمبر پر اس کی وراثت شرعی وارثوں میں تقسیم کی جائے گی، کچھ وارثوں کا ذکر تو آج کی آیت کریمہ میں ہے اور کچھ وارثوں کا ذکر کل آئے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ!۔

ایک اور ضروری بات بھی یہاں پر سمجھ لیں، وہ یہ کہ پانچ چیزیں اور سبب ایسے ہیں کہ جن کی وجہ سے آدمی وراثت سے محروم ہو جاتا ہے۔ اگر وہ اسباب نہ ہوں تو کوئی آدمی وراثت سے محروم نہیں ہوسکتا۔ وہ اسباب یہ ہیں: نمبر ایک: اختلاف دین ہے کہ مثلاً: باپ مسلمان ہے اور بیٹا کافر ہوگیا تو یہ کافر بیٹا باپ کی وراثت سے محروم ہوگیا یا اس کا الٹ ہو کہ بیٹا مسلمان ہے اور باپ کافر ہے تو اس مسلمان بیٹے کو کافر باپ کی وراثت نہیں مل سکتی اور یہ بات بھی سمجھ لیں کہ کافر سے وہی کافر مراد نہیں جن کو لوگ کافر سمجھتے ہیں، مثلاً: یہ کہ ہندو کافر ہیں، یہودی کافر ہیں، عیسائی کافر ہیں، پارسی کافر ہیں، سکھ کافر ہیں، عوام ان کو کافر سمجھتے ہیں، مگر کافر سے مراد وہ کافر ہیں جن کو شریعت کافر کہے، مثلاً: شریعت کی اصطلاح میں قادیانی بھی کافر ہیں، صابی بھی کافر ہیں، بہائی بھی کافر ہیں، رافضی بھی کافر ہیں، منکرین حدیث بھی کافر ہیں، شرک میں ڈوبے ہوئے بھی کافر ہیں۔

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے اکابر میں سے ہیں، ان کا فتاویٰ رشیدیہ طبع شدہ ہے، ان سے کسی نے مسئلہ دریافت کیا کہ حضرت! ایک شخص رافضی ہے، شیعہ ہے، کیا اس کی وراثت سنی بیٹے کو مل سکتی ہے یا نہیں؟ اور دوسرا مسئلہ یہ بتاؤ کہ سنی اور رافضی کا نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ حضرت نے فرمایا کہ فقہی طور پر نہ تو بیٹا وارث بن سکتا ہے اور نہ ہی نکاح ہوسکتا ہے اور تمام فقہاء اس مسئلہ پر متفق ہیں۔ آج بہت سارے لوگ اس کا لحاظ نہیں کرتے۔ حالانکہ سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہئے کہ ہماری بیٹی جہاں جارہی ہے، ان کا عقیدہ بھی صحیح ہے یا نہیں؟ جب کہ لوگ اس کی پرواہ نہیں کرتے، بلکہ مال دیکھتے ہیں، لڑکے کی شکل وصورت دیکھتے ہیں، کاروبار دیکھتے ہیں، الا ماشاء اللہ!۔ سو میں سے ایک دو ہوں گے جو اس کا خیال کرتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ بہت ساری ایسی جگہیں ہوتی ہیں جہاں نکاح قطعاً نہیں ہوتا، تو بہر حال وراثت سے محرومی کا ایک سبب ہے اختلافِ دین۔

اور دوسرا سبب ہے اختلاف دارین کہ ایک دارالاسلام میں رہتا ہے اور دوسرا دارالحرب میں رہتا ہے اور ہیں بھی دونوں مسلمان، یہ مرگیا تو اس کو وراثت نہیں ملے گی اور اگر وہ مرگیا تو اس کو وراثت نہیں ملے گی، پھر دارالاسلام اور دارالحرب کی تعریف میں فقہی طور پر خاصا اختلاف ہے۔

دارالاسلام کی ایک تعریف یہ کرتے ہیں کہ دارالاسلام اسے کہتے ہیں کہ جہاں من وعن یعنی اول تا آخر اسلامی قانون نافذ ہوں، اس تعریف کے مطابق پوری دنیا میں صرف وہ خطہ دارالاسلام ہے جو طالبان کے پاس ہے جو تقریباً ستائیس ۲۷ صوبے ہیں، بتیس ۳۲ صوبوں میں سے باقی جو پچاس یا پچپن ملک ہیں بمع سعودیہ کے کوئی بھی دارالاسلام نہیں ہے۔ کیونکہ کسی بھی اسلامی ملک میں اول تا آخر اسلامی قوانین نافذ نہیں۔

اور دارالحرب اسے کہتے ہیں کہ جہاں مسلمان اپنے اسلامی فرائض ادا نہ کرسکیں۔ اس تعریف کے مطابق صرف چین اور روس اس زمرہ میں آتے ہیں جو مسلمانوں کو کوئی عبادت ادا نہیں کرنے دیتے تھے، مگر اب وہاں بھی ادا کرنے دیتے ہیں، اس کے علاوہ کوئی ایسا ملک نہیں ہے جہاں مسلمانوں کو نماز، روزہ اور حج وزکوۃ کی ادائیگی سے روکا جاتا ہو تو اس وقت صحیح معنی میں دارالحرب بھی کوئی نہیں ہے۔

اور وراثت سے محرومی کا تیسرا سبب یہ ہے کہ قاتل کو مقتول کی وراثت نہیں ملے گی، جبکہ آج کل بہت سارے ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں کہ مال کی خاطر باپ کو قتل کردیا جاتا ہے، چچے تائے کو قتل کردیا جاتا ہے، بھائی کو قتل کردیا جاتا ہے کہ مال ہمیں مل جائے، چونکہ اسلامی قانون نافذ نہیں ہے، مل بھی جاتا ہے۔

وراثت سے محرومی کا چوتھا سبب ہے غلام ہونا، میرے علم کے مطابق اس وقت دنیا میں شرعی غلامی کہیں نہیں ہے کہ ایک شخص شرعی طور پر غلام ہو اور اس کے باپ دادا آزاد ہوں، اگر ایسا ہو تو یہ غلام ان کا وارث نہیں بن سکتا۔

اور پانچواں سبب۔ ہے نبی کی اولاد ہونا۔ کیونکہ نبی کی وراثت تقسیم نہیں ہوتی، چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو کچھ مدت کے بعد بعض ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن جن کو

مسئلہ کا علم نہ تھا اور حضرت فاطمہؓ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جائیداد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شرعی وارثوں میں تقسیم کی جائے اور شرعی طور پر ہمارا جو حصہ بنتا ہے، وہ ہمیں دیا جائے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ''نَحْنُ مَعْشَرُ الْأَنْبِيَاءِ لَانُوْرِثُ مَاتَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ'' ہم جو انبیاء علیہم السلام کی جماعت ہیں، ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا، ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں، وہ صدقہ ہوتا ہے۔

بخاری اور مسلم شریف میں روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ پیغمبروں کی وراثت تقسیم نہیں ہوتی؟ قَالَ نَعَمْ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ پیغمبروں کی وراثت تقسیم نہیں ہوتی قَالَ اَللّٰهُمَّ نَعَمْ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ گواہ ہے، ہاں! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے، اگر آپ کی وراثت تقسیم ہوتی تو مسئلہ چوبیس سے بنتا، کیونکہ اس آیت کریمہ میں ہے کہ اگر صرف ایک لڑکی ہی ہو تو اس کو نصف ملتا ہے تو چوبیس کا نصف بارہ ہے تو بارہ حصے حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کو ملتے اور آٹھواں حصہ بیویوں کو ملتا، جس کا ذکر کل کی آیات میں آئے گا، ان شاء اللہ!۔

اور یہ بھی یاد رکھنا کہ بیوی ایک ہو یا دو ہوں، تین ہوں یا چار ہوں، حصہ آٹھواں ہی ملتا ہے اور اسی میں تمام شریک ہوتی ہیں، جبکہ خاوند صاحب اولاد ہو، چاہے ایک بچی ہی کیوں نہ ہو تو تین حصے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو ملتے اور نو حصے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو ملتے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے، مگر چونکہ انبیاء علیہم السلام کی وراثت تقسیم نہیں ہوتی، اس لئے کسی کو حصہ نہیں ملا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سنا دیا، جس کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بھی تسلیم کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی تسلیم کیا اور یہ روایت بہت سارے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ہے اور متواتر روایت ہے اور اس کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بھی وراثت کے بارے میں کبھی سوال نہیں کیا، حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چھ ماہ تک زندہ رہی ہیں۔

رافضیوں کا خمینی جس کو وہ اپنا امام مانتے ہیں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ اس کی ایک کتاب ہے کشف الاسرار اور اس کتاب کو انہوں نے مختلف زبانوں فارسی، عربی اور اردو انگریزی میں شائع کی ہے، اس میں اس نے لکھا ہے کہ: قرآن پاک کا پہلا منکر ابوبکر رضی اللہ عنہ ہے، اس لئے کہ قرآن کا حکم ہے وراثت دو اور اس نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حصہ نہیں دیا، پھر کہتا ہے کہ قرآن کا دوسرا منکر عمر رضی اللہ عنہ ہے، جو ملحد اور زندیق بھی تھا، کیونکہ اس نے بھی حصہ نہیں دیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے دورِ خلافت میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حصہ نہیں دیا، یہ تینوں تو اس طرح قرآن پاک کے منکر اور کافر ہو گئے۔

اب ہم سوال کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تو چار سال خلیفہ رہے ہیں، انہوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حصہ کیوں نہیں دیا؟ ٹھیک ہے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فوت ہو گئی تھیں، مگر ان کی اولاد تو موجود تھی، ان کو دے دیتے، کیونکہ کسی کے فوت ہو جانے سے اس کا حق ختم نہیں ہو جاتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دورِ خلافت میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حصہ وراثت ان کی اولاد کو دے دیتے، اگر دیا ہے تو ثابت کرو اور اگر نہیں دیا اور یقیناً نہیں دیا تو پھر تمہاری منطق کی رو سے وہ بھی قرآن پاک کے منکر، کافر اور زندیق ہو جاتے ہیں، یعنی اگر فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حصۂ وراثت نہ دینے کی وجہ سے یہ تین ظالم ہیں، قرآن پاک کے منکر ہیں تو پھر اس ظلم میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم شریک ہیں، کیوں بھائی؟ میری بات تمہیں سمجھ آ رہی ہے یا نہیں؟ ہمیں کسی سے عداوت نہیں ہے، بات سمجھنے کی ہے کہ اگر صحابہ ثلاثہ رضی اللہ عنہم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو وراثت کا حصہ نہ دیں تو وہ منکر اور کافر ہو گئے اور اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نہ دیں تو مومن رہیں؟ آخر یہ فرق کیا ہے؟

جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو قرآن کا منکر کہنا غلط ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو منکر قرآن اور ملحد اور زندیق کہنا غلط ہے، ناجائز ہے، حرام ہے تو کہتے ہیں کہ یہ فرقہ واریت پھیلاتے ہیں اور ان کی کتابیں جن میں یہ سب کچھ درج ہے، دھڑا دھڑ گھروں میں پہنچائی جائیں تو ان کو کوئی پوچھنے والا نہیں ہے، یہ الٹی منطق ہماری سمجھ میں نہیں آئی اور یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ اگر عقیدے کے بیان کرنے کا نام

فرقہ واریت پھیلانا ہے تو پھر ہم سارے ہی فرقہ واریت پھیلانے والے ہیں اور اگر لڑائی اور دہشت گردی کا نام فرقہ واریت ہے تو اس کے سارے طبقے ہی مخالف ہیں، سوائے غالیوں کے تو میں یہ بات سمجھا رہا تھا کہ اگر خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم نے حضرت فاطمہؓ کو حصہ وراثت نہیں دیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی چار سال خلیفہ رہے ہیں، انہوں نے کیوں نہیں دیا؟ اگر وہ فوت ہوگئی تھیں تو ان کی اولاد تو تھی، ان کو دے دیتے اور مسئلہ یہ ہے کہ جدی پشتی وراثتی حق کسی کے مرجانے سے ختم نہیں ہوجاتا، آج لوگوں نے یہ بہانہ بنایا ہوا ہے کہ زمینیں انگریز کے دور میں ملی ہیں، اگر انگریز نے ناجائز تقسیم کی ہے اور لڑکیوں کو ان کا حق نہیں دیا اور لڑکوں کو دیا ہے، اس میں ہمارا کیا دخل اور قصور ہے؟

حاشا وکلا یہ بات غلط ہے، اس طرح لڑکیوں کا حق ختم نہیں ہوا۔ یہ لوگ اپنے شرعی وارثوں کا حصہ نکال دیں، مثلاً: پھوپھیوں کا یا پڑ پھوپھیوں کا اولاد در اولاد جو حصہ بنتا ہے، وہ نکال کر ان کی اولاد کے حوالے کریں، ورنہ سب حرام خور ہیں اور نہ حج قبول ہے، نہ نمازیں، نہ روزے، کوئی بھی عبادت قبول نہیں ہوگی تو خیر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کیا اور باقی خلفاء راشدین رضی اللہ عنہ نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ تمہیں تاکیدی حکم دیتے ہیں، وصیت کا معنی ہے پختہ حکم فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ تمہاری اولاد کے بارے میں لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ مرد کے واسطے دو عورتوں کے حصے کے برابر ہے، یعنی لڑکے کو اتنا حصہ دو جتنا دو لڑکیوں کو دینا ہے، مثلاً: ایک آدمی فوت ہوگیا ہے اور اس کے وارث صرف ایک لڑکا اور دو لڑکیاں ہیں اور کوئی شرعی وارث نہیں ہے تو آدھا مال لڑکے کو ملے گا اور آدھا دو لڑکیوں کو ملے گا، یعنی مسئلہ چار سے حل ہوگا، دو حصے لڑکے کو اور ایک ایک حصہ لڑکیوں کو اور اگر کسی مرنے والے کے وارث چار لڑکے اور ایک لڑکی ہے تو مسئلہ نو سے حل ہوگا کہ دو حصے لڑکوں کو اور ایک حصہ لڑکی کو ملے گا، بشرطیکہ اور کوئی شرعی وارث نہ ہو تو ضابطہ یہ ہے کہ لڑکوں کو لڑکی کی نسبت دوہرا حصہ ملے گا۔

باقی رہا ملحدوں کا یہ اعتراض کہ یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ لڑکا بھی اسی ماں باپ کا ہے اور لڑکی بھی اسی ماں باپ کی ہے، پھر شریعت لڑکے کو دوہرا حصہ اور لڑکی کو ایک حصہ کیوں دیتی ہے؟ جواب یہ ہے کہ اسی

آیت کریمہ کے آخر میں آئے گا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا کہ بے شک اللہ تعالیٰ علیم ہے، حکیم ہے، اس کا کوئی فعل اور حکم حکمت سے خالی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے لڑکی کی ضروریات کا بوجھ خاوند پر ڈالا ہے کہ وہ اس کو مہر بھی دے گا، مکان، لباس، خوراک، علاج معالجہ بھی خاوند کے ذمہ ہے اور ماں باپ کی طرف سے بھی دلوایا ہے، بخلاف لڑکے کہ اس کا خرچہ سسرالیوں کے ذمہ نہیں ہے اور لڑکی کا تو اس حد تک خیال رکھا گیا ہے کہ اگر خاوند خرچہ نہ دے تو خسر دے اور اگر خسر نہ دے تو خسر کا باپ دے، یعنی خاوند کا دادا، لہٰذا شریعت نے لڑکی کے حق میں کوئی کمی نہیں کی فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ پس اگر وہ عورتیں دو سے زیادہ ہیں، دو ہیں، تین ہیں یا زیادہ ہیں، یعنی مرنے والے کی لڑکیاں ہی لڑکیاں ہیں، بیٹا نہیں ہے فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ تو ان عورتوں کے لئے دو تہائی ہے، اس مال میں سے جو مرنے والے نے چھوڑا ہے، یعنی کل مال کے تین حصے کئے جائیں گے، دو حصے ان لڑکیوں کے ہوں گے، چاہے وہ جتنی بھی ہوں اور تیسرا حصہ دوسرے وارثوں کو ملے گا اور اگر دوسرا وارث کوئی نہ ہو تو یہ تیسرا حصہ بھی انہیں لڑکیوں کو مل جائے گا وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً اور اگر ہے وہ لڑکی ایک فَلَهَا النِّصْفُ تو ہے اس کے لئے کل جائیداد کا آدھا حصہ یعنی اگر مرنے والے کی صرف ایک لڑکی ہے، لڑکا نہیں ہے تو کل جائیداد کا آدھا حصہ اس لڑکی کو ملے گا، چاہے وہ جائیداد منقولہ ہو یا غیر منقولہ ہو۔

آگے مرنے والے کے والدین کا حصہ بیان کیا گیا ہے، فرمایا وَلِاَبَوَيْهِ اور مرنے والے کے والدین کے لئے لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ان میں سے ہر ایک کے لئے چھٹا حصہ ہے مِمَّا تَرَكَ اس مال میں سے جو مرنے والے نے چھوڑا ہے اور یہ چھٹا حصہ اس صورت میں ملے گا اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ اگر ہے اس کی اولاد۔ چاہے ایک لڑکی ہی کیوں نہ ہو تو اس صورت میں مسئلہ حل ہوگا چھ سے کہ ایک حصہ باپ کو، ایک حصہ ماں کو اور باقی جو چار حصے ہیں وہ لڑکے لڑکیوں کو ملیں گے فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ پس اگر نہیں ہے مرنے والے کی اولاد بایں طور کہ شادی ہی نہیں کی، یا شادی کی مگر اولاد نہیں ہوئی یا ہوئی اور مرگئی وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ اور اس کے وارث اس کے ماں باپ ہیں فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ پس اس کی ماں کے لئے ہے تیسرا حصہ۔

اور مسئلہ یاد رکھنا کہ ماں باپ کی موجودگی میں بہن بھائیوں کو حصہ نہیں ملتا، یعنی ایک آدمی فوت

ہو گیا، اولاد نہیں ہے، بہن بھائی زندہ ہیں تو ماں باپ کے ہوتے ہوئے بہن بھائی اس کی وراثت سے محروم ہو جائیں گے۔ بھائی بہنوں کو اس وقت ملتا ہے جبکہ ماں باپ زندہ نہ ہوں اور اس وقت مسئلہ تین سے حل ہوگا کہ کل جائیداد کے تین حصے کئے جائیں گے: ایک حصہ ماں کو ملے گا اور دو حصے باپ کو فَاِنْ كَانَ لَهٗۤ اِخْوَةٌ پس اگر ہیں مرنے والے کے بہن بھائی تو ان کو ملے گا تو کچھ نہیں، مگر فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ تو اس کی ماں کے لئے ہے چھٹا حصہ۔ یعنی مرنے والے کے اگر بہن بھائی موجود ہیں تو ماں کو تیسرے کی بجائے چھٹا حصہ ملے گا اور مسئلہ چھ سے حل ہوگا۔ یعنی کل مال کے چھ حصے کئے جائیں گے: ایک حصہ ماں کو ملے گا اور باقی پانچ حصے باپ کو۔ یہ بڑے باریک مسئلے ہیں، نہ کوئی پوچھتا ہے، نہ کوئی بتاتا ہے اور نہ کوئی عمل کرتا ہے، الا ماشاء اللہ۔ باقی بھاؤ ہر چیز کا ہم جانتے ہیں، کیونکہ روزانہ کا مشغلہ ہے، لیکن یہ جائیداد کی تقسیم ہوگی مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ وصیت کے بعد يُّوْصِيْ بِهَاۤ جو وصیت اس نے کی ہے اَوْ دَيْنٍ یا قرضہ ادا کرنے کے بعد یعنی اس کے ذمہ جو قرضہ ہے اس کی ادائیگی کے بعد اٰبَآؤُكُمْ تمہارے باپ دادا ہیں وَاَبْنَآؤُكُمْ اور تمہارے بیٹے ہیں لَا تَدْرُوْنَ تم نہیں جانتے اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ان میں سے کون زیادہ قریب ہے تمہارے لئے نفع پہنچانے کے اعتبار سے۔ یہ تقسیم رب تعالیٰ نے کی ہے، وہ سب سے زیادہ اور بہتر جانتا ہے فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کیا ہوا فریضہ ہے، یعنی جو حصے بیان ہوئے ہیں، یہ رب تعالیٰ کی طرف سے فرض ہیں، ان کو نہ ماننے والا پکا کافر ہے اور مان کر عمل نہ کرنے والا بہت بڑا مجرم اور سخت گنہگار ہے، ساری زندگی دوزخ میں رہے گا، الا ماشاء اللہ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا بے شک ہے اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا، یہ تقسیم اس نے اپنے علم کے مطابق خود فرمائی ہے۔ کل بیوی اور خاوند کے حصے کا بیان ہوگا، ان شاء اللہ تعالیٰ، اگر زندگی باقی رہی تو۔

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَآ أَوْ دَيْنٍ ۚ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ أَوْ دَيْنٍ ۗ وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَّلَهٗٓ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَإِنْ كَانُوْٓا أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ أَوْ دَيْنٍ ۙ غَيْرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۲﴾ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۗ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۗ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۳﴾ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۖ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۴﴾

لفظی ترجمہ:

وَلَكُمْ اور تمہارے واسطے نِصْفُ آدھا ہے مَا اس مال کا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ جو چھوڑا ہے تمہاری بیویوں نے إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ اگر نہیں ہے ان بیویوں کی کوئی اولاد فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ پس اگر ہے ان کی اولاد فَلَكُمُ الرُّبُعُ پس تمہارے لئے چوتھا حصہ ہے مِمَّا تَرَكْنَ اس مال میں سے جو وہ چھوڑ مری ہیں مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ وصیت کے بعد يُّوْصِيْنَ بِهَآ جو وصیت انہوں نے کی ہے أَوْ دَيْنٍ یا قرض ادا کرنے کے بعد اگر ان کے ذمہ قرض ہے وَلَهُنَّ الرُّبُعُ اور ان عورتوں کے لئے چوتھا حصہ ہے مِمَّا اس مال میں سے تَرَكْتُمْ جو تم نے چھوڑا ہے إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ اگر نہ ہو تمہاری کوئی اولاد فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ پس اگر ہے تمہاری اولاد فَلَهُنَّ الثُّمُنُ پس ان کے لئے ہے آٹھواں حصہ مِمَّا اس مال میں سے تَرَكْتُمْ جو تم نے چھوڑا ہے مِّنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ وصیت کے بعد تُوْصُوْنَ بِهَآ جو وصیت تم نے کی ہے أَوْ دَيْنٍ یا قرضہ ہے تو اس کو ادا کرنے کے بعد وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ اور اگر ہے کوئی شخص يُّوْرَثُ جس کی میراث ہے كَلٰلَةً اوترا (نہ باپ نہ بیٹا) أَوِ امْرَأَةٌ یا ایسی ہی کوئی عورت ہے وَّلَهٗٓ أَخٌ اور اس کا بھائی ہے أَوْ أُخْتٌ یا بہن ہے فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا تو ان دونوں میں ہر ایک کے لئے السُّدُسُ چھٹا حصہ ہے فَإِنْ كَانُوْٓا أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ پس اگر وہ ہیں اس سے زیادہ فَهُمْ شُرَكَآءُ پس وہ سب شریک ہیں فِي الثُّلُثِ تیسرے حصے میں مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ وصیت کے بعد يُّوْصٰى بِهَآ جو وصیت کی گئی أَوْ دَيْنٍ یا قرض ہے تو اس

کی ادائیگی کے بعد غَیْرَ مُضَآرٍّ کسی کو نقصان نہ پہنچایا جائے وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تاکیدی حکم ہے وَاللّٰهُ اور اللہ تعالیٰ عَلِيْمٌ جاننے والا ہے حَلِيْمٌ حوصلے والا ہے تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ اور جس نے اطاعت کی اللہ تعالیٰ کی وَرَسُوْلَهٗ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی يُدْخِلْهُ اللہ تعالیٰ اس کو داخل کرے گا جَنّٰتٍ ایسے باغوں میں تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ کہ جاری ہیں ان کے نیچے نہریں خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ہمیشہ ان باغات میں رہیں گے وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ اور یہی بڑی کامیابی ہے وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ اور جس نے نافرمانی کی اللہ تعالیٰ کی وَرَسُوْلَهٗ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ اور پھلانگ گیا اللہ تعالیٰ کی حدیں يُدْخِلْهُ اللہ تعالیٰ اس کو داخل کرے گا نَارًا دوزخ کی آگ میں خَالِدًا فِيْهَا ہمیشہ اس میں رہے گا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ اور اس کے لئے رسوا کرنے والا عذاب ہوگا۔

تشریح:

کل کے درس میں اولاد اور ماں باپ کے حصے کا بیان ہوا تھا کہ لڑکوں کو دوہرا اور لڑکیوں کو اکہرا حصہ ملے گا۔ اور اگر صرف ایک لڑکی ہے تو اس کو کل جائیداد کا آدھا حصہ ملے گا۔ اور اگر دو یا دو سے زیادہ ہیں تو ان کو کل جائیداد کے دو حصے ملیں گے اور تیسرا حصہ دوسرے وارثوں کو ملے گا۔ اولاد کے ہوتے ہوئے والدین کو چھٹا حصہ ملے گا اور اگر مرنے والے کی اولاد نہیں ہے تو کل جائیداد والدین کو مل جائے گی۔ بہن بھائی محروم ہو جائیں گے۔ اور اب تقسیم اس طرح ہوگی کہ کل جائیداد کے چھ حصے ہوں گے: ایک حصہ والدہ کو ملے گا اور باقی پانچ حصے باپ کو ملیں گے۔ یہ کل کے سبق کا خلاصہ ہے، جو تم نے سنا ہے اور یہ سب کچھ ہوگا وصیت پر عمل کرنے اور قرضہ ادا کرنے کے بعد اور یاد رکھنا قرض کی ادائیگی بہت ضروری ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب تک آدمی کا قرض ادا نہ کر دیا جائے، اس وقت تک اس کو جنت میں داخل نہیں ہونے دیا جائے گا، چاہے کتنا نیک ہی کیوں نہ ہو۔ اور ایک جنازے کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کیا اس کے ذمہ قرض ہے؟ اگر جواب ملتا کہ نہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا جنازہ پڑھا دیتے۔ اور اگر جواب ملتا کہ اس کے ذمہ قرض ہے تو پھر دریافت فرماتے کہ: کیا اس نے اتنا

مال چھوڑا ہے کہ جس سے اس کا قرض ادا ہو سکے؟ اگر جواب ہاں میں ملتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا جنازہ بھی پڑھا دیتے۔ اور اگر جواب نہیں میں ملتا کہ اس نے کچھ نہیں چھوڑا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کندھے مبارک پر چادر ڈال کر فرماتے ''صَلُّوا عَلٰى أَخِيكُم'' بھائی کا جنازہ خود پڑھالو، میں نہیں پڑھاؤں گا اور تشریف لے جاتے۔

اس لئے یہ مسئلہ سمجھ لو کہ بلا ضرورت قرض لینا صحیح نہیں ہے اور اگر لیا ہے تو اس کی ادائیگی بہت ضروری ہے، کیونکہ جب قرضہ ادا نہیں کرایا جائے گا جنت میں داخلہ نہیں ملے گا، اگر چہ اس کو سزا تو نہیں ہوگی، مگر جنت سے محرومی کوئی معمولی بات تو نہیں ہے۔ خاص طور پر شادی بیاہ کی رسموں نے ہمیں ذلیل کر کے رکھ دیا ہے، ان کے لئے قرضہ اٹھانا صحیح نہیں ہے۔

آج کی آیات میں خاوند بیوی کے حصہ کا ذکر ہے، فرمایا وَلَكُمْ اور تمہارے لئے یعنی خاوندوں کے لئے نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ آدھا اس مال کا جو چھوڑا ہے تمہاری بیویوں نے اور نصف اس وقت ہوگا إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ اگر نہیں ہے ان بیویوں کی کوئی اولاد۔ موجودہ خاوند سے نہیں ہے یا پہلے کسی خاوند سے نکاح تھا، پھر بیوہ ہوگئی، مگر اولاد نہ ہوئی یا پہلے کسی سے نکاح تھا، پھر طلاق ہوگئی، مگر اس سے بھی اولاد نہیں ہے تو اس عورت نے جو مال چھوڑا ہے، چاہے وہ زمین ہے یا مکان ہے یا نقدی ہے یا برتن وغیرہ ہیں تو اس کا نصف خاوند کو ملے گا اور جو باقی آدھا ہے وہ اس کے والدین کو ملے گا۔ اگر مرنے والی عورت کے والدین زندہ نہیں ہیں تو پھر بہن بھائیوں کو ملے گا اور اگر بہن بھائی نہیں ہیں تو چچے تائیوں کو ملے گا۔ وراثت ایک ایسی چیز ہے جو دور تک جاتی ہے فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ پس اگر ہے ان کی اولاد۔ موجودہ خاوند سے یا اگر بیوہ ہو کر دوبارہ نکاح کیا ہے تو فوت شدہ خاوند سے ہو یا مطلقہ ہو کر نکاح کیا ہے اور طلاق دینے والے خاوند سے اولاد ہو فَلَكُمُ الرُّبُعُ تو تمہارے لئے چوتھا حصہ ہے مِمَّا اس مال میں سے تَرَكْنَ جو وہ چھوڑ مری ہیں مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا وصیت کے بعد جو انہوں نے کی ہے، بشرطیکہ وہ وصیت جائز ہو أَوْ دَيْنٍ یا قرضہ ہے تو اس کو ادا کرنے کے بعد۔ اور یہ بات کل کے درس میں بیان ہو چکی ہے کہ کل مال کے تیسرے حصے میں وصیت کرنا جائز ہے، اس سے زائد میں نہیں، کیونکہ وہ وارثوں کا حق ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کون ایسا شخص ہے جواس بات کو پسند کرے کہ اس کا مال اس کی بجائے اس کے وارثوں کے کام آئے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب دیا: حضرت! ہم میں سے تو ایک شخص بھی ایسا نہیں ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم تو سارے اس کا شکار ہو، کیونکہ تمہارا مال تو وہی ہے جو تم نے کھالیا، پی لیا اور پہن لیا اور اپنے ہاتھ سے صدقہ خیرات کرلیا، باقی تو سارا وارثوں کا ہے، پھر اگر وارث نیک ہیں تو تمہارے مرنے کے بعد وہ تمہارا مال کھائیں گے اور نماز روزے کی پابندی کریں تو اس کا تمہیں بھی پورا ثواب ملے گا اور اگر خدانخواستہ برے ہیں، شرابی کبابی ہیں تو تمہیں بھی مار پڑے گی، لیکن یہ اس صورت میں کہ تم نے ان کی اصلاح کی کوشش نہ کی ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا اے ایمان والو! اپنے آپ کو بھی دوزخ کی آگ سے بچاؤ اور اپنے اہل وعیال کو بھی دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ اگر کسی نے کوتاہی کی ہے تو وہ مجرم ہے، سزاوار ہے اور اگر ان کی اصلاح کی پوری کوشش کی ہے تو پھر مرنے والا بری الذمہ ہے۔

سامعین میں سے کسی شخص نے سوال کیا کہ دادے کی وراثت پوتے پوتیوں کو مل سکتی ہے یا نہیں؟

فرمایا: اولاد کی موجودگی میں پوتے پوتیوں کو وراثت نہیں مل سکتی، رشتہ دار کو اس بات کا حق ہے کہ وہ ان کے لئے وصیت کرسکتا ہے کہ میرے پوتے پوتیاں یتیم ہیں، لہٰذا میری جائیداد میں سے اتنا ان کو دے دینا یا اپنی زندگی میں ان کو دے دے وَلَهُنَّ الرُّبُعُ اور ان عورتوں کے لئے چوتھا حصہ ہے مِمَّا اس مال میں سے تَرَكْتُمْ جو تم نے چھوڑا ہے، خاوند کے فوت جانے کے بعد۔ ایک عورت ہے یا دو ہیں یا تین یا چار ہیں، ان کو چوتھا حصہ ملے گا اِنْ لَّمْ یَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ اگر نہ ہو تمہاری کوئی اولاد چاہے ان عورتوں سے یا ان سے جو پہلے فوت ہوگئی ہیں فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ پس اگر ہے تمہاری اولاد چاہے ایک لڑکی ہی کیوں نہ ہو فَلَهُنَّ الثُّمُنُ تو ان عورتوں کے لئے ہے آٹھواں حصہ مِمَّا اس مال میں سے تَرَكْتُمْ جو تم نے چھوڑا ہے مِّنْۢ بَعْدِ وَصِیَّةٍ وصیت کے بعد تُوْصُوْنَ بِهَاۤ جو وصیت تم نے کی ہے اَوْ دَیْنٍ یا قرضے کے بعد جو مرنے والے کے ذمہ ہے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے خاوند بیوی کا حق بیان فرمایا ہے۔ بعض لوگ اس غلط فہمی کا شکار

ہیں، ان میں وراثت نہیں چلتی، یہ ذہن بالکل غلط ہے، بلکہ جائیداد جس طرح کی بھی ہو چاہے جدی پشتی ہے یا خود کمائی ہے یا کسی نے تحفہ اور ہدیہ کے طور پر دی ہے، یعنی مرتے وقت وہ جس مال کا مالک ہے، اس میں بدستور وراثت چلے گی، آگے اور مسئلہ ہے، فرمایا وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ اور اگر ہے کوئی شخص يُّوْرَثُ كَلٰلَةً جس کی میراث ہے اوترا (نہ باپ نہ بیٹا) اَوِامْرَاَةٌ یا ایسی ہی کوئی عورت ہے کہ جس کی نہ تو اولاد اور نہ ہی ماں باپ ہیں، یعنی اصول بھی نہیں اور فروع بھی نہیں وَّلَهٗۤ اَخٌ اور اس کا بھائی ہے اَوْ اُخْتٌ یا بہن ہے۔

یاد رکھنا یہاں بہن بھائی ہے سے مراد وہ بہن بھائی ہیں جو ماں کی طرف سے ہوں۔ رہے وہ بعض بھائی جو ماں باپ شریک ہوں یا صرف باپ شریک ہوں تو ان کا حکم اس سورت کے آخر میں آئے گا، یعنی حقیقی بہن بھائی جن کو عربی میں عینی کہتے ہیں، ان کا حکم اس سورت کے آخر میں آئے گا اور جو باپ شریک ہوں اور مائیں الگ الگ ہوں ان کو عربی میں علاتی کہتے ہیں اور جو صرف ماں شریک ہوں ان کو اخیافی کہتے ہیں، یہاں جن کا ذکر ہے وہ اخیافی ہیں۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں باقاعدہ "مِنَ الْاُمِّ" کا لفظ تھا، یعنی وہ قرأت اس طرح کرتے تھے "وَلَهٗ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ مِّنَ الْاُمِّ" اور اس کا بھائی یا بہن ماں کی طرف سے اور اس پر امت کا اجماع ہے کہ یہاں ماں شریک بہن بھائی مراد ہیں تو اوترے اور اوتری کا بھائی یا بہن ہے ماں کی طرف سے تو فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا پس ان دونوں میں سے ہر ایک کے لئے السُّدُسُ چھٹا حصہ ہے فَاِنْ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ پس اگر وہ ہیں اس سے زیادہ یعنی دو تین بہنیں ہیں یا دو تین بھائی ہیں فَهُمْ شُرَكَآءُ فِی الثُّلُثِ پس وہ سب شریک ہیں تیسرے حصے میں یعنی سب کو تیسرا حصہ ملے گا اور یہ تیسرا حصہ برابر تقسیم کریں گے، کیونکہ حقیقی بہن بھائی ہوں یا علاتی ہوں تو بہن کو اکہرا اور بھائی کو دوہرا حصہ ملتا ہے، لیکن یہاں اس طرح نہیں ہوگا، بلکہ جتنا بھائی کو ملے گا، بہن کو بھی اتنا ہی حصہ ملے گا مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ وصیت کے بعد يُّوْصٰى بِهَاۤ جو وصیت کی گئی ہے اَوْ دَيْنٍ یا قرض ہے تو اس کی ادائیگی کے بعد غَيْرَ مُضَآرٍّ کسی کو نقصان نہ پہنچایا جائے، نہ لینے والے کسی کو نقصان پہنچائیں اور نہ دینے والے کسی وراثت سے محروم کریں۔

بعض جذباتی قسم کے لوگ ہوتے ہیں اور جذبات میں آکر غلط قدم اٹھاتے ہیں، ضلع گجرات

سے ایک صاحب آئے، بظاہر بڑے دین دار معلوم ہوتے تھے، ان کی بیوی فوت ہوگئی تھی اور اولاد نافرمان تھی اور ان کے پاس زمین تھی، کہنے لگے: میں ساری زمین مدارس اور مساجد کے لئے وقف کرنا چاہتا ہوں ، میں نے ان کو سمجھایا کہ دیکھو بھائی! تمہاری اولاد ہے، فرماں بردار ہے یا نافرمان، جب تک وہ مسلمان ہیں تم ان کو وراثت سے محروم نہیں کر سکتے، کہنے لگے کہ میں تو دین کے لئے وقف کرنا چاہتا ہوں، میں نے کہا کہ یہ تو تمہاری گفتگو سے معلوم ہو رہا ہے کہ تم دین کے لئے وقف کرنا چاہتے ہو اور اولاد کو محروم کرنا چاہتے ہو، یہ شرعی طور پر صحیح نہیں ہے، شریعت تمہیں تیسرے حصے تک اجازت دیتی ہے، چاہے مسجد کے لئے وقف کر دیا مدرسے کے لئے وقف کرو، چاہے یتیم خانے کے لئے وقف کر دیا کسی غریب کو دے دو، مگر ساری جائیداد نہیں دے سکتے ۔فرمایا وَصِيَّةً مِّنَ اللهِ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تاکیدی حکم ہے وَاللهُ عَلِيمٌ اور اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے حَلِيمٌ حوصلے والا ہے، یعنی وہ سب کچھ جانتا ہے، اگر فوری طور پر سزا نہیں دیتا تو اس لئے کہ وہ تحمل والا ہے تِلْكَ حُدُودُ اللهِ یہ جو وراثت کے مسائل بیان ہو رہے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں وَمَن يُطِعِ اللهَ وَرَسُولَهُ اور جس نے اطاعت کی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی يُدْخِلْهُ داخل کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ جَنّٰتٍ ایسے باغوں میں تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ جاری ہیں ان کے نیچے نہریں خٰلِدِينَ فِيهَا ہمیشہ ان باغات میں رہیں گے وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ اور یہی بڑی کامیابی ہے۔اللہ تعالیٰ تمام مسلمین اور مسلمات کو جنت نصیب فرمائے۔ وَمَن يَعْصِ اللهَ اور جس نے نافرمانی کی اللہ تعالیٰ کی وَرَسُولَهُ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ اور پھلانگ گیا اللہ تعالیٰ کی حدوں کو يُدْخِلْهُ نَارًا داخل کرے گا اس کو دوزخ کی آگ میں خٰلِدًا فِيهَا ہمیشہ اس میں رہے گا۔

یعنی جو شخص وراثت کے مسائل کا منکر ہے، وہ کافر ہے، چاہے وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا پھرے، نمازیں پڑھے، روزے رکھے، زکوٰۃ دے، وہ قطعاً مسلمان نہیں ہے۔اس لئے کہ وراثت اللہ کا حکم ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کا منکر کافر ہوتا ہے، لہٰذا ہمیشہ ہمیشہ عذاب میں رہے گا اور اگر منکر نہیں ہے، بلکہ وراثت کے کے مسائل کو حق سمجھتا ہے، مگر عمل نہیں کرتا تو وہ گنہگار رہے، کافر نہیں ہے۔جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا، ایسا شخص دوزخ میں رہے گا، فرمایا وَلَهُ عَذَابٌ مُّهِينٌ اور اس کے لئے رسوا کرنے والا عذاب

ہوگا، لہٰذا تھوڑی سی زندگی کے لئے اپنی آخرت تباہ نہ کرنا، یہ وراثت کے مسائل مولویوں کے بنائے ہوئے نہیں ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں جو قرآن پاک میں موجود ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زبان سے نکلے ہیں اور امت مسلمہ کا ان پر اجماع اور اتفاق ہے، ان پر عمل کرنے کی کوشش کرنا۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآىٕكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰىهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا(۱۵) وَالَّذٰنِ یَاْتِیٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَاۚ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَاؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا(۱۶) اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَی اللّٰهِ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ یَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِیْبٍ فَاُولٰٓىٕكَ یَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَیْهِمْؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا(۱۷) وَلَیْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِۚ حَتّٰۤی اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِیْنَ یَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌؕ اُولٰٓىٕكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا(۱۸)

لفظی ترجمہ:

وَالّٰتِیْ اور وہ عورتیں یَاْتِیْنَ جو کرتی ہیں اَلْفَاحِشَةَ بے حیائی مِنْ نِّسَآىٕكُمْ تمہاری عورتوں میں سے فَاسْتَشْهِدُوْا پس تم گواہ بنالو عَلَیْهِنَّ ان پر اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ چار مرد اپنے میں سے فَاِنْ شَهِدُوْا پس اگر وہ گواہی دیں فَاَمْسِكُوْهُنَّ پس ان کو روک رکھو فِی الْبُیُوْتِ گھروں میں حَتّٰی یَتَوَفّٰىهُنَّ الْمَوْتُ یہاں تک کہ ان کو اٹھالے موت اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ یا بنائے اللہ تعالیٰ لَهُنَّ ان کے واسطے سَبِیْلًا کوئی راستہ وَالَّذٰنِ اور وہ دو مرد یَاْتِیٰنِهَا جو کرتے ہیں بے حیائی مِنْكُمْ تم میں سے فَاٰذُوْهُمَا پس ان دونوں کو تم اذیت پہنچاؤ فَاِنْ تَابَا بس اگر وہ توبہ کرلیں وَاَصْلَحَا اور وہ اصلاح کرلیں فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا تو ان سے اعراض کرو اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ كَانَ ہے تَوَّابًا توبہ قبول کرنے والا رَّحِیْمًا مہربان اِنَّمَا پختہ بات ہے التَّوْبَةُ عَلَی اللّٰهِ توبہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے لِلَّذِیْنَ ان لوگوں کے واسطے یَعْمَلُوْنَ جو کرتے ہیں السُّوْٓءَ بے حیائی بِجَهَالَةٍ جہالت کی وجہ سے ثُمَّ یَتُوْبُوْنَ پھر وہ توبہ کرتے ہیں مِنْ قَرِیْبٍ جلدی فَاُولٰٓىٕكَ پس وہ لوگ ہیں یَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ اللہ تعالیٰ ان پر رجوع فرماتے ہیں، یعنی ان کی توبہ قبول کرتا ہے وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ عَلِیْمًا جاننے والا حَكِیْمًا حکمت والا وَلَیْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِیْنَ اور نہیں ہے توبہ ان لوگوں کے لئے یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ جو کام کرتے ہیں برے حَتّٰۤی اِذَا حَضَرَ یہاں تک کہ جب حاضر ہوتی ہے اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ ان میں سے کسی ایک کے سامنے موت تو اس وقت قَالَ کہتا ہے اِنِّیْ تُبْتُ الْـٰٔنَ بے شک میں نے اب توبہ کی وَلَا الَّذِیْنَ اور نہ ان لوگوں کی توبہ

قبول ہوگی یَمُوْتُوْنَ کہ وہ مرتے ہیں وَھُمْ کُفَّارٌ اس حال میں کہ وہ کافر ہیں اُولٰٓئِکَ یہ لوگ ہیں اَعْتَدْنَا لَھُمْ ہم نے تیار کیا ہے ان کے واسطے عَذَابًا عذاب اَلِیْمًا دردناک۔

تشریح:

اس سے پہلے دو رکوعوں میں عورتوں کے حقوق کا ذکر تھا، یعنی وہ حقوق جو اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے لئے مقرر فرمائے ہیں، تفصیل پہلے گزر چکی ہے کہ زمانہ جاہلیت میں عورتوں کو حق وراثت سے محروم کر دیا جاتا تھا اور یہ اصول ان کا صدیوں سے چلا آ رہا تھا، ان کا نظریہ یہ تھا کہ وراثت کا مستحق وہ ہے جو لڑ سکتا ہو، کیونکہ انہوں نے لڑائی کو مقصدِ حیات بنالیا تھا، یہاں تک کہ اگر کوئی شخص فوت ہوتا اور اس کی بیوی حاملہ ہوتی تو وہ وصیت کر کے مرتا کہ اگر لڑکا پیدا ہو تو اس کو میرا پیغام دینا کہ فلاں میرا دشمن ہے، اس کو قتل کرنا ہے، یعنی بچوں کو پیدائش سے پہلے ہی قتل وقتال کی وصیتیں ہوتی تھیں اور چونکہ عورتیں عموماً لڑ نہیں سکتیں، اس لئے ان کو وراثت کا حق نہیں ملتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس اصول کو غلط قرار دیا اور عورتوں اور مردوں کے حصے مقرر فرمائے تو پہلے دونوں رکوعوں میں عورتوں کے حقوق کا بیان تھا اور اب ان حقوق کا ذکر ہے جو عورتوں کے ذمہ ہیں یعنی عورتوں پر جو پابندیاں ہیں ان کو بھی ملحوظ رکھیں۔ شریعت نے یکطرفہ کارروائی نہیں کی، بلکہ دونوں پہلوؤں کو واضح کیا ہے۔

اصولی طور پر جب بیٹی باپ کے گھر ہو تو اس کی تعلیم وتربیت اور نگرانی باپ کے ذمہ ہے، اگر باپ فوت ہو جائے تو دادا کے ذمہ ہے، اگر دادا فوت ہو جائے تو چچا تائیوں کے ذمہ ہے، اگر وہ بھی نہیں ہیں تو پھر بھائیوں کے ذمہ ہے، یعنی اس کی دینی، اخلاقی تربیت اور خوراک، رہائش، علاج معالجہ وغیرہ شریعت نے ان کے ذمہ لگایا ہے۔ اگر کوئی باپ طاقت کے ہوتے ہوئے اولاد کا علاج نہیں کراتا، خوراک کا انتظام نہیں کرتا، گرمی سردی کا لباس مہیا نہیں کرتا تو وہ گنہگار ہے۔ عورت کی شادی ہو جانے کے بعد یہ سارے حقوق خاوند کے ذمہ ہیں، اگر خاوند اس سلسلے میں کوتاہی کرے گا تو اللہ تعالیٰ کے ہاں مجرم ہوگا۔ ہاں! اگر بے بس ہے تو سزا سے بچ جائے گا، یعنی ہڈ حرام بھی نہیں، کام کی کوشش بھی کرتا ہے، مگر قسمت ساتھ نہیں دیتی تو پھر وہ مجبور ہے۔ عورت کے ذمہ جو حقوق ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ شریعت نے اس کو حکم دیا ہے

کہ وہ کسی غیر محرم کو خاوند کی اجازت کے بغیر گھر نہ آنے دے اور خاوند بھی کسی کو گھر آنے کی اجازت اس وقت دے جب وہ خود گھر میں موجود ہو۔ اپنی غیر حاضری میں کسی کو اجازت نہیں دے سکتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ حضرت! دیور اور جیٹھ بھی ہوتے ہیں، یعنی خاوند کے چھوٹے بڑے بھائی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ان کا بھی تنہائی میں آنا نری موت ہے، ہاں! اگر گھر میں ماں باپ بہن موجود ہیں، یعنی گھر آباد ہے تو دیور جیٹھ آسکتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جس عورت کے ساتھ غیر محرم ہوگا، تیسرا شیطان ہوگا، بہت کم لوگ ایسے ہیں جن میں خدا خوفی ہو اور ایسے اللہ تعالیٰ کے بندے بھی موجود ہیں، مگر شریعت نے عمومی ضابطہ بیان فرمایا ہے کہ کوئی غیر محرم کسی کے گھر نہیں آسکتا، حتیٰ کہ سات دس سال کے نابالغ بچے جو پہلے گھروں میں آتے جاتے ہیں، بالغ ہو جانے کے بعد ان کو بھی منع کر دیا گیا کہ اب وہ گھر میں نہیں آسکتے، جیسا کہ سورۂ نور کے اندر اس کا حکم موجود ہے۔ عورتیں یہ نہیں کہہ سکتیں کہ ہمارے پاس ہی پلے بڑھے ہیں اور انہی گھروں میں کھیلتے رہے ہیں، کیونکہ اس وقت نابالغ تھے اور اب بالغ ہو گئے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ شرعی اصولوں کی پابندی کی جائے تو ان شاء اللہ العزیز کوئی خرابی پیدا نہیں ہوگی۔ خرابی اس وقت پیدا ہوتی ہے، جب انسان شرعی حدود کو پھلانگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالّٰتِیْ اور وہ عورتیں یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَۃَ جو کرتی ہیں بے حیائی مِنْ نِّسَآئِکُمْ تمہاری عورتوں میں سے، یہاں فاحشہ سے مراد زنا کا مرتکب ہونا ہے تو جب وہ یہ حرکت کریں فَاسْتَشْہِدُوْا عَلَیْہِنَّ تم گواہ بنالو ان پر اَرْبَعَۃً مِّنْکُمْ اپنے میں سے چار یعنی مردوں میں سے چار گواہ بناؤ۔ اس لئے کہ زنا کے سلسلے میں ایک لاکھ عورت بھی گواہی دے تو اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے، لہٰذا چار مرد گواہوں کے لئے بھی خاصی شرائط ہیں، جن میں سے موٹی موٹی یہ ہیں کہ: اگر کوئی شخص بغیر کسی شرعی عذر کے ایک نماز چھوڑ دے تو اس کی گواہی منظور نہیں ہوگی، جب تک وہ کھلے بندوں توبہ نہ کرے۔ عذر کا مطلب یہ ہے کہ ایک آدمی سویا ہوا ہے اور اس کو جگانے والا کوئی نہیں ہے اور نماز کا وقت نکل گیا ہے تو یہ جب بیدار ہوگا تو نماز کو قضا کرے گا تو اس کا وقت پر نماز نہ پڑھنا عذر کی وجہ سے ہوا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص بغیر کسی شرعی عذر کے ایک روزہ چھوڑ دے تو وہ بھی مردود

الشہادت ہے۔ اسی طرح اگر کسی شخص کے متعلق جھوٹ بولنا ثابت ہو جائے کہ اس نے فلاں موقع پر جھوٹ بولا تھا، چاہے ایک دفعہ ہی جھوٹ بولا ہو، اس کی شہادت بھی قبول نہ ہوگی۔ اسی طرح اگر کوئی شخص بغیر کسی شرعی عذر کے نماز باجماعت ادا نہ کرے تو اس کی گواہی کو بھی شریعت تسلیم نہیں کرتی۔ اسی طرح اگر کوئی شخص بغیر کسی شرعی عذر کے جمعہ چھوڑ دیتا ہے تو یہ بھی مردود الشہادت ہے، خیر القرون کے زمانہ میں اس بات کا تصور بھی نہیں تھا کہ اذان ہو جانے کے بعد معذوروں کے علاوہ کوئی مسجد میں نہ پہنچے۔ آج تو ہم میں سے کوئی شاذ و نادر ہی شرعی گواہ ہوگا جو ان شرائط پر پورا اترے۔

فَإِنْ شَهِدُوا پس اگر وہ چار مرد گواہی دے دیں تو فَأَمْسِكُوهُنَّ پس ان کو روک رکھو فِي الْبُيُوتِ گھروں میں کہ وہ گھر سے باہر نہ نکلیں، اب وہ گھر سے باہر ایک قدم بھی نہیں رکھ سکتیں حَتَّىٰ يَتَوَفَّاهُنَّ الْمَوْتُ یہاں تک کہ ان کو اٹھا لے موت، یہ پہلا حکم تھا کہ جب کسی عورت سے بدکاری ثابت ہو جاتی تو اس کو گھر میں پابند کر دیا جاتا تھا، اب یہ حکم نہیں، چنانچہ فرمایا أَوْ يَجْعَلَ اللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلًا یا بنائے اللہ تعالیٰ ان کے واسطے کوئی راستہ۔ وہ راستہ اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ اگر شادی شدہ مرد یا عورت زنا کریں اور وہ اس کا اقرار کریں یا شرعی ثبوت پر گواہ موجود ہوں جو گواہی دیں تو ان کو سنگسار کیا جائے گا یا ان میں سے ایک شادی شدہ ہو اور ایک غیر شادی شدہ ہو تو شادی شدہ کو سنگسار کیا جائے گا اور غیر شادی شدہ کو سو کوڑے مارے جائیں گے، یعنی غیر شادی شدہ زانی کی سزا کم ہے اور غیر شادی شدہ کی سزا فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ تو مارو تم ان میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے۔ اس دوران اگر مر جائیں تو بے شک مر جائیں۔

اگر یہ شرعی سزائیں نافذ ہوں تو بدکاری کبھی نہ ہو، چار سال کے دوران طالبان کے علاقہ میں صرف تین چار قتل ہوئے ہیں، قرآن کریم کے احکام کے مطابق قاتلوں سے قصاص لیا گیا، پھر یہ جرم نہیں ہوا، طالبان کو بے دین انگریزی ذہن کے لوگ جابر اور ظالم کہتے ہیں اور شرعی حدود کو ظالمانہ، جابرانہ اور وحشیانہ سزائیں کہتے ہیں۔ بھائی! سوال یہ ہے کہ جو تمہارا مخالف اور باغی ہو، اس کے لئے تو پھانسی کا قانون ہو اور جو رب تعالیٰ کا مخالف اور باغی ہو اس کی کیا سزا ہے؟ کیونکہ شادی شدہ زانی کو رجم کرنا، ڈاکوؤں کو سولی پر لٹکانا اور ہاتھ پاؤں کاٹنا، چور کا ہاتھ کاٹنا اور غیر شادی شدہ کو کوڑے مارنا اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں اور

وہ ارحم الراحمین ہے، اس کے قوانین جابرانہ اور ظالمانہ کس طرح ہو سکتے ہیں؟ اور دین دار لوگ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ان سزاؤں کو صحیح سمجھتے ہیں اور دین سے دور انگریزی ذہن رکھنے والے ان کو ظالمانہ اور وحشیانہ سزائیں کہتے ہیں۔

ضیاء الحق مرحوم کے دور میں لاہور ہائیکورٹ کے ایک جج نے ایسے ہی ایک کیس میں کہا تھا کہ یہ کوڑے مارنا اور سنگسار کرنا جابرانہ، ظالمانہ اور وحشیانہ فیصلہ ہے اور یہ یہودیوں کی ایجاد ہے، اسلامی احکامات نہیں ہیں لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ اور اس کا یہ بیان اخبارات میں شائع ہوا، اس پر تمام طبقوں کے علماء اکٹھے ہوئے اور کہا کہ یہ بکواس اگر کوئی سیاسی لیڈر بکتا تو اس کا جواب ہم جلسوں اور جلوسوں کی صورت میں دیتے، مگر یہ الفاظ تو ایک جج نے عدالت میں بیٹھ کر کہے ہیں اور عدالت کے اندر جج کا بیان قانون ہوتا ہے اور یہ ریمارکس ہائیکورٹ کے جج نے دیئے ہیں۔ لہٰذا اس پر خاموش نہیں رہنا چاہئے، چنانچہ پچاس علماء پر مشتمل ایک وفد تشکیل دیا گیا، اس وفد میں میں بھی شامل تھا کہ یہ وفد صدرِ مملکت سے ملاقات کرے اور احتجاج کرے، چنانچہ ہم براہِ راست ضیاء الحق کو ملے اور اس کو کہا کہ ایک طرف تو آپ اسلام اسلام کہتے تھکتے نہیں اور دوسری طرف حالت یہ ہے کہ آپ کا ایک جج عدالت میں بیٹھ کر شرعی حدود کے متعلق یہ ریمارکس دے رہا ہے، اس نے کہا کہ وہ اخبار مجھے دو، ہم نے تین چار اخبار اس کے سامنے رکھ دیئے، اس نے پڑھنے کے بعد کہا کہ تمہاری شکایت بجا اور صحیح ہے، میں اس کا انصاف کروں گا۔ یہ بھی بڑی بات تھی کہ اس نے مان لیا، ورنہ آج کے حکمران تو ماننے کے لئے بھی تیار نہیں ہیں۔ پھر اس نے شریعت کورٹ بنائی، جس کے لئے تین جج مقرر ہوئے: ایک مولانا تقی عثمانی صاحب، دوسرے پیر کرم شاہ صاحب، تیسرے کا نام میں بھول گیا ہوں کہ اگر کوئی جج اسلام کے خلاف بات کرے گا تو یہ شریعت کورٹ کے جج اس کا فیصلہ کریں تو پھر ججوں کے دماغ درست ہو گئے کہ ہم نے اگر خلافِ شرع کوئی فیصلہ دیا تو اوپر والی عدالت ہمارے اس فیصلے کو رد کر دے گی، چنانچہ اس کے بعد اس دور میں ججوں نے کوئی ایسی بات نہیں کی، پھر جب بے نظیر کا دور آیا تو اس نے تینوں ججوں کو نکال دیا کہ ان کی ضرورت نہیں ہے، خواہ مخواہ پیسے ضائع ہو رہے ہیں، پھر بے نظیر کے اس اقدام کے خلاف درخواست دی گئی تھی، پھر اس کا کیا بنا مجھے معلوم

نہیں ہے۔ آگے اور مسئلہ ہے، فرمایا وَالَّذٰنِ اور وہ دو مرد یَاْتِیٰنِهَا مِنْكُمْ جو کرتے ہیں بے حیائی تم میں سے۔ یعنی دو مرد آپس میں بے حیائی کرتے ہیں فَاٰذُوْهُمَا پس تم ان دونوں کو اذیت پہنچاؤ فَاِنْ تَابَا پس اگر وہ توبہ کرلیں وَاَصْلَحَا اور اصلاح کرلیں فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا تو ان سے اعراض کرو، درگزر کرو اور آئندہ ان کو کوئی ایذاء نہ دو اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ہے توبہ قبول کرنے والا مہربان۔

ہم جنس پرستی کے مرتکب کے سلسلے میں یہ حکم شروع میں تھا اور اب حکم یہ ہے یعنی اگر مرد آپس میں بے حیائی کا ارتکاب کریں تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: اگر شادی شدہ ہیں تو رجم کیا جائے گا اور اگر غیر شادی شدہ ہیں تو سو سو کوڑے مارے جائیں گے، یعنی جو زنا کا حکم وہی اس فعل کا حکم ہے۔ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ہے کہ دونوں کو کسی دیوار کے نیچے کھڑا کرو اور اوپر دیوار کو گرا کر مار دو۔ اور اب تو یورپ کے بعض علاقوں، مثلاً: برطانیہ میں یہ قانون پاس ہوا ہے کہ باقاعدہ مرد مرد کے ساتھ شادی کرلے تو حرج نہیں ہے اور ان کو وہی حقوق حاصل ہوں گے جو میاں بیوی کو حاصل ہوتے ہیں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ بے ایمان بے حیائی کی حدیں پھلانگ گئے ہیں، رب تعالیٰ نے جو فطرت بنائی ہے ان خبیثوں نے اس فطرت کو برباد کردیا ہے، تو یہ ابتدائی حکم تھا کہ ان کو سزا دو، تاکہ وہ وہ آئندہ اس قسم کی برائی کا ارتکاب نہ کریں۔

اسی لئے شریعت کہتی ہے کہ جب لڑکا لڑکی بالغ ہو جائیں تو فوراً ان کی شادی کا انتظام کرو، اگر والدین نے شادی کا انتظام نہ کیا اور لڑکے لڑکی نے گناہ کا ارتکاب کیا تو ماں باپ بھی مجرم ہیں اور یہاں تو ہمیں معلوم ہے کہ تیس تیس سال کی عمر کو بچیاں پہنچ جاتی ہیں اور ماں باپ کو ان کی شادی کا فکر ہی نہیں ہے اور لڑکوں کا بھی یہی حال ہے اور یہی چیز خرابی کی جڑ ہے، اس کو ختم کرنا چاہئے اور شرعی اصولوں کی پابندی کرنی چاہئے۔ اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ پختہ بات ہے توبہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کے لئے يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ جو کرتے ہیں بے حیائی جہالت کی وجہ سے ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ پھر وہ توبہ کرتے ہیں جلدی فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ پس وہ لوگ ہیں ان پر اللہ تعالیٰ رجوع فرماتے ہیں یعنی ان

کی توبہ قبول فرماتے ہیں وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا اور ہے اللہ تعالیٰ جاننے والا اور حکمت والا۔ اور یہ بات بھی میں کئی دفعہ سمجھا چکا ہوں کہ توبہ کا یہ معنی نہیں ہے کہ زبان سے کہو ''أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّأَتُوْبُ إِلَيْهِ'' اور توبہ ہوگئی، بلکہ توبہ کی شرطیں ہیں، یہ کہ اللہ تعالیٰ کے وہ حقوق جن کی قضاء ہے، مثلاً: نماز ہے، روزہ ہے، جب تک ان کی قضاء نہیں کرے گا تو توبہ کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور وہ بری الذمہ نہیں ہوگا۔ یعنی اگر کسی کے ذمہ ایک روزہ ہے، یا ایک نماز ہے تو جب تک ان کی قضاء نہیں کرے گا، معاف نہیں ہوں گے، چاہے کروڑ مرتبہ بھی سجدے میں گر کر توبہ کرے، ہاں اگر کسی نے شراب پی ہے، زنا کیا ہے، یا میدان جنگ سے بھاگا ہے، سچے دل سے توبہ کرلے، اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں گے۔

اسی طرح حقوق العباد کے متعلق بھی یاد رکھنا کہ جب تک وہ ادا نہیں کرے گا، معاف نہیں ہوں گے۔ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ اور نہیں توبہ لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کے لئے يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ جو کرتے ہیں برے کام حَتّٰىٓ اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ یہاں تک کہ جب حاضر ہوتی ہے، ان میں سے کسی ایک کے سامنے موت تو اس وقت قَالَ کہتا ہے اِنِّيْ تُبْتُ الْئٰنَ بے شک میں نے اب توبہ کی یعنی مرتے وقت کہتا ہے میری توبہ نزع کے وقت کی توبہ بالکل قبول نہیں ہے وَلَا الَّذِيْنَ اور نہ ان لوگوں کی توبہ قبول ہوگی يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ کہ مرتے ہیں اس حال میں کہ وہ کافر ہیں، یعنی کفر کی حالت میں مرتے ہیں کہ سینے میں کفر بھی ہے اور ساتھ ساتھ توبہ بھی کرتے ہیں، اس توبہ کا کوئی معنی نہیں ہے۔ ہاں! صحت ہو، ہوش وحواس قائم ہوں، کفر شرک کو چھوڑ کر توبہ کرے تو قبول ہوگی اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا یہ لوگ ہیں تیار کیا ہے، ہم نے ان کے لئے دردناک عذاب، جس میں وہ جلیں گے۔ اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے۔ آمین۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًاؕ-وَ لَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَاۤ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ اِلَّاۤ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍۚ-وَ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِۚ-فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْــٴًـا وَّ یَجْعَلَ اللّٰهُ فِیْهِ خَیْرًا كَثِیْرًا(۱۹) وَ اِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍۙ-وَّ اٰتَیْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَیْــٴًـاؕ-اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِیْنًا(۲۰) وَ كَیْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَ قَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّ اَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا(۲۱) وَ لَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَؕ-اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّ مَقْتًاؕ-وَ سَآءَ سَبِیْلًا(۲۲)

لفظی ترجمہ:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اے وہ لوگو! اٰمَنُوْا جو ایمان لائے ہو لَا یَحِلُّ حلال نہیں ہے لَكُمْ تمہارے واسطے اَنْ یہ بات تَرِثُوا النِّسَآءَ کہ تم وارث بنو عورتوں کے كَرْهًا زبردستی وَ لَا تَعْضُلُوْهُنَّ اور نہ روکو تم ان کو لِتَذْهَبُوْا تاکہ لے جاؤ تم بِبَعْضِ مَاۤ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ بعض وہ چیزیں جو تم نے ان کو دی ہیں اِلَّاۤ اَنْ یَّاْتِیْنَ مگر یہ کہ کریں بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ کھلی بے حیائی وَ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ اور زندگی بسر کرو تم ان کے ساتھ اچھے طریقے سے فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ پس اگر تم ان کو پسند کرتے ہو فَعَسٰۤى پس قریب ہے اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْــٴًـا یہ کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو وَّ یَجْعَلَ اللّٰهُ فِیْهِ خَیْرًا كَثِیْرًا اور بنا دے اللہ تعالیٰ اس میں بہت ساری بہتری وَ اِنْ اَرَدْتُّمُ اور اگر تم ارادہ کرو اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ عورت کے بدلنے کا دوسری عورت کی جگہ وَّ اٰتَیْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ اور دے چکے ہو تم ان میں سے ایک کو قِنْطَارًا کافی مال فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ پس نہ لو تم اس مال میں سے شَیْــٴًـا کچھ بھی اَتَاْخُذُوْنَهٗ کیا لیتے ہو تم وہ مال بُهْتَانًا بہتان باندھ کر وَّ اِثْمًا مُّبِیْنًا اور صریح گناہ کی شکل میں وَ كَیْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ اور کیسے لو گے تم اس مال کو ان سے وَ قَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ حالانکہ پہنچ چکے بعض تمہارے اِلٰى بَعْضٍ بعض کی طرف وَّ اَخَذْنَ مِنْكُمْ اور لیا ان عورتوں نے تم سے مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا وعدہ پختہ وَ لَا تَنْكِحُوْا اور نہ نکاح کرو تم مَا ان عورتوں سے نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ جن کے ساتھ نکاح کیا تمہارے باپ دادا نے مِّنَ النِّسَآءِ عورتوں میں سے اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ مگر وہ بات پہلے ہو چکی اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً بے شک یہ بے حیائی ہے وَّ مَقْتًا اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی بات ہے وَ سَآءَ

سَبِیْلًا اور برا راستہ ہے۔

تشریح:

یہ بات پہلے تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکی ہے اور آپ سن چکے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں عورتوں اور بچوں کو وراثت سے محروم کر دیتے تھے کہ وہ لڑ نہیں سکتے اور وراثت کا مستحق وہ ہے جو لڑ سکتا ہے تو عورتوں کو وراثت تو سرے سے نہیں دیتے تھے، نہ ماں کی، نہ باپ کی، نہ اور کسی کی جس کی وہ وارث بن سکتی تھیں، مگر برادری کے لوگ اپنی حیثیت کے مطابق تحفے اور ہدیئے دیتے تھے، کسی نے زمین ہدیہ کر دی، کسی نے مکان ہدیہ کر دیا، کسی نے گائے، بھینس، اونٹنی ہدیہ کر دی کہ یہ تیری ہے، اس کا دودھ پیا کر اور پہلے لوگ اس وقت بھی دیتے تھے اور آج بھی دیتے ہیں، پھر اتفاقاً اگر وہ عورت بیوہ ہو جاتی کہ خاوند فوت ہو گیا تو اس کا سسر یا اس کا جیٹھ اور دیور اس کو آگے نکاح نہیں کرنے دیتے تھے، اگر خوبصورت ہوتی تو جیٹھ یا دیور اپنے ساتھ نکاح کر لیتے تھے، مگر کسی دوسرے سے نکاح نہیں کرنے دیتے تھے کہ اس کے پاس جو مال ہے وہ بھی ساتھ چلا جائے گا، کیونکہ بعض عورتوں کے ساتھ کافی مال جمع ہو جاتا تھا، بس کہتے کہ یہ یہیں رہے، اور یہیں مرے، تاکہ مرنے کے بعد اس کا مال ہمیں مل جائے، ابتدائے اسلام میں لوگوں نے نیا نیا کلمہ پڑھا تھا، وہ بھی اسی طرح کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو لَا یَحِلُّ لَکُمْ حلال نہیں ہے تمہارے لئے اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ کَرْھًا یہ بات کہ تم وارث بنو عورتوں کے زبردستی کہ تم ان کو نکاح نہیں کرنے دیتے کہ یہیں مریں اور ان کا مال ہمیں مل جائے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تمہیں اس چیز کی اجازت نہیں ہے۔

جوان عورت اگر بیوہ ہو جائے تو اس کو شریعت بڑی تاکید کرتی ہے کہ وہ نکاح ضرور کرے، ورنہ خرابیاں پیدا ہوں گی اور یہ باتیں عام تجربے میں بھی آ چکی ہیں، البتہ بچوں کے سلسلے میں پریشانی ہوتی ہے کہ ان کی پرورش کا کیا ہوگا؟ تو بعض نیک دل بھی ہوتے ہیں، جو بچوں کی کفالت اپنے ذمہ لیتے ہیں، اگرچہ ایسے لوگ تھوڑے ہیں، مگر ہیں ضرور، اگر ایسی صورت نہ ہو کہ بننے والا خاوند بچوں کی کفالت کا ذمہ نہ لے۔

تو پھر مسئلہ یہ ہے کہ جب تک بچی بالغ نہ ہو، وہ ماں کی تربیت میں رہے گی اور لڑکا سات سال تک ماں کی تربیت میں رہے گا اور اس کا خرچہ پہلے وارثوں کے ذمہ ہے، وہ دیں گے، اگر وہ خود نہ دیں تو قاضی وارثوں سے خرچہ دلوائے گا، اگر وارث اس پوزیشن میں نہیں ہیں تو بیت المال سے باقاعدہ وظیفہ مقرر کیا جائے گا۔ ایسا نہیں ہے کہ ان بچوں کا کوئی انتظام نہ ہو اور ان کو یتیم خانے داخل کر دیا جائے، یا وہ بچے لاوارث ہو کر بداخلاقیوں کا شکار ہو جائیں، نہیں! بلکہ علاقے کے قاضی کی ذمہ داری ہے۔

اگر اسلامی قانون نافذ ہو جائے تو جس جگہ جمعہ کی نماز ہوگی، وہاں پر ایک بااختیار جج قاضی اور عامل ہوگا، جس کا یہ فریضہ ہوگا کہ وہ محلے میں بیوہ عورتوں اور بچوں کا خیال رکھے اور ایسے آدمیوں کو تلاش کرے کہ جن کو روزگار میسر نہیں ہے اور وہ بھوکے ہیں اور یہ تلاش کرنا اس کی ذمہ داری میں شامل ہوگا، اگر وہ اس میں کوتاہی کرے تو حکومت کی طرف سے سزا ہوگی کہ تمہارے حلقہ میں فلاں بیوہ عورت کیوں بھوکی رہی ہے، وہ یتیم بچہ کیوں بھوکا رہا ہے؟ فلاں بے روزگار کیوں بھوکا رہا ہے؟ لوگوں کو اسلامی قانون کی خوبیاں معلوم نہیں ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اور نہ روکو تم ان کو نکاح کرنے سے لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ تاکہ لے جاؤ تم بعض وہ چیزیں جو تم نے ان کو دی ہیں، یعنی جو مال تم نے ان کو دیا ہے، اس کو حاصل کرنے کے لئے حیلے کرتے ہو، نکاح سے روکتے ہو اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ مگر یہ کہ وہ کریں کھلی بے حیائی۔

یعنی وہ عورتیں اگر صریح بے حیائی کریں تو ان کو روکنے کا حق ہے کہ جب تک وہ مر نہ جائیں گھر میں قید ہی رکھو، مگر یہ حکم پہلے تھا، جب رجم اور کوڑوں کی سزا مقرر نہیں ہوئی تھی، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اب جب رجم اور کوڑوں کا حکم نازل ہوا تو اب بیوہ چاہے نیک ہے یا بد ہے، اس کو اور اس کے مال کو روکنے کا حق نہیں ہے، عدت گزرنے کے بعد وہ اپنے بارے میں فیصلہ کرنے کی مجاز ہے وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ اور زندگی بسر کرو تم ان کے ساتھ اچھے طریقے سے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ حوا علیہا السلام کی خلقت اور پیدائش حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے ہوئی تھی، فرمایا: استوصوا بالنساء عورتوں کے متعلق مجھ سے تاکیدی حکم حاصل کرو، ان کی

پیدائش پسلی سے ہوئی ہے اور پسلی ٹیڑھی ہوتی ہے تو یوں سمجھو کہ عورت ٹیڑھی ہوتی ہے، اس کو تم تکلے کی طرح سیدھا کرنا چاہو تو نہیں ہوگی، ٹیڑھی رہے گی، اگر سیدھا کرنا چاہو گے تو ٹوٹ جائے گی، یعنی طلاق کی نوبت آجائے گی۔

عورتوں کا مزاج قدرتی طور پر ضدی ہوتا ہے، وہ ضد کی پکی ہوتی ہیں، اگر تم چاہو کہ ان کی ضد ختم کردو، یہ تمہارے بس میں نہیں ہے، بعض نیک دل کچھ نرم ہوجاتی ہیں، بس وقت پاس کرو، اور ان کے ساتھ اخلاق کے ساتھ زندگی بسر کرو، ان کے مزاج کا خیال رکھو اور عورت کا بھی فرض ہے کہ وہ خاوند اور اس کے گھر والوں کے مزاج کو سمجھے کہ میرے خاوند کا کیا مزاج ہے، میرے سسر کا کیا مزاج ہے، میری ساس کا کیا مزاج ہے اور جو کام ان کے مزاج کے خلاف ہے، اس کا ارتکاب نہ کرے۔ کیونکہ اس سے بدمزگی پیدا ہوگی، دونوں فریقوں کو اللہ تعالیٰ نے حقوق بتلائے ہیں، مردوں کو بھی اور عورتوں کو بھی اور حکم دیا ہے کہ ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھو، جن گھروں میں بدمزگی ہے، وہ جہنم کے ٹکڑے ہیں، وہی گھر سکھی ہیں جہاں مدمزگی نہیں ہے فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ پس اگر تم ان کو ناپسند کرتے ہو فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا پس قریب ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا اور بنادے اللہ تعالیٰ اس میں بہت ساری بہتری۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس سے تمہیں بہت ساری خیر عطا فرمادے اور یہ بات تجربے میں آئی ہے کہ بعض عورتیں بڑی تند اور سخت مزاج ہوتی ہیں، لیکن ان سے اللہ تعالیٰ ایسی اولاد عطا فرماتے ہیں جو ملک وملت اور مذہب کے لئے بہت مفید ہوتی ہے۔ وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اور اگر تم ارادہ کرو اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ عورت کے بدلنے کا دوسری عورت کی جگہ۔ اگر کوئی شخص دوسری شادی کرنا چاہتا ہے تو اس کو اس شرط کے ساتھ اجازت ہے کہ أن تعدلوا عدل وانصاف کو قائم رکھے، ورنہ اجازت نہیں ہے، بلکہ اگر انصاف نہیں کرسکتا تو گناہ ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے جس شخص کی دو بیویاں ہیں اور اس نے انصاف نہیں کیا تو وہ قیامت والے دن فالج زدہ ہوگا، میدانِ حشر میں سارے لوگ اس کو دیکھیں گے کہ اس کی ایک جانب مفلوج ہے، یہ اس بات کی علامت ہوگی کہ اس نے ایک عورت کے ساتھ عدل وانصاف نہیں کیا۔ عدل وانصاف یہ ہے کہ دونوں کو خوراک، لباس، رہائش، علاج معالجہ میں برابری دے، رہی قلبی محبت تو یہ انسان کے اختیار میں

نہیں ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیک وقت نو بیویاں اور دو لونڈیاں تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لباس، خوراک اور رہائش کے بارے میں برابر رکھتے تھے، پھر فرماتے تھے کہ اے پروردگار! ھـــذا قسمی فیما أملک یہ میری تقسیم ہے ان چیزوں میں جو میرے اختیار میں ہیں فلاتؤاخذنی پس تو میرا مواخذہ نہ کرنا فیما تملک ولاأملک ان چیزوں میں جو تیرے اختیار میں ہیں اور میرے اختیار میں نہیں ہیں۔ کیونکہ طبعی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ تھی۔

حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی دو بیویاں تھیں اور اس کا مریدوں کو بھی علم تھا، لہٰذا مرید اس چیز کو مدنظر رکھتے ہوئے ہدیہ لاتے تھے، چنانچہ ایک مرید دو تربوز لایا اور دونوں ہم وزن تھے، حضرت کی خدمت میں پیش کئے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ان کو تولو، جب تولے گئے، دونوں ہم وزن نکلے، فرمایا: دونوں کو آدھا آدھا کرو، چنانچہ حسب ارشاد دونوں کو آدھا آدھا کردیا گیا۔ ایک آدھا ایک سے اور ایک آدھا دوسرے سے ایک بیوی کو بھیج دیا اور دوسرا آدھا آدھا دوسری بیوی کو بھیج دیا، کسی نے سوال کیا: حضرت دونوں ہم وزن تھے، ایک ایک بھیج دیتے، فرمایا: بھائی! کوئی تربوز میٹھا ہوتا ہے اور کوئی میٹھا نہیں ہوتا، اگر ایک کے حصے میں میٹھا آتا اور دوسری کے حصے میں پھیکا آتا تو قیامت والے دن مجھ سے باز پرس ہوتی، اس لئے میں نے اس طرح کیا ہے تو ایسا شخص اگر ایک سے زائد نکاح کرلے تو گنجائش ہے اور اگر دوسرا نکاح کرنے کے بعد پہلی کا حال بھی معلوم نہ کرے تو گناہ کی بات ہے۔

بسا اوقات ایسا ہوتا تھا کہ دوسرا نکاح کرنا چاہتا ہوتا، مگر مالی توفیق نہ ہوتی تو اس طرح کرتے تھے کہ پہلی بیوی کو تنگ کرتے تھے، مثلاً: الزام لگادیا کہ تو فلاں کے ساتھ کھڑی تھی، وہاں کیوں گئی تھی؟ آٹا گوندھتے ہلتی کیوں ہے؟ مختلف بہانے بنا کر اس کو کوستے اور الزام تراشیاں کرتے، تاکہ وہ عورت تنگ ہوکر خلع کرلے کہ رقم دے کر جان چھڑائے، تاکہ دوسری شادی کے لئے مال نہ خرچ کرنا پڑے، تو فرمایا کہ اس چیز کی تمہیں اجازت نہیں ہے وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا اور دے چکے ہو تم ان میں سے ایک کو کافی مال فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا پس نہ لو تم اس مال میں سے کچھ بھی یعنی پہلی بیوی کو تم نے جو مال دیا ہے، اس میں سے

تمہیں کچھ لینے کی اجازت نہیں ہے اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا کیا لیتے ہو تم وہ مال بہتان باندھ کر اور صریح گناہ کی شکل میں کہ اس پر طرح طرح کے بہتان باندھتے ہو کہ وہ تنگ آ کر خلع کرنے پر مجبور ہو جائے، اس کا تمہیں حق نہیں پہنچتا۔

ایک موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں فرمایا کہ: مہر کی زیادتی اگر کوئی اچھی چیز ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کرتے، جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں اور بیٹیوں کا حق مہر پانچ سو درہم تھا۔ ایک درہم ساڑھے تین ماشے کا ہوتا، اس وقت میرے خیال کے مطابق اس کی مالیت تقریباً دس ہزار بنتی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مہر زیادہ مقرر کرنا اگر کوئی فضیلت کی بات ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں اور بیٹیوں کے لئے زیادہ مقرر فرماتے، للہذا مہر زیادہ نہ مقرر کرو۔ ایک بوڑھی عورت نے منہ پر کپڑا ڈالا ہوا تھا، کھڑے ہو کر کہنے لگی مَهْلاً يَا عُمَرُ! عمر! ٹھہر جا، ہم نے آپ کی تقریر سنی ہے، یہ بتاؤ کہ تمہاری بات مانیں یا رب تعالیٰ کی بات مانیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پر اماں بات تو رب تعالیٰ کی ہی ماننی ہے تو بوڑھی نے پھر کہا: رب تعالیٰ تو فرماتے ہیں: وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا اور دے چکے ہو تم ان عورتوں میں سے کسی کو ڈھیر مال تو اس سے تم نہ لو کچھ بھی، اللہ تعالیٰ تو ہمیں ڈھیر مال دلواتا ہے اور تم منع کرتے ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہ امت کبھی تباہ نہ ہوگی، جس امت کی بوڑھیوں کو بھی یہ مسئلے یاد ہوں، پھر خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کیا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پیٹ سے تھیں اور اس وقت ان کی عمر گیارہ سال تھی تو ان کا مہر چالیس ہزار درہم مقرر فرمایا، لوگوں نے اعتراض کیا کہ پہلی بیویوں کو حق مہر کم دیا تھا، اس کو زیادہ دیا ہے؟ تو فرمایا: اس وقت میری مالی پوزیشن کمزور تھی اور اب مضبوط ہے۔ اور یاد رکھنا کہ مہر خاوند کی حیثیت کے مطابق ہے، کئی لوگ ابھی تک یہ رٹ لگائے پھرتے ہیں کہ شرعی مہر بتیس روپے چھ آنے ہے، حاشا وکلا، ایسی کوئی بات نہیں ہے، اصل بات یہ ہے کہ انگریز دور میں پانچ سو درہم کی قیمت تھی ایک سو بتیس روپے چھ آنے تو سو کا نام نہیں لیتے تھے، بتیس روپے چھ آنے کہہ دیتے تھے، تو ان کو بتیس روپے چھ آنے یاد ہو گئے ہیں، پھر دیکھو باقی ساری رسمیں کرتے

ہیں اور مہر پر آ کے اڑ جاتے ہیں کہ مہر شرعی ہوگا اور شرعی بھی خود ساختہ، لہٰذا یاد رکھنا آج کل کے زمانے میں مہر بتیس روپے چھ آنے ہو تو نکاح بالکل نہیں ہوتا، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس روایت پر عمل کرتے ہیں: ''لَا مَهْرَ أَقَلَّ مِنْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ'' کہ دس درہم سے کم کوئی مہر نہیں ہے۔ ایک درہم ساڑھے تین ماشے کا ہوتا ہے، یہ تقریباً چھتیس ماشے چاندی بنتی ہے، میرے خیال کے مطابق اس وقت اس کی قیمت دو سو روپے بنتی ہے، تو اس وقت دو سو روپے سے کم کوئی مہر مقرر کرے گا تو وہ مہر نہیں ہوگا۔ پھر ہر زمانے میں قیمت بدلتی رہتی ہے، اس اعتبار سے قیمت لگائی جائے گی، فرمایا: وَكَيْفَ تَأْخُذُوْنَهٗ اور کیسے لو گے تم ان سے اس مال کو وَقَدْ أَفْضٰى بَعْضُكُمْ إِلٰى بَعْضٍ حالانکہ پہنچ چکے بعض تمہارے بعض کی طرف یعنی تم ایک دوسرے سے مل چکے ہو، خاوند بیوی رہ چکے ہو وَّأَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا اور لیا ان عورتوں نے تم سے پختہ وعدہ، وہ پختہ وعدہ یہ ہے کہ جب نکاح کا ایجاب قبول ہوتا ہے تو مرد کہتا ہے: میں نے قبول کی، یہ بڑا پختہ وعدہ ہے، لہٰذا تم قبول کرنے کے بعد ان کو کیوں چھوڑتے ہو؟ اور ان کو تنگ کر کے خلع پر کیوں مجبور کرتے ہو؟ ایک اور مسئلہ بھی یاد رکھنا، وہ یہ کہ بعض جاہل قسم کے نکاح خواں ان الفاظ کے ساتھ نکاح پڑھاتے ہیں کہ فلاں دختر فلاں کی اتنے مہر کے عوض میں تجھے قبول ہے؟ وہ کہتا ہے مجھے قبول ہے، ان الفاظ کے ساتھ نکاح نہیں ہوتا، کیونکہ یہ استفہام ہے اور جملہ استفہامیہ سے نکاح نہیں ہوتا، نکاح ان الفاظ کے ساتھ کہ فلاں دختر فلاں اس کی اجازت سے میں نے اپنی وکالت سے تجھے نکاح کر کے دے دی ہے اور وہ کہے کہ میں نے قبول کی ہے اور مسئلہ فرمایا: وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اور نہ نکاح کرو تم ان عورتوں سے جن کے ساتھ نکاح کیا تمہارے باپ دادا نے، زمانہ جاہلیت میں ایسا ہوتا تھا کہ اگر کسی کے باپ نے جوان عورت سے نکاح کیا ہوتا اور باپ فوت ہو جاتا، اس کے بیٹوں میں سے کوئی ایک اس سوتیلی ماں کے ساتھ نکاح کر لیتا یا اسی طرح دادا یا نانا نے کسی نوجوان عورت کے ساتھ نکاح کیا ہوتا تو ان کے فوت ہو جانے کے بعد یہ اپنی سوتیلی دادی یا نانی سے نکاح کر لیتے، اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ مگر وہ بات جو پہلے ہو چکی۔ یعنی دورِ جاہلیت میں آج سے پہلے جو ہو چکا ہے، وہ نادانی کی وجہ سے تھا، اب آئندہ کے لئے ایسی عورتیں ہمیشہ کے لئے تم پر حرام ہو گئی ہیں إِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا بے شک یہ بے

حیائی ہے اور اللہ کی ناراضی کی بات ہے کہ جس عورت کو باپ استعمال کرتا تھا، اب اسی کو بیٹا استعمال کرے، جس کو دادا استعمال کرتا رہا، اسی کو پوتا استعمال کرے، جس کو نانا استعمال کرتا رہا، اس کو نواسا استعمال کرے، بڑی بے حیائی کی بات ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضی کی بات ہے وَسَاءَ سَبِيلًا اور یہ بہت برا راستہ ہے، لہٰذا ان کے حقوق کا لحاظ کرو، چاہے وہ نوعمر ہیں، تمہارے نکاح میں نہیں آسکتیں۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ نِسَآىِٕكُمْ وَرَبَآىِٕبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآىِٕكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ۫ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ۫ وَحَلَآىِٕلُ اَبْنَآىِٕكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ ۙ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۲۳﴾

لفظی ترجمہ:

حُرِّمَتْ حرام کردی گئیں عَلَيْكُمْ تم پر اُمَّهٰتُكُمْ تمہاری مائیں وَبَنٰتُكُمْ اور تمہاری بیٹیاں وَ اَخَوٰتُكُمْ اور تمہاری بہنیں وَعَمّٰتُكُمْ اور تمہاری پھوپھیاں وَخٰلٰتُكُمْ اور تمہاری خالائیں وَبَنٰتُ الْاَخِ اور بھتیجیاں وَبَنٰتُ الْاُخْتِ اور بھانجیاں وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اور تمہاری وہ مائیں اَرْضَعْنَكُمْ جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہے وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ اور تمہاری دودھ شریک بہنیں وَاُمَّهٰتُ نِسَآىِٕكُمْ اور تمہاری بیویوں کی مائیں وَرَبَآىِٕبُكُمُ الّٰتِيْ اور تمہاری وہ پروردہ بچیاں فِيْ حُجُوْرِكُمْ جو تمہاری گود اور تربیت میں ہیں مِّنْ نِّسَآىِٕكُمُ الّٰتِيْ ان عورتوں سے دَخَلْتُمْ بِهِنَّ جن کے ساتھ تم ہمبستری کر چکے ہو فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ پس اگر تم نے ان کے ساتھ ہمبستری نہیں کی فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ پس کوئی گناہ نہیں ہے تم پر وَحَلَآىِٕلُ اَبْنَآىِٕكُمْ اور تمہارے بیٹوں کی بیویاں بھی حرام کردی گئی ہیں الَّذِيْنَ وہ بیٹے مِنْ اَصْلَابِكُمْ جو تمہاری پشت سے ہیں وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اور یہ کہ تم جمع کرو دو بہنوں کو نکاح میں اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ مگر وہ جو پہلے گزر چکا اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ہے بخشنے والا مہربان۔

تشریح:

اللہ تعالیٰ نے نسل انسانی کو باقی رکھنے کے لئے مرد اور عورت کو پیدا کیا، مرد اور عورتیں پیدا فرمائیں کہ ان کے ذریعہ نسل انسانی باقی رہے اور انسان کا شمار چونکہ اشرف المخلوقات میں ہوتا ہے، لہٰذا اس کے شرف کو محفوظ کرنے کے لئے قانون دے دیا تا کہ یہ حیوانوں کی طرح زندگی نہ گزارے، اس لئے نکاح کے اصول بیان فرماتے ہیں کہ کن کن عورتوں سے نکاح ہوسکتا ہے اور کن کن عورتوں سے نکاح نہیں ہوسکتا۔

دنیا میں ایسی بد بخت قومیں بھی تھیں اور اب بھی موجود ہیں کہ جو ماں، بہن، بیٹیوں، نواسیوں اور

پوتیوں سے نکاح کر لیتے ہیں۔ ان کا اصول یہ ہے کہ عورتیں سب برابر ہیں، ان میں کوئی فرق نہیں ہے، چنانچہ ایران کے مجوسی اور پارسیوں کا یہی نظریہ تھا، سعودیہ کے بالکل کنارے پر ایک مقام تھا حجر، وہاں کچھ مجوسی آباد تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے دورِ خلافت میں معلوم ہوا کہ ایک پارسی نے بیٹیاں اور بہن اپنے نکاح میں رکھی ہوئی ہیں تو وہاں کے گورنر کو تحریری طور پر حکم بھیجا کہ میں نے سنا ہے کہ وہاں ایک ایسی قوم آباد ہے کہ انہوں نے بیٹیاں بہنیں نکاح میں رکھی ہوئی ہیں تفرقوا ان میں تفریق کرادو، اسلام میں یہ بدمعاشی برداشت سے باہر ہے۔

اور مسئلہ یہ ہے کہ جو کافر اسلامی حکومت میں رہیں گے، جن کو فقہی اصطلاح میں ذمی کہا جاتا ہے، ان کو تمام اسلامی قوانین کی پابندی کرنی پڑے گی، سوائے دو چیزوں کے: ایک شراب کی ان کو اجازت ہے، بنائیں، پئیں اور بیچیں، اس سلسلہ میں ان پر کوئی پابندی نہیں ہے، نمبر دو: خنزیر کھائیں، بیچیں، کوئی پابندی نہیں ہے، ان دو کے علاوہ جتنے اسلامی احکام ہیں، وہ ان پر نافذ ہوں گے، چوری کریں گے تو ہاتھ کاٹے جائیں گے، شادی شدہ زنا کرے گا تو سنگسار کیا جائے گا، غیر شادی شدہ کرے گا تو سو کوڑے مارے جائیں گے، ماں بہن کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت نہیں ہوگی، وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہمارے مذہب میں ماں بہن کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت ہے، چونکہ پاکستان میں اسلامی قانون نافذ نہیں ہے، اس لئے یہاں کافر بڑی جرأت کے ساتھ اپنے مذہب کا پرچار کرتے ہیں، چنانچہ ایک عیسائی پاکستان میں تقریر کرتا پھر رہا ہے اور وہ حکومت پاکستان کا مہمان ہے، وہ کہتا پھر رہا ہے کہ عیسائی اگر مسلمان ہو جائے تو ان پر کوئی پابندی نہیں ہے، اسی طرح اگر مسلمان عیسائی ہو جائے تو اس پر بھی کوئی پابندی نہیں ہونی چاہئے، حالانکہ قرآن وسنت اور فقہ اسلامی کے مطابق اگر کوئی مسلمان مرتد ہو جائے تو اس کی سزا قتل ہے، بہرحال اسلام نے بے حیائی کی جڑیں اکھیڑی ہیں، نہ آتش پرستوں کے طریقے کو رہنے دیا ہے، نہ کسی اور طریقے کو۔

آج سے تقریباً پانچ سال پہلے کی بات ہے، اخبار میں آیا تھا کہ کسی مغربی ملک میں ایک عورت کا خاوند فوت ہو گیا تو اس نے اپنے بیٹے کے ساتھ نکاح کر لیا جو اسی خاوند سے تھا، عورت کی عمر بیالیس سال تھی اور لڑکے کی عمر اٹھارہ سال تھی اور اس عورت کا باقاعدہ فوٹو بھی شائع ہوا تھا، کچھ لوگوں نے لڑکے کو طعنے

دیئے کہ وہ تیری ماں ہے تو اس نے کہا: کوئی بات نہیں، وہ میری ماں بھی ہے اور میری بیوی بھی ہے، تمہیں کیا تکلیف ہے؟ تو اس قدر دنیا میں بے حیائی پھیلی ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ نے اس بے حیائی کو بند کرنے کا حکم دیا، جیسا کہ آپ نے کل کے درس میں سنا۔

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اور نہ نکاح کرو تم ان عورتوں کے ساتھ جن کے ساتھ نکاح کیا ہے تمہارے باپ دادا نے۔ یعنی جن عورتوں کے ساتھ تمہارے باپ دادا نے نکاح کیا ہے، ان کے ساتھ تمہارا نکاح نہیں ہو سکتا۔ اس حکم میں سوتیلی مائیں، سوتیلی دادیاں، سوتیلی نانیاں سب داخل ہیں اور آج کے درس میں یہ حکم ہے، فرمایا:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ حرام کردی گئی ہیں تم پر تمہاری مائیں، یعنی ماں کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہے اور نانی، پڑنانی، دادی، پردادی اوپر تک سب ماں کے حکم میں ہیں وَبَنٰتُكُمْ اور حرام کردی گئی ہیں تم پر تمہاری بیٹیاں، نہ بیٹی کے ساتھ نکاح جائز ہے، نہ نواسی کے ساتھ نیچے تک چلے جاؤ، کسی کے ساتھ نکاح نہیں ہو سکتا وَاَخَوٰتُكُمْ اور حرام کردی گئی ہیں تم پر تمہاری بہنیں چاہے وہ بہنیں عینی ہوں، ماں باپ شریک یا علاتی ہوں یعنی باپ شریک یا اخیافی ہوں ماں شریک، باپ الگ الگ ہے، تینوں صورتوں میں بہن کے ساتھ نکاح نہیں ہو سکتا وَعَمّٰتُكُمْ اور حرام کردی گئی ہیں تم پر تمہاری پھوپھیاں، ان میں بھی وہی تفصیل ہوگی کہ وہ پھوپھی باپ کی حقیقی بہن ہو یا باپ کی طرف سے بہن ہو، ماں کی طرف سے نہیں، ماں کی طرف سے بہن ہو، باپ کی طرف سے نہیں، تینوں صورتوں میں حرام ہے وَخٰلٰتُكُمْ اور حرام کردی گئی ہیں تم پر تمہاری خالائیں، ان میں بھی وہی تفصیل ہے کہ وہ ماں کی حقیقی بہن ہو یا ماں کی طرف سے بہن ہو یا باپ کی طرف سے بہن ہو، ماں الگ الگ ہو، تینوں صورتوں میں اس کے ساتھ نکاح حرام ہے وَبَنٰتُ الْاَخِ اور حرام کردی گئی ہیں تم پر بھائی کی بیٹیاں یعنی بھتیجیاں، ان میں بھی وہی تفصیل ہے کہ حقیقی بھائی ہے، اس کی بیٹی یا ماں کی طرف سے بھائی ہو اس کی بیٹی یا باپ کی طرف سے بھائی ہے اس کی بیٹی، تینوں صورتوں میں بھائی کی بیٹی کے ساتھ نکاح حرام ہے۔

وَبَنٰتُ الْاُخْتِ اور حرام کردی گئی ہیں تم پر بہن کی بیٹیاں یعنی بھانجیاں، یہاں وہی تفصیل ہے

حقیقی بہن کی لڑکی ہو یا ماں شریک بہن کی لڑکی ہو یا باپ شریک بہن کی لڑکی ہو، تینوں صورتوں میں اس کے ساتھ نکاح حرام ہے وَاُمَّھٰتُکُمُ الّٰتِیۡۤ اور تمہاری وہ مائیں اَرۡضَعۡنَکُمۡ جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہے یعنی رضاعی ماں کے ساتھ بھی نکاح حرام ہے نہ رضاعی ماں کی ماں کے ساتھ، نہ اس کی بیٹی کے ساتھ، رضاعی ماں کا سلسلہ بھی اسی طرح چلتا ہے، جس طرح نسبی اور حقیقی ماں کا چلتا ہے۔

عورتوں کی یہ رضاعت کا مسئلہ اچھی طرح سمجھنا چاہئے، کیونکہ بعض بے چاریاں بالکل سادہ ہوتی ہیں، ان کو مسئلے کا علم نہیں ہوتا اور وہ پیار میں آ کر اپنے بھتیجوں اور بھانجوں کو دودھ پلا دیتی ہیں یا کوئی عورت سودہ سلف لینے کے لئے گئی اور پیچھے اس کا بچہ بچی رو رہے ہیں تو ان کو اپنا دودھ پلا دیا کہ خاموش ہو جائیں، ایسا بالکل نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ اس کے ساتھ حرام حلال کے مسائل کا تعلق ہے، لہٰذا بلا ضرورت کوئی عورت کسی بچے کو دودھ نہ پلائے، ہاں! اگر مجبوراً پلانا پڑا ہے کہ اگر نہ پلائیں تو بچے کی جان کو خطرہ تھا کہ مر جاتا تو پھر اس کی تشہیر کرے کہ فلاں لڑکے یا لڑکی کو میں نے دودھ پلایا ہے، کیونکہ زندگی کا کوئی علم نہیں ہے، اگر اس نے نہ بتایا اور فوت ہوگئی اور لاعلمی کی وجہ سے بہن بھائی کا نکاح ہوگیا تو آگے ساری نسل حرامیوں کی چلے گی اور دودھ کے چند قطرے بھی اندر چلے گئے تو احکامات مرتب ہونے کے لئے کافی ہیں۔

اور فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم نے یہاں تک مسئلہ لکھا ہے کہ اگر غیر شادی شدہ لڑکی صحت مند ہے اور اس کا دودھ اتر آیا ہے اور ایسا ہو سکتا ہے باوجود اس کے کہ وہ بدچلن بھی نہ ہو، اگر اس نے اپنا دودھ کسی بچی یا بچے کو پلایا تو رضاعت کا حکم ثابت ہو جائے گا اور وہ اس بچی بچے کی ماں بن جائے گی، بڑا نازک مسئلہ ہے، اس کی گھروں میں خوب تشہیر کرو اور جو عورتیں درس سنتی ہیں ان کا فرض ہے کہ وہ اپنی برادری کی عورتوں کو بتائیں کہ کوئی عورت کسی کے بچے کو دودھ نہ پلائے اور اگر پلائے تو اس کی خوب تشہیر کرے کہ میں نے فلاں بچے کو دودھ پلایا ہے، تاکہ آنے والی نسلوں پر اس کی زد نہ پڑے۔

بخاری شریف میں روایت ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کے ساتھ گھر میں موجود تھے کہ اتنے میں ایک کالے رنگ کی لونڈی آئی، بنت اھاب اس کا نام تھا، دیکھا کہ دونوں میاں بیوی کی حیثیت سے رہ رہے ہیں، کہنے لگی کہ میں نے تو تم دونوں کو دودھ پلایا ہے، تم آپس میں رضاعی بہن

بھائی ہو، لہٰذا تم میاں بیوی کس طرح بن گئے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہمیں تو نہ تو نے بتایا ہے، نہ اور کسی نے بتایا ہے، حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں رہائش پذیر تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں، یہ مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ پہنچے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صورتِ حال سے آگاہ کیا کہ حضرت! اس طرح میری بیوی ہے اور ایک کالے رنگ کی عورت آئی ہے، وہ کہتی ہے کہ میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے، تو تم میاں بیوی کس طرح بن گئے ہو؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: تو اس عورت کو الگ کردے، احتیاط اسی میں ہے۔

اور یہ مسئلہ بھی سمجھ لیں کہ رضاعت کا حکم تب ثابت ہوگا کہ دو سال کی عمر کے اندر اندر دودھ پلایا جائے، کیونکہ دوسرے پارے میں موجود ہے: حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ کہ دودھ پلانے کا زمانہ دو سال ہے، دو سال کے بعد جب بچہ کھانے پینے لگ جائے تو پھر دودھ پینے سے رضاعت کا حکم ثابت نہیں ہوگا، چنانچہ ایک آدمی نے مسئلہ دریافت کیا کہ اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کا دودھ چوس لے تو کیا نکاح رہتا ہے یا نہیں؟ تو میں نے کہا کہ بھائی اس کو بیوی کے دودھ کو چوسنے کی کیا ضرورت تھی؟ بھیڑ بکری کا چوس لیتا، مگر ایسا کرنے سے نکاح پر کوئی زد نہیں پڑتی، کیونکہ رضاعت کا حکم دو سال کے اندر اندر ثابت ہوتا ہے، لیکن ایسی کوئی حرکت کرنی نہیں چاہئے، شریعت کے دائرے میں رہنا چاہئے وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ اور تمہاری دودھ شریک بہنیں، ان کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہے اور اس کی کئی صورتیں بن سکتی ہیں:

ایک یہ کہ لڑکے کی ماں کا دودھ کسی لڑکی نے پیا ہے تو یہ دونوں آپس میں بہن بھائی ہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ لڑکی نے کسی لڑکے کی ماں کا دودھ پیا ہو تو بہن بھائی بن گئے۔

اور ایک صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ کسی لڑکے اور لڑکی نے کسی تیسری عورت کا دودھ پیا ہو جو نہ لڑکے کی ماں ہے، نہ لڑکی کی، تب بھی یہ دونوں آپس میں بہن بھائی بن گئے اور بہن بھائی بننے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ اکٹھے ایک ہی وقت میں پئیں، یعنی دودھ پینے کا زمانہ ایک ہو، بلکہ فرض کرو کہ لڑکے نے آج دودھ پیا ہے اور لڑکی نے اس عورت کا دودھ دو سال یا دس سال یا تیس سال یا پچاس سال بعد پیا تب بھی یہ آپس میں بہن بھائی بن جائیں گے، کیونکہ دونوں کی ماں ایک ہے وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ اور تمہاری

بیویوں کی مائیں یعنی ساس کے ساتھ بھی نکاح جائز نہیں ہے، چاہے وہ مطلقہ ہو یا بیوہ ہو جائے، کوئی بھی حیثیت رکھتی ہو وہ تمہاری ماں کے درجہ میں ہے وَرَبَآئِبُكُمُ ربائب ربیبۃ کی جمع ہے، تمہاری پروردہ بچیاں الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ وہ جنہوں نے تمہاری گود میں تربیت پائی ہے مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ تمہاری ان عورتوں سے جن سے تم ہمبستری کر چکے ہو، مثلاً: ایک عورت بیوہ یا مطلقہ ہے، اس نے دوسری جگہ نکاح کر لیا اور پہلے خاوند سے بچی ہے تو یہ دوسرا خاوند اس بچی سے نکاح نہیں کر سکتا، یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ میری بیٹی نہیں ہے، کسی اور کی بچی ہے، کیونکہ عموماً بیوہ ہونے اور مطلقہ ہونے کی شکل میں چھوٹے بچے ماں کے پاس رہتے ہیں تو یہ ربیبہ کہلاتی ہے فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ پس اگر تم نے کسی کے ساتھ ہمبستری نہیں کی فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ تو کوئی گناہ نہیں ہے تم پر مثلاً: ایک آدمی نے بیوہ یا مطلقہ عورت سے نکاح کیا ہے، مگر ہمبستری نہیں کی اور طلاق کی نوبت آ گئی ہے یا وہ عورت فوت ہو گئی تو اس کی وہ بچی جو پہلے خاوند سے ہے اس کے ساتھ یہ دوسرا خاوند نکاح کر سکتا ہے، اس کے لئے حلال ہے، کوئی گناہ نہیں ہے وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ اور تمہارے بیٹوں کی بیویاں بھی تم پر حرام کر دی گئی ہیں الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ وہ بیٹے جو تمہاری پشت سے ہیں یعنی جو تمہارے صلبی بیٹے ہیں اور یہ صلبی کی قید اس لئے یعنی منہ بولے بیٹے کی بیوی سے طلاق اور عدت کے بعد نکاح جائز ہے، اس کے حقوق وہ نہیں ہیں جو صلبی بیٹے کے ہیں۔

زمانۂ جاہلیت میں لوگوں کا یہ دستور تھا کہ جس کو بیٹا کہہ دیتے تھے، اس کے وہی حقوق سمجھتے تھے جو صلبی بیٹے کے ہوتے تھے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو متبنیٰ بنایا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ساتھ ان کا نکاح ہوا تھا، آپس میں مزاج نہ ملنے کی وجہ سے طلاق کی نوبت آ گئی، عدت گزرنے کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کرنا چاہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پروپیگنڈے سے ڈرتے تھے کہ لوگ کہیں گے کہ آپ نے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا ہے تو بائیسویں پارے میں موجود ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَتَخْشَى النَّاسَ اور تم لوگوں سے ڈرتے تھے وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ حالانکہ اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے ڈرو یعنی لوگوں سے نہ ڈرو، مجھ سے ڈرو، متبنیٰ کی

بیوی سے نکاح جائز ہے، رضاعی بیٹے کی بیوی سے نکاح جائز نہیں ہے اور رضاعی بیٹا وہ ہے جس نے بیوی کا دودھ پیا ہے، اس بچے نے کسی عورت کے ساتھ نکاح کیا پھر وہ فوت ہو گیا یا اس نے طلاق دے دی تو یہ رضاعی باپ اس عورت کے ساتھ نکاح نہیں کرسکتا، رضاعی بیٹے بیٹی کے وہی احکام ہیں جو حقیقی بیٹے کے ہیں۔

وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ اور یہ کہ تم جمع کر و دو بہنوں کو نکاح میں یعنی دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا بھی حرام ہے، برابر ہے کہ حقیقی بہنیں ہوں یا باپ کی طرف سے بہنیں ہوں یا ماں کی طرف سے بہنیں ہوں، اسی طرح پھوپھی، بھتیجی بھی کسی کے نکاح میں اکٹھی نہیں رہ سکتیں، آگے پیچھے رہ سکتی ہیں کہ ایک فوت ہو جائے تو دوسری سے نکاح کر لے، اسی طرح خالہ بھانجی بھی اکٹھی نہیں رہ سکتیں، آگے پیچھے ہو سکتی ہیں کہ مثلاً: ایک آدمی نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کیا، موافقت نہ ہوئی، طلاق ہو گئی، اب اس کی بھتیجی یا بھانجی کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے تو جب تک پہلی عورت کی عدت ختم نہیں ہوگی، اس وقت تک اس کی بھتیجی یا بھانجی سے نکاح نہیں کرسکتا۔ کیونکہ دونوں کا جمع ہونا لازم آتا ہے، یہ اللہ تعالیٰ نے احکام بتائے ہیں۔

کافی عرصہ ہوا ہے کہ ایک مسئلہ درپیش ہوا کہ ایک آدمی کی دو بچیاں ہیں کہ قدرتی طور پر دونوں کی پیٹھ جڑی ہوئی ہے، دونوں صحت مند اور جوان ہو گئی ہیں، ڈاکٹروں نے کہا کہ دونوں کو الگ الگ کرنے کے لئے رگیں کاٹی گئیں تو مر جائیں گی، نکاح کا مسئلہ پیش ہوا کہ ان کا نکاح کس طرح کیا جائے، کیا صورت ہوگی؟ تو مودودی صاحب نے فتویٰ دیا کہ دونوں کا ایک مرد کے ساتھ نکاح کر دو، جائز ہے، ہم نے بڑا احتجاج کیا کہ قرآن پاک کا حکم ہے وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ کہ دو بہنوں کو جمع کرنا حرام ہے، اور ان دونوں کا وجود الگ الگ ہے، صرف ایک جگہ سے رگیں جڑی ہوئی ہیں کہ اگر کاٹتے ہیں تو مرنے کا خطرہ ہے اور قرآن پاک کا صریح حکم ہے کہ دو بہنوں کا نکاح میں اکٹھا کرنا حرام ہے۔ علماء کا مودودی صاحب سے کوئی ذاتی اختلاف اور دشمنی نہیں ہے، اس اللہ کے بندے نے قرآن پاک کی تفسیر میں بھی اور فقہی مسائل میں بھی بڑی قلابازیاں کھائی ہیں اور اس نے بڑا کچھ کہا ہے تو یہ اٹل مسئلہ ہے کہ دو بہنیں اکٹھی ایک نکاح میں نہیں رہ سکتیں، ہاں اس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک ساتھ نکاح ہوا ہے، وہ فوت ہو جائے تو عدت

گزرنے کے بعد اس کی بہن کے ساتھ نکاح کر لے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، ان کے فوت ہو جانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دوسری بیٹی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر دیا۔

اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ مگر وہ جو پہلے گزر چکا، وہ جہالت اور نادانی کی وجہ سے تھا، اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہے، کیونکہ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا بے شک ہے اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان۔ تمام مسلمان مرد عورتوں پر فرض ہے کہ ان مسائل کو ازبر کریں اور یاد رکھیں تا کہ کوئی گڑبڑ نہ ہو۔

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْۚ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْۚ وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَؕ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةًؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۲۴﴾ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْؕ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍۚ فَاِذَاۤ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْؕ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۵﴾

لفظی ترجمہ:

وَّالْمُحْصَنٰتُ اور (حرام کردی گئی ہیں تم پر) وہ عورتیں جو خاوندوں والی ہیں مِنَ النِّسَآءِ عورتوں میں سے اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مگر وہ جن کے مالک ہو جائیں تمہارے دائیں ہاتھ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ یہ تم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لکھا گیا ہے وَاُحِلَّ لَكُمْ اور حلال کردی گئیں تمہارے لئے مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ وہ عورتیں جو ان کے علاوہ ہیں اَنْ تَبْتَغُوْا یہ کہ تلاش کرو تم بِاَمْوَالِكُمْ اپنے مالوں کے ساتھ مُّحْصِنِيْنَ نکاح کی قید میں رکھنے والے ہو غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ نہ کہ شہوت رانی کرنے والے ہو فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ پس تم نے ان عورتوں میں سے جس سے فائدہ اٹھایا فَاٰتُوْهُنَّ پس دو تم ان کو اُجُوْرَهُنَّ مہر ان کے فَرِيْضَةً جو مقرر ہیں وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اور کوئی گناہ نہیں ہے تم پر فِيْمَا اس چیز کے بارے میں تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ جس پر تم آپس میں راضی ہو جاؤ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ مہر مقرر کرنے کے بعد اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ كَانَ ہے عَلِيْمًا جاننے والا حَكِيْمًا حکمت والا وَمَنْ اور وہ شخص لَّمْ يَسْتَطِعْ جو نہیں طاقت رکھتا مِنْكُمْ تم میں سے طَوْلًا نہ قدرت اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ یہ کہ نکاح کرے آزاد عورتوں کے ساتھ الْمُؤْمِنٰتِ جو مومن ہیں فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ تو ان کے ساتھ نکاح کرلے جن کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک ہیں مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ تمہاری لونڈیوں میں سے جو مومن ہیں وَاللّٰهُ اَعْلَمُ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے بِاِيْمَانِكُمْ تمہارے ایمان کو بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ بعض تمہارے وابستہ بعض کے ساتھ

فَانْكِحُوْهُنَّ پس تم ان لونڈیوں کے ساتھ نکاح کرو بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ ان کے مالکوں کی اجازت سے وَاٰتُوْهُنَّ اور دو تم ان کو اُجُوْرَهُنَّ مہران کے بِالْمَعْرُوْفِ اچھے طریقے کے ساتھ مُحْصَنٰتٍ وہ نکاح کی قید میں رکھی جائیں غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وہ مستی نکالنے والی نہ ہوں وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ اور پوشیدہ طور پر یارانے رکھنے والی نہ ہوں فَاِذَآ اُحْصِنَّ پس جب وہ محصن ہو جائیں یعنی نکاح کی قید میں لائی جائیں فَاِنْ اَتَيْنَ پس اگر کریں وہ بِفَاحِشَةٍ کوئی گناہ فَعَلَيْهِنَّ بس ان پر ہے نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ آدھی سزا جو آزاد عورتوں پر ہے ذٰلِكَ یہ لِمَنْ خَشِيَ اس شخص کے لئے ہے جو ڈرتا ہے الْعَنَتَ گناہ میں مبتلا ہونے سے مِنْكُمْ تم میں سے وَاَنْ تَصْبِرُوْا اور یہ کہ تم صبر کرو خَيْرٌ لَّكُمْ تمہارے لئے بہت بہتر ہے وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

تشریح:

اس سے پہلی آیات میں ان عورتوں کا ذکر تھا، جن کے ساتھ نکاح حرام ہے، اسی حد کا ذکر ہے وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اور (حرام کردی گئیں ہیں تم پر) وہ عورتیں جو خاوند والی ہیں یعنی وہ عورتیں جو کسی کے نکاح میں ہیں جب تک ان کا خاوند فوت نہ ہو جائے یا طلاق نہ دے دے اور عدت نہ گزر جائے، اس عورت کے ساتھ کسی کا نکاح جائز نہیں ہے۔

اس مقام پر محصنات سے مراد خاوند والی عورتیں ہیں کہ خاوند والی عورتوں کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہے اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مگر وہ جن کے مالک ہو جائیں تمہارے دائیں ہاتھ۔

یہ بات ذرا توجہ سے سمجھنا کہ کچھ کام ایسے ہیں جو دائیں ہاتھ سے کرنے ہیں اور کچھ کام ایسے ہیں جو بائیں ہاتھ سے کرنے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: دائیں ہاتھ سے کھایا کرو اور دائیں ہاتھ سے پیا کرو، کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے اور پیتا ہے، اس طرح وضو میں پہلے دایاں ہاتھ دھوؤ، پھر بایاں، کتاب دائیں ہاتھ میں پکڑو، جوتا بائیں ہاتھ میں پکڑو، کوئی چیز کسی کو دینی ہے دائیں ہاتھ سے دو، لینی ہے دائیں ہاتھ سے لو، استنجا کرنا ہے بائیں ہاتھ سے کرو، ناک صاف کرنا ہے بائیں ہاتھ سے کرو، تو ملک یمین کا مطلب ہے دائیں ہاتھ کی ملک۔

ضابطہ یہ ہے کہ جب شرعی جہاد ہو اور اس میں کافر مرد عورتیں گرفتار ہو جائیں، قیدی بن جائیں تو ان کے متعلق پہلا حکم یہ ہے کہ تم اپنے قیدیوں کے ساتھ تبادلہ کرو، کیونکہ تمہارے ساتھی بھی تو قیدی ہوئے ہوں گے، کیونکہ یہ تو نہیں ہوسکتا کہ تم ہی قیدی کرو اور وہ نہ کرسکیں، لہٰذا تم یہ قیدی دے کر اپنے ساتھی لے لو۔ دوسرا حکم قرآن پاک کے چھبیسویں پارے میں آتا ہے کہ فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً یا تم ان قیدیوں کو مفت میں چھوڑ دو، اس کی بھی تمہیں اجازت ہے یا ان سے فدیہ اور خرچہ لے کر چھوڑنا چاہتے ہو تو اس کا بھی تمہیں حق ہے، اگر یہ تینوں صورتیں نہ بن سکیں تو آخری حکم یہ ہے کہ ان کو تم غلام اور لونڈی بنا کے رکھو، پھر امیر لشکر ان کو مختلف ساتھیوں کے حوالے کرے گا اور طریقہ یہ ہوگا کہ امیر لشکر ایک قیدی کو دائیں ہاتھ سے پکڑے گا اور کہے گا کہ یہ تیرا غلام ہے اور وصول کرنے والا بھی دائیں ہاتھ سے وصول کرے گا، اس کو کہتے ہیں ملک یمین یعنی دائیں ہاتھ کی ملک، پھر یہ بھی کوئی ضروری نہیں ہے کہ ہاتھ سے ہی پکڑائے، اگر لفظ زبان سے ہی کہہ دے کہ یہ تیرا غلام ہے، یہ تیری لونڈی ہے تو اس طرح بھی جائز ہے۔

اور یہ مسئلہ بھی سمجھ لو کہ جس کو لونڈی ملے گی، وہ اس کو بطور بیوی کے استبراءِ رحم کے بعد استعمال کرسکتا ہے، یعنی ماہواری آنے کے بعد ماہواری سے پہلے نہیں، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے خاوند سے حاملہ ہو تو اس طرح نسب خلط ملط ہو جائے گا اور معلوم نہیں ہوگا کہ بچہ پہلے کا ہے یا اس کا۔

شریعت نے نسب کے تحفظ کی بڑی تاکید فرمائی ہے، جب ایک حیض آجائے گا تو اس بات کی دلیل ہوگی کہ یہ حاملہ نہیں ہے اور قیدی بن کے لونڈی ہو جانے کے بعد پہلے خاوند سے طلاق کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

پھر اس میں بھی تفصیل ہے کہ وہ لونڈی اگر یہودیہ ہے یا عیسائی ہے تو اس کو بطور بیوی کے استعمال کرسکتا ہے، اگر وہ یہودیہ یا عیسائی نہیں ہے اور مسلمان ہوگئی ہے تو اس کو بطور بیوی کے استعمال کرسکتا ہے اور اگر مسلمان نہ ہو تو پھر ملک یمین تو ہوگی، مگر اس کو بطور بیوی کے استعمال نہیں کرسکتا، یہ ایسے ہی ہوگا جیسے کوئی گدھی یا گھوڑی خرید لے تو وہ اس کا مالک تو ہوگا مگر ان سے کوئی کارروائی جائز نہ ہوگی، تو فرمایا: خاوند والی عورتیں بھی تم پر حرام ہیں، مگر وہ جو تمہاری لونڈیاں ہو جائیں، بے شک دار الحرب میں ان کے خاوند

موجود ہیں، مگراب وہ تمہاری لونڈیاں ہیں، تم ان کو بغیر نکاح کے استعمال کر سکتے ہو اور اگر کسی اور کی لونڈی ہے تو تم اس کے ساتھ نکاح بھی کر سکتے ہو، اگر مالک تمہارے ساتھ نکاح کرادے تو۔ اور اپنی لونڈی کا نکاح کرا دینے کے بعد اب مالک اس سے دوسری خدمت تو لے سکتا ہے مگر اس سے وطی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ یہ حق اس نے دوسرے کو دے دیا ہے۔

کِتٰبَ اللہِ عَلَیْکُمْ یہ تم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لکھا گیا ہے، یعنی عورتوں کی حرمت کا ذکر کیا گیا ہے وَاُحِلَّ لَکُمْ اور حلال کر دی گئی ہیں تمہارے لئے مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ وہ عورتیں جو ان کے علاوہ ہیں یعنی ماں، بیٹی، پھوپھی، خالہ، رضاعی ماں، ساس، بہو اور خاوند والی عورتیں جن کا ذکر اوپر ہوا ہے، ان کے علاوہ عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں، لیکن شرط یہ ہے اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِکُمْ یہ کہ تلاش کرو تم اپنے مالوں کے ساتھ۔ نکاح میں مال یعنی مہر کا ہونا ضروری ہے اور مہر ہے کتنا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق یہ ہے کہ مہر کم از کم دس درہم ہے، اس سے کم مہر نہیں ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لَا مَھْرَ اَقَلَّ مِنْ عَشَرَۃِ دَرَاھِمَ'' دس درہم سے کم مہر نہیں ہے۔ ایک درہم ساڑھے تین ماشے کا ہوتا ہے۔ یہ کل چھتیس ماشے چاندی ہوئی، آج کل یہ تقریباً دوسو روپے کی بنتی ہے۔

میں پہلے کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں کہ یہ جو بہت سارے لوگ کہتے ہیں کہ شرعی مہر بتیس روپے ہے، حاشا وکلا ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا تھا کہ انگریز کے دور میں چونکہ چاندی سستی تھی اور لوگ مہر فاطمی مقرر کرتے تھے، مہر فاطمی پانچ سو درہم تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باقی بیٹیوں اور بیویوں کا مہر بھی پانچ سو درہم تھا اور انگریز کے دور میں پانچ سو درہم چاندی کی قیمت بنتی تھی، ایک سو بتیس روپے اور چھ آنے، لوگوں نے ایک تو سو کو اُڑا دیا اور آنے بھی اُڑا دیئے، بتیس روپے رہنے دیئے اور اس وقت میرے خیال میں پانچ سو درہم چاندی کی قیمت تقریباً (کم وبیش) دس ہزار بنتی ہے، تو یاد رکھنا! بتیس روپے کوئی مہر نہیں ہے۔

اور یہ بات بھی یاد رکھنا کہ اگر نکاح کے وقت مہر نہ بھی مقرر کیا جائے، نکاح پھر بھی ہو جائے گا، کیونکہ دو شرعی گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول ہو تو نکاح ہو جاتا ہے اور مہر بعد میں دینا پڑے گا۔ ایسا

نہیں ہے کہ نکاح کے وقت مقرر نہ کرنے سے ساقط ہو جائے۔

فرمایا مُحْصِنِیْنَ نکاح کی قید میں رکھنے والے غَیْرَ مُسٰفِحِیْنَ نہ کہ شہوت رانی کرنے والے ہو کہ اپنی غرض پوری کی اور اس کو نکال دیا۔ اسلام میں ان چیزوں کی بڑی تاکید ہے کہ انسان انسان ہے، عورت عورت ہے، وہ گائے بھینس یا بکری نہیں ہے کہ آج اس منڈی میں اور کل اس منڈی میں فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ پس تم نے ان عورتوں میں سے جس سے فائدہ اٹھایا فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ پس دو تم ان کو مہران کے فَرِیْضَةً جو مقرر ہیں، جو مہر مقرر ہو چکا ہے وہ عند اللہ اس عورت کا حق ہے، وہ تمہیں دینا پڑے گا، ہاں! عورت اگر اپنی مرضی سے معاف کر دے، سارا معاف کر دے، آدھا معاف کر دے، چوتھا حصہ معاف کر دے، لیکن اس کی معافی کے بغیر بات نہیں بنے گی، کیونکہ اس کا شرعی حق ہے، مرنے کے بعد بھی سر سے نہیں اترے گا

وَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ اور کوئی گناہ نہیں ہے تم پر فِیْمَا اس چیز کے بارے میں تَرٰضَیْتُمْ بِهٖ جس پر تم آپس میں راضی ہو جاؤ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِیْضَةِ مہر مقرر کرنے کے بعد۔ مثلاً: نکاح کے موقع پر پانچ سو روپے مہر مقرر کیا تھا اور اب خاوند اس کو اپنی مرضی سے ایک ہزار دینا چاہتا ہے، دو ہزار دینا چاہتا ہے، پانچ ہزار دینا چاہتا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے، یعنی ایسا نہیں ہے کہ جو مقرر ہوا ہے، اس سے زیادہ نہیں دے سکتا، جس طرح بیوی معاف کر سکتی ہے، خاوند اضافہ کر سکتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا حَكِیْمًا بے شک ہے اللہ تعالیٰ جاننے والا، حکمت والا، جو حکم اللہ تعالیٰ نے دیئے ہیں، وہ بڑے پختہ اور حکمت کے مطابق ہیں، ان پر عمل کرو۔

یہاں پر ایک اور بات بھی سمجھ لیں کہ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ کی آیت کریمہ سے شیعہ حضرات نے بڑا غلط استدلال کیا ہے کہ اس سے انہوں نے متعہ ثابت کیا ہے، متعہ کا لغوی معنی ہے: فائدہ اٹھانا اور ایک متعہ شیعوں کے ہاں ہے، اس کا مفہوم یہ ہے کہ تنہائی میں مرد عورت آپس میں راضی ہو جائیں، مثلاً: مرد کسی عورت کو کہے کہ میں تجھے اتنے پیسے دوں گا تو میری خواہش پوری کر دے، وہ قبول کر لے، پھر خواہش پوری کرنے کے بعد نہ وہ اس کی بیوی، نہ یہ اس کا خاوند۔ یہ متعہ ہے اور اس کے انہوں نے بڑے فضائل

بیان کئے ہیں۔ پناہ بخدا! وہ کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص متعہ کرنے کے بعد غسل کرتا ہے تو غسل کے پانی کے ایک ایک قطرے سے ستر ستر فرشتے پیدا ہوتے ہیں، وہ اس کے لئے ساری عمر دعائیں کرتے رہتے ہیں لاحول ولاقوۃ إلا باللّٰہ العلی العظیم شریعت جس کو حرام کہتی ہے، اس کے یہ فضائل بیان کئے ہیں، ان کی ایک تفسیر ہے منبع الصادقین ایران سے طبع ہوئی ہے، اس تفسیر میں اس مقام پر ایک جعلی اور من گھڑت حدیث لکھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جو شخص ایک دفعہ متعہ کرے گا، اس کو امام حسین رضی اللہ عنہ کا درجہ مل جائے گا، جو دو مرتبہ متعہ کرے گا، اس کو امام حسن رضی اللہ عنہ کا درجہ مل جائے گا، جو تین مرتبہ متعہ کرے گا اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا درجہ مل جائے گا اور جو چار دفعہ متعہ کرے گا، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درجے کو پہنچ جائے گا۔ (العیاذ باللّٰہ تعالیٰ، العیاذ باللّٰہ تعالیٰ)

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں یہ خرافات نقل کی ہیں، اہل حق جب ان کی یہ باتیں بیان کرتے ہیں تو کہا جاتا ہے کہ یہ فرقہ واریت پھیلاتے ہیں اور ایرانی 'مسائل والی کتابیں مسلسل بھیجتے رہتے ہیں اور پاکستانی شیعہ تقسیم کرتے رہیں تو کوئی فرقہ واریت نہیں ہے، بڑی عجیب منطق ہے کہ چھپوا کر بھیجنے والے فرقہ واریت پھیلانے والے نہیں ہیں اور ان کو بیچنے اور تقسیم کرنے والے بھی فرقہ واریت پھیلانے والے نہیں ہیں اور جو ان کو پڑھ کر سنا دے، وہ فرقہ واریت پھیلانے والا ہے۔ بھائی! ہم لڑائی جھگڑے کے قائل نہیں اور دہشت گردی کے سخت منکر ہیں، چاہے کوئی طبقہ بھی کرے، مگر حق کو بیان کرنا تو حق ہے، مثلاً: اس طرح قرآن پاک کی کوئی تعریف کرے، جیسا کہ میں نے بتایا ہے کہ اس آیت کریمہ کی تشریح میں لکھا ہے کہ جو چار مرتبہ متعہ کرے، اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے تو ان لغویات کی تردید کرنے کا تو ہمیں حق حاصل ہے، اسلام کے خلاف کوئی بات کرے تو ہر مسلمان کے فریضہ میں داخل ہے کہ وہ اس کی تردید کرے۔

آگے فرمایا: وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اور وہ شخص جو نہیں رکھتا تم میں طاقت اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ یہ کہ نکاح کرے آزاد عورتوں کے ساتھ، یہاں پر محصن کے معنی آزاد عورت کے ہیں کہ جو آدمی آزاد عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تو فرمایا فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ پس ان

کے ساتھ نکاح کرے جن کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک ہیں، لونڈیوں کے ساتھ نکاح کرے مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ تمہاری لونڈیوں میں سے جو مومن ہیں۔

ایک مسئلہ تو یہ سمجھ لیں کہ اپنی لونڈی کے ساتھ نکاح نہیں ہوتا، کیونکہ اس سے بغیر نکاح کے مباشرت کرسکتا ہے، بشرطیکہ وہ یہودیہ ہو یا نصرانیہ ہو، ہاں! لونڈی کا جو مالک ہے وہ اپنی لونڈی کا نکاح کسی دوسرے کے ساتھ کرسکتا ہے، یہ جائز ہے، لیکن مالک جب اپنی لونڈی کا نکاح کسی دوسرے کے ساتھ کردے گا تو اب وہ خود اس لونڈی کے ساتھ ہمبستری نہیں کرسکتا، کیونکہ وہ اب دوسرے کی منکوحہ بیوی ہے اور اس نے یہ حق دوسرے کو دے دیا ہے تو فرمایا کہ اگر تمہیں آزاد عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے کی طاقت نہیں ہے تو تم ان کے ساتھ نکاح کرلو جن کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک ہیں، تمہاری مومن لونڈیوں میں سے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ اور اللہ خوب جانتا ہے تمہارے ایمان کو بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ بعض تمہارے وابستہ ہیں بعض کے ساتھ۔ رب تعالیٰ نے عورتیں بھی پیدا فرمائی ہیں اور مرد بھی پیدا فرمائے ہیں، کیونکہ نسل انسانی کو قیامت تک چلانا ہے اور اس کا یہ طریقہ ہے فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ پس تم ان لونڈیوں کے ساتھ نکاح کرلو ان کے مالکوں کی اجازت کے ساتھ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ اور دو تم ان کو ان کے مہر بِالْمَعْرُوْفِ اچھے طریقے کے ساتھ یعنی جس قاعدے اور طریقے کے مطابق آزاد عورتوں کو مہر دیا جاتا ہے، اسی طرح ان کو بھی دو مُحْصَنٰتٍ وہ نکاح کی قید میں رکھی جائیں، تاکہ نسل کا علم ہو کہ کس کی ہے، یہی وجہ ہے کہ شریعت نے زنا کو حرام کیا ہے کہ نسب کا علم نہیں ہوتا۔

حدیث پاک میں آتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورت بدکاری کے نتیجہ میں حاملہ ہوگئی، اس پر جنت حرام ہے، کیونکہ اس نے غیر کا نطفہ اپنے خاوند کی وراثت میں داخل کردیا ہے، زنا بڑے گناہوں میں سے ہے کہ اس نے خاوند کا حق بھی مارا اور رب تعالیٰ کا بھی غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وہ مستی نکالنے والی نہ ہوں وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ اور پوشیدہ طور پر یارانے رکھنے والیاں بھی نہ ہوں اَخْدَانٍ خِدْنٌ سے ہے، اس کا معنی وہ دوست جو برائی کے لئے ہو فَاِذَآ اُحْصِنَّ پس جب وہ محصن ہو جائیں نکاح

کی قید میں لائی جائیں یعنی ان لونڈیوں کی شادی ہو جائے، پھر شادی کے بعد فَاِنۡ اَتَیۡنَ بِفَاحِشَةٍ پس اگر کریں وہ کوئی گناہ فَعَلَيۡهِنَّ نِصۡفُ مَا عَلَى الۡمُحۡصَنٰتِ مِنَ الۡعَذَابِ پس ان پر ہے آدھی سزا جو آزاد عورتوں پر ہے۔

آزاد عورت شادی شدہ زنا کا ارتکاب کرے تو اس کی سزا ہے رجم تو رجم کا نصف تو نہیں ہوسکتا کہ آدھی لونڈی ماردی جائے اور آدھی زندہ چھوڑ دی جائے، لہٰذا لونڈی کی سزا صرف پچاس کوڑے ہیں، چاہے شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ ہو اور غلام کو بھی اس پر قیاس کیا گیا ہے کہ اس کی سزا بھی پچاس کوڑے ہیں، چاہے شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ ہو اور لونڈی کی نصف سزا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے لئے پردہ نہیں ہے، عام چلے پھرے گی، بازار سے سودا سلف بھی لائے گی تو اس کے لئے چونکہ زیادہ سہولت نہیں ہے، لہٰذا سزا بھی زیادہ نہیں ہے

ذٰلِكَ لِمَنۡ خَشِيَ الۡعَنَتَ مِنۡكُمۡ لونڈیوں کے ساتھ نکاح کرنا اس شخص کے لئے ہے جو ڈرتا ہے گناہ میں مبتلا ہونے سے تم میں سے۔ مطلب یہ ہے کہ لونڈی کے ساتھ نکاح کرنا بہتر نہیں ہے، ایک تو اس لئے کہ لونڈی کی جو اولاد ہوگی وہ بھی غلام ہوگی، باوجودیکہ خاوند آزاد ہے، کیونکہ غلامی اور آزادی میں ماں کا اعتبار ہوتا ہے، چونکہ ماں لونڈی ہے، اس لئے اولاد غلام ہوگی، لہٰذا اچھی بات نہیں ہے کہ آزاد آدمی غلام اولاد پیدا کرے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ لونڈی کا پردہ کوئی نہیں ہے، یہاں تک کہ وہ بغیر دوپٹے کے بھی چل پھر سکتی ہے اور اس پر بازار جانے میں بھی کوئی پابندی نہیں ہے، اس نے مالک کے لئے بازار بھی آنا جانا ہے، خاوند گرفت نہیں کرسکتا اور غیرت مند آدمی اس چیز کو پسند نہیں کرتا کہ اس کی بیوی اس طرح کھلے طور پر پھرے، اس لئے فرمایا کہ یہ اچھی بات نہیں ہے، لیکن ضابطہ یہ ہے کہ "إِذَا ابۡتُلِيۡتُمۡ بِبَلَاتَيۡنِ فَاخۡتَرُوۡا أَهۡوَنَهُمَا" اگر تم دو مصیبتوں میں پھنس جاؤ تو ان دو میں ہلکی کو قبول کرلو، بجائے اس کے کہ زنا میں مبتلا ہو جاؤ، اس سے بہتر ہے کہ لونڈی سے نکاح کرلو، کیونکہ زنا بہت بڑا گناہ ہے وَاَنۡ تَصۡبِرُوۡا خَيۡرٌ لَّكُمۡ اور یہ کہ تم صبر کرو، تمہارے لئے بہت بہتر ہے کہ تمہاری اولاد کی آزادی پر بھی فرق نہیں پڑے گا اور تمہاری غیرت کو بھی چیلنج نہیں ہوگا وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے، یہ جو احکام اس نے بنائے ہیں، ان کی پابندی ضروری ہے۔

یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُبَیِّنَ لَکُمۡ وَ یَہۡدِیَکُمۡ سُنَنَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ وَ یَتُوۡبَ عَلَیۡکُمۡ ؕ وَ اللّٰہُ عَلِیۡمٌ حَکِیۡمٌ ﴿۲۶﴾ وَ اللّٰہُ یُرِیۡدُ اَنۡ یَّتُوۡبَ عَلَیۡکُمۡ ۟ وَ یُرِیۡدُ الَّذِیۡنَ یَتَّبِعُوۡنَ الشَّہَوٰتِ اَنۡ تَمِیۡلُوۡا مَیۡلًا عَظِیۡمًا ﴿۲۷﴾ یُرِیۡدُ اللّٰہُ اَنۡ یُّخَفِّفَ عَنۡکُمۡ ۚ وَ خُلِقَ الۡاِنۡسَانُ ضَعِیۡفًا ﴿۲۸﴾ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَاۡکُلُوۡۤا اَمۡوَالَکُمۡ بَیۡنَکُمۡ بِالۡبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنۡ تَکُوۡنَ تِجَارَۃً عَنۡ تَرَاضٍ مِّنۡکُمۡ ۟ وَ لَا تَقۡتُلُوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِکُمۡ رَحِیۡمًا ﴿۲۹﴾ وَ مَنۡ یَّفۡعَلۡ ذٰلِکَ عُدۡوَانًا وَّ ظُلۡمًا فَسَوۡفَ نُصۡلِیۡہِ نَارًا ؕ وَ کَانَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیۡرًا ﴿۳۰﴾ اِنۡ تَجۡتَنِبُوۡا کَبَآئِرَ مَا تُنۡہَوۡنَ عَنۡہُ نُکَفِّرۡ عَنۡکُمۡ سَیِّاٰتِکُمۡ وَ نُدۡخِلۡکُمۡ مُّدۡخَلًا کَرِیۡمًا ﴿۳۱﴾

لفظی ترجمہ:

یُرِیۡدُ اللّٰہُ ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ لِیُبَیِّنَ لَکُمۡ تاکہ بیان کرے تمہارے لئے احکام وَ یَہۡدِیَکُمۡ اور تاکہ تمہاری رہنمائی کرے سُنَنَ الَّذِیۡنَ ان لوگوں کے راستوں کی مِنۡ قَبۡلِکُمۡ جو تم سے پہلے گزرے ہیں وَ یَتُوۡبَ عَلَیۡکُمۡ اور تاکہ تم پر رجوع فرمائے وَ اللّٰہُ اور اللہ تعالیٰ عَلِیۡمٌ جاننے والا ہے حَکِیۡمٌ حکمت والا ہے وَ اللّٰہُ یُرِیۡدُ اور اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے اَنۡ اس بات کا یَّتُوۡبَ عَلَیۡکُمۡ کہ تم پر رجوع فرمائے وَ یُرِیۡدُ الَّذِیۡنَ اور ارادہ کرتے ہیں وہ لوگ یَتَّبِعُوۡنَ الشَّہَوٰتِ جو پیروی کرتے ہیں خواہشات کی اَنۡ اس بات کی تَمِیۡلُوۡا تم پھر جاؤ حق سے مَیۡلًا عَظِیۡمًا پھر جانا بہت بڑا یُرِیۡدُ اللّٰہُ ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اَنۡ اس کا کہ یُّخَفِّفَ عَنۡکُمۡ تم سے بوجھ ہلکا کرے وَ خُلِقَ الۡاِنۡسَانُ ضَعِیۡفًا اور پیدا کیا گیا ہے انسان کمزور یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا اے وہ لوگو جو ایمان لائے لَا تَاۡکُلُوۡۤا نہ کھاؤ اَمۡوَالَکُمۡ اپنے مال بَیۡنَکُمۡ آپس میں بِالۡبَاطِلِ ناحق طریقے سے اِلَّاۤ اَنۡ تَکُوۡنَ تِجَارَۃً مگر یہ کہ ہو تجارت عَنۡ تَرَاضٍ مِّنۡکُمۡ آپس میں رضامندی کے ساتھ وَ لَا تَقۡتُلُوۡۤا اور نہ قتل کرو اَنۡفُسَکُمۡ اپنی جانوں کو اِنَّ اللّٰہَ بے شک اللہ تعالیٰ کَانَ ہے بِکُمۡ رَحِیۡمًا تم پر مہربانی کرنے والا وَ مَنۡ یَّفۡعَلۡ ذٰلِکَ اور جس نے کی یہ کارروائی عُدۡوَانًا زیادتی کرتے ہوئے وَّ ظُلۡمًا اور ظلم کرتے ہوئے فَسَوۡفَ نُصۡلِیۡہِ نَارًا پس عنقریب ہم اسے داخل کریں گے آگ میں وَ کَانَ ذٰلِکَ اور ہے یہ چیز عَلَی اللّٰہِ یَسِیۡرًا اللہ تعالیٰ پر آسان اِنۡ تَجۡتَنِبُوۡا اگر تم اجتناب کرو گے کَبَآئِرَ مَا تُنۡہَوۡنَ عَنۡہُ ان بڑے گناہوں سے جن سے تمہیں روکا گیا ہے نُکَفِّرۡ

عَنۡكُمۡ سَيِّاٰتِكُمۡ تو ہم مٹادیں گے تم سے تمہارے چھوٹے گناہ وَنُدۡخِلۡكُمۡ اور ہم داخل کریں گے مُدۡخَلًا داخل ہونے کی جگہ میں كَرِيۡمًا بڑی عزت والی ہوگی۔

تشریح:

اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے زیادہ تر حقوق العباد بیان فرمائے ہیں، چنانچہ یتیموں کے حقوق بیان فرمائے، پھر عورتوں کے حقوق بیان فرمائے کہ جو وراثت کے حق دار ہیں، پھر ان عورتوں کا بیان فرمایا، جن کے ساتھ نکاح حرام اور ان کا ذکر فرمایا جن کے ساتھ نکاح حلال ہے۔ اب اللہ تعالیٰ احسان جتلاتے ہیں کہ میں نے یہ احکام نازل فرما کر تم پر احسان کیا ہے، ارشاد ربانی ہے: يُرِيۡدُ اللّٰهُ ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ لِيُبَيِّنَ لَكُمۡ تاکہ بیان کرے تمہارے لئے احکام، یہ جو یتیموں کے حقوق بیان فرمائے، عورتوں کے حقوق بیان فرمائے، اسی طرح عورتوں کے حلت حرمت کے حقوق بیان فرمائے ہیں، یہ اس کا تمہارے اوپر احسان ہے وَيَهۡدِيَكُمۡ اور تمہاری رہنمائی کرے سُنَنَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ ان لوگوں کے راستوں کی جو تم سے پہلے گزرے ہیں۔

سُنَنَ جمع ہے سُنَّةٌ کی اور سُنَّةٌ کا معنی ہے: راستہ۔ تم سے پہلے جو جو پیغمبر گزرے ہیں، ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام سنائے، تاکہ ان کی امتیں ان احکامات پر عمل کریں تو جس طرح پہلے پیغمبروں کو ان کی امت کے لئے احکام سنائے، تاکہ تم بھی ان صالحین کے نقشِ قدم پر چل کر منزلِ مقصود پالو۔

وَيَتُوۡبَ عَلَيۡكُمۡ اور تاکہ تم پر رجوع فرمائے وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ اور اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے حکمت والا ہے، لہٰذا اس نے جو احکام تم پر نازل فرمائے ہیں، وہ حکمت پر مبنی ہیں عَلِيۡمٌ بھی ہے، جو فرمایا ہے حق فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ نے حکم کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ اچھا ہے، ساری دنیا کے عقل مند اکٹھے ہو کر اس میں خرابی نہیں نکال سکتے اور جس چیز کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ یہ بری ہے تو ساری دنیا کے عقل مند اکٹھے ہو کر اس میں اچھائی نہیں پیدا کر سکتے، جو کچھ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے، وہی حق ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے پیغمبر علیہ السلام نے جو کچھ فرمایا ہے، وہی حق ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یہود کے اکہتر فرقے ہوئے، یعنی یہودیوں نے موسیٰ علیہ السلام کے دین میں گڑبڑ کی اور اکہتر فرقے مذہبی بنادیئے، پھر آپ نے فرمایا کہ نصاریٰ کے بہتر فرقے ہوئے اور فرمایا کہ میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، یعنی یہ امت یہود و نصاریٰ سے پیچھے نہیں رہے گی ''کُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً'' ایک کے سوا سب جہنم میں جائیں گے، ایک جنت میں جائے گا، سوال کیا ''مَنْ هِيَ؟'' حضرت! وہ نجات پانے والا کون سا فرقہ ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِيْ'' وہ نجات پانے والا جنتی فرقہ وہ ہوگا جو میرے راستے پر چلے گا اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے راستے پر چلے گا۔

اور امام عبدالکریم شہرستانی بڑے چوٹی کے محدث اور بزرگ گزرے ہیں، انہوں نے اپنی کتاب ''الملل والنحل'' میں یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمائی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جنت میں جانے والے اہل السنۃ والجماعۃ ہوں گے۔ سوال کیا گیا حضرت! اہل سنت والجماعت کون لوگ ہوں گے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِيْ'' میرے اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریقہ پر چلنے والے اہل سنت والجماعت ہوں گے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بات بالکل صاف فرمادی کہ جنت میں جانے والے اہل سنت والجماعت وہ ہیں جو میرے اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے راستے پر چلنے والے ہیں، اب تم دیکھ لو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا اس پر کون چلنے والا ہے؟ اور بات تو بالکل صاف ہے کہ جنت میں وہی جائے گا، باقی سب جہنمی ہیں اور ہمارے ہاں اہل بدعت حضرات نے دھکے سے اہل السنت کا لفظ اپنے لئے الاٹ کیا ہوا ہے، سوال یہ ہے کہ جو کام تم لوگ کرتے ہو، کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کئے ہیں؟ تو پھر واقعۃً تم اہل السنت ہو؟ اور اگر یہ کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نہیں کئے تو دھکے شاہی کر کے اہل السنت بن جانے کی کیا حیثیت ہے؟

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کوفے کے گورنر تھے، کوفے کی آبادی بڑی تیزی سے بڑھی، مسجدیں عام تعمیر ہوگئیں، ایک مسجد میں لوگوں نے اکٹھا ہو کر بلند آواز سے ذکر کرنا شروع کر دیا، ایک آدمی دوڑتا ہوا گورنر کے پاس آیا کہ حضرت! فلاں مسجد میں لوگ ''يُهَلِّلُوْنَ وَيُكَبِّرُوْنَ جَهْراً'' بلند آواز سے

”لَاإِلٰهَ إِلَّااللّٰهُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ وَيُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم “اور بلند آواز سے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک پڑھتے ہیں، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا”أَوَ قَدْ فَعَلُوْا“ کیا واقعی یہ کارروائی ہوئی ہے؟ پہلے تو اس بات پر غور کرو کہ وہ آدمی براہِ راست گورنر کے پاس پہنچا، اگر بلند آواز سے ذکر کرنا لوگوں کا معمول ہوتا، اس شخص کو گورنر کے پاس جانے کی کیا ضرورت تھی؟ پھر گورنر صاحب سن کر فرماتے ہیں”أَوَ قَدْ فَعَلُوْا“ کہ کیا واقعی وہ اس طرح کرتے ہیں؟ اگر اس کا کچھ بھی جواز ہوتا تو فرماتے کہ اگر وہ لوگ بلند آواز سے کلمہ پڑھتے ہیں اور ذکر کرتے ہیں تو تجھے کیا تکلیف ہے؟ کرنے دو! لیکن گورنر نے بڑے تعجب کے لہجے میں فرمایا کہ واقعی ایسی کارروائی ہوئی ہے؟ اس شخص نے کہا: ہوئی ہے، فرمایا: اب جب وہ ایسا کریں تو فوراً مجھے اطلاع دینا، اس شخص نے اگلے روز آکر اطلاع دی تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ منہ پر کپڑا ڈال کر چہرا چھپا کر تیزی کے ساتھ وہاں جا پہنچے، ان کا وجود مبارک ہلکا پھلکا سا تھا، بہت تیز چلتے تھے، مسجد میں پہنچ کر کپڑا منہ مبارک سے اتارا اور فرمایا”مَنْ عَرَفَنِيْ فَقَدْ عَرَفَنِيْ “جو مجھے پہچانتا ہے سو وہ پہچانتا ہے”وَمَنْ لَمْ يَعْرِفْنِيْ “اور جو مجھے نہیں جانتا وہ اچھی طرح جان لے کہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کوفے کا گورنر ہوں، پھر فرمایا: تم نے بہت بڑی بدعت ایجاد کی ہے، تعجب ہے تم پر اے امت محمد! صلی اللہ علیہ وسلم، کیا ہی جلد ہلاکت میں پڑ گئے ہو، ابھی تک”هٰؤُلَاءِ الصَّحَابَةُ بَيْنَكُمْ مُتَوَافِرُوْنَ“ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تم میں بکثرت موجود ہیں۔ ۳۲ھ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دور ۱۱۰ھ تک رہا ہے”وَهٰذَا ثِيَابُهُ لَمْ تُبْلَ “اور ابھی تک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے پرانے نہیں ہوئے”وَآنِيَتُهُ لَمْ تُكْسَرْ “اور ابھی تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے برتن نہیں ٹوٹے، اندریں حالت تم بدعت اور گمراہی کے دروازے کھولتے ہو”حَتّٰى أَخْرَجَهُمْ مِنَ الْمَسْجِدِ“ یہاں تک کہ ان کو مسجد سے نکال دیا”فَقَالَ مَاأُرَاكُمْ إِلَّا مُبْتَدِعِيْنَ “پھر فرمایا کہ میرا فتویٰ ہے تم بدعتی ہو، تو یہ بدعتی آج اہل سنت بنے ہوئے ہیں اور جو کچھ آج کل کے بدعتی کرتے ہیں، وہ بھی یہی کچھ کر رہے تھے کہ بلند آواز سے کلمہ شریف پڑھ رہے تھے اور اللہ اکبر پڑھ رہے تھے اور درود شریف پڑھ رہے تھے، مگر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان کو

بدعتی کہہ کر مسجد سے نکال دیا اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں جن کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مَارَضِیتُ لَکُمْ مَّارَضِیَ لَکُمْ ابنُ أُمِّ عَبْدٍ'' اے امتیو! میں تمہارے لئے اس چیز پر راضی ہوں جس پر عبداللہ رضی اللہ عنہ راضی ہیں ''وَسَخِطْتُ لَکُمْ مَّاسَخِطَ لَکُمْ ابنُ أُمِّ عَبْدٍ'' اور میں اس چیز کو پسند نہیں کرتا جس کو عبداللہ رضی اللہ عنہ پسند نہیں کرتے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر اتنا اعتماد تھا۔ تو معاف کرنا یہ بدعتی اہل سنت کس طرح بن گئے؟ جنہوں نے کوئی بدعت چھوڑی ہی نہیں اور بدعت کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کتنا برا سمجھتے تھے، اس کا اندازہ اس روایت سے لگائیں۔

ابوداؤد میں روایت ہے کہ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ایک مرتبہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک مسجد میں نماز کی غرض سے داخل ہوا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ آخری عمر میں نابینا ہوگئے تھے، ان کو حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کبھی اور کبھی اور ساتھی لے کر جاتے تھے، اذان ہوچکی تھی، مؤذن نے اونچی آواز میں یہ کہنا شروع کردیا کہ آؤ بھائی! نماز کا وقت ہے، جماعت کا وقت ہے، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا: ''أخرج بنا فإن هذه بدعة'' مجھے یہاں سے لے چلو، اس لئے کہ یہ بدعت ہے۔ اندازہ کریں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بدعت اور اہل بدعت سے کیسی نفرت کی کہ انہوں نے ان کی مسجد میں نماز پڑھنی بھی گوارہ نہ کی کہ اذان کے بعد لوگوں کو بلانے کا کیا معنی ہے؟۔

اس مسئلہ میں تفصیل ہے، اچھی طرح سمجھ لو، وہ اس طرح کہ اذان ہوجانے کے بعد تم گھر سے نماز کے لئے مسجد میں آرہے ہو اور آتے ہوئے اپنے محلے میں آس پاس کے لوگوں کو کہتے ہو کہ آؤ بھائی! نماز کے لئے چلیں، یہ جائز ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ مؤذن اذان دینے کے بعد پھر اذان کی طرح آوازیں لگائے اور کہے کہ نماز کے لئے آؤ، یہ بدعت ہے اور دونوں میں بڑا فرق ہے، تو چونکہ مؤذن نے اذان کے بعد تثویب کی تھی، اس لئے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے وہاں نماز نہ پڑھی تو بہت سارے لوگ غلط فہمی کا شکار ہیں کہ بریلویوں کو وہ اہل سنت والجماعت سمجھتے ہیں اور ہم کو وہابی کہتے ہیں لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ

اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ بھائی! وہابی تو محمد بن عبد الوہاب نجدی کے پیروکاروں کو کہا جاتا ہے اور وہ مسلکاً حنبلی تھا اور ہم بڑے پکے حنفی ہیں، و ہم وہابی کس طرح ہو گئے؟ یہ انگریز کی پالیسی ہے، اس نے ہمیں بدنام کرنے کے لئے ہمارے ساتھ یہ وہابی کی دم لگائی تھی، جو ابھی تک اتری نہیں، حاشا وکلا ہم بالکل وہابی نہیں، الحمد للہ ہم سنی ہیں اور اہل سنت والجماعت ہیں۔

غنیۃ الطالبین میں ہے کہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ اہل سنت والجماعت کی تعریف کیا ہے؟ فرمایا: اہل سنت وہ لوگ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر چلنے والے ہیں اور جماعت سے مراد صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت ہے، یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقشِ قدم پر چلنے والے ہیں تو تہتر فرقوں میں سے نجات پانے والا فرقہ اہل سنت والجماعت ہے، باقی سب دوزخی ہیں، پھر دوزخ میں جانے کی بھی تفصیل ہے، بہتر فرقوں میں سے وہ بھی ہوں گے کہ جن کا افتراق کفر وشرک کی حد تک پہنچ چکا ہوگا، وہ تو کبھی بھی دوزخ سے نہیں نکل سکیں گے، ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہیں گے اور بہتر فرقوں میں سے ایسے بھی ہوں گے جن کا افتراق واختلاف صرف بدعت کی حد تک ہوگا، کفر وشرک ان میں نہیں ہوگا، یہ بھی دوزخ میں تو جائیں گے، مگر کچھ عرصہ کے بعد دوزخ سے نکل آئیں گے، جو فرقہ اول تا آخر دوزخ سے بچے گا، وہ ہے جو "مَآ اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِيْ" کا مصداق ہوگا، یہ نجات پانے والے فرقے کا معیار ہے، اس کو اچھی طرح یاد رکھنا، کسی کے دھوکہ میں نہ آنا۔

وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ اور اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے اس بات کا کہ تم پر رجوع فرمائے، تمہاری توبہ قبول کرے وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ اور ارادہ کرتے ہیں وہ لوگ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ جو پیروی کرتے ہیں خواہشات کی اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا اس بات کا ارادہ کرتے ہیں کہ تم پھر جاؤ حق سے پھر جانا بہت بڑا بہت زیادہ۔ وہ اس طرح خواہشات کو پورا کرنے کے لئے بدعات کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس میں کیا حرج ہے بھائی؟ حرج تو ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف کرتے ہو اور چلتے ہو، یہ تھوڑا حرج ہے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں یہ واقعہ پیش آیا کہ عید کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ

عیدگاہ میں پہنچے اور لوگ پہنچے ہوئے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ایک صوفی طرز کے آدمی نے عیدگاہ میں نماز شروع کی ہوئی ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام قنبر رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ جا کر اس صوفی کے کان میں آہستہ سے کہو کہ عید والے دن عیدگاہ میں عید کی نماز کے علاوہ کوئی نماز نہیں ہوتی، زوال کے بعد ظہر بھی ہے اور عصر بھی ہے، غلام نے حسب حکم صوفی کے کان میں جا کر کہہ دیا، مگر وہ بڑا سخت قسم کا صوفی تھا، باز نہ آیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام سے پوچھا کہ بھائی! تو اس کو کہہ کر آیا ہے؟ اس نے کہا: حضرت! بالکل اچھی طرح کہہ کر آیا ہوں، مگر وہ نہیں مانتا، حضرت علی رضی اللہ عنہ خود تشریف لے گئے اور اسے کندھے سے پکڑ کر فرمایا کہ تو کیا کر رہا ہے؟ وہ بڑے غصے میں کہنے لگا کہ نماز پڑھ رہا ہوں، کوئی گناہ کا کام تو نہیں کر رہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تو گناہ کر رہا ہے، کیونکہ جو چیزیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہیں، ان کا کرنا گناہ ہے، اب دیکھو! وہ نماز پڑھ رہا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ فرما رہے ہیں کہ تو گناہ کر رہا ہے، دوسری طرف کوفہ کی ایک مسجد میں چند آدمی بلند آواز سے درود شریف پڑھ رہے تھے اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان کو کان پکڑ کر مسجد سے نکال دیا، اس لئے کسی شئے کی شکل وصورت نہیں دیکھنی، اس میں کیا حرج ہے، اس میں کیا حرج ہے؟ دیکھنا یہ ہے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے یا نہیں؟ اگر ثابت ہے، اس کا کرنا سنت ہے اور اگر ثابت نہیں تو اس کا کرنا بدعت ہے، یہ ہے حرج۔

يُرِيْدُ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ کہ تم سے بوجھ ہلکا کرے وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا اور پیدا کیا گیا ہے انسان کمزور، انسان بہت کمزور ہے، چاہے اپنے آپ کو جتنا تگڑا اور مضبوط سمجھے، دو دن بخار ہو جائے تو ہلنے کے قابل نہیں رہتا اور اس وقت اس کو اللہ یاد آتا ہے اور کہتا ہے یا اللہ! یا اللہ!۔ پہلے فرمایا کہ کسی کے نفس میں تصرف کرنا رب تعالیٰ کے حکم کے بغیر حرام ہے، آگے فرمایا کہ مال میں بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف تصرف کرنا حرام ہے، فرمایا: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو۔ لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ نہ کھاؤ اپنے مال آپس میں ناحق طریقے سے، وہ اس طرح کہ تم چوری کر کے کھاؤ، ڈاکا ڈال کے کھاؤ، رشوت لے کر کھاؤ، ظلم وزیادتی کر کھاؤ، مکر وفریب کے ذریعہ حاصل کرو، یا

فراڈ کر کے حاصل کرو یا ملاوٹ کر کے حاصل کرو، یہ سب طریقے باطل طریقے ہیں اِلَّآ اَنۡ تَكُوۡنَ تِجَارَةً مگر یہ کہ ہو تجارت عَنۡ تَرَاضٍ مِّنۡكُمۡ آپس میں رضامندی سے۔ تجارت کے ذریعہ کھانا جائز ہے، مگر دوسرے کا مال ناجائز طریقے سے کھانا جائز نہیں ہے وَلَا تَقۡتُلُوۡٓا اَنۡفُسَكُمۡ نہ قتل کرو اپنی جانوں کو۔ کیونکہ جن کو قتل کر رہے ہو وہ بھی تو تمہارے جیسے انسان ہیں نا، تمہارے بھائی ہیں، ان کو تم کیوں قتل کرتے ہو اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمۡ رَحِيۡمًا بے شک ہے اللہ تعالیٰ تم پر مہربانی کرنے والا، شفقت کرنے والا وَمَنۡ يَّفۡعَلۡ ذٰلِكَ اور جس نے کی یہ کارروائی یعنی اللہ کے حکموں کو توڑا عُدۡوَانًا وَّظُلۡمًا زیادتی کرتے ہوئے اور ظلم کرتے ہوئے۔

عــدوانؔ کہتے ہیں بندے کے حق کو توڑنے کو۔ اور ظلم کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حق کو توڑنے کو۔ تو جب آدمی کسی دوسرے کا مال ناجائز طریقے سے کھائے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کے حق کو بھی توڑنے والا ہوگا اور بندے کے حق کو بھی توڑنے والا ہوگا، تو جو شخص تعدی اور ظلم کرے گا فَسَوۡفَ نُصۡلِيۡهِ نَارًا پس عنقریب ہم اسے داخل کریں گے آگ میں اگر دنیا میں وہ کسی نہ کسی طرح سزا سے بچ بھی گیا تو جہنم کی ابدی سزا اس کے انتظار میں ہے وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيۡرًا اور ہے یہ دوزخ میں سزا دینا اللہ تعالیٰ کے لئے آسان ہے اِنۡ تَجۡتَنِبُوۡا اگر تم اجتناب کرو گے كَبٰٓٮِٕرَ مَا تُنۡهَوۡنَ عَنۡهُ ان بڑے گناہوں سے جن سے تمہیں روکا گیا ہے نُكَفِّرۡ عَنۡكُمۡ سَيِّاٰتِكُمۡ اور ہم مٹا دیں گے تم سے تمہارے چھوٹے گناہ۔

مطلب یہ ہے کہ اگر تم بڑے گناہوں سے بچتے رہو گے تو چھوٹے گناہ ہم خود بخود معاف کر دیں گے، کبیرہ گناہ بڑے ہیں۔

حدیث پاک میں ہے: اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا پھر ماں باپ کی نافرمانی کرنا، شراب پینا، زنا کرنا، یتیم کا مال کھانا، میدانِ جنگ سے بھاگنا، جھوٹ بولنا، یہ سب بڑے گناہ ہیں، ان کے علاوہ اور بھی بہت سارے گناہ ہیں تو اگر تم بڑے گناہوں سے بچتے رہو گے تو تمہارے جو چھوٹے گناہ ہیں وہ نیکیوں کی برکت سے خود بخود مٹ جائیں گے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اِنَّ الۡحَسَنٰتِ يُذۡهِبۡنَ السَّيِّاٰتِ بے شک نیکیاں گناہوں کو دور کر دیتی ہیں، یعنی نیکیوں کی برکت سے صغیرہ گناہ خود بخود معاف ہو جاتے ہیں۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب آدمی نماز کے لئے گھر سے چلتا ہے تو ہر قدم کے لئے نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور ایک صغیرہ گناہ مٹ جاتا ہے، پھر جو وضو کرتا ہے تو اس کی برکت سے صغیرہ گناہ خود بخود جھڑ جاتے ہیں، پھر جب مسجد میں آکر نماز میں شریک ہوتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو نیکیاں ملتی رہتی ہیں وَنُدْخِلْكُم مُّدْخَلًا كَرِيمًا اور ہم تمہیں داخل کریں گے داخل ہونے کی جگہ میں جو بڑی عزت والی ہے اور وہ جنت ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمین اور مسلمات کو نصیب فرمائے، آمین۔

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَ لِلنِّسَآءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَ سْــٴَـلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ﴿۳۲﴾ وَ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِیَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ ؕ وَ الَّذِیْنَ عَقَدَتْ اَیْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِیْبَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدًا ﴿۳۳﴾ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَاۤ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَ الّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَ اهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَ اضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیًّا كَبِیْرًا ﴿۳۴﴾

لفظی ترجمہ:

وَلَا تَتَمَنَّوْا اور نہ آرزو کرو تم مَا اس چیز کی فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ کہ فضیلت بخشی ہے اللہ تعالیٰ نے اس چیز کے ذریعہ بَعْضَكُمْ تم میں سے بعض کو عَلٰى بَعْضٍ بعض پر لِلرِّجَالِ مردوں کے لئے نَصِیْبٌ حصہ ہے مِّمَّا اس چیز سے اكْتَسَبُوْا جو انہوں نے کمائی وَلِلنِّسَآءِ اور عورتوں کے لئے نَصِیْبٌ حصہ ہے مِّمَّا اس چیز سے اكْتَسَبْنَ جو انہوں نے کمایا وَسْــٴَـلُوا اللّٰهَ اور سوال کرو تم اللہ تعالیٰ سے مِنْ فَضْلِهٖ اس کی مہربانی کا اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ كَانَ ہے بِكُلِّ شَیْءٍ ہر چیز کو عَلِیْمًا جاننے والا وَلِكُلٍّ اور ہر ایک کے لئے جَعَلْنَا بنائے ہم نے مَوَالِیَ وارث مِمَّا اس مال میں تَرَكَ الْوَالِدٰنِ جو چھوڑا ماں باپ نے وَالْاَقْرَبُوْنَ اور قریبی رشتہ داروں نے وَالَّذِیْنَ اور وہ لوگ عَقَدَتْ اَیْمَانُكُمْ جن کے ساتھ گرہ لگ گئی ہے تمہاری قسموں کو فَاٰتُوْهُمْ پس دو تم ان کو نَصِیْبَهُمْ ان کا حصہ اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ كَانَ ہے عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ ہر چیز پر شَهِیْدًا گواہ اَلرِّجَالُ مرد قَوّٰمُوْنَ حاکم ہیں عَلَى النِّسَآءِ عورتوں پر بِمَا بسبب اس کے فَضَّلَ اللّٰهُ فضیلت دی ہے اللہ تعالیٰ نے بَعْضَهُمْ ان میں سے بعض کو عَلٰى بَعْضٍ بعض پر وَّبِمَاۤ اور اس سبب سے اَنْفَقُوْا کہ مرد خرچ کرتے ہیں مِنْ اَمْوَالِهِمْ اپنے مالوں سے فَالصّٰلِحٰتُ پس نیک عورتیں قٰنِتٰتٌ اطاعت کرنے والی حٰفِظٰتٌ حفاظت کرنے والی لِّلْغَیْبِ پس پشت بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ اس چیز کی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا حکم دیا ہے وَالّٰتِیْ اور وہ عورتیں تَخَافُوْنَ کہ تم خوف کرتے ہو نُشُوْزَهُنَّ ان کی اکڑ اور بدماغی کا فَعِظُوْهُنَّ پس ان کو تم نصیحت کرو

وَاهْجُرُوْهُنَّ اوران کوجدا کردو فِي الْمَضَاجِعِ بستروں میں وَاضْرِبُوْهُنَّ اوران کومارو فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ پس اگروہ تمہاری اطاعت کریں فَلَاتَبْغُوْاعَلَيْهِنَّ پس نہ تلاش کروتم ان کے خلاف سَبِيْلًا کوئی راستہ اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ كَانَ ہے عَلِيًّا بلندشان والا كَبِيْرًا بہت بڑا۔

تشریح:

اس سورت میں حقوق العباد کا بہت سارا حصہ بیان ہوا ہے، وہ اس طرح کہ پہلے یتیموں کے حقوق بیان ہوئے، پھر عورتوں کو وراثت ملنے کے مسائل کا بیان ہوا، پھر نکاح کے اصول بیان فرمائے کہ کن عورتوں سے نکاح جائز ہے اور کن عورتوں سے نکاح ناجائز ہے، پھر مال کے متعلق بیان ہوا کہ جائز طریقے سے کھاؤ، ناجائز طریقے سے نہ کھاؤ۔

اس آیت کریمہ کا شانِ نزول تفسیروں میں اس طرح بیان ہوا ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا جن کا پہلا نام برہ یا بعض روایتوں میں ہندہ آتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام تبدیل کردیا، یہ پہلے حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی بھی تھے اور ان میں سے تھے جنہوں نے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور پھر مدینہ طیبہ ہجرت کر کے تشریف لے گئے، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی ان کے ساتھ تھی، ان کی ایک بیٹی تھی، زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور ایک بیٹا تھا، عمرو بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ، اللہ تعالیٰ کا کرنا کہ مدینہ طیبہ میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ وفات پاگئے، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا پریشان تھی، کیونکہ عالم اسباب میں مالی طور پر کوئی سہارا نہیں تھا، برادری تو تھی، مگر کافر مشرک ہونے کی وجہ سے سارے ان سے ناراض تھے کہ تو مسلمان کیوں ہوگئی ہے؟ اور کوئی بھائی بہن ان کو گوارہ کرنے کے لئے تیار نہ تھا، عدت گزرنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف نکاح کا پیغام بھیجا، تاکہ ان کی پریشانی ختم ہو، کیونکہ جب یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم میں آئیں گی تو بچے بھی ساتھ رہیں گے، سب کا گزرِ اوقات چلتا رہے گا، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے جب نکاح کا پیغام سنا تو حیران ہوئیں کہ میں بچوں والی عورت ہوں، میرے لئے تو اس سے بڑی فخر والی کوئی بات نہیں ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آؤں، مگر

بچوں کا کیا بنے گا؟ چنانچہ انہوں نے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام بھیجا کہ حضرت! آپ کا پیغام مجھے ملا اور میری عدت بھی ختم ہوگئی ہے اور میرے لئے اس سے زیادہ خوشی کی بات بھی کوئی نہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم میں آؤں، مگر بچوں کا کیا بنے گا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہے، میں اسی لئے تیرے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہوں کہ بچوں کی اخلاقی تربیت بھی ہو اور عالم الاسباب میں ان کے لئے رزق کا بھی سبب بن جائے گا۔

اور یاد رکھنا! یہ اسباب ہے، رزق کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا اور زمین پر کوئی چلنے پھرنے والا نہیں، مگر اس کا رزق اللہ کے ذمہ ہے اور ایک مقولہ ہے کہ: جس نے دی ہے جان، وہی دیتا ہے نان۔ رزق کا ذمہ تو اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے، یہ اقتصادیات والے تو ویسے ہی پریشان ہوتے رہتے ہیں، یہ پڑھے لکھے پاگل اور بے وقوفوں کے سردار ہیں کہ آج سے بیس سال بعد جب مخلوق بڑھ جائے گی تو کیا کھائے گی؟ یہ تمہارا سر کھائے گی، بھائی! رازق اللہ تعالیٰ ہے، تمہیں کس چیز کا فکر ہے؟ بھائی! آج سے پچاس سال پہلے مخلوق کم تھی اور پیداوار بھی کم تھی، اب مخلوق بڑھ گئی ہے، پیداوار بھی بڑھ گئی ہے۔ گزشتہ سال میں نے اخبار میں پڑھا کہ ڈسکہ کے علاقہ میں ایک ایکڑ زمین سے پچھتر من گندم ہوئی ہے۔ بہرحال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوگیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات پر جو کتابیں لکھی گئی ان میں مذکور ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اس وقت کی سمجھدار عورتوں میں سے تھیں، افقہ النساء کے لفظ آئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو حوصلہ بھی بڑا عطا فرمایا تھا اور بات کرنے کا ڈھنگ اور سلیقہ بھی بڑا عمدہ تھا، جہاں کہیں گفتگو کی بات بگڑ جاتی ان کو لے جاتے تھے، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے معاملہ سیدھا ہو جاتا تھا، چنانچہ ان کے پاس عورتیں اکٹھی ہو کر آئیں اور کہنے لگیں کہ سارا اجر و ثواب تو مرد لے گئے ہیں، ہمارے پاس کیا بچا ہے؟ دیگچیاں مانجنا، جھاڑو پھیرنا اور بیت صاف کرنی، دیکھو اذان عورتیں نہیں دے سکتیں، جبکہ اذان کے ایک ایک حرف کے بدلے میں دس دس نیکیاں ملتی ہیں اور بلند آواز سے پڑھنے کی نوے نیکیاں ملتی ہیں اور اسی طرح تکبیر کہنے والے کو ایک ایک حرف کے بدلے میں دس دس نیکیاں ملتی ہیں اور بلند آواز سے پڑھنے کی سو نیکیاں

ملتی ہیں، اسی لئے ترمذی شریف اور دیگر حدیث کی کتابوں میں حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مَنْ أَذَّنَ فَهُوَ يُقِيمُ'' جو شخص اذان دے تکبیر وہی کہے، یہ اس کا حق ہے، ہاں مؤذن اگر اپنی مرضی سے کسی اور کو اجازت دے دے تو وہ علیحدہ بات ہے، جس طرح عورت اذان نہیں دے سکتی، اسی طرح امامت بھی نہیں کراسکتی، مردوں کے لئے جج بھی نہیں بن سکتی، جہاد پر بھی نہیں جاسکتی، تو وہ عورتیں کہنے لگیں کہ یہ بہت سارے نیکیوں کے کام ہیں جو مرد ہی سرانجام دیتے ہیں، ہمارے لئے کیا بچا ہے؟ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرکے تمہیں بتاؤں گی، چنانچہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا کہ عورتیں تو مفت میں سارا ثواب لے جاتی ہیں، بغیر کچھ کرنے کے۔ کہنے لگی وہ کس طرح؟ فرمایا: وہ اس طرح کہ مثال کے طور پر جس عورت کا خاوند امام ہے تو جتنی نیکیاں امام کو ملیں گی، اتنی ہی اس کی عورت کو ملیں گی، جتنی نیکیاں مجاہد کو ملیں گی، اس کی بیوی کو بھی اتنی ہی نیکیاں ملیں گی، اسی طرح جس عورت کا خاوند جج یا قاضی ہے، مؤذن ہے، ان کی بیویوں کو بھی گھر بیٹھے ہی اتنا ثواب ملے گا، کیونکہ ان کے کاموں میں ان کی عورتوں کا دخل ہے، مثلاً: روٹی پکا کر دینا، کپڑے دھونا، ان کے گھروں کی حفاظت کرنا اور ان کی خدمت کرنا، اس لئے عورتوں کا ان کے ثواب میں برابر کا حصہ ہے، مؤذن اگر کھائے گا، پیئے گا نہیں تو آواز کس طرح نکالے گا۔ مجاہد اگر کھائے گا، پیئے گا نہیں تو جہاد کس طرح کرے گا؟ کپڑے دھلے ہوئے نہیں ہوں گے تو نماز کس طرح پڑھے گا؟

بخاری شریف میں حدیث ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مَنْ جَهَّزَ غَازِياً فَقَدْ غَزَا'' جس آدمی نے مجاہد کو جہاد کا سامان مہیا کیا، یہ بھی غازی ہے کہ ایک آدمی خود جہاد پر نہیں جاسکتا، مجاہد کو سفر خرچ دیتا ہے، ہتھیار مہیا کرتا ہے، یہ جہاد میں برابر کا شریک ہے: ''وَمَنْ خَلَفَ غَازِياً'' خود جہاد پر نہیں گیا ہے، رقم بھی نہیں دے سکتا کہ مسکین ہے، مگر غازی کے گھر کی نگرانی کی، اس کے بچوں کا خیال رکھا، سودا سلف لا کے دے دیا، ایندھن لا کے دے دیا، فرمایا: یہ بھی اسی طرح کا مجاہد ہے، جس طرح کا وہ ہے، مطلب یہ ہے کہ نیکی صرف آدمی کی ذات تک نہیں رہتی، بلکہ اس کا اثر دوسروں تک پہنچتا ہے، تو چونکہ

عورتوں نے کہا تھا کہ اگر ہم مرد ہوتیں تو ہمارے لئے بھی اجر و ثواب زیادہ ہوتا، اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ اور نہ آرزو کرو تم اس چیز کی جس کے ذریعہ فضیلت بخشی اللہ تعالیٰ نے تم میں سے بعض کو بعض پر لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مردوں کے لئے حصہ ہے مِّمَّا اس چیز سے اكْتَسَبُوْا جو انہوں نے کمائی ہے وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ اور عورتوں کے لئے حصہ ہے مِّمَّا اس چیز سے اكْتَسَبْنَ جو انہوں نے کمائی ہے، وہ کمائی براہِ راست بھی ہے اور خاوند کی خدمت کرتی ہے، اس کی کمائی میں بھی حصہ ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ مومن آدمی اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہے، اس کو صدقے کا پورا ثواب ملے گا اور مسئلہ یہ ہے کہ بیوی پر خرچ کرنا، بچوں پر خرچ کرنا فرض ہے اور صاحب خانہ کی ذمہ داری ہے اور اس پر لازم ہے، لہٰذا جب وہ اس نیت سے خرچ کرے گا کہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے تو اس کو صدقے کا ثواب ملے گا۔

حدیث پاک میں ہے: ''إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ'' پختہ بات ہے کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے تو جب وہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرنے کی نیت سے ماں باپ پر خرچ کرے گا، بیوی بچوں پر خرچ کرے گا، بہن بھائیوں پر خرچ کرے گا، اس پر اس کو ثواب ملے گا، یہاں تک کہ کتے بلے کو کھلائے گا اس کا بھی ثواب ملے گا، مگر دو شرطوں کے ساتھ ایمانا واحتسابا ایک یہ کہ مومن ہو اور دوسرا یہ کہ اپنے اوپر بوجھ نہ سمجھے، بلکہ اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے، جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ جب تم بیمار ہو تو علاج کراؤ، اب کوئی شخص اس لئے علاج کراتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے تو وہ شخص تندرست ہو یا نہ ہو علاج پر اس نے جتنا روپیہ خرچ کیا ہے اس کا اس کو ثواب ملے گا تو فرمایا کہ آرزو نہ کرو، بلکہ وَسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ اور سوال کرو تم اللہ تعالیٰ سے اس کی مہربانی کا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا بے شک اللہ تعالیٰ ہے ہر چیز کو جاننے والا وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مَوَالِيَ جمع ہے مولیٰ کی اور مولیٰ کے متعدد معانی آتے ہیں، مثلاً: آقا، آزاد کردہ غلام، چچا اور بھائی کو بھی مولیٰ کہتے ہیں۔ مولیٰ کے

معانی وارث کے بھی ہیں اور یہاں اسی معنیٰ میں ہے اور آیت کا معنی ہوگا اور ہر ایک کے لئے بنائے ہم نے وارث مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ اس مال میں جو چھوڑا ہے ماں باپ نے اور قریبی رشتہ داروں نے۔ وہ مال چاہے منقولہ جائیداد سے ہو یا غیر منقولہ جائیداد سے۔ یوں سمجھو کہ سوئی دھاگے تک کی چیزوں کے باقاعدہ مرد بھی وارث ہیں اور عورتیں بھی وارث ہیں۔ اس قاعدے کے مطابق جو" يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ" کے رکوع میں پڑھ چکے ہو وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ اور وہ لوگ کہ جن کے ساتھ تمہاری گرہ لگ گئی ہے تمہاری قسموں کی فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ پس دو تم ان کو ان کا حصہ۔

مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم اس کا یہ مطلب بیان فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں اور اسلام کے ابتدائی دور میں بھی دو آدمی آپس میں بھائی بھائی بنتے تھے اور قسم اٹھاتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم! میں تیرا بھائی ہوں، اگر تیرے ساتھ کوئی لڑے گا تو میں تیرے ساتھ ہوں گا، اگر تیرے اوپر کوئی تاوان آیا تو میں اس کا ذمہ دار ہوں گا اور اگر میرے اوپر کوئی تاوان آیا تو تو اس کا ذمہ دار ہوگا، یعنی اگر میرے پاس کوئی شئے ہوئی تو میں اور آپ دونوں اس میں شریک ہوں گے، اس کو کہتے ہیں عقدِ موالات، یعنی آپس میں دوستی کی گرہ اور اس پر قسم اٹھانا۔

اسلام کے ابتدائی دور میں ان کو باقاعدہ وراثت سے چھٹا حصہ ملتا تھا، اب جمہور کے نزدیک یہ حکم منسوخ ہوگیا ہے، نہیں ملے گا۔ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اب بھی اس کا حکم باقی ہے، وہ اس طرح کہ کوئی غیر مسلم کسی مسلمان کے ہاتھ پر مسلمان ہوا ہے، اس کے ساتھ نفع نقصان کا عقد کرتا ہے تو اس کو عقدِ موالات اسلام کہتے ہیں، اگر یہ نو مسلم فوت ہوگیا تو اس کے مال کا وارث وہ مسلمان ہوگا جس کے ہاتھ پر مسلمان ہوا ہے، بشرطیکہ مرنے والے کا کوئی رشتہ دار مسلمان نہ ہو، کیونکہ اگر اس کا کوئی رشتہ دار مسلمان ہوا تو اس کا حق مقدم ہے اور وہی مرنے والے کا وارث بنے گا اور اگر نو مسلم نے کسی کے ساتھ عقدِ موالات نہیں کی اور فوت ہوگیا تو پھر اس کا مال بیت المال میں جمع کرا دیا جائے گا، تاکہ تمام مسلمانوں کو فائدہ ہو۔

اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ كَانَ ہے عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ہر چیز پر گواہ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى

النِّسَآءِ مرد حاکم ہیں عورتوں پر بِمَا بسبب اس کے فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ کہ فضیلت دی ہے اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر یعنی اللہ تعالیٰ نے مرد کو مرد ہونے کی وجہ سے عورت پر فضیلت بخشی ہے، مرد مرد ہے اور عورت عورت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ کسریٰ کی لڑکی بولان کو ایران کا اقتدار سپرد کر دیا گیا ہے، بخاری شریف میں حدیث ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لَنْ يُّفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْ أَمْرَهُمْ إِلَى امْرَأَةٍ'' وہ قوم کبھی کامیاب نہیں ہوگی جس نے زمامِ حکومت عورت کے سپرد کر دی۔

اور یاد رکھنا قوم نکرہ ہے، اس میں سب قومیں شامل ہیں، مسلمان ہوں یا کافر ہوں، قرآن پاک نے بھی اسی طرح فرمایا اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ مرد حاکم ہیں عورتوں پر یعنی اقتدار، حکومت، حکمرانی یہ مردوں کے لئے ہے وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا اس سبب سے کہ مرد خرچ کرتے ہیں مِنْ اَمْوَالِهِمْ اپنے مالوں سے۔ کیونکہ عورت کا خرچ مرد کے ذمہ ہے تو ظاہر بات ہے کہ کمائے گا، محنت کرے گا، درجہ بھی اس کا زیادہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَالصّٰلِحٰتُ پس نیک عورتیں قٰنِتٰتٌ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والیاں ہیں، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبردار ہیں اور اپنے خسر اور ساس کی بھی جائز کاموں میں فرمانبرداری کرتی ہیں، ہاں اگر ساس، خسر، ماں، باپ، بہنیں، بھائی! کوئی خلاف شرع کام کہیں تو پھر ان کی بات نہیں ماننی، کیونکہ ضابطہ ہے: ''لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ'' اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مخلوق میں سے کسی کی اطاعت جائز نہیں ہے۔

دوسری صفت حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ أَيْ غَيْبَةِ أَزْوَاجِهِنَّ خاوند گھر میں نہیں ہے، محنت مزدوری کرنے کے لئے کہیں گیا ہوا ہے، یا حج کے لئے گیا ہے، یا جہاد کے لئے گیا ہے، اس کی غیر حاضری میں اپنی جان کی، عزت کی، مال کی، بچوں کی حفاظت کرتی ہے، یعنی جو ذمہ داری ہے اس کو پورا کرتی ہیں اور یہ حفاظت ہوگی بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ اس چیز کی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا حکم دیا ہے اور ہوگی بھی اللہ تعالیٰ کی مدد سے۔ خالی بندہ کچھ بھی نہیں ہے، نہ مرد کچھ ہے، نہ عورت کچھ ہے، باسببیہ ہو تو معنی ہوں گے اللہ تعالیٰ کی حفاظت کرنے کے سبب سے حفاظت کرنے والیاں ہیں۔

وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ وہ عورتیں کہ تم خوف کرتے ہو نُشُوْزَهُنَّ ان کی اکڑ اور بد دماغی سے کہ ضد

کرتی ہیں اور جائز کاموں میں اطاعت نہیں کرتی ہیں، ان کے لئے پہلا حکم ہے فَعِظُوْهُنَّ پس ان کو نصیحت کرو کہ دیکھ! تو بیوی ہے، میں خاوند ہوں اور جو کام میں تجھے کہہ رہا ہوں، وہ قرآن وسنت کے مطابق ہے، فقہ اسلامی کے مطابق ہے، یہ تجھے کرنا پڑے گا۔ بعض عورتیں نیک فطرت ہوتی ہیں، مگر غلط فہمی کا شکار ہوتی ہیں، سمجھانے سے سمجھ جاتی ہیں، دوسرا حکم وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ اور ان کو جدا کردو بستروں میں، ان کو بستروں سے الگ کرو، نہ ان کے ساتھ بیٹھو اور نہ اٹھو اور نہ ان کے ساتھ لیٹو، شاید ان کو احساس ہوجائے کہ میرا خاوند مجھ سے ناراض ہے، کچھ عورتوں کی اس طرح اصلاح ہوجائے گی۔ اگر یہ دونوں طریقے کامیاب نہ ہوں تو تیسرا حکم ضرب بضرب کا ہے، فرمایا وَاضْرِبُوْهُنَّ اور ان کو مارو مگر اتنا نہیں کہ ان کی ٹانگ توڑ دو، بازو توڑ دو، سر پھاڑ دو اور اٹھا کر ہسپتال لے جانا پڑے، بس اتنا مارنا ہے کہ جس سے ان کو تنبیہ ہوجائے، کیونکہ بعض عورتیں ایسی ہوتی ہیں کہ مار کے بغیر ان کی اصلاح نہیں ہوتی فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ پس اگر وہ تمہاری اطاعت کریں فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا پس نہ تلاش کرو تم ان کے خلاف کوئی راستہ یعنی جب وہ درست ہوجائیں اور اطاعت شروع کردیں تو تمہارے دل میں ناراضگی کی جو گرہ ہے اس کو کھول دو، اس طرح نہ کہو کہ اب تو ٹھیک ہوگئی ہے، مگر اس نے پہلے میری بات کیوں نہیں مانی، اگر اس طرح کی گرہیں دل میں رکھوگے تو گھر اجڑ جائے گا، جب وہ صحیح ہوگئی ہے تو تم بھی بات کو ختم کرو، گھر جب ہی آباد ہوتے ہیں کہ معاملہ کو طول نہ دیا جائے، کوئی بھی فریق جب معاملے کو طول دے گا تو وہ گھر برباد ہوجائے گا۔

میراثیوں کے گھر روز لڑائی ہوتی تھی، ان کے گھر مہمان آیا، اس نے پوچھا کہ تم اس طرح کیوں کرتے ہو؟ ایک دوسرے کی بات سمجھنے کے لئے گھروں میں ٹوکا ٹوکی ہوتی رہتی ہے تو ایک دوسرے کی دل آزاری ہوتی رہتی ہے اور گھر دوزخ بن جاتے ہیں، لہٰذا گھروں کو جنت بناؤ، دوزخ نہ بناؤ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا بے شک ہے اللہ بلند شان والا، بہت بڑا۔ تم بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہو، آخر انسان ہو غلطی ہوجاتی ہے، اگر پروردگار تم پر سختی کرتے تو تمہارا حشر ہوجائے۔ اس لئے جب عورتیں اپنی اصلاح کرلیں تو معاملہ رفع دفع کرو اور احسن طریقے سے زندگی بسر کرو۔

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ یُّرِیْدَاۤ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَیْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا خَبِیْرًا ﴿۳۵﴾ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَیْـًٔا وَّبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰى وَالْیَتٰمٰى وَالْمَسٰكِیْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ﴿۳۶﴾ ۙ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَیَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَیَكْتُمُوْنَ مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّهِیْنًا ﴿۳۷﴾ وَالَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَمَنْ یَّكُنِ الشَّیْطٰنُ لَهٗ قَرِیْنًا فَسَآءَ قَرِیْنًا ﴿۳۸﴾

لفظی ترجمہ:

وَاِنْ خِفْتُمْ اور اگر تمہیں خوف ہو شِقَاقَ اختلاف کا بَیْنِهِمَا میاں بیوی کے درمیان فَابْعَثُوْا پس بھیجو تم یعنی مقرر کرو تم حَكَمًا ایک منصف اور ثالث مِّنْ اَهْلِهٖ خاوند کی برادری سے وَحَكَمًا اور ایک منصف اور ایک ثالث مِّنْ اَهْلِهَا بیوی کی برادری سے اِنْ یُّرِیْدَاۤ اگر وہ دونوں ارادہ کریں اِصْلَاحًا اصلاح کرنے کا یُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَیْنَهُمَا اللہ تعالیٰ ان دونوں کے درمیان موافقت پیدا کر دے گا اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ كَانَ عَلِیْمًا ہے جاننے والا خَبِیْرًا خبردار وَاعْبُدُوا اللّٰهَ اور عبادت کرو تم اللہ تعالیٰ کی وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَیْـًٔا اور نہ شریک ٹھہراؤ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو وَّبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو وَّبِذِی الْقُرْبٰى اور قریبی رشتہ داروں کے ساتھ وَالْیَتٰمٰى اور یتیموں کے ساتھ وَالْمَسٰكِیْنِ اور مسکینوں کے ساتھ وَالْجَارِ اور اس پڑوسی کے ساتھ ذِی الْقُرْبٰى جو قریبی ہے وَالْجَارِ اور اس پڑوسی کے ساتھ الْجُنُبِ جو اجنبی ہے وَالصَّاحِبِ اور اس ساتھی کے ساتھ بِالْجَنْۢبِ جو پہلو میں ہے وَ ابْنِ السَّبِیْلِ اور مسافروں کے ساتھ وَمَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ اور ان کے ساتھ جن کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک ہیں اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ لَا یُحِبُّ نہیں پسند کرتا مَنْ اس کو كَانَ مُخْتَالًا جو تکبر کرنے والا ہو فَخُوْرَا اپنی بڑائی بیان کرنے والا ہو الَّذِیْنَ وہ لوگ یَبْخَلُوْنَ جو بخل کرتے ہیں وَیَاْمُرُوْنَ النَّاسَ اور حکم دیتے ہیں لوگوں کو بِالْبُخْلِ بخل کا وَیَكْتُمُوْنَ اور چھپاتے ہیں مَاۤ وہ چیز اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ جو اللہ تعالیٰ نے ان کو دی ہے مِنْ فَضْلِهٖ اپنے فضل سے وَاَعْتَدْنَا اور ہم نے تیار کیا ہے لِلْكٰفِرِیْنَ کافروں کے

لئے عَذَابًا مُّهِيْنًا عذاب رسوا اور ذلیل کرنے والا وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ يُنْفِقُوْنَ جو خرچ کرتے ہیں
اَمْوَالَهُمْ اپنے مالوں کو رِئَآءَ النَّاسِ لوگوں کو دکھانے کے لئے وَلَا يُؤْمِنُوْنَ اور صحیح معنی میں ایمان نہیں
لاتے بِاللّٰهِ اللہ تعالیٰ پر وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور نہ ایمان لاتے ہیں آخرت کے دن پر وَمَنْ اور وہ شخص
يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا ہو شیطان اس کا ساتھی فَسَآءَ قَرِيْنًا پس بہت برا ساتھی ہے۔

تشریح:

اس سے پہلی آیت کریمہ میں اس بات کا ذکر تھا کہ اگر کوئی عورت بد دماغ ہے اور خاوند کے سامنے اکڑ جائے اور اس کی صحیح بات بھی ماننے کے لئے تیار نہ ہو تو اس کے لئے ترتیب وار تین حکم بیان فرمائے کہ اس کو وعظ و نصیحت کرو، سمجھاؤ اور بستر سے الگ کر دو، اس کے نزدیک نہ جاؤ اور کچھ دن دیکھو شاید اس طرح اس کو احساس پیدا ہو جائے، اگر اس طرح اس کا دماغ درست نہ ہو پھر تادیبًا اس کو مارو، آگے فرمایا کہ اگر ان تینوں سزاؤں سے بھی اس کی اصلاح نہ ہو وَاِنْ خِفْتُمْ اور اگر اے وارثو! اور رشتہ دارو! تمہیں خوف ہو شِقَاقَ بَيْنِهِمَا میاں بیوی کے درمیان اختلافات کا کہ ان کا اختلاف اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ اصلاح کی کوئی صورت نہیں ہے تو فَابْعَثُوْا پس بھیجو تم یعنی مقرر کرو حَكَمًا ایک منصف اور ثالث مِّنْ اَهْلِهٖ خاوند کی برادری سے وَحَكَمًا اور ایک منصف اور ثالث مِّنْ اَهْلِهَا بیوی کی برادری سے۔

مطلب یہ ہے کہ جب میاں بیوی کے درمیان معاملہ انتہائی کشیدہ ہو جائے اور صلح کی کوئی صورت نظر نہ آئے تو ایک آدمی خاوند کی برادری سے مقرر کیا جائے، کیونکہ خاوند کی طبیعت اور مزاج کو وہ جانتا ہوگا اور ایک آدمی بیوی کی برادری سے، کیونکہ وہ اس کے مزاج اور طبیعت سے واقف ہوگا، یہ دونوں ثالث سر جوڑ کر بیٹھ جائیں، دونوں کی باتیں سنیں اور غور و فکر کریں اور وہ نزاع کو تلاش کریں کہ ان کے درمیان اختلاف اور نزاع کیوں پیدا ہوا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا اگر وہ دونوں ثالث ارادہ کریں گے اصلاح کا تو يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا اللہ تعالیٰ ان کے درمیان موافقت پیدا کر دے گا۔ اس کی صورت یہ ہوگی کہ جس کی غلطی ہو اس کو کہیں کہ یہ تیری زیادتی ہے اور وہ اپنی غلطی تسلیم کرے، کیونکہ غلطی کو

تسلیم کرنا ہی انسان کی سب سے بڑی شرافت ہے اور اپنی غلطی کو نہ ماننا یہ ابلیس کا طریقہ ہے۔

دیکھو قرآن پاک میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام کو بہشت میں ٹھہرانے کے بعد حکم دیا کہ لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ کہ اس درخت کے قریب نہ جانا، وہ گندم کا درخت تھا، دنیا میں تو گندم کے پودے ہوتے ہیں، بہشت میں درخت ہوں گے تو فرمایا کہ تم اس درخت کے قریب نہ جانا، اگر گئے تو فَتَكُونَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ پس تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے، لیکن ان سے غلطی ہوگئی، وہ بھی صرف اتنی کہ اس کو چکھا، صرف چکھنے سے رب تعالیٰ ناراض ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے تمہیں منع کیا تھا، پھر تم نے ایسا کیوں کیا؟ اس موقع پر حضرت آدم علیہ السلام اگر ظاہری بہانے بنانا چاہتے تو بنا سکتے تھے، مثلاً: کہہ سکتے تھے کہ اے پروردگار! اس شیطان سے پوچھو جس نے جھوٹی قسمیں اٹھا کر ہمیں پھسلایا ہے، اس نے ہمارے ساتھ کیوں دھوکا کیا ہے؟ مگر آدم علیہ السلام سمجھدار تھے، سمجھ گئے کہ جتنے بھی چکر کاٹیں آخر غلطی تو ہوئی ہے، غیر مشروط طور پر کہا رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا اے رب ہمارے! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا اگر آپ نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ کیا تو لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ہم ضرور ہو جائیں گے خسارہ پانے والوں میں سے۔ معافی مانگی، غلطی کا اقرار کیا۔

اور دوسری طرف دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے پوچھا کہ اے ابلیس! میں نے تجھے حکم دیا تھا کہ آدم کو سجدہ کر تو نے سجدہ کیوں نہ کیا؟ تو شیطان کہنے لگا اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ میں آدم سے بہتر ہوں خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ مجھے تو نے آگ سے پیدا فرمایا ہے اور آدم کو تو نے مٹی سے پیدا فرمایا ہے، میں اس کو کیوں سجدہ کرتا، اکڑ گیا تو غلطی پر اکڑنا شیطان کا کام ہے اور غلطی کو تسلیم کرنا آدم کا کام ہے، جب حضرت آدم علیہ السلام نے غیر مشروط طور پر کہا: اے پروردگار غلطی ہوئی ہے، معاف فرمادے، اللہ تعالیٰ نے بھی رجوع فرمایا اور معاف کردیا، بس سارے فساد کی جڑ ہے انا کہ میں بھی کچھ ہوں، جس فریق سے غلطی ہوتی ہے وہ مان لے کہ ہاں! واقعی مجھ سے غلطی ہوئی ہے تو معاملہ کبھی طول نہیں پکڑے گا اور غلطی کو جائز ثابت کرنے کے لئے دلیلیں شروع ہو جائیں تو پھر اس معاملہ کو کوئی حل نہیں کرسکتا۔ بہرحال اللہ تعالیٰ نے یہ بات سمجھادی ہے کہ اگر ثالثان کی نیت درست ہو تو اللہ تعالیٰ موافقت پیدا فرمادے گا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ

عَلِيْمًا خَبِيْرًا بے شک ہے اللہ تعالیٰ جاننے والا خبردار۔ لہٰذا اس نے جو احکام اپنے بندوں کے لئے جاری فرمائے ہیں، حق ہیں اور صحیح ہیں تو میاں بیوی کا حق بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ تمہارے ذمے اور بھی حق ہیں، ان کا خیال رکھو اور ان میں سب سے بڑا حق ہے اللہ تعالیٰ کا، اس لئے فرمایا:

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ اور عبادت کرو تم اللہ تعالیٰ کی، عبادت چاہے بدنی ہو یا زبانی ہو یا مالی ہو، صرف اللہ کا حق ہے اور ہر نماز میں ہم اس کا اقرار کرتے ہیں ''اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰاتُ وَالطَّيِّبَاتُ'' التحیات کے معانی ہیں زبانی عبادتیں الصلوات کے معانی ہیں بدنی عبادتیں اور الطیبات کے معنی ہیں مالی عبادتیں، یہ سب عبادتیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں تو پہلا حکم ہے کہ عبادت صرف اللہ کی کرو۔

دوسرا حکم ہے وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا اور نہ شریک ٹھہراؤ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو، نہ فرشتے اللہ کے شریک ہیں، نہ قطب، نہ ابدال، نہ ولی، نہ شہید، نہ حجر، نہ شجر، نہ سورج، نہ چاند۔ کوئی بھی اس کا شریک نہیں ہے۔ اور تیسرا حکم کیا ہے۔ فرمایا:

وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو، یہاں تک کہ ماں باپ کے سامنے سخت لہجے میں بھی بولنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ قرآن پاک میں آتا ہے فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ اور نہ کہو ان کو ''ہوں'' یعنی کہ کوئی بات اچھی نہ لگے تو آدمی ''ہوں'' کہتا ہے، فرمایا: ماں باپ کے سامنے ''ہوں'' کہنے کی بھی اجازت نہیں ہے اور بعض علاقوں میں ''ہوں'' اور ''ہاں'' تسلیم کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں، مگر یہ لہجہ اچھا نہیں ہے، اس لئے اس کی بھی اجازت نہیں ہے، بلکہ جی ہاں! کہہ کر جواب دو، نہایت ادب اور عاجزی کے ساتھ۔

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ رئیس التابعین ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ ماں باپ کے سامنے اس انداز سے بولو کہ جس انداز سے سخت مزاج آقا کے سامنے غلام بولتا ہے وَّبِذِي الْقُرْبٰى اور قریبی رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرو، ماں باپ کے بعد بہن، بھائی، چچا اور دیگر اقارب ہیں، ان کا بھی حق ہے، ان کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرو، بول چال، لین دین میں ان کا پورا خیال ملحوظ رکھو وَالْيَتٰمٰى اور یتیموں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرو۔ عام اس سے کہ وہ یتیم اپنی برادری سے ہوں، محلے سے ہوں، اپنے

شہر سے ہوں یا کسی اور علاقے کے ہوں، ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا ہے وَالْمَسٰكِيْنِ اور مسکینوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

مسکین اسے کہتے ہیں جو صاحب نصاب نہیں ہے، یعنی اس پر زکوۃ فرض نہیں ہے، قربانی واجب نہیں ہے، فطرانہ اس پر نہیں ہے، کمزور آدمی ہے تو اس کمزور آدمی کا بھی خیال رکھو، عموماً لوگوں کا یہ دستور ہے کہ مالدار آدمی سے علیک سلیک رکھتے ہیں، بیمار ہو تو تیمارداری کے لئے بھی جاتے ہیں، غریب کے پاس کوئی نہیں جاتا، کمزور کو کوئی نہیں پوچھتا، ہاں اس غریب کو اگر اللہ تعالیٰ اقتدار دیں تو پھر سارے اس کے پیچھے پیچھے پھرتے ہیں، رشتے داریاں نکالتے ہیں، اور اس کے ساتھ تعلق جوڑتے ہیں کہ میرے فلاں کے رشتے دار ہیں اور فلاں کے رشتے دار ہیں اور جب اقتدار ختم ہو جائے تو پھر کوئی نہیں پوچھتا۔

وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى اور اس پڑوسی کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرو جو قریبی ہے، اس کی دو تفسیریں ہیں، ایک یہ کہ پڑوسی ہے اور برادری کا ہے تو اس کا دوہرا حق ہے ایک وہ پڑوسی ہونے کی حیثیت سے، ایک رشتے دار ہونے کی وجہ سے اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ وہ پڑوسی جو بالکل قریب ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا پڑوسی کا حق کتنے گھروں تک ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آس پاس کے چالیس گھر پڑوسی ہیں، کہنے لگی: حضرت! اتنے پڑوسیوں کی کوئی خدمت کر سکتا ہے؟ مثال کے طور پر کوئی تحفہ یا سالن وغیرہ دینا چاہے تو اتنے گھروں تک کون پورا آ سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "فَأَقْرَبُهُمْ إِلَيْكَ بَاباً" پھر ان میں سے جس کا دروازہ تیرے زیادہ قریب ہے، اس کا حق ہے وَالْجَارِ الْجُنُبِ اور اس پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرو جو اجنبی ہے یعنی اس کی برادری اور رشتے داروں میں سے نہیں ہے، اس کا بھی حق ہے اور اس کا یہ معنی بھی کرتے ہیں کہ وہ پڑوسی جو ذرا ہٹا ہوا ہے، جس کا گھر دروازے سے دور ہے، اس کا بھی حق ہے وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ اور اس ساتھی کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرو، جو پہلو میں ہے، یعنی تمہارے ساتھ بیٹھا ہوا ہے، مثلاً: تم بیٹھے ہو اور جگہ تمہارے پاس وافر ہے اور دوسرا آدمی تمہارے ساتھ تنگ بیٹھا ہے تو اس کو جگہ دو، تاکہ وہ اطمینان کے ساتھ بیٹھے یا کوئی اور تمہارے ساتھ بیٹھنا چاہے تو اس کو نہ روکو، اس طرح

کہ چوڑے ہو کر دو تین سیٹوں پر قبضہ جمالو، اس کا تمہیں حق نہیں، اس ساتھی کو حق دو، اسی طرح اگر ساتھ والا جاتے ہوئے کوئی چیز بھول کر چھوڑ گیا ہے تو اس کی حفاظت تمہارے ذمہ ہے اور اس سے اگر کوئی غلطی ہوگئی ہے تو معاف کر دو، یہ پہلو کا ساتھی بسوں میں بھی ہوتا ہے، ریل گاڑیوں میں بھی ہوتا ہے، جہازوں میں بھی ہوتا ہے، تو پہلو کے ساتھی کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرنا ہے۔

اسی طرح اس چیز کا بھی خیال رکھنا چاہئے کہ جہاں لوگ بیٹھے ہیں ان کے درمیان بیٹھنے کی جگہ بھی ہے یا نہیں، بعضے آدمیوں کی عادت ہوتی ہے کہ جگہ تو ہے نہیں، ویسے ہی درمیان میں گھسنے کی کوشش کرتے ہیں اور بیٹھنے والوں کو تنگ کرتے ہیں، یہ بھی گناہ کی بات ہے، اگر لوگ اسلام کے اصولوں پر عمل کریں تو دنیا میں کبھی فتنہ پیدا نہیں ہو سکتا، فتنہ فساد اس وقت ہوتا ہے جب لوگ انا، ضد اور ذاتی مفادات پر اتر آتے ہیں وَابْنِ السَّبِيْلِ اور مسافروں کے ساتھ بھی حسن سلوک سے پیش آؤ، بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ مسافر کی چوری ہو جاتی ہے یا پیسے گر جاتے ہیں اور اس کو کرایہ کی ضرورت ہے، روٹی کھانی ہے، رات گزارنی ہے، پیشہ ور مانگنے والا نہیں ہے، اتفاقاً ایسا ہو گیا ہے اور ایسے مسافروں کا بھی باقاعدہ حق ہے وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اور ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ، جن کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک ہیں یعنی غلاموں اور لونڈیوں کا بھی حق ہے، ان کے ساتھ بھی حسن سلوک کے ساتھ پیش آؤ کہ اُن سے ان کی طاقت سے زیادہ کام نہ لو اور بول چال بھی اس کے ساتھ سختی سے نہ کرو، یہ سب حقوق ہیں، درجہ بدرجہ جو شریعت نے بیان فرمائے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ بے شک اللہ پسند نہیں کرتا مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ؀ جو تکبر کرنے والا ہو، اپنی بڑائی بیان کرنے والا ہو۔ مختال اکڑ کر چلنے والے کو کہتے ہیں اور فخور اپنی بڑائی بیان کرنے والے کو کہتے ہیں کہ میں فلاں خاندان کا ہوں، یہ بھی بڑے گناہ کی بات ہے، یہ جو کمی اور غیر کمی کا فرق ہے، اسلام اس کو مٹانے کے لئے آیا ہے، مگر ہم نے اس کو مضبوطی کے ساتھ پکڑا ہوا ہے کہ یہ چوہدری ہے اور یہ کمی ہے، کیونکہ آج بھی اگر کوئی بڑا آدمی چارپائی پر بیٹھا ہو تو اس کے ساتھ کسی نیچ قوم کے آدمی کو بیٹھنے کی ہمت نہیں ہے اور اگر کوئی بیٹھ جائے تو اس کو وہ برا سمجھتے ہیں، یہ افراط و تفریط اسلام میں نہیں

ہے، اسلام میں گورا کالا، امیر غریب، بادشاہ گدا گر سب انسان ہیں، یہ فرق یہود و ہنود اور نصاریٰ وغیرہ قوموں نے تراشا ہوا ہے، جن کے ہاں گورے اور کالے لوگوں کے عبادت خانے ماضی قریب تک الگ الگ رہے ہیں اور گورے کالے لوگوں کے ہسپتال بھی الگ الگ رہے ہیں، گورے کالوں کو اپنے ساتھ بیٹھنے بھی نہیں دیتے تھے، وہ الگ بیٹھتے تھے، جب ہمارے تبلیغی حضرات ان ملکوں میں تبلیغ کے لئے جاتے ہیں اور گورے کالے سب مل کر اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں اور اکٹھے نمازیں پڑھتے ہیں اور ایک دوسرے کا احترام کرتے ہیں تو وہ لوگ حیران ہوتے ہیں تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا اور نہ لڑائی اور خود ستائی کو پسند کرتا ہے۔

الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں، بخل کا معنی ہے کہ جہاں روپیہ خرچ کرنے کی ضرورت ہو وہاں خرچ نہ کیا جائے، یا جتنا خرچ کرنے کی ضرورت ہو اس سے کم کرچ کیا جائے وَيَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ اور حکم دیتے ہیں لوگوں کو بخل کا یعنی خود بھی بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی بخل کا حکم کرتے ہیں، ترغیب دیتے ہیں کہ غریبوں مسکینوں پر خرچ نہ کرو وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ اور چھپاتے ہیں وہ چیز جو ان کو دی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے، اگر اللہ تعالیٰ نے کسی پر فضل کیا ہے، نعمت دی ہے تو اس کو چھپانا نہیں چاہئے، بلکہ کہے کہ اللہ تعالیٰ کا مجھ پر بڑا فضل اور احسان ہے، اس نے مجھے مال دیا ہے، دولت دی ہے، جائیداد دی ہے اور یہ چیز اس کی وضع قطع اور لباس سے ظاہر ہو، شریعت ایسے آدمی کو پسند نہیں کرتی کہ جس کی مالی پوزیشن مضبوط اور اچھی ہو، مگر وہ اپنی حیثیت کے مطابق لباس نہ پہنے، بلکہ کم درجے کے کپڑے استعمال کرے، البتہ کام کے وقت مسئلہ اس سے جدا ہے کہ ایک آدمی خراد مشین پر کھڑا ہے یا مزدور گارا اٹھا رہا ہے، کسان کھیتوں میں کام کر رہا ہے تو اس موقع پر کام والا لباس پہنیں گے، وہ ٹھیک ہے، مگر کام کے علاوہ اپنی حیثیت کے مطابق لباس نہیں پہنتا تو رب تعالیٰ کی نعمت کی بے قدری ہے اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہے وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ کہ اپنے رب کی نعمت کو بیان کر۔

وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ اور ہم نے تیار کیا ہے کافروں کے لئے عَذَابًا مُّهِيْنًا عذاب رسوا کرنے والا اور ذلیل کرنے والا کہ وہ عذاب ان کو ذلیل اور رسوا کر کے رکھ دے گا کہ یہ ہیں تکبر کرنے والے وَالَّذِيْنَ

یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَہُمۡ اور وہ لوگ جو خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو رِئَآءَ النَّاسِ لوگوں کو دکھانے کی لئے۔

آج شادیوں اور منگنیوں اور دیگر رسموں یعنی تیجے، ساتے اور چالیسویں پر لوگ جو خرچ کرتے ہیں، یہ سب ریاکاریاں ہیں، بے شک صدقہ خیرات اچھی بات ہے کہ اگر کوئی فوت ہوجائے تو اس کے ایصالِ ثواب کے لئے صدقہ خیرات کرنا اچھی بات ہے، مگر اس کے لئے دو چیزیں اصولی طور پر یاد رکھیں، ایک یہ کہ صدقہ خیرات کے لئے شریعت نے کوئی وقت نہیں مقرر فرمایا، نہ کوئی دن مقرر فرمایا ہے، نہ تیجہ، نہ ساتواں، نہ دسواں، نہ چالیسواں، نہ جمعہ، نہ جمعرات، یہ دنوں کا تعین کرنا بدعت ہے اور جب یہ بدعت ہے ایک تنکے کا بھی ثواب نہیں ملے گا، فقط رقم ضائع ہوگی۔

دوسری بات یہ ہے کہ صدقہ خیرات اس انداز سے کرو کہ دائیں ہاتھ سے دو تو بائیں کو معلوم نہ ہو، مگر اس پر ہمارے دل مطمئن نہیں ہوتے جب تک ہم ڈھنڈورا نہ پیٹ لیں اور گلی میں ہمارے دروازے کے سامنے دیگیں نہ کھڑکیں، اسی طرح جب تک تیسرے دن سامنے پھل فروٹ نہ ہوں تو ہمارے دل مطمئن نہیں ہوتے۔ یاد رکھنا یہ سب رسمیں ہیں، ان سے ثواب کی بجائے عذاب ہوگا، بلکہ اصل طریقہ یہ ہے جو فوت ہوجائے اس کے لئے بلا تعین ایام دعائیں کرو، صدقہ خیرات کرو، مگر خفیہ طریقے سے تاکہ اس کو ثواب پہنچے، اس پر شریعت نے کوئی پابندی نہیں لگائی وَلَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ اور صحیح معنی میں اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے وَلَا بِالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ اور نہ ایمان لاتے ہیں آخرت کے دن پر۔ زبانی زبانی تو کہتے ہیں کہ ہم آخرت کو مانتے ہیں، لیکن حقیقۃً نہیں مانتے، کیونکہ صحیح معنوں میں آخرت کو مانتے تو بخل نہ کرتے وَمَنۡ یَّکُنِ الشَّیۡطٰنُ لَہٗ قَرِیۡنًا اور وہ شخص کہ ہو شیطان اس کا ساتھی فَسَآءَ قَرِیۡنًا پس وہ بہت برا ساتھی ہے۔ اللہ تعالیٰ شیطان کا ساتھی بننے سے بچائے اور اس کا کوئی ساتھی نہ ہو، آمین۔

وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا ﴿۳۹﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۴۰﴾ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ﴿۴۱﴾ يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ؕ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ﴿۴۲﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۴۳﴾

لفظی ترجمہ:

وَمَاذَا عَلَيْهِمْ اور کیا نقصان تھا ان کا لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ اگر وہ ایمان لاتے اللہ تعالیٰ پر وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور آخرت کے دن پر وَاَنْفَقُوْا اور خرچ کرتے مِمَّا اس چیز سے رَزَقَهُمُ اللّٰهُ جو اللہ تعالیٰ نے ان کو رزق دیا ہے وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ بِهِمْ ان کو عَلِيْمًا جاننے والا اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ لَا يَظْلِمُ ظلم نہیں کرتا مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ایک ذرے کے برابر بھی وَاِنْ تَكُ اور اگر ہو وہ ذرہ حَسَنَةً نیکی يُّضٰعِفْهَا اس کو بڑھائے گا وَيُؤْتِ اور دے گا مِنْ لَّدُنْهُ اپنی طرف سے اَجْرًا عَظِيْمًا اجر بہت بڑا فَكَيْفَ پس کیا حال ہوگا اِذَا جِئْنَا جس وقت ہم لائیں گے مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ ہر امت سے بِشَهِيْدٍ گواہ وَّ جِئْنَا اور ہم لائیں گے بِكَ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ان پر گواہ يَوْمَئِذٍ اس دن يَّوَدُّ الَّذِيْنَ پسند کریں گے وہ لوگ كَفَرُوْا جو کافر ہیں وَعَصَوُا اور انہوں نے نافرمانی کی الرَّسُوْلَ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی، وہ اس کو پسند کریں گے لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ برابر کردی جائے ان کے ساتھ زمین وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا اور نہیں چھپا سکیں گے اللہ تعالیٰ سے کوئی يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اے لوگو! اٰمَنُوْا ایمان لائے ہو لَا تَقْرَبُوا نہ قریب جاؤ الصَّلٰوةَ نماز کے وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى اس حالت میں کہ تم نشے میں ہو حَتّٰى یہاں تک کہ تَعْلَمُوْا تم جان لو مَا اس چیز کو تَقُوْلُوْنَ جو تم پڑھتے اور کہتے ہو وَلَا جُنُبًا اور نہ جنابت کی حالت میں (نماز کے قریب جاؤ) اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ مگر راستے سے گزرنے والے ہو حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا

یہاں تک کہ تم غسل کرلو وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اوراگر ہوتم بیمار اَوْ عَلٰى سَفَرٍ یا سفر پر اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ یا آئے تم میں سے کوئی ایک مِّنَ الْغَآئِطِ قضائے حاجت سے فارغ ہوکر اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ یا ہم بستری کی ہوتم نے عورتوں سے فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً پس نہ پاؤ تم پانی فَتَيَمَّمُوْا پس تم تیمم کرو صَعِيْدًا پاک مٹی سے طَيِّبًا جو صاف ہو فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ پس مسح کروتم اپنے چہروں کا وَاَيْدِيْكُمْ اوراپنے ہاتھوں کا اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ كَانَ ہے عَفُوًّا معاف کرنے والا غَفُوْرًا بخشنے والا۔

تشریح:

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو تنبیہ فرمائی ہے جو ایمان نہیں لاتے اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ نہیں کرتے، ارشاد ربانی ہے وَمَاذَا عَلَيْهِمْ اور کیا نقصان تھا ان کا، کیا ان پر پہاڑ گر جائے گا یا کوئی مصیبت ان پر آن پڑے گی لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ اگر وہ ایمان لاتے اللہ پر وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور آخرت کے دن پر۔ ایمان بڑی آسان چیز ہے کہ زبان سے اقرار کرنا ہے اور دل سے تصدیق کرنی ہے مگر جن لوگوں کی قسمت میں ہو، کیونکہ جن احکام کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، وہ ایسے نہیں ہے کہ انسان ان پر عمل نہ کر سکے، بلکہ انسان کی طاقت کے مطابق ہے اور اگر کسی حکم پر عمل کرنے کی طاقت نہ رہے تو شریعت ان پر جبر کر کے عمل کرنے کا حکم نہیں دیتی۔

مثلاً: اگر آدمی کے پاس روپیہ اور مال نہ ہو تو اس پر زکوۃ نہیں ہے، حج نہیں ہے، قربانی اور فطرانہ نہیں ہے، اسی طرح اگر کوئی آدمی کھڑے ہو کر نماز نہیں ادا کر سکتا تو بیٹھ کر پڑھ لے، اگر بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتا تو اشارہ سے پڑھ لے اور اسی صفحہ پر آگے آرہا ہے کہ اگر وضو نہیں کر سکتا تو تیمم کرلے، دیکھو آخر ہم بھی مسلمان ہیں، ایمان والے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معنی میں مسلمان بنائے، ہم پر کونسا پہاڑ آ گرا ہے تو جو لوگ ایمان سے گریز کرتے ہیں، اگر وہ ایمان لے آئیں تو ان پر کونسی مصیبت آپڑے گی وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ اور وہ خرچ کرتے ہیں اس چیز سے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو رزق دیا ہے اور اللہ تعالیٰ سارا مال دینے کا حکم نہیں دیتے۔ بلکہ اس نے زکوۃ میں چالیسویں حصے کا حکم دیا ہے اور عشر میں دسویں یا بیسویں حصے کا حکم دیا ہے، سال بھر ایک مرتبہ قربانی کا حکم دیا ہے اور سال میں ایک دفعہ فطرانہ دینا ہے اور عمر بھر میں ایک

مرتبہ حج کرنا ہے، باقی سارے مہینے اور سال تمہارے ہیں، کماؤ، پکاؤ اور کھاؤ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا اور ہے اللہ تعالیٰ ان کو جاننے والا ان کی نیتوں کو جانتا ہے، ارادوں کو جانتا ہے، ظاہر اور باطن کو جانتا ہے، اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ بے شک اللہ تعالیٰ ظلم نہیں کرتا ذرہ برابر بھی۔ ذَرَّةٌ اس چیونٹی کو بھی کہتے ہیں جو زرد رنگ کی چھوٹی سی ہوتی ہے اور ان کو بھی ذَرَّةٌ کہتے ہیں جو فضاء میں اڑتے ہیں، عربی لوگ جب کسی شئے کی قلت کو بیان کرتے ہیں تو ذَرَّةٌ کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے سمجھانے کے لئے فرمایا ہے کہ وہ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا، وہ اس طرح کہ مثلاً: کسی نے کوئی گناہ نہیں کیا اور وہ اس کے ذمہ لگا دیا جائے، ایسا نہیں ہوگا یا کسی نے قاعدے کے مطابق نیکی کی ہو اور اس میں کمی کردی جائے ایسا بھی نہیں ہوگا وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً اور اگر ہو ذرہ نیکی يُّضٰعِفْهَا اس کو بڑھائے گا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا اور دے گا اپنی طرف سے اجر بہت بڑا، اگر ایمان کی حالت میں اخلاص کے ساتھ اتباع سنت میں نیکی کی جائے تو اس کا ادنیٰ ترین بدلہ ہے دس نیکیاں، چنانچہ قرآن پاک میں ہے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا جو کوئی نیکی لے آئے گا اس کو ویسی دس نیکیاں ملیں گی۔

ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو السلام علیکم کہتا ہے تو کہنے والے کو دس نیکیاں بھی ملیں گی اور ایک صغیرہ گناہ بھی خود بخود مٹ جائے گا اور ایک درجہ بھی بلند ہو جائے گا، اسی طرح وعلیکم السلام بھی مکمل جملہ ہے، وعلیکم السلام کہنے والے کو بھی دس نیکیاں ملیں گی اور اگر وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہے گا تو بیس نیکیاں ملیں گی اور اگر ساتھ وبرکاتہ بھی کہا تو تیس نیکیاں مل گئیں اور اگر اس کے ساتھ مغفرتہ بھی کہہ دیا تو چالیس نیکیاں مل گئیں، ایک منٹ بھی نہیں لگا اور نیکیوں کا انبار لگ گیا۔

اسی طرح ایک دفعہ سبحان اللہ کہنے سے دس نیکیاں ملتی ہیں، ایک قدم مسجد کی طرف جانے کے لئے اٹھائے گا دس نیکیاں ہیں اور اگر اس نیت کے ساتھ قدم رکھا کہ میں نے وہاں جا کر قرآن وحدیث کا درس بھی سننا ہے تو پھر یہ قدم فی سبیل اللہ کی مد میں ہوگا، لہٰذا ایک قدم کے بدلے کم از کم سات سو نیکیاں ملیں گی، اللہ تعالیٰ کے خزانے بڑے وسیع ہیں تو فرمایا کہ وہ نیکی کو بڑھائے گا، آگے فرمایا:

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ پس کیا حال ہوگا جس وقت لائیں گے ہم ہر امت میں سے ایک گواہ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا اور ہم لائیں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر گواہ، اس آیت کریمہ کی تفسیر اور تشریح خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے، چنانچہ بخاری شریف میں روایت آتی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ جب قیامت کے دن تمام مخلوقات کو اکٹھا کرے گا اور سب حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی جمع کرے گا تو کافروں اور نافرمانوں پر اتمامِ حجت کے لئے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے سوال فرمائے گا، مثلاً: حضرت نوح علیہ السلام سے سوال فرمائے گا، کیا تو نے اپنی امت کو تبلیغ کی تھی؟ حضرت نوح علیہ السلام عرض کریں گے: اے اللہ! میں نے واقعی تبلیغ کی تھی، پھر نوح علیہ السلام کی امت سے سوال ہوگا کہ کیا نوح علیہ السلام نے تمہیں تبلیغ کی تھی؟ وہ انکار کردے گی کہ ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا آیا ہی نہیں، اللہ تعالیٰ سوال کرے گا: اے نوح! تمہارا کوئی گواہ بھی ہے؟ حضرت نوح علیہ السلام عرض کریں گے: میرے گواہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے، اگر وہ لوگ یہ سوال کریں گے کہ یہ گواہ تو ہمارے زمانہ میں موجود نہ تھے، لہٰذا یہ گواہ کیسے ہوئے؟ تو امت محمدیہ یہ جواب دے گی کہ ہم نے قرآن پڑھا ہے، جس میں صاف طور پر لکھا ہوا تھا کہ حضرت نوح علیہ السلام اور اسی طرح دوسرے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام نے تبلیغ کی تھی اور ہمیں ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا ہی فرمایا تھا، جب خدا تعالیٰ اور اس کا رسول برحق یہ فرماتے ہیں کہ مثلاً: نوح علیہ السلام نے تبلیغ کی تھی تو ہم برحق اور سچی گواہی دیتے ہیں، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت گواہی دے چکے گی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی شہادت اور گواہی کی تصدیق کریں گے، گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت سرکاری گواہ کی ہوگی، اسی طرح تمام پیغمبروں کی امتیں انکار کریں گی اور کہیں گی کہ ہمارے پیغمبروں نے ہمیں تبلیغ نہیں کی اور وہ پیغمبر دعویٰ کریں گے کہ ہم نے تبلیغ کی اور یہ امت مسلمہ ان کی گواہی دے گی کہ پیغمبروں نے تبلیغ کی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی تصدیق فرمائیں گے کہ میری امت نے جو کہا ہے سچ کہا ہے اور اس پر فیصلے ہوں گے، یہ مطلب ہے اس آیت کریمہ کا کہ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا پس کیا حال ہوگا جس وقت ہم لائیں گے ہر

امت سے گواہ اور ہم لائیں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر گواہ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی تصدیق کریں گے کہ میری امت نے جو گواہی دی ہے وہ حق گواہی دی ہے:

یَوْمَئِذٍ یَّوَدُّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا اس دن پسند کریں گے وہ لوگ جو کافر ہیں وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ اور انہوں نے نافرمانی کی ہے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی، وہ کس چیز کو پسند کریں گے، فرمایا لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ کاش کہ برابر کر دی جائے ان کے ساتھ زمین کہ ان کو دفن کر کے زمین کو ہموار کر دیا جائے یا یہ کہ ان کو مٹی کر کے زمین کے برابر کر دیا جائے وَلَا یَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِیْثًا اور نہیں چھپا سکیں گے اللہ تعالیٰ سے کوئی بات۔

ساتویں پارے میں ہے کہ مشرک لوگ پہلے انکار کریں گے اور کہیں گے ”واللہ ربنا ما کنا مشرکین“ اللہ کی قسم! جو ہمارا پروردگار ہے کہ ہم شریک نہیں بناتے تھے، یعنی ہم نے شرک کیا ہی نہیں ہے، مشرک اتنے ڈھیٹ اور بے حیا ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت میں بھی جھوٹ بولنے سے باز نہیں آئیں گے، پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی زبانوں پر مہر لگ جائے گی، جیسا کہ سورۂ یسین میں ہے اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤى اَفْوَاهِهِمْ آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے، پھر یہ بول نہیں سکیں گے، کان بولیں گے، ناک بولے گا، ہاتھ بولیں گے، ایک ایک عضو بولے گا اور سب کچھ بتا دیں گے کہ یہ کیا کرتے رہے ہیں، پہلے ذکر تھا وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَیْـًٔا اور عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے ساتھ کسی شئے کو شریک نہ ٹھہراؤ او یاد رکھنا شرک اتنی بڑی چیز ہے کہ غیر اختیاری طور پر بھی صادر ہو جائے تو معاف نہیں ہوگا۔

واقعہ اس طرح پیش آیا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ جو عشرہ مبشرہ میں سے ایک جلیل القدر صحابی ہیں انہوں نے دوستوں کو ولیمہ کی دعوت دی اور ولیمہ سنت مؤکدہ ہے، مگر اس میں بھنگڑا اور ناچ گانا نہیں ہے جو ہم لوگوں نے سمجھا ہوا ہے اور نہ ہی اس میں تکلفات ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو دسترخوان کے اوپر کھجوریں ڈال دیں اور فرمایا کہ کھاؤ بھائی! ولیمہ ہے، ایک دوسرے موقع پر ستو رکھ دیئے اور فرمایا: کھاؤ، ولیمہ ہے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کے موقع پر گنجائش تھی، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گوشت روٹی کھلا دی، مطلب

یہ ہے کہ ولیمہ ہمت اور حیثیت کے مطابق ہے، تکلفات کی کوئی حیثیت نہیں ہے جو آج کل لوگوں نے اختیار کیے ہوئے ہیں کہ ولیموں اور جہیزوں کی وجہ سے عورتیں بوڑھی ہوگئی ہیں، یہ ملعون طریقے اور رسمیں ہیں، ان کے خلاف جہاد کرو، یہ تمہارا فرض ہے اور کوشش کرو کہ کوئی بچی بیس سال سے اوپر نہ جائے، بلکہ بیس سال کی عمر تک شادی ہو جائے، کیونکہ اس کے بعد طبی لحاظ سے بھی مسائل پیدا ہوتے ہیں، آج کل کی طب کا تو مجھے علم نہیں ہے، مگر میں نے پرانی طب پڑھی ہے، اس میں لکھا ہوا ہے کہ عورت کی عمر جب زیادہ ہو جائے اور شادی نہ کی جائے تو اس کے رحم میں ٹیوبیں ہوتی ہیں، وہ ضائع ہو جاتی ہیں، جل جاتی ہیں اور عورت بچہ جننے کے قابل نہیں رہتی، پھر ساری زندگی علاج کراتے پھرو، کوئی فائدہ نہیں ہوگا، الا ماشاء اللہ۔

تو بات یہاں سے چلی تھی کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے چند ساتھیوں کو دعوت ولیمہ پر مدعو کیا، پر مسجد نبوی والے محلے کے ساتھ دوسرا محلہ تھا، وہاں رہتے تھے، وہاں ایک چھوٹی سی مسجد تھی، اس وقت مدینہ طیبہ میں بلند اور پست جگہیں بہت تھیں، اب تو سڑکیں بن گئی ہیں اور بجلی کا زمانہ بھی نہ تھا، اس لئے انہوں نے یہ انتظام شام ہونے سے پہلے کیا، تاکہ ساتھی کھانا کھا کر روشنی میں ہی اپنے اپنے گھر چلے جائیں، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ساتھیوں کو کھانا کھلانے کے بعد شراب پیش کی، جس طرح آج کل چائے یا بوتل پیش کرتے ہیں، کیونکہ اس وقت تک شراب حرام نہیں ہوئی تھی اور شراب بڑی تیز تھی، ادھر مغرب کی نماز کا وقت ہو گیا، مدعوئین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے، محلے والوں نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز پڑھائیں، تاکہ ہمیں ان کی امامت میں نماز پڑھنے کا شرف حاصل ہو جائے، کیونکہ ہر آدمی کی کوشش ہوتی ہے کہ نیک سے نیک آدمی کے پیچھے نماز پڑھی جائے، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھانی شروع کی، چونکہ نشے میں تھے تو سورۂ کافرون کو اس طرح پڑھا: {قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ} لَا کا لفظ چھوڑ گئے، اصل تو اس طرح ہے لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ میں نہیں عبادت کرتا ان کی جن کی تم عبادت کرتے ہو اور لَا کے بغیر ترجمہ بنتا ہے، میں بھی انہیں کی عبادت کرتا ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو، اس واقعہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے پابندی لگا دی کہ نماز کے وقت کوئی آدمی شراب پی کر نہ آئے، اس کے بعد پھر شراب بالکل حرام کر دی گئی، جیسا کہ ساتویں پارے میں حرمت کا حکم

موجود ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ نہ قریب جاؤ نماز کے وَ اَنْتُمْ سُکٰرٰی اس حالت میں کہ تم نشے میں ہو، یعنی نماز کے اوقات میں شراب ممنوع ہوگئی حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ یہاں تک کہ تم جان لو اس چیز کو جو تم پڑھتے اور کہتے ہو، اس آیت کریمہ سے یہ بات سمجھ آئی کہ ہم نماز میں جو کچھ پڑھتے ہیں، اس کی ہمیں سمجھ آنی چاہئے کہ میں کیا پڑھ رہا ہوں اور میں کیا کہہ رہا ہوں۔

آج بہت سارے نمازی ایسے نظر آئیں گے کہ انہیں نماز پڑھتے پچاس ساٹھ سال ہوگئے ہیں، مگر ان کو نماز کا ترجمہ نہیں آتا، بلکہ اچھے خاصے سمجھ دار نمازیوں سے بھی دعا قنوت کے اس جملے کا ترجمہ پوچھو تو نہیں آئے گا کہ "ونحفد" کا کیا معنی ہے، میرے اندازے کے مطابق سو میں سے پانچ بتا سکیں گے، حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ہم نے کیا پڑھا ہے اور کیا کہہ رہے ہو، آج ہم پر شراب کا نشہ تو نہیں ہے، مگر جہالت کا نشہ ضرور ہے، لہٰذا یاد رکھو نماز کا ترجمہ ہر مسلمان مرد و عورت کو آنا چاہئے، آگے فرمایا:

وَلَا جُنُبًا اور نہ جنابت کی حالت میں نماز کے قریب جاؤ اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ مگر یہ کہ سفر کرنے والے ہو، یعنی پانی ایک میل دور ہے اور اگر ہے تو استعمال کرنے پر قدرت نہیں ہے تو اجازت ہے کہ غسل اور وضو کی جگہ تیمم کرے اور نمازیں ادا کرے اور عَابِرِیْ سَبِیْلٍ کا دوسرا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ نماز کے محل یعنی مسجد میں داخل بھی نہ ہو، البتہ وہاں بطور راستہ گزرنا ہو تو مسجد سے گزر سکتا ہے، اسی طرح اگر مسجد میں بدخوابی ہوگئی تو مسجد سے گزر کر باہر جانا جائز ہے، بہر حال فرمایا کہ دو حالتوں میں نماز کے قریب نہ جاؤ، ایک یہ کہ تم نشے کی حالت میں ہو اور دوسرا یہ کہ جنبی ہو حَتّٰی تَغْتَسِلُوْا یہاں تک کہ تم غسل کرلو۔

وَاِنْ کُنْتُمْ مَّرْضٰٓی اور اگر ہو تم بیمار یعنی تم میں سے کوئی شخص ایسی بیماری میں مبتلا ہو کہ جس میں پانی کا استعمال بیماری میں اضافے کا باعث بن سکتا ہے یا ہلاکت کا خطرہ ہے تو پانی استعمال نہ کرے، بلکہ تیمم کرکے نماز ادا کرے، مگر پانی کے استعمال سے ایسا ڈاکٹر یا طبیب منع کرے جس میں یہ تین شرطیں پائی جائیں، نمبر ایک: ڈاکٹر اور طبیب مسلمان ہو، کیونکہ غیر مسلم کی کوئی بات مسلمان کے لئے اسلامی امور میں

حجت نہیں ہے۔ نمبر دو: دیندار ہو، یعنی نماز روزے کا پابند ہو، جو ڈاکٹر اور حکیم نماز روزے کا پابند نہیں ہے، نمازی کے لئے اس کی بات بھی حجت نہیں ہے۔ نمبر تین: مستند ہو، عطائی نہ ہو کہ چند شیشیاں لے کر بیٹھ گیا ہو اور لوگوں کو لوٹ رہا ہو، غیر مستند ڈاکٹر حکیم کی بات بھی اسلامی احکامات میں حجت نہیں ہے، اگر ایسا ڈاکٹر اور حکیم کہے کہ تم روزہ نہ رکھو تو نہ رکھو اور اگر ایسا ڈاکٹر اور حکیم کہے کہ پانی استعمال نہیں کرنا تو پانی استعمال نہ کرو، تیمم کرو، نماز پڑھو۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اَوْ عَلٰی سَفَرٍ یا سفر پر ہو اور پانی سے ایک میل دور ہو اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ یا آئے تم میں سے کوئی ایک مِّنَ الْغَآىِٕطِ قضائے حاجت سے فارغ ہو کر اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ یا ہم بستری کی ہو تم نے عورتوں سے فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً پس نہ پاؤ تم پانی فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا پس تم تیمم کرو پاک مٹی سے۔ اگر مٹی پر، زمین پر، کسی بچے یا بڑے نے پیشاب کیا ہوا اور پیشاب خشک ہو گیا ہے تو ایسی زمین سے تیمم نہیں کر سکتے، کیونکہ تیمم کے لئے طَيِّبًا کی قید ہے، البتہ ایسی جگہ پر نماز پڑھ سکتے ہو، زمین کے پاک کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ اس پر پانی ڈال دو اور دوسرا یہ کہ وہ خشک ہو جائے تو پاک ہو گئی ہے۔

آگے تیمم کا طریقہ بیان فرمایا ہے فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ پس مسح کرو تم اپنے چہروں کا اور ہاتھوں کا، تیمم کے لئے دو ضربیں ہیں، دونوں ہاتھ زمین پر مار کر جھاڑ لو اور منہ پر ملو اس طرح کہ کوئی جگہ خالی نہ رہے، دوسری مرتبہ دونوں ہاتھ زمین پر مارو اور دونوں ہاتھوں پر کہنیوں تک ملو، اچھی طرح کہ کوئی جگہ خالی نہ رہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اَلتَّيَمُّمُ ضَرْبَتَانِ ضَرْبَةٌ لِّلْوَجْهِ وَضَرْبَةٌ لِّلْيَدَيْنِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ أَوْ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ" کہ تیمم دو ضربیں ہیں، ایک ضرب چہرے کے لئے ہے اور ایک ضرب ہاتھوں کے لئے ہے، کہنیوں تک۔ غسل کا تیمم بھی یہی ہے اور وضو کا تیمم بھی یہی ہے، تیمم میں نہ سر کا مسح ہے اور نہ پاؤں کا مسح ہے، اس تیمم کے ساتھ تم نماز پڑھ سکتے ہو، قرآن مجید کو ہاتھ لگا سکتے ہو، طواف کر سکتے ہو، یعنی جو جو عبادتیں وضو کے ساتھ جائز ہیں، وہ تیمم کے ساتھ بھی جائز ہیں اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا بے شک ہے اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا بخشنے والا۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ ﴿۴۴﴾ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِكُمْ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ۙ وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ﴿۴۵﴾ مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّيْنِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَقْوَمَ ۙ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۴۶﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰۤى اَدْبَارِهَاۤ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّاۤ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۴۷﴾

لفظی ترجمہ:

اَلَمْ تَرَ کیا نہ دیکھا آپ نے اِلَى الَّذِيْنَ ان لوگوں کی طرف اُوْتُوْا جن کو دیا گیا نَصِيْبًا ایک حصہ مِّنَ الْكِتٰبِ کتاب سے يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ خریدتے ہیں وہ گمراہی وَيُرِيْدُوْنَ اور ارادہ کرتے ہیں اَنْ اس بات کا کہ تَضِلُّوا تم بھی بھٹک جاؤ السَّبِيْلَ راستے سے وَاللّٰهُ اور اللہ تعالیٰ اَعْلَمُ خوب جانتا ہے بِاَعْدَآئِكُمْ تمہارے دشمنوں کو وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا اور اللہ تعالیٰ کافی ہے حمایت کرنے والا وَكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا اور کافی ہے اللہ تعالیٰ مدد کرنے والا مِنَ الَّذِيْنَ ان لوگوں سے هَادُوْا جو یہودی ہیں يُحَرِّفُوْنَ تحریف کرتے ہیں، بدلتے ہیں الْكَلِمَ کلمات کو عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ان کی جگہوں سے وَيَقُوْلُوْنَ اور کہتے ہیں سَمِعْنَا ہم نے سن لیا ہے وَعَصَيْنَا اور ہم نے نافرمانی کی وَاسْمَعْ اور تو سن غَيْرَ مُسْمَعٍ اور تو نہ سنایا جائے وَّرَاعِنَا اور راعِنا کہتے ہیں لَيًّا دبا کر پھیر کر بِاَلْسِنَتِهِمْ اپنی زبانوں کو وَطَعْنًا فِي الدِّيْنِ اور عیب نکالتے ہیں دین میں وَلَوْ اَنَّهُمْ اور اگر بے شک وہ قَالُوْا کہتے سَمِعْنَا ہم نے سن لیا ہے وَاَطَعْنَا اور ہم نے اطاعت کی وَاسْمَعْ اور تو سن وَانْظُرْنَا اور نظر شفقت فرما ہم پر لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ تو یہ چیز ان کے لئے بہتر ہوتی وَاَقْوَمَ اور بہت درست ہوتی وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ اور لیکن اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت کی ہے بِكُفْرِهِمْ ان کے کفر کی وجہ سے فَلَا يُؤْمِنُوْنَ پس نہیں ایمان لاتے وہ اِلَّا قَلِيْلًا مگر بہت تھوڑے يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اے وہ لوگو! اُوْتُوا الْكِتٰبَ جن کو دی گئی کتاب اٰمِنُوْا ایمان لاؤ بِمَا اس چیز پر نَزَّلْنَا جو ہم نے نازل کی ہے مُصَدِّقًا تصدیق کرنے والی ہے لِّمَا اس چیز کی مَعَكُمْ جو تمہارے پاس ہے مِّنْ قَبْلِ اَنْ

نَّطْمِسَ پہلے اس سے کہ ہم مٹادیں وُجُوْهًا چہروں کو فَنَرُدَّهَا پس ہم ان کو پلٹادیں عَلٰٓى اَدْبَارِهَآ ان کی پشتوں کی طرف اَوْ نَلْعَنَهُمْ یا ہم ان پر لعنت بھیجیں كَمَا لَعَنَّآ جس طرح کہ ہم نے لعنت بھیجی اَصْحٰبَ السَّبْتِ ہفتے کے دن زیادتی کرنے والوں پر وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ اور ہے اللہ تعالیٰ کا معاملہ مَفْعُوْلًا طے شدہ۔

تشریح:

قرآن پاک میں بہت سارے مقامات پر اہل کتاب کا ذکر آیا ہے، اہل کتاب کا معنی ہے کتاب والے اور اس سے مراد ہیں عیسائی اور یہودی، کیونکہ وہ آسمانی کتابوں کے ماننے کا دعویٰ کرتے تھے اور کہتے ہیں کہ ہم توراۃ کو مانتے ہیں، انجیل کو مانتے ہیں، زبور کو مانتے ہیں، اگرچہ ہے فقط ماننے کا دعویٰ، عمل نہیں کرتے۔

جس طرح آج کل مسلمان کہلانے والے بہت سارے فرقے ہیں، جو دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم قرآن کو مانتے ہیں، ظاہری طور پر تو قرآن کریم کا کوئی انکار نہیں کرتا، مگر قرآن کی بات کوئی نہیں مانتا، اپنی مرضی اور خواہش پر چلتے ہیں، یہاں تک کہ قادیانی کافر بھی کہتے ہیں کہ ہم قرآن کو مانتے ہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی مانتے ہیں اور کلمہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑھتے ہیں اور ظاہری طور پر نمازیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے مطابق ادا کرتے ہیں، مگر جب ختم نبوت کا مسئلہ آتا ہے تو وہاں من مانی کرتے ہیں، نہ قرآن کو مانتے ہیں، نہ حدیث کو مانتے ہیں اور یہی حال ہے اہل بدعت کا کہ ظاہری طور پر قرآن وحدیث کو مانتے ہیں، لیکن جب ان کے عقائد پر زد پڑتی ہے تو تاویلیں کرتے ہیں اور انکار کرتے ہیں۔

لہٰذا اہل کتاب کا تعارف کرایا جارہا ہے، فرمایا اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ کیا نہ دیکھا آپ نے ان لوگوں کی طرف جن کو دیا گیا ایک حصہ کتاب سے، مطلب یہ ہے کہ ساری کتاب کو تو مانتے نہیں ہیں، صرف دعویٰ ہے ساری کتاب کے ماننے کا، حقیقۃً صرف وہ حصہ مانتے ہیں جو ان کے مطلب کا ہے کہ جس کے ماننے سے ان کے عقائد اور نظریات پر زد نہیں پڑتی، لہٰذا ساری کتاب تو حاصل نہ

ہوئی، صرف کچھ حصہ ہی حاصل ہوا، جس طرح ہماری اسمبلی میں یہ بات ہوئی تھی کہ ہمارا آئین قرآن وسنت کے مطابق ہوگا، مگر وہ جس کو اسمبلی پاس کرے گی، مطلب یہ ہے کہ قرآن وسنت کا وہ حصہ جو ان کی خواہشات کے خلاف ہوگا، اس کو نہیں مانیں گے، تو بھائی! تم نے مانا کیا ہے؟ جو مانا ہے وہ یہ ہے کہ ہم نمازیں پڑھیں گے، روزے رکھیں گے، حج ادا کریں گے، زکوۃ دیں گے اور قرآن کا وہ حصہ جو ہماری قانون سازی پر اثر انداز ہوگا وہ نہیں مانیں گے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ مانا بھی نہیں ہے تو ماننا تو نہ ہوا کہ مطلب کی چیزیں مان لیں اور بقیہ کا انکار کر دیا، اسمبلی کی اس بات پر ہم نے کافی احتجاج کیا، مگر ہماری کون سنتا ہے؟ بھائی! ایسے نظریات کے ہوتے ہوئے کیا تم مسلمان کہلانے کے حق دار ہو؟

اسی طرح یہود ونصاریٰ بھی کتاب کے ماننے کا دعویٰ کرتے تھے، مگر مانتے صرف مطلب کی چیزیں تھے یَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ اور ارادہ کرتے ہیں اس بات کا کہ تم بھی بہک جاؤ، چونکہ اس دور میں ان کے جو مذہبی پیشوا تھے، اثر ورسوخ بھی انہیں کا تھا، لوگ ان کی بات مانتے تھے، کوئی خوشی سے اور کوئی مجبوراً ماننا تھا اور ان کے پیشوا اکثر گمراہ تھے، جو نیک دل اور صحیح تھے، وہ تھوڑے تھے۔

جس طرح آج کل ترکی کا حال ہے کہ وہاں کے سرکاری مولویوں نے فتویٰ دیا ہے کہ تم نماز ترکی زبان میں پڑھا کرو اور وہاں علماء حق بھی ہیں جنہوں نے ان کے خلاف فتویٰ دیا ہے کہ نماز ترکی زبان میں نہیں ہوگی، عربی زبان میں ہوگی، کیونکہ اگر نماز ترکی زبان میں پڑھیں گے تو اس کا مطلب یہ ہوگا جو نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول تھی وہ تو بگڑ گئی، ترکی والے ترکی میں، فارسی والے فارسی میں، اردو والے اردو میں، ہندی والے ہندی میں، چین والے چینی زبان میں پڑھیں، پھر نماز تو نہ رہی اور یہ بے دینی ہر دور میں رہی ہے اور اس کے مطابق مولوی بھی مل جاتے ہیں اور اب بھی یہ کام بڑے زوروں پر ہے تو فرمایا: خود تو گمراہ ہوئے وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ اور چاہتے ہیں کہ تم بھی سیدھے راستے سے بہک جاؤ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِكُمْ اور اللہ خوب جانتا ہے تمہارے دشمنوں کو۔ چاہے وہ کھلے دشمن ہوں یا خفیہ دشمن ہوں، تمہارے اندر رہنے والے۔

اور یاد رکھنا کھلے دشمن کا خطرہ کم ہوتا ہے اور چھپے دشمن کا خطرہ زیادہ ہوتا ہے جو بظاہر اپنا بن کے

رہتا ہے اور باطنی طور پر دشمنی کرتا ہے اور یہ باطل قوتیں جتنی ہیں ایسے ہی لوگوں کو خرید کر حق کو نقصان پہنچاتی ہیں، ورنہ براہِ راست وہ کچھ بھی نہیں کرسکتیں، اسی مسئلہ کو لے لو کہ اگر امریکہ براہِ راست فتویٰ دیتا کہ تم ترکی زبان میں نماز پڑھو تو کس نے تسلیم کرنا تھا؟ بلکہ ترکی ہی سے مولوی کھڑے کئے اور انہوں نے فتویٰ دیا کہ نماز ترکی زبان میں جائز ہے۔

مشہور حکایت ہے کہ لوہے اور لکڑی کا آپس میں مناظرہ ہوا، لوہے نے کہا کہ میں مضبوط اور طاقت ور ہوں، لکڑی نے کہا میں مضبوط اور طاقتور ہوں، لوہے نے کہا کہ میں تمام چیزوں کو کاٹ دیتا ہوں، یہاں تک کہ لکڑی کو بھی کاٹ دیتا ہوں، لکڑی نے کہا کہ بے شک تو مضبوط اور طاقتور ہے، مگر میرے بغیر کچھ بھی نہیں کرسکتا، مثلاً: دیکھو کلہاڑی کتنی موٹی اور تیز ہوتی ہے، مگر جب تک لکڑی کا دستہ نہیں پڑے گا لکڑی کو کاٹ نہیں سکتی۔ اسی طرح علماء سوء اور پیٹ پرست پیر اور خودغرض لیڈر کفر کی کلہاڑی کے دستے ہیں اور اسلام کے درخت کو کاٹنے کے درپے ہیں، لیکن اگر تم صحیح معنی میں مسلمان ہو تو تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا اور اللہ تعالیٰ کافی ہے حمایت کرنے والا وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا اور کافی ہے اللہ تعالیٰ مدد کرنے والا۔ اسلام کبھی دنیا سے مٹ نہیں سکتا، چاہے کافر سر دھڑ کی بازی لگادیں اور طاغوتی طاقتیں جتنا مرضی زور لگالیں۔

مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ان لوگوں سے جو یہودی ہیں يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ تحریف کرتے ہیں، بدلتے ہیں کلمات کو عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ان کی جگہوں سے، یہ بدلنا اور تحریف کرنا لفظی بھی ہے اور معنوی بھی ہے، ہیر پھیر کرتے تھے، تحریف لفظی کی مثال تو آگے آرہی ہے اور معنوی تحریف اس طرح کرتے تھے کہ مثال کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو نشانیاں ان کی کتابوں میں مذکور تھیں، ان کے متعلق کہتے کہ نشانیاں تو ہیں، مگر وہ اس پیغمبر پر صادق نہیں آئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بجائے دوسروں پر چسپاں کردیتے، تو جو ذات ان نشانیوں کی مصداق ہے اس سے پھیر کر دوسروں پر فٹ کردینا یہی تحریف ہے وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا اور کہتے ہیں: ہم نے سن لیا اور ہم نے نافرمانی کی، یہ لوگ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو حوالے دیتے کہ تمہاری توراۃ اور انجیل میں میری بشارت

موجود ہے، اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ وہ پاتے ہیں آخری پیغمبر کو لکھا ہوا تورات اور انجیل میں تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو حوالے دیتے تو کہتے کہ ہم نے یہ بات سن لی ہے اور آہستہ سے کہہ دیتے کہ مانیں گے نہیں اور بعض تفسیروں میں لکھا ہے کہ کھلے طور پر کہتے تھے کہ یہ پیش گوئیاں ہماری کتابوں میں موجود ہیں، مگر ہم ان کو نہیں مانتے اور کہتے ہیں وَاسْمَعْ غَیْرَ مُسْمَعٍ اور تو سن، نہ سنایا جائے۔

اس جملے کا اچھا مطلب بھی بن سکتا تھا اور برا بھی۔ اچھا مطلب تو یہ ہے کہ آپ ہماری بات سنیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی مرضی کے خلاف کوئی بات نہ سنائی جائے، یعنی بری بات تیرے کان میں نہ آئے اور برا مطلب کہ تو سن اور نہ سنایا جائے کہ بہرہ ہو جائے کہ تیرے کان کام کے نہ رہیں تو جو اچھے لوگ تھے، وہ پہلا معنی مراد لیتے تھے اور یہودی دوسرا معنی مراد لیتے تھے وَّرَاعِنَا لَیًّۢا بِاَلْسِنَتِهِمْ اور رَاعِنَا کہتے ہیں دبا کر اپنی زبانوں کو، رَاعِنَا کا لفظ رعایت سے ہو سکتا ہے، معنی ہیں پاس عزت کرنا، لحاظ کرنا، رعایت اور مراعات بڑے مشہور لفظ ہیں، ہماری زبان میں بھی بولے جاتے ہیں، چنانچہ کہا جاتا ہے مجھے رعایت دو، یہ بڑی رعایتی چیز ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہ جب رَاعِنَا کا لفظ بولتے تھے تو ان کی مراد یہ ہوتی تھی کہ حضرت! ہماری رعایت کرو، کیونکہ ہم میں شہری لوگ بھی ہیں، دیہاتی بھی ہیں، پڑھے لکھے بھی ہیں، ان پڑھ بھی ہیں، ذہین بھی ہیں اور درمیانے درجے کے لوگ بھی ہیں، غبی بھی ہیں، حضرت! بیان اس انداز میں سے ہو کہ ہم سارے سمجھ جائیں، کیونکہ بعض باریک اور دقیق چیزیں سارے نہیں سمجھ سکتے اور یہودی یہ جملہ ذرا زبان دبا کر بولتے تھے، جس سے ''ی'' پیدا ہو جاتی تھی، راعینا بن جاتا تھا تو یہ ''رَعُوْنَتْ'' سے ہو جاتا تھا، ''رَعُوْنَتْ'' کے معنی ہیں تکبر، جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ فلاں میں بڑی رعونت ہے، یعنی تکبر ہے، تو تھوڑا سا دبا کر بولنے سے لفظ بدل جاتا، تو معنی بھی بدل جاتا، کیونکہ زبر اور زیر سے بڑا فرق پڑ جاتا ہے، مثلاً: بَکْرِیْ اور چیز ہے اور بِکْرِیْ اور شئے ہے، اسی طرح اَچھ اور چیز ہے اور اِچھ اور چیز ہے، اسی طرح اس کے معنی احمق اور چرواہے کے بھی ہوتے اور یہودی یہی مراد لیتے ہیں (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ نے اس لفظ پر پابندی

لگادی، جیسا کہ پہلے پارے میں بیان ہو چکا ہے لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا کہ اے مسلمانو! رَاعِنَا نہ کہو انْظُرْنَا کہو کہ حضرت! ہم پر نظر شفقت فرماؤ۔

اس سے معلوم ہوا کہ جائز چیز سے بھی باطل غلط فائدہ اٹھائے تو وہ جائز چیز بھی ممنوع ہے، کیونکہ فی نفسہٖ رَاعِنَا کا لفظ برا نہیں تھا اور کہنے والوں کی نیت بھی صحیح ہوتی تھی، مگر یہودی خباثت کرتے تھے، اس لئے منع کر دیا گیا اور یہودیوں کی عادت تھی، وہ اپنی خباثت کا اظہار کرتے رہتے تھے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آتے تو کہتے: السام علیکم اور سام کے معنی ہے موت درمیان سے لام کھا جاتے۔

اسی طرح ایک دفعہ ایک یہودی آیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرے مبارک میں تشریف فرما تھے، دروازے پر کھڑے ہو کر اس نے کہا: السام علیکم، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ لفظ سن کر کہا: علیک السام واللعنۃ تیرے اوپر موت اور لعنت پڑے، خیر یہودی آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کر کے چلا گیا، بعد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ آج تو بڑی گرم تھی، کہنے لگی: حضرت! ''أَلَمْ تَسْمَعْ مَاقَالَ؟'' آپ نے وہ لفظ نہیں سنے؟ جو اس نے کہے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''أَلَمْ تَسْمَعِيْ مَاقُلْتُ؟'' تو نے نہیں سنا جو میں نے اس کو جواب دیا ہے، فرمایا: اس نے کہا السام علیک، میں نے جواب میں کہا: علیک، کہ تو جو کہتا ہے وہ تیرے اوپر پڑے، مزید کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں ہے، شرافت بھی برقرار اور جواب بھی ہو گیا۔

اور کچھ خبیث ایسے بھی تھے کہ آکر کہتے: السِّلام علیکم، سین کے کسرے کے ساتھ، اس کا معنی ہے: تجھ پر چٹان گرے اور اگر جمع کی ضمیر ہو تو معنی بنے گا تم پر چٹان گرے تو اس طرح کی خباثتیں کرتے تھے اور اپنے دل کی بھڑاس نکالتے تھے وَطَعْنًا فِي الدِّيْنِ اور عیب نکالتے ہیں دین میں۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہودیوں نے بٹھالیا اور کہنے لگے کہ: تیرا نبی کیسا ہے کہ تمہیں بتاتا ہے کہ پیشاب اس طرح کرو، پاخانہ اس طرح کرو، یہ دین ہے، یہ تعلیم دینے کے لئے آیا ہے، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ معمر صحابی تھے، انہوں نے اڑھائی سو سال عمر پائی ہے اور صحت مند بھی اس طرح تھے کہ دیکھنے والا کہتا تھا ساٹھ ستر سال عمر ہو گی، پرانے تجربہ کار تھے، جواب میں فرمایا:

ہاں! بھائی! وہ ہمیں سمجھاتے ہیں کہ جب تم بول و براز کے لئے بیٹھو تو کعبۃ اللہ کی طرف منہ نہ کرو، نہ پیٹھ کرو، اس میں کونسی بری بات ہے؟۔

کیا قبلے کے احترام کی ضرورت نہیں ہے اور ہمیں حکم دیا ہے کہ جب استنجا کے لئے ڈھیلا استعمال کرو تو بائیں ہاتھ سے استعمال کرو اور یہ بھی فرمایا ہے کہ ہڈی استعمال نہ کرو، ممکن ہے اس کا کوئی کنارہ تیز ہو، جس سے تمہیں تکلیف پہنچے اور یہ بھی سمجھایا ہے کہ گوبر اور کوئلوں کے ساتھ استنجا نہ کرو، کونسی بری تعلیم دی ہے، دیکھنا یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں، مگر ہیں تو دین، وہ ان پر طعن کرتے تھے۔

اور یاد رکھنا دین کے کسی بھی حکم پر طعن کرنا کفر اور الحاد ہے وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا اور اگر بے شک وہ کہتے سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ہم نے سنا ہے اور اطاعت کی ہے وَاسْمَعْ اور آپ سنیں وَانْظُرْنَا اور ہم پر نظر شفقت فرما لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ تو یہ چیز ان کے لئے بہتر ہوتی وَاَقْوَمَ اور بہت درست اور معقول بات ہوئی وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ اور لیکن اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت کی ہے بِكُفْرِهِمْ ان کے کفر کی وجہ سے فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا پس نہیں ایمان لاتے، وہ مگر بہت تھوڑے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بہت سارے معجزات دیکھنے کے باوجود بہت کم یہودی ایمان لائے، حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح پہچانتے تھے، جس طرح اپنی اولاد کو پہچانتے تھے، مگر ضد کی وجہ سے انکار کر جاتے تھے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اے وہ لوگو! جن کو دی گئی کتاب اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا ایمان لاؤ اس چیز پر جو ہم نے نازل کی ہے، یعنی قرآن پاک پر ایمان لاؤ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ تصدیق کرنے والی ہے اس چیز کی جو تمہارے پاس ہے، قرآن پاک، اصل توراۃ اور اصلی انجیل کی تصدیق کرتا ہے اور اصلی زبور کی بھی تصدیق کرتا ہے، کیونکہ اصولی طور پر دین ایک ہی ہے، لہٰذا اگر قرآن کریم ان کے خلاف ہوتا تو پھر کہہ سکتے کہ ہماری کتابوں میں اصول اور ہیں اور تمہاری کتاب میں اصول اور ہیں، ہم کس طرح تسلیم کریں، رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قرآن پاک ان کا مصدِّق ہے، فرمایا مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا پہلے اس سے کہ ہم چپٹا کر دیں تمہارے چہروں کو، مٹا دیں تمہارے چہروں کو فَنَرُدَّهَا عَلٰۤى اَدْبَارِهَاۤ پس ہم ان کو پلٹ دیں ان کی پشتوں کی طرف، اب تو منہ چھاتی کی طرف ہے، ہم چاہیں تو تمہارے چہرے پیٹھوں کی طرف پھیر دیں،

اللہ تعالیٰ کے لئے کونسا کام مشکل ہے؟ اَوْ نَلْعَنَهُمْ یا ہم ان پر لعنت بھیجیں كَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ جس طرح کہ ہم نے لعنت بھیجی ہفتے کے دن زیادتی کرنے والوں پر۔

ان کا واقعہ نویں پارے میں بیان ہوا ہے، بحر قلزم کے کنارے ایلہ نامی ایک بستی تھی، آج کل اس کو ایلات کہتے ہیں، یہ ان کی بندرگاہ ہے، ان پر پابندی تھی کہ تم ہفتے والے دن شکار نہیں کر سکتے، ہفتے کے علاوہ دوسرے دنوں میں جائز ہے، کیونکہ ہفتے کا دن عبادت کے لئے خاص تھا، جس طرح ہمارے لئے جمعہ والے دن پہلی اذان سے لے کر نماز جمعہ کے ختم ہونے تک نماز کے علاوہ کوئی کام جائز نہیں ہے، مثلاً: خریدنا بیچنا، کھانا پینا، لکھنا پڑھنا، سونا پہلی اذان کے بعد یہ سارے کام حرام ہو گئے، سوائے اس کام کے جس کا تعلق نماز جمعہ کے ساتھ ہے کہ غسل کر سکتے ہو، مسواک کر سکتے ہو، وضو کر سکتے ہو، کپڑے بدل سکتے ہو، خوشبو لگا سکتے ہو، خطیب جمعہ کے لئے مطالعہ کر سکتا ہے اور ایسا کام جس کا تعلق جمعہ کے ساتھ نہیں ہے، وہ حرام ہے، چاہے نکاح ہی کیوں نہ ہو، خدا کا شکر ادا کرو کہ ہم پر تو صرف دو اڑھائی گھنٹے پابندی لگی ہے اور ان پر تو چوبیس گھنٹے پابندی تھی، رات بھی دن بھی، مگر ان لوگوں نے حیلے کے ساتھ مچھلیاں پکڑنی شروع کر دیں، کچھ ان کو روکنے والے بھی تھے تو جن لوگوں نے ہفتے کے دن کی تعظیم نہ کی، اللہ تعالیٰ نے ان کو سزا دی، تفصیل پارہ: ۷ مائدہ میں آئے گی وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ اور بنادیا اللہ تعالیٰ نے بعض کو بندر اور بعض کو خنزیر، بوڑھوں کو خنزیر بنادیا اور جوانوں کو بندر بنادیا، وہ ایک دوسرے کو پہچانتے تھے اور روتے تھے، مگر گفتگو نہیں کر سکتے تھے، تین دن کے بعد ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا تو فرمایا: جس طرح ہفتے کے دن میں شرارت کرنے والوں پر ہم نے لعنت کی، اس طرح تم پر بھی کر سکتے ہیں۔

حدیث پاک میں آتا ہے: اس امت کے آخری دور میں اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو بندر اور خنزیر بنائے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا: حضرت! کیا وہ کلمہ نہیں پڑھتے ہوں گے؟ مسند احمد کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یصلون ویصومون ویحجون نمازیں بھی پڑھیں گے، روزے بھی رکھیں گے، حج بھی کریں گے، مگر گانے بجانے کے بڑے شوقین ہوں گے، یوں سمجھو کہ رات کو ٹی وی کے آگے بیٹھے ہوں گے اور صبح جب اٹھیں گے تو بندر اور خنزیر کی شکل میں تبدیل ہو چکے ہوں

گے، یہ روایت بخاری شریف، ترمذی شریف، ابوداؤد شریف میں بھی موجود ہے اور یاد رکھو وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا اور ہے اللہ تعالیٰ کا معاملہ طے شدہ، رب تعالیٰ جو فرماتے ہیں، وہ کر سکتے ہیں اور کرتے بھی ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ کے حکموں کی نافرمانی نہ کرو۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۚ وَ مَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰۤى اِثْمًا عَظِیْمًا ﴿۴۸﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ یُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ بَلِ اللّٰهُ یُزَكِّیْ مَنْ یَّشَآءُ وَ لَا یُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا ﴿۴۹﴾ اُنْظُرْ كَیْفَ یَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَ كَفٰى بِهٖۤ اِثْمًا مُّبِیْنًا ﴿۵۰﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ یُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَ الطَّاغُوْتِ وَ یَقُوْلُوْنَ لِلَّذِیْنَ كَفَرُوْا هٰۤؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سَبِیْلًا ﴿۵۱﴾ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَ مَنْ یَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِیْرًا ﴿۵۲﴾ اَمْ لَهُمْ نَصِیْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا یُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِیْرًا ﴿۵۳﴾ اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَیْنَاۤ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اٰتَیْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِیْمًا ﴿۵۴﴾

لفظی ترجمہ:

اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ لَا یَغْفِرُ نہیں بخشے گا اَنْ اس بات کو یُّشْرَكَ بِهٖ کہ اس کے ساتھ شریک ٹھہرایا جائے وَ یَغْفِرُ اور بخش دے گا مَا اس گناہ کو دُوْنَ ذٰلِكَ جو شرک سے نیچے ہے لِمَنْ یَّشَآءُ جس کے لئے چاہے گا وَ مَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ اور جس نے شریک ٹھہرایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ فَقَدِ پس بتحقیق افْتَرٰۤى اس نے افترا باندھا اِثْمًا عَظِیْمًا بہت بڑے گناہ کا اَلَمْ تَرَ کیا نہ دیکھا تو نے اِلَى الَّذِیْنَ ان لوگوں کی طرف یُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ جو اپنی جانوں کی صفائی بیان کرتے ہیں بَلِ اللّٰهُ یُزَكِّیْ مَنْ یَّشَآءُ بلکہ اللہ تعالیٰ ہی پاک کرتا ہے جس کو چاہے۔ وَ لَا یُظْلَمُوْنَ اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا فَتِیْلًا دھاگے برابر اُنْظُرْ دیکھ كَیْفَ یَفْتَرُوْنَ کیسے افترا باندھتے ہیں عَلَى اللّٰهِ اللہ تعالیٰ پر الْكَذِبَ جھوٹ کا وَ كَفٰى بِهٖۤ اِثْمًا مُّبِیْنًا اور کافی ہے یہ گناہ صریح اَلَمْ تَرَ کیا نہیں دیکھا تو نے اِلَى الَّذِیْنَ ان لوگوں کی طرف اُوْتُوْا جن کو دیا گیا نَصِیْبًا حصہ مِّنَ الْكِتٰبِ کتاب کا یُؤْمِنُوْنَ ایمان لاتے ہیں بِالْجِبْتِ جبت بت پر وَ الطَّاغُوْتِ اور طاغوت بت پر وَ یَقُوْلُوْنَ اور کہتے ہیں لِلَّذِیْنَ ان لوگوں کو كَفَرُوْا جو کافر ہیں هٰۤؤُلَآءِ یہ کافر اَهْدٰى زیادہ ہدایت والے ہیں مِنَ الَّذِیْنَ ان لوگوں سے اٰمَنُوْا جو ایمان لائے سَبِیْلًا راستے کے لحاظ سے اُولٰٓىٕكَ وہی لوگ ہیں الَّذِیْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے وَ مَنْ یَّلْعَنِ اللّٰهُ اور وہ جس پر اللہ تعالیٰ لعنت کرے فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِیْرًا پس ہرگز نہیں پائے گا تو اس کے لئے

کوئی مددگار اَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ کیا ان کے لئے حصہ ہے مِّنَ الْمُلْكِ بادشاہی میں سے فَإِذًا پس اس وقت لَا يُؤْتُونَ النَّاسَ نہ دیں گے لوگوں کو نَقِيرًا تل برابر بھی اَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ کیا حسد کرتے ہیں لوگوں کے ساتھ عَلٰى مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ اس چیز پر جو اللہ تعالیٰ نے دی ان لوگوں کو مِنْ فَضْلِهٖ اپنے فضل سے فَقَدْ اٰتَيْنَآ پس تحقیق دی ہم نے اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ آل ابراہیم کو الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ کتاب اور دانائی بھی وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا اور ہم نے دیا ان کو بہت بڑا ملک۔

اللہ تعالیٰ کے قانون میں شرک سے بڑا کوئی گناہ اور جرم نہیں ہے، اسی لئے لفظ اِنَّ کے ساتھ اس کا حکم بیان فرمایا ہے، اِنَّ کا معنی ہے تحقیق بلاشک، فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ نہیں بخشے گا اس بات کو کہ اس کے ساتھ شریک ٹھہرایا جائے۔

شرک کی ایک صورت یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات واجب الوجود ہے، اس طرح کی کوئی اور ذات تسلیم کی جائے، مگر ایسے مشرک دنیا میں بہت کم ہوئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں کسی کو شریک ٹھہرائیں۔

اور شرک کی دوسری صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں کسی کو شریک مانا جائے، مثلاً: اللہ تعالیٰ کی صفتیں ہیں: علم غیب، حاضر و ناظر، مختار کل، خالق، رازق، زندہ کرنے والا، مارنے والا، تو ان اوصاف میں شریک ٹھہرانے والے مشرک پہلے بھی بکثرت تھے اور اب بھی موجود ہیں اور قیامت تک رہیں گے، جو اللہ تعالیٰ کے سوا پیغمبروں اور ولیوں کو شہیدوں وغیرہ کو عالم الغیب حاضر و ناظر، مختار کل وغیرہ مانتے ہیں۔

اور شرک کی تیسری صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال میں کسی کو شریک ٹھہرایا جائے کہ مثلاً: عزت دینا، ذلیل کرنا، صحت دینا، بیمار کرنا، بادشاہ بنانا، گداگر بنانا وغیرہ رب تعالیٰ کے افعال ہیں، ان میں شرک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو سمجھنا کہ وہ عزت و ذلت کا اختیار رکھتا ہے یا بیمار کرنے یا صحت دینے کا اختیار رکھتا ہے، وغیرہ، یہ شرک فی الافعال ہے، حالانکہ نہ تو کوئی اللہ تعالیٰ کی ذات میں شریک ہے، نہ صفات میں اور نہ افعال میں کوئی شریک ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں، صفات میں، افعال میں وحدہٗ

لاشریک لہ ہے اور اس کے ساتھ شرک کرنا سب سے بڑا گناہ ہے، اسی لئے اس کی سزا ہمیشہ کے لئے دوزخ ہے اور معافی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اِنَّ اللّٰہَ بے شک اللہ تعالیٰ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ نہیں بخشے گا اس بات کو کہ اس کے ساتھ شریک ٹھہرایا جائے، نہ فرشتوں میں اس کا کوئی شریک ہے، نہ پیغمبروں میں، نہ ولیوں میں، نہ شہیدوں میں اور نہ اماموں میں اس کا کوئی شریک ہے، ہاں! یہ سب اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ہیں اور اپنی اپنی جگہ ان کے مقام ہیں، پیغمبر اپنی جگہ شان اور رتبے والے ہیں، ولی، شہید اور امام اپنی جگہ قابلِ تعظیم ہیں، مگر اللہ اللہ ہے، ان میں سے نہ تو کوئی اللہ ہے اور نہ ہی کوئی اللہ تعالیٰ کا شریک ہے تو فرمایا: شرک کی معافی نہیں ہے وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ اور بخش دے گا اس گناہ کو جو شرک سے نیچے ہے، جس کے لئے چاہے گا، مجبور نہیں ہے، پھر اس میں بھی اس کی مرضی ہے، چاہے پہلے قدم پر معاف کردے یا کچھ دیر دوزخ میں سزا دے کر معاف کردے، بہر حال کوئی نہ کوئی وقت آئے گا کہ شرک کے علاوہ دوسرے گناہوں کی معافی ہوجائے گی، مگر شرک کی معافی نہیں ہے، مشرک کو قطعاً معاف نہیں کیا جائے گا، فرمایا: وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ اور جس نے شریک ٹھہرایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ فَقَدِ افْتَرٰٓی اِثْمًا عَظِیْمًا اس نے افتری باندھا بہت بڑے گناہ کا، کیونکہ شرک بہت بڑا گناہ ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا ''اَیُّ الذَّنْبِ اَعْظَمُ ؟ ''حضرت! یہ بتاؤ کہ بڑا گناہ کونسا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اَنْ تَجْعَلَ لِلّٰہِ نِدًّا وَّھُوَ خَلَقَکَ'' یہ کہ تو اللہ تعالیٰ کا شریک بنائے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجھے پیدا کیا ہے، حضرت! شرک کے بعد کون سا گناہ ہے؟ اور حقوق العباد میں والدین کی نافرمانی بہت بڑا گناہ ہے، آگے رب تعالیٰ فرماتے ہیں اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ کیا نہ دیکھا تو نے ان لوگوں کی طرف یُزَکُّوْنَ اَنْفُسَھُمْ جو اپنی جانوں کی صفائی اور پاکیزگی بیان کرتے ہیں؛ یہ یہودیوں کا ذکر ہے، وہ ایسا کرتے تھے، چھٹے پارے میں آئے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

یہود نے کہا: نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰہِ وَاَحِبَّآؤُہٗ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا نہ بیٹا ہے، نہ بیٹی ہے، کیونکہ وہ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ ہے، نہ رب تعالیٰ نے کسی کو جنا ہے اور نہ رب

تعالیٰ کو کسی نے جنا ہے، نہ اس کی ماں، نہ باپ، نہ دادا، نہ دادی، نہ نانا، نہ نانی، نہ بیٹا، نہ بیٹی، اللہ تعالیٰ ان سب سے مبرا اور پاک ہے اور یہ چیزیں اس کی شان کے خلاف ہیں۔

بخاری شریف میں حدیث قدسی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''یَسُبُّنِی ابْنُ آدَمَ وَلَمْ یَکُنْ لَهُ ذٰلِکَ'' آدم کا بیٹا یعنی انسان مجھے گالیاں دیتا ہے، حالانکہ مجھے گالیاں دینے کا اُسے کوئی حق نہیں ہے، گالیاں کس طرح دیتا ہے؟ فرمایا: ''یَدْعُوْلِیْ وَلَدًا'' میری طرف وہ اولاد کی نسبت کرتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرنا اللہ تعالیٰ کو گالی دینا ہے، جس طرح ہم میں سے کسی ثابت النسب بیٹے بیٹی کے متعلق کوئی یہ کہے کہ یہ تیرا بیٹا بیٹی نہیں ہے تو یہ ہمارے لئے گالی ہے اور کہنے والے کو اسی کوڑے سزا ہے، اس طرح اگر کوئی کسی کو حرامی کہے یا زانی یا لوطی کہے تو کہنے والے کو اسی کوڑے کھانے پڑیں گے اور یہ ایسی سزا ہے کہ لاکھ مرتبہ توبہ کرنے سے بھی معاف نہیں ہوتی، بلکہ اسی کوڑے کھانے پڑیں گے، کیونکہ قرآن پاک کا حکم ہے اور حدیث قدسی کے یہ الفاظ بھی ہیں ''کَذَّبَنِیْ ابْنُ آدَمَ وَلَمْ یَکُنْ لَهُ ذٰلِکَ'' آدم کا بیٹا مجھے جھٹلاتا ہے، حالانکہ اس کو مجھے جھٹلانے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے، جھٹلاتا کس طرح ہے؟ کہتا ہے ''لَنْ یُّعِیْدَنِیْ'' قیامت نہیں آئے گی؟ تو جو شخص یہ کہتا ہے کہ قیامت نہیں آئے گی، معاذ اللہ تعالیٰ وہ رب تعالیٰ کو جھوٹا قرار دیتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: قیامت ضرور آئے گی، اس میں کوئی شک شبہ نہیں ہے تو یہودی یہ کہہ کر ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور محبوب ہیں، اپنی پاکیزگی بیان کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں بَلِ اللّٰهُ یُزَكِّیْ مَنْ یَّشَآءُ بلکہ اللہ تعالیٰ ہی پاک کرتا ہے، جسے چاہتا ہے بندہ اپنی جگہ پاک صاف بنا پھرے تو اس کی کوئی حقیقت اور معنی نہیں ہے وَلَا یُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا، دھاگے برابر۔

فتیل اس دھاگے کو کہتے ہیں جو کھجور کی گٹھلی کی نالی کے درمیان ہوتا ہے اور جو گٹھلی کے خشک ہونے پر ظاہر ہوتا ہے، عربی لوگ جب کسی شئے کی قلت کو بیان کرتے تھے تو فتیل کا لفظ بولتے تھے کہ فلاں کے پاس فتیل بھی نہیں ہے، جس طرح ہم کہتے ہیں کہ فلاں کے پاس تنکا بھی نہیں ہے۔

اسی طرح نقیر کا لفظ بھی اسی رکوع میں آرہا ہے، نقیر کہتے ہیں کھجور کی گھٹلی کے پیٹ میں ایک چھوٹا سا نکتہ ہوتا ہے، اسی سے کھجور کا درخت اگتا ہے، عربی لوگ قلت بیان کرنے کے لئے یہ لفظ بھی بولتے

تھے اور کہتے تھے "مَا یَمْلِکُ مِنْ نَقِیْرٍ" کہ فلاں نقیر کا بھی مالک نہیں ہے۔

اسی طرح ایک لفظ قطمیر ہے، قطمیر اس چھلکے کو کہتے ہیں جو کھجور کی گٹھلی کے اوپر باریک سا ہوتا ہے، اس کا ذکر بائیسویں پارے میں آئے گا کہ جن کو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا مشکل کشا حاجت روا سمجھتے ہیں مَا یَمْلِکُوْنَ مِنْ قِطْمِیْرٍ وہ تو کھجور کی گٹھلی کے اوپر جو باریک سا پردہ ہے، اس کے بھی مالک نہیں ہیں تو یہاں فرمایا کہ کسی پر دھاگے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

اُنْظُرْ کَیْفَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ دیکھو کیسے افترا باندھتے ہیں اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا کہ کہتے ہیں: ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور پیارے ہیں لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ کس طرح جھوٹ بولتے ہیں وَکَفٰی بِہٖٓ اِثْمًا مُّبِیْنًا اور کافی ہے یہ صریح گناہ کہ رب تعالیٰ کے پیغمبروں کو اور نیک بندوں کو بے دردی کے ساتھ شہید کرنے والے حق تعالیٰ کے دین کا اور پیغمبروں کی تعلیم کا انکار کرنے والے اور حق کا مقابلہ کرنے والے رب تعالیٰ کے بیٹے اور پیارے بنتے پھریں۔

ہجرت کے دوسرے سال سترہ رمضان المبارک جمعہ والے دن واقعہ بدر پیش آیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ تین سو بارہ آدمی تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیرہویں تھے اور ان تین سو تیرہ کے پاس صرف آٹھ تلواریں، چھ زرہیں، دو گھوڑے، ستر اونٹ تھے۔ ان میں ایسے بھی تھے کہ غربت کی وجہ سے ان کے پاؤں میں جوتا نہیں تھا اور ایسے بھی تھے کہ جن کے سر پر ٹوپی پگڑی نہیں تھی اور مقابلہ میں ایک ہزار کا لشکر ہر طرح کے اسلحہ سے لیس تھا، ہر ایک کے پاس تلوار، نیزہ اور تیر موجود تھے، مگر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی اور کافر بری طرح شکست سے دوچار ہوئے، ستر کافر مارے گئے اور ستر گرفتار ہوئے اور باقی بھاگ گئے۔ جنگ بدر میں مسلمانوں کی فتح مدینہ طیبہ کے یہودیوں سے برداشت نہ ہوئی، ان کا پارہ چڑھ گیا کہ مسلمان کامیاب ہوگئے ہیں اور یہ کل کو ہمیں بھی نہیں چھوڑیں گے، لہٰذا ان کے خلاف کوئی منصوبہ بنانا چاہئے، چنانچہ کعب بن اشرف جو یہودیوں کا مولوی تھا اور دولت مند تاجر تھا اور بڑا خبیث آدمی تھا، مسلمانوں کے خلاف سازش تیار کرنے کے لئے اس نے مکہ مکرمہ جانے کا پروگرام بنایا، اس غرض کے لئے اس نے ستر آدمیوں پر مشتمل ایک وفد تیار کیا اور اونٹوں پر سامان

رکھوایا اور یہ ظاہر کیا کہ ہم تجارت کے لئے مکہ مکرمہ جارہے ہیں، چنانچہ یہ ستر آدمیوں کا قافلہ لے کر مکہ مکرمہ پہنچا، اس وقت مکہ مکرمہ میں ابوسفیان کا اقتدار تھا، کیونکہ وہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، وہ ہجرت کے آٹھویں سال مسلمان ہوئے ہیں اور یہ واقعہ جنگ بدر کے بعد اور احد سے پہلے کا ہے۔ کعب بن اشرف ستر آدمیوں کا یہ قافلہ لے کر ابوسفیان کے پاس گیا، انہوں نے اس کی بڑی عزت کی، کیونکہ عربی لوگ نسلاً بعد نسلٍ بڑے مہمان نواز واقع ہوئے ہیں۔

کعب بن اشرف نے کہا کہ ہم بظاہر تجارت کے لئے آئے ہیں، مگر ہمارا مقصد اور ہے اگر تم ٹھنڈے دل سے سنو تو میں بیان کروں: ابوسفیان نے کہا ہاں! تم بیان کرو، میں سنوں گا، کعب بن اشرف نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ تمہارے سامنے ہے کہ بدر میں اس نے تمہیں کتنا نقصان پہنچایا ہے اور آئندہ کے لئے بھی اس کی بڑی سخت تیاریاں ہیں، لہٰذا ہم سب مل کر تم مکہ مکرمہ سے حملہ کرو اور ہم مدینہ سے اٹھیں اور اپنے مشترکہ دشمن کو سبق سکھادیں، ابوسفیان کو کعب بن اشرف کی بات پر یقین نہ آیا، اور کہا کہ ہمیں یقین نہیں آتا کہ تم کچھ کرو گے اور ہمارا ساتھ دو گے، صرف ہمیں پھنسانا چاہتے ہو، ہم تمہاری بات کو اس صورت میں سچا ماننے کے لئے تیار ہیں، تم ہمارے بتوں کے سامنے سجدہ کرو، مشرکین مکہ کعبۃ اللہ کے اندر اور دیواروں پر تین سو ساٹھ بت نصب کئے ہوئے تھے، ان میں حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل، حضرت عیسیٰ، حضرت مریم علیہم السلام کے بت بھی تھے اور ایک بت ہبل تھا، یہ حضرت آدم علیہ السلام کے شہید بیٹے حضرت ہابیل علیہ السلام کا بت تھا اور وہ اس کی بڑی عزت اور تعظیم کرتے تھے، جب نعرہ لگایا کرتے تو کہتے "اُعْلُ ھُبَلْ! " زندہ باد ان تین سو ساٹھ بتوں میں سے ایک کا نام جبت اور ایک کا نام طاغوت تھا اور وہ لوگ جب کسی بات کا عہد وپیمان کرتے تھے تو ان کو سلامی کرتے اور ان کے پاس کھڑے ہو کر عہد و پیمان کرتے، چنانچہ ابوسفیان نے کہا کہ اگر واقعۃً تم ہماری مدد کرنے کے لئے تیار ہو تو ہمارے بتوں جبت اور طاغوت کو سجدہ کرو، سلامی دو اور ہمارے ساتھ معاہدہ کرو، چنانچہ یہودیوں نے جبت اور طاغوت کو سجدہ کیا اور ان پر ہاتھ رکھا، حالانکہ یہ بات ان کے عقیدے کے بھی خلاف تھی، کیونکہ یہودی بتوں کے قائل نہیں تھے، پھر ابوسفیان نے کہا کہ یہ بتاؤ کہ ہمارا دین صحیح ہے یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا؟ کعب بن

اشرف نے کہا کہ پہلے تم اپنے دین کی کچھ موٹی موٹی باتیں بتاؤ، پھر میں کچھ کہہ سکوں گا، ابوسفیان نے کہا کہ ہمارا دین یہ ہے کہ ہم بیت اللہ کی عزت کرتے ہیں اور طواف کرتے ہیں، حاجیوں کو پانی پلاتے ہیں، ان کی خدمت کرتے ہیں اور اگر قیدی آ جائیں تو ان کو رہا کر دیتے ہیں اور ان کو کھانا کھلاتے ہیں اور بہت سارے نیکی کے کام کرتے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کو چھوڑ کر بھاگ گیا ہے، اب بتاؤ کہ ہمارا دین سچا ہے یا ان کا؟ تو کعب بن اشرف نے کہا کہ تمہارا دین سچا ہے، حالانکہ یہودیت کے ناتے سے اچھی طرح جانتا تھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین سچا ہے، مگر مشرکوں کو اعتماد میں لینے کے لئے اس نے یہ سب کچھ کیا، ان آیات میں اسی واقعہ کا ذکر ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ اُوْتُوْا نَصِیْبًا کیا نہیں دیکھا تو نے ان لوگوں کی طرف جن کو دیا گیا حصہ مِّنَ الْکِتٰبِ کتاب کا، ایک حصہ اس لئے کہ کہ ساری توراۃ تو مانتے نہیں، صرف وہ چیزیں مانتے ہیں جو ان کے مطلب کی ہیں اور کرتے کیا تھے یُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ ایمان لاتے ہیں وہ جبت پر اور طاغوت پر وَیَقُوْلُوْنَ اور کہتے ہیں لِلَّذِیْنَ کَفَرُوْا ان لوگوں کے متعلق جو کافر ہیں هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰی یہ کافر زیادہ ہدایت والے ہیں مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سَبِیْلًا ان لوگوں سے جو ایمان لاتے ہیں راستے کے لحاظ سے کہ یہ کافر سچے ہیں اور ایمان والے نہیں اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ وہی لوگ ہیں لَعَنَهُمُ اللّٰهُ جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے، اس لئے کہ معلوم ہونے کے باوجود کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے رسول ہیں اور ان کا پروگرام سچا ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو جھوٹا کہا اور جھوٹوں کو سچا بنا دیا وَمَنْ یَّلْعَنِ اللّٰهُ اور وہ شخص کہ جس پر اللہ تعالیٰ لعنت کرے فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِیْرًا پس ہرگز نہیں پائے گا تو اس کے لئے کوئی مددگار اَمْ لَهُمْ نَصِیْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ کیا ان کے لئے حصہ ہے بادشاہی میں سے فَاِذًا پس اس وقت یعنی ان کو ملک کا کوئی حصہ مل جائے لَّا یُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِیْرًا نہ دیں گے لوگوں کو تل برابر بھی۔ ابھی میں نے نقیر کا معنی سمجھایا ہے کہ کھجور کی گٹھلی کے پیٹ میں جو نکتہ سا ہوتا ہے، اس کو نقیر کہتے ہیں، اس کا لازمی معنی کرتے ہیں تل برابر، یعنی یہ کسی کو تل برابر بھی کوئی شئے نہ دیں۔

یہودیوں کو اس چیز کی بڑی تکلیف تھی کہ نبوت بنو اسماعیل میں کیوں چلی گئی ہے؟ حالانکہ یہ بات

بھی ان کے علم میں تھی، نبی آخرالزماں عرب میں مبعوث ہوں گے، مگر اس کے باوجود انکار بھی کیا اور بے جا اعتراضات بھی کرتے تھے اور کہتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب پیغمبر ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اور رسول ہیں تو پھر ان کے آگے پیچھے نوکر چاکر حفاظت کرنے لئے کیوں پھرتے ہیں؟ اور نبی کو اتنی لونڈیوں کی کیا ضرورت ہے؟ اس طرح آج کل کے یورپین نے بھی چند مسائل میں اسلام کو بدنام کرنے کی کوشش کی ہے، ان میں ایک مسئلہ کثرتِ ازواج کا بھی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کل گیارہ بیویاں اور دو لونڈیاں تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی بیوی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا تھیں اور ان کی زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اور عورت کے ساتھ نکاح نہیں کیا، اسی طرح حضرت زینب بنت خزیمہ ام المساکین رضی اللہ عنہا بھی چند ماہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح میں رہ کر فوت ہو گئیں تھی، لہٰذا بیک وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں نو بیویاں اور دو لونڈیاں تھیں۔

اس پر یہود اور آج کل کے یورپین اعتراض کرتے ہیں کہ اتنی عورتیں رکھنے کی کیا ضرورت تھی؟ سطحی ذہن والے لوگ اس اعتراض سے پریشان ہو جاتے ہیں، حالانکہ یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے، کیونکہ کثرتِ ازواج میں بہت ساری حکمتیں تھیں، ان میں سے ایک حکمت یہ تھی، یہ عرب میں مختلف خاندان اور قبیلے تھے اور جو مذہب اسلام کے مخالف تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اسلام کے قریب کرنا تھا اور ان کی اسلام دشمنی کو ختم کرنا تھا، تاکہ اسلام کے راستہ میں کوئی رکاوٹ نہ رہے، محض خواہش نفسانی مقصود نہ تھی، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف خاندانوں کی عورتوں سے نکاح کیے اور نکاح کے بعد ان کی دشمنی ختم ہو گئی۔

اور کثرتِ ازواج میں ایک حکمت یہ تھی کہ بہت سارے ایسے مسائل ہیں کہ جن کا تعلق محض عورتوں کے ساتھ ہے اور وہ مسائل ایسے ہیں کہ جن پر نماز، روزہ اور طواف موقوف ہے اور وہ مسائل ایک شرم و حیا والی عورت کھل کر مرد سے نہیں پوچھ سکتی اور مرد بھی کھل کر عورت کو نہیں بتا سکتا اور آدھی امت عورتوں کی ہے، دین ان کو بھی سمجھانا ہے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سارے نکاح کیے، تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہ مسائل اپنی بیویوں کو سمجھائیں اور وہ آگے دین کی خوب نشر و اشاعت کریں اور دین

پھیلے، یہ عورتوں کے جتنے مسائل ہیں، وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کو مسائل سمجھاتے تھے، وہ آگے عورتوں میں دین پھیلاتی تھیں تو کثرتِ ازواج کی وجہ محض نفسانی خواہش نہیں تھی، بلکہ عورتوں میں دین پھیلانا مقصود تھا۔

پھر یہودیوں کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی ننانوے بیویاں تھیں اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی ہزار بیویاں تھیں، ان پر کیوں اعتراض نہیں کرتے؟ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف نو بیویاں اور دو لونڈیاں تھیں، ان پر اعتراض کرتے ہو، حالانکہ تم حضرت داؤد علیہ السلام کو مانتے ہو اور سلیمان علیہ السلام کو بھی مانتے ہو، مگر یہودی یہ اعتراضات محض حسد کی وجہ سے کرتے تھے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ کیا حسد کرتے ہیں لوگوں کے ساتھ مثلاً: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عَلٰى مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ اس چیز پر جو دی اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اپنے فضل سے فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ پس تحقیق دی ہم نے آل ابراہیم کو کتاب اور دانائی وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا اور دیا ہم نے ان کو بہت بڑا ملک، حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بادشاہی دی، حضرت داؤد علیہ السلام کو بادشاہی عطا فرمائی، حضرت سلیمان علیہ السلام کو ملک عظیم عطا فرمایا، اس رب تعالیٰ نے حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کل کائنات کے لئے رسول بنا کر بھیجا اور خاتم النبیین بنایا۔

فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَ مِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ؕ وَ كَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ﴿۵۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ؕ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۵۶﴾ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ لَهُمْ فِيْهَاۤ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ؗ وَّ نُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ﴿۵۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا ۙ وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ﴿۵۸﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿۵۹﴾

لفظی ترجمہ:

فَمِنْهُمْ پھران میں بعض مَّنْ وہ ہیں اٰمَنَ بِهٖ جواس پر ایمان لائے وَ مِنْهُمْ اوران میں سے بعض مَّنْ صَدَّ عَنْهُ جنہوں نے اس سے اعراض کیا وَ كَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا اورکافی ہے جہنم بھڑکتی ہوئی آگ اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ كَفَرُوْا جنہوں نے انکار کیا بِاٰيٰتِنَا ہماری آیتوں کا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ عنقریب ان کو داخل کریں گے نَارًا آگ میں كُلَّمَا جب کبھی بھی نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ جل جائیں گے چمڑے ان کے بَدَّلْنٰهُمْ ہم بدل دیں گے جُلُوْدًا غَيْرَهَا کھالیں ان کے علاوہ دوسری لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ تاکہ وہ چکھیں عذاب کا مزا اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ كَانَ ہے عَزِيْزًا غالب حَكِيْمًا حکمت والا وَ الَّذِيْنَ اور وہ لوگ اٰمَنُوْا جو ایمان لائے وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ انہوں نے عمل کئے اچھے سَنُدْخِلُهُمْ عنقریب ہم انہیں داخل کریں گے جَنّٰتٍ ایسے باغوں میں تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا بہتی ہوں گی ان کے نیچے الْاَنْهٰرُ نہریں خٰلِدِيْنَ رہا کریں گے فِيْهَاۤ ان باغوں میں اَبَدًا ہمیشہ لَهُمْ فِيْهَاۤ ان کے لئے باغوں میں اَزْوَاجٌ جوڑے ہوں گے مُّطَهَّرَةٌ پاکیزہ وَّ نُدْخِلُهُمْ اور ہم ان کو داخل کریں گے ظِلًّا ایسے سائے میں ظَلِيْلًا جو گھنا ہوگا اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ يَاْمُرُكُمْ حکم دیتا ہے تمہیں اَنْ اس بات کا تُؤَدُّوا کہ ادا کرو تم الْاَمٰنٰتِ امانتیں اِلٰۤى اَهْلِهَا ان کے مالکوں کو وَ اِذَا حَكَمْتُمْ اور جب تم فیصلہ کرو بَيْنَ النَّاسِ لوگوں کے درمیان اَنْ تَحْكُمُوْا یہ کہ تم فیصلہ کرو بِالْعَدْلِ انصاف کے ساتھ اِنَّ اللّٰهَ بے

شک اللہ تعالیٰ نِعِمَّا اچھی ہے وہ چیز یَعِظُکُمۡ بِہٖ جس کی تمہیں نصیحت کرتا ہے اِنَّ اللّٰہَ بے شک اللہ تعالیٰ کَانَ ہے سَمِیۡعًا سننے والا بَصِیۡرًا دیکھنے والا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اے وہ لوگو! اٰمَنُوۡۤا جو ایمان لائے ہو اَطِیۡعُوا اللّٰہَ اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ اور اطاعت کرو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وَاُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ اور ان کی جو تم میں سے حکم والے ہیں فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ پس اگر تم جھگڑا کرو فِیۡ شَیۡءٍ کسی چیز میں فَرُدُّوۡهُ پس لوٹاؤ اس کو اِلَی اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کی طرف وَالرَّسُوۡلِ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اِنۡ کُنۡتُمۡ اگر ہو تم تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ ایمان رکھتے اللہ تعالیٰ پر وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ اور آخرت کے دن پر ذٰلِکَ خَیۡرٌ یہی بہتر ہے وَّاَحۡسَنُ تَاۡوِیۡلًا اور بہت اچھا انجام کے اعتبار سے۔

تشریح:

اس سے پہلی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کے خاندان یعنی اولاد در اولاد کو کتابیں اور دانائی عطا فرمائی اور وَاٰتَیۡنٰهُمۡ مُّلۡکًا عَظِیۡمًا اور ہم نے ان کو بڑا ملک دیا، یعنی اقتدار، حکومت اور خلافت بھی دی، ان انعامات کے باوجود کچھ تو صحیح راستے پر قائم رہے اور کچھ بگڑ گئے، فرمایا فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ اٰمَنَ بِہٖ پھر ان میں سے بعض وہ ہیں جو اس پر ایمان لائے، ہٗ ضمیر لوٹ رہی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل در نسل میں سے وہ بھی ہیں جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ہیں وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ صَدَّ عَنۡهُ اور ان میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے اعراض کیا گریز کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے، مطلب یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ میں سے نیک لوگ بھی ہیں، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ہیں اور وہ بھی تھے جنہوں نے اعراض کیا کہ ایمان نہیں لائے وَکَفٰی بِجَهَنَّمَ سَعِیۡرًا اور کافی ہے جہنم بھڑکتی ہوئی آگ سَعِیۡرًا کے معنی ہیں شعلہ مارنے والی۔ دوزخ کے شعلوں سے اللہ تعالیٰ بچائے۔ اس دنیا کی آگ میں لوہا اور بعض پتھر پگھل جاتے ہیں اور جہنم کی آگ اس سے ستر گنا تیز ہوگی، اگر وہاں مارنا مقصد ہوتا ایک شعلہ ہی کافی ہے، مگر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لَا یَمُوۡتُ فِیۡهَا وَلَا یَحۡیٰی دوزخ میں نہ مرے گا، نہ جیے گا، مرے گا تو اس لئے نہیں کہ پھر سزا کون بھگتے گا اور اس حالت کی زندگی کوئی زندگی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ تمام مسلمین اور مسلمات کو جہنم کے عذاب سے

بچائے، آمین۔

اور یاد رکھنا جہنم کا عذاب دور نہیں ہے، بس آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے، قبر میں پہنچنے کے بعد جنت دوزخ سامنے آجائے گی اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بے شک وہ لوگ جنہوں نے انکار کیا بِاٰیٰتِنَا ہماری آیتوں کا سَوْفَ نُصْلِیْهِمْ نَارًا عنقریب ہم ان کو دوزخ کی آگ میں داخل کریں گے کُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ جب کبھی جل جائیں گے چمڑے ان کے بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَیْرَهَا بدل دیں گے ان کے لئے کھالیں، ان کے علاوہ دوسری یعنی فوراً ان کو دوسرے چمڑے پہنا دیئے جائیں گے، کیوں لِیَذُوْقُوا الْعَذَابَ کہ وہ چکھیں عذاب کا مزا، دوسری جگہ قرآن میں آتا ہے یُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِیْمُ (پارہ:۱۷، الحج:۲۰) ان کے سروں پر جلتا ہوا پانی ڈالا جائے گا، جب سر پر پانی ڈالا جائے گا تو سر سے لے کر پاؤں تک ساری جلد اتر جائے گی، پھر آگ کے شعلے اس کے ساتھ چمٹائے جائیں گے، اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ ان کا چمڑا ایک منٹ میں کتنی کتنی مرتبہ جلے گا اور دوسرا پہنایا جائے گا اور یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہے گا "وهم یصطرخون فیها" وہ چیخیں ماریں گے روئیں گے اور زاری کریں گے دوزخ میں لَهُمْ فِیْهَا زَفِیْرٌ وَّشَهِیْقٌ (پارہ:۱۲، سورۂ ہود:۱۰۶) دوزخ میں ان کی گدھے کی آوازیں ہوں گی، زَفِیْرٌ گدھے کی وہ آواز جو شروع میں زور سے نکالتا ہے شَهِیْقٌ گدھے کی وہ آواز ہے جو آخر میں مدہم اور بہت آہستہ ہوتی ہے اور گدھے کی آواز کے ساتھ اس لئے تشبیہ دی ہے کہ اِنَّ اَنْکَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ (پارہ:۲۱، سورۂ لقمان:۱۹) تمام آوازوں میں بری آواز گدھے کی ہے، جہنمی جہنم میں بڑا واویلا کریں گے، کہیں گے رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ (پارہ:۱۸، سورۂ مومنون:۱۰۷) اے ہمارے پروردگار! ہمیں دوزخ سے نکال دے، اگر پھر ہم نے کفر و شرک اختیار کیا تو ہم ظالم ہوں گے، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اخْسَئُوْا فِیْهَا اخساء کے معنی ہیں کتے کو دھتکارنا، مطلب یہ ہے کہ دفع ہو جاؤ وَلَا تُکَلِّمُوْنِ میرے ساتھ گفتگو نہ کرو، کیونکہ میرے پیغمبر تمہارے پاس آئے، میری کتابیں تمہارے پاس پہنچیں اور حق کی آواز تمہارے کانوں تک پہنچائی گئی، اس کے باوجود تم نے نہیں مانا، لہٰذا اب میرے ساتھ بات بھی نہ کرو، اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تمام مسلمانوں کو اس ذلت اور رسوائی سے محفوظ فرمائے،

آمین۔

اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَزِیْزًا حَکِیْمًا بے شک اللہ تعالیٰ ہے غالب حکمت والا، اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کوئی غلبہ نہیں حاصل کر سکتا اور ہر کام اس کا حکمت پر مبنی ہے، یہ کافروں کے حشر کا ذکر تھا، آگے مومنوں پر عنایتوں کا ذکر ہے، فرمایا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کئے، صرف ایمان سے کچھ نہیں بنتا، جب تک عمل ساتھ نہ ہو سَنُدْخِلُهُمْ عنقریب ہم ان کو داخل کریں گے جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ باغات میں بہتی ہوں گی ان کے نیچے نہریں خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا رہا کریں گے ان باغوں میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جو خوش نصیب اور سعادت مند جنت میں داخل ہوگا، وہ کبھی جنت سے نکالا نہیں جائے گا، اللہ تعالیٰ نیکوں کو جنت نصیب فرمائے، آمین۔ اور بروں کو نیکی کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

اور یہ جو قبر ہے جنت دوزخ کا نمونہ ہے، بظاہر تو یہ مٹی کا ڈھیر ہے، مگر حقیقت یہ ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اَلْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ أَوْ حُفْرَةٌ مِّنْ حُفَرِ النِّيْرَانِ'' قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

اور ایک حدیث میں آتا ہے کہ مومن کے لئے قبر ستر ہاتھ لمبی اور ستر ہاتھ چوڑی ہو جاتی ہے، یعنی بڑا ہال کمرہ بن جائے گا اور برے آدمی کے لئے قبر اس قدر تنگ ہو جاتی ہے کہ ''تختلط أضلاعه'' اس کی دائیں جانب کی پسلیاں بائیں جانب میں اور بائیں جانب کی دائیں جانب میں گتھم گتھا ہو جائیں گی، بظاہر تو ہمیں کچھ بھی نظر نہیں آتا اور اگر قبر میں جو کچھ ہوتا ہے، ہمیں دکھا دیا جائے تو ہماری ساری زندگی بے لذت ہو جائے، اٹھنا بیٹھنا بے لذت ہو جائے، کھانا پینا بے لذت ہو جائے اور آدمی دنیا کا کوئی کام نہ کر سکے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا ہے، حق ہے۔ اور ہمارے لئے ایمان بالغیب ہے، کچھ بھی نظر نہ آئے، ہم نے ماننا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا ہے، آنکھیں بند کر کے اس کو قبول کرو، فرمایا لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ جنتیوں کے لئے ان باغوں میں جوڑے ہوں گے، پاکیزہ عورتوں کے لئے مرد اور مردوں کے لئے عورتیں پاکیزہ اس طرح کہ بخاری شریف کی روایت ہے

''لَایَبُوْلُوْنَ فِیْھَا وَلَایَتَغَوَّطُوْنَ وَلَایَتَمَخَّطُوْنَ'' نہ پیشاب کریں گے، نہ پاخانہ، نہ بلغم، نہ تھوکیں گے، ناک سے، نہ منہ سے۔

سوال کیا گیا حضرت! نہ وہاں پیشاب ہوگا، نہ پاخانہ تو کیا جنتی کھائیں پئیں گے کچھ نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو طریقوں سے ہضم ہوگا، ایک یہ کہ ان کے بدن سے خوشبودار پسینہ نکلے گا کستوری کی طرح، جس سے ان کا کھانا ہضم ہو جائے گا اور دوسرا یہ کہ ڈکار آئیں گے، جن کے ذریعہ کھانا ہضم ہو جائے گا وَّنُدْخِلُھُمْ ظِلًّا ظَلِیْلًا اور ہم ان کو داخل کریں گے سائے میں، جو گھنا ہوگا، ہمیں تو یہاں سائے کی اتنی قدر نہیں ہے، کیونکہ ایک تو ہمارا علاقہ بنسبت عرب کے ٹھنڈا ہے اور دوسرا یہ کہ یہاں درخت بہت ہیں اور ہمارے ہاں پانی بھی کافی ہے، ان کو پانی کی بھی قدر تھی اور درختوں کی بھی قدر تھی کہ سایہ دار درخت ان کو جنت لگتا تھا، لہٰذا ان کو سمجھایا کہ وہاں جاؤ گے تو بڑے گھنے سائے والے درخت ہوں گے اور پانی کی نہریں بہہ رہی ہوں گی۔

فرمایا اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم کرتا ہے اس بات کا کہ تم امانتیں ادا کرو ان کے مالکوں کو، اگر کسی آدمی کے پاس کسی کی کوئی امانت ہے تو وہ اس کے حوالے کرے، برابر ہے کہ وہ امانت مال کی ہو یا علم کی ہو یا مشورے کی ہو، بات کی امانت تو سارے ہی سمجھتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے کسی شخص کے پاس مال امانت رکھا ہے تو صاحب مال جب طلب کرے، وہ اس کے حوالے کرے اور اس کی اس حد تک حفاظت کرنی ہے کہ روپے والے بٹوے پر جو دھاگہ بندھا ہوا ہے اس کو بھی تبدیل نہ کرے، جس طرح مالک نے پہنچائی ہے، اسی طرح واپس کرے۔

اور مشورے کی امانت یہ ہے کہ اگر کسی سے کوئی مشورہ لیا گیا ہے تو اس کے ذہن میں جو بات آئی ہے وہ اس کو بتادے، اگر اس میں ہیرا پھیری کرے گا تو خائن ہوگا، حدیث پاک میں آتا ہے ''اَلْمُسْتَشَارُ اَمِیْنٌ'' جس سے مشورہ طلب کیا گیا ہے وہ امین ہے، وہ مشورہ دینے میں خیانت نہ کرے۔

اور بات کی امانت اس طرح ہے کہ اگر کسی نے بات کرتے وقت دائیں بائیں دیکھا ہے تو حدیث پاک میں آتا ہے کہ وہ بات تیرے پاس امانت ہے، کیونکہ بات کرتے وقت اس کا دائیں بائیں

دیکھنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ یہ چاہتا ہے کہ اس بات کو کوئی اور شخص نہ سنے اور اس کا کسی اور کو علم نہ ہو تو وہ بات اگر تم نے کسی اور کے سامنے بیان کر دی تو خیانت ہوگی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''یُشْبَعُ الْمَرْءُ مَعَ کُلِّ خَصْلَةٍ إِلَّا الْکَذِبَ وَالْخِیَانَةَ'' مومن آدمی میں ہر برائی کسی نہ کسی درجے میں ہوسکتی ہے، مگر جھوٹ اور خیانت نہیں ہوسکتی، اگر کسی شخص میں جھوٹ ہے، خیانت ہے تو سمجھ لو کہ ایمان کی دولت سے محروم ہے۔

اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ حضرت! مومن بزدل بھی ہوتا ہے؟ فرمایا: ہاں کمزور ایمان ہو تو اس کے ساتھ بزدلی کی صفت بھی جمع ہوسکتی ہے، حضرت! کیا مومن بخیل بھی ہوتا ہے؟ ہاں! کامل مومن تو بخیل نہیں ہوتا، مگر کمزور ایمان کے ساتھ بخل جمع ہوسکتا ہے، پھر سوال کیا گیا: حضرت! کیا مومن جھوٹا بھی ہوتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''کَلَّا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ'' ہرگز نہیں اس رب کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے، ایمان اور جھوٹ اکٹھے نہیں ہوسکتے تو یاد رکھنا جھوٹ چاہے مرد بولے یا عورت بولے، ایمان کے بالکل خلاف ہے، تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ امانتیں مالکوں کے حوالے کرو۔

اس آیت کریمہ کا شان نزول اس طرح آتا ہے کہ ۸ ہجری رمضان المبارک کے مہینہ میں جب مکہ مکرمہ فتح ہوا، اس وقت کعبۃ اللہ کی چابیاں عثمان ابن طلحہ جحمی کے پاس تھیں جو بعد میں رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوگئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے پاس گئے اور ان سے چابیاں چھین لیں اور چھینی اس لئے کہ دسویں پارے میں آتا ہے إِنْ أَوْلِيَاؤُهُ إِلَّا الْمُتَّقُوْنَ کہ کعبۃ اللہ اور مسجد حرام کے متولی صرف متقی پرہیزگار ہیں تو مشرک کس طرح اس کا اہل ہوسکتا ہے، کیونکہ وہ اس وقت مشرک تھے، بعد میں رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوگئے، وہ روتے روتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور کہنے لگے: حضرت! کعبۃ اللہ کی چابیاں جدی پشتی ہمارے پاس چلی آرہی ہیں اور اب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے چھین لی ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا کہ: اے علی! کیا تو نے اس سے چابیاں چھینی ہیں، عرض کیا: ہاں حضرت! چھینی ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: إِنْ أَوْلِيَاؤُهُ إِلَّا الْمُتَّقُوْنَ اور یہ مشرک ہے،

اس کا کعبۃ اللہ کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: حضرت! میں مسلمان ہوتا ہوں اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے وہیں مسلمان ہوگیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چابیاں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لے کر ان کو دے دیں اور فرمایا ''خذھا خالدۃ تالدۃ'' یہ چابیاں نسل در نسل تمہارے پاس ہی رہیں گی، انہوں نے اپنی وفات کے وقت اپنے بھائی شیبہ ابن طلحہ کو دے دیں، اس موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا یہ کہ ادا کرو امانتیں ان کے اہل کو وَاِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اور جب تم فیصلہ کرو لوگوں کے درمیان اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ یہ کہ فیصلہ کرو انصاف کے ساتھ اِنَّ اللّٰہَ نِعِمَّا یَعِظُکُمْ بِہٖ بے شک اچھی ہے وہ چیز جس کی اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ عدل سے کام لو، امانت ادا کرو اِنَّ اللّٰہَ کَانَ سَمِیْعًا بَصِیْرًا بے شک ہے اللہ تعالیٰ سننے والا دیکھنے والا۔ تمہاری باتوں کو سنتا بھی ہے اور تمہاری کارروائیوں کو دیکھتا بھی ہے، اس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔

اگلی آیت کریمہ کا شان نزول اس طرح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین کا ایک لشکر ایک محاذ پر بھیجنا چاہا، اس لشکر میں حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لشکر کا امیر حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا، یہ بڑے قابل اور بڑے خوبصورت نوجوان تھے، مگر طبیعت بڑی جذباتی تھی، لشکر بھیجتے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اس کو تمہارا امیر مقرر فرمایا ہے، اس کی اطاعت کرنا تم پر فرض ہے، چنانچہ لشکر روانہ ہوگیا، راستے میں ایک مقام پر امیر نے کسی کام کے کرنے کا حکم دیا، کام کیا تھا، اس کا ذکر نہیں ہے، بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ کوئی حکم دیا، مگر لشکر نے قیل وقال سے کام لیا، گرمی کی وجہ سے یا تھکے ماندے ہونے کی وجہ سے، لشکر نے سستی کا مظاہرہ کیا، تو انہوں نے حکم دیا کہ سارے اکٹھے ہو جاؤ، جب سارا لشکر اکٹھا ہوگیا تو کہنے لگے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ میری اطاعت کرنا، لشکر نے کہا: ہاں! حکم دیا تھا، کہنے لگے: میں امیر ہونے کی حیثیت سے تمہیں حکم دیتا ہوں کہ جنگل سے خشک لکڑیاں جمع کرو، لشکریوں نے خشک لکڑیاں جمع کیں، ڈھیر لگا دیا، کہنے لگے: اب تم ان کو آگ لگا دو، انہوں نے آگ لگا دی، جب شعلے بھڑک

اٹھے تو کہنے لگے کہ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ آگ میں چھلانگ لگادو، بعض نے آگ میں چھلانگ لگانے کا ارادہ کیا اور بعض رک گئے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ساتھیوں سے فرمایا کہ بھائی! آگ میں چھلانگ نہیں لگانی، اس لئے کہ آگ سے بچنے کے لئے تو ہم نے کلمہ پڑھا ہے، اگر کلمہ پڑھنے کے بعد بھی ہمارے لئے آگ ہے تو ہمیں کلمہ پڑھنے کا کیا فائدہ؟ چنانچہ کسی نے بھی آگ میں چھلانگ نہ لگائی، کچھ دیر کے بعد ان کا غصہ بھی ٹھنڈا ہو گیا اور آگ بھی ٹھنڈی ہو گئی، مہم سے واپسی پر یہ مقدمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم آگ میں چھلانگ لگادیتے تو یہ خودکشی ہوتی اور تم سارے دوزخ میں جاتے اور فرمایا ''لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق'' اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حکم دیا ہے، اس کے مقابلے میں ماں باپ، بادشاہ کا حکم ماننا ناجائز ہے، حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ نے جذبات میں آکر یہ بات کہہ دی تھی، حالانکہ جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں جب رومیوں کے ساتھ جنگیں ہو رہی تھیں، یہ بھی ان میں شریک تھے، ایک مقام پر یہ بھی گرفتار ہو گئے، دوسرے قیدیوں کے ساتھ جب ان کو ہرقل روم، قیصر جس کا لقب تھا، کے سامنے پیش کیا گیا، اس کی نظر جب ان پر پڑی کہ بڑا خوبصورت صحت مند نوجوان ہے، اس نے ان سے گفتگو کی تو وہ بھی بڑی معقول تھی، تو ہرقل روم نے کہا برخوردار! تو اس طرح کر کہ تو عیسائی بن جا، أُزَوِّجُکَ ابْنَتِي میں تجھے اپنی بیٹی کا رشتہ دے دوں گا وأشركك في ملكي اور میں تجھے اپنے ملک میں شریک کرلوں گا، کوئی بڑا عہدہ دے دوں گا، یعنی وزارتِ عظمیٰ تیرے حوالے کر دوں گا، حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اپنے الفاظ دہرانا تاکہ میں اچھی طرح سمجھ لوں کہ تم نے کیا کہا ہے، ہرقل روم نے اپنے الفاظ دہرائے کہ میں تجھے اپنی لڑکی کا رشتہ دینا چاہتا ہوں اور ملک میں بڑا عہدہ بھی دوں گا، اگر تم عیسائی بن جاؤ، انہوں نے کہا کہ تم تو ایک علاقے کے بادشاہ ہو، اگر تم ساری دنیا کے بادشاہ ہو جاؤ اور اپنا تاج اتار کر میرے سر پر رکھ دو اور حکومت میں میرے کوئی اور شریک بھی نہ ہو، پھر بھی میں عیسائیت قبول کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا، بڑے پختہ لوگ تھے، پھر ابن کثیر رحمہ اللہ واقعہ نقل کرتے ہیں کہ لوہے کے

بڑے بڑے کڑاہ جن میں گڑ بنایا جاتا ہے، ان میں تیل ڈالا ہوا تھا، ایک ایک قیدی کو جلتے تیل میں ڈالتے تھے، پکوڑے کی طرح تلا جاتا تھا، مگر ایمان سے کوئی نہ پھرا، اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے امتحان سے بچائے، ہمارا ایمان بہت کمزور ہے، اسی وجہ سے ہم ایسی آزمائشوں میں نہیں آئے، پہلے زمانے میں ایسے لوگ بھی گزرے ہیں کہ جن کو ناف تک زمین میں گاڑ کر سر پر آری رکھ کر مطالبہ ہوتا تھا کہ ایمان چھوڑ دو، ورنہ ہم تمہیں آری سے چیر کر دو ٹکڑے کر دیں گے، وہ دو ٹکڑے ہو جاتے تھے، مگر ایمان نہیں چھوڑتے تھے اور ایسے لوگ بھی گزرے ہیں کہ لوہے کی کنگھیوں سے ان کے جسم سے چمڑے اور گوشت ادھیڑ دیئے جاتے تھے، صرف ہڈیاں رہ جاتی تھیں، مگر ایمان نہیں چھوڑتے تھے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اے وہ لوگو! جو ایمان لائے اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ اور ان کی جو تم میں سے حکم والے ہیں، لیکن فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ پس اگر جھگڑا کرو تم کسی چیز میں کہ تم کچھ کہتے ہو اور حاکم کچھ کہتا ہے فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ پس لوٹاؤ تم اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف، کیونکہ مسلمانوں کی آخری عدالت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ہیں اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ اگر ہو تم ایمان رکھتے اللہ تعالیٰ پر وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ اور آخرت کے دن پر، اگر بادشاہ اور رعایا میں کوئی جھگڑا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرو، وہ جو فیصلہ فرمائیں اس کو قبول کرو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں ہے، فرمایا ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا یہی چیز بہتر ہے اور اچھی ہے انجام کے اعتبار سے کہ تم نے آخری عدالت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلیم کیا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح مسلمان بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ؕ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ﴿۶۰﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ﴿۶۱﴾ فَكَيْفَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ ۖ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا وَّتَوْفِيْقًا ﴿۶۲﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۗ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيْغًا ﴿۶۳﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۶۴﴾

لفظی ترجمہ:

اَلَمْ تَرَ کیانہیں دیکھا اِلَى الَّذِيْنَ ان لوگوں کی طرف يَزْعُمُوْنَ جو خیال کرتے ہیں اَنَّهُمْ کہ بے شک وہ اٰمَنُوْا ایمان لائے بِمَآ اس چیز پر اُنْزِلَ جو نازل کی گئی اِلَيْكَ تیری طرف وَمَآ اور اس چیز پر اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ جو نازل کی گئی آپ سے پہلے يُرِيْدُوْنَ ارادہ کرتے ہیں اَنْ اس کا يَّتَحَاكَمُوْٓا کہ اپنا فیصلہ لے جائیں اِلَى الطَّاغُوْتِ سرکش کی طرف وَقَدْ اور تحقیق اُمِرُوْٓا ان کو حکم دیا گیا ہے اَنْ اس کا يَّكْفُرُوْا بِهٖ انکار کریں اس طاغوت کا وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اور چاہتا ہے شیطان اَنْ يُّضِلَّهُمْ یہ کہ ان کو گمراہ کرے ضَلٰلًا بَعِيْدًا گمراہی دور کی وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اور جب ان کو کہا گیا تَعَالَوْا آ ؤ اِلٰى مَآ اس چیز کی طرف اَنْزَلَ اللّٰهُ جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے وَاِلَى الرَّسُوْلِ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ تو دیکھا آپ نے منافقوں کو يَصُدُّوْنَ عَنْكَ اعراض کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صُدُوْدًا اعراض کرنا فَكَيْفَ پس کیسا ہوا اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ جب پہنچی ان کو مصیبت بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اس سبب سے جو بھیجا آگے ان کے ہاتھوں نے (اپنے ہاتھوں کے کرتوتوں کے بدلے) ثُمَّ جَآءُوْكَ پھر گئے وہ تیرے پاس يَحْلِفُوْنَ قسمیں کھاتے ہیں بِاللّٰهِ اللہ کی اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا وَّتَوْفِيْقًا نہیں ارادہ کیا تھا، ہم نے مگر اصلاح کرنے کا اور دونوں کے درمیان موافقت پیدا کرنے کا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ یہ وہی لوگ ہیں يَعْلَمُ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ جانتا ہے مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ جو ان کے دلوں میں ہے

فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ پس آپ ان سے اعراض کریں وَعِظْهُمْ اور ان کو نصیحت کر وَقُلْ لَّهُمْ اور کہہ ان کو فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ان کے نفسوں کے بارے میں قَوْلًاۢ بَلِيْغًا ایسی بات جو ان کے دلوں کی تہہ تک پہنچے وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول اِلَّا لِيُطَاعَ مگر اس لئے کہ اس کی اطاعت کی جائے بِاِذْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے حکم سے وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ اور اگر بے شک وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا اپنی جانوں پر جَآءُوْكَ آتے تمہارے پاس فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ پس معافی مانگے اللہ تعالیٰ سے وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے لئے معافی مانگیں لَوَجَدُوا اللّٰهَ البتہ پائے وہ اللہ تعالیٰ کو تَوَّابًا رَّحِيْمًا توبہ قبول کرنے والا مہربان۔

ان آیات میں ایک واقعہ کا بیان ہے، واقعہ سے قبل مدینہ طیبہ میں آبادی کی صورت حال سمجھ لیں، مدینہ طیبہ میں پانچ بڑے خاندان تھے، تین یہود کے اور دو مشرکوں کے، یہود کے تین خاندان یہ تھے: بنونضیر، بنوقریظہ اور بنوقینقاع اور دو خاندان مشرکوں کے تھے: اوس اور خزرج۔ یہودی تعلیم یافتہ لوگ تھے، مدینہ طیبہ میں ان کے اسکول، کالج اور یونیورسٹیاں تھیں، تجارت اور سیاست پر بھی ان کا قبضہ تھا اور ان کے بڑے بڑے مضبوط قلعے تھے، مدینہ طیبہ کی منڈی پر پچانوے فیصد یہود کا قبضہ تھا، ان کے مقابلے میں اوس اور خزرج کی بھی خاصی تعداد تھی، مگر یہ آپس میں ایک دوسرے کے مخالف تھے اور تھے بھی ان پڑھ، ان پر یہود کا یہاں تک اثر تھا کہ اوس اور خزرج کے کسی محلہ میں اگر کوئی بڑا یہودی ہوتا تھا تو یہ لوگ اس کی اجازت کے بغیر اپنی لڑکی لڑکے کا نکاح نہیں کر سکتے تھے، پہلے اس سے پوچھتے تھے کہ ہم اپنے لڑکے لڑکی کی فلاں جگہ نسبت کرنا چاہتے ہیں، کیا آپ کی طرف سے اجازت ہے؟ مطلب یہ ہے کہ اوس اور خزرج خانگی معاملات میں بھی خود مختار نہیں تھے، اس حد تک یہود کا ان پر اثر تھا، یہودی اگر کوئی فاصلے سے بھی گزرتا ہوتا تو یہ ضرور اُسے سلام کرتے تھے۔

مدینہ طیبہ میں یہودیوں کی بھی زمینیں تھیں اور اوس اور خزرج کی بھی زمینیں تھیں جو ان کے پاس جدی پشتی چلی آ رہی تھیں، واقعہ اس طرح پیش آیا کہ بشر نامی ایک منافق تھا، اس کا ایک یہودی کے ساتھ زمین کے سلسلہ میں جھگڑا ہوا، یہودی کا دعویٰ یہ تھا کہ یہ زمین میری ہے اور اس منافق کا دعویٰ یہ تھا کہ یہ

زمین میری ہے، اس زمانے میں آج کی طرح رجسٹریاں تھیں، نہ انتقال ہوتے تھے، جس کا جس زمین پر قبضہ ہوتا تھا، اس کی سمجھی جاتی تھی، آج بھی کئی دیہاتوں میں لوگوں کے پاس مکان ہیں، مگر ان کے پاس کوئی رجسٹری نہیں ہے، فقط قبضہ ہے اور وہ جدی پشتی اس مکان میں رہتے ہیں، وہ اس کی ملکیت تصور ہوتا ہے، اسی طرح ان کی بھی زمینیں اور مکانات تھے، جس کا قبضہ ہوتا تھا، وہی مالک سمجھا جاتا تھا، جس قطعۂ زمین پر جھگڑا ہوا حقیقت میں وہ یہودی کی تھی، منافق کی نہیں تھی، جب ان کے درمیان جھگڑا ہوا تو آس پاس کے لوگوں نے صلح کرانے کی کوشش کی، مگر صلح نہ ہوسکی، یہودی بڑا سمجھ دار تھا، کہنے لگا اگرچہ میں یہودی ہوں، مگر میں تمہارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے کے لئے تیار ہوں، تم بھی چلو، وہ جو فیصلہ کریں گے میں ماننے کے لئے تیار ہوں، کیونکہ یہودی یہ سمجھتا تھا کہ زمین تو حقیقتاً میری ہے، منافق سینہ زوری کر رہا ہے، منافق نے کہا تو نے تو ہمارے نبی کا کلمہ ہی نہیں پڑھا، لہٰذا وہاں جانے کا کیا فائدہ؟ ہم تمہارے مولوی اور پیر کعب بن اشرف کے پاس چلتے ہیں۔

کعب بن اشرف مدینہ طیبہ میں مذہبی اور سیاسی اعتبار سے یہودیوں کا بڑا آدمی تھا، یہودی نے کہا: دیکھو، یہ کوئی مذہبی مسئلہ تو ہے نہیں کہ تو نے یہ مسئلہ اٹھا دیا ہے، یہ تیرا میرا زمین کے متعلق جھگڑا ہے، ہم کسی بھی شخص کے پاس لے جاسکتے ہیں اور مجھے تمہارے پیغمبر پر اعتماد ہے، وہ جو فیصلہ فرمائیں گے، ہم قبول کرلیں گے، لیکن منافق انکار کرتا رہا اور اس بارے میں خاصہ تکرار ہوا، بالآخر برادری کے لوگوں نے اور کچھ محلہ داروں نے مداخلت کی اور منافق اس بات پر آمادہ ہوگیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائیں، چنانچہ بشیر نامی منافق اور اس کی برادری کے لوگ اور کچھ محلے دار اور وہ یہودی اور اس کے ساتھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت میں پہنچے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عموماً فیصلے مسجد نبوی میں کرتے تھے، کوئی ایک خاص جگہ فیصلوں کے لئے متعین نہ تھی، مثلاً: جس طرح آج کل دفاتر ہیں، اس طرح کوئی الگ دفتر نہیں تھا، اگر کوئی شخص گھر آجاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہیں بیٹھے بیٹھے فیصلہ فرمادیتے یا کسی اور مناسب جگہ تشریف فرما ہوئے، وہیں فیصلہ فرمادیتے، مگر عموماً فیصلے مسجد نبوی میں ہوتے تھے، سادہ زمانہ تھا، تکلفات نہیں تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں لوگ کثیر تعداد میں ہوتے تھے، اپنے بھی ہوتے

تھے اور غیر بھی آ کر مسئلے اور فیصلے سنتے تھے، یہ لوگ آئے اور کہا کہ ہمارا ایک جھگڑا ہے، اس کے فیصلے کے لئے ہم آپ کے پاس آئے ہیں، آپ جو فیصلہ فرمائیں گے ہمیں منظور ہوگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس منافق سے دریافت فرمایا کہ واقعی تمہارا آپس میں جھگڑا ہے، اس نے کہا کہ ہاں واقعی جھگڑا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جو فیصلہ کردوں گا مانو گے؟ کہنے لگے: ہاں! ہم مانیں گے۔ جب دونوں فریقوں نے رضامندی کا اظہار کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کے بیانات سنے اور ان سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ زمین کا مالک یہودی ہے اور حقیقتاً مالک تھا بھی وہی۔ بیانات سننے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے دونوں کے بیان سن لئے ہیں اور اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ یہ زمین یہودی کی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی کے حق میں فیصلہ کردیا اور منافق کو فرمایا کہ تو قبضہ اس کو دے دے، غیر کی ملک پر قبضہ بری بات ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے ایک بالشت زمین بھی کسی کی ہتھیالی تو قیامت والے دن سات زمین اس کی گردن پر رکھی جائیں گی۔

اسی طرح حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر کسی نے چوری کی تو جو مال چوری کیا ہے قیامت والے دن وہ مال اس کی گردن پر ہوگا اور وہ میدان محشر میں اٹھائے پھرے گا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ یہ حدیث سنائی، ایک مسخرہ سا آدمی کہنے لگا کہ حضرت! ایک آدمی نے دوسرے آدمی کے اونٹ چرائے ہیں (فرض کرو پانچ دس یا بیس) چنانچہ آج بھی لوگ ٹرکوں کے ٹرک بھر کے لے جاتے ہیں تو حضرت! اگر کسی نے پانچ دس اونٹ چرائے ہیں تو ان کو اس چھوٹے سے کندھے پر کس طرح اٹھائے گا؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بھتیجے! جب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں بیان کروں تو ان کا مذاق نہ اڑایا کر، پھر فرمایا: کیا تو نے یہ حدیث سنی ہے یا نہیں کہ بعض مجرم ایسے بھی ہوں گے بلکہ ان کو اتنا چوڑا کردیا جائے گا کہ تیز رفتار گھوڑا ایک کندھے سے دوسرے کندھے تک تین دن میں نہ پہنچ سکے گا، پھر یہ بھی سنا ہے کہ بعض مجرموں کو اتنا چوڑا کردیا جائے گا کہ ان کے بیٹھنے کی جگہ احد پہاڑ کے برابر ہوگی، یعنی جتنی جگہ پر احد پہاڑ ہے اتنی جگہ ان کے بیٹھنے کے لئے ہوگی، پھر فرمایا: اب بتا کہ اونٹ اٹھالے گا

یا نہیں؟ اتنی گردن پر تو ہزاروں اونٹ آ جائیں گے۔ یاد رکھنا ہر چیز آدمی عقل سے نہیں سمجھ سکتا۔ کیا یہ بات عقل میں آتی ہے کہ پل صراط أَحَدُّ مِنَ السَّيْفِ وَأَدَقُّ مِنَ الشَّعْرِ مسلم شریف کی روایت ہے کہ پل صراط تلوار سے زیادہ تیز ہوگی اور بال سے زیادہ باریک ہوگی۔

اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نیچے دوزخ کی آگ ہوگی، بھائی! عقل کو کہاں تک دوڑاؤ گے؟ اور وہ پل صراط مومنوں کے لئے اس طرح ہوگی جس طرح چوڑی سڑک بنی ہوئی ہو، کوئی تو بجلی کی طرح تیزی سے گزر جائے گا اور کوئی گھوڑے کی طرح تیزی سے جائے گا، کوئی اونٹ کی رفتار سے تیزی سے گزر جائے گا، جتنی جتنی کسی کے عمل میں قوت ہوگی، اس کے مطابق وہاں سے گزرے گا۔

اسی طرح یہ بات بھی عقل کہاں تک تسلیم کرتی ہے کہ دوزخ کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر (۶۹) گنا تیز ہوگی اور اس میں سانپ اور بچھو بھی ہوں گے اور زقوم کا درخت بھی اور درخت بھی ہوں گے اور جلیں گے نہیں، ساری باتیں عقل پر نہیں پرکھی جا سکتیں، یہی وجہ ہے کہ جو لوگ صرف عقل پر انحصار کرتے ہیں، وہ معجزات اور کرامات کے منکر ہیں اور مسلمان کا کام یہ ہے کہ جو چیز قرآن وحدیث سے ثابت ہو، آنکھیں بند کر کے مان لے، وہاں عقل کا کوئی کام نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کے نبیوں کے ہاتھ پر معجزات ظاہر ہوئے ہیں اور ولیوں کے ہاتھ پر کرامات، لیکن معجزہ اور کرامت اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے، اس میں نبی ولی کا کوئی ذاتی دخل نہیں ہوتا، تو بات ہو رہی تھی کہ چوری کا مال آدمی میدانِ محشر میں کندھے پر اٹھائے پھرے گا۔

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی نے اراکی مسواک بھی کسی سے ہتھیالی تو وہ جہنم میں جائے گا، جس طرح یہاں کیکر کا درخت ہے، اسی طرح کا ایک درخت اراک ہوتا ہے، جس کی لوگ مسواک بناتے ہیں، اس کی طرف اشارہ فرمایا اور یہ مسئلہ بھی یاد رکھنا کہ سڑکوں اور نہروں کے کنارے پر جو درخت ہوتے ہیں، یہ سرکاری ملکیت ہیں، مجاز افسر کی اجازت کے بغیر ان درختوں سے مسواکیں کاٹنا جائز نہیں ہے۔ یہ مسواکیں بیچنے والے ان درختوں سے مسواکیں کاٹ کے لاتے ہیں اور روزوں میں آپ

لوگ بھی کرتے ہیں، یہ جائز نہیں ہیں۔

اسی طرح کسی شخص کی ذاتی زمین میں درخت ہوں تو مالک کی اجازت کے بغیر اس سے مسواک کاٹنا جائز نہیں ہے، غیر کی ملک سے مسواک لینا بھی بڑا سخت گناہ ہے، یہ مسئلہ اچھی طرح ذہن میں بٹھائیں کہ غیر کی ملک میں تصرف ناجائز ہے۔

بات یہاں سے چلی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی کے حق میں فیصلہ دے دیا کہ یہ زمین تیری ہے اور منافق کو فرمایا کہ تو قبضہ دے دے۔

منافق کی کم بختی تھی کہ اس نے سوچا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ کا مصداق ہیں کہ وہ کافروں کے حق میں سخت ہیں، یہ یہودی اور میں کلمہ پڑھنے والا ہوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جاتے ہیں، ان کے سامنے مقدمہ پیش کرتے ہیں، یہودی بڑا سمجھدار تھا، وہ سمجھتا تھا کہ بڑی عدالت سے جب فیصلہ ہو جائے تو ماتحت عدالت کیا کرے گی؟ کہنے لگا: ٹھیک ہے، چلتے ہیں، چنانچہ یہ دونوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے کہ ہم ایک جھگڑے کا فیصلہ کرانے کے لئے آپ کے پاس آئے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگرچہ مجھے فیصلے کرنے کی اجازت ہے اور کتابوں میں تصریح ہے کہ حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت معاذ، حضرت ابودرداء، حضرت ابی بن کعب، حضرت عبداللہ بن مسعود اور ان کے علاوہ اور بھی کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین تھے، ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اجازت تھی کہ اگر تمہارے پاس کوئی مقدمہ آئے تو تم فیصلہ کر سکتے ہو، کیونکہ تمام مقدمات میرے پاس آئیں گے تو اس میں کافی وقت لگتا ہے اور اتنا وقت نہیں ہوتا، کیونکہ اور بھی بہت سارے کام ہوتے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگرچہ مجھے فیصلہ کرنے کی اجازت ہے، مگر یہ دو قومی بات ہے، ایک طرف یہودی ہے اور ایک طرف کلمہ پڑھنے والا ہے، ہوسکتا ہے کہ میں فیصلہ کروں اور یہودی بگڑ جائے اور فتنہ فساد برپا ہو اور فتنہ خواہ کیسا ہی ہو، شریعت نے اس کی سخت تردید کی ہے اور لوگ نہیں سمجھتے خواہ مرد ہوں یا عورتیں، معمولی سی بات ہوتی ہے، وہ آگے کر دیتے ہیں اور فتنہ برپا ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ایسی باتوں سے پرہیز کرنا چاہئے جن سے فتنہ کھڑا ہو۔

حدیث پاک میں آتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اَلْفِتْنَةُ نَائِمَةٌ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ أَيْقَظَهَا'' فتنہ سویا ہوا ہے جو اس کو جگائے گا اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے تو فتنہ کھڑا کرنا بڑا جرم ہے، قرآن پاک میں آتا ہے ''وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ'' اور فتنہ قتل سے بھی سخت ہے، لہٰذا مردوں، عورتوں، چھوٹوں، بڑوں کو چاہئے کہ کوئی فتنے کی بات نہ کریں، کیونکہ قرآن اور حدیث کی رو سے یہ سنگین جرم ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ مقدمہ مجھ سے بالا ہے، اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاؤ، یہودی نے کہا کہ وہاں سے ہم ہو کر آئے ہیں اور آپ کے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے میرے حق میں فیصلہ دیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منافق سے پوچھا کہ وہاں گئے تھے؟ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مقدمہ پیش کیا ہے؟ منافق نے کہا کہ جی ہاں! وہاں گئے تھے اور مقدمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منافق سے فرمایا کہ اب تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے بعد فیصلہ چاہتا ہے؟ کہنے لگا: ہاں! فرمایا: بیٹھ جا، وہ بیٹھ گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر تشریف لے گئے اور تلواروں میں سے جو سب سے تیز تلوار تھی، لائے اور منافق کا سر اتار دیا اور فرمایا کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے پر راضی نہیں ہوتا اس کا فیصلہ پھر عمر رضی اللہ عنہ کی تلوار ہی کرے گی۔
تفسیر مدارک اور خازن وغیرہ میں ہے کہ اس دن سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا لقب فاروق پڑ گیا کہ انہوں نے اپنے عمل سے حق اور باطل کے درمیان فرق کر دیا، جب منافق بشیر کا سر اتر گیا تو دوسرے منافق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے: حضرت! ان کے پاس جانے کا یہ مطلب تو نہیں تھا کہ ہم آپ کے فیصلے پر راضی نہیں تھے، حضرت! ہم آپ کے فیصلے کو رد کرنے کے لئے تو عمر رضی اللہ عنہ کے پاس نہیں گئے، وہاں جانے کا مقصد تو یہ تھا کہ کوئی صلح اور اتفاق کی صورت پیدا ہو جائے گی، عمر رضی اللہ عنہ نے زیادتی کی ہے، اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اس حقیقت کو بیان فرمایا ہے۔

ارشاد ربانی ہے اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ کیا نہیں دیکھا آپ نے ان لوگوں کی طرف يَزْعُمُوْنَ جو خیال کرتے ہیں اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا کہ بے شک وہ ایمان لائے ہیں بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ اس چیز پر جو نازل کی گئی

ہے تیری طرف قرآن اور حدیث وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ اور اس چیز پر جو نازل کی گئی ہے تیرے سے پہلے توراۃ، انجیل، زبور وغیرہ کہ ہم تمام کتابوں کو مانتے ہیں یُرِیْدُوْنَ ارادہ کرتے ہیں اَنْ یَّتَحَاكَمُوْٓا اس بات کا کہ اپنا فیصلہ لے جائیں اِلَى الطَّاغُوْتِ سرکش کی طرف یعنی کعب ابن اشرف یہودی کی طرف وَقَدْ اُمِرُوْٓا اور بتحقیق ان کو حکم دیا گیا ہے اَنْ یَّكْفُرُوْا بِهٖ اس کا کہ وہ طاغوت کا انکار کریں، سرکشوں اور نافرمانوں کا انکار کریں وَیُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اور چاہتا ہے شیطان اَنْ یُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا یہ کہ ان کو گمراہ کرے گمراہی دور کی وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ اور جب ان کو کہا گیا تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ آؤ اس چیز کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے وَاِلَى الرَّسُوْلِ اور آؤ رسول کی طرف رَاَیْتَ الْمُنٰفِقِیْنَ تو دیکھا آپ نے منافقوں کو یَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا اعراض کرتے ہیں آپ سے اعراض کرنا، یہ پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آنے کے لئے تیار ہی نہیں تھے۔

فَكَیْفَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ پس کیا ہوا جب پہنچی ان کو مصیبت کہ بشیر کا سر قلم ہو گیا بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ اس سبب سے جو آگے بھیجا ان کے ہاتھوں نے، یہ ان کے ہاتھوں کے اپنے کرتوت تھے جس کی سزا پائی ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے بعد کسی کا فیصلہ نہیں ہو سکتا، عدالتِ عظمیٰ کے بعد انہوں نے ماتحت عدالت کی طرف رجوع کیا ثُمَّ جَآءُوْكَ پھر آئے وہ تیرے پاس یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ قسمیں اٹھاتے ہیں اللہ تعالیٰ کی اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا وَّتَوْفِیْقًا نہیں ارادہ کیا تھا ہم نے مگر دونوں کے درمیان اصلاح کرنے کا اور موافقت پیدا کرنے کا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کو رد کرنا مقصود نہیں تھا۔ مطلب یہ تھا کہ دونوں آپس میں اتفاق اور صلح کرلیں۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ یہ وہی لوگ ہیں یَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں جو ان کے دلوں میں ہے فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ پس آپ ان سے اعراض کریں وَعِظْهُمْ اور ان کو نصیحت کریں وَقُلْ لَّهُمْ فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ اور کہہ ان کو ان کے نفسوں کے بارے میں قَوْلًۢا بَلِیْغًا ایسی بات جو ان کے دلوں کی تہہ تک پہنچے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام ہے ان کو سمجھانا اخلاص کے ساتھ، ان کو سمجھا دے۔

آگے رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول اِلَّا لِیُطَاعَ

بِاِذْنِ اللّٰہِ مگر اس لئے کہ اس کی اطاعت کی جائے اللہ تعالیٰ کے حکم سے، پیغمبر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مُطاع ہوتا ہے، ساری مخلوق اس کے مطیع ہوتی ہے، اس کی اطاعت کی جاتی ہے، اگر ماتحت عدالت کی بات مانی جاتی تو اس کا مطلب یہ ہوتا کہ ماتحت عدالت کا حکم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نافذ ہوتا، یہ بات تو اصول کے خلاف تھی وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ اور اگر بے شک وہ لوگ جب انہوں نے ظلم کیا جانوں پر جَآءُوْكَ آتے تمہارے پاس فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ پس وہ معافی مانگتے اللہ تعالیٰ سے اس طرح کہ اپنا نفاق چھوڑ کر صحیح معنی میں ایمان لاتے اور کہتے کہ حضرت! ہم نے منافقت ترک کر دی ہے اور دھڑا ختم کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے ہیں، آپ بھی ہمارے لئے رب تعالیٰ سے معافی مانگیں وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے لَوَجَدُوا اللّٰهَ البتہ پاتے وہ اللہ تعالیٰ کو تَوَّابًا رَّحِيْمًا توبہ قبول کرنے والا مہربان، ان کو تو اس طرح کرنا چاہئے تھا، الٹا معاملے کو بدل کر آئے ہیں اور بہانے بناتے ہیں، لہٰذا وہ منافق ہی رہے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۶۵﴾ وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ﴿۶۶﴾ وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۶۷﴾ وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۶۸﴾ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿۶۹﴾ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ﴿۷۰﴾

لفظی ترجمہ:

فَلَا وَرَبِّكَ پس قسم ہے تیرے رب کی لَا يُؤْمِنُوْنَ یہ لوگ مومن نہیں ہوسکتے حَتّٰى یہاں تک کہ يُحَكِّمُوْكَ آپ کو منصف نہ بنائیں فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ اپنے تنازعات میں ثُمَّ لَا يَجِدُوْا پھر نہ پائیں فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ اپنے دلوں میں حَرَجًا کسی قسم کی تنگی مِّمَّا اس چیز کے متعلق قَضَيْتَ جس کا آپ نے فیصلہ کیا وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا اور تسلیم کریں کھلے دل سے وَلَوْ اَنَّا اور اگر بے شک ہم كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ لکھ دیتے ان پر اَنِ اقْتُلُوْٓا یہ کہ قتل کرو اَنْفُسَكُمْ اپنی جانوں کو اَوِ اخْرُجُوْا یا نکل جاؤ مِنْ دِيَارِكُمْ اپنے گھروں سے مَّا فَعَلُوْهُ تو یہ لوگ نہ کرتے اس کارروائی کو اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ مگر بہت تھوڑے ان میں سے وَلَوْ اَنَّهُمْ اور اگر بے شک وہ فَعَلُوْا کریں مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ اس چیز کو جس کی ان کو نصیحت کی جارہی ہے لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ البتہ ان کے حق میں بہت بہتر ہوگا وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا اور ہوگا زیادہ ثابت قدم رکھنے میں وَّاِذًا اور اس وقت لَّاٰتَيْنٰهُمْ البتہ ہم ان کو دیں گے مِّنْ لَّدُنَّآ اپنی طرف سے اَجْرًا عَظِيْمًا اجر بہت بڑا وَّلَهَدَيْنٰهُمْ اور البتہ ہم ان کو ہدایت دیں گے صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا صراط مستقیم کی وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ اور جو شخص اطاعت کرے گا اللہ تعالیٰ کی وَالرَّسُوْلَ اور رسول کی فَاُولٰٓئِكَ پس وہ لوگ مَعَ الَّذِيْنَ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا مِّنَ النَّبِيّٖنَ اللہ تعالیٰ کے نبی وَالصِّدِّيْقِيْنَ اور صدیق وَالشُّهَدَآءِ اور شہید ہونے والے وَالصّٰلِحِيْنَ اور نیک وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا اور اچھا ہے ان لوگوں کی رفاقت حاصل کرنا ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل ہے وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا اور کافی

ہے اللہ تعالیٰ جاننے والا۔

تشریح:

اس سے پہلی آیات میں بشیر نامی منافق اور یہودی کے درمیان زمین کے متعلق جھگڑے کا ذکر ہوا تھا کہ منافق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے پر راضی نہیں ہوا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا سر قلم کر دیا تھا، اس پر منافقوں نے احتجاج کیا کہ ہم مومن ہیں اور عمر رضی اللہ عنہ نے مومن کو قتل کر دیا ہے، حالانکہ وہ ایمان سے محروم تھے، اگلی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کا معیار بیان فرمایا ہے، یعنی یہ آیت کریمہ ایمان کا مدار ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَا وَرَبِّكَ پس قسم ہے تیرے رب کی، عربی زبان کا قاعدہ ہے کہ لفظ قسم ہو یا حرفِ قسم ہو اور اس سے پہلے حرفِ لا آ جائے تو وہ زائد ہوتا ہے، یعنی اس کا معنی نہیں ہوتا، جیسے سورۃ البلد میں آتا ہے لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ تو یہ لَآ زائدہ ہے، اس کا معنی نہیں ہوگا، معنی کریں گے: میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی اور یہاں بھی لَآ کا معنی نہیں ہوگا اور معنی کریں گے: پس قسم ہے تیرے رب کی، یعنی اللہ تعالیٰ اپنی ذات کی قسم اٹھاتے ہیں، کس بات پر؟ اس بات پر لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو منصف نہ بنائیں اور ظاہر بات ہے کہ جب رب تعالیٰ یہ فرما رہے ہیں تو اس سے زیادہ جاننے والا کون ہو سکتا ہے؟ اپنی ذات کی قسم اٹھا کر فرماتے ہیں کہ یہ مومن نہیں بن سکتے، جب تک اے نبی کریم! آپ کو اپنا منصف اور حکم نہ تسلیم کریں۔

عربی زبان میں ایک ہوتا ہے حاکم اور ایک ہوتا ہے حَکَم، ان دونوں میں فرق ہے، حاکم اسے کہتے ہیں کہ جس کی بات ماننے پر آدمی مجبور ہوتا ہے، چاہے دل تسلیم کرے یا نہ کرے، جس طرح عدالتوں میں جج فیصلے کرتے ہیں، وہ ماننے پڑتے ہیں، چاہے آدمی دل سے راضی ہو یا نہ ہو، حَکَم اسے کہتے ہیں جس کی بات پر آدمی دل سے راضی ہو تو فرمایا فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ پس تیرے رب کی قسم ہے یعنی مجھے اپنی ذات کی قسم ہے کہ یہ مومن نہیں ہو سکتے، جب تک تجھے اپنا حکم نہ تسلیم کریں یعنی جب تک تیری بات کو دل سے نہ تسلیم کریں کسی چیز کے بارے میں فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ہر اس چیز میں جو ان کے درمیان جھگڑا ہو،

اختلاف پیدا ہو، برابر ہے کہ وہ اختلاف عقیدہ کا ہو یا عمل کا ہو، عبادت میں ہو یا معاملات میں ہو، نکاح طلاق کا ہو، زمین کا ہو یا مکان کا ہو، کوئی بھی مسئلہ ہو، دینی ہو یا دنیاوی ہو، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: مجھے اپنی ذات کی قسم ہے، یہ مومن نہیں ہو سکتے، جب تک تجھے اپنا حکم تسلیم نہ کریں ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا پھر نہ پائیں اپنے دلوں میں کسی قسم کی تنگی مِّمَّا قَضَیْتَ اس چیز کے متعلق جس کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا ہے وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا اور تسلیم کریں کھلے دل سے، اب ہمیں ٹھنڈے دل سے اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر سوچنا چاہئے اور اپنے گھروں میں جا کر غور و فکر کرنا چاہئے کہ قرآن پاک کی اس آیت کریمہ میں جو کچھ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے، کیا ہم اس کا بے قیل وقال تسلیم کرتے ہیں کہ واقعی ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فیصلے پر عمل کرتے ہیں، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا ہے یا کہا ہے ہم اس پر راضی ہیں، چاہے ہمارا نفس چاہے یا نہ چاہے، اگر واقعی ہم نے اپنا ظاہر، شکل وصورت، وضع قطع اور لباس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے پر قربان کیا ہے تو پھر ہم مومن ہیں اور اگر ایسا نہیں ہے تو بے شک ایمان کا دعویٰ کرتے پھریں، مومن نہیں ہیں، یہ آیت کریمہ معیار ہے، اپنے گھروں میں جا کر اچھی طرح ظاہر و باطن کو، قول و فعل کو اور معاملات کو اس پر پرکھو کہ واقعۃً یہ چیزیں ہم میں پائی جاتی ہیں یا نہیں۔

بخاری شریف میں روایت ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ'' تم میں سے کوئی آدمی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کے والدین اور اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں، یعنی اس کی محبت ماں باپ سے، اولاد سے، تمام انسانوں سے میرے ساتھ زیادہ ہو، محبت شرعی یہ ہے کہ ایک طرف ماں باپ کچھ کرتے یا کہتے ہیں یا اولاد کچھ کرتی یا کہتی ہے یا حاکم وقت ہے، وہ کچھ کرتا یا کہتا ہے یا کل کائنات ایک طرف ہے، وہ کچھ کرتے یا کہتے ہیں اور دوسری طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول و فعل ہے، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کو تمام کائنات پر مقدم رکھتا ہے تو مومن ہے اور اگر ماں باپ کے مقابلے میں، اولاد کے مقابلے میں، حاکم کے مقابلے میں کوئی چھوٹا ہو یا بڑا، اس کے مقابلے میں اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کو تسلیم نہیں کرتا، وہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق مومن نہیں ہے۔

ایک موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت! آپ مجھے اپنی جان کے علاوہ باقی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی جان کو کیوں مستثنیٰ کیا ہے؟ مکمل ایمان تو حاصل نہ ہوا، کہنے لگے: حضرت! اب میں آپ کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز سمجھتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: إذاً اب بات بن گئی تو مومن کے لئے ضروری ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل کو تمام کائنات سے مقدم رکھے۔

اسی طرح بخاری شریف میں حدیث ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لَا یُؤْمِنُ أَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِأَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ'' تم میں سے کوئی آدمی مومن نہیں ہوسکتا جب تک اپنے بھائی کے لئے وہ شئے نہ پسند کرے جو اپنی ذات کے لئے پسند کرتا ہے، دیکھو بھائی! اپنے لئے کھوٹی اور ادنیٰ چیز کون پسند کرتا ہے؟ اپنے لئے جھوٹ اور فریب کو کون پسند کرتا ہے؟ غیب کو کون پسند کرتا ہے؟ اسی طرح اپنے لئے داؤ اور دھوکے کو کون پسند کرتا ہے کہ اس سے کوئی داؤ کھیلے یا دھوکہ دے، اگر مومن ہے تو یہ چیزیں دوسرے مسلمان بھائی کے لئے بھی پسند نہ کرے، ایمان کا دعویٰ کرنا بڑا آسان ہے، مگر اس پر پورا اترنا بڑا مشکل ہے اور یہاں سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ منکر حدیث کافر ہے، مومن نہیں ہے، کیونکہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کا ایمان میں دخل نہ ہوتا تو رب تعالیٰ اس طرح نہ فرماتے فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ پس تیرے رب کی قسم ہے کہ مومن نہیں ہوسکتے، جب تک اپنے ہر قسم کے تنازعات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم اور فیصل تسلیم نہ کریں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نہ مانیں، تو معلوم ہوا کہ جو لوگ حدیث کا انکار کرتے ہیں وہ پکے کافر ہیں، بے شک وہ ایمان کا دعویٰ کرتے پھریں، کیونکہ حدیث بھی دین کا حصہ ہے۔

نوجوانو! یاد رکھنا، منکرین حدیث تمہیں دھوکہ دیں گے اور کہیں گے: حدیثیں ظنی ہیں، یعنی یقینی چیز کو ماننا چاہئے اور قرآن پاک یقینی ہے، بے شک یہ بات ٹھیک ہے کہ قرآن پاک یقینی ہے، لیکن تمام احادیث کو ظنی کہنا بھی بالکل غلط بات ہے، کیونکہ احادیث متواتر بھی ہیں، لفظ کے اعتبار سے متواتر ہیں اور

معنی کے اعتبار سے بھی متواتر ہیں، عمل کے لحاظ سے بھی متواتر ہیں، طبقے کے لحاظ سے بھی متواتر ہیں اور متواتر حدیث کا انکار اسی طرح کفر ہے جس طرح قرآن پاک کا انکار کفر ہے اور اکثر و بیشتر وہ احادیث جن کا اعمال کے ساتھ تعلق ہے وہ متواتر ہیں، ہاں! اگر حدیث خبر واحد ہے تو وہ ظنی ہے، اس کا انکار کفر نہیں ہوگا، مگر گناہ ہے۔

اور یہ بات بھی اچھی طرح سمجھ لو کہ حدیث پاک کو تسلیم کرنے کے بغیر قرآن شریف بھی سمجھ نہیں آ سکتا، مثلاً: قرآن پاک میں آتا ہے اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ کہ نماز کو قائم کرو، مگر قرآن پاک میں یہ تفصیل نہیں ہے کہ قائم کس طرح کرنا ہے اور تعداد رکعات کی بھی تفصیل نہیں ہے کہ فجر کی کتنی رکعتیں ہیں، ظہر کی کتنی رکعتیں ہیں، عصر کی کتنی ہیں اور مغرب اور عشاء کی کتنی رکعتیں ہیں اور جمعہ کی کتنی رکعتیں ہیں۔

اسی طرح قرآن پاک میں آتا ہے وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ اور دو تم زکوٰۃ، اس چیز کی تفصیل اور وضاحت قرآن پاک میں نہیں ہے کہ سونا کتنا ہو تو زکوٰۃ لازم ہے اور کتنی لازم ہے، اسی طرح رقم کتنی ہو تو زکوٰۃ لازم ہے اور کتنی ہے یا اونٹ، گائے، بھینس کتنی ہوں تو زکوٰۃ لازم ہے اور کتنی لازم ہے، یہ ساری تفصیل احادیث میں ہے، اگر احادیث نہیں مانو گے تو اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ پر کس طرح عمل کرو گے؟ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ پر کس طرح عمل کرو گے؟

یا مثلاً: قرآن پاک میں آتا ہے کہ وَلْیَطَّوَّفُوْا بِالْبَیْتِ الْعَتِیْقِ کہ جو حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے ہیں میرے گھر کا طواف کریں، لیکن یہ تفصیل قرآن پاک میں نہیں ہے کہ طواف کہاں سے شروع کرنا ہے اور کہاں پر ختم کرنا ہے اور کتنے چکروں کا نام طواف ہے۔

اسی طرح قرآن پاک میں سعی بین الصفا والمروہ کا تو ذکر ہے، لیکن اس بات کی تفصیل نہیں ہے کہ سعی کے کتنے چکر ہیں اور کہاں سے شروع ہوگی اور کہاں پر ختم کرنی ہے تو اگر احادیث کا انکار کریں گے تو ان آیات پر کس طرح عمل کریں گے، کر ہی نہیں سکتے، یہ لوگ گمراہی کا راستہ کھولنے کے لئے حدیث کا انکار کرتے ہیں اور بہت سارے بے دین صحافی ان سے بڑی بڑی رقمیں لے کر بڑی تدبیر سے باطل عقیدے پھیلاتے ہیں، کوئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر زبان درازی کرتا ہے اور ان سے اعتماد اٹھانے کی کوشش کرتا

ہے، کوئی محدثین رحمۃ اللہ علیہم پر اعتراض کر کے اعتماد اٹھانے کی کوشش کرتا ہے، کوئی ائمہ مجتہدین اور فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم پر برستا ہے اور ان سے اعتماد اٹھانے کی کوشش کرتا ہے، حاشا وکلا، یہ سارے بڑے لوگ تھے اور ان کی وجہ سے ہمیں دین نصیب ہوا ہے، ان پر اعتماد کئے بغیر دین نہیں بچ سکتا۔

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اور اگر بے شک ہم ان پر لکھ دیتے اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ یہ کہ قتل کروا اپنی جانوں کو رب تعالیٰ کی رضا کے لئے یا ہم یہ حکم لکھ دیتے اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ یا نکل جاؤ اپنے گھروں سے مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ تو یہ لوگ نہ کرتے اس کارروائی کو مگر بہت تھوڑے ان میں سے، دیکھو مثلاً: یہ حکم ہوتا کہ تم اپنے آپ کو قتل کر دیا یہ حکم ہوتا کہ سامان سے بھرا گھر چھوڑ کر چلے جاؤ اور آج کے بعد اس کے ساتھ تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے تو کس نے کرنا تھا، الا ماشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے تمہیں سخت احکام نہیں دیئے، آگے فرمایا: وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ اور اگر بے شک وہ کریں اس جز کو جس کی ان کو نصیحت کی جارہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر قول اور فعل کو تسلیم کرو، اگر یہ ایسا کریں لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ البتہ ان کے حق میں بہت بہتر ہوگا وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا اور زیادہ سخت ہوگا ثابت قدم رکھنے میں۔ اس سے ان کا ایمان محفوظ رہے گا اور یہ ثابت قدم رہیں گے، وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ اور اس وقت البتہ ہم ان کو دیں گے مِّنْ لَّدُنَّآ اپنی طرف سے اَجْرًا عَظِيْمًا اجر بہت بڑا۔ ایک بات اور وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا اور البتہ ہم ان کو ہدایت دیں گے صراط مستقیم کی ایمان اور نیکیوں کی برکت سے۔ اللہ تعالیٰ ثابت قدم رکھتا ہے اور سیدھے راستہ پر چلاتا ہے، انسان ادھر ادھر بھٹکنے سے محفوظ رہتا ہے، مگر شرط یہ کہ جو باتیں اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہیں، ان پر عمل کرے۔

آگے فرمایا وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ اور جو شخص اطاعت کرے گا اللہ تعالیٰ کی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ پس وہ لوگ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے، وہ کون لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے، آگے ان کا ذکر ہے مِّنَ النَّبِيّٖنَ اللہ تعالیٰ کے نبی۔ سب سے بڑا انعام اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں پر ہے کہ ان کو نبوت اور رسالت عطا فرمائی۔ لوگوں کی اصلاح کے لئے ان کو منتخب فرمایا۔ ان کی ساری زندگی اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری میں گزری اور

اللہ تعالیٰ کی جو معرفت ان کو حاصل ہوئی، وہ کسی کو نہیں ہے، اسی لئے ہمارا عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک نیکی اور صرف ایک عبادت ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دو اور ساری امت کی ساری نیکیاں ترازو کے دوسرے پلڑے میں رکھ دو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نیکی وزنی اور بھاری ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نماز ترازو کے ایک پلڑے میں اور ساری امت کی نمازیں دوسرے پلڑے میں رکھ دو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نماز تمام سے بھاری اور وزنی ہے۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک روزہ ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دو اور ساری امت کے سارے روزے دوسرے پلڑے میں رکھ دو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک روزہ تمام امت کے روزوں سے بھاری اور وزنی ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کے عمل میں جو اخلاص اور للّٰہیت ہے، وہ کسی اور کے عمل میں نہیں ہو سکتی، پیغمبر تو خیر بہت بلند ذات ہے۔

بخاری اور مسلم شریف میں روایت ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ امتی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کردے اور میرا کوئی صحابی ایک مد خرچ کردے اور نصف مد کے لفظ بھی آتے ہیں، مد پندرہ چھٹانک کا ہوتا ہے تو نصف مد ساڑھے سات چھٹانک کا ہوا، یعنی تم احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرو اور میرا صحابی ایک مد یا نصف مد جو باجرہ، مکئی یا کوئی جنس خرچ کرے تو تم میرے صحابی رضی اللہ عنہ کی ساڑھے سات چھٹانک کو نہیں پہنچ سکتے، اندازہ کریں کہاں سونا اور کہاں جوار، مکئی اور سونا بھی احد پہاڑ کے برابر جن لوگوں نے حج یا عمرہ کیا ہے، ان کو معلوم ہے کہ احد پہاڑ کتنا بڑا پہاڑ ہے اور جن لوگوں نے حج عمرہ نہیں کیا، ان کو اللہ تعالیٰ اپنے خصوصی فضل وکرم سے حج عمرہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین) اور جا کے دیکھیں کہ احد پہاڑ بہت بڑا ہے، اس سے اندازہ لگاؤ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کتنا بڑا مقام ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سارے کے سارے اور تمام اہل بیت ہمارے ایمان کا مدار ہیں، ہم ان میں تقسیم نہیں کرتے، ہم سب کو مانتے ہیں، زیادتی ان لوگوں کی ہے جو تقسیم کرتے ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ، امام زین

العابدین رضی اللہ عنہم اجمعین وغیرہ سب کو مانتے ہیں اور ان کی قدر کرتے ہیں اور وہ ہمارے بزرگوں کو نہیں مانتے، پھر ضد کس کی ہوئی؟ بھائی! سیدھی سادی بات ہے کہ ایک فریق سب کو مانتا ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کو بھی اور دوسرا فریق حصے کرتا ہے، کسی کو مانتا ہے اور کسی کو نہیں مانتا تو غلط کون ہوا؟ فساد برپا کرنے والا کون ہوا؟ میں آپ حضرات سے پوچھتا ہوں کہ کوئی سنی ایسا ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نہ مانتا ہو، حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو نہ مانتا ہو، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نہ مانتا ہو، یا اہل بیت رضی اللہ عنہم کے کسی فرد کو نہ مانتا ہو، ان کی قدر نہ کرتا ہو، ہم تو ان سب کو اپنی آنکھوں کا تارا سمجھتے ہیں، زیادتی تو ان لوگوں کی ہے کہ اول بھی کافر، دوئم بھی کافر، سوئم بھی کافر، ابوبکر رضی اللہ عنہ، بھی کافر، عمر رضی اللہ عنہ بھی کافر، عثمان رضی اللہ عنہ بھی کافر (معاذ اللہ تعالیٰ) یہ لوگ زیادتی کرتے ہیں اور تفرقہ پھیلاتے ہیں، ہمارے سب بزرگ ہیں، ہم سب کی قدر کرتے ہیں تو جن لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے، ان میں پہلے درجے میں انبیاء کرام علیہم السلام، دوسرے درجے میں صدیقین ہیں، اس لئے فرمایا وَالصِّدِّيقِينَ اور صدیق ہیں وَالشُّهَدَاءِ اور شہید ہیں جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہونے والے ہیں وَالصَّالِحِينَ اور نیک ہیں، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے والوں کو ان کا ساتھ نصیب ہوگا وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا اور اچھا ہے ان لوگوں کی رفاقت حاصل کرنا، یعنی ان لوگوں کی رفاقت حاصل ہو جائے تو بہت اچھی بات ہے۔

یہ مطلب نہیں ہے جس طرح مرزائی کہتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے گا وہ ان لوگوں کا ساتھی ہو جائے گا، یعنی نبی بن جائے گا، صدیق بن جائے گا، شہید بن جائے گا، ولی بن جائے گا (لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ)

دیکھو! ترمذی شریف اور مسند احمد میں حدیث آتی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْأَمِيْنُ مَعَ النَّبِيِّيْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ'' کہ جو تاجر سچا ہے اور امانت دار ہے قیامت والے دن نبیوں کے ساتھ ہوگا تو کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ تاجر نبی بن گیا، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہوں گے، وہاں ایسے تاجر کو آنے جانے کی اجازت ہوگی، کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔

باقی جنت میں انبیائے کرام علیہم السلام کو جو مقام حاصل ہوگا وہ کسی اور کو نہیں مل سکتا، یہ جواذان کے بعد دعا ہے ''اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ اِلٰی آخِرِہٖ'' اس میں وسیلہ کا لفظ آتا ہے، اس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ حضرت! وسیلہ کیا ہے؟ مسلم شریف میں روایت ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں ایک کوٹھی ہے، ایسی کہ اس سے بہتر کوئی کوٹھی جنت میں نہیں ہے، وہ کوٹھی اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صرف ایک بندے کو نصیب ہوگی، فرمایا وہ بندہ میں ہوں تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ جو اطاعت کرے گا، اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح کوٹھی مل جائے گی، مع کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں جانے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی، جب چاہے گا ملاقات کرے گا، جب چاہے گا دیدار کرے گا ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل ہے وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا اور کافی ہے اللہ تعالیٰ جاننے والا۔ وہ تمہارے ظاہر کو، باطن کو، نیتوں کو، کردار کو خوب جانتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا ۝ وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ ۚ فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًا ۝ وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝ فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۭ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاۗءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَاۗءَ الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ۝

لفظی ترجمہ:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اے وہ لوگو! اٰمَنُوْا جو ایمان لائے خُذُوْا حِذْرَكُمْ لے لو اپنے بچاؤ کا سامان فَانْفِرُوْا پس کوچ کرو ثُبَاتٍ گروہ در گروہ اَوِ انْفِرُوْا یا کوچ کرو جَمِيْعًا اکٹھے وَاِنَّ مِنْكُمْ اور بے شک تم میں سے کچھ لَمَنْ وہ ہیں لَّيُبَطِّئَنَّ البتہ جو تاخیر کرتے ہیں فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ پس اگر پہنچے تمہیں مُّصِيْبَةٌ کوئی مصیبت قَالَ کہتے ہیں قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ تحقیق اللہ نے مجھ پر انعام کیا ہے اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ جب کہ نہیں تھا ان کے ساتھ شَهِيْدًا حاضر وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ اور اگر پہنچتا ہے تمہیں فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی فضل لَيَقُوْلَنَّ البتہ ضرور کہتا ہے كَاَنْ لَّمْ تَكُنْ گویا کہ نہیں ہے بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ تمہارے اور اس کے درمیان مَوَدَّةٌ دوستی (کہتا ہے) يّٰلَيْتَنِيْ کاش کہ میں كُنْتُ ہوتا مَعَهُمْ ان کے ساتھ فَاَفُوْزَ تو میں بھی کامیابی حاصل کرتا فَوْزًا عَظِيْمًا کامیابی بڑی فَلْيُقَاتِلْ پس چاہیے کہ لڑیں فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں الَّذِيْنَ وہ لوگ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا جو بیچتے ہیں دنیا کی زندگی کو بِالْاٰخِرَةِ آخرت کے بدلے میں وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور جو لڑے گا اللہ تعالیٰ کے راستے میں فَيُقْتَلْ پس وہ قتل کیا جائے گا اَوْ يَغْلِبْ یا غالب آئے گا فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ پس عنقریب ہم دیں گے اس کو اَجْرًا عَظِيْمًا اجر بہت بڑا وَمَا لَكُمْ اور تمہیں کیا ہو گیا ہے لَا تُقَاتِلُوْنَ تم نہیں لڑتے فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ

تعالیٰ کی راہ میں وَالْمُسْتَضْعَفِیْنَ اور کمزور مِنَ الرِّجَالِ مردوں کی حمایت میں وَالنِّسَآءِ اور عورتوں کی حمایت میں وَالْوِلْدَانِ اور بچوں کی خاطر الَّذِیْنَ جو یَقُوْلُوْنَ کہتے ہیں رَبَّنَآ اے ہمارے پروردگار! اَخْرِجْنَا نکال ہمیں مِنْ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا اس بستی سے کہ اس کے رہنے والے ظالم لوگ ہیں وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا اور بنا دے ہمارے لئے اپنی طرف سے کوئی حمایتی وَاجْعَلْ لَّنَا اور بنا ہمارے لئے مِنْ لَّدُنْكَ نَصِیْرًا اپنی طرف سے مدد کرنے والا اَلَّذِیْنَ وہ لوگ اٰمَنُوْا جو ایمان لائے یُقَاتِلُوْنَ لڑتے ہیں فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی راہ میں وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا اور وہ لوگ جو کافر ہیں یُقَاتِلُوْنَ لڑتے ہیں فِیْ سَبِیْلِ الطَّاغُوْتِ طاغوت کی راہ میں فَقَاتِلُوْۤا اَوْلِیَآءَ الشَّیْطٰنِ پس لڑو تم شیطان کے حمایتیوں سے اِنَّ بے شک كَیْدَ الشَّیْطٰنِ شیطان کی تدبیر كَانَ ضَعِیْفًا ہے کمزور۔

اس سے قبل چار طبقوں کی معیت کا ذکر ہوا تھا کہ جو آدمی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے گا، اس کو نبیوں کی، صدیقین کی، شہداء کی اور صالحین کی معیت اور ساتھ حاصل ہوگا، چونکہ شہیدوں کا بھی ذکر تھا، لہٰذا آگے جہاد کا بیان ہے، ارشاد ربانی ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو خُذُوْا حِذْرَكُمْ لے لو اپنے بچاؤ کا سامان، یعنی دشمن کے مقابلے میں اپنی پوزیشن مضبوط کرو اور اپنے بچاؤ اور حفاظت کا ایسا طریقہ اختیار کرو کہ دشمن کی زد میں نہ آؤ، یہ آیات اگرچہ جہاد کے متعلق ہیں، مگر مومن مرد ہو یا عورت، ان کے لئے شرعاً حکم ہے کہ جہاد کی حالت کے علاوہ بھی اپنی جان کی حفاظت کرے، یہ جان کسی کی ذاتی نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہے اور ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت ہے اور امانت کی حفاظت ضروری ہے۔

یہی وجہ ہے کہ خودکشی حرام ہے اور خودکشی کرنے والا یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے اپنی جان ضائع کی ہے، کسی کا میں نے کوئی نقصان نہیں کیا، بھائی! یہ جان تیری نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کی امانت ہے، جب میدان جہاد میں اللہ تعالیٰ کے دشمن کے مقابلے میں ہو، لڑائی جاری ہو تو پیٹھ پھیرنا حرام ہے، لڑنا ہے اپنا تحفظ کر کے اور عام حالات میں بلا وجہ جان ضائع کرنا حرام ہے۔

اس سلسلے میں فقہی طور پر چند مسائل سمجھ لیں، سخت سردی کا موسم ہے اور آدمی کو سردی سے بچاؤ کی

طاقت بھی حاصل ہے، مثلاً: گرم لباس پہننے کی، گرم جگہ میں رہنے کی، مگر سستی کرتا ہے اور سردی سے بچتا نہیں ہے اور اس کو بخار ہو جاتا ہے، نمونیہ ہو جاتا ہے یا کوئی تکلیف ہو جاتی ہے تو یہ بیمار بھی ہوگا اور گنہگار بھی ہوگا، اس لئے کہ اس نے رب تعالیٰ کی امانت کی حفاظت نہیں کی، اسی طرح سخت گرمی ہے اور یہ گرمی سے بچنے کی طاقت رکھتا ہے، مگر کوشش نہیں کرتا، تکلیف ہوگئی ہے، تو گنہگار ہوگا، اس لئے کہ اس نے رب تعالیٰ کی امانت کی حفاظت نہیں کی، اسی طرح اگر کوئی مرد یا عورت بوڑھا یا جوان سڑک کراس کرنا چاہتا ہے تو اسے اچھی طرح دیکھ کر گزرنا چاہئے، تاکہ وہ بس وغیرہ کے نیچے نہ آجائے، اگر بے احتیاطی سے گزرا اور کسی شئے کے نیچے آ کر مر گیا تو یہ گنہگار ہے۔

اس طرح اگر کوئی مرد یا عورت ضرورت سے زیادہ جان بوجھ کر کھالیں کہ جس کو ہضم نہ کر سکیں اور بدہضمی ہو جائے تکلیف ہو جائے تو یہ گنہگار ہیں کہ انہوں نے رب تعالیٰ کی امانت میں خیانت کی ہے۔

اسی طرح اگر کوئی شخص اتنا تھوڑا کھاتا ہے کہ اٹھ بیٹھ نہیں سکتا، نماز نہیں پڑھ سکتا، روزہ نہیں رکھ سکتا تو یہ گنہگار ہے، اس کو اتنا کھانا چاہئے کہ جس سے جسم کی قوت برقرار رہے اور یہ نماز پڑھ سکے اور روزہ رکھ سکے اور جس طرح جان کی حفاظت ضروری ہے، اسی طرح سامان اور مال کی بھی حفاظت ضروری ہے۔ شریعت نے ہر طرح کی ہدایات دی ہیں۔ عورتیں گھروں میں اپنا سامان رکھتی ہیں، مثلاً: زیور ہے، رقم ہے یا اور کوئی قیمتی چیز ہے تو اس کو حفاظت سے سنبھال کر رکھیں اور بچوں کو بھی نہ دکھائیں، کیونکہ بچوں کی بھی طبائع مختلف ہوتی ہیں، اگر بے احتیاطی کی وجہ سے نقصان ہوگیا تو نقصان الگ اور گناہ الگ، اس لئے کہ اس نے اپنی چیز کی حفاظت نہیں کی اور کھلے طور پر زیور رکھنا، گھڑی رکھنا یا کوئی قیمتی چیز رکھنا کہ جس کو آنے جانے والی عورتیں دیکھیں یا بچے دیکھیں اپنے یا غیر یہ سخت گناہ ہے اور عورتیں پرواہ نہیں کرتیں، پھر جب چیز ضائع ہو جاتی ہے تو ہر ایک پر شک کرتی ہیں اور الزام لگاتی ہیں کہ فلاں آیا تھا اور فلاں آئی تھی، اس طرح شک کرنا اور الزام لگانا بھی گناہ ہے۔ اس کے بعد بعض عورتیں فال نکلوانے کے لئے جاتی ہیں کہ میری فلاں چیز گم ہوگئی ہے، بتاؤ! کہاں ہے؟

تو فال کے متعلق بھی مسئلہ سمجھ لو۔ ترمذی شریف اور ابوداؤد شریف دونوں حدیث کی کتابیں ہیں،

ان میں حدیث ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "من أتیٰ کاھنا" جو مرد یا عورت فال نکالنے والے کے پاس گیا "فصدقه" اوراس کی باتوں کی تصدیق کی "فقد کفر بما أنزل علیٰ محمد" پس تحقیق اس نے کفر کیا اس چیز کا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی ہے، یعنی وہ مرد بھی اور عورت بھی از روئے شرع کافر ہو گئے اور نکاح ٹوٹ گیا۔

اگر دوبارہ کلمہ پڑھ کر دوبارہ نکاح نہ کیا تو اولاد ولد الزنا ہوگی، لہٰذا فالیں نکلوانا حرام ہے اور مسلم شریف میں حدیث آتی ہے، اگر کسی نے فال نکلوائی اور اس کی باتوں کی تصدیق کی، نہ فقط دل لگی کے طور پر ایسا کیا کہ دیکھو کیا کہتا ہے تو ایسا کرنے سے چالیس دن کی نمازوں اور روزوں کا اجر ضائع ہو جائے گا، لہٰذا یہ مسئلہ اچھی طرح سمجھیں، خصوصاً عورتیں۔

اور جو کام کرنے کا ہے وہ کرو کہ اپنی چیز کی حفاظت کرو، جس طرح دوسرے سامان کی حفاظت کرنی ہے، اسی طرح جب مسجد میں آؤ تو اپنے جوتوں کی بھی حفاظت کرو، اگر حفاظت نہ کی اور چوری ہوگئی تو جوتی بھی گئی اور گناہ بھی لکھا گیا، دیکھو میرا جوتا کافی پرانا ہے، کئی سال ہو گئے ہیں، بنوائے ہوئے اس کو، جو لے جائے گا بڑا بے وقوف ہوگا، لیکن میں اس کی بھی حفاظت کرتا ہوں، محض اس لئے کہ حکم ہے۔

چنانچہ حدیث پاک میں آتا ہے "اِجعَلْ نَعلَیکَ تحتَ عَینَیکَ" اپنی جوتیاں آنکھوں کے سامنے رکھنا یعنی ان کی حفاظت کرنا۔

اسی طرح کمبل، چادر، وغیرہ کوئی بھی قیمتی شئے ہے، اس کی حفاظت کرو، بعضے غافل قسم کے نمازی وضو کرتے وقت گھڑی اتار کر رکھ دیتے ہیں، عینک اتار کر رکھ دیتے ہیں، پھر جب کوئی اٹھا کر لے جائے تو تلاش کرتے پھرتے ہیں تو فرمایا خُذُوْا حِذْرَكُمْ اپنے بچاؤ کا سامان لے لو۔ اپنی جان بچاؤ، مال کی حفاظت کرو، عزت کی حفاظت کرو۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس وقت تم گھر میں داخل ہو تو دروازہ بند کردو، کھلا ہوگا تو کتا بلا اندر آجائے گا، شریعت نے تمام چیزیں تفصیلاً بیان فرمائی ہیں، تاکہ تمہیں کسی بھی مرحلے میں تکلیف نہ پہنچے۔

فرمایا فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِانْفِرُوْا جَمِیْعًا پس کوچ کرو گروہ در گروہ اکٹھے ثُبَاتٍ ثبةٌ کی جمع ہے اور

ثُبَةً کا معنی ہے گروہ، یہ تمہاری صواب دید پر موقوف ہے، تمہارا کمانڈر جس طرح حکم دے اس طرح کرو۔
اگر وہ کہے کہ تھوڑے تھوڑے جاؤ تو تھوڑے تھوڑے جاؤ، جس طرح فوجی دستے جاتے ہیں اور اگر وہ کہے
کہ اکٹھے جاؤ تو اکٹھے جاؤ وَاِنَّ مِنْكُمْ اور بے شک تم میں سے کچھ لَمَنْ البتہ وہ ہیں لَّيُبَطِّئَنَّ البتہ جو
تاخیر کرتے ہیں، لیٹ ہوتے ہیں، یہ منافقوں کی بات ہے، اسی لئے مِنْكُمْ فرمایا، کیونکہ کلمہ تو وہ بھی
پڑھتے تھے، نمازیں بھی پڑھتے تھے، اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتے تھے، مگر جب جہاد کا موقع آتا تھا، ٹال
مٹول کرتے تھے کہ کسی طرح ہماری جان بچ جائے فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيبَةٌ پس اگر پہنچے تمہیں کوئی مصیبت یا
تم میں سے کچھ شہید ہو جائیں یا زخمی ہو جائیں یا شکست ہو جائے قَالَ تو منافق کہتا ہے قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیَّ
تحقیق اللہ تعالیٰ نے مجھ پر انعام کیا ہے، کس طرح اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيدًا جب کہ نہیں تھا میں ان کے
ساتھ حاضر، کیونکہ میں ساتھ ہوتا تو میں بھی مارا جاتا وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ اور اگر پہنچتا ہے تمہیں اللہ
تعالیٰ کی طرف سے کوئی فضل یعنی فتح حاصل ہوتی ہے، مال غنیمت ملتا ہے تو پھر لَيَقُولَنَّ البتہ ضرور کہتا ہے
كَاَنْ لَّمْ تَكُنْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ گویا کہ نہیں ہے تمہارے اور اس کے درمیان دوستی، بے باک اور بے حیا
ہو کر کہے گا يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ کاش کہ میں ہوتا ان کے ساتھ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيمًا تو میں بھی کامیابی
حاصل کرتا، کامیابی بڑی۔ یعنی جب مسلمانوں کو فتح نصیب ہوتی ہے، مال غنیمت ہاتھ آتا ہے تو پھر کہتا ہے
کاش! میں بھی ساتھ ہوتا تو ان چیزوں میں شریک ہوتا تو ایسے لوگ بھی تھے اور ہیں کہ بظاہر کلمہ پڑھتے ہیں،
مگر ہیں منافق فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيلِ اللّٰهِ پس چاہیے کہ لڑیں اللہ تعالیٰ کے راستہ میں الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ وہ
لوگ جو بیچتے ہیں الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ دنیا کی زندگی آخرت کے بدلے میں یہاں يَشْرُوْنَ کا معنی بیچنا
ہے تو جو دنیا کی زندگی آخرت کے بدلے بیچتے ہیں، ان کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں لڑیں۔ یاد
رکھنا! اگر جہاد نہ ہوتا تو مسلمانوں پر بہت سارے زوال آتے، کافروں کی ہمت بڑھ جاتی اور ان کے
خیالات اور سے اور ہو جاتے، لہٰذا اپنا دفاع نہ کیا جائے تو پھر کچھ بھی نہیں ہے اور جہاد اپنے ملک میں ہو تو
فرض ہے، مثلاً: ہندوستان یا اور کوئی ہمارے ملک پر حملہ کر دے تو فرض عین ہو جائے گا اور جب فرض عین
ہو جائے تو پھر کسی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے، حتیٰ کہ اولاد کو ماں باپ سے اجازت لینے کی

ضرورت نہیں ہے، جس طرح نماز فرض عین ہے، روزہ فرض عین ہے، لہٰذا ان چیزوں میں آدمی کسی سے اجازت لینے کا پابند نہیں ہے کہ یہ کام وہ ماں باپ سے پوچھ کر کرے یا عورت اپنے خاوند سے پوچھ کر کرے، بالکل نہیں، مسلمان مرد عورت جب عاقل بالغ ہو، اس پر نماز روزہ فرض ہے، از خود کرے اور عام حالات میں اگر ملک سے باہر ہو تو فرض کفایہ ہے، جیسے کشمیر ہے، عراق ہے، یا افغانستان وغیرہ ممالک میں ہو اور فرض کفایہ کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کی ایک جماعت جہاد کر رہی ہے تو یہ دوسری کی طرف سے کفایت ہے، باقی گنہگار نہیں ہوں گے، جس طرح تبلیغ فرض کفایہ ہے۔

چوتھے پارے میں آتا ہے وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ اور چاہئے کہ تم میں سے ایک جماعت ہو جو لوگوں کو خیر اور بھلائی کی طرف دعوت دے اور اگر کسی علاقے میں کوئی بھی تبلیغ نہیں کرے گا تو سارے گنہگار ہوں گے تو جہاد کی بات ہو رہی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور جو لڑے گا اللہ تعالیٰ کی راہ میں فَيُقْتَلْ پس وہ قتل کیا جائے گا یعنی شہید ہوگا اور اَوْ يَغْلِبْ یا غالب آئے گا فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا پس عنقریب ہم دیں گے اس کو اجر بہت بڑا۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جنت میں سو سو منزلہ مکان ہوں گے اور جو شہداء ہیں وہ آخری منزل پر ہوں گے، جو لوگ چارپائی پر فوت ہوئے ہیں وہ شہید کے درجے کو دیکھ کر آرزو کریں گے "لَوْ أَنَّ أَبْدَانَهُمْ قُرِضَتْ بِالْمَقَارِيْضِ" کاش! کہ اس کے بدنوں کو قینچیوں کے ساتھ کاٹ دیا جاتا اور آج ہمیں بھی یہ مرتبہ اور مقام مل جاتا، شہید کا مقام بہت بلند ہے اور مسلم شریف کی روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَغْزُ وَلَمْ يُحَدِّثْ بِهٖ نَفْسَهٗ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً" جس آدمی کی موت اس حالت میں ہوئی کہ نہ تو اس نے جہاد کیا اور نہ جہاد کی نیت کی تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔ مردار موت مرا اور ایک روایت میں ہے "عَلٰى شُعْبَةٍ مِّنْ نِّفَاقٍ" کہ وہ منافقت پر مرے گا اور ساتھ خوشخبری بھی سنائی کہ جس شخص نے پختہ ارادہ کیا کہ اگر میری زندگی میں جہاد شروع ہوا تو میں ضرور جہاد کروں گا، ان شاء اللہ تعالیٰ، فرمایا: ایسا شخص چاہے طبعی موت بھی مرے "بَلَّغَهٗ مَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ" اللہ تعالیٰ اس کو شہید کے درجوں تک پہنچائے گا، کیونکہ اس نے نیت کرلی ہے اور اعمال کا

دارومدار نیتوں پر ہے، لہٰذا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ نیت کرے کہ جہاد شروع ہوا تو میں ضرور اس میں شرکت کروں گا۔

اور یہ بات بھی سمجھ لیں کہ جہاد کا صرف یہی معنی نہیں ہے کہ آدمی تلوار اور بندوق کے ساتھ لڑے، بلکہ جہاد کے کئی شعبے ہیں، جو شخص مجاہدین کے ساتھ تعاون کرتا ہے، اسلحہ دیتا ہے، خوراک اور پوشاک کا انتظام کرتا ہے، وہ بھی مجاہد ہے، جہاد میں شریک ہے اور اس طرح عورتیں بھی جہاد میں شریک ہوسکتی ہیں کہ وہ مجاہدوں کے ساتھ مالی معاونت کریں، ان کی امداد کریں۔

حدیث پاک میں آتا ہے ''جَاھِدُوا الْمُشْرِکِیْنَ بِأَنْفُسِکُمْ وَأَلْسِنَتِکُمْ وَأَمْوَالِکُمْ'' کہ تم مشرکوں کے خلاف جہاد کرو اپنی جانوں کے ساتھ، زبانوں کے ساتھ اور مالوں کے ساتھ۔ کلمۂ حق کہنا زبانی جہاد ہے، جو عورت گھر میں حق کی بات کرے، تبلیغ کرے، یہ مجاہدہ ہے۔ مجاہدوں کو رقم دے، یہ بھی مجاہدہ ہے۔ تلوار کا جہاد تو ایک طبقہ کرے گا، اس کے جتنے معاونین ہوں گے وہ سارے جہاد میں شریک ہیں، آگے اللہ تعالیٰ نے جہاد کی ترغیب دی ہے۔

فرمایا وَمَا لَكُمْ اور تمہیں کیا ہوگیا ہے اے ایمان والو! لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ تم نہیں لڑتے اللہ تعالیٰ کے راستے میں وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ اور کمزور مردوں کی حمایت میں، عورتوں کی حمایت میں اور بچوں کی حمایت میں کیوں نہیں لڑتے الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ جو کہتے ہیں رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا اے پروردگار! نکال ہمیں مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا اس بستی سے کہ اس کے رہنے والے ظالم لوگ ہیں، جیسا کہ اس وقت کشمیر میں اسلام کی بیٹیاں پکار رہی ہیں اور عراق میں، افغانستان میں، اے مسلمانو! ہماری عزت آبرو ضائع ہورہی ہے، اے مسلمانو! تم کیوں نہیں لڑتے؟

ایک وقت تھا کہ تاجروں کا ایک وفد سیلہ کے مقام پر کشتی سے اترا، سندھ کے ڈاکوں نے ایک مسلمان عورت اغوا کرلی، اس عورت نے آواز لگائی ''یَا أَھْلَ الْإِسْلَامِ!'' اے مسلمانو! میں کافروں کے قبضے میں ہوں، یہ ایک تاریخی واقعہ ہے کہ ہوا کے ذریعہ اس کی آواز مرکز میں پہنچ گئی اور اللہ تعالیٰ کی قدرت سے یہ کوئی بعید بات نہیں ہے اور ایک روایت کے مطابق زمینی راستہ سے اس کی آواز پہنچی، اس وقت حجاج

بن یوسف کا بھتیجا محمد بن قاسم سترہ سال کا نوجوان تھا، اس کو چھ ہزار فوج دے کر بھیجا گیا، جب تک اس نے مسلمان عورت کافروں سے رہا نہیں کرالی، تب تک اس کو چین نہیں آیا۔ فقہاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے لکھا ہے کہ "اِمْرَأَةٌ سُبِيَتْ فِي الْمَشْرِقِ وَجَبَتْ عَلىٰ أَهْلِ الْمَغْرِبِ أَنْ يُّخَلِّصُوْهَا" کوئی مسلمان عورت مشرق کے آخری کونے میں کافروں کے قبضہ میں ہو تو مغرب کی طرف رہنے والوں پر فرض ہے کہ وہ اس کو رہا کرائیں۔

آج ہم سارے مسلمان خصوصاً اسلامی حکومتیں انتہائی بے غیرت ہو چکی ہیں، کیونکہ امریکہ بہادر نے چن چن کران پر حکمران مسلط کیے ہیں جو اس کے پٹھو ہیں، سوائے چند ملکوں کے جو اس کے پنجے میں نہیں آئے تو اس کے منتخب حکمران اسلام کو برداشت نہیں کرتے، امریکہ نے مسلمانوں کو تباہ کرنے کے منصوبہ کی تیرہ شقیں بنائی ہیں کہ تیرہ شقوں میں مسلمانوں کو تباہ کرنا ہے کہ مسلمان مسلمان نہ رہیں اور کسی بھی علاقے میں اسلام پھیلے تو اس کو کچل دیا جائے، اللہ تعالیٰ اس کے شر سے عالم اسلام کو محفوظ فرمائے۔ کمزور مرد عورتیں مسلمان اور بچے کہتے ہیں: اے پروردگار! وَاجْعَلْ لَّنَا اور بنادے ہمارے لئے مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا اپنی طرف سے کوئی حمایتی وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا اور بنادے ہمارے لئے اپنی طرف سے کوئی مدد کرنے والا۔ مسلمانوں کو احساس کرنا چاہیے کہ مظلوم ہو کر دعائیں کرتے ہیں اور تم اپنی خواہشات میں مست ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وہ لوگ جو ایمان لائے يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وہ لڑتے ہیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور وہ لوگ جو کافر ہیں يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ وہ لڑتے ہیں طاغوت کی راہ میں فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ پس لڑو تم شیطان کے حمایتیوں سے۔ یاد رکھنا "اَلْكُفْرُ مِلَّةٌ وَّاحِدَةٌ" کفر ایک ہی ملت ہے، چاہے کسی شکل اور رنگ میں ہوں، سب شیطان کے ساتھی ہیں، ان سے لڑو، فرمایا اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا بے شک شیطان کی تدبیر ہے کمزور۔ رب تعالیٰ کے مقابلہ میں کس کی تدبیر چل سکتی ہے؟ اس رکوع میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دی ہے۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ ہمارے دل میں بھی یہ خیال پیدا ہو جائے۔ (آمین)

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْۤا اَيْدِيَكُمْ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً ۚ وَ قَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْ لَاۤ اَخَّرْتَنَاۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ؕ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۫ وَ لَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿۷۷﴾ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَ لَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ؕ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ؕ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ فَمَالِ هٰۤؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ﴿۷۸﴾

لفظی ترجمہ:

اَلَمْ تَرَ کیا نہ دیکھا تو نے اِلَى الَّذِيْنَ ان لوگوں کی طرف قِيْلَ لَهُمْ جن کو کہا گیا كُفُّوْۤا اَيْدِيَكُمْ روکو اپنے ہاتھوں کو وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اور قائم کرو نماز کو وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ اور دو تم زکوۃ فَلَمَّا پس جو وقت كُتِبَ لکھا گیا، فرض کیا گیا عَلَيْهِمُ ان پر الْقِتَالُ لڑنا اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ اچانک ان میں سے ایک گروہ يَخْشَوْنَ النَّاسَ ڈرنے لگا لوگوں سے كَخَشْيَةِ اللّٰهِ جیسا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً یا اس سے بھی زیادہ سخت ڈر وَ قَالُوْا اور کہا انہوں نے رَبَّنَا اے ہمارے پروردگار! لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ کیوں لکھا تو نے ہم پر لڑنا لَوْ لَاۤ اَخَّرْتَنَاۤ کیوں نہ تو نے مہلت دی ہمیں اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ قریب تھوڑی مدت تک قُلْ آپ کہہ دیں مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ دنیا کا فائدہ بہت تھوڑا ہے وَ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ اور آخرت بہت بہتر ہے لِّمَنِ اتَّقٰى اس شخص کے لئے جو ڈرتا ہے وَ لَا تُظْلَمُوْنَ اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا فَتِيْلًا دھاگے برابر بھی اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا جہاں بھی تم ہو گے يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ پالے گی تمہیں موت وَ لَوْ كُنْتُمْ اور اگر چہ ہو تم فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ایسے قلعوں میں جو چونا گچ ہیں وَ اِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ اور اگر پہنچے ان کو کوئی بھلائی اور راحت يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ کہتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ اور اگر پہنچے ان کو کوئی تکلیف يَّقُوْلُوْا کہتے ہیں هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ اے نبی کریم! یہ تیری طرف سے ہے قُلْ آپ کہہ دیں كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے فَمَالِ پس کیا ہو گیا هٰۤؤُلَآءِ الْقَوْمِ اس قوم کو لَا يَكَادُوْنَ نہیں قریب يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا کہ سمجھیں بات کو۔

تشریح:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت عطا ہونے کے بعد جب تبلیغ شروع فرمائی تو مردوں میں سے سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کلمہ پڑھا اور عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کلمہ پڑھا اور غلاموں میں سب سے پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے کلمہ پڑھا اور نابالغ بچوں میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کلمہ پڑھا، ابتدائی دنوں میں مشرکین مکہ دیکھتے رہے، یہ کیا کرتے ہیں اور کیا کہتے ہیں؟ مگر جب انہوں نے سمجھ لیا کہ ''لا إلہ إلا اللّٰہ'' میں ہمارے سارے معبودوں کا رد ہے اور اس سے ہمارے عقیدے پر زد پڑتی ہے تو انہوں نے مخالفت شروع کر دی، کیونکہ عقیدہ عقیدہ ہوتا ہے، چاہے کسی کا سچا ہو یا جھوٹا ہو۔

قرآن کریم میں آتا ہے کہ اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ يَسْتَكْبِرُوْنَ (پارہ:۲۳، سورۃ الصافات) ان کا حال یہ تھا کہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، کوئی حاجت روا نہیں، کوئی مشکل کشا نہیں، کوئی فریاد رس نہیں ہے، کوئی دستگیر نہیں، کوئی قانون ساز نہیں، کوئی حاکم نہیں ہے، صرف اللہ تعالیٰ ہے تو تکبر کرتے، اچھلتے کہ اس نے کیا کہہ دیا ہے، کوئی نہیں ہے، نہ لات ہے، نہ منات ہے، نہ عزیٰ ہے، نہ ھبل ہے اور قرآن پاک میں یہ بھی آتا ہے، کہنے لگے اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا (پارہ:۲۳، سورہ ص) کیا اس نے اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود بنا دیا ہے، کہتا ہے کہ ایک ہی دستگیر ہے، ایک ہی حاجت روا ہے، ایک ہی فریاد رس ہے اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ (پارہ:۲۳، سورہ ص) یہ تو بڑی عجیب بات ہے جو اس نے کہہ دی ہے، یہاں تک کہ مشرک کھل کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آ گئے اور کہنے لگے هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ (پارہ:۲۳، سورہ ص) یہ جادوگر ہے، بڑا جھوٹا ہے العیاذ باللہ اور معاذ اللہ تعالیٰ کہتے تھے اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ (پارہ:۱۴، سورۃ الحجر) تو دیوانہ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو کمزور ساتھی تھے ان پر ظلم کرنا شروع کر دیا اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اکیلا پاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دست درازی سے بھی باز نہیں آتے تھے، چنانچہ ایک موقع پر عقبہ بن ابی معیط (کافر ملعون جو بدر کے موقع پر مارا گیا تھا) نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے مبارک سے چادر اٹھا کر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گلے میں ڈال کر زور سے مروڑی، تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سانس رک جائے اور یہ قصہ ختم ہو جائے، اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور عقبہ بن ابی معیط کو دھکا مارا اور کہا ''أتقتلون رجلا أن يقول ربي الله'' او ظالمو! اللہ تعالیٰ کے بندے کو اس لئے قتل کرنا چاہتے ہو وہ کہتا ہے کہ میرا رب صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اس موقع پر حضرت حارث بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ جو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے پہلے خاوند سے جواں سال بیٹے تھے، ان کو معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس طرح توہین کی ہے اور یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے درپے ہیں تو میدان میں نکل آئے اور مشرکوں کو للکارا، چونکہ کافروں کا غلبہ تھا، انہوں نے حضرت حارث بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔

مردوں میں پہلے شہید حضرت حارث بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ ہیں اور عورتوں میں پہلی شہیدہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا ہیں، جو کہ حضرت یاسر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ ہیں، ان کو ابوجہل نے نازک مقام پر برچھی مار کر شہید کر دیا تھا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب یہ مظالم دیکھتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے کہ حضرت! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیں بھی ان کے ساتھ لڑنے کی جازت دیں جو ہوگا دیکھا جائے گا، مگر اللہ تعالیٰ کی حکمت تھی کہ مکہ مکرمہ میں جہاد کی اجازت نہ دی گئی، تھوڑے سے مسلمان تھے، کعبۃ اللہ کے آس پاس کے محلے سارے کافروں سے بھرے ہوئے تھے، حکمت خداوندی یہ تھی کہ مسلمانوں کو لڑنے کی اجازت نہ دی جائے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ کیا نہ دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی طرف قِيْلَ لَهُمْ جن کو کہا گیا كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ روکو اپنے ہاتھوں کو یعنی لڑو نہ بلکہ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اور قائم کرو نماز کو وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ اور دو تم زکوٰۃ یہ کس نماز کا حکم تھا، اس کو سمجھ لیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جبل نور کی چوٹی پر غار حرا میں نبوت ملی اور حضرت جبرائیل علیہ السلام وحی لے کر تشریف لائے تو احادیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑ کی چوٹی پر پانی کا چشمہ ظاہر فرما دیا، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے وضو کیا اور فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح وضو کرنا ہے اور نماز بھی بتائی، یہ نماز فرض نہیں تھی،

کیونکہ نماز فرض ہوئی ہے، معراج کی رات اس سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو نمازیں پڑھتے تھے، ایک فجر کی اور ایک عصر کی بلکہ چاشت کی نماز بھی تھی، مطلب یہ ہے کہ نماز کا تصور اور طریقہ پہلی ہی وحی میں بتا دیا گیا تھا اور یاد رکھنا تمام عبادات میں مقدم ہے، بہنیں بھی بیٹھی ہیں اور بیٹیاں بھی، ان کو یہ مسئلہ اچھی طرح یاد رکھنا چاہئے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب بچے کی عمر سات سال کی ہو جائے لڑکا ہو یا لڑکی ''مُرُوْهُمْ بِالصَّلٰوةِ'' ان کو نماز کا حکم دو، اس سے یہ بات بھی سمجھ آ گئی ہے کہ سات سال کی عمر سے پہلے بچوں کو نماز یاد ہونی چاہئے، کیونکہ نماز آئے گی تو پڑھیں گے، تو حکم ہے بڑوں کو کہ چھوٹوں کو نماز کا حکم دیں، اگر حکم نہیں دیں گے تو گنہگار ہوں گے، اگر باپ حکم نہیں دیتا گنہگار رہے، ماں حکم نہیں دیتی گنہگار رہے، دادا، دادی زندہ ہیں، حکم نہیں دیتے گنہگار ہیں، بڑا بھائی، بڑی بہن ہے، اگر حکم نہیں دیتے گنہگار ہیں۔ گھر میں رہنے والے جتنے بھی بڑے ہیں، ان کی ذمہ داری ہے کہ جب بچہ بچی سات سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز کا حکم دیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا اپنے آپ کو بھی جہنم کی آگ سے بچاؤ اور اپنے گھر والوں کو بھی جہنم کی آگ سے بچاؤ، لہٰذا اگر بڑے چھوٹوں کو نماز کا حکم نہیں دیں گے تو سب کے سب گنہگار ہوں گے، آگے فرمایا ''وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرِ سِنِيْنَ'' اگر لڑکا لڑکی دس سال کے ہو جائیں اور نماز نہیں پڑھتے تو ان کو مارو اور کتنا مارنا ہے، فقہ کی کتابوں میں موجود ہے کہ اتنا مارو کہ بدن سے خون نکل آئے، نماز کا مسئلہ کتنا اہم ہے، اس کا اندازہ اس سے لگائیں کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی بالغ مرد و عورت سے دیدہ دانستہ ایک نماز رہ جائے تو وہ مرد و عورت کافر ہو گئے ہیں، ان کا نکاح ٹوٹ گیا اور ان کی سزا قتل ہے، اگر کوئی شرعی عذر نہ ہو اور شرعی عذر یہ ہے کہ سوتے ہوئے نماز کا وقت ختم ہو گیا تو یہ معذور ہے، اب قضاء کر لے یا بیمار ہے یا سفر میں ہے یا نسیان کا مریض ہے، بھول جاتا ہے، یہ شرعی عذر ہیں، ان کے بغیر اگر جان بوجھ کر صرف ایک نماز چھوڑ دے، دو پانچ نہیں، تو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ کافر ہو گیا، نکاح ٹوٹ گیا اور اس کی سزا قتل ہے، اس کے ناپاک وجود سے زمین کو پاک کر دو، باقی تین امام فرماتے ہیں کہ اگر نماز کا منکر نہیں ہے اور کہتا ہے کہ نماز فرض ہے اور

دیدہ دانستہ اس سے نماز رہ گئی ہے تو وہ کافر نہیں ہے، مگر گنہگار ہے اور گنہگار کیسا ہے؟ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس نے اتنا سنگین جرم کیا ہے کہ اب یہ زندہ رہنے کا مستحق نہیں ہے، اس کو قتل کردو کہ زمین اس کے ناپاک وجود کو گوارہ نہیں کرتی لیکن یہ سزا تعزیری ہے، جس طرح سعودیہ میں ہیروئین فروشوں کی سزا قتل ہے، یہ تعزیراً قتل کرتے ہیں، کافر سمجھ کر قتل نہیں کرتے، مجرم سمجھ کر قتل کرتے ہیں۔

اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جن کے ہم مقلد ہیں اور حنفی ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ اس کو قتل نہ کرو، بلکہ جیل میں ڈال دو اور جب تک کھلے طور پر اعلان نہ کرے کہ میں آئندہ کوئی نماز نہیں چھوڑوں گا اور گزشتہ کوتاہی پر توبہ نہ کرے، جیل میں ہی رکھو، یہاں تک کہ اس کا جنازہ جیل سے نکلے، یہ ساری گفتگو ایک نماز چھوڑنے کا کتنا بڑا گناہ ہے، نماز چھوڑنا تو گناہ ہے ہی، بے وقت نماز پڑھنا بھی گناہ ہے۔

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ بڑے چوٹی کے محدث گزرے ہیں، انہوں نے ایک کتاب لکھی ہے، جس کا نام ہے کتاب الروح، اس میں انہوں نے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک بہت بڑے بزرگ تھے ایک ان کی بیوی تھی، ایک نوجوان لڑکا تھا اور ایک جواں سال لڑکی تھی، یعنی مختصر سا گھرانہ تھا اور سارے نمازی پرہیزگار تھے كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ موت کا ذائقہ ہر نفس نے چکھنا ہے، وہ بزرگ فوت ہو گئے اور چند دنوں کے بعد جوان سال لڑکی بھی فوت ہو گئی، لوگوں نے جنازہ پڑھا کر بچی کو دفن کر دیا، جب واپس ہونے لگے تو دیکھا کہ بچی کی قبر سے آگ کے شعلے نکلنے شروع ہو گئے، سب لوگ حیران ہو گئے کہ بڑے نیک آدمی کی بیٹی تھی، قصہ کیا ہوا؟ بیٹا گھر گیا اور تلوار پکڑ کر ماں کے سر پر کھڑا ہو گیا کہ مجھے بتا کہ میری بہن میں عیب کیا تھا؟ والدہ یہ سمجھی کہ چند دن پہلے اس کا باپ فوت ہو گیا تھا اور اب جواں سال بہن فوت ہو گئی ہے، بے چارے کا دماغی توازن ٹھیک نہیں رہا، بدحواس ہو کر اس طرح کر رہا ہے، والدہ بڑے حوصلے والی تھی، کہنے لگی: بیٹا دیکھو تیرا والد تھا اور میرا خاوند تھا، یہ تیری بہن تھی اور میری بیٹی تھی، مجھے بھی تو صدمہ ہے، برداشت کر، لڑکے نے کہا: امی! صدمے کی کوئی بات نہیں ہے، مجھے یہ بتا کہ میری بہن میں عیب کیا تھا؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا، سب لوگوں نے آنکھوں سے دیکھا کہ دفن کرنے کے بعد میری بہن کی

قبر سے آگ کے شعلے نکلتے ہیں، ماں نے کہا: بیٹا! اس میں کوئی عیب نہیں تھا، سوائے اس کے کہ نماز تاخیر سے پڑھتی تھی، علماء وقت سے بتایا کہ یہی گناہ تھا، اس لئے بیٹیو! اپنا نظام الاوقات بناؤ اور نماز وقت پر ادا کرو، جب مستحب وقت داخل ہو جائے تو اس سے تاخیر نہ کرو، بڑا گناہ ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اتَّقُوْا صَلٰوۃَ الْمُنَافِقِ اتقُوْا صَلٰوۃَ الْمُنَافِقِ اتَّقُوْا صَلٰوۃَ الْمُنَافِقِ '' منافق کی نماز سے بچو، منافق کی نماز سے بچو، منافق کی نماز سے بچو۔ سوال کیا گیا کہ حضرت! منافق کی نماز کونسی ہے؟ فرمایا: منافق کی نماز یہ ہے کہ مثلاً: فجر کی نماز کا وقت اور یہ مرے سے سویا ہوا ہے، جب سورج نکلنے کا وقت قریب ہو گیا تو جلدی سے اٹھا اور مرغی کی طرح چونچیں ماریں، ٹھونگیں ماریں، فرمایا ''تِلْکَ صَلٰوۃُ الْمُنَافِقِ تِلْکَ صَلٰوۃُ الْمُنَافِقِ تِلْکَ صَلٰوۃُ الْمُنَافِقِ '' یہ ہے منافق کی نماز، یہ ہے منافق کی نماز، یہ ہے منافق کی نماز، اسی طرح مثلاً: عصر کا وقت ہو گیا اور یہ بیٹھا ہے اور شرعی عذر بھی کوئی نہیں ہے، سورج غروب ہونے کے قریب ہوا تو اٹھ کر ٹھوکریں مارتا ہے، یہ منافق کی نماز ہے، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مَنْ فَاتَتْہُ صَلٰوۃُ الْعَصْرِ فَکَأَنَّمَا وُتِرَ أَھْلُہٗ وَمَالُہٗ '' جس شخص کی عصر کی نماز رہ گئی ہے، یوں سمجھو کہ اس کا سارا گھر بھی لوٹا گیا اور گھر کے سارے افراد بھی مر گئے۔ اندازہ کرو کہ گھر کے سارے افراد اکٹھے مریں تو کتنا صدمہ ہوتا ہے اور ساتھ ہی گھر کا سارا اثاثہ بھی لوٹا جائے یا جل جائے تو کتنا صدمہ ہوگا۔ اس لئے نمازوں کا خاص خیال رکھو۔

اور یہ مسئلہ بھی میں نے بارہا بیان کیا ہے کہ اگر ایک نماز کسی مرد و عورت کے ذمہ ہے تو کروڑ مرتبہ توبہ کرنے سے بھی معاف نہیں ہوتی اور نہ روزہ معاف ہوتا ہے، جب تک ان کی قضا نہ کرو گے، لہٰذا اپنی نمازوں کا باقاعدہ حساب لگاؤ، کس تاریخ سے ہم بالغ ہوئے ہیں اور اب تک کتنی نمازیں چھوٹ گئی ہیں، ان کو ادا کرو۔

تمام ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہ اس بات پر متفق ہیں کہ نماز روزہ توبہ سے معاف نہیں ہوتے، ان کی قضا دینی پڑے گی اور نماز ایسی عبادت ہے جو اللہ تعالیٰ کے حقوق میں سے ہے اور قیامت والے دن سب سے پہلا سوال نماز ہی کا ہوگا۔

حدیث پاک میں آتا ہے ''أَوَّلُ مَايُحَاسَبُ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الصَّلٰوةُ'' پہلی وہ چیز جس کا بندے سے حساب ہوگا وہ نماز ہے، یعنی پہلا پرچہ ہی نماز کا ہے، اگر نماز میں کامیابی ہوئی تو سمجھو کہ باقی چیزوں میں بھی کامیاب ہے اور اگر نماز میں ہی ناکام ہوگیا تو آگے کیا رہے گا۔

اسی لئے قرآن وحدیث میں نماز کی بڑی تاکید آئی ہے اور فرمایا وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ نماز کو قائم کرو اور قیام کا مطلب ہے کہ نماز کے فرائض، واجبات اور مستحبات کا لحاظ کر کے پڑھو۔ قیام میں تمہاری نگاہ سجدے کی جگہ پر ہو، ادھر ادھر نہ دیکھو۔ نہایت خشوع وخضوع اور سکون کے ساتھ نماز پڑھو اور یہ سمجھ کر نماز پڑھو کہ میری آخری نماز ہے۔

وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ اور دو تم زکوۃ۔ زکوۃ کے متعلق میں درس میں بھی بیان کرتا رہتا ہوں اور جمعہ میں بھی۔ زکوۃ مرد پر بھی فرض ہے اور عورت پر بھی، اگر صاحب نصاب ہوں۔ قمری سال کے اعتبار سے ادا کرنی ہے، مثال کے طور پر اگر آپ نے گزشتہ سال پانچ رمضان المبارک کو زکوۃ دی تھی تو اس سال پانچ رمضان المبارک کو پھر زکوۃ ادا کرو اور زکوۃ صاحب نصاب پر فرض عین ہے، خود ادا کرنی ہے، اس سلسلے میں عورت اپنے خاوند سے پوچھنے کی پابند نہیں ہے اور بعض لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ جو زیور استعمال میں ہے، اس پر زکوۃ نہیں ہے۔ یہ بات غلط ہے، بلکہ اس میں بھی باقاعدہ زکوۃ ہے۔

چنانچہ ابوداؤد شریف اور دیگر احادیث کی کتابوں میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ہاتھ میں کڑے دیکھے تو فرمایا: کیا تو ان کی زکوۃ ادا کرتی ہے؟ انہوں نے کہا کہ حضرت! مجھے تو معلوم نہیں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تو اس کو پسند کرتی ہے کہ تجھے دوزخ کی آگ کے کڑے پہنائے جائیں۔

اسی طرح دو عورتیں آئیں، ماں بیٹی تھیں، بیٹی کے ہاتھ میں سونے کے دو موٹے موٹے کڑے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو تم اس کی زکوۃ ادا کرتی ہو؟ قالتا: لا انہوں نے کہا: نہیں، ہمیں تو مسئلے کا علم ہی نہیں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس بات کو پسند کرتی ہو کہ تمہیں دوزخ میں ڈالا جائے؟ اور دوزخ کے کڑے پہنائے جائیں؟ وہ بچی کڑوں کی خود مالک تھی، اتار کر پھینک دیئے اور

کہنے لگی: حضرت! یہ میری طرف سے وقف ہیں، جو چاہے اٹھالے، میں دوزخ میں جانے کے لئے تیار نہیں ہوں۔

فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ پس جب لکھا گیا، فرض کیا گیا ان پر لڑنا اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ تو اچانک ان میں سے ایک گروہ يَخْشَوْنَ النَّاسَ ڈرنے لگا لوگوں سے كَخَشْيَةِ اللّٰهِ جیسا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً یا اس سے بھی زیادہ سخت ڈرنا۔ یاد رکھنا طبعی طور پر ہر کسی چیز سے ڈرنا ایمان کے خلاف نہیں ہے، مثلاً: سانپ سے ڈرنا، چیتے سے ڈرنا، دشمن سے خوف کھانا اس سے ایمان پر کسی قسم کی زد نہیں پڑتی۔

قرآن کریم میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جب مدین سے واپس مصر تشریف لا رہے تھے اور راستے میں طور کے دامن میں اللہ تعالیٰ نے نبوت عطا فرمائی اور موسیٰ علیہ السلام کو معجزہ بھی عطا فرمایا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ اور یہ کہ اپنی لاٹھی ڈال دو فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ پھر جب دیکھا وہ حرکت کر رہی ہے كَاَنَّهَا جَآنٌّ گویا کہ وہ سانپ ہے وَّلّٰى مُدْبِرًا تو پیٹھ پھیر کر چل پڑے وَّلَمْ يُعَقِّبْ اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا، یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پیچھے نہ دیکھا۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے آواز دی يٰمُوْسٰٓى اَقْبِلْ اے موسیٰ! آگے آؤ وَلَا تَخَفْ اور ڈرو مت اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ (پارہ:۲۰، سورۂ قصص) بے شک آپ امن پانے والوں میں سے ہیں اور دوسرے مقام پر ہے سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى (پارہ:۱۶، سورۂ طٰہٰ) آپ اس پر ہاتھ رکھیں، ہم اس کو پہلے کی طرح لاٹھی بنا دیں گے، تو نبی کے ایمان سے زیادہ قوی ایمان کس کا ہوسکتا ہے؟ لہٰذا معلوم ہوا کہ سانپ وغیرہ سے خوف زدہ ہونے سے ایمان پر کوئی زد نہیں پڑتی۔

وَقَالُوْا رَبَّنَا اور کہا انہوں نے اے ہمارے پروردگار! یہ منافقوں نے کہا، کیونکہ مدینہ طیبہ میں منافق پیدا ہو گئے تھے، کیا کہا: لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ کیوں لکھا تو نے ہم پر لڑنا، جہاد کیوں فرض کیا؟ لَوْلَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ کیوں نہ تو نے مہلت دی تھوڑی مدت تک، ابھی ہم پر لڑائی فرض نہ ہوتی، کیونکہ لڑیں گے تو مارے جائیں گے، دنیا میں رہنے کا کچھ اور موقع ملنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ اے نبی کریم! آپ کہہ دیں مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ دنیا کا فائدہ بہت تھوڑا ہے، کتنی دیر رہو گے؟ پانچ سال، دس سال، پچاس سال، سو سال، آخر مرنا ہے وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى اور آخرت بہت بہتر ہے اس شخص کے

لئے جوڑ رتا ہے، تقوے کا معنی ہے نافرمانی سے بچنا وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا دھاگے کے برابر بھی فَتِيْلًا کہتے ہیں کھجور کی گٹھلی کے اندر جو دھاگہ ہوتا ہے، یعنی اتنا بھی ظلم نہیں ہوگا۔

اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا جہاں بھی تم ہوگے يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ پالے گی تمہیں موت، موت سے کوئی بچ نہیں سکتا وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ اگر چہ ہو تم ایسے قلعوں میں جو چونا گچ ہیں، پہلے زمانے میں جو پختہ مکان بنائے جاتے تھے، وہ چونے سے پختہ کئے جاتے تھے۔ یہ سیمنٹ تو ہمارے زمانے کی ایجاد ہے، مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایسا قلعہ تیار کرے، جس کی دیواریں چونے سے بنی ہوئی ہوں، بڑا مضبوط ہو کہ ہوا کے اندر جانے کی گنجائش بھی نہ ہو، اس میں چھپ کر بیٹھ جائے، موت کا فرشتہ وہاں بھی پہنچ جائے گا۔ فرشتوں کے لئے دیواریں ایسے ہی ہیں جیسے پرندوں کے لئے ہوا ہے، دیکھو ہم قبر پر کتنی مٹی ڈالتے ہیں، ابھی لوگ واپس کھڑے ہوئے ہیں کہ منکر نکیر علیہما السلام وہاں پہنچ جاتے ہیں، بعض بچے ماں کے پیٹ میں فوت ہو جاتے ہیں، بظاہر کوئی راستہ نہیں، مگر فرشتہ وہاں بھی پہنچ کر جان نکال لیتا ہے، جس کا نہ ماں کو علم ہے اور نہ کسی اور کو وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ اور اگر پہنچے ان کو کوئی بھلائی اور راحت يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ کہتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ منافقوں کی بات ہے جو بظاہر کلمہ پڑھتے ہیں، مسلمانوں کو اگر کوئی راحت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ اور اگر پہنچے ان کو کوئی تکلیف يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ کہتے ہیں اے نبی کریم! یہ تیری وجہ سے ہے (معاذ اللہ تعالیٰ) قُلْ آپ کہہ دیں كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، راحت بھی، تکلیف بھی فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ پس کیا ہو گیا ہے اس قوم کو لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا نہیں قریب کہ سمجھیں بات کو کہ اپنا قصور مان لیں کہ ہم منافق ہیں اور ہم نے دل سے کلمہ نہیں پڑھا اور یہ ان کی شامت ہے، الٹا کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہمیں تکلیف پہنچی ہے، ان کی گنگا الٹی چلتی ہے، اللہ تعالیٰ نفاق سے بچائے اور محفوظ رکھے۔

مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۫ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ؕ وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۷۹﴾ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ﴿۸۰﴾ وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ۫ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِيْ تَقُوْلُ ؕ وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۸۱﴾ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴿۸۲﴾

لفظی ترجمہ:

مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ اے انسان! جو پہنچتی ہے تجھے کوئی راحت اور بھلائی فَمِنَ اللّٰهِ پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے وَمَآ اَصَابَكَ اور جو پہنچتی ہے مِنْ سَيِّئَةٍ کوئی تکلیف اور مصیبت فَمِنْ نَّفْسِكَ پس وہ تیرے نفس کی وجہ سے ہے وَاَرْسَلْنٰكَ اور ہم نے بھیجا ہے تجھے اے محمد! لِلنَّاسِ رَسُوْلًا تمام انسانوں کے لئے رسول بنا کر وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا اور کافی ہے اللہ تعالیٰ گواہ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ جو شخص اطاعت کرے گا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ پس تحقیق اس نے اطاعت کی اللہ تعالیٰ کی وَمَنْ اور وہ شخص تَوَلّٰى جس نے اطاعت سے روگردانی کی فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ پس نہیں بھیجا ہم نے آپ کو عَلَيْهِمْ ان پر حَفِيْظًا نگران وَيَقُوْلُوْنَ اور کہتے ہیں طَاعَةٌ ہمارا کام ہے اطاعت کرنا فَاِذَا بَرَزُوْا پھر جب وہ نکلتے ہیں مِنْ عِنْدِكَ آپ کے پاس سے بَيَّتَ رات کو مشورے کرتا ہے طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ ایک گروہ ان میں سے غَيْرَ الَّذِيْ تَقُوْلُ اس کے خلاف جو آپ ان کو کہتے ہیں وَاللّٰهُ يَكْتُبُ اور اللہ تعالیٰ لکھتا ہے مَا يُبَيِّتُوْنَ جو مشورہ رات کے وقت کرتے ہیں فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ پس آپ ان سے اعراض کریں وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرو وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا اور کافی ہے اللہ تعالیٰ کام بنانے والا اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ کیا پس یہ لوگ قرآن کریم میں غور وفکر نہیں کرتے؟ وَلَوْ كَانَ اور اگر ہوتا یہ قرآن مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف سے لَوَجَدُوْا فِيْهِ البتہ پاتے وہ اس میں اخْتِلَافًا كَثِيْرًا بہت سارا اختلاف۔

تشریح:

اس سے پہلی آیت کریمہ میں اس بات کا ذکر تھا کہ اگر کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو منافق لوگ اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کی طرف کرتے، حالانکہ یہ بڑی قبیح بات ہے اور بے ادبی ہے، لہٰذا اگلی آیت کریمہ میں اس کی حقیقت کو بیان کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ اے انسان! جو پہنچتی ہے تجھے کوئی راحت اور بھلائی فَمِنَ اللّٰهِ پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ مَآ اَصَابَكَ میں خطاب ہے ہر انسان کو اور مقدر عبارت یوں بنے گی "ما أصابک أیھا الإنسان من حسنة" جو پہنچتی ہے تجھے اے انسان! کوئی بھلائی فَمِنَ اللّٰهِ پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام اور اس کی مہربانی ہے وَمَآ اَصَابَكَ اور جو پہنچتی ہے تجھے اے انسان! مِنْ سَيِّئَةٍ کوئی تکلیف اور مصیبت فَمِنْ نَّفْسِكَ وہ تیرے نفس کی وجہ سے ہے، اس میں تیرے کسی گناہ اور عیب کا دخل ہے اور یہ عمومی ضابطہ نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر معصوم ہیں اور تکلیفیں ان کو بھی آئی ہیں تو وہ گناہوں کی وجہ سے تو نہیں آئیں، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: حضرت! یہ ارشاد فرمائیں کہ "أَيُّ النَّاسِ أَشَدُّ بَلَاءً" انسان میں سب سے زیادہ تکلیف کس کو پیش آئی ہے؟ فرمایا "الأنبیاء ثم الأمثل فالأمثل" سب سے زیادہ تکلیفیں پیغمبروں کو پیش آئی ہیں، پھر ان کو جو درجے میں انبیاء کرام علیہم السلام کے قریب ہوتے ہیں، مثلاً: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پھر ان کو جو ان کے قریب ہوتے ہیں، مثلاً: تابعین کو پھر ان کو جو ان کے قریب ہوتے ہیں، مثلاً: تبع تابعین کو "يُبْتَلَى الرَّجُلُ قَدْرَ دِيْنِهٖ" امتحان لیا جاتا ہے آدمی کا اس کے دین کے مطابق، یعنی جتنا کسی میں دین میں ہوتا ہے، اسی حساب سے اس کا امتحان ہوتا ہے، وہ لوگ دین میں بہت مضبوط تھے، اس لئے ان کے امتحان بھی سخت تھے اور ہم لوگ کمزور اور ناتواں ہیں، ہم ان امتحانوں کے اہل ہی نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں امتحانوں سے محفوظ فرمائے۔

تو اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو جو تکلیفیں آئی ہیں وہ کسی گناہ کے نتیجے میں نہیں ہوتیں، کیونکہ پیغمبر معصوم ہوتے ہیں صغیرہ سے بھی اور کبیرہ سے بھی، پیغمبروں کی تکلیفیں ان کے درجات کی بلندی کا ذریعہ ہوتی ہیں اور یہ اصولی مسئلہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کے سوا کوئی معصوم نہیں ہے، باقی ہر کسی سے کوئی نہ

کوئی چھوٹی بڑی غلطی ہو جاتی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات تو قرآن پاک میں موجود ہیں، مثلاً: احد کے معرکہ میں جو ہجرت کے تیسرے سال شوال کے مہینے میں پیش آیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جان بچانے کے لئے پیٹھ پھیری اور بھاگ گئے، جب کہ میدانِ جنگ میں پیٹھ پھیرنا بڑے گناہوں میں سے ایک گناہ ہے، جب کہ دشمن دوگنا ہو، اگر دشمن دوگنا سے زیادہ ہو پھر پیٹھ پھیرنا گناہ نہیں ہے۔ تو احد میں پیٹھ پھیرنے والے سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَ لَا تَلْوٗنَ عَلٰٓى اَحَدٍ (پارہ:۴، سورۂ آل عمران) وہ وقت بھی یاد کرنے کے لائق ہے جب تم پہاڑ پر چڑھے جارہے تھے اور تم مڑ کر نہیں دیکھتے تھے، اسی کو آگے فرمایا اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا پختہ بات ہے کہ ان کو شیطان نے پھسلایا ان کی بعض کمائی کی وجہ سے۔ اور ساتھ ہی فرمادیا کہ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ اور البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کردیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ گناہ معاف کردیا تو اس کے بعد ان کا کوئی گناہ نہ رہا، ہاں! اگر اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ان کی صفائی بیان نہ فرماتے تو ان کی پوزیشن مخدوش رہتی، مگر آج تک لوگ انہیں معاف کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

مثلاً: ان بھاگنے والوں میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بھی تھے تو یہ لوگ جب ان پر طعن کرتے ہیں تو یہ بھی کہتے ہیں کہ دیکھو جی! وہ احد کے میدان سے بھاگ گئے، بھائی! ٹھیک ہے، بھاگ گئے تھے، یہ ان کا گناہ تھا، مگر جب اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کردیا تو اب ان کا یہ گناہ نہیں رہا، اس کے بعد ان کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنانا محض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دشمنی ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان میں بہت بڑی شخصیت گزری ہے، علم کے لحاظ سے، تقویٰ وطہارت کے لحاظ سے، لوگوں کی اصلاح کے لحاظ سے ان کا مقام بہت بلند ہے، ان سے کسی نے سوال کیا کہ حضرت! یہ جو رافضی اور شیعہ ہیں، ان کے متعلق ہمیں صحیح صحیح بتاؤ کہ ہم ان کو کیا سمجھیں؟ تو حضرت نے اس کا تحریری طور پر جواب دیا، فرمایا: ہماری ان لوگوں سے کوئی ذاتی رنجش نہیں ہے اور نہ ہی ان سے کوئی ذاتی دشمنی ہے کہ کوئی زمین کا تنازعہ ہو یا کوئی کاروباری رنجش ہو، بلکہ یہ لوگ از روئے شرع

تین وجوہ سے کافر ہیں :۱:.....ایک یہ کہ یہ کہتے ہیں کہ موجودہ قرآن کریم اصل نہیں ہے، اصل قرآن اور تھا، موجودہ قرآن میں تحریف ہوئی ہے، لہٰذا جو شخص قرآن پاک کو صحیح نہ مانے، اس کا اسلام کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ ۲:.....ان کے کفر کی دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بارہ امام مانتے ہیں اور اماموں کو معصوم عن الخطأ مانتے ہیں کہ وہ صغیرہ کبیرہ گناہوں سے پاک ہیں اور ان پر باقاعدہ وحی نازل ہوتی ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اماموں کو معصوم ماننا اور ان کے متعلق یہ نظریہ رکھنا کہ ان پر باقاعدہ وحی نازل ہوتی ہے تو پھر نبوت ختم نہ ہوئی، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بارہ نبی اور پیدا ہو گئے، اور جو ختم نبوت کا منکر ہے، وہ کافر ہے۔

اسی طرح شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ، حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بعد ہندوستان میں بہت بڑی شخصیت تھے، انہوں نے اور ان کی صلبی اور روحانی اولاد یعنی شاگردوں نے جس طرح ہندوستان میں توحید وسنت کو پھیلایا اور شرک وبدعت کا قلع قمع کیا اور رسموں سے لوگوں کو نفرت دلائی، یہ انہیں کا کارنامہ ہے۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر مراقبہ کیا اور کشف کی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ حضرت! امامیہ شیعہ کو کیا سمجھنا چاہئے؟ یعنی وہ شیعہ جو بارہ اماموں کے قائل ہیں، ان کے متعلق کیا نظریہ رکھنا چاہئے؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جھڑکا اور فرمایا: احمد! یہ شاہ صاحب کا نام ہے، احمد ابن عبد الرحیم! تو نے ان کے لفظ امام پر غور نہیں کیا کہ یہ امام کس کو کہتے ہیں؟ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تنبیہ کے بعد مجھ پر ان کی ساری حقیقت واضح ہوگئی کہ امام اسے کہتے ہیں جو معصوم ہوتا ہے اور اس پر وحی نازل ہوتی ہے اور ظاہر بات ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بارہ امام معصوم ہیں تو پھر نبوت تو ختم نہ ہوئی، لہٰذا یہ ختم نبوت کے منکر ہیں اور کافر ہیں۔

۳:.....اور ان کے کافر ہونے کی تیسری وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کافر کہتے ہیں اور اس سے قرآن کریم کا انکار لازم آتا ہے، کیونکہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور ہجرت کی وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور جہاد کیا اللہ تعالیٰ

کے راستہ میں وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اور وہ لوگ جنہوں نے جگہ دی ہجرت کرنے والوں کو اور مدد کی اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا یہی لوگ سچے مومن ہیں لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِیْمٌ (پارہ:۱۰، الانفال) ان کے لئے بخشش ہے اور عزت کی روزی ہے تو اس آیت کریمہ میں مہاجرین کا ذکر بھی آ گیا اور انصار کا بھی اور فرمایا کہ یہ پکے مومن ہیں، لہٰذا جو شخص مہاجرین میں سے یا انصار میں سے کسی کو مومن نہ سمجھے تو اس کا قرآن پر ایمان نہیں ہے اور جو قرآن پاک کا منکر ہے، وہ کافر ہے۔

تو میں مسئلہ بیان کر رہا تھا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو جو تکلیف آتی ہے، وہ کسی گناہ کی وجہ سے نہیں آتی، بلکہ امتحان ہوتا ہے، کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام معصوم ہیں اور ان کے بغیر کوئی معصوم نہیں ہے، ہاں! اگر اللہ تعالیٰ کسی کو محفوظ رکھے تو وہ گناہوں سے بچ سکتا ہے، باقی چھوٹی موٹی لغزشیں ہوتی رہتی ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے انسان! تجھے جو راحت اور آرام پہنچتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اور جو دکھ یا تکلیف پہنچتی ہے وہ تیرے کسی عمل کا نتیجہ ہوتی ہے۔

آگے فرمایا وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا اور ہم نے بھیجا ہے تجھے اے محمد! تمام لوگوں کے لئے رسول بنا کر۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جتنے بھی پیغمبر دنیا میں تشریف لائے وہ مخصوص قوموں کے لئے آئے، یہی وجہ ہے کہ ان کی تبلیغ ان الفاظ سے شروع ہوتی ہے یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ (پارہ:۱۲، سورۃ ہود) اے میری قوم! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی، اے میری قوم! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا قُلْ آپ فرمادیں یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اے انسانو! اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا (پارہ:۹، سورۃ الاعراف) بے شک میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں تم سب کی طرف، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنات کے بھی پیغمبر تھے، چنانچہ سورۂ رحمٰن میں انسانوں اور جنوں دونوں کا ذکر ہے یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اے انسانو اور جنوں کے گروہ! اور سورۂ جن، پارہ:۲۹ میں بھی ذکر ہے قُلْ اے پیغمبر! آپ فرمادیں اُوْحِیَ اِلَیَّ میری طرف وحی آئی ہے اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ جنوں کی ایک جماعت نے اس کتاب کو سنا فَقَالُوْٓا پس کہنے لگے اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا یَّهْدِیْٓ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا جو بھلائی کا راستہ بتلاتا ہے، سو ہم اس پر ایمان لے آئے اور جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم

انسانوں اور جنوں سب کے پیغمبر ہیں، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اس وقت تک ہے جب حضرت اسرافیل علیہ السلام بگل پھونکیں گے، اس وقت تک انسانوں اور جنوں میں جو بھی پیدا ہوگا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت قبول کرنے کا پابند ہے اور جنات میں مسلمان بھی ہیں اور کافر بھی ہیں، ہندو بھی ہیں اور سکھ بھی، یہودی بھی ہیں اور عیسائی بھی، جس طرح انسانوں میں کئی مذہب ہیں، اسی طرح جنات میں بھی کئی مذہب ہیں، چنانچہ سورۂ جن میں آتا ہے وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ اور بے شک ہم میں بعضے مسلمان ہیں وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ اور بعض گنہگار ہیں اور یہ بھی آتا ہے وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ اور بے شک ہم میں بعضے نیک ہیں وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ اور بعض اور طرح کے كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا ہمارے کئی طرح کے مذہب ہیں تو جنات کے بکثرت فرقے ہیں اور جنات ہیں بھی ہر جگہ اور یہاں درس میں تم سے کئی گنا زیادہ بیٹھے ہوں گے، یہ الگ بات ہے کہ ہمیں نظر نہیں آتے۔

مسئلہ فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ نماز کے اختتام پر جب سلام پھیرتے ہو، اس وقت یہ نیت کرو کہ میری دائیں جانب جتنے مرد عورتیں مسلمان ہیں یا جنات ہیں یا فرشتے ہیں سب کو سلام اور اس طرح جب بائیں جانب سلام پھیرو تو ان سب کی نیت کرو،، اگر اکیلا پڑھ رہا ہے مرد ہے یا عورت، اس نے بھی یہی نیت کرنی ہے کہ میں ان سب کو سلام کہہ رہا ہوں اور بعض جنات شرارتی ہوتے ہیں، وہ انسانوں کو تکلیف بھی پہنچاتے ہیں۔

اور یاد رکھنا مسلمان کو اتنا ضعیف الاعتقاد نہیں ہونا چاہیے کہ تھوڑی سی تکلیف آئے تو کہے مجھے جنات چمٹ گئے ہیں، خصوصاً عورتیں بڑی وہمی ہوتی ہیں کہ تھوڑی سی تکلیف لمبی ہو جائے تو کہتی ہیں کہ کسی نے میرے اوپر جادو کر دیا ہے اور گھر میں کوئی عورت آ کے چلی جائے اور اس کے بعد کوئی تکلیف ہو جائے تو فوراً اس سے کڑی ملائیں گی کہ فلاں پھیرا مار گئی ہے، جس کی وجہ سے یہ تکلیف آئی ہے۔ یہ بات بالکل غلط ہے کہ کسی کے آنے سے تکلیف آئے۔ یہ مشرکانہ عقیدہ ہے۔ جنات کے چمٹنے اور جادو سے انکار نہیں ہے مگر سو میں سے ایک آدھ واقعہ جنات کا اور ایک آدھ واقعہ جادو کا ہوتا ہے، اتنا نہیں جتنا لوگوں نے ذہن بنا لیا ہے اور ہر معاملے کو اس کے ساتھ جوڑنا شروع کر دیا ہے، حاشا وکلا، یہ شرک کی ایک قسم ہے، ان

توہمات سے بچو، مسلمان کا عقیدہ بڑا پختہ ہونا چاہئے، تکلیف سے کون بچا ہوا ہے؟ تکلیفیں بڑوں کو بھی ہوتی ہیں، بچوں کو بھی ہوتی ہیں، ہماری خوراک کیا ہے اور کیسی ہے؟ کوئی چیز کھری ملتی نہیں، پھر صحت بھی ایسی ہی ہوگی، طبعی طور پر تکلیفیں انہیں چیزوں کا نتیجہ ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں اور جنات کے لئے رسول ہیں۔

وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا اور کافی ہے اللہ تعالیٰ گواہ، ہمارے ظاہر و باطن کے سب حالات اس کے سامنے ہیں مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ جو شخص اطاعت کرے گا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ پس تحقیق اس نے اطاعت کی اللہ تعالیٰ کی، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نمائندے ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نمونہ بنا کر بھیجا ہے لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (پارہ:۲۱، سورۃ الاحزاب) البتہ تحقیق تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کیا ہے وہ کرو اور جس سے منع فرمایا ہے اس کے قریب نہ جاؤ۔

اور یہ بات بھی سمجھ لیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کام کئے ہیں، وہ اصولی طور پر دو قسم کے ہیں: ایک سنت مؤکدہ ہیں اور دوسری سننِ ہدیٰ ہیں، ہدایت کی سنتیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کام دینی اعتبار سے کئے ہیں اور کرنے کا حکم دیا ہے، ان کا کرنا ہم پر لازم ہے اور جو کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طبعی طور پر کئے ہیں یا فرمائے ہیں، ان کاموں میں اگر کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے تو ثواب ہوگا اور اگر نہیں کرے گا تو گرفت نہیں ہوگی، مثلاً: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کی روٹی کھائی تو اس وقت ہم میں کتنے آدمی ہیں جو جو کی روٹی کھاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گدھے پر سوار ہوئے ہیں، ہم میں سے گدھے پر سوار ہونے والے کتنے ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمرے میں کوئی روشنی نہیں تھی اور ہمارے ہاں ایک رات روشنی نہ ہو تو قیامت برپا ہو جاتی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے موٹے کپڑے پہنے ہیں جو دستی کھڈیوں پر بنے جاتے تھے تو ہم میں سے کتنے آدمی ہیں جو صرف موٹے کپڑے پہنتے ہیں، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبعی باتیں تھیں، کھانے پینے کی، اٹھنے بیٹھنے کی، ان میں اگر کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے گا تو ثواب ملے گا، اگر نہیں کرے گا کوئی گرفت

نہیں ہوگی۔ اپنے ملک کے لحاظ سے، علاقے کے لحاظ سے جو لباس پہنے، اس پر شرعی طور پر کوئی پابندی نہیں ہے، بشرطیکہ اس سے جسم چھپ جائے۔ اسی طرح جس رنگ کا لباس پہنے اجازت ہے، سوائے زعفرانی رنگ کے اور اصفر کے رنگ کے اور ورس کے رنگ کے کہ یہ مردوں کے لئے جائز نہیں، باقی ہر رنگ کا لباس پہن سکتا ہے، بشرطیکہ وہ کسی قوم کا شعار اور علامت نہ ہو، کیونکہ پھر وہ اس قوم کے ساتھ تشبیہ ہوگی، جیسے کالا لباس ہے، اصولی طور پر اس کے پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے، مگر محرم کے مہینے میں یہ رافضی پہنتے ہیں، لہٰذا محرم کے مہینے میں نہیں پہننا چاہئے، کیونکہ یہ ان کی علامت اور نشانی ہے اور اس کے علاوہ پہن سکتا ہے، کیونکہ جو شخص کوئلے کے کارخانے میں کام کرتا ہے، کوئلے اٹھاتا ہے، وہ کالا لباس نہیں پہنے گا تو کیا کرے گا؟ تو بہر حال جس لباس میں غیر مسلمانوں سے تشبیہ ہو، وہ نہ پہنے۔ اگر ایسی بات نہ ہو تو کوئی پابندی نہیں ہے۔ مثال کے طور پر جس طرح کی ٹوپیاں قراقلی بہت سے لوگوں نے پہنی ہوئی ہیں، یہ نہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں، نہ کرام صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہیں۔ ٹھنڈے علاقے کے لوگ یہ پہنتے تھے تو ملکی لباس پہننا جو غیر مسلموں کی علامت نہ ہو تو جائز ہے۔

البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفید لباس کو پسند فرماتے تھے اور فرمایا کہ: سفید لباس پہنو اور اسی میں مردوں کو کفن دو، لہٰذا سفید رنگ کا لباس مستحب ہے، لیکن دوسرے رنگ کا لباس بھی پہن سکتے ہیں، فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کالے رنگ کی پگڑی باندھی ہوئی تھی، حدیث کے الفاظ ہیں ”کَانَتْ عَلٰی رَأْسِهٖ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ“ اسی طرح سفید پگڑی بھی پہن سکتے ہیں، سبز رنگ کی پگڑی بھی پہن سکتے ہیں، کوئی پابندی نہیں ہے۔ بعض لوگ غلو سے کام لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ بتاؤ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کون سے رنگ کا کپڑا پہنا ہے اور کہاں تک ہوتا تھا، بھائی! یہ طبعی چیزیں ہیں، شرعی طور پر کوئی گرفت نہیں ہے۔

ہاں! اتنی بات ہے کہ شلوار ٹخنوں سے نیچے نہیں ہونی چاہئے۔ تو فرمایا کہ جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی، اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی وَمَنْ تَوَلّٰی اور جس شخص نے اطاعت سے روگردانی کی، منہ موڑا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا پس نہیں بھیجا ہم نے آپ کو ان پر نگران بنا کر۔ آپ کا

کام ہے سمجھا دینا وَيَقُولُونَ طَاعَةٌ اور کہتے ہیں ہمارا کام ہے اطاعت کرنا۔ یہ منافقوں کا ذکر ہے، جب وہ آپ کی مجلس میں بیٹھے ہوتے تو کہتے کہ حضرت! ہم آپ کی اطاعت کریں گے اور آپ کو راضی کرنے کے لئے حاضر ہیں فَإِذَا بَرَزُوا مِنْ عِنْدِكَ پھر جب وہ نکلتے ہیں آپ کے پاس سے یعنی آپ کی مجلس سے اٹھ کر چلے جاتے ہیں تو بَيَّتَ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ رات کو مشورہ کرتا ہے ایک گروہ ان میں سے غَيْرَ الَّذِي تَقُولُ اس کے خلاف جو آپ ان کو کہتے ہیں، مثلاً: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجلس میں طے کیا کہ فلاں مقام پر جہاد کے لئے آدمیوں کو بھیجنا ہے، فلاں کام اس طرح کرنا ہے اور فلاں کام اس طرح کرنا ہے، مگر ان منافقوں کی مرضی نہیں ہوتی تو یہ جا کر رات کو مشورہ کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو کس طرح ٹالنا ہے؟ کس بہانے سے ہماری جان بچ سکتی ہے؟ اور مجلس میں بڑھ چڑھ کر باتیں کریں گے وَاللَّهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُونَ اور اللہ تعالیٰ لکھتا ہے جو مشورے وہ رات کے وقت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خود تو نہیں لکھتا، اس نے فرشتے مقرر فرمائے ہوئے ہیں، وہ نامۂ اعمال لکھتے ہیں۔ قرآن کریم میں ہے عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ ایک فرشتہ دائیں کندھے پر بیٹھا ہے اور ایک بائیں پر بیٹھا ہے۔ رات والے فرشتے صبح کی نماز کے وقت چلے جاتے ہیں اور دن کی ڈیوٹی والے آجاتے ہیں، یہ عصر کے وقت چلے جاتے ہیں اور رات کی ڈیوٹی والے آجاتے ہیں، مثلاً: صبح کی نماز جب یہاں شروع ہوئی ہے تو اس محلے کے سارے فرشتوں کی ڈیوٹی بدل گئی، اس طرح جب اس مسجد میں عصر کی نماز شروع ہوگی تو اس محلے کے دن والے فرشتے چلے جائیں گے اور رات کو دوسرے آجائیں گے، ان فرشتوں کو ”کراما کاتبین“ کہتے ہیں مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ کوئی بات اس کی زبان پر نہیں آتی، مگر ایک نگہبان اس کے پاس تیار رہتا ہے۔ انسان جو بات منہ سے نکالتا ہے، وہ لکھ لیتے ہیں اور جو فعل کرتا ہے اس کو بھی لکھ لیتے ہیں، اسی طرح اگر کسی نے آنکھ یا ہاتھ سے نیکی بدی کا اشارہ کیا تو وہ بھی لکھ لیتے ہیں، قیامت والے دن وہ سارا دفتر سامنے کر دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا (پارہ: ۱۵، سورۂ بنی اسرائیل) اپنی کتاب پڑھ لے، کافی ہے تیرا نفس آج کے دن اپنے حساب کے لئے۔

وہاں اللہ تعالیٰ ہر ایک کو پڑھنے کی توفیق عطا فرما دیں گے۔ دنیا میں چاہے پڑھ سکتا تھا یا نہیں پڑھ

سکتا تھا، قیامت والے دن ہر آدمی اپنا اعمال نامہ خود پڑھے گا، جب دو چار صفحے پڑھ لے گا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: ذرا ٹھہر جا، یہ بتا کہ میرے فرشتوں نے تیرے ساتھ زیادتی تو نہیں کی، جو اقوال اور افعال لکھے ہیں، کیا تیرے ہی ہیں؟ بندہ کہے گا: پروردگار! کوئی زیادتی نہیں کی، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اور پڑھ، وہ دو چار صفحے اور پڑھے گا، پھر رب تعالیٰ فرمائیں گے کہ فرشتوں نے تیرے ساتھ کوئی زیادتی تو نہیں کی کہ نیکیاں نہ لکھی ہوں اور گناہ لکھ دیئے ہوں؟ بندہ کہے گا نہیں پروردگار! وہی لکھا ہے جو میں نے کیا ہے تو یہ سارے کا سارا ریکارڈ فرشتوں نے محفوظ کر رکھا ہے، کسی غلط فہمی میں نہ رہنا، لہٰذا یہ منافق جورات کو مشورے کرتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتے لکھ لیتے ہیں، ریکارڈ سارا محفوظ ہے۔

فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ پس آپ ان سے اعراض کریں، ان کی باتوں پر توجہ ہی نہ دیں وَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کریں وَكَفٰى بِاللهِ وَكِيْلًا اور اللہ تعالیٰ کافی ہے کام بنانے والا ۔کارساز صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں! منافقوں نے منافقت سے اتنا پیار کیوں کیا ہوا ہے؟ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ کیا پس یہ لوگ قرآن پاک میں غور وفکر نہیں کرتے ہیں؟

میں کہتا ہوں اگر کوئی مرد یا عورت قرآن پاک کا لفظی ترجمہ ہی پڑھ لے تو اسے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ایمان کی حقیقت سمجھ آجائے گی اور کفر وشرک کی برائی سمجھ آجائے گی۔ آج ہمارے اندر جتنی کمزوریاں ہیں، ان کی وجہ صرف قرآن پاک سے دوری ہے، قرآن پاک کو سمجھا نہیں ہے، قرآن پاک کو سمجھنا صرف مولویوں اور طالب علموں کا کام نہیں ہے، قرآن پاک کا پڑھنا سمجھنا ہر مسلمان مرد وعورت پر لازم ہے وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللهِ اگر ہوتا یہ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف سے لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا البتہ پاتے وہ اس میں بہت سارا اختلاف۔ حالانکہ اس میں ذرہ برابر بھی اختلاف نہیں ہے، سارے کا سارا قرآن پاک مغز ہی مغز ہے، حق ہی حق ہے، اللہ تعالیٰ سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ؕ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰۤى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْكِيْلًا ۝ مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ۝ وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَاۤ اَوْ رُدُّوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ۝ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ۝

لفظی ترجمہ:

وَاِذَا جَآءَهُمْ اور جب آتا ہے ان کے پاس اَمْرٌ کوئی معاملہ مِّنَ الْاَمْنِ امن کا اَوِ الْخَوْفِ یا خوف کا اَذَاعُوْا بِهٖ وہ اس کو مشہور کردیتے ہیں وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ اور اگر لوٹاتے اس معاملے کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وَاِلٰۤى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ اور ان کی طرف جو ان میں سے صاحب امر ہیں، یعنی رائے والے ہیں لَعَلِمَهُ البتہ جان لیں اس کو الَّذِيْنَ وہ لوگ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ جو خوب تحقیق کرسکتے ہیں مِنْهُمْ ان میں سے وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ اور اگر نہ ہوتا فضل اللہ تعالیٰ کا عَلَيْكُمْ تم پر وَرَحْمَتُهٗ اور اس کی رحمت ومہربانی لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ البتہ پیروی کرتے تم شیطان کی اِلَّا قَلِيْلًا مگر بہت تھوڑے فَقَاتِلْ پس لڑ تو فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لَا تُكَلَّفُ نہیں تکلیف دی جائے گی تجھے اِلَّا نَفْسَكَ مگر تیری جان تک وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ اور برانگیختہ کر ایمان والوں کو جہاد پر عَسَى اللّٰهُ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اَنْ يَّكُفَّ یہ کہ روک دے بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا گرفت ان لوگوں کی جو کافر ہیں وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا اور اللہ تعالیٰ سخت ہے گرفت میں وَّاَشَدُّ تَنْكِيْلًا اور بہت سخت ہے سزا دینے میں مَنْ يَّشْفَعْ جو شخص سفارش کرے گا شَفَاعَةً حَسَنَةً اچھی سفارش يَّكُنْ لَّهٗ ہوگا اس کے لئے نَصِيْبٌ مِّنْهَا اس سفارش میں حصہ وَمَنْ يَّشْفَعْ اور جو سفارش کرے گا شَفَاعَةً سَيِّئَةً بری سفارش يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا اس کے لئے ہوگا حصہ اس میں وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ ہر چیز پر مُّقِيْتًا قدرت رکھنے والا وَاِذَا

حُيِّيْتُم اور جب تم کو دعا دی جائے بِتَحِيَّةٍ سلام کے ساتھ فَحَيُّوا پس تم بھی دعا دو بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اس سے بہتر طریقے سے اَوْ رُدُّوْهَا یا اسی کو لوٹا دو اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ كَانَ ہے عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ حَسِيْبًا ہر چیز کا حساب لینے والا اَللّٰهُ اللہ تعالیٰ ہی ہے لَآ اِلٰهَ نہیں کوئی معبود اِلَّا هُوَ مگر وہی لَيَجْمَعَنَّكُمْ البتہ وہ ضرور جمع کرے گا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ قیامت والے دن لَا رَيْبَ فِيْهِ جس میں کوئی شک شبہ نہیں ہے وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا اور کون زیادہ سچا ہے اللہ تعالیٰ سے بات کرنے میں۔

تشریح:

اس سے پہلی آیات میں بھی منافقین کی تردید تھی اور اس آیت کریمہ میں بھی منافقوں کی تردید ہے، مخالفوں کے ایجنٹ آکر افواہیں پھیلاتے کہ ہم نے آنکھوں سے دیکھا ہے بہت بڑی فوج مدینہ طیبہ پر حملہ کرنے والی ہے اور شہر سے چند میل دور ہے۔ طبعی بات ہے کہ ایسی خبر جب عوام سنتے ہیں تو پریشان ہو جاتے ہیں، عورتیں پریشان ہوتی ہیں، بچے پریشان ہوتے ہیں، کیونکہ جنگ جنگ ہوتی ہے۔ ایسی خبر جب منافق سنتے تو آناً فاناً شہر میں مشہور کر دیتے کہ حملہ ہونے والا ہے اور آنے والے فوجیوں کو دیکھنے والوں نے آنکھوں سے دیکھا ہے، اس کا اثر یہ ہوتا کہ سارے ساتھی پریشان ہو جاتے، حالانکہ حقیقت کچھ بھی نہیں ہوتی تھی، یہ افراتفری پھیلانے کے لئے ایسی خبریں مشہور کر دیتے تھے یا مثلاً: جنگ شروع ہے زوروں پر اور کوئی دشمن کا ایجنٹ آیا اور کہا کہ صلح ہوگئی ہے، امن ہوگیا ہے اور ظاہر بات ہے کہ امن کی بات سن کر سارے مطمئن ہو جاتے ہیں اور نظریہ یہ ہوتا تھا کہ جب یہ مطمئن ہو جائیں تو دشمن اچانک حملہ کرے گا تو یہ منافق امن کی بات کو بھی جلد پھیلاتے اور خوف کی بات کو بھی جلد پھیلاتے، اللہ تعالیٰ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اور جب آتا ہے ان کے پاس کوئی معاملہ امن کا یا خوف کا اَذَاعُوْا بِهٖ وہ اس کو مشہور کر دیتے ہیں وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ اور اگر لوٹاتے اس معاملے کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ اور ان کی طرف جو ان میں صاحب امر ہیں یعنی رائے والے ہیں اور سمجھدار ہیں لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ البتہ جان لیں اس کو وہ لوگ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ان میں سے جو خوب تحقیق کر سکتے ہیں۔

اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بنفس نفیس مدینہ طیبہ میں موجود تھے تو فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یا صاحب رائے اور سمجھ دار لوگ جو ہیں ان کی طرف خبر کو لوٹاؤ، تاکہ وہ تحقیق کریں کہ اس کی حقیقت کیا ہے؟ واقعی کوئی خوف خطرہ ہے؟ اور کیا واقعی امن قائم ہو گیا ہے؟ صلح ہو گئی ہے؟ سمجھ دار لوگ تو بات کی تہہ کو پہنچ سکتے ہیں، عام لوگوں میں ایسی بات نشر نہ کرو، تاکہ پریشانی کا سبب نہ بنے، اسلام امن اور نظم کا طریقہ سکھاتا ہے اور ہر اس بات سے منع کرتا ہے جو شر اور فساد کا باعث ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا اَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَاسَمِعَ'' آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے کافی ہے کہ ہر سنی سنائی بات آگے بیان کر دے اور پھیلاتا پھرے۔ یاد رکھنا جب تک بات کی پوری تحقیق نہ ہو، آگے نہیں کرنی چاہئے، آج بہت ساری خرابیوں کا سبب اخبارات بھی ہیں کہ یہ ہر بات کی تشہیر کر دیتے ہیں، جس سے ملک میں بدامنی پھیلتی ہے اور وہ سنسنی پھیلاتے ہیں کہ ہم نے نئی خبر دی ہے، حالانکہ بہت ساری باتیں مبنی بر حقیقت نہیں ہوتیں اور ان سے غلط خیالات پیدا ہوتے ہیں، لہٰذا ہر سنی سنائی بات کو بیان کرنا بھی گناہ اور جھوٹ ہے۔ قرآن پاک میں آتا ہے وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ (سورۂ بنی اسرائیل) جس چیز کا تجھے علم نہیں ہے اس کے پیچھے نہ پڑ، اس کو بیان نہ کر، ہو سکتا ہے کسی کی دل شکنی ہو، کسی کو تکلیف پہنچے اور اس سے خرابی ہو، فرمایا وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ اور اگر نہ ہوتا اللہ تعالیٰ کا فضل تم پر اور اس کی رحمت لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ البتہ پیروی کرتے تم شیطان کی اِلَّا قَلِيْلًا مگر بہت تھوڑے۔

اللہ تعالیٰ کا فضل یہ ہے کہ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور قرآن پاک نازل فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر احکام نازل فرمائے، جن کو سنت کہتے ہیں اور تمہیں ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائی، یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے اور ہمیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اے پروردگار! تیرا شکر ہے کہ تو نے ہمیں مسلمانوں کے گھر پیدا فرمایا اور مسلمان بنایا اور وہ بھی صرف نام کا نہیں، بلکہ صحیح معنی میں مسلمان بنایا، نماز روزے کی پابندی کرنے کی توفیق عطا فرمائی، زبان قابو میں، نگاہ پر کنٹرول، کان قابو میں، ظاہر قابو میں، باطن قابو میں، حلال و حرام کی تمیز حاصل ہوئی، یہ سب اسلام کے اصول ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتے، جس مرد و عورت کو یہ چیزیں حاصل ہیں، کلمہ اور ایمان نصیب ہیں،

وہ ایک دفعہ نہیں کروڑ مرتبہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے تو کم ہے، کیونکہ قیامت والے دن کافر کو نجات نصیب نہیں ہوگی، چاہے وہ زمین سونے سے بھری ہوئی بھی بدلے میں دے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا وَمَاتُوْا وَھُمْ کُفَّارٌ اور وہ مرے اس حالت میں کہ کافر تھے فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِھِمْ پس ہرگز نہیں قبول کی جائے گی ان میں سے کسی ایک سے مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَھَبًا سونے سے بھری ہوئی زمین وَّلَوِ افْتَدٰی بِہٖ اور اگرچہ وہ اس کو بطور فدیہ کے دے دے اور دوسرے مقام پر آتا ہے کہ ''لَوْ أَنَّ لَهُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعاً وَّمِثْلَهُ مَعَهُ لَافْتَدَوْا بِهِ '' اگر روئے زمین کے سب خزانے ان کے پاس ہوں اور اس کے ساتھ اتنے ہی اور ہوں تو وہ انہیں فدیہ کے طور پر دینے کے لئے تیار ہو جائیں گے، مگر پھر بھی نجات کہاں؟ ''أُولٰئِكَ لَهُمْ سُوْءُ الْحِسَابِ '' ایسے لوگوں کا حساب برا ہوگا '' وماوٰھم جھنم '' اور ٹھکانا ان کا دوزخ ہے، وہاں پر یہ کچھ دے کر بھی کوئی کہے کہ میں اسلام قبول کرتا ہوں، مجھے معافی مل جائے، قبول نہیں کیا جائے گا، نہ معافی ملے گی تو جس کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں کلمہ ایمان کی توفیق عطا فرمائی ہے، وہ رب تعالیٰ کا جتنا بھی شکر کرے، کم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ پس لڑو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اے نبی کریم! اگر یہ منافق جہاد میں شریک نہیں ہوتے تو آپ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں لڑیں لَا تُکَلَّفُ اِلَّا نَفْسَکَ آپ کو تکلیف نہیں دی جائے گی، مگر آپ کی جان تک تمہیں تمہارے نفس کا مکلف بنایا گیا ہے وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ اور برانگیختہ کر ایمان والوں کو جہاد پر ایمان والوں کو بھی جہاد کی ترغیب دو اور آمادہ کرو عَسَی اللّٰہُ اَنْ یَّکُفَّ بَاْسَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا قریب ہے یہ کہ اللہ تعالیٰ روک دے گرفت ان لوگوں کی جو کافر ہیں۔ یعنی کافروں کی قوت اور اسلحہ سے نہ گھبراؤ، تعداد سے نہ گھبراؤ، اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں دو ہی بڑی حکومتیں تھیں، ایک قیصر کی جو عیسائی تھا، دوسری کسریٰ کی جو ایران کا بادشاہ تھا، لاکھوں کی تعداد میں ان کی فوجیں تھیں، صرف یرموک کے مقام پر رومیوں کی سات لاکھ فوج میدان میں تھی اور مقابلے میں مسلمان صرف ۳۵ یا ۳۶ ہزار تھے، کیا نسبت ہے؟ مگر جب لڑائی ہوئی تو سات لاکھ میں ایک لاکھ تین ہزار قتل ہوئے اور مسلمان صرف تین ہزار شہید ہوئے اور

باقیوں کو اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی۔

قادسیہ کے میدان میں امین ھذہ الأمۃ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ چیف کمانڈر تھے، ایک حصے کی کمان حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کر رہے تھے، جب لڑائی زوروں پر پہنچی تو انہوں نے چیف کمانڈر سے پوچھا: حضرت! ہمارے ساتھ لڑلڑ کر تھک چکے ہیں اور کچھ زخمی ہیں اور ایک طرف دشمنوں کی ساٹھ ہزار فوج ہے، اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں ساٹھ آدمیوں کا ساٹھ ہزار سے مقابلہ کرانا چاہتا ہوں، حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے تأمل فرمایا اور کہا کہ ساٹھ آدمیوں کا ساٹھ ہزار سے مقابلہ؟ لیکن جب ان کا جذبہ دیکھا تو اجازت دے دی، تاریخ میں موجود ہے ''غَزِیٰ سِتُّوْنَ ھُمْ سِتُّوْنَ اَلْفاً وَّمَعَ ھٰذَا تَوَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ'' ساٹھ نے ساٹھ ہزار کا مقابلہ کیا اور باوجود اس کے ساٹھ ہزار کو شکست ہوئی اور ساٹھ میں سے صرف دس آدمی شہید ہوئے اور باقیوں کو اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی، ایمان مضبوط ہو تو سب کچھ ہے، مگر افسوس ہے کہ ہمارے ایمان کمزور ہیں، یاد رکھنا مضبوط ایمان کے مقابلہ میں دنیا کا کوئی ہتھیار کام نہیں کرسکتا، کافر جتنا چاہیں ہتھیاروں پر گھمنڈ کریں اور اپنی فوج پر فخر کریں، کیونکہ جب ایمان مضبوط ہوگا، اعمال درست ہوں گے، اللہ تعالیٰ فضل فرمائیں گے، رحمت نازل ہوگی اور فرشتے امداد کے لئے نازل ہوں گے، علامہ اقبال مرحوم نے خوب کہا ہے:

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں قطار اندر قطار اب بھی

ایمان کی وہ فضا پیدا کر جو بدر میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے اندر تھی اور ان کی مدد کے لئے فرشتے نازل ہوئے تھے، اگر وہ کیفیت ہو تو اب بھی فرشتے اترنے کے لئے بے تاب ہیں۔

وَاللّٰہُ اَشَدُّ بَاْسًا اور اللہ تعالیٰ سخت ہے گرفت میں وَّاَشَدُّ تَنْكِیْلًا اور بہت سخت ہے سزا دینے میں۔ بات چل رہی ہے جہاد کی اور ایسے موقع پر اسلحہ اور دیگر اخراجات کی ضرورت ہوتی ہے، کیونکہ سارے مجاہد مالدار نہیں ہوتے، بلکہ ایسے مجاہد بھی ہوتے ہیں جن کے پاس نہ اسلحہ ہوتا ہے اور نہ سفر کا خرچ ہوتا ہے، لہٰذا ایسے مجاہدین کی معاونت دوسرے ساتھیوں نے کرنی ہوتی ہے، پھر ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں

جو خود نہیں دے سکتے، بلکہ دوسروں کو سفارش کرتے ہیں کہ ان کی مدد کرو، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مَنۡ یَّشۡفَعۡ شَفَاعَۃً حَسَنَۃً جو شخص سفارش کرے گا اچھی سفارش یَّكُنۡ لَّہٗ نَصِیۡبٌ مِّنۡہَا ہوگا اس کے لئے اس سفارش میں سے حصہ یعنی جو شخص جائز کام میں کسی کی سفارش کرے گا اس کو ثواب ملے گا، مثلاً: کوئی آدمی بے گناہ پکڑا ہوا ہے کہ اس نے نہ چوری کی ہے، نہ ڈاکہ مارا ہے، نہ قتل کیا ہے، مگر ناجائز طور پر اس کو پکڑ لیا ہے تو ایسے مظلوم شخص کی جو مدد کرے گا، اس کو ثواب ملے گا وَمَنۡ یَّشۡفَعۡ شَفَاعَۃً سَیِّئَۃً اور جو سفارش کرے گا بری سفارش یَّكُنۡ لَّہٗ كِفۡلٌ مِّنۡہَا ہوگا اس کے لئے حصہ اس میں سے۔ بری سفارش پر گناہ ملے گا، مثلاً: کوئی شخص واقعۃً چور ہے، اس کو رہا کرانے کی جو سفارش کرے گا وہ بھی چور ہوگا۔ ڈاکو کی سفارش کرتا ہے یا قاتل کی سفارش کرتا ہے تو یہ سفارش کرنے والا اتنا ہی مجرم ہے۔ اور جب آدمی پکڑا جاتا ہے تو رشتہ داریاں تلاش کی جاتی ہیں، تعلقات ڈھونڈے جاتے ہیں، بہت کچھ ہوتا ہے، اس لئے مسئلے کو اچھی طرح سمجھ لو اور جائز و ناجائز کا فرق کرو۔ بے گناہ پکڑا ہوا ہے تو اس کی سفارش کرو، ثواب ملے گا اور اگر مجرم ہے اور واقعۃً مجرم ہے، اس کی رہائی کے لئے سفارش کرو گے تو تم بھی اسی طرح کے مجرم ہو گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی کو ناحق قتل کرتا ہے، جس طرح یہ مجرم ہے، اسی طرح جو شخص ناحق قتل پر آمادہ کرتا ہے، ابھارتا ہے، مشورہ دیتا ہے، وہ بھی اسی طرح کا قاتل اور مجرم ہے، مثلاً: کوئی شخص کسی کو کہتا ہے ''اُقْتُلْ زَیْداً'' تو زید کو قتل کر دے یا پورا جملہ بھی نہیں بولتا، صرف کہتا ہے ''زَیْداً زَیْداً'' بلا شیری دیتے ہوئے کہتا ہے قتل کر دے، قتل کر دے، تو حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر اس نے قتل کر دیا تو جتنا مجرم قاتل ہے، ادھورا جملہ بولنے والا بھی اتنا ہی قاتل ہے اور مجرم ہے۔

اور مسئلہ یہ ہے کہ قتل میں جتنے آدمی بھی شریک ہوں دو، چار، دس یا اس سے زیادہ سب برابر کے مجرم ہوتے ہیں اور جرم ثابت ہونے پر سب کو سزا ہوگی، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے کا واقعہ ہے کہ ایک شخص کافی جائیداد کا مالک تھا اور اولاد میں صرف ایک لڑکا تھا، جس کی عمر تقریباً پانچ چھ سال ہوگی، اس کے رشتہ داروں میں سے بعض کی نیت خراب ہوگئی کہ یہ لڑکا بڑا ہو کر جائیداد کا مالک بنے گا، کیونکہ یہ وارث ہے، لہٰذا آج ہی اس کو فارغ کر دو، تا کہ جائیداد پر ہمارا قبضہ ہو جائے، تقریباً سات آدمیوں نے

باہم مشورہ کر کے اس کو قتل کر دیا، تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ واقعۃً یہ قاتل ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سب کو قتل کرو، بعض حضرات نے کہا: حضرت! مقتول ایک تھا اور تھا بھی بچہ اور یہ سات ہیں اور ہیں بھی بڑے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: اگر صنعاء والے سارے اس کے قتل میں شریک ہوتے تو میں سب کو قتل کر دیتا۔ صنعاء یمن کے ملک میں ایک شہر کا نام ہے، اس لئے بری سفارش سے بچو، غلط سفارش کرنے والا برابر کا مجرم ہوتا ہے۔

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا اور ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا، آگے اور مسئلہ کا بیان ہے، فرمایا وَإِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ اور جب تمہیں دعا دی جائے سلام کے ساتھ تو یعنی جب تم کو کوئی السلام علیکم کہے فَحَيُّوْا بِأَحْسَنَ مِنْهَآ پس تم بھی دعا دو، اس سے بہتر طریقہ سے، بہتر طریقہ یہ ہے کہ تم جواب میں کہو: وعلیکم السلام ورحمة اللّٰہ وبرکاتہ۔ اگر اس نے کہا ہے: السلام علیکم ورحمة اللّٰہ وبرکاتہ تو تم کہو: وعلیکم السلام ورحمة اللّٰہ وبرکاتہ، تو تم کہو: وعلیکم السلام ورحمة اللّٰہ وبرکاتہ ومغفرتہ، یہ چار لفظ ابوداؤد شریف کی حدیث سے ثابت ہیں اَوْ رُدُّوْهَا یا اسی کو لوٹا دو، یعنی اس نے کہا ہے: السلام علیکم، تم جواب میں کہہ دو: وعلیکم السلام اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ: السلام علیکم، مکمل جملہ ہے، اس کی دس نیکیاں ہیں اور ورحمة اللّٰہ بھی مکمل جملہ ہے، اس کی بھی دس نیکیاں ہیں، وبرکاتہ بھی مکمل جملہ ہے، اس کی بھی دس نیکیاں ہیں، ومغفرتہ بھی مکمل جملہ ہے، اس کی بھی دس نیکیاں ہیں، یعنی اگر کوئی شخص یہ چاروں جملے کہے گا تو اس کو چالیس نیکیاں مل جائے گی اور حدیث کے فن میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کتاب ہے "الأدب المفرد" اس میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ بھی منقول ہیں "وطیبت صلوتہ" اللہ تعالیٰ کی پاکیزہ رحمتیں تجھ پر نازل ہوں تو جتنی جس کو توفیق ہو اس سے بہتر جواب دے، زیادہ نیکیاں کما لے یا جتنے الفاظ اس نے کہے ہیں تم بھی اتنے کہہ دو، اگر وقت نہیں ہے اتنے کہنے کا۔

اور مسئلہ یہ ہے کہ السلام علیکم کہنا سنت ہے اور اس کے جواب میں وعلیکم السلام کہنا واجب ہے اور واجب کا درجہ سنت سے بڑا ہوتا ہے اور یہ عملی طور پر فرض ہوتا ہے۔

اور یہ مسئلہ بھی سمجھ لیں کہ بعض ایسے مقام ہیں کہ وہاں سلام کہنا مکروہ ہے، مثلاً: کوئی شخص بیت الخلاء میں ہے تو اس کو سلام کہنا مکروہ ہے یا کوئی برا کام کر رہا ہے، مثلاً: ڈاڑھی منڈا رہا ہے یا کسی کی شیو کر رہا ہے، ان دونوں کو سلام کرنا مکروہ ہے یا جو تاش کھیل رہا ہے، ان کو بھی سلام کرنا مکروہ ہے۔ غرضیکہ جو شخص غیر شرعی کام میں مشغول ہو، اس کو سلام کرنا مکروہ ہے۔ کیونکہ سلام کا معنی ہے: اللہ تجھے سلامتی میں رکھے، تو جو شخص برا کام کر رہا ہے وہ تو بددعا کا مستحق ہے، نہ کہ دعا کا۔

وضو کے موقع پر کچھ لوگ وضو کر رہے ہوتے ہیں اور کچھ وضو کی تیاری میں ہوتے ہیں، لہٰذا اس موقع پر سلام کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن وعظ و نصیحت کی مجلس ہے یا قرآن و حدیث کا درس ہو رہا ہے تو اس موقع پر سلام کرنے والا گنہگار ہوگا۔ اذان کہنے والے کو جب وہ اذان کہہ رہا ہے تو سلام نہیں کرنا۔ خطبۂ جمعہ ہو رہا ہے تو سلام نہیں کرنا، بلکہ خاموشی سے بیٹھ جانا ہے۔

اور جس طرح مرد ایک دوسرے کو سلام کرتے ہیں، اسی طرح عورتیں بھی ایک دوسرے کو سلام کریں اور مصافحہ بھی کر سکتی ہیں، معانقہ بھی کر سکتی ہیں۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا حضرت! جب آدمی کچھ عرصہ کے بعد ملے تو کیا گلے مل سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! معانقہ کر سکتا ہے اور مصافحہ کے بارے میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باقاعدہ باب قائم کیا ہے "اَلْمُصَافَحَةُ بِالْيَدَيْنِ" مصافحہ دونوں ہاتھوں سے ہے، ایک ہاتھ سے نہیں۔ عورتیں بھی آپس میں مصافحہ اور معانقہ کر سکتی ہیں، مرد محرم عورتوں کو سلام کر سکتے ہیں، غیر محرم کو نہیں کر سکتے، مگر یہ کہ کافی بوڑھی ہو تو اس کو نوجوان سلام کرے تو کوئی حرج نہیں ہے اور عورتیں غیر محرم کے ساتھ ہاتھ نہیں ملا سکتی اور محرم کے ساتھ مثلاً: باپ ہے، بیٹا ہے، دادا ہے، عورتیں بھی ہاتھ ملا سکتی ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا بے شک اللہ تعالیٰ ہے ہر چیز کا حساب لینے والا اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے، کوئی معبود نہیں ہے، کوئی سجدے کے لائق نہیں ہے، کوئی نذر و نیاز کے لائق نہیں ہے، اس کے سوا کوئی خالق نہیں ہے، کوئی مالک نہیں ہے، کوئی رازق نہیں ہے، کوئی مشکل کشا نہیں

ہے، کوئی حاجت روانہیں ہے، کوئی فریادرس نہیں ہے، کوئی دستگیر نہیں ہے، اس کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں ہے، یہ سب اللہ تعالیٰ کے اوصاف ہیں۔

لَيَجْمَعَنَّكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ البتہ وہ ضرور تمہیں جمع کرے گا قیامت کے دن۔ اس دن تم سارے اللہ تعالیٰ کی عدالت میں حاضر ہو گے لَا رَيْبَ فِيهِ قیامت کے دن میں کوئی شک نہیں ہے، وہ ضرور آئے گا وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا اور کون زیادہ سچا ہے اللہ تعالیٰ سے بات کرنے میں؟ اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچی بات کس کی ہو سکتی ہے؟ اس نے قرآن میں فرمایا ہے کہ: قیامت برحق ہے اور ایمانی عقیدوں میں ایک عقیدہ ہے کہ قیامت برحق ہے۔

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ؕ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۸۸﴾ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۪ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۸۹﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍۭ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ اَوْ جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ اَوْ يُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقٰتَلُوْكُمْ ۚ فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا ﴿۹۰﴾

لفظی ترجمہ:

فَمَا لَكُمْ پس کیا ہوگیا ہے تمہیں فِي الْمُنٰفِقِيْنَ منافقین کے بارے میں فِئَتَيْنِ کہ تم دو گروہ ہوگئے ہو وَاللّٰهُ اور اللہ نے اَرْكَسَهُمْ ان کو الٹا پھیر دیا ہے بِمَا كَسَبُوْا ان کی کمائی کی وجہ سے اَتُرِيْدُوْنَ یا تم ارادہ کرتے ہو اَنْ تَهْدُوْا یہ کہ ہدایت دو مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ جسے اللہ نے گمراہ کردیا ہے وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ اور جس کو اللہ گمراہ کردے فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا پس ہرگز نہیں پائے گا تو اس کے لئے راستہ وَدُّوْا اور وہ پسند کرتے ہیں اس بات کو لَوْ تَكْفُرُوْنَ کہ تم بھی کافر ہوجاؤ كَمَا كَفَرُوْا جیسا کہ وہ کافر ہوگئے ہیں فَتَكُوْنُوْنَ پس تم ہوجاؤ سَوَآءً برابر فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ پس نہ بناؤ تم ان میں سے کسی کو اَوْلِيَآءَ دوست حَتّٰى يُهَاجِرُوْا یہاں تک کہ وہ ہجرت کریں فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کے راستے میں فَاِنْ تَوَلَّوْا پس اگر وہ پھر جائیں فَخُذُوْهُمْ پس تم ان کو پکڑو وَاقْتُلُوْهُمْ اور تم ان کو قتل کرو حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ جہاں کہیں تم ان کو پاؤ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اور نہ بناؤ ان میں سے کسی کو وَلِيًّا دوست وَّلَا نَصِيْرًا اور نہ مددگار اِلَّا الَّذِيْنَ مگر وہ لوگ يَصِلُوْنَ جو ملتے ہیں اِلٰى قَوْمٍ ایسی قوم کی طرف بَيْنَكُمْ تمہارے درمیان وَبَيْنَهُمْ اور ان کے درمیان مِّيْثَاقٌ معاہدہ ہے اَوْ جَآءُوْكُمْ یا لائیں تمہارے پاس حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ کہ تنگ ہوگئے ہیں ان کے سینے اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ یہ کہ تمہارے ساتھ لڑیں اَوْ يُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ یا آپس میں لڑنے لگیں وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ اور اگر اللہ چاہے لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ تو ان کو تم پر مسلط کردے فَلَقٰتَلُوْكُمْ پس وہ ضرور تمہارے ساتھ لڑیں فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ پس اگر وہ کنارہ کشی کریں تم سے فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ پس نہ لڑیں وہ

تمہارے ساتھ وَاَلْقَوْا اِلَیْکُمُ السَّلَمَ اور ڈالیں تمہاری طرف صلح کی بات فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ پس نہیں بنایا اللہ نے لَکُمْ تمہارے لئے عَلَیْهِمْ ان کے خلاف سَبِیْلًا کوئی بھی راستہ۔

تشریح:

مفسرین کرم رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے، جن کی تعداد بعض نے تیس بتائی ہے اور بعض نے چالیس بتائی ہے اور بعض نے پچاس بتائی ہے۔ آ کر کہا کہ ہم مختلف قبیلوں سے تعلق رکھتے ہیں، ہمیں اسلام کے متعلق معلومات ہوئی تھیں، لیکن ہم نے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا فیصلہ کیا ہے کہ براہِ راست اسلام کے متعلق بیان لیں۔ یہ لوگ چند دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایمان کی حقیقت سمجھائی اور اسلامی احکامات سے آگاہ فرمایا۔ صحابہ کرم رضی اللہ عنہم نے ان کی بڑی عزت وخدمت کی، کیونکہ اسلام کا اصول ہے مہمان کی عزت کرنا اور خدمت کرنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''**من کان منکم یؤمن باللّٰہ والیوم الآخر فلیکرم الضیف**'' تم میں سے جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہئے کہ مہمان کی عزت کرے۔ اپنی طاقت کے مطابق مہمان کی عزت کرنا ایمان کا حصہ ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے زیادہ پختہ ایمان کس کا ہوسکتا ہے؟ انہوں نے ان کی بڑی خدمت کی، ان لوگوں کے اٹھنے بیٹھنے اور بولنے چالنے سے معلوم ہوتا تھا کہ واقعی سچے مسلمان ہیں، چند دن بعد کہنے لگے: حضرت! ہم تو مسلمان ہوگئے ہیں، اب ہم یہ چاہتے ہیں کہ دوسرے لوگوں کی طرح ہم بھی اپنے بال بچوں سمیت ہجرت کریں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ طیبہ آجائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہیں، لہٰذا آپ ہمیں اجازت دیں ہم چند دنوں تک مثلاً: بیس پچیس دنوں تک بال بچوں کو لے کر آجائیں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہت اچھی بات ہے، لے آؤ، جب مہینہ گزر گیا، ڈیڑھ مہینہ گزر گیا، دو مہینے گزر گئے اور یہ نہ آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے منتظر تھے کہ وہ آئیں اور ہم ان کی خدمت کریں، مگر کافی وقت گزرنے کے باوجود نہ آئے تو ان کے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے مختلف ہوگئی:

ایک گروہ کی رائے یہ تھی کہ وہ لوگ مخلص نہیں تھے، منافق تھے، وقت گزارنے آئے تھے، چلے

گئے، مخلص ہوتے تو وعدہ پورا کرتے، کیونکہ وعدہ پورا کرنا بھی ایمان کا حصہ ہے۔ اگر کوئی مجبوری بن گئی تھی تو اطلاع کرتے، سارے نہ آتے، کچھ آجاتے۔

دوسرے گروہ نے کہا کہ کوئی مجبوری بن گئی ہوگی، علاقہ بھی ان کا خاصہ دور ہے، کسی سے کچھ لینا ہوتا ہے، کسی کو کچھ دینا ہوتا ہے، گھر کے افراد کو آمادہ کرنا ہوتا ہے، سامان باندھنا ہوتا ہے۔ دونوں اپنے اپنے دلائل دیتے، کیونکہ انسان کا مزاج ہے کہ اپنی رائے پر ہر کوئی قرینہ ودلیل پیش کرتا ہے کہ میری بات اس لئے صحیح ہے، چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آپس میں بحث چل پڑی، اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ پس تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ منافقوں کے بارے میں دو گروہ ہوگئے ہو۔ رب تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ منافق تھے اور جاسوسی کرنے کے لئے آئے تھے وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا اللہ نے ان کو الٹا پھیر دیا ہے، ان کی کمائی کی وجہ سے۔ تم کیوں آپس میں جھگڑتے ہو؟ اپنے دعووں پر دلائل پیش کرتے ہو؟ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا کیا تم ارادہ کرتے ہو کہ ہدایت دو مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ جس کو اللہ گمراہ کردے وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ اور جس کو اللہ گمراہ کردے فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا پس ہرگز نہیں پاؤ گے تم ان کے لئے راستہ۔

یہاں ایک بات ضروری سمجھنے والی ہے، لہٰذا اس کو اچھی طرح سمجھ لیں، وہ یہ کہ قرآن پاک میں مختلف جگہوں پر آتا ہے يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ (پارہ: ۱۴، سورۃ النحل) اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔

ان آیات کو جب سطحی ذہن والے پڑھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ جب اللہ ہی ہدایت دیتا ہے اور اللہ ہی گمراہ کرتا ہے تو پھر بندے کا کیا گناہ اور قصور ہے؟ اور واقعی سطحی طور پر یہ سوال ذہن میں آتا ہے، اللہ نے ہدایت دینے اور گمراہ کرنے کے اصول بیان فرمائے ہیں کہ وہ کن لوگوں کو گمراہ کرتا ہے اور کن لوگوں کو ہدایت دیتا ہے، چنانچہ ارشادِ ربانی ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ بے شک اللہ اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو اپنے اختیار سے حد سے نکلنے والا ہوتا ہے اور جھوٹا ہو، یعنی اللہ نے جو حدیں مقرر فرمائی ہیں، ان سے تجاوز کرنے والا ہو اور جھوٹا بھی ہو تو ایسے شخص کو اللہ ہدایت نہیں دیتا، ایسا نہیں ہے کہ جبراً ہر ایک کو گمراہ کرتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص ہدایت حاصل کرنے کے لئے تیار نہیں ہے، ضد پر ہے، اکڑا

ہوا ہے تو ایسے شخص کو اللہ ہدایت نہیں دیتا اور دوسرے مقام پر ارشاد ہے اَللّٰهُ يَجْتَبِيٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ اللہ چنتا ہے، مائل کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے اس کو جو رب کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو رب کی طرف رجوع نہیں کرتا، اس کو اللہ زبردستی ہدایت نہیں دیتا۔

اسی طرح تیرہویں پارے میں آیا ہے اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ بے شک اللہ گمراہ کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اور یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ کو ہدایت نہیں ملتی اور ہدایت دیتا ہے اپنی طرف سے اس کو جس نے رب کی طرف رجوع کیا اور رجوع کرنے والے کون ہیں؟ آگے ان کو بیان فرمایا اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جو لوگ ایمان لائے وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ اور مطمئن ہیں دل ان کے بِذِكْرِ اللّٰهِ اللہ کے ذکر سے۔

یعنی جو لوگ خود ایمان لاتے ہیں، رجوع کرتے ہیں، ان کو اللہ ہدایت دیتا ہے، تو گمراہی میں بھی انسان کا دخل ہے اور ہدایت میں بھی انسان کا پورا پورا دخل ہے۔

ایک اور آیت کریمہ دیکھ لو، فرمایا فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ (سورۃ الکہف) پس جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر اختیار کرے، تو اللہ نے ایمان لانے کا اختیار دیا ہے اور کفر اختیار کرنے کا اختیار دیا ہے، آدمی مجبور نہیں ہے۔

اسی طرح ایک مقام پر یہ بات اس طرح سمجھائی ہے فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ (سورۃ الصف) پس جب انہوں نے ٹیڑھا پن اختیار کیا، اللہ نے بھی ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا۔ خود ٹیڑھے راستے پر چلے، اللہ نے بھی ان کو چلا دیا اور فرمایا وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ (سورۃ التوبہ) اللہ نہیں ہدایت دیتا نافرمان قوم کو۔ یہ آیت میں نے اس لئے بیان کی ہے، تاکہ آپ حضرات کو مسئلہ اچھی طرح سمجھ آجائے کہ انسان نہ تو ایمان لانے میں مجبور ہے اور نہ کفر اختیار کرنے میں۔ اللہ نے انسان کو اختیار دیا ہے، چاہے تو ایمان لائے، چاہے تو کفر اختیار کرے، ہماری طرف سے کوئی جبر نہیں اور فرمایا وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (سورۃ العنکبوت) اور وہ لوگ جو کوشش کرتے ہیں ہماری طرف آنے کی، ہم ان کو

ضرور اپنا راستہ دکھادیں گے۔ اللہ نے انسان کو ارادہ اور مشیت دی ہے، یہ اپنی مرضی سے جدھر چلتا جائے گا، اللہ ادھر چلادیں گے۔

تو فرمایا تم ان کو ہدایت دینے کا ارادہ کرتے ہو، جن کو اللہ نے بہکایا ہے، کیونکہ وہ خود تو غلط راستے پر چل پڑے تھے۔ ان آیات میں اللہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے اس گروہ کو تنبیہ فرمائی ہے، جو منافقوں کی طرف سے دلائل پیش کرتے تھے تو فرمایا: وہ منافق ہیں، انہوں نے تمہیں دھوکے میں رکھا وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ اور وہ منافق پسند کرتے ہیں اس بات کو کہ تم بھی کافر ہوجاؤ كَمَا كَفَرُوْا جیسا کہ وہ کافر ہوگئے ہیں، وہ تو اپنی طرح تمہیں بھی کافر بنانا چاہتے ہیں اور تم ان کے ایمان کی دلیلیں پیش کرتے ہو فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً تم ہوجاؤ برابر کفر میں فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ پس نہ بناؤ تم ان میں سے کسی کو دوست حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ یہاں تک کہ وہ ہجرت کریں، اللہ کے راستے میں۔ اللہ کے راستے میں ہجرت فرع ہے ایمان کی، پہلے ایمان لائیں، پھر اللہ کے راستے میں ہجرت کریں، پھر تمہارے دوست ہیں، جب ایسا نہیں ہے تو ان کی طرف سے صفائیاں نہ بیان کرو، آپس میں اختلاف نہ کرو فَاِنْ تَوَلَّوْا پس اگر وہ پھر جائیں اس بات سے کہ اعراض کریں ہجرت سے فَخُذُوْهُمْ تو پکڑو ان کو وَاقْتُلُوْهُمْ اور ان کو قتل کرو حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ جہاں کہیں تم ان کو پاؤ، یہ کافر ہیں۔ جس طرح دوسرے کافر ہیں اور ان کے ساتھ اس طرح لڑو جس طرح دوسروں کے ساتھ لڑتے ہو اور اس بات کی پرواہ نہ کرو کہ انہوں نے چند دن ہمارے ساتھ کھانا کھایا ہے، نمازیں پڑھی ہیں، اکٹھے اٹھتے بیٹھتے رہے ہیں وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا اور نہ بناؤ ان میں سے کسی کو دوست اور مددگار، ہاں! اِلَّا الَّذِيْنَ مگر وہ لوگ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ جو ملتے ہیں اس قوم کی طرف کہ تمہارے اور ان کے درمیان معاہدہ ہے، عہد و پیمان ہے۔ عرب کا ایک مشہور قبیلہ تھا بنوخزاعہ، یہ کافر ہونے کے باوجود غیر جانب دار تھے۔ یہ مسلمانوں کے ساتھ نہ خود لڑتے تھے اور نہ دوسرے کافروں کے ساتھ مل کر مسلمانوں سے لڑتے تھے، بالکل غیر جانب دار تھے، ان کے سردار ہلال بن عویمر تھے، جو بعد میں مسلمان ہوگئے تھے، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کیا تھا کہ ہم تمہارے خلاف نہیں لڑیں گے اور تم ہمارے خلاف نہیں لڑو گے اور جو ہمارے ساتھ آکر ملے گا، وہ

بھی اس معاہدے میں شامل ہوگا، تو اللہ نے یہ بات سمجھائی ہے کہ تمہارے ساتھ جن لوگوں کا معاہدہ ہے، ان کے ساتھ جو ملتے ہیں، ان کے ساتھ بھی نہیں لڑنا اَوْ جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ یا آئیں تمہارے پاس کہ تنگ ہوگئے ہیں ان کے سینے، ان کے دل اکتا گئے اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ اس بات سے کہ تمہارے ساتھ لڑیں اَوْ يُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ یا اپنی قوم کے ساتھ لڑنے سے بھی وہ غیر جانب دار ہیں، لڑنے والے نہیں ہیں، کیونکہ کافر بھی کئی قسم کے ہوتے ہیں، اچھے بھی ہوتے ہیں، برے بھی ہوتے ہیں، ایسے بھی ہوتے ہیں جو چاہتے ہیں کہ ہم مسلمانوں کو کھا جائیں اور ایسے بھی ہوتے ہیں جو کہتے ہیں کہ بھائی! ہر کوئی اپنے اپنے طریقے پر چلتا ہے۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ اور اللہ چاہے لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ تو ان کافروں کو تم پر مسلط کردے فَلَقٰتَلُوْكُمْ پس وہ ضرور تمہارے ساتھ لڑیں فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ اگر وہ کنارہ کشی کریں تم سے فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ پس نہ لڑیں وہ تمہارے ساتھ وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ اور ڈالیں تمہاری طرف صلح کی بات کہ بھائی! ہماری تمہاری صلح ہے، ہم تمہارے ساتھ نہیں لڑتے تو تم بھی ان کے ساتھ نہ لڑو فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا پس نہیں بنایا اللہ نے تمہارے لئے ان کے خلاف کوئی راستہ۔ اگر وہ نہ لڑیں اور غیر جانب دار رہیں تو تم بھی ان کے خلاف نہ لڑو، یہ رب کا حکم ہے، امن قائم کرنے کے لئے۔

سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِیْنَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّاْمَنُوْكُمْ وَ یَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْؕ كُلَّمَا رُدُّوْۤا اِلَى الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا فِیْهَاۚ فَاِنْ لَّمْ یَعْتَزِلُوْكُمْ وَ یُلْقُوْۤا اِلَیْكُمُ السَّلَمَ وَ یَكُفُّوْۤا اَیْدِیَهُمْ فَخُذُوْهُمْ وَ اقْتُلُوْهُمْ حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْؕ وَ اُولٰٓىٕكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِیْنًا۠(۹۱) وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ یَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـٴًـاۚ وَ مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـٴًـا فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّ دِیَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهْلِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ یَّصَّدَّقُوْاؕ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍؕ وَ اِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۭ بَیْنَكُمْ وَ بَیْنَهُمْ مِّیْثَاقٌ فَدِیَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهْلِهٖ وَ تَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍۚ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ شَهْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ٘ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا(۹۲)

لفظی ترجمہ:

سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِیْنَ عنقریب تم پاؤ گے کچھ اور لوگوں کو یُرِیْدُوْنَ جو ارادہ کرتے ہیں اَنْ اس کا یَّاْمَنُوْكُمْ کہ تم سے بھی امن میں رہیں وَ یَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ اور اپنی قوم سے بھی امن میں رہیں كُلَّمَا جب کبھی بھی رُدُّوْۤا اِلَى الْفِتْنَةِ ان کو لوٹایا گیا فتنے کی طرف اُرْكِسُوْا فِیْهَا تو لوٹا دیئے جائیں گے اس فتنے کی طرف فَاِنْ لَّمْ یَعْتَزِلُوْكُمْ پس اگر وہ تم سے الگ نہ رہیں وَ یُلْقُوْۤا اِلَیْكُمُ السَّلَمَ اور تمہاری طرف صلح کی پیش کش نہ کریں وَ یَكُفُّوْۤا اَیْدِیَهُمْ اور نہ روکیں اپنے ہاتھوں کو فَخُذُوْهُمْ پس تم پکڑو ان کو وَ اقْتُلُوْهُمْ اور ان کو قتل کرو حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ جہاں کہیں بھی تم ان کو پاؤ وَ اُولٰٓىٕكُمْ اور وہی لوگ ہیں جَعَلْنَا لَكُمْ بنایا ہم نے تمہارے لئے عَلَیْهِمْ ان پر سُلْطٰنًا مُّبِیْنًا کھلا غلبہ وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اور نہیں لائق کسی مومن کے اَنْ یَّقْتُلَ مُؤْمِنًا یہ کہ قتل کرے کسی مومن کو اِلَّا خَطَـٴًـا مگر غلطی سے وَ مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا اور جس نے قتل کیا کسی مومن کو خَطَـٴًـا غلطی سے فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ پس آزاد کرنا ہے ایک غلام کو مُّؤْمِنَةٍ جو مومن ہو وَّ دِیَةٌ اور مال کا بدلہ ہے مُّسَلَّمَةٌ جو سپرد کیا جائے گا اِلٰۤى اَهْلِهٖۤ اس مقتول کے وارثوں کے اِلَّاۤ اَنْ یَّصَّدَّقُوْا مگر یہ کہ وہ معاف کردیں فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ پس اگر ہے وہ ایسی قوم سے عَدُوٍّ لَّكُمْ جو تمہاری دشمن ہے وَ هُوَ مُؤْمِنٌ اور وہ خود مومن ہے فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ پس آزاد کرنا ہے ایک غلام کا مُّؤْمِنَةٍ جو مومن ہو وَ اِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ اور اگر ہے وہ ایسی قوم سے بَیْنَكُمْ کہ تمہارے درمیان وَ بَیْنَهُمْ اور ان کے درمیان مِّیْثَاقٌ عہد و پیمان فَدِیَةٌ پس مال کا بدلہ ہے مُّسَلَّمَةٌ سپرد کیا جائے اِلٰۤى اَهْلِهٖ اس کے وارثوں کو و

تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ اور آزاد کرنا ہے ایک گردن کا جو مومن ہو فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ پس جس نے نہ پایا غلام اور لونڈی فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ پس روزے ہیں دو مہینے مُتَتَابِعَيْنِ لگاتار تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ یہ ہے توبہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ عَلِيْمًا جاننے والا حَكِيْمًا حکمت والا۔

تشریح:

دین اسلام نام ہے حقوق اللہ کا اور حقوق العباد کا اور اسلام میں حقوق اللہ بھی بیان کئے گئے ہیں اور حقوق العباد پر بھی بڑا زور دیا گیا ہے۔ اور مسلمانوں پر دونوں قسم کے حقوق کی پابندی لازم اور ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کی بھی پابندی کریں اور حقوق العباد بھی ادا کریں۔ پھر حقوق العباد میں مسلمانوں کے حقوق بھی بیان فرمائے ہیں اور کافروں کے حقوق بھی بیان فرمائے ہیں، بلکہ پیغمبر آخر الزمان نے حیوانوں کے حقوق بھی بیان فرمائے ہیں۔

چنانچہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ کے باغوں میں سے ایک باغ کے پاس سے گزر رہے تھے، ایک اونٹ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر بڑبڑانے لگا اور اس نے خاصا شور کیا اور تڑپا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ کے پاس تشریف لے گئے، اونٹ نے اپنے مالک کی تین شکایتیں کیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''لمن هذا البعير؟'' یہ اونٹ کس کا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا ''لرجل من الأنصار'' انصارِ مدینہ میں سے ایک شخص کا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو فوراً بلاؤ، چنانچہ ایک آدمی آ گیا اور اس کے مالک کو بلا لیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیرے اونٹ نے تین شکایتیں کی ہیں: ایک یہ کہ تو اس کو بروقت پانی نہیں پلاتا۔ دوسری یہ کہ تو اس کو چارہ پورا نہیں ڈالتا، تیسری یہ کہ تو اس کو دھوپ میں باندھے رکھتا ہے، فرمایا ''اتَّقُوا اللّٰهَ فِيْ هٰذِهِ الْبَهَائِمِ'' ان کے حقوق کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔

یاد رکھنا جو مالک اپنے جانور کو وقت پر پانی نہیں پلاتا اور اس کی ضرورت کے مطابق چارہ نہیں ڈالتا، گرمی سردی کا خیال نہیں کرتا، قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی گرفت ہوگی۔

اس طرح ابوداؤد شریف میں روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے، راستے میں

ایک ایسا مقام آیا کہ جہاں کافی درخت تھے، ایک درخت پر چڑیا کا گھونسلہ تھا، اس میں اس کے بڑے خوبصورت بچے تھے، جن کے پر اُگے ہوئے تھے، مگر ابھی اُڑ نہیں سکتے تھے، ایک نوجوان درخت پر چڑھا اور اس کے بچے اٹھا کر گود میں ڈال لئے اور قافلے کے ساتھ چل پڑا، وہ چڑیا آ کر اس کے سر پر اُڑنے لگی، کیونکہ اس نے دیکھ لیا تھا کہ میرے بچے اس کی گود میں ہیں، وہ پھڑ پھڑاتی ساتھ ساتھ چلتی رہی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا: کیا بات ہے؟ نوجوان نے بتایا کہ حضرت! میں اس کے بچے اُٹھا لایا ہوں، اس لئے یہ میرے سر پر پھڑ پھڑاتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اگر تمہارا بچہ کوئی اٹھا کر لے جائے تو تم پر کیا گزرے گی؟ آخر یہ اس کے بچے ہیں، جاؤ! فوراً اس کے بچے اس کے گھونسلے میں رکھ کر آؤ، تو اسلام نے انسانوں کے حقوق بیان فرمائے ہیں۔

اور فرمایا کہ غیر مسلم جس طرح کی روش تمہارے ساتھ اختیار کریں، تم بھی ان کے ساتھ اس طرح پیش آؤ، چنانچہ عرب کے دو قبیلے تھے: بنو اسد اور بنو غطفان، یہ دونوں قبیلے بڑے ہوشیار اور شرارتی تھے، جب مسلمانوں کو ملتے تو ایسے انداز سے گفتگو کرتے کہ مسلمان سمجھتے کہ بڑے مخلص لوگ ہیں، حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کی باتوں پر یقین کر لیتے کہ یہ مخلص لوگ ہیں اور جب اپنی قوم کے پاس جاتے تو کہتے کہ ہم تمہارے آدمی ہیں، وہاں تو ہم ان کو دھوکہ دینے کے لئے گئے تھے، گویا جب مسلمانوں کے پاس جاتے تو غیر جانب داری کا ثبوت اور یقین دلاتے اور جب اپنی قوم کے پاس جاتے تو کہتے ہم تمہارے ساتھ ہیں، تم جو فیصلہ کرو گے، ہم اس پر عمل کریں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ عنقریب پاؤ گے تم کچھ اور لوگوں کو (قبیلہ بنو اسد اور قبیلہ بنو غطفان) يُرِيْدُوْنَ جو ارادہ کرتے ہیں اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ اس بات کا کہ تم سے بھی امن میں رہیں وَيَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ اور اپنی قوم سے بھی امن میں رہیں كُلَّمَا رُدُّوْٓا اِلَى الْفِتْنَةِ جب کبھی بھی ان کو لوٹایا گیا فتنے کی طرف، یعنی شرارت اور لڑائی کی طرف اُرْكِسُوْا فِيْهَا تو لوٹا دیئے جائیں گے اس فتنے کی طرف۔ یعنی جب بھی تمہارے خلاف کسی لڑائی کی نوبت آئی تو یہ اس میں دوڑ کر شامل ہو جائیں گے، یہ تمہارے پاس صرف جان بچانے کے لئے آتے ہیں، یہ مخلص نہیں۔ ان سے محتاط رہو فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ پس اگر وہ تم سے الگ نہ رہیں وَيُلْقُوْٓا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ اور تمہاری طرف

صلح کی پیشکش نہ کریں۔

فائدہ:

یُلْقُوْٓا کا جملہ بھی لَمْ کے نیچے داخل ہے، یہ بات میں طالب علموں اور قاریوں کے لئے کہہ رہا ہوں، دونوں جملوں کا مطلب بنے گا: پس اگر وہ تم سے کنارہ کشی اختیار نہ کریں اور صلح کی بات تمہاری طرف نہ ڈالیں۔

وَيَكُفُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ یہاں پر بھی واؤ کے بعد لَمْ ہے، معنی ہوگا اور نہ روکیں اپنے ہاتھوں کو فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ پس تم پکڑو ان کو، ور قتل کرو ان کو حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ جہاں کہیں بھی تم ان کو پاؤ، کیونکہ وہ تمہارے پاس آکر غیر جانبداری کا اظہار کر کے تمہیں غلط فہمی میں مبتلا کرتے ہیں وَاُولٰٓئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ اور وہی لوگ ہیں بنایا ہم نے تمہارے لئے عَلَيْهِمْ ان کے خلاف سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا کھلا غلبہ کہ جہاں کہیں تمہیں ملیں ان کو قتل کرو۔

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: مومن کی شان نہیں کہ وہ مومن کو قتل کرے مگر غلطی سے۔ قتل عمد کے متعلق کل کی آیت کریمہ میں آئے گا کہ اس کا کیا حکم ہے۔ اس آیت کریمہ میں قتل خطاً کا بیان ہے۔ فرمایا وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا اور نہیں ہے لائق کسی مومن کے یہ کہ قتل کرے کسی مومن کو مگر غلطی سے۔

قتل خطاً کی کئی صورتیں ہیں، مثلاً: ایک صورت یہ ہے کہ ایک آدمی نے شکار کھیلتے ہوئے ہرن یا خرگوش یا مرغابی پر فائر کیا وہ جا کر کسی مسلمان کو لگ گیا، جس کا اسے کوئی علم نہیں تھا کہ ادھر کوئی آدمی ہے اور وہ مرگیا تو یہ قتل خطاً ہے۔ کوئی اچانک کار، بس یا سکوٹر کے نیچے آ گیا تو یہ بھی قتل خطاً ہے، کیونکہ ڈرائیور کی کسی سے ذاتی دشمنی نہیں ہوتی۔

- اسی طرح فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ بھاری جسم والی والدہ ہے، ساتھ چھوٹا بچہ سویا ہوا ہے، والدہ نے پہلو بدلا اور وہ نیچے آ کر مرگیا تو یہ بھی قتل خطاً ہے اور اس کی بھی باقاعدہ دیت دینی پڑے گی، چاہے حقیقی ماں ہو۔

آ گے قتل خطاً کا حکم بیان فرمایا وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا اور جس نے قتل کیا کسی مومن کو غلطی سے تو اس کے دو بدلے ہیں۔ کیونکہ قتل میں اللہ تعالیٰ کا حق بھی ہے اور وارثوں کا حق بھی ہے، اس لئے کہ مقتول کسی کا باپ ہوگا، کسی کا بیٹا ہوگا، کسی کا بھائی ہوگا، کسی کا خاوند ہوگا، کسی کی بیوی ہوگی اور اللہ تعالیٰ نے قتل سے منع فرمایا ہے اور اس سے غلطی سے قتل ہوگیا ہے، تو اللہ تعالیٰ کے حق کی تلافی اس طرح ہوگی فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ پس آزاد کرنا ہے ایک غلام جو مومن ہو۔

رَقَبَةٍ کے لفظی معنی ہیں گردن کے، یہ غلام اور لونڈی دونوں پر بولا جاتا ہے۔ لہٰذا ایک لونڈی یا ایک غلام آزاد کرنا ہوگا، مگر اس کے لئے شرط ہے کہ مومن ہو۔ اس زمانے میں غلام اور لونڈیاں ہوتے تھے، ہمارے زمانے میں نہیں ہیں، تو اگر غلام اور لونڈی اپنے پاس ہو تو آزاد کردے، اگر اپنے پاس نہیں ہے تو کسی سے خرید کر آزاد کردے اور دوسرا حق ہے اس کے وارثوں کا، فرمایا وَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اور مالی بدلا ہے جو سپرد کیا جائے گا مقتول کے وارثوں کو۔ اور وہ مالی بدلا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور خلفاء راشدین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، اور حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین کے دور میں اونٹوں کی شکل میں بھی ہوتا تھا اور سونے کے سکے دینار اور چاندی کے سکے درہم کی شکل میں بھی ہوتا تھا۔ اونٹ سو ہوتے تھے اور دینار ایک ہزار اور درہم دس ہزار دیت تھی۔ یہ مکمل دیت تھی اور اگر کوئی کسی کی آنکھ ضائع کردیتا تو اس کی دیت پچاس اونٹ تھی اور اگر ہاتھ کاٹ دیتا تو اس کی دیت پچاس اونٹ تھی، ٹانگ کاٹ دیتا تو اس کی دیت بھی پچاس اونٹ تھی اور اگر کوئی کسی کی ڈاڑھی مونڈ دیتا تو اس کی دیت سو اونٹ تھی، گویا شریعت میں ڈاڑھی کی قدر ایک نفس کے برابر ہے۔ اس زمانے میں سو اونٹ ایک ہزار مالیت کا ہوتا تھا اور درہم کے حساب سے دس ہزار درہم کی مالیت کا ہوتا تھا۔ آج سے تقریباً پانچ چھ سال پہلے حکومت نے اسلامی نظریاتی کونسل سے دریافت کیا کہ دیت کتنی ہونی چاہئے تو اس وقت جو سونے اور چاندی کی قیمت تھی، اس اعتبار سے ایک لاکھ اسی ہزار یا اس کے قریب قریب طے ہوئی تھی اور اب تک پاکستان میں یہی قانون نافذ ہے اور جب سونے چاندی کی قیمت بڑھ جائے گی تو ہوسکتا ہے کہ وہ رقم بھی بڑھ جائے، کیونکہ سونے چاندی کی قیمت بڑھتی گھٹتی رہتی ہے۔

مجھے یاد ہے جب ہم چھوٹے ہوتے تھے تو اس وقت سونا پچیس روپے تولہ ہوتا تھا اور اب پانچ ہزار سے بھی زائد کا ہوگیا ہے۔ انگریز کے دور میں پانچ سو درہم چاندی کی قیمت ایک سو بتیس روپے چار آنے تھی، ایک درہم ساڑھے تین ماشہ کا ہوتا تھا، اس زمانے میں لوگ جب مہر مقرر کرتے تھے تو کہتے مہر فاطمی ہو جائے، کیونکہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا مہر اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا مہر پانچ سو درہم تھا، سوائے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا (حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ تھیں اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں) کا مہر چار ہزار درہم تھا، تو چونکہ انگریز کے دور میں پانچ سو درہم چاندی کی قیمت ایک سو بتیس روپے اور کچھ آنے تھی تو لوگ مہر فاطمی کہہ کر مقرر کرتے تھے، پھر آہستہ آہستہ سو کا ہندسہ ختم کر دیا اور بتیس روپے چھ آنے رہ گیا، پھر چھ آنے بھی گئے اور بتیس روپے رہ گیا، جسے عام طور پر آج کل شرعی مہر سمجھا جاتا ہے، اس لئے یاد رکھنا یہ کوئی شرعی مہر نہیں ہے، کم از کم مہر دس درہم ہے اور زیادہ کی کوئی حد نہیں ہے اور مہر فاطمی پانچ سو درہم ہے اور چاندی سونے کی قیمت بڑھتی گھٹتی رہتی ہے تو جس زمانے میں جتنی قیمت ہوگی اتنا مہر ہوگا۔

اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا مہر چار ہزار اس طرح مقرر ہوا کہ یہ اپنے خاوند کے ساتھ حبشہ میں تھیں، یہ مہاجرین حبشہ میں سے ہیں، ان کے خاوند وہاں فوت ہوگئے، رضی اللہ عنہ۔ ان کی وفات کی خبر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت پریشان ہوئے کہ ان کے خاوند فوت ہوگئے ہیں اور والدین ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے اور ہیں بھی سخت مزاج لوگ، یہ سارے خاندانی طور پر سخت مزاج تھے، کفر میں بھی سخت تھے اور جب مسلمان ہوئے تو اسلام میں بھی بہت سخت تھے، اس وجہ سے پریشانی ہوئی کہ بہن، بھائی، باپ کافر ہیں اور ہیں بھی سخت مزاج، وہ اس کو گھر میں داخل نہیں ہونے دیں گے، اس بے چاری کا کیا بنے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے ذریعہ پیغام بھیجا جو کچھ ساتھیوں کے ہمراہ حبشہ جا رہے تھے کہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بات کرنی ہے، عدت گزرنے کے بعد، اگر وہ میرے ساتھ نکاح پر راضی ہو جائے تو عدت گزرنے کے بعد وہیں سے نکاح کرکے لے آنا، چنانچہ عدت گزر چکی تھی، انہوں نے ان سے گفتگو کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

خواہش کا اظہار کیا، وہ کہنے لگیں کہ میرے لئے اس سے زیادہ خوش نصیبی کیا ہوسکتی ہے؟ اس وقت حبشہ کا بادشاہ تھا اصحمہ رضی اللہ عنہ، انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا نہیں ہے، رویت کے اعتبار سے صحابی نہیں ہیں، دور کے اعتبار سے صحابی ہیں، کیونکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے تھے، ان کے ساتھ بھی گفتگو کی، اس نے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور کہا کہ یہ پیغام آپ نے سن لیا ہے، کہنے لگی: ہاں! سن لیا ہے اور میں راضی ہوں تو حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح پڑھا دیا اور حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قبول کرلیا، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے وکیل تھے۔

اور مسئلہ یہ ہے کہ اگر آدمی خود مجلس نکاح میں حاضر نہ ہو تو اس کا وکیل اس کی طرف سے قبول کرلے، یہ جو ٹیلیفون پر نکاح ہوتے ہیں، وہ جائز نہیں ہیں، کیونکہ نکاح کے لئے مجلس کا ایک ہونا شرط ہے، بچی جس کا نکاح ہو رہا ہے اور بچہ جس کے ساتھ ہو رہا ہے، وہ دونوں مجلس نکاح میں موجود ہوں اور اگر خود موجود نہ ہوں تو ان کا وکیل موجود ہو اور ان کی طرف سے قبول کرے، مثلاً: لڑکا برطانیہ، امریکہ، سعودیہ کسی ملک میں ہے اور بچی پاکستان میں ہے تو وہ اپنے باپ یا بھائی یا دوست کو فون کرے کہ تو میری طرف سے وکیل ہے، لہٰذا میری طرف سے قبول کرلے، تو اس طرح نکاح ہو جائے گا اور وکیل اس طرح کہے گا کہ میں نے فلاں لڑکی جو فلاں کی بیٹی ہے فلاں لڑکا جو فلاں کا بیٹا ہے کے لئے قبول کی ہے، تو حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے وکیل تھے، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نکاح قبول کیا، حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ نے اپنی جیب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے چار ہزار درہم مہر دیا تو اس طرح ان کا مہر چار ہزار درہم تھا اور باقی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا پانچ سو درہم تھا۔

تو بات چلی تھی دیت سے کہ آج سے پانچ چھ سال قبل جب سونے کی قیمت پانچ ہزار روپے تھی، دیت مقرر ہوئی تھی کہ ایک لاکھ اسی ہزار روپے۔ قیمت بڑھے گی تو دیت بھی بڑھ جائے گی، جو دینی ہے وارثوں کو اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا مگر یہ کہ وارث معاف کردیں، کیونکہ وارثوں کو معافی کا حق ہے، مثلاً: وہ وہ

کہیں کہ ہمارا عزیز تو دنیا سے چلا گیا ہے اور تم نے جان بوجھ کر تو قتل نہیں کیا، غلطی سے ہو گیا، لہٰذا ہم اس کی دیت نہیں لینا چاہتے، یہ وارثوں کو حق حاصل ہے۔

فَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ پس اگر ہے وہ ایسی قوم سے جو تمہاری دشمن ہے اور خود مومن ہے، اس کو آپ مثال کے طور پر اس طرح سمجھیں کہ ہمارے ملک پاکستان کے ساتھ ہندوستان ہے اور وہ دار الحرب ہے، وہاں ہندو اور سکھ رہتے ہیں، سکھ برادری میں سے یا ہندوؤں میں سے ایک آدمی مسلمان ہو گیا، باقی ساری برادری کافر ہے، یہ مسلمان بارڈر پر کھڑا تھا اور وہ تم سے قتل ہو گیا تو چونکہ اس کی برادری کافر ہے، لہٰذا اس کی دیت نہیں دی جائے گی، صرف اللہ تعالیٰ کے حق کا کفارہ دیا جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حق بھی تو توڑا ہے، وہ ہے ایک غلام یا ایک لونڈی کا آزاد کرنا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ پس آزاد کرنا ہے ایک غلام کا جو مومن ہو۔

وَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيثَاقٌ اور اگر ہے وہ ایسی قوم سے کہ تمہارے درمیان اور ان کے درمیان عہد و پیمان ہے اور وہ کافر ہے جو مسلمان کے ملک میں رہتا ہے، اس کو ذمی اور معاہد کہتے ہیں کہ اس نے معاہدہ کیا ہوتا ہے کہ میں ملکی قوانین کی پابندی کروں گا اور حکمران طبقہ کے ذمہ ہے اس کے مالک اور جان کی حفاظت کرنا، وہ کافر جو مسلمانوں کے ملک میں ذمی بن کر رہتے ہیں، ان پر مکمل اسلامی قوانین کی پابندی کرنا لازمی ہوتی ہے، سوائے تین چیزوں کے: شراب اور خنزیر کے ان میں وہ آزاد ہیں، شراب بنائیں اور پئیں، سور پالیں، کھائیں، نیز ان کے آپس میں نکاح، طلاق، وراثت کے احکام بھی ان کے مذہب کے مطابق ہوں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے ''اَلْخَمْرُ لَهُمْ كَالْخَلِّ لَنَا'' شراب ان کے لئے ایسے ہی ہے جیسے ہمارے لئے سرکہ ہے ''وَالْخِنْزِيرُ لَهُمْ كَالشَّاةِ لَنَا'' اور خنزیر ان کے لئے ایسے ہی ہے جیسے ہمارے لئے بکری ہے، ان کے علاوہ باقی سارے اسلامی احکام ان پر لاگو ہوں گے، مثلاً: اگر وہ اپنی ماں، بہن، بیٹی کے ساتھ نکاح کو جائز سمجھتے ہیں تو اسلام ان کو اجازت نہیں دے گا اور وہ ہمارے ملک میں ایسا نہیں کر سکیں گے یا وہ کہیں کہ سود ہمارے ہاں حلال ہے، تو ہم تسلیم نہیں کریں گے، اگر وہ کسی کو قتل

کریں گے تو ان پر باقاعدہ وہی حد جاری ہوگی جو مسلمانوں پر جاری ہوتی ہے۔

تو فرمایا: اگر وہ مقتول ذمی قوم کا ہے اور ہے مسلمان، مطلب یہ ہے کہ باقی سارے کافر ہیں اور یہ ان میں سے مسلمان ہوگیا تھا، جیسے بعض قادیانی مسلمان ہوجاتے ہیں یا بعض عیسائی مسلمان ہوجاتے ہیں یا منکرین حدیث میں سے مسلمان ہوجاتے ہیں یا بعض رافضی مسلمان ہوجاتے ہیں تو اگر مقتول ایسی قوم کا فرد ہے کہ تمہارے اور ان کے درمیان عہد و پیمان ہے فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ بس مال کا بدلہ ہے، سپرد کیا جائے اس کے وارثوں کو وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ اور آزاد کرنا ہے ایک گردن کا جو مومن ہو فَمَن لَّمْ يَجِدْ پس جس نے نہ پایا غلام یا لونڈی، یعنی اگر کسی کو غلام اور لونڈی نہ ملے جیسے آج کل شرعی طور پر کوئی غلام یا لونڈی نہیں ہے یا اگر اس زمانے میں غلام تو ہوں مگر اس کے پاس نہ ہوں اور نہ خرید کر آزاد کرنے کی طاقت ہو فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ پس روزے ہیں دو مہینے لگاتار، دو مہینے لگاتار روزے رکھنے ہیں، درمیان میں فاصلہ نہ آئے، تسلسل نہ ٹوٹے، اگر تسلسل ٹوٹ گیا تو از سرِ نو شروع کرنا پڑیں گے، مثلاً: ایک آدمی نے روزے رکھنے شروع کیے، پچاس رکھ چکا یا پچپن رکھ چکا اور اتفاقاً بیمار ہوگیا اور آگے روزہ نہیں رکھ سکا تو اب جب شروع کرے گا تو از سرِ نو شروع کرے گا اور پورے دو مہینے رکھے گا، کیونکہ تسلسل ٹوٹ گیا تھا پچھلے روزوں کا، تو اس کو الگ ثواب ملے گا، البتہ عورتوں کا مسئلہ الگ ہے کہ مثلاً: کسی عورت سے قتل خطأً ہوگیا ہے، اس نے روزے رکھنے شروع کیے، بیس پچیس روزے رکھے اور ایام ماہواری شروع ہوگئے تو جب یہ دن اس کی عادت کے مطابق ختم ہوں گے، کیونکہ کسی کی عادت پانچ دن کی، کسی کی سات دن کی، کسی کی دس دن کی ہوتی ہے تو پاک ہوکر روزے رکھنا شروع کردے گی اور جتنے باقی رہ گئے تھے وہ پورے کرے گی۔ ایام ماہواری کی وجہ سے اس کا تسلسل نہیں ٹوٹا، کیونکہ اس کے بس میں نہیں ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حج کے سفر پر روانہ ہوئے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ساتھ تھیں، جب مقامِ سرف پر پہنچے جو پہلے مکہ مکرمہ سے باہر تھا اور اب شہر میں داخل ہوگیا ہے، یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہرے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خیمہ میں تشریف لے گئے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رو رہی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ! روتی کیوں ہو؟ کہنے لگی: حضرت!

میں نے حج کا احرام باندھا ہوا ہے، مگر ایام ماہواری شروع ہو گئے ہیں، اب میں حج تو نہیں کر سکتی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہ رو۔ ''شَیْءٌ کَتَبَ اللّٰہُ عَلٰی بَنَاتِ آدَمَ'' یہ چیز اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی تمام بیٹیوں پر لکھ دی ہے، صرف تیرا اکیلی کا مسئلہ تو نہیں ہے۔

دیکھو نظامِ قدرت ہے، جب ماں کے پیٹ میں بچے کا وجود بنتا ہے تو یہ خون اس کی خوراک ہوتا ہے اور جب بچہ ماں کے پیٹ میں نہیں ہوتا تو یہ خون خارج ہوتا رہتا ہے، اللہ تعالیٰ کا نظام ہے، اس میں انسان کا کوئی دخل نہیں ہے تو یہ خون عورت کے بس میں نہیں ہوتا اور اس کی وجہ سے روزوں کا تسلسل نہیں ٹوٹتا اور مردوں کو حیض نہیں آتا، لہٰذا اگر ان کا ایک روزہ بھی رہ گیا تو تسلسل ٹوٹ جائے گا اور روزے از سرِ نو شروع کرنے پڑیں گے تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ یہ ہے توبہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے، توبہ کا ذریعہ ہے وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا اور ہے اللہ تعالیٰ جاننے والا اور حکمت والا۔

وَ مَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِیْهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِیْمًا ﴿۹۳﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَتَبَیَّنُوْا وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَیْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۫ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِیْرَةٌ ؕ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَیْكُمْ فَتَبَیَّنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا ﴿۹۴﴾ لَا یَسْتَوِی الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ وَ الْمُجٰهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ؕ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِیْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِیْنَ دَرَجَةً ؕ وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِیْنَ عَلَى الْقٰعِدِیْنَ اَجْرًا عَظِیْمًا ﴿۹۵﴾ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَ مَغْفِرَةً وَّ رَحْمَةً ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۹۶﴾

لفظی ترجمہ:

وَمَنْ یَّقْتُلْ اور جو شخص قتل کرے مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا مومن کو دیدہ دانستہ فَجَزَآؤُهٗ پس بدلہ اس کا جَهَنَّمُ جہنم ہے خٰلِدًا فِیْهَا ہمیشہ دوزخ میں رہے گا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِ اور اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوگا وَلَعَنَهٗ اور اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوگی وَ اَعَدَّ لَهٗ اور اللہ تعالیٰ نے تیار کیا ہے اس کے لئے عَذَابًا عَظِیْمًا عذاب بہت بڑا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو اِذَا ضَرَبْتُمْ جب تم سفر کرو فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی راہ میں فَتَبَیَّنُوْا پس خوب تحقیق کرلیا کرو وَلَا تَقُوْلُوْا اور نہ کہو تم لِمَنْ اس کے بارے میں اَلْقٰۤى اِلَیْكُمُ السَّلٰمَ جس نے ڈالا تمہاری طرف سلام لَسْتَ مُؤْمِنًا کہ تو مومن نہیں ہے تَبْتَغُوْنَ چاہتے ہو تم عَرَضَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا دنیا کی زندگی کا سامان فَعِنْدَ اللّٰهِ پس اللہ تعالیٰ کے پاس مَغَانِمُ كَثِیْرَةٌ بہت ساری غنیمتیں ہیں كَذٰلِكَ كُنْتُمْ اسی طرح تھے تم مِّنْ قَبْلُ اس سے پہلے فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَیْكُمْ پس اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا فَتَبَیَّنُوْا پس اچھی طرح تحقیق کرلیا کرو اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ كَانَ ہے بِمَا اس کارروائی سے تَعْمَلُوْنَ جو تم کرتے ہو خَبِیْرًا خبردار لَا یَسْتَوِی الْقٰعِدُوْنَ نہیں ہیں برابر بیٹھنے والے مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ مومنوں میں سے غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ جو ضرر والے نہیں ہیں وَالْمُجٰهِدُوْنَ اور وہ جو جہاد کرتے ہیں فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اللہ کے راستے میں بِاَمْوَالِهِمْ اپنے مالوں کے ساتھ وَاَنْفُسِهِمْ اور اپنی جانوں کے ساتھ فَضَّلَ اللّٰهُ فضیلت عطا فرمائی ہے اللہ تعالیٰ نے الْمُجٰهِدِیْنَ مجاہدوں کو بِاَمْوَالِهِمْ

جنہوں نے جہاد کیا اپنے مالوں کے ساتھ ۔ وَاَنْفُسِہِمْ اور اپنی جانوں کے ساتھ عَلَی الْقٰعِدِیْنَ جو جہاد سے بیٹھے رہتے ہیں دَرَجَۃً درجے کے اعتبار سے وَکُلًّا اور ہر ایک سے وَّعَدَ اللّٰہُ وعدہ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے الْحُسْنٰی بھلائی کا وَفَضَّلَ اللّٰہُ اور فضیلت عطا فرمائی ہے اللہ تعالیٰ نے الْمُجٰہِدِیْنَ جہاد کرنے والوں کو عَلَی الْقٰعِدِیْنَ بیٹھے رہنے والوں پر اَجْرًا عَظِیْمًا بہت بڑے اجر کی دَرَجٰتٍ مِّنْہُ یہ درجے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وَمَغْفِرَۃً اور بخشش ہے وَّرَحْمَۃً اور مہربانی ہے وَکَانَ اللّٰہُ اور ہے اللہ تعالیٰ غَفُوْرًا بخشنے والا رَّحِیْمًا رحمت کرنے والا۔

تشریح:

کل کے سبق میں آپ حضرات نے قتل خطأ کا حکم سنا اور پڑھا کہ مومن مومن کو خطأً قتل کرے تو اس کی سزا ہے ایک غلام کا آزاد کرنا، اللہ تعالیٰ کے حق کی تلافی کے لئے۔ اور دیت یعنی مالی بدلہ ہے مقتول کے وارثوں کے لئے، جو قدرے تفصیل سے کل بیان کیا تھا۔ اب اس قتل کی سزا کا ذکر جو مومن کو دیدہ دانستہ قتل کرے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا اور جو قتل کرے مومن کو دیدہ دانستہ فَجَزَآؤُہٗ جَہَنَّمُ پس بدلہ اس کا دوزخ ہے خٰلِدًا فِیْہَا ہمیشہ دوزخ میں رہے گا وَغَضِبَ اللّٰہُ عَلَیْہِ اور اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوگا۔ ظاہر ہے جس کو دوزخ میں ڈال دیا گیا، اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہی ہوگا وَلَعَنَہٗ اور اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوگی وَاَعَدَّ لَہٗ عَذَابًا عَظِیْمًا اور اللہ تعالیٰ نے تیار کیا ہے اس کے لئے عذاب بہت بڑا۔ تو جو آدمی مومن کو جان بوجھ کر دیدہ دانستہ طور پر قتل کرے گا، اس کی یہ سزا بیان فرمائی کہ وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا، اس پر خدا کا غضب اور لعنت ہے اور بڑا عذاب ہے۔ کیونکہ حقوق العباد میں یہ سب سے بڑا گناہ ہے، جس طرح حقوق اللہ میں شرک سب سے بڑا گناہ ہے، شرک اکبر الکبائر ہے، بڑے گناہوں میں سے سب سے بڑا گناہ ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا: حضرت! بڑے گناہ کون کون سے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سب سے بڑا گناہ ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات میں یا صفات میں یا افعال میں کسی کو شریک ٹھہرانا بڑا گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے، نہ اس کی ذات میں کوئی شریک ہے، نہ صفات میں کوئی شریک ہے، نہ اس کے افعال میں کوئی

شریک ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے کسی کام کے متعلق سوال کیا کہ ہوا ہے یا نہیں؟ اس نے جواب میں یہ الفاظ کہے ''مَاشَاءَ اللّٰهُ وَشِئْتَ'' کام میرا ہو جائے گا جو اللہ تعالیٰ نے چاہا اور آپ نے چاہا اور ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں ''مَاشَاءَ اللّٰهُ وَمَاشَاءَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ'' جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو منظور ہوا تو میرا کام ہو جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''أَجَعَلْتَنِي لِلّٰهِ نِدًّا؟'' کیا تو نے مجھے خدا کا شریک بنایا ہے؟ ''بَلْ قُلْ مَاشَاءَ اللّٰهُ وَحْدَهُ'' بلکہ یوں کہو جو اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ کو منظور ہوگا، وہی ہوگا، کیونکہ مشیت اور ارادہ بھی اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، اس میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

یاد رکھنا! کچھ لوگ لاعلمی کی وجہ سے یہ کہہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے میرا کام ہو جائے گا یا اس طرح کہہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے میں مقدمہ سے بری ہو جاؤں گا۔ یہ شرک ہے۔ یا اس طرح کہنا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے امتحان میں پاس ہو جاؤں گا۔ یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مجھے تجارت میں نفع ہوگا، برکت ہوگی، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے میں رشتہ لینے میں کامیاب ہو جاؤں گا، یہ سب شرکیہ جملے ہیں، کیونکہ تکوینی کام جتنے ہیں، ان میں رب تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے۔ کیونکہ اس صحابی رضی اللہ عنہ نے یہ نہیں کہا کہ حضرت! مجھے آپ نے پیدا کیا ہے، زمین اور آسمانوں کو آپ نے پیدا کیا ہے، مخلوق آپ نے پیدا کی ہے، بلکہ صرف اتنا کہا کہ اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا اور آپ کو منظور ہوا تو میرا کام ہو جائے گا، اس کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک فرمایا، کیونکہ مشیت وارادہ بھی رب تعالیٰ کی صفت ہے اور اس میں کسی کو کوئی دخل نہیں ہے۔

ہاں! جو شرعی احکام ہیں، ان کے متعلق اگر اس طرح کہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ نماز پڑھو، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے والدین کی فرماں برداری کرو، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ جھوٹ نہ بولو، یہ سب شرعی احکام ہیں

جواللہ تعالیٰ نے نازل فرمائے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے ہیں، اس لئے یہ شرکیہ جملے نہیں ہیں۔

باقی رہی یہ بات کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے بیمار صحت مند ہو جائے گا، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے فلاں کو بیٹا ملے گا، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے تجارت میں برکت ہوگی، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے فلاں مصیبت ٹل جائے، یہ کہنا شرک ہے۔ اکثر لوگ جو شرک میں مبتلا ہیں اور بدعات کا ارتکاب کرتے ہیں، یہ لاعلمی کی وجہ سے کرتے ہیں، ورنہ ان کو رب تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عداوت نہیں ہے، ان کو علم ہو جائے کہ شرک کتنا بڑا گناہ اور ہم جو کچھ کر رہے ہیں یہ شرک ہی ہے تو کبھی قریب نہ جائیں، اس طرح بدعت کے متعلق علم ہو جائے کہ کتنا بڑا گناہ ہے تو لوگ اس کے قریب نہ جائیں ،اگر کوئی شخص مسجد کے محراب میں سو بوتلیں شراب کی پیئے تو کتنا گناہ ہے، سارے سمجھتے ہیں کہ شراب پینا بڑا گناہ پھر مسجد کے محراب میں بیٹھ کر پینا اور زیادہ گناہ، لیکن ایک بدعت کا ارتکاب کرنا اس سے بھی بڑا گناہ ہے، اس لئے کہ شراب پینے سے دین کا حلیہ اور نقشہ نہیں بدلتا، کیونکہ سارے سمجھتے ہیں کہ گناہ ہے اور بدعت کرنے سے دین کا نقشہ بدل جاتا ہے، کیونکہ بدعت دین سمجھ کر کی جاتی ہے۔ لہٰذا ایک بدعت سو کبیرہ گناہوں سے بھی بڑی ہے اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بدعتی پر توبہ کا دروازہ بند کر دیا ہے، یعنی بدعت کی اتنی نحوست ہے کہ بدعتی کو توبہ کی توفیق نہیں ملتی، اتنا بڑا گناہ ہے اور اکثر لوگ لاعلمی کی وجہ سے شرک اور بدعت میں مبتلا ہیں۔

یہاں جو معمر بزرگ بیٹھے ہیں ان کو یاد ہوگا کہ میرے پاس ایک بزرگ آئے تھے، حافظ اللہ داد صاحب مرحوم ضلع گجرات میں قصبہ پٹیالہ کے رہنے والے تھے، وہ میرے پیر بھائی بھی تھے اور کئی کئی دن میرے پاس ٹھہرتے تھے، پنجابی کے بہترین واعظ تھے، انہوں نے ایک دفعہ اپنے قصبے کا واقعہ سنایا کہ ہمارے قصبے کا ایک چوہدری تھا جو کافی جائیداد کا مالک تھا، وہ فوت ہو گیا، پسماندگان میں ایک بیوہ اور دو لڑکے تھے، لڑکی کوئی نہیں تھی، لڑکوں کا جائیداد کی تقسیم پر جھگڑا ہو گیا کہ مثلاً: ایک نے کہا کہ میں نے یہ حصہ

لینا ہے، دوسرے نے کہا کہ یہ حصہ میں نے لینا ہے، جھگڑا کافی طول پکڑ گیا، عزیز رشتہ داروں نے بھی مداخلت کی، مگر صلح نہ ہوسکی اور وہ اپنی ضد پر اڑے رہے، والدہ ناراض ہو کر میکے چلی گئی کہ میں تمہاری والدہ ہوں اور تم میری بات ماننے کے لئے تیار نہیں ہو، لہٰذا تم جانو اور تمہارا کام جانے، اس پر برادری نے ملامت کی کہ تمہاری والدہ اگرچہ اپنے بھائیوں کے ہاں رہ رہی ہے، مگر وہ اپنے گھر اچھی لگتی ہے، ان کو شرمندگی ہوئی، والدہ کو لینے کے لئے گئے، مگر وہ نہ مانی، واپس آ گئے، حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ انہوں نے مجھے کہا کہ آپ ہمارے قصبے کے امام ہیں، استاد ہیں، آپ کی بات مانی جائے گی، لہٰذا آپ ہمارے ساتھ چلیں، فرماتے ہیں کہ میں بھی ان کے ساتھ گیا، جب گھر میں داخل ہوئے تو والدہ سامنے برآمدے میں بیٹھی تھی، دونوں بھائی آگے بڑھے، ایک نے والدہ کے ایک کندھے پر ہاتھ رکھا، دوسرے نے دوسرے کندھے پر ہاتھ رکھا اور والدہ کو راضی کرنے کے لئے کہا کہ ہمارے ساتھ چل! کیا تو ہماری بے بے یعنی ماں نہیں ہے؟ اس نے کہا کہ میں تمہاری کوئی بے بے شبے نہیں ہوں، میں تو اللہ رسول کی بے بے ہوں۔ دیکھو اس نے یہ جملہ پیار سے کہا اور ہے کفر۔ محبت میں آ کر رب تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بے بے بن کے بیٹھ گئی، کافر ہو گئی اور ساری نیکیاں برباد ہو گئیں، کیونکہ رب تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا بڑا گناہ ہے، اس پارے میں تم پڑھ چکے ہو اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ کہ اللہ تعالیٰ مشرک کو معاف نہیں کریں گے، کیونکہ رب تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا بہت بڑا گناہ ہے، اس سے ساری نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں اور حشر میں شرک کی کوئی معافی نہیں ہے اور عوام بے چارے جہالت کا شکار ہیں، ورنہ ان کو رب تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت نہیں ہے، نہ دین سے عداوت ہے، البتہ کچھ لوگ شرک اور بدعات کا ارتکاب ضد کی وجہ سے کرتے ہیں، ان کا کوئی علاج نہیں ہے اور جس طرح شرک بہت بڑا گناہ ہے، اسی طرح شرک کے بعد بدعت بہت بڑا گناہ ہے اور حقوق العباد میں قتل ناحق بہت بڑا گناہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کی عدالت میں حقوق العباد میں سب سے پہلے قتل ناحق کا مقدمہ پیش ہوگا اور یہ مسئلہ میں نے پہلے بیان کر دیا ہے کہ قتل کرنے والا، قتل پر ابھارنے والا، قتل کا مشورہ دینے والا سب ایک ہی درجہ کے مجرم ہیں۔

اگلی آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت غالب بن فضالہ رضی اللہ عنہ کی کمان میں ایک لشکر محاذ پر روانہ فرمایا کہ فلاں محاذ پر جاؤ اور جہاد کرو، یہ لوگ جہاد سے فارغ ہو کر واپس آ رہے تھے کہ راستے میں ایک مشہور قبیلہ بنو اسلم آباد تھا، یہ کافی بڑا قبیلہ تھا، ان کے کچھ لوگ پہاڑوں پر آباد تھے اور کچھ لوگ میدانی علاقے میں۔ اس قبیلے کے ایک بزرگ جن کا نام مرداس بن نہیق رضی اللہ عنہ تھا، مسلمان ہو چکے تھے، باقی گھر کے افراد اور برادری کافر تھی، یہ تنہا مسلمان تھے، ان کے پاس بھیڑ بکریوں کا ریوڑ تھا، یہ اس فکر میں تھے کہ میں کس طرح ہجرت کروں؟ ان جانوروں کا کیا بنے گا؟ بچوں کا کیا بنے گا؟ آخر انسان ہے، ان چیزوں کے بارے میں سوچتا ہے، ادھر سے جب مجاہد نعرے لگاتے ہوئے آئے، حضرت مرداس بن نہیق رضی اللہ عنہ بمع ریوڑ کے راستہ میں کھڑے ہو گئے کہ میرے عقیدہ کے ساتھی آئے ہیں، کیونکہ قدرتی طور پر آدمی کو ہم عقیدہ آدمی کے ساتھ محبت ہوتی ہے، چاہے عقیدہ جیسا ہی ہو تو یہ بڑے خوش ہوئے، سلام کیا اور کہا کہ میں بھی مسلمان ہوں "لا إلٰـه إلا اللّٰـه محمد رسول الله" پڑھا، کلمہ شہادت "أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبدهٗ ورسولهٗ" پڑھا اور بڑی عقیدت اور محبت سے ان کے ساتھ پیش آئے، مجاہدین کے ذہن میں آیا، ہجرت فرض ہے، اگر یہ مومن ہوتا تو ہجرت کرتا، کیونکہ ابتدائی دور میں ہجرت فرض تھی، جو لوگ مسلمان ہو جاتے تھے ان کو حکم تھا کہ جہاں تم آسانی کے ساتھ دین پر عمل کر سکتے ہو وہاں چلے جاؤ اور اس نے ہجرت نہیں کی، لہٰذا یہ مومن نہیں ہے اور اپنی بھیڑ بکریاں بچانے کے لئے ہمیں سلام کہہ رہا ہے، یہ بدگمانی پیدا ہو گئی، نتیجہ یہ ہوا کہ مجاہدین نے اس کو قتل کر دیا اور بھیڑ بکریاں مال غنیمت سمجھ کر ساتھ لے گئے۔

اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اِذَا ضَرَبْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ جب تم سفر کرو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں فَتَبَیَّنُوْا تو خوب تحقیق کر لیا کرو وَلَا تَقُوْلُوْا اور نہ کہو تم لِمَنْ اَلْقٰٓی اِلَیْکُمُ السَّلٰمَ اس کے بارہ میں جس نے ڈالا تمہاری طرف سلام لَسْتَ مُؤْمِنًا کہ تو مومن نہیں ہے، جس نے تمہیں سلام کیا، اپنے اسلام کا اظہار کیا، اس کو تم یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں ہے تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا چاہتے ہو تم دنیا کی زندگی کا سامان، یہ بکریاں دیکھ کر تمہاری آنکھیں للچا گئیں فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ کَثِیْرَةٌ

پس اللہ تعالیٰ کے پاس بہت سی غنیمتیں ہیں كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ اسی طرح تھے تم اس سے پہلے کہ جس کو تم کہتے تھے کہ ہم مسلمان ہیں، وہ تمہیں مسلمان سمجھتا تھا، اسی طرح تم بھی دوسروں کو مسلمان سمجھو، اگر وہ تمہیں مسلمان نہ سمجھتا تو تمہارا کیا حشر ہوتا؟

مسئلہ یہ ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ میں مسلمان ہوں، اسے مسلمان ہی سمجھنا چاہئے، بشرطیکہ اس کا کوئی عقیدہ اور عمل اسلام کے خلاف نہ ہو، اس کے قول اور فعل سے اسلام کے خلاف کوئی چیز سرزد نہ ہو، لیکن جو شخص زبانی طور پر تو کہے کہ میں مسلمان ہوں اور اس کا عقیدہ اور عمل اسلام کے خلاف ہو تو وہ مسلمان نہیں ہے، مثلاً: قادیانی اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور منکرین حدیث بھی اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں، رافضی بھی اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور باقی فرقے والے بھی اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں، اسی طرح بہائی بھی اور یہ سب غیر اسلامی عقائد بھی رکھتے ہیں۔ قادیانی مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی مانتے ہیں اور منکرین حدیث کہتے ہیں کہ حدیث کوئی شئے نہیں ہے اور رافضی کہتے ہیں کہ موجودہ قرآن پاک اصلی نہیں ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کافر کہتے ہیں اور بابی محمد علی باب کو پیغمبر مانتے ہیں اور بہائی بہاء الدین کو پیغمبر مانتے ہیں اور یہ کفریہ عقائد ہیں، لہٰذا ان عقائد کے ہوتے ہوئے ان کے مسلمان ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، بے شک اسلام کے دعوے دار بنے رہیں اور یہ مسئلہ بھی یاد رکھنا کہ جس شخص کا کفر قطعی طور پر ثابت ہو جائے، اس کو جو کافر نہیں کہے گا وہ بھی کافر ہے، مثلاً: کسی آدمی کے متعلق علم ہو جائے کہ یہ قادیانی ہے، اگر اس کو کافر نہیں کہتا وہ خود کافر ہے، یہ مسئلہ نہ بھولنا مگر تحقیق کے بعد، محض ظن اور گمان سے نہیں۔

اس لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَتَبَيَّنُوْا خوب تحقیق کرو۔ فرمایا فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ پس اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا فَتَبَيَّنُوْا پس اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو، مسلمان کو مسلمان کہنے میں بھی اور کافر کو کافر کہنے میں بھی جلد بازی سے کام نہ لو اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا بے شک ہے اللہ تعالیٰ اس کارروائی سے جو تم کرتے ہو خبردار۔ آگے اللہ تعالیٰ نے مجاہد اور غیر مجاہد کا فرق بیان فرمایا ہے لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ نہیں ہیں برابر بیٹھ رہنے والے مومنوں سے غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ جو ضرر والے نہیں ہیں، ان کو کوئی تکلیف اور عذر نہیں ہے، وہ مومن جو گھروں میں بیٹھے ہیں، جہاد نہیں کرتے اور ان کو کوئی عذر بھی نہیں ہے،

اندھے نہیں ہیں، لنگڑے نہیں ہیں، بوڑھے نہیں ہیں، بیمار نہیں ہیں، تندرست ہیں، کوئی عذر بھی نہیں ہے اور جہاد نہیں کرتے، یہ برابر نہیں ہیں ان مجاہدین کے وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور وہ جو جہاد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اپنے مالوں کے ساتھ اور جانوں کے ساتھ۔ یہ اور وہ جو گھر بیٹھنے والے ہیں برابر نہیں ہوسکتے، البتہ جو عذر کی وجہ سے نہیں جاسکتا اور اشتیاق ہے، اس کو اللہ تعالیٰ پورے مجاہد کا اجر دے گا۔

غزوۂ تبوک جو ہجرت کے نویں سال پیش آیا، یہ بڑا عسرت کا غزوہ تھا، گرمی کا موسم تھا، سفر لمبا تھا، مالی طور پر تنگی تھی، فصل پکی ہوئی تھی، رومیوں کے ساتھ لڑائی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تبوک کے مقام پر پہنچے تو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاؤں کے چمڑے اتر گئے تھے، گرم ریت کی وجہ سے ناخن اتر گئے تھے، ایسا موقع بھی آیا کہ کسی کے پاس پانی نہ تھا، ایک دو آدمی شدت پیاس کی وجہ سے بے ہوش ہوگئے، آوازیں دی گئیں ''هَلْ مَعَكُمْ مِنْ مَّاءٍ؟'' بھائی! کسی کے پاس پانی ہے؟ جانیں ضائع ہو رہی ہیں، کسی کے پاس پانی نہ تھا، فرمایا: دائیں بائیں تلاش کرو، مگر کہیں سے پانی نہ ملا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اونٹ ذبح کر کے اس کی اوجھڑی نچوڑ کر ان کے منہ میں ڈالو، تا کہ جان بچ جائے، کیونکہ اضطراری حالت میں مسئلہ جدا ہے، اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کچھ لوگ ایسے ہیں جو ہیں مدینہ طیبہ میں، ان کو بھی اتنا ثواب ملا ہے، جتنا تمہیں ملا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: حضرت! ہمارے تو پاؤں کے چمڑے ادھڑ گئے ہیں، ناخن اتر گئے ہیں، گرمی کی وجہ سے ہمارے حلیے بگڑ گئے ہیں اور وہ لوگ گھروں میں بیٹھے ہیں اور ان کو ہمارے برابر اجر مل گیا؟ فرمایا: ہاں ''حَبَسَهُمُ الْعُذْرُ'' ان کو عذر نے روک دیا ہے، وہ معذور ہونے کی وجہ سے نہیں آئے۔۔۔ وہ گھر بیٹھنے پر خوش نہیں ہیں، تندرست ہوتے، تمہارے ساتھ ہوتے، اسی واسطے حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو شخص اچھے کام کی نیت کرے، اللہ تعالیٰ اس کو اس کام کا اجر عطا فرمادیتے ہیں۔

اور یہ بھی حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس شخص نے جہاد نہ کیا اور اگر جہاد نہیں ہو رہا اور اس نے نیت نہ کی تو ''مَاتَ عَلٰى شُعْبَةٍ مِنْ نِفَاقٍ'' یہ جب بھی مرے گا نفاق پر مرے گا اور ایک روایت میں آتا

ہے "مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً" مردار موت مرے گا اور جو شخص نیت کرے کہ جب جہاد کا موقع آئے گا تو میں ضرور جہاد کروں گا "بَلَّغَهُ اللّٰهُ مَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ وَإِنْ مَاتَ عَلٰى فِرَاشِهٖ" (رواہ مسلم) اس کو اللہ تعالیٰ شہداء کے ساتھ کھڑا کریں گے، اگر چہ یہ اپنی چارپائی پر مرے، کیونکہ اس کی نیت ایسی تھی، کام میں نیت کا بڑا دخل ہوتا ہے تو جو مومن معذور نہ ہونے کے باوجود گھروں میں بیٹھے ہیں، جہاد نہیں کرتے، یہ ان کے برابر نہیں ہو سکتے، جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرتے ہیں، اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ۔

فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فضیلت عطا فرمائی ہے اللہ تعالیٰ نے ان مجاہدین کو جنہوں نے جہاد کیا اپنے مالوں کے ساتھ اور اپنی جانوں کے ساتھ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ ان پر جو بیٹھے رہتے ہیں دَرَجَةً درجے کے اعتبار سے۔ مجاہد کا درجہ اور ہے اور غیر مجاہد کا درجہ اور ہے وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى اور ہر ایک سے وعدہ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا، ہیں تو وہ بھی مومن، ایمان کا صلہ تو ان کو بھی ملے گا، لیکن وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اور فضیلت عطا فرمائی ہے اللہ تعالیٰ نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھے رہنے والوں پر اَجْرًا عَظِيْمًا بہت بڑے اجر کی دَرَجٰتٍ مِّنْهُ یہ درجے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً اور بخشش ہے اور مہربانی ہے وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا اور ہے اللہ تعالیٰ بخشنے والا، رحمت کرنے والا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓىٕكَةُ ظَالِمِیْۤ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِیْمَ كُنْتُمْؕ-قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِؕ-قَالُوْۤا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِیْهَاؕ-فَاُولٰٓىٕكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُؕ-وَ سَآءَتْ مَصِیْرًا(۹۷) اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَ الْوِلْدَانِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ حِیْلَةً وَّ لَا یَهْتَدُوْنَ سَبِیْلًا(۹۸) فَاُولٰٓىٕكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّعْفُوَ عَنْهُمْؕ-وَ كَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا(۹۹) وَ مَنْ یُّهَاجِرْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یَجِدْ فِی الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِیْرًا وَّ سَعَةًؕ-وَ مَنْ یَّخْرُ جْ مِنْۢ بَیْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ یُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَ قَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِؕ-وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا۠(۱۰۰)

لفظی ترجمہ:

اِنَّ الَّذِیْنَ بے شک وہ لوگ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓىٕكَةُ جن کی جان نکالتے ہیں فرشتے ظَالِمِیْۤ اَنْفُسِهِمْ اس حال میں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں قَالُوْا فرشتے کہتے ہیں فِیْمَ كُنْتُمْ تم کس حال میں تھے قَالُوْا کہا انہوں نے كُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ ہم کمزور تھے فِی الْاَرْضِ زمین میں قَالُوْۤا فرشتوں نے کہا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً کیا نہیں تھی اللہ تعالیٰ کی زمین کشادہ؟ فَتُهَاجِرُوْا فِیْهَا پس تم ہجرت کر جاتے اس زمین میں فَاُولٰٓىٕكَ پس وہ لوگ ہیں مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ٹھکانا ان کا جہنم ہے وَ سَآءَتْ مَصِیْرًا اور بہت برا ہے ٹھکانا اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مگر وہ کمزور مِنَ الرِّجَالِ مردوں میں سے وَ النِّسَآءِ اور عورتوں میں سے وَ الْوِلْدَانِ اور بچوں میں سے لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نہیں طاقت رکھتے۔ حِیْلَةً کسی تدبیر کی وَّ لَا یَهْتَدُوْنَ سَبِیْلًا اور وہ نہیں راہ پاتے فَاُولٰٓىٕكَ پس وہ لوگ ہیں عَسَى اللّٰهُ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اَنْ یَّعْفُوَ عَنْهُمْ معاف کردے گا ان کو وَ كَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ عَفُوًّا معاف کرنے والا غَفُوْرًا بخشنے والا وَ مَنْ یُّهَاجِرْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اور جس نے ہجرت کی اللہ تعالیٰ کی راہ میں یَجِدْ پائے گا فِی الْاَرْضِ زمین میں مُرٰغَمًا بھاگنے کی جگہیں كَثِیْرًا بہت سی وَّ سَعَةً اور وسعت اور گنجائش وَ مَنْ یَّخْرُجْ اور وہ شخص جو نکلا مِنْۢ بَیْتِهٖ اپنے گھر سے مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ ہجرت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف وَ رَسُوْلِهٖ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ثُمَّ یُدْرِكْهُ الْمَوْتُ پھر پالے اس کو موت فَقَدْ وَ قَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ واقع ہوگیا اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر وَ كَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ غَفُوْرًا بخشنے والا رَّحِیْمًا مہربان۔

تشریح:

مسلمان جہاں کہیں بھی ہو اس پر لازم اور ضروری ہے کہ وہ اپنے عقیدے کا اظہار کرے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو عبادتیں فرض ہیں اور واجب ہیں ان کو ادا کرے، اگر وہاں کے لوگ رکاوٹ بنیں تو جہاد کرے، اگر جہاد کی طاقت اور قوت نہیں ہے تو ایمان اور دین کی حفاظت کے لئے وہاں سے ہجرت کر کے ایسی جگہ چلا جائے کہ جہاں اطمینان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کر سکے، کیونکہ یہ بات واضح ہے کہ اگر کافروں کے علاقے میں رہتا ہے تو جب یہ اپنے عقیدے کا اظہار کرے گا تو دوسروں کو تکلیف ہوگی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ مکرمہ میں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اعلان فرمایا تو مشرک آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ٹوٹ پڑے اور کہنے لگے ﴿اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ﴾ کیا اس نے اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود بنا دیا، یہ تو بڑی عجیب بات ہے کہ سارے خداؤں، حاجت رواؤں اور مشکل کشاؤں اور دستگیروں اور فریادرسوں کا انکار کر کے کہتا ہے کہ الٰہ ایک ہی ہے، یہ تو بڑی عجیب اور نرالی بات ہے، ہم نہیں مانتے۔

اور سورۃ الصافات پارہ: ۲۳ میں آتا ہے ﴿اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِیْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ یَسْتَكْبِرُوْنَ﴾ بے شک ان کا حال یہ تھا کہ جب ان کو کہا جاتا تھا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو تکبر کرتے تھے، اچھلتے تھے تو عقیدے کے اظہار پر مخالفوں کو تکلیف ہونا ظاہر ہے اور یہ بات بھی واضح ہے کہ جہاں ان کی اکثریت ہوگی وہ پریشان کریں گے اور کوشش کریں گے کہ مسلمانوں کو اپنے عقیدے پر نہ رہنے دیں تو ایسی صورت حال میں یہی حکم ہے کہ اگر وہ اپنے عقیدے پر نہیں رہ سکتے اور عبادات ادا نہیں کر سکتے تو ان کے ساتھ جہاد کریں اور اگر جہاد کی طاقت اور توفیق نہیں ہے تو پھر وہاں سے ہجرت کرنی پڑے گی۔

اور یہ بھی یاد رکھنا کہ جہاد مقصود بالذات نہیں ہے، بلکہ ایمان اور عبادت کے برقرار رکھنے کا ذریعہ ہے۔ اگر کسی علاقے میں کافر روڑے نہ اٹکائیں اور تنگ نہ کریں تو جہاد کی ضرورت نہیں ہے، ہاں! اگر رکاوٹیں پیدا کریں اور عبادت ادا نہ کرنے دیں تو پھر ان کے خلاف جہاد کرنا ہے اور اگر جہاد کی طاقت نہ ہو تو ہجرت کرنی پڑے گی اور ہجرت کوئی آسان معاملہ نہیں ہے، آپ تصور کریں کہ آدمی کا ذاتی مکان ہو اور

سامان سے بھرا ہوا ہو اور اپنی زمین ہو، باغات ہوں یا اپنا کاروبار ہو، کارخانے ہوں اور اسی علاقے میں پیدا ہوا اور وہیں پرورش پائی ہو، ایسی جگہ کو چھوڑنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ ہجرت کرتے وقت کتنا سامان اٹھا کر ساتھ لے جاسکتا ہے، صرف ضروری ضروری سامان بھی اٹھالے تو بڑی بات ہے، مگر جب ایمان کی حفاظت مقصود ہو تو یہ سب کچھ کرنا ہوتا ہے، کیونکہ ایمان بہت بڑی دولت ہے اور یہ ساری چیزیں اس کے مقابلہ میں پیچھے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جوامت میں اول نمبر کے فقیہ اور اول نمبر کے مفسر قرآن اور بلند درجے کے صحابی ہیں اور مسلمان ہونے میں ان کا چھٹا نمبر ہے، ان سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس آدمی کے بارے میں خیر کا ارادہ فرماتے ہیں، اس کو ایمان کی توفیق عطا فرمادیتے ہیں۔

اور ایک روایت میں آتا ہے ''إِنَّ اللّٰهَ يُعْطِي الدُّنْيَا مَنْ يُّحِبُّ وَمَنْ لَا يُحِبُّ'' بے شک اللہ تعالیٰ دنیا اسے بھی دیتا ہے جس سے پیار کرتا ہے اور اسے بھی دیتا ہے جس سے پیار نہیں کرتا ''وَلَا يُعْطِي الدِّيْنَ إِلَّا مَنْ يُّحِبُّ'' کہ ایمان صرف اسے عطا فرماتا ہے جس سے محبت کرتا ہے تو ایمان صرف اسے ملتا ہے جس پر رب تعالیٰ راضی ہوتا ہے اور مال کامل جانا اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کی دلیل نہیں ہے، وہ نیکوں کو بھی ملتا ہے اور بروں کو بھی ملتا ہے تو ایمان بڑی قیمتی دولت ہے، اس کے مقابلہ میں دنیا کی کوئی چیز نہیں ہے، تو قیمتی شئے کی حفاظت کرنا ضروری ہے، لہٰذا اگر ایمان ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو مسلمان پر لازم ہے کہ مکان، زمین، باغات، کارخانے سب چھوڑ دے اور ہجرت کر کے ایمان کو بچالے اور ایمان کی حفاظت کرے، کیونکہ قیمتی شئے کی حفاظت کرنی ہے، لیکن آقا کے حکم کے مقابلہ میں کوئی شئے قیمتی نہیں ہے۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ اکابر اولیاء میں سے گزرے ہیں، مثنوی شریف ان کی مشہور کتاب ہے، اس میں انہوں نے ایمان، اتباع سنت اور اخلاقیات کو حکایات کی صورت میں بیان فرمایا ہے۔ انہوں نے مثنوی شریف میں سلطان محمود غزنوی کا واقعہ نقل فرمایا ہے، سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کو جب معلوم ہوا کہ مسلمان ہندوؤں کے مظالم کی وجہ سے پریشان ہیں اور ہندو مسلمانوں کو بہت پریشان کرتے ہیں تو انہوں

نے ہندوستان پر حملہ کر کے ہندوؤں کی طاقت کو پامال کیا، سومنات کا بت توڑا اور بڑے قیمتی ہیرے اور جواہرات ہاتھ آئے۔ ان میں ایک بڑا قیمتی ہیرا بھی ان کو حاصل ہوا، ان کے ایک سپاہی کا لڑکا تھا، جس کا نام تھا ایاز، یہ بچہ بڑا سمجھ دار تھا، اس کو وہ اپنے پاس بٹھاتے تھے اور وزیروں اور مشیروں کو یہ بات اچھی نہیں لگتی تھی کہ بادشاہ سلامت دس گیارہ سال کے بچے کو اپنے پاس بٹھاتے ہیں۔ ایک دن کہنے لگے کہ ہم کچھ کہہ تو نہیں سکتے، مگر اس چھوٹے بچے کا یہاں بیٹھنا مناسب نہیں ہے۔ سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ ہے تو چھوٹا مگر بڑا سمجھ دار ہے۔

ایک موقع پر انہوں نے اس طرح کیا کہ اپنے ایک ملازم کو حکم دیا کہ ایک پتھر اور ایک ہتھوڑا لا کر دربار میں رکھ دے، چنانچہ ملازم نے دونوں چیزیں مہیا کر دیں، دربار لگا تو سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جیب سے وہ قیمتی ہیرا نکالا اور ہیرے کی یہ خاصیت ہے کہ یہ گھستا نہیں ہے، ٹوٹ سکتا ہے، ہیرے کے علاوہ دنیا کی کوئی دھات ایسی نہیں ہے، جو نہ گھسے، مثلاً: لوہا ہے، پیتل ہے، تانبا ہے، سونا ہے، چاندی ہے، یہ سب دھاتیں گھس جاتی ہیں، مگر ہیرے میں رب تعالیٰ نے یہ خاصیت رکھی ہے کہ وہ گھستا نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ قیمتی گھڑیوں کی چولیں ہیرے کی ہوتی ہیں تو بادشاہ نے ایک وزیر کو کہا کہ اس ہیرے کو پتھر پر رکھ کر ہتھوڑے سے توڑ دے، اس نے کہا کہ اس کو میں کیسے توڑوں؟ یہ تو بڑا قیمتی ہے، اسی طرح اور پانچ دس کو کہا، مگر کسی نے نہ توڑا، پھر ایاز کو کہا کہ بیٹا! تو اس ہیرے کو توڑ دے، اس نے ہیرا پتھر پر رکھ کر ہتھوڑے سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا بیٹے! اتنا بڑا قیمتی ہیرا تو نے توڑ دیا ہے؟

ایاز نے کہا کہ میرے سامنے دو چیزیں تھیں: ایک ہیرے کی قیمت اور ایک آقا کے حکم کی قیمت۔ میرے نزدیک آقا کا حکم زیادہ قیمتی تھا، اس لئے میں نے ہیرا توڑ دیا۔ اس وقت سب کو سمجھ آئی کہ یہ صرف بچہ نہیں ہے، اس کو اللہ تعالیٰ نے بڑی سمجھ عطا فرمائی ہے۔

تو بات یہ ہو رہی تھی کہ مشکل کاموں میں سے ایک ہجرت بھی ہے اور ۸ ہجری تک ہجرت فرض تھی اور جب مکہ مکرمہ فتح ہو گیا اور سارے عرب میں اسلام کا جھنڈا لہرا دیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ ''لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ'' کہ مکہ مکرمہ کے فتح ہو جانے کے بعد اب عرب میں کوئی ہجرت نہیں ہے،

کیونکہ دار الاسلام سے ہجرت کرنے کا تو کوئی معنی نہیں ہے، البتہ دنیا کے دوسرے ممالک میں آج تک ہجرت چلی آ رہی ہے۔

مثلاً: آج لاکھوں کی تعداد میں افغانی ہمارے پاس موجود ہیں، اسی طرح برما کے مظلوم مسلمان کچھ تو بنگلہ دیش چلے گئے ہیں اور کچھ دوسرے ممالک میں، کیونکہ وہاں بدھوؤں نے ان پر بڑے مظالم ڈھائے ہیں اور مسلمانوں پر ہر جگہ ظلم ہو رہا ہے، فلپائن میں، انڈیا میں، کشمیر میں، فلسطین میں، مگر ان کی خبرگیری کرنے والا کوئی نہیں ہے، وہ بیچارے پکار پکار کر کہتے ہیں ہماری بھی کوئی خبر گیری کرے، خبر گیری دور کی بات ہے، ان مظلوموں کے لئے آواز بلند کرنے کے لئے کوئی تیار نہیں ہے۔

اس وقت مسلمانوں کے چوّن ۵۴ ملک ہیں، مگر ان کے سربراہ عیاشیوں میں مصروف ہیں اور دنیا کی ساری بے غیرتی مسلمان سربراہوں کو الاٹ ہو چکی ہے، یہ جتنے مسلمان ملکوں کے سربراہ ہیں، الا ماشاء اللہ، کم از کم آواز تو بلند کریں، مگر نہیں، کیونکہ ناناجی امریکہ صاحب ناراض ہوتا ہے اور اگر وہ ناراض ہو گیا تو ان کی عیاشیوں میں فرق پڑ جائے گا، اس لئے یہ صرف ناناجی کو راضی کرنے پر لگے ہوئے ہیں۔

اور اس کے برعکس امریکہ کی دہشت گردی دیکھو کہ اگر اس کے ملک کے دو تین آدمی مارے جاتے ہیں تو وہ ہمارے ملک کے آدمی پکڑوا کر ان کو پھانسی پر لٹکا دیتا ہے اور دنیا میں کہیں بھی کوئی عیسائی ان کو آواز دے تو وہ دوڑ پڑتے ہیں، تو خیر! ابتداءً ہجرت فرض تھی اور کچھ لوگوں نے طاقت رکھنے کے باوجود ہجرت نہ کی، باوجود اس کے کہ ان کو کافر وہاں عبادات بھی ادا نہیں کرنے دیتے تھے، ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان کو تنبیہ فرمائی ہے اِنَّ الَّذِیْنَ بے شک وہ لوگ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِهِمْ جن کی جان نکالتے ہیں فرشتے اس حال میں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کر رہے ہیں۔ ظلم یہ کہ وہاں کھلے بندوں عبادت بھی نہیں کر سکتے اور ہجرت بھی نہیں کی قَالُوْا فِیْمَ كُنْتُمْ فرشتے کہتے ہیں تم کس حال میں تھے؟ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ کہا انہوں نے ہم کمزور تھے زمین میں اور کمزوری کی وجہ سے عبادتیں نہیں کر سکے قَالُوْٓا فرشتوں نے کہا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً کیا نہیں تھی اللہ تعالیٰ کی زمین کشادہ فَتُهَاجِرُوْا فِیْهَا پس تم ہجرت کر جاتے اس زمین میں جہاں تم عبادت کر سکتے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب ہجرت فرض

تھی اور کچھ لوگوں نے کوتاہی کرتے ہوئے ہجرت نہیں کی تھی فَأُولٰٓئِكَ مَأْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ پس یہی لوگ ہیں ٹھکانہ ان کا دوزخ ہے، لیکن خالدًا نہیں فرمایا، کیونکہ وہ اپنی سزا بھگتنے کے بعد کسی وقت دوزخ سے نکل آئیں گے، کیونکہ تھے تو مومن اور مومن کے لئے خلود فی النار نہیں ہے، رب تعالیٰ جتنی سزا چاہیں گے دیں گے اور یہ بھی وہی جانتے ہیں کہ کس کو کتنی سزا دینی ہے، ہم اس سلسلے میں کچھ نہیں کہہ سکتے وَسَآءَتْ مَصِيْرًا اور وہ جہنم بہت برا ٹھکانہ ہے، اللہ تعالیٰ تمام مومنین اور مومنات کو، تمام مسلمین اور تمام مسلمات کو بچائے اور محفوظ رکھے (آمین)۔

دوزخ کتنا بُرا ٹھکانہ ہے مسلم شریف کی روایت میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیں گے کہ آواز دو کہ وہ آدمی کھڑا ہو جس نے دنیا میں سب سے زیادہ آرام اور سکون کی زندگی بسر کی ہے بِأَنْعَمِ أَهْلِ الدُّنْيَا کے الفاظ آتے ہیں، ایک ہوتا ہے قصبے میں سب سے زیادہ آسودہ حال، ایک تحصیل میں ہوتا ہے، ایک ضلع میں ہوتا ہے، ایک صوبے میں ہوتا ہے، ایک ملک میں سب سے زیادہ آسودہ حال اور آرام اور سکون سے زندگی بسر کرنے والا ہوتا ہے، فرمایا: جو ساری دنیا میں سب سے زیادہ آرام وسکون پانے والا تھا، اس کو لایا جائے، چنانچہ اس کو لایا جائے گا، حکم ہوگا اس کافر کو آگ میں ڈال دو "فَيُغْمَسُ غَمْسَةً" پس اس کو ایک غوطہ دیا جائے گا، جہنم کے شعلوں میں ایک شعلہ اس کو لپیٹے گا، اس کے بعد رب تعالیٰ اس سے پوچھیں گے "هَلْ رَأَيْتَ فِي الدُّنْيَا مِنَ الْخَيْرِ؟" اے بندے! کیا تو نے دنیا میں کوئی چین اور آرام دیکھا ہے؟ وہ کہے گا: اے پروردگار! میں نے کوئی سکون نہیں پایا اور دیکھا، یعنی جہنم کی آگ کا ایک شعلہ دنیا کے سارے آرام بھلا دے گا، پھر اس شخص کو لایا جائے گا، جس نے بالغ ہونے کے بعد سے لے کر مرتے دم تک کو سکون نہیں دیکھا ہوگا اور ہوگا مومن، مطلب یہ ہے کہ نہ تو اس کی ضرورت کے مطابق اس کو لباس ملا، نہ خوراک ملی، نہ رہائش کا کوئی خاص انتظام تھا، بیمار ہوا تو علاج کے لئے کچھ پاس نہ تھا، رب تعالیٰ اس کو حکم دیں گے کہ نہر حیات میں چھلانگ لگا کر ایک غوطہ لگا (نہر حیات جنت کے دروازے کے اندر ہے) وہ نہر حیات میں ایک غوطہ لگائے گا، رب تعالیٰ فرمائیں گے میرے بندے! بتا تو نے دنیا میں کوئی دُکھ دیکھا ہے؟ وہ کہے گا اے میرے پروردگار! میں نے دنیا میں کوئی دکھ نہیں دیکھا۔

یعنی جنت کی نہر کا ایک غوطہ دنیا کے سارے دکھ بھلا دے گا اور دوزخ کا ایک غوطہ دنیا کے سارے آرام اور سکون بھلا دے گا، جہنم تو اتنی بری ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے ''اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ جَھَنَّمَ'' اے اللہ! میں تیری پناہ میں آتا ہوں قبر کے عذاب سے اور تیری پناہ میں آتا ہوں جہنم کے عذاب سے، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو تعلیم دی ہے، ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو کوئی خطرہ نہ تھا، یہ امت کی تعلیم کی خاطر تھا، یہ حکم جو اوپر بیان ہوا ہے، فرض عین کے تارک کا ہوا ہے۔

ہجرت کے حکم سے جو لوگ مستثنیٰ تھے، آگے ان کا بیان ہے، فرمایا اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ مگر وہ کمزور مردوں میں سے اور عورتوں میں سے وَالْوِلْدَانِ اور بچوں میں سے لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ حِیْلَۃً نہیں طاقت رکھتے کسی تدبیر کی وَّلَا یَھْتَدُوْنَ سَبِیْلًا اور وہ نہیں راہ پاتے کہ کہاں جائیں اور کس طرح جائیں، معذور ہیں، ان پر کوئی مواخذہ نہیں ہے، کوئی گناہ نہیں ہے فَاُولٰٓئِکَ عَسَی اللّٰہُ اَنْ یَّعْفُوَ عَنْھُمْ پس وہ لوگ ہیں قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو معاف کردے وَکَانَ اللّٰہُ عَفُوًّا غَفُوْرًا اور ہے اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا بخشنے والا وَمَنْ یُّھَاجِرْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اور جس شخص نے ہجرت کی اللہ تعالیٰ کی راہ میں یَجِدْ فِی الْاَرْضِ مُرٰغَمًا کَثِیْرًا پائے اللہ تعالیٰ کی زمین میں بھاگنے کی جگہ بہت سی وَّسَعَۃً اور وسعت وگنجائش، ان کو پہاڑوں کی غاریں ملیں گی، پانی بھی ملے گا اور بہت ساری سہولتیں اللہ تعالیٰ پیدا فرمادے گا اور بڑی گنجائش پائیں گے۔

مکہ مکرمہ میں زمر بن جندب نامی بزرگ تھے، کافی عمر رسیدہ تھے اور تفسیر ابو سعود وغیرہ میں ہے کہ کان أعمیٰ نابینا تھے اور تھے بھی بیمار، اب ظاہر بات ہے کہ جو آدمی اتنا بوڑھا ہو کہ خود اٹھ بیٹھ نہ سکے اور ہو بھی نابینا اور اس کے ساتھ ساتھ بیمار بھی ہو یہ معذور ہے، مگر انہوں نے جب یہ آیتیں سنیں کہ جن لوگوں نے ہجرت نہ کی وہ گنہگار ہیں تو اپنے بیٹوں اور پوتوں کو کہا کہ میری چارپائی اٹھاؤ اور مجھے مدینہ طیبہ پہنچاؤ، اس لئے کہ ہجرت فرض ہے، انہوں نے کہا: بابا! اللہ تعالیٰ نے اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ سے کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں کو مستثنیٰ قرار دیا ہے، للہٰذا تم پر کوئی مواخذہ نہیں ہے اور تم بوڑھے بھی ہو، نابینا بھی

اور بیمار بھی۔ کہنے لگے: اگر میں خود نہیں جاسکتا تو کیا تم مجھے چارپائی پر بٹھا کر نہیں لے جاسکتے؟ مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ انگریزی میلوں کے اعتبار سے تین سو گیارہ میل کی مسافت پر ہے، چنانچہ ان کے بیٹوں اور پوتوں نے ان کو چارپائی پر ڈالا اور لے کر چل پڑے، مگر حضرت زمر بن جندب رضی اللہ عنہ راستہ میں ہی فوت ہوگئے تو ایسے وفادار لوگ بھی تھے، ان کے متعلق لوگوں نے کہا: نہ گھر کے رہے اور نہ ہجرت کر سکے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اور وہ شخص جو گھر سے نکلا ہجرت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ پھر پالیا اس کو موت نے فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ پس تحقیق واقع ہوگیا اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر، اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے، کیونکہ موت وحیات انسان کے اختیار میں نہیں ہے۔

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے
نہ اپنی خوشی آئے نہ اپنی خوشی چلے

لہٰذا جو ہجرت کی نیت سے گھر سے نکلا، وہ مہاجروں کی صف میں شامل ہوگیا، چاہے دو چار قدم ہی چلا ہو۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کے لئے نکلا اور محاذ پر پہنچنے سے پہلے فوت ہوگیا، اللہ تعالیٰ اس کو شہیدوں کی صف میں شامل فرمائے گا، کیونکہ جہاد کی نیت سے نکلا ہے، لہٰذا یہ باقاعدہ شہید ہے وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا اور ہے اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان۔

دعا کرو اللہ تعالیٰ سب کی بخشش فرمائے اور رحمت کے دروازے کھول دے۔ (آمین)

وَ اِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖۗ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَكُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ اِنَّ الْكٰفِرِیْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِیْنًا ﴿۱۰۱﴾ وَ اِذَا كُنْتَ فِیْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآىٕفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَ لْیَاْخُذُوْۤا اَسْلِحَتَهُمْ ۫ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْیَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآىٕكُمْ ۪ وَ لْتَاْتِ طَآىٕفَةٌ اُخْرٰى لَمْ یُصَلُّوْا فَلْیُصَلُّوْا مَعَكَ وَ لْیَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَ اَسْلِحَتَهُمْ ۚ وَدَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَ اَمْتِعَتِكُمْ فَیَمِیْلُوْنَ عَلَیْكُمْ مَّیْلَةً وَّاحِدَةً ؕ وَ لَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَنْ تَضَعُوْۤا اَسْلِحَتَكُمْ ۚ وَ خُذُوْا حِذْرَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّهِیْنًا ﴿۱۰۲﴾

لفظی ترجمہ:

وَ اِذَا ضَرَبْتُمْ اور جب تم سفر کرو فِی الْاَرْضِ زمین میں فَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ پس نہیں ہے تم پر کوئی گناہ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ یہ کہ کم کردو تم نماز سے اِنْ خِفْتُمْ اگر تم خوف کرو اَنْ یَّفْتِنَكُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یہ کہ تمہیں فتنے میں ڈالیں گے وہ لوگ جو کافر ہیں اِنَّ الْكٰفِرِیْنَ بے شک کافر كَانُوْا ہیں لَكُمْ تمہارے عَدُوًّا مُّبِیْنًا کھلے دشمن وَ اِذَا كُنْتَ فِیْهِمْ اور جب آپ ہوں ان میں موجود فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ تو آپ قائم کریں ان کے لئے نماز فَلْتَقُمْ طَآىٕفَةٌ پس چاہیۓ کہ کھڑا ہوا ایک گروہ مِّنْهُمْ ان میں سے مَّعَكَ آپ کے ساتھ وَ لْیَاْخُذُوْۤا اَسْلِحَتَهُمْ اور چاہیۓ کہ وہ لے لیں اپنے ہتھیار فَاِذَا سَجَدُوْا پس جس وقت وہ سجدہ کریں فَلْیَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآىٕكُمْ پس چاہیۓ کہ یہ لوگ تمہارے سے پیچھے ہو جائیں وَ لْتَاْتِ طَآىٕفَةٌ اور چاہیۓ کہ آۓ گروہ اُخْرٰى دوسرا لَمْ یُصَلُّوْا جنہوں نے نماز نہیں پڑھی فَلْیُصَلُّوْا مَعَكَ پس چاہیۓ کہ وہ نماز پڑھیں آپ کے ساتھ وَ لْیَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ اور چاہیۓ کہ وہ لے لیں اپنے بچاؤ کا سامان وَ اَسْلِحَتَهُمْ اور اپنے ہتھیار وَدَّ الَّذِیْنَ پسند کرتے ہیں وہ لوگ كَفَرُوْا جو کافر ہیں لَوْ اس بات کو تَغْفُلُوْنَ کہ تم غافل ہو جاؤ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ اپنے ہتھیاروں سے وَ اَمْتِعَتِكُمْ اور اپنے سامان سے فَیَمِیْلُوْنَ پس وہ حملہ کردیں عَلَیْكُمْ تم پر مَّیْلَةً وَّاحِدَةً یکبارگی حملہ وَ لَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ اور کوئی گناہ نہیں ہے تم پر اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى اگر ہو تمہیں کوئی تکلیف مِّنْ مَّطَرٍ بارش کی وجہ سے اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى یا ہو تم بیمار اَنْ تَضَعُوْۤا اَسْلِحَتَكُمْ یہ کہ تم اپنے ہتھیار اتار کر رکھ دو وَ خُذُوْا حِذْرَكُمْ اور لے لو اپنے بچاؤ کا سامان

اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ اَعَدَّ تیار کیا ہے لِلْكٰفِرِيْنَ کافروں کے لئے عَذَابًا مُّهِيْنًا عذاب رسوا اور ذلیل کرنے والا۔

تشریح:

اس سے پہلے رکوع میں ہجرت کا ذکر تھا اور اس سے پہلے جہاد کا ذکر تھا، جہاد میں سفر کی ضرورت بھی پیش آتی ہے اور ہجرت تو نام ہی سفر کا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے سفر کی نماز اور خوف کی نماز کا حکم بیان فرمایا ہے۔

اس مسئلہ میں اگرچہ فقہی طور پر بعض جزئیات میں اختلاف بھی ہے، لیکن محقق بات یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اڑتالیس میل یا اس سے زیادہ سفر کرے، برابر ہے کہ وہ سفر پیدل ہو یا گھوڑے پر ہو یا گاڑی پر ہو یا جہاز پر ہو تو وہ نماز میں قصر کرے گا کہ چار رکعت والی نماز دو رکعتیں پڑھے گا اور دو اور تین رکعات والی نماز میں قصر نہیں ہے، یعنی ظہر کی چار رکعت کی بجائے دو پڑھے گا، عصر کی چار کی بجائے دو پڑھے گا، عشاء کی چار کی بجائے دو پڑھے گا، فجر کی دو رکعات دو ہی رہیں گی، مغرب کی تین رکعات تین ہی رہیں گی، ان کی قصر نہیں ہے، یہ اصول تو ہے فرضوں کے متعلق۔

رہا مسئلہ سنتوں کا تو سنتوں کے متعلق مسئلہ یہ ہے کہ اگر سفر جاری ہے، جاری سفر کا مطلب یہ ہے کہ ایک گاڑی سے اترا اور دوسری پر بیٹھ گیا تو جاری سفر میں سنتیں چھوڑنی بہتر ہیں، احناف رحمۃ اللہ علیہ کا مختار اور مفتیٰ بہ قول یہی ہے، سوائے فجر کی سنتوں کے کہ صبح کی سنتیں سفر حضر میں پڑھنی ہیں، بیماری تندرستی میں پڑھنی ہیں، کسی حال میں بھی نہیں چھوڑنی۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ: اگر تم میدانِ جنگ میں زخمی ہو کر گر پڑے ہو اور کافروں کے گھوڑے تمہیں کچل رہے ہوں، پھر بھی یہ سنتیں نہیں چھوڑنی اور اگر سفر میں ٹھہرے ہو، چاہے ایک آدھ دن کے لئے ہی ٹھہرنا ہو تو پڑھنی بہتر ہیں، اگرچہ مؤکدہ نہیں ہیں، لیکن سنتوں میں قصر نہیں ہے، چھوڑنی ہیں تو پوری چھوڑنی ہیں، پڑھنی ہیں تو پوری پڑھنی ہیں اور اگر کہیں پندرہ دن یا اس سے زائد ٹھہرنے کی نیت کر لے تو پھر قصر نہیں ہے، مکمل نماز پڑھنی پڑے گی۔

اسی طرح سفر کے دوران مقیم امام کے پیچھے پڑھے گا تو پوری پڑھے گا، اگر امام مسافر ہے تو قصر ہی پڑھے گا اور اگر پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت ہے تو دوگانہ ہی پڑھے گا۔ البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ آیا سفر میں قصر رخصت اور اجازت ہے یا ضروری ہے؟

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رخصت اور اجازت ہے، اگر کوئی چار بھی پڑھ لے تو گنہگار نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چار رکعات پڑھنے والا گنہگار ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سفر کے دوران چار رکعات پڑھنی ثابت نہیں ہیں، لہٰذا آپ کی سنت کی خلاف ورزی ہوگی اور یہ صحیح نہیں ہے۔

دوگانہ کب شروع ہوگا؟ دوگانہ اس وقت شروع ہوگا جب اپنے شہر قصبے سے باہر نکل جائے گا، یعنی اپنے شہر یا قصبے کا جو آخری مکان ہے، چاہے کچا ہو یا پکا ہو، جب اس سے آگے نکلے گا دوگانہ شروع کر دے، اس شہر یا گاؤں کی زمین کا ختم ہونا کوئی ضروری نہیں ہے، زمین تو لوگوں کی دور دور تک ہوتی ہے اور واپس اس جگہ پہنچنے تک دوگانہ ہی پڑھے گا، یعنی اپنے شہر یا قصبے کے آخری مکان تک پہنچنے سے پہلے پہلے دوگانہ پڑھے گا، اس کے بعد نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ اور جب تم سفر کرو زمین میں فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ پس نہیں ہے تم پر کوئی گناہ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ یہ کہ تم کم کرو نماز سے۔ آگے نمازِ خوف کا ذکر ہے، فرمایا اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَکُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اگر تم خوف کرو یہ کہ تمہیں فتنے میں ڈالیں گے وہ لوگ جو کافر ہیں، اس زمانے میں کافروں کا غلبہ تھا اور ان کی طرف سے خطرہ رہتا تھا، مگر مسلمان نمازیں پڑھتے تھے اور ان کی نمازیں نمازیں ہوتی تھیں۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ مسجد حرام میں ایسے اطمینان کے ساتھ نماز پڑھتے تھے کہ کبوتر ان کو لکڑی سمجھ کر ان پر بیٹھ جاتے تھے، حالانکہ کبوتر بڑا ہوشیار پرندہ ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاؤں میں تیر لگا جو دوسری طرف تک پہنچ گیا، ساتھی جب تیر نکالنے

لگے تو تکلیف محسوس ہوئی، فرمایا پانی لاؤ، میں وضو کر کے نماز شروع کرتا ہوں، جب میں نماز شروع کر دوں تو تم تیر نکال لینا، مجھے تکلیف محسوس نہیں ہوگی، یعنی نماز میں وہ اس طرح ہوتے تھے جس طرح ان کو نشہ پلا دیا گیا ہے۔

ابوداؤد شریف کی روایت میں آتا ہے کہ ایک مقام پر مجاہدین سوئے ہوئے تھے اور دو ساتھیوں کی ڈیوٹی تھی کہ اگر دشمن کا خطرہ ہو تو ساتھیوں کو آگاہ کرنا ہے، جس طرف سے دشمنوں کا خطرہ تھا، قبلہ بھی اسی طرف تھا۔ ان دونوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ دونوں کا جاگنا تو ضروری نہیں ہے، ساتھیوں کو خطرے سے آگاہ ہی کرنا ہے، لہٰذا ایک سو جائے، دوسرا جاگے، پھر وہ سو جائے اور دوسرا جاگے، جو پہرے پر کھڑا تھا، اس نے سوچا کہ ویسے کھڑا ہونے سے کیا فائدہ ہے؟ نفل شروع کر دیتا ہوں، کیونکہ جس طرف سے خطرہ ہے قبلہ بھی ادھر ہی ہے، منہ بھی اسی طرف ہوگا، خطرہ ہوگا تو ساتھیوں کو آگاہ کر دوں گا اور نماز شروع کر دی، دورانِ نماز دشمن کی طرف سے تیر آیا جو ان کو لگ گیا اور خون بہنے لگا، وہ خون سوئے ہوئے ساتھی تک پہنچا، ان کو جب گرم گرم چیز لگی جس طرح پانی ہوتا ہے، متفکر ہوئے کہ یہ کہاں سے آیا ہے؟ جاگے اور ایک دوسرے کو آوازیں دیں کہ اٹھو یہ کیا ہو رہا ہے؟ دیکھا تو تیر اس کے پاؤں میں چبھا ہوا ہے اور وہ نماز پڑھ رہا ہے، جب نماز سے فارغ ہوا تو پھر اس کو محسوس ہوا کہ مجھے تیر لگا ہے، جب تک نماز میں تھے، کچھ محسوس نہ ہوا۔ نمازیں تو ان لوگوں کی تھیں تو عین نماز کے وقت بھی دشمن کے حملے کا خطرہ ہوتا تھا، اس لئے خوف کی قید اتفاقی ہے، ضروری نہیں ہے، امن و امان کی حالت میں بھی سفر میں قصر ہے۔

چنانچہ بخاری شریف اور مسلم شریف میں احادیث موجود ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر حج میں منیٰ میں، عرفات میں دو دو رکعتیں پڑھی ہیں، حالانکہ وہاں کوئی خوف خطرہ نہ تھا۔ مالکی حضرات اور کچھ حنبلی اب بھی وہاں ظہر اور عصر کی دو دو رکعتیں پڑھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو پڑھی تھیں۔

دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو پڑھی تھیں، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو مسافر تھے اور تم تو مکہ مکرمہ سے اٹھ کر آئے ہو جو کل تقریباً دس میل بنتا ہے، تم تو مسافر نہیں ہو۔

یہ وہاں کے مقامیوں کی بات ہورہی ہے کہ وہ بھی دو دو رکعتیں پڑھتے ہیں، اس لئے ساتھیو! یہ مسئلہ سمجھ لو کہ حج کے موقع پر جب تم مسجد نمرہ میں جاؤ تو امام کی تحقیق کرلو، اگر وہ مقامی ہو تو اس کے پیچھے چار رکعتیں پڑھنی ہیں اور اگر مسافر ہو تو اس کے پیچھے دو رکعتیں پڑھنی ہیں، اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دس دن مکہ مکرمہ رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوگانہ نماز پڑھی تھی، کیونکہ اقامت کے لئے پندرہ دن کی نیت ضروری ہے۔

اور یہ مسئلہ بھی سمجھ لیں کہ جو شخص مسجد نمرہ میں نمازیں پڑھے گا جو عرفات میں ہے تو وہ دو نمازیں ظہر اور عصر کی ظہر کے وقت میں اکٹھی پڑھے گا اور دوسرے مقام پر چاہے جماعت کے ساتھ پڑھے ظہر اپنے وقت میں پڑھے گا اور عصر اپنے وقت میں پڑھے گا، مسجد نمرہ میں ظہر اور عصر کی نمازیں اکٹھی ظہر کے وقت میں پڑھنے پر امت کا اتفاق اور اجماع ہے اور صحیح احادیث موجود ہیں، یہ صرف اس مسجد کی خصوصیت ہے، اس کے علاوہ اگر کسی اور جگہ پڑھے چاہے اکیلا پڑھے یا جماعت کے ساتھ ظہر اپنے وقت میں اور عصر اپنے وقت میں۔ اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا بے شک کافر ہیں تمہارے کھلے دشمن۔

اگلی آیات میں خوف کی نماز پڑھنے کا طریقہ بیان فرمایا ہے۔ واقعہ اس طرح ہوا کہ غزوہ ذات الرقاع جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود شریک تھے، دشمنوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ یہ مسلمان جب اپنی عبادت نماز میں مشغول ہوجاتے ہیں تو ان کو کسی اور شئے کی ہوش نہیں ہوتی، لہٰذا جب یہ نماز شروع کریں اور سجدے میں جائیں تو ہم ان پر حملہ کرکے ان کو ختم کردیں اور وہ تھے بھی قریب، کوئی زیادہ فاصلہ بھی نہ تھا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کافروں کی اس سازش سے آگاہ فرمایا اور صلوٰۃ خوف کے ادا کرنے کا طریقہ بتلایا۔

صلوٰۃ خوف پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ: مثلاً سفر ہے اور دو رکعتیں پڑھنی ہیں تو امام مجاہدین کے دو گروہ بنائے گا، ایک گروہ دشمن کے مقابلے میں اور ایک گروہ کو ایک رکعت پڑھائے گا، وہ قیام، رکوع اور دو سجدے جب کرلیں گے تو امام دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہوگا اور یہ گروہ دو سجدوں سے فارغ ہونے کے بعد دشمن سے مقابلہ میں چلا جائے گا اور جو دشمن کے مقابلہ میں کھڑا ہے، وہ آکر دوسری رکعت میں امام کے

ساتھ شریک ہوگا اور ایک رکعت امام کے ساتھ پڑھے گا، التحیات تک امام کے ساتھ شریک رہے گا، جب امام سلام کہے گا، یہ بغیر سلام کہے اٹھ کر چلا جائے گا اور دشمن کے مقابلہ میں کھڑا ہوجائے گا، پہلا گروہ جو ایک رکعت پڑھ کر گیا تھا، اب وہ آئے گا اور اپنی دوسری رکعت پڑھے گا اور التحیات پڑھے گا اور سلام پھیر کر چلا جائے گا اور دشمن کے مقابلہ میں کھڑا ہوجائے گا اور دوسرا گروہ آئے گا جس نے امام کے ساتھ دوسری رکعت پڑھی تھی، یہ ایک رکعت پڑھے گا اور التحیات پڑھ کر سلام پھیرے گا، اس طرح دونوں گروہوں کی نماز مکمل ہوجائے گی۔

اور اگر حضری نماز ہے تو امام کے پیچھے ایک گروہ دو رکعتیں پڑھے گا اور چلا جائے گا اور دوسرا گروہ آکر دو رکعتیں پڑھے گا اور سلام پھیرے بغیر چلا جائے گا، پھر پہلا گروہ اپنی دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیرے گا اور چلا جائے گا اور دوسرا گروہ آکر دو رکعتیں پڑھے گا، اس طرح نماز مکمل ہوگی۔

مسئلہ یہ ہے کہ گروہ آتے جاتے وقت کوئی بات نہیں کریں گے، البتہ ان کی اس نقل وحرکت سے صلوٰۃ خوف پر کوئی زد نہیں پڑے گی اور یہ اس صورت میں ہے جب کہ سارے ایک امام کے پیچھے پڑھنے پر مصر ہوں، اس وقت سب کی یہی خواہش ہوتی کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھیں، کیونکہ امام جتنا نیک ہوگا، اتنا ثواب بھی زیادہ ہوگا اور جتنی بڑی جماعت ہوگی اتنا ہر ایک کے حصے میں ثواب بھی زیادہ آئے گا۔ اس لئے حدیث پاک میں آتا ہے ''أَسْفِرُوْا بِالْفَجْرِ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ'' صبح کی نماز روشن کر کے پڑھو، یعنی دیر سے پڑھو، کیونکہ اس میں ثواب زیادہ ہے، ظاہر بات ہے کہ دیر سے ہوگی تو نمازی زیادہ ہوں گے، ثواب زیادہ ہوگا اور اگر ایک امام کے پیچھے پڑھنے پر بضد نہ ہوں تو ایک امام ایک گروہ کو پڑھائے گا اور دوسرا امام دوسرے گروہ کو پڑھائے گا اور مغرب کی نماز میں پہلے گروہ کو دو رکعتیں پڑھائے گا اور دوسرے گروہ کو ایک رکعت پڑھائے گا، باقی طریقہ وہی ہے جو پہلے گزر چکا ہے، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جب آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین کے دو گروہ بنائے، فرمایا ایک میرے پیچھے کھڑا ہو کر نماز پڑھے اور دوسرا دشمن کے مقابلہ میں اور جب میں پہلی رکعت کے دوسرے سجدے سے فارغ ہوں تو یہ دشمن کے مقابلہ میں چلے جائیں اور جو دشمن کے مقابلہ میں

ہیں، وہ آ کر میرے پیچھے دوسری رکعت پڑھیں۔ نماز کی اہمیت کا اندازہ لگاؤ کہ اس حالت میں بھی معاف نہیں ہے، فرمایا وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ اور جب آپ ہوں ان میں موجود فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ تو آپ قائم کریں ان کے لئے نماز فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ پس چاہئے کہ کھڑا ہو ان میں سے ایک گروہ آپ کے ساتھ وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ اور چاہئے کہ وہ لے لیں اپنے ہتھیار کہ پہن کر نماز پڑھیں فَاِذَا سَجَدُوْا پس جس وقت وہ سجدہ کریں پہلی رکعت کا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ پس چاہئے کہ یہ لوگ تمہارے پیچھے سے ہٹ جائیں وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى اور چاہئے کہ آئے گروہ دوسرا لَمْ يُصَلُّوْا جنہوں نے نماز نہیں پڑھی فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ پس چاہئے کہ وہ نماز پڑھیں آپ کے ساتھ دوسری رکعت، اگر دو رکعتوں والی نماز کی امامت ہے وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ اور چاہئے کہ وہ لے لیں اپنے بچاؤ کا سامان وَاَسْلِحَتَهُمْ اور اپنے ہتھیار لے لیں، کیونکہ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا پسند کرتے ہیں وہ لوگ جو کافر ہیں لَوْ اس بات کو تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ کہ تم غافل ہو جاؤ ہتھیاروں سے وَاَمْتِعَتِكُمْ اور اپنے سامان سے مثلاً: سر پر جو خود لیتے ہیں یا جنگ کے موقع پر زرہ پہنتے ہیں اور بھی جو جہاد کے لئے سامان ہوتا ہے، یہ چاہتے ہیں کہ تم اس سے غافل ہو جاؤ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً پس وہ حملہ کریں تم پر یکبارگی حملہ اور تمہیں ختم کر دیں وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اور کوئی گناہ نہیں ہے تم پر اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اگر ہو تمہیں کوئی تکلیف بارش کی وجہ سے کہ کپڑے گیلے ہو گئے ہیں تو اس وقت آدمی کو وہی ناگوار ہوتے ہیں اور ان کے اوپر ہتھیار باندھے ہوئے ہوں تو اور زیادہ تکلیف ہوتی ہے تو اگر بارش کی وجہ سے تکلیف ہے اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى یا ہو تم بیمار مثلاً: کوئی جسمانی تکلیف ہے یا زخمی ہو اور ہتھیار اپنے بدن کے ساتھ نہیں باندھ سکتے تو اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ یہ کہ تم اپنے ہتھیار اتار کر رکھ دو، یعنی حکم تو یہ ہے کہ تم ہتھیاروں سمیت نماز پڑھو، لیکن اگر بارش کی وجہ سے اندھ کال ہوتی ہے کہ تم اوپر ہتھیار بھی پہنو یا تم زخمی ہو کہ ہتھیار نہیں باندھ سکتے تو ہتھیار اتار دو، لیکن وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ اور لے لو تم اپنے بچاؤ کا سامان۔ ہتھیار ایسی جگہ رکھو کہ خدانخواستہ دشمن حملہ کر دے تو تمہیں دوڑ کر نہ جانا پڑے، یہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ دشمن کے مقابلہ میں اپنے بچاؤ کا سامان کرو، اگر کوئی شخص توفیق اور طاقت کے ہوتے ہوئے اپنا بچاؤ نہیں کرتا اور تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے تو تکلیف

اپنی جگہ اور اس کے ساتھ ساتھ گنہگار بھی ہوگا کہ اس نے اپنے بچاؤ کا سامان کیوں نہیں کیا؟ جبکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے خُذُوْا حِذْرَكُمْ اپنے بچاؤ کا سامان کرو، انتظام کرو، یہ وجود اللہ تعالیٰ کی امانت ہے، اس میں خیانت نہیں ہونی چاہئے اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا بے شک اللہ تعالیٰ نے تیار کیا ہے کافروں کے لئے عذاب ذلیل اور رسوا کرنے والا جو کافروں کو رسوا کردے گا۔

فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴿۱۰۳﴾ وَلَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ ۭ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ ۚ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۰۴﴾

لفظی ترجمہ:

فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ پس جب تم ادا کرلو نماز کو فَاذْكُرُوا اللّٰهَ تو ذکر کرو اللہ تعالیٰ کا قِيٰمًا کھڑے ہونے کی حالت میں وَّقُعُوْدًا اور بیٹھنے کی حالت میں وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ اور اپنے پہلوؤں کے بل فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ پھر جب تم مطمئن ہو جاؤ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ تو قائم کرو نماز کو دستور کے مطابق اِنَّ الصَّلٰوةَ بے شک نماز كَانَتْ ہے عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں پر كِتٰبًا لکھی ہوئی مَّوْقُوْتًا مقررہ وقت کے اندر وَلَا تَهِنُوْا اور نہ سستی کرو فِي ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ قوم کی تلاش کرنے میں اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ اگر تم زخمی ہوئے ہو فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ پس بے شک وہ بھی زخمی ہوتے ہیں كَمَا تَاْلَمُوْنَ جس طرح تم زخمی ہوتے ہو وَتَرْجُوْنَ اور تم امید رکھتے ہو مِنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے مَا اس چیز کی لَا يَرْجُوْنَ جس چیز کی وہ امید نہیں رکھتے وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ عَلِيْمًا جاننے والا حَكِيْمًا حکمت والا۔

تشریح:

کل کے درس میں آپ حضرات نے ایک تو قصر نماز کا مسئلہ پڑھا ہے کہ مسافر نے چار رکعات والی نماز کی دو رکعتیں پڑھنی ہیں۔ اگر فرض ہی دو ہیں تو پھر دو پڑھنی ہیں اور اگر تین فرض ہیں تو تین ہی پڑھنے ہیں۔ اگر سفر میں چار رکعتوں والی نماز پوری پڑھے گا تو گنہگار ہوگا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی یہی تحقیق اور فتویٰ ہے۔

ایک اور مسئلہ اچھی طرح سمجھ لیں اور اس کو یاد رکھنا: اگر کوئی شخص مسافر امام کے پیچھے نماز پڑھے اور نماز چار رکعات والی ہو تو امام دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر دے گا اور اس نے دو باقی پڑھنی ہیں تو ان بقیہ دو رکعتوں میں قراءت نہیں کرنی، کیونکہ یہ حکما امام کی اقتداء میں ہے، یہ اتنی دیر کھڑا رہے جتنی دیر میں قراءت ہوتی ہے اور دوسرا مسئلہ صلوٰۃ خوف کا پڑھا، یہ دو مسئلے قدرے تفصیل کے ساتھ کل بیان ہو چکے ہیں۔

آج کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ذکر کی ترغیب دی ہے، فرمایا فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ پس جب تم ادا کرلو نماز کو فَاذْكُرُوا اللّٰهَ تو ذکر کرو اللہ تعالیٰ کا قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ کھڑے ہونے کی حالت میں اور بیٹھنے کی حالت میں اور اپنے پہلوؤں کے بل۔ ویسے تو اللہ تعالیٰ کا ذکر ہر وقت مقبول اور محمود ہے، لیکن نمازوں کے بعد اس کا بہت بڑا درجہ ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے ہاتھوں سے چکی پیستی تھیں، جس کی وجہ سے ہاتھوں پر چھالے پڑ گئے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ہاتھوں پر چھالے پڑ گئے ہیں اور ان سے پانی نکل رہا ہے، فرمایا: میں تجھے ایک طریقہ بتاتا ہوں، اگر اس پر عمل کرو تو وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ غلام اور لونڈیاں آئیں ہیں، تم جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاتھ دکھاؤ اور کہو کہ چکی پیسنے کی وجہ سے چھالے پڑ گئے ہیں، لہٰذا مجھے بھی کوئی لونڈی دے دو، تاکہ وہ میرے گھر کا کام کرے، اتفاق کی بات ہے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب تشریف لے گئیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت گھر پر موجود نہیں تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سامنے اپنا مطالبہ رکھ کر واپس تشریف لے آئیں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا عمر میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے چھوٹی تھیں، مگر وہ ماں تھی اور یہ بیٹی تھیں، انہوں نے کہا کہ میں ضرور تمہارا پیغام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچاؤں گی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دیر سے تشریف لائے، عشاء کی نماز ہو چکی تھی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹی کے گھر تشریف لے گئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس ایک ہی رضائی تھی، سردی کا موسم تھا، ہم عشاء کی نماز پڑھ کر اس رضائی میں لیٹے ہوئے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، ہم نے اٹھنا چاہا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نہ اٹھو، لیٹے رہو، مگر ہم اٹھ گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور اپنے پاؤں لحاف کے اندر کر لئے، کیونکہ سردی تھی اور فرمایا کہ بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا مجھے تیرا پیغام ملا ہے کہ تو نے کوئی غلام یا لونڈی مانگی ہے، میں تجھے غلام یا لونڈی سے بہتر چیز نہ بتا دوں؟ کہنے لگیں: حضرت! بتائیں، فرمایا سوتے وقت تینتیس مرتبہ سبحان اللہ، تینتیس مرتبہ الحمد للہ اور چونتیس مرتبہ اللہ اکبر پڑھ کر سویا کرو۔ یہ غلام اور لونڈی سے بہت بہتر ہے، ان کو تسبیحات فاطمی کہتے ہیں،

کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بتائی تھیں۔

اور یہ امت کے لئے بھی ہیں اور یہ روایت بھی بخاری شریف میں ہے کہ کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے کہ حضرت! ثواب تو سارا مال دار لے گئے، کیونکہ نمازیں ہم بھی پڑھتے ہیں، وہ بھی پڑھتے ہیں، روزے ہم بھی رکھتے ہیں وہ بھی رکھتے ہیں، مگر ان کے پاس مال ہے، وہ اس کی زکوٰۃ دیتے ہیں، مالی استطاعت کی وجہ سے وہ حج کرتے ہیں، صدقہ خیرات کرتے ہیں، فطرانہ دیتے ہیں اور ہم یہ سارے کام نہیں کر سکتے، کیونکہ ہمارے پاس مال نہیں ہے، اس طرح وہ قربانی دیتے ہیں، ہم نہیں دے سکتے، لہٰذا وہ ہمارے سے آگے نکل گئے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں کہ اس کے پڑھنے سے تمہیں بھی وہ درجہ حاصل ہو جائے گا، کہنے لگے حضرت! ضرور بتائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرض نماز کے بعد تینتیس مرتبہ سبحان اللہ، تینتیس مرتبہ الحمدللہ اور چونتیس مرتبہ اللہ اکبر پڑھنے کی برکت سے اللہ تعالیٰ تمہیں بھی ان کے برابر ثواب عطا فرمائے گا۔

پہلے تو بڑے خوش ہوئے کہ ہمیں چند کلمات پڑھنے سے مالداروں کے برابر ثواب مل جائے گا، پھر پریشان ہو گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا بات ہے؟ کہنے لگے: حضرت! جس طرح یہ کلمات ہم پڑھیں گے، مالدار بھی تو سن رہے ہیں، وہ بھی پڑھیں گے، تو پھر ہم ان سے بڑھ تو نہ سکے، اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ'' یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، جس کو چاہتا ہے دیتا ہے، اس کو کون روک سکتا ہے؟

اور مسلم شریف میں متعدد احادیث ہیں کہ فرض نماز کے بعد جو شخص ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ'' پڑھے تو اس کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، چاہے سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں اور دارمی میں روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جو شخص فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھتا ہے (بشرطیکہ اس کا عقیدہ صحیح ہو، مشرکانہ نہ ہو) اس کے اور جنت کے درمیان موت کے علاوہ کوئی چیز رکاوٹ نہیں ہے، لہٰذا فرض نماز کے بعد آیت الکرسی بھی پڑھنی ہے اور تین مرتبہ استغفار بھی پڑھنا ہے: ''اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ

لَاإِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّأَتُوْبُ إِلَيْكَ ''اسی طرح یہ دعا'' اَللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَاالْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ''مختلف الفاظ آتے ہیں۔

اپنا معمول یہ ہے کہ جس نماز کے بعد سنتیں نہیں ہوتیں، اس کے بعد یہ تسبیحات بھی اور ان کے علاوہ جو رب تعالیٰ توفیق عطا فرماتے ہیں: پڑھ لیتا ہوں۔ اور جس نماز کے بعد سنتیں ہوتی ہیں ان فرضوں کے بعد لمبی دعا نہیں پڑھتا، دعا کے بعد پڑھ لیتا ہوں، کیونکہ جماعت میں شریک بعض ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جنھوں نے سفر پر جانا ہوتا ہے تو ان کو مقید کرنا اچھی بات نہیں ہے اور فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا صحیح احادیث اور اجماعِ امت سے ثابت ہے اور بڑی برکت ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس وقت بندے اکٹھے ہو کر جائز شئے کی دعا کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھوں کو خالی نہیں موڑتا۔

اور یہ بھی حدیث میں آتا ہے کہ جن وقتوں میں دعائیں قبول ہوتی ہیں، ان میں ایک سحری کا وقت ہے، ایک فرض نماز کے بعد کا وقت ہے اور یہاں اللہ تعالیٰ نے نماز کے بعد ذکر کا حکم فرمایا ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا احسان اور انعام ہے کہ اس کے ذکر کے لئے کوئی حالت متعین نہیں فرمائی کہ تم بیٹھ کر ذکر کرو، اگر اللہ تعالیٰ بیٹھ کر ذکر کرنے کا حکم فرما دیتے تو انسان انسان ہے، کسی وقت آدمی نہیں بھی بیٹھ سکتا۔ اس طرح اگر یہ شرط ہوتی کہ تم نے اللہ تعالیٰ کا ذکر باوضو کرنا ہے تو انسان کہہ سکتا تھا اے پروردگار! میرا تو معدہ خراب ہے، وضو باقی نہیں رہ سکتا، میں کیا کروں؟ لہٰذا ذکر بغیر وضو کے بھی کر سکتا ہے اور اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے، بلکہ عورتیں جن دنوں میں نمازیں نہیں پڑھ سکتیں۔ ترمذی شریف کی حدیث میں آتا ہے ''مَنْ صَلَّى الْفَجْرَ فِيْ جَمَاعَةٍ ''جس آدمی نے فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی'' ثُمَّ قَعَدَ يَذْكُرُ اللّٰهَ '' پھر بیٹھ گیا اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہا'' حَتّٰى إِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ '' یہاں تک کہ جب سورج طلوع ہو گیا تو'' صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ''اس نے دو رکعتیں پڑھیں، اس کو اللہ تعالیٰ حج عمرے کا ثواب عطا فرمائیں گے انعام کے طور پر، پھر فرمایا'' تَامَّةً تَامَّةً ''مکمل حج عمرے کا ثواب، پورے حج و عمرے کا ثواب عطا فرمائے گا۔

اور یہ مسئلہ سمجھ لیں کہ اشراق کا وقت سورج کے تقریباً پندرہ منٹ کے بعد شروع ہوتا ہے۔

دوسری بات یہ سمجھ لیں کہ یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ مسجد میں ہی اشراق پڑھے، گھر جا کر بھی پڑھ سکتا ہے۔

اور یہ مسئلہ بھی سمجھ لیں اور یاد رکھنا کہ مسائل سننے کا ثواب ذکر کرنے سے بہت زیادہ ہے۔ بعض لوگ ایسے ہیں کہ ادھر درس ہو رہا ہے اور وہ تسبیح پھیر رہے ہوتے ہیں، بھائی! ٹھیک ہے، اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی بڑی چیز ہے، مگر قرآن اور حدیث کا سمجھنا بہت بڑا کام ہے۔ یوں سمجھو کہ ایک آدمی سارا دن ذکر کرتا رہے اور دوسرا آدمی پانچ منٹ بیٹھ کر مسائل سمجھ لے، اس کا ثواب اس سے زیادہ ہے۔ اور یہ جو فرمایا ہے کہ اس کو حج عمرے کا ثواب ملے گا، یہ بطور انعام کے ہے۔

جس طرح کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس شخص نے مسجد قباء میں دو رکعتیں پڑھیں، اللہ تعالیٰ اس کو عمرے کا ثواب عطا فرمائے گا۔

اسی طرح حدیث میں آتا ہے کہ جس شخص نے سورۂ اخلاص ایک مرتبہ پڑھی، اس کو اللہ تعالیٰ دس پاروں کا ثواب عطا فرماتے ہیں اور سورۂ زلزال پڑھی تو پندرہ پاروں کا ثواب عطا فرماتے ہیں اور جو سورۂ کافرون پڑھے گا اس کو چوتھائی قرآن پاک کا ثواب عطا فرمائیں گے اور سورۂ نصر کے متعلق آتا ہے کہ جس نے ایک دفعہ پڑھی اس کو اللہ تعالیٰ چوتھائی قرآن پاک کا ثواب عطا فرماتے ہیں، یہ سب انعامات ہیں تو فرض نماز کے بعد قرآن پاک کی تلاوت، اس کا سمجھنا اور ذکر کرنے کا بڑا ثواب ہے۔

فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ پھر جب تم مطمئن ہو جاؤ کہ تمہیں خوف نہ ہو اور سفر بھی نہ ہو فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ تو قائم کرو نماز کو دستور کے مطابق اِنَّ الصَّلٰوۃَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ بے شک نماز ہے ایمان والوں پر كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا لکھی ہوئی مقرر وقت کے اندر۔

وقت بھی نماز کی شرائط میں سے ایک شرط ہے، وقت سے پہلے پڑھے گا تو نماز ادا نہیں ہوگی، مثلاً: ایک دن صبح صادق ہوتی ہے پانچ بج کر تینتیس منٹ پر، اگر کسی نے پچیس منٹ پر نماز پڑھی تو ادا نہیں ہوگی، اسی طرح اگر کسی نے تینتیس منٹ سے پہلے اذان دے دی تو اس کے ساتھ جو نماز پڑھی جائے گی وہ خلاف

سنت ہوگی، کیونکہ اذان وقت سے پہلے ہوگئی ہے۔

کئی لوگ دین کے سلسلے میں غیر محتاط ہیں، کوئی پانچ منٹ پہلے، کوئی دس منٹ پہلے اذان کہہ دیتا ہے، ایسے لوگوں کی جماعت بالکل خلافِ سنت ہوتی ہے، کیونکہ اس جماعت کے لئے تو اذان ہوئی نہیں ہے اور جو اذان دی گئی ہے وہ وقت سے پہلے پڑھی گئی ہے، ہاں! ایک تہجد کی اذان ہے جو ایک گھنٹہ پہلے پڑھی جاتی ہے، لیکن وہ فجر کی نماز کے لئے تو نہیں ہے، پھر آج کل نقشے ہر جگہ موجود ہیں، گھڑیاں بھی ہر ایک کے پاس ہیں، اس لئے مؤذنین کو اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہئے کہ مسجدوں کی گھڑیاں بھی خراب نہ ہوں اور اپنی گھڑیاں بھی خراب نہ ہوں اور نقشے کے مطابق اذان دیں، لاہور سے ہمارا اصولی طور پر ایک منٹ کا فرق ہے، مگر ہم چار منٹ بعد اذان کہلاتے ہیں کہ ممکن ہے کہ گھڑی میں فرق ہو، لوگوں نے روزے بھی رکھے ہوئے ہوتے ہیں، کیونکہ بعض لوگ نفلی روزے بھی رکھتے ہیں، تاکہ ان کے روزوں میں گڑبڑ نہ ہو اور زیادہ تاخیر بھی نہیں ہونی چاہئے۔

حدیث پاک میں آتا ہے ''اِتَّقُوْا صَلٰوۃَ الْمُنَافِقِ اِتَّقُوْا صَلٰوۃَ الْمُنَافِقِ'' منافق کی نماز سے بچو، منافق کی نماز سے بچو۔ منافق کی نماز کیا ہے؟ وہ اس طرح سمجھو کہ مثلاً: فجر کی نماز ہے اور یہ مزے سے سویا ہوا ہے، جب سورج نکلنے کے بالکل قریب ہوا تو جلدی جلدی اٹھا، وضو کیا اور ٹھونگیں ماریں، فرمایا ''فَتِلْکَ صَلٰوۃُ الْمُنَافِقِ فَتِلْکَ صَلٰوۃُ الْمُنَافِقِ فَتِلْکَ صَلٰوۃُ الْمُنَافِقِ'' پس یہ ہے منافق کی نماز، پس یہ ہے منافق کی نماز، پس یہ ہے منافق کی نماز۔

اسی طرح عصر کا وقت ہوگیا اور یہ مزے سے اپنے کاروبار میں مشغول ہے، جب سورج غروب ہونے کے بالکل قریب ہوگیا تو جلدی جلدی ٹھونگیں (ٹھوکر پاؤں سے ماری جاتی ہے) مارتا ہے، جس طرح مرغا دانے چگتا ہے، یہ منافق کی نماز ہے۔

بعض لوگ غلط فہمی کا شکار ہیں کہ بخاری شریف اور نسائی شریف اور دیگر حدیث کی کتابوں میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر کی حالت میں یا بیماری کی حالت میں یا بارش کی سورت میں دو نمازیں اکٹھی پڑھ لیتے تھے، مگر سوال یہ ہے کہ اکٹھی کس طرح پڑھتے تھے؟ وہ اس طرح کہ ظہر کی نماز مؤخر فرمائی اور

پڑھی ظہر کے وقت میں اور عصر کی نماز کو مقدم کیا اور پہلے وقت میں پڑھ لی، اس طرح نہیں کہ ظہر و عصر دونوں ظہر کے وقت میں پڑھیں یا عصر کے وقت میں پڑھیں، سوائے عرفات کے اس شخص کے لئے جو مسجد نمرہ میں نماز پڑھے، ان شرائط کے ساتھ جو وہاں کی ہیں اور شام اور عشاء کی مزدلفہ میں اکٹھی پڑھے، ان کے علاوہ اور کوئی نظیر موجود نہیں ہے۔

بعض بارش کی چار بوندیں پڑنے سے عشاء کی نماز مغرب کے وقت میں پڑھ لیتے ہیں، قطعاً ان کی عشاء کی نماز نہیں ہوتی، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتۡ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ کِتٰبًا مَّوۡقُوۡتًا بے شک نماز ہے مومنوں پر لکھی ہوئی وقت مقررہ کے اندر۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب اور عشاء اکٹھی پڑھی ہیں، مگر اس طرح کہ مغرب اپنے آخری وقت میں اور عشاء اپنے پہلے وقت میں۔ ایسا نہیں کہ دونوں ایک وقت میں پڑھ لی ہوں، یہ نص قطعی ہے کہ نماز اپنے وقت میں ادا کرو اور جو مستحب وقت ہے اس میں ادا کرو۔

فرمایا وَلَا تَهِنُوۡا فِی ابۡتِغَآءِ الۡقَوۡمِ اور سستی نہ کرو دشمن قوم کی تلاش کرنے میں، دشمن کے پیچھے پڑو، اس کے ٹھکانے تلاش کرو اور ان کو توڑو اور یہ جنگی اصولوں کے عین مطابق ہے۔ دشمن کے ٹھکانوں کو توڑنا ضروری ہے۔ اے مومنو! اِنۡ تَكُوۡنُوۡا تَاۡلَمُوۡنَ اگر تم زخمی ہوئے ہو، کیونکہ لڑائی میں آدمی زخمی بھی ہوتا ہے فَاِنَّهُمۡ يَاۡلَمُوۡنَ كَمَا تَاۡلَمُوۡنَ پس بے شک وہ بھی زخمی ہوئے ہیں، جس طرح تم زخمی ہوئے ہو، کیونکہ کافروں کے وجود بھی تو لوہے کے بنے ہوئے نہیں ہیں، آخر وہ بھی تمہاری طرح انسان ہیں، مگر تمہیں اللہ تعالیٰ نے ایمان کی توفیق عطا فرمائی ہے اور وہ دولت ایمان سے محروم ہیں، اس لئے تمہارے اور ان کے درمیان فرق ہے کہ وَتَرۡجُوۡنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرۡجُوۡنَ اور تم اللہ تعالیٰ سے اس چیز کی امید رکھتے ہو جس چیز کی وہ امید نہیں رکھتے۔ تم اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھتے ہو، جنت کی امید رکھتے ہو اور وہ کافر ہیں، ان کو نہ ثواب، نہ جنت نصیب ہوگی، ان کے متعلق تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَلَا يَدۡخُلُوۡنَ الۡجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الۡجَمَلُ فِىۡ سَمِّ الۡخِيَاطِ اور وہ نہیں داخل ہوں گے جنت میں یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں سے نکل جائے، اونٹ کا سوئی کے ناکے سے گزرنا تو ہوسکتا ہے، مگر کافر جنت میں نہیں جاسکتا۔ دیکھو اونٹ کتنا بڑا اور سوئی کا

نا کا سوراخ کتنا باریک ہے کہ اس سے دھاگہ مشکل سے گزرتا ہے، تو فرمایا جس طرح اونٹ سوئی کے نا کے سے نہیں گزر سکتا۔ اسی طرح کافر جنت میں نہیں جا سکتا، جنت کا داخلہ تو دور کی بات ہے، آٹھویں پارے میں آتا ہے کہ دوزخی جب جنتیوں کو کھاتے پیتے دیکھیں گے میوے وغیرہ تو کہیں گے کہ ہمیں بھی تھوڑا سا کھانا اور پانی دے دو تو جنتی جواب دیں گے "إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكَافِرِينَ" (پارہ:۸، سورۃ اعراف) اللہ تعالیٰ نے ان کا رزق اور پانی کافروں پر حرام کر دیا ہے، ہم نہیں دے سکتے وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيمًا حَكِيمًا اور ہے اللہ تعالیٰ جاننے والا اور حکمت والا۔

اِنَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَیْنَ النَّاسِ بِمَاۤ اَرٰىكَ اللّٰهُؕ-وَ لَا تَكُنْ لِّلْخَآىٕنِیْنَ خَصِیْمًاۙ(۱۰۵) وَّ اسْتَغْفِرِ اللّٰهَؕ-اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًاۚ(۱۰۶) وَ لَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِیْنَ یَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْؕ-اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِیْمًاۙۚ(۱۰۷) یَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَ لَا یَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَ هُوَ مَعَهُمْ اِذْ یُبَیِّتُوْنَ مَا لَا یَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِؕ-وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا یَعْمَلُوْنَ مُحِیْطًا(۱۰۸) هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا- فَمَنْ یُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَمْ مَّنْ یَّكُوْنُ عَلَیْهِمْ وَكِیْلًا(۱۰۹) وَ مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ یَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ یَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ یَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا(۱۱۰) وَ مَنْ یَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا یَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖؕ-وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا(۱۱۱) وَ مَنْ یَّكْسِبْ خَطِیْٓــٴَـةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ یَرْمِ بِهٖ بَرِیْٓــٴًـا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِیْنًا۠(۱۱۲)

لفظی ترجمہ:

اِنَّاۤ بے شک ہم نے اَنْزَلْنَاۤ نازل کی اِلَیْكَ آپ کی طرف الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ کتاب حق کے ساتھ لِتَحْكُمَ تاکہ تو فیصلہ کرے بَیْنَ النَّاسِ لوگوں کے درمیان بِمَاۤ اس چیز کے مطابق اَرٰىكَ اللّٰهُ جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو سمجھائی اور دکھائی وَ لَا تَكُنْ اور نہ ہو تو لِّلْخَآىٕنِیْنَ خیانت کرنے والوں کی طرف سے خَصِیْمًا جھگڑنے والا وَّ اسْتَغْفِرِ اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگ اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ كَانَ ہے غَفُوْرًا رَّحِیْمًا بخشنے والا مہربان وَ لَا تُجَادِلْ اور نہ جھگڑا کریں آپ عَنِ الَّذِیْنَ ان لوگوں کی طرف سے یَخْتَانُوْنَ جو خیانت کرتے ہیں اَنْفُسَهُمْ اپنے نفسوں سے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ لَا یُحِبُّ نہیں محبت کرتا مَنْ اس کے ساتھ كَانَ جو ہو خَوَّانًا خیانت کرنے والا اَثِیْمًا گنہگار یَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وہ لوگ چھپتے ہیں لوگوں سے وَ لَا یَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ اور نہیں چھپتے اللہ تعالیٰ سے وَ هُوَ مَعَهُمْ اور وہ ان کے ساتھ ہے اِذْ یُبَیِّتُوْنَ جب وہ رات کو مشورہ کرتے مَا اس چیز کا لَا یَرْضٰى اس پر رب تعالیٰ راضی نہیں ہے مِنَ الْقَوْلِ بات سے وَ كَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ بِمَا یَعْمَلُوْنَ جو عمل وہ کرتے ہیں مُحِیْطًا احاطہ کرنے والا هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ خبردار تم یہ ہو جٰدَلْتُمْ جھگڑا کیا تم نے عَنْهُمْ ان کی طرف سے فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا دنیا کی زندگی میں فَمَنْ یُّجَادِلُ اللّٰهَ پس کون جھگڑا کرے گا اللہ تعالیٰ کے ساتھ عَنْهُمْ ان کی طرف سے یَوْمَ الْقِیٰمَةِ قیامت والے دن اَمْ مَّنْ یَّكُوْنُ عَلَیْهِمْ وَكِیْلًا یا کون ہوگا

ان کے لئے وکیل وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اور جو شخص عمل کرے برا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ یا ظلم کرے اپنی جان پر ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ پھر وہ اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرے يَجِدِ اللّٰهَ پائے گا اللہ تعالیٰ کو غَفُوْرًا بخشنے والا رَّحِيْمًا مہربان وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا اور جو شخص کمائے گا گناہ فَاِنَّمَا پس پختہ بات ہے يَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ کمائے گا وہ اس کو اپنی جان پر وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ عَلِيْمًا جاننے والا حَكِيْمًا حکمت والا وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓئَةً اور جو شخص کرے خطا اَوْ اِثْمًا یا گناہ ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓئًا یا پھر وہ تہمت لگادے بری الذمہ آدمی پر فَقَدِ احْتَمَلَ پس تحقیق اٹھایا اس نے بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا بہتان اور صریح گناہ۔

تشریح:

ان آیات میں ایک واقعہ کے ذریعہ منافقین کی کارگزاریوں کا ذکر ہے، اس واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ مدینہ طیبہ میں ایک خاندان تھا طعمہ بن ابیرق، یہ خاندان بڑا ہوشیار، چالاک، چور اور بددیانت تھا، لڑائی جھگڑے کو بڑا پسند کرتا تھا، اس خاندان نے بظاہر کلمہ پڑھ لیا، مگر اکثریت منافق تھی۔ مسجد میں حاضر ہوتے، نمازیں پڑھتے اور بڑھ چڑھ کر وہ سارے کام کرتے جو مسلمان کرتے تھے۔ اس خاندان کا بشیر نامی نوجوان جو بڑا ہوشیار، چالاک اور عادی چور تھا اور چوری اس انداز سے کرتا تھا کہ کسی کو معلوم نہیں ہونے دیتا تھا۔ ایک معمر صحابی تھے حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ، ان کے منہ کے دانت بھی گر چکے تھے اور اتنے کمزور تھے کہ آسانی کے ساتھ چل پھر بھی نہیں سکتے تھے، ان کے گھر والوں نے خیال کیا کہ ہم تو کھجوریں چبا لیتے ہیں، کیونکہ ہمارے دانت ہیں اور بابا جی کھجوریں نہیں چبا سکتے، ان کے لئے میدہ خریدلیں، شام کے علاقہ سے آٹا میدہ وغیرہ چیزیں آتی تھیں، انہوں نے ایک بوری میدے کی خرید لی، اس میدے کی روٹیاں روئی کی طرح نرم پکتی تھیں، ان کے گھر کی پچھلی طرف ایک چھوٹا سا کمرہ تھا، یہ ساری قیمتی چیزیں اس میں رکھتے تھے، انہوں نے میدے کی بوری، قیمتی تلوار، خود یعنی سر کی لوہے کی ٹوپی جو میدان جنگ میں پہنتے تھے اور زرہ اور بھی جتنی قیمتی چیزیں تھیں، وہ اس کمرے میں رکھ دیں، مکان کچے ہوتے تھے، بشیر نامی منافق کو معلوم ہوگیا کہ ان کے پچھلے کمرے میں قیمتی سامان ہے، اس کے گھر کئی دنوں سے فاقہ تھا، کیونکہ بڑا ہڈ حرام تھا، کام نہیں کرتا تھا، کیونکہ جس کو فارغ رہ کر کھانے کی عادت پڑ جائے وہ کب کام کرتا ہے؟ اور یہ بہت بری

عادت ہے، اللہ تعالیٰ کرے یہ کسی مسلمان خصوصاً نوجوان میں نہ آئے۔

حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''إِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ الشَّابَّ الْفَارِغَ الصَّحِيحَ'' بے شک اللہ تعالیٰ اس جوان پر سخت ناراض ہوتا ہے۔ جو تندرست ہے اور فارغ رہتا ہے تو نکما ہونا بھی گناہوں میں سے ایک گناہ ہے۔ پنجابی میں کہتے ہیں ہڈ حرام اور کھانے کا دھنی تو یہ بشیر نامی منافق بھی ہڈ حرام تھا، اس نے حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ کے گھر کی پچھلی جانب نقب لگایا اور وہ میدے کی بوری، تلوار، خود اور زرہ اٹھا کر لے گیا۔ اتفاقی بات تھی کہ آٹے کی بوری میں تھوڑا سا سوراخ تھا، مدارک وغیرہ تفسیروں میں ہے کہ وہ جس جس راستہ سے گیا تھوڑا تھوڑا آٹا گرتا گیا، حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ نے جب صبح کو جا کر دیکھا تو نہ آٹا، نہ تلوار، نہ خود، نہ زرہ۔ نقب لگی ہوئی ہے، آٹے کے نشانات کو دیکھتے ہوئے بشیر منافق کے گھر تک جا پہنچے اور وہ چوری میں پہلے بھی بدنام تھا۔ حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ کی نرینہ اولاد فوت ہو چکی تھی اور لڑکیاں اپنے اپنے گھروں میں آباد تھیں، آس پاس والوں کو علم ہوا کہ باباجی کی چوری ہوگئی ہے، شور برپا ہوگیا، حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بھتیجے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کو بلایا جو صحت مند نوجوان تھے، ان کو بتایا کہ میری چوری ہوگئی ہے اور اس کا نشان بشیر کے گھر تک جاتا ہے۔ میں بوڑھا آدمی ہوں، چل پھر نہیں سکتا اور میرے منہ میں دانت بھی نہیں، جب بات کرتا ہوں تو کوئی بات سمجھ آتی ہے اور کوئی نہیں آتی، لہٰذا میں بات اچھی طرح سمجھا نہیں سکتا تو میری طرف سے جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت میں مقدمہ دائر کر کہ میرے چچا رفاعہ رضی اللہ عنہ بوڑھے ہیں، آنہیں سکتے اور ان کے منہ میں دانت بھی نہیں ہیں، اس لئے وہ بات بھی اچھی طرح سمجھا نہیں سکتے، ان کی چوری ہوگئی ہے اور مجھے انہوں نے بھیجا ہے کہ آپ کو اطلاع دوں کہ میرے چچا کی فلاں فلاں چوری ہوگئی ہے اور شک ہے، بلکہ یقین کے درجے میں کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا چور بشیر نامی منافق ہے۔ ادھر منافقوں کو بھی معلوم ہوگیا کہ مقدمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت میں پیش ہوگیا ہے، تو سارے منافق امیر نامی منافق کے گھر اکٹھے ہوئے اور آپس میں مشورہ کیا اور کہنے لگے کہ گھر کی بات تو ہم سارے جانتے ہیں کہ یہ چور ہے، مگر اب عزت کا سوال ہے، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں اس کا چور ہونا ثابت ہوگیا تو اس پر چوری کی مہر

لگ جائے گی، لہٰذا اس طرح کرو، کوئی مضبوط کارروائی کرو کہ یہ اس الزام سے بچ جائے اور وہ اس طرح کہ تمام کے تمام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور اس کی صفائی پیش کرو اور خوب دباؤ ڈال کر بات کرو، چنانچہ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ حضرت! یہ دعویٰ کرنے والا جھوٹا ہے اور اس شریف اور پاکباز آدمی کو بدنام کرنا چاہتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کو بھی بلوالیا، منافق بڑے باتونی تھے، گفتگو اس انداز سے کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مغالطہ میں ڈال دیتے تھے۔ کہنے لگے کہ حضرت! اس کو کہو کہ موقع کے گواہ پیش کرے اور یہ ان کو معلوم تھا کہ موقع کا کوئی گواہ نہیں ہے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے جب مقدمہ پیش کیا اور اس کے چور ہونے کے شواہد بیان کئے تو سارے بول پڑے، کہنے لگے حضرت! اس سے پوچھو کہ اس کے پاس گواہ ہیں؟ جنہوں نے اس کو یہ سامان اٹھا کر لے جاتے دیکھا ہو، ورنہ یہ ایک نیک اور اچھے خاندان کے ایک نیک نوجوان پر جو بڑا پاک صاف ہے، بغیر کسی ثبوت کے چوری کا الزام لگا کر اس کو بدنام کر رہا ہے اور یہ بڑی زیادتی ہے۔

ترمذی شریف صحاحِ ستہ کی کتاب ہے، اس میں اور مستدرک حاکم جو حدیث کی کتاب ہے، اس میں بھی روایت آتی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے غصے ہوئے اور ان کو ڈانٹا کہ تو نے بغیر کسی ثبوت کے ایک صالح خاندان کے ایک صالح نوجوان پر الزام لگا دیا ہے، وہ بے چارے بڑے پریشان ہوئے کہ میرے ساتھ ہوا کیا ہے؟ وہ روتے روتے اپنے چچا کے پاس گئے اور کہا کہ چچا معاملہ تو الٹ ہو گیا ہے، وہاں تو الٹا مجھے جھڑکیں پڑ گئی ہیں کہ تو نے بغیر کسی ثبوت کے ایک صالح نوجوان پر چوری کا الزام لگا دیا ہے، حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیٹا! پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے، حق حق ہے اور باطل باطل ہے، سچ سچ ہے اور جھوٹ جھوٹ ہے، میں سچا ہوں کہ چوری میری ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ میری مدد فرمائیں گے، ہم نے مقدمہ صحیح پیش کیا ہے، تھوڑا سا وقت گزرا تو یہ دو رکوع نازل ہوئے۔

ان میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تنبیہ فرمائی کہ آپ کو مزید غور کرنا چاہئے تھا، ان شیطانوں کی باتوں میں آ کر آپ نے سچے مسلمان کو جھڑک دیا، ڈانٹ پلا دی، وہ تو واقعۃً چور ہے اور

جھوٹے ہیں، جن کی طرف سے آپ نے وکالت کی ہے۔ بشیر منافق کو جب علم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے خلاف فیصلہ دے دیا ہے اور اب میں چور ثابت ہو گیا ہوں اور اس جرم میں میرا ہاتھ کاٹا جائے گا تو وہ مرتد ہو گیا، پہلے منافقانہ طور پر کلمہ پڑھتا تو تھا، اب کھلے طور پر کافر ہو گیا، یہاں سے بھاگ کر مکہ مکرمہ چلا گیا، ابھی تک مکہ فتح نہیں ہوا تھا کہ مکہ مکرمہ میں سلافہ نامی عورت کے ساتھ اس کے تعلقات تھے، اس کے ہاں جا ٹھہرا، اس کو بھی معلوم تھا کہ یہ چور ہے، کہنے لگی میرے پاس تو کوئی شئے ہے نہیں، کچھ لائے گا تو خود بھی کھائے گا اور مجھے بھی کھلائے گا، مکہ مکرمہ میں ایک گھر چوری کرنے لگا، دیوار کو نقب لگائی، وہ دیوار اس کے اوپر گری، اس کے نیچے دب کر مر گیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ بے شک ہم نے آپ کی طرف کتاب نازل کی حق کے ساتھ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ تاکہ آپ فیصلہ کریں لوگوں کے درمیان اس کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے آپ حقیقت سمجھائی اور دکھائی ہے وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا اور نہ ہوں خیانت کرنے والوں کی طرف سے جھگڑا کرنے والے وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگئے اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا بے شک ہے اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ اور آپ نہ جھگڑا کریں ان لوگوں کی طرف سے جو خیانت کرنے والے ہیں اپنی جانوں سے اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا بے شک اللہ تعالیٰ نہیں محبت کرتا اس کے ساتھ جو ہو خیانت کرنے والا گنہگار يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وہ لوگ چھپتے ہیں لوگوں سے وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ اور نہیں چھپتے اللہ تعالیٰ سے وَهُوَ مَعَهُمْ اور وہ اب ان کے ساتھ ہے اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ جب وہ رات کو مشورہ کرتے اس چیز کا جس پر اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہے۔ کہ چور کو پاک صاف ثابت کرنے کے لئے اس کا ساتھ دینا اور جھوٹے کو سچا ثابت کرنا۔ اور اس کے لئے انہوں نے امیر نامی منافق کے گھر جمع ہو کر مشورہ کیا کہ واقعۃً ہمارا نوجوان ہے تو مجرم، مگر مسئلہ ہے برادری کی ناک کا، لہٰذا ہم نے ہر حال میں اس کا دفاع کرنا ہے اور مشورہ کرنے کے بعد یہ سارے بڑے بڑے قد آور شخص عمدہ عمدہ لباس پہن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گئے اور بڑھ چڑھ کر بشیر منافق چور کی وکالت کی اور صفائی بیان کی کہ یہ تو بڑا نیک صالح نوجوان

ہے، سارا خاندان اس کی صفائی کے لئے حاضر ہے، جب اتنے لوگ اکٹھے ہو کر صفائی کے لئے آ جائیں اور ظاہری ثبوت بھی کوئی نہ ہو تو آدمی کو مغالطہ لگ سکتا ہے۔

یہاں ایک بات اچھی طرح سمجھ لیں، قرآن پاک میں دو عقیدے مذکور ہیں: ایک عقیدہ ہے اَلرَّحۡمٰنُ عَلَى الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰى کہ رحمٰن عرش پر مستوی ہے، کس طرح بیٹھا ہے کمایلیق بشانہ جس طرح کا بیٹھنا اس کی شان کے لائق ہے۔ ہماری طرح نہیں کہ مثلاً: اس وقت میں مصلے پر بیٹھا ہوں، آپ حضرات قالینوں پر بیٹھے ہو، کوئی کرسی پر بیٹھا ہوتا ہے، کوئی پلنگ پر، کوئی فرش پر، تو ہم ایک دوسرے کے بیٹھنے کو سمجھتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کا بیٹھنا ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔ بس یہ عقیدہ رکھنا ہے کہ جو اس کی شان کے لائق ہے۔

اور دوسرا عقیدہ ہے "وَهُوَ مَعَكُمۡ أَيۡنَ مَا كُنۡتُمۡ" تم جہاں کہیں بھی ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔ یہ نہیں ہے کہ عرش پر ہے اور ساتھ نہیں ہے، وہ ہر ایک کے ساتھ ہے، علم کے لحاظ سے، قدرت کے لحاظ سے، ذات کے لحاظ سے جو اس کی شان کے لائق ہے اور ہے اتنا قریب کہ فرمایا وَنَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَيۡهِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِيۡدِ اور ہم اس کی رگِ جان سے بھی اس سے زیادہ قریب ہیں، یہ جو شہ رگ ہے، یہ دل سے دماغ تک جاتی ہے، اس کو رگِ جان کہتے ہیں، یہ ختم ہو جائے تو انسان زندہ نہیں رہ سکتا، اللہ تعالیٰ اس رگ سے بھی زیادہ قریب اور نزدیک ہے، تو اللہ تعالیٰ ان کے رات کے مشورے پر راضی نہیں تھا وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعۡمَلُوۡنَ مُحِيۡطًا اور ہے اللہ تعالیٰ جو وہ عمل کرتے ہیں اس کا احاطہ کرنے والا۔ علم کے اعتبار سے، قدرت کے اعتبار سے۔

آگے اللہ تعالیٰ نے ان منافقوں کو تنبیہ فرمائی هٰۤاَنۡتُمۡ هٰۤؤُلَاۤءِ جٰدَلۡتُمۡ عَنۡهُمۡ خبردار! تم یہ ہو کہ جھگڑا کیا تم نے ان کی طرف سے فِي الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا دنیا کی زندگی میں فَمَنۡ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنۡهُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ پس کون جھگڑا کرے گا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کی طرف سے قیامت والے دن۔ دنیا میں تو تم جتھہ بن کر آ گئے ہو کہ برادری کی عزت کا سوال ہے اور چوروں کا دفاع کر رہے ہو، قیامت والے دن اللہ تعالیٰ سے کون جھگڑا کرے گا؟ اَمۡ مَّنۡ يَّكُوۡنُ عَلَيۡهِمۡ وَكِيۡلًا یا کون ہو گا ان کے لئے وکیل وَمَنۡ يَّعۡمَلۡ سُوۡٓءًا اور جو شخص

عمل کرے گا برا اَوْيَظْلِمْ نَفْسَهٗ یا ظلم کرے اپنی جان پر ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ پھر وہ اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرے يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا پائے گا اللہ تعالیٰ کو بخشنے والا مہربان۔

معافی کے لئے یہ شرط ہے کہ صاحب حق کو اس کا حق پہنچادے یا اس سے معاف کرالے، کیونکہ چوری میں اس نے دو حق ضائع کئے ہیں: ایک بندے کا حق اور ایک اللہ تعالیٰ کا حق کہ اس کے قانون کو توڑا ہے۔ لہٰذا بندے کا حق ادا کرے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے۔ محض توبہ توبہ کرنے سے معافی نہیں ہوگی کہ زبانی طور پر استغفار کرتا رہے، چاہے کروڑ مرتبہ ہی کیوں نہ توبہ کرے وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ اور جو شخص کمائے گناہ، پس پختہ بات ہے کہ وہ کمائے گا اس کو اپنی جان پر وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا اور ہے اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا۔

اس منافق نے ایک اور چال بازی بھی کی تھی، اس کا ذکر ہے، وہ کہاوت مشہور ہے نا کہ چور کی ڈاڑھی میں تنکا، چور کو ڈر اور خطرہ تو ہوتا ہی ہے، اس چور نے اس طرح کیا کہ میدے کی بوری گھر لے جانے کے بعد دوسرے دروازے سے نکال کر لبید نامی شخص کے گھر بطور امانت کے رکھ دی اور کہا کہ مجھے جب ضرورت پڑے گی، لے لوں گا۔ یہ لبید یہودی تھا، بعد میں مسلمان ہوگیا تھا۔ لبید کا گھر ذرا دور تھا، چور کا خیال تھا کہ اس کا گھر دوسرے محلہ میں ہے اور وہ یہاں سے دور ہے، وہاں تک بات نہیں پہنچے گی، پھر جب معاملہ رفع دفع ہوجائے گا تو جا کر لے آؤں گا اور کھالوں گا۔ اتفاق کی بات ہے کہ جب یہ مقدمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا، وہ بھی آیا، اس نے کہا: حضرت! اس شخص نے بوری میرے گھر بطور امانت کے رکھی ہے، اس پر سارے منافق بول پڑے، کہنے لگے: حضرت! پھر چور یہی ہے، جس کے پاس مال ہے، ہمارا نام ویسے ہی لے رہا ہے۔ سب نے اس کو چور بنا دیا

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓئَةً اَوْ اِثْمًا اور جو شخص کرے خطایا گناہ ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓئًا پھر وہ تہمت لگادے بری الذمہ آدمی پر فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا پس تحقیق اٹھایا اس نے بہتان اور صریح گناہ۔ اس لئے کہ چوری خود کی اور بہتان دوسرے پر لگادیا، منافق اس طرح کرتے تھے۔ اب بات سمجھو، اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حاضر ناظر ہوتے اور عالم الغیب ہوتے تو یہ واقعہ اس طرح نہ ہوتا،

بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابتداءً ہی فرمادیتے کہ بے ایمانو! میرے سامنے تم نے چوری کی ہے، میں دیکھ رہا تھا اور میرے علم میں ہے تو اللہ تعالیٰ کو یہ آیتیں نازل کرکے واقعہ کی وضاحت کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی۔ اللہ تعالیٰ سب کو سمجھ عطا فرمائے۔ آمین۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ﴿۱۱۳﴾ لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۭ بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۱۴﴾ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۭ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۱۱۵﴾

لفظی ترجمہ:

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہوتا عَلَيْكَ آپ پر وَرَحْمَتُهٗ اور اس کی رحمت اور مہربانی لَهَمَّتْ تو البتہ ارادہ کر چکا تھا طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ ایک گروہ ان میں سے اَنْ يُّضِلُّوْكَ یہ کہ آپ کو بہکا دیں وَمَا يُضِلُّوْنَ اور وہ نہیں بہکا سکتے اِلَّآ مگر اَنْفُسَهُمْ اپنی جانوں کو وَمَا يَضُرُّوْنَكَ اور وہ نہیں نقصان پہنچا سکتے آپ کو مِنْ شَيْءٍ کچھ بھی وَاَنْزَلَ اللّٰهُ اور نازل کی اللہ تعالیٰ نے عَلَيْكَ آپ پر الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ کتاب اور سنت اور حدیث وَعَلَّمَكَ اور تعلیم دی اللہ تعالیٰ نے آپ کو مَا ان چیزوں کی لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ جو آپ نہیں جانتے تھے وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ اور ہے اللہ تعالیٰ کا فضل عَلَيْكَ آپ پر عَظِيْمًا بہت بڑا لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ نہیں کوئی بہتری بہت سی مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ ان کی سرگوشیوں میں اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ مگر وہ شخص جو حکم کرے صدقہ خیرات کا اَوْ مَعْرُوْفٍ یا کسی بھلائی کا اَوْ اِصْلَاحٍۭ بَيْنَ النَّاسِ یا لوگوں کے درمیان اصلاح کرنے کا وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ اور جو شخص یہ کام کرے گا ابْتِغَآءَ چاہتے ہوئے مَرْضَاتِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی رضا فَسَوْفَ پس عنقریب نُؤْتِيْهِ ہم اس کو دیں گے اَجْرًا عَظِيْمًا اجر بہت بڑا وَمَنْ اور وہ شخص يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ جس نے مخالفت کی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مِنْۭ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ بعد اس کے کہ خوب واضح ہوگئی اس کے سامنے الْهُدٰى ہدایت وَيَتَّبِعْ اور اس نے پیروی کی غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کے راستے کے علاوہ کسی اور راستے کی نُوَلِّهٖ ہم اس کو چلا دیں گے مَا تَوَلّٰى جس طرف کو وہ چلنا چاہتا ہے وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ اور ہم اس کو داخل کریں گے دوزخ میں وَسَآءَتْ مَصِيْرًا اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔

تشریح:

اس سے پہلے رکوع میں یہ واقعہ بیان ہوا تھا کہ مدینہ طیبہ میں ایک خاندان تھا طعمہ بن ابیرق، اس خاندان کے اکثر لوگ منافق تھے، مگر نمازیں اور جمعہ باقاعدگی کے ساتھ ادا کرتے تھے، بلکہ پہلی صفوں میں بیٹھے ہوتے تھے، وعظ ونصیحت اور درس کی مجلسوں میں بھی حاضر رہتے تھے۔ رفاعہ رضی اللہ عنہ کھاتے پیتے گھرانے کے لوگ تھے، عمدہ لباس پہنتے تھے، ان منافقین کے ایک مرد نے حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ کی چوری کرلی۔

حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ عمر رسیدہ صحابی تھے، جن کے منہ کے دانت بھی گر چکے تھے اور چلنے پھرنے سے بھی قاصر تھے، بشیر نامی منافق نے ان کے مکان کے پچھلی طرف سے نقب لگا کر آٹے کی بوری اور خود اور زرہ اور تلوار اٹھالی اور ہوشیاری یہ کی کہ سامان اپنے گھر رکھنے کی بجائے لبید نامی آدمی کے گھر رکھ دیا، صبح ہوئی تو حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بھتیجے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا کہ بیٹے! میں تو چل پھر نہیں سکتا اور منہ میں دانت نہ ہونے کی وجہ سے بات اچھی طرح سمجھا نہیں سکتا، لہٰذا تو جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میرا مقدمہ پیش کر، چنانچہ یہ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مقدمہ پیش کیا، کہنے لگے: حضرت! میرا تایا حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ کافی معمر ہیں، خود آتے، مگر معذور ہیں، انہوں نے مجھے بھیجا ہے، ان کی چوری ہوئی ہے اور چور جس جس راستہ سے بوری لے کر گیا ہے، آٹا گرتا گیا ہے اور یہ نشانات بشیر نامی آدمی کے گھر تک جاتے ہیں اور ہمارا خیال ہے کہ وہی ہمارا چور ہے۔

مجلس میں جو منافق بیٹھے تھے، انہوں نے سنا اور واپس جا کر رات کو میٹنگ کی کہ ہماری برادری کی بہت بدنامی ہے، لہٰذا سب مل کر دفاع کرو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جا کر کہو کہ ہمارا آدمی چور نہیں ہے اور اس نکتے پر بات کرو کہ مدعی موقع کے گواہ پیش کرے اور موقع کا گواہ تو ہے کوئی نہیں، لہٰذا ہم پر قسم آئے گی، عزت کی خاطر اٹھالیں گے، اس طرح معاملہ رفع دفع ہو جائے گا۔ صبح کو فریقین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوگئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدعی حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کون کون

سی چیز گئی ہے؟ انہوں نے بیان کردیں، فرمایا تیرا الزام کس پر ہے؟ انہوں نے کہا کہ بشیر طعمی پر ہے، سارے منافق بول پڑے، کہنے لگے: توبہ توبہ یہ تو بڑا نیک، پاک باز اور عبادت گزار آدمی ہے، تیرے پاس اگر گواہ ہے تو پیش کر، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا کہ مسئلہ یہ ہے ''اَلْبَیِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِیْ وَالْیَمِیْنُ عَلٰی مَنْ اَنْکَرَ'' مدعی کے ذمہ گواہ ہیں اور اگر اس کے پاس گواہ نہیں ہیں تو مدعیٰ علیہ کو قسم دینی پڑے گی اور انہوں نے بھی یہی سوچا تھا، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قاعدے کے مطابق حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تیرے پاس گواہ موجود ہیں کہ یہ چور ہے؟ انہوں نے کہا: حضرت! رات کا وقت تھا، اس وقت تو دیکھنے والا کوئی نہیں تھا؟ منافق کہنے لگے: حضرت! اس کو کہو کہ پھر ایک نیک آدمی پر چوری کا الزام کیوں لگایا ہے؟ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کو ڈانٹا کہ بغیر ثبوت کے ایک آدمی پر چوری کا الزام لگانا بڑی نامناسب بات ہے، اسی سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے پہلا رکوع بھی نازل فرمایا اور یہ رکوع بھی نازل فرمایا۔

پہلے رکوع میں فرمایا کہ یہ منافق خائن لوگ ہیں، ان کی طرف داری نہ کرو اور اس رکوع میں فرمایا وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ وَرَحْمَتُهٗ اور اگر اللہ تعالیٰ کا آپ پر فضل نہ ہوتا اور مہربانی نہ ہوتی لَهَمَّتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ یُّضِلُّوْكَ تو البتہ ایک گروہ ان میں سے ارادہ کر چکا تھا یہ کہ آپ کو حقیقت سے بہکا دیں کہ غلط فہمی میں رکھیں، کیونکہ انہوں نے عزم کر رکھا تھا کہ اپنے آدمی کو بچانا ہے، مگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ بچ گئے وَمَا یُضِلُّوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ اور وہ نہیں بہکا سکتے مگر اپنی جانوں کو، ان کی اس شرارت کا وبال ان کی جانوں پر پڑتا وَمَا یَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَیْءٍ اور وہ نہیں نقصان پہنچا سکتے آپ کو کچھ بھی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے تمہیں ان کی خیانت کی اطلاع دی کہ یہ لوگ خائن، بددیانت اور چور ہیں اور چوروں کے حمایتی ہیں، ان کا ساتھ نہ دینا وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ اور نازل کی اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب اور سنت۔

یہ کتاب قرآن کریم تمام آسمانی کتابوں میں سے افضل ترین کتاب ہے، اس کا پڑھنا ثواب، اس کا سمجھنا ثواب، اس کو ہاتھ لگانا ثواب، اس کو دیکھنا ثواب، اس پر عمل کرنا ذریعۂ نجات ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہمارے جیسے گنہگاروں کو یہ کتاب عطا فرمائی ہے، کاش! کہ ہم

اس کو سمجھیں اور اس پر عمل کریں۔ توراۃ، انجیل، زبور آسمانی کتابیں اور صحیفے ہیں، اپنے اپنے زمانے میں بالکل برحق تھیں، مگر اس وقت دنیا میں ان کا کوئی وجود نہیں ہے، کیونکہ اپنی اصل شکل میں ان میں سے کوئی بھی نہیں مل سکتی۔ آسمانی کتابوں میں صرف قرآن مجید ہے جو اپنی اصل شکل میں موجود ہے اور یہ بات صرف ہم نہیں کہتے، بلکہ پادری صاحبان کو بھی اقرار ہے کہ اصلی کتاب ہمارے پاس موجود نہیں ہے، بلکہ وہ اس بات سے بھی قاصر ہیں کہ ان کی کتاب کی اصلی زبان کیا تھی؟ یعنی انجیل کس زبان میں نازل ہوئی تھی؟ یہ شرف صرف ہمیں حاصل ہے کہ ہماری کتاب اپنی اصلی شکل میں موجود ہے، جس شکل میں لوح محفوظ میں موجود تھی، جبرئیل علیہ السلام کی زبان پر تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر تھی، جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پڑھی اور تابعین رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچائی اور پڑھائی، انہوں نے تبع تابعین کو اور آج تک موجود ہے۔

اور حکمت سے مراد سنت اور حدیث ہے اور قرآن کریم کی طرح حدیث بھی نازل ہوئی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ قرآن پاک کے الفاظ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور مفہوم بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور یہ الفاظ لوح محفوظ میں تھے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام لے کر آئے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پاک زبان سے تلاوت فرمائے اور حدیث کا مفہوم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا تھا۔ اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے الفاظ میں بیان فرمادیتے تھے، یعنی جبرئیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا حکم پہنچادیتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان میں بیان کردیتے تھے، یعنی اپنے الفاظ میں تفسیر فرمادیتے تھے تو سنت اور حدیث بھی ہمارے دین کا حصہ ہے۔

اور یقین جانو کہ اگر ہم حدیث کو نہیں مانتے تو ہمیں قرآن بھی سمجھ نہیں آسکتا، چنانچہ کئی مرتبہ عرض کرچکا ہوں کہ قرآن پاک میں اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ کا لفظ آتا ہے کہ نماز قائم کرو، مگر قرآن پاک میں نہ تو نماز کا طریقہ بیان کیا گیا ہے کہ کس طرح قائم کرنی ہے۔ نہ رکعات کا ذکر ہے کہ صبح کی نماز میں کتنی رکعات ہیں، ظہر کی کتنی ہیں، عصر کی کتنی ہیں، مغرب کی کتنی ہیں، عشاء کی کتنی ہیں، یہ تمام حدیث پاک میں ہے، لہٰذا اگر ہم حدیث کو نہیں مانتے تو اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ کے حکم پر عمل نہیں کرسکتے۔

اسی طرح وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ کا حکم قرآن پاک میں ہے کہ زکوٰۃ ادا کرو، مگر سونے کی زکوٰۃ کا کیا نصاب ہے؟ چاندی کا کیا نصاب ہے؟ اونٹوں کا کیا نصاب ہے؟ گائے بھینس کتنی ہوں؟ تو ان پر زکوٰۃ واجب ہے اور بکریوں کا کیا نصاب ہے؟ اور یہ کہ سال گزرنے کے بعد زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ ان میں سے کسی شئے کا ذکر قرآن پاک میں نہیں ہے، یہ سب چیزیں حدیث پاک میں ہیں۔

اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک رکن حج ہے، قرآن پاک میں صرف اتنا آتا ہے وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ اور حاجیوں کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے پرانے گھر کا طواف کریں، مگر یہ تفصیل کہ کتنے چکر لگائیں اور کہاں سے شروع کریں اور کہاں ختم کریں؟ یہ حدیث پاک میں ہے، اس لئے جس طرح قرآن پاک ہمارا دین ہے، حدیث بھی ہمارا دین ہے، منکرین حدیث نے محض اپنی خواہش کے مطابق قرآن کریم کو سمجھنے کی کوشش کی ہے اور حدیث کا انہوں نے بالکل انکار کر دیا ہے۔

اور کہتے ہیں کہ ہم نے حدیث کا انکار اختلاف سے بچنے کے لئے کیا ہے، کیونکہ حدیث ماننے سے اختلاف پیدا ہوتا ہے، کوئی کہتا ہے رفع یدین کرو، کوئی کہتا ہے نہ کرو، کوئی کہتا ہے آمین بلند آواز سے کہو اور کوئی کہتا ہے آہستہ کہو، کوئی کہتا ہے امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھو، کوئی کہتا ہے نہ پڑھو، سارے اختلاف حدیث کے ماننے کی وجہ سے ہیں، لہٰذا ہم کہتے ہیں کہ حدیث نہ مانو، بے شک یہ اختلافات موجود ہیں، مگر فروعات میں ہیں، اصول میں تو کوئی اختلاف نہیں ہے، مثلاً: اس میں اختلاف ہے کہ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرنا ہے یا نہیں؟ تو ایک طبقہ کہتا ہے کرنا مستحب ہے اور دوسرا طبقہ کہتا ہے کہ نا کرنا مستحب ہے اور مستحب کا معنی ہے کہ کرو گے تو ثواب ملے گا، نہ کرو گے تو گناہ کوئی نہیں ہے، لیکن ان میں سے کوئی طبقہ اصل کا تو منکر نہیں ہے کہ نمازیں پانچ نہیں ہیں یا تعدادِ رکعات میں تو کوئی اختلاف نہیں ہے کہ فجر کے کتنے فرض ہیں اور ظہر کے کتنے فرض ہیں یا عصر کے کتنے فرض ہیں یا مغرب کے کتنے فرض ہیں اور عشاء کے کتنے فرض ہیں، اس میں تو کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

اور منکرین حدیث کا ایک گروہ کہتا ہے کہ نمازیں دو ہیں اور دوسرا گروہ کہتا ہے تین ہیں اور ایک گروہ کہتا ہے پانچ ہیں اور ایک گروہ کہتا ہے چھ نمازیں ہیں اور رکعات کے متعلق بھی ان میں اختلاف ہے

اور سجدوں میں بھی اختلاف ہے، کوئی کہتا ہے کہ ایک رکعت میں ایک سجدہ ہے اور کوئی کہتا ہے کہ دو سجدے ہیں، تو حدیث کے انکار سے تو اصل میں اختلاف کر بیٹھے۔ عربی زبان کا محاورہ ہے ''فَرَّ مِنَ الْمَطَرِ وَقَامَ تَحْتَ الْمِيْزَابِ'' کہ بارش سے بچنے کے لئے بھاگا اور پرنالے کے نیچے کھڑا ہو گیا۔ بھائی! تم تو پرنالے کے نیچے کھڑے ہو گئے ہو، ہمارا اختلاف تو فروعات میں ہے، اصولوں میں تو نہیں ہے اور تمہارا تو اصولوں میں اختلاف ہے کہ رفع یدین کا مسئلہ فروعی ہے، اولیٰ غیر اولیٰ کا اختلاف ہے۔

البتہ بعض کم سمجھ لوگ اس پر زور لگاتے ہیں کہ جس نے رفع یدین نہیں کیا اس کی نماز نہیں ہوتی اور لوگوں کو وہم میں ڈالتے ہیں کہ تمہاری نمازیں نہیں ہوتیں۔ یہ دین میں غلو ہے، سعودیہ میں تو کوئی جھگڑا نہیں ہوتا کہ وہاں کرنے والے بھی ہیں اور رفع یدین نہ کرنے والے بھی ہیں، اس لئے کہ سارے سمجھتے ہیں کہ اختلافی مسئلہ ہے، مگر اصل میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

لہٰذا ساتھیو! یاد رکھنا کہ حدیث بھی دین کی بنیاد ہے اور حدیث کے بغیر قرآن کریم نہیں سمجھ آ سکتا اور جس طرح قرآن کریم سمجھنے کے لئے حدیث درکار ہے، اسی طرح قرآن اور حدیث کو سمجھنے والے بھی درکار ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین رحمۃ اللہ علیہ، تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہ، ائمہ مجتہدین رحمۃ اللہ علیہ، فقہاء کرام اور محدثین رحمۃ اللہ علیہ اور بزرگانِ دین رحمہم اللہ تعالیٰ ان حضرات کے بغیر ہم کچھ بھی نہیں سمجھ سکتے، ان لوگوں کی خدمات ہیں کہ انہوں نے قرآن وسنت کو ہم تک پہنچایا ہے، یہ ان کی بڑی خدمت ہے، آج اگر ہماری کوئی چیز راستہ میں گر پڑے، مثلاً: بٹوا گر جائے اور کوئی شخص وہ ہمارے تک پہنچادے تو ہم اس کا کتنا شکریہ ادا کرتے ہیں اور کہتے ہیں تیری مہربانی، جزاک اللہ اللہ تعالیٰ تجھے جزا عطا فرمائے کہ تو نے میری چیز مجھے پہنچادی ہے اور ان لوگوں نے تو دین کے سارے مسئلے اصل شکل میں ہم تک پہنچائے ہیں اور ان کی محنت اور کوشش ہے کہ دین اصل شکل میں موجود ہے اور موجود رہے گا تو ان کے بغیر بھی دین سمجھ نہیں آ سکتا۔

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ اور تعلیم دی اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان چیزوں کی جو آپ پہلے نہیں جانتے تھے، یہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فضل فرمایا وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ

عَظِیْمًا اور ہے اللہ تعالیٰ کا فضل آپ پر بہت بڑا۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مخلوقات میں برگزیدہ بنایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بنایا اور قیامت والے دن تمام انبیاء کرام علیہم السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوں گے۔

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ سارے منافقین نے مل کر پروگرام بنایا کہ چور بشیر کو سچا ثابت کرو اور اس کے لئے انہوں نے مشورہ کیا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَا خَیْرَ فِیْ كَثِیْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ نہیں کوئی بہتری بہت سی ان کی سرگوشیوں میں یعنی انکے بہت سے پوشیدہ مشوروں میں کچھ بہتری نہیں ہے، ہاں! اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ مگر وہ شخص جو حکم کرے خیرات کا یا کسی بھلائی کا، مثلاً: کسی آدمی سے کسی نے سوال کیا اور یہ خود دے نہیں سکتا، کسی مالدار کے کان میں کہتا ہے کہ بھائی! یہ شخص واقعی محتاج ہے اور مستحق ہے اور مجھے توفیق نہیں ہے تو اس کی مدد کر تو اس طرح خیرات کا کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور معروف یہ کہ آہستہ سا کسی کے کان میں نیکی کی بات ڈالنا کہ بھائی جان! یہ کام اس طرح کرو، اس میں بھلائی ہے، کیونکہ بعض ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو آہستہ بات کہو تو سمجھ جاتے ہیں اور اگر لوگوں کے سامنے کہو تو نہیں مانتے اَوْ اِصْلَاحٍ بَیْنَ النَّاسِ یا لوگوں کے درمیان اصلاح کرنے کا مشورہ دے کہ بھائی! معاملے کو نہ بگاڑو، نہ فساد کرو، آپس میں نااتفاقی اور اختلاف اچھی بات نہیں ہے، بلکہ بہت بری چیز ہے تو ایسا مشورہ بھی صحیح ہے وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ اور جو شخص یہ کام کرے اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہوئے فَسَوْفَ نُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا پس عنقریب ہم اس کو دیں گے اجر بہت بڑا۔ اور برے کاموں کے لئے مشورہ کرنا اور چور کو سچا ثابت کرنے کے لئے مشورہ کرنا اللہ تعالیٰ کے حکم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو ٹالنے کے لئے مشورہ کرنا حرام اور گناہ ہے۔

پہلے تفصیل کے ساتھ یہ بات گزر چکی ہے کہ جب قرآن کریم کی یہ آیتیں نازل ہوئیں اور مسئلے میں کوئی اخفا نہ رہا تو وہ منافق چور کھلے طور پر کافر ہو گیا اور کہنے لگا کہ مجھے ایسے اسلام کی ضرورت نہیں ہے کہ جس میں لوگوں کی بے عزتی ہو اور مرتد ہو کر مکہ مکرمہ چلا گیا اور وہاں سلافہ نامی عورت جو اسی قسم کی تھی، اس کے پاس جا کے ٹھہرا، اس نے کہا کہ میرے پاس تو کھانے کے لئے کچھ نہیں ہے، لہٰذا تو اپنے ہاتھ کی صفائی

دکھا اور مال لے کر آ کہ مل کر کھائیں اور عادتیں تو نہیں جاتیں اور اگر اچھے کام کی عادت ہو جائے تو اچھا ہے ،اس سے عبادت بھی آسان ہو جاتی ہے، بہر حال اس نے ایک جگہ جا کر نقب زنی کی، وہ دیوار گری، یہ اس کے نیچے آ کر دب کے مر گیا اور ایمان والوں سے جدا ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى اور جس شخص نے مخالفت کی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی، بعد اس کے کہ خوب واضح ہو گئی اس کے سامنے ہدایت وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ اور پیروی کی اس نے مومنوں کے راستہ کے علاوہ کسی اور راستہ کی نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى ہم اس کو چلا دیں گے جس طرف کو وہ چلنا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر آدمی کو اختیار دیا، چاہے تو حق کو قبول کرے یا کفر اختیار کرے۔ فرمایا الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ حق تیرے رب کی طرف سے ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ پس جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔

ایمان اختیار کرنے میں بھی انسان بااختیار ہے اور کفر اختیار کرنے میں بھی انسان کی مرضی کا دخل ہے، اللہ تعالیٰ نے نہ ایمان پر کسی کو مجبور کیا ہے، نہ کفر پر، اپنی مرضی سے جو نیکی پر چلے گا اللہ تعالیٰ اس کو ادھر چلا دیں گے۔ اگر برے راستہ پر چلے گا تو اللہ تعالیٰ ادھر چلا دیں گے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ چار اماموں میں سے ایک ہیں اور بڑے بلند پائے کے امام ہیں، انہوں نے اس مسئلے پر دلیل تلاش کرنے کے لئے کہ اجماع امت حجت ہے، قرآن پڑھنا شروع کیا، ایک دفعہ سرسری طور پر پڑھا، دوسری دفعہ سارے قرآن کریم کو پڑھا، تیسری دفعہ یہ آیت کریمہ سامنے آئی وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى اور جس نے مخالفت کی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جب ہدایت اس کے سامنے خوب واضح ہو گئی وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ اور اس نے پیروی کی مومنوں کے راستہ کے علاوہ کسی اور راستہ کی نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى ہم اس کو چلا دیں گے جس طرف وہ چلنا چاہتا ہے وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ اور ہم اس کو داخل کریں گے دوزخ میں وَسَآءَتْ مَصِيْرًا اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے، تو فرماتے ہیں کہ جملہ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ اور وہ چلتا ہے مومنوں کے راستہ کے علاوہ کسی اور راستہ پر سے مسئلہ واضح ہو گیا کہ اجماع بھی اسی طرح قطعی حجت اور دلیل ہے جس طرح قرآن کریم اور حدیث متواتر قطعی دلیل اور

حجت ہیں۔ لہٰذا مومنوں کے اجماع کا منکر قرآن کا منکر ہے۔ مومنوں سے مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہ ہیں، اس دور کے مسلمانوں نے جن جن مسائل پر اتفاق کیا ہے وہ حجت ہیں، لہٰذا ان کا راستہ چھوڑ کر اگر کوئی دوسرے راستہ پر رہے گا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ داخل کریں گے ہم اس کو دوزخ میں، کیونکہ نجات کا راستہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا اور ایمان والے اس پر چلے وَسَآءَتْ مَصِيْرًا اور وہ دوزخ بہت برا ٹھکانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہر مسلمان مرد وعورت کو اس سے بچائے اور محفوظ رکھے، آمین۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُؕ وَ مَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا (۱۱۶) اِنْ یَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًاۚ وَ اِنْ یَّدْعُوْنَ اِلَّا شَیْطٰنًا مَّرِیْدًا (۱۱۷) لَّعَنَهُ اللّٰهُۘ وَ قَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِیْبًا مَّفْرُوْضًا (۱۱۸) وَّ لَاُضِلَّنَّهُمْ وَ لَاُمَنِّیَنَّهُمْ وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُغَیِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِؕ وَ مَنْ یَّتَّخِذِ الشَّیْطٰنَ وَلِیًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِیْنًا (۱۱۹) یَعِدُهُمْ وَ یُمَنِّیْهِمْؕ وَ مَا یَعِدُهُمُ الشَّیْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا (۱۲۰) اُولٰٓىٕكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ٘ وَ لَا یَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِیْصًا (۱۲۱)

لفظی ترجمہ:

اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ لَا یَغْفِرُ نہیں بخشے گا اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ کہ اس کے ساتھ شریک ٹھہرایا جائے وَ یَغْفِرُ اور بخش دے گا ان گناہوں کو مَا دُوْنَ ذٰلِكَ جو شرک سے نیچے نیچے ہوں گے لِمَنْ یَّشَآءُ جس کو چاہے گا وَ مَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ اور جس نے شرک کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ فَقَدْ پس تحقیق ضَلَّ بہک گیا، گمراہ ہوا ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا گمراہی دور کی اِنْ یَّدْعُوْنَ اور نہیں وہ پکارتے مِنْ دُوْنِهٖۤ اللہ تعالیٰ کے ورے اِلَّاۤ اِنٰثًا مگر زنانہ قسم کی چیزوں کو وَ اِنْ یَّدْعُوْنَ اور نہیں وہ پکارتے اِلَّا شَیْطٰنًا مگر شیطان کو مَّرِیْدًا جو سرکش ہے لَّعَنَهُ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ نے اس پر لعنت کی ہے وَ قَالَ اور کہا شیطان نے لَاَتَّخِذَنَّ البتہ میں ضرور بناؤں گا مِنْ عِبَادِكَ تیرے بندوں میں سے نَصِیْبًا حصہ مَّفْرُوْضًا مقرر کیا ہوا وَّ لَاُضِلَّنَّهُمْ اور البتہ میں ضرور ان کو گمراہ کروں گا وَ لَاُمَنِّیَنَّهُمْ اور البتہ میں ضرور ان کو آرزوئیں دلاؤں گا وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ اور البتہ میں ضرور ان کو حکم دوں گا فَلَیُبَتِّكُنَّ پس البتہ وہ ضرور کاٹیں گے اٰذَانَ الْاَنْعَامِ جانوروں کے کانوں کو وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ اور البتہ ضرور ان کو حکم دوں گا فَلَیُغَیِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ پس البتہ ضرور وہ تبدیلی کریں گے اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی چیزوں میں وَ مَنْ یَّتَّخِذِ الشَّیْطٰنَ وَلِیًّا اور جس نے بنایا شیطان کو دوست مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے سوا فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِیْنًا پس تحقیق اس نے نقصان اٹھایا کھلا نقصان یَعِدُهُمْ شیطان ان کے ساتھ وعدہ کرتا ہے وَ یُمَنِّیْهِمْ اور ان کو آرزوئیں دلاتا ہے وَ مَا یَعِدُهُمُ الشَّیْطٰنُ اور نہیں وعدہ کرتا شیطان ان کے ساتھ اِلَّا غُرُوْرًا مگر دھوکے کا اُولٰٓىٕكَ یہی لوگ ہیں مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ان کا ٹھکانا دوزخ ہے وَ لَا یَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِیْصًا اور نہیں پائیں گے وہ اس دوزخ سے

چھٹکارے کی کوئی جگہ۔

تشریح:

رب تعالیٰ کے قانون میں سب سے بڑی نیکی بلکہ رأس الطاعات یعنی تمام نیکیوں کی جڑ توحید ہے اور سب سے بڑا گناہ شرک ہے۔ توحید سے بڑی نیکی کوئی نہیں اور شرک سے بڑا گناہ کوئی نہیں ہے۔ اسی لئے مشرک کی سزا کیفیت کے لحاظ سے بھی بڑی ہے اور کمیت کے لحاظ سے بھی بڑی ہے، جو کبھی ختم ہونے والی نہیں ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ بے شک اللہ تعالیٰ نہیں بخشے گا اس کو کہ اس کے ساتھ شریک ٹھہرایا جائے، یہ بات بڑی یقینی اور اٹل ہے، جو ہر قسم کے شبے سے پاک ہے کہ مشرک کی بخشش نہیں ہے اور جس شخص نے شرک نہ کیا چاہے وہ کتنا ہی بڑا گنہگار ہے بخشا جائے گا۔

مسلم وغیرہ حدیث کی کتابوں میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانوں کو خطاب کیا اور فرمایا "یاابن آدم!" اے آدم کے بیٹے!" **لو لقیتنی بقراب الأرض ذنبا لقیتک بمثلها مغفرۃً** "اگر تو مجھے ملے اس حال میں کہ تیرے اتنے گناہ ہوں کہ مشرق سے لے کر مغرب تک اور شمال سے لے کر جنوب تک ساری زمین تیرے گناہوں سے بھری ہوئی ہو، میں تجھے ملوں گا اتنی بخشش کے ساتھ مگر شرط یہ ہے کہ "**مالم تشرک بی شیئاً**" تو میرے ساتھ کسی شئے کو شریک نہ ٹھہرائے۔

اور معراج کی رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے امت کے لئے تین تحفے عطا کئے گئے:

۱:...... نمازوں کا تحفہ جو پہلے پچاس تھیں، پھر موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے بار بار التجا اور درخواست کی تو پانچ رہ گئیں۔

۲:...... دوسرا تحفہ سورۂ بقرہ کی آخری آیات اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے لے کر آخر تک۔

امت کے ان لوگوں کو بخش دوں گا جو میرے ساتھ کسی شئے کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ اور یہ تینوں تحفے اللہ تعالیٰ نے آپ کو جبرائیل علیہ السلام کی

وساطت کے بغیر عطا فرمائے۔

ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ "أَيُّ الذَّنْبِ أَكْبَرُ ؟" حضرت! یہ بتائیں کہ سب سے بڑا گناہ کونسا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "أَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ" یہ کہ تو اللہ تعالیٰ کا شریک بنائے، حالانکہ اس نے تجھے پیدا فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ تمام مومنین ومومنات کو شرک سے بچائے۔

اور یہ بھی یاد رکھنا کہ شرک کی بڑی قسمیں ہیں، حدیث پاک میں آتا ہے کہ "اَلشِّرْكُ أَخْفٰى مِنْ دَبِيْبِ نَمْلٍ" شرک کی بعض قسمیں چیونٹی کی چال سے بھی باریک ہوتی ہیں اور یہ شرک عموماً عورتوں میں پایا جاتا ہے، مثلاً: کسی عورت کو تکلیف ہوگئی تو کہے گی کہ فلاں عورت ہمارے گھر سے ہو کر گئی ہے جس کی وجہ سے میں بیمار ہوگئی ہوں، فلاں آئی تھی، اس لئے مجھے کھانسی ہوگئی ہے، فلاں عورت آئی تھی، اس لئے میرا بچہ مر گیا ہے، فلاں آئی تھی تو یہ ہوگیا، فلاں کا سایہ پڑ گیا تو یہ ہوگیا، یہ سب شرک کی قسمیں ہیں اور اس عقیدہ سے نماز، روزے سب برباد ہو جاتے ہیں، کسی کے آنے جانے سے کچھ نہیں ہوتا۔ بیٹیو! مسئلہ اچھی طرح سمجھ لو، بیماری، تندرستی، سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، نظر کا لگ جانا بھی حق ہے، اس میں بھی کوئی شک نہیں، مگر ہر بیماری کی کڑی اس سے ملانا کہ فلاں آئی تھی تو یہ ہوگیا، یہ غلط اور شرک ہے۔ طبعی طور پر بیماریاں بھی ہوتی ہیں جو بڑوں کو بھی ہوتی ہیں، بچوں کو بھی ہوتی ہیں، اللہ تعالیٰ شفا دیتے ہیں، خواہ مخواہ ہر بات پر کہنا کہ فلاں کی نظر لگ گئی اور عورت پھر کر گئی ہے، توبہ توبہ اللہ تعالیٰ شرک سے بچائے۔

اللہ تعالیٰ مشرک کی بخشش نہیں فرمائیں گے وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ اور بخش دے گا ان گناہوں کو جو شرک سے نیچے نیچے ہوں گے، جس کو چاہے گا، کیونکہ وہ مجبور نہیں ہے، اسی پارے میں اس سے دو رکوع پہلے آپ پڑھ چکے کہ مومن کو قتل کرنا بڑا سنگین جرم ہے۔ اگر کوئی شخص مومن کے قتل کو حلال سمجھ کر کرتا ہے تو وہ کافر ہے اور اسی طرح کسی بھی گناہ کو جو حلال سمجھتا ہے وہ کافر ہے، اس کی بخشش نہیں ہوگی۔ اور گناہ کو گناہ سمجھ کر کرنے والا کافر نہیں ہے، اس کی کسی نہ کسی وقت بخشش ہو جائے گی، وہ اس طرح کہ مثلاً: اللہ تعالیٰ مقتول کے وارثوں کو فرمائیں کہ تم اس کو معاف کر دو، اس کے بدلے میں میں تمہیں معاف

ہوں اور جنت میں بلند بلڈنگ عطا کرتا ہوں تو وارث راضی ہو جائیں گے اور معاف کر دیں گے تو قتل جیسے سنگین جرم کی بھی معافی ہے، مگر شرک کی معافی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

فرمایا وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا اور جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا، پس تحقیق وہ بہک گیا، گمراہ ہو گیا، گمراہی دور کی۔ اگر کوئی شخص اصل راستہ چھوڑ کر دوسرے راستہ پر چل پڑا ہو اور تھوڑا سا چلنے کے بعد احساس ہو گیا تو اس کا واپس لوٹنا آسان ہے اور جو شخص بھٹک کر بہت دور نکل گیا تو اس کا واپس آنا بہت مشکل ہے اور ایسے شخص کے لئے بخشش اور مغفرت کی بھی کوئی صورت نہیں ہوتی اور یہ بھی یاد رکھنا کہ ایسی خواہش کے پیچھے لگنا اور اس کو پورا کرنا جس کی شریعت اجازت نہیں دیتی یہ بھی شرک ہے۔

چنانچہ انیسویں پارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اَرَءَيْتَ کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ جس نے اپنی خواہش کو معبود بنا رکھا ہے اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا (الفرقان) کیا آپ اس پر نگہبان ہو سکتے ہیں؟ کھانے پینے کی خواہشات ہیں، جتنی خواہشات ہیں ان کو شرعی قاعدے کے مطابق پورا کرنے کا تو حکم ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں كُلُوْا وَاشْرَبُوْا آپ کھاؤ پیو وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ (النور) جن عورتوں کے نکاح نہیں ہوئے ان کا نکاح کرا دو، ان کے متعلق اپنی مرضی کرنا اور شریعت کی مرضی کے خلاف چلنا، یہ بھی شرک کی ایک قسم ہے، اس کے متعلق علامہ اقبال مرحوم فرماتے ہیں:

دہریت کیا بندۂ حرص و ہوا ہونا
قیامت ہے مگر اوروں کو سمجھا دہریہ تو نے
زبان سے کیا اگر توحید کا دعویٰ تو کیا حاصل
بنایا ہے بت پندار کو اپنا خدا تو نے

زبان سے کلمہ پڑھتا ہے اور کرتا اپنی مرضی ہے تو کلمہ پڑھنے کا کیا فائدہ؟ لہٰذا یاد رکھنا کسی بھی کام میں جو شریعت کے خلاف ہو، اپنی مرضی کرنا شرک ہے۔ آٹھواں پارہ سورۂ انعام میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ اگر تم شیطانوں کی اطاعت کرو گے تو بے شک تم بھی مشرک ہو، شیطانی

کاموں کو شیطان کے کہنے پر کرنا یہ بھی شرک کی ایک قسم ہے۔

فرمایا اِنْ یَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًا اور وہ نہیں پکارتے اللہ تعالیٰ کے ورے مگر زنانہ قسم کی چیزوں کو۔ بعض مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ عرب کے مشرک لات، منات اور عزیٰ کی پرستش کرتے تھے جو سب عورتوں کے نام ہیں، لات اللہ کی مؤنث ہے اور عزیٰ عزیز کی مؤنث ہے اور منات منان کی مؤنث ہے تو انہوں نے اپنے معبودوں کے زنانہ نام رکھے ہوئے تھے، رب تعالیٰ کو چھوڑ کر زنانہ قسم کی چیزوں کو پکارتے ہیں۔

اور کئی دفعہ میں بیان کر چکا ہوں کہ لات اصل میں ایک ملنگ کا نام تھا جو حاجیوں کو ستو گھول کر پلاتا تھا، جب یہ مر گیا تو لوگوں نے اس کی قبر پر عرس کرنا شروع کر دیا، پھر اس کا بت بنا کر مکہ مکرمہ میں نصب کر دیا اور اس سے مدد مانگنی شروع کر دی، کہتے تھے "یالات اغثنی" اے لات میری مدد کر اور عزیٰ کی ایک پری تھی جو کہ مکہ مکرمہ سے چند میل کے فاصلے پر کبھی ظاہر ہوتی اور کبھی چھپ جاتی تھی، وہاں پر موٹے موٹے ملنگوں نے ڈیرے لگا لئے، وہاں پانی بھی تھا اور کچھ درخت بھی لگے ہوئے تھے، لوگوں نے وہاں مکان بنا لئے۔

۸ ہجری میں جب مکہ فتح ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ عزیٰ کو جا کر ختم کر دو، کیونکہ مجھے اس کی پوجا سے بہت تکلیف ہے۔ وہ گئے اور ملنگوں کو بھگا دیا، درخت کاٹ دیئے اور مکان گرا دیئے اور واپس آ کر رپورٹ پیش کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: تو نے تو کچھ بھی نہیں کیا، کیونکہ عزیٰ کو تو چھوڑ دیا ہے، کہنے لگے حضرت! وہاں تو کوئی شئے نہیں تھی، فرمایا: دوبارہ جا اور عزیٰ کو ختم کر دے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ دوبارہ گئے تو دیکھا "اِمْرَاَۃٌ نَاشِرَۃٌ رَأْسَهَا" ایک عورت ہے اس کے سر کے بال بکھرے ہوئے ہیں، سر میں مٹی ڈال رہی ہے اور زور زور سے چیخیں مار مار کر رو رہی ہے اور کہہ رہی ہے "کُفْرَانَکَ یَا عُزّٰی" عزیٰ تیرا بیڑا غرق ہو گیا ہے، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے تلوار سے اس کا سر قلم کر دیا، فرمایا "تِلْکَ الْعُزّٰی لَنْ تُعْبَدَ بَعْدَ ذٰلِکَ الْیَوْمِ" یہ عزیٰ تھی، جو ختم ہو گئی اور آج کے بعد اس کی عبادت نہیں کی جائے گی اور منات بھی ایک آدمی کا

نام تھا۔

اور یہ معنی بھی کرتے ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ کی قوی ذات کو چھوڑ کر کمزوروں سے مانگتے ہو، جس طرح عورت کمزور ہوتی ہے۔ اسی لئے اس کو صنفِ نازک کہا جاتا ہے۔ مطلب یہ بنے گا کہ نہیں پکارتے تم اس اللہ تعالیٰ کے سوا مگر زنانہ قسم کی چیزوں کو یعنی کمزور کو پکارتے ہو جو کچھ نہیں کر سکتے۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ اے لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ اسے غور سے سنو اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کہ جن کو تم پکارتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وہ ایک مکھی بھی نہیں بنا سکتے وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ اگرچہ اس کے لئے سارے اکٹھے ہو جائیں وَاِنْ یَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَیْــٴًـا اور اگر ان سے مکھی کوئی چیز چھین کر لے جائے لَّا یَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ تو اسے اس سے چھڑا نہیں سکتے ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ طالب بھی کمزور، مطلوب بھی کمزور۔ عابد بھی کمزور، معبود بھی کمزور۔ تو یہ زنانہ یعنی کمزور قسم کی چیزوں سے مرادیں مانگتے ہیں وَاِنْ یَّدْعُوْنَ اِلَّا شَیْطٰنًا مَّرِیْدًا اور نہیں پکارتے وہ مگر شیطان کو جو سرکش ہے، مردود ہے، براہِ راست شیطان کو کوئی نہیں پکارتا، مگر شیطان کی بات مان کر غیر اللہ کو پکارنا شیطان ہی کو پکارنا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر کو کہا تھا یٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّیْطٰنَ اے میرے باپ! شیطان کی پیروی نہ کر، یعنی جو کچھ آپ کر رہے ہیں شیطان یہی چاہتا ہے، لہٰذا اس کی چاہت کے مطابق کرنا اس کی عبادت ہے۔

رہا شیطان کا سرکش ہونا تو اس کو یہاں سے سمجھو کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا یٰۤاِبْلِیْسُ مَا مَنَعَكَ اے ابلیس! تجھے کس چیز نے منع کیا اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ اس کے آگے سجدہ کرنے سے جس کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا؟ شیطان کی سرکشی دیکھو، کہنے لگا اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ میں اس سے بہتر ہوں خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا اور اس کو مٹی سے، میں اس کو کیوں سجدہ کروں؟ اور چودھواں پارہ سورۃ الحجر میں ہے، کہنے لگا لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ میں وہ نہیں ہوں کہ سجدہ کروں ایک بشر کو، جس کو تو نے کھنکھناتے سڑے گارے سے بنایا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کو طعنے دینے لگا کہ هٰذَا الَّذِیْ كَرَّمْتَ عَلَیَّ (بنی اسرائیل) یہ ہے وہ جس کو تو نے میرے اوپر فضیلت بخشی

ہے۔اس سے زیادہ سرکشی اور کیا ہو سکتی ہے؟ ایسے سرکش کے تم تابعدار ہو اور رب تعالیٰ کی بات تم نہیں مانتے لَعَنَهُ اللّٰهُ اس مردود شیطان پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے وَقَالَ اور شیطان نے کہا لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ البتہ ضرور بناؤں گا میں تیرے بندوں میں سے نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا حصہ مقرر کیا ہوا، سارے تیرے بندے نہیں رہنے دوں گا، میں اپنے بندے بھی بناؤں گا، کیا کروں گا وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ اور میں ان کو ضرور گمراہ کروں گا وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ اور البتہ ضرور میں ان کو آرزوئیں دلاؤں گا، گناہ پر آمادہ کر کے کہوں گا، کوئی بات نہیں اللہ بڑا مہربان ہے، رحیم ہے وَلَاٰمُرَنَّهُمْ اور البتہ میں ان کو ضرور حکم دوں گا فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ پس وہ ضرور کاٹیں گے جانوروں کے کانوں کو۔مشرک اس طرح کرتے تھے کہ جانور کا کان تھوڑا سا کاٹ کر نشان لگا دیتے اور کہتے کہ یہ لات کے لئے وقف ہے اور یہ عزیٰ کے لئے وقف ہے، جس طرح تم گوجرانوالہ جاؤ تو تمہیں بازاروں میں آوارہ پھرتی گائیں نظر آئیں گی اور گلے میں ان کے کپڑا باندھا ہوگا، ان کا کوئی مالک نہیں ہے۔یہ مشرک قسم کے لوگوں نے اپنے پیروں کے نام پر وقف کی ہوئی ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان کو چھیڑتا کوئی نہیں، بلکہ یہ گائے اگر کسی سودے میں منہ مارے تو بڑے آرام سے کہتے ہیں بابا جی! پیچھے ہو جاؤ، اس کو مارتے نہیں ہیں کہ کہیں بے بے جی کو مارنے سے نقصان نہ ہو جائے، ہندو تو واقعۃً گائے کو ماتا کہتے تھے اور اب مسلمانوں نے بھی اس کو ماں بنایا ہوا ہے۔

ساتویں پارے میں اللہ تعالیٰ نے اسی کی تردید فرمائی ہے مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ اللہ تعالیٰ نے نہ تو بحیرہ کچھ چیز بنائی ہے اور نہ سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حام، بلکہ کافر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ افترا کرتے ہیں اور یہ اکثر عقل نہیں رکھتے۔لہٰذا یاد رکھنا یہ جو بکرے چھترے کا قبروں پر چڑھاوا چڑھاتے ہیں، یہ شرک ہے، بڑا جانور تو درکنار ایک مکھی کی وجہ سے ایک آدمی جنت میں گیا اور ایک آدمی جہنم میں گیا ہے۔

حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔اور ایک ہیں طارق بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ، وہ تبع تابعین میں سے ہیں، جنھوں نے اندلس فتح کیا تھا، یہ طارق بن شہاب ہیں، ترجمان السنۃ میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے حوالہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: صرف

ایک مکھی کی وجہ سے ایک شخص جنت میں داخل ہوا اور دوسرا دوزخ میں۔ لوگوں نے تعجب سے پوچھا: یارسول اللہ! یہ کیسے؟ فرمایا: کسی قوم کا ایک بت تھا، ان کا دستور تھا کہ کوئی شخص اس پر چڑھاوا چڑھائے بغیر ادھر سے گزر نہیں سکتا تھا۔ اتفاق سے دو شخص ادھر سے گزرے، ان لوگوں نے اپنے دستور کے مطابق ان میں سے ایک شخص سے کہا: نیاز چڑھاؤ، وہ بولا: اس کے لئے میرے پاس تو کچھ نہیں ہے، وہ بولے: کچھ نہ کچھ تو ضرور چڑھادے، خواہ ایک مکھی ہی سہی، اس نے ایک مکھی چڑھادی، اس وجہ سے وہ دوزخ میں گیا۔ انہوں نے اس کو چھوڑ دیا۔ اب دوسرے سے کہا تو بھی کچھ چڑھاوا چڑھا، اس نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی اور کے نام پر نیاز نہیں دے سکتا، یہ سن کر انہوں نے اس کی گردن اڑادی، اس لئے وہ جنت میں داخل ہوگیا۔

یہ حدیث یاد رکھنا، بھولنا نہیں، قبروں پر جو چھترے بکرے بزرگوں کی نیاز کے طور پر چڑھائے جاتے ہیں، وہ سب اسی مد میں ہیں۔ یہ شرک ہے۔

گیارہویں کی تفصیل بھی سن لو، اگر کوئی شخص گیارہویں اس نظریے سے دیتا ہے کہ اس سے میرے مال ڈنگر میں برکت ہوگی، کاروبار میں برکت ہوگی اور اگر نہیں دوں گا تو نقصان ہوگا، تو حرام ہے اور دینے والا پکا مشرک ہے اور اگر اس ارادے سے دیتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ولی ہیں، ان کو ثواب پہنچے اور دیتا اللہ تعالیٰ کے نام پر ہے تو پھر کفر تو نہیں، شرک تو نہیں، مگر بدعت ہے، کیونکہ ایصالِ ثواب کے لئے دن کا مقرر کرنا بدعت ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر ایصالِ ثواب کرنا ہے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے کیوں نہیں کرتا؟ کہ وہ محسن امت ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے لئے کیوں نہیں کرتا؟ اور ہزاروں لاکھوں ولی ہیں، ان کے لئے کیوں نہیں کرتا؟ صرف گیارہویں تاریخ کو کیوں کرتا ہے؟ آگے پیچھے کیوں نہیں کرتا؟

اب میری کتابوں کے بعد ان لوگوں نے یہ ہیرا پھیری شروع کردی ہے کہ کچھ بارہویں کو کرلیتے ہیں، کچھ تیرہویں کو کرلیتے ہیں اور کچھ چودہویں تاریخ کو کرتے ہیں، کبھی پندرہویں کو کرلیتے ہیں اور

میرے خیال میں یہ مسئلہ انہوں نے اس لئے کیا ہے کہ سب کچھ گیارہویں کو تو پیٹ میں نہیں ڈال سکتے اور نہ اس دن کا کھایا ہوا سارا مہینہ کام آسکتا ہے، لہٰذا انہوں نے پیٹ کے لئے اب یہ طریقہ نکالا ہے کہ کہیں گیارہویں ہوجائے اور کہیں بارہویں ہوجائے، کہیں تیرہویں ہوجائے، کہیں چودھویں ہوجائے اور اس سے بھی بچ جائیں گے کہ ہم نے تعیین چھوڑ دیا ہے۔

وَلَاٰمُرَنَّهُمْ اور شیطان نے کہا اور میں ان کو ضرور حکم دوں گا فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ بس البتہ وہ ضرور تبدیلی کریں گے اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی چیزوں میں۔

تفسیر کبیر وغیرہ میں آتا ہے کہ ڈاڑھی کا منڈوانا اللہ تعالیٰ کی تخلیق کے بدلنے کی مد میں ہے، کیونکہ مردوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے ڈاڑھی بنائی ہے، مٹھی سے کم کریں یا بالکل منڈوائیں، دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔

اسی طرح اگر عورتیں اپنے سر کے بال کٹوائیں تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو بدلنے والی ہیں۔ اسی طرح بعض عورتیں بھنویں صاف کرتی ہیں، وہ بھی اسی مد میں ہے، ہاں! چھوٹی بچیوں کا مسئلہ الگ ہے، وہ اس کی زد میں نہیں آتیں تو شارع کی اجازت کے بغیر اپنے بدن کے کسی حصے میں تصرف کرنا اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو بدلنا ہے، یہ شیطانی کارروائی ہے۔

اسی طرح سر پر لٹ رکھنا یہ بھی حرام ہے، بودی رکھنا بھی حرام ہے، یا تو استرا پھرائیں، ٹنڈ کرائیں یا پٹے رکھیں، اس کے سوا شریعت میں کوئی صورت نہیں ہے، فرمایا وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اور جس نے بنایا شیطان کو دوست اللہ تعالیٰ کے سوا فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا پس تحقیق اس نے نقصان اٹھایا کھلا نقصان اٹھانا يَعِدُهُمْ شیطان ان کے ساتھ وعدہ کرتا ہے وَيُمَنِّيْهِمْ اور ان کو آرزوئیں دلاتا ہے وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا اور نہیں وعدہ کرتا شیطان ان کے ساتھ مگر دھوکے کا اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ یہی لوگ ہیں ان کا ٹھکانا دوزخ ہے وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا اور نہیں پائیں گے وہ دوزخ سے چھٹکارے کی کوئی جگہ، اللہ تعالیٰ دوزخ سے بچائے اور محفوظ فرمائے، آمین۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًاؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّاؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِیْلًا ﴿۱۲۲﴾ لَیْسَ بِاَمَانِیِّكُمْ وَلَاۤ اَمَانِیِّ اَهْلِ الْكِتٰبِؕ مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِهٖۙ وَلَا یَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا ﴿۱۲۳﴾ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓىٕكَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا یُظْلَمُوْنَ نَقِیْرًا ﴿۱۲۴﴾ وَمَنْ اَحْسَنُ دِیْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًاؕ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِیْمَ خَلِیْلًا ﴿۱۲۵﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطًا ﴿۱۲۶﴾

لفظی ترجمہ:

وَالَّذِیْنَ اور وہ لوگ اٰمَنُوْا جو ایمان لائے وَعَمِلُوا اور انہوں نے عمل کئے الصّٰلِحٰتِ اچھے سَنُدْخِلُهُمْ عنقریب ہم ان کو داخل کریں گے جَنّٰتٍ جنت کے ایسے باغوں میں تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ بہتی ہوں گی ان کے نیچے نہریں خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ رہا کریں گے ان باغوں میں اَبَدًا ہمیشہ ہمیشہ وَعْدَ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ حَقًّا سچا ہے وَمَنْ اَصْدَقُ اور کون زیادہ سچا ہے مِنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے قِیْلًا بات کرنے میں لَیْسَ بِاَمَانِیِّكُمْ نہیں ہیں معاملات تمہاری خواہشات کے مطابق وَلَاۤ اَمَانِیِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ اور نہ اہل کتاب کی خواہشات کے مطابق مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا جو شخص برا عمل کرے گا یُّجْزَ بِهٖ اس کو بدلہ دیا جائے گا وَلَا یَجِدْ لَهٗ اور نہیں پائے گا وہ اپنے لئے مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے سوا وَلِیًّا کوئی حمایت کرنے والا وَّلَا نَصِیْرًا اور نہ کوئی مدد کرنے والا وَمَنْ یَّعْمَلْ اور جو شخص عمل کرے گا مِنَ الصّٰلِحٰتِ نیک اعمال میں سے مِنْ ذَكَرٍ وہ مرد ہو اَوْ اُنْثٰى یا وہ عورت ہو وَهُوَ مُؤْمِنٌ بشرطیکہ وہ مومن ہو فَاُولٰٓىٕكَ پس یہی لوگ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ داخل ہوں گے جنت میں وَلَا یُظْلَمُوْنَ اور نہیں ظلم کیا جائے گا ان پر نَقِیْرًا تل برابر بھی وَمَنْ اَحْسَنُ اور کون شخص زیادہ اچھا ہے دِیْنًا مِّمَّنْ دین کے اعتبار سے اس شخص سے اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ جس نے جھکا دیا اپنا چہرہ اللہ تعالیٰ کے سامنے وَهُوَ مُحْسِنٌ اور وہ نیکی کے کام کرنے والا ہے وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا اور اس نے پیروی کی ابراہیم علیہ السلام کی اور ابراہیم علیہ السلام کی ملت کی جو ایک ہو کر رہنے والے تھے وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِیْمَ خَلِیْلًا اور بنا لیا اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو اپنا دوست وَلِلّٰهِ

اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہے مَا فِي السَّمٰوٰتِ جو کچھ ہے آسمانوں میں وَمَا فِي الْاَرْضِ اور جو کچھ ہے زمین میں وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا ہر چیز کا احاطہ کرنے والا۔

تشریح:

کل کے سبق میں شیطان کے پیروکاروں کا اور ان کے انجام کا ذکر تھا جو جانوروں کو غیر اللہ کے نام پر نامزد کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی خلقت کو بدلتے ہیں، شیطان کے وعدوں پر یقین کر کے دھوکے میں آنے والے ہیں کہ ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور دوزخ سے ان کو کبھی چھٹکارا نصیب نہیں ہوگا۔ اب ان کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کا ذکر کیا ہے، ان کی خوبیوں کا بیان ہے اور ان کے نتیجے کا ذکر ہے، کیونکہ کسی شئے کی حقیقت تقابل کی صورت میں صحیح سمجھ آتی ہے، مثلاً: رات کی حقیقت دن سے سمجھ آتی ہے، سیاہی سفیدی سے سمجھ آتی ہے، حق سمجھ نہیں آسکتا، جب تک مقابلہ میں باطل نہ ہو۔ مومنوں کی خوبیاں اور ان کا نتیجہ سمجھ نہیں آسکتا جب تک مقابلے میں کافروں کی بدکاری اور اس کے نتیجے کا ذکر نہ ہو، اس لئے کافروں کی بدکاری اور اس کے نتیجے کا ذکر کرنے کے بعد اب مومنوں کی خوبیوں اور ان کے نتیجے کا ذکر ہے۔

فرمایا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور وہ لوگ جو ایمان لائے۔ سب سے بڑی عبادت بلکہ تمام عبادتوں کی جڑ ایمان ہے ''آمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ'' ایمان لایا میں اللہ تعالیٰ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور آخرت کے دن پر اور اچھائی اور برائی کی تقدیر پر سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر۔ صرف ایمان نہیں بلکہ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے عمل کئے اچھے۔ کیونکہ اصل مقصد تو اعمال ہیں، ایمان تو بنیاد ہے۔ اعمال پھل ہیں، پتے ہیں۔ اعمال کے بغیر کچھ نہیں۔ جس طرح درخت کی پہچان پتوں سے ہوتی ہے اور پھل سے ہوتی ہے۔ موسم خزاں میں جب پتے جھڑ جاتے ہیں تو بعض اوقات ان کی شناخت بھی نہیں ہو سکتی کہ یہ کونسا درخت ہے؟ اور یہ کونسا درخت ہے؟ پھر جب موسم بہار آتا ہے اور درختوں پر پتے لگتے ہیں تو پھر لوگ جانتے اور سمجھتے ہیں کہ یہ فلاں درخت ہے

اور وہ فلاں درخت ہے۔ اس کے بعد جب پھل لگتا ہے تو اصل مقصد پورا ہوتا ہے، کیونکہ اصل مقصد تو پھل ہے، خالی تنے کا کیا کرنا ہے؟ اس لئے ایمان جڑ اور بنیاد ہے، لیکن جب تک اس کے ساتھ پتے اور پھل نہیں لگے، مقصد پورا نہیں ہوگا، لہٰذا ایمان کے ساتھ اچھے اعمال بھی ضروری ہیں، وہ اعمال زبانی بھی ہیں، بدنی بھی ہیں، مالی بھی ہیں، یعنی بعض کا تعلق زبان کے ساتھ ہے، بعض کا تعلق بدن کے ساتھ ہے، بعض کا تعلق مال کے ساتھ ہے اور ہر نماز میں ہم اقرار کرتے ہیں ''اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ'' تمام زبانی عبادتیں بھی اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، بدنی عبادتیں بھی اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور مالی عبادتیں بھی اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، بدن، مال، زبان سب اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں خرچ کرنا چاہئے تو جو ایمان لائے اور عمل اچھے کرتی ہیں سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ عنقریب ہم ان کو داخل کریں گے ایسے باغوں میں تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ بہتی ہوں گی ان کے نیچے نہریں۔ بس آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے، جب قبر میں پہنچے گا تو جنت بھی سامنے، دوزخ بھی سامنے، نہ جنت دور ہے، نہ دوزخ دور ہے خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا رہا کریں گے ان باغوں میں ہمیشہ ہمیشہ اور اس ہمیشہ کی زندگی کا آج ہم تصور بھی نہیں کر سکتے وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا اللہ کا وعدہ سچا ہے وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِیْلًا اور کون زیادہ سچا ہے اللہ تعالیٰ سے بات کرنے میں۔

قِیْلًا مصدر ہے قَالَ یَقُوْلُ کا، مصدر قول بھی آتا ہے، قیل بھی آتا ہے اور مقالہ بھی آتا ہے، رب تعالیٰ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے، مگر اس شرط کے ساتھ کہ ایمان بھی ہو اور عمل صالح بھی ہوں۔

یہودیوں کا دعویٰ تھا کہ لَنْ یَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی (پارہ:۱) یہودی کہتے تھے کہ جنت صرف ہماری ہے اور عیسائی کہتے تھے جنت صرف ہماری ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے مومنو! لَیْسَ بِاَمَانِیِّكُمْ وَلَاۤ اَمَانِیِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ نہیں ہے معاملہ تمہاری خواہشات کے مطابق اور نہ اہل کتاب کی خواہشات کے مطابق، آخرت کا دارومدار نہ تمہاری خواہشات پر ہے کہ تم کہو کہ ہم جنتی ہیں اور نہ اہل کتاب کی خواہشات پر ہے کہ وہ کہیں کہ ہم جنتی ہیں، زبانی دعووں اور خواہشات سے جنت نہیں ملتی، رب تعالیٰ کا دستور ہے مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِهٖ جو شخص برا عمل کرے گا اس کو بدلہ دیا جائے گا۔

یہ آیت کریمہ جب نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بڑے پریشان ہوئے کہ اس طرح تو کوئی بھی نہیں بچے گا، کیونکہ ہر آدمی سے کوئی نہ کوئی غلطی تو ہو ہی جاتی ہے، لہٰذا اگر ہر برائی پر سزا ملے تو بندے کی خیر نہیں ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو أعْلَمُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ ہیں، اس امت میں سب سے بڑے عالم ہیں، انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: حضرت! ہم میں سے کوئی آدمی ایسا نہیں جس سے کوئی صغیرہ کبیرہ گناہ نہ ہوا ہو، کیونکہ صغیرہ کبیرہ سے معصوم تو صرف اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ جس نے کوئی بھی برا کام کیا قولاً یا فعلاً، اس کو بدلہ دیا جائے گا تو حضرت! پھر ہماری تو خیر نہیں ہے، انہوں نے يُجْزَ بِهٖ کا مفہوم یہ سمجھا کہ قبر میں عذاب ہوگا، دوزخ میں جانا پڑے گا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رب تعالیٰ کا فرمان حق ہے، مگر بدلے اور جزاء کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دوزخ میں جائے، بلکہ بہت سارے گناہوں کا کفارہ دنیا میں ہو جاتا ہے، مثلاً: کسی آدمی سے برائی سرزد ہوگئی، اس کے بعد اس کو کوئی تکلیف ہوگئی، سر درد ہوگیا، پیٹ میں درد ہوگیا، گھٹنوں میں درد ہوگیا، یہ اس برائی کا کفارہ ہوگیا، بدلہ مل گیا، بہت سارے گناہ ایسے ہیں جو تکلیفوں کے ذریعہ معاف ہو جاتے ہیں۔

یاد رکھنا یہ مصیبتیں تکلیفیں بیماریاں ہمارے گناہوں کا کفارہ ہیں، یہاں تک کہ اگر کسی کو کانٹا چبھا تو یہ بھی گناہ کا کفارہ ہے۔ اگر کسی کو چیونٹی نے کاٹا تو یہ بھی گناہ کا کفارہ ہے، حالانکہ اس کے کاٹنے سے کتنی تکلیف ہوتی ہے، مگر وہ بھی مومن کے گناہوں کا کفارہ ہے، اسی طرح جیب سے رقم گر جائے تو انسان کو صدمہ ہوتا ہے، اس صدمے کے بدلے بھی اللہ تعالیٰ گناہ معاف کر دیتے ہیں، غرض یہ کہ انسان کو سر سے لے کر پاؤں تک جو بھی تکلیف پہنچتی ہے وہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے۔ بعض بزرگ ایسے بھی گزرے ہیں کہ جب ان کی تکلیف رفع ہو جاتی تھی تو وہ روتے تھے کہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سے ناراض ہوگیا ہے کہ اس نے تکلیف دور کر دی ہے جو کہ ہمارے گناہوں کا کفارہ تھی۔

وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اور نہیں پائے گا وہ اپنے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا وَلِيًّا کوئی حمایت کرنے والا وَّلَا نَصِيْرًا اور نہ کوئی مددگار۔ کوئی زبانی کلامی کہے کہ میں تیرے ساتھ ہوں، اس کو حمایت

کہتے ہیں اور جو عملی طور پر میدان میں آکر مدد کرے اس کو نصیر کہتے ہیں۔ تو جو مجرم ہوگا اس کا نہ کوئی حمایتی ہوگا اور نہ کوئی عملی طور پر اس کو دوزخ سے بچا سکے گا اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ (پارہ:۳۰، سورۂ بروج) تیرے رب کی پکڑ بہت سخت ہے، جب کسی کو پکڑتا ہے تو چھوڑتا نہیں ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے ''لَيُمْلِيْ الظَّالِمَ'' اللہ تعالیٰ ظالم کی رسی ڈھیلی چھوڑ دیتا ہے کہ تو جو کرنا چاہتا ہے کرلے ''حَتّٰى إِذَا أَخَذَهُ لَمْ يُفْلِتْهُ'' یہاں تک کہ جب اس کو پکڑتا ہے تو چھوڑتا نہیں ہے، فرمایا وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ اور جو شخص عمل کرے گا اچھے مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وہ مرد ہو یا عورت ہو۔ مردوں کی طرح عورتیں بھی مکلف مخلوق ہیں اور آدھی امت ہیں۔ ایمان جس طرح مردوں کے لئے ہے، اسی طرح عورتوں کے لئے بھی ہے۔ نیکی جس طرح مردوں کے لئے ہے، اسی طرح عورتوں کے لئے بھی ہے، مگر شرط یہ ہے کہ وہ مومن ہو، کیونکہ ایمان کے بغیر کسی نیکی کی کوئی حیثیت نہیں ہے، لہٰذا سب سے پہلے عقیدے کی اصلاح ہونی چاہئے، عقیدہ صحیح ہو تو تھوڑا سا عمل بھی وزنی ہو جائے گا اور اگر عقیدہ صحیح نہیں ہے، بے شک ساری رات کوئی جاگتا رہے، عبادت میں مشغول رہے، بے کار اور بے فائدہ ہے۔ عقیدے کی اصلاح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے، نہ ذات میں، نہ صفات میں، کوئی دکھ تکلیف آئے تو سمجھے کہ رب تعالیٰ کی طرف سے ہے اور میرے گناہوں کا کفارہ ہے یا یہ سمجھے کہ میرے کسی گناہ کا وبال ہے، یہ نہ سمجھے کہ فلاں عورت آئی تھی اور مجھے تکلیف ہوگئی ہے، فلاں آدمی آیا تھا، اس لئے مجھے تکلیف ہوگئی ہے، یہ شرکیہ باتیں ہیں، اللہ تعالیٰ شرک سے محفوظ رکھے تو مرد اور عورت اچھے عمل کریں گے۔

مرد ہو یا عورت وَهُوَ مُؤْمِنٌ اور ہو مومن فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ پس یہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا اور نہیں ظلم کیا جائے گا ان پر تل برابر بھی، کھجور کی گٹھلی کے اوپر ایک نکتہ ہوتا ہے اس کو نقیر کہتے ہیں اور کھجور کی گٹھلی میں جو دراڑ ہوتی ہے، اس کے اندر ایک دھاگہ ہوتا ہے، اس کو فتیل کہتے ہیں۔ عربی حضرات جب کسی چیز کی قلت کو بیان کرتے تھے تو کبھی نقیر کے ساتھ تشبیہ دیتے تھے اور کبھی فتیل کے ساتھ تشبیہ دیتے تھے۔ جس طرح ہم کہتے ہیں کہ فلاں کے پاس کوڑی بھی نہیں ہے تو معنی کرتے ہیں تل برابر یعنی عمل کے مطابق سزا دی جائے گی، کسی پر تل برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

عورتوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک مسئلہ پیش کیا، کہنے لگیں حضرت! اجروثواب تو سارا مرد لے گئے، ہمارے لئے کیا بچا ہے؟ کیونکہ نیکی کے جتنے اہم کام ہیں، وہ تو سارے مرد کرتے ہیں، مثلاً: امام مرد بنتے ہیں، اذان مرد نے دینی ہے، جس کے ایک ایک حرف کے بدلے دس دس نیکیاں الگ ہیں اور آواز بلند کرنے کی نوے نیکیاں ہیں اور تکبیر کے ایک ایک حرف پر دس دس نیکیاں الگ ہیں اور آواز بلند کرنے کی ساٹھ نیکیاں ہیں، اسی لئے حدیث میں آیا ہے ''من أذّن فهو يقيم'' جو شخص اذان دے، تکبیر وہی کہے۔ یہ اس کا حق ہے۔ جب تک اذان دینے والا کسی کو اجازت نہ دے دوسرا شخص تکبیر نہیں کہہ سکتا اور جہاد بھی مردوں نے کرنا ہے، اس کا بھی بڑا درجہ ہے، قاضی اور جج بھی مرد بنتے ہیں اور جو قاضی اور جج حق کے فیصلے کرے، اس کا بھی بڑا درجہ ہے تو امام، مجاہد، قاضی، جج مرد بن گئے، عورتوں کے لئے کیا بچا ہے؟ جھاڑو پھیرنا، کپڑے دھونا، بچوں کا پیشاب صاف کرنا، ناک صاف کرنا رہ گیا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں نے تو سارا اجر مفت میں حاصل کرلیا ہے، بغیر کچھ کرنے کے ، وہ اس طرح کہ جس عورت کا خاوند امام ہے، جتنا اجر اس کو ملے گا اس کی بیوی کو بھی اتنا اجر ملے گا اور جس کا خاوند مؤذن ہے، جتنا اجر اس کو ملے گا اس کی بیوی کو بھی اتنا اجر ملے گا، جتنا اجر مجاہد کو ملے گا، اس کی بیوی کو بھی اتنا اجر ملے گا، کیونکہ عورت اپنے خاوند کی معاون ہے، اس کے گھر کا خیال رکھتی ہے، اس کے بچوں کی حفاظت کرتی ہے، روٹی پکا کر دیتی ہے، کپڑے دھو کر دیتی ہے، تو اپنے خاوند کے کاموں میں عورت کا دخل ہے، خدمت کی وجہ سے رب تعالیٰ اس کو برابر کا ثواب عطا فرمائے گا، اللہ تعالیٰ کسی کی نیکی کو ضائع نہیں کرتے، لہٰذا عورتوں کو چاہئے کہ گھر کے کام ثواب سمجھ کر کریں اور ثواب کے علاوہ اس میں بدن کی صحت بھی ہے، بدن جتنا حرکت کرے گا مضبوط ہوگا، ہاتھ پاؤں حرکت کریں گے قوی ہوں گے، اس میں قوتِ مدافعت پیدا ہوگی اور بیماری سے بچیں گے، پہلے زمانے کی عورتیں آج کل کی نوجوان بچیوں سے زیادہ طاقت ور تھیں، آج کل تو سارا کام مشینیں کر رہی ہیں۔

وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا اور کون شخص زیادہ اچھا ہے دین کے اعتبار سے مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ جس نے جھکا دیا اپنا چہرہ اللہ تعالیٰ کے سامنے۔ کبھی قیام میں ہے، کبھی رکوع میں ہے، کبھی سجدے میں ہے، اور

رب تعالیٰ کے حکموں کی تعمیل کرتا ہے اوران پر عمل کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتا ہے، اس سے بہتر دین کس کا ہوسکتا ہے؟ وَهُوَ مُحْسِنٌ اور وہ نیکی کے کام کرنے والا ہے، اسلام لانے کے بعد ایک آدھ مرتبہ ہی سرنہیں جھکاتا، بلکہ دن رات نیکی میں لگا رہتا ہے، زبان سے نیکی، فعل سے نیکی، اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے، اس کو اچھے راستوں پر خرچ کرتا ہے وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا اوراس نے پیروی کی ابراہیمؑ کی جو ایک طرف ہوکر رہنے والے تھے، موحد تھے، مشرک نہیں تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو دین ہے، یہ ملت حنیفی ہے، شرک اس میں نہیں ہے، بدعت اس میں نہیں ہے، رسم ورواج اس میں نہیں ہے، بالکل سیدھا راستہ ہے وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا اور بنالیا اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو اپنا دوست۔تمام کائنات میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے پہلا درجہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے، دوسرا درجہ حضرت ابراہیمؑ کا ہے، تیسرا درجہ حضرت موسیٰؑ کا ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام بہت بڑی شخصیت ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کے جتنے پیارے ہیں، ان کے پاس خدائی اختیارات نہیں ہوتے، ورنہ ان کا اللہ تعالیٰ کی ملک میں کوئی حصہ ہے، سن لو وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔آسمان اور زمین اسی نے پیدا فرمائے اور ان میں تصرف بھی اسی کا ہے، دوسرے کسی کا نہ آسمانوں میں تصرف ہے، نہ زمین میں تصرف ہے وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا اور ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز کا احاطہ کرنے والا۔علم کے اعتبار سے، قدرت کے اعتبار سے، اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا احاطہ کیا ہوا ہے، قادر مطلق بھی وہی ہے، مختار کل بھی وہی ہے، علیم بذات الصدور بھی وہی ہے، اللہ تعالیٰ کے جو پیارے بندے ہیں وہ مخلوق ہیں، خالق نہیں ہیں اور نہ خالق کے اوصاف ان میں ہیں۔

وَ یَسْتَفْتُوْنَكَ فِی النِّسَآءِؕ-قُلِ اللّٰهُ یُفْتِیْكُمْ فِیْهِنَّۙ-وَ مَا یُتْلٰى عَلَیْكُمْ فِی الْكِتٰبِ فِیْ یَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَ تَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَ الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الْوِلْدَانِۙ-وَ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلْیَتٰمٰى بِالْقِسْطِؕ-وَ مَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِیْمًا(۱۲۷) وَ اِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَاۤ اَنْ یُّصْلِحَا بَیْنَهُمَا صُلْحًاؕ-وَ الصُّلْحُ خَیْرٌؕ-وَ اُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّؕ-وَ اِنْ تُحْسِنُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا(۱۲۸) وَ لَنْ تَسْتَطِیْعُوْۤا اَنْ تَعْدِلُوْا بَیْنَ النِّسَآءِ وَ لَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِیْلُوْا كُلَّ الْمَیْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِؕ-وَ اِنْ تُصْلِحُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا(۱۲۹) وَ اِنْ یَّتَفَرَّقَا یُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖؕ-وَ كَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِیْمًا(۱۳۰)

لفظی ترجمہ:

وَیَسْتَفْتُوْنَكَ اور لوگ آپ سے فتویٰ طلب کرتے ہیں فِی النِّسَآءِ عورتوں کے حقوق کے متعلق قُلِ آپ کہہ دیں اللّٰهُ یُفْتِیْكُمْ اللہ تعالیٰ تمہیں فتویٰ دیتا ہے فِیْهِنَّ عورتوں کے متعلق وَمَا یُتْلٰى عَلَیْكُمْ اور وہ جو تلاوت کی جاتی ہے تم پر فِی الْكِتٰبِ کتاب میں فِیْ یَتٰمَى النِّسَآءِ یتیم عورتوں کے بارے میں الّٰتِیْ وہ عورتیں لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ کہ نہیں دیتے تم ان عورتوں کو مَا كُتِبَ لَهُنَّ جو ان کے لئے فرض کیا گیا ہے وَتَرْغَبُوْنَ اور تم شوق رکھتے ہو اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ کہ تم ان سے نکاح کرو وَالْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ اور اسی طرح تمہیں حکم دیتا ہے کمزور بچوں کے بارے میں وَاَنْ تَقُوْمُوْا اور یہ کہ تم قائم رہو لِلْیَتٰمٰى یتیموں کے حق میں بِالْقِسْطِ انصاف کے ساتھ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ اور جو کچھ بھی تم بھلائی کرو گے فَاِنَّ اللّٰهَ پس بے شک اللہ تعالیٰ كَانَ ہے بِهٖ عَلِیْمًا اس کو جاننے والا وَاِنِ امْرَاَةٌ اور اگر کوئی عورت خَافَتْ خوف کھائے مِنْۢ بَعْلِهَا اپنے خاوند سے نُشُوْزًا بددماغی کا اَوْ اِعْرَاضًا یا اعراض کرنے کا فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَاۤ پس کوئی حرج نہیں ہے ان دونوں پر اَنْ یُّصْلِحَا بَیْنَهُمَا صُلْحًا یہ کہ صلح کرلیں آپس میں صلح کرنا وَالصُّلْحُ خَیْرٌ اور صلح ہی بہتر ہے وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ اور حاضر کیا گیا جانوں کو الشُّحَّ بخل پر وَاِنْ تُحْسِنُوْا اور اگر تم نیکی کرو گے وَتَتَّقُوْا اور ڈرتے رہو گے فَاِنَّ اللّٰهَ پس بے شک اللہ تعالیٰ كَانَ ہے بِمَا تَعْمَلُوْنَ جو عمل تم کرتے ہو خَبِیْرًا ان سے خبردار وَلَنْ تَسْتَطِیْعُوْۤا اور ہرگز تم طاقت نہیں رکھ سکو گے اَنْ

تَعۡدِلُوۡا کہ تم عدل کرسکو بَيۡنَ النِّسَآءِ عورتوں کے درمیان وَلَوۡ حَرَصۡتُمۡ اگرچہ تم حرص کرو فَلَا تَمِيۡلُوۡا پس نہ جھکو تم كُلَّ الۡمَيۡلِ پوری طرح جھکنا فَتَذَرُوۡهَا تاکہ چھوڑو تم اس عورت کو كَالۡمُعَلَّقَةِ جیسے لٹکی ہوئی وَ اِنۡ تُصۡلِحُوۡا اور اگر تم اصلاح کرو گے وَتَتَّقُوۡا اور ڈرتے رہو گے فَاِنَّ اللّٰهَ پس بے شک اللہ تعالیٰ كَانَ ہے غَفُوۡرًا بخشنے والا رَّحِيۡمًا مہربان وَاِنۡ يَّتَفَرَّقَا اور اگر خاوند بیوی جدا جدا ہو جائیں يُغۡنِ اللّٰهُ اللہ غنی کرے گا كُلًّا ہر ایک کو مِّنۡ سَعَتِهٖ اپنی وسعت کے وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ وَاسِعًا وسعت رکھنے والا حَكِيۡمًا حکمت والا۔

تشریح:

دنیا انسانی حقوق کی رَٹ لگاتی ہے، صرف اپنے مفاد تک، جہاں اپنا مفاد ختم ہو جائے وہاں گونگے ہو جاتے ہیں، امریکہ کا کہیں ایک آدمی قتل ہو جائے تو طوفان کھڑا ہو جاتا ہے اور کشمیر، فلسطین، فلپائن، عراق، اری ٹیریا اور دوسری جگہوں پر ہزاروں مسلمان قتل ہو جائیں تو ان کا نام تک نہیں لیتا، یہ انسانی حقوق کا علمبردار ہے، انہوں نے انسانی حقوق کی رَٹ صرف اپنے مفاد کے لئے لگائی ہوئی ہے، رتہ دھوھڑ کوٹ لدھا میں عیسائی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے دروازے پر اور دوسری دیواروں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق توہین آمیز الفاظ لکھے، ان کے خلاف مقدمہ درج ہوا اور اخبارات میں بھی آتا رہا، ماسٹر عنایت اللہ وغیرہ ابھی تک زیر عتاب ہیں، تو ان عیسائیوں کے لئے امریکی سفیر گوجرانوالہ آیا، اندازہ لگاؤ کہ ان کا معمولی سا آدمی پکڑا جائے تو سفیر پہنچتے ہیں اور مسلمان ہزاروں کی تعداد میں ذبح ہو جائیں، ان کو کوئی پرواہ نہیں ہے۔ یاد رکھنا! حقوق العباد کے متعلق جو ہدایات اسلام نے دی ہیں، وہ عین عدل وانصاف کے مطابق ہیں اور دنیا کے کسی قانون میں اس کی نظیر نہیں ملتی، لیکن افسوس ہے کہ عملی طور پر ان کا نفاذ بہت کم ملکوں میں ہے، اس لئے نہ تو اقلیت کے حقوق کسی کو سمجھ آتے ہیں، نہ یتیموں کے، عورتوں کے، نہ پڑوسیوں کے، نہ اپنوں کے، نہ بیگانوں کے۔ اسلام نے جو حقوق بیان فرمائے ہیں اگر وہ نافذ ہو جائیں اور لوگ ان پر عمل کریں تو دنیا امن کا گہوارہ بن جائے۔ غیر مسلموں نے انسانی حقوق کی رَٹ صرف اپنے مفاد کے لئے لگائی ہوئی ہے اور کہتے ہیں کہ عورتوں کو مردوں کے شانہ بشانہ چلنا

چاہیے، بھائی چھ فٹ کا آدمی ہے اور چار فٹ کی عورت ہے، شانہ بشانہ کس طرح چلیں گے؟ دیوانوں کی بڑ ہے، اصل یہ ہے کہ اسلام نے جو حقوق بیان فرمائے ہیں وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ اور لوگ آپ سے فتویٰ طلب کرتے ہیں عورتوں کے حقوق کے متعلق۔

فتویٰ کا معنی حکم اور فیصلہ ہے اور يَسْتَفْتُونَكَ استفعال کا باب ہے، اس کی خاصیت ہے طلب ماٰخذ یعنی ماٰخذ کو طلب کرنا۔ تو معنی ہوگا آپ سے فتویٰ طلب کرتے ہیں عورتوں کے بارے میں۔ عورتوں کے حقوق کے بارے میں قُلِ آپ کہہ دیں میں تو کچھ نہیں کہہ سکتا اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ اللہ تعالیٰ تمہیں فتویٰ اور حکم سناتے ہیں، میں تو رب تعالیٰ کا مبلغ ہوں وَمَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ اور وہ جو تلاوت کی جاتی ہے تم پر کتاب میں فِي يَتَامَى النِّسَاءِ اللَّاتِي لَا تُؤْتُونَهُنَّ یتیم عورتوں کے بارے میں، وہ یتیم عورتیں کہ نہیں دیتے تم ان کو مَا كُتِبَ لَهُنَّ جو ان کے متعلق فرض کیا گیا ہے، جو ان کے حقوق لکھے گئے ہیں وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ اور یہ کہ تم شوق رکھتے ہو کہ تم ان سے نکاح کرو۔

ہوتا اس طرح تھا کہ مثلاً: کسی شخص کا چچا یا تایا فوت ہو جاتا اور اس کی لڑکی ہوتی خوبصورت اور یہ اس کا سرپرست ہوتا، کیونکہ مسئلہ یہ ہے کہ اصلی سرپرست تو باپ ہے، اگر باپ نہ ہو تو دادا اور اگر دادا نہ ہو تو چچا تایا، اگر چچا تایا نہ ہو تو ان کے بیٹے اور یہ عصبات کہلاتے ہیں اور ماں کی طرف سے جو رشتہ دار ہیں ان کا درجہ بہت بعد میں ہے، تو یہ سرپرست ہوتا اور بچی خوبصورت ہوتی تو اس کو اور کسی جگہ نکاح نہیں کرنے دیتا تھا، بلکہ خود اس کے ساتھ نکاح کر لیتا اور اس کو جتنا حق مہر ملنا ہوتا تھا، نہیں دیتا تھا کہ ہم خود ہی تو ہیں، ہمیں کس نے پوچھنا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس طرح نہ کرو، بلکہ انصاف سے کام لو، ان کا جو حق بنتا ہے، وہ ان کو دو۔

اور بخاری شریف میں اس کی تشریح موجود ہے کہ اگر تم نے ان کے ساتھ نکاح کرنا ہے تو ان کو ان کا مہر دو، جتنا دوسرے لوگ دیتے ہیں اور ان کے حقوق میں کمی نہ کرو اور بعض اوقات ایسا ہوتا تھا کہ چچے تائے کی لڑکی خوبصورت تو نہیں ہوتی تھی، مگر مالدار اور صاحب جائیداد ہوتی، اس صورت میں خود بھی اس کے ساتھ نکاح نہیں کرتے تھے اور دوسری جگہ بھی نکاح نہیں کر کے دیتے تھے کہ مال جائیداد، زمین، مال

مویشی، روپیہ ساتھ لے جائے گی، اس طرح وہ بے چاری بوڑھی ہوکر مرجاتی اور یہ اس کی جائیداد پر قبضہ کر لیتے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ان کے ساتھ زیادتیاں نہ کرو، بلکہ ان کے حقوق ادا کرو۔

بعض ملحد قسم کے لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ بیٹے کا ڈبل اور بیٹی کا حصہ سنگل، جب کہ بیٹی بھی اسی باپ کی ہے جس کا بیٹا ہے، ماں بھی دونوں کی ایک ہے تو یہ کیا انصاف ہوا کہ بیٹے کو دوہرا اور بیٹی کو اکہرا حصہ ملے، جیسا کہ تم نے چوتھے پارہ میں پڑھا ہے لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ مرد کے لئے ہے دو عورتوں کے حصے کے برابر اور سطحی قسم کے لوگ جن کو دین کی گہرائی حاصل نہیں ہے، وہ واقعۃً شبہے میں پڑ جاتے ہیں کہ بات تو صاف ہے، مگر وہ نادان ہیں اور اللہ تعالیٰ حکیم اور خبیر ہے، اس نے لڑکی کا سارا خرچہ خاوند کے ذمہ لگایا ہے، نکاح ہو جانے کے بعد اس کا نان، نفقہ، سکنیٰ، دکھ تکلیف سب خاوند کے ذمہ ہیں، ہوسکتا ہے کہ والدین کمزور ہوں اور خاوند مالدار ہو تو مزے کرے گی، بخلاف لڑکے کہ اس کا خرچہ نہ تو سسرال پر ڈالا ہے اور نہ بیوی کے ذمہ لگایا ہے، بلکہ وہ سارا خرچہ خود برداشت کرتا ہے، ان کا اعتراض اس وقت بجا تھا کہ جب بیوی کا خرچہ خاوند کے ذمہ نہ لگایا جاتا اور اس نے باپ کی جائیداد پر ہی زندگی بسر کرنی ہوتی، لہٰذا شریعت نے جو حکم دیا ہے، اس میں کوئی ناانصافی نہیں ہے، پھر عورت کی اپنی جائیداد بھی ہوسکتی ہے، اس کا اپنا وجود ہے، وہ اپنے مال کے حقوق خود ادا کرے گی، قربانی دے گی، زکوٰۃ نکالے گی، فطرانہ خود ادا کرے گی اور اگر مالدار صاحب استطاعت ہے تو حج بھی کرے گی، بشرطیکہ اس کے ساتھ محرم ہو اور اگر محرم نہیں ہے جو ساتھ جائے تو چاہے جتنی مالدار کیوں نہ ہو، اس پر حج فرض نہیں ہے، کیونکہ شرط نہیں پائی گئی، یقین جانو، عورت کو جتنے حقوق اسلام نے دیئے ہیں اتنے اور کسی قانون اور ازم نے نہیں دیئے، صرف زبان سے رَٹ لگاتے ہیں جو فضول رَٹ ہے۔

ہاں! یہ بات اسلام ضرور کرتا ہے کہ مردوں اور عورتوں کا اختلاط نہ ہو، افغانستان میں مرد عورتیں اکٹھے ایک یونیورسٹی میں پڑھتے تھے، طالبان نے عورتوں کی تعلیم الگ کردی ہے اور مردوں کی الگ کردی ہے، اس پر یورپیوں نے بڑا شور مچایا کہ دیکھو عورتوں کی تعلیم پر پابندی لگادی ہے، بھائی! عورتوں کی تعلیم الگ کرنے سے تعلیم پر کیسے پابندی لگ گئی ہے؟ کیا تعلیم صرف اختلاط کا نام ہے؟ اسی طرح دفتروں میں

عورتیں مردوں کے ساتھ بیٹھتی تھیں، انہوں نے عورتوں کو مخلوط دفاتر سے الگ کر دیا، اعلان کیا کہ عورتیں تعلیم حاصل کر سکتی ہیں، ڈاکٹر بن سکتی ہیں، معلم بن سکتی ہیں، مگر مردوں کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتیں، شریعت نے جو احکام دیئے ہیں ان کے مطابق چلیں، مگر یورپ ان کو بلا وجہ بدنام کر رہا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ رب تعالیٰ نے توفیق دی تو طالبان حکومت کرنے میں سب سے زیادہ کامیاب رہیں گے، اگرچہ ان کو مالی پریشانیاں بہت ہیں کہ سڑکیں ٹوٹی ہوئی ہیں، کارخانے بند پڑے ہیں، اگر ان کی یہ مالی پریشانیاں ختم ہو جائیں تو ان کی حکومت بہت کامیاب رہے گی اور کامیابی کی بڑی وجہ یہ ہے کہ باقی ملکوں کے حقہ نوش اور سگریٹ نوش لوگ اکٹھے ہوتے ہیں اور اپنے مفادات کو سامنے رکھ کر قانون سازی کرتے ہیں کہ ان کی زمینیں بچ جائیں، کارخانے بچ جائیں، عیاں راچہ بیان؟ یہ حقیقت سب پر واضح ہے اور طالبان کو قانون بنانے کی ضرورت نہیں ہے، ہدایہ فقہ حنفی کی مستند کتاب ہے، جو پانچویں صدی میں لکھی گئی ہے، اور صدیوں سے علماء اس کو پڑھتے پڑھاتے چلے آ رہے ہیں، اس میں شریعت کے تمام احکام مذکور ہیں، جو مسئلہ درپیش آئے ہدایہ اٹھاؤ، مسئلہ دیکھو اور اس پر عمل کرو، ان کو قانون بنانے کی ضرورت ہی نہیں ہے، ہاں! اگر کوئی نیا مسئلہ درپیش ہو کہ فلاں حکومت کے ساتھ لڑنا ہے یا صلح کرنی ہے، یہ ٹیکس لگانی ہے اور کس طرح کی بنانی ہے، ان کے متعلق سوچ سکتے ہیں اور خود فیصلہ کر سکتے ہیں اور ہمارے حکمران تو قانون بناتے اور توڑتے رہتے ہیں، ایک پارٹی آئی انہوں نے اپنے مفاد کو سامنے رکھ کر بنایا، جب دوسرے آئے انہوں نے اپنے خلاف دیکھا توڑ دیا، مثلاً: اب قانون بنایا ہے کہ ۱۹۹۰ء سے پہلے کے جو بددیانت لوگ ہیں ان کو پکڑا جائے اور ۱۹۹۰ء کے بعد والوں کو نہ پکڑا جائے، کیونکہ اس کی زد میں خود آتے ہیں۔

وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ اور اسی طرح تمہیں حکم دیتا ہے کمزور بچوں کے بارے میں۔ یتیم ہیں، کمزور ہیں وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ یہ کہ تم قائم رہو یتیموں کے حق میں انصاف کے ساتھ۔ جس طرح تم اپنے بچوں کی تربیت کرتے ہو اور نگرانی کرتے ہو، اسی طرح یتیموں کی نگرانی اور تربیت کرو، وہ چچے کے ہیں یا تائے کے ہیں، خالہ کے ہیں یا پھوپھی کے ہیں، اپنے بچوں کی طرح انصاف اور دیانت کے ساتھ ان کی نگرانی کرنی ہے، ایسا نہ ہو کہ یتیم در در کی ٹھوکریں کھاتے پھریں اور مانگتے پھریں، میں پوچھتا

ہوں کہ بچوں کو یہ حقوق اسلام کے علاوہ کسی اور قانون نے دیئے ہیں؟ یہ اسلام ہی ہے جس نے عورتوں کے حقوق بھی بیان فرمائے ہیں اور بچوں کے حقوق بھی بیان فرمائے ہیں۔

وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ اور جو کچھ بھی تم کرو گے بھلائی فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِہٖ عَلِیْمًا پس بے شک ہے اللہ تعالیٰ اس کو جاننے والا۔ تمہارا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے جو عالم الغیب والشہادۃ ہے اور علیم بذات الصدور ہے، لہٰذا یہ ذہن نشین رکھو کہ ہمارا معاملہ اس ذات پاک کے ساتھ ہے جس کی نگاہ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے اور وہ قادر مطلق ہے، سب کچھ کر سکتا ہے وَاِنِ امْرَاَۃٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِہَا نُشُوْزًا اگر کوئی عورت خوف کھائے اپنے خاوند سے بد دماغی کا کہ بلاوجہ اس کو مارتا ہے، اگر کسی غلطی کی وجہ سے مارتا ہے تو وہ مسئلہ جدا ہے اور عموماً عورتوں کی عادت ہے کہ نہ اپنی غلطی بتاتی ہیں اور نہ مانتی ہیں، البتہ یہ ضرور کہیں گی کہ مجھے مار پڑی ہے، مگر یہ نہیں بتائیں گی کہ کیوں پڑی ہے؟ اور کس وجہ سے پڑی ہے؟ خاوند کسی وجہ سے ہی مارتا ہے، بشرطیکہ پاگل نہ ہو اور اگر بلاوجہ مارتا ہے اور بد دماغی سے کام لیتا ہے اَوْ اِعْرَاضًا یا خوف ہو اعراض کرنے کا کہ بیوی کی طرف توجہ نہیں دیتا فَلَا جُنَاحَ عَلَیْہِمَآ تو کوئی حرج نہیں ہے ان دونوں پر اَنْ یُّصْلِحَا بَیْنَہُمَا صُلْحًا یہ کہ صلح کر لیں آپس میں صلح کرنا کہ عورت اپنا کوئی حق چھوڑ دے کہ جدائی کی نوبت نہ آئے۔

حکماء فرماتے ہیں: بہ نسبت مردوں کے عورتوں میں ضد زیادہ ہوتی ہے۔ عورت اگر ضد پر اتر آئے کہ میں فلاں چیز ضرور لوں گی تو ظاہر بات ہے کہ اس سے خرابی پیدا ہوگی، اس لئے فرمایا کہ صلح کر لیں، کچھ حق چھوڑ دیں اور کچھ چھڑا لیں اور بدمزگی پیدا نہ کریں وَالصُّلْحُ خَیْرٌ اور صلح ہی بہتر ہے وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ اور حاضر کیا گیا جانوں کو بخل پر، نفس بخل میں پیدا کئے گئے ہیں، عورت کہے گی: میں نے اپنا حق نہیں چھوڑنا، مرد کہے گا میں نے اپنا حق نہیں چھوڑنا اور دونوں اپنی اپنی بات پر اڑے رہے تو بدمزگی پیدا ہوگی اور یہ کوئی بھیڑ بکری کا مسئلہ تو ہے نہیں کہ آج اس منڈی میں اور کل اس منڈی میں، یہ تو شریف انسانیت کا مسئلہ ہے، اس لئے دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِہِمَا فَابْعَثُوْا حَکَمًا مِّنْ اَہْلِہٖ وَحَکَمًا مِّنْ اَہْلِہَا (النّساء) اور اگر تم کو معلوم ہو کہ میاں بیوی میں ان بن ہے تو ایک منصف

مرد کے خاندان میں سے اور ایک منصف عورت کے خاندان میں سے مقرر کرو کہ اگر آپس میں جھگڑا پیدا ہو جائے تو درمیان میں ثالث ڈال کر مسئلے کو نمٹا دو اور جس کے اندر غلطی ہو، ثالث اس کو بتائیں کہ تیرے اندر یہ غلطی ہے اور وہ غلطی تسلیم کرے۔ لیکن آج کل اپنی غلطی کو کوئی تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہے، یہاں تک کہ پاگل بھی اپنے آپ کو پاگل ماننے کے لئے تیار نہیں ہے، حالانکہ غلطی کو تسلیم کرنا بہت اچھی بات ہے کہ اس سے اصلاح کی صورت پیدا ہو جاتی ہے وَاِنْ تُحْسِنُوْا اور اگر تم نیکی کرو گے وَتَتَّقُوْا اور رب تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا تو بے شک ہے اللہ تعالیٰ جو عمل تم کرتے ہو ان سے خبردار۔

مسئلہ:

اگر کسی شخص کی ایک سے زیادہ بیویاں ہیں، کیونکہ چار تک رکھنے کی اجازت ہے، مگر انصاف کی شرط کے ساتھ جیسا کہ تم چوتھے پارہ میں پڑھ چکے ہو فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً لیکن یہ کہ تم انصاف کرو، اگر کوئی انصاف نہیں کر سکتا تو دوسری شادی کی اجازت نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیک وقت نو بیویاں اور دو لونڈیاں تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باری مقرر فرمائی ہوئی تھی، چوبیس گھنٹے ایک بیوی کے پاس اور چوبیس گھنٹے دوسری بیوی کے پاس اور چوبیس گھنٹے تیسری بیوی کے پاس رہتے تھے اور ہر چیز میں برابری رکھتے تھے، لباس میں، خوراک میں اور دعا کرتے: اے پروردگار! جو میرے اختیار میں ہے ان چیزوں میں تو میں برابری کرتا ہوں اور جو چیز میرے اختیار میں نہیں ہے اس چیز میں مجھے ملامت نہ کرنا، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ طبعی طور پر جو محبت تھی اس میں دوسری کوئی بیوی شریک نہیں تھی، فرمایا: وہ میرے بس میں نہیں ہے، کیونکہ قلبی چیز انسان کے اختیار میں نہیں ہوتی، اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ اور ہرگز تم طاقت نہیں رکھ سکو گے یہ کہ تم عدل کرو عورتوں کے درمیان۔ کہ جتنی محبت ایک کے ساتھ ہے دوسری کے ساتھ بھی اتنی ہو، یہ تمہارے بس کی بات نہیں ہے وَلَوْ حَرَصْتُمْ اور اگرچہ تم حرص کرو فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ پس نہ جھکو تم پوری طرح جھکنا فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ کہ چھوڑ دو تم دوسری عورت کو لٹکی ہوئی کی طرح، نہ زمین پر نہ آسمان میں، اس کا بھی حق ادا کرو گے وَاِنْ

تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا اگر صلح کے ساتھ رہو گے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا تو بے شک اللہ تعالیٰ ہے بخشنے والا مہربان، جو غلطیاں سرزد ہوئی ہیں معاف کر دے گا، لیکن اگر نباہ کی کوئی صورت نہیں ہے وَاِنْ یَّتَفَرَّقَا اور خاوند بیوی جدا ہو جائیں کہ طلاق کی نوبت آ گئی یُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ غنی کر دے گا اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اپنی وسعت سے، عورت کو اپنی جگہ خاوند مل جائے گا اور اس کو بیوی مل جائے گی، لیکن یہ اس وقت ہے کہ جب آخری حدوں سے تجاوز کر جائیں تو پھر طلاق بھی جائز ہے، مگر مباح چیزوں میں سے بری چیز ہے، حتی الوسع طلاق نہیں دینی چاہیے اور اگر اس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو تو ٹھیک ہے وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِیْمًا اور ہے اللہ تعالیٰ وسعت رکھنے والا حکمت والا، جو احکام اس نے دیئے ہیں وہ خالص حکمت اور دانائی پر مبنی ہیں۔

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا ﴿۱۳۱﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۳۲﴾ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيْرًا ﴿۱۳۳﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ﴿۱۳۴﴾

لفظی ترجمہ:

وَلِلّٰهِ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے مَا جو کچھ فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں ہے وَمَا اور جو کچھ فِي الْاَرْضِ زمین میں ہے وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق وَصَّيْنَا ہم نے تاکیدی حکم دیا ہے الَّذِيْنَ ان لوگوں کو اُوْتُوا الْكِتٰبَ جن کو دی گئی کتاب مِنْ قَبْلِكُمْ تم سے پہلے وَاِيَّاكُمْ اور تمہیں بھی ہم تاکیدی حکم دیتے ہیں اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ یہ کہ ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ سے وَاِنْ تَكْفُرُوْا اور اگر تم کفر اختیار کرو گے فَاِنَّ لِلّٰهِ پس بے شک اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے مَا فِي السَّمٰوٰتِ جو کچھ آسمانوں میں ہے وَمَا فِي الْاَرْضِ اور جو کچھ زمین میں ہے وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ غَنِيًّا بے پرواہ حَمِيْدًا قابل تعریف وَلِلّٰهِ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے مَا فِي السَّمٰوٰتِ جو کچھ آسمانوں میں ہے وَمَا فِي الْاَرْضِ اور جو کچھ زمین میں ہے وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا اور کافی ہے اللہ تعالیٰ کارساز اِنْ يَّشَاْ اگر وہ چاہے يُذْهِبْكُمْ تو تمہیں فنا کر دے اَيُّهَا النَّاسُ اے انسانو! وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ اور لائے دوسروں کو وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيْرًا اس پر قدرت رکھنے والا مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا جو شخص ارادہ کرتا ہے دنیا کے بدلے کا فَعِنْدَ اللّٰهِ پس اللہ تعالیٰ کے پاس ہے ثَوَابُ الدُّنْيَا دنیا کا بدلہ وَالْاٰخِرَةِ اور آخرت کا بدلہ بھی وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ سَمِيْعًا سننے والا بَصِيْرًا دیکھنے والا۔

تشریح:

لفظ اللہ، اللہ جل جلالہ کا ذاتی نام ہے، ذاتی کو آپ اس طرح سمجھیں ایک آدمی پیدا ہوا تو اس کا نام رکھا عبداللہ جو اس کی ذات پر دلالت کرتا ہے، یہ اس کا ذاتی نام ہوا، اس کے بعد وہ قرآن کا حافظ ہو گیا تو اس کو حافظ کہیں گے اور قاری بن گیا تو قاری کہیں گے، عالم بن گیا تو مولوی کہیں گے اور کتابت سیکھ لی تو

کاتب کہیں گے، یہ سب اس کے صفاتی نام ہیں اور عبداللہ ذاتی نام ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام: اللہ ہے، باقی الرحمٰن، رحیم، کریم، ودود، متین وغیرہ یہ صفاتی نام ہیں، اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام مشہور ہیں، حدیث پاک میں آتا ہے جو شخص ان ناموں کو یاد کرے گا اور ان کا معنی ومفہوم بھی سمجھے گا وہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جنت میں داخل ہوگا، اللہ تعالیٰ کا ہر نام بابرکت ہے اور ہر نام میں تاثیر ہے۔

اور اللہ جل جلالہ کا ذاتی نام اللہ ہے جس کو عربی میں عَلَم کہتے ہیں۔ عَلَم اُسے کہتے ہیں جو دوسرے پر نہ بولا جائے، جس کا ہے اسی کی ذات کے لئے خاص ہے اور لفظ اللہ کی تعریف کرتے ہیں: وہ علم ہے ذات واجب الوجود کا۔ اور واجب الوجود کا معنی ہے کہ اس کا وجود اپنا ہے، کسی کا دیا ہوا نہیں ہے، جس کی نہ ابتدا ہے، نہ انتہا ہے، وہ کسی کا محتاج نہیں ہے اور ساری کائنات اس کی محتاج ہے، نہ وہ بیمار ہوتا ہے، نہ اس پر کوئی حادثہ طاری ہوسکتا ہے، نہ وہ مرے گا، قدوس وہ تمام عیبوں سے پاک ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، سات آسمان ہیں، اوپر عرش ہے، کرسی ہے، آسمانوں میں فرشتے ہیں، چاند سورج ستارے ہیں، اس کے علاوہ جو کچھ بھی آسمانوں میں ہے سب کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے، وہی مالک ہے، وہی متصرف ہے، اسی کے حکم سے سارا نظام چلتا ہے اور زمینوں کا بھی پیدا کرنے والا وہی ہے، اللہ تعالیٰ کے بغیر زمین کا ایک ذرہ بھی کسی کا پیدا کیا ہوا نہیں ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے ہر چیز کا پیدا کرنے والا وہی ہے، مالک بھی وہی ہے اور اپنے ملک میں جو احکام چاہے نافذ کرے، مردوں کے لئے، عورتوں کے لئے، یتیموں کے بارے میں، پڑوسیوں کے بارے میں، اس لئے کہ مالک وہی ہے، متصرف وہی ہے۔

فرمایا وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ. اور البتہ تحقیق ہم نے تاکیدی حکم دیا ان لوگوں کو جن کو کتاب دی گئی تم سے پہلے۔ وصیت کا معنی ہیں تاکیدی حکم، حدیث میں آتا ہے کہ جب آدمی نے وصیت کرنی ہے اس پر دوراتیں بھی نہیں گزرنی چاہئیں، مگر وہ اس کے پاس لکھی ہوئی ہو۔ کسی سے کچھ لینا ہے، کسی کا کچھ دینا ہے، زندگی میں کچھ نمازیں رہ گئی ہیں تو ان کے متعلق لکھے کہ اتنی نمازیں میری رہ گئی ہیں،

ان کا ہدیہ دے دینا۔ اگر روزے رہ گئے ہیں ان کے متعلق لکھے کہ میرے روزے رہ گئے ہیں، ان کا ہدیہ دے دینا۔ اسی طرح اگر کسی کے ذمہ حج ہے کہ فرض ہو جانے کے بعد بلا وجہ تاخیر کرتا گیا کہ فوت ہو گیا اور حج نہ ادا کر سکا تو مرنے سے پہلے وصیت نامہ لکھے: میرے ذمہ حج ہے جو میں اپنی زندگی میں نہیں کر سکا، وہ تم نے میری طرف سے کرنا ہے اور اگر بغیر وصیت کے مر گیا تو فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں: اگر وارث اس کی طرف سے کر لیں یا بغیر وصیت کے وارثوں کے نماز روزے کا ہدیہ دے دیا، تو امید ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے پکڑ نہ ہوگی، اسی طرح اگر زکوۃ اس کے ذمہ واجب الاداء ہے تو اس کے پاس تحریر ہونی چاہئے کہ میں نے اتنی زکوۃ دینی ہے جو کہ واجب الاداء ہے اور اگر نہیں لکھا گیا تو ان چیزوں کے ادا نہ کرنے کا گناہ الگ ہوگا اور وصیت نہ لکھنے کا حکم الگ ہوگا۔

لہٰذا جن چیزوں کی تاکید کرنی ہے دو راتیں بھی نہیں گزرنی چاہئیں، مگر وہ اس کے پاس صاف ستھرا لکھا ہوا ہونا چاہئے اور گھر کے دیانت دار افراد کے علم میں ہونا چاہئے کہ فلاں چیز لینی ہے اور فلاں چیز دینی ہے اور فلاں کام اس طرح کرنا ہے اور فلاں کام اس طرح کرنا ہے۔

تو فرمایا وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اور البتہ تحقیق ہم نے تاکیدی حکم دیا ان لوگوں کو جن کو کتاب دی گئی تم سے پہلے، مثلاً: توراۃ موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی اور اس کے ماننے والے یہودی ہیں، زبور داؤد علیہ السلام کو دی گئی اور انجیل عیسیٰ علیہ السلام کو دی گئی، اس کے ماننے والے عیسائی ہیں۔ مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے یہودیوں اور عیسائیوں کو بھی یہ تاکیدی حکم دیا۔ وَإِيَّاكُمْ اور اے مومنو! تمہیں بھی یہ تاکیدی حکم دیتے ہیں أَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ یہ کہ ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ سے۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا معنی ہے کہ اس کی نافرمانی نہ کرو اور اس نے جو احکام نازل فرمائے ہیں انہیں لازم پکڑو، ان کے اوپر عمل کرو اور پابندی کے ساتھ ادا کرو اور جن چیزوں سے منع فرمایا ہے ان کے قریب نہ جاؤ۔ کیونکہ اگر تم نے رب تعالیٰ کی نافرمانی کی تو اس کی گرفت میں آؤ گے، اس کی پکڑ سے بچو، پھر یہ بات بھی سمجھا دی کہ یہ حکم صرف تمہارے لئے ہی نہیں ہے، بلکہ تم سے پہلے جو گزرے ہیں ان کو بھی یہی حکم دیا گیا تھا، لہٰذا بندے کو مجلس میں بھی اور تنہائی میں بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے اور ہر وقت یہ خیال رہے کہ میرا خالق مجھے دیکھ رہا ہے اور

میں نے حساب دینا ہے۔

اور فرمایا: یہ بھی سن لو وَاِنْ تَكْفُرُوْا اور تم کفر اختیار کرو گے فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ پس اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا اور ہے اللہ تعالیٰ بے پرواہ قابل تعریف ۔ اگر تم کفر کرو گے تو اس کا تو کچھ نہیں بگڑے گا، وہ تمہاری نیکیوں کا محتاج نہیں ہے، نقصان تمہارا ہی ہوگا۔

حدیث قدسی میں اس طرح آتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں: اگر سارے کے سارے بندے پرہیزگار بن جائیں کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت اور یاد میں لگے رہیں تو رب تعالیٰ کی خدائی میں ایک رتی کا بھی اضافہ نہ ہوگا اور معاذ اللہ! اگر سارے کے سارے بندے کافر اور نافرمان ہو جائیں تو خداوند عزیز کی خدائی میں ایک رتی کی بھی کمی نہیں ہو سکتی۔ یہ تمہارے اعمال تمہارے فائدے کے لئے ہیں، اگر کرو گے تو تمہیں فائدہ ہوگا اور اگر نہیں کرو گے تو تمہارا نقصان ہے اور اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ ہماری عبادت سے اللہ تعالیٰ کی خدائی میں اضافہ ہو جائے گا، ہرگز نہیں۔ اور اسی طرح اگر نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ کی خدائی میں کمی ہو جائے گی۔ ہرگز نہیں۔ وہ حمید ہے، تم اس کی تعریف نہیں کرو گے وہ پھر بھی حمید ہے۔

سورۂ بنی اسرائیل میں ہے وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ اور مخلوق میں سے کوئی چیز نہیں مگر وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے تعریف کے ساتھ، لیکن تم اس کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔ زمین کا ایک ایک ذرہ، پانی کا ایک ایک قطرہ، درخت کا ہر ایک پتہ اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتا ہے، جو اس کی شان کے لائق ہے، تو فرمایا: اگر تم اس کی تعریف نہیں کرو گے تو اس کی شان میں کوئی فرق نہیں آئے گا اور نہ ہی وہ تمہاری تعریف کا محتاج ہے۔

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، وہی مالک ہے، وہی خالق ہے، وہی متصرف ہے وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا اور اللہ کافی ہے کارساز، کام بنانے اور سنوارنے والا بھی وہی ہے اور بگاڑنے والا بھی وہی ہے۔ اس کے کارخانہ کائنات میں نہ کوئی کام بنا سکتا ہے، نہ بگاڑ سکتا ہے، نافع بھی وہی ہے اور فائدہ دینے والا بھی وہی ہے، یہ قرآن

پاک کا بنیادی سبق ہے۔ وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ (یونس، پارہ:11) اور اگر اللہ تعالیٰ تمہیں کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی دور کرنے والا نہیں ہے وَاِنْ یُّرِدْكَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ (یونس، پارہ:11) اور اگر اللہ تعالیٰ تمہارے بارے میں خیر کا ارادہ فرمائے تو اس کی خیر کو کوئی روک نہیں سکتا، فرمایا اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ اگر وہ چاہے تو تمہیں فنا کردے اَیُّهَا النَّاسُ اے انسانو! وَیَاْتِ بِاٰخَرِیْنَ اور لائے دوسروں کو، تمہاری جگہ۔ دوسروں کو لا کھڑا کرے، اس کے لئے کیا مشکل ہے؟ وہ ایک منٹ میں سب کچھ کرسکتا ہے۔

آج سے تقریباً چار سال پہلے جاپان میں سترہ سیکنڈ کا زلزلہ آیا تھا، اس زلزلے سے عمارتوں، سڑکوں، صنعت کا اتنا نقصان ہوا کہ اس کے افسران نے کہا تھا کہ یہ جو سترہ سیکنڈ کے زلزلہ سے نقصان ہوا، حکومت جاپان اس کو دس سال میں پورا نہیں کرسکتی، جبکہ صنعت کے اعتبار سے جاپان دنیا کا سب سے ترقی یافتہ ملک ہے اور صنعت کی وجہ سے سب کی گردن پر سوار ہے اور اب افغانستان میں زلزلہ آیا ہے، جس سے ہزاروں کی تعداد میں لوگ مرگئے ہیں، کاش! کہ ان کو سمجھ آجائے اور اپنی غلطیوں کو تسلیم کر کے ازالہ کرلیں۔ دوسری طرف طالبان ہیں، ان میں بھی غلطیاں ہوں گی، آخر وہ بھی انسان ہیں، معصوم تو نہیں ہیں، کیونکہ پیغمبروں کے علاوہ کوئی بھی معصوم نہیں ہے اور غلطی کا ہوجانا انسانی لوازمات میں سے ہے، لیکن انہوں نے اعلان کیا ہے کہ ہم خدائی قانون نافذ کریں گے اور اس پر وہ عمل بھی کرتے ہیں، لہٰذا طالبان کی جو مخالفت کرے گا وہ رب تعالیٰ کی مخالفت کرے گا اور ان کا خالی دعویٰ ہی نہیں ہے، بلکہ حقیقت ہے کہ وہ خلافتِ راشدہ کا نظام چاہتے رہے ہیں اور اس پر عمل بھی کررہے ہیں۔

اور زلزلہ ان علاقوں میں آیا ہے جہاں طالبان کے مخالف آباد ہیں، اگرچہ وہ بھی ہمارے مسلمان بھائی ہیں، ہم ان کو کافر تو نہیں کہتے مگر وہ باغی ہیں، احمد شاہ مسعود بڑا قابل کمانڈر رہے، اس نے روس کے خلاف جنگ لڑی ہے، لیکن اقتدار کا نشہ بہت بری چیز ہے، جس کی خاطر وہ غلط راہ پر چل پڑا ہے اور ایک یہ وہم اس کے ذہن پر سوار ہوگیا ہے کہ یہ پشتو بولنے والے ہم پر قابض ہونا چاہتے ہیں، کیونکہ طالبان پشتو بولنے والے ہیں اور احمد شاہ مسعود وغیرہ فارسی بولنے والے ہیں، زبانوں سے کیا فرق پڑتا ہے؟ ہیں تو

سارے مسلمان، دیکھو ہمارے ملک پاکستان میں تین زبانیں بولی جاتی ہیں، حالانکہ چھوٹا سا ملک ہے، اسی طرح افغانستان میں فارسی بھی ہے، پشتو بھی ہے، ترکی بھی ہے، مسلمان کو مسلمان ہونا چاہئے، نہ رنگوں سے فرق پڑتا ہے، نہ زبانوں سے، یہ فضول تعصب ہے اور اسلام کی روح کے خلاف ہے، سب مسلمان ایک ہیں، چاہے کالے ہیں، گورے ہیں اور جو بھی زبان بولتے ہیں

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيْرًا اور ہے اللہ تعالیٰ اس پر قدرت رکھنے والا۔ ایک لمحہ میں وہ سب کچھ کرسکتا ہے۔ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا جو شخص ارادہ کرتا ہے دنیا کے بدلے کا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ پس اللہ تعالیٰ کے پاس ہے دانائی کا بدلہ اور آخرت کا بدلہ بھی۔

دیکھو جن لوگوں نے چاند پر پہنچنے کی کوشش کی ہے، وہاں پہنچ گئے ہیں اور اب زہرہ پر جانے کی کوشش کر رہے ہیں، ممکن ہے وہاں بھی پہنچ جائیں، انہوں نے خلاء میں آبادی کا منصوبہ بنایا ہے کہ زمین پر آبادی زیادہ ہوگئی ہے، لہٰذا وہاں جا کر لوگوں کو آباد کرتے ہیں، یہ چیزیں ممکنات میں سے ہیں، ایسا ہوسکتا ہے، غیر ممکن نہیں ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تمہارے وہاں آباد ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ تمہارا صفایا کردیں، کیونکہ تمہاری نافرمانیاں اس حد تک پہنچ چکی ہیں، آخر کب تک مہلت دے گا، اللہ تعالیٰ جب ظالم کو پکڑتے ہیں تو اس کی پکڑ کا کوئی حساب نہیں ہوتا، اس کی پکڑ بہت سخت ہوتی ہے، وقت قریب آ گیا ہے، ظالموں کی گرفت ہونے والی ہے۔

امریکہ کی انانیت کا اندازہ کرو کہ دوسروں کے گھروں کی تلاشی لیتا ہے اور اپنے گھر کی تلاشی دینے کے لئے تیار نہیں ہے کہ مثلاً: اس کو کہو نا کہ اپنا ایٹمی پلانٹ ہمیں دکھا، کبھی نہیں دکھائے گا اور ساری دنیا اس کو کہے کہ اپنے فوجی ٹھکانے ہمیں دکھا، کبھی نہیں دکھائے گا اور عراق کے پیچھے پڑا ہوا ہے کہ تلاشی دے، بھائی! تو کیا لگتا ہے تلاشی کا؟ طاقت کا گھمنڈ ہے اور اسرائیل کو تحفظ دینا چاہتا ہے، کیونکہ وہ کہتا ہے کہ یہ ہماری تباہی کا سبب ہے، انہوں نے بہت کچھ تیار کیا ہے، یہ صرف اسرائیل کی پشت پناہی کے لئے سب کچھ ہو رہا ہے، دیکھو کیا کرتا ہے اور کیا نہیں کرتا اور کیا نتیجہ سامنے آتا ہے، لیکن ظلم کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔

وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا اور ہے اللہ تعالیٰ سننے والا، دیکھنے والا، تم جو کلمات منہ سے نکالتے ہو

آہستہ یا بلند آواز سے سب کو وہ سنتا ہے اور تمہارے ظاہر اور باطن کے تمام اعمال کو دیکھتا ہے، تمہارا معاملہ پروردگار کے ساتھ ہے، اس لئے جو کام بھی کرو، اس بات کو پیش نظر رکھ کر کرو کہ ہمارا رب سنتا بھی ہے اور دیکھتا بھی ہے اور ایک دن اس کے سامنے پیش بھی ہونا ہے اور اس نے حساب بھی لینا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۫ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰۤى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗۤا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۳۵﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿۱۳۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ﴿۱۳۷﴾

لفظی ترجمہ:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو كُوْنُوْا ہو جاؤ تم قَوّٰمِيْنَ سختی کے ساتھ قائم رہنے والے بِالْقِسْطِ انصاف پر شُهَدَآءَ لِلّٰهِ گواہی دینے والے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اور اگرچہ وہ گواہی تمہارے نفسوں کے خلاف ہو اَوِ الْوَالِدَيْنِ یا ماں باپ کے خلاف وَالْاَقْرَبِيْنَ اور قریبی رشتہ داروں کے خلاف اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اگر ہے وہ شخص مالدار اَوْ فَقِيْرًا یا محتاج فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا پس اللہ تعالیٰ ان دونوں کے زیادہ قریب اور خیر خواہ ہے فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰۤى پس نہ پیروی کرو تم خواہش کی اَنْ تَعْدِلُوْا اس بات سے کہ تم عدل نہ کرو وَاِنْ تَلْوٗۤا اور اگر تم زبان کو دباؤ گے اَوْ تُعْرِضُوْا یا اعراض کرو گے فَاِنَّ اللّٰهَ پس بے شک اللہ تعالیٰ كَانَ ہے بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا جو کچھ تم کرتے ہو اس سے خبردار يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اے وہ لوگو! جنہوں نے زبان سے ایمان کا دعویٰ کیا ہے اٰمِنُوْا حقیقۃً ایمان لاؤ بِاللّٰهِ اللہ تعالیٰ پر وَرَسُوْلِهٖ اور اس کے رسول پر وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ اور اس کتاب پر نَزَّلَ جو نازل فرمائی اللہ تعالیٰ نے عَلٰى رَسُوْلِهٖ اپنے رسول پر وَالْكِتٰبِ الَّذِيْۤ اور ہر اس کتاب پر ایمان لاؤ اَنْزَلَ جو نازل فرمائی اللہ تعالیٰ نے مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ اور جو شخص انکار کرے گا اللہ تعالیٰ کے احکام کا وَمَلٰٓئِكَتِهٖ اور اس کے فرشتوں کا وَكُتُبِهٖ اور اس کی کتابوں کا وَرُسُلِهٖ اور اس کے رسولوں کا وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور آخرت کے دن کا فَقَدْ ضَلَّ پس تحقیق وہ گمراہ ہوا ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا گمراہی میں دور جا پڑا اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے ثُمَّ كَفَرُوْا پھر کفر اختیار کیا ثُمَّ اٰمَنُوْا پھر

ایمان لائے ثُمَّ كَفَرُوْا پھر کفر اختیار کیا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا پھر بڑھتے گئے کفر میں لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ نہیں ہے اللہ تعالیٰ لِيَغْفِرَ لَهُمْ کہ ان کو بخشے وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا اور نہ ان کی راہنمائی کرے راستے کی۔

تشریح:

اس سے پہلے نکاح، طلاق اور وراثت جیسے اہم مسائل کا ذکر تھا اور ان مسائل میں گواہی کی ضرورت پیش آتی ہے، اس لئے اب اللہ تعالیٰ گواہی کے متعلق ضابطہ بیان فرماتے ہیں يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ ہو جاؤ تم سختی کے ساتھ قائم رہنے والے انصاف کے ساتھ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ گواہی دینے والے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے۔

گواہی دیتے ہوئے یہ بات ذہن میں رکھو کہ گواہی دینے کا حکم اللہ تعالیٰ کا ہے تو میں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق گواہی دینی ہے اور گواہی پر قائم رہنا ہے، پھسلنا نہیں ہے اور انصاف کے ساتھ گواہی دینی ہے، گواہی بنیادی چیز ہے، مگر فی زمانہ تو یہ حال ہے کہ دوسرے فریق کو معلوم ہو جائے کہ اس کے خلاف دینی ہے تو وہ گواہ کا کام تمام کر دیتے ہیں، خدا پناہ بہت مشکل دور ہے، بہر حال مسئلہ یہ ہے کہ جس آدمی کی گواہی پر معاملہ موقوف ہے، اس پر واجب ہے گواہی دینا، اگر وہ گواہی نہیں دے گا تو گنہگار ہوگا، مثلاً: جب معاملہ ہوا اس وقت معاملہ کرنے والوں کے علاوہ صرف دو آدمی موجود تھے اور ان میں اختلاف ہو گیا اور یہ گواہی نہیں دیتے تو کوئی ایک آدمی کا حق مرتا ہے اور گواہی دینے سے اس کو حق ملتا ہے، اگر یہ گواہی نہیں دیں گے تو گنہگار ہوں گے اور اگر موقع پر کافی لوگ موجود ہوں تو پھر ہر آدمی پر گواہی دینا واجب نہیں ہے، نفس گواہی پر اجرت لینا جائز نہیں ہے، البتہ گواہ آنے جانے کا کرایہ لے سکتا ہے۔ اور اگر گواہ غریب آدمی ہے، دھاڑی والا ہے، یا کسی محکمہ میں کچا ملازم ہے کہ چھٹی کرے تو دھاڑی کاٹی جاتی ہے تو اس کو دھاڑی لینا بھی جائز ہے، مگر اتنی کہ جتنی دھاڑی وہ لیتا ہے اور اگر مالدار ہے یا کسی محکمہ یا ادارہ میں پکا ملازم ہے کہ چھٹی کرنے پر دھاڑی نہیں کاٹی جاتی تو اس کو دھاڑی لینا جائز نہیں ہے اور گواہ کی خوراک اور سفری ضروریات بھی لے جانے والے کے ذمہ ہوں گی تو گواہی پر انصاف کے ساتھ قائم رہو وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اور اگرچہ وہ گواہی تمہارے نفسوں کے خلاف ہو، اپنے نفس کے خلاف گواہی کا مطلب ہے کہ اپنی

غلطی کو تسلیم کر لے کہ میرے سے یہ غلطی ہوئی ہے۔

میرے خیال کے مطابق اس زمانے میں تو کوئی شاذ و نادر ہی ہے جو اپنی غلطی کو تسلیم کرے اور دوسری کا حق مان لے، وہ خیر القرون کا زمانہ تھا جو اپنی غلطی کو تسلیم کرتے تھے، حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک آدمی نے چوری کی، لوگوں نے اس کو پکڑ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ما أخاله سرقه" میرے خیال میں تو اس نے چوری نہیں کی، کیونکہ وضع قطع، شکل وصورت کے اعتبار سے بڑا نیک آدمی معلوم ہوتا تھا، چور نہیں لگتا، لیکن اس آدمی نے کہا: حضرت! میں نے چوری کی ہے۔ آج کا زمانہ ہوتا تو وہ اس کو غنیمت سمجھتا کہ خود جج میری تائید کر رہا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحقیق فرمائی کہ یہ پاگل تو نہیں ہے، کیونکہ پاگل بھی کسی وقت دانائی کی بات کر جاتے ہیں، اگرچہ ان کا پاگل پن چھپا نہیں رہتا، کوئی کام یا بات ایسی ضرور کرے گا جس سے معلوم ہو جائے گا کہ یہ پاگل ہے۔

استاذ محترم مولانا غلام محمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ جہانیاں منڈی مسجد کے خطیب اور مدرس تھے، ہم ان کے پاس پڑھتے تھے، ۱۹۳۰ء کے قریب کا واقعہ ہے کہ ان کی برادری کا ایک آدمی پاگل ہو گیا، جس کو انہوں نے لاہور پاگل خانے میں داخل کر دیا، اس وقت ہندوستان میں صرف دو پاگل خانے تھے، ایک بریلی میں اور ایک اچھرہ لاہور میں۔

کچھ دنوں کے بعد اس کی خبر لینے کے لئے گئے اور کچھ تحفے تحائف بھی اس کے لئے لے گئے، وہ جب اپنے آدمی کے پاس پہنچے، ملے اور بیٹھے تو ایک اور آدمی ان کے پاس آ کر بیٹھ گیا اور علمی گفتگو شروع کر دی، کبھی منطق کی، کبھی فلسفے کی، کبھی ریاضی کی، کبھی تفسیر کی، کبھی حدیث کی باتیں کرتا، مولانا بھی بڑے فاضل آدمی تھے اور ہر فن میں ماہر تھے، کچھ دیر بعد اس نے کہا کہ میں ٹھہر کے آتا ہوں، طبعی تقاضے کے لئے گیا، پانی پینے کے لئے گیا، مولانا نے دریافت کیا کہ یہ کون آدمی ہے؟ کہنے لگے: پاگل ہے، مولانا نے کہا: یہ کس طرح پاگل ہے؟ اس نے میرے ساتھ کافی دیر علمی گفتگو کی ہے، اس میں تو کوئی پاگل والی بات نہیں ہے، حیران ہو گئے کہ یہ کیسا پاگل ہے؟ تھوڑی دیر بعد وہ پھر آ گیا اور مختلف مسائل پر گفتگو شروع کر دی، وہ

جوں جوں باتیں کرتا، مولانا توں توں حیران ہوتے کہ اس کو پاگل کہنے والے تو خود پاگل ہیں، مولانا نے ٹائم دیکھا تو فرمایا کہ میں جاتا ہوں، اگر تاخیر کی تو گاڑی سے رہ جاؤں گا، کیونکہ اس زمانے میں آمدورفت کے وسائل بہت کم ہوتے تھے، ریل گاڑیاں ہوتی تھیں، جورہ گیا رہ گیا، پھر اگلی گاڑی کا انتظار کرنا ہوتا تھا، اس لئے مولانا نے کہا کہ میں اب جاتا ہوں، اس نے کہا: اچھا تم جارہے ہو؟ مولانا نے کہا کہ ہاں میں جارہا ہوں، مصافحہ کے لئے ہاتھ آگے بڑھایا تو اس نے ہاتھ پر تھوک دیا، مولانا نے کہا کہ واقعی پاگل ہے،تو پاگل چھپے نہیں رہتے، تو بات ہو رہی تھی چور کے متعلق کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ پاگل تو نہیں ہے؟ کہنے لگے: نہیں حضرت! سمجھ دار ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دیکھو یہ نشہ میں تو نہیں ہے؟ معلوم ہوا کہ نہیں، نشہ میں بھی نہیں۔ کیا ہوا پھر؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اس کو لے جاؤ اور اس کا ہاتھ کاٹ دو، تو آج کے زمانہ میں کون اقرار کرتا ہے؟ جانتے ہوئے کہ میرا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔

اَوِ الْوَالِدَيْنِ یا گواہی والدین کے خلاف ہو، والدین بڑی دولت ہیں، اگر کوئی سمجھے تو، مگر گواہی اگرچہ والدین کے خلاف بھی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کا حکم مقدم سمجھتے ہوئے ان کے خلاف بھی گواہی دے وَالْاَقْرَبِيْنَ اور قریبی رشتہ داروں کے خلاف حق کی گواہی ہے تو ان کے خلاف بھی دے اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا اگر ہے وہ شخص مالدار یا محتاج، پس اللہ تعالیٰ ان دونوں کے زیادہ قریب اور خیر خواہ ہے ۔تم نے نہ مالدار ہونے کی رعایت کرنی ہے، نہ فقیر ہونے کا لحاظ کرنا ہے، یہ نہ خیال کرو کہ یہ مالدار ہے اور اچھے کام کرتا ہے، اس کے حق میں گواہی دے دوں، اچھے کام کرتا رہے گا، یا وہ فقیر ہے اس کا حق تو نہیں بنتا، مگر اس کے حق میں گواہی دے دوں، محتاج ہے اس کا کچھ بن جائے گا، فرمایا: نہیں تم حق کی گواہی دو، نہ غنی کی رعایت کرو اور نہ فقیر کا لحاظ کرو، فرمایا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا پس تم نہ پیروی کرو خواہش کی کہ تم عدل کرنا چھوڑ دو وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا اور اگر تم زبان کو دباؤ گے، اعراض کرو گے۔

مطلب یہ ہے کہ شہادت کو توڑنے موڑنے کے لئے اپنی زبان کو اس طرح مت حرکت دو کہ اس کے معانی تبدیل ہو جائیں اور شہادت ہی غلط ہو جائے ۔اور زبان کو دبانے کا مطلب یہ بھی ہے کہ بعض ملتے جلتے الفاظ ہوتے ہیں، زبان دبا کر ایک ہی جگہ دوسرا ادا کر دیا جائے، ایسا نہ کرو، مثال کے طور پر یہودی

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتے تو کہتے السام علیک اب توجہ کرنے والا ہی سمجھے گا کہ اس نے کیا کہا ہے۔ اصل لفظ تو ہے السلام علیک آپ پر سلامتی ہو، وہ لام کھا جاتے اور کہتے السام علیک اس کا معنی ہے تیرے اوپر موت واقع ہو تو تھوڑے سے فرق کے ساتھ کتنا فرق پڑ گیا تو اس طرح تم زبان دبا کر ایک لفظ کی جگہ دوسرا لفظ کہو گے تو سخت گناہ ہے۔

ہم وڈالہ سندھواں پڑھتے تھے، ہمارا ایک ساتھی بڑا مسخرہ، اس نے کوئی شرارت کی، جس کی شکایت مہتمم صاحب کے پاس پہنچ گئی، اس کو طلب کیا اور اس سے پوچھا کہ تو نے یہ شرارت کی ہے، اس نے کہا اللہ کی قسم ہے، مجھے تو علم بھی نہیں ہے اور جان بچائی، مگر جن ساتھیوں کو علم تھا کہ اس نے یہ کام کیا ہے، انہوں نے اس کو گھیر لیا کہ تو نے قسم کس حساب سے اٹھائی ہے؟ کہنے لگا کہ تم نے سنا نہیں ہے کہ میں نے کیا کہا ہے؟ میں نے تو کہا ہے الآں کی قسم ہے۔ ایک سبزی ہے کدو کی جنس سے اس کو الآں کہتے ہیں اور تربوز کی بیل کو الآں کہتے ہیں، دیکھو اس نے زبان دبا کر اللہ کی جگہ الآں کہہ دیا تو چال باز قسم کے لوگ ایسی حرکتیں کرکے دھوکہ دیتے ہیں کہ ایک لفظ کی جگہ دوسرا لفظ ادا کر دیا، لہٰذا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم گواہی میں زبان کو نہ دباؤ، نہ پھیرو۔

اور اعراض کا مطلب ہے کہ جس بات پر گواہی موقوف ہے وہ اہم جزو تم بیان ہی نہ کرو اور ادھر ادھر کی باتیں کرکے فضول بحث کرتے رہو، یہ بھی سخت گناہ ہے فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا بے شک اللہ تعالیٰ ہے جو کچھ تم کرتے ہو اس سے خبردار یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اے وہ لوگو! جنہوں نے زبان سے ایمان کا دعویٰ کیا ہے کہ ہم موحد ہیں اٰمِنُوْا حقیقۃً ایمان لے آؤ، صحیح معنی میں مومن بن جاؤ، کیونکہ خالی ایمان کے دعویٰ سے کچھ حاصل نہیں ہوگا، ایمان کس پر لاؤ؟ بِاللّٰہِ اللہ تعالیٰ کی ذات پر۔

ایمانیات میں سب سے بنیادی چیز ہے اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات پر ایمان لانا کہ اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جو واجب الوجود ہے، نہ اس کی ابتدا ہے، نہ انتہا ہے، نہ اس کو کسی کا خوف ہے، نہ وہ بیمار ہوتا ہے، نہ اس کو موت کا ڈر ہے، خود نظر نہیں آتا، اس کی قدرت کے مناظر نظر آتے ہیں اور انہیں کے ذریعہ اس کی پہچان ہوتی ہے کہ زمین کو دیکھو، آسمان کو دیکھو، چاند سورج ستاروں کو دیکھو، انسانوں کی شکل وصورت کو

دیکھو، حیوانات کو دیکھو "وَفِیْ كُلِّ شَیْءٍ لَهٗ آیَةٌ تَدُلُّ عَلٰی اَنَّهٗ وَاحِدٌ" ہر چیز میں اس کے لئے دلیل ہے جو اس پر دلالت کرتی ہے کہ وہ وحدہ لاشریک ہے۔

وَرَسُوْلِهٖ اور اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوْلِهٖ اور اس کتاب پر ایمان لاؤ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر تھوڑی تھوڑی کر کے نازل فرمائی ہے، یعنی قرآن پاک وَالْكِتٰبِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ اور اس کتاب پر ایمان لاؤ جو نازل فرمائی اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے تورات، زبور، انجیل، جن کتابوں کا تمہیں نام نہیں آتا ان پر اجمالی طور پر ایمان لاؤ کہ اللہ تعالیٰ کی تمام کتابوں کو ہم مانتے ہیں اور تمام رسولوں کو ہم مانتے ہیں وَمَنْ یَّكْفُرْ بِاللّٰهِ اور جو شخص انکار کرے اللہ تعالیٰ کے احکام کا وَمَلٰٓئِكَتِهٖ اور اس کے فرشتوں کے۔

اللہ تعالیٰ کے فرشتے نوری مخلوق ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے نور سے پیدا فرمایا ہے اور وہ نور بھی اسی طرح مخلوق ہے جس طرح آگ مخلوق ہے، مٹی مخلوق ہے، ہوا مخلوق ہے، پانی مخلوق ہے، وہ نہ کھاتے ہیں، نہ پیتے ہیں، نہ ان میں مرد عورتوں والی خواہشات ہیں، ہر وقت اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء میں مشغول رہتے ہیں، ان کی خوراک ہے "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ"۔

وَكُتُبِهٖ اور اللہ تعالیٰ کی جتنی کتابیں ہیں ان کا انکار کرے گا وَرُسُلِهٖ اور اللہ تعالیٰ کے رسولوں کا انکار کرے گا۔ بے شمار پیغمبر تشریف لائے، ہمیں قطعی اور یقینی طور پر ان کی تعداد معلوم نہیں ہے، قرآن پاک میں صرف بیس پچیس پیغمبروں کے ناموں کا ذکر ہے، لہٰذا اجمالی طور پر اتنا کہنا کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام پیغمبروں پر میرا ایمان ہے وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اور آخرت کے دن کا انکار کیا فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا پس وہ گمراہ ہوا گمراہی میں دور جا پڑا اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اپنے وقت میں موسیٰ علیہ السلام پر ثُمَّ كَفَرُوْا پھر انہوں نے بچھڑے کی پوجا کر کے کفر اختیار کیا ثُمَّ اٰمَنُوْا پھر بعد کے دور میں ایمان لائے ثُمَّ كَفَرُوْا پھر عیسیٰ علیہ السلام کو تسلیم نہ کر کے کفر کیا، بلکہ وَقَوْلِهِمْ عَلٰی مَرْیَمَ بُهْتَانًا عَظِیْمًا (پارہ:۶، سورۃ النساء) البتہ تحقیق انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ پر بڑا بہتان باندھا کہ ہم اس کو نبی کیا مانیں، حلال زادہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

انسان میں ضد آ جائے تو وہ حق کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا، ورنہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک دن کے تھے۔ حضرت مریم علیہ السلام ان کو اٹھا کے لا رہی تھیں، لوگوں نے دیکھا تو کہا یٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا اے ہارون کی بہن! یہ بچہ اٹھائے پھرتی ہے، نہ تیرا باپ برا آدمی ہے، نہ تیری ماں بدکار ہے، یہ بچہ کہاں سے اٹھا کے لائی ہے؟ فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ تو حضرت مریمؑ نے اس لڑکے کی طرف اشارہ کیا کہ اس سے پوچھو کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا کہنے لگے: ہم اس سے کس طرح بات کریں؟ وہ گود میں ہے، بچہ ہے، تو اپنا گناہ چھپانے کے لئے اس کو آگے کرتی ہے، تو خود بتا، یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تقریر شروع کر دی قَالَ فرمایا اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰىنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا مریم! میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے، آگے مفصل تقریر ہے، ایک رکوع کی، لیکن جن لوگوں کے دلوں پر تالے لگے ہوئے تھے، انہوں نے پھر بھی تسلیم نہ کیا، حالانکہ وہ سوچ سکتے تھے کہ ایک دن کا بچہ ہے اور کیسی عمدہ تقریر کر رہا ہے، ہمیں تسلیم کر لینا چاہئے، مگر دل پر تالا لگ جائے تو اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔

ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو مزید کفر میں بڑھتے گئے، پہلے پارے میں آپ پڑھ چکے کہ مرتے وقت یہودی وصیت کرتے تھے کہ نبی آخر الزماں کی یہ علامتیں ہیں، جب وہ تشریف لائیں تو ان پر ایمان لانا اور ہمارا ان کو سلام کہنا اور جب دشمنوں کے مقابلہ میں لڑتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے اور برکت سے دعا کرتے، کہتے: اے پروردگار! نبی آخر الزماں کی برکت اور وسیلے سے ہمیں فتح عطا فرما، پھر جب وہ تشریف لائے تو انکار کر گئے اور کفر کو اور زیادہ کر لیا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ نہیں ہے اللہ تعالیٰ کہ ان کو بخشے، جو یہ کارروائیاں کرتے ہیں وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا اور نہ اللہ تعالیٰ ان کو راستے کی رہنمائی کرے گا، جو اپنی ضد پر اس قدر پختہ ہوں، خدا کو کیا ضرورت ہے ان کو ہدایت دینے کی؟ وہ کوئی ان کا محتاج تھوڑا ہی ہے، بلکہ یہ اس کے محتاج ہیں۔

بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمَا ۝ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۝ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعَا ۝ الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ؕ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۖ وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ ۙ قَالُوْا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ۝

لفظی ترجمہ:

بَشِّرِ آپ خوشخبری سنادیں الْمُنٰفِقِيْنَ منافقوں کو بِاَنَّ اس چیز کی کہ بے شک لَهُمْ ان کے لئے ہے عَذَابًا اَلِيْمًا عذاب دردناک الَّذِيْنَ منافق وہ ہیں يَتَّخِذُوْنَ جو بناتے ہیں الْكٰفِرِيْنَ کافروں کو اَوْلِيَآءَ دوست مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کے سوا اَيَبْتَغُوْنَ کیا تلاش کرتے ہیں عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ ان کافروں کے پاس عزت فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا پس بے شک عزت اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہے سب کی سب وَقَدْ اور تحقیق نَزَّلَ عَلَيْكُمْ اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے تم پر فِي الْكِتٰبِ کتاب میں یہ حکم اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ یہ کہ جب سنو تم اٰيٰتِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے بارے میں يُكْفَرُ بِهَا کہ ان کا انکار کیا جارہا ہے وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا اور ان کے ساتھ ٹھٹھا کیا جارہا ہے فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ پس نہ بیٹھو تم ان کے ساتھ حَتّٰى يَخُوْضُوْا یہاں تک کہ وہ مشغول ہوجائیں فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ اس ٹھٹھے کے علاوہ کسی اور بات میں اِنَّكُمْ بے شک تم اِذًا اگر ان کے ساتھ بیٹھے رہے تو اس وقت مِّثْلُهُمْ ان جیسے گنہگار ہوگے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ اکٹھا کرنے والا ہے منافقوں کو وَالْكٰفِرِيْنَ اور کافروں کو فِيْ جَهَنَّمَ جہنم میں جَمِيْعًا سب کو الَّذِيْنَ منافق وہ ہیں يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ جو انتظار کرتے ہیں تمہارے بارے میں فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ اگر ہو تمہیں نصیب فتح مِّنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قَالُوْا کہتے ہیں اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ کیا ہم تمہارے ساتھ نہیں تھے؟ وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ اور اگر ہو کافروں کا حصہ قَالُوْا کہتے ہیں اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ کیا ہم غالب نہیں آگئے تھے تم پر وَنَمْنَعْكُمْ اور کیا ہم نے نہیں حفاظت کی تمہاری

مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں سے فَاللّٰهُ پس اللہ تعالیٰ يَحْكُمُ فیصلہ کرے گا بَيْنَكُمْ تمہارے درمیان يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت والے دن وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ اور ہرگز نہیں بنایا اللہ تعالیٰ نے لِلْكٰفِرِيْنَ کافروں کے لئے عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں پر سَبِيْلًا کوئی بھی اقتدار کا راستہ۔

تشریح:

پہلے کھلے کافروں کا ذکر تھا، اب منافقوں کا ذکر ہے، مومن اسے کہتے ہیں کہ زبان سے اقرار کرے اور دل میں یقین اور تصدیق موجود ہو اور نماز، روزہ، حج، زکوۃ ادا کر کے اس کا عملاً ثبوت دے۔ کافر وہ ہے کہ نہ دل کی تصدیق ہے، نہ زبان سے اقرار ہے۔ منافق اسے کہتے ہیں جو زبان سے ایمان کا اقرار کرتا ہے، مگر دل میں یقین و تصدیق موجود نہیں ہے، یہ گروہ سب سے زیادہ خطرناک ہے، کھلے کافر سے بچنا آسان ہے، منافق سے بچنا مشکل ہوتا ہے، جس طرح کھلے دشمن سے آدمی بچنے کا انتظام کرتا ہے اور کر بھی سکتا ہے اور جو دوست نما دشمن ہو اس سے بچنا مشکل ہوتا ہے، یہ منافق بھی دوست نما دشمن ہوتے ہیں، ظاہری طور پر کلمہ پڑھتے ہیں اور اندر اُن کے کفر ہوتا ہے۔

اُنہیں کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ اے نبی کریم! آپ خوشخبری سنا دیں منافقوں کو۔ کس بات کی خوشخبری؟ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا اس چیز کی کہ بے شک ان کے لئے ہے دردناک عذاب۔ یہ منافقوں کے ساتھ مذاق اور طنز ہے، کیونکہ خوشخبری تو اچھی چیز کی ہوتی ہے، عذاب کی کیا خوشخبری ہے؟ پھر عذاب بھی دردناک۔ منافق کون ہیں؟ اَلَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ جو بناتے ہیں کافروں کو دوست مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کے سوا، مومنوں کے ساتھ کوئی رابطہ اور تعلق نہیں اور کافروں کے ساتھ یاری اور دوستی ہے اور انہیں پر ان کا اعتماد ہے، وہ جو کہتے ہیں کرتے ہیں اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ کیا تلاش کرتے ہیں ان کافروں کے پاس عزت کہ ان سے دوستی رکھیں گے تو ہمیں عزت ملے گی؟ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا پس بے شک عزت ساری اللہ تعالیٰ کے لئے ہے، تمہیں کافروں سے کیا عزت ملے گی؟ کافر تو مسلمان کا خیر خواہ نہیں ہے۔

جو زیادہ عمر کے بزرگ ہیں ان کو یاد ہوگا کہ پاکستان بننے کے بعد امریکہ نے پاکستان کے ساتھ

دفاعی معاہدہ کیا تھا۔ دفاعی معاہدے کا مفہوم یہ ہے کہ اگر دشمن نے تم پر حملہ کیا تو ہم تمہارا ساتھ دیں گے اور اگر ہم پر حملہ ہوا تو تم ہمارا ساتھ دو گے، ان دنوں اخبارات نے بھی بڑے زور وشور سے اس پر سرخیاں لگائیں اور مضمون نگاروں نے مضمون لکھے، مگر میں نے جمعہ کے خطبہ میں یہ بات کہی تھی کہ کافروں پر اعتماد کرنا بالکل غلط ہے اور دفاعی معاہدہ کر کے یہ نہ سمجھو کہ وہ ہمارا ساتھ دیں گے، یہ اسلام کی روح کے خلاف ہے اور تجربہ اس پر شاہد ہے، ہاں! اگر کچھ فائدہ اٹھا سکتے ہو، اٹھالو۔

اور یہ بھی تمہیں یاد ہوگا کہ مجمع میں سے ایک نوجوان اٹھ کھڑا ہوا اور کہا کہ تم مولویوں والا ذہن رکھتے ہو، یہ حکومتوں کے آپس میں معاہدے ہیں، مولویوں کے نہیں ہیں، میں نے کہا تھا: برخوردار! اللہ کرے تیرا یہ کہنا اور ارادہ پورا ہو جائے، مگر ایمان کی اور قرآن اور حدیث کی رو سے اور تاریخ اسلام کی رو سے ہمارا تجربہ یہ ہے کہ کافر نے مومن کا کبھی ساتھ نہیں دیا، لیکن نوجوان بڑا جذباتی تھا، اٹھ کر چلا گیا اور جمعہ بھی نہ پڑھا اور کہا کہ میں تمہارے ساتھ نمٹ لوں گا، اللہ تعالیٰ رحمت کرے حاجی محمد اقبال صاحب پر کئی دنوں تک بطور محافظ کے یہاں سے میرے گھر تک میرے ساتھ جاتے اور جب میں نے آنا ہوتا تھا تو مجھے ساتھ لے کر آتے تھے، اس خیال کے پیش نظر کہ نوجوان ہے، دھمکی دے کر گیا ہے، کوئی غلط قدم نہ اٹھا بیٹھے، کچھ عرصے کے بعد ۱۹۶۵ء کی جنگ لگ گئی، باوجود حلیف ہونے کے امریکہ نے ہماری کوئی مدد نہ کی، قطعاً کوئی مدد نہ کی، اس کو مدد کا کہتے رہے، مگر اس نے کوئی نہ سنی، پھر اس کے بعد ۱۹۷۱ء کی جنگ امریکہ نے ہم پر مسلط کی۔ بھائی! کافروں پر کیا اعتماد ہو سکتا ہے؟ ان کے ساتھ دوستی کا کیا معنیٰ ہے؟ اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچا کون ہے؟ وہ فرماتے ہیں کہ منافق وہ ہیں جو مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں، اس لئے کہ مومنوں کے پاس راکٹ نہیں ہیں، دولت نہیں ہے، کیونکہ جتنے بھی باطل فرقے ہیں، انہوں نے اپنے نظریات قرآن وحدیث کے خلاف بیان کئے ہیں اور کوئی اپنے انداز میں بیان کرے گا، ان کا نشتر مار دے گا، نہیں ہے، جہاد نہیں ہے۔

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اور بتحقیق اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے کتاب میں حکم اَنْ یہ کہ اِذَا سَمِعْتُمْ جب سنو تم اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ کفر کیا جاتا ہے وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا اور مذاق

کیا جاتا ہے، مخالفت کی جا رہی ہے فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ پس تم ان کے ساتھ نہ بیٹھو۔ جس مجلس میں قرآن وحدیث کے خلاف بات ہو رہی ہو، اس مجلس میں بیٹھنے اور شریک ہونے والا گنہگار ہے۔ اسی طرح باطل فرقوں کے جلسوں میں شرکت کرنے والا بھی گنہگار ہے، البتہ وہ شخص جا سکتا ہے جس کا عقیدہ پختہ ہو اور اس غرض سے جائے کہ سنوں کہ یہ کہتے کیا ہیں؟ تا کہ ان کا جواب دیا جا سکے۔

اور مسئلہ یہ ہے کہ باطل کی تردید فرض کفایہ ہے، اگر کسی نے کسی شہر میں یا قصبے میں دین کے خلاف بات کی ہے اور اس شہر یا قصبے میں کسی ایک نے بھی اس کی تردید نہ کی تو سارے گنہگار ہوں گے اور اگر کسی ایک شخص نے بھی باطل کی تردید کر دی تو سارے گناہ سے بچ گئے۔ یہ مسئلہ یاد رکھنا، بھولنا نہیں ہے کہ کسی شہر، محلے یا قصبے میں کسی نے اسلام کے خلاف بات کی اور کسی طرف سے اس کا جواب نہ آیا تو سارے مسلمان عاقل بالغ گنہگار ہوں گے اور اگر کسی ایک نے بھی معقول جواب دے دیا تو سارے گناہ سے بچ گئے، تو جہاں قرآن وحدیث کے خلاف بات ہو رہی ہو اس مجلس میں بیٹھنا منع ہے حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖۤ یہاں تک کہ وہ مشغول ہو جائیں اس ٹھٹھے کے علاوہ کسی اور بات میں۔ قرآن وحدیث کے خلاف بات کرنے سے باز آ جائیں اور کوئی سیاسی وغیرہ باتیں کرنے لگ جائیں تو بات جدا ہے، کیونکہ جب وہ قرآن وحدیث، فقہ اسلامی، اجماع امت کی مخالفت کر رہے ہوں گے اور تم ان میں بیٹھے ہو گے اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ بے شک تم اس وقت ان جیسے گنہگار ہو گے، کیونکہ تم اپنے اختیار سے اس مجلس میں بیٹھے ہو، جس میں قرآن وحدیث کا انکار اور مذاق اڑایا جا رہا ہے، لہٰذا تم بھی گنہگار ہو۔

اسی طرح جس مجلس میں جھوٹ بولا جا رہا ہو، گالی گلوچ ہو رہی ہو، غیبت ہو رہی ہو یا خلاف شرع کام ہو رہا ہو، مسلمان پر فرض ہے کہ اس مجلس سے اٹھ کر چلا جائے، وہاں نہ بیٹھے، اگر تمہیں اللہ تعالیٰ نے ہاتھ سے روکنے کی طاقت عطا فرمائی ہے، تمہارے پاس کوئی منصب ہے تو روکو، کیونکہ ہاتھ سے تو حکمران ہی روک سکتے ہیں، عام آدمی تو ہاتھ سے نہیں روک سکتا۔ اگر طاقت ہے تو ہاتھ سے روکے اور اگر ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے، مگر آج کا ماحول ایسا ہے کہ زبان سے روکنا اور بتانا کہ یہ برائی ہے، بڑا مشکل ہے۔۔

فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم نے مسئلہ لکھا ہے اور بجا لکھا ہے کہ جس مقام پر حق بیان کرنے کے بدلے شر اور فتنے کا شدید خطرہ ہو وہاں پر خاموشی بہتر ہے، آج تو ہماری مجالس ہی بری ہیں، الا ماشاء اللہ، یہ تو امت کو حکم ہے کہ ایسی مجلس میں نہیں بیٹھنا جہاں دین کے خلاف بات ہو رہی ہو یا خلاف شرع کام ہو رہا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جو حکم دیا ہے وہ بھی سن لو اور اس کو بھی اچھی طرح یاد رکھنا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ اے نبی کریم! جب آپ دیکھیں ایسے لوگوں کو یَخُوْضُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا جو ہماری آیتوں کے بارے میں بکواس کر رہے ہیں، ان کے خلاف کچھ کہہ رہے ہیں، اسلام کے خلاف کچھ کہہ رہے ہیں فَاَعْرِضْ عَنْھُمْ تو آپ ان سے اعراض کریں، وہاں سے اٹھ کر چلے جائیں حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِہٖ یہاں تک کہ وہ اور باتوں میں مشغول ہو جائیں وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ اور اگر شیطان تمہیں بھلا دے بات کی طرف توجہ نہ ہو فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ پس نہ بیٹھ یاد آنے کے بعد ظالم قوم کے ساتھ۔

اب ٹھنڈے دل سے اس بات پر بھی غور کرو اور سوچو کہ جاہل قسم کے لوگ یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر و ناظر اور موجود ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ نظریہ اپنا کر ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کر رہے ہیں، دیکھو کتنی بڑی جہالت ہے کہ قرآن کریم تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دے کہ آپ خلاف شرع مجلسوں میں بیٹھ نہیں سکتے اور یہ کہیں کہ نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ موجود ہیں، دنیا خلاف شرع مجلسوں سے بھری ہوئی ہے، دینی اور مذہبی مجالس تو بہت کم ہیں، تو بری مجلسوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر جاننا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے یا تعظیم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے تھے جہاں تصویریں ہوتی تھیں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ایک کپڑا ملا جس پر جاندار چیزوں کی تصویریں بنی ہوئی تھیں، انہوں نے وہ کپڑا ایک الماری کے آگے لٹکا دیا، جس میں دو چار برتن پڑے تھے، کیونکہ الماری کا دروازہ نہیں تھا اور طبعی طور پر عورتوں کو گھر کے ساتھ، برتنوں کے ساتھ، زیوروں کے ساتھ محبت ہوتی ہے، رب تعالیٰ نے یہ بات ان کی فطرت میں رکھی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر سے تشریف لائے، دروازے میں قدم مبارک رکھا، تصویروں پر نگاہ پڑی تو پیچھے ہٹ

گئے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سمجھ گئیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو گئے ہیں، دوڑیں اور کہنے لگیں حضرت! اگر میرے سے کوئی غلطی ہوگئی ہے تو معافی چاہتی ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سامنے جو تصویریں لگی ہوئی ہیں، جہاں یہ ہوں وہاں نہ تو رحمت کا فرشتہ داخل ہوتا ہے، نہ اللہ تعالیٰ کا پیغمبر، انہوں نے وہ کپڑا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پھاڑ دیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لے گئے، بھائی! آپ صلی اللہ علیہ وسلم تصویروں کی وجہ سے اپنے گھر اور حجرے میں تو داخل نہ ہوں اور ہمارے گھر جو بت خانے بنے ہوئے ہیں، وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر وناظر ہیں، لہٰذا یاد رکھنا! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر جگہ حاضر وناظر ماننا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی توہین ہے، عوام بیمار ہیں، غلط فہمی کا شکار ہیں، توہین کو تعظیم سمجھتے ہیں۔

ساتھیو! یہ بات میں متعدد مرتبہ بتا چکا ہوں کہ الحمد للہ! میں نے آج تک سینما نہیں دیکھا اور آئندہ بھی اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔ کیونکہ ہمارا یہ ذہن بنایا گیا تھا کہ تھیٹر نہیں دیکھنا، سینما نہیں دیکھنا، والد محترم کی ڈاڑھی سنت کے مطابق تھی، پکے نمازی اور بڑے مہمان نواز تھے، بالکل ان پڑھ، وہ ہمیں کہتے تھے: بیٹے! تھیٹر نہیں دیکھنا، سینما نہیں دیکھنا، ان کا یہ دیا ہوا سبق مجھے آج تک یاد ہے، بھلایا نہیں ہے، تو بھائی! میرے جیسا آدمی تو وہاں نہ جائے کہ توہین ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں حاضر وناظر تسلیم کیا جائے تو یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے یا تعظیم ہے؟ یہ گندے عقیدے ہیں، ان سے بچنا۔ پھر بعض لوگ ڈھچر ڈاہ دیندے نے کہ پھر اللہ تعالیٰ کیوں ہر جگہ حاضر وناظر ہے؟ بھائی! بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مکلف نہیں ہے، اس پر کوئی قانون لاگو نہیں ہے اور اس کا ہر جگہ موجود ہونا یہ اس کی صفت ہے اور مخلوق کو ہر جگہ حاضر وناظر جانو گے اس کی توہین ہوگی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکلف ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ یاد آنے کے بعد آپ ظالم قوم کے ساتھ نہ بیٹھیں۔ ان آیات کو اچھی طرح سمجھو اور یاد کرو، تاکہ موقع پر پیش کر سکو اور جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حاضر وناظر نہیں ہیں، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم علیم کل بھی نہیں ہیں۔

الحمد للہ! میں نے بہت سارے علوم حاصل کیے ہیں، مگر جادو کا علم حاصل نہیں کیا، کیونکہ جادو کا

سیکھنا کفر ہے۔ یہودی حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف جادو کی نسبت کرتے تھے کہ وہ جادو کرتے تھے، پہلے پارے میں اللہ تعالیٰ نے اس کی تردید فرمائی ہے وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ سلیمان علیہ السلام نے کفر نہیں کیا اور لیکن شیطان ہی کفر کرتے ہیں کہ لوگوں کو جادو سکھاتے ہیں تو بھائی! میرے جیسے گنہگار آدمی کو تو جادو نہ آئے کہ اس سے خرابی آتی ہے اور انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق یہ عقیدہ بنایا جائے کہ وہ سارے علم جانتے ہیں، یہ کونسا کمال ثابت کیا؟ اُلٹا ان کی توہین کی، کیونکہ سارے علوم میں جادو کا علم بھی ہے، جس کا حاصل کرنا کفر ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ اور ہم نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر گوئی نہیں سکھائی اور نہ وہ اس کے شایانِ شان ہے، اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر و شاعری کا فن نہیں سکھایا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب بھی نہیں ہے، یہ باتیں عقائد کی ہیں اور قرآن پاک کے مسئلے ہیں، ڈھکوسلے نہیں ہیں، ان کو اچھی طرح سمجھ لو۔

اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعَا بے شک اللہ تعالیٰ جمع کرنے والا ہے سب منافقوں اور کافروں کو جہنم میں الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ منافق وہ ہیں جو انتظار کرتے ہیں تمہارے بارے میں، کس چیز کا انتظار کرتے ہیں؟ فرمایا فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ پس اگر تمہیں فتح نصیب ہو اللہ تعالیٰ کی طرف سے لڑائی میں قَالُوْٓا کہتے ہیں اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ کیا ہم تمہارے ساتھ نہیں تھے؟ ہمیں بھی حصہ دو وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ اور اگر ہو کافروں کا حصہ کہ لڑائی میں ان کا پلہ بھاری ہو جاتا ہے قَالُوْٓا ان کے پاس پہنچ کر کہتے ہیں اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ کیا ہم غالب نہیں آگئے تھے تم پر؟ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اور کیا ہم نے تمہاری حفاظت نہیں کی ایمان والوں سے کہ وہ تمہارا صفایا کرنا چاہتے تھے، ہم نے درمیان میں آکر ایسے حالات پیدا کئے کہ تم بچ گئے، ہم نے تمہارا دفاع کیا ہے، لہٰذا تمہیں جو مال ملا ہے اس سے ہمیں حصہ دو فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ پس اللہ تعالیٰ ہی فیصلہ کرے گا تمہارے درمیان قیامت والے دن وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ اور ہرگز نہیں بنایا اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا مومنوں پر کوئی بھی اقتدار کا راستہ۔ مومن مومن ہیں، ان کے لئے کافروں کے ساتھ نہ تو دوستی کا راستہ ہے، نہ عزت کا

راستہ ہے، ہاں! دنیاوی معاملات میں کافروں کے ساتھ برتاؤ کرسکتے ہیں، اس سے اسلام منع نہیں کرتا، برتاؤ کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بے دین ہوجاؤ، جس طرح ترکی کے حکمران بے دین ہیں کہ کبھی اذان پر پابندی، کبھی پردے پر پابندی اور دینی مدرسے پہلے ہی بند کردیئے ہیں کہ دین کوئی نہ پڑھے، جو کچھ ان سے امریکہ کراتا ہے، کرتے چلے جارہے ہیں اور یہ اس ملک میں ہورہا ہے جہاں لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں مسلمان موجود ہیں، ترکی کے عوام برے نہیں ہیں، صرف حکمران طبقہ بے ایمان ہے اور اب تو ہر جگہ ایسا ہی ہورہا ہے، اللہ تعالیٰ منافقوں اور کافروں کے شر سے بچائے اور محفوظ رکھے، آمین۔

إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَإِذَا قَامُوْا إِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ إِلَّا قَلِيْلًا ﴿١٤٢﴾ مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَآ إِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ إِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿١٤٣﴾ يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ أَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ أَتُرِيْدُوْنَ أَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿١٤٤﴾ إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ﴿١٤٥﴾ إِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَأَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَأَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَأُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۖ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ أَجْرًا عَظِيْمًا ﴿١٤٦﴾ مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ﴿١٤٧﴾

لفظی ترجمہ:

إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ بے شک منافق يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ دغابازی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ وَهُوَ خَادِعُهُمْ اور وہ ان کو ان کی دغابازی کا بدلہ دے گا وَإِذَا قَامُوْا إِلَى الصَّلٰوةِ اور جب وہ کھڑے ہوتے ہیں نماز کی طرف قَامُوْا کھڑے ہوتے ہیں كُسَالٰى سست يُرَآءُوْنَ النَّاسَ دکھاوا کرتے ہیں لوگوں کو وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اور نہیں ذکر کرتے اللہ تعالیٰ کا إِلَّا قَلِيْلًا مگر بہت تھوڑا مُّذَبْذَبِيْنَ وہ لٹک رہے ہیں بَيْنَ ذٰلِكَ کفر اور اسلام کے درمیان لَآ إِلٰى هٰٓؤُلَآءِ صحیح معنی میں نہ اُن کی طرف ہیں وَلَآ إِلٰى هٰٓؤُلَآءِ اور نہ ان کی طرف ہیں وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ بہکادے فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا پس آپ ہرگز نہیں پاؤ گے اس کے لئے کوئی راستہ يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگ جو ایمان لائے ہو لَا تَتَّخِذُوا نہ بناؤ تم الْكٰفِرِيْنَ کافروں کو أَوْلِيَآءَ دوست مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کو چھوڑ کر أَتُرِيْدُوْنَ کیا تم ارادہ کرتے ہو أَنْ اس بات کا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ کہ بناؤ تم اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے خلاف سُلْطٰنًا دلیل مُّبِيْنًا کھلی إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ بے شک وہ لوگ جو منافق ہیں فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ نچلے طبقے میں ہوں گے مِنَ النَّارِ دوزخ کے وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اور ہرگز نہیں پائے گا تو ان کے لئے نَصِيْرًا کوئی مددگار إِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی وَأَصْلَحُوْا اور اصلاح کرلی وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ اور انہوں نے مضبوطی سے پکڑا اللہ تعالیٰ کے دین کو وَأَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ اور خالص بنایا انہوں نے اپنے دین کو لِلّٰهِ اللہ تعالیٰ کے لئے فَأُولٰٓئِكَ پس وہ لوگ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ایمان والوں کے ساتھ ہیں وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ اور

عنقریب دے گا اللہ تعالیٰ الْمُؤْمِنِيْنَ ایمان والوں کو اَجْرًا عَظِيْمًا اجر بہت بڑا مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ کیا کرے گا اللہ تعالیٰ تمہیں سزا دے کر اِنْ شَكَرْتُمْ اگر تم شکر ادا کرتے رہے وَاٰمَنْتُمْ اور ایمان پر قائم رہے وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ شَاكِرًا قدردان عَلِيْمًا جاننے والا۔

تشریح:

منافقین اور ان کے کردار کا ذکر چلا آرہا ہے، ان آیات میں بھی ان کے ایک کردار کا ذکر ہے، فرمایا اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ بے شک منافق دغا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ، مراد ہے دھوکے کا معاملہ کرتے ہیں، حقیقۃً تو اللہ تعالیٰ کو دھوکہ کوئی نہیں دے سکتا، اس لئے کہ دھوکہ اس کو دیا جاتا ہے جس کو علم نہ ہو، حقیقت معلوم نہ ہو اور اللہ تعالیٰ سے کوئی شئے مخفی نہیں ہے، لیکن ان کی طرف سے معاملہ ایسا ہے جیسے دھوکے باز کا ہوتا ہے، نمازیں پڑھتے ہیں، نیکی کے کاموں میں حصہ لیتے ہیں، اپنے آپ کو مومن کہتے ہیں، مگر مومن نہیں ہیں اور یہ کتنی دیر تک کرلیں گے وَهُوَ خَادِعُهُمْ وہ ان کو ان کی دغابازی کا بدلہ دے گا، آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے، جنت بھی سامنے، دوزخ بھی سامنے، ثواب بھی سامنے، عقاب بھی سامنے، آگے اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی کچھ علامتیں بیان فرمائی ہیں۔

فرمایا وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ اور جب وہ کھڑے ہوئے ہیں نماز کے لئے قَامُوْا كُسَالٰى كُسَالٰى جمع ہے کسلان کی، جس کا معنی ہے سستی کرنا، کھڑے ہوتے ہیں سستی کرتے ہوئے اس طرح کہ جو کام نہیں کرنا وہ کرنا پڑ رہا ہے، کیونکہ دل میں نماز کا ذوق تو ہے نہیں، بادلِ نخواستہ لوگوں کو دکھانے کے لئے پڑھنی پڑتی ہے، دعا کرو کہ ہمارے اندر نماز کی سستی نہ آئے کہ اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی علامت بیان فرمائی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اِتَّقُوْا صَلٰوةَ الْمُنَافِقِ اِتَّقُوْا صَلٰوةَ الْمُنَافِقِ اِتَّقُوْا صَلٰوةَ الْمُنَافِقِ" منافق کی نماز سے بچو، منافق کی نماز سے بچو، منافق کی نماز سے بچو۔

منافق کی نماز کیا ہے؟ وہ اس طرح کہ مثلاً: فجر کی نماز ہے اور اس نے معمول بنایا ہوا ہے کہ جب سورج طلوع ہونے کے قریب ہوتا ہے تو اٹھتا ہے اور جلدی جلدی وضو کرتا ہے اور جلدی جلدی نماز پڑھتا ہے، جس طرح مرغا چونچیں مارتا ہے، یہ منافق کی نماز ہے، اسی طرح مثلاً: عصر کی نماز ہے، اس کے مستحب

وقت میں نماز نہیں پڑھتا، بلکہ اپنے کام میں مشغول رہتا ہے اور جب سورج غروب ہونے کے قریب ہوتا ہے تو وضو کرتا ہے اور ٹھوکریں مارتا ہے، یہ منافق کی نماز ہے، عصر کی نماز کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''مَنْ فَاتَتْهُ صَلٰوةُ الْعَصْرِ'' جس شخص کی عصر کی نماز فوت ہوگئی ''فَكَاَنَّمَا وُتِرَ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ'' پس گویا کہ اس کے گھر کے سارے افراد بھی مارے گئے اور گھر کا سارا سامان بھی لوٹ لیا گیا، اندازہ لگاؤ کہ جس شخص کے گھر کے سارے افراد مارے جائیں اور گھر کا سارا سامان لوٹ لیا جائے تو اس کو کتنا دکھ ہوگا اور اس کی کیا حالت ہوگی؟ عصر کی نماز ضائع ہونے سے مومن کا اتنا نقصان ہوتا ہے، مگر شرط یہ ہے کہ کوئی سمجھے۔ اور منافق کی یہ علامت کہ وہ نماز میں سستی کرتا ہے، حدیث پاک میں بھی ہے۔

دوسری صفت يُرَآءُوْنَ النَّاسَ دکھاوا کرتے ہیں لوگوں کو۔ دکھانے کے لئے نماز پڑھتے ہیں، لوگوں کو دکھانے کے لئے، اگر کوئی دیکھنے والا نہیں ہے تو پھر نماز کا نام ونشان ہی نہیں ہے، نیکی کا نام ونشان ہی نہیں ہے۔

تیسری علامت وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا اور نہیں ذکر کرتے اللہ تعالیٰ کا مگر بہت تھوڑا اور مومن کی یہ صفت ہے کہ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ (آل عمران) وہ یاد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کو کھڑے، بیٹھے ہوئے اور پہلو کے بل لیٹے ہوئے۔ مومن کا دل اور زبان ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ تر ہے۔

منافقوں کی چوتھی صفت مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ وہ متردد ہیں کفر اور اسلام کے درمیان لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ نہ صحیح معنی میں مومنوں کے ساتھ ہیں، کیونکہ دل ان کے ساتھ نہیں وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ اور نہ مکمل کافروں کے ساتھ ہیں، کیونکہ زبانی طور پر مومنوں کے ساتھ ہیں، کھل کر واضح طور پر نہ ان کے ساتھ ہیں، نہ ان کے ساتھ ہیں، درمیان میں لٹکے ہوئے ہیں۔

یہ اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی علامتیں بیان فرمائی ہیں اور ہمیں بھی سوچنا چاہئے کہ ان میں سے کوئی ہمارے اندر تو نہیں پائی جاتی، اگر پائی جاتی ہے تو اس کا تدارک کرنا چاہئے۔

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ اور جس کو اللہ تعالیٰ بہکا دے فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا تو اے مخاطب! ہرگز نہیں

پائے گا اس کے لئے کوئی راستہ۔ اللہ تعالیٰ کس کو بہکاتے ہیں؟ فرمایا فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ (پارہ:۲۸، سورۃ الصف:۵) کہ جب وہ غلط راستہ پر چل پڑتے ہیں، اللہ تعالیٰ بھی ان کو اُدھر ہی چلا دیتا ہے۔ جبراً اللہ تعالیٰ کسی کو غلط راستہ پر نہیں چلاتے، اللہ تعالیٰ کا قانون ہے نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ہم اس کو پھیر دیں گے اسی طرف جس طرف اس نے رخ کیا اور ہم اس کو دوزخ میں داخل کریں گے۔

مطلب یہ ہے کہ جدھر کوئی جانا چاہے گا ہم اس کو ادھر ہی چلا دیں گے اور سورۃ الکہف میں آتا ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ پس جو شخص چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر اختیار کرے، رب تعالیٰ نے کسی کو مجبور نہیں کیا اور جب کوئی اپنی مرضی سے غلط راستہ پر چل پڑتا ہے تو اللہ تعالیٰ جبراً ہدایت بھی نہیں دیتا، ہدایتِ ایمان واسلام بہت قیمتی چیزیں ہیں، مفت میں نہیں ملتیں، ان کے لئے محنت کرنی پڑتی ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو۔ لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ نہ بناؤ تم کافروں کو دوست مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کو چھوڑ کر۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ کافروں سے دوستی نہ کرو، مگر اس وقت مسلمان کہلوانے والے تقریباً پچپن ملک ہیں جو سب کے سب امریکہ کی گود میں ہیں اور جو وہ کہتا ہے کرتے ہیں، سوائے دو تین کے کہ جن کا رب تعالیٰ کے اس ارشاد پر پورا یقین ہے، باقی سب کی اس کے ساتھ دوستی ہے، ذاتی مفادات کے لئے، ایمان کمزور ہیں، اس لئے ایسا کر رہے ہیں، اگر ایمان مضبوط ہو تو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی پر اعتماد ہوتا ہے، نہ ڈر ہوتا ہے، دیکھو افغانستان میں آج سے چار دن پہلے چوروں کے ہاتھ کاٹے گئے تو یورپی ملکوں نے اس پر واویلا کیا، شور مچایا کہ افغانستان میں ظلم ہو رہا ہے، طالبان حکومت نے کہا: بے شک شور کرتے رہو، چیختے چلاتے رہو، ہمیں تمہاری کوئی پرواہ نہیں ہے، تمہارے طعنوں سے رب تعالیٰ کا حکم مقدم ہے، رب تعالیٰ کا حکم ہے وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا چور مرد اور عورت کے ہاتھ کاٹ دو۔

ہم اپنے رب کو راضی رکھیں گے، تم بگڑتے ہو تو بگڑ جاؤ، ایمان کے بغیر آدمی یہ بات نہیں کہہ سکتا اَتُرِيْدُوْنَ کیا تم ارادہ کرتے ہو اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا اس بات کا کہ بناؤ اللہ تعالیٰ کے لئے

اپنے خلاف دلیل کھلی۔تم کافروں کے ساتھ دوستی کرو گے تو یہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی کھلی دلیل ہوگی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں منع کردیا ہے لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ کافروں کو دوست نہ بناؤ

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ بے شک وہ لوگ جو منافق ہیں دوزخ کے نچلے طبقے میں ہوں گے۔دوزخ کے اوپر نیچے سات طبقے ہیں، سب سے اوپر والا طبقہ گنہگار مسلمانوں کے لئے ہے، جن کا عقیدہ تو صحیح ہوگا، مگر عملی کوتاہیوں کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے، کچھ مدت کے بعد دوزخ سے نکل کر سارے جنت میں چلے جائیں گے، صحیح العقیدہ کوئی بھی مسلمان دوزخ میں نہیں رہے گا، اس سے نیچے والے طبقے میں عیسائی ہوں گے اور اس سے نیچے والے طبقے میں یہودی ہوں گے اور اس سے نیچے والے طبقے میں مجوسی ہوں گے اور اس سے نیچے والے طبقے میں مشرک ہوں گے اور سب سے نیچے والا طبقہ ہے اس میں منافق ہوں گے، دوزخ کے طبقوں کا آپس میں کتنا تفاوت ہے، اس کا اندازہ اس حدیث سے لگاؤ کہ جہنم کے ایک طبقے نے دوسرے طبقے کی شکایت کی کہ اے پروردگار! اس کی تپش اور ٹھنڈک نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے، اللہ تعالیٰ نے اس طبقے کو اجازت دی کہ تو دو سانس لے لے، اس نے دو سانس لئے ایک ٹھنڈا اور ایک گرم، یہ جو تمہیں گرمی لگتی ہے یہ جہنم کا ایک سانس ہے اور جو سردی لگتی ہے یہ بھی جہنم کے زمہریر طبقے کا ایک سانس ہے اور بسااوقات گرمی سردی اتنی پڑتی ہے کہ آدمی مرجاتے ہیں۔

پچھلے دنوں اخبار میں آیا تھا کہ ایک آدمی کا سردی کی وجہ سے خون جم گیا اور وہ مرگیا اور گرمی کی شدت سے بھی آدمی مرجاتے ہیں، اس سے اندازہ لگاؤ کہ اس کی ذاتی تپش کتنی ہوگی، اس کو اس طرح سمجھو کہ آدمی جب سانس لیتا ہے تو اس کے ذریعے معدے کی حرارت کو باہر نکالتا ہے، سانس کتنا گرم ہوتا ہے، اس سے معدے کی حرارت کا اندازہ لگالو تو جہنم کے نچلے طبقے میں سب سے زیادہ سزا ہوگی اور منافقین اس میں ہوں گے وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا اور اے مخاطب! ہرگز نہیں پائے گا تو ان کے لئے کوئی مددگار، آج دنیا میں لوگ ایک دوسرے کی مدد کے دعوے بھی کرتے ہیں اور بسااوقات مدد کرتے بھی ہیں، مگر قیامت والے دن ان کی کوئی مدد نہیں کرسکے گا، ہاں اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کرلی، جو منافق نفاق سے باز آگئے وَاَصْلَحُوْا اور توبہ کے بعد اپنی اصلاح کرلی۔

غزوۂ تبوک میں تقریباً چودہ پندرہ منافق رات کو اکٹھے ہوئے اور بڑی واہی تباہی قسم کی باتیں کیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف، قرآن کریم کے خلاف، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف، ان کے ذہن میں یہ تھا کہ ہماری باتوں کو کوئی سن تو رہا نہیں ہے، جو منہ میں آیا بکتے رہے، مگر اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک نازل فرما کر اپنے پیغمبر علیہ السلام کو آگاہ فرمادیا کہ انہوں نے رات کو اللہ تعالیٰ کا مذاق اڑایا ہے اور اس کی آیات کا بھی اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر سے بھی مذاق کیا ہے، ان میں سے ابن حمیر کو اللہ تعالیٰ نے توبہ کی توفیق عطا فرمائی اور انہوں نے منافقت سے توبہ کرلی اور سچے دل سے ایمان قبول کیا، اس طرح کی ایک دو مثالیں اور بھی ملتی ہیں کہ چند منافقوں نے نفاق سے توبہ کی، باقی اکثر منافقوں کو توبہ کی توفیق نہیں ملی، جس طرح بدعتی کو توبہ کی توفیق نہیں ملتی، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے "اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَجَبَ التَّوْبَةَ عَنْ كُلِّ صَاحِبِ بِدْعَةٍ" بے شک اللہ تعالیٰ نے بدعتی پر توبہ کا دروازہ بند کردیا ہے، بدعت کی ایسی نحوست ہے کہ جس کی وجہ سے توبہ کی توفیق نصیب نہیں ہوتی۔

وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ اور انہوں نے مضبوطی سے پکڑا اللہ تعالیٰ کے دین کو وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ اور خالص بنایا انہوں نے اپنے دین کو اللہ تعالیٰ کے لئے، توبہ کرکے خالص دین پر چلے فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ پس وہ لوگ ایمان والوں کے ساتھ ہیں، ان کا شمار ایمان والوں کے ساتھ ہوگا۔

ساتھیو! توبہ کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے، گزشتہ گناہوں سے توبہ کرو اور آئندہ اپنی اصلاح کرو، البتہ جن چیزوں کی قضا ضروری ہے، ان کی قضا لوٹاؤ، مثلاً: نماز ہے، روزہ ہے، زکوٰۃ ہے، کسی آدمی کا حق کھایا ہے، کسی کو گالیاں دی ہیں، کسی کی پیٹھ پیچھے برائی کی ہے، اس سے معافی مانگنی پڑے گی اور اللہ تعالیٰ سے بھی مانگنی ہے، کیونکہ اس میں دو حق ہیں، ایک بندے کا حق ہے، وہ معاف کرے گا تو معاف ہوگا۔ یہ نہ سمجھنا کہ لوگوں کا مال کھا کر توبہ توبہ کہہ دیا تو وہ معاف ہوگیا، حاشا وکلا، ہرگز اس طرح نہیں ہوگا۔ غلط فہمی میں نہ رہنا۔ جس کا حق دینا ہے اس کا حق لوٹاؤ اور معافی مانگو، دوسرا اللہ تعالیٰ کا حق ہے کہ اس کے قانون کو توڑا ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنی ہے وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا اور عنقریب دے اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اجر بہت بڑا۔ اس کے خزانوں میں بہت کچھ ہے، جس کی کوئی انتہا نہیں ہے، جو اجر اللہ تعالیٰ نے

ایمان والوں کے لئے رکھا ہوا ہے آج ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ کیا کرے گا اللہ تعالیٰ تمہیں سزا دے کر، اے بندو! تمہیں سزا دینے سے اللہ تعالیٰ کو کیا مل جائے گا؟ اور اگر سزا نہ دی تو اس کا کیا بگڑ جائے گا؟ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ اگر تم شکر ادا کرتے رہو اور ایمان پر قائم رہو، وہ سزا تب دے گا کہ تم اس پر ایمان نہ لاؤ اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا نہ کرو اور ظاہر بات ہے کہ نافرمان کو کوئی بھی معاف نہیں کرتا، ہم تم بھی نافرمان کو معاف نہیں کرتے اور رب تعالیٰ تو قہار ہے اور ساری قوتوں کا مالک ہے، ہاں! اللہ تعالیٰ تمہیں سزا دینے پر راضی نہیں ہے، اسی لئے فرمایا وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہے اپنے بندوں کے لئے کفر پر۔ کفر پر سخت ناراض ہے اور ظاہر بات ہے اگر تم کفر کرو گے تو سزا بھی دے گا وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا اور ہے اللہ تعالیٰ قدر دان جاننے والا۔ اگر تم ایک نیکی کرو تو دس گنا بدلہ دیتا ہے اور اگر نیکی فی سبیل اللہ کی مد میں ہو تو سات سو گنا بدلہ دیتا ہے، کتنا قدر دان ہے اور جانتا بھی ہے، اس سے کوئی شئے مخفی نہیں ہے۔ وہ تمہارے ظاہر و باطن کو جانتا ہے تمہاری نیتوں سے واقف ہے، وہ تمہارے اعمال و اقوال کو بخوبی جانتا ہے۔ یہ بات ہر وقت تمہارے پیش نظر رہے کہ معاملہ پروردگار کے ساتھ ہے جو علیم بذات الصدور ہے اور اپنے وقت پر اس کو حساب دینا ہے۔

لَا یُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ سَمِیْعًا عَلِیْمًا ﴿۱۴۸﴾ اِنْ تُبْدُوْا خَیْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِیْرًا ﴿۱۴۹﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ یَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِیْلًا ﴿۱۵۰﴾ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّهِیْنًا ﴿۱۵۱﴾ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ لَمْ یُفَرِّقُوْا بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓىِٕكَ سَوْفَ یُؤْتِیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۱۵۲﴾

لفظی ترجمہ:

لَا یُحِبُّ اللّٰهُ نہیں پسند کرتا اللہ تعالیٰ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ ظاہر کرنا بری بات کو اِلَّا مَنْ ظُلِمَ مگر وہ شخص جس پر ظلم کیا گیا ہے وَ كَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ سَمِیْعًا سننے والا عَلِیْمًا جاننے والا اِنْ تُبْدُوْا اگر تم ظاہر کرو گے خَیْرًا نیکی کو اَوْ تُخْفُوْهُ یا چھپاؤ گے اس نیکی کو اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ یا درگزر کرو گے برائی سے فَاِنَّ اللّٰهَ پس بے شک اللہ تعالیٰ كَانَ ہے عَفُوًّا معاف کرنے والا قَدِیْرًا قدرت والا اِنَّ الَّذِیْنَ بے شک وہ لوگ یَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ جو انکار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا وَ رُسُلِهٖ اور اس کے رسولوں کا وَ یُرِیْدُوْنَ اور ارادہ کرتے ہیں اَنْ اس بات کا یُّفَرِّقُوْا کہ تفریق کریں بَیْنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے درمیان وَ رُسُلِهٖ اور اس کے رسولوں کے حکموں کے درمیان وَ یَقُوْلُوْنَ اور کہتے ہیں نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ ہم ایمان لائیں گے بعض پر وَّ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ اور بعض کا ہم انکار کرتے ہیں وَّ یُرِیْدُوْنَ اور ارادہ کرتے ہیں اَنْ اس کا یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِیْلًا کہ بنالیں اس کے درمیان ایک راستہ اُولٰٓىِٕكَ وہ لوگ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ وہ کافر ہیں حَقًّا یقیناً وَ اَعْتَدْنَا اور ہم نے تیار کیا ہے لِلْكٰفِرِیْنَ کافروں کے لئے عَذَابًا مُّهِیْنًا عذاب رسوا کرنے والا وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر وَ رُسُلِهٖ اور اس کے رسولوں پر وَ لَمْ یُفَرِّقُوْا اور نہیں تفریق کی بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ان میں سے کسی ایک کے درمیان اُولٰٓىِٕكَ وہی لوگ ہیں سَوْفَ یُؤْتِیْهِمْ عنقریب دے گا ان کو اللہ تعالیٰ اُجُوْرَهُمْ ان کے اجر وَ كَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ غَفُوْرًا بخشنے والا رَّحِیْمًا مہربان۔

تشریح:

اس سے پہلے منافقوں کی علامتوں کا ذکر تھا کہ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی کرتے ہیں اور نیکی ریاء کاری کے طور پر کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت کم کرتے ہیں، فضول باتوں اور کہانیوں میں وقت گزارتے ہیں، کافروں اور مومنوں کے درمیان لٹکے ہوئے ہیں اور منافقوں کی سزا بھی بیان فرمائی اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ کہ منافق جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے اور چونکہ برائی کا اظہار کافروں اور منافقوں کا کام ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَا یُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ نہیں پسند کرتا اللہ تعالیٰ بری بات کے ظاہر کرنے کو، غیبت بری بات ہے، جھوٹ بری بات ہے، کسی کو گالیاں دینا اور اس کو ایسی بات کہنا جس میں اس کی تذلیل اور تحقیر ہو، بری بات ہے، لیکن آج کل لوگ اس کو عیب کی بجائے ہنر سمجھتے ہیں کہ میں نے فلاں کو یہ کہا اور یہ کہا اور اس طرح ذلیل کیا، حالانکہ ان باتوں کو شریعت پسند نہیں کرتی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده'' کہ مسلمان وہ ہے کہ دوسرے مسلمان اس کی زبان اور ہاتھ سے محفوظ ہوں، تو برائی ظاہر کرنے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا اِلَّا مَنْ ظُلِمَ مگر وہ شخص کہ جس پر ظلم کیا گیا ہے کہ یہ شخص ظالم کی بات کو حاکم وقت کے سامنے یا مفتی قاضی کے سامنے یا کسی اثر ورسوخ والے آدمی کے سامنے پیش کرے جو اس کا ازالہ کر سکتا ہے تو اس کو برائی ظاہر کرنے کی اجازت ہے کہ فلاں شخص نے مجھ پر ظلم کیا ہے اور اس طرح اس نے میرے ساتھ زیادتی کی ہے اور ان الفاظ کے ساتھ اس نے مجھے گالی دی ہے، کیونکہ وہ محض دل کی بھڑاس نہیں نکال رہا، بلکہ اس کے ساتھ جو زیادتی ہوئی ہے اس کی دادرسی چاہتا ہے، رہی بات کہ ظالم کون ہے اور مظلوم کون ہے؟ تو ابتدا کرنے والا ظالم ہے۔

چنانچہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ دو آدمی آپس میں جھگڑا کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو گالی دیتے ہیں، فرمایا جو ابتدا کرنے والا ہے، وہ بڑا ظالم ہے، یعنی ابتدا کرنے والے کو شریعت ظالم کہتی ہے۔ دیکھو بہت سارے ایسے مقامات ہوتے ہیں کہ ایک آدمی کو مار پڑتی ہے، وہ ساتھیوں کو کہتا ہے مجھے مار پڑی ہے، مدد چاہتا ہے، مگر یہ نہیں بتائے گا کہ مار پڑی کیوں ہے، حالانکہ اصل بات یہ ہے کہ بتایا جائے کہ مار کس

وجہ سے پڑی ہے؟اسی طرح یہ تو بتائے گا کہ فلاں نے مجھے گالی دی ہے، مگرنہیں بتائے گا کہ کیوں دی ہے؟ ہر آدمی اپنے فائدے کی بات کرتا ہے، اپنے خلاف کوئی بات کرنے سننے کے لئے تیارنہیں ہے تو شریعت کہتی ہے ابتدا کرنے والا ظالم ہے، جو شرارت کی بنیاد رکھے گا ظالم ہے، ہاں! ''مالم یتعدی المظلوم'' جب تک مظلوم تجاوز نہ کرے، اگر مظلوم تجاوز کرے گا تو یہ تب ظالم بن جائے گا، مثلاً: ظالم نے چار مکے مارے اور مظلوم نے بھی جواب میں چار مکے ماردیئے تو کوئی گناہ نہیں ہے، پانچواں مارے گا تو گنہگار ہوجائے گا۔

وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا اور ہے اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا۔ تمہاری اچھی بری ہر بات کو سنتا ہے اور تمہاری نیتوں، ارادوں اور ہیرا پھیری کو خوب جانتا ہے، اس سے کوئی چیز محفوظ نہیں ہے اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اگر تم ظاہر کروگے نیکی کو اَوْ تُخْفُوْهُ یا چھپاؤ گے نیکی کو اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ یا درگزر کروگے برائی سے فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا پس بے شک ہے اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا، قدرت والا۔ نیکی کا کام یا بات کوئی ظاہر کرکے کرتا ہے، مگر ریاء کاری کے لئے نہیں تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور اگر مخفی طور پر کرتا ہے کہ میری نیکی کا لوگوں کو علم نہ ہو تو بھی رب تعالیٰ کے علم میں ہے، اس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے۔

ایک زمانہ ایسا تھا کہ لوگ سالہا سال نیکی کرتے تھے اور رب تعالیٰ کے سوا کسی کو علم نہیں ہوتا تھا، امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ جن کا نام علی ابن حسین رضی اللہ عنہ ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں، ان کی عبادت کا یہ عالم تھا کہ چوبیس گھنٹوں میں ایک ہزار رکعت نماز نفل ادا کرتے تھے، دوسری نیکیاں الگ تھیں، ان کی ایک نیکی کا ذکر ہے کہ مدینہ طیبہ میں ایک بوڑھی عورت اپنے گھر میں اکیلی رہتی تھی، گھر میں اور کوئی فرد نہیں تھا، امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں خیال آیا کہ یہ بوڑھی عورت ہے اور اس کے گھر میں کوئی اور فرد بھی نہیں ہے، اس کو پانی کون لاکر دیتا ہوگا؟ لکڑیاں کون لاکر دیتا ہوگا؟ کیونکہ اس زمانے میں زیادہ اہمیت انہیں دو چیزوں کی ہوتی تھی، تو انہوں نے ایک مشک بنوائی، سحری کے وقت آتے اور اس کے پانی کے سارے برتن بھر جاتے اور لکڑیاں بھی پہنچا جاتے، وہ پوچھتی کہ تم کون ہو؟ تو فرماتے مائی! تم اپنا کام کرو، تمہیں اس سے کیا غرض ہے؟ بس میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، جب یہ فوت ہوئے، غسل

دینے والوں نے ان کے کندھوں پر مشک اٹھانے کے نشان دیکھے، بڑے حیران ہوئے کہ انہوں نے تو مشک کبھی اٹھائی نہیں ہے، ان کے کندھوں پر داغ کس طرح پڑ گئے؟ دو تین دن گزرنے کے بعد وہ مائی بولی کہ اب میرے گھر پانی نہیں پہنچتا، معلوم نہیں پہنچانے والا کہیں چلا گیا ہے، تحقیق کرنے پر معلوم ہوا امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ اس بڑھیا کے گھر مشک کے ذریعہ پانی پہنچاتے تھے۔ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے نیکی کرتے تھے اور ریاء کاری سے بچتے تھے۔

آگے یہودیوں، عیسائیوں کا ذکر ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ بے شک وہ لوگ جو انکار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حکموں کا اور اس کے رسولوں کا، دنیا میں ایسے کافر جو سرے سے اللہ تعالیٰ کے وجود کے منکر ہوں بہت کم پیدا ہوئے ہیں، جیسے دہریہ قسم کے لوگ آج بھی موجود ہیں اور پہلے بھی موجود تھے، یہود و نصاریٰ، مشرکین یہ اللہ تعالیٰ کے وجود کے منکر نہیں ہیں، جب ان سے پوچھا جاتا "مَنْ خَلَقَکُمْ" "تمہیں کس نے پیدا کیا ہے؟ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے" مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ؟ "زمینوں اور آسمانوں کو کس نے پیدا کیا ہے؟ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے، چاند سورج کس کے تابع ہیں؟ ان کو کون چلا رہا ہے؟ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ۔ بارش کون برساتا ہے؟ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ۔ زمین سے اناج وغیرہ کون اگاتا ہے؟ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ۔ تو یہاں اللہ تعالیٰ کے انکار کا ذکر ہے، مطلب یہ ہے کہ اس کے حکموں کا انکار کرتے ہیں، تسلیم نہیں کرتے، اس کے پیغمبروں کو نہیں مانتے، اس کی کتابوں پر عمل نہیں کرتے وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا اور ارادہ کرتے ہیں اس بات کا کہ تفریق کریں بَیْنَ اللّٰہِ وَرُسُلِہٖ اللہ تعالیٰ کے درمیان اور اس کے رسولوں کے حکموں کے درمیان اور تفریق اس طرح کرتے ہیں وَیَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَکْفُرُ بِبَعْضٍ اور کہتے ہیں ہم ایمان لائیں گے بعض پر اور بعض کا ہم انکار کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے وہ حکم جو ان کی مرضی کے مطابق ہوتے ان کو مان لیتے اور جو ان کی مرضی کے کلاف ہوتے ان کا انکار کر دیتے اور رسولوں کے درمیان تفریق اس طرح کرتے، مثلاً: یہودیوں نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو نبی ماننا تو درکنار ہم تو اس کو حلال زادہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں، جس کا ذکر آگے رکوع میں آرہا ہے اور عیسائی ضد پر آئے، انہوں نے کہا: اگر تم ہمارے نبی کو نہیں مانتے تو اس طرح تفریق کی کہ ایک نبی کو مانا

، دوسرے کو نہ مانا وَيُرِيدُونَ أَنْ يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا اور ارادہ کرتے ہیں کہ بنالیں اس کے درمیان ایک راستہ۔ اس کو وہ اپنے لئے بہتری کا راستہ سمجھتے تھے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں میں سے کسی کا انکار تو درکنار پیغمبروں سے جو بات صحیح ثابت ہے اس کا انکار کرنا بھی کفر ہے، جیسا کہ باطل فرقے ہیں، یہ ہر چیز کا انکار نہیں کرتے۔

مثلاً: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک گروہ نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا، کہتے تھے ہم نماز پڑھیں گے، حج بھی کریں گے، روزے بھی رکھیں گے، مگر زکوٰۃ نہیں دیں گے، کیونکہ قرآن پاک سے ہمیں اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ ہم پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے کہ ہم سے زکوٰۃ لینے کا حکم حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا، وہ دنیا سے چلے گئے ہیں، لہٰذا اب ہم کسی اور کو زکوٰۃ نہیں دیں گے، جس طرح شیعہ کا مذہب ہے کہ جب تک ہمارا امام نہیں آئے گا، اس وقت تک نہ ہم پر زکوٰۃ ہے، نہ عشر ہے اور بینک میں حلفیہ بیان جمع کرا دیتے ہیں کہ ہم جعفریہ اور امامیہ ہیں، لہٰذا ہماری رقم سے زکوٰۃ نہ کاٹی جائے اور پھر عجیب بات ہے کہ سنیوں کی جمع شدہ زکوٰۃ جب تقسیم ہوتی ہے تو لینے کے لئے پہنچ جاتے ہیں اور جب دینے کی باری آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہمارا امام آئے گا تو دیں گے، نہ امام نے آنا ہے اور نہ انہوں نے کچھ کرنا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے منکرین زکوٰۃ کے خلاف اسی طرح جہاد کیا، جس طرح کافروں کے ساتھ جہاد ہوتا ہے، حالانکہ انہوں نے سارے دین کا انکار نہیں کیا تھا۔

تو کفر کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دین کی تمام چیزوں کا انکار کر دے، نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکموں میں سے کسی ایک کا انکار کرے گا یا تاویل کرے گا تو کافر ہو جائے گا اور جو ایسا کرتے ہیں أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا وہ لوگ کافر ہیں یقیناً وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا اور ہم نے تیار کیا ہے کافروں کے لئے عذاب رسوا کرنے والا جو ان کو ذلیل اور رسوا کر دے گا وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر، اس کے حکموں پر وَرُسُلِهِ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنے پیغمبر تشریف لائے ہیں سارے برحق ہیں وَلَمْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ اور نہیں تفریق کرتے ان میں سے کسی ایک کے درمیان۔ اور تفریق کا معنیٰ ابھی بیان ہوا

ہے کہ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ بعض کو ہم مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے، یہ تفریق ہے ماننے اور انکار کرنے کی۔ باقی رہی بات درجات کی کہ کس پیغمبر کا درجہ زیادہ ہے اور کس کا نسبت سے کم ہے۔ یہ اپنی جگہ ثابت ہے، تیسرے پارے کی پہلی آیت کریمہ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ یہ پیغمبر ہیں، ہم نے فضیلت دی ہے ان میں سے بعض کو بعض پر۔

سب سے بلند درجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہے تو درجوں کا تفاوت ہے۔ اسی طرح سورۃ بنی اسرائیل میں آتا ہے وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا اور البتہ تحقیق ہم نے فضیلت بخشی بعض نبیوں کو بعض پر اور داؤد کو ہم نے زبور دی۔ تو فضیلت اور درجوں میں تو تفریق ہے اور یہاں تفریق نہ کرنے کا مطلب ہے ایمان لانے اور نہ لانے میں اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ یہی لوگ ہیں عنقریب ان کو دے گا اللہ تعالیٰ ان کے اجر وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا اور ہے اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان۔

يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰۤى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْۤا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ ۚ وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ۝ وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِى السَّبْتِ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۝ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ۝

لفظی ترجمہ:

يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ سوال کرتے ہیں آپ سے کتاب والے اَنْ اس بات کا کہ تُنَزِّلَ آپ اتاریں عَلَيْهِمْ ان پر كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ کتاب آسمان کی طرف سے فَقَدْ سَاَلُوْا پس تحقیق ان کے بڑوں نے سوال کیا مُوْسٰۤى موسیٰ سے اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ اس سے بھی بڑی چیز کا فَقَالُوْۤا پس انہوں نے کہا اَرِنَا اللّٰهَ دکھا ہمیں اللہ تعالیٰ آنکھوں سے جَهْرَةً سامنے فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ پس پکڑا ان کو بجلی نے بِظُلْمِهِمْ ان کے ظلم کی وجہ سے ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ پھر بنالیا انہوں نے بچھڑے کو معبود بعد اس کے کہ پہنچ چکیں ان کے پاس واضح دلیلیں فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ پس ہم نے اس سے بھی درگزر کیا وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى اور دیا ہم نے موسیٰ کو سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا کھلا غلبہ وَرَفَعْنَا اور ہم نے بلند کیا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ ان پر طور کو بِمِيْثَاقِهِمْ ان کے وعدے کی وجہ سے وَقُلْنَا لَهُمُ اور ہم نے کہا ان سے ادْخُلُوا الْبَابَ داخل ہو جاؤ دروازے سے سُجَّدًا سجدہ کرتے ہوئے وَّقُلْنَا لَهُمْ اور ہم نے کہا ان سے لَا تَعْدُوْا فِى السَّبْتِ تجاوز نہ کرنا ہفتے والے دن وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ اور لیا ہم نے ان سے مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا بڑا مضبوط وعدہ فَبِمَا نَقْضِهِمْ بوجہ ان کے توڑنے کے مِّيْثَاقَهُمْ اپنے پختہ وعدے کو وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اور بوجہ ان کے کفر کرنے کے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ اور بوجہ ان کے قتل کرنے کے اللہ تعالیٰ کے نبیوں کو بِغَيْرِ حَقٍّ ناحق وَّقَوْلِهِمْ اور ان کے اس قول کی وجہ سے قُلُوْبُنَا غُلْفٌ کہ ہمارے دل غلافوں میں ہیں بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بلکہ اللہ تعالیٰ نے مہر لگادی ان کے دلوں پر بِكُفْرِهِمْ ان کے کفر کی وجہ سے

فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا پس نہیں ایمان لاتے، مگر بہت تھوڑے وَّبِكُفْرِهِمْ اوران کے انکار کی وجہ سے وَ قَوْلِهِمْ اوران کے اس قول کی وجہ سے عَلٰى مَرْيَمَ حضرت مریمؑ پر بُهْتَانًا عَظِيْمًا بہت بڑا بہتان باندھا انہوں نے۔

تشریح:

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہود کی شرارتوں، ناانصافیوں اور بہتان تراشیوں کا ذکر فرمایا ہے، کچھ باتوں کا ذکر تو آج کی آیات میں ہے اور کچھ کا ذکر اگلے حصے میں آئے گا، ان شاء اللہ۔ لغوی طور پر تو ہر کتاب کو کتاب کہا جاسکتا ہے، مگر یہاں وہ کتاب مراد ہے جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے اور اہل کا معنی والا ہے تو اہل کتاب کا معنی کتاب والا، جیسے اہل بیت کا معنی ہے گھر والا۔ اہل المال کا معنی ہے مال والا، لیکن قرآن، اسلام اور شریعت کی زبان میں اہل کتاب وہ لوگ ہیں جو آسمانی کتابوں کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں، مثلاً: یہودی تورات کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں اور ان کے بڑے کافی عرصہ تک اس پر عمل بھی کرتے رہے ہیں اور عیسائی انجیل کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں تو تورات اور انجیل کو ماننے والے اہل کتاب ہیں۔ اسی طرح جو زبور کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں وہ بھی اہل کتاب ہیں، ان آیات میں یہود کا ذکر ہے۔

يَسْئَلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اے نبی کریم! سوال کرتے ہیں آپ سے کتاب والے۔ مدینہ طیبہ میں یہود کی اکثریت تھی، پڑھے لکھے، تعلیم یافتہ لوگ تھے اور مدینہ طیبہ کی منڈی پر بھی ان کا قبضہ تھا، اس کے علاوہ ان کی زمینیں اور باغات تھے اور بڑے مضبوط قلعے بنائے ہوئے تھے، اسکول، کالج اور یونیورسٹیاں بھی انہیں کی تھیں، سیاست، کاروبار ان کے ہاتھ میں تھا، ان کے مقابلہ میں اوس اور خزرج کی کوئی حیثیت نہ تھی، جس طرح پاکستان بننے سے پہلے تجارت پر ہندوؤں کا قبضہ تھا، اِکا دُکا دکان مسلمان کی بھی ہوتی تھی۔ یہودیوں کا ایک وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور سوال کیا کہ تم نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میں نے از خود دعویٰ نہیں کیا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نبی بنایا ہے، کہنے لگے: اگر تم نبی ہو تو پھر یہ تھوڑی تھوڑی آیات تم پر کیوں نازل ہوتی ہیں؟ ایک ہی دفعہ کتاب لاؤ، جس طرح موسیٰ علیہ السلام لائے تھے، یہ سوال ان کا غلط تھا، کیونکہ احکامات اکٹھے نازل ہوں یا تھوڑے تھوڑے

اصل تو ان کو تسلیم کرنا اور اس پر عمل کرنا ہے اور موسیٰ علیہ السلام جب کوہِ طور سے تورات دس تختیوں میں اکٹھی لے کر آئے تھے ان کے بڑوں نے تو اس کو ماننے سے انکار کر دیا تھا اور کہا تھا کہ ہم اس پر عمل نہیں کر سکتے اور کچھ الٹی سیدھی باتیں بھی کی تھیں، جن کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

تو فرمایا یَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ سوال کرتے ہیں آپ سے اہل کتاب اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ اس بات کا کہ آپ اتاریں ان پر کتاب آسمان کی طرف سے۔ اب دیکھو سوال کیسا ہے کہ تو اتار، بھائی! اتارنا تو رب تعالیٰ کا کام ہے، پیغمبر کا کام تو نہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّآ اَنْزَلْنَا ہم نے قرآن نازل کیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی باتوں سے پریشان نہ ہوں فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ پس تحقیق ان کے بڑوں نے سوال کیا موسیٰ علیہ السلام سے اس سے بھی بڑی چیز کا، کتاب کا آسمان سے اتارنا بھی بڑی چیز ہے، مگر ان کے بڑوں نے تو اس سے بڑا سوال کیا فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً پس انہوں نے کہا دکھا ہمیں اللہ تعالیٰ سامنے آنکھوں سے۔

ہوا اس طرح کہ موسیٰ علیہ السلام جب توراۃ لے کر ان کے پاس آئے تو کہنے لگے کہ اس میں تو بڑے بڑے مشکل احکامات ہیں، ان پر ہم عمل نہیں کر سکتے اور یہ معلوم نہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں یا تم خود وہاں بیٹھ کر لکھتے رہے ہو، لہٰذا یہ کتاب واپس لے جاؤ اور کوئی نرم سی کتاب لاؤ یا اس میں ترمیم کراؤ، ان حالات میں موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا: اے پروردگار! اس بے وقوف قوم کا کیا علاج کروں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان میں سے ستر آدمیوں کو منتخب کر کے کوہِ طور پر لاؤ، میں کلام کروں گا جسے یہ خود اپنے کانوں سے سنیں گے اور واپس جا کر قوم کو گواہی دیں گے کہ ہم نے خود سنا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، لہٰذا اس پر عمل کرو، اس کا ذکر سورۂ اعراف میں آتا ہے وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا اور منتخب کیے موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم میں سے ستر آدمی ہمارے وعدے کے وقت پر لانے کے لئے تو موسیٰ علیہ السلام ستر آدمی ساتھ لے گئے اور ان کی موجودگی میں اللہ تعالیٰ سے درخواست کی: اے پروردگار! یہ لوگ میرے ساتھ آئے ہیں اور تو نیتوں سے خوب واقف ہے، یہ کہتے ہیں کہ توراۃ کے احکام بہت سخت ہیں، ہم ان پر عمل نہیں کر سکتے، ہمیں کوئی آسان سی کتاب عطا فرما، اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ

میں حکیم بھی، علیم بھی، خبیر بھی ہوں، میں نے جو احکام دیئے ہیں، ان میں کوئی بھی ایسا حکم نہیں ہے جو تمہاری طاقت سے باہر ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا نہیں تکلیف دیتا اللہ تعالیٰ کسی نفس کو مگر اس کی طاقت کے مطابق، چونکہ انہوں نے آزاد زندگی بسر کی ہے اور یہ عبادتیں انہوں نے پہلے نہیں کیں، اس لئے ان کو دشوار نظر آ رہی ہیں۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ جس نے آزاد زندگی بسر کی ہو اس پر جب پابندی لگے گی تو اسے تکلیف ہوگی، جب یہ ان احکام پر عمل کریں گے کچھ دنوں کے بعد آسان ہو جائیں گے، اس کو اس طرح سمجھو کہ تم نمازیں پڑھتے ہو، آج صبح تم اٹھے ہو، وضو کیا ہے، نیند چھوڑی ہے، نماز پڑھی ہے، درس سن رہے ہو، عورتیں بھی درس سن رہی ہیں، تمہیں کوئی مشکل تو پیش نہیں آئی، کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی، کوئی ایسا کام تو نہیں کیا جو تمہارے بس میں نہیں اور ایسے بدبخت بھی ہیں جو ابھی تک سو رہے ہیں، بول و براز کی ضرورت پیش آئے گی تو اٹھیں گے یا دفتروں میں جانے کے وقت اٹھیں گے، ناشتہ کریں گے اور کام پر چلے جائیں گے۔ ان کو نماز کے لئے اٹھنا پہاڑ سے بھی زیادہ بھاری نظر آتا ہے، کیونکہ انہوں نے اس کی عادت ہی نہیں بنائی تو فرمایا اس پر عمل کرو، اگر تمہارے سے کوئی غلطی ہوگئی تو میں معاف کردوں گا، اللہ تعالیٰ کا کلام ان ستر نمائندوں نے کانوں سے سنا اور موسیٰ علیہ السلام کو کہا کہ واقعی ہمیں آواز تو آرہی ہے، مگر یہ معلوم نہیں کہ جن بول رہا ہے یا کوئی فرشتہ بول رہا ہے، یا رب تعالیٰ بول رہا ہے، رب تعالیٰ نظر آئے تو تب یقین آئے گا فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰہَ جَھْرَۃً پس کہا انہوں نے دکھا ہمیں اللہ تعالیٰ آنکھوں سے۔ یعنی سامنے کھلے طور پر ہمیں نظر آئے، یہ پردے کی اوٹ میں بولتا ہے، ہمیں نظر کیوں نہیں آتا؟

معراج کے واقعہ کے بارے میں علماء کرام کا اختلاف ہے کہ معراج کی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو آنکھوں کے ساتھ دیکھا ہے یا نہیں؟ ایک گروہ کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا ہے۔ دوسرا گروہ جن میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی ہیں، کہتا ہے کہ آنکھوں سے نہیں دیکھا، صرف کلام سنا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس جہاں میں اگر کسی نے اللہ تعالیٰ کو آنکھوں سے دیکھا ہے تو صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا ہے اور کسی نے نہیں دیکھا۔ موسیٰ

علیہ السلام نے طور پر صرف اپنے لئے سوال کیا تھا رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْكَ اے پروردگار! مجھے دکھا تا کہ میں دیکھوں تیری طرف قَالَ لَنْ تَرٰىنِیْ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو ہرگز نہیں دیکھ سکے گا مجھے وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ اور لیکن دیکھو (زبیر) پہاڑ کی طرف فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ پس اگر ٹھہرا رہا وہ اپنی جگہ پر فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ تو پھر تو مجھے دیکھ سکے گا فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ پس جس وقت تجلّی دکھائی اس کے پروردگار نے پہاڑ پر جَعَلَهٗ دَكًّا تو کر دیا اس کو ریزہ ریزہ وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا اور گر پڑے موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر، حدیث پاک میں آتا ہے کہ یہ چھوٹی انگلی ہے جس کو چیچی کہتے ہیں، اس کے پوٹے کے برابر اللہ تعالیٰ نے نور ڈالا تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے فَلَمَّآ اَفَاقَ پس جب موسیٰ علیہ السلام کو ہوش آیا قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَیْكَ کہا پاک ہے تیری ذات، میں توبہ کرتا ہوں تیرے سامنے، میں نے بے جا سوال کیا ہے، مجھے معاف کر دے، اس جہاں میں تو موسیٰ علیہ السلام کو دیدار نہ ہوا، تم کس باغ کی مولی ہو؟ کہ کہتے ہو ہمیں اللہ تعالیٰ سامنے نظر آئے۔

ہاں! اگلے جہاں میں اللہ تعالیٰ کا دیدار حق ہے، قرآن کریم سے بھی ثابت ہے، حدیث سے بھی ثابت ہے اور اجماع اُمت سے بھی ثابت ہے کہ مومنوں کو اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا اور مومنوں کے لئے اس سے بڑی خوشی کی اور کوئی چیز نہ ہوگی، پھر کسی کو دن میں دو دفعہ، کسی کو دن میں ایک دفعہ دیدار نصیب ہوگا اور کسی کو ہفتے کے بعد، جس قدر ایمان، اعمال اور اخلاق ہیں، ان کے مطابق اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا، جب انہوں نے کہا کہ آواز تو آ رہی ہے، مگر یہ معلوم نہیں کہ جن کی ہے، فرشتے کی ہے یا رب تعالیٰ کی؟ لہٰذا ہمیں اللہ تعالیٰ سامنے آنکھوں سے دکھا تو اس گستاخی پر فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ پس پکڑا ان کو بجلی نے ان کے ظلم کی وجہ سے، ان پر بجلی پڑی، پہلے پارے میں بھی ہے اور نویں پارے میں بھی ہے کہ ستر کے ستر سارے ہی مر گئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے پروردگار! ان کو تو میں اپنی تائید کے لئے لایا تھا، جب میں واپس جاؤں گا اور ان میں سے کوئی بھی میرے ساتھ نہیں ہوگا تو قوم کو کیا جواب دوں گا؟ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا (پارہ:۹، سورۃ الاعراف) کیا تو ہلاک کر دے گا ہمیں اس فعل کی سزا میں جو ہم میں سے بے عقل لوگوں نے کیا ہے؟ ان کو معاف کر دے اے پروردگار! اِنَّا هُدْنَآ اِلَیْكَ ہم نے تیری

طرف رجوع کیا ہے، پہلے پارے میں ہے ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ پھر ہم نے تم کو زندہ کیا تمہارے مرنے کے بعد۔

تو جب ان پر اکٹھی کتاب نازل ہوئی تھی اس کو انہوں نے تسلیم کرلیا تھا؟ کہ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے ہیں کہ آپ ان پر آسمان سے کتاب اتاریں ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ پھر انہوں نے بنالیا بچھڑے کو معبود۔ موسیٰ علیہ السلام توراۃ لینے کے لئے کوہِ طور پر تشریف لے گئے، تیس راتوں کا وعدہ تھا، روزانہ ایک ایک تختی ملتی، پھر اللہ تعالیٰ نے دس راتیں مزید بڑھادیں فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً (پارہ:۹، سورۃ الاعراف) پس پوری ہوگئی مدت اس کے پروردگار کی چالیس راتیں۔ ان چالیس دنوں میں موسیٰ علیہ السلام کی برادری کے ایک آدمی نے جس کا نام موسیٰ بن ظفر تھا اور قبیلہ بنوسامرہ میں سے تھا نے قوم کو گمراہ کردیا۔

ہوا اس طرح کہ بحرقلزم میں فرعونی لشکر کے غرق ہونے کے موقع پر حضرت جبرائیل علیہ السلام جس گھوڑے پر سوار ہوکر آئے تھے وہ گھوڑا جس جگہ پاؤں رکھ کر اٹھاتا وہاں سبزہ اُگ جاتا، اس سامری نے وہاں سے تھوڑی سی مٹی اٹھالی تھی اور اپنے پاس رکھ لی، جب بنی اسرائیلیوں نے وہ سونا چاندی جو قبطیوں سے مانگ کر لائے تھے پھینکا، سامری نے اس سونے چاندی کا بچھڑا بنایا اور اس کے منہ میں وہ مٹی ڈالی تو بچھڑا ٹاں ٹاں کرنے لگ گیا، جس طرح بچھڑے کرتے ہیں، سامری نے کہا کہ یہ جو بچھڑے کے اندر بول رہا ہے، یہ رب ہے، اس کی پوجا کرو، یہودیوں کے بڑوں نے اس کی پوجا شروع کردی، حضرت موسیٰ علیہ السلام جب تشریف لائے تو پہلے تو ہارون علیہ السلام کی خبر لی، ان کی ڈاڑھی اور سر کے بال پکڑ کر کھینچا کہ یہ قوم کیا کررہی ہے؟ تم کہاں تھے؟ روکا کیوں نہیں؟ حضرت ہارون علیہ السلام نے کہا: اے میری ماں جائے! میرا کوئی قصور نہیں ہے، موسیٰ علیہ السلام کا مزاج جلالی تھا اور ہارون علیہ السلام کا مزاج جمالی تھا، مزاج اپنا اپنا ہوتا ہے، جیسے حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل کا مزاج اور تھا ہابیل کا مزاج اور تھا، حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کنعان کا مزاج اور تھا اور باقی تین بیٹوں کا مزاج اور تھا، باپ ایک ہی ہے۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تو یہاں تک روکا اور سمجھایا کہ كَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِيْ (پارہ:۹،

سورۃ الاعراف) قریب تھا کہ وہ مجھے قتل کر ڈالتے تو ان کے بڑوں نے بچھڑے کو اللہ بنالیا مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَتۡهُمُ الۡبَيِّنٰتُ بعد اس کے کہ پہنچ چکیں ان کے پاس واضح دلیلیں۔ بہت سارے معجزات دیکھ چکے تھے، دریا کا پھٹنا دیکھا، من اور سلویٰ کا اترنا وغیرہ دیکھا فَعَفَوۡنَا عَنۡ ذٰلِكَ پس ہم نے اس سے بھی درگزر کیا وَاٰتَيۡنَا مُوۡسٰى سُلۡطٰنًا مُّبِيۡنًا اور دیا ہم نے موسیٰ کو کھلا غلبہ۔

یہودیوں کی اور شرارت کہ یہودی جس وقت وادئ تیہ میں پہنچے جس کو آج کل کے جغرافئے میں وادئ سیناء کہتے ہیں، یہ چھتیس میل لمبا اور چوبیس میل چوڑا بڑا میدان ہے، سطح سمندر سے تقریباً چار ہزار فٹ بلند ہے، ۱۹۶۷ء کی جنگ میں پوری وادی پر یہودیوں نے قبضہ کر لیا تھا، اس کا کچھ حصہ رونے دھونے سے مصر کو واپس مل گیا تھا، مگر وہ حصہ جو فوجی اہمیت کا حامل ہے ابھی تک نہیں ملا، یہودیوں کے پاس ہے تو بنی اسرائیل جب وادی سیناء میں پہنچے تو کہنے لگے کہ ہمارے لئے کوئی قانون اور ضابطۂ حیات ہونا چاہئے، کیونکہ کوئی قوم بغیر قانون کے زندگی بسر نہیں کر سکتی، اللہ تعالیٰ نے ان کے مطالبہ پر تورات عطا فرمائی، موسیٰ نے ان کو پڑھ کر سنائی، تو کہنے لگے: اس پر تو ہم عمل نہیں کر سکتے، اس کے احکام تو بہت مشکل ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَرَفَعۡنَا فَوۡقَهُمُ الطُّوۡرَ اور ہم نے بلند کیا ان پر طور کو۔ اللہ تعالیٰ نے کوہ طور کو ان کے سروں پر لٹکا دیا، جس طرح یہ چھت ہمارے سروں پر ہے بِمِيۡثَاقِهِمۡ ان کے وعدے کی وجہ سے۔ دین میں جبر نہیں ہے، قرآن پاک میں آتا ہے لَاۤ اِكۡرَاهَ فِى الدِّيۡنِ دین میں جبر نہیں ہے، ان کی سروں پر کوہ طور لٹکا کر تسلیم کرنے پر اس لئے مجبور کیا گیا کہ انہوں نے عہد شکنی کی تھی، پہلے خود مطالبہ کیا تھا کہ ہمارے لئے کوئی قانون لائیں جس پر ہم عمل کریں، جب کتاب آگئی تو کہنے لگے: اس کے احکام بڑے مشکل ہیں، ہم ان پر عمل نہیں کر سکتے تو اس عہد شکنی کی وجہ سے طور یہاں ان کے سروں پر لٹکایا گیا، ورنہ ابتداءً تم کسی کافر کو اسلام لانے پر مجبور نہیں کر سکتے تبلیغ کر سکتے ہو، ترغیب دے سکتے ہو، تلوار کے زور پر اس کو مسلمان نہیں بنا سکتے، لیکن اگر کوئی شخص مسلمان ہو جانے کے بعد العیاذ باللہ! مرتد ہو جائے تو اس کی سزا قتل ہے، کیونکہ اس نے رب تعالیٰ کے ساتھ عہد کر کے توڑ دیا ہے، لہٰذا یہ سزا عہد شکنی کی وجہ سے ہے، جبر نہیں ہے۔ ان کی بدعہدی کا ایک اور واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت یوشع بن

نون علیہ السلام کو نبی بنایا اور وادیٔ تیہ میں پابندی کے چالیس سال بھی مکمل ہو گئے، نئی پود جوان ہو چکی تھی، حضرت یوشع علیہ السلام نے فرمایا کہ اب تم اس شہر بیت المقدس میں داخل ہو جاؤ، سجدہ کرتے ہوئے۔ پہلے زمانے میں شہروں کے دروازے ہوتے تھے، جس طرح ہمارے گوجرانوالہ میں سیالکوٹی دروازہ ہے، ایمن آبادی دروازہ ہے، لاہوری دروازہ ہے، وغیرہ۔ اسی طرح لاہور میں دہلی دروازہ تھا، ملتانی دروازہ تھا۔ حکم ہوا کہ تم اس دروازہ سے شہر میں داخل ہو جاؤ سجدہ کرتے ہوئے اور زبان سے کہو حِطَّةٌ اے اللہ! ہمارے گناہ معاف فرما دے۔ مگر یہودیوں نے دونوں حکموں کی نافرمانی کی۔ سجدہ کی بجائے چوتڑوں کے بل گھسٹتے ہوئے بچوں کی طرح داخل ہوئے اور حِطَّةٌ کی بجائے حنطة ہمیں گندم چاہیے کہتے ہوئے داخل ہوئے، یعنی فعل کی بھی اور قول کی بھی نافرمانی کی۔ یہ ان کی نسل میں سے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرتے ہیں، لہٰذا ان کے سوالوں سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔

فرمایا وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا اور ہم نے کہا ان سے داخل ہو جاؤ دروازے سے سجدہ کرتے ہوئے وَقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوا فِي السَّبْتِ اور ہم نے کہا ان سے تجاوز نہ کرنا ہفتے والے دن۔ ان کے لئے ہفتے کا دن عبادت کے لئے مقرر تھا، کوئی اور کام جائز نہیں تھا، چوبیس گھنٹے عبادت میں ہی گزارنے ہوتے تھے۔

ان کی تاریخ رات کے بارہ بج کر ایک منٹ پر بدلتی ہے، مثلاً: آج جمعہ کا دن ہے، سورج غروب ہونے کے بعد رات کو بارہ بج کر ایک منٹ پر تاریخ بدل جائے گی اور اگلی رات بارہ بجے تک یہی تاریخ رہے گی اور اسلامی تاریخ سورج کے غروب ہونے کے ساتھ ہی بدل جاتی ہے تو ان کے لئے حکم تھا کہ ہفتے والے دن تم نے عبادت کرنی ہے، باقی کاموں سے عموماً اور مچھلیوں کے شکار کو خصوصی طور پر منع کیا گیا۔ نویں پارے میں اس کے متعلق آتا ہے کہ انہوں نے یہ حکم توڑ دیا، سوائے چند لوگوں کے، تو یہ ان لوگوں کی نسل سے ہیں، حالانکہ وَأَخَذْنَا مِنْهُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا اور لیا ہم نے ان سے بڑا مضبوط وعدہ۔ لیکن اس کے باوجود انہوں نے نافرمانی کی، یہ وعدہ شکن لوگ ہیں، ان کو اپنے بڑوں کے حالات کا علم نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے ہیں کتاب اکٹھی لا کر دے فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِيثَاقَهُمْ بوجہ ان کے توڑنے

کے اپنے پختہ عہد کو وَ كُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اور بوجہ ان کے کفر کرنے کے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ وَ قَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ اور بوجہ ان کے قتل کرنے کے اللہ تعالیٰ کے نبیوں کو ناحق۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قتل کیا، حضرت زکریا علیہ السلام کو انہوں نے قتل کیا، بلکہ ایک روایت میں ہے کہ ایک علاقے میں تریالیس قومیں رہتی تھیں، ان کی طرف تریالیس پیغمبروں کو مبعوث کیا گیا، انہوں نے ان سب کو ایک دن میں شہید کر دیا اور ایک سو ستر ان کے حواریوں اور صحابیوں کو شہید کر دیا، جو پیغمبروں کی حمایت کے لئے آئے تھے، اس کا ذکر تیسرے پارے میں ہے۔

وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ اور ان کے اس قول کی وجہ سے کہ ہمارے دل غلافوں میں ہیں۔ غــــلف اغــلف کی جمع ہے، اغــلف غلاف کو کہتے ہیں، جس طرح لوگ قرآن پر غلاف چڑھاتے ہیں، مٹی دھول سے بچاؤ کے لئے، تو وہ کہتے تھے کہ ہمارے دل تو غلافوں میں ہیں، تمہاری باتوں کو ہم ان تک پہنچنے ہی نہیں دیتے۔ فرمایا غلاف میں نہیں ہیں بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ بلکہ اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ہے ان کے دلوں پر ان کے کفر کی وجہ سے فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا پس نہیں ایمان لاتے مگر بہت تھوڑے وَّبِكُفْرِهِمْ اور ان کے کفر کی وجہ سے وَقَوْلِهِمْ اور ان کے اس قول کی وجہ سے عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا حضرت مریم پر انہوں نے بہت بڑا بہتان باندھا۔

یہودیوں کو جب کہا جاتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی تسلیم کرو تو کہتے کہ ہم تو اس کو حلال زادہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں، نبی کس طرح تسلیم کریں؟ حضرت مریم علیہا السلام پر بہتان لگاتے تھے کہ وہ بدکار تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کرنے والے یہ لوگ ہیں، لہٰذا ان کی باتوں سے متاثر ہونے کی ضرورت نہیں ہے کہ تمہیں کہتے ہیں کہ کتاب اکٹھی لا کر دو، جبراً اکٹھی لا کر دی گئی تھی، اس وقت ان کے بڑوں نے اس کے ساتھ کیا کیا تھا؟ آگے مزید ان کی کارروائیوں کا ذکر آئے گا۔

وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ﴿۱۵۶﴾ وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۗ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ۗ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ﴿۱۵۷﴾ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۵۸﴾ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ﴿۱۵۹﴾

لفظی ترجمہ:

وَّبِكُفْرِهِمْ اور (ہم نے ان پر لعنت کی) ان کے کفر کرنے کی وجہ سے وَقَوْلِهِمْ اور ان کے اس قول کی وجہ سے عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا کہ انہوں نے حضرت مریمؑ پر بہت بڑا بہتان باندھا وَّقَوْلِهِمْ اور ان کے اس قول کی وجہ سے (ان پر لعنت کی) اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ بے شک ہم نے قتل کیا مسیحؑ کو جو عیسیٰ بن مریم تھے رَسُوْلَ اللّٰهِ جو اللہ تعالیٰ کے رسول ہونے کا دعویٰ کرتا تھا وَمَا قَتَلُوْهُ اور انہوں نے نہیں قتل کیا اس کو وَمَا صَلَبُوْهُ اور نہ انہوں نے اس کو سولی پر چڑھایا ہے وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ اور لیکن یہ معاملہ ان کے لئے مشتبہ کر دیا گیا ہے وَاِنَّ الَّذِيْنَ اور بے شک وہ لوگ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ جنہوں نے اختلاف کیا عیسیٰؑ کے بارے میں لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ البتہ وہ شک میں ہیں ان کے متعلق مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ نہیں ہے ان کو اس بارے میں کوئی علم اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ سوائے گمان کی پیروی کے وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا اور نہیں قتل کیا انہوں نے مسیحؑ کو یقیناً بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اٹھالیا اس کو اپنی طرف وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ عَزِيْزًا غالب حَكِيْمًا حکمت والا وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اور نہیں ہے اہل کتاب میں سے کوئی بھی اِلَّا مگر لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ البتہ ضرور ایمان لائے گا عیسیٰؑ پر قَبْلَ مَوْتِهٖ ان کی وفات سے پہلے وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ اور قیامت والے دن يَكُوْنُ ہوں گے عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا عیسیٰؑ ان پر گواہ۔

تشریح:

یہودیوں کی شرارتوں اور کجرویوں کا ذکر چلا آرہا ہے، دنیا کی ذہین اور ضدی قوموں میں ایک قوم یہودی ہے، یعنی ذہین بھی بڑے ہیں اور ضدی بھی بڑے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا اور (ہم نے ان پر لعنت کی) ان کے کفر کی وجہ سے اور اس قول کی وجہ سے کہ انہوں

نے حضرت مریم علیہا السلام پر بہت بڑا بہتان باندھا۔ اگلی سورت میں الفاظ آرہے ہیں کہ یہود پر عہد شکنی اور دیگر کارروائیوں کی بنا پر ہم نے ان پر لعنت کی۔ ان آیات کا تعلق بھی اسی مضمون کے ساتھ ہے، ان وجوہ سے ان پر لعنت کی گئی۔

حضرت مریم علیہا السلام کے والد بھی فوت ہو چکے تھے، والدہ بھی فوت ہو چکی تھی اور ان کا ایک بھائی جس کا نام ہارون تھا، وہ بھی فوت ہو چکا تھا، حضرت مریم علیہا السلام کی تربیت اور پرورش حضرت زکریا علیہ السلام کی اہلیہ محترمہ ہنہ بنت فاقوذہ نے کی، جو حضرت مریم علیہا السلام کی حقیقی خالہ تھیں، حضرت مریم علیہا السلام نے بڑی عجیب زندگی گزاری ہے، جب جوان ہوئیں، غسل کرنا تھا، سادہ مکان تھا، اس کی مشرق کی جانب دو دیواروں کے ساتھ کپڑا لٹکا کر پردہ بنایا اور غسل کیا، کپڑے پہنے، اچانک دیکھا تو ایک صحت مند نوجوان ان کے پاس کھڑا ہے، حضرت مریم گھبرا گئیں، انہوں نے سمجھا کہ اس کی نیت اچھی نہیں ہے، میں جوان عورت ہوں اور ہوں بھی تنہائی میں، اس وقت اس کا آنا خطرے سے خالی نہیں ہے، حضرت مریم کے نام پر مستقل ایک سورت ہے، اس میں اس کا ذکر ہے۔

انہوں نے فریاد کی اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا میں تم سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں اگر تم پرہیز گار متقی ہو، تو جہاں سے آئے ہو چلے جاؤ قَالَ اس نے کہا بی بی! مجھ سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ میں تو تیرے پروردگار کا بھیجا ہوا فرشتہ ہوں جبرائیل لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا اور اس لئے آیا ہوں تاکہ میں دوں تجھے ایک لڑکا پاکیزہ۔ جب لڑکے کی خوشخبری سنی تو قَالَتْ کہنے لگی اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ کہاں سے ہوگا میرے لئے لڑکا وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا اور نہیں چھوا مجھے کسی انسان نے اور نہیں ہوں میں بدکار۔ نہ جائز طریقے سے کوئی مرد میرے پاس آیا ہے اور نہ میں بدکار ہوں، کیونکہ عادتاً بچے دو طریقے سے ہی حاصل ہوتے ہیں: حلال طریقے سے یا حرام کے طور پر۔ اور یہ دونوں میرے اندر نہیں ہیں۔

قَالَ فرشتے نے کہا كَذٰلِكِ اسی طرح ہوگا قَالَ رَبُّكِ فرمایا ہے تیرے رب نے هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ یہ مجھ پر آسان ہے اور دوسری جگہ ہے كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ (پارہ: ۳، سورۃ آل عمران) اسی طرح

اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے اِنَّ مَثَلَ عِیۡسٰی عِنۡدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ تعالیٰ کے ہاں ایسی ہی ہے جیسے مثال ہے آدمؑ کی خَلَقَہٗ مِنۡ تُرَابٍ اللہ تعالیٰ نے اس کو پیدا کیا مٹی سے ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ پھر کہا اس کو ہو جا، پس وہ ہو گئے۔ حضرت آدم علیہ السلام کا نہ باپ، نہ ماں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ تو ہے، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ان کے گریبان میں پھونک ماری، اس کا اثر یہ ہوا کہ ان کے پیٹ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وجود بن گیا اور جب لڑکے کی پیدائش کا وقت ہوا تو پریشان ہوئیں کہ میں لوگوں کو کس طرح مطمئن کروں گی کہ یہ لڑکا کس طرح ہو گیا؟ وہ کس طرح تسلیم کریں گے؟

عمران بن مانان جو مسجد اقصیٰ کے خطیب تھے اور اس وقت کے ولی کامل تھے کی بیٹی ہوں، زکریا علیہ السلام کے گھر میری تربیت ہوئی ہے، سارا خاندان ہی نیک ہے، میں یہ کہوں کہ لڑکا اس طرح پیدا ہوا ہے تو لوگ مطمئن ہو جائیں گے؟ کس طرح مطمئن کروں گی؟ جب دردِ زہ شروع ہوا وہاں سے دور ایک ٹیلا تھا، وہاں کھجور کے کچھ درخت تھے، کھجور کا ایک درخت بالکل خشک تھا، اس کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئیں اور کہا یٰلَیۡتَنِیۡ مِتُّ قَبۡلَ ھٰذَا وَ کُنۡتُ نَسۡیًا مَّنۡسِیًّا (پارہ:۱۶، سورۂ مریم) کاش کہ میں اس سے پہلے مر چکی ہوتی اور بھولی ہوتی، اللہ تعالیٰ کا فرشتہ آ گیا اور کہا اَلَّا تَحۡزَنِیۡ بی بی پریشان نہ ہو، اللہ تعالیٰ اسباب پیدا فرمائے گا، جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہو چکی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا وَ ھُزِّیۡۤ اِلَیۡکِ بِجِذۡعِ النَّخۡلَۃِ اور کھجور کے تنے کو پکڑ کر اپنی طرف ہلاؤ تُسٰقِطۡ عَلَیۡکِ رُطَبًا جَنِیًّا تم پر تازہ تازہ کھجوریں گریں گی۔

دیکھو کتنی بڑی عجیب بات ہے، بچے کی پیدائش کے بعد تو عورت ہلنے جلنے کے قابل نہیں ہوتی جو ٹہنی تک نہیں ہلا سکتی، اس کو حکم دیا جا رہا ہے کہ کھجور کا تنا ہلاؤ، تنا پہلوان بھی نہیں ہلا سکتا، مگر اس میں ہمارے لئے سبق ہے کہ حرکت میں برکت ہے فَاَتَتۡ بِہٖ قَوۡمَھَا تَحۡمِلُہٗ پھر وہ اس بچے کو اٹھا کر قوم کے پاس لے آئیں قَالُوۡا جس جس نے دیکھا کہا یٰمَرۡیَمُ لَقَدۡ جِئۡتِ شَیۡئًا فَرِیًّا اے مریم! البتہ تحقیق لائی ہے تو اوپری چیز یٰۤاُخۡتَ ھٰرُوۡنَ مَا کَانَ اَبُوۡکِ امۡرَاَ سَوۡءٍ وَّ مَا کَانَتۡ اُمُّکِ بَغِیًّا ہارون کی بہن! نہ تیرا باپ برا، نہ تیری ماں بدکار، یہ بچہ کہاں سے آ گیا؟ فَاَشَارَتۡ اِلَیۡہِ پس حضرت مریم نے اشارہ کیا بچے کی طرف کہ اس سے

پوچھو کون ہے؟ اور کہاں سے آیا ہے؟ قَالُوْا انہوں نے کہا کَیْفَ نُکَلِّمُ مَنْ کَانَ فِی الْمَهْدِ صَبِیًّا ہم اس بچے سے کیسے بات کریں جو گود میں ہے۔ جس کو تو نے گود میں اٹھایا ہوا ہے، مخلوق اکٹھی تھی، مرد کیا عورتیں کیا بوڑھے اور کیا بچے، عجیب سماں تھا اور یہ گنہگار ہو رہی تھی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا پہلا دن تھا، بعض نے دوسرا دن لکھا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تقریر شروع کر دی قَالَ فرمایا اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ بے شک میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، یہ پہلی کاری ضرب ہے عیسائیوں پر جو ان کو رب مانتے ہیں، فرمایا میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، رب نہیں ہوں اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ رب تعالیٰ نے مجھے کتاب دینے کا وعدہ کیا ہے وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا اور اس نے مجھے نبی بنایا ہے وَّجَعَلَنِیْ مُبٰرَکًا اَیْنَ مَا کُنْتُ اور مجھے برکت والا بنایا ہے جہاں بھی میں ہوں وَ اَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّکٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا (پارہ:۱۶، سورۂ مریم) اور اس نے مجھے تاکید فرمائی ہے نماز کی اور زکوٰۃ کی جب تک کہ میں زندہ رہوں، لمبی چوڑی تقریر فرمائی اور ایک دن کے بچے نے ایسی تقریر کی کہ کوئی شخص بوڑھاپے میں بھی ایسی تقریر نہیں کر سکتا، لیکن یہودیوں نے تسلیم نہ کیا اور کہا کہ یہ بچہ حلال نہیں ہو سکتا، اتنے ضدی تھے کہ ساری نشانیاں دیکھنے کے باوجود خبیث باز نہ آئے۔ نبوت تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بچپن میں ہی مل گئی تھی، اللہ تعالیٰ نے ان کو بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجا، اس وقت بنی اسرائیل نے اپنا دین مسخ کر لیا تھا۔

جس طرح آج کل اہل بدعت نے دین کا نقشہ اور حلیہ بگاڑ دیا ہے اور کہتے اپنے آپ کو حنفی ہیں، حالانکہ اماموں میں سے شرک اور بدعت کی تردید جتنی امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کی ہے اتنی اور کسی نے نہیں کی اور فقہ حنفی میں جتنی شرک اور بدعت کی تردید ہے، اتنی اور کسی فقہ میں نہیں ہے۔ مگر وہ بھی آپ کو حنفی کہتے ہیں اور ہمیں وہابی کہتے ہیں لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ان کے سامنے اگر کوئی حق بیان کرے تو اس کو بھڑوں کی طرح چمٹ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ دین بگاڑنے والا ہے۔

اسی طرح جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لوگوں کی اصلاح کرنی شروع فرمائی کہ لوگو! تم نے جو دین کا نقشہ بنایا ہوا ہے، یہ خدائی دین نہیں ہے، یہ تمہارا خانہ ساز ہے، یہ بدعات ہیں، رسم و رواج ہیں تو ان

کے مولوی اور عوام سارے ہی ان کے مخالف ہو گئے اور ان کے مولوی اور پیر مخالفت میں پیش پیش تھے۔

ملک شام میں رومیوں کی حکومت تھی، ایک صوبہ یہودیوں کا تھا، اس کا گورنر تھا ہیروڈ جو مرکز کی طرف سے مقرر تھا، یہودیوں کا ایک وفد گورنر کے پاس گیا اور کہا کہ یہ شخص یعنی عیسیٰؑ ہمارے دین میں بگاڑ پیدا کرنے کے لئے آیا ہے، ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ اس کو سولی پر لٹکایا جائے، اگر حکومت ہمارا مطالبہ پورا نہیں کرے گی تو ہم خود قدم اٹھائیں گے، گورنر خاصا پریشان ہوا اور مرکز کو خط لکھا کہ میرے صوبے میں اس طرح کا ایک شخص ہے، وہ اپنے آپ کو نبی بتاتا ہے، وعظ وتقریریں کرتا ہے، مگر سارا صوبہ اس کے خلاف ہے، سوائے چند آدمیوں کے اور مجھ سے مطالبہ کرتے ہیں اس کو سولی پر لٹکانے کا، میرے متعلق جو ہدایات ہیں بتائی جائیں، تا کہ میں ان پر عمل کروں۔

حکومت نے کہا: ایسا نہ کرنا، ایسا ہوتا رہتا ہے، لوگ درخواستیں دیتے رہتے ہیں، کسی کو قتل کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ کچھ دن گزرنے کے بعد یہودی عوام مولویوں اور پیروں نے جلوس نکالنے شروع کر دیئے اور گورنر ہاؤس کا گھیراؤ شروع کر دیا، نعرے بازی ہو رہی ہے کہ عیسیٰؑ کو ہمارے سامنے سولی پر لٹکاؤ، گورنر نے پریشان ہو کر دوبارہ مرکز کو خط لکھا کہ لوگوں نے میری نیند حرام کر دی ہے، نہ دن کو آرام ہے، نہ رات کو، یا تو مجھے اس کی قتل کی اجازت دو یا میرا استعفاء قبول کرو۔

مرکز نے جواب دیا کہ اگر ایک آدمی کے قتل کرنے سے صوبے میں امن قائم ہوتا ہے تو اس کو سولی پر لٹکا دو، گورنر ہیروڈ کو اجازت مل گئی حضرت عیسیٰؑ کو سولی پر چڑھانے کی، گورنر نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کرنے کے آرڈر جاری کر دیئے اور پولیس گرفتار کرنے کے لئے روانہ ہوگئی، غیر ملکی پولیس تھی رومیوں کی، جس طرح ہم پر ایک وقت انگریز مسلط تھا، گورے سپاہی ہوتے تھے، ہم جو رعیت تھے ہماری زبان، شکلیں اور بود و باش اور تھی، گوروں کی اور تھی، اس طرح وہاں بھی بادشاہ کی طرف سے پولیس متعین تھی، انکی بولی رومی تھی اور یہودیوں کی عبرانی زبان تھی، پولیس نے ایک آدھ مرتبہ عیسیٰؑ کو دیکھا تھا، پولیس نے بجائے عیسیٰؑ کو گرفتار کرنے کے شمعون قرینی کو گرفتار کر لیا، یہ ایک منافق آدمی تھا، حضرت عیسیٰؑ کے پاس جاتا تو ان کا بن جاتا اور یہودیوں کے پاس جاتا تو ان کا بن جاتا اور اس کی شکل حضرت عیسیٰؑ سے ملتی جلتی تھی، اس

مغالطے میں انہوں نے اس کو گرفتار کرلیا، اس نے کافی شور مچایا، چیخا چلایا کہ میں شمعون قرینی ہوں، عیسیٰ نہیں ہوں، مگر انہوں نے اس کی ایک نہ سنی اور کہا کہ لوگ ایسے موقع پر ایسا کرتے ہیں اور لے جا کر اس کو سولی پر چڑھادیا اور عیسیٰ کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر زندہ اٹھالیا اور یہ بات دو تاریخی کتابوں میں موجود ہے اور وہ دونوں کتابیں انگریزوں کی مرتب کردہ ہیں۔ ایک کا نام انسائیکلو پیڈیا برطانیکا اور دوسری کا نام ہے انسائیکلو پیڈیا آخری لیجن اینڈ استھک۔ ان دونوں کتابوں میں یہ تصریح موجود ہے کہ جس شخص کو سولی پر لٹکایا گیا تھا وہ شمعون قرینی تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمانوں پر اٹھالیا اور وہ دوسرے آسمان پر موجود ہیں اور قیامت کے قریب اس وقت نازل ہوں گے جب امام مہدی رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھانے کی تیاری میں ہوں گے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق شہر میں جامع مسجد اموی کے شرقی مینارہ پر اتریں گے، وہ مینارہ آج بھی منارۃ المسیح کے نام سے مشہور ہے، وہ سفید رنگ کا مینارہ ہے اور صبح کے وقت نازل ہوں گے، جن روایتوں میں عصر کے وقت کا ذکر ہے وہ کمزور ہیں، صحیح روایتوں میں ہے کہ صبح کے وقت نازل ہوں گے، پہلی نماز امام مہدی رضی اللہ عنہ کے پیچھے کھڑے ہو کر پڑھیں گے، نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمائیں گے کہ مجھے جس مقصد کے لئے بھیجا گیا ہے، اب ہم اس کو پورا کریں گے۔ چنانچہ دجال لعین کو لُد کے مقام پر قتل کریں گے، تل ابیب سے جو اسرائیل کا دارالخلافہ ہے چھتیس میل دور ایک چھوٹی سی بستی ہے، اس کا نام لُد ہے۔

دجال لعین چالیس دنوں میں زمین پھر چکا ہوگا، پہلا دن ایک سال کا ہوگا، دوسرا دن ایک مہینے کے برابر ہوگا اور تیسرا دن ہفتے کے برابر لمبا ہوگا اور باقی دن عام دنوں کی طرح ہوں گے۔ مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ اور بیت المقدس کے علاوہ کوئی ایسی جگہ نہیں ہوگی جہاں وہ نہ پھرا ہوگا۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے ان پر لعنت بھیجی ان کے کفر کی وجہ سے اور ان کے اس قول کی وجہ سے کہ انہوں نے حضرت مریم علیہا السلام پر بہت بڑا بہتان باندھا وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اور ان کے اس قول کی وجہ سے ان پر لعنت کی کہ بے شک ہم نے قتل کیا مسیح کو جو عیسیٰ بن مریم تھے

رَسُوْلَ اللّٰهِ جو اللہ تعالیٰ کے رسول ہونے کا دعویٰ کرتا تھا۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَاقَتَلُوْهُ حالانکہ انہوں نے نہیں قتل کیا اس کو وَمَاصَلَبُوْهُ اور نہ انہوں نے اس کو سولی پر چڑھایا وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ اور لیکن معاملہ ان کے لئے مشتبہ کر دیا گیا ہے کہ ان کا ہم شکل آدمی شمعون قرینی قابو آ گیا اور اس کو سولی پر چڑھا دیا گیا وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ اور بے شک وہ لوگ جنہوں نے اختلاف کیا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ البتہ وہ شک میں ہیں ان کے متعلق مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ نہیں ہے ان کو اس بارے میں کوئی علم اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ سوائے گمان کی پیروی کے وَمَاقَتَلُوْهُ يَقِيْنًا اور نہیں قتل کیا انہوں نے مسیح کو یقیناً بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اٹھا لیا اپنی طرف۔

غور کرو اب اتنی تاکید کے بعد بھی کوئی شخص یہ کہے کہ عیسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے ہیں تو اس کے مردود ہونے میں کیا شک ہے؟ یہ قرآن پاک تمہارے سامنے ہے، دیکھ رہے ہو، اس کے بعد کسی چیز کی گنجائش ہے؟ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا اور ہے اللہ تعالیٰ غالب، اس کے اٹھانے میں کوئی اشکال نہیں ہے وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اور نہیں ہے اہل کتاب میں سے کوئی بھی اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ مگر ایمان لائے گا عیسیٰ پر قَبْلَ مَوْتِهٖ ان کی وفات سے پہلے۔ جب آسمان سے نازل ہوں گے اور جہاد کریں گے، جو لڑائی سے بچ جائیں گے ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہوگا جو عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ لائے۔

ایک شخص نے سوال کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کس حیثیت سے تشریف لائیں گے۔ حضرت شیخ نے جواب میں فرمایا کہ آپؑ امتی کی حیثیت سے تشریف لائیں گے۔ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا اور قیامت والے دن ہوں گے عیسیٰؑ ان لوگوں پر گواہ۔

حیاتِ مسیح پر میں نے ایک چھوٹا سا رسالہ لکھا ہے جس کا نام ہے ''توضیح المرام'' توفیق ہو تو اس کو ضرور دیکھو، اس میں میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمانوں پر اٹھائے جانے اور قریب قیامت نازل ہونے اور نزول کے بعد دجال کو قتل کرنے اور شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا التحیۃ والتسلیم کے مطابق حکومت کرنے اور زمین کو عدل و انصاف سے چلانے کا ثبوت قرآن پاک، صحیح احادیث، فقہاء اور متکلمین کے اقوال سے اور بزرگانِ دین کے اقوال سے دیا ہے اور مرزائیوں کی تردید ان کی کتابوں سے کی ہے، لیکن

گکھڑ کے لوگوں کو کتاب پڑھنے کا شوق بالکل نہیں ہے اور کتاب لینے کے حق میں بڑے بخیل ہیں، کتاب پر پیسے خرچ کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں، بس یہ سمجھتے ہیں کہ درس سن لیا، بس یہی کافی ہے، حالانکہ جتنا اطمینان کتاب سے حاصل ہو سکتا ہے، وہ درس سے نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس پر کافی محنت صرف کی ہوتی ہے اور پورے زور کے ساتھ دلائل جمع کئے ہوتے ہیں اور مالھا و ماعلیہا پر تفصیلی بحث ہوتی ہے۔

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِیْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَیْهِمْ طَیِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَ بِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَثِیْرًا ﴿۱۶۰﴾ وَّ اَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَ قَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَ اَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ؕ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿۱۶۱﴾ لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَ الْمُقِیْمِیْنَ الصَّلٰوةَ وَ الْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ اُولٰٓىٕكَ سَنُؤْتِیْهِمْ اَجْرًا عَظِیْمًا ﴿۱۶۲﴾

لفظی ترجمہ:

فَبِظُلْمٍ پس بسبب ظلم کرنے کے مِّنَ الَّذِیْنَ ان لوگوں کی طرف سے هَادُوْا جو یہودی تھے حَرَّمْنَا حرام کردیں ہم نے عَلَیْهِمْ ان پر طَیِّبٰتٍ پاکیزہ چیزیں اُحِلَّتْ لَهُمْ جو حلال کی گئی تھیں ان کے لئے وَبِصَدِّهِمْ اور بوجہ ان کے روکنے کے عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے سے كَثِیْرًا بہت زیادہ وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا اور بسبب ان کے سود لینے کے وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ حالانکہ تحقیق ان کو منع کیا گیا تھا سود خوری سے وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ اور بوجہ ان کے کھانے کے لوگوں کے مالوں کو بِالْبَاطِلِ باطل طریقے سے وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ مِنْهُمْ اور ہم نے تیار کیا ہے کافروں کے ان میں سے عَذَابًا اَلِیْمًا عذاب دردناک لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ لیکن جو پختہ ہیں فِی الْعِلْمِ علم میں مِنْهُمْ ان میں سے وَالْمُؤْمِنُوْنَ اور وہ جو ایمان لانے والے ہیں یُؤْمِنُوْنَ ایمان لاتے ہیں بِمَاۤ اس چیز پر اُنْزِلَ اِلَیْكَ جو نازل کی گئی ہے آپ کی طرف سے وَمَاۤ اور اس چیز پر اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ جو نازل کی گئی آپ سے پہلے وَالْمُقِیْمِیْنَ الصَّلٰوةَ اور جو قائم کرنے والے ہیں نماز کو وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ اور دیتے ہیں زکوۃ وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ اور ایمان لاتے ہیں اللہ تعالیٰ پر وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اور آخرت کے دن پر اُولٰٓىٕكَ وہ لوگ ہیں سَنُؤْتِیْهِمْ عنقریب ہم ان کو دیں گے اَجْرًا عَظِیْمًا اجر بہت بڑا۔

تشریح:

کل کے درس میں تم نے تفصیلاً سنا کہ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ کے متعلق نامناسب باتیں کیں جو کسی شریف آدمی کے متعلق بھی نہیں کہی جاسکتیں، چہ جائے کہ اللہ تعالیٰ کے شان والے پیغمبر اور اس کی پاک دامن ماں کے بارے میں کہی جائیں، مگر دنیا میں بہت کچھ ہوتا ہے،

کسی کی زبان تو نہیں پکڑی جاسکتی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر منافقوں نے تہمت لگائی، کم وبیش ایک مہینہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پریشان رہے اور منافقوں نے اس قدر زور سے پروپیگنڈہ کیا کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم بھی غلط فہمی کا شکار ہوگئے، جیسے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ مشہور شاعر ہیں، کہنے لگے نوعمر عورت ہے، ایسی بات ہوگئی ہو تو تعجب نہیں ہے (معاذ اللہ تعالیٰ) اور حضرت مسطح رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد بھائی ہیں، مہاجرین میں سے ہیں اور بدری صحابی ہیں، مگر غلط فہمی کا شکار ہوگئے اور حمنہ بنت جحش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی پھوپھی کی بیٹی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سالی بھی لگتی تھیں، وہ بھی اس غلط فہمی کا شکار ہوگئیں، اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی صفائی میں سورۂ نور کے اندر دو رکوع نازل فرمائے اور فرمایا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ پروردگار! تو پاک ہے، یہ تو بہت بڑا بہتان ہے۔

تو دنیا میں باتیں کرنے سے تو کوئی بھی باز نہیں آتا، اب ظاہر بات ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر جو اتہام لگایا گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا گزری ہوگی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مہینہ تک کیا کیفیت تھی؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ پر بھی تہمت لگائی گئی، اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو ناحق شہید کیا گیا، لوگ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کا مقابلہ کرتے رہے اور پیغمبروں پر کیا کیا ظلم کرتے رہے، اس کا ذکر ہے۔

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا بسبب ان لوگوں کے ظلم کرنے کے جو یہودی تھے، یہودیوں کو یہودی اس لئے کہا جاتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے کا نام یہودا تھا، وہ مومن تھا، صحابی تھا، ولی کامل تھا، پھر پیغمبر کا بیٹا تھا، اس کی طرف نسبت کی وجہ سے ان کو یہودی کہتے ہیں یا اس وجہ سے یہودی کہا جاتا ہے کہ ان کے بڑوں نے غلطی کی تھی، پھر توبہ کی اور کہا اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ اے پروردگار! ہم نے تیری طرف رجوع کیا ہے، ہمیں معاف کردے تو اس هُدْنَا کے لفظ کی وجہ سے ان کو یہودی کہا جاتا ہے کہ یہ حق کی طرف رجوع کرنے والے ہیں، ان میں نیک بھی تھے، مگر اکثریت بروں کی تھی، تو فرمایا بسبب ان لوگوں کے ظلم کے جو یہودی تھے حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ حرام کردیں ہم نے ان پر طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ پاکیزہ چیزیں جو

حلال کی گئی تھیں ان کے لئے۔ ان کے ظلم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر حرام فرما دیں، اس کا ذکر دوسرے مقام پر ہے وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا اور ان لوگوں پر جو یہودی تھے ہم نے حرام کر دیا كُلَّ ذِي ظُفُرٍ سب ناخن والے جانور جن کے پاؤں پھٹے ہوئے نہیں ہوتے، جیسے اونٹ، شتر مرغ، بطخ وغیرہ کہ ان کے پاؤں جڑے ہوئے ہوتے ہیں وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ اور گائیوں میں سے اور بھینس بھی اس میں داخل ہے اور بکریوں میں سے اور بھیڑیں بھی اس میں شامل ہیں حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُومَهُمَآ ان کی چربی ہم نے ان پر حرام کر دی۔ گائے، بیل کا گوشت تو کھا سکتے تھے، مگر ان کی چربی نہیں کھا سکتے، بکری بکرا چھترے کا گوشت تو کھا سکتے ہو، مگر چربی نہیں کھا سکتے إِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُورُهُمَآ سوائے اس چربی کے جو ان کی پیٹھ کے ساتھ لگی ہوئی ہو أَوِ الْحَوَايَآ یا انتڑیوں کے ساتھ لگی ہوئی ہو أَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ یا وہ جو ہڈی کے ساتھ لگی ہوئی ہو وہ کھا سکتے ہیں، باقی نہیں مثلاً: چکتی ہے یا گردوں کے ساتھ جو لگی ہوئی ہے نہیں کھا سکتے تھے، یہ چیزیں کیوں حرام فرمائیں؟ ذَٰلِكَ جَزَيْنَٰهُم بِبَغْيِهِمْ (پارہ:۸، سورۃ الانعام) یہ ہم نے ان کو سزا دی ان کی سرکشی کی وجہ سے۔

اس کو تم اس طرح سمجھو کہ عمومی حالات میں لوگ اکٹھے بیٹھتے چلتے پھرتے ہیں، مگر جب حکومت کو خدشہ ہو کہ لوگ اکٹھے ہو کر حکومت کے خلاف کوئی کارروائی کرنا چاہتے ہیں یا بدامنی پھیلانا چاہتے ہیں تو حکومت دفعہ ایک سو چوالیس نافذ کر دیتی ہے کہ مثلاً: پانچ آدمی اکٹھے نہیں چل سکتے یا بیٹھ نہیں سکتے، لوگوں کی شرارت سے بچنے اور امن برقرار رکھنے کے لئے مذکورہ دفعہ لگائی جاتی ہے اور یہ پابندی عارضی طور پر ہوتی ہے، اس طرح یہودیوں پر جو یہ چیزیں حرام کی گئی تھیں عارضی تھیں، ان کی سرکشی کی وجہ سے حرام فرمائیں۔

وَبِصَدِّهِمْ عَن سَبِيلِ اللَّهِ كَثِيرًا بوجہ ان کے روکنے کے اللہ تعالیٰ کے راستہ سے، بہت زیادہ ہر آدمی اپنے عقائد پر خوش ہے، چاہے وہ کیسے ہی کیوں نہ ہوں۔

قرآن پاک میں آتا ہے كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ (پارہ:۲۱، سورۃ الروم) ہر گروہ ان چیزوں پر خوش ہے جو ان کے پاس ہیں اور کوشش کرتا ہے کہ سارے لوگ میرے جیسے ہو جائیں اور میرے

ساتھ مل جائیں، مثلاً: چور چاہتا ہے اور لوگ بھی چور بن جائیں اور میرے ساتھ مل جائیں، ڈاکو اپنی گینگ بنائیں گے، تاکہ ہماری قوت بڑھ جائے، ہر قسم کے لوگ اپنے نظریات کو پھیلاتے ہیں، باطل نظریات سے صرف وہ بچ سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ بچائے اور وہ خود بچنے کی کوشش کرے۔ اس وقت مغربی قوتوں نے مسلمانوں کے عقائد ونظریات اور اعمال پر یلغار کی ہوئی ہے، ڈش کے ذریعے، ٹی وی کے ذریعہ، رسائل کے ذریعے، اسکولوں کے ذریعے، مشنریوں کے ذریعے، ایسا کہ ہر ہر لفظ میں ہر ہر بول میں مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے ہیں، انہوں نے تو اپنا کام کرنا ہے، ہمارے اندر بھی غیرت ہونی چاہئے کہ ہم دین کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں، نہ کہ ان سے متأثر ہو کر دین کے کام چھوڑ بیٹھیں اور ان جیسی وضع قطع اپنالیں۔

وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا اور بسبب ان کے سود لینے کے وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ حالانکہ ان کو بتحقیق منع کیا گیا تھا سود خوری سے اور سود صرف ان کے لئے حرام نہیں تھا، بلکہ ہمارے لئے بھی حرام ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''لَعَنَ اللّٰهُ آكِلَ الرِّبٰو وَمُوْكِلَهٗ وَكَاتِبَهٗ وَشَاهِدَيْهِ'' سود کھانے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اور کھلانے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت یعنی لینے والے پر، دینے والے پر اور سود لکھنے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اور سود کے گواہ بننے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے (یہ بخاری شریف کی صحیح روایت ہے) اور جس طرح سود حرام ہے، اس طرح رشوت بھی حرام ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے رشوت لینے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اور رشوت دینے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اور دلال پر اللہ تعالیٰ کی لعنت یعنی جو ان کو جوڑتا ہے وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ اور بوجہ ان کے کھانے کے لوگوں کے مالوں کو باطل طریقے سے، ڈاکے بھی ڈالتے تھے، فراڈ بھی کرتے تھے، عجیب عجیب طریقے تھے لوگوں کے مال کھانے کے۔

جس طرح آج کل بھی لوگ موجود ہیں، مردوں میں بھی ہیں، عورتوں میں بھی ہیں کہ مال آئے جس طرح بھی آئے اور اس چیز کی تمیز نہیں ہے کہ حلال ہے یا حرام ہے اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندے تردید کرنے والے بھی موجود ہیں، مرد بھی، عورتیں بھی جو حرام خوری کی تردید کرتے ہیں۔

ہاں! حدیث پاک میں آتا ہے ''ظُنُّوْا بِالْمُؤْمِنِیْنَ خَیْرًا'' مومنوں کے بارے میں خیر کا گمان کرو، اگر کسی شخص کے حالات تمہیں معلوم نہیں ہیں اور وہ تمہیں تحفہ ہدیہ دیتا ہے تو بدگمانی نہ کرو، بلکہ سمجھو کہ مومن ہے، اچھی چیزیں دے گا، حلال چیزیں دے گا کہ مومن ہے اور بندہ اس کا مکلف نہیں ہے کہ تحقیق شروع کردے کہ کہاں سے کما کر لائے ہو؟ یہ چیز تمہیں کہاں سے ملی ہے؟ اس کو کس طرح حاصل کیا ہے؟ ہاں! اگر تمہیں یقین ہو کہ واقعی اس کی کمائی حرام کی ہے تو بہتر یہ ہے کہ اس سے ہدیہ نہ لو اور اگر کسی وجہ سے لے لو تو خود استعمال نہ کو، بلکہ کسی غریب مسکین ضرورت مند کو دے دو وَاَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ اور ہم نے تیار کیا ہے کافروں کے لئے مِنْھُمْ ان یہودیوں میں سے عَذَابًا اَلِیْمًا دردناک عذاب، ان گناہوں اور شرارتوں کی وجہ سے اور بداعمالیوں کا ان کو بدلہ ملے گا، بظاہر ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ سارے یہودی ظالم اور برے تھے، کیونکہ الفاظ ہیں فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِیْنَ ھَادُوْا بوجہ ان لوگوں کے ظلم کرنے کے جو یہودی ہیں، لیکن ایسی بات نہیں ہے۔

فرمایا لٰکِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ مِنْھُمْ لیکن جو پختہ ہیں علم میں ان میں سے وَالْمُؤْمِنُوْنَ اور وہ جو ایمان لانے والے ہیں یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ ایمان لاتے ہیں اس چیز پر جو نازل کی گئی ہے آپ کی طرف، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف قرآن نازل کیا گیا ہے، سنت نازل کی گئی ہے وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ اور اس چیز پر ایمان لاتے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے نازل کی گئی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں بھی یہودیوں میں سے چند آدمی ایسے تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے تھے، جیسے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ، حضرت اسید رضی اللہ عنہ، حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہ وغیرہ اور عام یہودی جانتے ہوئے بھی ایمان نہیں لاتے تھے، غلط فہمی کا مسئلہ جدا ہے، مگر یہودیوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کے بارے میں کوئی غلط فہمی نہیں تھی، قرآن میں ہے یَعْرِفُوْنَہٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَھُمْ حضرت محمد صلی اللہ علہ وسلم کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں، یعنی جس طرح اپنی اولاد کے پہچاننے میں کوئی شبہ نہیں ہوتا، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان علامتوں اور نشانیوں سے جو پہلی کتابوں میں مذکور تھیں جانتے اور پہچانتے تھے کہ واقعی یہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا یہ مقولہ تفسیروں میں منقول ہے کہ ہمیں اپنی اولاد کے بارے میں تو شبہ ہوسکتا ہے کہ ہماری بیویوں نے خیانت کی ہو اور ہمیں نہ بتایا ہو، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کوئی شبہ نہیں ہے، بڑی عجیب بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا میں آنے سے پہلے یہودی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ اور طفیل سے دعا کرتے تھے کہ اے پروردگار! اس پیغمبر کے صدقے اور طفیل سے جس نے آنا ہے ہمیں دشمن کے مقابلہ میں فتح نصیب فرما، جیسا کہ تم پہلے پارے میں پڑھ چکے ہو وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور تھے وہ اس سے پہلے فتح کے لئے توسل حاصل کرتے ان لوگوں کے خلاف جو کافر ہیں فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا پس جب آئی ان کے پاس وہ ذات جس کو انہوں نے پہچان لیا كَفَرُوْا بِهٖ اس کا انکار کر گئے تو اس کا تو دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے اور ماننے والوں کی ظاہری علامت یہ ہے وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ اور جو قائم کرنے والے ہیں نماز کو وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ اور دیتے ہیں زکوٰۃ، مالی عبادتیں بھی کرتے ہیں اور بدنی عبادتیں بھی کرتے ہیں وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ اور صحیح معنی میں رب تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور آخرت کے دن پر بھی ایمان رکھتے ہیں تو یہودیوں میں ایسے لوگ تھے اور ہیں جو پختہ علم والے ہیں، ایمان لاتے ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، آخرت کے دن پر یقین رکھتے ہیں اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا وہ لوگ ہیں عنقریب ہم ان کو دیں گے بہت بڑا اجر تو یہودی سارے برابر نہیں تھے اور اب بھی سارے برابر نہیں ہیں، اکثریت تو بُروں کی ہے اور کچھ حق ماننے والے بھی ہیں۔

اِنَّاۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ كَمَاۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰى نُوْحٍ وَّ النَّبِیّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰۤى اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ عِیْسٰى وَ اَیُّوْبَ وَ یُوْنُسَ وَ هٰرُوْنَ وَ سُلَیْمٰنَ ۚ وَ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۱۶۳﴾ وَ رُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَیْكَ مِنْ قَبْلُ وَ رُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَیْكَ ؕ وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِیْمًا ﴿۱۶۴﴾ رُسُلًا مُّبَشِّرِیْنَ وَ مُنْذِرِیْنَ لِئَلَّا یَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا ﴿۱۶۵﴾ لٰكِنِ اللّٰهُ یَشْهَدُ بِمَاۤ اَنْزَلَ اِلَیْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَ الْمَلٰٓىٕكَةُ یَشْهَدُوْنَ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ﴿۱۶۶﴾

لفظی ترجمہ:

اِنَّاۤ اَوْحَیْنَاۤ بے شک ہم نے وحی بھیجی اِلَیْكَ آپ کی طرف كَمَاۤ اَوْحَیْنَاۤ جیسا کہ وحی بھیجی ہم نے اِلٰى نُوْحٍ نوحؑ کی طرف وَّ النَّبِیّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ اور ان نبیوں کی طرف جو نوحؑ کے بعد آئے وَ اَوْحَیْنَاۤ اور ہم نے وحی بھیجی اِلٰۤى اِبْرٰهِیْمَ ابراہیمؑ کی طرف وَ اِسْمٰعِیْلَ اور اسماعیلؑ کی طرف وَ اِسْحٰقَ اور اسحاقؑ کی طرف وَ یَعْقُوْبَ اور یعقوبؑ کی طرف وَ الْاَسْبَاطِ اور ان کی اولا در اولاد کی طرف وَ عِیْسٰى اور عیسیٰؑ کی طرف وَ اَیُّوْبَ اور ایوبؑ کی طرف وَ یُوْنُسَ اور یونسؑ کی طرف وَ هٰرُوْنَ اور ہارونؑ کی طرف وَ سُلَیْمٰنَ اور سلیمانؑ کی طرف وَ اٰتَیْنَا اور دی ہم نے دَاوٗدَ زَبُوْرًا داؤدؑ کو زبور کتاب وَ رُسُلًا اور کئی رسول بھیجے ہم نے قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَیْكَ تحقیق جن کے کچھ حالات ہم نے بیان کئے آپ پر مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے وَ رُسُلًا اور کئی رسول ہیں لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَیْكَ جن کے حالات ہم نے نہیں بیان کئے آپ پر وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِیْمًا اور کلام کیا اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کے ساتھ کلام کرنا رُسُلًا یہ پیغمبر تھے مُّبَشِّرِیْنَ خوشخبری سنانے والے وَ مُنْذِرِیْنَ اور ڈرانے والے اس لئے بھیجے لِئَلَّا یَكُوْنَ لِلنَّاسِ تاکہ نہ ہو لوگوں کے لئے عَلَى اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے سامنے حُجَّةٌ کوئی بہانہ اور عذر بَعْدَ الرُّسُلِ رسولوں کے آنے کے بعد وَ كَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ عَزِیْزًا غالب حَكِیْمًا حکمت والا لٰكِنِ اللّٰهُ یَشْهَدُ لیکن اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے بِمَاۤ اَنْزَلَ اِلَیْكَ اس چیز کی جو اس نے نازل کی آپ کی طرف اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ نازل کی اس چیز کو اپنے علم کے ساتھ وَ الْمَلٰٓىٕكَةُ یَشْهَدُوْنَ اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا اور کافی ہے اللہ تعالیٰ گواہی دینے والا۔

تشریح:

اس سے پہلے رکوع کی ابتدا میں یہودیوں کے سوال کا ذکر ہوا تھا کہ یَسْئَلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ اے نبی کریم! اہل کتاب آپ سے سوال کرتے ہیں کہ اگر تم پیغمبر ہو تو آسمان سے اکٹھی کتاب کیوں نہیں لاتے؟ یہ کیا ہوا کہ کبھی ایک آیت سنادی، کبھی دو آیتیں سنادیں، کبھی رکوع سنادیا اور کہہ دیتے ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہے، اکٹھی کتاب لاؤ، ورنہ ہم تمہیں ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا، فرمایا اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ بے شک ہم نے وحی بھیجی آپ کی طرف كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ جیسا کہ وحی بھیجی ہم نے نوحؑ کی طرف اور ان نبیوں کی طرف جو نوحؑ کے بعد آئے تو بتاؤ کہ نوحؑ پر کونسی اکٹھی کتاب نازل ہوئی تھی؟ حالانکہ اصولی طور پر تم ان کو نبی مانتے ہو اور ان کے بعد بے شمار پیغمبر تشریف لائے ہیں، ان پر کونسی کتابیں نازل ہوئی ہیں؟ یہ بتانا تمہارا فرض ہے، کیونکہ یہ معیار تمہارا ہے کہ اکٹھی کتاب نازل ہو تو پیغمبر مانیں گے، ورنہ نہیں، جب کہ تم ان کو پیغمبر بھی مانتے ہو اور سب پر کتابیں بھی اکٹھی نازل نہیں ہوئیں۔

مزید تفصیل وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اور وحی بھیجی ہم نے ابراہیمؑ کی طرف اور اسماعیلؑ کی طرف اور اسحاقؑ کی طرف اور یعقوبؑ کی طرف۔۔ ان کی طرف کونسی اکٹھی کتابیں نازل ہوئیں، جبکہ تم ان سب کو نبی مانتے ہو اور تھے بھی یقیناً نبی۔

وَالْاَسْبَاطِ أسباط جمع ہے سِبْطٌ کی اور سبطٌ کے معنی ہیں اولاد۔ معنی بنے گا ان کی اولاد در اولاد کی طرف وحی بھیجی، کیونکہ اولاد میں بہت پیغمبر آئے ہیں، مگر سب کے پاس کتابیں نہیں تھیں، وَعِيْسٰى اور عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی، ان کو اللہ تعالیٰ نے انجیل عطا فرمائی وَاَيُّوْبَ اور ایوبؑ کی طرف وحی بھیجی، مگر ان کی طرف کوئی کتاب نازل نہ ہوئی وَيُوْنُسَ اور یونسؑ کی طرف وحی بھیجی، کتاب نہیں ملی وَهٰرُوْنَ اور ہارونؑ کی طرف وحی بھیجی، مگر کتاب نہیں ملی، وہ تورات کو ماننے اور منوانے کے پابند تھے وَسُلَيْمٰنَ اور سلیمانؑ کی طرف وحی بھیجی، مگر ان پر کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی، ان سب کو تم پیغمبر مانتے ہو، اب تمہارا معیار کہاں گیا کہ اکٹھی کتاب نازل ہو تو پیغمبر مانیں گے اور اگر اکٹھی کتاب نازل نہ ہو تو پیغمبر نہیں

مانیں گے۔ ان سب کو پیغمبر بھی مانتے ہو، سب پر کتابیں بھی نازل نہیں ہوئیں وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا اور دی ہم نے داؤدؑ کو زبور کتاب، کسی کو کتاب ملی، کسی کو نہیں ملی، جن کو کتاب ملی وہ بھی نبی ہیں اور جن کو کتاب نہیں ملی وہ بھی نبی ہیں، کیونکہ چار آسمانی کتابیں مشہور ہیں: قرآن کریم، توراۃ، انجیل اور زبور۔ ان میں تو کوئی شک شبہ نہیں ہے، ان کے علاوہ صحف موسیٰ اور صحف ابراہیم کا ذکر بھی قرآن میں آتا ہے، اس کے علاوہ قطعی اور یقینی طور پر کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک ہزار چار کتابیں نازل ہوئی ہیں، مگر محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم اس کی سختی کے ساتھ تردید کرتے ہیں، کیونکہ اس میں ایک راوی وہ جھوٹوں کا پیر ہے۔ وَرُسُلًا اور ان کے علاوہ کئی رسول تھے قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ تحقیق جن کے کچھ حالات ہم نے بیان کئے آپ پر اس سے پہلے وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ اور کئی رسول ہیں جن کے حالات نہیں بیان کئے ہم نے آپ پر۔

بعض لوگ جہالت کی وجہ سے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام غیوب عطا فرمادیئے ہیں اور لوگوں کو یہ مغالطہ دیتے ہیں کہ یہاں جو نفی ہے وہ ذاتی کی ہے، مثلاً: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ ترجمہ کرتے ہیں کہ میں ذاتی طور پر نہیں جانتا اور کہتے ہیں کہ ہم عطائی علم غیب کے قائل ہیں اور چونکہ خداوند کریم کی صفت عطائی نہیں ہے، بلکہ ذاتی ہے، اس لئے عطائی طور پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لئے علم غیب کی صفت ثابت کرنا شرک نہیں ہے، یہ ان کا نظریہ بالکل غلط ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو کوئی چیز بھی ذاتی نہیں ہے، حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مسعود بھی اللہ تعالیٰ کا عطا کیا ہوا ہے، تو ذاتی عطائی کی تفریق کہاں سے آ گئی؟ ذاتی علم تو ایک ذرے کا بھی کسی کو نہیں ہے، جو ملا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملا ہے، عطا ہوا ہے اور جہاں نفی ہوگی عطائی ہی کی ہوگی، جیسا کہ اس آیت کریمہ میں صراحت کے ساتھ فرمایا ہے اور کتنے ہی رسول ہم نے بھیجے، جن میں سے بعض کے حالات ہم نے آپ کو اس سے قبل بتادیئے ہیں اور ان میں سے بعض کے حالات ہم نے آپ کو نہیں بتائے، تو اللہ تعالیٰ نے تو نہیں بتائے، اس کے سوا کون بتائے گا اور عطا کس طرف سے آئے گی؟ اور اس کے خلاف قرآن پاک میں کوئی آیت بھی نہیں ہے کہ جس کا مفہوم یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمام پیغمبروں کے حالات آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کو بتادیئے ہیں۔

سورۂ یٰسین میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ اور ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شعروشاعری کی تعلیم نہیں دی اور یہ ان کے لائق بھی نہیں ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی تعلیم ہی نہیں دی تو اور کہاں سے یہ تعلیم ہوتی یا ہوسکتی ہے؟ اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی بالکل بے نقاب کردیا کہ یہ شعر کی تعلیم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بلند شان کے لائق ہی نہیں ہے، کیونکہ شاعر لوگ کہتے کچھ اور ہیں اور کرتے کچھ اور ہیں وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَالَا يَفْعَلُوْنَ اور بے شک کہتے وہ ہیں جو کرتے نہیں اور یہاں تو بڑے شاعر یہ کہہ گئے ہیں کہ

گفتار کا غازی بن تو گیا
کردار کا غازی بن نہ سکا

اور پیغمبر کی ذات وہ ہے کہ جو دل میں ہے وہی زبان پر ہے اور جو زبان پر ہے وہ عمل میں ہے۔ یہاں دورنگی نہیں ہے، عارف گنجوی رحمۃ اللہ علیہ بڑے بزرگ گزرے ہیں، ان کے بیٹے نے شعروشاعری کے میدان میں قدم رکھا، جب ان کو معلوم ہوا تو اس کو بلاکر پاس بٹھایا اور کہا بیٹے! "در شعر مپیچ و در فن اوست چوں اکذب اوست احسن اوست" بیٹا شعروشاعری کے میدان میں قدم نہ رکھ، کیونکہ جتنا جھوٹا اور خلاف واقعہ ہوگا اتنا ہی زیادہ اچھا اور لذیذ ہوگا، جیسے ایک شاعر کہتا ہے کہ

طوافِ کعبہ مشتاقِ زیارت کا بہانہ ہے
کوئی ڈھب چاہیئے آخر رقیبوں کے منانے کا

لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ کہا ہے کہ یہ جو حج اور عمرہ کرنے کے لئے جاتے ہیں، ان کا اصل مقصد تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر پر حاضری ہے، لیکن رب تعالیٰ رقیب ہے (معاذ اللہ تعالیٰ) اس کو ٹھگنے اور داؤ لگانے کے لئے دو چار چکر طواف کے بھی لگا لیتے ہیں، تاکہ وہ بھی ناراض نہ ہو، بگڑ نہ جائے، اندازہ لگاؤ، کتنا غلو ہے، بے شک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس پر حاضری بھی بڑی سعادت ہے، مگر طواف کرنا اصل عبادت ہے اللہ تعالیٰ کی اور اللہ تعالیٰ کا حق مقدم ہے،

پہلے وہ ادا کرو، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس پر حاضری دو۔

وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا اور کلام کیا اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کلام کرنا، موسیٰ علیہ السلام جب بھی کوہِ طور پر تشریف لے جاتے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہم کلام ہوتے اور صحیح قول کے مطابق معراج کی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہم کلام ہوئے، سورۃ النجم میں ہے فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کی طرف وحی کی جو وحی نازل کی۔ ایک دن موسیٰ علیہ السلام جب اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہم کلام ہوئے تو کہنے لگے رَبِّ اَرِنِيْۤ اَنْظُرْ اِلَيْكَ اے پروردگار! تو مجھے اپنا دیدار کرا، میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں، قَالَ رب تعالیٰ نے فرمایا لَنْ تَرٰىنِيْ تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتا وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ لیکن سامنے اس پہاڑ کی طرف دیکھو، اس پر میں اپنے نور کی تجلی ڈالوں گا، اگر وہ اپنی جگہ پر کھڑا رہا تو پھر ممکن ہے تو بھی مجھے دیکھ سکے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہاتھ کی جو چھوٹی انگلی ہے جس کو چیچی کہتے ہیں اس کے ایک پورے کے برابر اپنا نور زبیر پہاڑ پر ڈالا، پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا وَخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے، جب افاقہ ہوا تو کہنے لگے: اے پروردگار! میں توبہ کرتا ہوں، میں نے بے جا سوال کیا تھا۔ دنیا میں موسیٰ علیہ السلام جیسا پیغمبر اللہ تعالیٰ کو نہ دیکھ سکا، یہ عقیدہ رکھو کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوگی، قرآن پاک میں آتا ہے وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ کئی چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ اپنے پروردگار کی طرف دیکھنے والے ہوں گے تو قرآن پاک سے اللہ تعالیٰ کی رؤیت ثابت ہے۔

اور حدیث پاک میں آتا ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سوال کیا ''هَلْ نَرٰى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟'' کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھیں گے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بتاؤ کہ چودھویں کا چاند ہو، دھند اور بادل بھی نہ ہو، تمہیں نظر آتا ہے یا نہیں؟ دوپہر کے وقت سورج سر پر کھڑا ہو اور دھند اور بادل بھی نہ ہو تو تمہیں نظر آتا ہے یا نہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ حضرت! نظر آتا ہے، فرمایا ''کذلک سترون ربکم'' اسی طرح تم اپنے رب کو دیکھو گے۔

پیغمبر اللہ تعالیٰ نے کیوں بھیجے؟ اس کے متعلق فرمایا رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ یہ پیغمبر تھے خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام ماننے والوں کو جنت کی خوشخبری سنادیں اور انکار کرنے والوں کو ڈرائیں کہ دنیا میں بھی تم پر عذاب آئے گا، مرنے کے بعد قبر میں بھی اور قیامت والے دن بھی اور پھر دوزخ میں بھی اور یہ پیغمبر اس لئے بھی بھیجے کہ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ تاکہ نہ ہو لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی بہانہ اور عذر رسولوں کے آنے کے بعد۔

اگر پیغمبر تشریف نہ لاتے تو لوگ کہہ سکتے تھے: اے پروردگار! ہمیں تو معلوم نہیں تھا کہ کون سی چیز حلال ہے اور کون سی چیز حرام ہے؟ کونسی جائز ہے اور کونسی چیز ناجائز ہے؟ کیا ہم نے کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا؟ بہانہ بنا سکتے تھے، مگر اللہ تعالیٰ نے پیغمبر مبعوث فرما کر یہ بہانہ ختم کر دیا، اب یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہمیں معلوم نہیں ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ کانوں میں انگلیاں دے لیں اور پیغمبر کی بات ہی نہ سنیں، جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب قرآن سناتے تھے تو کافر کہتے تھے لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ (پارہ: ۲۴، سورۂ حم سجدہ) نہ سنو اس قرآن کو اور جب پڑھنے لگیں تو شور مچا دیا کرو، تاکہ تم غالب رہو اور دوسرے مقام پر ہے وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْئَوْنَ عَنْهُ (پارہ: ۷، سورۃ الانعام) یہ لوگ دوسروں کو قرآن سے روکتے ہیں اور خود دور بھاگتے ہیں تو جو سننا بھی گوارا نہ کرے اس کا کیا علاج ہے؟ حضرت نوح علیہ السلام تبلیغ کرتے تھے جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ لوگوں نے اپنی انگلیاں کانوں میں لیں وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ (پارہ: ۲۹، سورۂ نوح) اور کپڑے اوڑھ لئے اپنے اوپر، رضائیاں ڈال لیں، تاکہ اس کی آواز ہم تک نہ پہنچے تو اس کا کیا علاج ہے؟ مگر اللہ تعالیٰ نے اتمامِ حجت کے لئے پیغمبر بھیجے، تاکہ کل کو کوئی بہانہ اور عذر نہ کر سکے وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا اور ہے اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا۔ اب بات کو اچھی طرح سمجھ لیں، اہل کتاب نے کہا تھا کہ تو اگر نبی ہے تو قرآن اکٹھا کیوں نہیں لاتا؟ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ تم ہارون، یونس، ایوب، اسماعیل، اسحاق علیہم السلام کو نبی مانتے ہو، ان پر کونسی کتابیں نازل کی گئی ہیں؟ نبوت کے لئے وحی شرط ہے، وہ ان کی طرف آرہی ہے اور پہلے نبیوں کی طرف بھی وحی آتی رہی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے کتاب بھی عطا فرمائی، تفسیر ابن جریر وغیرہ میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ ساری باتیں

سننے کے بعد کہنے لگے ''لَانَشْهَدُلَكَ بِالنُّبُوَّةِ'' جو مرضی کہو ہم تیری نبوت کی گواہی دینے کے لئے تیار نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اگر تم اقرار نہیں کرتے اور گواہی نہیں دیتے، نہ دو لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ لیکن اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اس چیز کی جو اس نے نازل کی آپ کی طرف اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ نازل کیا اس کو اپنے علم کے ساتھ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں جو معصوم ہیں، مگر ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا اور کافی ہے اللہ تعالیٰ گواہی دینے والا کہ یہ کتاب اس نے نازل فرمائی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں، فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں، تم نہیں مانتے تو نہ مانو۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ قَدْ ضَلُّوا ضَلَالًا بَعِيدًا ﴿١٦٧﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَظَلَمُوا لَمْ يَكُنِ اللَّهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيقًا ﴿١٦٨﴾ إِلَّا طَرِيقَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ﴿١٦٩﴾ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمُ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِن رَّبِّكُمْ فَآمِنُوا خَيْرًا لَّكُمْ ۚ وَإِن تَكْفُرُوا فَإِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١٧٠﴾

لفظی ترجمہ:

إِنَّ الَّذِينَ بے شک وہ لوگ كَفَرُوا جنہوں نے کفر اختیار کیا وَصَدُّوا اور انہوں نے روکا عَن سَبِيلِ اللَّهِ اللہ تعالیٰ کے راستے سے قَدْ ضَلُّوا تحقیق وہ گمراہ ہوگئے ضَلَالًا بَعِيدًا گمراہی بہت دور کی إِنَّ الَّذِينَ بے شک وہ لوگ كَفَرُوا جنہوں نے کفر اختیار کیا وَظَلَمُوا اور انہوں نے ظلم اور شرک کیا لَمْ يَكُنِ اللَّهُ نہیں ہے اللہ تعالیٰ لِيَغْفِرَ لَهُمْ کہ ان کو بخشے وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ اور نہ یہ کہ ان کو چلائے طَرِيقًا سیدھے راستے پر إِلَّا طَرِيقَ جَهَنَّمَ سوائے جہنم کے راستے کے خَالِدِينَ فِيهَا رہنے والے ہوں گے جہنم میں أَبَدًا ہمیشہ وَكَانَ ذَٰلِكَ اور ہے یہ چیز عَلَى اللَّهِ اللہ تعالیٰ پر يَسِيرًا آسان يَا أَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو! قَدْ جَاءَكُمُ تحقیق آ گیا ہے تمہارے پاس الرَّسُولُ رسول بِالْحَقِّ حق لے کر مِن رَّبِّكُمْ تمہارے رب کی طرف سے فَآمِنُوا پس ایمان لاؤ خَيْرًا لَّكُمْ یہی تمہارے لئے بہتر ہے وَإِن تَكْفُرُوا اور اگر تم انکار کرو گے فَإِنَّ لِلَّهِ پس بے شک اللہ تعالیٰ کے لئے ہے مَا فِي السَّمَاوَاتِ جو کچھ آسمانوں میں ہے وَالْأَرْضِ اور زمین میں ہے وَكَانَ اللَّهُ اور ہے اللہ تعالیٰ عَلِيمًا جاننے والا حَكِيمًا حکمت والا۔

تشریح:

اس سے پہلے رکوعوں میں اہل کتاب خصوصاً یہود کی خرابیوں کا ذکر تھا کہ وہ باوجود اہل کتاب ہونے کے اور موسیٰ کو نبی تسلیم کرنے کے اپنے اصلی دین سے دور ہو چکے تھے اور رسم ورواج کو من حیث القوم دین سمجھ بیٹھے تھے اور یہ کہ وہ انتہائی ضدی تھے تو کافی تفصیل کے ساتھ یہود کے متعلق بیان ہوا، اب عام کافروں کے متعلق ہو رہا ہے۔

فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا، کفر کا لفظی معنی ہے چھپانا، قرآن کریم میں جاٹوں کو کفار کہا گیا، فرمایا اَعْجَبَ الْکُفَّارَ نَبَاتُهٗ کیونکہ وہ دانے کو زمین میں چھپاتے ہیں اور رب اس کو اگاتا ہے اور یہ جو کافر ہیں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور حکموں کو چھپاتے ہیں اور کفر کا لازمی معنی کیا جاتا ہے انکار کہ یہ رب تعالیٰ کے حکموں کا انکار کرتے ہیں وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اور انہوں نے روکا اللہ تعالیٰ کے راستے سے، اللہ تعالیٰ کے پیغمبر لوگوں کو حق کی دعوت دیتے تھے اور جو مخالف تھے وہ لوگوں کو ہر طریقے سے روکتے تھے، قولاً بھی، فعلاً بھی اور جو طریقہ بھی روکنے کا استعمال کر سکتے تھے، کرتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ مکرمہ میں نبوت کا دعویٰ کیا تو مالداروں میں صرف ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور وہ بھی درمیانہ قسم کے مالدار تھے، باقی جتنے بھی تھے وہ غریب تھے، جیسے حضرت بلال رضی اللہ عنہ، خباب بن ارت رضی اللہ عنہ، حضرت عمار رضی اللہ عنہ، حضرت ابوفکیہہ رضی اللہ عنہ یہ غلام تھے، لوگوں کی مزدوریاں کرتے تھے، کسی وقت کھانا نصیب ہوتا اور کسی وقت نصیب نہیں ہوتا تھا، لوگ ان کو فقیر سمجھتے تھے، مگر کافروں نے ان مسکینوں پر بھی ظلم کے پہاڑ گرائے، ان کو مارتے پیٹتے، ان کے ٹخنوں میں رسیاں باندھ کر گھسیٹتے تھے، مکہ مکرمہ کا علاقہ پتھریلا ہے، اب تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے سڑکیں بنی ہوئی ہیں، اس زمانے میں اس کا تصور بھی کوئی نہیں کر سکتا تھا، تو اس پتھریلی زمین پر ان کو گھسیٹتے کہ ایمان چھوڑ دو، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانا چھوڑ دو، تو ایسے لوگ جنہوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کے راستہ سے روکا قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًا بَعِیْدًا تحقیق وہ گمراہ ہو گئے گمراہی دور کی۔ اگر گمراہی نزدیک کی ہو تو اس کے راہِ راست پر آنے کی امید ہوتی ہے اور جو صحیح راستے سے دور نکل جائے تو اس کا راست پر آنا خاصہ مشکل ہوتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَظَلَمُوْا بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا اور انہوں نے ظلم کیا، شرک کیا، بعض مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ظَلَمُوْا کا معنی ہے انہوں نے شرک کیا، کیونکہ شرک بھی ظلم ہے، حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: یٰبُنَیَّ اے میرے بیٹے! لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرنا اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ (پارہ:۲۱، سورۂ لقمان) بے

شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

ظلم کا لغوی معنی تو ہے ''وَضْعُ الشَّيْءِ فِيْ غَيْرِ مَحَلِّهٖ'' کسی شئے کو اس کے محل میں نہ رکھنا، یعنی جس کا جو حق بنتا ہے اس کو نہ دینا، کسی اور کو دے دینا، عبادت و پکار، نذر و نیاز، سجدہ طواف وغیرہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے، یہ حق کسی اور کو دیا جائے گا تو ظلم ہوگا، رب تعالیٰ کے حق پر ڈاکہ ہے تو ایسے لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا اور شرک کیا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ نہیں ہے اللہ تعالیٰ کہ ان کو بخشے، کیونکہ اس کا قانون ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ بے شک اللہ تعالیٰ نہیں بخشے گا یہ کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے، شرک کے لئے معافی نہیں، یہ اس کا اٹل فیصلہ ہے اور بعض ظلم سے عام ظلم مراد لیتے ہیں، مثلاً: کسی کے ساتھ زبانی طور پر زیادتی کی ہے فعلاً زیادتی کی ہے، کسی کو ناجائز مارا ہے یا کسی کا حق کھا گیا ہے تو ایسوں کو اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرے گا، جب تک صاحب حق نہ معاف کرے، اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے، کر تو سکتا ہے، مگر اس کا ضابطہ ہے کہ حق والا معاف کرے گا تو معافی ہوگی، اس لئے حقوق العباد کا مسئلہ بہت سخت ہے، اس کا خیال رکھنا وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا اور نہ یہ کہ چلائے ان کو سیدھے راستے پر کفر و شرک کرنے والے کو، ظلم کرنے والے کو، سیدھے راستہ کی توفیق نصیب نہیں ہوتی، راہِ راست کے لئے بڑا صاف دل چاہئے اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ سوائے جہنم کے راستے کے خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ہمیشہ رہنے والے ہوں گے جہنم میں، برے لوگوں کے لئے برے راستہ پر چلنا آسان ہوتا ہے اور نیکی کے راستہ پر چلنا بھاری لگتا ہے، ان کو نماز پڑھنا، روزہ رکھنا، مسجد میں داخل ہونا ایسے معلوم ہوگا جیسے پہاڑ اٹھانا ہے، لیکن چوری ڈکیتی کے لئے ساری رات جاگنا چاہے سردی کا موسم ہو، لوگوں کے گھر میں نقب زنی کرنا اور لوٹنا آسان ہے۔

انسان کا جب مزاج بدل جاتا ہے تو اچھے برے کی تمیز ختم ہو جاتی ہے، آدمی کی آنکھیں درست ہوں تو ہر چیز اپنے اپنے محل میں درست نظر آتی ہے اور اگر بھینگا ہو تو اس کو ایک کی دو نظر آتی ہیں، کیونکہ زاویہ بگڑا ہوا ہوتا ہے اور صفراوی مزاج والے آدمی کو بخار ہو جائے تو اس کو میٹھی چیز کڑوی لگتی ہے، چینی شہد تک کڑوا لگتا ہے، کیونکہ مزاج بگڑ جائے تو اس کو حق کی بات کڑوی لگتی ہے اور سچی بات سے اس کو کوفت ہوتی ہے اور جہنم کا راستہ اس کو آسان لگتا ہے وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا اور ہے یہ چیز اللہ تعالیٰ پر آسان

کہ مشرک کو جہنم میں ڈالے اور ہمیشہ جہنم میں ہی رکھے۔

2 آگے اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو خطاب فرماتے ہیں، چاہے یہودی عیسائی ہوں، مشرک ہوں، گورے ہوں، کالے ہوں، مشرق میں رہنے والے ہو یا مغرب میں، فرمایا یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اے لوگو! دنیا کے جس خطے میں بھی رہتے ہو قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ تحقیق آ گیا تمہارے پاس رسول حق کے ساتھ، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو تمام رسولوں کے سردار ہیں، امام ہیں، تمام مخلوق سے افضل ہیں، حق لے کر تمہارے پاس یہ قرآن پاک اول سے آخر تک حق ہی حق ہے، جو وحی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی ہے وہ حق ہے اور جو معجزات اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئے ہیں حق ہیں مِنْ رَّبِّكُمْ تمہارے رب کی طرف سے آیا ہے، خود نہیں آیا، لہٰذا تم یہ کرو فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ بس تم ایمان لاؤ، یہی تمہارے لئے بہتر ہے، شان والے پیغمبر ہیں، خاتم النبیین ہیں، ان پر ایمان لاؤ، یہی تمہارے لئے بہتر ہے۔

وَاِنْ تَكْفُرُوْا اور اگر تم انکار کرو گے ایمان لانے سے تو اللہ تعالیٰ کا تو کچھ نہیں بگڑے گا تمہارا ہی نقصان ہوگا کہ فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ پس بے شک اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، آسمانوں میں سورج ہے، چاند ہے، ستارے ہیں، فرشتے ہیں، بے شمار مخلوق ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ آسمانوں میں چار انگشت بھی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ عبادت میں مشغول نہ ہو، کعبۃ اللہ کے عین محاذات میں ساتویں آسمان پر ایک مقام ہے جس کا نام ہے بیت المعمور، فرشتے اس کا طواف کرتے ہیں، جس طرح انسان کعبۃ اللہ کا طواف کرتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی، روزانہ ستر ہزار فرشتے اس کا طواف کرتے ہیں اور جس فرشتے نے ایک دفعہ طواف کرلیا ہے، اس کو دوبارہ قیامت تک موقع نہیں ملتا اور زمین میں بھی اللہ تعالیٰ کی بے شمار مخلوق ہے، انسان ہیں، حیوانات ہیں، چرند ہیں، پرند ہیں، پہاڑ ہیں، دریا ہیں، درخت ہیں، حشرات الارض ہیں، زمین کی سطح پر بھی بہت کچھ ہے اور اس کی تہہ میں بھی بہت کچھ ہے، یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے اور وہی مالک ہے، وہی ان میں تصرف کرنے والا ہے اور یاد رکھنا وَكَانَ اللّٰهُ

عَلِیْمًا حَکِیْمًا اور ہے اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا، تمہارا کوئی قول فعل اللہ تعالیٰ کے علم سے باہر نہیں ہے، اگر مجرم کو فوری طور پر سزا نہیں دیتا، تو یہ اس کی حکمت ہے، اس کی گرفت سے کوئی بچ نہیں سکتا، اللہ تعالیٰ اپنی پکڑ اور گرفت سے سب کو محفوظ فرمائے، آمین۔

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَ لَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ كَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰىهَاۤ اِلٰى مَرْيَمَ وَ رُوْحٌ مِّنْهُ ؗ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ ۚ وَ لَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۷۱﴾ لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَ لَا الْمَلٰٓىِٕكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ وَ مَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ يَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ﴿۱۷۲﴾

لفظی ترجمہ:

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ اے کتاب والو! لَا تَغْلُوْا نہ غلو کرو فِيْ دِيْنِكُمْ اپنے دین کے بارے میں وَ لَا تَقُوْلُوْا اور نہ کہو تم عَلَى اللّٰهِ اللہ پر اِلَّا الْحَقَّ مگر حق اِنَّمَا پختہ بات ہے الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ عیسیٰ بن مریم رَسُوْلُ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے رسول تھے وَ كَلِمَتُهٗ اور اللہ کا کلمہ تھا اَلْقٰىهَاۤ جس کو ڈالا اللہ تعالیٰ نے اِلٰى مَرْيَمَ مریم کی طرف وَ رُوْحٌ مِّنْهُ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عجیب قسم کی روح تھی فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ پس ایمان لاؤ تم اللہ تعالیٰ پر وَ رُسُلِهٖ اور اس کے رسولوں پر وَ لَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ اور نہ کہو تم تین اِنْتَهُوْا باز آجاؤ خَيْرًا لَّكُمْ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ پختہ بات ہے اللہ تعالیٰ ایک ہی معبود ہے سُبْحٰنَهٗ اس کی ذات پاک ہے اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ اس بات سے کہ اس کے لئے کوئی اولاد ہو لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ اسی کا ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے وَ مَا فِي الْاَرْضِ اور جو کچھ زمین میں ہے وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا اور کافی ہے اللہ تعالیٰ کارساز لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ ہرگز عار نہیں سمجھتے مسیح اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ کہ ہوں وہ اللہ تعالیٰ کے بندے وَ لَا الْمَلٰٓىِٕكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ اور نہ مقرب فرشتے عار سمجھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بندے ہونے سے وَ مَنْ يَّسْتَنْكِفْ اور جو شخص عار سمجھے گا عَنْ عِبَادَتِهٖ اللہ تعالیٰ کی عبادت سے وَ يَسْتَكْبِرْ اور تکبر کرے گا فَسَيَحْشُرُهُمْ پس عنقریب اللہ تعالیٰ ان کو اکٹھا کرے گا اِلَيْهِ اپنی طرف جَمِيْعًا سب کو۔

تشریح:

قرآن پاک کے نزول کے وقت اہل کتاب کے دو گروہ تھے، ایک یہود کا، دوسرا نصاریٰ کا اور عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں دونوں نے غلو سے کام لیا۔ یہودیوں نے دشمنی میں غلو کیا، ان کی والدہ پر

بہتان باندھا اور عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ان کی گندی زبانوں سے یہ الفاظ بھی نکلے کہ عیسیٰ علیہ السلام حلالی ہی نہیں ہے، پیغمبر کس طرح ہوسکتا ہے؟ اور نصاریٰ نے محبت میں غلو کیا اور اللہ تعالیٰ کا بیٹا، خدائی میں شریک اور الٰہ تک بنادیا، غلو کسی رنگ میں ہو مضر ہے، چاہے دشمنی کے رنگ میں، چاہے محبت کے رنگ میں۔

حافظ اللہ داد صاحب رحمۃ اللہ علیہ معصوم میرے پیر بھائی تھے اور پنجابی کے بہت اچھے واعظ تھے، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، میرے پاس کئی کئی دن ٹھہرتے تھے، ایک دفعہ انہوں نے واقعہ سنایا کہ میرے پاس ایک عورت آئی اور کہنے لگی حافظ صاحب! تم بزرگ اور نیک آدمی ہو، میرے خاوند کو سمجھاؤ کہ وہ میرے ساتھ پیار محبت نہیں کرتا، حافظ صاحب فرماتے ہیں: میں نے کہا کہ وہ تجھے خرچہ نہیں دیتا؟ کہنے لگی دیتا ہے؟ کیا تجھے مارتا پیٹتا ہے؟ کہنے لگی نہیں مارتا، کیا تجھے رشتہ داروں کے ہاں ساتھ نہیں لے جاتا؟ کہنے لگی ساتھ بھی لے جاتا ہے۔ حافظ صاحب کہتے ہیں: میں نے کہا کہ تجھے خرچہ بھی دیتا ہے، مارتا بھی نہیں، رشتہ داروں کے ہاں بھی لے جاتا ہے، پھر بھی تو کہتی ہے کہ میرے ساتھ پیار محبت نہیں کرتا؟ کہنے لگی اس نے مجھے کبھی بے بے جی نہیں کہا۔ حافظ صاحب نے کہا کہ اگر وہ تجھے بے بے جی کہے تو پھر اس کی بیوی رہے گی؟ اور یہ بھی فرمایا کہ یہ ہے محبت کا شرک۔

افراط وتفریط جائز نہیں ہے، چاہے دشمنی کی شکل میں ہو چاہے محبت کی شکل میں ہو، دونوں نقصان دہ ہیں، یہود نے عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ دشمنی میں غلو کیا اور نصاریٰ نے محبت میں اور دونوں کفر اور شرک کا شکار ہوگئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں يَٰٓأَهۡلَ ٱلۡكِتَٰبِ اے کتاب والو! یہاں عیسائی مراد ہیں لَا تَغۡلُواْ فِي دِينِكُمۡ نہ غلو کرو اپنے دین کے بارے میں وَلَا تَقُولُواْ عَلَى ٱللَّهِ إِلَّا ٱلۡحَقَّ اور نہ کہو تم اللہ تعالیٰ پر مگر حق۔ غلط باتیں اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہ کرو إِنَّمَا ٱلۡمَسِيحُ عِيسَى ٱبۡنُ مَرۡيَمَ رَسُولُ ٱللَّهِ پختہ بات ہے کہ مسیح عیسیٰ بن مریم اللہ تعالیٰ کے رسول تھے وَكَلِمَتُهُۥٓ اور اللہ کا کلمہ تھا أَلۡقَىٰهَآ إِلَىٰ مَرۡيَمَ جس کو ڈالا اللہ تعالیٰ نے مریمؑ کی طرف جبرائیلؑ کے واسطہ سے اور ان کا وجود حضرت مریمؑ کے پیٹ میں بن گیا وَرُوحٞ مِّنۡهُ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عجیب قسم کی روح تھی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت عام انسانوں کی طرح نہیں ہوئی، عام طور پر تو

اس طرح ہوتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں بچے کی جب شکل وصورت بن جاتی ہے تو تین چار ماہ کے بعد روح ڈالی جاتی ہے، اس ضابطہ سے ہٹ کر اس طرح ہوا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے، انہوں نے حضرت مریمؑ کے گریبان میں پھونک ماری اور کہا کُنْ رب تعالیٰ کے حکم سے ہوجا، بس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وجود ماں کے پیٹ میں بن گیا اور ساتھ ہی روح ڈال دی گئی فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ پس ایمان لاؤ تم اللہ تعالیٰ پر وَ رُسُلِهٖ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ اور نہ کہو تم تین، تثلیث کے قائل نہ بنو۔

اصولی طور پر عیسائیوں کے تین گروہ ہیں: ایک نسطوریہ ہے، ان کا نظریہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں قَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ میں ان کا ذکر ہے۔

دوسرا گروہ یعقوبیہ کا ہے، ان کا نظریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے وجود میں حلول کیا ہوا ہے، ان سے جو معجزے ظاہر ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کرتا ہے، جو عیسیٰ علیہ السلام کے اندر داخل ہے، یعنی رب تعالیٰ اور عیسیٰ علیہ السلام ایک ہی ہیں، وہی اللہ وہی عیسیٰ۔ اس پارے میں آئے گا لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ البتہ تحقیق کافر ہیں وہ لوگ جنہوں نے کہا اللہ وہی مسیح بن مریم ہے۔ دیکھو پہلے رب تعالیٰ نے ان کو کافر کہا، بعد میں ان کا عقیدہ بیان فرمایا۔

تیسرا گروہ ملکائیہ کا ہے، یہ کہتے ہیں کہ نظامِ کائنات تین ارکان سے چلتا ہے، اللہ تعالیٰ ایک، عیسیٰ دو، اور جبرئیل تین۔ یہ تین مل کر نظامِ کائنات چلاتے ہیں، اس گروہ میں ایک اور گروہ ہے وہ جبرئیل کی جگہ عیسیٰ کی والدہ کو شامل کرتے ہیں، یعنی ان کے نزدیک تین ارکان یہ ہیں: اللہ تعالیٰ ایک، عیسیٰ دو، اور حضرت مریم تین۔ تو یہ ملکائیہ تثلیث کے قائل ہیں اور عموماً عیسائی یہی نظریہ رکھتے ہیں اور یہ بالکل عقل کے خلاف ہے، کیونکہ سن عیسوی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے شروع ہوتا ہے تو اس وقت ۱۹۹۸ء ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کو ۱۹۹۸ء سال ہو گئے ہیں اور اس سے بیس سال پہلے حضرت مریم علیہا السلام کی ولادت مان لو، اب سوال یہ ہے کہ حضرت مریم اور عیسیٰ علیہما السلام کی ولادت سے پہلے نظامِ کائنات چلتا تھا یا نہیں چلتا تھا؟ اگر چلتا تھا اور یقیناً چلتا تھا تو کس طرح چلتا تھا؟ اور ان کی پیدائش کے بعد کونسی کمی آگئی کہ ان کو رکن بننا پڑا؟ ان کی پیدائش سے پہلے یہ نظام قائم تھا اور اکیلے رب تعالیٰ چلا رہے تھے

،جس پروردگار نے زمین بنائی، آسمان بنائے، پہاڑ پیدا فرمائے، دریا پیدا فرمائے، حتیٰ کہ عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو بھی پیدا فرمایا، ان کے پیدا کرنے کے بعد اس خدا میں کونسی کمی آگئی ہے کہ وہ ان کا محتاج ہوگیا ہے؟ وہ پہلے بھی کامل تھا، بعد میں بھی کامل ہے۔ نہ وہ پہلے کسی کا محتاج تھا، نہ بعد میں کسی کا محتاج ہے، لہٰذا یہ تثلیث کا نظریہ بالکل عقل کے خلاف ہے، جبکہ ننانوے فیصد عیسائی یہی عقیدہ رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا کہ تین خدا نہ کہو۔ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ باز آجاؤ، یہی تمہارے لئے بہتر ہے اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ پختہ بات ہے اللہ تعالیٰ ایک ہی معبود ہے، اس کا کوئی شریک اور حصہ دار نہیں ہے، نہ عیسیٰ، نہ ان کی والدہ، نہ جبرئیل، نہ اور کوئی، نہ وہ کسی کا محتاج ہے سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ اس کی ذات پاک ہے اس بات سے کہ اس کے لئے کوئی اولاد ہو، اس میں ان کا رد ہوگیا جو عیسیٰ اور عزیر علیہما السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا مانتے ہیں، اس کا کوئی بیٹا نہیں ہے، وہ اولاد سے پاک ہے لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ اس کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے، سب کچھ اس نے پیدا فرمایا ہے اور اس کے حکم سے سارا نظام چل رہا ہے، کسی اور کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا اور کافی ہے اللہ تعالیٰ کارساز، اس کو نظامِ کائنات چلانے کے لئے کسی اور کی ضرورت نہیں ہے، وہ اپنی ذات وصفات میں وحدہٗ لاشریک لہ ہے، مشہور محاورہ ہے "مدعی سست اور گواہ چست" یہی حال ان کا ہے۔

یہ کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام رب ہیں اور رب کے بیٹے ہیں، ان کو رب تعالیٰ کا بندہ نہ کہو اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کا بندہ ہونے کا انکار نہیں کرتے، نہ اس کو اپنے لئے عار سمجھتے ہیں، بلکہ رب تعالیٰ کا بندہ ہونے پر فخر محسوس کرتے ہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ ان کو بندہ نہ کہو، وہ رب ہیں، رب تعالیٰ کے بیٹے ہیں لاحول ولاقوۃ إلا باللہ العلی العظیم رب تعالیٰ فرماتے ہیں لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ ہرگز عار نہیں سمجھتے عیسیٰ۔ استنکاف کا معنی ہے کسی کام کے کرنے سے ناک چڑھانا، عار سمجھنا تو عیسیٰ علیہ السلام اس کو عار نہیں سمجھتے اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ کہ ہوں وہ اللہ تعالیٰ کے بندے، وہ رب تعالیٰ کا بندہ ہونے سے شرماتے اور ان نادانوں کا حال دیکھو، یہ کہتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کا بندہ نہ کہو وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ نہ مقرب فرشتے عار سمجھتے ہیں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہونے سے، وہ فرشتے جو رب تعالیٰ کے قریب ہیں، عرش کو

اٹھانے والے ہیں، وہ بھی بندہ ہونے کو عار نہیں سمجھتے، بلکہ اپنی عبدیت کو بلند مقام سمجھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کا ذکر فرمایا تو عبد کے ساتھ فرمایا سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو سیر کرائی، جب رب تعالیٰ کے پاس پہنچے تو فرمایا فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی پس رب تعالیٰ نے وحی کی اپنے بندے کی طرف جو وحی کی، وہاں پہنچ کر بھی عبد ہی رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم معراج سے واپس تشریف لائے تو یہ تحفہ لے کر آئے ''أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ'' اس تحفے میں بھی عبدیت موجود ہے اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے بڑی ہستی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے، اگر عبد کے لفظ میں تھوڑی سی بھی توہین ہوتی تو اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عبد نہ فرماتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو حکم نہ دیتے کہ نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبدیت کا اقرار کرو، کیونکہ التحیات کے بغیر نماز مکمل نہیں ہوتی اور التحیات میں ہے ''وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ'' اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔

یہ کم عقل لوگوں کی کم عقلی ہے کہ وہ بندہ ہونے کو عیب سمجھتے ہیں اور ان کو اصل غلطی یہاں سے لگی کہ وہ ہمیں تمہیں اور اپنے آپ کو بندہ سمجھتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم بندے ہیں اور گناہوں سے بھرے ہوئے ہیں، لہٰذا نبی کو بندہ نہیں کہنا چاہئے، اے خدا کے بندو! ہم پر تو صرف عبدیت کا غلاف چڑھا ہوا ہے، اندر تو ساری توڑی ہے، ان کو اپنے جیسا بندہ سمجھ لیا ہے (معاذ اللہ تعالیٰ) وہ تو حقیقۃً اللہ تعالیٰ کے بندے تھے، لہٰذا وہ اپنے بندہ ہونے کو عار نہیں سمجھتے تھے اور فرمایا وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ اور جو شخص عار سمجھے گا اللہ تعالیٰ کی عبادت سے وَيَسْتَكْبِرْ اور تکبر کرے گا بندہ ہونے سے فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا پس عنقریب ان سب کو اللہ تعالیٰ اپنی طرف اکٹھا کرے گا، پھر کیا ہوگا، اس کی تفصیل اگلی آیات میں آ رہی ہے۔

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَ یَزِیْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖۚ وَ اَمَّا الَّذِیْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَ اسْتَكْبَرُوْا فَیُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۙ۬ وَّ لَا یَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّ لَا نَصِیْرًا(۱۷۳) یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا(۱۷۴) فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ اعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَیُدْخِلُهُمْ فِیْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَ فَضْلٍۙ وَّ یَهْدِیْهِمْ اِلَیْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًاؕ(۱۷۵)

لفظی ترجمہ:

فَاَمَّا الَّذِیْنَ پس بہرحال وہ لوگ اٰمَنُوْا جو ایمان لائے وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے اچھے عمل کئے فَیُوَفِّیْهِمْ پس پورا پورا دے گا ان کو اللہ تعالیٰ اُجُوْرَهُمْ ان کے اجر وَ یَزِیْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ اور زیادہ دے گا ان کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے وَ اَمَّا الَّذِیْنَ اور بہرحال وہ لوگ اسْتَنْكَفُوْا جنہوں نے ناک چڑھایا یعنی عار سمجھا اللہ تعالیٰ کی عبادت سے وَ اسْتَكْبَرُوْا اور تکبر کیا فَیُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا پس ان کو اللہ تعالیٰ سزا دے گا سزا دردناک وَّ لَا یَجِدُوْنَ اور نہ پائیں گے وہ لَهُمْ اپنے لئے مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے ورے وَلِیًّا کوئی حمایت کرنے والا وَّ لَا نَصِیْرًا اور نہ کوئی مددگار یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اے انسانو! قَدْ جَآءَكُمْ تحقیق آ گئی ہے تمہارے پاس بُرْهَانٌ واضح دلیل مِّنْ رَّبِّكُمْ تمہارے رب کی طرف سے وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ اور اتارا ہم نے تمہاری طرف نُوْرًا مُّبِیْنًا واضح نور فَاَمَّا الَّذِیْنَ پس بہرحال وہ لوگ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ جو ایمان لائے اللہ تعالیٰ کی ذات پر وَ اعْتَصَمُوْا بِهٖ اور انہوں نے مضبوطی سے پکڑا اللہ تعالیٰ کے دین کو فَسَیُدْخِلُهُمْ پس بتاکید داخل کرے گا ان کو اللہ تعالیٰ فِیْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ رحمت میں اپنی طرف سے وَ فَضْلٍ اور اپنی مہربانی میں وَّ یَهْدِیْهِمْ اور ان کو چلائے گا اِلَیْهِ اپنی طرف صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا سیدھے راستے پر۔

تشریح:

اس سے پچھلی آیت کریمہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنی طرف جمع کرے گا، اس کے بعد کیا ہوگا؟ اس کا بیان ہے فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا پس بہرحال وہ لوگ جو ایمان لائے وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کئے انہوں نے اچھے، ایمان کے ساتھ نیک کام بھی کئے، بے شک ایمان بڑی چیز ہے، مگر عمل کے بغیر اس

طرح سمجھو جس طرح بغیر شاخوں اور پھل کے درخت کا تنا ہو، حالانکہ درخت سے مقصود شاخیں، پتے اور پھل ہوتا ہے کہ شاخوں اور پتوں کے سائے میں بیٹھیں گے اور پھل کھائیں گے اور اگر شاخیں، پتے اور پھل ہی نہ ہو تو خالی تنے سے کیا حاصل ہوگا؟ تو جو لوگ ایمان لائے اور ساتھ اچھے عمل بھی کئے فَيُوَفِّيهِمْ أُجُورَهُمْ پس پورے پورے دے گا ان کے اجر بلکہ وَيَزِيدُهُم مِّن فَضْلِهِ اور زیادہ دے گا ان کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے۔

زیادہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ضابطہ بیان فرمایا ہے مَن جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا (پارہ:۸، سورۃ الانعام) جو شخص ایمان کی حالت میں اخلاص کے ساتھ اتباع سنت میں ایک نیکی لائے گا تو اس کو دس گنا اجر ملے گا، نیکی تو ایک کی، اس کے ساتھ نو اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے دے گا۔ دیکھو آدمی کہتا ہے السلام علیکم، اس کو دس نیکیاں مل گئیں، اسی طرح سلام کے جواب میں کہا وعلیکم السلام دس نیکیاں مل گئیں، ایک دفعہ کہا سبحان اللہ دس نیکیاں مل گئیں، الحمد للہ کہا دس نیکیاں مل گئیں، لا الہ الا اللہ کہا دس نیکیاں مل گئیں، اللہ اکبر کہا دس نیکیاں مل گئیں، نیکی ایک کی، ثواب دس کا مل گیا اور یہ کم از کم ہے، زیادہ جتنا چاہے اللہ تعالیٰ دے، پھر یہ ضابطہ عام نیکیوں کے بارے میں ہے جو نیکی فی سبیل اللہ کی مد میں آتی ہے، اس کے متعلق ضابطہ تیسرے پارے میں بیان فرمایا ہے کہ جو شخص فی سبیل اللہ کی مد میں نیکی کرے گا اس کا ادنیٰ ترین بدلہ سات سو ہے وَاللَّهُ يُضَاعِفُ لِمَن يَشَاءُ اور اللہ تعالیٰ بڑھائے گا جس کا چاہے گا یعنی سات سو سے بھی زیادہ دے گا، فی سبیل اللہ کی مدیں تو بہت ہیں، ان میں ایک مد علم دین کا حاصل کرنا ہے۔ آپ لوگ گھر سے اس ارادے کے ساتھ آئے ہو کہ نماز کے بعد قرآن کریم کا درس سننا ہے، اس ارادے سے تمہارا گھر سے نکلنا فی سبیل اللہ کی مد میں اور ایک ایک قدم پر سات سات سو نیکیاں ہیں، آتے ہوئے بھی اور جاتے ہوئے بھی اور اس پر اللہ تعالیٰ چاہے تو زیادہ کر دے جتنا چاہے۔ دوسری مد ہے تبلیغ دین، اگر کوئی تعلیم یافتہ گھر سے اس نیت کے ساتھ چلے کہ میں لوگوں کو دین سمجھاؤں گا تو اس کو ایک ایک قدم پر سات سات سو نیکیاں ملیں گی یا کوئی اَن پڑھ گھر سے چلا ہے دین سیکھنے کی نیت سے، کیونکہ تبلیغ کرنا تو صرف ان کا کام ہے جو دین کو سمجھتے ہیں تو جو دین سیکھنے کی نیت سے گھر سے چلا اس کو بھی ہر قدم کے بدلے سات سات سو نیکیاں

ملیں گی اللہ تعالیٰ کے راستہ میں۔ کافروں کے ساتھ جہاد کرنا بھی فی سبیل اللہ مد میں ہے اور حج کے سفر پر بھی فی سبیل اللہ کا اطلاق ہوتا ہے اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ جمعہ پڑھنے کے لئے مسجد میں آنا یہ بھی فی سبیل اللہ کی مد میں ہے، کیونکہ جمعہ میں مسائل بیان ہوتے ہیں اور جو شخص حلال روزی کمانے کے لئے گھر سے نکلتا ہے اس پر بھی فی سبیل اللہ کا اطلاق ہوتا ہے۔

وَاَمَّا الَّذِیْنَ اسْتَنْکَفُوْا اور بہرحال وہ لوگ جنہوں نے ناک چڑھایا اللہ تعالیٰ کی عبادت سے، اس کو اپنے لئے عار سمجھا وَاسْتَکْبَرُوْا اور تکبر کیا فَیُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا پس ان کو اللہ تعالیٰ سزا دے گا دردناک۔

دنیا کی آگ جہنم کی آگ کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے، جہنم کی آگ اس سے ۶۹ گنا تیز ہے اور حال یہ ہے کہ اس آگ میں لوہا پگھل جاتا ہے، تانبا پگھل جاتا ہے اور جتنی بھی دھاتیں ہیں پگھل جاتی ہیں، پتھر جل جاتے ہیں، اس سے اس آگ کا اندازہ خود لگا لو، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہر مومن ہر مومنہ، ہر مسلم ہر مسلمہ کو اس آگ سے بچائے، آمین۔

وَلَا یَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اور نہ پائیں گے وہ اپنے لئے اللہ تعالیٰ سے ورے ورے وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا کوئی حمایت کرنے والا اور نہ کوئی مددگار۔ ولی اسے کہتے ہیں جو زبانی زبانی تائید اور حمایت کرے کہ میں تیرا مؤید ہوں، تیرے ساتھ ہوں اور نصیر اسے کہتے ہیں جو عملی طور پر مدد کرے تو دوزخیوں کا نہ تو کوئی زبانی طور پر حمایت کرنے والا ہوگا کہ ان پر ظلم ہو رہا ہے، زیادتی ہو رہی ہے، ان سے عذاب ختم ہونا چاہیے اور نہ عملی طور پر کسی کو طاقت ہوگی کہ ان کو عذاب سے نکال سکے۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ اے انسانو! عربیو! عجمیو! کالے ہو یا گورے، دنیا کے جس خطے میں رہنے والے ہو، تحقیق آ گئی ہے تمہارے پاس واضح دلیل تمہارے رب کی طرف سے، وہ ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی جو تمام پیغمبروں کے سردار اور امام ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے اعلیٰ اور افضل ہیں، اب تمہارے پاس کوئی بہانہ نہیں ہے کہ تم کہو کہ ہم بے خبر تھے، ہمیں کوئی بتانے والا نہیں آیا تھا، اللہ تعالیٰ نے سب سے بڑی حجت اور برہان محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں تمہارے

پاس بھیجا ہے وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا اور اتارا ہم نے تمہاری طرف واضح نور قرآن مجید فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ پس بہر حال وہ لوگ جو ایمان لائے اللہ تعالیٰ کی ذات پر وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ اور انہوں نے مضبوطی سے پکڑا اللہ تعالیٰ کے دین کو، اس پر چلے فَسَیُدْخِلُهُمْ فِیْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ پس بتاکید داخل کرے گا ان کو اللہ تعالیٰ رحمت میں اپنی طرف سے وَفَضْلٍ اور اپنے فضل اور مہربانی سے رحمت کے مقام تک پہنچائے گا جو جنت ہے وَّیَهْدِیْهِمْ اِلَیْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا اور ان کو چلائے گا اپنی طرف سیدھے راستہ پر، جو لوگ اللہ تعالیٰ پر صحیح معنی میں ایمان رکھتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہیں، دین اسلام پر چلتے ہیں، ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ان کو صراطِ مستقیم پر چلائے گا، یعنی صراطِ مستقیم پر قائم رکھے گا اور اپنی رحمت کی جگہ جنت میں پہنچائے گا، اللہ تعالیٰ اپنا فضل اور مہربانی سب پر فرمائے۔ آمین

يَسْتَفْتُوْنَكَ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ۭ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ۭ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ۭ وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَاۗءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۭ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۷۶﴾

لفظی ترجمہ:

يَسْتَفْتُوْنَكَ یہ لوگ آپ سے فتویٰ طلب کرتے ہیں قُلِ آپ کہہ دیں اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ اللہ تعالیٰ تمہیں فتویٰ دیتا ہے فِي الْكَلٰلَةِ اوترک کے بارے میں اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ اگر کوئی شخص وفات پا جائے لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ کہ اس کی اولاد نہیں ہے وَّلَهٗٓ اُخْتٌ اور اس کی ایک بہن ہے فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ تو اس کی بہن کو آدھا ملے گا، اس میں سے جو مرنے والے نے چھوڑا ہے وَهُوَ يَرِثُهَآ اور وہ بھائی اس بہن کا وارث ہوگا اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ اگر اس بہن کی اولاد نہیں ہے فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ پس اگر ہیں دو بہنیں فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ پس ان کے لئے دو تہائیاں ہیں مِمَّا تَرَكَ اس میں سے جو مرنے والے نے چھوڑا ہے وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً اور اگر ہوں دو بھائی رِّجَالًا وَّنِسَاۗءً مرد اور عورتیں فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ پس مرد کو دو عورتوں کے حصے کے برابر ملے گا يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے بیان کرتا ہے اَنْ تَضِلُّوْا کہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو بخوبی جانتا ہے۔

تشریح:

اس سورت کی ابتدا میں وراثت کے مسائل بیان ہوئے تھے اور اختتام پر بھی وراثت کا مسئلہ بیان ہو رہا ہے تو وراثت ایک شرعی مسئلہ ہے جو قرآن پاک میں بیان ہوا ہے۔

مسئلہ یہ ہے کہ اگر مرنے والے نے روپیہ پیسہ مال چھوڑا ہے تو سب سے پہلے اس میں سے کفن دفن کا انتظام ہوگا، کیونکہ یہ سب سے زیادہ اہم ہے، اگر بغیر اجرت کے غسل دینے والا کوئی نہیں ہے تو غسل دینے والے کو اجرت دینا اور اس کو اجرت لینا جائز ہے اور یہ سب کچھ مرنے والے کے مال سے کر سکتے ہیں۔

اس کے بعد اس کے ذمہ قرض ہے، وہ ادا کیا جائے گا، یہاں تک کہ اگر اس نے بیوی کا حق مہر

اپنی زندگی میں ادا نہیں کیا تو وہ اس کے ذمہ قرض ہے، اس کے مال میں سے ادا کیا جائے گا، تیسرے نمبر اگر اس نے کوئی جائز وصیت کی ہے تو اس کو پورا کیا جائے گا، جائز کا مطلب یہ ہے کہ مرنے والا اپنے کل مال کے تیسرے حصے میں وصیت کر سکتا ہے، اس سے زیادہ میں وصیت کرنے کا مجاز نہیں ہے، کیونکہ دو حصے شرعی وارثوں کا حق ہے اور ایسے کام کی وصیت کرے جو شرعاً جائز ہو، اگر ناجائز کام کی وصیت کرے گا تو باطل ہوگی، اس پر عمل نہیں کیا جائے گا۔

فقہاء کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر کسی نے یہ وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد کچھ حافظ اور قاری اکٹھے کرنا اور میرے لئے قرآن شریف پڑھوانا اور اتنی رقم ان کو دے دینا، اس کی یہ وصیت جائز نہیں ہے، کیونکہ جو قرآن شریف اجرت پر پڑھا جائے اس کا مرنے والے کو ثواب نہیں پہنچتا، یہ تمام فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کا متفقہ فیصلہ ہے۔ اس کے بعد اس کی وراثت تقسیم کی جائے گی۔

لوگ وراثت کے مسائل میں بہت کوتاہی کرتے ہیں، بیٹیوں کا حق نہیں دیتے، بہنوں کا حق نہیں دیتے، پھوپھیوں کا حق نہیں دیتے اور بڑے عجیب قسم کے حیلے بہانے کرتے ہیں، لڑکیوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ ان کی تعلیم پر روپیہ خرچ کیا ہے، شادی پر بڑی رقم خرچ کی جاتی ہے، بھائی! سوال یہ ہے کہ لڑکی کی تعلیم مفت میں ہوگئی ہے اور لڑکے کی شادی پر رقم خرچ نہیں کی جاتی، کبھی یہ بہانہ کرتے ہیں کہ بچیاں عیدیں اور شب قدر لے جاتی ہیں، یہ ٹھیک ہے، مگر لڑکے بھی تو تمہاری جیب کاٹتے ہیں، وہ کب معاف کرتے ہیں اور کبھی کہتے ہیں کہ لڑکیوں نے اپنا حق معاف کر دیا ہے۔ بھائی! معاف کس طرح کیا ہے؟ اس کے نام مکان کی رجسٹری، نہ زمین کی رجسٹری، نہ انتقال، نہ ان کا قبضہ، معافی کس چیز کی ہوئی ہے؟ پہلے قانونی طور پر ان کے نام رجسٹری کراؤ، انتقال کراؤ، ان کو قبضہ دو، سال دو سال وہ استعمال کریں، زمین کی پیداوار کھائیں، ان کو ان کے منافع معلوم ہوں، پھر معاف کریں تو ٹھیک ہے، خالی معاف کا کوئی معنی نہیں ہے۔

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ انگریز دور سے جس طرح زمین منتقل ہوتی چلی آرہی ہے، اسی طرح ہم تو ان پر قابض ہیں، اگر لڑکیوں کا حصہ نہیں دیا تو بڑوں نے نہیں دیا، اس میں ہمارا کیا قصور ہے؟ یہ ٹھیک ہے

کہ انگریز دور میں وراثت شرعی قاعدے کے مطابق تقسیم نہیں ہوتی تھی، لیکن سوال یہ ہے کہ اگر انگریز دور میں لڑکیوں کو حق نہیں دیا گیا تو کیا ان کا حق ختم ہو گیا ہے؟ ضائع ہو گیا ہے؟ زمینیں تمہارے پاس موجود ہیں اور ان میں ان کا حق بھی موجود ہے، وہ ان کے حوالے کرو، اگر بڑوں نے اپنی قبریں خراب کی ہیں تو تم اپنی قبریں خراب نہ کرو، لڑکیوں کی اولاد در اولاد جو موجود ہے ان کے حوالے کرو، بہر حال وراثت کے مسئلہ میں بڑی کوتاہی ہو رہی ہے۔

اسی سورت میں پہلے یہ مسئلہ بیان ہو چکا ہے، اگر کوئی آدمی فوت ہو جائے، اس کی اولاد نہ ہو، بہن بھائی ہو، ماں کی طرف سے یعنی صرف ماں شریک بہن بھائی ہیں تو ان کو کل مال کا تیسرا حصہ ملے گا، وہ اس تیسرے حصے کو آپس میں برابر تقسیم کریں گے، یعنی جتنا حصہ لڑکوں کو ملے گا اتنا ہی لڑکیوں کو ملے گا، ایسا نہیں کہ مرد کو دوہرا اور عورت کو اکہرا۔

لیکن اس مسئلے کی دو شقیں باقی تھیں، ایک یہ کہ مرنے والے کے حقیقی بہن بھائی ہوں، ماں بھی ایک باپ بھی ایک، دوم یہ کہ باپ شریک بہنیں بھائی ہوں، یعنی سب کا باپ ایک ہو اور مائیں الگ الگ ہوں تو ان کو کس طرح حصہ ملے گا؟ اس کو بیان فرماتے ہیں۔

چنانچہ اس سلسلے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سوال کیا: اگر کوئی اوترا فوت ہو جائے جس کو عربی میں کلالہ کہتے ہیں، جس کے نہ اصول ہوں، نہ فروع، باپ بھی نہیں، بیٹے بیٹیاں اور پوتے پوتیاں بھی نہیں ہیں، مگر اس کی بہنیں ہیں ماں باپ کی طرف سے یا فقط باپ کی طرف سے تو ان کو حصہ کس طرح ملے گا؟ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا، فرمایا یَسْتَفْتُوْنَكَ یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ طلب کرتے ہیں قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ اللہ تعالیٰ تمہیں فتویٰ دیتا ہے اوترے کے بارے میں اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ اگر کوئی شخص فوت ہو جائے، ہلاک ہو جائے لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ اور اس کی اولاد نہیں ہے، نہ بیٹا، نہ بیٹی، نہ پوتا، نہ پوتی وَّلَهٗٓ اُخْتٌ اور اس کی ایک بہن ہے، حقیقی ہے یا صرف باپ شریک ہے فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ تو اس کی بہن کو آدھا ملے گا اس میں سے جو مرنے والے نے چھوڑا ہے اور اس جائیداد میں زمین، مکان، باغات، کارخانے، روپیہ، پیسہ، گھر کا سارا اثاثہ شامل ہے وَهُوَ يَرِثُهَآ اور وہ بھائی اس بہن کا وارث ہوگا

اگر کوئی عورت اوتری ہے کہ اس کی اولاد در اولاد کوئی بھی نہیں ہے، صرف بھائی اس کا وارث ہے تو اس کی ساری جائیداد اس بھائی کو مل جائے گی اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ اگر اس بہن کی اولاد نہیں ہے فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ پس اگر ہیں وہ دو بہنیں برابر ہے کہ مرنے والے کی حقیقی بہنیں ہوں یا باپ شریک ہوں فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ پس ان کے لئے دو تہائیاں ہیں مِمَّا تَرَكَ اس میں سے جو مرنے والے نے چھوڑا ہے، اگر بہنیں دو سے زیادہ ہوں پھر بھی ان کو دو تہائیاں ملیں گی اور یہ سب آپس میں تقسیم کر لیں وَاِنْ كَانُوْۤا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً اور اگر ہوں وہ بھائی مرد اور عورتیں بہت سارے حقیقی ہیں یا صرف باپ شریک ہیں فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ پس مرد کو دو عورتوں کے حصے کے برابر ملے گا یعنی بھائیوں کو ڈبل حصہ ملے گا اور بہنوں کو سنگل حصہ ملے گا اور جو بہن بھائی ماں شریک ہیں ان کا تیسرا حصہ ہے اور وہ تیسرے حصہ میں سب برابر شریک ہیں۔

اب دیکھو یہاں آدمی کی عقل بے بس نظر آتی ہے کہ ماں شریک ہوں تو سب کو برابر حصہ ملتا ہے اور اگر حقیقی بہن بھائی ہوں یا باپ شریک ہوں تو بھائیوں کو ڈبل اور بہنوں کو سنگل، لیکن یہ احکام اللہ نے قرآن پاک میں بیان فرمائے ہیں، تاکہ کوئی گڑبڑ نہ کر سکے اور اللہ تعالیٰ کے احکام میں کسی کی رائے کو کوئی دخل نہیں ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ بعض لوگ ساٹھ ساٹھ سال تک بڑی عبادت کرتے ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں، روزے رکھتے ہیں، حج کرتے ہیں، زکوتیں دیتے اور بہت کچھ کرتے ہیں اور جب مرنے کا وقت آتا ہے تو سیدھے جہنم میں جاتے ہیں، اس لئے کہ شرعی وارثوں کا حق نہیں دیتے، ان کی حق تلفی کر جاتے ہیں، جس کی وجہ سے ساٹھ ساٹھ سال کی عبادت و ریاضت برباد ہو جاتی ہے۔ لہٰذا ان مسائل کو اچھی طرح سمجھو اور ان پر عمل کرو، رب تعالیٰ بیان فرماتے ہیں اور قرآن پاک میں بیان فرماتے ہیں يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے بیان فرمائے ہیں اَنْ تَضِلُّوْا تاکہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو بخوبی جانتا ہے، اسی نے یہ حصے مقرر فرمائے ہیں اور ہر ایک کا حق بیان فرمایا ہے، ان کو سمجھو اور عمل کرو، اس میں کوتاہی نہ کرو، ورنہ تمہارے نماز روزے کچھ کام نہیں آئیں گے۔ میں

نے تمہیں بخاری شریف کی حدیث سنائی ہے کہ ساٹھ ساٹھ سال عبادت کرتے ہیں اور مرتے وقت شرعی وارثوں کو محروم کر دیتے ہیں، ان کی حق تلفی کرتے ہیں اور سیدھے دوزخ میں جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

آج مورخہ ۲۴ ررمضان المبارک ۱۴۲۴ھ بمطابق ۲۰ رنومبر ۲۰۰۳ء کو سورۃ النساء مکمل ہوئی۔

والحمدللہ علیٰ ذلک (محمد نواز بلوچ)

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ؕ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّى الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْىَ وَلَا الْقَلَآئِدَ وَلَآ آٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ؕ وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ؕ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۠ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

لفظی ترجمہ :

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اَوْفُوْا پورا کرو بِالْعُقُوْدِ عہد و پیمان کو اُحِلَّتْ لَکُمْ حلال کیے گئے تمہارے لئے بَھِیْمَۃُ چوپائے الْاَنْعَامِ جو انعام کی قسم سے ہیں اِلَّا مَا یُتْلٰی عَلَیْکُمْ مگر وہ جو تلاوت کیے جائیں گے تم پر غَیْرَ مُحِلِّی الصَّیْدِ اس حال میں کہ حلال نہ سمجھنے والے ہو شکار کو وَاَنْتُمْ حُرُمٌ جبکہ تم احرام کی حالت میں ہو اِنَّ اللّٰہَ بے شک اللہ تعالیٰ یَحْکُمُ فیصلہ کرتا ہے مَا یُرِیْدُ ☆ جو ارادہ کرے یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو لَا تُحِلُّوْا نہ بے حرمتی کرو تم شَعَآئِرَ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کی علامتوں کی وَلَا الشَّھْرَ الْحَرَامَ نہ عزت والے مہینوں کی وَلَا الْھَدْیَ اور نہ قربانی والے جانوروں کی وَلَا الْقَلَآئِدَ اور نہ ان جانوروں کی جن کے گلے میں پٹے ڈالے ہوئے ہیں وَلَآ اٰمِّیْنَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ اور نہ ان لوگوں کی جو ارادہ کرتے ہیں بیت الحرام کا یَبْتَغُوْنَ چاہتے ہیں فَضْلًا مِّنْ رَّبِّھِمْ اپنے رب کی طرف سے فضل وَرِضْوَانًا اور اس کی رضا وَاِذَا حَلَلْتُمْ اور جب تم احرام سے نکل آؤ فَاصْطَادُوْا پس تم شکار کر سکتے ہو وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ اور نہ ابھارے تمہیں شَنَاٰنُ قَوْمٍ بغض کسی قوم کا اَنْ صَدُّوْکُمْ اس لئے کہ انہوں نے تمہیں روکا تھا عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ مسجد حرام سے اس پر نہ ابھارے اَنْ تَعْتَدُوْا یہ کہ تم زیادتی کرو وَتَعَاوَنُوْا عَلَی

اَلْبِرِّ وَالتَّقْوٰی اورایک دوسرے کا ساتھ دوامداد کرو نیکی اور تقوے کے کاموں پر وَلَا تَعَاوَنُوْا اور ایک دوسرے کی امداد نہ کرو عَلَی الْاِثْمِ گناہ پر وَالْعُدْوَانِ اور زیادتی کی چیزوں پر وَاتَّقُوا اللّٰہَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اِنَّ اللّٰہَ بے شک اللہ تعالیٰ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ٥ سخت سزا دینے والا ہے۔

سورۃ کی وجہ تسمیہ :

اس سورۃ کا نام ہے سورۃ المائدۃ اور مائدہ کا معنی ہے دسترخوان جس پر کھانا رکھا گیا ہو۔ اور اس سورۃ کا نام مائدہ اس لئے رکھا گیا ہے کہ اس کے آخر میں مائدہ کا ذکر ہے اس طرح کہ حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا۔ ھَلْ یَسْتَطِیْعُ رَبُّکَ اَنْ یُّنَزِّلَ عَلَیْنَا مَآئِدَۃً مِّنَ السَّمَآءِ کیا تمہارا رب طاقت رکھتا ہے کہ ہم پر آسمان سے دسترخوان اتارے قَالَ اتَّقُوْا اللّٰہَ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے ڈرو ایک طرف تو کہتے ہو رَبُّکَ اور دوسری طرف کہتے ہو کہ کیا اس کو دسترخوان اتارنے کی قدرت ہے۔ دسترخوان کی کیا حیثیت ہے کیا آسمانوں اور زمینوں کو بنانے والا یہ نہیں کرسکتا؟ اس میں مائدہ کا ذکر ہے اس لئے ساری سورۃ کا نام مائدہ رکھا یعنی وہ سورۃ جس میں مائدہ کا ذکر ہے۔ یہ سورۃ مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے ایک سو گیارہ سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ نزول کے اعتبار سے اس کا ایک سو بارہواں نمبر ہے۔ اس کے سولہ رکوع ہیں اور ایک سو بیس آیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں......

ایفاءِ عہد کی تاکید و تفصیل :

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ، عقود جمع

ہے عقد کی اور عقد کا معنی گرہ اور وعدہ ہے وعدے پورے کرو پہلا وعدہ تم نے عالم ارواح میں کیا تھا جب رب تعالیٰ نے فرمایا تھا اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟۔ قَالُوْا بَلٰى (اعراف آیت نمبر:۱۷۲) سب نے کہا ہاں تو ہمارا رب ہے تو سب سے پہلے تو اس وعدہ کو پورا کرو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا رب کسی کو نہ بناؤ۔ دوسرا وعدہ جب آدمی کلمہ پڑھتا ہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کا عہد کرتا ہے تیسرا وعدہ جب ایمان مفصل اور ایمان مجمل پڑھتا ہے تو کہتا ہے قَبِلْتُ جَمِيْعَ أَحْكَامِهٖ میں نے اللہ تعالیٰ کے تمام احکام کو قبول کیا تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو وعدے کئے ہیں ان کو بھی پورا کرو اور بندوں کے ساتھ جو وعدے کئے ہیں ان کو بھی پورا کرو وعدے کی خلاف ورزی منافقت ہے۔ آگے فرمایا......

بہیمۃ الانعام کی تفصیل :

اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ حلال کئے گئے تمہارے لئے چوپائے جو انعام کی مد سے ہیں۔ بہیمہ کی جمع بہائم آتی ہے بہیمہ کا لفظی معنی ہے چار ٹانگوں والا جانور بہیمہ کے بعد اگر انعام کا لفظ نہ ہوتا تو اس میں کتا بلی گدھا سب شامل تھے لیکن انعام کا لفظ ذکر کر کے یہ بتا دیا کہ وہ چوپائے حلال ہیں جو انعام کی مد سے ہیں اور اس سے اگلی سورۃ کا نام ہی انعام ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے۔ کہ انعام کی مد سے آٹھ قسم کے جانور ہیں۔ بھیڑوں میں سے دو نر اور مادہ اور بکریوں میں سے دو نر اور مادہ اونٹوں میں سے دو نر اور مادہ گایوں میں سے دو نر اور مادہ بھینس اور بھینسا گایوں کی جنس سے ہیں یہ حلال ہیں۔

بہیمۃ الانعام سے مستثنیٰ جانوروں کا مجمل ذکر :

اِلَّامَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ مگر وہ جو تلاوت کئے جائیں گے تم پر ان کا ذکر آگے آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ سے ان کو بیان کیا ہے۔ کہ فلاں فلاں تم پر حرام ہے اور باقی سب حلال ہیں۔

حالتِ احرام میں شکار کرنے کی ممانعت :

غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ اس حال میں کہ حلال نہ سمجھنے والے ہو شکار کو جبکہ تم احرام کی حالت میں ہو جس طرح تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد ہر وہ کام حرام ہو جاتا ہے جس کا نماز کے ساتھ تعلق نہیں ہے۔ مثلاً تکبیر تحریمہ کہنے سے پہلے باتیں کرنی جائز تھیں۔ سلام اور سلام کا جواب دینا ادھر ادھر دیکھنا جائز تھا۔ مگر تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد یہ تمام چیزیں حرام ہو گئیں۔ اور یاد رکھنا زبان سے اللہ اکبر کہنا فرض ہے اور ہاتھوں کا کانوں تک لے جانا مستحب ہے تو جس طرح تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد نماز سے غیر متعلقہ چیزیں حرام ہو جاتی ہیں اسی طرح حج اور عمرے کا احرام باندھ لینے کے بعد بہت سی چیزیں حرام ہو جاتی ہیں۔ مثلاً اب لبیں نہیں کٹوا سکتا سر نہیں منڈوا سکتا، ناخن نہیں کاٹ سکتا، سلا ہوا کپڑا نہیں پہن سکتا، خوشبو نہیں لگا سکتا اسی طرح احرام کی حالت میں شکار نہیں کھیل سکتا جس کا ذکر ہے کہ احرام کی حالت میں تم شکار کو حلال سمجھنے والے نہ ہو۔ البتہ محرم کو گھریلو جانور ذبح کرنے کی اجازت ہے۔ مثلاً مرغی، بطخ، بکرا، چھترا، اونٹ، گائے، بیل کو ذبح کر سکتا ہے مگر وہ جانور جو شکار کی مد میں آتے ہیں بے شک محرم ان کو اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرے پھر بھی وہ جانور حلال نہیں ہوں گے کیونکہ محرم حالت احرام میں شکار کی چیزوں کو ذبح کرنے کا اہل نہیں ہے۔ فرمایا..........

شعائر کا احترام اور مفہوم :

اِنَّ اللّٰہَ یَحۡکُمُ مَا یُرِیۡدُ ☆ بے شک اللہ تعالیٰ فیصلہ کرتا ہے جو ارادہ کرتا ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو لَاتُحِلُّوۡا شَعَآئِرَ اللّٰہِ نہ بے حرمتی کرو تم اللہ تعالیٰ کی علامتوں کی، اللہ تعالیٰ کے شعائر کی۔ شعائر جمع ہے شعیرہ کی۔ شعیرہ کے معنیٰ علامت اور نشانی کے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی e فرماتے ہیں کہ ویسے تو شعائر اللہ میں بہت سی چیزیں آتی ہیں مگر چار بڑی ہیں۔

1...... اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کا وجود۔ 2...... کعبۃ اللہ۔

3...... قرآنِ کریم اور 4...... نماز

تو پیغمبر کا احترام کرو۔ نماز کا احترام کرو۔ یعنی نماز قائم کرو۔ کعبۃ اللہ کا احترام کرو قرآن کریم کا احترام کرو۔ ان کے علاوہ صفا، مروہ بھی شعائر اللہ میں سے ہیں قربانی کے جانور بھی شعائر اللہ میں سے ہیں۔ ان کا بھی احترام کرو بے حرمتی نہ کرو۔

اشہر حرم کا بیان :

وَلَاالشَّهۡرَ الۡحَرَامَ نہ عزت والے مہینوں کی بے حرمتی کرو۔ حرمت والے مہینے چار تھے۔

1- ذوالقعدہ۔ 2- ذوالحجہ۔ 3- محرم اور 4- رجب۔

زمانہ جاہلیت میں بھی ان مہینوں کا احترام کیا جاتا تھا اور ان مہینوں میں لڑنا جھگڑنا ممنوع تھا۔ اسلام کے ابتدائی دور میں بھی ان کے احترام کا حکم تھا۔ سورۃ توبہ میں آئے گا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ تم ان مہینوں میں جنگ میں پہل نہ کرو۔ لیکن اگر دشمن تم پر حملہ آور ہو تو دفاع کر سکتے ہو۔

ہدی اوراضحیہ میں فرق/تعریف :

وَلَاالْهَدْيَ اورنہ قربانی والے جانوروں کی بے حرمتی کرو۔ ہدی اس جانور کو کہتے ہیں جس کوقربانی کے لئے حرم میں لے جاتے ہیں۔اورحرم کے علاوہ دوسری جگہوں پر جس جانورکی قربانی دی جاتی ہے اس کو اَضْحِيَةٌ ہمزے کے فتح کے ساتھ اوراضحیہ ہمزہ کے ضمہ کے ساتھ بھی کہتے ہیں۔تو جو ہدی کا جانور ہے اس کا بھی احترام کرو، اسے نہ چھیڑو۔

قلائد کا مفہوم :

وَلَاالْقَلَآئِدَ اورنہ ان جانوروں کی بے حرمتی کروجن کے گلے میں پٹے ڈالے ہوئے ہیں قَلَائِدُ جمع ہے قَلَادَةٌ کی قَلَادَةٌ کہتے ہیں پٹے کوحاجی جو بڑے جانورہدی کے طور پر لے جاتے تھے مثلاً اونٹ، گائے، بیل وغیرہ توان کے گلے میں پٹہ ڈالتے تھے تاکہ نشانی ہوکہ یہ جانورہدی کا ہے کہ حاجی قضاء حاجت کے لئے گیا ہو، وضو کے لئے گیا ہو، پانی پینے کے لئے گیا ہوتوان کوکوئی نہ نقصان پہنچائے نہ چھیڑے، یہ قربانی کا جانور ہے۔

حجاج اورمعتمرین کا احترام :

وَلَآ آمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ اورنہ ان لوگوں کی بے حرمتی کروجواراده کرنے والے ہیں بیت الحرام کا۔یعنی جولوگ حج یا عمرہ کے ارادہ سے سفرکررہے ہیں ان سے کسی قسم کی چھیڑچھاڑ یا لڑائی نہیں ہونی چاہیے وہ اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں۔اوراللہ تعالیٰ کے گھرکی طرف جارہے ہیں۔

غیرمحرم کے لئے شکار کی اجازت :

یَبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِّنْ رَّبِّهِمْ چاہتے ہیں اپنے رب کی طرف سے فضل کہ وہاں سودا بیچنا ہے خریدنا ہے کیونکہ لوگ حج کے دنوں میں تجارت بھی کرتے ہیں اور حج بھی ہوتا ہے۔ وَرِضْوَانًا اور اللہ تعالیٰ کی رضا تلاش کرتے ہیں۔ مسلمان کا اصل مقصد تو حج کرنا ہے ضمنی طور پر کوئی تجارت بھی کرلے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ زمانہ جاہلیت میں بھی لوگ حج کے لئے جاتے تھے کعبۃ اللہ کا احترام کرتے تھے۔ اور وہ اپنے خیال کے مطابق رب تعالیٰ کو راضی کرتے تھے گو اس خیال سے رب راضی ہو یا نہ ہو لیکن تمہیں ان کو چھیڑنے کا حق نہیں ہے۔

وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا اور جب تم احرام سے نکل آؤ پس شکار کر سکتے ہو۔ احرام کی حالت میں ممنوع ہو گیا تھا اب شکار کرنا تمہارے لئے جائز ہے۔ ۶ھ میں آنحضرت ﷺ پندرہ سو صحابہ کرام کے ہمراہ عمرہ کے لئے تشریف لے گئے۔ جب آپ ﷺ حدیبیہ کے مقام پر پہنچے آج کل اس کا نام شمیسہ ہے تو مکہ والوں نے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی اور کہا کہ تم آئندہ سال آکر عمرہ کرنا اس سال ہم عمرہ نہیں کرنے دیں گے کیونکہ ہماری توہین ہے۔ لوگ کہیں گے کہ قریش نے اپنے دشمنوں کو مکہ میں آنے دیا ہے۔ معاہدہ کے تحت اگلے سال ۷ھ میں آپ ﷺ عمرۃ القضاء کے لئے تشریف لے گئے۔ مسلمانوں کے دلوں میں پچھلے سال کا غصہ تھا کہ انہوں نے ہمیں روکا تھا اللہ تعالیٰ نے اس غصے کے اظہار سے پہلے ہی منع فرمادیا..........

سخت دشمن کے مقابلہ میں بھی عدل کو مت چھوڑو :

وَلاَ یَجْرِمَنَّکُمْ اور نہ ابھارے تمہیں شَنَاٰنُ قَوْمٍ بغض کسی قوم کا اَنْ صَدُّوْکُمْ اس لئے کہ انہوں نے تمہیں روکا تھا عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ مسجد حرام سے اس بات پر نہ آمادہ کرے۔ اَنْ تَعْتَدُوْا یہ کہ تم زیادتی کرو وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی اور ایک دوسرے کا ساتھ دو مدد کرو نیکی اور تقوے کے کاموں پر۔ نیکی سے مراد وہ کام ہیں جو کرنے کے ہیں۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، سچ بولنا، پورا تولنا اور تقویٰ سے مراد وہ کام ہیں جن سے بچنا ہے۔ اور ان کو کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ ان میں بھی ایک دوسرے کا ساتھ دو کہ وہ نہ کرنے دو۔

وَلاَ تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ اور ایک دوسرے کی مدد نہ کرو گناہ پر اور زیادتی کی چیزوں پر اِثْم کا معنی ہے رب تعالیٰ کے حکموں کو توڑنا تو رب تعالیٰ کے حکموں کو توڑنے پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ اور عُدْوَان بندوں کے حق ضائع کرنا اور بندوں پر زیادتی کرنا اور بندوں کے حقوق ضائع کرنے میں بھی ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

وَاتَّقُوا اللّٰہَ اور ہر حالت میں تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو بندہ اگر اس نقطہ کو سمجھ لے زندگی سنور سکتی ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ O بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔ اگر تم نافرمانی کرو گے تو اللہ تعالیٰ کی سزا اور گرفت سے نہیں بچ سکو گے۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَآ أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَآ أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ قف وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ط ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ط اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ط اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ط فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّإِثْمٍ لا فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

لفظی ترجمہ :

حُرِّمَتْ حرام کیا گیا عَلَيْكُمُ تم پر الْمَيْتَةُ مردار وَالدَّمُ اور خون وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ اور خنزیر کا گوشت وَمَآ اور وہ چیز أُهِلَّ جو نام زد کی گئی ہو لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ غیر اللہ کے نام پر وَالْمُنْخَنِقَةُ اور وہ جو گلا گھٹنے سے مر گیا وَالْمَوْقُوذَةُ اور وہ جس کو چوٹ لگائی گئی وَالْمُتَرَدِّيَةُ اور جو اونچی جگہ سے گر گیا وَالنَّطِيحَةُ اور جس کو دوسرے نے سینگ مار دیا وَمَآ أَكَلَ السَّبُعُ اور

جس کو درندوں نے کھالیا اِلَّا مَا ذَکَّیْتُمْ مگر وہ جس کو تم نے ذبح کرلیا وَمَا ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ اور جو ذبح کیا گیا بتوں کے نام پر وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ اور یہ کہ تم تیزوں کے ذریعہ تقسیم کرو ذٰلِکُمْ فِسْقٌ یہ نافرمانی ہے اَلْیَوْمَ آج کے دن یَئِسَ الَّذِیْنَ ناامید ہوگئے وہ لوگ کَفَرُوْا جو کافر ہیں مِنْ دِیْنِکُمْ تمہارے دین سے فَلَا تَخْشَوْهُمْ پس تم نہ ڈروان سے وَاخْشَوْنِ اور مجھ سے ڈرو اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ آج کے دن میں نے مکمل کردیا تمہارے لئے دِیْنَکُمْ تمہارا دین وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ اور مکمل کردی میں نے تم پر اپنی نعمت وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا اور میں نے پسند کیا ہے تمہارے لئے اسلام کو دین فَمَنِ اضْطُرَّ پس جو شخص مجبور کیا گیا فِیْ مَخْمَصَةٍ بھوک میں غَیْرَ مُتَجَانِفٍ اس حال میں کہ وہ مائل ہونے والا نہیں ہے لِّاِثْمٍ گناہ کی طرف فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ پس بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

حلال وحرام جانوروں کی تفصیل :

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بہت سے احکام بیان فرمائے ہیں۔ان میں سے پہلا حکم ہے حُرِّمَتْ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَةُ حرام کیا گیا تم پر مردار جو جانور ذبح کئے بغیر مرجائے وہ حرام ہے اگرچہ فی نفسہ وہ حلال ہے مثلاً مرغی ہے بکرا چھترا اونٹ وغیرہ فی نفسہ تو حلال ہیں لیکن اگر ان کو ذبح نہ کیا جائے تو ان کا کھانا حرام ہے۔البتہ شریعت نے اتنی اجازت دی ہے کہ مردار کا چمڑا اتار کر خشک کرا کے یعنی رنگنے کے بعد اس کو بیچ

بھی سکتے ہو۔اور اپنے استعمال میں بھی لا سکتے ہو۔

میتہ کا حکم :

چنانچہ بخاری شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک جگہ سے گزر رہے تھے لوگ ایک موٹی تازی بکری کو دور پھینکنے کے لئے کھینچ کر لے جا رہے تھے تاکہ بدبو نہ پھیلے آپ نے فرمایا هَلَّا اَخَذْتُمْ اِهَابَهَا تم نے اس کا چمڑا کیوں نہیں اتار لیا انہوں نے کہا حضرت مردار ہوگئی ہے فرمایا تمہیں چمڑا اتارنے کی اجازت ہے تو مردار وہ ہے جو ذبح کئے بغیر مرجائے البتہ دو جانور ایسے ہیں جن کو ذبح کئے بغیر کھانا جائز ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اُحِلَّتْ لَنَا الْمَيْتَتَانِ دو چیزیں ہمارے لئے بغیر ذبح کے حلال کی گئی ہیں اَلْحُوْتُ وَالْجَرَادُ مچھلی اور مکڑی یہی وجہ ہے کہ مچھلی کافر بھی شکار کرے تو اس سے لینے کی اجازت ہے اور مچھلی کے علاوہ دوسرا شکار کافر سے لینے کی اجازت نہیں ہے۔ کیونکہ وہ ذبح کا اہل نہیں ہے۔

دم مسفوح کی حرمت :

وَالدَّمُ اور خون بھی حرام کیا گیا ہے اور خون سے مراد وہ خون ہے جو ذبح کرتے وقت نکلتا ہے۔ چنانچہ آٹھویں پارے میں آئے گا دَمًا مَّسْفُوْحًا بہتا ہوا خون اس کو نہ اندرونی طور پر استعمال کر سکتے ہیں نہ بیرونی طور پر یعنی نہ تو اس کو کھا سکتے ہیں نہ بدن پر لگا سکتے ہیں کیونکہ قطعی حرام ہے کسی طرح بھی استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔

لحم خنزیر ذکر کرنے کی وجہ :

وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ اور خنزیر کا گوشت بھی حرام کیا گیا ہے۔ خنزیر کی ہر چیز حرام ہے

گوشت کی تخصیص اس لئے کی ہے کہ کھایا گوشت ہی جاتا ہے چمڑا بال یا ہڈیوں کو تو کوئی نہیں کھاتا۔ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ اور وہ چیز جو نام زد کی گئی ہو غیر اللہ کے نام پر۔ ''اہلال'' کا معنی ہے آواز بلند کرنا۔ مقصد یہ ہے کہ جس جانور کو غیر اللہ کے نام پر پکارا گیا ہو وہ حرام ہے مثلاً یوں کہے کہ یہ جانور یا چیز فلاں بت، قبر یا بزرگ کی نیاز ہے تو وہ چیز حرام ہوگئی اس مسئلے کو اچھی طرح سمجھ لیں کیونکہ غلط کار لوگ دھوکہ دیتے ہیں اور الجھن پیدا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بزرگوں کی طرف نسبت کرنے سے حرام ہو جاتا ہے تو قربانی کا بکرا عقیقے کا بکرا زید کا بکرا یہ نسبتیں بھی تو غیر اللہ کی طرف ہیں کیا یہ سارے حرام ہیں تو یاد رکھنا ایک ہے شرعی نسبت کہ وہ اس کا مالک ہے اور تم کہو کہ یہ بکرا زید کا ہے یہ گائے بکر کی ہے اور قربانی کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے عقیقہ شرعی حکم ہے۔ قربانی کے بکرے کا معنی ہے خدا تعالیٰ کے راستہ میں قربانی کے لئے ہے۔ عقیقے کے بکرے کا مطلب ہے کہ عقیقے کے لئے ذبح کرنا شرعی حکم ہے۔ یہ شرعی نسبتیں ہیں یہ صحیح ہیں۔ اور تقرب کے لئے غیر اللہ کے نام زد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی جانور یا دودھ یا اور کوئی چیز کسی بت قبر یا بزرگ کے نام پر متعین کی جائے اس نیت اور ارادے سے کہ میرے کاروبار میں برکت ہوگی فصل میں برکت ہوگی اگر نہیں دوں گا تو نقصان ہوگا یہ حرام ہے اور وہ شی بھی حرام ہے۔ اگر جانور ہے تو بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرنے سے بھی حلال نہ ہوگا۔

غیر اللہ کی نذر و نیاز :

شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی اور فتاویٰ عزیزیہ میں لکھتے ہیں کہ جو چیز کسی بزرگ کے نام پر متعین کر دی جائے کہ یہ بکرا فلاں کا ہے یہ چھترا

فلاں کا ہے تو وہ تکبیر پڑھنے سے بھی حلال نہیں ہوگا یہ ایسے ہی ہے کہ کوئی کتے کو تکبیر پڑھ کر ذبح کرے یا خنزیر کو تکبیر پڑھ کر ذبح کرے تو وہ حلال نہیں ہوگا۔ایسے ہی جو چیز غیر اللہ کے لئے نامزد کی جائے گی وہ حلال نہیں ہوگی اور فرماتے ہیں کہ اس میں جانور کی بھی کوئی تخصیص نہیں ہے۔

''ماکولات، مشروبات، ملبوسات ہمیں حکم دارند'' کھانے، پینے اور پہننے کی چیزیں یہی حکم رکھتی ہیں۔دیکھو یہ لوگ آج کل گیارہویں دیتے ہیں اس میں تفصیل ہے اگر تو اس ارادے سے دیتا ہے کہ میرے جانوروں میں برکت ہوگی گھر میں برکت ہوگی کاروبار میں برکت ہوگی اگر نہیں دوں گا تو پیر صاحب ناراض ہو جائیں گے اور مجھے نقصان پہنچے گا تو یہ دینے والا کافر ہے اور وہ چیز قطعی حرام ہے۔اور اگر دیتا تو اللہ تعالیٰ کے نام پر ہے اور شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو ایصالِ ثواب کرتا ہے تو بدعت ہے کیونکہ اور بھی بہت بزرگ ہیں ان کو ایصالِ ثواب کیوں نہیں کرتا ماں باپ کو ایصالِ ثواب کیوں نہیں کرتا ان کی نمازیں رہ گئیں، روزے رہ گئے ان کا کفارہ کیوں نہیں ادا کرتا؟۔

رہے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ تو وہ اتنے نیک تھے کہ اگر ان کی نیکیوں کو تقسیم کیا جائے تو کئی ضلع بخشے جائیں لہٰذا ان کی نسبت ایصالِ ثواب کے لئے ہمارے ماں باپ زیادہ مستحق ہیں۔آخر ان کی تخصیص اور تعیین کی وجہ کیا ہے؟ پھر گیارہویں کی تاریخ کی تخصیص کیوں ہے؟ ایصالِ ثواب آگے پیچھے کیوں نہیں ہوسکتا؟ لہٰذا مسئلہ کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیں۔

وَالْمُنْخَنِقَةُ اور وہ جانور جو گلا گھٹنے سے مر گیا ہو یعنی جس کا گلا رسی یا زنجیر یا کسی اور شئی سے گھونٹا گیا اور مر گیا وہ بھی حرام ہے۔ وَالْمَوْقُوْذَةُ اور جس کو چوٹ لگائی گئی ہو،

پتھر لگایا لاٹھی ماری اور وہ مرگیا وہ بھی حرام ہے۔

وَالْمُتَرَدِّيَةُ اور جو اونچی جگہ سے گر گیا، پہاڑ سے نیچے گر کر مرگیا یا کنویں میں گر کر مرگیا یا کسی بھی جگہ سے گر کر مرگیا تو وہ بھی حرام ہے۔ وَالنَّطِيحَةُ اور جس کو دوسرے نے سینگ گھونپ دیا اور وہ مرگیا تو وہ بھی حرام ہے۔

وَمَآ أَكَلَ السَّبُعُ اور وہ جس کو درندوں نے کھالیا مثلاً شیر، چیتا، بھیڑیا، ریچھ وغیرہ اس کو کھینچ کر لے گئے اس کو چیر پھاڑ دیا۔ اگر کھایا تو ان کا بچا ہوا بھی حرام ہے۔ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ مگر وہ جس کو تم نے ذبح کرلیا کسی درندے نے زخمی کر دیا ہو مگر مرنے سے پہلے تم نے اسے باقاعدہ ذبح کرلیا تو وہ حلال ہے۔

وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ اور وہ جو ذبح کیا گیا بتوں کے نام پر۔ پہلے تھا کہ جو چیز بزرگوں کے نام پر ذبح کی جائے وہ حرام ہے اور اب فرمایا کہ جو چیز بتوں کے نام پر ذبح کی جائے وہ بھی حرام ہے۔ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ اور یہ کہ تم تیروں کے ذریعہ تقسیم کرتے ہو یہ بھی حرام ہے۔ اَزْلَام، زَلَمٌ کی جمع ہے اور زَلَمٌ کا معنی ہے ''تیر''۔ کعبۃ اللہ میں ایک تھیلا رکھا ہوا تھا اس میں دس تیر ہوتے تھے اور وہ تھیلا کعبۃ اللہ کے متولی کے کنٹرول میں ہوتا تھا ان میں سے چھ پر لکھا ہوا تھا لاَ جس کا معنی ہے نہیں اور تین پر لکھا ہوا تھا نَعَمْ، نَعَمْ کا معنی ہے ہاں اور ایک خالی ہوتا تھا ان لوگوں نے جب کوئی کام کرنا ہوتا تھا رشتے کا، تجارت کا یا لمبے سفر پر جانے کا تو ان تیروں کے ذریعہ فال نکالتے تھے یعنی ان سے پوچھتے تھے کہ میں یہ کام کروں یا نہ کروں۔ میرا فلاں کام ہوگا یا نہیں؟ سفر پر جاؤں یا نہ جاؤں۔ طریقہ یہ تھا کہ تیر نکالتے اگر نَعَمْ والا نکلتا تو کہتے بس میرا کام ہوگیا اور اگر لاَ والا نکلتا تو کہتے کہ میرا کام نہیں ہوگا اس کام کو چھوڑ دیتے تھے

اگر خالی تیر نکلتا تو دوبارہ سہ بارہ تیر نکالنے کی اجازت ہوتی تھی۔ بھائی تیروں کے نکالنے کے ساتھ تیرے کام کا کیا تعلق ہے؟۔ایسی وہم پرستی سے خدا کی پناہ۔اسی وہم پرستی میں مسلمان بھی مبتلا ہیں کیا مرد اور کیا عورتیں وہم کوٹ کوٹ کران میں بھری ہوئی ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی عورت گھر میں آئی اور بچہ بیمار ہوگیا تو کہیں گے کہ فلاں عورت آئی تھی اس لئے بیمار ہوگیا ہے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ یہ اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہیں جن کے عقیدے اور نظریات ہندوؤں سے بدتر ہیں۔ بھائی بیماریاں، تندرستیاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہیں۔ بندوں کا اس میں کیا عمل دخل ہے؟۔

اور تیروں کے ذریعے تقسیم کا ایک اور طریقہ بھی رائج تھا وہ اس طرح کہ دس آدمی مل کر ایک اونٹ خریدتے پھر تیر نکالتے اگر زید کے نام کا تیر نکل آتا تو اونٹ سارا زید کا ہوجاتا باقی سارے فارغ جس طرح آج کل لاٹریاں یا بانڈ ہیں۔

اور ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ دس آدمی مل کر ایک اونٹ خریدتے اور اس کا گوشت برابر دس حصوں میں تقسیم کرتے تھے جن میں سے سات پر نمبر لگے ہوتے تھے اور تین خالی ہوتے تھے ایک ایک حصہ دار ایک ایک تیر نکالتا اس تیر پر جتنے نمبر لکھے ہوتے وہ اتنے حصے لے لیتا مثلاً دو لکھے ہوئے ہیں تین لکھے ہوئے ہیں سات لکھے ہوئے ہیں سارے حصے ختم ہوجاتے باقی حصہ دار جو ہوتے وہ رہ جاتے تو فرمایا ذٰلِکُمْ فِسْقٌ یہ نافرمانی ہے۔

آیت کریمہ کا نزول :

اَلْیَوْمَ یَئِسَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا آج کے دن ناامید ہوگئے وہ لوگ جو کافر ہیں

مِنْ دِیْنِکُمْ تمہارے دین سے پہلے تو ان کو امید تھی کہ ہم اس کو دبالیں گے ختم کردیں گے لیکن اب عرب کی اکثریت مسلمان ہو چکی ہے اور جو باقی رہ گئے ہیں ان میں اسلام سے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے لہٰذا اب وہ بالکل ناامید ہو گئے ہیں کہ اسلام کے پودے کو پنپنے نہ دیں۔ یہاں اَلْیَوْمَ سے مراد ۹ ذوالحجہ ۱۰ھ کا دن ہے۔ کیونکہ یہ آیت کریمہ ۹ ذوالحجہ ۱۰ھ عرفات کے میدان میں نازل ہوئی ہے۔ فرمایا........

تکمیل دین :

فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ پس تم نہ ڈرو ان سے اور مجھ سے ڈرو اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ آج کے دن میں نے مکمل کر دیا تمہارے لئے تمہارا دین۔ عرفات کا میدان تھا، عرفہ اور جمعہ کا دن تھا اور عصر کا وقت تھا ایک لاکھ سے زیادہ صحابہؓ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا........

قرآنِ کریم جس کا آغاز جبلِ نور کی چوٹی پر غارِ حرا میں ہوا تھا۔ آج اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مکمل ہو گیا ہے اور یہ اس کا آخری حصہ ہے۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ آج کے دن میں نے مکمل کر دیا ہے

وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ اور مکمل کر دی میں نے تم پر اپنی نعمت وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا اور میں نے پسند کیا ہے تمہارے لئے اسلام کو دین یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو سنا دیا کہ اس کے بعد اب قرآنِ کریم کا کوئی حصہ نازل نہیں ہوگا اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً بیاسی/۸۲ دن دنیا میں رہے ہیں اور وحی تو آتی رہی ہے مگر قرآن کریم کا ایک حرف بھی نازل نہیں ہوا۔

مضطر کے لئے حرام چیزیں کھانے کا ذکر :

فَمَنِ اضْطُرَّ فِیْ مَخْمَصَۃٍ پس جو شخص مجبور کیا گیا بھوک میں غَیْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ اس حال میں کہ وہ مائل ہونے والا نہیں ہے گناہ کی طرف اس کو اجازت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں میں بقدر ضرورت کھا پی سکتا ہے۔ مثلاً اوپر مردار کا ذکر ہوا ہے خنزیر کا ذکر ہوا ہے کوئی ایسا وقت آ گیا کہ آدمی نے کچھ کھایا پیا نہیں ہے اور جان خطرے میں ہے کہ اگر کچھ نہیں کھاتا پیتا تو مرتا ہے تو اس کو ایسے موقع پر اتنا حرام کھانے کی اجازت ہے کہ جس سے جان بچ جائے اور دوسرے پارے میں غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ کے لفظ ہیں کہ نہ لذت تلاش کرنے والا ہو اور نہ ضرورت سے زیادہ کھائے یعنی ایسی مجبوری کی حالت میں مردار بھی کھا سکتا ہے خنزیر بھی کھا سکتا ہے، شراب بھی پی سکتا ہے مگر صرف اتنی پینے کی اجازت ہے کہ جس سے جان بچ جائے اور اگر اس موقع پر خنزیر اور مردار نہ کھایا اور مر گیا تو گنہگار کی موت مرے گا۔

اسی طرح اگر اتنی شدید پیاس ہے کہ جان جاتی ہے اور اس کے پاس صرف شراب پڑی ہے اگر نہ پی اور مر گیا تو گنہگار کی موت مرا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے اس نے اس اجازت سے فائدہ کیوں نہیں اٹھایا؟۔

فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ پس بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ وہ چھوٹی موٹی لغزش کو معاف کر دے گا۔

يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ۭ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ۡ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۭ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۠ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۡ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۡ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝

لفظی ترجمہ :

يَسْئَلُوْنَكَ لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ کیا کچھ ان کے لئے حلال کیا گیا ہے قُلْ آپ کہہ دیں اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ حلال کی

گئیں تمہارے لئے تمام پاکیزہ چیزیں وَمَا عَلَّمْتُمْ اور وہ جو تم نے تعلیم دی

ہے مِّنَ الْجَوَارِحِ زخمی کرنے والے جانوروں کو مُكَلِّبِيْنَ کہ چھوڑتے ہو

شکار پر تُعَلِّمُوْنَهُنَّ سکھاتے ہو تم ان کو مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ وہ چیز جو اللہ تعالیٰ

نے تمہیں تعلیم دی ہے فَكُلُوْا پس کھاؤ مِمَّآ ان جانوروں کو اَمْسَكْنَ

عَلَيْكُمْ (جو شکار کے بعد) انہوں نے تمہارے لئے روکے ہیں وَاذْكُرُوا

اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اور ذکر کرو اللہ تعالیٰ کا نام اس پر وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ

سے ڈرتے رہو اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ سَرِيْعُ الْحِسَابِ جلدی حساب

لینے والا ہے اَلْيَوْمَ آج کے دن اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ حلال کی گئیں تمہارے

لئے تمام پاکیزہ چیزیں وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اور خوراک ان لوگوں کی

اُوْتُوا الْكِتٰبَ جن کو کتاب دی گئی حِلٌّ لَّكُمْ تمہارے لئے حلال ہے

وَطَعَامُكُمْ اور یہ تمہارا کھانا حِلٌّ لَّهُمْ ان کے لئے حلال ہے وَالْمُحْصَنٰتُ

اور پاکدامن عورتیں مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ ایمان والیوں میں سے وَالْمُحْصَنٰتُ

اور پاکدامن عورتیں مِنَ الَّذِيْنَ ان لوگوں میں سے اُوْتُوا الْكِتٰبَ جن کو دی

گئی کتاب مِنْ قَبْلِكُمْ تم سے پہلے اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ جب دو تم ان کو

اُجُوْرَهُنَّ مہر ان کے مُحْصِنِيْنَ قید میں رکھنے والے ہو غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ نہ

مستی نکالنے والے ہو وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ اور نہ خفیہ یاری لگانے والے

وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ اور جس نے انکار کیا ایمان کا فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ پس

تحقیق ضائع ہو گیا عمل اس کا وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

حلال وحرام پرندوں کی تفصیل :

سورۃ کی ابتداء میں یہ بیان ہوا کہ احرام کی حالت میں تمہارے لئے شکار کرنا جائز نہیں ہے احرام سے نکلنے کے بعد شکار کرنے کی اجازت ہے صحابہ کرام n میں بھی بعض شکاری تھے کسی نے کتے رکھے ہوئے تھے کسی نے باز، بعض نے شاہین اور بعض نے شکرے (انہیں شکار کے لئے سدھاتے تھے، تیار کرتے تھے) تو انہوں نے آنحضرت ﷺ سے سوال کیا کہ ہم لوگ شکار کھیلتے ہیں اس کے متعلق حضرت ہمیں بتاؤ کہ یہ درست ہے یا نہیں؟ اور کس کس چیز کا شکار کرنا جائز ہے؟ اور کس کا شکار کرنا جائز نہیں ہے؟۔ آنحضرت ﷺ نے اصول بیان فرمائے جو کہ تفاسیر اور احادیث کی کتابوں میں موجود ہیں فرمایا............

كُلُّ ذِىْ مِخْلَبٍ مِّنَ الطَّيْرِ ہر وہ پرندہ جو پنجے سے شکار کرتا ہے وہ حرام ہے۔ یاد رکھنا! ایک ہے پنجے سے پکڑ کر کھانا جیسے طوطا ہے لالی، شارک ہے اور بسا اوقات مرغی بھی پنجے سے پکڑ کر کھالیتی ہے یہ حلال ہیں مسئلہ یہ ہے کہ جو پنجے کے ذریعے شکار کرتے ہیں وہ حرام ہیں جیسے چیل، باز، شکرہ وغیرہ ہیں۔ اور درندوں میں جو کچلیوں یعنی دانتوں کے ساتھ شکار کرتے ہیں وہ حرام ہیں جیسے شیر، چیتا، بھیڑیا، ریچھ، گیدڑ وغیرہ ان آیات میں بھی اللہ تعالیٰ نے چند بنیادی چیزیں بیان فرمائی ہیں ان کو اچھی طرح سمجھنا چاہیے۔ فرمایا............

يَسْئَلُوْنَكَ لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ کیا کچھ ان کے

لئے حلال کیا گیا ہے قُلْ آپ فرمادیں اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبٰتُ حلال کی گئی ہیں تمہارے لئے تمام پاکیزہ چیزیں وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ اور وہ جو تم نے تعلیم دی ہے زخمی کرنے والے جانوروں کو جَوَارِحِ، جَارِحَۃٌ کی جمع ہے اور جَارِحَۃٌ، جَرَحَ سے ہے جس کے معنی ہیں ''زخمی کرنا'' اور جَارِحَۃٌ ایسے جانور کو کہتے ہیں جو دوسرے کو زخمی کرے اور جو جانور شکار کرتے ہیں وہ بھی زخمی کرتے ہیں کیونکہ منہ سے پکڑتے ہیں اور جو پرندے شکار کرتے ہیں وہ بھی زخمی کرتے ہیں کیونکہ وہ نوکیلے پنجوں سے پکڑتے ہیں۔

کلب معلم کا شکار :

مُکَلِّبِیْنَ چھوڑتے ہو شکار پر مُکَلِّبٌ کا معنی ہے کہ تم اس کو اپنے ارادہ سے شکار پر چھوڑتے ہو۔ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ سکھاتے ہو تم ان کو مِمَّا عَلَّمَکُمُ اللّٰهُ وہ چیز جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں تعلیم دی ہے۔ تعلیم یافتہ سکھایا ہوا کتا وہ ہوتا ہے کہ جب تم اسے شکار کے لئے چھوڑو وہ شکار کے قریب پہنچ جائے تم اسے بلاؤ تو وہ واپس آجائے تین دفعہ اس طرح امتحان لینا چاہیے اگر وہ تمہارے بلانے سے واپس آجاتا ہے تو ایسا کتا مُعَلَّمْ ہے۔ یعنی سدھایا ہوا ہے۔ پھر اس کی شرط میں سے یہ بھی ہے کہ شکار کر کے کھانے نہ لگ جائے بلکہ مالک کے پاس لائے اگر شکاری جانور نے شکار کا کچھ حصہ خود کھالیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ شکار اس نے اپنے لئے کیا ہے لہٰذا یہ تمہارے لئے حلال نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

فَکُلُوْا مِمَّآ اَمْسَکْنَ عَلَیْکُمْ پس کھاؤ ان جانوروں کو (جو شکار کے بعد) انہوں نے تمہارے لئے روکے ہیں وَاذْکُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهِ اور ذکر کرو اللہ تعالیٰ کا نام اس پر یعنی کتے اور شکاری جانور کو بسم اللہ پڑھ کر چھوڑو۔ امام ابو حنیفہ e فرماتے ہیں

کہ شکاری جانور کے ذریعہ شکار کرنے کے لئے پانچ شرطیں ہیں۔ اگر وہ پانچ شرطیں پائی گئیں تو اس کا کیا ہوا شکار حلال ہے ورنہ نہیں

شکاری جانور کے لئے پانچ شرائط :

1......... جس جانور کو ہم نے شکار پر چھوڑا ہے وہ شکار کو زخمی کرے کیونکہ قرآن پاک میں ہے مِنَ الْجَوَارِحِ زخمی کرنے والے جانوروں کو۔

2......... وہ سکھایا ہوا ہو اور اس کی نشانی یہ ہے کہ اگر تم اسے بلاؤ تو واپس آجائے

3......... جاہل کتا ساتھ نہ ہو مطلب یہ ہے کہ تم نے سکھایا ہوا کتا شکار پر چھوڑا اس کے ساتھ دوسرا عام کتا مل گیا اور دونوں نے مل کر شکار کیا اور جانور تکبیر پڑھ کر ذبح کرنے سے پہلے مر گیا تو اس کا کھانا جائز نہیں ہے یہ حرام ہے اور اگر صرف سدھائے ہوئے کتے نے شکار کیا اور تکبیر پڑھ کر ذبح کرنے سے پہلے مر گیا پھر بھی حلال ہے۔

چنانچہ مشہور زمانہ سخی حاتم طائی کے بیٹے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ پڑھے لکھے تعلیم یافتہ سمجھدار نوجوان تھے پہلے عیسائی مذہب رکھتے تھے ۹ھ یا ۱۰ھ کو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہو گئے انہوں نے کہا کہ حضرت! ہم اپنے علاقے میں شکار کھیلتے ہیں کتوں کے ساتھ جن کو ہم نے سدھایا سکھایا ہوا ہے بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ہم جب اپنے کتے کو شکار پر چھوڑتے ہیں تو اس کے ساتھ ایسا کتا بھی شامل ہو جاتا ہے جو سدھایا سکھایا ہوا نہیں ہوتا اور دونوں کتے مل کر شکار کو پکڑتے ہیں کیا اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا لا کھانا جائز نہیں ہے۔ إِنَّمَا سَمَّيْتَ عَلٰى كَلْبِكَ پختہ بات ہے کہ تو نے بسم اللہ اپنے کتے پر پڑھی ہے دوسرا کتا جو ساتھ شریک ہو گیا ہے اس کو تو بسم اللہ پڑھ کر نہیں چھوڑا گیا یہ روایت بخاری شریف کی ہے اس روایت سے فقہاء کرامؒ نے ایک مسئلہ مستنبط کیا ہے وہ یہ کہ گائے اونٹ کی قربانی جس میں سات آدمیوں تک شریک ہو سکتے ہیں اگرچہ اکیلے آدمی کی طرف سے ہو سکتی ہے دو بھی مل کر کر سکتے ہیں تین بھی، چار بھی، پانچ بھی، چھ بھی، آخری حد سات ہے اس کو اگر ایک آدمی بسم اللہ، اللہ اکبر پڑھ کر ذبح کرے تو صحیح ہے وہ سب کی طرف سے وکیل ہے۔ لیکن اگر حصہ دار وہی ہوں اور کبھی کہیں کہ ذبح کرتے وقت ہم نے بھی چھری پر ہاتھ رکھنا ہے کہ اگر ہمارا ہاتھ چھری پر نہ آیا تو اجر میں کمی ہو جائے گی تو اس صورت میں ساتوں کے ساتوں کو بسم اللہ پڑھنی پڑھے گی۔ اگر ان میں سے ایک نے بھی بسم اللہ نہ پڑھی تو جانور حرام ہو جائے گا۔

4.......... وہ کتا شکار لا کر تمہیں دے خود نہ کھائے اگر اس نے خود کھانا شروع کر دیا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس نے یہ شکار اپنے لئے کیا ہے تمہارے لئے نہیں کیا۔

5.......... بسم اللہ پڑھ کر چھوڑا جائے۔

ان پانچ شرطوں کے پائے جانے کے بعد اگر جانور تمہارے پاس پہنچنے سے پہلے مر بھی جائے تو حلال ہے ہاں اتنا کرو کہ کتے نے جہاں منہ مارا ہے اس جگہ سے کاٹ کر پھینک دو کیونکہ کتے کا جھوٹا پلید ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِيْ إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَلْيُرِقْهُ ثُمَّ لِيَغْسِلْهُ سَبْعَ مِرَارٍ (رواہ مسلم ج ۱ ص ۱۳۷)۔ جب کتا

تم میں سے کسی کے برتن میں منہ ڈال دے تو اسے چاہیے کہ وہ اسے بہا کر سات مرتبہ دھوئے۔ لہٰذا جس جگہ کتے کا منہ لگا ہے اس جگہ کو کاٹ کر پھینک دو باقی جانور جائز ہے۔

تیراور بندوق کے شکار کا مسئلہ :

تیر کے شکار کے متعلق مسئلہ یہ ہے کہ تم نے شکار پر تیر مارا ہے۔ بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر اور تیر کی نوک جانور کو لگی ہے اور وہ مر گیا ذبح کرنے سے پہلے تو وہ جائز اور حلال ہے اور اگر تیر عرضاً لگا ہے تو اب ذبح کرنے کے بغیر نہیں کھا سکتے۔ رہا مسئلہ بندوق کا تو یہ نئی ایجاد ہے اس زمانے میں بندوقیں نہیں ہوتی تھیں۔ غلیلوں اور کمانوں کے ساتھ شکار کھیلتے تھے بندوق کا چھرا گول ہوتا ہے تیر کی طرح نوک دار نہیں ہوتا لہٰذا بندوق کا فائر بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر بھی کیا جائے تو ذبح کرنے کے بغیر جانور حلال نہیں ہے۔

مودودی صاحب کا اعتراض اور اس کا جواب :

اور مودودی صاحب کہتے ہیں کہ چونکہ چھرّا قیمتی ہوتا ہے اور یہ ہوتا ہے اور وہ ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کے ساتھ ماری ہوئی چیز بھی ذبح کرنے کے بغیر حلال ہے یہ ان کی منطق باطل ہے کیونکہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ''اگر تیر نوک کی طرف سے نہ لگے تو جانور مردار ہے''۔ اور جس مسئلے پر صحیح حدیث موجود ہو اور چاروں ائمہ کرام رحمہم اللہ متفق ہوں تو کسی کی رائے کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اور اس مسئلے پر چاروں فقہی مذہب احناف، شوافع، مالکیہ، اور حنابلہ متفق ہیں کہ بندوق کا مارا ہوا بغیر ذبح کرنے کے حلال نہیں ہے۔ لہٰذا اس کے خلاف مودودی صاحب کا اپنی رائے پیش کرنا کوئی دین کی خدمت نہیں ہے۔

تو فرمایا کہ جن جانوروں کو تم سدھا سکھا کر بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر چھوڑو اور وہ شکار کو تمہارے لئے روکیں تو وہ تمہارے لئے حلال ہے اس کو کھاؤ۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو ایسا نہ ہو کہ بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر نہیں چھوڑا اور شکار بغیر ذبح کرنے کے مرگیا اور اس کو کھا لو یہ صحیح نہیں ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ بے شک اللہ تعالیٰ جلدی حساب لینے والا ہے اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ آج کے دن حلال کی گئیں تمہارے لئے تمام پاکیزہ چیزیں۔ اور ان کے علاوہ......

اہلِ کتاب اور دہریے کے ذبیحہ کا حکم :

وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اور خوراک ان لوگوں کی جن کو کتاب دی گئی۔ اس سے مراد ذبیحہ ہے کیونکہ عام کھانا تو تمام غیر مسلموں کا جائز ہے یعنی ان لوگوں کا ذبیحہ تمہارے لئے حلال ہے جن کو کتاب دی گئی اس سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں مگر اس کے لئے شرط ہے کہ اس قسم کے یہود و نصاریٰ ہوں جو نزول قرآن کے وقت تھے کہ اللہ تعالیٰ، پیغمبروں، آسمانی کتابوں، قیامت کے قائل ہوں، دہریئے قسم کے یہود و نصاریٰ نہ ہوں جس طرح آج بہت سے ایسے فرقے ہیں جو اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہیں مگر وہ شریعت کی زبان میں مسلمان نہیں ہیں جیسے رافضی، قادیانی، ذکری، بابی، بہائی، منکرین حدیث ہیں۔ اور بھی کئی فرقے ہیں جو اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہیں مگر ہیں وہ کافر۔

اسی طرح یہودیوں اور عیسائیوں میں بھی ایسے لوگ ہیں جو اپنے آپ کو عیسائی اور یہودی کہلاتے ہیں مگر ہیں وہ دہریئے۔ تو ایسے دہریئے قسم کے یہودیوں اور عیسائیوں کا ذبیحہ جائز نہیں ہے اسی طرح آگے آرہا ہے کہ اہلِ کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح جائز

ہے مگر ایسی عورتوں کے ساتھ بھی نکاح جائز نہیں ہے جو دہریہ قسم کی ہوں۔ بیوی کا نیک ہونا اولاد پر اثر انداز ہوتا ہے۔ لہذا نیک بیوی پسند کرنی چاہیے اور بہت سے عوامل ہیں جن کو سامنے رکھنا چاہیے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فہم :

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جب بیروت، لبنان، شام کا علاقہ فتح ہوا اور ان علاقوں میں حسن بہت ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہاں بدمعاشیاں بہت ہیں۔ اور عرب کے لوگ محنت مشقت کرنے والے سانولے پکے رنگ کے تھے۔ نئی نسل نے جب گوری عورتیں دیکھیں ان کے ساتھ نکاح کرنے شروع کر دیئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان پر پابندی لگا دی لوگوں نے اعتراض کیا کہ رب تعالیٰ نے تو اجازت دی ہے کہ اہلِ کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح کر سکتے ہو۔ اور آپ منع کرتے ہیں۔ فرمایا..........

بچے کی پرورش اور ماں کا کردار :

''رب تعالیٰ کی اجازت کو میں بھی جانتا ہوں مگر کچھ اور عوامل ہیں جن کی وجہ سے منع کر رہا ہوں وہ یہ کہ جو عرب عورتیں ہیں دین کو سمجھتی ہیں ان کا کیا بنے گا وہ کہاں جائیں گی اور تم اہلِ کتاب عورتوں کے ساتھ نکاح کرو گے اس سے تمہاری اولاد پر اثر پڑے گا اس لئے میں تمہیں منع کرتا ہوں''۔ خلیفہ راشد کو شرعی طور پر خاصے اختیارات حاصل ہوتے ہیں وہ ایسا کر سکتا ہے۔ دیکھو! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بڑی گُر کی بات فرمائی ہے کہ ماں کا بڑا اثر ہوتا ہے۔

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی والدہ ماجدہ رحمہا اللہ فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے بچے کو کبھی بے وضو دودھ نہیں پلایا تو جب ماں ایسی ہوگی تو پھر بچہ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ ہوگا۔

قائدِ اعظم مرحوم نے ۱۹۱۸ء میں ایک پارسی کی بیٹی رتن بائی سے شادی کی رتن بائی تو ان کے اثرورسوخ سے مسلمان ہوگئی اس سے بیٹی ہوئی جس کا نام مریم تھا وہ پارسی ہوگئی باپ نے اس کو گھر سے نکال دیا اس نے عقیدہ نہ چھوڑا ابھی تک وہ بمبئی (موجودہ ممبئی) میں ہے۔

ولی خان کے بڑے بھائی ڈاکٹر خان کو لوگوں نے روکا کہ میم (گوری عورت) کے ساتھ نکاح نہ کر لیکن اس نے کسی کی بات نہ مانی اور نکاح کر لیا اس میم سے جو لڑکی پیدا ہوئی اس نے ایک سکھ کے ساتھ شادی کی اس کو نہ ولی خان روک سکا نہ غفار خان اور نہ ڈاکٹر خان۔لڑکی نے کہا کہ میں آزاد ہوں جہاں چاہوں نکاح کروں تو ماں کی نیکی یا بدی اولاد پر بہ نسبت باپ کے جلدی اثر کرتی ہے کیونکہ باپ بے چارہ تو ملازمت پر جائے گا یا کارخانے جائے گا یا مزدوری کے لئے جائے گا بچے جو کچھ ماں سے حاصل کر سکتے ہیں باپ سے نہیں یہی وجہ ہے کہ جن گھروں میں نیک عورتیں ہیں ان کے اثرات سامنے ہیں۔حدیث پاک میں آتا ہے **تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ** عورت کے ساتھ شادی کی جاتی ہے چار وجہ سے..........

عورت سے شادی کی چار وجوہات :

① ....حسن کی وجہ سے۔ ② ....حسب نسب کی وجہ سے۔

③ ....مال کی وجہ سے۔ ④ ....دینداری کی وجہ سے۔

فرمایا تم دیندار عورت کو ترجیح دو۔اس کا اولاد پر اثر ہوگا اکبرالہ آبادی مرحوم نے کیا خوب کہا ہے ؎

سیرت پر نظر چاہیے صورت سے زیادہ

بات ساری سیرت سے بنتی ہے تو فرمایا.......... وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اور خوراک ان لوگوں کی جن کو کتاب دی گئی۔ حِلٌّ لَّكُمْ تمہارے لئے حلال ہے وَطَعَامُكُمْ اور یہ تمہارا کھانا حِلٌّ لَّهُمْ ان کے لئے حلال ہے وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ اور پاکدامن عورتیں ایمان والیوں میں سے حلال ہیں۔

اہلِ کتاب کی عورتوں سے شادی کا حکم اور مقاصد :

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اور پاکدامن عورتیں ان لوگوں میں سے جن کو دی گئی کتاب مِنْ قَبْلِكُمْ تم سے پہلے تورات، انجیل جن کو دی گئیں وہ عورتیں بھی حلال ہیں۔

اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ جب دو تم ان کو مہران کے مُحْصِنِيْنَ قید میں رکھنے والے ہو غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ نہ مستی نکالنے والے ہو وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ اور نہ خفیہ یاری لگانے والے اَخْدَانٍ، خِدْنٌ کی جمع ہے اور خِدْنٌ کا معنی ہے یاری لگانا۔ عورتوں کی عصمت کی حفاظت کے نگہبان صرف مرد ہیں عورتوں کی نگہبانی صرف مرد کر سکتے ہیں تعلیم کا کوئی اثر نہیں ہے پرانی ہو یا نئی (دینی ہو یا عصری) لہٰذا عورتوں کی عصمت کا خیال رکھو ان کی نگہداشت بہت ضروری ہے آزاد قسم کی بچیاں ماں باپ کے ہاتھ سے نکل جاتی ہیں۔

معاشرے کی خرابی کا ذمہ دار کون؟ :

آج لوگ کہتے ہیں کہ بچیاں بات نہیں مانتیں، فلاں جگہ سے روکتے ہیں رکتی نہیں۔ قوم کے لئے مصیبت بن گئی ہے۔ اب وہ معاشرہ تو رہا نہیں کہ معاشرہ میں خیر غالب ہونے کی وجہ سے اکثر لوگوں کی خود بخود اصلاح ہو جاتی تھی۔ لہٰذا خود اصلاح کرنی

ہے۔ اور معاشرے کی بربادی کی ایک بڑی وجہ حکومت بھی ہے۔ جو غلط کاموں کی سرپرستی کرتی ہے۔

کافی پرانی بات ہے کہ پاکستان بنے ابھی تیرہ، چودہ سال ہوئے تھے ایک بڑا موٹا ڈی سی ہوتا تھا اس نے ایک سکول میں معززین شہر کو جمع کیا مولویوں کو بھی بلایا مجھے بھی دعوت ملی میں بھی گیا۔ اس نے تقریر کی اور معاشرے کی خرابی کی ذمہ داری ساری مولویوں پر ڈال دی کہ یہ لوگوں کی اصلاح نہیں کرتے۔ میں نے اٹھ کر کہا کہ ڈی سی صاحب آپ ہمارے ضلع کے بڑے افسر ہو اور اس وقت ہمارے مہمان ہو ہم آپ کی قدر کرتے ہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ یہ سینما گھر مولویوں نے بنوائے ہیں یا حکومت نے، یہ مینا بازار اور جمعہ بازار مولوی لگواتے ہیں یا تم؟ یہ مخلوط تعلیم مولویوں نے شروع کی ہے یا تم نے؟ یہ کلب مولویوں نے کھلوائے ہیں یا تم نے؟۔

مجھے ایک ساتھی نے کہا کہ ڈی سی ہے۔ میں نے کہا جب اس نے بات کی ہے تو مجھے بھی کرنے دو۔ سارا نزلہ مولوی پر گرتا ہے مولوی کے پاس زبان کے سوا اور ہے کیا؟ طاقت تمہارے پاس، حکومت تمہارے پاس، ڈنڈا تمہارے پاس، اختیارات تمہارے پاس، یہ سارے بدمعاشی کے اڈے تم نے قائم کیے ہیں۔ اخبارات میں غلط قسم کی خبریں چھپتی ہیں جن کو پڑھ کر نوجوان طبقہ ڈاکو بنتا ہے وہ اخبارات تمہارے کنٹرول میں ہیں آج اکثریت ڈاکوؤں کی کالجیٹ ہے۔ حکومت ان کو ملازمتیں نہیں دیتی ان کی مدد نہیں کرتی وہ یہی کام کرتے ہیں، جاہل اور ان پڑھ ڈاکو بہت کم ہیں۔ تم مولویوں کو کوستے ہو اس میں مولویوں کا کیا گناہ ہے؟۔ فرمایا.........

ایمان بچانے کی تاکید :

وَمَنْ یَّکْفُرْ بِالْاِیْمَانِ اور جس نے انکار کیا ایمان کا فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُہٗ پس تحقیق ضائع ہو گیا عمل اس کا یعنی اہلِ کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح کی تو اجازت ہے مگر ایمان نہ ضائع کر دینا یہاں کچھ لوگ بڑے دیندار اور نیک ہوتے تھے۔ نمازیں بھی پڑھتے تھے روزے بھی رکھتے تھے میموں کے ساتھ شادیاں کیں۔ نہ نماز رہی، نہ روزہ۔

بھائی! دنیا میں کتنی دیر رہنا ہے موت تو سر پر کھڑی ہے۔ اس حادثاتی دور میں زندگی پر کچھ بھی یقین نہیں کرنا چاہیے۔ لہٰذا خواہشات کی وجہ سے ایمان نہ ضائع کرو جس نے ایمان ضائع کر دیا۔ وَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔ اللہ تعالیٰ آخرت کے نقصان سے محفوظ فرمائے.......... (امین)۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ؕ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۞ وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ز وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۞

لفظی ترجمہ :

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اِذَا قُمْتُمْ جس وقت کھڑے ہو تم اِلَى الصَّلٰوةِ نماز کی طرف فَاغْسِلُوْا پس دھولو وُجُوْهَكُمْ

اپنے چہروں کو وَاَیۡدِیَکُمۡ اوراپنے ہاتھوں کو اِلَی الۡمَرَافِقِ کہنیوں تک
وَامۡسَحُوۡا بِرُءُ وۡسِکُمۡ اورمسح کرواپنے سروں کا وَاَرۡجُلَکُمۡ اوراپنے پاؤں
دھولو اِلَی الۡکَعۡبَیۡنِ ٹخنوں سمیت وَاِنۡ کُنۡتُمۡ جُنُبًا اوراگر ہوتم جنابت کی
حالت میں فَاطَّهَّرُوۡا تواچھی طرح طہارت حاصل کرو وَاِنۡ کُنۡتُمۡ مَّرۡضٰۤی
اوراگر ہوتم بیمار اَوۡعَلٰی سَفَرٍ یاسفر پرہو اَوۡجَآءَ اَحَدٌ مِّنۡکُمۡ یا آئے تم میں
سے کوئی مِّنَ الۡغَآئِطِ قضائے حاجت سے اَوۡ لٰمَسۡتُمُ النِّسَآءَ یاتم نے
ہمبستری کی ہوعورتوں سے فَلَمۡ تَجِدُوۡا مَآءً پس نہ پاؤتم پانی فَتَیَمَّمُوۡا
پس تم تیمّم کرو صَعِیۡدًا طَیِّبًا پاک مٹی سے فَامۡسَحُوۡا بِوُجُوۡهِکُمۡ پس مسح
کروتم اپنے چہروں کاوَاَیۡدِیۡکُمۡ مِّنۡهُ اوراپنے ہاتھوں کا اس مٹی سے مَایُرِیۡدُ
اللّٰهُ نہیں ارادہ کرتا اللہ تعالیٰ لِیَجۡعَلَ عَلَیۡکُمۡ تاکہ کرے تم پر مِّنۡ حَرَجٍ
کوئی تنگی وَّلٰکِنۡ یُّرِیۡدُ اورلیکن ارادہ کرتا ہے لِیُطَهِّرَکُمۡ تاکہ وہ تمہیں پاک
کردے وَلِیُتِمَّ اورتاکہ پوری کردے نِعۡمَتَهٗ عَلَیۡکُمۡ اپنی نعمت تم پر لَعَلَّکُمۡ
تَشۡکُرُوۡنَ تاکہ تم شکراداکرو وَاذۡکُرُوۡانِعۡمَةَ اللّٰهِ اوریادکرواللہ تعالیٰ کی
نعمت عَلَیۡکُمۡ جوتم پرہوئی وَمِیۡثَاقَهٗ اوراس کاوعدہ الَّذِیۡ وہ وَاثَقَکُمۡ بِهٖۤ
جواس نے تم سے لیا اِذۡقُلۡتُمۡ جب تم نے کہا سَمِعۡنَا ہم نے سن لیاوَاَطَعۡنَا اور
ہم نے اطاعت کی وَاتَّقُوا اللّٰهَ اورڈرواللہ تعالیٰ سے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ
تعالیٰ عَلِیۡمٌ جانتاہے ۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ دلوں کے راز۔

ربط آیات :

طہارت کی دو قسمیں ہیں ایک ظاہری اور ایک باطنی ۔ طہارت باطنی ہے روح کا پاک ہونا اور روح پاک ہوتا ہے ایمان سے ،توحید سے ،صدق دل سے کلمہ طیبہ پڑھا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ باطنی طہارت حاصل ہوگئی ۔ ایمان ،توحید کے بغیر باطنی طہارت حاصل نہیں ہوتی مشرک اگر سات سمندروں میں بھی غسل کرے پاک نہیں ہوگا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ پختہ بات ہے کہ مشرک پلید ہے۔

اور باطنی طہارت کے بغیر اعمال کی کوئی حیثیت نہیں ہے چاہے کوئی نماز پڑھے روزہ رکھے ،صدقہ خیرات کرے جتنا اعلیٰ سے اعلیٰ عمل کرے اکارت ہے ۔ اس سے پہلے اس کا ذکر تھا وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ اور جو انکار کرے گا ایمان کا پس تحقیق اس کا عمل ضائع ہوگیا۔

ظاہری طہارت کا بیان :

اور اب ظاہری طہارت کا ذکر ہے ۔ ظاہری طہارت حاصل ہوتی ہے غسل سے ، وضو سے ، تیمم سے اور کچھ اعمال ایسے ہیں جو ظاہری طہارت پر موقوف ہیں لہٰذا ظاہری طہارت کو بیان فرماتے ہیں ارشادِ ربانی ہے ....

وضو کے فرائض اور حکم :

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ جس وقت کھڑے ہو تم نماز کی طرف یعنی نماز پڑھنے کا ارادہ کرو فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ

پس دھولو اپنے چہروں کو وضو کے فرضوں میں سے ایک فرض ہے چہرے کا دھونا اور چہرے کی حد ہے پیشانی کے بالوں سے لے کر ٹھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان کی لو سے لے کر دوسرے کان کی لو تک اتنے حصے پر پانی کا بہانا فرض ہے۔ آنکھ کا باہر کا کونا دھونا بھی ضروری ہے، خشک نہ رہے اور اندر کا کونا دھونا بھی ضروری ہے۔ بعض لوگ آنکھیں بند کر کے چہرے پر چھینٹے مارتے ہیں ایسی صورت میں ممکن ہے کہ اندر کا کونا تر نہ ہو اگر ایسا ہوا تو وضو نہیں ہوگا۔

وَاَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک۔ کہنی کی ہڈی کا دھونا فرض ہے۔ اگر خشک رہ گئی تو وضو نہیں ہوگا اور یہ مسئلہ بھی یاد رکھیں کہ اگر ہاتھ پر رنگ روغن یا کوئی ایسی چیز لگی ہوئی ہے کہ جس کی وجہ سے پانی جلد تک نہیں پہنچتا تو اس کا دور کرنا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ اگر پانی جلد تک نہ پہنچا تو وضوء نہیں ہوگا اسی طرح عورتیں ناخن پالش لگاتی ہیں اس سے ناخنوں پر لیپ ہو جاتا ہے اور پانی نیچے نہیں جاتا۔ لہٰذا نہ وضو ہوا اور نہ غسل ہوا۔ نماز پڑھنے کے باوجود نہ ہوئی اور بغیر وضو کے سجدہ ہوا۔

وضو سے متعلق چند مسائل :

اگرچہ فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کا اس میں اختلاف ہے مگر فقہاءِ کرام رحمۃ اللہ علیہم کی ایک بہت بڑی تعداد کا نظریہ یہ ہے کہ بغیر وضو کے سجدہ کرنے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ تو یہ کوئی چھوٹا مسئلہ نہیں ہے بہت بڑا مسئلہ ہے۔ بلکہ پہاڑ سے بھی بڑا مسئلہ ہے اور نکاح نہ بھی ٹوٹے اس میں تو سب کا اتفاق ہے کہ نماز نہیں ہوتی پھر تعجب کی بات یہ ہے کہ بوڑھی بوڑھی عورتیں تعویذ لینے کے لئے آتی ہیں جو میری ماں کی عمر کی ہوتی ہین انہوں نے بھی ناخن پالش لگائی ہوتی ہے۔ پوچھتا ہوں تو کہتی ہیں کہ پوتی نے لگا دی ہے لَاحَوْلَ وَلَا

قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ.

بھائی! بچیوں کا لگانا تو سمجھ میں آتا ہے نانی دادی کا لگانا سمجھ میں نہیں آتا۔ اصل بات یہ ہے کہ دین کی اہمیت ہی نہیں ہے نماز کی اہمیت نہیں ہے وضو، غسل کی اہمیت نہیں ہے۔ اگر فکر ہو کہ میں نے نماز پڑھنی ہے، قرآن کریم کی تلاوت کرنی ہے تو ان چیزوں کا احساس بھی ہو۔ آج کل ایک خاص قسم کی مہندی آئی ہے اس کا مکمل تجربہ تو نہیں کیا لیکن شبہ ہے کہ اس کا بھی لیپ ہو جاتا ہے۔ اگر ایسا ہے تو وہ بھی نہیں لگانی چاہیے۔ باقی عام مہندی عورتوں کے لئے سنت ہے۔ اس سے ناخن پر لیپ نہیں ہوتا صرف ناخن کی رنگت بدلتی ہے اور یہ مسئلہ بھی سمجھ لیں کہ لمبے ناخنوں کے نیچے میل کچیل جمع ہو جاتی ہے وضو غسل کے وقت وہ جگہ نیچے سے خشک رہ جاتی ہے جبکہ وضو اور غسل میں اس کا گیلا ہونا ضروری ہے۔ لہٰذا ناخن لمبے نہیں ہونے چاہییں۔

اس لئے فقہاءِ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے حدیث پاک کی روشنی میں کہا ہے کہ ہفتے میں ایک دفعہ ناخنوں کا کاٹنا مستحب ہے ہاتھوں کے بھی اور پاؤں کے بھی اگر کسی نے انگوٹھی پہنی ہوئی ہے تو وضو کے وقت اس کو اتار دیں تاکہ اس کے نیچے کی جگہ خشک نہ رہے ہاں اگر اتنی کھلی ہے کہ اس کے نیچے پانی پھر جائے تو نہ اتاریں۔ بعض گھڑیاں ایسی ہوتی ہیں کہ ان کے چین کے نیچے پانی نہیں جاتا ان کو اتار کر وضو کریں یا چین کے نیچے پانی پہنچائیں اور بہائیں صرف مسح نہیں کرنا بلکہ اس جگہ پانی چلانا ہے۔ ان مسائل کو اچھی طرح سمجھ لیں اور گھروں میں بیان کریں۔ اپنی عورتوں کو بیٹیوں کو بہوؤں کو، بہنوں کو سمجھاؤ۔ عورتیں دین سے بہت غافل ہیں ان کو احساس دلاؤ۔

اور تیسرا فرض ہے وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ اور مسح کرو اپنے سروں کا۔ چوتھائی

حصے کا مسح کرنا فرض ہے اور سارے سر کا مسح کرنا مستحب ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اس طرح مسح کرتے تھے کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو پیچھے لے جاتے پھر پیچھے سے واپس آگے لے آتے اور دوپٹہ ٹوپی اور رومال اتار کر مسح کرنا ہے۔ کیونکہ مسح سر کا کرنا ہے نہ کہ ٹوپی رومال کا۔

وضو میں بے احتیاطی پر وعید :

اور چوتھا فرض ہے وَاَرْجُلَکُمْ اِلَی الْکَعْبَیْنِ اور اپنے پاؤں دھولو ٹخنوں سمیت وَاَرْجُلَکُمْ کا عطف ہے وُجُوْھَکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ پر یعنی جس طرح چہرے اور ہاتھوں کو دھونے کا حکم ہے آنحضرت ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا اس نے وضو کیا مگر اس کی ایڑی تھوڑی سی خشک رہ گئی۔ فَنَادٰی بِاَعْلٰی صَوْتِہٖ وَیْلٌ لِّلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ آپ ﷺ نے اس کو بلند آواز سے فرمایا "یہ ایڑیاں جو خشک رہ گئی ہیں دوزخ میں لے جائیں گی" یہ ایڑیاں جو خشک رہ گئی ہیں دوزخ میں لے جائیں گی، یہ ایڑیاں جو خشک رہ گئی ہیں دوزخ میں لے جائیں گی۔ تین مرتبہ فرمایا روایت بخاری شریف کی ہے۔ تو یہ چار فرض ہیں وضو میں باقی کلی کرنا ناک میں پانی ڈالنا، پہلے ہاتھوں کو گٹوں تک دھونا، مسواک کرنا، قبلہ رو ہو کر وضو کرنا اس کے علاوہ اور کئی چیزیں ہیں بعض ان میں سنت ہیں اور بعض مستحب ہیں۔

غسل جنابت کے فرائض اور احتیاطاً حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سر منڈانا :

وَاِنْ کُنْتُمْ جُنُبًا اور اگر ہو تم جنابت کی حالت میں فَاطَّھَّرُوْا تو اچھی طرح طہارت حاصل کرو غسل جنابت میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا فرض ہے اور اسی طرح پورے جسم پر پانی بہانا بھی فرض۔ یہ تین فرض ہیں غسل کے آنحضرت ﷺ نے

فرمایا اِنَّ تَحْتَ کُلِّ شَعْرَۃٍ جَنَابَۃٌ بے شک ہر بال کے نیچے جنابت کا اثر ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پٹے رکھے ہوئے تھے ایک دن تشریف لائے تو سر منڈوایا ہوا تھا۔ ساتھیوں نے پوچھا حضرت آپ نے سر منڈوالیا ہے فرمایا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اِنَّ تَحْتَ کُلِّ شَعْرَۃٍ جَنَابَۃٌ بے شک ہر بال کے نیچے جنابت کا اثر ہے۔ اور میرے بال گھنے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ضروری غسل میں پانی نیچے نہ پہنچے اس خوف سے میں نے سر منڈوالیا ہے۔ تو جنابت کی صورت میں کمال طہارت کرنی ہے کوئی جگہ خشک نہ رہے۔

تیمّم کی اجازت اور صحت کے شرائط :

وَاِنْ کُنْتُمْ مَّرْضٰی اور اگر ہو تم بیمار۔ لیکن بیماری سے کیسی بیماری مراد ہے۔ مسئلہ اچھی طرح ذہن نشین کرلیں۔ بیماری کی نوعیت ایسی ہو کہ پانی کے استعمال سے جان کا خطرہ ہو یا بیماری کے بڑھ جانے کا خطرہ لیکن اس کا فیصلہ کون کرے گا یا تو آدمی خود فیصلہ کرے۔ کیونکہ خود اپنا نفس بھی مفتی ہے اس کو فقہاء کرام رحمہم اللہ رائے مبتلیٰ بہ کہتے ہیں کہ جو شخص کسی چیز میں مبتلیٰ ہے اس کی رائے کا بھی اعتبار ہے۔ ایک آدمی بیمار ہے اور وہ خود سمجھتا ہے کہ میں روزہ نہیں رکھ سکتا یا پانی نہیں استعمال کرسکتا تو اس کو کسی مفتی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف اتنی بات ذہن میں رکھ کر فیصلہ کرے کہ کل جب میں رب تعالیٰ کی عدالت میں کھڑا ہوں گا اور اللہ تعالیٰ مجھ سے سوال کریں گے کہ فلاں روزہ تو نے کیوں نہیں رکھا تھا؟ یا فلاں وقت تو نے وضو کی جگہ تیمم کیوں کیا تھا؟۔ یا تو نے بیٹھ کر نماز کیوں پڑھی تھی؟ اگر یہ عذر میں نے بیان کیا تو سرخرو ہو جاؤں گا کہ پروردگار تو جانتا ہے کہ میں کھڑا نہیں ہو سکتا تھا یا میں روزہ نہیں رکھ سکتا تھا یا وضو کرتا تو مرجانے کا

خطرہ تھا یا بیماری کے بڑھ جانے کا خطرہ تھا۔تو اللہ تعالیٰ میرے عذر کو قبول فرمالیں گے تو ایسی صورت میں اپنی رائے کا بھی اعتبار ہے۔

عورتوں میں یہ بیماری بہت زیادہ ہے کہ سارے کام کریں گی کہ سودا سلف بھی دوکان سے لے آئیں گی مگر نماز بیٹھ کر پڑھیں گی۔ ہمارے گھر میں بھی دور دراز سے عورتیں مسائل دریافت کرنے کے لئے اور دم درود کے لئے آتی ہیں۔اور نماز بیٹھ کے پڑھنے لگ جاتی ہیں۔ پوچھا جاتا ہے کہاں سے آئی ہے؟ فلاں قصبہ سے آئی ہوں، کچھ سامان بازار سے خریدنا تھا اور آپ سے بھی کام تھا۔اے اللہ کی بندی سارا بازار تو پھر کر آئی ہے اور نماز بیٹھ کر پڑھتی ہے۔ یاد رکھنا! قیام نماز میں فرض ہے۔اور فرض کے چھوڑنے سے نماز نہیں ہوتی ہاں اس وقت ہو جائے گی جب کھڑے ہو کر پڑھنے کی ہمت نہ ہو تو ایسا مریض کہ خود اس کی طبیعت فیصلہ کرے کہ میں غسل نہیں کرسکتا وضو نہیں کرسکتا۔ تو اس کو تیمّم کی اجازت ہے۔یا حکیم اور ڈاکٹر پانی کے استعمال سے منع کریں لیکن حکیم ڈاکٹر کے لئے تین شرطیں ہیں۔ اگر یہ شرطیں نہ پائی گئیں تو حکیم ڈاکٹر کی بات حجت نہیں ہوگی۔

1...... وہ حکیم یا ڈاکٹر مسلمان ہو اس لئے کہ دینی مسائل میں غیر مسلم کی بات حجت نہیں ہے۔ وضو، غسل، نماز، روزہ دین میں ان کے متعلق کافر کہے کہ چھوڑ دو ہرگز نہیں چھوڑنا۔

2...... حکیم یا ڈاکٹر نماز ، روزے کا پابند ہو، فاسق ، فاجر نہ ہو کیونکہ جو خود نہیں پڑھتا اس کی بات حجت نہیں ہوسکتی۔

3...... حکیم، ڈاکٹر مستند ہوں اور اپنے فن میں ماہر ہوں۔ محض شیشیاں اکٹھی

کر کے بیٹھنے والے نہ ہوں۔تو جس ڈاکٹر اور حکیم میں یہ شرطیں پائی جائیں اس کی بات حجت ہے۔

اَوْ عَلٰی سَفَرٍ یا سفر پر ہو۔اور دورانِ سفر پانی میسر نہ ہو۔میسر نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ پانی تمہارے سے ایک میل دور ہو تو تمہیں وضوء اور غسل کی جگہ تیمّم کرنے کی اجازت ہے۔

اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْکُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ یا آئے تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے۔یعنی چھوٹا، بڑا پیشاب کیا ہے۔ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ یا تم نے ہمبستری کی ہو عورتوں سے فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً پس نہ پاؤ تم پانی۔

طریقہ تیمّم :

فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا پس تم تیمّم کرو پاک مٹی سے۔تیمّم کا لفظی معنٰی ہے ارادہ کرنا۔لہٰذا تیمّم کے لئے نیت کرنا ضروری ہے۔تیمّم کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ زمین پر رکھ کر جھاڑ لے۔تاکہ گرد وغبار نہ لگے۔کیونکہ مقصد گرد وغبار لگانا نہیں ہے۔ دو ہاتھ منہ پر پھیرے اچھی طرح جہاں جہاں تک چہرہ پانی سے دھونا ہے وہاں، وہاں تک ہاتھ پھیرے۔دوبارہ پھر ہاتھ زمین پر رکھے اور دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک اچھی طرح پھیرے۔گھڑی انگوٹھی وغیرہ اتار دے۔کیونکہ اگر ان کے اوپر ہاتھ پھیرے گا تو تیمّم نہیں ہوگا۔انگلیوں کے درمیان ناخنوں کے اوپر غرضیکہ کوئی جگہ ایسی نہ رہے کہ جہاں ہاتھ نہ پھرے۔بس یہی تیمّم وضو کا ہے اور یہی غسل کا ہے۔یعنی تیمّم کے تین رکن ہیں ......

تیمّم کے تین رکن :

1......نیت کرنا۔ 2......منہ پر ہاتھ پھیرنا اور 3...... ہاتھوں پر ہاتھ پھیرنا۔

تیمّم کن چیزوں سے جائز اور کن سے ناجائز :

تیمّم میں سر کا مسح ہے نہ پاؤں کا مسح ہے۔ تیمّم مٹی اور مٹی کی جنس کی جو چیزیں ہیں مثلاً ریت، اینٹ (پکی ہو یا کچی) سے کر سکتے ہیں پتھر کپڑا اور کاغذ سے نہیں کر سکتے۔ ہاں اگر ان پر گرد و غبار پڑا ہو تو اس سے کر سکتے ہیں۔ البتہ مسجد کی دیوار اور فرش سے تیمّم کرنا فقہاء کرام رحمہم اللہ نے مکروہ فرمایا ہے۔ اور وجہ یہ ہے کہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ آدمی جس پانی سے وضو کرتا ہے اس میں گناہ جھڑتے ہیں۔ حدیث مسلم اور ترمذی شریف کی ہے کہ پانی کے ساتھ گناہ جھڑتے ہیں اور تیمّم وضو کا خلیفہ ہے تو جہاں تیمّم کرو گے وہاں گناہ جھڑیں گے تو مسجد کی دیوار اور فرش سے تیمّم نہیں کرنا چاہیے کہ وہاں گناہ نہ جھڑیں۔ مٹی کے متعلق بھی ایک مسئلہ سمجھ لیں کہ زمین پر اگر کسی نے پیشاب کیا ہے تو خشک ہونے کے ساتھ زمین پاک ہو جاتی ہے مگر اس جگہ سے تیمّم نہیں کر سکتے۔ کیونکہ صَعِيْدًا کے ساتھ طَيِّبًا کی قید ہے کہ پاک صاف ہو تو پیشاب کے خشک ہونے سے پاک تو ہو گئی مگر صاف نہیں ہے۔ فرمایا............

فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ پس مسح کرو تم اپنے چہروں کا وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ اور اپنے ہاتھوں کا اس مٹی سے (جس کی میں نے وضاحت کر دی ہے)۔ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ نہیں ارادہ کرتا اللہ تعالیٰ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ تاکہ کرے تم پر کوئی تنگی وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ اور لیکن وہ ارادہ کرتا ہے تاکہ تمہیں پاک کر دے وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ اور تاکہ پوری کر دے اپنی نعمت تم پر۔ اس امت پر اللہ تعالیٰ نے

آنحضرت ﷺ کے وسیلے سے نرمی فرمائی۔ پہلی امتوں میں تیمم کی اجازت نہیں تھی۔اس امت کو تیمم کی اجازت دے دی ان لوگوں کے لئے مالِ غنیمت حلال نہیں تھا۔اس امت کے لئے مالِ غنیمت بھی حلال فرمادیا۔

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ تاکہ تم شکرادا کرو رب تعالیٰ کا وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اور یاد کرو اللہ تعالیٰ کی نعمت جو تم پر ہوئی کہ اس نے تمہیں ایمان اور دین کی دولت عطاء فرمائی کہ اس سے بڑی کوئی دولت نہیں ہے۔ دوسرا یہ ہے کہ نرم شریعت عطا فرمائی۔ پہلے لوگوں کے لئے غسل جنابت سات مرتبہ ہوتا تھا یعنی اگر کوئی شخص جنبی ہو جاتا تو اس کے لئے ضروری تھا کہ سات مرتبہ غسل کرے اور بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ کپڑے پر اگر پیشاب شراب یا کوئی اور گندگی لگ جاتی تو گندگی والی جگہ سے کاٹنا پڑتا تھا۔ ورنہ پاک ہی نہیں ہوتا تھا۔تو دیکھو گرم کپڑے کتنے قیمتی ہوتے ہیں اگر انہیں جگہ جگہ سے کاٹ دیا جائے تو پیچھے کیا رہ گیا اللہ تعالیٰ نے اس امت پر یہ بھی انعام فرمایا کہ دھونے سے پاک ہو جاتا ہے۔

انعام خداوندی اور میثاق کا ذکر :

وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖ اور اس کا وہ وعدہ جو اس نے تم سے لیا۔یعنی اللہ تعالیٰ کے اس وعدے کو یاد کرو جو اس نے تم سے لیا کیونکہ جب آدمی کلمہ پڑھتا ہے لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ تو وہ اللہ تعالیٰ سے وعدہ کرتا ہے کہ اے پروردگار میں تیرے سوا کسی اور کو معبود نہیں مانتا اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے سوا کسی کو رسول نہیں مانتا۔اے پروردگار! میں تیرے احکامات کی اس طرح اطاعت کروں گا جس طرح تیرا رسول فرمائے گا۔تو فرمایا اس وعدے کو یاد کرو اور اس پر عمل کرو۔

اِذْقُلْتُمْ جب تم نے کہا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ہم نے سن لیا اور ہم نے اطاعت کی وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ عَلِيْمٌ م بِذَاتِ الصُّدُوْرِ جانتا ہے دلوں کے راز۔ ظاہر، باطن سب اس کے سامنے ہے اگر عہد شکنی کرو گے تو اس کی سزا سے نہیں بچ سکو گے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ز وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا قف هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ز وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝۸ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝۹ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَاۤ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝۱۰ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْۤا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ج وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱۱ ع

لفظی ترجمہ :

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو كُوْنُوْا ہو جاؤ قَوّٰمِيْنَ پابندی کے ساتھ قائم رہنے والے لِلّٰهِ اللہ تعالیٰ کے لئے شُهَدَآءَ گواہی دینے والے بِالْقِسْطِ انصاف کے ساتھ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ اور نہ برانگیختہ کرے تمہیں شَنَاٰنُ قَوْمٍ کسی قوم کا بغض عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا اس بات پر کہ

تم عدل نہ کرو اِعۡدِلُوۡا عدل کرو ھُوَ اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰی وہ زیادہ قریب ہے تقویٰ کے وَاتَّقُوا اللّٰہَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اِنَّ اللّٰہَ بے شک اللہ تعالیٰ خَبِیۡرٌ خبر رکھنے والا ہے ۔ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ اس کارروائی سے جو تم کرتے ہو وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وعدہ کیا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کیے اچھے لَھُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ ان کی بخشش ہوگی وَّاَجۡرٌ عَظِیۡمٌ اور اجر ہوگا بڑا وَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا اور وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا وَکَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَآ اور جھٹلایا ہماری آیتوں کو اُولٰٓئِکَ وہ لوگ اَصۡحٰبُ الۡجَحِیۡمِ شعلہ مارنے والی آگ کے ساتھی ہیں یٰٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اذۡکُرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰہِ یاد کرو اللہ تعالیٰ کی نعمت کو عَلَیۡکُمۡ جو تم پر ہوئی اِذۡ ھَمَّ قَوۡمٌ جب قصد کیا ایک قوم نے اَنۡ یَّبۡسُطُوۡٓا اِلَیۡکُمۡ اس بات کا کہ وہ بڑھائیں تمہاری طرف اَیۡدِیَھُمۡ اپنے ہاتھ فَکَفَّ اَیۡدِیَھُمۡ عَنۡکُمۡ پس روک دیا اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں کو تم سے وَاتَّقُوا اللّٰہَ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے وَعَلَی اللّٰہِ اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہی فَلۡیَتَوَکَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ پس چاہیے کہ بھروسہ کریں ایمان والے۔

گواہی میں انصاف کا حکم :

دنیا میں جو کام مشکل ہیں ان میں سے ایک حق کی گواہی دینا بھی ہے حق کی گواہی ہر زمانے ہی میں مشکل رہی ہے خصوصاً اس زمانے میں کہ جان کا خطرہ، عزت کا خطرہ

ہمیشہ کی دشمنی مول لینی ہوتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے بڑے زوردار الفاظ کے ساتھ قرآن پاک میں گواہی کا حکم دیا ہے۔ فرمایا.........

یَـآ یُّـھَـا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو۔ مومنوں کو خطاب ہے کُوْنُوْا قَوّٰامِیْنَ ہوجاؤ پابندی کے ساتھ قائم رہنے والے لِلّٰہِ اللہ تعالیٰ کے لئے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کو ملحوظ رکھو۔ شُھَدَآءَ گواہی دینے والے۔ بِالْقِسْطِ انصاف کے ساتھ۔ جب گواہی دو تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے دو اور انصاف کے مطابق دو اور اس پر قائم بھی رہو کہ جو تمہاری آنکھوں نے دیکھا ہے اور تمہارے کانوں نے سنا ہے اس کو بیان کردو اور جو چیزیں گواہی میں اہم ہیں ان میں سے کوئی رہ نہ جائے جس شخص کے حق میں گواہی دے رہے ہو نہ تو اس کے فائدے کو سامنے رکھو اور نہ جس کے خلاف دے رہے ہو اس کے نقصان کی پرواہ کرو۔ تمہارے سامنے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا ہونی چاہیے۔ بڑے گناہوں میں سے جھوٹی گواہی بھی ہے۔

چند کبائر گناہوں کا بیان :

ایک موقع پر آنحضرت ﷺ بڑے گناہ بیان فرمارہے تھے۔ سوال کیا گیا حضرت! بڑے گناہ کون کون سے ہیں؟۔ فرمایا سب سے بڑا گناہ ہے اَنْ تَجْعَلَ لِلّٰہِ نِدًّا وَّھُوَ خَلَقَکَ یہ کہ تو اللہ تعالیٰ کا شریک بنائے حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا ہے۔ پھر فرمایا عُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ الْمُسْلِمَیْنِ مسلمان والدین کی مخالفت کرنا ان کو قولاً فعلاً تکلیف پہنچانا، یتیم کا مال کھانا، سود کھانا۔ پہلے آپ ﷺ لیٹے ہوئے تھے پھر اٹھ کر بیٹھ گئے۔ اور بار، بار فرمایا وَشَھَادَۃُ الزُّوْرِ بڑے گناہوں میں سے جھوٹی گواہی کا دینا بھی ہے۔

دشمن کے متعلق بھی عدل کا حکم :

وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اور ہرگز نہ برانگیختہ کرے تمہیں کسی قوم کا بغض عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوْا اس بات پر کہ تم عدل نہ کرو اِعْدِلُوْا عدل کرو تم هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی وہ زیادہ قریب ہے تقویٰ کے وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بے شک اللہ تعالیٰ خبر رکھنے والا ہے اس کارروائی سے جو تم کرتے ہو۔ یعنی معاملہ تمہارا اس ذات کے ساتھ ہے جس سے کوئی شئی مخفی نہیں ہے پھر جو لوگ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو تسلیم کریں گے ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا اور جو تسلیم نہیں کریں گے ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا اس کا ذکر ہے۔ فرمایا......

اللہ تعالیٰ کا مومنین سے مغفرت کا وعدہ :

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وعدہ کیا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کئے اچھے۔ کیا وعدہ ہے، فرمایا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ ان کی بخشش ہوگی وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ اور اجر ہوگا بڑا۔ یاد رکھنا! جنت کی چھوٹی سے چھوٹی نعمت کے مقابلہ میں دنیا کی بڑی سے بڑی نعمت بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

کفار کا انجام :

وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا اور وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ کے

احکامات کوتسلیم نہیں کیا۔ وَكَذَّبُوا بِاٰيٰتِنَآ اور جھٹلایا ہماری آیتوں کو۔ چاہے زبان سے جھٹلایا یا عمل سے جھٹلایا۔ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ وہ لوگ شعلہ مارنے والی آگ کے ساتھی ہیں۔ دنیا کی آگ میں لوہے تک تمام دھاتیں پگھل جاتی ہیں اور دوزخ کی آگ اس سے انہتر/۶۹ گنا تیز ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ دوزخ کے ایک طبقے نے دوسرے طبقے کی شکایت کی کہ اے پروردگار! اس کی حرارت اور تیزی نے مجھے کھالیا ہے یعنی ایک طبقے اور دوسرے طبقے میں اتنا فرق ہے کہ اس نے شکوہ کیا کہ دوسرا مجھ پر غالب آگیا ہے۔ اسی طرح زمہریر ایک طبقہ ہے جس میں ٹھنڈک ہے اس نے دوسرے طبقے کی شکایت کی کہ اس کی ٹھنڈک مجھ پر غالب آگئی ہے۔ رب تعالیٰ نے دونوں کو حکم دیا کہ ایک ایک سانس لے لو۔ یہ دنیا میں جو سخت گرمی ہوتی ہے اس سانس کا نتیجہ ہے اور جو سخت سردی ہوتی ہے اس سانس کا نتیجہ ہے۔ جب کہ ایسے سرد علاقے ہیں کہ وہاں آدمی کا خون منجمد ہو جاتا ہے اور گاڑیوں میں پٹرول جم جاتا ہے چل نہیں سکتیں۔ اور گرمی تم خود جانتے ہو کتنی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ دوزخ کی آگ اور ٹھنڈک سے پناہ میں رکھے۔ فرمایا..........

نِعَمِ خداوندی کا بیان :

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ یاد کرو اللہ تعالیٰ کی نعمت کو جو تم پر ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں

ہیں۔ بدنی اعتبار سے، مالی اعتبار سے، اولاد کے اعتبار سے، عزت کے اعتبار سے، صحت کے اعتبار سے، ایمان وعمل کے اعتبار سے، ظاہری طور پر، باطنی طور پر، روحانی طور پر، جسمانی طور پر جو رب تعالیٰ نے عطا فرمائی ہیں۔ ان میں سے ایک نعمت یہ بھی ہے۔

اِذْ هَمَّ قَوْمٌ جب قصد کیا ایک قوم نے اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ اس بات کا کہ وہ بڑھائیں تمہاری طرف اپنے ہاتھ۔ مکہ مکرمہ میں ایک مقام تھا ''خیف'' بنو کنانہ کا وہاں ایک بہت بڑا دار تھا جہاں جمع ہو کر یہ مشورہ کرتے تھے۔ ایک دن اس میں اکٹھے ہوئے اور مشورہ کیا کہ مسلمان دن بدن بڑھتے جا رہے ہیں ان کے متعلق کچھ سوچو۔ تمام قبیلوں کے سردار جمع تھے بعض نے مشورہ دیا کہ رشتہ داریوں کو بالائے طاق رکھ کر (کیونکہ بعض تمہارے رشتہ دار ہیں اور بعض ہمارے رشتہ دار ہیں) پورے عزم کے ساتھ ان کا صفایا کر دیا جائے۔ یہی اس کا حل ہے۔ جو جذباتی تھے انہوں نے اس کی تائید کی کہ ٹھیک ہے۔ ہمارا بھائی ہو، باپ ہو، بیٹا ہو، بہن ہو اس کو نہیں چھوڑیں گے۔ کچھ دوسرے حضرات نے کہا کہ اس میں تمہاری بدنامی ہوگی اور حرم میں قتل کرنا بھی سنگین جرم ہے۔ لہٰذا فی الحال اس کام کو چھوڑ دو۔ انہوں نے منصوبے پر پانی پھیر دیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے............

فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ پس روک دیا اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں کو تم سے۔ پھر مشورہ یہ طے پایا کہ اَنْ لَّا تُنَاكِحُوْهُمْ وَلَا تُبَايِعُوْهُمْ نہ ان کے ساتھ نکاح کرو نہ خرید وفروخت۔ یعنی بائیکاٹ کرو نہ ان سے کوئی رشتہ داری کرے نہ ان سے کوئی چیز خریدے نہ ان کے آگے کوئی چیز بیچے۔ چنانچہ مسلمانوں کے بچے، بچیاں جب دوکان پر کوئی چیز لینے جاتے تو کہتے۔ چلے جاؤ اگر کوئی چیز بیچنی ہوتی تو لیتا کوئی نہیں تھا۔ یہ حالات بھی مسلمانوں پر گزرے۔

۸ھ میں جب مکہ مکرمہ فتح ہوا جھنڈا حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے پاس تھا کہنے لگے حضرت میں جھنڈا کہاں گاڑوں گا؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''خیف بنو کنانہ میں اس جگہ گاڑو جہاں کافروں نے ہمارے خلاف بائیکاٹ کا منصوبہ بنایا تھا تاکہ رب تعالیٰ کی قدرت کا اظہار ہو اور معلوم ہو کہ تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ یہ دن ہم لوگوں میں پھیرتے رہتے ہیں'' رب تعالیٰ قادرِ مطلق ہے۔ اس نعمت کا ذکر کر کے فرمایا..........

تقویٰ کا حکم :۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے ہر وقت، مجلس میں، تنہائی میں، رات کو، دن کو، ہر وقت اللہ تعالیٰ کا خوف تمہارے ذہنوں میں رہے۔ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہی پس چاہیے کہ بھروسہ کریں ایمان والے۔ اور اسی پر اعتماد کریں۔

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ۭ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّىْ مَعَكُمْ ۭ لَىِٕنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاۗءَ السَّبِيْلِ ۝۱۲ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰي خَاۗىِٕنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۱۳

لفظی ترجمہ :

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ اور البتہ تحقیق لیا اللہ تعالیٰ نے مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ پختہ وعدہ بنی اسرائیل سے وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اور مقرر کئے ہم نے ان

میں سے اثْنَیْ عَشَرَ نَقِیْبًا بارہ لیڈر وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ مَعَكُمْ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ البتہ اگر تم نماز قائم کرتے رہے وَاٰتَیْتُمُ الزَّكٰوةَ اور دیتے رہے تم زکوٰۃ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِیْ اور ایمان لاتے رہے میرے رسولوں پر وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ اور ان کی تم تعظیم کرتے رہے وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ اور قرض دیتے رہے تم اللہ تعالیٰ کو قَرْضًا حَسَنًا قرض اچھا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ البتہ ضرور مٹادوں گا میں تم سے سَیِّاٰتِكُمْ تمہاری خطائیں وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ اور البتہ ضرور میں داخل کروں گا تمہیں جَنّٰتٍ ان باغوں میں تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ بہتی ہوں گی ان کے نیچے نہریں فَمَنْ كَفَرَ پس جس نے انکار کیا بَعْدَ ذٰلِكَ اس وعدے کے بعد مِنْكُمْ تم میں سے فَقَدْ ضَلَّ پس تحقیق وہ گمراہ ہو گیا سَوَآءَ السَّبِیْلِ سیدھے راستہ سے فَبِمَا نَقْضِهِمْ پس بوجہ ان کے توڑ دینے کے مِّیْثَاقَهُمْ اپنے وعدے کو لَعَنّٰهُمْ ہم نے ان پر لعنت کی وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِیَةً اور کر دیا ہم نے ان کے دلوں کو سخت یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ تحریف کرتے ہیں کلمات میں عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ان کی جگہوں سے پھیر کر وَنَسُوْا حَظًّا اور بھلا دیا انہوں نے حصہ مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ اس میں سے جو ان کو یاد دہانی کے لئے دیا گیا تھا وَلَا تَزَالُ اور ہمیشہ رہیں گے آپ تَطَّلِعُ مطلع ہوتے عَلٰی خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ ان کی کسی نہ کسی خیانت پر اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْهُمْ مگر بہت تھوڑے ان میں سے فَاعْفُ عَنْهُمْ پس آپ ﷺ

معاف کردیں ان کو وَاصْفَحْ اور درگزر کریں اِنَّ اللّٰہَ بے شک اللہ تعالیٰ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ محبت کرتا ہے نیکی کرنے والوں کے ساتھ۔

ربط آیات :

گزشتہ آیات میں ایمان والوں کو ایفائے عہد کی تلقین کی گئی۔ اب بنی اسرائیل سے جو عہد لیا گیا تھا اس کا ذکر ہے۔

اسرائیل کا معنی اور وجہ تسمیہ :

اسرائیل عبرانی زبان کا لفظ ہے اسراء کے معنی عبد اور ایل کا معنی اللہ ہے اس طرح اسرائیل کا معنی ''عبداللہ'' ہوا۔ یہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب تھا حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے تھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے۔ جن میں سے ایک حضرت یوسف علیہ السلام تھے۔ تو بنی اسرائیل سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے.........

میثاق اور وعدہ میں فرق :

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰہُ اور البتہ تحقیق لیا اللہ تعالیٰ نے مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ پختہ وعدہ بنی اسرائیل سے۔ ایک مطلق وعدہ ہوتا ہے اور ایک میثاق ہوتا ہے۔ میثاق کا معنی ہے پختہ وعدہ (وہ وعدہ آگے آ رہا ہے)۔

وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اور مقرر کیے ہم نے ان میں سے اثْنَیْ عَشَرَ نَقِیْبًا بارہ لیڈر۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں کے مستقل بارہ خاندان بن گئے۔ ہر خاندان کا نظم و نسق چلانے کے لئے ایک لیڈر اور سربراہ تھا۔ چھوٹی موٹی باتیں وہ خود طے کر دیتا تھا اگر

کوئی بڑی بات ہوتی تو موسیٰ علیہ السلام کے سامنے پیش کر دیتا تھا کہ یہ ان کا معاملہ ہے اس کا فیصلہ موسیٰ علیہ السلام فرما دیتے۔ یہودی ذہین بھی ہیں اور ضدی بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے جو میثاق لیا تھا اس کا ذکر ہے........

اللہ تعالیٰ کا ساتھ ہونے کا مطلب :

وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ مَعَکُمْ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں۔ ساتھ ہونے کا ایک معنی یہ ہے کہ میری رضا اور خوشنودی تمہارے شامل حال ہے۔ اور دوسرا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر تمہارے ساتھ ہے جو اس کی شان کے لائق ہے۔ جس طرح قرآن پاک میں آتا ہے۔ "اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی"۔ (پارہ : ۱۶۔ طٰہٰ : ۵)۔ اللہ تعالیٰ عرش پر قائم ہوا جو اس کی شان کے لائق ہے۔ اسی طرح قرآن پاک میں آتا ہے "وَهُوَ مَعَکُمْ اَیْنَ مَا کُنْتُمْ"۔ (پارہ : ۲۷)۔ تم جہاں بھی ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔ اور اتنا قریب ہے کہ فرمایا "نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْد"۔ (سورۃ ق)۔ ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ "ورید" اس رگ کو کہتے ہیں جو دل سے دماغ تک جاتی ہے۔ اس کو رگِ جاں بھی کہتے ہیں کہ وہ کٹ جائے تو انسان زندہ نہیں رہ سکتا اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ قریب ہے۔ مگر جو اس کی شان کے لائق ہے اس طرح قریب ہے۔ تو رب تعالیٰ کے متعلق صرف یہ اعتقاد نہیں رکھنا کہ وہ عرش پر قائم ہے بلکہ جس طرح وہ عرش پر قائم ہے اسی طرح ہر جگہ موجود ہے مگر خود نظر نہیں آتا۔ اس کی قدرت کی نشانیاں نظر آتی ہیں۔ تو فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔

اعمالِ حسنہ کا بیان :

لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوۃَ البتہ اگر تم نماز قائم کرتے رہے۔ نماز ایک ایسی عبادت ہے کہ جس کا حکم تمام امتوں کو تھا۔ یعنی نماز ہر امت پر فرض رہی ہے کسی پر کم کسی پر زیادہ۔ اور جن لوگوں نے نماز کو ضائع کر دیا ان کو اللہ تعالیٰ نے نا اہل فرمایا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے "فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ". (مریم)۔ پھر ان کے بعد نالائق ان کے جانشین ہوئے۔ "اَضَاعُوا الصَّلٰوۃَ". جنہوں نے نماز کو ضائع کر دیا۔ اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا "مجھے امت سے نماز سے بے پرواہی کا زیادہ خطرہ ہے"۔ بعض لوگ اس امید پر نماز سے بے پرواہی برتتے ہیں کہ توبہ کرلیں گے۔ اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا یہ لوگ غلط فہمی میں مبتلیٰ ہیں۔ میں یہ مسئلہ متعدد مرتبہ بیان کر چکا ہوں کہ تمام فقہاء اور محدثین رحمہم اللہ اس بات پر متفق ہیں کہ مرد عورت بالغ ہو جائے اور انکے ذمہ ایک نماز یا ایک روزہ بھی ہو تو کروڑ مرتبہ توبہ کرنے سے بھی معافی نہیں ہوگی جب تک اس کو قضاء نہیں کرے گا"۔ تو اب اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ لیا کہ اگر تم نماز قائم کرتے رہے۔

وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوۃَ اور دیتے رہے تم زکوٰۃ۔ جس طرح نماز بدنی عبادت میں سب سے اعلیٰ ہے اسی طرح زکوٰۃ مالی عبادت میں سب سے اعلیٰ ہے۔ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ اور ایمان لاتے رہے میرے رسولوں پر۔ لیکن یہ ایسے ظالم تھے کہ ایمان لانے کی بجائے پیغمبروں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ قرآن پاک میں تصریح ہے۔ "يَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ". انہوں نے نبیوں کو قتل کیا۔ ایک علاقے میں مختلف قومیں آباد تھیں جن کی طرف بھیجے گئے تینتالیس پیغمبروں کو ان ظالموں نے ایک ہی دن میں شہید کر دیا۔

وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ اوران (پیغمبروں) کی تم تعظیم کرتے رہے۔انہوں نے بجائے تعظیم اور توقیر کرنے کے ان کو قتل کیا۔حضرت یحیٰ علیہ السلام کو شہید کیا۔حضرت زکریا علیہ السلام کو شہید کیا۔حضرت شعیا علیہ السلام کو شہید کیا اور بے شمار پیغمبر شہید کیے۔

اللہ کو قرض دینے کا مطلب :

وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا اور قرض دیتے رہے تم اللہ تعالیٰ کو قرض اچھا۔ اللہ تعالیٰ کو قرض دینے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے حکم پر غریبوں، مسکینوں، ضرورت مندوں پر خرچ کرو تو تم نے اللہ تعالیٰ کو قرض دیا اس کو قرض سے تشبیہ دے کر یہ بات سمجھائی ہے کہ جس طرح قرض کی رقم واپس ملنی ہوتی ہے اسی طرح یہ پیسہ بھی تمہیں واپس ملے گا۔بلکہ ایک کے بدلے دس گنا ملے گا، سات سو گنا ملے گا۔ "وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ". اور اللہ تعالیٰ بڑھائے گا جس کے لئے چاہے گا۔تو اس میں تشبیہ دی گئی ہے واپسی کے اعتبار سے یہ مطلب نہیں ہے کہ قرض وہ لیتا ہے جو غریب اور فقیر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہم سے قرض مانگ رہا ہے۔لہٰذا اللہ تعالیٰ غریب ہو گیا ہے جس طرح یہودیوں نے کہا تھا "اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِيَآءُ". بے شک اللہ تعالیٰ فقیر ہے اور ہم مالدار ہیں کہ وہ ہم سے قرض مانگتا ہے۔حالانکہ تشبیہ کسی خاص چیز کے اندر ہوتی ہے۔جس طرح ہم کہتے ہیں، زید شیر ہے۔اس کا مطلب ہے زید بہادر ہے۔تو بہادری میں تشبیہ ہے۔یہ معنی تو نہیں ہے کہ شیر کی طرح اس کی چار ٹانگیں ہیں۔دُم ہے، اسی طرح کے کان ہیں، گردن پر بال ہیں اور منہ سے بو آتی ہے۔بلکہ صرف بہادری میں تشبیہ ہے۔یا جس طرح بے وقوف آدمی کو کوئی کہے کہ گدھا ہے تو گدھے کے ساتھ مشابہت حماقت میں ہوگی نہ کہ گدھے کی طرح کی چار ٹانگیں ہوں، دُم ہو، چوڑی پیٹھ ہو۔تو معاہدہ تو یہ تھا

کہ تم اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دو گے۔ لیکن ان شیطانوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فقیر ہو گیا ہے کہ ہم سے قرض مانگتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو کہا کہ اگر تم نے نماز کو قائم کیا، زکوٰۃ دیتے، پیغمبروں پر ایمان لاتے، ان کی عزت اور توقیر کرتے، اور اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دیتے کہ صدقہ خیرات کرتے رہتے تو ....

اعمالِ حسنہ اور سیئہ کا بدلہ :

لَاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ البتہ ضرور مٹادوں گا میں تم سے تمہاری خطائیں۔ اور کیا کروں گا وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ اور البتہ ضرور میں داخل کروں گا تمہیں ان باغوں میں بہتی ہوں گی ان کے نیچے نہریں فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ پس جس نے انکار کیا اس وعدے کے بعد تم میں سے۔ یعنی نہ نمازوں کی پابندی کی، نہ زکوٰۃ کی ادائیگی کی پابندی کی، نہ پیغمبروں پر ایمان لائے الٹا ان کو شہید کیا ان کی عزت نہ کی بلکہ توہین کی اللہ تعالیٰ کے حکم پر خرچ کرنے کی بجائے کہا کہ اللہ تعالیٰ محتاج ہو گیا ہے کہ ہم سے مانگتا ہے۔ غرضیکہ کسی ایک چیز کی بھی قدر نہ کی۔

فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ پس تحقیق وہ گمراہ ہو گیا سیدھے راستہ سے۔ چنانچہ بنی اسرائیلیوں نے عہد کو توڑ دیا۔ عہد کے توڑنے کی وجہ سے ان کو جو سزا دی گئی آگے اس کا ذکر ہے۔

میثاق شکنی پر سزا :

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ پس بوجہ ان کے توڑ دینے اپنے وعدے کو لَعَنّٰهُمْ ہم نے ان پر لعنت کی۔ وہ لعنت اس طرح ہوئی کہ "وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ"۔ (پارہ : ۶/رکوع ۱۳)۔ اور بنا دیئے ان میں سے بندر اور خنزیر،

نوجوانوں کو بندر کی شکل میں تبدیل کردیا اور بوڑھوں کو خنزیر کی شکل میں۔ تفسیروں میں مذکور ہے کہ ایک دوسرے کو پہچانتے تھے اور روتے تھے۔ مگر اب رونا اور افسوس کرنا کس کام کا ؎

اب پچھتائے کیا ہوت
جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

وہ تین دن کے بعد ختم ہوگئے ان سے آگے نسل نہیں چلی۔ فرمایا........

حضور ﷺ کی بعثت سے قبل بنی اسرائیل کا حضور ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرنا :

وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً اور کردیا ہم نے ان کے دلوں کو سخت۔ اللہ کرے کسی کا دل سخت نہ ہو۔ حدیث پاک میں آتا ہے "اِنَّ اَبْعَدَ الْقُلُوْبِ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى الْقَلْبُ الْقَاسِيْ". اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور سخت دل ہوتا ہے۔ جتنا دل سخت ہوگا اتنا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہوگا۔ اور جتنا نرم ہوگا اتنا اللہ تعالیٰ کی رحمت کے قریب ہوگا اس سخت دل کا نتیجہ تھا کہ آخری پیغمبر کو نشانیوں اور علامتوں سے پہچاننے کے باوجود ایمان نہ لائے۔ قرآن پاک میں آتا ہے "يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَاءَ هُمْ". وہ آخری پیغمبر کو بیٹوں کی طرح پہچانتے ہیں۔ اور ابھی آپ ﷺ دنیا میں تشریف نہیں لائے تھے کہ یہ لوگ آپ کے وسیلے سے دعا کرتے تھے کہ اے پروردگار! ہمیں آخری پیغمبر کے وسیلے سے فتح عطا فرما۔ "فَلَمَّا جَآءَ هُمْ". پس جب وہ تشریف لے آئے "كَفَرُوْا بِهٖ". انکار کرگئے یہ ان کی سخت دلی کا نتیجہ تھا۔

احکام خداوندی میں یہود کا تحریف کرنا :

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ تحریف کرتے ہیں کلمات میں ان کی جگہوں

سے پھیر کر۔ لفظی تحریف بھی کرتے تھے اور معنوی تحریف بھی کرتے تھے۔ نہ مطلب کو اپنی جگہ رہنے دیتے نہ لفظوں کو۔

وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ اور بھلا دیا انہوں نے حصہ اس میں سے جو ان کو یاد دہانی کے لئے دیا گیا تھا۔ وقتاً فوقتاً پیغمبر آتے رہے۔ رب تعالیٰ کی طرف سے کتابیں اور صحیفے نازل ہوتے رہے جو ان کو احکام خداوندی یاد کراتے تھے مگر انہوں نے کسی چیز کی قدر اور پرواہ نہ کی۔ اور خیانتیں کرنے لگے۔ فرمایا..........

وَلَاتَزَالُ تَطَّلِعُ اور ہمیشہ رہیں گے آپ مطلع ہوتے عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ ان کی کسی نہ کسی خیانت پر۔ یعنی اے نبی کریم! آپ ہمیشہ ان کی کسی نہ کسی خیانت پر اطلاع پاتے رہیں گے۔ چنانچہ بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ خیبر کے علاقے میں ایک اونچے طبقے کے شادی شدہ یہودی نے نیچے طبقے کی ایک شادی شدہ عورت کے ساتھ بدکاری کی۔ کمزور طبقے کے یہودیوں نے شور مچایا، احتجاج کیا کہ ان کو سزا ملنی چاہیے کیونکہ وہ مسئلے کو دبانا چاہتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ اگر ہم کمزور لوگ ایسا کریں تو قانون حرکت میں آجاتا ہے۔ ان بڑوں کے لئے کیوں نہیں پبلک تو پبلک ہوتی ہے۔ احتجاج سے مجبور ہو کر انہوں نے مشورہ کیا اور کہنے لگے کہ یہ تو تم بھی جانتے ہو کہ محمد (ﷺ) اللہ تعالیٰ کے سچے پیغمبر ہیں اور ان کی شریعت ہماری شریعت سے نرم ہے۔ لہٰذا ان سے فیصلہ کروالو تاکہ لوگوں کی زبانیں بند ہو جائیں۔ ان کے بڑوں نے بھیجتے وقت یہ بھی کہا کہ اگر وہ رجم کا حکم دیں تو قبول نہ کرنا اور اگر کوئی نرم سا حکم دیں تو قبول کر لینا۔ اس کا ذکر قرآن میں بھی آتا ہے کہ احکام خداوندی کو چھپا لیتے ہیں۔ فدک کے علاقہ میں یہودیوں کا سب سے بڑا عالم رہتا تھا جس کا نام تھا ابن صوریا۔ وہ بھی

موجود تھا آپ ﷺ نے اس کو بلایا اور فرمایا کہ تم توراۃ سے زنا کا حکم بیان کرو کہ اللہ تعالیٰ نے زنا کے متعلق تمہیں کیا حکم دیا ہے۔ اس نے توراۃ کو پڑھنا شروع کیا۔ اول اور آخر کا حصہ پڑھا اور درمیان سے کھا گیا۔ مثلاً اس طرح سمجھو کہ یوں پڑھا "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ☆ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ☆ . حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے جو پہلے یہودی تھے، پھر مسلمان ہو گئے۔ اور وہ توراۃ کے عالم تھے کہنے لگے۔ "كَذَبَ عَدُوُّ اللهِ". حضرت اللہ تعالیٰ کے دشمن نے جھوٹ بولا ہے۔ یہ صحیح نہیں پڑھ رہا درمیان سے کھا گیا ہے۔ پھر انہوں نے پورا حکم پڑھ کر سنایا تو وہ بڑا شرمندہ ہوا اور لوگوں میں ذلیل ہو گیا۔ خیانت بھی ظاہر ہو گئی۔ تو فرمایا کہ آپ ﷺ ہمیشہ ان کی خیانت پر مطلع ہوتے رہیں گے فرمایا سارے اہلِ کتاب ایک جیسے نہیں ہیں۔

اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ مگر بہت تھوڑے ان میں سے۔ جو منصف مزاج تھے اور بعد میں مسلمان ہو گئے۔ فَاعْفُ عَنْهُمْ پس آپ ﷺ معاف کر دیں ان کو وَاصْفَحْ اور درگزر کریں اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ بے شک اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے نیکی کرنے والوں کے ساتھ۔ نیکی کرو احسان کرو اور ان کی خیانتوں کو ظاہر کرو اور اس کے علاوہ کوئی کارروائی نہ کرو۔

وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۭ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۴﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۭ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۙ ☆ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۶﴾

لفظی ترجمہ :

وَمِنَ الَّذِيْنَ اور ان لوگوں میں سے قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى جنہوں نے کہا بیشک ہم نصاریٰ ہیں اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ ہم نے لیا ان سے پختہ عہد فَنَسُوْا حَظًّا پس انہوں نے بھلا دیا حصہ مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ اس چیز سے جس چیز کی ان کو یاد دہانی کرائی گئی تھی فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ پس ہم نے بھڑکا دی ان کے درمیان الْعَدَاوَةَ عداوت وَالْبَغْضَآءَ اور کینہ اور بغض اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ قیامت کے

دن تک وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ اور عنقریب اللہ تعالیٰ ان کو خبر دے گا بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ اس کارروائی کی جو وہ کرتے تھے يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ اے اہلِ کتاب قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا تحقیق آچکا ہے تمہارے پاس ہمارا رسول يُبَيِّنُ لَكُمْ بیان کرتا ہے تمہارے لئے كَثِيْرًا بہت سی چیزیں مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ وہ چیزیں جو تم چھپاتے تھے مِنَ الْكِتٰبِ کتاب میں سے وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ اور درگزر کرتا ہے بہت سی چیزوں سے قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ تحقیق آچکا ہے تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ نور اور کتاب روشن کرنے والی يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ ہدایت دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مَنِ اتَّبَعَ اس کو جس نے پیروی کی رِضْوَانَهٗ اس کی رضا کی سُبُلَ السَّلٰمِ سلامتی کے راستوں کی وَيُخْرِجُهُمْ اور ان کو نکالتا ہے مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ اندھیروں سے روشنی کی طرف بِاِذْنِهٖ اپنے حکم سے وَيَهْدِيْهِمْ اور ان کو چلاتا ہے اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ صراطِ مستقیم پر۔

ربط آیات :

اس سے پہلی آیات میں اہلِ کتاب میں سے یہود کے ساتھ معاہدے کا ذکر تھا کہ اگر تم نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو گے، پیغمبروں پر ایمان لاؤ گے اور ان کی عزت اور توقیر کرو گے اور اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دو گے تو میں تمہارے گناہ مٹادوں گا اور ایسے باغات میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ مگر انہوں نے معاہدے کی پابندی نہ کی اور ملعون ہوئے۔ اب اہلِ کتاب میں سے نصاریٰ کا ذکر ہے۔ فرمایا..........

نصاریٰ کی وجہ تسمیہ :

وَمِنَ الَّذِيْنَ اور ان لوگوں میں سے قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى جنہوں نے کہا بیشک ہم نصاریٰ ہیں۔ ''نصاریٰ'' کو نصاریٰ کیوں کہا جاتا ہے اس کے متعلق مفسرین کرامؒ نے مختلف توجیہات بیان فرمائی ہیں ایک وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش جس محلّہ میں ہوئی تھی اس کا نام تھا ناصرہ تو اس کی طرف نسبت کی وجہ سے ان کو نصاریٰ کہا جاتا ہے۔ جس طرح آج کل بھی جگہوں کی طرف نسبت ہوتی ہے جیسے چکڑالوی، قادیانی وغیرہ۔

دوسری اور قوی وجہ یہ ہے کہ ایک موقع پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ''مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ'' اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے میری مدد کون کرے گا؟۔ ''قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ'' ان کے جو مخلص ساتھی تھے انہوں نے کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے نبی کی مدد کریں گے تو چونکہ انہوں نے نصرت کا وعدہ کیا تھا اس لئے ان کو نصاریٰ کہا جاتا ہے۔ تو فرمایا جنہوں نے کہا کہ ہم نصاریٰ ہیں ....

میثاق کی تفصیل اور عقیدہ تثلیث کا رد/مسیح ابن اللہ کا رد :

اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ ہم نے لیا ان سے پختہ وعدہ۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ لیا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وحدہٗ لاشریک ہے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد نہیں ہے۔ اس کی شان ہے ''لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ'' نہ اس نے کسی کو جنا ہے اور نہ اس کو کسی نے جنا ہے۔ اور بھی کئی وعدے تھے مگر انہوں نے سارے توڑ دیئے۔ خدائی میں شریک بنایا اور کہا کہ ''اقانیم ثلاثہ'' نظامِ کائنات چلا رہے ہیں۔ ''اقانیم'' جمع ہے ''اقنوم'' کی اور ''اقنوم'' کہتے ہیں رکن، حصہ اور جز کو۔ یعنی خدائی

کے تین ارکان ہیں۔

1............ اللہ تعالیٰ کی ذات۔

2............ حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔

3............ رکن بعض کے نزدیک جبرئیل علیہ السلام ہیں اور بعض کے نزدیک حضرت مریم علیہا السلام۔

ان تین ارکان کے ذریعے خدائی کا نظام چلتا ہے۔مگر ان کی یہ عجیب منطق ہے جو ہمیں سمجھ نہیں آتی کیونکہ یہ بھی کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے ہیں اور ان کی پیدائش کو آج ۱۹۸۹ سال ہو گئے ہیں۔اور ان کی والدہ ماجدہ ان سے سترہ اٹھارہ سال بڑی تھیں۔اب سوال یہ ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ پیدا نہیں ہوئی تھیں اس وقت یہ خدائی نظام چلتا تھا یا بند تھا؟۔کہ سورج طلوع ہوتا تھا، غروب ہوتا تھا، چاند چڑھتا تھا، اترتا تھا، اور یقیناً چل رہا تھا تو ان کی ولادت سے کون سی کمی آ گئی کہ اب ان کے بغیر نہیں چل سکتا اور یہ خدائی رکن بن گئے۔کیا آسمان بنائے، چاند، سورج، ستارے پیدا فرمائے۔حضرت مریم علیہا السلام کو پیدا فرمایا۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا فرمایا۔اب اس ذات میں کون سی کمی آ گئی ہے کہ وہ ان کا محتاج ہو گیا ہے۔پھر جب ان کو کہا جاتا ہے کہ توحید کا کیا معنی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے؟ تو کہتے ہیں کہ "اَلتَّوْحِیْدُ فِیْ التَّثْلِیْثِ وَالتَّثْلِیْثُ فِیْ التَّوْحِیْدِ"۔ ایک تین میں اور تین ایک میں۔بڑی عجیب بات ہے کہ ایک کو تین ماننے کے بعد بھی کہتے ہیں کہ یہ توحید کے خلاف نہیں۔اگر ان کو کہو کہ چار ایک ہوتے ہیں اور ایک کو چار کہتے ہیں یا کہو کہ پانچ ایک ہوتا ہے اور ایک پانچ ہوتا ہے تو کہتے ہیں، نہیں! اس طرح نہیں ہو سکتا۔مگر ایک تین اور

تین ایک ہو جاتا ہے۔ بڑی عجیب منطق اور گورکھ دھندا ہے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ لیا۔

نقضِ میثاق پر سزا :

فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ پس انہوں نے بھلا دیا حصہ اس چیز سے جس چیز کی ان کو یاددہانی کرائی گئی تھی۔ بجائے ایک کے تین کے قائل ہو گئے اور ان میں سے ایک گروہ نے کہا عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں "وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ". اور کہا نصاریٰ نے مسیح ابن اللہ ہے۔ اور ایک گروہ کا ذکر اگلی آیات میں آرہا ہے۔ انہوں نے کہا "رب تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام میں داخل ہو گیا ہے" ان سے جو معجزات ظاہر ہوتے ہیں وہ رب تعالیٰ کرتا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تمہارا نظریہ ہے کہ عیسیٰ k کو سولی پر لٹکا دیا گیا ہے تو یہ بتاؤ رب تعالیٰ بچ گیا یا وہ بھی عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ سولی پر لٹک کر ختم ہو گیا۔ اگر رب تعالیٰ اندر سے نکل گیا تو گڈ مڈ تو نہ ہوا اگر گڈ مڈ ہے تو رب تعالیٰ بھی ساتھ ہی گیا۔ اندازہ لگاؤ یہ دنیا کی بڑی عقلمند قوم کہلاتی ہے جو مذہبی اعتبار سے اتنی بے وقوف ہے کہ جس کا کوئی حساب ہی نہیں ہے۔ یاد رکھنا! اللہ بلند و برتر اپنی ذات و صفات میں وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ وہ بے پرواہ ہے۔ اپنی خدائی میں کسی کا محتاج نہیں ہے۔ نہ کسی انسان کا، نہ فرشتے کا، نہ جن کا، نہ کسی پیغمبر کا، نہ کسی ولی کا اس کی شان ہے۔ "لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ☆ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ☆". نہ اس نے کسی کو جنا نہ اس کی کوئی بیٹی، نہ بیٹا اور نہ اس کو کسی نے جنا، نہ اس کا باپ نہ ماں اور نہ اس کا کوئی ہمسر ہے۔ یہ سبق ان کو بنیادی طور پر دیا گیا تھا، مگر انہوں نے بھلا دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

پھر ہم نے یہ کیا......

فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ پس ہم نے بھڑکا دی ان کے درمیان عداوت وَالْبَغْضَآءَ اور کینہ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن تک۔ پھر عیسائیوں کی آپس میں لڑائیاں ہوئیں اور ہوتی رہیں گی صرف سپین میں ان کی آپس میں سات سو جنگیں ہوئیں۔ فرمایا.........

وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ اور عنقریب اللہ تعالیٰ ان کو خبر دے گا بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ اس کارروائی کی جو وہ کرتے تھے۔ ان سے حساب لیا جائے گا کہ کس دلیل سے تم نے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا اور کس دلیل سے ان کو خدا کا بیٹا بنایا اور کس دلیل سے تم نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی مخالفت کی اور زکریا علیہ السلام اور دوسرے پیغمبروں کو قتل کیا۔ ان تمام چیزوں کا اللہ تعالیٰ ان سے حساب لے گا۔

اگلی آیت کریمہ کا مطلب اور مفہوم پوری توجہ کے ساتھ سنیں اور سمجھیں کیونکہ کچھ لوگ غلط فہمی کا شکار ہیں اور دوسروں کو بھی اس غلط فہمی میں مبتلا کرتے ہیں۔ اگر تم بات کو اچھی طرح سمجھ گئے تو خود بھی مغالطہ نہیں کھاؤ گے اور کسی کے مغالطہ میں بھی نہیں آؤ گے۔ اس آیت کریمہ کے دو حصے ہیں ایک حصہ ہے يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ سے لے کر وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ تک اور دوسرا حصہ ہے قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ سے لے کر نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ تک۔ پہلے حصے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے اور دوسرے حصہ میں قرآن کریم کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اہلِ کتاب اور رسول سے مراد :

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ اے کتاب والو! اہلِ کتاب سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں جن ۵

ذکر پہلے ہو چکا ہے تو معنی بنے گا ''اے یہود و نصاریٰ''۔

رسول کی صفت :

قَدْ جَآءَكُمْ رَسُولُنَا تحقیق آچکا ہے تمہارے پاس ہمارا رسول۔ اس رسول سے مراد حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے۔ آخری پیغمبر تمہارے پاس پہنچ چکا ہے۔ يُبَيِّنُ لَكُمْ بیان کرتا ہے تمہارے لئے كَثِيرًا مِّمَّا كُنتُمْ تُخْفُونَ بہت سی چیزیں جو تم چھپاتے تھے مِنَ الْكِتَابِ کتاب میں سے۔ توراۃ اور انجیل میں سے جن چیزوں کی وجہ سے ان کی کمائی پر زد پڑتی تھی وہ نہیں بتاتے تھے۔ صرف وہ چیزیں بتاتے تھے جن کی وجہ سے لوگوں سے کچھ وصول ہو جاتا تھا۔ تو فرمایا ہم نے رسول بھیجا ہے یہ ان چیزوں کو ظاہر کرتا ہے جن کو تم چھپاتے تھے کتاب سے۔

آیت کریمہ کے دو حصے :

وَيَعْفُوا عَن كَثِيرٍ اور درگزر کرتا ہے بہت سی چیزوں سے۔ یعنی وہ چیزیں جو پہلے تمہارے عقیدہ اور دین کی تھیں اور اب نہیں ہیں ان سے درگزر کرتا ہے ان کو بیان نہیں کرتا اور جو چیزیں اب بھی عقیدے اور دین میں ضروری ہیں اور تم نے ان پر پردہ ڈالا ہوا ہے ان کو بیان کرتا ہے۔ آیت کریمہ کے اس حصے میں اللہ تعالیٰ کے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ذکر ہے اور اگلے حصے میں کتاب اللہ یعنی قرآن پاک کا ذکر ہے۔ فرمایا......

قَدْ جَآءَكُم مِّنَ اللَّهِ تحقیق آچکا ہے تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِينٌ نور (یعنی روشنی) اور کتاب روشن کرنے والی۔ جو حقیقت کو بیان کرتی ہے اور روشن کرتی ہے۔ يَهْدِي بِهِ اللَّهُ ہدایت دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے

ذریعے مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ اس کو جس نے پیروی کی اس کی رضا کی۔(ہدایت دیتا ہے)۔ سُبُلَ السَّلَامِ سلامتی کے راستوں کی۔تو آیت کریمہ کے اس حصہ میں قرآن پاک کا ذکر ہے۔بعض لوگ کم فہمی کی وجہ سے مغالطے میں پڑے ہوئے ہیں اور لوگوں کو بھی مغالطہ میں ڈالتے ہیں کہتے ہیں کہ لفظ نور سے آنحضرت ﷺ کی ذاتِ گرامی مراد ہے۔لہٰذا آپ ﷺ نور ہیں بشر نہیں ہیں۔آپ کو بشر کہنا بے ادبی اور توہین ہے۔ اس لئے اس مسئلے کو اچھی طرح سمجھ لیں۔آنحضرت ﷺ انسان تھے۔بشر تھے آدمؑ کی اولاد تھے۔اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پہلا نبی بنایا اور آدمؑ کے انسان ہونے اور آدمی ہونے کا تو دنیا میں کوئی انکار نہیں کرسکتا۔قرآن کریم میں آتا ہے۔"قَالَ يَـٰٓاِبْلِيْسُ مَالَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ"۔ اے ابلیس! تجھے کیا ہوا کہ تو سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا۔"قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ" (پارہ : ۱۴) ابلیس نے کہا میں ایسا نہیں ہوں کہ سجدہ کروں انسان کو جس کو پیدا کیا تو نے بجنے والے متغیر سڑے ہوئے گارے سے اور سورہ اعراف میں ہے "قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ"۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے تو نے سجدہ نہ کیا جب کہ میں نے تجھے حکم دیا تھا۔"قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ"۔تو شیطان نے کہا میں بہتر ہوں اس سے پیدا کیا تو نے مجھ کو آگ سے اور پیدا کیا تو نے اس کو مٹی سے۔ان آیتوں سے معلوم ہو گیا کہ آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کئے گئے۔نور نہیں پیدا کئے۔اور تمام پیغمبر بمع آنحضرت ﷺ کے آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ انسان ہیں، آدمی ہیں اور آدمی کو آدمی بھی اسی لئے کہا جاتا ہے کہ وہ آدم علیہ السلام کی اولاد ہے۔تو سارے پیغمبر انسان تھے، بشر تھے، آدمی تھے، اللہ تعالیٰ کی مخلوق تھے۔البتہ درجے

اللہ تعالیٰ نے الگ الگ عطاء فرمائے۔ سب سے بلند درجہ اور مقام حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پھر درجہ بدرجہ سب کا مقام ہے۔ اور ہیں سارے انسان اور بشر۔ آنحضرت ﷺ کے بشر ہونے پر قرآن شاہد ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کو بشر کہا ہے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بشر کہا ہے چنانچہ پندرہواں پارہ سورۃ بنی اسرائیل میں آتا ہے۔ کافروں نے مطالبہ کیا "وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ یَنْبُوْعًا". اور کہا کافروں نے ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے آپ (ﷺ) پر یہاں تک کہ آپ جاری کردیں ہمارے لئے زمین سے چشمہ۔ "اَوْ تَکُوْنَ لَکَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّ عِنَبٍ". یا ہو آپ کے لئے باغ کھجوروں اور انگوروں کا۔ "فَتُفَجِّرَ الْاَنْھٰرَ خِلٰلَھَا تَفْجِیْرًا☆".

پس چلائیں آپ نہروں کو ان کے درمیان چلانا۔ "اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ یا گرادیں آسمان کَمَا زَعَمْتَ عَلَیْنَا جیسا کہ آپ گمان کرتے ہیں ہم پر کِسَفًا کوئی ٹکڑا اَوْ تَاْتِیَ بِاللّٰہِ وَالْمَلٰٓئِکَةِ قَبِیْلًا☆". یا لائیں آپ اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کو سامنے۔ "اَوْ یَکُوْنَ لَکَ بَیْتٌ". یا ہو آپ کے لئے گھر "مِّنْ زُخْرُفٍ". سنہری "اَوْ تَرْقٰی فِی السَّمَآءِ". یا چڑھ جائیں آپ آسمان پر "وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِیِّکَ". اور ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے آپ کے اوپر چڑھنے سے "حَتّٰی تُنَزِّلَ عَلَیْنَا کِتٰبًا". حتی کہ آپ اتاریں ہمارے اوپر ایک کتاب "نَّقْرَؤُهٗ". جس کو ہم پڑھیں۔ یہ ان کے مطالبات تھے ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ". اے نبی کریم (ﷺ)! آپ ان کو کہہ دیں میرے رب کی ذات پاک ہے ہر عیب سے، کمزوری سے، وہ سب کچھ کرسکتا ہے۔ "هَلْ کُنْتُ اِلَّا

بَشَرًا رَّسُوْلًا"۔ نہیں ہوں میں مگر بشر، رسول ہوں، خدا نہیں ہوں، لہذا میں تمہارے مطالبات پورے کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔ کیونکہ یہ تو خدائی اختیارات ہیں۔ میں نے خدا ہونے کا کب دعویٰ کیا ہے۔

مسئلہ نور و بشر کی حقیقت :

دیکھو! کتنے صاف الفاظ میں قرآن پاک میں آپ ﷺ کی بشریت کا ذکر ہے اور سورۃ کہف کی آخری آیت کریمہ میں فرمایا "قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ"۔ بے شک میں بشر ہوں تمہارے جیسا۔ اور کئی مقامات پر آپ ﷺ کی بشریت کی تصریح ہے کہ آپ ﷺ بشر ہیں اور بخاری اور مسلم شریف میں حدیث ہے آپ ﷺ نے فرمایا "اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ"۔ کہ میں تمہاری طرح کا بشر ہوں اور ابوداؤد وغیرہ حدیث کی کتابوں میں روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بہت تیز لکھنے والوں میں سے تھے اور آپ ﷺ کی زبان مبارک سے جو لفظ نکلتا تھا فوراً لکھ لیتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کو کہا کہ رسول اللہ ﷺ "بَشَرٌ يَتَكَلَّمُ فِي الْغَضَبِ وَالرِّضَاءِ"۔ آنحضرت ﷺ بشر ہیں آپ ﷺ کبھی غصے اور خوشی میں بات کرتے ہیں لہذا ہر بات نہ لکھا کرو صرف مسائل لکھا کرو انہوں نے یہ بات آنحضرت ﷺ کو بتائی آپ ﷺ نے فرمایا "اُكْتُبْ"۔ لکھا کرو۔ میری زبان سے جو کچھ نکلے گا اور جس وقت نکلے گا حق ہی نکلے گا۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی آپ کو بشر ہی کہہ رہے ہیں۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ آنحضرت ﷺ کی باہر کی زندگی مسجد کی، جہاد کی تو ہمارے سامنے ہے یہ بتاؤ کہ جب آپ ﷺ گھر تشریف لے جاتے ہیں اس وقت کیا کرتے ہیں؟۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا

"کَانَ بَشَرًا مِنَ الْبَشَرِ". (ترمذی) آپ بشر تھے، کپڑے صاف کر لیتے تھے۔ اپنی بکری کا دودھ نکال لیتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ گھر کے سارے کام کر لیتے تھے۔ تو قرآن وحدیث صحابہ کرام ؓ اور ام المؤمنین عائشہ ؓ سے بھی ثابت ہو گیا کہ آپ بشر تھے، انسان تھے۔ اور تمام فقہ کی کتابوں میں تحریر ہے کہ آپ ﷺ بشر تھے، انسان تھے۔

فقہ کی کتابوں میں بڑی اہم کتاب ہے فتاویٰ عالمگیری، اورنگزیب عالمگیرؒ نے پانچ سو جید علماء کرام کی کمیٹی بنائی تھی انہوں نے فتاویٰ عالمگیری مرتب کیا تھا۔ وہ تقویٰ، طہارت اور علم میں اتنے بلند تھے کہ اس وقت دنیا میں ان کی ایک بھی نظیر موجود نہیں ہے۔ اس میں یہ مسئلہ بھی موجود ہے کہ اگر کسی شخص سے یہ سوال کیا جائے کہ یہ بتا آنحضرت ﷺ کون سی جنس سے تھے؟ عربی تھے، عجمی تھے، انسان تھے، فرشتہ تھے اور اس نے جواب میں کہا لَا اَدْرِیْ میں نہیں جانتا کہ آپ ﷺ انسان تھے یا فرشتہ تھے یا جن تھے عربی تھے یا عجمی تھے تو ایسا شخص کافر ہے کیونکہ اس بات کا معلوم ہونا کہ آپ ﷺ بشر تھے اور عربی تھے فرضِ عین ہے۔ یہ کیوں کہتا ہے کہ "میں نہیں جانتا"

لہٰذا یہ قطعی مسئلہ ہے کہ آپ ﷺ انسان تھے بشر تھے اور آپ ﷺ کی بشریت کا جو منکر ہے وہ کافر ہے۔ اور جو لوگ مغالطہ دیتے ہیں وہ اس لفظ نور سے مغالطہ دیتے ہیں جو آیت کریمہ "قَدْ جَآءَ کُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتٰبٌ مُّبِیْنٌ"، تحقیق آچکا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور کتاب روشن کرنے والی وہ کہتے ہیں کہ نور سے مراد آنحضرت ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ نور سے مراد بھی قرآنِ کریم ہے اور قرآن کریم میں متعدد مقامات پر نور اسی معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی نور سے مراد قرآن کریم ہے۔

چنانچہ سورۃ نساء کے آخر میں ہے۔ "وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا". اور ہم نے تمہاری طرف نور مبین یعنی قرآن کریم نازل فرمایا ہے۔

اور سورہ اعراف میں آتا ہے۔ "وَاتَّبَعُوْا نُوْرَ الَّذِیْ اُنْزِلَ مَعَهٗ". اور انہوں نے اس نور یعنی قرآن کریم کی پیروی کی جو اس کے ساتھ نازل کیا گیا۔

اور سورۃ شوریٰ میں ہے "مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ وَ لَا الْاِيْمَانُ". اور آپ نہیں جانتے تھے کتاب کیا ہے؟ اور ایمان (کی تفصیل) کیا ہے؟۔ "وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا". اور لیکن ہم نے اس کتاب کو نور بنایا ہے۔ "نَهْدِیْ بِهٖ" اس کے ذریعہ ہم راہ دکھاتے ہیں اپنے بندوں میں سے جنہیں ہم چاہتے ہیں۔

اور سورۃ تغابن میں ہے "فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْ اَنْزَلْنَا". پس ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر اور اس نور پر جو ہم نے نازل کیا۔ ان تمام مقامات میں "نور" قرآن کریم کو کہا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ذکر تو آیت کریمہ کے پہلے حصہ میں ہو گیا ہے۔ لہٰذا اس دوسرے حصے میں کتاب کا ذکر ہے۔

"قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ". تحقیق آچکا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور کتاب روشن کرنے والی۔ اور عطف تفسیری ہے یعنی کتاب مبین نور کی تفسیر ہے۔ نور اور کتاب مبین ایک شئی ہے۔ اور اس پر قرینہ بھی موجود ہے کہ فرمایا "يَهْدِیْ بِهِ اللّٰهُ". ہدایت دیتا ہے اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کہ بِهٖ کی ضمیر واحد ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہدایت دینے والی ایک چیز کا ذکر ہے۔ اور وہ ہے قرآن کریم جو نور بھی ہے اور روشن کرنے والی کتاب بھی۔

پھر بعض لوگ ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا سایہ نہیں تھا۔ یاد رکھنا! وہ روایت جعلی ہے اس میں ایک راوی ہے عبدالرحمٰن بن قیس زعفرانی یہ رافضی خبیث تھا۔ جعلی روایتیں بناتا تھا۔ متعدد صحیح روایات سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ کا سایہ تھا اس پر میں نے خاصی بحث کی ہے اپنی کتاب ''تنقید متین'' میں اور مسند احمد اور مستدرک حاکم سے بہت سی روایات نقل کی ہیں کہ آپ ﷺ کا باقاعدہ سایہ تھا لہٰذا کسی کے دھوکے میں نہ آنا آپ کی ذات کو نور ماننا بالکل قرآن پاک کا انکار ہے۔ ہاں صفت آپ کی نور ہے یعنی آپ ﷺ نورِ ہدایت ہیں۔ اس کے ہم بھی قائل ہیں۔ مگر اس سے آپ ﷺ کی بشریت کا انکار کرنا قرآن پاک کا انکار کرنا ہے۔ حدیث پاک کا انکار کرنا ہے جو خالص کفر ہے اور ابھی آپ نے حوالہ سنا ہے کہ انکار تو درکنار اگر یہ کہے کہ مجھے معلوم نہیں ہے کہ آپ ﷺ بشر تھے، فرشتے تھے یا جن تھے، عربی تھے یا عجمی تھے تو وہ کافر ہے۔ فرمایا یَهْدِیْ بِهِ اللّٰهُ ہدایت دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے "مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ". اس کو جس نے پیروی کی اس کی رضا کی "سُبُلَ السَّلٰمِ". سلامتی کے راستوں کی۔

قرآن کے ذریعے ہدایت کا ملنا :

وَيُخْرِجُهُمْ اور ان کو نکالتا ہے مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ اندھیروں سے روشنی کی طرف بِاِذْنِهٖ اپنے حکم سے وَيَهْدِيْهِمْ اور ان کو چلاتا ہے اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ سیدھے راستے پر۔ اللہ تعالیٰ سب کو سیدھے راستہ پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

(آمین یا الٰہ العالمین)۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَالْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ط قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا ط وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ط يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ط وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۷﴾ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ط قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ط بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ط يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ط وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ز وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۸﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْ ۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ ز فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ ط وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۹﴾ ع

لفظی ترجمہ :

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ البتہ تحقیق کافر ہیں وہ لوگ قَالُوْٓا جنہوں نے کہا اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ تعالیٰ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ وہی مسیح ابن مریم ہے قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ آپ (ﷺ) کہہ دیجئے پس کون مالک ہے مِنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے سامنے شَيْـًٔا کسی چیز کا اِنْ اَرَادَ اگر ارادہ کرے اللہ تعالیٰ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ یہ کہ وہ ہلاک کرے مسیح ابن مریم کو وَاُمَّهٗ اور ان کی والدہ کو وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا اور جو زمین ہیں سب کے سب کو وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہے آسمانوں اور زمین کا ملک وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ اور کہا یہودیوں نے وَالنَّصٰرٰى اور عیسائیوں نے نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں وَاَحِبَّآؤُهٗ اور اس کے محبوب ہیں قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ آپ (ﷺ) کہہ دیجئے پس تمہیں کیوں سزا دیتا ہے بِذُنُوْبِكُمْ تمہارے گناہوں کی وجہ سے بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ بلکہ تم بشر ہو مِّمَّنْ خَلَقَ اس مخلوق میں سے جو رب تعالیٰ نے پیدا فرمائی يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ بخشے گا جس کو چاہے گا وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ اور سزا دے گا جس کو چاہے گا وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہے ملک آسمانوں کا اور زمین کا وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ

اوراسی کی طرف ہے لوٹ کر جانا یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ اے اہلِ کتاب! قَدْ جَآءَ کُمْ تحقیق آ گیا ہے تمہارے پاس رَسُوْلُنَا ہمارا رسول یُبَیِّنُ لَکُمْ بیان کرتا ہے تمہارے سامنے عَلٰی فَتْرَۃٍ مِّنَ الرُّسُلِ رسولوں کے وقفے کے بعد اَنْ تَقُوْلُوْا تاکہ تم نہ کہو مَا جَآءَ نَا مِنْ م بَشِیْرٍ نہیں آیا ہمارے پاس کوئی خوشخبری سنانے والا وَّلَا نَذِیْرٍ اور نہ رب تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے والا فَقَدْ جَآءَ کُمْ تحقیق آ گیا ہے تمہارے پاس بَشِیْرٌ وَّنَذِیْرٌ خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

گزشتہ درس میں بیان ہوا تھا کہ عیسائیوں کے مشہور تین فرقے تھے.........

1......... ایک کا دعویٰ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں ان کا ذکر سورۃ توبہ آیت نمبر ۳۰ میں موجود ہے۔ "وَقَالَتِ النَّصٰرَی الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰہِ". اور کہا نصاریٰ نے مسیح اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے۔

2......... دوسرا فرقہ تثلیث کا قائل تھا جس کے متعلق آپ نے اسی پارے میں پڑھا ہے۔

عیسائیوں کے تیسرے گروہ کا نظریہ اور رَدّ :

3......... تیسرے فرقے کا نام یعقوبیہ تھا۔ ان کا نظریہ تھا کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام میں حلول کر گیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اور عیسیٰ علیہ السلام آپس میں گڈمڈ ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کو الگ مانتے تھے اور عیسیٰ علیہ السلام کی ذات کو الگ مانتے تھے کہ یہ الگ شخصیتیں ہیں مگر عیسیٰ علیہ السلام نے رب تعالیٰ کی اتنی عبادت کی کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام میں داخل ہو گئے

اور عیسیٰ علیہ السلام سے جتنے معجزے ظاہر ہوئے تھے دراصل وہ اللہ تعالیٰ ہی کرتا تھا جو عیسیٰ علیہ السلام میں داخل تھا۔

اوراس کی مثال اس طرح دیتے تھے کہ دیکھوآگ جنس ہے اورلوہا الگ جنس ہے مگر جب لوہے کوآگ میں رکھتے ہیں تو آگ کی تاثیر اس میں آجاتی ہے اور وہ آگ کی طرح جلاتا ہے ان آیات میں اس فرقہ کا ذکر ہے۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے ان پر کفر کا فتویٰ لگایا پھران کا عقیدہ بیان فرمایا..........

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ البتہ تحقیق کافر ہیں وہ لوگ قَالُوْٓا جنہوں نے کہا اِنَّ اللّٰهَ هُوَالْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ بیشک اللہ تعالیٰ، وہی مسیح ابن مریم ہے۔اور یہ نظریہ بھی رکھتے تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام کوسولی پرلٹکا دیا گیا (معاذ اللہ تعالیٰ) بھائی! جس میں خدائی طاقت ہو، خدااس میں حلول کیے ہوئے ہووہ سولی پرکس طرح لٹک سکتا ہے کیا جس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کوسولی پرلٹکایا گیا خدااندر ہی رہایانکل گیا تھا؟ کیا گورکھ دھندا ہے۔

اور چاروں اناجیل یعنی متی، مرقس، لوقا اور یوحنا میں یہ روایت بھی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جب سولی پرلٹکایا گیا تو فرماتے تھے "اِيْلِيْ اِيْلِيْ لِمَا سَبَقْتَنِيْ"۔ اے میرے رب، اے میرے رب مجھے یہاں کیوں پھنسا دیا ہے پھر کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام ہمارے منجی ہیں۔ بھائی وہ خودتو سولی پرلٹک گئے تمہارے لئے منجی کس طرح بن گئے؟ اپنے آپ کونجات نہ دے سکے تمہارے نجات دہندہ کس طرح بن گئے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام ہمارے گناہوں کا کفارہ ہیں۔ اوبے ایمانو! گناہ تم کرواور کفارہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیوں؟۔ مثلاً تم گناہ کرو دو ہزار سال بعد اور وہ کفارے کے لئے پہلے ہی سولی پر چڑھ جائیں۔ یہ کون سی منطق ہے؟

کثرتِ عبادت سے اللہ کی حفاظت میں آنا :

تو خیر! اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ لوگ کافر ہیں جو کہتے ہیں اللہ وہی مسیح بیٹا مریم کا ہے۔رب ،رب ہے اور عیسیٰ علیہ السلام پیغمبر ہیں ۔ بے شک انہوں نے بہت عبادت کی ہے مگر وہ کثرت عبادت سے نہ رب بن گئے ہیں اور نہ رب ان میں داخل ہو گیا ہے۔البتہ جو شخص کثرت سے عبادت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اور عیسیٰ علیہ السلام میں فرق :

چنانچہ بخاری شریف میں روایت آتی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''جو شخص کثرت سے میری عبادت کرتا ہے میں اس کے کان بن جاتا ہوں وہ میرے کانوں سے سنتا ہے میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں ، میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں میں اس کی زبان بن جاتا ہوں'' ۔ محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں اس کے کانوں کی حفاظت کرتا ہے اس کے کانوں کا نگران ہو جاتا ہوں اس کے ہاتھوں کا نگران ہو جاتا ہوں اس کے پاؤں کا نگران ہو جاتا ہوں اس کی زبان کی حفاظت کرتا ہوں یعنی وہ سنے گا جس پر رب راضی ہو گا وہ کرے گا۔جس پر رب راضی ہو گا بات وہ کرے گا جس پر رب راضی ہو گا ہاتھ سے وہ چیز پکڑے گا جس پر رب راضی ہو گا پاؤں ادھر جائیں گے۔جدھر جانے پر رب راضی ہو گا اس حدیث کا وہ مطلب نہیں ہے جو بعض کم فہم لوگوں نے سمجھا ہے کہ کثرت عبادت کرنے سے اللہ تعالیٰ ولی کے اندر حلول کر جاتا ہے یہی نظریہ عیسائیوں کے ایک فرقے کا تھا جن کو رب تعالیٰ نے کافر کہا ہے۔

آگے رب تعالیٰ فرماتے ہیں.........

تخلیق میں خود مختار :

قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیجئے پس کون مالک ہے مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی چیز کا اِنْ اَرَادَ اگر ارادہ کرے اللہ تعالیٰ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ یہ کہ وہ ہلاک کرے مسیح ابن مریم علیہما السلام کو وَاُمَّهٗ اور ان کی والدہ کو۔تو یہ بتاؤ کیا اللہ تعالیٰ بھی ساتھ ہی ختم ہو جائے گا؟۔ کیونکہ تمہارا نظریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام میں گڈمڈ ہے۔رب تعالیٰ تو قادرِ مطلق ہے۔ساری دنیا کو فنا کر سکتا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام "يَاْتِيْ عَلَيْهِ الْفَنَاءُ"۔ ان پر موت آئے گی کیا ان کے ساتھ رب بھی فوت ہو جائے گا؟ سوچو تو سہی کیا کہہ رہے ہو؟ اور ان کی والدہ وفات پا چکی ہیں۔اب نظامِ کائنات کس طرح چل رہا ہے؟۔

وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا اور جو زمین میں سب کے سب کو ہلاک کرے۔کون سامنے آسکتا ہے۔ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہے آسمانوں اور زمینوں کا ملک وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے۔وہی خالق ہے، وہی مالک ہے، وہی رازق ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

یہود و نصاریٰ کی حقیقت :

يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے۔اور جس طرح چاہتا ہے آدم علیہ السلام کو ماں باپ کے بغیر پیدا فرمایا۔حوا علیہا السلام کو ماں کے بغیر پیدا فرمایا۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو باپ کے بغیر پیدا فرمایا۔ اور عام کائنات کو ماں باپ کے ذریعہ پیدا کرتا ہے۔وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔آگے ان کے غلو اور زیادتی کا بیان ہے۔

یہود ونصاریٰ کے قول کی تردید :

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى اور کہا یہودیوں اور عیسائیوں نے نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآءُهٗ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور اس کے محبوب ہیں۔تم اللہ تعالیٰ کے بیٹے کس طرح بن گئے وہ تو "لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ" ہے۔نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ اس کو کسی نے جنا ہے۔اور اس کے محبوب کس طرح بن گئے؟۔حالانکہ تم نے اس کے عظیم پیغمبر موسیٰ علیہ السلام پر بدکاری کا الزام لگایا اور حضرت مریم علیہا السلام پر بہتان عظیم باندھا اور کیا کیا خرافات اللہ تعالیٰ کے ذمہ لگائیں۔عزیر k کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہا۔

"وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ﻥ بْنُ اللّٰهِ". (توبہ : ۳۰) کہ عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔اور نصاریٰ کا عقیدہ ابھی آپ نے پڑھا کہ "مسیح اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے نبیوں کو قتل کیا اس کے باوجود کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں"۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ "يَسُبُّنِيْ اِبْنُ آدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ ذٰلِكَ". آدم کا بیٹا مجھے گالیاں دیتا ہے۔حالانکہ اس کو گالیاں دینے کا حق نہیں تھا۔گالیاں کس طرح دیتا ہے؟فرمایا "يَدْعُوْا لِيْ وَلَدًا". میری طرف اولاد کی نسبت کرتا ہے۔جس طرح ہمارے لئے یہ گالی ہے کہ کسی کا ثابت النسب بیٹا ہو اس کو کہا جائے کہ یہ تیرا بیٹا نہیں ہے اور کہنے والے کو از روئے قرآن اسی کوڑے بھی لگیں گے اور اس کی گواہی بھی قبول نہیں ہوگی اسی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرنا اللہ تعالیٰ کو گالی دینا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں..........

قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ آپ (ﷺ) کہہ دیجئے (کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور محبوب ہو تو) پس تمہیں کیوں سزا دیتا ہے بِذُنُوْبِكُمْ تمہارے گناہوں کی وجہ سے۔ تمہیں رب تعالیٰ نے بندر، خنزیر کیوں بنایا؟ تم پر طاعون کیوں نازل ہوا؟ اور طرح طرح کے عذاب کیوں نازل ہوئے؟ لہٰذا تم غلط کہتے ہو کہ خدا کے بیٹے ہو اور محبوب ہو۔

بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ بلکہ تم بشر ہو مِّمَّنْ خَلَقَ اس مخلوق میں سے جو رب تعالیٰ نے پیدا فرمائی۔ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ بخشے گا جس کو چاہے گا وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ اور سزا دے گا جس کو چاہے گا۔ جو رب تعالیٰ پر ایمان لائے گا اس کے پیغمبروں کو مانے گا اس کے احکام کو تسلیم کرے گا اس کو بخشے گا اور جو رب تعالیٰ کے لئے اولاد تجویز کرے گا اس کے ساتھ شریک ٹھہرائے گا، اس کے پیغمبروں کو قتل کرے گا اور اس کے حکموں کی نافرمانی کرے گا اس کو سزا دے گا۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہے ملک آسمانوں اور زمین کا وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے۔ زمین، آسمان کے درمیان جو فضاء ہے اس میں بے شمار مخلوق رہتی ہے سب کا مالک رب تعالیٰ ہی ہے۔ یاد رکھنا!

وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ اور اسی کی طرف ہے لوٹ کر جانا۔ آگے رب تعالیٰ فرماتے ہیں۔ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ اے اہلِ کتاب! (یہودیو اور عیسائیو!) قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا تحقیق آگیا ہے تمہارے پاس ہمارا رسول۔ تمام پیغمبروں کا سردار، امام، خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ۔

زمانہ فترت کی تشریح :

یُبَیِّنُ لَکُمْ بیان کرتا ہے تمہارے سامنے عَلٰی فَتْرَۃٍ مِّنَ الرُّسُلِ رسولوں کے وقفے کے بعد۔ فترت کہتے ہیں اس زمانے کو جو ایک رسول کے جانے اور دوسرے نبی کے آنے کے درمیان ہوتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع الی السماء کے بعد پانچ سو اکہتر سال گزر چکے تھے جب آنحضرت ﷺ پیدا ہوئے۔ تو یہ جو درمیان کا زمانہ ہے یہ فترت کا زمانہ ہے۔ تو فرمایا ہمارا پیغمبر رسولوں کے وقفے کے بعد تمہارے پاس آ گیا ہم نے اپنا پیغمبر کیوں بھیجا ہے؟

اتمام حجت :

اَنْ تَقُوْلُوْا تا کہ تم نہ کہو مَا جَآءَ نَامِنْ م بَشِیْرٍ وَّلَانَذِیْرٍ نہیں آیا ہمارے پاس کوئی خوشخبری دینے والا اور نہ ڈرانے والا۔ (اے اہلِ کتاب! یاد رکھو) فَقَدْ جَآءَ کُمْ بَشِیْرٌ وَّنَذِیْرٌ تحقیق آ گیا ہے تمہارے پاس خوشخبری دینے والا اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے والا۔ لہٰذا اتمامِ حجت ہو چکا ہے۔ اور اہلِ کتاب جانتے تھے خصوصاً یہودی کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے پیغمبر ہیں۔ قرآن پاک میں آتا ہے یَعْرِفُوْنَہٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَ ھُمْ"۔ یہ اس پیغمبر کو اس طرح جانتے ہیں جس طرح اپنی اولاد کو جانتے ہیں۔

تورات میں آپ ﷺ کا تذکرہ :

چنانچہ جب آپس میں باتیں کرتے تھے تو کہتے تھے کہ یہ وہی پیغمبر ہے جس نے آنا تھا مگر ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ روایات اور سیرت کی کتابوں میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ جب مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے اس وقت حضرت عبداللہ بن

سلام رضی اللہ عنہ جو پہلے یہودی تھے کھجور کے درخت پر چڑھے ہوئے کھجوریں اتار رہے تھے اور ان کی پھوپھی نیچے بیٹھی ہوئی تھی۔ عین دوپہر کا وقت تھا ان کو ذوالحلیفہ کے میدان میں سفید کپڑوں والے آتے ہوئے نظر آئے تو پھوپھی کو کہنے لگے وہ آگئے ہیں جن کا آپ ذکر کیا کرتی تھیں۔ کیونکہ یہ خود بھی اور ان کی پھوپھی بھی توراۃ کی بڑی عالمہ تھیں۔ اور وہ ان کو بتایا کرتی تھی کہ ایک پیغمبر نے مکہ مکرمہ میں مبعوث ہونا ہے اور ہجرت کر کے مدینہ منورہ آنا ہے۔ جب وہ تشریف لائیں گے تو دوپہر کا وقت ہوگا اور ان کے اور ان کے ساتھیوں کے کپڑے سفید ہوں گے۔ تو جب حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے بتایا تو کہنے لگیں۔ بھتیجے وہی تشریف لا رہے ہیں مگر بلند آواز سے نہ کہو کہیں کوئی سن نہ لے تو ضد کا تو کوئی علاج نہیں ہے یہ سارا واقعہ سیرۃ ابن ہشام وغیرہ میں موجود ہے۔

اسلام سے خائف باطل قوتیں :

وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ اسلام کو پھیلائے گا "وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ". اور اللہ تعالیٰ ضرور مکمل کرے گا اپنے نور کو اگرچہ کافر مشرک اس کو ناپسند کریں کافر تو ہمیشہ اسلام سے خائف رہے ہیں اور کوشش کرتے رہے ہیں کہ یہ نہ پھیلے بلکہ اس کو ختم کر دیا جائے اور اس وقت بھی جتنی باطل قوتیں ہیں امریکہ، برطانیہ، فرانس، جرمنی یہ سب اسلام سے خائف ہیں۔ خصوصاً جہاد سے تو ان کی جان جاتی ہے۔ یہ جو مٹھی بھر نوجوان اپنی ہتھیلیوں پر جانیں رکھ کر نکلے ہوئے ہیں ان کو تم معمولی نہ سمجھو یہ ان کے لئے موت کا پیغام ہیں......!!

وَاِذۡ قَالَ مُوۡسٰی لِقَوۡمِهٖ یٰقَوۡمِ اذۡكُرُوۡا نِعۡمَةَ اللّٰهِ عَلَیۡكُمۡ اِذۡ جَعَلَ فِیۡكُمۡ اَنۡۢبِیَآءَ وَجَعَلَكُمۡ مُّلُوۡكًا ۖ وَّاٰتٰكُمۡ مَّا لَمۡ یُؤۡتِ اَحَدًا مِّنَ الۡعٰلَمِیۡنَ ۝۲۰ یٰقَوۡمِ ادۡخُلُوا الۡاَرۡضَ الۡمُقَدَّسَةَ الَّتِیۡ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمۡ وَلَا تَرۡتَدُّوۡا عَلٰۤی اَدۡبَارِكُمۡ فَتَنۡقَلِبُوۡا خٰسِرِیۡنَ ۝۲۱ قَالُوۡا یٰمُوۡسٰۤی اِنَّ فِیۡهَا قَوۡمًا جَبَّارِیۡنَ ۖ وَاِنَّا لَنۡ نَّدۡخُلَهَا حَتّٰی یَخۡرُجُوۡا مِنۡهَا ۚ فَاِنۡ یَّخۡرُجُوۡا مِنۡهَا فَاِنَّا دٰخِلُوۡنَ ۝۲۲

لفظی ترجمہ :

وَاِذۡ قَالَ مُوۡسٰی اور جب فرمایا موسیٰk نے لِقَوۡمِهٖ اپنی قوم کو یٰقَوۡمِ اے میری قوم اذۡكُرُوۡا نِعۡمَةَ اللّٰهِ یاد کرو تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو عَلَیۡكُمۡ جو تم پر ہوئیں اِذۡ جَعَلَ فِیۡكُمۡ اَنۡۢبِیَآءَ جب بنائے اس نے تمہارے اندر پیغمبر وَجَعَلَكُمۡ مُّلُوۡكًا اور بنایا اس نے تمہیں بادشاہ وَّاٰتٰكُمۡ اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیں مَّا وہ نعمتیں لَمۡ یُؤۡتِ اَحَدًا جو نہ دیں کسی ایک کو مِّنَ الۡعٰلَمِیۡنَ جہان والوں میں سے یٰقَوۡمِ اے میری قوم! ادۡخُلُوا الۡاَرۡضَ الۡمُقَدَّسَةَ داخل ہو جاؤ پاکیزہ زمین میں الَّتِیۡ وہ زمین كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمۡ جو اللہ تعالیٰ نے

تمہارے لئے لکھ دی ہے وَلَا تَرْتَدُّوْا اور نہ پھرو تم عَلٰٓی اَدْبَارِکُمْ اپنی پیٹھ دکھا کر فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ پس لوٹو گے تم نقصان اٹھاتے ہوئے قَالُوْا یٰمُوْسٰٓی کہنے لگے اے موسیٰ! اِنَّ فِیْھَا قَوْمًا بے شک ارض مقدسہ میں ایک قوم ہے جَبَّارِیْنَ بڑی زبردست وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَھَا اور ہم ہرگز نہیں داخل ہوں گے اس پاکیزہ زمین میں حَتّٰی یَخْرُجُوْا مِنْھَا یہاں تک کہ وہ خودبخود وہاں سے نکل جائیں فَاِنْ یَّخْرُجُوْا مِنْھَا پس اگر وہ نکل گئے اس سے فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ تو ہم اس میں داخل ہوں گے۔

بنی اسرائیل کا تعارف :

دنیا کی مشہور قوموں میں سے ایک قوم بنی اسرائیل بھی تھی۔ یہ بڑی ذہین قوم تھی ان میں نیک بھی تھے، بد بھی تھے، اس قوم میں بڑے پیغمبر ہوئے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف پیغمبر بنا کر مبعوث فرمایا یہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے پڑپوتے کے بیٹے تھے۔ موسیٰ بن عمران بن قاہث بن لاوی بن یعقوب علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو بھی نبی بنایا یہ موسیٰ علیہ السلام سے عمر میں تین سال بڑے تھے۔ مگر درجے اور مرتبے میں چھوٹے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو توراۃ عطاء فرمائی۔ یہ بڑی جامع مانع کتاب تھی۔ تمام آسمانی کتابوں میں قرآن کریم کے بعد اس کا بلند مقام ہے۔ ان آیات میں اس قوم کا اور ان کے پیغمبر کا ذکر ہے فرمایا.........

انعامات کا تذکرہ :

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ اور جب فرمایا موسیٰ ؑ نے اپنی قوم کو یٰقَوْمِ اذْکُرُوْا

نِعْمَةَ اللّٰهِ اے میری قوم یاد کرو تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو عَلَيْكُمْ جو تم پر ہوئیں۔ نعمتوں کو یاد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کا شکر ادا کرو ان کی قدر کرو۔ آگے ان نعمتوں کا ذکر ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی بعثت :

اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْبِيَآءَ جب بنائے (اللہ تعالیٰ) نے تمہارے اندر پیغمبر۔ چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک چار ہزار پیغمبر بنی اسرائیل میں مبعوث ہوئے ہیں۔ حالانکہ ایک پیغمبر کسی قوم میں آجائے تو اس قوم کا سر آسمان کے ساتھ جا لگتا ہے چہ جائیکہ چار ہزار پیغمبر مبعوث ہوئے ہوں۔ مگر قرآن پاک کے بیان کے مطابق ان ظالموں نے ان کی قدر نہ کی بلکہ ”وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ“. اور انہوں نے پیغمبروں کو ناحق قتل کیا، نافرمانی کی اور اس طرح اس نعمت کی ناقدری کی اور انعام یہ فرمایا.........

ملوکیت کا تمغہ :

وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا اور بنایا اس نے تمہیں بادشاہ۔ بعض کو نبی بھی بنایا اور بادشاہ بھی، جیسے حضرت یوسف علیہ السلام آخری دور میں مصر کے بادشاہ بھی تھے اور نبی بھی۔ حضرت داؤد علیہ السلام نبی بھی تھے اور خلیفہ فی الارض بھی تھے حضرت سلیمان علیہ السلام کو پیغمبری کے ساتھ ساتھ عظیم سلطنت بھی عطا فرمائی کہ ان کی حکومت انسانوں کے علاوہ جنات، حیوانوں اور پرندوں پر بھی تھی۔ اور بعض ایسے تھے کہ جو صرف بادشاہ تھے پیغمبر نہیں تھے اور بہت انعامات فرمائے۔ فرمایا.........

دیگر مخصوص انعامات :

وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیں وہ نعمتیں جو نہ دیں کسی ایک کو جہان والوں میں سے۔ ان میں سے بعض نعمتوں کا ذکر پہلے پارے میں اور نویں پارے میں ہے اور دیگر مقامات پر بھی ذکر آتا ہے کہ جب یہ لوگ وادی تیہ میں پہنچے جس کو آج کل وادی سینا کہا جاتا ہے جس کی لمبائی چھتیس میل اور چوڑائی چوبیس میل ہے اور سطح سمندر سے تقریباً پانچ ہزار فٹ کی بلندی پر ہے۔ اس کا زیادہ تر حصہ مصر کے پاس ہے مگر وہ حصہ جس میں تیل کے کنویں ہیں یا فوجی اہمیت کا حامل ہے وہ ابھی تک یہودیوں کے قبضہ میں ہے۔ تو اس وادی سینا میں یہ لوگ جب موسیٰ علیہ السلام کے ہمراہ پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ ارضِ مقدس میں عمالقہ قوم آباد ہے ان کے خلاف جہاد کرو جس کا ذکر کل کے سبق میں آئے گا تو انہوں نے عذر اور بہانے کئے۔ اور جہاد کرنے سے انکار کر دیا اللہ تعالیٰ نے چالیس سال کے لئے اس میدان سے نکلنا ان پر حرام کر دیا اور ان کے لئے کھانے پینے اور سائے کا انتظام فرمایا۔ اس طرح کہ کھانے کے لئے مَن اور سلویٰ نازل فرمایا۔ ایک پلیٹ میں کھیر ہوتی اور ایک پلیٹ میں بٹیر ہوتے۔ اور جب سورج چڑھتا تو ساتھ ہی رب تعالیٰ بادلوں کا سایہ فرما دیتے۔ "وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ". اور سایہ کیا ہم نے تم پر بادلوں سے اور یہ کوئی معمولی انتظام نہیں تھا ان کی تعداد چھ لاکھ سے زیادہ تھی۔ مرد تھے، عورتیں تھیں، بچے اور بوڑھے تھے۔ لیکن ان لوگوں نے ناقدری کی کہنے لگے "لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ". ہم ایک قسم کے کھانے پر ہرگز صبر نہیں کریں گے۔

ایک عجیب واقعہ :

پھران کے لئے پانی کی ضرورت تھی کیونکہ کوئی جاندار چیز بلکہ نباتات اور درخت بھی پانی کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے پتھر سے پانی کے بارہ چشمے جاری فرما دیئے۔ اوراس سے پہلے جب یہ لوگ ہجرت کر کے جارہے تھے اور راستے میں دریائے قلزم آگیا جو کافی گہرا تھا اللہ تعالیٰ نے پانی روک کرانہیں دوسرے کنارے پر پہنچادیا۔ "فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ". (الشعراء : ۶۳) پس ہو گیا ہر ایک حصہ ایک بڑے پہاڑ کی طرح کہ جس طرح دیواریں کھڑی ہیں اس طرح پانی کھڑا ہو گیا درمیان میں سڑکیں بن گئیں۔

ارضِ مقدسہ کی حدود :

پھران کو ارضِ مقدس بھی عطاء کردی جس کا دوسرا نام شام تھا اس وقت جو شام ہے یہ اور لبنان اردن کا سارا علاقہ ارضِ مقدس میں شامل تھا۔ اور اس وقت جو علاقہ یہودیوں کے پاس ہے یہ بھی اور ایشیاء کو چک کا کچھ حصہ جو اس وقت ترکوں کے پاس ہے یہ وسیع تر علاقہ ارضِ مقدس کہلاتا تھا۔ شام اور کنعان بھی ارضِ مقدس میں ہے اس لئے کہ بے شمار پیغمبر وہاں تشریف لائے اور ان کی قبریں بھی وہیں ہیں۔ یہ بڑا زرخیز اور ٹھنڈا علاقہ ہے ہر طرح کے پھل وہاں ہوتے ہیں۔ صاف ستھرا پانی ہے ہم نے دمشق کی نہر میں دیکھا کہ پانی کی دو نالیاں آرہی ہیں۔ ایک میں صاف شفاف پانی ہے اس کا پانی لوگ استعمال کرتے ہیں اور تھوڑے سے فاصلے پر دوسری نالی ہے جس میں استعمال شدہ پانی جارہاہے اور ہر جگہ پانی کی فراوانی ہے۔ گھروں میں بھی اور مسجدوں میں بھی اور وہاں کے لوگ بھی بڑے منیب الطبع تھے۔ ہم ایک بازار سے گزر رہے تھے کہ ایک آدمی

جس کی چھوٹی سی کریانہ کی دوکان تھی دوڑتا ہوا آیا اور میری ڈاڑھی کو اس نے چومنا شروع کر دیا اور مسلسل چومتا رہا میں نے کہا بھائی! کیا بات ہے۔ میرا تیرا کوئی تعارف نہیں ہے۔ میں تجھے جانتا نہیں ہوں۔ میری ڈاڑھی کو کیوں چوم رہا ہے؟ کہنے لگا ڈاڑھی نظر آئی ہے محبت سے چوم رہا ہوں میں نے کہا تجھے بھی رکھنے کا حق ہے رکھ لے، کیوں نہیں رکھتا؟۔ اس نے بڑی گالی دے کر کہا کہ ہم تو ڈاڑھی رکھنا چاہتے ہیں مگر جب رکھتے ہیں تو یہ جو ہمارے بڑے ہیں ہمارا مذاق اڑاتے ہیں اس لئے ہم نہیں رکھتے یعنی معاشرہ رکاوٹ بنا ہوا ہے۔

تو خیر! شام، لبنان، اردن، فلسطین یہ سارا ایک ملک تھا مگر برطانیہ، فرانس اور ان کے گرو (لیڈر) امریکہ نے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔ اب شام الگ ملک ہے، اردن الگ ملک ہے، لبنان الگ ملک ہے، اسرائیل کا علاقہ الگ ہے، پھر ان شیطانوں نے ان کا ایسا ذہن بنا دیا ہے اور ایک دوسرے کے خلاف ایسی نفرت بھر دی ہے کہ امریکہ اور برطانیہ کے ساتھ تو بیٹھ سکتے ہیں، مگر آپس میں مل بیٹھنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ان خطوں کے حکمران دشمنوں کے آلۂ کار بنے ہوئے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو رب تعالیٰ کے انعامات یاد دلانے کے بعد فرمایا..........

قومِ عمالقہ سے جہاد کا حکم :

يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِىْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ اے میری قوم! داخل ہو جاؤ پاکیزہ زمین میں وہ زمین جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے لکھ دی ہے۔ اس علاقہ میں عمالقہ قوم آباد تھی جو عملیق کی نسل سے تھی یہ بڑی سخت طاقتور اور جنگجو قوم تھی۔ فرمایا ان کے ساتھ جہاد کرو۔

وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓی اَدْبَارِکُمْ اور نہ پھرو تم اپنی پیٹھ دکھا کر فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ پس لوٹو گے تم نقصان اٹھاتے ہوئے قَالُوْا یٰمُوْسٰٓی کہنے لگے (قوم نے موسیٰ k کو جواب دیا) اے موسیٰ! اِنَّ فِیْهَا قَوْمًا جَبَّارِیْنَ بے شک ارض مقدسہ میں ایک قوم ہے بڑی زبردست۔ (لڑاکی)۔ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا اور ہم ہرگز نہیں داخل ہوں گے اس پاکیزہ زمین میں حَتّٰی یَخْرُجُوْا مِنْهَا یہاں تک کہ وہ خود بخود وہاں سے نکل جائیں فَاِنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَا پس اگر وہ نکل گئے اس سے فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ تو ہم اس میں داخل ہوں گے۔

ان کی موجودگی میں ہم داخل ہونے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ان کی حماقت کا اندازہ لگاؤ کہ اتنا بھی نہ سوچا کہ عمالقہ کا دماغ خراب ہے کہ وہ بغیر لڑائی کے اپنا علاقہ چھوڑ دیں اور مفت میں تمہارے حوالے کردیں۔ (اللہ رب العزت اپنی اطاعت کرنے کی توفیق عطا فرمائے)۔ آمین۔

قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ج فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ج وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْآ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۳﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ﴿۲۴﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِيْ وَاَخِيْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۵﴾ قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ج يَتِيْهُوْنَ فِي الْاَرْضِ ط فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۶﴾ ع

لفظی ترجمہ :

قَالَ رَجُلٰنِ کہا دو شخصوں نے مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ ان لوگوں میں سے جو خوف کھانے والے تھے اللہ تعالیٰ سے اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا اللہ تعالیٰ نے ان پر انعام فرمایا تھا (کہا ان دونوں نے) ادْخُلُوْا داخل ہو جاؤ عَلَيْهِمُ الْبَابَ اپنے دشمن پر دروازے سے فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ پس جب

تم اس دروازے سے داخل ہو جاؤ گے فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ پس بیشک تم غالب ہونے والے ہو گے وَعَلَى اللّٰهِ اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہی فَتَوَكَّلُوْٓا پس تم بھروسہ کرو اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اگر ہو تم ایمان والے قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى کہا انہوں نے اے موسیٰ! اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ بے شک ہم ہرگز نہیں داخل ہوں گے ارضِ مقدسہ میں اَبَدًا کبھی بھی مَّا دَامُوْا فِيْهَا جب تک وہ لوگ اس میں ہوں گے فَاذْهَبْ اَنْتَ پس جا تو وَرَبُّكَ اور تیرا رب فَقَاتِلَآ پس دونوں جا کر لڑو اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ بیشک ہم یہاں بیٹھے رہیں گے قَالَ رَبِّ فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے اے میرے رب! اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ بے شک میں نہیں مالک اِلَّا نَفْسِیْ مگر اپنی جان کا وَاَخِیْ اور اپنے بھائی کا فَافْرُقْ بَيْنَنَا پس تو تفریق کر دے ہمارے درمیان وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ اور فاسق قوم کے درمیان قَالَ فَاِنَّهَا فرمایا پروردگار نے پس تحقیق وہ ارضِ مقدسہ مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ حرام کردی گئی ان پر اَرْبَعِيْنَ سَنَةً چالیس سال يَتِيْهُوْنَ فِی الْاَرْضِ حیران پھرتے رہیں گے زمین میں فَلَا تَاْسَ پس تو نہ افسوس کر عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ نافرمانی کرنے والی قوم پر۔

عمالقہ کی جاسوسی کا منظم منصوبہ :

بنی اسرائیل پہلے فرعون کے غلام تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو موسیٰ علیہ السلام کی وجہ سے نجات عطاء فرمائی۔ فرعون بمع لشکر کے بحر قلزم میں غرق ہوا اور موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم

دریا عبور کر گئی وادی سینا میں پہنچ کر کچھ دن آرام کیا پھر ان کو حکم ہوا کہ شام کے علاقہ میں عمالقہ قوم آباد ہے ان کے ساتھ جہاد کرو علاقہ پر قبضہ کرو اور میرا دین پھیلاؤ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے اور ہر بیٹے کے نام پر الگ الگ خاندان تھا کوئی یہودی کوئی روبیلی کوئی بنیامینی اور کوئی یوسفی کہلاتا تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہر ہر خاندان میں سے ایک ایک آدمی منتخب فرمایا اور ان بارہ آدمیوں کو جاسوسی کے لئے شام کے علاقہ میں بھیجا فرمایا کوئی تاجر کی حیثیت سے کوئی سیاح بن کر اور کوئی محض مسافر کی حیثیت سے ملک شام میں داخل ہو جاؤ اور جائزہ لو کہ وہ کس طرح کے لوگ ہیں ان کی چھاؤنیاں کتنی ہیں، اسلحہ کی کیا پوزیشن ہے۔ اور ان کے لڑنے کا کیا طریقہ ہے اور واپس آکر ہم دو بھائیوں کو ہی رپورٹ پیش کرنی ہے۔ ہمارے سوا کسی کو کچھ نہیں بتانا۔ کیونکہ اگر تم عام لوگوں کو آکر بتاؤ گے کہ وہ بڑے جابر لوگ ہیں اور ان کے پاس بڑا اسلحہ ہے تو ان کی ہمتیں پست ہو جائیں گی۔

چنانچہ وہ بارہ آدمی گئے۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہاں کتنی مدت رہے مہینہ رہے، دو مہینے رہے اس وقت ایک ملک سے دوسرے ملک جانے کے لئے ویزے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ چنانچہ جائزہ لینے کے بعد جب واپس آئے تو سوائے دو آدمیوں کے ایک یوشع بن نون جو پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خادم اور بعد میں نبوت سے سرفراز ہوئے اور دوسرے مالب بن یوقنا یہ بھی حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے بعد نبی بنائے گئے۔ باقی دس نے سب آدمیوں کے سامنے حالات بیان کئے کہ وہ بڑی ڈیل ڈول والی قوم ہے ان کے بڑے بڑے محفوظ قلعے ہیں اور بڑے جنگجو لوگ ہیں۔ بنی اسرائیلی غلام قوم تھی آزادی سے واقف نہ تھے۔ ایسی قوم بزدل ہوتی ہے۔ اور موت سے

ڈرتی ہے اور یاد رکھنا بنی اسرائیلی من حیث القوم جتنا موت سے ڈرتے تھے اتنی اور کوئی قوم موت سے نہیں ڈرتی۔

چنانچہ قرآن پاک میں ہے "اے یہودیو! اگر تمہیں یہ دعویٰ ہے کہ تم ہی اور لوگوں کے سوا اللہ تعالیٰ کے دوست ہو تو موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو"۔ فرمایا "وَلَا یَتَمَنَّوْنَهٗ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ". (الجمعہ : ۷)۔ اور ہرگز یہ اس کی آرزو نہیں کریں گے بسبب ان اعمال کے جو یہ کر چکے ہیں۔ تو خیر! دو آدمیوں کے علاوہ باقیوں نے عام لوگوں کو سارے حالات بتا دئے اس کا ذکر ہے۔ فرمایا.........

قَالَ رَجُلٰنِ کہا دو شخصوں نے۔ یعنی یوشع بن نون اور مالب بن یوقنانے مِنَ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ ان لوگوں میں سے جو خوف کھانے والے تھے اللہ تعالیٰ سے۔ کہ وعدہ خلافی گناہ ہے اور وہ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے ساتھ وعدہ کر کے گئے تھے کہ وہاں کے حالات تمہارے علاوہ کسی کو نہیں بتائیں گے۔

اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمَا اللہ تعالیٰ نے ان پر انعام فرمایا تھا۔ کہ اپنے اپنے وقت پر دونوں کو نبی بنایا نبوت بہت بڑا انعام ہے۔ اور ان کا وعدے پر پورا اترنا بھی اللہ تعالیٰ کا انعام تھا۔ ان دو آدمیوں نے قوم کو ترغیب دینے کے لئے کہا اُدْخُلُوْا عَلَیْهِمُ الْبَابَ داخل ہو جاؤ اپنے دشمن پر دروازے سے۔ اس زمانے میں شہر کے چاروں طرف دیوار ہوتی تھی جس کو سور البلد کہتے تھے اور شہر میں آنے جانے کے لئے دروازے ہوتے تھے جس طرح گوجرانوالہ میں کھیالی دروازہ، لاہوری دروازہ، سیالکوٹی دروازہ ہے اسی طرح لاہور میں دلی دروازہ موچی دروازہ، ملتان میں بھی دروازے تھے اگرچہ اب وہ تقریباً ختم ہو گئے ہیں۔ تو اس طرح پرانے زمانے میں دروازے ہوتے تھے تو ان

دو آدمیوں نے ترغیب دی کہ عمالقہ قوم کے دروازے سے داخل ہو جاؤ۔

سورالبلداوراس میں داخلے کی ترغیب :

فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ پس جب تم اس دروازے سے داخل ہو جاؤ گے۔ تو بیت المقدس فتح ہو جائے گا۔ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ پس بیشک تم غالب ہونے والے ہو گے۔ کیونکہ جب دارالخلافہ فتح ہو گیا تو پھر فتح ہی فتح ہے۔ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہی تم بھروسہ کرو اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اگر ہو تم ایمان والے قَالُوْا يٰمُوْسٰى بنی اسرائیل نے کہا اے موسیٰ! اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا بے شک ہم ہرگز نہیں داخل ہوں گے ارضِ مقدسہ میں کبھی بھی مَّا دَامُوْا فِيْهَا جب تک وہ لوگ اس میں ہوں گے۔ اس سے پہلے درس میں آپ نے پڑھا کہ "فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ"۔ پس اگر وہ خود بخود وہاں سے چلے جائیں تو پھر ہم داخل ہوں گے۔ مگر جب تک وہ وہاں ہیں ہم نہیں جائیں گے ان لوگوں نے موسیٰ علیہ السلام کو کتنا صاف جواب دیا......

قوم کا جواب :

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ پس جا تو اور تیرا رب فَقَاتِلَآ پس دونوں جا کر لڑو اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ بیشک ہم یہاں بیٹھے رہیں گے۔ وادی تیہ میں۔ یہ حال تھا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کا بخلاف اس کے امام الانبیاء کے اصحاب کا حال احادیث میں مذکور ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ کافر مدینہ طیبہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاصے پریشان ہوئے اور پریشانی کی وجہ یہ تھی کہ انصارِ مدینہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات طے کی تھی کہ اگر شہر میں آ کر کوئی حملہ آور ہوا تو ہم دفاع کریں گے اور اگر لڑائی کے لئے

باہر جانا پڑا تو ہم مجبور نہیں ہوں گے تو آپ ﷺ پریشان ہوئے کہ مہاجرین تو تھوڑے سے ہیں۔ کیونکہ کچھ ابھی تک مکہ مکرمہ سے نہیں آئے تھے اور کچھ حبشہ میں موجود تھے۔ اور انصار کو باہر جانے پر مجبور نہیں کر سکتے تھے کیونکہ پہلے طے ہو چکا تھا۔

قومِ موسیٰ (علیہ السلام) اور آنحضرت ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں جوابی منظر :

چنانچہ آپ ﷺ نے مسجد نبوی میں (زادھا اللہ شرفا و کرامۃً) میٹنگ بلائی۔ فرمایا تمام ساتھی مسجد میں اکٹھے ہو جاؤ۔ جب سارے ساتھی اکٹھے ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا ''ہم جب مکہ مکرمہ میں تھے کافروں نے ہم پر بڑے ظلم ڈھائے: میرے ساتھ یہ زیادتی ہوئی، فلاں پر یہ ظلم ہوا، فلاں پر یہ ظلم ہوا اور یہاں آنے کے بعد کرز بن جابر فہری نے حملہ کر کے بیت المال کے اونٹ چھین لئے اور اب معلوم ہوا ہے کہ وہ ہم پر حملہ کرنے کیلئے آرہے ہیں ہمیں کیا کرنا چاہیے''؟۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سنتے ہی فوراً کھڑے ہو گئے اور نہایت خوبصورتی کے ساتھ اظہارِ جانثاری فرمایا۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور نہایت خوبصورتی کے ساتھ اظہارِ جاں نثاری فرمایا۔ ان کے بعد حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا ''یارسول اللہ! ہم موسیٰ رضی اللہ عنہ کی قوم کی طرح نہیں کہ آپ سے یہ کہیں کہ آپ جائیں اور آپ کا رب جائے اور جا کے لڑو، حضرت ہم آپ کے دائیں، بائیں، آگے، پیچھے دشمن کے ساتھ لڑیں گے''۔ آنحضرت ﷺ بڑے خوش ہوئے اور آپ ﷺ کا چہرہ مبارک فرطِ مسرت سے چمک اٹھا۔

سردارِ انصار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے اشارے کو سمجھ گئے اور فوراً

عرض کیا یارسول اللہ! شاید آپ کا روئے سخن انصار کی طرف ہے؟۔آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! حضرت سعد بن معاذ ﷺ نے عرض کیا ''حضرت! آپ ﷺ ہمیں اگر برک الغماد جانے کا حکم دیں گے تو ضرور ہم آپ کے ساتھ جائیں گے قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق دے کر بھیجا ہے اگر آپ ﷺ ہمیں سمندر میں کود پڑنے کا حکم دیں گے تو ہم اسی وقت سمندر میں کود پڑیں گے اور ہم میں سے ایک شخص بھی پیچھے نہیں رہے گا، ہماری طرف سے آپ مطمئن رہیں''۔

اور واقعی ایسا ہی ہوا صحابہ کرام ﷺ کی قربانی کی جہان میں مثال نہیں ملتی۔احد کے معرکہ میں آنحضرت ﷺ ایک جگہ تنہا کھڑے تھے۔عتبہ بن ابی وقاص اس وقت کافر تھا اس نے آپ ﷺ کو پتھر مارا سامنے کے جو دانت ہیں ان میں سے آپ ﷺ کا دایاں دانت مبارک شہید ہوگیا۔خون کے فوارے چھوٹ گئے۔عبداللہ بن قمیہ کافر نے تلوار ماری خود کٹا اس سے آپ ﷺ کا چہرہ مبارک زخمی ہوگیا۔حضرت ام عمارہؓ دیکھ رہی تھیں انہوں نے جب دیکھا کہ ابن قمیہ دوبارہ وار کرنا چاہتا ہے آگے بڑھیں اور اس کا وار اپنے کندھے پر برداشت کیا اس موقعہ پر آپ ﷺ نے فرمایا ''جو میرا دفاع کرے گا اس کو جنت ملے گی''۔

مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ ''انصارِ مدینہ کے سات بچے جن کی عمریں پندرہ، سولہ اور سترہ سال تھیں۔میدان میں آئے اور اپنی جانیں قربان کر کے پیغمبر کی جان بچائی۔تو خیر! موسیٰ ؑ کی قوم نے کہا کہ ہم ہرگز نہیں داخل ہوں گے ارضِ مقدس میں کبھی بھی جب تک عمالقہ قوم وہاں موجود ہے۔آپ جائیں اور آپ کا رب جائے دونوں جا کے لڑو ہم یہاں بیٹھے ہیں۔

قوم کی طرف سے موسیٰ (علیہ السلام) کی مایوسی :

قَالَ رَبِّ فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے اے میرے رب! اِنِّیْ لَآ اَمْلِکُ بے شک میں نہیں مالک اِلَّا نَفْسِیْ وَاَخِیْ مگر اپنی جان کا اور اپنے بھائی کا۔ میں اور میرا بھائی ہم دونوں تیار ہیں آپ جو حکم فرمائیں۔ یہ دونوں پیغمبر تھے اور دوسرے دو بزرگوں کا ذکر اس لئے نہیں کیا کہ ان کو ابھی نبوۃ نہیں ملی تھی۔ فرمایا اب میرا نباہ قوم کے ساتھ نہیں ہوسکتا۔

قوم پر عتاب :

فَافْرُقْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ پس تو تفریق کردے ہمارے اور فاسق قوم کے درمیان قَالَ فَاِنَّھَا مُحَرَّمَۃٌ عَلَیْھِمْ فرمایا پروردگار نے پس تحقیق وہ ارضِ مقدسہ حرام کردی گئی ان پر اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً چالیس سال۔ یہ بوڑھے مریں گے نئی نسل پیدا ہوگی اور آزاد آب وہوا میں پرورش پائیں گے ان میں لڑنے کی جرأت ہوگی موجودہ لوگوں میں لڑنے کی جرأت نہیں ہے لہٰذا سزا کے طور پر.................

یَتِیْھُوْنَ فِی الْاَرْضِ حیران پھرتے رہیں گے زمین میں۔ یعنی وادیٔ سینا میں۔ فَلَا تَاْسَ عَلَی الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ پس تو نہ افسوس کرنا فرمانی کرنے والی قوم پر۔ آپ نے فریضہ ادا کردیا ہے آپ اپنا کام کریں، یہ اپنا کریں۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَىْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ

مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ؕ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ

ؕ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿٢٧﴾ لَئِنْۢ

بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ

اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ

﴿٢٨﴾ اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِيْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ

اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴿٢٩﴾ ۚ

فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ

الْخٰسِرِيْنَ ﴿٣٠﴾ فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ

لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْاَةَ اَخِيْهِ ؕ قَالَ يٰوَيْلَتٰٓى

اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْاَةَ

اَخِيْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ﴿٣١﴾ ۚلا

لفظی ترجمہ :

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ اور (اے پیغمبر ﷺ) پڑھ تو ان کے سامنے نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ آدم k کے دو بیٹوں کی خبر بِالْحَقِّ جو بالکل سچی ہے اِذْ قَرَّبَا جب دونوں نے قربانی دی قُرْبَانًا قربانی کرنا فَتُقُبِّلَ پس قبول کرلی گئی مِنْ اَحَدِهِمَا ان میں سے ایک کی وَلَمْ يُتَقَبَّلْ اور نہ قبول کی گئی مِنَ الْاٰخَرِ دوسرے سے قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ اس نے کہا البتہ ضرور میں تجھے قتل کروں گا قَالَ کہا پہلے نے اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ پختہ بات ہے قبول کرتا ہے اللہ تعالیٰ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ پرہیزگاروں سے لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ البتہ اگر بڑھایا تم نے میری طرف اپنا ہاتھ لِتَقْتُلَنِيْ تاکہ تو مجھے قتل کرے مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ میں نہیں بڑھاؤں گا يَّدِيَ اِلَيْكَ اپنا ہاتھ تیری طرف لِاَقْتُلَكَ تاکہ میں تجھے قتل کردوں اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ بیشک میں ڈرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اِنِّيْٓ اُرِيْدُ بے شک میں چاہتا ہوں اَنْ تَبُوْٓاَ یہ کہ لوٹے تو بِاِثْمِيْ میرا گناہ لے کر وَاِثْمِكَ اور اپنا گناہ لے کر فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ پس ہو جائے تو دوزخ والوں میں سے وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ اور یہ بدلہ ہے ظالموں کا فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ پس آمادہ کیا اس کو اس کے نفس نے قَتْلَ اَخِيْهِ اپنے بھائی کے قتل کرنے پر فَقَتَلَهٗ پس اس نے اس کو قتل کردیا

فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ پس ہوگیا وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے
فَبَعَثَ اللّٰہُ پس بھیجا اللہ تعالیٰ نے غُرَابًا ایک کوا یَّبْحَثُ فِی الْاَرْضِ
پس وہ کرید تا تھا زمین کو لِیُرِیَہٗ تاکہ اس کو دکھائے کَیْفَ یُوَارِیْ سَوْاَۃَ
اَخِیْہِ کیسے چھپائے وہ اپنے بھائی کی لاش کو قَالَ کہا اس نے یٰوَیْلَتٰٓی
ہائے افسوس مجھ پر اَعَجَزْتُ کیا میں عاجز ہوگیا اَنْ اَکُوْنَ مِثْلَ ھٰذَا
الْغُرَابِ اس سے کہ میں ہوجاتا اس کوے کی طرح فَاُوَارِیَ سَوْاَۃَ اَخِیْ
پس میں اپنے بھائی کی لاش کو چھپالیتا فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِیْنَ پس ہوگیا وہ
پچھتانے والوں میں سے۔

خالی نسبت کام نہیں آتی :

اللہ تبارک وتعالیٰ نے مخلوق کی ہدایت کے لئے قرآن پاک میں بہت سارے واقعات اور قصے بیان فرمائے ہیں۔ ہر قصے میں عبرت اور نصیحت ہے۔ ان آیات میں جو واقعہ بیان ہوا اس میں یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ بڑے سے بڑے نیک آدمی کے ساتھ بھی نسبت ہو اور اپنے اندر کچھ نہ ہو تو خالی نسبت کچھ کام نہیں آتی۔ دیکھو آدمؑ پیغمبر ہیں۔ اور پیغمبر کی بڑی شان ہے۔ ان کے صلبی بیٹے نے ان کی نافرمانی کی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اس وقت کی شریعت کی نافرمانی کی، دوزخی ہوگیا۔ پیغمبر کے ساتھ نسبت کام نہ آئی، ہاں! نسبت کے ساتھ ساتھ ایمان اور عمل صالح بھی ہو تو سونے پر سہاگہ ہے نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ہے۔

واقعہ اس طرح پیش آیا کہ حضرت حواؑ کے ہاں ایک وقت میں لڑکا لڑکی جڑواں

پیدا ہوتے تھے یعنی جب بھی پیدا ہوتے لڑکا لڑکی اکٹھے پیدا ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے نسل کی افزائش کے لئے قانون بنایا تھا۔ یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت تھی اور اس وقت ضرورت بھی تھی کہ پہلی پیدائش کی لڑکی کا نکاح دوسری پیدائش کے لڑکے کے ساتھ اور دوسری پیدائش کی لڑکی کا نکاح پہلی پیدائش کے لڑکے کے ساتھ جائز تھا۔ اور جو جڑواں پیدا ہوئے ان کا آپس میں نکاح ناجائز تھا۔ اب یہ حکم منسوخ ہے۔

ہابیل کا واقعہ قتل :

آدم علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام ہابیل تھا اور دوسرے بیٹے کا نام قابیل تھا۔ قابیل کے ساتھ جو لڑکی پیدا ہوئی اس کا نام تھا اِقْلِیْمَہ یہ خوبصورت تھی اور ہابیل کے ساتھ جو لڑکی پیدا ہوئی اس کا نام تھا یَلُوْوا یہ خوبصورت نہیں تھی۔ رب تعالیٰ کی قدرت ہے ماں باپ ایک ہیں ایک کی شکل اور ہے، دوسرے کی شکل اور ہے، اس کی قدرت میں کسی کو کوئی دخل نہیں ہے۔

دونوں جوڑے جوان ہوئے حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ اب تمہاری شادی کا انتظام کرنا ہے۔ اور شادی اس طرح ہوگی کہ قابیل کی بہن کا ہابیل کے ساتھ نکاح ہوگا اور ہابیل کی بہن کا قابیل کے ساتھ نکاح ہوگا۔ قابیل ضد کر گیا کہنے لگا میں تو اس کے ساتھ نکاح کروں گا جو میرے ساتھ پیدا ہوئی۔ حضرت آدم علیہ السلام حیران ہوگئے کہ میں باپ ہوں، وقت کا پیغمبر ہوں اور اسے شرعی حکم بتایا ہے اور یہ ماننے کیلئے تیار نہیں ہے اسے خود بھی سمجھایا اور حضرت حوا علیہا السلام نے بھی سمجھایا مگر جو آدمی ضد پر اتر آئے اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ آخر کار آدم علیہ السلام نے یہ تدبیر پیش کی کہ دونوں بھائی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے قربانی پیش کرو اس طرح کہ قربانی کو میدان میں رکھ دو آسمان سے آگ

آئے گی وہ جس کی قربانی کو جلادے وہ کامیاب اور جس کی قربانی کو نہ جلائے وہ ناکام یعنی اقلیمہ کے ساتھ نکاح اس کا ہوگا جس کی قربانی کو آگ جلادے گی۔ چنانچہ ہابیل رحمۃ اللہ علیہ نے موٹا تازہ دنبہ قربان کر کے میدان میں رکھ دیا اور قابیل نے وہ سٹے جو گندم باجرہ وغیرہ کاٹتے وقت پیچھے گر جاتے ہیں اور مالک دوسرے لوگوں کو اٹھانے کی اجازت دے دیتے ہیں اور بعضے مالک خود بھی اٹھالیتے ہیں وہ گرے پڑے خوشے اس نے اکٹھے کئے اور قربانی کیلئے لاکر میدان میں رکھ دیئے۔

شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ :

حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام اور دیگر حضرات منتظر تھے کہ دیکھو کس کی قربانی قبول ہوتی ہے۔ آگ آئی اس نے دنبے کو جلا دیا اور سٹے خوشے اسی طرح پڑے رہے۔ حالانکہ خوشوں کو آگ جلدی لگتی ہے۔ اتنی واضح علامت دیکھنے کے باوجود قابیل نہ مانا الٹا ہابیل رحمۃ اللہ علیہ کو کہنے لگا میں تجھے ضرور قتل کروں گا کہ تیری قربانی قبول ہوئی ہے میری کیوں نہیں ہوئی ؟ اس کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ اور (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) پڑھ تو ان کے سامنے نَبَاَ ابْنَیْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کی خبر جو بالکل سچی ہے اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا جب دونوں نے قربانی دی قربانی کرنا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا پس قبول کر لی گئی ان میں سے ایک کی وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ اور نہ قبول کی گئی دوسرے سے قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ اس نے کہا البتہ ضرور میں تجھے قتل کروں گا۔ ہابیل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ بھائی اس میں میرا کیا قصور ہے؟ آگ تیرے سامنے آئی ہے اس نے تیری قربانی کو چھیڑا تک نہیں ہے۔ اور میری قربانی کو جلا دیا اس میں میرا کیا قصور ہے؟

قَالَ کہا پہلے نے اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ پختہ بات ہے قبول کرتا ہے اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں سے لَئِنْ م بَسَطْتَّ اِلَیَّ یَدَکَ البتہ اگر بڑھایا تم نے میری طرف اپنا ہاتھ لِتَقْتُلَنِیْ تاکہ تو مجھے قتل کرے مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ یَّدِیَ اِلَیْکَ میں نہیں بڑھاؤں گا اپنا ہاتھ تیری طرف لِاَقْتُلَکَ تاکہ میں تجھے قتل کر دوں اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰہَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ بیشک میں ڈرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اِنِّیْٓ اُرِیْدُ بے شک میں چاہتا ہوں اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِیْ وَاِثْمِکَ یہ کہ لوٹے تو میرا گناہ لے کر اور اپنا گناہ لے کر فَتَکُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ پس ہوجائے تو دوزخ والوں میں سے وَذٰلِکَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ اور یہ بدلہ ہے ظالموں کا۔ شرافت کا تقاضا تو یہ تھا کہ نشانی دیکھنے کے بعد قابیل مان جاتا کہ رب تعالیٰ کی طرف سے ہے اس میں کسی کا کوئی دخل نہیں ہے۔ مگر وہ بپھر گیا پھر جب ہابیل علیہ السلام نے اپنی عاجزی کا اظہار کیا تھا نرم ہوجاتا اور ہاتھ نہ اٹھاتا۔ مگر اس پر کسی بات کا کوئی اثر نہ ہوا نہ والدین کے سمجھانے کا نہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قربانی کا............

فَطَوَّعَتْ لَہٗ نَفْسُہٗ پس آمادہ کیا اس کو اس کے نفس نے قَتْلَ اَخِیْہِ اپنے بھائی کے قتل کرنے پر فَقَتَلَہٗ پس اس نے اس کو قتل کر دیا فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ پس ہو گیا وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے۔ دنیا میں نقصان اٹھایا کہ اپنے بھائی کو قتل کر دیا بھائی بازو ہوتا ہے۔ اور آخرت میں تو نقصان ہی نقصان ہے۔ کیونکہ شرک کے بعد بڑے گناہوں میں سے قتل ناحق ہے۔ پھر مومن مطیع بھائی کا قتل گناہ میں اور اضافہ کرتا ہے۔ چونکہ اس سے پہلے کسی انسان کی موت واقع نہیں ہوئی تھی اس لئے قابیل کی سمجھ میں یہ بات نہیں آرہی تھی کہ بھائی کی بے جان لاش کو کیسے ٹھکانے لگائے۔ اس

موقع پر اللہ تعالیٰ نے اس کی پریشانی کو دور کرنے کے لئے اس کی راہنمائی فرمائی۔

زیرِ زمین دفن کا آغاز :

فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا پس بھیجا اللہ تعالیٰ نے ایک کوا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ پس وہ کریدتا تھا زمین کو۔ دو کوے لڑے ایک نے دوسرے کو مار ڈالا پھر اس نے قابیل کے سامنے زمین کو پنجوں کے ساتھ کریدا اور مردہ کو اس میں رکھا پھر اس پر مٹی ڈال کر اس کو چھپا دیا۔ ایسا کیوں کیا۔

لِيُرِيَهٗ تا کہ اس (قابیل) کو دکھائے كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْاَةَ اَخِيْهِ کیسے چھپائے وہ اپنے بھائی کی لاش کو قَالَ کہا اس (قابیل) نے يٰوَيْلَتٰٓى ہائے افسوس مجھ پر اَعَجَزْتُ کیا میں عاجز ہو گیا اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ اس سے کہ میں ہو جاتا اس کوے کی طرح کہ اس کوے جتنی سمجھ مجھ میں ہوتی۔

قابیل مسلمان تھا یا کافر؟ :

فَاُوَارِيَ سَوْاَةَ اَخِيْ پس میں اپنے بھائی کی لاش کو چھپا لیتا۔ بھائی! جس نے ماں باپ کا حکم نہ مانا پھر وہ کوے سے ہی سبق حاصل کرے گا اور کیا کرے گا اب سوال یہ ہے کہ قابیل مسلمان تھا یا کافر تو اس کے متعلق مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم کا اختلاف ہے۔ ایک گروہ کا نظریہ، یہ ہے کہ وہ کافر تھا۔ اس لئے کہ اس نے رب تعالیٰ کا حکم نہ مانا۔ پیغمبر کا حکم نہ مانا باپ کا حکم نہ مانا وقت کی شریعت کو تسلیم نہ کیا وہ مسلمان کیسے رہا۔ دوسرے گروہ کا نظریہ ہے کہ اس نے یہ سب کچھ جذبات میں آ کر کیا۔ گنہگار تھا کافر نہیں تھا۔ جتنی دیر رب تعالیٰ کو منظور ہو گا دوزخ میں رہے گا پھر دوزخ سے نکال لے گا۔ مگر پہلے گروہ کی بات زیادہ معقول اور مضبوط معلوم ہوتی ہے کہ باپ پیغمبر ہے، باپ کا نافرمان پیغمبر کا

نافرمان وقت کی شریعت کا نافرمان، مسلمان کیسے رہا؟۔

نسبت کب کام آئے گی؟ :

فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِیْنَ پس ہو گیا وہ پچھتانے والوں میں سے۔اللہ تعالیٰ نے یہ واقعہ ہمارے سامنے بیان فرما کر یہ بات سمجھائی ہے کہ خالی نسبت کچھ کام نہیں آئے گی نسبت کے ساتھ ساتھ اپنے اندر بھی کچھ ہو، تب نسبت کا فائدہ ہوگا۔

مِنْ اَجْلِ ذٰلِکَ کَتَبْنَا عَلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ اَنَّہٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْفَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَکَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا ط وَمَنْ اَحْیَاھَا فَکَاَنَّمَآ اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا ط وَلَقَدْ جَآءَتْھُمْ رُسُلُنَا بِالْبَیِّنٰتِ ز ثُمَّ اِنَّ کَثِیْرًا مِّنْھُمْ بَعْدَ ذٰلِکَ فِی الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ۝۳۲ اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْیُصَلَّبُوْٓا اَوْتُقَطَّعَ اَیْدِیْھِمْ وَاَرْجُلُھُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْیُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ط ذٰلِکَ لَھُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَلَھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝۳۳ لا اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَیْھِمْ ج فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝۳۴

لفظی ترجمہ :

مِنْ اَجْلِ ذٰلِکَ اسی وجہ سے کَتَبْنَا ہم نے لکھ دیا عَلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ بنی اسرائیل پر اَنَّہٗ بیشک شان یہ ہے کہ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا م بِغَیْرِ

نَفْسٍ جس نے قتل کیا کسی نفس کو بغیر کسی جان کے قتل کرنے کے اَوْفَسَادٍ فِی الْاَرْضِ یا بغیر زمین میں فساد کرنے کے فَکَاَنَّمَا پس گویا کہ قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا اس نے قتل کر دیا سب لوگوں کو وَمَنْ اَحْیَاھَا اور جس نے زندہ رکھا ایک جان کو فَکَاَنَّمَآ اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا پس گویا کہ اس نے زندہ رکھا سب لوگوں کو وَلَقَدْ جَآءَ تْھُمْ اور البتہ تحقیق آئے ان کے پاس رُسُلُنَا ہمارے پیغمبر بِالْبَیِّنٰتِ واضح دلیلیں لے کر ثُمَّ اِنَّ کَثِیْرًا مِّنْھُمْ پھر بیشک بہت سے ان میں سے بَعْدَ ذٰلِکَ اس کے بعد فِی الْاَرْضِ زمین میں لَمُسْرِفُوْنَ البتہ اسراف کرنے والے تھے اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ پختہ بات ہے سزا ان لوگوں کی یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ لڑتے ہیں وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ اور کوشش کرتے ہیں زمین میں فَسَادًا فساد کی اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا یہ کہ ان کو قتل کیا جائے اَوْیُصَلَّبُوْٓا یا انہیں سولی پر لٹکایا جائے اَوْتُقَطَّعَ یا کاٹ دیئے جائیں اَیْدِیْھِمْ وَاَرْجُلُھُمْ ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں مِّنْ خِلَافٍ الٹے اَوْیُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ یا ان کو دور کر دیا جائے زمین سے ذٰلِکَ لَھُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا یہ ان کے لئے رسوائی ہے دنیا میں وَلَھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ اور ان کے لئے آخرت میں عَذَابٌ عَظِیْمٌ عذاب ہوگا بڑا اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَیْھِمْ اس سے پہلے کہ تم ان پر قدرت پاؤ

فَاعْلَمُوْآ پس تم جان لو اَنَّ اللّٰہَ بیشک اللہ تعالیٰ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ بخشنے والا مہربان ہے۔

ربط آیات :

اس سے پہلی آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا ذکر فرما کر یہ بات سمجھائی کہ نافرمان بیٹے کی نسبت کچھ کام نہ آئی اور وہ دوزخ میں گیا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں............

مِنْ اَجْلِ ذٰلِکَ اسی وجہ سے۔ کہ خالی نسبت کام نہیں آتی کَتَبْنَا عَلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ ہم نے لکھ دیا بنی اسرائیل پر اَنَّہٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا ، بِغَیْرِ نَفْسٍ بیشک شان یہ ہے کہ جس نے قتل کیا کسی نفس کو بغیر کسی جان کے قتل کرنے کے۔ کہ اس نے کسی کو بلاوجہ قتل کر دیا۔ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ یا بغیر زمین میں فساد کرنے کے۔ کہ اس نے زنا نہیں کیا، چوری نہیں کی، ڈاکہ نہیں ڈالا یا ایسا کوئی برا کام نہیں کیا کہ جس سے زمین میں فساد برپا ہو۔ ایسے شخص کو قتل کر دے۔

ایک انسان کا قتل تمام انسانیت کا قتل ہے :

فَکَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا پس گویا کہ اس نے قتل کر دیا سب لوگوں کو۔ کیونکہ اس سے قتل کی ریت اور عادت پڑ جائے گی کہ فلاں نے قتل کیا ہے میں بھی قتل کروں۔

آج کل قتل عام کی وجہ :

آج کل قتل عام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ قتل کی شرعی سزا نافذ نہیں ہے۔ اس لئے

لوگ قتل پر جری ہیں۔ ان کو معلوم ہے کہ ہمیں کوئی پکڑنے والا نہیں ہے۔ کیونکہ فلاں صاحب ہمارے پشت پناہ ہیں۔ اور اگر پکڑے بھی گئے تو رشوت اور سفارش کے ذریعہ رہا ہو جائیں گے۔ اور اگر شرعی سزا نافذ ہو اور قاتل کا قصاص میں سرعام سر قلم کر دیا جائے دو چار پر عمل ہوگا تو قتل کا نام بھی کوئی نہیں لے گا۔ لیکن یہاں چونکہ رہائی کی امیدیں بڑی ہیں اس لئے گناہ ہو رہے ہیں۔ فرمایا............

وَمَنْ اَحْيَاهَا اور جس نے زندہ رکھا ایک جان کو فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا پس گویا کہ اس نے زندہ رکھا سب لوگوں کو۔ کہ اس نے صبر سے کام لیا کسی کو قتل نہ کیا تو لوگ اس سے سبق حاصل کریں گے کہ وہ بھی کسی کو قتل نہیں کریں گے پھر فرمایا............

وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ اور البتہ تحقیق آئے ان کے پاس ہمارے پیغمبر واضح دلیلیں لے کر۔ بنی اسرائیل کے پاس ہمارے پیغمبر واضح دلیلیں لے کر بنی اسرائیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تقریباً چار ہزار پیغمبر تشریف لائے ہیں یہ کوئی تھوڑی تعداد نہیں ہے بڑی تعداد ہے۔

ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ پھر بیشک بہت سے ان میں سے بَعْدَ ذٰلِكَ اس کے بعد فِي الْاَرْضِ زمین میں لَمُسْرِفُوْنَ البتہ اسراف کرنے والے تھے۔ باوجود اس کے کہ پیغمبروں کے آنے کے بعد ان پر حقیقت واضح ہوگئی جائز ناجائز سے ان کو آگاہ کر دیا مگر انہوں نے زیادتیاں کیں، شرارتیں کیں۔ آگے اللہ تعالیٰ ڈاکوؤں کی سزا بیان فرماتے ہیں۔

ڈاکوؤں کی سزا :

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ پختہ بات ہے سزا ان لوگوں کی جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ لڑتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تو حکم دیا ہے کہ چوری نہ کرو ڈاکہ نہ ڈالو قتل نہ کرو یہ اس کے حکموں کی مخالفت کرتے ہیں۔

وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اور کوشش کرتے ہیں زمین میں فساد کی۔ان کی سزا یہ ہے۔

شانِ نزول :

پہلے ان آیات کا شانِ نزول سمجھ لیں۔ دو قبیلے تھے ایک کا نام تھا عُکلْ اور دوسرے کا نام تھا عُرَیْنَہ ان دونوں قبیلوں کے آٹھ آدمی مدینہ طیبہ میں آنحضرت ﷺ کے پاس آئے کہنے لگے ہم مسلمان ہونا چاہتے ہیں۔ فرمایا ٹھیک ہے کلمہ پڑھو اور مسلمان ہو جاؤ۔ ان کی بڑی خاطر تواضع ہوتی رہی چونکہ دیہاتی لوگ تھے، شہری غذا اور آب و ہوا موافق نہ آئی بیمار ہو گئے کہنے لگے حضرت! ہم دودھ پینے والے لوگ تھے۔ یہاں ہمیں سبزیاں کھانی پڑتی ہیں۔ ہمارے پیٹ خراب ہو گئے ہیں۔ ہم تکلیف میں ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ فلاں جگہ ہمارے بیت المال کے اونٹ ہیں وہاں چلے جاؤ جگہ بھی کشادہ ہے وہاں رہو اور دودھ خوب پیو۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ان کے ساتھ آدمی بھیجا کہ ان کو وہاں پہنچاؤ۔ اور بیت المال کے ذمہ داران سے کہو کہ یہ سرکاری مہمان ہیں ان کی خدمت کرو، دودھ پلاؤ۔

چنانچہ وہاں انہوں نے خوب دودھ پیا اور موٹے تازے ہو گئے تو منصوبہ بنایا کہ دو ملازم ہیں ایک سودا سلف لینے شہر جاتا رہتا ہے۔ دوسرا پیچھے اکیلا ہوتا ہے اس کو قتل کر

کے اونٹ لے کر بھاگ جائیں۔ بیت المال مدینہ طیبہ سے کافی فاصلے پر تھا۔ موقع کی تلاش میں رہے۔ چنانچہ ایک ساتھی سودا سلف لینے کیلئے مدینہ طیبہ گیا۔ دوسرے ساتھی کو اکیلا پا کر انہوں نے بڑی بے دردی کے ساتھ قتل کر دیا۔ وہ اس طرح کہ اس کے ہاتھ پاؤں باندھنے کے بعد اس کی آنکھوں میں گرم سلاخیں پھیر کر وہ ضائع کر دیں وہ پانی مانگتا تھا پانی بھی نہیں دیتے تھے اس طرح اس نے تڑپ تڑپ کر جان دے دی اور یہ اونٹ لے کر چل پڑے جب یہ خبر مدینہ طیبہ (زادھا اللہ شرفًا و کرامۃً) پہنچی۔ صحابہ کرام ﷺ نے بڑی تیزی کے ساتھ ان کا تعاقب کیا اور انہیں گرفتار کر کے لے آئے۔ اچھا زمانہ تھا برے بھی برائی کو تسلیم کرتے تھے آج تو لوگ برائی کر کے مانتے بھی نہیں ہیں۔ جب ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے سارا واقعہ صحیح صحیح سنا دیا کہ ہم نے اس کو اس طرح قتل کیا کہ اس کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیرتے رہے اور مانگنے پر پانی بھی نہیں دیا۔ اور اس نے تڑپ تڑپ کر جان دے دی۔ پھر ہم اونٹ لے کر بھاگ گئے۔ آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ کھلے میدان میں سولی گاڑو اور ان کو رسیوں سے باندھ کر میخوں کے ساتھ ان کے بدن کو خوب کس دو اور تین دن مسلسل ان کے بدن میں نیزے مارتے رہو تا کہ یہ تڑپ تڑپ کر مریں اور یکدم جان نہ نکلے۔ چنانچہ ان کے ساتھ ایسا ہی کیا گیا۔ یہ منظر عام لوگوں نے دیکھا۔ یقین جانو اگر آج بھی شرعی سزا نافذ کی جائے اور دو چار آدمیوں پر جاری کر دی جائے تو ڈاکے، قتل کا تصور بھی نہ رہے۔ یہ ہے ان آیات کا شانِ نزول اور ان میں ڈاکوؤں کی سزا بیان کی گئی ہے، ڈاکے کی چونکہ مختلف نوعیتیں ہوتی ہیں۔ لہٰذا ہر نوعیت کی الگ سزا بیان فرمائی ہے۔

سزا سے متعلق تفصیلی حکم :

① .... یہ کہ ڈاکا ڈالا مگر مال نہیں لے جا سکے بندے قتل کیے ہیں تو اس صورت میں سزا ہوگی۔ اَنْ یُّقَتَّلُوْآ یہ کہ ان کو قتل کیا جائے۔

② .... یہ کہ آدمی بھی قتل کیا اور مال بھی لے گئے تو سزا ہوگی اَوْیُصَلَّبُوْآ یا انہیں سولی پر لٹکایا جائے۔ چونکہ اس واردات میں ڈبل جرم ہوا ہے لہٰذا پہلے انہیں زندہ سولی پر لٹکایا جائے پھر نیزے مار مار کر ان کو قتل کر دیا جائے۔

③ .... یہ کہ ڈاکو مال حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں مگر کوئی جان ضائع نہیں ہوئی تو اس کی سزا ہے اَوْتُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ یا کاٹ دیئے جائیں ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں الٹے۔ مِّنْ خِلَافٍ کا مطلب یہ ہے کہ اگر دایاں ہاتھ کاٹا ہے تو بایاں پاؤں کٹے گا۔ اور اگر بایاں ہاتھ کاٹا ہے تو پاؤں دایاں کٹے گا۔

④ .... یہ کہ ڈاکا تو ڈالا مگر ڈاکو اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے نہ مال ہاتھ آیا اور نہ کوئی جان ضائع ہوئی۔ تو اس صورت میں سزا ہے اَوْیُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ یا ان کو دور کر دیا جائے زمین سے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زمین سے دور کر دینے کا مطلب ہے کہ مجرم کو علاقہ بدر کر دیا جائے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زمین سے دور کر دینے کا مطلب یہ ہے کہ ان کو جیل میں بند کر دو کیونکہ جس کو اپنے علاقے اور ملک میں شرم نہیں آئی یہ جہاں جائے گا وہاں بھی ڈاکے ڈالے گا۔ لہٰذا اس کو جیل میں بند کر دو کہ وہیں اس کی زندگی ختم ہو جائے۔

ذٰلِکَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا یہ ان کے لئے رسوائی ہے دنیا میں وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ اوران کے لئے آخرت میں عذاب ہوگا بڑا۔

شرعی حدود کا فائدہ :

دیکھنا لوگ کہتے ہیں کہ قرآن کریم کی سزائیں بڑی سخت ہیں۔ بھائی! ٹھیک ہے سزائیں سخت ہیں۔ جرم بھی تو سخت ہیں۔ امن بھی انہیں سزاؤں سے قائم ہوتا ہے۔ شرعی سزاؤں کے مخالف لوگ جو امن امن کا راگ الاپتے ہیں وہ بتائیں کہ امن کہاں ہے؟ کس کا گھر محفوظ ہے؟ کس کا مال محفوظ ہے؟ کسی کی جان محفوظ ہے؟ کسی کی عزت محفوظ ہے، محض دعویٰ کرنے کا کیا فائدہ؟۔

تائب کے لئے شرعی قانون :

اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَیْهِمْ اس سے پہلے کہ تم ان پر قدرت پاؤ۔ یعنی انہوں نے ڈاکہ ڈالا مگر گرفتار ہونے سے پہلے پہلے توبہ کرلی تو رب تعالیٰ کا حق معاف ہوجائے گا اس کو سزا نہیں دی جائے گی۔ البتہ بندے کا حق معاف نہیں ہوگا جو کچھ چھینا ہے وہ واپس کرنا پڑے گا۔ آج صورت حال یہ ہے کہ اول تو مال ملتا ہی نہیں اور اگر مل بھی جائے تو طاقتوروں کو مل جاتا ہے، کمزوروں کو نہیں ملتا، درمیان میں ہی خورد برد ہوجاتا ہے۔ اگر شرعی قانون نافذ ہو تو جتنا مال گیا ہے اتنا ہی واپس آئے گا۔ کچھ بھی ضائع نہیں ہوگا۔ فرمایا..........

فَاعْلَمُوْٓا پس تم جان لو اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ رب تعالیٰ کا حق معاف ہوجائے گا اور بندے کا حق بہر صورت دینا پڑے گا۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِىْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۳۶﴾ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخَارِجِيْنَ مِنْهَا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۳۷﴾ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءً ۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۳۸﴾ فَمَنْ تَابَ مِنْ ۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۹﴾

لفظی ترجمہ :

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اتَّقُوا اللّٰهَ اللہ تعالیٰ سے ڈرو وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ اور تلاش کرو اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ وَجَاهِدُوْا فِىْ سَبِيْلِهٖ اور جہاد کرو اس کے راستے میں لَعَلَّكُمْ

تُفْلِحُوْنَ تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بے شک وہ لوگ جو کافر ہیں لَوْاَنَّ لَهُمْ اگر بے شک ان کے لئے ہو مَّا فِى الْاَرْضِ جو کچھ زمین میں ہے جَمِيْعًا سارا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ اور اس جیسا اور بھی ہو اس کے ساتھ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ تاکہ وہ فدیہ دیں اس کا مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن کے عذاب سے مَاتُقُبِّلَ مِنْهُمْ نہیں قبول کیا جائے گا ان سے وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اور ان کے لئے عذاب ہے دردناک يُرِيْدُوْنَ ارادہ کریں گے اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ اس کا کہ نکلیں وہ آگ سے وَمَاهُمْ بِخَارِجِيْنَ مِنْهَا اور نہیں ہوں گے وہ دوزخ سے نکلنے والے وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ اور ان کے لئے عذاب ہوگا دائمی وَالسَّارِقُ چور مرد وَالسَّارِقَةُ اور چور عورت فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا پس کاٹو تم ان دونوں کے ہاتھ جَزَآءً سزا ہے بِمَا كَسَبَا اس کی جو انہوں نے حرکت کی نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ عبرت ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے فَمَنْ تَابَ پس جس نے توبہ کر لی مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهٖ اپنے ظلم کرنے کے بعد وَاَصْلَحَ اور اس نے اصلاح کر لی فَاِنَّ اللّٰهَ پس بے شک اللہ تعالیٰ يَتُوْبُ عَلَيْهِ اس کی توبہ قبول کرے گا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

تقویٰ کا مفہوم :

اللہ تبارک وتعالیٰ کا حکم ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اتَّقُوا اللّٰهَ اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ رب تعالیٰ سے ڈرنے کا کیا معنی ہے وہ تو بڑی رحیم و کریم ذات ہے رؤف ورحمٰن ذات ہے۔ تو مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کی مخالفت اس کی پکڑ اور اس کے عذاب سے ڈرو کیونکہ جب تم نافرمانی کرو گے تو اس کی پکڑ اور عذاب آئے گا۔ لہٰذا اس کی مخالفت اور نافرمانی سے بچو۔

وسیلہ کا حکم :

وَابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ اور تلاش کرو اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرو نماز کے ساتھ روزے کے ساتھ جہاد کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت کے ساتھ، صدقہ، خیرات کے ساتھ۔ غرضیکہ جو بھی نیکی کے کام ہیں ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرو چونکہ نیک لوگوں کے ساتھ محبت بھی اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہے۔ اس لئے یہاں یہ بحث بھی چلتی ہے کہ آیا کسی بزرگ کے وسیلے اور واسطے سے دعا کرنی جائز ہے یا نہیں؟۔

وسیلہ کے جواز کی صورت :

مثلاً کوئی شخص یوں کہے کہ اے پروردگار! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے میرا یہ کام کر دے یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے طفیل سے میرا یہ کام کر دے یا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی حرمت سے میرا کام کر دے۔ یا یوں کہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

کی برکت سے میرا کام کر دے یا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی جاہ سے میرا کام کر دے۔ یا یوں کہے اے پروردگار! حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے صدقے سے میرا کام کر دے لفظ وسیلہ کی تخصیص نہیں ہے وسیلہ، واسطہ، طفیل، جاہ، صدقہ، حرمت سب کا ایک ہی معنی ہے تو اس مسئلہ میں تفصیل ہے کہ آیا جس بزرگ کا واسطہ دے کر سوال کر رہا ہے۔

اس کے متعلق اس کا کیا نظریہ ہے اگر ان کو حاضر و ناظر عالم الغیب مختار کل سمجھ کر ان کا واسطہ دے رہا ہے کہ وہ بزرگ میرا کام اللہ تعالیٰ سے کرا دیں گے چاہے اللہ تعالیٰ راضی ہو یا نہ ہو۔ تو یہ خالص کفر اور شرک ہے اور مشرکین مکہ والا عقیدہ ہے۔ اس کی اسلام میں قطعاً اجازت نہیں ہے۔ اور اگر نبی، ولی، شہید کو حاضر و ناظر، عالم الغیب، مختارِ کل، متصرف فی الامور نہیں سمجھتا اور نہ یہ نظریہ رکھتا ہے کہ ہر حال میں وہ میرا کام کروا دیں گے بلکہ اس نظریہ کے تحت واسطہ دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر پر میرا ایمان ہے۔ اور ان کے ساتھ میری محبت ہے۔ اور اولیاء اللہ کے ساتھ میری محبت ہے۔ اور ان کے ساتھ محبت اور ایمان عمل صالح ہے۔

لہٰذا اس عمل صالح کی وجہ سے سوال کرتا ہوں تو یہ جائز ہے کیونکہ یہ توسل بالعمل الصالح ہے۔ اس میں کوئی کلام نہیں ہے۔ اور اگر اس تفصیل کو سامنے نہیں رکھتا مطلقاً لفظ وسیلے واسطے کا بولتا ہے تو پھر مکروہ ہے۔ کیونکہ ایسا لفظ بولنا کہ جس کا دوسرا معنی بھی بن سکتا ہو مکروہ ہے جب تک مراد کی تعیین نہ کی جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا. رَاعِنَا نہ کہو انْظُرْنَا کہو۔ کیونکہ یہودی اس سے غلط مطلب لیتے ہیں۔

جہاد کا مفہوم :

وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ اور جہاد کرو اس کے راستے میں۔ جہاد میں ہر قسم کا جہاد ہے یعنی مالی، جانی، قلمی، زبانی حدیث پاک میں آتا ہے۔ جَاهِدُوْا بِالْمُشْرِكِیْنَ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَاَمْوَالِكُمْ مشرکوں کے ساتھ جہاد کرو زبانوں سے جانوں سے اور مالوں سے۔ حق بات کرنا زبان کا جہاد ہے اسی لئے حدیث پاک میں آتا ہے اَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ بہترین جہاد ظالم جابر بادشاہ کے سامنے حق بات کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں مال خرچ کرنا، مالی جہاد ہے اپنی جان کو لے کر اللہ تعالیٰ کے راستہ میں نکلنا بدنی جہاد ہے۔ فرمایا...... لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

عذابِ الٰہی سے کوئی مفر نہیں :

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بے شک وہ لوگ جو کافر ہیں لَوْ اَنَّ لَهُمْ اگر بے شک ان کے لئے ہو مَّا فِی الْاَرْضِ جو کچھ زمین میں ہے جَمِیْعًا سارا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ اور اس جیسا اور بھی ہو اس کے ساتھ لِیَفْتَدُوْا بِهٖ تاکہ وہ فدیہ دیں اس کا مِنْ عَذَابِ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ قیامت کے دن کے عذاب سے مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ نہیں قبول کیا جائے گا ان سے۔ اور تیسرے پارے کے آخری رکوع میں ہے مِلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا سونے سے بھری ہوئی زمین۔ یہاں اجمال ہے کہ جو کچھ زمین میں ہے وہ سارا سونا ہی سونا ہو یعنی مشرق سے لے کر مغرب تک شمال سے لے کر جنوب تک اور زمین کے فرش سے لے کر آسمان کی چھت تک سونا ہی سونا ہو اور اس کے ساتھ اتنا اور ہو۔ اور یہ سارا مال قیامت کے دن عذاب کے بدلے میں دینا چاہیں کہ یہ دے کر عذاب سے بچ جائیں تو قبول

نہیں کیا جائے گا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ وہاں سونا ہوگا کس کے پاس مرنے کے بعد تو کسی کے پاس ایک ماشہ بھی ہو تو اتار لیتے ہیں اور اگر فرض کرو ہو بھی قبول نہیں کیا جائے گا عذاب سے چھٹکارا نہیں ہوگا۔

دیکھو! سودا بڑا مہنگا بھی ہے اور سستا بھی ہے۔ آخرت کے اعتبار سے تو بڑا مہنگا ہے اور دنیا کے اعتبار سے بڑا سستا ہے کہ انسان زبان سے کلمہ پڑھے دل سے تصدیق کرے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے اور احکام شرع پر طاقت کے مطابق عمل کرے آخرت کے عذاب سے بچ جائے گا اور آخرت کے اعتبار سے بڑا مہنگا ہے کہ زبان سے کلمہ نہ پڑھے دل سے تصدیق نہ کرے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرائے احکامات الٰہیہ کو توڑے اور اسی حال میں مرجائے تو پھر عذاب سے چھٹکارا نہیں ہے۔ چاہے زمین کے برابر اور اس کے مثل اور بھی سونا بدلے میں دے دے تو قبول نہیں کیا جائے گا۔

وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اور ان کے لئے عذاب ہے دردناک يُرِيْدُوْنَ ارادہ کریں گے اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ اس کا کہ نکلیں وہ آگ سے وَمَاهُمْ بِخَارِجِيْنَ مِنْهَا اور نہیں ہوں گے وہ دوزخ سے نکلنے والے وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ اور ان کے لئے عذاب ہوگا دائمی۔ اس سے پہلے ڈاکوؤں کی سزا بیان ہوئی تھی۔ اب چوروں کی سزا کا بیان ہے ارشادِ ربانی ہے.........

چور کی سزا:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ اور چور مرد اور چور عورت فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا پس کاٹو تم ان دونوں کے ہاتھ۔

چوری کی مقدار :

اس مسئلہ میں فقہاءِ کرامؒ کا اختلاف ہے کہ کتنی مالیت پر ہاتھ کاٹا جائے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ احادیث میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ایک ڈھال کی چوری پر ہاتھ کاٹا گیا اس وقت ڈھال کی قیمت تین درہم یا پانچ درہم ہوتی تھی۔ بعض روایات میں دس درہم کا ذکر بھی آتا ہے۔

ائمہ کرامؒ کے اقوال :

امام ابوحنیفہؒ کی تحقیق یہ ہے کہ دس درہم کی مالیت کی چوری ہو تو چور کا دایاں ہاتھ کاٹا جائے گا ایک درہم ساڑھے تین ماشے چاندی کا ہوتا ہے۔ دوبارہ چوری کرے گا تو بایاں پاؤں کاٹا جائے گا اگر تیسری مرتبہ چوری کرے گا تو ملزم کو جیل میں ڈال دیا جائے گا۔ تاوقتیکہ یہ یقین ہو جائے کہ اس نے اس فعل سے توبہ کر لی ہے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر پہلی مرتبہ چوری کی ہے تو اس کا دایاں ہاتھ کاٹا جائے گا دوسری مرتبہ چوری کی ہے تو بایاں پاؤں کاٹا جائے گا تیسری مرتبہ کی ہے تو اس کا بایاں ہاتھ کاٹا جائے گا اور اگر چوتھی مرتبہ کرے گا تو اس کا دایاں پاؤں کاٹا جائے گا یقین جانو دو چار چوروں کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں تو ملک سے چوری کا نام و نشان ختم ہو جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ بے شک سزا سخت ہے اور بے دین انگریزی ذہن رکھنے والے مغربی طرز کے لوگ شرعی سزاؤں کو جابرانہ وحشیانہ اور ظالمانہ کہتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ چور اور ڈاکو نے کون سا نیک کام کیا ہے؟ بے شک سزائیں سخت ہیں مگر ان کے لئے جو چوری ڈکیتی کریں گے۔ دوسروں کے لئے تو یہ سزائیں نہیں

ہیں۔سزا جرم کے مطابق ہوتی ہے۔

شرعی حد میں سفارش کا واقعہ :

آنحضرت ﷺ کے زمانے میں قبیلہ بنو مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی قبیلہ بنو مخزوم قریش کی ایک شاخ ہے۔ابوجہل جس کا نام عمرو بن ہشام تھا اسی قبیلہ سے تھا۔تو بنو مخزوم بڑے پریشان ہوئے کہ ابھی تو اس کی شادی بھی نہیں ہوئی ہاتھ کاٹا گیا تو اس کو کون قبول کرے گا انہوں نے سفارشی تلاش کیا جو آنحضرت ﷺ سے سفارش کرے کہ ہاتھ کاٹنے کی بجائے کوئی اور سزا دے دی جائے۔اور تو کسی نے حامی نہ بھری حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ آنحضرت ﷺ کو بڑی محبت تھی اور انہی دنوں میں ان کے والد حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ شام کے علاقہ موتہ میں شہید ہوئے تھے اور ان کے ساتھ بھی آنحضرت ﷺ کو بڑا پیار تھا تو حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو سفارشی بنا کر بھیجا گیا۔یہ آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچے خدمت کے ساتھ ساتھ باتوں باتوں میں کہنے لگے حضرت سنا ہے کوئی چوری ہوئی ہے؟۔آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! ہوئی ہے۔حضرت کس نے کی ہے؟ فرمایا قبیلہ بنو مخزوم کی ایک عورت نے کی ہے۔حضرت اب کیا بنے گا؟۔آپ ﷺ نے فرمایا اس کا دایاں ہاتھ کاٹا جائے گا۔کہنے لگے حضرت اگر اس کو کوڑے مارے جائیں یا قید کر دیا جائے تو کیسا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا **أَتَشْفَعُ فِيْ حَدٍّ مِنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ** اے اسامہ! تو اللہ تعالیٰ کی حدود ٹالنے میں سفارش کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی قسم ہے اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا یہ ہے مساوات کہ قانون سب کے لئے برابر ہو یہ نہیں کہ بڑے کے لئے اور قانون اور چھوٹے کے لئے اور قانون۔اور اس کا نام مساوات نہیں ہے کہ مکان سب کے ایک جیسے ہوں مال سب کے

پاس برابر ہو، صحت سب کی ایک جیسی ہو، بیوی سب کی ایک جیسی ہو، اولاد سب کی ایک جیسی ہو، یا جس طرح روٹی کپڑا مکان کی برابری کا نعرہ لگایا جاتا ہے۔ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ فرمایا یہ جو سزا ہے..........

جَزَآءً م بِمَا كَسَبَا سزا ہے اس کی جو انہوں نے حرکت کی نَكَالاً مِّنَ اللّٰهِ عبرت ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ اور اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے۔ کہ اس کے احکامات حکمت کے عین مطابق ہیں۔ فَمَنْ تَابَ پس جس نے توبہ کر لی مِنْ م بَعْدِ ظُلْمِهٖ اپنے ظلم کرنے کے بعد وَاَصْلَحَ اور اس نے اصلاح کر لی فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ پس بے شک اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرے گا۔ توبہ سے رب تعالیٰ کا حق معاف ہو جائے گا بندے کا حق معاف نہیں ہوگا۔ بندے کا حق ادا کرنے سے یا معاف کرانے سے معاف ہوتا ہے۔ محض زبانی توبہ کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ کہ لوگوں کے حق دبائے رکھے اور زبان سے کہے میری توبہ، میری توبہ یہ محض دھوکہ ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ اس کی مہربانی کا نتیجہ ہے کہ اس نے مہربانی فرمائی ہے۔

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۝ يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِى الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛ وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ يَاْتُوْكَ ؕ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ؕ وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ؕ لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ ۖ وَّلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝

لفظی ترجمہ :

اَلَمْ تَعْلَمْ کیا تو اے مخاطب نہیں جانتا اَنَّ اللّٰهَ کہ بے شک اللہ تعالیٰ لَهٗ اس کے لئے ہے مُلْكُ السَّمٰوٰتِ آسمانوں کا مالک وَالْاَرْضِ اور

زمین کا یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ سزا دیتا ہے جس کو چاہے وَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ اور بخشتا ہے جس کو چاہے وَاللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ اے رسول (ﷺ) لَا یَحْزُنْکَ نہ غم میں ڈالیں آپ کو الَّذِیْنَ وہ لوگ یُسَارِعُوْنَ فِی الْکُفْرِ جو دوڑتے ہیں کفر کی طرف مِنَ الَّذِیْنَ ان لوگوں میں سے قَالُوْٓا اٰمَنَّا جنہوں نے کہا ہم ایمان لائے بِاَفْوَاهِهِمْ اپنے مونہوں سے صرف وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ اور نہیں ایمان لائے دل ان کے وَمِنَ الَّذِیْنَ هَادُوْا اور ان لوگوں میں سے جو یہودی ہیں سَمّٰعُوْنَ لِلْکَذِبِ سنتے ہیں وہ جھوٹ کو سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِیْنَ سنتے ہیں وہ دوسری قوم کے لئے لَمْ یَاْتُوْکَ وہ قوم آپ ﷺ کے پاس نہیں آئی یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ بدل دیتے ہیں کلموں کو مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ اپنی جگہ پر بیٹھنے کے بعد یَقُوْلُوْنَ کہتے ہیں اِنْ اُوْتِیْتُمْ هٰذَا اگر تمہیں دی گئی یہ چیز فَخُذُوْهُ پس اس کو لے لینا وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ اور اگر تمہیں وہ چیز نہ دی جائے فَاحْذَرُوْا تو بچنا اس سے وَمَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ اور وہ شخص کہ ارادہ کرے اللہ تعالیٰ فِتْنَتَهٗ اس کو فتنے میں ڈالنے کا فَلَنْ تَمْلِکَ لَهٗ پس ہرگز آپ ﷺ اس کے مالک نہیں ہیں مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی چیز کے اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ وہ، وہ لوگ ہیں لَمْ یُرِدِ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ نے ارادہ نہیں فرمایا اَنْ یُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ یہ کہ ان کے دلوں کو پاک کرے لَهُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ ان کے

لئے دنیا میں رسوائی ہے وَّلَھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ اوران کے لئے آخرت میں عَذَابٌ عَظِیْمٌ عذاب ہے بڑا۔

حدزنا میں خیانت کا واقعہ :

اس سے پہلی آیات میں چوری اور ڈکیتی کی سزا کا بیان تھا آئندہ آیات میں ضمنی طور پر زنا کی سزا کا ذکر ہے۔ واقعہ اس طرح پیش آیا کہ خیبر کے علاقہ میں یہود کے ایک اونچے خاندان کی شادی شدہ عورت کے ساتھ زنا کا ارتکاب کیا جرم سامنے آنے پر اس پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی گئی۔ خیبر کے علاقہ میں سو فیصد آبادی یہودیوں کی تھی اور بڑا زرخیز علاقہ تھا ہر قسم کا اناج، پھل، سبزیاں پیدا ہوتی تھیں۔ اور جتنی قسم کی کھجور خیبر کے علاقہ میں ہوتی تھی اور کسی علاقہ میں نہیں ہوتی تھی۔ چھوٹے طبقے کے لوگوں نے احتجاج کیا کہ اگر ہم میں سے کسی سے خیانت ہو جائے تو فوراً سزا دیتے ہو۔ ان کو کیوں نہیں دی جاتی اس لئے کہ یہ اونچے طبقے کے ہیں۔ عوامی آواز اگر اٹھ جائے تو اثر رکھتی ہے۔ جب احتجاج زیادہ ہوا تو دونوں خاندانوں کو فکر ہوئی کہ عوامی آواز کو دبانا بہت مشکل ہے لہٰذا غور وفکر کرو کہ اس کا کیا ہونا چاہیے۔ چنانچہ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ عوامی ردعمل کو روکنے کے لئے کچھ کرنا پڑے گا۔ لہٰذا محمد (ﷺ) سے فیصلہ کرالیتے ہیں کیونکہ ان کی شریعت ہماری شریعت سے نرم ہے اور یہ بات تم جانتے ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سچے پیغمبر ہیں وہی پیغمبر ہیں جنہوں نے سب سے آخر میں مبعوث ہونا تھا اور جن کی ہم بشارتیں بیان کرتے تھے اور اپنے علماء سے سنتے تھے باقی اس بات کا عوام کے سامنے ذکر نہ کرنا تو چونکہ ان کی شریعت نرم ہے اور ہماری شریعت میں احکام بڑے سخت ہیں۔ لہٰذا ان سے فیصلہ کرالیتے ہیں۔ اس طرح احتجاج ختم ہو جائے گا ان کی شریعت میں احکام سخت تھے۔

مثلاً پانی نہ ہونے کی صورت میں ان کو تیمّم کی اجازت نہیں تھی بیمار ہو پھر تیمّم کی اجازت نہیں تھی ہمیں اجازت ہے۔ ان کو مسجد کے علاوہ کسی جگہ نماز پڑھنے کی اجازت نہیں تھی۔ ہمیں اجازت ہے کہ جب نماز کا وقت ہو جائے ہر پاک جگہ پر نماز ادا کر سکتے ہیں۔ ان کو مالِ غنیمت کھانے کی اجازت نہیں تھی ہمیں اجازت ہے ان پر زکوٰۃ کے مال کا چوتھائی حصہ فرض تھی۔ اور ہمارے اوپر چالیسواں حصہ ہے۔ ان کے کپڑوں پر نجاست لگ جاتی خون لگ جاتا، زخم کی پیپ لگ جاتی۔ تو اس جگہ سے کپڑا قینچی سے کاٹنا پڑتا تھا۔ چاہے کپڑا کتنا قیمتی کیوں نہ ہوتا۔ مثلاً کمبل پر گندگی لگ جائے تو اس کو کاٹنا کتنا دشوار ہے مگر ان کو حکم تھا تو کہنے لگے ہماری شریعت بڑی سخت ہے ان کی شریعت نرم ہے۔ لہٰذا ان سے فیصلہ کرا لیتے ہیں لیکن ساتھ یہ بھی مشورہ میں طے ہوا کہ اگر محمد (ﷺ) بھی کوئی سخت حکم دیں تو قبول نہ کرنا ہاں اگر کوئی نرم سا فیصلہ فرمادیں کہ مثلاً چند کوڑوں کا حکم دیں یا جرمانہ کر دیں یا کچھ دنوں کی قید کا حکم دیں۔ تو تسلیم کر لینا چنانچہ یہودیوں کا یہ وفد جس میں مرد بھی تھے عورتیں بھی تھی۔ ان کے علماء بھی تھے۔ علماء میں عبداللہ بن صوریا جوان کا سب سے بڑا عالم تھا اور ایک آنکھ سے کانا تھا وہ بھی شامل تھا یہ فدک کا رہائشی تھا جو خیبر سے تین میل کے فاصلے پر ہے۔

تورات کے احکام اور شریعت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام):

مدینہ منورہ آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچے۔ مدینہ منورہ میں جو منافق تھے ان کے ساتھ ان کی رشتہ داریاں تھیں۔ چنانچہ ان کے گھروں میں ٹھہرے کیونکہ منافق پہلے یہودی تھے ان کو انہوں نے بتایا کہ اس مقصد کے لئے آئے ہیں۔ مدینہ طیبہ میں عام لوگوں کو بھی اطلاع ہوگئی۔ صبح کو جب انہوں نے اپنا مسئلہ آنحضرت ﷺ کے سامنے پیش

کیا۔تو بڑا عظیم مجمع تھا۔حضرت عبداللہ بن سلام! بھی پہلے یہودی تھے بلکہ یہودیوں کے بڑے عالم تھے۔وہ بھی تشریف لائے۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم فیصلہ کرانے کے لئے میرے پاس آئے ہو تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی کتاب توراۃ ہے اس کے مطابق فیصلہ کیوں نہیں کیا۔کہنے لگے توراۃ تو ہے مگر اس میں اس مسئلے کا کوئی واضح حکم نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا توراۃ لاؤ،توراۃ لائی گئی۔آپ ﷺ نے فرمایا جہاں اس جرم کا ذکر ہے وہاں سے پڑھو۔

عبداللہ بن صوریا کی خیانت :

عبداللہ بن صوریا نے پڑھنی شروع کی مگر اس میں خیانت کی۔یعنی درمیان کی وہ آیات جن میں زنا کا حکم تھا کھا گیا حضرت عبداللہ بن سلام ! بول پڑے کہ حضرت یہ خیانت کر رہا ہے رجم کی آیتیں چھوڑ گیا ہے کیونکہ توراۃ میں بھی شادی شدہ زانی مرد عورت کی سزا رجم ہی تھی۔چنانچہ ان دونوں کو مدینہ طیبہ میں رجم کیا گیا۔پہلے یہ بات سمجھائی کہ آسمانوں اور زمینوں پر اللہ تعالیٰ کی شاہی ہے وہ اپنے ملک میں جس طرح کا قانون نافذ کرے کرسکتا ہے۔تم کون ہو اعتراض کرنے والے کہ یہ سنگین سزائیں ہیں فرمایا......

خلاصۂ تفسیر :

اَلَمْ تَعْلَمْ کیا تو اے مخاطب کیا تو نہیں جانتا اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کہ بے شک اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہے آسمانوں کا ملک اور زمین کا۔اپنے ملک میں جیسا چاہے قانون نافذ کرسکتا ہے۔آج دنیا کے حکمران کہتے ہیں کہ اگر ہمارے احکام کی خلاف ورزی کرو گے تو اس کی یہ سزا ہوگی وہ سزا ہوگی اگر یہ اپنے قانون کی

خلاف ورزی پر سزا دے سکتے ہیں تو رب کائنات اپنے احکام کی خلاف ورزی پر کیوں نہیں سزا دے سکتا؟۔

یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ سزا دیتا ہے جس کو چاہے وَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ اور بخشتا ہے جس کو چاہے۔ جو اس کے حکموں کی خلاف ورزی کرے گا اس کو سزا دے گا اور جو تعمیل کرے گا اس کو بخشے گا۔ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ آگے اس واقعہ کا ذکر ہے۔ یٰٓاَیُّھَا الرَّسُوْلُ اے رسول (ﷺ) لَایَحْزُنْکَ نہ غم میں ڈالیں آپ ﷺ کو اَلَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْکُفْرِ وہ لوگ جو کفر میں ایک دوسرے سے آگے بڑھتے ہیں۔ یہ ان منافقوں کا ذکر ہے جن کے پاس یہودی آ کر ٹھہرے تھے۔

مِنَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا ان لوگوں میں سے جنہوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے ہیں بِاَفْوَاھِھِمْ اپنے مونہوں سے صرف۔ یعنی ان کا یہ صرف زبانی دعویٰ تھا کہ ہم ایمان لائے ہیں۔ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُھُمْ اور نہیں ایمان لائے دل ان کے۔ ان منافقوں کی وجہ سے تم غمگین نہ ہو۔

وَمِنَ الَّذِیْنَ ھَادُوْا اور ان لوگوں میں سے جو یہودی ہیں۔ ان سے بھی پریشان نہ ہوں چاہے وہ مقامی یہودی ہیں یا جو خیبر سے آئے تھے۔ سَمّٰعُوْنَ لِلْکَذِبِ سنتے ہیں وہ جھوٹ کو۔ یعنی وہ جھوٹ سننے کے عادی ہیں۔ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِیْنَ سنتے ہیں وہ دوسری قوم کے لئے لَمْ یَاْتُوْکَ وہ قوم آپ ﷺ کے پاس نہیں آئی۔ وہ خیبر میں ہیں جنہوں نے ان کو بھیجا ہے۔

یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ مِنْ ، بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ بدل دیتے ہیں کلموں کو اپنی جگہ پر بیٹھنے کے بعد۔یعنی رب تعالیٰ کے حکموں کو بدلتے ہیں حالانکہ وہ اپنی جگہ بالکل واضح صاف اور قائم ہیں۔ یَقُوْلُوْنَ کہتے ہیں اِنْ اُوْتِیْتُمْ ھٰذَا اگر تمہیں دی گئی یہ چیز۔یہ حکم دیں کہ ان کو قید کردو یا کوڑوں یا جرمانے کی سزا دے دیں۔تو فَخُذُوْهُ پس اس کو لے لینا وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ اور اگر تمہیں وہ چیز نہ دی جائے۔یعنی اس طرح کا نرم حکم نہ ملے۔

فَاحْذَرُوْا تو بچنا اس سے۔نہ ماننا اس کو تسلیم نہ کرنا آنے والے وفد کو یہ سبق پڑھا کر بھیجا گیا تھا کہ رجم کا حکم دیں تو تسلیم نہ کرنا کیونکہ یہ تو ہماری کتاب توراۃ میں بھی موجود ہے۔رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ اور وہ شخص کہ ارادہ کرے اللہ تعالیٰ اس کو فتنے میں ڈالنے کا۔اور رب تعالیٰ فتنے میں ایسے ہی ڈالتا ہے جو اس کی نافرمانی کرتا ہے۔تو اگر اللہ تعالیٰ فتنے میں ڈالنے کا ارادہ کرے۔

فَلَنْ تَمْلِکَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا پس ہرگز آپ ﷺ اس کے مالک نہیں ہیں اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی چیز کے۔جو آدمی اپنی مرضی سے کفر میں ڈوبا ہوا ہو تو رب تعالیٰ اس کو جبراً تو ہدایت نہیں دیتا بلکہ اسے فتنے میں مبتلا رکھتا ہے۔ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ وہ، وہ لوگ ہیں لَمْ یُرِدِ اللّٰهُ اَنْ یُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ اللہ تعالیٰ نے ارادہ نہیں فرمایا یہ کہ ان کے دلوں کو پاک کرے۔کیونکہ وہ خود پاک ہونا نہیں چاہتے۔رب تعالیٰ کا اصول یہ ہے وَیَهْدِیْٓ اِلَیْهِ مَنْ یُّنِیْبُ اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت دیتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرے۔جبراً کسی کو ہدایت نہیں دیتا۔ فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ (پارہ : ۲۸)۔پس جب ان لوگوں نے کجروی کی اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے ٹیڑھے کر دیئے یعنی جب کوئی غلط راستے پر چلتا ہے تو رب تعالیٰ اس کو ادھر ہی چلا دیتا ہے۔

عبداللہ بن صوریا کا انجام :

لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے۔ وہ اس طرح کہ اتنے بڑے مجمع میں جس میں یہودی بھی تھے عیسائی بھی تھے۔ مسلمان بھی تھے اور کافر بھی تھے ان کا سب سے بڑا عالم عبداللہ بن صوریا رسوا ہو گیا۔ جب اس نے توراۃ پڑھنی شروع کی اور درمیان سے آیتیں چھوڑ گیا اور حضرت عبداللہ بن سلام نے کھڑے ہو کر کہا کہ یہ رجم کے حکم والی آیتیں کھا گیا ہے اور انہوں نے وہ آیتیں پڑھ کر سنا دیں اور یہودیوں سے پوچھا کہ بتاؤ بھائی! یہ آیتیں توراۃ میں ہیں یا نہیں۔ سب نے کہا ہاں ہیں۔ پھر ابن صوریا سے پوچھا کہ یہ آیتیں ہیں یا نہیں؟ کہنے لگا ہیں تو سب کے سامنے شرمندہ ہوا اس سے بڑھ کر ذلت اور رسوائی کیا ہو گی۔

وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ اور ان کے لئے ہے آخرت میں عذاب بڑا۔ کیونکہ رب تعالیٰ کے حکموں کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ جو ان کے پاس توراۃ میں موجود ہیں۔ آگے مزید تفصیل آئے گی انشاءاللہ العزیز۔

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ؕ فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْئًا ؕ وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝

لفظی ترجمہ :

سَمّٰعُوْنَ وہ بہت سننے والے ہیں لِلْكَذِبِ جھوٹ کو اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ اور کھاتے ہیں حرام فَاِنْ جَآءُوْكَ پس اگر وہ آپ کے پاس آئیں فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ پس آپ فیصلہ کریں ان کے درمیان اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ یا ان سے اعراض کریں وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ اور اگر ان سے اعراض کریں گے فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْئًا تو ہرگز وہ آپ ﷺ کو نقصان نہیں پہنچا سکیں گے کچھ بھی وَاِنْ حَكَمْتَ اور اگر آپ فیصلہ کریں فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ پس آپ فیصلہ کریں ان کے درمیان بِالْقِسْطِ انصاف کے مطابق اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ بے شک اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے انصاف کرنے والوں

سے وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ اور کیسے یہ لوگ آپ کو ثالث تسلیم کرتے ہیں وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰةُ اور حالانکہ ان کے پاس توراۃ ہے فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ اس میں اللہ تعالیٰ کا حکم موجود ہے ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ پھر وہ روگردانی کرتے ہیں مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ اس کے بعد وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ اور نہیں ہیں وہ لوگ توراۃ پر ایمان لانے والے۔

گناہ کا اقرار بھی ایک خوبی ہے :

اس سے پہلے تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکا ہے کہ خیبر کے علاقے میں ایک اونچے خاندان کے شادی شدہ مرد نے دوسرے اونچے درجے کے خاندان کی شادی شدہ عورت کے ساتھ زنا کا ارتکاب کیا بڑوں نے ان کے جرم پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی مگر عوامی احتجاج کے سامنے مجبور ہو کر یہ فیصلہ کیا کہ محمد (ﷺ سے) فیصلہ کرا لیتے ہیں۔ کیونکہ ان کی شریعت نرم ہے۔ اور یہ کہہ کر بھیجا کہ اگر وہ سخت حکم دیں تو تسلیم نہ کرنا اور نرم سا حکم دیں تو تسلیم کر لینا۔ مدینہ منورہ پہنچ کر انہوں نے مقدمہ آنحضرت ﷺ کے سامنے پیش کیا آپ ﷺ نے جب ملزمان سے دریافت فرمایا تو انہوں نے اپنے جرم کا اقرار کیا۔ اچھا زمانہ تھا لوگ برائی کر کے اقرار بھی کرتے تھے آج کے زمانے میں جرم کا اقرار کرنے والا کون ہے۔ میں کہتا ہوں بڑے سے بڑا مسلمان بھی جرم کا اقرار کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ خصوصاً وہ جرم جس کی وجہ سے اس پر زد پڑتی ہو بلکہ دس وکیل کرتا ہے۔ اس کو غلط ثابت کرنے کے لئے اور ہزار دلیلیں پیش کرتا ہے کہ میرے اوپر جھوٹا الزام ہے لیکن اس زمانے میں لوگ جرم کا اقرار کرتے تھے۔

بچی کے قتل کا واقعہ :

چنانچہ ایک واقعہ اس طرح پیش آیا کہ مدینہ طیبہ میں ایک انصاری اپنی بیوی اور آٹھ سالہ بچی کے ہمراہ اپنے باغ میں کام کررہے تھے کہ سورج غروب ہونے سے کچھ دیر پہلے اس نے اپنی بیوی کو کہا کہ تم ماں بیٹی جاؤ اور کھانے کا انتظام کرو۔ تاکہ میرے آنے سے پہلے کھانا تیار ہو۔ ماں بیٹی جب گھر پہنچیں تو دیکھا کہ پانی نہیں ہے قریب کنواں تھا جس سے عام لوگ پانی بھرتے تھے اس نے بیٹی کو برتن دیا کہ کنویں پر جا تجھے بھی کوئی پانی بھردے گا۔ پانی لاؤ تاکہ روٹی کا انتظام کریں سوئے اتفاق کہ اس وقت کنویں پر ایک یہودی کے علاوہ کوئی آدمی نہیں تھا بچی کے گلے میں ایک قیمتی موتیوں کا ہار تھا۔ یہودی کی نیت بری ہوگئی۔ اس نے ہار چھیننے کی کوشش کی بچی نے مزاحمت کی۔ مگر وہ نوجوان تھا یہ بچی تھی کیا تقابل تھا؟ اس نے ہار چھین لیا بچی نے کہا کہ میں تجھے جانتی ہوں اور تیرے نام سے واقف ہوں میں اپنے ابو کو بتاؤں گی کہ فلاں یہودی نے میرا ہار چھینا ہے۔ تو یہودی نے اپنا جرم چھپانے کے لئے بچی کو پکڑا ایک پتھر پر سر رکھ کر اوپر سے دوسرا پتھر مارا اور یہ سمجھ کر کہ مرگئی ہے وہاں سے بھاگ گیا ادھر ماں کو فکر ہوئی کہ کافی دیر ہوگئی ہے بچی ابھی تک پانی لے کر نہیں آئی۔ اس نے پڑوسن کو بلایا کہ بچی کو پانی لینے کے لئے بھیجا تھا واپس نہیں آئی میں اس کی خبر لینے کے لئے جاتی ہوں میرے گھر کا خیال رکھنا۔ جب وہاں پہنچی تو دیکھا کہ بچی تڑپ رہی ہے۔ شور مچانے پر لوگ اکٹھے ہوگئے۔ بچی سے پوچھتے، فلاں نے مارا ہے؟ فلاں نے مارا ہے؟ وہ سر ہلا دیتی جب اس یہودی کا نام آیا تو اس نے سر ہلا کر کہا ہاں۔ اس نے مارا ہے بچی تو تڑپ تڑپ کر فوت ہوگئی اس یہودی کو بلا کر پوچھا کہ اس بچی کو تو نے مارا ہے تو اس نے اپنے جرم کا اقرار کیا کہ ہاں یہ غلطی مجھ

سے ہوئی ہے۔ اگر انکار کر جاتا تو کون سے وہاں گواہ موجود تھے کیونکہ اچھا زمانہ تھا لوگ جرم کا اقرار کر لیتے تھے۔ چنانچہ اس کو اسی طرح سر کچل کر مار دیا گیا۔

سنگساری کا فیصلہ :

تو خیر! بات یہ ہو رہی تھی کہ خیبر والے یہودی جوڑے نے اپنے جرم کا اقرار کیا کہ ہم سے یہ غلطی ہوئی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے توراۃ کے مطابق ان کے سنگسار کرنے کا حکم فرمایا۔ اور ان کو مدینہ طیبہ میں سنگسار کیا گیا۔ باقی تفصیل پچھلے سبق میں گزر چکی ہے۔ آگے بھی انہیں لوگوں کا ذکر ہے۔ فرمایا......

"سحت" کی تفسیر :

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ وہ بہت سننے والے ہیں جھوٹ کو۔ یعنی یہ لوگ جھوٹ سننے کے عادی ہیں جھوٹی باتوں سے ان کو تسلی اور اطمینان رہتا ہے اور راضی رہتے ہیں۔ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ اور کھاتے ہیں حرام۔ ایک ہوتی ہے رشوت اور ایک ہے سحت۔ رشوت عام کاموں میں چلتی ہے کہ کوئی کام اڑا ہوا ہے نہیں ہو رہا رشوت دے کر نکلوا لیا اور قاضی اور جج کو غلط فیصلہ کرانے کے لئے جو پیسے دیئے جاتے ہیں اسے عربی میں سحت کہتے ہیں۔ مثلاً کوئی جج ہے قاضی ہے وہ مجرم سے براہِ راست پیسے لیتا ہے یا کسی ایجنٹ کے ذریعہ لیتا ہے تو یہ رقم سحت ہے حرام ہے اور یہودیوں کے بڑے اس چیز کے عادی تھے۔ بس مجرم نے تھوڑا سا اشارہ کر دیا کہ ہم آپ کی خدمت کر دیں گے بس فیصلہ اس کے حق میں ہو جاتا تھا رشوت کی طرح سحت بھی حرام ہے۔

رشوت خور کی کمائی :

حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا اَلرَّاشِیْ وَالْمُرْتَشِیْ کِلَاهُمَا فِی النَّارِ رشوت دینے والا اور رشوت لینے والا دونوں جہنمی ہیں اور ایک حدیث میں اَلرَّاشِیْ وَالْمُرْتَشِیْ وَالرَّائِشِ بَیْنَهُمَا اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو رشوت دینے والے پر اور رشوت لینے والے پر اور ان کے درمیان دلالی کرنے والے پر۔ مسئلہ یاد رکھنا! جو لوگ رشوت دے کر ملازمتیں حاصل کرتے یا رشوت دے کر دوسرے ممالک میں جاتے ہیں ان کی تمام کمائی حرام کی ہے حج کرے گا حرام زکوٰۃ دے گا حرام۔ کیونکہ سب حرام ہے ہاں ایک صورت میں رشوت دینے کی گنجائش نکل سکتی ہے ممکن ہے اللہ تعالیٰ اسے معاف کردے وہ یہ کہ اگر اپنا حق رشوت کے بغیر نہیں ملتا تو رشوت دے کر اپنا حق لے لے۔ مثلاً ایک آدمی کے مکان یا زمین پر کسی ظالم نے قبضہ کیا ہوا ہے۔ اور رشوت کے بغیر اپنا مکان یا زمین وغیرہ حاصل نہیں کرسکتا تو اپنا حق حاصل کرنے کے لئے بامر مجبوری رشوت دینے کی گنجائش ہے۔ دوسرے کا حق مارنے کے لئے رشوت دینا حرام ہے۔ فرمایا.........

فَاِنْ جَآءُوْکَ پس اگر وہ آپ کے پاس آئیں فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ پس آپ فیصلہ کریں ان کے درمیان اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ یا آپ (ﷺ) ان سے اعراض کریں کہ فیصلہ نہ کریں تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ وہ آپ کا کلمہ تو نہیں پڑھتے لیکن اگلے رکوع میں آئے گا کہ بعد میں یہ حکم منسوخ ہوگیا تھا اب حکم یہ ہے کہ غیر مسلم بھی آئے گا تو اس کا فیصلہ کرنا پڑے گا۔

وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ اور اگر ان سے اعراض کریں گے فَلَنْ یَّضُرُّوْکَ شَیْئًا تو

ہرگز وہ آپ ﷺ کو نقصان نہیں پہنچا سکیں گے کچھ بھی۔وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔
وَاِنْ حَكَمْتَ اور اگر آپ فیصلہ کریں فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ پس آپ فیصلہ کریں ان کے درمیان انصاف کے مطابق کہ اس جرم کی سزا اللہ تعالیٰ کی طرف سے رجم ہوتی ہے کہ مجرم کو میدان میں کھڑا کریں اور سارے لوگ پتھر ماریں کہ وہ مر جائے۔اب ذرا غور کرو کہ اللہ تعالیٰ تو رجم کو انصاف فرمائیں اور ہمارے لیڈر کہیں کہ یہ سزائیں جابرانہ ظالمانہ اور وحشیانہ ہیں اور مسئلہ یاد رکھنا! اسلامی سزاؤں کو جابرانہ ظالمانہ اور وحشیانہ کہنے والے قطعاً مسلمان نہیں ہیں ان کو جو مسلمان سمجھے گا وہ بھی کافر ہو جائے گا کیونکہ قطعی کفر کو کفر نہ کہنا بھی کفر ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ بے شک اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے انصاف کرنے والوں سے۔آنحضرت ﷺ نے انصاف کے مطابق فیصلہ فرمایا۔بخاری شریف کی روایت کے مطابق دونوں کو مدینہ طیبہ میں رجم کیا گیا اور ان کی میتیں واپس بھیجی گئیں۔
اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں......

وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ اور کیسے یہ لوگ آپ کو ثالث تسلیم کرتے ہیں وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰةُ اور حالانکہ ان کے پاس توراۃ ہے۔اس میں زنا کے متعلق اللہ کا حکم موجود ہے کہ شادی شدہ زانی کی سزا رجم ہے مگر یہ لوگ مغالطے کا شکار تھے کہ آخری پیغمبر کی شریعت میں بہت سارے احکامات نرم ہیں اس جرم کا بھی کوئی نرم سا حکم ہوگا اگر ان کو معلوم ہوتا کہ اسلام میں بھی اس جرم کی یہی سزا ہے تو آپ ﷺ کے پاس کبھی نہ آتے۔تو فرمایا فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ اس میں اللہ تعالیٰ کا حکم موجود ہے۔

ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ پھر وہ روگردانی کرتے ہیں اس کے بعد۔یعنی

اقرار تو کرتے ہیں توراۃ کے ماننے کا مگر اس کے احکامات پر عمل کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اگر مانتے تو یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی وہیں اپنی کتاب توراۃ کے مطابق فیصلہ کرا لیتے۔ وَمَآ اُولٰٓئِکَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ اور نہیں ہیں وہ لوگ توراۃ پر ایمان لانے والے۔ یہ سہولتیں تلاش کرتے ہیں کہ ہمیں کوئی نرم سا حکم مل جائے۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰةَ فِیْهَا هُدًی وَّنُوْرٌ ج یَحْكُمُ بِهَا النَّبِیُّوْنَ الَّذِیْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِیْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِیُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَیْهِ شُهَدَآءَ ج فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا ط وَمَنْ لَّمْ یَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۴﴾

لفظی ترجمہ :

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰةَ بے شک ہم نے نازل کی توراۃ فِیْهَا هُدًی وَّنُوْرٌ جس میں ہدایت تھی اور روشنی یَحْكُمُ بِهَا النَّبِیُّوْنَ فیصلہ کرتے تھے اس کے مطابق نبی الَّذِیْنَ اَسْلَمُوْا جو فرمانبردار تھے لِلَّذِیْنَ هَادُوْا ان لوگوں کے لئے جو یہودی تھے وَالرَّبّٰنِیُّوْنَ اور پیر بھی اس کے مطابق فیصلہ کرتے رہے وَالْاَحْبَارُ اور عالم بھی بِمَا اسْتُحْفِظُوْا اس لئے کہ ان کو نگران بنایا گیا تھا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی کتاب پر وَكَانُوْا عَلَیْهِ شُهَدَآءَ اور وہ اس پر گواہ تھے فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ پس نہ ڈرو تم لوگوں سے وَاخْشَوْنِیْ اور مجھ سے ڈرو وَلَا تَشْتَرُوْا اور نہ خریدو بِاٰیٰتِیْ میری آیتوں کے بدلے ثَمَنًا قَلِیْلًا

قیمت تھوڑی وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ اور جو فیصلہ نہ کرے بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ اس چیز کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ پس وہی لوگ کافر ہیں۔

پچھلے سبق میں آپ یہ پڑھ چکے ہیں کہ خیبر کے یہودی زنا کا مقدمہ لے کر آپ ﷺ کے پاس آئے کہ کوئی نرم سا فیصلہ فرمادیں۔ حالانکہ اس جرم کی سزا اسلام میں بھی وہی تھی جو توراۃ میں تھی اس لئے فرمایا کہ کَیْفَ یُحَکِّمُوْنَکَ وَعِنْدَھُمُ التَّوْرٰۃُ یہ آپ کو ثالث کیسے تسلیم کرتے ہیں حالانکہ ان کے پاس توراۃ موجود ہے۔ اس رکوع میں توراۃ کی جامعیت اور مقام کو بیان کیا گیا ہے کہ توراۃ کوئی معمولی کتاب نہیں ہے اپنے زمانے میں بڑی اہم اور جامع کتاب تھی۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جتنی کتابیں اور صحیفے نازل ہوئے ہیں۔ ان میں پہلا درجہ قرآن کریم کا ہے۔ جو اسی شکل میں موجود ہے جس شکل میں لوح محفوظ میں موجود تھا اس کی زبر زیر میں بھی کمی بیشی نہیں ہوئی۔ امت مسلمہ نے جانوں کے نذرانے پیش کئے مگر قرآنِ کریم میں تحریف نہیں ہونے دی چونکہ اس کی حفاظت کا ذمہ خود رب تعالیٰ نے لیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ (پارہ: ۱۴) بے شک ہم نے ہی قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے نگران و محافظ ہیں۔ اس کے لفظوں کی حفاظت ہوئی ہے رسم الخط کی حفاظت ہوئی ہے ترجمے کی حفاظت ہوئی ہے مفہوم اور تفسیر کی حفاظت ہوئی ہے۔ قرآنِ کریم کے علاوہ کوئی کتاب ایسی نہیں ہے جو اپنی اصلی شکل میں موجود ہو۔

توراۃ کا مقام و مرتبہ :

قرآنِ کریم کے بعد آسمانی کتابوں میں توراۃ کا درجہ بہت بلند ہے۔ ہزاروں سال اس کے مطابق فیصلے ہوتے رہے رب تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اِنَّآ اَنۡزَلۡنَا التَّوۡرٰۃَ بے شک ہم نے نازل کی توراۃ فِیۡهَا هُدًی وَّنُوۡرٌ " جس میں ہدایت تھی اور روشنی۔ رب تعالیٰ کے احکام و ہدایت پر مشتمل تھی۔ اور اس میں روشنی کی باتیں تھیں۔

یَحۡکُمُ بِهَا النَّبِیُّوۡنَ فیصلہ کرتے تھے اس کے مطابق نبی اَلَّذِیۡنَ اَسۡلَمُوۡا جو فرمانبردار تھے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے سچے پیغمبر تھے۔

جھوٹے مدعیانِ نبوت :

یہ اَسۡلَمُوۡا اس لئے فرمایا کہ اس زمانے میں بھی کئی جھوٹے پیغمبر کھڑے ہوگئے تھے جس طرح آنحضرت ﷺ کی امت میں کئی آدمیوں نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا بلکہ آنحضرت ﷺ کی زندگی میں مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی نے نبوۃ کا دعویٰ کردیا تھا اور مسیلمہ کذاب نے آپ ﷺ کے پاس آدمی بھیجے کہ تم ہمارے ساتھ صلح کرلو اس طرح کہ شہری حلقے کے پیغمبر تم اور دیہاتی حلقے کے ہم رہیں یعنی نبوۃ کو شہری اور دیہاتی حلقے میں تقسیم کرلیں۔ مسیلمہ کذاب یمامہ میں قتل ہوا اور اسود عنسی بھی قتل ہوا ان کے بعد طلیحہ بن خویلد نے نبوۃ کا دعویٰ کیا مگر جنگ میں شکست کھا کر بھاگ گیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں مسلمان ہوا۔

سجاح نامی ایک عورت نے نبوۃ کا جھوٹا دعویٰ کیا اور جنگ میں شکست کھا کر روپوش ہوگئی بعد میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں مسلمان ہوئی۔ اب تک جھوٹے نبی چلے آرہے ہیں مرزا غلام احمد قادیانی کو انگریزوں نے جہاد منسوخ کرنے کے لئے نبی

بنایا تھا چنانچہ اس نے جہاد کی منسوخی کا اعلان کیا اور کہا

دین میں حرام ہے اب جنگ وجدال

تا کہ انگریز کے خلاف کوئی جہاد کے لئے کھڑا نہ ہو اور اس کے بعد کئی لوگوں نے نبوۃ کا جھوٹا دعویٰ کیا ہے۔ لیکن توراۃ کے مطابق جن پیغمبروں نے فیصلے کیے وہ سچے پیغمبر تھے۔

لِلَّذِينَ هَادُوا ان لوگوں کے لئے جو یہودی تھے۔ کیونکہ توراۃ یہودیوں کے لئے نازل ہوئی تھی موسیٰ تک ہزاروں پیغمبر تشریف لائے ہیں اور تمام نے توراۃ کے مطابق ہی فیصلے کیے ہیں۔ وَالرَّبَّانِيُّونَ اور پیر کامل مشائخ رب والے بھی توراۃ کے مطابق فیصلے کرتے رہے وَالْأَحْبَارُ اور علماء بھی توراۃ کے مطابق فیصلے کرتے رہے پیغمبر پیر کامل علماء چار ہزار سال تک توراۃ کے مطابق فیصلے کرتے رہے کیونکہ قرآنِ کریم توراۃ کے چار ہزار سال بعد نازل ہوا ہے۔ یہ تمام توراۃ کے مطابق کیوں فیصلے کرتے رہے فرمایا.........

بِمَا اسْتُحْفِظُوا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ اس لئے کہ ان کو نگران بنایا گیا تھا اللہ تعالیٰ کی کتاب پر کہ تم نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کی حفاظت کرنی ہے اور واقعی انہوں نے اپنے دور میں توراۃ کی حفاظت کی لیکن اس وقت قرآن کریم کے سوا کوئی آسمانی کتاب توراۃ انجیل، زبور اپنی اصلی شکل میں نہیں مل سکتی۔

عیسائیوں کی پانچ اناجیل :

اس وقت پانچ انجیلیں موجود ہیں۔ ① انجیل متی۔ ② انجیل مرقس۔ ③ انجیل یوحنا۔ ④ انجیل لوقا اور ⑤ انجیل برناباس۔

عیسائی پہلی چار انجیلوں کو مانتے ہیں اور برنباس کو نہیں مانتے حالانکہ ان چار کو مرتب کرنے والے تابعی ہیں اور انجیل برنباس کو مرتب کرنے والا صحابی ہے۔ برنباس حضرت عیسیٰ k کا صحابی ہے۔ صحابی اسے کہتے ہیں جس نے ایمان کی حالت میں پیغمبر کو دیکھا ہو چاہے ظاہری آنکھوں سے یا باطنی آنکھوں سے اور تابعی اسے کہتے ہیں جس نے صحابی کو دیکھا ہو ایمان کی حالت میں۔ لیکن بڑی عجیب اور الٹی منطق ہے کہ صحابی کی مرتب کی ہوئی انجیل کو عیسائی ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے انجیل برنباس میں دو جگہوں پر آنحضرت ﷺ کا نام مبارک محمد آیا ہے۔ اس کا اردو نسخہ میرے پاس موجود ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ''میرے بعد لوگ میرے بارے میں بہت غلو کریں گے مجھے رب بنائیں گے رب کا بیٹا بنائیں گے تا آنکہ محمد رسول اللہ میری صفائی بیان کریں گے کہ عیسیٰ علیہ السلام نہ رب تھے نہ رب تعالیٰ کے بیٹے تھے اگر عیسائی انجیل برنباس کو مان لیں تو یہ الفاظ بھی تسلیم کرنے پڑیں گے اور اگر یہ الفاظ تسلیم کر لیں تو عیسائیت ختم ہوتی ہے''۔

اس لئے وہ کہتے ہیں کہ یہ کتاب ہماری نہیں ہے۔ اس وقت امریکہ یہ چاہتا ہے کہ پاکستان میں میری رائے چلے اور ایران چاہتا ہے کہ میری رائے چلے۔ اگر ہمارے حکمرانوں نے عقل سے کام نہ لیا تو ملک میں بڑی تباہی ہوگی۔ الحمدللہ ملک میں صحیح العقیدہ مسلمان موجود ہیں جو ایمان اسلام کے لئے جانوں کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے تیار ہیں اسی لئے ان کی من مانیاں پوری نہیں ہو رہیں۔

وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ اور وہ اس پر گواہ تھے کہ توراۃ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ پس (اے یہودیو!) تم اپنی پبلک سے نہ ڈرو کہ اگر کتاب اللہ پر

عمل کیا تو لوگ کیا کہیں گے۔ وَاخْشَوْنِیْ اور مجھ سے ڈرو وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اور نہ خریدو یعنی نہ لو میری آیتوں کے بدلے قیمت تھوڑی۔

ثمن قلیل کی تشریح :

اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ زیادہ رقم مل جائے تو لے لو ترمذی شریف میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اگر اس کی قیمت اللہ تعالیٰ کے ہاں مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ تعالیٰ کافر کو ایک گھونٹ پانی کا بھی نہ دیتا۔ ہمارا ایمان ہے کہ قرآن کریم کی چھوٹی سے چھوٹی آیت ہے "ق"۔ دنیا کے سارے خزانے اس کے مقابلہ میں ہیچ ہیں اسی طرح آسمانی کتابوں کی صحیح آیتوں کے مقابلہ میں دنیا و مافیہا کے خزانوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ فرمایا......

وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اور جو فیصلہ نہ کرے اس چیز کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے۔ جیسا کہ آپ پچھلے سبق میں پڑھ چکے ہیں کہ یہودیوں کے جج اور قاضی رقم لے کر غلط فیصلے کرتے تھے اور آج کل ہماری عدالتوں کا بھی یہی حال ہے۔ الا ماشاء اللہ فرمایا جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے۔

فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْکٰفِرُوْنَ پس وہی لوگ کافر ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ فیصلہ کرنے والے تین قسم کے ہیں ایک جنت میں جائے گا اور دو دوزخ میں جائیں گے۔ فرمایا جو حق کو جانتا ہے اور اس کے مطابق فیصلہ کرتا ہے وہ جنت میں جائے گا اور فرمایا جو حق کو نہیں جانتا اور فیصلہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے خلاف کرتا ہے دوزخ میں جائے گا اور جو حق کو جانتے ہوئے بھی فیصلہ اس کے خلاف کرتا ہے وہ بھی دوزخ میں جائے گا تو جو رب تعالیٰ کے حکم کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے

وہ کافر ہیں۔اوران کو جو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔کیونکہ کفر کو کفر نہ کہنا بھی کفر ہے۔اس کی مزید تفصیل آگے آرہی ہے۔

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ لا وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ لا وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ ط فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ط وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۵﴾

لفظی ترجمہ :

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اور ہم نے لکھا تھا بنی اسرائیل پر فِيهَآ توراۃ میں اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ کہ بے شک جان جان کے بدلے وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ اور آنکھ، آنکھ کے بدلے وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ اور ناک، ناک کے بدلے وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ اور کان، کان کے بدلے وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ اور دانت، دانت کے بدلے وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ اور زخموں کا بدلہ ہے فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ پس جس شخص نے صدقہ کیا اس کا فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ پس وہ اس کا کفارہ ہوگا وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ اور جس نے فیصلہ نہ کیا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اس چیز کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ پس وہ لوگ ظالم ہیں۔

تورات کے احکام :

توراۃ کے متعلق بیان چلا آ رہا ہے کہ وہ بڑی اہم کتاب تھی اور بڑی جامع کتاب تھی اللہ تعالیٰ کے سچے پیغمبر مشائخ اور علماء ہزار ہا سال تک اس کے مطابق فیصلے کرتے رہے ہیں۔ اب اس کے احکام بیان فرماتے ہیں اور ہماری شریعت کے بھی یہی احکام ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

انصاف کا شرعی طریقہ :

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ اور ہم نے لکھا تھا بنی اسرائیل پر توراۃ میں۔ یعنی ہم نے ان پر یہ احکام فرض فرمائے تھے کہ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ کہ بے شک جان کے بدلے جان ہے۔ یعنی اگر کوئی کسی کو قتل کرے گا تو اس کے بدلے میں اس کو قتل کیا جائے گا البتہ ہماری شریعت میں اتنی اجازت ہے کہ اگر وارث قصاص نہ لیں بلکہ دیت یعنی مال بدلہ میں لیں تو لے سکتے ہیں اور اگر بالکل معاف کر دیں نہ قصاص لیں نہ دیت لیں تو اس کی بھی اجازت ہے۔ لیکن وارثوں کے علاوہ کسی کو معاف کرنے کا حق نہیں ہے۔ مگر ہمارے سروں پر آج تک انگریز کا قانون مسلط چلا آ رہا ہے کہ صدرِ مملکت اگر رحم کی اپیل سن کر معاف کرنا چاہیں تو سزائے موت کو ختم کر سکتے ہیں مگر شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی۔ بے شک صدر کا عہدہ بڑا ہے۔ مگر یہ اس کا حق نہیں ہے یہ صرف وارثوں کا حق ہے چاہے امیر ہوں یا غریب ہوں۔

وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ اور آنکھ بدلے آنکھ کے ہے۔ اگر کوئی کسی کی آنکھ ضائع کر دے گا تو قصاص میں اس کی آنکھ نکال دی جائے گی۔ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ اور ناک، ناک کے بدلے ہے اگر کسی نے کسی کا ناک کاٹ دیا تو قصاص میں اس کا ناک کاٹ دیا

جائے گا۔

وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ اور کان، کان کے بدلے۔ اگر کسی نے کسی کا کان کاٹ دیا تو بدلے میں اس کا کان کاٹا جائے گا۔ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ اور دانت، دانت کے بدلے۔ یعنی اگر کوئی شخص کسی کا دانت توڑے گا تو قصاص میں اس کا دانت توڑ دیا جائے گا یقین جانو اگر یہ احکام نافذ ہو جائیں تو جرائم کا نام ونشان نہ رہے۔ آگے فرمایا.........

وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ اور زخموں کا بدلہ ہے۔ جس قسم کا زخم کسی کو لگایا گیا ہے اسی قسم کا زخم بدلے میں لگایا جائے گا اگر یہ احکام ملک میں نافذ ہو جائیں تو کسی کو جنایت کی جرأت نہیں ہوگی۔ اور شریعت میں انصاف انتہائی سستا ہے۔ اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ جہاں جمعہ کی نماز ہوتی ہے وہاں قاضی اور جج مقرر ہوگا جو قتل کے فیصلے کرنے کا بھی مجاز ہو گا اور جہاں ڈیڑھ ہزار کی آبادی ہوگی وہاں جمعہ ہوگا لہٰذا تحصیل اور ضلع کی کچہریوں میں پھرنے اور چکر لگانے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ پھر وکیل اور عرضی نویس کی بھی ضرورت نہیں ہے اور نہ درخواست پر عدالتی ٹکٹ لگانے کی ضرورت ہے۔ بس سادے کاغذ پر خود درخواست لکھ کر جج کے سامنے پیش ہو جائے اور اگر درخواست نہیں لکھ سکتا تو جج اور قاضی کے سامنے زبانی بیان دے کہ میرے ساتھ یہ زیادتی ہوئی ہے اس کا ازالہ کیا جائے مثلاً اگر کوئی قتل ہو گیا ہے تو اس کا وارث باپ ہے یا بیٹا ہے یا بھائی ہے یا جو بھی ہے وہ جج اور قاضی کے پاس جا کر دعویٰ دائر کرے گا اور گواہ پیش کرے گا اگر قاتل قابو آ گیا تو قصاص کا حکم ہوگا اور قاتل اور مقتول کی میتیں اکٹھی اٹھائی جائیں گی اور آج صورت حال یہ ہے کہ کورٹ فیس کی ٹکٹوں کے بغیر درخواست نہیں دے سکتا اور وکیل کے بغیر جج صاحب کے سامنے پیش نہیں ہو سکتا کھال تو آدمی کی یہیں اتر گئی۔ مقدمہ کیا لڑے گا۔ پھر پیشی پر

پیشی ہے۔سماعت ہی شروع نہیں ہوتی۔ دس ، دس سال تک پیشیاں بھگتتا رہتا ہے انصاف ملنا تو دور کی بات ہے مقتول کے وارث اور قاتل ساری زندگی دشمنی پالتے رہتے ہیں جب سزا ہی نہیں ہوگی جرائم کس طرح ختم ہو سکتے ہیں۔انصاف صرف اسلام نے دیا ہے کہ ایک آدمی کی اگر کسی نے انگلی کاٹ دی ہے تو اس کے بدلے میں دس اونٹ دینے پڑیں گے پھر اس جرم کی کوئی ہمت نہ کرے گا۔

طالبان کی مثالی حکومت :

اس وقت اگر اسلام کے مطابق فیصلے ہو رہے ہیں تو وہ صرف طالبان حکومت میں ہو رہے ہیں۔سعودیہ میں بھی بعض اسلامی قوانین نافذ ہیں مگر مکمل اسلامی قانون وہاں بھی نافذ نہیں ہے۔اور حق کہنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔

امام مسجد نبوی (حذیفی) کا خطبہ جمعہ :

مسجد نبوی کے امام اور خطیب عبدالرحمٰن حذیفی صاحب نے جمعہ کے خطبہ میں کہا کہ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے۔ اَخْرِجُوْا الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی مِنْ جَزِیْرَۃِ الْعَرَبِ یہود و نصاریٰ کو جزیرۂ عرب سے نکال دو اور ہماری حکومت نے ان کو بلا کر یہاں بٹھایا ہوا ہے۔لہٰذا میں حکومت کے اس اقدام کی سختی کے ساتھ تردید کرتا ہوں اور یہ کہتا ہوں کہ ان کو یہاں سے نکالو اور انہوں نے ایرانی شیعوں کی بھی مذمت کی اور ان کی تردید اس لئے کی کہ ایران کا سابقہ صدر رفسنجانی متبرک مقامات کی زیارت کے لئے جانا چاہتا تھا حکومت نے حذیفی صاحب کی ڈیوٹی لگا دی کہ تم ان کے ساتھ جاؤ۔ جہاں جہاں جانا چاہیں تم ان کے ساتھ رہو۔ جمعہ کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد حذیفی صاحب نے کہا کہ آؤ روضہ اقدس پر سلام پیش کرنے کے لئے چلیں۔ روضہ اقدس پر گیا

حضور ﷺ پر سلام پیش کر کے واپس پھرنے لگا تو حذیفی صاحب نے کہا کہ شیخین حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر پر بھی سلام پیش کرو۔ تو رفسنجانی نے کہا اَللّٰہُ یَلْعَنُهُمَا ان دونوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ (نعوذ باللہ)۔ اس کی اس خباثت کی وجہ سے امام حذیفی صاحب بگڑ گئے اور ان کی خوب تردید کی اور رگڑا لگایا یہ ساری تفصیل اخبار ضربِ مومن میں شائع ہوئی ہے۔ مگر افسوس ہے کہ آپ ضربِ مومن پڑھتے نہیں ہیں۔ (اصل کیسٹ بھی دستیاب ہے)۔

قصاص سے متعلق امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک :

یہ مسئلہ آپ نے سمجھ لیا کہ کان کے بدلے کان، ناک کے بدلے ناک، دانت کے بدلے دانت کاٹا جائے گا۔ بعض کم فہم لوگوں نے امام ابوحنیفہ e پر اعتراض کیا ہے کہ امام صاحب بعض چیزوں میں قصاص کے قائل نہیں ہیں۔ بلکہ دیت کے قائل ہیں۔ تو بات اچھی طرح سمجھ لیں اور ذہن نشین کر لیں امام ابوحنیفہ e فرماتے ہیں کہ اصل تو قصاص ہی ہے مگر وہ اعضاء کہ جن میں قصاص ممکن نہیں ہے وہاں دیت ہوگی بات کو ذرا ٹھنڈے دل سے سمجھنا بات تو شرم کی ہے مگر دین ہے سمجھانے کے لئے کرنی پڑتی ہے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی عورت کسی مرد کا عضو تناسل خصیے سمیت کاٹ دے تو دیت آئے گی قصاص نہیں ہوگا کیونکہ اس کے بدلے میں عورت کی کون سی جگہ کاٹی جائے گی۔ اسی طرح اگر کوئی عورت مرد کی ڈاڑھی مونڈھ دے تو عورت کی ڈاڑھی نہیں ہے قصاص کس طرح لیا جائے گا لہٰذا اس میں دیت واجب ہوگی۔

اور یاد رکھنا! ڈاڑھی کی دیت پورے سو اونٹ ہیں۔ اسی طرح اگر کسی مرد نے کسی عورت کا سر مونڈھ دیا اور مونڈنے والا گنجا ہو تو قصاص کس طرح لیا جائے گا؟۔ لہٰذا دیت

ہوگی یا کوئی کسی عورت کے پستان کاٹ دیتا ہے تو مرد کی کون سی جگہ کاٹی جائے گی تو یہاں بھی دیت ہوگی امید ہے بات سمجھ آگئی ہوگی ۔ کہ بعض ایسی چیزیں ہیں کہ وہاں قصاص ہو نہیں سکتا۔

لہٰذا امام ابوحنیفہ e نے جو کچھ فرمایا ہے وہ عین اسلام کی روح کے مطابق فرمایا فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ پس جس شخص نے صدقہ کیا اس کا پس وہ اس کا کفارہ ہوگا۔ مثلاً اگر کسی نے کسی کا ناک کاٹ دیا اور وہ کہے کہ میں تجھے معاف کرتا ہوں تو یہ معاف کرنا اس کے سابقہ گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ اور جس نے فیصلہ نہ کیا اس چیز کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے پس یہی لوگ ظالم ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ظالم فرما رہے ہیں۔ جو رب تعالیٰ کے قانون کے مطابق فیصلے نہیں کرتے۔ اور یہ کہتے ہیں کہ شرعی قوانین ظالمانہ وحشیانہ اور جابرانہ ہیں۔ یہاں گنگا الٹی چلتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے قرآنِ کریم کو سمجھو یہ بڑی ہدایت والی کتاب ہے۔

وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰةِ ۪ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ؕ ﴿۴۶﴾ وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ؕ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۙ ﴿۴۸﴾

لفظی ترجمہ :

وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اور ہم نے ان کے پیچھے بھیجا ان کے قدموں پر

بِعِیۡسَی ابۡنِ مَرۡیَمَ عیسیٰ بن مریم (علیہما السلام) کو مُصَدِّقًا تصدیق کرنے والا تھا
لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡہِ اس چیز کی جو اس کے سامنے تھی مِنَ التَّوۡرٰۃِ توراۃ وَاٰتَیۡنٰہُ
الۡاِنۡجِیۡلَ اور ہم نے دی انکو انجیل فِیۡہِ ہُدًی وَّنُوۡرٌ اس میں ہدایت تھی اور
روشنی تھی وَّمُصَدِّقًا اور انجیل بھی تصدیق کرنے والی تھی لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡہِ اس
چیز کی جو اس کے سامنے تھی مِنَ التَّوۡرٰۃِ توراۃ وَہُدًی اور ہدایت تھی وَّمَوۡ
عِظَۃً لِّلۡمُتَّقِیۡنَ اور نصیحت تھی پرہیزگاروں کے لئے وَلۡیَحۡکُمۡ اَہۡلُ
الۡاِنۡجِیۡلِ اور چاہیے کہ فیصلہ کریں انجیل والے بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ فِیۡہِ اس کے
مطابق جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے اس میں وَمَنۡ لَّمۡ یَحۡکُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ
اللّٰہُ اور جس نے فیصلہ نہ کیا اس کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے
فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ پس وہی لوگ فاسق ہیں وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ
الۡکِتٰبَ اور ہم نے نازل کی آپ کی طرف کتاب بِالۡحَقِّ حق کے ساتھ
مُصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡہِ مِنَ الۡکِتٰبِ تصدیق کرنے والی ہے ان کتابوں کی جو
اس سے پہلے ہیں وَمُہَیۡمِنًا عَلَیۡہِ اور یہ نگران ہے ان کتابوں کی فَاحۡکُمۡ
بَیۡنَہُمۡ پس آپ فیصلہ کریں ان کے درمیان بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ اس کے مطابق
جو رب تعالیٰ نے نازل فرمائی وَلَا تَتَّبِعۡ اَہۡوَآءَہُمۡ اور آپ پیروی نہ کریں
ان کی خواہشات کی عَمَّا جَآءَکَ مِنَ الۡحَقِّ اعراض کرتے ہوئے اس کی
جو آچکا ہے آپ کے پاس حق لِکُلٍّ جَعَلۡنَا مِنۡکُمۡ شِرۡعَۃً تم میں سے ہر ایک

کے لئے ہم نے بنائی شریعت وَّمِنْهَاجًا اور ایک راستہ وَلَوْشَآءَ اللّٰهُ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا لَجَعَلَكُمْ تو بناتا تمہیں اُمَّةً وَّاحِدَةً ایک امت وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ اور لیکن وہ تمہیں آزماتا ہے فِيْ مَآ اٰتٰكُمْ ان قوتوں میں جو رب تعالیٰ نے تمہیں دی ہیں فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ پس سبقت کرو نیکیوں میں اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا اللہ تعالیٰ کی طرف ہی تم سب نے لوٹنا ہے فَيُنَبِّئُكُمْ پس وہ تمہیں بتائے گا بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ وہ چیزیں جن میں تم اختلاف کرتے رہے۔

اس سے پہلے بیان ہوا تھا کہ توراۃ بڑی جامع اور اہم کتاب تھی اور اس کے مطابق ہزاروں سال تک پیغمبر، مشائخ اور علماء فیصلے کرتے رہے۔ وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اور ہم نے ان کے پیچھے بھیجا ان کے قدموں پر بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ عیسیٰ بن مریم (i) کو مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰةِ جو تصدیق کرنے والا تھا اس چیز کی جو اس کے سامنے تھی توراۃ۔ یعنی حضرت عیسیٰ k توراۃ کی تصدیق کرنے والے تھے جو ان سے پہلے نازل ہوئی تھی۔

انجیل تورات کا تتمہ ہے :

وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ اور ہم نے دی ان کو انجیل فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ اس میں ہدایت تھی اور روشنی تھی وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰةِ اور انجیل بھی تصدیق کرنے والی تھی اس چیز کی جو اس سے پہلے تھی یعنی توراۃ۔ توراۃ اور انجیل کو اس طرح سمجھو جس طرح اخبار اور ضمیمہ ہوتا ہے۔ اخبار میں تو تفصیلی خبریں ہوتی ہیں اور ضمیمہ میں

ایک آدھ خبر ہوتی ہے۔تو انجیل دراصل توراۃ کا تتمہ تھی۔

وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ اور (وہ انجیل) ہدایت تھی اور نصیحت تھی پرہیزگاروں کے لئے وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ اور چاہیے کہ فیصلہ کریں انجیل والے اس کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے اس میں۔یعنی انجیل میں جو احکام نازل فرمائے ہیں اس کے مطابق فیصلہ کریں۔اور اگر انجیل کے مطابق فیصلہ کریں گے تو آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ پر ایمان لانا پڑے گا باوجود اس کے کہ انجیل میں تحریف ہو چکی ہے۔اور اصل انجیل نایاب ہے پھر بھی یہ آیت انجیل یوحنا میں موجود ہے۔

ایک دلچسپ واقعہ :

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو خوشخبری سناتے ہوئے فرمایا''میں جانا چاہتا ہوں تاکہ دنیا کا سردار آئے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں ہے''۔یعنی میں جا رہا ہوں کیونکہ دنیا کا سردار آنے والا ہے اور جو خوبیاں اور کمال ان کو حاصل ہیں وہ مجھے حاصل نہیں ہیں۔یہ حوالہ میں نے اپنی کتاب''عیسائیت کا پس منظر'' میں درج کیا اور لکھا کہ انجیل کے ماننے والوں پر ضروری ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ پر ایمان لائیں۔اس پر ایک واقعہ پیش آیا وہ اس طرح کہ سردیوں کا موسم تھا کسی نے دستک دی میں نے بچے کو کہا کہ معلوم کرو کون ہے۔بچے نے آکر بتایا کہ پینٹ کوٹ والے دو آدمی کھڑے ہیں میں چونکہ مصروف تھا۔بچے کو کہا کہ ان کو بیٹھک میں بٹھاؤ اور اہلیہ کو کہا کہ چائے تیار کرو چائے تیار ہوگئی تو میں نے ان سے ملاقات کی اور پوچھا کہ تمہارا کیا تعارف ہے؟ کہاں سے تشریف لائے ہو؟ اور کیسے آئے ہو؟۔ایک نے اپنا تعارف کرایا کہ میرا نام پطرس

بگل ہے۔اورانارکلی لاہور کے گرجا گھر کا انچارج ہوں۔دوسرا بھی پادری تھا مگر میں اس کا نام بھول گیا ہوں کہنے لگے کہ ہم نے تمہاری کتاب ''عیسائیت کا پس منظر'' پڑھی ہے اس میں آپ نے انجیل یوحنا کا حوالہ دیا کہ حضرت عیسیٰ k نے فرمایا کہ میں جانا چاہتا ہوں کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔اس حوالے کا مصداق تم نے اپنے پیغمبر کو قرار دیا ہے۔حالانکہ تمہارا پیغمبر اس کا مصداق نہیں بنتا میں نے کہا کہ یہ حوالہ ہمارے پیغمبر پر کیوں صادق نہیں آتا؟ کہنے لگے۔اس سے مراد شیطان ہے میں نے کہا پادری صاحب بڑی عجیب بات ہے جو تم نے کہی ہے اچھا یہ بتاؤ کہ شیطان کس نعمت کا نام ہے کہ عیسیٰ k اپنے ساتھیوں کو اس کی خوشخبری دے رہے ہیں؟ اور کیا تم شیطان کو دنیا کا سردار مانتے ہو؟۔اور کیا عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے شیطان نہیں تھا کہ وہ اب اس کے آنے کی خوشخبری سنا رہے ہیں؟۔آدم علیہ السلام کے جنت سے نکلنے کا سبب کون بنا تھا؟ پھر انجیل متی میں ہے کہ میں اس کی جوتیاں اٹھانے کے قابل نہیں ہوں۔تو کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام شیطان کی جوتیاں اٹھانے کے قابل نہیں ہیں۔ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو شیطان کو جوتیاں مارنے والے ہیں پھر وہ چلے گئے۔اندازہ لگاؤ۔لوگ ایسی تاویلیں بھی کرتے ہیں۔خاموش کوئی نہیں رہتا۔

تو خیر!اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انجیل والوں کو چاہیے کہ وہ انجیل کے مطابق فیصلہ کریں۔اور دنیا کے سرادار کی نبوۃ کو تسلیم کریں کیونکہ حضرت عیسیٰ k تو صرف بنی اسرائیل کے لئے پیغمبر تھے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل کائنات کے لئے پیغمبر بن کے آئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں......

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اور جس نے فیصلہ نہ کیا اس کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے، فرمایا فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ پس وہی لوگ فاسق ہیں وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ اور ہم نے نازل کی آپ کی طرف کتاب حق کے ساتھ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ تصدیق کرنے والی ہے ان کتابوں کی جو اس سے پہلے ہیں۔ توراۃ، انجیل، زبور جو اصل ہیں قرآن پاک ان کی تصدیق کرتا ہے۔

وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ اور (قرآنِ پاک پہلی کتابوں کا) نگران اور محافظ ہے۔ قرآنِ کریم نے ان کے مضامین کی حفاظت فرمائی ہے اگر قرآنِ کریم ہمارے پاس نہ ہوتا تو ہمیں نہ توحید سمجھ آسکتی تھی نہ پیغمبروں کا منصب سمجھ آسکتا تھا۔

محرف تورات میں توہین آمیز مضامین :

آج کی توراۃ میں تو لکھا ہوا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے ڈیرے پر شراب پی اور ننگے ہو گئے۔ معاذ اللہ تعالیٰ۔ اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے کہ وہ سفر پر جا رہے تھے کہ ایک موٹے تازے آدمی نے آکر ان سے لڑنا شروع کر دیا انہوں نے کہا کہ تو کون ہے؟ بلا وجہ میرے ساتھ ہاتھا پائی شروع کر دی ہے۔ لیکن وہ باز نہ آیا ساری رات لڑائی ہوتی رہی بالآخر صبح کے وقت یعقوب علیہ السلام نے اس کو لات ماری اور گرا دیا پھر پوچھا بتا تو کون ہے؟ اس نے کہا کہ میں تیرا رب ہوں۔ **لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم** یہ رب ہے جو بندوں سے کشتی کرتا ہے اور پھر گر جاتا ہے یہ رب تعالیٰ کی توہین نہیں ہے تو اور کیا ہے؟۔ اور یہ بھی لکھا ہے (بحوالہ کتاب پیدائش باب: ۱۹۔ ۳۰ تا ۳۸) کہ حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹیوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہماری خواہش پوری کرنے والا مرد تو ہے کوئی نہیں لہٰذا والد صاحب کو شراب پلا کر ایک ایک رات

خواہش پوری کریں۔ چنانچہ ایک رات شراب پلا کر ایک بیٹی انکے ساتھ سوئی دوسری رات دوسری ان کے ساتھ سوئی اور پھران سے بچے بھی پیدا ہوئے۔ ایک نام بن عمی رکھا اور دوسرے کا نام لُوآب رکھا۔ ذرا سوچو ہے کوئی یہ بات کرنے والی اور یہ لکھا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھر بت پرستی ہوتی تھی اور یہودا نے اپنی بہو کے ساتھ بدکاری کی یہودا حضرت یعقوب علیہ السلام کے بڑے بیٹے کا نام ہے۔ اگر قرآنِ کریم نہ ہوتا تو ہر چیز خلط ملط ہو جاتی اور کچھ بھی سمجھ نہ آتا۔ قرآنِ کریم پہلی کتابوں کے اصل مضامین کا محافظ ہے۔ فرمایا.........

فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ پس آپ فیصلہ کریں ان کے درمیان اس کے مطابق جو رب تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے۔ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ اور آپ پیروی نہ کریں ان کی خواہشات کی عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ اعراض کرتے ہوئے اس کی جو آ چکا ہے آپ کے پاس حق۔ یعنی آپ کے پاس حق آ چکا اس کے مطابق فیصلہ کریں۔ اور ان کی بات پر کان نہ دھریں۔

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا تم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے بنائی شریعت اور ایک راستہ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً تو بناتا تمہیں ایک امت۔ اللہ تعالیٰ سب کو جبراً مومن بنانے پر بھی قادر ہے اور سب کو جبراً کافر بنانے پر بھی قادر ہے۔ وہ جو چاہے کر سکتا ہے مگر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰكُمْ اور لیکن وہ تمہیں آزماتا ہے ان قوتوں اور اسباب میں جو رب تعالیٰ نے تمہیں دیئے ہیں۔ رب تعالیٰ نے تمہیں قوۃ اور طاقت اور

سمجھ عطا فرمائی۔ اور حق و باطل اور جائز و ناجائز سے بھی آگاہ فرمایا۔ اور ہر چیز کا نتیجہ بھی بتایا ہے۔ اب تمہارا امتحان ہے کہ قوۃ اور طاقت اور سمجھ کو کہاں استعمال کرتے ہو اس کے مطابق حساب اور فیصلہ ہو جائے گا کفر اور اسلام پر وہ مجبور نہیں کرتا۔ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ پس جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کافر رہے۔ رب تعالیٰ نے نیکی، بدی کا اختیار دیا ہے۔ اور دیکھتا ہے کہ کون اس کے احکام پر عمل کرتا ہے اور کون بے راہ روی اختیار کرتا ہے۔

قوت اختیاری کی آزمائش :

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ پس تم سبقت کرو نیکیوں میں۔ ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا اللہ تعالیٰ کی طرف ہی تم سب نے لوٹنا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی عدالت قائم ہوگی سب نے وہاں پیش ہو کر جواب دینا ہے اور اللہ تعالیٰ سب سے حساب لے گا۔

فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ پس وہ تمہیں بتائے گا وہ چیزیں جن میں تم اختلاف کرتے رہے ہو۔ بتانے اور خبر دینے کا مطلب یہ ہے کہ وہ نیکی، بدی کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ بدی کی سزا ملے گی اور نیکی کا پھل سامنے آئے گا۔

وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْ م بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ط فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ط وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ط وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰى اَوْلِيَآءَ م بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ط وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۱﴾

لفظی ترجمہ :

وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ اور یہ کہ آپ (ﷺ) فیصلہ کریں ان کے درمیان بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اس چیز کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ اور نہ پیروی کریں ان کی خواہشات کی وَاحْذَرْهُمْ اور ان سے بچتے رہیں اَنْ يَّفْتِنُوْكَ کہ وہ آپ کو فتنے میں ڈال دیں عَنْ م بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ بعض ان چیزوں کے بارہ میں جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہیں آپ (ﷺ) کی طرف فَاِنْ تَوَلَّوْا پس اگر وہ پھر جائیں فَاعْلَمْ

پس آپ (ﷺ) جان لیں اَنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ پختہ بات ہے ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اَنْ یُّصِیْبَھُمْ یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کو مصیبت میں مبتلا کرے بِبَعْضِ ذُنُوْبِھِمْ ان کے بعض گناہوں کی وجہ سے وَاِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ اور بے شک بہت سے لوگوں میں سے لَفٰسِقُوْنَ البتہ نافرمان ہیں اَفَحُکْمَ الْجَاھِلِیَّۃِ یَبْغُوْنَ کیا پس یہ جاہلیت کا حکم تلاش کرتے ہیں وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ حُکْمًا اور کون ہے اللہ تعالیٰ سے زیادہ اچھا فیصلہ کرنے والا لِقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ اس قوم کے لئے جو یقین رکھتی ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو لَا تَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ نہ بناؤ تم یہودیوں کو وَالنَّصٰرٰی اور نصرانیوں کو اَوْلِیَآءَ دوست بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ بعض ان کے دوست ہیں بعض کے وَمَنْ یَّتَوَلَّھُمْ مِّنْکُمْ اور جس نے ان کے ساتھ دوستی کی تم میں سے فَاِنَّہٗ مِنْھُمْ پس بے شک وہ انہی میں سے ہوگا اِنَّ اللّٰہَ بے شک اللہ تعالیٰ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ نہیں ہدایت دیتا ظالم قوم کو۔

بات پہلے سے یہ چلی آ رہی ہے کہ یہودیوں کے شادی شدہ مرد عورت نے بدکاری کی اور وہ مقدمہ لے کر آپ ﷺ کے پاس آئے کہ کوئی نرم سی سزا ہو جائے جرمانہ ہو جائے کوڑے لگ جائیں یا قید کی سزا ہو جائے۔ لیکن ان کی یہ تدبیر ان کے کام نہ آئی اور آپ ﷺ نے اسلام اور توراۃ کے مطابق رجم کا حکم جاری فرمایا۔ وہ چاہتے تھے کہ ہماری خواہش کے مطابق فیصلہ ہو جائے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کی خواہشات کی پیروی نہیں کرنی۔ ارشادِ ربانی ہے............

وَاَنِ احۡکُمۡ بَیۡنَھُمۡ اور یہ کہ آپ (ﷺ) فیصلہ کریں ان کے درمیان بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰہُ اس چیز کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے۔ وہ یہ کہ اگر شادی شدہ مرد عورت زنا کا ارتکاب کریں اور اس پر گواہ موجود ہوں یا وہ خود اقرار کریں اپنے گناہ کا تو ان کو رجم کیا جائے گا۔ وَلَا تَتَّبِعۡ اَھۡوَآءَھُمۡ اور نہ پیروی کریں ان کی خواہشات کی۔ کہ وہ چاہتے ہیں کہ کوئی نرم سا حکم مل جائے اور رجم سے بچ جائیں۔ ایسا بالکل نہیں کرنا۔ وَاحۡذَرۡھُمۡ اور ان سے بچتے رہیں۔

اَنۡ یَّفۡتِنُوۡکَ کہ وہ آپ کو فتنے میں ڈال دیں عَنۡۢ بَعۡضِ مَآ اَنۡزَلَ اللّٰہُ اِلَیۡکَ بعض ان چیزوں کے بارہ میں جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہیں آپ (ﷺ) کی طرف۔ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بعض احکام کو ٹال کر تمہیں فتنہ میں مبتلا کر دیں لہٰذا آپ ﷺ ان کو صاف صاف کہہ دیں کہ جو تم چاہتے ہو وہ ہم کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ بلکہ قرآن کریم اور توراۃ کے مطابق ہم رجم ہی کریں گے۔

فَاِنۡ تَوَلَّوۡا پس اگر وہ پھر جائیں کہ حق سے اعراض کریں فَاعۡلَمۡ پس آپ (ﷺ) جان لیں اَنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ پختہ بات ہے ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اَنۡ یُّصِیۡبَھُمۡ یہ کہ ان کو مصیبت میں مبتلا کرے بِبَعۡضِ ذُنُوۡبِھِمۡ ان کے بعض گناہوں کی وجہ سے۔ چنانچہ جب الزام ثابت ہو گیا تو آنحضرت ﷺ نے ان کو رجم کرنے کا حکم دیا۔ مجمع میں یہودی بھی تھے، عیسائی بھی تھے، منافق بھی تھے اور مسلمان بھی تھے سب کی موجودگی میں آنحضرت ﷺ کی سرپرستی میں ان کو رجم کیا گیا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب لوگ پتھر مارتے تھے یہودی اس عورت پر گر پڑتا تھا کہ اس کو پتھر نہ لگیں۔ بہرحال دونوں کو رجم کر دیا گیا اور ان کی میتیں ان کے وارثوں کے حوالے کر دی گئیں۔

رجم کا حکم توراۃ میں تھا اور قرآنِ کریم میں بھی رجم کا حکم ہے۔ وہ آیت کریمہ اگرچہ تلاوۃً منسوخ ہے مگر حکم باقی ہے۔ آیت کریمہ یہ ہے.........

اَلشَّیْخُ وَالشَّیْخُوْخَۃُ ...... (الآیۃ) تلاوت منسوخ مگر حکم باقی ہے :

اَلشَّیْخُ وَالشَّیْخُوْخَۃُ اِذَا زَنَیَا فَارْجُمُوْھُمَا اَلْبَتَّۃَ وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ☆

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ رجم کا حکم یہودیوں کیلئے تھا اور آپ ﷺ نے یہودیوں کو ہی رجم فرمایا تھا تو یہ لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے ایک صحابی کے متعلق رجم کا حکم دیا اور ان کو رجم کیا گیا۔ واقعہ اس طرح ہوا کہ.........

حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ کا واقعہ :

''آنحضرت ﷺ تشریف فرما تھے کہ حضرت ماعز بن اسلم اسلمی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت میں آئے اور کہا کہ حضرت مجھ سے بدکاری سرزد ہوگئی ہے اور میں ہوں بھی شادی شدہ۔ آپ ﷺ نے چہرہ اقدس دوسری طرف پھیر لیا۔ پھر وہ ادھر سے سامنے آکر کھڑے ہوگئے کہ حضرت مجھ سے غلطی ہوگئی ہے آپ ﷺ نے چہرہ اقدس تیسری طرف پھیر لیا وہ ادھر سامنے آکر کھڑے ہوگئے اور اپنے جرم کا اقرار کیا۔ آپ ﷺ نے چہرہ اقدس چوتھی طرف پھیر لیا۔ وہ ادھر ہی سامنے آکر کھڑے ہوگئے۔ اور کہا کہ حضرت! مجھ سے غلطی ہوگئی ہے مجھے پاک کرو تاکہ میری آخرت خراب نہ ہو۔ آپ ﷺ نے اس کے محلہ داروں سے دریافت فرمایا کہ یہ پاگل تو نہیں ہے؟ کہنے لگے حضرت نہیں! یہ تو بڑا سمجھ دار آدمی ہے۔ پھر دریافت فرمایا کہ یہ نشہ تو نہیں کرتا؟ معلوم ہوا کہ نہیں نشہ بھی نہیں کرتا اس کے بعد آپ ﷺ نے ان کے متعلق رجم کا حکم فرمایا اور ان کو رجم کیا گیا۔ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ تو مسلمان تھے، صحابی تھے، یہودی نہیں تھے''۔

ایک عورت کے رجم کا عجیب وغریب واقعہ :

اس طرح ایک عورت کا واقعہ بھی آتا ہے بخاری اور مسلم کی روایت ہے ایک عورت آپ ﷺ کے پاس آئی اور کہنے لگی ''حضرت مجھ سے یہ گناہ ہوا ہے، لہٰذا مجھے پاک کردو، آپ ﷺ نے اس کے متعلق بھی دریافت فرمایا کہ یہ پاگل تونہیں ہے یا نشہ تو نہیں کرتی ۔معلوم ہوا کہ نہ پاگل ہے نہ نشہ کرتی ہے۔آپ ﷺ نے اسکو فرمایا کہ ابھی تم جاؤ سوچیں گے۔اس نے کہا کہ تم مجھے ٹالنا چاہتے ہو مجھے پاک کرو۔میرے پیٹ میں بچہ بھی حرام کا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ غلطی تیری ہے بچے کی تونہیں ہے؟۔لہٰذا بچے کی ولادت کے بعد آنا۔ چنانچہ وہ عورت چلی گئی اور بچے کی پیدائش کے بعد پھر آگئی آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو دودھ پلانے والی کوئی ہے؟۔ کہنے لگی نہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ اس کو دوسال دودھ پلاؤ جب یہ روٹی کھانے لگ جائے پھر آنا۔دوسال بعد وہ عورت بچے کو اٹھائے ہوئے پھر آگئی اور بچے کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا بھی تھا۔ آنحضرت ﷺ کے سامنے بچے کو کہا کہ روٹی کھاؤ۔اس نے روٹی کھانی شروع کی، کہنے لگی حضرت یہ روٹی کھانے کے قابل ہوگیا ہے۔اب تو مجھے پاک کردو۔اندازہ لگاؤ کہ اتنا طویل عرصہ گزرنے کے باوجود اس کا نظریہ نہیں بدلا اس کو بھی رجم کیا گیا''۔تو یہ کہنا کہ رجم کا حکم یہودیوں کے لئے تھا بالکل غلط بات ہے۔مسلمانوں کے لئے بھی یہی حکم ہے۔

وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ اور بے شک بہت سے لوگوں میں سے البتہ نافرمان ہیں اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ کیا پس یہ جاہلیت کا حکم تلاش کرتے ہیں۔ کہ ادھر اُدھر پھر رہے ہیں کہ ان کی مرضی کے مطابق فیصلہ ہوجائے۔ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ

اللّٰہِ حُکْمًا اور کون ہے اللہ تعالیٰ سے زیادہ اچھا فیصلہ کرنے والا؟ اور اللہ تعالیٰ کا فیصلہ تو راۃ میں بھی رجم ہے۔ اور اس شریعت میں بھی اس جرم کی سزا رجم ہے۔ اور رب تعالیٰ کا حکم ہے لِقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ اس قوم کے لئے جو یقین رکھتی ہے۔ اور جو رب تعالیٰ پر ایمان اور یقین نہیں رکھتے ان کی بات جدا ہے۔ جب یہود و نصاریٰ توراۃ و انجیل پر عمل کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ کیونکہ توراۃ و انجیل میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی بشارت موجود ہے۔ مگر انہوں نے اس کو تسلیم نہیں کیا تو پھر مسلمانو! تمہارے لئے رب تعالیٰ کا حکم یہ ہے......

یہود و نصاریٰ سے موالات کی ممانعت :

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤی اَوْلِیَآءَ نہ بناؤ تم یہودیوں کو اور نصرانیوں کو دوست بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ بعض ان کے دوست ہیں بعض کے۔ یعنی وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم بالکل واضح اور صاف ہے کہ یہود و نصاریٰ کے ساتھ دوستی جائز نہیں ہے۔ مسجد نبوی زادھا اللہ شرفاً وکرامۃً کے امام اور خطیب علامہ حذیفی نے خطبہ جمعہ میں یہی آیت کریمہ تلاوت کی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے۔ اور تم نے ان کے ساتھ یارانے لگائے ہوئے ہیں اور ان کی فوجیں سرزمین عرب میں داخل کی ہوئی ہیں۔ میں شاہ فہد اور اس کے تمام ارکانِ حکومت کو کہتا ہوں کہ یہود و نصاریٰ کے ساتھ دوستی نہ رکھو اور ان کی فوجوں کو یہاں سے نکالو۔ اور آنحضرت ﷺ کا فرمان مسلم شریف اور ترمذی شریف میں موجود ہے" آپ ﷺ نے فرمایا اَخْرِجُوا الْیَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی مِنْ جَزِیْرَةِ الْعَرَبِ یہود و نصاریٰ کو جزیرہ عرب سے نکال دو اور فرمایا کہ اگر میں آئندہ

سال تک زندہ رہا تو خود ان کو نکال دوں گا۔ "لَا اَتْرُکُ فِیْهَا اِلَّا مُسْلِمًا" مسلمانوں کے علاوہ کسی کو نہیں چھوڑوں گا۔ (یہ اعلان آپ ﷺ نے ۱۱ھ میں فرمایا)۔ علامہ حذیفی نے فرمایا کہ قرآنِ کریم کا بھی حکم ہے اور حضور ﷺ کا بھی حکم ہے اور تم اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہو اور مکہ و مدینہ اسلام کا مرکز ہے۔ پھر تمہارا ایسا کرنا بڑا ظلم ہے۔ اگرچہ حکومت مضبوط ہے مگر انہوں نے آخرت کو سامنے رکھتے ہوئے کہ کل پروردگار کو کیا جواب دوں گا حق بیان کر دیا اور حق بیان کرنے کی پاداش میں ان کو امامت اور خطابت سے معزول کر دیا گیا۔ اس وقت معلوم نہیں کہ قید ہیں یا آزاد کر دیا گیا ہے۔ (اس وقت وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امامت اور خطابت کے منصب پر فائز ہیں یعنی ان کو دوبارہ بحال کر دیا گیا ہے)۔ (نواز بلوچ)۔

امریکہ کی چالبازی :

حق کہنے کی پاداش میں کئی سو علماء اس وقت بھی سعودیہ کی جیلوں میں بند ہیں۔ اور امریکہ کی فوجیں اسی طرح موجود ہیں اور ظلم کی بات یہ ہے کہ امریکی فوج کے تمام تر اخراجات قیام و طعام، خوراک جس میں شراب اور خنزیر بھی شامل ہیں اور علاج معالجہ سعودی حکومت کے ذمہ ہیں۔ سعودیہ کے ذہن میں انہوں نے یہ بات بٹھائی ہے کہ تجھے عراق کھا جائے گا ہم تیری حفاظت کے لئے آ رہے ہیں۔ بے شک عراق کے پاس دولت بہت ہے مگر فوجی طاقت تو اتنی نہیں ہے کہ تنہا وہ سعودیہ کو کھا جائے گا اور سعودیہ کے تیل پر مکمل طور پر امریکہ قابض ہے۔ اور عراق اپنا تیل اس وقت تک نہیں بیچ سکتا جب تک امریکہ سے اجازت نہ لے۔

ارے تم چچا لگتے ہو کہ وہ تم سے اجازت لے۔ ملک ان کا تیل ان کا مزدوران کے۔ بیچیں نہ بیچیں تمہاری اجازت کا اس کے ساتھ کیا تعلق ہے؟۔ بہر حال یہود و نصاریٰ کے ساتھ دوستی جائز نہیں ہے۔

وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ اور جس نے ان کے ساتھ دوستی کی تم میں سے فَإِنَّهُ مِنْهُمْ پس بے شک وہ انہی میں سے ہوگا۔ یعنی وہ پختہ مسلمان نہیں ہوسکتا بے شک نام اس کا مسلمانوں والا ہو۔ لیکن ہوگا وہ یہودی اور عیسائی ہی۔ کیونکہ رب تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کرنے والا کس طرح مسلمان ہوسکتا ہے آج مسلمانوں کے جتنے ملک ہیں سوائے طالبان کے اکثر امریکہ کے پٹھو اور اس کے حاشیہ بردار ہیں۔ کیا سعودیہ، کیا شام یا مصر، کیا لیبیا اور کیا دوسرے جو کچھ وہ کہتا ہے کرتے ہیں۔ اور جو ان کے خلاف آواز بلند کرتا ہے وہ تخریب کار ہے، دہشت گرد ہے۔ طالبان امریکی خواہش کے مطابق جب روس کے ساتھ لڑ رہے تھے تو مجاہد تھے اب امریکی غرض ختم ہوگئی ہے تو دہشت گرد بن گئے ہیں یہ کتنی زیادتی اور ظلم کی بات ہے۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّلِمِينَ بے شک اللہ تعالیٰ نہیں ہدایت دیتا ظالم قوم کو۔ لہٰذا تم ظلم نہ کرنا اور یہود و نصاریٰ کے ساتھ دوستی نہ لگانا۔

فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ ؕ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ؕ ﴿۵۲﴾ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ؕ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۵۳﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۡ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۴﴾

لفظی ترجمہ :

فَتَرَى الَّذِيْنَ پس تو (اے مخاطب) دیکھے گا ان لوگوں کو فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ جن کے دلوں میں منافقت کی بیماری ہے يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ دوڑتے

ہیں ان کے اندر جا ملنے کے لئے یَقُوْلُوْنَ کہتے ہیں نَخْشٰٓی ہم ڈرتے
ہیں اَنْ تُصِیْبَنَا دَآئِرَۃٌ یہ کہ ہمیں کوئی پہنچے گردش فَعَسَی اللّٰہُ پس قریب
ہے کہ اللہ تعالیٰ اَنْ یَّاْتِیَ بِالْفَتْحِ یہ کہ لائے فتح اَوْاَمْرٍمِّنْ عِنْدِہٖ یا اور کوئی
معاملہ اپنی طرف سے فَیُصْبِحُوْا پس ہو جائیں وہ منافق عَلٰی مَآاَسَرُّوْا فِیْٓ
اَنْفُسِھِمْ اس چیز پر جو انہوں نے اپنے دلوں میں مخفی رکھی نٰدِمِیْنَ شرمندہ
وَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اور کہتے ہیں وہ لوگ جو ایمان لائے اَھٰٓؤُلَآءِ کیا یہ
لوگ ہیں الَّذِیْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰہِ جنہوں نے قسمیں کھائیں اللہ تعالیٰ کا نام
لے کر جَھْدَ اَیْمَانِھِمْ مضبوط قسمیں اِنَّھُمْ لَمَعَکُمْ کہ وہ البتہ تمہارے
ساتھ ہیں حَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ ضائع ہو گئے اعمال ان کے فَاَصْبَحُوْا
خٰسِرِیْنَ پس ہو گئے وہ نقصان اٹھانے والے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے
ایمان والو! مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ جو مرتد ہو گیا تم میں سے عَنْ دِیْنِہٖ اپنے دین
سے فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ پس عنقریب اللہ تعالیٰ لائے گا بِقَوْمٍ ایسی قوم
یُّحِبُّھُمْ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ محبت کرے گا وَیُحِبُّوْنَہٗٓ اور وہ اللہ تعالیٰ سے
محبت کریں گے اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ نرم ہوں گے ایمان والوں پر اَعِزَّۃٍ
عَلَی الْکٰفِرِیْنَ زبردست ہوں گے کافروں کے لئے یُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ
اللّٰہِ جہاد کریں گے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَآئِمٍ اور نہ
خوف کریں گے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یہ

اللہ تعالیٰ کا فضل ہے یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ دیتا ہے جس کو چاہتا ہے وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ وسعت والا جاننے والا ہے۔

گزشتہ آیات میں ایمان والوں کو خطاب تھا کہ یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ یہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اور جو ان کے ساتھ دوستی لگائے گا اس کا شمار انہیں میں سے ہوگا اور آج کی آیات میں آنحضرت ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں......

منافقین کا رویہ :

فَتَرَى الَّذِيْنَ پس (اے نبی کریم ﷺ) آپ دیکھیں گے ان لوگوں کو فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ جن کے دلوں میں منافقت کی بیماری ہے یُسَارِعُوْنَ فِیْهِمْ دوڑتے ہیں ان کے اندر جا کے ملنے کے لئے۔ آپ ﷺ کے زمانہ میں جو منافق تھے وہ کلمہ بھی پڑھتے تھے اور آپ ﷺ کی مجالس میں باقاعدہ حاضری بھی دیتے تھے اور یہود و نصاریٰ کے ساتھ ان کی دوستی بھی تھی اور کہتے کیا ہیں فرمایا......

یَقُوْلُوْنَ نَخْشٰی کہتے ہیں ہم ڈرتے ہیں اَنْ تُصِیْبَنَا دَآئِرَةٌ یہ کہ ہمیں پہنچے کوئی گردش۔ یعنی ہم یہودیوں کے ساتھ دوستی اور ملاپ اس لئے رکھتے ہیں کہ اگر قحط پڑ گیا یا کوئی مجبوری بن گئی یا قرض لینے کی ضرورت پیش آ گئی تو ان سے اپنی ضرورت پوری کریں گے۔ یہود و نصاریٰ سے تعلق قائم رکھنے کا جواز پیش کیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے......

فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّاْتِیَ بِالْفَتْحِ پس قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ لائے فتح۔ ان کی امداد کے بغیر۔ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ یا اور کوئی معاملہ اپنی طرف سے پیدا فرما دے کہ تم ان

کے محتاج ہی نہ رہو۔ دیکھو اللہ تعالیٰ کے احکام بڑے صاف اور واضح ہیں۔ اور یہ حکم بھی رب تعالیٰ نے صاف اور صریح الفاظ میں بیان فرمادیا ہے کہ یہود و نصاریٰ کے ساتھ دوستی مت لگاؤ اور ان کے ساتھ تعلق جوڑنے میں کسی بہانے کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ وہ تمہارے کبھی خیر خواہ نہیں ہو سکتے۔ اور دنیا کے حالات و واقعات اللہ تعالیٰ کے احکام پر شاہد عدل ہیں۔

پاکستان کا جنگی معاہدہ :

چنانچہ پاکستان بننے کے بعد حکومت پاکستان نے امریکہ کے ساتھ جنگی معاہدہ کیا کہ اگر تم پر کسی نے حملہ کیا تو ہم تمہاری مدد کریں گے۔ اور اگر ہم پر کسی نے حملہ کیا تو تم ہماری مدد کرو گے اگر ہماری کسی سے جنگ ہوگی تو تم ہمارے ساتھ شریک ہو گے۔ اور مدد کرو گے۔ اور اگر تمہاری کسی کے ساتھ جنگ ہوگی تو ہم تمہارے ساتھ شریک ہوں گے اور مدد کریں گے اس وقت یہ مسجد چھوٹی سی ہوتی تھی جو کافی بوڑھے حضرات تشریف فرما ہیں ان کو یاد ہوگا کہ میں نے خطبہ جمعہ کے دوران اس معاہدہ کی تردید کی اور کہا کہ امریکہ کے ساتھ حکومت نے جو معاہدہ کیا ہے غلطی کی ہے۔ کیونکہ کبھی بھی مسلمانوں کو کافر سے فائدہ نہیں ہوا اور یہ قرآن وسنت کے خلاف ہے لہٰذا کافروں سے کسی قسم کی توقع رکھنا عبث اور غلط ہے۔

دورانِ کلام نوجوان کی تلخ کلامی :

دورانِ تقریر گکھڑ کا ایک نوجوان کھڑا ہو گیا جو خاصا گرم اور تیز تھا میں اس کا نام نہیں لیتا غیبت ہو جائے گی۔ کہنے لگا تم مولویوں کے ذہن ہی فضول ہوتے ہیں یہ کوئی مولویوں کا آپس میں معاہدہ تو نہیں ہے۔ اور نہ ہی عام دو پارٹیوں کا معاہدہ ہے یہ تو دو

حکومتوں کا معاہدہ ہے۔ میں نے کہا برخوردار! میں نے جو کچھ کہا ہے قرآن وسنت کی روشنی میں کہا ہے اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ سے سچی ذات کوئی نہیں ہے۔ لیکن وہ خاصا گرم تھا میرے اوپر اس نے حملہ آور ہونے کی بھی کوشش کی اور جمعہ بھی نہ پڑھا اور بڑبڑاتا ہوا چلا گیا کہ میں تمہارے ساتھ نمٹ لوں گا اللہ تعالیٰ غریقِ رحمت فرمائے۔ حاجی ملک محمد اقبال صاحب کو وہ مسلسل کئی دنوں تک مجھے گھر سے ساتھ لے کر آتے تھے اور پھر واپس گھر چھوڑ کر آتے تھے کہ کہیں وہ نوجوان غلط قدم نہ اٹھائے کیونکہ وہ دھمکی دے کر گیا تھا۔

امریکہ کی دھوکہ دہی :

اس کے بعد ۱۹۶۵ء کی جنگ ہوئی معاہدہ ہونے کے باوجود امریکہ نے ہمارا ساتھ نہ دیا بلکہ ۱۹۷۱ء کی جنگ خود امریکہ نے ہم پر مسلط کرائی اور ہمیں ٹینکوں اور جہازوں کے سپئیر پارٹس تک نہ دیئے۔ کیا فائدہ کافروں کے ساتھ معاہدوں کا، رب تعالیٰ نے جو کچھ فرمایا ہے بالکل صحیح فرمایا ہے کہ کافروں سے تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا اللہ تعالیٰ خود ہی مسلمانوں کی نصرت فرمائیں۔ اور مسلمانوں کی کامیابیوں کو دیکھ کر......

فَيُصْبِحُوا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ پس ہو جائیں وہ منافق اس چیز پر جو انہوں نے اپنے دلوں میں مخفی رکھی ہوئی ہے شرمندہ کہ انہوں نے تمہارا کسی قسم کا کوئی ساتھ نہیں دیا اور اس پر تاریخ شاہد ہے کہ کافروں پر جب بھی اعتماد کیا ہے وہ اعتماد پر پورے نہیں اترے۔ بلکہ الٹا انہوں نے نقصان پہنچایا ہے۔ منافقین یہودِ مدینہ کو بڑا مضبوط سمجھتے تھے اور اسی وجہ سے اندرونی طور پر ان کے ساتھ تعلق رکھتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے یہودِ مدینہ کو مغلوب کر دیا کچھ مارے گئے اور کچھ کو جلاوطن کر دیا گیا۔ اور

منافقین کی امیدیں ختم ہوگئیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا اور کہتے ہیں وہ لوگ جو ایمان لائے أَهٰؤُلَاءِ الَّذِينَ أَقْسَمُوا بِاللّٰهِ کیا یہ لوگ ہیں جنہوں نے قسمیں کھائیں اللہ تعالیٰ کا نام لے کر جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ مضبوط قسمیں إِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ کہ وہ البتہ تمہارے ساتھ ہیں۔ کہ ہم بھی مومن ہیں۔ یہود کے ساتھ تعلق تو صرف اس لئے رکھا ہوا ہے کہ کوئی ضرورت پیش آجائے تو وہ کام آجائیں۔

حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ ضائع ہوگئے اعمال ان کے، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ دنیا میں ان کو یہود کے ساتھ تعلقات کام نہ آئے اور آخرت میں بھی ان کے اعمال کام نہیں آئیں گے اور دوزخ کے نچلے طبقے میں سزا پائیں گے۔ فَأَصْبَحُوا خٰسِرِينَ پس ہوگئے وہ نقصان اٹھانے والے۔

ہمارے حکمرانوں کی بے غیرتی :

اللہ تعالیٰ کے واضح اور صاف حکم کے باوجود ہمارے حکمران ان کے تابع ہیں اس حد تک کہ بجلی اور سوئی گیس کا ریٹ اور دیگر اہم مالی معاملات ان کی راہنمائی میں طے پاتے ہیں۔ گویا کہ ہم ہر چیز میں ان کے محتاج ہیں۔ اور عراق کا یہ حال ہے کہ وہ اپنا تیل اپنی مرضی سے نہیں بیچ سکتا۔ اقتصادی پابندیاں لگائی ہوئی ہیں بچے بھوکوں مر رہے ہیں ان کو دوائیاں قیمتاً بھی دینے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ جب تک مسلمانوں میں غیرت نہیں بیدار ہوگی کام نہیں بنے گا۔ اور سعودیہ حکومت نے امریکہ صاحب کو اپنے سر پر بٹھایا ہوا ہے۔ اس وقت عرب ممالک میں اس کے سولہ ہوائی اڈے ہیں۔ اور سعودیہ کے اپنے سات، آٹھ بھی نہیں ہوں گے۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں.........

مومنین کی صفات کا تذکرہ :

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے ایمان والو! مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ جو مرتد ہو گیا تم میں سے اپنے دین سے۔ وہ رب تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ پس عنقریب اللہ تعالیٰ لائے گا ایسی قوم یُّحِبُّهُمْ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ محبت کرے گا وَیُحِبُّوْنَهٗۤ اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کریں گے اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ نرم ہوں گے ایمان والوں پر اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ زبردست ہوں گے کافروں کے لئے۔ چاہے تھوڑے ہی کیوں نہ ہوں اور اگر منافقت اختیار کرو گے اور کافروں کا سہارا تلاش کرو گے اور یہود و نصاریٰ کے ساتھ دوستی رکھو گے تو اسلام کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔ البتہ تمہارا اپنا نقصان ہوگا ساری کفریہ طاقتیں مل کر چاہیں کہ اسلام ختم ہو جائے نہیں ختم ہو سکتا کیونکہ رب تعالیٰ کا وعدہ ہے وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ اور اللہ تعالیٰ اپنے نور اسلام کو نورِ توحید کو چمکائے گا۔ چاہے کافر جلتے رہیں۔

کفار پر غلبہ :

الحمدللہ! باوجود اس کے کہ امریکہ، برطانیہ اسلام کو مٹانے کے لئے پورا زور لگا رہے ہیں پھر بھی امریکہ، برطانیہ اور دوسرے کافر ملکوں میں خاصی تعداد میں لوگ مسلمان ہو رہے ہیں۔ اور اگر ہم اپنی کمزوریاں دور کرلیں ایمان اعتقاد اور اعمال قرآن و سنت کے مطابق بنالیں اور ظاہری شکل و صورت بھی خدا، رسول کے تابع کر دیں تو اسلام اور زیادہ پھیل سکتا ہے، یہ ہمارا ایمان ہے۔

مسلمانوں کی روز افزوں ترقی :

ابوداؤد شریف کی روایت ہے کہ بارہ ہزار مسلمان قلت کی وجہ سے شکست نہیں کھائیں گے کوئی اور سبب درمیان میں آجائے تو الگ بات ہے فرمایا یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ جہاد کریں گے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ اور نہ خوف کریں گے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا۔

مجاہد کسی ملامت کا خوف نہیں رکھتا :

یعنی وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے نہ کسی باطل پرست کی طعن و تشنیع ان پر اثر انداز ہوتی ہے۔ جس طرح آج کل مجاہدین باطل کے خلاف برسر پیکار ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ جب روس کے خلاف لڑ رہے تھے تو مجاہد تھے کیونکہ اس میں امریکہ کے مقاصد شامل تھے۔ اب روس ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا ہے۔ تو اب وہ مجاہد دہشت گرد بن گئے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ رب تعالیٰ امریکہ کے بھی ضرور ٹکڑے کرے گا۔ جو حکومت پاکستان کو کہہ کر مجاہدین پر ظلم کر رہا ہے۔ اور ان پر پابندیاں عائد کر رکھی ہیں میں ایمان کی روشنی میں کہتا ہوں کہ مجاہدین پر نہ یہ حکومت پابندی لگا سکتی ہے نہ امریکہ لگا سکتا ہے۔ ان کی پابندیوں کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوگا وہ جہاد کرتے رہیں گے وہ کسی کی ملامت سے نہیں ڈریں گے چاہے امریکہ ہو یا اس کے پٹھو ہوں۔

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے دیتا ہے جس کو چاہتا ہے وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ وسعت والا جاننے والا ہے۔ اس سے زیادہ جاننے والا اور کوئی نہیں ہے۔

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۵۶﴾ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾ وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿۵۸﴾

لفظی ترجمہ :

اِنَّمَا پختہ بات ہے وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ دوست تمہارا اللہ تعالیٰ ہے وَرَسُوْلُهٗ اور اس کا رسول ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور وہ لوگ تمہارے دوست ہیں جو ایمان لائے اَلَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ مومن وہ ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ اور وہ زکوٰۃ دیتے ہیں وَهُمْ رٰكِعُوْنَ اور وہ عاجزی کرتے ہیں وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اور جو دوستی کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور ان لوگوں کے ساتھ

جوایمان لائے فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ پس بے شک گروہ اللہ تعالیٰ کا وہی غالب آئے گا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے ولوگو! جوایمان لائے ہو لَا تَتَّخِذُوا الَّذِیْنَ نہ بناؤان لوگوں کو اتَّخَذُوْا دِیْنَكُمْ هُزُوًا جنہوں نے بنایا ہے تمہارے دین کوتمسخر وَّلَعِبًا اورکھیل مِّنَ الَّذِیْنَ ان اوگوں میں سے اُوْتُوا الْكِتٰبَ جن کودی گئی کتاب مِنْ قَبْلِكُمْ تم سے پہلے وَالْكُفَّارَ اَوْلِیَآءَ اورکافروں کودوست وَاتَّقُوا اللّٰهَ اورڈرواللہ تعالیٰ سے اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ اگرتم مومن ہو وَاِذَا نَادَیْتُمْ اورجب تم اذان دیتے ہو اِلَى الصَّلٰوةِ نماز کے لئے اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا بناتے ہیں اس کومسخرہ وَّلَعِبًا اور کھیل ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَعْقِلُوْنَ یہ اس لئے کہ بے شک وہ ایسی قوم ہے جوعقل نہیں رکھتی، سمجھتی نہیں ہے۔

ربطِ آیات :

پچھلے رکوع کی ابتداء میں اس کا ذکر تھا کہ یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ تو پھر کن کو دوست بنائیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں............

مومن کا حقیقی دوست کون؟ :

اِنَّمَا وَلِیُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ پختہ بات ہے دوست تمہارا تمہارا آقا تمہارا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ راضی ہے۔ اور ان کی نصرت کا وعدہ فرما چکا ہے وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اور وہ لوگ تمہارے دوست ہیں جوایمان لائے۔ یعنی تمہاری دوستی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ایمان والوں کے ساتھ

ہونی چاہیے مومنوں کی کیا پہچان ہے۔ کیونکہ منہ سے بہت سارے لوگ اپنے آپ کو مومن کہتے ہیں۔ رب تعالیٰ مومنوں کے اوصاف بیان فرماتے ہیں کہ جن میں یہ صفتیں ہوں وہ مومن ہیں۔

مومنین کی صفات کا ذکر :

1...... اَلَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ مومن وہ ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں۔ جو شخص نماز کی پابندی نہیں کرتا اور اپنے آپ کو مومن سمجھتا ہے، غلط فہمی کا شکار ہے۔

تارکِ صلوٰۃ کا حکم :

حدیث پاک میں آتا ہے۔ "مَنْ تَرَکَ الصَّلٰوۃَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ کَفَرَ" جس نے دیدہ دانستہ ایک نماز چھوڑ دی اس نے کھلا کفر کیا۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے ظاہری الفاظ کے مطابق فتویٰ دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جس نے ایک نماز چھوڑ دی وہ کافر ہوگیا، مرتد ہوگیا۔ اس کی سزا قتل ہے۔ ایمان والوں کی دوسری صفت..........

ادائیگی زکوٰۃ کی حکمت اور فلسفہ :

2...... وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ اور وہ زکوٰۃ دیتے ہیں۔ نماز بدنی عبادت ہے اور زکوٰۃ مالی عبادت اور اس کا تعلق ہر امیر غریب کے ساتھ ہے کچھ زکوٰۃ دینے والے ہیں اور کچھ لوگ زکوٰۃ لینے والے ہیں۔ اور یہ بخل اور حرص کی بیماری کا علاج ہے کہ اس سے انسان کے ذہن سے بخل اور حرص کا مادہ خارج ہوتا ہے اور غرباء، مساکین کی حاجات پوری ہوتی ہیں۔ تیسری صفت..........

3...... وَهُمْ رَاكِعُوْنَ اور وہ عاجزی کرتے ہیں۔

''مصداقِ رکوع'' میں مفسرین کے اقوال :

صاحب روح المعانی علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں رکوع سے مراد نماز والا رکوع نہیں ہے بلکہ اس سے عاجزی اور انکساری مراد ہے کہ مومن وہ ہیں جو عاجزی اور انکساری کرنے والے ہیں۔ بعض مفسرینِ کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ.........

''رکوع سے مراد نماز والا رکوع ہی ہے۔ اور اس کا یہاں خصوصی طور پر اس لئے ذکر کیا ہے تاکہ یہودیوں کے ساتھ امتیاز ہو جائے کیونکہ ان کی نماز میں رکوع نہیں تھا تو پھر معنیٰ ہوگا کہ مومن وہ ہیں جو رکوع کرنے والے ہیں''۔

وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اور جو دوستی کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائے ہیں جن کی صفات بیان ہوئی ہیں۔ فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ پس بے شک گروہ اللہ تعالیٰ کا وہی غالب آئے گا۔ یہی گروہ غالب آئے گا دنیا کی تاریخ بتاتی ہے کہ حق والے تھوڑے ہونے کے باوجود غالب ہوتے رہے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا وعدہ ہے.........

''وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ'' اور تم ہی غالب ہو اگر ہو تم مومن۔ مطلب یہ ہے جب تم مومن ہو گے تو تمہارا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم ہوگا وہ تمہاری کامیابی کے اسباب پیدا فرمائے گا بلکہ وہ اسباب کا بھی محتاج نہیں ہے۔ بغیر اسباب کے بھی مدد فرمائے گا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق قائم نہیں ہوگا۔ تو نصرت نہیں آئے گی اس کو تم اس طرح سمجھو کہ یہ لاؤڈ سپیکر چل رہا ہے۔ پنکھے چل رہے ہیں، بتیاں روشن ہیں،

کیونکہ ان کا مرکز کے ساتھ کنکشن ہے جوڑ ہے، اگر یہ کنکشن کاٹ دیا جائے تمام چیزیں بند ہو جائیں گی۔ اسی طرح جب رب تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہوگا تو وہ قادرِ مطلق ہے، فرشتوں کے ذریعہ بھی مدد کر سکتا ہے فرشتوں کے بغیر بھی مدد کر سکتا ہے۔ اس کے لئے کوئی کام مشکل نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق جوڑنے والی سب سے بڑی چیز نماز ہے۔ پھر وہ بھی جماعت کی پابندی کے ساتھ ادا ہو پھر اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ کے ساتھ دوستی سے منع فرماتے ہیں ارشادِ ربانی ہے۔

غلبہ مومنین کے لئے شرط کفار سے قلبی دوستی سے ممانعت :

یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو لَا تَتَّخِذُوا الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَکُمْ ھُزُوًا وَّلَعِبًا نہ بناؤ ان لوگوں کو جنہوں نے بنایا ہے تمہارے دین کو تمسخر اور کھیل مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ ان لوگوں میں سے جن کو دی گئی کتاب مِنْ قَبْلِکُمْ تم سے پہلے وَالْکُفَّارَ اَوْلِیَآءَ اور دوسرے کافروں کو دوست۔

ربط رکوع :

پہلے رکوع میں جو حکم بیان ہوا تھا اس سے یہ شبہ پیدا ہوتا تھا کہ یہود و نصاریٰ سے دوستی نہیں کرنی اور ان کے علاوہ دوسرے کافروں سے دوستی کرلیں تو کوئی ڈر نہیں ہے۔ یہاں وضاحت فرما دی کہ نہ یہود و نصاریٰ سے دوستی جائز ہے اور نہ دوسرے کافروں سے دوستی جائز ہے۔ اور وجہ بھی بیان فرمادی کہ انہوں نے تمہارے دین کو کھیل تماشا بنا رکھا ہے۔ دیکھو! تمہارے باپ کا کوئی مذاق اڑائے یا ماں کا مذاق اڑائے تو کتنا غصہ آتا ہے اور دین تو ماں، باپ سے بھی زیادہ قیمتی سرمایہ ہے اسکا کوئی مذاق اڑائے تو زیادہ غصہ آنا چاہیے۔ مگر آئے گا اسے جو مومن ہوگا۔

فلم ''حج'' اور احتجاج :

۱۹۳۵ء کی بات ہے میں گوجرانوالہ میں پڑھتا تھا انگریز کی حکومت کا زمانہ تھا گوجرانوالہ میں ایک ہندو کا سینما تھا انہوں نے اعلان کیا کہ ہم حج کی فلم دکھائیں گے تمام مسالک کے علماء اکٹھے ہوئے دیوبندی، بریلوی، اہلِ حدیث مشاورت کی اور جلسہ عام رکھا اور اس میں احتجاج کیا کہ حج ہماری عبادت ہے اس کو کھیل تماشے کے طور پر پیش کرنے کی شریعت اجازت نہیں دیتی۔ لہٰذا اس فلم کو بند کیا جائے۔ جلسے کے بعد احتجاجی جلوس بھی نکالا میں خود اس جلوس میں شریک تھا۔ انگریز نے احتجاج کو تسلیم کیا اور فلم بند کرادی اور حج فلم پر پابندی لگادی۔ اس کے بعد پاکستان بن گیا اور خانہ خدا کے نام سے فلم تیار کی گئی۔ اور لوگوں کو دکھائی گئی۔

الحمدللہ! میں نے آج تک سینما نہیں دیکھا۔ لوگ بتاتے رہتے ہیں کہ وہاں یہ کچھ ہوتا ہے۔ انہیں دنوں میں شیخوپورہ میں بہت بڑا جلسہ تھا حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری رحمۃ اللہ علیہ جو چوٹی کے مقرر تھے ان کا خصوصی خطاب تھا اور میری صدارت تھی۔ مجھے چونکہ ساتھیوں نے صدر بنایا تھا میرے پاس رقعے آنے شروع ہو گئے ان میں سے ایک رقعہ کے اوپر لکھا ہوا تھا کہ انگریزی دور میں علماء حج فلم پر احتجاج کرتے تھے اور آج حج فلم دکھائی جا رہی ہے۔ علماء خاموش کیوں ہیں؟۔

مولانا جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے تقریر کے دوران ہی وہ رقعہ میرے ہاتھ سے لے لیا۔ مولانا بڑے ذہین اور حاضر جواب تھے فرمایا کہ بھائی کسی صاحب نے یہ رقعہ لکھا ہے کہ انگریز کے زمانہ میں علماء نے حج فلم پر احتجاج کیا تھا اور انگریز نے پابندی لگادی تھی اب پاکستان میں ''خانہ خدا'' فلم چل رہی ہے علماء احتجاج کیوں نہیں کرتے؟ خاموش کیوں

ہیں؟۔مولانا e نے فرمایا کہ ”علماء خاموش نہیں ہیں اب بھی اس کی تردید کرتے ہیں لیکن بات یہ ہے کہ مائیں دو قسم کی ہوتی ہیں حقیقی اور سوتیلی۔حقیقی ماں اپنے بچے کو بے تحاشا مارتی ہے اس کو کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا۔اور سوتیلی ماں بچے کو مارتے ہوئے گھبراتی اور ڈرتی ہے کہ لوگ کہیں گے کہ سوتیلی ہے اس لئے مار رہی ہے“۔

فلم ”حج“ اور مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کا موقف :

مثال دے کر مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پہلے ہماری بے بے (ماں) برطانیہ تھی وہ سوتیلی ماں تھی اور اب ہم حقیقی بے بے کے وَس پڑ گئے ہیں۔یعنی حکومت پاکستان پر احتجاج کا کوئی اثر نہیں ہے۔اور یاد رکھنا! خالی تردیدوں اور احتجاجوں سے بھی کچھ نہیں بنتا۔بات اس وقت بنے گی جب طالبان کی طرح حکومت کا ڈنڈا ہاتھ آئے گا۔برائی اس وقت ختم ہوگی جب افغانستان جیسے حالات پیدا ہوں گے وہاں جاکے دیکھو نہ گانا، نہ بینڈ، نہ باجا نہ اور کوئی برائی، ڈاڑھی منڈا تک تمہیں کوئی نظر نہیں آئے گا۔انہوں نے معاشرے میں قرآن وسنت اور فقہ اسلامی کو نافذ کر دیا ہے۔اور آپس میں اتفاق واتحاد کے ساتھ حکومت چلا رہے ہیں۔اور یہاں فتنہ فساد اور اسمبلی مچھلی بازار بنی ہوئی ہے۔ کیونکہ یہاں ممبران اسمبلی قانون بناتے ہیں اور ہر ممبر اپنے مفاد کو سامنے رکھ کر رائے دیتا ہے۔کوئی اپنی جاگیر کو سامنے رکھتا ہے کوئی مل اور کارخانے کو سامنے رکھتا ہے کوئی کاروبار کو سامنے رکھ کر رائے دیتا ہے کہ میرے کاروبار پر زد نہ پڑے اور طالبان کے پاس بنا بنایا قانون ”ہدایہ“ کی شکل میں موجود ہے۔سارے حنفی مسلک کے لوگ ہیں انکو نہ اسمبلی بنانے کی ضرورت ہے اور نہ قانون سازی کے لئے لڑنے کی ضرورت ہے۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اگر تم مومن ہو وَاِذَا

نَادَیْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ اور جب تم اذان دیتے ہو نماز کے لئے بلاتے ہو۔ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا بناتے ہیں اس کو مسخرہ اور کھیل، اذان کا مذاق اڑاتے ہیں اس طرح کہ جس طرح مؤذن کانوں میں انگلیاں ڈالتا ہے۔ اسی طرح کانوں میں انگلیاں ڈالتے آواز نکالتے، دائیں، بائیں چہرہ پھیرتے اور اذان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اسی طرح نماز کا بھی مذاق اڑاتے کہ کبھی کھڑے ہو جاتے پھر اوندھے ہوتے، یعنی نماز کے افعال کی نقل اتارتے اور کہتے یہ مسلمانی ہے۔ لہٰذا اے مسلمانو! تمہاری غیرت کا تقاضا ہے کہ ان کو دوست نہ بناؤ۔ اور یہ لوگ دین کا مذاق کیوں اڑاتے ہیں۔ فرمایا.........

ذٰلِکَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَعْقِلُوْنَ یہ اس لئے کہ بے شک وہ ایسی قوم ہے جو عقل نہیں رکھتی، سمجھتی نہیں ہے۔ بے وقوف لوگ ہیں اللہ تعالیٰ نے ہمیں اصول بتائے ہیں کہ یہود و نصاریٰ کے ساتھ دوستی نہیں کرنی اور جو لوگ دین کا مذاق اڑائیں ان کے ساتھ بھی دوستی نہیں ہونی چاہیے۔

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۵۹﴾ قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ؕ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿۶۰﴾ وَاِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ ﴿۶۱﴾

لفظی ترجمہ :

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ اے پیغمبر (علیہ السلام) آپ کہہ دیں اے اہلِ کتاب! هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّاۤ نہیں انکار کرتے تم ہم سے اِلَّاۤ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ مگر اس بات سے کہ ہم ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْنَا اور اس چیز پر جو ہماری طرف نازل کی گئی وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ اور اس چیز پر جو اتاری گئی پہلے وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ اور بے شک تمہاری اکثریت نافرمان ہے قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرما دیں کیا میں تمہیں خبر دوں بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ اس

سے بری چیز کی مَثُوبَةً عِندَ اللّٰهِ باعتبار جزا کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی وَغَضِبَ عَلَيْهِ اور ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا وَجَعَلَ مِنْهُمُ اور بنائے اللہ تعالیٰ نے ان میں سے الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ بندر اور خنزیر وَعَبَدَ الطَّاغُوتَ اور انہوں نے عبادت کی طاغوت کی أُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وہی لوگ برے ہیں باعتبار درجے کے وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيلِ اور زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں سیدھے راستہ سے وَاِذَا جَآءُوكُمْ اور جب وہ آتے ہیں تمہارے پاس قَالُوْٓا اٰمَنَّا کہتے ہیں ہم ایمان لائے وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ حالانکہ تحقیق وہ داخل ہوئے ہیں (آپ ﷺ کی مجلس میں) کفر کے ساتھ۔ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ اور تحقیق وہ نکلے ہیں کفر کے ساتھ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ اس چیز کو جو وہ چھپاتے ہیں۔

ربط آیات :

اس سے پہلی آیات میں اس چیز کا بیان تھا کہ یہود و نصاریٰ اور دوسرے کافروں کو دوست نہ بناؤ کیونکہ وہ تمہارے دین کے مخالف ہیں اور مسلمان کی قیمتی متاع دین ایمان ہی ہے اور یہ ارکان اسلام کا مذاق اڑاتے ہیں مثلاً نماز کا اذان کا مذاق کرتے ہیں نقالی کرکے۔

تمسخر کی صورت کا بیان :

جس طرح موذن کانوں میں انگلیاں ڈال کر کلمات اذان بلند آواز سے کہتا ہے

اور حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ پر چہرہ دائیں بائیں پھیرتا ہے اس کی نقل اتار کے مذاق اڑاتے ہیں۔ اور مسئلہ یہ ہے کہ مؤذن جب اذان دے تو کانوں میں انگلیاں ڈالے تاکہ اس کو اپنی آواز بری نہ لگے۔ چاہے جتنی زور سے آواز نکالے۔

حدیث پاک میں اسی طرح آیا ہے اور کانوں میں انگلیاں ڈالنا نہ فرض ہے، نہ واجب ہے، نہ سنت مؤکدہ بلکہ مستحب ہے تو اگر کوئی شخص اذان دیتے ہوئے کانوں میں انگلیاں نہ بھی ڈالے تو اذان پھر بھی ہو جائے گی اور یہ کہ مؤذن بلند جگہ پر کھڑا ہو کر اذان دے تاکہ دور تک آواز جائے۔ اور حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ کہتے وقت چہرہ دائیں طرف پھیرے اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کہتے وقت چہرہ بائیں طرف پھیرے تاکہ دائیں بائیں طرف کے لوگ بھی سن لیں۔

اور یہ بھی حکم ہے کہ موذن جب اذان کہے تو اس کا جواب دو وہ اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو وہ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے تو تم بھی اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہو، وہ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہے تو تم بھی اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہو اور جب مؤذن حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ کہے تو تم لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کہو۔ جب اذان ہو جائے تو درود شریف پڑھنا ہے اور اس کے بعد یہ دعا پڑھنی ہے اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّآمَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَآئِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَ نِ الْوَسِيْلَةَ وَ الْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَا نِ الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا حَلَّتْ لَهٗ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ میں اس کے لئے قیامت والے دن ضرور سفارش کروں گا اور مغرب کی اذان کے بعد درود شریف پڑھنے کے بعد اس دعا کے ساتھ ایک اور چھوٹی سی دعا پڑھنی ہے اَللّٰهُمَّ اِنَّا هٰذَا اِقْبَالُ لَيْلِكَ وَاِدْبَارُ نَهَارِكَ وَ اَصْوَاتُ

دُعَاتِکَ فَاغْفِرْ لِیْ اس کا بڑا اجر ہے مگر بہت سارے لوگ اس سے غافل ہیں۔

غرضِ تمسخر :

یہ مذاق کیوں اڑاتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ یٰاَھْلَ الْکِتٰبِ اے پیغمبر (علیہ السلام) آپ کہہ دیں اے اہلِ کتاب! ھَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ نہیں انکار کرتے تم ہم سے مگر اس بات سے کہ ہم ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر۔

نَقَمَ کی لغوی تحقیق :

نَقَمَ ، یَنْقِمُ ، ضَرَبَ ، یَضْرِبُ سے۔ امام رازیؒ اس کا ترجمہ کرتے ہیں ھَلْ تُنْکِرُوْنَ مِنَّا نہیں انکار کرتے تم ہم سے۔ اور علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ نَقَمَ ، یَنْقِمُ ، کے معنی انتقام کے نہ سمجھ لینا۔

تمسخر کا انجامِ کار :

وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْنَا اور اس چیز پر جو ہماری طرف نازل کی گئی۔ قرآن اور احادیث پر ہم ایمان لائے ہیں احادیث بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہیں۔ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ اور اس چیز پر (بھی ہم ایمان لائے) جو اتاری گئی (ہم سے) پہلے۔ توراۃ پر، انجیل پر، زبور پر اور دوسرے آسمانی صحیفے جو نازل ہوئے ہم سب پر ایمان رکھتے ہیں۔

وَاَنَّ اَکْثَرَکُمْ فٰسِقُوْنَ اور بے شک تمہاری اکثریت نافرمان ہے۔ یہودی حضرت عیسیٰؑ کے دشمن تھے کہ ان کی والدہ پر بہتان باندھتے تھے اور انہیں شریف آدمی ماننے کے لئے تیار نہیں تھے اور عیسائی ضد میں آکر ان کی شریعت کو برا کہتے تھے۔ مگر الحمدللہ! ہم صاف دل ہیں کہ اپنی کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور پہلی تمام آسمانی

کتابوں اور صحیفوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور تمام پیغمبروں اور کتابوں کو واجب التعظیم سمجھتے ہیں۔ چنانچہ قومی اسمبلی نے قانون پاس کیا کہ توہین رسالت کے مرتکب کی سزا موت ہے۔ رسالت کا لفظ عام ہے تمام پیغمبروں کو شامل ہے۔ جس پیغمبر کی بھی کوئی توہین کرے گا اس کو سزائے موت ہوگی۔ لیکن امریکہ بہادر اس بات پر مُصر ہے کہ اس قانون کو ختم کرواور اپنے پیغمبر کی توہین کرنے کا ہمیں حق دو۔

بھائی! ہم تو تمام پیغمبروں کو قابل احترام اور تعظیم سمجھتے ہیں۔ اور سب کے لئے یکساں قانون ہے۔ ہاں! اگر قانون یہ ہوتا کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی توہین کرنے والے کی سزا موت ہے تو پھر تمہیں اعتراض کرنے اور کچھ کہنے کا حق پہنچتا تھا۔ لہٰذا اب ان کا اعتراض کرنا بالکل غلط ہے۔ کیونکہ قانون تمام پیغمبروں کی عصمت اور عظمت کی حفاظت کے لئے ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُمْ آپ (ﷺ) فرمادیں کیا میں تمہیں خبر دوں بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوبَةً عِنْدَ اللّٰهِ اس سے بری چیز کی باعتبار جزا کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ اس سے جو تم ہماری نماز اور اذان کی نقل اتارتے اور مذاق کرتے ہو، وہ کیا ہے؟ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے۔ جیسے عیسائی کہ یہ ملعون ہیں وَغَضِبَ عَلَيْهِ اور ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا۔ جیسے یہودی کہ وہ مغضوب علیھم ہیں۔

وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ اور بنائے اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بندر اور خنزیر۔

ایلہ شہر کی تحقیق :

بحیرہ قلزم کے کنارے ایلہ نامی شہر تھا آج کل اس کا نام ایلات ہے اور یہودیوں کی بندرگاہ ہے۔ یہ شہر ہزارہا سال سے چلا آرہا ہے۔ وہاں کے لوگوں کی بودوباش مچھلی کے شکار پر تھی۔ حضرت داؤدk کے زمانہ میں ان پر پابندی لگی کہ ہفتے والے دن تم شکار نہیں کرسکتے کیونکہ یہ عبادت کا دن ہے۔ اس دن عبادت کے علاوہ کسی کام کی اجازت نہیں تھی۔ جس طرح ہماری شریعت میں جمعہ کی اذان سے لے کر اختتام نماز تک ہر وہ کام جس کا تعلق جمعہ کے ساتھ نہیں ہے مکروہ تحریمی یعنی حرام ہے۔ اذان سے مراد پہلی اذان ہے۔ تمام فقہی کتابوں میں موجود ہے اَلْمُعْتَبَرُ هُوَ الْاَذَانُ الْاَوَّلُ پہلی اذان ہی معتبر ہے۔ تو پہلی اذانِ جمعہ سے لے کر اختتامِ صلاۃ تک بیچنا حرام، خریدنا حرام، لکھنا حرام، پڑھنا حرام، ہاں خطیب جمعہ کی تقریر کے لئے مطالعہ کرسکتا ہے کیونکہ اس کا تعلق جمعہ کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا واضح اور صاف حکم ہے۔

نمازِ جمعہ میں اذان وافعال کی حیثیت :

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اے ایمان والو! اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ جب اذان دی جائے نماز کے لئے جمعہ کے دن فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ دوڑو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے وَذَرُوا الْبَيْعَ اور خرید وفروخت کو چھوڑ دو ہاں غسل کرسکتا ہے، مسواک کرسکتا ہے، کپڑے بدل سکتا ہے، خوشبو لگا سکتا ہے۔ کیونکہ ان چیزوں کا تعلق جمعہ کے ساتھ ہے۔ اور جس فعل کا تعلق جمعہ کے ساتھ نہیں ہے وہ جائز نہیں ہے۔ چاہے نکاح ہی کیوں نہ ہو۔

اذانِ اوّل کے بعد نکاح کا حکم :

چنانچہ قاضی ابوبکر ابن العربی e اپنی کتاب ''احکام القرآن'' میں اور مولانا محمد اشرف علی تھانوی e اپنی کتاب ''احکام القرآن'' میں لکھتے ہیں ''کہ جمعہ کی پہلی اذان کے بعد اگر کسی نے نکاح پڑھایا تو نکاح نہیں ہوگا دوبارہ پڑھایا جائے'' حالانکہ نکاح کے متعلق آیا ہے کہ ''نکاح آدھا دین ہے'' لیکن چونکہ اس کا تعلق جمعہ کے ساتھ نہیں ہے اس لئے وہ بھی جائز نہیں ہے۔ ہاں جمعہ کی نماز کے بعد اپنا کام کرسکتے ہو اجازت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے..........

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوة فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰه پس جب نماز ہو جائے تو پھیل جاؤ زمین میں اور اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرو۔ تو ہمارے لئے تو صرف پہلی اذان سے لے کر اختتامِ نمازِ جمعہ تک ممانعت ہے۔

یہود کے فرقے اور انجامِ کار :

مگر یہودیوں کے لئے ہفتے کے چوبیس گھنٹے ممانعت تھی۔ سوائے عبادت کے اور کوئی کام جائز نہیں تھا۔ لیکن ان کے تین گروہ بن گئے۔

1.......... مچھلیاں پکڑنے والا۔

2.......... منع کرنے والا۔ اور تیسرا

3.......... انہوں نے کچھ دن تو ان کو منع کیا مگر جب وہ باز نہ آئے تو وعظ کرنا چھوڑ دیا۔

ایک گروہ آخر تک ان کو منع کرتا رہا۔ خدا کی شان کہ مچھلیاں ہفتے والے دن اوپر تیرتی ہوئی نظر آتیں اور آگے پیچھے نظر نہیں آتی تھیں۔ تو جن لوگوں نے شکار کیا ان

میں سے جو بوڑھے تھے ان کو اللہ تعالیٰ نے خنزیر کی شکل میں بدل دیا اور جو جوان تھے ان کو بندر کی شکل میں تبدیل کر دیا۔ اور وہ ایک دوسرے کو پہچانتے تھے اور روتے تھے۔ مگر وہ تین دن کے بعد ہلاک کر دیئے گئے۔ ان کی آگے نسل نہیں چلی۔ آج کل جو بندر اور خنزیر ہیں یہ حیوانوں کی نسل ہے۔

یہ ہماری اذان اور نماز کی نقل اتارتے ہیں انہیں ہمارا رکوع اور سجدہ اچھا نہیں لگتا ہم ان ساری حالتوں میں انسان ہی رہتے ہیں۔ اپنے بڑوں کا حال دیکھو! جو بندر اور خنزیر بنا دیئے گئے۔ تو انسان کی شکل بری ہے یا جانور کی اور پھر جانوروں میں بندر اور خنزیر کی۔

وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ اور انہوں نے عبادت کی طاغوت کی۔ شیطان کی، بتوں کی، جادوگروں کی۔ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ وہی لوگ برے ہیں باعتبار درجے کے۔ اور زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ سیدھے راستے سے وَاِذَا جَآءُوْكُمْ اور جب وہ آتے ہیں تمہارے پاس قَالُوْٓا اٰمَنَّا کہتے ہیں ہم ایمان لائے وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ حالانکہ تحقیق وہ داخل ہوئے ہیں (آپ ﷺ کی مجلس میں) کفر کے ساتھ۔ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ اور تحقیق وہ نکلے ہیں کفر کے ساتھ۔ انسان اپنی قیمتی چیز کی حفاظت کرتا ہے جب کہیں جاتا ہے ساتھ لے کر جاتا ہے، آتا ہے تو ساتھ لے کر آتا ہے، ان کی قیمتی چیز کفر ہے۔ ساتھ لے کر آتے ہیں اور ساتھ لے کر جاتے ہیں۔ اس کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ اس چیز کو جو وہ چھپاتے ہیں، دل میں رکھتے ہیں۔ اس ذات سے کوئی شی مخفی نہیں ہے۔

وَتَرٰی کَثِیۡرًا مِّنۡہُمۡ یُسَارِعُوۡنَ فِی الۡاِثۡمِ وَالۡعُدۡوَانِ وَاَکۡلِہِمُ السُّحۡتَ ؕ لَبِئۡسَ مَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۶۲﴾ لَوۡلَا یَنۡہٰہُمُ الرَّبّٰنِیُّوۡنَ وَالۡاَحۡبَارُ عَنۡ قَوۡلِہِمُ الۡاِثۡمَ وَاَکۡلِہِمُ السُّحۡتَ ؕ لَبِئۡسَ مَا کَانُوۡا یَصۡنَعُوۡنَ ﴿۶۳﴾ وَقَالَتِ الۡیَہُوۡدُ یَدُ اللّٰہِ مَغۡلُوۡلَۃٌ ؕ غُلَّتۡ اَیۡدِیۡہِمۡ وَلُعِنُوۡا بِمَا قَالُوۡا ۘ بَلۡ یَدٰہُ مَبۡسُوۡطَتٰنِ ۙ یُنۡفِقُ کَیۡفَ یَشَآءُ ؕ وَلَیَزِیۡدَنَّ کَثِیۡرًا مِّنۡہُمۡ مَّاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ مِنۡ رَّبِّکَ طُغۡیَانًا وَّکُفۡرًا ؕ وَاَلۡقَیۡنَا بَیۡنَہُمُ الۡعَدَاوَۃَ وَالۡبَغۡضَآءَ اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ ؕ کُلَّمَاۤ اَوۡقَدُوۡا نَارًا لِّلۡحَرۡبِ اَطۡفَاَہَا اللّٰہُ ۙ وَیَسۡعَوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ فَسَادًا ؕ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الۡمُفۡسِدِیۡنَ ﴿۶۴﴾

لفظی ترجمہ :

وَتَرٰی اور اے مخاطب! تو دیکھے گا کَثِیۡرًا مِّنۡہُمۡ ان میں سے بہتوں کو یُسَارِعُوۡنَ فِی الۡاِثۡمِ دوڑتے ہیں گناہ میں وَالۡعُدۡوَانِ اور زیادتی میں وَاَکۡلِہِمُ السُّحۡتَ اور حرام کھانے میں لَبِئۡسَ مَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ البتہ برا

ہے وہ جو کچھ کرتے ہیں لَوْلَا یَنْھٰھُمُ کیوں نہیں منع کرتے ان کو الرَّبّٰنِیُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ پیراور مولوی عَنْ قَوْلِھِمُ الْاِثْمَ ان کی گناہ کی بات سے وَاَکْلِھِمُ السُّحْتَ اوران کے حرام کھانے سے لَبِئْسَ مَاکَانُوْا یَصْنَعُوْنَ البتہ برا ہے وہ جو (مولوی اور پیر) کرتے ہیں وَقَالَتِ الْیَھُوْدُ اور کہا یہودیوں نے یَدُاللّٰہِ مَغْلُوْلَۃٌ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ باندھ دیئے گئے ہیں غُلَّتْ اَیْدِیْھِمْ ان کے ہاتھ باندھ دیئے جائیں وَلُعِنُوْا اوران پر لعنت کی جائے بِمَا قَالُوْا اس وجہ سے جوانہوں نے کہا ہے بَلْ یَدٰہُ مَبْسُوْطَتٰنِ بلکہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں یُنْفِقُ کَیْفَ یَشَآءُ خرچ کرتا ہے جس طرح چاہے وَلَیَزِیْدَنَّ اورالبتہ ضرور زیادہ کرے گا کَثِیْرًا مِّنْھُمْ ان میں سے بہتوں کے لئے مَّآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ جونازل کیا گیا آپ (ﷺ) کی طرف مِنْ رَّبِّکَ تیرے رب کی طرف سے (زیادہ کرے گا) طُغْیَانًا وَّکُفْرًا سرکشی کو اور کفر کو وَاَلْقَیْنَا بَیْنَھُمُ الْعَدَاوَۃَ اورہم نے ڈال دی ان کے درمیان دشمنی وَالْبَغْضَآءَ اور بغض اور کینہ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ قیامت کے دن تک کُلَّمَآ جب کبھی بھی اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ جلائیں گے وہ آگ لڑائی کے لئے اَطْفَاَھَا اللّٰہُ بجھادے گا اس کو اللہ تعالیٰ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اور کوشش کریں گے یہ زمین میں فساد کی وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ اور اللہ تعالیٰ محبت نہیں کرتا فساد کرنے والوں کے ساتھ۔

ربط آیت :

بات پہلے سے یہودیوں کی چلی آرہی ہے۔لیکن جن کاموں کو لوگ کرتے رہے ہیں کسی قوم کی تخصیص نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَتَرٰی کَثِیْرًا مِّنْھُمْ اور اے مخاطب!تو دیکھے گا ان میں سے بہتوں کو یُسَارِعُوْنَ فِی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ دوڑتے ہیں گناہ میں اور زیادتی میں۔

اثم اور عدوان کا مصداق :

مشاہدے کی بات ہے کہ لوگ گناہ کے کام کو دوڑ کے کرتے ہیں''اثم''اس گناہ کو کہتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ کا حق ضائع کیا جائے اور نافرمانی کی جائے اور''عدوان'' کہتے ہیں بندوں کے حق ضائع کرنے کو چوری کرنا۔ڈکیتی کرنا،کسی کا مال غصب کر لینا، غیبت کرنا، بلاوجہ کسی کو مارنا، گالی دینا، بہتان تراشی کرنا، طعنہ دینا یہ تمام چیزیں ''عدوان'' کی مد میں ہیں۔مطلب یہ ہے کہ حقوق اللہ کو بھی توڑتے ہیں اور حقوق العباد کو بھی توڑتے ہیں۔نہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کی پرواہ کرتے ہیں اور نہ بندوں کے حقوق کی پرواہ کرتے ہیں۔

سُحُت اور رشوت کی تفصیل :

وَاَکْلِھِمُ السُّحْتَ اور حرام کھانے میں جلدی کرتے ہیں۔ایک ہوتی ہے رشوت اور ایک ہے سحت ان دونوں میں فرق ہے۔سحت کہتے ہیں پیسے لے کر اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف فیصلہ کرنا۔مثلاً چور،ڈکیت کے متعلق فیصلہ کرنا کہ یہ چور،ڈکیت نہیں ہیں۔یا رقم لے کر قاتل کو بری کر دینا اس رقم کو سحت کہتے ہیں۔اس زمانے میں بھی

جج اور قاضی اس طرح کرتے تھے اور آج بھی کوئی کمی نہیں ہے۔

اور رشوت اس رقم کو کہتے ہیں کہ کسی کا کام رقم لے کر کیا جائے یعنی رشوت عام ہے۔ اور سحت خاص ہے۔ یعنی رشوت عام کاموں میں ہے اور سحت غلط فیصلہ کرنے میں ہے اور رشوت بھی کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو رشوت دینے والے پر، رشوت لینے والے پر اور ان دونوں کے درمیان دلالی کرنے والے پر۔ یہ سب کے سب ملعون ہیں۔

لَبِئۡسَ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ البتہ برا ہے وہ جو کچھ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق ضائع کرتے ہیں، بندوں کے حقوق ضائع کرتے ہیں، حرام کھاتے ہیں۔

حقیقی پیر اور مشائخ کی ذمہ داری :

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَوۡلَا يَنۡهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوۡنَ وَالۡاَحۡبَارُ کیوں نہیں منع کرتے ان کو پیر اور مولوی عَنۡ قَوۡلِهِمُ الۡاِثۡمَ ان کی گناہ کی بات سے وَاَكۡلِهِمُ السُّحۡتَ اور ان کے حرام کھانے سے۔ مولوی اور پیر کیوں نہیں روکتے۔

دیکھنا! علماء سوء اور ٹھگ پیر اس زمانے میں بھی تھے اور آج بھی کوئی کمی نہیں ہے۔ ٹھگ پیر اس زمانے میں بھی لوگوں کو لوٹتے تھے اور آج بھی چھ ماہی وصول کرتے ہیں اس کے سواء ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ حالانکہ اصل پیر کا کام ہے لوگوں کی اصلاح کرنا، نیکی کی تلقین کرنا، برائی سے منع کرنا، اور یہ کام وہی کر سکتا ہے جس کو خود نیکی، بدی کا علم ہو۔ لہٰذا جاہل آدمی کو پیر نہیں بننا چاہیے، بلکہ بن بھی نہیں سکتا۔ جاہل کسی کی کیا اصلاح کرے گا وہ تو خود قابلِ اصلاح ہے۔ پیر و مرشد وہ ہوتا ہے جو علوم شریعت سے اچھی طرح واقف ہو اور اخلاق کے اعتبار سے ایسا ہو کہ اس پر کوئی حرف نہ آئے، ایسا پیر

دوسروں کی اخلاقی اور روحانی تربیت کر سکے گا اور جس کے اپنے اخلاق اور اعمال درست نہیں ہیں وہ دوسروں کی کیا تربیت کرے گا۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

خفتہ، خفتہ را کے کند بیدار

سویا ہوا سوئے ہوئے کو کب جگائے گا۔ سوئے ہوئے کو تو وہ جگائے گا جو خود جاگتا ہو۔ لہٰذا جاہل پیر لوگوں کی کیا اصلاح کرے گا۔ علماء اور مشائخ کی ذمہ داری ہے اور فرض ہے کہ لوگوں کو گناہ اور حرام خوری سے منع کریں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ رَاٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْهُ بِیَدِهٖ جو تم میں سے برائی کو دیکھے وہ اس کو ہاتھ سے روکے اور ظاہر بات ہے کہ ہاتھ سے وہ روکے گا جس کو طاقت ہوگی۔ جیسے حاکم وقت ہے یا علاقے کا چوہدری اور سردار ہے اور علاقے میں اس کا اثر ورسوخ ہے تو برائی کو ہاتھ سے روکے اور اگر طاقت نہیں ہے تو زبان سے برائی کو روکے لوگوں کو سمجھائے کہ بھائی جو کام تم کر رہے ہو جائز نہیں ہے۔

شریعت نے منع کیا ہے یا جو بھی اصلاح کا طریقہ مناسب ہو وہ اختیار کرے اور اگر زبان سے بھی روکنے کی طاقت نہیں ہے تو فَبِقَلْبِهٖ پھر اس کو اپنے دل میں برا سمجھے اور اگر دل میں بھی اس کو برا نہیں سمجھتا تو فرمایا اس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں ہے۔

بیان ربط آیات ومضمون :

لَبِئْسَ مَا كَانُوْا یَصْنَعُوْنَ البتہ برا ہے وہ جو (مولوی اور پیر) کرتے ہیں۔ یعنی ان کا منع نہ کرنا برا کام ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ اگر حق کو جاننے والے بہت سارے ہیں تو حق کو بیان کرنا ان کے لئے فرض کفایہ ہے اگر ان میں سے ایک بھی بیان کر دے گا تو سب

کے ذمہ سے فرض اتر جائے گا اور اگر بیان کرنے والا ایک ہی ہے تو اس پر بیان کرنا فرضِ عین ہے اگر وہ بیان نہیں کرے گا تو گنہگار ہوگا۔

یہود کی گستاخی کا بیان :

پہلے ذکر تھا کہ یہودی اذان، نماز کا تمسخر کر کے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اور ایمان والوں کو ایذا پہنچاتے ہیں اب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کی بے ادبی اور گستاخی کا ذکر ہے قرآنِ کریم میں آتا ہے "وَاَقْرِضُوْا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا" اور اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دو۔ یہودیوں نے کہا (معاذ اللہ تعالیٰ) اللہ تعالیٰ محتاج ہو گیا ہے کہ قرض مانگتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کو قرض دینے کا مطلب یہ ہے کہ رب تعالیٰ کی رضا کے لئے تم جو صدقہ خیرات کرو تمہیں اس کا ضرور بدلہ ملے گا۔ جس طرح کسی کو قرض دیا جائے تو رقم مقروض کے ذمہ ہوتی ہے اور اس نے ضرور واپس کرنی ہوتی ہے۔ اسی طرح جو رقم تم اللہ تعالیٰ کے حکم سے خرچ کرو گے گویا تم نے اللہ تعالیٰ کو قرض دیا ہے اس کا تمہیں ضرور بدلا ملے گا۔ لیکن یہودیوں نے اللہ تعالیٰ کی گستاخی کی اور یہ بھی کہا.........

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُاللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ اور کہا یہودیوں نے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ باندھ دیئے گئے ہیں کہ اپنے بندوں پر خرچ کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ الٹا بندوں سے قرض مانگنا شروع کر دیا ہے۔ فرمایا غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ ان کے ہاتھ باندھ دیئے جائیں۔ کیونکہ یہ تمام برائیوں میں مبتلا ہیں اور بخیل ہیں۔

وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا اور ان پر لعنت کی جائے اس وجہ سے جو انہوں نے کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ تو بند نہیں ہوئے بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ بلکہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ خرچ کرتا ہے جس طرح چاہتا ہے۔ بات سمجھنا یہاں پر

اللہ تعالیٰ کے دو ہاتھوں کا ذکر ہے۔ اور دوسرے مقام پر ایک ہاتھ کا ذکر ہے۔ "تَبَارَکَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْکُ"۔ برکت والی ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں شاہی ہے اتنی بات تو واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہیں۔ لہٰذا بحیثیت مسلمان ہونے کے ہم نے تسلیم کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہیں باقی رہی ان کی کیفیت تو ہمیں معلوم نہیں ہے کہ کس طرح کے ہاتھ ہیں۔ مثلاً ہمارے ہاتھ ہیں کہ ہتھیلی ہے، انگلیاں ہیں، انگوٹھا ہے، انگوٹھے میں دو جوڑ ہیں، انگلیوں میں تین تین جوڑ ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں کو ہم حاشا وکلا کسی کے ساتھ تشبیہ نہیں دے سکتے۔ ہاں! یہ کہیں گے کہ اس کی شان کے جو لائق ہیں اس طرح کے ہاتھ ہیں۔ اور وہ خرچ کرتا ہے جس طرح چاہتا ہے۔ آگے فرمایا......

وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ اور البتہ ضرور زیادہ کرے گا ان میں سے بہتوں کے لئے مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ جو نازل کیا گیا آپ (ﷺ) کی طرف مِنْ رَّبِّكَ تیرے رب کی طرف سے (زیادہ کرے گا) کیا زیادہ کرے گا؟ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا (زیادہ کرے گا) سرکشی اور کفر کو۔ اب رہی یہ بات کہ قرآنِ کریم تو رحمت محض ہے۔ اس سے سرکشی اور کفر کس طرح زیادہ ہوتا ہے۔ تو یہ بات شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے اچھے انداز میں سمجھائی ہے وہ فرماتے ہیں

باران کہ در لطافت طبعش خلاف نیست

در باغ لالہ روید ودر شورہ بوم وخس

بارش باغ میں گل لالہ اگاتی ہے اور خراب زمین میں کانٹے دار گھاس۔

بارش کے تو سارے قطرے ایک طرح کے ہوتے ہیں اچھی زمین پر گریں گے تو اچھی چیزیں پیدا ہوں گی اور نکمی اور کلر والی زمین پر گریں گے تو نکمی چیزیں پیدا ہوں گی۔

بارش وہی ہے باغ پر برسے گی تو خوشبو پھیلے گی اور روڑی پر برسے گی تو بدبو پھیلے گی، جیسی جگہ ویسا نتیجہ۔ اسی طرح قرآن پاک جب نازل ہوا تو اچھے لوگ ایمان لائے اور یقین کیا اور جوں جوں قرآن نازل ہوتا گیا ان کا ایمان بڑھتا گیا۔ زَادَتۡهُمۡ اِيۡمَانًا ان کے ایمان کو بڑھا دیا اور جو برے لوگ ہیں ان کی سرکشی اور کفر میں اضافہ ہوا۔

وَاَلۡقَيۡنَا بَيۡنَهُمُ الۡعَدَاوَةَ وَالۡبَغۡضَآءَ اور ہم نے ڈال دی ان (یہود و نصاریٰ) کے درمیان دشمنی، بغض اور کینہ اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ قیامت کے دن تک۔ چنانچہ یہود و نصاریٰ کی بے شمار آپس میں لڑائیاں ہوئی ہیں۔ اور اب بھی ایک دوسرے کے خلاف بغض اور کینہ لئے بیٹھے ہیں۔ اور یہ لوگ اندرونی طور پر ہمیشہ دست وگریباں رہیں گے۔ کاش! کہ مسلمان صحیح معنیٰ میں مسلمان بن جائیں۔ اور ان کے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت پیدا ہو جائے۔ اور بغض و کینہ ختم ہو جائے تو اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں۔ مگر کافروں نے ان کا ایسا ذہن بنا دیا ہے کہ وہ آپس میں مل کر نہیں بیٹھ سکتے۔ شام، لبنان کے ساتھ نہیں مل سکتا۔ اردن کے ساتھ نہیں مل سکتا، کویت کے ساتھ نہیں مل سکتا، اور عراق سعودیہ کے ساتھ ملنے کو تیار نہیں ہے۔ ایک دوسرے کے دلوں میں اتنی نفرت پیدا کر دی گئی ہے کہ آپس میں تو نہیں ملیں گے، یہودیوں کی گود میں جا بیٹھیں گے اور اس وقت سارے امریکہ کی گود میں بیٹھے ہوئے ہیں۔

كُلَّمَآ اَوۡقَدُوۡا نَارًا لِّلۡحَرۡبِ جب کبھی بھی جلائیں گے وہ آگ لڑائی کے لئے اَطۡفَاَهَا اللّٰهُ بجھا دے گا اس کو اللہ تعالیٰ۔ انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ بے شمار لڑائیاں کیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر مرتبہ ناکام فرمایا وَيَسۡعَوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ فَسَادًا اور کوشش کریں گے یہ زمین میں فساد کی۔ اس وقت دنیا میں سب سے بڑا غنڈہ

اور دہشت گرد امریکہ ہے۔ جو بظاہر امن کا ٹھیکے دار بنا ہوا ہے اور حقیقت میں فساد کا علمبردار ہے۔اب اس نے شام کو دہشت گرد قرار دیا ہے، کیوں؟۔اس لئے کہ جولان کی پہاڑیاں شامیوں کی تھیں۔ یہودیوں نے ان سے چھین کر اپنی بستیاں آباد کی ہیں۔ امریکہ شام کو کہتا ہے کہ تو ان کی ملکیت سے دست بردار ہو جا اور شام اپنی ملکیت سے دست بردار ہونے کے لئے تیار نہیں ہے۔لہٰذا وہ دہشت گرد ہے۔کہ اس کا حکم نہیں تسلیم کیا۔ بڑی عجیب قسم کی منطق ہے۔

بھائی! ایک آدمی اپنی چیز کے متعلق کہتا ہے کہ یہ میری ہے اور میں اس کی ملکیت سے دست بردار ہونے کے لئے تیار نہیں ہوں تو اسے کہتے ہیں کہ تو دہشت گرد ہے۔ یہ فساد نہیں ہے تو اور کیا ہے؟۔

وَاللّٰهُ لَایُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ اور اللہ تعالیٰ محبت نہیں کرتا فساد کرنے والوں کے ساتھ۔حدیث پاک میں آتا ہے فتنہ سویا ہوا ہے جو اس کو جگاتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔لہٰذا فتنے کی کوئی بات کرنا یا فتنے کا کوئی کام کرنا سخت گناہ ہے اور اسلام کی روح کے خلاف ہے، اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے۔

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۶۵﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۶﴾ يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۷﴾

لفظی ترجمہ :

وَلَوْ اَنَّ اور اگر بے شک اَهْلَ الْكِتٰبِ اہلِ کتاب اٰمَنُوْا ایمان لے آئیں وَاتَّقَوْا اور رب تعالیٰ کی مخالفت سے ڈریں لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ البتہ ہم مٹا دیں ان سے سَيِّاٰتِهِمْ ان کی خطائیں وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ اور البتہ ہم ان کو داخل کریں گے جَنّٰتِ النَّعِيْمِ نعمتوں کے باغات میں وَلَوْ اَنَّهُمْ اور اگر بے شک وہ اَقَامُوا التَّوْرٰةَ قائم کریں توراۃ کو وَالْاِنْجِيْلَ اور انجیل کو وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ اور جو کچھ نازل کیا گیا ان کی طرف مِنْ رَبِّهِمْ ان کے رب

کی طرف سے لَاَکَلُوْا البتہ کھائیں وہ مِنْ فَوْقِهِمْ اپنے اوپر سے وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ اور اپنے پاؤں کے نیچے سے مِنْهُمْ اُمَّةٌ ان میں سے ایک گروہ ہے مُّقْتَصِدَةٌ درمیانی چال چلنے والا وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ اور بہت سارے ان میں سے سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ برے ہیں وہ کام جو وہ کرتے ہیں يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) بَلِّغْ پہنچادیں مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ جو چیز آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف نازل کی گئی ہے مِنْ رَّبِّكَ آپ کے رب کی طرف سے وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ تو آپ نے نہ پہنچایا رب تعالیٰ کا پیغام وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ اور اللہ تعالیٰ آپ کو بچائے گا مِنَ النَّاسِ لوگوں سے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ہدایت نہیں دیتا کافر قوم کو۔

بیان ربط آیات :

پہلے سے اہلِ کتاب کا ذکر چلا آرہا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اور اگر بے شک اہلِ کتاب اٰمَنُوْا ایمان لے آئیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت عام ہے پہلے پیغمبروں کی طرح مخصوص نہیں ہے۔ آپ سے پہلے جتنے پیغمبر تشریف لائے ہیں ان کی بعثت مخصوص قوموں کی طرف ہوتی تھی۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام قوموں کے لئے قیامت تک پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا" (اعراف: ۱۵۸)۔
آپ کہہ دیں اے انسانو! میں تم سب کے لئے اللہ تعالیٰ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں اور سورۃ فرقان میں ہے "تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا" بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا تاکہ ہو جہاں والوں کے لئے ڈرانے والا تو عالمین میں انسان، جنات سب آگئے۔ یعنی آپ ﷺ انسانوں اور جنوں سب کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجے گئے ہیں اور حدیث پاک میں آتا ہے "بُعِثْتُ اِلَى الْاَسْوَدِ وَالْاَحْمَرِ وَاِلَى الْجِنِّ وَالْاِنْسِ" مجھے کالے، سرخ، انسان، جنات سب کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہے۔ لہٰذا اب قیامت تک کے تمام انسانوں اور جنات کو آپ ﷺ پر ایمان لانے کا مکلّف ٹھہرایا گیا ہے۔ کہ وہ آپ ﷺ پر ایمان لائیں تو فرمایا کہ اگر اہلِ کتاب ایمان لائیں۔

وَاتَّقَوْا اور رب تعالیٰ کی مخالفت سے ڈریں اور اس کے پیغمبر کی مخالفت نہ کریں تو ہم یہ کریں گے کہ لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ البتہ ہم مٹا دیں ان سے ان کی خطائیں اور گناہ۔ ایمان اعظم المکفرات ہے "اَلْاِسْلَامُ یَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهٗ" اسلام ایمان اپنے سے پہلے سارے گناہ مٹا دیتا ہے۔ کفر، شرک تک گناہوں کے مٹانے کے ساتھ یہ بھی کریں گے............

وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ اور البتہ ہم ان کو داخل کریں گے نعمتوں کے باغات میں وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ اور اگر بے شک وہ قائم کریں توراۃ اور انجیل کو وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ اور جو کچھ نازل کیا گیا ان کی طرف ان کے رب کی طرف سے لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ البتہ کھائیں وہ اپنے اوپر سے وَمِنْ تَحْتِ

اَرْجُلِهِمْ اور اپنے پاؤں کے نیچے سے۔

اوپر سے کھانے کا مطلب یہ ہے کہ پھل وافر مقدار میں کھائیں کیونکہ پھل فروٹ کے درخت انسان کے سروں سے اوپر ہوتے ہیں اور پاؤں کے نیچے سے کھانے کا مطلب یہ ہے کہ زمین سے اناج سبزیاں مختلف قسم کی اگتی ہیں وہ بھی کھائیں اور توراۃ اور انجیل کو قائم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائیں کیونکہ پادری صاحبان کے اقرار کے باوجود کہ توراۃ اور انجیل میں تحریف ہوئی ہے پھر بھی آنحضرت ﷺ کی نبوہ اور صداقت کے اشارات اور بشارتیں موجود ہیں میں نے اپنی کتاب ''عیسائیت کا پس منظر'' میں عیسائیوں کے حوالے پیش کئے ہیں کہ ان کی کتابوں میں تحریف ہوئی ہے پھر بھی انجیل یوحنا میں یہ آیت آج بھی موجود ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے ساتھی حواریوں سے فرمایا ''تم سن چکے ہو کہ میں نے تم سے کہا کہ جاتا ہوں اور تمہارے پاس پھر آتا ہوں پھر فرمایا اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں''۔ (یعنی جو خوبیاں اور کمالات اللہ تعالیٰ نے ''دنیا کے سردار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو عطا فرمائے ہیں وہ عیسیٰ علیہ السلام میں نہیں ہیں)۔

بے شک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بڑے معجزے عطا فرمائے مگر آنحضرت ﷺ کے معجزات بہت بلند اور زیادہ ہیں اور دنیا کے سردار ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کی نبوۃ تمام دنیا اور تمام قوموں کے لئے ہے۔ تو اب معنیٰ یہ بنے گا کہ اہلِ کتاب اگر توراۃ اور انجیل کو قائم کریں کہ آخری پیغمبر پر ایمان لائیں اور آپ ﷺ کے متعلق جو بشارتیں توراۃ اور انجیل میں ہیں ان پر عمل کریں تو پھل بھی وافر

مقدار میں کھائیں گے اور اناج بھی وافر مقدار میں کھائیں گے۔

مِنۡهُمۡ اُمَّةٌ مُّقۡتَصِدَةٌ ان میں سے ایک گروہ ہے درمیانی چال چلنے والا، اعتدال پسند۔ یہ وہ ہیں جو آنحضرت ﷺ پر ایمان لائے تھے۔ جیسے حضرت عبداللہ بن سلام، حضرت ثعلبہ، حضرت اسد، حضرت اسید، حضرت بنیامین رضی اللہ عنہم یہ تمام پہلے یہودی تھے پھر مسلمان ہو گئے تھے۔ اسی طرح حضرت عدی بن حاتم، حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہم پہلے عیسائی تھے پھر مسلمان ہو گئے۔ اور بھی بہت سارے یہودی اور عیسائی جو اعتدال پسند تھے مسلمان ہوئے اور ہوتے رہیں گے۔

وَكَثِيرٌ مِّنۡهُمۡ سَآءَ مَا يَعۡمَلُونَ اور بہت سارے ان میں سے برے ہیں وہ کام جو وہ کرتے ہیں۔ یعنی اکثریت ان کی برے کام کرتی ہے۔ وہ یہ کہ آنحضرت ﷺ کو اپنی اولاد کی طرح پہچانتے ہوئے (جیسا کہ قرآن کریم میں آتا ہے "يَعۡرِفُونَهٗ كَمَا يَعۡرِفُونَ اَبۡنَآءَهُمۡ". یہ آخری پیغمبر کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں مگر پھر) بھی ایمان نہیں لاتے۔ اور تاریخ بتلاتی ہے کہ یہودیوں کے مدینہ طیبہ میں آنے کا سبب آنحضرت ﷺ کی بعثت تھی کہ ان کو جب علم ہوا کہ پیغمبر آخر الزمان نے مکہ مکرمہ میں مبعوث ہونا ہے اور ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آنا ہے تو ان کے بڑوں نے مدینہ طیبہ میں آکر ڈیرے جمائے کہ پیغمبر آخر الزمان جب تشریف لائیں گے تو ہم ان کا استقبال کریں گے اور ان پر ایمان لائیں گے۔

مگر جب آپ ﷺ تشریف لائے تو منکر ہو گئے بہت تھوڑے ایمان لائے بھلا اس ضد کا بھی دنیا میں کوئی علاج ہے؟۔ اکثریت ہمیشہ گمراہ رہی ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر آج تک اور آج سے لے کر قیامت تک اکثریت گمراہ ہی رہے گی سوائے

اس خطے کے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کنٹرول ہوگا نازل ہونے کے بعد وہاں مسلمانوں کے علاوہ اور کوئی نہیں ہوگا اور جن علاقوں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کنٹرول نہیں ہوگا وہاں بدستور کافر رہیں گے جیسے چین، روس، جاپان ہیں۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اکثریت کے بے عمل ہونے سے متاثر نہ ہوں آپ کا کام ہے تبلیغ کرنا، آپ تبلیغ کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں......

یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْکَ اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پہنچادیں جو چیز آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف نازل کی گئی ہے مِنْ رَّبِّکَ آپ کے رب کی طرف سے وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ تو آپ نے نہ پہنچایا رب تعالیٰ کا پیغام۔ یعنی بالفرض اگر آپ نے رب تعالیٰ کا پیغام نہیں پہنچایا اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو رب تعالیٰ کی طرف سے جو احکام ملتے ہیں وہ مخلوق تک پہنچا دیتا ہے۔ اور کسی قسم کی کمی بیشی نہیں کرتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تبلیغ کا حق ادا کیا اور دوسرے پیغمبروں نے بھی تبلیغ احکام میں کسی قسم کی کوئی کوتاہی نہیں کی۔

مودودی صاحب کی غلطی کا جائزہ :

مودودی صاحب نے اپنی تفسیر میں بہت سی غلط باتیں لکھی ہیں ہماری ان کے ساتھ کوئی ذاتی عداوت نہیں ہے حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے مسلمہ عقائد کے خلاف باتیں لکھی ہیں علماء کرام کے اعتراضات کے بعد انہوں نے الفاظ کا ہیر پھیر کیا ہے مگر اعتراض بدستور باقی ہے۔ چنانچہ مودودی صاحب اپنی تفسیر کے پہلے ایڈیشن میں حضرت یونس علیہ السلام کے متعلق لکھتے ہیں کہ......

''ان سے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کچھ کوتاہیاں ہوگئی تھیں''۔ معاذ اللہ تعالیٰ۔ بھائی! اللہ تعالیٰ کے پیغمبر سے تو ایک کوتاہی بھی نہیں ہوتی چہ جائیکہ کوتاہیاں ہوجائیں۔ لہٰذا یادرکھنا! کسی پیغمبر نے کسی قسم کی کوئی کوتاہی نہیں کی۔ تو فرمایا آپ ﷺ تبلیغ کریں۔

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اور اللہ تعالیٰ آپ کو بچائے گا لوگوں سے۔ اور ان کے شر سے۔ ترمذی شریف اور مسند احمد کی روایت میں آتا ہے کہ اس آیت کریمہ کے نازل ہونے سے پہلے صحابہ کرام n سفر، حضر میں آنحضرت ﷺ کا پہرہ دیا کرتے تھے کہ کوئی بدقماش یہودی مشرک اور منافق آپ کے اور آپ ﷺ کے حجرات کے قریب نہ آنے پائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بڑے سادہ ہونے کے باوجود بڑے ذہین لوگ تھے جس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی آپ ﷺ سفر پر تھے اور آپ ﷺ کے خیمے کے باہر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ پہرہ دے رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری جان کی حفاظت کا ذمہ لے لیا ہے۔ اب پہرے کی ضرورت نہیں ہے۔ لہٰذا تم جا سکتے ہو۔ اس کے بعد کبھی کسی نے کوئی پہرہ نہیں دیا۔ فرمایا............

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ بے شک اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا کافر قوم کو۔ یعنی جبراً اللہ تعالیٰ کسی کو ہدایت نہیں دیتا نہ کسی کو کافر بناتا ہے۔ باوجود اس پر قادر ہونے کے اس نے قانون بنایا ہے۔ ''فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ'' پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے۔

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۚ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصَّابِئُوْنَ وَالنَّصٰرٰى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۹﴾ لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ وَاَرْسَلْنَا اِلَيْهِمْ رُسُلًا ؕ كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ ۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُهُمْ ۙ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَفَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ ۗ ﴿۷۰﴾ وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ ۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۷۱﴾

لفظی ترجمہ :

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمادیں اے اہلِ کتاب! لَسْتُمْ

عَلٰی شَیْءٍ نہیں ہوتم کسی چیز پر حَتّٰی تُقِیْمُوا التَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِیْلَ یہاں تک کہ تم قائم کروتوراۃ کواورانجیل کو وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ اوراس چیز کو جونازل کی گئی تمہاری طرف مِّنْ رَّبِّکُمْ تمہارے رب کی طرف سے وَلَیَزِیْدَنَّ اورالبتہ ضرورزیادہ کرے گی کَثِیْرًا مِّنْھُمْ ان میں سے اکثریت کے لئے مَّآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وہ چیز جونازل کی گئی آپ ﷺ کی طرف مِنْ رَّبِّکَ آپ (ﷺ) کے رب کی طرف سے (زیادہ کرے گی) طُغْیَانًا وَّکُفْرًا سرکشی اورکفرکو فَلَا تَاْسَ پس نہ افسوس کریں عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ کافرقوم پر اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بیشک وہ لوگ جوایمان لائے وَالَّذِیْنَ ھَادُوْا اوروہ لوگ جو یہودی ہوئے وَالصَّابِئُوْنَ اورصابی وَالنَّصٰرٰی اورنصرانی مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ جوشخص ان میں سے ایمان لائے گااللہ تعالیٰ پر وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اورآخرت کے دن پر وَعَمِلَ صَالِحًا اورعمل کرے گااچھے فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ پس نہ ہوگاان پرخوف وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ اورنہ وہ غمگین ہوں گے لَقَدْ اَخَذْنَا البتہ تحقیق لیاہم نے مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ وعدہ بنی اسرائیل سے وَاَرْسَلْنَآ اِلَیْھِمْ رُسُلًا اوربھیجے ہم نے ان کی طرف کئی رسول کُلَّمَا جَآءَ ھُمْ رَسُوْلٌ جب بھی لایاان کے پاس کوئی رسول بِمَا لَا تَھْوٰٓی اَنْفُسُھُمْ وہ چیز جس کوان کے نفس نہیں چاہتے تھے فَرِیْقًا کَذَّبُوْا پیغمبروں کے ایک گروہ کوانہوں نے جھٹلایا وَفَرِیْقًا یَّقْتُلُوْنَ اورپیغمبروں کے ایک گروہ

کو قتل کرتے رہے وَحَسِبُوْٓا اور انہوں نے گمان کیا اَلَّا تَکُوْنَ فِتْنَةٌ کہ نہیں ہوگا کوئی فتنہ اور آزمائش فَعَمُوْا پس وہ اندھے ہوگئے وَصَمُّوْا اور بہرے ہوگئے ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ پھر اللہ تعالیٰ ان پر متوجہ ہوا ثُمَّ عَمُوْا پھر اندھے ہوگئے وَصَمُّوْا اور بہرے ہوگئے كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ ان میں سے بہت سارے وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِمَا يَعْمَلُوْنَ اور اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے جو عمل وہ کر رہے ہیں۔

اہلِ کتاب اسے کہتے ہیں جو قرآن پاک سے پہلی کتابوں میں سے کسی کتاب کو ماننے کا دعویٰ کرے۔ مثلاً یہودی توراۃ کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں، عیسائی انجیل کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں، یہ اہلِ کتاب ہیں۔ اس بات میں بعض علماء کا اختلاف ہے کہ جو لوگ قرآن کریم کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر معیار پر پورے نہیں اترتے جیسے قادیانی اور باطل فرقے کیا ان کو اہلِ کتاب کہا جا سکتا ہے یا نہیں؟ کچھ علماء کہتے ہیں کہ یہ چونکہ قرآن کریم کے ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں لہٰذا یہ اہلِ کتاب ہیں مگر یہ ان کی غلط فہمی ہے۔

محققین فرماتے ہیں کہ یہ ہرگز اہلِ کتاب میں سے نہیں ہیں۔ کیونکہ اہلِ کتاب اسے کہتے ہیں جو قرآنِ کریم سے پہلی کتابوں میں سے کسی کتاب کے ماننے کا دعویٰ کرے۔ لہٰذا قادیانی اور دیگر باطل فرقے اہلِ کتاب کا مصداق نہیں ہیں۔

کافر، ملحد اور زندیق کی تحقیق :

ایک ہوتا ہے کافر اور ایک ملحد اور زندیق ہوتا ہے۔ کافر اسے کہتے ہیں جو کھلے طور پر انکار کرے کہ میں قرآنِ کریم کو نہیں مانتا۔ پیغمبر کو نہیں مانتا یا اللہ تعالیٰ کے کسی محکم حکم کا

انکار کرے۔ اور ملحد اور زندیق اسے کہتے ہیں جو ماننے کا دعویٰ کرے مگر تعبیر اور مطلب اپنی مرضی سے کرے۔ جیسے قادیانی ختم نبوۃ کے انکار کی وجہ سے کافر ہیں۔ اور خاتم النبیین ﷺ کی تعبیر اور تفسیر اپنی مرضی سے کرنے کی وجہ سے ملحد اور زندیق بھی ہیں۔ کیونکہ وہ قرآنِ کریم کی آیت کریمہ وخاتم النبیین ﷺ کے لفظوں کے منکر نہیں ہیں۔ لیکن اس کی وہ تفسیر جو آنحضرت ﷺ نے فرمائی کہ

''أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَانَبِيَّ بَعْدِیْ وَلَارَسُوْلَ بَعْدِیْ'' کہ میں آخری نبی ہوں میرے بعد نہ کوئی نبی آئے گا اور نہ کوئی رسول آئے گا اور جو تفسیر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمائی، تابعین نے فرمائی، تبع تابعین نے فرمائی، ائمہ مجتہدین، فقہاءِ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے فرمائی، مفسرین کرام اور محدثین عظام رحمۃ اللہ علیہم نے فرمائی ہے کہ آپ آخری پیغمبر ہیں۔ آپ کے بعد نہ کوئی تشریعی پیغمبر ہوسکتا ہے نہ غیر تشریعی۔ اور آپ ﷺ کے بعد جو بھی نبوۃ کا دعویٰ کرے گا دائرہ اسلام سے خارج ہوگا۔

اور قادیانی خاتم کا معنی کرتے ہیں مہر لگانے والا اور خاتم النبیین کا معنی کرتے ہیں نبیوں پر مہر لگانے والا کہ آپ ﷺ کے بعد جتنے پیغمبر آئیں گے وہ آپ ﷺ کی مہر کی تصدیق سے آئیں گے۔ حالانکہ یہ معنی خود مرزا غلام احمد قادیانی جس کے باپ کا نام غلام مرتضیٰ اور والدہ کا نام چراغ بی بی عرف ''گھسیٹی'' تھا کے مسلمات کے خلاف ہے۔

''چنانچہ وہ اپنی کتاب ''تریاق القلوب'' میں لکھتے ہیں اس طرح پر میری پیدائش ہوئی یعنی کہ میں لکھ چکا ہوں میرے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام جنت تھا (یہ اس کے ساتھ دوزخ تھا) اور پہلے وہ لڑکی پیٹ میں سے نکلی تھی اور بعد اس کے میں نکلا تھا۔ اور میرے بعد میرے والدین کے گھر میں اور کوئی لڑکا یا لڑکی نہیں ہوا۔ اور میں ان کے

لئے خاتم الاولاد تھا۔ اور اگر مہر لگانے والا ترجمہ ہو تو پھر معنی یہ بنے گا کہ اب اس کے بعد میرے والدین کے ہاں جتنی اولاد ہوگی وہ میری مہر سے ہوگی۔

تو اہلِ کتاب وہ ہیں جو قرآنِ کریم سے پہلے والی کتابوں کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ آپ (ﷺ) فرمادیں اے اہلِ کتاب! لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ نہیں ہو تم کسی چیز پر۔ یعنی تم حق پر نہیں ہو۔ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ یہاں تک کہ تم قائم کرو تورات کو اور انجیل کو وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ اور اس چیز کو (قائم کرو) جو نازل کی گئی ہے تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے۔ ان کو قائم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لاؤ۔ کیونکہ تورات اور انجیل میں آپ ﷺ کے متعلق بشارتیں موجود ہیں۔ اور اگر تم آخری پیغمبر کی بعثت اور نبوۃ کو تسلیم نہیں کرتے اور ان پر ایمان نہیں لاتے تو تم نے تورات اور انجیل کو بھی تسلیم نہیں کیا۔

وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ اور البتہ ضرور زیادہ کرے گی ان میں سے اکثریت کے لئے مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وہ چیز جو نازل کی گئی آپ ﷺ کی طرف آپ (ﷺ) کے رب کی طرف سے کیا زیادہ کرے گی؟۔ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا سرکشی اور کفر کو۔ اب سوال یہ ہے کہ قرآنِ کریم تو ہدایت و رحمت ہے یہ سرکشی اور کفر کو کیوں بڑھائے گا؟ اس کا جواب میں نے پہلے بھی شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے دیا تھا۔ جو کہ بہت بڑے بزرگ تھے۔ ان کی کتابیں کریما، گلستان، بوستان آج تک مدارس میں پڑھائی جاتی ہیں۔ ان کی کتابوں میں فارسی ادب کے علاوہ توحید وسنت اخلاقیات اور تصوف کے بڑے اسباق ہیں۔ (مثال گزشتہ اسباق میں دیکھ لی

جائے)۔فرمایا......

فَلَا تَاْسَ عَلَی الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ پس نہ افسوس کریں کافر قوم پر۔آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ فلاح کا مدار ایمان اور اعمال صالحہ ہیں۔فرمایا، اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے۔یعنی جنہوں نے ایمان کا دعویٰ کیا ہے۔(اور بعض مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ جو لوگ پہلے پیغمبروں پر ایمان لائے ہیں)۔وَالَّذِیْنَ هَادُوْا اور وہ لوگ جو یہودی ہوئے۔ان کو یہودی کہنے کی وجوہ......

''یہودی'' کہنے کی وجوہ :

①...... یہ ہے کہ جب ان کے بڑوں سے غلطی ہوتی تھی تو توبہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا تھا ''اِنَّا هُدْنَآ اِلَیْكَ'' بے شک ہم تیری طرف رجوع کرتے ہیں۔تو اس ''هُدْنَا'' کے لفظ کی وجہ سے ان کو یہودی کہا جاتا ہے۔

②...... تفسیر خازن وغیرہ میں یہ بیان کی گئی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بڑے بیٹے کا نام تھا یہودا اس کی طرف نسبت کی وجہ سے ان کو یہودی کہا جاتا ہے۔

③...... یہ بیان فرماتے ہیں کہ ''تَهَوَّدَ'' کے معنی ہیں ''حرکت کرنا، ہلنا'' یہ جب توراۃ پڑھتے تھے تو حرکت کرتے تھے، ہلتے تھے۔جس طرح حافظ، قاری جب قرآنِ کریم پڑھتے ہیں تو ہلتے اور جھومتے ہیں۔یہ چونکہ توراۃ پڑھتے ہوئے ہلتے ہیں اس وجہ سے ان کو یہود کہا جاتا ہے۔

’’صابی، نصرانی‘‘ کہنے کی وجوہ :

وَالصَّابِئُوْنَ اور صابی۔ یہ حضرت داؤد علیہ السلام کو نبی مانتے تھے اور زبور پر ایمان رکھتے تھے۔ فی الجملہ نماز روزے کے بھی قائل تھے۔ آخرت کے بھی قائل تھے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ ساتھ چاند اور سورج کی پوجا کرتے تھے اور ستاروں میں :ائی کرشمے مانتے تھے ان کے متعلق اختلاف ہے کہ یہ اہلِ کتاب میں سے ہیں یا نہیں؟۔ مگر صحیح بات یہ ہے کہ اہلِ کتاب میں سے ہیں کیونکہ زبور کو ماننے کا :عویٰ کرتے ہیں۔

وَالنَّصٰرٰی اور نصرانی۔ ان کو نصرانی کہنے کی وجوہ.........

①...... فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس محلے میں پیدا ہوئے تھے اس کا نام تھا ’’ناصرہ‘‘ اس کی طرف نسبت کی وجہ سے نصرانی کہا جاتا ہے۔ اور نسبت کی وجہ سے تاریخ کی کتابوں میں حضرت عیسیٰ k کا نام مسیح ناصری آتا ہے۔ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکی، مدنی اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور مدینہ منورہ میں ہجرت فرمائی۔

②...... اور ان کو نصاریٰ کہنے کی دوسری وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب یہودیوں سے خطرہ محسوس کیا تو اپنے ساتھیوں کو فرمایا ’’مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللہِ‘‘؟ اللہ تعالیٰ کی طرف جاتے ہوئے میری مدد کون کرے گا؟۔ ’’قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللہِ‘‘. حواریوں نے کہا اللہ تعالیٰ کے دین کی ہم مدد کریں گے۔ اس لئے ان کو نصاریٰ کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام فرقوں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا.........

مَنْ اٰمَنَ بِاللہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ جو شخص ان میں سے ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر اور

آخرت کے دن پر وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ. اورعمل کرے گا اچھے نہ ہوگا ان پرخوف اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ نہ ان پر آئندہ کے لئے کوئی خوف ہوگا اور نہ گزشتہ پر کوئی غم ہوگا۔

لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ البتہ تحقیق لیا ہم نے وعدہ بنی اسرائیل سے وَاَرْسَلْنَا اِلَيْهِمْ رُسُلاً اور بھیجے ہم نے ان کی طرف کئی رسول كُلَّمَا جَآءَ هُمْ رَسُوْلٌ جب بھی لایا ان کے پاس کوئی رسول بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُهُمْ وہ چیز جس کو ان کے نفس نہیں چاہتے تھے فَرِيْقًا كَذَّبُوْا پیغمبروں کے ایک گروہ کو انہوں نے جھٹلایا وَفَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ اور پیغمبروں کے ایک گروہ کو قتل کرتے رہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام کو شہید کیا، حضرت شعیا علیہ السلام کو شہید کیا اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کو شہید کیا۔ اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کو شہید کرنے کی وجہ یہ ہوئی کہ اس وقت کے حاکم نے اپنی حقیقی بھانجی کے ساتھ نکاح کر لیا جبکہ ہماری شریعت کی طرح ان کی شریعت میں بھی بھانجی کے ساتھ نکاح حرام تھا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو جب اس کی خبر ملی تو انہوں نے سوچا کہ اگر خاموش رہتا ہوں تو گنہگار ہوں گا۔ چنانچہ مسئلہ سمجھانے کے لئے حاکم کے پاس تشریف لے گئے اور اس کو مسئلہ سمجھایا کہ تو نے جو کچھ کیا ہے صحیح نہیں کیا اور یہ ازروئے شریعت حرام ہے۔ حاکم کو غصہ آگیا اور کہنے لگا کہ تو مجھے مسئلے سمجھاتا ہے؟ اور قتل کر دیا۔

وَحَسِبُوْا اور انہوں نے یہ گمان کیا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ کہ نہیں ہوگا کوئی فتنہ اور آزمائش۔ اور پھر اس گمان میں فَعَمُوْا پس وہ اندھے ہوگئے وَصَمُّوْا اور بہرے ہو گئے۔ آنکھیں ان کی حق کو دیکھنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اور ان کے کان حق کو سننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ پھر اس کے بعد پے درپے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ان کے پاس تشریف

لاتے رہے اور ان کو حق کا راستہ دکھانے کی کوشش کرتے رہے۔ یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دور آیا۔

ثُمَّ تَابَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ پھر اللہ تعالیٰ ان پر متوجہ ہوا۔ ان کو توبہ کا موقع دیا ثُمَّ عَمُوْا پھر وہ اندھے ہوگئے وَصَمُّوْا اور بہرے ہوگئے کَثِیْرٌ مِّنْھُمْ ان میں سے بہت سارے پہلوؤں کی روش پر چل نکلے۔

واللّٰہُ بَصِیْرٌ . بِمَا یَعْمَلُوْنَ اور اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے جو عمل وہ کر رہے ہیں۔ اس کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں ہے وقت آنے پر سب کچھ بتادے گا کہ تم کیا کرتے رہے ہو؟۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

لفظی ترجمہ :

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ البتہ تحقیق کافر ہیں وہ لوگ قَالُوْٓا جنہوں نے کہا اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ تعالیٰ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ وہ مسیح بن مریم ہے وَقَالَ الْمَسِيْحُ اور فرمایا مسیح (علیہ السلام) نے يٰبَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ اے بنی اسرائیل اعْبُدُوا اللّٰهَ عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے اِنَّهٗ بے شک وہ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ پس تحقیق اللہ تعالیٰ نے اس

پر حرام کردی جنت وَمَاْوٰهُ النَّارُ اور ٹھکانہ اس کا دوزخ ہے وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ اور نہیں ہے ظالموں کے لئے مِنْ اَنْصَارٍ کوئی مددگار لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ البتہ تحقیق کافر ہیں وہ لوگ قَالُوْٓا جنہوں نے کہا اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ تعالیٰ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ تینوں میں تیسرا ہے وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اور حالانکہ نہیں کوئی الٰہ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ مگر ایک ہی الٰہ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا اور اگر وہ باز نہ آئے عَمَّا يَقُوْلُوْنَ ان باتوں سے جو وہ کہتے ہیں لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ البتہ ضرور پہنچے گا ان لوگوں کو كَفَرُوْا مِنْهُمْ جو ان میں کافر ہیں عَذَابٌ اَلِيْمٌ دردناک عذاب اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ کیا پس وہ نہیں توبہ کرتے اِلَى اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی طرف وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ اور کیوں نہیں اس سے معافی مانگتے وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

عیسائیوں کے گروہوں کا بیان اور نظریات :

اب اللہ تعالیٰ عیسائیوں کے باطل عقیدے کا ذکر فرماتے ہیں۔ عیسائیوں کے تین گروہ تھے۔

1 نسطوریہ 2 یعقوبیہ اور 3 ملکائیہ۔

1 .... نسطوریہ فرقے کا عقیدہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ ان کے عقیدے کا ذکر دسویں پارے میں آتا ہے "وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ۨ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ"۔ (توبہ : ۳۰) اور کہا یہودیوں نے عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ حالانکہ

اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرنا اللہ تعالیٰ کو گالی دینا ہے۔

بخاری شریف میں حدیث قدسی ہے۔ (حدیث قدسی اسے کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کر کے بات کریں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں)۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ رب تعالیٰ فرماتے ہیں "یَسُبُّنِیْ ابْنُ اٰدَمَ وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ ذٰلِکَ" آدم کی اولاد مجھے گالیاں دیتی ہے۔ حالانکہ ان کو گالیاں دینے کا کوئی حق نہیں ہے۔ کیونکہ رب تعالیٰ کی صفت ہے۔ "مَااتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَاوَلَدًا ط" (سورۃ الجن : ۳)۔ پس اللہ تعالیٰ کی بیوی ہے نہ اولاد ہے۔ اس کی صفت ہے "لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ" (سورۃ اخلاص : ۳) نہ کسی کا باپ ہے نہ کسی کا بیٹا ہے نہ اس سے کوئی پیدا ہوا ہے اور نہ اس کو کسی نے جنا ہے۔

رب تعالیٰ کی ذات ان تمام چیزوں سے پاک ہے۔ جس طرح عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہتے تھے اسی طرح عرب اور دوسرے ملکوں کے جاہل لوگ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے تھے۔ قرآن کریم میں آتا ہے "وَیَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنَاتِ" (نحل : ۵۷) اور وہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں بناتے ہیں۔

2.......... یعقوبیہ فرقے والے اگرچہ عیسیٰ علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ کو الگ ذات مانتے تھے لیکن ساتھ ساتھ یہ نظریہ رکھتے تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بڑی عبادت کی اتنی عبادت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے اندر حلول کر گیا ہے، داخل ہو گیا ہے۔ ان کو حلولیہ اور اتحادیہ بھی کہتے ہیں۔ البتہ اتحادیہ اس میں مزید اضافہ بھی کرتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام سے جتنے افعال اور معجزات صادر ہوتے ہیں بظاہر تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے صادر ہو رہے تھے لیکن حقیقۃً اللہ تعالیٰ سے صادر ہو رہے تھے۔ جو اندر حلول کئے ہوئے ہے۔

اس کی وہ مثال یہ پیش کرتے ہیں کہ ایک ہے آگ اور ایک ہے لوہا آگ کی تاثیر ہے جلانا اور لوہے کی تاثیر ہے کاٹنا لیکن جب لوہے کو آگ میں ڈالا جائے تو گرم ہو کر وہ بھی جلانے لگ جاتا ہے کہ آگ کے ساتھ متحد ہو کر دونوں ایک ہو گئے۔ اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام نے جب بکثرت عبادت کی تو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ متحد ہو گئے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے پہلے ان پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے پھر انکا عقیدہ بیان فرمایا ہے ارشادِ ربانی ہے......

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا البتہ تحقیق کافر ہیں وہ لوگ جنہوں نے کہا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ بیشک اللہ تعالیٰ وہ مسیح بن مریم ہے۔ رب تعالیٰ ان کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ وَقَالَ الْمَسِيْحُ اور فرمایا مسیح (علیہ السلام) نے يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اے بنی اسرائیل اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ مجھ سے جو معجزات ظاہر ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے صادر ہوتے ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے اندر حلول کر گیا ہے۔

معجزہ اور کرامت پر تحقیق :

معجزے کی تعریف یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے اور نبی کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے وہ نبی کا فعل نہیں ہوتا اور نہ ہی نبی کا اس میں ذاتی طور پر کوئی دخل ہوتا ہے۔ اور معجزے کی طرح کرامت بھی حق ہے۔ اور کرامت کی تعریف یہ ہے کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے اور ولی کے ہاتھ پر صادر ہوتی ہے۔ اور ولی کا ذاتی طور پر اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا۔ دیکھو! حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مدین سے واپس مصر تشریف لا رہے تھے۔ جب طور کے مقام پر پہنچے۔ تو قرآن پاک میں آتا ہے۔

"قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْآ" اپنے گھر والوں سے کہنے لگے کہ تم (یہاں) ٹھہرو "اِنِّیْ اٰنَسْتُ نَارًا" مجھے آگ نظر آئی ہے۔ "لَعَلِّیْ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ" شاید میں وہاں (راستے) کا کچھ پتہ لاؤں۔ "اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ" یا آگ کا انگارا لے آؤں تا کہ تم تاپو۔ "فَلَمَّآ اَتٰهَا نُوْدِیَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ" جب اس کے پاس پہنچے آواز آئی میدان کے دائیں کنارے سے مبارک جگہ میں۔ "مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ یّٰمُوْسٰٓی اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ" (پارہ : ۲۰۔ القصص : ۳۰)۔ ایک درخت میں سے میں اللہ ہوں پالنے والا سارے جہانوں کا۔

اور سورہ طٰہٰ (پارہ : ۱۶۔ آیت ۱۷ تا ۲۰) میں آتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وَمَا تِلْكَ بِیَمِیْنِكَ یٰمُوْسٰی" اے موسیٰ! تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا "هِیَ عَصَایَ اَتَوَكَّؤُا عَلَیْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰی غَنَمِیْ وَلِیَ فِیْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰی قَالَ اَلْقِهَا یٰمُوْسٰی فَاَلْقٰهَا فَاِذَا هِیَ حَیَّةٌ تَسْعٰی" یہ میری لاٹھی ہے میں اس پر سہارا لیتا ہوں۔ اور اس سے اپنی بکریوں کے لئے پتے جھاڑتا ہوں اور اس میں میرے لئے اور بھی کئی فائدے ہیں فرمایا اے موسیٰ! (علیہ السلام) اس کو پھینک دو پس انہوں نے اس کو پھینک دیا پس وہ اچانک سانپ بن کر دوڑنے لگا۔

سورۃ قصص میں آتا ہے "فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰی مُدْبِرًا وَّلَمْ یُعَقِّبْ" (آیت نمبر : ۳۱) پس جب دیکھا اس کو پھن ہلاتے جیسا پتلا سانپ پھیرا منہ موڑ کر اور نہ دیکھا پیچھے پھر کر۔ پہلے لاٹھی پتلا سانپ بن جاتی اور بڑھتے بڑھتے اژدھا کی شکل اختیار کر لیتی تھی۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر "ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ" (اعراف :

۱۰۷۔شعرا : ۳۲)(بڑا اژدھا) کے الفاظ آئے ہیں یا طور پر پتلا سانپ۔اور فرعون کے سامنے بڑا اژدھا ہو کر وہ لاٹھی نمودار ہوئی ہو کچھ بھی ہو۔مطلب بالکل صاف اور واضح ہے۔آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اگر معجزہ نبی کا فعل ہوتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کبھی خوف کے مارے نہ بھاگتے کیونکہ اگر خود ہی انہوں نے لاٹھی کا سانپ بنایا ہوتا تو اپنے فعل اور اس کے نتیجے سے بخوبی واقف ہوتے اور ڈرنے اور بھاگنے کی ہرگز ضرورت نہ پیش آتی۔مگر موسیٰ علیہ السلام اپنی زندگی کے اس پہلے موقع پر سانپ سے خوفزدہ ہو کر بھاگ نکلے۔حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا..........

"قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى" (طٰہٰ : ۲۱) پکڑ لے اس کو اور مت ڈر ہم ابھی اس کو پھیر دیں گے پہلی حالت پر۔اس سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کام صرف یہی تھا کہ اس اژدھا کو اپنے ہاتھ سے پکڑ لیتے اور اس کو پہلی حالت پر لاٹھی بنا دینا یہ اللہ تعالیٰ کا کام تھا۔اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کچھ بھی دخل نہ تھا۔امید ہے کہ آپ حضرات سمجھ گئے ہوں گے کہ معجزہ اور کرامت اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے نبی، ولی کا اس میں کچھ دخل نہیں ہوتا۔

یہاں ایک اور مسئلہ بھی سمجھ لیں کہ دشمن سے خوف اور ڈر ایک طبعی چیز ہے اس سے ایمان پر کسی قسم کی کوئی زد نہیں پڑتی۔کیونکہ پیغمبر سے بڑا اور مضبوط ایمان کس کا ہو سکتا ہے۔نبوت موسیٰ علیہ السلام کو مل چکی تھی یہ تو بطور معجزہ کے مل رہا تھا۔تو عیسیٰ k نے فرمایا اے بنی اسرائیل! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔

اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ بے شک جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ پس تحقیق اللہ تعالیٰ نے اس پر حرام کر دی جنت وَمَاْوٰهُ النَّارُ

اور ٹھکانہ اس کا دوزخ ہے۔ ہمیشہ دوزخ میں ہی رہے گا۔ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ اور نہیں ہے ظالموں کے لئے کوئی مددگار۔ تیسرا فرقہ جس کا نام ملکائیہ (مخوشیہ) اور تفسیر خازن وغیرہ میں اس کا نام ملکانیہ بھی آیا ہے۔ لیکن اصل ہمزے کے ساتھ ہے۔ ملکائیہ ان کا نظریہ یہ ہے کہ خدائی کے تین ارکان ہیں یعنی اقانیمِ ثلاثہ کے قائل ہیں کہ تین ارکان سے خدا بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ایک۔ دوسرے حضرت عیسیٰؑ اور تیسرے رکن میں اختلاف کرتے ہیں۔

ڈاکٹر سَیل انگریز پادری تھا اس نے قرآن پاک کا انگریزی میں ترجمہ بھی کیا ہے اور تفسیر بھی لکھی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ ''ایک گروہ کہتا ہے کہ تیسرا رکن حضرت مریمؑ ہیں اور دوسرا گروہ کہتا ہے کہ تیسرا رکن حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔

ساتویں پارے میں آتا ہے ''وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ'' اور جب فرمائے گا اللہ تعالیٰ (عیسائیوں کو شرمندہ کرنے کے لئے قیامت والے دن) ''يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ'' کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری والدہ کو الٰہ بنالو اللہ تعالیٰ کے سوا؟ ''قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ'' نہیں لائق میرے لئے کہ میں کہوں ایسی بات جس کا مجھے حق نہیں پہنچتا میں یہ بات کس طرح کہہ سکتا تھا۔

تو ملکائیہ فرقے کا نظریہ یہ ہے کہ اقانیمِ ثلاثہ خدائی نظام چلاتے ہیں بھائی! بڑی عجیب بات ہے کہ تم حضرت مریمؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی ولادت بھی تسلیم کرتے ہو سن عیسوی حضرت عیسیٰؑ کی ولادت سے شروع ہوا ہے۔ یہ ۱۹۹۸ء ہے (بوقت درس) تو حضرت عیسیٰؑ کو پیدا ہوئے ۱۹۹۸ء سال ہوگئے ہیں اور حضرت مریمؑ ان سے سولہ

سترہ سال پہلے پیدا ہوئی ہوں گی اور زمین آسمان چاند، سورج، ستارے تو پہلے کے پیدا کیئے ہوئے ہیں۔ان کی پیدائش سے ہزاروں سال پہلے سے یہ محکم نظام چلا آ رہا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ ان کی پیدائش سے پہلے خدائی ارکان جب مکمل نہیں ہوئے تھے تو یہ نظام کس طرح چلتا آ رہا تھا؟۔اور اگر ان کی پیدائش سے پہلے کامل تھا اور یقیناً کامل تھا تو ان کو پیدا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ میں کون سا نقص آ گیا ہے کہ وہ اب ان کا محتاج ہو گیا ہے۔اور اگر ان کے سوا اللہ تعالیٰ کو ناقص مانتے ہو معاذ اللہ تعالیٰ تو ناقص خدا نے زمین بھی پیدا فرما دی، آسمان بھی بنا دیئے، زمین پر پہاڑ بھی رکھ دیئے، چاند، سورج، ستارے بھی پیدا فرما دیئے،اور تھا وہ ناقص **لاحول و لاقوۃ الا باللہ العلی العظیم** بڑا عجیب گورکھ دھندا ہے۔یہ دنیا کی بڑی عقلمند قوم کہلاتی ہے۔میں کہتا ہوں ان سے بڑا بے وقوف کوئی نہیں ہے دین کے معاملہ میں۔

پھر جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جب تم تین خداؤں کے قائل ہو تو ،توحید تو نہ رہی تو کہتے ہیں ''التَّوْحِیْدُ فِیْ التَّثْلِیْثِ وَالتَّثْلِیْثُ فی التَّوْحِیْدِ'' ایک تین اور تین ایک۔ان سے سوال کرو کہ ایک چار اور چار ایک ہوتے ہیں تو کہیں گے نہیں۔یا کہو کہ ایک پانچ اور پانچ ایک تو کہیں گے نہیں۔

بھائی!جب ایک چار اور چار ایک نہیں ہو سکتے ایک پانچ اور پانچ ایک نہیں ہو سکتے ایک دو اور دو ایک نہیں ہو سکتے تو ایک تین اور تین ایک کس طرح ہو گئے۔بڑی عجیب منطق ہے۔اس فرقے کا ذکر ہے، رب تعالیٰ فرماتے ہیں۔

لَقَدْ کَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْآ البتہ تحقیق کافر ہیں وہ لوگ جنہوں نے کہا **اِنَّ اللّٰہَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ** بیشک اللہ تعالیٰ تینوں میں تیسرا ہے۔خدائی کے دو رکن اور ہیں اور تیسرا اللہ

تعالیٰ ہے۔ وَمَامِنْ اِلٰہٍ اورحالانکہ نہیں کوئی الٰہ اِلَّااِلٰہٌ وَّاحِدٌ مگرایک ہی الٰہ ہے۔ نہ جبرائیل kاس کی خدائی میں شریک ہیں نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور نہ ان کی والدہ یہ سب ان کی خانہ زاداور جاہلانہ باتیں ہیں۔

وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ اوراگروہ بازنہ آئے ان باتوں سے جووہ کہتے ہیں لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ البتہ ضرور پہنچے گاان لوگوں کوجوان میں کافر ہیں عَذَابٌ اَلِيْمٌ دردناک عذاب ہوسکتا ہے دنیا میں آجائے اوراگر دنیا کے عذاب سے بچ گئے تو آخرت میں دوزخ سے نہیں بچ سکتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں توبہ کا دروازہ کھلا ہے اب وقت ہے توبہ کرلو۔

درمنثور وغیرہ میں حدیث ہے اور تاریخ کی کتابوں میں بھی آتا ہے کہ مغرب کی طرف ایک دروازہ ہے اس کی ایک جانب سے دوسری جانب تک ستر سال کی مسافت ہے۔ یہ اتنا بڑا دروازہ توبہ کا دروازہ ہے۔ یہ اس وقت تک کھلا رہے گا جب تک سورج مغرب سے طلوع نہیں ہوگا اور جس دن سورج مغرب سے طلوع ہوگا اس دن بند کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد نہ کسی کا ایمان لانا قبول ہوگا اور نہ توبہ قبول ہوگی۔ جس طرح نزع کے عالم میں ایمان اور توبہ قبول نہیں ہوتی۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں......

اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ کیاپس وہ نہیں توبہ کرتے اللہ تعالیٰ کی طرف، رجوع نہیں کرتے۔ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ اور کیوں نہیں اس سے معافی مانگتے۔ کہ اے پروردگار! ہم نے غلط معبود بنا رکھے ہیں ہمیں معاف فرمادے ان کو ہم چھوڑتے ہیں۔ گزشتہ کی تجھ سے معافی مانگتے ہیں۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ج قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ط كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ط اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۷۵﴾ قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ط وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۷۶﴾ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ع ﴿۷۷﴾

لفظی ترجمہ :

مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ نہیں ہیں مسیح بیٹے مریم کے (علیہما السلام) اِلَّا رَسُوْلٌ مگر رسول قَدْ خَلَتْ تحقیق گزر چکے ہیں مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اس سے پہلے کئی رسول وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ اور ماں ان کی بہت سچی تھی كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ وہ دونوں کھانا کھاتے تھے اُنْظُرْ دیکھ تو كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ کیسے ہم بیان کرتے ہیں ان کے لئے نشانیاں ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ پھر دیکھ کہاں الٹے پھرے جاتے ہیں قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ آپ

(ﷺ) کہہ دیں کیا عبادت کرتے ہو اللہ تعالیٰ سے ورے ورے مَا لَا یَمْلِکُ لَکُمْ اس مخلوق کی جو نہیں مالک تمہارے لئے ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا نقصان کی اور نہ نفع کی وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ اور اللہ تعالیٰ وہی سننے والا جاننے والا ہے قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ آپ (ﷺ) کہہ دیں اے اہلِ کتاب! لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ نہ غلو کرو ناحق اپنے دین میں وَلَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَآءَ قَوْمٍ اور نہ پیروی کرو اس قوم کی خواہشات کی قَدْ ضَلُّوْا جو گمراہ ہو گئی مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا اور انہوں نے گمراہ کیا بہتوں کو وَّضَلُّوْا اور گمراہ ہو گئی وہ قوم عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ سیدھے راستے سے۔

ربطِ مضمون کا بیان :

اس سے پہلی آیات میں عیسائیوں کے دو گروہوں کا ذکر تھا یعقوبیہ جن کا نظریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام میں حلول کر گئے ہیں اور ملکائیہ کا ذکر تھا جو اقانیم ثلاثہ کے قائل ہیں۔ اور نسطوریہ فرقے کا ذکر دسویں پارے میں آتا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بناتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کی تردید فرماتے ہیں کہ نہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے تھے نہ اللہ تعالیٰ نے ان میں حلول کیا تھا، نہ خدائی کا تیسرا رکن تھے۔ ارشادِ ربانی ہے..........

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کی نفی :

مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ نہیں ہیں مسیح بیٹے مریم (علیہا السلام) کے مگر

رسول قَدْخَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ تحقیق گزر چکے ہیں اس سے پہلے کئی رسول۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد صرف ایک پیغمبر تشریف لائے ہیں جن کا نام نامی اسم گرامی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہے۔ اور آپ ﷺ کی آمد کی خوشخبری خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں اور ساتھیوں کو دی۔ چنانچہ (آیت نمبر:۶) سورہ ''صف'' میں آتا ہے ''وَمُبَشِّرًا ، بِرَسُوْلٍ'' اور میں خوشخبری دینے والا ہوں ایک رسول کی۔ ''یَاْتِیْ مِنْ ، بَعْدِیْ'' جو آنے والا ہے میرے بعد ''اِسْمُهٗٓ اَحْمَدُ'' نام اس کا احمد ہے (ﷺ)۔

بخاری شریف میں حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت آتی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''اَنَا اَحْمَدُ وَاَنَا مُحَمَّدٌ'' میرے مشہور ناموں میں ایک محمد ہے اور ایک احمد ہے (ﷺ)۔ لفظ محمد (ﷺ) قرآن پاک میں چار جگہوں میں آیا ہے اور احمد (ﷺ) ایک جگہ میں ہے۔ تو احمد اور محمد (ﷺ) دونوں آپ ﷺ کے ذاتی نام ہیں اور قادیانیوں کا دل دیکھو مرزا بشیر الدین محمود اپنی کتاب ''المسیح الموعود'' میں لکھتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جس احمد کی بشارت دی تھی وہ میرے والد صاحب غلام احمد ہیں۔

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

اب سوال یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جس احمد کی بشارت دی تھی وہ ان دجالوں کے نزدیک غلام احمد بن گیا تو آنحضرت ﷺ کہاں گئے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد آنا تو صرف ایک نے تھا۔ اس زمانے میں باطل فرقے اپنی تبلیغ میں بہت تیز ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے محفوظ رکھے۔ ساتھیو! اپنے ایمان کی حفاظت کرو۔ تو فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے کئی رسول گزر چکے ہیں۔

بشریت پر دلیل :

وَاُمُّہٗ صِدِّیْقَۃٌ اور ماں ان کی بہت سچی تھی کَانَا یَاْکُلٰنِ الطَّعَامَ وہ دونوں (حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ علیہما السلام) کھانا کھاتے تھے۔ دیکھو! یہ جملہ بڑا مختصر ہے کہ کَانَا یَاْکُلٰنِ الطَّعَامَ وہ دونوں کھانا کھاتے تھے۔ مگر اس کی تفصیل بہت زیادہ ہے کیونکہ کھانا کھانے والا زمین کا بھی محتاج ہے۔ زمین سے پیداوار ہوگی تو کھائے گا پھر ہل کا محتاج بیل اور ٹریکٹر کا محتاج کہ جن کے ذریعے فصل بوئے گا۔ پھر آب وہوا کا محتاج کہ اس کے بغیر فصل اگتی نہیں۔ پھر سورج اور چاند کا محتاج کیونکہ سورج کی گرمی اور چاند کی روشنی کا بھی فصلوں کے ساتھ تعلق ہے۔ ستاروں کا بھی فصلوں سے تعلق ہے۔ اور موسم کا محتاج ہے۔ ان سب چیزوں کے بعد وقت کا محتاج ہے کیونکہ فصل کے پکنے کے لئے وقت بھی درکار ہے۔ پھر کاٹنے کے لئے درانتی اور مشین کا محتاج، پھر گاہنے کا محتاج، تاکہ دانے اور توڑی (بھوسہ) الگ الگ ہو جائیں۔ پھر پینے کے لئے چکی کا محتاج، گوندھنے کے لئے کنالی اور پرات کا محتاج، پھر روٹی پکانے کے لئے آگ اور توے کا محتاج اتنی چیزوں کا محتاج رب کس طرح بن گیا۔ رب تو "صَمَد" ہے جو کسی کا محتاج نہیں ہے۔ پھر کھانا کھانے والا قضائے حاجت کا محتاج ہے کیونکہ فضلات خارج ہوئے بغیر انسان رہ نہیں سکتا۔

ایک لطیفہ :

ایک دن مجھے انجیل پڑھتے ہوئے ہنسی آگئی۔ انجیل "متی" میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھیوں کے ہمراہ سفر پر تھے کہ بھوک لگ گئی ساتھیوں سے فرمایا کہ اگر کسی کے پاس کھانے کی کوئی چیز تھیلے میں ہے تو تلاش کرو مجھے بڑی بھوک لگی ہے۔ ساتھیوں نے تھیلے دیکھے، کھانے کی کوئی چیز نہ ملی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیر کا درخت نظر

آیا تو دوڑ کے اس کے پاس پہنچے کہ اس کا پھل اتار کر کھاتا ہوں۔ قریب پہنچے تو خیال آیا کہ انجیر کا تو موسم ہی نہیں ہے۔ ہنسی اس لئے آئی کہ ایسے بھولے کے سپرد خدائی کی جائے کہ جس کو موسم کا بھی علم نہیں ہے۔ یہ نظامِ کائنات کیا چلائے گا۔

بھائی! کبھی اللہ تعالیٰ کو بھی بھوک لگی ہے یا بھول چوک ہوئی ہے، حاشا وکلا۔ اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں سے پاک ہے۔ حضرت عیسیٰؑ صرف رسول ہیں ان میں اللہ تعالیٰ کی کوئی صفت نہیں ہے۔ فرمایا.........

نفع ونقصان کا مالک :

اُنظُرْ دیکھ تو کَیْفَ نُبَیِّنُ لَھُمُ الْاٰیٰتِ کیسے ہم بیان کرتے ہیں ان کے لئے نشانیاں ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ پھر دیکھ کہاں الٹے پھرے جاتے ہیں۔ واضح باتیں ہونے کے باوجود قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ آپ (ﷺ) ان کو کہہ دیں کیا عبادت کرتے ہو اللہ تعالیٰ سے ورے ورے ایسی مخلوق کی مَالَا یَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا جو نہیں مالک تمہارے لئے نقصان اور نفع کی۔ حضرت عیسیٰؑ کے پاس نہ نفع تھا نہ نقصان تھا، نفع نقصان کا مالک تو صرف رب تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا "قُلْ لَّآ اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا" (پارہ : ۹۔ اعراف : ۱۸۸)۔ میں اپنے نفع نقصان کا مالک نہیں ہوں اور دوسرے مقام پر ہے اپنے امتیوں کو کہہ دیں۔ "لَا اَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّ لَا رَشَدًا" نہیں ہوں میں مالک تمہارے لئے نقصان اور بھلائی کا۔ جب پیغمبر نفع نقصان کے مالک نہیں ہیں خصوصاً اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق میں سب سے اعلیٰ اور افضل ہستی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کسی کے نفع نقصان کے مالک نہیں ہیں۔ تو دوسروں کی کیا حیثیت ہے کہ وہ نفع نقصان

کے مالک ہوں۔ نفع نقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ انجیل ''متی، مرقس اور لوقا یوحنا'' میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جب سولی پر لٹکانے لگے (یہ عیسائیوں کے اس گروہ کے مطابق ہے جن کا نظریہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر لٹکایا گیا)۔ کیونکہ بہت سارے عیسائیوں کا نظریہ ہمارے عقیدے کے مطابق ہے کہ ''وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ'' اور نہ انہوں نے ان کو قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا اور لیکن یہ معاملہ ان کے لئے مشتبہ کر دیا گیا۔ مزید فرمایا ''وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا'' اور نہیں قتل کیا انہوں نے عیسیٰ ؑ کو یقیناً ''بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ'' بلکہ اللہ تعالیٰ نے اٹھالیا اس کو اپنی طرف۔ تو یہ اناجیل کی آیتیں عیسائیوں کے اس گروہ کے نظریہ کے مطابق ہیں جو کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ ؑ کو سولی پر چڑھایا گیا۔

عیسیٰ (علیہ السلام) منجی یا محتاجِ نجات؟ :

حضرت عیسیٰ ؑ کو جب سولی پر چڑھانے لگے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا ''اِيْلِىْ، اِيْلِىْ لِمَا سَبَقْتَنِىْ'' اے رب، اے میرے رب تو نے مجھے ان کے قابو میں کیوں دیا ہے مجھے ان سے چھڑا۔ مگر عیسائیوں کے نظریہ کے مطابق ان کو سولی پر چڑھادیا گیا۔ آج عیسائی جگہ جگہ یہ کہتے پھرتے ہیں ''يَسُوْعُ مُنْجِىْ، يَسُوْعُ مُنْجِىْ''۔ بھائی! جو اپنے آپ کو نہیں بچاسکتا وہ تمہارا ''منجی'' کس طرح ہوگیا۔

وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ اور اللہ تعالیٰ وہی سننے والا جاننے والا ہے قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ آپ (ﷺ) کہہ دیں اے اہلِ کتاب! لَا تَغْلُوْا فِىْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ نہ غلو کرو ناحق اپنے دین میں۔ عیسیٰ ؑ کو خدا کا بیٹا نہ بناؤ۔ خدائی میں شریک سمجھو نہ خدائی کا درجہ دو کہ اللہ تعالیٰ ان میں داخل ہوگیا ہے۔ بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اور

رسول ہیں۔

وَلَا تَتَّبِعُوْآ اَهْوَآءَ قَوْمٍ اور نہ پیروی کرو اس قوم کی خواہشات کی قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ جو گمراہ ہوگئی اس سے پہلے۔ نہ صرف گمراہ ہوئے بلکہ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا اور انہوں نے گمراہ کیا بہتوں کو۔

فِرقِ باطل کی سرگرمیاں :

ہر دور میں باطل فرقوں کی کوشش رہی ہے کہ وہ سب کو گمراہ کر کے اپنے جیسا بنا لیں۔ آج بھی وہ جس قدر نشر و اشاعت اور تبلیغ کر رہے ہیں اس کے مقابلے میں حق والوں کی تبلیغ اور نشر و اشاعت صفر ہے۔ بیشک تقابل کر کے دیکھ لیں۔ اللہ تعالیٰ کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر جنہوں نے تبلیغ کا کام جاری فرمایا تھا کہ آج ان کی جماعت دنیا میں تبلیغ کر رہی ہے جن کی بدولت تبلیغ کا سلسلہ جاری ہے۔

وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ اور گمراہ ہوگئی وہ قوم سیدھے راستے سے۔ جو اپنی خواہشات پر چلتی ہے لہٰذا تم ان کے راستہ پر نہ چلنا۔ گمراہوں سے بچنا اللہ تعالیٰ ہدایت کی توفیق عطا فرمائے اور سیدھے راستہ پر قائم رکھے۔ (آمین)۔

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْامِنْ ، بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ط ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝۷۸ كَانُوْ لَايَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ط لَبِئْس مَاكَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝۷۹ تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ط لَبِئْسَ مَاقَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِى الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۝۸۰ وَلَوْكَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَااتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝۸۱ لَتَجِدَنَّ اَشَدَّالنَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ج وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّانَصٰرٰى ط ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَايَسْتَكْبِرُوْنَ ۝۸۲

لفظی ترجمہ :

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لعنت کی گئی ان لوگوں پر جو کافر تھے مِنْ ، بَنِيْٓ

اِسْرَآئِیْلَ بنی اسرائیل میں سے عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ داوٗد علیہ السلام کی زبان پر وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی زبان پر ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا یہ لعنت اس لئے ہوئی کہ انہوں نے نافرمانی کی وَّکَانُوْا یَعْتَدُوْنَ اور وہ حد سے تجاوز کرتے تھے کَانُوْ لَایَتَنَاهَوْنَ نہیں روکتے تھے ایک دوسرے کو عَنْ مُّنْکَرٍ برائی سے فَعَلُوْهُ جو وہ کرتے تھے لَبِئْسَ مَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ البتہ بری تھی وہ کارروائی جو وہ کرتے تھے تَرٰی کَثِیْرًا مِّنْهُمْ دیکھیں آپ ان میں سے بہت ساروں کو یَتَوَلَّوْنَ الَّذِیْنَ دوست بناتے ہیں ان لوگوں کو کَفَرُوْا جو کافر ہیں لَبِئْسَ مَاقَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ البتہ بری ہے وہ چیز جو ان کے لئے آگے بھیجی ہے ان کے نفسوں نے (وہ یہ ہے) اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ کہ ان پر اللہ تعالیٰ ناراض ہے وَفِی الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ اور وہ عذاب میں ہمیشہ رہیں گے وَلَوْ کَانُوْا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ اور اگر وہ ایمان لاتے اللہ تعالیٰ پر وَالنَّبِیِّ اور اپنے نبی پر وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ اور اس چیز پر جو اس کی طرف نازل کی گئی مَااتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِیَآءَ نہ بناتے ان کو دوست وَلٰکِنَّ کَثِیْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ اور لیکن اکثریت ان میں سے نافرمانوں کی ہے لَتَجِدَنَّ البتہ ضرور پائیں گے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اَشَدَّالنَّاسِ عَدَاوَةً لوگوں میں سے زیادہ سخت دشمنی میں لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوا ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے اَلْیَهُوْدَ یہود کو وَالَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا اور ان لوگوں کو

جنہوں نے شرک کیا وَلَتَجِدَنَّ اور البتہ آپ ضرور پائیں گے اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً ان میں سے زیادہ قریب دوستی میں لِلَّذِينَ اٰمَنُوا ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے الَّذِينَ وہ لوگ ہیں قَالُوٓا جنہوں نے کہا اِنَّا نَصٰرٰى بے شک ہم نصرانی ہیں ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ یہ اس لئے کہ بیشک ان میں سے قِسِّيْسِيْنَ عالم ہیں وَرُهْبَانًا اور پادری اور درویش ہیں وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ اور بے شک وہ تکبر نہیں کرتے۔

ہفتہ کے دن شکار کی ممانعت :

بنی اسرائیل کا ایک طبقہ بحیرہ قلزم کے کنارے ایلہ شہر میں آباد تھا آج کل اس کا نام ایلات ہے جو اسرائیل کی بندرگاہ ہے ان کا گزر اوقات مچھلیوں کے شکار پر تھا خود بھی کھاتے اور دور دراز کے علاقوں میں بھی بھیجتے تھے ان کی تجارت کا یہی ذریعہ تھا بڑے مالدار لوگ تھے۔ ان کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تھا اور زبور ان پر نازل فرمائی تھی ہفتے کا دن ان کے واسطے عبادت کے لئے مختص تھا کہ باقی دنوں میں تم دن رات شکار کر سکتے ہو لیکن ہفتے کے دن کے چوبیس گھنٹے تمہارے لئے شکار ممنوع ہے۔ لیکن ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل نہ کیا اور حیلے بہانے سے شکار کرتے رہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے اللہ تعالیٰ کے احکام کو ٹالا ہے تم پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اس لعنت کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ان کے بڑوں کو خنزیر اور نوجوانوں کو بندر کی شکل میں تبدیل کر دیا جیسا کہ آپ اسی پارے میں پڑھ چکے ہیں۔ ان آیات میں اسی کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں......

نافرمانی کا انجام :

لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لعنت کی گئی ان لوگوں پر جو کافر تھے مِنْ ، بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ بنی اسرائیل میں سے عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ داؤد علیہ السلام کی زبان پر وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ اور عیسیٰ بن مریم کی زبان پر۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے ان کو حکم دیا تھا کہ وہ ہفتے والے دن مچھلی کا شکار نہ کریں۔ مگر یہ لوگ باز نہ آئے اور حیلے بہانے سے شکار کرتے رہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے بار بار منع کرنے کے باوجود جب وہ باز نہ آئے تو حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے اللہ تعالیٰ کے احکامات کو ٹالا ہے لہٰذا تم پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ اس کے بعد انہیں بندر اور خنزیر کی شکل میں مسخ کر دیا گیا۔ دوبارہ ان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے لعنت کی گئی اس واقعہ کا ذکر اس سورۃ کے آخر میں آئے گا وہ اس طرح کہ..........

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری اور مائدہ کا نزول :

حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کہا کہ کیا تیرا رب اس بات پر قادر ہے کہ وہ ہم پر آسمان کی طرف سے دسترخوان نازل فرمائے اور پکے پکائے کھانے اس میں ہوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے ڈرو اگر تم مومن ہو رب تعالیٰ پر ایمان بھی رکھتے ہو کہ وہ قادر مطلق ہے۔ پھر کہتے ہو کہ کیا وہ ایسا کرسکتا ہے۔ وہ قادرِ مطلق ہے سب کچھ کرسکتا ہے۔ کہنے لگے پھر رب تعالیٰ سے کہو کہ ہم پر دسترخوان نازل کرے۔ اور اس میں گوشت بھی ہو پنیر بھی ہو۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا :

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی "اَللّٰھُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآئِدَۃً مِّنَ السَّمَآءِ" اے اللہ تعالیٰ ہمارے پروردگار! نازل فرما ہم پر ایک بھرا ہوا دستر خوان آسمان کی طرف سے۔ان کا مطالبہ مان لیا گیا۔دو شرطوں کے ساتھ۔

1...... ایک یہ کہ اس دستر خوان سے غریب کھائیں مالدار نہ کھائیں۔

2...... دوسرا یہ کہ جتنا کھا سکتے ہیں کھائیں، ذخیرہ نہ کریں، بچا کر نہ رکھیں۔

سبب لعنت :

دوسرے وقت پر پھر آ جائے گا۔لیکن انہوں نے دونوں شرطوں کی پابندی نہ کی۔ غریب امیر سب نے کھایا اور رکابیاں (پلیٹیں) ساتھ لے کر آتے ان میں بھر بھر کر ساتھ لے جاتے۔تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی ان پر لعنت کی گئی۔فرمایا.........

ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَّکَانُوْا یَعْتَدُوْنَ یہ لعنت اس لئے ہوئی کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے تجاوز کرتے تھے۔اور ان کا حال یہ تھا کَانُوْ لَایَتَنَاھَوْنَ عَنْ مُّنْکَرٍ نہیں روکتے تھے ایک دوسرے کو برائی سے۔

نہی عن المنکر کا طریقہ ہائے کار :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بیان کرنے کے بعد اپنی امت کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا "مَنْ رَاٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ" تم میں سے جو شخص برائی کو دیکھے تو اسے ہاتھ سے روکے اگر ہاتھ سے روکنے کی طاقت حاصل ہو۔ "فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ" پس اگر ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہیں ہے تو زبان سے روکے "فَاِنْ لَّمْ

یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ" اور اگر زبان سے بھی روکنے کی طاقت اور ہمت نہیں تو پھر اس فعل کو دل سے برا سمجھے اور اگر دل سے بھی برا نہیں سمجھتا تو اس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں ہے۔ بیشک وہ ایمان کا دعویٰ کرتا پھرے۔

الحمدللہ! چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ گزر گیا ہے یہ امت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضے کو سرانجام دے رہی ہے۔ اور انشاء اللہ قیامت تک یہ فریضہ سرانجام دیتی رہے گی۔ تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ دیکھیں آپ ان میں سے بہتوں کو يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا دوست بناتے ہیں ان لوگوں کو جو کافر ہیں۔ یہودی کافروں مشرکوں کے ساتھ دوستی رکھتے تھے اور منافقین بھی کافروں کے ساتھ دوستی رکھتے تھے۔

یہود کی سرگرمیاں اور اظہارِ تاسف :

لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ البتہ بری ہے وہ چیز جو ان کے لئے آگے بھیجی ہے ان کے نفسوں نے وہ کیا ہے اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ یہ کہ ان پر اللہ تعالیٰ ناراض ہے۔ یہ رب تعالیٰ کی ناراضگی تو دنیا میں ہے۔ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ اور وہ عذاب میں ہمیشہ رہیں گے۔ کچھ یہودی برائے نام مسلمان ہوئے تھے اور ایمان کا دعویٰ کرتے تھے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

کفار سے رفاقت کی ممانعت :

وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ اور اگر وہ ایمان لاتے اللہ تعالیٰ پر وَالنَّبِيِّ اور اللہ تعالیٰ کے نبی (ﷺ) پر وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ اور اس چیز پر جو اس کی طرف نازل کی گئی مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ نہ بناتے کافروں کو اپنا دوست۔ اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ نبی سے مراد ان کے اپنے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام مراد ہیں تو پھر مفہوم یہ بنے گا کہ یہ اگر

موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لاتے تو بھی کافروں کو دوست نہ بناتے۔ بلکہ آخری پیغمبر پر ایمان لاتے اور ان کو دوست بناتے، کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آپ ﷺ کی بشارت سنائی ہے اور جو کچھ ان پر نازل کیا گیا ہے تو راۃ میں اس پر ایمان لاتے تو بھی کافروں کے ساتھ دوستی نہ رکھتے۔ کیونکہ تو راۃ میں کافروں کے ساتھ دوستی رکھنے سے منع کیا گیا ہے۔ کہ کافروں کو دوست نہ بناؤ۔

وَلٰكِنَّ كَثِيۡرًا مِّنۡهُمۡ فٰسِقُوۡنَ اور لیکن اکثریت ان میں سے نافرمانوں کی ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً البتہ ضرور پائیں گے آپ (ﷺ) لوگوں میں سے زیادہ سخت دشمنی میں لِّلَّذِيۡنَ اٰمَنُوا ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے الۡيَهُوۡدَ یہود کو۔ یعنی مسلمانوں کا شدید ترین دشمن یہودی ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے۔ بھلا اس میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ آج سے چند سال پہلے کی بات ہے کہ فلسطین کے مہاجرین کے دو کیمپوں "صابرہ اور شتیلہ" پر یہودیوں نے حملہ کر کے تقریباً بتیس ہزار فلسطینیوں کو شہید کیا جن میں مرد عورتیں بچے بوڑھے شامل تھے اور آج تک باز نہیں آ رہے۔ یہودی دنیا کی بڑی ذہین اور ضدی قوم ہے۔ اور بڑے منصوبے کے تحت دنیا پر چھائی ہوئی ہے کم تعداد میں ہونے کے باوجود امریکہ، برطانیہ، فرانس، جرمنی، ہالینڈ، روس وغیرہ کی تجارتی منڈیوں پر ان کا قبضہ ہے۔ اور اسلحہ کے اعتبار سے دنیا کی تیسری قوت ہے۔ ان کی نسبت سے عیسائی کمزور ہیں۔ تعداد میں زیادہ ہیں۔ یہودیوں کی تعداد اسی لاکھ بھی نہیں ہے اور اسرائیل کا کل رقبہ ہمارے دو ضلعوں کے برابر ہے لیکن منصوبہ بندی اور اسلحہ کے بل بوتے پر مسلمانوں کو ذبح کر رہا ہے۔ اور اسرائیل کے آس پاس رہنے والے مسلمانوں کی تعداد بارہ کروڑ سے

زیادہ ہے۔مگر منصوبہ بندی نہ ہونے کی وجہ سے بے بس ہیں۔کیونکہ ان کے پاس اسلحہ نہیں ہے۔عراق نے تھوڑا سا سر اٹھایا تو امریکہ بدمعاش نے اس کو کچل کر رکھ دیا ہے۔ اور اس کو اپنا تیل بیچنے کی بھی اجازت نہیں دیتا۔امریکہ سے اجازت لے کر تیل بیچتے ہیں اور اتنا ہی بیچتے ہیں جتنے کی وہ اجازت دیتا ہے۔

بھلا تو چپا لگتا ہے پابندی لگانے کا ملک ان کا تیل ان کا جتنا چاہیں اور جس طرح چاہیں بیچیں۔مگر نہیں کیونکہ وہ بدمعاش ہے۔بلکہ رقم کے ساتھ دوائی دینے کے لئے تیار نہیں ہے۔باہر سے خوراک تک نہیں منگوانے دیتا لیکن مسلمان ملکوں پر افسوس ہے کہ تمام کے تمام بمع سعودیہ،لبنان،اردن،شام اور مصر کے سب کے سب بہرے،گونگے اور اندھے بنے ہوئے ہیں اس کے حق میں آواز تک بلند کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اور ان ملکوں میں جو حق کی آواز بلند کرتا ہے اس کو پابند سلاسل کر دیا جاتا ہے۔

خصوصاً سعودیہ میں حالانکہ وہ مرکز اسلام ہے۔الٹا امریکہ کی فوج کو سرزمین عرب میں لا کر بٹھایا ہوا ہے۔اور ان کے تمام جائز و ناجائز اخراجات بھی برداشت کر رہے ہیں۔بھائی! انسان کو اتنی ذلت بھی برداشت نہیں کرنی چاہیے کیونکہ امریکہ نے ان کے دماغ میں یہ وہم بھر دیا ہے کہ تمہیں عراق کھا جائے گا۔اور میں تمہارا دفاع کروں گا۔حالانکہ آنحضرت ﷺ نے وفات سے پہلے یہ وصیت فرمائی تھی "اَخْرِجُوْا الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ". یہود و نصاریٰ کو جزیرہ عرب سے نکال دینا۔ بہرحال یہودی مسلمانوں کے بدترین دشمن ہیں۔

یہود کے بعد "مشرک" دشمن اسلام ہیں :

وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا اور ان لوگوں کو جنہوں نے شرک کیا۔مسلمانوں کی دشمنی میں

سخت پاؤ گے۔یہود کے بعد مشرک بھی مسلمانوں کے بدترین دشمن ہیں۔چاہے مکے کے ہوں یا انڈیا کے ہوں۔انڈیا کے مشرکوں کا تعصب دیکھو، بابری مسجد کو شہید کر کے وہاں مندر بنانا چاہتے ہیں اس کے علاوہ اور کئی مسجدوں کو شہید کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔اور کہتے ہیں کہ یہاں ہمارے بڑوں کے مندر تھے۔آگے فرمایا.........

وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً اور البتہ آپ ضرور پائیں گے ان میں سے زیادہ قریب دوستی میں لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے الَّذِيْنَ قَالُوْٓا وہ لوگ ہیں جنہوں نے کہا اِنَّا نَصٰرٰی بے شک ہم نصرانی ہیں۔یاد رکھنا! یہ آیات عام نصاریٰ کے متعلق نہیں ہیں۔بلکہ حبشہ کے ملک سے نصاریٰ کا ستر آدمیوں پر مشتمل ایک قافلہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور وہ سارے مسلمان ہو گئے تھے آگے آئے گا کہ انہوں نے جب قرآن سنا تو رونے لگ گئے تھے یہ ان کے متعلق ہیں یہ بھی مسلمان ہو گئے تھے اور حبشے کا بادشاہ جو کہ عیسائی تھا وہ بھی مسلمان ہو گیا تھا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ یہ اس لئے کہ بیشک ان میں سے قِسِّيْسِيْنَ عالم ہیں وَرُهْبَانًا اور پادری اور درویش ہیں وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ اور بے شک وہ تکبر نہیں کرتے۔دوبارہ ذہن نشین کرلیں کہ ان آیات کا مصداق آج کے نصاریٰ کو نہ بنانا باقی مزید تشریح اور وضاحت آگے آرہی ہے۔(ان شاء اللہ تعالیٰ)۔

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ؏ ﴿۸۶﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۠ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾

لفظی ترجمہ :

وَاِذَا سَمِعُوْا اور جب انہوں نے سنا مَآ اُنْزِلَ اس چیز کو جو نازل کی گئی اِلَى الرَّسُوْلِ رسول ﷺ کی طرف تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ آپ (ﷺ) دیکھتے ہیں

ان کی آنکھوں کو تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ کہ وہ آنسو بہا رہی ہیں مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ اس لئے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا ہے یَقُوْلُوْنَ اور وہ کہتے ہیں رَبَّنَآ اٰمَنَّا اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے فَاکْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِیْنَ پس تو لکھ دے ہمیں حق کے گواہوں میں سے وَمَا لَنَا اور ہمیں کیا ہے لَانُؤْمِنُ بِاللّٰهِ کہ ہم ایمان نہ لائیں اللہ تعالیٰ پر وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ اور اس چیز پر جو ہمارے پاس آئی ہے حق سے وَنَطْمَعُ اور ہم امید رکھتے ہیں اَنْ یُّدْخِلَنَا کہ ہمیں داخل کرے گا رَبُّنَا ہمارا رب مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِیْنَ نیک قوم کے ساتھ فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ پس بدلہ دیا ان کو اللہ تعالیٰ نے بِمَا قَالُوْا اس کا جو انہوں نے کہا جَنّٰتٍ باغوں کا تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ہمیشہ ان میں رہیں گے وَذٰلِکَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِیْنَ اور یہی ہے بدلہ نیکی کرنے والوں کا وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا وَکَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا اور انہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ وہی لوگ جہنم والے ہیں یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ نہ حرام ٹھہراؤ وہ پاکیزہ چیزیں مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَکُمْ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال قرار دی ہیں وَلَا تَعْتَدُوْا اور نہ تم تجاوز کرو اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ بیشک اللہ تعالیٰ محبت نہیں کرتا تجاوز کرنے والوں سے وَکُلُوْا اور کھاؤ مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰهُ

اس چیز سے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں رزق دیا ہے حَلٰلًا طَیِّبًا حلال پاکیزہ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے الَّذِیْٓ وہ ذات اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ کہ جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔

مسلمانوں پر ظلم وستم کا دورِ اوّل اور ہجرت حبشہ :

آنحضرت ﷺ کو جب نبوۃ عطا کی گئی اور آپ ﷺ نے تبلیغ شروع کی اور لوگ مسلمان ہونا شروع ہوئے تو کافروں نے ان پر ظلم کے پہاڑ ڈھائے اور کمزور اور غلام صحابہ ﷢ پر طرح طرح کے ظلم کئے حضرت یاسر، حضرت سمیہ، حضرت حارث بن ابی ہالہ ﷜ کو شہید کر دیا۔ بعض کو ٹخنوں سے رسیاں باندھ کر گلیوں میں گھسیٹا گیا۔ بعض کو انگاروں پر لٹایا گیا۔ بعض کی چھاتیوں پر چڑھ کر کھڑے ہو جاتے اور کہتے کہ کلمہ چھوڑ دو مگر وہ راسخ العقیدہ مسلمان تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو استقامت عطا فرمائی اور وہ ایمان پر قائم رہے۔ کافروں کے مظالم جب حد سے بڑھ گئے تو مسلمانوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ حبشہ کی طرف ہجرت کر جائیں کہ شاہ حبشہ جن کا نام اصحمہ اور نجاشی لقب تھا بہت اچھا آدمی ہے۔ اور وہاں کے لوگ بھی بہت اچھے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کو بھی معلوم ہوا کہ نجاشی اور اس کی رعایا اچھے لوگ ہیں۔ حالات کا جائزہ لینے کے لئے کہ واقعی اچھے لوگ ہیں کچھ صحابہ کرام ﷢ حبشہ تشریف لے گئے۔ معلوم ہوا کہ واقعی اچھے لوگ ہیں۔ اور عیسائی مذہب رکھتے ہیں۔

مشرکین مکہ کا تعاقب کرنا :

چنانچہ مظلوم مسلمانوں کا قافلہ جو چوہتر/۷۴ آدمیوں پر مشتمل تھا مکہ مکرمہ سے

ہجرت کر کے حبشہ پہنچ گیا اس قافلے میں مرد بھی تھے اور عورتیں بھی تھیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان کی اہلیہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ بھی اس قافلہ میں شامل تھے۔ جب مشرکین کو علم ہوا کہ یہ شکار ہمارے ہاتھوں سے نکل گیا ہے تو انہوں نے تعاقب کرنے کا پروگرام بنایا۔ اور ایک وفد جس میں عبداللہ بن ربیعہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ شامل تھے اور یہ دونوں حضرات گفتگو کے بڑے ماہر اور دوسروں کو قائل کرنے میں بڑا تجربہ رکھتے تھے۔ بعد میں دونوں رضی اللہ عنہما ہو گئے۔ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فاتح مصر بنے۔

نجاشی اور فریقین کا مکالمہ :

چنانچہ یہ لوگ شاہ نجاشی کے پاس پہنچے تو اس کو کہا کہ ہمارے کچھ غلام بھاگ کر تمہارے پاس آئے ہیں۔ ان کو ہمارے حوالے کرو۔ نجاشی نے ان کی گفتگو سننے کے بعد کہا کہ میں صرف تمہاری بات پر یقین کر کے فیصلہ نہیں کر سکتا۔ جب تک ان حضرات سے پوچھ گچھ نہ کرلوں کہ ان کا موقف کیا ہے؟۔ کیونکہ اگر محض دعوے پر فیصلہ کر دیا جائے فریق ثانی کی گفتگو سنے بغیر تو دنیا تباہ ہو جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جب تک فریقین کی بات نہ سن لو کوئی فیصلہ نہ کرو۔ مشرک کہنے لگے کہ ہم بالکل سچے ہیں کہ یہ ہمارے غلام ہیں اور بھاگ کر آئے ہیں۔ نجاشی نے کہا کہ میں ان کا موقف سنے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کروں گا۔

حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور نجاشی :

چنانچہ ان حضرات کو بلایا گیا اور ان سے کہا کہ یہ لوگ مکہ مکرمہ سے آئے ہیں اور یہ ان کا موقف ہے کہ تم ان کے غلام ہو اور وہاں سے بھاگ کر یہاں آئے ہو۔ صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کو متکلم بنایا کہ تم نے گفتگو کرنی ہے۔ حضرت جعفر طیارؓ نے فرمایا کہ ہم کس طرح ان کے غلام ہیں؟ یہ بھی قریشی ہیں اور میں بھی قریشی ہوں۔ بلکہ میں نسب میں ان سے اونچا ہوں۔ ہاں ہمارے ساتھ کچھ غلام بھی ہیں۔ مگر ان کا ان کے ساتھ کیا تعلق ہے؟۔ جب اس طرح بات نہ بنی تو عمرو بن العاص نے گفتگو کا رخ بدلا اور کہا کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مخالف ہیں؟۔

عیسائی پادریوں کی حلت وحرمت میں ہرزہ سرائی:

نجاشی نے کہا کہ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے ہو۔ حضرت جعفر طیارؓ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہمارا نظریہ وہی ہے جو ہمیں ہمارے پیغمبر نے سکھایا ہے۔ وہ یہ ہے "اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ". نہیں ہیں عیسیٰ (علیہ السلام) مگر ایک بندہ جس پر ہم نے انعام کیا۔ "وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ". (زخرف : ۵۹)۔ اور بنایا ہم نے اس کو بنی اسرائیل کے لئے نمونہ۔ مشرک کہنے لگے دیکھو جی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بندہ کہہ کر ان کی توہین کردی ہے۔ حضرت نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور کہا کہ اس نے اس کی نوک کے برابر بھی توہین نہیں کی وہ واقعی بندے تھے۔ مشرکین کا یہ وفد (بے نیل ومرام) واپس آگیا۔ اور مسلمان وہیں رہے۔ مسلمانوں کے اخلاق سے متاثر ہوکر حبشہ کے کئی عیسائی مسلمان ہوگئے اور شاہ حبشہ نجاشی بھی مسلمان ہوگیا (رضی اللہ عنہ)۔ مندرجہ بالا انہیں کا ذکر ہے۔ آگے فرمایا.........

وَاِذَا سَمِعُوْا اور جب انہوں نے سنا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ اس چیز کو جو نازل کی گئی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف۔ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) دیکھتے ہیں ان کی آنکھوں کو تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ کہ وہ آنسو بہا رہی ہیں۔ (کیوں آنسو بہا رہی

ہیں؟)۔ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ اس لئے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا ہے یَقُوْلُوْنَ اور وہ کہتے ہیں رَبَّنَآ اٰمَنَّا اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ پس تو لکھ دے ہمیں حق کے گواہوں میں سے ہم حق کی گواہی دیتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں اور قرآن کریم تیری سچی کتاب ہے اور دین اسلام سچا مذہب ہے۔ پھر کہا انہوں نے...........

وَمَا لَنَا اور ہمیں کیا ہے؟ لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ کہ ہم ایمان نہ لائیں اللہ تعالیٰ پر وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ اور اس چیز پر جو ہمارے پاس آئی ہے حق سے وَنَطْمَعُ اور ہم امید رکھتے ہیں اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا کہ ہمیں داخل کرے گا ہمارا رب مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ نیک قوم کے ساتھ (جنت میں) ان آیات کے مصداق وہ عیسائی ہیں جو حبشہ سے آ کر مسلمان ہوئے تھے سارے عیسائی ان آیتوں کے مصداق نہیں ہیں۔ انگریز کے دور میں بعض مولوی اور پیر جو انگریز کے پٹھو اور وظیفہ خور تھے ان آیات کو انگریزوں سے چسپاں کرتے تھے کہ یہ ہمارے دوست ہیں۔ علماء حق ان کو جواب دیتے تھے کہ بھائی اگلی آیات بھی تو پڑھو کہ انہوں نے کہا "رَبَّنَا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ" اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے پس تو لکھ دے ہمیں حق کے گواہوں میں سے تو کیا انگریز ایمان لایا ہے اور قرآن کو سننے کے بعد اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں تو انگریز ان آیتوں کا مصداق کس طرح بن گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...........

فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ پس بدلہ دیا ان کو اللہ تعالیٰ نے بِمَا قَالُوْا اس کا جو انہوں نے کہا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ باغوں کا جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ہمیشہ ان میں رہیں گے وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ اور یہی ہے بدلہ نیکی

کرنے والوں کا (اور برخلاف اس کے) وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا وَکَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا اور انہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ وہی لوگ جہنم والے ہیں جَحِیْم شعلے مارنے والی آگ کو کہتے ہیں۔ مراد دوزخ ہے کہ یہ لوگ دوزخ میں ہوں گے۔ عیسائیوں میں معتدل بھی تھے اور غالی بھی تھے جو غالی تھے انہوں نے بعض حلال چیزوں کو اپنے لئے حرام کرلیا تھا۔ مثلاً ان کے پادریوں نے کہا کہ گوشت، انڈا، مچھلی ہمارے لئے حرام ہے۔ کیوں کہ ان کے کھانے سے جسم میں خواہشات پیدا ہوتی ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے درست سمت کی طرف راہنمائی فرمائی ہے کہ مسلمانو! تم اس طرح نہ کرنا۔ ارشادِ ربانی ہے......

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو لَاتُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَکُمْ نہ حرام ٹھہراؤ وہ پاکیزہ چیزیں جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال قرار دی ہیں وَلَاتَعْتَدُوْا اور نہ تم تجاوز کرو۔ کہ حلال کو حرام بناؤ اور حرام کو حلال قرار دو۔ پاکیزہ چیزیں اللہ تعالیٰ کا انعام ہیں ان کو کھاؤ، پیو۔

اِنَّ اللّٰهَ لَایُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ بیشک اللہ تعالیٰ محبت نہیں کرتا تجاوز کرنے والوں سے۔ لہٰذا گوشت کھاؤ، دودھ پیو، انڈے کھاؤ اور عیسائیوں سے مشابہت اختیار نہ کرنا۔ فرمایا......

وَکُلُوْا مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰهُ اور کھاؤ اس چیز سے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں رزق عطا فرمایا ہے۔ مگر کھانے کے لئے دو شرطیں ہیں۔ حَلٰلًا طَیِّبًا حلال پاکیزہ۔ یہ پہلی شرط ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو حلال فرمایا ہے اور کھانے کی اجازت دی ہے اور دوسری شرط یہ ہے کہ وہ طیب ہو۔ طیب اسے کہتے ہیں کہ اس میں دوسرے کا حق شامل نہ ہو۔ مثلاً مرغا

حلال ہے مگر کسی سے چھین کر یا چوری کر کے لائے تو طیب نہیں ہے۔ اسی طرح گندم، چاول وغیرہ حلال ہیں۔ مگر چوری ڈکیتی کے ہوں گے تو طیب نہیں ہوں گے یا یہ چیزیں دھوکہ دہی سے حاصل کی جائیں یا کسی بھی ناجائز طریقے سے حاصل کی جائیں تو طیب نہیں ہوں گی۔ لہٰذا ان کا کھانا حلال نہ ہوگا۔

وَّاتَّقُوا اللّٰهَ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے الَّذِيْٓ وہ ذات اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ کہ جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔ لہٰذا اس کے احکام کی بھی تعمیل کرو۔

لَایُؤَاخِذُکُمُ اللّٰہُ بِاللَّغْوِ فِیْٓ اَیْمَانِکُمْ وَلٰکِنْ یُّؤَاخِذُکُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَیْمَانَ ج فَکَفَّارَتُہٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَۃِ مَسٰکِیْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَاتُطْعِمُوْنَ اَھْلِیْکُمْ اَوْکِسْوَتُھُمْ اَوْتَحْرِیْرُ رَقَبَۃٍ ط فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ ثَلٰثَۃِ اَیَّامٍ ط ذٰلِکَ کَفَّارَۃُ اَیْمَانِکُمْ اِذَاحَلَفْتُمْ ط وَاحْفَظُوْٓا اَیْمَانَکُمْ ط کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمْ اٰیٰتِہٖ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ﴿۸۹﴾

لفظی ترجمہ :

لَایُؤَاخِذُکُمُ اللّٰہُ نہیں پکڑے گا تمہیں اللہ تعالیٰ بِاللَّغْوِ فِیْٓ اَیْمَانِکُمْ بیہودہ قسموں کے بارے میں وَلٰکِنْ یُّؤَاخِذُکُمْ اور لیکن پکڑے گا تمہیں بِمَا ان قسموں کے بارے میں عَقَّدْتُّمُ الْاَیْمَانَ کہ تم نے گرہ لگائی ہے قسموں پر فَکَفَّارَتُہٗٓ پس اس کا کفارہ اِطْعَامُ عَشَرَۃِ مَسٰکِیْنَ کھانا کھلانا ہے دس مسکینوں کو مِنْ اَوْسَطِ مَاتُطْعِمُوْنَ اَھْلِیْکُمْ درمیانے درجے کا جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو اَوْکِسْوَتُھُمْ یا دس مسکینوں کو کپڑا پہنانا اَوْتَحْرِیْرُ رَقَبَۃٍ یا گردن یعنی غلام آزاد کرنا ہے فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ پس جو شخص ان میں سے کوئی چیز نہ پائے فَصِیَامُ ثَلٰثَۃِ اَیَّامٍ تو تین دن کے روزے ہیں ذٰلِکَ کَفَّارَۃُ اَیْمَانِکُمْ یہ کفارہ ہے تمہاری قسموں کا اِذَاحَلَفْتُمْ جب تم قسم

اٹھا بیٹھو وَاحْفَظُوْٓا اَیْمَانَکُمْ اور محفوظ رکھو اپنی قسموں کو کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمْ اٰیٰتِہٖ اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنے احکام لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ تا کہ تم شکر ادا کرو۔

(قسم) حلف کے متعلق شرعی اصول :

انسان چھوٹا ہو یا بڑا اس کو زندگی میں ضرورت کے تحت بسا اوقات قسم بھی اٹھانی پڑتی ہے۔ خود آنحضرت ﷺ نے دو تین مرتبہ قسمیں اٹھائی ہیں چنانچہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے خانگی حالات کی درستگی کیلئے قسم اٹھائی کہ میں شہد نہیں کھاؤں گا وجہ یہ تھی کہ آپ ﷺ اپنی ایک بیوی کے پاس بیٹھ کر شہد کھاتے تھے جو دوسری بیویوں کو ناگوار گزرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس قسم کے توڑنے کا حکم فرمایا..........

حلف کی اقسام اور احکام :

"یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ" اے نبی کریم (ﷺ)! آپ کیوں حرام قرار دیتے ہیں اس چیز کو جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے لئے حلال ٹھہرائی ہے۔ "تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ" کیا آپ اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہیں۔ "وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ" اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

"قَدْ فَرَضَ اللّٰہُ لَکُمْ تَحِلَّۃَ اَیْمَانِکُمْ" بے شک اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہے تمہارے لئے توڑ دینا تمہاری قسموں کا۔ بہر حال زندگی میں قسم کی ضرورت پیش آتی ہے۔ قسم کے متعلق شرعی اصول یہ ہے کہ قسم صرف اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی اٹھانی جائز ہے۔ مثلاً قسم اٹھانے کے لئے یوں کہے کہ "مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات کی قسم ہے"۔ اللہ

تعالیٰ کی ذات وصفات کے علاوہ کسی اور کی قسم اٹھانا جائز نہیں ہے۔ مثلاً کوئی کہتا ہے کہ مجھے رسول کی قسم ہے یا مجھے کعبہ کی قسم ہے۔ یا کہے مجھے پیر کی قسم ہے یا میں دودھ اور بیٹے کی قسم اٹھاتا ہوں یہ سب قسمیں حرام ہیں اور ان کا کفارہ بھی نہیں ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے.........

"مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللهِ فَقَدْ اَشْرَكَ بِاللهِ" جس نے غیر اللہ کی قسم اٹھائی اس نے شرک کیا۔ بلکہ ایک حدیث میں آتا ہے "مَنْ قَالَ بِالَّاتِ وَالْعُزّٰى فَلْيَقُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ" جس شخص نے کہا مجھے لات وعزیٰ کی قسم ہے وہ فوراً کلمہ پڑھے کہ غیر اللہ کی قسم اٹھانے سے اسلام سے خارج ہو گیا۔

اب سوال یہ ہے کہ آدمی قرآنِ کریم کی قسم اٹھا سکتا ہے یا نہیں؟ مثلاً کوئی آدمی کہے کہ مجھے قرآنِ کریم کی قسم ہے تو آیا یہ قسم ہوگی یا نہیں؟۔ تو فقہاءِ کرام رحمۃ اللہ علیہم کا اس میں اختلاف ہے مگر محققین حضرات فرماتے ہیں کہ قرآنِ کریم چونکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ لہٰذا اگر کسی شخص نے قرآنِ کریم کی قسم اٹھائی تو وہ قسم ہو جائے گی۔ پھر قسم کی تین قسمیں ہیں۔

① لغو ② غموس اور ③ مُنْعَقِدَہ۔

① "لَغْو" وہ قسم ہے جو غیر اختیاری طور پر بغیر ارادے کے منہ سے نکل جائے جس طرح عام آدمیوں کی عادت ہے۔ بات، بات پر قسم اٹھاتے رہتے ہیں۔ قسم لغو کی ایک اور صورت بھی بیان فرماتے ہیں کہ گزشتہ کسی معاملہ پر قسم اٹھائے کہ وہ کام کیا ہو اور کہے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم ہے میں نے وہ کام نہیں کیا یا نہ کیا ہو اور کہے کہ میں نے کیا ہے۔ لیکن قسم اٹھاتے وقت یاد نہیں ہے تو یہ بھی لغو ہے۔ یمینِ لغو کی دونوں قسموں کا کفارہ نہیں

ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰہُ نہیں پکڑے گا تمہیں اللہ تعالیٰ بِاللَّغْوِ فِیْٓ اَیْمَانِکُمْ بیہودہ قسموں کے بارے میں۔

②...... اور دوسری قسم ہے "غُمُوس" کہ گزشتہ کسی چیز کے بارے میں دیدہ دانستہ قسم اٹھاتا ہے کہ میں نے وہ کام نہیں کیا حالانکہ کیا ہے۔ یا کہتا ہے کہ میں نے وہ کام کیا ہے حالانکہ نہیں کیا۔ اس میں کفارہ نہیں ہے۔ مگر قسم اٹھانے والا گنہگار ہوتا ہے۔ آخرت میں مواخذہ ہوگا کہ رب تعالیٰ اس کو دوزخ کی آگ میں غوطہ دے گا۔ کیونکہ غمس کے معنی غوطے کے ہیں۔ رہی یہ بات کہ کتنی دفعہ غوطہ دے گا؟ تو وہ رب تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ کتنے غوطے دے گا۔

③...... تیسری قسم ہے "مُنْعَقِدَہْ" وہ یہ ہے کہ مستقبل میں کسی چیز کے متعلق قسم اٹھائے کہ میں وہ کام کروں گا یا نہیں کروں گا۔ مثلاً یوں کہے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم ہے میں فلاں کام کروں گا۔ یا یوں کہے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم ہے میں فلاں کام نہیں کروں گا۔ پھر کسی کام کے کرنے کے متعلق قسم اٹھائی اور نہیں کر سکا یا نہ کرنے کے متعلق قسم اٹھائی اور کر لیا تو اس کا کفارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں..........

وَلٰکِنْ یُّؤَاخِذُکُمْ اور لیکن پکڑے گا تمہیں بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَیْمَانَ ان قسموں کے بارے میں کہ تم نے گرہ لگائی ہے قسموں پر۔ کہ تم نے قصداً وہ قسم اٹھائی ہے کہ یہ کام کروں گا یا نہیں کروں گا پھر نہ کر سکا یا کر لیا۔ فَکَفَّارَتُہٗ پس اس کا کفارہ اِطْعَامُ عَشَرَۃِ مَسٰکِیْنَ کھانا کھلانا ہے دس مسکینوں کو۔

مسکین کی تعریف :

مسکین اسے کہتے ہیں کہ جس کے پاس نصاب کے برابر رقم نہ ہو۔ یا سامان

تجارت نہ ہو کہ جس کی مالیت نصاب کے برابر ہو۔ یا گھر میں ضرورت سے زیادہ اتنا سامان نہ ہو کہ جس کی مالیت نصاب کے برابر ہو۔ ضرورت سے زائد سامان وہ ہے جو کبھی کبھار استعمال میں آتا ہے مہمانوں کے آنے پر۔

مسکین کے لئے شرائط :

مثلاً پلنگ ہیں، بسترے ہیں، برتن ہیں جو عموماً استعمال میں نہیں آتے صرف دوست احباب، مہمانوں کے آنے پر استعمال ہوتے ہیں۔ یہ ضرورت سے زائد سامان شمار ہوتا ہے۔ یہ اتنی مالیت کا نہ ہو جو نصاب کو پہنچ جائے تو ایسا شخص مسکین ہے۔ نصاب ساڑھے باون تولے چاندی ہے جس کی مالیت آج کل تقریباً ساڑھے پانچ ہزار ہے۔ (بوقت درس۔ اب موجودہ مالیت کا اعتبار ہوگا۔) اور جس شخص کے پاس ضرورت سے زائد ساڑھے پانچ ہزار روپے ہیں یا ساڑھے باون تولے چاندی ہے یا کچھ سونا اور کچھ چاندی ہے کہ ان کی مالیت ساڑھے پانچ ہزار بن جاتی ہے۔ یا سامانِ تجارت ہے یا گھر میں ضرورت سے زائد سامان ہے کہ اس کی مالیت ساڑھے پانچ ہزار بنتی ہے تو ایسا شخص ''مسکین'' نہیں ہے۔ وہ زکوٰۃ، عشر، فطرانہ، قربانی کی کھال، نذر منت، قسم کے کفارے کی رقم نہیں لے سکتا۔ بلکہ اس پر قربانی کرنا اور فطرانہ دینا واجب ہے، چاہے مرد ہے یا عورت ہے؟ بعض لوگ بیوہ عورتوں کو محض بیوہ سمجھ کر زکوٰۃ، عشر، فطرانہ اور چرمہائے قربانی کی رقم دے دیتے ہیں حالانکہ بعض بیواؤں کے پاس اتنا مال اور سامان ہوتا ہے کہ جس کی مالیت ساڑھے باون تولے چاندی سے زائد ہوتی ہے۔ ایسی بیوہ کو جس نے زکوٰۃ، عشر، فطرانہ کی رقم یا چرمہائے قربانی کی رقم دی تو فرض ادا نہ ہوگا بلکہ ذمہ میں اسی طرح واجب رہے گا تو ایک شرط تو یہ ہے کہ وہ مسکین ہو۔

اور دوسری شرط یہ ہے کہ وہ ''مسکین'' مسلمان ہو کافر نہ ہو کیونکہ کافر کو کفارے کی رقم نہیں لگتی۔ نہ زکوٰۃ وعشر وغیرہ کی رقم لگتی ہے۔ اور کافر وہ ہے جسے شریعت کافر کہے صرف عوام کی اصطلاح والا کافر نہیں ہے۔ شریعت کی زبان میں مرزائی کافر ہے، مشرک کافر ہے، شیعہ کافر ہے۔ منکر حدیث کافر ہے، بہائی کافر ہے، بابی کافر ہے، ذکری کافر ہے اور کئی فرقے ہیں جو کافر ہیں۔

اور تیسری شرط یہ ہے کہ مسکین سادات میں سے نہ ہو۔ پانچ بزرگوں کی اولاد کو شریعت ''سید'' کہتی ہے وہ پانچ بزرگ یہ ہیں۔

① حضرت علی ② حضرت عباس ③ حضرت جعفر طیار

④ حضرت عقیل رضی اللہ عنہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ⑤ حضرت حارث۔

حضرت حارث خود تو مسلمان نہیں ہوئے تھے مگر ان کی اولاد مسلمان تھی۔ ان کی اولاد کو زکوٰۃ، عشر، فطرانہ، چرمہائے قربانی، نذر منت اور قسم کے کفارہ کی رقم نہیں لگتی۔ اور جن دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے ان میں سے کوئی بوڑھا نہ ہو کہ کھا پی نہ سکے نہ بچہ ہو اور دو وقت کا کھانا کھلانا ہے صبح شام یا آج صبح اور کل صبح یا آج شام اور کل شام۔

اب رہا یہ مسئلہ کہ کھانا کیسا ہو؟ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مِنْ اَوْسَطِ مَاتُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ درمیانے درجے کا جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو۔ نہ اچار، چٹنی اور لسی کے ساتھ اور نہ اعلیٰ قسم کا کھانا مرغ پلاؤ وغیرہ۔ اَوْ كِسْوَتُهُمْ یا دس مسکینوں کو کپڑا پہنانا ہے۔ لباس دینا ہے کہ جس میں نماز درست ہو جائے کرتا شلوار یا تہہ بند اور ٹوپی البتہ جوتا اس میں شامل نہیں ہے۔ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ یا گردن یعنی غلام آزاد کرنا ہے۔ نزولِ قرآنِ کریم کے وقت غلام اور لونڈیاں موجود تھیں۔ لونڈی بھی آزاد کر سکتا ہے اور

غلام بھی جو شخص ان تین چیزوں میں سے کسی ایک پر قادر ہے وہ روزے نہیں رکھ سکتا اور جو قادر نہیں ہے اس کے لئے فرمایا.........

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ پس جو شخص ان میں سے کوئی چیز نہ پائے فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ تو تین دن کے روزے ہیں۔ اور یہ روزے مسلسل رکھنے ہیں۔ ایسا نہیں کر سکتا کہ ایک آج رکھ لے اور دوسرا دو دن کے بعد اور تیسرا چار دن کے بعد۔ بلکہ لگا تار رکھنے ہیں اور اگر روزے رکھنے کے دوران مسکینوں کو کھانا کھلانے یا لباس پہنانے کی قدرت حاصل ہوگئی۔ مثلاً ایک روزہ یا دو روزے رکھے تھے کہ وراثت میں رقم مل گئی یا کسی نے ہدیے کے طور پر رقم دے دی کہ یہ مسکینوں کو کھانا کھلانے پر قادر ہو گیا تو صاحب روح المعانی علامہ آلوسی e فرماتے ہیں کہ یہ تیسرا روزہ نہیں رکھ سکتا۔ اب دس مسکینوں کو کھانا کھلانا پڑے گا۔ کیونکہ ابھی وقت باقی اور وہ کھانا کھلانے پر قادر ہو گیا ہے اور ایک یا دو روزے جو اس نے رکھے ہیں ان کا اسے الگ ثواب ملے گا۔

وہ قسمیں جن کا توڑنا واجب ہے :

ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ یہ کفارہ ہے تمہاری قسموں کا اِذَا حَلَفْتُمْ جب تم قسمیں اٹھا بیٹھو۔ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ اور محفوظ رکھو اپنی قسموں کو۔ اگر قسمیں ایسی ہیں کہ ان کا توڑ دینا ضروری نہیں ہے کیونکہ قسم اگر ناجائز کام کے لئے اٹھائی ہے تو اس کا توڑ دینا ضروری ہے۔ مثلاً کوئی شخص قسم اٹھائے کہ میں والدہ یا والد کے ساتھ نہیں بولوں گا یا بھائی کے ساتھ نہیں بولوں گا یا کسی عزیز رشتہ دار کے متعلق کہتا ہے کہ میں اس کے ساتھ نہیں بولوں گا تو ایسی قسم کا توڑنا واجب ہے کیونکہ قطع رحمی حرام ہے۔ یا کوئی شخص قسم اٹھائے کہ میں جوا کھیلوں گا یا شراب پیوں گا اور بہانے بنائے کہ میں مجبور ہوں ان

کاموں کے کرنے پر کیونکہ قسم اٹھا بیٹھا ہوں تو بہانہ غلط ہے۔ کیونکہ ایسی قسم کا توڑنا واجب ہے اور کفارہ دینا پڑے گا۔

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنے احکام لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ تاکہ تم شکرادا کرو۔ زندگی کے ہر شعبے کے لئے شریعت نے احکام بیان فرمائے ہیں تاکہ تم مہذب بنو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿۹۱﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۹۲﴾ لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۳﴾ ع

لفظی ترجمہ :

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اِنَّمَا پختہ بات ہے اَلْخَمْرُ شراب وَالْمَيْسِرُ اور جوا وَالْاَنْصَابُ اور بت وَالْاَزْلَامُ

اور تقسیم کے تیر رِجْسٌ گندگی ہے مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ شیطان کے کام
ہیں فَاجْتَنِبُوْهُ پس بچو تم اس سے لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ تاکہ تم فلاح پاؤ اِنَّمَا
يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ پختہ بات ہے ارادہ کرتا ہے شیطان اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ اس
بات کا کہ ڈالے تمہارے درمیان الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ دشمنی اور بغض (اور
کینہ) فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ شراب اور جوئے کی وجہ سے وَيَصُدَّكُمْ اور
تاکہ تمہیں روکے عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے وَعَنِ الصَّلٰوةِ اور
نماز سے فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ پس کیا تم باز آؤ گے وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ اور
اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ اور اطاعت کرو رسول کی
وَاحْذَرُوْا اور بچو تم ان کی مخالفت سے فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ پس اگر تم اعراض کرو
گے فَاعْلَمُوْٓا پس تم جان لو اَنَّمَا پختہ بات ہے عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ
الْمُبِيْنُ ہمارے رسول کے ذمہ ہے پہنچا دینا کھول کر لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا نہیں ہے ان لوگوں پر جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل
کیے اچھے جُنَاحٌ کوئی گناہ فِيْمَا اس چیز میں طَعِمُوْٓا جو انہوں نے کھایا
اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا جب کہ وہ ڈرتے رہیں اور ایمان پر قائم رہیں وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ اور نیک عمل کرتے رہیں ثُمَّ اتَّقَوْا پھر وہ تقویٰ اختیار کریں
وَّاٰمَنُوْا اور ایمان پر قائم رہیں ثُمَّ اتَّقَوْا پھر وہ پرہیزگاری اختیار کریں
وَّاَحْسَنُوْا اور نیکی کریں وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ اور اللہ تعالیٰ محبت کرتا

ہے نیکی کرنے والوں کے ساتھ۔

بیانِ ربط آیات و مضمون :

اس سے پہلی آیت کریمہ میں قَسم کے احکام تھے۔اور آج کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے شراب اور جوا بیان کیا ہے اور دیگر احکام بیان فرمائے ہیں۔دنیا کے ہر ملک میں آج بھی شراب بنانے والے اور پینے والے موجود ہیں اور نزول قرآن کے وقت بھی بنانے اور پینے والے موجود تھے۔بلکہ بہت رواج تھا مگر جن حضرات کا مزاج فطرت سلیمہ پر تھا انہوں نے اس زمانے میں بھی نہیں پی۔جس کو دورِ جاہلیت کہا جاتا ہے۔

شراب کی حلت کا زمانہ اور برگزیدہ شخصیات کی پرہیز گاری :

آنحضرت ﷺ کی زبانِ مبارک پر نبوۃ سے پہلے بھی ایک قطرہ تک نہیں آیا۔حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے زمانہ کفر میں بھی کبھی شراب نہیں پی تھی باوجود مالدار اور غنی ہونے کے ان کے علاوہ اور بہت سارے بزرگ تھے جنہوں نے شراب کبھی نہیں پی تھی۔ابتداءِ اسلام میں شراب حرام نہیں تھی بعد میں اللہ تعالیٰ نے شراب کو حرام قرار دے دیا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں......

شراب کی حرمت کا نزول :

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اِنَّمَا الْخَمْرُ پختہ بات ہے شراب۔جو چیزیں قطعی طور پر حرام ہیں ان میں سے ایک شراب ہے۔حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو شخص شراب بنانے کے ارادے سے پھلوں کا جوس نکالتا ہے اس پر لعنت ہے جو شراب بناتا ہے اس پر لعنت جو اٹھا کر لے جاتا ہے اس پر لعنت ہے جو بیچتا ہے اس

پرلعنت۔ جوخریدتا ہے اس پرلعنت جو پیتا ہے اس پرلعنت جو پلاتا ہے اس پرلعنت۔ گویا کہ اول سے لے کر آخر تک شراب کی مد میں جتنے شریک ہیں سب کے سب ملعون ہیں۔ شراب کوحلال سمجھنے والا کافر ہے اور حرام سمجھ کر پینے والا گنہگار ہے۔ اور یہ گناہ کبیرہ ہے۔ فرمایا..........

وَالْمَيْسِرُ اور جوا۔ بڑے گناہوں میں سے ایک جوا بھی ہے، جس کی بہت ساری قسمیں ہیں۔ جن کو جواری ہی جانتے ہیں ہم اس سیدھے سادھے مفہوم کے علاوہ کچھ نہیں جانتے۔ بہرحال جو شکل بھی ہو حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو محفوظ فرمائے۔

اَنْصَابُ کی تشریح :

وَالْاَنْصَابُ اور بت۔ انصاب نُصب کی جمع ہے جس کا معنیٰ ہے ''بت''۔ اس زمانے میں بھی لوگ جان دار چیزوں کے بت بناتے اور بیچتے تھے اور آج بھی کوئی کمی نہیں ہے۔ ہاتھی کا بت گھوڑے کا بت خرگوش وغیرہ کا بت بلکہ بعض بے باک قسم کی عورتیں اپنے بچوں کے قیصوں پر کڑھائی کرتی ہیں اور اس میں کبوتر اور سور وغیرہ کی تصویر بناتی ہیں۔ یہ سب حرام ہیں۔ اور جس گھر میں جاندار کی تصویر سامنے نظر آئے اس گھر میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے جن کی ڈیوٹی ہوتی ہے کہ گھروں میں آتے ہیں اور رحمت کی دعائیں کرتے ہیں۔ لیکن خدا کی پناہ! آج تو ہمارے گھر شوقیہ طور پر بت خانے بنے ہوئے ہیں کسی نے اپنی تصویر کسی نے باپ کی کسی نے دادا کی اور کسی نے سیاسی لیڈر کی تصویر لٹکائی ہوئی ہے۔ سارا ماحول ہی گندا ہوگیا ہے اخبارات دیکھو تو وہ تصویروں سے بھری ہوئی ہیں۔ جو چیز خریدو اس پر تصویر ہے۔ صابن، ماچس تک تصویر سے خالی نہیں ہیں۔ افسوس کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان قوم کو جس چیز سے منع فرمایا ہے یہ اسی

کو اختیار کئے ہوئے ہیں۔ اور باطل قوموں نے سارا ماحول ہی بدل دیا ہے۔ اور مسلمان اسلامی احکام سے دور ہو گئے ہیں۔ دنیا میں اس وقت تقریباً چون/۵۴ اسلامی ملک ہیں۔ بشمول سعودیہ کے کسی بھی ملک میں مکمل اسلامی قانون نافذ نہیں ہے۔ سوائے طالبان کے علاقہ کے کہ وہاں اول سے لے کر آخر تک اسلامی قانون نافذ ہے۔ اور اس کی برکت سے وہاں امن وسکون ہے۔ اگر کوئی جرم کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کو شریعت کے مطابق سزا دی جاتی ہے۔ قاتل کو قصاص میں قتل کیا جاتا ہے چور کے ہاتھ کاٹے جاتے ہیں۔ شادی شدہ زانی کو رجم کیا جاتا ہے۔ اور ناجائز قسم کے گانے وغیرہ ممنوع ہیں اللہ تعالیٰ کرے کہ ہمارا ملک پاکستان بھی اس جیسا ملک بن جائے۔

اَزْلَامْ کی تفسیر وتوضیح:

وَالْاَزْلَامُ اور تقسیم کے تیر۔ اَزْلَامُ جمع ہے زَلَمٌ کی زلم کے معنی ہیں لاٹری یہ بانڈ وغیرہ اسی مد میں آتے ہیں۔ یہ اسلام کی روح کے خلاف ہیں۔ زلم کی صورت یہ ہوتی تھی کہ کعبۃ اللہ میں ایک تھیلا رکھا ہوا تھا اس میں تیر تھے کسی تیر پر لا لکھا ہوا تھا جس کا معنی ہے ''نہیں''۔ اور کسی پر نَعَمْ لکھا ہوا تھا۔ جس کا معنی ہے ''ہاں'' اور کچھ تیر خالی ہوتے تھے جن پر کچھ نہیں لکھا ہوا تھا لوگ اس طرح کرتے تھے کہ انہوں نے جب کوئی کام کرنا ہوتا تھا مثلاً کہیں رشتہ کرنا ہے سفر پر جانا ہے یا کوئی کاروبار شروع کرنا ہے۔ غرضیکہ کوئی بھی اہم کام کرنا ہوتا تو جا کر تیر نکلواتے۔ اس ارادے سے کہ میں یہ کام کروں یا نہ کروں۔ اگر وہ تیر نکلتا جس پر لکھا ہوتا نَعَمْ تو وہ کام کرتا یہ سمجھتے ہوئے کہ بات پکی ہے اور اگر وہ تیر نکلتا جس پر لکھا ہوتا لاَ تو وہ کام نہ کرتا یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ کام نہیں ہوسکتا اگر سادہ تیر نکلتا تو دوسری تیسری بار نکالنے کا موقع دیا جاتا بالآخر کوئی تو نَعَمْ یا لاَ والا

نکل ہی آتا۔ اور ایک صورت یہ بھی تھی کہ دس آدمی مل کر ایک اونٹ خریدتے سارے برابر، برابر رقم دیتے پھر کہتے کہ ہم تیروں سے پوچھتے ہیں کہ یہ اونٹ کس کی قسمت کا ہے؟۔

مثلاً زید کی نیت کر کے ایک بچے کو کہتے کہ تیر نکال اگر نعم والا نکل آتا تو سارا اونٹ زید کا ہوجاتا باقی سارے محروم ہوجاتے اور اگر لاَ والا نکل آتا تو یہ محروم ہوجاتا۔ پھر دوسرے کے نام کا تیر نکالتے۔ بھائی! سوال یہ ہے کہ ان چیزوں کے ساتھ تمہارے کاموں کا کیا تعلق ہے؟۔ اور فال نکالنے کا یہ طریقہ بھی ان میں رائج تھا کہ جب کوئی کسی کام کیلئے باہر جانے کا ارادہ کرتا گھر کے قریب کوئی درخت ہوتا اس پر پتھر مارتا۔ عموماً درختوں پر پرندے بیٹھے ہوتے ہیں۔ اگر وہ دائیں جانب اڑتے تو کہتا کہ میرا کام ہوجائے گا اگر وہ بائیں جانب اڑتے تو کہتا کہ میرا کام نہیں ہوگا اس کو ''تَطَیُّرْ'' کہتے ہیں۔ یعنی پرند کے ذریعے فال نکالنا۔

بھائی! پرندوں کے اڑنے کے ساتھ تمہارے کام کا کیا تعلق ہے؟۔ جس طرح آج کل بعض جاہل کہتے ہیں کہ کوا بولا ہے کوئی مہمان آرہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں رِجْسٌ گندگی ہے۔ یہ سب چیزیں حرام ہیں۔ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ شیطان کے کام سے ہیں فَاجْتَنِبُوْهُ پس بچو تم اس سے لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ تاکہ تم فلاح پاؤ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ پختہ بات ہے ارادہ کرتا ہے شیطان اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ اس بات کا کہ ڈالے تمہارے درمیان الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ دشمنی اور بغض (اور کینہ) فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ شراب اور جوئے کی وجہ سے۔

شراب سے منع کی حکمت :

شراب پینے کی وجہ سے ہوش وحواس گم ہوجاتے ہیں کسی کو گالی دے گا، کسی کے ساتھ لڑے گا اور یہ لڑائی بڑی لڑائی کی بنیاد بن جائے گی اور جو ہارنے والا جیتنے والے کی جان کے درپئے ہوجاتا ہے۔ اور دشمنی چل پڑتی ہے۔

وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ اور تاکہ تمہیں روکے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے۔ ظاہر بات ہے کہ شراب پینے کے بعد جب ہوش وحواس ہی قائم نہیں رہے تو اس نے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرنا ہے؟۔ اور جو شخص جوئے میں مشغول ہے اس کی توجہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف کب ہوسکتی ہے؟۔

وَعَنِ الصَّلٰوةِ اور نماز سے فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ پس کیا تم باز آؤ گے۔ ان چیزوں کو چھوڑ دو گے، باز آجاؤ گے احادیث میں آتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے جب یہ آیت سنی تو کہا اِنْتَهَيْنَا يَارَبِّ! اے ہمارے پروردگار! ہم باز آگئے۔ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ میں دھمکی تھی کہ باز آتے ہو یا ہم کوئی اور تدبیر کریں۔ تو فرمایا کہ اِنْتَهَيْنَا يَارَبِّ! اے ہمارے پروردگار! ہم باز آگئے۔ ان تمام چیزوں سے

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ اور اطاعت کرو رسول اللہ ﷺ کی وَاحْذَرُوْا اور بچو تم ان (اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ) کی مخالفت سے فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ پس اگر تم اطاعت سے اعراض کرو گے فَاعْلَمُوْٓا پس تم جان لو اَنَّمَا پختہ بات ہے عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ہمارے رسول کے ذمہ ہے پہنچا دینا کھول کر۔ منوانا اور تسلیم کرانا اس کے فریضہ میں شامل نہیں ہے۔ پیغمبر علیہ السلام کے ذمہ ہے کہ بات کو کھول کر بیان کردے تاکہ سننے والے سن لیں اور سمجھنے والے سمجھ

جائیں۔شراب جب حرام ہوئی تو بعض لوگوں کے ذہنوں میں یہ خیال آیا کہ ہم جو پہلے پیتے رہے ہیں اس کا کیا بنے گا؟ یا ہمارے رشتہ دار عزیز جو پیتے رہے ہیں اور اب فوت ہو چکے ہیں ان کا کیا بنے گا تو اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا..........

لَیْسَ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ نہیں ہے ان لوگوں پر جو ایمان لائے اور عمل کئے اچھے جُنَاحٌ کوئی گناہ فِیْمَا اس چیز میں طَعِمُوْآ جو انہوں نے کھایا۔ ہماری نہی سے پہلے۔لیکن آئندہ کے لئے شرط یہ ہے کہ اِذَامَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا جب کہ وہ ڈرتے رہیں اور ایمان پر قائم رہیں وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور نیک عمل کرتے رہیں ثُمَّ اتَّقَوْا پھر وہ تقویٰ اختیار کریں وَّاٰمَنُوْا اور ایمان پر قائم رہیں ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا پھر وہ پرہیزگاری اختیار کریں اور نیکی کریں۔

بار بار تقوے اور پرہیز گاری کا حکم اس لئے دیا ہے کہ شراب ایسی چیز ہے کہ چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ ظالم لگی ہوئی۔ وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ اور اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے نیکی کرنے والوں کے ساتھ۔اللہ تعالیٰ سب کو گناہوں سے محفوظ رکھے اور نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗٓ اَيْدِيْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۴﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ۭ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاۗءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًۢا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ۭ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ۭ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۹۵﴾

لفظی ترجمہ :

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ البتہ ضرور امتحان لے گا تمہارا اللہ تعالیٰ بِشَيْءٍ کسی چیز کے ساتھ مِّنَ الصَّيْدِ شکار میں سے تَنَالُهٗٓ پہنچیں گے اس شکار کو اَيْدِيْكُمْ تمہارے ہاتھ وَرِمَاحُكُمْ اور تمہارے نیزے لِيَعْلَمَ اللّٰهُ تاکہ ظاہر کر دے اللہ تعالیٰ مَنْ يَّخَافُهٗ اس شخص کو جو ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ سے بِالْغَيْبِ بغیر دیکھے فَمَنِ

اعْتَدٰی پس وہ شخص جس نے تجاوز کیا بَعْدَ ذٰلِکَ اس کے بعد فَلَہٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ پس اس کے لئے ہے دردناک عذاب یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو لَاتَقْتُلُوا الصَّیْدَ نہ مارو تم شکار کو وَاَنْتُمْ حُرُمٌ اس حال میں کہ احرام میں ہو وَمَنْ قَتَلَہٗ مِنْکُمْ اور جو قتل کرے گا تم میں سے اس شکار کو مُتَعَمِّدًا جان بوجھ کر فَجَزَآءٌ پس بدلہ ہے مِّثْلُ مَاقَتَلَ اس کے مثل جو اس نے قتل کیا ہے مِنَ النَّعَمِ مویشیوں میں سے یَحْکُمُ بِہٖ فیصلہ کریں گے اس کے متعلق ذَوَا عَدْلٍ مِّنْکُمْ دو انصاف والے تم میں سے ھَدْیًا وہ قربانی ہوگی بٰلِغَ الْکَعْبَۃِ کعبہ تک پہنچنے والی اَوْکَفَّارَۃٌ یا کفارہ ہے طَعَامُ مَسٰکِیْنَ مسکینوں کی خوراک اَوْعَدْلُ ذٰلِکَ یا اس کے برابر ہیں صِیَامًا روزے لِّیَذُوْقَ تاکہ چکھے وہ شخص وَبَالَ اَمْرِہٖ اپنے کام کا وبال عَفَا اللّٰہُ عَمَّا سَلَفَ معاف کردیا اللہ تعالیٰ نے جو گزر چکا وَمَنْ عَادَ اور جو شخص (پھر) کرے گا فَیَنْتَقِمُ اللّٰہُ مِنْہُ تو اس سے اللہ تعالیٰ انتقام لے گا وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ اور اللہ تعالیٰ غالب ہے ذُوانْتِقَامٍ انتقام لینے والا ہے۔

ربط آیات و مضمون :

اس سے پہلی آیات میں محرمات ابدیہ کا ذکر تھا یعنی وہ چیزیں جو ہمیشہ کے لئے حرام ہیں۔ جیسے شراب وغیرہ اور آج کی آیات میں محرمات وقتیہ کا بیان ہے یعنی جو کچھ

وقت کے لئے حرام ہیں ہمیشہ کے لئے حرام نہیں ہیں۔ مثلاً جب کوئی آدمی حج اور عمرے کا احرام باندھ لے گا تو اس کے لئے سِلا ہوا کپڑا پہننا جائز نہیں ہے۔ کرتا، شلوار وغیرہ۔ سر نہیں ڈھانپ سکتا، نہ ٹوپی سے، نہ رومال سے نہ پگڑی سے نماز بھی ننگے سر پڑھے گا سر کے بال نہیں کٹوا سکتا نہ منڈوا سکتا ہے نہ مونچھیں کٹوا سکتا ہے۔ نہ ناخن تراش سکتا ہے نہ خوشبو لگا سکتا، نہ شکار کرسکتا ہے، نہ شکار والے جانور کو ذبح کرسکتا ہے ہاں گھریلو جانوروں مرغی، بطخ، گائے، بکری وغیرہ کو ذبح کرسکتا ہے وہ جانور جس کا شکار کیا جاتا ہے اس کو ذبح نہیں کرسکتا۔ محرم آدمی احرام کی حالت میں شکار جانور کو بسم اللہ، اللہ اکبر پڑھ کر بھی ذبح کرے تو وہ حرام ہے۔ حلال نہیں ہوگا۔ جس طرح کوئی شخص کتے اور خنزیر کو بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرے تو وہ حلال نہیں ہوسکتے۔ اور محرم جب تک احرام کی حالت میں ہوگا اس پر ان سب چیزوں کی پابندی ہے۔ البتہ مچھلی اور ٹڈی کا شکار کرسکتا ہے۔ کیونکہ ان کو ذبح کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

محرم (آدمی) کے شکار کا حکم :

آنحضرت ﷺ نے فرمایا دو چیزیں ہمارے لئے بغیر ذبح کے حلال کی گئیں ہیں۔ **الحوت والجراد** ایک مچھلی اور دوسری ٹڈی۔ صحابہ کرام ؓ جب مدینہ منورہ سے حج، عمرہ کے لئے تشریف لے جاتے تھے تو ذوالحلیفہ سے احرام باندھتے تھے۔ آج کل ذو الحلیفہ کے نام سے بہت کم لوگ واقف ہیں۔ اس کو آج کل بیرِ علی کہتے ہیں۔ یہ مدینہ منورہ کے لئے میقات ہے۔ اور یہ مدینہ منورہ سے چھ میل کے فاصلے پر ہے۔ اور یہاں سے مکہ مکرمہ تین سو میل کی مسافت پر ہے۔ اور مکہ مکرمہ کے اردگرد جتنے بھی میقات ہیں۔ ان میں سے یہ سب سے لمبا میقات ہے۔ صحابہ کرام ؓ جب ذوالحلیفہ سے

احرام باندھ کر چلتے تو راستے میں ان کو شکار کے جانور بہت ملتے تھے۔ نیل گائے، ہرن، شترمرغ، خرگوش، کبوتر وغیرہ اتنے قریب آکر بیٹھ جاتے کہ ان کو ہاتھ سے پکڑ سکتے اور نیزے سے شکار کر سکتے تھے۔ مگر صحابہ کرام ؓ ان کی طرف دیکھ کر ہنستے کہ اگر ہمیں شکار کرنے کی اجازت ہوتی تو ان کے ساتھ دو دو ہاتھ کرتے لیکن ہم پابند ہیں کچھ کر نہیں سکتے اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے لَیَبْلُوَنَّکُمُ اللّٰہُ البتہ ضرور امتحان لے گا تمہارا اللہ تعالیٰ بِشَیْءٍ مِّنَ الصَّیْدِ کسی چیز کے ساتھ شکار میں سے تَنَالُہٗٓ اَیْدِیْکُمْ پہنچیں گے اس شکار کو تمہارے ہاتھ وَرِمَاحُکُمْ اور نیزے۔ اگر ہاتھ سے پکڑنا چاہو تو پکڑ سکو گے اور نیزوں سے مارنا چاہو تو مار سکو گے۔ لِیَعْلَمَ اللّٰہُ مَنْ یَّخَافُہٗ بِالْغَیْبِ تاکہ ظاہر کردے اللہ تعالیٰ اس شخص کو جو ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ سے بغیر دیکھے۔ اللہ تعالیٰ کو ہر شئی کا علم تو پہلے سے ہی ہے۔ لِیَعْلَمَ کا ترجمہ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ لِیُظْھِرَ کرتے ہیں۔ تاکہ ظاہر کردے اللہ تعالیٰ اس کو جو بن دیکھے اس سے ڈرتا ہے ہم نے آج تک اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا۔ مگر ہر مومن کا ایمان اور یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر جگہ موجود ہے۔ اور عرش پر بھی مستوی ہے۔ جو اس کی شان کے لائق ہے سورۃ حدید میں ذکر ہے فرمایا "ھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَ مَا کُنْتُمْ" تم جہاں کہیں بھی ہو اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے۔ ذات کے اعتبار سے قدرت کے اعتبار سے علم کے اعتبار سے اور اتنا قریب ہے کہ فرمایا:

"وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ"۔ (پارہ:۲۶۔ق:۱۶)۔ اور ہم اس کی رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ حَبْلِ الْوَرِیْدِ اس رگِ جان کو کہتے ہیں جو

دل سے دماغ تک جاتی ہے اگر یہ کٹ جائے تو آدمی مرجاتا ہے اس لئے اس کو رگِ جان اور شاہ رگ کہتے ہیں۔ تو جو ذات اتنی قریب ہے اس کے احکام کی پابندی کرنی چاہیے۔ اور ہر وقت اس سے ڈرتے رہنا چاہیے۔

فَمَنِ اعْتَدٰی پس وہ شخص جس نے تجاوز کیا **بَعْدَ ذٰلِکَ** ہمارے منع کرنے کے بعد کہ احرام کی حالت میں شکار نہیں کرنا پھر اس نے شکار کیا **فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ** تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا** اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو **لَاتَقْتُلُوا الصَّیْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ** نہ مارو تم شکار کو اس حال میں کہ احرام میں ہو۔

محرم سے جنایت اور جزا میں ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کا اختلاف :

وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا اور جو قتل کرے تم میں سے اس شکار کو جان بوجھ کر یہ **عَمَدْ** کی قید اتفاقی ہے اگر بھول کر بھی قتل کرے گا کہ اس کو یاد نہیں تھا کہ میں احرام میں ہوں پھر بھی کفارہ آئے گا اور اس پر تمام مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے اجماع نقل کیا ہے کہ خطاء سے بھی قتل کیا تو کفارہ دینا پڑے گا لیکن اتنا فرق ہوگا کہ اگر دیدہ دانستہ قتل کرے گا تو فعل کا کفارہ الگ ہوگا اور شکار کا الگ ہوگا اور بھول کر کیا ہے تو صرف شکار کا کفارہ ہوگا۔ آگے کفارے کا بیان ہے۔

فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَاقَتَلَ مِنَ النَّعَمِ پس بدلہ ہے اس کے مثل جو اس نے قتل کیا ہے مویشیوں میں سے۔ یعنی جس قسم کا جانور شکار کیا ہے اسی قسم کا جانور خرید کر اللہ تعالیٰ کے راستہ میں قربان کرے۔ مثلاً اگر کسی شخص نے احرام کی حالت میں شتر مرغ کا شکار کیا تو اسے اونٹ دینا پڑے گا، ہرن شکار کیا تو بکری دینی پڑے گی اگر خرگوش کا شکار کیا تو

بکری کا بچہ دینا پڑے گا کیونکہ یہ جانور آپس میں ملتے جلتے ہیں اور جس جانور کی مثل صوری نہ ہو اس کی قیمت دینی پڑے گی۔ جیسے چڑیا یا کبوتر ہے۔ امام شافعی e فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے کبوتر کا شکار کیا تو اسے بکری دینی پڑے گی۔

اب سوال یہ ہے کہ کبوتر اور بکری میں کیا نسبت ہے۔ فرماتے ہیں کہ باقی جانور جب پانی پیتے ہیں تو پانی کو اپنے اندر کھینچتے ہیں مگر بکری اور کبوتر منہ میں پانی ڈال کر منہ کو اوپر اٹھا کر پانی اندر داخل کرتے ہیں تو پانی پینے میں ان کی آپس میں مشابہت ہے۔ امام ابو حنیفہ e فرماتے ہیں کہ یہ کوئی مشابہت نہیں ہے۔ تشبیہ یہ ہے کہ ایک جانور کی دوسرے جانور کے ساتھ شکل و صورت ملتی جلتی ہو۔ جیسے شتر مرغ اور اونٹ یا خرگوش اور بکری کے بچے کی شکل ملتی جلتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ شکار شدہ جانور کی مثل اور قیمت کا تعین کون کرے گا؟ تو اس کے متعلق فرمایا.........

یَحْکُمُ بِہٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْکُمْ فیصلہ کریں گے اس کے متعلق دو انصاف والے تم میں سے۔ اس کے متعلق دو انصاف والے تم میں سے محرم نے جس علاقے میں شکار کیا ہے اس علاقہ میں مثلاً کبوتر یا فاختہ کی کیا قیمت دو عادل آدمی فیصلہ کریں گے کہ اس کی اتنی قیمت ہے یا اس کے مثل فلاں جانور ہے۔ پھر اس کا کیا کریں گے فرمایا.........

”ہدی“ کی تحقیق:

ھَدْیًا ، بٰلِغَ الْکَعْبَةِ وہ قربانی ہو گی کعبہ تک پہنچنے والی۔ ”ھدی“ اس قربانی کو کہتے ہیں جو حرم کعبہ میں کی جائے اور حرم سے باہر جو قربانی ہوتی ہے اس کو عربی زبان میں اَضْحِیَۃٌ ہمزے کے فتح کے ساتھ یا ضمہ کے ساتھ اُضْحِیَۃٌ کہتے ہیں۔ کعبہ سے مراد حرم ہے۔ حرم کے علاقہ میں جہاں بھی چاہے اسے ذبح کرسکتا ہے۔

اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ یا کفارہ ہے مسکینوں کی خوراک۔ اس کی صورت یہ ہوگی کہ مثلاً محرم نے کبوتر کا شکار کیا ہے اور وہاں کے دو انصاف والوں نے فیصلہ کیا کہ اس علاقہ میں کبوتر کی قیمت پچاس روپے ہے تو پچاس روپے کی گندم خریدیں گے اور فی مسکین نصف صاع دیں گے جو تقریباً پونے دو سیر بنتی ہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس۔ جتنی بھی رقم ہوگی نصف صاع کے اعتبار سے رقم یا گندم مسکینوں پر تقسیم کر دیں گے۔

اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا یا اس کے برابر ہیں روزے۔ یعنی نصف صاع کے بدلے ایک روزہ ہے تو جتنے نصف صاع ہوں گے اتنے روزے رکھے گا اور اگر تقسیم کرتے کرتے صاع کا چوتھا حصہ بچ گیا ہے تو یا تو اس کے بدلے پورا روزہ رکھے یا اس کو صدقہ کر دے۔ یہ نہیں کہہ سکتا کہ نصف صاع کا ایک روزہ تھا تو چوتھائی کے بدلے آدھا روزہ رکھ لوں۔ کیونکہ روزے کے حصے نہیں ہو سکتے۔ رب تعالیٰ نے یہ حکم کیوں دیا ہے۔ فرمایا.........

لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ تاکہ چکھے وہ شخص اپنے کام کا وبال۔ جب اس پر پابندی تھی تو اس نے احرام کی حالت میں ایسا کیوں کیا ہے۔ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ معاف کر دیا اللہ تعالیٰ نے جو گزر چکا۔ یعنی منع کرنے سے پہلے اگر کسی نے احرام کی حالت میں شکار کیا تھا یا اور کوئی کمی کوتاہی کی تھی تو وہ رب تعالیٰ نے معاف کر دی ہے۔

وَمَنْ عَادَ اور جو شخص (پھر) کرے گا فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ تو اس سے اللہ تعالیٰ انتقام لے گا۔ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ اور اللہ تعالیٰ غالب ہے ذُو انْتِقَامٍ انتقام لینے والا ہے۔ ان آیات میں ان چیزوں کا ذکر تھا جو محرم کے لئے عارضی طور پر حرام ہیں اور پہلے بھی گزر چکا ہے وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا اور جس وقت تم احرام سے نکل جاؤ شکار کر لو۔

أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۚ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَادُمْتُمْ حُرُمًا ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۞ ۹۶ جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ ۗ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَافِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۞ ۹۷ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۞ ۹۸ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَاتُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ۞ ۹۹ قُلْ لَّايَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۞ ۱۰۰ ع

لفظی ترجمہ :

أُحِلَّ لَكُمْ حلال کیا گیا تمہارے لئے صَيْدُ الْبَحْرِ سمندر کا شکار وَطَعَامُهُ اور اس کا کھانا مَتَاعًا لَّكُمْ فائدہ ہے تمہارے لئے وَلِلسَّيَّارَةِ

اور مسافروں کے قافلے کے لئے وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ اور حرام کیا گیا تم پر صَيْدُ الْبَرِّ خشکی کا شکار مَادُمْتُمْ حُرُمًا جب تک تم احرام کی حالت میں ہو وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے الَّذِيْٓ وہ ذات ہے اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ جس کی طرف تم اکٹھے کئے جاؤ گے جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ بنایا اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو الْبَيْتَ الْحَرَامَ جو عزت والا گھر ہے قِيٰمًا لِّلنَّاسِ لوگوں کے قیام کا ذریعہ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ اور عزت والا مہینہ وَالْهَدْيَ اور مکہ مکرمہ لے جا کر ذبح کرنے والے جانور وَالْقَلَآئِدَ اور جن کے گلوں میں پٹے ڈالے ہوئے ہیں ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا یہ تاکہ تم جان لو اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ بیشک اللہ تعالیٰ جانتا ہے مَافِي السَّمٰوٰتِ جو کچھ آسمانوں میں ہے وَمَا فِي الْاَرْضِ اور جو کچھ زمین میں ہے وَاَنَّ اللّٰهَ اور بیشک اللہ تعالیٰ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ہر چیز کو جانتا ہے اِعْلَمُوْٓا جان لو تم اَنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ تعالیٰ شَدِيْدُ الْعِقَابِ سخت سزا دینے والا ہے وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اور بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے مَا عَلَى الرَّسُوْلِ نہیں ہے رسول کے ذمے اِلَّا الْبَلٰغُ مگر بات پہنچا دینا وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے مَاتُبْدُوْنَ جو تم ظاہر کرتے ہو وَمَا تَكْتُمُوْنَ اور جو تم چھپاتے ہو قُلْ آپ (ﷺ) کہہ دیں لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ نہیں ہے برابر خبیث چیز اور پاکیزہ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ اور اگرچہ آپ کو تعجب میں ڈالے خبیث چیز کی کثرت

فَاتَّقُوا اللّٰهَ پس ڈرو اللہ تعالیٰ سے یٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ اے عقلمندو! لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ تاکہ تم فلاح پاؤ۔

ربط آیت و مضمون :

اس سے پہلی آیتوں میں اجمالی طور پر یہ مسئلہ بیان ہوا تھا کہ احرام کی حالت میں شکار کرنا ممنوع ہے۔اور آج کی آیت کریمہ میں اس کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔رب تعالیٰ فرماتے ہیں.........

محرم کے فعل صید پر تفصیلی گفتگو :

اُحِلَّ لَکُمْ صَیْدُ الْبَحْرِ حلال کیا گیا تمہارے لئے سمندر کا شکار۔سمندر کے شکار سے مراد مچھلی ہے حدیث پاک میں آتا ہے اُحِلَّتْ لَنَا الْمَیْتَتَانِ: اَلْحُوْتُ وَالْجَرَادُ دو چیزیں اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے ذبح کئے بغیر حلال فرمائی ہیں ایک مچھلی اور دوسری ٹڈی جس کو ٹڈی دل بھی کہتے ہیں۔احرام کی حالت میں محرم شکار کو ذبح کرنے کا اہل نہیں ہوتا اگر شکاری جانور ذبح کرے گا تو وہ حلال نہیں ہوگا بے شک تکبیر پڑھ کر ذبح کرے اور مچھلی کو چونکہ ذبح کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔اس لئے مچھلی کا شکار کرسکتا ہے۔اور مکڑی بھی پکڑ سکتا ہے۔

غیر مسلم کے ذبیحہ کا حکم :

یہی وجہ ہے کہ غیر مسلم کی شکار کی ہوئی مچھلی مسلمان خرید سکتا ہے کھا سکتا ہے کیونکہ غیر مسلم نے اس کو ذبح نہیں کیا اور نہ غیر مسلم کی ذبح کی ہوئی چیز کو مسلمان خرید نہیں سکتا۔ البتہ یہود و نصاریٰ کا ذبیحہ ان شرائط کے ساتھ جن کا بیان پہلے ہو چکا ہے جائز ہے

فرمایا......

طعام کی توضیح :

وَطَعَامُهٗ اور اس کا کھانا (بھی حلال ہے)۔ مفسرین کرام f طعام کی تفسیر یہ فرماتے ہیں کہ مَایُلْقِهِ الْبَحْرُ اِلَی السَّاحِلِ جس کو سمندر کنارے کی طرف پھینکے سمندر میں مدوجزر ہوتا رہتا ہے یعنی کبھی بڑھتا ہے۔ کبھی گھٹتا ہے، پانی کی موج جب باہر ہوکر واپس جاتی ہے تو بسا اوقات مچھلیاں باہر رہ جاتی ہیں یہ ہیں سمندر کا کھانا یہ حلال ہیں۔

مَتَاعًا لَّكُمْ فائدہ ہے تمہارے لئے وَلِلسَّيَّارَةِ اور مسافروں کے قافلے کے لئے۔ اس زمانے میں مسافر لوگ تلی ہوئی مچھلیاں ساتھ رکھتے تھے اور کئی کئی دن کھاتے تھے۔ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ اور حرام کیا گیا تم پر خشکی کا شکار مَادُمْتُمْ حُرُمًا جب تک تم احرام کی حالت میں ہو۔ مُحْرِمْ، اِحْرَامْ کی حالت میں شکار کی جنس سے کسی چیز کو ذبح نہیں کرسکتا۔ اگر ذبح کرے گا بھی تو وہ چیز حلال نہیں ہوگی۔ البتہ گھریلو جانوروں کو ذبح کرسکتا ہے جیسے مرغی، بطخ، بکری، دُنبہ وغیرہ۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے الَّذِیْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ وہ ذات ہے جس کی طرف تم اکٹھے کئے جاؤ گے۔ میدانِ محشر میں پھر ہر قول اور فعل کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ بنایا اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو الْبَيْتَ الْحَرَامَ جو عزت والا گھر ہے۔

حطیم کعبۃ اللہ میں ہے :

کعبہ کا لغوی معنی ہے چوکونا اور بلند ابتداءً کعبہ چوکونا اور بلند تھا ہر طرف سے

چوالیس چوالیس فٹ تھا اور پچاس فٹ بلند تھا۔ لیکن حجر اور حطیم کی طرف سے تینتیس فٹ رہ گیا ہے۔ اور حطیم کعبۃ اللہ کا حصہ اور اس میں داخل ہے۔ اگر کوئی شخص بند دروازے والے حصے میں داخل نہیں ہوسکتا تو وہ حجر اور حطیم میں نماز پڑھ لے تو اس نے کعبۃ اللہ کے اندر ہی نماز پڑھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حکمتیں ہیں کہ اس نے غریبوں کے لئے وہ جگہ باہر نکال دی ہے۔

قِـيٰمًا لِّلنَّاسِ کی تشریح :

قِـيٰمًا لِّلنَّاسِ لوگوں کے قیام کا ذریعہ ہے۔ قِـيٰمًا لِّلنَّاسِ کا یہ معنیٰ بھی کرتے ہیں کہ لوگ جب نماز پڑھتے ہیں تو کعبۃ اللہ کی طرف چہرہ کرتے ہیں چاہے مشرق کے رہنے والے ہوں یا مغرب کے شمال کے رہنے والے ہوں یا جنوب کے اور یہ معنیٰ بھی ہے کہ جب تک دنیا میں کعبہ ہے۔ دنیا قائم ہے اور جب کعبہ نہیں رہے گا دنیا کو ختم کردیا جائے گا تو کعبہ لوگوں کے قائم رہنے کا ذریعہ ہے۔ بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے کہ قرب قیامت میں حبشہ کا، کافر اور ظالم بادشاہ چھوٹے قد اور ٹیڑھی پنڈلیوں والا کعبۃ اللہ کو گرانے کے لئے فوجیں لے کر آئے گا کچھ فوجیں تو بیداء کے مقام پر جو مکہ مکرمہ سے جدہ کی طرف تین چار میل کے فاصلے پر ہے زمین میں دھنس جائیں گی اور باقی فوج کو لے کر وہ مکہ مکرمہ پہنچے گا اور کعبۃ اللہ کو گرانے کا حکم دے گا ادھر اللہ تعالیٰ اسرافیل k کو حکم دیں گے کہ صور پھونک دو پس اب دنیا کو ختم کرنا ہے۔ تو اس طرح کعبۃ اللہ جہان کے باقی رہنے کا ذریعہ ہے۔

اشہر حرم اور حکم :

وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ اور عزت والا مہینہ۔ چار مہینے عزت والے تھے، ذوالقعدہ،

ذوالحجہ، محرم اور رجب ۔ یہ اشہر حرم کہلاتے تھے ۔ ان مہینوں میں جنگ وجدال ممنوع تھا۔ البتہ مومنوں کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر کافر تم پر ان مہینوں میں حملہ کریں تو تم جواب دے سکتے ہو ورنہ ان کے احترام کا سب کو حکم تھا۔ مگر جب سورۃ توبہ نازل ہوئی تو یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

وَالْهَدْيَ اور مکہ مکرمہ لے جا کر ذبح کرنے والے جانور "هَدْيَ" اس جانور کو کہتے ہیں جو مکہ مکرمہ لے جا کر حرم کعبہ میں قربان کیا جائے اور یہاں جو قربانی ہوتی ہے اس کو عربی میں اضحیہ کہتے ہیں۔

قلادہ کی غرض وحکمت :

وَالْقَلَآئِدَ اور جن کے گلوں میں پٹے ڈالے ہوئے ہیں ۔ "قَلَآئِدَ" جمع ہے قَلَادَةٌ کی جس کا معنی ہے ہار۔ حاجی اپنے ساتھ جو بڑے جانور لے جائیں ۔ مثلاً اونٹ، بیل یا بھینسا ان کے گلے میں پٹا ڈال دیں یا پرانی جوتی ان کے گلے میں لٹکا دیں تا کہ لوگوں کو علم ہو کہ یہ ہدی کا جانور ہے۔ تا کہ حاجی اگر قضائے حاجت یا کسی ضرورت کے لئے جائے تو ان کو کوئی تنگ نہ کرے اور نہ کوئی چھیڑے گلے میں ہار ہونے کی وجہ سے علم ہو جائے گا کہ یہ حاجی کا جانور ہے۔ رب تعالیٰ کی رضا کے لئے جا رہا ہے۔

ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا یہ (ایسی بات ہے) تا کہ تم جان لو اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ بیشک اللہ تعالیٰ جانتا ہے مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ اور بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے۔ کس چیز کو؟...... قول وفعل کو ظاہر و باطن کو۔

اِعْلَمُوْا جان لوتم اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ بیشک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔نافرمانوں کو۔ وَاَنَّ اللّٰـهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اور بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔جو شخص اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرے گا اسے بخش دے گا۔

مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ نہیں ہے رسول کے ذمے مگر بات پہنچا دینا۔تسلیم کرانا پیغمبر کے فریضہ میں داخل نہیں ہے۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو وَمَا تَكْتُمُوْنَ اور جو تم چھپاتے ہو۔ قُلْ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیں لَّا يَسْتَوِى الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ نہیں ہے برابر ادنی اور عمدہ چیز۔خبیث سے مراد حرام بھی ہے اور طیب سے مراد حلال تو پھر معنی بنے گا کہ حرام اور حلال برابر نہیں ہیں۔

كَثْرَةُ الْخَبِيْثُ کی توضیح :

وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ اگر چہ اے مخاطب! تجھے تعجب میں ڈالے خبیث چیز کی کثرت۔یعنی ایسا دور آئے گا کہ حرام زیادہ ہونے کی وجہ سے وہ حلال نہیں ہو جائے گا۔حرام،حرام ہی ہے۔اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایسا دور آئے گا کہ سود لوگوں کے ناک میں سانس کے ساتھ داخل ہوگا۔دیکھو! آج کے دور میں کوئی شاذ و نادر ہی ایسا کاروبار ہوگا کہ جس کا تعلق بنک کے ساتھ نہ ہو اور بنک کا تو سارا نظام ہی سود پر ہے۔حالانکہ سود کے بغیر نظام چلانا ممکن ہے۔چل سکتا ہے اس وقت کیمونسٹوں کے تین چار ملک ایسے ہیں جہاں سود کے بغیر نظام چل رہا ہے۔مگر مسلمان ملکوں میں نہیں کیونکہ ان کے ذہنوں پر انگریز سوار ہے۔اور جب بھی سودی نظام کے ختم کرنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔تو کوئی نہ کوئی شوشہ چھوڑ دیتے ہیں۔فرمایا :

فَاتَّقُوا اللّٰهَ پس ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے یٰٓاُولِی الْاَلْبَابِ اے عقلمندو!۔ اور رب تعالیٰ کے احکام پر عمل کرو لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ تاکہ تم فلاح پاؤ۔ کامیابی اسی میں ہے کہ تم رب تعالیٰ کے احکام کو تسلیم کرو اور ان پر عمل کرو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَاتَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَلَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَاِنْ تَسْئَلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَلَكُمْ ۚ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝١٠١ قَدْسَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ ۝١٠٢ مَاجَعَلَ اللّٰهُ مِنْ ۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَاسَآئِبَةٍ وَّلَاوَصِيْلَةٍ وَّلَاحَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۗ وَاَكْثَرُهُمْ لَايَعْقِلُوْنَ ۝١٠٣ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَاوَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَ نَا ۗ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَايَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّلَايَهْتَدُوْنَ ۝١٠٤

لفظی ترجمہ :

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے لَاتَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ نہ سوال کرو ایسی چیزوں کے بارے میں اِنْ تُبْدَلَكُمْ کہ اگر وہ ظاہر کردی جائیں تمہارے سامنے تَسُؤْكُمْ تو تمہیں وہ بری لگیں وَاِنْ

تَسْـئَـلُوْا عَنْهَـا اوراگرتم سوال کروگےان کے بارے میں حِیْنَ یُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ جس وقت نازل کیا جارہاہےقرآن تُـبْدَلَـكُمْ وہ تمہارے سامنے ظاہرکردی جائیں گی عَـفَـا اللّٰهُ عَنْهَا اللہ تعالیٰ نے معاف کردیا جواس سے پہلے ہوچکا وَاللّٰهُ غَـفُـوْرٌ حَلِيْـمٌ اوراللہ تعالیٰ بخشنے والاتحمل کرنے والا ہے قَدْسَاَلَهَا تحقیق ان چیزوں کے متعلق سوال کیا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ تم سے پہلی قوموں نے ثُـمَّ اَصْبَـحُوْا بِهَـا كٰـفِرِيْـنَ پھرہوگئے وہ ان کے منکر مَاجَعَلَ اللّٰهُ مِنْ ، بَحِيْرَةٍ نہیں بنایا اللہ تعالیٰ نے کوئی بحیرہ وَّلَاسَآئِبَةٍ اورنہ کوئی سائبہ وَّلَاوَصِيْلَةٍ اورنہ کوئی وصیلہ وَّلَاحَامٍ اورنہ کوئی حام وَّلٰكِنَّ الَّـذِيْـنَ كَفَرُوْا اورلیکن وہ لوگ جوکافرہیں يَـفْتَرُوْنَ وہ افتراءباندھتے ہیں عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ اللہ تعالیٰ پرجھوٹ کا وَاَكْثَرُهُمْ لَايَعْقِلُوْنَ اوران میں سے اکثرسمجھ نہیں رکھتے وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اورجب ان سے کہاجاتاہے تَعَالَوْا اِلٰى مَآاَنْزَلَ اللّٰهُ آؤاس چیزکی طرف جواللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے وَاِلَى الـرَّسُوْلِ اوررسول (ﷺ) کی طرف قَـالُـوْا حَسْبُنَا وہ کہتے ہیں کافی ہے ہمیں مَـاوَجَـدْنَـا عَـلَيْـهِ اٰبَآءَ نَا وہ چیزجس پرہم نے پایااپنے باپ دادا کو اَوَلَـوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ کیااگرچہ ہوں ان کے باپ دادا لَايَـعْلَمُوْنَ شَيْـئًا نہ جانتے ہوں کسی چیزکو وَّلَايَهْتَدُوْنَ اورنہ ہدایت یافتہ ہوں۔

ربط آیات :

اس سے پہلی آیات میں حرام چیزوں سے منع کیا گیا اور آج کی آیات میں بے جا اور فضول سوالوں سے منع کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں احادیث میں بہت سارے واقعات آئے ہیں ان میں سے چند واقعات ذکر کرتا ہوں۔

آیت سے متصل واقعات :

ایک موقع پر آنحضر صلی اللہ علیہ وسلم وعظ فرما رہے تھے ایک شخص نے کھڑے ہو کر سوال کیا۔ "مَنْ أَبِیْ؟" مجھے یہ بتائیں کہ میرا باپ کون ہے؟۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی اختیار فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اطلاع پانے پر فرمایا: اَبُوْکَ حُذَافَۃْ تیرا باپ حُذافہ ہے۔

علم غیب کی نفی پر دلیل :

ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخرت کے حالات و معاملات بیان فرما رہے تھے کہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا۔ اَیْنَ نَاقَتِیْ؟ میری اونٹنی کہاں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَآ اَدْرِیْ اَیْنَ نَاقَتُکَ. مجھے معلوم نہیں ہے تیری اونٹنی کہاں ہے۔ یہ آدمی منافق تھا۔ بڑبڑاتا ہوا باہر نکلا کہنے لگا.........

"یُخْبِرُنَا بِخَبَرِ السَّمَآءِ وَلَایَدْرِیْ اَیْنَ نَاقَتِیْ" ہمیں آسمان کی خبریں دیتا ہے اور یہ معلوم نہیں ہے کہ میری اونٹنی کہاں ہے؟۔ جبرائیل k تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس آدمی کو بلاؤ، بلایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے اپنی اونٹنی کے متعلق سوال کیا تھا مجھے اس رب کی قسم ہے جس کے قبضے میں میری جان ہے اس وقت

مجھے معلوم نہیں تھا۔ جَـآءَ نِـیْ جِبْرِیْلُ میرے پاس جبرائیلؑ آئے ہیں ۔فَـاَخْبَرَنِیْ پس انہوں نے مجھے خبر دی ہے کہ تیری اونٹنی فلاں علاقے میں درختوں میں پھنسی ہوئی ہے کہ اس کا پٹا (قلادہ) درخت کی ٹہنی کے ساتھ اٹک گیا تھا۔

اور یہ واقعہ بھی حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ وعظ فرمارہے تھے کہ ایک آدمی نے آکر کہا کہ "مَـافِـیْ بَـطْـنِ نَـاقَتِـیْ؟" یہ بتاؤ کہ میری اونٹنی کے پیٹ میں کیا ہے؟ آپ ﷺ نے تو جواب نہ دیا مگر آپ ﷺ کے ایک جذباتی صحابی حضرت سلمہ بن سلامہ ؓ نے کہا کہ تو نے اپنی اونٹنی کے ساتھ برائی کی ہے اور اس کے پیٹ میں تیرا نطفہ ہے۔

بعض لوگ اس روایت سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کے غلام بھی جانتے تھے کہ پیٹ میں کیا ہے۔آپ ﷺ کیوں نہیں جانتے تھے ان لوگوں کا یہ استدلال درست نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت سلمہ ؓ نے جو کچھ فرمایا تھا یہ جواب نہیں تھا اس لئے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا لَـقَـدْ فَحُشْتَ یَا سَلْمَۃُ! اے سلمہ! تو نے فحش گوئی کی ہے۔ یعنی آپ ﷺ نے ان کو تنبیہ فرمائی کہ ایسا نہیں کہنا چاہیے تھا اور حقیقت بھی یہی تھی کہ حضرت سلمہ ؓ نے جواب نہیں دیا تھا بلکہ ناراضگی کا اظہار فرمایا تھا کہ تم ایسے سوال کیوں کرتے ہو اس کو تم اس طرح سمجھو کہ کوئی آدمی کسی سے پوچھے کہ تو نے رات کو کیا کھایا تھا اور وہ جواب میں کہے کہ تیرا سر کھایا تھا۔

تو بھائی! یہ جواب تو نہیں ہے بلکہ ناراضگی کا اظہار ہے کہ میں نے جو کھایا ہے کھایا تجھے اس سے کیا غرض۔لہٰذا اس روایت سے پیٹ کے علم پر استدلال کرنا غلط ہے۔ایک آدمی آیا اور کہنے لگا۔حضرت میں نے فصل کاشت کی ہے۔ مجھے بتائیں کہ بارش کب

ہوگی اور میری بیوی امید سے ہے بتائیں لڑکا ہوگا یا لڑکی؟ میں جس علاقے میں پیدا ہوا ہوں وہ تو مجھے معلوم ہے آپ ﷺ مجھے یہ بتائیں کہ میں مروں گا کہاں؟ اور یہ بھی بتائیں کہ کل میں نے کونسا کام کرنا ہے؟۔ اور قیامت کے متعلق پوچھا کہ کب ہوگی؟۔ اس سلسلے میں سورۂ لقمان کی آخری آیت نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا.........

پانچ چیزوں کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے :

①...... اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ بیشک اللہ تعالیٰ کے پاس ہے قیامت کا علم۔

②...... وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ اور وہی بارش نازل کرتا ہے۔

③...... وَیَعْلَمُ مَافِی الْاَرْحَامِ اور وہی جانتا ہے جو کچھ پیٹوں میں ہے۔

④...... وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّا ذَا تَکْسِبُ غَدًا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کام کرے گا؟۔

⑤...... وَمَاتَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اور کوئی متنفس نہیں جانتا کہ کس زمین پر اس کو موت آئے گی۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ بیشک اللہ تعالیٰ جاننے والا خبردار ہے۔

تو اس طرح کے غیر ضروری سوال کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان سے منع فرمادیا۔

غیر ضروری سوالات سے ممانعت اور باعث عذاب :

رب تعالیٰ فرماتے ہیں یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے لَاتَسْئَلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ نہ سوال کرو ایسی چیزوں کے بارے میں اِنْ تُبْدَلَکُمْ تَسُؤْکُمْ کہ اگر وہ ظاہر کردی جائیں تمہارے سامنے تو تمہیں وہ بری لگیں وَاِنْ

تَسْئَلُوْا عَنْهَا اور اگر تم سوال کرو گے ان کے بارے میں حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ جس وقت نازل کیا جا رہا ہے قرآن تُبْدَلَكُمْ وہ تمہارے سامنے ظاہر کر دی جائیں گی عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا جو اس سے پہلے ہو چکا۔ آئندہ ایسے لایعنی سوال نہ کرنا۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا تحمل کرنے والا ہے قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ تحقیق ان چیزوں کے متعلق سوال کیا تم سے پہلی قوموں نے ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ پھر ہو گئے وہ ان کے منکر۔ یعنی انہوں نے بے قدری کی۔

چنانچہ حضرت صالح k کی قوم نے ان سے سوال کیا کہ اگر تو اللہ تعالیٰ کا نبی ہے تو ہم جس چٹان پر ہاتھ رکھیں اس سے اونٹنی نکال دے۔ ہم تجھے نبی تسلیم کر لیں گے حضرت صالح k نے فرمایا: نشانیاں اور معجزے اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ میری تائید کے لئے ایسا کر دے تو کیا تم ایمان لے آؤ گے؟۔ قوم نے کہا ہاں ہم آپ k کو پیغمبر مان لیں گے۔

چنانچہ اس معجزے کے اظہار کے لئے وقت مقرر ہوا کہ فلاں وقت تم آ جانا اور جس چٹان پر تمہارا جی چاہے ہاتھ رکھ دینا اللہ تعالیٰ اسی پتھر سے اونٹنی نکال دیں گے۔ چنانچہ اس وقت مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے، جوان اچھلتے، کودتے ہوئے آئے کہ آج چٹان سے اونٹنی نکلنی ہے۔ لہٰذا جس چٹان پر انہوں نے ہاتھ رکھا اللہ تعالیٰ نے اسی چٹان سے اونٹنی پیدا فرما دی لیکن ایمان کوئی بھی نہ لایا الٹا ان ظالموں نے اس کی کوچیں کاٹ کر اس کو ہلاک کر دیا جس پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا اور ساری قوم تباہ ہو گئی۔

حلال چیزوں کو حرام مت کرو :

اس سورۃ کی ابتداء میں آپ نے پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَاتُحَرِّمُوْا

طَیِّبٰتِ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ لَکُمْ جو پاکیزہ چیزیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال فرمائی ہیں۔ان کو حرام نہ کرو اب اگلی آیت کریمہ میں ان محرمات کا ذکر ہے جو بندوں نے از خود اپنے اوپر حرام کر لی تھیں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

بحیرہ :

مَا جَعَلَ اللّٰہُ مِنْ م بَحِیْرَۃٍ نہیں بنایا اللہ تعالیٰ نے کوئی بحیرہ۔بخاری شریف میں رئیس التابعین حضرت سعید بن میسب رحمۃ اللہ علیہ بحیرہ کی تعریف کرتے ہیں کہ بحیرہ اس مادہ جانور کو کہتے ہیں کہ مشرکین جس کا دودھ بتوں کے نام پر وقف کر دیتے تھے کہ اس کا دودھ کوئی شخص استعمال نہیں کر سکتا تھا تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تو ایسا کوئی حکم نہیں دیا۔

سائبہ :

وَّلَا سَآئِبَۃٍ اور نہ (اللہ تعالیٰ نے) کوئی سائبہ (بنایا)۔ "سَآئِبَہ" اس جانور کو کہتے ہیں جو غیر اللہ کے نام پر چھوڑ دیا جائے نہ اس کا دودھ استعمال کیا جائے نہ اس پر سواری کی جائے۔جیسے مختلف شہروں میں آپ نے موٹی موٹی گائیں دیکھیں ہوں گی وہ جاہل لوگوں نے اپنے پیروں کے نام پر وقف کی ہوتی ہیں۔ان کا کوئی مالک نہیں ہوتا۔لوگ ان کی بڑی عزت اور قدر کرتے ہیں۔اگر کسی کی ریڑی یا دوکان سے کوئی چیز کھائیں تو بڑے پیار سے کہتے ہیں" بے بے جی (امی جی) پیچھے ہٹ جاؤ"۔

وصیلہ :

وَلَا وَصِیْلَۃٍ اور (اللہ تعالیٰ نے) نہ کوئی وصیلہ (بنایا ہے)۔بلکہ مشرکین کی اپنی اختراع ہے۔وصیلہ اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو مسلسل مادہ بچے جنتی ہے اور درمیان میں کوئی

نر بچہ نہ جنتی ہو۔ اس کو بھی لات، منات یا کسی اور بڑے بت کے نام پر وقف کر دیتے تھے۔ اور پھر نہ اس کا دودھ پیتے اور نہ اس سے کوئی اور کام لیتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا۔ یہ ان کی خود ساختہ باتیں ہیں۔

حام :

وَّلَا حَامٍ اور نہ (اللہ تعالیٰ نے) کوئی حام (بنایا ہے)۔ "حام" اس نر کو کہتے ہیں جس نے چند مرتبہ جفتی کر لی ہو۔ مثلاً اونٹ ہے اس نے دس اونٹنیوں کے ساتھ جفتی کر لی یا بیل ہے اس نے دس گائیوں کے ساتھ جفتی کر لی، بکرا ہے اس نے دس بکریوں کے ساتھ جفتی کر لی تو ایسے نر کو حام بنا دیتے تھے یعنی اس سے کسی قسم کا کوئی کام نہ لیتے تھے۔ بس وہ غیر اللہ کے لئے وقف ہو جاتا اس کو وہ تقرب سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا۔

وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور لیکن وہ لوگ جو کافر ہیں يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وہ افتراء باندھتے ہیں اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ اور ان میں سے اکثر سمجھ نہیں رکھتے وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اور جب ان سے کہا جاتا ہے تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ آؤ اس چیز کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے وَاِلَى الرَّسُوْلِ اور رسول (ﷺ) کی طرف قَالُوْا حَسْبُنَا وہ کہتے ہیں کافی ہے ہمیں مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وہ چیز جس پر ہم نے پایا اپنے باپ دادا کو اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ کیا اگرچہ ہوں ان کے باپ دادا لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ نہ جانتے ہوں کسی چیز کو اور نہ ہدایت یافتہ ہوں۔

مسئلہ تقلید :

بعض کم فہم لوگ اس آیت کریمہ سے تقلید کے ناجائز ہونے پر استدلال کرتے ہیں۔ اس لئے مسئلہ اچھی طرح سمجھ لیں۔ تقلید کی دو قسمیں ہیں۔ ایک جائز ہے جبکہ دوسری حرام ہے۔ بعض لوگ دونوں کو آپس میں گڈمڈ کر دیتے ہیں۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ جائز کون سی ہے اور ناجائز کون سی ہے؟۔

جائز اور ناجائز تقلید :

1...... قرآن وسنت کے مقابلہ میں کسی کی بات ماننا، خلفائے راشدین کے مقابلہ میں کسی شخص کے قول وفعل پر عمل کرنا۔ صحابہ کرام n کے مقابلہ میں کسی کی بات ماننا اور اس کی تقلید کرنا یہ تقلید حرام اور ناجائز ہے۔ اور اسلام میں اس تقلید کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ نہ حنفی، نہ مالکی، نہ شافعی، نہ حنبلی۔

2...... اور اگر کوئی مسئلہ صراحۃً قرآن کریم سے نہیں ملتا اور حدیث پاک میں بھی اس کی صراحت نہیں ہے۔ اور خلفاءِ راشدین نے بھی اس کے متعلق کچھ نہیں فرمایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی اس کا کوئی حکم نہیں ملتا تو ایسے مسئلے میں مجتہد کی تقلید جائز ہے۔ یعنی مجتہد اجتہاد کر کے اس کا حکم بتائے تو اس حکم کو ماننا جائز ہے۔ اور اس اجتہاد کا ذکر خود حدیث پاک میں موجود ہے۔

حدیث مبارک سے اجتہاد کا ثبوت :

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجنا چاہا تو فرمایا.........

☆ ...... ''جب تیرے سامنے کوئی جھگڑا آئے گا تو، تو اس کا کیسے فیصلہ کرے گا؟''۔ انہوں نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کروں گا۔

☆ ...... ''آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تجھے نہ ملے تو پھر کیا کرے گا؟''۔ حضرت معاذا نے کہا کہ پھر میں سنت رسول ﷺ کے مطابق فیصلہ کروں گا۔

☆ ...... ''آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر سنت رسول ﷺ اور کتاب اللہ میں تجھے نہ مل سکے تو پھر کیا کرے گا؟''۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اَجْتَھِدُ بِرَأْیِ'' پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کروں گا۔

اجتہاد میں نبی کریم ﷺ کی رضا ہے :

آپ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ہے جس نے جناب رسول اللہ ﷺ کے قاصد کو اس چیز کی توفیق عطا فرمائی جس پر اللہ تعالیٰ کا رسول راضی ہے۔ یہ ابوداؤد شریف کی روایت ہے۔ اس حدیث سے صراحت کے ساتھ یہ بات ثابت ہوئی کہ جو مسئلہ قرآن و حدیث میں نہ مل سکے اس میں مجتہد کا قیاس کرنا اور اپنی رائے سے اس کو حل کرنا آنحضرت ﷺ کی رضا کا سبب ہے۔

مجتہدین کی اتباع :

اور اہلِ اسلام ایسے ہی مسائل میں ائمہ کرام رحمہم اللہ کی تقلید کے قائل ہیں۔ یعنی ائمہ کرام رحمہم اللہ کی تقلید ان مسائل میں ہے جو منصوص نہیں ہیں۔ اور ان کے ماننے کا حکم

خود قرآنِ کریم میں موجود ہے۔فرمایا "وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ". (سورہ لقمان، آیت نمبر ۱۵) جو لوگ میری طرف انابت اور رجوع کرتے ہیں تو ان کے راستے کی اتباع کر۔اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ جو بندگان خدا اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں ان کی اتباع نہ صرف یہ کہ جائز ہی ہے بلکہ ضروری اور واجب ہے۔کیونکہ امر کا صیغہ ہے اور صیغہ امر وجوب پر دلالت کرتا ہے۔

اور سورۂ نحل میں فرمایا "فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَاتَعْلَمُوْنَ" پس اہلِ علم سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے۔اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ کم علم اور ناسمجھ کو چاہیے کہ عالم اور سمجھ دار سے پوچھے۔اور اس پر عمل کرے۔لہٰذا اس تقلید کو شرک کہنا سوء فہم کا نتیجہ ہے۔

اندھی تقلید کی مذمت :

ہاں! خدا رسول کے مقابلہ میں باپ، دادا کی اتباع کی جائے جیسا کہ اس آیت کریمہ میں ذکر ہے کہ جب ان کو کہا جاتا ہے کہ آؤ اس چیز کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے۔اور رسول ﷺ کی طرف تو کہتے ہیں "کافی ہے ہمیں وہ چیز جس پر پایا ہم نے اپنے باپ، دادا کو"۔تو اس تقلید کے شرک اور حرام ہونے میں کیا شک ہے۔

کیا امام کا درجہ پیغمبر کے برابر ہے؟ :

باقی کم فہم لوگ ایک بات اور بھی کہتے ہیں۔وہ بھی سمجھ لیں کہ مقلدوں نے اپنے اماموں کو رسول اللہ ﷺ کی گدی پر بٹھایا ہوا ہے یہ بات بالکل غلط ہے۔اور یہ لوگ غلط فہمی کا شکار ہیں۔اس لئے کہ پیغمبر معصوم عن الخطاء ہوتا ہے۔اور مجتہد اور امام کو کوئی بھی معصوم نہیں سمجھتا۔مجتہد کی بات صحیح بھی ہوتی ہے۔اور اس سے غلطی بھی ہو جاتی ہے۔

اور پیغمبر سے غلطی نہیں ہوتی تو امام پیغمبر کی گدی پر کس طرح بیٹھ سکتا ہے یا ان کو پیغمبر کی گدی پر کون بٹھا سکتا ہے؟۔ کتنی غلط بات ہے۔ جو وہ ہمارے ذمہ لگاتے ہیں۔ پھر ہمارا نظریہ ہے کہ امام کی بات اگر خدا اور رسول کے خلاف ہو تو اس کو چھوڑ دو اس پر عمل نہ کرو تو یہ ہم پر محض الزام لگاتے ہیں۔ (واللہ الموفق)۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ
ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا
فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ
الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ
اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِى الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ
ؕ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ
ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِىْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۙ وَلَا نَكْتُمُ
شَهَادَةَ ۙ اللّٰهِ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓى
اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّآ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ
اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَآ اَحَقُّ
مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَآ ۖ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ
﴿۱۰۷﴾ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَآ اَوْ

يَخَافُوْٓا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ ع

لفظی ترجمہ :

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ تمہارے ذمے اپنی جانیں ہیں لَا يَضُرُّكُمْ تمہیں نہیں نقصان پہنچائے گا مَّنْ ضَلَّ جو گمراہ ہوا اِذَا اهْتَدَيْتُمْ جبکہ تم ہدایت پر ہو اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے تم سب کا لوٹنا فَيُنَبِّئُكُمْ پس وہ تمہیں خبر دے گا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ جو کام تم کرتے تھے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ گواہی تمہارے درمیان اِذَا حَضَرَ جس وقت کہ آجائے اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تم میں سے کسی ایک پر موت حِيْنَ الْوَصِيَّةِ وصیت کے وقت اثْنٰنِ دو گواہ ہوں ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ انصاف والے تم میں سے اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ یا دو اور ہوں تمہارے سوا دوسروں سے اِنْ اَنْتُمْ اگر تم ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ سفر کرو زمین میں فَاَصَابَتْكُمْ پس پہنچے تمہیں مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ موت کی مصیبت تَحْبِسُوْنَهُمَا ان دونوں گواہوں کو روکو تم مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ نماز کے بعد فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ پس وہ قسم اٹھائیں اللہ تعالیٰ کی اِنِ ارْتَبْتُمْ اگر تمہیں شک ہو (قسم اس طرح اٹھائیں) لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا کہ ہم اس قسم

کے بدلے کوئی قیمت نہیں خریدتے وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰی اگرچہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اور ہم نہیں چھپاتے اللہ تعالیٰ کی گواہی کو اِنَّآ اِذًا بیشک ہم اس وقت لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ البتہ گناہ گاروں میں سے ہوں گے فَاِنْ عُثِرَ پس اگر اطلاع ہو جائے عَلٰٓى اَنَّهُمَا اس بات پر کہ وہ دونوں گواہ اسْتَحَقَّآ اِثْمًا مستحق ہیں گناہ کے فَاٰخَرٰنِ پس دوسرے دو يَقُوْمٰنِ کھڑے ہوں مَقَامَهُمَا ان کی جگہ پر مِنَ الَّذِيْنَ ان لوگوں میں سے اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ جن کا حق دبایا ہے الْاَوْلَيٰنِ جو میت کے بہت قریب ہوں فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ پس وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھائیں لَشَهَادَتُنَآ البتہ ہماری گواہی اَحَقُّ زیادہ تحقیقی ہے مِنْ شَهَادَتِهِمَا ان پہلے دونوں کی گواہی سے وَمَا اعْتَدَيْنَآ اور ہم نے تجاوز نہیں کیا اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ بیشک اس وقت ہم ظالموں میں سے ہوں گے ذٰلِكَ اَدْنٰٓى یہ بات زیادہ قریب ہے اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ یہ کہ لائیں وہ لوگ گواہی عَلٰى وَجْهِهَآ اپنے طریقے پر اَوْ يَخَافُوْٓا یا وہ خوف کھائیں اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ کہ رد کر دی جائیں گی قسمیں بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ ان کی قسموں کے بعد وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے وَاسْمَعُوْا اور سنو وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا نافرمان قوم کو۔

ربط آیت :

اس سے پہلی آیت کریمہ میں تھا کہ ان لوگوں کو جب خدا اور رسول کی طرف دعوت دی جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہمیں اپنے باپ دادا کا دین کافی ہے۔ آج کی آیات میں فرمایا کہ تم ان کی باتوں پر افسوس نہ کرو۔ بلکہ اپنا فریضہ ادا کرتے رہو۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں.........

مسلمانوں کو تسلی :

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تمہارے ذمے اپنی جانیں ہیں۔ تم اپنی جانوں کی فکر کرو۔ لَا یَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ تمہیں نہیں نقصان پہنچائے گا جو گمراہ ہوا جبکہ تم ہدایت پر ہو۔ کسی کی گمراہی کا وبال تم پر نہیں آئے گا۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ...... ہدایت کا معیار :

ایک آدمی نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اس آیت کریمہ سے تو میں یہ سمجھا ہوں کہ آدمی خود ہدایت پر قائم رہے۔ اور اعمالِ صالحہ ادا کرتا رہے۔ دوسروں کی اصلاح کی کوشش کرنا ضروری نہیں ہے۔ یعنی امر بالمعروف نہی عن المنکر کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب تم ہدایت پر ہو۔ تو جو آدمی امر بالمعروف نہی عن المنکر نہیں کرتا وہ کب ہدایت پر ہے؟

اِلَی اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِیْعًا اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے تم سب کا لوٹنا ہے فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ پس وہ تمہیں خبر دے گا ان کاموں کی جو تم کرتے

تھے۔آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے سب کچھ سامنے آجائے گا اور موت کا کسی کو علم نہیں ہے۔اور معاملہ تمہارا اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ ہے۔

شانِ نزول :

اگلی آیات کا شانِ نزول اگر چہ ایک واقعہ ہے مگر اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ایک ضابطہ اور قانون بیان فرمایا ہے۔واقعہ اس طرح پیش آیا کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں تین آدمی تجارتی سفر پر روانہ ہوئے ایک حضرت بُدیل بن ورقا خذاعی ؓ دوسرے تمیم داری اور تیسرے عدی بن بدّا یہ دونوں اس وقت عیسائی تھے مگر بعد میں دونوں مسلمان ہو گئے تھے اور حضرت تمیم داری ؓ کا معمول تھا کہ روزانہ تہجد میں قرآنِ کریم ختم کرتے تھے۔

بہر حال یہ تینوں حضرات شام میں تجارت کے لئے سفر پر روانہ ہوئے۔سفر ان کا بہت خوشگوار رہا کیونکہ باپ دادا سے ایک دوسرے کو جانتے تھے۔جب شام کے علاقہ میں پہنچے اللہ تعالیٰ کی حکمت کہ حضرت بدیل بن ورقا بیمار ہو گئے اور بیماری ایسی تھی کہ سمجھ گئے کہ میں اس سے جانبر نہیں ہو سکتا جب انہیں زندگی کی امید نہ رہی تو اپنے سارے سامان کی فہرست تیار کی کیونکہ پڑھے لکھے آدمی تھے۔اور وہ فہرست سامان میں چھپا کر رکھ دی۔اور اپنے دونوں ساتھیوں سے کہا کہ مجھے اب زندگی کی کوئی امید نہیں ہے۔اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے اور بیوی ہے۔یہ میرا سامان ان تک پہنچا دینا یہ وصیت فرمائی اور فوت ہو گئے۔ساتھیوں نے ان کو دفن کر دیا اور یہ معلوم نہیں ہے کہ ان کا جنازہ پڑھا گیا یا نہیں؟۔کیونکہ دونوں ساتھی تو عیسائی تھے مگر مسلمان جب ایمان کی حالت میں مرے اس کا جنازہ ہو یا نہ ہو اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اس کے شامل حال ہوتی ہیں۔جنازہ

ہو جائے تو نورٌ علیٰ نورٌ۔ اور اگر کسی وجہ سے جنازہ نہ بھی ہو سکے یا جنازہ میں تھوڑے آدمی شریک ہوں تو مومن بہر حال مومن ہے۔

امام نخعی رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ :

چنانچہ امام نخعی رحمۃ اللہ علیہ بڑے بلند پائے کے امام اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ میں سے تھے اور حق گو تھے اس وقت کی حکومت کے خلاف انہوں نے آواز بلند کی کہ فلاں فلاں کام تمہارے شریعت کے خلاف ہیں۔ تنقید کو حاکموں نے برداشت نہ کیا۔ کیونکہ اقتدار کا نشہ بہت برا ہوتا ہے اور حکم جاری کیا کہ یہ جہاں ملیں ان کو قتل کر دو جب حضرت کو معلوم ہوا تو روپوش ہو گئے مگر کچھ دنوں کے بعد فوت ہو گئے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ ان کا جنازہ صرف سات آدمیوں نے پڑھا۔

تو بہر حال ان کے دونوں ہمسفر جب واپس پہنچے تو ان کے اہلِ خانہ کو ان کی موت کی اطلاع دی اور ان کا سامان گھر والوں کے حوالے کیا۔ مگر چاندی کا ایک کٹورا جس پر سونے کا پانی چڑھا ہوا تھا اور خاصہ وزنی اور قیمتی تھا، چھپا لیا اور بازار فروخت کر کے اس کی رقم دونوں نے آپس میں تقسیم کر لی۔ موت کا صدمہ چونکہ تمام صدموں میں بھاری ہوتا ہے۔ اہلِ خانہ نے اس صدمہ میں مبتلا ہونے کی وجہ سے سامان کو نہ کھولا نہ دیکھا کچھ دن گزرنے کے بعد سامان کھولا تو اس میں سے سامان کی فہرست بھی برآمد ہوئی۔ فہرست کے مطابق بقیہ سامان تو مکمل تھا۔ مگر چاندی کا پیالہ ان کو نہ ملا۔ اس پر انہوں نے ان کے دونوں ساتھیوں کو بلا کر پوچھا کہ بدیل رضی اللہ عنہ جب فوت ہوئے ہیں کیا تم اس وقت ان کے پاس موجود تھے؟۔ انہوں نے کہا: ہاں! ہم دونوں ان کے پاس موجود تھے۔

اچھا تو کیا انہوں نے اس وقت کوئی صدقہ خیرات کیا تھا؟ کہا نہیں۔ علاج

معالجے پر رقم خرچ کی ہو؟ کہا نہیں۔ تمہیں کوئی وصیت کی ہو؟ جس پر تم نے عمل کیا ہو؟ کہنے لگے نہیں۔ تب اہلِ خانہ نے کہا کہ دیکھو اس کے ہاتھ کی لکھی ہوئی سامان کی فہرست ہے اور فہرست کے مطابق ایک کٹورا چاندی کا ہونا چاہیے۔ جس پر سونے کا پانی چڑھا ہوا ہے۔ مگر وہ سامان میں موجود نہیں ہے۔ جب انہوں نے علاج پر بھی خرچ نہیں کیا، صدقہ، خیرات بھی نہیں کیا اور کسی قسم کی وصیت بھی نہیں کی تو وہ پیالہ کدھر غائب ہو گیا ہے؟۔ کہنے لگے اس بات کا ہمیں تو علم نہیں ہے اس نے جتنا سامان ہمارے حوالے کیا تھا وہ ہم نے تمہیں پہنچا دیا ہے۔ اہلِ خانہ خاموش ہو گئے بات رفع دفع ہو گئی۔ مگر کچھ دنوں کے بعد حضرت بدیل بن ورقا کے عزیزوں میں شادی تھی زیور بنوانے کے لئے سُنار کے پاس گئے کہ ہمیں اتنی مقدار میں زیور کی ضرورت ہے کہ اتفاقاً چاندی کے ایک پیالے پر نگاہ پڑی جو سنار کے پاس دوکان میں پڑا تھا۔ دریافت کیا کہ یہ پیالہ کہاں سے آیا ہے؟ اس نے بتایا کہ تمیم داری اور عدی بن بدّا اسے میں نے خریدا ہے۔ بات کھل گئی کہ یہ وہی پیالہ ہے جس کے متعلق ہمیں شک تھا کہ انہوں نے خیانت کی ہے۔

چنانچہ اہلِ خانہ نے اپنا مقدمہ آپ ﷺ کی عدالت میں پیش کر دیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میت کے جو قریبی وارث ہیں کیا وہ قسم اٹھانے کے لئے تیار ہیں کہ ان دونوں نے خیانت کی ہے؟۔ اور یہ پیالہ واقعی ہمارا ہے؟۔ اہلِ خانہ نے کہا حضرت ہمیں یقین ہے کہ یہ پیالہ ہمارا ہے اور ہم قسم اٹھانے کے لئے تیار ہیں کہ انہوں نے خیانت کی ہے۔ چنانچہ عصر کی نماز کے بعد قسم لی گئی اور وہ پیالہ ان کے حوالے کر دیا گیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں......

وصیت کے احکام :

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو شَهَادَةُ بَیْنِكُمْ گواہی تمہارے درمیان اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ جس وقت کہ آ جائے تم میں سے کسی ایک پر موت حِیْنَ الْوَصِیَّةِ وصیت کے وقت اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ دو گواہ ہوں انصاف والے تم میں سے۔ یعنی مومن ہوں اس بات پر کہ یہ میرا سامان ہے اور یہ میری وصیت ہے میرے اہلِ خانہ کو پہنچا دینا۔

اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَیْرِكُمْ یا دو اور ہوں تمہارے سوا دوسروں سے۔ یعنی غیر مسلم جس طرح اس موقع پر غیر مسلم تھے یہ گواہ کب بنانے ہیں؟۔ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ اگر تم سفر کرو زمین میں فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِیْبَةُ الْمَوْتِ پس پہنچے تمہیں میری موت کی مصیبت تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ ان دونوں گواہوں کو روکو تم نماز کے بعد۔

صلوٰۃِ وسطیٰ کے ترک پر وعید :

تمام تفسیروں میں ہے کہ نماز سے مراد عصر کی نماز ہے۔ جسے صلوٰۃ وسطیٰ کہا جاتا ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس کی عصر کی نماز فوت ہوگئی "فَكَاَنَّمَا وُتِرَ اَهْلَهٗ وَمَالَهٗ". پس گویا کہ اس کے گھر کا سامان تباہ ہوگیا ہے۔ اور گھر کے سارے افراد مر گئے ہیں۔ نمازِ عصر کے فوت ہونے کا اتنا بڑا نقصان ہے اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ دو نمازیں منافقوں پر بہت بھاری ہیں ایک عشاء کی اور دوسری فجر کی بس جس آدمی کو ان نمازوں کا وزن محسوس ہو اور پڑھنے سے کترائے تو سمجھ لو منافق ہے۔

قسم اٹھانے کا طریقہ :

فَیُقْسِمٰنِ بِاللّٰہِ پس وہ دونوں قسم اٹھائیں اللہ تعالیٰ کی۔ قسم کی ضرورت کب پڑے گی؟۔ فرمایا اِنِ ارْتَبْتُمْ اگر تمہیں شک ہو (قسم ان الفاظ کے ساتھ اٹھائیں)۔ لَانَشْتَرِیْ بِہٖ ثَمَنًا کہ ہم اس قسم کے بدلے کوئی قیمت نہیں خریدتے وَّلَوْ کَانَ ذَا قُرْبٰی اور اگرچہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ نہ کسی کی رعایت کریں گے اور نہ کسی کی مخالفت کریں گے۔ وَلَانَکْتُمُ شَھَادَۃَ اللّٰہِ اور ہم نہیں چھپاتے اللہ تعالیٰ کی گواہی کو اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِیْنَ بیشک ہم اس وقت (اگر ہم گواہی چھپائیں تو) البتہ گناہ گاروں میں سے ہوں گے فَاِنْ عُثِرَ پس اگر اطلاع ہو جائے عَلٰٓی اَنَّھُمَا اسْتَحَقَّآ اِثْمًا اس بات پر کہ وہ دونوں گواہ مستحق ہیں گناہ کے۔ کہ انہوں نے خیانت کی ہے۔

اوصیآء کی گواہی احق بالقبول ہے :

فَاٰخَرٰنِ پس دوسرے دو یَقُوْمٰنِ مَقَامَھُمَا کھڑے ہوں ان (دونوں) کی جگہ پر مِنَ الَّذِیْنَ اسْتَحَقَّ عَلَیْھِمُ الْاَوْلَیٰنِ ان لوگوں میں سے جن کا حق دبا ہے لیکن وہ دو گواہ میت کے بہت قریبی ہوں فَیُقْسِمٰنِ بِاللّٰہِ پس وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھائیں لَشَھَادَتُنَآ اَحَقُّ مِنْ شَھَادَتِھِمَا البتہ ہماری گواہی زیادہ تحقیقی ہے ان پہلے دونوں کی گواہی سے وَمَا اعْتَدَیْنَآ اور ہم نے تجاوز نہیں کیا اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ بیشک اس وقت (اگر ہم تجاوز کریں تو) ہم ظالموں میں سے ہوں گے۔ اب رہی یہ بات کہ یہ حق میت کے قریبی وارثوں کو کیوں دیا ہے؟ کہ وہ گواہی دے سکتے ہیں کہ فلاں نے ہمارا حق مارا ہے تو فرمایا.........

اسلام میں کسی کی حق تلفی نہیں :

ذٰلِکَ اَدْنٰی یہ بات زیادہ قریب ہے اَنْ یَّاْتُوْا بِالشَّھَادَةِ عَلٰی وَجْھِھَآ یہ کہ لائیں وہ لوگ گواہی اپنے طریقے پر۔ کیونکہ ان کو معلوم ہوگا کہ اگر ہم نے گواہی میں گڑبڑ کی تو دوسرے گواہ ہمارے مقابلہ میں کھڑے کر دیں گے۔ اَوْ یَخَافُوْٓا اَنْ تُرَدَّ اَیْمَانٌ م بَعْدَ اَیْمَانِھِمْ یا وہ خوف کھائیں کہ رد کر دی جائیں گی قسمیں ان کی قسموں کے بعد۔ کہ میت کے وارثوں کو قسم اٹھانے کا حق ہے۔ اگر ہم کوئی ہیرا پھیری کریں گے۔ تو پھر دوسروں کو قسم اٹھانے کا حق ملے گا۔ پھر ہمیں مال بھی دینا پڑے گا اور بدنام بھی ہوں گے۔ آگے فرمایا سب سے بڑی چیز ہے.........

تقویٰ کا انعدام، قیامت کی ایک علامت :

وَاتَّقُوا اللّٰہَ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے۔ اللہ تعالیٰ سے جو ڈرتا ہے اس کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے کہ وہ صحیح بات کرے۔ باقی قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ لوگوں کے دلوں میں خدا خوفی نہیں رہے گی اور دلوں میں بغض، کینہ اور عداوت آجائے گی اور دل اس طرح سخت ہوں گے جس طرح بھیڑیوں کے ہوتے ہیں۔ یعنی شکلیں انسانوں والی ہوں اور دل بھیڑیوں کے ہوں گے یہ مسلم شریف کی روایت ہے۔ نہ قتل کا خوف ہوگا، نہ لوٹنے سے ڈریں گے، نہ عزت پر حملہ کرنے سے باز آئیں گے۔

وَاسْمَعُوْا اور اللہ تعالیٰ کے احکام کو سنو، سمجھو اور ان پر عمل کرو۔ وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا نافرمان قوم کو۔ ہدایت انہیں ہی دیتا ہے جو ہدایت چاہتے ہیں۔

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ۭ قَالُوْا لَاعِلْمَ لَنَا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝۱۰۹ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۣ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۚ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔــةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًا ۢ بِاِذْنِيْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۱۱۰

لفظی ترجمہ :

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ جس دن اللہ تعالیٰ اکٹھا کرے گا پیغمبروں کو فَيَقُوْلُ پس فرمائے گا مَاذَآ اُجِبْتُمْ تمہیں کیا جواب دیا گیا تھا قَالُوْا وہ کہیں گے لَاعِلْمَ لَنَا ہمیں کچھ علم نہیں ہے اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ

بیشک تو ہی ہے پوشیدہ باتوں کو جاننے والا اِذْ قَالَ اللّٰهُ جب فرمائے گا اللہ تعالیٰ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ اے عیسیٰ بیٹے مریم کے (علیہما السلام) اذْكُرْ نِعْمَتِیْ یاد کر میری نعمتیں عَلَیْكَ وَ عَلٰی وَالِدَتِكَ جو میں نے تم پر کیں اور تیری والدہ پر کیں اِذْ اَیَّدْتُّكَ جب میں نے تیری تائید کی بِرُوْحِ الْقُدُسِ پاک روح کے ساتھ تُكَلِّمُ النَّاسَ کلام کرتا تھا تو لوگوں کے ساتھ فِی الْمَهْدِ وَ كَهْلًا گہوارے میں اور ادھیڑ عمر میں وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ اور جب تعلیم دی میں نے تجھے کتاب کی وَالْحِكْمَةَ اور حکمت کی وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ اور توراۃ اور انجیل کی وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّیْنِ اور جب تم بناتے تھے مٹی سے كَهَیْئَةِ الطَّیْرِ پرندے کی شکل بِاِذْنِیْ میرے حکم سے فَتَنْفُخُ فِیْهَا پھر اس میں تم پھونکتے تھے فَتَكُوْنُ طَیْرًا ۢ بِاِذْنِیْ پس وہ ہو جاتا تھا پرندہ میرے حکم سے وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ اور تندرست کرتا تھا تو مادرزاد اندھے کو وَالْاَبْرَصَ اور برص والے کو بِاِذْنِیْ میرے حکم سے وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰی اور جب تم نکالتے (زندہ کرتے تھے) مردوں کو بِاِذْنِیْ میرے حکم سے وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ عَنْكَ اور جب روکا میں نے بنی اسرائیل کو تم سے اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ جب تم لاتے ان کے پاس واضح دلیلیں فَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا پس کہا ان لوگوں نے جو کافر تھے مِنْهُمْ ان میں سے اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ نہیں ہے یہ مگر کھلا جادو۔

روزِ محشر انبیاء علیہم السلام سے سوال :

میدانِ محشر میں اللہ تبارک وتعالیٰ تمام مخلوق کو اکٹھا فرمائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی عدالت قائم ہوگی اس دن اللہ تعالیٰ تمام پیغمبروں سے سوال کریں گے میں نے تمہیں اپنی امتوں کی طرف مبعوث کیا تھا کہ میرے احکام ان تک پہنچاؤ تو لوگوں نے تمہیں کیا جواب دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ جس دن اللہ تعالیٰ اکٹھا کرے گا پیغمبروں کو فَيَقُوْلُ پس فرمائے گا مَاذَآ اُجِبْتُمْ تمہیں کیا جواب دیا گیا تھا۔ حالانکہ رب تعالیٰ تو تمام چیزوں کو جانتا ہے۔ اس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ مگر پیغمبروں کی زبانی سننا چاہے گا۔

انبیاء علیہم السلام کا اظہار، لاعلمی کی وجہ :

قَالُوْا وہ (پیغمبر) کہیں گے لَا عِلْمَ لَنَا ہمیں کچھ علم نہیں ہے اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ اے پروردگار! بیشک تو ہی پوشیدہ باتوں کو جاننے والا ہے۔ دیکھنا! اس آیت کریمہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دریافت کرنے پر انبیاء کرام علیہم السلام مطلقاً لاعلمی کا اظہار فرمائیں گے جبکہ دوسرے مقام پر قرآنِ کریم میں موجود ہے۔ وہ اپنی اپنی امتوں کے حق میں گواہی دیں گے تو اس آیت کریمہ کی تین تفسیریں نقل کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ جب رب تعالیٰ فرمائیں گے.........

روزِ محشر صالحین کی حالت :

مَاذَآ اُجِبْتُمْ تمہیں کیا جواب دیا گیا۔ تو قیامت کی ہولناکیوں کی وجہ سے ہوش قائم نہیں ہوں گے۔ بھول جائیں گے کہ ہمیں امتوں نے کیا جواب دیا تھا۔ مگر محققین

حضرات اس تفسیر کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ کیونکہ قرآنِ کریم میں رب تعالیٰ کا ارشاد ہے: لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ (انبیاء:۱۰۳)۔ ان کو غم میں نہیں ڈالے گی بڑی گھبراہٹ یعنی اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر اس دن کی گھبراہٹ کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ تو پھر یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ پیغمبروں کے ہوش وحواس قائم نہ رہیں۔ اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر نہ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں تو یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ پیغمبروں پر ایسا خوف طاری ہو کہ وہ پہلی پچھلی تمام باتیں بھول جائیں۔ لہٰذا یہ تفسیر کہ قیامت کی ہولنا کیوں کی وجہ سے ان کے ہوش قائم نہیں رہیں گے قابلِ التفات نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول :

اس آیت کریمہ کی دوسری تفسیر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ پیغمبروں سے فرمائیں گے مَاذَآ اُجِبْتُمْ تمہیں کیا جواب دیا گیا۔ تو پیغمبر جواب دیں گے اے پروردگار! تیرے تفصیلی اور محیط علم کے مقابلہ میں ہمارا محدود علم نہ ہونے کے برابر ہے۔ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ بیشک تو ہی پوشیدہ باتوں کو جاننے والا ہے۔ اور صحیح تفسیر یہی ہے۔

ابنِ جریج تابعی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر :

اور تیسری تفسیر ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ جو کہ تابعی ہیں ان سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ پیغمبروں کے کچھ امتی تو ان کے قریب رہتے تھے اور کچھ دور دراز کے علاقوں میں اسی طرح کچھ تو ان کے زمانے میں موجود تھے اور کچھ ان کے دنیا سے چلے جانے کے بعد مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی صرف وہی تو نہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں موجودگی

میں تھے بلکہ قیامت تک آنے والے سب آپ ﷺ کے امتی ہیں۔ تو پیغمبر کہیں گے اے پروردگار! ہم ان کو تو جانتے ہیں جو ہمارے سامنے اور قریب تھے کہ انہوں نے ہمیں یہ جواب دیا اور ان کو نہیں جانتے جو دور دراز علاقوں میں رہنے والے تھے۔ یا جو ہمارے دنیا سے چلے آنے کے بعد آئے کہ انہوں نے کیا کہا اور کیا کیا کرتے رہے۔

اگلے رکوع میں آرہا ہے کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کریں گے کہ کیا تم نے لوگوں کو کہا تھا کہ مجھے اور میری والدہ کو معبود بناؤ؟ یہاں سے اس سوال کی تمہید ہے۔ فرمایا.........

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر احسان :

اِذْ قَالَ اللّٰہُ جب فرمائے گا اللہ تعالیٰ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ اے عیسیٰ بیٹے مریم کے (علیہما السلام) اذْکُرْ نِعْمَتِیْ یاد کر میری نعمتیں عَلَیْکَ وَ عَلٰی وَالِدَتِکَ جو میں نے تجھ پر کیں (کہ تجھے بغیر باپ کے پیدا کیا) اور تیری والدہ پر کیں (کہ بغیر خاوند کے بچہ دیا) اور دوسری نعمتیں الگ ہیں کہ اِذْ اَیَّدْتُّکَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ جب میں نے تیری تائید کی پاک روح کے ساتھ۔

روح القدس کون؟ :

پاک روح سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں چونکہ یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سخت مخالف تھے اور ہر وقت قتل کے درپئے رہتے تھے۔ اس لئے اکثر جگہوں پر جہاں خطرہ ہوتا اللہ تعالیٰ جبرائیل علیہ السلام کو آپ علیہ السلام کی نگرانی اور حفاظت کیلئے بھیجتے تھے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہتے تھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا امتیاز :

تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا کلام کرتا تھا تو لوگوں کے ساتھ گہوارے میں اور ادھیڑ عمر میں۔ ''مہد'' کا معنی پنگھوڑا بھی ہے اور گود بھی۔ یعنی آپ ماں کی گود یا پنگھوڑے میں لوگوں کے ساتھ گفتگو کرتے تھے اور تیس اور چالیس سال کے درمیان والے زمانے کو ''کہولت'' کا زمانہ کہا جاتا ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ اگر آدمی بیمار نہ ہو تو اس کی بدنی قوتیں عروج پر ہوتی ہیں۔ اور چالیس سال کے بعد آہستہ آہستہ کمی واقع ہونے لگتی ہے۔ بعضوں کے جلدی بال سفید ہو جاتے ہیں اور نگاہ کمزور ہو جاتی ہے۔ اور بعضوں کے تاخیر سے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دونوں زمانوں میں کوئی فرق نہیں تھا۔ وہ بچپن اور ادھیڑ عمر میں ایک جیسی گفتگو کرتے تھے حالانکہ بچہ گود یا پنگھوڑے میں گفتگو نہیں کر سکتا مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ خصوصیت عطا فرمائی تھی کہ وہ بچپن میں بھی بڑی معقول تقریر کرتے تھے۔ چنانچہ ان کی بچپن کی تقریر سورہ مریم میں موجود ہے۔ قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ فرمایا عیسیٰ علیہ السلام نے میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں مجھے کتاب دی گئی ہے اور میں نبی بنایا گیا ہوں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کا ایک پہلو :

وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ اور جب تعلیم دی میں نے تجھے کتاب کی اور حکمت کی وَالتَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ اور تورات اور انجیل کی تعلیم دی۔

کتاب اور حکمت سے مراد :

1 ...... بعض مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ کتاب سے مراد لکھنا ہے کہ میں نے تجھے

لکھنا سکھایا پہلے انبیاء کرام علیہم السلام لکھنا بھی جانتے تھے اور پڑھنا بھی جانتے تھے مگر آنحضرت ﷺ کی خصوصیت ہے کہ آپ ﷺ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ ہیں۔ نہ لکھنا جانتے تھے، نہ پڑھنا جانتے تھے۔ چنانچہ قرآنِ کریم میں ہے "وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ"۔ (العنکبوت: ۴۸) اور آپ اس سے پہلے تو کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ اسے اپنے دائیں ہاتھ سے لکھتے تھے اگر آپ پہلے سے پڑھے لکھے ہوتے تو یہ باطل پرست لوگ شک کرتے اور حکمت سے مراد دانائی کی باتیں ہیں۔

2...... اور دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ کتاب سے مراد دوسری کتب ساویہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعلیم بھی دی عیسیٰ k کو۔

3...... اور تیسری تفسیر یہ نقل کرتے ہیں کہ کتاب سے مراد قرآنِ کریم ہے اور حکمت سے مراد آنحضرت ﷺ کی سنت ہے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر زندہ ہیں اور قیامت سے پہلے نازل ہوں گے اور چالیس سال زمین پر حکومت کریں گے۔ اور قرآن وسنت کے مطابق فیصلے کریں گے۔ اگر قرآن وسنت کا علم نہیں ہوگا تو فیصلے کس طرح کریں گے؟۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے چند معجزات :

1...... وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ اور جب تم بناتے تھے مٹی سے پرندے کی شکل بِاِذْنِیْ میرے حکم سے فَتَنْفُخُ فِيْهَا پھر اس میں تم پھونکتے تھے فَتَكُوْنُ طَيْرًا ۢ بِاِذْنِیْ پس وہ ہو جاتا تھا پرندہ میرے حکم سے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ معجزہ عطا فرمایا تھا کہ وہ مٹی کا پرندہ بنا کر اس میں پھونک مارتے وہ جانور بن کر اڑ

جاتا تھا کون سے پرندے کی شکل بنائی تھی؟ فرماتے ہیں کہ چمگادڑ کی شکل جس کو ''چام چٹی، چمچوری'' اور فارسی میں ''شپرہ چشم'' کہتے ہیں۔

2...... وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ اور تندرست کرتا تھا تو مادرزاد اندھے کو اور برص والے کو بِاِذْنِیْ میرے حکم سے۔ برص کے دو معنیٰ کرتے ہیں ایک پھل بہری اور دوسرا کوڑھ۔ سوداوی مزاج آدمیوں کے خون میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے جس سے اس کے ہاتھ پاؤں گر جاتے ہیں اس کو کوڑھ کہتے ہیں اور اس مرض والے کے قریب کوئی نہیں جاتا کیونکہ یہ متعدی اور لاعلاج بیماری ہوتی ہے۔

آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے کہ کوڑھ والے سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آنکھوں پر ہاتھ پھیرتے تھے اللہ تعالیٰ مادرزاد اندھے کو بینا فرما دیتے تھے۔ کوڑھ والے کے جسم پر ہاتھ پھیرتے تھے اللہ تعالیٰ اس کو تندرست کر دیتا تھا۔ ایمان کی شرط کے ساتھ کہ مثلاً مادرزاد اندھا آیا آپ اس کو فرماتے تھے کہ اگر تو میرے اوپر ایمان لے آئے تو میں تیری آنکھوں پر ہاتھ پھیروں گا اللہ تعالیٰ تجھے بینا کر دے گا۔ تفسیروں میں لکھا ہے کہ ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے ایک دن میں پچاس ہزار آدمی تندرست ہوئے۔

چار مردوں کو زندہ کرنے کا بطور خاص ذکر :

وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِیْ اور جب تم نکالتے (زندہ کرتے تھے) مردوں کو میرے حکم سے۔ چار مردوں کو زندہ کرنے کا ذکر خاص طور پر تفسیروں میں آتا ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہے.........

1...... ایک آذر نامی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوست تھا اس کی قبر پر کھڑے ہو کر فرمایا قُمْ بِاِذْنِ اللہِ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کھڑا ہو جا۔ قبر پھٹی اور وہ زندہ ہو کر باہر آ گیا۔

2...... دوسرا ابن العجوز ایک بوڑھی عورت تھی اس کا ایک ہی بیٹا تھا وہ فوت ہو گیا ماں بڑی پریشان تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کی قبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا قُمْ بِاِذْنِ اللہِ اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ ہو جا۔ قبر پھٹی اور وہ زندہ ہو کر کھڑا ہو گیا۔

3...... تیسری چونگی پر ملازمت کرنے والے کی ایک لڑکی تھی وہ فوت ہو گئی جس سے وہ بڑا پریشان تھا۔ اس کی قبر پر کھڑے ہو کر فرمایا قُمْ بِاِذْنِ اللہِ وہ زندہ ہو گئی۔

4...... اور چوتھا حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا سام اس کی قبر پر کھڑے ہو کر فرمایا قُمْ بِاِذْنِ اللہِ وہ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ ہو گیا۔ یہ تمام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزے تھے فرمایا............

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بچایا :

وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اور جب روکا میں نے بنی اسرائیل کو تم سے۔ وہ تجھے قتل کرنا چاہتے تھے مگر میں نے ان کے ہاتھ آپ تک نہیں پہنچنے دیئے۔ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ جب تم لاتے ان کے پاس واضح دلیلیں فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ پس کہا ان لوگوں نے جو کافر تھے ان میں سے اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ نہیں ہے یہ مگر کھلا جادو۔

جن معجزات کا ذکر ابھی تم نے سنا ہے ان کے متعلق انہوں نے کہا کہ یہ کھلا جادو ہے۔ اور ان کو تسلیم نہ کیا۔ اور یہ محض انہوں نے ضد کی وجہ سے کیا۔ ورنہ دلی طور پر وہ سمجھتے تھے اور جانتے تھے کہ یہ حقیقت ہیں۔ اللہ تعالیٰ ضد سے محفوظ فرمائے۔.......... آمین۔

وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِىْ وَبِرَسُوْلِىْ ۚ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ؕ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ قَالَ اللّٰهُ اِنِّىْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّىْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۱۵﴾

لفظی ترجمہ :

وَاِذْ اَوْحَيْتُ اور جب میں نے وحی کی اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ حواریوں کی طرف اَنْ اٰمِنُوْا بِىْ کہ ایمان لاؤ مجھ پر وَبِرَسُوْلِىْ اور میرے رسول پر

قَالُوْٓا اٰمَنَّا کہا انہوں نے ہم ایمان لائے وَاشْهَدْ اور اے اللہ تو گواہ رہ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ بیشک ہم مسلمان ہیں اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ جب کہا حواریوں نے يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اے عیسیٰ بن مریم هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ کیا تیرا رب طاقت رکھتا ہے اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا اس بات کی کہ وہ نازل کرے ہم پر مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ دسترخوان آسمان کی طرف سے قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ فرمایا ڈرو اللہ تعالیٰ سے اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اگر ہو تم ایمان والے قَالُوْا کہا انہوں نے نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا ہم چاہتے ہیں کہ کھائیں اس دسترخوان سے وَتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا اور ہمارے دل مطمئن ہو جائیں وَنَعْلَمَ اور ہم جان لیں اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا کہ تم نے سچ کہا ہے وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ اور ہو جائیں ہم اس دسترخوان پر گواہی دینے والوں میں سے قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ فرمایا عیسیٰ بن مریم (علیہما السلام) نے اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اے اللہ جو ہمارا رب ہے تو اَنْزِلْ عَلَيْنَا اتار دے ہم پر مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ دسترخوان آسمان کی طرف سے تَكُوْنُ لَنَا کہ ہو ہمارے لئے عِيْدًا خوشی کا ذریعہ لِّاَوَّلِنَا ہمارے پہلوں کے لئے وَاٰخِرِنَا اور ہمارے پچھلوں کے لئے وَاٰيَةً مِّنْكَ اور نشانی ہو تیری طرف سے وَارْزُقْنَا اور تو ہمیں رزق دے وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ اور تو بہتر روزی دینے والا ہے قَالَ اللّٰهُ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اِنِّىْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ میں اتارنے والا ہوں اس دسترخوان کو تم پر فَمَنْ

یَّکْفُرْ بَعْدُ مِنْکُمْ پس جو شخص ناشکری کرے گا اس کے بعد فَاِنِّیْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا پس میں اس کو سزا دوں گا ایسی سزا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ کہ نہیں سزا دوں گا میں ایسی اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ جہان والوں میں سے کسی ایک کو۔

لفظ ''حواری'' کی تحقیق :

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جو مخلص ساتھی تھے ان کو حواری کہتے ہیں ان کو حواری کہنے کی ایک وجہ تو یہ بیان فرماتے ہیں کہ حواری حور سے مشتق ہے۔ اور حور کے معنی ہیں سفید چونکہ ان کے رنگ سفید تھے جس طرح سفید فام قومیں ہیں اس لئے ان کو حواری کہتے تھے۔ دوسری وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ وہ دھوبی تھے کپڑوں کو دھو کر سفید کرتے تھے اس لئے ان کو حواری کہتے تھے اور تیسری وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ وہ دل کے بڑے صاف تھے جو دل میں ہوتا تھا وہ زبان پر ہوتا تھا اور جو زبان پر ہوتا تھا وہ عمل میں نظر آتا تھا تو دل کے صاف ہونے کی وجہ سے ان کو حواری کہتے تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں..........

حواریوں سے خطاب :

وَاِذْ اَوْحَیْتُ اِلَی الْحَوَارِیّٖنَ اور جب میں نے وحی کی حواریوں کی طرف۔ ان کو وحی کرنے کا ایک مطلب تو یہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعے ان کو پیغام دیا اور وہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے ان پر وحی نازل ہوتی تھی کہ ان کو میرا پیغام پہنچا دے۔ اور وحی کا معنی الہام بھی ہوتا ہے۔ دل میں بات ڈالنا مگر غیر نبی کا الہام قطعی نہیں ہوتا تو مطلب یہ بنے گا کہ میں نے ان کے دل میں بات ڈالی۔

حواریوں سے مطالبہ :

اَنْ اٰمِنُوْا بِیْ وَبِرَسُوْلِیْ کہ ایمان لاؤ مجھ پر اور میرے رسول عیسیٰ k پر چونکہ وہ لوگ بڑے مخلص تھے۔ قَالُوْآ اٰمَنَّا کہا انہوں نے ہم ایمان لائے وَاشْھَدْ اور اے اللہ تو گواہ رہ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ بیشک ہم مسلمان ہیں۔ وہ حواری بڑے مخلص اور سادے لوگ تھے۔

اِذْ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ جب کہا حواریوں نے یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ اے عیسیٰ بیٹے مریم کے (علیہ السلام) ھَلْ یَسْتَطِیْعُ رَبُّکَ کیا تیرا رب طاقت رکھتا ہے اَنْ یُّنَزِّلَ عَلَیْنَا مَآئِدَۃً مِّنَ السَّمَآءِ اس بات کی کہ وہ نازل کرے ہم پر دسترخوان آسمان کی طرف سے۔ یہ مطالبہ حواریوں نے اس لئے کیا کہ وہ بڑے غریب تھے کسی وقت کھانا میسر ہوتا تھا کسی وقت نہیں اور بسا اوقات دو، دو، تین، تین دن بھی فاقے میں گزر جاتے تھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تذکیر :

قَالَ اتَّقُوا اللّٰہَ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ڈرو اللہ تعالیٰ سے۔ کہ ایک طرف تو کہتے ہو تیرا رب اور دوسری طرف کہتے ہو کہ وہ آسمان سے دسترخوان اتارنے پر قادر ہے کہ نہیں؟۔ بھائی! رب ہے اور آسمانوں، زمینوں کا خالق ہے۔ جس نے پہاڑوں کو پیدا کیا، چاند، سورج، ستاروں کو پیدا کیا اس کے لئے آسمان سے دسترخوان اتارنا کون سا مشکل کام ہے۔ اس کی قدرت میں شک کرتے ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ اگر ہو تم ایمان والے۔ کہ جب تم اس رب تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو جو ساری مخلوق کا خالق اور قادر مطلق ہے تو اس کے لئے دسترخوان کا اتارنا کون سا مشکل ہے؟۔

حواریوں کا اطمینانِ قلب:

قَالُوْا کہا انہوں نے۔ ہمیں اپنے رب کی صفات میں تو کوئی شبہ نہیں ہے۔ نُرِیْدُ اَنْ نَّاْکُلَ مِنْهَا ہم چاہتے ہیں کہ کھائیں اس دستر خوان سے وَتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا اور کھانا کھانے کے بعد ہمارے دل مطمئن ہو جائیں۔ اب بھوک کی وجہ سے ہمارے ہوش وحواس اڑے ہوئے ہیں کھانا کھانے کے بعد اطمینان قلب نصیب ہوگا۔

وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا اور ہم جان لیں کہ تم نے سچ کہا ہے۔ کہ رب تعالیٰ کا تمہارے ساتھ وعدہ ہے کہ وہ وقتاً فوقتاً تمہاری مدد کرتا رہے گا۔ باقی رب تعالیٰ کی قدرت میں ہمیں کوئی شک نہیں ہے ہم صرف یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ ہمارے جیسے گنہگار اس قابل ہیں کہ ہمارے لئے آسمان سے دستر خوان نازل ہو۔ اور ہم آسمانی دستر خوان سے کھانا کھائیں۔

وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ اور ہو جائیں ہم اس دستر خوان پر گواہی دینے والوں میں سے۔ کہ واقعی آسمان سے دستر خوان نازل ہوا تھا اس پر کھانے لگے ہوئے تھے اور ہم نے کھائے تھے۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یقین ہو گیا کہ حواری رب تعالیٰ کی قدرت کے منکر نہیں، صرف تعبیر کرنے میں غلطی ہوئی دل کے بڑے صاف ہیں تو......

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا:

قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ فرمایا عیسیٰ بن مریم (علیہما السلام) نے اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ اے اللہ جو ہمارا رب ہے تو اتار دے ہم پر دستر خوان آسمان کی طرف سے تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا کہ ہو ہمارے لئے خوشی کا ذریعہ لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا

ہمارے پہلوں کے لئے اور ہمارے پچھلوں کے لئے۔ پہلوں کے لئے خوشی کا ذریعہ کس طرح ہوگا؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے ساتھ وادی تیہ میں :

وہ اس طرح کہ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیلیوں کو لے کر جب وادی تیہ (اس کی تعریف پیچھے گزر چکی ہے) میں پہنچے۔ اس میدان میں ان کو عمالقہ قوم کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم ملا۔ مگر انہوں نے یہ کہہ کر جواب دے دیا کہ ''فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ'' پس اے موسیٰ (علیہ السلام) آپ اور آپ کا رب جا کر لڑیں ہم یہاں بیٹھے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے آگے جانا چالیس سال کے لئے بند کر دیا۔ یہ لاکھوں کی تعداد میں تھے جن میں مرد، عورتیں، جوان، بچے، بوڑھے شامل تھے۔ پانی اور خوراک ایسی چیز ہے کہ جاندار مخلوق کا اس کے بغیر گزارہ نہیں ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے آسمان سے ''مَنّ'' یعنی کھیر اور ''سلویٰ'' یعنی بٹیر نازل فرمائے۔ ایک پلیٹ میں کھیر ہوتی تھی اور ایک پلیٹ میں بٹیر ہوتے تھے جو یہ بغیر محنت، مشقت کے کھاتے تھے۔ اور پانی کا بھی انتظام فرمایا کہ پیغمبر سے بارہ چشمے جاری فرمائے یہ الگ بات ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم ایک طرح کے کھانے پر صبر نہیں کر سکتے۔ ہمارے لئے پیاز، تھوم، دال، گندم وغیرہ کی فصلیں پیدا فرمائے۔ تو پہلوں سے مراد موسیٰ علیہ السلام کے دور کے لوگ ہیں۔ جن پر اللہ تعالیٰ نے من اور سلویٰ نازل فرمایا۔ اور پچھلوں سے مراد یہی لوگ ہیں جن پر دسترخوان نازل ہوا۔

لاوّلنا وآخرنا کا مصداق :

تو مطلب یہ بنے گا کہ ہمارے پہلوں کے لئے بھی خوشی تھی اور ہمارے لئے بھی

خوشی کا ذریعہ بنے اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ پہلوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو اس وقت موجود تھے کہ آسمان سے دسترخوان نازل ہوگا ہم اس سے کھائیں گے اور ہمارے لئے خوشی کا ذریعہ ہوگا۔ اور پچھلوں سے مراد بعد میں آنے والے ہیں کہ ان کے لئے خوشی کا ذریعہ ہوگا کہ وہ کہیں گے کہ ہمارے بڑوں پر آسمان سے دسترخوان نازل ہوتا تھا اور وہ کھانے کھاتے تھے۔ جس طرح ہم اپنے بڑوں کے کارنامے ذکر کرکے خوش ہوتے ہیں کہ بدر میں اس طرح ہوا۔ فلاں مقام پر اس طرح نصرت آئی۔ فلاں مقام پر اس طرح کامیابی حاصل ہوئی۔

اللہ تعالیٰ ہی رزاق ہیں :

وَاٰيَةً مِّنْكَ اور نشانی ہو تیری طرف سے۔ اے پروردگار۔ وَارْزُقْنَا اور تو ہمیں رزق عطا فرما۔ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ اور تو بہتر روزی دینے والا ہے۔ رزق کھاتے تو تمام لوگ کما کر ہیں مگر رزق کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کے سوا رزق کا خالق کوئی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کی عنایت اور ایک تنبیہ :

قَالَ اللّٰهُ فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ نے اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ میں اتارنے والا ہوں اس دسترخوان کو تم پر۔ لیکن شرط یہ ہے کہ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ پس جو شخص ناشکری کرے گا اس کے بعد فَاِنِّيْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا پس میں اس کو سزا دوں گا ایسی سزا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ کہ نہیں سزا دوں گا میں ایسی جہان والوں سے کسی ایک کو۔

دسترخوان کا نزول اور احکام :

ترمذی شریف میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آسمان سے دسترخوان نازل ہوا اس میں گوشت اور روٹیاں تھیں۔ بعض تفسیروں میں مچھلی کا بھی ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بھنی ہوئی مچھلیاں بھی نازل فرمائیں۔ مچھلی بھی گوشت ہے۔

ناشکری کی سزا :

رب تعالیٰ کی طرف سے یہ پابندی تھی کہ وقت پر جو کھانا نازل ہو مثلاً صبح یا شام کے وقت تو تم خوب سیر ہو کر کھاؤ مگر ذخیرہ نہیں کرنا اور یہ تفسیر بھی ہے کہ حکم تھا کہ محتاج اور معذور کھائیں، مالدار اور صاحب حیثیت نہ کھائیں، لیکن انہوں نے قانون کی پابندی نہ کی تھالیاں پلیٹیں ساتھ لے آتے اور ان میں ذخیرہ کر لیتے اور مالداروں نے بھی ساتھ کھانا شروع کر دیا۔ اس طرح یہ لوگ شرائط کی پابندی نہ کر سکے پھر نتیجہ وہی نکلا جس کی خبر پہلے دی جا چکی تھی کہ اگر ناشکری کرو گے تو میں سخت سزا دوں گا۔

بنی اسرائیل کی سزا کا زمانہ :

ترمذی شریف کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بندر اور خنزیر بنا دیا۔ بوڑھے جن کی تعداد تقریباً تین سو تھی ان کو خنزیر کی شکل میں اور نوجوانوں کو بندر کی شکل میں تبدیل کیا۔ بنی اسرائیل کو حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں بندر اور خنزیر کی شکل میں تبدیل کیا گیا جو بحر قلزم کے کنارے شہر ایلہ جس کو آج کل ایلات کہتے ہیں اور یہ یہودیوں کی بندرگاہ ہے۔ یہاں آباد تھے۔ وہ الگ واقعہ ہے۔ اور یہ الگ واقعہ ہے یہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور کا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پانچ سو پچھتر سال بعد آنحضرت ﷺ دنیا میں تشریف لائے۔

گانا سننے کی سزا :

بخاری شریف اور ترمذی شریف کی روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے قریب اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کی شکلیں بندر اور خنزیر کی شکل میں تبدیل کرے گا۔ مسند احمد کی روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ حضرت وہ کلمہ نہیں پڑھتے ہوں گے آپ ﷺ نے فرمایا "يُصَلُّوْنَ وَيَصُوْمُوْنَ وَيَحُجُّوْنَ" نمازیں بھی پڑھتے ہوں گے روزے بھی رکھتے ہوں گے اور حج بھی کریں گے۔ حضرت پھر ایسا کیوں ہوگا؟۔ آپ ﷺ نے فرمایا گانے سننے کے شوقین ہوں گے۔ رات کو گانے سنتے سنتے سوئیں گے صبح کو اٹھیں گے تو بندر اور خنزیر کی شکل میں مسخ ہو چکے ہوں گے۔ مگر افسوس کہ لوگوں نے گانوں کو گناہ نہیں سمجھا۔ اور یاد رکھنا! جب گناہ کو بار بار کیا جائے تو اس کی اہمیت کم ہو جاتی ہے۔

خلافِ شرع مجالس میں شرکت سے ممانعت :

اسی لئے حکم ہے کہ خلافِ شرع مجلسوں میں نہ جاؤ کہ بار، بار جانے سے گناہ کا احساس کم ہو جائے گا۔ اور تم اس میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے عذاب سے بچائے اور محفوظ رکھے.........آمین۔

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَايَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَالَيْسَ لِيْ ۗ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَافِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۱۶﴾ مَاقُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ؕ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۱۱۷﴾ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْلَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۱۸﴾ قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۹﴾ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ

وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ۭ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۲۰﴾ ع

لفظی ترجمہ :

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ اور جب فرمائے گا اللہ تعالیٰ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اے عیسیٰ بن مریم (علیہما السلام) ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ کیا تم نے کہا تھا لوگوں کو اتَّخِذُوْنِيْ بناؤ مجھے وَاُمِّيَ اور میری والدہ کو اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ دوالہ اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے قَالَ سُبْحٰنَكَ کہیں گے عیسیٰ k پاک ہے تیری ذات مَايَكُوْنُ لِيْٓ نہیں تھا میرے لائق اَنْ اَقُوْلَ یہ کہ میں کہوں مَالَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ جس کا مجھے حق نہیں پہنچتا اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ اگر میں نے یہ بات کہی ہو فَقَدْ عَلِمْتَهٗ پس تحقیق تو جانتا ہے تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ تو جانتا ہے جو میرے نفس میں ہے وَلَآ اَعْلَمُ مَافِيْ نَفْسِكَ اور میں نہیں جانتا جو تیرے نفس میں ہے اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ بیشک تو ہی ہے غیبوں کو جاننے والا مَاقُلْتُ لَهُمْ میں نے نہیں کہا ان لوگوں کو اِلَّا مَآاَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ مگر وہ کچھ جس کا تو نے مجھے حکم دیا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ کہ عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ جو میرا رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا اور میں ان پر گواہ تھا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ جب تک میں ان کے اندر تھا فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ پس جب تو نے مجھے اٹھالیا كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ تو، تو ہی نگران تھا ان پر وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ اور تو ہر چیز پر گواہ ہے

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ اگرتوان کوسزادے فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ پس بیشک وہ تیرے بندے ہیں وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ اوراگرتوان کوبخش دے فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ پس بیشک توغالب ہے حکمت والا قَالَ اللّٰهُ فرمائے گا اللہ تعالیٰ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ یہ دن ہے کہ نفع دے گا سچوں کوان کا سچ کہنا لَهُمْ جَنّٰتٌ ان کے لئے باغات ہیں تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ بہتی ہوں گی ان باغوں کے نیچے نہریں خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا رہا کریں گے ان باغوں میں ہمیشہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ راضی ہوگیا اللہ تعالیٰ ان سے وَرَضُوْا عَنْهُ اوروہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوگئے ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ یہی ہے کامیابی بڑی لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہے آسمانوں کا ملک اورزمین کا وَمَا فِيْهِنَّ اورجوکچھ زمینوں آسمانوں میں ہے وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اوروہ ہرچیز پرقادر ہے۔

عیسائیوں کے تین فرقے :

یہ بات پہلے بیان ہوچکی ہے کہ عیسائیوں کے تین فرقے ہیں۔نسطوریہ، یعقوبیہ اورملکائیہ۔ان میں سے اکثر عیسائی ملکائیہ فرقے سے تعلق رکھتے ہیں۔قیامت والے دن اللہ تعالیٰ عیسائیوں کوشرمندہ کرنے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کریں گے تعالیٰ فرماتے ہیں۔

نصاریٰ کی فضیحت کیلئے سوالات :

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ اورجب فرمائے گا اللہ تعالیٰ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اے عیسیٰ بن

مریم (علیہا السلام) ءَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کیا تم نے کہا تھا لوگوں کو کہ بناؤ مجھے اور میری والدہ کو دو الہ اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے۔ اللہ تعالیٰ کے تو سب کچھ علم میں ہے یہ سوال محض عیسائیوں کو شرمندہ کرنے کے لئے ہوگا۔ کہ عیسائیوں کا دعویٰ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ خدائی کے رکن ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جواب :

قَالَ سُبْحٰنَکَ کہیں گے عیسیٰ علیہ السلام پاک ہے تیری ذات مَایَکُوْنُ لِیْٓ نہیں تھا میرے لائق اَنْ اَقُوْلَ یہ کہ میں کہوں مَالَیْسَ لِیْ بِحَقٍّ جس کا مجھے حق نہیں پہنچتا۔ نہ میں خدائی کا حقدار، نہ میری والدہ، خدا خدا ہے اس کی صفات اس کے ساتھ مختص ہیں۔ مخلوق میں نہ کوئی اس کی ذات میں شریک ہے نہ صفات میں شریک ہے۔ "وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ" اس کی شان ہے۔

غیب کا علم صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو ہے :

اِنْ کُنْتُ قُلْتُهٗ اگر میں نے یہ بات کہی ہو فَقَدْ عَلِمْتَهٗ پس تحقیق تو جانتا ہے۔ کیونکہ تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ تو جانتا ہے جو میرے نفس میں ہے وَلَآ اَعْلَمُ مَافِیْ نَفْسِکَ اور میں نہیں جانتا جو تیرے نفس میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پر نفس کے لفظ کا بھی اطلاق ہوا ہے۔ اگلی سورت میں آئے گا "وَکَتَبَ عَلٰی نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ" اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر رحمت لکھی ہے۔ اور تیسرے پارے میں ہے "وَیُحَذِّرُکُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ" اور ڈراتا ہے تمہیں اللہ تعالیٰ اپنی ذات سے اور شخص کا لفظ بھی اللہ تعالیٰ کی ذات پر بولا گیا ہے۔

چنانچہ بخاری میں روایت ہے "لَاشَخْصَ اَغْیَرُ مِنَ اللّٰهِ" کوئی شخص اللہ تعالیٰ

سے زیادہ غیرت مند نہیں ہے۔ تو عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے۔ اے پروردگار! میرے نفس میں جو کچھ ہے اس کو تو جانتا ہے اور جو تیرے نفس میں ہے میں نہیں جانتا کیونکہ اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ بیشک تو ہی ہے غیبوں کو جاننے والا۔

شرک صرف بتوں کی پوجا کا نام نہیں :

یاد رکھنا! یہ کسی ولی کا بیان نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے معصوم پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بیان ہے کہ اے پروردگار! غیبوں کا جاننے والا صرف تو ہی ہے۔ ان آیات سے ثابت ہوا کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ شرک تو صرف بتوں کی پوجا کا نام ہے اور پیغمبروں، فرشتوں اور اولیاء اللہ کو رب تعالیٰ کے اوصاف میں شریک کرنا، شرک نہیں ہے۔ وہ لوگ کھلے مغالطے کا شکار اور غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ کیونکہ شرک اگر بتوں کی پوجا کا نام ہے جس طرح غلط کار مولوی کہتے ہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام بت تو نہیں تھے نہ ان کی والدہ بت تھیں۔ معاذ اللہ تعالیٰ۔ اور لوگوں نے ان کو الٰہ بنایا۔ لہٰذا رب تعالیٰ ان سے پوچھیں گے کہ کیا تو نے لوگوں کو کہا تھا کہ مجھے اور میری والدہ کو الٰہ بنانا اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے؟ اور وہ کہیں گے کہ اے پروردگار! تیری ذات پاک ہے۔ میرے لائق نہیں تھا کہ میں ایسی بات کرتا جس کا مجھے حق نہیں تھا۔ تو شرک صرف بتوں کی پوجا کا نام نہیں ہے۔ بلکہ پیغمبروں، فرشتوں اور اولیاء اللہ کی پوجا کرنے والے بھی مشرک ہیں۔

مجسموں کی حیثیت :

میں نے اپنی کتاب ''گلدستہ توحید'' میں اس مسئلے کی بڑی وضاحت کی ہے۔ اس کا مطالعہ کر لینا پھر بڑی عجیب بات ہے کہ ایک مَن کی لکڑی یا پتھر حاجت روا اور مسجود نہ ہو سکے لیکن جب اس کو چھیل یا تراش کر دس سیر کا کر دیا جائے تو وہ سب کچھ کر سکے۔

بات یہ ہے کہ ان گھڑے پتھر اور لکڑی میں اس ہستی کی سی آنکھیں ناک اور کان نہیں ہوتے جس کے ساتھ اس کو محبت اور عقیدت ہے۔ مگر جب پتھر اور لکڑی اس کی شکل پر بن گیا تو صاحب مجسمہ کے نام پر وہ قبلہ توجہ ہو گیا۔ لیکن اصل عقیدت اور محبت لکڑی اور پتھر سے نہیں بلکہ محبوب انسان وغیرہ سے ہے۔ جس کی شکل پر اس پتھر اور لکڑی کو تراشا گیا ہے۔

مثلاً بدھ، کرشن، رام چندر سیتا وغیرہ کے جو مجسمے ہیں تو ان کو پوجا محض لکڑی یا پتھر کے خوبصورت ہونے کی وجہ سے نہیں کی جاتی بلکہ اس شخص کی وجہ سے کی جاتی ہے جس کی شکل پر اس کو بنایا گیا ہے۔ تو دراصل عبادت اس پیغمبر اور ولی کی ہوئی جس کی صورت پر ان کو تراشا جاتا تھا۔

کاغذی تصویر کا حکم :

مثلاً لوگ کاغذ پر بنی ہوئی تصویروں کو جیب میں رکھتے ہیں فریم کرا کے بیٹھک میں سجاتے ہیں۔ تو اس کاغذ کا تو احترام نہیں کرتے؟ کاغذ تو اور بھی قیمتی سے قیمتی ہیں۔ اصل احترام تو اس کا ہو رہا ہے جس کی تصویر اس کاغذ پر ہے۔ اور تصویر والے سے محبت ہو رہی ہے۔ حاشا وکلا۔ کبھی کسی قوم نے محض پتھر اور لکڑی کی پوجا نہیں کی۔ اس طرح اس درخت کی پوجا کی ہے جس کے نیچے کوئی بزرگ بیٹھا ہے۔ اور اس جگہ کی پوجا کی ہے جہاں کسی بزرگ نے کچھ دیر کے لئے آرام کیا ہے۔ اور اگر کسی دریا کے کنارے لوگ جمع ہوئے ہیں تو اس لئے کہ وہاں ان کے بزرگ نے اشنان یعنی غسل کیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمل :

اسی لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں جب دیکھا کہ لوگ اس

درخت کے نیچے آکر بیٹھتے ہیں جس کے نیچے بیٹھ کر آنحضرت ﷺ نے حدیبیہ کے مقام پر بیعت رضوان لی تھی اور محض اس لئے بیٹھتے ہیں کہ یہاں آنحضرت ﷺ تشریف فرما ہوئے تھے، برکت والی جگہ ہے۔ بڑی بصیرت رکھتے تھے انہوں نے سوچا یہ تو پختہ ذہن کے لوگ ہیں۔ محض برکت حاصل کرنے کے لئے بیٹھتے ہیں۔ اور جب نئی نسلیں آئیں گی تو وہ پوجا شروع کر دیں گی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فوجی بھیجے کہ اس درخت کو جڑ سے اکھاڑ کر اس کا نام ونشان تک مٹا دو۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور نجف علی خان رافضی :

یہ بات شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ''ازالۃ الخفاء'' میں نقل فرمائی ہے۔ یہ ایسی عمدہ کتاب ہے کہ شاہ صاحب نے جب "ازالۃ الخفاء، قرۃ العینین، درثمین اور تفھیماتِ الٰھیہ" لکھیں تو روافض کو بڑی تکلیف ہوئی۔ نجف علی خان رافضی جو دہلی کا حکمران تھا اس نے شاہ صاحب کے پونچوں سے ہاتھ کٹوا دیئے تھے کہ ان ہاتھوں سے تو نے یہ کتابیں لکھی ہیں۔ یہ بڑا ظالم فرقہ ہے۔

لہٰذا یہ نظریہ بالکل غلط ہے کہ صرف پتھروں کی پوجا شرک ہے۔ بلکہ پیغمبروں، فرشتوں اور اولیاء اللہ کی پوجا بھی شرک ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیغمبر ہیں اور ان کی والدہ ''ولیہ کاملہ'' ہے۔ ان سے پوچھا جائے گا کہ تم نے کہا تھا کہ مجھے اور میری والدہ کو معبود بنا لینا؟۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے..........

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جواب وضاحت کے ساتھ :

مَاقُلْتُ لَهُمْ میں نے نہیں کہا ان لوگوں کو اِلَّا مَـا اَمَرْتَنِیْ بِہٖ مگر وہ کچھ جس کا تو نے مجھے حکم دیا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰـهَ رَبِّیْ وَرَبَّكُمْ کہ عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی جو میرا

رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ میں نے ان کو غیر اللہ کی عبادت کرنے کا قطعاً حکم نہیں دیا۔ وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا اور میں ان پر گواہ تھا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ جب تک میں ان کے اندر تھا فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي پس جب تو نے مجھے اٹھالیا كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ تو، تو ہی نگران تھا ان پر وَأَنتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔

تَوَفَّيْتَنِي کی دلنشین تشریح :

قارئین کو یاد ہوگا کہ تیسرے پارے میں، میں نے عرض کیا تھا کہ "يٰعِيسَىٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ" میں جو مُتَوَفِّيكَ کا جملہ ہے۔ قادیانی اور دیگر باطل فرقے اس کا ترجمہ "میں نے تجھے موت دے دی ہے" کر کے یہ استدلال کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں۔ حالانکہ توفی کا معنی موت دینا نہیں ہے۔ بلکہ توفی کا معنی پورا پورا لینا ہے۔ یہ لوگ مغالطے کا شکار ہیں۔ انہوں نے توفی کا مجرد مادہ وفات سمجھا ہے جبکہ اسکا مجرد مادہ وَفَا ہے۔ جس کا معنی ہے پورا کرنا۔ چنانچہ مقولہ ہے............

"اَلْكَرِيمُ إِذَا وَعَدَ وَفَا" شریف آدمی جب وعدہ کرتا ہے تو پورا کرتا ہے۔ قرآنِ پاک میں آتا ہے۔ "يُوَفِّيهِمْ أُجُورَهُمْ" وہ ان کو پورا پورا اجر دے گا اور دوسرے مقام پر ہے "وَوُفِّيَتْ أُجُورُهُمْ" تو إِنِّي مُتَوَفِّيكَ کا معنی ہے کہ یہ تیرے قتل کے درپے ہیں اور میں نے تجھے پورا پورا یعنی روح مع الجسد اپنی طرف اٹھالیا۔ اور توفی بھی وفا سے ہے تو فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کا معنی ہوگا پس جب تو نے مجھے پورا پورا یعنی روح مع الجسد اٹھالیا۔ تو، تو ہی ان پر نگران تھا۔ اور تو ہی ہر چیز پر گواہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کافر کو بخشنے پر قادر ہے یا نہیں؟ :

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ اگر تو ان کو سزا دے فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ پس بیشک وہ تیرے بندے ہیں وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ اور اگر تو ان کو بخش دے فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ پس بیشک تو غالب ہے حکمت والا۔ایک مسئلہ امت میں اختلافی چلا آ رہا ہے وہ بھی سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ کسی کافر کو بخشنا چاہے تو بخشنے پر قادر ہے یا نہیں؟ اس میں کوئی اختلافؒ نہیں ہے بخشے گا نہیں۔اختلاف اس میں ہے کہ بخشنے پر قادر ہے یا نہیں؟ مثلاً ابوجہل، ابولہب وغیرہ ان کو اس نے نہ بخشا ہے نہ بخشے گا مگر بخشنے پر قادر ہے یا نہیں؟ اہلِ حق کا نظریہ ہے کہ بخش سکتا ہے اگرچہ بخشے گا نہیں۔کرنے اور کر سکنے میں بڑا فرق ہے۔اگر وہ بخش دے تو اس کو کون پوچھ سکتا ہے؟۔اور عیسیٰؑ کا مندرجہ بالا بیان اہلِ حق کی تصدیق کرتا ہے۔

اور معتزلہ، اہلِ بدعت، خارجی اور رافضیوں کا نظریہ یہ ہے کہ رب تعالیٰ بخشنے پر قادر ہی نہیں ہے۔اسی طرح کسی نیک سے نیک آدمی کو دوزخ میں ڈالے گا تو نہیں لیکن آیا ڈال سکتا ہے یا نہیں؟۔اہلِ حق کہتے ہیں کہ ڈال سکتا ہے اور رافضی، خارجی، اہلِ بدعت اور معتزلہ کہتے ہیں کہ نہیں ڈال سکتا۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا خوبصورت جواب :

حضرت مجدد الف ثانی شاہ احمد سرہندیؒ سے سوال کیا گیا کہ حضرت یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نیک بندے کو دوزخ میں ڈال سکتا ہے یا نہیں؟۔فرمایا..........

"ہمہ را دوزخ فرستاد جائے اعتراض نیست"

تو ایک کی بات کرتا ہے اگر وہ تمام کو دوزخ میں ڈال دے کون پوچھ سکتا ہے؟

فیصلے کا دن :

قَالَ اللّٰہُ فرمائے گا اللہ تعالیٰ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ یہ دن ہے کہ نفع دے گا سچوں کو ان کا سچ کہنا۔ قیامت والے دن دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوجائے گا۔ حق اور باطل نکھر کر الگ ہوجائیں گے۔ حق والوں کے لئے کیا ہوگا؟۔ فرمایا.........

اہلِ حق کا اعزاز :

لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ان کے لئے باغات ہیں بہتی ہوں گی ان باغوں کے نیچے نہریں خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا رہا کریں گے ان باغوں میں ہمیشہ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ راضی ہوگیا اللہ تعالیٰ ان سے اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا سب سے بڑی سند ہے۔ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ یہی ہے کامیابی بڑی۔ نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اختیارات حاصل ہیں اور نہ حضرت مریم علیہا السلام کو نہ مخلوق میں سے کسی اور کو۔

مختارِ کل صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے :

بلکہ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہے آسمانوں کا ملک اور زمین کا وَمَا فِيْهِنَّ اور جو کچھ زمینوں آسمانوں میں ہے۔ سب کا وہی مالک، وہی متصرف اسی کا تمام پر کنٹرول ہے۔

میرا اور میرے اسلاف کا عقیدہ :

میرا اور میرے تمام بزرگوں کا ایمان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ اور مقام تمام

مخلوقات سے زیادہ ہے۔اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بڑی عظمت اور فضیلت سے نوازا ہے۔اور آپ ﷺ کو بڑے بڑے معجزات سے نوازا ہے۔

نبی کریم ﷺ کے معجزات :

چاند دو ٹکڑے ہوا آپ ﷺ کے حکم سے درخت چل کر آئے، پیغمبروں نے کلام کیا، انگلیوں کے پوروں سے پانی کے چشمے جاری ہوئے۔اور بہت سارے معجزات آپ ﷺ کے ہاتھوں پر ظاہر ہوئے۔آپ اللہ تعالیٰ کے پیارے اور محبوب ہیں۔بایں ہمہ آپ نہ خدا ہیں نہ خدائی اختیارات آپ کے پاس ہیں۔قرآنِ پاک میں تصریح ہے۔

نفع ونقصان کا مالک بھی پروردگار ہے

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا۔ ”قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا“. (جن:۲۱) میں تمہارے ضرر اور بھلائی کا مالک نہیں ہوں۔اور سورہ اعراف آیت نمبر ۱۸۸ میں ہے ”قُلْ لَّآ اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا“ میں اپنے نفع اور نقصان کا بھی مالک نہیں ہوں۔نفع نقصان کا مالک صرف رب العالمین ہے۔دکھ سکھ راحت آرام صرف اسی کے اختیار میں ہے۔

خلاصۂ بحث :

معجزات کی وجہ سے کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہو جانا بیشک عیسیٰ علیہ السلام بھی اللہ تعالیٰ کے عظیم پیغمبر ہیں۔اور ان سے بھی بڑے بڑے معجزات ظاہر ہوئے ہیں مادرزاد اندھوں کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ٹھیک کیا۔مردے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ کیے، مٹی کے پرندے بنا کر اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوا میں اڑا دے، برص والے کے جسم پر ہاتھ پھیرا

وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ٹھیک ہوگیا۔

یہ سارے معجزات اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر ظاہر فرمائے۔ مالک اور متصرف صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس کی قدرت اور اختیار سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔

آج مؤرخہ ۷ محرم الحرام ۱۴۲۶ھ بمطابق ۱۷ فروری بروز جمعرات سورہ مائدہ مکمل ہوئی۔

والحمد للہ تعالیٰ علی ذلک۔

(مولانا) محمد نواز بلوچ

مہتمم: مدرسہ ریحان المدارس، جناح روڈ، گوجرانوالہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوۡرَ ۬ؕ ثُمَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِرَبِّہِمۡ یَعۡدِلُوۡنَ (۱) ہُوَ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ مِّنۡ طِیۡنٍ ثُمَّ قَضٰۤی اَجَلًا ؕ وَاَجَلٌ مُّسَمًّی عِنۡدَہٗ ثُمَّ اَنۡتُمۡ تَمۡتَرُوۡنَ (۲) وَہُوَ اللّٰہُ فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الۡاَرۡضِ ؕ یَعۡلَمُ سِرَّکُمۡ وَجَہۡرَکُمۡ وَیَعۡلَمُ مَا تَکۡسِبُوۡنَ (۳) وَمَا تَاۡتِیۡہِمۡ مِّنۡ اٰیَۃٍ مِّنۡ اٰیٰتِ رَبِّہِمۡ اِلَّا کَانُوۡا عَنۡہَا مُعۡرِضِیۡنَ (۴) فَقَدۡ کَذَّبُوۡا بِالۡحَقِّ لَمَّا جَآءَہُمۡ ؕ فَسَوۡفَ یَاۡتِیۡہِمۡ اَنۡۢبٰٓؤُا مَا کَانُوۡا بِہٖ یَسۡتَہۡزِءُوۡنَ (۵)

لفظی ترجمہ :

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں اَلَّذِیۡ وہ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ جس نے پیدا کئے آسمان وَالۡاَرۡضَ اور زمین وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ اور بنائے اس نے اندھیرے وَالنُّوۡرَ اور روشنی ثُمَّ الَّذِیۡنَ پھر وہ لوگ کَفَرُوۡا جو کافر ہیں بِرَبِّہِمۡ یَعۡدِلُوۡنَ اپنے رب کے ساتھ دوسروں کو برابر کرتے ہیں ہُوَ

اَلَّذِیْ وہ، وہ ذات ہے خَلَقَكُمْ جس نے تمہیں پیدا کیا مِنْ طِیْنٍ گارے سے ثُمَّ قَضٰی اَجَلاً پھر اس نے مقرر کی ایک میعاد وَاَجَلٌ اور ایک اور میعاد ہے مُسَمًّی عِنْدَهٗ مقرر ہے اس کے ہاں ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ پھر تم اس کی قدرت میں شک کرتے ہو وَهُوَ اللّٰهُ اور وہی اللہ تعالیٰ ہے فِی السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں وَفِی الْاَرْضِ اور زمین میں یَعْلَمُ سِرَّكُمْ جانتا ہے تمہاری چھپی ہوئی باتوں کو وَجَهْرَكُمْ اور ظاہری باتوں کو وَیَعْلَمُ اور جانتا ہے مَا تَكْسِبُوْنَ جو تم کماتے ہو وَمَا تَاْتِیْهِمْ اور نہیں آتی ان کے پاس مِنْ اٰیَةٍ کوئی نشانی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِمْ ان کے رب کی نشانیوں میں سے اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ مگر ہوتے ہیں اس سے اعراض کرنے والے فَقَدْ كَذَّبُوْا پس تحقیق انہوں نے جھٹلایا بِالْحَقِّ حق کو لَمَّا جَآءَهُمْ جب حق ان کے پاس آیا فَسَوْفَ یَاْتِیْهِمْ پس عنقریب آئے گی ان کے پاس اَنْۢبٰٓؤُا حقیقت مَا اس چیز کی كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ تھے جس کے ساتھ وہ ٹھٹھہ کرتے۔

''انعام'' کی تحقیق اور وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کا نام ''اَنعام'' ہے۔ ''انعام'' نَعم کی جمع ہے اور نَعَمْ کے معنی ہیں مویشی چونکہ اس سورۃ میں ان جانوروں کی حلت کا بیان ہے جن کو مشرکوں نے حرام ٹھہرایا تھا اس لئے اس سورۃ کا نام انعام ہے۔ یہ سورۃ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے اور اس سے پہلے چوّن سورتیں نازل ہو چکی تھیں اس کے بیس رکوع اور ایک سو پینسٹھ آیات ہیں اس

سے پہلے جتنی سورتیں گزری ہیں ان میں زیادہ تر یہود و نصاریٰ کی تردید تھی اگرچہ دوسرے مسائل بھی بیان ہوئے ہیں اور اس سورۃ میں ہر طرح کے شرک کی تردید ہے اور اس کی ابتداء ہی اللہ تعالیٰ کی توحید کے ساتھ ہوئی ہے۔ فرمایا.........

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں اَلَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وہ جس نے پیدا کیا آسمانوں وَالْاَرْضَ اور زمین کو، تمام کائنات کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

"ظُلُمٰتٌ" کی تحقیق:

وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ اور بنائے اس نے اندھیرے وَالنُّوْرَ اور روشنی۔ "ظُلُمٰتٌ" ظُلْمَۃٌ کی جمع ہے۔ اور ظُلْمَۃٌ کا معنٰی ہے اندھیرا اور نور کا معنٰی ہے روشنی تو اندھیرے بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے اور روشنی بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی۔

ایرانی اور ان کا خدائی اعتقاد:

ایران کے مجوسی جو آگ پرست تھے وہ یہ باطل نظریہ رکھتے تھے کہ خدا دو ہیں ایک کا نام یزدان ہے جو خیر کا خالق ہے اچھی چیزوں کو پیدا کرنے والا ہے۔ اور یزدان کو نور بھی کہتے تھے اور دوسرا "اَہرَمَن" ہے۔ یہ خالق شر ہے بری چیزوں کو پیدا کرنے والا ہے اور "اَہرَمَن" کو ظلمت بھی کہتے تھے یعنی اہرمن کا دوسرا نام ظلمت ہے۔ جس طرح ہم کہتے ہیں کہ ایک ذات رحمٰن ہے اور دوسرا شیطان ہے۔ مگر ہم شیطان کو کسی چیز کا خالق نہیں مانتے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ باغی اور سرکش ہے وہ کسی سے جبراً کوئی چیز نہ کرواسکتا ہے نہ منوا سکتا ہے۔ ترغیب دیتا ہے۔ اور اغوا کرتا ہے۔ نفس امارہ اس کا مرید ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس نظریئے کی تردید فرمائی ہے کہ خیر اور شر کے خالق الگ الگ نہیں ہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اندھیروں کو اور روشنی کو بنانے والا ہے۔ زمین آسمان اور ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔

ثُمَّ الَّذِيْنَ پھر وہ لوگ كَفَرُوْا جو کافر ہیں بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ اپنے رب کے ساتھ دوسروں کو برابر کرتے ہیں۔ یہ بھی نہیں کہتے کہ آسمانوں کو روشنی اور اندھیروں کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی نے پیدا کیا ہے، بلکہ ہر چیز کا خالق رب تعالیٰ کو مانتے ہیں۔ پھر اس کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہرانے کا کیا معنیٰ ہے؟

انسانی تخلیق کا مادہ:

هُوَ الَّذِيْ وہ، وہ ذات ہے خَلَقَكُمْ جس نے تمہیں پیدا کیا مِّنْ طِيْنٍ گارے سے، مٹی خشک ہو تو "تراب" کہتے ہیں۔ اور گارے کو طین کہتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ساری زمین کے چہرے سے مٹی اکٹھی فرمائی۔ پھر اس کو دست قدرت سے گوندھ کر گارا بنا کر رکھ چھوڑا یہاں تک کہ "مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ" وہ ٹھیکری کی طرح بجنے لگی اس سے اللہ تعالیٰ نے تمہارے باپ آدمؑ کو پیدا فرمایا تو ابتداً تمہاری تخلیق گارے سے ہے۔

ہر چیز کی میعاد کا مقرر ہونا:

ثُمَّ قَضٰى اَجَلًا پھر اس نے مقرر کی ایک میعاد۔ ہر آدمی کی موت کا وقت مقرر ہے جس سے وہ نہ آگے جا سکتا ہے نہ پیچھے۔ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى اور ایک اور میعاد مقرر ہے۔ عِنْدَهٗ اس کے ہاں قیامت کے برپا ہونے کی، جس طرح شخصی طور پر ہر ایک کی موت کا وقت مقرر ہے۔ اسی طرح سارے جہاں کی موت کا وقت بھی مقرر ہے۔ جس کو قیامت کہتے ہیں۔ اس کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ پھر تم اس کی قدرت میں شک کرتے ہو۔ جس نے تمہیں گارے اور مٹی سے پیدا فرمایا۔ انسان بنایا کیسی شکل وصورت عطا فرمائی۔ سمع وبصر عطا کی پھر تم اس کی قدرت میں شک کرتے ہو۔ وَهُوَ اللّٰهُ اور وہی اللہ تعالیٰ ہے فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں وَفِي الْاَرْضِ

اور زمین میں۔اس کے سوا آسمانوں اور زمینوں میں نہ تو کسی کا اقتدار ہے اور نہ کسی کو اختیار ہے۔ یَعْلَمُ سِرَّكُمْ جانتا ہے تمہاری چھپی ہوئی باتوں کو وَجَهْرَكُمْ اور ظاہر باتوں کو بھی۔مخفی سے مخفی تر چیز کو بھی جانتا ہے۔اور تمہارے دلوں میں جو خیالات پیدا ہوتے ہیں وہ بھی اس کے علم میں ہیں۔وہ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ہے۔وَيَعْلَمُ اور جانتا ہے مَا تَكْسِبُونَ جو تم کماتے ہو۔نیکی یا بدی سے رات کو یا دن کو اکٹھے یا تنہائی میں سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔مگر یہ ایسے ضدی ہیں وَمَا تَاْتِيهِمْ اور نہیں آتی ان کے پاس مِّنْ اٰيَةٍ کوئی نشانی مِّنْ اٰيَاتِ رَبِّهِمْ ان کے رب کی نشانیوں میں سے اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ مگر ہوتے ہیں اس سے اعراض کرنے والے۔

''آیت'' کی تفسیر :

آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد قرآنِ کریم کی آیت ہے تو معنیٰ ہوگا کہ قرآن کریم کی جو آیت بھی نازل ہوتی ہے اس سے اعراض کرتے ہیں مانتے نہیں انکار کر دیتے ہیں۔اور آیت کے معنیٰ معجزے اور نشانی کے بھی ہیں تو پھر مطلب یہ ہوگا کہ ان کے پاس جب بھی کوئی معجزہ اور نشانی آتی ہے تو رد کر دیتے ہیں مانتے نہیں۔ آنحضرت ﷺ کے ہاتھ مبارک پر اللہ تعالیٰ نے بہت سارے معجزے نازل فرمائے جن کو کافروں نے آنکھوں سے دیکھا مگر ایمان نہیں لائے۔

شق القمر کا نظارہ کرنا اور پھر بھی اسلام نہ لانا :

دیکھو! چاند کا دو ٹکڑے ہونا کوئی معمولی معجزہ تھا؟۔چودھویں کی رات تھی شریر قسم کے لوگ اکٹھے ہوئے اور آپس میں مشورہ کیا کہ آج اس کو ستائیں آپ ﷺ کے پاس آ گئے کہنے لگے اے محمد (ﷺ)! تو کہتا ہے کہ میں رب تعالیٰ کا نبی ہوں آج ہمیں کوئی کرشمہ دکھا، تا کہ ہم مان جائیں۔کسی نے کوئی مطالبہ کیا کسی نے کوئی مطالبہ کیا۔ایک

نے کہا کہ یہ چاند دو ٹکڑے ہو جائے تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ معجزہ رب تعالیٰ کے اختیار اور قدرت میں ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے چاند کے دو ٹکڑے کر دے تو کیا تم مان جاؤ گے؟۔ کہنے لگے ہاں مان جائیں گے پس آپ ﷺ نے اشارہ ہی کرنا تھا کہ رب تعالیٰ نے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا ایک ٹکڑا جبل ابو قبیس پر چلا گیا یہ چھوٹی سی پہاڑی ہے بیت اللہ کے دروازے کے سامنے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قول :

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے رب تعالیٰ نے یہ پہاڑی دنیا پر نصب فرمائی تھی اور اسی پہاڑی پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیمؑ نے حج کا اعلان فرمایا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ اور لوگوں میں حج کا اعلان فرما دیں اور چاند کا دوسرا ٹکڑا ''قوبقعان'' پہاڑ پر چلا گیا یہ کعبۃ اللہ سے مغرب کی جانب ایک بلند پہاڑ ہے۔ سب نے آنکھوں سے دیکھا کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا ہے اور ایک دوسرے سے پوچھتے تھے کہ تجھے بھی دو ٹکڑے نظر آ رہے ہیں وہ کہتا ہاں وہاں سے ہٹ کر دوسری جگہ گئے وہاں سے بھی دو ٹکڑے نظر آتے تھے اس سے بڑھ کر کیا معجزہ ہو سکتا ہے۔ چودھویں رات کا چاند سر پر کھڑا ہے۔ بادل اور دھند بھی نہیں ہے۔ اور بھی کسی قسم کی کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔

قرآن میں شق القمر پر مستقل سورۃ کا ہونا :

قرآن کریم میں مستقل سورۃ ہے سورۃ القمر۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ قیامت قریب آ پہنچی ہے اور چاند شق ہو گیا ہے۔ وَاِنْ یَّرَوْا اٰیَةً اور اگر وہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں یُعْرِضُوْا تو منہ پھیر لیتے ہیں وَیَقُوْلُوْا اور کہتے ہیں سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ یہ ہمیشہ کا جادو ہے۔ اور مُسْتَمِرٌّ کا مجرد مادہ ہے مِرَّةٌ

اور مِـرَّةٌ کا معنیٰ ہے قوت والی تو اس لحاظ سے معنیٰ ہوگا کہ وہ کہتے ہیں بڑا مضبوط جادو ہے یقین جانو ان میں سے ایک آدمی بھی ایمان نہ لایا اب اس ضد کا بھی دنیا میں کوئی علاج ہے کہ منہ مانگا معجزہ دیکھنے کے باوجود کوئی مسلمان نہ ہوا۔

معجزے اور کرامت کی حقیقت :

معجزے کی حقیقت بھی سمجھ لیں معجزہ حق ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے معجزے کے ظاہر کرنے کی قدرت اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو نہیں عطا فرمائی۔ کرامت بھی اللہ تعالیٰ کا فعل ہے اور ولی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتی ہے ولی کی اس میں ذاتی قدرت نہیں ہوتی۔ یعنی معجزے میں نبی کا دخل نہیں اور کرامت میں ولی کا دخل نہیں ہے۔ فرمایا...... فَقَدْ كَذَّبُوْا پس تحقیق انہوں نے جھٹلایا بِالْحَقِّ حق کو لَمَّا جَآءَهُمْ جب حق ان کے پاس آیا فَسَوْفَ يَأْتِيهِمْ پس عنقریب آئے گی ان کے پاس اَنْبٰٓؤُا حقیقت مَا اس چیز کی كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ تھے جس کے ساتھ وہ ٹھٹھہ کرتے۔ اَنْبٰٓؤُا "نَبَأٌ" کی جمع ہے۔ اور نَبَأٌ کے معنیٰ ہیں خبر تو مفہوم یہ بنے گا جس عذاب کی خبر کا یہ مذاق اڑاتے ہیں اس کی حقیقت ان کے سامنے آجائے گی کیونکہ جب ان کو دھمکی دی جاتی کہ تم رب تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرو ورنہ عذاب آئے گا تو یہ مذاق اڑاتے اور کہتے کہ دیر کس چیز کی ہے۔ فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ پس لاؤ تم وہ عذاب جس سے ہمیں ڈراتے ہو اگر ہو تم سچے لہٰذا اللہ تعالیٰ اس کی حقیقت عنقریب ان کے سامنے لائے گا اللہ تعالیٰ کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں ہے اللہ تعالیٰ سب کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا ۔ وَّجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ (٦) وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِىْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ (٧) وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ۔ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِىَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ (٨) وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ (٩) وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (١٠)

لفظی ترجمہ :

اَلَمْ يَرَوْا کیا نہیں دیکھا ان لوگوں نے كَمْ اَهْلَكْنَا کتنی ہی ہم نے ہلاک کر دیں مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے مِّنْ قَرْنٍ جماعتیں مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ

ان کو ہم نے قدرت دی تھی زمین میں مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَكُمْ وہ جو نہیں قدرت دی ہم نے تمہیں زمین میں وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ اور چھوڑا ہم نے آسمان عَلَيْهِمْ ان پر مِّدْرَارًا لگاتار بارش برسانے والا وَجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ اور بنائی ہم نے نہریں تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهِمْ جو ان کے نیچے جاری تھیں فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ پس ہم نے ان کو ہلاک کیا ان کے گناہوں کی وجہ سے وَاَنْشَاْنَا اور پیدا کیں ہم نے مِنْۢ بَعْدِهِمْ ان کے بعد قَرْنًا اٰخَرِيْنَ دوسری جماعتیں وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا اور اگر ہم نازل کریں آپ پر کتاب فِىْ قِرْطَاسٍ کاغذوں میں لکھی ہوئی فَلَمَسُوْهُ پس وہ اس کو چھولیں بِاَيْدِيْهِمْ اپنے ہاتھوں سے لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا البتہ کہیں گے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ نہیں ہے یہ مگر جادو کھلا وَقَالُوْا اور کہا انہوں نے لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ کیوں نہیں اتارا گیا اس پر مَلَكٌ فرشتہ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا اور اگر ہم نازل کریں فرشتہ لَّقُضِىَ الْاَمْرُ البتہ طے کر دیا جائے معاملہ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ پھر ان کو مہلت نہ دی جائے وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا اور اگر ہم بنائیں اس کو فرشتہ لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا البتہ بنائیں اس کو مرد وَلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ اور البتہ ہم خلط ملط کر دیں ان پر مَّا يَلْبِسُوْنَ اس چیز کو جس کے اشتباہ میں وہ پڑے ہوئے ہیں وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ اور البتہ تحقیق مذاق کیا گیا بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ کتنے رسولوں کے ساتھ آپ ﷺ سے پہلے فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ پس گھیر

لیاان لوگوں کو سَخِرُوْا مِنْهُمْ جنہوں نے مذاق کیا تھاان میں سے مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ اس چیز نے جس کے ساتھ وہ مذاق کرتے تھے۔

ربط:

اللہ تعالیٰ نے کافروں مشرکوں اور نافرمانوں کو سمجھانے کیلئے مختلف طریقے استعمال فرمائے ہیں۔ کبھی تو نعمتوں کا ذکر کر کے سمجھایا کہ میری ان نعمتوں کی قدر کرو اور نافرمانی نہ کرو اور کبھی عذاب سے ڈرایا اور فرمایا کہ ان قوموں کی طرف دیکھو کہ جنہوں نے نافرمانی کی ان کا کیا انجام ہوا تو پہلے کچھ نعمتوں کا ذکر تھا اس آیت کریمہ میں عذاب کا ذکر ہے۔ آگے پھر نعمت کا ذکر ہے۔

''قرن'' کی تعریف:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں..... اَلَمْ يَرَوْا کیا نہیں دیکھا ان لوگوں نے كَمْ اَهْلَكْنَا کتنی ہی ہم نے ہلاک کردیں مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے مِّنْ قَرْنٍ جماعتیں۔ ایک دور میں جو لوگ رہتے ہیں وہ قرن ہے جب تک یہ لوگ ہیں یہ ایک ہی قرن ہوگا یہ چلے جائیں گے دوسرے آجائیں گے تو دوسرا قرن شروع ہو جائے گا مثلاً اس دور میں ہم رہتے ہیں تو ہمارا یہ دور ایک قرن ہے ہمارے بعد دوسرے لوگوں کا دور شروع ہو جائے گا تو وہ دوسرا قرن ہوگا۔ مراد جماعتیں ہیں۔ کہ ہم نے کتنی جماعتیں ہلاک کیں۔ ان سے پہلے مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ ان کو ہم نے قدرت دی تھی زمین میں مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ وہ جو نہیں قدرت دی ہم نے تمہیں زمین میں۔ انہوں نے زمین میں بڑی کاشتکاری کی بڑے بڑے ڈیم اور حوض بنائے بڑی بڑی بلڈنگز بنائیں نشانات کھڑے کئے اور بہت کچھ کیا کہ اتنی وسعت اور طاقت تمہیں حاصل نہیں ہے۔

بارش ایک نعمت :

وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ اور چھوڑا ہم نے آسمان عَلَيْهِمْ ان پر مِدْرَارًا لگاتار بارش برسانے والا۔ یعنی ان پر آسمان سے لگاتار بارش برسائی۔ بارش بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اگر ایک حد تک ہو اس سے درخت گھاس اور کھیت وابستہ ہیں بلکہ اس دور میں بھی بعض علاقے ایسے ہیں کہ وہ پینے کے لئے پانی بھی بارش کا استعمال کرتے ہیں بارش ہو تو ان کو پانی میسر ہوتا ہے اور اگر بارش نہ ہو تو پینے کے لئے بھی پانی نہیں ملتا۔ وَجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ اور بنائیں ہم نے نہریں تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمْ جو ان کی زمینوں کے نیچے جاری تھیں فَاَهْلَكْنٰهُمْ پس ہم نے ان کو ہلاک کیا، کیوں ہلاک کیا؟ فرمایا...... بِذُنُوْبِهِمْ ان کے گناہوں کی وجہ سے کہ ان قوموں اور جماعتوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی، گناہ کئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو تباہ کر دیا۔ وَاَنْشَاْنَا اور پیدا کیں ہم نے مِنْ بَعْدِهِمْ ان کے بعد قَرْنًا اٰخَرِيْنَ دوسری جماعتیں۔ اے سرزمین عرب کے رہنے والو! جو نزول قرآن کے وقت موجود ہو اور اس کے بعد قیامت تک آنے والو گزشتہ قوموں کے حالات دیکھ لو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو گناہوں کی وجہ سے تباہ و برباد کر دیا اگر تم ان کے نقش قدم پر چلو گے تو جو انجام ان کا ہوا تمہارا بھی وہی ہوگا۔

کفار کا غیر معقول اعتراض :

آگے کافروں کے ایک شوشے کا ذکر ہے۔ کہنے لگے ہم اس شرط پر ایمان لانے کے لئے تیار ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا فرشتہ لکھی لکھائی کتاب ہمارے سامنے لائے ہمارے دیکھتے ہوئے تمہارے حوالے کرے اور ہم اسے ہاتھ لگا کر دیکھیں اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا..........

جواب :

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَاباً اور اگر ہم نازل کریں آپ پر کتاب فِيْ قِرْطَاسٍ کاغذوں میں لکھی ہوئی فَلَمَسُوْهُ پس وہ اس کو چھولیں بِاَيْدِيْهِمْ اپنے ہاتھوں سے جس طرح ہمارے ہاتھ قرآن پاک پر لگتے ہیں۔ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْآ البتہ کہیں گے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ نہیں ہے یہ مگر جادو کھلا۔ اب اس ضد کا دنیا میں کوئی علاج ہے؟۔ اس طرح کے انہوں نے اور بھی کئی سوال کیے جن کا ذکر پندرہویں پارے میں ہے۔ وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ اور کہا انہوں نے ہم ہرگز نہیں ایمان لائیں گے آپ پر حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْبُوْعًا یہاں تک کہ آپ جاری کر دیں ہمارے لئے زمین سے چشمہ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ یا ہو آپ کے لئے ایک باغ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ عِنَبٍ کھجوروں اور انگوروں کا فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا پھر آپ چلائیں نہروں کو ان کے درمیان چلانا اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ یا گرادیں آسمان كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا جیسا کہ آپ خیال کرتے ہیں ہم پر کوئی ٹکڑا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلاً یا لائیں آپ اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کو سامنے اور اللہ تعالیٰ کہے یہ میرا پیغمبر ہے اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ یا ہو آپ (ﷺ) کے لئے کوئی گھر مِّنْ زُخْرُفٍ سونے کا اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ یا چڑھ جائیں آپ آسمان پر وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ اور ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے آپ (ﷺ) کے اوپر چڑھنے سے جب چڑھے تو خالی ہاتھ ہو اور جب آئے حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ حتی کہ اتار دیں ہمارے اوپر ایک کتاب جس کو ہم پڑھیں یہ سب کچھ ہونے کے باوجود بھی انہوں نے کہا کہ ہم ایمان نہیں لائیں گے۔ اب بتاؤ اس ضد کا دنیا میں کیا علاج ہے؟

فرشتے کو دیکھنے کا مطالبہ اور اس کا جواب :

اور سنئے آپ ﷺ کے مخالفین نے کہا کہ یہ کیا بات ہوئی کہ آپ کہتے ہیں کہ

میرے پاس فرشتہ آیا ہے اور یہ حکم دے گیا ہے وہ فرشتہ ہمیں کیوں نظر نہیں آتا ہمیں بھی نظر آنا چاہیے۔ ہم بھی اس کو دیکھیں کہ فرشتہ آیا ہے اور آپ ﷺ کے ساتھ گفتگو کر رہا ہے فرمایا...... وَقَالُوْا اور کہا انہوں نے لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْہِ کیوں نہیں اتارا گیا اس پر مَلَکٌ فرشتہ، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَکًا اور اگر ہم نازل کریں فرشتہ یعنی فرشتہ اپنی اصل شکل میں آئے تو ان میں اس کو دیکھنے کی طاقت ہی نہیں ہے۔ لَّقُضِیَ الْاَمْرُ البتہ طے کر دیا جائے معاملہ یعنی اگر فرشتہ ان کے سامنے آجائے تو اسے دیکھنے کی طاقت نہ پا کر فوراً ہلاک ہو جائیں گے ان کا معاملہ ہی صاف ہو جائے گا ثُمَّ لَا یُنْظَرُوْنَ پھر ان کو مہلت نہ دی جائے گی، فوراً جان نکل جائے گی۔

آنحضرت ﷺ کا جبرائیلؑ کو اصلی حالت میں دیکھنا :

آنحضرت ﷺ نے حضرت جبرائیلؑ کو اصلی شکل میں دو مرتبہ دیکھا ہے پہلی دفعہ غارِ حرا میں اور دوسری مرتبہ معراج کی رات سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔

جبرائیلؑ کا انسانی شکل میں آپ ﷺ کے پاس آنا :

اور عام طور پر جبرائیلؑ انسانی شکل میں آپ ﷺ کے پاس آتے تھے۔ چنانچہ کئی مرتبہ حضرت دحیہ ابن خلیفہ کلبیؓ کی شکل میں آئے۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ میرے کمرے میں تھے میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ دحیہ بن خلیفہ کلبیؓ سے گفتگو کر رہے ہیں تو میں پیچھے ہٹ کر پردے میں چلی گئی۔ جب وہ چلے گئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا ام سلمہ! تجھے معلوم ہے کہ یہ کون تھا میں نے کہا دحیہ ابن خلیفہ کلبی تھا آپ ﷺ ہنس پڑے اور فرمایا نہیں یہ تو جبرائیلؑ تھے اور کبھی حضرت دحیہ ابن خلیفہ کلبیؓ کے علاوہ اور لوگوں کی شکل میں بھی آتے تھے۔ چنانچہ بخاری شریف اور مسلم شریف میں حدیث آتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں ایک دن جنابِ رسول اللہ ﷺ باہر لوگوں

کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے کہ یکا یک آپ ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا آپ ﷺ دو زانوں ہو کر تشریف فرما تھے اس نے آ کر سلام کیا اور اپنے گھٹنے آپ ﷺ کے گھٹنوں کے ساتھ جوڑ دیئے۔ اور اپنے دونوں ہاتھ آپ ﷺ کی رانوں مبارک پر رکھ دیئے۔ کہنے لگا میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا پوچھو! اس نے سوال کیا مَا الْاِیْمَانُ؟ ایمان کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ایمان یہ ہے کہ اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰہِ کہ تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ وَمَلٰئِکَتِہٖ وَبِلِقَائِہٖ اور اس کے فرشتوں پر ایمان لاؤ اور آخرت پر ایمان لاؤ وَرُسُلِہٖ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ وَفِیْ نُسْخَۃٍ اور ایک نسخہ میں یہ الفاظ بھی ہیں وَکُتُبِہٖ اور اس کی کتابوں پر ایمان لاؤ۔ پھر اس نے سوال کیا کہ یہ بتاؤ کہ اسلام کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکَ بِہٖ کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ وَتُقِیْمَ الصَّلٰوۃَ اور نماز قائم کرو وَتُؤَدِّیَ الزَّکٰوۃَ الْمَفْرُوْضَۃَ اور فریضہ زکوٰۃ ادا کرو وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ اور ماہِ رمضان کے روزے رکھو پھر اس شخص نے سوال کیا کہ احسان کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح خشوع وخضوع کے ساتھ کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ سو اگر تم اس کو نہیں دیکھتے تو وہ تو تمہیں دیکھ رہا ہے پھر اس شخص نے سوال کیا قیامت کب ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْھَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ کہ جس سے یہ بات پوچھی جارہی ہے وہ خود سائل سے زیادہ اس کو نہیں جانتا اور میں تم کو اس کی کچھ علامتیں بتا دیتا ہوں جب لونڈی اپنے آقا کو جنے اور جب سیاہ اونٹوں کو چرانے والے بڑی بڑی بلند عمارتیں بنانے لگیں (تو سمجھ لینا کہ قیامت قریب ہے) جب وہ چلا گیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ جبرائیلؑ تھے جَآءَ کُمْ یُعَلِّمُکُمْ

دِیْنَکُمْ تمہیں تمہارا دین سکھانے کیلئے آئے تھے بہر حال جبرائیلؑ مختلف آدمیوں کی شکل میں تشریف لاتے تھے۔ تو فرشتے کو اصلی شکل میں دیکھنے کی تو یہ طاقت نہیں رکھتے۔

فرشتہ کو دیکھنے کی دوسری صورت :

دوسری صورت یہ ہے کہ فرشتہ انسانی شکل میں آئے تو یہ کہیں گے یہ تو انسان ہے اور ہم نے انسان تو بڑے دیکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَکًا اور اگر ہم بنائیں اس کو فرشتہ لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا البتہ بنائیں اس کو مرد۔ یعنی اگر فرشتے کو رسول بنا کر بھیجیں تو مرد شکل میں بھیجیں گے۔ وَلَلَبَسْنَا عَلَیْهِمْ اور ہم ان پر خلط ملط کر دیں مَّا یَلْبِسُوْنَ اس چیز کو جس کے اشتباہ میں وہ پڑے ہوئے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اگر فرشتے کو انسانی شکل میں بھیجیں گے تو یہ کہیں گے کہ یہ تو انسان ہے ہم تو فرشتہ مانگتے ہیں۔ آگے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو تسلی دی ہے کہ اگر یہ لوگ آج آپ کے ساتھ ٹھٹھہ مذاق کرتے ہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے آپ سے پہلے جتنے پیغمبر آئے ہیں ان کے ساتھ بھی یہی کچھ ہوا ہے فرمایا...... وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ اور البتہ تحقیق مذاق کیا گیا بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِکَ کتنے رسولوں کے ساتھ آپ ﷺ سے پہلے فَحَاقَ بِالَّذِیْنَ پس گھیر لیا ان لوگوں کو سَخِرُوْا مِنْهُمْ جنہوں نے مذاق کیا تھا ان میں سے مَّا کَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ اس چیز نے جس کے ساتھ وہ مذاق کرتے تھے۔ یعنی کہتے تھے فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ لے آ وہ عذاب جس سے تو ہمیں ڈراتا ہے اگر ہے تو سچوں میں سے، تو فرمایا پہلے پیغمبروں کے ساتھ بھی مذاق ہوتا رہا ہے بس تمہارا کام ہے صبر کرنا اللہ تعالیٰ کے ہاں جو مقدر ہے وہ ہو کر رہے گا۔

قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الْمُکَذِّبِیْنَ (۱۱) قُلْ لِّمَنْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلْ لِّلّٰہِ ط کَتَبَ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃَ ط لَیَجْمَعَنَّکُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ لَا رَیْبَ فِیْہِ ط اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَھُمْ فَھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ (۱۲) وَلَہٗ مَا سَکَنَ فِی الَّیْلِ وَالنَّھَارِ ط وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (۱۳) قُلْ اَغَیْرَ اللّٰہِ اَتَّخِذُ وَلِیًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَھُوَ یُطْعِمُ وَلَا یُطْعَمُ ط قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَکُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ (۱۴) قُلْ اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ (۱۵) مَنْ یُّصْرَفْ عَنْہُ یَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَہٗ ط وَذٰلِکَ الْفَوْزُ الْمُبِیْنُ (۱۶)

لفظی ترجمہ :

قُلْ آپ کہہ دیں سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ سیر کرو زمین میں ثُمَّ انْظُرُوْا پھر دیکھو تم کَیْفَ کَانَ کیسا ہوا عَاقِبَۃُ الْمُکَذِّبِیْنَ انجام ان لوگوں کا جنہوں نے حق کو جھٹلایا قُلْ آپ کہہ دیں لِّمَنْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کس

کے لئے ہے جو کچھ ہے آسمانوں اورزمین میں قُلْ لِلّٰهِ آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہے كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ط لکھی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر رحمت لَيَجْمَعَنَّكُمْ البتہ وہ ضرور تمہیں جمع کرے گا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ قیامت کے دن لَا رَيْبَ فِيْهِ ط جس میں شک نہیں ہے اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وہ لوگ جنہوں نے نقصان میں ڈالا اپنی جانوں کو فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ پس وہی ایمان نہیں لاتے وَلَهٗ اور اسی کے لئے ہے مَا سَكَنَ فِي اللَّيْلِ جو ٹھہرا ہوا ہے رات میں وَالنَّهَارِ اور دن میں وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ اور وہی سننے والا جاننے والا ہے قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ آپ کہہ دیں کیا اللہ تعالیٰ کے سوا اَتَّخِذُ وَلِيًّا بناؤں میں کارساز فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جو پیدا کرنے والا ہے آسمانوں اور زمین کا وَهُوَ يُطْعِمُ اور وہ کھلاتا ہے وَلَا يُطْعَمُ ط اور اس کو کھلایا نہیں جاتا قُلْ اِنِّىْٓ اُمِرْتُ آپ کہہ دیں بے شک مجھے حکم دیا گیا ہے اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ کہ میں ہو جاؤں پہلا وہ جو فرمانبرداری کرنے والا ہے وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اور ہرگز نہ ہو شرک کرنے والوں میں سے قُلْ اِنِّىْٓ اَخَافُ آپ کہہ دیں میں خوف کھاتا ہوں اِنْ عَصَيْتُ رَبِّىْ اگر میں نے نافرمانی کی اپنے پروردگار کی عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ بڑے دن کے عذاب سے مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ جس شخص سے پھیر دیا گیا اس عذاب کو يَوْمَئِذٍ اس دن فَقَدْ رَحِمَهٗ پس تحقیق اللہ تعالیٰ نے اس پر رحم کیا وَذٰلِكَ الْفَوْزُ

الْمُبِیْنُ اور یہی ہے کامیابی کھلی۔

ربط آیات :

اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اَلَمْ یَرَوْا کَمْ اَھْلَکْنَا مِنْ قَبْلِھِم مِّنْ قَرْنٍ کیا نہیں دیکھا ان لوگوں نے کتنی ہی ہم نے ہلاک کردیں ان سے پہلے جماعتیں۔ مَکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَکِّنْ لَّکُمْ ان کو ہم نے قدرت دی تھی زمین میں وہ جو نہیں قدرت دی ہم نے تمہیں زمین میں۔ مگر جب انہوں نے نافرمانی کی تو ان کو ہم نے ہلاک کردیا اور وہ اسباب ان کو نہ بچا سکے اب اگر تم ان کی روش اختیار کرو گے تو جو انجام ان کا ہوا تمہارا بھی وہی ہوگا۔

سیاحت ارض بوجہ عبرت :

اگر ان کو ہماری بات سمجھ نہیں آتی تو قُلْ آپ کہہ دیں سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ سیر کرو زمین میں، یہ چلنا پھرنا کس نقطہ نظر سے ہے؟ فرمایا...... ثُمَّ انْظُرُوْا پھر دیکھو تم کَیْفَ کَانَ کیسا ہوا عَاقِبَۃُ الْمُکَذِّبِیْنَ انجام ان لوگوں کا جنہوں نے حق کو جھٹلایا۔ توحید کا انکار کیا پیغمبروں اور کتابوں کی تکذیب کی ان نافرمان قوموں کے انجام اور حشر کو دیکھنے کے لئے زمین میں چلو پھرو۔ قُلْ آپ کہہ دیں لِمَنْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کس کے لئے ہے وہ مخلوق جو آسمانوں اور زمین میں ہے۔ آسمانوں میں فرشتے ہیں چاند سورج ستاروں کے علاوہ بھی بے شمار مخلوق ہے۔ اور زمین میں انسان ہیں، حیوان ہیں، جنات ہیں، پہاڑ، دریا ہیں کیڑے مکوڑے اور پرندوں کے علاوہ بے شمار مخلوقات ہیں ان سے پوچھو یہ کس کی ہیں ان کو کس نے پیدا کیا ہے۔ ان کا روزی رساں کون ہے؟ فرمایا یہ بڑے ضدی ہیں۔ آپ علیہ السلام کے پوچھنے سے بتائیں گے نہیں۔

رحمت الٰہی کا ہر چیز پر حاوی ہونا :

لہٰذا قُلْ لِلّٰهِ آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہے كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ لکھی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر رحمت ۔ یہ اس کی رحمت کا نتیجہ ہے کہ ہم آپ سب زندہ ہیں ورنہ ہمارے اخلاق اعمال اتنے برے اور نافرمانیاں اس قدر ہیں کہ ایک لحہ بھی زندہ رہنے کے قابل نہیں ہیں۔ دنیا میں وہ مجرم قومیں بھی موجود ہیں جو رب تعالیٰ کے وجود کا ہی اقرار نہیں کرتیں یہ سب رب تعالیٰ کی رحمت کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ بخاری شریف میں روایت آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عرش کے ایک کنارے پر لکھا ہوا ہے رَحْمَتِيْ سَبَقَتْ عَلٰى غَضَبِيْ میری رحمت میرے غصے اور عذاب سے بہت آگے ہے یعنی غالب ہے۔

قیامت میں حشر کا تذکرہ :

آگے اللہ تعالیٰ نے قیامت کا ذکر فرمایا ہے کہ یاد رکھو لَيَجْمَعَنَّكُمْ البتہ وہ ضرور تمہیں جمع کرے گا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ قیامت کے دن لَا رَيْبَ فِيْهِ جس میں شک نہیں ہے۔ اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ایک عقیدہ قیامت کا بھی ہے کہ قیامت ضرور برپا ہوگی یہ زندگی ختم ہو جائے گی اور اگلے جہاں کی ابدی زندگی شروع ہوگی۔ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وہ لوگ جنہوں نے نقصان میں ڈالا اپنی جانوں کو فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ پس وہی ایمان نہیں لاتے۔ اللہ تعالیٰ کی توحید پر، پیغمبروں کی رسالت پر، قیامت کے حق ہونے پر اور اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ احکام پر اور خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ اور ایمان کی دولت سے نوازا ہے۔ ورنہ یہ دولت قیمتاً نہیں مل سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد مقامات پر یہ بات

سمجھائی ہے کہ قیامت کے دن اگر یہ ساری زمین سونے کی بھری ہوئی کسی کے پاس ہو اور اتنی زمین اور ہو اور وہ بھی سونے سے بھری ہوئی ہو۔ اور وہ شخص چاہے کہ یہ دے کر ایمان حاصل کرے تو نہیں حاصل کر سکتا۔ اور آج ایمان مفت میں ملتا ہے۔ صرف بندہ نیت اور ارادہ کرے اور چاہت کرے تو ایمان کے نصیب ہونے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ اور ایمان کوئی اتنی وزنی اور بھاری چیز بھی نہیں ہے کہ آدمی اٹھا نہ سکے اگر بھاری ہوتا تو اللہ تعالیٰ کبھی اپنے بندوں کو مکلف نہ بناتے۔

ہر چیز کا اللہ تعالیٰ کے تصرف میں ہونا :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... وَلَهٗ اور اسی کے لئے ہے مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ جو ٹھہرا ہوا ہے رات میں وَالنَّهَارِ اور دن میں۔ اللہ تعالیٰ کی کچھ مخلوق ایسی ہے جو رات کو سکون کرتی ہے اور دن کو چلتی پھرتی ہے جیسے چڑیاں کبوتر اور دیگر پرندے اور کچھ مخلوق ایسی ہے جو دن کو سکون کرتی ہے اور رات کو چلتی پھرتی ہے۔ جیسے درندے اور دیگر جنگلی جانور بہر حال جو دن کو چلتے پھرتے ہیں ان پر بھی اللہ تعالیٰ کا کنٹرول ہے اور جو رات کو چلتے پھرتے ہیں ان پر بھی اللہ تعالیٰ کا کنٹرول ہے۔ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ اور وہی سننے والا جاننے والا ہے۔ ہر ایک کی قریب دور سے سننا اسی کا کام ہے۔ اور ہر چیز کے ظاہر باطن کو جاننا بھی اسی کا کام ہے۔ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَ جَهْرَكُمْ وہ جانتا ہے تمہارے پوشیدہ کو اور ظاہر کو وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ اور جانتا ہے جو تم کمائی کرتے ہو۔ یہ صرف رب تعالیٰ ہی کی شان ہے۔

کفار کا ایک اشکال :

آگے ایک اور شوشے کا جواب ہے وہ اس طرح ہوا کہ مکہ مکرمہ کے مختلف

خاندانوں اور برادریوں کے سرداروں نے مشورہ کیا منصوبہ بنایا اور ایک فارمولہ لے کر آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے اے محمد! (ﷺ) یہ مکہ مکرمہ کے سردار آپ ﷺ کے پاس ایک آرزو لے کر آئے ہیں وہ یہ کہ ہم چاہتے ہیں کہ یہ لوگ جس طرح آپ ﷺ کے آنے سے پہلے پیار محبت کے ساتھ رہ رہے تھے۔ ایک مذہب اور ایک عقیدہ تھا آپس میں کوئی اختلاف نہیں تھا لڑائی نہیں تھی اور تمہارے دعوائے نبوت اور پروگرام پیش کرنے کے بعد گھر گھر میں لڑائی شروع ہوگئی ہے۔ باپ، بیٹے کا مخالف ہے۔ بھائی، بھائی کا مخالف ہے۔ میاں بیوی میں اختلاف ہے۔ گلیوں بازاروں میں جھگڑے ہیں۔ اور ان تمام حالات کے ذمہ دار آپ ﷺ ہیں کیونکہ بات آپ ﷺ نے شروع کی ہے۔ ہم آپ کے پاس آئے ہیں کہ کسی طرح یہ جھگڑے ختم ہو جائیں اور وہ اس طرح ختم ہو سکتے ہیں کہ آپ ﷺ ہمارے خداؤں کی پوجا کریں اور ہم آپ کے خدا کی پوجا کرتے ہیں اکٹھے رہیں اور لڑیں نہیں۔

جواب :

رب تعالیٰ نے اس کا جواب دیا اور فرمایا...... قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ آپ کہہ دیں کیا اللہ تعالیٰ کے سوا اَتَّخِذُ وَلِيًّا بناؤں میں کارساز یا معبود۔ یہ فارمولہ لے کر آئے ہو۔ اس رب کے سوا کسی اور کی عبادت کروں جو...... فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جو پیدا کرنے والا ہے آسمانوں اور زمین کا بغیر نمونے کے کہ ان کے پیدا کرنے سے پہلے ان کا کوئی نمونہ ڈیزائن نہیں تھا کہ جس کی طرف دیکھ کر ان کو پیدا فرمایا۔ اس نے اپنی قدرت کاملہ سے جس طرح چاہا ان کو پیدا فرمایا تو کیا اس رب کو چھوڑ کر میں غیروں کی پوجا کروں۔ وَهُوَ يُطْعِمُ اور وہ کھلاتا ہے وَلَا يُطْعَمُ اور اس کو کھلایا نہیں جاتا۔ هُوَ

الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ (پارہ : ۲۷)۔وہی روزی دینے والا ہے۔مضبوط طاقت کا ایک مالک ہے۔اس کو چھوڑ کر تمہاری بات مان لوں۔ قُلْ اِنِّیْ اُمِرْتُ آپ کہہ دیں بے شک مجھے حکم دیا گیا ہے اَنْ اَکُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ کہ میں ہو جاؤں پہلا وہ جو فرمانبرداری کرنے والا ہے۔وحی اترنے سے پہلے بھی آپ ﷺ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والے ہیں۔کیونکہ جو خود نہیں مانے گا تو دوسروں سے کیا منوائے گا اور ان کو آپ ﷺ یہ بھی سنا کر کہہ دیں کہ مجھے حکم دیا گیا ہے...... وَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اور ہرگز نہ ہو شرک کرنے والوں میں سے شرک کے قریب بھی نہیں جانا یہ کان کھول کر سن لیں کہ خدا کے پیغمبر کو شرک کی دعوت دیتے ہیں۔اس نے تمہاری کوئی بات نہیں ماننی۔ قُلْ اِنِّیْ اَخَافُ آپ کہہ دیں میں خوف کھاتا ہوں اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ اگر میں نے نافرمانی کی اپنے پروردگار کی عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ بڑے دن کے عذاب سے، میں اپنے پروردگار کی ہرگز نافرمانی نہیں کر سکتا اللہ تعالیٰ کے بغیر نہ کسی کو معبود سمجھنا ہے، نہ سجدہ کرنا ہے۔نہ پکارنا ہے اور نہ ہی کوئی اس کے سوا مشکل کشا اور حاجت روا ہے نہ کوئی دستگیر ہے اور نہ کوئی فریادرس ہے لہٰذا مجھ سے اس قسم کی کوئی توقع نہ رکھنا اور خوش قسمت وہی ہے۔ مَنْ یُّصْرَفْ عَنْهُ جس شخص سے پھیر دیا گیا اس عذاب کو یَوْمَئِذٍ اس دن فَقَدْ رَحِمَهٗ ط پس تحقیق اللہ تعالیٰ نے اس پر رحم کیا وَذٰلِکَ الْفَوْزُ الْمُبِیْنُ اور یہی ہے کامیابی کھلی۔اور سب سے بڑی کہ قیامت والے دن آدمی عذاب سے بچ جائے اور رب تعالیٰ کی رحمت کا مستحق ہو جائے۔

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۭ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (۱۷) وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ (۱۸) قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ۭ قُلِ اللّٰهُ ۣ شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۣ وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ۭ اَىِٕنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰي ۭ قُلْ لَّآ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِيْ بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ (۱۹) اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَاۗءَهُمْ ۘ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ (۲۰)

لفظی ترجمہ :

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ اوراگر پہنچائے تجھے اے انسان اللہ تعالیٰ بِضُرٍّ کوئی تکلیف فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ پس نہیں کوئی دور کرسکتا اس تکلیف کو اِلَّا هُوَ مگر صرف وہی وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ اوراگر پہنچائے تجھے اللہ تعالیٰ کوئی بھلائی فَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ پس وہ ہر چیز پر قادر ہے وَهُوَ الْقَاهِرُ

فَوْقَ عِبَادِهٖ اور وہی غالب ہے اپنے بندوں پر وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ اور وہ حکمت والا خبردار ہے قُلْ آپ (ﷺ) کہہ دیں اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً کون سی چیز بڑی ہے گواہی کے اعتبار سے قُلِ اللّٰهُ آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ گواہ ہے میرے اور تمہارے درمیان وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اور وحی کی گئی میری طرف اس قرآن کریم کی لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ تاکہ میں ڈراؤں تمہیں اس کے ذریعے وَمَنْۢ بَلَغَ اور جس تک یہ پہنچے اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ کیا بے شک البتہ تم گواہی دیتے ہو اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور الٰہ ہیں قُلْ آپ (ﷺ) کہہ دیں لَّآ اَشْهَدُ میں گواہی نہیں دیتا قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ پختہ بات ہے وہ ایک ہی معبود ہے وَاِنَّنِيْ اور بے شک میں بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ میں بیزار ہوں ان چیزوں سے جن کو تم رب تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہو اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی يَعْرِفُوْنَهٗ پہچانتے ہیں اس کو كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ جس طرح پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وہ لوگ جنہوں نے نقصان میں ڈالا اپنی جانوں کو فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ پس وہ ایمان نہیں لاتے۔

ربط آیات :

اس سے پہلے سبق میں بیان ہوا تھا کہ مکہ مکرمہ کے مختلف قبائل کے سردار

آپ ﷺ کے پاس تشریف لائے اور جھگڑا ختم کرنے کا ایک فارمولا پیش کیا کہ آپ ﷺ ہمارے معبودوں کو مشکل کشا سمجھتے ہوئے ان کی پوجا کریں اور ہم تمہارے معبود کی پوجا کرتے ہیں تاکہ دن رات کی لڑائی ختم ہو جائے۔

فائدہ اور نقصان صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے :

آج کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے فارمولا پیش کرنے والوں کو خصوصاً اور دیگر تمام انسانوں کو عموماً سمجھایا ہے کہ کان کھول کر سن لو...... وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلاَ کَاشِفَ لَہٗ اِلاَّ ھُوَ اور اگر پہنچائے تجھے اے انسان اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پس نہیں کوئی دور کرسکتا اس تکلیف کو مگر صرف وہی۔ یہ جو تم نے لات، منات، عزیٰ اور دیگر تین سو ساٹھ بت کعبۃ اللہ میں رکھے ہوئے ہیں اور ان کو مشکل کشا اور حاجت روا سمجھتے ہو اور نعرے مارتے ہو یَا لاَتُ اَغِثْنِیْ یَا مَنَاتُ اَغِثْنِیْ اے لات میری مدد کر اے منات میری مدد کر۔ ان میں سے کوئی بھی تمہاری مشکل کشائی نہیں کرسکتا نہ کوئی تمہارا دکھ درد دور کرسکتا ہے۔ مشکل کشا حاجت روا دکھ درد دور کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ وَاِنْ یَّمْسَسْکَ بِخَیْرٍ اور اگر پہنچائے تجھے اللہ تعالیٰ کوئی بھلائی فَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ پس وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور گیارہویں پارہ سورۃ یونس میں ہے وَاِنْ یُّرِدْکَ بِخَیْرٍ اور اگر اللہ تعالیٰ تم سے بھلائی کرنی چاہے فَلاَ رَآدَّ لِفَضْلِہٖ تو اس کے فضل کو کوئی روکنے والا نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو آنحضرت ﷺ کی وصیت :

حضرت عبداللہ بن عباسؓ چھوٹے بچے تھے۔ آنحضرت ﷺ گدھے پر سوار ہو کر کسی قریبی جگہ پر تشریف لے جا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کو اپنے پیچھے بٹھا لیا اور فرمایا

یَا غُلَامُ اِحْفَظِ اللّٰہَ اے عزیز، اے برخوردار! اے بچے اللہ تعالیٰ کے حقوق کی حفاظت کرنا رب تعالیٰ تمہاری حفاظت کریں گے پھر فرمایا سن! اگر اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے کوئی دکھ لکھا ہے تو ساری مخلوق مل کر تجھے اس سے بچا نہیں سکتی اور اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تیرے لئے راحت اور آرام لکھا ہوا ہے تو ساری مخلوق مل کر تجھ سے وہ روک نہیں سکتی۔ برخوردار! اِذَا سَئَلْتَ فَسْئَلِ اللّٰہَ جب مانگنا تو اللہ تعالیٰ سے مانگنا اِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰہِ جب مدد طلب کرنا ہو تو اللہ تعالیٰ سے طلب کرنا یہ حدیث ترمذی شریف اور ابوداؤد شریف اور دیگر حدیث کی کتابوں میں موجود ہے۔

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور ان کی دو کتب کا تذکرہ :

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی دو کتابیں مشہور ہیں "غنیۃ الطالبین اور فتوح الغیب" دونوں عربی میں تھی۔ اور دونوں کا اردو ترجمہ ہو چکا ہے فتوح الغیب کا اردو ترجمہ کیا ہے مولانا حکیم محمد صادق صاحب مرحوم نے اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اس کا ضرور مطالعہ کرو فتوح الغیب میں شیخ عبدالقادر جیلانیؒ یہ حدیث بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں یَنْبَغِیْ لِلْمُؤْمِنِ اَنْ یَّجْعَلَ ھٰذَا الْحَدِیْثَ شِعَارَہٗ وَدِثَارَہٗ ہر مومن کو چاہیے کہ وہ اس حدیث کو اپنے ظاہر اور باطن کا لباس بنائے جس طرح لباس ہر وقت انسان کے جسم پر ہوتا ہے اسی طرح اس حدیث کو ہر وقت یاد رکھے اور بھولے نہ، پھر فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اوروں سے وہی مانگتا ہے جس کا ایمان کمزور ہوتا ہے اور رب تعالیٰ پر اس کا یقین اور اعتماد نہیں ہوتا ورنہ قادر مطلق ذات کے ہوتے ہوئے اوروں کے سامنے کیوں ہاتھ پھیلاتا ہے۔

انسان کا اللہ تعالیٰ سے نہ مانگنا غضب کو دعوت دینے کے مترادف :

نسائی شریف میں حدیث آتی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مَنْ لَّمْ یَسْئَلِ اللہَ یَغْضَبْ عَلَیْہِ جو شخص اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتا اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے بڑی موٹی سی بات ہے آسانی سے سمجھ آسکتی ہے کہ ہم یہ گوارہ نہیں کرتے کہ ہماری بیوی، بچی یا بہو محلے کے کسی آدمی کو کہے کہ مجھے شلوار قمیص خرید دو مجھے کنگھی پراندہ خرید دو چاہے وہ آدمی جس کو کہہ رہی ہے کتنا ہی پارسا نیک ہو مگر ہم یہ گوارہ نہیں کرتے کہ ہمارا بچہ یا بچی محلے کے کسی آدمی کو یہ کہے اور کسی سے مانگے ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہم سے ہی مانگے اور ہم ہی لا کر دیں گے چاہے چوری کر کے لائیں۔ بے شک یہ برا فعل ہے تو اللہ تعالیٰ جو قادر مطلق ہے وہ کب برداشت کرتا ہے کہ میرا بندہ مجھے چھوڑ کر کسی اور کے آگے ہاتھ پھیلائے اور میرے علاوہ کسی اور سے مانگے یاد رکھنا! مانگنا صرف اللہ تعالیٰ سے ہے۔ کیونکہ نفع نقصان کا مالک صرف وہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہ نفع کا اختیار ہے اور نہ کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے۔ وَھُوَ الْقَاھِرُ فَوْقَ عِبَادِہٖ اور وہی غالب ہے اپنے بندوں پر۔ وہ اپنے بندوں سے جس طرح چاہے کام لے سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی مہلت اور رضا شاہ پہلوی :

اور اگر کوئی اکڑ جائے تو اس کو دبا بھی سکتا ہے۔ دیکھو! دنیا میں لوگ اپنی کرسیوں اور عہدوں کو بچانے کے لئے کیا کچھ کرتے ہیں مگر یہ اس وقت تک ہوتا ہے جب تک اللہ تعالیٰ مہلت دے اور جب اللہ تعالیٰ چھیننا چاہتا ہے تو اس کو کوئی نہیں روک سکتا۔ بھلا یہ بات بھی کوئی سوچ سکتا تھا کہ رضا شاہ پہلوی ایران کو چھوڑ دے گا جبکہ صدیوں سے شاہی پشت در پشت ان کے خاندان میں چلی آرہی تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے جب اس کو ذلیل کرنا چاہا اور وہ ایران سے نکلا تو اس کا جہاز مختلف ملکوں میں گیا۔ اترنے کی اجازت

مانگی مگرانہوں نے یہ کہہ کرانکار کر دیا کہ ہم تیری قدر کرتے ہیں لیکن بین الاقوامی حالات سے مجبور ہیں اترنے کی اجازت نہیں دے سکتے۔ بالآخر مصر نے دل مضبوط کیا اور کہا کہ جو ہوگا دیکھا جائے گا اتر آؤ۔ چنانچہ کچھ عرصہ مصر میں رہا پھر دنیا سے رخصت ہوگیا۔ ایک وقت تھا کہ شہنشاہِ ایران کہلاتا تھا اور ایک وہ وقت تھا کہ اس کو قبول کرنے کے لئے کوئی تیار نہیں تھا۔ رضا شاہ پہلوی اس علاقہ میں امریکی مفادات کا چوکیدار تھا مگر امریکہ بہت خبیث شئی ہے۔ جب تک اس کے لئے کام کرتے رہو تو خوش رہتا ہے اور اپنے خلاف کوئی بات برداشت نہیں کرتا۔ مگر یاد رکھنا! جس طرح روس تباہ ہوا ہے یہ بھی اسی طرح تباہ ہوگا۔ زوال سب کے لئے ہے۔ بقا صرف اللہ تعالیٰ کے لئے۔ جب اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کرنا چاہے گا اس کے تمام منصوبے اور فارمولے دھرے رہ جائیں گے اور ہوگا وہی جو رب تعالیٰ چاہے گا۔ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ اور وہ حکمت والا خبردار ہے۔

کفار کا ایک اور اعتراض :

کافروں نے ایک اور شوشہ چھوڑا کہنے لگے کہ آپ ﷺ نبی ہونے کے دعویدار ہیں۔ اور دعوائے نبوت کے لئے گواہ ضروری ہیں لہٰذا تم نبوت کے دعویٰ پر گواہ پیش کرو مگر اپنے ساتھیوں کے علاوہ کیونکہ یہ تو تیرے چیلے ہیں ان کے علاوہ عرب سے کوئی گواہ پیش کرو۔ اور ظاہر بات تھی کہ صحابہ کرامؓ کے علاوہ تو سارے عرب میں مشرک ہی مشرک تھے۔ آپ ﷺ کے نبی ہونے کی گواہی کس نے دینی تھی اور وہ لوگ بھی یہی چاہتے تھے یہ لاجواب ہو جائے اور ہم کہیں کہ یہ اپنے دعویٰ پر گواہ نہیں پیش کر سکا اس لئے ہم اس کو نبی ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

جواب :

تو اللہ تعالیٰ نے خود اس کا جواب دیا اور فرمایا...... قُلْ آپ (ﷺ) کہہ دیں اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَھَادَۃً کون سی چیز بڑی ہے گواہی کے اعتبار سے قُلِ اللّٰہُ آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ شَھِیْدٌ م بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ گواہ ہے میرے اور تمہارے درمیان۔

سوال :

اب سوال یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے گواہی کس طرح دی؟

جواب :

چاند کو دو ٹکڑے کر کے رب تعالیٰ نے گواہی دی اور مکہ مکرمہ میں ایک پتھر تھا آپ ﷺ جب اس کے پاس سے گزرتے تو وہ آپ کو سلام کرتا تھا اور اس کا یہ سلام کرنا سننے والے سنتے تھے تو اس پتھر کو گویائی کی طاقت کس نے عطا فرمائی؟۔ آپ ﷺ نے درختوں کو اشارہ کیا وہ چل کر آپ کے پاس آگئے درختوں کو کس نے چلایا؟ وہ جس کے اشارہ پر چلا رہا ہے وہ اس کا نبی اور رسول ہے اور یہ اس کی گواہی ہے۔

آپ ﷺ کے بچپن اور جوانی میں مکہ مکرمہ کا ماحول :

پھر عموماً جس بچے کے سر پر ماں باپ دادا، دادی کا سایہ نہ ہو وہ آوارہ ہو جاتا ہے۔ آپ ﷺ کے والد گرامی پیدا ہونے سے پہلے فوت ہو گئے چھ سال کی عمر مبارک میں والدہ کا سایہ سر سے اٹھ گیا آٹھ سال کی عمر میں دادا بھی دنیا سے رخصت ہو گئے۔ چالیس سال کا زمانہ یتیمی اور جوانی کا مکہ مکرمہ کے ایسے ماحول میں گزرا کہ جہاں شراب عام تھی۔ زنا عام تھا۔ مجلسیں بری تھیں۔ مگر آپ ﷺ کی پاک دامنی سب پر

عیاں تھی شراب کا ایک قطرہ کبھی آپ ﷺ کے منہ مبارک کے قریب تک نہیں آیا اور ایسے ماحول کے ہوتے ہوئے آپ ﷺ جس گلی سے گزرتے تھے مرد عورتیں بچے بوڑھے لونڈیاں غلام تک اشارہ کر کے کہتے تھے کہ اس نوجوان سے زیادہ نیک کوئی نہیں ہے۔ کبھی غلط بات زبان سے نہیں نکالی اتنی بات تو لوگ سمجھ سکتے ہیں کہ ایسے ماحول میں آپ ﷺ کو پاکدامن رکھنا رب تعالیٰ کی گواہی ہے۔

2...... دوسری گواہی فرمایا...... وَاُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اور وحی کی گئی میری طرف اس قرآن کریم کی۔ یہ قرآن پاک میری نبوۃ کی گواہی ہے۔

ابتدائے نزولِ قرآن کے وقت عرب کا ماحول :

یہ قرآن پاک ایسی فصیح اور بلیغ کتاب ہے کہ اس کا آج تک کوئی مقابلہ نہیں کرسکا اور ایسے زمانہ میں نازل ہوا کہ اس وقت فصاحت اور بلاغت اپنے عروج پر تھی مرد تو مرد پندرہ سولہ سال کی بکریاں چرانے والی ان پڑھ لڑکیاں ایسے شعر بناتی تھیں کہ آج کا ایم اے پاس بڑے سے بڑا ماہر بھی ان جیسے اشعار نہیں بنا سکتا ان کے قصیدے آج بھی دیوان حماسہ میں موجود ہیں پڑھ کر حیرانگی ہوتی ہے۔ دیکھو الحمدللہ میں نے سولہ سال پڑھا ہے اور چھپن سال پڑھایا ہے۔ اگرچہ میں اپنے آپ کو کچھ نہیں سمجھتا مگر علماء کرام مجھ پر اعتماد کرتے ہیں کہ اس کا مطالعہ بڑا وسیع ہے اور پاکستان میں علم عربیت کا سب سے بڑا ماہر عالم ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ اتنی مہارت ہوتے ہوئے بھی میں ان بچیوں جیسے شعر نہیں بنا سکتا ان کو سلیقہ تھا وہ فصیح و بلیغ لوگ تھے۔ مکہ مکرمہ فصاحت و بلاغت کا مرکز تھا مقابلے ہوتے تھے اگر تمہارے اندر ہمت ہے تو اس جیسی کوئی ایک سورۃ بنا کر لاؤ۔ اور اگر تم تمام کے تمام مل کر بھی ایک چھوٹی سی سورۃ لانے سے عاجز ہو جاؤ تو سمجھ جاؤ کہ یہ

انسان کا کلام نہیں ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اور اس نے میری طرف وحی کیا ہے میرے اوپر نازل ہوا ہے میں اس کا رسول ہوں نبی ہوں اور یہ قرآن کریم میری نبوۃ کی گواہی ہے۔ اور کیوں نازل کیا گیا ہے؟۔ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ تاکہ میں ڈراؤں تمہیں اس کے ذریعے۔ رب تعالیٰ کے عذاب سے وَمَنْۢ بَلَغَ اور جس تک یہ پہنچے ان کو بھی ڈراؤں جس طرح ہم تک پہنچا ہے اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ کیا بے شک البتہ تم گواہی دیتے ہو اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور الٰہ ہیں۔ ان مشرکوں کا کوئی اعتبار نہیں۔ قُلْ آپ (ﷺ) کہہ دیں لَّآ اَشْهَدُ میں گواہی نہیں دیتا قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ پختہ بات ہے وہ ایک ہی معبود ہے۔ بے شک تمہارے کلیجے جلتے رہیں اے مشرکو! وَاِنَّنِيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ اور بے شک میں بیزار ہوں ان چیزوں سے جن کو تم رب تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہو۔ تو پہلی گواہی رب تعالیٰ کی دوسری گواہی قرآن کریم کی اور تیسری گواہی منصف مزاج اہلِ کتاب کی کیونکہ شان والے پیغمبر کو سارے اہلِ کتاب جانتے اور پہچانتے تھے مگر ان میں سے جو ضدی تھے وہ مانتے نہیں تھے۔ اور ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ لہٰذا ان میں جو دیانت دار ہیں وہ ضرور گواہی دیں گے کہ یہ وہی نبی ہے جس نے آنا تھا۔

اہلِ کتاب کا آپ ﷺ کو اپنے بچوں سے زیادہ پہچاننا :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی، توراۃ، زبور، انجیل۔ يَعْرِفُوْنَهٗ پہچانتے ہیں اس پیغمبر کو كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ جس طرح پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن سلامؓ یہودی تھے ان کی پھوپھی اور ان کے والد اپنے دور میں توراۃ کے بڑے ماہر عالم تھے اور یہ خود

بھی بڑے فاضل تھے ان کی پھوپھی ان کو بتایا کرتی تھی ایک نبی آنے والا ہے اور اس کی یہ، یہ علامتیں ہوں گی وہ مکہ مکرمہ میں مبعوث ہوگا اور ہجرت کر کے یثرب آئے گا جب وہ یہاں آئے گا دوپہر کا وقت ہوگا اور گرمی کا موسم ہوگا وہ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ سفید لباس میں ہوں گے اور فلاں جانب سے نمودار ہوں گے۔ آنحضرت ﷺ جب مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے عین دوپہر کا وقت تھا آپ ﷺ کا اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کا لباس سفید تھا۔ حضرت عبداللہ بن سلامؓ کھجور پر چڑھے ہوئے کھجوریں اتار رہے تھے اور ان کی پھوپھی نیچے بیٹھی ہوئی تھی انہوں نے آواز دی پھوپھی جن کے متعلق تو کہا کرتی تھی وہ تشریف لے آئے ہیں اور تمام نشانیاں بتائیں پھوپھی نے کہا بے شک وہی ہیں مگر کسی سے بات نہ کرنا۔

حضرت عبداللہ بن سلامؓ کا آپ ﷺ کو کھجور پیش کرنا اور اسلام قبول کرنا :

حضرت عبداللہ بن سلامؓ کھجور کے گچھے لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچے آپ ﷺ فرمارہے تھے اے لوگو! رب تعالیٰ سے ڈرو بھوکوں کو کھانا کھلاؤ آپس میں سلام کو عام کرو۔ وَلِيْنُوْا الْكَلَامَ اور گفتگو کرو نرمی کے ساتھ حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے اسی وقت اسلام قبول کرلیا اور حضرت عبداللہ بن سلامؓ سے ہی منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں اپنی اولادوں کے متعلق تو شبہ ہوسکتا ہے کہ ہماری بیویوں نے خیانت کی ہو لیکن رب تعالیٰ کی قسم! آپ ﷺ کے متعلق کوئی شبہ نہیں بلکہ یہ وہی پیغمبر ہیں جنہوں نے آنا تھا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْآ اَنْفُسَهُمْ وہ لوگ جنہوں نے نقصان میں ڈالا اپنی جانوں کو فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ پس وہی ایمان نہیں لاتے۔ اب اگر وہ ایمان نہیں لاتے تو ان کی مرضی ہے میں اپنی طرف سے حقیقت کو دلائل کے ساتھ واضح کر چکا ہوں

اللہ تعالیٰ سب کو توحید پر قائم رکھے اور شرک سے بچائے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ (۲۱) وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَيْنَ شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ (۲۲) ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ (۲۳) اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ (۲۴) وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ (۲۵) وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْئَوْنَ عَنْهُ ۚ وَاِنْ يُّهْلِكُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ (۲۶) وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (۲۷)

لفظی ترجمہ :

وَمَنْ اَظْلَمُ اورکون زیادہ ظالم ہے مِمَّنِ افْتَرٰی اس شخص سے جس نے افتراء باندھا عَلَی اللّٰہِ اللہ تعالیٰ پر کَذِباً جھوٹ کا اَوْ کَذَّبَ بِاٰیٰتِہٖ یا اس نے جھٹلا دیا اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ بے شک شان یہ ہے کہ نہیں فلاح پائیں گے ظالم وَیَوْمَ نَحْشُرُھُمْ جَمِیْعاً اور جس دن ہم جمع کریں گے سب کو ثُمَّ نَقُوْلُ پھر کہیں گے لِلَّذِیْنَ اَشْرَکُوْآ ان لوگوں کو جنہوں نے شرک کیا اَیْنَ شُرَکَآؤُکُمْ کہاں ہیں تمہارے شریک اَلَّذِیْنَ کُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ جن کے بارے میں تم گمان کرتے تھے ثُمَّ لَمْ تَکُنْ فِتْنَتُھُمْ پھر نہیں ہوگا ان کا عذر اور فریب اِلَّآ اَنْ قَالُوْا مگر یہ کہ وہ کہیں گے وَاللّٰہِ رَبِّنَا قسم ہے اللہ تعالیٰ کی جو ہمارا رب ہے مَا کُنَّا مُشْرِکِیْنَ ہم نہیں تھے شرک کرنے والے اُنْظُرْ دیکھ کَیْفَ کَذَبُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ کیسا جھوٹ بولا ہے انہوں نے اپنی جانوں پر وَضَلَّ عَنْھُمْ اور گم ہوگئی ان سے مَّا کَانُوْا یَفْتَرُوْنَ جس کو وہ افتراء باندھتے تھے وَمِنْھُمْ مَّنْ یَّسْتَمِعُ اِلَیْکَ اور بعض ان میں سے ہیں جو کان رکھتے ہیں آپ ﷺ کی طرف وَجَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِھِمْ اَکِنَّۃً اور ڈال دیئے ہیں ہم نے ان کے دلوں پر پردے اَنْ یَّفْقَھُوْہُ اس بات سے کہ وہ اس کو سمجھیں وَفِیْٓ اٰذَانِھِمْ وَقْرًا اور ان کے کانوں میں ڈاٹ ہیں وَاِنْ یَّرَوْا کُلَّ اٰیَۃٍ اور اگر وہ دیکھیں ہر قسم کی نشانی لَّا یُؤْمِنُوْا بِھَا

نہیں ایمان لائیں گے اس پر حَتّٰی اِذَا جَآءُ وْکَ یہاں تک کہ وہ جب آپ کے پاس آتے ہیں یُجَادِلُوْنَکَ تو جھگڑا کرتے ہیں آپ کے ساتھ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا کہتے ہیں وہ لوگ جو کافر ہیں اِنْ ھٰذَآ نہیں ہے یہ قرآن کریم اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ مگر کہانیاں پہلے لوگوں کی وَھُمْ یَنْھَوْنَ عَنْهُ اور وہ اس سے روکتے ہیں وَیَنْئَوْنَ عَنْهُ اور خود بھی دور ہوتے ہیں وَاِنْ یُّھْلِکُوْنَ اور نہیں وہ ہلاک کرتے اِلَّآ اَنْفُسَھُمْ مگر اپنی جانوں کو وَمَا یَشْعُرُوْنَ اور نہیں سمجھتے وہ وَلَوْ تَرٰی اور اگر دیکھیں آپ اِذْ وُقِفُوْا عَلَی النَّارِ جب کھڑے کیے جائیں گے آگ پر فَقَالُوْا پس کہیں گے یٰلَیْتَنَا نُرَدُّ ہائے افسوس ہم پر ہم لوٹائے جائیں وَلَا نُکَذِّبَ بِاٰیٰتِ رَبِّنَا اور نہ ہم جھٹلائیں اپنے رب کی آیتوں کو وَنَکُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اور ہو جائیں ہم ایمان لانے والوں میں سے۔

سب سے بڑا ظالم :

دنیا میں ظلم بھی بڑے بڑے ہوئے اور ظالم بھی بڑے بڑے ہیں لیکن رب تعالیٰ فرماتے ہیں...... وَمَنْ اَظْلَمُ اور کون زیادہ ظالم ہے مِمَّنِ افْتَرٰی اس شخص سے جس نے افتراء باندھا عَلَی اللّٰہِ اللہ تعالیٰ پر کَذِبًا جھوٹ کا۔ یعنی اس سے بڑا ظالم کون ہے جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹا افتراء باندھا۔ اللہ تعالیٰ پر جھوٹا افتراء کس طرح باندھا اس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا شریک بنایا۔ حالانکہ اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرنا بڑا ظلم ہے۔

اہلِ کتاب کے اللہ تعالیٰ کے بارے میں اعتقادات :

جبکہ یہود نے کہا عُزَیْرُ ابْنُ اللّٰهِ عزیرؑ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ نے کہا مَسِیْحُ ابْنُ اللّٰهِ عیسیٰؑ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں جب لوگوں کا تھوڑا سا ذہن بنا کہ رب تعالیٰ کے بیٹے ہو سکتے ہیں تو پھر خود دعویٰ کر دیا۔ نَحْنُ اَبْنٰٓءُ اللّٰهِ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ اور کچھ (جاہلوں) نے فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں بنا دیا۔ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ پاک ہے اللہ تعالیٰ کی ذات اور بلند ہے ان سے جن کو اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہیں تو رب تعالیٰ کی طرف شریک کی نسبت کرنا بیٹے بیٹی کی نسبت کرنا، یہ تمام رب تعالیٰ کی طرف افتراء ہے۔ اور جو ایسا کرتا ہے اس سے بڑا کوئی ظالم نہیں ہے۔

اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ یا اس سے بڑا کون ظالم ہے کہ اس نے جھٹلا دیا اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو۔ اور کافروں میں یہ دونوں چیزیں پائی جاتی ہیں رب تعالیٰ کے شریک بھی بناتے ہیں اس کے لئے اولاد تجویز کرتے ہیں بیٹے بیٹیاں بناتے ہیں اور رب تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلاتے ہیں یوں سمجھو کہ ظلم کے ٹھیکیدار ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہمارا فیصلہ بھی سن لو اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ بے شک شان یہ ہے کہ نہیں فلاح پائیں گے ظالم۔

ظالم کو مہلت اور اس کا انجام :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ رب تعالیٰ ظالم کو کچھ مہلت دیتا ہے (یہ اس کی حکمت ہے جتنی مہلت دے) لیکن جب پکڑتا ہے تو پھر چھوڑتا نہیں ہے۔ اور یہ بات بھی کتابوں میں موجود ہے کہ ظلم کا بدلہ دنیا میں بھی ضرور ملتا ہے چاہے جیسا کیسا ظلم ہو۔ کسی کی رقم ہڑپ کر گیا اس نے مطالبہ کیا تو اس کو گالیاں دیں یا جس طرح کا بھی کسی کا حق کھایا ہے یا کسی کو مارا پیٹا ہے کوئی بھی ظلم زیادتی کی ہے۔ اس کا بدلہ دنیا میں ضرور ملے گا بالغرض و

المحال دنیا میں بچ بھی گیا تو قبر اور آخرت میں تو چھٹکارا نہیں ہے۔ جائے گا کہاں؟۔

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ظالموں کا اور قصہ سنو..........

’’محشر‘‘ کی تحقیق و تفسیر :

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا اور جس دن ہم جمع کریں گے سب کو۔ تمام اولین آخرین انسان جن کیڑے مکوڑے تک تمام مخلوق اکٹھی ہوگی حشر کا معنیٰ ہے جمع کرنا میدان محشر کو میدان محشر اسی لئے کہا جاتا ہے کہ وہ اکٹھے ہونے کی جگہ ہے۔ کیونکہ محشر اسم ظرف کا صیغہ ہے۔ اس کا لفظی معنیٰ ہے جمع ہونے کی جگہ تو جس دن ہم ساری کائنات کو جمع کریں گے۔ ثُمَّ نَقُولُ پھر کہیں گے لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا ان لوگوں کو جنہوں نے شرک کیا رب تعالیٰ کی ذات اور صفات میں رب تعالیٰ کے کاموں میں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ أَيْنَ شُرَكَاؤُكُمُ کہاں ہیں تمہارے شریک الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ جن کے بارے میں تم گمان کرتے تھے کہ ان کے پاس بھی کچھ اختیارات ہیں اور یہ ہمارے کام کروا سکتے ہیں اور کر سکتے ہیں وہ تمہارے شریک کہاں ہیں۔

نفع اور نقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ :

اور کل کا سبق آپ کو یاد ہوگا اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ اگر تجھ کو اللہ تعالیٰ تکلیف پہنچائے تو اس کا دور کرنے والا اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں وَإِنْ يَمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ اور اگر وہ تجھ کو کچھ نقصان پہنچائے تو وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے اس کو کوئی روک نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں یہ بات واضح فرمادی ہے کہ اس کے بغیر کوئی نفع نقصان کا مالک نہیں ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی نفع نقصان کا مالک ہوتا تو حضرت محمد ﷺ ہوتے کیونکہ مخلوق میں ان سے بڑھ کر اور کوئی نہیں ہے۔ اور حال یہ ہے کہ سورۃ

جن میں رب تعالیٰ نے آپ ﷺ سے اعلان کروایا قُلْ اِنِّیْ لَا اَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّ لَا رَشَدًا آپ (ﷺ) کہہ دیں بے شک میں تمہارے لئے ضرر اور نفع کا مالک نہیں ہوں اور نویں پارے میں فرمایا قُلْ لَّآ اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ میں اپنی جان کے لئے بھی نفع نقصان کا اختیار نہیں رکھتا یہ دونوں آیتیں اس بات کی قطعی دلیل ہیں کہ آنحضرت ﷺ اپنے لئے بھی اور اپنی امت کے لئے بھی نفع نقصان کے مالک اور مختار نہیں جو کچھ اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے سو وہی ہوتا ہے تو اور کون ہے جو کسی کے نفع ونقصان کا مالک ہو؟

مراتب درجات :

کیا ولیوں کا درجہ آپ ﷺ سے زیادہ ہے؟ شہیدوں کا درجہ آپ ﷺ سے زیادہ ہے؟ یہ تو تمام کے تمام آپ ﷺ کے خاک پا ہیں۔ اپنی جگہ پر یہ سارے نیک پاک ہیں ہم ان کی خاک پا نہیں مگر وہ سارے بزرگ آنحضرت ﷺ کی خاک پا نہیں ہیں۔ تو جب آنحضرت ﷺ نفع ونقصان کے مالک نہیں ہیں تو دنیا میں اور کون ہو سکتا ہے؟ کسی کے ساتھ جھگڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ حق کو حق سمجھو اور یہ نہ دیکھو زیادہ کون ہیں اکثریت ہر دور میں گمراہوں کی رہی ہے۔

مشرکین کا ایک فارمولا :

ان شاء اللہ العزیز آٹھویں پارے میں پڑھو گے کہ مشرکوں نے آپ ﷺ کے سامنے کئی فارمولے پیش کئے کہ اس طرح کر لو اس طرح کر لو یہ بھی انہوں نے کہا کہ تم کہتے ہو ہم سچے ہیں ہم کہتے ہیں ہم سچے ہیں اس طرح کرتے ہیں کہ مردم شماری کرا لیتے ہیں ووٹنگ ہو جائے معلوم ہو جائے گا کہ تمہارے ساتھی زیادہ ہیں یا ہمارے؟۔

فارمولے کا جواب :

اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور اگر آپ اطاعت کریں گے ان لوگوں کی جو اکثر ہیں زمین میں تو بہکا دیں گے آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے اکثریت تو ہے ہی گمراہوں کی لہٰذا یہ نہ دیکھو زیادہ کون ہیں اور تھوڑے کون ہیں۔ بلکہ یہ دیکھو کہ حق پر کون ہیں۔ تو رب تعالیٰ قیامت والے دن مشرکوں سے فرمائیں گے کہاں ہیں تمہارے شریک جن کے بارے میں تم گمان کرتے تھے کہ ان کو اختیارات حاصل ہیں۔

''فتنہ'' کی تحقیق :

ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ پھر نہیں ہوگا ان کا عذر اور فریب۔ ''فتنہ'' کا معنیٰ فریب بھی ہے اور معذرت بھی۔ بعض مفسرین کرامؒ اس کا معنٰی معذرت کا کرتے ہیں اور بعضے فریب کا کرتے ہیں۔ پھر نہیں ہوگا ان کا عذر اور فریب۔ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا مگر یہ کہ وہ کہیں گے وَاللّٰهِ رَبِّنَا قسم ہے اللہ تعالیٰ کی جو ہمارا رب ہے مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ہم نہیں تھے شرک کرنے والے۔ اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ دنیا میں مشرک سے بڑا کوئی بے حیا نہیں ہے۔ حالانکہ دنیا میں بڑے بڑے بے حیا ہیں کیونکہ رب تعالیٰ فرماتے ہیں............

مشرکین کا میدانِ محشر میں جھوٹ بولنا :

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا اور جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا پھر کہیں گے ان لوگوں کو جنہوں نے شرک کیا کہ وہ تمہارے شریک کہاں ہیں؟ تو وہ مشرک کہیں گے وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ قسم ہے اللہ تعالیٰ کی جو ہمارا رب ہے۔ نہیں تھے ہم شرک کرنے والے، میدانِ محشر ہوگا اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت ہوگی اور رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم مشرکوں کو کہیں گے وہ تمہارے شریک کہاں

ہیں؟اور مشرک قسم اٹھا کر کہیں گے کہ ہم نے شرک کیا ہی نہیں ہے؟۔او ظالمو! رب تعالیٰ تمہیں مشرک فرما رہے ہیں اور تم کہہ رہے ہو کہ ہم نے شرک کیا ہی نہیں ہے۔ اور وہ بھی قسم اٹھا کر تو تم سے بڑا بھی کوئی بے حیا ہے؟ تو جو مشرک رب تعالیٰ کے سامنے شرک کو نہیں مانے گا وہ ہمارے تمہارے سامنے کب مانے گا؟۔ چنانچہ آج بھی تم کسی مشرک سے پوچھو جو شرک میں ڈوبا ہوا ہو۔ قبروں کا پجاری، خانقاہوں پر چکر لگانے والا غیر اللہ سے مدد مانگنے والا، مسجدوں میں کہنے والے ۔

امداد کن ، امداد کن ، از بندِ غم آزاد کن
در دین و دنیا شاد کن یا شیخ عبدالقادر
ذی تصرف بھی ہے ماذون بھی مختار بھی ہے
کارِ عالم کا مدبر بھی ہے عبدالقادر

کہ تم شرک کرتے ہو تو وہ اپنے آپ کو مشرک تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہوگا بلکہ کہے گا کہ ہم کب شرک کرتے ہیں ہم تو بزرگوں سے پیار اور محبت کرتے ہیں۔ تو مشرک اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت میں قسم اٹھا کر شرک سے انکار کریں گے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے............

اُنْظُرْ دیکھ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ کیسا جھوٹ بولا ہے انہوں نے اپنی جانوں پر وَضَلَّ عَنْهُمْ اور گم ہوگئی ان سے مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ وہ چیز جس کو وہ افترا باندھتے تھے۔ نہ لات ٹانگ اڑائے گا نہ منات نہ عزیٰ نہ ہبل کوئی بھی نزدیک نہیں آئے گا حالانکہ دنیا میں ان کو نذرانے دیئے، چڑھاوے چڑھائے طواف کئے چراغ جلائے بہت کچھ کیا مگر کوئی بھی سامنے نہیں آئے گا۔

مشرکین کا اعتراض کی نیت سے قرآن سننا :

وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّسۡتَمِعُ اِلَيۡكَ اور بعض ان میں سے ہیں جو کان رکھتے ہیں آپ ﷺ کی طرف۔ عربی لوگ تھے قرآن کریم بھی عربی زبان میں آنحضرت ﷺ تلاوت فرماتے تو سنتے اور سمجھتے تھے۔ البتہ بعض مرتبہ سمجھانے کی ضرورت بھی پیش آتی تھی اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا...... وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وہ ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے تو آپ ﷺ مجمل کی تفسیر بھی کرتے تھے بعض مشرک آپ ﷺ کی مجلس میں اوّل تا آخر بیٹھتے آپ ﷺ کا بیان سنتے تھے مگر مانتے نہیں تھے کیونکہ سمجھنے کی غرض سے نہیں سنتے تھے بلکہ اس لئے سنتے تھے کہ ہمیں کوئی اعتراض کی چیز مل جائے۔

مشرکین کا ایک اور اعتراض :

چنانچہ چھٹے پارے میں آپ حضرات نے یہ پڑھا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے یہ آیت کریمہ پڑھی حُرِّمَتۡ عَلَيۡكُمُ الۡمَيۡتَةُ وَالدَّمُ کہ تم پر مردار اور خون حرام کر دیا گیا ہے یعنی وہ جانور جس کو تم ذبح نہ کر سکو اور وہ مر جائے تو تم پر حرام ہے تو ان کا ناخن اڑ گیا کہ بات کرنے کا موقع مل گیا اور اس کی بڑی تشہیر کی کہ ہم محمد ﷺ کا درس سن کے آئے ہیں اس نے کہا ہے کہ جس کو رب مارے وہ حرام ہے اور جس کی جان تم خود نکالو، ذبح کر دو وہ حلال ہے۔ دیکھو گیت تو رب کے گاتے ہیں کہ ہم رب تعالیٰ کے بندے ہیں اور اس کے مارے ہوئے کو حرام کہتے ہیں۔ تو یہ شوشہ انہوں نے چھوڑا۔

جواب :

اس کا جواب یہ ہے کہ جو خود بخود مرتا ہے اس کو رب مارتا ہے اور جس کو ہم ذبح کرتے ہیں اس کو بھی رب ہی مارتا ہے مگر جس جانور کو ذبح کیا جاتا ہے بسم اللہ، اللہ اکبر کہہ کر تو وہ رب تعالیٰ کے نام کی برکت سے حلال اور پاک ہو جاتا ہے۔ اور جو جانور پرندہ خود بخود مر گیا وہ اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت سے محروم ہو کر حرام ہو گیا اتنی بات ان کو

سمجھ نہیں آتی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اور ڈال دیئے ہیں ہم نے ان کے دلوں پر پردے۔ اَكِنَّةً، كِنَانٌ کی جمع ہے ''کنان'' پردے کو کہتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے۔ اَنْ يَّفْقَهُوْهُ اس بات سے کہ وہ اس قرآن کو سمجھیں وَفِيْ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا اور ان کے کانوں میں ڈاٹ چڑھا دیئے وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ اور اگر وہ دیکھیں ہر قسم کی نشانی لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا نہیں ایمان لائیں گے اس پر۔ یعنی ہر قسم کی نشانی معجزہ دیکھیں قرآن کریم کی آیت سنیں ایمان نہیں لائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر غلاف چڑھا دیئے ہیں اور کانوں میں ڈاٹیں چڑھا دی ہیں۔

دلوں پر پردے اور کانوں میں ڈاٹیں لگانے کا مطلب :

سطحی قسم کے لوگ جن کو صحیح معنیٰ میں قرآن کریم کی سمجھ نہیں ہے وہ ایسی آیتوں سے مغالطے میں پڑ جاتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کے ہدایت کے تمام راستے بند کر دیئے ہیں تو اب اگر وہ ایمان نہیں لائیں تو اس میں ان کا کیا قصور ہے؟ لہٰذا بات اچھی طرح سمجھ لیں۔ اور پہلے بھی سمجھا چکا ہوں چوبیسواں پارہ سورہ حم سجدہ کی آیت نمبر ۵ نکالو وَقَالُوْا اور کہا ان کافروں نے قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ ہمارے دل پردوں میں ہیں اس چیز سے جس چیز کی طرف آپ بلاتے ہیں۔ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ ہے۔ وَّمِنْ ۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ اور ہمارے درمیان اور آپ کے درمیان پردہ ہے ہم تجھے اس آنکھ سے دیکھنے کے لئے تیار نہیں ہیں جس سے ابوبکرؓ اور عمرؓ دیکھتے ہیں فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ پس آپ اپنا کام کرتے جائیں بے شک ہم اپنا کام کر رہے ہیں۔ دیکھو! ان کافروں نے اپنے ارادے اور اختیار سے اپنے دلوں پر غلاف چڑھا لئے اور کانوں میں ڈاٹ دے لئے اور آنکھوں پر پردے باندھ لئے

ہدایت کے تمام راستے خود بند کر لئے اور اللہ تعالیٰ کا قانون ہے نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی جس طرف کوئی جانا چاہتا ہے ہم اس کو اس طرف پھیر دیتے ہیں تو جب انہوں نے اپنے لئے یہ پسند کیا اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبرؑ کو کہا تو اپنا کام کر ہم اپنا کام کریں گے ہم تیری بات سننے کے لئے تیار نہیں، تجھے دیکھنے کے لئے تیار نہیں، تیری بات ہمارے دلوں تک نہیں پہنچ سکتی تو پھر اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے دلوں پر غلاف چڑھا دیئے، کانوں میں ڈاٹیں اور آنکھوں پر پردے ڈال دیئے۔ ایسا نہیں ہے کہ پہلے قدم پر ہی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر غلاف چڑھا دیئے کانوں میں ڈاٹیں اور آنکھوں پر پردے ڈال دیئے کہ کوئی اعتراض کر سکے کہ جب رب تعالیٰ نے ہی پردے ڈال دیئے ہیں تو اب بندہ کیا کر سکتا ہے۔ رب تعالیٰ نے تو اختیار دیا ہے، فرمایا......

ایمان یا کفر کا انتخاب آدمی کے اختیار میں :

فَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ (پارہ : ۳۰) ہم نے دونوں راستوں کی راہنمائی کی ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے پھر کفر اور ایمان میں سے جس چیز کو اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس کی توفیق دے دے گا جبراً اور قہراً اللہ تعالیٰ کسی کو نہ گمراہ کرتا ہے اور نہ ہدایت دیتا ہے جب کوئی ارادہ اور نیت کرتا ہے تو اس کے مطابق توفیق ملتی ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ قوم اپنی حالت خود نہ بدلے علامہ اقبال مرحوم نے کہا ہے ۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال اپنی حالت بدلنے کا

رب تعالیٰ نے ان پر جبر نہیں کیا بلکہ انہوں نے خود اس کو پسند کیا اللہ تعالیٰ نے بھی

غلاف چڑھا دیئے ہیں، ڈاٹیں اور پردے ڈال دیئے ہیں لہٰذا اب یہ جتنی نشانیاں دیکھ لیں ایمان نہیں لائیں گے۔

قرآن کے بارے میں مشرکین کے خیالات :

حَتّٰی اِذَا جَآءُوْکَ یہاں تک کہ وہ جب آپ کے پاس آتے ہیں یُجَادِلُوْنَکَ تو جھگڑا کرتے ہیں آپ کے ساتھ، کیا کہتے ہیں؟ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا کہتے ہیں وہ لوگ جو کافر ہیں اِنْ ھٰذَآ نہیں ہے یہ قرآن کریم اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ مگر کہانیاں پہلے لوگوں کی۔ اَسَاطِیْر جمع ہے اُسْطُوْرَۃٌ کی اور اُسْطُوْرَۃٌ کے معنٰی ہیں کہانی، قصہ، ناول، کہتے تھے کہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔ بے شک قرآن کریم میں پہلے لوگوں کے قصے واقعات ہیں حضرت آدمؑ کا واقعہ ہے حضرت نوحؑ کا واقعہ ہے ہودؑ، صالحؑ، لوطؑ، موسیٰؑ اور دیگر پیغمبروں کے واقعات ہیں اسی طرح قرآن پاک میں فرعون اور دیگر مجرموں کے واقعات بھی ہیں مگر یہ محض قصے نہیں ہیں بلکہ ان میں نصائح اور عبرتیں ہیں کافر اور کیا کام کرتے تھے فرمایا......

مشرکین کا دوسرا کام :

وَھُمْ یَنْھَوْنَ عَنْہُ اور وہ اس سے روکتے ہیں وَیَنْئَوْنَ عَنْہُ اور خود بھی دور ہوتے ہیں "نَاْیٌ" کے معنٰی ہیں دور ہونا۔ خود بھی قرآن سے دور ہوتے ہیں بھاگتے ہیں اور دوسروں کو بھی منع کرتے ہیں چوبیسویں پارے میں آتا ہے۔ وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اور کہا کافروں نے لَا تَسْمَعُوْا لِھٰذَا الْقُرْاٰنِ اس قرآن کو نہ سنو وَالْغَوْا فِیْہِ اور جب یہ قرآن پڑھیں تو شور مچاؤ لَعَلَّکُمْ تَغْلِبُوْنَ تاکہ تم غالب آجاؤ اِنْ یُّھْلِکُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَھُمْ اور نہیں وہ ہلاک کرتے مگر اپنی جانوں کو کیونکہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں اس کا وبال تو ان کی جانوں پر پڑے گا وَمَا یَشْعُرُوْنَ اور نہیں سمجھتے وہ ان کو شعور ہی نہیں ہے

کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں اس کا انجام کیا ہے؟۔

مشرکین کا انجامِ بد :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں آج تو یہ باتیں کرتے ہیں اور حرکتیں کرتے ہیں وَلَوْ تَرٰی اور اگر دیکھیں آپ اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ جب کھڑے کیے جائیں گے آگ پر۔ پہلے دوزخ کے کنارے کھڑا کر کے ان کو دوزخ کا منظر دکھایا جائے گا پھر فرشتے دھکا مار کر دوزخ میں پھینک دیں گے تو جس وقت ان کو دوزخ کے کنارے کھڑا کیا جائے گا فَقَالُوْا پس وہ کہیں گے يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ ہائے افسوس ہم پر ہم لوٹائے جائیں وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا اور نہ جھٹلائیں ہم اپنے رب کی آیتوں کو وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اور ہو جائیں ہم ایمان لانے والوں میں سے۔ مگر

؎ اب پچھتائے کیا ہوت
جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

دوبارہ دنیا میں کسی نے نہیں آنا جو کچھ کرنا ہے اب کر لو اللہ تعالیٰ سب کو توفیق عطا فرمائے۔

بَلْ بَدَا لَهُم مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ط وَلَوْ
رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ
(٢٨)وَقَالُوْٓا اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ
بِمَبْعُوْثِيْنَ (٢٩)وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ط قَالَ
اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ط قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ط قَالَ فَذُوْقُوا
الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ (٣٠)قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ
كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ حَتّٰى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا
يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا لا وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ
عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ط اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ (٣١)وَمَا الْحَيٰوةُ
الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ط وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ
يَتَّقُوْنَ ط اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (٣٢)قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهُ لَيَحْزُنُكَ
الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ
بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ (٣٣)وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ
قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰٓى اَتٰهُمْ

نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِ الْمُرْسَلِيْنَ (۳۴)

لفظی ترجمہ :

بَلْ بَدَا لَهُمْ بلکہ ظاہر ہوگی ان کے لئے مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ وہ چیز جس کو وہ چھپاتے تھے اس سے پہلے وَلَوْ رُدُّوْا اور اگر بالفرض ان کو دنیا کی طرف لوٹا دیا جائے لَعَادُوْا البتہ لوٹیں گے لِمَا نُهُوْا عَنْهُ اس چیز کی طرف جس سے ان کو منع کیا گیا وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ اور بے شک البتہ وہ جھوٹے ہیں وَقَالُوْا اور کہا انہوں نے اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نہیں ہے یہ ہماری زندگی مگر دنیا کی زندگی وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ اور ہم نہیں اٹھائے جائیں گے وَلَوْ تَرٰى اور اگر دیکھے تو اِذْ وُقِفُوْا جب کھڑے کئے جائیں گے عَلٰى رَبِّهِمْ پروردگار کے سامنے قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ فرمائے گا رب تعالیٰ کیا نہیں ہے یہ قیامت حق قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا کہیں گے کیوں نہیں حق اور قسم ہے ہمارے رب کے حق کی قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ فرمائے گا رب تعالیٰ پس چکھو تم عذاب بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ اس لئے کہ تم کفر کرتے تھے قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ تحقیق گھاٹے میں پڑے وہ لوگ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ جنہوں نے جھٹلایا اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو حَتّٰى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ یہاں تک کہ جب آئے گی ان کے پاس قیامت بَغْتَةً اچانک قَالُوْا کہیں گے يٰحَسْرَتَنَا ہائے افسوس ہم پر عَلٰى مَا

فَـرَّطْـنَـا فِيهَـا اس چیز پر جو ہم نے کوتاہی کی قیامت کے بارے میں وَهُـمْ يَـحْـمِـلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ اور وہ اٹھائیں گے اپنے بوجھ عَـلٰـى ظُهُوْرِهِمْ اپنی پشتوں پر اَلَا سَـآءَ مَـا يَـزِرُوْنَ خبردار برا ہوگا وہ بوجھ جس کو وہ اٹھائیں گے وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اور نہیں ہے دنیا کی زندگی اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ مگر کھیل اور تماشا وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ اور گھر آخرت کا خَيْرٌ بہتر ہے لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ان لوگوں کے لئے جو رب تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اَفَلَا تَـعْـقِلُوْنَ کیا تم سمجھتے نہیں قَـدْ نَـعْلَمُ تحقیق ہم جانتے ہیں اِنَّـــهٗ لَـيَـحْزُنُكَ الَّذِيْ بے شک شان یہ ہے البتہ پریشان کرتی ہے آپ کو وہ چیز يَـــــقُـوْلُوْنَ جو وہ کہتے ہیں فَـاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ پس بے شک وہ نہیں جھٹلاتے آپ کو وَلٰـكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ اور لیکن ظالم بِاٰيٰتِ اللّٰـهِ يَجْحَدُوْنَ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں وَلَـقَدْ كُـذِّبَتْ رُسُلٌ اور البتہ تحقیق جھٹلائے گئے کئی رسول مِّنْ قَبْلِكَ آپ سے پہلے فَصَبَرُوْا پس انہوں نے صبر کیا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا اس کارروائی پر جس میں ان کی تکذیب کی گئی وَاُوْذُوْا اور ان کو تکلیف پہنچائی گئی حَتّٰـى اَتٰاهُمْ نَصْرُنَا یہاں تک کہ آ گئی انکے پاس ہماری مدد وَلَا مُبَـدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ اور کوئی نہیں بدل سکتا اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو وَلَقَدْ جَآءَكَ اور البتہ تحقیق آئے ہیں آپ کے پاس مِنْ نَّـبَاِ الْمُرْسَلِيْنَ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کے۔ لات۔

مشرکین کا عذاب پر حسرت و یاس :

کل کے سبق میں آپ نے پڑھا اور سنا وَلَوْ تَرٰی اور اگر دیکھیں آپ اِذْ وُقِفُوْا عَلَی النَّارِ جب کھڑے کیے جائیں گے آگ پر فَقَالُوْا پس کہیں گے یٰلَیْتَنَا نُرَدُّ ہائے افسوس ہم پر ہم لوٹائے جائیں وَلَا نُکَذِّبَ بِاٰیٰتِ رَبِّنَا اور نہ جھٹلائیں ہم اپنے رب کی آیتوں کو وَنَکُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اور ہو جائیں ہم ایمان لانے والوں میں سے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں نہ تو یہ مومن بنیں گے اور نہ ہی ان کو واپس لوٹایا جائے گا۔ بَلْ بَدَا لَهُمْ بلکہ ظاہر ہوگی ان کے لئے مَّا کَانُوْا یُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ وہ چیز جس کو وہ چھپاتے تھے اس سے پہلے۔

مشرکین کا وقت بعثت شرمندگی :

اس سے پہلے پارے میں آتا ہے کہ ابتداءً جب ان کو قبروں سے اٹھایا جائے گا تو خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ ان کی نگاہیں پست ہوں گی شرمندگی کی وجہ سے اور پست نگاہوں سے دیکھیں گے کہ دنیا میں ایمان والے جو ہمیں ایمان کی دعوت دیتے تھے وہ ہمیں دیکھ رہے ہیں یا نہیں؟۔ فطری بات ہے کہ شکست خوردہ اپنے حریف سے شرمندہ ہوتا ہے وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ اور وہ اپنی شرمندگی کو چھپائیں گے شروع، شروع میں تاکہ ہمارے دشمن پر ہماری کمزوری ظاہر نہ ہو لیکن وہ اس ندامت کو کب تک چھپائیں گے بالآخر ظاہر ہو جائے گی واویلا کریں گے شور مچائیں گے ایک دفعہ ہمیں واپس بھیج دیا جائے تو ہم مومن ہوں گے اور رب تعالیٰ کی آیتوں کو نہیں جھٹلائیں گے رب تعالیٰ فرماتے ہیں......

وَلَوْ رُدُّوْا اور اگر بالفرض ان کو دنیا کی طرف لوٹا دیا جائے لَعَادُوْا البتہ لوٹیں گے لِمَا نُهُوْا عَنْهُ اس چیز کی طرف جس سے ان کو منع کیا گیا وہی کچھ کریں گے جو کچھ پہلے کرتے رہے ہیں اور روکنے کے باوجود باز نہیں آتے تھے۔ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ اور بے شک

البتہ وہ جھوٹے ہیں۔اس بات میں کہ ہمیں دنیا میں لوٹا دیا جائے تو ہم ایمان لائیں گے یہ اتنے سخت دل ہیں کہ اگر ان کو دنیا کی طرف لوٹا بھی دیا جائے تو ایمان نہیں لائیں گے دور جانے کی ضرورت نہیں دنیا میں ہی دیکھ لیں۔

مشکل وقت میں یادِ خدا :

ماشا (ہم لوگ) جب بیمار ہوتے ہیں اور بیماری لمبی ہو جاتی ہے اور زندگی سے ناامید ہو جاتے ہیں تو رب تعالیٰ سے دعائیں کرتے ہیں کہ پروردگار صحت عطا فرمادے نمازیں پڑھیں گے روزے رکھیں گے نیکی کے کام کریں گے برائی کے قریب نہیں جائیں گے پھر جب اللہ تعالیٰ صحت عطا کر دیتے ہیں تو دماغ بگڑ جاتا ہے۔اور اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا کوئی وعدہ بھی یاد نہیں رہتا۔نہ نماز نہ روزہ، نہ کوئی اور نیکی اسی بندے نے اگلے جہاں جانا ہے اس لئے فرمایا کہ یہ جھوٹ بول رہے ہیں کہ ہم مومن ہو جائیں گے۔

مشرکین کا ایک اور شوشہ :

انہوں نے ایک اور شوشہ چھوڑا وَقَالُوْا اور کہا انہوں نے اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نہیں ہے یہ ہماری زندگی مگر دنیا کی زندگی وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ اور ہم قبروں سے نہیں اٹھائے جائیں گے۔بڑی سختی کے ساتھ قیامت کا انکار کرتے تھے کہتے تھے هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ (پارہ : ۱۸)۔بعید ہے بعید ہے وہ چیز کہ جس کا تمہارے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے کہ مر کر دوبارہ زندہ ہو گے اور یہ بھی کہتے تھے مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ (سورۃ یٰسین)۔ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا اور سورۃ واقعہ میں ہے کہتے تھے اَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا کیا جب ہم مر گئے اور مٹی ہو گئے اور ہڈیاں ءَ اِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ کیا البتہ ہم پھر اٹھائے جائیں گے اور سورۃ ق میں یہ

جملہ بھی ہے ذٰلِکَ رَجْعٌ بَعِیْدٌ یہ دوبارہ لوٹنا دور کی بات ہے۔

مشرکین کا رب تعالیٰ کے سامنے کھڑا کیا جانا :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... وَلَوْ تَرٰی اِذْ وُقِفُوْا اور اگر دیکھے تو جب کھڑے کیے جائیں گے عَلٰی رَبِّهِمْ پروردگار کے سامنے بچی عدالت میں۔ قَالَ اَلَیْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ فرمائے گا رب تعالیٰ کیا نہیں ہے یہ قیامت حق یہ اٹھنا حق ہے کہ نہیں؟ دوبارہ زندگی ملی ہے کہ نہیں؟ تم تو کہتے تھے کہ ہمیں دوبارہ نہیں اٹھایا جائے گا۔ قَالُوْا بَلٰی وَرَبِّنَا کہیں گے کیوں نہیں حق اور قسم ہے ہمارے رب کی حق ہے دنیا میں تو بڑے زور دار الفاظ کے ساتھ انکار کرتے تھے قَالَ رب تعالیٰ فرمائیں گے کہ جب یہ حق ہے تو فَذُوْقُوا الْعَذَابَ فرمائے گا رب تعالیٰ پس چکھو تم عذاب بِمَا کُنْتُمْ تَکْفُرُوْنَ اس لئے کہ تم کفر کرتے تھے۔ اگر دنیا میں ایمان لے آتے اور آخرت کی تیاری کرتے تو آج عذاب سے بچ سکتے تھے۔ مگر اب نہیں قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ تحقیق گھاٹے میں پڑے وہ لوگ کَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ جنہوں نے جھٹلایا اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو یعنی قیامت کو جھٹلایا۔

مرنے کے ساتھ ہی قیامت کا شروع ہو جانا :

ساتھیو! قیامت ضرور آئے گی اس کو سامنے رکھ کر زندگی گزارو اور آنکھیں بند ہونے کے ساتھ ہی قیامت کی ابتدا ہو جاتی ہے مَنْ مَّاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِیَامَتُهٗ جو مرا اس کی قیامت قائم ہو گئی فرشتے بھی نظر آئیں گے جنت دوزخ بھی نظر آئے گی اور اگلے جہاں کی تمام چیزیں نظر آئیں گی اور جب بڑی قیامت قائم ہو گی اس وقت کیا کیفیت ہو گی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں..... حَتّٰی اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً یہاں تک

کہ جب آئے گی ان کے پاس قیامت اچانک۔

قیامت کا ہولناک منظر :

احادیث میں آتا ہے کہ لوگ اپنے اپنے دنیا کے کاموں میں مصروف ہوں گے کہ اچانک قیامت قائم ہو جائے گی مثلاً ایک آدمی کپڑا خریدنے کے لئے دکان پر جائے گا دکان دار اس کو تھان کھول کر دکھائے گا یہ پسند کرے گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی گاہک پیسے نہیں دے سکے گا اور وہ کپڑا نہیں لپیٹ سکے گا۔ فرمایا ایک آدمی دودھ، دوھ کر لائے گا گھر والوں کے حوالے کرے گا ان کو پینا نصیب نہیں ہوگا کہ بگل بجا دیا جائے گا۔ لقمہ منہ میں ڈالے گا نگل نہیں سکے گا کہ قیامت برپا ہو جائے گی پینے کے لئے پانی منہ میں ڈالے گا حلق سے نیچے نہیں اتار سکے گا قیامت قائم ہو جائے گی۔ گھر میں داخل ہونے کے لئے ایک پاؤں دروازے کے اندر رکھے گا دوسرا پاؤں اندر نہیں رکھ سکے گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی یہ اجتماعی قیامت کی بات ہے کہ شرقاً غرباً شمالاً جنوباً کوئی اللہ تعالیٰ کی مخلوق نہیں بچے گی۔ سب پر قیامت قائم ہو جائے گی یہاں تک کہ صور پھونکنے والا فرشتہ بھی مر جائے گا وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ اور تیرے رب کی ذات باقی رہے گی جو ذوالجلال والاکرام ہے جب قیامت قائم ہو جائے گی تو قَالُوا کہیں گے يَٰحَسْرَتَنَا ہائے افسوس ہم پر عَلَىٰ مَا فَرَّطْنَا فِيهَا اس چیز پر جو ہم نے کوتاہی کی قیامت کے بارے میں۔

''افراط وتفریط'' کی تحقیق :

عربی زبان کے دو مشہور الفاظ ہیں افراط اور تفریط۔ افراط باب افعال سے ہے اس کا معنیٰ ہے زیادتی اور تفریط باب تفعیل سے ہے اس کا معنیٰ ہے کوتاہی تو معنیٰ بنے گا

افسوس ہمارے اوپر اس چیز پر جو ہم نے قیامت کے بارے میں کوتاہی کی۔ اس کا انجام سامنے ہے۔ وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ اور وہ اٹھائیں گے اپنے بوجھ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ اپنی پشتوں پر۔

خیانت کا بدترین انجام :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ''محصلین زکوٰۃ'' کو فرمایا جو زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بھیجے جاتے تھے کہ یاد رکھنا! تم میں سے جس نے خیانت کی تو اس کا بوجھ قیامت والے دن اٹھائے گا اگر بکری چرائی تو وہ اس کے کندھے پر ہوگی اور اونٹ چرایا تو وہ اس کی پیٹھ پر ہوگا، گائے، بیل، چرایا تو وہ اس کی پیٹھ پر ہوں گے اور ہر جانور اپنی اپنی آواز نکال رہا ہوگا اور یہ اس کو میدانِ محشر میں اٹھائے پھرے گا۔

حضرت ابو ہریرہؓ کا حدیث پر اشکال کا جواب :

حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک مسخرے آدمی نے کہا کہ حضرت تم یہ حدیث سناتے ہو کہ جس آدمی نے جو چیز چرائی وہ اس کی پیٹھ پر ہوگی اگر ایک آدمی پانچ اونٹ چراتا ہے تو پانچ اونٹ اس مختصری پیٹھ پر کس طرح آئیں گے یا سو بکریاں چراتا ہے تو وہ اس کی پیٹھ پر کس طرح آئیں گی یا لوگ دوسروں کی زمین غصب کر لیتے ہیں تو مربع دو مربع زمین اس کی پیٹھ پر کس طرح آئے گی یا کوئی ظالم کسی کا مکان یا کوٹھی غصب کر لیتا ہے تو وہ ان کو پیٹھ پر کس طرح اٹھائے گا؟

حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ احادیث کا انکار نہ کر اور کان کھول کر سن لے یہ حدیث تو نے سنی ہے؟۔ کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مجرم کو اتنا چوڑا کر دیا جائے گا کہ تین دن تک تیز رفتار گھوڑا دوڑایا جائے تو دائیں کندھے سے بائیں کندھے تک نہ پہنچ

سکے گا کہنے لگا سنی ہے۔ فرمایا پھر تو خود سمجھ لے کہ جب اتنا چوڑا کر دیا جائے گا تو کتنی چیزیں اس پر آ جائیں گی اور یہ بھی سنا ہے کہ بعض مجرم اتنے بڑے بنا دیئے جائیں گے کہ ان کے بیٹھنے کی جگہ اتنی ہوگی کہ جتنی جگہ پر احد پہاڑ پھیلا ہوا ہے اور یہ بھی سنا ہے یا نہیں کہ بعض مجرموں کی ڈاڑھیں اتنی بڑی ہوں گی کہ احد پہاڑ کے برابر ایک دانت ہوگا فرمایا یاد رکھو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہو یا آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہو آنکھیں بند کر کے تسلیم کر لو عقل پر نہ تو لو۔

احوالِ برزخ کو عقل سے نہیں پرکھا جا سکتا :

متعدد بار عرض کر چکا ہوں کہ ہم اگر ان چیزوں کو عقل سے سمجھنا چاہیں تو نہیں سمجھ سکتے۔ ہماری عقلیں کمزور ہیں۔ بھلا عقل یہ بات مان سکتی ہے کہ دودھ کی نہریں بارہ مہینے چلتی رہیں اور دودھ خراب نہ ہو یہاں تو دودھ دو تین گھنٹے باہر رکھ دو تو خراب ہو جاتا ہے۔ اور وہاں درخت اتنے بڑے ہوں گے کہ تیز رفتار گھوڑا سو سال تک دوڑتا رہے تو اس کے سائے کو طے نہیں کر سکے گا عقل یہ بات کس طرح تسلیم کر سکتی ہے کہ دوزخ کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز بھی ہو اور اس میں سانپ بچھو بھی ہوں آدمی بھی رہیں سزا بھگتیں چیخیں ماریں اور مریں بھی نہیں۔ ہماری سمجھ میں تو نہیں آ سکتا۔ لہٰذا آنحضرت ﷺ کے فرمان کو آنکھیں بند کر کے تسلیم کرو تو جس نے جو بھی اور جس طرح کی بھی خیانت کی ہوگی قیامت والے دن پیٹھ پر اٹھا کے آئے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... اَلَا سَآءَ مَا یَزِرُوْنَ خبردار برا ہوگا وہ بوجھ جس کو وہ اٹھائیں گے وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا اور نہیں ہے دنیا کی زندگی اِلَّا لَعِبٌ وَّلَھْوٌ مگر کھیل اور تماشا۔

''لہو ولعب'' کی تحقیق :

لہو بے مقصد چیز کو کہتے ہیں اور لعب اسے کہتے ہیں جو انسان کو مشغول کردے۔ مثلاً بچے تماشا کرتے ہیں کہ کوئی بادشاہ بن جاتا ہے کوئی وزیر بن جاتا ہے کوئی چور بن جاتا ہے کوئی تھانیدار اور کوئی جج بن جاتا ہے پس یہ تھوڑی دیر کے لئے شغل ہوتا ہے اور حاصل کچھ نہیں ہوتا اسی طرح دنیا کی زندگی بھی کھیل تماشا ہے اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے۔ کفار تو یہ کہتے تھے کہ دنیا کی زندگی کے سوا کوئی زندگی ہی نہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ فانی زندگی حیات اخروی کے مقابلہ میں محض ہیچ اور بے حقیقت ہے یہاں کی زندگی کے صرف ان ہی لمحات کو زندگی کہا جاسکتا ہے جو آخرت کی درستگی میں خرچ کئے جائیں بقیہ تمام اوقات جو آخرت کی فکر و تیاری سے خالی ہوں ایک عاقبت اندیش کے نزدیک لہو ولعب سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے پرہیزگار اور سمجھ دار لوگ جانتے ہیں کہ اصل گھر آخرت کا گھر اور ان کی حقیقی زندگی آخرت کی زندگی ہے۔ فرمایا...... وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ اور گھر آخرت کا خَيْرٌ بہتر ہے لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ان لوگوں کے لئے جو رب تعالیٰ سے ڈرتے ہیں متقی پرہیزگار۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا تم اتنی موٹی بات بھی نہیں سمجھتے حقیقت اور کھیل میں تم فرق نہیں سمجھتے۔ باقی رہنے والی اور فنا ہونے والی زندگیوں میں بڑا فرق ہے عارضی چیز اور ہوتی ہے دائمی اور ہوتی ہے آگے اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو تسلی دیتے ہیں......

اللہ تعالیٰ کا آپ ﷺ کو تسلی دینا :

فرمایا...... قَدْ نَعْلَمُ تحقیق ہم جانتے ہیں اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ بے شک شان یہ ہے البتہ پریشان کرتی ہے آپ کو وہ چیز يَقُوْلُوْنَ جو وہ کہتے ہیں کہ توحید کا انکار

کرتے ہیں، رسالت کا انکار کرتے ہیں۔ فَاِنَّھُمْ لَا یُکَذِّبُوْنَکَ پس بے شک وہ نہیں جھٹلاتے آپ کو وَلٰکِنَّ الظّٰلِمِیْنَ اور لیکن ظالم بِاٰیٰتِ اللّٰہِ یَجْحَدُوْنَ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔ آپ ﷺ کو تو سارے ہی امین اور صادق کہتے ہیں۔ آپ ﷺ کے وہ دشمن جو سارا دن لاٹھیاں لے کر آپ ﷺ کے پیچھے پھرتے تھے وہ بھی امانتیں آپ کے پاس رکھتے تھے اور کہتے تھے کہ ہماری امانتیں اسی کے گھر محفوظ رہ سکتی ہیں ہجرت والی رات بھی آپ کے گھر لوگوں کی امانتیں موجود تھیں تو وہ لوگ آپ ﷺ کی ذات کے قائل تھے وہ آپ ﷺ کو نہیں جھٹلاتے تھے۔

حضور ﷺ کو قریبی عزیزوں کو ڈرانے کا حکم :

نبوۃ کے پانچویں سال جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ اور آپ (ﷺ) اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیں کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جاؤ۔ تو آنحضرت ﷺ نے صفا پہاڑی کی چٹان پر کھڑے ہو کر سفید چادر ہلائی کیونکہ اس زمانے میں یہ خطرے کا الارم ہوتا تھا تیزی سے لوگ جمع ہو گئے جن میں عورتیں مرد، بچے، بوڑھے، جوان سب شامل تھے تیزی کے ساتھ جمع ہونے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ان دنوں میں مکہ مکرمہ میں ایک افواہ گردش کر رہی تھی کہ سراقہ بن مالک کنعانی جو ایک قبیلے کا سردار تھا اور مکہ والوں سے اس کی مخالفت تھی وہ حملہ کرنے والا ہے۔

کفار کا آپ ﷺ کے بارے میں ''صادق اور امین'' کی گواہی دینا:

بہر حال جب لوگ جمع ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں یہ کہوں کہ پہاڑ کے دامن میں فوج ہے اور تم پر حملہ کرنا چاہتی ہے تو کیا میری بات مان لوگے سب نے کہا مَا جَرَّبْنَاکَ اِلَّا صَادِقًا ہم نے آج تک آپ سے سچ ہی سنا ہے اور یہ الفاظ بھی آتے

ہیں مَا جَرَّبْنَا عَلَیْکَ کَذِبًا قَطُّ ہم نے آپ (ﷺ) کی زبان سے جھوٹ کبھی نہیں سنا اگر ہمیں لشکر نظر نہ آیا تو ہم کہیں گے ہماری نگاہیں خطا کر گئی ہیں آپ کی زبان سچی ہے یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب آپ کی عمر مبارک پینتالیس سال تھی چالیس سال نبوت سے پہلے کے اور پانچ سال نبوۃ کے بعد کے کہ آپ کو صادق اور امین ہی مانتے تھے تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ تیری ذات کو نہیں جھٹلاتے بلکہ یہ ظالم اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلاتے ہیں۔

بدترین دشمن ابو جہل کا بھی معترف ہونا :

مستدرک حاکم حدیث کی کتاب ہے اور مسند احمد بھی حدیث کی کتاب ہے ان دونوں کتابوں میں یہ روایت موجود ہے کہ ابوجہل جو آپ ﷺ کا سب سے بڑا دشمن تھا اس نے کہا یَامُحَمَّدُ (ﷺ) لَا نُکَذِّبُکَ وَلٰکِنْ نُکَذِّبُ الَّذِیْ جِئْتَ بِہٖ اے محمد! (ﷺ) ہم تجھے جھوٹا نہیں کہتے لیکن آپ جو کچھ لے کر آئے ہیں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اس کو جھٹلاتے ہیں یہ جو آپ کہہ رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے کوئی معبود نہیں ہے یہ جھوٹ ہے (معاذ اللہ تعالیٰ) چنانچہ قرآن کریم میں آتا ہے اِنَّھُمْ کَانُوْٓا اِذَا قِیْلَ لَھُمْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یَسْتَکْبِرُوْنَ (پارہ : ۲۳ ، رکوع : ۶)۔ بے شک یہ لوگ کہ جب ان کے سامنے کہا جاتا ہے لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ تو تکبر کرتے ہیں ٹھکرا دیتے ہیں، یہ بھی کہتے تھے اَجَعَلَ الْاٰلِھَۃَ اِلٰـھًا وَّاحِدًا (پارہ : ۲۳ ، رکوع : ۱۰)۔ کیا کر دیا ہے اس نے تمام معبودوں کو ایک معبود اس نے سارے مشکل کشا حاجت روا فریاد رس ختم کر دیئے ہیں۔ اِنَّ ھٰـذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ یہ ایک عجیب چیز ہے کہ اکیلا خدا تمام کام کرتا ہے۔ تو یہ مسئلہ توحید سے قیامت سے اور رسالت کے مسئلہ سے بدکتے ہیں

آپ ﷺ کی ذات کے قائل تھے۔

اللہ رب العزت کا آپ ﷺ کو تسلی دینا :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کے جھٹلانے سے آپ رنجیدہ خاطر نہ ہوں۔ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِنْ قَبْلِكَ اور البتہ تحقیق جھٹلائے گئے کئی رسول آپ سے پہلے فَصَبَرُوا عَلَى مَا كُذِّبُوا پس انہوں نے صبر کیا اس کارروائی پر جس میں ان کی تکذیب کی گئی۔ صرف ان کی تکذیب ہی نہیں کی گئی بلکہ وَأُوذُوا اور ان کو تکلیف پہنچائی گئی وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ حَقٍّ اور انہوں نے نبیوں کو ناحق قتل کیا۔ زکریاؑ، یحییٰؑ، شعیاؑ کو ظالموں نے شہید کر دیا۔

حَتَّى أَتَاهُمْ نَصْرُنَا یہاں تک کہ آ گئی ان کے پاس ہماری مدد وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ اور کوئی نہیں بدل سکتا اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو وہی ہوگا جو رب تعالیٰ کو منظور ہوگا وَلَقَدْ جَاءَكَ اور البتہ تحقیق آئے ہیں آپ کے پاس مِنْ نَبَإِ الْمُرْسَلِينَ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کے کچھ حالات کہ ان کو بھی لوگوں نے جھٹلایا اور اذیت دی لہٰذا ان کی باتوں پر صبر کرو برداشت کرو کہ دنیا میں یہ ہوتا رہا ہے وہ اپنا کام کرتے ہیں آپ ﷺ اپنا کام کریں۔

وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ(۳۵) اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ؕ وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ (۳۶)وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (۳۷)وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ؕ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ (۳۸)وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِي الظُّلُمٰتِ مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ ؕ وَمَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ(۳۹)

لفظی ترجمہ :

وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اور اگر ہے شاق آپ پر اِعْرَاضُهُمْ ان

لوگوں کا اعراض کرنا فَاِنِ اسْتَطَعْتَ پس اگر آپ طاقت رکھتے ہیں اَنْ تَبْتَغِیَ کہ تلاش کرلیں نَفَقًا فِی الْاَرْضِ سرنگ زمین میں اَوْ سُلَّمًا فِی السَّمَآءِ یا سیڑھی آسمان میں فَتَاْتِیَهُمْ بِاٰیَةٍ پس لا کر دیں ان کو کوئی نشانی وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى البتہ جمع کر دے ان کو ہدایت پر فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ پس ہرگز نہ ہوں آپ نادانوں میں سے اِنَّمَا یَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ پختہ بات ہے قبول کرتے ہیں وہ لوگ یَسْمَعُوْنَ جو سنتے ہیں وَالْمَوْتٰى یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ اور مردوں کو اللہ تعالیٰ اٹھائے گا ثُمَّ اِلَیْهِ یُرْجَعُوْنَ پھر اسی کی طرف وہ لوٹائے جائیں گے وَقَالُوْا اور کہا ان لوگوں نے لَوْلَا نُزِّلَ عَلَیْهِ اٰیَةٌ کیوں نہیں اتاری گئی اس پر کوئی نشانی مِّنْ رَّبِّهٖ اس کے رب کی طرف سے قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ بے شک اللہ تعالیٰ قادر ہے عَلٰٓى اَنْ یُّنَزِّلَ اٰیَةً اس بات پر کہ اتار دے کوئی نشانی وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ اور لیکن اکثر ان میں سے لَا یَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ اور نہیں کوئی چلنے والا جانور فِی الْاَرْضِ زمین میں وَلَا طٰٓئِرٍ اور نہ کوئی پرندہ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْهِ جو اڑتا ہے اپنے دونوں پروں کے ساتھ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ مگر وہ بھی امتیں ہیں تمہارے جیسی مَا فَرَّطْنَا فِی الْكِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ ہم نے نہیں کمی کی کتاب کے بیان کرنے میں کسی شئی کی ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ پھر اپنے رب کی طرف یُحْشَرُوْنَ وہ جمع کیے جائیں گے وَالَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا اور وہ

لوگ جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو صُمٌّ وہ بہرے ہیں وَّبُكْمٌ اور گونگے ہیں فِي الظُّلُمٰتِ اندھیروں میں بھٹک رہے ہیں مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ جس کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے يُضْلِلْهُ گمراہ کر دیتا ہے وَمَنْ يَّشَاْ اور جس کو چاہتا ہے يَجْعَلْهُ ڈال دیتا ہے عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ سیدھی راہ پر۔

آیات کا شانِ نزول :

مشرکین مکہ کا ایک بہت بڑا وفد آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جو کہ ان کے سرداروں اور بااثر افراد پر مشتمل تھا ان کو دیکھ کر اور بھی کافی لوگ جمع ہو گئے کہ سردارانِ قریش جمع ہوئے ہیں اس کی کیا وجہ ہے یہ کیا پوچھتے ہیں؟ اور وہ کیا جواب دیتے ہیں؟ مشرکین نے بہت سی باتیں کیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہنے لگے کہ آپ کہتے ہیں میرا تعلق رب تعالیٰ کے ساتھ ہے اور میں اس کا پیغمبر ہوں اور قرآن بھی آپ کے اوپر نازل ہوتا ہے لہٰذا اگر آپ صفا پہاڑ کو سونے کا بنا دیں تو ہم مختلف قبیلوں کے سردار آپ کے پاس بیٹھے ہیں ہم سب آپ کا کلمہ پڑھ لیں گے اور جب ہم مسلمان ہو جائیں گے تو ہماری اولاد اور ہمارے نوکر چاکر بھی سارے مسلمان ہو جائیں گے۔ آنحضرت ﷺ کے دل میں طبعی طور پر یہ خیال آیا کہ رب تعالیٰ کے لئے تو یہ کام کوئی مشکل نہیں ہے وہ چاہے تو دنیا کے تمام پہاڑوں کو سونا بنا دے ہمالیہ کو بنا دے نانگا پربت کو بنا دے جودی پہاڑ کو سونا بنا دے وہ قادرِ مطلق ہے جو چاہے کر سکتا ہے ان کا یہ مطالبہ پورا ہو جائے تو یہ بھی مسلمان ہو جائیں گے اور ان کی نسلیں بھی مومن ہوں گی اور اگر ان کا یہ مطالبہ پورا نہ ہوا تو یہ مزید ضد پر اتر آئیں گے اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ فرمائشی معجزہ صادر کرنا منظور نہ کیا وہ حکیم ہے خبیر ہے علیم ہے وہ بہتر جانتا ہے۔ اس کے کاموں کی

حکمتوں کو ہم نہیں سمجھ سکتے۔ البتہ جن کو رب تعالیٰ نے تھوڑی بہت حکمت عطا فرمائی ہے وہ اپنی سمجھ کے مطابق بعض حکمتیں بیان فرماتے ہیں۔

آئمہ کی فہم وفراست :

چنانچہ امام رازیؒ اور امام غزالیؒ، شاہ ولی اللہؒ جیسے کافی بزرگ گزرے ہیں جن کی فہم وفراست ہم سے بہت زیادہ تھی انہوں نے اور ان کے پیروکاروں نے مشرکین مکہ کے اس مطالبہ کو پورا نہ کرنے کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کا مطالبہ پورا کر دیتے اور صفا کی چٹانیں سونے کی بن جاتیں تو قریب والے لوگ جو وہاں موجود تھے یا اس کے آس پاس کے لوگ تو پیغمبرؑ کی صداقت سمجھتے مگر دور دراز کے لوگ یہ کہتے کہ لوگ جوق در جوق اس لئے مسلمان ہو رہے ہیں کہ اس کے پاس سونا ہے۔ تو پھر قرآن کریم کی خوبی واضح نہ ہوتی اسلام کی حقانیت روشن نہ ہوتی۔ آنحضرت ﷺ کے اخلاقِ حسنہ کا نتیجہ سامنے نہ آتا اور سونے چاندی کے پیچھے تو دنیا دوڑ دوڑ کر جاتی ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو بھوکا بھی رکھا فاقے پر فاقے آئے آنحضرت ﷺ نے بھوک کی وجہ سے پیٹ پر دو پتھر باندھے اگر آپ ﷺ کو پہننے کے لئے نیا جوتا نہیں ملا تو پرانی جوتی اپنے ہاتھ سے گانٹھ کر پہن لی۔ کیونکہ اگر آپ کے پاس دولت کے ڈھیر ہوتے تو کہنے والے کہتے کہ بھائی دولت مند ہے اس لئے لوگ ناشتے کے وقت بھی پہنچتے ہیں روٹی کے وقت بھی پہنچ جاتے ہیں اور دولت مندوں کو لوگ ضرورت کی وجہ سے سلام کرتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ مطالبہ پورا نہ فرمایا کہ صفا پہاڑی سونے کی بن جائے۔ اگرچہ آپ طبعی طور پر چاہتے تھے کہ یہ صنادید قریش (قریش کے سردار) مسلمان ہو جائیں تو اسلام کے لئے مزید دروازے کھل جائیں گے مگر رب تعالیٰ کی حکمتیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تنبیہ فرمائی اور فرمایا...... وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اور اگر ہے شاق آپ پر اِعْرَاضُهُمْ ان لوگوں کا اعراض کرنا فَاِنِ اسْتَطَعْتَ پس اگر آپ طاقت رکھتے ہیں اَنْ تَبْتَغِيَ کہ تلاش کرلیں نَفَقًا فِي الْاَرْضِ سرنگ زمین میں اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ یا سیڑھی آسمان میں فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ پس لا کردیں ان کو کوئی نشانی یعنی اگر آپ کے اختیار میں ہے تو ان کا مطالبہ پورا کردے ہماری حکمت میں نہیں ہے۔

کیا انبیاءؑ مختارِ کل ہوتے ہیں؟ :

دیکھو! اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ہم تو ان کا مطالبہ پورا کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اگر آپ کے بس میں ہے تو ایسا کرلو لیکن آج لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ پیغمبر مختارِ کل ہے ساری کائنات کے اختیارات اس کے پاس ہیں حاشا وکلا کوئی ایسی بات نہیں ہے اللہ تعالیٰ کے اختیارات کسی کے پاس نہیں ہیں۔ اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے کسی کو اپنے اختیارات عطا کئے ہیں۔ پیغمبروں کے پاس اختیارات والا عقیدہ عیسائیوں اور رافضیوں کا ہے۔ اور اسلام کے بالکل مدمقابل ہے۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی شان ہے يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ تمام مخلوق کا خالق بھی وہی ہے اور سارے جہاں کے اختیارات صرف رب تعالیٰ کے پاس ہیں اگر اللہ تعالیٰ کے اختیارات کسی کے پاس ہوتے تو آنحضرت ﷺ کے پاس ہوتے فرمایا............

بالجبر کسی کو مسلمان کرنا حکمت الٰہی کے خلاف ہے :

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى البتہ جمع کر دے ان کو ہدایت پر۔ جبراً قہراً اللہ تعالیٰ سب کو ہدایت دے کر مومن بنا سکتا ہے مگر ایسا کرنا اس کی حکمت کے خلاف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جنوں کو عقل دی ہے اور نیکی

بدی کرنے کی طاقت بھی دی ہے اور نیکی بدی سمجھانے کے لئے پیغمبر بھیجے کتابیں نازل فرمائیں تعلیم دی پھر ہر دور میں حق کی آواز بلند کرنے والے کھڑے کئے خیر و شر کا راستہ بتایا اس کے بعد جو جس طرف جانا چاہے جائے اور اپنے کئے کے مطابق جزا و سزا پائے۔

ضابطہ خداوندی :

اللہ تعالیٰ کا ضابطہ ہے نُوَلِّهٖ مَاتَوَلّٰى (پارہ : ۵) ہم اسے ادھر ہی چلا دیں گے جس راستے پر وہ چلنا چاہے یعنی اس راستے پر چلنے کی طاقت دیں گے فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ (پارہ : ۲۸)۔ پس جب انہوں نے کجروی کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے اور رب تعالیٰ کا یہ بھی قانون ہے وَالَّذِيْنَ جٰهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (پارہ : ۲۱)۔ اور جو لوگ ہماری طرف آنے کی کوشش کرتے ہیں ہم انہیں اپنے راستے دکھا دیتے ہیں۔ رب تعالیٰ نے بندوں کو اختیار دیا ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ (پارہ : ۱۵)۔ جو اپنے ارادہ اور اختیار سے ایمان لانا چاہے ایمان لائے اور جو اپنے ارادہ اور اختیار سے کفر اختیار کرنا چاہے کفر اختیار کرے۔ فَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ہم نے دونوں راستے دکھا دیئے ہیں اگر اللہ تعالیٰ جبراً سب کو مسلمان بنا دے تو پھر بندے کا اختیار تو نہ رہا اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ سب کو جبراً کافر بنا دے تو پھر اختیار تو ختم ہو گیا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بندے کو اختیار دیا ہے بندہ جس طرح کی نیت کرے گا اللہ تعالیٰ اسی طرح کی طاقت عطا کر دیں گے انسان جب تک اپنی حالت خود نہ بدلنا چاہے اللہ تعالیٰ نہیں بدلتے۔ سورۂ رعد میں ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ

خود اپنی حالت نہ بدلیں تو جبراً ہدایت دینے کا مطلب یہ ہوا کہ انسان، انسان نہ رہیں جن، جن نہ رہیں اور ان سے اختیار سلب کر لیا جائے۔ فَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ پس ہرگز نہ ہوں آپ نادانوں میں سے۔ ان مطالبات کی طرف توجہ ہی نہ دیں آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے ذریعے امت کو سمجھایا گیا ہے۔ ہرگز جاہلوں میں سے نہ ہو۔ اِنَّمَا یَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ یَسْمَعُوْنَ پختہ بات ہے قبول کرتے ہیں وہ لوگ جو سنتے ہیں۔ جو قبول کرنے کے لئے سنتے ہیں وہ مانتے ہیں اور محض سننے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ نے کافروں کے بارے میں فرمایا ہے..... صُمٌّ بہرے ہیں بُکْمٌ گونگے ہیں عُمْیٌ اندھے ہیں اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ کافر بہرے، گونگے اور اندھے ہوتے ہیں بلکہ صُمٌّ کا معنیٰ ہے کہ ایسا سننا کہ جس کے بعد وہ قبول کریں حاصل نہیں ہے بُکْمٌ گونگے ہیں۔ حق بات کہنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ عُمْیٌ اندھے ہیں یعنی حق کی نشانیاں نہیں دیکھتے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالْمَوْتٰی یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ اور مردوں کو اللہ تعالیٰ اٹھائے گا ثُمَّ اِلَیْهِ یُرْجَعُوْنَ پھر اسی کی طرف وہ لوٹائے جائیں گے۔

ہر حال میں بعثت کا ہونا :

قیامت کا مسئلہ بھی حق ہے کہ مرنے کے بعد اٹھنا ہے اور رب تعالیٰ کے سامنے پیشی ہے اور جو جس حالت میں مرا ہے اور جہاں مرا ہے اور مرنے کے بعد چاہے دفن کیا گیا ہے یا جلا دیا گیا ہے یا جانور کھا گئے ہیں مچھلیاں کھا گئیں ہیں جہاں بھی ہوگا اٹھے گا اور رب تعالیٰ کے سامنے پیش ہوگا اور قرآن کریم میں قبور کا لفظ بھی آتا ہے وَاَنَّ اللّٰهَ یَبْعَثُ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ (پارہ : ۱۷)۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ سب لوگوں کو قبروں میں ہی اٹھائے گا۔ یہ اہلِ عرب کو سامنے رکھ کر فرمایا کیونکہ قرآن پاک کے اوّلی اور بالذات

مخاطب اہلِ عرب ہیں پھر ساری کائنات ہے اور عرب کے لوگ مردوں کو نہ جلاتے تھے اور نہ پانی میں پھینکتے تھے بلکہ دفن کرتے تھے عیسائی یہودی بھی دفن کرتے تھے اور صائبین بھی دفن کرتے تھے اور ان کی پیروی میں مجوسی جو آگ پرست تھے وہ بھی دفن کرتے تھے اور ہندوستان میں ہندو اور سکھ وغیرہ مردوں کو جلاتے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جن کو آگ میں جلا کر راکھ کر دیا گیا ہے وہ عذاب سے بچ جائیں گے حاشا وکلا ہر گز ایسا نہیں ہے عذاب ثواب سب کو ہوگا۔

ایک گناہگار مسلمان کا واقعہ :

بخاری شریف اور مسلم شریف میں روایت ہے کہ ایک آدمی بڑا گنہگار تھا جس کے متعلق یہاں تک آتا ہے کہ مردوں کے کفن بھی چوری کر لیتا تھا مگر تھا اہلِ توحید اور اہلِ اسلام میں سے پہلی امتوں میں سے۔ جب موت قریب آئی تو اس نے اپنے بیٹوں کو جمع کیا اور کہا کَیْفَ اَبَا لُکُمْ یہ تمہارا باپ کیسا ہے؟۔ بیٹوں نے کہا کہ ہمارے حق میں تو بہت اچھا ہے باپ نے کہا کہ تم مجھے حلف دو کہ جو بات میں نے تمہارے ساتھ کرنی ہے کسی کو نہیں بتاؤ گے اور حلف دو کہ اس پر عمل بھی کرو گے بیٹوں نے قسمیں اٹھائیں تو باپ نے کہا کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا دینا اور ہڈیوں کو پیس کر میری راکھ کچھ ہوا میں اڑا دینا اور کچھ سمندر میں بہا دینا۔ بیٹے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے کہ ہم کس طرح جلائیں گے جب کہ یہاں جلانے کا رواج تو ہے نہیں اور باپ نے ہمیں قسموں کے ساتھ قابو کر لیا ہے۔ بہر حال جب وہ مرا تو بیٹوں نے اس کو جلایا لوگ اکٹھے ہوئے کہ یہ کیا کر رہے ہو بیٹوں نے کہا کہ ہمارے باپ نے وصیت کی تھی ہم نے اس پر عمل کیا ہے آگ جب ٹھنڈی ہوئی تو انہوں نے ہڈیوں کو پیسا اور کچھ راکھ ہوا میں اڑا دی اور کچھ

سمندر میں پھینک دی اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حکم دیا کہ اس کے ایک ایک ذرے کو ضائع ہوئے بغیر جمع کر دے اور سمندر کو حکم دیا کہ اس کے ایک ایک ذرے کو ضائع کئے بغیر جمع کر دے پروردگار نے اپنی قدرت کاملہ سے اچھا بھلا صحیح سالم بندہ بنا کر کھڑا کر دیا اور اس سے پوچھا کہ تو نے یہ کارروائی کیوں کی ہے؟۔ اس نے کہا تیرے ڈر سے اے پروردگار! کہ تو جانتا ہے کہ میں نے نیکی تو کوئی کی نہیں ہے۔ اور ہوں میں بندہ اور بندوں والا کام میں نے کوئی کیا نہیں ہے۔ میں نے سوچا کہ رب تعالیٰ کے سامنے بندہ ہو کر نہ جاؤں بلکہ راکھ ہو کر جاؤں ۔

زندگی بے بندگی شرمندگی

تاکہ رب تعالیٰ کو مجھ پر رحم آجائے اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف کر دیا تو یہ اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے۔

معتزلہ اور عذابِ قبر :

ایک ''معتزلہ'' فرقہ ہے اور وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں انہوں نے یہ شوشہ چھوڑا ہے کہ جس کو مچھلیاں کھا گئیں اسکو کس طرح عذاب ہوتا ہے اور جس کو جلا دیا جائے اس کو کس طرح عذاب ہوتا ہے؟۔ جس کو پرندے کھا جائیں اس کو کس طرح عذاب ہوگا؟۔ تو ان شوشوں سے تو عذابِ قبر نہیں ٹل سکتا۔ معاملہ ہے رب تعالیٰ کے ساتھ اور وہ قادرِ مطلق ہے اس کے لئے کوئی کام مشکل نہیں ہے۔ وَقَالُوْا اور کہا ان لوگوں نے لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ کیوں نہیں اتاری گئی اس پر کوئی نشانی مِّنْ رَّبِّهٖ اس کے رب کی طرف سے۔ ہم اکٹھے ہو کر آئے ہیں کہ رب تعالیٰ سے کہو صفا کو سونا بنا دے اس طرح کی نشانی کیوں نہیں اتاری گئی مخالف کو تو صرف بہانہ چاہیے۔ قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ

بے شک اللہ تعالیٰ قادر ہے عَلٰی اَنْ یُّنَزِّلَ اٰیَۃً اس بات پر کہ اتار دے کوئی نشانی وَلٰکِنَّ اَکْثَرَھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ اور لیکن اکثر ان میں سے نہیں جانتے کہ اگر ہم صفا کو سونا بنا دیں تو دور دراز کے لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہوں گے کہ اس لئے مسلمان ہو رہے ہیں کہ اس کے پاس سونا ہے لہٰذا اس طرح کی حکمتیں رب تعالیٰ ہی جانتا ہے اور اگر تم رب تعالیٰ کی قدرتیں دیکھنا چاہتے ہو تو وہ اور بہت ہیں دیکھ لو۔

"دَآبَّۃٌ" کی تفسیر :

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ اور نہیں کوئی چلنے والا جانور فِی الْاَرْضِ زمین میں۔ دو ٹانگوں والا ہو یا چار ٹانگوں والا یا اس سے زیادہ ٹانگوں والا۔ چنانچہ ایک جانور ہے اس کو اَرْبَعَۃٌ اَرْبَعُوْنَ کہتے ہیں اسکی بائیس ٹانگیں ایک طرف ہیں اور بائیس ٹانگیں دوسری طرف ہیں اور ایک جانور کو فارسی زبان میں ہزار پائے کہتے ہیں اسکی پانچ سو ٹانگیں ایک طرف ہیں اور پانچ سو ٹانگیں دوسری طرف ہیں اور ایسے بھی ہیں کہ جن کی ایک ٹانگ بھی نہیں ہے اور ٹانگوں والے سے تیز دوڑتے ہیں جیسے سانپ ہے۔ بلکہ علامہ طنطاویؒ فرماتے ہیں کہ سانپ کی بعض ایسی قسمیں ہیں کہ بندوق کی گولی سے بھی تیز چلتے ہیں لہٰذا رب تعالیٰ کی قدرت دیکھنا چاہو تو جانوروں کو زمین پر چلتے پھرتے دیکھ لو وَلَا طٰٓئِرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْہِ اور نہ کوئی پرندہ جو اڑتا ہے اپنے دونوں پروں کے ساتھ۔ اڑنے والے پرندوں کو دیکھو ان کو کس نے اڑایا کس نے ان کو پر عطا کیئے فضا کس نے بنائی اور ان پرندوں کو کیسی کیسی شکلیں اور صورتیں عطا فرمائیں جو رب تعالیٰ یہ سب کچھ کر سکتا ہے وہ صفا کو سونا بھی بنا سکتا ہے جو ماننا چاہے تو اس کے لئے بہت کچھ ہے اور نہ ماننے والے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے فرمایا...... اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُکُمْ مگر وہ

بھی امتیں ہیں تمہارے جیسی۔اپنا وجود بھی دیکھوان کا وجود بھی دیکھواور رب تعالیٰ کی قدرت پرغور وفکر کروکہ جورب یہ کرسکتا ہے وہ سب کچھ کرسکتا ہے یانہیں کرسکتا؟اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ ہم نے نہیں کمی کی کتاب کے بیان کرنے میں کسی شی کی۔ہم نے اصولی طور پر کتاب میں تمام چیزیں بیان کردی ہیں جزئیات ہی نہیں فرمایاان کو یادرکھنا چاہیے ثُمَّ اِلٰی رَبِّھِمْ یُحْشَرُوْنَ پھراپنے رب کی طرف وہ جمع کئے جائیں گے وَالَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا اوروہ لوگ جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو صُمٌّ وہ بہرے ہیں۔ایسا سنناان کو حاصل نہیں ہے کہ سن کر مان لیں۔ وَبُکْمٌ اور گونگے ہیں کہ ساری باتیں کرتے ہیں مگرحق بات کرنے کے لئے تیارنہیں ہیں۔ فِی الظُّلُمٰتِ اندھیروں میں بھٹک رہے ہیں۔

ہدایت کارجوع کرنے والے کوملنا :

مَنْ یَّشَاِ اللّٰہُ یُضْلِلْہُ جس کواللہ تعالیٰ چاہتا ہے گمراہ کردیتا ہے۔اور گمراہ اسے کرتا ہے جو ہدایت کی طرف رجوع نہیں کرتا جب رب تعالیٰ نے نیکی بدی کی طاقت دی ہے پھر یہ نیکی اختیار کرنے کے لئے تیارنہیں ہے۔الٹا رب تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلاتا ہے۔ اورایمان کی بجائے کفر کا راستہ اختیار کرتا ہے تو پھر رب تعالیٰ اس کو ادھر ہی چلادیتے ہیں۔ وَمَنْ یَّشَاْ یَجْعَلْہُ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ اورجس کو چاہتا ہے ڈال دیتا ہے سیدھی راہ پر۔جوشخص ایمان کی طرف آتا ہے قدم اٹھاتا ہے رب تعالیٰ اس کوصراطِ مستقیم پرچلادیتے ہیں کیونکہ رب تعالیٰ نے نیکی بدی کی توفیق عطا فرمائی ہے۔جبراًاور قہراًرب تعالیٰ کسی سے نہ نیکی کراتا ہے اورنہ بدی اگراس طرح کرے تو پھر انسان،انسان نہیں۔ جن،جن نہیں بلکہ پتھر ہیں۔

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ ۚ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (۴۰) بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ (۴۱) وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا اِلٰى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ (۴۲) فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (۴۳) فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ۭ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ (۴۴) فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۭ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۴۵) قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ (۴۶)

لفظی ترجمہ :

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ آپ کہہ دیں بتاؤ مجھے اِنْ اَتٰكُمْ اگر آجائے تمہارے پاس عَذَابُ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کا عذاب اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ یا آجائے تم پر قیامت اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو پکارو گے اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر ہو تم سچے بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ بلکہ تم اسی کو پکارو گے فَيَكْشِفُ مَا پس وہ دور کرے گا اس تکلیف کو تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ جس کی طرف تم اس کو پکارتے ہو اِنْ شَآءَ اگر وہ چاہے وَتَنْسَوْنَ اور تم بھول جاتے ہو مَا تُشْرِكُوْنَ جن کو تم اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا اور البتہ تحقیق ہم نے بھیجے رسول اِلٰى اُمَمٍ ان امتوں کی طرف مِّنْ قَبْلِكَ جو آپ سے پہلے تھیں فَاَخَذْنٰهُمْ پس پکڑا ہم نے ان لوگوں کو بِالْبَاْسَآءِ مالی پریشانی میں وَالضَّرَّآءِ اور بدنی پریشانی میں لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ تاکہ وہ گڑگڑائیں اور عاجزی کریں فَلَوْلَآ پس کیوں نہیں ہوا اِذْ جَآءَهُمْ جب آیا ان کے پاس بَاْسُنَا ہمارا عذاب تَضَرَّعُوْا تو وہ گڑگڑاتے عاجزی کرتے ہوئے وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ اور لیکن ان کے دل سخت ہوگئے وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اور مزین کر دیا شیطان نے ان کے لئے مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ اس کارروائی کو جو وہ کرتے تھے فَلَمَّا نَسُوْا پس جب انہوں نے بھلا دیا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ اس بات کو جس کی انہیں یاددہانی کرائی

گئی تھی فَتَحۡنَا عَلَيۡهِمۡ پس کھول دیئے ہم نے ان پر اَبۡوَابَ كُلِّ شَيۡءٍ ہر چیز کے دروازے حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوۡا یہاں تک کہ جب وہ خوش ہو گئے بِمَآ اُوۡتُوۡٓا اس چیز کے ساتھ جو ان کو دی گئی تھی اَخَذۡنٰهُمۡ بَغۡتَةً تو ہم نے ان کو اچانک پکڑ لیا فَاِذَا هُمۡ مُّبۡلِسُوۡنَ پس اچانک وہ نا امید ہو گئے فَقُطِعَ پس کاٹ دی گئی دَابِرُ جڑ الۡقَوۡمِ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا اس قوم کی جس نے ظلم کیا وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ اور سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کی ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے قُلۡ آپ کہہ دیں اَرَءَيۡتُمۡ بتاؤ تم اِنۡ اَخَذَ اللّٰهُ سَمۡعَكُمۡ اگر لے اللہ تعالیٰ تمہارے کان وَاَبۡصَارَكُمۡ اور تمہاری آنکھیں وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوۡبِكُمۡ اور مہر لگا دے تمہارے دلوں پر مَّنۡ اِلٰـهٌ غَيۡرُ اللّٰهِ کون ہے معبود اللہ تعالیٰ کے سوا يَاۡتِيۡكُمۡ بِهٖ جو لائے تمہارے پاس اس چیز کو اُنۡظُرۡ دیکھ كَيۡفَ نُصَرِّفُ الۡاٰيٰتِ کس طرح پھیر پھیر کر ہم بیان کرتے ہیں آیتیں ثُمَّ هُمۡ يَصۡدِفُوۡنَ پھر وہ اعراض کرتے ہیں۔

مذمت شرک اور اس کی اقسام :

اللہ تعالیٰ کے ہاں شرک سے بڑا کوئی گناہ نہیں ہے اور شرک کی بہت سی قسمیں ہیں اور ان میں سے ایک قسم عامۃ الورود ہے یعنی جو عام پائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ آدمی جب کسی تکلیف اور مصیبت میں مبتلا ہو تو اللہ تعالیٰ کے سوا غیروں کو حاجت روا مشکل کشا فریاد رس اور دستگیر سمجھ کر پکارے اور ان سے مرادیں مانگے ایسے ہی لوگوں کو رب تعالیٰ خطاب کر کے فرماتے ہیں...... قُلۡ اَرَءَيۡتَكُمۡ آپ کہہ دیں بتاؤ مجھے اَرَءَيۡتَكُمۡ

اَخْبِرُوْنِیْ کے معنٰی میں ہے کہ مجھے بتاؤ مجھے خبر دو میں تم سے پوچھتا ہوں۔ اِنْ اَتٰکُمْ اگر آ جائے تمہارے پاس عَذَابُ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کا عذاب اَوْ اَتَتْکُمُ السَّاعَۃُ یا آ جائے تم پر قیامت کیا اس وقت بھی اَغَیْرَ اللّٰہِ تَدْعُوْنَ کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو پکارو گے اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ اگر ہو تم سچے تو بتاؤ بَلْ اِیَّاہُ تَدْعُوْنَ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تم صرف اسی اللہ تعالیٰ کو ہی پکارو گے۔ ایسے موقع پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو نہیں پکارو گے فَیَکْشِفُ مَا پس وہ دور کرے گا اس تکلیف کو تَدْعُوْنَ اِلَیْہِ جس کے بارے میں تم اس کو پکارتے ہو اِنْ شَآءَ اگر وہ چاہے۔ کیونکہ وہ مجبور نہیں ہے اگر اس کی مرضی ہوگی تو دور کرے گا۔ وَتَنْسَوْنَ اور تم بھول جاتے ہو مَا تُشْرِکُوْنَ جن کو تم اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو اس وقت نہ لات یاد رہتا ہے نہ منات نہ عزیٰ نہ ہُبل نہ اور کوئی تو جب اس مشکل گھڑی میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حاجت روا مشکل کشا نہیں ہے تو اب بھی کوئی نہیں ہے۔ یہ تو مشرکوں کا رد تھا۔

اللہ رب العزت کا آپ ﷺ کو تسلی دینا :

آگے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو تسلی دی ہے کہ اگر یہ لوگ نہیں مانتے تو آپ پریشان نہ ہوں پہلی امتوں کی طرف بھی پیغمبر بھیجے گئے ان لوگوں نے بھی اسی طرح کیا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا اور البتہ تحقیق ہم نے بھیجے رسول اِلٰی اُمَمٍ ان امتوں کی طرف مِنْ قَبْلِکَ جو آپ سے پہلے تھیں۔ تمام امتیں پہلے گزری ہیں یہ تو آخری امت ہے۔

"بَاْسَآءِ، ضَرَّآءِ" علامہ اظہریؒ کی تحقیق :

فَاَخَذْنٰھُمْ پس پکڑا ہم نے ان لوگوں کو بِالْبَاْسَآءِ مالی پریشانی میں

وَالضَّرَّآءِ اور بدنی پریشانی میں۔ علامہ اظہریؒ پرانے بزرگوں میں سے ہیں ان کی وفات ۳۷۰ھ میں ہوئی ہے انہوں نے لغت پر کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے ''فقہ اللغۃ'' اس میں وہ فرماتے ہیں کہ ''باسا'' اس تکلیف کو کہتے ہیں جو انسان کے بدن سے باہر ہو بیرونی طور پر پیش آئے مثلاً سیلاب آجائے یا دشمن کا خطرہ لاحق ہو جائے قحط سالی ہو جائے یا مالی پریشانی ہو جائے یا اشیاءِ ضرورت مہنگی ہو جائیں وغیرہ اور ''ضرآء'' اس تکلیف کو کہتے ہیں جو بدن کے اندر ہوتی ہے مختلف قسم کی بیماریاں جو جسم کے اندر ہوتی ہیں تو رب تعالیٰ نے ان کو مالی پریشانیوں میں بھی مبتلا فرمایا اور بدنی تکلیفوں میں بھی لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ تاکہ وہ گڑگڑائیں اور عاجزی کریں۔ انسان جب آسائش اور آرام میں ہوتا ہے تو رب تعالیٰ کو بہت کم یاد کرتا ہے اور جب پریشانی اور تکلیف میں ہوتا ہے تو رب تعالیٰ کو بہت اور جلدی یاد کرتا ہے۔ بہادر شاہ ظفر مرحوم مظلوم (جس کا سر انگریزوں نے کاٹ کر تھالی میں رکھ کر بھنگڑا ڈالا تھا) نے کیا خوب بات کی ہے

ظفر اسے آدمی نہ جانئے گا خواہ وہ ہو کیسا ہی فہم و ذکا
جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہا

آنحضرت ﷺ کا فرمان مبارک :

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تکلیفوں میں تمہاری دعائیں قبول ہوں تو تم پر لازم ہے کہ راحت اور خوشی کے زمانے میں رب تعالیٰ کو نہ بھولو اور یہاں ایسا ہوتا ہے کہ عام طور پر تو لوگ بھول چوک کر نماز پڑھ لیتے ہیں اور شادی کے موقع پر نماز بھی جاتی رہتی ہے۔ حالانکہ خوشی کے موقع پر خدا کا زیادہ شکر ادا کرنا چاہیے کہ اے پروردگار تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے یہ دن نصیب فرمایا ہے۔ لیکن ہم ناشکرے ہوگئے ہیں۔ اور ہماری عادت

بن گئی ہے کہ ہمیں دولت نصیب ہو جائے تو برے اور غلط کاموں پر خرچ کرتے ہیں اچھے کاموں کے لئے کہو تو پیشانی پہ بَل پڑ جاتے ہیں آج سے تقریباً سات آٹھ سال پہلے کی بات ہے گوجرانوالہ میں ایک مجلس میں ایک صاحب نے کہا کہ میں نے شادی کے موقع پر تین دن کا بل ساٹھ ہزار ادا کیا ہے اندازہ لگاؤ کہ لوگ ایسے موقعوں پر کتنا خرچ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں......

فَلَوْلَآ اِذْجَآءَ هُمْ پس کیوں نہیں ہوا جب آیا ان کے پاس بَاْسُنَا ہمارا عذاب، ہماری گرفت تَضَرَّعُوْا تو وہ گڑگڑاتے عاجزی کرتے۔ انہوں نے کیوں نہ عاجزی کی وَلٰکِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ اور لیکن ان کے دل سخت ہو گئے۔ اب تو حقیقت یہ ہے کہ ہمارے دل ان سے بھی زیادہ سخت ہو گئے ہیں زلزلہ آتا ہے لوگ مرتے ہیں سیلاب آتا ہے لوگ بہہ جاتے ہیں سامان بہہ جاتا ہے اور کوئی آفت اور تکلیف آتی ہے کہتے ہیں ٹھیک ہے اور کوئی پرواہ نہیں کرتے عبرت نہیں حاصل کرتے۔

نیک بخت کون؟ :

حدیث پاک میں آیا ہے کہ سَعِیْدٌ مَنْ وُعِظَ لِغَیْرِہٖ نیک بخت وہ ہے جو دوسرے کو دیکھ کر نصیحت حاصل کرے لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ بے شک طوفان آجائیں اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ ہم ویسے ہی رہتے ہیں جیسے پہلے تھے سب کچھ دیکھ کر بھی ہمارے اندر کوئی تبدیلی نہیں آتی مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ ہمارے بزرگوں میں سے تھے۔ پہلے منڈی بہاؤ الدین میں مسجد کے خطیب تھے پھر فیصل آباد تشریف لے گئے اور وہاں بھی خطابت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے اور وہیں انتقال ہوا اپنے مہاجر ساتھیوں کو دیکھا کہ جس طرح وہاں بے دین تھے یہاں بھی اسی طرح بے دین ہیں وہاں بھی حلال حرام کی

تمیز نہیں کرتے تھے اور یہاں بھی نہیں کرتے تو کہنے لگے

زمین بدلی ، زماں بدلا، مکین بدلے، مکاں بدلا

نہ تو بدلا، نہ میں بدلا پھر بدلا تو کیا بدلا

نہ تو ٹس سے مس ہوا اور نہ میں ٹس سے مس ہوا تو جگہ بدلنے سے کیا فرق پڑتا ہے؟ بہرحال قرآن کریم یہ تعلیم دیتا ہے کہ جہاں کہیں بھی کسی پر کوئی تکلیف آئے تو مسلمان اس سے عبرت حاصل کرے۔ رب تعالیٰ کی طرف سے جتنی بھی تکلیفیں آتی ہیں محض اس لئے آتی ہیں کہ انسان انسانیت میں رہے مولانا رومؒ نے کیا خوب فرمایا ہے

نفس ما کمتر از فرعون نیست

ہمارا نفس بھی فرعون سے کم نہیں ہے۔ مگر اس کے پاس تو مال تھا دولت تھی حکومت تھی اور ہم ان چیزوں کے بغیر بھی فرعون بنے ہوئے ہیں۔

شیطان کا برے اعمال کو مزین کر کے پیش کرنا :

فرمایا...... وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اور مزین کر دیا شیطان نے ان کے لئے مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ اس کارروائی کو جو وہ کرتے تھے۔ اپنے برے کاموں کو اچھا سمجھتے تھے او دن رات انہی میں صرف کرتے تھے اور اس پر راضی تھے۔ فَلَمَّا نَسُوْا پس جب انہوں نے بھلا دیا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ اس بات کو جس کی انہیں یاد دہانی کرائی گئی تھی کہ ان کو مالی پریشانیوں میں مبتلا کیا بطور نصیحت کے اور بدنی پریشانیوں میں مبتلا کیا کہ ان کو کچھ ہوش آئے سمجھ جائیں لیکن انہوں نے اس سے عبرت حاصل نہ کی تو ہم نے تقدیر کا رخ بدلا۔

فراخی سبب امتحان :

فَتَحنَا عَلَيهِم پس کھول دیئے ہم نے ان پر اَبوَابَ کُلِّ شَيءٍ ہر چیز کے دروازے۔ مال اولاد وغیرہ حَتّٰی اِذَا فَرِحُوا یہاں تک کہ جب وہ خوش ہو گئے بِمَآ اُوتُوآ اس چیز کے ساتھ جو ان کو دی گئی تھی مال اولاد کثرت سے اور اقتدار اور سلطنت اَخَذنٰهُم بَغتَةً تو ہم نے ان کو اچانک پکڑ لیا اس سے معلوم ہوا کہ تنگی کے بعد فراخی ہو تو اس میں بھی رب تعالیٰ کی طرف سے امتحان ہے فراخی کو رب تعالیٰ کی رضا نہ سمجھو اگر شکر ادا نہ کیا تو پھر پکڑ لیتا ہے فَاِذَا هُم مُّبلِسُونَ پس اچانک وہ نا امید ہو گئے۔ پھر اس وقت کہتے ہیں اِنَّا كُنَّا ظٰلِمُونَ بے شک ہم ہی ظالم ہیں۔ لیکن جب رب تعالیٰ کی پکڑ میں آ گئے تو اب اپنے آپ کو ظالم کہنے کا کیا فائدہ؟ وقت ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... فَقُطِعَ دَابِرُ القَومِ الَّذِينَ ظَلَمُوا پس کاٹ دی گئی جڑ اس قوم کی جس نے ظلم کیا۔ اگر درخت کی جڑ موجود ہو اور ہو بھی ہری تو امید ہوتی ہے کہ کسی وقت بھی یہ درخت ہرا ہو جائے گا اور جب جڑ ہی کاٹ دی جائے تو اب تو سلسلہ ہی ختم ہو گیا وَالحَمدُ لِلّٰهِ رَبِّ العٰلَمِينَ اور سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کی ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

بعد از تباہی "الحمد للہ" کہنے کا مطلب :

دیکھو! قوم کی تباہی کے بعد فرمایا اَلحَمدُ لِلّٰهِ تو تباہی کے بعد اَلحَمدُ لِلّٰهِ کہنے کا کیا مطلب ہے؟ اس کو تم اس طرح سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے جتنے بھی اعضاء بنائے ہیں تمام کے تمام قیمتی ہیں خدانخواستہ کوئی عضو ایسا بیمار اور فاسد ہو جائے کہ ڈاکٹر کہیں کہ اس کا کاٹنا ضروری ہے اگر اس کو نہ کاٹا گیا تو دوسرے اعضا کے ضائع

ہونے کا خطرہ ہے تو جب اس عضو کو کاٹ دیا جائے گا تو بیمار بھی کہے گا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عزیز رشتہ دار بھی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہیں گے کہ باقی اعضاء محفوظ ہو گئے ہیں اسی طرح ظالم اور فسادی لوگ پوری انسانیت کے دشمن ہوتے ہیں ان کا تباہ اور ختم ہونا ہی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ہے اگر ان کو ختم اور تباہ نہ کیا جائے تو یہ دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

زبانِ نبوۃ سے مشرکین کو خطاب :

آگے اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کے ذریعے مشرکوں کو فرماتے ہیں...... قُلْ آپ کہہ دیں اَرَءَیْتُمْ یہاں اَرَءَیْتُمْ "اَخْبِرُوْنِیْ" کے معنی میں ہے مجھے خبر دو مجھے بتاؤ اِنْ اَخَذَ اللّٰہُ سَمْعَکُمْ اگر لے لے اللہ تعالیٰ تمہارے کان۔ اس طرح کہ قوتِ سماعت چھین لے کانوں کے ہوتے ہوئے آدمی سن نہ سکے اور اس طرح بھی ہو سکتا ہے پیشانی کی طرح برابر کر دے۔ وَاَبْصَارَکُمْ اور تمہاری آنکھیں لے لے کہ بینائی چھین لے کیونکہ ایسے لوگ موجود ہیں کہ آنکھیں صحیح ہیں مگر نظر کچھ نہیں آتا یا پیشانی کی طرح برابر کر دے۔ وَخَتَمَ عَلٰی قُلُوْبِکُمْ اور مہر لگا دے تمہارے دلوں پر۔ کہ دلوں سے بات سمجھنے کی صلاحیت ختم کر دے پاگل بنا دے کہ تم بات سمجھ ہی نہ سکو تمہاری بصیرت چھین لے مَنْ اِلٰہٌ غَیْرُ اللّٰہِ کون ہے معبود اللہ تعالیٰ کے سوا یَاْتِیْکُمْ بِہٖ جو لائے تمہارے پاس اس چیز کو کہ کان لا کر تمہیں دے آنکھیں لا کر تمہیں دے، دل لا کر تمہیں دے۔

مومن نما مشرکین کا حال :

مگر معاف رکھنا! آج کل کے مشرکوں نے تو کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی ایک کتاب ہے "مداح اعلیٰ حضرت" یہ احمد رضا خان بریلوی کے ایک شیدائی نے لکھی ہے اس میں وہ کہتا ہے

دل میرا ایمان میرا ، آنکھیں میری
جو ملا تجھ سے ملا احمد رضا
کون کہتا ہے مجھے کس نے دیا
جو دیا تو نے دیا احمد رضا

لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ دیکھو! قرآن کریم کے ساتھ کتنی واضح ٹکر ہے غلو کی بھی کوئی حد ہوتی ہے اگر یہ بھی شرک نہیں ہے تو پھر یقین جانو ابوجہل بھی مشرک نہیں تھا کہتا ہے۔

تجھے میں تو مشکل کشا ہی کہوں گا
میری تجھ سے مشکل کشائی ہوئی

لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ کتنا غلو ہے یہ تو مرید ہے اب پیر کی سنو۔

احد سے احمد ، احمد سے تجھ کو
سب کن مکن حاصل ہے یا غوث

اللہ تعالیٰ نے تمام خدائی اختیارات آنحضرت ﷺ کو عطا کر دیئے ہیں اور آنحضرت ﷺ نے کن اور مکن کے سارے اختیارات شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو عطا کر دیئے ہیں۔ اس لئے گیارہویں نہیں چھوڑتے پھر کہتا ہے۔

ذی تصرف بھی ہے ، مختار بھی ، ماذون بھی ہے
کارِ عالم کا مدبر بھی ہے عبدالقادر

سورج نہیں نکلتا جب شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو سلام نہ کرے ایسے شخص کو امام ابو حنیفہؒ امام مالکؒ اور اکابر اولیاء سے زیادہ مقام دیتے ہیں اور یہ اس کی اپنی کتابیں ہیں

جن کے میں نے حوالے دیئے ہیں اور میرے پاس موجود ہیں ''حدائق کی بخشش'' وغیرہ۔ مگر تم کسی سے جھگڑا نہ کرنا جھگڑے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور تشدد سے مسائل حل نہیں ہوتے۔ صدام کی ضد اور نادانی کی وجہ سے تمیں سے زیادہ حکومتیں اس کو ختم کرنے کے درپے ہوئیں مگر اس کو ختم نہ کر سکیں وہ اگر کویت پر حملہ نہ کرتا تو ساری دنیا کے مسلمان اس کے ساتھ تھے۔ معلوم ہوا کہ تشدد سے معاملات حل نہیں ہوتے۔ لہٰذا کسی سے جھگڑا نہیں کرنا اور عقیدہ قرآن اور حدیث کے مطابق بنانا ہے اور عقیدے میں کسی قسم کی نرمی نہیں کرنی۔

اُنْظُرْ دیکھ کَیْفَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ کس طرح پھیر پھیر کر ہم بیان کرتے ہیں آیتیں۔ عقلی دلیلیں، نقلی دلیلیں، آفاق کے دلائل، نفس کے دلائل ثُمَّ هُمْ یَصْدِفُوْنَ پھر وہ اعراض کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ شرک سے بچائے اور محفوظ رکھے۔

قُلْ اَرَءَ يْتَكُمْ اِنْ اَتٰكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ (۴۷) وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (۴۸) وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ (۴۹) قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰى اِلَيَّ ۚ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۚ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ (۵۰)

لفظی ترجمہ :

قُلْ اَرَءَ يْتَكُمْ آپ کہہ دیں مجھے بتاؤ اِنْ اَتٰكُمْ اگر آئے تمہارے پاس عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اللہ تعالیٰ کا عذاب اچانک اَوْ جَهْرَةً یا کھلے طور پر هَلْ يُهْلَكُ نہیں ہلاک کی جائے گی اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ مگر وہ قوم جو ظالم ہے وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اور نہیں بھیجتے ہم رسولوں کو اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ مگر خوشخبری سنانے والے وَمُنْذِرِيْنَ اور ڈرانے والے فَمَنْ اٰمَنَ پس جو شخص

ایمان لایا وَاَصْلَحَ اور اس نے اصلاح کرلی فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ پس نہ خوف ہوگا ان پر وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ اور نہ وہ غمگین ہوں گے وَالَّذِیْنَ کَذَّبُوْا اور وہ لوگ جنھوں نے جھٹلایا بِاٰیٰتِنَا ہماری آیتوں کو یَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ پہنچے گا ان کو عذاب بِمَا کَانُوْا یَفْسُقُوْنَ اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَکُمْ آپ کہہ دیں میں نہیں کہتا تمہیں عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ اور میں نہیں جانتا غیب وَلَآ اَقُوْلُ لَکُمْ اِنِّیْ مَلَکٌ اور میں نہیں کہتا تمہیں کہ میں فرشتہ ہوں اِنْ اَتَّبِعُ میں نہیں پیروی کرتا اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ مگر اس چیز کی جو میری طرف وحی کی جاتی ہے قُلْ آپ کہہ دیں هَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِیْرُ کیا برابر ہے اندھا اور دیکھنے والا اَفَلَا تَتَفَکَّرُوْنَ کیا تم غور و فکر نہیں کرتے۔

ربط :

اس سے پہلے سبق میں تم نے پڑھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا...... قُلْ آپ کہہ دیں اَرَءَیْتُمْ بتاؤ تم اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَکُمْ اگر لے لے اللہ تعالیٰ تمہارے کان وَاَبْصَارَکُمْ اور تمہاری آنکھیں اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے تو اللہ تعالیٰ کے بغیر کون الٰہ ہے جو تمہیں یہ چیزیں لاکر دے یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں واپس لے لے تو اس کے بغیر کوئی تمہیں دے نہیں سکتا اور اب عذاب کا ذکر ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ عذاب نازل فرمائے تو اس کو بھی کوئی نہیں روک سکتا اور تمہیں رب تعالیٰ

کے عذاب سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے...... قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ آپ کہہ دیں مجھے بتاؤ اِنْ اَتٰكُمْ اگر آئے تمہارے پاس عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اللہ تعالیٰ کا عذاب اچانک کہ کوئی نشانی ظاہر نہ ہو وقفۃ آئے اَوْ جَهْرَةً یا کھلے طور پر کہ پہلے کوئی معمولی سی عذاب کی نشانی ظاہر ہو پھر بڑھتے بڑھتے آہستہ آہستہ بڑا عذاب آجائے۔

پیغمبروں کا عذاب کی صورت میں محفوظ رہنا :

یاد رکھنا! جب اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کی موجودگی میں عذاب آئے تو صرف مجرم قوم تباہ ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کا پیغمبر اور اس کے ساتھی محفوظ رہتے ہیں جیسا کہ ہودؑ کی قوم پر اللہ تعالیٰ نے سات دن ہوا چلائی باقی قوم تباہ ہوگئی ہودؑ اور ان کے ساتھی محفوظ رہے۔ حضرت صالحؑ کی قوم پر عذاب آیا صَيْحَةٌ کے لفظ بھی آئے ہیں اور رَجْفَةٌ کے لفظ بھی آئے ہیں۔ ان پر زلزلہ آیا مجرموں کے کلیجے پھٹ گئے حضرت صالحؑ اور ان کے ساتھی بالکل ٹھیک رہے۔ حضرت لوطؑ کی قوم پر رب تعالیٰ نے پتھر برسائے اور لوطؑ اور ان کی بچیوں کو محفوظ رکھا تو پیغمبروں کی موجودگی میں جب عذاب آتا ہے تو صرف مجرم تباہ ہوتے ہیں۔ پیغمبر اور ان کے ساتھی محفوظ رہتے ہیں۔

پیغمبر کی عدم موجودگی میں سب پر عذاب کا نازل ہونا :

پیغمبر کی عدم موجودگی میں جو عذاب آتا ہے تو اس سے کوئی نہیں بچ سکتا کیونکہ پیغمبر تو موجود نہیں ہے کہ اس کے وجود مسعود کی برکت سے مومن پرہیزگار بچ جائیں اور خصوصاً جب سارے ہی گناہوں میں مبتلا ہوں جیسے ہمارا زمانہ ہے کہ ہم سارے ہی گنہگار ہیں جو اپنے آپ کو گنہگار نہیں سمجھتا وہ غلطی پر ہے یہ ہماری نادانی ہے کہ ہمیں جب کوئی تکلیف آتی ہے تو کہتے ہیں۔ ''رب جانے کس گناہ کی وجہ سے ہے'' ایسے معصومانہ

انداز میں گفتگو کرتے ہیں کہ جیسے ہم واقعۃً ہی معصوم ہیں حالانکہ گناہگار ہیں، نمازیں ہماری رہ گئی ہیں، روزے ہمارے چھوٹ گئے ہیں، جھوٹ ہم بولتے ہیں، غیبت ہم کرتے ہیں، حلال حرام کی تمیز ہم نہیں کرتے، شکلیں ہماری مسلمانوں والی نہیں ہیں، وضع قطع ہماری اسلام کے مطابق نہیں ہے۔ تو جب ایسے لوگوں پر عذاب آتا ہے تو سب پر آتا ہے۔ ماشا کوئی نہیں بچ سکتا زلزلہ آئے گا تو سارے دبیں گے سیلاب آئے گا تو سارے بہیں گے نیک بد کی تمیز نہیں ہوگی پتھر برسے تو سب تباہ ہوں گے البتہ قیامت والے دن اپنی اپنی نیت کے مطابق اٹھائے جائیں گے۔

شاہِ حبشہ کا خانہ کعبہ کو گرانے کے لئے لشکر کشی کرنا :

بخاری شریف میں حدیث آتی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ حبشہ کے بادشاہ کی سربراہی میں جس کا قد چھوٹا اور ٹانگیں بڑی ہوں گی ایک لشکر آئے گا کعبۃ اللہ کو گرانے کے لئے جب یہ لشکر بیداء کے مقام پر پہنچے گا جو مکہ مکرمہ سے باہر ایک میدان ہے تو اللہ تعالیٰ اس لشکر کو زمین میں دھنسا دے گا اس میں کچھ لوگ بچ کر کعبۃ اللہ میں پہنچ جائیں گے گرانے کے لئے وہ جب کعبۃ اللہ کو گرانا شروع کریں گے تو اللہ تعالیٰ اسرافیلؑ کو حکم دیں گے کہ صور پھونک دو اور قیامت برپا ہو جائے گی معلوم ہوا کہ جب تک کعبۃ اللہ موجود ہے دنیا قائم ہے اور جب کعبۃ اللہ نہیں رہے گا دنیا بھی نہیں رہے گی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے سوال کیا کہ حضرت وہ سارے زمین میں دھنسا دیئے جائیں گے آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! کہنے لگیں حضرت ان میں وہ بھی تو ہوں گے کہ جن کو وہ ظالم جبراً لائے ہوں گے اور ان کی نیت کعبۃ اللہ کو گرانا اور اس کی توہین کرنا نہیں ہوگی؟ فرمایا ان کو بھی زمین میں دھنسا دیا جائے گا مگر قیامت والے دن اپنی اپنی نیت کے مطابق

اٹھائے جائیں گے اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... وَلَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ (پارہ ۱۲ : ہود)۔ظالموں کے پاس نہ رہو اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا تو تم بھی نہیں بچ سکو گے فرمایا...... هَلْ يُهْلَكُ نہیں ہلاک کی جائے گی۔ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ مگر وہ قوم جو ظالم ہے وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اور نہیں بھیجتے ہم رسولوں کو اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ مگر خوشخبری سنانے والے کہ ایمان لاؤ گے تو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو جائے گی قبر کے عذاب سے بچ جاؤ گے میدانِ محشر میں کامیابی ہوگی پل صراط سے آسانی کے ساتھ گزر جاؤ گے اور جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ وَمُنْذِرِيْنَ اور ڈرانے والے کہ اگر تم ایمان نہیں لاؤ گے اور اچھے اعمال نہیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ ناراض ہوگا دنیا میں بھی عذاب آئے گا اور قبر میں بھی عذاب ہوگا میدان محشر میں ناکام ہو گے اور پل صراط سے گزرتے ہوئے گر کر جہنم میں جاؤ گے اور ہمیشہ دوزخ میں رہو گے۔

ہدایت کا صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہونا :

اللہ تعالیٰ ناراض ہوں تو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ (پارہ : ۲۰ ، قصص)۔اے نبی کریم (ﷺ) بے شک آپ ہدایت نہیں دے سکتے اس کو جس کے ساتھ آپ محبت کرتے ہیں اور لیکن اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے پیغمبروں کا کام ہے ڈرانا اور خوشخبری دینا۔ فَمَنْ اٰمَنَ پس جو شخص ایمان لایا وَاَصْلَحَ اور اس نے اصلاح کرلی۔عمل کے ساتھ محض ایمان نہیں تم جہاں بھی پڑھو گے ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کا ذکر ضرور ہوگا۔

''خوف''اور''حزن''میں فرق :

فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ پس نہ خوف ہوگا ان پر وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ خوف کا تعلق آئندہ کے ساتھ ہوتا ہے کہ جب وہ جنت میں جائیں گے تو انہیں کوئی خوف نہیں ہوگا کہ ہم مرجائیں گے یا بیمار ہوں گے یا جنت سے نکالے جائیں گے اور حزن اور غم ہوتا ہے گزشتہ چیز پر تو جنت میں داخل ہونے کے بعد یہ غم نہیں ہوگا کہ کاش کہ ہم ایمان لاتے اور اچھے عمل کرتے کیونکہ یہ تو وہ تمام کرکے آئے ہوں گے تو وہ اپنے کیے پر مطمئن ہوں گے۔ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا اور وہ لوگ جنہوں نے جھٹلایا بِاٰيٰتِنَا ہماری آیتوں کو يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ پہنچے گا ان کو عذاب، قبر میں بھی اور دوزخ میں بھی بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔ تمہیں یاد ہوگا کہ پرسوں کے سبق میں بیان ہوا تھا کہ مشرکوں کا ایک وفد آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اگر صفا کی پہاڑی سونا بن جائے تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے اور ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف تھا۔

دنیا کے ہوتے ہوئے بھی فقر و فاقہ کو ترجیح دینا :

لہٰذا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے اعلان کروایا فرمایا...... قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ آپ کہہ دیں میں نہیں کہتا تمہیں عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں، میں خزانوں کا مالک ہوں آپ ﷺ نے تو بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھے ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ دو دو تین تین مہینے آپ ﷺ کے چولہے میں آگ نہیں جلتی تھی آپ ﷺ کی عادت مبارک تھی کہ جب کوئی مہمان آتا تو ساتھیوں سے پوچھتے کہ اس کی خدمت کون کرے گا؟ جو ذمہ لیتا وہ مہمان کو ساتھ لے جاتا۔

آپ ﷺ کے مہمان کا عجیب واقعہ :

چنانچہ ایک دفعہ ایک مہمان آیا آپ ﷺ نے عادت مبارک کے مطابق پوچھا کہ مہمان کی خدمت کون کرے گا مگر مہمان بول پڑا اور کہنے لگا کہ حضرت میں آپ کا مہمان ہوں آپ ﷺ نے اپنے خادم کو بلا کر فرمایا کہ جاؤ عائشہؓ کے پاس ان سے جا کر کہو کہ گھر میں جو چیز کھانے کی ہے بھیج دو انہوں نے جواب دیا کہ گھر نہ آٹا ہے نہ دانے ہیں نہ کھجوریں ہیں نہ دودھ ہے کوئی چیز کھانے کی گھر میں نہیں ہے۔ آپ ﷺ کی بیک وقت نو بیویاں اور دو لونڈیاں تھیں تمام حجروں سے پتہ کرایا مگر کسی بیوی کے حجرے سے ایک مہمان کا کھانا نہ مل سکا نمازی بیٹھے تھے آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تمام گھروں سے دریافت کیا ہے۔ میرے کسی گھر سے ایک مہمان کا کھانا نہیں مل سکا آپ حضرات میں سے کوئی ہے جو یہ قربانی دے اور میرے مہمان کو کھانا کھلا دے حضرت ابو طلحہؓ نے کہا حضرت میں حاضر ہوں سوچو بھئی! کہ جو دنیا کے خزانوں کے مالک ہوں دوسروں کو کہتے ہیں کہ میرے مہمان کو کھانا کھلا دو۔

ایک سائل کا آپ ﷺ کے ساتھ عجیب سلوک :

ایک موقع پر ایک شخص نے آپ ﷺ سے سوال کیا آپ ﷺ کے پاس جو کچھ تھا آپ ﷺ نے اس کو دے دیا کچھ وقفے کے بعد پھر وہ آیا اس وقت بھی جو آپ کے پاس تھا اس کو دے دیا کچھ وقفے کے بعد پھر وہ آیا اس وقت آپ ﷺ کے پاس کچھ نہیں تھا فرمایا کہ آج میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ تھا وہ جذباتی کہنے لگا میرے واسطے تمہارے پاس کچھ نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا...... يَغضَبُ عَلَينَا عَلىٰ اَلَّا اَجِدُ مَا اُعطِيهِ اللہ تعالیٰ کا بندہ اس لئے غصہ کرتا ہے کہ میرے پاس دینے کے لئے شئی کوئی نہیں ہے۔

کیا خزانوں کے مالک کے پاس ایک سائل کو دینے کے لئے کچھ نہیں ہوتا؟ خزانوں کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے اور دوسرا اعلان کرنا ہے کہ.........

علام الغیوب صرف اور صرف ذاتِ باری تعالیٰ کا ہونا :

وَلَاۤ اَعْلَمُ الْغَیْبَ اور میں نہیں جانتا غیب اس آیت کریمہ میں صراحت کے ساتھ آپ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ میں غیب نہیں جانتا البتہ آپ ﷺ نے غیب کی خبریں بتائی ہیں جس طرح کہ پارہ : ۱۲ سورہ ہود میں آتا ہے..... تِلْکَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهَاۤ اِلَیْکَ یہ غیب کی خبروں میں سے ہیں جو ہم آپ ﷺ کی طرف بھیجتے ہیں۔ ایک مقام میں آتا ہے..... ذٰلِکَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْکَ (پارہ : ۳، آل عمران)۔ یہ غیب کی خبروں میں سے ہے اس کو ہم آپ ﷺ کی طرف وحی کرتے ہیں۔ تو اَنْبَآءِ الْغَیْبِ کا معنٰی ہے غیب کی خبریں۔ تو غیب اور چیز ہے اور غیب کی خبریں اور چیز ہے۔

اخبار و قصص کا آپ ﷺ کو بتایا جانا :

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو غیب کی خبریں بتائی ہیں کہ مثلاً پہلے پیغمبر اس طرح آئے انہوں نے اس طرح وعظ کیا قوموں کو سمجھایا جب قوموں نے نہ مانا تو وہ اس طرح تباہ ہوئیں اور لوگوں کے ساتھ کیا کیا حالات پیش آئے۔ اسی طرح قیامت تک کی موٹی موٹی خبریں بھی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بتائیں۔ مثلاً یہ کہ دجال ظاہر ہوگا اور حضرت عیسیٰ آسمان سے نازل ہوں گے اور یاجوج اور ماجوج کی قوم ظاہر ہوگی اسی طرح آپ ﷺ نے یہ بھی بتایا کہ قبر میں یہ کچھ ہوگا اور میدانِ محشر میں یہ یہ حالات پیش آئیں گے جنت میں یہ ہوگا اور دوزخ میں یہ ہوگا اجمالی طور پر آپ ﷺ نے ان حالات سے آگاہ

فرمایا ہے۔ یہ تمام غیب کی خبریں ہیں اور غیب کی خبریں جتنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتائی ہیں وہ کسی اور پیغمبر کو نہیں بتلائیں۔

علم غیب کا معنیٰ :

اور ایک ہے علم غیب، علم غیب تو ایک ذرہ بھی کسی کے پاس نہیں ہے۔ علم غیب خاصہ خداوندی ہے۔ وہ کسی نبی ولی کو حاصل نہیں ہے۔

تبلیغ دین کیلئے جانیوالے وفد کا قصہ :

چنانچہ حدیث پاک میں آتا ہے۔ روایت ہے بخاری شریف کی کہ آپ ﷺ کے پاس مختلف قبیلوں کے لوگ آئے کہ آپ ﷺ اپنے ساتھی ہمارے ساتھ بھیجیں تا کہ وہ ہمیں دین کی تعلیم دیں مگر وہ آنے والے لوگ مکار تھے پہلے تو ان کی بولیاں اور تھیں مگر جب وہ اپنے اپنے علاقے کے قریب پہنچے تو ان کی بولیاں بدل گئیں۔ صحابہ کرامؓ کو بھی شک گزرا کہ پہلے تو ان کا مزاج اور تھا اور اب اندازِ گفتگو بدل گیا ہے۔ ان میں ایک لنگڑے صحابی تھے حضرت کعب بن یزیدؓ اگر چہ وہ بھاگ تو نہیں سکتے تھے مگر وہ کہیں چھپ گئے اور باقی انہتر آدمیوں کو انہوں نے شہید کر دیا شہادت سے پہلے ان حضرات نے دعا کی اَللّٰھُمَّ اَخْبِرْ عَنَّا نَبِیَّکَ (ﷺ) اے اللہ! ہماری اس مظلومیت کی خبر اپنے نبیؐ کو پہنچا دے کہ ہمارے ساتھ دھوکہ ہوا ہے۔ فَجَآءَ جِبْرَائِیْلُ فَاَخْبَرَ النَّبِیَّ (ﷺ) پس حضرت جبرائیلؑ تشریف لائے اور انہوں نے آنحضرت ﷺ کو اطلاع دی کہ تمہارے ساتھی دھوکے کے ساتھ شہید کر دیئے گئے ہیں چنانچہ آپ ایک ماہ تک پریشان رہے اگر آپ ﷺ کو علم ہوتا تو اپنے ساتھیوں کو ان کے ساتھ کبھی نہ بھیجتے۔

کھانے کا آپ ﷺ کے ساتھ کلام کرنا :

اور سنئے! ہجرت کے ساتویں سال خیبر فتح ہوا تو یہودیوں نے سازش کی کہ آپ ﷺ کی دعوت کی جائے اور کھانے میں زہر ڈال کران کا کام تمام کردیا جائے تا کہ ہماری جان چھوٹ جائے۔ چنانچہ زینب بنت الحارث نامی ایک یہودی عورت نے آنحضرت ﷺ کی دعوت کی اور بکری کے گوشت میں زہر ملا دیا پہلا لقمہ کھانے کے بعد آپ ﷺ کو معلوم ہوا (بلکہ گوشت کے ٹکڑے نے بول کر کہا کہ حضرت مجھ میں زہر ہے مت کھائیے)۔ (ابوداؤد شریف ج ۲ ص ۲۶۴ ۔ مشکوۃ شریف ج ۲ ص ۵۴۲) کہ اس میں زہر ہے۔ اور اگر چہ بحمد اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے حق میں اس کا ناپاک ارادہ پورا نہ ہو سکا لیکن آپ ﷺ کے ایک صحابی حضرت بشر بن براء بن معرور جانبر نہ ہو سکے۔ (ابوداؤد شریف ج ۲ ص ۲۶۴ و مستدرک ج ۳ ص ۲۱۹)۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کو علم غیب نہ تھا ورنہ آپ ﷺ ایک صحابی کو بھی نہ مرنے دیتے۔ لہٰذا بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ دو چیزیں الگ الگ ہیں ایک ہے علم غیب یہ صرف اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے اور ایک ہے غیب کی خبریں وہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرامؑ کو دی ہیں اور فرمایا یہ اعلان بھی کرنا ہے...... وَلَا اَقُولُ لَكُمْ اِنِّي مَلَكٌ اور میں نہیں کہتا تمہیں کہ میں فرشتہ ہوں میں آدمؑ کی اولاد ہوں اور پندرھویں پارے میں ہے قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي اے پیغمبر! آپ اعلان کردیں میرا پروردگار پاک ہے هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا نہیں ہوں میں مگر بشر رسول اور سورۃ کہف میں ہے قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ آپ ﷺ کہہ دیں پختہ بات ہے میں تمہارے جیسا انسان ہوں یہ قرآن کریم تمہارے سامنے ہے۔ خود فیصلہ کرلو کہ آپ انسان تھے یا ملک نوری تھے۔

''آپ ﷺ کا سایہ مبارکہ'' دلائل کی روشنی میں :

مگر وہ فرقے بھی موجود ہیں جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں آپ ﷺ کو بشر نہ کہو کیونکہ آپ ﷺ نور ہیں اور دلیل دیتے ہیں کہ ایک روایت میں آیا ہے کہ آپ ﷺ کا سایہ نہ تھا یہ بات ان کی بالکل غلط ہے۔ میں نے اپنی کتاب تنقید متین میں صحیح روایت کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ آپ ﷺ کا سایہ تھا اس کتاب کا مطالعہ کر لیں اور جو روایت یہ لوگ پیش کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کا سایہ نہ تھا اس روایت میں ایک راوی ہے عبدالرحمن بن قیس زعفرانی یہ راوی رافضی تھا اس کے متعلق محدثین کرامؒ فرماتے ہیں...... كَذَّابٌ خَبِيثٌ يَضَعُ الْحَدِيثَ پرلے درجے کا جھوٹا اور خبیث راوی تھا جعلی حدیثیں بناتا تھا تو یہ کذاب اور خبیث راوی کی حدیث ہے۔ اور اس کے مقابلہ میں صحیح روایات میں موجود ہے کہ آپ ﷺ کا سایہ تھا۔

دنیا میں آپ ﷺ کو جنت و دوزخ کا نظارہ ہونا :

چنانچہ ایک روایت میں ہے حضرت انس بن مالکؓ نے فرمایا (ترجمہ) آنحضرت ﷺ ایک رات نماز پڑھ رہے تھے کہ اچانک آپ نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا پھر پیچھے ہٹا لیا پس ہم نے کہا یا رسول اللہ ہم نے آپ کو اس نماز میں ایسی کارروائی کرتے دیکھا ہے جو آپ ﷺ نے اس سے قبل نہیں کی فرمایا ہاں مجھ پر بلاشبہ جنت پیش کی گئی تو میں نے اس میں اونچے درخت دیکھے جن کے گچھے نیچے کو جھکے ہوئے تھے تو میں نے ارادہ کیا کہ ان سے کچھ لے لوں پس میری طرف وحی آئی کہ پیچھے ہٹ جاسو میں پیچھے ہٹ گیا اور مجھ پر دوزخ پیش کی گئی اور میرے اور تمہارے درمیان تھی یہاں تک کہ اس آگ کی روشنی میں رَأَيْتُ ظِلِّي وَظِلَّكُمْ میں نے اپنا اور تمہارا سایہ دیکھا پس میں

نے تمہیں اشارہ کیا کہ پیچھے ہٹ جاؤ سو میری طرف وحی آئی کہ ان کو ان کی جگہ نکا رہنے دے۔ کیونکہ تو نے اسلام قبول کیا اور انہوں نے بھی، تو نے بھی ہجرت کی اور انہوں نے بھی، تو نے بھی جہاد کیا اور انہوں نے بھی، پس میں تیری اِن پر بجز نبوت کے اور کوئی فضیلت نہیں دیکھتا پس میں نے اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ میری امت میرے بعد فتنوں میں مبتلا ہوگی (مستدرک حاکم : ج ۴ ص ۴۵۶)۔ اس صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کا سایہ تھا جس طرح کہ صحابہ کرامؓ کا سایہ تھا آپ ﷺ بشر تھے۔

لوازماتِ بشریہ کا آپ ﷺ کے بشر ہونے پر دلالت کرنا :

اور تمام لوازمات بشریہ آپ کے ساتھ تھیں۔ آپ ﷺ کو بھوک پیاس بھی لگتی تھی گرمی سردی بھی لگتی تھی بیمار اور تندرست بھی ہوتے تھے۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ایک مرتبہ کھڑے ہوکر پیشاب کیا کیونکہ آپ ﷺ کی کمر اور گھٹنوں میں اتنا درد تھا کہ آپ ﷺ بیٹھ نہیں سکتے تھے۔ کیا فرشتوں کی کمر میں بھی درد ہوتا ہے اور ان کے گھٹنوں میں بھی تکلیف ہوتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے اعلان کروایا کہ آپ ﷺ کہہ دیں کہ میں نوری فرشتہ نہیں ہوں انسان ہوں بشر ہوں ہاں اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسا رتبہ عطا فرمایا ہے کہ اپنی مخلوق میں سے اور کسی کو عطا نہیں فرمایا۔ رتبہ اور مقام اور چیز ہے اور ذات اور چیز ہے۔ فرمایا...... اِنْ اَتَّبِعُ میں نہیں پیروی کرتا اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ مگر اس چیز کی جو میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ میں قرآن کی پیروی کرتا ہوں حدیث کی پیروی کرتا ہوں۔ قُلْ آپ کہہ دیں هَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِیْرُ کیا برابر ہے اندھا اور دیکھنے والا۔ جس طرح یہ برابر نہیں ہیں اسی طرح مومن اور کافر بھی برابر نہیں ہیں موحد اور مشرک برابر نہیں ہیں سنت پر چلنے والا اور مشرک برابر

نہیں ہیں۔ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ کیا تم غور وفکر نہیں کرتے۔ کتنی موٹی اور واضح باتیں تمہارے سامنے ہیں۔

وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ (۵۱) وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ (۵۲) وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْ ۢ بَيْنِنَا ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ (۵۳) وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ ۙ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۵۴) وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ (۵۵)

لفظی ترجمہ :

وَاَنْذِرْ بِهٖ اور آپ ڈرائیں اس قرآن کے ذریعے الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ

ان لوگوں کو جو خوف کھاتے ہیں اَنْ يُّحْشَرُوْا اِلٰى رَبِّهِمْ اس بات سے کہ ان کو جمع کیا جائے گا ان کے رب کے پاس لَيْسَ لَهُمْ نہیں ہو گا ان کے لئے مِّنْ دُوْنِهٖ اللہ تعالیٰ کے ورے وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ کوئی حمایتی اور نہ کوئی سفارشی لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ تاکہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جائیں وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ اور مجلس سے دھکیل کر نہ نکال ان لوگوں کو يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ جو پکارتے ہیں اپنے رب کو بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ پہلے پہر اور پچھلے پہر يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ نہیں ہے آپ پر ان کے حساب میں سے کچھ بھی وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ اور نہیں ہے آپ کے حساب میں سے ان پر کوئی شئی فَتَطْرُدَهُمْ پس آپ ان کو دھکیل دیں فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ تو ہو جائیں گے آپ ناانصافوں میں سے وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا اور اسی طرح ہم نے آزمائش میں ڈالا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ بعض کو بعض کے ذریعے لِّيَقُوْلُوْٓا تاکہ کہیں وہ اَهٰٓؤُلَآءِ کیا یہ لوگ ہیں مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا جن پر اللہ تعالیٰ نے احسان کیا ہمارے درمیان سے اَلَيْسَ اللّٰهُ کیا نہیں ہے اللہ تعالیٰ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ خوب جاننے والا شکر گزاروں کو وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ اور جب آئیں آپ کے پاس وہ لوگ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا جو ایمان رکھتے ہیں ہماری آیتوں پر فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ پس آپ کہیں سلام ہو تم پر كَتَبَ رَبُّكُمْ

لکھی تمہارے رب نے عَلٰی نَفْسِهِ اپنی ذات پر الرَّحْمَةَ رحمت اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءً بے شک شان یہ ہے جو شخص تم میں سے عمل کرے گا برا بِجَهَالَةٍ نادانی کے ساتھ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ پھر اس نے توبہ کی اس کے بعد وَاَصْلَحَ اور اس نے اصلاح کی فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ پس بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ ہم تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں آیتیں وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ اور تاکہ خوب روشن ہو جائے مجرموں کا راستہ۔

ربط آیات :

اس سے پہلی آیت کریمہ میں تھا کہ میں نہیں پیروی کرتا مگر اس چیز کی جو میری طرف وحی کی گئی ہے اب فرمایا کہ اس وحی قرآن کے ذریعے لوگوں کو ڈرائیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... وَاَنْذِرْ بِهِ اور آپ ڈرائیں اس قرآن کے ذریعے الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ ان لوگوں کو جو خوف کھاتے ہیں اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ اس بات سے کہ ان کو جمع کیا جائے گا ان کے رب کے پاس یعنی رب تعالیٰ کے سامنے پیشی ہوگی۔

قرآن سمجھنے اور سمجھانے کی فضیلت :

یاد رکھنا! قرآن کریم کو سمجھنا اور پھر آگے سمجھانا بہت بڑی بات ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو جہادِ کبیر فرمایا ہے چنانچہ سورۃ الفرقان میں ہے وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا اور جہاد کریں انکے ساتھ قرآن کریم کے ذریعے بڑا جہاد۔ تو یہاں جہادِ کبیر سے مراد قرآن کریم کی تعلیم ہے اور اس کا سمجھنا سمجھانا مراد ہے قرآن کریم کی نشر و اشاعت کرنا

مراد ہے اور کافروں کے ساتھ جہاد بالسیف کرنا جہادِ اصغر ہے اور قرآن کریم کی تعلیم کے ذریعے جہاد کرنا جہادِ کبیر ہے۔ لہٰذا تم بھی یہ جہاد کیا کرو اس طرح کہ جو تم پڑھتے ہو اس کو گھروں میں جا کر پڑھایا اور سنایا کرو تو فرمایا کہ ان کو رب تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ لَیۡسَ لَهُمۡ مِّنۡ دُوۡنِهٖ وَلِیٌّ نہیں ہوگا ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے ورے کوئی حمایتی اللہ تعالیٰ کے سوا ان کی کوئی حمایت نہیں کر سکے گا اور اس کے حکم کے بغیر کچھ بھی نہیں ہو سکتا وَّلَا شَفِیۡعٌ اور نہ کوئی سفارشی ہوگا اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی سفارش بھی نہیں کر سکے گا۔ مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یَشۡفَعُ عِنۡدَهٗۤ اِلَّا بِاِذۡنِهٖ کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر سفارش کرے۔ آنحضرت ﷺ میدانِ محشر میں تمام مخلوق کے لئے سفارش کریں گے تو آپ ﷺ سجدے میں گر جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی تعریف حمد وثنا کریں گے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت ہوگی پھر سفارش کریں گے، فرمایا...... لَعَلَّهُمۡ یَتَّقُوۡنَ تاکہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جائیں۔ کفر سے شرک سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے۔

کفارِ قریش کو دعوت دینے کا خصوصی انداز :

آگے ایک واقعہ بیان ہوا ہے وہ اس طرح کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے پروگرام بنایا کہ مکہ مکرمہ کے سرداروں سے براہِ راست ملاقات کی جائے اور ان کو توحید کی، اسلام کی، دین کی دعوت دی جائے ان میں سے بعضوں نے وقت تو دیا مگر آپ ﷺ کی دعوت دین کو قبول نہ کیا اور بعضوں نے وقت ہی نہ دیا اور بہانے بنائے کہ مثلاً سویا ہوا ہے یا یہ کہہ دیا کہ بیمار ہے یا گھر میں نہیں ہے مگر ایک دوسرے موقعہ پر سردارانِ قریش نے آپس میں مشورہ کیا کہ خود اس کے پاس چلتے ہیں اور الٹے سیدھے

مطالبات کر کے اس کو پریشان کرتے ہیں مگر اس کی کوئی بات نہیں مانی۔ آپ ﷺ کی مجلس میں غرباء صحابہ کرامؓ بیٹھے رہتے تھے ان کا اپنا کوئی کاروبار نہیں تھا، نہ تجارت، نہ زراعت۔ صاحب حیثیت اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ان کو کھانا کھلا دیتے تھے اور یہ صرف آپ ﷺ کی خدمت میں رہا کرتے تھے جیسے حضرت بلالؓ حضرت صہیبؓ حضرت خباب بن ارتؓ حضرت عمارؓ حضرت یاسرؓ حضرت ابوفکیہؓ اور مالی اعتبار سے کمزور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ۔

سردارانِ قریش کا تکبر و غرور :

یہ سردارانِ قریش آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے محمد (ﷺ)! آج ہم آپ کی بات سننے کے لئے آئے ہیں مگر ہماری شرط یہ ہے کہ ہم سرداران کمی (گھٹیا) (معاذ اللہ) قسم کے لوگوں میں بیٹھ کر بات نہیں سنیں گے پہلے ان کو مجلس سے اٹھاؤ پھر ہم بات سنیں گے۔ آنحضرت ﷺ کے دل میں محض خیال ہی پیدا ہوا تھا کہ میں ان لوگوں کی تلاش میں تھا یہ لوگ ملتے نہیں تھے اور آج یہ خود بخود آگئے ہیں لہٰذا ان کے مطالبے کے پیش نظر تھوڑی دیر کے لئے ان ساتھیوں کو مجلس سے اٹھادوں اور یہ میری بات سن لیں تو حرج والی بات نہیں ہے۔ اور شرعی اور فقہی طور پر اس بات کی اجازت بھی ہے کہ مثلاً کوئی استاد اپنے شاگردوں میں سے کسی کو مجلس سے اٹھادے تو وہ اس کا مجاز ہے پیر اگر اپنے مریدوں میں سے کسی کو مجلس سے اٹھادے تو اس کو یہ حق حاصل ہے۔ باپ اپنے بیٹے کو یا کوئی بڑا آدمی اپنے ماتحت کو مجلس سے اٹھادے کسی خاص بات کے لئے تو اس کو یہ حق حاصل ہے۔ تو جب ان حضرات کو یہ حق حاصل ہے تو آنحضرت ﷺ کو تو یہ حق کروڑ درجے زیادہ حاصل ہے آپ ﷺ کا حق بہت زیادہ ہے۔ لیکن رب تعالیٰ کی رحمت نے

گوارہ نہ کیا کہ آپ ﷺ یہ حق استعمال فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا مسلمان غرباء کی حوصلہ افزائی کرنا :

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ اور مجلس سے دھکیل کر نہ نکال ان لوگوں کو يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ جو پکارتے ہیں اپنے رب کو بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ پہلے پہر اور پچھلے پہر، اور اللہ تعالیٰ کو پکارنے سے ان کا مقصود کیا ہے؟ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ نہیں ہے آپ پر ان کے حساب میں سے کچھ بھی وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ اور نہیں ہے آپ کے حساب میں سے ان پر کوئی شئی وہ اپنا حساب دیں گے اور آپ اپنا حساب دیں گے۔ فَتَطْرُدَهُمْ پس آپ ان کو دھکیل دیں فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ تو ہو جائیں گے آپ ناانصافوں میں سے۔

غرباء کو مجلس سے نہ اٹھانے میں حکمت :

اللہ تعالیٰ اپنی حکمتوں کو بہتر جانتا ہے اس لئے اس نے ایسا نہیں کرنے دیا لیکن اگر اس موقعہ پر ایسا ہو جاتا اور آپ ﷺ شرعی طور پر اٹھا دینے کے مجاز بھی تھے تو پھر قیامت تک امیر کی مجلس اور ہوتی اور غریب کی مجلس اور ہوتی اور غریب امیروں میں کبھی نہ بیٹھ سکتے اور لوگ اس واقعہ کو بطور سند کے پیش کرتے کہ آنحضرت ﷺ نے غریبوں کو مالدار کافروں کے لئے مجلس سے اٹھا دیا تھا۔

غیر مسلموں میں انتہاء درجے کی تفریق پسندی :

اور یہی خرابی آج کل یورپ میں ہے کہ کیا مجال ہے کہ سیاہ فام عیسائی سفید فام عیسائی کے گرجے میں داخل ہو سکے یعنی کالوں کے گرجے الگ ہیں اور گوروں کے

گرجے الگ ہیں کالوں کے سکول الگ ہیں اور گوروں کے سکول الگ ہیں۔ یہاں تک کہ کالا گورے کے ہسپتال سے علاج نہیں کرواسکتا کالا عیسائی گورے عیسائی کے ساتھ بیٹھ کر کھانا نہیں کھا سکتا اور یہی گورے کالے جب مسلمان ہوجاتے ہیں تو اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھارہے ہوتے ہیں لوگ ان کو دیکھتے ہیں تو بڑا تعجب کرتے ہیں اور اسلام آیا ہی اس تفریق کو مٹانے کے لئے ہے۔ کالوں کا خالق بھی رب ہے اور گوروں کا خالق بھی رب ہے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ نے گوارہ نہ کیا کہ غریبوں کو مجلس سے اٹھایا جائے فرمایا ان کا جی چاہتا ہے تو آپ کی بات سنیں اور اگر نہیں چاہتا تو نہ سنیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا اور اسی طرح ہم نے آزمائش میں ڈالا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ بعض کو بعض کے ذریعے۔ کسی کو مال دیا کسی کو شکل وصورت عطا فرمائی کسی کو قدر، کسی کو اولاد، کسی کو کچھ اور کسی کو کچھ دیا۔ لِيَقُولُوٓا اَهٰٓؤُلَآءِ تا کہ کہیں وہ لوگ کیا یہ لوگ ہیں مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْ م بَيْنِنَا جن پر اللہ تعالیٰ نے احسان کیا ہمارے درمیان سے۔

کفار کا اعتراض :

کافر کہتے تھے کہ اسلام اگر کوئی سچی چیز ہوتی تو ہمیں کیوں نہ سمجھ آتی صرف ان کو سمجھ آئی اور کیا اسلام کا احسان رب تعالیٰ نے صرف ان پر کیا ہے ہم پر نہیں کرسکتا تھا۔

جواب :

اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا اَلَيْسَ اللّٰهُ کیا نہیں ہے اللہ تعالیٰ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ خوب جاننے والا شکرگزاروں کو۔ اللہ تعالیٰ ان کو جانتا ہے کہ یہ شکرگزار ہیں اور رب تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر کرتے ہیں گو کمزور ہیں تو کہاں یہ اور کہاں تمہارا تکبر اور غرور۔

ذاتِ باری تعالیٰ کا غرباء کی دلجوئی کرنا :

فرمایا...... وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ اور جب آئیں آپ کے پاس وہ لوگ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا جو ایمان رکھتے ہیں ہماری آیتوں پر فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ پس آپ کہیں سلام ہو تم پر۔ یعنی ان کی دلجوئی کے لئے ان کو سلام کریں اللہ تعالیٰ نے غریبوں کے ساتھ کتنی ہمدردی فرمائی ہے اللہ تعالیٰ کی شان ہے كَتَبَ رَبُّكُمْ لکھی تمہارے رب نے عَلٰى نَفْسِهِ اپنی ذات پر الرَّحْمَةَ رحمت۔ اور یہ اس کی رحمت ہی کا نتیجہ ہے کہ غریب کو مقام حاصل ہے، فرمایا...... اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًا بے شک شان یہ ہے جو شخص تم میں سے عمل کرے گا برا بِجَهَالَةٍ نادانی کے ساتھ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ پھر اس نے توبہ کی اس کے بعد وَاَصْلَحَ اور اس نے اصلاح کی۔

کون سی توبہ قابلِ قبول ہے؟ :

محض زبان سے توبہ توبہ کہنے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ جب تک آدمی سچے دل سے توبہ نہ کرے اس طرح کہ اپنی اصلاح کرے اور پھر وہ گناہ نہ کرے اور اگر صرف زبان سے توبہ توبہ کرتا رہے اور ساتھ ساتھ برائی بھی کرتا رہے یہ تو اللہ رب العزت کے ساتھ مذاق ہے۔

''جہالت'' کی تحقیق :

''جہالت'' کا لفظ آیا ہے کہ جہالت کی وجہ سے برائی کی تو جہالت کبھی ابتداء میں ہوتی ہے کہ علم نہیں تھا اور گناہ کر لیا۔ معلوم نہیں تھا کہ یہ گناہ ہے۔ اور ایک جہالت انتہاء کے اعتبار سے ہوتی ہے کہ مسئلے کا تو علم ہے یہ کام گناہ کا ہے مگر اس کی سزا سے واقف نہیں

ہے کہ اس گناہ پر یہ سزا ملتی ہے اور اگر اس کی سزا سے واقف ہوتا تو کبھی بھی گناہ کا ارتکاب نہ کرتا ان دونوں جہالتوں کا اعتبار ہے۔ فَاِنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ پس بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ ہم تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں آیتیں۔ کیوں تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں؟ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ اور تاکہ خوب روشن ہو جائے مجرموں کا راستہ۔ حق و باطل کا امتیاز ہو جائے توحید اور شرک کا فرق واضح ہو جائے سنت اور بدعت کے درمیان امتیاز ہو جائے اور کوئی شخص غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو۔

قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُلْ لَّآ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَ کُمْ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ (۵۶) قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَکَذَّبْتُم بِهٖ مَا عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰهِ یَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَیْرُ الْفَاصِلِیْنَ (۵۷) قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ (۵۸) وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا یَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ (۵۹) وَهُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُم بِاللَّیْلِ وَیَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ یَبْعَثُکُمْ فِیْهِ لِیُقْضٰٓی اَجَلٌ مُّسَمًّی ثُمَّ اِلَیْهِ مَرْجِعُکُمْ ثُمَّ یُنَبِّئُکُم بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۶۰)

لفظی ترجمہ :

قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ آپ (ﷺ) کہہ دیں مجھے منع کیا گیا ہے اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ اس بات سے کہ میں عبادت کروں تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ جن کو تم پکارتے ہو اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے قُلْ لَّآ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ آپ (ﷺ) کہہ دیں میں نہیں پیروی کروں گا تمہاری خواہشات کی قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا تحقیق میں تو اس وقت بہک جاؤں گا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ اور نہیں ہوں گا میں ہدایت پانے والوں میں سے قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَةٍ آپ (ﷺ) کہہ دیں میں بے شک واضح دلیل پر ہوں مِّنْ رَّبِّیْ اپنے رب کی طرف سے وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ اور تم نے اس کو جھٹلا دیا ہے مَا عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ نہیں ہے میرے پاس وہ چیز جس کی تم جلدی کرتے ہو اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ نہیں ہے حکم مگر اللہ تعالیٰ کے لئے یَقُصُّ الْحَقَّ وہ بیان کرتا ہے حق کو وَهُوَ خَیْرُ الْفٰصِلِیْنَ اور وہ بہتر فیصلہ کرنے والا ہے قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ آپ (ﷺ) کہہ دیں بے شک اگر میرے پاس ہوتی مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ وہ چیز جس کی تم جلدی کرتے ہو لَقُضِیَ الْاَمْرُ تو البتہ فیصلہ کر دیا جاتا معاملے کا بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ میرے اور تمہارے درمیان. وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے ظالموں کو وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ اور اسی (اللہ تعالیٰ) کے پاس ہی ہیں غیب کی چابیاں لَا یَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ نہیں جانتا ان کو کوئی مگر صرف وہی

وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ اور جانتا ہے جو کچھ خشکی میں ہے اور سمندر میں ہے وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اور نہیں گرتا کوئی پتہ اِلَّا يَعْلَمُهَا مگر وہ اس کو جانتا ہے وَلَا حَبَّةٍ اور نہ کوئی دانہ فِي ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ زمین کی تاریکیوں میں ہے وَلَا رَطْبٍ اور نہ کوئی تر چیز وَّلَا يَابِسٍ اور نہ کوئی خشک چیز اِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِيْنٍ مگر وہ اس کتاب میں ہے جو واضح کرنے والی ہے وَهُوَ الَّذِي اور وہ، وہ ذات ہے يَتَوَفّٰكُمْ بِاللَّيْلِ جو وفات دیتا ہے تمہیں رات کو (یعنی نیند دیتا ہے رات کو) وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ اور وہ جانتا ہے جو تم کماتے ہو دن کو ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ پھر وہ اٹھاتا ہے تم کو لِيُقْضٰى تا کہ طے کیا جائے اَجَلٌ مُّسَمًّى مقررہ میعاد کو ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ پھر اسی کی طرف ہے تمہارا لوٹنا ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ پھر وہ تمہیں بتلائے گا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ وہ کام جو تم کرتے تھے۔

ربط :

مشرکین کے عقائد کے خلاف جب مسائل بیان کیے جاتے تو ان کو بڑی تکلیف ہوتی اور اس سے ان کو بڑا صدمہ ہوتا۔ مسائل حقہ سے ان کو بڑی ضد اور چڑ تھی۔ خصوصاً مسئلہ الٰہ سے کہ جب کہا جاتا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تو ان کے دماغ میں چوٹ لگتی سورۃ الصٰفٰت میں ہے اِنَّهُمْ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ بے شک جب ان کو کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے کوئی معبود نہیں ہے کوئی مسجود نہیں ہے، کوئی حاجت روا مشکل کشا نہیں ہے، کوئی فریاد رس نہیں ہے، کوئی دستگیر نہیں ہے تو اکڑتے ہیں،

تکبر کرتے ہیں اور کہتے ہیں اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا کیا اس نے سب خداؤں کو ایک خدا بنادیا ہے۔

کفار کے وفد کا آپ ﷺ کے پاس آنا اور سوال کرنا :

اسی سلسلے میں آنحضرت ﷺ کے پاس مکہ مکرمہ کے سرداروں کا ایک وفد آیا وفد خاصا بڑا تھا کہ اس میں ہر قبیلے کا ایک ایک آدمی شریک تھا اور کچھ آدمی دیکھا دیکھی ساتھ مل گئے اور کچھ حضرات آپ کے پاس پہلے سے بیٹھے تھے ان کے متکلم نے گفتگو شروع کی کہ اے محمد! (ﷺ) مکہ مکرمہ میں لوگ بڑے پیار سے رہ رہے تھے۔ کوئی لڑائی جھگڑا اور اختلاف نہیں تھا جس دن سے آپ نے لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کی رٹ لگائی ہے اس دن سے گھر گھر جھگڑا شروع ہو گیا ہے کہ باپ بیٹے کے خلاف ہے بھائی، بھائی کے خلاف ہے، بیوی خاوند میں اختلاف ہے، اور خسر اور داماد میں اختلاف ہے اور اس اختلاف کے ذمہ دار صرف آپ ہیں ہم اور طریقے سے بھی علاج کر سکتے ہیں مگر مل بیٹھ کر مسئلہ حل ہو جائے تو زیادہ بہتر ہے کہ وقت صلح صفائی سے پاس ہو جائے آپ اس طرح کریں کہ ہمارے خداؤں کو تسلیم کرلیں کہ ان سے حاجتیں مانگیں اور ہم آپ کے اللہ کو پکاریں گے اور اس سے حاجتیں طلب کریں گے۔

اللہ رب العزت کا آپ ﷺ کی طرف سے جواب :

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے پیغمبر! آپ ان کو جواب دیں...... قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ آپ (ﷺ) کہہ دیں مجھے منع کیا گیا ہے اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ اس بات سے کہ میں عبادت کروں تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ جن کو تم پکارتے ہو حاجت روا مشکل کشا سمجھ کر اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے قُلْ لَّآ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ آپ (ﷺ) کہہ دیں میں نہیں

پیروی کروں گا تمہاری خواہشات کی، کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور الٰہ بناؤں تو قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا تحقیق میں تو اس وقت بہک جاؤں گا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ اور نہیں ہوں گا میں ہدایت پانے والوں میں سے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت عطا فرمائی ہے نبی بنایا اور قرآن نازل فرمایا ہے۔ لہٰذا میں تمہاری بات کس طرح مان سکتا ہوں؟ اور یہ بات آپ حضرات اس سے پہلے پڑھ چکے ہیں کہ کافروں کا ایک وفد آنحضرت ﷺ کے پاس آیا تھا کہ ہم آپ کو نبی ماننے کے لئے تیار ہیں اگر آپ صفا پہاڑی کو سونا بنا دیں اور یہ اللہ تعالیٰ کو منظور نہیں تھا۔ اس وفد میں سے ایک نے کہا کہ خوشی تو آپ دکھا نہیں سکے نہ آپ کی سونے کی کوئی کوٹھی ہے، نہ باغ ہے، نہ پانی کے چشمے ہیں، چلو پھر جس عذاب کی تم دھمکی دیتے ہو وہی لے آؤ تا کہ تمہارے لئے میدان صاف ہو جائے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا...... قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَيِّنَةٍ آپ (ﷺ) کہہ دیں میں بے شک واضح دلیل پر ہوں مِّنْ رَّبِّیْ اپنے رب کی طرف سے وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ اور تم نے اس کو جھٹلا دیا ہے مَا عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ نہیں ہے میرے پاس وہ عذاب جس کی تم جلدی کرتے ہو اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ نہیں ہے حکم مگر اللہ تعالیٰ کے لئے يَقُصُّ الْحَقَّ وہ بیان کرتا ہے حق کو وَهُوَ خَيْرُ الْفَاصِلِيْنَ اور وہ بہتر فیصلہ کرنے والا ہے قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ آپ (ﷺ) کہہ دیں بے شک اگر میرے پاس ہوتی مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ وہ چیز جس کی تم جلدی کرتے ہو لَقُضِیَ الْاَمْرُ تو البتہ فیصلہ کر دیا جاتا معاملے کا بَيْنِیْ وَبَيْنَكُمْ میرے اور تمہارے درمیان۔ اگر میرے پاس عذاب ہوتا تو جب تم نے پہلی مرتبہ انکار کیا تھا اس وقت تم پر نازل کر دیتا مگر رحمت بھی اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور عذاب بھی اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اختیارات میں سے ایک رتی کے

برابر بھی کسی کو کچھ نہیں دیا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِيْنَ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے ظالموں کو۔

کفار کا دوسرا سوال :

پھر انہوں نے گفتگو کا رخ بدلا اور کہنے لگے کہ دیکھو نہ تم صفا کو سونا بنا سکے اور نہ ہی تم عذاب لانے پر قادر ہو اور عذاب کی دھمکیاں بھی دیتے ہو چلو پھر ہمیں عذاب کا وقت ہی بتا دو۔ آگے اس بات کا جواب ہے فرمایا.....

جواب :

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ اور اسی (اللہ تعالیٰ) کے پاس ہی ہیں غیب کی چابیاں۔ غیب کے خزانے اور غیب کی چابیاں رب تعالیٰ کے پاس ہیں لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ نہیں جانتا ان کو کوئی مگر صرف وہی۔ مجھے نہیں معلوم کہ تم پر عذاب کب آئے گا اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کا وقت بھی نہیں بتایا۔

"مَفَاتِحُ" کی تحقیق :

مَفَاتِحُ ، مِفْتَحٌ کی جمع بھی بن سکتی ہے، اور مِفْتَحٌ کے معنیٰ ہیں ''چابی'' تو معنیٰ ہوں گے چابیاں رب تعالیٰ کے پاس ہیں اور مَفْتَحٌ کی جمع بھی بن سکتی ہے اور مَفْتَحٌ کے معنیٰ ہیں خزانہ تو اس وقت معنیٰ بنے گا کہ غیب کے خزانے اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔ اور اس سے پہلے رکوع میں تم پڑھ چکے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے اعلان کروایا کہ۔ لَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ میں تمہیں نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ اور میں اعلان کرتا ہوں کہ میں غیب نہیں

جاننا۔ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ اور جانتا ہے وہ (اللہ) جو کچھ خشکی میں ہے اور سمندر میں ہے۔

بغیر اذنِ الٰہی کے ایک پتے کا بھی حرکت نہ کرسکنا :

وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اور نہیں گرتا کوئی پتہ کسی درخت سے اِلَّا يَعْلَمُهَا مگر وہ اس کو جانتا ہے وہ رب تعالیٰ کے علم میں ہے دنیا میں بے شمار درخت ہیں کسی کے پتے چوڑے ہیں کسی کے لمبے ہیں کسی کے موٹے ہیں کسی کے پتلے ہیں جب بھی کوئی گرتا ہے رب تعالیٰ اس کو جانتا ہے۔ وَلَا حَبَّةٍ اور نہ کوئی دانہ فِي ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ زمین کی تاریکیوں میں ایسا ہے جو رب تعالیٰ کے علم میں نہ ہو وَلَا رَطْبٍ اور نہ کوئی تر چیز وَّلَا يَابِسٍ اور نہ کوئی خشک چیز اِلَّا فِي كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ مگر وہ اس کتاب میں ہے جو واضح کرنے والی ہے۔

کتابِ مبین سے مراد :

کتابِ مبین سے مراد لوحِ محفوظ ہے، اور لوحِ محفوظ اللہ تعالیٰ کے علم کا کروڑواں حصہ بھی نہیں ہے کیونکہ لوحِ محفوظ میں تو دنیا کی تخلیق سے لے کر دنیا کے فنا ہونے تک کی تمام چیزیں درج ہیں اس سے پہلے کی اور دنیا کے فنا ہونے کے بعد کی باتیں ابدالآباد تک کی وہ لوحِ محفوظ میں نہیں ہیں اور وہ باتیں اس کی نسبت بہت زیادہ ہیں اور وہ تمام رب تعالیٰ کے علم میں ہیں۔

"نیند" اللہ تعالیٰ کی نعمت :

وَهُوَ الَّذِي اور وہ، وہ ذات ہے يَتَوَفّٰكُمْ بِالَّيْلِ جو وفات دیتا ہے رات کو

(یعنی نیند دیتا ہے رات کو)۔ نیند اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ہے۔ سورۂ نبا میں ہے وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا اور نیند کو ہم نے تمہارے لئے موجب آرام بنایا اگر آدمی کو تین چار گھنٹے نیند نہ آئے تو پاگل ہو جائے یا نیم پاگل تو ضرور ہو جائے۔ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ اور وہ جانتا ہے جو تم کماتے ہو دن کو کہ حلال کی ہے یا حرام کی ہے دین کی کمائی ہے یا دنیا کی سب رب تعالیٰ کے علم میں ہے ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ پھر وہ اٹھاتا ہے تم کو دن میں (صبح کے وقت) نیک بخت وہ لوگ ہیں جو بروقت اٹھتے ہیں۔

شیطان کی انسان کے ساتھ کارروائی :

بخاری شریف میں روایت آتی ہے کہ جب آدمی سوتا ہے تو شیطان اپنا منتر اور جادو پڑھ کر اس کے سر پر تین گرہیں لگاتا ہے اور کہتا ہے عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيْلٌ سو جا رات لمبی ہے اگر سحر کے وقت اٹھ کر وضو کیا تو ایک گرہ کھل جائے گی نماز پڑھی۔ دوسری گرہ کھل گئی اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا تیسری گرہ کھل گئی اور اگر نہ اٹھا تو يَبُوْلُ فِیْ اُذُنَيْهِ اس کے دونوں کانوں میں پیشاب کر کے چلا جاتا ہے اور جو شخص صبح سویرے اٹھتا ہے اس کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ طَيِّبُ نَفْسٍ اس کا نفس ہلکا پھلکا ہوتا ہے خوش خوش ہوتا ہے جو نہ اٹھا اور نماز قضا ہو گئی تو كَسْلَانٌ خَبِيْثُ النَّفْسِ بڑا سست اور پلید نفس ہوتا ہے کیونکہ شیطان کے پیشاب نے بھی تو اثر دکھانا ہے۔ لِيُقْضٰى تاکہ طے کیا جائے اَجَلٌ مُّسَمًّى مقررہ میعاد کو ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ پھر اسی کی طرف ہے تمہارا لوٹنا ایک دن قیامت کا دن آنے والا ہے تم نے رب تعالیٰ کے سامنے پیش ہونا ہے اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت ہو گی۔

''خبر'' دینے کا مطلب :

ثُمَّ يُنَبِّئُكُم پھر وہ تمہیں بتلائے گا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ وہ کام جو تم کرتے تھے۔خبر دینے کا مطلب یہ ہے کہ نیکی بدی کا پورا پورا بدلہ دے گا رب تعالیٰ نے توحید کی بڑی تاکید فرمائی ہے اور حق پر قائم رہنے کے لئے بڑا زور دیا ہے اللہ تعالیٰ سب کو توحید پر قائم رکھے اور آخرت کے لئے نیکیاں کمانے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ؕ
حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا
يُفَرِّطُوْنَ (٦١) ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰهُمُ الْحَقِّ ؕ اَلَا لَهُ
الْحُكْمُ ۟ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ (٦٢) قُلْ مَنْ
يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا
وَّخُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ
(٦٣) قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ
تُشْرِكُوْنَ (٦٤) قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ
عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ
شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ
الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ (٦٥) وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ
وَهُوَ الْحَقُّ ؕ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ (٦٦) لِكُلِّ نَبَاٍ
مُّسْتَقَرٌّ ز وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ (٦٧)

لفظ

ی ترجمہ :

وَهُوَ الْقَاهِرُ اور وہ غالب ہے فَوْقَ عِبَادِهٖ اپنے بندوں پر وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً اور وہ بھیجتا ہے تم پر نگران حَتّٰىٓ اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ یہاں تک کہ جب آتی ہے تم میں سے کسی ایک پر موت تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا اس کی جان نکالتے ہیں ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ اور وہ کوتاہی نہیں کرتے ثُمَّ رُدُّوْٓا پھر وہ لوٹائے جاتے ہیں اِلَى اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی طرف مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ جو ان کا سچا آقا ہے اَلَا خبردار لَهُ الْحُكْمُ اسی کا حکم ہے وَهُوَ اَسْرَعُ الْحَاسِبِيْنَ اور وہی ہے جلد حساب لینے والا قُلْ آپ کہہ دیں مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ کون تمہیں نجات دیتا ہے مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ خشکی اور سمندر کے اندھیروں میں تَدْعُوْنَهٗ جس کو تم پکارتے ہو تَضَرُّعًا عاجزی سے وَّخُفْيَةً اور آہستہ آہستہ لَئِنْ اَنْجٰنَا البتہ اگر اس نے ہمیں بچالیا مِنْ هٰذِهٖ اس مصیبت سے لَنَكُوْنَنَّ البتہ ضرور ہو جائیں گے ہم مِنَ الشّٰكِرِيْنَ شکر گزاروں میں سے قُلْ آپ کہہ دیں اَللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا اللہ تعالیٰ ہی نجات دیتا ہے اس تکلیف سے وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ اور ہر قسم کی تکلیفوں سے ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ پھر تم شرک کرتے ہو قُلْ آپ کہہ دیں هُوَ الْقَادِرُ وہ اللہ تعالیٰ قادر ہے عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ اس بات پر کہ بھیجے تم پر عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ عذاب تمہارے اوپر سے اَوْ مِنْ

تَحۡتِ اَرۡجُلِكُمۡ یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے اَوۡ یَلۡبِسَكُمۡ یا تمہیں خلط ملط کردے شِيَعًا مختلف فرقوں میں وَّيُذِيۡقَ بَعۡضَكُمۡ بَاۡسَ بَعۡضٍ اور چکھائے تم میں سے بعض کو بعض کی لڑائی کا مزہ اُنۡظُرۡ دیکھ كَيۡفَ نُصَرِّفُ الۡاٰيٰتِ کیسے پھیر پھیر کر ہم بیان کرتے ہیں آیتوں کو لَعَلَّهُمۡ يَفۡقَهُوۡنَ تاکہ وہ سمجھ جائیں وَكَذَّبَ بِهٖ اور جھٹلایا اس قرآنِ کریم کو قَوۡمُكَ تیری قوم نے وَهُوَ الۡحَقُّ حالانکہ وہ قرآنِ پاک حق ہے قُلۡ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیں لَّسۡتُ عَلَيۡكُمۡ بِوَكِيۡلٍ نہیں ہوں میں تم پر نگہبان لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسۡتَقَرٌّ ہر خبر کے لئے ایک ٹھکانہ ہے وَسَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ اور عنقریب تم جان لو گے۔

مسئلہ توحید و شرک :

شرک کا رد اور توحید کا اثبات، یہ موضوع چلا آرہا ہے۔ توحید قرآن کے بنیادی مسائل میں سے ایک مسئلہ ہے اور مسئلہ توحید اس وقت تک سمجھ نہیں آسکتا جب تک شرک کا مفہوم نہ سمجھا جائے اس لئے قرآن کریم میں دونوں چیزوں کو بیان کیا گیا ہے۔ شرک کا رد اور توحید کا اثبات، توحید یہ ہے کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کرتا ہے اور تمام اختیارات اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے پاس کچھ نہیں ہے۔ اور شرک کی بنیاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے مافوق الاسباب طریقے سے تعلق جوڑا جائے ارشادِ ربانی ہے۔ وَهُوَ الۡقَاهِرُ اور وہ غالب ہے فَوۡقَ عِبَادِهٖ اپنے بندوں پر۔ اللہ تعالیٰ تمام مخلوق پر غالب ہے اس کے حکم سے کوئی سرکشی نہیں کرسکتا۔

"حَفَظَةً" کی تحقیق :

وَیُرْسِلُ عَلَیْکُمْ حَفَظَةً اور وہ بھیجتا ہے تم پر نگران۔ حَفَظَةً، حَافِظٌ کی جمع مکسر ہے جس طرح کَفَرَةٌ کَافِرٌ کی جمع ہے اور فَجَرَةٌ فَاجِرٌ کی جمع ہے۔ ایک تفسیر کے مطابق نگران سے مراد کراما کاتبین ہیں جو نیکی بدی لکھتے ہیں سورۃ الانفطار میں آتا ہے وَ اِنَّ عَلَیْکُمْ لَحٰفِظِیْنَ ☆ کِرَامًا کَاتِبِیْنَ ☆ یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ اور حالانکہ تم پر نگران مقرر ہیں عالی قدر لکھنے والے جو کچھ تم کرتے ہو اسے وہ جانتے ہیں اور سورۃ "ق" میں آتا ہے۔ مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ کوئی بات اس کی زبان پر نہیں آتی مگر ایک نگران اس کے پاس تیار کھڑا ہے جو باتِ زبان سے نکلتی ہے وہ اسے فوراً لکھ لیتا ہے۔ عَنِ الْیَمِیْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِیْدٌ ایک فرشتہ دائیں کندھے پر ہے اور ایک بائیں پر موجود رہتا ہے۔ ہمیں ان فرشتوں کے بیٹھنے کا احساس نہیں ہے۔ ہلکے پھلکے رومال کا کندھے کو احساس ہوتا ہے چیونٹی کا کتنا وجود ہے اگر وہ بھی کندھے پر چڑھ جائے تو احساس ہو جاتا ہے مگر فرشتوں کے بیٹھنے کا ہمیں کوئی احساس نہیں ہے۔ حالانکہ جب فجر کی نماز شروع ہوتی ہے تو دو فرشتے آجاتے ہیں اور جب عصر کی نماز شروع ہوگی تو یہ چلے جائیں گے اور دوسرے دو آجائیں گے یہ چار فرشتے دن رات کے انسان کے اعمال لکھتے ہیں۔ وہ اعمال، اقوال ہوں، چاہے افعال ہوں، یا اشارات ہوں انسان جو بھی نیکی بدی کرتا ہے وہ لکھتے ہیں اور جب ڈیوٹی تبدیل ہوتی ہے اور یہ فرشتے رب تعالیٰ کے پاس جاتے ہیں رب تعالیٰ فرشتوں سے سوال کرتا ہے حالانکہ رب تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ہے مگر ایک طریقہ کار ہے اس کا کَیْفَ تَرَکْتُمْ عِبَادِیْ؟ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا ہے؟ هُمْ یُصَلُّوْنَ وہ نماز میں مصروف تھے اور اب جب

ہم واپس آئے ہیں تو بھی نماز میں مصروف تھے۔ اس لئے فجر اور عصر کی نماز کی بڑی اہمیت ہے۔ کیونکہ اس وقت فرشتوں کی ڈیوٹی تبدیل ہوتی ہے۔

سوال :

اب سوال یہ ہے کہ انسان دل میں جو نیکی اور بدی کا ارادہ کرتا ہے اس کو فرشتے جانتے ہیں یا نہیں؟۔

جواب :

تو دلوں کے راز فرشتوں کو معلوم نہیں ہیں وہ صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو عَلِیْمٌ م بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ہے۔

دل میں خوشبو یا بدبو کا پیدا ہونا :

تو پھر فرشتے نیکی والے ارادے کی نیکی کس طرح لکھتے ہیں؟ اس کے متعلق امام غزالیؒ نقل فرماتے ہیں کہ انسان کے دل میں جب اچھی چیز کا ارادہ پیدا ہوتا ہے تو فرشتوں کو اس کی خوشبو محسوس ہوتی ہے جس سے وہ سمجھ جاتے ہیں کہ اس نے نیکی کا ارادہ کیا ہے اگر چہ وہ اس نیکی کا تعین نہیں کر سکتے کہ یہ کیا کرنا اور کیا کہنا چاہتا ہے مگر رائحۂ طیبہ سے محسوس کر کے لکھ لیتے ہیں اور اگر برے کام کا ارادہ کرے تو اس سے بدبو ظاہر ہوتی ہے جس سے فرشتے سمجھ جاتے ہیں کہ اس نے بدی کا ارادہ کیا ہے۔ اگر چہ وہ اس بدی کا تعین نہیں کر سکتے کہ اس نے کون سی بدی کا ارادہ کیا ہے۔

حضرت عثمانِ غنیؓ کی روایت کے مطابق ''نگران'' کا مفہوم :

ایک تفسیر کے مطابق نگران سے مراد یہ فرشتے ہیں اور دوسری تفسیر کے مطابق

نگران سے مراد وہ فرشتے ہیں جن کا ذکر حضرت عثمان بن عفانؓ کی روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دس فرشتے دن کو اور دس فرشتے رات کو انسان کی حفاظت کے لئے مقرر ہیں جب تک اور جن چیزوں سے حفاظت منظور ہوتی ہے یہ کرتے ہیں تو بیس یہ اور چار وہ چوبیس فرشتے ہر انسان کے ساتھ ہیں اور ہر جن کے ساتھ ہیں اس سے فرشتوں کی تعداد کا اندازہ خود لگا لو۔

آسمان کا فرشتوں سے بھرا ہوا ہونا :

اس کے علاوہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ آسمان پر چار انگشت بھی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ عبادت نہ کر رہا ہو ساتوں آسمانوں کا یہی حال ہے اور عرش کے آس پاس جو فرشتے ہیں وہ تو شمار میں ہی نہیں آسکتے تو فرشتے اللہ تعالیٰ نے نگران مقرر فرمائے ہیں حَتّٰی اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ یہاں تک کہ جب آتی ہے تم میں سے کسی ایک پر موت تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا اس کی جان نکالتے ہیں ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ اور وہ کوتاہی نہیں کرتے۔ جان نکالنے میں جس وقت جس کی جان نکالنی ہوتی ہے اسی وقت نکالتے ہیں اور جس کی جان نکالنی ہوتی ہے اسی کی نکالتے ہیں۔ اور لوگوں نے جو اس طرح کی کہانیاں بنائی ہوئی ہیں کہ ایک آدمی تھا اس کے نام کا ایک اور آدمی تھا۔ فرشتے کو غلطی لگ گئی وہ پہلے کی بجائے دوسرے کی جان نکال کر لے گیا حاشا وکلا ایسی کوئی بات نہیں ہے فرشتے بھول چوک سے پاک ہیں۔ ثُمَّ رُدُّوْٓا پھر وہ لوٹائے جاتے ہیں اِلَى اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی طرف مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ جو ان کا سچا آقا اور بادشاہ ہے۔

ارواح کا علیین یا سجین میں جانا :

مرنے والے اگر نیک ہیں تو ان کی ارواح کو علیین کے مقام میں پہنچایا جاتا ہے۔ اور اگر بد ہیں تو سجین کے مقام میں پہنچایا جاتا ہے اور جب میت کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو روح کو جسم کی طرف لوٹایا جاتا ہے ابھی لوگ قبر سے پیچھے نہیں ہٹتے کہ وہ زندہ ہو چکا ہوتا ہے اور فرشتے اس سے سوال جواب کرتے ہیں۔ مَنْ رَّبُّکَ؟ تیرا رب کون ہے؟۔ مَنْ نَّبِیُّکَ؟ تیرا نبی کون ہے؟۔ مَادِیْنُکَ؟ تو کس دین پر تھا؟۔ اور لوگ جب اسے دفن کر کے واپس جا رہے ہوتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آہٹ سن رہا ہوتا ہے کہ یہ مجھے دفن کر کے جا رہے ہیں۔ اَلَا خبردار لَـهُ الْـحُكْمُ اسی کا حکم ہے وَهُوَ اَسْـرَعُ الْـحَـاسِبِيْنَ اور وہی ہے جلد حساب لینے والا قُلْ آپ کہہ دیں مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ کون تمہیں نجات دیتا ہے مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ خشکی اور سمندر کے اندھیروں میں۔ خشکی کے اندھیرے شیر چیتے بھیڑیئے اور دیگر موذی جانور اور ڈاکوؤں، چوروں سے تمہیں کون نجات دیتا ہے۔ اور جب تم سمندر کا سفر کرتے ہو کشتیوں پر تو سمندر کے اندھیروں سے تمہیں کون نجات دیتا ہے؟۔ تَدْعُوْنَهٗ جس کو تم پکارتے ہو تَضَرُّعًا عاجزی سے وَّخُفْيَةً اور آہستہ آہستہ جب تم پریشانی میں مبتلا ہوتے ہو۔

ذکرِ خفی کی فضیلت :

اور حدیث پاک میں آتا ہے خَيْرُ الذِّكْرِ الْخَفِيُّ بہتر ذکر وہ ہے جو مخفی طور پر ہو صرف ہونٹ ہلیں اور اپنے کان سنیں اور حدیث کے مطابق آہستہ ذکر کرنے کا اجر بلند آواز سے ذکر کرنے سے ستر/۷۰ گنا زیادہ ہے۔ ہاں شریعت نے جہاں بلند آواز سے ذکر کرنے کا حکم دیا ہے وہاں بلند آواز سے کرو جیسے اذان بلند آواز سے کہنی ہے، تکبیر

بلند آواز سے کہنی ہے، عید الاضحیٰ کے موقع پر نویں تاریخ سے لے کر تیرہویں تاریخ تک ہر نماز کے بعد تکبیرات تشریق بلند آواز سے کہنی ہیں اسی طرح تلبیہ لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ بلند آواز سے کہنا ہے۔ اور جہاں شریعت نے بلند آواز سے کہنے کا حکم نہیں دیا وہاں آہستہ ہی بہتر ہے۔

آئمۂ اربعہ کا بیان :

امام ابوحنیفہؒ اور باقی تینوں آئمہ بھی اس مسئلے پر متفق ہیں کہ رَفْعُ الصَّوْتِ بِالذِّکْرِ وَالدُّعَآءِ بِدْعَۃٌ وَ یُخَالِفُ الْاَمْرَ مِنْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی بلند آواز سے ذکر کرنا اور دعا کرنا بدعت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مخالف ہے۔ بعض لوگ دعا اور دعا کی طرف توجہ کرانے کا فرق نہیں سمجھتے۔ مثلاً ایک آدمی کہتا ہے کہ فلاں آدمی فوت ہوگیا ہے اس کے لئے مغفرت کی دعا کرو فلاں بیمار ہے اس کی صحت کے لئے دعا کرو یہ دعا کی طرف توجہ دلانا ہے یہ بلند آواز سے کہے گا تو معلوم ہوگا کہ اس نے کیا کہا ہے؟ اور ایک ہے دعا کرنا۔ مثلاً بارش کے لئے دعا کرنا، مسلمانوں کے لئے دعا کرنا، مجاہدین کی کامیابی کے لئے دعا کرنا، یہ آہستہ کرنی ہے اور ذکر جب بھی کرنا ہے آہستہ کرنا ہے تو فرمایا کہ تم جب پریشان ہوتے ہو تو اسے پکارتے ہو اور کہتے ہو...... لَئِنْ اَنْجٰنَا البتہ اگر اس نے ہمیں بچالیا مِنْ ھٰذِہٖ اس مصیبت سے لَنَکُوْنَنَّ البتہ ضرور ہو جائیں گے ہم مِنَ الشّٰکِرِیْنَ شکر گزاروں میں سے۔ پکا مشرک بھی انتہائی مشکل میں صرف رب تعالیٰ کو پکارتا ہے۔

مشرکین کا انتہائی پریشانی کے وقت صرف اللہ تعالیٰ کو ہی پکارنا :

چنانچہ سورۃ عنکبوت میں آتا ہے فَاِذَا رَکِبُوْا فِی الْفُلْکِ دَعَوُا اللّٰہَ

مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ پھر جب سوار ہوئے کشتیوں میں پکارنے لگے اللہ تعالیٰ کو خالص اسی پر رکھ کر اعتقاد، یعنی کشتیوں میں سوار ہونے کے بعد سمجھتے تھے کہ ہم طوفان کے گھیرے میں آ گئے ہیں تو صرف رب تعالیٰ کو پکارتے تھے اور کلمہ پڑھنے والا کہتا ہے۔

بگرداب بلا افتاد کشتی
مدد کن یا معین الدین چشتی

مصیبت کے چکر میں یعنی پانی کی موجوں میں کشتی پھنس گئی ہے اے معین الدین چشتی مدد کر۔ یہ کلمہ گو مشرک انتہائی مصیبت میں بھی غیر اللہ کو پکارتے ہیں۔ بھائی! کیا شرک کے سینگ ہوتے ہیں؟ شرک بہت بری چیز ہے اللہ تعالیٰ اس سے بچائے اور محفوظ فرمائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... قُلِ آپ کہہ دیں اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا اللہ تعالیٰ ہی نجات دیتا ہے اس تکلیف سے وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ اور ہر قسم کی تکلیفوں سے ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ پھر تم شرک کرتے ہو؟۔ جب تم انتہائی مصیبت میں پھنسے ہوتے ہو تو اس وقت صرف رب تعالیٰ ہی یاد آتا ہے۔ اور جب وہ تمہیں مصیبت سے نجات دے دیتا ہے تو اس وقت تمہیں اور بھی یاد آ جاتے ہیں۔

مختلف قوموں پر عذاب کا تذکرہ :

قُلْ آپ کہہ دیں هُوَ الْقَادِرُ وہ اللہ تعالیٰ قادر ہے عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ اس بات پر کہ بھیجے تم پر عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ عذاب تمہارے اوپر سے کہ پتھر برسائے تم پر جس طرح لوطؑ کی قوم پر برسائے تھے یا ہوا آئے اوپر سے جس طرح قومِ عادؑ پر رب تعالیٰ نے ہوا مسلط فرمائی تھی یا بارش کی صورت میں عذاب آئے کہ تم بھی اور تمہارے مکان بھی بہہ جائیں۔ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے

عذاب آئے، زلزلہ آئے، زمین پھٹ جائے اور تم قارون کی طرح زمین میں دھنس جاؤ۔ اَوْ يَلْبِسَكُمْ یا تمہیں خلط ملط کر دے شِيَعًا مختلف فرقوں میں۔ تمہیں آپس میں لڑا کر گروہ در گروہ بنادے۔ وَيُذِيقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ اور چکھائے تم میں سے بعض کو بعض کی لڑائی کا مزہ۔

آپ ﷺ کا عذاب سے پناہ مانگنا :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ اس آیت کریمہ کے جب یہ الفاظ نازل ہوئے عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ تو آنحضرت ﷺ نے دعا کی اَعُوْذُ بِوَجْهِكَ اے اللہ! میں تیری ذات کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں اس عذاب سے ہمیں محفوظ رکھنا پھر جب الفاظ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اترے تب بھی آنحضرت ﷺ نے نیچے والے عذاب سے پناہ مانگی آیت کا تیسرا ٹکڑا اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ نسبتاً آسان ہے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ ان تین دعاؤں میں سے اللہ تعالیٰ نے پہلی دو کو منظور کر لیا اور فرقہ بندی کے متعلق دعا قبول نہ ہوئی فرمایا...... اُنْظُرْ دیکھ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ کیسے پھیر پھیر کر ہم بیان کرتے ہیں آیتوں کو لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ تاکہ وہ سمجھ جائیں وَكَذَّبَ بِهٖ اور جھٹلایا اس قرآنِ کریم کو قَوْمُكَ تیری قوم نے وَهُوَ الْحَقُّ حالانکہ وہ قرآنِ پاک حق ہے۔

پیغمبر کے ذمے صرف پہنچانا ہی ہے یا منوانا بھی :

قُلْ آپ (ﷺ) کہہ دیں لَسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ نہیں ہوں میں تم پر نگہبان، میں مبلغ ہوں، حق کی بات تم تک پہنچاتا ہوں، منوانا میرے فریضے میں داخل نہیں ہے۔ لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ ہر خبر کے لئے ایک ٹھکانہ ہے۔ وقت مقرر ہے جب

اس خبر کا وقت آئے گا وہ پوری ہو جائے گی۔ عذاب کی بھی، ثواب کی بھی، راحت کی بھی اور تکلیف کی بھی۔ وَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ اور عنقریب تم جان لوگے کہ حق اور توحید کے انکار کرنے کا کیا نتیجہ ہے؟ بس آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے۔ ساری حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی۔

وَاِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖ ؕ وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (۶۸) وَمَا عَلَی الَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ وَّلٰکِنْ ذِکْرٰی لَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ (۶۹) وَذَرِ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وَذَکِّرْ بِهٖۤ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا کَسَبَتْ ۖ لَیْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیٌّ وَّلَا شَفِیْعٌ ۚ وَاِنْ تَعْدِلْ کُلَّ عَدْلٍ لَّا یُؤْخَذْ مِنْهَا ؕ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا کَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِیْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِیْمٌۢ بِمَا کَانُوْا یَکْفُرُوْنَ (۷۰)

لفظی ترجمہ :

وَاِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ اور جب آپ دیکھیں ان لوگوں کو یَخُوْضُوْنَ فِیْ اٰیٰتِنَا جو عیب جوئی کرتے ہیں ہماری آیتوں میں فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ پس آپ ان سے

اعراض کریں حَتّٰی یَخُوضُوا یہاں تک کہ وہ مشغول ہو جائیں فِی
حَدِیْثٍ غَیْرِہٖ کسی اور بات میں وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ اور اگر آپ کو
بھلا دے شیطان فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی پس آپ (ﷺ) نہ بیٹھیں یاد
آجانے کے بعد مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ظالم قوم کے ساتھ وَمَا عَلَی الَّذِیْنَ
اور نہیں ہے ان لوگوں پر یَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ جو بچتے ہیں ان کے حساب
میں سے مِنْ شَیْءٍ کچھ بھی وَلٰکِنْ ذِکْرٰی اور لیکن نصیحت ہے لَعَلَّهُمْ
یَتَّقُوْنَ تاکہ وہ بچ جائیں وَذَرِ الَّذِیْنَ اور آپ چھوڑ دیں ان لوگوں کو
اتَّخَذُوْا دِیْنَهُمْ جنہوں نے بنایا اپنے دین کو لَعِبًا وَّلَهْوًا کھیل اور تماشا
وَغَرَّتْهُمُ الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا اور دھوکے میں ڈالا ان کو دنیا کی زندگی نے وَذَکِّرْ
بِهٖ اور آپ نصیحت کریں اس قرآن پاک کے ذریعے اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌ کہ نہ
گرفتار کیا جائے کوئی نفس بِمَا کَسَبَتْ اپنی کمائی کے ساتھ لَیْسَ لَهَا نہیں
ہوگا اس نفس کے لئے مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے وَلِیٌّ وَّلَا
شَفِیْعٌ کوئی حمایتی اور نہ کوئی سفارشی وَاِنْ تَعْدِلْ اور اگر وہ فدیہ دے کُلَّ
عَدْلٍ پورا فدیہ لَا یُؤْخَذْ مِنْهَا تو نہیں لیا جائے گا اس سے اُولٰٓئِکَ
الَّذِیْنَ یہ وہی لوگ ہیں اُبْسِلُوْا جو گرفتار کیے جائیں گے بِمَا کَسَبُوْا اس
کے بدلے میں جو انہوں نے کمایا لَهُمْ شَرَابٌ ان کے لئے پینا ہوگا مِّنْ
حَمِیْمٍ کھولتے ہوئے پانی سے وَّعَذَابٌ اَلِیْمٌ اور عذاب ہوگا دردناک

بِمَا كَانُوا يَكْفُرُوْنَ اس لئے کہ وہ انکار کرتے تھے۔

سُوَرِ قرآن کی وجہ تسمیہ :

قرآنِ کریم کی سورتوں کے نام کسی خاص واقعہ اور قصے کی وجہ سے ہوتے ہیں جس کا ذکر سورۃ میں ہوتا ہے۔

سورۃ بقرہ کی وجہ تسمیہ :

مثلاً سورۃ فاتحہ کے بعد پہلی سورۃ ہے ''البقرہ'' اس کا نام بقرہ رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ بقرہ کے معنٰی گائے کے بھی ہیں اور بیل کے بھی اور سورۃ میں چونکہ بقرہ کا ذکر ہے اس لئے اس کا نام بقرہ ہے۔

حضرت موسیٰؑ کے دور کا واقعہ :

واقعہ یوں پیش آیا کہ حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں ایک آدمی قتل ہوا اور قاتلوں کا پتہ نہیں چل رہا تھا مقدمہ موسیٰؑ کے سامنے پیش کیا گیا موسیٰؑ نے ان کو اللہ تعالیٰ کا حکم سنایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بیل ذبح کرو اور اس کا ایک حصہ اس مقتول کو مارو وہ فوراً زندہ ہو کر تمہیں بتائے گا کہ میرا قاتل کون ہے۔ چنانچہ انہوں نے بیل کو ذبح کیا اور اس کا دل نکال کر اس کو مارا تو اس نے زندہ ہو کر بتا دیا کہ میرا قاتل فلاں ہے۔

سورۃ النساء کی وجہ تسمیہ :

اور ایک سورۃ کا نام النسآء ہے۔ نساء کا معنٰی ہے عورتیں چونکہ اس میں عورتوں کے حقوق کا ذکر ہے اس لئے اس کا نام نساء ہے۔

سورۂ مائدہ کی وجہ تسمیہ :

اور ایک سورۃ کا نام ہے مائدہ اور مائدہ کا معنیٰ ہے دسترخوان اس میں چونکہ مائدہ کا ذکر ہے وہ اس طرح کہ حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں نے حضرت عیسیٰؑ سے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ سے دسترخوان مانگو جو آسمان سے اترے حضرت عیسیٰؑ نے دعا کی تھی اے ہمارے پروردگار! ہم پر آسمان سے مائدہ نازل فرما اس لئے اس سورۃ کا نام "مائدہ" ہے۔

"اَنعام" کی تحقیق اور وجہ تسمیہ :

اور اس سورۃ کا نام "اَنعام" ہے۔ انعام کے معنیٰ ہیں مویشی (ڈنگر) اونٹ بھیڑ، بکری وغیرہ۔

سورۂ عنکبوت کی وجہ تسمیہ :

آگے ایک سورۃ آئے گی اس کا نام ہے عنکبوت۔ "عنکبوت" کا معنیٰ ہے مکڑی چونکہ اس میں مکڑی کی مثال بیان کی گئی ہے اس وجہ سے اس کا نام عنکبوت ہے غرضیکہ سورتوں کے نام کسی خاص واقعہ کی وجہ سے ہوتے ہیں۔

مشرکین کا سُوَرِ قرآن کا مذاق اڑانا :

لیکن مشرکین مکہ اپنی مجلسوں اور چوپالوں میں قرآن کریم اور سورتوں کا مذاق اڑاتے تھے وہ اس طرح کہ مثلاً ایک کہتا بھائی "بقرہ" میری ہے میں اس کا دودھ پیوں گا چونکہ بقرہ کے معنیٰ گائے بھی ہیں اور دوسرا کہتا "مائدہ" میری ہے چونکہ میں کھانے کا بڑا شوقین ہوں۔ تیسرا کہتا کہ میں عورتوں کا بڑا شوقین ہوں، لہٰذا "نساء" میری ہے۔ دوسروں کو کہتے بھائی عنکبوت تمہیں دیں گے۔ اور قرآن کریم میں چونکہ مکھی اور مچھر کا بھی

ذکر ہے۔ چنانچہ مکھی کا ذکر سترہویں پارہ میں آتا ہے کہ جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ وہ ایک مکھی بھی نہیں بنا سکتے اگرچہ اس کے لئے سب اکٹھے ہو جائیں اور پہلے پارے میں مچھر کا ذکر آتا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نہیں شرماتا اس بات سے کہ بیان کرے کوئی مثال بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا مچھر کی یا اس سے بڑھ کر کسی چیز کی تو کبھی اس طرح مذاق اڑاتے کہ دیکھو یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جس میں مکھیوں اور مچھروں کا ذکر ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے یہ مثالیں سمجھانے کے لئے بیان فرمائی ہیں۔

''مخاطب'' کی تعریف :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... وَاِذَا رَاَیْتَ اے مخاطب جب تو دیکھے۔ ''مخاطب'' سننے والے کو کہتے ہیں اور قیامت تک آنے والا ہر آدمی اس آیت کریمہ کا مخاطب ہے۔ اَلَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ ان لوگوں کو جو عیب جوئی کرتے ہیں شغل اور مسخرہ کرتے ہیں فِیْٓ اٰیٰتِنَا ہماری آیتوں میں ہماری آیتوں کے ساتھ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ پس آپ ان سے اعراض کریں مطلب یہ ہے کہ جو لوگ دین کی باتوں کا مذاق اڑائیں ان کے پاس بالکل نہ بیٹھو۔

مسئلہ :

مسئلہ یہ ہے کہ اگر کہیں قرآن کریم کے خلاف بات ہو رہی ہو یا حدیث کے خلاف بات ہو رہی ہو اسلام کے خلاف بات ہو رہی ہو تو ایسی مجلس میں بیٹھنا گناہ ہے یہ حکم ہے اور مذاق اڑانے کا گناہ انکار کرنے سے بھی بڑا ہے۔

دین کی کسی بات کا مذاق اڑانا کفر ہے :

مثلاً مسواک کرنا احادیث سے ثابت ہے اور مستحب ہے کیونکہ مسواک کی حدیثیں خبر واحد ہیں اور خبر واحد ظنی ہوتی ہے، قطعی نہیں ہوتی لہٰذا اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں مسواک کی احادیث کو نہیں مانتا تو بڑا گناہگار ہوگا مگر کافر نہیں ہوگا لیکن اگر مسواک کا مذاق اڑائے کہ مثلاً نقل اتارے اور کہے کہ ایسے کرتے ہیں اور ایسے کرتے ہیں تو فوراً کافر ہو جائے گا۔

مونچھ منڈوانے پر مذاق اور امام ابو یوسفؒ کا فیصلہ :

جب کاشغر تک صحیح معنیٰ میں اسلامی حکومت قائم تھی جو تقریباً ترپن لاکھ مربع میل رقبہ بنتا ہے قاضی امام ابو یوسفؒ امام ابو حنیفہؒ کے بڑے شاگرد اسلامی حکومت کے چیف جسٹس تھے۔ان کے دور میں ایک آدمی نے مونچھیں منڈوائیں تو دوسرے آدمی نے اس کا مذاق اڑایا کہ تو نے یہ کیا پھاٹک بنوایا ہے۔ پلیٹ فارم بنوایا ہے۔ان الفاظ کی وجہ سے اس آدمی کے خلاف مقدمہ دائر ہوا اور عدالت نے فیصلہ سنایا کہ اس آدمی نے چونکہ سنت کی توہین کی ہے لہٰذا یہ آدمی کافر ہوگیا ہے اور اس کا نکاح ٹوٹ گیا۔ مطلب یہ ہے کہ دوبارہ کلمہ پڑھے اور دوبارہ نکاح پڑھایا جائے۔

مونچھوں کے متعلق ائمہ کے اقوال :

مونچھوں کے متعلق امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ہونٹوں تک قینچی کے ساتھ کاٹنی افضل ہیں اور امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ استرے کے ساتھ صاف کرنی زیادہ بہتر اور افضل ہیں۔

ایک اور استہزاء کرنے والے کے خلاف مقدمہ :

اسی طرح ایک اور کیس دائر ہوا کہ ایک آدمی کے سامنے آنحضرت ﷺ کی حدیث بیان ہوئی کہ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یُحِبُّ الدُّبَّاءَ کہ آپ ﷺ کدو کو پسند فرماتے تھے اس شخص نے کہا اَمَّا اَنَا لَا اُحِبُّ الدُّبَّاءَ بہرحال مجھے کدو پسند نہیں ہے اس کے ان الفاظ پر مقدمہ دائر ہوا کہ اس نے اس موقع پر جب کہ اس کے سامنے حدیث پیش کی گئی کیوں کہا کہ مجھے کدو پسند نہیں ہے۔ بے شک کسی کو اچھا لگے یا نہ لگے کسی کو کوئی چیز موافق ہوتی ہے اور کسی کو موافق نہیں ہوتی۔ مگر اس موقع پر ایسا کہنے سے اس نے حدیث کا مذاق اڑایا ہے فتویٰ دیا گیا کہ یہ مرتد ہو گیا ہے اور اس کا نکاح ٹوٹ گیا ہے۔ یاد رکھنا! داڑھی کے ساتھ مذاق، ٹنڈ کے ساتھ مذاق، پنڈلیوں تک چادر، شلوار ہونے کا مذاق یہ سب کفر ہے ایسا کرنے والا مرتد ہو جاتا ہے۔ اس سے پہلے کی تمام نیکیاں ضائع ہو گئیں توبہ کے بعد مسلمان ہو گا تو نیکیوں کی ابتداء ہو گی اور اب حال یہ ہے کہ مذاق ہی رہ گیا ہے تو حکم خداوندی یہ ہے کہ جہاں قرآن وحدیث اسلام کا مذاق اڑایا جا رہا ہو وہاں نہ بیٹھو وہاں سے اٹھ کر چلے جاؤ۔ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِہٖ یہاں تک کہ وہ مشغول ہو جائیں کسی اور بات میں وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ اور اگر آپ کو بھلا دے شیطان فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی پس آپ (ﷺ) نہ بیٹھیں یاد آ جانے کے بعد مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ظالم قوم کے ساتھ۔ اور اگر ان کے ساتھ بیٹھے گا تو اس کا حکم پانچویں پارے میں آتا ہے فَاِنَّکَ اِذًا مِّثْلُھُمْ تو اس وقت تو بھی ان کی طرح مجرم ہو گا یہ جو باطل فرقوں کے جلسے ہوتے ہیں ان کا بھی یہی حکم ہے کہ ان میں شرکت کرنا گناہ ہے ایسے جلسوں میں صرف وہ جا سکتا ہے جو شخص راسخ العقیدہ مضبوط عمل والا ہو اور دین

کے متعلق پختہ ذہن رکھتا ہو اور ان کے نظریات سننے کے لئے جائے کہ وہ کیا کہتے ہیں؟ تا کہ ان کا جواب دیا جا سکے۔ وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ اور نہیں ہے ان لوگوں پر يَتَّقُوْنَ جو بچتے ہیں ان چیزوں سے کہ وہ قرآن وحدیث کا مذاق نہیں اڑاتے اور حق کو سمجھتے اور مانتے ہیں مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ان کے حساب میں سے کچھ بھی نہیں ہے وَلٰكِنْ ذِكْرٰى اور لیکن نصیحت کرنا تو ہے لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ تا کہ وہ بچ جائیں۔

''لعب اور لہو'' کی تفاسیر :

وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ اور آپ چھوڑ دیں ان لوگوں کو جنہوں نے بنایا اپنے دین کو لَعِبًا وَّلَهْوًا کھیل اور تماشا۔ایک تفسیر کے مطابق یہی دین اسلام مراد ہے کیونکہ یہ دین حق ہے تو سب پر لازم ہے کافروں کے لئے بھی اس کا ماننا لازم اور فرض ہے مگر وہ اس کے ساتھ مذاق کرتے ہیں کبھی اذان کا کبھی نماز کا کبھی دین کے کسی اور رکن کا مذاق اڑاتے ہیں اور ایک تفسیر یہ بھی کرتے ہیں کہ اس سے مراد وہ دین ہے جو ان کو پہلے دیا گیا تھا کہ انہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنالیا ہے۔سورۃ انفال میں ہے مَا كَانَ صَلٰوتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّ تَصْدِيَةً نہیں ہے ان کی نماز مسجد حرام کے پاس مگر تالیاں بجانا اور سیٹیاں مارنا یعنی قوالی کرنا ان کی عبادت ہے۔جس طرح آج کل لوگ قوالی کو عبادت سمجھتے ہیں حالانکہ ان کے اشعار میں بڑی بڑی خرافات ہوتی ہیں جن کا بیان کرنا بھی گناہ ہے اور سننا بھی گناہ ہے۔ وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اور دھوکے میں ڈالا ان کو دنیا کی زندگی نے وَذَكِّرْ بِهٖ اور آپ نصیحت کریں اس قرآن پاک کے ذریعے اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌ کہ نہ گرفتار کیا جائے کوئی نفس بِمَا كَسَبَتْ اپنی کمائی کے ساتھ کہ اس نے جو بدی کی ہے اس میں گرفتار نہ ہو جائے لَيْسَ لَهَا نہیں ہوگا اس نفس

کے لئے مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ کوئی حمایتی اور نہ کوئی سفارشی۔ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی سفارش بھی نہیں کر سکے گا تیسرے پارے میں ہے مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے۔ وَاِنْ تَعْدِلْ اور اگر وہ فدیہ دے كُلَّ عَدْلٍ پورا فدیہ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا تو نہیں لیا جائے گا اس سے۔ دنیا میں تو ایسا ہوتا ہے کہ لوگ بعض جرائم کا جرمانہ دے کر رہا ہو جاتے ہیں مگر وہاں آخرت میں ایسا نہیں ہوگا۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ یہ وہی لوگ ہیں اُبْسِلُوْا جو گرفتار کیے جائیں گے بِمَا كَسَبُوْا اس کے بدلے میں جو انہوں نے کمایا۔

جہنمیوں کی شراب :

لَهُمْ شَرَابٌ ان کے لئے پینا ہوگا مِّنْ حَمِيْمٍ کھولتے ہوئے پانی سے۔ وہ اتنا گرم ہوگا کہ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ہونٹوں کو لگے تو ہونٹ جل جائیں گے حلق سے نیچے يَتَجَرَّعُهٗ قطرہ قطرہ کر کے اتاریں گے۔ اتنا گرم ہوگا کہ نیچے اتار نہیں سکیں گے مگر مجبور ہوں گے۔ نیچے اتارنے پر اور چند قطرے جب اندر جائیں گے تو فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ وہ ان کی آنتوں کو کاٹ کر پاخانہ کے راستے سے نکال دے گا پھر آنتیں ان کے اندر ڈالی جائیں گی۔ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌ اور عذاب ہوگا دردناک بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ اس لئے کہ وہ انکار کرتے تھے۔ اور کفر کا بدلہ ضرور ملے گا۔

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِى الْاَرْضِ حَيْرَانَ لَهٗٓ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ط قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ط وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۷۱) وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّقُوْهُ ط وَهُوَ الَّذِىْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ (۷۲) وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ط وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ط قَوْلُهُ الْحَقُّ ط وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ (۷۳)

لفظی ترجمہ :

قُلْ آپ (ﷺ) کہہ دیں اَنَدْعُوْا کیا ہم پکاریں مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے ورے ورے مَا لَا يَنْفَعُنَا اس مخلوق کو جو ہمیں نہ نفع پہنچا سکتی ہے وَلَا يَضُرُّنَا اور نہ نقصان دے سکتی ہے وَنُرَدُّ اور ہم لوٹا دیے جائیں گے عَلٰٓى اَعْقَابِنَا ایڑیوں کے بل بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ بعد اس کے کہ اللہ

تعالیٰ نے ہمیں ہدایت دی ہے کَالَّذِی اس شخص کی طرح اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ جس کو گمراہ کردیا شیطانوں نے فِی الْاَرْضِ حَيْرَانَ زمین میں حیران ہے لَهٗ اَصْحٰبٌ اس کے ساتھی ہیں يَّدْعُوْنَهٗ جو اس کو بلاتے ہیں اِلَى الْهُدَى ہدایت کی طرف (کہتے ہیں) ائْتِنَا ہماری طرف آجا قُلْ آپ (علیہ السلام) کہہ دیں اِنَّ هُدَى اللّٰهِ بے شک اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہی هُوَ الْهُدٰى وہ ہدایت ہے وَاُمِرْنَا اور ہمیں حکم دیا گیا ہے لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کہ ہم جھک جائیں رب العالمین کے سامنے وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اور اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ نماز کو قائم کرو وَاتَّقُوْهُ اور اس سے ڈرو وَهُوَ الَّذِیْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ اور وہی ذات ہے جس کی طرف تم اکٹھے کیے جاؤ گے وَهُوَ الَّذِیْ اور وہ، وہ ذات ہے خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو بِالْحَقِّ حق کے ساتھ وَيَوْمَ يَقُوْلُ اور جس دن وہ فرمائے گا كُنْ فَيَكُوْنُ ہو جا، پس سب کچھ ہو جائے گا قَوْلُهُ الْحَقُّ اس کی بات سچی ہے وَلَهُ الْمُلْكُ اور اسی کے لئے بادشاہی ہے يَوْمَ يُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ جس دن پھونکا جائے گا صور میں عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ غائب اور حاضر چیزوں کو جاننے والا ہے وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ اور وہی ہے حکمت والا خبر رکھنے والا۔

آیات کا شانِ نزول :

آنحضرت ﷺ کو حق کی تبلیغ سے روکنے کے لئے مشرکین مکہ نے کئی حربے اختیار کئے آپ ﷺ کے ساتھیوں پر بڑے بڑے ظلم کئے مارا پیٹا انگاروں پر لٹایا شہید کیا۔ آنحضرت ﷺ کو تین سال تک نظر بند رکھا اور ہر طرح کا بائیکاٹ کیا کہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کی تبلیغ چھوڑ دے آپ ﷺ کے پاس خالد بن ولیدؓ کے والد ولید بن مغیرہ اور عتبہ بن ربیعہ آئے ولید بن مغیرہ بڑا مالدار آدمی تھا اور عتبہ بن ربیعہ کی لڑکیاں بڑی خوبصورت تھیں ولید بن مغیرہ نے کہا کہ اگر آپ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کی تبلیغ چھوڑ دیں تو میں تجھے اتنا مال دینے کو تیار ہوں کہ تیری کئی پشتوں کو کافی ہو جائے گا اور عتبہ بن ربیعہ نے کہا اگر آپ (ﷺ) لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی تبلیغ چھوڑ دیں تو میری جس لڑکی کی طرف اشارہ کریں میں اس کے ساتھ تیرا نکاح کر دونگا بغیر حق مہر کے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ نہ تو مجھے دولت کی لالچ ہے اور نہ عورتوں کی خواہش ہے۔ میں رب تعالیٰ کا پیغمبر ہوں اس کا پیغام پہنچاؤں گا چاہے اس میں میری جان چلی جائے۔

مشرکین کا ایک اور وفد دربارِ رسالت میں :

اس کے بعد مشرکوں نے ایک اور وفد تیار کر کے بھیجا کہ اس کے ساتھ صلح صفائی کی بات کرو اور صلح ہوتی ہے کچھ لو اور کچھ دو کے قانون پر۔ چنانچہ اس وفد نے گفتگو شروع کی۔ کہنے لگے اے محمد! (ﷺ) آپ کے آنے سے پہلے یہاں کوئی لڑائی جھگڑا نہیں تھا جس دن سے آپ نے لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کی تبلیغ شروع کی ہے اس دن سے ہر گھر میں لڑائی شروع ہوگئی ہے۔ بھائی، بھائی کا مخالف ہے، خاوند، بیوی سے لڑتا ہے، باپ بیٹا آپس میں لڑ رہے ہیں اس کا نتیجہ اچھا نہیں نکلے گا اس لڑائی کے آپ ذمہ دار ہیں۔ ہم

آپ کے پاس خیر خواہی کے جذبہ کے تحت آئے ہیں یہ جھگڑے اس طرح ختم ہو سکتے ہیں کہ آپ ہمارے خداؤں کو پکاریں اور ہم آپ کے خدا کو پکارتے ہیں تا کہ مل جل کر زندگی بسر کریں۔

مطالبات مشرکین کا جواب :

اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بات کا جواب دیا اور فرمایا...... قُلْ آپ (ﷺ) کہہ دیں اَنَدْعُوْا کیا ہم پکاریں مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے ورے ورے مَا لَا يَنْفَعُنَا اس مخلوق کو جو ہمیں نہ نفع پہنچا سکتی ہے وَلَا يَضُرُّنَا اور نہ نقصان دے سکتی ہے۔ لات منات عزیٰ وغیرہ کے پاس کیا ہے کہ ہم ان کو پکاریں وَنُرَدُّ اور ہم لوٹا دیئے جائیں گے عَلٰى اَعْقَابِنَا ایڑیوں کے بل۔

سوال :

یہاں پر بظاہر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ تو نبوت کے ملنے سے پہلے بھی موحد تھے کیونکہ پیغمبر پیدائشی طور پر موحد ہوتا ہے اور پیغمبر معصوم ہوتا ہے اس سے گناہ سرزد نہیں ہو سکتا اور ''لوٹا دیئے جائیں'' سے تو بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح پہلے کافر مشرک تھے پھر اس طرح ہو جائیں بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ بعد اس کے اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت دی ہے۔

جواب :

مفسرین کرامؒ اس کا ایک جواب یہ دیتے ہیں کہ نُرَدُّ میں تغلیب ہے، تغلیب کا مطلب ہے ایک کو دوسرے پر غلبہ دینا جس طرح کہا جاتا ہے ''والدین'' تو دو والد تو

کسی کے نہیں ہیں بلکہ والد کو والدہ پر غلبہ دے کر والدین کہا جاتا ہے اس طرح شمسین دو سورج۔ تو دو سورج تو نہیں ہیں بلکہ سورج کو چاند پر غلبہ دیا گیا ہے مراد سورج اور چاند ہیں یا کہا جاتا ہے قمرین دو چاند تو چاند تو ایک ہے تو یہاں چاند کو سورج پر غلبہ دیا گیا ہے آپ ﷺ نے تو کبھی شرک نہیں کیا مگر اکثر ساتھی تو زمانہ جاہلیت میں شرک میں مبتلا رہے تو ان کو غلبہ دیتے ہوئے کہا ہے کہ ہم پلٹا دیئے جائیں الٹے پاؤں بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت دی ہے۔

دوسرا جواب:

دوسرا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ کافروں کے زعم اور خیال کے مطابق کیا گیا ہے۔ کیونکہ جب تک آپ ﷺ نے تبلیغ شروع نہیں کی تھی کافر یہ سمجھتے تھے یہ ہمارے ہیں اور جس دن سے آپ ﷺ نے تبلیغ شروع فرمائی تو کافروں نے یہ سمجھا کہ آج سے یہ ہم سے علیحدہ ہو گئے ہیں تو یہ جواب ان کے خیال کے مطابق دیا گیا ہے حقیقت میں ایسی کوئی بات نہیں ہے کہ تمہارا خیال ہے کہ میں پہلے تمہارے ساتھ تھا۔ حاشا وکلا ایسا نہیں ہے کہ ہم پلٹا دیئے جائیں الٹے پاؤں بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت دی ہے۔ كَالَّذِي اس شخص کی طرح اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ جس کو گمراہ کر دیا شیطانوں نے فِي الْاَرْضِ حَيْرَانَ زمین میں حیران ہے لَهٗٓ اَصْحٰبٌ اس کے ساتھی ہیں يَّدْعُوْنَهٗ جو اس کو بلاتے ہیں اِلَى الْهُدَى ہدایت کی طرف (کہتے ہیں) ائْتِنَا ہماری طرف آ جا۔ اور وہ آتا نہیں یعنی جنگل میں کسی کو جن چمٹ جائے اور وہ آسیب کی وجہ سے بدحواس ہو جائے اور اس کو اس کے ساتھی بلائیں کہ تو ہماری طرف آ مگر اس کے تو ہوش و حواس ہی قائم نہیں ہیں وہ کس طرح آئے گا میں نے تیسرے پارے میں اس کے متعلق

ضروری بحث کی تھی۔

امام سرخسیؒ، ان کی کتاب اور اہلِ سنت کا نظریہ :

امام سرخسیؒ بہت بڑے فقیہ گزرے ہیں وہ اپنی کتاب مبسوط میں لکھتے ہیں جو اکیس جلدوں میں ہے کہ اہلِ سنت والجماعت کا یہ نظریہ ہے کہ بسا اوقات جنات انسان کے وجود میں داخل ہو کر اس کو تکلیف پہنچا سکتے ہیں لیکن جنات کی بیماری اتنی عام نہیں ہے کہ جتنا ان فراڈیوں نے جو فالوں اور تعویذ گنڈے والوں نے لوگوں کا ذہن بگاڑا ہوا ہے۔ ہر ایک کو کہتے ہیں کہ تیرے اوپر سایہ ہے اور تیرے اوپر جادو ایسی ہے۔ کوئی بات نہیں ہے مسلمان کو اتنا وہمی نہیں ہونا چاہیے۔ سو مریضوں میں سے ایک دو ایسے ہوں گے کہ جن پر جنات کا اثر ہو باقی سب طبعی بیماریاں ہیں۔ بالکل غلط فہمی کا شکار نہ ہونا اچھے خاصے پڑھے لکھے سمجھ دار اس بیماری میں مبتلا ہیں افسروں تک کل دو آدمی میرے پاس آئے کہنے لگے ہم پر وار ہو گیا ہے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ کچھ ویسے ذہن بگڑے ہوئے ہیں اور کچھ ان ٹھگ باز تعویذ والوں نے بے ایمان بنا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے کوئی شئی ہمیں خالص ملتی نہیں خوراک ہماری کھاد والی ہے دودھ مرچ نمک تک ملاوٹ کرتے ہیں۔ پھر صحت کس طرح قائم رہے گی تو زیادہ تر بیماریاں ہیں۔ باقی اثر بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ محاورہ ہے خرافات کہ جو باتیں سمجھ نہ آئیں تو کہہ دیتے ہیں چھوڑو ان خرافات کو۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کا قول :

تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے کہا حدیث خرافہ، یہ خرافہ کی بات ہے آپ ﷺ نے فرمایا عائشہ! حدیث خرافہ کا مطلب کیا ہے؟ حضرت

عائشہ صدیقہؓ نے جواب دیا کہ حضرت بڑوں سے میں نے سنا ہے کہ جو بات سمجھ میں نہ آئے اس کو کہہ دیتے ہیں حدیث خرافہ آپ ﷺ نے فرمایا خُرَافَةُ اِسْمُ رَجُلٍ خرافہ ایک آدمی کا نام ہے اَسَرَتْهُ الْجِنَّاتُ اس کو جنات گرفتار کر کے لے گئے تھے۔ اور کئی سال تک جنات کے قبضہ میں رہا پھر جنات نے اس کو رہا کر دیا وہ جب واپس آیا تو ایسی باتیں کرتا تھا جو لوگوں کو سمجھ نہیں آتی تھیں تو اس سے ضرب المثل بن گئی کہ جو بات سمجھ نہ آتی اس کو کہہ دیتے حدیث خرافہ یہ خرافہ کی بات ہے۔ اور اسی سے خرافات کا لفظ نکلا ہے۔ قُلْ آپ (ﷺ) کہہ دیں اِنَّ هُدَى اللّٰهِ بے شک اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہی هُوَ الْهُدٰى وہ ہدایت ہے وَاُمِرْنَا اور ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ اے وفد والو! اللہ تعالیٰ کی طرف سے لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کہ ہم جھک جائیں رب العالمین کے سامنے اور ہمیں حکم ہے وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اور اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ نماز کو قائم کرو وَاتَّقُوْهُ اور اس سے ڈرو لہٰذا ہم تمہاری بات ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں اور یاد رکھو! وَهُوَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ اور وہی ذات ہے جس کی طرف تم اکٹھے کیے جاؤ گے۔ میدانِ محشر میں او ظالمو! تمہیں یہ بات سمجھ نہیں آتی وَهُوَ الَّذِيْ اور وہ، وہ ذات ہے خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو بِالْحَقِّ حق کے ساتھ، تمہارے لات منات عزیٰ اور دوسرے خداؤں نے کیا پیدا کیا ہے۔ اگر کچھ پیدا کیا ہے تو بتاؤ۔ وَيَوْمَ يَقُوْلُ اور جس دن وہ فرمائے گا كُنْ فَيَكُوْنُ ہو جا، پس سب کچھ ہو جائے گا۔ وہ جس طرح چاہے گا اسی طرح ہو جائے گا جب قیامت برپا کرنا چاہے گا قیامت برپا ہو جائے گی اور دنیا فنا ہو جائے گی اور جب دوبارہ اٹھانا چاہے گا ساری دنیا اٹھ کھڑی ہوگی۔ قَوْلُهُ الْحَقُّ اس کی بات سچی ہے۔

شاہی صرف اللہ تعالیٰ کی:

وَلَهُ الْمُلْكُ اور اسی کے لئے بادشاہی ہے یَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّوْرِ جس دن پھونکا جائے گا صور میں، اس دن صرف اللہ تعالیٰ کی شاہی ہوگی آج تو دنیا میں میری تیری ہے کہ میری حکومت میری سلطنت میرا اقتدار میری صدارت میری وزارت اس میری تیری نے لوگوں کو تباہ کردیا ہے اور اس دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہوگا لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ بتاؤ آج ملک کس کا ہے؟ سب کی طرف سے جواب آئے گا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ اس رب کا ہے جو اکیلا ہے اور سب پر غالب ہے عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ غائب اور حاضر چیزوں کو جاننے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا عالم الغیب ہونا بندوں کی نسبت سے ہے مخلوق کی نسبت سے ہے کہ جو چیز بندوں سے اور اس کی مخلوق سے غائب ہے وہ اس کو بھی جانتا ہے اور جو چیز حاضر ہے اس کو بھی جانتا ہے یہ مطلب ہر گز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ سے جو غائب ہے اس کو جانتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز غائب نہیں ہے۔ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ اور وہی ہے حکمت والا خبر رکھنے والا۔ اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہے۔ وہ ہر شئی کے ظاہر، باطن قول، فعل، نیتوں اور ارادوں کو جانتا ہے۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ج اِنِّيْ
اَرٰكَ وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (۷۴) وَكَذٰلِكَ
نُرِيْ اِبْرَاهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ
مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ (۷۵) فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ج
قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ج فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ (۷٦)
فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ج فَلَمَّا اَفَلَ قَالَ لَئِنْ
لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ (۷۷) فَلَمَّا
رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ج فَلَمَّآ
اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ (۷۸) اِنِّيْ
وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا
وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (۷۹)

لفظی ترجمہ :

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ اور جب کہا ابراہیمؑ نے لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اپنے باپ آزر
سے اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا کیا تو بناتا ہے بتوں کو اٰلِهَةً معبود اِنِّيْ اَرٰكَ بے

شک میں دیکھتا ہوں تجھے وَقَوۡمَکَ اور تیری قوم کو فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ کھلی
گمراہی میں وَکَذٰلِکَ اور اسی طرح نُرِیۡۤ اِبۡرٰھِیۡمَ دکھائے ہم نے
ابراہیمؑ کو مَلَکُوۡتَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ عجائبات آسمانوں کے اور زمین
کے وَلِیَکُوۡنَ مِنَ الۡمُوۡقِنِیۡنَ اور تا کہ ہو جائیں وہ یقین کرنے والوں میں
سے فَلَمَّا جَنَّ عَلَیۡہِ الَّیۡلُ پس جب تاریکی چھا گئی ان پر رات کی رَاٰ
کَوۡکَبًا دیکھا اس نے ایک ستارہ قَالَ ھٰذَا رَبِّیۡ کہا اس نے یہ میرا رب
ہے فَلَمَّاۤ اَفَلَ پس جب وہ غائب ہو گیا قَالَ لَاۤ اُحِبُّ الۡاٰفِلِیۡنَ کہا میں
نہیں پسند کرتا غائب ہو جانے والوں کو فَلَمَّا رَاَ الۡقَمَرَ پس جب دیکھا
انہوں نے چاند کو بَازِغًا چمکتا ہوا قَالَ ھٰذَا رَبِّیۡ کہا یہ میرا رب ہے فَلَمَّاۤ
اَفَلَ پس جب وہ غائب ہو گیا قَالَ لَئِنۡ لَّمۡ یَھۡدِنِیۡ رَبِّیۡ کہا اگر نہ ہدایت
دیتا مجھے میرا پروردگار لَاَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡقَوۡمِ الضَّآلِّیۡنَ البتہ ہو جاتا میں بھی
گمراہ لوگوں میں سے فَلَمَّا رَاَ الشَّمۡسَ بَازِغَۃً پس جب دیکھا اس نے
سورج کو چمکتا ہوا قَالَ ھٰذَا رَبِّیۡ کہا یہ میرا رب ہے ھٰذَاۤ اَکۡبَرُ یہ بڑا
ہے فَلَمَّاۤ اَفَلَتۡ پس جب وہ بھی غروب ہو گیا قَالَ کہا یٰقَوۡمِ اِنِّیۡ
بَرِیۡٓءٌ مِّمَّا تُشۡرِکُوۡنَ اے میری قوم! بے شک میں بیزار ہوں ان سے جن
کو تم شریک بناتے ہو اِنِّیۡ وَجَّھۡتُ وَجۡھِیَ بے شک میں نے متوجہ کر لیا اپنا
چہرہ لِلَّذِیۡ اس ذات کی طرف فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ جس نے پیدا

کیا آسمانوں کو اور زمین کو حَنِيۡفًا اور میں ایک طرف ہونے والا ہوں وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ اور نہیں ہوں میں شرک کرنے والوں میں سے۔

حضرت ابراہیمؑ کی شاہکار شخصیت :

حضرت ابراہیمؑ کی شخصیت تمام مذہبوں اور تمام فرقوں میں مسلم تھی اور سب ان کو عقیدت، محبت اور احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے مسلم شخصیت ہونے کی وجہ سے ہر فرقہ اپنی نسبت اور تعلق ان کے ساتھ جوڑتا تھا۔ چنانچہ یہودیوں کا دعویٰ تھا کہ ابراہیمؑ یہودی تھے، عیسائیوں کا دعویٰ تھا کہ ابراہیمؑ عیسائی تھے اور مشرکین مکہ دعویٰ کرتے تھے کہ وہ ہم میں سے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے تیسرے پارے میں ان سب کی تردید فرمائی بڑے صاف الفاظ میں فرمایا...... مَا كَانَ اِبۡرٰهِيۡمُ يَهُوۡدِيًّا وَّ لَا نَصۡرَانِيًّا وَّ لٰكِنۡ كَانَ حَنِيۡفًا مُّسۡلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ابراہیمؑ نہ یہودی تھے نہ عیسائی تھے اور لیکن وہ ایک طرف ہو کر رہنے والے مسلمان تھے۔ اور نہ وہ مشرکوں میں سے تھے اور ایک مقام پر صابئین کا لفظ بھی آیا ہے۔

"صابی" تعریف و تحقیق :

صابی فرقہ پیغمبروں پر ایمان رکھتا تھا اور قیامت کو بھی مانتا تھا اور نماز روزہ کا بھی قائل تھا اور جنت و دوزخ کو بھی مانتا تھا اس کے ساتھ ساتھ کواکب پرستی میں مبتلا تھا کہ ستاروں میں خدائی کرشمے مانتا تھا کہ فلاں ستارے کو یہ اختیار ہے اور فلاں کو یہ اختیار ہے اور فلاں کو یہ اختیار ہے۔

سیاروں، ستاروں میں تاثیر کا ہونا :

یہاں آپ حضرات ایک بات ذہن نشین کر لیں کہ اللہ تعالیٰ نے ستاروں میں تاثیر رکھی ہے اس کا انکار نہیں لیکن وہ اللہ تعالیٰ کا ایک نظام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو کام میں لگایا ہے، وہ اس سے ادھر ادھر نہیں ہو سکتے۔ ان میں خدائی اختیارات نہیں ہیں جس طرح سورج اور چاند میں اللہ تعالیٰ نے تاثیر رکھی ہے۔ علم نباتات والے بتاتے ہیں کہ سورج کی حرارت اور تپش کا فصلوں پر اثر پڑتا ہے۔ اور چاند اور ستاروں کی روشنی بھی پھلوں میں مؤثر ہے کہ اس سے پھلوں میں رس اور مٹھاس پیدا ہوتی ہے۔ یہ تاثیر ان میں اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے اس کا انکار نہیں ہے۔ سورج کی حرارت اور تپش کا کون انکار کرسکتا ہے۔ لیکن خدائی اختیارات کسی میں نہیں ہیں۔ نہ سورج میں نہ چاند میں، نہ ستاروں میں، آج کا سبق بھی شرک کی تردید پر مشتمل ہے۔

''آزر'' ہی ابراہیمؑ کا باپ تھا :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ اور جب کہا ابراہیمؑ نے لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اپنے باپ آزر کو قرآنِ کریم نے آزر کو ابراہیمؑ کا باپ کہا ہے۔ اس کے خلاف کوئی قوی اور مضبوط دلیل موجود نہیں ہے ایک دو روایتیں صحابہ کرامؓ سے مروی ہیں مگر وہ سند کے اعتبار سے انتہائی درجے کی ضعیف ہیں کہ ابراہیمؑ کے والد کا نام تارخ تھا اور آزر ان کا چچا تھا اور یہ روایتیں اتنی ضعیف ہیں کہ قرآن کریم کے مقابلہ میں حجت نہیں ہوسکتیں باپ سے کیا کہا اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا کیا تو بناتا ہے بتوں کو اٰلِهَةً معبود۔

''صنم'' کی تحقیق وتفسیر :

اس آیت کی تشریح میں تفسیر ابن جریر طبری تفسیر خازن میں لکھا ہے کہ صنم کہتے ہیں...... اَلَّذِیْ یُتَّخَذُ مِنَ الذَّھَبِ وَالْفِضَّۃِ وَالْخَشَبِ وَالْحَجَرِ وَالْمَدَرِ عَلٰی صُوْرَۃِ الْاِنْسَانِ وَھُوَ الْوَثْنُ اَیْضًا جو بنایا جائے سونے اور چاندی سے اور لکڑی اور پتھر سے اور مٹی سے انسانی شکل پر اور وثن بھی یہی ہے اور اگر انسان کی شکل پر نہ ہو تو اسکو کبھی تو ہیکل کہتے ہیں اور کبھی تمثال کہتے ہیں اور کبھی کسی اور لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کی قوم بت پرست تھی اپنے بزرگوں کے فوٹو اور تصویریں بنائی ہوئی تھیں اور ان کے ساتھ عقیدت رکھتے تھے اصل عقیدت تو ان بزرگوں کے ساتھ تھی جن کی شکلوں پر یہ بت بنائے ہوئے تھے اور انہی کی پوجا کرتے تھے کیونکہ محض پتھر اور لکڑی کی پوجا تو کبھی کسی نے نہیں کی۔

ہندوؤں کا پتھروں کو تراشنا اور بت بنانا :

یہ جو پرانے بزرگ ہیں انہوں نے ہندوؤں کو دیکھا ہوگا کہ وہ رام چندر اور کرشن اور بدھ کی پوجا کرتے تھے اس طرح کہ ایک مَن کا پتھر لے کر اس کو تراشتے کرشن جی کی شکل پر تراشتے تراشتے جب وہ پانچ سیر کا رہ جاتا اور کرشن جی کی شکل بن جاتی یا رام چندر کی شکل بن جاتی یا بدھ کی شکل بن جاتی تو اس کو پوجنا شروع کر دیتے تھے وہ پتھر جب ایک مَن کا تھا تو اس کی کوئی حیثیت نہیں تھی اس کی کسی نے پوجا نہیں کی اور جب وہ پانچ سیر کا رہ گیا تو اب اس کی پوجا شروع ہوگئی کیونکہ اب وہ کسی کی شکل اختیار کر گیا ہے تو مطلب یہ ہوا کہ پوجا پتھر کی نہیں بلکہ اس ذات کی ہے جس کی شکل پر اس کو تراشا گیا ہے اسی طرح وہ بیس سیر کی لکڑی میں کوئی کرشمہ نہیں مانتے تھے مگر جب اس کو تراش کر بدھ یا

کرشن جی اور رام چندر کی شکل بنا دیتے تو اس کی پوجا کرتے لہٰذا اصل پوجا تو اس کی ہوئی جس کی شکل پر اس کو تراشا گیا یہ تو محض نشان اور ماڈل ہوتا تھا تو ابراہیمؑ کی قوم نے بزرگوں کے بت بنائے ہوئے تھے جن کی پوجا کرتے تھے فرمایا...... اِنِّیۡۤ اَرٰىكَ بے شک میں دیکھتا ہوں تجھے وَقَوۡمَكَ اور تیری قوم کو فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ کھلی گمراہی میں، یہ بتوں کی پوجا کھلی گمراہی ہے وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح نُرِیۡۤ اِبۡرٰهِیۡمَ دکھائے ہم نے ابراہیمؑ کو مَلَكُوۡتَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ عجائبات آسمانوں کے اور زمین کے وَلِيَكُوۡنَ مِنَ الۡمُوۡقِنِيۡنَ اور تاکہ ہو جائیں وہ یقین کرنے والوں میں سے، حضرت ابراہیمؑ کی قوم بت پرستی کے ساتھ ساتھ کواکب پرستی میں بھی مبتلا تھی کہ ستاروں میں خدائی کرشمے اور قدرتیں مانتے تھے رات کا وقت تھا مجلس لگی ہوئی تھی۔

ابراہیمؑ نے کون سا ستارہ دیکھا :

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيۡهِ الَّيۡلُ پس جب تاریکی چھا گئی ان پر رات کی رَاٰ كَوۡكَبًا دیکھا اس نے ایک ستارہ۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ مشتری تھا اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ زحل تھا اور بعض کہتے ہیں کہ زہرہ تھا۔ بہر حال کوئی ستارہ دیکھا تو......

"هٰذَا رَبِّیۡ" کا مفہوم :

قَالَ هٰذَا رَبِّیۡ یہ هٰذَا رَبِّیۡ استفہام ہے معنیٰ ہے گا "کہا اس نے یہ میرا رب ہے؟" ستارے کو رب نہیں کہا کیونکہ استفہام ہے مطلب یہ ہے کہ اے ستاروں کو رب بنانے والو! یہ میرا رب ہے؟۔ فَلَمَّاۤ اَفَلَ پس جب وہ ستارہ غائب ہو گیا قَالَ لَاۤ اُحِبُّ الۡاٰفِلِيۡنَ کہا میں نہیں پسند کرتا غائب ہو جانے والوں کو کہ اپنی جگہ پر کھڑا نہیں ہو سکتا میں اس کو رب بنانے کے لئے تیار نہیں ہوں آپ نے قوم کو سمجھایا کہ تم محض

ستارے کی چمک دیکھ کر اسے معبود بناتے ہو حالانکہ یہ تو غائب ہو جانے والی چیز ہے۔ اور جس چیز پر زوال آجائے وہ الٰہ نہیں ہوسکتی۔ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ پس جب دیکھا انہوں نے چاند کو بَازِغًا چمکتا ہوا کہ یہ ستارے سے زیادہ چمکنے والا ہے قَالَ هٰذَا رَبِّیْ کہا یہ میرا رب ہے، کیا میں اس کو رب بنالوں فَلَمَّا اَفَلَ پس جب وہ غائب ہو گیا قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِیْ رَبِّیْ کہا اگر نہ ہدایت دیتا مجھے میرا پروردگار لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ البتہ ہو جاتا میں بھی گمراہ لوگوں میں سے۔ حضرت ابراہیمؑ نے نہ ستارے کو رب مانا اور نہ ہی چاند کو قوم کے ساتھ مکالمہ تھا اور ان کی تردید کر رہے تھے کہ میں ان زوال پذیر چیزوں کو رب بنالوں جو اپنی جگہ پر قائم نہیں رہ سکتے اگر میرے رب نے مجھے ہدایت نہ دی ہوتی تو میں تمہارے جیسا گمراہ ہوتا۔ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً پس جب دیکھا اس نے سورج کو چمکتا ہوا سورج طلوع ہوا دیکھا کہ وہ چاند سے بھی زیادہ منور ہے قَالَ هٰذَا رَبِّیْ کہا یہ میرا رب ہے هٰذَآ اَكْبَرُ یہ بڑا ہے فَلَمَّا اَفَلَتْ پس جب وہ بھی غروب ہو گیا قَالَ کہا ابراہیمؑ نے يٰقَوْمِ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ اے میری قوم! بے شک میں بیزار ہوں ان سے جن کو تم شریک بناتے ہو، میں تمہاری بت پرستی سے بھی بیزار ہوں اور کواکب میں جو تم خدائی کرشمے مانتے ہو اس سے بھی بیزار ہوں یعنی میں ان کو تسلیم نہیں کرتا۔

جہلاء کا آیاتِ بینہ کے مقابلے میں کہانیاں بنانا :

قرآنِ کریم کی آیات بڑی واضح اور صاف ہیں مگر لوگوں نے بڑی بڑی کہانیاں بنائی ہوئی ہیں وہ تمام کی تمام جھوٹی اور بے اصل ہیں۔ مثلاً ایک کہانی یہ بنائی ہوئی ہے کہ ابراہیم ابھی دودھ پیتے بچے تھے کہ ان کو والدین ایک غار میں رکھ کر آگئے تھے جبرائیلؑ

ان کو وہیں دودھ پلاتے رہے یہاں تک کہ جب وہ بڑے ہو گئے اور غار سے باہر آئے تو ایک ستارہ دیکھا کہنے لگے یہ میرا رب ہے پھر اس کے بعد چاند طلوع ہوا تو کہنے لگے یہ میرا رب ہے پہلے کو چھوڑ کر دوسرے کو رب بنالیا پھر جب سورج طلوع ہوا اور خوب روشن ہوا تو کہنے لگے، یہ میرا رب ہے کہ یہ سب سے بڑا ہے۔ حاشا وکلا ثم حاشا وکلا یہ سب کہانیاں ہیں۔ کسی پیغمبر نے آنکھ جھپکنے کے برابر بھی کبھی شرک نہیں کیا نہ نبوت سے پہلے اور نہ نبوت کے بعد وہ تو ہر لحظہ اور ہر آن شرک کی تردید کرنے والے ہیں۔ فرمایا......

"فَطَرَ" کی تحقیق:

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ بے شک میں نے متوجہ کرلیا اپنا چہرہ لِلَّذِیْ اس ذات کی طرف فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو بغیر نمونے کے۔ "فطور" کا معنٰی ہے بغیر مثال اور نمونے کے کسی شئی کو پیدا کرنا پہلے نہ تو آسمان کا کوئی نمونہ تھا اور نہ زمین کا نمونہ سامنے رکھ کر بنانا آسان ہوتا ہے اسی لئے امریکہ پریشان ہے کیونکہ اس نے افغانستان میں چھتیس میزائل پھینکے ان میں سے کچھ پھٹے اور کچھ نہیں پھٹے تو اس کو پریشانی ہے کہ ان کی کوئی نقل نہ اتار لے کیونکہ نمونہ سامنے آگیا ہے۔

"حَنِیْفًا" کی تفسیر:

حَنِیْفًا اور میں ایک طرف ہونے والا ہوں میں نے اپنا چہرہ اس ذات کی طرف متوجہ کرلیا ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو بغیر نمونے کے پیدا فرمایا حَالَ کَوْنِهٖ حَنِیْفًا اس حال میں کہ میں ایک طرف ہونے والا ہوں میں نہ تو بتوں کا پجاری ہوں نہ ستاروں اور چاند سورج کا اور اے میری برادری! سن لو وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ اور

نہیں ہوں میں شرک کرنے والوں میں سے۔ اتنی تفصیل کے بعد بھی اگر کوئی شخص یہ کہے کہ حضرت ابراہیمؑ پہلے دور میں یعنی نبوت سے پہلے راستے میں تھے اس لئے انہوں نے ستارے کو بھی رب مانا اور چاند اور سورج کو بھی تو یہ بات بالکل غلط ہے۔

مودودی صاحب کی کج فہمی :

مودودی صاحب نے تفہیم القرآن میں اس قسم کا دعویٰ کیا تھا اگرچہ صریح الفاظ نہیں تھے مگر اس کا مفہوم یہ نکلتا تھا کہ ایک منزل ہوتی ہے اور ایک راستہ ہوتا ہے راستے میں بھٹک جانا اور ہے اور منزل میں بھٹک جانا اور ہے جب ہم نے اس کے خلاف آواز اٹھائی کہ پیغمبر نہ راستے میں بھٹکتا ہے اور نہ منزل میں تو پھر انہوں نے نئے ایڈیشن سے وہ الفاظ نکال دیئے تو حضرت ابراہیمؑ نے واضح اور صاف الفاظ میں اعلان فرمایا کہ میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ؕ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ فِی اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ؕ وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ رَبِّیْ شَیْـًٔا ؕ وَسِعَ رَبِّیْ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ (۸۰) وَكَیْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ عَلَیْكُمْ سُلْطٰنًا ؕ فَاَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (۸۱) اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ (۸۲)

لفظی ترجمہ :

وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ اور جھگڑا کیا ابراہیم سے ان کی قوم نے قَالَ فرمایا ابراہیم نے اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ فِی اللّٰهِ کیا تم میرے ساتھ جھگڑا کرتے ہو اللہ تعالیٰ کے بارے میں وَقَدْ هَدٰىنِ اور تحقیق اس نے مجھے ہدایت دی ہے وَلَآ اَخَافُ اور میں نہیں خوف کھاتا مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ ان چیزوں سے جن کو تم اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہو اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ رَبِّیْ شَیْـًٔا مگر یہ جو چاہے میرا رب کوئی شئی وَسِعَ رَبِّیْ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا وسیع ہے میرے رب کا علم ہر چیز کو اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ کیا پس تم نصیحت حاصل نہیں کرتے وَكَیْفَ اَخَافُ اور کیسے میں خوف کھاؤں مَآ اَشْرَكْتُمْ جن کو تم نے خدا کا شریک بنایا

ہے وَلَا تَخَافُوْنَ اورتم خوف نہیں کھاتے اَنَّکُمْ بے شک تم نے اَشْرَکْتُمْ بِاللّٰہِ شریک بنائے ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مَا ان چیزوں کو لَمْ یُنَزِّلْ بِہٖ عَلَیْکُمْ سُلْطٰنًا کہ نہیں نازل کی اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں تم پر کوئی سند اور دلیل فَاَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ پس دونوں فریقوں میں سے کون اَحَقُّ بِالْاَمْنِ زیادہ حق دار ہے امن کا اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اگر ہو تم جانتے اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وہ لوگ جو ایمان لائے وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَھُمْ بِظُلْمٍ اور نہیں ملایا انہوں نے اپنے ایمان کے ساتھ ظلم کو اُولٰٓئِکَ لَھُمُ الْاَمْنُ وہی لوگ ہیں جن کے لئے امن ہوگا وَھُمْ مُّھْتَدُوْنَ اور وہی ہیں ہدایت پانے والے۔

ربط آیات :

کل کے سبق میں تم نے یہ بات پڑھی کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے باپ آزر اور قوم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ جو تم نے بت پرستی اور کواکب پرستی شروع کی ہوئی ہے اور چاند، سورج، ستاروں میں خدائی کرشمے مانتے ہو یہ بالکل غلط ہے ان میں کوئی رب تعالیٰ والی صفت نہیں ہے۔ رب تعالیٰ نے ان کو جو روشنی عطا فرمائی ہے بس وہی ہے۔ اِنِّیْٓ اَرٰکَ وَقَوْمَکَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ میں تجھے اور تیری قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھتا ہوں اور بتوں اور ستاروں کی تردید کرنے کے بعد صاف لفظوں میں فرمایا اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِکُوْنَ بے شک میں بیزار ہوں ان سے جن کو تم شریک بناتے ہو اور یہ بھی فرمایا کہ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اور نہیں ہوں میں مشرکوں میں سے۔

عقائد کی وجہ سے قومِ ابراہیمؑ کا لڑائی جھگڑا :

صاف ظاہر ہے کہ یہ باتیں ان کے عقیدے پر ضرب کاری تھیں اور عقیدہ، عقیدہ

ہوتا ہے چاہے کسی کا غلط ہو یا صحیح ہو دنیا میں عقیدے سے بڑھ کر کوئی چیز قوی اور مضبوط نہیں ہے۔ تو انہوں نے لڑائی شروع کر دی اس کا ذکر ہے فرمایا...... وَحَاجَّهُ قَوْمُهُ اور جھگڑا کیا ابراہیم سے ان کی قوم نے، ان کے ساتھ لڑ پڑے قَالَ فرمایا ابراہیم نے اَتُحَاجُّوْنِّیْ فِی اللّٰهِ کیا تم میرے ساتھ جھگڑا کرتے ہو اللہ تعالیٰ کے بارے میں کہ میں کہتا ہوں وہ وحدہٗ لاشریک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

"هَدٰنِ" کی تحقیق:

وَقَدْ هَدٰنِ اور تحقیق اس نے مجھے ہدایت دی ہے۔ اصل میں هَدٰنِیْ تھا "ی" گر گئی انہوں نے حضرت ابراہیم کو ڈرایا کہنے لگے کہ تو ہمارے معبودوں کی تردید اور توہین کرتا ہے یقین جان ہمارے معبود تجھے تکلیف پہنچائیں گے حضرت ابراہیم نے جواب دیا اور فرمایا...... وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اور میں نہیں خوف کھاتا ان چیزوں سے جن کو تم اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہو، مجھے ان کا کوئی خوف اور ڈر نہیں ہے۔ وہ میرا بال بھی ٹیڑھا نہیں کر سکتے اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّیْ شَيْئًا مگر یہ جو چاہے میرا رب کوئی شے، تو اس سے کوئی مقابلہ نہیں ہے۔

حضرت شیخ مدظلہ العالی کے علاقے کا واقعہ:

ہمارے علاقہ میں جہاں میری پیدائش ہوئی ہے لوگ بڑے جاہل تھے اب الحمدللہ! لوگ بڑے سمجھدار ہو گئے ہیں تعلیم آ گئی ہے جہالت کے زمانے میں لوگ بزرگوں کی قبروں پر چڑھاوے چڑھاتے اور پہاڑی علاقہ ہے اور پہاڑوں پر چیڑ، دیار اور بیار کے بلند درخت ہیں ان درختوں پر جھنڈے لٹکاتے جو قبروں کے پاس ہوتے تھے میں اس وقت نابالغ تھا اور میرا طالب علمی کا زمانہ تھا حضرت مولانا غلام غوث

ہزارویؒ کی تقریریں سنتا تھا اور ان سے بڑا متاثر تھا وہ تقریروں میں ان جھنڈوں کی بڑی تردید کرتے تھے اور میں درختوں پر چڑھنے کا بھی بڑا ماہر تھا میں ان مشکل درختوں کی چوٹیوں پر چڑھ کر جھنڈے اتار کر طالب علموں کو دیتا تھا کوئی تو انکو سلوا لیتا تھا اور کوئی قرآن کریم پر غلاف چڑھا دیتا۔ ایک دفعہ میں درخت پر چڑھ کر جھنڈا اتار رہا تھا کہ لوگ آگئے کہنے لگے کہ یہ قبر والا بابا تجھے تکلیف پہنچائے گا چونکہ الحمد للہ! ذہن پختہ تھا میں نے کہا کہ تم مجھے نہ چھیڑو بابا جانے اور میں جانوں تم نے مجھے کچھ نہیں کہنا وہ انتظار میں تھے کہ یہ اب گرے گا اور بابا اس کی ٹانگ توڑ دے گا میں جھنڈے اتار کر نیچے اتر آیا اور وہ دیکھتے رہ گئے کہ اسے کچھ نہیں ہوا۔

چڑھاوے کے متعلق فقہی مسئلہ :

اس کے متعلق فقہی طور پر مسئلہ یہ ہے کہ لوگ قبروں پر جو کچھ چڑھاوا چڑھاتے ہیں مثلاً تیل ہے موم بتی ہے، کپڑا وغیرہ مختلف چیزیں ہوتی ہیں ان کا لینا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ چیزیں اس کی ملک ہیں جو شخص چڑھاوا چڑھا کر گیا ہے شرعی طور پر ان کو اور کوئی نہیں لے سکتا اور جہاں فتنے اور جھگڑے کا خطرہ ہو وہاں چھیڑ چھاڑ بھی نہیں کرنی چاہیے۔ ہاں اگر اقتدار اپنے پاس ہو اور جھگڑے کا خطرہ نہ ہو تو پھر ان چیزوں کو مٹانا ضروری ہے۔ اور عوام الناس کو ایسی کوئی حرکت نہیں کرنی چاہیے کیونکہ ان کے اختیار میں کچھ نہیں ہوتا۔

مشرکین کا ابراہیمؑ کو ڈرانا :

تو ان لوگوں نے حضرت ابراہیمؑ کو ڈرایا کہ یہ ہمارے معبود تجھے تکلیف پہنچائیں گے حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ میں تمہارے شریکوں سے نہیں ڈرتا ہاں اگر میرا رب کچھ

چاہے تو وہ علیحدہ بات ہے۔ وَسِعَ رَبِّیْ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا وسیع ہے میرے رب کا علم ہر چیز کو اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ کیا پس تم نصیحت حاصل نہیں کرتے، او ظالمو! وَكَیْفَ اَخَافُ اور کیسے میں خوف کھاؤں مَا اَشْرَكْتُمْ جن کو تم نے خدا کا شریک بنایا ہے وَلَا تَخَافُوْنَ اور تم خوف نہیں کھاتے اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ بے شک تم نے شریک بنائے ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ عَلَیْكُمْ سُلْطٰنًا ان چیزوں کو کہ نہیں نازل کی اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں تم پر کوئی سند اور دلیل۔ او ظالمو! تم نے اللہ تعالیٰ کے شریک بنائے ہوئے ہیں کہ جن کے شریک ہونے پر تمہارے پاس کوئی سند اور دلیل نہیں ہے۔ اور اس حرکت پر خدا سے نہیں ڈرتے کہ اللہ تعالیٰ کتنا ناراض ہے اور اس کی پکڑ کتنی سخت ہوگی اور مجھے تم بناوٹی خداؤں سے ڈراتے ہو۔

مشرک رب تعالیٰ کا منکر نہیں ہوتا :

اور یہ بات میں آپ حضرات کے سامنے کئی بار بیان کر چکا ہوں کہ مشرک رب تعالیٰ کا منکر نہیں ہوتا وہ رب تعالیٰ کے وجود کا قائل ہوتا ہے اور رب تعالیٰ کو سب پر غالب اور قاہر مانتے ہوئے اس سے نیچے نیچے اپنے لئے اور سہارے تلاش کرتا ہے اور ظاہر طور پر دیکھا جائے تو مشرک کی رب تعالیٰ کے ساتھ بڑی عقیدت نظر آتی ہے۔ چنانچہ آٹھویں پارے میں آئے گا ان شا اللہ تعالیٰ اگر زندگی نے ساتھ دیا تو آپ حضرات پڑھیں گے کہ مشرک اپنی پیداوار میں سے رب تعالیٰ کا حصہ بھی نکالتے تھے اور اپنے بنائے ہوئے شریکوں کا حصہ بھی نکالتے تھے اور کہتے تھے کہ هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ یہ اللہ تعالیٰ کا حصہ ہے اپنے خیال سے وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا اور یہ ہمارے شریکوں کا حصہ ہے فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ پس وہ حصہ جو ان کے شریکوں کا ہوتا ہے فَلَا یَصِلُ اِلَی اللّٰهِ

پس وہ نہیں پہنچتا اللہ تعالیٰ کی طرف وَمَا كَانَ لِلّٰهِ اور جو اللہ تعالیٰ کا حصہ ہوتا ہے فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآءِهِمْ پس وہ پہنچتا ہے ان کے شریکوں کی طرف۔ دیکھو! رب تعالیٰ کا حصہ پہلے نکالتے پھر اپنے شریکوں کا۔

مشرکین کا اور خداؤں کے علاوہ رب تعالیٰ کو غنی سمجھنا :

پھر عجیب بات ہے کہ جو ڈھیری رب تعالیٰ کی ہوتی تھی اگر اس میں سے کچھ دانے شریکوں والی ڈھیری میں مل جاتے تو اس سے الگ نہیں کرتے تھے کہتے کہ رب تعالیٰ محتاج نہیں ہے اور یہ محتاج ہیں۔ اور اگر شریکوں کی ڈھیری میں سے کچھ دانے رب تعالیٰ کی ڈھیری میں مل جاتے تو فوراً الگ کر لیتے کہ رب تو غنی ہے۔ اور یہ محتاج ہیں اس سے اندازہ لگاؤ کہ مشرک کتنا قائل ہے رب تعالیٰ کے وجود کا اور رب تعالیٰ کو کتنا بڑا سمجھتا ہے۔

مشرکین کے خود ساختہ دلائل :

اور مشرک یہ بھی کہتے تھے کہ ہم ان کی پوجا ان کو رب سمجھ کر تو نہیں کرتے بلکہ اس لئے کرتے ہیں کہ ان کے بغیر ہماری اللہ تعالیٰ تک رسائی نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات بہت بلند ہے۔ اور ہم بہت پست ہیں هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ (پارہ: ۱۱)۔ یہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہماری سفارش کرنے والے ہیں پھر مثالیں دیتے کہ ملک کے صدر کو ملنے کے لئے گورنر، وزیر اعلیٰ، ڈی، سی کی ضرورت پڑتی ہے۔ یا ایم، این، اے یا ایم، پی، اے کی ضرورت پڑتی ہے۔ براہِ راست کون مل سکتا ہے؟۔ مکان کی چھت پر جانے کے لئے سیڑھی کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات تو بہت بلند ہے اس طرح کی مثالیں دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے چودھویں پارے میں اس کا جواب دیا فرمایا......

فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ پس نہ بیان کرو اللہ تعالیٰ کے لئے مثالیں اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ صدر کو تم پہلے مطمئن کرو گے کہ گولی مارنے کے لئے نہیں آرہے۔ پھر اپنے حالات اور ضرورت بتاؤ گے کیونکہ وہ عالم الغیب نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کو تو تمہاری حاجتوں اور ضرورتوں کا علم ہے اس کو سفارشیوں کے ذریعے بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور رہا مسئلہ سیڑھیوں کا تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ہم تو شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ تو یہاں سیڑھیوں کی کیا ضرورت ہے؟۔ فرمایا...... فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ پس دونوں فریقوں میں سے کون اَحَقُّ بِالْاَمْنِ زیادہ حق دار ہے امن کا، ایک رب تعالیٰ سے ڈرنے والا ہے اور دوسرا غیروں سے ڈرنے والا ہے۔ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اگر ہو تم جانتے، مگر تم نے جانتے ہوئے بھی خاموش رہنا ہے، صحیح بات نہیں کرنی لہٰذا مجھ سے سنو...... اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وہ لوگ جو ایمان لائے وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اور نہیں ملایا انہوں نے اپنے ایمان کے ساتھ ظلم کو اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وہی لوگ ہیں جن کے لئے امن ہوگا وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ اور وہی ہیں ہدایت پانے والے۔

صحابہؓ کا تفہیم آیت کیلئے آپ ﷺ سے استفسار:

صحابہ کرامؓ اس آیت کریمہ کا مطلب نہ سمجھے اور پریشان ہو گئے کہنے لگے حضرت یہ فرمائیں کہ اَيُّنَا لَمْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ہم میں سے کون ایسا ہے جس نے اپنی جان پر تھوڑی بہت زیادتی نہ کی ہو؟ زبانی طور پر یا عملی طور پر مثلاً زبان سے کسی کی غیبت ہو جائے یا جھوٹ بولا جائے یا گالی گلوچ ہو جائے یہ زبانی ظلم ہے۔ اور عملی طور پر ظلم یہ ہے کہ مثلاً کسی کا مال کھایا جائے تو صحابہ کرامؓ نے ظلم سے عام ظلم سمجھا۔

آنحضرت ﷺ کا شافی جواب :

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہاں ظلم سے مراد شرک ہے معنیٰ یہ ہوگا کہ وہ لوگ جوایمان لائے اوراپنے ایمان کے ساتھ شرک کونہیں ملایاان کے لئے امن ہے۔

دوسرا جواب :

پھرآنحضرت ﷺ نے وہ آیت کریمہ پڑھی جوحضرت لقمان بن باحور بن ناحورؒ نے اپنے بیٹے سورانؒ کوسمجھاتے ہوئے فرمایا تھااے بیٹے! لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ شَيْئًا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کوشریک نہ کرنا اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (پارہ : ۲۱)۔بے شک شرک بڑاظلم ہے۔ظلم کامعنیٰ ہے کہ حق کسی کا بنتاہواوردے کسی اورکودیاجائے۔ بھائی!عبادت اللہ تعالیٰ کاحق ہے کسی اورکودوگے توظلم ہوگاچڑھاوااللہ تعالیٰ کاحق ہے۔ کسی اورکاچڑھاواچڑھاؤگے توظلم ہوگا۔صدااورپکاررب تعالیٰ کاحق ہے۔اللہ تعالیٰ کے سوااوروں کوپکاروگے توظلم ہوگاسجدہ رب تعالیٰ کاحق ہے کسی اور کے آگے جھکوگے تو ظلم ہوگااوریہی شرک ہے،شرک کی معمولی سی ملاوٹ بھی ہوگی تواعمال برباد ہوجائیں گے۔آنحضرت ﷺ سے بڑھ کراللہ تعالیٰ کواورکون محبوب ہے؟۔اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں فرمایاہے وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ اے نبی کریم(ﷺ)! آپ کی طرف بھی وحی کی گئی ہےاورآپ سے پہلے پیغمبروں کی طرف بھی کہ اگر بالفرض آپ ﷺ نے بھی شرک کیاتو آپ کے تمام اعمال اکارت ہوجائیں گےاورتم ہوجاؤ گے گھاٹاپانے والوں میں سے۔یہ ہمیں سمجھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایاہےورنہ پیغمبرتومعصوم ہیں اس سے اندازہ لگاؤ کہ شرک کتنی بری اورقبیح چیز ہے۔لہٰذاشرک سے

بچواور ایمان کے ساتھ شرک کو نہ ملاؤ۔

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ (۸۳) وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ (۸۴) وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ (۸۵) وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ؕ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (۸۶) وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (۸۷) ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِىْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (۸۸)

لفظی ترجمہ :

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اور یہ مذکور ہماری دلیل ہے اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ جو دی

ہم نے ابراہیمؑ کو عَلٰى قَوْمِهٖ ان کی قوم کے مقابلے میں نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ہم بلند کرتے ہیں درجے جس کے ہم چاہیں اِنَّ رَبَّكَ بے شک تیرا رب حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ حکمت والا، جاننے والا ہے وَوَهَبْنَا لَهٗ اور بخشا ہم نے ابراہیمؑ کو اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اسحاقؑ اور یعقوبؑ كُلًّا هَدَيْنَا سب کو ہم نے ہدایت دی وَنُوْحًا هَدَيْنَا اور نوحؑ کو ہم نے ہدایت دی مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اور ان کی اولاد میں سے ہیں داؤدؑ اور سلیمانؑ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ اور ایوب، اور یوسف، اور موسیٰ اور ہارون علیہم السلام کو ہدایت دی وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ اور اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ اور زکریا اور یحیٰی کو اور عیسٰی کو اور الیاس علیہم السلام کو كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ سب نیکوکاروں میں سے تھے وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا اور اسماعیل اور یسع اور یونس اور لوط علیہم السلام کو وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ اور سب کو ہم نے فضیلت دی تمام جہان کے لوگوں پر وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ اور ان کے باپ دادوں میں سے وَذُرِّيّٰتِهِمْ اور ان کی اولادوں میں سے وَاِخْوَانِهِمْ اور ان کے بھائیوں میں سے وَاجْتَبَيْنٰهُمْ اور ہم نے ان کو چنا وَهَدَيْنٰهُمْ اور ان کو ہم نے ہدایت دی اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ سیدھے راستے کی ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے يَهْدِىْ بِهٖ مَنْ

یَّشَآءُ وہ ہدایت دیتا ہے اس کے ذریعے جس کو چاہے مِنْ عِبَادِہٖ اپنے بندوں میں سے وَلَوْ اَشْرَکُوْا اور اگر بالفرض یہ بھی شرک کرتے لَحَبِطَ عَنْھُمْ مَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ البتہ ضائع ہو جاتے ان سے وہ اعمال جو وہ کرتے رہے ہیں۔

ربط آیات :

اس سے پہلے رکوع میں یہ بات گزری ہے کہ ابراہیمؑ نے رات کے وقت جب ستارہ دیکھا تو فرمایا...... ھٰذَا رَبِّیْ کیا یہ میرا رب ہے؟ یہ قوم پر چوٹ تھی اور اس کے رب ہونے کا انکار تھا پھر چاند کو دیکھا چمکتا ہوا تو کہا کیا یہ میرا رب ہے؟ پھر جب وہ غروب ہو گیا تو فرمایا لَئِنْ لَّمْ یَھْدِنِیْ رَبِّیْ اگر نہ ہدایت دیتا مجھے میرا پروردگار تو میں گمراہ قوم کا ایک فرد ہوتا پھر جب سورج طلوع ہوا دن چڑھا اور سورج ان سے بڑا تھا تو فرمایا ھٰذَا رَبِّیْ ھٰذَآ اَکْبَرُ کیا یہ میرا رب ہے؟ کہ یہ ان سے بڑا ہے جب وہ غروب ہو گیا تو فرمایا اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِکُوْنَ اے میری قوم! میں بیزار ہوں ان سے جن کو تم شریک بناتے ہو۔

ابراہیمؑ کا قوم کو سمجھانے کیلئے انداز :

اور یہ بات میں نے تفصیلاً بیان کی تھی کہ ابراہیمؑ نے کسی کو رب نہیں بنایا نہ ستارے کو نہ چاند کو نہ سورج کو بلکہ قوم کو سمجھانے کے لئے یہ انداز اختیار کیا اس کا ذکر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... وَتِلْکَ حُجَّتُنَآ اور یہ مذکور ہماری دلیل ہے اٰتَیْنٰھَآ اِبْرٰھِیْمَ جو دی ہم نے ابراہیمؑ کو کہ ان کے دماغ میں ڈالی عَلٰی قَوْمِہٖ ان کی قوم کے مقابلے

ہیں، قوم کو سمجھانے کے لئے نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ہم بلند کرتے ہیں درجے جس کے ہم چاہتے ہیں۔

کتب عقائد میں مندرج مراتب درجات :

عقائد کی کتابوں میں تحریر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا تمام مخلوق میں پہلا درجہ اور مقام ہے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا اور دوسرا درجہ اور مقام ہے حضرت ابراہیمؑ کا اور تیسرا درجہ اور مقام ہے حضرت موسیٰ کا۔ تو حضرت ابراہیمؑ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں دوسرے نمبر کی شخصیت ہیں۔ اِنَّ رَبَّکَ حَکِیْمٌ عَلِیْمٌ بے شک تیرا رب حکمت والا، جاننے والا ہے وَوَهَبْنَا لَهٗ اور بخشا ہم نے ابراہیمؑ کو اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اسحاقؑ اور یعقوبؑ۔ حضرت اسحاقؑ حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے ہیں اور یعقوبؑ پوتے تھے۔ كُلًّا هَدَيْنَا سب کو ہم نے ہدایت دی۔ ابراہیمؑ کو اپنے دور میں اسحاقؑ کو اپنے دور میں اور یعقوبؑ کو اپنے دور میں۔

نوحؑ اور ابراہیمؑ کا درمیانی وقفہ :

وَنُوحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ اور نوحؑ کو ہم نے ہدایت دی اس سے پہلے۔ کیونکہ نوحؑ ابراہیمؑ سے پہلے ہیں۔ تاریخ دان بتاتے ہیں کہ ابراہیمؑ طوفانِ نوح سے سترہ سو نو سال بعد تشریف لائے ہیں۔

ایک اشکال اور اس کا جواب :

وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ اور ان کی اولاد میں سے ہیں۔ "ہٖ" ضمیر حضرت ابراہیمؑ کی طرف بھی لوٹ سکتی ہے اور نوحؑ کی طرف بھی لوٹ سکتی ہے۔ کیونکہ آگے جن حضرات کا ذکر

ہے وہ دونوں حضرات کی اولاد ہیں۔ لہٰذا کوئی اشکال نہیں ہے۔ ان کی اولاد میں سے ہیں۔ دَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ وَاَیُّوْبَ وَیُوْسُفَ وَمُوْسٰی وَهٰرُوْنَ داوٗدؑ اور سلیمانؑ اور ایوبؑ، اور یوسفؑ، اور موسیٰؑ اور ہارونؑ کو ہدایت دی وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ اور اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو وَزَكَرِیَّا وَیَحْیٰی وَعِیْسٰی وَاِلْیَاسَ اور زکریا اور یحیٰؑ کو اور عیسیٰؑ کو اور الیاسؑ کو كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ سب نیکوکاروں میں سے تھے وَاِسْمٰعِیْلَ وَالْیَسَعَ وَیُوْنُسَ وَلُوْطًا اور اسماعیل اور یسع اور یونس اور لوطؑ کو وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَی الْعٰلَمِیْنَ اور سب کو ہم نے فضیلت دی تمام جہان کے لوگوں پر۔ اپنے زمانے میں دوسرے لوگوں پر ان کو فضیلت حاصل تھی۔

تعدادِ انبیاءؑ کے متعلق روایات اور حافظ ابن کثیرؒ کا قول :

پیغمبروں کی صحیح تعداد تو رب تعالیٰ ہی جانتا ہے البتہ ایک روایت میں ایک لاکھ چوبیس ہزار اور ایک روایت میں دو لاکھ چوبیس ہزار کا ذکر ہے۔ لیکن دونوں روایتوں کے متعلق حافظ ابن کثیرؒ جو بڑے بلند پائے کے محدث، مفسر اور مؤرخ بھی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ سند کے اعتبار سے دونوں روایتیں ضعیف اور کمزور ہیں۔

پیغمبروں کی تعداد بیان کرنے کا طریقہ :

لہٰذا اگر پیغمبروں کی کل تعداد بیان کرنے کی ضرورت پیش آئے تو قطعی اور یقینی طور پر ایک لاکھ چوبیس ہزار نہ کہو بلکہ اس طرح کہو کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار یا اس سے کم و بیش جتنے بھی رب تعالیٰ نے پیغمبر بھیجے ہیں کیونکہ اگر ان کی تعداد قرآنِ کریم میں ہوتی تو قطعی اور یقینی تھی اگر حدیث متواتر میں ہوتی تو پھر بھی یقینی تھی اور اگر خبر واحد صحیح ہوتی تو پھر بھی غالب گمان ہوتا کہ ہوسکتا ہے کہ ان کی تعداد زیادہ ہو اور ہم کم بیان کر کے ایمان

ضائع کریں اور اگر کم ہوں اور ہم زیادہ بیان کریں تو ہم نے غیر نبی کو نبی بنا کر کفر کا ارتکاب کیا۔ لہٰذا ان ضعیف حدیثوں کی بنا پر اگر تعداد بیان کرو تو ساتھ یہ جملہ ضرور کہو کہ ''یا اس سے کم وبیش''۔

تذکرۂ اسماءِ انبیاءؑ وملائکہ قرآنِ کریم میں کہاں، کتنا :

قرآنِ کریم میں کل پچیس پیغمبروں کے نام مذکور ہیں اور اس رکوع میں اٹھارہ پیغمبروں کے نام آئے ہیں اتنا اکٹھا پیغمبروں کا ذکر کسی اور رکوع میں نہیں آیا اور قرآن کریم میں صرف چھ فرشتوں کا نام آیا ہے پہلے پارے میں چار فرشتوں کا ذکر ہے جبرائیلؑ، میکائیلؑ اور ہاروت وماروت اور پانچواں ''رعد'' ہے جس کے نام پر مستقل سورۃ رعد ہے اور اس میں آتا ہے یُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ اور تسبیح بیان کرتا ہے رعد اس کی حمد کی۔ اور چھٹا فرشتہ مالک ہے جس کا ذکر سورۃ زخرف میں آتا ہے یٰـمٰلِکُ لِیَقْضِ عَلَیْنَا رَبُّکَ دوزخی کہیں گے اے مالک! تیرا رب ہمیں موت دے دے۔

قرآن میں کفار کے نام :

اور قرآنِ کریم میں چھ کفار کے نام آئے ہیں۔ ابلیس، فرعون، ہامان، قارون، آزر، ابولہب۔

حضرت مریمؑ کا اسم گرامی قرآن میں کہاں اور کتنی مرتبہ آیا ہے :

اور ایک عورت کا نام آیا ہے اور وہ حضرت مریمؑ ہیں، حضرت مریمؑ کا نام قرآنِ کریم میں تیس مرتبہ آیا ہے، یوں سمجھو کہ اوسطاً فی پارہ ایک مرتبہ۔

تذکرہ اسمِ صحابیؓ :

اور سارے قرآن میں ایک صحابی کا نام آیا ہے اور وہ ہیں حضرت زید بن حارثہؓ جن کا ذکر سورۃ الاحزاب میں ہے فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا پس جب پورا کرلیا زید نے اس عورت سے اپنی غرض کو۔ وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ اور ان کے باپ دادوں میں سے بھی ہم نے نبی بنائے وَذُرِّيّٰتِهِمْ اور ان کی اولادوں میں سے بھی ہم نے نبی بنائے وَاِخْوَانِهِمْ اور ان کے بھائیوں میں سے بھی ہم نے نبی بنائے وَاجْتَبَيْنٰهُمْ اور ہم نے ان کو چنا نبوت اور رسالت کے لئے وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ اور ان کو ہم نے ہدایت دی سیدھے راستے کی ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وہ ہدایت دیتا ہے اس کے ذریعے جس کو چاہے اپنے بندوں میں سے۔

ہدایت کس کو ملتی ہے؟ :

اور ہدایت دیتا کن کو ہے؟ اس کا ذکر سورۃ شوریٰ میں ہے وَيَهْدِيْ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ اور راہ دکھاتا ہے اپنی طرف اس کو جو رجوع کرتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے اس کو ہدایت دیتا ہے اور جو غلط راستے پر چلتا ہے اور اسی کو پسند کرتا ہے تو اس کو ادھر ہی چلا دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا کسی پر جبر نہیں :

فَلَمَّا زَاغُوْا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ پس جب انہوں نے کجروی اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے، اللہ تعالیٰ کسی پر جبر نہیں کرتا اس نے اختیار دیا ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ پس جو چاہے پس ایمان لے آئے اور جو چاہے کفر اختیار کرے پھر جو راستہ کوئی اپنے لئے اختیار کرے گا نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى پھیر

دیں گے ہم اسی طرف جس طرف وہ پھرے گا۔ آگے سب کا نتیجہ بیان فرمایا ہے وَلَوْ اَشْرَكُوْا اور اگر بالفرض یہ بھی شرک کرتے جو اللہ کے منتخب بندے اور پیغمبر ہیں کہ ان میں سے اٹھارہ کا ذکر تو ناموں کے ساتھ ہے اور باقیوں کا ذکر اجمالی طور پر وَمِنْ آبَاءِ هِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ میں کیا گیا ہے۔ گویا کہ تمام پیغمبروں کا ذکر آگیا ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ذکر بھی آگیا ہے کہ آپ ابراہیمؑ اور نوحؑ کی اولاد میں سے ہیں۔

شرک کی قباحت کا بیان:

اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر کر کے فرمایا اگر بالفرض یہ پیغمبر بھی شرک کرتے تو لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ البتہ ضائع ہو جاتے ان سے وہ اعمال جو وہ کرتے رہے ہیں۔ اور بیسویں پارے میں آتا ہے وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ اور البتہ تحقیق وحی کی گئی آپ کی طرف اور ان کی طرف جو آپ سے پہلے پیغمبر ہو چکے ہیں لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ کہ البتہ بالفرض اگر آپ نے بھی شرک کیا تو آپ کے اعمال ضائع ہو جائیں گے وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ اور ہو جائیں گے گھاٹا پانے والوں میں سے۔ اندازہ لگاؤ کہ شرک کتنی بری اور پلید شئی ہے کہ بالفرض پیغمبر بھی شرک کرتے تو اعمال ضائع ہو جاتے میں نے کئی دفعہ مثال دے کر یہ بات سمجھائی ہے کہ دو من دودھ کا مٹکا ہو بالکل صاف اور کھرا اس مٹکے میں اپنے ہی بیٹے کا تھوڑا سا پیشاب گر جائے تو دیانت دار آدمی اس کو استعمال کرنے کے لئے تیار نہ ہوگا اور نہیں کہے گا کہ دو من دودھ میں تھوڑا سا پیشاب گر گیا ہے تو کیا ہو گیا ہے پھر پیشاب بھی گدھے گھوڑے کا تو نہیں اپنے ہی بیٹے اور لختِ جگر کا ہے بلکہ اس کو ضائع کر دے گا بعینہٖ اسی طرح جس طرح کہ وہ دودھ قابلِ استعمال نہیں رہتا بالفرض شرک کا ایک قطرہ بھی

اعمال میں آ گیا تو سب اعمال ضائع ہو جائیں گے چاہے پیغمبر کے اعمال ہی کیوں نہ ہوں۔ ہمارے آپ کے اعمال کی کیا حیثیت ہے؟۔ اور یہ بات بھی آپ حضرات کئی مرتبہ سن چکے ہیں کہ پیغمبر کے اعمال اتنے بھاری ہیں کہ امت کے تمام اعمال پیغمبرؑ کے ایک عمل کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

اُولٰٓـئِکَ الَّـذِیْنَ اٰتَیْـنٰھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحُکْمَ وَالنُّبُوَّۃَ ج فَاِنْ یَّکْفُرْ بِھَا ھٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَکَّلْنَا بِھَا قَوْمًا لَّـیْسُوْا بِھَا بِکٰـفِرِیْنَ(۸۹) اُولٰٓـئِکَ الَّذِیْنَ ھَدَی اللّٰہُ فَبِھُدٰھُمُ اقْتَدِہْ ط قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْـہِ اَجْرًا ط اِنْ ھُوَ اِلَّا ذِکْرٰی لِلْـعٰلَمِیْنَ(۹۰) وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْـزَلَ اللّٰہُ عَلٰی بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ ط قُلْ مَنْ اَنزَلَ الْـکِتٰبَ الَّـذِیْ جَآءَ بِہٖ مُوْسٰی نُوْرًا وَّھُدًی لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَـہٗ قَـرَاطِیْـسَ تُـبْدُوْنَـھَا وَتُخْفُوْنَ کَثِیْرًا ج وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَـعْلَـمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُکُمْ ط قُلِ اللّٰہُ لا ثُمَّ ذَرْھُمْ فِیْ خَوْضِھِمْ یَلْـعَـبُـوْنَ(۹۱) وَھٰذَا کِتٰبٌ اَنْزَلْـنٰہُ مُـبٰـرَکٌ مُّصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْـہِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰی وَمَنْ حَوْلَـھَا ط وَالَّـذِیْـنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ یُؤْمِنُوْنَ بِـہٖ وَھُمْ عَلٰی صَلٰوتِھِمْ یُحَافِظُوْنَ(۹۲)

لفظی ترجمہ :

اُولٰٓـئِکَ الَّـذِیْنَ یہ وہ لوگ ہیں اٰتَیْنٰھُـمُ الْـکِتٰبَ جن کو ہم نے کتابیں دیں وَالْحُکْمَ وَالنُّبُوَّۃَ اور حکم دیا اور نبوۃ دی فَاِنْ یَّکْفُرْ بِھَا پس اگر انکار کریں ان چیزوں کا ھٰٓؤُلَآءِ یہ لوگ فَقَدْ وَکَّلْنَا بِھَا پس تحقیق سپرد کردیں ہم نے یہ چیزیں قَوْمًا ایسے لوگوں کے لَّیْسُوْا بِھَا بِکٰفِرِیْنَ کہ وہ ان کا انکار کرنے والے نہیں ہیں اُولٰٓـئِکَ الَّذِیْنَ وہی لوگ ہیں ھَدَی اللّٰہُ جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی فَبِھُدٰاھُمُ اقْتَدِہْ پس ان کی ہدایت کی تو بھی پیروی کر قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْـہِ اَجْرًا آپ کہہ دیں میں نہیں مانگتا تم سے اس قرآن پر کوئی معاوضہ اِنْ ھُوَ اِلَّا ذِکْرٰی لِلْعٰلَمِیْنَ نہیں ہے یہ مگر نصیحت جہان والوں کے لئے وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ اور نہیں قدر کی ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی حَقَّ قَدْرِہٖ جیسا کہ اس کا حق ہے قدر کرنے کا اِذْ قَالُوْا جب انہوں نے کہا مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ نہیں نازل کی اللہ تعالیٰ نے عَلٰی بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ کسی بشر پر کوئی شئ قُلْ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیں مَنْ اَنْزَلَ الْکِتٰبَ کس نے نازل کی وہ کتاب الَّذِیْ جَآءَ بِہٖ مُوْسٰی جس کو موسیٰ لے کر آئے نُوْرًا جو روشنی تھی وَّھُدًی اور ہدایت تھی لِّلنَّاسِ لوگوں کے لئے تَجْعَلُوْنَہٗ جس کو تم نے کر دیا قَرَاطِیْسَ ٹکڑے ٹکڑے تُبْدُوْنَـھَا ظاہر کرتے ہو تم ان ٹکڑوں کو وَتُـخْفُوْنَ کَـثِیْرًا اور چھپاتے ہو بہت سے حصے کو وَعُلِّمْتُمْ اور تمہیں تعلیم دی گئی مَّـا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ ان چیزوں کی جن کو نہیں جانتے تھے تم

وَلَا اٰبَآؤُکُمْ اور نہ تمہارے آباؤ اجداد قُلِ اللّٰہُ آپ (ﷺ) کہہ دیں اللہ تعالیٰ نے نازل کی ثُمَّ ذَرْھُمْ پھر آپ چھوڑ دیں ان کو فِیْ خَوْضِھِمْ یَلْعَبُوْنَ ان کے شغل میں کھیلتے رہیں وَھٰذَا کِتٰبٌ اور یہ کتاب ہے اَنْزَلْنٰہُ جس کو ہم نے نازل کیا مُبٰرَکٌ برکت والی ہے مُّصَدِّقُ تصدیق کرنے والی ہے الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْہِ اسکی جو اس سے پہلے ہے وَلِتُنْذِرَ اور تاکہ تو ڈرائے اُمَّ الْقُرٰی تمام بستیوں کی اصل بستی کو وَمَنْ حَوْلَھَا اور اس کے ارد گرد والوں کو وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ اور وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں بِالْاٰخِرَۃِ آخرت پر یُؤْمِنُوْنَ بِہٖ وہ ایمان لاتے ہیں قرآن پاک پر وَھُمْ عَلٰی صَلٰوتِھِمْ یُحَافِظُوْنَ اور وہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

ربط آیات/درس :

گزشتہ درس میں بیان ہوا تھا کہ بالفرض اگر انبیاء کرامؑ بھی شرک کا ارتکاب کرتے تو ان کے سارے اعمال ضائع ہو جاتے حالانکہ بلا شبہ انبیاء کرامؑ شرک سے پاک ہوتے ہیں لہٰذا یہ بات سب لوگوں کو اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ جب انبیاء کرامؑ مستثنیٰ نہیں ہیں۔ تو پھر کسی اور کو معافی کس طرح مل سکتی ہے لہٰذا شرک سے ہمیشہ بچنا چاہیے آگے اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کی فضیلت اور ان کا مقام بیان فرمایا ہے......

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یہ وہ لوگ ہیں جن کو ہم نے کتابیں دیں وَالْحُکْمَ وَالنُّبُوَّۃَ اور حکم دیا اور نبوۃ دی مذکورہ پیغمبروں میں وہ بھی ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے کتابیں نازل فرمائیں جیسے موسیٰؑ کے پاس توراۃ تھی عیسیٰؑ کے پاس انجیل تھی، حضرت

داؤدؑ کے پاس زبور تھی آنحضرت ﷺ پر اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل فرمایا اوران میں سے بعضے وہ تھے جن کے پاس کتاب تو نہیں تھی مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم نازل ہوتا رہا وحی اترتی رہی فَاِنْ یَّکْفُرْ بِھَا ھٰٓؤُلَآءِ پس اگر انکار کریں ان چیزوں کا یہ لوگ یعنی کتابوں کا حکم اور نبوۃ کا یہ مکے والے تو کوئی بات نہیں فَقَدْ وَکَّلْنَا بِھَا قَوْمًا پس تحقیق سپرد کردیں ہم نے یہ چیزیں ایسی قوم کے لئے لَّیْسُوْا بِھَا بِکٰفِرِیْنَ کہ وہ ان کا انکار کرنے والے نہیں ہیں۔ الحمدللہ قیامت تک آنے والے اگر مکے والے نہیں مانتے تو نہ مانیں ایسی قوموں تک یہ چیزیں پہنچیں گی کہ وہ انکار نہیں کریں گے بلکہ تسلیم کریں گے الحمدللہ آج دنیا میں سوا ارب کے قریب مسلمان موجود ہیں ان چیزوں کو تسلیم کرنے والے اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ وہی لوگ ہیں اللہ تعالیٰ کے پیغمبر جن کا ذکر ہوا ہے ھَدَی اللّٰهُ جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی فَبِھُدٰھُمُ اقْتَدِہْ اے نبی کریم ﷺ آپ بھی ان کی ہدایت کی پیروی کریں۔

پیغمبر پیکر خلوص وللّٰہیت :

قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا آپ ان کو کہہ دیں میں نہیں مانگتا تم سے اس قرآن پر کوئی معاوضہ، بعض کافروں کو یہ شبہ تھا کہ غریب اور کمزور آدمی ہے اس نے نبوۃ کا دعویٰ کرکے روپیہ کمانے کا طریقہ ایجاد کیا ہے۔

ولید بن مغیرہ کا آپ ﷺ سے مباحثہ :

چنانچہ مشہور صحابی حضرت خالد بن ولیدؓ کا والد ولید بن مغیرہ مکہ مکرمہ میں سب سے زیادہ مالدار آدمی تھا تیرہ بیٹے تھے خود بھی اور بیٹے بھی بڑے صحت مند تھے بیٹوں میں بیٹھا ہوتا تو کوئی تمیز نہیں کرسکتا تھا کہ باپ کون ہے اور بیٹا کون ہے۔ تیرہ میں سے تین کو اللہ

تعالیٰ نے ایمان کی توفیق عطا فرمائی حضرت خالد بن ولید، ہشام بن ولید اور ولید بن ولید رضی اللہ عنھم، باقی دس کفر پر مرے ولید بن مغیرہ آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اگر آپ کو مال کی ضرورت ہے تو میں تجھے اتنا مال دینے کے لئے تیار ہوں کہ تیری سات پشتوں کو کافی ہو جائے گا مگر لَآ اِلٰــــــــهَ اِلَّا اللّٰهُ کی رٹ لگانی چھوڑ دے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ تمہارا غلط خیال ہے میں تمہیں کسی معاوضے کے لئے نہیں سناتا بلکہ یہ رب تعالیٰ کا کلام ہے اور رب تعالیٰ کا حکم ہے کہ میں تمہیں سناؤں اور اللہ تعالیٰ کے احکام تمہیں پہنچاؤں اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ نہیں ہے یہ مگر نصیحت جہان والوں کے لئے۔

ابورافع یہودی کا قصہ اور آیات کا شانِ نزول :

ایک مجلس میں یہودی، عیسائی، صابی اور مشرک موجود تھے یعنی مشترکہ مجلس تھی اس میں آنحضرت ﷺ نے اپنی نبوۃ اور رسالت کا ذکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوۃ عطا فرمائی ہے اور میرے اوپر قرآن نازل فرمایا ہے اور معجزات عطا فرمائے ہیں۔ ابورافع یہودی بڑا منہ پھٹ اور بے حیا آدمی تھا جس طرح کعب بن اشرف بڑا منہ پھٹ اور بے لحاظ آدمی تھا بعض آدمی بات کرنے سے جھجکتے نہیں ہیں چاہے بات کتنی بری ہی کیوں نہ ہو۔ یہ اس قسم کے لوگوں میں سے تھے جب آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے اوپر کتاب نازل فرمائی ہے تو ابورافع یہودی کہنے لگا اللہ تعالیٰ نے تو کسی انسان پر کوئی شئی نازل نہیں فرمائی تیرے اوپر کتاب کہاں سے نازل ہوگئی یہ بات اس نے محض ضد کی وجہ سے کہی ورنہ بڑا سمجھدار آدمی تھا اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا فرمایا...... وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اور نہیں قدر کی ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی جیسا کہ اس کا حق ہے قدر

کرنے کا اِذْ قَالُوْا جب انہوں نے کہا مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ نہیں نازل کی اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کوئی شئی نہ وحی نہ کتاب۔

اللہ تعالیٰ کی بے قدری کرنے کا مطلب :

اب اس میں اللہ تعالیٰ کی بے قدری کس طرح ہوئی؟ اس کو آپ اس طرح سمجھیں کہ ایک ملک کا صدر دوسرے ملک میں اپنا سفیر بھیجے مکمل دستاویزات اور سندیں دے کر اور اس کا صدر اس کو سفیر ماننے سے انکار کر دے تو یہ اس سفیر کی توہین نہیں بلکہ اس کے بادشاہ کی توہین ہے جس نے اس کو مکمل دستاویزات کے ساتھ بھیجا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بھیجے ان پر وحی نازل فرمائی کتابیں نازل فرمائیں اور ان کو معجزات عطا فرمائے ان تمام دلائل کے ہوتے ہوئے جو ان کا انکار کرے گا تو اس نے اللہ تعالیٰ کی توہین کی ہے قدر نہیں کی چونکہ کہنے والا یہودی تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا...... قُلْ آپ (ﷺ) کہہ دیں مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ کس نے نازل کی وہ کتاب الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى جس کو موسیٰ لے کر آئے نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ جو روشنی تھی اور ہدایت تھی لوگوں کے لئے اپنے دور میں بتاؤ ظالمو! وہ کتاب موسیٰ پر کس نے نازل فرمائی تھی؟ اور کیا موسیٰ بشر نہیں تھے؟

"قَرَاطِيْس" کی تحقیق :

تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ جس کو تم نے کر دیا ٹکڑے ٹکڑے قَرَاطِيْسَ، قِرْطَاسٌ کی جمع ہے جس کا معنٰی کاغذ اور ٹکڑا ہے۔ تُبْدُوْنَهَا ظاہر کرتے ہو تم ان ٹکڑوں کو جو تمہارے مطلب کے ہیں وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا اور چھپاتے ہو بہت سے حصے کو جس کی وجہ سے تم پر زد پڑتی ہے۔ وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْا اَنْتُمْ اور تمہیں تعلیم دی گئی ان

چیزوں کی جن کو نہیں جانتے تھے تم وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ اور نہ تمہارے باپ دادا جانتے تھے اس کتاب کے ذریعے تمہیں وہ احکام بتائے گئے جو حلال حرام جائز ناجائز ثواب و عقاب پر مشتمل تھے جو نہ تم جانتے تھے اور نہ تمہارے باپ دادا جانتے تھے، بتاؤ وہ کتاب کس نے نازل کی ہے؟ فرمایا یہ تو ضد میں ہیں لہٰذا یہ جواب نہیں دیں گے کیونکہ جب آدمی ضد پر اتر آئے تو حق کا انکار کر دیتا ہے..... قُلِ اللّٰهُ آپ (ﷺ) کہہ دیں اللہ تعالیٰ نے نازل کی ثُمَّ ذَرْهُمْ پھر آپ چھوڑ دیں ان کو فِیْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ ان کے شغل میں کھیلتے رہیں۔ تو جس طرح موسیٰ پر کتاب نازل ہوئی اور بشر تھے اسی طرح وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اور یہ کتاب ہے قرآنِ کریم جس کو ہم نے نازل کیا مُبٰرَكٌ برکت والی ہے۔ اس' ہاتھ لگانا باعث برکت ہے اس کو دیکھنا برکت ہے اس کو پڑھنا برکت ہے اس کو سمجھنا باعث برکت ہے اور قرآن کریم کو کھول کر سامنے رکھ کر پڑھنے کا زیادہ ثواب ہے اس لئے کہ زبان پڑھے گی اور آنکھیں دیکھیں گی کیونکہ پڑھنے کا الگ ثواب ہے اور دیکھنے کا الگ ثواب ہے اور ہاتھ لگانے کا الگ ثواب ہے (درس میں چھوٹے بچے آگے بیٹھ جاتے ہیں میں نے کئی مرتبہ کہا ہے کہ بڑے حضرات آگے ہو کر بیٹھا کرو کیونکہ سمجھنا تو بڑوں نے ہے ان کا شوق اپنی جگہ پر ٹھیک ہے مگر یہ سمجھ تو نہیں سکتے اس لئے بڑے حضرات آگے بیٹھا کریں)۔ مُصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ تصدیق کرنے والی ہے اسکی جو اس سے پہلے ہے جو کتابیں قرآن کریم سے پہلے نازل ہوئی ہیں قرآن کریم ان کی تصدیق کرتا ہے۔

''مکہ'' کا معنیٰ اور ''ام القریٰ'' کا مطلب :

وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰی یہ کتاب اس لئے اتاری ہے تا کہ آپ ڈرائیں تمام بستیوں

کی اصل کو۔ مکہ مکرمہ کا نام ''ام القریٰ'' بھی ہے یہ تمام بستیوں کی ماں ہے۔ کیونکہ یہیں سے اللہ تعالیٰ نے زمین کو شرقاً، غرباً، شمالاً، جنوباً پھیلایا ہے۔ جس طرح آٹے کا پیڑا ہوتا ہے اور اس کو پھیلا کر روٹی بنائی جاتی ہے اسی طرح زمین کو پیڑے کی شکل میں بنا کر یہاں رکھا جہاں مکہ مکرمہ ہے وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِکَ دَحٰھَا اس کے بعد پھر زمین کو چاروں طرف پھیلا دیا اور مکہ کا لفظی معنٰی ناف ہے جو آدمی کے درمیان میں ہوتی ہے ماں کے پیٹ میں بچے کو اسی کے ذریعے خوراک ملتی ہے ام القریٰ کو ڈرانے کا مطلب یہ ہے کہ یہاں کے باشندوں کو ڈرائیں وَمَنْ حَوْلَھَا اور اس کے ارد گرد والوں کو بھی ڈرائیں وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ اور وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں آخرت پر یُؤْمِنُوْنَ بِہٖ وہ ایمان لاتے ہیں قرآن پاک پر جو آخرت کو مانتے ہیں وہ قرآن کریم کو بھی مانتے ہیں ان کی واضح اور صاف نشانی یہ ہے کہ وَھُمْ عَلٰی صَلٰوتِھِمْ یُحَافِظُوْنَ اور وہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو نمازوں کی حفاظت اور پابندی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ(۹۳) وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ؕ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ (۹۴)

لفظی ترجمہ :

وَمَنْ اَظْلَمُ اور کون بڑا ظالم ہے مِمَّنِ افْتَرٰى اس شخص سے جس نے افترا باندھا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا اَوْ قَالَ یا جس نے کہا

اُوْحِیَ اِلَیَّ میری طرف وحی کی گئی ہے وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْهِ شَیْءٌ حالانکہ اس کی طرف کوئی چیز وحی نہیں کی گئی وَمَنْ قَالَ اور اس سے بڑا ظالم کون ہے جس نے کہا سَاُنْزِلُ میں بھی نازل کرسکتا ہوں مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اس کی مثل جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے وَلَوْ تَرٰۤی اور اگر آپ دیکھیں اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ جب کہ ظالم موت کی غشیوں میں ہوں گے وَالْمَلٰٓئِكَةُ اور فرشتے بَاسِطُوْٓا اَیْدِیْهِمْ اپنے ہاتھ ان کی طرف پھیلائے ہوئے ہوں گے اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ نکالو اپنی جانوں کو اَلْیَوْمَ آج کے دن تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ تمہیں بدلا دیا جائے گا ذلت کا عذاب بِمَا كُنْتُمْ اس لئے کہ تھے تم تَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰهِ کہتے اللہ تعالیٰ پر غَیْرَ الْحَقِّ ناحق وَكُنْتُمْ اور تھے تم عَنْ اٰیٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے تکبر کرتے وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰی اور البتہ تحقیق آئے تم ہمارے پاس اکیلے اکیلے كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ جیسا کہ ہم نے تمہیں پیدا کیا تھا پہلی مرتبہ وَتَرَكْتُمْ اور چھوڑ دیا تم نے مَّا خَوَّلْنٰكُمْ اس کو جو ہم نے تمہیں نعمتیں دی تھیں وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ تمہاری پشتوں کے پیچھے وَمَا نَرٰی مَعَكُمْ اور نہیں دیکھتے ہم تمہارے ساتھ شُفَعَآءَكُمْ تمہارے سفارشیوں کو الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ وہ جن کے متعلق تم گمان کرتے تھے اَنَّهُمْ فِیْكُمْ شُرَكٰٓؤُا کہ بے شک وہ تمہارے اندر شریک ہیں لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَیْنَكُمْ البتہ تحقیق منقطع ہو گئے ہیں

تعلقات جو تمہارے درمیان تھے وَضَلَّ عَنۡكُمۡ اور غائب ہو گئے تم سے مَّا كُنۡتُمۡ تَزۡعُمُوۡنَ وہ جن کے متعلق تم گمان کرتے تھے۔

دنیا میں بدترین ظالم :

دنیا میں ظلم کی بھی بڑی قسمیں ہیں اور ظالم بھی بہت ہیں مگر تین ظالم سب سے بڑے ہیں اس مقام پر تین بڑے ظالموں کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... وَمَنۡ اَظۡلَمُ اسم تفضیل کا صیغہ ہے، اور کون بڑا ظالم ہے مِمَّنِ افۡتَرٰى اس شخص سے جس نے افترا باندھا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا۔

افترا باندھنے کا مطلب :

اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا افتراء کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف شریک کی نسبت کی جائے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرنا بھی اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھنے کے زمرے میں آتا ہے۔

ظلم کی ایک قسم :

اور یہ بھی بہت بڑا ظلم ہے جس طرح یہودیوں نے کہا عُزَيۡرُ ۨ ابۡنُ اللّٰهِ کہ عزیرؑ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں، اور نصاریٰ نے کہا مَسِيۡحُ ابۡنُ اللّٰهِ کہ عیسیٰؑ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں دنیا کے جاہل اور مشرک کہتے ہیں فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔

حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... يَشۡتِمُنِىۡ اِبۡنُ اٰدَمَ لَمۡ يَكُنۡ لَهٗ ذٰلِكَ اولادِ آدم مجھے گالیاں دیتی ہے حالانکہ اسے حق نہیں پہنچتا کہ وہ مجھے گالیاں دے، گالیاں کس طرح دیتا ہے يَدۡعُوۡا لِىۡ وَلَدًا وہ میری طرف اولاد کی نسبت کرتا ہے اللہ

تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرنا اللہ تعالیٰ کو گالی دینا ہے وَیُکَذِّبُنِیْ اِبْنُ آدَمَ وَلَمْ یَکُنْ لَهٗ ذٰلِکَ اور ابن آدم مجھے جھٹلاتا ہے حالانکہ اسے کوئی حق نہیں ہے مجھے جھٹلانے کا جھٹلاتا کس طرح ہے؟ کہتا ہے لَنْ یُّعِیْدَنِیْ مجھے قیامت والے دن نہیں اٹھایا جائے گا اور میں کہتا ہوں کہ ضرور اٹھاؤں گا۔

دوسرا بڑا ظالم :

دوسرا بڑا ظالم اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ یا جس نے کہا میری طرف وحی کی گئی ہے وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْهِ شَیْءٌ حالانکہ اس کی طرف کوئی چیز وحی نہیں کی گئی، جھوٹا نبی بنتا ہے اور کہتا ہے کہ میری طرف فرشتہ وحی لے کر آتا ہے۔ یہ بھی بڑا ظالم ہے اور اس سے بڑا ظالم بھی کوئی نہیں ہے اور ایسے ظالم بہت گزرے ہیں۔

دورِ نبوت کے کذاب :

آنحضرت ﷺ کی زندگی میں مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی نے نبوت کا دعویٰ کیا اور آپ ﷺ کے بعد تو ساون برساتی کے مینڈکوں کی طرح جھوٹے نبی آئے۔

عصرِ حاضر کے کذاب اور مرزا قادیانی لعین :

اس وقت بھی امریکہ میں ایک دجال ہے جو کہتا ہے کہ میں نبی ہوں مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا کہ میری طرف وحی آتی ہے اور قادیانیوں نے دنیا میں جال پھیلایا ہوا ہے، تبلیغ سے باز نہیں آتے۔ حالانکہ قادیانی جھوٹا آدمی تھا۔

قادیانی کا چندہ لینا اور دھوکہ دہی کرنا :

قادیانی نے ایک مرتبہ لوگوں سے چندہ مانگا کہ میں نے چالیس جلدوں میں ایک

کتاب لکھنی ہے لہٰذا میرے ساتھ تعاون کرو لوگوں نے چندہ دیا اس نے چھوٹے چھوٹے رسالے لکھے "اربعین" کے نام سے ۔ اربعین (۱) اربعین (۲) اربعین (۳) اربعین (۴) اور خاموش ہو گیا کئی سال گزرنے کے بعد لوگوں نے مطالبہ کیا کہ آپ نے چندہ لیا تھا چالیس جلدوں میں کتاب لکھنے کا مگر یہ چار چھوٹے چھوٹے رسالے آئے ہیں باقی چھتیس کہاں ہیں؟ تو مرزا قادیانی نے جواب دیا کہ چار میں نے لکھ دیئے ہیں اس کے ساتھ صفر تم لگالو تو چالیس ہو جائیں گے ۔ دیکھو! یہ ہے نبی اور یہ نبیوں کا کام ہے ۔ قادیانی عام طور پر لوگوں کو کہتے ہیں اور دھوکہ دیتے ہیں کہ قادیانی تشریعی نبی نہیں ہے شریعت والا نبی وہ ہوتا ہے جس کی طرف حلال وحرام اور امر ونہی کے احکام نازل ہوں یہ محض دھوکہ ہے کیونکہ مرزا قادیانی نے چوتھے نمبر میں لکھا ہے کہ میں تشریعی نبی ہوں یہ حوالہ یاد رکھنا۔

تیسرا بڑا ظالم :

اور تیسرا بڑا ظالم...... وَمَنْ قَالَ اور اس سے بڑا ظالم کون ہے جس نے کہا سَاُنْزِلُ میں بھی نازل کر سکتا ہوں مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اس کی مثل جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے، قرآنِ کریم۔

قرآن کا چیلنج :

اس سلسلے میں قرآنِ کریم کا چیلنج آج تک موجود ہے اور قیامت تک موجود رہے گا کہ اگر کسی میں ہمت ہے تو اس جیسا قرآن لاؤ اگر مکمل نہیں تو دس سورتیں لے آؤ اور اگر دس نہیں لا سکتے تو فرمایا...... فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ پس لے آؤ اس جیسی کوئی چھوٹی سی سورۃ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اور اللہ تعالیٰ کے سوا تمام اپنے مدد

گاروں کو بلالو اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ اگر ہو تم سچے فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا پس اگر تم نہ کر سکو اور تم ہر گز نہیں کر سکو گے صدیاں گزر گئیں آج تک کوئی ماں کا لال قرآن جیسی چھوٹی سی سورۃ نہیں لا سکا۔ باقی ڈھینگ اور لاف گاف مارنے کا مسئلہ جدا ہے۔

ارشادِ ربانی ہے...... وَلَوْ تَرٰی اور اے مخاطب! اگر آپ دیکھیں اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ جب کہ ظالم موت کی غشیوں میں ہوں گے وَالْمَلٰٓئِکَۃُ اور فرشتے بَاسِطُوْٓا اَیْدِیْھِمْ اپنے ہاتھ ان کی طرف پھیلائے ہوئے ہوں گے اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَکُمْ کہیں گے نکالو اپنی جانوں کو۔ ہمارے حوالے کرو۔

تخریجِ ارواحِ نیک وبد :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب نیک آدمی کی روح نکالنے کا وقت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا فرشتہ کہتا ہے یٰٓاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ اے پاکیزہ روح اِرْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً چل اپنے رب کی طرف تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی۔ لہٰذا ہمارے ساتھ خوشی خوشی سے چل اور جو بدبخت ہوتا ہے اس کو کہتے ہیں یٰٓاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْخَبِیْثَۃُ اے پلید روح! اُخْرُجِیْٓ اِلٰی سَخَطٍ مِّنَ اللّٰہِ باہر نکل اللہ تعالیٰ کے غضب کی طرف اللہ تعالیٰ تجھ سے ناراض ہے وہ بدن سے نہیں نکلتی۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جیسے گیلی روئی سے سلاخ گرم کر کے نکالی جائے اس طرح نکالتے ہیں اور کہتے ہیں اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْھُوْنِ آج کے دن تمہیں بدلا دیا جائے گا ذلت کا عذاب۔ مرنے کے بعد جب آدمی کو قبر میں اتارا جاتا ہے تو فوراً عذاب وثواب شروع ہو جاتا ہے بِمَا کُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰہِ غَیْرَ الْحَقِّ اس لئے دیا جائے گا کہ تھے تم کہتے اللہ تعالیٰ پر ناحق۔ کبھی تم اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرتے تھے کبھی

رب تعالیٰ کے شریک بناتے تھے کبھی کہتے ہم بھی اللہ تعالیٰ کی طرح کتابیں نازل کر سکتے ہیں لہٰذا آج ان باتوں کا مزا چکھو۔ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ اور تھے تم اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے تکبر کرتے، ٹھکرا دیتے تھے۔

"فُرَادٰی" کی تحقیق :

وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرٰدٰی "فُرٰدٰی" "فرد" کی جمع ہے اور فرد کا معنیٰ ہے اکیلا اور البتہ تحقیق آئے تم ہمارے پاس اکیلے اکیلے۔ بچہ جب ماں کے پیٹ سے باہر آتا ہے تو اکیلا ہوتا ہے۔ نہ بہن بھائی اس کے ساتھ ہوتے ہیں نہ اولاد، کبھی جڑواں بھی پیدا ہوتے ہیں مگر اکثر اکیلا ہی پیدا ہوتا ہے اور اس کے جسم پر کپڑا بھی نہیں ہوتا۔ قیامت والے دن قبروں سے اسی طرح نکلیں گے۔ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ جس طرح پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا۔ پھر قبروں سے نکلنے کے بعد کسی کو دوسرے قدم پر کسی کو تیسرے قدم پر کسی کو چوتھے قدم پر اپنے اپنے اعمال کے مطابق لباس پہنایا جائے گا۔

قیامت والے دن لباس پہنائے جانے کی ترتیب :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابراہیمؑ کو لباس پہنایا جائے گا آپ ﷺ نے فرمایا کہ دوسرے نمبر پر مجھے لباس پہنایا جائے گا، حضرت ابراہیمؑ کو لباس اس لئے پہلے پہنایا جائے گا کہ ظالموں نے جب ابراہیمؑ کو آلۂ منجنیق میں رسیوں سے مضبوط جکڑ کر جُرِّدَ عَنِ الثِّيَابِ کپڑوں سے ننگا کر کے آگ میں ڈالا تھا نمرود کی کرسی وہیں ایک طرف رکھی ہوئی تھی اور اس کے پاس اس کے وزیر بیٹھے ہوئے تھے اور نمرود زندہ باد کے نعرے پر نعرے لگ رہے تھے اور تماشا دیکھ رہے تھے اور اس انتظار میں تھے کہ اب ان کا سر پھٹے گا اور ٹھاہ ہوگی اور ہمارے کلیجے ٹھنڈے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کا آگ کو حکم برودت :

اللہ تعالیٰ نے آگ کو حکم دیا یٰنَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِیْمَ اے آگ ٹھنڈی ہو جا ابراہیمؑ پر مگر اتنی زیادہ نہیں کہ ان کو سردی لگنے لگ جائے گل وگلزار ہو جا آگ نے صرف ان رسیوں کو جلایا جن سے ان کو باندھا گیا تھا سر مبارک داڑھی مبارک اور جسم مبارک کا ایک بال بھی نہیں جلایا۔ حضرت ابراہیمؑ آگ میں اس طرح پھر رہے تھے جس طرح کوئی باغ میں ٹہل رہا ہوتا ہے۔

پدرِ ابراہیمؑ کا خدا کے بارے میں حسنِ ظن :

حضرت ابراہیمؑ جب آگ سے صحیح سالم باہر تشریف لائے تو ان کے والد نے یہ الفاظ کہے نِعْمَ الرَّبُّ رَبُّكَ یَا اِبْرٰهِیْمُ اے ابراہیم! تیرا رب بہت اچھا ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ نے مذکورہ الفاظ نقل کئے ہیں اتنا کچھ دیکھنے کے باوجود ایمان نہیں لایا۔ دھڑا نہیں چھوڑا اس لئے ابراہیمؑ کو پہلے لباس پہنایا جائے گا اور دوسرے نمبر پر آپ ﷺ کو تو فرمایا، البتہ تحقیق آئے تم ہمارے پاس اکیلے اکیلے كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ جیسا کہ ہم نے تمہیں پیدا کیا تھا پہلی مرتبہ۔

رب العزت کے سامنے انسان کا اکیلے پیش ہونا :

وَتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ اور چھوڑ دیا تم نے ان کو جو ہم نے تمہیں نعمتیں دی تھیں۔ وہ بنگلا کوٹھی اور کارخانہ تمہارے ساتھ نہیں آیا، دکان مال بھی ساتھ نہیں آیا وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ پشتوں کے پیچھے چھوڑ آئے ہو۔ کچھ تو ساتھ لاتا تھا یہاں تو صورت حال یہ ہے کہ کسی خوش نصیب کو کفن نصیب ہوتا ہے اور کسی کو وہ بھی نصیب نہیں ہوتا۔ وَمَا

نَرٰی مَعَکُمْ شُفَعَآءَ کُمْ اور نہیں دیکھتے ہم تمہارے ساتھ تمہارے سفارشیوں کو، جن کے متعلق تم کہتے تھے هٰـؤلَآءِ شُفَعَآءُ نَا عِنْدَ اللهِ کہ یہ ہمارے سفارشی ہیں اللہ تعالیٰ کے پاس اَلَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ وہ جن کے متعلق تم گمان کرتے تھے اَنَّھُمْ فِیْکُمْ شُرَکٰٓؤُا کہ بے شک وہ تمہارے اندر شریک ہیں وہ تمہارے ساتھ نہیں ہیں۔ لَـقَـدْ تَّقَطَّعَ بَیْنَکُمْ البتہ تحقیق منقطع ہوگئے ہیں تعلقات جو تمہارے درمیان تھے، آج نہ تم ان کے کام آسکتے ہو اور نہ وہ تمہارے کام آسکتے ہیں۔ وَضَلَّ عَنْکُمْ مَّـا کُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ اور غائب ہوگئے تم سے وہ جن کے متعلق تم گمان کرتے تھے کہ یہ ہمارے سفارشی ہیں اور ہمارے کام آئیں گے وہاں نہ سفارشی کام آئیں گے نہ دولت کام آئے گی، ایمان کام آئے گا اور عمل صالح کام آئے گا اللہ تعالیٰ سب کو ان کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)۔

اِنَّ اللّٰـهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ؕ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ(۹۵) فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ (۹۶) وَهُوَ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِىْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ(۹۷) وَهُوَ الَّذِىْۤ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ(۹۸) وَهُوَ الَّذِىْۤ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَىْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ ۙ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ اُنْظُرُوْۤا اِلٰى ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ(۹۹)

لفظی ترجمہ :

اِنَّ اللّٰہَ بے شک اللہ تعالیٰ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰی پھاڑ کر نکالتا ہے
دانے اور گٹھلیوں سے یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے
وَمُخْرِجُ الْمَیِّتِ مِنَ الْحَیِّ اور نکالنے والا ہے مردہ کو زندہ سے ذٰلِکُمُ اللّٰہُ
یہی ہے اللہ تعالیٰ فَاَنّٰی تُؤْفَکُوْنَ پس کدھر تم الٹے پھرے جا رہے ہو فَالِقُ
الْاِصْبَاحِ وہ پھاڑ نکالتا ہے صبح کو وَجَعَلَ الَّیْلَ سَکَنًا اور اس نے بنایا رات کو
سکون کے لئے وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا اور سورج اور چاند حساب سے
چل رہے ہیں ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ یہ اندازہ ہے الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ غالب جاننے
والے کا وَھُوَ الَّذِیْ اور اللہ تعالیٰ کی ذات وہی ہے جَعَلَ لَکُمُ النُّجُوْمَ
جس نے بنائے تمہارے لئے ستارے لِتَھْتَدُوْا بِھَا تاکہ تم راہ پاؤ ان کے
ذریعے فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ خشکی اور سمندر کے اندھیروں میں قَدْ
فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ تحقیق ہم نے تفصیل کے ساتھ بیان کی ہیں آیتیں لِقَوْمٍ
یَّعْلَمُوْنَ اس قوم کے لئے جو جاننا چاہے وَھُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَکُمْ اور وہ وہی
ذات ہے جس نے پیدا کیا تم کو مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ ایک نفس سے فَمُسْتَقَرٌّ
ایک قرارگاہ وَّمُسْتَوْدَعٌ اور امانت سپرد کرنے کی جگہ ہے قَدْ فَصَّلْنَا
الْاٰیٰتِ تحقیق تفصیل کے ساتھ بیان کی ہم نے آیتیں لِقَوْمٍ یَّفْقَھُوْنَ اس
قوم کے لئے جو سمجھ رکھتی ہے وَھُوَ الَّذِیْ اور وہ وہی ذات ہے اَنْزَلَ مِنَ

السَّمَآءِ مَآءً جس نے نازل کیا آسمان کی طرف سے پانی فَاَخْرَجْنَا بِهٖ پس نکالے ہم نے اس پانی کے ذریعے نَبَاتَ كُلِّ شَیْءٍ ہر چیز کے پودے فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ پس نکالے ہم نے اس پودے سے خَضِرًا سبز رنگ کے دانے نُّخْرِجُ مِنْهُ ہم نکالتے ہیں اس سے حَبًّا مُّتَرَاكِبًا دانے ایک دوسرے پر چڑھتے ہوئے وَمِنَ النَّخْلِ اور کھجوروں سے مِنْ طَلْعِهَا ایک کے خوشوں سے قِنْوَانٌ گچھے دَانِيَةٌ لٹکے ہوئے وَجَنّٰتٍ اور باغات ہیں مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ انگوروں اور زیتون کے وَالرُّمَّانَ اور اناروں کے مُشْتَبِهًا جو ملتے جلتے ہیں وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ اور جو نہیں ملتے جلتے اُنْظُرُوْا اِلٰى ثَمَرِهٖ دیکھو اس کے پھل کی طرف اِذَا اَثْمَرَ جب وہ پھل دیتا ہے وَيَنْعِهٖ اور اس کے پکنے کی طرف دیکھو اِنَّ فِیْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ بے شک اس میں کئی نشانیاں ہیں لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ اس قوم کے لئے جو ایمان لاتی ہے۔

ربط آیات :

اس سے پہلی آیت کریمہ ہے وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا اور ہم نہیں دیکھتے تمہارے ساتھ سفارشی جن کے بارے میں تم گمان کرتے تھے کہ وہ تمہارے متعلق ہمارے شریک ہیں وہ کہاں ہیں وہ تو کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ قیامت والے دن سب بے بس نظر آئیں گے اختیارات تمام کے تمام اللہ تعالیٰ کے پاس ہوں گے اس رکوع میں اللہ تعالیٰ اپنی قدرتوں کو بیان فرمارہے ہیں کہ یہ تمام کام تو اللہ تعالیٰ نے کئے ہیں تمہارے شریکوں لات، منات، عزیٰ یا اور کسی نے کیا

،کیا ہے اور اس چیز کو تم بھی تسلیم کرتے ہو پھر شریک بنانے کا کیا مطلب ہے؟

”حَبّ“ کی تحقیق :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ، حَبّ ، حَبَّةٌ کی جمع ہے اور اس کا معنٰی ہے ”دانہ“۔ تو حَبٌّ کے معنٰی ہوں گے دانے کہ بے شک اللہ تعالیٰ پھاڑ کر نکالتا ہے دانے لوگ جو گندم، جو، مکئی، باجرہ وغیرہ کی فصلیں بوتے ہیں ان کے دانوں کو پھاڑ کر زمین سے کون اگاتا ہے رب ہی تو ہے۔

”نَوٰی“ کی تحقیق :

وَالنَّوٰی ، اور گٹھلیوں سے نَوٰی ، نَوَاةٌ کی جمع ہے اور اس کا معنٰی ہے گٹھلی۔ مثلاً آم کی گٹھلی ہے کھجور کی گٹھلی ہے تم ان کو زمین میں دبا دیتے ہو رب تعالیٰ ان کو پھاڑ کر زمین سے اگا دیتا ہے۔

زندہ کو مردہ سے نکالنے کا مطلب :

اور یہ تم تسلیم بھی کرتے ہو يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے۔ نطفہ بے جان ہوتا ہے اس سے اللہ تعالیٰ بچہ پیدا فرماتے ہیں انڈہ بظاہر بے جان ہوتا ہے اس سے اللہ تعالیٰ چوزہ پیدا فرماتے ہیں اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ باپ کافر ہوتا ہے اس سے مومن بیٹا پیدا کرتا ہے اور جاہل سے عالم پیدا کرتا ہے۔ نیک سے بد اور بد سے نیک پیدا کرتا ہے زندہ کو مردہ کا یہ معنٰی بھی ہو سکتا ہے۔

مردہ کو زندہ سے نکالنے کا مطلب :

وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ اور نکالنے والا ہے مردہ کو زندہ سے۔ انسان زندہ

ہے اس سے نطفہ بے جان پیدا کرتا ہے مرغی زندہ ہے اس سے انڈا بے جان پیدا کرتا ہے۔ مومن سے کافر پیدا کرتا ہے۔ نوحؑ جیسے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر سے کنعان جیسا سرکش اور باغی بیٹا کس نے پیدا کیا اور کتنے علماء کی اولاد جاہل بلکہ ''اجہل'' ہوتی ہے۔ تو علماء سے جاہل اجہل کون پیدا کرتا ہے۔ رب ہی تو ہے..... ذٰلِكُمُ اللّٰهُ یہی ہے اللہ تعالیٰ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ پس کدھر تم الٹے پھرے جا رہے ہو۔

صبح کو نکالنا اور رات کو آرام کی چیز بنانا :

فَالِقُ الْاِصْبَاحِ وہ پھاڑ نکالتا ہے صبح کو، اندھیرے کو ختم کر کے روشنی کون لاتا ہے رب ہی تو ہے وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا اور اسنے بنایا رات کو سکون کے لئے کہ دن کو طرح طرح کا شور ہوتا ہے رات کو تم آرام کرو تو یہ رات رب تعالیٰ نے ہی تو بنائی ہے۔

سورج اور چاند کو اندازے سے مقرر کرنا :

وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا اور سورج اور چاند حساب سے چل رہے ہیں۔ بے شمار چیزیں سورج اور چاند سے وابستہ ہیں ان کے بغیر نظام ہی نہیں چل سکتا اللہ تعالیٰ نے ان کو حساب سے رکھا ہے مجال ہے کہ سورج اور چاند کی رفتار میں کمی بیشی آئے اور جو راستے اور منزلیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مقرر فرمائی ہیں مجال ہے کہ ان سے ادھر ادھر ہو جائیں۔ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ یہ اندازہ ہے غالب جاننے والے کا۔ یہ تمام کام بھی رب تعالیٰ ہی کرتا ہے۔

''ستارے'' راہِ راست کی علامت :

وَهُوَ الَّذِیْ اوراللہ تعالیٰ کی ذات وہی ہے جَعَلَ لَکُمُ النُّجُوْمَ جس نے بنائے تمہارے لئے ستارے لِتَهْتَدُوْا بِهَا تاکہ تم راہ پاؤان کے ذریعے فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ خشکی اور سمندر کے اندھیروں میں۔آج تو سائنس نے بڑی ترقی کی ہے مگر جس زمانے میں قرآن کریم نازل ہوا تھا وہ بڑا سادہ زمانہ تھا لوگ صحرائی سفر کرتے تھے تو ستاروں کو دیکھ کر سمت کو متعین کرتے تھے کہ یہ ستارہ یہاں ہے لہٰذا ہم نے ادھر جانا ہے اور سمندر میں کشتیوں کے راستے بھی ستاروں کے ذریعے متعین کرتے تھے۔فرمایا...... قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ تحقیق ہم نے تفصیل کے ساتھ بیان کی ہیں آیتیں لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ اس قوم کے لئے جو جاننا چاہے۔آگے اللہ تعالیٰ کی اور قدرت کا بیان ہے۔فرمایا...... وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَکُمْ اور وہ وہی ذات ہے جس نے پیدا کیا تم کو مِنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ایک نفس سے،یعنی آدمؑ سے۔ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ان کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا فرمایا پھر ان سے آگے نسل انسانی بڑھائی۔

"مُسْتَقَرٌّ ، مُسْتَوْدَعٌ" کی تحقیق وتفسیر :

فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ پس ایک قرارگاہ اور امانت سپرد کرنے کی جگہ ہے۔ مُسْتَقَرٌّ کا یہ معنیٰ بھی ہے کہ آدمی کا مادہ باپ کی پیٹھ میں ہوتا ہے اور ماں کی چھاتی میں ہوتا ہے تو یہ مستقر ہوا پھر ماں کے رحم میں ودیعت ہوتا ہے تو یہ مستودع ہوا اور یہ معنیٰ بھی کرتے ہیں کہ مستقر سے مراد ماں کا رحم ہے اور مستودع سے مراد یہ زمین ہے جس میں کچھ عرصہ کے لئے رہنا ہے۔ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّفْقَهُوْنَ تحقیق تفصیل کے ساتھ بیان کیں ہم نے آیتیں اس قوم کے لئے جو سمجھ رکھتی ہے۔

پانی اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت :

وَهُوَ الَّذِیْٓ اور وہ وہی ذات ہے اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً جس نے نازل کیا آسمان کی طرف سے پانی۔ انسانی زندگی کے لئے سب سے ضروری چیز ہوا ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے بالکل فری کر دیا ہے ہوا کے بعد ضروری چیز پانی ہے عالمِ اسباب میں جس پر زندگی کا دارومدار ہے یہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کی طرف سے نازل فرمایا ہے۔ فرمایا..... فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَیْءٍ پس نکالے ہم نے اس پانی کے ذریعے ہر چیز کے پودے۔ سارے باغات اور فصلیں پانی کے ذریعے ہی اگتی ہیں۔ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا پس نکالے ہم نے اس پودے سے سبز رنگ کے دانے نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ہم نکالتے ہیں اس سے دانے ایک دوسرے پر چڑھتے ہوئے۔ ہر خوشہ پہلے سبز رنگ کا ہوتا ہے پھر پک کر سرخ ہو جاتا ہے۔ اور اس سے بے شمار دانے پیدا ہوتے ہیں۔ عام اناج کا ذکر کرنے کے بعد۔

کھجوروں اور انگوروں کا ذکر بکثرت کرنے کی وجہ

آگے اللہ تعالیٰ نے خاص چیز کا ذکر فرمایا ہے۔ وَمِنَ النَّخْلِ اور کھجوروں سے، اور ہم نے پانی کے ذریعے کھجوروں کو پیدا فرمایا۔ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ ایک کے خوشوں سے گچھے لٹکے ہوئے ہیں وَجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ اور باغات ہیں انگوروں کے۔ قرآنِ کریم میں انگوروں اور کھجوروں کا ذکر کثرت سے ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا پھل دیر تک رہتا ہے۔ دوسرے پھل موسمی ہیں کہ موسم کے بعد ہی ختم ہو جاتے ہیں کھجوریں کئی کئی سال تک باقی رہتی ہیں اور کام آتی ہیں۔ اور انگوروں کا منقہ اور کشمش بنا کر لوگ رکھتے ہیں۔ اور یہ کئی سال تک کام آتی ہے۔ تو یہ کھجوریں اور انگور کس نے

پیدا فرمائے ہیں۔

خاصیاتِ زیتون ودیسی گھی :

وَالزَّيْتُونَ اورزیتون کے۔زیتون کوکس نے پیدافرمایا؟عرب کے علاقہ میں عموماً کھانے کے لئے زیتون کا تیل استعمال ہوتا ہےاور یہ گھی سے زیادہ مفید ہے البتہ دیسی گھی ان لوگوں کے لئے تو سونے پر سہاگہ ہے جو بدنی محنت اور مشقت کا کام کرتے ہیں اور جولوگ بیٹھے رہتے ہیں ان کے لئے مضر ہے کہ ان کے اعصاب کو کمزور کرتا ہے اور زیتون کے تیل کی یہ خوبی ہے کہ وہ بدن سے رطوبات کو خارج کر کے رگوں کو صاف کرتا ہےاور اعصاب کو مضبوط کرتا ہے۔اور پیٹ کی بیماریوں کا علاج ہے۔

پھلوں کی اقسام ونقشہ جات کا قدرتِ الٰہی کی گواہی دینا :

وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ اور اناروں کے جو ملتے جلتے ہیں اور جو نہیں ملتے جلتے ،یعنی ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں مگر چکھوتو ایک کے دانے میٹھے ہیں اور دوسرے کے کھٹے ہیں پھر کوئی موٹا ہےاور کوئی پتلا ہے کوئی سرخ رنگ کا ہےاور کوئی سفید ہے یہ اللہ تعالیٰ کے سوا کس نے بنائے ہیں؟۔ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ دیکھو اس کے پھل کی طرف جب وہ پھل دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی کیسی شکل بنائی ہے کھجور کا اپنا نقشہ اور ذائقہ ہےاور فوائد ہیں یہ کس نے پیدا کئے ہیں؟وَيَنْعِهٖ اور اس کے پکنے کی طرف دیکھو درخت پر پکا ہوا تو ہمیں نصیب نہیں ہوتا ہماری طرف تو وہ کچا توڑ کر مصالحہ لگا کر بھیج دیتے ہیں اور روپے وہ لے لیتے ہیں اور پھوک ہم کھا لیتے ہیں جس میں نہ ذائقہ اور نہ لطف ہوتا ہے۔اصل پھل تو وہ ہے جو درخت پر پکے اور باغباں ہی کھاتے ہیں۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ بے شک اس میں کئی نشانیاں ہیں لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ اس

قوم کے لئے جو رب تعالیٰ پر ایمان رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو ایمان کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)۔

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍ ۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ (۱۰۰) بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَّهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (۱۰۱) ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ (۱۰۲) لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ز وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ (۱۰۳) قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ؕ وَمَا اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ (۱۰۴) وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ (۱۰۵)

لفظی ترجمہ :

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اور بنائے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے شُرَكَآءَ الْجِنَّ

شریک جنات وَخَلَقَهُمْ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے جنات کو پیدا کیا ہے وَخَرَقُوْا
اور گھڑے ان لوگوں نے لَهٗ بَنِيْنَ اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹے وَبَنٰتٍ اور
بیٹیاں بِغَيْرِ عِلْمٍ جہالت سے سُبْحٰنَهٗ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے
وَتَعٰلٰى اور بلند ہے عَمَّا يَصِفُوْنَ اس چیز سے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں
بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بغیر نمونے کے پیدا کرنے والا ہے آسمانوں کا اور
زمین کا۔ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ کہاں سے ہوگی اس کی اولاد وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ
صَاحِبَةٌ حالانکہ نہیں ہے اس کی کوئی بیوی وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ اور اس نے پیدا
کی ہے ہر چیز وَّهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ اور وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔
ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ یہ ہے اللہ تعالیٰ تمہاری تربیت کرنے والا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ
نہیں کوئی عبادت کے لائق مگر وہی خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ہر چیز کا پیدا کرنے والا
ہے فَاعْبُدُوْهُ پس تم اس کی عبادت کرو وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ اور
وہ ہر چیز کا کارساز ہے لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ نہیں پا سکتیں اس کو آنکھیں
وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ اور وہ پاتا ہے آنکھوں کو وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ
اور وہ نہایت ہی باریک بین اور خبر رکھنے والا ہے قَدْ جَآءَكُمْ تحقیق آچکی
ہیں تمہارے پاس بَصَآئِرُ بصیرت کی باتیں مِنْ رَّبِّكُمْ تمہارے رب کی
طرف سے فَمَنْ اَبْصَرَ پس جس نے دیکھا فَلِنَفْسِهٖ پس اپنے نفس کے
لئے دیکھے گا وَمَنْ عَمِيَ اور جو اندھا ہوا فَعَلَيْهَا پس اس کے نفس پر

پڑے گا وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ اور نہیں ہوں میں تم پر نگران وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ہم پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں آیتیں وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ اور تا کہ وہ کہیں کہ آپ نے پڑھا ہے وَلِنُبَيِّنَهٗ اور تا کہ ہم قرآن کو بیان کریں لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ اس قوم کے لئے جو جانتی ہے۔

ربط آیات :

اس سے پہلی آیات میں اس چیز کا بیان ہے کہ اناج اور پھل کا خالق اللہ تعالیٰ ہے زندہ سے مردہ اور مردہ سے زندہ بھی وہی پیدا کرتا ہے۔ دن رات، چاند سورج ستارے سب اسی کے حکم سے اپنے اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں تمہیں بھی اسی نے ایک نفس سے پیدا فرمایا ہر قسم کا سبزہ کھجوریں انگور اور انار سب رب تعالیٰ نے پیدا فرمائے ہیں۔

جنات کو شریک بنانے کا مطلب :

لیکن لوگوں کا حال یہ ہے کہ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ اور بنائے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک جنات۔ جنات کو شریک بنانے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ جنات کو خالق سمجھتے تھے، نہیں، خالق نہیں سمجھتے تھے بلکہ وَاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا (سورۃ الجن) اور یہ بات بھی ہے کہ مرد انسانوں میں سے پناہ پکڑتے تھے جنوں میں سے کچھ مردوں کے ساتھ پس بڑھا دیا انہوں نے ان کی سرکشی کو۔ حالانکہ پناہ دینا رب تعالیٰ کی صفت ہے۔ تو یہ جنات سے پناہ پکڑنا ان کو سورنا پکارنا حاجت میں یہ شریک بنانا ہے کیونکہ ماوراء الاسباب یہ اختیار کسی کو حاصل نہیں ہے اللہ تعالیٰ کے سوا وَخَلَقَهُمْ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے جنات کو پیدا کیا ہے

وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍ اور گھڑے ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹے اور بیٹیاں وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ نِ ابْنُ اللّٰهِ اور یہودیوں نے کہا عزیرؑ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ اور عیسائیوں نے کہا عیسیٰؑ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں جب لوگوں کی ذہن سازی ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ کی بھی کوئی اولاد ہوسکتی ہے تو پھر اپنے لئے دعویٰ کردیا بیٹے ہونے کا اور کہا...... نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔

کفار کا ملائکہ کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں بنانا :

وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ اور بنائی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں۔ کہتے تھے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ بِغَيْرِ عِلْمٍ جہالت سے یہ باتیں کرتے ہیں رب تعالیٰ کا نہ کوئی بیٹا ہے نہ بیٹی ہے، نہ اس کی ماں ہے نہ باپ ہے وہ...... لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ہے، نہ اس نے کسی کو جنا ہے اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ہے سُبْحٰنَهٗ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے بیٹوں اور بیٹیوں سے شریکوں سے وَتَعٰلٰى اور بہت بلند ہے عَمَّا يَصِفُوْنَ اس چیز سے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ رب تعالیٰ کے شریک ہیں اور یہ بھی پناہ دے سکتے ہیں اور ان کو بھی پکارنا جائز ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اور بیٹے ہیں اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں سے بہت بلند ہے۔

بغیر نمونے کے زمین وآسمان کو بنانا :

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بغیر نمونے کے پیدا کرنے والا ہے آسمانوں کا اور زمین کا اس سے پہلے ایسی کوئی چیز نہیں تھی کہ جس طرح آسمانوں اور زمینوں کو بنانا اور بغیر نمونے کے کسی چیز کو بنانا بڑا مشکل ہوتا ہے اور بنی ہوئی چیز کی نقل اتارنی آسان ہوتی

ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔

اولاد بغیر بیوی کے نہیں ہوسکتی :

پھر ان ظالموں سے پوچھو اَنّٰی یَکُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ کہاں سے ہوگی اس کی اولاد وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ حالانکہ نہیں ہے اس کی کوئی بیوی تو اولاد کہاں سے آئے گی، عادت یہ ہے کہ اولاد ماں باپ کے ذریعہ ہوتی ہے۔

نصاریٰ کا مریمؑ کو در پردہ اللہ تعالیٰ کی بیوی کہنا :

البتہ عیسائی اگرچہ زبانی طور پر اقرار تو نہیں کرتے مگر ان کے اندازِ گفتگو سے یہ بات نکلتی ہے کہ حضرت مریمؑ اللہ تعالیٰ کی بیوی ہوں۔ معاذ اللہ تعالیٰ کیونکہ وہ حضرت عیسیٰ کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا مانتے ہیں اور حضرت مریمؑ کا بیٹا بھی مانتے ہیں تو منطقی طور پر یہ بات لازم آتی ہے کہ معاذ اللہ تعالیٰ حضرت مریمؑ اللہ تعالیٰ کی بیوی ہوں۔ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ اور اس نے پیدا کی ہے ہر چیز وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ اور وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ یہ ہے اللہ تعالیٰ تمہاری تربیت کرنے والا جس کی صفات اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى سے شروع ہوئی ہیں لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ نہیں کوئی عبادت کے لائق مگر وہی خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔

عبادت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کیلئے :

فَاعْبُدُوْهُ پس تم اس کی عبادت کرو اس کے سوا کسی اور کے سامنے نہ جھکو نہ کسی کے نام کی نذر و نیاز دو اور نہ ہی کسی اور کا طواف کرو کیونکہ یہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہیں۔ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ اور وہ ہر چیز کا کارساز ہے۔ وہی ہر ایک کا

کام بنانے والا ہے۔ لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ نہیں پاسکتیں اس کو آنکھیں یعنی مخلوق کی آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کرسکتیں وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ اور وہ پاتا ہے آنکھوں کو یعنی ان کا احاطہ کرنے والا ہے۔

دیکھنے اور احاطہ کرنے میں فرق :

دیکھنا اور چیز ہے اور احاطہ کرنا اور چیز ہے۔ دونوں میں فرق ہے مخلوق میں سے کسی کی آنکھ اس کا احاطہ نہیں کرسکتی دیکھ سکتی ہے۔

''معتزلہ'' تعارف/عقائد :

ایک باطل فرقہ ہے ''معتزلہ'' وہ صرف عقل کے پیچھے چلتے ہیں اور جو چیز ان کے عقل میں نہ آئے اس کا انکار کردیتے ہیں وہ قیامت والے دن دیدارِ الٰہی کے منکر ہیں کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں ہوگا۔ اور لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ کا ترجمہ کرتے ہیں کہ نہیں دیکھیں گی اس کو آنکھیں حالانکہ قرآنِ کریم میں صراحت کے ساتھ موجود ہے...... وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ ☆ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ☆ (سورۃ القیامہ) کئی چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے اپنے پروردگار کی طرف دیکھنے والے ہوں گے۔

روزِ قیامت دیدارِ الٰہی کا ضرور ہونا :

اور متواتر درجے کی صحیح احادیث میں جو تم حدیث کے درس میں سن چکے ہو کہ صحابہ کرام ؓ نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ ہم اپنے رب تعالیٰ کو دیکھیں گے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ بتاؤ کہ چودھویں رات کا چاند ہو اور دھند، بادل بھی نہ ہو تو چاند تمہیں نظر آتا ہے یا نہیں؟۔ اسی طرح دوپہر کا وقت ہو۔ دھند اور بادل بھی نہ ہوں تو سورج تمہیں نظر

آتا ہے یا نہیں؟ صحابہ کرامؓ نے کہا حضرت نظر آتے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا وَكَذٰلِكَ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ اسی طرح تم اپنے پروردگار کا دیدار کرو گے تو دیدار الٰہی قرآن کریم سے بھی ثابت ہے اور احادیث سے بھی ثابت ہے اور اس پر امت کا اجماع اور اتفاق ہے۔ البتہ آنکھیں رب تعالیٰ کا احاطہ نہیں کر سکتیں۔ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ اور وہ نہایت ہی باریک بین اور خبر رکھنے والا ہے۔

"بَصَائِرُ" کی تحقیق :

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ "بَصَائِرُ"، بَصِيْرَةٌ کی جمع ہے اور بصیرت کا معنٰی ہے دل کی روشنی تو معنٰی ہو گا تحقیق آچکی ہیں تمہارے پاس وہ چیزیں جو دل میں روشنی پیدا کرتی ہیں تمہارے رب کی طرف سے پھر کیا ہو گا فَمَنْ اَبْصَرَ پس جس نے دیکھا آنکھیں کھول کر فَلِنَفْسِهٖ پس اپنے نفس کے لئے دیکھے گا وَمَنْ عَمِیَ فَعَلَیْهَا اور جو اندھا ہوا پس اس کے نفس پر پڑے گا یہ اندھا پن، دو پہر کا وقت ہو بادل دھند وغیرہ بھی نہ ہوں اور کوئی شخص آنکھیں بند کر کے کہے کہ مجھے دکھاؤ سورج کہاں ہے؟ تو ایسے شخص کو سورج کوئی نہیں دکھا سکتا۔

آنکھیں اگر ہوں بند تو پھر دن بھی رات ہے
اس میں بھلا قصور کیا ہے آفتاب کا؟

دلائل عقلیہ ونقلیہ کے ہوتے ہوئے بھی نہ ماننا :

اللہ تعالیٰ کی توحید پر عقلی اور نقلی دلائل کے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی شخص ضد کر کے شرک پر اڑا رہے تو اس ضد کا کوئی علاج نہیں ہے اسی طرح جو ضدی کافر مشرک

اور منافق ہیں ان کی آنکھیں ضد کی وجہ سے بند ہو چکی ہیں ان کو رب تعالیٰ کی قدرتیں اور اس کی وحدانیت کے دلائل ان کو نظر نہیں آتے بس یہ اپنی غرض سے غرض رکھتے ہیں۔ وَمَا اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ اور نہیں ہوں میں تم پر نگران، حفاظت کرنے والا ہر چیز کی صرف رب تعالیٰ ہے۔

مظاہرِ قدرت کا مقصود صرف سمجھانا:

وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ اور اسی طرح ہم پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں آیتیں کبھی آسمان کی طرف متوجہ کرتے ہیں کبھی زمین کی طرف کبھی اپنے وجود کی طرف اور کبھی چاند اور سورج کی طرف متوجہ کرتے ہیں کبھی نظام بارش کی طرف اور کبھی درختوں اور پھلوں کی طرف متوجہ کرتے ہیں تا کہ تم سمجھو وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ اور تا کہ وہ کہیں کہ آپ نے پڑھا ہے قرآنِ کریم کی آیتوں کو پھیر پھیر کر اور تھوڑا تھوڑا کر کے اس لئے بیان کیا گیا تا کہ وہ سمجھیں مگر مخالف اس کا غلط مطلب لیتے تھے اور کہتے تھے کہ آپ کسی دوسرے شخص سے سیکھ کر آتے ہیں اس لئے تھوڑا تھوڑا کر کے سناتے ہے۔ اور یہ شوشہ بھی انہوں نے چھوڑا تھا کہ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ☆ (الفرقان) یہ آیتیں اس کو صبح وشام لکھوائی جاتی ہیں حالانکہ سب کو معلوم تھا کہ آپ ﷺ لکھنا نہیں جانتے اور سورۃ العنکبوت میں ہے وَلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اور نہ لکھتے تھے داہنے ہاتھ سے اور وحی کے نازل ہونے سے پہلے آپ ﷺ پڑھنا بھی نہیں جانتے تھے اَلرَّسُوْلُ النَّبِيُّ الْاُمِّيُّ آپ ﷺ کی صفت ہے اس کے باوجود یہ شوشہ چھوڑ دیا کہ آپ ﷺ کو آیتیں لکھوائی جاتی ہیں اور یہ بھی کہا کہ خود بنا کر لاتا ہے وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ اور تا کہ ہم قرآن کو بیان کریں اس قوم کے لئے جو جانتی ہے۔ اور علم سے کام لیتی ہے اور جو نہیں جانتے اور

علم سے کام نہیں لیتے ان کے لئے کچھ بھی نہیں ہے۔

اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ج لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ج

وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ (۱۰۶) وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ

اَشْرَكُوْا ط وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ج وَمَآ اَنْتَ

عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ (۱۰۷) وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ

دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا ۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ط كَذٰلِكَ

زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ

فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (۱۰۸) وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ

جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا ط قُلْ اِنَّمَا

الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ لا اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ لَا

يُؤْمِنُوْنَ (۱۰۹) وَنُقَلِّبُ اَفْئِدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ

يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ

يَعْمَهُوْنَ (۱۱۰)

لفظی ترجمہ :

اِتَّبِعْ آپ پیروی کریں مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ اس چیز کی جو وحی کی گئی

آپ کی طرف مِن رَّبِّکَ آپ کے رب کی طرف سے لَآ اِلٰـــهَ اِلَّا هُوَ نہیں کوئی معبود مگر صرف وہی وَاَعْـــرِضْ اور آپ اعراض کریں عَـــنِ الْـمُشْرِكِيْنَ شرک کرنے والوں سے وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ اور اگر چاہے اللہ تعالیٰ مَا اَشْرَكُوْا تو یہ شرک نہ کرسکیں وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا اور نہیں بنایا ہم نے تمہیں ان پر نگران وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ اور نہیں ہیں آپ ان کے وکیل وَلَا تَسُبُّوا اور نہ برا کہو الَّذِيْنَ ان کو يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ جن کو یہ پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ سے ورے ورے فَيَسُبُّوا اللّٰهَ پس وہ برا کہیں گے اللہ تعالیٰ کو عَدْوًا تجاوز کرتے ہوئے بِغَيْرِ عِلْمٍ بغیر علم کے كَذٰلِكَ اسی طرح زَيَّنَّا ہم نے مزین کیا لِكُلِّ اُمَّةٍ ہر امت کے لئے عَمَلَهُمْ ان کا عمل ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ پھر ان کا اپنے رب کی طرف ہی لوٹنا ہے فَيُنَبِّئُهُمْ پس وہ ان کو خبر دے گا بِمَا اس چیز کی كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ جو کچھ وہ کرتے تھے۔ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ اور قسمیں اٹھائیں انہوں نے اللہ تعالیٰ کی جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ مضبوط قسمیں لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ البتہ اگر آئے گی ان کے پاس کوئی نشانی معجزہ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا البتہ ضرور اس پر ایمان لائیں گے قُلْ آپ (ﷺ) کہہ دیں اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ پختہ بات ہے کہ معجزات اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں وَمَا يُشْعِرُكُمْ اور (اے ایمان والو!) تمہیں کیا معلوم ہے اَنَّهَا کہ شاید وہ معجزہ اِذَا جَآءَتْ جب ان کے پاس

آیَۃٍ لَا یُؤْمِنُوْنَ تو یہ لوگ ایمان نہ لائیں گے وَنُقَلِّبُ اَفْئِدَتَھُمْ اور ہم پھیر دیں ان کے دلوں کو وَاَبْصَارَھُمْ اور ان کی آنکھوں کو کَمَا لَمْ یُؤْمِنُوْا بِہٖٓ جس طرح کہ وہ نہیں ایمان لائے اس پر اَوَّلَ مَرَّۃٍ پہلی مرتبہ وَنَذَرُھُمْ اور ہم چھوڑ دیں ان کو فِیْ طُغْیَانِھِمْ وہ اپنی سرکشی میں یَعْمَھُوْنَ سرگردان اور حیران پھر رہے ہیں۔

رابطہ رکوعات :

پہلے دو رکوعوں میں شرک کی تردید تھی اور اللہ تعالیٰ کی توحید کے دلائل کا بیان تھا۔ آگے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو تسلی دی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ آپ پیروی کریں اس چیز کی جو وحی کی گئی آپ کی طرف آپ کے رب کی طرف سے آپ اپنے رب کے حکم کو ماننے کے پابند ہیں آپ کا پہلے بھی یہی عقیدہ ہے۔

معبود، حاجت روا، فریادرس صرف اللہ تعالیٰ :

پھر صاف لفظوں میں سن لیں اور ان لوگوں کو سمجھائیں لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ نہیں کوئی معبود مگر صرف اس کے سوا نہ کوئی عبادت کے لائق ہے اور نہ کوئی حاجت روا نہ کوئی مشکل کشا ہے نہ کوئی فریادرس نہ کوئی دستگیر نہ کوئی عالم الغیب والشہادہ نہ، کوئی حاضر و ناظر، نہ کوئی قانون بنانے والا، نہ کوئی حاکم اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔

مشرکین کے غلط جملوں کا جواب دینے کی ممانعت :

وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِکِیْنَ اور آپ اعراض کریں شرک کرنے والوں سے کہ

ان کے غلط جملوں کا جواب نہ دیں کہ یہ آپ کو مجنون مفتری اور جادوگر کبھی کذاب اور کبھی مسحور کہتے ہیں اگر آپ نے بھی اسی طرح جواب دیا تو آپ میں اور ان میں فرق نہیں رہے گا اور یہ محض آپ کی لڑائی بن جائے گی۔

''اعراض'' کا مطلب :

اعراض کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ ان کو تبلیغ نہ کریں ان کے ساتھ میل جول نہ رکھیں۔ کیونکہ تبلیغ تو آپ کا فریضہ ہے۔ ان کو مسئلہ توحید سمجھانا ہے شرک کا رد کرنا ہے۔

انسان، ملائکہ فرق/مقصد تخلیق :

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ اور اگر چاہے اللہ تعالیٰ مَا اَشْرَكُوْا تو یہ شرک نہ کر سکیں اس طرح کہ رب تعالیٰ ان کو ایمان پر مجبور کردے انکار اور بدی کی طاقت ان سے سلب کرلے جس طرح فرشتے ہیں کہ وہ کفر نہیں کر سکتے بدی نہیں کر سکتے کہ ان میں کفر اور بدی کرنے کی طاقت ہی نہیں ہے تو رب تعالیٰ چاہے تو ان کو فرشتہ صفت بنا دے کہ شرک کر ہی نہ سکیں۔ تو پھر انسان تو نہیں رہیں گے فرشتے بن جائیں گے تو پھر انسان کو پیدا کرنے کا مقصد ہی فوت ہو جائے گا اور جب انسان، انسان ہے اور جن، جن ہے تو اس میں خیر کی طاقت بھی ہوگی اور شر کی طاقت بھی اور دونوں کا اختیار بھی دیا ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے اللہ تعالیٰ کسی کو نیکی بدی پر مجبور نہیں کرتا۔

مقصد بعثت :

وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا اور نہیں بنایا ہم نے آپ کو ان پر نگران وَمَآ

اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ اور نہیں ہیں آپ ان کے وکیل کہ جبراً ان کو ہدایت دے دیں اور ان سے تسلیم کروالیں آپ تو حق کے مبلغ ہیں ان کے سامنے حق بیان کر دیں پھر ان کی مرضی ہے کہ قبول کریں یا نہ کریں۔

مشرکین کے خود ساختہ خداؤں کو برا بھلا کہنے کی ممانعت :

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اور نہ برا کہو ان کو جن کو یہ پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ سے ورے ورے، ہر زمانے میں جذباتی قسم کے لوگ بھی ہوتے ہیں اور سنجیدہ مزاج کے لوگ بھی ہوتے ہیں اس زمانے میں بھی جذباتی لوگ موجود تھے۔ جب ان کے سامنے کوئی لات، منات، عزیٰ کا ذکر کرتا یا دیگر بتوں کا تو وہ ان کو گالیاں دینی شروع کر دیتے اس کے جواب میں لات، منات، عزیٰ کے پجاری رب تعالیٰ کو گالیاں دینی شروع کر دیتے تو اللہ تعالیٰ نے پابندی لگا دی کہ تم ان کے خداؤں کو برا بھلا نہ کہو...... فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ پس وہ برا کہیں گے اللہ تعالیٰ کو تجاوز کرتے ہوئے بغیر علم کے۔

شرک کی تردید فرض ہے :

یہاں یہ بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ ایک ہے شرک کی تردید کرنا کہ لات، منات، عزیٰ کے پاس خدائی اختیارات نہیں ہیں یہ مشکل کشا، حاجت روا نہیں ہیں، ان میں اللہ تعالیٰ کی صفات نہیں ہیں یہ بیان کرنا تو فرض ہے کیونکہ جب تک ان کی الوہیت کی تردید نہیں کی جائے گی شرک کی تردید نہیں ہوگی اور ایک ہے کو برا بھلا کہنا کہ لات کی ایسی کی تیسی، منات کی ایسی تیسی اور ان کو گالیاں دینا یہ صحیح نہیں ہے۔ دونوں میں بڑا فرق ہے ایک ہے کسی کا عقیدہ بیان کرنا کہ اس کا عقیدہ کیسا ہے؟ مثلاً ہم کہتے ہیں کہ

شیعہ کافر ہیں اور ان کے کفر میں رتی برابر بھی شک نہیں ہے اور کافر کو کافر کہنا کوئی جرم نہیں ہے۔

کافر کو دیکھ کر کافر کافر کے نعرے لگانا درست نہیں :

دیکھو! قرآنِ کریم میں ہے...... قُلْ اے نبی کریم (ﷺ) آپ کہہ دیں یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ اے کافرو اور سورۂ مائدہ میں ہے لَقَدْ کَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ البتہ تحقیق کافر ہیں وہ لوگ جنہوں نے کہا بے شک اللہ تعالیٰ وہ عیسیٰ بن مریمؑ ہے۔ اگر اس کو کافر اپنے لئے گالی سمجھیں تو یہ ان کی نادانی ہے۔ اور ایک ہے کہ ان کو دیکھ کر نعرے لگانے شروع کر دے کافر، کافر شیعہ کافر۔ کافر، کافر شیعہ کافر اس کو شریعت پسند نہیں کرتی کہ اس سے فتنے کا دروازہ کھلتا ہے اسی طرح عیسائی بھی کافر ہیں یہودی بھی کافر ہیں مگر ان کو کوئی دیکھ کر شروع ہو جائے۔ کافر، کافر عیسائی کافر۔ کافر، کافر یہودی کافر یہ طریقہ ٹھیک نہیں ہے مرزائیوں کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے مگر مرزائی کو دیکھ کر کہنا شروع کر دے کافر، کافر مرزائی کافر اس کو شریعت پسند نہیں کرتی کیونکہ یہ انداز چڑانے کا ہے۔

اپنے والدین کو گالی دینے کا مطلب :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ کوئی اپنے والدین کو گالی نہ دے۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ حضرت کوئی ایسا بھی ہے کہ والدین کو گالیاں دے آج کل کا زمانہ ہوتا تو سوال کی ضرورت ہی نہ پڑتی کیونکہ اس زمانے میں ماں باپ کو گالیاں دینے والے بکثرت موجود ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس طرح ہوگا کہ یہ کسی ماں باپ کو گالی دے گا تو وہ جواب میں اس کے ماں باپ کو گالی دے گا تو نتیجہ یہ ہوگا کہ اس نے خود اپنے ماں باپ کو گالی دی

ہے۔

اعمال مزین کرنے کا مطلب :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں..... كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ اسی طرح ہم نے مزین کیا ہر امت کے لئے عَمَلَهُمْ ان کا عمل۔ان کا عمل ہر قوم اپنے اعتقادات اور رسم و رواج کو ہی بہتر سمجھتی ہے۔مشرکین کے نزدیک شرک بھی ایک بہت اچھا کام ہے۔بدعتی بدعت پر نازاں ہے۔کافر اپنے معبودانِ باطلہ کی پوجا کر کے خوش ہے۔غرضیکہ ہر امت اپنے اپنے اعمال کو اچھا خیال کر کے اس پر عمل پیرا ہے۔تو جب وہ کفر اور شرک کو اپنے لئے اچھا خیال کرنے لگے تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے وہی اعمال مزین کر دیئے۔ مومنوں کیلئے ایمان اور کافروں کے لئے کفر۔

''مرجع'' کی تحقیق :

ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ پھر ان کا اپنے رب کی طرف ہی لوٹنا ہے۔لفظ ''مرجع'' مصدر کا صیغہ بھی بن سکتا ہے اور ظرف کا صیغہ بھی بن سکتا ہے اگر مصدر ہو تو معنیٰ ہوگا رب کی طرف لوٹنا اور ظرف ہو تو معنیٰ ہوگا رب کی طرف ان کے لوٹنے کی جگہ ہے۔ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ پس وہ ان کو خبر دے گا اس چیز کی جو کچھ وہ کرتے تھے۔یعنی ان کی نیکی بدی کا پورا پورا بدلہ دے گا وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ اور قسمیں اٹھائیں انہوں نے اللہ تعالیٰ کی جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ مضبوط قسمیں کہ اللہ تعالیٰ کی قسم ہے۔

معجزات کا صادر ہونا رب العزت کی طرف سے ہے :

لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ البتہ اگر آئے گی ان کے پاس کوئی نشانی معجزہ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا

البتہ ضرور اس پر ایمان لائیں گے۔ اور نشانیاں مانگتے تھے اپنی مرضی کی کہتے تھے کہ اگر آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں تو پھر آپ کی سونے کی کوٹھی ہونی چاہیے اور کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہونا چاہیے جس میں نہریں جاری ہوں یا ہمارے سامنے آسمان پر چڑھ کر وہاں سے کتاب لے کر آ۔ اس قسم کے معجزے مانگتے تھے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... قُلْ آپ (ﷺ) کہہ دیں اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰہِ پختہ بات ہے کہ معجزات اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔ مجھے ان پر اختیار حاصل نہیں ہے اور مومنوں کو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... وَمَا یُشْعِرُکُمْ اور (اے ایمان والو!) تمہیں کیا معلوم ہے اَنَّھَا اِذَا جَآءَتْ کہ شاید وہ معجزہ جب ان کے پاس آئے۔ لَا یُؤْمِنُوْنَ تو یہ لوگ ایمان نہ لائیں۔

رؤیت شق القمر اور کفار کا بدستور انکار :

یہ کتنے ضدی ہیں اس کا اندازہ اس سے لگالو کہ چودھویں کی رات تھی چاند سر پر تھا اور مطلع بھی بالکل صاف تھا بادل دھند غبار وغیرہ نہیں تھا ان کافروں نے آپ ﷺ سے مطالبہ کیا کہ آپ کہتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہوں تو چاند دو ٹکڑے ہو جائے ہم آپ کو پیغمبر تسلیم کرلیں گے آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسا کرنا میرے اختیار میں تو نہیں ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ ایسا کردے تو مان لو گے کہنے لگے کیوں نہیں مانیں گے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے چاند کی طرف انگلی سے اشارہ کیا تو وہ دو ٹکڑے ہو کر ایک ٹکڑا جبل ابو قبیس پر چلا گیا جو کعبۃ اللہ کے دروازے کے سامنے پہاڑ ہے اور دوسرا ٹکڑا مغرب کی طرف تیہان پہاڑ پر چلا گیا ستائیسویں پارے میں ہے...... اِقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ قیامت قریب آگئی ہے وَانْشَقَّ الْقَمَرُ اور چاند پھٹ گیا ہے۔ سب نے آنکھوں سے دیکھا اور ایک دوسرے سے پوچھتے تھے کہ تجھے بھی دو ٹکڑے نظر آرہے ہیں؟ وہ کہتا ہاں!

مجھے بھی دو ٹکڑے نظر آ رہے ہیں وہاں سے چند قدم ہٹ کر دیکھا دو ٹکڑے ہی نظر آئے اور چند قدم ہٹ کر دیکھا پھر بھی دو ٹکڑے ہی نظر آئے اتنا بڑا معجزہ اور نشانی دیکھنے کے باوجود ایک آدمی بھی ایمان نہ لایا۔ كَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ جھٹلایا اور اپنی خواہشات پر چلے وَقَالُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ اور کہا بڑا قوی جادو ہے ایسے ضدی تھے کہ نشانی دیکھنے کے باوجود ایمان نہیں لائے وَنُقَلِّبُ اَفْئِدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ اور ہم پھیر دیں ان کے دلوں کو اور ان کی آنکھوں کو كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ جس طرح کہ وہ نہیں ایمان لائے اس پر اَوَّلَ مَرَّةٍ پہلی مرتبہ، اسی طرح پھر بھی انکار کر سکتے ہیں شق القمر کو دیکھا مگر ایمان نہیں لائے اس کے علاوہ اور کئی معجزے دیکھے مگر ایمان نہیں لائے ان سے کیا توقع کی جا سکتی ہے یہ محض آپ کو ستانے اور تنگ کرنے کے لئے شوشے چھوڑتے تھے ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں اور جو ماننے والے ہوتے ہیں وہ صرف اطمینان چاہتے ہیں۔ اور ایمان لے آتے ہیں۔

کھجور کے گچھے کو دیکھ کر ایمان لے آنا :

چنانچہ ترمذی شریف میں روایت آتی ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک باغ میں تشریف فرما تھے کھجور کے ایک بلند درخت پر کھجور کے گچھے لٹک رہے تھے کہ ایک شخص آیا کہنے لگا آپ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں تو اللہ تعالیٰ سے کہو کہ کھجور کا ایک گچھا اتر کر تمہاری گود میں آ جائے آپ ﷺ نے فرمایا رب تعالیٰ قادر ہے وہ کر سکتا ہے سب نے دیکھا کہ گچھا اتر کر آ گیا اس شخص نے کہا کہ میری تسلی ہو گئی ہے اٰمَنْتُ وَصَدَّقْتُ میں ایمان لایا اور میں نے تصدیق کی چونکہ وہ درخت کسی اور شخص کی ملکیت تھا اس لئے وہ گچھا دوبارہ اس کے ساتھ جڑ گیا جس طرح پہلے تھا۔ مالک کا نقصان بھی نہ ہوا اور اس آدمی کی تسلی بھی

ہوگئی اور جوضدی ہوتے ہیں وہ نہیں مانتے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... وَنَذَرُهُمْ اور ہم چھوڑ دیں ان کو فِيْ طُغْيَانِهِمْ وہ اپنی سرکشی میں يَعْمَهُوْنَ سرگردان اور حیران پھر رہے ہیں۔ حق کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى
وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ
اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ (۱۱۱)
وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ
وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ
غُرُوْرًا ط وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا
يَفْتَرُوْنَ (۱۱۲) وَلِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ اَفْئِدَةُ الَّذِيْنَ لَا
يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ
مُّقْتَرِفُوْنَ (۱۱۳) اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ
اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ط وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ
الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا
تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ (۱۱۴) وَتَمَّتْ كَلِمَتُ
رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ط لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ج وَهُوَ
السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (۱۱۵)

لفظی ترجمہ :

وَلَوْ اَنَّنَا اور اگر بے شک ہم نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ نازل کریں ان کی طرف الْمَلٰٓئِكَةَ فرشتے وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى اور گفتگو کریں ان کے ساتھ مردے وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ اور جمع کردیں ان کے سامنے كُلَّ شَيْءٍ ہر چیز قُبُلًا سامنے مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا نہیں ہیں یہ کہ ایمان لائیں اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ اور لیکن اکثر ان میں سے جاہل ہیں وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا اور اسی طرح بنائے ہم نے لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا ہر نبی کے لئے دشمن شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ انسانوں اور جنوں میں سے شیطان يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ القا کرتے ہیں بعض بعض کو زُخْرُفَ الْقَوْلِ ملمع کی ہوئی بات غُرُوْرًا دھوکہ دینے کے لئے وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ اور اگر چاہے تیرا پروردگار مَا فَعَلُوْهُ تو نہ کرسکیں یہ اس بات کو فَذَرْهُمْ پس چھوڑ دیں ان کو وَمَا يَفْتَرُوْنَ اور اس چیز کو جس کا یہ افترا کرتے ہیں وَلِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ اور تاکہ مائل ہوں اس کی طرف اَفْئِدَةُ الَّذِيْنَ ان لوگوں کے دل لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ جو نہیں ایمان رکھتے آخرت پر وَلِيَرْضَوْهُ اور تاکہ اس کو پسند کریں وَلِيَقْتَرِفُوْا اور تاکہ وہ کمائیں مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ جو کچھ وہ کماتے ہیں اَفَغَيْرَ اللّٰهِ کیا پس اللہ تعالیٰ کے سوا اَبْتَغِيْ حَكَمًا تلاش کروں میں فیصلہ کرنے والا وَّهُوَ الَّذِيْٓ حالانکہ اسی نے ا

نَزَّلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ نازل کی تمہاری طرف کتاب مُفَصَّلًا تفصیلی وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ اور وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی ہے يَعْلَمُوْنَ وہ جانتے ہیں اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ کہ بے شک یہ اتاری گئی ہے مِّنْ رَّبِّكَ تیرے رب کی طرف سے بِالْحَقِّ حق کے ساتھ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ پس ہرگز نہ ہوں آپ شک کرنے والوں میں سے وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ اور مکمل ہو گیا ہے تیرے رب کا فیصلہ صِدْقًا وَّعَدْلًا سچائی اور انصاف کے ساتھ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ کوئی نہیں تبدیل کر سکتا اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کو وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ اور وہ اللہ تعالیٰ ہی سننے والا جاننے والا ہے۔

ربط :

کل کے درس میں یہ بیان ہوا تھا کہ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ کافروں نے اللہ تعالیٰ کے نام کی قسمیں اٹھائیں لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا کہ اگر ان کے پاس کوئی نشانی آئے تو وہ اس پر ضرور ایمان لائیں گے یعنی اگر معجزہ ان کی مرضی اور خواہش کے مطابق آجائے تو مان لیں گے۔ پہلے تو اللہ تعالیٰ نے اس کا رد فرمایا کہ آپ کہہ دیں کہ نشانیاں لانا میرے بس کی بات نہیں ہے یہ تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے پھر ایمان والوں سے خطاب کیا کہ تمہیں کیا معلوم کہ نشانی آجانے پر یہ ضرور ہی ایمان لے آئیں گے۔

کفار کی ضد اور ہٹ دھرمی کا بیان :

اب اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ اتنے ضدی ہیں کہ اگر ہم ان کی طرف فرشتے

نازل کریں پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے ارشادِ ربانی ہے...... وَلَوْ اَنَّنَا اور اگر بے شک ہم نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ نازل کریں ان کی طرف فرشتے اور وہ ان سے گفتگو کریں اور یہ سمجھ جائیں کہ واقعی یہ فرشتے ہیں وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى اور گفتگو کریں ان کے ساتھ مردے وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا اور جمع کر دیں ان کے سامنے ہر چیز سامنے دنیا کی ہر چیز۔

"قُبُلٌ" کی تحقیق :

"قُبُلٌ" قبیل کی جمع بھی بن سکتی ہے پھر اقسام کے معنٰی ہوں گے کہ ہر قسم کی چیزیں ان کے سامنے جمع کر دیں اور "قُبُلٌ" مصدر بھی آتا ہے۔ تو اس وقت سامنے کے معنٰی ہوں گے کہ ہم ان کے سامنے دنیا کی ہر چیز جمع کر دیں مَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا نہیں ہیں یہ کہ ایمان لائیں۔

ابو جہل کی شرارت اور آپ ﷺ کا معجزہ :

یہ روایت تم پہلے بھی سن چکے ہو کہ آنحضرت ﷺ مکہ مکرمہ میں تشریف فرماتے اور آپ ﷺ کی مجلس میں مومن بھی تھے اور کافر بھی تھے کہ ابو جہل آیا سب لوگ اس کی طرف متوجہ ہوئے کہ دیکھو یہ کیا بات کرتا ہے۔ کیونکہ کرنی تو اس نے شرارت ہی ہوتی تھی کہنے لگا یا محمد (ﷺ)! مجھے بتاؤ کہ میری مٹھی میں کیا ہے؟۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا چچا جی اگر مٹھی والی چیز بول کر بتا دے تو پھر کیا ہوگا؟۔ کہنے لگا اچھا ان کو کہو کہ یہ بولیں روایات میں آتا ہے کہ اس نے مٹھی میں جو کنکر پکڑے ہوئے تھے انہوں نے بلند آواز سے پڑھنا شروع کر دیا سُبْحَانَ اللّٰهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ اور بعض روایتوں میں آتا ہے کہ انہوں نے کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھنا شروع کر دیا اور سب نے اس

طرح سنا جس طرح میں پڑھ رہا ہوں اور تم سن رہے ہو۔ ابو جہل نے کنکریوں کو یہ کہہ کر پھینک دیا کہ تم بھی اس کی طرف دار ہوگئی ہو؟۔ اب بتاؤ کہ اس ضد کا بھی دنیا میں کوئی علاج ہے؟۔ تو فرمایا کہ یہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے اور ان کو ایمان لانے پر مجبور کردے۔ لیکن وہ جبر کسی پر نہیں کرتا کیونکہ اس کا قانون ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ پس جس کا جی چاہے ایمان لے آئے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ اور لیکن اکثر ان میں سے جاہل ہیں سمجھ دار لوگ دنیا میں ہمیشہ تھوڑے ہوئے ہیں۔

ہر نبی کی امت میں اس کے دشمنوں کا ہونا :

آگے آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تسلی دی ہے کہ آپ ﷺ کے ساتھ دشمنی کوئی نئی چیز نہیں ہے پہلے پیغمبروں کے ساتھ بھی اس طرح دشمنی کی گئی ہے فرمایا...... وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ اور اسی طرح بنائے ہم نے ہر نبی کے لئے دشمن انسانوں اور جنات میں سے جنہوں نے پیغمبروں کی ڈٹ کر مخالفت کی يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ القا کرتے ہیں بعض بعض کو زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ملمع کی ہوئی بات دھوکہ دینے کے لئے۔

"زُخْرُف" کا لفظی معنٰی :

"زُخْرُف" کے لغوی معنٰی ہیں پیتل یا تانبے پر سونے کا پانی چڑھا کر اس کو سونا ظاہر کیا جائے یعنی ظاہر کچھ اور باطن کچھ تو زُخْرُفَ الْقَوْلِ کے معنٰی ہوں گے ایسی بات جس کا ظاہر کچھ ہو اور باطن کچھ ہو فرمایا...... وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ اور اگر چاہے تیرا پروردگار مَا فَعَلُوْهُ تو نہ کر سکیں یہ اس بات کو۔

جن وانس کو اختیار دیتے ہوئے پیغمبروں کے ذریعے کتابیں نازل کرنا :

رب تعالیٰ ان سے بدی کی قوۃ سلب کر لے کفر کرنے کی طاقت سلب کر لے مگر وہ ایسا نہیں کرتا کیونکہ اس نے جنوں اور انسانوں کو اختیار دیا ہے کہ اپنی مرضی سے جو راستہ چاہو اختیار کرو البتہ اس نے پیغمبر بھیج کر اور کتابیں نازل فرما کر حق اور باطل کو واضح کر دیا ہے اور اپنی خوشی اور ناراضگی سے بھی آگاہ کر دیا ہے اور ہر زمانے میں حق کی تبلیغ کرنے والے کھڑے کئے ہیں جو حق و باطل سے آگاہ کرتے رہتے ہیں۔ اس کے بعد تمہاری مرضی ہے جدھر جانا چاہو چلے جاؤ۔

کفار کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے آپ ﷺ کو نصیحت :

فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ پس چھوڑ دیں ان کو اور اس چیز کو جس کا یہ افترا کرتے ہیں اس کی طرف توجہ ہی نہ دو اور اس لئے بھی دوسروں کو باتیں سناتے ہیں۔ وَلِتَصْغٰى اِلَيْهِ اور تا کہ مائل ہوں اس کی طرف اَفْئِدَةُ الَّذِيْنَ ان لوگوں کے دل لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ جو نہیں ایمان رکھتے آخرت پر اور دنیا کی چیزوں پر مطمئن ہیں وَلِيَرْضَوْهُ اور تا کہ اس کو پسند کریں براذہن بری چیز کو پسند کرتا ہے وَلِيَقْتَرِفُوْا اور تا کہ وہ کمائیں مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ جو کچھ وہ کماتے ہیں جو کرنا چاہتے ہیں کریں سب کا بدلہ ملے گا۔

صنادید قریش کا مطالبہ اور حکم الٰہی

قریش کے مختلف خاندان تھے اور ہر ہر خاندان کا الگ الگ سردار تھا سرداری نظام تھا تو صنادید قریش اکٹھے ہو کر آنحضرت ﷺ کے پاس آئے ان کو دیکھ کر اور لوگ بھی اکٹھے ہو گئے کہ دیکھو کیا کہتے ہیں ویسے بھی فارغ ہوتے تھے انہوں نے آنحضرت ﷺ سے دو مطالبے کئے ایک کا ذکر آج کی آیتوں میں ہے اور دوسرے کا بیان کل ہو گا ان شاء

اللہ۔ کہنے لگے اس بات کا تو انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہمارے اور آپ کے درمیان اختلاف ہے اور دنیا کا قاعدہ اور دستور ہے کہ فریقین میں جھگڑے کا حل ثالث ہوتا ہے اور ثالث کو عربی زبان میں حکم کہتے ہیں لہٰذا حکم مقرر کر لیتے ہیں جو وہ فیصلہ کرے تسلیم کر لو رب تعالیٰ نے اس کا جواب دیا فرمایا آپ ان سے کہہ دیں اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِىْ حَكَمًا کیا پس اللہ تعالیٰ کے سوا تلاش کروں میں ثالث کسی اور کو میں ثالث مان لو؟

مشرکین کی سازش ناکامی سے دوچار :

وَّهُوَ الَّذِىْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا حالانکہ اسی نے نازل کی تمہاری طرف کتاب تفصیلی اور رب تعالیٰ کا فیصلہ تو یہ ہے کہ حق میرے ساتھ ہے تمہارے ساتھ نہیں ہے۔ اور تم بلا وجہ سینہ زوری کرتے ہو مشرکین مکہ کا ذہن یہ تھا کہ اکثریت ہماری ہے۔ لہٰذا ہم کسی سردار کا نام لیں گے کہ اس کو حکم تسلیم کر لو پھر وہ سردار اس پر فردِ جرم عائد کر دے گا کہ یہ سارا فساد تیری وجہ سے ہے لہٰذا تم باز آ جاؤ اور اپنے پروگرام کو چھوڑ دو تو آپ ﷺ نے سرے سے ان کی بات کا انکار کر دیا اور فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو حکم ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں۔

طالبان کی اسلامی حکومت اور کفریہ طاقتوں کا بلا جواز دباؤ :

یہی چال آج کل افغانستان میں چل رہے ہیں اور طالبان کو کہتے ہیں کہ وسیع البنیاد حکومت تشکیل دو کہ تمام فریقوں کو حکومت میں شامل کرو یعنی طالبان نے جن مرتدوں کو نکالا ہے ان کو واپس بلا کر شریک اقتدار کریں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِىِّ الْعَظِيْمِ ان شاء اللہ تعالیٰ وہ کبھی ایسا نہیں کریں گے کیونکہ جید اور سمجھ دار علماء کرام ان میں موجود ہیں اگر بالفرض انہوں نے ایسا کیا تو اپنے پاؤں پر کلہاڑی ماریں

گے کہ جس گند کو انہوں نے باہر پھینکا ہے پھر اس کو شامل کر لیا اور اس وقت اقوامِ متحدہ جو بین الاقوامی خبیث اور غنڈہ ہے وہ ان کو اس بات پر آمادہ کر رہا ہے کہ مشترکہ حکومت تشکیل دو تاکہ حق و باطل کا ملغوبہ بن جائے اور جو خالص اسلام نافذ ہے وہ نہ رہے اور یہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ دنیا میں ہمیشہ حق کا راستہ روکنے کے لئے عجیب و غریب ہتھکنڈے استعمال ہوتے رہے ہیں تو آپ نے ثالث ماننے سے انکار کر دیا۔

فہم حق کے لئے منصف مزاج اہلِ کتاب سے رابطے کا مشورہ :

ہاں اگر تم حق کو سمجھنا چاہتے ہو اور میری بات تم ضد کی وجہ سے نہیں مانتے تو اہلِ کتاب میں جو منصف مزاج ہیں ان کی طرف رجوع کر لو فرمایا...... وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ اور وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی ہے يَعْلَمُوْنَ وہ جانتے ہیں اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ کہ بے شک یہ اتاری گئی ہے مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ تیرے رب کی طرف سے حق کے ساتھ۔ چنانچہ اہلِ کتاب میں جو منصف مزاج تھے وہ مانتے تھے اور دوسروں کو بھی کہتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا سچا پیغمبر ہے اور قرآنِ کریم سچی کتاب ہے۔ اسلام حق اور سچا مذہب ہے۔

دیگراں رانصیحت خود رافضیحت :

اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ کیا تم لوگوں کو حکم دیتے ہو نیکی کا وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ اور بھول جاتے ہو اپنے نفسوں کو کہ خود قبول نہیں کرتے اس کا جواب پہلے پارے میں موجود ہے کہتے تھے دیکھو! آپ لوگ محنت مشقت کرتے ہو ملازمتیں کرتے ہو ہمارا تو کوئی کاروبار نہیں ہے سوائے اس کے کہ ان سے نذرانے اور وظائف ملتے ہیں اگر ہم ایمان لے آئیں تو یہ نذرانے اور وظائف بند ہو جائیں گے

ہماری روزی کہاں سے آئے گی؟ ۔لہٰذا ہم مجبور ہیں اور تمہاری تو کوئی مجبوری نہیں ہے۔ فلا تکونن من الممترین پس ہرگز نہ ہوں آپ شک کرنے والوں میں سے۔ اسلام کی حقانیت اور قرآنِ کریم کی صداقت کے متعلق وتمت کلمت ربک صدقا وعدلا اور مکمل ہوگیا ہے تیرے رب کا فیصلہ سچائی اور انصاف کے ساتھ لا مبدل لکلمتہ کوئی نہیں تبدیل کرسکتا اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کو وھو السمیع العلیم اور وہ اللہ تعالیٰ ہی سننے والا جاننے والا ہے۔

نورِ خدا ہے حرکت کفر پہ خندہ زن :

اللہ تعالیٰ کا فیصلہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ واللہ متم نورہ اور اللہ تعالیٰ مکمل کرے گا اپنے نورِ توحید کو ولو کرہ المشرکون اور اگرچہ مشرک پسند نہ کریں اور کڑھتے رہیں اور دوسری جگہ فرمایا ولو کرہ الکفرون اور اگرچہ کافر پسند نہ کریں اور کڑھتے رہیں اللہ تعالیٰ اپنے نورِ ایمان کو چمکائے گا کفریہ طاقتیں اگرچہ قدم قدم پر رکاوٹیں ڈالتی ہیں مگر الحمدللہ اسلام میں اور مسلمانوں میں کمی نہیں آئی بڑھتا ہی جارہا ہے۔

عصرِ حاضر میں دنیا اور ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد :

اس وقت دنیا میں مسلم قوم سب سے زیادہ ہے اور دوسرے ملکوں کی نسبت ہندوستان میں تقریباً اٹھائیس کروڑ مسلمان ہیں اور ہندو انہیں مجبور کرتے ہیں کہ یا تو ہندو ہو جاؤ یا پھر پاکستان چلے جاؤ مسلمانوں کو شہید بھی کرتے ہیں اور مسجدیں بھی مسمار کرتے ہیں مگر وہ ڈٹے ہوئے ہیں اور معاف رکھنا وہ ہمارے سے زیادہ مضبوط مسلمان ہیں۔ بہرحال کفریہ طاقتیں جتنا مرضی زور لگائیں وہ اسلام کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں ان شاء اللہ العزیز۔

وَاِن تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِى الْاَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيْلِ
اللّٰهِ ط اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا
يَخْرُصُوْنَ(١١٦) اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ عَنْ
سَبِيْلِهٖ ج وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ(١١٧) فَكُلُوْا مِمَّا
ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ(١١٨)
وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ
فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ط
وَاِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ط اِنَّ
رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ(١١٩) وَذَرُوْا ظَاهِرَ
الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ط اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا
كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ(١٢٠) وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ
اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ ط وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى
اَوْلِيٰٓئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ج وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ
لَمُشْرِكُوْنَ(١٢١)

لفظی ترجمہ :

وَاِنْ تُطِعْ اور اگر آپ اطاعت کریں گے اَکْثَرَ مَنْ فِی الْاَرْضِ اکثر ان لوگوں کی جو زمین میں ہیں یُضِلُّوْکَ وہ بہکادیں گے آپ کو عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کے راستے سے اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ نہیں وہ پیروی کرتے اِلَّا الظَّنَّ مگر گمان کی وَاِنْ ھُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ اور نہیں ہیں وہ مگر اٹکل اور تخمینے سے باتیں کرتے ہیں اِنَّ رَبَّکَ ھُوَ اَعْلَمُ بے شک تیرا پروردگار وہ خوب جانتا ہے مَنْ یَّضِلُّ جو گمراہ ہوگیا عَنْ سَبِیْلِهٖ اس کے راستے سے وَھُوَ اَعْلَمُ بِالْمُھْتَدِیْنَ اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت پانے والوں کو فَکُلُوْا پس کھاؤ مِمَّا اس چیز کو ذُکِرَ اسْمُ اللّٰہِ عَلَیْهِ جس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا گیا ہے اِنْ کُنْتُمْ اگر ہو تم بِاٰیٰتِهٖ مُؤْمِنِیْنَ اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر ایمان رکھنے والے وَمَا لَکُمْ اور تمہیں کیا ہوگیا ہے اَلَّا تَاْکُلُوْا کہ تم نہیں کھاتے مِمَّا ذُکِرَ اسْمُ اللّٰہِ عَلَیْهِ اس چیز کو جس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا گیا ہے وَقَدْ فَصَّلَ لَکُمْ اور تحقیق تفصیل کے ساتھ اس نے بیان کیا ہے تمہارے لئے مَّا حَرَّمَ عَلَیْکُمْ ان چیزوں کو جو اس نے تم پر حرام قرار دی ہیں اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَیْهِ مگر وہ جس کی طرف تم مجبور کردیئے جاؤ وَاِنَّ کَثِیْرًا اور بے شک بہت سے لوگ لَیُضِلُّوْنَ بہکاتے ہیں بِاَھْوَآئِھِمْ اپنی خواہشات کے ساتھ بِغَیْرِ عِلْمٍ بغیر علم کے اِنَّ رَبَّکَ بے شک تیرا رب

هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ وہ خوب جانتا ہے تجاوز کرنے والوں کو وَذَرُوْا اور چھوڑ دو ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ظاہری اور چھپے ہوئے گناہ کو اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ جو کماتے ہیں گناہ سَيُجْزَوْنَ عنقریب ان کو بدلہ دیا جائے گا بِمَا اس چیز کا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ جو وہ کماتے رہے وَلَا تَاْكُلُوْا اور نہ کھاؤ مِمَّا اس چیز کو لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ جس پر اللہ تعالیٰ کا نام نہیں ذکر کیا گیا وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ اور بے شک یہ کھانا البتہ نافرمانی ہے وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ اور بے شک شیاطین لَيُوْحُوْنَ البتہ القاء کرتے ہیں اِلٰى اَوْلِيٰٓئِهِمْ اپنے دوستوں کی طرف لِيُجَادِلُوْكُمْ تاکہ وہ جھگڑا کریں تمہارے ساتھ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اور اگر تم نے شیطانوں کی اطاعت کی اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ بے شک تم بھی البتہ مشرک بن جاؤ گے۔

ربط آیات :

کل کے سبق میں بیان ہوا تھا کہ مشرکین مکہ کا ایک نمائندہ وفد جو ان کے سرداروں پر مشتمل تھا آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ مکہ مکرمہ دارالامن تھا لوگ یہاں صدیوں سے بڑے آرام اور چین سے رہ رہے تھے جب سے آپ ﷺ نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی رٹ لگائی ہے اس وقت سے گھر گھر میں جھگڑا فساد ہے بازاروں اور گلیوں میں لڑائیاں ہیں باپ بیٹے کا جھگڑا ہے میاں بیوی کا جھگڑا ہے، بھائی، بھائی آپس میں لڑتے ہیں، خسر، داماد کا جھگڑا ہے اور اس تمام فساد کے آپ ذمہ دار ہیں لہٰذا کسی کو ثالث تسلیم کریں اگر وہ ہمارے عقیدے کے درست ہونے کا فیصلہ

کردے تو پھر آپ ہمارے ساتھ مل جائیں اور اگر ثالث آپ کے عقیدے کے درست ہونے کا فیصلہ کردے تو ہم آپ کے ساتھ مل جائیں گے۔ اس کا جواب آپ حضرات کل کے سبق میں سن چکے ہیں کہ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ میں اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کو ثالث تسلیم کرلوں یہ نہیں ہوسکتا۔

کفار کی دوسری خودساختہ پیشکش :

انہوں نے دوسری پیشکش یہ کی کہنے لگے کہ فریقین میں جھگڑا ہو تو صلح کی ایک صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ لوگوں سے رائے لے لی جاتی ہے کہ سچا کون ہے اور جھوٹا کون ہے؟ لہٰذا لوگوں کو جمع کر کے ریفرنڈم کرالیتے ہیں لوگوں کی اکثریت جو فیصلہ دے اس کو تسلیم کرلیں۔

پیشکش کا جواب :

ان کی اس پیشکش کا جواب آج کی آیت کریمہ میں ہے فرمایا...... وَاِنْ تُطِعْ اور اگر آپ اطاعت کریں گے اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ اکثر ان لوگوں کی جو زمین میں ہیں يُضِلُّوْكَ وہ بہکادیں گے آپ کو عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے سے کیونکہ اکثریت تو ہے ہی گمراہوں کی ان کی رائے تو ان کے ساتھ ہوگی ووٹنگ کی کیا ضرورت ہے؟ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ نہیں وہ پیروی کرتے اِلَّا الظَّنَّ مگر گمان کی وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ اور نہیں ہیں وہ مگر اٹکل اور تخمینے سے باتیں کرتے ہیں۔ دلیل ان کے پاس کوئی نہیں ہے تو جو اکثریت اٹکل اور تخمینے کے پیچھے چلتی ہے ان کے ووٹوں کی کیا حیثیت ہے؟

انبیاءؑ اوران کے متبعین کی تعداد :

اور یہ بات آپ کئی مرتبہ سن چکے ہیں کہ دنیا میں ایسے پیغمبر بھی تشریف لائے کہ ان پر ایک آدمی بھی ایمان نہ لایا نہ بہن، نہ بھائی، نہ بیٹا، نہ بیٹی، نہ بیوی کسی نے بھی ساتھ نہ دیا اکیلا پیغمبر حق پر رہا اور ایسے پیغمبر بھی تھے کہ جن پر صرف دو آدمی ایمان لائے اور ایسے بھی تھے کہ جن پر تین آدمی ایمان لائے اور اکثریت دوسری طرف ہی رہی تو اکثریت ہمیشہ غلط کار ہی رہی ہے۔ اِنَّ رَبَّکَ ھُوَ اَعْلَمُ بے شک تیرا پروردگار وہ خوب جانتا ہے مَنْ یَّضِلُّ جو گمراہ ہو گیا عَنْ سَبِیْلِہٖ اس کے راستے سے وَھُوَ اَعْلَمُ بِالْمُھْتَدِیْنَ اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت پانے والوں کو لہٰذا آپ اپنا کام کرتے جائیں نہ کسی کو حکم ماننے کی ضرورت ہے اور نہ دوٹنگ کی۔

کفار و مشرکین کا شوشہ :

مشرکوں اور کافروں نے ایک یہ شوشہ بھی چھوڑا کہ یہ مسلمان اپنے ہاتھ کا مارا ہوا جانور یعنی ذبح شدہ جانور حلال سمجھتے ہیں اور خدا کا مارا ہوا یعنی طبعی موت مرا ہوا جانور حرام سمجھتے ہیں یہ مسلمان کیسی عجیب مخلوق ہے؟ عوام بڑے سطحی ذہن کے ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ واقعی بات تو صحیح ہے کہ رب کا مارا ہوا حرام اور اپنا مارا ہوا حلال۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ مارتا اس کو بھی رب تعالیٰ ہے اور اسکو بھی رب تعالیٰ ہے البتہ جس پر تکبیر پڑھی گئی ہے یعنی تکبیر پڑھ کر ذبح کیا گیا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت سے حلال ہے اور جو مردار ہو گیا وہ چونکہ اللہ تعالیٰ کے نام سے محروم ہے اس لئے حرام ہے۔

تکبیر کے متعلق مسئلہ :

تکبیر کے متعلق مسئلہ سمجھ لیں کہ جانور کو ذبح کرتے وقت جب تکبیر پڑھی جائے تو اتنی آواز ہو کہ اپنے کان سنیں اور اگر بسم اللہ اللہ اکبر کہا اور اپنے کانوں نے نہ سنا تو بحر الرائق وغیرہ فقہ حنفی کی مستند ترین کتابوں میں ہے کہ جانور حلال نہیں ہوگا۔

نماز کے متعلق اہم ترین مسئلہ :

اسی مناسبت سے نماز کے متعلق بھی مسئلہ سمجھ لیں کہ آدمی جب نماز پڑھے تو تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام پھیرنے تک جو کچھ بھی پڑھتا ہے اس انداز سے پڑھے کہ اپنے کان سنیں چاہے مرد ہو یا عورت ہو بشرطیکہ بہرہ نہ ہو اگر اپنے کانوں نے نہیں سنا تو نماز بالکل نہیں ہوگی اور پڑھی ہوئی بھی اسکی گردن پر فرض ہے۔

کفار کے شوشے کا جواب :

اللہ تعالیٰ کافروں کے شوشے کا جواب دیتے ہیں فرمایا...... فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ پس کھاؤ اس چیز کو جس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا گیا ہے تکبیر پڑھی گئی ہے اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ اگر ہو تم اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر ایمان رکھنے والے وَمَا لَكُمْ اور تمہیں کیا ہو گیا ہے اَلَّا تَاْكُلُوْا کہ تم نہیں کھاتے مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اس چیز کو جس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا گیا ہے کافر ضد میں آکر کہتے تھے کہ اس کو نہیں کھاتے جس پر تکبیر نہیں پڑھی گئی یعنی مردار اور ہم تمہارا ذبح کیا ہوا نہیں کھاتے اور ضد، ضد ہوتی ہے اس کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم ان کافروں کی بات کی طرف توجہ نہ دو اور جس پر تکبیر پڑھی گئی ہے اس کو کھاؤ۔ وَقَدْ فَصَّلَ

لَكُمْ اور تحقیق تفصیل کے ساتھ اس نے بیان کیا ہے تمہارے لئے مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ ان چیزوں کو جو اس نے تم پر حرام قرار دی ہیں کہ مردار وغیرہ نہیں کھانا۔

مجبور کی تعریف و حکم :

اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ مگر وہ جس کی طرف تم مجبور کر دیئے گئے ہو کہ مثلاً آدمی ایسے مقام پر ہے کہ وہاں مردار یا حرام مال کے علاوہ کچھ نہیں ہے اور اس کی حالت یہ ہے کہ اگر نہیں کھاتا تو موت کا خطرہ ہے تو اس موقع پر اس کو حرام مردار اور خنزیر کھانے کی اجازت ہے مگر اتنا کہ جان بچ جائے۔ غَيْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ نہ لذت طلب کرنے والا ہو اور نہ حد سے بڑھنے والا ہو۔ اگر ایک چھٹانک کھانے سے اس کی جان بچ سکتی ہے تو چھ تولے کھانے کی اجازت نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کسی کو شدید پیاس ہے کہ جان کو خطرہ ہے اور شراب کے سوا پینے کے لئے کوئی اور چیز موجود نہیں ہے تو اتنی پی سکتا ہے کہ جس سے جان بچ جائے اگرچہ شراب قطعی حرام ہے اور اگر ایسی صورت میں حرام نہیں کھاتا اور نہیں پیتا اور مر جاتا ہے تو گنہگار مرے گا کیونکہ ایسے موقع پر رب تعالیٰ نے حرام کھانے اور پینے کی اجازت دی ہے اور رب تعالیٰ کی اجازت کو قبول نہ کرنا بھی گناہ ہے۔

مشرکین کی جہالت :

وَاِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ اور بے شک بہت سے لوگ بہکاتے ہیں اپنی خواہشات کے ساتھ بِغَيْرِ عِلْمٍ بغیر علم کے مشرکین کا یہ شوشہ کہ مسلمان اپنا مارا ہوا کھاتے ہیں اور خدا کا مارا ہوا نہیں کھاتے یہ بات بھی وہ جہالت سے کرتے تھے۔

مولانا عبدالحق مدنیؒ کا قول :

دارالعلوم دیوبند میں ہمارے ایک استاد تھے مولانا عبدالحق مدنیؒ وہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے ملک میں ہر تیسرا آدمی مفتی ہے اور ہر چوتھا آدمی حکیم ہے۔ کوئی مسئلہ پیش کرو وہاں موجود آدمیوں میں سے کوئی نہ کوئی ضرور بول پڑے گا چاہے اسے الف با کا بھی علم نہ ہو اسی طرح اگر تم کہو کہ میں بیمار ہوں تو تمہیں ضرور اس کا علاج بتائیں گے چاہے حکمت کے ابجد سے بھی واقف نہ ہوں یہ لوگوں کی عادت بن گئی ہے۔

جاہل را سکوت بہتر است :

حالانکہ مسئلہ یہ ہے کہ جس چیز کا تمہیں علم نہیں ہے تو خاموش رہو یا کہو کہ میں اس کے متعلق نہیں جانتا مگر ہم ضرور ٹانگ اڑاتے ہیں اور بغیر علم کے لوگوں کو غلط راہ پر لگاتے ہیں یہی کچھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ لوگ بغیر علم کے اپنی خواہشات سے بہکاتے ہیں۔ اِنَّ رَبَّکَ بے شک تیرا رب هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِیْنَ وہ خوب جانتا ہے تجاوز کرنے والوں کو وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ اور چھوڑ دو ظاہری اور چھپے ہوئے گناہ کو اِنَّ الَّذِیْنَ بے شک وہ لوگ یَکْسِبُوْنَ الْاِثْمَ جو کماتے ہیں گناہ سَیُجْزَوْنَ عنقریب ان کو بدلہ دیا جائے گا بِمَا اس چیز کا کَانُوْا یَقْتَرِفُوْنَ جو وہ کماتے رہے ہر نیکی بدی کا بدلہ رب تعالیٰ کی طرف سے ملے گا وَلَا تَاْکُلُوْا مِمَّا لَمْ یُذْکَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَیْهِ اور نہ کھاؤ اس چیز کو جس پر اللہ تعالیٰ کا نام نہیں ذکر کیا گیا وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ اور بے شک یہ کھانا البتہ نافرمانی ہے۔

شیاطین کا اپنے دوستوں کی طرف القاء کرنا :

وَاِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اور بے شک شیاطین البتہ القاء کرتے ہیں اِلٰٓی اَوْلِیٰٓئِھِمْ اپنے دوستوں کی طرف یہ بھی شیطانوں کا سبق ہے جو اس نے اپنے ساتھیوں کے ذہنوں میں ڈالا ہے۔ لِیُجَادِلُوْکُمْ تاکہ وہ جھگڑا کریں تمہارے ساتھ۔ شیطان نے ان کے ذہن میں بات ڈالی ہے کہ ان سے پوچھو کہ رب تعالیٰ مارے تو حرام اور تم خود مارو تو حلال۔ یہ کیسی منطق ہے؟۔ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْھُمْ اور اگر تم نے شیطانوں کی اطاعت کی اِنَّکُمْ لَمُشْرِکُوْنَ بے شک تم بھی البتہ مشرک بن جاؤ گے۔

ناجائز بات کا ماننا شرک میں داخل ہے :

یہ بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ کسی کی غلط اور ناجائز بات کو ماننا بھی شرک کی ایک قسم ہے۔ کیونکہ ناجائز کام شیطان ہی کرواتا ہے اور شیطان کی اطاعت کرنا بھی شرک ہے چاہے قولاً ہو یا فعلاً ہو شرک کے سینگ نہیں ہوتے کہ جو شرک کرے تو اس کو سینگ لگ جائیں اور اس کو دیکھ کر کہیں کہ دیکھو بھائی یہ مشرک صاحب جا رہے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں شرک سے محفوظ فرمائے۔ (آمین)۔

اَوَ مَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ(۱۲۲) وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ؕ وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ(۱۲۳) وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيْدٌ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ(۱۲۴) فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ؕ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ(۱۲۵)

لفظی ترجمہ :

اَوَ مَنْ كَانَ مَيْتًا کیا وہ شخص جو مردہ تھا فَاَحْيَيْنٰهُ پس ہم نے اس کو زندہ کیا وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا اور ہم نے بنایا اس کیلئے نور يَّمْشِيْ بِهٖ وہ چلتا ہے اس روشنی کے ساتھ فِي النَّاسِ لوگوں میں كَمَنْ مَّثَلُهٗ اس شخص کی طرح ہے فِي الظُّلُمٰتِ جو اندھیروں میں ہے لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا نہیں نکلنے والا اندھیروں سے كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ اسی طرح مزین کیا گیا کافروں کے لئے مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ وہ عمل جو وہ کرتے ہیں وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا اور اسی طرح بنائے ہم نے فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ ہر بستی میں بڑے مُجْرِمِيْهَا اس کے جرم کرنے والے لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا تاکہ وہ مکاریاں کریں اس میں وَمَا يَمْكُرُوْنَ اور نہیں وہ مکر کرتے اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ مگر اپنے نفسوں کے ساتھ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اور وہ نہیں سمجھتے وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ اور جب آتی ہے ان کے پاس کوئی نشانی قَالُوْا کہتے ہیں لَنْ نُّؤْمِنَ ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے حَتّٰى نُؤْتٰى یہاں تک کہ ہمیں بھی دیا جائے مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ اس طرح کی چیز جو اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو دی گئی ہیں اَللّٰهُ اَعْلَمُ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ جہاں اس نے رکھنی ہے اپنی رسالت سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ عنقریب پہنچے گی ان لوگوں کو اَجْرَمُوْا جنہوں نے جرم کئے صَغَارٌ ذلت عِنْدَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے ہاں وَعَذَابٌ شَدِيْدٌ

اور سخت عذاب بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ اس وجہ سے کہ وہ مکر کرتے رہے فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ پس وہ شخص کہ اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے اَنْ يَّهْدِيَهٗ کہ اس کو ہدایت دے يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ کھول دیتا ہے اس کے سینے کو اسلام کے لئے وَمَنْ يُّرِدْ اور وہ شخص کہ اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے اَنْ يُّضِلَّهٗ کہ اس کو گمراہ کردے يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا کردیتا ہے کہ اس کے سینے کو تنگ حَرَجًا بہت زیادہ تنگ كَاَنَّمَا گویا کہ وہ يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ چڑھتا ہے آسمان پر كَذٰلِكَ اسی طرح يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ ڈال دیتا ہے اللہ تعالیٰ گندگی عَلَى الَّذِيْنَ ان لوگوں پر لَا يُؤْمِنُوْنَ جو ایمان نہیں لاتے۔

ربط آیات :

اس سے قبل دو گروہوں کا ذکر تھا۔ ہدایت یافتہ جن کا ذکر اس آیت کریمہ میں تھا کہ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت پانے والوں کو اور دوسرا گمراہوں کا جن کا ذکر اس آیت کریمہ میں ہے اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ بے شک تیرا رب خوب جانتا ہے تجاوز کرنے والوں کو۔

جاہل اور عالم برابر نہیں ہو سکتے :

آج کی آیات میں بھی اسی طرح کے دونوں قسم کے لوگوں کا ذکر ہے، فرمایا......
اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا کیا وہ شخص جو مردہ تھا یعنی جاہل، کافر اور مشرک تھا رب تعالیٰ کے حکموں کا باغی اور نافرمان تھا فَاَحْيَيْنٰهُ پس ہم نے اس کو زندہ کیا ایمان اور اسلام کی دولت دی علم عطا کیا اس کے دل میں خدا خوفی آئی۔ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا اور ہم نے بنایا

اس کے لئے نور ایمان کا، اسلام کا، حق کا، سنت کا۔ یَمْشِیْ بِهٖ فِی النَّاسِ وہ چلتا ہے اس نور اور روشنی کے ساتھ لوگوں میں تو کیا ان صفات والا آدمی کَمَنْ مَّثَلُهٗ اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے فِی الظُّلُمٰتِ جو اندھیروں میں ہے لَیْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا نہیں نکلنے والا اندھیروں سے کیا کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ روشنی والا اور اندھیروں والا دونوں برابر ہیں اسی طرح جو کافر ہیں مثلاً ابوجہل، ابولہب، عتبہ، شیبہ جو کفر کے اندھیروں میں ڈوبے ہوئے ہیں یہ ان کے برابر ہوسکتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے نورِ ایمان عطا فرمایا ہے۔ اور وہ ایمان کی روشنی میں چلتے پھرتے ہیں جیسے حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور دیگر حضراتؓ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے اپنی مخلوق کو فائدہ پہنچایا تاریخ ان کے عدل کی نظیر نہیں پیش کرسکتی۔

گاندھی اور عدلِ شیخینؓ کی گواہی :

تقسیم ہند سے پہلے ہندوستان کے گیارہ صوبے تھے پانچ صوبوں میں مسلمانوں کی اکثریت تھی اور سات صوبوں میں ہندوؤں کی اکثریت تھی۔ لیکن ہوا یہ کہ ہندو وزیر بنے، گاندھی جس کا نام کرم چندر داس تھا وہ ہریجن نامی اخبار نکالتا تھا جولائی ۱۹۳۰ء کے اخبار میں گاندھی نے اپنے ہندو وزیروں کو تلقین کی اور ہدایت کی کہ اگر تم انصاف، دیانت کے ساتھ حکومت کرنا چاہتے ہو تو دو آدمیوں کی تاریخ کو سامنے رکھنا جن کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی ایک ابوبکر صدیقؓ اور دوسرے کا نام عمرؓ ہے۔ حالانکہ گاندھی بڑا متعصب ہندو تھا یہ بڑی وزنی شہادت ہے کہ کٹر قسم کا ہندو گواہی دے رہا ہے کہ وہ بڑے انصاف والے تھے آج ظلم وزیادتی اور گھپلوں کا دور ہے ہم نے عدل وانصاف تو دیکھا ہی نہیں ہے اللہ تعالیٰ ہمیں ان ظالم حکمرانوں سے نجات عطا فرمائے۔ کَذٰلِكَ زُیِّنَ

لِلْكٰفِرِيْنَ اسی طرح مزین کیا گیا کافروں کے لئے مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ وہ عمل جو وہ کرتے ہیں کہ اپنے برے عمل کو بھی ہنر اور کمال سمجھتے ہیں چاہیے تو یہ تھا کہ اس پر شرمندہ اور نادم ہوتے کہ ہم نے غلط کیا ہے۔

مجرم بنانے کی وجہ :

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا اور اسی طرح بنائے ہم نے فِیْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا ہر بستی میں بڑے اس کے جرم کرنے والے۔ بڑوں کے مجرم بننے کی وجہ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ بیان فرمائی ہے، فرمایا...... وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ (پارہ : ۲۵)۔ اور اگر اللہ تعالیٰ بڑھا دیتا رزق اپنے بندوں کا تو زمین میں فساد کرنے لگتے مال بڑھ جائے تو اس کا لازمی نتیجہ سرکشی اور نافرمانی ہے الا ماشاء اللہ کہ ہزار میں سے کوئی ایک شخص بھی نہیں ملے گا کہ مالدار ہونے کے باوجود رب تعالیٰ کا نافرمان نہ ہو۔ مال کی خاصیت ہے کہ جب آئے گا سرکشی آئے گی شرابیں چلیں گی لڑائیاں ہوں گی اور ہر برا کام کریں گے، فرمایا کہ ہم نے ہر بستی میں بڑوں کو مجرم بنایا۔ لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا تاکہ وہ مکاریاں کریں اس میں۔

''مکار'' کی مکاری اسی کے خلاف :

وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ اور نہیں وہ مکر کرتے مگر اپنے نفسوں کے ساتھ۔ کیونکہ اس کا نقصان انہی کو ہوگا آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے۔ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اور وہ نہیں سمجھتے کہ ہم کس کا نقصان کر رہے ہیں؟ بے شک اس وقت وہ لوگوں پر ظلم کر رہے ہیں زیادتی کر رہے ہیں، بے عزتی کر رہے ہیں لیکن نقصان سارا اپنا کر رہے ہیں کہ اس کا نتیجہ ان کے خلاف ہی مرتب ہوگا۔

مشرکین کی بے جا ضد :

وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ اور جب آتی ہے ان کے پاس کوئی نشانی (معجزہ) قَالُوْا کہتے ہیں لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ ہمیں بھی دی جائے اس طرح کی چیز جو اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو دی گئی ہیں کہ ہمارے ہاتھ پر بھی معجزے ظاہر ہوں تب ہم ایمان لائیں گے۔

اپنی کوشش اور محنت سے کوئی نبی نہیں بن سکتا :

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جہاں اس نے رکھنی ہے اپنی رسالت۔ نبوۃ و رسالت رب تعالیٰ کا عطیہ ہے۔ اس مقام تک پہنچنا کسی کے بس میں نہیں ہے اپنی مرضی محنت اور کسب سے کوئی نبی نہیں بن سکتا یہ اتنا بلند مقام ہے کہ محنت اور کوشش سے کوئی یہاں تک نہیں پہنچ سکتا محنت اور کوشش سے ولی بن سکتا ہے غوث بن سکتا ہے، قطب بن سکتا ہے، لیکن نبی نہیں بن سکتا۔ مخلوق میں نبی کے درجے سے بڑھ کر کوئی درجہ نہیں ہے اور آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں آپ کے بعد جو نبوۃ کا دعویٰ کرتا ہے وہ پرلے درجے کا بے ایمان اور کافر ہے۔

پسر قادیانی لعین کے مغالطات :

نبوۃ کے جھوٹے دعویداروں میں سے مرزا غلام احمد قادیانی بھی ہے۔ مرزا قادیانی کے لڑکے نے ایک کتاب لکھی ہے سیرت مہدی اس میں اس نے اپنے باپ کے کمالات لکھے ہیں اس میں وہ لکھتا ہے کہ اگر کوئی شخص چاہے تو عبادت کرتے کرتے رب کو راضی کر کے محمد رسول اللہ کا درجہ حاصل کر سکتا ہے بلکہ آپ ﷺ کے درجے سے بڑھ سکتا ہے

معاذ اللہ تعالیٰ، ثم معاذ اللہ تعالیٰ، ثم معاذ اللہ تعالیٰ کیسی بکواس کی ہے؟

آپ ﷺ کے درجۂ علیا تک کسی کی رسائی نہیں ہو سکتی :

یاد رکھنا آنحضرت ﷺ کا درجہ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق میں سب سے بلند اور سب سے اعلیٰ ہے اس مقام تک کوئی نہیں پہنچ سکتا چہ جائیکہ کوئی آگے بڑھ جائے ڈینگیں اور بڑھکیں مارنے والے تو دنیا میں بہت ہیں لیکن اس سے کیا بنتا ہے۔

مرزا قادیانی لعین کی الٹی منطق :

چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی کہتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے تین ہزار معجزات ہیں اور میرے دس لاکھ معجزے ہیں اور یہ بھی کہتا ہے کہ میں کوئی مستقل نبی نہیں ہوں میں ظلی اور بروزی نبی ہوں یعنی آنحضرت ﷺ کا سایہ ہوں بڑی عجیب منطق ہے کہ اصل کے تو تین ہزار معجزے ہوں اور سائے کے دس لاکھ معجزے ہوں اس کا تو یہ مطلب ہوا کہ اصل تو تین ہزار درجے تک بلند ہوا اور سایہ دس لاکھ درجوں تک چھلانگیں لگا رہا ہے۔ حالانکہ سایہ تو اصل کا ہوتا ہے تو سایہ اصل سے کس طرح بڑھ گیا اصل یہ ہے کہ یہ ہی سارا جھوٹ۔

مرزا قادیانی مجسم دھوکہ وفریب :

میں نے عرض کیا تھا کہ ایک دفعہ مرزا غلام احمد قادیانی نے کہا کہ میں نے ایک کتاب لکھنی ہے چالیس جلدوں میں انگریز کا دور تھا ان کو خوش کرنے کے لئے ٹوڈیوں نے بڑی بڑی رقمیں دیں مرزے نے چار چھوٹے چھوٹے رسالے لکھے ''اربعین'' کے نام سے پھر چپ سادھ لی اور باقی رقم کھا گیا کچھ مدت گزرنے کے بعد لوگوں نے کہا کہ

تم نے تو چالیس جلدوں کے لکھنے کا اعلان کیا تھا اور یہ چار چھوٹے چھوٹے رسالے لکھے ہیں تو نبی صاحب نے جواب دیا کہ چار تو میں نے لکھے ہیں صفر ساتھ تم لگا لو چالیس ہو جائیں گے۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ اس طرح تو شعبدہ باز اور ٹھگ بھی نہیں کرتے چہ جائیکہ اللہ تعالیٰ کا پیغمبر اس طرح کرے نبی کی ذات بہت بلند ہوتی ہے ایسے دھوکے باز نبی نہیں ہوتے۔

''مکار'' کے لئے سخت ترین عذاب کی وعید :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا عنقریب پہنچے گی ان لوگوں کو جنہوں نے جرم کیے صَغَارٌ ذلت عِنْدَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے ہاں ذلیل ہوں گے شکست کھائیں گے اور مارے جائیں گے وَعَذَابٌ شَدِيْدٌ اور سخت عذاب بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ اس وجہ سے کہ وہ مکر کرتے رہے اس کا بدلہ ان کو ضرور ملے گا۔

ہدایت کس کو ملتی ہے :

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ پس وہ شخص کہ اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے اَنْ يَّهْدِيَهٗ کہ اس کو ہدایت دے اور یہ بات میں کئی مرتبہ سمجھا چکا ہوں کہ ہدایت اس کو نصیب ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ اور اللہ تعالیٰ راہ دکھاتا ہے اپنی طرف اس کو جو رجوع کرتا ہے اور ہدایت کا طالب ہوتا ہے يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ کھول دیتا ہے اس کے سینے کو اسلام کے لئے۔

گمراہ کن کو کیا جاتا ہے :

وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ اور وہ شخص کہ اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے کہ اس کو گمراہ کر دے

اور میں یہ بات بھی کئی مرتبہ سمجھا چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ظالموں کو گمراہ کرتا ہے قرآن پاک میں ہے یُضِلُّ اللّٰہُ الظّٰلِمِیْنَ اور کافروں کو گمراہ کرتا ہے وَیُضِلُّ اللّٰہُ الْکٰفِرِیْنَ نافرمانوں کو گمراہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جبراً نہ تو کسی کو ہدایت دیتا ہے اور نہ کسی کو گمراہ کرتا ہے۔

گمراہوں کے لئے ''ضیق صدر'' :

اور جس کو گمراہ کرتا ہے یَجْعَلْ صَدْرَہٗ ضَیِّقًا کر دیتا ہے کہ اس کے سینے کو تنگ حَرَجًا بہت زیادہ تنگ یعنی اس کا سینہ ایمان قبول کرنے سے تنگ ہو جاتا ہے اور اس کو ایمان سے بہت نفرت ہوتی ہے کَاَنَّمَا یَصَّعَّدُ فِی السَّمَآءِ گویا کہ وہ چڑھتا ہے آسمان پر کوئی آدمی اڑنا چاہے اور اڑ سکے تو وہ کتنا تنگ ہوتا ہے تو ایسے آدمی کا سینہ ایمان قبول کرنے سے اتنا تنگ ہوتا ہے کہ جس طرح کوئی آسمان کی طرف اڑنا چاہے اور اُڑ نہ سکے تو کتنا تنگ ہوتا ہے۔ کَذٰلِکَ یَجْعَلُ اللّٰہُ الرِّجْسَ عَلَی الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ اسی طرح ڈال دیتا ہے اللہ تعالیٰ گندگی ان لوگوں پر جو ایمان نہیں لاتے۔ مطلب یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے ورنہ جبراً کسی کو وہ گمراہ نہیں کرتا۔

وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيمًا ۭ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ (۱۲۶) لَهُمْ دَارُ السَّلَامِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (۱۲۷) وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ۚ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ۚ وَقَالَ اَوْلِيٰٓـؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا ۭ قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ (۱۲۸) وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًۢا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (۱۲۹)

لفظی ترجمہ :

وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ اور یہ راستہ ہے تیرے رب کا مُسْتَقِيمًا سیدھا قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ تحقیق ہم نے تفصیل کے ساتھ بیان کی ہیں آیتیں لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ اس قوم کے لئے جو نصیحت حاصل کرے لَهُمْ دَارُ السَّلَامِ ان کے لئے سلامتی کا گھر عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کے رب کے پاس وَهُوَ وَلِيُّهُمْ اور اللہ تعالیٰ ہی ان کا آقا ہے بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ اس وجہ سے جو کچھ وہ عمل

کرتے ہیں وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا اور جس دن اکٹھا کرے گا ان سب کو (فرمائے گا) يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ اے جنات کے گروہ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْإِنسِ تحقیق بہت زیادہ ملا لئے تم نے انسان وَقَالَ أَوْلِيَآؤُهُمْ اور کہیں گے ان کے ساتھی مِّنَ الْإِنسِ انسانوں میں سے رَبَّنَا اے ہمارے پروردگار! اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ فائدہ اٹھایا ہمارے بعض نے بعض سے وَّبَلَغْنَآ اور ہم پہنچے أَجَلَنَا الَّذِيٓ أَجَّلْتَ لَنَا اس میعاد تک جو تو نے ہمارے لئے مقرر فرمائی قَالَ النَّارُ مَثْوٰكُمْ فرمائے گا اللہ تعالیٰ دوزخ کی آگ تمہارا ٹھکانا ہے خٰلِدِينَ فِيهَآ ہمیشہ اس میں رہا کریں گے إِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے إِنَّ رَبَّكَ بے شک تیرا رب حَكِيمٌ عَلِيمٌ حکمت والا جاننے والا وَكَذٰلِكَ نُوَلِّي اور اسی طرح ہم دوست بناتے ہیں بَعْضَ الظّٰلِمِينَ بَعْضًا بعض ظالموں کو بعض کا ۔ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ اس وجہ سے کہ جو کچھ وہ کماتے ہیں۔

ماقبل سے ربط :

اس سے قبل اللہ تعالیٰ نے ضابطہ بیان فرمایا کہ جس چیز پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا جائے اس کو کھاؤ اور جس چیز پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ ذکر کیا جائے اس کو نہ کھاؤ پھر اللہ تعالیٰ نے کافروں کے ان حربوں کا ذکر فرمایا جن کے ذریعے وہ اسلام مٹانا چاہتے ہیں پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس کو ہدایت دینے کا ارادہ فرماتے ہیں اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتے ہیں اور جس کو گمراہ کرنے کا ارادہ کرتے ہیں اس کا سینہ تنگ کر دیتے ہیں۔

صراطِ مستقیم کون سا ہے :

اب اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا اور یہ راستہ ہے تیرے رب کا سیدھا جو اس نے قرآن پاک میں بیان فرمایا ہے دوسرے مقام پر فرمایا...... فَاتَّبِعُوْهُ پس اس کی پیری کرو وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ اور نہ چلو دوسرے راستوں پر وہ تمہیں بہکا دیں گے جو راستہ قرآن کریم بیان کرتا ہے وہ سیدھا ہے جس کی آنحضرت ﷺ نے وضاحت فرمائی ہے اور خلفاء راشدین جس راستے پر چلے ہیں اور سلف صالحین نے اپنایا ہے وہ صراطِ مستقیم ہے۔

نصیحت حاصل کرنے والوں کے لئے انعامات :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ تحقیق ہم نے تفصیل کے ساتھ بیان کی ہیں آیتیں اس قوم کے لئے جو نصیحت حاصل کرے اور نصیحت وہی حاصل کرتے ہیں جو رب تعالیٰ سے ڈرتے ہیں ان کے لئے ہوگا کیا؟ فرمایا...... لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کے لئے سلامتی کا گھر ان کے رب کے پاس۔ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ اور اللہ تعالیٰ ہی ان کا آقا ہے۔

جنتیوں کے انعامات، پہلا انعام :

جنت کا ایک نام دار السلام بھی ہے اس لئے کہ جنتی جب جنت کے دروازے پر پہنچیں گے تو اللہ تعالیٰ کے فرشتے کہیں گے سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ (پارہ : ۲۴)۔ تم پر سلام تم بہت اچھے رہے اب اس میں ہمیشہ کے لئے داخل ہو جاؤ اور خوشیاں مناؤ۔

دوسرا انعام :

پھر جب جنت میں داخل ہو جائیں گے تو حوریں اور غلمان جو موتیوں جیسے ہوں گے وہ ان کو سلام کہیں گے جنتی جب آپس میں ملیں گے تَحِیَّتُھُمْ فِیْھَا سَلَامٌ تو ایک دوسرے کو سلام کریں گے۔

تیسرا انعام :

پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ الرَّحِیْمِ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے جنتیو! تم پر سلامتی ہو اور معنوی اعتبار سے بھی سلامتی ہوگی کہ جنت میں کوئی بھوکا نہیں مرے گا کسی کو پیاس نہیں لگے گی ذہنی، جسمانی تکلیف کسی کو نہیں ہوگی، نہ چوری کا خطرہ، نہ ڈاکوؤں کا ڈر، نہ غنڈوں کا خوف، نہ عزت کا خطرہ، نہ جان کا خطرہ، امن ہی امن اور سلامتی ہی سلامتی ہوگی۔ بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ اس وجہ سے جو کچھ وہ عمل کرتے تھے نیک اعمال کا بدلہ اللہ تعالیٰ ان کو جنت کی شکل میں دے گا۔

قیامت کا عجیب خوفناک منظر :

وَیَوْمَ یَحْشُرُھُمْ جَمِیْعًا اور جس دن اکٹھا کرے گا ان سب کو میدانِ محشر میں انسان، جنات اور دیگر تمام مخلوق اکٹھی ہوگی عجیب سماں ہوگا آج دنیا میں میلہ یا جلسہ ہو یا اور کوئی خاص بات ہو تو لوگ اکٹھے ہوتے ہیں تو بندہ حیران ہو جاتا ہے کہ یہ مخلوق کہاں سے آگئی ہے تو اندازہ لگاؤ کہ اس وقت کیا حال ہوگا جب آدمؑ سے لے کر آخری انسان تک سب جمع ہوں گے اور سارے جنات جمع ہوں گے یہاں تو جنات ہمیں نظر نہیں آتے مگر وہاں نظر آئیں گے یہاں فرشتے بھی نظر نہیں آتے میدانِ محشر میں فرشتے بھی

نظر آئیں گے وہاں کا ماحول ہی جدا اور الگ ہوگا تو اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کو جمع کر کے پوچھے گا یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ اے جنات کے گروہ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ تحقیق بہت زیادہ ملا لئے تم نے انسان۔

''طائف'' مسکن جنات :

بہت سارے ایسے مقامات ہیں جہاں جنات کثرت سے آباد ہیں اور وہاں سے گزرنے والے انسانوں کو چھیڑتے بھی ہیں ایسے ہی طائف کے علاقے میں ایک مقام تھا جسکا نام تھا ''وجع'' بڑے وسیع جنگلات پہاڑ اور چشمے تھے غیر آباد علاقہ تھا جنات وہاں رہائش پذیر تھے اس کے درمیان سے ایک راستہ گزرتا تھا لوگ جب طائف جاتے تھے تو اس راستے سے جاتے تھے وہاں سے جب گزرتے تو جنات چھیڑتے تھے۔

جنات کا انسانوں کو تنگ کرنا :

چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک آدمی وہاں سے گزر رہا تھا کہ ایک جن نے پیچھے سے اس کا کپڑا پکڑ کر کھینچا اس نے مڑ کر دیکھا تو کوئی شئی نہیں چل پڑا تھوڑا سا آگے گیا تو جن نے پھر کپڑا پکڑ کر کھینچا مڑ کر دیکھا تو کوئی نہیں اب وہ ڈر گیا اور اتنی بات اس نے پہلے سن رکھی تھی کہ یہاں جنات رہتے ہیں۔

انسان کی جنات سے عاجزی اور جنات کی سرکشی :

کہنے لگا خدا کے لئے مجھے کچھ نہ کہو میں تیری پناہ میں آتا ہوں۔ اور یہ ستو اور کھجوریں اور گھی تیرے لئے چھوڑ دیتا ہوں۔ جنات نے سمجھا کہ بڑا سستا سودا ہے کہ تھوڑا سا چھیڑنے سے مال بھی چھوڑ جاتے ہیں اور معافیاں بھی مانگتے ہیں تو وہ اور زیادہ

سر چڑھ گئے سورۃ الجن میں ہے کَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ یَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا انسانوں میں سے کچھ لوگ جنات سے پناہ لیتے ہیں اس سے ان کی سرکشی اور بڑھ گئی۔ جنات نے سمجھا کہ ہم بھی کچھ ہیں تو اس طرح وہ انسانوں کو اپنے ساتھ ملا لیتے تھے تو فرمایا قیامت والے دن اللہ تعالیٰ پوچھے گا اے جنات کے گروہ! تم نے بہت زیادہ ملا لئے انسان وَقَالَ اَوْلِيٰٓـئُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ اور کہیں گے ان کے ساتھی انسانوں میں سے رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ اے ہمارے پروردگار! فائدہ اٹھایا ہمارے بعض نے بعض سے۔ مثلاً ہم نے ان سے یہ فائدہ اٹھایا کہ ان کی چھیڑ خانی سے محفوظ ہو گئے اور انہوں نے ہم سے یہ فائدہ اٹھایا کہ ان کو خوراک مل گئی یہ دنیا کا معاملہ تھا جو ہم کرتے رہے۔

دوزخیوں کو سردی کا عذاب بھی دیا جاتا ہے :

وَبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا اور ہم پہنچے اس میعاد تک جو تو نے ہمارے لئے مقرر فرمائی یعنی موت تک ہم ایک دوسرے سے فائدہ اٹھاتے رہے قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ فرمائے گا اللہ تعالیٰ دوزخ کی آگ تمہارا ٹھکانا ہے خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ہمیشہ اس میں رہا کریں گے اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے کہ تمہیں آگ کے خانے سے نکال کر زمہریر سرد خانے کے طبقے میں ڈال دے یعنی کبھی گرمی کی سزا اور کبھی سردی کی سزا۔

ملحدین کا اعتراض :

بعض ملحدوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ انسان چونکہ خاکی ہے اس کو آگ کی سزا دینا تو سمجھ آتی ہے اور جنات تو ناری ہیں ان کی پیدائش آگ سے ہوئی ہے۔ ان کو آگ

کی سزا سمجھ میں نہیں آتی کہ ان کو آگ سے کیا تکلیف ہوگی؟

جواب :

اس کے جواب میں محققین فرماتے ہیں کہ دوزخ کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہے لہٰذا دنیا کی آگ سے پیدا ہونے والے کو اس آگ میں سزا ہو تو یہ عقل کے خلاف نہیں ہے۔

طبقاتِ جہنم :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جہنم کے بعض طبقوں نے اللہ تعالیٰ سے شکایت کی اے پروردگار اَکَلَ بَعْضِیْ بَعْضًا کہ میرا یہ طبقہ مجھے کھا رہا ہے یعنی جہنم کے طبقوں میں اتنا فرق ہے کہ ایک طبقے نے شکایت کی کہ یہ دوسرا طبقہ میرے اوپر غالب ہے۔ مجھے اس سے تکلیف ہے۔ بخاری شریف اور مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دوزخ کو اجازت دی کہ ایک سانس نکال لے دوزخ نے سانس نکالا فرمایا کہ یہ جو سخت گرمی ہے یہ اس سانس کا اثر ہے جہنم میں ایک طبقہ زمہریر کا ہے۔ اس کو بھی سانس نکالنے کی اجازت دی گئی فرمایا یہ جو سخت سردی ہے یہ اس کے سانس کا اثر ہے یہ تو اس کے سانس کا اثر ہے خود دوزخ کا کیا حال ہوگا اللہ تعالیٰ بچائے اور محفوظ فرمائے۔

سائنس دان اور قیامت کی نشانیاں :

سائنسدان کہتے ہیں کہ پانچ سو سال بعد یہ صدی سخت گرم رہی ہے سائنس دان جتنا سر مارتے پھریں اصل بات یہ ہے کہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے موسموں کا بدلنا کہ گرمیوں میں سردی اور سردیوں میں گرمی اور ہماری بداعمالیوں کا بھی اثر ہے جوں،

جوں ہمارے گناہ بڑھتے جائیں گے اللہ تعالیٰ کی طرف سے پکڑ سخت ہوتی جائے گی تو بات یہ بیان کر رہا تھا کہ جنات اگرچہ ناری ہیں پھر بھی ان کو دوزخ میں سزا ہوگی۔

ناری مخلوق بھی جہنم میں جلے گی :

مشہور قصہ ہے کہ ایسے ہی کسی ملحد نے ایک سادے مسلمان کو کہا کہ تمہارا قرآن کہتا ہے کہ جنات دوزخ میں جلیں گے وہ تو آگ سے پیدا ہوئے ہیں ان کو آگ کیا تکلیف دے گی اس نے ایک ڈھیلا اٹھا کر اس کے سر میں دے مارا اس کا خون نکل آیا درد کے ساتھ اس نے کہا کہ تو نے یہ کیا حرکت کی ہے؟۔ اس نے کہا کہ تم بھی خاکی اور ڈھیلا بھی خاکی تو خاک کو خاک سے کیا تکلیف ہوتی ہے؟۔ سمجھانے کا اپنا اپنا انداز ہے۔ اِنَّ رَبَّکَ حَکِیۡمٌ عَلِیۡمٌ بے شک تیرا رب حکمت والا جاننے والا ہے۔

ظالم کو ظالم کا دوست بنانے کا مطلب :

وَ کَذٰلِکَ نُوَلِّیۡ بَعۡضَ الظّٰلِمِیۡنَ بَعۡضًا اور اسی طرح ہم دوست بناتے ہیں بعض ظالموں کو بعض کا۔ ظالم ایک دوسرے کے دوست ہیں غلط کاریوں میں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں یہ دوست کیوں بنایا ، بِمَا کَانُوۡا یَکۡسِبُوۡنَ اس وجہ سے کہ جو کچھ وہ کماتے ہیں یعنی ان کی کمائیاں آپس میں ملتی جلتی ہیں اَلۡجِنۡسُ یَمِیۡلُ اِلَی الۡجِنۡسِ جنس، جنس کو پیاری ہوتی ہے ایک دوسرے سے ان کی دوستیاں اور محبتیں ہیں۔

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ(۱۳۰) ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ(۱۳۱) وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ(۱۳۲) وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَآءُ كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ(۱۳۳) اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ ۙ وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ(۱۳۴) قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ (135)

لفظی ترجمہ :

یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اے جنوں اور انسانوں کے گروہ اَلَمْ یَاْتِکُمْ کیا نہیں آئے تمہارے پاس رُسُلٌ مِّنْکُمْ رسول تم میں سے یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِیْ جو بیان کرتے رہے تم پر میری آیتیں وَیُنْذِرُوْنَکُمْ اور تمہیں ڈراتے رہے لِقَآءَ یَوْمِکُمْ ھٰذَا تمہارے اس دن کی ملاقات سے قَالُوْا وہ کہیں گے شَھِدْنَا عَلٰٓی اَنْفُسِنَا ہم گواہی دیتے ہیں اپنی جانوں کے خلاف وَغَرَّتْھُمُ الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا اور دھوکہ دیا ان کو دنیا کی زندگی نے وَشَھِدُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ اور وہ گواہی دیں گے اپنے نفسوں کے خلاف اَنَّھُمْ کَانُوْا کٰفِرِیْنَ کہ بے شک وہ کافر تھے ذٰلِکَ اَنْ لَّمْ یَکُنْ رَّبُّکَ یہ اس لئے نہیں ہے کہ تیرا رب مُھْلِکَ الْقُرٰی ہلاک کرنے والا بستیوں کو بِظُلْمٍ ظلم کے ساتھ وَّاَھْلُھَا غٰفِلُوْنَ اور وہاں کے رہنے والے غافل ہوں وَلِکُلٍّ دَرَجٰتٌ اور ہر ایک کے لئے درجے ہیں مِّمَّا عَمِلُوْا اس سے جو انہوں نے عمل کئے وَمَا رَبُّکَ بِغَافِلٍ اور نہیں ہے تیرا رب غافل عَمَّا یَعْمَلُوْنَ ان کاموں سے جو وہ کرتے ہیں وَرَبُّکَ الْغَنِیُّ اور تیرا رب بے پرواہ ہے ذُو الرَّحْمَۃِ اور رحمت والا ہے اِنْ یَّشَاْ یُذْھِبْکُمْ اگر وہ چاہے تو تمہیں فنا کردے وَیَسْتَخْلِفْ مِنْ بَعْدِکُمْ اور جانشین بنادے تمہارے بعد مَّا یَشَآءُ جس کو وہ چاہے کَمَآ اَنْشَاَکُمْ جیسا

کہ اس نے پیدا کیا ہے تمہیں مِنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ دوسری قوم کی اولاد سے اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ بیشک وہ چیز جس کا وعدہ تمہارے ساتھ کیا جا رہا ہے البتہ وہ آنے والی ہے وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ اور نہیں ہو تم عاجز کرنے والے قُلْ آپ (ﷺ) کہہ دیں يٰقَوْمِ اے میری قوم اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ عمل کرو تم اپنے طریقہ پر اِنِّىْ عَامِلٌ بے شک میں بھی عمل کرنے والا ہوں فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ پس عنقریب تم جان لوگے مَنْ اس کو تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ جس کے لئے آخرت کا گھر ہے اِنَّهٗ بے شک شان یہ ہے لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ فلاح نہیں پاتے ظلم کرنے والے۔

ماقبل سے ربط :

اس سے پہلے سبق میں تم نے پڑھا کہ جس دن اللہ تعالیٰ سب کو جمع کر کے جنات سے پوچھیں گے کہ تم نے بہت سے انسانوں کو اپنے ساتھ ملا لیا اور اس بات کو جنات بھی تسلیم کریں گے اور انسان بھی تسلیم کریں گے کہ واقعی ایسا ہوا۔

انس و جن کے متعلق انبیاء و رسلؑ کا استفسار :

اسی سلسلہ میں اللہ تعالیٰ انسانوں اور جنوں کو خطاب کر کے فرماتے ہیں......

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اے جنوں اور انسانوں کے گروہ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ کیا نہیں آئے تمہارے پاس رسول تم میں سے يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِىْ جو بیان کرتے رہے تم پر میری آیتیں وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا اور تمہیں ڈراتے رہے تمہارے اس دن کی ملاقات سے۔

نظریۂ اہلِ حق برائے انبیاء ورسلؑ:

اہلِ حق کا نظریہ اور مسلک یہ ہے کہ پیغمبر جتنے بھی تشریف لائے ہیں وہ سب کے سب انسان تھے کوئی جن پیغمبر نہیں ہوا کیونکہ نبوۃ کا مقام بہت بلند ہے اور اس کے لئے جس قدر قابلیت اور استعداد کی ضرورت ہے وہ جنات میں نہیں ہے ہاں جنات شریعت کے پابند اور مکلف ضرور ہیں ان کیلئے ایمان ہے، نمازیں ہیں، روزے ہیں، حج اور زکوۃ ہے یعنی جو احکام انسانوں کے لئے ہیں وہ جنات کے لئے بھی ہیں لیکن براہِ راست ان کی طرف کوئی پیغمبر نہیں آیا جس زمانے میں انسانوں میں سے پیغمبر آتا اس زمانے کے جنات اس کی نبوۃ کے تابع ہوتے تھے۔

آنحضرت ﷺ عالمی پیغمبر/نبی:

آنحضرت ﷺ کی بعثت تمام انسانوں اور تمام جنوں کے لئے ہے باقی انبیاء کرامؑ قومی اور علاقائی پیغمبر ہوتے تھے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے میری قوم! اے میری قوم! اور اس علاقے کے جو جنات ہوتے تھے وہ اس نبی کے تابع ہوتے تھے اور آپ ﷺ کی خصوصیت ہے کہ آپ نے فرمایا یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا (پارہ : ۹) اے انسانو! میں تم سب کی طرف خدا کا بھیجا ہوا ہوں اور فرمایا بُعِثْتُ اِلَی الْاَسْوَدِ وَالْاَحْمَرِ وَاِلَی الْجِنِّ وَالْاِنْسِ میں بھیجا گیا ہوں سرخ اور کالے کی طرف اور تمام انسانوں اور جنوں کی طرف جس دن سے آپ ﷺ کو نبوۃ ملی ہے اس دن سے لے کر اسرافیلؑ کے بگل پھونکنے تک مشرق سے لے کر مغرب تک اور شمال سے لے کر جنوب تک تمام انسان اور تمام جنات آپ کی شریعت کے پابند اور مکلف ہیں تو اللہ تعالیٰ قیامت والے دن جنوں اور انسانوں سے

پوچھیں گے کہ تمہارے پاس میرے پیغمبر نہیں آئے تھے اور انہوں نے میری آیتیں تمہیں نہیں سنائی تھیں؟ اور اس دن سے تمہیں نہیں ڈرایا تھا؟

اپنے نفسوں کے خلاف انس و جن کا جواب :

قَالُوْا انسان اور جنات کہیں گے شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا ہم گواہی دیتے ہیں اپنی جانوں کے خلاف کہ واقعی ہمارے پاس پیغمبر آئے انہوں نے ہمیں سمجھایا تبلیغ کی مگر ہم نے ان کی باتوں پر دھیان نہ دیا نہ ماننے کی وجہ وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اور دھوکہ دیا ان کو دنیا کی زندگی نے دنیا کی محبت کی وجہ سے انہوں نے آخرت سے غافل دنیا داروں کے ساتھ تعلقات قائم کیے جس کی وجہ سے انہوں نے آخرت بگاڑ لی۔

انسان اپنے دوست کے دین پر :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر کسی آدمی کی نیکی اور بدی معلوم کرنی ہو کہ یہ نیک ہے یا برا ہے فَلْيَنْظُرْ مَنْ يُّخَالِلُ تو دیکھو کہ وہ کیسے آدمیوں میں اٹھتا بیٹھتا ہے سوسائٹی پر نگاہ ڈالو فَاِنَّ الْمَرْءَ عَلٰى دِيْنِ خَلِيْلِهٖ کیونکہ آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے جو اس کے ساتھیوں کا نظریہ ہوگا وہ اس کا ہوگا اور یاد رکھنا! نیکی کا اثر آہستہ آہستہ ہوتا ہے اور بدی کا اثر بہت تیزی سے ہوتا ہے سمجھدار لوگ کہتے ہیں کہ نیکی کی رفتار چیونٹی کی طرح ہے اور بدی کی رفتار گھوڑے کی طرح ہے۔ ظاہر ہے کہ دونوں کی رفتار برابر نہیں ہو سکتی۔ وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اور وہ گواہی دیں گے اپنے نفسوں کے خلاف اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ کہ بے شک وہ کافر تھے۔

غافلین کو ہلاک کرنا سنت اللہ نہیں :

ذٰلِکَ اَنْ لَّمْ یَکُنْ رَّبُّکَ یہ پیغمبر کیوں بھیجے گئے؟ اس لئے بھیجے گئے نہیں ہے تیرا رب مُھْلِکَ الْقُرٰی ہلاک کرنے والا بستیوں کو بِظُلْمٍ ظلم کے ساتھ وَاَھْلُھَا غٰفِلُوْنَ اور وہاں کے رہنے والے غافل ہوں جب تک اللہ تعالیٰ پیغمبر بھیج کر ان کو اپنی خوشی اور ناراضگی سے آگاہ نہ کرے اور پندرھویں پارے میں ہے وَمَا کُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا اور ہم کسی کو سزا نہیں دیتے جب تک پیغمبر نہ بھیجیں اور اتمام حجت نہ ہو جائے لِئَلَّا یَکُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَی اللّٰہِ حُجَّۃٌ م بَعْدَ الرُّسُلِ (پارہ : ۶)۔ تاکہ پیغمبروں کے تشریف لانے کے بعد لوگ بہانہ نہ بنا سکیں کہ ہمیں معلوم نہیں تھا کہ کون سا کام جائز ہے اور کون سا ناجائز ہے؟ حلال کیا ہے اور حرام کیا ہے؟ ہم تو بے خبری میں مارے گئے یہ نہ کہہ سکیں۔

نبی اسی قوم میں سے اللہ پاک بھیجتے تھے :

پھر کیسی حکمت خداوندی ہے فرمایا وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِہٖ (پارہ : ۱۳) نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اس کی قوم کی زبان میں تاکہ یہ نہ کہہ سکیں کہ پیغمبروں کی بولی (زبان) اور تھی اور ہماری اور تھی ہم ان کی بات ہی نہیں سمجھ سکے اللہ تعالیٰ نے حجت پوری کی اور ان کی قومی زبان میں پیغمبر بھیجا اور پیغمبروں نے تبلیغ میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور عرصہ دراز تک تبلیغ کرتے رہے۔

پیغمبروں کی تبلیغ کا زمانہ/عرصہ :

حضرت نوحؑ نے ساڑھے نوسو سال تک تبلیغ کی بعضوں نے سو، سو سال تک تبلیغ

کی اور ایسے پیغمبر بھی گزرے ہیں کہ انہوں نے پچاس، پچاس سال، ساٹھ، ساٹھ سال تبلیغ کی مگر ایک آدمی بھی ایمان نہ لایا اس میں پیغمبر کا کوئی قصور نہیں ہے انہوں نے تو حق بیان کیا حجت پوری کی اگر کوئی ایمان نہیں لایا تو وہ اس کا قصور ہے۔

درجات بمطابق اعمال :

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا اور ہر ایک کے لئے درجے ہیں اس سے جو انہوں نے عمل کیا نیکوں کو نیکی کے مطابق اور بدوں کو بدی کے مطابق درجے ملیں گے وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ اور نہیں ہے تیرا رب غافل ان کاموں سے جو وہ کرتے ہیں۔

بروزِ قیامت کردہ خیر وشر انسان دیکھ لے گا :

نیکی بدی سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے ذرے کے برابر بھی نیکی بدی ہوگی تو میدانِ محشر میں سامنے آئے گی فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ پس جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اسکو دیکھ لے گا وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا اس کا باقاعدہ ریکارڈ تیار ہو رہا ہے وہ قیامت والے دن سامنے پیش کیا جائے گا جب اپنا اعمال نامہ پڑھے گا تو کہے گا مَا لِهٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّ لَا كَبِيْرَةً اِلَّا اَحْصٰهَا (پارہ : ۱۵) یہ کیسی کتاب ہے نہ چھوٹی بات کو چھوڑتی ہے نہ بڑی بات کو مگر اسے لکھ رکھا ہے۔ آنکھ اور ہاتھ کے اشارے درج ہوں گے۔

خیر وشر کا فائدہ ونقصان انسان ہی کو ہوگا :

اے مخاطب! وَرَبُّکَ الْغَنِیُّ اور تیرا رب بے پرواہ ہے وہ نہ تیرے ایمان کا محتاج ہے اور نہ نیکی کا۔ ایمان اور نیکیوں کا تجھے فائدہ ہے تیرے کام آئیں گے کسی کے ایمان لانے سے اس کی شان میں زیادتی نہیں ہوتی اور نہ لانے سے کمی نہیں ہوتی۔

رب نہایت مہربان بے پرواہ ہے :

ذُو الرَّحْمَةِ رحمت والا ہے۔ اور اے مخلوق یہ بھی سن لو اِنْ یَّشَأْ یُذْهِبْكُمْ اگر وہ چاہے تو تمہیں فنا کردے، آنِ واحد میں وَیَسْتَخْلِفْ مِنْ بَعْدِكُمْ اور جانشین بنادے تمہارے بعد مَا یَشَآءُ جس کو وہ چاہے كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّیَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِیْنَ جیسا کہ اس نے پیدا کیا ہے تمہیں دوسری قوم کی اولاد سے۔ پہلے یہاں تمہارے بڑے آباد تھے وہ دنیا سے چلے گئے ان کی جگہ تم آگئے ہو رب اس بات پر قادر ہے کہ تمہیں آنِ واحد میں فنا کر کے دوسروں کو لا کر آباد کردے اس کے لئے کیا مشکل ہے؟۔

جاپان کا زلزلہ اور حکومت کے تاثرات :

آج سے چند سال قبل جاپان میں ایک زلزلہ آیا تھا صرف سترہ سیکنڈ کا اس سے اتنی تباہی ہوئی تھی کہ جاپانیوں نے کہا تھا کہ اس سترہ سیکنڈ کے زلزلہ سے اتنا نقصان ہوا ہے کہ حکومت جاپان اس کو پچاس سال میں بھی پورا نہیں کرسکتی اگر مکمل ایک منٹ کا ہوتا تو کیا حشر ہوتا۔ رب، رب ہے۔ اس جیسا اور کوئی نہیں ہوسکتا فرمایا، یاد رکھو! اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ بیشک وہ چیز جس کا وعدہ تمہارے ساتھ کیا جارہا ہے البتہ وہ آنے والی

ہے۔ قیامت بھی ضرور آئے گی اور رب تعالیٰ کی نافرمانی کے بعد عذاب بھی ضرور آئے گا۔ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ اور نہیں ہو تم عاجز کرنے والے کہ رب تعالیٰ کے فیصلوں کو ٹال کر اپنے فیصلے نافذ کرو۔ قُلْ آپ (ﷺ) کہہ دیں یٰقَوْمِ اے میری قوم اعْمَلُوْا عَلٰی مَكَانَتِكُمْ عمل کرو تم اپنے طریقہ پر اِنِّیْ عَامِلٌ بے شک میں بھی عمل کرنے والا ہوں فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ پس عنقریب تم جان لوگے مَنْ اس کو تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ جس کے لئے آخرت کا گھر ہے۔

قابلِ تفہیم مسئلہ :

یہاں یہ مسئلہ سمجھ لیں کہ اِعْمَلُوْا عَلٰی مَكَانَتِكُمْ عمل کرو تم اپنے طریقے پر اس میں کفر کرنے کی اجازت نہیں ہے بلکہ تہدید ہے ناراضگی کا اظہار ہے کیونکہ آگے جملہ ہے کہ عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ اچھا انجام کس کا ہے؟

پیغمبروں کی تعلیمی سلسلے میں کامیابی :

پیغمبروں کی تعلیم میں تشدد نہیں تھا اسی لئے تمام پیغمبر تعلیمی سلسلے میں کامیاب ہو گئے یہ الگ بات ہے کہ ظالموں نے ان کی نرمی سے غلط فائدہ اٹھاتے ہوئے کتنے پیغمبروں کو شہید کر دیا، فرمایا یاد رکھو! اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ بے شک شان یہ ہے کہ جو ظالم مشرک ہیں وہ فلاح نہیں پا سکتے ان کو دنیا میں بھی ضرور سزا ملے گی اور آخرت میں بھی۔

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ (۱۳۶) وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ (۱۳۷)

لفظی ترجمہ :

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اور بنایا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے مِمَّا اس چیز سے ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ جو اس نے پیدا کی ہے کھیتی وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا اور مویشی میں حصہ فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ پس انہوں نے کہا یہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے بِزَعْمِهِمْ اپنے خیال کے مطابق وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا اور یہ ہمارے شریکوں کے لئے ہے فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ پس وہ حصہ جو ان کے شریکوں کا ہوتا تھا فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ پس وہ نہیں پہنچتا اللہ تعالیٰ کی طرف وَمَا كَانَ لِلّٰهِ اور وہ حصہ جو اللہ تعالیٰ کا ہوتا تھا فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ پس وہ پہنچتا ان کے

شریکوں کی طرف سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں
وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ اور اسی طرح مزین کیا لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ بہت سے
مشرکوں کیلئے قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ ان کی اولاد کا قتل کرنا شُرَكَآؤُهُمْ ان کے
شریکوں نے لِيُرْدُوْهُمْ تاکہ ان کو ہلاک کردیں وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ
دِيْنَهُمْ اور تاکہ خلط ملط کردیں ان پر ان کا دین وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ اور اگر اللہ
تعالیٰ چاہتا مَا فَعَلُوْهُ تو نہ کرتے وہ لوگ یہ کام فَذَرْهُمْ پس ان کو چھوڑ
دے وَمَا يَفْتَرُوْنَ اور اس کو جو وہ افتراء باندھتے ہیں۔

لوگوں کی عجیب غلط فہمی :

پہلے بھی بہت سے لوگ اس غلط فہمی کا شکار تھے اور اب بھی ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ کافر اور مشرک حضرات اللہ تعالیٰ کے وجود کے منکر ہیں۔ حالانکہ ان کا یہ خیال بالکل غلط ہے پہلے کافر اور مشرک بھی رب تعالیٰ کے وجود کے قائل تھے اور موجودہ بھی قائل ہیں۔

''دہریہ'' فرقہ اللہ تعالیٰ کے وجود کا منکر :

صرف ایک دہریہ فرقہ تھا اور اب بھی ہے جو اللہ تعالیٰ کے وجود کا منکر ہے وہ کہتا ہے کہ رب تعالیٰ کوئی شئی نہیں ہے یہ نظام دنیا خود بخود چل رہا ہے۔ معاذ اللہ تعالیٰ مگر ان کی تعداد دوسرے کافروں کی نسبت بہت کم ہے ان کے علاوہ سب کافر مشرک اللہ تعالیٰ کے وجود کے قائل ہیں چاہے وہ یہودی ہوں یا نصرانی ہندو ہوں یا سکھ بدھ مت ہوں یا مشرکین عرب ہوں۔

وجودِ باری تعالیٰ کے بارے میں مشرکین سے مکالمہ :

سورۂ زخرف میں آتا ہے وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ اگر آپ ان سے پوچھیں کہ ان کو کس نے پیدا کیا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ تو ضرور کہیں گے اللہ تعالیٰ نے وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ آسمانوں کو زمینوں کو کس نے پیدا کیا لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمِ تو ضرور کہیں گے کہ ان کو غالب علم والے نے پیدا کیا ہے اور سورۂ عنکبوت میں ہے وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ اور اگر آپ ان سے پوچھیں مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ کس نے بنائے آسمان اور زمین اور کس نے کام میں لگایا سورج اور چاند کو لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ تو ضرور کہیں گے اللہ تعالیٰ نے وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً اور اگر آپ ان سے پوچھیں کس نے اتارا آسمان سے پانی فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا پھر زندہ کیا زمین کو اس کے مرنے کے بعد لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ تو ضرور کہیں گے اللہ تعالیٰ نے اور سورۃ یونس میں ہے قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ تو پوچھ کون روزی دیتا ہے تم کو آسمان سے اور زمین سے اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ یا کون مالک ہے کان اور آنکھوں کا وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ اور کون نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ اور کون نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ اور کون تدبیر کرتا ہے کاموں کی فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهَ تو وہ بول اٹھیں گے ''اللہ'' تو کافر مشرک اللہ تعالیٰ کے وجود کے منکر نہیں تھے ان کے یہ عقائد صاف اور صریح لفظوں میں قرآن کریم میں موجود ہیں کہ رزاق مالک، خالق، مدبر الامر، بارش نازل کرنے والا وغیرہ اللہ تعالیٰ کو مانتے تھے۔

کفار کا رب العزت کے احکامات کو نہ ماننا :

صرف اللہ تعالیٰ کے ان حکموں کے منکر تھے جو ان کی سمجھ سے بالاتر تھے مثلاً اللہ تعالیٰ کا وحدہ لاشریک ہونا ان کو سمجھ نہیں آتا اور کہتے تھے اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا (پارہ : ۲۳) کیا اس نے اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود بنا دیا ہے کہ تمام خداؤں مشکل کشاؤں حاجت رواؤں فریادرسوں اور دستگیروں کو چھوڑ کر صرف ایک کو حاجت روا اور مشکل کشا مان لیں اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ یہ تو بڑی عجیب بات ہے تو وہ رب تعالیٰ کے وجود کے منکر نہیں تھے رب تعالیٰ کی توحید کے منکر تھے رب تعالیٰ کو مانتے تھے بلکہ ظاہری طور پر بڑی قدر کرتے تھے آج کی آیتوں کو پڑھو اور سمجھو تو یہ بات سمجھ آ جائے گی۔

کفار، مشرکین کا اللہ رب العزت کے نام کا حصہ نکالنا :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِیْبًا اور بنایا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے اس چیز سے جو اس نے پیدا کی ہے کھیتی اور مویشی سے حصہ۔ زمین سے جو فصلیں پیدا ہوتیں اناج اور پھل پیدا ہوتے ان میں سے ایک حصہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے مقرر کیا ہوا تھا مثلاً دسواں حصہ کہ جو فصل پیدا ہوتی اس کا دسواں حصہ اللہ تعالیٰ کے نام کا نکالتے اسی طرح جو جانور تھے بھیڑ، بکریاں اونٹ، گائے یا بیل وغیرہ اللہ تعالیٰ کے نام کا نکالتے۔ فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ پس انہوں نے کہا یہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے بِزَعْمِهِمْ اپنے خیال کے مطابق وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا اور یہ ہمارے شریکوں کے لئے ہے یعنی ایک حصہ شریکوں کے لئے مقرر کیا ہوا تھا مثلاً دسواں حصہ اللہ تعالیٰ کا اور گیارھواں شریکوں کا، لات، منات، عزیٰ کا ہبل کا اب دیکھو ظاہری

طور پر رب تعالیٰ کی کتنی قدر کرتے ہیں کہ رب تعالیٰ کا حصہ پہلے نکالتے پھر اپنے دوسرے معبودوں کا نکالتے رب تعالیٰ کی کتنی قدر ہے۔

مشرکین کا رب العزت کو غنی سمجھنا :

پھر کیا کرتے فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ پس وہ حصہ جو ان کے شریکوں کا ہوتا تھا فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ پس وہ نہیں پہنچتا اللہ تعالیٰ کی طرف مطلب یہ ہے کہ فصل وغیرہ سے جب اللہ تعالیٰ اور شریکوں کا حصہ نکالتے تو ایک ڈھیری اللہ تعالیٰ کی ہوتی اور دوسری ڈھیری شریکوں کے لئے اگر ان کی شریکوں والی ڈھیری سے کچھ دانے اللہ تعالیٰ کی ڈھیری کے ساتھ مل جاتے تو فوراً الگ کر لیتے کہ رب تعالیٰ تو محتاج نہیں ہے اور یہ محتاج ہیں۔ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ اور وہ حصہ جو اللہ تعالیٰ کا ہوتا تھا فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ پس وہ پہنچتا ان کے شریکوں کی طرف یعنی رب تعالیٰ کی ڈھیری اور حصہ سے بچے کے کھیلنے یا اور کسی وجہ سے کچھ دانے شریکوں کی ڈھیری میں مل جاتے تو کہتے رہنے دو محتاج ہیں اللہ تعالیٰ تو غنی ہے۔

یہی شرک ہوتا ہے :

تو دیکھو! ظاہری طور پر اللہ تعالیٰ کی کتنی قدر کرتے ہیں اس کو رب بھی مانتے ہیں اور اس کا حصہ بھی پہلے نکالتے ہیں اتنا کچھ مانتے سمجھتے ہوئے پھر شرک کرتے ہیں اس کے حصہ دار بناتے ہیں یہی شرک ہے اور شرک کے سینگ تو نہیں ہوتے کہ جو شرک کرے اس کو سینگ لگ جائیں سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں یہ باتیں بڑی چھوٹی معلوم ہوتی ہیں مگر ہیں بہت بڑی ہائے افسوس کہ لوگوں نے شرک کی حقیقت کو نہیں سمجھا شرک کو سمجھو اور اس سے بچو یہ بڑی قبیح چیز ہے۔

رسوم ورواج سے بچنے کی خصوصی تاکید :

اور بہت سی ایسی رسمیں ہیں جو ہمارے اندر رائج ہیں ہم ان کو رواج سمجھ کر کرتے ہیں حالانکہ وہ شرکیہ ہیں عورتیں آتی ہیں تعویذوں کے لئے نہ سونے دیتی ہیں نہ نماز پڑھنے دیتی ہیں اور لائن لگی ہوتی ہے کیونکہ ان کو معلوم ہے کہ یہاں مفت میں تعویز ملتے ہیں اور دوسرے لوگ کھال اتار لیتے ہیں آکر کہتی ہیں کہ یہ میری بچی ہے یا بچہ ہے گھر بیٹھا تھا کہ فلاں عورت آئی ، بیمار ہوگئی یا بیمار ہوگیا۔ یا کہیں گی کہ میری بچی فلاں عورت کے پاس بیٹھی تھی اس کی بیماری اس کو لگ گئی ہے اگر یہ شرک نہیں ہے تو اور شرک کس کو کہتے ہیں؟

اسلام بدفالی کا قائل نہیں :

آنحضرت ﷺ نے فرمایا لَا عَدْوٰی وَلَا طِیَرَۃَ فِی الْاِسْلَامِ اسلام اس کا قائل نہیں ہے کہ ایک کی بیماری دوسرے کو لگ جائے ہاں اگر کچے عقیدے کے ہو تو احتیاط کرو اپنی بیماری دوسرے کے ذمہ نہ لگاؤ اور فرمایا کہ وَلَا طِیَرَۃَ اسلام میں بدفالی نہیں ہے کہ کوا آکر بولا تو کہا کہ مہمان آرہا ہے اگر فلاں کام ہوا تو یہ ہو جائے گا پھر کاموں کے لئے دن اور سمتیں مقرر کی ہوئی ہیں کہ منگل بدھ کو شمال کی طرف نہ جاؤ پنجابی میں کہتے ہیں ۔

منگل بدھ نہ جاویں پہاڑ

جیتی بازی آویں ہار

منگل اور بدھ والے دن پہاڑ کی جانب سفر نہ کرنا کہ اگر تو جیتا ہوا ہے پھر بھی ہار کے آئے گا لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔ یہ سب شرکیہ باتیں ہیں۔

مشرکینِ عصرِ حاضر کی ناگفتہ بہ صورۃِ حال :

آج کل مسلمانوں کی اکثریت شرک میں مبتلا ہے اور مشرکین مکہ سے آگے بڑھے ہوئے ہیں کہ وہ انتہائی مشکل میں صرف اللہ تعالیٰ کو پکارتے تھے اور یہ انتہائی مشکل میں بھی غیر اللہ کو پکارتے ہیں، قرآنِ کریم میں آتا ہے فَاِذَا رَكِبُوْا فِی الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ (پارہ : ۲۱) پس جب وہ سوار ہوتے ہیں کشتیوں میں اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں خالص کرتے ہوئے اسی کی عبادت یعنی کشتیاں جب طوفان میں پھنس جاتیں اور غرق ہونے کا خطرہ ہوتا تو اس وقت وہ نہ لات کو پکارتے نہ منات کو نہ عزیٰ اور ہبل کو بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کو پکارتے اور کہتے کہ اِنَّ اٰلِهَتَكُمْ لَا تُغْنِیْ عَنْكُمْ شَیْئًا بے شک تمہارے معبود تمہارے کچھ کام نہیں آئیں گے یہاں وہ ٹانگ نہیں اڑا سکتے یہاں صرف رب ہی کام آئے گا مگر آج کا مشرک ایسے موقعہ پر کیا کہتا ہے

وبگرداب بلا افتاد کشتی
مدد کن یا معین الدین چشتیؒ

بیڑہ غرق ہو رہا ہے مدد کر معین الدین چشتی۔ یا بہاؤ الحق بیڑا دھک۔ یہ لوگ تو شرک میں ان سے آگے نکل گئے ہیں بلکہ ان کے کان کاٹ دیئے ہیں۔

ولی کامل حضرت علی ہجویریؒ، تعارف :

حضرت علی ہجویریؒ بڑے اکابر اولیاء میں سے گزرے ہیں جن کو لوگ داتا گنج بخش کہتے ہیں یہ بڑے بلند پائے کے بزرگ تھے ان کی وجہ سے ہمارے باپ دادوں کو دین ایمان نصیب ہوا ورنہ ہمارے بڑے تو کھتری اور سکھ ہوتے تھے ان کی قبر کو اسّی من دودھ سے دھویا جاتا ہے۔

بیگم جنرل اسلم بیگ اور بدعتی ٹولہ :

جنرل اسلم بیگ کی بیوی علی گڑھ کی فارغ تھی وہ بیچاری کہہ بیٹھی کہ تم نے ۸۰ من دودھ ضائع کیا ہے یہ یتیم مسکین عورتوں کو دے دیتے ان کے کام آتا قبر کو اس سے کیا فائدہ ہوا آج سے چند سال پہلے یہ بات اخبار میں چھپی تھی اس نے اتنی بات کہی تو بدعتی مولویوں نے اس پر بھڑوں کی طرح حملہ کردیا کہنے لگے کہ یہ مرتد ہوگئی ہے اس کا نکاح ٹوٹ گیا ہے۔ حالانکہ اس نے صحیح بات کہی تھی قبروں کو دودھ اور گلاب سے دھونا کون سا دین ہے۔ ان بزرگوں نے جو کہا ہے وہ کرو اور جو کہا ہے اس پر عمل کرو۔

''گلدستۂ توحید'' کا تعارف :

تو یاد رکھنا! شرک بہت بڑا گناہ ہے۔ اس کو اچھی طرح سمجھو میں نے اس موضوع پر مستقل ایک کتاب لکھی ہے ''گلدستۂ توحید'' اس کو خود پڑھو بچوں کو پڑھاؤ عورتوں کو پڑھاؤ اور شرک کی حقیقت کو سمجھو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اور اسی طرح مزین کیا بہت سے مشرکوں کیلئے۔

مشرکین کا معبودانِ باطلہ کے نام پر اپنے بچوں کو ذبح کرنا :

قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ اپنی اولاد کا قتل کرنا ان کے شریکوں نے مشرکوں نے یہ ذہن بنایا ہوا تھا کہ اگر کسی کے دس بیٹے ہو جائیں تو دسویں کو اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کرو آنحضرت ﷺ کے والد ماجد اپنے بھائیوں میں دسویں تھے اس قاعدے کے مطابق ان کو جب ذبح کرنے کے لئے لے گئے تو ان کی پھوپھیاں آڑے آگئیں انہوں نے کہا کہ ان کے بدلے اونٹوں کا فدیہ دے دو ہم اپنے بھائی کو ذبح نہیں کرنے

دیں گی تو ان کے بدلے میں سو اونٹ ذبح کیے گئے اور ان کا یہ بھی ذہن بنایا گیا تھا کہ بتوں کے نام پر بچوں کو ذبح کرنے کا بڑا فائدہ ہوتا ہے وہ جاہل لوگ اپنے بچوں جیسی عزیز متاع کو معبودانِ باطلہ کے نام پر ذبح کر دیتے تھے ان کا مقصد یہ ہوتا تھا لِيُرْدُوْهُمْ تاکہ ان کو ہلاک کر دیں نسل برباد کر دیں وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ اور تاکہ خلط ملط کر دیں ان پر ان کا دین کہ جو چیزیں دین نہیں ہیں ان کو دین میں ملا دیں وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو نہ کرتے وہ لوگ یہ کام جبراً اللہ تعالیٰ روکنا چاہے تو وہ نہیں کر سکتے تھے اور یہ بات میں کئی مرتبہ بیان کر چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کسی پر جبر نہیں کرتا اس نے انسانوں اور جنوں کو اختیار دیا ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے اور نیکی بدی کی ہر ایک کو قوۃ دی ہے اور دونوں کا انجام بھی بتا دیا ہے بس جس راستے پر کوئی چلنا چاہتا ہے اس پر چلے۔ قیامت والے دن ہر چیز سامنے آجائے گی فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ پس جو ذرہ برابر بھی نیکی کرے گا اس کو دیکھ لے گا وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ اور جو ذرہ برابر بھی بدی کرے گا اس کو دیکھ لے گا فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ پس ان کو چھوڑ دے اور اس کو جو وہ افترا باندھتے ہیں۔ آپ اپنا کام کریں ان کی باتوں میں نہ آئیں رب تعالیٰ شرک سے بچائے شرک بڑی قبیح اور بری چیز ہے۔

وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ق لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ ط سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ(۱۳۸) وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓى اَزْوَاجِنَا ج وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ ط سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ط اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ(۱۳۹) قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ط قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ(۱۴۰)

لفظی ترجمہ :

وَقَالُوْا اور کہا انہوں نے هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ یہ مویشی اور کھیتی حِجْرٌ ممنوع ہیں لَّا يَطْعَمُهَآ ان دونوں کو نہیں کھائے گا کوئی اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ مگر وہ شخص جس کو ہم چاہیں بِزَعْمِهِمْ اپنے خیال کے مطابق وَاَنْعَامٌ اور کچھ جانور ہیں حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا حرام کردی گئی ان کی پشتوں پر سواری

وَاَنۡعَامٌ اور کچھ جانور ایسے ہیں لَّا یَذۡکُرُوۡنَ اسۡمَ اللّٰهِ عَلَیۡهَا کہ نہیں ذکر کرتے ان پر اللہ تعالیٰ کا نام افۡتِرَآءً عَلَیۡهِ اللہ تعالیٰ پر افترا کرتے ہوئے سَیَجۡزِیۡهِمۡ عنقریب ان کو بدلہ دے گا اللہ تعالیٰ بِمَا کَانُوۡا یَفۡتَرُوۡنَ اس چیز کا جو وہ افتراء کرتے رہے وَقَالُوۡا اور کہا انہوں نے مَا فِیۡ بُطُوۡنِ هٰذِهِ الۡاَنۡعَامِ جو کچھ ان جانوروں کے پیٹوں میں ہے خَالِصَةٌ لِّذُکُوۡرِنَا وہ خالص ہے ہمارے مردوں کے لئے وَمُحَرَّمٌ عَلٰۤی اَزۡوَاجِنَا اور حرام ہے ہماری عورتوں پر وَاِنۡ یَّکُنۡ مَّیۡتَةً اور اگر ہو وہ مردہ فَهُمۡ فِیۡهِ شُرَکَآءُ پس وہ سب اس میں شریک ہوتے ہیں سَیَجۡزِیۡهِمۡ وَصۡفَهُمۡ ضرور اللہ تعالیٰ ان کو بدلہ دے گا اس بیان کا اِنَّهٗ حَکِیۡمٌ عَلِیۡمٌ بے شک وہ حکمت والا ہے جاننے والا ہے قَدۡ خَسِرَ الَّذِیۡنَ تحقیق نقصان میں پڑے ہیں وہ لوگ قَتَلُوۡۤا اَوۡلَادَهُمۡ جنہوں نے قتل کیا اپنی اولاد کو سَفَهًۢا حماقت کرتے ہوئے بِغَیۡرِ عِلۡمٍ علم کے بغیر وَحَرَّمُوۡا اور انہوں نے حرام کیا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ اس چیز کو جو اللہ تعالیٰ نے ان کو رزق دیا افۡتِرَآءً عَلَی اللّٰهِ افترا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ پر قَدۡ ضَلُّوۡا تحقیق وہ گمراہ ہوئے وَمَا کَانُوۡا مُهۡتَدِیۡنَ اور نہ ہوتے وہ ہدایت پانے والوں میں سے۔

اشیاء کی حلت وحرمت کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے :

شرک کی بہت سی اقسام ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہر مسلمان کو شرک کی

ہر قسم سے محفوظ فرمائے شرک کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ بغیر کسی شرعی ثبوت کے کسی شئی کو حرام یا حلال ٹھہرانا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو کسی شئی کے حلال و حرام کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خانگی مصلحت کے پیش نظر صرف اپنی ذات کے لئے شہد حرام کیا تھا کہ میں شہد نہیں کھاؤں گا اس پر اللہ تعالیٰ نے پوری سورۃ تحریم نازل فرمائی اور فرمایا...... یٰۤاَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ اے نبی آپ کیوں حرام کرتے ہیں جو چیز اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے حلال کی ہے آپ اپنی عورتوں کی رضامندی چاہتے ہیں وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ قَدْ فَرَضَ اللّٰہُ لَکُمْ تَحِلَّۃَ اَیْمَانِکُمْ (پارہ : ۲۸)۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہے تمہارے لئے کھول دینا تمہاری قسموں کا۔ قسم توڑو حلال چیز کو کھاؤ اور کفارہ ادا کرو جب اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تمام پیغمبروں کے امام اور سردار اور خلاصۂ کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز کو حلال و حرام کرنے کا اختیار نہیں رکھتے تو اور کسی کو کیا حق پہنچتا ہے؟

حضرت شاہ ولی اللہؒ کا قول :

حضرت شاہ ولی اللہؒ اپنی کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" میں لکھتے ہیں کہ...... اَلتَّحْلِیْلُ وَالتَّحْرِیْمُ مِنْ صِفَاتِ اللّٰہِ تَعَالٰی کسی چیز کو حلال و حرام کرنا یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے لیکن مشرکین نے از خود یہ چیز بنائی ہوئی تھی اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... وَقَالُوْا اور کہا انہوں نے ھٰذِہٖۤ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ یہ مویشی اور کھیتی ممنوع ہیں لَّا یَطْعَمُھَآ ان دونوں کو نہیں کھائے گا کوئی اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِھِمْ مگر وہ شخص جس کو ہم چاہیں اپنے خیال کے مطابق مثلاً کہتے اس جانور کا دودھ وہ پی سکتا ہے جو لات کا

چیلہ ہو اس جانور پر سواری وہ کر سکتا ہے جو منات کا پجاری ہے اس رقبے کی پیداوار صرف لات منات عزیٰ کے پجاریوں کے لئے جائز ہے اور کسی کے لئے جائز نہیں ہے۔

حضرت امام جعفر صادقؒ کے کونڈوں کا حرام ہونا :

یہ جو رجب کے مہینے میں امام جعفر کے نام کے کونڈے تقسیم کرتے ہیں اور ان کے لئے کچھ شرائط مقرر کی ہوئی ہیں کہ جو پکائے اپنے گھر میں بٹھا کر کھلائے اور کھانے والے سائے میں بیٹھ کر کھائیں وغیرہ وغیرہ عورتیں گھر کے کونوں میں بیٹھ کر کھاتی کھلاتی ہیں۔ برتن سنبھال کر رکھتی ہیں اور کسی کو نظر بھی نہ آئے یہ تمام کا تمام شرک ہے اور تیمور لنگ شیعے کی ایجاد ہے اسلام کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے اور بالکل حرام ہے اور اسی مد کے ہیں وہ طریقے جو مشرکین مکہ نے بنائے ہوئے تھے۔

حضرت فاطمہؓ کے نام پر عورتوں کو اکٹھا کر کے گمراہ کرنا :

اسی طرح کچھ عورتوں نے یہ بدعت شروع کی ہے کہ حضرت فاطمہؓ کے قصے کے نام پر عورتوں کو اکٹھا کر کے گمراہ کرتی ہیں یہ بھی رافضیوں کی ایجاد ہے حضرت فاطمہؓ کا جو مقام ہے الحمدللہ وہ آپ حضرات ہر جمعہ کے خطبہ میں یہ جملہ سنتے رہتے ہیں وَالْفَاطِمَۃُ سَیِّدَۃُ نِسَآءِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ کہ حضرت فاطمہؓ جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔ مگر یہ بناوٹی قصے کہانیاں اور پھر انکے نام کی کھیریں یہ سب حرام ہیں اور ان کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے ان چیزوں کے قریب بھی نہ جانا یہ سب انہوں نے اپنے خیال سے بنائی ہوئی ہیں۔

جانوروں پر اپنی طرف سے حلال وحرام کا حکم لگانا :

وَاَنۡعَامٌ حُرِّمَتۡ ظُهُوۡرُهَا اور کچھ جانور ہیں حرام کردی گئی ان کی پشتوں پر سواری۔ ساتویں پارے میں آتا ہے...... مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنۡ ۢ بَحِيۡرَةٍ وَّ لَا سَآئِبَةٍ وَّ لَا وَصِيۡلَةٍ وَّ لَا حَامٍ (مائدہ) نہیں بنایا اللہ تعالیٰ نے کوئی بحیرہ اور نہ کوئی سائبہ اور نہ کوئی وصیلہ اور نہ کوئی حام، حام اس نر کو کہتے ہیں جس نے چند مرتبہ جفتی کرلی ہو مثلاً اونٹ ہے اس نے دس اونٹنیوں کے ساتھ جفتی کرلی یا بیل ہے اس نے دس گائیوں کے ساتھ جفتی کر لی تو ایسے اونٹ پر سواری کرنا، بوجھ لادنا حرام سمجھتے تھے۔ سوال یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے تو اس کو تمہاری سواری کے لئے اور تمہارے سامان اٹھانے کے لئے پیدا فرمایا ہے تم کون ہوتے ہو اس پر حرام کا حکم لگانے والے۔

مشرکین کا جانوروں کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام نہ لینا :

وَاَنۡعَامٌ لَّا يَذۡكُرُوۡنَ اسۡمَ اللّٰهِ عَلَيۡهَا اور کچھ جانور ایسے ہیں کہ نہیں ذکر کرتے ان پر اللہ تعالیٰ کا نام۔ ذبح کرتے وقت بلکہ لات، منات، عزیٰ کا نام ذکر کرتے۔ مثلاً ذبح کرتے وقت کہتے بِاسۡمِ اللَّاتِ بِاسۡمِ الۡمَنَاتِ اور کہا جاتے حالانکہ جانور کے حلال ہونے کے لئے بِسۡمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكۡبَرُ پڑھنا شرط ہے اگر کوئی شخص بِسۡمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكۡبَرُ کی جگہ مکمل سورۂ یٰسین پڑھ لے یا درود شریف پڑھ کر ذبح کرے تو جانور حلال نہیں ہوگا۔ حالانکہ سورۂ یٰسین اور درود شریف کا کتنا درجہ ہے یا ذبح کرتے وقت مکمل درود شریف پڑھے...... اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيۡتَ عَلٰى اِبۡرَاهِيۡمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبۡرَاهِيۡمَ اِنَّكَ حَمِيۡدٌ مَّجِيۡدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكۡ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكۡتَ عَلٰى اِبۡرَاهِيۡمَ

وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ تو جانور حرام ہوگا حلال نہیں ہوگا کیونکہ شریعت نے بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھ کے ذبح کرنے کا حکم دیا ہے۔

فقہ کا اہم ترین مسئلہ :

اور تمام فقہی کتابوں میں یہ مسئلہ لکھا ہوا ہے کہ اگر کوئی شخص بِاسْمِ دَاوٗدَ یا بِاسْمِ مُوْسٰی یا بِاسْمِ عِیْسٰی یا بِاسْمِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ پڑھ کر جانور ذبح کرے کہ میں جانور کو داؤد، موسیٰ، عیسیٰ، محمد ﷺ کے نام پر ذبح کرتا ہوں تو جانور حرام ہوگا کھا نہیں سکتا۔ شریعت نے جو حدیں مقرر فرمائی ہیں ان کو تسلیم کرنا پڑے گا تو کچھ جانور ایسے تھے کہ ان کو ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیتے تھے۔

مشرکین کا اللہ تعالیٰ پر افترا باندھنا :

اِفْتِرَاءً عَلَیْهِ اللہ تعالیٰ پر افترا کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس طرح کرنا بھی اللہ تعالیٰ نے جائز قرار دیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا یہ اللہ تعالیٰ پر بہتان ہے۔ سَیَجْزِیْهِمْ بِمَا کَانُوْا یَفْتَرُوْنَ عنقریب ان کو بدلہ دے گا اللہ تعالیٰ اس چیز کا جو وہ افترا کر رہے ہیں بس مرنے کی دیر ہے بدلا سامنے آجائے گا ان خرافات کا۔

مردوں، عورتوں کیلئے علیحدہ علیحدہ تحریم و تحلیل :

وَقَالُوْا مَا فِیْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ اور کہا انہوں نے جو کچھ ان جانوروں کے پیٹوں میں ہے مثلاً اونٹنی ہے، گائے ہے، بکری ہے ان مادہ جانوروں کے پیٹ میں جو بچے خَالِصَةٌ لِّذُکُوْرِنَا وہ خالص ہے ہمارے مردوں کے لئے وَمُحَرَّمٌ عَلٰی

اَزْوَاجِنَا اور حرام ہے ہماری عورتوں پر وَاِنْ یَّکُنْ مَّیْتَةً اور اگر ہو وہ مردہ فَهُمْ فِیْهِ شُرَكَآءُ پس وہ سب اس میں شریک ہوتے ہیں اگر بچہ زندہ پیدا ہوتا تو کہتے کہ یہ مردوں کیلیے حلال ہے اور عورتوں کے لئے حرام ہے اگر بچہ مردہ پیدا ہوتا تو تخی نورن بن جاتے اور کہتے کہ عورتوں کے لئے بھی حلال ہے وہ بھی کھاسکتی ہیں سوال یہ ہے کہ حلال و حرام کرنے کا اختیار تمہیں کس نے دیا ہے؟ حالانکہ جو کھانے پینے کی چیزیں مردوں کے لئے حلال ہیں وہ عورتوں کے لئے بھی حلال ہیں کوئی فرق نہیں ہے۔ تم کون ہوتے ہو یہ کہنے والے خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰۤى اَزْوَاجِنَا۔

اللہ تعالیٰ کی تفریق کا ہی مقبول و مستحسن ہونا :

ہاں جن چیزوں کا فرق اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے وہ ہے کہ مثلاً سونے چاندی کا زیور مردوں کیلیے ناجائز ہے اور عورتوں کے لئے جائز ہے ریشمی لباس مردوں کیلیے ناجائز ہے اور عورتوں کے لئے جائز ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سَیَجْزِیْهِمْ وَصْفَهُمْ ضرور اللہ تعالیٰ ان کو بدلہ دے گا اس بیان کا اِنَّهٗ حَكِیْمٌ عَلِیْمٌ بے شک وہ حکمت والا ہے جاننے والا ہے اگر فوری طور پر سزا نہیں دیتا تو اس میں کوئی حکمت ہے۔ جاننے والا ہے اس کی گرفت سے کوئی بچ نہیں سکتا۔

ناحق قتلِ اولاد کرنے والوں کا خسارے میں ہونا :

قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ قَتَلُوْۤا اَوْلَادَهُمْ تحقیق نقصان میں پڑے ہیں وہ لوگ جنہوں نے قتل کیا اپنی اولاد کو سَفَهًۢا بِغَیْرِ عِلْمٍ حماقت کرتے ہوئے علم کے بغیر۔ عرب میں ایسے لوگ بھی تھے کہ اگر ان کے دس بیٹے ان کے سامنے جواں ہو جاتے تو دسویں کو جو سب سے چھوٹا ہوتا تھا ذبح کر دیتے یہ ایک شرکیہ رسم تھی اور میں نے بیان کیا

تھا کہ آنحضرت ﷺ کے والد ماجد حضرت عبداللہ اپنے بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے اور دسویں نمبر پر تھے قاعدے کے مطابق جب ان کو ذبح کرنے کے لئے لے جارہے تھے تو آپ ﷺ کی پھوپھیاں آڑے آگئیں کہ ہم اپنے بھائی کو ذبح نہیں ہونے دیں گی بڑا شور ہوا کچھ لوگ مخالف ہوگئے کہ دیکھو جی اپنے لئے یہ قاعدے کو چھوڑ رہے ہیں اور ایسے موقع پر اختلاف ہو ہی جاتا ہے تو کچھ مخالف اور کچھ موافق تھے بہرحال ان کے بدلے سو اونٹوں کی قربانی دی گئی تب لوگوں کی زبانیں بند ہوئیں تو اولاد کو قتل کرنے کا کیا جواز ہے کہ کسی کے کہنے پر اولاد کو قتل کردیا جائے۔

عام انسان اور پیغمبر کا خواب برابر نہیں :

اور نہ ہم اس کے مجاز ہیں کہ ہمیں کوئی خواب میں کہے کہ بیٹے بیٹی کو ذبح کردو تو ہم ذبح کردیں حضرت ابراہیمؑ تو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے اور ان کا خواب وحی تھا عام آدمی کے خواب کو اس پر قیاس نہیں کیا جاسکتا پیغمبر کی بات جدا ہے جیسے ....

حضرت خضرؑ کا ایک بچے کو قتل کرنا :

حضرت خضرؑ نے ایک بچے کو قتل کردیا موسیٰؑ نے کہا کہ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ آپ نے ایک بے گناہ شخص کو ناحق قتل کردیا ہے، فرمایا خاموش رہو آخر میں بتاؤں گا پھر بتایا، فرمایا...... وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِىْ (الكهف) یہ کام میں نے اپنی طرف سے نہیں کئے میرے رب نے کروائے ہیں تو پیغمبر جو کام کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کرتا ہے۔ فرمایا............

اشیاء اکل وشرب کا اپنی طرف سے حرام کرنا :

وَحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ اورانہوں نے حرام کیا اس چیز کو جو اللہ تعالیٰ نے ان کو رزق دیا افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ افترا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ پر کہ رب تعالیٰ نے ہمیں اس طرح کہا ہے معاذ اللہ تعالیٰ قَدْ ضَلُّوْا تحقیق وہ گمراہ ہوئے وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ اور نہ ہوئے وہ ہدایت پانے والوں میں سے۔ خلاصہ یہ کہ کسی شئی کو حلال وحرام کرنے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے مخلوق میں سے کسی کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے۔

وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَیْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّیْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَیْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ ۖؗ وَلَا تُسْرِفُوْا ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ(۱۴۱) وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا ؕ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ(۱۴۲)

لفظی ترجمہ :

وَهُوَ الَّذِیْٓ اور اللہ تعالیٰ کی ذات وہی ہے اَنْشَاَ جَنّٰتٍ جس نے پیدا کئے باغات مَّعْرُوْشٰتٍ جن کو چھتریوں پر چڑھایا جاتا ہے وَّغَیْرَ مَعْرُوْشٰتٍ اور وہ جو چھتریوں پر نہیں چڑھائے جاتے وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ اور کھجوریں پیدا کیں اور کھیتی مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ مختلف ہیں پھل اس کے وَالزَّیْتُوْنَ اور زیتون پیدا کیا وَالرُّمَّانَ اور انار مُتَشَابِهًا جو ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں وَّغَیْرَ مُتَشَابِهٍ اور جو ایک دوسرے سے نہیں ملتے جلتے كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ کھاؤ ان کے پھلوں کو اِذَآ اَثْمَرَ جس وقت وہ پھل دار ہوں

وَاٰتُوْا حَقَّهٗ اور اس کا حق ادا کرو یَوْمَ حَصَادِهٖ اس کے کاٹنے کے دن وَلَا تُسْرِفُوْا اور اسراف نہ کرو اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ بے شک وہ محبت نہیں کرتا اسراف کرنے والوں سے وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً اور اس نے پیدا کیے جانوروں میں سے بوجھ اٹھانے والے وَّفَرْشًا اور زمین کے ساتھ لگے ہوئے كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ کھاؤ اس چیز سے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں رزق دیا ہے وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اور نہ پیروی کرو شیطان کے قدموں کی اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ بے شک وہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔

ماقبل سے ربط :

کل کے درس میں یہ بات بیان ہوئی تھی کہ مشرکوں نے اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی کھیتی اور جانوروں میں اللہ تعالیٰ کے لئے اور خود ساختہ معبودوں لات، منات، عزیٰ کیلئے حصے مقرر کئے ہوئے تھے اپنے زعم اور گمان کے مطابق اللہ تعالیٰ تو خالق ہے دوسرے کیسے حصہ دار بن گئے اسی لئے آخر میں فرمایا: سَآءَ مَا یَحْکُمُوْنَ یہ برے فیصلے کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی آیات میں بھی اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا ذکر ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ اور اللہ تعالیٰ کی ذات وہی ہے جس نے پیدا کئے باغات جن کو چھتریوں پر چڑھایا جاتا ہے۔

''معروشات'' کی تشریح :

وَغَیْرَ مَعْرُوْشٰتٍ اور وہ جو چھتریوں پر نہیں چڑھائے جاتے بعض پھل تو بڑے بڑے درختوں پر لگتے ہیں البتہ بعض پھل اور سبزیاں بیلوں میں پیدا ہوتی ہیں ان بیلوں

میں سے کچھ ایسی ہیں جنہیں معروشات کہتے ہیں کہ انہیں زمین سے اوپر اٹھا کر رکھنا پڑتا ہے ایسی بیلیں لکڑی کی چھت بنا کر ان پر چڑھادی جاتی ہیں یا دیواروں کے ساتھ لٹکا دی جاتی ہیں یا پھر درختوں پر چڑھادی جاتی ہیں۔

کون سی بیل کو اوپر چڑھایا جاتا ہے اور کونسی نیچے رکھی جاتی ہے :

انگور کی بیل کو لازما اوپر اٹھا کر رکھنا پڑتا ہے ورنہ وہ بیل پھل نہیں دیتی سبزیوں کی توری کی بیل ہے اور جڑی بوٹیوں پر گلو ہے اور جو چھتریوں پر نہیں چڑھائی جاتیں وہ خربوزہ اور تربوز کی بیلیں ہیں گرے اور سردے کی بیلیں ہیں یا ٹینڈے اور کدو کی بیلیں ہیں جو زمین پر پڑے پڑے عمدہ پھل دیتی ہیں ان کو اوپر چڑھانے کی ضرورت نہیں پڑتی ان سب کا خالق اللہ تعالیٰ ہے، فرمایا.....

''کھجور'' کا ذکر کرنے کی وجہ :

وَالنَّخلَ اور کھجوریں پیدا کیں عرب کے بہت سے علاقے ایسے تھے کہ جن کی خوراک ہی کھجوریں تھیں اور کھجوروں کی پیداوار پر ہی ان کی روزی کا سلسلہ چلتا تھا۔ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ اور کھیتی کہ مختلف ہیں پھل ان کے مکئی کے دانے اور رنگ کے ہیں گندم کے دانے اور رنگ کے ہیں باجرے کے اور رنگ کے ہیں مونجی اور رنگ کی ہے چنے اور مسور کا رنگ مختلف ہے مونگی کا اور ہے ماش کا اور ہے یہ سب مشاہدے کی باتیں ہیں اور تمام کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔

''زیتون'' اور اس کے خواص :

وَالزَّيْتُوْنَ اور زیتون پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کے تذکرے میں

زیتون کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ زیتون کے درختوں کے ساتھ جو ڈوڈے لگتے ہیں ان سے لوگ تیل نکال کر کھاتے ہیں آج بھی بہت سے علاقوں میں زیتون کھانے کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے طبی لحاظ سے زیتون کا تیل مقوی اعصاب اور مقوی معدہ ہے اور اس میں وہ اثرات نہیں ہوتے جو گائے اور بھینس کے گھی میں ہوتے ہیں گائے اور بھینس کا گھی ان لوگوں کے لئے جو بدنی محنت مشقت کرتے ہیں سونے پر سہاگہ ہے اور جو لوگ بدنی مشقت کا کام نہیں کرتے ان کے بدن میں نزلے کا مواد پیدا کرتا ہے بخلاف زیتون کے تیل کے کہ وہ ہر قسم کے لوگوں کیلئے مفید ہے۔

”انار“ کا ذکر کرنے کی وجہ :

وَالرُّمَّانَ اور انار کو اس نے پیدا کیا مُتَشَابِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ جو ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں اور جو ایک دوسرے سے نہیں ملتے جلتے۔ بعض دفعہ ایک انار کا دانہ دوسرے کے ساتھ ملتا ہے اور بعض دفعہ نہیں ملتا ایک چھوٹا ہوتا ہے ایک بڑا ہوتا ہے ایک میٹھا ہوتا ہے ایک ترش ہوتا ہے ایک کا رنگ سفید ہوتا ہے اور دوسرے کا سرخ ہوتا ہے او ظالمو! یہ تمام چیزیں پیدا تو اللہ تعالیٰ نے فرمائی اور تم حصے دوسروں کے نکالتے ہو یہ دوسرے حصے دار کہاں سے آگئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ کھاؤ ان کے پھلوں کو جس وقت وہ پھل دار ہوں۔

انبیاءؑ کو اکلِ حلال اور اعمالِ صالحہ کا حکم :

اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرامؑ کو بھی حکم دیا يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا (پارہ : ۱۸) اے اللہ تعالیٰ کے پیغمبرو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اچھے عمل کرو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو فرمایا وَاٰتُوْا حَقَّهٗ اور اس کا حق ادا کرو يَوْمَ حَصَادِهٖ

اس کے کاٹنے کے دن۔ جس دن فصلیں کاٹو پھل اتاروان کا حق ادا کرو۔

اہم ترین مسئلہ :

مسئلہ یہ ہے کہ جو زمینیں بارش سے سیراب ہوتی ہیں یا دریا کے بیلے اور کنارے پر زمینیں ہیں جہاں فصلوں کو پانی دینے کی ضرورت نہیں ہوتی سیلاب سے ہی تیار ہو جاتی ہیں جن کا آبیانہ نہیں دینا پڑتا ان علاقوں کی پیداوار میں سے دسواں حصہ دینا پڑے گا جس کو عشر کہتے ہیں اور وہ زمینیں جو نہری پانی یا کنویں اور ٹیوب ویل کے ذریعے سیراب ہوتی ہیں یعنی جن کا آبیانہ دینا پڑتا ہے یا خرچہ کرنا پڑتا ہے ان کی پیداوار کا بیسواں حصہ دینا پڑے گا یہ عشر ہے اور یہ عشر اخراجات مثلاً بجلی کا خرچہ ہے کھاد کی کٹائی، گہائی وغیرہ کا خرچہ نکالنے سے پہلے نکالنا ہے تمام کتابوں میں تصریح ہے قَبْلَ اَنْ تُرْفَعَ الْمُؤْنَةُ اخراجات نکالنے سے پہلے۔

مالک ومضارع کے مابین عشر کی تقسیم کا طریقہ/تفصیل :

اگر زمین بٹائی اور حصے پر دی ہوئی ہے تو اس میں تفصیل ہے اگر مالک اور مضارع دونوں مسلمان ہیں اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے اطاعت گزار ہیں تو عشر پہلے نکالا جائے گا پھر حصے کے مطابق آپس میں تقسیم کریں گے اگر مالک مسلمان اور مضارع غیر مسلم ہے، عیسائی وغیرہ تو پہلے تقسیم کریں گے کیونکہ عیسائی پر تو عشر نہیں ہے۔ صرف مسلمان اپنے حصے میں سے عشر نکالے گا یا مالک اور مضارع ہیں تو دونوں مسلمان مگر ایک صرف نام کا مسلمان ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے عشر نہیں دینا اور دوسرا فرمانبردار ہے تو اس صورت میں بھی بٹائی اور تقسیم پہلے ہوگی اور فرمانبردار مسلمان اپنے حصے میں سے عشر نکالے گا۔

جنرل ضیاء الحق اور عشر وزکوٰۃ کی تقسیم :

ضیاء الحق کی نادانیوں میں سے ایک یہ بھی تھی کہ اس نے زکوٰۃ اور عشر وصول کرنے کا حکومتی سطح پر حکم دیا کہ زکوٰۃ اور عشر حکومت خود وصول کرے گی ہم نے اس حکم کے خلاف احتجاج کیا کہ یہ شرعاً ناجائز ہے ایک تو اس وجہ سے کہ زکوٰۃ اور عشر کا جو مصرف ہے وہاں خرچ نہیں ہوگا اور ایسا ہی ہوا اور حکومت نے بھی تسلیم کیا کہ واقعی یہ خرابی ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ کافروں پر عشر نہیں ہے اگر مالک مسلمان اور مضارع کافر ہے عیسائی ہندو وغیرہ تو مسلمان کے حصے پر تو عشر آئے گا اور کافر کے حصے پر عشر نہیں آئے گا یا ویسے ہی کوئی عشر سے بچنے کے لئے کہے کہ میں مسلمان نہیں ہوں میرے اوپر عشر نہیں ہے۔ یا مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے بھی کہے کہ ہمارے مسلک میں زکوٰۃ اور عشر نہیں ہے جیسے رافضی تو اس طرح نام کے سنی حضرات بھی زکوٰۃ وعشر سے بچنے کے لئے اپنے آپ کو رافضیوں کے ساتھ منسلک کرلیں گے۔

صحیح العقیدہ مسلمان کا شیعہ بن جانا اور اسکا نقصان :

چنانچہ فیصل آباد جھنگ اور سرگودھا کے علاقوں سے ہمارے پاس بڑے خطوط آئے فتوؤں کیلئے کہ کئی زمیندار جو سو، سو مربع کے مالک ہیں انہوں نے زکوٰۃ عشر سے بچنے کے لئے بنکوں کو لکھ کر دے دیا ہے کہ ہم شیعہ ہیں ہمارے اوپر زکوٰۃ وعشر نہیں ہے۔ حالانکہ وہ صحیح العقیدہ سنی مسلمان ہیں ان کے متعلق شریعت کیا کہتی ہے؟۔ مان لیتے ہیں کہ انہوں نے یہ حیلہ زکوٰۃ وعشر سے بچنے کے لئے کیا ہے اور رسمی طور پر کئی خاندان شیعہ بن گئے مگر آگے ان کی نسلیں تو پکی شیعہ بن جائیں گی اور یہ سارا وبال ضیاء الحق پر پڑے گا۔

شیعہ کے خودساختہ اقوال برائے عشروزکوٰۃ :

اور شیعہ یہ کہتے ہیں کہ جب تک امام مہدی نہیں آتے اس وقت تک ہمارے اوپر زکوٰۃ وعشر نہیں ہے۔ حالانکہ ان کا یہ دعویٰ بالکل غلط ہے کیونکہ ان کی بنیادی کتابوں میں زکوٰۃ وعشر کی تصریح ہے۔ان کی بنیادی کتابیں چار ہیں جن پر شیعہ مذہب کا مدار ہے۔ اصولِ کافی، احتجاج طبرسی، مَنْ لَّا یَحْضُرُہُ الْفَقِیْہِ اور تہذیب الاحکام ان کو یہ اصولِ اربعہ کہتے ہیں اور ان کی حیثیت ان کے ہاں ایسے ہی ہے جیسے ہمارے ہاں صحاح ستہ کی ہے تو تمام میں زکوٰۃ وعشر کا ذکر ہے۔اور یہ محض جان چھڑانے کیلئے کہتے ہیں کہ ہمارے اوپر زکوٰۃ نہیں ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ کا مسلک اور اہم مسئلہ :

اور یہ مسئلہ اچھی طرح سمجھ لیں کہ زمین کی تمام پیداوار میں عشر ہے تھوم، پیاز، مرچیں ہر طرح کی سبزی پر بلکہ یہاں تک کہ گھر کے اندر جو تم نے تھوم لگایا ہوا ہے اس پر بھی عشر ہے حدیث پاک میں آتا ہے کُلُّ مَا اَخْرَجَتْہُ الْاَرْضُ ہر وہ چیز جس کو زمین پیدا کرے اس میں عشر ہے۔ یہ بخاری شریف کی روایت ہے اور اسی پر امام ابوحنیفہؒ کا عمل ہے۔

’’اسراف‘‘ کی ممانعت :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... وَلَا تُسْرِفُوْا اور اسراف نہ کرو کہ فصل کے پکنے پر واہی تباہی قسم کا خرچ کرتے ہیں اس کی اجازت نہیں ہے۔ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ بے شک وہ محبت نہیں کرتا اسراف کرنے والوں سے یہ درخت پھل اور میوے تمام کے

تمام اسی نے پیدا فرمائے ہیں لہٰذا اس کے حکموں کے مطابق چلو وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً اور اس نے پیدا کئے جانوروں میں سے بوجھ اٹھانے والے اونٹ، گدھا وغیرہ جن پر لوگ بوجھ لادتے ہیں وَفَرْشًا اور زمین کے ساتھ لگے ہوئے یعنی چھوٹے قد والے جیسے بھیڑ، بکریاں وغیرہ جو زمین پر بچھی ہوئی ہیں یہ سب رب تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہیں كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ کھاؤ اس چیز سے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں رزق دیا ہے۔

پیروئ شیطان سے رک جانے کا حکم:

وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّيْطٰنِ اور نہ پیروی کرو شیطان کے قدموں کی، کیوں؟ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ بے شک وہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔ وہ ہر ایسی بات کرے گا جس سے تمہارے ایمان پر زد آئے لہٰذا شیطان کی بات پر عمل نہ کرو اور رب تعالیٰ جو فرمائیں اس پر عمل کرو۔

ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ مِّنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ط قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ ط اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ط نَبِّـُٔوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (۱۴۳) وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ط قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ط اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ج فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ط اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (۱۴۴)

لفظی ترجمہ :

ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ یہ آٹھ قسم کے جانور ہیں مِّنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ بھیڑوں میں سے دو ہیں وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ اور بکریوں میں سے دو ہیں قُلْ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیں ءٰٓالذَّكَرَيْنِ کیا ان دونوں کے نر حَرَّمَ اللہ تعالیٰ نے حرام کئے ہیں اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ یا ان دونوں کی مادہ کو اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ یا جس پر مشتمل ہیں اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ دونوں مادہ کے رحم نَبِّـُٔوْنِيْ بِعِلْمٍ خبر دو

مجھے علم کے ساتھ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر ہو تم سچے وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ اور اونٹوں میں سے دو ہیں وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ اور گائے میں سے دو ہیں قُلْ آپ (ﷺ) کہہ دیں ءٰٓالذَّكَرَيْنِ کیا ان دونوں کے نروں کو حَرَّمَ اللّٰہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ یا ان دو کی مادہ کو اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ یا جس پر مشتمل ہیں اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ دونوں مادہ کے رحم اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ کیا تم حاضر تھے اِذْ وَصّٰكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا جب اللہ تعالیٰ نے تم کو اس کا تاکیدی حکم دیا تھا فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ پس کون زیادہ ظالم ہے اس سے افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا جس نے افترا باندھا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا لِيُضِلَّ النَّاسَ تاکہ گمراہ کرے لوگوں کو بِغَيْرِ عِلْمٍ بغیر علم کے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ نہیں ہدایت دیتا اس قوم کو جو ظالم ہے۔

ماقبل سے ربط :

کل کے درس میں بیان ہوا تھا کہ حلال و حرام کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا حلال و حرام کا اختیار کسی کو حاصل نہیں ہے۔ چاہے وہ کتنی بڑی شخصیت ہی کیوں نہ ہو۔ حتی کہ آنحضرت ﷺ کو بھی حلال و حرام کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔

آنحضرت ﷺ کا کچا پیاز اور لہسن نہ کھانا :

چنانچہ مسلم شریف اور ابو عوانہ میں حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ کے سامنے کھانا پیش کیا گیا آپ ﷺ کے ساتھ اور ساتھی بھی تھے اس کھانے میں کچا تھوم بھی تھا جس

طرح سلاد میں ہوتا ہے آپ ﷺ نے جب کچا تھوم دیکھا تو کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھایا اور ساتھیوں سے فرمایا کہ تم کھاؤ میں نہیں کھاؤں گا ساتھیوں نے کہا حضرت کیا یہ حرام ہے؟ فرمایا نہیں جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حلال فرمایا میں اس کو حرام نہیں کرسکتا مگر اس کے کھانے سے منہ سے بو آتی ہے وَاُنَاجِیْ مَنْ لَّا تَنَاجُوْا اور میں ان سے گفتگو کرتا ہوں جن سے تم نہیں کرتے یعنی مجھے فرشتوں سے گفتگو کرنی پڑتی ہے۔ اور فرشتوں کو بو سے سخت نفرت ہے۔

لہسن، پیاز کھا کر فوراً مسجد میں آنیکی ممانعت:

اسی لئے حدیث پاک میں آتا ہے کہ کچا پیاز اور کچا تھوم کھا کر فوراً مسجد میں نہ آؤ جب تک اس کی بو ختم نہ ہو جائے کیونکہ بہ نسبت دوسری جگہوں کے مسجد میں فرشتے زیادہ ہوتے ہیں اور ان کو بو سے سخت نفرت ہے۔

آدمی کا مسجد میں انتظارِ صلوٰۃ میں بیٹھنا اور فرشتے کا اس کیلئے دعا کرنا:

چنانچہ بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے کہ آدمی جب وضو کر کے مسجد میں نماز کے انتظار کے لئے خاموشی کے ساتھ بیٹھ جاتا ہے یا آہستہ آہستہ ذکر کرتا ہے تو ایک فرشتہ اس کے سر کے پاس آکر کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور اس کے لئے برابر دعا کرتا رہتا ہے رَبِّ اغْفِرْہُ وَارْحَمْہُ مَا لَمْ یُحْدِثْ اے میرے پروردگار اس کی بخشش فرما اور اس پر رحم کر جب تک اس کا وضو نہیں ٹوٹتا۔ بے وضو ہونے کی بو سے فرشتہ چلا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو بشمول انبیاء کے کوئی حرام نہیں کرسکتا:

تو آپ ﷺ نے تھوم کی وجہ سے کھانا نہ کھایا اور فرمایا کہ حرام نہیں ہے کیونکہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حلال ٹھہرایا ہے میں اس کو حرام نہیں کرسکتا لیکن مشرکوں نے بعض

جانوروں کو اپنی مرضی سے اپنے اوپر حرام کیا ہوا تھا اور بعض جانوروں کی سواری حرام کی ہوئی تھی اور بعض کا دودھ اور زمین کی پیداوار میں سے اللہ تعالیٰ اور اپنے شریکوں کے حصے مقرر کیے ہوئے تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان سب چیزوں کو پیدا کرنے والا تو میں ہوں یہ شریک کس طرح حصے دار بن گئے۔

آٹھ قسم کے حلال جانوروں کی توضیح :

آج کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے جن آٹھ قسم کے جانوروں کو حلال قرار دیا ہے ان کی تشریح و توضیح فرمائی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ یہ آٹھ قسم کے جانور ہیں۔

"ضَّاْن" کی تعریف :

مِّنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ بھیڑوں میں سے دو ہیں۔ "ضَّاْن" اون والے جانور کو کہتے ہیں۔ بھیڑ اور دنبہ اس میں آتے ہیں نر اور مادہ چکی ہو یا نہ ہو سینگ ہوں یا نہ ہوں وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ اور بکریوں میں سے دو ہیں نر اور مادہ۔

مشرکین کی خودساختہ حلت وحرمت کا عملی محاسبہ :

قُلْ آپ (ﷺ) کہہ دیں ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ کیا ان دونوں کے نر اللہ تعالیٰ نے حرام کیے ہیں یا ان دونوں کی مادہ کو؟ بتاؤ! دنبہ حرام ہے یا بھیڑ؟ بکرا حرام ہے یا بکری؟ بھیڑ حرام ہے یا چھترا؟ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ یا جس پر مشتمل ہیں دونوں مادہ کے رحم یعنی جو بھیڑ کے پیٹ میں ہے وہ حرام ہے یا جو بکری کے پیٹ میں ہے وہ حرام ہے؟ نَبِّئُوْنِيْ بِعِلْمٍ خبر دو مجھے علم کے ساتھ کوئی علمی

دلیل پیش کرو۔ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر ہوتم سچے وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ اوراونٹوں میں سے دو ہیں نر اور مادہ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ اور گائے میں سے دو ہیں نر اور مادہ۔

’’بقرہ‘‘ کی تفسیر حکیم الامۃ حضرت تھانویؒ اور اہلِ بدعت :

’’بقرہ‘‘ کا لفظ گائے بیل دونوں پر بولا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ پہلے پارے میں جہاں بقرہ کا ذکر ہے حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے بیل کا ترجمہ کیا ہے اصل قصہ اس طرح ہے کہ موسیٰؑ کے زمانے میں ایک شخص بڑا مالدار تھا اور تھا بھی لا ولد یعنی اولاد نہیں تھی اور اس کے بھتیجے بڑے غریب تھے کبھی کھانے کو مل جاتا اور کبھی نہ ملتا انہوں نے اپنے چچا کو کہا کہ ہم تمہارے ہیں اور ہمارے حالات تمہارے سامنے ہیں اور تمہارے پاس بے شمار دولت ہے لہٰذا ہمیں کم از کم کھانے کو دے دیا کرو اس نے انکار کیا اور کہا خود کماؤ اور کھاؤ۔ بھتیجوں نے اس کے قتل کا مشورہ کیا کہ اس کو قتل کر دیں وراثت تو ہمیں ہی ملنی ہے۔ چنانچہ اس کو قتل کر کے موسیٰؑ کے پاس گئے کہ ہمارے چچے کو کسی نے قتل کر دیا اس کی تحقیق تفتیش کرو ان کے ذہن میں تھا کہ ہم تو مدعی ہیں ہمارے اوپر کس نے شبہ کرنا ہے اور موقع کا گواہ کوئی ہے نہیں لہٰذا معاملہ رفع دفع ہو جائے گا مگر موسیٰؑ نے فرمایا فَاذْبَحُوْا بَقَرَةً بقرہ ذبح کرو اور اس کا ایک حصہ مقتول کے بدن پر مارو یہ زندہ ہو کر تمہیں بتا دے گا کہ میرا قاتل کون ہے؟ تو یہاں بقرہ کا معنٰی حضرت تھانویؒ نے بیل کیا ہے۔ اس پر اہلِ بدعت حضرات نے بڑا شور مچایا کہ دیکھو تمہارے حکیم الامت کو بقرہ کا معنٰی بھی نہیں آتا کہ بقرہ کے معنٰی تو گائے کے ہیں اسلئے میں نے آپ حضرات کو بتایا ہے کہ لغت عرب میں بقرہ کا لفظ گائے بیل دونوں پر بولا جاتا ہے اور حضرت تھانویؒ نے جس قرینے سے بیل کا ترجمہ کیا ہے وہ پہلے پارے میں ہی موجود ہے وہ اس طرح کہ بقرہ ایسی ہو کہ نہ تو

اس کے ذریعہ ہل چلایا گیا ہو اور نہ ہی اس کے ذریعہ سے کنویں سے پانی نکالا گیا ہو اور یہ دونوں کام عموماً بیل کرتے ہیں گائیں تو نہیں کرتیں۔ اس لئے حضرت نے بیل کا ترجمہ کیا ہے۔

بھینس اور بھینسا کے متعلق فقہائے کرامؒ کا قول :

اور یہ جو بھینس اور بھینسا ہے اس کے متعلق فقہاءِ کرامؒ فرماتے ہیں اَلْجَامُوْسُ نَوْعٌ مِنَ الْبَقَرِ. بھینس اور بھینسا گائے اور بیل ایک قسم کے ہیں قربانی ان کی بھی جائز ہے۔

نصابِ زکوٰۃ کی تفسیر :

زکوٰۃ کے نصاب میں گائے بھینس اور ان کے بچوں کو اکٹھا شمار کیا جاتا ہے اگر کسی کے پاس انکے چھوٹے بڑے تیس نگ ہوں تو ایک سال کا بچہ جو دوسرے سال میں قدم رکھ چکا ہو زکوٰۃ میں دیا جائے گا اور چالیس نگ ہو جائیں تو دو سال کا بچہ دیا جائے گا تو فرمایا کہ اونٹوں میں سے دو ہیں نر اور مادہ اور بقر میں سے دو ہیں نر اور مادہ قُلْ آپ (ﷺ) کہہ دیں ءٓالذَّكَرَيْنِ کیا ان دونوں کے نروں کو حَرَّمَ اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ یا ان دو کی مادہ کو اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ یا جس پر مشتمل ہیں دونوں مادہ کے رحم بتاؤ جو اونٹنی کے پیٹ میں ہے وہ حرام ہے یا گائے کے پیٹ میں جو ہے وہ حرام ہے تم جو کہتے ہو هٰذِهٖ اَنْعَامٌ وَّ حَرْثٌ حِجْرٌ یہ جانور اور کھیتی ممنوع ہے لَا يَطْعَمُهَا اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ اسے کوئی نہیں کھا سکتا مگر وہ جس کو ہم چاہیں یہ تمہیں کس نے کہا ہے؟ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ کیا تم حاضر تھے اِذْ وَصّٰكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا جب اللہ تعالیٰ نے تم کو اس کا تاکیدی حکم دیا تھا کہ یہ چیز حلال ہے اور یہ چیز حرام ہے

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ پس کون زیادہ ظالم ہے اس سے اِفْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا جس نے افترا باندھا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حلال حرام ٹھہرانے کا اختیار دیا ہے یہ اختیار اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں دیا حتی کہ آنحضرت ﷺ کو بھی یہ اختیار حاصل نہیں تھا۔

لسانِ نبوۃ سے خود حلال وحرام کی تردید :

چنانچہ بخاری شریف میں روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے ابو جہل کی لڑکی حضرت جویریہؓ سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا آنحضرت ﷺ کو جب اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے ایک بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں یہ الفاظ بھی ہیں وَاِنِّیْ لَسْتُ اُحَرِّمُ حَلَالًا وَّلَا اُحِلُّ حَرَامًا اور بلاشبہ میں حلال کو حرام اور حرام کو حلال نہیں کرتا وَلٰکِنْ وَاللّٰہِ لَا تَجْتَمِعُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَبِنْتُ عَدُوِّ اللّٰہِ اَبَدًا لیکن بخدا رسول اللہ کی بیٹی اور دشمن خدا کی بیٹی دونوں کبھی یکجا (جمع) نہیں ہو سکتیں اگر تو جویریہؓ کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے تو میری بیٹی کو طلاق دے دے کیونکہ دونوں کے مزاج میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اس کے بعد پھر حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کی زندگی میں دوسرے نکاح کا کبھی سوچا بھی نہیں تھا تو آپ ﷺ نے صاف لفظوں میں فرمادیا کہ مجھے حلال وحرام کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ لہٰذا مشرکین نے اللہ تعالیٰ پر افترا باندھا کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے حلال و حرام کا اختیار دیا ہے۔

''ظالموں'' کو ہدایت کا نہ ملنا :

لِیُضِلَّ النَّاسَ بِغَیْرِ عِلْمٍ تاکہ گمراہ کرے لوگوں کو بغیر علم کے کیونکہ غلط کام کرنا گمراہی ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ بے شک اللہ تعالیٰ نہیں ہدایت

دیتا اس قوم کو جو ظالم ہے۔ جو کفر وشرک پر ڈٹے ہوئے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ جبراً ہدایت نہیں دیتا ہدایت ان کو دیتا ہے جو ہدایت کے طالب ہوں۔

قُل لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ یَّکُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّکَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ(۱۴۵) وَعَلَی الَّذِیْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا کُلَّ ذِیْ ظُفُرٍ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَیْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَایَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ؕ ذٰلِکَ جَزَیْنٰهُمْ بِبَغْیِهِمْ ۫ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ(۱۴۶) فَاِنْ کَذَّبُوْکَ فَقُلْ رَّبُّکُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا یُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ(۱۴۷)

لفظی ترجمہ :

قُل آپ (ﷺ) کہہ دیں لَآ اَجِدُ میں نہیں پاتا فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ ان احکام میں جو میری طرف وحی کیے گئے ہیں مُحَرَّمًا کسی چیز کو حرام عَلٰی طَاعِمٍ کسی کھانے والے پر یَّطْعَمُهٗ جو اس کو کھائے اِلَّآ اَنْ یَّکُوْنَ مَیْتَةً مگر یہ کہ ہو وہ مردار اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا یا خون بہایا گیا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ یا خنزیر کا گوشت فَاِنَّهٗ

رِجْسٌ پس بے شک وہ خنزیر ناپاک ہے اَوْ فِسْقًا یا نافرمانی کی گئی ہو اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ جو نام زد کیا گیا ہو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے نام پر اسکو فَمَنِ اضْطُرَّ پس جو شخص مجبور کیا گیا غَيْرَ بَاغٍ لذت تلاش کرنے والا نہ ہو وَّلَا عَادٍ اور نہ حد سے بڑھنے والا ہو فَاِنَّ رَبَّكَ پس بے شک تیرا رب غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بخشنے والا مہربان ہے وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا اور ان لوگوں پر جو یہودی ہیں حَرَّمْنَا ہم نے حرام کیا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ہر ناخن والا جانور وَمِنَ الْبَقَرِ اور گائے سے وَالْغَنَمِ اور بھیڑ بکریوں سے حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ حرام کردیں ہم نے ان پر شُحُوْمَهُمَآ ان کی چربیاں اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ مگر وہ چربی جو ان کی پشتوں کے ساتھ لگی ہوئی ہو اَوِ الْحَوَايَآ یا آنتوں کے ساتھ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ یا جو ہڈی کے ساتھ ملی ہوئی ہو ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ یہ ہم نے ان کو بدلہ دیا بِبَغْيِهِمْ ان کی سرکشی کا وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ اور بے شک البتہ ہم سچے ہیں فَاِنْ كَذَّبُوْكَ پس اگر وہ آپ ﷺ کو جھٹلائیں فَقُلْ تو پس آپ (ﷺ) کہہ دیں رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ تمہارا رب بڑی وسیع رحمت والا ہے وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ اور نہیں ٹالا جاتا اس کا عذاب عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ مجرم قوم سے۔

ربط رکوعات :

اس سے پہلے رکوعوں میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ مشرکین نے از خود بعض چیزوں کو حلال اور بعض کو حرام ٹھہرایا ہوا تھا جہالت سے اور ذمے اللہ تعالیٰ کے لگاتے تھے جس کی اللہ تعالیٰ نے تردید فرمائی آج کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان کی چیزوں کا ذکر فرمایا ہے جو حقیقۃً حرام ہیں ارشادِ ربانی ہے قُلْ آپ (ﷺ) کہہ دیں لَآ اَجِدُ میں نہیں پاتا

فِیۡ مَاۤ اُوۡحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا ان احکام میں جو میری طرف وحی کیئے گئے ہیں کسی چیز کو حرام عَلٰی طَاعِمٍ یَّطۡعَمُہٗۤ کسی کھانے والے پر جو اس کو کھائے اِلَّاۤ اَنۡ یَّکُوۡنَ مَیۡتَۃً مگر یہ کہ ہو وہ مردار یعنی وہ جانور جو شرعی طریقہ سے ذبح نہ کیا گیا ہو حرام ہے۔ اور یہ شرک اس کو بھی کہا جاتے تھے بلکہ یہ بات پہلے بیان ہو چکی ہے کہ کہتے تھے کہ جس کو رب مارے اس کے متعلق تم کہتے ہو کہ حرام ہے اور جو تم مارو ذبح کرو تو کہتے ہو حلال ہے۔

امام غزالیؒ کا قول :

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ جانوروں کے بدن میں زہریلا مادہ بھی ہوتا ہے اگرچہ وہ تھوڑی مقدار میں ہوتا ہے مگر وہ انسانی صحت کے لئے انتہائی مضر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے حکم دیا کہ میرا نام لے کر ذبح کرو تو ذبح کرتے وقت خون کے ساتھ وہ مادہ بھی نکل جاتا ہے پھر گوشت صحت کے لئے مضر نہیں ہوتا۔

مسئلہ :

ذبح کرنے کے بعد جو خون گوشت کے ساتھ لگا ہوا ہوتا ہے۔ وہ پاک ہوتا ہے اگر کوئی شخص بغیر دھوئے گوشت پکالے تو جائز ہے۔ البتہ نظافت اس میں ہے کہ گوشت کو دھو کر پکایا جائے اور بغیر ذبح کرنے کے جو جانور مر جائے تو وہ حرام ہے۔

مردار کا چمڑہ استعمال کرنے کی اجازت :

سوائے چمڑے کے اس کا کوئی حصہ استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے البتہ رنگنے کے بعد چمڑا استعمال کرنے کی اجازت ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ مدینہ طیبہ میں ایک موٹی تازی بکری مردار ہوگئی لوگ اس کو دور پھینکنے کیلئے کھینچ کر لے جا رہے

تھے تاکہ لوگوں کو بدبو نہ آئے۔ آنحضرت ﷺ نے دیکھا تو فرمایا هَلَّا اَخَذْتُم اِهَابَهَا تم نے اس کا چمڑا کیوں نہیں اتارا کہنے لگے حضرت یہ مردار ہوگئی ہے آپ ﷺ نے فرمایا اس کا چمڑا اتار کر رنگنے کے بعد استعمال کر سکتے ہو۔ فرمایا اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا یا خون بہایا گیا ذبح کرتے وقت وہ بھی حرام ہے اندرونی طور پر بھی کہ اس کو کھایا جائے اور بیرونی طور پر بھی کہ اس کی مالش کی جائے۔

خرگوش کے خون کیساتھ علاج کرنے کی ممانعت :

بعض جاہل قسم کے لوگ خرگوش کے خون کو کھانسی کے لئے بطور علاج کے استعمال کرتے ہیں یہ بالکل حرام ہے۔ نہ بڑوں کیلئے جائز ہے اور نہ بچوں کیلئے اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ یا خنزیر کا گوشت فَاِنَّهٗ رِجْسٌ پس بے شک وہ خنزیر ناپاک ہے۔

خنزیر کا نجس العین ہونا :

خنزیر نجس العین ہے اس کی ہر چیز ناپاک ہے چونکہ کھانے والی چیزوں کا ذکر ہو رہا ہے، اسلئے اس کے گوشت کے متعلق فرمایا کہ اس زمانے میں بھی لوگ خنزیر کا گوشت کھاتے تھے اور آج بھی اس کے کھانے والے بڑے ہیں۔ مگر جن کو اللہ تعالیٰ نے سمجھ عطا فرمائی ہے وہ اس کے قریب نہیں جاتے۔

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی لندن واپسی کی روئیداد/ انگریز کا اخلاق :

ایک دفعہ میں لندن سے واپس آرہا تھا میرے ساتھیوں نے ٹکٹ پر لکھوا دیا کہ یہ جہاز میں کھانا نہیں کھائیں گے اور مجھے بھی بتا دیا کہ ہم نے آپ کے ٹکٹ پر یہ لکھوا دیا ہے کیونکہ یہ جہاز برطانیہ کا ہے اس باورچی خانے میں اگرچہ پکانے والے مسلمانوں کیلئے گائے بکری اور مرغی کا گوشت پکائیں گے مگر ہانڈی میں چلانے والا چمچہ مشترک ہوتا ہے

کہ خنزیر کی ہانڈی میں بھی وہی چلاتے ہیں بارہ تیرہ گھنٹوں کا سفر تھا جب کھانے کا وقت ہوا تو میں نے کہا کہ میں نے نہیں کھانا وہ میری بات نہ سمجھ سکی چونکہ وہ اردو نہیں جانتی تھی وہ اردو سمجھنے والی کو لے آئی اس نے پوچھا باباجی آپ کھانا کیوں نہیں کھاتے میں نے کہا بس میں نے نہیں کھانا کہنے لگی آپ کے ذہن میں جو خدشہ ہے وہ ہم نہیں لائیں گی ہم آپ کیلئے مرغی یا بکری کا گوشت لے آتے ہیں میں نے اس کا بھی انکار کردیا ان کے لئے مصیبت بن گئی ایک جاتی ہے اور دوسری آتی ہے جس طرح گھروں میں بڑوں کو راضی کیا جاتا ہے مجھے راضی کرنے کیلئے لائن لگ گئی میں نے کہا بارہ تیرہ گھنٹے بھوکا رہنے سے میں نہیں مرتا آپ لوگ پریشان نہ ہوں کہنے لگیں کوئی سبزی لے آئیں تو میں نے کہا ٹھیک ہے سبزی لے آؤ مگر سور والا چمچہ نہ استعمال کرنا تب جا کر کہیں ان کو سکون آیا اس سے ان کے اخلاق کا اندازہ لگائیں یہ تو انگریز تھے۔

ابوظہبی سے واپسی کی روئیداد/مسلمان کا اخلاق :

اب مسلمانوں کا حال بھی سن لو جب میں ابوظہبی اترا نماز میں نے پڑھنی تھی اور تھا بھی باوضو رومال میں نے کندھے پر رکھا ہوا تھا ایک افسر کو بلا کر میں نے کہا اَرِنِیْ جِھَةَ الْقِبْلَةِ اُرِیْدُ الصَّلٰوةَ مجھے قبلے کا رخ بتادیں میں نے نماز پڑھنی ہے اس نے کوئی پرواہ نہ کی دوسرے سے پوچھا وہ بھی بڑبڑ کرتا ہوا چلا گیا اور بتایا نہیں۔ پھر ایک اور افسر آیا اس نے بڑی پٹی اور کندھے پر پھول لگائے ہوئے تھے میں نے اس کو سلام کیا اور اس کا بازو پکڑا اور کہا میں مسافر ہوں میں نے نماز پڑھنی ہے مجھے قبلے کا رخ بتادو اس نے بڑے ترش لہجے میں کہا "ھِنَا" ادھر ہے۔ میں نے کہا ان کا اخلاق دیکھو اور ان کا اخلاق دیکھو کتنا فرق ہے۔

’’غیر اللہ‘‘ کی نذر و نیاز کا مردود ہونا :

اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ یا نافرمانی کی گئی ہو جو نام زد کیا گیا ہو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے نام پر۔ نام زد کا مطلب یہ ہے کہ کوئی چیز کسی بت جن، فرشتے، نبی یا بزرگ کے تقرب یا خوشنودی کیلئے بطور نیاز دی جائے کہ وہ ہستی اس سے خوش ہو کر مجھے مصیبت سے بچالے گی میری مصیبت ٹل جائے گی میرا کام بن جائے گا اس ارادے سے اگر کوئی شئی دے گا تو وہ حرام ہے چاہے وہ جانور ہو، دودھ ہو، کپڑا ہو، کھال ہو سب حرام ہیں جانور کو چاہے بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر ذبح کرے پھر بھی حرام ہے۔

شاہ عبدالعزیزؒ کا قول :

شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ ’’ماکولات، ملبوسات، مشروبات ہمہ ایں حکم دارند‘‘ کھانے کی چیزیں ہوں پہننے کی چیزیں ہوں پینے کی چیزیں ہوں سب کا یہی حکم ہے۔

’’ایصالِ ثواب‘‘ کا حکم :

ایصالِ ثواب کا مسئلہ الگ ہے ایصالِ ثواب کیلئے جو چیز دی جاتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے نام پر دی جاتی ہے اور اس کا ثواب مرے ہوؤں کو پہنچایا جاتا ہے اور اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ اگر وہ نیک ہے تو اس کے درجات بلند ہوں اور گنہگار ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں سے درگزر فرمائے اس کو فائدہ ہو۔

’’گیارہویں‘‘ کا حکم :

اور گیارہویں میں تفصیل ہے اگر اس ارادے سے دیتے ہیں کہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے تھے ولی اللہ تھے ان کو ثواب پہنچے تو بدعت ہے اس لئے

کہ اولیاء اللہ اور بھی بہت ہیں ان کے نام پر یعنی ان کے ایصالِ ثواب کیلئے کیوں نہیں دیتے۔ مہینے کے اور دن بہت ہیں گیارہویں تاریخ کیوں مخصوص ہے۔ اور اگر اس ارادے سے دیتے ہیں کہ ہمارا کام ہو جائے گا اگر نہ دی تو کام خراب ہو جائے گا تو پھر خالص شرک اور قطعی حرام ہے۔ اور فِسۡقًا اُهِلَّ لِغَيۡرِ اللّٰهِ کی مد میں ہے کہ نافرمانی کرتے ہوئے غیر اللہ کے نام زد کیا گیا ہے۔ وہ چاہے بکرا یا دیگ ہو بالکل حرام ہے۔

جان بچانے کیلئے بقدرِ ضرورت حرام کھانا پینا :

فَمَنِ اضۡطُرَّ پس جو شخص مجبور کیا گیا غَيۡرَ بَاغٍ لذت تلاش کرنے والا نہ ہو وَّلَا عَادٍ اور نہ حد سے بڑھنے والا ہو اگر بھوک کی وجہ سے جان خطرے میں ہو اور خنزیر اور مردار کے علاوہ بھی کوئی چیز موجود نہ ہو تو اتنا کھانے کی اجازت ہے کہ جس سے جان بچ جائے عاد کا معنٰی ہے ضرورت سے زیادہ نہ کھائے کہ ایک چھٹانک کھانے سے جان بچ سکتی ہے تو چھ تولے نہ کھائے اور ''باغٍ'' کا معنٰی ہے لذت تلاش کرنے والا کہ اس کا ذائقہ کیا ہے ذائقے کیلئے بھی نہ کھائے اور ایسے موقع پر اگر نہ کھائے گا تو گنہگار مرے گا کیونکہ اس نے رب تعالیٰ کی اجازت کو قبول نہیں کیا اور رب تعالیٰ کی اجازت کو قبول نہ کرنا بھی گناہ ہے اسی طرح اگر کوئی شخص انتہائی پیاسا ہے کہ جان کا خطرہ ہے اور شراب کے سوا پینے کیلئے کوئی چیز موجود نہیں ہے تو وہ اتنی شراب پی لے کہ جس سے جان بچ جائے اور اگر نہ پی اور مر گیا تو گنہگار مرا ہے اور جان بچانے کیلئے جو حرام کھائے گا پیئے گا اس کے لئے معافی ہے۔ فَاِنَّ رَبَّكَ پس بے شک تیرا رب غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ بخشنے والا مہربان ہے۔

یہود پر ناخن والے جانوروں کا حرام ہونا، بشمول چربی کے :

وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوْا اور ان لوگوں پر جو یہودی ہیں حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفُرٍ ہم نے حرام کیا ہر ناخن والا جانور اس سے مراد وہ جانور ہیں جن کے پاؤں پنجے کی شکل میں ہوں اور درمیان سے پھٹے ہوئے نہ ہوں جیسے اونٹ، شترمرغ، بطخ، مرغابی وغیرہ ہیں وَمِنَ الْبَقَرِ اور گائے سے وَالْغَنَمِ اور بھیڑ بکریوں سے حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُومَهُمَآ حرام کر دیں ہم نے ان دونوں کی چربیاں کہ ان کی چربی تم استعمال نہیں کر سکتے اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُورُهُمَا مگر وہ چربی جو ان کی پشتوں کے ساتھ لگی ہوئی ہو۔

"حَوَايَا" کی تحقیق :

اَوِ الْحَوَايَا "حَوَايَا" حَاوِيَة کی جمع ہے اور آنت کو کہتے ہیں یا آنتوں کے ساتھ جو چربی لگی ہوئی ہے اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ یا جو ہڈی کے ساتھ ملی ہوئی ہو۔ یہ جائز ہے اور جو چربی گردوں کے ساتھ لگی ہوئی ہے یا دنبے کی چکی والی چربی ہے وغیرہ حرام ہے یہ ان پر کیوں حرام کی گئی؟ فرمایا.........

یہود کو سرکشی کا بدلہ اور اس کا مطلب :

ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ یہ ہم نے ان کو بدلہ دیا بِبَغْيِهِمْ ان کی سرکشی کا ورنہ فی نفسہ یہ چیزیں حلال تھیں اس کو تم اس طرح سمجھو کہ چند آدمیوں کا اکٹھا ہونا کوئی جرم نہیں ہے اور اگر حکومت کو خدشہ ہو کہ یہ اکٹھے ہو کر فتنہ برپا کریں گے تو حکومت دفعہ ۱۴۴ لگا دیتی ہے کہ اتنے آدمیوں سے زیادہ اکٹھے نہیں ہو سکتے تو یہ حکم عارضی ہوتا ہے۔ ان کی شرارت کی

وجہ سے ایسے ہی یہ چیزیں یہودیوں پر حرام کی گئیں ان کی شرارت کی وجہ سے فرمایا......
وِاِنَّا لَصادِقُوْنَ اور بے شک البتہ ہم سچے ہیں اپنے احکام میں کہ جو نافرمانی کرے گا ہم اس کو دنیا میں بھی سزا دیں گے اور آخرت میں بھی۔

دیر گیر دسخت گیرد :

فَاِنْ كَذَّبُوْكَ پس اگر وہ آپ ﷺ کو جھٹلائیں، معاذ اللہ تعالیٰ فَقُلْ تو پس آپ (ﷺ) کہہ دیں رَبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ تمہارا رب بڑی وسیع رحمت والا ہے ورنہ جس وقت انہوں نے جھٹلایا تھا فوراً عذاب آجاتا مگر وہ مہربان ہے موقع دیتا ہے اور یہ بھی یاد رکھو وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ اور نہیں ٹالا جاتا اس کا عذاب عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ مجرم قوم سے۔ اگر رب تعالیٰ کے عذاب میں تاخیر ہوئی ہے تو مجرم یہ نہ سمجھیں کہ ہم بچ جائیں گے، وہ آ کر رہے گا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

سَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَیْءٍ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰی ذَاقُوْا بَاْسَنَا ؕ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ؕ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ(۱۴۸) قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰكُمْ اَجْمَعِیْنَ(۱۴۹) قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِیْنَ یَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَالَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ(۱۵۰)

لفظی ترجمہ :

سَیَقُوْلُ تاکید کے ساتھ کہیں گے الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا وہ لوگ جنہوں نے شرک کیا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ اگر اللہ تعالیٰ چاہے مَآ اَشْرَكْنَا تو ہم شرک نہ کریں وَلَآ اٰبَآؤُنَا اور نہ ہمارے باپ دادا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَیْءٍ اور نہ ہم حرام ٹھہراتے کسی چیز کو كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِیْنَ اسی طرح جھٹلایا ان لوگوں نے مِنْ قَبْلِهِمْ جو ان سے پہلے تھے حَتّٰی ذَاقُوْا بَاْسَنَا یہاں تک کہ انہوں

نے چکھا ہمارے عذاب کا مزا قُلْ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیں هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ کیا ہے تمہارے پاس کوئی علم فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا پس نکالو اس علم کو ہمارے سامنے اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ نہیں پیروی کرتے تم مگر گمان کی وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ اور نہیں ہو تم مگر اٹکل پر چلتے ہو قُلْ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیں فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ پس اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے دلیل کامل فَلَوْ شَآءَ پس اگر اللہ تعالیٰ چاہے لَهَدٰكُمْ اَجْمَعِيْنَ تو تم سب کو ہدایت دے دے قُلْ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیں هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ لاؤ اپنے گواہ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ جو گواہی دیں اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے ان چیزوں کو فَاِنْ شَهِدُوْا پس اگر وہ گواہی دیں فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ پس آپ نہ گواہی دیں ان کے ساتھ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ اور نہ پیروی کریں ان لوگوں کی خواہشات کی كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو وَالَّذِيْنَ اور ان لوگوں کی لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ جو ایمان نہیں رکھتے آخرت پر وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ اور وہ اپنے رب کے ساتھ دوسروں کو برابر کرتے ہیں۔

ماقبل سے ربط :

اس سے قبل مشرکوں کی بعض شرکیہ رسموں کا رد کیا گیا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ کھیتی میں بھی حصے دار بنائے ہوئے ہیں اور جانوروں میں بھی اور یہ کہ انہوں نے حلت وحرمت کے ضابطے بھی خود بنائے ہوئے ہیں کہ یہ چیز مردوں کے لئے حلال ہے

اور عورتوں کے لئے حرام ہے۔ مشرکین نے شرکیہ رسوم اور خود ساختہ قاعدوں کے جواز پر دلیل پیش کی اس کا ذکر ہے۔

کیا پدی، کیا پدی کا شوربہ :

اور یاد رکھنا! دنیا میں کوئی خاموش نہیں رہنا چاہے وہ انتہائی چھوٹا ہی کیوں نہ ہو۔ مشہور کہاوت ہے ''کیا پدی، کیا پدی کا شوربہ'' یہ ایک چھوٹا سا پرندہ ہے یہ گھاس دار زمین پر بیٹھا تھا اور گھاس کے ساتھ دھاگے الجھے ہوئے تھے پدی کی ٹانگ دھاگے سے اڑ گئی اڑتی پھڑ پھڑ کر کے بیٹھ جاتی نہ دھاگہ ٹوٹتا نہ گھاس زمین سے اکھڑتی کوے نے از راہِ ہمدردی پوچھا تا کہ دھاگہ کاٹ کر جان چھڑا دے، خالہ کیا بات ہے؟ تو پدی نے کہا کہ میں زمین تول رہی ہوں۔ تو خاموش تو پدی بھی نہیں رہی اور ہار نہ مانی، تو مشرک کہاں ہار ماننے کے لئے تیار ہوں گے۔

مشرقی پنجاب کے مظالم اور بدعتی مولوی کی تقریر :

جس زمانے میں مشرقی پنجاب میں مسلمانوں پر بڑے ظلم ڈھائے جا رہے تھے مسجدیں گرائی جا رہی تھیں عورتوں کی بے حرمتی ہو رہی تھی بچوں کو قتل کیا جا رہا تھا اور بہت کچھ ہو رہا تھا اس وقت ایک مولوی صاحب نے ''بٹ دری فیکٹری'' کے سامنے تقریر کی اور کہا کہ اولیاء اللہ ہماری مدد کرتے ہیں اور شرک کی خوب آبیاری کی۔

تردیدِ باطل کا رِفرضِ کفایہ :

اور مسئلہ یہ ہے کہ باطل کی تردید فرضِ کفایہ ہے اگر کسی جگہ باطل ظاہر ہوا اور اس کی کسی نے تردید نہ کی تو تمام کے تمام لوگ مجرم ہوں گے اور اگر ایک ثقہ آدمی نے اس کی

تردید کردی تو تمام کی گردنیں آزاد ہو جائیں گی گناہ سے بری الذمہ ہو جائیں گے۔

اہلِ بدعت کے خلاف حضرت شیخ مدظلہ کی تقریر اور ایک بابا :

اس وقت میں گکھڑ میں نیا نیا آیا تھا میں نے سوچا کہ اس نے غلط تقریر کی ہے اگر تردید نہ ہوئی تو گکھڑ کے سارے لوگ گنہگار ہوں گے لہٰذا ایک دن کے وقفے کے بعد میں نے اس کی تردید کی اور کہا کہ مدد کرنا صرف رب تعالیٰ کا کام ہے مخلوق کا کام نہیں ہے بڑی سے بڑی ہستی بھی مافوق الاسباب کسی کی مدد نہیں کرسکتی اور نماز میں ہم پڑھتے ہیں اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ پروردگار ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور خاص تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ سبق دیا ہے کہ عبادت بھی اللہ تعالیٰ کی اور مدد بھی صرف اللہ تعالیٰ سے مانگنی ہے اللہ تعالیٰ کے سوا مافوق الاسباب کوئی کسی کی مدد نہیں کرسکتا تقریر میں میں نے یہ بھی کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور مدد کرسکتا ہے تو مشرقی پنجاب میں مسلمانوں پر جو ظلم ہو رہا ہے پیر فقیر ان کی مدد کیوں نہیں کرتے حالانکہ بڑے بڑے ولی اس دھرتی میں ہیں مثلاً شاہ احمد سرہندی حضرت مجدد الف ثانیؒ، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، شاہ عبدالعزیزؒ، حضرت اجمیریؒ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ پچاس ساٹھ سال عمر کا ایک بابا کھڑا ہوا داڑھی اس کی کتری ہوئی تھی کہنے لگا اولیاء اللہ مدد کرتے ہیں مگر آج کل سارے بزرگ حج کے لئے گئے ہوئے ہیں حالانکہ وہ حج کا موسم بھی نہیں تھا مگر وہ چپ نہیں رہا شوشہ چھوڑ کر چلا گیا۔ مقصد یہ ہے کہ کوئی کتنا جھوٹا کیوں نہ ہو خاموش نہیں رہتا تو مشرکوں نے اپنے شرک کے صحیح ہونے پر یہ شوشہ چھوڑا۔

مشرکین کی ایک مضحکہ خیز دلیل :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... سَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا تاکید کے ساتھ کہیں

گے وہ لوگ جنہوں نے شرک کیا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اَشْرَكْنَا اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ہم شرک نہ کریں، وہ ہمیں روکتا کیوں نہیں؟ لہٰذا وہ ہمارے شرک پر راضی ہے وَلَآ اٰبَآؤُنَا اور نہ ہمارے باپ دادا، شرک کرتے اگر یہ بری چیز تھی تو رب تعالیٰ نے روکا کیوں نہیں؟ وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ اور نہ ہم حرام ٹھہراتے کسی چیز کو ہم نے جو ان چیزوں کو حرام ٹھہرایا ہے تو رب تعالیٰ نے روکا کیوں نہیں ہے؟

مشرکین کی دلیل کا جواب :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ اسی طرح جھٹلایا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا یہاں تک کہ انہوں نے چکھا ہمارے عذاب کا مزا قُلْ آپ (ﷺ) کہہ دیں هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ کیا ہے تمہارے پاس کوئی علم فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا پس نکالو اس علم کو ہمارے سامنے اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ نہیں پیروی کرتے تم مگر گمان کی وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ اور نہیں ہو تم مگر اٹکل پر چلتے ہو قُلْ آپ (ﷺ) کہہ دیں فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ پس اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے دلیل کامل، وہ حجت کامل کیا ہے چودھویں پارے کا گیارہواں رکوع نکالو...... اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور کہا ان لوگوں نے جو کافر ہیں لَوْ شَآءَ اللّٰهُ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ تو ہم اس سے ورے ورے کسی کی عبادت نہ کرتے نَحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا ہم اور نہ ہمارے باپ دادا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ اور نہ ہم حرام ٹھہراتے اللہ تعالیٰ سے ورے ورے کسی شئی کو اس نے چاہا ہے تو ہم نے ایسا کیا ہے كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ اسی طرح کہا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے

تھے فَھَلْ عَلَی الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ پس پیغمبروں کے ذمے اللہ تعالیٰ کے احکام کو کھول کر پہنچا دینے کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کے ذریعے، کتابوں کے ذریعے، ان چیزوں سے منع فرمایا ہے البتہ جبراً نہیں روکا کہ وہ اس کی حکمت کے خلاف ہے وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلاً اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے ہر امت میں رسول اور ان کو حکم دیا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔

''طاغوت'' کی تحقیق :

وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ اور شرک سے بچو طاغوت شیطان کو بھی کہتے ہیں شرک کو بھی کہتے ہیں اور بت کو بھی کہتے ہیں اور تمام بری چیزیں طاغوت ہیں۔

بعثتِ انبیاءؑ اور نزولِ کتب، لوگوں کے گمراہ ہونے کی نشانی :

تو اللہ تعالیٰ نے تو منع فرمایا ہے تم کس طرح کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ راضی ہے اگر اللہ تعالیٰ تمہارے شرک پر اور خود ساختہ محرمات پر راضی ہوتا تو پیغمبر کیوں بھیجتا، کتابیں کیوں نازل کرتا اس نے پیغمبر بھیج کر اور کتابیں نازل فرما کر حجت پوری فرما دی ہے فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ پھر بعضے ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور بعضے ایسے ہیں جن پر گمراہی ثابت ہوگئی جو گمراہی پر اڑے رہے اور پیغمبروں کی بات نہیں مانی خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں اور کتابوں کے ذریعے غیر اللہ کی عبادت سے بھی منع کیا اور دوسری برائیوں سے بھی منع کیا۔

منع کرنے کی دوسری صورت :

البتہ منع کرنے کی ایک صورت یہ تھی تم سے برائی کا مادہ ختم کر دیا جاتا کہ تم برائی

کرہی نہ سکتے تو دوسرے لفظوں میں اس کا مطلب یہ ہوا کہ تمہیں انسان نہ بننے دیتا بلکہ فرشتے بنا دیتا اور فرشتے معصوم ہوتے ہیں ان میں برائی کا مادہ نہیں ہوتا مگر جب تمہیں انسان رکھنا ہے تو پھر خیر کا مادہ بھی ہوگا اور شر کا مادہ بھی ہوگا اور جنات میں بھی خیر و شر دونوں مادے ہیں لہٰذا تمہارا یہ کہنا کہ ''یہ کام ہم سے رب تعالیٰ کرواتا ہے'' غلط ہے۔

ایمان وکفر کا اختیار انسان کے پاس :

اس نے نیکی اور بدی کی طاقت عطا فرما کر اختیار دیا ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے اور ساتھ ہی فرما دیا کہ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے کفر پر راضی نہیں ہے اور کفر اور ایمان لانے پر کسی کو مجبور بھی نہیں کرتا۔ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰكُمْ اَجْمَعِيْنَ پس اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو تم سب کو ہدایت دے دے۔ جبراً کہ تمہارے اندر سے کفر اور برائی کا اختیار سلب کر لے جس طرح فرشتوں کو بدی کرنے کا اختیار نہیں ہے مگر یہ اس کی حکمت کے خلاف ہے۔

مشرکین سے گواہوں کی طلبی :

قُلْ آپ (ﷺ) کہہ دیں هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ لاؤ اپنے گواہ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ جو گواہی دیں اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے ان چیزوں کو جن کو تم حرام قرار دیتے ہو پھر اللہ تعالیٰ پر افترا باندھتے ہو کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے اس طرح کہا ہے فرمایا...... فَاِنْ شَهِدُوْا پس اگر وہ گواہی دیں کیونکہ دنیا میں ہر قسم کے لوگ مل جاتے ہیں تو اگر چند مسخرے اور بہروپیے قسم کے لوگ اکٹھے ہو کر کہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ پس آپ نہ گواہی دیں ان کے ساتھ، حرام

وہ چیزیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اور حلال وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حلال فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کسی چیز کو حلال و حرام نہیں کر سکتا۔

کاذبین کی خواہشات کی پیروی سے ممانعت :

وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ اور نہ پیروی کریں ان لوگوں کی خواہشات کی كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو وَالَّذِيْنَ اور ان لوگوں کی لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ جو ایمان نہیں رکھتے آخرت پر وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ اور وہ اپنے رب کے ساتھ دوسروں کو برابر کرتے ہیں۔ ان کے شوشوں میں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ آنحضرت ﷺ کو خطاب کر کے ہمیں سمجھایا گیا ہے۔

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ج وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ط نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ج وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ج وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ط ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (١٥١) وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ج وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ج لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ج وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ج وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ط ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (١٥٢) وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ج وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (١٥٣)

لفظی ترجمہ :

قُلْ آپ (ﷺ) کہہ دیں تَعَالَوْا آؤ اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ میں پڑھ کر سناؤں وہ چیزیں جو حرام قرار دی ہیں تمہارے رب نے عَلَيْكُمْ تم پر اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا یہ کہ نہ شریک ٹھہراؤ اس کے ساتھ کسی چیز کو وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ اور نہ قتل کرواپنی اولاد کو مِّنْ اِمْلَاقٍ غربت کے خوف سے نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ہم تمہیں رزق دیتے ہیں اور انہیں بھی وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ اور نہ قریب جاؤ بے حیائی کی باتوں کے مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ جو ظاہر ہوں ان میں سے اور جو پوشیدہ ہوں وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ اور نہ قتل کرو الَّتِىْ حَرَّمَ اللّٰهُ اس نفس کو جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اِلَّا بِالْحَقِّ مگر حق کے ساتھ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ ان چیزوں کا اللہ تعالیٰ تمہیں تاکیدی حکم دیتا ہے لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ تاکہ تم سمجھ جاؤ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اور نہ قریب جاؤ تم یتیم کے مال کے اِلَّا بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ مگر اس طریقے سے جو بہت اچھا ہو حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ یہاں تک کہ وہ پہنچ جائے اپنی قوۃ اور جوانی کو وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ اور پورا دو ماپ کر اور تول کر بِالْقِسْطِ انصاف کے ساتھ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا ہم نہیں تکلیف دیتے کسی نفس کو اِلَّا وُسْعَهَا مگر اس کی طاقت کے مطابق وَاِذَا قُلْتُمْ اور جب تم بات کرو

فَاعۡدِلُوۡا تو انصاف کی بات کرو وَلَوۡ كَانَ ذَا قُرۡبٰى اور اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو وَبِعَهۡدِ اللّٰهِ اَوۡفُوۡا اور اللہ تعالیٰ کے وعدے کو پورا کرو ذٰلِكُمۡ وَصّٰٮكُمۡ بِهٖ اس چیز کا اللہ تعالیٰ تمہیں تاکیدی حکم دیتا ہے لَعَلَّكُمۡ تَذَكَّرُوۡنَ تاکہ تم نصیحت حاصل کرو وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِىۡ مُسۡتَقِيۡمًا اور بے شک یہ میرا راستہ ہے سیدھا فَاتَّبِعُوۡهُ پس تم اس کی پیروی کرو وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ اور نہ پیروی کرو تم اور راستوں کی فَتَفَرَّقَ بِكُمۡ پس وہ تم کو جدا کر دیں گے عَنۡ سَبِيۡلِهٖ اللہ تعالیٰ کے راستہ سے ذٰلِكُمۡ وَصّٰٮكُمۡ بِهٖ اس چیز کا اللہ تعالیٰ تمہیں تاکیدی حکم دیتا ہے لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُوۡنَ تاکہ تم بچ جاؤ۔

ماقبل سے ربط :

اس سے پہلے سبق میں مشرکین کے اس دعوے کا رد تھا کہ انہوں نے اپنی مرضی سے کچھ چیزوں کو حلال اور کچھ کو حرام ٹھہرایا ہوا تھا اور ذمے اللہ تعالیٰ کے لگاتے تھے کہ ایسا کرنے کو اللہ تعالیٰ نے کہا ہے۔

حرام اشیاء کی تفصیل :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جن چیزوں کو انہوں نے حرام ٹھہرایا ہوا ہے وہ تو حرام نہیں ہیں اور جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے وہ سن لو، فرمایا...... قُلۡ آپ (ﷺ) کہہ دیں تَعَالَوۡا آؤ اَتۡلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمۡ میں پڑھ کر سناؤں وہ چیزیں جو حرام قرار دی ہیں تمہارے رب نے عَلَيۡكُمۡ تم پر، جن کی تم پرواہ نہیں کرتے اللہ تعالیٰ نے کیا حرام کیا ہے؟

1......شرک کرنا :

اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـئًا یہ کہ نہ شریک ٹھہراؤاس کے ساتھ کسی چیز کو۔ نہ انسانوں میں سے نہ جنوں میں سے نہ فرشتوں میں سے اس کی ذات میں اس کا کوئی شریک ہے نہ صفات میں نہ افعال، میں رب تعالیٰ نے شرک تم پر حرام کیا ہے اور تم اس میں ڈوبے ہوئے ہو۔

2...... والدین کی نافرمانی :

اور کیا حرام ہے؟ سنو وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کروان کی توہین وتنقیص حرام ہے ان کی دل آزاری بھی حرام ہے چاہے قول سے ہو یا فعل سے اور یہ کبیرہ گناہوں میں سے ایک ہے۔

3......قتلِ اولاد :

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ اور نہ قتل کرو اپنی اولاد کو غربت کے خوف سے۔ عرب میں بعض خاندان تو ایسے تھے جو لڑکیوں کو زندہ در گور کرتے تھے اور بعض لڑکوں کو بھی قتل کر دیتے تھے اپنے جھوٹے معبودوں کو خوش کرنے کے لئے اس کو کارِ ثواب سمجھتے تھے اور لڑکیوں کو غربت کے خوف سے قتل کر دیتے تھے کہ ہم ان کو کھلائیں گے کہاں سے؟ رب تعالیٰ فرماتے ہیں نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ہم تمہیں رزق دیتے ہیں اور انہیں بھی اگر انہیں تم رزق کے خوف سے قتل کرتے ہو کہ کھائیں گے کہاں سے تو پہلے خودکشی کرو کہ تم کہاں سے کھاؤ گے جو رب تعالیٰ تمہیں دیتا ہے وہ انکو بھی دے گا۔

4......فحاشی وعریانی کا حرام ہونا اور ''فواحش'' کی تحقیق :

وَلَا تَقْرَبُوْا الْفَوَاحِشَ ،فَوَاحِشُ ،فَاحِشَۃٌ کی جمع ہے جس کے معنٰی ہیں بے حیائی معنٰی ہوگا اور نہ قریب جاؤ بے حیائیوں کے مَا ظَھَرَ مِنْھَا جو ظاہر ہوں ان میں سے یعنی کھل کے ہوتی ہوں جیسے ناچ مجرا وغیرہ قسم کی جو خرافات ہیں آج کل تو اخبارات میں بے حیائی بڑی نمایاں ہوتی ہے جسے دیکھ کر بڑی دل آزاری ہوتی ہے اور حالات یہاں تک خراب ہوگئے ہیں کہ روکنے والے گونگے ہوگئے ہیں۔

شہزادہ عبداللہ بن عبدالعزیز کی رقص وسرود پر مجرمانہ خاموشی :

شہزادہ عبداللہ بن عبدالعزیز آیا تو اس کے لئے انہوں نے بڑا رقص وسرود کا انتظام کیا وہ بھی خاموشی سے دیکھتا سنتا رہا اور گونگا ہو کے بیٹھا رہا حالانکہ اس کا فرض تھا ان کو منع کرتا اور کہتا کہ ہمارا مذہب ان چیزوں کی اجازت نہیں دیتا اب لوگوں نے اس واقعہ کو سند بنالیا کہ سو مولوی بھی کہیں کہ یہ ناجائز ہے تو لوگ نہیں مانیں گے کہ عرب کے بادشاہ کے سامنے سب کچھ ہوا ہے اس نے منع نہیں کیا تم کون ہوتے ہو منع کرنے والے وَمَا بَطَنَ اور جو پوشیدہ ہوں ان کے قریب بھی نہ جاؤ۔

5......قتل نفس بغیر حق :

وَلَا تَقْتُلُوْا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ اور نہ قتل کرو اس نفس کو جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے مگر حق کے ساتھ۔ شریعت میں کسی کو قتل کرنے کی صرف تین صورتیں جائز ہیں ان کے علاوہ کسی کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔

قتلِ حق کی پہلی صورت :

پہلی شکل یہ کہ معاذ اللہ کوئی شخص مرتد ہو جائے تو مرتد کے بارے میں مسئلہ یہ ہے کہ تین دن تک اس کو مہلت دی جائے گی کہ اسلام کے متعلق اس کو جو شکوک وشبہات ہیں دور کرلے اس کو سمجھائیں گے اور یہ نہیں ہوسکتا کہ اسلام پر کوئی اعتراض ہو اور اس کا جواب نہ ہو اگر تین دن تک نہ سمجھا تو اسے قتل کر دیا جائے گا اور یہ قتل، قتل بالحق ہوگا۔

قتلِ حق کی دوسری صورت :

دوسری صورت یہ ہے کہ اگر کوئی کسی کو قصداً قتل کرے ایک ہے قتلِ خطا کہ مثلاً بس ٹرک کے نیچے آکر مر جائے یا کسی نے کسی جانور پر فائر کیا اور لگ کسی آدمی کو گیا اور وہ مر گیا یہ قتلِ خطا ہے اس پر قصاص نہیں ہے، قصاص قتلِ عمد پر ہے۔ قرآنِ کریم میں ہے وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ اور تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے اے عقل مندو! تو جو شخص جان بوجھ کر کسی کو قتل کرے گا تو وہ قصاصاً یعنی اس کے بدلے میں قتل کیا جائے گا یہ قتل بھی قتل بالحق ہے۔

قتلِ حق کی تیسری صورت :

اور تیسری صورت یہ ہے کہ شادی شدہ مرد یا شادی شدہ عورت بدکاری کریں اور اس کا شرعی ثبوت بھی مل جائے تو ان کو میدان میں کھڑا کر کے سنگسار کیا جائے گا اس کے علاوہ شریعت کسی کو قتل کرنے کی اجازت نہیں دیتی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ ان چیزوں کا اللہ تعالیٰ تمہیں تاکیدی حکم دیتا ہے لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ تاکہ تم سمجھ جاؤ۔

6......مالِ یتیم کھانا :

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اور نہ قریب جاؤ تم یتیم کے مال کے اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ مگر اس طریقے سے جو بہت اچھا ہو۔ اور اچھا طریقہ یہی ہے کہ اس کے مال کی دیانت داری کے ساتھ حفاظت اور نگرانی کی جائے اور اس کے مال کے قریب نہ جاؤ کہ ہڑپ کرنے کی کوشش کرو حفاظت کرو حَتّٰی يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ یہاں تک کہ وہ پہنچ جائے اپنی قوۃ اور جوانی کو۔ بالغ ہونے کے بعد اس کا مال اس کے حوالے کرو لیکن آج لوگ یتیم کے مال کھانے کے گناہ میں مبتلا ہیں۔

اہم ترین مسئلہ :

مسئلہ یہ ہے کہ مرنے والے کے مال میں سے صدقہ خیرات اس وقت تک جائز نہیں ہے جب تک اس کی وراثت تقسیم نہ ہو جائے یا تمام وارث اگر بالغ ہوں تو ان کی اجازت کے ساتھ مشترکہ مال میں سے صدقہ خیرات کر سکتے ہیں کہ جتنا مال خیرات میں خرچ ہوگا کل مال میں سے نکال لیا جائے گا اور بقیہ وارثوں پر حصے کے مطابق تقسیم ہو جائے گا اور اگر وارثوں میں کوئی بچہ یا بچی نابالغ ہے تو پھر صدقہ، خیرات بالکل جائز نہیں ہے۔ چاہے نابالغ سے اجازت بھی لے لی جائے کیونکہ نابالغ کی اجازت کی شرعی طور پر کوئی حیثیت نہیں ہے ایسے مال میں سے اگر صدقہ خیرات کیا گیا تو بالاتفاق حرام ہے۔

محدثین، فقہاءؒ کا اتفاق اور رسوم کی تردید :

تمام محدثینؒ اور فقہاءؒ اس مسئلے پر متفق ہیں کہ اگر وارثوں میں ایک بچہ بھی نابالغ

ہوتو جب تک وراثت تقسیم نہ ہو جائے مشترک مال میں سے صدقہ خیرات حرام ہے اور اس میں دیوبندی، بریلوی کسی کا اختلاف نہیں ہے اب سمجھنے والی بات یہ ہے کہ تیجا، ساتا، دسواں اور چالیسویں کی رسموں پر مرنے والے کے مال میں سے خرچ کیا جاتا ہے۔ جو ابھی وارثوں پر تقسیم نہیں کیا ہوا۔

رسوم پر مالِ یتیم کا کھانا:

اور اکثر مرنے والا یتیم بچے چھوڑ کر جاتا ہے تو ان رسموں پر یتیم کا مال کھایا جاتا ہے کیونکہ یہاں کا دستور یہ ہے کہ وراثت اس وقت تک تقسیم نہیں ہوتی جب تک بہن بھائی آپس میں لڑ نہ پڑیں اور یتیم کا مال کھانے میں سب آلودہ ہوتے ہیں کچھ پکانے والے اور کچھ کھانے والے الا ماشاء اللہ۔ اور سارے حرام کھا جاتے ہیں مولوی بھی، قاری بھی، حاجی بھی، جاٹ، چودھری، رشتہ دار بھی اور پھر عجیب بات یہ ہے کہ اس کو ایصالِ ثواب کا نام دے رکھا ہے بھائی ایصالِ ثواب تو غریب مسکین کو کھلانے سے ہوتا ہے اور یہاں چچے مامے، پھوپھیاں، خالائیں اور دیگر رشتہ دار کھا جاتے ہیں یہ کیا ایصالِ ثواب ہوا یہ ان لوگوں نے عجیب مکاری شروع کی ہوئی ہے۔ بھائی ایصالِ ثواب تو ہوتا ہے کسی بھوکے پیاسے اور ضرورتمند کی ضرورت پوری کرنے سے اور ان کو تم دھکے مارتے ہو اور کھا خود جاتے ہو لہٰذا یاد رکھنا تیجا، ساتا، دسواں، چالیسواں بدعات ہیں اور یتیم کا مال کھانا قطعی حرام ہے۔

فوتیدگی والے گھر پڑوسیوں کا کھانا پکانا:

البتہ فوتیدگی کے موقعہ پر عزیز رشتہ دار اور پڑوسی جو کھانا پکا کر بھیجتے ہیں یہ سنت ہے اور یہ کھانا جائز ہے کیونکہ وہ تیموں کے مال میں سے نہیں ہوتا۔ چنانچہ حضرت جعفر

طیارؓ جب موتہ کے مقام پر شہید ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا اِصْنَعُوْا لِاٰھْلِ جَعْفَرَ طَعَامًا فَاِنَّھُمْ اَتَاھُمْ مَا یَشْغَلُھُمْ تم جعفر کے اہل خانہ کے لئے کھانا پکا کر بھیجو کیونکہ ان کو صدمے کی خبر پہنچی ہے تو صدمے کے دنوں میں کھانا پکا کر بھیجنا سنت ہے البتہ تین دن کے بعد جب کھانا گھر میں پکے گا تو یہ کھانا رشتہ دار بھی نہیں کھا سکتے چاہے دور دراز سے کیوں نہ آئے ہوئے ہوں کیونکہ یہ مشترکہ مال سے پکایا گیا ہے۔ لہٰذا رشتے دار تین دن سے زیادہ نہ ٹھہریں اور اگر ٹھہریں تو اپنے کھانے کا انتظام خود کریں۔

مالِ یتیم کھانے پر وعید :

چوتھے پارے میں آتا ہے یتیموں کا مال کھانے والوں کو اس طرح سمجھو اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِھِمْ نَارًا کہ وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں وَسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا اور عنقریب وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے۔ لہٰذا یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ۔

7......میزان کا درست نہ رکھنا حرام :

وَاَوْفُوا الْکَیْلَ وَالْمِیْزَانَ اور پورا دو ماپ کر (اگر پیمانے میں ماپ کر چیز دینی ہے) اور تول کر بِالْقِسْطِ انصاف کے ساتھ۔ اگر ترازو سے تول کر دینی ہے نہ پیمانے میں گڑبڑ ہو اور نہ ترازو میں ڈنڈی مارو لَا نُکَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا ہم نہیں تکلیف دیتے کسی نفس کو مگر اس کی طاقت کے مطابق۔ ہر ایک کو ہم نے وہ احکام دیئے ہیں جو وہ آسانی کے ساتھ کر سکتا ہے۔

8......انصاف کی بات نہ کرنا حرام :

وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا اور جب تم بات کرو تو انصاف کی بات کرو۔ سوچ سمجھ کر کہ اس میں میری اللہ تعالیٰ کی طرف سے پکڑ تو نہیں ہوگی کہ اس میں کسی کی دل آزاری نہ ہو اور کسی کی حق تلفی بھی نہ ہو اور بات بھی صحیح ہو وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰی اور اگر چہ وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ نہ ان کو تکلیف دینے کے لئے بات کرو اور نہ ان کو فائدہ پہنچانے کے لئے بات کرو صرف رب تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے بات کرو۔

9......وعدے کو پورا نہ کرنا حرام :

وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا اور اللہ تعالیٰ کے وعدے کو پورا کرو جو وعدہ تم نے رب تعالیٰ کے ساتھ کیا ہے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھ کر کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی الٰہ نہیں ہے اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ جو انہوں نے حکم دیا ہے وہ کرنا ہے۔ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ اس چیز کا اللہ تعالیٰ تمہیں تاکیدی حکم دیتا ہے لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ تا کہ تم نصیحت حاصل کرو وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا اور بے شک یہ میرا راستہ ہے سیدھا یعنی یہ جو کچھ اوپر بیان ہوا ہے اَنْ لَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ سے لے کر لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ تک فَاتَّبِعُوْهُ پس تم اس کی پیروی کرو اور ہر نماز میں ہم اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ پڑھتے ہیں کہ اے پروردگار! ہمیں سیدھے راستے پر چلا اب اگر کوئی اس کے خلاف عمل کرے گا جو چیزیں اوپر بیان ہوئی ہیں تو وہ صراطِ مستقیم پر نہیں ہے۔ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ اور نہ پیروی کرو تم اور راستوں کی فَتَفَرَّقَ بِكُمْ پس وہ تم کو جدا کر دیں گے عَنْ سَبِيْلِهٖ اللہ تعالیٰ کے راستہ سے ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ اس چیز کا اللہ تعالیٰ تمہیں تاکیدی حکم دیتا ہے لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ تا کہ تم بچ جاؤ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے

اور دوزخ کے عذاب سے۔

ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ(۱۵۴) وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ(۱۵۵) اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ص وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ(۱۵۶) اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ ج فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ج فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ط سَنَجْزِي الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ(۱۵۷)

لفظی ترجمہ :

ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى پھر ہم نے دی موسیٰؑ الْكِتٰبَ کتاب تَمَامًا مکمل کرتے ہوئے نعمت عَلَى الَّذِيْ اَحْسَنَ اس شخص پر جس نے

نیکی کی وَتَفۡصِيۡلًا لِّـكُلِّ شَىۡءٍ اور تفصیل ہر چیز کے لئے وَّهُدًى وَّرَحۡمَةً
اور ہدایت اور رحمت لَّـعَلَّهُمۡ بِلِقَآءِ رَبِّهِمۡ يُؤۡمِنُوۡنَ تاکہ وہ لوگ اپنے
رب کی ملاقات پر ایمان لائیں وَهٰذَا كِتٰبٌ اور یہ کتاب ہے اَنۡزَلۡنٰهُ جس
کو ہم نے نازل کیا مُبٰرَكٌ برکت والی ہے فَاتَّبِعُوۡهُ پس تم اس کی
پیروی کرو وَاتَّقُوۡا اور تم ڈرو لَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ تاکہ تم پر رحم کیا جائے اَنۡ
تَقُوۡلُوۡۤا تاکہ تم یہ نہ کہو اِنَّمَاۤ اُنۡزِلَ الۡكِتٰبُ کہ پختہ بات ہے نازل کی گئی
کتاب عَلٰى طَآئِفَتَيۡنِ دو گروہوں پر مِنۡ قَبۡلِنَا ہم سے پہلے وَاِنۡ كُنَّا اور
بے شک ہم تھے عَنۡ دِرَاسَتِهِمۡ لَغٰفِلِيۡنَ ان کے پڑھنے پڑھانے سے
بے خبر اَوۡ تَقُوۡلُوۡا یا تم یہ نہ کہو لَوۡ اَنَّاۤ اُنۡزِلَ عَلَيۡنَا الۡكِتٰبُ اگر بے شک
اتاری جاتی ہمارے اوپر کتاب لَـكُنَّاۤ اَهۡدٰى مِنۡهُمۡ تو ہم ہوتے ان سے
زیادہ ہدایت والے فَقَدۡ جَآءَكُمۡ بَيِّنَةٌ پس تحقیق آگئی تمہارے پاس واضح
دلیل مِّنۡ رَّبِّكُمۡ تمہارے رب کی طرف سے وَهُدًى اور ہدایت وَّرَحۡمَةٌ
اور رحمت فَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنۡ پس کون بڑا ظالم ہے اس شخص سے كَذَّبَ
بِاٰيٰتِ اللّٰهِ جس نے جھٹلایا اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو وَصَدَفَ عَنۡهَا اور اعراض
کیا اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے سَنَجۡزِى الَّذِيۡنَ ہم ضرور بدلہ دیں گے ان
لوگوں کو يَصۡدِفُوۡنَ عَنۡ اٰيٰتِنَا جو اعراض کرتے ہیں ہماری آیتوں سے
سُوۡٓءَ الۡعَذَابِ برا عذاب بِمَا كَانُوۡا يَصۡدِفُوۡنَ اس وجہ سے کہ وہ اعراض

کرتے ہیں۔

ماقبل سے ربط / صراطِ مستقیم کی مزید تفسیر :

اس سے پچھلے سبق میں آپ حضرات نے صراطِ مستقیم کی مختصر تفسیر سنی اور اس پر چلنے کا حکم سنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس پر چلو تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور عذاب سے بچ جاؤ ثُمَّ کا مطلب ہوتا ہے، پھر مطلب یہ ہے کہ یہ حکم تو تم نے سن لیا پھر یہ بھی سن لو۔

پہلی کتابوں میں توراۃ کا مرکزی کتاب ہونا :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... ثُمَّ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ پھر ہم نے دی موسیٰ کو کتاب توراۃ جتنی بھی آسمانی کتابیں ہیں ان میں قرآنِ کریم کے بعد توراۃ بڑی اہم اور مرکزی مقدس کتاب ہے۔ توراۃ کے مطابق اللہ تعالیٰ کے پیغمبر علماء اور مشائخ اپنے اپنے دور میں فیصلے کرتے رہے تَمَامًا عَلَی الَّذِیْٓ اَحْسَنَ مکمل کرتے ہوئے نیکی اس شخص پر جس نے نیکی کی۔

"تَمَامًا"...... کی تفسیر :

مفسرین کرامؒ اس جملے کی تشریح اس طرح فرماتے ہیں کہ تَمَامًا لِنِعْمَةٍ عَلَی الَّذِیْٓ اَحْسَنَ قِیَامَ بِہٖ یہ توراۃ نازل فرما کر اپنی نعمت مکمل کی اس شخص پر جس نے دین کو اچھے طریقے سے قائم کیا، دین روحانی نعمت اور غذا ہے۔

جسم اور روح میں روح کو فوقیت :

انسان دو چیزوں سے مرکب ہے ایک جسم اور دوسرا روح جسم کی ضروریات تو تمام

لوگ سمجھتے ہیں کہ اس کو خوراک کی ضرورت ہے اور اگر بیمار ہو جائے تو علاج کی ضرورت ہے مگر روح کی ضروریات کو بہت کم لوگ سمجھتے ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اصل انسانیت روح کے ساتھ ہے جسم تو اس کے لئے سواری ہے جس طرح گھوڑا گدھا آدمی کے لئے سواری ہیں تو اس میں اصل انسان ہے گھوڑا گدھا اصل نہیں ہیں۔ مثلاً کوئی آدمی گھوڑے پر سوار ہو کر جا رہا ہو اور گھوڑے کو ٹھوکر لگے اور دونوں گر جائیں تو لوگ پہلے آدمی کو اٹھائیں گے کہ یہ انسان ہے گھوڑے کی بھی فکر ہوگی مگر بعد میں کیونکہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے لیکن زیادہ فکر انسان کی ہوگی اور اگر سارے لوگ گھوڑے کی طرف ہو جائیں اور آدمی کی خبر کوئی نہ لے تو حماقت ہوگی یہ ہمارا بدن روح کے لئے سواری ہے۔ گھوڑے گدھے اور ٹٹو کی طرح اس کی لوگوں کو فکر ہے کہ اس کی خوراک بھی ہو اور اسکا علاج بھی ہوتا کہ تندرست رہے اور پوشاک بھی ہو۔

انسان کا انسان نہ بننا ایک المیہ :

اور روح کے متعلق بہت کم فکر ہے اللہ تعالیٰ نے جو کتابیں نازل فرمائی ہیں یہ روح کی خوراک ہیں اور انسان کو انسان بنانے کے لئے نازل کی گئی ہیں انسان اگر صحیح معنیٰ میں انسان بن جائے تو نہ کسی سے جھگڑا ہو نہ کسی کی حق تلفی ہو اور نہ کسی پر ظلم زیادتی ہو اور اگر انسانیت مخدوش ہو تو پھر سب کچھ ہوگا حق تلفی ہوگی جھگڑا ہوگا ظلم و زیادتی ہوگی یہ آسمانی کتابیں توراۃ، انجیل، زبور، قرآنِ مجید انسانیت کا سبق دینے کے لئے نازل ہوئی ہیں۔

قرآنِ کریم کا اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہونا :

اس وقت دنیا میں قرآنِ کریم کے سوا کوئی آسمانی کتاب اپنی اصلی شکل میں موجود نہیں ہے قرآنِ کریم کی حفاظت کا ذمہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا

الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ (پارہ : ۱۴) بے شک ہم نے ہی قرآنِ کریم کو نازل کیا ہے اور بیشک ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ اس لئے اس کے الفاظ محفوظ، لب ولہجہ محفوظ، ترجمہ محفوظ اور قیامت تک محفوظ رہے گا جب دنیا سے یہ قرآنِ کریم اٹھ جائے گا تو دنیا بھی باقی نہیں رہے گی۔

قرآن کی موجودگی میں قیامت نہیں آسکتی :

مسند احمد، مستدرک حاکم، موارد الظمأن یہ حدیث کی کتابیں ہیں ان سب میں یہ روایت صحیح سند کے ساتھ موجود ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کو اس دنیا کا نظام سمیٹنا اور لپیٹنا منظور ہوگا تو قرآنِ کریم کے اوراق سے حرف اڑ جائیں گے صرف کاغذ رہ جائے گا اور حفاظ کے سینوں سے قرآنِ کریم نکال لیا جائے گا اس میں ان کی توہین نہیں ہوگی بلکہ نظامِ عالم کو ختم کرنے کے لئے ایسے کیا جائے گا کیونکہ اس کتاب کی موجودگی میں قیامت نہیں آسکتی۔

مسلمان کی موجودگی میں بھی قیامت نہیں آسکتی :

اس طرح حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب تک دنیا میں کوئی اللہ، اللہ کرنے والا اور لا الٰہ الا اللہ کہنے والا موجود ہوگا تب تک قیامت نہیں آئے گی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ اور تفصیل ہر چیز کے لئے اس وقت دینی اعتبار سے جو ان کی ضروریات تھیں توراۃ میں ان کی تفصیل تھی وَّهُدًى وَّرَحْمَةً اور ہدایت اور رحمت یہ کتاب ہم نے موسیٰ کو کیوں دی تھی لَعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ تاکہ وہ لوگ اپنے رب کی ملاقات پر ایمان لائیں۔

اصولِ ثلاثہ :

توحید و رسالت کی طرح قیامت کا مسئلہ بھی بنیادی ہے۔اور تمام آسمانی کتابوں میں توحید و رسالت کی طرح قیامت کا سبق دیا گیا ہے اصول تین ہی ہیں توحید، رسالت، قیامت باقی تمام ان کے فروعات ہیں ان اصولوں میں کسی زمانے میں فرق نہیں آیا اور تمام آسمانی کتابوں میں ان کو بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جس طرح ہم نے موسیٰ کو توراۃ دی اسی طرح وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اور یہ کتاب ہے جس کو ہم نے نازل کیا مُبٰرَكٌ برکت والی ہے۔

قرآن کا کتاب برکت ہونا :

اس کا ایک حرف پڑھنے پر دس نیکیاں ملتی ہیں اور سننے پر بھی دس نیکیاں ملتی ہیں اس کو دیکھنا ثواب ہے اس کو ہاتھ لگانا ثواب ہے مگر بغیر وضو کے اس کو ہاتھ لگانا جائز نہیں ہے البتہ بے وضو پڑھنے کی اجازت ہے۔حدیث پاک میں آتا ہے لَا تَمَسُّهٗ اِلَّا اَنْتَ طَاهِرٌ قرآنِ کریم کو ہاتھ نہ لگا مگر جب کہ تو پاک ہو۔قرآنِ کریم کو جنابت کی حالت میں پڑھنا جائز نہیں ہے۔عورتیں ایامِ ماہواری میں نہیں پڑھ سکتیں البتہ دعا کے طور پر کوئی جملہ کوئی آیت پڑھیں تو اجازت ہے کیونکہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ بھی تو قرآنِ کریم کی آیت ہے اس کو ہر کام کے شروع میں بطور دعا کے پڑھیں تو جائز ہے۔اس طرح کوئی صدمہ یا مصیبت آئے تو اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھیں تو اجازت ہے تو فرمایا یہ کتاب برکت والی ہے۔

نیست ممکن جز بقرآں زیستن :

فَاتَّبِعُوْهُ پس تم اس کی پیروی کرو۔ جب تک اس کی پیروی ہوتی رہی اور مسلمان اس کے احکامات پر عمل کرتے رہے تو ان کا سر آسمانوں کے ساتھ لگا رہا بڑی بڑی مغرور حکومتیں ان سے ڈرتی اور کانپتی تھیں اور جب اس کی طرف پیٹھ پھیر دی اس وقت دنیا میں ذلیل ہو گئے آج پوری دنیا میں امریکہ کی حکمرانی ہے اس کا حکم اس کا سکہ اس کا آرڈر چلتا ہے اور کسی کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ مسلمان قرآن کریم کے قریب آئے گا تو اس ذلت سے نکلے گا۔ وَاتَّقُوْا اور تم ڈرو، کس سے؟ اللہ تعالیٰ کی مخالفت سے اور بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ عقابہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو اور بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ شرک سے ڈرو اور بچو لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

مقصد و حکمت نزولِ قرآن :

آگے اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم کے نازل کرنے کی حکمت بیان فرماتے ہیں کہ اس کو ہم نے کیوں نازل کیا ہے ارشادِ ربانی ہے...... اَنْ تَقُوْلُوْا تاکہ تم یہ نہ کہو اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا کہ پختہ بات ہے نازل کی گئی کتاب دو گروہوں یہود و نصاریٰ پر ہم سے پہلے۔

سرزمین عرب میں بالترتیب پانچ گروہ :

سرزمین عرب میں اکثریت مشرکین کی تھی مشرکین کے بعد مردم شماری کے اعتبار سے دوسرا نمبر یہود کا تھا کہ مدینہ طیبہ، خیبر کے علاوہ دوسرے علاقوں میں بھی آباد تھے اور تیسرا نمبر نصاریٰ کا تھا کہ نجران کے علاقے میں سارے وہی تھے اور نجران کے علاوہ

دوسرے علاقوں میں بھی اکادکا آباد تھے۔ مردم شماری کے اعتبار سے چوتھے نمبر پر صابئین تھے اور پانچویں نمبر پر مجوس تھے اور وہ بہت کم تعداد میں تھے کہ حجر کے علاقے میں کچھ مجوسیوں کے ڈیرے تھے یہ پانچ فرقے آنحضرت ﷺ کی بعثت کے وقت موجود تھے۔ ان میں سے دو بڑے گروہ یہود و نصاریٰ تھے یہود کی طرف توراۃ اور نصاریٰ کی طرف انجیل مقدس نازل کی گئی عرب بڑے ذہین تھے اور اب بھی بڑے ذہین ہیں یہ توراۃ و انجیل سنتے تھے اور یہود و نصاریٰ سے واقف تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے عربیوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ کتاب قرآنِ کریم اس وجہ سے نازل فرمائی کہ تم یہ نہ کہہ سکو کہ ہم سے پہلے دو گروہوں پر کتابیں نازل ہوئیں۔

توراۃ وانجیل کی نزولی زبان کا مبہم ہونا :

وَاِنۡ كُنَّا عَنۡ دِرَاسَتِهِمۡ لَغٰفِلِيۡنَ اور بے شک ہم تھے ان کے پڑھنے پڑھانے سے بے خبر۔ کہ توراۃ وانجیل کی زبان عربی نہیں تھی کوئی اور زبان تھی وہ کون سی زبان میں نازل ہوئی ہیں اس وقت کے پادری صاحبان بھی یقین کے ساتھ نہیں بتا سکتے کہ ان کی اصلی زبان کون سی تھی تو عربیو! تم یہ نہ کہہ سکو کہ ہماری زبان عربی تھی اور یہ کتابیں اور زبانوں میں تھیں ہم ان کے سمجھنے سے غافل رہے اس لئے ہم نے قرآنِ کریم عربی زبان میں نازل کیا تا کہ تم سمجھ سکو۔ اَوۡ تَقُوۡلُوۡا یا تم یہ نہ کہو لَوۡ اَنَّاۤ اُنۡزِلَ عَلَيۡنَا الۡـكِتٰبُ اگر بے شک اتاری جاتی ہمارے اوپر کتاب لَـكُنَّاۤ اَهۡدٰى مِنۡهُمۡ تو ہم ہوتے ان سے زیادہ ہدایت والے۔

یہود و نصاریٰ میں نیک سیرت لوگوں کا مسلمان ہونا :

یہود میں جو نیک دل لوگ تھے جیسے عبد اللہ بن سلامؓ، حضرت اسدؓ، حضرت اُسیدؓ،

حضرت ثعلبہ بن یامینؓ یہ بڑے نیک سیرت لوگ تھے فطرت صحیح تھی آپ کے تشریف لانے پر مسلمان ہوگئے۔لوگ ان کی زندگیوں پر رشک کرتے تھے، اسی طرح عیسائیوں میں بھی کچھ لوگ نیک دل تھے جیسے تمیم داریؓ، عدی بن بدؓا اور حاتم طائی کے بیٹے عدیؓ یہ نیک سیرت لوگ تھے اور مسلمان ہوگئے ان کو دیکھ کر لوگ رشک کرتے تھے اس لئے یہ کتاب نازل کی گئی تاکہ تم یہ نہ کہہ سکو کہ اگر ہماری طرف کتاب نازل ہوتی تو ہم ان سے زیادہ نیک سیرت اور ہدایت یافتہ ہوتے۔

قرآن کا تمام عالم کیلئے ہدایت ورحمت ہونا :

فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ پس تحقیق آگئی تمہارے پاس واضح دلیل تمہارے رب کی طرف سے قرآن پاک جو الحمدللہ آج تک محفوظ ہے اور قیامت تک محفوظ رہے گا اور اس کا پڑھنا صرف مولویوں اور قاریوں کا کام نہیں ہے بلکہ تمام مسلمان مرد عورتوں کیلئے ہے اور تمام کائنات کے لئے وَهُدًى اور ہدایت ہے وَّرَحْمَةٌ اور رحمت ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے شفا ہے فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ پس کون بڑا ظالم ہے اس شخص سے جس نے جھٹلایا اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو وَصَدَفَ عَنْهَا اور اعراض کیا اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے سَنَجْزِی الَّذِيْنَ ہم ضرور بدلہ دیں گے ان لوگوں کو يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا جو اعراض کرتے ہیں ہماری آیتوں سے سُوْٓءَ الْعَذَابِ برا عذاب بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ اس وجہ سے کہ وہ اعراض کرتے ہیں۔ لہٰذا اس کا بدلہ ان کو ضرور ملے گا۔

اعراض، مخالفت پر سزا کا ملنا امرِ فطری :

دیکھو! آج جو جس ملک میں رہتا ہے اس ملک کے قوانین کی پابندی کرنا اس پر لازمی ہے اگر مخالفت کرے گا تو سزا سے نہیں بچ سکتا حالانکہ دنیا کے حکمرانوں نے نہ تو اس کو پیدا کیا ہے، اور نہ ہی اس کی خوراک پیدا کی ہے۔ اور نہ ہی وہ اس کی موت وحیات کے مالک ہیں اور رب تعالیٰ کی ذات نے یہ سب کچھ پیدا کیا ہے۔ اس نے پیدا کیا خوراک، لباس اور تمام ضروریات پیدا فرمائیں صحت عطا فرمائی تو جو اس کی نافرمانی کرے گا وہ اس کی گرفت سے کس طرح بچ سکتا ہے۔ حَاشَا وَكَلَّا ہرگز نہیں بچ سکتا اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم ضرور بدلہ دیں گے ان کو جو ہماری آیتوں سے اعراض کرتے ہیں۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ
اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ط يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ
رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ
اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ط قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا
مُنْتَظِرُوْنَ (۱۵۸) اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا
شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ط اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ
يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ (۱۵۹) مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ
فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ج وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا
مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (۱۶۰)

لفظی ترجمہ :

هَلْ يَنْظُرُوْنَ نہیں وہ انتظار کرتے اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ مگر اس بات کا کہ آئیں ان کے پاس فرشتے اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ یا آئے تیرا رب اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ یا آئیں تیرے رب کی بعض نشانیاں يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ جس دن آئیں گی تیرے رب کی بعض نشانیاں لَا يَنْفَعُ نَفْسًا نہیں نفع دے گا کسی نفس کو اِيْمَانُهَا اس کا ایمان لَمْ تَكُنْ

اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ جو نفس کہ ایمان نہیں لایا تھا اس سے پہلے اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا یا اس نے نہیں کمائی اپنے ایمان میں کوئی نیکی قُلِ انْتَظِرُوْٓا آپ (علیہ السلام) کہہ دیں انتظار کرو اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ بے شک ہم بھی انتظار کرنے والے ہیں اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ جنہوں نے تفرقہ ڈالا اپنے دین میں وَكَانُوْا شِيَعًا اور ہو گئے شیعہ لَسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ بے شک ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ پھر وہ ان کو بتائے گا بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ جو کچھ وہ کرتے رہے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ جو شخص لایا ایک نیکی فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا پس اس کے لئے دس گنا اجر ہے وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ اور جو شخص لایا برائی فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا پس نہیں بدلا دیا جائے گا مگر اس کے مثل وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

ماقبل سے ربط :

اس سے پہلے رکوع میں توحید کا بیان ہوا اور حقوق العباد کا ذکر ہوا اور ان کے علاوہ اور بہت سی چیزوں کے احکام بیان کرنے کے بعد فرمایا وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ یہ کتاب قرآنِ کریم اس کو ہم نے نازل کیا ہے برکت والی ہے اس کا اتباع کرو۔

دلائلِ عقلیہ ونقلیہ کی موجودگی میں نہ سمجھنا، چہ معنی دارد؟ :

قرآنِ کریم میں جو عقلی و نقلی دلائل بیان ہوئے ہیں ان سے بڑھ کر سمجھانے میں،

پھر سمجھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایسا طریقہ اختیار فرمایا ہے کہ ہر پڑھا لکھا اور ان پڑھ سمجھ سکتا ہے۔اس کے بعد بھی اگر کوئی تسلیم نہ کرے تو وہ کس چیز کے انتظار میں ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... هَلْ يَنْظُرُوْنَ نہیں وہ انتظار کرتے اِلَّا اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ مگر اس بات کا کہ آئیں ان کے پاس فرشتے عذاب کے ساتھ پھر مانیں گے؟

"يَاْتِيَ رَبُّكَ" کی تفاسیر :

اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ یا آئے تیرا رب۔ "يَاْتِيَ رَبُّكَ" کی ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ مراد ہے تیرے رب کا حکم آئے چنانچہ چودھویں پارہ میں سورۃ النحل میں ہے اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ تو یہاں رَبُّكَ کے لفظ سے پہلے امر کا لفظ موجود ہے معنیٰ ہوگا یا تیرے رب کا حکم آئے اور مفسرین کرام" کا دوسرا گروہ کہتا ہے کہ حقیقۃً رب تعالیٰ کا آنا ہی مراد ہے کہ قیامت کا دن ہوگا اللہ تعالیٰ کی عدالت قائم ہوگی رب تعالیٰ آئیں گے جس طرح کا آنا اس کی شان کے لائق ہوگا ہم اس کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے کہ اللہ تعالیٰ کے آنے کی کیفیت کیا ہوگی، جیسے.........

رب تعالیٰ کا دیکھنا، سننا، کلام کرنا اور اعضاوغیرہ کا مطلب :

قرآنِ کریم میں آتا ہے بِيَدِهِ الْمُلْكُ اس کے ہاتھ میں ہے شاہی یہاں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کا ذکر ہے اور دو ہاتھوں کا ذکر بھی آتا ہے بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ رب تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں تو ہم نہیں سمجھ سکتے کہ رب تعالیٰ کے ہاتھ کیسے ہیں بس ہم یہی کہیں گے کہ جو اس کی شان کے لائق ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفت سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ بھی ہے کہ وہ سننے والا دیکھنے والا ہے تو اللہ تعالیٰ کا سننا اور دیکھنا مخلوق کی طرح تو نہیں ہے کہ ہم کانوں سے سنتے ہیں آنکھوں سے دیکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کے کان اور

آنکھیں مخلوق کی طرح نہیں ہیں بس یہی کہیں گے کہ جو اس کی شان کے لائق ہیں اللہ تعالیٰ کی گفتگو کا ذکر بھی قرآنِ کریم میں آتا ہے۔ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے گفتگو فرمائی مگر رب تعالیٰ کا بولنا ہماری طرح نہیں کہ بولتے ہیں تو منہ کھولتے ہیں، دانت ہلاتے ہیں، ہونٹ ہلاتے ہیں، رب تعالیٰ دانتوں اور ہونٹوں سے پاک ہے بس یہی کہیں گے کہ اس نے گفتگو فرمائی جس طرح اس کی شان کے لائق تھی۔ تو قرآن وحدیث میں اس طرح کی جتنی صفات بھی اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں ہمارا سب پر ایمان ہے۔ ان کی حقیقت جاننا ہمارے بس میں نہیں ہے۔ ہمارے لئے اتنا کافی ہے کہ ہم کہیں كَمَا يَلِيْقُ بِشَانِهٖ جیسے اس کی شان کے لائق ہے۔ یہ بھی قرآنِ کریم میں آتا ہے اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى رحمٰن عرش پر قائم ہے ہم مانتے ہیں کہ وہ اپنی شان کے ساتھ قائم ہے اور یہ بھی آتا ہے وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تم جہاں کہیں بھی ہو وہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے اس کا ساتھ ہونا کس طرح کا ہے؟ بھائی جو اس کی شان کے لائق ہے اسی طرح رب تعالیٰ کا قیامت والے دن آنا حق ہے۔ عدالت لگی ہوگی انصاف فرمائیں گے جو اس کی شان کے لائق ہوگا اس طرح آئے گا آگے فرمایا اَوْ يَاْتِىَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ یا آئیں تیرے رب کی بعض نشانیاں يَوْمَ يَاْتِىْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ جس دن آئیں گی تیرے رب کی بعض نشانیاں لَا يَنْفَعُ نَفْسًا نہیں نفع دے گا کسی نفس کو اِيْمَانُهَا اس کا ایمان لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ جو نفس کہ ایمان نہیں لایا تھا اس سے پہلے اَوْ كَسَبَتْ فِىْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا یا اس نے نہیں کمائی اپنے ایمان میں کوئی نیکی یہ کون سی نشانیاں ہیں جن کے ظہور کے بعد کوئی خیر اور نیکی کام نہیں آئے گی۔

علاماتِ قیامت :

صحیح روایات میں آتا ہے کہ سورج کا مغرب کی طرف سے طلوع ہونا اور دابۃ الارض کا نکلنا ہے۔

1......زمین میں سے جانور کا نکلنا :

صفا کی چٹان پھٹے گی اور بیل کی طرح کا ایک جانور زمین سے نکلے گا لوگوں کے ساتھ اس طرح گفتگو کرے گا جس طرح اب میں آپ کے ساتھ گفتگو کر رہا ہوں اور آپ حضرات سمجھ رہے ہیں وہ تقریر کرے گا اور لوگ اس کے پیچھے پیچھے دوڑیں گے۔

2......سورج کا مغرب کی طرف سے طلوع ہونا :

اور جس دن دابۃ الارض نکلے گا۔اسی دن سورج مغرب سے طلوع ہوگا اس کی شکل اس طرح بنے گی کہ مثلاً اب سورج کے طلوع ہونے کا وقت ہے مطلع بالکل صاف ہے اسی طرح مطلع صاف ہوگا لوگ سورج کے طلوع ہونے کا انتظار کر رہے ہوں گے مگر سورج طلوع نہیں ہوگا لوگ حیران ہوں گے کہ بادل بھی نہیں ہیں دھند بھی نہیں ہے اور طلوع ہونے کے آثار نظر نہیں آرہے کہ پہلے مشرق کی طرف سے سفیدی پھیلتی ہے پھر سرخی پھیلتی ہے اور آج کچھ بھی نہیں ہے سورج مغرب سے طلوع ہو کر سر پر آپہنچے گا۔

علاماتِ قیامت کے پورا ہونے کے بعد توبہ کا قبول نہ ہونا :

لوگوں میں افراتفری پھیل جائے گی توبہ کرنے والے توبہ کریں گے مگر اب توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا اس سے پہلے جو ایمان لا چکے تھے ان کا ایمان معتبر ہوگا اور اس سے پہلے جو توبہ کرتے تھے ان کی توبہ بھی قبول ہوگی اور پہلے نیکیاں کرتے تھے ان کی وہ نیکیاں

بھی معتبر ہوں گی جو اس کے بعد کریں گے اور دابۃ الارض کے زمین سے نکلنے اور سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کے بعد جو ایمان لائے گا اس کے ایمان کا کوئی اعتبار نہیں اور اسی طرح پہلے نیکی نہیں کرتا تھا اور اب شروع کی تو اس نیکی کا بھی کوئی اعتبار نہیں ہوگا جس طرح نزع کی حالت طاری ہونے کے بعد کوئی شخص ایمان لائے یا توبہ کرے استغفار کرے تو اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اسی طرح سورج کا مغرب سے طلوع ہونا جہاں پر نزع کی حالت ہوگی اس کے بعد بھی ایمان اور توبہ قبول نہیں ہوگی تو سورج دوپہر تک آئے گا پھر اسے اللہ تعالیٰ حکم دیں گے واپس لوٹ جا اور جسطرح پہلے مشرق سے طلوع ہوتا تھا اسی طرح اب بھی مشرق سے طلوع ہو سورج اپنی لیٹ بھی نکال لے گا اور مشرق سے طلوع ہوگا۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کا قول :

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فتح الباری میں روایات نقل کرتے ہیں کہ اس کے بعد تقریباً ایک سو بیس سال گزریں گے پھر حضرت اسرافیلؑ بگل پھونکیں گے۔

علاوہ ازیں علاماتِ قیامت :

ان کے علاوہ قیامت کی اور بھی بہت سی نشانیاں ہیں مثلاً امام مہدیؑ کا آنا حضرت عیسیٰؑ کا آسمانوں سے نازل ہونا یاجوج ماجوج کا خروج، دجال کا خروج اور خسف بالمشرق وخسف بالمغرب وخسف بجزیرۃ العرب مشرقی ملکوں میں ایک پورے علاقے کا زمین میں دھنس جانا اور مغربی ممالک میں ایک علاقے کا زمین میں دھنس جانا اور جزیرۂ عرب میں ایک ٹکڑے کا زمین میں دھنس جانا یہ سب کچھ ہونے والا ہے اور ہو کر رہے گا۔

خسفِ جزیرۂ عرب کے متعلق حضرت شیخ مدظلہ کی رائے :

یہ جو جزیرۂ عرب میں ایک ٹکڑے کے دھنس جانے کا ذکر ہے اس کے متعلق غیب تو رب تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ وہ کون سا علاقہ ہوگا مگر میرا ذہن یہ کہتا ہے کہ یہ وہی جگہ ہوگی جہاں امریکہ کی ایک لاکھ سے زیادہ فوج بیٹھی ہوئی ہے جس کو شہزادوں نے اپنی حفاظت کے لئے پاک زمین پر ٹھہرایا ہوا ہے وہاں شراب بھی چلتی ہے، زنا بھی ہوتا ہے اور جو کچھ انگریز قوم کرتی ہے وہ سارا کچھ وہاں ہو رہا ہے اور یہ تمام اخراجات شہزادے برداشت کر رہے ہیں۔ یہ ٹکڑا بمع ان کے زمین میں دھنس جائے گا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں..... قُلِ انْتَظِرُوْا آپ (ﷺ) کہہ دیں انتظار کرو اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ بے شک ہم بھی انتظار کرنے والے ہیں اس کے بعد رب تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ الَّذِیْنَ بے شک وہ لوگ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ جنہوں نے تفرقہ ڈالا اپنے دین میں۔

"شِیَعًا" کی تحقیق :

وَکَانُوْا شِیَعًا اور ہو گئے شیعہ۔ "شِیَعًا"، شِیْعَةٌ کی جمع ہے جس کا معنیٰ ہے "گروہ"، تو معنیٰ ہوگا اور گروہ بن گئے شیعہ بن گئے۔ لَسْتَ مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍ آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اسلام میں سب سے پہلا باطل فرقہ "شیعہ" :

سب سے پہلا باطل فرقہ "شیعہ" ہے جس کی بنیاد عبداللہ بن سبا یہودی نے رکھی یہ عبداللہ جس کے باپ کا نام "سبا" تھا یمن کا رہنے والا تھا یہ **کٹر** یہودی، بڑا خبیث اور شاطر قسم کا انسان تھا جیسے آج کل کے لیڈر ہیں بس وہ ان کا باپ تھا اس نے سوچا کہ

اسلام کے ساتھ ٹکرانے سے تو کام نہیں چلے گا کہ نہ تو دلائل کا مقابلہ کر سکتے ہیں اور نہ تلوار کے ساتھ لہٰذا برائے نام مسلمان بن کر اسلام میں داخل ہو کر مسلمانوں کے ذہن بگاڑو۔ چنانچہ اس پالیسی میں وہ کافی حد تک کامیاب ہوا مصر میں اس نے اپنا مرکز قائم کیا اور حالات کا جائزہ لیتا رہا۔

حضرت عمرؓ کی دوراندیشی :

حضرت عمرؓ کی نگاہ بڑی دوررس تھی اگر کوئی فتنہ سر اٹھاتا تو وہ اس کو کچل دیتے تھے ان کے دس سالہ دور میں کوئی فتنہ نہیں چل سکا اول تو کوئی سر نہیں اٹھا سکتا تھا اور اگر کسی نے سر اٹھایا تو اسے کچل دیا گیا۔

حضرت عثمانؓ کی نرم مزاجی :

حضرت عثمانؓ طبعی طور پر بڑے نرم مزاج انسان تھے وہ بارہ سال خلیفہ رہے ہیں ان کے دورِ خلافت میں ان کے چچازاد بھائی مروان بن حکم اور اس قسم کے جو افسر تھے ان کی کچھ شرارتیں بھی سامنے آئیں اس سے ابن سبا کو لوگوں کے ذہن خراب کرنے کا موقع مل گیا لہٰذا اس نے کوفہ اور بصرہ میں لوگوں کے ذہن بگاڑے اور شام کے لوگوں نے اس کی بات نہیں مانی، اور مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ میں بھی اس کی بات نہ چل سکی۔ اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ حضرت عثمانؓ کے خلاف تحریک شروع ہو گئی۔ اور ان سے مطالبہ کیا کہ یا تو خلافت سے دست بردار ہو جاؤ یا زندگی سے ہاتھ دھونے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ آپؓ نے فرمایا کہ میں خلافت تو نہیں چھوڑوں گا اس لئے کہ آنحضرت ﷺ نے مجھے فرمایا تھا اے عثمان! رب تعالیٰ تجھے ایک کرتا پہنائے گا لوگ اسے اتارنا چاہیں گے تم نہ اتارنا یہ خلافت کا کرتا ہے۔ لہٰذا میں نہیں اتاروں گا حالات کافی خراب ہو گئے۔

اسود تجیبی لعین حضرت عثمانؓ کا قاتل :

اور پھر وہ وقت بھی آ گیا کہ اسود تجیبی خبیث نے حضرت عثمانؓ کے گلے پر چھری چلا کر ذبح کر دیا یہ سب عبداللہ بن سبا کی تحریک کا نتیجہ تھا اس کے بعد یہی سبائی فرقہ رافضی بنا اسلام میں یہ سب سے پہلا فرقہ ہے اور مسلمانوں کا سب سے زیادہ اور بدترین دشمن یہی رافضی فرقہ ہے یہ گندہ تالاب ہے پھر آگے اس سے کئی شاخیں نکلی ہیں انہوں نے ہی فرقہ بازی کی ہے اور فرقہ واریت پھیلائی ہے مگر افسوس ہے کہ آج بہت سارے مسلمان شیعوں کو رشتے دیتے ہیں اور ان سے لیتے ہیں اور ان کو مسلمان سمجھتے ہیں۔ (رافضیوں نے تقیہ کا لبادہ اوڑھا ہوا ہے جس سے عوام کو ان کی حقیقت کا پتہ نہیں چلتا اور دھوکے میں آ جاتے ہیں، بلوچ)۔

''تقیہ'' کا مطلب :

ان کا تقیہ سمجھیں۔ تقیے کا مطلب ہے کہ باطن میں کچھ ہو اور ظاہر میں کچھ اور ہو۔ اور تقیہ کرنا ان کے ہاں کتنا ضروری ہے اسکا اندازہ اس سے لگائیں کہ کہتے ہیں لَا دِیْنَ لِمَنْ لَّا تَقِیَّةَ لَهٗ اس شخص کا دین نہیں ہے جس کا تقیہ نہیں ہے یعنی جو شخص تقیہ نہیں کرتا وہ بے دین ہے۔ اور کہتے ہیں کہ جس نے کسی سنی کے پیچھے تقیہ کرتے ہوئے نماز پڑھی تو کَاَنَّمَا صَلّٰی خَلْفَ نَبِیٍّ گویا کہ اس نے نبی کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ یعنی تقیہ اتنا وزنی اور فضیلت رکھتا ہے۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ۔

کافر کو کافر سمجھنا لیکن لڑائی سے گریز کرنا :

اور یہ بات بھی سمجھ لیں کہ کسی کے غلط اور برے ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس

کے ساتھ لڑائی شروع کردیں کیونکہ اسلام لڑائی جھگڑے، قتل وقتال کو اچھا نہیں سمجھتا ہمارے ملک میں مختلف مذاہب کے لوگ رہتے ہیں بولان کے علاقے میں سب ہندو رہتے ہیں اور کراچی میں بھی ہندو ہیں اور اس کے علاوہ اور علاقوں میں بھی رہتے ہیں اسی طرح سکھ بھی ہمارے ملک میں رہتے ہیں۔ عیسائی اور یہودی بھی آباد ہیں پارسی بھی موجود ہیں سب کو زندہ رہنے کا حق ہے مگر ان کو مسلمان نہ سمجھو۔ قادیانی بھی کافر ہیں اور وہ ابھی تک اس پر مصر ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اس دعوے سے وہ مسلمان تو نہیں ہو جائیں گے ان کو کافر سمجھو کیونکہ کفر کو اسلام سمجھنا غلط ہے اور ان کے ساتھ میل جول بھی نہ رکھو۔ اِنَّمَا اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ بے شک ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ پھر وہ ان کو بتائے گا بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ جو کچھ وہ کرتے رہے۔

قانونِ قدرت ایک نیکی کا بدلہ دس گنا :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ جو شخص لایا ایک نیکی فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا پس اس کے لئے دس گنا اجر ہے مثلاً ایک شخص کہتا ہے سُبْحَانَ اللّٰهِ تو اس کو دس نیکیاں ملیں گی اور ایک گناہ خود بخود گر جائے گا اور ایک درجہ بھی بلند ہوگا اسی طرح کوئی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ یا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہتا ہے تو دس نیکیاں ملیں گی یا "اَللّٰهُ اَكْبَرُ" کہتا ہے یا کسی مسلمان بھائی کو اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ کہتا ہے یا وَعَلَيْكُمُ السَّلَامَ کہتا ہے تو دس نیکیاں ملیں گی غرضیکہ کوئی بھی قولی یا فعلی طور پر نیکی کا کام ہو اس پر دس گنا اجر ملے گا اور یہ عام حالات میں ہے۔

فی سبیل اللہ کی مد میں نیکی کا بدلہ سات سو گنا تک :

اور جو نیکی فی سبیل اللہ کی مد میں ہو اس کے متعلق تیسرے پارے میں حکم موجود

ہے کہ ایک نیکی کا ادنیٰ ترین بدلہ سات سو گنا ہے وَاللّٰهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہے اس سے بھی بڑھا دے۔ علم دین حاصل کرنے کے لئے نکلنا فی سبیل اللہ کی مد میں ہے آپ حضرات صبح گھر سے اس ارادے اور نیت کے ساتھ نکلیں کہ ہم نے قرآنِ کریم کا درس سننا ہے حدیث پاک کا درس سننا ہے تو ایک ایک قدم پر سات سات سو نیکی ملے گی دین کی تبلیغ کے لئے نکلنا بھی فی سبیل اللہ کی مد میں ہے دین کی تبلیغ اور اشاعت کے لئے روپیہ خرچ کرنا بھی فی سبیل اللہ کی مد میں ہے۔ ایک روپیہ خرچ کرنے والے کو سات سو روپے کا ثواب ملے گا اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کیلئے جانا بھی فی سبیل اللہ کی مد میں ہے۔ اور جو حضرات جمعہ کے لئے آتے ہیں ان کا ہر ہر قدم فی سبیل اللہ کی مد میں آتا ہے کیونکہ جمعہ میں وعظ ونصیحت ہوتی ہے اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو شخص جمعہ کے لئے گھر سے نکلتا ہے اس کا ہر قدم فی سبیل اللہ ہے۔ ہر قدم پر سات، سات سو نیکیاں ملیں گی، فرمایا......

برائی کے بدلے میں ایک برائی کا ہی ملنا :

وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ اور جو شخص لایا برائی فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا پس نہیں بدلا دیا جائے گا مگر اس کے مثل یعنی برائی ایک کی تو ایک ہی لکھی جائے گی دو نہیں لکھی جائیں گی اور نیکیاں ہر ایک پر دس یا سات سو اور اس سے بھی زیادہ اتنی بڑی بخشش اور رخصت کے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی شخص دوزخ میں جائے تو یقیناً انتہائی بدبخت انسان ہے۔ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا کسی کی نیکی ضائع نہیں کی جائے گی اور بدی سے زیادہ اس کو سزا نہیں دی جائے گی۔

قُلْ اِنَّنِیْ هَدٰنِیْ رَبِّیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ج دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ج وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ (۱۶۱) قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (۱۶۲) لَا شَرِیْكَ لَهٗ ج وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ (۱۶۳) قُلْ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْغِیْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَیْءٍ ط وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَیْهَا ج وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ج ثُمَّ اِلٰی رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ (۱۶۴) وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَبْلُوَكُمْ فِیْ مَآ اٰتٰىكُمْ ط اِنَّ رَبَّكَ سَرِیْعُ الْعِقَابِ ز وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (۱۶۵)

لفظی ترجمہ :

قُلْ اِنَّنِیْ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیں بے شک مجھے هَدٰنِیْ رَبِّیْ ہدایت دی ہے میرے رب نے اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ سیدھے راستے کی دِیْنًا

قِیَمًا دین ہے سیدھا مِلَّۃَ اِبْرٰھِیْمَ حَنِیْفًا ملت ہے ابراہیمؑ کی جو یکسو ہونے والے تھے وَمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہیں تھے قُلْ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیں اِنَّ صَلَاتِیْ بے شک میری نماز وَنُسُکِیْ اور میری قربانی وَمَحْیَایَ اور میری زندگی وَمَمَاتِیْ اور میری موت لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے لَاشَرِیْکَ لَہٗ اس کا کوئی شریک نہیں ہے وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ اور مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ اور میں فرمانبرداروں میں سب سے پہلا ہوں قُلْ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیں اَغَیْرَ اللّٰہِ کیا اللہ تعالیٰ کے سوا اَبْغِیْ رَبًّا میں تلاش کروں کسی اور کو رب وَّھُوَ رَبُّ کُلِّ شَیْءٍ حالانکہ وہی ہے رب ہر چیز کا وَلَا تَکْسِبُ کُلُّ نَفْسٍ اور نہیں کماتا کوئی نفس اِلَّا عَلَیْھَا مگر اسی پر پڑتی ہے وَلَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ اور نہیں اٹھائے گا کوئی بوجھ اٹھانے والا وِّزْرَ اُخْرٰی کسی دوسرے کا بوجھ ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمْ مَّرْجِعُکُمْ پھر تمہیں اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے فَیُنَبِّئُکُمْ پس وہ تمہیں خبر دے گا بِمَا کُنْتُمْ فِیْہِ تَخْتَلِفُوْنَ جن میں تم اختلاف کرتے تھے وَھُوَ الَّذِیْ اور وہ وہی ذات ہے جَعَلَکُمْ جس نے بنایا تمہیں خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ زمین کا خلیفہ وَرَفَعَ بَعْضَکُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ اور بلند کیا تم میں سے بعض کو بعض پر درجوں میں لِّیَبْلُوَکُمْ تاکہ وہ تمہارا امتحان لے فِیْ مَآ

اٰتٰکُمْ ان چیزوں میں جو اس نے تمہیں دی ہیں اِنَّ رَبَّکَ بے شک تیرا رب سَرِیْعُ الْعِقَابِ جلد سزا دینے والا ہے وَاِنَّہٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ اور بے شک وہ البتہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ماقبل سے ربط اور آپ ﷺ کو خطاب :

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو خطاب کر کے فرمایا...... قُلْ اِنَّنِیْ آپ (ﷺ) کہہ دیں بے شک مجھے ھَدٰنِیْ رَبِّیْ ہدایت دی ہے میرے رب نے اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ سیدھے راستے کی۔ صراطِ مستقیم کی تفسیر دور کوع پیچھے گزر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو غربت کے ڈر سے اولاد کو قتل نہ کرو بے حیائی کے قریب نہ جاؤ۔ اور کسی کو ناحق قتل نہ کرو اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ۔ پورا ناپ کرو، اور پورا تول کرو اور جب بات کرو تو انصاف کی کرو اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو وعدہ کیا ہے اس کو پورا کرو اور مخلوق کے ساتھ جو جائز وعدہ کیا ہے اس کو بھی پورا کرو ان چیزوں کو بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا...... وَاَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا اور بے شک یہ میرا سیدھا راستہ ہے۔ اس میں عقائد بھی ہیں اعمال اور اخلاق بھی معاملات بھی دِیْنًا قِیَمًا دین ہے سیدھا اس میں کوئی ٹیڑھا پن نہیں ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کی استقامت :

مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ملت ہے ابراہیمؑ کی جو یکسو ہونے والے تھے سب کو چھوڑ کر باپ نے مخالفت کی حق کے سلسلے میں اس وقت کے بادشاہ نے مخالفت کی عزیز رشتہ

داروں نے مخاصمت کی بڑا زور لگایا اور ان سے جو کچھ ہو سکتا تھا انہوں نے کیا مگر ابراہیمؑ نے حق کو [illegible] وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہیں تھے۔

تردید دعویٔ شرک :

اس میں مشرکوں کے دعوے کی تردید ہے کیونکہ وہ دعویٰ کرتے تھے کہ ابراہیمؑ ہمارے مذہب پر تھے اور ہم ابراہیمی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ارے مشرکو! وہ شرک کرنے والوں میں سے نہیں تھے اصل بات یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی شخصیت سب کے ہاں مسلم تھی اس لئے ہر گروہ اپنی نسبت ان کے ساتھ جوڑتا تھا اور کہتے تھے کہ وہ ہمارے ہیں۔

یہود و نصاریٰ کے دعووں کی بھی تردید :

چنانچہ تیسرے پارے میں موجود ہے کہ یہودیوں نے دعویٰ کیا کہ ابراہیمؑ یہودی تھے عیسائیوں نے کہا کہ تم غلط کہتے ہو بلکہ وہ تو عیسائی تھے اور مشرکوں نے کہا کہ وہ ہمارے تھے اللہ تبارک وتعالیٰ نے سب کی تردید فرمائی اور کہا مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّ لَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا وَّ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ابراہیمؑ نہ یہودی تھے نہ نصرانی تھے اور لیکن وہ ایک طرف ہو کر رہنے والے مسلمان تھے اور وہ نہ تھے مشرکوں میں سے یہ تمہارے زبانی دعوے سینہ زوری اور دھکے شاہی ہے جس کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

ہر طرح کی عبادت وقربانی رب تعالیٰ کیلئے :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... قُلْ آپ (ﷺ) کہہ دیں اِنَّ صَلاَتِیْ بے شک میری نماز وَنُسُکِیْ اور میری قربانی وَمَحْیَایَ اور میری زندگی وَمَمَاتِیْ اور میری موت لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے یہ تمام چیزیں رب تعالیٰ کے لئے ہیں نماز عبادت ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لئے جائز نہیں ہے اور نماز کی جتنی حالتیں ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لئے جائز نہیں ہیں مثلاً ہاتھ باندھ کے کھڑا ہونا رکوع کے لئے جھکنا سجدہ کرنا وغیرہ۔

مصافحہ بالیدین اور معانقہ کس طرح اور کب کیا جائے؟ :

فقہائے کرامؒ بیان فرماتے ہیں اور احادیث میں موجود ہے آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا کہ حضرت دو آدمی جب آپس میں ملتے ہیں تو کیا مصافحہ کر سکتے ہیں فرمایا کر سکتے ہیں اور سنت مصافحہ دو ہاتھوں سے ہے۔ چنانچہ امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں باب قائم کیا ہے المصافحة باليدين مصافحہ دو ہاتھوں سے ہے۔ پھر پوچھا معانقہ بھی کر سکتے ہیں (یعنی کوئی عزیز دوست جب کافی دیر کے بعد ملے تو گلے مل سکتے ہیں) فرمایا ہاں مل سکتے ہیں پھر پوچھا حضرت کیا بندہ سلام کرتے وقت جھک سکتا ہے فرمایا لا جھک نہیں سکتا۔ مثلاً دونوں کھڑے ہیں تو سلام کرتے وقت دونوں جھکیں یا ایک جھکے تو یہ جائز نہیں ہے کہ رکوع کی حالت کے ساتھ مشابہت ہے اور رکوع نماز کا رکن ہے۔

بامرِ مجبوری جھکنا مستثنیٰ ہے :

اور ایک جھکنا ہے بامر مجبوری اس کی حیثیت اور ہے مثلاً میں بیٹھا ہوں کوئی آنے

والا آ کر میرے ساتھ مصافحہ کرتا ہے تو وہ لازماً جھکے گا اسی طرح کوئی شخص بیمار ہے لیٹا ہوا ہے اس کے ساتھ کوئی شخص مصافحہ کرتا ہے تو جھک کر کرے گا اس جھکنے کی حیثیت اور ہے۔ اس کو رکوع کی حالت پر محمول نہیں کیا جائے گا کیونکہ یہ بامرِ مجبوری ہے۔ دونوں کھڑے ہوں تو جھکنا جائز نہیں ہے۔

نمازِ جنازہ میں رکوع وسجود کی ممانعت کی وجہ :

یہی وجہ ہے کہ نماز جنازہ میں رکوع وسجود نہیں ہے کیونکہ دنیا میں عقلمند بھی موجود ہیں اور سطحی قسم کے لوگ بھی ہیں ممکن ہے کوئی کہتا کہ اے مسلمانو! تم تو کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ رکوع سجود کسی کے لئے جائز نہیں ہے جبکہ جنازہ میں میت تمہارے سامنے ہوتی ہے اور رکوع بھی ہو رہا ہے اور سجدہ بھی اس لئے رکوع و سجود ختم کر دیا گیا اور باقی تمام شرائط نماز والی ہیں بس کھڑے کھڑے دعا کرنی ہے۔

ایک دینی غلط فہمی اور اس کا ازالہ :

بعض قراء اور حفاظ حضرات جب مجمع میں قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں تو ہاتھ باندھ لیتے ہیں یہ بھی جائز نہیں ہے کیونکہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا سنت کے مطابق مردوں کے لئے اور سینے پر باندھنا عورتوں کے لئے حالت نماز میں ہے۔ لہٰذا پبلک کے سامنے جلسہ وغیرہ میں نہیں باندھنے ؛ بلکہ چھوڑ دیتے ہیں۔

''قربانی'' اور اس کے متعلقات :

اور فرمایا وَنُسُكِي اور میری قربانی بھی صرف رب کے لئے ہے اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ کسی اور کے نام پر قربانی دینا تقرب کی نیت سے قطعاً حرام ہے تقرب کا

معنی ہے اس سے کوئی امید رکھ کر کہ میرا فلاں کام ہو جائے اور اگر نہیں دوں گا تو میرا کام خراب ہو جائے گا نفع ونقصان کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو نفع و نقصان کا مالک سمجھنا شرک ہے۔ باقی ایصالِ ثواب کا مسئلہ جدا ہے وہ اس طرح کہ دے تو اللہ تعالیٰ کے نام پر اس کا ثواب جس کو چاہے پہنچائے یہ صحیح ہے۔ وَمَحْيَايَ اور میرا زندہ رہنا بھی رب العالمین کے لئے ہے۔

خودکشی حرام ہونے کی وجہ :

وَمَمَاتِيْ اور میری موت بھی رب العالمین کے لئے ہے موت وحیات رب تعالیٰ کے لئے ہے کیونکہ وجود اللہ تعالیٰ کا ہے اس نے دیا ہے اپنا نہیں ہے اسی لئے خودکشی حرام ہے۔ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں خودکشی کر کے کسی کو تو نقصان نہیں پہنچا رہا اپنی جان ضائع کر رہا ہوں یہ غلط ہے کیونکہ جان اس کی نہیں ہے رب تعالیٰ کی ہے اس کے پاس امانت ہے امانت کو جان بوجھ کر ضائع کرے گا تو سزا ہوگی۔

خودکشی کے بارے میں حدیث کا مفہوم :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ خودکشی کرتے وقت اس نے جس طرح کی سزا برداشت کی ہے مرنے کے بعد اس کو ہمیشہ وہ سزا دی جائے گی مثلاً اگر اس نے اپنے آپ کو بلندی سے گرا کر خودکشی کی ہے تو اسے دوزخ کے پہاڑوں سے گرایا جائے گا آگ میں چلتا رہے گا اور گرتا بھی رہے گا اگر پیٹ میں چھرا گھونپا ہے یا گلا کاٹ کے خودکشی کی ہے تو چھرا گھونپتا رہے گا اور گلا کاٹتا رہے گا اور اگر زہر کھایا ہے تو اس کو زہر کھلایا جائے گا اور آگ کی سزا بھی ساتھ ساتھ ہوگی اور مسئلہ یاد رکھنا! کہ جو شخص دیدہ دانستہ خودکشی کو حلال سمجھتے ہوئے کرے تو وہ کافر ہے اس کا جنازہ بھی جائز نہیں ہے مگر عموماً لوگ جذبات میں

آ کر خودکشی کرتے ہیں حلال نہیں سمجھتے لہٰذا گنہگار ہیں کافر نہیں ہیں تو فرمایا میری نماز، قربانی زندگی اور موت سب رب العالمین کے لئے ہیں۔

ممانعت شرک :

لَا شَرِیْکَ لَهٗ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ نہ ذات میں نہ صفات میں نہ اس کے کاموں میں اس کا کوئی شریک ہے۔ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ اور مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں نماز پڑھوں، قربانی دوں اپنی موت وحیات کو رب تعالیٰ کے لئے سمجھوں۔

”اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ“ کا مطلب :

وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ اور میں فرمانبرداروں میں سب سے پہلا ہوں جب آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو اس کا سب سے پہلے آپ ﷺ نے ہی اقرار کیا ہے کیونکہ اگر خود تسلیم نہ کریں تو دوسروں کو کیا کہہ سکتے ہیں آگے اور بات کا ذکر ہے۔

کفار کا آپ ﷺ کو خودساختہ کاموں پر امادہ کرنا :

وہ یہ کہ کافر لوگ آپ ﷺ کا پیچھا کرنے سے باز نہیں آتے تھے کبھی ڈراتے دھمکاتے اور کبھی خیرخواہانہ انداز میں آکر کہتے کہ اے محمد! (ﷺ) یہ گھر گھر لڑائی اور اختلاف آپ کی وجہ سے ہوا ہے اس سے پہلے کوئی جھگڑا اور اختلاف نہیں تھا اس کو ختم کرنے کے لئے اس طرح کرتے ہیں کہ ہم تمہارے رب کو پکارتے ہیں اور تم ہمارے خداؤں لات، منات، عزیٰ کو پکارو اور مل جل کر وقت گزاریں۔

اللہ رب العالمین کی طرف سے جواب :

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا...... قُلْ آپ (ﷺ) کہہ دیں اَغَیْرَ

اَللّٰهِ اَبْغِیْ رَبًّا کیا اللہ تعالیٰ کے سوا میں تلاش کروں کسی اور کو، رب مان لوں! وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَیْءٍ حالانکہ وہی ہے رب ہر چیز کا میں اس رب کو چھوڑ کر اوروں کو پوجنے کے لئے تیار نہیں ہوں وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا اور نہیں کماتا کوئی نفس مگر اس کا وبال اسی پر پڑتا ہے وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى اور نہیں اٹھائے گا کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ اور سورۃ لقمان میں آتا ہے وَلَا يَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْئًا نہ تو باپ اپنے بیٹے کے کچھ کام آئے گا اور نہ بیٹا اپنے باپ کے کچھ کام آسکے گا ہر ایک کو اپنے کیے کا پھل ملے گا کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

ایک اشکال :

یہاں ظاہری طور پر ایک اشکال پیدا ہوتا ہے اس کو سمجھ لیں وہ یہ کہ اگر کسی نے کسی کو گمراہ کیا تو یہ گمراہ ہونے والا جو گناہ کرے گا اس کا بوجھ گمراہ کرنے والا بھی اٹھائے گا اور اس کا وبال اس پر پڑے گا تو یہ بظاہر اس آیت کریمہ کے خلاف نظر آتا ہے اسی طرح اگر کسی نے کسی کی اصلاح کی کسی کو نیکی پر لگایا تو جتنی نیکیاں کرنے والے کو ملیں گی اتنی ہی اصلاح کرنے والے کو بھی ملیں گی۔

اشکال کا جواب :

تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس نے کسی کو گمراہ کیا ہے تو یہ گمراہ کرنا اس کا فعل ہے گویا وہ اپنا ہی بوجھ اٹھا رہا ہے اسی طرح کسی کی اصلاح کرنا یہ اصلاح کرنے والے کا فعل ہے تو وہ اپنے فعل کی بدولت نیکیاں کما رہا ہے اور نیکی کرنے والے کی نیکیوں میں بھی کمی نہیں آئے گی۔

نیکی کا ثواب نیکی پہنچانے والے کو بھی برابر ملتا ہے :

مثلاً آج امت جو نیک عمل کر رہی ہے وہ تمام کے تمام آنحضرت ﷺ کے نامہ اعمال میں بھی درج ہوتے جارہے ہیں کیونکہ یہ تمام نیکیاں آپ ﷺ نے ہی بتلائی ہیں ان کا طریقہ آپ ﷺ نے ہی سمجھایا ہے پھر جن جن راستوں سے ہم تک پہنچی ہیں ان کو بھی برابر کا ثواب ملے گا جیسے صحابہ کرامؓ ہیں تابعین ہیں تبع تابعین ہیں ائمہ کرامؒ ہیں یہ سب کڑیاں اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں یہ قرآنِ کریم ہم پڑھتے ہیں تو اس کا ثواب ان تمام حضرات کو پہنچتا ہے جن کے واسطہ سے ہم تک پہنچا ہے اور ہمیں بھی پورا پورا ثواب ملتا ہے اور ان کو بھی پورا پورا ثواب ملتا ہے۔

ایصالِ ثواب کے متعلق اہم مسئلہ :

ایصالِ ثواب کے متعلق بھی ایک مسئلہ سمجھ لیں کہ مثلاً کوئی آمی کسی کو قرآنِ کریم پڑھ کر ثواب بخشتا ہے تو پڑھنے والے کو بھی پورے قرآن کا ثواب ملے گا اور جس کو ثواب بخشتا ہے اس کو بھی پورے قرآن کا ثواب ملے گا البتہ اس میں اختلاف ہے کہ مثلاً ایک قرآن کا ثواب متعدد کو بخشتا ہے مثلاً والد، والدہ، دادا، دادی وغیرہ کو تو کیا ان پر تقسیم ہوگا یا ہر ایک کو ایک ایک قرآن کا ثواب برابر، برابر ملے گا۔

علامہ شامیؒ اور حضرت گنگوہیؒ کے اقوال :

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ سب کو پورا پورا ثواب ملے گا اور حضرت گنگوہیؒ بھی فرماتے ہیں کہ سب کو پورا پورا ثواب ملے گا، میں بیس بائیس سال تک متردد رہا کہ یہ سب بڑی اونچی شخصیات ہیں جو فرما رہے ہیں کہ سب کو پورا پورا ثواب ملے گا مگر اس کے

لئے کوئی دلیل ہونی چاہیے جب بخاری اور مسلم کی روایت سامنے آئی تو تسلی ہوگئی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک آدمی نے اپنی کمائی سے ایک روپیہ اپنی بیوی کو دیا کہ اگر کوئی ضرورت مند آئے تو اس کو دے دینا بیوی نے خاوند کی اجازت سے کسی کے پاس امانت رکھ دیا کہ گھر میں رہا تو خرچ نہ ہو جائے ایک سائل نے آکر سوال کیا بیوی نے لونڈی یا خادم کو بھیجا کہ فلاں آدمی کے پاس ہماری امانت پڑی ہے وہ روپیہ لے کر اس فقیر کو دے دے لونڈی یا غلام نے لا کر دے دیا تو حدیث میں آتا ہے کہ کمانے والے کو بیوی کو اور جس کے پاس امانت رکھا اس کو اور لونڈی یا غلام جس نے اٹھا کر فقیر کو دیا سب کو ایک ایک روپے کا ثواب ملے گا اور کسی کے اجر میں کمی نہیں آئے گی۔

حجِ بدل والے کو پورا ثواب ملتا ہے :

اسی طرح جو شخص کسی کی طرف سے حج بدل ادا کرتا ہے تو اس کو پورا ثواب ملے گا اور جس کی طرف سے حج بدل کیا ہے اس کا حج بھی ادا ہو جائے گا بوجھ ہر ایک نے اپنا اپنا ہی اٹھانا ہے کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ پھر تمہیں اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے فَيُنَبِّئُكُمْ پس وہ تمہیں خبر دے گا بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ جن میں تم اختلاف کرتے تھے یعنی جن حق اور صحیح چیزوں میں تم نے اختلاف کیا رب تعالیٰ تمہیں خبر دے گا یعنی ان کا پورا پورا بدلہ دے گا۔

اللہ ہی ہے جس نے انسان کو زمین کا خلیفہ بنایا :

وَهُوَ الَّذِىْ اور وہ وہی ذات ہے جَعَلَكُمْ جس نے بنایا تمہیں خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ زمین کا خلیفہ پہلے تمہارے آباؤ اجداد رہتے اور آباد تھے اب تم ہو پھر تمہاری اولاد آجائے گی یہ سلسلہ اسی طرح قیامت تک جاری رہے گا۔

مراتب انسانی :

وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ اور بلند کیا تم میں سے بعض کو بعض پر درجوں میں، شکل میں، عقل میں، قد و قامت میں، مال و دولت میں، منصب اور مرتبے میں، کسی کو زیادہ کسی کو کم ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہے کسی کا قد بڑا ہے کسی کا چھوٹا ہے کوئی زیادہ سمجھدار ہے۔ اور کوئی کم ہے کسی کی اولاد زیادہ ہے اور کسی کی تھوڑی ہے کوئی زیادہ مالدار ہے اور کوئی کم کوئی اعلیٰ منصب پر فائز ہے کوئی ادنیٰ پر ایک کی شکل اور ہے اور دوسرے کی شکل اور ہے حضرت آدمؑ کے بیٹے ہابیل کا مزاج اور قابیل کا مزاج اور نوحؑ کے چار بیٹوں میں سے کنعان کا مزاج اور باقی تینوں کا مزاج اور یہ تفاوت اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق میں رکھا ہے۔

وجہ تفاوت :

لِيَبْلُوَكُمْ تاکہ وہ تمہارا امتحان لے فِيْ مَا اٰتٰكُمْ ان چیزوں میں جو اس نے تمہیں دی ہیں اِنَّ رَبَّكَ بے شک تیرا رب سَرِيْعُ الْعِقَابِ جلد سزا دینے والا ہے اور ساتھ یہ بھی یاد رکھو وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اور بے شک وہ البتہ بخشنے والا مہربان ہے۔ نافرمانوں کو سزا دے گا اور اطاعت کرنے والوں کو بخش دے گا اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معنیٰ میں اطاعت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

آج مورخہ ۲۵ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ بروز اتوار بمطابق ۱۳ مئی ۲۰۰۷ سورۃ انعام مکمل ہوئی۔

بتوفیق اللہ تعالیٰ وعونہ

(مولانا) محمد نواز بلوچ

مہتمم: مدرسہ ریحان المدارس جناح روڈ گوجرانوالہ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم○

الٓمّٓصٓ ○ کِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَیْکَ فَلَا یَکُنْ فِیْ صَدْرِکَ حَرَجٌ مِّنْہُ لِتُنْذِرَبِہٖ وَذِکْرٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ○ اِتَّبِعُوْامَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِہٖ اَوْلِیَآءَ ط قَلِیْلًا مَّا تَذَکَّرُوْنَ○ وَکَمْ مِّنْ قَرْیَةٍ اَھْلَکْنٰھَا فَجَآءَ ھَا بَاْسُنَا بَیَاتًا اَوْ ھُمْ قَآئِلُوْنَ ○ فَمَا کَانَ دَعْوٰھُمْ اِذْ جَآءَ ھُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْآ اِنَّا کُنَّا ظٰلِمِیْنَ ○ فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِیْنَ اُرْسِلَ اِلَیْھِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِیْنَ ○ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَیْھِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا کُنَّا غَآئِبِیْنَ ○ وَالْوَزْنُ یَوْمَئِذِ نِ الْحَقُّ ج فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُہٗ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ○ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُہٗ فَاُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَھُمْ بِمَا کَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَظْلِمُوْنَ○ وَلَقَدْ مَکَّنّٰکُمْ فِی الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَکُمْ فِیْھَا مَعَایِشَ ط قَلِیْلًا مَّا تَشْکُرُوْنَ○

الٓمّٓصٓ کِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَیْکَ یہ ایک کتاب ہے جو نازل کی گئی ہے آپ

کی طرف فَلَا یَکُنْ فِیْ صَدْرِکَ پس نہ ہو آپ کے سینے میں حَرَجٌ مِّنْهُ کوئی
تنگی اس کے بارے میں لِتُنْذِرَ بِهٖ تاکہ آپ ڈرائیں اسکے ذریعے وَذِكْرٰی
لِلْمُؤْمِنِيْنَ اور نصیحت ہے ایمان والوں کیلئے اِتَّبِعُوْا پیروی کرو مَا اس چیز کی اُنْزِلَ
اِلَيْكُمْ جو نازل کی گئی تمہاری طرف مِنْ رَّبِّكُمْ تمہارے پروردگار کی جانب سے
وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖ اَوْلِيَآءَ اور نہ پیروی کرو اس سے ورے ورے کارسازوں
کی قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ بہت کم ہے جو تم نصیحت حاصل کرتے ہو وَكَمْ مِّنْ
قَرْيَةٍ اور کتنی بستیاں ہیں اَهْلَكْنٰهَا جنکو ہم نے ہلاک کردیا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا
بَيَاتًا پس آئی ہماری گرفت ان کے پاس رات کے وقت اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ یا وہ
دوپہر کے وقت قیلولہ کررہے تھے فَمَا كَانَ دَعْوٰهُمْ پس نہیں تھی ان کی پکار
اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ جس وقت آئی ان پر ہماری گرفت اِلَّآ اَنْ قَالُوْا مگر یہ کہ
انہوں نے کہا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ بے شک تھے ہم ظلم کرنے والے فَلَنَسْئَلَنَّ
الَّذِيْنَ پس ہم ضرور پوچھیں گے ان لوگوں سے اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ جن کی طرف
رسول بھیجے گئے وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ اور البتہ ہم ضرور سوال کریں گے
پیغمبروں سے فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ پس ہم ضرور بیان کریں گے ان پر
اپنے علم کے مطابق وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ اور ہم غیر حاضر نہیں تھے وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ
نِالْحَقُّ اور وزن اس دن برحق ہے فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ پس جس شخص کے
اعمال نامے بھاری ہوگئے فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ پس وہ لوگ فلاح

پانے والے ہیں وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ اور جس کے اعمال نامے ہلکے ہوگئے فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ پس وہ وہی لوگ ہیں خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جنہوں نے خسارے میں ڈالا اپنے نفسوں کو بِمَا كَانُوْا بسبب اس کے کہ تھے بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ہماری آیتوں کے ساتھ زیادتی کرتے وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ اور البتہ تحقیق ہم نے قدرت دی تم کو زمین میں وَجَعَلْنَا لَكُمْ اور بنائی ہم نے تمہارے لئے فِيْهَا مَعَايِشَ زمین میں روزی قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ بہت کم تم شکریہ ادا کرتے ہو۔

اس سورۃ کا نام سورۃ اعراف ہے۔ اعراف جنت اور دوزخ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے۔ اس جگہ میں وہ لوگ رہیں گے جنکی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں گی نہ نیکیاں بدیوں سے زیادہ ہوں گی کہ جنت میں داخل ہو جائیں اور نہ بدیاں نیکیوں سے زیادہ ہوگی کہ دوزخ میں جائیں۔ لیکن بالاخر یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جنت میں داخل ہو جائیں گے چونکہ اس سورۃ میں اعراف والوں کا ذکر ہے وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ اس وجہ سے اس سورۃ کا نام اعراف رکھا گیا ہے۔ یہ سورۃ مکہ مکرمہ میں انتالیسویں نمبر پر نازل ہوئی ہے۔ اس سے پہلے اڑتیس (۳۸) سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ ''المص'' یہ حروف مقطعات ہیں اور قرآن کریم کی انتیس (۲۹) سورتیں ایسی ہیں جن کی ابتدا حروف مقطعات سے ہوئی ہے۔ جیسے الم، الر، حم، یس، قٓ وغیرہ۔ مُقَطَّعٌ کا معنی ہے، حذف کا کسی لفظ سے کٹا ہوا ہونا تا کہ اس لفظ کو اختصار کے ساتھ

ذکر کیا جائے۔ مثلاً کسی آدمی کا نام ہے محمد شفیع، اس کو اختصاراً م ش لکھ دیا جائے اور یہ طریقہ ہر زبان میں استعمال ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے ناموں کو اختصار کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً الف سے مراد اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ ہے جو اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ہے اور لام سے مراد لطیف ہے یہ اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے اس کا معنٰی ہے باریک بین میم سے مراد مالک مقتدر، مقیت بھی ہوسکتا ہے اور صاد سے مراد صبور ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ہیں تو اللہ تعالیٰ کے ناموں میں ایک ایک حرف کو الگ کر کے اختصاراً ذکر کیا گیا ہے کِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَیْکَ یہ ایک کتاب ہے جو نازل کی گئی آپ کی طرف فَلَا یَکُنْ فِیْ صَدْرِکَ حَرَجٌ مِّنْہُ پس نہ ہو آپ کے سینے میں کوئی تنگی اس کے بارے میں، جس زمانے میں قرآن پاک نازل ہوا ہے اس وقت سرزمین عرب ایسے کافروں سے بھری ہوئی تھی جو مسئلہ توحید اور قیامت کے منکر تھے اور بڑے ضدی اور منہ پھٹ لوگ تھے ایسے لوگوں کے سامنے مسئلہ توحید ورسالت اور قیامت کا مسئلہ بیان کرنا بڑے حوصلے کی بات تھی اور بیان کرنے والے کو طبعی طور پر تنگی اور تکلیف ہوتی تھی اور ان کے سخت رد عمل کی وجہ سے ہونی بھی چاہیئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو تسلی دی کہ آپ کا سینہ تنگ نہ ہو اس کتاب کی وجہ سے کہ یہ کتاب کیوں نازل کی گئی؟

نافرمانوں کی سرزنش :

فرمایا لِتُنْذِرَبِہٖ تاکہ آپ ڈرائیں اس کے ذریعے نافرمانوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کہ اگر تم کفر وشرک سے باز نہ آئے تو دنیا میں بھی تم پر عذاب آسکتا ہے اور آخرت کا عذاب الگ ہے وَذِکْرٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ اور نصیحت ہے ماننے والوں کیلئے

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ پیروی کرو اس چیز کی جو اتاری گئی تمہاری طرف تمہارے پروردگار کی طرف سے کہ عقیدہ بھی اس کے مطابق بناؤ اور عبادات بھی اس کے مطابق بناؤ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِیَآءَ اور نہ پیروی کرو اس سے ورے ورے کارسازوں کی یعنی جو شخص کتاب اللہ کے ماسوا کسی دوسری چیز سے رہنمائی حاصل کرے گا وہ گمراہ ہو جائے گا مگر ان واضح احکام کے باوجود قَلِیْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ بہت کم ہے جو تم نصیحت حاصل کرتے ہو وَكَمْ مِّنْ قَرْیَةٍ اَهْلَكْنٰهَا اور کتنی بستیاں ہیں جن کو ہم نے ہلاک کر دیا کہ انہوں نے پیغمبروں کی زبان پر اعتماد نہ کیا اور ان کی طرف جو کتاب نازل کی گئی اس پر ایمان نہ لائے اس کی پیروی نہ کی فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَیَاتًا پس آئی ہماری گرفت ان کے پاس رات کے وقت یعنی اللہ تعالیٰ کا عذاب ایسے وقت آیا کہ وہ نیند کی مستیوں میں تھے اَوْ هُمْ قَآىِٕلُوْنَ قیلولہ کا معنیٰ ہے دوپہر کے وقت تھوڑا سا آرام کرنا حدیث پاک میں آتا ہے مِنْ دَاْبِ الصّٰلِحِیْنَ الْقَیْلُوْلَةُ نیک آدمیوں کی عادت میں سے دوپہر کو تھوڑا سا آرام کرنا ہے، دوپہر کو سونا تہجد کیلئے تمہید ہے راتیں چھوٹی ہوں دن لمبے ہوں تو آدمی اگر دوپہر کو تھوڑا سا سو جائے تو رات کو تہجد پڑھنا آسان ہو جاتا ہے۔ تو معنیٰ بنے گا یا وہ دوپہر کو قیلولہ کر رہے تھے کہ ان پر عذاب آیا تو بعضوں پر رات کو سوتے ہوئے عذاب آیا اور بعضوں پر دوپہر کو قیلولہ کرتے ہوئے عذاب آیا۔ جیسے ۳۱ مئی ۱۹۳۵ء میں کوئٹہ تباہ ہوا کچھ لوگ آرام کر رہے تھے کوئی کسی شغل میں تھا کوئی کسی شغل میں فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ پس نہیں تھی ان کی پکار اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ جس وقت آئی ان پر ہماری گرفت اور عذاب اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِیْنَ مگر یہ کہ انھوں نے کہا بے شک تھے ہم ظلم کرنے والے بھائی اب اقرار کرنے کا کیا فائدہ۔

؎ اب پچھتائے کیا ہوت
جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

عذاب آجانے کے بعد اپنے ظالم ہونے کا اقرار کرتے ہوئے توبہ کرنا رب تعالیٰ کی گرفت سے نہیں بچا سکتا۔ فرمایا فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِیْنَ اُرْسِلَ اِلَیْهِمْ پس ہم ضرور پوچھیں گے ان لوگوں سے جن کی طرف رسول بھیجے گئے کیا پوچھیں گے؟ دوسرے مقام میں آتا ہے مَاذَا اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِیْنَ (پارہ: ۲۰، قصص) تم نے پیغمبروں کو کیا جواب دیا تھا وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِیْنَ اور البتہ ہم ضرور سوال کریں گے پیغمبروں سے کیا سوال ہوگا؟ اس کا ذکر دوسرے مقام پر ہے۔ یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ جس دن جمع کرے گا اللہ تعالیٰ رسولوں کو فَیَقُوْلُ پس کہے گا مَاذَا اُجِبْتُمْ (پارہ: ۷) تمہیں کیا جواب ملا قوموں کی طرف سے پھر سب اپنی اپنی طرف سے جواب دیں پیغمبر یہ کہیں اور قومیں یہ کہیں گی فَلَنَقُصَّنَّ عَلَیْهِمْ بِعِلْمٍ پس ہم ضرور بیان کریں گے ان پر اپنے علم کے مطابق وَمَا كُنَّا غَآئِبِیْنَ اور ہم غیر حاضر نہیں تھے کہ کوئی ہماری نظروں سے اوجھل ہو جائے حاظر ناظر ہونا یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اس میں کسی اور کو شریک ٹھہرانا کفر ہے فقہاءِ کرامؒ نے اس بات کی تصریح فرمائی ہے۔ فرمایا وَالْوَزْنُ یَوْمَئِذِ نِ الْحَقُّ وزن اس دن برحق ہے کہ نیکیاں اور بدیاں قیامت والے دن تلیں گی فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ قاضی بیضاویؒ فرماتے ہیں "موازین" مَوْزُوْنٌ کی جمع ہے معنٰی ہوگا پس جس شخص کے عمل بھاری ہوئے فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ پس وہ لوگ فلاح پانے والے ہیں مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ قیامت والے دن نیکیاں برائیاں تلیں گی اَلْمِیْزَانُ حَقٌّ ترازو حق ہے مگر ایک فرقہ معتزلہ ہے جو پہلے بھی تھا اور آج بھی موجود ہے وہ ہر چیز کو عقل پر پرکھتے ہیں وہ اعمال کے ترازو پر تلنے کا

انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر ترازو مان لیں تو اس سے رب تعالیٰ کی جہالت لازم آتی ہے معاذ اللہ، کیونکہ تولنے کی ضرورت اس کو پڑتی ہے جس کو علم نہ ہو لہذا ترازو کوئی شے نہیں ہے صرف کہو کہ عدل ہے یعنی ترازو سے مراد یہ ہے کہ عدل ہو گا حالانکہ ان کا یہ کہنا کہ اس سے رب تعالیٰ کی جہالت لازم آتی ہے غلط ہے کیونکہ رب تعالیٰ نے اپنے علم کیلئے نہیں تولنا بلکہ بندوں کے علم کے لیے تولنا ہے کہ ان کو ان کے اعمال معلوم ہو جائیں کہ نیکیاں کتنی ہیں اور بدیاں کتنی ہیں پھر وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اعمال اعراض کی قسم سے ہیں جوہر نہیں ہیں ان کو کس طرح تولا جائے گا جواہر عرض اسے کہتے ہیں جو کسی وجود کیساتھ ہو جیسے رنگ ہے۔ تو وہ کہتے ہیں کہ ان کی الگ کوئی حیثیت نہیں ہے اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ ہم جو باتیں کرتے ہیں قیامت والے دن یہ جسم کی شکل میں سامنے آئیں گی چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ہم جو زبان سے قول کرتے ہیں ان کا وہاں جسم ہوگا اور حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ آنحضرتؐ سے روایت کرتے ہیں کہ معراج کی رات آنحضرتؐ کی ملاقات حضرت ابراہیمؑ سے ہوئی حضرت ابراہیمؑ نے آپ کو فرمایا کہ میری طرف سے اپنی امت کو سلام اور پیغام دینا کہ اِقْرَأْ مِنِّیْ اُمَّتَکَ السَّلَامَ میری طرف سے اپنی امت کو سلام کہنا۔ ہم حضرت ابراہیمؑ کے سلام کا جواب دیتے ہیں عَلَیْهِ وَعَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ الصَّلٰوتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اور پیغام یہ کہ جنت کی زمین بڑی زرخیز ہے، زمین بڑی اچھی ہے پانی بڑا اچھا ہے لیکن چٹیل میدان ہے۔ وہاں کوئی شے نہیں ہے اس کیلئے پودے اور درخت کیا ہیں ایک دفعہ سبحان اللّٰہ پڑھو گے جنت میں ایک درخت لگ جائے گا ایک دفعہ الحمد للّٰہ پڑھو گے ایک درخت لگ جائے گا اللّٰہ اکبر پڑھو گے ایک درخت لگ جائے گا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہ پڑھو گے ایک

درخت لگ جائے گا۔ یہ ترمذی شریف کی روایت ہے اور ''مجمع الزوائد'' حدیث کی کتاب ہے اس میں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا غِـرَاسُ الْـجَـنَّةِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ کہ جنت کے درخت سبحان اللہ، الحمدللہ، لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر ہیں۔ پھر اگر کسی شخص کو اس طرح اعمال کا تلنا سمجھ نہیں آتا کہ ہمارے اعمال جسم کی شکل میں سامنے آئیں گے تو وہ اس طرح سمجھے کہ ہمارے اعمال رجسٹروں میں درج کیے جاتے ہیں وہ رجسٹر تولے جائیں گے۔

حساب کتاب کا ضابطہ :

چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ فلاں شخص کو بلاؤ اس کو بلایا جائے گا حساب کیلئے ، اسکے ننانوے رجسٹر ہونگے گناہوں کے اور اتنے بڑے بڑے ہوں گے کہ مَدَّ بَصَرِهٖ کہ نگاہ بڑی مشکل سے ان کی انتہا کو پہنچے گی اور نیکیوں کا ایک چھوٹا سا پرچہ ہوگا رب تعالیٰ فرمائیں گے تیری نیکیاں اور بدیاں تولنی ہیں وہ شخص کہے گا اے میرے پروردگار مَاهٰذِهِ الْبِطَاقَةُ مَاهٰذِهِ السِّجِلَّاتُ کیا یہ پرچی اور کیا یہ ننانوے رجسٹر، تولنے کی کیا ضرورت ہے۔ آپ جو فیصلہ فرمائیں میں ماننے کے لئے تیار ہوں۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے کہ میرا ضابطہ یہ ہے کہ نیکیاں بھی تلیں گی اور بدیاں بھی۔ چنانچہ جب تولی جائیں گی تو وہ پرچی تمام رجسٹروں پر بھاری ہوگی۔ وہ کہے گا پروردگار مجھے دکھاؤ کہ اس میں کون سی نیکی درج ہے۔ اس کو نیکی دکھائی جائے گی۔ اس میں درج ہوگا اَشْهَدُ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ یعنی صرف ایمان والی نیکی ہوگی لیکن کسی مغالطہ کا شکار نہ ہونا کہ موج بن گئی کہ چلو جتنے بھی گناہ کرتے ہیں کلمہ شہادت تو پڑھتے ہیں۔ آگے

پیچھے نہ سہی جب جنازے میں شریک ہوتے ہیں تو آواز آتی ہے کلمہ شہادت، تو اس وقت پڑھ لیتے ہیں اور کلمہ شہادت ایک دفعہ پڑھ لیا کام ٹھیک ہو گیا۔ لہذا یاد رکھنا یہ ہر آدمی کے متعلق نہیں ہے۔ بلکہ اس آدمی کے متعلق ہے۔ کہ جس نے ساری زندگی کفر و شرک میں گذاری اور نزع کی حالت طاری ہونے سے پہلے رب تعالیٰ نے اس کو توبہ کی توفیق عطا فرمائی، کلمہ پڑھا اور فوت ہو گیا۔ اس کے بعد اسکو نیکی کا موقع نہیں ملا۔ دیکھو قاعدہ کے مطابق برائیاں تو ساری لکھی ہوئی تھیں مگر ایمان نے سب برائیوں کو مٹا دیا۔ ایمان لانے کے بعد ان کا کوئی وزن نہ رہا۔ ضابطہ ہے اَلْاِسْلَامُ یَھْدِمُ مَاکَانَ قَبْلَہٗ اسلام اپنے سے پہلے سارے گناہ مٹا دیتا ہے۔ تو اعمال کے تلنے کے دو طریقے تو آپ حضرات نے سمجھ لئے کہ مجسم ہو کر بھی تل سکتے ہیں اور جن رجسٹروں میں تحریر ہیں ان کے ذریعے بھی تل سکتے ہیں۔ اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ اعراض نہیں تل سکتے۔ فرماتے ہیں کہ انسان کے بدن میں بخار کا اندازہ تھرمامیٹر کے ذریعے لگا لیتے ہیں کہ سو درجے کا ہے یا ایک سو ایک یا ایک سو دو درجے کا ہے۔ اگر تمھارے پاس یہ آلہ ہے کہ جس سے بدن کی حرارت معلوم کر لیتے ہو تو اگر اللہ تعالیٰ کے پاس ایسا ہو جو اعمال و اقوال کا وزن کر لے تو کیا بعید ہے۔ دوسری مثال مقیاس الحرارت اور مقیاس البرودت کی دیگر حضرات فرماتے ہیں کہ ان کے ذریعے تم درجہ حرارت اور درجہ برودت معلوم کرتے ہو اور محکمہ موسمیات والوں سے سنتے رہتے ہو کہ آج فلاں علاقے میں اتنی گرمی تھی اور فلاں علاقے میں اتنی سردی تھی تو تمہارے پاس گرمی سردی معلوم کرنے کے آلات موجود ہیں تو رب تعالیٰ کے نیکیاں بدیاں معلوم کرنے کے آلات ہوں تو کیا بعید ہے۔ اسی طرح تمہارے پاس ''مقیاس الہوا'' ہوا معلوم کرنے کا ترازو ہے۔ کہ

جس کے ذریعے تم گاڑیوں کی ہوا معلوم کرتے ہو کہ اگلے ٹائروں میں اتنی ہوا ہے اور پچھلے ٹائروں میں اتنی ہوا یا اتنے پونڈ ہوا بھر دو۔ ہوا کو اگر ترازو پر تولو گے تو کبھی نہیں تلے گی مگر آلے کے ساتھ تل گئی تو اگر تمہارے پاس ایسے آلات موجود ہیں کہ جن کے ذریعے ہوا تول لیتے ہو تو اللہ تعالیٰ کے پاس کوئی آلہ ہو جس پر نیکیاں بدیاں تلیں تو کیا بعید از قیاس ہے۔ اور کونسی انکار والی بات ہے۔ لھذا یاد رکھنا ترازو حق ہے۔ نیکیاں بدیاں تولی جائیں گی۔ فرمایا وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ اور جس کے اعمال نامے ہلکے ہو گئے فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ پس وہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے خسارے میں ڈالا اپنے نفسوں کو بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ بسبب اس کے کہ تھے ہماری آیتوں کے ساتھ زیادتی کرتے اور انکار کرتے۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِى الْاَرْضِ اور البتہ تحقیق ہم نے قدرت دی تم کو زمین میں کہ تم چلتے پھرتے ہو اس پر اور بستے ہو وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ اور بنائی ہم نے تمھارے لئے زمین میں روزیاں۔ کسی جگہ گندم، کسی جگہ مکئی، کسی جگہ مونجی پیدا ہوتی ہے۔ اور کسی جگہ کچھ اور کسی جگہ کچھ پیدا ہوتا ہے۔ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ بہت کم تم شکریہ ادا کرتے ہو ان نعمتوں کا۔

وَلَقَدْ خَلَقْنٰکُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰکُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ لَمْ یَکُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ ○ قَالَ مَا مَنَعَکَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُکَ قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ ○ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا یَکُوْنُ لَکَ اَنْ تَتَکَبَّرَ فِیْهَا فَاخْرُجْ اِنَّکَ مِنَ الصّٰغِرِیْنَ ○ قَالَ اَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ○ قَالَ اِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ○ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَیْتَنِیْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَکَ الْمُسْتَقِیْمَ ○ ثُمَّ لَاٰتِیَنَّهُمْ مِّنْ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَیْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ اَکْثَرَهُمْ شٰکِرِیْنَ ○

وَلَقَدْ خَلَقْنٰکُمْ اور البتہ تحقیق ہم نے پیدا کیا ہے تم کو ثُمَّ صَوَّرْنٰکُمْ پھر تمہاری صورتیں بنائیں ثُمَّ قُلْنَا پھر کہا ہم نے لِلْمَلٰٓئِکَۃِ فرشتوں کو اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ سجدہ کرو آدمؑ کو فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ پس انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے لَمْ یَکُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ نہ تھا وہ سجدہ کرنے والوں میں سے قَالَ فرمایا رب تعالیٰ نے مَا مَنَعَکَ اَلَّا تَسْجُدَ کس چیز نے روکا تجھ کو اس بات سے کہ تو

نے سجدہ نہ کیا اِذْ اَمَرْتُکَ جب میں نے تجھے حکم دیا تھا قَالَ کہا ابلیس نے اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ میں بہتر ہوں اس سے خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ پیدا کیا تو نے مجھ کو آگ سے وَخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ اور پیدا کیا تو نے اس کو مٹی سے قَالَ فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَاهْبِطْ مِنْهَا پس اتر جا تو اس سے فَمَا یَكُوْنُ لَکَ پس تجھے کوئی حق نہیں پہنچتا اَنْ تَتَكَبَّرَ فِیْهَا یہ کہ تو تکبر کرے اس میں رہ کر فَاخْرُجْ پس نکل جا تو اِنَّکَ مِنَ الصّٰغِرِیْنَ بے شک تو ذلیلوں میں سے ہے قَالَ کہا ابلیس نے اَنْظِرْنِیْۤ اِلٰى یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ تو مہلت دے مجھے اس دن تک جب یہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے قَالَ فرمایا پروردگار نے اِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ بے شک تو مہلت دیئے ہوؤں میں سے ہے قَالَ کہا ابلیس نے فَبِمَاۤ اَغْوَیْتَنِیْ پس بسبب اس کے کہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ البتہ میں ضرور بیٹھوں گا ان کے لئے صِرَاطَکَ الْمُسْتَقِیْمَ تیرے سیدھے راستے پر ثُمَّ لَاٰتِیَنَّهُمْ پھر ضرور آؤں گا میں ان کے پاس مِّنْ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ ان کے آگے سے وَمِنْ خَلْفِهِمْ اور ان کے پیچھے سے وَعَنْ اَیْمَانِهِمْ اور ان کے دائیں طرف سے وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ اور ان کے بائیں طرف سے وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ اور نہیں پائے گا تو ان میں سے اکثروں کو شٰكِرِیْنَ شکر گزار۔

قرآن کریم میں مختلف مقامات پر اس کا تذکرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب آدمؑ کو پیدا فرمایا تو فرشتوں کو حکم دیا اور ابلیس کو بھی کہ سجدہ کرو فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس اکڑ گیا اور سجدہ نہ کیا۔ اب جو رب تعالیٰ کے حکم کے سامنے اکڑتے ہیں وہ ابلیس

کاٹولہ ہیں اور جو رب تعالیٰ کے احکام کو مانتے ہیں وہ فرشتہ صفت لوگ ہیں۔اب تمہاری مرضی ہے کہ ابلیس کے راستے پر چلتے ہو یا فرشتہ صفت بنتے ہو۔رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ اور البتہ تحقیق ہم نے پیدا کیا تم کو۔

انسان کی تخلیق :

بخاری شریف کی روایت میں ہے نطفہ ماں کے رحم میں چالیس دن تک نطفے کی شکل میں رہتا ہے پھر چالیس دن کے بعد لوتھڑا بن جاتا ہے پھر اس کے بعد وہ بوٹی بن جاتا ہے۔قرآنِ کریم میں بھی اس کا ذکر ہے، پھر بوٹی کو اللہ تعالیٰ شکل بنا دیتے ہیں۔لڑکا ہو یا لڑکی، شکل ماں کے رحم میں ہی بنتی ہے۔چار ماہ کے بعد اس میں جان پڑتی ہے۔تو ہماری تخلیق اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ پھر تمھاری صورتیں بنائیں۔آدمؑ کی شکل وصورت جب بن گئی اور اس میں روح ڈال دی گئی ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ پھر ہم نے کہا فرشتوں کو اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ سجدہ کرو آدمؑ کو۔

سجدۂ تعظیمی :

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ آدمؑ کے زمانے سے لیکر حضرت عیسیٰؑ کے زمانے تک سجدہ تعظیمی جائز تھا۔سجدہ تعظیمی اور عبادت میں فرق صرف نیت سے ہوتا تھا اگر نیت سجدہ تعظیمی کی ہیں تو سجدہ تعظیمی ہے اور اگر نیت عبادت کی ہے تو سجدہ عبادت ہے باقی سجدے کا مفہوم ایک ہی تھا کہ پیشانی اور ناک زمین پر لگایا جائے۔اور ہماری شریعت میں سجدہ تعظیمی کی اجازت نہیں ہے۔چنانچہ آنحضرت ﷺ کے مشہور صحابی حضرت قیس ابن سعدؓ جو آپ ﷺ کے دور میں محکمہ پولیس کے انچارج یعنی آئی جی تھے۔یہ عراق کے علاقہ حیرہ میں تشریف لے گئے۔وہ اُس زمانے میں بین الاقوامی منڈی تھی مختلف ملکوں کے

لوگ وہاں آتے اور کئی کئی دنوں تک سامان بیچتے اور خریدتے تھے۔عیسائیوں کا اس علاقے میں بڑا زور تھا انھوں نے وہاں دیکھا کہ وہاں کے عوام اپنے مولویوں اور پادریوں کو سجدہ کرتے ہیں، سجدۂ تعظیمی۔حضرت قیس ابن سعدؓ جب واپس تشریف لائے تو آنحضرت ﷺ کے سامنے اسکا ذکر کیا کہ میں حیرہ کے علاقے میں گیا تھا، میں نے دیکھا کہ وہاں کے عام لوگ اپنے بڑوں کو سجدہ کرتے ہیں فَاَنْتَ اَحَقُّ اَنْ نَسْجُدَلَکَ پس آپ زیادہ حق دار ہیں کہ ہم آپ کو سجدہ کریں۔ظاہر بات ہے کہ صحابی ہیں موحد ہیں سجدہ تعظیمی کی اجازت مانگ رہے ہیں، سجدہ عبادت کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''میری شریعت میں کسی کو سجدہ کرنے کی اجازت نہیں ہے اگر اجازت ہوتی تو میں عورت کو حکم دیتا کہ خاوند کو سجدہ کرے۔'' کیونکہ خاوند کے بیوی پر بڑے حقوق ہیں۔لھذا ہماری شریعت میں سجدۂ تعظیمی جائز نہیں ہے۔اور اس شریعت میں جائز تھا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں اور ابلیس کو حکم دیا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو فَسَجَدُوْا پس انھوں نے فوراً سجدہ کیا اور دوسرے مقام پر آتا ہے فَسَجَدَ الْمَلٰئِکَةُ کُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ تمام فرشتوں نے اکٹھے سجدہ کیا، جیسے ہم جماعت کے ساتھ نماز پڑتے ہیں اور اکٹھے رکوع سجود کرتے ہیں۔کوئی فرشتہ سجدے سے خالی نہیں رہا اِلَّآ اِبْلِیْسَ مگر ابلیس نے نہ کیا یہ بھی اس وقت فرشتوں میں رہتا تھا لَمْ یَکُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ نہ تھا وہ سجدہ کرنے والوں میں سے قَالَ رب تعالیٰ نے فرمایا مَامَنَعَکَ تجھے کس چیز نے روکا اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُکَ اس بات سے کہ تو نے سجدہ نہ کیا جب میں نے تجھے حکم دیا تھا یہ اَمَرْتُکَ کا جملہ بتلا رہا ہے کہ سجدے کا حکم جسطرح فرشتوں کو تھا، ابلیس کو بھی تھا قَالَ کہا ابلیس نے اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ میں بہتر ہوں آدم سے، بہتری کی دلیل کیا ہے خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ پیدا کیا تو نے مجھے آگ سے

وَخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ اور پیدا کیا تو نے آدم کو مٹی سے، یہ ابلیسی منطق تھی رب تعالیٰ کے حکم کے مقابلہ میں، حالانکہ اگر فرشتے اس منطق سے کام لیتے تو ان کی منطق کا وزن زیادہ ہوتا، کیونکہ نوری مخلوق ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے خُلِقَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ نُوْرٍ فرشتے نور سے پیدا کیے گئے ہیں اور نور کا درجہ نار سے زیادہ ہے۔ لیکن یاد رکھنا یہ نور جس سے فرشتے پیدا کیے گئے ہیں، مخلوق ہے رب تعالیٰ کی صفت نہیں ہے۔ وہ نور جو رب تعالیٰ کی صفت ہے۔ اس سے کوئی چیز نہیں نکلی۔ تو فرشتے کہہ سکتے تھے کہ ہم خاکی کو کیوں سجدہ کریں مگر وہ فرمانبردار تھے کوئی حجت نہیں گھڑی مگر ابلیس لعین اکڑ گیا اور حجت بازی شروع کر دی مولانا جلال الدین رومیؒ بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ ان کی کتاب مثنوی شریف توحید، احیاءِ سنت اور تصوف کے ساتھ بھری ہوئی ہے۔ مولانا اس واقعہ کو سلطان محمود غزنویؒ اور ایاز کے واقعہ کے ضمن میں سمجھاتے ہیں۔ سلطان محمود غزنوی خلفاءِ راشدین کی صفت میں سے تو نہیں تھا البتہ نیک عادل مجاہد قسم کا بادشاہ تھا جیسے صلاح الدین ایوبیؒ یا سلطان بایزیدؒ نیک بادشاہ تھے، خلافت کا مقام تو بہت اونچا ہے۔ تو سلطان محمود غزنویؒ اپنی مجلس میں ایاز کو بٹھاتے تھے جو ایک نوعمر کا لڑکا تھا۔ وزیروں نے اعتراض کیا کہ آپ اس نوعمر لڑکے کو بڑوں کی مجلس میں کیوں بٹھاتے ہو؟ سلطان محمود غزنویؒ مسکرائے اور خاموش ہو گئے اور اپنے ملازم کو کہا کہ فلاں دن جب میں عدالت میں بیٹھوں گا تو ایک پتھر کی سل اور ہتھوڑا لا کر مجلس میں رکھ دینا۔ اُس نے حکم کی تعمیل کی۔ سلطان محمود غزنوی نے جب سومنات کا مندر فتح کیا تھا تو یہاں سے بڑے قیمتی ہیرے اور لال و جواہرات لے گیا تھا۔ ان میں سے ایک قیمتی ہیرا نکال کر دیا اور ایک وزیر کو کہا کہ ہیرے کو پتھر پر رکھ کر ہتھوڑے سے توڑ دے۔ اس نے کہا بڑا قیمتی ہیرا ہے۔ یہ توڑنے کے قابل نہیں ہے۔ دوسرے کو کہا اس نے

بھی یہی جواب دیا۔ تیسرے، چوتھے، پانچویں، چھٹے وزیر کو کہا، سب نے یہی جواب دیا اور کسی وزیر مشیر نے وہ ہیرا نہ توڑا۔ پھر ایاز سے کہا بیٹا ہیرے کو توڑ دو۔ اس نے ہیرا پتھر پر رکھ کر ہتھوڑے سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ سلطان محمود غزنوی نے کہا بیٹے ان کی بات تو تُو نے سن لی تھی کہ یہ ہیرا بڑا قیمتی ہے تو تُو نے کیوں توڑ دیا۔ ایاز نے کہا حضرت ایک طرف ہیرے کی قیمت تھی اور دوسری طرف میرے آقا کے حکم کی قیمت تھی اور آقا کے حکم کی قیمت زیادہ تھی اس لیے میں نے اس کی تعمیل کی۔ مولانا رومؒ یہ واقعہ بیان کر کے فرماتے ہیں کہ ابلیس کے ذہن میں تو ایاز جتنی بات بھی نہ آئی۔ چلو ایک منٹ کے لیے مان لو، فرض کر لو کہ وہ بہتر ہے۔ مگر یہ نہ دیکھا کہ مجھے حکم کون دے رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلے میں اکڑ گیا اور اس کا کوئی علاج نہیں ہے قَالَ رب تعالیٰ نے فرمایا فَاهْبِطْ مِنْهَا پس اتر جا، نکل جا اس جنت سے۔ حضرت آدمؑ کا ڈھانچہ وادیٔ نعمان جو عرفات کا ایک کونہ ہے میں بنایا گیا۔ پھر ڈھانچہ جنت میں پہنچایا گیا اور روح جنت میں ڈالی گئی اور حضرت حواؑ کی پیدائش حضرت آدمؑ کی بائیں پسلی سے یہیں ہوئی تھی تو رب تعالیٰ نے فرمایا اتر جا فَمَا يَكُونُ لَكَ پس تجھے کوئی حق نہیں پہنچتا اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيهَا یہ کہ تو تکبر کرے اس جنت میں رہ کر یہ تو متواضعین کی جگہ ہے۔ متکبرین کی جگہ تو دوزخ ہے فَاخْرُجْ فوراً نکل جا اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ بے شک تو ذلیلوں میں سے ہے کہ تو نے میرے حکم کی تعمیل نہ کی قَالَ کہا ابلیس نے اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ تو مہلت دے مجھے اس دن تک جب یہ دوبارہ اٹھائیں جائیں گے یعنی مجھے موت نہ آئے کیونکہ موت بڑی سخت چیز ہے "کتاب الآثار" امام ابو یوسفؒ کی کتاب ہے اس میں یہ روایت منقول ہے کہ حضرت یحییٰؑ کو فوت ہوئے کافی سال گزر گئے تھے کہ ان کے ساتھیوں نے حضرت عیسیٰؑ سے کہا حضرت یحییٰؑ کو

بِـاِذْنِ اللّٰہ زندہ کرو ہم ان کی ملاقات کرنا چاہتے ہیں حضرت عیسیٰؑ بمع اپنے حواریوں کے حضرت یحییٰؑ کی قبر پر کھڑے ہو گئے اور فرمایا یٰیَحْیٰی قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ اے یحییٰؑ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اٹھ کھڑا ہو حضرت یحییٰؑ قبر سے باہر نکل آئے۔ حواریوں نے دیکھا کہ ان کے سر کے بال آدھے سفید تھے۔ ساتھیوں نے پوچھا کہ حضرت جب آپ کی وفات ہوئی تھی سر کے سارے بال کالے تھے اور اب آدھے سفید ہیں۔ حضرت یحییٰؑ نے فرمایا کہ جس وقت حضرت عیسیٰؑ نے آواز دی قُمْ تو میں نے سمجھا قیامت آگئی ہے تو قیامت کے ہول سے میرے بال سفید ہو گئے۔ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا حضرت اگر آپ چاہیں تو میں اللہ تعالیٰ سے درخواست کروں کہ تمہیں کچھ عرصے مزید دے۔ فرمایا معاف رکھنا، مجھے پہلی موت کی تلخی نہیں بھولی زندہ رہا تو پھر مروں گا۔ وہ تلخی کون برداشت کرے گا۔ موت بڑی سخت چیز ہے۔ آنحضرت ﷺ کی وفات کے وقت آپ کے پاس پانی پڑا تھا۔ اس میں ہاتھ ڈبو ڈبو کر ہونٹوں کو تر کرتے تھے اور فرماتے تھے اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی سَکَرَاتِ الْمَوْتِ اے پروردگار! موت کی سختیوں میں میری مدد فرما۔ تو ابلیس نے کہا کہ تو مجھے اس دن تک زندہ چھوڑ دے جس وقت لوگ دوبارہ اٹھائے جائیں گے قَالَ رب تعالیٰ نے فرمایا اِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ بے شک تو مہلت دیئے ہوؤں میں سے ہے۔ فرشتوں کو بھی مہلت ہے اور تجھے بھی۔ لیکن اس وقت تک نہیں جس وقت تک کی اس نے چھٹی مانگی ہے دوسری جگہ اس کی تفصیل ہے اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ (پ: ۱۴، حجر) وقت معلوم تک یعنی نفخہ اولیٰ تک جس میں ساری دنیا تباہ ہو گی اور وہ نفخہ ثانیہ تک مہلت مانگ رہا تھا کہ موت سے بچ جاؤں۔ جب دوسرے لوگ کھڑے ہوں میں بھی کھڑا ہو جاؤں۔ نفخہ اولیٰ اور نفخہ ثانیہ کے درمیان چالیس سال تک وقفہ ہو گا آگے ابلیس کی منطق دیکھو کیا کہہ رہا ہے قَالَ کہا

ابلیس نے فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِیْ پس بسبب اس کے کہ تو نے گمراہ کیا ہے۔ دیکھو اپنے ذمے کچھ نہیں لیا کہ میرا بھی کوئی جرم ہے۔ رب سے خطاب کر کے کہہ رہا ہے۔ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے۔ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ البتہ میں ضرور بیٹھوں گا ان کیلئے صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ تیرے سیدھے راستے پر ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ پھر میں آؤں گا ان کے پاس جو سیدھے راستے پر چلیں گے مِّنْ م بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ ان کے آگے سے وَمِنْ خَلْفِهِمْ اور ان کے پیچھے سے آؤں گا وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ اور ان کے دائیں طرف سے آؤں گا وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ اور ان کے بائیں طرف سے آؤں گا یعنی ہر طرف سے ان پر حملہ آور ہونگا۔ ابلیس کو فوق کا لفظ یاد نہیں رہا کہ اوپر بھی تو ایک طرف ہے۔ یہ رب تعالیٰ کی رحمت کے لیے راستہ رہ گیا وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ اور نہیں پائے گا تو ان میں سے اکثر وں کو شکر گزار۔ اکثریت ہمیشہ گمراہ ہوگی۔ کہتے ہیں کہ اس وقت دنیا کی کل آبادی ساڑھے پانچ ارب کے قریب ہے۔ ان میں سے سوا ارب مسلمان ہیں۔ وہ بھی کلمہ پڑھنے والے، باقی ان میں سے صحیح معنیٰ میں مسلمان کتنے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ واقعات ہمیں سمجھانے کے لیے بتائے ہیں کہ شیطان کے راستے پر نہ چلنا، رحمان کے راستے پر چلنا۔ رب تعالیٰ سب کو اپنے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

قَالَ اخْرُجْ مِنْهَامَذْءُ وْمًامَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ وَيٰاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَامِنْ حَيْثُ شِئْتُمَاوَلَاتَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَوَسْوَسَ لَهُمَاالشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَامَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰكُمَارَبُّكُمَاعَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِاِلَّآ اَنْ تَكُوْنَامَلَكَيْنِ اَوْتَكُوْنَامِنَ الْخٰلِدِيْنَ ۝ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَالَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ۝ فَدَلّٰهُمَابِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّاذَاقَاالشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَاسَوْاٰتُهُمَاوَطَفِقَايَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ؕ وَنَادٰهُمَارَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَاعَنْ تِلْكُمَاالشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَاعَدُوٌّمُّبِيْنٌ ۝ قَالَا رَبَّنَاظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ۫ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَاوَتَرْحَمْنَالَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝

قَالَ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اخْرُجْ مِنْهَا نکل جاؤ یہاں سے مَذْءُ وْمًا

مَّـدۡحُوۡرًا مذمت کیا ہوا، پھٹکارا ہوا لَـمَنۡ تَبِعَکَ مِنۡهُمۡ البتہ جو شخص پیروی کرے گا تیری ان میں سے لَاَمۡلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنۡكُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ میں ضرور بھروں گا جہنم کو تم سب سے وَيٰٓاٰدَمُ اور اے آدم اسۡكُنۡ اَنۡتَ وَزَوۡجُكَ ٹھہرو تم اور تمھاری بیوی الۡجَنَّةَ جنت میں فَكُلَا پس کھاؤ مِنۡ حَيۡثُ شِئۡتُمَا جہاں سے چاہو تم دونوں وَلَا تَقۡرَبَا اور قریب نہ جانا تم دونوں هٰذِهِ الشَّجَرَةَ اس درخت کے فَتَكُوۡنَا مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ پس ہو جاؤ گے زیادتی کرنے والوں میں سے فَوَسۡوَسَ لَهُمَا الشَّيۡطٰنُ پس وسوسہ ڈالا دونوں کے لیے شیطان نے لِيُبۡدِيَ لَهُمَا تاکہ ظاہر کر دے ان دونوں کے لیے مَا وُرِيَ عَنۡهُمَا مِنۡ سَوۡاٰتِهِمَا وہ چیز جو چھپائی گئی ہے ان دونوں سے، ان کی شرمگاہ سے وَقَالَ اور کہا شیطان نے مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا نہیں منع کیا تم دونوں کو تمہارے رب نے عَنۡ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اس درخت سے اِلَّآ اَنۡ تَكُوۡنَا مَلَكَيۡنِ مگر یہ کہ ہو جاؤ تم فرشتے اَوۡ تَكُوۡنَا مِنَ الۡخٰلِدِيۡنَ یا ہو جاؤ تم ہمیشہ رہنے والوں میں سے وَقَاسَمَهُمَآ اور قسم اٹھائی ابلیس نے ان دونوں کے سامنے اِنِّيۡ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيۡنَ بے شک میں دونوں کے لیے خیرخواہوں میں سے ہوں فَدَلّٰهُمَا بِغُرُوۡرٍ پس اتار لایا ان دونوں کو دھوکے کے ساتھ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ پس جس وقت چکھا ان دونوں نے درخت کو بَدَتۡ لَهُمَا سَوۡاٰتُهُمَا ظاہر ہو گئیں ان دونوں کے سامنے ان دونوں کی شرمگاہیں وَطَفِقَا اور شروع کیا ان دونوں نے يَخۡصِفٰنِ عَلَيۡهِمَا

جوڑنے لگ گئے اپنے اوپر مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ جنت کے پتوں سے وَنَادٰهُمَا رَبُّهُمَآ اور پکارا ان دونوں کو، ان دونوں کے پروردگار نے اَلَمْ اَنْهَكُمَا کیا میں نے تم دونوں کو منع نہیں کیا تھا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ اس درخت سے وَاَقُلْ لَّكُمَآ اور نہیں کہا تھا میں نے تم دونوں کو اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ کہ بے شک شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے قَالَا کہا ان دونوں نے رَبَّنَا اے ہمارے رب ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ہم نے زیادتی کی اپنی جانوں پر وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا اور اگر تو ہمیں نہیں بخشے گا وَتَرْحَمْنَا اور ہم پر رحم نہیں کرے گا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ تو البتہ ہم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

پچھلے سبق میں آپ حضرات نے پڑھا کہ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کا ڈھانچہ بنایا اور اپنی قدرت کاملہ کے ساتھ اس میں روح پھونکی۔ ان میں زندگی اور حیات آ گئی تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں اور ابلیس کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ تعظیمی کرو۔ تمام فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس اکڑ گیا اور کہنے لگا، میں اس سے بہتر ہوں اس کو سجدہ کیوں کروں۔ مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو مٹی سے قَالَ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا نکل جا یہاں سے مذمت کیا ہوا، پھٹکارا ہوا۔ تجھے میں نے رحمت سے دور کر دیا آج بُرے سے بُرے کام کرنے والا بھی شیطان کو برا سمجھتا ہے چاہے وہ خود شیطانی کاموں میں ڈوبا ہوا ہو مگر شیطان کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتا۔ فرمایا لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ البتہ جو شخص پیروی کرے گا تیری انسانوں میں سے لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ میں ضرور بھرونگا جہنم کو تم سب سے۔ جو تیری پیروی کریں گے وہ سب دوزخ میں جائیں گے۔ پہلے یہ بیان ہو

چکا ہے کہ آدمؑ کا ڈھانچہ زمین پر وادی محرۃ النعمان میں جو عرفات کا ایک کونہ ہے میں بنایا گیا پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ سے اس کو جنت میں پہنچایا اور اس میں روح پھونکی گئی۔ پھر حضرت آدمؑ کی بائیں پسلی سے حواؑ کو پیدا فرمایا اور فرمایا یٰٓاٰدَمُ اے آدم اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ ٹھہرو تم اور تمہاری بیوی جنت میں فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا پس کھاؤ جہاں سے چاہو تم دونوں۔ جنت میں بے شمار درخت ہیں ہر قسم کا پھل ہر قسم کا میوا کھا سکتے ہو لیکن وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ اور قریب نہ جانا تم دونوں اس درخت کے۔ بعض کہتے ہیں کھجور کا درخت تھا، بعض کہتے ہیں انگور کا درخت تھا، بعض کہتے ہیں بادام کا درخت تھا، بعض کہتے ہیں اخروٹ کا درخت تھا، بعض کہتے ہیں املوک کا درخت تھا۔ لیکن جمہور مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ گندم کا درخت تھا۔ دنیا میں گندم کے درخت نہیں ہوتے چھوٹے چھوٹے پودے ہوتے ہیں۔ لیکن جنت میں گندم کے بڑے بڑے درخت ہوں گے تو فرمایا کہ اس درخت کے قریب نہ جانا کیونکہ اگر تم نے اس درخت کا پھل کھا لیا تو فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ پس ہو جاؤ گے زیادتی کرنے والوں میں سے فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ پس وسوسہ ڈالا دونوں کے لیے شیطان نے۔ سوال یہ ہے کہ ابلیس کو تو جنت سے نکال دیا گیا تھا اور وہ دونوں جنت میں رہتے ہیں تو ابلیس نے ان کے دلوں میں وسوسہ کس طرح ڈالا؟ قاضی بیضاویؒ اور دوسرے مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ جنت کے دروازے سے اندر داخلہ ممنوع تھا باہر کھڑا ہو سکتا تھا۔ آدمؑ اور حواؑ جنت کے اندر تھے اور یہ دروازے سے باہر تھا۔ جیسے عموماً لوگ دروازے سے باہر کھڑے ہو کر گھر والوں سے گفتگو کرتے ہیں اس نے بھی کی۔ وہ وسوسہ کیا تھا اس کا ذکر آگے آ رہا ہے لیکن وسوسہ قبول کرنے کا نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَاوٗرِيَ عَنْهُمَا تاکہ ظاہر کر دے ان

دونوں کے لیے وہ چیز جو چھپائی گئی ہے ان دونوں سے مِنْ سَوْاٰتِھِمَا ان کی شرم گاہوں سے یعنی اس پھل کھانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے جنت کا لباس چھین لیا۔ حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ دونوں بالکل ننگے ہو گئے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مرد کا ناف سے لیکر گھٹنوں تک کا حصہ ستر ہے اس کا چھپانا فرض ہے اور عورت کا سارا بدن سوائے ہاتھ پاؤں اور چہرے کے سارا ستر ہے۔ اس کا چھپانا فرض ہے چند مقام ایسے ہیں جہاں ننگے ہونے کی اجازت ہے۔ حاجت کے وقت، میاں بیوی کے ملنے کے وقت، غسل کے وقت، اس کے علاوہ کسی مقام پر ننگا ہونا جائز نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا یَاعَلِیُّ لَا تَنْظُرْ اِلٰی فَخِذِ حَيٍّ وَلَا مَيِّتٍ اے علی کسی زندہ آدمی کی ران کو بھی نہیں دیکھنا اور کسی مردے آدمی کی ران کو بھی نہیں دیکھنا۔

غسلِ میت :

اسی لیے مردے کو غسل دیتے وقت ناف سے لیکر گھٹنوں تک کپڑا ڈال دینا سنت ہے تاکہ اس کی ران پر نگاہ نہ پڑے اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس شخص نے کسی مردے کو غسل دیا تو اللہ تعالیٰ اس کے چالیس کبیرہ گناہ معاف کر دیتے ہیں۔ یعنی مردے کو غسل دینا بڑی عبادت ہے۔ اور یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ جو امام مردوں کو غسل دے اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ مجھے آج تک یہ مسئلہ کسی کتاب میں نہیں ملا۔ ہاں بعض لوگوں نے اس کو پیشہ بنایا ہوا ہے اور نیک بد میتوں کو غسل دیتے ہیں، یہ برا ہے۔ اور ایک ہے احیاناً کبھی کبھی کسی کو غسل دینا یہ کارِ ثواب ہے۔ تو فرمایا کہ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی شرمگاہیں ننگی ہو گئیں۔ ابلیس کا وسوسہ کیا تھا؟ وہ یہ تھا وَقَالَ اور کہا ابلیس نے مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ نہیں منع کیا تم دونوں کو تمھارے رب نے اس درخت سے اِلَّا

اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ مگر یہ کہ ہو جاؤ تم فرشتے یعنی اس درخت کی تاثیر یہ ہے کہ اس کا پھل کھانے سے تم فرشتے بن جاؤ گے اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ یا ہو جاؤ گے تم ہمیشہ رہنے والوں میں سے کہ تم اس درخت کا پھل چکھو گے تو ہمیشہ جنت میں رہو گے ورنہ یہاں سے نکال دیئے جاؤ گے۔ حضرت آدمؑ کو ذھول ہو گیا اور اس طرف دھیان نہ گیا کہ فرشتہ بن جاؤں گا تو پھر کیا ہو جائے گا فرشتوں نے تو مجھے سجدہ کیا ہے اور اس نے دوسری منطق یہ لڑائی کہ پھل چکھو تو ہمیشہ جنت میں رہو گے ورنہ یہاں سے نکال دیئے جاؤ گے۔ تو یہ حرص اور لالچ مار گئی وَقَاسَمَهُمَآ اور قسم اٹھائی ابلیس نے ان دونوں کے سامنے اِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ بیشک میں دونوں کے لیے خیر خواہوں میں سے ہوں۔ حضرت آدمؑ کی خطا کی ایک وجہ تو ابلیس کی قسم تھی کہ اس نے رب تعالیٰ کی قسم اٹھا کر کہا کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ آدمؑ نے سوچا کہ یہ رب تعالیٰ کی قسم اٹھا کر تو جھوٹ نہیں بولے گا تو قسم سے مغالطہ کھا گئے۔ دوسری وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ آدمؑ لَا تَقْرَبَا کی نہی کو نہی تنزیہی خیال فرمایا کہ تنزیہی ہے تحریمی نہیں ہے۔ تنزیہی کا مطلب ہے کہ اس سے بچ جانا بہتر ہے۔ لیکن اگر کوئی کرے تو گناہ بھی نہیں ہے۔ اور نہی تحریمی کا مطلب ہے کہ اس کے قریب نہ جاؤ۔ تیسری وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ اس درخت کے قریب نہ جاؤ تو انہوں نے سمجھا کہ خاص جس درخت کی طرف اشارہ فرمایا ہے یہ مراد ہے کہ اس کے قریب نہیں جانا چنانچہ اس کے قریب نہیں گئے۔ اسی جنس کے دوسرے درخت سے پھل کھایا لیکن اللہ تعالیٰ کی مراد یہ تھی کہ اس جنس کے جتنے درخت ہیں وہ سب ممنوع ہیں۔ چوتھی وجہ یہ بیان فرماتے ہیں معالم التنزیل والے کہ آدمؑ کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ شاید اللہ تعالیٰ نے پہلا حکم منسوخ کر دیا ہے۔ ابلیس کو اس کی منسوخی کا علم ہو گیا ہے

مجھے علم نہیں ہوا۔ بہر حال کوئی بھی وجہ ہو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَدَلّٰهُمَا بِغُرُوْرٍ پس اتار لایا ان دونوں کو دھوکے کے ساتھ جنت سے، قسم بھی دھوکہ دینے کے لیے کھائی اور تمام باتیں فریب والی کہیں فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ پس جب ان دونوں نے چکھا اس درخت کے پھل کو بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا ظاہر ہو گئیں ان دونوں کے سامنے ان دونوں کی شرمگاہیں۔ جنت کا لباس اتار لیا گیا اور دونوں کی شرمگاہیں ننگی ہو گئیں وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ اور شروع کیا ان دونوں نے جوڑنے لگے اپنے اوپر جنت کے پتوں سے کہ ہماری شرم گاہیں چھپی رہیں۔ اس آیت کریمہ کی تشریح میں تفسیروں میں بھی لکھا ہے اور احادیث میں بھی آتا ہے کہ حضرت آدمؑ جس درخت کے قریب جاتے رب تعالیٰ کی قدرت کہ اس کی ٹہنیاں اونچی ہو جاتیں تھیں۔ کسی درخت نے پتے نہ لینے دیئے۔ بالآخر انجیر کے درخت نے سخاوت کی اور پتے لینے دیئے۔ ان پتوں سے انہوں نے ستر پوشی کی وَنَادٰهُمَا رَبُّهُمَآ اور پکارا ان دونوں کو ان کے پروردگار نے اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ کیا میں نے تم دونوں کو منع نہیں کیا تھا اس درخت سے وَاَقُلْ لَّكُمَآ اور نہیں کہا تھا میں نے تم دونوں کو اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ کہ بے شک شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اس سے محتاط رہنا۔ مگر پھر بھی تم اس کے بہکاوے میں آ گئے قَالَا رَبَّنَا کہا ان دونوں نے اے ہمارے رب ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ہم نے زیادتی کی اپنی جانوں پر۔

اقرارِ غلطی :

اپنی غلطی کا اقرار کر لیا کوئی بہانہ اور ابلیس کی طرح حجت بازی نہیں کی۔ غیر مشروط طور پر کہا۔ اے پروردگار ہم سے غلطی ہوئی ہے۔ یہی انسان کی شان ہے۔ اور نیک آدمی

کی شرافت ہے کہ غلطی ہو تو اس کو تسلیم کر لیتا ہے۔اور برا آدمی ابلیس کی طرح اکڑ جاتا ہے۔اور کہتا ہے کہ میں نے کیا کیا ہے۔میری کیا غلطی ہے؟ تو فرمایا کہ ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے۔وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا اور اگر تو ہمیں نہیں بخشے گا، ہماری غلطی کو وَتَرْحَمْنَا اور ہم پر اپنی رحمت نازل نہیں کرے گا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ تو البتہ ہم نقصان اُٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔پہلے پارے میں آتا ہے فَتَلَقّٰى آدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ پس حاصل کیے آدمؑ نے اپنے رب سے کچھ کلمات۔تو اللہ تعالیٰ نے ان کا قصور معاف کر دیا۔جن کلمات کے ساتھ آدمؑ اور حواؑ نے معافی مانگی، یہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذہن میں ڈالے اور انہوں نے اپنی لغزش سے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا کہ تمہاری لغزش ہے لیکن میں تمہیں معاف کرتا ہوں۔انسان سے جب بھی کوئی غلطی ہو تو اس پر اکڑنا نہیں چاہیے۔فقہاءِ کرام فرماتے ہیں کہ صغیرہ گناہ بار بار کرنے سے کبیرہ ہو جاتے ہیں اور کبیرہ گناہ پر اصرار کرنے سے بسا اوقات کفر تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔لھذا غلطی جیسی بھی ہو، قولی ہو یا فعلی ہو آدمی کو چاہیے کہ اس کا اقرار کرے اور رب تعالیٰ سے فوراً معافی مانگے۔

قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ○ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ○ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۗ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ۗ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ○ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ۗ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۗ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ○ وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ۗ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ۗ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○

قَالَ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اُتر جاؤ بعض تمہارے بعض کے دشمن ہوں گے وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ اور تمہارے لیے زمین ٹھہرنے کی جگہ ہے وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ اور فائدہ اٹھانا ہے ایک وقت

تک قَالَ فرمایا اللہ تعالیٰ نے فِيهَا تَحْيَوْنَ اسی زمین میں تم زندہ رہو گے وَفِيهَا تَمُوتُونَ اور اسی میں تم مرو گے وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ اور اسی زمین سے تم نکالے جاؤ گے يٰبَنِيٓ اٰدَمَ اے آدمؑ کی اولاد قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا تحقیق ہم نے اتارا تمہارے لیے لباس يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ جو چھپاتا ہے تمہاری شرمگاہوں کو وَرِيْشًا اور زینت کا ذریعہ ہے وَلِبَاسُ التَّقْوٰى اور تقوے کا لباس ذٰلِكَ خَيْرٌ وہ بہت ہی بہتر ہے ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کی آیات میں سے ہے لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں يٰبَنِيٓ اٰدَمَ اے آدمؑ کی اولاد لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ ہرگز فتنے میں نہ ڈالے تم کو شیطان كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ جیسا کہ اس نے نکالا تمہارے ماں باپ کو جنت سے يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا کھینچ لیا اس نے ان دونوں سے لباس لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا تاکہ دکھائے ان کو ان کی شرمگاہیں اِنَّهٗ يَرٰكُمْ بے شک وہ دیکھتا ہے تم کو هُوَ وَقَبِيْلُهٗ وہ اور اس کا قبیلہ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ جہاں سے تم انکو نہیں دیکھتے اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ بے شک ہم نے بنا دیا ہے شیطان کو دوست لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ان لوگوں کے لیے جو ایمان نہیں لاتے وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اور جس وقت کرتے ہیں وہ بے حیائی قَالُوْا کہتے ہیں وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا پایا ہم نے اس پر اپنے باپ دادا کو وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ بیشک اللہ تعالیٰ حکم نہیں دیتا بے حیائی کا اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى

اللہِ کیا تم کہتے ہو اللہ تعالیٰ پر مَا لَا تَعْلَمُوْنَ وہ بات جس کو تم نہیں جانتے۔

گذشتہ درس میں آپ حضرات نے پڑھا کہ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ اور حواؑ کو جنت میں ایک درخت کے قریب جانے سے منع فرمایا۔لیکن انھوں نے غلطی سے اس کو چکھ لیا جس پر اللہ تعالیٰ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا کہ کیا میں نے تمہیں منع نہیں کیا تھا کہ اس درخت کے قریب نہ جانا۔حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام نے بغیر کسی بہانے اور حجت کے معافی مانگی قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا دونوں نے کہا اے ہمارے رب ہم نے اپنے نفسوں کے ساتھ زیادتی کی ہے وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ اور اگر آپ ہمیں نہیں بخشیں گے اور ہم پر رحم نہیں کریں گے تو ہم گھاٹا پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔رب تعالیٰ نے معاف کر دیا اور جنت سے اترنے کا حکم دیا قَالَ فرمایا رب تعالیٰ نے اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اتر جاؤ بعض تمہارے بعض کے دشمن ہوں گے اهْبِطُوْا جمع کا صیغہ ہے۔اس میں حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام اور ان سے آگے جو نسل ہونے والی تھی سب کو خطاب ہے۔اس اعتبار سے جمع کا صیغہ لائے ہیں۔ انسان کی انسان کے ساتھ دشمنی تو ظاہر بات ہے۔انسان، انسان کا گلا کاٹ رہا ہے اور اس وقت دنیا میں انسان کے ہاتھوں انسانوں کی جو تباہی ہو رہی ہے۔وہ بھی سب کے سامنے ہے۔فرمایا وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ اور تمہارے لیے زمین میں ٹھہرنے کی جگہ ہے۔وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ اور فائدہ اٹھانا ہے ایک وقت تک قَالَ فرمایا اللہ تعالیٰ نے فِيْهَا تَحْيَوْنَ اسی زمین میں تم زندہ رہو گے وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ اور اسی میں تم مرو گے وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ اور اسی زمین سے تم نکالے جاؤ گے۔یہ اکثریتی قاعدہ ہے کہ انسان نے زمین پر زندہ رہنا ہے اور یہیں مرنا ہے۔اور زمین سے ہی نکالا جائے گا اگر کچھ جزئیات اس کے

خلاف ہوں تو اس قاعدہ پر کوئی زد نہیں پڑتی۔ جیسا کہ مرزائی عیسیٰ کے متعلق اعتراض کرتے ہیں کہ ان کا آسمانوں پر زندہ رہنا فِيهَا تَحْيَوْنَ کے خلاف ہے۔ کیونکہ اہل حق کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کو زندہ ہی آسمانوں پر اٹھالیا گیا تھا اور وہ اب دوسرے آسمان پر تشریف فرما ہیں قیامت سے پہلے نازل ہونگے۔ دجال کو قتل کریں گے، یہود کے ساتھ لڑیں گے اور نصاریٰ کے ساتھ بھی لڑائی ہوگی جن علاقوں میں عیسیٰ کا اثر و رسوخ ہوگا وہاں پر ایک بھی کافر باقی نہیں رہے گا اور چالیس سال تک حکومت کریں گے۔ اس کے بعد ان کی وفات ہوگی۔ انگریز کے دور میں مرزائیوں کا بڑا زور تھا اور اب بھی ہے۔ بیرون ممالک میں بھی اڈے قائم کیے ہوئے ہیں اور انتہائی زور و شور سے تبلیغ کرتے ہیں۔ تو وہ اہل حق کے اس عقیدے پر اعتراض کرتے ہیں کہ دیکھو جی تم کہتے ہو کہ حضرت عیسیٰ آسمانوں پر زندہ ہیں اور رب تعالیٰ فرماتے ہیں فِيهَا تَحْيَوْنَ اسی زمین میں تم زندہ رہو گے۔ تو وہ آسمانوں پر کس طرح زندہ ہیں تو اہل حق جواب دیتے ہیں کہ یہ اکثریتی ضابطہ ہے۔ اگر کوئی جزئی اس کے خلاف ہو تو اس ضابطہ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ دیکھو امریکہ اور روس نے جو خلائی جہاز بنائے ہیں۔ ان میں لوگ مہینوں تک زندہ رہتے ہیں۔

اسی طرح امریکہ نے چاند پر اپنے آدمی اتارے وہ چاند پر رہے، وہیں انہوں نے کھایا پیا اور زندہ رہے، تو اس سے ضابطے پر کیا فرق پڑا کہ اکثریت زمین پر زندہ رہتی ہے اور اکثریت زمین پر مرتی ہے۔ ورنہ ایسے لوگ بھی ہیں جو دریاؤں میں مرتے ہیں۔ مچھلیاں اور مگرمچھ ان کو کھا جاتے ہیں تو اگر کچھ جزئیات خلاف ہوں تو ضابطے پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اے آدمؑ کی اولاد قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا تحقیق ہم نے اتارا تمہارے لیے لباس۔ اتارنے کا مطلب یہ ہے کہ لباس جن چیزوں

سے تیار ہوتا ہے۔ مثلاً کپاس ہے کہ اس کے پودوں کیلئے بارش اللہ تعالیٰ نازل فرماتے ہیں۔ تو گویا اصل مادہ بارش ہے جو آسمان کی طرف سے اتاری گئی۔ اسی طرح اُون ہے، پشم ہے کہ اس سے لباس بنتا ہے۔ تو جن جانوروں سے اُون اور پشم حاصل ہوتی ہے۔ ان کی خوراک گھاس چارہ ہے اور یہ بھی بارش کے سبب سے پیدا ہوتا ہے۔ اور بارش آسمان کی طرف سے نازل ہوتی ہے۔ تو گویا تمام چیزیں اللہ تعالیٰ نے آسمان کی طرف سے اتاری ہیں۔ یہ معنٰی ہے لباس کے اتارنے کا۔ دوسرے مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ اَنْزَلْنَا کا معنٰی خَلَقْنَا بھی آتا ہے۔ اس وقت معنٰی ہوگا ہم نے پیدا کیا تمہارے لیے لباس یُوَارِیْ سَوْاٰتِکُمْ جو چھپاتا ہے تمہاری شرمگاہوں کو وَرِیْشًا اور تمہارے لیے زینت کا ذریعہ ہے۔ شرعی دائرے میں رہتے ہوئے مرد و خواتین حضرات اچھے سے اچھا صاف ستھرا لباس پہن سکتے ہیں۔ اچھا لباس بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ اور اچھے لباس کی توفیق ہوتے ہوئے ادنیٰ لباس پہننے کو شریعت پسند نہیں کرتی۔ ایک شخص آنحضرت ﷺ کے پاس آیا۔ کپڑے اس کے پھٹے پرانے اور میلے کچیلے تھے۔ سر کے بال بکھرے ہوئے اور ان میں مٹی پڑی ہوئی تھی۔ جیسے چڑیل ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا او خدا کے بندے تیرے پاس صابن نہیں کہ تو کپڑے دھولے، تیرے پاس تیل نہیں کہ تو سر کو لگا کر کنگھی کرلے۔ اس نے کہا میرے اوپر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے۔ اتنے اونٹ ہیں، اتنی بکریاں ہیں، اتنی بھیڑیں ہیں، اتنے میرے غلام ہیں اور اتنی میری دکانیں ہیں، بڑا وسیع کاروبار ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے اتنی نعمتیں عطا فرمائی ہیں فَلْیُرٰی اَثَرُ نِعْمَتِہٖ عَلَیْکَ تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اثر تیرے بدن پر نظر آنا چاہیے۔ تو اچھا اور ستھرا لباس پہننا، شرعی دائرے میں رہتے ہوئے، یہ رب تعالیٰ کی نعمتوں کا عملی طور

پر شکریہ ہے۔ تو یہ ظاہری لباس ہے۔ اور ایک دوسرا لباس بھی ہے۔ وَلِبَاسُ التَّقْوٰی اور تقوے کا لباس ذٰلِکَ خَیْرٌ وہ بہت ہی بہتر ہے۔ جسطرح تم ظاہری لباس کی حفاظت کرتے ہو کہ صاف ستھرا ہو کوئی داغ دھبہ نہ لگا ہوا ہو، اس پر کوئی چھینٹ وغیرہ نہ پڑی ہوئی ہو، اسی طرح تقوے کے لباس کا بھی خیال کرو کہ جھوٹ نہ بولو، کسی کی غیبت نہ کرو، گالی نہ دو، دوسرے کا مال نہ کھاؤ، کسی کے خلاف ناجائز کاروائی نہ کرو، اپنے جذبات پر کنٹرول رکھو، کیونکہ یہ تمام چیزیں لباس تقویٰ کو تار تار کرنے والی چیزیں ہیں۔ لہذا ہر مرد اور ہر عورت کو یہ عزم کرنا چاہیے کہ میں برائی نہیں کرونگا، نہ قولاً نہ فعلاً۔ ذٰلِکَ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے۔ اسے لیے بیان کیا ہے کہ لَعَلَّهُمْ یَذَّكَّرُوْنَ تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں اور اس پر عمل کریں۔ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اے آدمؑ کی اولاد لَا یَفْتِنَنَّكُمُ الشَّیْطٰنُ ہرگز فتنے میں نہ ڈالے تم کو شیطان كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَیْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ جیسا کہ اس نے نکالا تمہارے ماں باپ کو جنت سے یعنی جنت سے نکالنے کا سبب بنا کہ دھوکے سے وہ پھل کھلا دیا جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ کو جنت سے نکال دیا۔ لہذا کہیں تم اس کے دھوکے میں نہ آجانا یَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا کھینچ لیا اس نے ان دونوں سے لباس، یعنی اترنے کا سبب بنا کہ شیطان نے کہا کہ اس درخت سے کھالو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کا لباس بھی سلب ہو گیا۔ اتارا اللہ تعالیٰ نے لِیُرِیَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا تاکہ دکھائیں ان کو ان کی شرمگاہیں۔ ظاہر بات ہے کہ لباس اتر جائے تو شرمگاہیں نظر آتیں ہیں اِنَّهٗ یَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِیْلُهٗ بے شک وہ دیکھتا ہے تم کو وہ اور اس کا قبیلہ، برادری مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ جہاں سے تم ان کو نہیں دیکھتے۔ یقین جانو! جنات ہر جگہ کثرت سے موجود ہیں۔ ناری مخلوق ہے۔ ان میں مومن بھی ہیں کافر بھی

ہیں۔ ہندو اور سکھ وغیرہ بھی ہیں۔ قرآن کریم میں مستقل سورۃ ہے، سورۃ جن۔ اس میں جنات کا اپنا بیان ہے مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِکَ کُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا ہم میں نیک بھی ہیں یعنی مسلمان اور کوئی اور طرح کے یعنی کافر۔ ہمارے کئی طرح کے مذہب ہیں۔ ان میں جو مومن ہیں وہ ہماری طرح نماز روزہ اور دوسری دین کی باتوں کی پابندی کرتے ہیں۔ جیسے ہم کرتے ہیں۔ وہ ہمیں دیکھتے ہیں اور ہم ان کو نہیں دیکھتے اور کسی وقت جنات اصل شکل میں یا کسی حیوان کی شکل میں آئیں تو انکار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ وہ مختلف شکلیں اختیار کر سکتے ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ نے مختلف شکلیں بدلنے کا اختیار دیا ہے۔ لہذا بعض لوگ جو کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا یا مرغی دیکھی یا بکری اور پھر وہ غائب ہوگئی، یہ ٹھیک ہے۔ مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ ایک نوجوان صحابی کی نئی شادی ہوئی تھی غزوہ خندق کے موقع پر، دوپہر کے وقت کہنے لگا حضرت مجھے تھوڑی دیر کے لیے اجازت دیں کہ میں گھر جا کر کچھ کھانے پکانے کے لیے دے آؤں۔ میرے گھر میں صرف میری بیوی ہے جس کو میں بیاہ کر لایا ہوں۔ گھر میں کوئی اور چھوٹا بڑا فرد نہیں ہے۔ اور وہ ناواقف ہے بازار نہیں جا سکتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ لیکن ہوشیاری کے ساتھ اور ہتھیار ساتھ لیکر جاؤ۔ کہیں یہود تجھ پر بے خبری میں حملہ نہ کر دیں۔ یہ نوجوان جب گھر گیا تو دیکھا بیوی گھر کے دروازے پر اس طرح کھڑی ہے جیسے کسی کو جھانک رہی ہے، کسی کا انتظار کر رہی ہے۔ اس کو بڑا غصہ آیا، غیرت آئی کہ کل تو میں اس کو بیاہ کر لایا ہوں اور آج اس نے باہر جھانکنا شروع کر دیا ہے۔ اس نے تیر کمان میں رکھ کر سیدھا کیا اس کو مارنے کیلئے۔ اس عورت نے کہا اللہ کے بندے جلد بازی سے کام نہ لو پہلے میری مجبوری سن لو۔ تو نوجوان رک گیا۔ عورت نے کہا کہ ایک ہی کمرہ تھا اور اس میں اژدھا تل

ڈال کر بیٹھ گیا اور سر اوپر اٹھالیا۔ میں بھاگ کر دروازے پر آئی کہ کوئی آدمی نظر آئے تو اس کو کہوں۔ ورنہ میں نہ بدنیت ہوں اور نہ بری ہوں۔ نوجوان سمجھ گیا کہ واقعی مجبوری تھی۔ دروازے پر کھڑے ہوکر نوجوان نے سانپ کو نیزہ مارا۔ سانپ بھی مر گیا اور ساتھ ہی خود بھی مر گیا۔ اس کی برادری آنحضرت ﷺ کے پاس آئی کہ حضرت آپ اس کے لیے دعا کریں کہ یہ زندہ ہو جائے۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ زندہ تو قیامت والے دن ہوگا تم اس کو جا کر دفنا دوں۔ فرمایا اگر گھر میں سانپ نظر آئے خصوصاً سفید رنگ کا فَتَحَرَّجُوْا عَلَيْهِ ثَلَاثًا تین دفعہ اس کو خبردار کرو۔ پھر بھی اگر غائب نہ ہو اور شکل بھی نہ بدلے تو اس کو قتل کر دو۔ تو جنات مختلف شکلوں میں آسکتے ہیں۔ وہ اب ہمیں دیکھ کر ہنستے ہونگے کہ ہماری باتیں ہو رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ بے شک ہم نے بنادیا ہے شیطان کو دوست لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ان لوگوں کے لیے جو ایمان نہیں لاتے وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اور جس وقت کرتے ہیں وہ بے حیائی قَالُوْا کہتے ہیں وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا پایا ہم نے اس پر اپنے باپ دادا کو وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے۔

بخاری وغیرہ میں روایت ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ مرد عورتیں مادرزاد ننگے ہوکر طواف کرتے تھے۔ پہلوانوں کی طرح تھوڑا کپڑا اگلی طرف اور تھوڑا سا پچھلی طرف رکھ لیتے تھے۔ ہاں اگر قریش ان کو کپڑا دے دیتے تو وہ پہن لیتے تھے اور جب ان سے پوچھا جاتا کہ اس طرح کیوں کرتے ہو تو کہتے ہمارے باپ دادا اسی طرح کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے۔ اور دلیل یہ دیتے تھے کہ ہم جب ماں باپ کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے تو کونسا سوٹ پہن کر آئے تھے لھذا جس حالت میں پیدا ہوئے تھے اسی حالت میں طواف کریں گے۔ بعض کہتے تھے کہ کپڑا بھی دنیا کی شے ہے رقم سے ملتا

ہے۔لھذا ہم دنیادار ہوکر کعبۃ اللہ کا طواف کیوں کریں۔بعض یہ جواب دیتے تھے کہ ان کپڑوں میں ہم نے گناہ کئے ہیں تو گناہ والے کپڑوں میں طواف کیوں کریں۔اگر یہ منطق ان کی صحیح تھی تو جن اعضاء کے ساتھ گناہ کئے ہیں ان کو کاٹ کر طواف کرتے۔تو عجیب عجیب منطق لڑاتے تھے،اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے۔قُلْ اے نبی کریم ﷺ آپ کہہ دیں اِنَّ اللّٰہَ لَایَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ بیشک اللہ تعالیٰ حکم نہیں دیتا بے حیائی کا اَتَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ کیا تم کہتے ہو اللہ تعالیٰ پر وہ بات جو تم نہیں جانتے۔ یہ سب تمہاری خود ساختہ بے حیائی کی باتیں ہیں۔اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے۔

قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ قف وَاَقِیْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ط كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ○ فَرِیْقًا هَدٰى وَفَرِیْقًا حَقَّ عَلَیْهِمُ الضَّلٰلَةُ ط اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّیٰطِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَیَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ○ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ج اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ ○ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ط قُلْ هِیَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا خَالِصَةً یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ ط كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ○

قُلْ آپ کہہ دیں اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ حکم دیا ہے میرے رب نے انصاف کا وَاَقِیْمُوْا وُجُوْهَكُمْ اور قائم رکھو اپنے چہروں کو عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ ہر مسجد کے پاس وَّادْعُوْهُ اور پکارو اس کو مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ خالص کرتے ہوئے اس کیلئے دین کو كَمَا بَدَاَكُمْ جیسے اس نے ابتداءً تمہیں پیدا کیا ہے تَعُوْدُوْنَ

اسی طرح تم دوبارہ لوٹو گے فَرِیْقًا هَدٰی ایک گروہ کو اس نے ہدایت دی ہے
وَفَرِیْقًا حَقَّ عَلَیْهِمُ الضَّلٰلَةُ اور ایک گروہ ایسا ہے جس پر گمراہی لازم ہو چکی
ہے اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّیٰطِیْنَ بے شک انہوں نے بنالیا شیطانوں کو اَوْلِیَآءَ مِنْ
دُوْنِ اللّٰهِ دوست اللہ سے ورے ورے وَیَحْسَبُوْنَ اور وہ خیال کرتے ہیں
اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ کہ بے شک وہ ہدایت پانے والے ہیں یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اے بنی آدم
خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ لے لو اپنی زینت عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ ہر مسجد کے پاس
وَّکُلُوْا وَاشْرَبُوْا اور کھاؤ اور پیو وَلَا تُسْرِفُوْا اور اسراف نہ کرو اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ
الْمُسْرِفِیْنَ بے شک اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں سے محبت نہیں رکھتا قُلْ آپ
کہہ دیں مَنْ حَرَّمَ کس نے حرام کی ہے زِیْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْٓ اللہ تعالیٰ کی زینت جو
اَخْرَجَ اس نے نکالی ہے لِعِبَادِهٖ اپنے بندوں کیلئے وَالطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ
اور پاکیزہ رزق قُلْ آپ کہہ دیں هِیَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یہ ان لوگوں کیلئے ہے جو
ایمان لائے ہیں فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا دنیا کی زندگی میں خَالِصَةً یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ اور
یہ خالص ہوں گی ان کیلئے قیامت کے دن کَذٰلِکَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ اسی طرح
ہم تفصیل سے بیان کرتے ہیں آیتیں لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ایسی قوم کیلئے جو جانتی
ہے۔

کل کے سبق میں آپ نے یہ بات سنی تھی کہ زمانہ جاہلیت میں مرد عورتیں ننگا

طواف کرتے تھے۔ سوائے ان کے کہ جن کو قریش کپڑے دیتے تھے۔ جب ان سے کہا جاتا کہ تم ایسا کیوں کرتے ہو تو کہتے ہمارے پاس سو دلیلوں کی ایک ہی دلیل ہے وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَ نَا ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسے طریقے پر پایا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے۔ کہ ہمارے باپ دادا کوئی بے وقوف تھوڑے تھے کہ خود ایسا کرتے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا اور شرمگاہوں کو ننگا کرنا بے حیائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ذمے تم ایسی چیزیں لگاتے ہو جن کا تمہیں علم نہیں ہے۔ ان چیزوں کا تمہیں رب تعالیٰ نے حکم نہیں دیا۔ رب تعالیٰ نے کن چیزوں کا حکم دیا ہے آگے ان کا تذکرہ ہے۔ فرمایا قُلْ آپ کہہ دیں اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ حکم دیا ہے میرے رب نے انصاف کا۔ اپنے ہوں یا پرائے بات کرو انصاف کی، کام کرو انصاف کا وَ اَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ اور قائم رکھو اپنے چہروں کو عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ ہر مسجد کے پاس کعبے کی طرف یعنی ہر نماز کے وقت اپنا چہرہ کعبے کی طرف سیدھا کرو۔ بعضے لوگوں کی عادت ہے کہ تکبیر تحریمہ کہتے وقت سر نیچے جھکا لیتے ہیں۔ یہ صحیح نہیں ہے۔ اس طرح کرنے سے تو چہرہ پاؤں یا زمین کی طرف ہوا کعبہ کی طرف تو نہ ہوا۔ لھذا نیت کرتے وقت سر سیدھا اور چہرہ کعبے کی طرف کرنا ہے۔

شرائطِ نماز :

استقبال قبلہ نماز کی شرائط میں سے ہے۔ جس طرح طہارت یعنی وضوء شرط ہے، جگہ کا پاک ہونا شرط ہے، کپڑوں کا پاک ہونا شرط ہے، نماز کا وقت ہونا شرط ہے۔ اگر کعبۃ اللہ سامنے نظر آتا ہو تو عین کعبہ کی طرف رخ کرنا ضروری ہے اگر کعبے سے رخ ادھر اُدھر ہٹا ہوا ہو گا تو نماز نہیں ہو گی اور اگر کعبۃ اللہ نظر نہیں آتا تو اس وقت جہت اور سمت

معتبر ہے چاہے آدمی مکہ مکرمہ میں ہی کیوں نہ ہو۔ پھر عین کعبہ کی طرف رخ کرنا ضروری نہیں ہے سمت کعبہ کافی ہے۔ ہماری مسجدوں کے رخ عین کعبہ کی طرف نہیں ہیں کوئی ایک ڈگری ہٹی ہوئی ہے، کوئی دو ڈگری، کوئی تین چار ڈگری ہٹی ہوئی ہے۔ لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا نماز بالکل صحیح ہے۔ وَادْعُوْهُ اور پکارو اس کو مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ خالص کرتے ہوئے اس کیلئے دین کو۔

اخلاصِ عبادت :

عبادت کا صحیح ہونا اس پر موقوف ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کیلئے ہو اور اس میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا خیال بھی نہ آئے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت جبرائیلؑ انسانی شکل میں آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور آپ سے چند سوال کیے۔ ایک سوال یہ تھا مَا الْاِحْسَانُ احسان کیا ہے، اخلاص کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ یہ کہ تو عبادت کرے اللہ کی اس طرح کہ گویا تو اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے آنکھوں سے فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ اگر تمہیں یہ کیفیت حاصل نہ ہو فَاِنَّهُ يَرَاكَ تو پھر یہ یقین رکھو کہ رب تمہیں دیکھ رہا ہے تو عبادت کا صحیح ہونا اخلاص پر موقوف ہے كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ جیسے اس نے تمہیں ابتداءً پیدا کیا ہے اسی طرح تم دوبارہ لوٹو گے۔ تمہیں دنیا میں آنے کے بارے میں کوئی شک نہیں ہے کہ یقیناً تم دنیا میں آچکے ہو۔ تو جو ذات تمہیں دنیا میں لائی ہے وہی تمہیں قیامت والے دن اٹھائے گی۔ قیامت کا یقین رکھنا ضروری ہے۔ فَرِيْقًا هَدٰى ایک گروہ کو رب تعالیٰ نے ہدایت دی ہے جو ہدایت کا طالب ہوا سورۃ الشوریٰ میں آتا

ہے وَیَهْدِیْ اِلَیْهِ مَنْ یُّنِیْبُ اور ہدایت دیتا ہے اس کو جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ وَفَرِیْقًا حَقَّ عَلَیْهِمُ الضَّلٰلَةُ اور ایک گروہ ایسا ہے جس پر گمراہی لازم ہو چکی ہے۔ وہ کونسا گروہ ہے فرمایا اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّیٰطِیْنَ اَوْلِیَآءَ بے شک انہوں نے بنالیا شیطانوں کو دوست مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے ورے ورے۔ رب تعالیٰ کو چھوڑ کر اور اس کے حکموں کو چھوڑ کر اور رب تعالیٰ کے پیغمبروں کو چھوڑ کر شیطانوں کو اپنا دوست بنالیا ہے۔ اور شیطان والے کام کرتے ہیں لازمی بات ہے کہ شیطان گمراہ ہے تو وہ اپنے دوستوں کو بھی گمراہی پر آمادہ کرے گا تو ان پر گمراہی ہی لازم ہو گی۔ پھر گمراہ ہونے کے باوجود وَیَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ اور وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ ہدایت پانے والے ہیں۔ ہر باطل سے باطل فرقہ اپنے آپ کو حق پر سمجھتا ہے۔

باطل فرقے :

پاکستان میں بہت سے باطل فرقے ہیں۔ ہندو، سکھ، عیسائی، یہودی، پارسی، رافضی، قادیانی، بہائی، ذِکری وغیرہ۔ آپ کسی سے پوچھ کر دیکھ لیں وہ یہی کہے گا کہ ہم حق پر ہیں اور جو کچھ کر رہے ہیں صحیح کر رہے ہیں۔ کوئی بھی نہیں کہے گا کہ ہم غلط کر رہے ہیں۔ ضابطہ یاد رکھیں۔ جو بھی قرآن وسنت سے ہٹ گیا، اجماع امت سے ہٹ گیا، گمراہ ہو گیا۔ ہدایت قرآن پاک اور حدیث شریف میں پھر امت کے اجماع میں ہے۔ صحابہ کرام کو چھوڑ کر، تابعین تبع تابعین کو چھوڑ کر، ائمہ دین، فقہاء کرام، محدثین عظام رحمہم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کوئی دین کو نہیں سمجھ سکتا اور ان حضرات سے الگ ہو کر کوئی دین سمجھنا چاہے تو......

؎ این خیال است و محال است و جنوں

ان بزرگوں نے دین کو سمجھا اور اس پر عمل کیا حَاشَا وَ کَلَّا ان کو چھوڑ کر کوئی دین نہیں سمجھ سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اے بنی آدم خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ لے لو اپنی زینت ہر مسجد کے پاس یعنی ہر نماز کے وقت اپنی زینت اختیار کرو۔ مسئلہ اچھی طرح سمجھ لو۔ نماز انسان ایسے لباس میں پڑھے جو صاف ستھرا ہو اور وہ لباس پہن کر کسی مجلس میں جانے سے نہ شرمائے اور ایسا میلا کچیلا لباس جس کو پہن کر کسی مجلس یا شادی خوشی میں شامل ہونا پسند نہ کرے ایسے لباس کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ کہ ہر نماز کے وقت اپنی زینت لے لو۔ اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضری اچھے لباس میں ہونی چاہیے۔ اسی لیے علماء کرام فرماتے ہیں کہ مسجدوں میں جوتو پیاں رکھی ہوتی ہیں ان سے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ اس لیے کہ ان کو پہن کر کوئی شادی میں شامل نہیں ہوتا نہ ان کو پہن کر کوئی مجلس یا بازار میں جانا پسند کرتا ہے۔ تو ایسا لباس جس کو پہن کر آدمی کسی اچھی مجلس میں جانا پسند نہ کرے اس کو پہن کر مسجد میں آئے یہ رب تعالیٰ کی تعظیم کے خلاف ہے اور مکروہ تحریمی ان کی تحقیق ہے۔ میری تحقیق یہ ہے کہ مکروہ تحریمی تو نہیں مکروہ تنزیہی ہے۔ بہر حال مسجد میں صاف ستھرا اچھا لباس پہن کے آؤ کہ جس کے پہننے میں آپ کو ہچکچاہٹ اور عار محسوس نہ ہو۔ اور نوجوانو! یاد رکھنا عام طور پر گلی محلے اور بازار میں بھی ننگے سر پھرنا بڑی بری بات ہے۔ ہاں گھر میں ہو یا گرمی ہو تو اتارنے

میں کوئی حرج نہیں ہے ۔فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا ایک طبقہ کہتا ہے کہ جو شخص ننگے سر بازار گلیوں میں پھرے وہ مردود الشہادۃ ہے یعنی اس کی گواہی قبول نہیں ہوگی ۔انگریز پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو جس نے یہ تمام خرابیاں پیدا کی ہیں کہ آج نوجوان دفتر میں جائیں گے تو ننگے سر، بازار جائیں گے تو ننگے سر، عزیز رشتہ داروں کو ملنے جائیں گے تو ننگے سر، یہ بری عادت ہے ۔لھذا سر پر پگڑی باندھو، ٹوپی پہنو۔ہم نے اپنے بزرگوں کو دیکھا کہ اگر کوئی تعلیم کے دوران ننگے سر ہوا تو اس کو جماعت سے اٹھا دیتے تھے ۔لہذا قرآن کریم کے درس اور حدیث کی تعلیم میں بھی ننگے سر نہیں بیٹھنا چاہیے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا اور کھاؤ اور پیو وَلَا تُسْرِفُوْا اور اسراف نہ کرو۔اسراف کہتے ہیں ضرورت سے زیادہ کو اور تبذیر کہتے ہیں کہ جہاں خرچ کرنے کی اجازت نہیں وہاں خرچ کیا جائے ۔اور یہ بھی یاد رکھنا کہ تفسیر روح المعانی اور فوائد عثمانی وغیرہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ تھوڑا کھانا بھی اسراف ہے ۔اتنا تھوڑا کہ جس سے قوۃ بدنی اور صحت برقرار نہ رہ سکے ۔تمہارے فائدے کی بات کر رہا ہوں ۔اتنا کھاؤ کہ تمہاری قوۃ بدنی برقرار رہے، نماز پڑھ سکو، روزہ رکھ سکو، کام کر سکو۔فرمایا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ بے شک اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں سے محبت نہیں رکھتا قُلْ آپ کہہ دیں مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ کس نے حرام کی ہے اللہ کی زینت الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ جو اس نے نکالی ہے اپنے بندوں کیلئے وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ اور پاکیزہ رزق ۔زمانہ جاھلیت میں لوگ جب حج کیلئے آتے کیونکہ حج حضرت

ابراھیم کا طریقہ تھا تو یہ ان میں برائے نام جاری تھا۔ ننگے طواف کرتے اور گھی، گوشت، مچھلی، انڈے نہیں کھاتے تھے اور دودھ نہیں پیتے تھے۔ کہتے ہم رب کی عبادت کیلئے آئے ہیں کھانے پینے کیلئے تو نہیں آئے۔ لھذا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان سے پوچھو یہ چیزیں کس نے حرام کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو پیغمبروں کو حکم دیا ہے۔ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور رب تعالیٰ کی عبادت کرو یہ رب تعالیٰ کی نعمتیں ہیں۔ ہاں اگر کوئی چیز کسی کے مزاج کے موافق نہ آتی ہو تو اس کو چھوڑ دے۔ مثلاً کسی کو گرم چیز موافق نہیں ہوتی، کسی کو ٹھنڈی چیز موافق نہیں ہوتی قُلْ آپ کہہ دیں هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا یہ اچھی چیزیں اور پاکیزہ رزق ان لوگوں کیلئے ہے جو ایمان لائے ہیں یہ ان کے مستحق ہیں اور دوسروں کو ان کے واسطے سے ملتا ہے فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی میں خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ اور یہ چیزیں خالص ہوں گی ان کیلئے قیامت کے دن۔ کافروں کو وہاں کوئی شئی نہیں ملے گی سوائے گرم پانی کے جو ہونٹوں کو جلا دے گا اور انتڑیوں کو باہر نکال دے گا اور زخموں کی پیپ ملے گی اور ضریع اور زقوم جیسی چیزیں ان کو ملیں گی۔ اللہ تعالیٰ بچائے اور محفوظ فرمائے۔ دوزخی جنتیوں سے کہیں گے تمہیں جو رزق ملا ہے اس میں سے اور پانی ہمیں بھی دو۔ جنتی کہیں گے اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ (۸، پ، اعراف) بے شک اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں چیزیں کافروں پر حرام قرار دی ہیں ہم نہیں دے سکتے۔ تو اتنی بات آپ حضرات نے سمجھ لی کہ اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں حلال کی ہیں ان کو کھاؤ پیو۔ ان کو حرام نہ قرار دو۔ آج دنیا میں ٹھگ قسم کے عاملوں کی بھرمار ہے۔ ایمان بھی لوٹتے ہیں اور رقم بھی لوٹتے ہیں اور خوامخواہ لوگوں کو وساوس میں مبتلا کرتے ہیں کہ تجھ پر کسی نے وار کیا

ہے، تجھے جنات نے گھیرا ہوا ہے، تیرے اوپر کوئی پھر گیا ہے اور نہ معلوم کیا کیا خرافات بولتے ہیں اور ضعیف الاعتقاد لوگ ان کی باتوں پر یقین کرتے ہیں۔ اور وہ تعویذ دھاگے کے ساتھ پابندیاں بھی لگاتے ہیں کہ فلاں فلاں چیز نہیں کھانی خصوصاً عورتیں اس بیماری کا بہت شکار ہیں۔ میرے پاس بھی کئی عورتیں تعویذ لینے آتی ہیں اور کہتیں ہیں کہ ہمیں کوئی چیز منع کرو میں کہتا ہوں جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے حلال کی ہیں ان سے کون منع کر سکتا ہے۔ پھر کہیں گی نہیں جی کوئی چیز ضرور بتاؤ جو ہم نہ کھائیں۔ ایسے ہی ایک بی بی بڑی لیچڑ تھی جو جان نہیں چھوڑتی تھی کہ کوئی چیز میرے لئے منع کرو میں نے کہا تم میرا دماغ نہ کھاؤ باقی ساری چیزیں کھاؤ۔ فرمایا کَذٰلِکَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ اسی طرح ہم بیان کرتے ہیں آیتیں لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ایسی قوم کیلئے جو جانتی ہے۔ اور جو نہ جاننا چاہے اس کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَاظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَالَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰهِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ ○ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ج فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا یَسْتَقْدِمُوْنَ ○ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْكُمْ اٰیٰتِیْ لا فَمَنِ اتَّقٰی وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ○ وَالَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ج هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ○

قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّمَا پختہ بات ہے حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ حرام قرار دیا ہے میرے رب نے بے حیائیوں کو مَاظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ جو ظاہراً کی جاتی ہوں ان میں سے اور جو پوشیدہ طور پر کی جاتی ہوں وَالْاِثْمَ اور گناہ کو حرام کیا ہے وَالْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ اور زیادتی کو حرام کیا ہے جو ناحق ہو وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ اور یہ کہ تم شریک ٹھہراؤ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مَا ایسی مخلوق کو لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا جس

کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں اتاری وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰہِ اور یہ کہ تم کہو اللہ تعالیٰ پر مَالَا تَعْلَمُوْنَ جو تم نہیں جانتے وَلِکُلِّ اُمَّۃٍ اَجَلٌ اور ہر امت کیلئے ایک میعاد ہے فَاِذَا جَآءَ اَجَلُھُمْ پس جس وقت ان کی میعاد آئے گی لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَۃً تو نہ پیچھے ہو سکیں گے ایک گھڑی وَّ لَا یَسْتَقْدِمُوْنَ اور نہ آگے ہو سکیں گے یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اے بنی آدم اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ اگر آئیں تمہارے پاس رسول تم میں سے یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِیْ جو بیان کریں تم پر میری آیتیں فَمَنِ اتَّقٰی پس جس نے تقویٰ اختیار کیا وَاَصْلَحَ اور اس نے اصلاح کی فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ نہ ان پر کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے وَالَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا اور وہ لوگ جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو وَاسْتَکْبَرُوْا عَنْھَآ اور تکبر کیا ان سے اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ یہی لوگ ہیں دوزخ والے ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

مشرکین کا حلال اشیاء کو حرام قرار دینا :

اس سے پہلے سبق میں یہ بیان ہوا تھا کہ مشرکین نے اپنی مرضی سے کچھ چیزیں حرام قرار دی تھیں۔ خصوصاً حج کے دنوں میں کہ گوشت، مچھلی، انڈا وغیرہ نہیں کھاتے تھے کہ ہم عبادت کیلئے آئیں ہیں کھانے پینے کیلئے نہیں آئے اور کہتے تھے کہ ہمارے باپ دادا اسی طرح کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید فرمائی کہ اللہ نے ایسا کوئی حکم ان کو نہیں دیا اور یہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ ایسی باتیں لگاتے ہیں جو

نہیں جانتے ہیں۔اب اللہ تعالیٰ وہ چیزیں بیان فرماتے ہیں جو اس نے حرام قرار دی ہیں۔فرمایا اللہ تعالیٰ نے قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ پختہ بات ہے حرام قرار دیا ہے میرے رب نے بے حیائیوں کو مَا ظَهَرَ مِنْهَا جو ظاہراً کی جاتی ہیں ان میں سے۔جیسے رقص ہے،ناچ ہے،سود ہے۔یہ تمام چیزیں کھلی بے حیائی ہیں۔اور تم لوگ یہ سب کام کرتے ہو۔ان کا کوئی مجمع ناچ سے خالی نہیں ہوتا تھا اور آج بھی بڑے بڑے لوگ محفلوں میں ناچتے ہیں اور کئی دوسرے لوگوں کو نچاتے ہیں اور حیوانوں کو نچاتے ہیں، یہ رب تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔وَمَا بَطَنَ اور جو پوشیدہ طور پر کی جاتی ہیں بے حیائی کی چیزیں ان کو بھی رب تعالیٰ نے حرام کیا ہے اور تم ان کی کوئی پرواہ نہیں کرتے وَالْاِثْمَ اور اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کا گناہ حرام قرار دیا ہے قولی ہو یا فعلی ہو، اللہ تعالیٰ کے حقوق کو توڑنا ہو یا آنحضرت ﷺ کے حقوق کو ضائع کرنا ہو یا بندوں کے حقوق کو پائمال کرنا ہو، اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔وَالْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ اور زیادتی جو ناحق ہو وہ بھی اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دی ہے۔ایک زیادتی ناحق ہوتی ہے اور ایک زیادتی حق ہوتی ہے۔زیادتی ناحق یہ ہے کہ مثلاً بلاوجہ کسی کو مکا مار دیا یا ڈنڈا مار دیا اور زیادتی حق یہ ہے کہ ایک آدمی نے مکا مارا اور اس نے جواب میں بدلہ لینے کیلئے مکا مارا تو یہ زیادتی حق ہے حقیقت میں یہ زیادتی تو نہیں ہے لیکن شکل اس کی چونکہ زیادتی کے ساتھ ملتی ہے اس وجہ سے اس کو بھی زیادتی کہہ دیتے ہیں کہ جی اس نے اس کیساتھ زیادتی کی اور اس نے اس کے ساتھ زیادتی کی اور حالانکہ دوسرے نے بدلہ لیا ہے لیکن ہم شکل ہونے کی وجہ سے اس کو زیادتی کہا جاتا ہے۔مگر یہ یاد رہے کہ جوابی مکا اتنا مارے جتنا اس نے مارا ہے۔ایسا نہ ہو کہ اس

نے پانچ سیر کا مکا مارا ہے اور یہ دس سیر کا مکا مار دے، اب یہ ظالم بن جائے گا اور معاف کر دینا بہتر ہے کہ کہیں تمہارے مکا مار دینے میں زیادتی نہ ہو جائے۔ کیونکہ انسان جب غصے اور جوش میں ہوتا ہے تو بہت کچھ کر لیتا ہے۔ لھذا معاف کرنا ہی بہتر ہے۔ آنحضرت ﷺ کے سامنے دو آدمی لڑ رہے تھے ان میں سے ایک کی رگیں پھولی ہوئی تھیں چہرہ سرخ اور بڑے غصے میں تھا آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ وہ کلمہ پڑھ لے جو میں بتلاتا ہوں تو اس کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے گا وہ کلمہ یہ ہے کہ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْم پڑھے اور پانی پیئے۔ وہ چونکہ غصے میں تھا اس نے خود تو بات نہ سنی ساتھیوں نے اس کو کہا کہ آنحضرت ﷺ فرما رہے ہیں کہ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْم پڑھ لے۔ کہنے لگا کہ میں کوئی پاگل ہوں۔ تو غصے کی حالت میں اس نے یہ کہا تو غصہ بُری چیز ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم پہلوان کسے کہتے ہو کہنے لگے حضرت پہلوان وہ ہوتا ہے جو میدان میں دوسرے کو پچھاڑ دے۔ آپؐ نے فرمایا لَيْسَ الشَّدِيْدُ بِالصُّرْعَةِ اِنَّمَا الشَّدِيْدُ مَنْ يَمْلِكُ نَفْسَهٗ عِنْدَ الْغَضَبِ " پہلوان وہ نہیں ہے جو میدان میں دوسرے کو پچھاڑ دے پہلوان وہ ہے جو غصے پر قابو پائے" وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ اور یہ کہ تم شریک ٹھہراؤ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ایسی مخلوق کو جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں اتاری یہ بھی اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے کہ تم مخلوق کو اللہ تعالیٰ کا شریک بناؤ مخلوق میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے، نہ فرشتوں میں، نہ پیغمبروں میں، نہ عام انسانوں میں اس کا کوئی شریک ہے۔ اور یاد رکھنا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم اٹھانا بھی شرک ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا لَا تَحْلِفُوْا بِاٰبَائِكُمْ اپنے باپ دادا کی قسمیں نہ

اٹھاؤ مَنْ حَلَفَ بِغَیْرِ اللّٰہِ فَقَدْ اَشْرَکَ بِاللّٰہِ جس نے غیر اللہ کی قسم اٹھائی اس نے شرک کیا اور یہ بھی اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰہِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ اور یہ کہ تم کہو اللہ تعالیٰ پر جو تم نہیں جانتے۔ جو چیز رب تعالیٰ نے حرام نہیں کی تم کہتے ہو کہ رب تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ یہ حرام ہے یہ رب تعالیٰ پر بہتان ہے اور اس سے بڑا کون ظالم ہے جو رب تعالیٰ پر بہتان باندھتا ہے وَلِکُلِّ اُمَّۃٍ اَجَلٌ اور ہر امت کیلئے ایک میعاد ہے۔ ہر گروہ اور ہر طبقہ کیلئے فَاِذَا جَآءَ اَجَلُھُمْ پس جس وقت ان کی معیاد آئے گی لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَۃً تو نہ پیچھے ہو سکیں گے ایک گھڑی وَّ لَا یَسْتَقْدِمُوْنَ اور نہ آگے ہو سکیں گے۔ جس وقت انسان کی موت کا وقت آتا ہے تو فرشتوں کو دیکھ کر منتیں کرتا ہے اور کہتا ہے لَوْلَا اَخَّرْتَنِیْ اِلٰی اَجَلٍ قَرِیْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَکُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ (پ: ۲۸) کیوں نہ تو نے مجھے مہلت دی تھوڑی سی کہ میں صدقہ خیرات کرتا اور نیکیوں میں داخل ہو جاتا۔ حالانکہ وَلَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰہُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُھَا (پ، ۲۸) ہرگز مہلت نہیں دیتا اللہ تعالیٰ کسی نفس کو جب اس پر موت آجاتی ہے۔ لوگوں نے غلط قصے کہانیاں بنائی ہوئی ہیں کہ فلاں شخص کا یہ نام تھا فرشتے کو مغالطہ ہو گیا اور اس نام کے دوسرے شخص کی جان نکال کر لے گیا حَاشَا وَ کَلَّا ایسی کوئی بات نہیں ہے اور رب تعالیٰ کے نظام میں کوئی مغالطہ نہیں ہے، بندوں کو مغالطہ لگ سکتا ہے۔ چنانچہ انگریز دور میں مولانا فضل حق رامپوری انگریز کے خلاف تھے اور ایک تھے مولانا فضل حق خیر آبادی۔ تو مولانا فضل حق رامپوری کے خلاف وارنٹ جاری ہوئے اور بجائے مولانا رامپوری کے، مولانا فضل حق خیر آبادی کو گرفتار کر کے کالے پانی لے گئے۔ بیچارے کالے پانی میں رہے اور وہی ان کی

وفات ہوئی۔لیکن رب تعالیٰ کے کارندوں کو کوئی مغالطہ نہیں لگتا۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں
یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ اے اولادآدم اِمَّا یَاۡتِیَنَّکُمۡ رُسُلٌ مِّنۡکُمۡ اگرآئیں تمہارے پاس رسول تم میں
سے یَقُصُّوۡنَ عَلَیۡکُمۡ اٰیٰتِیۡ جو بیان کریں تم پر میری آیتیں فَمَنِ اتَّقٰی پس جس نے
تقویٰ اختیار کیا وَ اَصۡلَحَ اور اس نے اصلاح کی فَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ پس نہ ان پر کوئی خوف
ہوگا وَ لَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔قادیانیوں نے اس آیت کریمہ سے اجراء
نبوت پر استدلال کیا ہے کہ نبوت جاری ہے ختم نہیں ہوئی اور استدلال اس طرح کیا ہے
کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ اِمَّا یَاۡتِیَنَّکُمۡ رُسُلٌ مِّنۡکُمۡ اے اولاد آدم اگر آئیں
تمہارے پاس رسول تم میں سے معلوم ہوا کہ بنی آدم کے پاس پیغمبر آتے رہیں گے اور حکم
ہے کہ جب پیغمبر آئے تو اس پر ایمان لاؤ تو ہم بھی بنی آدم ہیں ہمارے پاس پیغمبر آئے تو
ہم کیوں نہ مانیں۔جواب یہ ہے کہ جب نسلِ انسانی چلی تھی اللہ تعالیٰ نے اس وقت ہی فرما
دیا تھا کہ اے بنی آدم تمہارے پاس پیغمبر آتے رہیں گے اس ارشاد کے مطابق پیغمبر آتے
رہے یہاں تک کہ حضرت عیسیٰؑ تشریف لائے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے
وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوۡلٍ یَّاۡتِیۡ مِنۡۢ بَعۡدِی اسۡمُہٗۤ اَحۡمَدُ (پ،۲۸،صف) کی بشارت
سنائی۔"اور میں خوشخبری سنانے والا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا اور اس کا نام
احمد ہوگا"آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میرا نام احمد بھی اور محمد بھی ہے۔اور جب آپ دنیا
میں تشریف لے آئے تو رب تعالیٰ نے فرمادیا مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنۡ رِّجَالِکُمۡ
وَ لٰکِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ (پ،۲۲) محمد (ﷺ) باپ نہیں کسی کا تمہارے
مردوں میں سے لیکن رسول ہے اللہ تعالیٰ کا اور مہر سب نبیوں پر ہے۔آنحضرتؐ کے تین

بیٹے تھے حضرت قاسم، حضرت عبداللہ، حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضرت عبداللہ کا لقب طاہر بھی تھا اور طیب بھی تھا۔ تینوں نابالغ فوت ہوئے ہیں رجل کوئی نہیں بنا، بالغ کوئی نہیں ہوا اور چار بیٹیاں تھیں۔ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا، پہلے ان دونوں کا نکاح ابولہب کے بیٹوں کے ساتھ ہوا تھا لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کی وجہ سے ان کو طلاق ہوئی۔ عدت ختم ہونے پر آنحضرت ﷺ نے حضرت رقیہ کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کیا یہ فوت ہوگئیں تو پھر حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کر دیا اور آپ کی بڑی لڑکی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا ابوالعاص بن ربیع کے نکاح میں تھیں یہ بعد میں مسلمان ہو گئے تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اور آپ کی سب سے چھوٹی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ تو اِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ کا خطاب ہر زمانے کے بنی آدم کو نہیں ہے یہ ابتداء تھا سلسلہ نبوت چلتا رہا اور آنحضرت ﷺ پر ختم ہو گیا۔

خاتم النبیّین :

آپ خاتم النبیّین ہیں۔ آپ کے بعد دنیا میں کوئی سچا نبی پیدا نہیں ہوسکتا۔ ترمذی شریف صحاح ستہ کی کتاب ہے اس میں اور دیگر احادیث کی کتابوں میں صحیح روایات موجود ہیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ بے شک رسالت اور نبوۃ ختم اور منقطع ہو چکی ہے۔ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَا نَبِیَّ بَعْدِیْ سو میرے بعد نہ تو کوئی رسول ہوگا اور نہ کوئی نبی۔ یعنی نہ کوئی شریعت والا نبی پیدا ہوسکتا ہے اور نہ بغیر شریعت کے

اور یہ بھی آنحضرت ﷺ نے فرمایا وَاِنَّہٗ سَیَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ کَذَّبُوْنَ ثَلَاثُوْنَ اور بے شک میری امت میں تیس کے قریب بڑے بڑے جھوٹے ہوں گے کُلُّھُمْ یَزْعَمُ اَنَّہٗ نَبِیُّ اللّٰہِ ان میں سے ہر ایک یہ دعوی کرے گا کہ میں نبی ہوں وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد اور کوئی نبی نہیں ہے (ابوداود، ص ۲۲۸، ج ۲) ان دجالوں میں ایک مرزا غلام احمد قادیانی بھی ہے۔ اور ان کی تبلیغ اب بھی جاری ہے۔ اور تبلیغ کے لحاظ سے سب سے نرم فرقہ قادیانیوں کا ہے۔ بڑے آہستہ اور دیمک کی طرح چاٹتے ہیں لھذا ان کے دھوکے میں نہ آنا۔ اللہ تعالیٰ نے نبوت حضرت محمد ﷺ پر ختم کردی ہے۔ فرمایا وَالَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا اور وہ لوگ جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو وَاسْتَکْبَرُوْا عَنْھَا اور تکبر کیا ان سے، انکار کیا اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ یہی لوگ ہیں دوزخ والے ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جس شخص کے دل میں حَبَّۃُ خَرْدَلٍ مِنْ کِبْرٍ رائی کے دانے کے برابر تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا یہ فرمان جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم نے سنا تو پریشان ہو گئے، تکبر کا صحیح مفہوم نہ سمجھ سکے کہنے لگے حضرت ہم تو تکبر کرتے ہیں۔ تو پھر ہم میں سے کوئی جنت میں داخل نہ ہوگا۔ ہر آدمی چاہتا ہے کہ اچھا لباس ہو، پٹے رکھے ہوئے ہوں تیل لگا ہوا ہو، کنگھی کی ہوئی ہو۔ آپؐ نے فرمایا اچھے لباس کا نام تکبر نہیں ہے یہ تو تجمل ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ جَمِیْلٌ یُحِبُّ الْجَمَالَ "اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔" فرمایا تکبر ہے غَمْطُ النَّاسِ وَبَطَرُ الْحَقِّ لوگوں کو حقیر سمجھنا اور حق کو ٹھکرا دینا۔ شرعی دائرے میں رہ کر اچھا لباس پہننا اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اظہار ہے۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَوْ کَذَّبَ بِاٰیٰتِہٖ ط اُولٰٓئِکَ یَنَالُھُمْ نَصِیْبُھُمْ مِّنَ الْکِتٰبِ ط حَتّٰیٓ اِذَا جَآءَتْھُمْ رُسُلُنَا یَتَوَفَّوْنَھُمْ لا قَالُوْٓا اَیْنَ مَا کُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ ط قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَھِدُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ اَنَّھُمْ کَانُوْا کٰفِرِیْنَ ○ قَالَ ادْخُلُوْا فِیْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِکُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِی النَّارِ ط کُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّۃٌ لَّعَنَتْ اُخْتَھَا ط حَتّٰٓی اِذَا ادَّارَکُوْا فِیْھَا جَمِیْعًا لا قَالَتْ اُخْرٰھُمْ لِاُوْلٰھُمْ رَبَّنَا ھٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِھِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ط قَالَ لِکُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ○ وَقَالَتْ اُوْلٰھُمْ لِاُخْرٰھُمْ فَمَا کَانَ لَکُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا کُنْتُمْ تَکْسِبُوْنَ ○

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ پس کون زیادہ ظالم ہے اس شخص سے افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا جس نے افتری باندھا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا اَوْ کَذَّبَ بِاٰیٰتِہٖ یا اس نے جھٹلایا اللہ تعالیٰ کی ایتوں کو اُولٰٓئِکَ یَنَالُھُمْ نَصِیْبُھُمْ یہی لوگ ہیں جن کو

پہنچے گا ان کا حصہ مِّنَ الْكِتٰبِ جو کتاب میں لکھا ہوا ہے حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا یہانتک کہ جب آجائیں ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے يَتَوَفَّوْنَهُمْ جو ان کی جان نکالتے ہیں قَالُوْٓا ان کو کہتے ہیں اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کہاں ہیں وہ جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے تھے قَالُوْا وہ کہتے ہیں ضَلُّوْا عَنَّا وہ ہم سے غائب ہو گئے ہیں وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اور گواہی دیں گے اپنی جانوں پر اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ کہ بے شک تھے وہ کفر کرنے والے قَالَ فرمائیگا اللہ تعالیٰ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ داخل ہو جاؤ ان امتوں میں قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ جو تم سے پہلے گزری ہیں مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ جنوں اور انسانوں میں سے فِي النَّارِ دوزخ میں كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ جب کبھی داخل ہوگی کوئی امت لَّعَنَتْ اُخْتَهَا لعنت کرے گی دوسری پر حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا یہانتک کہ جب سارے جمع ہو جائیں گے دوزخ میں قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ کہے گی پچھلی ان میں سے لِاُوْلٰىهُمْ پہلوں کے بارے میں رَبَّنَا اے ہمارے پروردگار! هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا انھوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ پس دے تو ان کو دُگنا عذاب آگ میں قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ ہر ایک کیلئے دگنا عذاب ہے وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ اور لیکن تم نہیں جانتے وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ اور کہیں گے ان کے پہلے پچھلوں کو فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ پس نہ ہوئی تمھارے لیے ہمارے اوپر کوئی فضیلت فَذُوْقُوا الْعَذَابَ پس چکھو عذاب

بِمَا کُنۡتُمۡ تَکۡسِبُوۡنَ بسبب اس کے جو تم کماتے تھے۔

ظلم اور ظالموں کی اقسام :

دنیا میں ظلم کی بھی بڑی قسمیں ہیں اور ظالموں کی بھی بڑی قسمیں ہیں۔ ظلم بھی بہت ہیں اور ظالم بھی بہت ہیں مگر جو شخص اللہ تعالیٰ پر افترا باندھتا ہے وہ اَظۡلَمُ ہے اَظۡلَمُ اسم تفضیل کا صیغہ ہے جسطرح اکبر اسم تفضیل کا صیغہ ہے۔ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ کا معنیٰ ہے اللہ سب سے بڑا ہے تو اظلم کا معنیٰ سب سے بڑا ظالم۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ پس کون زیادہ ظالم ہے اس شخص سے افۡتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا جس نے افترا باندھا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا۔ یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں حالانکہ وہ وَحۡدَہٗ لَا شَرِیۡکَ لَہٗ ہے۔ اپنی ذات میں بھی اور اپنی صفات میں بھی، اپنے افعال میں بھی ایک تو جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا ہے بڑا ظالم ہے۔ سورۃ لقمان میں ہے اِنَّ الشِّرۡکَ لَظُلۡمٌ عَظِیۡمٌ بے شک شرک بڑا ظلم ہے۔ مشرک بڑا ظالم ہے۔ دوسرا اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرنا بھی بڑا ظلم ہے۔ یہودیوں نے عزیرؑ کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہا وَقَالَتِ الۡیَھُوۡدُ عُزَیۡرُ نِ ابۡنُ اللّٰہِ وَقَالَتِ النَّصٰرَی الۡمَسِیۡحُ ابۡنُ اللّٰہِ اور عیسائیوں نے کہا عیسیٰؑ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور مشرکوں نے کہا فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں وَیَجۡعَلُوۡنَ لِلّٰہِ الۡبَنٰتِ (پ۱۴) اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں۔

رب تعالیٰ کو گالیاں دینے کا مطلب :

حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یَشۡتِمُنِیۡ ابۡنُ اٰدَمَ وَلَمۡ یَکُنۡ لَہٗ ذٰلِکَ وَیُکَذِّبُنِیۡ اِبۡنُ اٰدَمَ وَلَمۡ یَکُنۡ لَہٗ ذٰلِکَ اَوۡ کَمَا قَالَ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ

وَالسَّلَامْ "ابن آدم مجھے گالیاں دیتا ہے حالانکہ اسے گالیاں دینے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اور مجھے جھٹلاتا ہے حالانکہ اسے جھٹلانے کا حق نہیں پہنچتا" گالیاں کس طرح دیتا ہے؟ یَدْعُوْالِی وَلَدًا میری طرف اولاد کی نسبت کرتا ہے۔ رب کی طرف اولاد کی نسبت کرنا رب تعالیٰ کو گالیاں دینا ہے۔ جسطرح ہماری اولاد کے متعلق کوئی یہ کہے کہ یہ تیری اولاد نہیں ہے، یہ گالی ہے۔ تکذیب اس طرح کرتا ہے، کہتا ہے لَنْ یُعِیْدَنِی اللہ تعالیٰ مجھے دوبارہ ہرگز نہیں اٹھائے گا۔ بعث بعد الموت کا انکار کرتا ہے حالانکہ میں کہتا ہوں کہ ضرور اٹھاؤں گا۔ اَوْ کَذَّبَ بِاٰیٰتِہٖ یا اس نے جھٹلایا اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو۔ تو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلانے والا بھی بڑا ظالم ہے۔ آج کتنے ظلم کی بات ہے کہ اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والے بھی شرعی احکام کی مخالفت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ بچائے۔ اُولٰٓئِکَ یَنَالُھُمْ نَصِیْبُھُمْ یہی لوگ ہیں جن کو پہنچے گا ان کا حصہ مِّنَ الْکِتٰبِ جو کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ سزا اسے دنیا میں بھی پہنچے گی اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ نے سزا کا جو حصہ لکھا ہے وہ ان کو ضرور پہنچے گا حَتّٰی اِذَا جَآءَ تْھُمْ رُسُلُنَا یہاںتک کہ جب آجائیں ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے یَتَوَفَّوْنَھُمْ جو ان کی جان نکالتے ہیں قَالُوْا فرشتے ان کو کہتے ہیں اَیْنَ مَا کہاں ہیں وہ کُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے تھے قَالُوْا مرنے والے کہتے ہیں ضَلُّوْا عَنَّا وہ ہم سے غائب ہوگئے ہیں وَشَھِدُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ اور گواہی دیں گے اپنی جانوں پر اَنَّھُمْ کَانُوْا کٰفِرِیْنَ کہ بے شک تھے وہ کفر کرنے والے۔ اس وقت کفر، شرک کے اقرار کا کیا فائدہ کہ موت کے وقت توبہ قبول نہیں ہوتی۔

؎ اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

روح قبض کرنے والا ایک ہے یا زیادہ ہیں؟

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ جان نکالنے والا فرشتہ ایک ہے یا زیادہ ہیں۔ علماء کا ایک طبقہ کہتا ہے، ایک فرشتہ سب کی جان نکالتا ہے۔ اور دلیل دیتے ہیں مَلَکُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُکِّلَ بِکُمْ (پ، ۲۱) موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے۔ اور علماء کا دوسرا طبقہ کہتا ہے نہیں بلکہ یہ ایک مستقل محکمہ ہے اس میں بے شمار فرشتے ہیں اور ملک الموت ان کا انچارج ہے۔ ان کی دلیل یہ آیت کریمہ ہے۔ حَتّٰی اِذَا جَآءَ تْھُمْ رُسُلُنَا یہاں تک کہ جب آجائیں ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے۔ تو یہ جمع کا صیغہ ہے اور آگے قَالُوْا ہے کہ وہ فرشتے کہتے ہیں یہ جمع کا صیغہ ہے جو تعدد پر دلالت کرتا ہے۔ اور سورۃ محمد میں آتا ہے فَکَیْفَ اِذَا تَوَفَّتْھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ پس کیا حال ہوگا اس وقت جب فرشتے ان کی جانیں نکالیں گے، یہاں جمع کا صیغہ ہے، لھذا جان نکالنے والا ایک فرشتہ نہیں ہے بلکہ بے شمار فرشتے ہیں جن کا سربراہ ملک الموت ہے۔

عذابِ قبر حق ہے:

ایک اور مسئلہ بھی سمجھ لیں کہ اھل حق کا مذہب ہے کہ قبر میں عذاب بھی حق ہے اور ثواب بھی حق ہے اور اس دعوے پر صحیح احادیث بھی موجود ہیں اور قبر میں سوال جواب بھی حق ہے۔ اگر مرنے والا نافرمان ہو تو اس کے سوال جواب کیلئے منکر نکیر آتے ہیں علیھما الصلاۃ والسلام۔ اور اگر نیک ہو تو اس کے لیے مُبَشِّر بَشِیْر آتے ہیں اور پوچھتے ہیں مَنْ رَّبُّکَ تیرا رب کون ہے مَنْ نَّبِیُّکَ تو کس کو نبی مانتا ہے مَادِیْنُکَ تو کس دین پر

ہے۔اور کئی مُلحِدُ جو اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہیں وہ عذاب قبر اور قبر میں سوال جواب کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اس طرح کرتے ہیں کہ ہم قبر میں مردے کے ساتھ ایک زندہ آدمی کو بھی لٹادیتے ہیں۔فرشتے سوال کریں گے تو زندہ آدمی آکر ہمیں بتلائے گا کہ واقعی فرشتوں نے آکر سوال کیے ہیں اور میں نے سنے ہیں۔اور وہ کہتے ہیں کہ ہم نے تجربہ کیا ہے ایسی کوئی بات نہیں تھے۔بھائی بات یہ ہے کہ یہ چیزیں عالم غیب سے تعلق رکھتی ہیں اور ایمان بالغیب ضروری ہے۔یہ چیزیں اللہ تعالیٰ نے ہم سے مخفی رکھی ہیں۔قبر میں مردے کے ساتھ لیٹنے کی کیا ضرورت ہے مرنے والے سے فرشتوں کا سوال کرنا تو اسی آیت کریمہ میں موجود ہے۔اور مرنے والے کا جواب بھی موجود ہے کہ فرشتے جب ان کی جان نکالتے ہیں قَالُوْا کہتے ہیں اَیْنَ مَاکُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ کہاں ہیں وہ جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے تھے قَالُوْا وہ جواب دیتے ہیں ضَلُّوْا عَنَّا وہ ہم سے غائب ہو گئے ہیں۔لھذا قبر میں لیٹنے کی بجائے مرنے والے کے سرھانے بیٹھ جاؤ اور یہ جو باقاعدہ گفتگو ہوتی ہے۔جس کا ابھی ذکر ہوا اس کو سنو۔کیا تم سن سکتے ہو یا کبھی کسی نے سنی ہے؟ جبکہ یہ نص قطعی سے ثابت ہے تو قبر میں تم کس طرح سن سکتے ہو؟ یہ باتیں ایمان بالغیب ہے۔اگر اللہ تعالیٰ ہمیں بتلادے تو ایمان بالغیب نہیں رہتا حالانکہ ہم سے ایمان بالغیب مطلوب ہے۔فرمایا یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ ہدایت یافتہ وہ ہیں جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔منکرین کے جواب کے لئے اس آیت کو نہ بھولنا۔تو مرتے وقت کافر مشرک اپنے کفر شرک کا اقرار کریں گے قَالَ فرمائیگا اللہ تعالیٰ اُدْخُلُوْا فِیْٓ اُمَمٍ داخل ہو جاؤ ان امتوں میں قَدْخَلَتْ مِنْ قَبْلِکُمْ جو تم سے پہلے گزری ہیں مِنَ الْجِنِّ جنات میں سے وَالْاِنْسِ اور

انسانوں میں سے فِی النَّارِ دوزخ میں جا چکی ہیں تم بھی ان کے ساتھ جاملو تمہارا ٹھکانا بھی دوزخ ہے۔ یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ......

جنات کو بھی عذابِ جہنم ہوگا :

جناتِ بھی دوزخ میں جائیں گے اور انسان بھی۔ بعض مُلحِد قسم کے لوگ کہتے ہیں کہ جنات کی تخلیق آگ سے ہے اور دوزخ میں بھی آگ ہے۔ تو آگ سے آگ کو کیا تکلیف ہوگی۔ تو یہ ان کا ڈھکوسلہ ہے۔ دوزخ کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہے۔ اتنی تیز آگ میں اس کو تکلیف ہو تو کوئی عجیب بات نہیں ہے۔ پھر جہنم کے طبقوں میں تفاوت بھی ہے۔ حدیث پاک میں آتا کہ جہنم کے بعض طبقوں نے دوسروں کی شکایت کی کہ اے رب مجھے وہ کھا گیا ہے، اس کی آگ مجھے کھا گئی ہے اور زمہریر بھی دوزخ کا ایک ٹھنڈا طبقہ ہے۔ اس نے بھی دوسرے طبقے کی شکایت کی کہ یہ مجھے کھا گیا ہے۔ رب تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک سانس لے لو۔ بخاری اور مسلم کی روایت میں آتا ہے کہ ایک سانس آگ نے لیا، فرمایا دنیا میں جو تم شدید گرمی محسوس کرتے ہو یہ اس سانس کی بھاپ ہے۔ اور شدید سردی جو تم محسوس کرتے ہو جس میں پانی اور تیل بھی جم جاتا ہے۔ یہ اس ٹھنڈے طبقے کا ایک سانس ہے کُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ جب بھی داخل ہوگی کوئی امت لَّعَنَتْ اُخْتَهَا اخت کے معنٰی بہن کے ہیں اور مراد دوسرا ساتھی ہے۔ لعنت کرے گی دوسری پر او ملعونو! ہم تو آئے ہیں تم بھی آئے ہوئے ہو۔ حَتّٰٓی اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا یہاں تک کہ جب سارے جمع ہو جائیں گے دوزخ میں قَالَتْ اُخْرٰهُمْ لِاُوْلٰهُمْ کہے گی ان میں سے پچھلی پہلوں کے بارے میں رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا اے ہمارے پروردگار! انھوں نے

ہمیں گمراہ کیا تھا، یہ ہمارے بڑے تھے ہم ان کے پیچھے چلتے رہے فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ پس دے ان کو دُگنا عذاب آگ میں۔ یاد رکھنا اللہ تعالیٰ نے ہر آدمی کو اتنی سمجھ دی ہے کہ وہ کھوٹی کھری چیز کا امتیاز کر سکتا ہے۔ آج بھی کسی بھولے سے بھولے آدمی کو پھٹا پرانا نوٹ دو تو نہیں لے گا۔ جب دنیا میں ہم اتنی تمیز کر سکتے ہیں تو پھر عقیدے اور عمل کے صحیح اور غلط ہونے کی تمیز کیوں نہیں کر سکتے؟ لیکن اگر کوئی بغیر سوچے سمجھے غلط لوگوں کے پیچھے لگا رہے تو اس کا کیا علاج ہے؟ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے بار بار دعوت دی ہے۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا تم سمجھتے نہیں ہو اَفَلَا یَعْقِلُوْنَ کیا وہ عقل سے کام نہیں لیتے۔ قیامت والے دن دوزخ میں جلنے والے کہیں گے لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ (پ ۲۹، سورۃ ملک) اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو دوزخیوں میں نہ ہوتے۔ رب تعالیٰ نے عقل بڑی دولت اور نعمت عطا فرمائی ہے اگر ہم اِس سے کام لیں۔ قَالَ رب تعالیٰ فرمائیں گے لِكُلٍّ ضِعْفٌ ہر ایک کیلئے دگنا عذاب ہے۔ ان کیلئے تو اس وجہ سے کہ انھوں نے خود کفر شرک کیا اور دوسروں کو کفر شرک کے راستے پر چلایا اور تمہارے لئے اس وجہ سے کہ تم نے گمراہی کا راستہ اختیار کیا اور سوچا سمجھا نہیں، سابقہ امتوں کے حالات سے عبرت حاصل نہیں کی لھذا تمہارے لئے بھی ڈبل عذاب ہے۔ اور سورۃ نبا میں ہے فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا پس مزہ چکھو ہم تم پر عذاب ہی بڑھاتے جائیں گے۔ دن بدن کافروں کے عذاب میں اضافہ ہوتا جائے گا اور مومنوں کے لئے جنت میں نعمتوں اور خوشیوں میں اضافہ ہوتا جائے گا۔ جنت میں پہلے دن جو پھل ملیں گے اسی شکل کے دوسرے دن ملیں گے لیکن پہلے دن سے ذائقہ علیحدہ ہوگا، تیسرے دن کا ذائقہ الگ ہوگا،

چوتھے دن کا ذائقہ علیحدہ ہوگا اور کافروں کے عذاب میں اضافہ ہوتا جائے گا وَّلٰـكِـنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ اور لیکن تم نہیں جانتے۔ کہ دوسروں کو ملعون کرنے والے تم بھی ڈبل سزا کے مستحق ہو وَقَالَتْ اُوْلٰهُمْ لِاُخْرٰهُمْ اور کہیں گے ان کے پہلے پچھلوں کو فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ پس نہ ہوئی تمہارے لیے ہمارے اوپر کوئی فضیلت۔ تم نے ہماری شکایت کی تھی، ہمیں مجرم قرار دینے کی کوشش کی تھی مگر اس کا تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ عذاب سے تو تم بھی نہ بچ سکے۔ یہ نوک جھوک دوزخ میں ہوتی رہے گی۔ فرمایا فَذُوْقُوا الْعَذَابَ پس چکھو عذاب بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ بسبب اس کے جو تم کماتے تھے۔ جو عقیدہ اور عمل تم نے کمایا آج اس کی سزا بھگتو۔ اللہ تعالیٰ دوزخ سے اور دوزخ کے کاموں سے بچائے اور محفوظ رکھے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَاسْتَکْبَرُوْا عَنْھَا لَا تُفَتَّحُ لَھُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰی یَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ ؕ وَکَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُجْرِمِیْنَ ○ لَھُمْ مِّنْ جَھَنَّمَ مِھَادٌ وَّمِنْ فَوْقِھِمْ غَوَاشٍ ؕ وَکَذٰلِکَ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ ○ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُکَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَآ ؗ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ ○ وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِھِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھِمُ الْاَنْھٰرُ ۚ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ ھَدٰنَا لِھٰذَا ۟ وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْلَآ اَنْ ھَدٰنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ؕ وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْکُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْھَا بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○

اِنَّ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا بے شک وہ لوگ جنہوں نے جھٹلایا ہماری ایتوں کو وَاسْتَکْبَرُوْا عَنْھَا اور تکبر کیا ان سے لَا تُفَتَّحُ لَھُمْ نہیں کھولے جائیں گے ان کیلئے اَبْوَابُ السَّمَآءِ آسمان کے دروازے وَلَا یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اور نہ

داخل ہوں گے وہ جنت میں حَتّٰی یَلِجَ الْجَمَلُ یہاںتک کہ داخل ہو جائے اونٹ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ سوئی کے سوراخ میں وَکَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُجْرِمِیْنَ اوراسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں مجرموں کو لَھُمْ مِنْ جَھَنَّمَ مِھَادٌ ان کیلئے جہنم میں بچھونے ہوں گے مِنْ فَوْقِھِمْ غَوَاشٍ اوراوپر پردے ہونگے وَکَذٰلِکَ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ اوراسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں ظالموں کو وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اور وہ لوگ جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اورانہوں نے عمل کئے اچھے لَانُکَلِّفُ نَفْسًا ہم نہیں تکلیف دیتے کسی نفس کو اِلَّا وُسْعَھَا مگراس نفس کی طاقت کے مطابق اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ وہ لوگ جنت والے ہیں ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ وہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے وَنَزَعْنَا اور ہم نکال دیں گے مَافِیْ صُدُوْرِھِمْ مِّنْ غِلٍّ جو کچھ ان کے سینوں میں ہوگا کینہ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھِمُ الْاَنْھٰرُ جاری ہوں گی ان کے نیچے نہریں وَقَالُوْا اور کہیں گے اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدٰنَا لِھٰذَا تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جس نے ہماری رہنمائی کی اس مقام تک وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ اور نہیں تھے ہم ہدایت پانے والے لَوْلَآ اَنْ ھَدٰنَا اللّٰہُ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نہ دیتا لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ البتہ تحقیق آچکے ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْکُمُ الْجَنَّۃُ اور ان کو پکارا جائے گا کہ یہ ہے وہ جنت اُوْرِثْتُمُوْھَا جس کے تم وارث بنائے گئے ہو بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ بسبب اس کے جو تم عمل کرتے تھے۔

اس سے قبل کافروں اور مشرکوں کا ذکر تھا اور اب ان کے انجام کا ذکر ہے۔ کیونکہ ہر عمل کا کوئی نہ کوئی نتیجہ ہوتا ہے۔ دنیا میں کوئی ایسا عمل نہیں ہے جس کا نتیجہ نہ ہو۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا بے شک وہ لوگ جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو وَاسْتَکْبَرُوْا عَنْھَا اور تکبر کیا ان سے ان کو نہ مانا اور رد کر دیا اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ فرمایا لَاتُفَتَّحُ لَھُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ نہیں کھولے جائیں گے ان کیلئے آسمان کے دروازے۔ صحیح روایات میں آتا ہے اور قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ وضاحت کر رہی ہے کہ آسمانوں کے دروازے ہیں اور فرشتے ان سے آتے جاتے ہیں۔ نیک لوگوں کے اعمال اوپر جاتے ہیں اور رب تعالیٰ کی رحمتیں نیچے نازل ہوتی ہیں۔ انسان کی وفات کا جب وقت آتا ہے تو فرشتے روح نکالنے کیلئے آتے ہیں۔ ایک فرشتہ آگے ہو کر روح نکالتا ہے اور اس کے پیچھے اٹھارہ فرشتے معاون قطار میں کھڑے ہوتے ہیں۔ اگر مرنے والا آدمی نیک ہے تو اس کی روح کیلئے جنت سے کپڑا اور خوشبوئیں لاتے ہیں اور اگر برا آدمی ہے تو اس کیلئے جہنم سے بدبودار ٹاٹ لاتے ہیں وہ فرشتہ روح نکال کر دوسروں کے حوالے کر دیتا ہے۔ وہ فرشتے روح لیکر آسمان تک پہنچتے ہیں۔ نیک شخص کی روح کیلئے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں، ساتوں آسمانوں سے گذار کر علیین کے مقام پر پہنچا دیتے ہیں جو نیک لوگوں کی ارواح کا ٹھکانا ہے۔ اگر کافر مشرک نافرمان ہے تو اس کیلئے آسمان کے دروازے نہیں کھلتے۔ وہاں سے اس کو گرا کر ساتویں زمین کے نیچے سجین کے مقام پر پہنچا دیا جاتا ہے۔ وہ کافروں، مشرکوں اور نافرمانوں کی ارواح کا ٹھکانا ہے۔ علیین اور سجین دونوں کا ذکر ۳۰ پارے میں موجود ہے۔ ایک تو مکذبین اور متکبرین عن اٰیات اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو

جھٹلانے والے اور انکار کرنے والوں کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان کیلئے آسمان کے دروازے نہیں کھلیں گے اور کیا ہوگا؟ فرمایا وَلَایَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اور نہ داخل ہوں گے وہ جنت میں حَتّٰی یَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ یہاںتک کہ اونٹ داخل ہوجائے سوئی کے سوراخ میں۔ جس میں دھاگہ بھی بڑی مشکل سے داخل ہوتا ہے۔ اس کو کہتے ہیں تَعْلِیْقُ بِالْمُحَال کسی چیز کو محال چیز کے ساتھ معلق کرنا کہ جس طرح اونٹ سوئی کے سوراخ میں سے نہیں گذر سکتا اسی طرح کافر بھی جنت میں داخل نہیں ہوسکتے وَکَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُجْرِمِیْنَ اور اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں مجرموں کو۔ اس کے علاوہ اور کیا ہوگا؟ فرمایا لَهُمْ مِنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ ان کیلئے دوزخ میں بچھونے ہوں گے۔ گرمی میں لوگ سوتے وقت عموماً نیچے دری چادر وغیرہ بچھالیتے ہیں مِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ اور اوپر پردے ہونگے۔ گرمی میں مکھی مچھر سے بچنے کیلئے لوگ اوپر چادر لے لیتے ہیں اور سردی کے زمانے میں نیچے گدا اور اوپر تلائی رضائی لیتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جہنمیوں کے اوپر نیچے آگ ہوگی۔ گدا، دری بھی آگ اور چادر رضائی بھی آگ ہوگی۔ وَکَذٰلِکَ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ اور اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں ظالموں کو۔ اب مومنوں کا نتیجہ بھی سن لو۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل کئے اچھے یعنی خالی ایمان نہیں بلکہ ساتھ اچھے عمل بھی کئے۔ محض ایمان کے دعوے سے آدمی مسلمان نہیں ہوتا جب تک ساتھ اعمال صالحہ نہ ہوں۔ ان کی جزا کیا ہوگی؟ فرمایا اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ وہ لوگ جنت والے ہیں هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ وہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے درمیاں میں جملہ مُعْتَرِضَہ ہے لَانُکَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ہم نہیں تکلیف دیتے کسی نفس کو مگر اس

کی طاقت کے مطابق۔اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو کوئی ایسا حکم نہیں دیا جو کر نہ سکتے ہوں یا ان کی ہمت سے زیادہ ہو اور وہ کر نہ سکتے ہوں۔چوبیس گھنٹوں میں پانچ نمازیں فرض ہیں کوئی بڑے آرام سے بھی پڑھے تو ایک گھنٹے سے زیادہ وقت نہیں لگتا۔تو چوبیس گھنٹوں میں ایک گھنٹہ کوئی بڑی بات نہیں ہے پھر اگر کوئی کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتا تو بیٹھ کر پڑھ لے اور اگر بیٹھ کر بھی نہیں پڑھ سکتا تو اشارے سے پڑھ لے اور سال کے بارہ مہینوں میں سے ایک مہینے کے روزے ہیں۔باقی گیارہ مہینوں میں کوئی روزہ فرض نہیں ہے۔اور زکوٰۃ اس پر ہے جس کے پاس رقم ہو اور صاحب نصاب ہو اور جس کے پاس رقم نہیں ہے اس پر کوئی زکوٰۃ نہیں ہے۔تو یہ اعمال کرنے والے جنتی ہیں اور ہمیشہ جنت میں رہیں گے وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اور ہم نکال دیں گے جو کچھ ان کے سینے میں ہوگا کینہ۔دنیا میں انسانوں کو جھگڑنے کے بڑے اسباب ہیں۔مالی لحاظ سے، رشتے کیوجہ سے، عہدے کی وجہ سے ایک دوسرے کیخلاف بغض اور کینہ بھی ہوتا ہے، عداوت بھی ہوتی ہے۔اور بسا اوقات شرارتی لوگ بھی آپس میں لڑا دیتے ہیں دنیا مین شرارتی لوگ بھی بڑے ہیں۔تو دنیا میں ایک دوسرے کے خلاف بغض، کینہ ذاتیات کی وجہ سے تھا یا شرارتی لوگوں کے اکسانے کی وجہ سے تھا۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم مومنوں کے دلوں سے نکال دیں گے وہ کہاں نکالیں گے؟ بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ پُل صراط سے گذر کر جنت سے پہلے ایک پُل ہے ھِیَ قَنْطَرَۃٌ بَیْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ وہ جنت اور دوزخ کے درمیان ایک پُل ہے۔اس پر جب پہنچیں گے تو اللہ تعالیٰ ایک دوسرے کیخلاف جو بغض کینہ ہوگا اس کو نکال دیں گے۔پھر ایک دوسرے کے ساتھ پیار، محبت اور الفت ہوگی۔

ایک دوسرے کیخلاف جذبات ختم ہو جائیں گے دل شیشے کی طرح صاف ہو جائیں گے۔ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِہِمُ الْاَنْھٰرُ جاری ہوں گی ان کے نیچے نہریں۔ جنت کے ہر علاقے میں نہریں چلتی ہوں گی وَقَالُوا اور مومن کہیں گے اَلْحَمْدُلِلّٰہِ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں الَّذِیْ ھَدٰنَا لِھٰذَا جس نے ہماری رہنمائی کی اس مقام تک اور ہم یہاں تک پہنچے وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ اور نہیں تھے ہم ہدایت پانے والے لَوْلَآ اَنْ ھَدٰنَا اللّٰہُ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نہ دیتا۔ رب تعالیٰ نے ہمیں ہدایت دی تو ہمیں ہدایت نصیب ہوئی۔ رب تعالیٰ نے ہدایت کس طرح دی؟ فرمایا لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ البتہ تحقیق آچکے ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ۔ وہ ہمارے لئے رہبر اور ہادی بن کر آئے، انھوں نے ہمیں ہدایت کے راستے بتائے، نیکی بدی سے آگاہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں پر کتابیں نازل فرمائیں، صحیفے نازل فرمائے جن میں ہدایت کا پروگرام تھا اور ہر زمانے میں حق کی آواز بلند کرنے والے کھڑے کئے اور ہمیں اللہ تعالیٰ نے عقل جیسی دولت سے نوازا۔ یہ تمام ہدایت کے اسباب اللہ تعالیٰ نے مہیا فرمائے۔ وَنُوْدُوْا اور ان کو پکارا جائے گا اَنْ تِلْکُمُ الْجَنَّۃُ اُوْرِثْتُمُوْھَا یہ ہے وہ جنت جس کے تم وارث بنائے گئے ہو۔ اور وارث کیوں بنائے گئے ہو؟ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ بسبب اس کے جو تم عمل کرتے تھے۔ عمل جنت میں داخلے کا سبب ہے اور داخلے کی علت تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔

ہر شخص فضل الٰہی سے جنت میں جائے گا نہ کہ عمل سے :

ایک موقعہ پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ اس کا عمل اس کو جنت میں داخل کرے جب تک اللہ تعالیٰ کا فضل شامل نہ ہو۔ صحابہ کرامؓ نے کہا

حضرت ہمارے عمل تو خیر کیا ہوں گے آپ بھی اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں نہیں جا سکتے ؟ حدیث پاک میں آتا ہے فَوَضَعَ يَدَهُ عَلٰى هَامَتِهٖ آپؐ نے اپنا ہاتھ مبارک اپنے سر پر رکھا اور فرمایا وَلَا اَنَا اِلَّا اَنْ يَتَغَمَّدَنِيَ اللّٰهُ بِفَضْلٍ مِّنْهُ وَرَحْمَةٍ اور میں بھی صرف عمل کے زور پر جنت میں نہیں جا سکتا جب تک اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی مہربانی نہ ہو گی۔ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ سمجھانے کیلئے اپنے زمانے اور دور کے لحاظ سے مثال دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں گاڑی ہے اس کا انجن ہے اسکے ڈرائیور اور معاونین اس کے ساتھ ہوتے ہیں اس میں چلنے کے تمام کل پرزے موجود ہیں اور چلانا اس کو ڈرائیور نے ہے لیکن گارڈ جب تک سبز جھنڈی نہیں ہلائے گا اس وقت تک چلے گی نہیں۔ یہ اعمال سمجھو گاڑی ہے، انجن ہے، ڈرائیور ہے، سب کچھ ہے۔ لیکن رب تعالیٰ کی رحمت کی جھنڈی جب تک نہیں ہلے گی تب تک بندہ جنت میں نہیں جا سکے گا تو اعمال سبب ہیں اور رب تعالیٰ کا فضل و کرم جنت میں داخلے کی علت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جنتیوں اور دوزخیوں کے حالات بتائے ہیں۔ مزید بحث آگے آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

وَنَادٰٓی اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ؕ قَالُوْا نَعَمْ ۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ۝ وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّاۢ بِسِيْمٰهُمْ ۚ وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۣ لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ ۝ وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ ۙ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝

وَنَادٰٓی اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اور پکاریں گے جنت والے دوزخ والوں کو اَنْ قَدْ وَجَدْنَا کہ بے شک ہم نے پالیا ہے مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا جس کا وعدہ کیا تھا ہم سے ہمارے رب نے بالکل حق فَهَلْ وَجَدْتُّمْ پس کیا تم نے پالیا ہے مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا جو وعدہ کیا تمہارے پروردگار نے سچ

قَالُوْا نَعَمْ دوزخی کہیں گے ہاں فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ پس اعلان کرے گا ایک اعلان کرنے والا ان کے درمیان اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ کہ بے شک اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو ظالموں پر الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ جو روکتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا اور تلاش کرتے ہیں اس میں کجی وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ اور وہ آخرت کے منکر ہیں وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ اور ان دونوں کے درمیان ایک پردہ ہوگا وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ اور اعراف پر کچھ مرد ہوں گے يَّعْرِفُوْنَ كُلًّا جو پہچانیں گے ہر ایک کو بِسِيْمٰهُمْ ان کی نشانی کے ساتھ وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اور وہ پکاریں گے جنت والوں کو اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ کہ بے شک سلام ہو تم پر لَمْ يَدْخُلُوْهَا وہ ابھی داخل نہیں ہوئے ہوں گے وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ اور وہ امید رکھتے ہوں گے وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ اور جب پھر جائیں گی ان کی نگاہیں تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ دوزخ والوں کی طرف قَالُوْا اعراف والے کہیں گے رَبَّنَا اے ہمارے رب لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ نہ کرنا ہمیں ظالم قوم کے ساتھ۔

اس سے پہلے مومنوں اور کافروں کے انجام کا ذکر تھا کہ کافر مشرک دوزخ میں ہوں گے اور ان کے اوپر نیچے آگ ہوگی اور مومن جنت والے ہیں اور ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔ جنت کا محل وقوع ایسا ہوگا جیسے بالا خانہ ہوتا ہے کہ اوپر والی منزل والے نیچے

والوں کو دیکھ سکتے ہیں۔ جہنم نیچے ہوگی جنتی جہنمیوں کو چلتے پھرتے، آگ میں جلتے، چیخیں مارتے دیکھیں گے عجیب منظر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس سے بچائے اور محفوظ رکھے۔ اور جنتی جنت کے عیش و آرام میں ہوں گے جنت میں نہریں جاری ہوں گی حور و غلمان ہوں گے جو چاہیں گے رب ان کو فوراً دے گا بس ارادہ کرنے کی ضرورت ہوگی روایات میں آتا ہے کہ ایک بہت اونچا درخت ہوگا اس کی چوٹی پر پکے ہوئے پھل ہونگے یہ پھل کھانے کا ارادہ کرے گا اُدھر قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ وہ ٹہنی خود بخود جھک کر سامنے آجائے گی اس کو اوپر چڑھ کر اتارنے کی ضرورت نہیں پیش آئے گی۔ پرندہ اڑ رہا ہوگا یہ اس کو کھانے کا خیال کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ذبح ہو کر روسٹ شدہ اس کے سامنے پلیٹ میں رکھا ہوگا رب تعالیٰ کی قدرت بہت وسیع ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اور پکاریں گے جنت والے اَصْحٰبَ النَّارِ دوزخ والوں کو اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا کہ بے شک ہم نے پالیا ہے اس چیز کو جس کا وعدہ کیا تھا ہمارے ساتھ ہمارے رب نے بالکل حق فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا پس کیا تم نے پالیا ہے اس چیز کو جس کا تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا سچ۔ کہ تمہیں دوزخ میں سزا ہوگی سانپ ڈسیں گے، بچھو ڈسیں گے اور خار دار جھاڑیاں تمھاری خوراک ہوگی، گرم پانی تمہارے سروں پر ڈالا جائے گا، تمہارے چمڑے اتر کر نیچے گر جائیں گے اور جو اندر جائے گا انتڑیاں کاٹ کر پاخانے کے راستے نکال دے گا اس کو تم نے حق پایا ہے یا نہیں؟ قَالُوْا نَعَمْ دوزخی کہیں گے ہاں سچ پایا ہے۔ اقرار کے سوا کیا چارہ ہوگا فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌ پس اعلان کرے گا ایک اعلان کرنیوالا، وہ اللہ تعالیٰ کا فرشتہ ہوگا بَيْنَهُمْ جنتیوں اور دوزخیوں کے درمیان۔ ان کو بھی

سنائے گا اور ان کو بھی سنائے گا اور اس کی آواز ایسی ہوگی یَسمَعُ مَنْ بَعُدَ کَمَا یَسمَعُ مَنْ قَرُبَ دور والا ایسے ہی سنے گا جیسے قریب والا سنے گا۔ وہ فرشتہ کہے گا اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ کہ بے شک اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو ظالموں پر جنہوں نے شرک کیا کیونکہ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ بیشک شرک بڑا ظلم ہے۔ اور شرک سے نیچے ظلم کی بہت سی قسمیں ہیں تو ظلم کرنے والوں پر رب تعالیٰ کی لعنت۔ ظالم کون ہیں؟ اَلَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ جو روکتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے۔ قولاً بھی اور فعلاً بھی روکتے ہیں۔ بعض افعال ایسے ہیں آدمی کرتا ہے تو اس کو دیکھ کر دوسرے لوگ بھی کرتے ہیں زبان سے چاہے نہ کہے۔ اس لئے مسئلہ یہ ہے کہ سنتیں اور نفلیں گھر میں پڑھنے کا ثواب زیادہ ہے اسلئے کہ جب بڑے گھر میں پڑھیں گے تو چھوٹوں کا ذہن بنے گا بچے دیکھیں گے کہ ابو کیا کر رہا ہے، دادا کیا کر رہا ہے، ہم نے بھی اسی طرح کرنا ہے۔ یہ وضو گھر میں کریں ان کی طرف دیکھ کر بچے بھی وضوء کا طریقہ سیکھیں گے اور اسی لئے حکم یہ ہے کہ حتی الوسع بڑی عمر کی عورتیں سر سے دوپٹہ نہ اتاریں کہ ان کی طرف دیکھ کر چھوٹی بچیاں بھی سر سے کپڑا اتار دیں گی کہ دادی اماں نے اتارا ہوا ہے، نانی اماں نے اتارا ہوا ہے اور عملی سبق کا اثر زیادہ ہوتا ہے بنسبت زبانی سبق کے۔ تو یہ قولاً بھی اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے ہیں اور فعلاً بھی۔ کہ ایسے کام کرتے ہیں جن کی وجہ سے لوگ حق سے رکتے ہیں وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا اور تلاش کرتے ہیں اس میں کجی۔ کجی کا مطلب یہ ہے کہ نام اسلام کا لیں اور مرضی اپنی کریں۔ اس وقت ہمارے لیڈر یہی کچھ کر رہے ہیں۔ شریعت بہت بڑی شے ہے کون مسلمان ہے جو شریعت کو نہیں مانتا مگر اس کا نفاذ اور اس پر عمل کرنا بڑا مشکل ہے۔ دیکھ لینا

یہ شریعت بل بالکل منظور نہیں ہوگا ان کی موجودگی میں ۔ ہاں اللہ تعالیٰ طالبان کی طرح کوئی آدمی لے آئے تو بات بنے گی کہ جو خود بھی عمل کرے اور دوسروں سے بھی عمل کروائے اور جنہوں نے خود کچھ نہیں کرنا وہ دوسروں پر شریعت کیسے نافذ کریں گے اور وہ اسلام ہے بھی نہیں ان کی مرضی ہے وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ اور وہ آخرت کے منکر ہیں۔ بعض تو وہ ہیں جو زبانی اور کھلے طور پر منکر ہیں کہ اسلام کو مانتے ہی نہیں اور بعض عملی طور پر منکر ہیں یعنی زبان سے کلمہ پڑھتے ہیں ، قیامت کو مانتے ہیں مگر نہ کلمہ کے مطابق عمل کرنے کیلئے تیار ہیں اور نہ قیامت کی تیاری کرتے ہیں۔ یہ ایسے ہی ہے کہ ایک آدمی سکول میں داخل ہو جاتا ہے مگر پڑھتا نہیں ہے سال مکمل ہونے پر اس نے کیا امتحان دینا ہے جس نے ایک دن بھی نہیں پڑھا۔ تو ایک آدمی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاتا ہے مگر اللہ اور اس کے رسول کے احکام پر عمل کرنے کیلئے تیار نہیں ہے۔ تو یہ عملی طور پر منکر ہے عمل کے بغیر کچھ نہیں ہے۔

؎ عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی

یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری

جو لوگ عمل نہیں کرتے اور زبانی طور پر کہتے ہیں قبر حق ہے ثواب وعذاب حق ہے۔ صرف اپنے نفس کو دھوکہ دیتے ہیں۔ یہ بڑا ظلم ہے، زیادتی ہے اور حرامخوری ہے۔ وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ اور ان دونوں کے درمیان ایک پردہ ہوگا هُمَا کی ضمیر جنت دوزخ کی طرف راجع ہے۔ جنت دوزخ کے درمیان ایک بہت بڑا جزیرہ ہوگا یا ایک بہت بڑا پلیٹ فارم ہوگا سمجھانے کیلئے کہہ رہا ہوں ، اس کا نام اعراف ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَعَلَى

اَلْاَعْرَافِ رِجَالٌ اوراعراف پر کچھ مرد ہوں گے

اعراف کی وضاحت اوراہلِ اعراف :

اَعْرَاف عَرَفَ یَعْرِفُ سے ہے اس کا معنٰی ہے پہچاننا تو وہاں جولوگ ہوں گے وہ جنتیوں کو بھی پہچانیں گے اور دوزخیوں کو بھی پہچانیں گے اس لئے اس کو اعراف کہتے ہیں۔فرمایایَعْرِفُوْنَ کُلًّابِسِیْمٰھُم جو پہچانیں گے ہر ایک کو ان کی نشانی کے ساتھ۔ جنتیوں کو ان کی نشانی سے اور دوزخیوں کو ان کی نشانی سے۔جنتیوں کی نشانی یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ کچھ چہرے روشن ہونگے،عمدہ لباس پہنے ہوئے ہوں گے، بڑے صحت مند ہونگے اور کافروں کی نشانی وَتَسْوَدُّ وُجُوْہٌ اور کتنے چہرے سیاہ ہوں گے، بری شکلیں ہونگی، زاروقطار روئیں گے اور چیخیں گے لیکن حاصل کچھ نہیں ہوگا۔اعراف میں کون لوگ ہوں گے؟ ایک تفسیر اس کی وہ ہے جو حدیث میں آئی ہے مَنِ اسْتَوَتْ حَسَنَاتُہٗ وَسَیِّاٰتُہٗ جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی کہ نیکیاں بھی پچاس ہیں اور برائیاں بھی پچاس ہیں تو یہ لوگ کچھ عرصہ میں رہیں گے دوزخ میں تو نہ جائیں گے کیونکہ برائیاں غالب نہیں ہیں اور جنت میں بھی اول دخول نصیب نہیں ہوگا کیونکہ نیکیوں کا پلڑا بھاری نہیں ہے۔اعراف میں کتنا عرصہ رہیں گے؟ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے اس کا علم ہمارے پاس نہیں ہے۔اور جنت میں نہ پہنچنا یہ بھی ایک قسم کی اذیت ہی ہے۔اس کی تفصیل اگلے رکوع میں آئے گی انشاءاللہ تعالیٰ۔دوسری تفسیر یہ ہے کہ فترت کے زمانے کے لوگ ہوں گے عَلٰی فَتْرَۃ الرُّسُلِ فترت کا زمانہ وہ تھا کہ ایک نبی دنیا سے چلا گیا اور دوسرا ابھی آیا نہیں تو یہ درمیان کا جو عرصہ ہے یہ فترت کا زمانہ کہلاتا ہے۔پہلے نبی کی تعلیم صحیح نہ رہی اس لئے وہ لوگ اتنے

مجرم نہیں جتنے پیغمبر کے تشریف لے آنے کے بعد کے لوگ مجرم ہوتے ہیں جو تسلیم نہ کریں آنحضرت ﷺ کے بعد کسی نبی نے نہیں آنا نہ کوئی سچا نبی پیدا ہوسکتا ہے۔ لیکن امت مرحومہ نے الحمدللہ آج تک اپنے دین کی حفاظت کی ہے اور قیامت تک حفاظت ہوتی رہے گی۔ ایک حدیث میں آتا ہے عُلَمَآءُ اُمَّتِیْ کَانبیَآءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْل کہ میری امت کے علماء ایسے ہی ہیں جیسے بنی اسرائیل کے پیغمبر تھے یعنی جسطرح انھوں نے اپنے اپنے دور میں دین کی حفاظت کی اسی طرح یہ دین کی حفاظت کریں گے۔ حدیث کا یہ مطلب حضرت مجدّد الف ثانیؒ نے مکتوبات میں بیان کیا ہے اور فرماتے ہیں اگرچہ حدیث ضعیف ہے مگر مفہوم صحیح ہے۔ اگرچہ اہل بدعت نے دین میں بڑی بڑی خرافات پیدا کی ہیں لیکن ہر جگہ میں آپ کو اصل دین ملے گا الحمدللہ اس امت نے فرائض، واجبات، سنن، مستحبات اور جائز ناجائز تک کی چھوٹی چھوٹی چیزوں کی حفاظت کی ہے تیسری تفسیر یہ ہے کہ مومن جنات اعراف میں ہونگے لیکن جمہور کہتے ہیں کہ مومن جن بھی جنت میں جائیں گے اور چوتھی تفسیر یہ ہے کہ اعراف والے وہ لوگ ہونگے جو مقروض فوت ہوئے۔ قرضہ بھی بہت بُری چیز ہے ایک سوئی بھی کسی کے ذمہ ہو تو وہ بھی بڑی بھاری ہے کئی دفعہ سن چکے ہو کہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں واقعات نقل کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ ایک بہت بڑے بزرگ نیک پرہیز گار آدمی کی وفات ہوگئی وفات کے بعد کسی نے ان کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ تمہارے ساتھ کیا گزری فرمایا مجھے سزا تو نہیں ہوئی لیکن جنت کے دروازے کے اندر داخلہ ممنوع ہے مجھے کہتے ہیں کہ تو نے ہمسائے سے سوئی مانگ کر لی تھی کپڑا سینے کیلئے وہ تو نے واپس نہیں کی۔ جب تک وہ سوئی تیرے ورثہ واپس

نہیں دیں گے تو جنت میں نہیں جا سکتا۔ اندازہ لگاؤ کسی کے حق کا۔ سوئی کتنی بھاری ہے؟ اور یہاں تو لوگ دوسروں کی مشینیں، کارخانے، دوکانیں اور مکان غائب کر جاتے ہیں اور کوئی پرواہ نہیں ہے۔ یاد رکھنا حقوق العباد بہت سخت چیز ہے جب تک صاحب حق معاف نہیں کرے گا رب بھی معاف نہیں کرے گا چاہے حق باپ کا ہو، بھائی کا ہو، چچے کا ہو، پھوپھی کا ہو، بہن کا یا کسی اور کا ہو حق کی معافی نہیں ہے۔ پانچویں تفسیر یہ ہے کہ اصحاب اعراف وہ ہیں جنھوں نے جہاد کیا اور عُصَاةٌ لِاٰبَآئِهِمْ اپنے ماں باپ کے نافرمان ہیں۔ شہادت بھی بڑی چیز ہے مگر یاد رکھنا ماں باپ کی فرمانبرداری فرض عین ہے۔

والدین کا حق :

فتح الباری وغیرہ تمام کتابوں میں یہ مسئلہ لکھا ہوا ہے اور اس پر علماء اور محدثین کا اتفاق ہے کہ جہاد اگر فرض عین ہو تو پھر ماں باپ کی اجازت کے بغیر اس میں شریک ہو سکتا ہے۔ اور فرض عین اس وقت ہوتا ہے کہ جس وقت ملک پر براہ راست حملہ ہو جائے اور اگر دوسرے علاقے میں جا کر لڑنا پڑے تو پھر ماں باپ کی اجازت کے بغیر جانا حرام ہے ایسا آدمی اگر مرا تو شہید تو ہوگا لیکن فوراً جنت میں نہیں جا سکتا۔ کچھ عرصہ اس کو اعراف میں رہنا پڑے گا۔ بہت سارے نوجوان جذبات میں آ کر ماں باپ کی کوئی قدر نہیں کرتے آنکھیں بند ہونے کے بعد پتہ چلے گا کہ ماں باپ کا کیا حق ہے۔ آجکل ماں باپ کے سامنے بعض دفعہ اولاد ایسے بات کرتی ہے جیسے اپنے دشمن کے ساتھ بات کر رہا ہے۔ حالانکہ قرآن پاک کا حکم ہے کہ ان کے سامنے اُف بھی نہ کرو۔ رئیس التابعین حضرت سعید ابن مسیب فرماتے ہیں کہ ماں باپ کے سامنے اولاد کو ایسے بات کرنی چاہیے جیسے سخت مزاج آقا کے

سامنے غلام بات کرتا ہے ۔لیکن آج اولاد اچھل اچھل کر حملہ کرتی ہے تجربہ شاہد ہے وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اور وہ پکاریں گے جنت والوں کو اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ کہ بے شک ہماری طرف سے تم پر سلام ہو لَمْ يَدْخُلُوْهَا اور وہ اعراف والے ابھی جنت میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ اور وہ امید رکھتے ہوں گے کہ ہم ایک نہ ایک دن جنت میں داخل ہو جائیں گے وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ اور جب پھیری جائیں گی ان کی نگاہیں اعراف والوں کی تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ دوزخ والوں کی طرف اور وہ ان کو دیکھیں گے تو قَالُوْا کہیں گے رَبَّنَا اے ہمارے رب لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ نہ کر ہمیں ظالم قوم کے ساتھ ۔کیونکہ ہم تو درمیان میں ہیں ۔اِدھر بھی جا سکتے ہیں اور اُدھر بھی جا سکتے ہیں ۔لیکن اے ہمارے پروردگار ہماری دعا ہے کہ ہمیں ظالموں کے ساتھ نہ کرنا ۔اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہی حقیقت بتلا دی ہے ۔رب تعالیٰ ہمیں سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔

وَنَادٰٓی اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا یَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِیْمٰهُمْ قَالُوْا مَآ اَغْنٰی عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ○ اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِیْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا یَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ؕ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَیْكُمْ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ○ وَنَادٰٓی اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِیْضُوْا عَلَیْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ؕ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَی الْكٰفِرِیْنَ ○ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا ۚ فَالْیَوْمَ نَنْسٰهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ یَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ وَمَا كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَجْحَدُوْنَ ○ وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰی عِلْمٍ هُدًی وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ○

وَنَادٰٓی اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا اور پکاریں گے اعراف والے کچھ آدمیوں کو یَّعْرِفُوْنَهُمْ جن کو وہ پہچانیں گے بِسِیْمٰهُمْ ان کی علامتوں سے قَالُوْا کہیں گے مَآ اَغْنٰی عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ نہ کفایت کی تم کو تمہاری جماعت نے وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ اور جو کچھ تم تکبر کرتے تھے اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِیْنَ کیا یہ وہ

لوگ ہیں اَقْسَمْتُمْ کہ تم قسمیں اٹھاتے تھے لَا یَنَالُھُمُ اللّٰہُ بِرَحْمَۃٍ کہ اللہ ان کو رحمت نہیں پہنچائے گا اُدْخُلُوا الْجَنَّۃَ (ان کو تو حکم ہو چکا ہے) داخل ہو جاؤ جنت میں لَا خَوْفٌ عَلَیْکُمْ نہ خوف ہوگا تم پر وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ اور نہ تم غمگین ہو گے وَنَادٰٓی اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّۃِ اور دوزخ والے جنت والوں کو پکاریں گے اَنْ اَفِیْضُوْا عَلَیْنَا مِنَ الْمَآءِ کہ بہادو ہمارے اوپر کچھ پانی اَوْ مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ یا جو کچھ اللہ نے تمہیں روزی دی ہے قَالُوْٓا جنت والے کہیں گے اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَھُمَا عَلَی الْکٰفِرِیْنَ بے شک اللہ تعالیٰ نے ان دونوں چیزوں کو حرام کر دیا ہے کافروں پر اَلَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَھُمْ لَھْوًا جنھوں نے ٹھہرایا اپنے دین کو کھیل وَّلَعِبًا اور تماشا وَّ غَرَّتْھُمُ الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا اور دھوکے میں ڈالا ان کو دنیا کی زندگی نے فَالْیَوْمَ نَنْسٰھُمْ پس آج ہم ان کو فراموش کر دیں گے کَمَا نَسُوْا لِقَآءَ یَوْمِھِمْ ھٰذَا جیسا کہ انہوں نے فراموش کیا اس دن کی ملاقات کو وَمَا کَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَجْحَدُوْنَ اور جیسے وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے وَلَقَدْ جِئْنٰھُمْ بِکِتٰبٍ اور البتہ تحقیق ہم نے ان کو کتاب دی ہے فَصَّلْنٰہُ عَلٰی عِلْمٍ جس کو ہم نے تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے علم کے ساتھ ھُدًی وَّرَحْمَۃً جو ہدایت ہے اور رحمت لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ اس قوم کیلئے جو ایمان لائے۔

جن کی نیکیوں کا پلہ بھارا ہوگا وہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جنت میں داخل ہو

جائیں گے اور جن کی برائیوں کا پلہ بھاری ہوگا وہ دوزخ میں چلے جائیں گے اور جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہونگی وہ اعراف کے مقام میں رہیں گے جو جنت اور دوزخ کے درمیان بہت بڑا پلیٹ فارم ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہاں کتنا عرصہ رہیں گے لیکن ایک وقت آئے گا کہ وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے اس لئے کہ یہ بات دلائل سے ثابت ہے کہ اہل توحید میں سے جو گنہگار عملی کمزوریوں کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے ایک وقت آئے گا کہ وہ دوزخ سے نکل کر جنت میں چلے جائیں گے تو اعراف والے تو ان سے پہلے جنت میں جائیں گے۔ آگے اعراف والوں کے مکالمے کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَنَادٰٓی اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا اور پکاریں گے اعراف والے کچھ آدمیوں کو یَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ جن کو وہ پہچانیں گے ان کی علامتوں سے۔ جیسے ہم ایک دوسرے کی شکل وصورت دیکھ کر پہچانتے ہیں یَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ قیامت والے دن بھی باقاعدہ تعارف ہوگا اور یہ تفسیر بھی کرتے ہیں کہ ان کی نشانیوں سے پہچانیں گے کیونکہ ان کی شکلیں تو وہاں رات کی طرح سیاہ ہو چکی ہوں گی عَلَيْهَا غَبَرَةٌ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ (پ ۳۰) ان پر گرد پڑ رہی ہوگی اور سیاہی چڑھ رہی ہوگی قَالُوْا اعراف والے کہیں گے مَآ اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ نہ کفایت کی تم کو تمہاری جماعت نے۔ تم گھمنڈ کرتے تھے کہ ہم زیادہ ہیں ہماری جماعت طاقتور ہے آج وہ جماعت کچھ کام نہ آئی وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ اور جو کچھ تم تکبر کرتے تھے کہ ہمارے پاس مربعے ہیں، کارخانے ہیں، مال و دولت ہے، کرسیاں ہیں، ہمارے نمائندے اتنے ہیں۔ آج کچھ بھی تمہارے کام نہ آیا اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ کیا یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کے بارے میں تم قسمیں کھاتے تھے

لَا یَنَالُھُمُ اللّٰہُ بِرَحْمَۃٍ کہ اللہ ان کو رحمت نہیں پہنچائے گا، رحمت سے نہیں نوازے گا، ان کو بھلائی کہاں ملے گی، ان کو کبھی خوش نصیبی نہیں ملے گی کہ کافر دنیا میں ان کی غربت دیکھتے، پھٹے پرانے کپڑے ہوتے، رہنے کیلئے مکان نہیں، بھوک کی وجہ سے چہرے مرجھائے ہوئے ہیں تو کہتے کہ رب نے ان کو یہاں نہیں دیا وہاں کیا دے گا؟ اور ہم یہاں بھی مزے کر رہے ہیں کہ مال، اولاد، عزت وغیرہ ہمیں حاصل ہے اور آگے بھی ہمارے مزے ہونگے۔ تو اعراف والے جنتیوں کی طرف اشارہ کر کے دوزخیوں کو کہیں گے اے کافرو! جن کے بارے میں تم قسمیں اٹھاتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کو رحمت سے نہیں نوازے گا دیکھو آج وہ کیسے مزے کر رہے ہیں۔ ان کو تو رب تعالیٰ نے فرمادیا ہے اُدْخُلُوا الْجَنَّۃَ داخل ہو جاؤ جنت میں لَا خَوْفٌ عَلَیْکُمْ نہ خوف ہوگا تم پر وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ اور نہ تم غمگین ہوگے۔ خوف کہتے ہیں آئندہ کسی چیز کے خدشے کو اور غم کہتے ہیں گذشتہ کسی شے پر افسوس کو۔ تو جنتیوں کو نہ تو کسی قسم کا خوف ہوگا کہ ہمیں جنت سے نکالا جائے گا یا کوئی بیماری لگے گی یا بھوک پیاس کا خطرہ یا گرمی سردی کا ڈر، قطعاً کسی شے کا خوف نہیں ہوگا اور نہ گذشتہ پر غم کہ ہم نے اعمال صحیح نہیں کیے۔ جیسا کہ دوزخی افسوس کریں گے کاش کہ دنیا میں ہم ایمان لاتے، اعمال اچھے کرتے۔ جنتیوں کو ایسا کوئی غم نہیں ہوگا اللہ تعالیٰ کی رضا شامل حال ہوگی سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ الرَّحِیْمِ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی خود جنتیوں کو سلام کرے گی، حوریں سلام کہیں گی خود جنتی ایک دوسرے کو سلام کہیں گے تَحِیَّتُھُمْ یَوْمَ یَلْقَوْنَہٗ سَلَامٌ۔ وَنَادٰٓی اَصْحٰبُ النَّارِ اور پکاریں گے دوزخ والے اَصْحٰبَ الْجَنَّۃِ جنت والوں کو اَنْ اَفِیْضُوْا عَلَیْنَا مِنَ الْمَآءِ کہ بہادو ہمارے اوپر کچھ

پانی۔ جب دیکھیں گے جنتیوں کو ٹھنڈے پانی، شربت، شراب طہور پیتے ہوئے تو کہیں گے اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ یا جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہیں روزی دی ہے اس میں سے کچھ تھوڑی سی ہمیں بھی بھیج دو۔ جنتیوں کی منتیں کریں گے۔

جنتیوں کا جواب :

قَالُوْا جنتی کہیں گے اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ بے شک اللہ تعالیٰ نے ان دونوں چیزوں کو حرام کر دیا ہے کافروں پر۔ پانی بھی اور روٹی بھی کافروں کیلئے حرام ہے۔ ہم دینے کے مجاز نہیں ہیں اور نہ تمہارے لئے حلال ہیں۔ کسی سے کچھ مانگنا، خوراک مانگنا بڑی چیز ہوتی ہے تو یہ دنیا کے بڑے بڑے مالدار اور مغرور جنتیوں کے آگے ہاتھ پھیلائیں گے وہ کھرا کھرا جواب دیں گے کہ یہ پانی اور خوراک کافروں کیلئے حرام ہے۔ کافر کون ہیں؟ فرمایا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا جنھوں نے ٹھہرایا اپنے دین کو کھیل اور تماشا۔ اپنے دین سے کیا مراد ہے؟ تو یہ تفسیر بھی کی گئی کہ دین جسطرح ہمارے لئے ہے کافروں کیلئے بھی ہے ہم نے قبول کرلیا اور انہوں نے اس کو کھیل تماشا بنایا اور اس کا مذاق اڑاتے۔ چھٹے پارے میں تم پڑھ چکے ہو کہ نماز کے ساتھ مسخرہ کرتے تھے، اذان کا مذاق اڑاتے تھے اور نویں پارے میں آئے گا مَا كَانَ صَلٰوتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً اور نہیں ہے ان لوگوں کی نماز خانہ کعبہ کے پاس مگر سیٹی بجانا اور تالی بجانا۔ یہ کعبۃ اللہ کے سامنے قوالی کرتے تھے جیسے آج کل کئی جاہل قسم کے لوگ قوالی کو عبادت سمجھتے ہیں۔ اچھے اشعار جو شریعت کے مطابق ہوں تو ان میں کوئی کلام نہیں ہے بشرطیکہ ساتھ باجا وغیرہ نہ ہو اور قوالی تو باجے کے بغیر مکمل ہی نہیں ہوتی۔ لھذا اس کا سننا بھی گناہ ہے، کرنا

بھی گناہ اور دیکھنا بھی گناہ ہے۔ انگریز کا دور تھا ۱۹۳۴ء ۱۹۳۵ء کی بات ہے۔ گوجرانوالہ میں ہندوؤں کا سینما ہوتا تھا انھوں نے خبر شائع کرائی اور اشتہارات دیے کہ ہم حج فلم دکھائیں گے تمام طبقوں کے علماء اکھٹے ہوئے اور سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ حج ہماری عبادت ہے اس کو کھیل کے طور پر پیش کرنا یہ ہمارے دین سے مذاق ہے۔ چنانچہ اس کے خلاف جلوس نکالا گیا اور میں خود اس جلوس میں شریک تھا۔ انگریز سمجھ گیا کہ اس سے ان کے جذبات مجروح ہوئے ہیں اس نے حج فلم پر پابندی لگادی۔ انگریز دفع ہو گیا اور ہماری اپنی حکومت آئی تو انہوں نے خانہ خدا فلم چلادی۔ شیخوپورہ میں جلسہ تھا مولانا محمد علی جالندھریؒ کی تقریر تھی اور میری صدارت تھی۔ ایک پرچی آئی کہ انگریز کے دور میں حج فلم چلتی تھی تو ہمارے علماء اس کے خلاف احتجاج کرتے تھے اور اب خانہ خدا نام سے فلم چل رہی ہے تو تم خاموش ہو تمہاری خاموشی کس معنی میں ہے موٹے موٹے حرفوں سے لکھی ہوئی تھی میرے پڑھتے ہوئے مولانا کی نظر اس پر پڑ گئی انہوں نے وہ پرچی میرے سے لے لی اور فرمایا کہ میں خود اس کا جواب دونگا مولانا نے جواب دیا اور فرمایا کہ دیکھو بھائی انگریز کے دور میں بھی ہم احتجاج کرتے تھے اور آج بھی ہم سختی سے تردید کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے قوت ہمارے پاس نہیں ہے۔ مگر فرق یہ ہے کہ ایک ماں سگی ہوتی ہے اور ایک سوتیلی ہوتی ہے۔ سوتیلی ماں بچے کو مارتے ہوئے جھجھکتی ہے کہ لوگ کہیں گے کہ سوتیلی ہے اس لئے مار رہی ہے اور سگی ماں مارتے ہوئے جھجھکتی نہیں ہے کیونکہ اس کا سگا بیٹا ہے۔ پہلے ہماری سوتیلی بے بے تھی حکومت برطانیہ، وہ ڈرتی تھی اور اب ہماری سگی بے بے ہے حکومت پاکستان، یہ جو چاہے کرے ڈرتی نہیں ہے۔ اب جو کچھ ہمارے ساتھ ہو

رہا ہے سگی بے بے کا معاملہ ہو رہا ہے۔سگی بے بے جو کچھ ہمارے ساتھ کر رہی ہے ایسی خرافات کبھی نہیں ہوئی تھیں ۔فحاشی کا بازار گرم ہے۔کوئی اخبار فحش تصاویر سے خالی نہیں ہے،کوئی رسالہ خالی نہیں ہے انسان حیران ہوتا ہے کہ یہ مسلمانوں کا ملک ہے؟ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے طالبان کو ان کے کسی اخبار میں کسی جاندار کی تصویر نہیں ہوتی کاش کہ ہمارے ملک میں بھی وہی سچا اسلام آجائے جس کو طالبان نے اپنے ملک میں نافذ کیا ہے۔تمام خرابیاں ختم ہو جائیں گی اور امن قائم ہو جائے گا اور سب صحیح معنیٰ میں مسلمان ہو جائیں گے وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اور دھوکے میں ڈالا ان کو دنیا کی زندگی نے ۔دنیا کی زندگی پر مفتون ہوئے فَالْيَوْمَ نَنْسٰهُمْ آج ہم ان کو فراموش کر دیں گے كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا جیسا کہ انہوں نے فراموش کیا آج کے دن کی ملاقات کو۔نسیان کی نسبت رب تعالیٰ کی طرف مجازی ہے ورنہ مَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا تمہارا رب بھولتا نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایسے منکرین کے ساتھ وہ سلوک کیا جائے گا جو کسی فراموش شدہ آدمی کے ساتھ کیا جاتا ہے یا یوں سمجھ لو کہ انہوں نے آخرت کی تیاری کو چھوڑ دیا آج ہم ان کو چھوڑ دیں گے اور رحمت سے الگ کر دیں گے وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ اور جیسے وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے اور آخرت کی تیاری چھوڑ دی اور اگر وہ کہیں کہ ہم بے خبر تھے تو غلط ہے کیونکہ وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ اور البتہ تحقیق ہم نے ان کو کتاب دی ہے،قرآن کریم۔فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ جس کو ہم نے تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے علم کے ساتھ۔ قرآن کریم میں اصول،قانون،کلیات بیان ہوئے ہیں هُدًى یہ اللہ تعالیٰ کی نری ہدایت ہے۔اس کو پڑھنا ثواب،ہاتھ لگانا ثواب،دیکھنا ثواب،سمجھنا ثواب،اس پر عمل کرنا ثواب

وَرَحْمَۃً اور نری رحمت ہے۔ یادرکھنا یہ قرآن صرف مولویوں، قاریوں اور حافظوں کیلئے نہیں ہے، صرف مردوں کیلئے نہیں ہے، بلکہ تمام مسلمانوں کیلئے ہے۔ مولوی ہوں غیر مولوی ہوں، مرد ہوں یا عورتیں ہوں، پڑھے ہوں یا ان پڑھ ہوں قیامت والے دن اللہ تعالیٰ پوچھیں گے میں نے ایک کتاب تمہاری طرف نازل کی تھی تم نے اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا تھا؟ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اللہ تعالیٰ کے ہاں استغاثہ دائر کریں گے اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا (پ:۱۹، الفرقان) بے شک میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ دیا تھا۔ یہ کتاب باعث رحمت ہے لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ اس قوم کیلئے جو ایمان لائے۔ اور جس نے نہیں مانا اس کیلئے کچھ نہیں ہے۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ؕ يَوْمَ يَاْتِىْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِىْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۫ يُغْشِى الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ۙ وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ وہ نہیں انتظار کرتے مگر اس کی حقیقت کے ظاہر ہونے کا يَقُوْلُ الَّذِيْنَ کہیں گے وہ لوگ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ جنہوں نے بھلا دیا اس قرآن کو اس سے پہلے قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ تحقیق آئے ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ پس کیا ہمارے لئے کوئی سفارشی

ہیں فَیَشْفَعُوْا لَنَا جو سفارش کریں ہمارے لئے اَوْ نُرَدُّ یا ہم لوٹا دیئے جائیں فَنَعْمَلَ پس عمل کریں ہم غَیْرَ الَّذِیْ سوا اس کے کُنَّا نَعْمَلُ جو ہم عمل کرتے تھے قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ تحقیق انھوں نے گھاٹے میں ڈالا اپنے نفسوں کو وَضَلَّ عَنْهُمْ اور گم ہوگئیں ان سے وہ باتیں مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ جن کا وہ افترا باندھتے تھے اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ بے شک تمہارا پروردگار اللہ ہے الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو فِیْ سِتَّةِ اَيَّامٍ چھ دنوں میں ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ پھر مستوی ہوا عرش پر يُغْشِی الَّيْلَ النَّهَارَ وہ ڈھانپ دیتا ہے رات کو دن پر يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا طلب کرتا ہے وہ اس کو تیزی سے وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ اور سورج اور چاند اور ستارے مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ جو اس کے حکم کے تابع ہیں اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ خبردار اسی کی ہے مخلوق اور اسی کا ہے حکم تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ اللہ برکت والا ہے، تمام جہانوں کا پروردگار ہے اُدْعُوْا رَبَّكُمْ پکارو اپنے رب کو تَضَرُّعًا عاجزی کرتے ہوئے وَّخُفْيَةً اور آہستہ آہستہ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ بیشک وہ محبت نہیں کرتا تجاوز کرنے والوں سے۔

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی وہ کتاب ہے جو تمام آسمانی کتابوں اور صحیفوں سے اعلیٰ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آج تک اپنی اصلی حالت میں محفوظ ہے اور قیامت تک محفوظ رہے گی۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے عقائد، عبادات، اور معاملات کے اصول بیان

فرمائے ہیں۔اپنوں کے بھی اور غیروں کے بھی۔یہ ایسی کتاب ہے کہ آج تک دنیا میں اس کی نظیر نہیں پائی جاتی۔مسائل کو عقلی اور نقلی دلائل سے سمجھایا ہے۔اس سے پہلی آیت میں ذکر تھا وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ اور البتہ تحقیق ہم نے ان کو کتاب دی جس کو ہم نے تفصیل کے ساتھ بیان کیا علم کے ساتھ۔تو فرمایا جو لوگ اس کتاب پر ایمان نہیں لاتے وہ کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں؟ فرمایا هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ نہیں انتظار کرتے مگر اس کی حقیقت کے ظاہر ہونے کا یعنی قرآن کریم نے جو کچھ بیان کیا ہے جب اس کی حقیقت سامنے آئے گی مرنے کے بعد، قیامت برپا ہونے کے بعد میدانِ محشر قائم ہوگا پھر مانیں گے يَقُوْلُ الَّذِيْنَ کہیں گے وہ لوگ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ جنھوں نے بھلا دیا اس قرآن کو اس سے پہلے اور اس کے احکامات کی طرف پیٹھ کی وہ کہیں گے قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ تحقیق آئے ہمارے پاس ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ مگر ہم نے تسلیم نہیں کیا تھا فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ پس کیا ہمارے لئے ہے کوئی سفارشی فَيَشْفَعُوْا لَنَآ جو سفارش کریں ہمارے لئے اَوْ نُرَدُّ یا ہم لوٹا دیئے جائیں دنیا کی طرف فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ پھر عمل کریں ہم سوا اس کے كُنَّا نَعْمَلُ جو ہم عمل کرتے تھے۔کفریہ، شرکیہ، رب تعالیٰ کی نافرمانی کہ اگر ہمیں دنیا کی طرف لوٹا دیا جائے تو اب ہم وہ کام نہیں کریں گے۔مگر اب اس جہان سے اس جہان کی طرف جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جو کچھ ہونا تھا ہو گیا۔رب تعالیٰ فرماتے ہیں قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ تحقیق انھوں نے گھاٹے میں ڈالا اپنے نفسوں کو وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ اور گم ہو گئیں ان سے وہ باتیں جن کا وہ افترا باندھتے تھے اور کہتے تھے هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ (پ:۱۱، یونس، ۱۸) یہ

ہمارے سفارشی ہیں اللہ تعالیٰ کے پاس ہم ان کی پوجا اس لئے کرتے ہیں کہ ہمیں یہ رب کے قریب کردیں مَانَعْبُدُ هُمْ اِلَّالِیُقَرِّبُوْنَااِلَی اللّٰہِ زُلْفٰی (پ۲۳،زمر) ہم ان کو اس لئے پوجتے ہیں کہ ہم کو خدا کا مقرب بنادیں گے۔وہاں نہ کوئی سفارش کرنے والا ہوگا اور نہ ہی کوئی رب کے قریب کرنے والا ہوگا۔رب تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰہُ بے شک تمہارا رب اللہ تعالیٰ ہے۔رب کا معنٰی ہے پالنے والا مخلوق کی تربیت کیلئے ، یہ لفظ تربیت سے ہے۔اور مخلوق کی تربیت کیلئے جتنی چیزوں کی ضرورت ہے وہ تمام رب کے مفہوم میں داخل ہیں کہ خوراک کی ضرورت ہے، پانی کی ضرورت ہے، ہوا کی ضرورت ہے، ان سب چیزوں کا خالق رب تعالیٰ ہے۔اور ان چیزوں کے پیدا کرنے کے جتنے ذرائع اور اسباب ہیں مثلاً زمین، پانی ہوا، چاند، سورج، ستارے سب رب تعالیٰ نے پیدا فرمائے ہیں۔اگر کوئی شخص رب کا مفہوم ہی سمجھ لے تو انشاءاللہ کبھی شرک میں مبتلا نہیں ہو گا اور اللہ، اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ہے اور ننانوے صفاتی نام مشہور ہیں۔ویسے پانچ ہزار (۵۰۰۰) صفاتی نام اللہ تعالیٰ کے صحیفوں اور کتابوں میں اور پیغمبروں کی وحی میں آئے ہیں۔ان تمام ناموں میں رب کا مفہوم اللہ تعالیٰ کی ذات کو زیادہ واضح کرتا ہے اور ذاتی نام لفظ اللہ ہے۔جیسے کسی شخص کا نام عبداللہ ہو اور وہ حافظ، قاری، مولوی، حاجی، منشی، اور پہلوان بھی ہو تو عبداللہ کے علاوہ سارے اس کے صفاتی نام ہیں۔بزرگان دین فرماتے ہیں کہ اگر کسی کے رشتہ میں رکاوٹ ہو تو وہ آدمی یہ تین لفظ یارحیمُ، یاکریمُ، یالطیف پڑھے تو اللہ تعالیٰ رشتے کی رکاوٹ کو دور فرمادیں گے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ ان تینوں ناموں کے عدد اور اپنے اور اپنی والدہ کے نام کے عدد نکال کر جمع کرلیں اتنی تعداد

کے مطابق اکتالیس دن پڑھیں انشاء اللہ نتیجہ ظاہر ہو جائے گا۔ اور رزق کی تنگی کیلئے یَارَحِیمُ یَاکَرِیمُ یَارَزَّاقُ کا وظیفہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہر نام میں اثر ہے اَلَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ چھ دنوں میں۔ یہ دن تو اس وقت نہیں تھے لہذا اتنا وقت مراد ہے کہ چھ دنوں کے وقت میں پیدا کیا۔ پیدا تو وہ ایک لمحے میں کر سکتا تھا مگر یہ اس کی حکمت تھی۔ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ چھ دنوں میں پیدا کرنے کی حکمت یہ ہے کہ اس سے مخلوق کو سمجھانا مقصود ہے کہ کام دفعتہً نہیں بلکہ تدریجاً آہستہ آہستہ ہوتا ہے۔ باوجود اس کے کہ رب تعالیٰ قادر مطلق ہے اس نے بھی چھ دنوں میں پیدا کیا ہے ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ پھر وہ مستوی ہوا عرش پر۔ مستوی کا ایک معنیٰ تو مجازی ہے کہ پوری کائنات پر اللہ تعالیٰ کی شاہی ہے۔ عرش کا بیٹھنا صاحب اقتدار ہونے کی علامت ہے۔ اور اِسْتَوٰی کا حقیقی معنیٰ بیٹھنا بھی کر سکتے ہیں لیکن وہ کس طرح قائم اور بیٹھا ہے؟ ہم کسی سے اس کو تشبیہ نہیں دے سکتے۔ مثلاً میں گدی پر بیٹھا ہوں اور آپ قالینوں پر بیٹھے ہیں، کوئی کرسی پر بیٹھ جاتا ہے کوئی پلنگ پر اور کوئی چٹائی پر، کوئی زمین پر۔ یہ بیٹھنا تو ہم دیکھتے ہیں اور جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بیٹھنے کو کسی کے ساتھ تشبیہ نہیں دے سکتے۔ ہاں یہ کہیں گے کہ جو استواء اس کی شان کے لائق ہے، جو بیٹھنا اس کی شان کے لائق ہے اس طرح بیٹھا ہے۔ اس سے آگے ہمیں اس کی تشریح معلوم نہیں ہے اور کیفیت کا معلوم کرنا ضروری بھی نہیں ہے۔ اسی آیت کی تشریح میں حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ اِسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ کے متعلق امام مالکؒ سے پوچھا گیا کہ حضرت یہ بتائیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر کس طرح قائم ہے۔ تو فرمایا

اَلْاِیْمَانُ بِہٖ وَاجِبٌ اس پر ایمان لانا واجب ہے وَالْکَیْفِیَّۃُ مَجْھُوْلَۃٌ اور کیفیت اس کی مجہول ہے وَالسَّوَالُ عَنْہُ بِدْعَۃٌ اور اس کے بارے میں کچھ پوچھنا بدعت ہے۔ جس چیز کی حقیقت کا علم نہ ہو اس کے پیچھے پڑنا ہی بدعت ہے۔ اور دونوں معنوں پر یقین رکھتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ یہ عقیدہ بھی ماننا ہے کہ ھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَ مَا کُنْتُمْ (پ:۲۷، الحدید) وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو۔ اور اتنا قریب ہے کہ فرمایا وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ (پ:۲۶، ق) اور ہم انسان کے زیادہ قریب ہیں شاہ رگ سے۔ شاہ رگ اور رگ جان اسے کہتے ہیں جو دل سے دماغ تک جاتی ہے۔ تو رب اس سے بھی زیادہ قریب ہے لیکن جسطرح اس کی شان کے لائق ہے معیت اور قرب۔ یُغْشِی الَّیْلَ النَّھَارَ وہ ڈھانپ دیتا ہے رات کو دن پر۔ دن کی روشنی ختم ہو جاتی ہے رات آ جاتی ہے یَطْلُبُہٗ حَثِیْثًا طلب کرتا ہے وہ اس کو تیزی سے۔ یہ دن رات ایک دوسرے کے پیچھے لگے ہوئے ہیں رات دن کو دوڑتے ہوئے طلب کرتی ہے اور دن رات کو دوڑتے ہوئے طلب کرتا ہے وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ اور سورج، چاند اور ستارے مُسَخَّرٰتٍ بِاَمْرِہٖ جو اس کے حکم کے تابع ہیں۔ رب تعالیٰ نے ان کی جو رفتار اور راستے مقرر کیے ہیں، اس کے مطابق چل رہے ہیں اَلَا خبردار لَہُ الْخَلْقُ اسی کی ہے مخلوق وَالْاَمْرُ اور اسی کا حکم مخلوق پر نافذ ہوگا۔ انگریز کے دور میں ہم چھوٹے چھوٹے ہوتے تھے انگریز جب کوئی نیا حکم جاری کرتا تھا تو منادی کرنے والا ڈھول کے ساتھ منادی کرتا اور کہتا مخلوق خدا کی اور حکم انگریز کا اور پھر حکم سناتا کہ تمہارے لئے یہ حکم ہے۔ بھائی جب مخلوق خدا کی ہے تو حکم بھی خدا کا۔ لیکن آج

حکم اپنے ہیں اسی لئے مسلمان قوموں پر خدا کا عذاب نازل ہوا ہے۔ کہ مخلوق خدا کی اور حکم چاپے برطانیہ کا اور تائے امریکہ کا۔ سعودی عرب تک اس کا تسلط ہے اور جس ملک میں بھی جاؤ اس کا سکہ چلتا ہے پاکستانی سکہ دکھاؤ نہیں لیں گے ڈالر دو ڈکر لیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مخلوق بھی اللہ تعالیٰ کی اور حکم بھی اللہ تعالیٰ کا تَبٰرَکَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ اللہ برکت والا ہے، تمام جہانوں کا پروردگار ہے، پالنے والا صرف وہی ہے۔

ذکر بلند آواز سے کرنا چاہیئے یا آہستہ؟

اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً پکارو اپنے رب کو عاجزی کرتے ہوئے اور آہستہ آہستہ۔ بخاری شریف اور مسلم شریف میں روایت ہے کہ خیبر کے سفر میں صحابہ کرامؓ میں سے بعض نے اونچی اونچی ذکر کرنا شروع کر دیا آنحضرت ﷺ نے فرمایا اِرْبَعُوا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ اپنی جانوں پر رحم کرو لَا تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَلَا غَائِبًا تم بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے اِنَّکُمْ تَدْعُوْنَ سَمِیْعًا قَرِیْبًا بے شک تم اس ذات کو پکارتے ہو جو سننے والی اور قریب ہے وَ ھُوَ مَعَکُمْ اور وہ تمہارے ساتھ ہے (بخاری، ص ۶۰۵، ج ۲) اس حدیث کی شرح میں فتح الباری عمدۃ القاری وغیرہ میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم اور تابعین عظام رحمھم اللہ تعالیٰ اونچی ذکر کو مکروہ سمجھتے تھے مکروہ تحریمی کے درجے میں سوائے ان جگہوں کے کہ جہاں شریعت نے اجازت دی ہے۔ مثلاً اذان ہے، تکبیر ہے تلبیہ ہے لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ اور بڑی عید کے موقع پر۔ عیدگاہ جاتے ہوئے اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ پڑھنا یا جن نمازوں میں قرأت بلند آواز سے ہے وغیرہ

اور جن جگہوں میں بلند آواز سے پڑھنے کا حکم نہیں ہے وہاں آہستہ پڑھنا ہے۔ جیسے عید الفطر کے موقع پر عید گاہ جاتے ہوئے تکبیر آہستہ پڑھنی ہے۔ بلند آواز سے پڑھو گے تو بدعت کے مرتکب ہو گے۔ خلاصہ یہ ہے جہاں بلند آواز سے پڑھنے کا حکم ہے وہاں بلند آواز سے ورنہ آہستہ آواز سے پڑھنا ہے اور چاروں امام، امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ متفق ہیں کہ بلند آواز سے ذکر کرنا بدعت ہے۔ اور امام صاحب کی عبارت یہ ہے اِنَّ رَفْعَ الصَّوْتِ بِالذِّکْرِ وَالدُّعَاءِ بِدْعَةٌ مُخَالِفٌ لِاَمْرٍ فِیْ قولہ تعالیٰ اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْیَةً کہ بے شک آواز کا بلند کرنا ذکر کے ساتھ اور دعا کے ساتھ بدعت ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس اَمر اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْیَةً کے خلاف ہے۔ کبیری، البحر الرائق، فتح القدیر میں امام صاحب کا یہ قول نقل کیا گیا ہے ''البتہ اگر آدمی بالکل تنہا ہے اور اس کے بلند آواز سے ذکر کرنے کی وجہ سے کسی کی نیند یا نماز اور مطالعہ میں خلل نہیں پڑھتا اور کسی بیمار کو تکلیف نہیں ہوتی تو اونچی آواز سے پڑھنے کی اجازت ہے۔'' مگر اتنی بلند آواز سے نہیں کہ لوگ ڈر جائیں۔ باقی مجلس اور مسجد کے متعلق تفسیر مظہری میں صاف لفظوں میں لکھا ہے کہ اگر ایک نمازی بھی نماز پڑھ رہا ہو تو بلند آواز سے قرآن کریم بھی پڑھنا جائز نہیں ہے۔ مگر آج تو لوگوں نے مسجدوں کو اکھاڑا بنایا ہوا ہے اور یہ جو کچھ کرتے ہیں سب بدعات ہیں اور بڑے ظلم کی بات ہے۔ ان کے امام احمد رضا خان بریلوی جس کا رتبہ یہ دوسرے اماموں سے بھی زیادہ سمجھتے ہیں ان کے فتاوی رضویہ میں لکھا ہے کہ کسی نے پوچھا کہ یہ بتائیں کہ بلند آواز سے قرآن کریم پڑھنا، ذکر کرنا اور درود شریف اونچی پڑھنے کا کیا حکم ہے۔ تو فقہی حوالے دے کر بتاتے ہیں کہ درست نہیں ہے۔

اورسوال کی دوسری شق یہ ہے کہ اگر کوئی نہ مانے تو پھر؟اس کا جواب دیتے ہیں کہ اگر نہیں مانتا تو قوۃ ہے تو ہاتھ سے روکو نہیں ہے تو زبان سے منع کرو نہیں ہے تو دل سے برا مناؤ۔تو یہ لوگ ضد میں آکر اپنے امام کی بھی مخالفت کرتے ہیں اور ضد کا کوئی علاج نہیں ہے۔ہاں تعلیم کیلئے درست ہے جیسے قادری سلسلے میں کہ حضرت لاہوریؒ کے پاس جب نئے نئے مرید آتے تھے تو جمعرات کے دن اونچی آواز سے ذکر کی تعلیم دیتے تھے مگر اتنی اونچی نہیں کہ کان کھا جائیں ویسے ذکر یعنی تعلیم کے علاوہ آہستہ ہے۔حدیث پاک میں آتا ہے خَيْرُ الذِّكْرِ الْخَفِيُّ بہترین ذکر آہستہ کرنا ہےاور یہ بھی حدیث ہے کہ آہستہ ذکر کرنا اونچی ذکر کرنے سے ستر درجے زیادہ ہے۔تو قرآن کریم کا بھی یہی حکم ہے اور حدیث کا بھی اور فقہ حنفی کا بھی اور تمام فقہاء کا مسلک بھی یہی ہے کہ بلند آواز سے ذکر کرنا درست نہیں ہے۔ذکر اس انداز سے کرے کہ اپنے کان سنیں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ بیشک اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔دیکھو کتنے صاف لفظ ہیں کہ بلند آواز سے ذکر کرنے والوں سے،شور مچانے والوں سے اللہ تعالیٰ محبت نہیں کرتا۔اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ؕ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ ۝ وَهُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًۢا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ؕ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰی لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ وَالْبَلَدُ الطَّیِّبُ یَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِیْ خَبُثَ لَا یَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ؕ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّشْكُرُوْنَ ۝ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ۝ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝

وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ اور نہ فساد پھیلاؤ زمین میں بَعْدَ اِصْلَاحِهَا اس کی اصلاح کے بعد وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا اور پکارو اللہ تعالیٰ کو ڈرتے ہوئے اور امید رکھتے ہوئے اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ بیشک اللہ تعالیٰ کی رحمت قَرِیْبٌ مِّنَ

اَلْمُحْسِنِيْنَ قریب ہے نیکی کرنے والوں کے وَهُوَ الَّذِيْ اور وہ وہی ذات
ہے يُرْسِلُ الرِّيٰحَ جو چلاتا ہے ہواؤں کو بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ جو خوشخبری
سناتی ہیں اس کی رحمت سے پہلے حَتّٰۤى اِذَاۤ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا یہانتک کہ
جب اٹھاتی ہیں وہ ہوائیں بادلوں کو جو بوجھل ہوتے ہیں سُقْنٰهُ ہم اس کو چلاتے
ہیں لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ مردہ شہر کی طرف فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ پس ہم اتارتے ہیں اس سے
پانی فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ پس ہم نکالتے ہیں اس پانی کے ذریعے ہر
قسم کے پھلوں کو كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى اسی طرح ہم نکالیں گے مردوں کو
لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ تاکہ تم نصیحت حاصل کرو وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ اور پاکیزہ
شہر يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ نکلتا ہے اس کا سبزہ بِاِذْنِ رَبِّهٖ اس کے رب کے حکم سے
وَالَّذِيْ خَبُثَ اور وہ جو ردی ہوتا ہے لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا نہیں نکلتا مگر نکما
كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ اسی طرح ہم پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں آیتیں
لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ اس قوم کیلئے جو شکر ادا کرتی ہے لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا البتہ تحقیق
بھیجا ہم نے نوح علیہ السلام کو اِلٰى قَوْمِهٖ ان کی قوم کی طرف فَقَالَ پس کہا انہوں
نے يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی مَا لَكُمْ مِّنْ
اِلٰهٍ نہیں ہے تمہارے لئے کوئی معبود غَيْرُهٗ اس کے سوا اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ
بیشک میں خوف کرتا ہوں تم پر عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ بڑے دن کے عذاب کا قَالَ
الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖۤ کہا اس کی قوم کے سرداروں نے اِنَّا لَنَرٰىكَ بیشک ہم دیکھتے

ہیں تجھے فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ کھلی گمراہی میں۔

رابطِ آیات :

اس سے پچھلی آیت کریمہ ہے اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ بیشک اللہ تعالیٰ تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ آگے فرمایا وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ اور نہ فساد پھیلاؤ زمین میں بَعْدَ اِصْلَاحِھَا اس کی اصلاح کے بعد۔ معلوم ہوا کہ بلند آواز سے ذکر کرنا اور بلند آواز سے دعا کرنا فساد کا ذریعہ ہے۔ کہ پہلے فرمایا اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْیَۃً اور پھر فرمایا وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِھَا اسلئے کہ ذکر جہری سے جس کی نیند میں خلل آئے گا وہ لڑے گا، کسی کے مطالعہ میں خلل آئے گا، کسی کی نماز میں خلل آئے گا، بیمار ہو تو اس کے آرام میں خلل آئے گا، اسی کا فساد ہے۔ کہ دوسروں کو تنگ کرے اور لوگوں نے چیخنے چلانے کو ثواب سمجھ رکھا ہے اور قرآن کریم اس کو فساد کہتا ہے لھذا جہاں بلند آواز سے دعا و ذکر کرنے کی اجازت نہیں ہے وہاں ذکر بالجہر اور دعا بلند آواز سے کرنا گناہ بھی ہے، مکروہ بھی ہے، حرام بھی ہے اور فساد بھی ہے وَادْعُوْہُ خَوْفًا وَّ طَمَعًا اور پکارو اللہ تعالیٰ کو ڈرتے ہوئے اور امید رکھتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ ہماری دعا کو قبول فرمائے گا اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ بیشک اللہ تعالیٰ کی رحمت قریب ہے نیکی کرنے والوں کے۔

رحمتِ خداوندی :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے سو حصے کیے۔ ان میں سے ننانوے حصے اپنے پاس رکھے اور ایک حصہ ساری مخلوق پر تقسیم کیا جس میں انسان،

جنات، حیوانات وغیرہ سب شامل ہیں۔حدیث پاک میں آتا ہے اسی رحمت کی وجہ سے انسان اپنے بچوں سے پیار کرتا ہے، حیوان اپنے بچوں سے پیار کرتا ہے۔حدیث پاک میں آتا کہ ایک جہاد کا سفر تھا جس میں کچھ عورتیں بھی شریک تھیں کپڑے دھونے اور روٹی پکانے کیلئے۔ایک عورت کی گود میں بچہ تھا اس نے ہانڈی پکانے کیلئے پتھروں کا چولہا بنایا۔ کھلا مقام تھا اور ہوا بڑی تیز تھی آگ کے شعلے ادھر ادھر نکل رہے تھے۔ایک طرف شعلہ آتا تو بچے کولیکر دوسری طرف ہو جاتی اس طرف شعلہ آتا تو تیسری طرف ہو جاتی تیسری طرف شعلہ آتا تو چوتھی طرف ہو جاتی۔اس کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ یہ میرا بچہ ہے میں اس کی ماں ہوں میرا ضمیر گوارہ نہیں کرتا کہ اسکو آگ لگے۔کیا اللہ تعالیٰ کی ذات میں اتنی شفقت اور رحمت نہیں ہوگی جتنی ماں کو بیٹے سے ہے؟ آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچی اور کہنے لگی حضرت مجھے ایک بات بتائیں۔حضرت میں نے چولہے پر ہنڈیا رکھی ہوئی تھی اور ہوا تیز تھی یہ میرا بچہ میری گود میں تھا جس طرف سے آگ کا شعلہ آتا میں اس کولیکر دوسری طرف ہو جاتی۔چاروں طرف گھومتی رہی کہ میرے بچے کو آگ نہ لگے۔حضرت کیا اللہ تعالیٰ میں ایسی شفقت اور رحمت نہ ہوگی بندوں کے حق میں جتنی میرے دل میں اپنے بچے کے حق میں ہے۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا......

ماں سے زیادہ بندوں سے پیار ومحبت :

اَللّٰہُ اَرْحَمُ لِعِبَادِہٖ مِنَ الْاُمِّ بِوَلَدِھَا اللہ تعالیٰ زیادہ رحیم ہے اپنے بندوں پر اس سے جتنی ماں اپنے بچوں پر مہربان ہے۔فرمایا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے وہی محروم ہوگا جو سر کش ہوگا اور جو مطیع اور فرمانبردار ہوگا اس کو رب کی رحمت ضرور ملے گی۔اللہ تعالیٰ کی

رحمت سے کسی کو نا امید نہیں ہونا چاہیئے ۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيحَ وہ وہی ذات ہے جو چلاتا ہے ہواؤں کو بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ جو خوشخبری سناتی ہیں اس کی رحمت سے پہلے ۔ رحمت سے مراد اس مقام پر بارش ہے ۔ عموماً بارش سے پہلے اور بارش کے بعد ہوائیں چلتی ہیں کہ جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ بارش ہوگی ۔ محکمہ موسمیات والے جو بارش کے ہونے اور نہ ہونے کی پیشگوئی کرتے ہیں وہ ہواؤں کی نمی سے ہی اندازہ لگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جنوری میں ہوگی ، دسمبر میں ہوگی یا اس سال نہیں ہوگی ۔ میں کہتا کہ ہواؤں کا چلانا اور ان میں نمی اور خشکی پیدا کرنا سب اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور ہمارے اعمال کا نتیجہ ہے ۔ اس بارشیں نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے گناہ گذشتہ سال کی نسبت زیادہ ہیں اور اگلے سال اور زیادہ ہو جائیں گے ۔ جوں جوں قیامت کا وقت قریب آئے گا ظلم ، زیادتی اور گناہوں میں اضافہ ہوگا ۔ ہم تو یہی سمجھتے ہیں باقی سائنسدان جانیں اور ان کی سائنس جانے حَتَّى إِذَا أَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا یہاں تک کہ جب اٹھاتی ہیں وہ ہوائیں بادلوں کو جو بوجھل ہوتے ہیں ، بارش سے بھرے ہوتے ہیں سُقْنَاهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ ہم اس کو چلاتے ہیں مردہ شہر کی طرف ۔ جہاں سے کوئی شے اُگ نہیں سکتی فَأَنزَلْنَا بِهِ الْمَاءَ پس ہم اتارتے ہیں اس سے پانی فَأَخْرَجْنَا بِهِ مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ پس ہم نکالتے ہیں اس پانی کے ذریعے ہر قسم کے پھلوں کو ۔ فصلیں پیدا ہوتی ہیں ، پھل پیدا ہوتے ہیں انسانوں کیلئے ، حیوانوں کیلئے اور دوسری مخلوقات کیلئے تو بارش کا برسانا بھی اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور ہواؤں کا چلانا بھی اللہ تعالیٰ کا کام ہے ۔ جیٹھ کے مہینے میں گندم کی گہائی کا موسم ہوتا ہے ، ہوائیں تیز چلتی

ہیں۔ دو آدمی کھڑے تھے تیز ہوا چلی تو ایک نے کہا دوسرے سے کہ تجھے معلوم ہے ہوا کیوں چلی ہے؟ دوسرے نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی سہولت کیلئے چلائی ہے۔ پہلے نے کہا نہیں بلکہ بابا بھڑی شاہ رحمان اور بابا گاجر گولے والے کی آپس میں مخالفت ہے۔ بابا گاجر گولے والا چراغ جلاتا ہے اور بابا بھڑی شاہ رحمان تیز ہوا چلا کر اس کے چراغ کو بجھاتا ہے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم دوسرا سمجھ دار تھا اس نے کہا اچھا جی اگر یہ ان دونوں بزرگوں کا کھیل ہے تو ہمارا بھوسہ کیوں اڑاتے ہیں آپس میں لگے رہیں۔ بھڑی شاہ رحمان مشہور جگہ ہے ہمارے ضلع میں یہ نیک بزرگ تھے جو اپنی قبروں میں آرام فرمارہے ہیں ان کا کوئی قصور نہیں ہے۔ یہ بعد والے لوگوں نے خرافات گھڑی ہیں اور ان کی قبروں پر بدعات شروع کی ہیں۔ تو یاد رکھنا ہواؤں کا چلانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے وَهُوَ الَّذِىْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ اور وہ اللہ تعالیٰ ہی ہواؤں کو چلاتا ہے، بارش برساتا ہے مردہ شہر کو زندہ کرتا ہے۔ فرمایا كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى اسی طرح ہم نکالیں گے مردوں کو جسطرح زمین سے فصلیں اور پھل اگاتے ہیں۔ اسرافیل علیہ السلام بگل پھونکیں گے بس زمین سے مخلوق اُگے گی لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ بارش ہونے کے بعد وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ اور پاکیزہ شہر، اچھی زمین اچھا علاقہ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ نکلتا ہے سبزہ اس کا، اس کے رب کے حکم سے۔ گندم بھی پیدا ہوتی ہے، مکئی، چاول اور دیگر سبزیاں وغیرہ بھی وَالَّذِىْ خَبُثَ اور وہ جو ردی ہوتا ہے۔ خبیث اور ناپاک علاقہ ہے لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا، نَكِدًا کا معنی تھوڑا، قلیل اور نکما بھی آتا ہے۔ معنی ہوگا نہیں نکلتا مگر نکما یعنی ایسی چیزیں پیدا ہوتی ہیں کہ لوگ ان کے نام بھی برے رکھتے ہیں مثلاً پد پیڑے۔ اسی طرح

سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کی وحی روحانی بارش ہے یہ اچھے دلوں پر نازل ہوتی ہے تو اچھے خیالات، اچھے تصورات پیدا ہوتے ہیں اور اگر برے دلوں پر پہنچے تو برے خیالات پد پیڑے پیدا ہوتے ہیں کَذٰلِکَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّشْکُرُوْنَ اسی طرح ہم پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں آیتیں اس قوم کیلئے جو شکر ادا کرتی ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے چند پیغمبروں کے واقعات بیان فرمائے ہیں جو شرک قوم کے دور میں آئے ہیں۔

قومِ نوح، شرک کے بانی :

حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے اور گناہ تو تھے مگر شرک نہیں تھا۔ پہلی قوم جس نے شرک کا ارتکاب کیا وہ نوح علیہ السلام کی قوم تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام کا نام عبدالغفار بن زمق بتاتے ہیں۔ چودہ سو سال کے قریب عمر پائی ہے۔ عرصۂ دراز تک تبلیغ کی۔ قوم کی بری عادات پر اتنے روئے کہ نوح لقب پڑ گیا اور اب اسی نام سے یاد کیے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِہٖ البتہ تحقیق بھیجا ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف فَقَالَ پس کہا انہوں نے یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَالَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارے لئے کوئی معبود اس کے سوا۔ کوئی مسجود نہیں، کوئی حاجت روا نہیں اس کے سوا، کوئی مشکل کشا نہیں، کوئی فریاد رس نہیں، کوئی دستگیر نہیں اس کے سوا، کوئی دکھ دینے والا نہیں، کوئی سکھ دینے والا نہیں، کوئی بیمار کرنے والا نہیں، کوئی تندرست کرنے والا نہیں اس کے سوا، ان تمام کاموں کا اختیار اور قدرت اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ مخلوق میں سے کسی کو کوئی اختیار نہیں ہے اگر مخلوق میں سے کسی کے پاس اختیار و قدرت ہوتی تو آنحضرت ﷺ کے پاس ہوتی مگر اللہ تعالیٰ نے

قرآن پاک میں آپؐ سے اعلان کروایا۔فرمایا قُلْ اے نبی کریم ﷺ آپ ان لوگوں کو کہہ دیں لَاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ (پ ۹ ،اعراف) میں اپنی جان کیلئے بھی نفع نقصان کا اختیار نہیں رکھتا اور دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے قُلْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا (پ ۲۹ ،جن) آپ کہہ دیں بے شک میں تمہارے لئے ضرر اور نفع کا مالک نہیں ہوں ۔اعلان کردے تا کہ غلط کار لوگ فائدہ نہ اٹھائیں ۔جب آپؐ کے قبضے میں نفع نقصان نہیں ،نہ اپنا اور نہ لوگوں کا

؎ تو بدیگراں چہ رسد

اور کون کس باغ کی مولی ہے کہ اس کو یہ اختیارات حاصل ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں آنحضرت ﷺ سے بڑھ کر کوئی ذات نہیں ہے۔حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ فرماتے ہیں بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔اللہ تعالیٰ کی ذات کے بعد آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی ہے مختصر قصہ یہی ہے اور قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے سبق دیا ہے وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ (پ ۷ :انعام) اگر تجھ کو اللہ تعالیٰ تکلیف پہنچائے تو اس کا دور کرنے والا اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں ہے اور اگر وہ تجھ کو نفع پہنچائے تو وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔یعنی اے انسان اگر تجھے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے بغیر اس کو دور کرنے والا کوئی نہیں ہے۔اور اگر اللہ تعالیٰ تیرے اوپر رحمت نازل کرنا چاہے تجھے سکھ پہنچائے تو ساری دنیا مل کر بھی اس کو نہیں روک سکتی۔تو حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اس کے سوا تمہارا کوئی مشکل کشا، حاجت روا نہیں ہے اِنِّیْۤ اَخَافُ

عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ بیشک میں خوف کرتا ہوں تم پر بڑے دن کے عذاب کا۔ کہ اگر تم نے میری بات نہ مانی، میری اطاعت نہ کی تو تم پر عذاب نازل ہوگا قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖ کہا اس کی قوم کے سرداروں نے۔ مَلَأٌ کے لفظی معنیٰ ہیں بھرا ہوا جو مال سے بھرے ہوئے ہیں انھوں نے کہا اور اس کا معنیٰ جماعت کا کرتے ہیں کہ اس جماعت نے کہا، کیا کہا اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ بیشک ہم دیکھتے ہیں تجھے کھلی گمراہی میں۔ کہ ساری قوم ایک طرف ہے اور تو اکیلا ایک طرف ہے اور کہتا ہے کہ میں سچا ہوں یہ تو کھلی گمراہی ہے۔ اور دوسری جگہ ہے قَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ (پ ۲۹، القمر) انھوں نے کہا پاگل ہے اور اسکو جھڑک دیا گیا آگے مزید ان کے حالات آئیں گے۔ انشاءاللہ تعالیٰ

قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ ○ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ○ فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ○ وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ○ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ○ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

قَالَ فرمایا نوح علیہ السلام نے يٰقَوْمِ اے میری قوم لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ نہیں ہے مجھ میں گمراہی وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ اور لیکن میں رسول ہوں رب العالمین کی طرف سے اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ میں پہنچاتا ہوں تم تک اپنے

رب کے پیغام وَاَنصَحُ لَکُمْ اور تم کو نصیحت کرتا ہوں وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰہِ اور میں
جانتا ہوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مَالَا تَعْلَمُوْنَ وہ چیزیں جو تم نہیں جانتے
اَوَعَجِبْتُمْ کیا تم نے تعجب کیا ہے اَنْ جَآءَ کُمْ ذِکْرٌ کہ آئی تمہارے پاس
نصیحت مِنْ رَّبِّکُمْ تمہارے رب کی طرف سے عَلٰی رَجُلٍ مِّنْکُمْ ایک مرد پر
تم میں سے لِیُنْذِرَکُمْ تاکہ وہ تمہیں ڈرائے وَلِتَتَّقُوْا اور تاکہ تم بچ جاؤ وَلَعَلَّکُمْ
تُرْحَمُوْنَ اور تاکہ تم پر رحم کیا جائے فَکَذَّبُوْہُ پس جھٹلایا ان لوگوں نے اس کو
فَاَنْجَیْنٰہُ پس ہم نے بچالیا اس کو وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ فِی الْفُلْکِ اور ان کو جو اس کے
ساتھ کشتی میں تھے وَاَغْرَقْنَا الَّذِیْنَ اور ہم نے غرق کردیا ان لوگوں کو
کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا جنھوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اِنَّھُمْ کَانُوْا قَوْمًا عَمِیْنَ بے
شک وہ اندھی قوم تھی وَاِلٰی عَادٍ اَخَاھُمْ ھُوْدًا اور قومِ عاد کی طرف بھیجا ہم نے
ان کے بھائی ہود کو قَالَ فرمایا انھوں نے یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ اے میری قوم
عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی مَالَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ نہیں ہے تمہارے لئے کوئی معبود
اللہ تعالیٰ کے سوا اَفَلَا تَتَّقُوْنَ کیا پس تم شرک سے بچتے نہیں قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ
کَفَرُوْا کہا اس جماعت نے جس نے کفر کیا مِنْ قَوْمِہٖ اس کی قوم سے
اِنَّا لَنَرٰکَ بیشک ہم تجھے دیکھتے ہیں فِیْ سَفَاھَۃٍ حماقت میں وَاِنَّا لَنَظُنُّکَ مِنَ
الْکٰذِبِیْنَ اور بے شک ہم خیال کرتے ہیں تیرے بارے میں کہ تو جھوٹوں میں
سے ہے قَالَ فرمایا یٰقَوْمِ اے میری قوم لَیْسَ بِیْ سَفَاھَۃٌ میرے اندر بے وقوفی

نہیں ہے وَّلٰکِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ اور لیکن میں رسول ہوں رب العا لمین کی طرف سے۔

شرک کا آغاز کیسے ہوا ؟

حضرت نوح کا ذکر چلا آ رہا ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو ایک ہزار سال عمر عطا فرمائی اس عرصہ میں بڑی مخلوق پھیلی ۔ان میں اور عملی کمزوریاں تو تھیں قتل ،ظلم، زیادتی، نافرمانی، مگر شرک نہیں ۔حضرت آدمؑ کے بعد نوح علیہ السلام تک مزید ایک ہزار سال تک کا زمانہ گزرا اس زمانے میں بھی لوگوں میں شرک نہیں تھا سب سے پہلے جس قوم کو شرک کی بیماری لگی وہ نوح علیہ السلام کی قوم تھی اور واقعہ اس طرح پیش آیا کہ پانچ بزرگ تھے جن کا ذکر قرآن کریم کی سورۃ نوح میں ہے، وَدّ ،سُواع ،یغوث ،یعوق اور نَسر ۔حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں اَسْمَآءُ صَالِحِیْنَ مِنْ رِجَالِ قَوْمِ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں یہ پانچ نیک اور بزرگ تھے حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے تفسیر عزیزی میں لکھا ہے کہ ود حضرت ادریسؑ کا لقب تھا اور حضرت ادریسؑ کے بارے میں علامہ جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں جَدُّ اَبِ نُوْحٍ حضرت نوح علیہ السلام کے باپ کے دادا تھے گویا حضرت نوح علیہ السلام کے پڑدادا تھے اور باقی چاروں بزرگ حضرت ادریسؑ کے بیٹے اور صحابی تھے۔ یہ بزرگ اپنے دور میں لوگوں کی اخلاقی تربیت کرتے تھے جس سے ان میں خدا خوفی اور حلال حرام کی تمیز ہوتی تھی حضرت ادریسؑ کی وفات ہوگئی اور باقی بزرگ بھی اپنے اپنے دور میں گزر گئے ان حضرات کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد لوگ پریشان ہو گئے

کیونکہ ان کو روحانی غذا نہ ملی اور جس طرح جسم کو غذا کی ضرورت ہے اسی طرح روح کو بھی غذا کی ضرورت ہے۔ جو لوگ دین کو سمجھتے ہیں اور ان کا قرآن کریم اور حدیث شریف کے ساتھ ربط ہے اور قرآن وحدیث کا درس سنتے ہیں جس دن ان کا درس رہ جاتا ہے وہ یقیناً پریشان ہوتے ہیں اور ان کے دماغ پر بوجھ ہوتا ہے کیونکہ اس دن کی روحانی غذا نہیں ملی۔ چنانچہ ان بزرگوں کے فوت ہو جانے کے بعد وہ لوگ ایک مسجد میں پریشان بیٹھے تھے اور افسوس کر رہے تھے کہ اب ہم کیا کریں تو اتنے میں دیکھا کہ ایک بزرگ صفت آدمی چلا آ رہا ہے خوبصورت چہرہ اور عمدہ لباس ہے۔ اس نے آ کر سلام کیا اور بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ تم لوگ کس وجہ سے پریشان ہو؟ ان حضرات نے کہا کہ ہم اس لئے پریشان ہیں کہ ہمارے بزرگ تھے وہ ہماری اخلاقی تربیت کرتے تھے اور ہمیں روحانی غذا پہنچاتے تھے اب وہ دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں ہمیں روحانی غذا نہیں ملتی اس لئے ہم پریشان ہیں وہ کہنے لگا واقعی تمہارا صدمہ اتنا بھاری ہے کہ جتنا کہو کم ہے۔ اب اس کا علاج کیا ہے؟ وہ حضرات تو دنیا سے چلے گئے ہیں اور واپس آنا نہیں ہے۔ لھذا تم اس طرح کرو کہ ان کے مجسمے بنا کر یادگار کے طور پر اپنے پاس رکھ لو اور یوں سمجھو کہ وہ بزرگ ہمارے اندر موجود ہیں چونکہ وہ پختہ ذہن کے لوگ تھے یہ تو نہ کہہ سکا کہ ان کو سجدہ کرو، رکوع کرو، ان کو مشکل کشا اور حاجت روا سمجھو مگر بنیاد اس نے ڈال دی۔ وہ ابلیس لعین تھا۔ ان لوگوں نے خیال کیا کہ چلو ہمارے بزرگوں کے مجسمے ہمارے گھروں میں موجود ہوں گے تو اس سے ہمیں کچھ راحت اور تسلی ہو گی ہم نے کونسی ان کی پوجا کرنی ہے۔ جسطرح آج کل لوگوں نے گھروں میں عزیز و اقارب کے فوٹو رکھے ہوئے ہیں یادگار کے طور پر اور اپنے رکھے

ہوئے ہیں مجبوری کے طور پر۔ کیونکہ شناختی کارڈ بھی ضروری ہے، پاسپورٹ اور لائسنس بھی ضروری ہے۔ اور مسلمانوں میں کوئی بھی ان کی پوجا کا قائل نہیں ہے۔ اگرچہ یہ تصویریں ہیں ناجائز۔ اس کو جائز سمجھ کر نہ کرنا اس کو یوں سمجھو کہ ظالم قانون نے ہمیں ایسا کرنے کا حکم دیا ہے، ہے ناجائز۔ کیونکہ جس چیز کو آنحضرت ﷺ نے ناجائز قرار دیا ہے دنیا کی کوئی طاقت اس کو جائز قرار نہیں دے سکتی۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو لوگ جاندار چیز کی تصویر بناتے ہیں ان سے کہا جائے گا کہ ان میں روح ڈالو تو روح کون ڈال سکتا ہے؟ فرمایا اَشَدُّ النَّاس عَذَابًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ الْمُصَوِّرُوْنَ لوگوں میں سب سے زیادہ سزا قیامت والے دن تصویریں بنانے والوں کو ہوگی۔ بخاری شریف کی روایت ہے۔ چاہے تصویر کوئی ہاتھ سے بنائے یا کیمرے سے یا اور کسی طریقے سے سب برابر ہے اور ایک ہی حکم میں ہے لیکن چونکہ ظالم قانون ہے اور ہم مجبور ہیں جیسے نوٹ ہیں ان پر بابا جناح بیٹھا ہوا ہے۔ اب کیا کریں پھینک تو سکتے نہیں اور نماز بھی پڑھنی ہے۔ اگر تصویر سامنے ہو تو رحمت کے فرشتے نہیں آتے اور اگر پوشیدہ ہو تو آتے ہیں ان کی ڈیوٹی ہے۔ بہر حال انھوں نے مجسموں کا سلسلہ شروع کیا۔ یہ لوگ جب ختم ہو گئے اور نئی پود آئی تو ان کو ابلیس لعین نے یہ سبق دیا کہ تمہارے بڑے تو ان کی عبادت کرتے تھے تو انھوں نے ان کی عبادت شروع کر دی اور اس طرح شرک کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ یہ پانچ بزرگ تھے ایک ادریس اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اور چار ان کے بیٹے اور آج بھی بعض علاقوں میں پنج پیر مشہور ہیں ان پانچ پیروں کی عبادت ہوتی ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے تبلیغ شروع کی قَالَ یٰقَوْمِ فرمایا اے میری قوم لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَةٌ نہیں ہے مجھ میں گمراہی وَّلٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ

رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اور لیکن میں رسول ہوں رب العالمین کی طرف سے اُبَلِّغُکُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ میں پہنچاتا ہوں تم تک اپنے رب کے پیغام وَ اَنْصَحُ لَکُمْ اور تم کو نصیحت کرتا ہوں، تمہاری خیرخواہی کرتا ہوں وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰہِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ اور میں جانتا ہوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ چیزیں جو تم نہیں جانتے۔ حلال حرام، جائز ناجائز کے احکام و مسائل میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ رب تعالیٰ نے مجھے اسی لئے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے کہ تمہیں بتاؤں کہ یہ جائز ہے اور یہ ناجائز ہے یہ کرنا ہے اور وہ نہیں کرنا اور عذاب کا ذکر نوح علیہ السلام پہلے کر چکے تھے اِنِّیْ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ بیشک میں خوف کھاتا ہوں تم پر بڑے دن کے عذاب کا کہ میں تمہیں رب تعالیٰ کا پیغام پہنچا رہا ہوں اور تم نہیں مان رہے۔ مجھے علم ہے کہ نافرمانی کے بعد عذاب ضرور آئے گا وَ عَجِبْتُمْ کیا تم نے تعجب کیا ہے اَنْ جَآءَکُمْ ذِکْرٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ کہ آئی تمہارے پاس نصیحت تمہارے رب کی طرف سے عَلٰی رَجُلٍ مِّنْکُمْ ایک مرد پر تم میں سے، اس پر تم تعجب کرتے ہو لِیُنْذِرَکُمْ تاکہ وہ تمہیں ڈرائے وَلِتَتَّقُوْا اور تاکہ تم بچ جاؤ شرک سے، نافرمانی سے وَلَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ اور تاکہ تم پر رحم کیا جائے اللہ تعالیٰ کی رحمت تم پر نازل ہو۔ حضرت نوح علیہ السلام نے جب یہ کہا تو بارھویں پارے میں آتا ہے کہ ان کی قوم کے سرداروں نے کہا مَا نَرٰکَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا ہم تمہیں اپنے جیسا انسان خیال کرتے ہیں۔ بشر ہو کر آپ نبی کیسے بن گئے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پہلی مشرک قوم تھی جنہوں نے کہا کہ بشر نبی نہیں ہو سکتا کہ ایک آدمی کھائے بھی پئے بھی اور نبی بھی ہو۔ نبی کی بشریت کا انکار اس وقت سے چلا آ رہا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ پیغمبر بشر ہی ہوتا ہے اور اس بات کی قرآن

میں تصریح ہے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو فرمایا قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰی اِلَیَّ میں تمہاری طرح بشر ہوں میری طرف وحی آتی ہے۔ اسی طرح پندرھویں پارے میں مشرکوں کے مطالبات کا ذکر ہے کہ انھوں نے یہ مطالبات کئے کہ تو ہمارے لئے زمین سے چشمہ جاری کردے یا تیرے لئے ایک باغ ہو کھجوروں اور انگوروں کا اس کے درمیان میں نہریں چلتی ہوں یا ہم پر آسمان کے ٹکڑے گرادے یا اللہ تعالیٰ فرشتے ہمارے سامنے لائے یا تمہارے لئے سونے کا گھر ہو وغیرہ تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کہہ دیں سُبْحَانَ رَبِّیْ میرا رب پاک ہے هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا میں نہیں ہوں مگر بشر رسول اور تم نے جو مطالبات کئے ہیں یہ تو خدائی کام ہیں۔ تو مشرک قوموں نے ہر دور میں نبی کی بشریت کا انکار کیا ہے۔ فرمایا تم اس پر تعجب نہ کرو کہ ایک مرد پر رب تعالیٰ نے وحی نازل کی ہے فَكَذَّبُوْهُ پس جھٹلایا ان لوگوں نے ان کو فَاَنْجَیْنٰهُ پس ہم نے بچالیا اس کو وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ فِی الْفُلْكِ اور ان کو جو اس کے ساتھ کشتی میں سوار تھے۔ ان کی تعداد پوری سو بھی نہیں تھی۔ حالانکہ حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال دن رات ایک کر کے تبلیغ کی اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا نوح ظاہر اور پوشیدہ ہر طرح سمجھاتا رہا۔ مکان کی چھت پر چڑھ کر اور گھروں میں جا کر بھی سمجھایا یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ اے میری قوم! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارے لئے کوئی الٰہ اس کے سوا۔ لیکن انھوں نے نہیں مانا وَاَغْرَقْنَا الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا اور ہم نے غرق کر دیا ان لوگوں کو جنھوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو۔ غرق ہونے والوں میں حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا کنعان بھی نافرمان ہونے

کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے نہ بچ سکا اِنَّھُمْ کَانُوْا قَوْمًا عَمِیْنَ بے شک وہ اندھی قوم تھی۔ظاہری آنکھیں تو تھیں مگر دل کے اندھے تھے اور دل کا اندھا ہونا بہت برا ہے اس کے بعد رب تعالیٰ نے دوسری قوم بھیجی اس کا ذکر ہے۔فرمایا وَاِلٰی عَادٍ اَخَاھُمْ ھُوْدًا اور قومِ عاد کی طرف بھیجا ہم نے ان کے بھائی ہود کو۔یہ احقاف کے علاقے میں رہتے تھے اور احقاف کا علاقہ بحرین،عمان،حضرموت اور مغربی یمن کے درمیان کا علاقہ ہے۔آج کل اس کا نام نجران ہے۔اس علاقے میں حضرت ہودؑ تشریف لائے۔عاد قوم بڑے بڑے قد قامت اور ڈول ڈیل اور صحت مند قوم تھی قَالَ فرمایا ہودؑ نے یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَالَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارے لئے کوئی معبود اللہ تعالیٰ کے سوا۔اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سجدے کے لائق نہیں ہے،نذر و نیاز کے قابل کوئی نہیں ہے۔اس کے سوا کوئی حاجت روا،مشکل کشا نہیں ہے،فریاد رس،دستگیر نہیں ہے۔اس کے سوا سکھ پہنچانے والا کوئی نہیں ہے۔اَفَلَا تَتَّقُوْنَ کیا پس تم شرک سے بچتے نہیں کفر سے بچتے نہیں قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَوْمِہٖ کہا اس جماعت نے جس نے کفر کیا اِنَّا لَنَرٰکَ فِیْ سَفَاھَۃٍ بیشک ہم تجھے دیکھتے ہیں حماقت میں۔کہ سارے لوگ ایک طرف ہیں اور تو ایک طرف ہے۔ان کو جھوٹا کہیں یا تمہیں جھوٹا کہیں ظاہر بات ہے کہ ساری دنیا تو بے وقوف نہیں ہوسکتی لھذا تم اکیلے ہی بے قوف ہو۔جس وقت برائی بڑھ جائے اور عام ہو جائے تو اس وقت یہی کچھ ہوتا ہے کہ اچھے لوگوں کو بے وقوف اور گمراہ کہا جاتا ہے۔یہی حال ہے ہمارے زمانے کا کہ اکثریت بے دین ہوگئی ہے اور غیروں سے کوئی گلہ نہیں ہے گلہ ان سے ہے جو اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہیں کہ وہ دین

کے خلاف، قرآن وسنت کے خلاف بکواس کرتے ہیں بڑا افسوس ہے۔ اور انھوں نے پیغمبر کو یہ بھی کہاوَّ اِنَّا لَنَظُنُّکَ مِنَ الْکٰذِبِیْنَ اور بے شک ہم خیال کرتے ہیں تیرے بارے میں کہ تو جھوٹوں میں سے ہے۔ معاذ اللہ تعالیٰ کس طرح پیغمبر کے منہ پر کہتے تھے اور وہ برداشت کرتے تھے پیغمبروں کے بڑے حوصلے تھے۔ آج کسی کو بے وقوف کہہ کر دیکھو یا تم نہیں یا وہ نہیں اگرچہ واقعۃً وہ جھوٹا ہی ہو۔ آنحضرت ﷺ کے سامنے کھڑے ہو کر کہتے تھے سَاحِرٌ یہ جادوگر ہے کَذَّابٌ بڑا جھوٹا ہے۔ نوح علیہ السلام کے منہ پر کہا گیا مجنوں، پاگل ہے۔ کَذَّابٌ اَشِرٌ بڑا جھوٹا ہے بڑا اشرارتی ہے۔ قَالَ حضرت ہودؑ نے کہا یٰقَوْمِ اے میری قوم۔ انداز دیکھو کہ قوم جھوٹا اور بیوقوف کہتی ہے اور پیغمبر کہتا ہے ''اے میری قوم'' اس سے زیادہ نرمی اور کیا ہوگی؟ لَیْسَ بِیْ سَفَاهَةٌ میرے اندر بے وقوفی نہیں ہے وَّلٰکِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ اور لیکن میں رسول ہوں رب العالمین کی طرف سے۔ اس کے احکام تمہارے تک پہنچاتا اور سمجھاتا ہوں اور تمہیں نصیحت کرتا ہوں مجھے بیو قوف کہنا غلط ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ ○ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ ؕ وَاذْكُرُوْآ اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِى الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ فَاذْكُرُوْآ اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ قَالُوْآ اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○ قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ ؕ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ فَانْتَظِرُوْآ اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ○ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ○

لفظی ترجمہ :

اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ میں پہنچاتا ہوں تم تک اپنے رب کے پیغامات وَاَنَا

لَـكُـمْ نَـاصِـحٌ اَمِـيْـنٌ اور میں تمہارے لئے نصیحت کرنے والا امین ہوں اَوَعَجِبْتُمْ کیا تم نے تعجب کیا جَاءَ كُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ اس بات پر کہ آئی ہے تمہارے پاس نصیحت تمہارے رب کی طرف سے عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ ایک مرد پر تم میں سے لِيُنْذِرَ كُمْ تا کہ وہ تمہیں ڈرائے وَاذْكُرُوْا اور یاد کرو اِذْجَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ جب تم کو خلیفہ بنایا زمین میں مِنْ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ نوح علیہ السلام کی قوم کے بعد وَّزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ اور زیادہ کیا تم کو پیدائش میں پھیلاؤ کے لحاظ سے فَاذْكُرُوْا پس یاد کرو تم اٰلَآءَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ تا کہ تم کامیابی حاصل کرو قَالُوْا انھوں نے کہا اَجِئْتَنَا کیا آیا ہے تو ہمارے پاس لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ تا کہ ہم عبادت کریں اکیلے رب کی وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا اور چھوڑیں ان کو جن کی عبادت کرتے تھے ہمارے باپ دادا فَاْتِنَا پس لاؤ تم ہمارے پاس بِمَا تَعِدُنَآ جس چیز سے تم ہمیں ڈراتے ہو اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ اگر تم سچوں میں سے ہو قَالَ کہا ہود نے قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ تحقیق واقع ہو چکا تم پر تمہارے رب کی طرف سے رِجْسٌ وَّغَضَبٌ عذاب اور غضب اَتُجَادِلُوْنَنِيْ کیا تم جھگڑا کرتے ہو میرے ساتھ فِيْٓ اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ کچھ ناموں کے بارے میں جو تم نے رکھے ہیں اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ تم نے اور تمہارے باپ دادا نے مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں کوئی سند نازل نہیں کی فَانْتَظِرُوْا پس تم انتظار کرو اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ

الْمُنْتَظِرِیْنَ بے شک میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں فَاَنْجَیْنٰهُ پس ہم نے ان کو نجات دی وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ اور ان کو جوان کے ساتھ تھے بِرَحْمَةٍ مِّنَّا اپنی طرف سے رحمت کرتے ہوئے وَقَطَعْنَا اور کاٹ دی ہم نے دَابِرَ الَّذِیْنَ جڑ ان لوگوں کی كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ اور نہیں تھے وہ ایمان لانے والے۔

حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان کے بعد وہی لوگ بچے جوان کے ساتھ کشتی میں سوار تھے ان میں تین حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے تھے اور کچھ دوسرے لوگ تھے کہ جن کی تعداد سو تک نہیں پہنچتی تھی۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں کہ کتنا زمانہ گذرا کہ ایک قوم پیدا ہوئی جس کا نام عاد تھا یہ احقاف کے علاقے میں آباد تھے۔ ان کی طرف اللہ تعالیٰ نے ہودؑ کو مبعوث فرمایا۔ حضرت ہودؑ نے ان کو وہی سبق دیا جو حضرت آدمؑ اور حضرت نوح علیہ السلام نے پیش کیا تھا۔ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ میں پہنچاتا ہوں تم تک اپنے رب کے پیغام رِسٰلٰتٌ رِسَالَةٌ کی جمع ہے اور رِسَالَةٌ کا معنیٰ ہے پیغام اور حکم وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِیْنٌ اور میں تمہارے لئے نصیحت کرنے والا امین ہوں۔ رب تعالیٰ نے جو حکم دیا بِعَیْنِهٖ وہی تم تک پہنچایا ہے اس میں کسی قسم کی کوئی خیانت نہیں کی اَوَعَجِبْتُمْ کیا تم نے تعجب کیا ہے جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ اس بات پر کہ آئی تمہارے پاس نصیحت تمہارے رب کی طرف سے عَلٰی رَجُلٍ مِّنْكُمْ ایک مرد پر تم میں سے۔ میں بھی تمہاری قوم کا فرد ہوں اگر اللہ تعالیٰ نے تمہاری بھلائی کیلئے مجھ پر وحی نازل کی ہے تو اس پر کوئی تعجب کرنے کی بات نہیں ہے لِیُنْذِرَكُمْ تا کہ وہ تمہیں ڈرائے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کہ اگر تم اللہ

تعالیٰ کی نافرمانی کرو گے تو دنیا میں بھی عذاب میں مبتلا ہو گے اور مرنے کے بعد قبر برزخ میں اور پھر آخرت کے عذاب میں وَاذْكُرُوْآ اور یاد کرو اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ جب تم کو اللہ تعالیٰ نے خلیفہ بنایا زمین میں مِنْ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ نوح علیہ السلام کی قوم کے بعد۔ تمہارے سے پہلے زمین کے اس خطے میں نوح علیہ السلام کی قوم آباد تھی ان کے بعد اللہ تعالیٰ نے تمہیں خلافت دی وَّزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْطَةً اور زیادہ کیا تم کو پیدائش میں پھیلاؤ کے لحاظ سے بَصْطَةً کا ایک معنیٰ یہ کرتے ہیں کہ ان کے قد بڑے بڑے تھے اور ان کے مکانات بھی بنسبت دوسروں کے اونچے ہوتے تھے اور اتنے طاقت ور تھے کہ ہاتھ سے پتھروں کو توڑ دیتے تھے وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ (پ۱۹،شعرآء) اور بَصْطَةً کا یہ معنیٰ بھی کرتے ہیں کہ تمہاری نسلیں پھیلائیں۔ پہلے تھوڑے تھے اللہ تعالیٰ نے تمہیں کتنا پھیلا دیا فَاذْكُرُوْآ پس یاد کرو تم اٰلَآءَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو ا لَآءَ کا مفرد اِلْیٌ، اَلْیٌ، اُلْیٌ آتا ہے معنیٰ ہے نعمت اللہ تعالیٰ کی جسمانی نعمتیں بھی ہیں اور روحانی نعمتیں بھی ہیں، ظاہری نعمتیں بھی ہیں اور باطنی نعمتیں بھی ہیں اور بے شمار ہیں یاد کرنے کا مطلب ہے کہ ان کا شکریہ ادا کرو وَلَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (پ۱۳،ابراہیم) اگر تم شکریہ ادا کرو گے تو تمہیں زیادہ دوں گا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ تاکہ تم کامیابی حاصل کرو قَالُوْٓا انھوں نے کہا، ہودؑ کی قوم نے اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ کیا آیا ہے تو ہمارے پاس تاکہ ہم عبادت کریں اکیلے رب کی وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا اور چھوڑیں ان کو جن کی عبادت کرتے تھے ہمارے باپ دادا۔

آباؤ اجداد کا دین نہ چھوڑیں گے:

مشرک کیلئے یہی سب سے مشکل ہے کہ باپ دادا کا دین چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ کھرے لوگ تھے صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ ہم باپ دادا کے خداؤں کو چھوڑنے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ مشرک اللہ تعالیٰ کی بھی عبادت کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے سوا اوروں کی بھی عبادت کرتے تھے وہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کے وجود کے منکر نہیں تھے بلکہ اگر ظاہری طور پر دیکھا جائے تو عام کلمہ پڑھنے والوں کی نسبت سے سکہ بند مشرک خدا کا زیادہ عقیدت مند ہوتا ہے۔ آٹھویں پارے میں ہے کہ مشرکوں کے کھیت جب تیار ہوجاتے تو دسویں ڈھیری اللہ تعالیٰ کیلئے خاص کرتے تھے اور گیارویں ڈھیری شرکاء کیلئے۔ یعنی خدا کا حصہ پہلے نکالتے ہیں اور دوسرے معبودوں کا بعد میں۔ اسی طرح جانوروں میں دسواں جانور اللہ تعالیٰ کیلئے اور گیارواں اوروں کیلئے پھر اسی مقام پر یہ بھی مذکور ہے کہ اگر رب تعالیٰ کی ڈھیری میں سے کچھ دانے شرکاء کے ڈھیری کے ساتھ مل جاتے تو علیحدہ نہیں کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ تو غنی ہے اور اگر شرکاء کے ڈھیری کے کچھ دانے اللہ تعالیٰ کی ڈھیری میں شامل ہوجاتے تو فوراً الگ کرلیتے تھے کہ یہ کمزور اور ضرورت مند ہیں ان کے حصے میں کمی نہ ہو۔ تو دیکھو اللہ تعالیٰ کے کتنے عقیدت مند تھے۔ مشرک نبیوں، ولیوں کی عبادت اس لئے کرتے تھے کہ ہماری ان کے بغیر اللہ تعالیٰ کے ہاں پہنچ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ بہت بلند ذات ہے جسطرح مکان کی چھت پر بغیر سیڑھی کے نہیں جاسکتے اسی طرح اللہ تعالیٰ تک ان سیڑھیوں کے بغیر نہیں پہنچ سکتے۔ ملک کے بادشاہ کو ملنے کیلئے ممبر وغیرہ کی سیڑھی کی ضرورت ہوتی ہے، وزیر اعظم تک پہنچنے کیلئے کمشنر ڈی، سی کی ضرورت پڑتی ہے براہ راست وہاں تک رسائی نہیں ہوسکتی تو اللہ تعالیٰ کی ذات تو بہت بلند ہے ھٰؤُلَآءِ

شُفَعَاءُ نَاعِنْدَ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں ہم ان کی کوئی مستقل عبادت تونہیں کرتے مَانَعْبُدُهُمْ اِلَّالِيُقَرِّبُنَا عِنْدَ اللّٰهِ زُلْفٰى ہم ان کی عبادت اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کردیں دیکھو اللہ تعالیٰ کیساتھ کتنی عقیدت ہے اور اس کی بلندی اور بڑائی کے کتنے قائل ہیں اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب چودھویں پارے میں دیا فرمایا فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (النحل) اللہ تعالیٰ کے بارے میں مثالیں نہ بیان کرو بے شک اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشرک کو کتنی عقیدت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بہت بلند ہے اور ہم بہت پست ہیں بغیر واسطوں کے وہاں تک ہماری پہنچ نہیں ہے اور ان دونوں کی۔ کوئی شک نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بہت بلند ہے اور مخلوق واقعی پست ہے لیکن درمیان میں جو واسطوں والا عقیدہ نکالا ہے کہ اس کے بغیر اللہ تعالیٰ تک رسائی ممکن نہیں ہے یہ غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ہم شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں انسان کے تو یہاں تم سیڑھیاں کہاں لگاؤ گے اور اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کیلئے جو سفارشیوں کا عقیدہ ہے اس سے کفر کی بنیاد پڑتی ہے کہ مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ میرے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان سفارشی ہیں تو اس کو اس کیلئے چند صفات ماننی پڑیں گیں کہ وہ عالم الغیب ہیں کہ میری تکلیف کو جانتے ہیں، وہ حاضر ناظر ہیں۔ مخلوق کیلئے یہ عقیدے ہی کفر کے ستون ہیں اور تمام فقہاء کرامؒ نے لکھا ہے مَنْ قَالَ اَرْوَاحُ الْمَشَائِخِ حَاضِرَةٌ تَعْلَمُ يَكْفُرُ جس آدمی کا یہ عقیدہ ہو کہ بزرگوں کی روحیں ہمارے پاس حاضر اور ہمارے حالات کو جانتی ہیں وہ پکا کافر ہے۔ تو ظاہراً مشرک کی رب تعالیٰ

کے ساتھ بڑی عقیدت ہوتی ہے لیکن درمیان میں جو واسطہ ڈھونڈھتے ہیں اس سے شرک پیدا ہوتا ہے۔اور مشرک رب تعالیٰ کی عبادت کا منکر نہیں ہوتا البتہ اس کو اکیلے رب کی عبادت گوارہ نہیں ہے یہی کچھ انھوں نے کہا، کیا تو آیا ہمارے پاس کہ ہم اکیلے رب کی عبادت کریں اور چھوڑ دیں ان کو جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے تھے بس یہ ہمیں گوارہ نہیں ہے فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ پس لاؤ تم ہمارے پاس جس چیز سے تم ہمیں ڈراتے ہو، دھمکیاں دیتے ہو اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ اگر تم سچوں میں سے ہو قَالَ ہودؑ نے کہا قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ تحقیق واقع ہو چکا ہے تمہارے رب کی طرف سے عذاب اور غضب ۔ابھی آیا نہیں لیکن اتنا یقینی ہے کہ گویا واقع ہو چکا ہے اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ اَسْمَآءٍ کیا تم جھگڑا کرتے ہو میرے ساتھ کچھ ناموں کے بارے میں سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ جو تم نے رکھے ہیں اور تمہارے باپ دادا نے مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں کوئی سند نازل نہیں کی۔

بزرگوں کے بارے میں مشرکوں کے غلط نظریات :

مشرکوں نے مختلف بزرگوں کے نام رکھے ہوئے تھے کہ فلاں بارش برسانے والا ہے اور فلاں اولاد دینے والا ہے، فلاں شادیاں کراتا ہے، فلاں کوڑھ کو ٹھیک کرتا ہے، فلاں بیماریاں دور کرتا ہے ۔اللہ تعالیٰ ان کی بات کو رد نہیں کرتا ان کے پاس جاؤ وہ تمہارے کام کرا دیں گے یہ ان کا شرک تھا۔یقین جانو آج کلمہ پڑھنے والوں کی اکثریت بھی یہی کچھ کر رہی ہے۔یہ قبروں پر جانے والے الا ماشاء اللہ یہ قبروں والے اللہ تعالیٰ کے نیک بندے تھے اور انھوں نے دین کا بڑا کام کیا ہے سارے ہندوستان میں اسلام ان

بزرگوں کی برکت سے پھیلا ہے۔ یہاں اسلام بادشاہوں کی وجہ سے نہیں آیا ان بزرگوں کی وجہ سے آیا ہے۔ ان کی بڑی خدمات ہیں خواجہ معین الدین چشتیؒ کے ذریعے نوے ہزار ہندو مسلمان ہوئے علی ہجویریؒ جن کو لوگ داتا گنج بخش کہتے ہیں ان کے ہاتھ چالیس ہزار ہندو مسلمان ہوئے آج ہمارے ہاتھ پر تو کوئی مسلمان صحیح مسلمان بننے کیلئے تیار نہیں چاہے جتنا مغز کھپاتے رہو۔ علی ہجویریؒ کی کتاب ہے ''کشف المحجوب'' اس کا اردو ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔ اس میں انھوں نے شرک کی تردید فرمائی ہے اور ان کی دوسری کتاب ہے ''کشف الاسرار'' اس میں وہ لکھتے ہیں اے علی! خلقت تجھے گنج بخش کہتی ہے حالانکہ تیرے پاس ایک دانہ تک نہیں ہے تو اس بات پر فخر نہ کر کیونکہ یہ غرور ہے گنج بخش اور رنج بخش صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو بے مثل ہے اور جس کی مانند کوئی دوسرا نہیں (ص:۱۴) اور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے شرک کی بڑی تردید فرمائی ہے۔ ''فتوح الغیب'' میں لکھتے ہیں ہم مومنوں کو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ رکھنا چاہئے یہ اعتقاد رکھ کر اللہ تعالیٰ کے تمام افعال اچھے اور حکمت اور مصلحت سے معمور ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت و مصلحت کو بندوں سے ہمیشہ مخفی رکھا ہے بندہ کیلئے لازم ہے کہ وہ تسلیم و رضا اختیار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے مصالح و حکم سے اتفاق کرے اور وہ اپنی گفتار یا حرکات یا سکنات میں اللہ تعالیٰ کے خلاف شکوہ شکایت سے باز رہے ان تمام باتوں کی سند آنحضرت ﷺ کی وہ حدیث ہے جو ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ ابن عباسؓ نے فرمایا ہم رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سوار تھے آپ نے مجھ سے ارشاد فرمایا اے لڑکے اللہ تعالیٰ کے حقوق کی نگہداشت کر اللہ تعالیٰ تیری اور تیرے حقوق کی نگہداشت کرے گا اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناضر جان اور پھر تو

اسے اپنے سامنے معبود پائے گا جب تو سوال کرے تو اللہ تعالیٰ سے کر اور جب مدد مانگے تو اللہ تعالیٰ سے مانگ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی قسمت میں جو کچھ لکھا ہے وہ ازل سے مقدر ہو چکا ہے اور اسے کوئی بدل نہیں سکتا۔ ہر شخص کو جو فائدہ پہنچنا ہے وہ پہنچ کر رہے گا اور جو نقصان پہنچنا ہے وہ پہنچ کر رہے گا۔ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ پس ہر مومن کو چاہئے کہ اپنے قلب اور دماغ کیلئے رہنما بنائے اور نفس کے وساوس سے چھٹکارا پائے۔ تو یہ سارے بزرگ موحد تھے نیک تھے بعد والوں نے اپنی طرف سے خرافات گھڑ کے ان کے ذمے لگا دی ہیں کہ فلاں یہ کر سکتا ہے اور فلاں کو یہ اختیار ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ناموں پر کوئی سند نازل نہیں فرمائی اور تمہاری بدبختی انتہا کو پہنچ چکی ہے اور تمہاری طرف سے شرک سے باز آجانے کی اب کوئی امید باقی نہیں رہی لھذا فَانۡتَظِرُوۡۤا اِنِّیۡ مَعَکُمۡ مِّنَ الۡمُنۡتَظِرِیۡنَ پس تم انتظار کرو بے شک میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔ جب قوم سرکشی سے باز نہ آئی تو پھر ان کیلئے فیصلے کا وقت آن پہنچا۔ خدا تعالیٰ نے اس قوم پر تین سال تک قحط مسلط کر دیا جب یہ قوم عاد سخت قحط میں مبتلا ہو گئی تو ایک وفد دعا کیلئے مکہ مکرمہ بھیجا اور خود بتوں سے مانگنے لگے کہ قحط دور کر دو۔ بہر حال ادھر قوم نے دعا کی ادھر وفد نے بارش کیلئے دعا کی تو بادل کا ایک ٹکڑا ان کی طرف متوجہ ہوا۔ انھوں نے خوشی کے مارے بھنگڑا ڈالا کہنے لگے هٰذَا عَارِضٌ مُّمۡطِرُنَا یہ بادل ہم پر بارش برسائے گا۔ اور ترمذی شریف کی روایت میں ہے کہ اس بادل کے ٹکڑے سے بھی آواز آئی خُذۡ رَمَادًا رِمۡدَادًا لَا تَبۡقِیۡ مِنَ الۡاَحَدِ مِنۡ عَادٍ یہ سیاہی مائل جلا ہوا بادل لے لو یہ قوم عاد میں سے کسی کو نہیں چھوڑے گا انھوں نے کانوں سے یہ آواز سنی مگر نہیں مانے۔

اس میں رب تعالیٰ نے بڑی تیز ہوا چلائی۔ ہوا نے ان کی پانچ پانچ، چھ چھ من کی لاشوں کو میل میل، دو دو میل دور پھینک دیا ایسے لگتے تھے جیسے درختوں کے تنے پڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاَنْجَیْنٰهُ پس ہم نے ہودؑ کو نجات دی وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ اور ان کو جو ان کے ساتھ تھے بِرَحْمَةٍ مِّنَّا اپنی طرف سے رحمت کرتے ہوئے وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا اور کاٹ دی ہم نے جڑ ان لوگوں کی جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو، نشانیوں کو، حکموں کو۔ اس طرح جڑ کاٹی کہ ان مجرموں میں سے ایک بھی زندہ نہ رہا۔ بچے، بوڑھے، مرد، عورتیں، بیمار، تندرست سب کے سب اللہ تعالیٰ نے تباہ کر دیئے وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ اور نہیں تھے وہ ایمان لانے والے۔ لھذا ان سب کافروں، مشرکوں کو ہلاک کر دیا۔

وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِي الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ○ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ○ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِيْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ○ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ○ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ○ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ

وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ○

وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اور قومِ ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا قَالَ انہوں نے کہا يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ نہیں ہے تمہارے لئے کوئی معبود اس کے سوا قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ تحقیق آ چکی تمہارے پاس واضح دلیل تمہارے رب کی طرف سے هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی ہے لَكُمْ اٰيَةً تمہارے لئے نشانی فَذَرُوْهَا پس چھوڑ دو اس کو تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وہ کھائے اللہ کی زمین میں وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ اور نہ اس کو ہاتھ لگاؤ برائی سے فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ پس پکڑے گا تم کو دردناک عذاب وَاذْكُرُوْٓا اور یاد کرو تم اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ جب اللہ تعالیٰ نے بنایا تم کو خلیفے مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ قومِ عاد کے بعد وَّبَوَّاَكُمْ فِي الْاَرْضِ اور ٹھکانا دیا تم کو زمین میں تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا بناتے ہو تم اس کی نرم جگہوں سے قُصُوْرًا محلات وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا اور تراشتے ہو پہاڑوں میں گھروں کو فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ پس یاد کرو تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ اور نہ پھرو زمین میں مُفْسِدِيْنَ فساد کرتے ہوئے قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا کہا جماعت نے جنہوں نے تکبر کیا مِنْ قَوْمِهٖ اس کی

قوم میں سے لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا ان لوگوں سے جو کمزور سمجھے جاتے تھے لِمَنْ
اٰمَنَ مِنْھُمْ جو ان میں سے ایمان لائے تھے اَتَعْلَمُوْنَ کیا تم جانتے ہو اَنَّ
صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّہٖ کہ بے شک صالحؑ بھیجے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف
سے قَالُوْٓا انھوں نے کہا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِہٖ مُؤْمِنُوْنَ بے شک ہم اس چیز پر جس
کے ساتھ وہ بھیجے گئے ہیں ایمان لانے والے ہیں قَالَ الَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْا کہا ان
لوگوں نے جو متکبر تھے اِنَّا بِالَّذِیْٓ اٰمَنْتُمْ بِہٖ کٰفِرُوْنَ بے شک ہم اس چیز کا جس
پر تم ایمان لائے ہو انکار کرنے والے ہیں فَعَقَرُوا النَّاقَةَ پس انھوں نے اونٹنی کی
ٹانگیں کاٹ دیں وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّھِمْ اور نافرمانی کی اپنے رب کے حکم کی
وَقَالُوْا اور کہا انھوں نے یٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اے صالحؑ لے آ تو ہم پر وہ چیز
جس سے تو ہمیں ڈراتا ہے اِنْ کُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ اگر ہیں آپ رسولوں
میں سے فَاَخَذَتْھُمُ الرَّجْفَةُ پس پکڑا ان کو زلزلے نے فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِھِمْ
جٰثِمِیْنَ پس ہو گئے وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل گرنے والے فَتَوَلّٰی
عَنْھُمْ پس وہ پھرے ان سے وَقَالَ یٰقَوْمِ اور کہا اے میری قوم لَقَدْ اَبْلَغْتُکُمْ
رِسَالَةَ رَبِّیْ تحقیق میں نے پہنچا دیا تم تک اپنے رب کا پیغام وَنَصَحْتُ لَکُمْ
اور تم کو نصیحت کر چکا وَلٰکِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِیْنَ اور لیکن تم پسند نہیں کرتے
خیر خواہوں کو۔

قومِ صالح علیہ السلام کا ذکر :

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو سمجھانے کیلئے قرآن کریم میں مختلف قسم کے لوگوں کے واقعات بیان فرمائے ہیں نیکوں کے بھی اور بُروں کے بھی۔ اس سے پہلے دو قوموں کا ذکر ہو چکا ہے۔ ایک نوح علیہ السلام کی قوم کا جو سیلاب میں تباہ ہوئی دوسری ہودؑ کی قوم جن پر تند و تیز ہوا کا عذاب آیا اور اب تیسرے نمبر پر حضرت صالحؑ کی قوم کا ذکر ہے جو حجر کے علاقہ میں آباد تھے اور حجر کا علاقہ تبوک اور خیبر کے درمیان سعودیہ میں واقع ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اور قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا۔ بھائی اس لئے فرمایا کیونکہ وہ ان کی برادری میں سے تھے قَالَ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَالَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارے لئے کوئی معبود اس کے سوا۔ رب تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اس کے سوا کوئی خالق نہیں، کوئی مالک نہیں، کوئی رازق نہیں، کوئی صحت دینے والا نہیں، کوئی اولاد دینے والا نہیں، کوئی غنی کرنے والا نہیں، کوئی دکھ دینے والا نہیں، کوئی کاشفِ ضر نہیں، کوئی مشکل کشا نہیں، کوئی حاجت روا نہیں، کوئی فریاد رس نہیں، کوئی مُقَنِّن نہیں، یہ تمام صفات رب تعالیٰ کی ہیں۔ تفسیروں میں لکھا ہوا ہے کہ قوم اکٹھی ہو کر حضرت صالحؑ کے پاس آئی۔ کہنے لگے کہ ہم تیری بات مان لیں گے اگر آپ ہمارا مطالبہ پورا کر دیں اور ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ ہم جس چٹان پر ہاتھ رکھیں وہ پھٹ جائے اور اس میں سے اونٹنی نکلے اور بعض تفسیروں میں ہے کہ بچہ بھی ساتھ ہو۔

معجزہ اور کرامت کی حقیقت :

مسئلہ یہ ہے کہ معجزے رب تعالیٰ کے اختیار میں ہوتے ہیں پیغمبر کو اختیار نہیں ہوتا۔ سورۃ العنکبوت میں ہے اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰہِ پختہ بات ہے وہ معجزے تو سب خدا تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ پیغمبروں کے ہاتھ پر ظاہر فرماتے ہیں اسی طرح کرامت بھی اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتی ہے ولی کو اس پر اختیار نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ ولی کے ہاتھ پر ظاہر فرماتے ہیں ان کی بزرگی ظاہر کرنے کیلئے۔

حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کا واقعہ :

حضرت صالحؑ نے فرمایا کہ یہ کام تو رب تعالیٰ کا ہے لیکن اگر رب تعالیٰ میری تصدیق کیلئے ایسا کر دے کہ جس چٹان پر تم ہاتھ رکھو اس سے اونٹنی نکل آئے تو پھر مان جاؤ گے کہنے لگے کیوں نہیں مانیں گے۔ چنانچہ ان لوگوں نے خود وقت مقرر کیا اور حجر شہر میں اس کا ڈھنڈورا پیٹا گیا اور مذاق کے انداز میں کہتے تھے کہ آؤ بھائی آج چٹان سے اونٹنی نکلے گی خوب منادی کرائی گئی مرد عورتیں بچے بھنگڑے ڈالتے ہوئے تمسخر اڑاتے ہوئے اکٹھے ہوئے قریب ہی پہاڑ تھا اس کی چٹان پر انھوں نے ہاتھ رکھا کہ اس چٹان سے اونٹنی نکل آئے تو ہم مان لیں گے، قادر مطلق نے ان کے سامنے متعین کردہ چٹان کو کھولا اور سچ مچ اس سے اونٹنی نکل آئی سب نے آنکھوں سے دیکھی مگر ایمان کوئی نہ لایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قَدْ جَآءَتْکُمْ بَیِّنَۃٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ تحقیق آچکی تمہارے پاس واضح نشانی تمہارے رب کی طرف سے ھٰذِہٖ نَاقَۃُ اللّٰہِ لَکُمْ اٰیَۃً یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی تمہارے لئے نشانی ہے۔ جو تم نے خود مانگی ہے رب تعالیٰ نے تمہارے سامنے ظاہر فرمادی ہے فَذَرُوْھَا پس چھوڑ دو اس کو چھیڑ نا نہ تَاْکُلْ فِیْٓ اَرْضِ اللّٰہِ وہ کھائے اللہ کی زمین میں وَلَا

تَمَسُّوْھَابِسُوْٓءٍ اور نہ اس کو ہاتھ لگاؤ برائی سے۔ برے ارادے سے مارنے کیلئے اس کو ہاتھ نہ لگاؤ ویسے تبرک سمجھ کر ہاتھ لگا سکتے ہو اور اس سے مٹی وغیرہ جھاڑ سکتے ہو۔ اس مقام پر ایک چشمہ تھا جس سے انسان اور جانور بھی پانی پیتے تھے سورہ شعراء میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے باری مقرر کردی۔ فرمایا لَھَاشِرْبٌ وَّلَکُمْ شِرْبُ ایک دن اس کے پانی پینے کی باری ہے اور ایک معین دن تمہاری باری ہے۔ ایک دن اونٹنی چشمے سے پانی پئے گی تمہارا کوئی جانور اس دن نہیں آئے گا اور ایک دن تمہارے جانور پئیں گے اس دن اونٹنی نہیں آئے گی یہ رب تعالیٰ کی طرف سے ان کیلئے امتحان اور آزمائش تھی۔ تفسیروں میں لکھا ہے کہ ایک بڑی اوباش قسم کی عورت تھی جس کا نام عنیزہ بنت غنم تھا اور اس کی نو عمر لڑکیاں تھیں اور اس کے پاس جانور بہت زیادہ تھے۔ گائیں، بکریاں، بھیڑیں، اونٹ کنویں پر پانی پلاتے ہوئے اس کو بڑی پریشانی اٹھانی پڑتی تھی کیونکہ ایک دن تو اونٹنی کی باری ہوتی اور دوسرے دن تمام لوگوں اور ان کے جانوروں کی باری ہوتی تھی۔ حجر شہر میں نو غنڈے تھے جن کا ذکر سورۃ نمل میں آتا ہے وَمَاکَانَ تِسْعَۃُ رَھْطٍ اور تھے شہر میں نو شخص یُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ جو فساد کرتے تھے زمین میں وَلَا یُصْلِحُوْنَ اور نہیں اصلاح کرتے تھے۔ اس عورت نے ان بدمعاشوں سے رابطہ کیا اور ان سے کہا کہ میرے جانور پانی پینے کیلئے جاتے ہیں ایک دن پانی پیتے ہیں اور بعض جانوروں کی باری بھی نہیں آتی اور یہ ساری پریشانی صالحؑ کی اونٹنی کی وجہ سے ہے۔ اگر تم اس اونٹنی کا خاتمہ کرو تو تم میری جس لڑکی کی طرف اشارہ کرو گے اس کے ساتھ تمہارا نکاح کردوں گی غنڈوں کو اور کیا چاہیئے۔ ان کے سرغنہ قدار نے کہا کہ صرف اونٹنی کو الگ کرنے سے مسئلہ حل نہیں ہوگا پہلے ہم صالح (علیہ

السلام) کو بمع اہل وعیال کے ختم کرتے ہیں پھر اونٹنی کی خبر لیں گے قَالُوْا کہا انھوں نے تَقَاسَمُوْا بِاللّٰہِ قسم کھاؤ اللہ کے نام کی لَنُبَیِّتَنَّہٗ وَاَھْلَہٗ کہ ہم رات کے وقت صالحؑ اور ان کے گھر والوں کو حملہ کر کے ہلاک کر دیں گے ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِیِّہٖ پھر ہم کہیں گے ان کے دعویدار سے مَاشَھِدْنَا مَھْلِکَ اَھْلِہٖ کہ ہم نہیں حاضر ہوئے ان کے اہل کے ہلاک ہونے کے وقت وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ اور ہم سچے ہیں۔ بیشک ہم غنڈے ہیں مگر ایسی حرکت نہیں کر سکتے کہ نبی کو قتل کریں لیکن بعد میں ان کا پروگرام بدل گیا کہ نہیں پہلے اونٹنی کا کام تمام کرو۔ سورۃ ہود میں ہے فَعَقَرُوْھَا پس انھوں نے اونٹنی کے پاؤں کاٹ دیئے۔ اس وقت اونٹنی کی ایک عجیب قسم کی آواز تھی جب حضرت صالحؑ نے وہ آواز سنی تو سمجھ گئے کہ ظالموں نے اونٹنی پر ظلم کیا ہے اور اب ان کی تباہی آئے گی۔ حضرت صالحؑ نے آکر اونٹنی کو دیکھا کہ اس نے چہرہ آسمان کی طرف کیا ہوا ہے تو فرمایا تَمَتَّعُوْا فِیْ دَارِکُمْ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ فائدہ اٹھا لو اپنے گھروں میں تین دن تک ذٰلِکَ وَعْدٌ غَیْرُ مَکْذُوْبٍ یہ ایسا وعدہ ہے جو جھوٹا نہیں ہوگا۔ اب رب تعالیٰ نے تمھیں تین دن کی مہلت دی ہے توبہ کر لو کلمہ پڑھ لو ورنہ کل تمھاری شکلیں پیلی ہونگی پرسوں تمھارے چہرے سرخ ہو جائیں گے اس سے اگلے دن تمھارے چہرے سیاہ ہو جائیں گے علامتیں بھی ساری بتلا دیں۔ اسی طرح سارا مرحلہ گزرا مگر وہ لوگ ٹس سے مس نہیں ہوئے۔ اللہ کرے کسی میں ضد اور ہٹ دھرمی نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَیَاْخُذَکُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ پس پکڑے گا تم کو دردناک عذاب میں۔

قومِ عاد کا خلیفہ :

اے میری قوم وَاذْکُرُوْا اور یاد کرو اِذْ جَعَلَکُمْ خُلَفَآءَ مِنْ بَعْدِ عَادٍ جب اللہ

تعالیٰ نے بنایا تم کو خلیفے عاد قوم کے بعد۔ پہلے وہ قوم یہاں آباد تھی پھر اللہ تعالیٰ نے تم کو یہاں بسایا ان کا حشر سن لو کہیں تمہارا حشر وہ نہ ہو وَّ بَوَّاَکُمۡ فِی الۡاَرۡضِ اور ٹھکانا دیا تمہیں زمین میں۔ سارا علاقہ تمہارے قبضہ میں ہے تَتَّخِذُوۡنَ مِنۡ سُہُوۡلِہَا قُصُوۡرًا بناتے ہو تم اس کی نرم جگہوں سے محلات وَّ تَنۡحِتُوۡنَ الۡجِبَالَ بُیُوۡتًا اور تراشتے ہو پہاڑوں میں گھروں کو۔ سُہُوۡل سَہۡلٌ کی جمع ہے۔ تم ہموار میدانی زمین میں محل بناتے ہو۔ اور قصور قصر کی جمع ہے بمعنیٰ محل۔ بڑی بڑی چٹانوں کو تراشتے اور کہتے یہ باورچی خانہ ہے، یہ مہمان خانہ ہے، یہ ناچنے کا مکان ہے اور یہ رہائشی مکان ہیں۔ ساری زندگی ایسے ہی گزار دی ہتھوڑے اور دیگر آلات لیکر لگے رہتے تھے۔ دوسرے مقام پر آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے اس پر تنقید کی کہ رب تعالیٰ نے جو تمہیں قیمتی وقت دیا ہے اس کو بیکار کاموں میں ضائع نہ کرو۔ ایک ایک چٹان بنانے میں تمہارے سو سو سال لگ جاتے ہیں یہ قیمتی وقت کسی اور طرف لگاؤ اپنی بود و باش کیلئے مکان بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ مگر سارے چھوٹے بڑے ہتھوڑے اور دیگر آلات لے کر اسی میں زندگیاں کھپاؤ یہ صحیح نہیں ہے فَاذۡکُرُوۡۤا اٰلَآءَ اللّٰہِ پس یاد کرو تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو وَلَا تَعۡثَوۡا فِی الۡاَرۡضِ مُفۡسِدِیۡنَ اور نہ پھرو زمین میں فساد کرتے ہوئے۔ رب تعالیٰ کی تعلیم کے مقابلے میں کفر و شرک فساد ہے۔ لوگ صرف ڈنڈا چلانے کو فساد سمجھتے ہیں فساد صرف چوری ڈکیتی کا نام نہیں ہے۔ دو رکوع پہلے یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ بلند آواز سے دعا اور ذکر کرنا بھی فساد ہے۔ اس لئے کہ اس میں دوسروں کو اذیت پہنچتی ہے۔ کوئی نماز پڑھ رہا ہے، کوئی تلاوت کر رہا ہے، کوئی اپنا ورد، وظیفہ کر رہا ہے کوئی مسافر تھکا ہوا ہے، آرام کر رہا ہے اور تم

بلند آواز سے دعا اور ذکر کر کے اپنے دل کا شوق پورا کرتے ہو اور ان سب کو اذیت پہنچاتے ہو۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قَالَ الْمَلَاُ کہا اس جماعت نے الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا جنہوں نے تکبر کیا مِنْ قَوْمِهٖ اس کی قوم میں سے لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا ان لوگوں سے جو کمزور سمجھے جاتے تھے لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ جو ان میں سے ایمان لائے تھے۔ مضبوط متکبر کافروں نے کہا ان ایمان والوں سے جو مالی اور عددی لحاظ سے کمزور تھے اَتَعْلَمُوْنَ کیا تم جانتے ہو اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ کہ بے شک صالح بھیجے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے قَالُوْٓا انھوں نے کہا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ بے شک ہم اس چیز پر جس کے ساتھ وہ بھیجے گئے ہیں ایمان لانے والے ہیں۔ اب آگے ان کافروں کا جواب ہے قَالَ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا کہا ان لوگوں نے جو متکبر تھے اِنَّا بِالَّذِیْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ بے شک ہم اس چیز کا جس پر تم ایمان لائے ہو انکار کرنے والے ہیں۔ جس چیز پر تم ایمان لائے ہو ہم اس کے منکر ہیں اب اس ضد کا کیا علاج ہے؟ اللہ تعالیٰ اپنی نافرمانی اور ضد سے بچائے اور اللہ تعالیٰ قرآن کریم سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے فَعَقَرُوا النَّاقَةَ پس انھوں نے اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ دیں وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ اور نافرمانی کی اپنے رب کی اپنے رب کے حکم سے وَقَالُوْا اور کہا انھوں نے یٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اے صالح لے آؤ ہم پر وہ چیز جس سے تم ہمیں ڈراتے ہو اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ اگر ہیں آپ رسولوں میں سے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ پس پکڑا ان کو زلزلے نے۔ یہاں رجفة کا لفظ ہے اور سورۃ حجر میں صَیْحَةٌ کا لفظ ہے چیخ، آواز۔ حضرت جبرائیلؑ نے ایک ڈراونی آواز نکالی اس سے

زلزلہ پیدا ہوا اور مجرم جہاں جہاں تھے ان کے دل پھٹ گئے فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ پس ہو گئے وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل گرنے والے۔ جیسے ہم لوگ التحیات میں دوزانوں ہو کر بیٹھتے ہیں یہ بڑی عاجزی کی حالت ہے۔ سارے دوزانو ہو کر توبہ توبہ کرنے لگے مگر کوئی فائدہ نہ ہوا وہیں گر گئے عذاب ظاہر ہونے کے بعد کوئی قوم نہیں بچی سوا حضرت یونسؑ کے فَتَوَلّٰی عَنْهُمْ پس وہ پھرے ان سے (حضرت صالحؑ) وَقَالَ اور انھوں نے کہا یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّیْ اے میری قوم تحقیق میں نے پہنچادیا تم تک اپنے رب کا پیغام وَنَصَحْتُ لَكُمْ اور تم کو نصیحت کر چکا وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِیْنَ اور لیکن تم پسند نہیں کرتے خیر خواہوں کو۔ یہ حضرت صالحؑ نے ان کو خطاب کیا ان کے ہلاک ہو جانے کے بعد۔

مردوں کا سننا :

اس سے یہ مسئلہ سمجھ آ رہا ہے کہ مردے سنتے ہیں اور اگر نہیں سنتے تو ان کو خطاب کرنے کا کیا فائدہ؟ اور جو لوگ کہتے ہیں کہ مردے نہیں سنتے وہ کہتے ہیں کہ حضرت صالحؑ کا ان کو سنانا مقصود نہیں تھا بلکہ حیرت کا اظہار تھا لیکن اس مسئلے میں تفصیل ہے کہ مردے زندوں کی باتیں سنتے ہیں یا نہیں سنتے؟ ایک خاص مسئلہ یعنی خواص کے متعلق ہے اور ایک عام مسئلہ ہے یعنی عوام کے متعلق۔ خاص انبیاءؑ کے متعلق ہے کہ وہ سنتے ہیں اور اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی قبور کے پاس کوئی آواز دے، درود شریف پڑھے تو وہ سنتے ہیں۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فتاویٰ رشیدیہ میں لکھتے ہیں اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اور حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ امداد الفتاویٰ

میں لکھتے ہیں کہ اس مسئلے پر امت کا اتفاق ہے کہ پیغمبر کی قبر کے پاس صلوٰۃ وسلام پڑھو تو وہ سنتے ہیں۔اس مسئلے پر ۱۲۶۷ھ میں بعض لوگوں نے اختلاف پیدا کیا ہے اور دوسرا مسئلہ تمام مردوں کے سننے کا ہے۔ یہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم سے لیکر آج تک اختلافی چلا آرہا ہے۔حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سمع کا انکار فرماتی ہیں اور فرماتی ہیں کہ مردے نہیں سنتے اور ابن کثیر، فتح الباری وغیرہ تفسیر کی کتابوں میں ہے خَالَفَهَا الْجُمْهُورُ جمہور صحابہ کرامؓ ان کے مخالف تھے وہ فرماتے تھے کہ سنتے ہیں اور قبرستان جانے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ جب تم قبرستان جاؤ تو کہو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِیْنَ اَنْتُمْ لَنَا سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ وَاِنَّا اِنْشَآءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ نَسْئَلُ لِلّٰہَ لَنَا وَلَکُمُ الْعَافِیَۃَ۔جمہور یعنی ۹۰ فیصد مسلمان حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی، مُقلِّد اور غیر مُقلِّد اس کے قائل ہیں کہ مردے سنتے ہیں اور دس فیصد ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ مردے نہیں سنتے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِہٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ○ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ط بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ○ وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِہٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ج اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ○ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۔ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ○ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ط فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ○

وَلُوْطًا اور یاد کرو لوطؑ کا قصہ اِذْ قَالَ جس وقت کہا انھوں نے لِقَوْمِہٖٓ اپنی قوم کو اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ کیا تم کرتے ہو بے حیائی مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ جو نہیں کیا تم سے پہلے کسی نے جہان والوں میں سے اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ بیشک تم دوڑتے ہو مردوں پر شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ شہوت رانی کرتے ہوئے عورتوں کو چھوڑ کر بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ بلکہ تم لوگ حد سے نکلنے والے ہو وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِہٖٓ اور نہیں تھا ان کی قوم کا جواب اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا مگر یہ کہ کہا انھوں نے اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ نکال دو ان کو اپنی بستی سے اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ بیشک یہ لوگ ہیں جو پاک بنتے ہیں فَاَنْجَيْنٰهُ

وَاَھْلَہٗ پس ہم نے نجات دی ان کو اور ان کے گھر والوں کو اِلَّا امْرَاَتَہٗ مگر اس کی بیوی کو کَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ تھی وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے وَاَمْطَرْنَا عَلَیْھِمْ مَّطَرًا اور ہم نے برسائی ان پر ایک خاص قسم کی بارش فَانْظُرْ پس دیکھ کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الْمُجْرِمِیْنَ کیسا انجام ہوا مجرموں کا۔

قومِ لوط کا ذکر :

حضرت لوطؑ حضرت ابراہیمؑ کے حقیقی بھتیجے تھے یہ عراق کے دارالخلافہ میں رہتے تھے اس وقت اس جگہ کا نام کُوْثٰی بروزن طُوْبٰی تھا آج کل کے جغرافیہ میں اس کا نام بابل ہے اب یہ چھوٹا سا قصبہ ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کے والد آزر بھی یہیں رہتے تھے۔ آزر حضرت ابراہیمؑ کے والد کا نام ہی ہے اور لوگوں نے ویسے ہی تاویلیں کی ہیں اور تاویلیں کس کس جگہ کریں گے قرآن میں حدیث میں آزر کے ایک بیٹے تو حضرت ابراہیمؑ تھے اور دوسرے بیٹے کا نام حاران تھا ''ح'' حلوے والی۔ لوطؑ حاران کے بیٹے تھے۔ اس علاقے میں صرف یہ تین بزرگ شخصیات حق کو قبول کرنے والی تھیں حضرت ابراہیمؑ، حضرت لوطؑ اور حضرت سارہؓ، اہلیہ محترمہ حضرت ابراہیم۔ حضرت ابراہیمؑ نے نبوت ملنے کے بعد تقریباً اسّی سال قوم میں گزارے اور بڑی تکلیفیں برداشت کیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم آیا کہ تم عراق سے شام کی طرف ہجرت کر جاؤ اور حکم ہوا کہ دمشق میں لوگوں کو تبلیغ کرو۔ راستے میں کسی جگہ پر حضرت لوطؑ کو نبوت عطا ہوئی اور حکم ہوا کہ تم سدوم شہر میں جاؤ اور ان لوگوں کو تبلیغ کرو۔ سدوم بڑا شہر تھا یہ دس میل میں پھیلا ہوا تھا۔ آج کل اس کی جگہ بحر میت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلُوْطًا اور یاد کرو لوطؑ کا قصہ اِذْ قَالَ لِقَوْمِہٖٓ جس

وقت کہا انھوں نے اپنی قوم کو۔ وہ قوم جس کی طرف ان کو نبی بنا کر بھیجا گیا۔ جن کا مرکزی شہر سدوم تھا اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ کیا تم کرتے ہو بے حیائی مَاسَبَقَكُمْ بِهَا نہیں سبقت لے گیا اس بے حیائی میں مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ کوئی ایک آدمی جہان والوں میں سے۔ تم سے پہلے یہ بے حیائی کسی نے نہیں کی۔ وہ بے حیائی کیا تھی؟ فرمایا اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً بیشک تم دوڑتے ہو مردوں پر شہوت رانی کرتے ہوئے اپنی شہوت مردوں پر پوری کرتے ہو مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ عورتوں کو چھوڑ کر۔ اللہ تعالیٰ نے مرد بھی پیدا فرمائے اور عورتیں بھی اور نسل انسانی کو باقی رکھنے کیلئے نکاح کا حکم فرمایا کہ جائز طریقے سے تم اپنی خواہش کو پورا کرو۔ لیکن وہ قوم اس سے ہٹ کر ہم جنس پرستی میں مبتلا ہوگئی تھی تو حضرت لوطؑ نے ان کو سمجھایا کہ تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرو۔ حدیث پاک میں آتا ہے اُقْتُلُوا الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُوْلَ جو مرد آپس میں بے حیائی کریں دونوں کو قتل کر دو۔ اور حال یہ ہے کہ یورپ کے بعض ممالک میں یہ قانون پاس ہو چکا ہے کہ مرد مرد سے نکاح کر سکتا ہے۔ اور بعض علاقوں والے اس قانون کے پاس کرانے کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ ان بے حیا قوموں میں انسانیت ختم ہوگئی ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اس میں حرج کیا ہے۔ فرمایا بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ بلکہ تم لوگ ہو حد سے نکلنے والے۔ تم خدا کے حکم کو چھوڑ کر آگے نکل گئے ہو وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ نہیں تھا ان کی قوم کا جواب اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا مگر یہ کہ کہا انھوں نے اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ نکال دو ان کو اپنی بستی سے۔ اس کو کہتے ہیں الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ مجرموں کو نکالنا چاہئے یا نیکوں کو؟ مگر جب مجرم زیادہ ہو جائیں تو پھر نیکوں پر سختیاں ہو جاتی ہیں۔ کیوں نکالو؟ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ یہ لوگ ہیں جو پاک

بنتے ہیں۔ان کا انداز گفتگو دیکھو کہ یہ پاک بنتے پھرتے ہیں۔ بھائی یہ پاک بنتے نہیں پھرتے بلکہ حقیقۃً وہ پاک ہیں فَاَنْجَیْنٰهُ وَاَهْلَهٗ پس ہم نے نجات دی ان کو اور ان کے گھر والوں کو اِلَّا امْرَاَتَهٗ مگر اس کی بیوی کو نجات نہیں ملی۔حضرت لوطؑ بیوی پیچھے سے تو لائے نہیں تھے ان ہی لوگوں میں شادی ہوئی مگر وہ اسلام نہیں لائی۔اس وقت مسلمان کا نکاح کافر کے ساتھ جائز تھا بلکہ آنحضرت ﷺ کی بعثت سے سولہ سال بعد تک کافروں کے ساتھ نکاح جائز رہا ہے۔آنحضرت ﷺ کی تین بیٹیاں پہلے کافروں کے نکاح میں تھیں۔حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا ابولہب کے بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کے نکاح میں تھیں اور حضرت زینبؓ ابوالعاص بن ربیع کے نکاح میں تھیں۔حضرت ابوبکرؓ کے نکاح میں ایک عورت تھی اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کی وجہ سے اس کی کنیت اُمّ بکر پڑی اور حضرت صدیق اکبر ابوبکر کہلائے۔حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بڑی کوشش کی مگر وہ مسلمان نہیں ہوئی، کہتی تھی رب مجھے اسلام سے بچائے۔جب دوسرے پارے کی یہ آیات نازل ہوئیں وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰی یُؤْمِنَّ اور مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو یہاں تک کہ ایمان لائیں وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ اور البتہ مومن لونڈی بہتر ہے مشرک عورت سے وَلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ چاہے وہ تم کو کتنی اچھی معلوم ہو وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِیْنَ حَتّٰی یُؤْمِنُوْا اور نہ نکاح کرو مسلمان عورتوں کا مشرکوں کے ساتھ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ اور البتہ مومن غلام بہتر ہے مشرک سے وَلَوْ اَعْجَبَكُمْ چاہے وہ تم کو اچھا معلوم ہو۔اس آیت کریمہ کے بعد مشرکوں سے نکاح منسوخ ہو گیا۔یاد رکھنا رشتہ کرتے وقت سب سے پہلے عقیدہ دیکھو۔بچہ بچی مشرک

کافر تو نہیں تا کہ اولاد کا ایمان خراب نہ ہو لیکن اب حالت یہ ہے کہ ہم لوگ شکل دیکھتے ہیں، کوٹھیاں کاریں دیکھتے ہیں، مال دیکھتے ہیں، دنیاوی تعلیم دیکھتے ہیں عقیدے کی طرف نگاہ کرنے والے لوگ بہت کم ہیں۔ آخرت کی فکر کرو دنیا تو گزر ہی جائے گی۔ حضرت ابوالدرداءؓ مشہور صحابی ہیں ان کی لڑکی جوان ہوگئی رشتہ داروں نے رشتہ تلاش کیا اور کہا کہ حضرت آپ لڑکی فلاں جگہ دے دیں۔ فرمایا میں لڑکی وہاں نہیں دونگا رشتہ داروں نے کہا حضرت کیوں نہیں وجہ کیا ہے، کیا لڑکے کی شکل اچھی نہیں، بیکار ہے؟ فرمایا نہیں شکل بھی اچھی ہے اور عقل بھی پڑھا لکھا دین دار پرہیز گار ہے اور سارا گھرانہ دینداروں کا ہے مگر ان کے گھر میں لونڈیاں کام کرتی ہیں میری بیٹی کو ساس کی خدمت کا موقع نہیں میسر ہوگا جس سے اس کی آخرت ماری جائے گی۔ اس لئے میں بیٹی وہاں دینے کیلئے تیار نہیں ہوں۔ آخرت کا کتنا فکر ہے آج تو ایسے لوگ بھی ہیں جو رشتہ کرتے وقت کہتے ہیں ہماری لڑکی روٹی نہیں پکائے گی، کپڑے نہیں دھوئے گی، جھاڑو نہیں پھیرے گی اس کوٹرے میں تیار روٹی ملنی چاہئے۔ یادرکھنا اور عورتیں اس مسئلہ کو اچھی طرح یادرکھیں یہ جو گھر کے کام ہیں مثلاً بچوں کو نہلانا، تیار کرنا، کپڑے دھونا، روٹی پکانا اور کھلانا، جھاڑو پھیرنا ان کا ثواب نفلی نماز روزہ سے زیادہ ہے۔ تو فرمایا کہ ان کی بیوی کو نجات نہ ملی كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ تھی وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے کہ حضرت لوطؑ کو حکم تھا کہ آپ جلدی سے یہاں سے چلیں جائیں کہ آپ کے چلے جانے کے بعد ہم نے اس علاقے کو الٹا دینا ہے۔ وہ تشریف لے گئے اور یہ پیچھے مُعَذَّبِيْن میں رہ گئی۔ اس قوم پر چار قسم کے عذاب آئے۔

پہلا عذاب: فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ (سورۃ القمر) ہم نے ان کی آنکھیں مٹا دیں آنکھوں کی

بینائی ختم کر دی۔ دوسرا عذاب: وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا (سورة النمل) ہم نے ان پر پتھروں کی بارش برسائی۔ تیسرا عذاب: سورۂ نحل میں صَيْحَةٌ کے لفظ آتے ہیں ڈراؤنی آواز۔ چوتھا عذاب: فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا (سورة هود) پس ہم نے بستی کو الٹ کر نیچے اوپر کر دیا۔ اس مقام پر دس میل کا بحیرہ مردار ہے وہاں پر کسی قسم کی مچھلی یا دریائی جانوروں کی قسم کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ حالانکہ چھوٹے چھوٹے تلابوں میں بھی کیڑے اور مچھلیاں ہو جاتی ہیں مگر ان پر ایسا عذاب آیا کہ آج تک وہاں ایک مچھلی بھی پیدا نہیں ہوئی۔ فرمایا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا اور ہم نے ان پر برسائی ایک خاص قسم کی بارش فَانْظُرْ اے مخاطب دیکھ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ کیسا انجام ہوا مجرموں کا۔ اللہ تعالیٰ جرم سے بچائے اور گناہ سے بھی بچائے اور محفوظ رکھے۔ آمین

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَالَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ؕ قَدْ جَآءَتْکُمْ بَیِّنَۃٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ فَاَوْفُوا الْکَیْلَ وَالْمِیْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَھُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِھَا ؕ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ○ وَلَا تَقْعُدُوْا بِکُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ مَنْ اٰمَنَ بِہٖ وَتَبْغُوْنَھَا عِوَجًا ج وَاذْکُرُوْٓا اِذْ کُنْتُمْ قَلِیْلًا فَکَثَّرَکُمْ ص وَانْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الْمُفْسِدِیْنَ ○ وَاِنْ کَانَ طَآئِفَۃٌ مِّنْکُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِیْٓ اُرْسِلْتُ بِہٖ وَطَآئِفَۃٌ لَّمْ یُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰی یَحْکُمَ اللّٰہُ بَیْنَنَا ج وَھُوَ خَیْرُ الْحٰکِمِیْنَ ○

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا اور مدین قوم کی طرف بھیجا ہم نے ان کے بھائی شعیبؑ کو قَالَ فرمایا انھوں نے یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی مَالَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ نہیں ہے تمہارے لئے کوئی معبود اس کے سوا قَدْ جَآءَتْکُمْ بَیِّنَۃٌ تحقیق آچکی تمہارے پاس واضح دلیل مِّنْ

رَّبِّكُمْ تمہارے رب کی طرف سے فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ پس پورا ماپ اور تول کر دو وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ اور نہ کم کرو لوگوں سے ان کی چیزیں وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ اور نہ فساد کرو زمین میں بَعْدَ اِصْلَاحِهَا زمین کی اصلاح کے بعد ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ یہ چیزیں تمہارے لئے بہتر ہیں اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اگر ہو تم مومن وَلَا تَقْعُدُوْا اور نہ بیٹھو بِكُلِّ صِرَاطٍ کسی بھی راستے پر تُوْعِدُوْنَ ڈراتے ہو تم لوگوں کو وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور روکتے ہو تم اللہ تعالیٰ کے راستے سے مَنْ اٰمَنَ بِهٖ اس کو جو ایمان لاتے ہیں اللہ تعالیٰ پر وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا اور تلاش کرتے ہو اس راستے میں کجی وَاذْكُرُوْٓا اور یاد کرو تم اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا جس وقت تم تھوڑے تھے فَكَثَّرَكُمْ پس اللہ تعالیٰ نے تم کو زیادہ کر دیا وَانْظُرُوْا اور دیکھو كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ کیسا انجام تھا فساد مچانے والوں کا وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اور اگر ہے ایک گروہ تم میں سے اٰمَنُوْا بِالَّذِيْٓ اُرْسِلْتُ بِهٖ جو ایمان لایا اس چیز پر جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں وَطَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا اور ایک گروہ ایسا ہے جو ایمان نہیں لایا فَاصْبِرُوْا پس تم صبر کرو حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ یہاں تک کہ فیصلہ کرے اللہ تعالیٰ بَيْنَنَا ہمارے درمیان وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

قومِ شعیب کا تذکرہ :

مدین حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے کا نام ہے۔ حضرت کے دو بیٹے تو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر

تھے جن کا ذکر قرآن کریم میں ہے حضرت اسماعیلؑ اور حضرت اسحاقؑ ۔ان کے علاوہ تین بیٹے اور تھے جن کا ذکر توراۃ اور تاریخ کی کتابوں میں ہے حضرت مدین، حضرت مدائن اور حضرت قیدار رحمھم اللہ تعالیٰ ۔تو مدین حضرت ابراہیمؑ کا بیٹا ہے ۔آگے ان کی نسل چلی انھوں نے ایک شہر آباد کیا جس کا نام مدین رکھا۔ بہت سارے شہروں کے نام قوموں کے نام پر ہیں سننے میں آیا ہے کہ گکھڑ بھی ایک قوم تھی جن کے نام پر گکھڑ شہر آباد ہے ۔اس علاقے کی مدین بڑی مرکزی جگہ تھی اس کے حدود اربعہ یعنی چاروں طرف بڑے بڑے جنگلات تھے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو اَصْحَابُ الْاَیْکَۃِ بھی کہا ہے جنگل والے۔ اور مدین اس وقت بین الاقوامی منڈی تھی دور دراز سے تاجر آتے چیزیں بیچتے اور خریدتے تھے بڑا بارونق اور آباد شہر تھا اللہ تعالیٰ نے اس قوم کی طرف ان کے بھائی شعیبؑ کو پیغمبر بنا کر بھیجا اس کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا اور مدین قوم کی طرف بھیجا ہم نے ان کے بھائی شعیبؑ کو۔ حدیث اور تفسیر کی کتابوں میں آتا ہے کہ حضرت شعیبؑ اپنے دور میں بڑے فصیح اللسان تھے بات بڑی صاف اور بڑے اچھے طریقے سے سمجھاتے تھے خطیب الانبیاء ان کا لقب ہے۔ نماز بڑے آرام اور آہستہ آہستہ پڑھتے تھے سورہ ہود میں آئے گا کافروں نے طعنہ دیا یٰشُعَیْبُ اَصَلٰوتُکَ تَاْمُرُکَ اَنْ نَّتْرُکَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآءُ نَا اے شعیب کیا تیری نماز تجھے یہ حکم دیتی ہے کہ ہم چھوڑ دیں ان چیزوں کو جن کی پوجا کرتے تھے ہمارے باپ دادا یعنی یہ جو تو نماز پڑھتا ہے یہ تجھے حکم دیتی ہے۔ یہ کہہ کر وہ حضرت شعیبؑ کی نماز کا تمسخر اڑاتے تھے حضرت شعیبؑ کو اللہ تعالیٰ نے دو بیٹیاں عطا فرمائی تھیں بیٹیاں ہی بکریاں چراتی تھیں ان کا دودھ کچھ پی لیتے اور کچھ

بیچ کر گھر کا نظام چلاتے۔ قَالَ فرمایا حضرت شعیبؑ نے یٰقَوْمِ اصل میں یٰقَوْمِیْ تھا "ی" متکلم کی تخفیفاً حذف کردی گئی ہے۔ اے میری قوم! اُعْبُدُوا اللّٰہَ عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی مَالَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ نہیں ہے تمہارے لئے کوئی معبود اللہ تعالیٰ کے سوا۔ دنیا میں جتنے بھی پیغمبر تشریف لائے ہیں ان کا پہلا سبق ہی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تھا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، کوئی مسجود نہیں، کوئی حاجت روا نہیں، کوئی مشکل کشا نہیں، کوئی فریاد رس نہیں، کوئی دستگیر نہیں، کوئی مُقنّن نہیں، کوئی حاکم نہیں اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔ تمام پیغمبروں نے پہلا سبق یہی دیا سورۃ الانبیاء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ اور نہیں بھیجا ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول مگر یہ کہ ہم وحی کرتے تھے اس کی طرف کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر میں پس میری ہی عبادت کرو۔ حضرت شعیبؑ نے بھی وہی سبق دیا فرمایا قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ تحقیق آچکی تمہارے پاس واضح دلیل تمہارے رب کی طرف سے۔ بَيِّنَةٌ کا معنیٰ تو معجزہ ہے اکثر پیغمبروں کے معجزات قرآن پاک میں مذکور ہیں لیکن شعیبؑ کا کوئی معجزہ صراحت کے ساتھ قرآن پاک میں مذکور نہیں ہے۔ میں نے بے شمار تفسیریں دیکھیں اور تلاش کرتا رہا کہ کوئی معجزہ مل جائے بَيِّنَةٌ کا معنیٰ تو معجزہ ہے مگر اس کی تفصیل کیا ہے کہ وہ معجزہ کیا تھا معلوم نہیں البتہ ایک بزرگ نے کتاب لکھی ہے "بَدَائِعُ الظُّهُوْرِ فِي وَقَائِعُ الدُّهُوْر" اس میں انھوں نے حضرت شعیبؑ کا ایک معجزہ بیان کیا ہے کہ قوم نے شعیبؑ سے کہا کہ آپ ہمارے الٰہوں، بتوں اور اصنام کی تردید کرتے رہتے ہو اگر آپ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر

ہیں تو ان کو بلوائیں ہمارے بت بول کر کہیں کہ واقعی شعیبؑ کا سبق اور تعلیم صحیح ہے تو ہم مان لیں گے۔ ان کا خیال تھا کہ ان پتھروں کی مورتیوں نے کیا بولنا ہے حضرت شعیبؑ نے دوسرے پیغمبروں کی طرح پہلا جواب تو یہ دیا کہ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَاللّٰہِ معجزے، خرق عادت چیزیں اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں پیغمبروں کے اختیار میں نہیں ہیں لیکن اگر اللہ تعالیٰ تمہارے منہ سے نکلا ہوا مطالبہ پورا کر دے تو مان لو گے کہنے لگے ضرور مانیں گے۔ بدائع الظہور میں ہے کہ انھوں نے بت بڑے بنائے اور سنوارے ہوئے تھے اور ان پر پردے لٹکائے اور خوشبوئیں لگائیں ہوئی تھیں۔ لوگ ایک دوسرے سے مذاق کرتے ہوئے اکٹھے ہوئے کہ آج ہمارے بتوں نے بولنا ہے اور شعیبؑ کی تصدیق کرنی ہے مخلوق ساری اکٹھی تھی میلے کا سماں تھا حضرت شعیبؑ جب قریب پہنچے تو بتوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم کیا کہتے ہو اس سبق کے متعلق جو میں ان لوگوں کو دیتا ہوں کہ عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ان بتوں کو گویائی کی طاقت عطا فرمائی سب لوگوں نے سنا کہ بتوں نے بلند آواز سے کہا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے وَاَنْتَ رَسُوْلُ رَبِّنَا اور آپ ہمارے رب کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے جس چیز کو چاہے بلوا سکتا ہے۔ مسلم شریف میں روایت ہے آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس وقت بھی اس پتھر کو جانتا ہوں مکہ مکرمہ میں کہ میں جب اس کے پاس سے گزرتا تھا تو وہ مجھے سلام کرتا تھا۔ ایک موقع پر آنحضرت ﷺ مدینہ طیبہ سے دور چلے گئے آپؐ کے ساتھ حضرت انسؓ تھے ایک آدمی ہل چلاتا تھا تھک گیا فارغ ہو کر واپس آنے لگا تو چھلانگ لگا کر بیل پر سوار ہو گیا بیل اکڑ

گیا کہنے لگا لَمْ نُخْلَقْ هٰذا اِنَّمَا خُلِقْتُ لِلزِّرَاعَةِ ہم سواری کیلئے نہیں پیدا کئے گئے میں تو کھیتی باڑی کیلئے پیدا کیا گیا ہوں نیچے اترو ہمارے ذریعے کھیتی باڑی کرو۔ لوگوں نے سنا کہنے لگے سُبْحَانَ اللّٰهِ بَقَرَةٌ تَكَلَّمَتْ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے بیل بولتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میرا بھی ایمان ہے ابوبکر کا بھی ایمان ہے عمر کا بھی ایمان ہے رضی اللہ تعالیٰ عنھم کہ رب تعالیٰ جس چیز کو چاہے بلوا سکتا ہے۔ وَمَا هُمَا ثَمَّهُ یہ دونوں بزرگ اس وقت ساتھ نہیں تھے گویا ان پر آپ کو اتنا اعتماد تھا کہ آپ نے ان کی وکالت فرمائی۔ آگے چلے تو ایک موٹا تازہ بھیڑیا آیا اس نے ریوڑ سے ایک بکری اٹھالی۔ ریوڑ کا مالک بھی بڑا بہادر تھا پیچھے سے دوڑا پتھر وغیرہ مارے اور بھیڑے سے بکری چھڑالی وہ بھیڑیا ایک ٹیلے پر چڑھ کر کہنے لگا کہ آج تو تُو نے میرے پاس سے بکری چھڑالی ہے کل جب میری بادشاہی ہوگی تو کون چھڑائے گا لوگوں نے کہا سُبْحَانَ اللّٰهِ ذِئْبٌ يَتَكَلَّمُ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے بھیڑیا باتیں کرتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جس چیز کو چاہے بلوائے میرا بھی ایمان ہے ابوبکر کا بھی ایمان ہے عمر کا بھی ایمان ہے رضی اللہ تعالیٰ عنھم۔ یہ ہمارے ہاتھ پاؤں آج تو نہیں بولتے مگر قرآن پاک میں آتا ہے قیامت والے دن یہ بولیں گے چنانچہ سورۃ یٰسین میں آتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَتُكَلِّمُنَا اَيْدِيهِمْ اور کلام کریں گے ہمارے سامنے ان کے ہاتھ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ جو کچھ وہ کماتے تھے اور چوبیسواں پارہ سورۃ حٰم سجدہ میں آتا ہے حَتّٰى اِذَا مَا جَآءُوْهَا یہاں تک کہ وہ جب اس کے قریب پہنچیں گے شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ تو گواہی دیں گے ان پر ان کے کان اور ان کی آنکھیں وَجُلُوْدُهُمْ اور ان کی کھالیں بِمَا كَانُوْا

یَعْلَمُوْنَ اس چیز کی جو کچھ وہ کرتے تھے وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ اور وہ کہیں گے اپنے چمڑوں سے لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا کہ تم کیوں گواہی دیتے ہو ہمارے خلاف قَالُوْا وہ کہیں گے اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِیْ اَنْطَقَ كُلَّ شَیْءٍ ہم کو بلوایا ہے اس اللہ تعالیٰ نے جس نے ہر چیز کو بلوایا ہے۔ہم تو بے اختیار ہیں بلوانے والے نے بلوایا ہے۔تو بات ہو رہی تھی کہ اُن کے بتوں نے کہا کہ حضرت شعیبؑ سچ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں مگر ضدی لوگ یہ سن کر بھی ایمان نہ لائے مدین چونکہ اس علاقے کا بڑا شہر تھا اور اس علاقے کی بڑی منڈی تھی تو یہ لوگ ناپ تول میں کمی کرتے تھے، ڈنڈی مارتے تھے۔اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے فرمایا فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ پس پورا ماپ اور تول کردو وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ اور نہ کم کرو لوگوں سے ان کی چیزیں۔اگر کسی دوکاندار نے کہا کہ ایک کلو چیز ایک روپے کی دونگا عند اللہ اس شخص کا ایک کلو بن گیا اب اگر اس میں کمی کرے گا تو اس کا حق مارے گا اور اللہ تعالیٰ کا حق بھی توڑنے والا ہوگا۔اسی طرح جس جنس اور رنگ اور کوالٹی کا وعدہ کیا ہے اگر اس میں کمی بیشی کرے گا تو دھوکا ہوگا اور قیامت والے دن اس کا جواب دہ ہوگا۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا اور نہ فساد کرو زمین میں اس کی اصلاح کے بعد۔معلوم ہوا کہ کم تولنا بھی فساد ہے، شرک کرنا بھی فساد ہے، قبروں کو پوجنا بھی فساد ہے۔فساد نہ مچاؤ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ یہ چیزیں تمہارے حق میں بہتر ہیں اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اگر ہو تم ایمان والے۔اور ان لوگوں نے ایجنٹ رکھے ہوتے تھے ڈاکو جو دور دراز جنگلوں میں چھپے ہوتے تھے قافلے والوں سے قیمتی چیز لوٹ لیتے تھے اور شہر میں بھی ایجنٹ

ہوتے تھے جو دیکھتے کہ سونا کس نے خریدا ہے، ریشمی کپڑے کس نے خریدے ہیں، قیمتی سامان کس نے خریدا ہے۔ یہ ان کو آگاہ کرتے اور وہ ان کو لوٹ لیتے تھے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے فرمایا وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ اور نہ بیٹھو کسی بھی راستے پر ڈراتے ہوئے لوگوں کو۔ اور ڈاکوؤں میں ایسے بھی تھے جو لوٹتے بھی تھے اور اپنے مذہب کی تبلیغ بھی کرتے تھے اور کہتے تھے کہ تم جب شہر میں جاؤ گے تو وہاں ایک باباجی ہیں ان کا یہ حلیہ ہے اُن کے قریب نہ جانا ان کی بات نہیں سننی تو وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے تھے کہ یہ ایمان نہ لائیں دوطرفہ لٹیرے تھے مال بھی لوٹتے تھے اور ایمان بھی۔ فرمایا وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور روکتے ہو تم اللہ تعالیٰ کے راستے سے مَنْ اٰمَنَ بِهٖ ان کو جو ایمان لاتے ہیں اللہ تعالیٰ پر وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا اور تلاش کرتے ہو اس راستے میں کجی۔ کجی کہتے ہیں کہ نام تو اسلام کا لے اور کرے اپنی مرضی جسطرح ہمارے حکمرانوں نے اسلام کو ٹیڑھا کر دیا ہے وَاذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا اور یاد کرو تم جس وقت تم تھوڑے تھے فَكَثَّرَكُمْ پس اللہ تعالیٰ نے تم کو زیادہ کر دیا وَانْظُرُوْا اور دیکھو كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ کیسا انجام تھا فساد مچانے والوں کا۔

سابقہ اقوام کا انجام :

تمہارے سے پہلے جو فسادی لوگ تھے ان کا کیا انجام ہوا لوطؑ کی قوم کا کیا حشر ہوا، صالحؑ کی قوم کا کیا حشر ہوا، عاد قوم کا کیا حشر ہوا، نوحؑ کی قوم کا کیا حشر ہوا یہ سب تمہارے سامنے ہے۔ کیونکہ وہ لوگ جانتے تھے کہ ان لوگوں پر رب تعالیٰ کا عذاب آیا تھا کہ کسی کو رب تعالیٰ نے سیلاب میں تباہ کیا، کسی پر تند ہوا چلائی، کسی پر پتھر برسائے، کسی کو

کسی شکل میں اور کسی کو کسی شکل میں تباہ کیا وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اور اگر ہے ایک گروہ تم میں سے اٰمَنُوْا بِالَّذِیْٓ اُرْسِلْتُ بِهٖ جو ایمان لایا اس چیز کے ساتھ جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں۔ یہ تھوڑے سے لوگ تھے جو حضرت شعیبؑ پر ایمان لائے تھے جن کے متعلق کافر کہتے تھے لَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ شعیب اگر تیرے ساتھ یہ چند ساتھی نہ ہوں جن کی ہم تھوڑی سی شرم کرتے ہیں تو ہم تجھے پتھروں سے مار مار کر ختم کر دیں حضرت شعیبؑ نے اس کے جواب میں فرمایا یٰقَوْمِ اَرَهْطِیْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ (هود، پ ۱۲) اے میری قوم میرا خاندان زیادہ عزیز ہے تم پر اللہ تعالیٰ کی نسبت۔ ظالمو! میری برادری کا خیال کرتے ہو اور اس رب کا خیال نہیں کرتے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے، تمہیں رزق دیا ہے، صحت دی ہے، مال دیا ہے، اولاد دی ہے وَطَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا اور ایک گروہ ایسا ہے جو ایمان نہیں لایا فَاصْبِرُوْا پس تم صبر کرو حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ کرے ہمارے درمیان وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ کیونکہ وہ ظاہر اور باطن کو جاننے والا ہے اس کا جو فیصلہ ہوگا وہ حق ہوگا اور دنیا کے جج غلط فہمی کا شکار ہو کر غلط فیصلے بھی کر جاتے ہیں اور بسا اوقات ڈنڈی بھی مار جاتے ہیں اللہ تعالیٰ نہ ڈنڈی مارتا ہے اور نہ غلط فہمی کا شکار ہوتا ہے۔ اس قوم کے ساتھ کیا ہوا؟ اس کا ذکر آگے آئے گا۔

وَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ یٰشُعَیْبُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْیَتِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا ؕ قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كٰرِهِیْنَ ۝ قَدِ افْتَرَیْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِیْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا ؕ وَمَا یَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّعُوْدَ فِیْهَاۤ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ؕ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ؕ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ؕ رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَیْرُ الْفٰتِحِیْنَ ۝ وَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَىٕنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَیْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ۝ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا شُعَیْبًا كَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَا ۛ اَلَّذِیْنَ كَذَّبُوْا شُعَیْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِیْنَ ۝ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَیْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِیْنَ ۝

وَقَالَ الْمَلَأُ کہا جماعت نے الَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْا وہ جنھوں نے تکبر کیا
مِنْ قَوْمِہٖ ان کی قوم میں سے لَنُخْرِجَنَّکَ البتہ ہم ضرور نکالیں گے تم کو
یٰشُعَیْبُ اے شعیب وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَکَ اور ان لوگوں کو جو تیرے ساتھ
ایمان لائے ہیں مِنْ قَرْیَتِنَآ اپنی بستی سے اَوْ لَتَعُوْدُنَّ یا تم پلٹ آؤ فِیْ
مِلَّتِنَا ہماری ملت میں قَالَ کہا شعیبؑ نے اَوَلَوْ کُنَّا کٰرِھِیْنَ کیا اگرچہ ہم اس کو
ناپسند کرنے والے ہوں قَدِ افْتَرَیْنَا عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا تحقیق ہم نے افترا
باندھا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا اِنْ عُدْنَا فِیْ مِلَّتِکُمْ اگر ہم لوٹیں تمہاری ملت میں
بَعْدَ اِذْ نَجّٰنَا اللّٰہُ مِنْھَا بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سے نجات دی وَمَا
یَکُوْنُ لَنَآ اور نہیں ہے ہمارے لئے حق اَنْ نَّعُوْدَ فِیْھَآ کہ ہم لوٹیں اس ملت میں
اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ مگر یہ کہ چاہے اللہ تعالیٰ رَبُّنَا ہمارا رب وَسِعَ رَبُّنَا کُلَّ
شَیْءٍ عِلْمًا وسیع ہے ہمارا پروردگار ہر چیز پر علم کے اعتبار سے عَلَی اللّٰہِ
تَوَکَّلْنَا اللہ تعالیٰ پر ہی ہم بھروسہ کرتے ہیں رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا اے ہمارے
پروردگار حقیقت کھول دے ہمارے درمیان وَبَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ اور ہماری قوم
کے درمیان حق کے ساتھ وَاَنْتَ خَیْرُ الْفٰتِحِیْنَ اور تو سب سے بہتر ہے
حقیقت کھولنے والوں میں سے وَقَالَ الْمَلَأُ اور کہا جماعت نے الَّذِیْنَ
کَفَرُوْا مِنْ قَوْمِہٖ ان لوگوں کو جنھوں نے کفر کیا شعیبؑ کی قوم میں سے لَئِنِ
اتَّبَعْتُمْ شُعَیْبًا اگر تم نے پیروی کی شعیبؑ کی اِنَّکُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ تو بے شک تم

اس وقت نقصان اٹھانے والے ہوگے فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ پس پکڑا ان کو زلزلے نے فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ پس ہوگئے وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل اَلَّذِیْنَ كَذَّبُوْا شُعَیْبًا وہ لوگ جنہوں نے جھٹلایا شعیبؑ کو كَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَا گویا وہ ان گھروں میں بسنے والے ہی نہیں تھے اَلَّذِیْنَ كَذَّبُوْا شُعَیْبًا وہ لوگ جنہوں نے جھٹلایا شعیبؑ کو كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِیْنَ وہی تھے نقصان اٹھانے والے فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ پس پھرے ان لوگوں سے وَقَالَ اور کہا یٰقَوْمِ اے میری قوم لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ البتہ تحقیق میں پہنچا چکا ہوں تم کو رِسٰلٰتِ رَبِّیْ اپنے رب کے پیغام وَنَصَحْتُ لَكُمْ اور میں تمہیں نصیحت کر چکا ہوں فَكَیْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِیْنَ پس کیسے افسوس کروں اس قوم پر جو کافر ہے۔

قومِ شعیب کا ناپ تول میں بددیانتی کرنا :

پہلے سے حضرت شعیبؑ کا ذکر چلا آرہا ہے۔ حضرت شعیبؑ کی قوم شرک کے ساتھ ساتھ ناپ تول کی کمی کی بیماری میں بھی مبتلا تھی مدین چونکہ بین الاقوامی منڈی تھی اور وہاں دور دراز سے تاجر آتے تھے اور مدین قوم میں بھی بڑے بڑے تاجر تھے اور انھوں نے مختلف قسم کے پیمانے رکھے ہوئے تھے خریدنے والا پیمانہ اور تھا اور بیچنے والا اور تھا مثلاً خریدتے وقت چھ کلو کا پیمانہ استعمال کرتے اور بیچتے وقت پانچ کلو کا۔ حضرت شعیبؑ نے فرمایا اس طرح نہ کرو جس پیمانے سے خریدو اسی سے بیچو اور تولتے وقت ڈنڈی نہ مارو اور عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی کرو اور وہ قوم ڈاکو بھی تھی اس سے بھی منع فرمایا کہ ڈاکے نہ مارو تو

قوم نے کیا جواب دیا؟ ارشاد ربانی ہے وَقَالَ الْمَلَأُ کہا جماعت نے الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ وہ جنھوں نے تکبر کیا ان کی قوم میں سے حق کو ٹھکرانے والے اور نہ ماننے والے۔ انھوں نے حضرت شعیبؑ اور ان کے ساتھیوں کو دھمکی دی لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ البتہ ہم ضرور نکالیں گے تم کو اے شعیب وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ اور ان لوگوں کو جو تیرے ساتھ ایمان لائے ہیں مِنْ قَرْيَتِنَآ اپنی بستی سے۔ جب غنڈوں، بدمعاشوں اور بدکرداروں کے ہاتھ میں اقتدار ہو تو نیکوں کے ساتھ پھر یہی سلوک ہوتا ہے اصولی طور پر تو غنڈوں بدمعاشوں کو، مجرموں کو شہر سے نکالنا چاہیے لیکن یہاں مجرم اکٹھے ہو کر کہتے ہیں کہ ہم تمہیں نکالیں گے اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا یا تم پلٹ آؤ ہماری ملت میں ہماری طرح کافر مشرک بن جاؤ پھر چھوڑیں گے۔ عود کا ایک معنٰی ہے کہ میں جس جگہ تھا لوٹ کر واپس وہاں آجاؤں اگر یہ معنٰی کریں تو پھر تغلیباً ہوگا کیونکہ حضرت شعیبؑ کے ساتھی تو پہلے مشرک تھے ان کیلئے عود کے لفظ کا استعمال اس معنٰی میں صحیح ہے حضرت شعیبؑ تو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں اور......

عصمتِ انبیاء کرام :

پیغمبر پیدائشی طور پر موحد ہوتا ہے اس سے نہ نبوت سے پہلے شرک سرزد ہوتا ہے اور نہ بعد میں ایک لمحہ کیلئے بھی۔ تو یہ لفظ استعمال کیا تو حضرت شعیبؑ کیلئے یہ لفظ تغلیباً استعمال کیا اور عود کا معنٰی آجانے کا بھی ہوتا ہے تو معنٰی ہوگا تم ہماری ملت میں آجاؤ تو پھر یہاں رہ سکتے ہو ورنہ ہم تمہیں یہاں سے نکال دیں گے قَالَ حضرت شعیبؑ نے فرمایا اَوَلَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ کیا اگرچہ ہم اس کو ناپسند کرنے والے ہوں کہ تمہاری ملت میں

آ جائیں ہم شرک کو پسند نہیں کرتے قَدِ افْتَرَیْنَا عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا تحقیق ہم نے افترا باندھا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا اِنْ عُدْنَا فِیْ مِلَّتِکُمْ اگر ہم لوٹیں تمہاری ملت میں ۔ دنیا میں مشرک سے بڑا مفتری کوئی نہیں ہے یہ اللہ تعالیٰ پر شرک کا افترا باندھتا ہے اگر ہم تمہاری ملت میں آ جائیں تو تمہاری طرح مفتری ہو گئے اللہ تعالیٰ کی ذات پر افترا باندھنے والوں میں سے ہو گئے بَعْدَ اِذْ نَجّٰنَا اللّٰہُ مِنْھَا بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سے نجات دی ہے ۔ ہم قطعاً تمہاری ملت میں نہیں آئیں گے وَمَا یَکُوْنُ لَنَا اور نہیں ہے ہمارے لئے حق اَنْ نَّعُوْدَ فِیْھَآ کہ ہم لوٹیں اس ملت میں اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ رَبُّنَا مگر یہ کہ چاہے اللہ تعالیٰ ہمارا پروردگار ۔ معاذ اللہ تعالیٰ رب تعالیٰ اگر ہمیں مشرک بنا دے تو ہم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے رب ، رب ہے ۔ باقی ہم اپنی مرضی سے تمہاری ملت قبول کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں وَسِعَ رَبُّنَا کُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا وسیع ہے ہمارا پروردگار ہر چیز پر علم کے اعتبار سے عَلَی اللّٰہِ تَوَکَّلْنَا اللہ تعالیٰ پر ہی ہم بھروسہ کرتے ہیں ۔ تم نے جو دھمکیاں دینی ہیں دیتے رہو اور جو کرنا ہے کرو حضرت شعیبؑ نے جب قوم کا فیصلہ سنا اور اپنا بھی سنا دیا تو فرمایا رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ اے ہمارے پروردگار حقیقت کھول دے ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ ۔ نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ اب یہ ہمیں ہمارے گھروں میں بھی نہیں رہنے دیتے لھذا فیصلہ فرما دے ۔

ظالم کا انجام :

حدیث پاک میں آتا ہے اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یُمْلِیَ الظَّالِمَ بیشک اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے پھر جب پکڑتا ہے یکدم پکڑتا ہے پھر ڈھیل نہیں دیتا ۔ تو اللہ تعالیٰ ظالم کو اپنی

مرضی سے ڈھیل دیتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے بچ گیا ہوں یہ اس کا وہم ہوتا ہے جتنے لوگ ظلم کرر ہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو دنیا میں ذلیل کرے گا اور آخرت میں بھی۔فرمایا وَ اَنۡتَ خَیۡرُ الۡفٰتِحِیۡنَ اور تو سب سے بہتر حقیقت کھولنے والوں میں سے ہے۔تیرے سے بہتر فیصلہ کوئی نہیں کرسکتا کیونکہ صحیح فیصلہ وہ کرے گا جو حقیقت سے واقف ہوگا اور رب تعالیٰ سے زیادہ حقیقت کو جاننے والا کون ہے؟ اور صحیح فیصلے کیلئے یہ بھی ہے کہ کسی کا ڈر خوف نہ ہو کہ کسی کے دباؤ میں نہ آئے اللہ تعالیٰ کو کس کا ڈر ہے؟ اور صحیح فیصلے کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ لالچ نہ ہو یہ دنیا میں جتنے غلط فیصلے ہوتے ہیں ان کی یہی وجوہات ہیں تو اللہ تعالیٰ کو کوئی لالچ نہیں ہے۔

قوم کا شعیبؑ کو دھمکی دینا :

ایک طرف تو قوم نے حضرت شعیبؑ کو دھمکی دی کہ ہم تجھے اور تیرے ساتھیوں کو بستی سے نکال دیں گے اور شعیبؑ کا جواب بھی سن لیا پھر وہ لوگ ان کی قوم کے پاس گئے وَقَالَ الۡمَلَاُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا اور کہا جماعت نے ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا مِنۡ قَوۡمِہٖ ان کی قوم میں سے۔اور کہا جماعت نے جنہوں نے کفر کیا شعیبؑ کی قوم میں سے لَئِنِ اتَّبَعۡتُمۡ شُعَیۡبًا اگر تم نے پیروی کی شعیبؑ کی اِنَّکُمۡ اِذًا لَّخٰسِرُوۡنَ تو بے شک تم اس وقت نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگے۔اس دھمکی کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ اگر تم نے شعیبؑ کی پیروی کی تو ہم تمہاری مرمت کریں گے ہم تمہارے ساتھ نمٹیں گے اور خسارے کا ایک معنیٰ یہ ہے کہ تم نے اپنی ملت کفر شرک والی چھوڑی تو مذہبی طور پر خسارے میں رہو گے اور سیاسی طور پر بھی خسارے میں رہو گے کیونکہ کافر مشرک اپنے آپ کو سچا

سمجھتے تھے۔

حضرت شعیبؑ کی قوم کی تباہی :

رب تعالیٰ فرماتے ہیں فَاَخَذَتۡهُمُ الرَّجۡفَةُ پس پکڑا ان کو زلزلے نے۔ اور سورۃ حجر میں صَيۡحَةُ کے لفظ آئے ہیں آواز چیخ حضرت جبرائیلؑ نے ایک آواز نکالی اس کی وجہ سے زلزلے کی کیفیت پیدا ہوگئی مدین کے رہنے والے جتنے مجرم تھے ان میں سے ایک بھی نہ بچا اور وہاں رہنے والے جو مومن موحد تھے ان میں سے کسی ایک کو بھی کوئی نقصان نہ پہنچا جو مومنوں کو بستی سے نکالنا چاہتے تھے ان پر خدائی لعنت پڑی اور وہ دنیا سے چلے گئے فَاَصۡبَحُوۡا فِىۡ دَارِهِمۡ جٰثِمِيۡنَ پس ہو گئے وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل بیٹھنے والے۔ جسطرح ہم التحیات میں بیٹھتے ہیں یہ بڑی عاجزی کی علامت ہے اس وقت کہنے لگے اِنَّا اِذًا لَّظٰلِمِيۡنَ بے شک ہم ظالم ہیں اب تو وقت ختم ہو گیا اب اقرار کا کیا فائدہ رب تعالیٰ فرماتے ہیں اَلَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا شُعَيۡبًا وہ لوگ جنہوں نے جھٹلایا شعیبؑ کو كَاَنۡ لَّمۡ يَغۡنَوۡا فِيۡهَا گویا وہ لوگ ان گھروں میں بسنے والے ہی نہیں تھے۔ وہ گھر جہاں ہر وقت رونقیں تھیں چہل پہل تھی جہاں ہر قسم کی بدمعاشی ہوتی تھی اب وہ گھر ایسے اجڑے جیسے یہاں کبھی کوئی رہا ہی نہیں یہ خسارہ تو دنیا میں ہوا سب کچھ ہو گیا اور عذاب میں مبتلا ہوئے اور مرنے کے بعد کی سزا علیحدہ ہے اَلَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا شُعَيۡبًا كَانُوۡا هُمُ الۡخٰسِرِيۡنَ وہ لوگ جنہوں نے جھٹلایا شعیبؑ کو وہی تھے نقصان اٹھانے والے۔ اب معلوم ہوا نا کہ متبعین پیغمبر نقصان اٹھانے والے ہیں یا پیغمبر کو جھٹلانے والے خسارے میں پڑے فَتَوَلّٰى عَنۡهُمۡ پس پھرے شعیبؑ ان لوگوں سے جب وہ تباہ ہو گئے وَقَالَ اور فرمایا يٰقَوۡمِ اے

میری قوم لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ البتہ تحقیق میں پہنچا چکا ہوں تم کو اپنے رب کے پیغام وَنَصَحْتُ لَكُمْ اور تمکو نصیحت بھی کر چکا ہوں فَكَیْفَ اٰسٰی عَلٰی قَوْمٍ كٰفِرِیْنَ پس کیسے افسوس کروں اس قوم پر جو کافر ہے۔

سماعِ انبیاء میں کوئی اختلاف نہیں :

میں پہلے بھی اس مسئلے کے متعلق عرض کر چکا ہوں کہ پیغمبر اور ان کے علاوہ جو دوسرے لوگ قبروں میں آرام کر رہے ہیں ان کی قبروں کے قریب کوئی بات کرے تو وہ سنتے ہیں یا نہیں؟ یعنی سماع موتی ہے یا نہیں تو انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع کے متعلق ساری امت کا اتفاق ہے کہ وہ سنتے ہیں اور امت میں سے کسی کا اختلاف نہیں ہے چنانچہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فتاویٰ رشیدیہ میں فرماتے ہیں کہ اس مسئلے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے اور حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں اس پر امت کا اتفاق اور اجماع ہے۔ اس مسئلے میں سب سے پہلے اختلاف پیدا کرنے والا سید عنایت اللہ شاہ گجراتی ہے ہم نے اٹھارہ سال اکٹھے کام کیا ہے جس وقت اس نے یہ مسئلہ نکالا تو ہم نے اس سے علیحدگی اختیار کر لی باقی رہا عام مُردوں کے سننے اور نہ سننے کا مسئلہ تو اس کے متعلق صحابہ کرامؓ سے اختلاف چلا آرہا ہے۔ ایک گروہ کہتا ہے سنتے ہیں اور دوسرا گروہ کہتا ہے کہ نہیں سنتے ان میں حضرت عائشہ صدیقہؓ بھی ہیں وَخَالَفَهُمُ الْجُمْهُوْرُ باقی تقریباً سارے صحابہ رضی اللہ عنہم ان کے مخالف ہیں وہ فرماتے ہیں کہ قبر کے پاس اگر کوئی سلام کلام کرے تو مردے سنتے ہیں اور جمہور یعنی پچانوے فیصد امت مالکی، حنفی، شافعی، حنبلی اسی کے قائل ہیں پہلے غیر مقلدین حضرات کا بھی یہی فتویٰ تھا اب ان میں سے کچھ تھوڑے

سے بگڑ گئے ہیں شاہ صاحب کے مرید بن گئے ہیں جو حضرات سماع موتی کے قائل ہیں ان کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ حضرت شعیبؑ نے مُردوں کو سنایا اور فرمایا اے میری قوم! میں تمہیں اپنے رب کے پیغام پہنچا چکا ہوں پس کیسے افسوس کروں کافر قوم پر۔ اور جو کہتے ہیں کہ نہیں سنتے ان کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ افسوس کا اظہار ہے کہ مجھے اس قوم پر افسوس ہے میں ان کو سناتا رہا اللہ تعالیٰ کے پیغام پہنچاتا رہا لیکن انہوں نے میری بات نہیں سنی۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّبِیٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ یَضَّرَّعُوْنَ ○ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّیِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰی عَفَوْا وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ○ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓی اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَیْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ○ اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓی اَنْ یَّاْتِیَهُمْ بَاْسُنَا بَیَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ ○ اَوَ اَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓی اَنْ یَّاْتِیَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًی وَّهُمْ یَلْعَبُوْنَ ○ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا یَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ○

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّبِیٍّ اور نہیں بھیجا ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا مگر یہ کہ پکڑا ہم نے وہاں کے باشندوں کو بِالْبَاْسَآءِ مالی پریشانی میں وَالضَّرَّآءِ اور بدنی پریشانی میں لَعَلَّهُمْ یَضَّرَّعُوْنَ تاکہ وہ عاجزی اور زاری کریں ثُمَّ بَدَّلْنَا پھر ہم نے بدل دیا مَكَانَ السَّیِّئَةِ الْحَسَنَةَ تکلیف

کی جگہ راحت کو حَتّٰی عَفَوْا یہانتک کہ وہ لوگ بڑھ گئے وَّ قَالُوْا اور کہا انھوں نے قَدْ مَسَّ اٰبَآءَ نَا تحقیق پہنچی ہمارے باپ دادا کو بھی الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ بدنی تکلیف اور راحت فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً پس پکڑا ہم نے ان کو اچانک وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ اور وہ شعور نہیں رکھتے تھے وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اور اگر بستیوں کے باشندے اٰمَنُوْا ایمان لائیں وَاتَّقَوْا اور گناہ سے بچتے رہیں لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ البتہ ہم کھول دیں ان پر بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ آسمان اور زمین کی برکتیں وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا اور لیکن انھوں نے تکذیب کی فَاَخَذْنٰهُمْ پس ہم نے پکڑا ان کو بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ بسبب اس کمائی کے جو وہ کرتے تھے اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى کیا پس امن میں ہیں بستیوں والے اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا اس چیز سے کہ آئے ان پر ہمارا عذاب بَيَاتًا راتوں رات کے وقت وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ اور وہ سوئے ہوئے ہوں اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اور کیا امن میں ہیں بستیوں والے اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا کہ ان پر ہماری گرفت آئے ضُحًى چاشت کے وقت وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ اور وہ کھیل رہے ہوں اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ کیا پس وہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے امن میں ہیں فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ پس نہیں بے فکر ہوتی اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ مگر وہ قوم جو خسارہ اٹھانے والی ہو۔

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ہودؑ، حضرت صالحؑ، حضرت لوطؑ، حضرت شعیبؑ کے واقعات قدرے تفصیل سے بیان فرمائے اب آگے

اجمالی طور پر ارشاد ہے وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَۃٍ اور نہیں بھیجا ہم نے کسی بستی میں مِّنْ نَّبِیٍّ کوئی نبی اِلَّآ اَخَذْنَآ اَھْلَھَا مگر پکڑا ہم نے وہاں کے رہنے والوں کو بِالْبَاْسَآءِ مالی پریشانی میں۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے جس وقت حق کی بات لوگوں کو سنائی ہدایت اور گمراہی سے آگاہ کیا اور اتمام حجت ہو چکا اور لوگوں نے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان لوگوں کو مالی پریشانی میں مبتلا کیا گیا کبھی قحط ان پر مسلط کیا گیا، کبھی سیلاب آیا، کبھی چیزیں مہنگی ہوگئیں وغیرہ وغیرہ وَالضَّرَّآءِ اور بدنی تکلیف میں مبتلا کیا گیا۔ مختلف قسم کی بیماریاں ان پر مسلط کی گئیں لَعَلَّھُمْ یَضَّرَّعُوْنَ تاکہ وہ عاجزی اور زاری کریں رب کی طرف رجوع کریں۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات سمجھائی کہ جب بھی کسی کو تکلیف پہنچے تو وہ فوری طور پر رب تعالیٰ کی طرف رجوع کرے تکلیف چاہے مالی ہو یا بدنی ہو۔ اور جو غافل ہوتے ہیں ان کو قطعاً کسی چیز کی پرواہ نہیں ہوتی وہ حیوانوں کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں بہادر شاہ ظفر دھلی کا آخری بادشاہ تھا اور شاعر بھی جس کے بیٹوں کے سر کاٹ کر انگریزوں نے اس کے سامنے رکھے تھے ظفر مرحوم کہتے ہیں......

ظفر اس کو آدمی نہ جانیے گا گو ہو وہ کتنا ہی صاحب فہم و ذکا

جسے عیش میں یاد خدا نہ رہی جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا

انسانیت کا معیار :

مرحوم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اگر تم نے انسان کی انسانیت دیکھنی ہیں تو یہ ہے کہ عیش میں ہو تو رب تعالیٰ کو نہ بھولے اور تکلیف میں ہو تو رب تعالیٰ کو نہ بھولے۔ تکلیفیں رب تعالیٰ کی طرف سے اس لئے آتی ہیں کہ انسان کو تنبیہ ہو لھذا جب بھی کوئی تکلیف آئے تو

رب تعالیٰ کی طرف رجوع کرو۔

پریشانی میں اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھنا :

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے گھر چراغ نہیں ہوتا تھا آپ ﷺ نماز تہجد اندھیرے ہی میں پڑھتے تھے اور کوئی بھی نماز ہو اندھیرے میں بھی ہو جاتی ہے۔ روشنی ہو تو نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ایک دو مواقع پر صحابہ کرامؓ نے مٹی کا چراغ مہیا کیا تھا اس میں تیل تھا، میں لوگوں کے گھروں میں دیکھتی کہ چراغ جلتے ہیں مجھے بھی شوق ہوا تو میں نے ایک چراغ مہیا کیا چراغ باہر جل رہا تھا تیز ہوا سے چراغ بجھ گیا آنحضرتؐ نے فرمایا اِنَّـالِلّٰـہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ تو میں پریشان ہوگئی کیونکہ میں یہ لفظ کسی کے مرنے پر یا بڑی مصیبت پر سنتی تھی میں نے کہا حضرت خیر ہے آپ نے یہ پڑھا ہے فرمایا چراغ کے بجھنے پر کہنے لگیں یہ کونسی بڑی مصیبت ہے میں انشاء اللہ دوبارہ جلا دونگی آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہر وہ چیز جو مسلمان کی پریشانی کا ذریعہ ہو وہاں اِنَّـالِلّٰـہِ وَاِنَّـااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھنا چاہئے۔ کیونکہ چراغ کے بجھنے سے ہمیں تکلیف ہوئی ہے اس لئے میں نے پڑھا اور یہاں حال یہ ہے کہ لوگوں پر پریشانیوں کے طوفان گزر جاتے ہیں مگر رب تعالیٰ کی طرف رجوع نہیں کرتے ان کو حوادثات زمانہ پر محمول کرتے ہیں تو جب اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے حق کی تعلیم پیش کی اور قوم نے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو مالی اور بدنی پریشانیوں میں مبتلا کیا تاکہ یہ لوگ رب تعالیٰ کی طرف زاری اور عاجزی کریں رجوع کریں مگر وہ لوگ اتنے سنگدل تھے کہ ان پر کوئی اثر نہ ہوا لھذا جب ان کو عبرت حاصل نہ ہوئی تو فرمایا ثُـمَّ بَـدَّلْنَـا مَـکَـانَ السَّـیِّـئَۃِ الْحَسَنَۃَ پھر ہم نے بدل دیا تکلیف کی جگہ راحت کو۔ تکلیفیں اٹھالیں

مال زیادہ کردیا زمین کی پیداوار میں اضافہ کردیا، درختوں پر پھل کثرت سے لگائے، اولاد کثرت سے دی تاکہ اللہ تعالیٰ کے انعامات دیکھ کر اس کا شکریہ ادا کریں لیکن انھوں نے رب تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر نہ کی اللہ تعالیٰ دل کی سختی سے اپنی پناہ میں رکھے۔ حدیث پاک میں آتا ہے اِنَّ اَبْعَدَ الْقُلُوْبِ مِنَ اللّٰہِ اَلْقَلْبُ الْقَاسِیُ" اللہ تعالیٰ سے وہ لوگ زیادہ دور ہوتے ہیں جن کے دل سخت ہوتے ہیں'' ان کو رحمت سے بہت دوری ہوتی ہے۔ جب مال دولت اولاد کی کثرت ہوئی حَتّٰی عَفَوْا یہاںتک کہ وہ لوگ بڑھ گئے۔ ہر لحاظ سے ان کو ترقی اور عروج مل گیا وَّقَالُوْا اور کہا انھوں نے قَدْ مَسَّ اٰبَآءَ نَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ تحقیق پہنچی ہمارے باپ دادا کو بھی بدنی تکلیف اور راحت۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے دنیا کے دور اسطرح چلتے رہتے ہیں کبھی تکلیف اور کبھی راحت، کبھی بیماری کبھی صحت۔ تو جب اللہ تعالیٰ نے ان کو دونوں طرح آزمایا تکلیف دے کر بھی اور راحت دے کر بھی اور وہ آزمائش میں پورے نہ اترے فَاَخَذْ نٰھُمْ بَغْتَۃً پس پکڑا ہم نے ان کو اچانک وَّھُمْ لَایَشْعُرُوْنَ اور وہ شعور نہیں رکھتے تھے۔ عذاب کی آمد کا ان کو علم ہی نہیں تھا غفلت کی حالت میں ہی اپنے انجام کو پہنچ گئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَوْ اَنَّ اَھْلَ الْقُرٰٓی اور اگر بستیوں کے باشندے اٰمَنُوْا ایمان لائیں وَاتَّقَوْا اور گناہ سے بچتے رہیں۔ کفر شرک سے بچ جائیں گناہوں سے بچ جائیں لَفَتَحْنَا عَلَیْھِمْ بَرَکٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ البتہ ہم کھول دیں ان پر آسمان وَالْاَرْضِ اور زمین کی برکتیں۔ آسمان سے برکتیں برسائیں اس طرح کہ بارشیں ہوں دیکھو دو مہینے ہوگئے ہیں بارشیں نہیں ہوئیں لوگ کتنے پریشان ہیں اور بارانی علاقے کے لوگ روتے پھر رہے ہیں مگر رب تعالیٰ کی طرف رجوع

نہیں کرتے بہت کم علاقوں میں نماز استسقاء پڑھی گئی ہے کہ لوگوں نے توبہ استغفار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے تو قیامت تک رہیں گے لیکن اکثریت باغی لوگوں کی ہے۔ اور زمین کی برکتیں یہ ہیں کہ پیداوار زیادہ ہوگی وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا اور لیکن انھوں نے تکذیب کی بجائے ایمان لانے اور کفر و شرک سے بچنے کے گناہوں سے بچنے کے فَاَخَذْنٰهُمْ پس ہم نے پکڑا ان کو بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ بسبب اس کمائی کے جو وہ کرتے تھے۔ کفر، شرک، بدی اور گناہوں میں آلودہ تھے اس وجہ سے ہم نے ان کو تباہ کر دیا جن کے کچھ واقعات تفصیلاً اور اجمالاً تم سن چکے ہو۔ کیا یہ لوگ اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى کیا پس امن میں ہیں بستیوں والے اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا اس چیز سے کہ آئے ان پر ہمارا عذاب رات کے وقت وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ اور وہ سوئے ہوئے ہوں۔ کیا بستیوں میں رہنے والے اس سے بے خبر ہیں کیا انھوں نے گذشتہ قوموں سے عبرت حاصل نہیں کی ان کے حالات ان کے سامنے نہیں ہیں؟ کہ رات کے وقت عذاب آئے اور یہ تباہ ہو جائیں۔ ۱۹۳۷ء مئی میں کوئٹہ میں جب زلزلے کی شکل میں رب کی طرف سے عذاب آیا تو لوگ اس وقت سوئے ہوئے تھے کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا اور ہزاروں کی تعداد میں لوگ مر گئے اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اور کیا امن میں ہیں بستیوں والے اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى کہ ان پر ہماری گرفت آئے چاشت کے وقت وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ اور وہ کھیل رہے ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہماری گرفت رات کو بھی آسکتی ہے اور دن کو بھی آدمی کو ہر وقت رب تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے رہنا چاہئے اور دنیا میں کوئی بھی آفت آئے تو یہی سمجھے کہ یہ میری وجہ سے ہے میرے گناہوں کی شامت ہے۔ لیکن حال یہ ہے کہ ہم لوگ تو اپنے آپ کو معصوم

سمجھتے ہیں اور ہمیں ذاتی طور پر کوئی پریشانی یا تکلیف ہو تو کہتے ہیں کہ خدا جانے کیا گناہ کر بیٹھا ہوں کہ مجھے یہ تکلیف آئی ہے۔ او معصوم بننے والے تُو تو سر سے لیکر پاؤں تک گناہوں سے گھرا ہوا ہے اور تجھے معلوم نہیں ہے کہ تو کونسے گناہوں میں پکڑا گیا ہے کتنا مچلا بنتا ہے۔ ہر آدمی اپنی کمزوریوں اور گناہوں اور اپنے عیبوں کو بخوبی جانتا ہے ویسے بھولا بن جائے تو الگ بات ہے اور اللہ تعالیٰ چاہے تو کسی چھوٹے گناہ میں پکڑ لے اس لئے گناہ کو گناہ سمجھو چاہے چھوٹا ہو یا بڑا۔ حدیث پاک میں آتا ہے حضرت انسؓ فرماتے ہیں ''تم بعض چیزوں کو چھوٹے چھوٹے گناہ سمجھتے ہو ہم آنحضرت ﷺ کے زمانے میں ان کو ''موبقات'' یعنی ایسے گناہ سمجھتے تھے جو ہلاکت کا ذریعہ ہیں'' اِیَّاکُمْ وَمُحَقِّرَاتِ الذُّنُوْبِ حدیث پاک میں آتا ہے ''جو گناہ تمہیں چھوٹے نظر آتے ہیں ان کو چھوٹا نہ سمجھو بڑا گناہ سمجھو۔'' اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَفَاَمِنُوْا مَکْرَ اللّٰہِ مکر کے معنی حیلہ اور خفیہ تدبیر کے ہیں کیا پس وہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے امن میں ہیں۔ غافل ہیں اللہ تعالیٰ ساری کائنات کا مدبر ہے وہ ایسی تدبیر کرتا ہے کہ اس کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ فرمایا فَلَا یَاْمَنُ مَکْرَ اللّٰہِ پس نہیں بے فکر ہوتی اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ مگر وہ قوم جو خسارہ اٹھانے والی ہو۔ دوسرے تو رب تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے ہیں، توبہ کرتے ہیں، معافی مانگتے ہیں، نیکیوں کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀

اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِ اَهْلِهَآ اَنْ لَّوْ
نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا
يَسْمَعُوْنَ ۞ تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ
اَنْۢبَآئِهَا ۚ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا
كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ
عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ ۞ وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ
وَاِنْ وَّجَدْنَآ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ ۞ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ
مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ
فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ۞ وَقَالَ مُوْسٰى
يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۞ حَقِيْقٌ عَلٰى اَنْ
لَّآ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ
فَاَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۞ قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ
فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۞ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ

ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ○ وَنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِىَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ○

اَوَلَمْ يَهْدِ اور کیا ہدایت نہیں ہوئی لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کو يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ جو وارث ہوئے ہیں زمین کے مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَآ اس کے اہل کے ہلاک ہونے کے بعد اَنْ لَّوْ نَشَآءُ کہ اگر ہم چاہیں اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ان کو بھی مصیبت میں مبتلا کردیں ان کے گناہوں کی وجہ سے وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اور ہم مہر لگا دیں ان کے دلوں پر فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ پس وہ لوگ نہیں سنتے تِلْكَ الْقُرٰى یہ بستیاں ہیں نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا ہم بیان کرتے ہیں تجھ پر ان کے کچھ حالات وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ اور البتہ تحقیق آچکے ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل لیکر فَمَا كَانُوْا پس نہیں تھے وہ لوگ لِيُؤْمِنُوْا کہ ایمان لاتے بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ اس چیز پر جس کو جھٹلا چکے تھے پہلے كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ اسی طرح ہم مہر لگاتے ہیں کافروں کے دلوں پر وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ اور نہیں پایا ہم نے ان میں اکثروں کیلئے کوئی عہد وَاِنْ وَّجَدْنَآ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ اور بے شک پایا ہم نے ان میں سے اکثروں کو البتہ نافرمان ثُمَّ بَعَثْنَا پھر بھیجا ہم نے مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى ان کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو بِاٰيٰتِنَآ اپنی نشانیوں کے ساتھ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فرعون اور اس کی جماعت کی طرف فَظَلَمُوْا بِهَا پس انہوں نے زیادتی کی ان نشانیوں

کے ساتھ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ پس دیکھ کیسا انجام ہوا فساد کرنے والوں کا وَقَالَ مُوْسٰى اور کہا موسیٰ علیہ السلام نے يٰفِرْعَوْنُ اِنِّىْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ اے فرعون میں رسول ہوں رب العالمین کی طرف سے حَقِيْقٌ حق دار ہوں عَلٰٓى اَنْ اس بات کا لَّآ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ کہ میں نہ کہوں اللہ تعالیٰ پر اِلَّا الْحَقَّ مگر حق قَدْ جِئْتُكُمْ تحقیق میں لا چکا تمہارے پاس بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ واضح دلیل تمہارے رب کی طرف سے فَاَرْسِلْ مَعِىَ بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ پس بھیج دے تو میرے ساتھ بنی اسرائیل کو قَالَ کہا فرعون نے اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ اگر تو لایا ہے کوئی نشانی فَاْتِ بِهَآ تو لا اس کو اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ اگر ہے تو سچ کہنے والوں میں فَاَلْقٰى عَصَاهُ پس ڈالا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی کو فَاِذَا هِىَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ پس اچانک وہ اژدھا بن گیا کھلے طور پر وَّنَزَعَ يَدَهٗ اور نکالا انھوں نے اپنا ہاتھ فَاِذَا هِىَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ پس اچانک وہ سفید تھا دیکھنے والوں کیلئے۔

آٹھویں پارے کے آخر میں اور نویں پارے کی ابتداء میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے کچھ قوموں کے واقعات تفصیلاً اور کچھ کے اجمالاً بیان فرمائے کہ ان لوگوں کے پاس پیغمبر آئے مگر جب انھوں نے نافرمانی کی تو ان سب پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا یہ بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ اور کیا ہدایت نہیں ہوئی ان لوگوں کو يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ جو وارث ہوئے زمین کے مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَآ اس کے اہل کے ہلاک ہونے کے

بعد۔ وارث بننے والوں سے پہلے جو زمین میں رہتے تھے ان کے ہلاک ہونے کے بعد اس وقت جو وارث ہیں ان کو ہدایت نہیں ہوئی؟ کس بات کی؟ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ اس بات کی کہ اگر ہم چاہیں تو ان کو بھی مصیبت میں مبتلا کر دیں ان کے گناہوں کی وجہ سے۔ پہلے لوگ اپنے گناہوں کی وجہ سے عذاب میں مبتلا ہوئے اس سے عبرت حاصل کرنی چاہئے ان لوگوں کو جو اس وقت زمین پر برسر اقتدار ہیں رہتے سہتے ہیں کہ ان پر بھی نافرمانی کی وجہ سے عذاب آسکتا ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا اَلسَّعِیْدُ مَنْ وُّعِظَ لِغَیْرِهٖ "نیک بخت اور سعادت مند وہ شخص ہے جو دوسروں کو دیکھ کر عبرت حاصل کرے" کہ جس طرح ان پر عذاب آیا ہے مجھ پر نہ آجائے اور اگر رب تعالیٰ نے کسی کو نعمت سے نوازا ہے تو ربّ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرے تا کہ یہ بھی نعمتوں سے نوازا جائے اور بد بخت ہے وہ انسان کہ طوفان اوپر سے گزر جائیں تو ٹس سے مس نہ ہو، نہ اچھی باتوں سے عبرت حاصل کرے اور نہ بری باتوں سے عبرت حاصل کرے وَنَطْبَعُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اور ہم مہر لگا دیں ان کے دلوں پر فَهُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ پس وہ لوگ نہیں سنتے۔ دیکھنا بہت سارے لوگ جو لفظی ترجمہ پڑھتے ہیں ان کے سامنے جب اس طرح کی آیات آتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اور ہم ان کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں تو ان کے ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ہے ہدایت کا راستہ بند کر دیا تو پھر اس میں بندے کا کیا قصور ہے؟ یہ تو پھر مجبور ہوا اور اسی طرح متعدد مقامات پر یہ بھی آتا ہے یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَیَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ جس کو چاہتا ہے اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔

ایک بڑا اعتراض اور اس کا جواب :

سطحی قسم کے لوگ کہتے ہیں رب تعالیٰ ہی گمراہ کرتا ہے اور رب تعالیٰ ہی ہدایت دیتا ہے تو پھر اس میں بندے کا کیا دخل ہے لھذا یہ دونوں باتیں غور سے سننے اور سمجھنے کے لائق ہیں ۔ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ دلوں پر مہر لگا دیتا ہے اور دوسری یہ کہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے ۔مہر لگانے کا مسئلہ اللہ تعالیٰ نے چوبیسویں پارہ سورہ حم میں سمجھایا کہ ہم مہر کب لگاتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں حٰمٓ. تَنْزِیْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یہ قرآن اتارہ ہوا ہے رحمان اور رحیم کی طرف سے کِتٰبٌ ایک کتاب ہے فُصِّلَتْ اٰیٰتُهٗ جس کی آیتوں کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا یہ قرآن عربی زبان میں ہے لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ اس قوم کیلئے جو علم رکھتی ہے بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا خوشخبری دینے والا ہے اور ڈرسنانے والا ہے فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ پس اعراض کیا ان میں سے اکثر نے فَهُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ پس وہ نہیں سنتے ایسا سننا کہ جس سے اس کو قبول کریں اور اس سے فائدہ اٹھائیں وَقَالُوْا اور کہا انھوں نے قُلُوْبُنَا فِیْٓ اَكِنَّةٍ ہمارے دل پردوں میں ہیں ہم نے دلوں کو پردوں میں چھپا کر رکھا ہوا ہے مِمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَیْهِ اس چیز سے جس کی طرف آپ بلاتے ہیں ایمان کی طرف ، دین کی طرف ، کلمے کی طرف وَفِیْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ ہیں تمہاری کوئی بات ہم نہیں سنتے وَمِنْۢ بَیْنِنَا وَبَیْنِكَ حِجَابٌ اور ہمارے درمیان اور آپ کے درمیان پردہ ہے انکار کا دشمنی کا عداوت کا فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ پس آپ اپنا کام کرتے جائیں بے شک ہم اپنا کام کر رہے ہیں ۔
اب بات سمجھیں کہ جب ان لوگوں نے اپنی مرضی اور اختیار سے اس چیز کو پسند کیا کہ اپنے

لئے ہدایت کے سارے راستے بند کئے دلوں پر پردے، کانوں میں ڈاٹیں، آنکھوں پر پردے ڈال لئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اچھا اگر تم اس بات پر راضی ہو تو خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ (بقرة) مہر لگا دی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے کہ تم جس چیز کو اپنے لئے پسند کرتے ہو ہم اسی طرح کر دیتے ہیں ایسا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی مرحلے میں جبراً ان کیلئے ہدایت کے راستے بند کر دیئے ہوں بلکہ انھوں نے اپنی مرضی سے یہ چیزیں قبول کیں اور کہتے فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ پس آپ اپنا کام کرتے جائیں ہم اپنا کام کر رہے ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ پس جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر اختیار کرے اپنی مرضی سے۔ باقی رہا دوسرا مسئلہ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ (پ ۱۴، سورة النحل) گمراہ کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جبراً نہ تو کسی کو ہدایت دیتا ہے اور نہ کسی کو گمراہ کرتا ہے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے چنانچہ سورۃ الرعد میں ارشاد ربانی ہے وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور کہتے ہیں وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ کیوں نہیں اتاری جاتی اس پر کوئی نشانی اس کے رب کی طرف سے قُلْ آپ فرما دیں اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ بے شک اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے جس کو چاہتا ہے وَيَهْدِىْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ اور ہدایت دیتا ہے اپنی طرف اس کو جو رجوع کرتا ہے۔ وہ رجوع کیسے کرے گا اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وہ لوگ جو ایمان لائے وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اور مطمئن ہیں ان کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر سے۔ تو رب

تعالیٰ ہدایت اس کو دیتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے اور گمراہ کس کو کرتا ہے؟ اس کے متعلق بھی سمجھ لیں سورۃ مومن میں ہے ثُمَّ قِیْلَ لَهُمْ پھر کہا جائے گا ان سے اَیْنَ مَا کُنْتُمْ تُشْرِکُوْنَ کہاں ہیں وہ جن کو تم شریک بناتے تھے مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے سوا قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وہ کہیں گے گم گئے ہم سے بَلْ لَّمْ نَکُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَیْئًا بلکہ ہم نہیں تھے بلاتے اس سے پہلے کسی چیز کو کَذٰلِکَ یُضِلُّ اللّٰهُ الْکٰفِرِیْنَ اسی طرح گمراہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ کفر کرنے والوں کو یعنی جو خود کفر کرتے ہیں ان کو گمراہ کرتا ہے۔ کفران کا اپنا فعل ہے فَلَمَّا زَاغُوْا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ (سورہ صف: پ ۲۸) پس جب وہ ٹیڑھے چلے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ جبراً کسی کو گمراہ نہیں کرتا۔ فرمایا نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی (النساء: ۱۱۵) ہم پھیر دیتے ہیں جس طرف کوئی جانا چاہتا ہے یہ میں نے تمہیں حوالے اس لئے بتلا دیئے ہیں کہ اگر تمہیں کسی سے گفتگو کرنی پڑے تو آسانی ہو اور اس کو سمجھا سکو۔ تو فرمایا وَنَطْبَعُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اور ہم مہر لگا دیتے ہیں ان کے دلوں پر فَهُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ پس وہ لوگ نہیں سنتے۔ ایسا سننا کہ جس سے وہ فائدہ حاصل کریں کیونکہ کافر بہرے تو نہیں ہوتے کہ وہ سرے سے سنتے ہی نہیں ہیں انہی کافروں کے متعلق فرمایا صُمٌّ بہرے ہیں بُکْمٌ گونگے ہیں عُمْیٌ اندھے ہیں حالانکہ وہ سنتے بھی ہیں اور کئی کئی گھنٹے بولتے بھی ہیں دنیا کو دیکھتے بھی ہیں مطلب یہ ہے کہ حق سننے سے بہرے ہیں حق بولنے سے گونگے ہیں حق کی چیزیں دیکھنے سے اندھے ہیں۔ بخاری شریف میں روایت آتی ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ "قیامت کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ گونگے، بہرے، اندھے تمہارے بادشاہ بن جائیں گے" آج سے تقریباً ساٹھ سال پہلے کی بات

ہے جب ہم نے یہ حدیث استاذ محترم حضرت مولانا عبدالقدیر صاحبؒ سے پڑھی جو یہاں بھی کئی دفعہ تشریف لائے ہیں پوچھا حضرت لوگ گونگوں ، بہروں ، اور اندھوں کو بادشاہ بنائیں گے تو وہاں آنکھوں والے ، بولنے والے ، سننے والے نہیں ہونگے ؟ حضرت نے فرمایا! میاں آنکھیں ہوں گی ، کان بھی ہوں گے ، زبان بھی ہوگی مگر حق کی نشانیوں کو دیکھیں گے نہیں ، حق کی بات سنیں گے نہیں ، حق کی بات زبان سے نہیں نکالیں گے ۔ آج وہ اندھے ، بہرے ، گونگے بادشاہ نظر آرہے ہیں حق کی بات سننے کیلئے تیار نہیں ہیں اور حق کی بات کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں اور اگر کبھی بھول کر حق کی بات زبان سے نکل جاتی ہے تو اس پر پسپائی اختیار کرتے ہیں اور اس کی تاویل کرتے ہیں کہ ہمارا مطلب یہ نہیں تھا ، یہ تھا فرمایا تِلْکَ الْقُرٰی نَقُصُّ عَلَیْکَ مِنْ اَنْۢبَآئِھَا یہ بستیاں ہیں ہم بیان کرتے ہیں تجھ پر ان کے کچھ حالات جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے وَلَقَدْ جَآءَتْھُمْ رُسُلُھُمْ بِالْبَیِّنٰتِ اور البتہ تحقیق آ چکے ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل لیکر فَمَا کَانُوْا پس نہیں تھے وہ لوگ لِیُؤْمِنُوْا بِمَا کَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ کہ ایمان لاتے اس چیز پر جس کو وہ جھٹلا چکے تھے پہلے ۔ پہلے قدم پر جس چیز کو جھٹلایا تھا آخر دم تک اپنی ضد پر قائم رہے اور تسلیم نہیں کیا کَذٰلِکَ یَطْبَعُ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِ الْکٰفِرِیْنَ اسی طرح ہم مہر لگاتے ہیں کافروں کے دلوں پر وَمَا وَجَدْنَا لِاَکْثَرِھِمْ مِّنْ عَھْدٍ اور نہیں پایا ہم نے ان میں سے اکثروں کیلئے کوئی عہد وَاِنْ وَّجَدْنَآ اَکْثَرَھُمْ لَفٰسِقِیْنَ اور بے شک پایا ہم نے ان میں سے اکثر کو البتہ نافرمان ۔ دنیا میں اکثریت ہمیشہ نافرمانوں کی رہی ہے ۔ فرمانبردار بہت تھوڑے رہے ہیں پیغمبروں کے اجمالاً ذکر کے بعد فرمایا ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِھِمْ مُّوْسٰی پھر بھیجا ہم

نے ان کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو بِاٰیٰتِنَا اپنی نشانیاں دیکر۔

پانچ فرقوں کا ذکر :

موسیٰ علیہ السلام کا ذکر قرآن کریم میں متعدد مقامات پر آتا ہے اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ سرزمین عرب پر مشرکین کے بعد مردم شماری کے اعتبار سے یہودیوں کا نمبر تھا مدینہ طیبہ اور اس کے آس پاس علاقوں پر بھی ان کا کنٹرول تھا اور خیبر سارا ان کا تھا آبادی کے اعتبار سے تیسرے نمبر پر عیسائی تھے نجران وغیرہ کے علاقے میں عیسائی آباد تھے اور دوسرے علاقوں میں بھی تھوڑے تھوڑے آباد تھے چوتھے نمبر پر صابی فرقہ تھا اور پانچویں نمبر پر مجوسی تھے آنحضرت ﷺ جب مبعوث ہوئے تو اس وقت یہ پانچ فرقے تھے جن کا ذکر قرآن کریم میں آتا ہے اور یہ عرب لوگ یہودیوں کے جلسوں اور محفلوں میں شریک ہوتے تھے وہ لوگ موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان کرتے تھے اور یہ سنتے تھے۔ اس لئے یہ قصہ اپنی حقیقت کے ساتھ بار بار بیان ہوا ہے تاکہ وہ اس سے سبق حاصل کریں اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَائِهٖ فرعون اور اس کی جماعت کی طرف نشانیاں دیکر موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا۔ نشانیوں کی تفصیل آگے آرہی ہے فرعون مصر کے بادشاہ کا لقب ہوتا تھا جیسے روم کے بادشاہ کا لقب قیصر اور ایران کے بادشاہ کا لقب کسریٰ ہوتا تھا موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جو فرعون تھا اس کا نام تھا ولید بن مصعب بن دیان بڑا خبیث اور شیطان آدمی تھا بڑا چالاک ہوشیار حق تلفی کرنے والا ظلم اور گھلپے مارنے والا اس وقت جو بڑے لیڈر ہیں ان کا بھائی تھا یہ سب بدمعاش ہیں فَظَلَمُوْا بِهَا پس انھوں نے زیادتی کی نشانیوں کے ساتھ۔ انکار کر گئے اور کسی کو تسلیم نہ کیا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ پس دیکھ کیسا انجام ہوا فساد

کرنے والوں کا۔فرعون کی لاش اس وقت بھی مصر کے عجائب گھر میں پڑی ہوئی ہے لوگ جا کر تماشا دیکھتے ہیں اور بھی کئی فرعون وہاں پڑے ہیں وَقَالَ مُوسٰی اور فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے یٰفِرۡعَوۡنُ اے فرعون اِنِّی رَسُوۡلٌ مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ میں رسول ہوں رب العالمین کی طرف سے حَقِیۡقٌ حق دار ہوں عَلٰٓی اَنۡ اس بات کا لَّآ اَقُوۡلَ عَلَی اللّٰہِ اِلَّا الۡحَقَّ کہ میں نہ کہوں اللہ تعالیٰ پر مگر حق یعنی میں جو بات کہتا ہوں وہ رب تعالیٰ نے فرمائی ہے اس میں غلط بیانی نہیں ہے قَدۡ جِئۡتُکُمۡ بِبَیِّنَۃٍ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ تحقیق میں لا چکا تمہارے پاس واضح دلیل تمہارے رب کی طرف سے فَاَرۡسِلۡ مَعِیَ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ پس بھیج دے تو میرے ساتھ بنی اسرائیل کو۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو مطالبات کیے تھے ان میں سے ایک یہ تھا کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں رسالت کا مسئلہ آ گیا رَبُّ الۡعٰلَمِیۡنَ میں توحید کا مسئلہ آ گیا اور دوسرے مقام پر قیامت کا ذکر بھی ہے اِنَّ السَّاعَۃَ لَاٰتِیَۃٌ اور سورۃ طٰہٰ میں نماز کا ذکر بھی ہے اور بھی کچھ نیکیاں ہیں۔ان بنیادی مسائل کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے ان کی آزادی بھی میرا مقصد ہے۔صدیوں سے تم ان سے بیگار لے رہے ہو ان کو آزاد کر کے میرے ساتھ بھیج میں ان کو ارضِ مقدس لے جانا چاہتا ہوں جو ہمارا آبائی علاقہ ہے۔تاکہ یہ کھل کر رب تعالیٰ کی عبادت کریں معلوم ہوا کہ اگر قوم غلام ہو تو اس کو آزاد کرنا بھی پیغمبروں کے سبق میں شامل تھا قَالَ فرعون نے کہا اِنۡ کُنۡتَ جِئۡتَ بِاٰیَۃٍ اگر تو لایا ہے کوئی نشانی فَاۡتِ بِہَاۤ تو لے آ اس کو اِنۡ کُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِیۡنَ اگر ہے تو سچ کہنے والوں میں سے۔

حضرت موسیٰ دربارِ فرعون میں :

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب فرعون کو دعوت دینے کیلئے تشریف لے گئے ہیں اس وقت ان کے ساتھ صرف ان کے بھائی حضرت ہارونؑ تھے۔ فرعون کا بہت بڑا تخت تھا اس پر کرسی تھی سر پر تاج رکھ کر اس پر بیٹھا ہوا تھا اس کے دائیں طرف اس کا وزیر اعظم ہامان بیٹھا ہوا تھا اور بائیں طرف وزیر دفاع بیٹھا ہوا تھا اور ان کے علاوہ باقی وزراء اور مشیر حضرات بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ بڑا شاہی حلقہ تھا موسیٰ علیہ السلام نے اُون کے کپڑے پہنے ہوئے تھے پہلے تو انھوں نے دیکھ کر مذاق اڑایا کہ ملنگ کہاں سے آگیا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب توحید و رسالت ، قیامت کا مسئلہ بیان کرنے کے بعد جب بنی اسرائیل کی آزادی کا مطالبہ کیا تو فرعون نے کہا کہ اگر تم سچے ہو تو کوئی نشانی لاؤ......

معجزاتِ موسیٰ علیہ السلام :

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس عصا تھا فَاَلْقٰى عَصَاهُ پس ڈالا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی کو فَـاِذَاهِـيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ پس اچانک وہ اژدھا بن گیا کھلے طور پر۔ جب لاٹھی اژدھا بن گیا تو اژدھا نے فرعون کی طرف رخ کیا فرعون بدحواس ہو کر نیچے گرا اوپر اس کے کرسی باقی سارے سہم گئے لیکن وہاں سے کوئی بھاگا نہیں کیونکہ فرعون بڑا سخت گیر تھا سب پر خوف تھا کہ یہ نہ کہے کہ تم دوڑے کیوں تھے ایسے موقع پر ہر ایک کو جان کی فکر ہوتی ہے۔ ایک معجزہ تو یہ دکھایا اور دوسرا وَنَزَعَ يَدَهٗ اور نکالا انھوں نے اپنا ہاتھ فَاِذَاهِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ پس اچانک وہ سفید تھا دیکھنے والوں کیلئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا تو وہ ایسا منور تھا کہ اس کے سامنے سورج کی روشنی بھی مات تھی۔

باقی واقعہ آگے آئے گا۔ انشاء اللہ

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ○ يُرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ ۚ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ○ قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِى الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ○ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ○ وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ○ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ○ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِىَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ○ قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ○ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَاِذَا هِىَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ○ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ○

قَالَ الْمَلَاُ کہا جماعت نے مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ فرعون کی قوم سے اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ بیشک یہ موسیٰ علیہ السلام بڑا ماہر جادوگر ہے يُرِيْدُ وہ ارادہ کرتا ہے اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ اس بات کا کہ تمہیں نکال دے تمہاری زمین

سے فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ پس تم کیا حکم کرتے ہو قَالُوْٓا انھوں نے کہا اَرْجِهْ
وَاَخَاهُ مہلت دے اس کو اور اسکے بھائی کو وَاَرْسِلْ فِی الْمَدَآئِنِ حٰشِرِیْنَ اور
بھیج دو شہروں میں جمع کرنے والے یَاْتُوْكَ لائیں گے تیرے پاس بِكُلِّ سٰحِرٍ
عَلِیْمٍ ہر ایسے جادوگر کو جو علم والا ہوگا وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ اور آئے جادوگر
فرعون کے پاس قَالُوْٓا کہنے لگے اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا بیشک ہمارے لئے کچھ اجر ہوگا
اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِیْنَ اگر ہم غالب ہوگئے قَالَ نَعَمْ فرعون نے کہا ہاں وَاِنَّكُمْ
لَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ اور البتہ تم مقربین میں سے ہو جاؤ گے قَالُوْا یٰمُوْسٰٓی کہا جادو
گروں نے اے موسیٰ علیہ السلام اِمَّآ اَنْ تُلْقِیَ یا تو آپ ڈال دیں وَاِمَّآ اَنْ
نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِیْنَ یا ہم ہوں ڈالنے والے قَالَ موسیٰ علیہ السلام نے کہا
اَلْقُوْا تم ڈالو فَلَمَّآ اَلْقَوْا پس جس وقت انھوں نے ڈالا سَحَرُوْٓا اَعْیُنَ
النَّاسِ انھوں نے جادو کر دیا لوگوں کی آنکھوں میں وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ اور خوفزدہ
کر دیا ان کو وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِیْمٍ اور لائے وہ بہت بڑا جادو وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی
مُوْسٰٓی اور ہم نے وحی کی موسیٰ علیہ السلام کی طرف اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ کہ ڈال دو
تم اپنی لاٹھی کو فَاِذَا هِیَ تَلْقَفُ پس اچانک وہ نگل گئی مَا یَاْفِكُوْنَ اس چیز کو جو وہ
بناتے تھے فَوَقَعَ الْحَقُّ پس ثابت ہوگیا حق وَبَطَلَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ اور
باطل ہوگئی وہ کارروائی جو وہ کرتے تھے فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ پس وہ یہاں مغلوب
ہوگئے وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِیْنَ اور لوٹے وہ ذلیل ہو کر۔

موسیٰ علیہ السلام، فرعون اوران کی قوم کا ذکر پیچھے سے چلا آ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت ورسالت عطا فرمائی اور ان کے بھائی ہارونؑ کو بھی جو موسیٰ علیہ السلام سے عمر میں تین سال بڑے تھے اور درجے اور رتبے کے لحاظ سے موسیٰ علیہ السلام بڑے تھے حضرت ہارونؑ ان کے وزیر، معاون اور امدادی تھے دونوں بھائی فرعون کے دربار میں پہنچے فرعون تخت پر کرسی پر بیٹھا ہوا تھا تاج شاہی پہن کر۔ اس کے وزیر، مشیر اور فوجی افسران بھی موجود تھے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں رب تعالیٰ کا رسول ہوں توحید ورسالت کا مسئلہ بیان فرمایا اور فرمایا کہ قیامت کا عقیدہ یقینی ہے اور بنی اسرائیل کو آزاد کر کے میرے ساتھ بھیج دو فرعون نے کہا کہ اگر تم پیغمبر ہو تو کوئی نشانی دکھاؤ موسیٰ علیہ السلام نے عصا ڈالا تو وہ اژدھا بن گیا فرعون پیچھے گر گیا اور باقی تمام گھبرا گئے۔ پھر آپ نے اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا تو وہ سورج سے زیادہ روشن تھا یہ نشانیاں جب دیکھیں تو قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ کہا جماعت نے فرعون کی قوم سے جو اس کی کابینہ کے افراد وزیر، مشیر اور بڑے بڑے فوجی افسر تھے اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ بیشک یہ موسیٰ علیہ السلام بڑا ماہر جادوگر ہے۔ فن کو جانتا ہے موسیٰ علیہ السلام کے دونوں معجزوں عصا اور ید بیضا کو جادو کے ساتھ تعبیر کیا (معاذ اللہ تعالیٰ)۔ اور موسیٰ علیہ السلام کو علیم فن کو جاننے والا ماہر کہا يُرِيْدُ وہ ارادہ کرتا ہے چاہتا ہے اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ کہ تمہیں نکال دے تمہاری زمین سے تمہیں مرعوب کر کے سرزمین مصر سے نکال دے اور گیارہویں پارے میں آتا ہے تَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِي الْاَرْضِ (سورۃ یونس) اور ہو جائے بڑائی تم دونوں بھائیوں کی زمین میں۔ یعنی ہمیں نکال کر تم بڑا بننا

چاہتے ہو فَمَاذَا تَأْمُرُوْنَ پس تم کیا حکم کرتے ہو اور مشورہ دیتے ہو اب ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ کیونکہ اہم باتوں میں لوگ مشورہ کرتے ہیں۔

مشورہ کن امور میں کرنا چاہئے :

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ (پ،۲۵) اوران کا معاملہ آپس میں مشورے سے طے ہوتا ہے اور آنحضرت ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا وَشَاوِرْهُمْ فِى الْاَمْرِ (پ،۴) اوراہم معاملہ میں ان سے مشورہ کرلیا کریں لیکن مشورہ ان چیزوں میں ہوگا جو منصوص نہیں ہیں یعنی جن کے متعلق شریعت میں واضح احکام نہیں ہیں اور جن کاموں کے متعلق شریعت میں واضح احکام موجود ہیں ان کے متعلق مشورے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا مثلاً شراب حرام ہے اس کے متعلق کوئی مشورہ کرے کہ اس کو جاری رہنا چاہئے یا بند کردینا چاہئے تو یہ کوئی مشورہ نہیں ہے۔ زنا حرام ہے اس کیلئے چکلوں کی اجازت دینی چاہئے یا نہیں تو اس کے متعلق مشورے کی کوئی حیثیت نہیں ہے کیونکہ یہ منصوص ہے اور وہ مسائل جو غیر منصوص ہیں شریعت میں ان کے متعلق واضح احکام موجود نہیں ہیں دنیا میں اس طرح کے بے شمار مسائل پیدا ہوتے رہتے ہیں ان کے متعلق شریعت نے مشورے کی اجازت دی ہے۔ تو کہا مشورہ دو ہمیں کیا کرنا چاہئے قَالُوْا ان لوگوں نے کہا اَرْجِهْ اس کو مہلت دے وَاَخَاهُ مہلت اور اسکے بھائی کو بھی اور دونوں کو تاریخ دے دو وَاَرْسِلْ فِى الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ اور بھیج دو شہروں میں جمع کرنے والے۔ وہ سب جادوگروں کو اکھٹا کرکے لائیں یہاں پر اجمال ہے اور سورہ طٰہٰ میں تفصیل ہے فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ پس ہم

لائیں گے تیرے مقابلے اس جیسا جادو فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهُ نَحْنُ وَلَا اَنْتَ مَكَانًا سُوًى پھر مقرر کر ہمارے اور اپنے درمیان ایک وعدہ نہ ہم اس کی خلاف ورزی کریں نہ تم ایک کھلے میدان میں۔ فرعون اور اس کے ساتھیوں کے ذہن میں یہ ہوگا کہ موسیٰ علیہ السلام کہیں گے کہ میں حکومت کے ساتھ ٹکر نہیں لینا چاہتا حکومت جانے اور اس کا کام میں نے رب تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا ہے اور بات واضح طور پر سمجھا دی ہے اور اقتدار ہمارے پاس ہے۔ ہم خوب پروپیگنڈہ کریں گے کہ موسیٰ علیہ السلام رہ گیا ہے، ہار گیا ہے، مقابلے میں نہیں آیا۔ مگر قَالَ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى تمہارا وعدہ زینت کا دن ہے اور یہ کہ اکٹھے ہو جائیں لوگ دن چڑھتے وقت۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عید کا دن مقرر فرمایا جو ان کے دین کے مطابق عید تھی اور چاشت کا وقت مقرر فرمایا کہ لوگ چاشت کے وقت عید مناتے ہیں موسیٰ علیہ السلام کا جواب سن کر فرعون گھبرا گیا کیونکہ ان کا خیال تھا کہ یہ ہتھیار ڈال دے گا فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى (پ،۱۶) پس اکٹھا کیا اس نے اپنی تدبیر کو پھر آیا۔ اس زمانے میں جادوگری بڑا اونچا فن سمجھا جاتا تھا اور مصر کا علاقہ بڑا زرخیز تھا کھیت، باغات، نہریں، دریا نیل کی وجہ سے بڑی رونق تھی چپے چپے پر شہر آباد تھے حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ جادوگر آئے کوئی سو میل کی مسافت سے کوئی پچاس اور کوئی دو سو میل کی مسافت سے کوئی ہزار اور کوئی دو ہزار میل کی مسافت سے۔ کسی کے ساتھ ایک خادم اور کسی کے ساتھ دو اور کسی کے ساتھ تین اور کسی کے ساتھ دس اور کسی کے ساتھ بیس خادم تھے کوئی گھوڑے پر سوار اور کوئی خچر پر کوئی اونٹ پر اور کوئی گدھے پر۔ عملہ خاصہ پھیلا ہوا تھا ان کی

تعداد ستر ہزار بھی لکھی ہے۔ اسی اور بیاسی ہزار بھی لکھی ہے یَاْتُوْکَ بِکُلِّ سٰحِرٍ عَلِیْمٍ لائیں گے تیرے پاس ہر ایسے جادوگر کو جو علم والا ہوگا ماہر وَجَآءَ السَّحَرَۃُ فِرْعَوْنَ اور آئے جادوگر اوران کو مقابلے کی اجازت ملی۔ جادوگروں نے آپس میں مشورہ کیا کہ فرعون بڑا ظالم اور جابر آدمی ہے۔ ہم آتو گئے ہیں مگر پہلے اس سے طے کرلو کہ اگر ہم غالب آگئے تو ہمیں کچھ اجرت بھی ملے گی کیونکہ ہم خرچ کر کے آئے ہیں سواریاں ہیں خادم ہیں کسی کی اپنی سواری ہے کوئی کرائے پر لے کر آیا ہے اور کھانے پینے کا بھی خرچہ ہے لھذا ہمیں کوئی خرچہ ملے گا یا ہم سے ویسے ہی بیگار لی جارہی ہے جادوگر فرعون کے پاس گئے

فرعون کا جادوگروں کولالچ دینا :

قَالُوْآ کہنے لگے اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ کُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِیْنَ بیشک ہمارے لئے کچھ اجر ہوگا اگر ہم غالب ہوگئے۔ کچھ خرچہ معاوضہ ہمیں ملے گا یا نہیں قَالَ نَعَمْ فرعون نے کہا ہاں باقاعدہ خرچہ ملے گا صرف خرچہ ہی نہیں وَاِنَّکُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ اور البتہ تم مقربین میں سے ہوجاؤ گے۔ تمہیں تمغے ملیں گے جس طرح حکومتیں تمغے دیتی ہیں۔ انگریز کے زمانے میں کسی کو خان بہادر کا کسی کو سر کا کسی کو کچھ اور کسی کو کچھ تمغہ ملتا تھا سٹیج لگا ہوا ہے فرعون کرسی پر اور ہامان اس کے ساتھ بیٹھا ہے ارکین سلطنت بھی موجود ہیں۔ ستر ہزار تو جادوگر تھے پبلک کتنی ہوگی اس کا خود اندازہ لگالو دوسری طرف موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی ہیں مخالفوں کو اپنی کثرت پر گھمنڈ تھا جادوگروں کا وفد موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا قَالُوْا کہنے لگے......

جادوگروں کا میدان میں رسیاں پھینکنا :

یٰمُوْسٰى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ اے موسیٰ علیہ السلام یا تو آپ ڈال دیں وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ یا ہم ہوں ڈالنے والے۔ یعنی پہل آپ نے کرنی ہے یا ہم نے کرنی ہے قَالَ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اَلْقُوْا تم ڈالو جو کچھ تم نے ڈالنا ہے فَلَمَّآ اَلْقَوْا پس جب ڈالا انھوں نے۔ کیا ڈالا؟ اس چیز کا اس مقام پر ذکر نہیں ہے سورۃ طٰہٰ (۱۶، پ) میں ہے فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ پس اچانک ان کی رسیاں اور لاٹھیاں يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى موسیٰ علیہ السلام کے خیال میں اس طرح دکھائی دیتی تھیں ان کے سحر کی وجہ سے کہ وہ دوڑ رہی ہیں انھوں نے رسیاں اور لاٹھیاں پھینکیں امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ انھوں نے رسیوں اور لاٹھیوں میں پارہ ڈالا ہوا تھا اور پارا گرمی میں نقل و حرکت کرتا ہے پارہ انھوں نے کافی مقدار میں ڈالا ہوا تھا وہ پارے کے زور سے دوڑ رہی ہیں مگر دوسرے مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ ان کے جادو کے زور سے رسیاں اور لاٹھیاں سانپ بن گئے اور خود امام رازیؒ نے بھی پہلے پارے میں ہاروت اور ماروت کے واقعہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ......

جادو کا اثر :

جادو میں اتنا اثر ہے کہ آدمی کو گدھا اور گدھے کو آدمی بنا دے اور کہتے ہیں کہ یہ اہلسنت والجماعت کا مسلک ہے۔ تو امام رازی جب خود مانتے ہیں کہ جادو میں اتنا اثر ہے تو کچھ بعید نہیں ہے کہ وہ رسیاں اور لاٹھیاں حقیقۃً سانپ بن گئے ہوں بہتر ہزار جادوگر ہیں ہر جادوگر نے دو سانپ نکالے ایک رسی اور ایک لاٹھی تو ایک لاکھ چوالیس ہزار سانپ میدان میں آگئے کیسا سماں ہوگا آج ایک چھوٹا سا سانپ نکل آئے تو لوگوں کے ہوش و

ہو اس خطا ہو جاتے ہیں جان بچانے کیلئے دوڑ لگا دیتے ہیں اور سورۃ نمل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں ہے فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَانٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ پس جب دیکھا موسیٰ علیہ السلام نے لاٹھی کو کہ وہ حرکت کر رہی ہے گویا کہ وہ سانپ ہے تو پشت پھیری موسیٰ علیہ السلام نے۔ سورۃ طٰہٰ میں ہے قَالَ اللہ تعالیٰ نے فرمایا خُذْهَا وَلَا تَخَفْ اس کو پکڑو اور ڈرو مت سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى ہم اس کو پہلی حالت پر پلٹ دیں گے لاٹھی بنا دیں گے اس سے اندازہ لگاؤ کہ جب ایک لاکھ چوالیس ہزار کے قریب سانپ میدان میں ہوں گے کیا عالم ہوگا فرعون زندہ باد کے نعرے لگ رہے ہیں سورہ طٰہٰ میں ہے فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى پس محسوس کیا موسیٰ علیہ السلام نے اپنے جی میں ڈر۔

حضرت موسیٰ کے گھبرانے کی حقیقت :

موسیٰ علیہ السلام کچھ گھبرائے اور گھبرائے اس بات سے نہیں کہ معاذ اللہ آج یہ غالب آ جائیں گے اور میں مغلوب ہو جاؤں گا حاشا وکلا ایسی کوئی بات نہیں تھی گھبرائے اس بات سے کہ ان لوگوں نے سانپ دیکھ کر دوڑنا شروع کر دیا ہے جب میری باری آئی اور انھوں نے اچھی طرح نہ دیکھا تو پھر کیا ہوگا؟ یہ خوف تھا اور دوسری وجہ مفسرین کرام رحمھم اللہ تعالیٰ نے یہ لکھی ہے کہ اس بات کا خوف تھا کہ انھوں نے رسیاں اور لاٹھیاں ڈالی ہیں سانپ بن گئے ہیں میں ڈالوں گا اژدھا بن جائے گا لوگ فرق کس طرح کریں گے کہ کون سچا ہے اور کون جھوٹا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کامیابی :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْیُنَ النَّاسِ پس جس وقت انھوں نے ڈالا انھوں نے جادو کردیا لوگوں کی آنکھوں میں وَاسْتَرْھَبُوْھُمْ اور خوفزدہ کردیا ان کو وَ جَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِیْمٍ اور لائے وہ بہت بڑا جادو وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اور ہم نے وحی کی موسیٰ علیہ السلام کی طرف اَنْ اَلْقِ عَصَاکَ کہ ڈال دو تم بھی اپنی لاٹھی کو فَاِذَا ھِیَ تَلْقَفُ مَایَاْفِکُوْنَ پس اچانک وہ نگل گئی اس چیز کو جو وہ بناتے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام کا سانپ اژدھا بن کر ایک لاکھ چوبیس ہزار سانپوں کو نگل گیا جادوگر چونکہ اپنے فن کے ماہر تھے وہ سمجھ گئے یہ جادو نہیں ہے کیونکہ جادو میں اتنا ہی زور ہے کہ لاٹھی اور رسی سانپ نظر آئے اس میں حقیقت نہیں بدلتی یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ دوسروں کو کھا جائے کہ اژدھا ہمارے سانپوں کو ایک ایک کرکے نگل جائے جیسے مرغی دانے چگتی ہے لھذا یہ جادو نہیں ہے فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ پس ثابت ہوگیا حق اور باطل ہوگئی وہ کاروائی جو وہ کرتے تھے فَغُلِبُوْا ھُنَالِکَ پس وہ یہاں مغلوب ہوگئے وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِیْنَ اور لوٹے وہ ذلیل ہوکر۔ آگے بات آئے گی کہ انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ فرعون بھی مان لیتا اور اس کی کابینہ کے افراد مشیر وزیر بھی سر تسلیم خم کرتے لیکن کسی نے نہ مانا البتہ جادوگروں نے مان لیا اور فرعون ان کے پیچھے پڑ گیا وہ انشاء اللہ آئندہ آئے گا۔

وَاُلْقِیَ السَّحَرَۃُ سٰجِدِیْنَ ○ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ رَبِّ مُوْسٰی وَھٰرُوْنَ ○ قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَکُمْ ج اِنَّ ھٰذَا لَمَکْرٌ مَّکَرْتُمُوْہُ فِی الْمَدِیْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ اَھْلَھَا ج فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ○ لَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّکُمْ اَجْمَعِیْنَ ○ قَالُوْٓا اِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ○ وَمَا تَنْقِمُ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰیٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا ط رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ ○ وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰی وَقَوْمَهٗ لِیُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَیَذَرَکَ وَاٰلِھَتَکَ ط قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَھُمْ وَنَسْتَحْیٖ نِسَآءَھُمْ ج وَاِنَّا فَوْقَھُمْ قٰھِرُوْنَ ○

وَاُلْقِیَ السَّحَرَۃُ سٰجِدِیْنَ اور ڈال دیئے گئے جادوگر سجدے میں قَالُوْٓا اٰمَنَّا کہا انھوں نے ہم ایمان لائے بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ رب العالمین پر رَبِّ مُوْسٰی وَھٰرُوْنَ جو کہ رب ہے موسیٰ علیہ السلام کا اور ہارون علیہ السلام کا قَالَ

فِرْعَوْنُ کہا فرعون نے اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ تم ایمان لائے ہو اس پر اس سے پہلے کہ میں تم کو اجازت دیتا اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ بیشک یہ ایک داؤ ہے مَّكَرْتُمُوْهُ فِی الْمَدِیْنَةِ جو تم نے شہر میں مکر کیا ہے لِتُخْرِجُوْا مِنْهَاۤ اَهْلَهَا تا کہ نکالو تم اس کے ذریعے اس کے رہنے والوں کو فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ پس عنقریب تم جان لو گے لَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَكُمْ البتہ میں ضرور کاٹوں گا تمہارے ہاتھ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ اور تمہارے پاؤں الٹے ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِیْنَ پھر میں تم سب کو سولی پر لٹکا دوں گا قَالُوْۤا انھوں نے کہا اِنَّاۤ اِلٰی رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ بے شک ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں وَمَا تَنْقِمُ مِنَّاۤ اور تو نہیں انتقام لیتا ہم سے اِلَّاۤ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰیٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا مگر اس لئے کہ ہم ایمان لائے اپنے رب کی آیات پر جب وہ ہمارے پاس آچکیں رَبَّنَاۤ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا اے ہمارے رب! ڈال ہم پر صبر وَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ اور وفات دے ہم کو اس حال میں کہ ہم مسلمان ہوں وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ کہا جماعت نے فرعون کی قوم سے اَتَذَرُ مُوْسٰی وَقَوْمَهٗ تو چھوڑتا ہے موسیٰ علیہ السلام کو اور اس کی قوم کو لِیُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ تا کہ وہ فساد مچائیں زمین میں وَیَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ اور وہ چھوڑ دیں تجھے اور تیرے معبودوں کو قَالَ کہا فرعون نے سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْیٖ نِسَآءَهُمْ ہم ضرور قتل کریں گے ان کے بیٹوں کو اور زندہ رکھیں گے ان کی عورتوں کو وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ اور بے شک ہم ان پر غالب ہیں۔

گذشتہ درس میں یہ بیان ہوا تھا کہ مصر شہر میں موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے جادوگروں کا مقابلہ ہوا تھا بہت بڑا وسیع میدان تھا عید کا دن تھا چاشت کا وقت تھا فرعون، اس کی کابینہ، فوج اور پبلک اکٹھی تھی بہتر ہزار جادوگروں نے ایک ایک رسی اور ایک ایک لاٹھی میدان میں ڈالی ایک لاکھ چوالیس ہزار سانپ میدان میں نکل آئے نعرے پر نعرے لگنے شروع ہو گئے لوگوں نے اِدھر اُدھر دوڑنا شروع کر دیا عجیب قسم کا منظر تھا موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنا عصا مبارک میدان میں ڈالا تو وہ اژدھا بن کر سب کو نگل گیا پھر موسیٰ علیہ السلام نے اس پر ہاتھ رکھا تو وہ لاٹھی بن گئی یہ کاروائی دیکھ کر وَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سٰجِدِیْنَ اور ڈال دیئے گئے جادوگر سجدے میں۔ انھوں نے یقین کرلیا کہ موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر جو کچھ ظاہر ہوا ہے جادو نہیں ہے معجزہ ہے قَالُوْآ کہا انھوں نے اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہم ایمان لائے رب العالمین پر۔ کون رب العالمین؟ رَبِّ مُوْسٰی وَھٰرُوْنَ جو رب ہے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا۔ یہ وضاحت اس لئے فرمائی کہ فرعون خبیث بھی دعوی کرتا تھا رب ہونے کا اور کہتا تھا اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی اسلئے انھوں نے وضاحت فرمادی کہ رب سے مراد یہ بناوٹی رب نہیں ہے بلکہ کائنات کے رب پر ایمان لائے ہیں جو موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا رب ہے۔ انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ جب فرعون کے وکیلوں نے تسلیم کرلیا تو فرعون کو بھی تسلیم کر لینا چاہئے تھا کیونکہ وکیل کی ہار جیت مؤکل کی ہار جیت ہوتی ہے یہ نہیں ہوسکتا کہ وکیل ہار گیا اور مؤکل جیت گیا یہ جادوگر فرعون کے وکیل تھے انھوں نے ہار مان لی اور سب نے مان لی کیونکہ کسی کا استثناء نہیں ہے کہ کچھ نے مانا اور کچھ نے نہ مانا بلکہ سب کے سب مومن ہو گئے اور اپنی

شکست تسلیم کرلی، سجدے میں گر گئے۔لیکن قَالَ فِرْعَوْنُ کہا فرعون نے اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ تم ایمان لائے ہو اس پر پہلے اس سے کہ میں تم کو اجازت دیتا۔

فرعونیتِ فرعون :

فرعون اب غنڈہ گردی پر اتر آیا کیونکہ جس کے پاس اقتدار ہو تو وہ ایسا ہی کرتا ہے اقتدار کا نشہ بہت بری چیز ہے۔حق و باطل کو نہیں سمجھنے دیتا کہنے لگا تمہیں بلایا میں نے تھا خرچہ تم پر میں نے کیا تھا اور میری اجازت کے بغیر اس پر ایمان لے آئے ہو اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِى الْمَدِيْنَةِ بے شک یہ ایک داؤ ہے جو تم نے شہر میں کیا ہے۔ یہاں اجمال ہے سورۃ طٰہٰ میں ہے اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِىْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ یہ تمہارا بڑا ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے۔یہ تمہارا استاد ہے تم اس کے شاگرد ہو اندر سے تم آپس میں ملے ہوئے ہو حکومت کے خلاف سازش کر رہے ہو لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ اَهْلَهَا تاکہ نکالو تم اس کے ذریعے اس کے رہنے والوں کو اور تمہارا اقتدار قائم ہو جائے فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ پس عنقریب تم جان لو گے لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ البتہ میں ضرور کاٹوں گا تمہارے ہاتھ اور تمہارے پاؤں الٹے۔ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ دایاں ہاتھ کاٹوں گا بایاں پاؤں یا بائیں ہاتھ اور دائیں پاؤں کو کاٹوں گا ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ پھر میں تم سب کو سولی پر لٹکا دوں گا۔اور دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ میں ضرور تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹ دوں گا کیونکہ تم نے میری مخالفت کی ہے اس کی میں تمہیں سزا دوں گا۔

ایمان والوں کا جواب :

فرعون کی اس دھمکی سے وہ جادوگر جو ابھی ابھی مومن ہوئے ہیں مرعوب نہیں

ہوئے قَالُوْٓا کہا انھوں نے اِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ بے شک ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ اور سورۃ طٰہٰ میں ہے کہ انھوں نے کہا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ پس کر لے تو جو بھی فیصلہ کرنے والا ہے اِنَّمَا تَقْضِیْ ھٰذِہِ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا سوائے اس کے نہیں کہ تو صرف اس دنیا کی زندگی کو ہی ختم کرسکتا ہے اگر اس سے ہماری آخرت بن جائے تو سودا مہنگا نہیں ہے۔ قرآن کریم میں اس کی تفصیل نہیں ہے کہ فرعون نے اپنی دھمکی پر عمل کیا یا نہیں کیا۔ البتہ مختلف تفسیروں میں آتا ہے کسی میں اجمالاً اور کسی میں تفصیلاً کہ اس نے دھمکی پر عمل کیا۔

فرعون نے ستر کے ہاتھ پاؤں کاٹے :

تفسیر ابن کثیر وغیرہ میں ہے کہ فرعون نے ستّر جادوگر جو سب جادوگروں سے بڑے تھے اور اب مسلمان ہو چکے تھے ان کے ہاتھ پاؤں بھی کاٹے اور ان کو سولی پر بھی لٹکایا۔ عجیب منظر تھا ہاتھ اور پاؤں کاٹے جا رہے تھے اور ہر ایک ہاتھ پاؤں کٹوانے کیلئے آگے بڑھ رہا تھا حالانکہ نہ ان کو ہتھکڑیاں لگی ہوئی تھیں اور نہ پولیس کا پہرہ تھا اور ہر ایک کہتا تھا کہ میرا نمبر ہے پہلے میرے ہاتھ پاؤں کاٹو ایمانی قوت بہت بڑی چیز ہے۔ ۱۹۵۳ء میں جب تحریک ختم نبوۃ چلی تو جنرل اعظم ظالم نے تقریباً دس ہزار نوجوان شہید کیا ہمارے سامنے کی بات ہے نوجوان گریبان کھول کر آگے بڑھتے تھے کہ ہمیں گولی مارو دوڑا کوئی نہیں۔

حضرت خباب بن ارت کی استقامت :

حضرت خباب بن ارتؓ آنحضرت ﷺ کے پاس آئے آنحضرت ﷺ کعبۃ اللہ

کے سائے میں چادر کا تکیہ سر مبارک کے نیچے رکھے لیٹے ہوئے تھے حضرت خبابؓ نے اپنی کمر سے کرتا اٹھا کر دیکھایا کمر میں جلنے کی وجہ سے گڑھے بنے ہوئے تھے جسطرح ہمارے یہاں کیکر کے درخت کے کوئلے دیر سے بجھتے ہیں اس طرح عرب میں ایک درخت ہے اس کو غضا کہتے ہیں اس کا کوئلہ بھی دیر تک جلتا رہتا ہے۔ اس کے کوئلے کو خوب جلا کر حضرت خبابؓ کو پشت کے بل لٹا کر چھاتی پر پاؤں رکھ کر کہتے کہ بتا کلمہ چھوڑتا ہے کہ نہیں وہ فرماتے کہ کلمہ چھوڑنے والی چیز تو نہیں ہے وہ تو پکڑنے اور قابو کرنے والی چیز ہے۔ بدن سے رطوبت نکلتی خون نکلتا جس سے وہ کوئلے ٹھنڈے ہوتے تو حضرت خبابؓ نے آنحضرتؐ کو وہ گڑھے دکھائے اور عرض کیا حضرت ان کے لئے بددعا کریں اللہ تعالیٰ ان کا بیڑا غرق کرے۔

ایمان والوں کی استقامت :

آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے خباب! دین کے سلسلے میں بڑی تکلیفیں آتی ہیں تم سے پہلے ایسے لوگ بھی گذرے ہیں کہ ظالموں نے ان کو زمین میں ناف تک گاڑ کر آری کے ساتھ چیر کر دو ٹکڑے کر دیا مگر انھوں نے ایمان نہیں چھوڑا لوہے کی کنگھیوں سے ان کے بدن سے جلد اور گوشت نوچ دیا گیا مگر انھوں نے کلمہ نہیں چھوڑا ایمان کی قوۃ بڑی قوت ہوتی ہے ہم ایمانی لحاظ سے کمزور لوگ ہیں اور بہت ہی کمزور ہیں وہ تکلیفیں جوان حضرات پر آئی ہیں ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے اور ہم چونکہ کمزور لوگ ہیں اس لئے ہم پر اس طرح کے امتحان بھی نہیں آتے اللہ تعالیٰ ہمیں امتحانوں سے محفوظ رکھے خدانخواستہ ہم پر اگر ایسی سختی آ گئی تو ہم برداشت کرنے کے قابل نہیں ہیں وہ لوگ دین میں مضبوط تھے

آخرت کی زندگی کے مقابلے میں اس زندگی کو کچھ نہیں سمجھتے تھے۔

حضرت عبید بن عدی کا عشق رسول اور شہادت :

حضرت عبید ابن عدیؓ تو جوان صحابی تھے مسیلمہ کذاب کے مقابلے میں لڑتے ہوئے گرفتار ہو گئے مسیلمہ کذاب ہر ایک کا بیان سنتا تھا کہ تو کون ہے کیوں آیا ہے کیوں لڑتا ہے؟ یہ بڑے خوبصورت اور فصیح اللسان تھے بڑی سلجھی ہوئی بات کرتے تھے مسیلمہ کذاب ان کی گفتگو سے بڑا متاثر ہوا کہنے لگا میرے خلاف کیوں لڑنے آئے ہو انھوں نے کہا اس لئے کہ تو نے نبوۃ کا دعوٰی کیا ہے اور آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کا دعوٰی کرنے والا کافر ہے اور اس کے خلاف جہاد فرض عین ہے۔ اس نے کہا تم آنحضرت ﷺ کو نبی مانتے ہو فرمایا ہاں میرا تو ایمان ہے کہ آپؐ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اور خاتم النبین ہیں مسیلمہ کذاب نے کہا کہ میں بھی نبی ہوں حضرت عبیدؓ نے کہا کہ لَا اَسۡمَعُ میں یہ لفظ سننے کیلئے تیار نہیں ہوں مسیلمہ نے کہا اَتَسۡمَعُ ذَاکَ وَلَا تَسۡمَعُ ھٰذا تو نے پہلی بات سن لی ہے کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور یہ بات تو سننے کیلئے تیار نہیں ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا نبی ہوں حضرت عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ میرا ایمان ہے اس لئے میں نے سنی ہے اور یہ میرے ایمان سے خارج ہے اس لئے نہیں سنتا۔ مسیلمہ نے کہا لَاُقَطِّعَکَ اربًا اربًا میں تیرا ایک ایک جوڑ کاٹ کر جدا کر دونگا حضرت عبید نے کہا اَنۡتَ وَذَاکَ جو تیرے دل میں آئے کر مسیلمہ کذاب نے ان کے بازو ایک ایک جوڑ سے کاٹے پھر اسی طرح پاؤں ایک ایک جوڑ سے کاٹے اور آخر میں سینے میں نیزہ مار کر شہید کر دیا مگر وہ ایمان سے نہیں پھرے تو ایمان بڑی طاقت ور چیز ہے اور اس کیلئے استقامت بھی

مگر ہم بڑے ضعیف اور کمزور ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں تکالیف اور امتحانوں سے بچایا ہے۔ اور آئندہ بھی محفوظ رکھے کیونکہ امتحان امتحان ہی ہوتا ہے اس میں قسمت والے کامیاب ہوتے ہیں۔

حلوا خوروں کا عشقِ رسول :

تحریک ختم نبوت میں، میں سنٹرل جیل ملتان میں تھا کیونکہ وہ کئی ضلعوں کی جیل تھی میرے ساتھ میرے استاد مولانا عبدالقدیر صاحب بھی تھے جیل میں تقریباً دو ہزار اخلاقی قیدی تھے اور دو سو سے زائد ہم تحریکی قیدی تھے جن میں علماء، طلباء، وکلاء، تاجر اور عوام تھے جیل کا سپریڈنٹ اسلم خان چھچھ کے علاقے کا رہنے والا اور ہمارے استاد مولانا عبدالقدیر صاحبؒ کے دیہات کا قریبی تھا ایک دوسرے کو جانتے تھے سیٹی بجی دروازے بند ہو گئے سپاہیوں نے کہا کہ دورہ ہے اس لئے دروازے بند ہو گئے ہیں سپرنٹنڈنٹ آرہا ہے وہ قیدیوں سے حالات پوچھے گا کہ کسی کو کوئی تکلیف تو نہیں ہے۔ چنانچہ اسلم خان نے آکر سلام کیا اور پوچھا کہ مولانا کوئی تکلیف تو نہیں ہے۔ مولانا نے فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ہم آرام میں ہیں ہمیں کوئی تکلیف نہیں ہے۔ سپرنٹنڈنٹ نے کہا کہ تمہارے ساتھیوں کی طرف سے میرے پاس ایک درخواست آئی ہے جس میں لکھا ہے کہ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ختم نبوت کا عقیدہ رکھیں گے لیکن درس، جمعہ اور تقریر میں بیان نہیں کریں گے لھذا ہمیں جیل سے نکال دو یہ بات کر کے اسلم خان مسکرایا اور کہنے لگا مولانا یہ لوگ کتنے سادہ ہیں ان کو یہ معلوم نہیں ہے کہ یہ مرکزی حکومت کے قیدی ہیں میں کون ہوتا ہوں ان کو نکالنے والا ان کو تو گورنر بھی نہیں نکال سکتا میں تو قیدیوں کا چوکیدار ہوں کہ کتنے قیدی میرے پاس ہیں اور ا

ن کا حال کیا ہے پھر کہنے لگا مولانا میرے پاس دو ہزار سے زیادہ اخلاقی قیدی ہیں کسی نے اتنی کمزوری نہیں دکھائی جتنی تمہارے مولویوں نے دکھائی ہے ہم نے مولانا عبدالقدیر صاحبؒ سے کہا کہ حضرت آپ اس سے ان مولویوں کے نام مہیا کریں تا کہ پتا چلے کہ کون کون سے مولوی صاحبان ہیں دو چار دن کے بعد مولانا سپریڈنٹ سے ملے اور کہا کہ وہ جو میرے دوست مولوی حضرات ہیں جنہوں نے درخواست دی ہے ان کے نام مطلوب ہیں وہ کہنے لگا کہ میں امین ہوں بتلا نہیں سکتا مولانا نے فرمایا کہ میں نے ضرور لینے ہیں کیونکہ اس سے سابقہ تعارف تھا اس نے نام بتلا دیئے مولانا نام نوٹ کر کے لائے یقین جانیں سارے حلوہ خور ہی تھے اہل حق میں سے ایک بھی نہیں تھا حالانکہ ہم B- کلاس میں تھے کوئی مشقت نہیں تھی دوسروں کی نسبت کھانا بھی اچھا ملتا تھا اور وہاں ہم پڑھتے پڑھاتے بھی تھے چار سبق میں پڑھاتا تھا ترجمہ موطا امام مالک، حجۃ اللہ البالغہ، نخبۃ الفکر ،ھدایہ وغیرہ کتابوں کے اسباق ہوتے تھے صرف یہ کہ ہم گھر کے افراد سے جدا تھے اور کوئی تکلیف نہیں تھی مگر پھر بھی حلوا خوروں کا یہ حال تھا کہ درخواست لکھ ڈالی۔ چونکہ میں بڑے مجرموں میں سے تھا اس لئے دس ماہ بعد رہا ہوا باقی ساتھی کوئی پانچ ماہ بعد، کوئی چھ ماہ بعد اور کوئی سات ماہ کے بعد رہا ہو گئے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ بھائی ہم تو معمولی تکلیف بھی برداشت نہیں کر سکتے قربانیاں تو ان لوگوں کی ہیں جنہوں نے بڑی بڑی تکلیفیں برداشت کیں ہیں بہر حال ستّر آدمیوں کے انھوں نے ہاتھ کاٹ ڈالے اور سولی پر لٹکایا لیکن کوئی بھی ایمان سے نہ پھرا بلکہ آگے آگے بڑھتے تھے فرعون کا وزیر اعظم گھبرا گیا کہ ان پر تو کوئی اثر نہیں ہے اور اس سے بڑی بدنامی ہوگی اور بہت خوار ہوں گے یہ کہہ

کر باقیوں کو بھیج دیا کہ آج وقت ختم ہو گیا ہے باقیوں کو کل سولی پر لٹکائیں گے یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وہ صحابی تھے جو پہلے پہر جادوگر اور پچھلے پہر صحابی ہوئے اتنے امتحان میں بھی ایمان سے نہیں پھرے اس سے آنحضرت ﷺ کے صحابیوں کے ایمان کی مضبوطی کا اندازہ لگاؤ کیونکہ جتنا پیغمبر بلند ہوتا ہے اس کا صحابی بھی اتنا ہی بلند ہوتا ہے۔

رافضیوں کا عقیدہ :

مگر رافضی کیا کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد ''ہمہ مرتد گشتند اِلَّا سہ کس یا چہار کس'' کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد تمام صحابہ مرتد ہو گئے سوائے تین یا چار آدمیوں کے سلمان فارسیؓ، حذیفہؓ، عمارؓ وغیرہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی تعلیم (العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ نقل کفر کفر نا باشد) نامکمل تھی استاد کامل ہو تو شاگرد بھی کامل ہوتا ہے اور اگر استاد ناقص ہو تو شاگرد بھی ناقص ہوتا ہے۔ لھذا یاد رکھنا یہ چیز تصور سے بھی باہر ہے جو کچھ رافضیوں نے کہا ہے۔ ہمارا ایمان ہے صحابہ سب کے سب مومن تھے اور مومن ہی رہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مہاجرین اور انصار کے متعلق فرمایا ہے اُولٰئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا (پ، ۱۰) پکی بات ہے کہ وہ سارے مومن ہیں۔ جادوگر جو ایک منٹ کے مومن تھے انھوں نے ایمان نہیں چھوڑا اور یہ ۲۳ سال کے مومن اور شاگرد ہیں آخری پیغمبر ﷺ کے۔ یہ مرتد ہو گئے؟ لاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم. لھذا نوجوان اس بات کو بھول نہ جائیں۔ آج بہت سے باطل فرقے برساتی مینڈکوں کی طرح پھرتے ہیں اور اتنی تبلیغ کرتے پھر رہے ہیں کہ تم اتنی نہیں کر سکتے لھذا کسی باطل کے پھندے میں نہ آنا۔ تو فرعون لعین نے کہا میں تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹوں

گا سولی پر لٹکاؤں گا انھوں نے کہا بیشک ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں وَمَاتَنْقِمُ مِنَّآ اور تو نہیں انتقام لیتا ہم سے اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰیٰتِ رَبِّنَا مگر اس لئے کہ ہم ایمان لائے ہیں اپنے رب کی آیات پر لَمَّا جَآءَ تْنَا جب وہ ہمارے پاس آچکیں رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا اے ہمارے رب! ڈال ہم پر صبر وَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ اور وفات دے ہم کو اس حال میں کہ ہم مسلمان ہوں جانیں دیں ایمان نہ چھوڑیں وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ کہا جماعت نے فرعون کی قوم سے اَتَذَرُ مُوْسٰی وَقَوْمَهٗ تو چھوڑتا ہے موسیٰ علیہ السلام اور اس کی قوم کو یعنی بنی اسرائیل کو لِیُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ تاکہ وہ زمین میں فساد مچائیں۔ ان جادوگروں کو تو نے قتل کیا ہے موسیٰ اور اس کی قوم کو قتل کروا۔ دل سے فرعون اور ہامان سمجھتے تھے اور جانتے تھے کہ موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے سچے پیغمبر ہیں۔ چنانچہ انیسویں پارے میں آتا ہے وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَیْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ (سورۃ النمل) اور انکار کیا انھوں نے اس کا حالانکہ یقین کیا اس کے بارے میں ان کی جانوں نے ظُلْمًا وَّ عُلُوًّا مگر انکار کیا ظلم اور تکبر کی بنا پر۔ لھذا موسیٰ علیہ السلام پر ہاتھ ڈالنا آسان نہیں تھا وہ سمجھتا تھا کہ اگر موسیٰ علیہ السلام پر ہاتھ ڈالا تو براہ راست اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آجاؤں گا اس کی قوم نے یہ مشورہ دیا کہ موسیٰ علیہ السلام اور اس کی قوم کو قتل کیوں نہیں کرتا وَیَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ اور وہ چھوڑ دیں تجھے اور تیرے معبودوں کو۔ تفسیر خازن وغیرہ میں ہے کہ فرعون نے کچھ تصویریں بنا کر لوگوں کو دی ہوئیں تھیں کہ جب میں سامنے ہوں تو مجھے الٰہ سمجھو اور اگر میں سامنے نہ ہوں تو پھر یہ تمہارے الٰہ ہیں قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَ هُمْ وَنَسْتَحْیٖ نِسَآءَ هُمْ کہا فرعون نے ہم ضرور قتل کریں گے ان کے بیٹوں کو اور زندہ چھوڑیں گے ان کی عورتوں کو۔

فرعون نے حکومت بچانے کیلئے بچے قتل کروائے :

ایک تو اس وقت قتل کئے تھے جب موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں کہ بارہ ہزار بچے قتل ہوئے اور نوّے ہزار حمل دیدہ دانستہ گرائے گئے کہ ہوسکتا ہے کہ لڑکا ہو اور ہمارے سامنے قتل کیا جائے اور ہماری مامتا اس کو گوارہ نہ کرسکے اکبرالہ آبادی مرحوم ہائی کورٹ کے جج تھے بڑے مُتَشَرِّع آدمی تھے انھوں نے طنزیہ انداز میں بہت کچھ کہا ہے اس موقع پر انھوں نے کہا کہ

؎ یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

ایسے ہی قتل کر کے بدنام ہوا کالج کھول کے بچوں کے ذہن بگاڑ دیتا۔ کالجوں میں عموماً بے دینی ہوتی ہے الا ماشاء اللہ جن کے ماں باپ دیندار ہوں وہ کالجوں میں بھی ٹھیک رہتے ہیں اور جو خالی الذہن ہوتے ہیں وہ بچے کالجوں سے بے دین ہو کر نکلتے ہیں اللہ تعالیٰ بچائے اور محفوظ رکھے۔ تو یہ دوبارہ قتل کی وہی سزا تجویز کی کہ ان کے بچوں کو قتل کر دیا جائے اور عورتوں کو زندہ چھوڑ دیا جائے وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ اور بے شک ہم ان پر غالب ہیں۔ یہ ہمارے مقابلے میں کیا کرسکتے ہیں مزید بحث آگے آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهِ ۖ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ○ قَالُوْآ اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ۖ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ○ وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَ نَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ○ فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهِ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهُ ۖ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهِ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا ۙ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ○

قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ کہا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ مدد طلب کرو اللہ تعالیٰ سے وَاصْبِرُوْا اور صبر کرو اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ بیشک زمین اللہ تعالیٰ کی ہے يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهِ وارث بناتا ہے زمین کا جس کو چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ اور اچھا انجام ہے پرہیز

گاروں کیلئے قَالُوْٓا اُوْذِیْنَا کہاانھوں نےہمیں اذیت دی گئی مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِیَنَا پہلے اس سے کہ آپ ہمارے پاس آئے وَمِنْ بَعْدِمَا جِئْتَنَا اوراس کے بعد کہ تم ہمارے پاس آچکے قَالَ فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے عَسٰی رَبُّکُمْ قریب ہے کہ تمہارارب اَنْ یُّھْلِکَ عَدُوَّکُمْ ہلاک کردے تمہارے دشمن کو وَیَسْتَخْلِفَکُمْ فِی الْاَرْضِ اورتمہیں خلیفہ بنائے زمین میں فَیَنْظُرَ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ پھروہ دیکھے گاتم کیسے عمل کرتے ہو وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اورالبتہ تحقیق ہم نے پکڑا اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِیْنَ آل فرعون کوقحطوں کیساتھ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ اورپھلوں کی کمی کے ساتھ لَعَلَّھُمْ یَذَّکَّرُوْنَ تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں فَاِذَاجَآءَتْھُمُ الْحَسَنَۃُ پس جب آتی ان کے پاس کوئی راحت قَالُوْالَنَاھٰذِہٖ کہتے یہ ہمارے لائق ہے وَاِنْ تُصِبْھُمْ سَیِّئَۃٌ اوراگرپہنچتی کوئی تکلیف یَّطَّیَّرُوْابِمُوْسٰی وَمَنْ مَّعَہٗ توشگون لیتے موسیٰ علیہ السلام اوران کے ساتھیوں کے ساتھ اَلَآاِنَّمَاطٰٓئِرُھُمْ عِنْدَاللّٰہِ سن لوان کاشگون اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وَلٰکِنَّ اَکْثَرَھُمْ لَایَعْلَمُوْنَ اورلیکن اکثران کے جانتے نہیں ہیں وَقَالُوْامَھْمَاتَاْتِنَابِہٖ مِنْ اٰیَۃٍ اورکہنے لگے جب بھی تم لاؤ گے ہمارے پاس کوئی نشانی لِّتَسْحَرَنَابِھَا تاکہ تم ہم پرجادوکرواس کے ساتھ فَمَا نَحْنُ لَکَ بِمُؤْمِنِیْنَ پس ہم تجھ پرایمان نہیں لائیں گے۔

کل کے سبق میں تم نے سنا کہ فرعون نے ستّر جادوگر جونئے نئے مومن تھے ان

کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر سولی پر لٹکایا کہ تم میری اجازت کے بغیر کیوں ایمان لائے ہواس پر فرعون کی کابینہ نے کہا کہ تو نے ان کو تو سزا دی ہے اور موسیٰ علیہ السلام اور اس کی قوم کو چھوڑ دیا ہے جبکہ اصل علت تو وہ ہیں اصل سزا کے لائق تو وہ ہیں تو فرعون نے کہا کہ میں ان کو بھی سزا دونگا ان کے بیٹوں کو قتل کریں گے اور ان کی عورتوں کو زندہ چھوڑیں گے ہم ان پر غالب ہیں موسیٰ علیہ السلام کے خاندان نے جب یہ دھمکی سنی تو پریشان ہو گئے کیونکہ وہ ایک دفعہ پہلے یہ سزا بھگت چکے تھے تو ان مظلوموں نے کہا کہ ہمیں پہلے بھی تکلیف دی گئی اور اب آپ کے آنے کے بعد پھر ہمیں تکلیف دی جائے گی۔

صبر کی اہمیت :

قَالَ مُوسٰی لِقَوْمِهِ کہا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا مدد حاصل کرو اللہ تعالیٰ سے اور صبر کرو تکالیف پر۔ ایمان بڑی قیمتی شے ہے اور جو چیز جتنی قیمتی ہوتی ہے اس کی اتنی ہی قیمت چکانا پڑتی ہے۔ لھذا صبر کرو اللہ تعالیٰ فضل کرے گا اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ بیشک زمین اللہ تعالیٰ کی ہے يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهِ وارث بناتا ہے زمین کا جس کو چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ اور اچھا انجام پرہیزگاروں کیلئے ہے۔ یہ فرعون کا اقتدار عارضی ہے۔ کب تک زندہ رہے گا؟ قَالُوْآ کہا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا ہمیں اذیت دی گئی پہلے اس سے کہ آپ ہمارے پاس آئے۔ حضرت آپ کے آنے سے پہلے بھی ہمیں یہ اذیت دی گئی کہ لڑکوں کو قتل کیا گیا اور عورتوں کو زندہ چھوڑا گیا۔

فرعون کے نجومیوں کی پیشگوئیاں :

جس وقت نجومیوں نے یہ خبر دی تھی کہ تین سالوں کے اندر بنی اسرائیل کے خاندان میں بچہ پیدا ہوگا جو تیری حکومت کے زوال کا سبب بنے گا فرعون نجومیوں کی بات سن کر بڑا گھبرایا کیونکہ ان کی پیشگوئیاں اکثر سچی ثابت ہوتی تھیں اس نے بنی اسرائیلیوں کے گھروں پر پہرے لگا دیئے عورتیں مقرر کیں، مرد مقرر کیے کہ جہاں کوئی لڑکا پیدا ہو فوراً اطلاع دو چنانچہ جہاں لڑکا پیدا ہوتا فوراً قتل کر دیا جاتا لڑکی پیدا ہوتی چھوڑ دی جاتی۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ تاریخ سے ثابت ہے کہ ظالم نے بارہ ہزار بچے قتل کیے اور علامہ بونیؒ بہت بڑے بزرگ ہوئے ہیں وہ اپنی کتاب شمس المعارف میں لکھتے ہیں کہ ستر ہزار بچے قتل ہوئے بارہ ہزار بھی کوئی کم نہیں ہیں۔ تو موسیٰ علیہ السلام کی برادری نے اس کا حوالہ دیا کہ یہ سزا ہمیں آپ کے آنے سے پہلے بھی دی گئی ہے وَمِنْ بَعْدِمَا جِئْتَنَا اور آپ کے ہمارے پاس آجانے کے بعد بھی یہ سزا ہو تو ہمارے ساتھ بڑی زیادتی ہے۔ پہلے بھی ہمارے بچے ہوتے رہے ہیں تمہیں اللہ تعالیٰ نے بچانا تھا بچالیا اور اس واقعہ کا ذکر خود قرآن کریم میں موجود ہے۔ فرعون نے اس کیلئے مردوں کے علاوہ عورتوں کی مستقل پولیس بنائی عورتیں آکر گھروں میں عورتوں کی تحقیق کرتی تھیں کہ کون حاملہ ہے اور کون غیر حاملہ ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کا نام یُوخَابَذْ آتا ہے رحمہا اللہ تعالیٰ اردو والے یوکابد لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ یہ جب امید سے ہوئیں تو دیکھنے والی عورتوں کو شبہ بھی نہیں ہوتا تھا کہ ان کے پیٹ میں کوئی شے ہے ان کا مکان دریائے نیل کے کنارے تھا موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو بڑی پریشان ہوئیں کہ ابھی کارندے آئیں گے اور اسے ہمارے سامنے قتل کر دیں گے اللہ تعالیٰ کے فرشتے جبرائیلؑ

نے آکر کہا کہ اس بچے کو ایک صندوق میں ڈال کر دریا میں بہا دو اور پرواہ نہ کرنا وَلَاتَخَافِیْ وَلَاتَحْزَنِیْ اور نہ خوف کھاؤاور نہ غمگین ہو اِنَّا رَآدُّوْہُ اِلَیْکِ (قصص) بیشک ہم اس کولوٹادیں گے تیری طرف وَجَاعِلُوْہُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ اور بنانے والے ہیں اسکو رسولوں میں سے۔ چنانچہ انھوں نے موسیٰ علیہ السلام کوصندوق میں بند کر کے دریا کی لہروں کے سپرد کردیا یہ صندوق بہتا ہوا فرعون کے محل کے سامنے پہنچا فرعون کی بیوی کی نگاہ صندوق پر پڑی اس نے نکلوایا وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ اور فرعون کی بیوی پکاراٹھی قُرَّتُ عَیْنٍ لِّیْ وَلَکَ اے فرعون! یہ تو میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ تفسیروں میں آتا ہے کہ فرعون نے کہا یہ بچہ تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہوگا میری آنکھوں کی نہیں فرعون کے دل میں یہی بات آئی کہ کسی اسرائیلی نے اس بچے کو قتل سے بچانے کیلئے دریا میں بہادیا ہے لھذا اسے قتل کردینا چاہئے مگر بیوی نے سفارش کی لَاتَقْتُلُوْہُ اسے قتل نہ کرو یہ تو بڑا پیارا بچہ ہے۔اب بچے کی رضاعت دودھ پلانے کا مسئلہ درپیش آیا کہ اس کو دودھ کون پلائے شاہی حکم پر بہت سی دودھ پلانے والی عورتوں کو آزمایا گیا مگر اللہ تعالیٰ کا حکم تھا وَحَرَّمْنَا عَلَیْہِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ (قصص) ہم نے اس سے پہلے ہی بچے پر دودھ پلانے والیوں کو ممنوع قراردے دیا تھا شہر میں مشہور ہوگیا کہ فرعون ایک بچے کی پرورش کرنا چاہتا ہے مگر وہ بچہ کسی عورت کا دودھ پینے کیلئے تیار نہیں ہے تو موسیٰ علیہ السلام کی بہن جو وہاں پہنچی ہوئی تھی ھَلْ اَدُلُّکُمْ عَلٰی اَھْلِ بَیْتٍ یَّکْفُلُوْنَہٗ لَکُمْ کہنے لگی کیا میں تمہیں ایسے گھر کے متعلق نہ بتاؤں جو اس بچے کی تمہارے لئے کفالت کریں وَھُمْ لَہٗ نَاصِحُوْنَ اور وہ لوگ اس کیلئے خیرخواہ بھی ہونگے۔فرعون نے اس لڑکی کی بات کو تسلیم کر

لیا اور حکم دیا کہ جس عورت کا پتہ دیتی ہو اس کو حاضر کرو موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو فوراً بلایا گیا جس وقت والدہ نے اپنی چھاتی کے ساتھ لگایا موسیٰ علیہ السلام نے دودھ پی لیا تو وہ خوش ہو گئے کہ بچے نے دودھ پی لیا ہے۔ فرعون نے کہا بی بی ہم تجھے تنخواہ بھی دیں گے، خوراک بھی دیں گے، کمرہ بھی دیں گے اور ہر قسم کی سہولت میسر ہو گی تو یہاں رہ اور بچے کو دودھ پلا موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے کہا کہ میرا گھر ہے، خاوند ہے، بچے ہیں میں یہاں نہیں رہ سکتی تم نے جو کچھ دینا ہے مجھے دے دو میں اسے اپنے ساتھ گھر لے جاؤں گی۔ بڑے اصرار کے بعد فرعون مان گیا وظیفہ بھی مقرر ہوا اور سہولتیں بھی دی گئیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی والدہ لے کر گھر گئیں سورہ قصص میں ہے فَرَدَدْنٰهُ اِلٰۤى اُمِّهٖ كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا وَ لَا تَحْزَنَ وَ لِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ پس ہم نے لوٹا دیا اس کو اس کی والدہ کے پاس تاکہ ٹھنڈی رہے اس کی آنکھ اور وہ غمگین نہ ہو اور تاکہ وہ جان لے کہ بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ برحق ہے۔ اور فرعون نے یہ بھی کہا کہ ہفتہ دس دن کے بعد بچے کو لا کر دکھا جایا کرو تاکہ ہم دیکھیں کہ تو نے بچے کی پرورش صحیح کی ہے بچے کی صحت ٹھیک ہے۔ اس سلسلے میں کافی زمانہ گزر گیا اور کسی کو وہم بھی نہ ہوا کہ بچہ جس بی بی کے گھر ہے اسی کا ہے۔

مثنوی شریف میں ایک اہم واقعہ :

مولانا رومؒ بڑے بلند مرتبے کے بزرگ ہوئے ہیں انھوں نے مثنوی شریف میں کہانی کی شکل میں ایک واقعہ نقل کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک بڑا مالدار آدمی تھا مکان اس کا بڑا بلند قلعہ کی شکل میں تھا سونا چاندی موتی جواہرات اور قیمتی سامان اس کے گھر میں تھا ڈاکوؤں نے اس کو لوٹنے کا منصوبہ بنایا اور کئی دنوں تک مشورہ کرتے رہے کہ کس طرح

لوٹیں کہ دیواریں بہت بلند ہیں اور دروازے بڑے مضبوط ہیں بالآخر مشورہ یہ طے پایا کہ دن کو جب مکان کے دروازے کھلے ہوتے ہیں ایک آدمی احتیاط سے اندر داخل ہو جائے اور مکان بڑا وسیع ہے کسی کونے میں چھپ کر بیٹھ جائے رات کو جب فلاں ستارہ طلوع ہو تو اندر سے کنٹرول کھول دے ہم باہر سے اندر داخل ہو جائیں گے اور ملکر لوٹ لیں گے چنانچہ مشورے کے مطابق ایک آدمی اندر داخل ہو کر چھپ کر بیٹھ گیا اور مقررہ وقت پر اس نے کنڈی کھول دی آہٹ سے مالک مکان کی آنکھ کھل گئی اس نے فوراً اٹھ کر کنڈی لگا دی اور ڈاکوؤں کا ایجنٹ اندر ہی تھا سحری کے وقت جب وہ گہری نیند سوئے ہوئے تھے اس نے دروازہ کھولا اور سب کچھ لوٹ کر لے گئے۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں

در بہ بست دزد اندر خانہ بود

حیلہ فرعون زیں افسانہ بود

دروازہ بند کر دیا اور چور گھر کے اندر تھا فرعونؔ کا معاملہ بھی اسی طرح تھا کہ جس سے خطرہ تھا وہ گھر میں پرورش پا رہا ہے، دودھ پلایا جا رہا ہے، والدہ کو تنخواہ دی جا رہی ہے۔ مولانا یہ واقعہ بیان کر کے فرماتے ہیں کہ ہماری توبہ کا بھی یہی حال ہے کہ گناہوں کا چور تو ہمارے سینے میں ہوتا ہے اور زبان سے کہتے ہیں اللہ میری توبہ اللہ میری توبہ بھائی پہلے چور کو تو اندر سے نکالو پھر توبہ کرو تو قوم نے کہا حضرت ہم آپ کے آنے سے پہلے بھی اذیت دیئے گئے اور اب پھر ہمیں وہی اذیت دی جائے گی قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے قریب ہے کہ تمہارا رب اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ ہلاک کر دے تمہارے دشمن کو وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِى الْاَرْضِ اور تمہیں خلیفہ بنائے زمین میں فَيَنْظُرَ كَيْفَ

تَعْمَلُوْنَ پھر وہ دیکھے گا تم کیسے عمل کرتے ہو۔ضروری نہیں کہ اس کی دھمکی پوری ہو جائے ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو پہلے ہی ختم کر دے سورۃ یونس میں آئے گا کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون ہامان اور اس کی فوج کو بحر قلزم میں غرق کر دیا اور اس کے یہ سارے ارمان کہ دوبارہ اسرائیلیوں کے بچوں کو ذبح کرے گا اور عورتوں کو زندہ چھوڑے گا دل میں ہی رہ گئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نو نشانیوں کا ذکر :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ اور البتہ تحقیق پکڑا ہم نے آل فرعون کو قحطوں کیساتھ گناہوں کی وجہ سے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو قحط سالی میں مبتلا کیا اور عذاب گناہوں کیوجہ سے ہی آتا ہے آج پاکستان اور بھارت میں دھند ہی دھند چھائی ہوئی ہے اور معلوم نہیں کب تک رہتی ہے ہر چیز کا ایک ظاہری سبب ہوتا ہے اور ایک باطنی سبب ہوتا ہے دھند کا ظاہری سبب تو ایٹم بموں کا چلنا ہے کہ بھارت نے بھی تجربہ کیا ہے اور ہم نے بھی تجربہ کیا ہے اور باطنی سبب ہمارے گناہ ہیں مگر کسی نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہیں کیا وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ اور پھلوں کی کمی کے ساتھ پکڑا۔ تو پھلوں کا کم ہو جانا بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا ہے کوئی نہ سمجھے تو اس کا کوئی علاج نہیں ہے اب دیکھو بارشیں نہیں ہو رہیں بارانی علاقے کے لوگ روتے ہیں کہ موسم پر بارش ہونی چاہئے تھی نہیں ہو رہی اس کا مطلب یہ ہے کہ فصلیں نہیں ہوں گی اور اگر ہوئیں بھی تو کم ہوں گی اس کے باوجود ہمارے گناہوں میں کوئی کمی نہیں آئی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہیں ہوا لوگ روزے پہلے بھی کھاتے تھے اور اب بھی کھاتے ہیں نمازیں پہلے بھی چھوڑتے تھے اور اب بھی چھوڑتے ہیں برائیاں بھی چھوڑنے کیلئے تیار نہیں ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم نے ان

کو قحط سالی میں اور پھلوں کی کمی کی سزا اس لئے دی لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں فَإِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ پس جب آتی ان کے پاس کوئی راحت، آرام، بھلائی قَالُوْا کہتے لَنَا هٰذِهٖ یہ ہمارے لائق ہے وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ اور اگر پہنچتی کوئی تکلیف يَطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ تو شگون لیتے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ۔ نحوست اور بدفالی ان پر ڈالتے کوئی راحت پہنچتی تو کہتے ہماری وجہ سے ہے تکلیف آتی تو کہتے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی وجہ سے ہے۔ تَطَيُّرٌ کے لفظی معنٰی ہیں پرندہ اُڑانا طیر پرندے کو کہتے ہیں ہزارہا سال سے یہ غلط نظریہ چلا آرہا ہے کہ لوگ پرندوں کے ذریعے نیک فالی اور بدفالی لیتے ہیں وہ اس طرح کہ گھروں کے آس پاس درخت تو ہوتے تھے اور ان پر پرندے بھی ہوتے تھے یہ لوگ جب کوئی کام کرنا چاہتے تھے تو صبح کو اٹھ کر درخت پر پتھر مارتے اگر پرندہ اڑ کر دائیں طرف جاتا تو کہتے ہمارا کام ہو جائے گا اور اگر بائیں طرف اڑ کر جاتا تو کہتے ہمارا کام نہیں ہوگا سوال یہ ہے کہ پرندوں کے اڑنے کے ساتھ تمہارے کام کا کیا تعلق ہے؟ وہ پرندہ ہے دائیں طرف بھی اڑے گا بائیں طرف بھی اڑے گا تو لفظی معنٰی ہے پرندے کا اُڑانا اور لازمی معنٰی ہے نحوست اور بدفالی حاصل کرنا۔ فرمایا أَلَآ خبردار إِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ ان کا شگون اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ نحوست اور بدفالی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے ان کے اعمال کیوجہ سے وَلٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ اور لیکن اکثر ان کے جانتے نہیں ہیں کہ ہمارا بھی کوئی قصور ہے وَقَالُوْا مَهْمَا تَأْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ اور کہنے لگے جب بھی تم لاؤ گے ہمارے پاس کوئی نشانی لِتَسْحَرَنَا بِهَا تا کہ تم ہم پر جادو کرو اس کے ساتھ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ پس

ہم تجھ پر ایمان نہیں لائیں گے۔ نشانیاں گذر چکی ہیں ایک عصا والی کہ وہ اژدھا بن گیا اور دوسری نشانی یہ کہ اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا تو سورج کی طرح چمکتا تھا اور تیسری نشانی قحط سالی اور چوتھی نشانی پھلوں کی کمی باقی نشانیوں کا ذکر اسی صفحے کے آخر میں آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ عموماً وہ لوگ نشانیوں اور معجزات کو جادو کے ساتھ تعبیر کرتے تھے اور اپنی ضد پر اڑے رہے۔ اور ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ○ وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ○ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ○ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِى الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ○ وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِىْ بٰرَكْنَا فِيْهَا وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ بِمَا صَبَرُوْا وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ○

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ پس بھیجا ہم نے ان پر طوفان وَالْجَرَادَ اور ٹڈی دل وَالْقُمَّلَ اور جوئیں وَالضَّفَادِعَ اور مینڈک وَالدَّمَ اور خون اٰيٰتٍ

مُّفَصَّلٰتٍ یہ کھلے کھلے معجزے تھے فَاسْتَکْبَرُوْا پس انھوں نے تکبر کیا
وَکَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ اور وہ مجرم قوم تھی وَلَمَّا وَقَعَ عَلَیْهِمُ الرِّجْزُ اور جس
وقت واقع ہوا ان پر عذاب قَالُوْا کہا انھوں نے یٰمُوْسَی ادْعُ لَنَا اے موسیٰ علیہ
السلام دعا کر ہمارے لئے رَبَّکَ اپنے رب سے بِمَا عَهِدَ عِنْدَکَ جو کچھ اس
نے تمہارے ساتھ عہد کر رکھا ہے لَئِنْ کَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ البتہ اگر تو دور کر
دے ہم سے عذاب لَنُؤْمِنَنَّ لَکَ تو ہم ضرور ایمان لائیں گے تجھ پر وَ
لَنُرْسِلَنَّ مَعَکَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اور ضرور بھیج دیں گے تمہارے ساتھ بنی
اسرائیل کو فَلَمَّا کَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ پس جب دور کر دیا ہم نے ان سے
عذاب اِلٰٓی اَجَلٍ ایک مدت تک هُمْ بٰلِغُوْهُ جس کو وہ پہنچنے والے تھے اِذَا هُمْ
یَنْکُثُوْنَ اچانک وہ عہد کو توڑتے تھے فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ پس ہم نے ان سے انتقام
لیا فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ پس ہم نے ان کو غرق کر دیا دریا میں بِاَنَّهُمْ کَذَّبُوْا
بِاٰیٰتِنَا اس وجہ سے کہ انھوں نے جھٹلایا ہماری ایتوں کو وَکَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِیْنَ اور وہ
ان نشانیوں سے غافل تھے وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِیْنَ اور ہم نے وارث بنایا اس قوم
کو کَانُوْا یُسْتَضْعَفُوْنَ جو کمزور سمجھے جاتے تھے مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا
اس زمین کے مشرق اور مغرب کے اطراف میں الَّتِیْ بٰرَکْنَا فِیْهَا جس زمین
میں ہم نے برکتیں ڈالی تھیں وَتَمَّتْ کَلِمَتُ رَبِّکَ الْحُسْنٰی اور پوری ہوگئی
تیرے رب کی بات اچھی عَلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ بنی اسرائیل پر بِمَا

صَبَرُوْا اس وجہ سے کہ انھوں نے صبر کیا وَدَمَّرْنَا اور ہم نے ملیامیٹ کر دیا مَاکَانَ یَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ اس چیز کو جو فرعون اور اس کی قوم بناتی تھی وَمَاكَانُوْا يَعْرِشُوْنَ اور جس کو وہ اوپر چڑھاتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو نو معجزے عطا فرمائے تسع ایات کا لفظ سورۃ بنی اسرائیل میں بھی ہے اور سورۃ نمل میں بھی ہے ایک نشانی اور معجزہ عصا کا سانپ بن جانا تھا اور دوسرا معجزہ ہاتھ کا گریبان میں ڈال کر نکالنا اور اس کا سورج کی طرح چمکنا تھا تیسری نشانی فرعونیوں کو قحط سالی میں مبتلا کرنا کہ بارشیں رک گئیں زمین سے فصلیں نہ ہوئیں اور پھلوں کی کمی قاضی بیضاویؒ اور حضرت تھانویؒ کے بیان کے مطابق قحط سالی تیسری نشانی تھی اور پھلوں کی کمی جدا نشانی تھی یعنی چوتھی نشانی تھی جبکہ دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ قحط سالی اور پھلوں کی کمی دونوں ایک نشانی تھی قحط سالی کی وجہ سے پھل کم پیدا ہوئے۔ تو ان کے بیان کے مطابق تین نشانیاں یہ ہوئیں چوتھی نشانی فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ پس بھیجا ہم نے ان پر طوفان۔ امام بخاریؒ معنیٰ کرتے ہیں اَلْمَوْتُ الْكَثِيْرُ ان پر ایسی بیماری مسلط کی مثلاً طاعون وغیرہ کہ تھوڑے سے وقت میں بے شمار لوگ فوت ہو گئے جبکہ امام رازیؒ طوفان سے سیلاب مراد لیتے ہیں کہ ان پر سیلاب آیا کہ جس سے وہ تباہ و برباد ہوئے جبکہ خازن وغیرہ میں تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر طوفان ہوا کی شکل میں مسلط فرمایا جس طرح قوم عاد پر سخت اور تند ہوا مسلط کی گئی اس میں بے شمار لوگ ختم ہو گئے پانچویں نشانی وَالْجَرَادَ اور ٹڈی دل۔ مکڑی مکڑیوں کے لشکر بھیجے اس نے درختوں، کھیتوں، سبزیوں کو اس طرح کھا کر صاف کیا کہ کوئی درخت تو کیا گھاس بھی نظر نہیں آتا تھا جسطرح

ہم پر دھند کا عذاب مسلط ہے جو ہماری بداعمالیوں کا نتیجہ ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے بہت کم ہیں لوگ ان چیزوں کو اسباب طبعی پر محمول کرتے ہیں بیشک اسباب طبعی بھی ہوتے ہیں لیکن بڑا سبب بداعمالی ہے۔ چھٹی نشانی وَالْقُمَّلَ قمل کا معنیٰ جوئیں کرتے ہیں جو بدن کو میلا کچیلا رکھنے سے بدن میں پیدا ہوتیں ہیں اور اگر بدن کو صاف ستھرا رکھا جائے اور کپڑوں کو بھی تو پیدا نہیں ہوتیں اللہ تعالیٰ نے بطور سزا کے ان کے بدن میں جوئیں پیدا فرمادیں ایک مارتے چار اور چمٹ جاتیں خارش کرتے رہتے تھے نہ دن کو آرام نہ رات کو بعض حضرات نے قمل کا معنیٰ سُسری کا کیا ہے گندم کو جو گھن لگ جاتا ہے چاولوں میں پڑ جاتی ہے۔ ایسا عذاب مسلط کیا کہ ان کے دانوں اور کپڑوں کو گھن کھا جاتا۔ ساتویں نشانی وَالضَّفَادِعَ اور مینڈک اس کثرت سے تھے کہ جہاں بیٹھتے وہاں مینڈک۔ کھانے میں مینڈک پڑ جاتے منہ کھولتے تو مینڈک منہ میں چھلانگ لگا کر داخل ہوجاتا اللہ تعالیٰ کا عذاب تھا اور نشانی وَالدَّمَ اور خون۔ ان کا کھانا اور پانی خون کی شکل اختیار کر جاتا وہ لوگ کھانا بڑا عمدہ پکاتے ہلدی کی جگہ زعفران استعمال کرتے کھانا تیار ہوتا خون بن جاتا صاف ستھرا دودھ لاتے پینے کا ارادہ کرتے خون بن جاتا ہر قسم کا کھانا خون کی شکل اختیار کر جاتا ہم غریب لوگ ہلدی استعمال کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں ضرور کوئی نہ کوئی فائدہ رکھا ہے۔ ہلدی میں اللہ تعالیٰ نے پٹھوں کو جوڑنے کا اثر رکھا ہے اور زخموں کو ملانے کا اثر بھی اس میں رکھا ہے۔ پہلے حکیم کثرت سے ہلدی استعمال کراتے تھے تاکہ پھیپھڑوں کے زخم مل جائیں بعض حضرات نے یہ بھی لکھا ہے کہ خون میں اتنا جوش پیدا ہوگیا کہ وہ سوبھی نہیں سکتے تھے جس کو آج کل بلڈ پریشر کہتے ہیں اس سے ان کے ہوش

حواس اڑ جاتے تھے یہ آٹھ نشانیاں ہو گئیں اور نویں نشانی کا ذکر سورۃ یونس میں آتا ہے طَمِسْ اَمْوَالُ کہ ان کے سونا، چاندی، ہیرے پتھروں کی شکل میں کر دیئے جس سے ان کی کوئی قیمت نہ رہی۔ فرمایا اٰیٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ یہ کھلے کھلے معجزے تھے۔ اور معنیٰ بھی کرتے ہیں کہ یہ نشانیاں فاصلے فاصلے سے آئیں وقفے وقفے سے ایک نشانی آئی پھر کچھ دنوں کے وقفے کے بعد دوسری آئی پھر کچھ وقفے کے بعد تیسری آئی یعنی دفعۃً اکٹھی نہیں آئیں فَاسْتَکْبَرُوْا پس انھوں نے تکبر کیا وَ کَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ اور وہ مجرم قوم تھی نہ مانا انھوں نے وَلَمَّا وَقَعَ عَلَیْهِمُ الرِّجْزُ اور جس وقت واقع ہوا ان پر عذاب قَالُوْا کہا انھوں نے......

قومِ موسیٰ علیہ السلام کا مطالبۂ دعا :

یٰمُوْسَی ادْعُ لَنَا رَبَّکَ اے موسیٰ علیہ السلام دعا کر اپنے رب سے ہمارے لئے بِمَا عَهِدَ عِنْدَکَ جو کچھ اس نے تمہارے ساتھ عہد کر رکھا ہے۔ اپنے رب کو پکارو وہ ہماری تکلیف دور کر دے لَئِنْ کَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ البتہ اگر تو نے دور کر دیا ہم سے عذاب لَنُؤْمِنَنَّ لَکَ تو ہم ضرور ایمان لائیں گے تجھ پر وَ لَنُرْسِلَنَّ مَعَکَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اور ضرور بھیج دیں گے تمہارے ساتھ بنی اسرائیل کو۔ پہلے بات بیان ہو چکی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اس کی کابینہ کے سامنے توحید، رسالت اور قیامت کے اصولی مسائل بیان کرنے کے بعد بنی اسرائیل کی آزادی کا مطالبہ کیا کہ ان کو جو تو نے غلام بنا رکھا ہے ان سے بیگار لیتا ہے اور دیتا کچھ نہیں ہے ان کو آزاد کر میں انکو اپنے آبائی علاقہ کنعان، شام، فلسطین لے جانا چاہتا ہوں۔ تو جب رب تعالیٰ کا عذاب

آیا تو انھوں نے کہا کہ تو اپنے رب سے دعا کر یہ عذاب ہم سے ٹل جائے تو تجھ پر ایمان بھی لائیں گے اور بنی اسرائیل کو بھی آزاد کر کے تمہارے ساتھ بھیج دیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ پس جب دور کر دیا ہم نے ان سے عذاب اِلَى اَجَلٍ ایک مدت تک هُمْ بَالِغُوْهُ جس کو وہ پہنچنے والے تھے اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ اچانک وہ عہد کو توڑتے تھے۔ جیسے ہمارے لیڈر اور حکمران ووٹوں کے دنوں میں وعدہ کرتے ہیں کہ ہم اسلام نافذ کریں گے خلافت راشدہ کا نظام قائم کریں گے وقت گزرنے کے بعد بھول کر بھی نام نہیں لیتے لوگوں کو دھوکہ دے کر برسر اقتدار آجاتے ہیں اور وعدہ کوئی بھی پورا نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ پس ہم نے ان سے انتقام لیا فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ پس ہم نے ان کو بحر شور میں غرق کر دیا۔ یہاں اجمال ہے اور سورۃ طٰہ میں اسکی تفصیل ہے۔

حضرت موسیٰ کا اپنی قوم کو نکالنا:

وَلَقَدْ اَوْحَيْنَا اِلٰى مُوْسٰى اور البتہ تحقیق ہم نے وحی بھیجی موسیٰ علیہ السلام کی طرف اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ کہ رات کے وقت میرے بندوں کو لے کر نکل جاؤ یہ تمہیں آزادی نہیں دیں گے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے ساتھ یہ خفیہ پروگرام تیار کیا چنانچہ موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے وہ لوگ جو مسلمان ہوئے تھے چل پڑے فرعون کو بھی پتہ چل گیا کہ یہ سارے چلے گئے ہیں پریشانی ہوئی کہ ہم مفت میں کھاتے تھے یہ ہمارے غلام کام کرتے تھے زمینوں کو کاشت وہ کرتے تھے ہمارے جانوروں کو سنبھالتے تھے وغیرہ اب ہم کیا کریں گے یقین جانو اگر مزدور طبقہ نہ ہو تو نہ کوئی کام ہو اور نہ کوئی عمارت بنے

مزدور مجبور ہیں نظام چلانے کیلئے اللہ تعالیٰ کا نظام ہے کہ ایک کو پیسے دیئے اور دوسرے کو قوت بدنی دی سب کام چل رہا ہے۔اگر مزدور نہ ہوں تو پیسوں کا کوئی کیا کرے گا تو فرعونی کافی پریشان ہوئے کہ یہ ہماری رعایا ہوکر ہماری اجازت کے بغیر جارہے ہیں ہنگامی طور پر اعلان کر دیا کہ ان کا پیچھا کرو عوام اور فوج کو لے کر پیچھے چل پڑا۔انھوں نے فلسطین جانا تھا راستے میں بحر قلزم تھا مرد بھی تھے عورتیں بھی تھیں بوڑھے اور بچے بھی تھے کشتی کسی کے پاس نہیں تھی مُشْرِقِیْن کا لفظ آتا ہے اشراق کا معنٰی ہے سورج کا چمکنا جب سورج کے چمکنے کا وقت آیا پیچھے سے فرعون کی فوجیں پہنچ گئیں لوگ گھبرا گئے کہنے لگے اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ہم پکڑے گئے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ہرگز نہیں یہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے میرے ساتھ میرا رب ہے وہ میری راہنمائی کرے گا جس وقت بحر قلزم پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا بحر قلزم پر اپنی لاٹھی مارو خشک راستے بن جائیں گے بنی اسرائیل کے بارہ خاندان تھے اسرائیل حضرت یعقوبؑ کا لقب تھا جس کا معنٰی عبد اللہ ہے ان کے بارہ بیٹے تھے بیٹی کوئی نہیں تھی بیٹوں میں ایک حضرت یوسفؑ بھی تھے جو بعد میں نبی بنے تو بارہ بیٹوں کی نسل بارہ خاندان ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے بارہ راستے بنا دیئے ہر خاندان کیلئے الگ الگ راستہ جب یہ لوگ دریا کراس کر کے دوسری جانب جا پہنچے تو فرعون ،ہامان اور ان کی فوج بھی دریا کے کنارے آپہنچی بعض فوجی افسروں نے مشورہ دیا کہ چلو اب یہ نکل گئے ہیں ہمیں ان کا پیچھا نہیں کرنا چاہئے۔فرعون بڑا جابر، ... ور موذی خبیث تھا کہنے لگا نہیں اور اپنے وزیر اعظم ہامان کو کہا تم آگے چلو تمہارے پیچھے فوج اور میں پیچھے ہوں گا تا کہ کوئی پیچھے نہ رہے۔جب وہ سارے ان راستوں پر چڑھ گئے جن

پر بنی اسرائیل نے نجات پائی تھی تو اللہ تعالیٰ نے دریا کو حکم دیا کہ تم اپنی روانیوں کیساتھ چل پڑو وہ چل پڑا تو وہ وہاں سے سیدھے جہنم رسید ہوئے غرق ہوتے وقت فرعون نے بڑا واویلا کیا کہنے لگا اٰمَنْتُ بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ رَبِّ مُوْسٰی وَھٰرُوْنَ ایمان لایا میں رب العالمین پر جو رب ہے موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا۔ بندے پر جب نزع کی حالت طاری ہو جائے تو پھر ایمان قبول نہیں ہوتا نہ ہی توبہ قبول ہوتی ہے۔ جبرائیلؑ نے گارا اٹھا کر فرعون کے منہ میں ڈالا کہ پروردگار کو کہیں اس پر رحم نہ آجائے اس کا منہ بند ہو گیا اور غرق ہو گیا۔

عبرت کیلئے فرعون کے جسم کا محفوظ ہونا :

اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْکَ بِبَدَنِکَ لِتَکُوْنَ لِمَنْ خَلْفَکَ اٰیَۃً پس آج کے دن ہم تیرے بدن کو نجات دیں گے تا کہ ہو جائے تو پچھلوں کیلئے نشانی۔ عام مفسرین رحمھم اللہ تعالیٰ تو نُنَجِّیْکَ کا معنیٰ نجات کرتے ہیں اور امام بخاریؒ نُلْقِیْکَ عَلٰی نَجْوَۃِ الْبَحْرِ کرتے ہیں ہم تجھے دریا کے کنارے ڈالیں گے نَجْوَۃ کا معنیٰ کنارہ۔ جب اس کو اللہ تعالیٰ نے کنارے پر ڈالا تو مشکیزہ بنا ہوا تھا منہ اور ناک سے پانی بہہ رہا تھا اور نہ جانے کہاں کہاں سے بہہ رہا تھا۔ آج تک فرعون کی لاش مصر کے عجائب گھر میں پڑی ہے اس کے علاوہ اور فرعونوں کی لاشیں بھی پڑی ہیں۔ خدا کی شان کیا انجام ہوا ایک وہ وقت تھا کہ کہتا تھا اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی میں تمہارا رب اعلیٰ ہوں مَا عَلِمْتُ لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرِیْ میں اپنے علاوہ تمہارے لئے کسی کو الٰہ نہیں جانتا۔ آج اس کا عجیب نقشہ بنا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں بِاَنَّھُمْ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا اس وجہ سے کہ وہ جھٹلاتے تھے ہماری

آیتوں کو وَکَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِیْنَ اور وہ ان نشانیوں سے غافل تھے کسی نشانی کی طرف انھوں نے توجہ نہیں کی وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِیْنَ کَانُوْا یُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا اور وارث بنایا ہم نے ان لوگوں کو جو کمزور سمجھے جاتے تھے اس زمین کے مشرق اور مغرب کے اطراف میں الَّتِیْ بٰرَکْنَا فِیْهَا جس زمین میں ہم نے برکتیں ڈالی تھیں۔ مشہور تفسیر معالم التنزیل میں علامہ بغویؒ فرماتے ہیں کہ وہ مصر کی زمین کے وارث بنے مگر اپنے دور میں، فوراً نہیں، اگرچہ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ جس وقت فرعون غرق ہوگیا تو بنی اسرائیل میں سے کچھ لوگ واپس جا کر زمینوں پر قابض ہو گئے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ وہ اپنے دور میں مصر کی زمین کے وارث بنے مشرقی اطراف کے بھی اور مغربی اطراف کے بھی مصر میں ظاہری برکتیں بھی تھیں اور باطنی بھی۔ ظاہری یہ کہ زرخیز علاقہ ہے پیداوار بہت ہوتی ہے اور باطنی اس لئے کہ حضرت یوسفؑ مصر میں آئے، حضرت یعقوبؑ مصر میں آئے اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اور نیک بندے آئے اور جہاں اللہ تعالیٰ کے نیک بندے کا قدم پڑ جائے وہ جگہ برکت والی ہو جاتی ہے۔ اور علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ برکت والی زمین سے شام کا علاقہ مراد ہے۔ اس وقت شام کنعان کا علاقہ ایک ہی ہوتا تھا انگریز اور ظالم قوتوں نے اس کو علیحدہ علیحدہ کر دیا کہ یہ اکٹھے نہ ہو سکیں اور اس وقت حالت یہ ہے کہ کافروں کے ساتھ صلح ہو سکتی ہے مگر اردن، لبنان، فلسطین کی آپس میں صلح نہیں ہو سکتی دشمن نے ان کے اتنے ذہن بگاڑ دیئے ہیں اور اس کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ ان کے گھروں میں یہودی اور عیسائی لڑکیاں ہیں یاسر عرفات کے نکاح میں بھی عیسائی عورت ہے۔ ان سے کیا توقع کی جا سکتی ہے؟ قطعاً کسی قسم کی توقع نہیں کی جا سکتی یہ

کافروں کے ایجنٹ ہیں اور شام کے علاقہ میں ظاہری طور پر بھی برکتیں ہیں بڑا زرخیز علاقہ ہے۔ پانی صاف ستھرا بڑے پھل وہاں پیدا ہوتے ہیں اور لوگ بڑے خوشحال ہیں اور باطنی لحاظ سے بے شمار پیغمبر وہاں تشریف لائے اور بے شمار پیغمبروں کی قبریں وہاں موجود ہیں وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى اور پوری ہوگئی تیرے رب کی بات اچھی جو اس نے اچھا فیصلہ کیا تھا عَلٰى بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ بنی اسرائیل پر۔ کہ ان سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا کہ تم اگر ایمان پر قائم رہے تو ہم تمہیں برکت والی زمین کا وارث بنائیں گے بِمَا صَبَرُوْا اس وجہ سے کہ انھوں نے صبر کیا وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ یَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ اور ہم نے ملیامیٹ کر دیا اس چیز کو جو فرعون اور اس کی قوم نے بنائی تھی منصوبے وغیرہ وَمَا كَانُوْا یَعْرِشُوْنَ اور جس کو وہ اوپر اٹھاتے تھے۔ یعنی اپنے منصوبوں کی جو چھت بناتے تھے مکان کی چھت نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ انھوں نے اپنے منصوبوں کی جو عمارتیں کھڑی کی تھیں ہم نے ان کو برباد کر دیا اور مظلوموں کی مدد کی اور ان سے نجات دلائی۔

وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ یَّعْکُفُوْنَ عَلٰٓی اَصْنَامٍ لَّھُمْ ۚ قَالُوْا یٰمُوْسَی اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰھًا کَمَا لَھُمْ اٰلِھَۃٌ ؕ قَالَ اِنَّکُمْ قَوْمٌ تَجْھَلُوْنَ ○ اِنَّ ھٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا ھُمْ فِیْہِ وَبٰطِلٌ مَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ○ قَالَ اَغَیْرَ اللّٰہِ اَبْغِیْکُمْ اِلٰھًا وَّھُوَ فَضَّلَکُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ○ وَاِذْ اَنْجَیْنٰکُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَسُوْمُوْنَکُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۚ یُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَکُمْ وَیَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَکُمْ ؕ وَفِیْ ذٰلِکُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ عَظِیْمٌ ○

وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ اور ہم نے پار کردیا بنی اسرائیل کو دریا سے فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ پس وہ آئے ایک قوم کے پاس یَّعْکُفُوْنَ عَلٰٓی اَصْنَامٍ لَّھُمْ جو جھکی ہوئی تھی اپنے بتوں پر قَالُوْا یٰمُوْسَی کہا انھوں اے موسیٰ علیہ السلام اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰھًا آپ بنادیں ہمارے لئے بھی الٰہ کَمَا لَھُمْ اٰلِھَۃٌ جیسے ان کیلئے الٰہ ہیں قَالَ اِنَّکُمْ قَوْمٌ تَجْھَلُوْنَ فرمایا بیشک تم جاہل قوم ہو اِنَّ ھٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ بیشک یہ لوگ ہیں ہلاک ہونے والے مَّا ھُمْ فِیْہِ وہ چیز جس میں یہ مبتلا ہیں وَبٰطِلٌ مَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ اور باطل ہے وہ جو یہ عمل کررہے ہیں قَالَ اَغَیْرَ اللّٰہِ اَبْغِیْکُمْ

اِلٰھًا فرمایا اللہ تعالیٰ کے سوا تلاش کروں میں تمہارے لئے الٰہ وَّھُوَ فَضَّلَکُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ حالانکہ اُس نے تمہیں فضیلت دی ہے تمام جہان والوں پر وَاِذْ اَنْجَیْنٰکُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ اور جس وقت ہم نے نجات دی تم کو فرعونیوں سے یَسُوْمُوْنَکُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ چکھاتے تھے تم کو بُرا عذاب یُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَکُمْ قتل کرتے تھے تمہارے بیٹوں کو وَیَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَکُمْ اور زندہ چھوڑتے تھے تمہاری عورتوں کو وَفِیْ ذٰلِکُمْ بَلَآءٌ اور اس بات میں تمہارے لئے آزمائش تھی مِّنْ رَّبِّکُمْ عَظِیْمٌ تمہارے رب کی طرف سے بہت بڑی۔

پیچھے سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر چلا آرہا ہے۔کل تفصیل کے ساتھ سن چکے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو یکے بعد دیگرے نو معجزے عطا فرمائے تھے لیکن انھوں نے اس سے کوئی عبرت حاصل نہ کی بلکہ جب بھی کوئی تکلیف آئی تو موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھاگ کر آتے کہ آپ اپنے رب سے ہمارے لئے دعا کریں یہ دور ہو جائے تو ہم ضرور ایمان لے آئیں گے مگر جب وہ تکلیف دور ہو جاتی تو اِذَا ھُمْ یَنْکُثُوْنَ اسی وقت عہد شکنی کرتے اللہ تعالیٰ نے ان کو بحر قلزم میں غرق کر دیا وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ اور ہم نے پار کر دیا بنی اسرائیل کو دریا سے۔اللہ تعالیٰ نے بحر قلزم کو پھاڑ کر خشک رستے بنا دیئے بنی اسرائیلی نکل گئے فرعون، ہامان اور ان کی فوجیں تعاقب کیلئے پیچھے آئیں تو اللہ تعالیٰ نے پانی کو حکم دیا کہ چل پڑ وہ چل پڑا تو یہ سارے غرق ہو گئے فرعون کی لاش کو اللہ تعالیٰ نے کنارے پر ڈال دیا تاکہ آنے والوں کیلئے نشانی رہے۔بنی اسرائیلی بحر قلزم کو پار کر کے آگے گئے تو وادی تیہ جس کو آج کل جغرافیہ میں وادی سینائی کہتے ہیں جسکی لمبائی

چھتیس، ۳۶ میل اور اور چوڑائی چوبیس، ۲۴ میل ہے اور سطح سمندر سے پانچ ہزار فٹ کی بلندی پر ہے اس سے پہلے کچھ آبادیاں تھیں تفسیروں میں ایک شہر کا نام قَنِّسرِین آتا ہے یہ شہر وادی تیہ سے کچھ نیچے ہے۔ جب وہاں پہنچے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ یَّعْکُفُوْنَ عَلٰٓی اَصْنَامٍ لَّھُمْ پس وہ آئے ایک قوم کے پاس جو جھکی ہوئی تھی اپنے بتوں پر ۔ یہ کنعانی لوگ بت پرست تھے اور یاد رکھنا کہ بت محض پتھر کا نام نہیں ہوتا بہت سارے لوگ غلط فہمی کا شکار ہیں بت دراصل کسی بزرگ شخصیت کا نمونہ ہوتا ہے آپ حضرات میں جو پرانے بزرگ ہیں انھوں نے دیکھا ہوگا کہ ہندو ایک من کی لکڑی اٹھا کر لاتے اس کو تیسے کیساتھ چھیلتے جب وہ پانچ کلو رہ جاتی اور اس پر رام چندر کا یا کرشن جی کا نمونہ بن جاتا تو پھر اس کی وہ پوجا کرتے پتھر اور لکڑی کی اگر پوجا ہوتی تو جب وہ ایک من کی تھی اس وقت اس کو پوجتے۔ تو یاد رکھنا کسی قوم نے محض پتھر یا لکڑی کی پوجا نہیں کی پوجا اس وقت کی جب وہ کسی بزرگ کی شکل پر ڈھل گئی تو اصل پوجا اس بزرگ کی ہوئی جس کی شکل پر اس کو بنایا گیا اسی طرح کسی درخت یا دریا کی پوجا محض درخت یا دریا کی حیثیت سے نہیں کی گئی بلکہ اس درخت کی پوجا کی گئی کہ جس کے سائے میں ان کا کوئی بزرگ بیٹھا یا جس دریا سے کسی بزرگ نے وضو یا غسل کیا تو اس وجہ سے اس درخت اور دریا کو متبرک سمجھ کر پوجا کی گئی۔

صلح حدیبیہ کا مختصر پس منظر :

قرآن پاک سورۃ الفتح میں ایک درخت کا ذکر ہے لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ (پ ۲۶) البتہ تحقیق راضی ہوا اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے جبکہ وہ بیعت کر رہے تھے آپ کے ہاتھ پر درخت کے نیچے۔ یہ کیکر کا

درخت تھا حدیبیہ کے مقام پر آج کل اس جگہ کا نام شُمَیْسَۃ ہے مکہ مکرمہ سے چھ میل کے فاصلے پر آج کل حدودِ مکہ مکرمہ میں داخل ہو چکی ہے اس بیعت کا پس منظر یہ تھا کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عثمان بن عفان ؓ کو اپنا سفیر بنا کر قریش مکہ کے پاس بھیجا کہ ان کو بتاؤ کہ ہم عمرہ کرنے کیلئے آئے ہیں لڑنے کیلئے نہیں آئے قریش مکہ نے ان کو قید کر لیا اور پھر خبر مشہور ہوگئی کہ ان کو شہید کر دیا گیا ہے حالانکہ حقیقت یہ تھی کہ قید ہوئے تھے شہید نہیں ہوئے تھے آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہم ان کا انتقام لیں گے اس لئے آپ نے بیعت لی تھی اب وہ درخت درجے والا ہو گیا کہ جس کے نیچے اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں سے افضل ترین شخصیت تشریف فرما ہوئے اور انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد تمام امتوں میں سے افضل ترین امت آپ ﷺ کی امت ہے۔ جن میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ اور حضرت عمر ؓ بھی موجود ہیں تو پندرہ سو صحابہ ؓ بھی وہاں موجود ہیں تو وہ درخت کتنا متبرک ہو گیا لوگ اس درخت کے نیچے اہتمام کے ساتھ آکر بیٹھتے تھے کہ یہاں آنحضرت ﷺ نے بیعت لی تھی جب حضرت عمر ؓ کو علم ہوا تو انھوں نے فوجی بھیج کر اس درخت کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینکوا دیا کہ اس زمانے کے لوگ تو سمجھ دار ہیں محض تبرک کیلئے بیٹھتے ہیں اور آئندہ نادان قسم کے لوگ اس کی پوجا شروع کر دیں گے اسلئے انھوں نے ایسا کیا۔ لھذا یاد رکھنا محض پتھر، درخت کی کبھی پوجا نہیں ہوئی ہاں جب اس کی کسی بزرگ کے ساتھ نسبت ہوگئی تو لوگوں نے اس کی پوجا شروع کر دی اور جس لکڑی یا پتھر پر کسی بزرگ شخصیت کی تصویر بنائی جاتی ہے اس کو صنم کہتے ہیں اور صنم کی تعریف کرتے ہیں اَلَّذِیْ یَتَّخِذُ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالنُّحَاسِ وَالْمَدَرِ وَالْخَشَبِ عَلَى الْاِنْسَانِ عربی میں صنم اس چیز کو کہتے

ہیں جو بنایا جائے سونے سے اور چاندی سے یا لوہے سے یا پیتل سے، تانبے سے اور مٹی سے یا لکڑی کا ہو انسان کی شکل پر اور وثن بھی اسی کو کہتے ہیں جسطرح آجکل تصویریں ہیں لوگوں نے اپنے دوستوں کی فوٹوز جیب میں رکھی ہوئیں ہیں تو اس کاغذ کی تو کوئی حیثیت نہیں ہے اصل وہ تصویر ہے جو اس کے اوپر بنی ہوئی ہے۔ تو وہ لوگ ان بتوں کے سامنے جو انھوں نے اپنے پیشواؤں کے نام پر بنائے ہوئے تھے، جھکے ہوئے تھے قَالُوْا یٰمُوْسَی موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں میں مخلص اور پکے ساتھی بھی اور کچے بھی تھے اور ہر زمانے میں کچے پکے ہوتے ہیں تو جو کچے تھے انھوں نے کہا اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ آپ بنادیں ہمارے لئے بھی الہٰ جیسے ان کیلئے الہٰ ہیں کہ ہمیں ہمارے الہٰ نظر آئیں قَالَ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ بیشک تم بڑی جاہل قوم ہو کہ تم ان جاہلوں کیساتھ مشابہت کرتے ہو اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ بیشک یہ لوگ ہیں مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ ہلاک ہونے والے وہ چیز جس چیز میں یہ مبتلا ہیں وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ اور باطل ہے وہ کاروائی جو یہ کر رہے ہیں۔ ایسے مشرک دنیا میں بھی خسارے میں اور آخرت میں بھی خسارے میں ہیں تو جو کچے لوگ تھے انھوں نے کہا تھا کہ ہمیں ایسے خدا بنادے۔ سارے کچے نہیں تھے، صحیح بھی تھے اور ایسے ہی کچے لوگوں نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا تھا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ (پ ۶، مائدہ) پس جا تو اور تیرا پروردگار دونوں جا کر لڑو بیشک ہم تو یہاں بیٹھنے والے ہیں۔ یہ انھوں نے اس وقت کہا تھا جب وادی تیہ میں پہنچنے کے بعد اللہ

تعالیٰ نے ان کو عمالقہ قوم کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم دیا تھا، کہ وہ تو بڑی سخت قوم ہے ہم ان کے ساتھ لڑنے کیلئے تیار نہیں ہیں تو اللہ تعالیٰ نے چالیس سال تک وہ علاقہ ان پر ممنوع قرار دے دیا ایسی قوم کو تو فوراً سزا ملنی چاہئے تھی مگر اللہ تعالیٰ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْن ہے۔ وہ کافروں کو بھی رزق اور اولاد دیتا ہے، مال بھی دیتا ہے، بہت کچھ دیتا ہے ان لوگوں پر بھی اللہ تعالیٰ نے مہربانی کی کہ وادی تیہ میں سایہ کوئی نہیں تھا اللہ تعالیٰ نے سائے کا انتظام کیا۔ فرمایا وَظَلَّلْنَا عَلَیْکُمُ الْغَمَامُ اور ہم نے سایہ کیا تم پر بادلوں کا۔ جونہی سورج چڑھتا بادل ان کے سر پر آجاتا رات ہوتی بادل صاف ہو جاتا اور وہاں خوراک کا کوئی انتظام نہیں تھا وَاَنْزَلْنَا عَلَیْکُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰی اللہ تعالیٰ نے من اور سلویٰ نازل فرمایا پانی کی دقت تھی اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنی لاٹھی کو پتھر پر مار فَانْبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَیْنًا بارہ چشمے جاری ہو گئے کیونکہ وہ بارہ خاندان تھے ہر خاندان کا الگ چشمہ تھا تو کچھ لوگوں نے یہ کہا تھا کہ ہمیں بھی ایسے الٰہ بنا دے قَالَ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْغِیْکُمْ اِلٰهًا کیا اللہ تعالیٰ کے سوا تلاش کروں میں تمہارے لئے الٰہ۔ الٰہ کے معنی معبود مسجود، او جاہلو! کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور معبود، مسجود، عالم الغیب، حاظر ناظر، مختار کل، فریادرس، مشکل کشا، دستگیر، مُقَنِّن (قانون بنانے والا) حاکم تلاش کروں وَّهُوَ فَضَّلَکُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ حالانکہ اُس نے تمہیں فضیلت دی ہے تمام جہان والوں پر۔ حضرت یعقوبؑ کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات گرامی تک چار ہزار پیغمبر اللہ تعالیٰ نے اس قوم میں بھیجے کسی قوم میں ایک نبی آجائے تو اس قوم کا سر آسمان کے ساتھ لگ جاتا ہے۔ عرب میں حضرت اسماعیلؑ کے بعد صرف ایک پیغمبر آئے ہیں حضرت محمد رسول

اللہ ﷺ اور اب آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی کے بعد دنیا میں کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا آپ ﷺ کے بعد جو نبوت کا دعویٰ کرے وہ کافر ہے۔ اور جو اس کو مانے وہ بھی کافر ہے اور جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ جھوٹے نبی دنیا میں بڑے پیدا ہوئے ہیں مرزا قادیانی بھی انہیں میں سے ہے۔ اس وقت بھی قادیانیوں نے یورپ میں فتنہ کھڑا کیا ہوا ہے مسلمانوں کو اتنی توفیق نہیں ہوتی کہ دو چار زبانوں میں قرآن کریم کا ترجمہ کر دیں ۔قادیانیوں نے ۷۲ بہتر زبانوں میں قرآن کریم کا ترجمہ کیا ہے اپنی مرضی کے مطابق ۔نوجوانو یاد رکھنا! ہمیں کسی باطل فرقے سے چاہے وہ قادیانی ہو یا کوئی اور ہو کوئی ذاتی عداوت نہیں ہے۔ نہ زمین کا جھگڑا ہے نہ رشتے کا اور نہ پرنالے کا، باطل فرقوں کا ذکر ہم اس لئے کرتے ہیں کہ تم کسی فتنے کا شکار نہ ہو جاؤ اور اپنے ایمان کو برباد نہ کر بیٹھو۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان فرمایا وَاِذْ اَنْجَیْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ اور جس وقت ہم نے نجات دی تم کو فرعونیوں سے یَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ چکھاتے تھے تم کو برا عذاب ۔وہ کیا تھا یُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ قتل کرتے تھے تمہارے بیٹوں کو وَیَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَكُمْ اور زندہ چھوڑتے تھے تمہاری عورتوں کو وَفِیْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِیْمٌ اور اس میں تمہارے لئے آزمائش تھی تمہارے رب کی طرف سے بڑی۔ فرعونیوں نے ایسا اس لئے کیا کہ موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے زمانے میں ایک بہت بڑا علم نجوم کا ماہر تھا اور اس کی اکثر پیشنگوئیاں سچی ثابت ہوتی تھیں اس نے فرعون، ہامان اور ان کی کابینہ کو یہ بتایا کہ دو تین سالوں میں بنی اسرائیل میں ایک بچہ پیدا ہوگا جو فرعون کی حکومت کے زوال کا سبب بنے گا۔ فرعون، ہامان نے اس کی پیش گوئی پر یقین کیا اور بنی اسرائیل

کے گھروں پر پہرے لگادیئے اور جو بی بی بھی حاملہ ہوتی تھی اس کا باقاعدہ ریکارڈ ہوتا تھا پھر اگر بچہ پیدا ہوتا تو ماں کے سامنے ذبح کردیا جاتا تھا اور عورت کو زندہ چھوڑ دیا جاتا تھا اس طرح فرعون کے حکم سے بارہ ہزار بچے قتل ہوئے اور علامہ بونی ؒ کے قول کے مطابق ستر ہزار بچے قتل ہوئے مگر بارہ ہزار بھی کوئی کم نہیں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھو کہ اس بچے کو فرعون کے گھر میں پال کر دکھایا۔

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰی ثَلٰثِیْنَ لَیْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةًۚ وَقَالَ مُوْسٰی لِاَخِیْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِیْلَ الْمُفْسِدِیْنَ○ وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰی لِمِیْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِیْۤ اَنْظُرْ اِلَیْكَؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِیْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًاۚ فَلَمَّاۤ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَیْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ○ قَالَ یٰمُوْسٰۤی اِنِّی اصْطَفَیْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِیْ وَبِكَلَامِیْ ۖ فَخُذْ مَاۤ اٰتَیْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِیْنَ○

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰی اور وعدہ کیا ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے ثَلٰثِیْنَ لَیْلَةً تیس راتوں کا وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ اور پورا کیا ہم نے ان کو دس کے ساتھ فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً پس پوری ہوگئی اس کے پروردگار کی مدت چالیس راتیں وَقَالَ مُوْسٰی لِاَخِیْهِ هٰرُوْنَ اور فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام

کو اُخۡلُفۡنِیۡ فِیۡ قَوۡمِیۡ تم میرے خلیفہ ہو میری قوم میں وَاَصۡلِحۡ اور اصلاح کرتے رہنا وَلَا تَتَّبِعۡ سَبِیۡلَ الۡمُفۡسِدِیۡنَ اور پیروی نہ کرنا فساد مچانے والوں کے راستے کی وَلَمَّا جَآءَ مُوۡسٰی لِمِیۡقَاتِنَا اور جب آئے موسیٰ علیہ السلام ہمارے وعدے کے وقت پر وَ کَلَّمَہٗ رَبُّہٗ اور کلام کیا ان کے ساتھ ان کے رب نے قَالَ کہا موسیٰ علیہ السلام نے رَبِّ اَرِنِیۡۤ اَنۡظُرۡ اِلَیۡکَ اے میرے رب تو مجھے اپنا دیدار کرا میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں قَالَ لَنۡ تَرٰنِیۡ فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکو گے وَلٰکِنِ انۡظُرۡ اِلَی الۡجَبَلِ اور لیکن دیکھ تو پہاڑ کی طرف فَاِنِ اسۡتَقَرَّ مَکَانَہٗ پس وہ اگر قائم رہا اپنی جگہ پر فَسَوۡفَ تَرٰنِیۡ تو پھر قریب ہے تو مجھے دیکھ سکے گا فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّہٗ لِلۡجَبَلِ پس جس وقت تجلی ڈالی اس کے پروردگار نے پہاڑ پر جَعَلَہٗ دَکًّا تو کر دیا اس کو ریزہ ریزہ وَّخَرَّ مُوۡسٰی صَعِقًا اور گر پڑے موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر فَلَمَّاۤ اَفَاقَ پس جب موسیٰ علیہ السلام ہوش میں آئے قَالَ کہا موسیٰ علیہ السلام نے سُبۡحٰنَکَ تیری ذات پاک ہے تُبۡتُ اِلَیۡکَ وَاَنَا اَوَّلُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں مومنوں میں سے پہلا ہوں قَالَ فرمایا اللہ تعالیٰ نے یٰمُوۡسٰۤی اِنِّی اصۡطَفَیۡتُکَ عَلَی النَّاسِ اے موسیٰ علیہ السلام بے شک میں نے تمہیں منتخب کیا ہے لوگوں پر بِرِسٰلٰتِیۡ وَبِکَلَامِیۡ اپنے پیغام کے ساتھ اور اپنے کلام کے ساتھ فَخُذۡ مَاۤ اٰتَیۡتُکَ پس پکڑ تو وہ چیز جو میں نے تجھے دی ہے وَکُنۡ مِّنَ الشّٰکِرِیۡنَ اور

ہو جاؤتم شکرادا کرنے والوں میں سے۔

آل فرعون بحرقلزم میں غرق ہوگئی اور بنی اسرائیل بحرقلزم پار کر کے وادی تیہ میں پہنچے تو کہنے لگے حضرت جب ہم مصر میں تھے تو فرعونیوں کے غلام تھے اور انہیں کا قانون چلتا تھا اور اب ہم آزاد قوم ہیں اور کوئی قوم بھی بغیر قانون کے وقت نہیں گزار سکتی اور زندہ رہ سکتی آپ ہمیں پروردگار سے کوئی قانون لا کر دیں۔ کیونکہ کہ اگر معاملہ آدمیوں پر چھوڑا جائے تو کوئی کہے گا کہ میری رائے ٹھیک ہے اور کوئی کہے گا میری رائے ٹھیک ہے۔ فتنہ فساد برپا ہوگا لہذا سب کیلئے ایک قانون ہونا چاہئے جس کے مطابق ہم زندگی بسر کریں۔ اور اصول بھی یہی ہے کہ رب تعالیٰ کی زمین پر رب تعالیٰ کا قانون نافذ ہونا چاہئے ۔اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ(پ،۷) حکم صرف اللہ تعالیٰ کا کیونکہ بندے جب قانون بنائیں گے تو اپنے مفادات کو سامنے رکھ کر بنائیں گے اور یہ بات سب کے سامنے ہے کہ جب کافر ظالم غنڈے غالب آجاتے ہے تو وہ اپنا قانون بناتے ہیں اور قانون ایسا بناتے ہیں کہ جس میں ان کا ذاتی مفاد ہوتا ہے۔ کہ ان کے کارخانوں پر کوئی زد نہ آئے، جائیداد محفوظ رہے، ان کے کاروبار پر کوئی زد نہ آئے۔ اور رب تعالیٰ کا قانون سب کیلئے مساوی ہوتا ہے اس میں اعلیٰ ادنیٰ کا کوئی فرق نہیں ہوتا چنانچہ بنو مخزوم قریش کا ایک خاندان تھا ابو جہل اسی خاندان سے تھا تو اس قبیلہ کی ایک نوجوان لڑکی نے چوری کی جس کی ابھی شادی نہیں ہوئی تھی۔ لڑکی نے خود اقرار کیا اگرچہ گواہ بھی موجود تھے پوچھا گیا کہ اس کی سزا کیا ہوگی تو معلوم ہوا کہ اس کا دایاں ہاتھ کاٹا جائے گا لڑکی کے والدین اور رشتہ دار سب پریشان ہوئے کہ ابھی تو ہم نے اس کی شادی کرنی ہے ہاتھ کاٹا گیا تو اس کو کون لے گا سوچا کہ

آنحضرت ﷺ کے سامنے کوئی سفارش کی جائے کہ جرمانہ لے لو کوڑے مارلو یا قید کرلو ہاتھ نہ کاٹو مگر سفارش کرے کون؟ ذہن میں آیا کہ حضرت اسامہ بن زید بن حارثہؓ آنحضرت ﷺ کو بڑے پیارے اور محبوب ہیں اور انہی دنوں میں ان کے والد جنگ موتہ میں شہید ہوئے تھے امید ہے آپ ﷺ اس کی بات کو رد نہیں کریں گے چنانچہ ان کو بھیجا گیا آنحضرت ﷺ بیٹھے ہوئے تھے حضرت اسامہؓ کی عمر سولہ سترہ سال تھی، آ کر انھوں نے آپ ﷺ کی ٹانگیں دبانا شروع کیں اور کہنے لگے حضرت سنا ہے کسی بی بی نے چوری کی ہے فرمایا ہاں حضرت وہ کون سے خاندان سے تعلق رکھتی ہے فرمایا بنو مخزوم سے کہنے لگے حضرت اب اس کا کیا ہوگا آپ ﷺ نے فرمایا اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا کہنے لگے حضرت ہاتھ نہ کاٹا جائے اس کو قید کر دیا جائے جرمانہ کر دیا جائے یا کوڑے لگا دیئے جائیں آنحضرت ﷺ سمجھ گئے کہ یہ خود نہیں بول رہا اس کے اندر کوئی اور بول رہا ہے۔ آپ ﷺ اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا اے اسامہ اَتَشْفَعُ فِیْ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ تَعَالٰی اللہ تعالیٰ کی حد کو ٹالنے کیلئے سفارش کرتا ہے وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ (ﷺ) اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضے میں میری میری جان ہے لَوْ اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ (ﷺ) سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ یَدَهَا اَوْ کَمَا قَالَ ﷺ "اگر میری پیاری بیٹی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا" یہ ہے مساوات محمدی لیکن لوگوں نے اس کو کوٹھیوں اور مکانوں پر فٹ کیا ہوا ہے کہ اس میں سارے برابر ہوں اس میں کبھی برابری نہیں ہوسکتی مساوات محمدی ﷺ کا مطلب ہے کہ قانون ادنیٰ اعلیٰ سب کیلئے برابر ہو کوئی اس سے مستثنیٰ نہ ہو۔ تو بنی اسرائیوں نے جب قانون کا مطالبہ کیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ تم

کوہِ طور پر آؤ اور تیس دن وہاں رہو ہم تمہیں قانون دیں گے اس کا ذکر ہے وَوٰعَدْنَا مُوْسٰی اور وعدہ کیا ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے ثَلٰثِیْنَ لَیْلَۃً تیس راتوں کا وَّاَتْمَمْنٰھَا بِعَشْرٍ اور پورا کیا ہم نے ان تیس کو دس کے ساتھ فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّہٖٓ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَۃً پس پوری ہوگئی اس کے پروردگار کی مدت چالیس راتیں۔ مکمل کرنے کی دو تفسیریں ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ تیس روزے رکھ کر میرے پاس آؤ موسیٰ علیہ السلام نے حاضری سے پہلے مسواک کر لی جس سے خُلُوْفُ فَمِ صَآئِمٍ ختم ہوگئی اور حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا قسم اس ذات پاک کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّآئِمِ اَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰہِ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مِنْ رِیْحِ الْمِسْکِ مشک کی خوشبو سے بھی بہتر ہے تو حکم ہوا کہ دس روزے مزید رکھو چالیس پورے ہو جائیں گے تو پھر تورات ملے گی اور دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ تیس راتیں پہلے انتظار میں گذاریں۔ تورات کی دس تختیاں تھیں روزانہ ایک تختی ملتی تھی تو اس طرح چالیس راتیں پوری ہوگئیں جس وقت موسیٰ علیہ السلام طور پر جانے لگے تھے وَقَالَ مُوْسٰی اور فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے لِاَخِیْہِ ھٰرُوْنَ اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو اُخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ تم میرے خلیفہ ہو میری قوم میں جب تک میں واپس نہ آؤں قوم میں رہو وَاَصْلِحْ اور اصلاح کرتے رہنا وَلَا تَتَّبِعْ سَبِیْلَ الْمُفْسِدِیْنَ اور پیروی نہ کرنا فساد مچانے والوں کے راستے کی۔ اس مقام پر ذکر نہیں ہے سورۃ طٰہٰ میں تفصیل آئے گی واقعہ اس طرح ہوا کہ بنی اسرائیل کی ایک شاخ تھی بنو سامرہ۔ قبیلہ بنو سامرہ کا ایک شخص تھا موسیٰ بن ظفر یہ بڑا منافق آدمی تھا فرعون کی فوجیں غرق ہونے کے وقت حضرت

جبرائیلؑ گھوڑے پرسوار ہو کر آئے تھے ان کا گھوڑا جہاں قدم رکھ کر اٹھا تا تھا وہاں سبزہ اُگ آتا تھا اس نے سوچا کہ اس میں کوئی کرشمہ ہے تو اس نے گھوڑے کے قدم کے نیچے کی تھوڑی سی مٹی اٹھالی تھی اِدھر بنی اسرائیلی فرعونیوں کے جو زیورات لے کر آئے تھے ان کو استعمال کی اجازت نہیں تھی انھوں نے پھینک دیئے سامری نے ان کو ڈھال کر بچھڑا بنایا اور اس میں وہ مٹی جو جبرائیلؑ کے قدموں کی تھی ڈال دی تو بچھڑے نے ٹیں ٹیں شروع کر دی سامری نے لوگوں کو کہا کہ بچھڑے میں جو ٹیں کر رہا ہے یہی تمہارا رب ہے (معاذ اللہ تعالیٰ) سورۃ طٰہٰ میں ہے قَالَ کہا موسیٰ علیہ السلام نے فَمَا خَطْبُکَ یٰسَامِرِیُّ پس کیا حال ہے تیرا اے سامری قَالَ کہا اس نے بَصُرْتُ بِمَالَمْ یَبْصُرُوْابِہٖ میں نے دیکھا اس چیز کو جس کو دوسروں نے نہیں دیکھا فَقَبَضْتُ قَبْضَۃً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ پس میں نے بھر لی ایک مٹھی رسول (جبرائیلؑ) کے قدم سے فَنَبَذْتُھَا پس میں نے اس کو ڈال دیا وَکَذٰلِکَ سَوَّلَتْ لِیْ نَفْسِیْ اور اس طریقے سے مجھے آمادہ کیا میرے نفس نے ۔ تو اس طریقے سے سامری نے بچھڑا بنایا کہ اس سے ٹیں کی آواز آنے لگ گئی اور انھوں نے اس کو رب بنالیا ۔ قرآن پاک میں آتا ہے لَایَمْلِکُ لَھُمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا وہ نہیں مالک ان کے نفع اور نقصان کا ۔ صرف ٹیں ٹیں کرنے سے تو کچھ نہیں ہو سکتا مگر جب انسان کی عقل ماری جائے تو اس وقت اسکا کوئی علاج نہیں ہے ۔ پھر یہ حیوانوں کی پوجا شروع کر دیتا ہے پیغمبروں اور درختوں کی پوجا شروع کر دیتا ہے تو موسیٰ علیہ السلام کے کوہِ طور پر جانے کے بعد سامری نے یہ شرارت کی کہ لوگوں کو بچھڑے کی پوجا پر لگا دیا ۔ سب کو نہیں ، اچھے مخلص اور یقین والے بھی تھے جو بچھڑے کی پوجا میں

شریک نہیں ہوئے چونکہ موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے مزاج سے واقف تھے اس لئے حضرت ہارونؑ کوفرمایا کہ ان کی اصلاح کرتے رہنا اور جوفسادی ہوں ان کے کہنے میں نہ آنا سورۃ طٰہٰ میں ہے کہ جس وقت موسیٰ علیہ السلام واپس آئے دیکھا کہ بچھڑے کی پوجا ہو رہی ہے تو ہارونؑ سے ناراض ہوئے ان کی داڑھی کو پکڑا سر کے بال پکڑے انھوں نے یہ خیال کیا کہ یہ نرم مزاج اور متحمل مزاج ہیں ان کی نرمی نے کام بگاڑا ہے۔ حضرت ہارونؑ نے کہا یَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْیَتِیْ وَلَا بِرَاْسِیْ اے میری ماں کے بیٹے نہ پکڑ میری داڑھی کو اور سر کو میں نے ان کو اتنا سمجھایا ہے کہ کَادُوْا یَقْتُلُوْنَنِیْ (پ، ۹، اعراف) قریب تھا کہ مجھے قتل کر دیتے چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کو یقین آگیا کہ ان کی نرمی سے ایسا نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰی لِمِیْقَاتِنَا اور جب آئے موسیٰ علیہ السلام ہمارے وعدے کے وقت پر جو جگہ ہم نے مقرر کی تھی وَکَلَّمَهٗ رَبُّهٗ اور کلام کیا ان کے ساتھ ان کے رب نے۔ پس پردہ سامنے نہیں اسی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام کو کلیم اللہ کہتے ہیں قَالَ کہا موسیٰ علیہ السلام نے رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْکَ اے میرے رب! تو مجھے اپنا دیدار کرا میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں قَالَ فرمایا اللہ تعالیٰ نے لَنْ تَرٰنِیْ تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکو گے وَلٰکِنِ انْظُرْ اِلَی الْجَبَلِ اور لیکن دیکھ تو پہاڑ کی طرف۔ تفسیروں میں آتا ہے کہ جس پہاڑ کی طرف دیکھنے کا حکم ہوا تھا اس کا نام زبیر پہاڑ تھا طور نہیں تھا اور زبیر پہاڑ بھی بہت اونچا پہاڑ ہے اور طور کے قریب ہے۔ فرمایا فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَکَانَهٗ پس وہ اگر قائم رہا اپنی جگہ پر فَسَوْفَ تَرٰنِیْ تو پھر قریب ہے کہ تو مجھے دیکھ سکے گا۔ اللہ تعالیٰ کے دیدار کا مسئلہ بھی یاد رکھنا۔ کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار حق ہے اور فرقہ معتزلہ اس کا منکر ہے۔

معتزلہ فرقے کی ابتدا کس طرح ہوئی؟ حضرت حسن بصریؒ تابعین میں سے ہیں یہ بصرہ کی مسجد میں پڑھاتے تھے اور ان کا حلقۂ درس بہت بڑا تھا ان کا ایک شاگرد تھا واصل ابن عطاء اُوٹ پٹانگ دماغ کا مالک تھا اس نے الٹی سیدھی باتیں شروع کیں حضرت حسن بصریؒ نے اس کو سمجھانے کی بڑی کوشش کی مگر وہ نہ سمجھا ساتھیوں نے بھی سمجھایا مگر نہ سمجھا حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا ساتھیو! اِعْتَزَلَ عَنَّا یہ ہمارے نظریہ سے الگ ہو گیا ہے۔ اعتزال کے معنٰی ہیں جدا ہونا اس سے آگے فرقہ معتزلہ بنا۔ تو اس فرقے کا بانی واصل بن عطاء ہے۔ اس کی پیدائش ۸۰ھ اور وفات ۱۳۱ھ میں ہوئی۔ یہ شفاعت کا منکر تھا اور کہتا تھا کہ مجرم کو چھڑانے کیلئے سفارش کرنی کہاں جائز ہے اور کہتا تھا کہ قبر میں عذاب روح کو ہوتا ہے فقط۔ بدن اور روح دونوں کو نہیں ہوتا قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کے دیدار کا منکر تھا کہتا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کو نہیں ہوسکا اور کون ہے دیکھنے والا۔

رؤیت باری تعالیٰ اور معتزلہ کا رد :

لیکن یاد رکھنا قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کا دیدار حق ہے اور قرآن کریم، احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ قرآن کریم میں آتا ہے وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (پ، ۲۹) اس دن کئی چہرے تر وتازہ ہوں گے اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہونگے۔ اور حدیث پاک میں آتا ہے صحابہ کرامؓ نے پوچھا حضرت هَلْ نَرٰى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ کیا ہم دیکھیں گے اپنے رب کو قیامت والے دن؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا......

خلاصہ:

چودھویں رات کا چاند ہو بادل دھند وغیرہ کوئی آڑ بھی نہ ہو تو تمہیں نظر آتا ہے یا نہیں کہنے لگے حضرت نظر آتا ہے۔ فرمایا یہ بتلاؤ کہ دوپہر کا وقت ہو سورج سر پر ہو اور کوئی دھند بادل وغیرہ بھی نہ ہو تو تمہیں سورج نظر آتا ہے یا نہیں کہنے لگے حضرت نظر آتا ہے۔ فرمایا کَذٰلِکَ سَتَرَوْنَ رَبَّکُمْ اسی طرح تم اپنے پروردگار کا دیدار کرو گے اور امت مسلمہ کا اجماع اور اتفاق ہے کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوگی ساری امت کا کسی مسئلے پر اتفاق ہو جائے تو یہ بھی بڑی وزنی دلیل ہے تو یہ تین دلیلیں قطعی ہیں۔ زیارت کریں گے اپنی اپنی استعداد کے مطابق۔ جو بہت نیک ہونگے خدا جانے وہ دن میں دو دفعہ دیکھیں یا تین دفعہ دیکھیں ایسے بھی ہونگے جو ایک دفعہ دیکھیں گے اور ایسے بھی ہونگے جن کو ہفتے میں ایک مرتبہ زیارت ہوگی بعض کو مہینے میں ایک دفعہ بہر حال قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کا دیدار حق ہے۔ باقی واصل ابن عطاء کا خیال باطل ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نہیں دیکھ سکے تو کون دیکھ سکے گا۔ باطل اس لئے ہے کہ دنیا کے مسائل اور ہیں اور آخرت کے مسائل اور ہیں آخرت کی چیزیں ہم دنیا میں نہیں سمجھ سکتے۔ مثلاً بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے کہ جنت میں طوبیٰ نامی ایک درخت ہوگا اس کا اتنا لمبا سایہ ہوگا کہ تیز رفتار گھوڑا ہو اور سو سال تک اس کے سائے کو طے نہ کر سکے اور قرآن کریم میں آتا ہے وہاں دودھ کی نہریں ہوں گی، شراب طہور کی نہریں ہوں گی آج ہمیں دودھ کی نہریں سمجھ نہیں آتیں کہ یہاں تو دودھ کو رات کو رکھو تو صبح کو دہی ہو جائے گا یا کھٹا ہو جائے گا، بیکار ہو جائے گا اور وہ ہمیشہ دودھ ہی ہوگا لہٰذا آخرت کی باتوں کو دنیا کی باتوں پر قیاس کرنا غلط ہے۔ تو فرمایا کہ تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکے گا لیکن پہاڑ کی طرف دیکھ اگر وہ اپنی جگہ

پر قائم رہا تو پھر تو مجھے دیکھ سکے گا۔شاعروں کے خیال الگ ہوتے ہیں ایک شاعر کہتا ہے......

ے دل میں آتا ہے لگادوں آگ کوہِ طور کو

پھر خیال آتا کہ موسیٰؑ بے وطن ہوجائے گا

یہ شاعرانہ تخیلات ہیں۔

فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ پس جس وقت تجلی ڈالی اس کے پروردگار نے پہاڑ پر **جَعَلَهٗ دَكًّا** تو کردیا اس کو ریزہ ریزہ **وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا** اور گر پڑے موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہوکر۔حدیث پاک میں آتا ہے کہ ہاتھ کی جو چھوٹی انگلی ہے چھنگلی جس کو ہم چیچی کہتے ہیں اس کے ایک پورے کے برابر اللہ تعالیٰ نے اپنے جلال کا نور ڈالا کہ جس سے پہاڑ ریزہ ریزہ ہوگیا اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہوکر گر پڑے **فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ** پس جب موسیٰ علیہ السلام ہوش میں آئے تو کہا **سُبْحٰنَكَ** تیری ذات پاک ہے **تُبْتُ اِلَيْكَ** میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں **وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ** اور میں مومنوں میں سے پہلا ہوں۔ کیونکہ نبی پہلے مانتا ہے پھر لوگوں کو دعوت دیتا ہے **قَالَ** فرمایا اللہ تعالیٰ نے **يٰمُوْسٰٓى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ** اے موسیٰ علیہ السلام بے شک میں نے تجھے منتخب کیا ہے لوگوں پر **بِرِسٰلٰتِىْ وَبِكَلَامِىْ** اپنے پیغام کے ساتھ اور اپنے کلام کے ساتھ ۔میں نے تیرے ساتھ کلام کیا ہے اور اپنے پیغام اور احکام دے کر تجھے نبوت دی ہے ۔موسیٰ علیہ السلام کا بڑا بلند مقام ہے۔عقائد پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں لکھا ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں سے سب سے بلند اور پہلا درجہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا

ہے۔آپ ﷺ کے درجے اور مقام کو نہ انسانوں میں سے کوئی پہنچ سکتا ہے نہ جنوں میں سے، نہ فرشتوں میں سے، نہ اِس جہان میں اور نہ اگلے جہان میں اور یاد رکھنا جہاں آپ ﷺ کو نبی ماننا ضروری ہے وہاں خاتم النبین ماننا بھی ضروری ہے اور ایمان کی بنیاد ہے ۔لیکن اس کے باوجود خدائی اختیارات آپ ﷺ کے پاس نہیں ہیں۔اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں آپ ﷺ سے اعلان کروایا قُلْ اِنِّی لَآ اَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا (پ، ۲۹) اے نبی کریم ﷺ آپ کہہ دیں میں تمہارے نفع نقصان کا مالک نہیں ہوں اور یہ بھی کہہ دیں لَآ اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا میں اپنے نفع نقصان کا مالک بھی نہیں ہوں۔ جب آپ ﷺ اپنے ذاتی نفع نقصان کے مالک نہیں ہیں اور مخلوق کے نفع نقصان کے مالک بھی نہیں ہیں تو اور کون ہوسکتا ہے؟ جو کسی نفع نقصان کا مالک ہو یہ ٹکے ٹکے کے ملنگ لوگوں کو ڈراتے پھرتے ہیں کہ میں اس طرح کردوں گا اور اس طرح کردوں گا اگر تیرے پاس اتنی پاور ہے تو پھر مانگتا کیوں پھرتا ہے؟ سارے خزانے اکٹھے کر کے رکھ لو اور کھاتے رہو۔ان ملنگوں نے ایک اور فتنہ شروع کیا ہوا ہے کہ نعرہ مارتے ہیں دم مست قلندر علی کا پہلا نمبر ایک تو لوگوں سے پیسے لیتے ہیں خیرات کے ذریعے اور دوسرا لوگوں کا ایمان بگاڑتے ہیں اور ان سے سن کر چھوٹے چھوٹے بچے بھی کہتے پھرتے ہیں دم مست قلندر علی کا پہلا نمبر۔ یہ رافضیوں کا نظریہ ہے کہ خلافت میں حضرت علیؓ کا پہلا نمبر ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت علیؓ کا چوتھا نمبر ہے۔ پہلا نمبر حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ہے دوسرا نمبر حضرت عمرؓ کا ہے اور تیسرا نمبر حضرت عثمانؓ کا ہے اور چوتھا نمبر حضرت علیؓ کا ہے مرتبے میں بھی اور خلافت میں بھی۔

گداگروں کو رقم دینے کا حکم :

ایسے لوگوں کو پیسے دینا حرام ہے۔ فقہی کتابوں میں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ گانا بجا کر مانگے اس کو بالکل نہ دو اب آگے چونکہ فطرانے کے دن آرہے ہیں اور مانگنے والے تمہارے پاس آئیں گے لھذا مسئلہ سمجھ لیں کہ فطرانے کا مصرف بھی وہی ہے جو زکوٰۃ کا مصرف ہے جس کو زکوٰۃ دینی جائز نہیں ہے اس کو فطرانہ دینا بھی جائز نہیں ہے زکوٰۃ اور فطرانہ سید کو دینا جائز نہیں ہے۔ لینے والا سادات میں سے نہ ہو حضرت علیؓ، حضرت عباسؓ، حضرت جعفرؓ، حضرت عقیلؓ اور آنحضرت ﷺ کے چچا حارث وہ خود مسلمان نہیں ہوئے ان کی اولاد مسلمان ہوئی ہے۔ یہ سادات ہیں ان میں سے نہ ہو ان کو زکوٰۃ، فطرانہ، عشر اور ہر قسم کا کفارہ، یہ واجب قسم کے جتنے صدقات ہیں ان کو نہیں لگتے اور کسی نے ان کو زکوٰۃ وغیرہ دے دی تو اس کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی اسی طرح زکوٰۃ اور صدقاتِ واجبہ جتنے ہیں اس آدمی کو بھی دینا جائز نہیں ہیں جس کا عقیدہ صحیح نہ ہو اور نماز روزے کا پابند نہ ہو۔ ان کو اگر تم دو گے تو اس کے گناہ پر اس کی مدد کرنے والے ہو گے لھذا زکوٰۃ فطرانہ دیکھ کر دو یہ نہیں کہ جو تمہارے پاس آگیا اس کو زکوٰۃ فطرانہ وغیرہ دے دیا۔ کافر مشرک کو دو گے بالکل ادا نہ ہوگا میں نے مسئلہ سمجھا دیا ہے قیامت والے دن یہ نہ کہنا ہمیں کسی نے مسئلہ نہیں سمجھایا تھا لھذا ان چیزوں کا خاص خیال رکھو۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے کلام اور پیغام کے لئے چنا اور فرمایا فَخُذْ مَآ اٰتَیْتُکَ پس پکڑ تو وہ چیز جو میں نے تجھے دی ہے وَکُنْ مِّنَ الشّٰکِرِیْنَ اور ہو جاؤ تم شکر ادا کرنے والوں میں سے۔ آگے ذکر آرہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کیا کیا چیزیں دیں۔

وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّأْمُرْ قَوْمَكَ يَأْخُذُوا بِأَحْسَنِهَا ۚ سَأُورِيكُمْ دَارَ الْفٰسِقِينَ ○ سَأَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۚ وَإِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوا بِهَا ۚ وَإِنْ يَّرَوْا سَبِيلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا ۚ وَإِنْ يَّرَوْا سَبِيلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا ۚ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غٰفِلِينَ ○ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَاءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ ۚ هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ○

وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَاحِ اور لکھ دی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کیلئے تختیوں میں مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً ہر قسم کی نصیحت وَّتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ اور تفصیل ہر چیز کیلئے فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ پس پکڑو ان تختیوں کو قوت کے ساتھ وَّأْمُرْ قَوْمَكَ اور حکم دیں اپنی قوم کو يَأْخُذُوا بِأَحْسَنِهَا کہ وہ پکڑیں ان تمام اچھی چیزوں کو سَأُورِيكُمْ دَارَ الْفٰسِقِينَ عنقریب میں دکھاؤں گا تم کو نافرمانوں کا

گھر سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ میں پھیر دونگا اپنی آیتوں سے اَلَّذِیْنَ یَتَکَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ جو تکبر کرتے ہیں زمین میں ناحق وَاِنْ یَّرَوْا کُلَّ اٰیَۃٍ اور اگر وہ دیکھ لیں ہر قسم کی نشانی لَّایُؤْمِنُوْا بِھَا تو اس پر ایمان نہ لائیں وَاِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الرُّشْدِ اور اگر وہ دیکھیں بھلائی کا راستہ لَا یَتَّخِذُوْہُ سَبِیْلًا تو نہ بنائیں وہ اس کو اپنا راستہ وَاِنْ یَّـرَوْا سَبِیْـلَ الْغَـیِّ اور اگر وہ دیکھیں گمراہی کا راستہ یَتَّخِذُوْہُ سَبِیْلًا تو بنالیں اس کو اپنا راستہ ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا یہ اس وجہ سے کہ انھوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو وَکَانُوْا عَنْھَا غٰفِلِیْنَ اور تھے وہ ان آیات، نشانیوں سے غافل وَالَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا اور وہ لوگ جنھوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو وَلِقَآءِ الْاٰخِرَۃِ اور آخرت کی ملاقات کو حَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ ضائع ہو گئے ان کے اعمال ھَلْ یُجْزَوْنَ اِلَّا مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ نہیں بدلہ دیئے جائیں گے مگر اس چیز کا جو وہ کرتے تھے۔

بنی اسرائیل کے مطالبے پر کہ اب ہم آزاد قوم ہیں ہمارے لئے کوئی قانون ہونا چاہئے کہ کوئی قوم قانون کے بغیر وقت نہیں گزار سکتی اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو کوہِ طور پر بلا کر تورات عطا کی اور فرمایا فَخُذْ مَآ اٰتَیْتُکَ وَکُنْ مِّنَ الشّٰکِرِیْنَ پس پکڑ وہ چیز جو میں نے تجھے دی ہے اور شکر گزاروں میں سے ہو جاؤ یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکریہ ادا کرو۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَکَتَبْنَا لَـہٗ فِی الْاَلْوَاحِ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ مَّوْعِظَۃً اور لکھ دی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کیلئے تختیوں میں ہر قسم کی نصیحت۔ توراۃ کی دس

تختیوں پر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعے لکھوایا جسطرح ہمارے سامنے کاغذوں پر قرآن کریم لکھا ہوا ہے اسی طرح تختیوں پر نصیحت لکھوائی نصیحت کا معنیٰ ہے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرو، اس کی نافرمانی نہ کرو، بڑوں کا ادب کرو، پیغمبروں پر ایمان لاؤ، قیامت کو تسلیم کرو، اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور کسی کو قولاً اور فعلاً تکلیف نہ دو۔ یہ تمام چیزیں اس میں درج تھیں وَّتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ اور ہر چیز کی تفصیل تھی۔ ہر چیز سے مراد یہ ہے کہ جو چیزیں ان کی ضرورت اور ان کے متعلق تھیں۔ یہ نہیں کہ دنیا کہ ساری چیزوں کی تفصیل تھی کیونکہ ہماری شریعت اور ان کی شریعت میں بڑا فرق تھا مثلاً ہم پر پانچ نمازیں فرض ہیں اور ان پر دو نمازیں فرض تھیں تو تین نمازوں کی تفصیل تورات میں نہیں تھی اس لئے کہ یہ ان کی ضرورت نہیں تھی اسی طرح بہت ساری ایسی چیزیں تھیں جو ان کی شریعت میں تھیں اور ہماری شریعت میں نہیں ہیں اور بہت سی ایسی چیزیں تھیں جو ان کی شریعت میں نہیں تھیں اور ہماری شریعت میں ہیں۔ تو جو چیزیں ان کی شریعت تھیں ان کی تفصیل تھی فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ پس پکڑو ان تختیوں کو قوت کے ساتھ۔ کہ تختیاں وزنی تھیں اور تورات میں جو احکام تھے آزاد قوم کیلئے وہ بھی کافی مشکل تھے وَّأْمُرْ قَوْمَكَ اور حکم دیں اپنی قوم کو يَأْخُذُوا بِأَحْسَنِهَا کہ وہ پکڑیں ان تمام اچھی چیزوں کو۔ کیونکہ توراۃ میں جتنی چیزیں تھیں وہ ساری اچھی ہی تھیں اس مقام پر نہیں مگر دوسری جگہ میں آتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے جب تورات لوگوں کے سامنے پیش کی قوم نے غور کے ساتھ سنی کہنے لگے یہ کتاب تو بہت مشکل ہے اس پر تو عمل نہیں ہوسکتا ایسا کرو کہ اس کو واپس لے جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے کہو کہ ہمیں کوئی سہل سی کتاب دیں جس پر ہم عمل کرسکیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا

پہلے تم نے آزادسی زندگی گزاری ہے اب تمہیں یہ قیدوالی زندگی نظر آرہی ہے کچھ دن اس پرعمل کروالله تعالیٰ آسانی پیدافرمادیں گے۔مگرقوم نے کہا کہ آپ ضرور الله تعالیٰ کے آگے درخواست کریں کیونکہ یہ کتاب بہت مشکل ہے ہم سے عمل نہیں ہوسکتا۔دیکھو جولوگ نماز نہیں پڑھتے ان کیلئے نماز پہاڑ سے بھی مشکل ہے اور جولوگ روزے نہیں رکھتے ان کیلئے روزے قیامت ہیں حالانکہ چھوٹے چھوٹے دن ہیں نہ پیاس لگتی ہے نہ بھوک اور جولوگ نماز پڑھتے ہیں اور روزے رکھتے ہیں ان کیلئے کوئی مشکل نہیں ہے اور چونکہ بنی اسرائیلیوں نے حیوانوں کی طرح زندگی بسر کی تھی نہ نمازیں تھیں اور نہ روزے تھے تو ان کیلئے دفعۃً یہ بات بہت مشکل تھی۔آگے آئے گا کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم میرے ساتھ آدمی بھیجو میں الله تعالیٰ سے درخواست کرونگا کہ ہمیں کوئی آسان سے احکام عطا فرماوَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا اور منتخب کیے موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم میں سے ستر آدمی ہمارے وعدے کے وقت پر لانے کیلئے یہ نمائندے تھے بنی اسرائیل کے جس وقت یہ کوہِ طور کے پاس وادی مقدس میں پہنچے اور الله تعالیٰ کا کلام انھوں نے کانوں سے سنا کہ الله تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ کتاب میں نے دی ہے میں علیم خبیر ہوں جو احکام میں نے دیئے ہیں یہ تمہاری طاقت کے مطابق ہیں اور اگر بشری تقاضے سے کوئی غلطی ہوگئی تو میں غفورٌ رحیم ہوں بخش دوں گا۔انھوں نے الله تعالیٰ کا کلام سنا تو کہنے لگے لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً ہم تو ہرگز تیری تصدیق نہیں کریں گے یہاںتک کہ ہم دیکھ لیں الله تعالیٰ کو ظاہر فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ پس پکڑلیا تم کو بجلی نے۔

اصحاب موسیٰ علیہ السلام حیات بعد الموت :

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر بجلی گری اور ستر آدمی مارے گئے تو قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے میرے پروردگار! اگر تو چاہتا تو ان کو ہلاک کر دیتا اس سے پہلے ہی اور مجھے بھی اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا کیا ہلاک کرتا ہے ہمیں اس چیز کے ساتھ جو کی ہے ہم میں سے بعض بیوقوفوں نے۔ یہ تو قوم کے نمائندے تھے لوگ کہیں گے ہمارے نمائندوں کو مار آئے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو دوبارہ زندہ کیا یہ بڑی اکھڑ مزاج قوم تھی۔ تو فرمایا ان تمام اچھی چیزوں پر عمل کرو سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ عنقریب میں دکھاؤں گا تم کو نافرمانوں کا گھر۔ ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ فاسقین کے گھر سے مراد شام کا علاقہ ہے کہ اس وقت شام کے علاقے میں سارے نافرمان اور کافر تھے تو اس کا وعدہ ہوا کہ عنقریب اس علاقے پر تمہارا قبضہ ہو جائے گا اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ سے مراد مصر کا علاقہ ہے کہ یہاں تم پہلے غلامی کی حالت میں تھے ایک وقت آئے گا کہ وہ تمہارا دار الخلافہ ہوگا اور وہاں تم حکمران ہو گے اور تیسری تفسیر یہ ہے کہ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ سے مراد دوزخ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مرنے کے بعد جنت بھی سامنے آجائے گی اور دوزخ بھی سامنے آجائے گی اور دوزخ نافرمانوں کا گھر ہے۔

قبر کے حالات :

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب آدمی کی وفات ہو جاتی ہے اور قبر میں دفنانے کے بعد مٹی ڈال کر واپس لوٹتے ہو تو اِنَّ الْمَيِّتَ يَسْمَعُ خَفْقَ نِعَالِهِمْ بخاری اور مسلم کی روایت ہے بے شک میت ان کے جوتوں کی کھڑ کھڑاہٹ سنتا ہے میت میں جان پڑ جاتی

ہے وہ سنتا ہے کہ یہ واپس جا رہے ہیں دو فرشتے آجاتے ہیں منکر نکیر عام لوگوں کیلئے اور مومنوں کیلئے آتے ہیں مبشر بشیر۔ وہ سوال کرتے ہیں مَنْ رَبُّکَ تیرا رب کون ہے مَنْ نَبِیُّکَ تیرا نبی کون ہے مَادِیْنُکَ تیرا دین کیا ہے۔ اگر آدمی سوالوں میں کامیاب ہو گیا تو فوراً جہنم کی طرف سے کھڑکی کھل جاتی ہے وہ گھبرا جاتا ہے کہ میں نے سوالوں کے جواب تو ٹھیک دیئے ہیں دوزخ کی آگ مجھے کیوں نظر آرہی ہے؟ فرشتے کہتے ہیں کہ یہ تیرا ٹھکانا نہیں ہے یہ تجھے بتانے کیلئے دکھائی ہے کہ اگر نافرمانی کرتا تو پھر یہ تیرا ٹھکانا ہوتا پھر اس کو بند کر کے جنت کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے اور جنت کی ساری نعمتیں اس کو قبر میں حاصل ہوتی ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اَلْقَبْرُ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ قبر جنت کے باغوں میں سے باغ ہے اَوْ حُفْرَۃٌ مِّنْ حِفَرِ النِّیْرَانِ یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ الَّذِیْنَ میں پھر دونگا اپنی آیتوں سے ان لوگوں کو الَّذِیْنَ یَتَکَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ جو تکبر کرتے ہیں زمین میں ناحق۔ غلط راستے پر ڈٹے ہوئے ہیں میں ان کو اپنی آیات پر ایمان لانے کی توفیق نہیں دوں گا اللہ تعالیٰ نے ہر آدمی کو اختیار دیا ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے اپنی مرضی سے جو شخص ایمان کی نیت کرے گا اللہ تعالیٰ یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ اللہ تعالیٰ اس کا سینہ اسلام کیلئے کھول دے گا اور جو شخص کفر پر ڈٹا رہے گا اس کے دل پر مہر لگا دے گا اللہ تعالیٰ جبراً نہ کسی کو ایمان دیتا ہے اور نہ کسی کو کافر بناتا ہے۔ تو متکبرین کو اللہ تعالیٰ اپنی آیتوں سے پھیر دیں گے کہ ان کو ماننے کی توفیق نہیں ہوگی۔ حدیث پاک میں آتا ہے آں حضرت ﷺ نے

فرمایا کہ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا صحابہ کرامؓ پریشان ہوئے کہ اس طرح تو کوئی بھی جنت میں نہیں جائے گا کہ ہم سب اچھے کپڑے پہنتے ہیں، سر پر پٹے رکھتے ہیں، تیل لگاتے ہیں، کنگھی کرتے ہیں، عمدہ جوتا پہنتے ہیں انھوں نے اس کو تکبر سمجھا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا یہ تو جمال ہے خوبصورتی ہے تکبر نہیں ہے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اظہار ہے اِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے خوبصورتی کو پسند کرتا ہے شرعی دائرے میں رہتے ہوئے اچھا لباس پہننا یہ تکبر نہیں ہے اور جو شخص طاقت رکھتے ہوئے اچھا لباس نہیں پہنتا وہ گنہگار ہے۔ اس لئے کہ اس نے رب کی نعمت کا اظہار عملی طور پر نہیں کیا حالانکہ یہ مطلوب ہے۔ تکبر کہتے ہیں بَطَرُ الْحَقِّ حق کو ٹھکرا دینا وَغَمْطُ النَّاسِ اور لوگوں کو حقیر سمجھنا اور اپنے آپ کو اعلیٰ سمجھنا۔ ان کے تکبر کی علامت یہ ہے کہ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا اور اگر وہ دیکھیں ہر قسم کی نشانی تو اس پر ایمان نہ لائیں۔ پہلے گزرا ہے کہ موسیٰ علیہ اسلام نے ان کو نو ۹ معجزے دکھائے لیکن وہ لوگ آنکھوں کے ساتھ دیکھ کر بھی ایمان نہ لائے بلکہ وہ جادوگر جو مقابلے کیلئے آئے تھے اور موسیٰ علیہ اسلام پر ایمان لائے تو فرعون ان کے پیچھے پڑ گیا کہ تم میری اجازت کے بغیر ایمان لائے ہو میں تمہارے ہاتھ پاؤں الٹے کاٹوں گا اور تمہیں سولی پر لٹکاؤں گا اور اس نے ستر آدمیوں کو اس طرح شہید کیا تو اس سے بڑا تکبر کیا ہوسکتا ہے کہ خود تو ماننا درکنار دوسروں کا ایمان بھی گوارا نہیں۔ یاد رکھنا ایمان بڑی قیمتی چیز ہے کہ جس کی وجہ سے جنت ملتی ہے۔ قرآن کریم میں آتا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ بیشک وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور وہ اس حالت میں مر گئے کہ وہ کفر کرنے والے ہیں فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ

اَحَدِهِمْ مِلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ (پ،۳) پس ان میں سے کسی ایک سے ہر گز قبول نہیں کی جائے گی سونے سے بھری ہوئی زمین اگرچہ وہ اس کا فدیہ دیدے۔ اور سورۃ زمر میں ہے وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ اور اگر ہو بیشک ان لوگوں کیلئے جنہوں نے ظلم کیا جو کچھ زمین میں سارے کا سارا اور اس جیسا مزید بھی اس کے ساتھ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ پھر فدیہ دیدیں میرے عذاب سے قیامت والے دن تو قبول نہیں کیا جائے گا۔ مگر ایمان کی بدولت جنت ملے گی اس سے اندازہ لگاؤ کہ ایمان کتنی قیمتی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ اور اگر وہ دیکھیں بھلائی کا راستہ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا تو نہ بنائیں وہ اس کو اپنا راستہ یعنی نیکی کے راستے پر نہیں چلیں گے۔ سورۃ نمل کے پہلے رکوع میں فرعون اور اسکے ساتھیوں کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَجَحَدُوْا بِهَا اور انکار کیا انھوں نے اس کا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ حالانکہ یقین کیا اس کے بارے میں ان کی جانوں نے ظُلْمًا وَّعُلُوًّا مگر انکار کیا ظلم اور تکبر کی بنا پر۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام نے جو نشانیاں اور معجزے دکھائے تھے فرعون، ہامان، شداد، قارون کے دلوں میں یقین تھا کہ واقعی یہ صحیح ہیں انکار کیا سرکشی کی اور زیادتی کرتے ہوئے تکبر کرتے ہوئے۔ کیونکہ کرسی، اقتدار، بادشاہی، صدارت، وزارت یہ کمبل نہیں چھوڑتے۔

گمراہی کا راستہ :

فرمایا وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ اور اگر وہ دیکھیں گمراہی کا راستہ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا تو بنالیں اس کو اپنا راستہ۔ گمراہی کے راستے پر چلتے ہیں راہِ سنت پر نہیں چلتے جانتے

ہوئے بھی ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو۔تورات کواور دیگر آسمانی آیات اور معجزات کو وَکَانُوْا عَنْھَا غٰفِلِیْنَ اور تھے وہ ان آیات ،نشانیوں سے غافل۔

سب سے بڑا معجزہ :

آنحضرت ﷺ کو جو معجزات عطا ہوئے ہیں ان میں قرآن سب سے بڑا معجزہ ہے اور یہ قیامت تک رہنے والی کتاب ہے۔عرب اس کی فصاحت اور بلاغت کو جانتے تھے اوراس کی تاثیر کو بھی مانتے تھے تاثیر کی وجہ سے سِحْرٌ مُّبِیْنٌ کہتے تھے کہ یہ جادو اثر کرتا ہے اس کی تاثیر حق ہونے کی وجہ سے نہیں جادو ہونے کی وجہ سے ہے۔آنحضرت ﷺ کے معجزات میں شق قمر چاند کا دو ٹکڑے ہونا بھی ہے اور یہ معجزہ مخالفین نے خود طلب کیا تھا اللہ تعالیٰ نے آپ کی تصدیق کیلئے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا۔اِقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ قریب آگئی قیامت اور پھٹ گیا ہے چاند۔کہنے لگے سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ یہ جادو ہے جو مسلسل چلا آرہا ہے۔اب اس ضد کا دنیا میں کوئی علاج ہے کہ سب کچھ دیکھنے کے باوجود ایمان نہیں لائے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا اور وہ لوگ جنھوں نے جھٹلایا ہماری نشانیوں کو وَلِقَآءِ الْاٰخِرَۃِ اور آخرت کی ملاقات کو یعنی قیامت کو جھٹلایا حَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ ضائع ہوگئے ان کے اعمال۔جو عمل انھوں نے کیے ہیں سب اکارت ہوگئے۔کافر بھی اچھے کام کرتے ہیں سڑکیں بناتے ہیں،مسافر خانے بناتے ہیں،ہسپتال اور یتیم خانے بناتے ہیں،پانی کا انتظام کرتے ہیں،رفاہ عامہ کے بڑے بڑے کام کرتے ہیں بلکہ ظاہری طور پر دیکھو تو رفاہِ عامہ کے کام مسلمانوں سے زیادہ کرتے ہیں لیکن ایمان

نہ ہونے کی وجہ سے کسی چیز کا ان کو آخرت میں فائدہ نہیں ہوگا۔ غریبوں کی ہمدردی، یتیموں کی معاونت، بیواؤں کے ساتھ تعاون، سب اکارت ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ نہیں بدلہ دیئے جائیں گے مگر اس چیز کا جو وہ کرتے تھے۔ جو کفر، شرک اور نافرمانی کی، اس کا انھیں بدلہ ملے گا اور باقی کسی نیکی کا بدلہ نہیں ملے گا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَاتَّخَذَ قَوۡمُ مُوۡسٰی مِنۡۢ بَعۡدِہٖ مِنۡ حُلِیِّہِمۡ عِجۡلًا جَسَدًا لَّہٗ خُوَارٌ ؕ اَلَمۡ یَرَوۡا اَنَّہٗ لَا یُکَلِّمُہُمۡ وَلَا یَہۡدِیۡہِمۡ سَبِیۡلًا ۘ اِتَّخَذُوۡہُ وَکَانُوۡا ظٰلِمِیۡنَ ○ وَلَمَّا سُقِطَ فِیۡۤ اَیۡدِیۡہِمۡ وَرَاَوۡا اَنَّہُمۡ قَدۡ ضَلُّوۡا ۙ قَالُوۡا لَئِنۡ لَّمۡ یَرۡحَمۡنَا رَبُّنَا وَیَغۡفِرۡ لَنَا لَنَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ ○ وَلَمَّا رَجَعَ مُوۡسٰۤی اِلٰی قَوۡمِہٖ غَضۡبَانَ اَسِفًا ۙ قَالَ بِئۡسَمَا خَلَفۡتُمُوۡنِیۡ مِنۡۢ بَعۡدِیۡ ۚ اَعَجِلۡتُمۡ اَمۡرَ رَبِّکُمۡ ۚ وَاَلۡقَی الۡاَلۡوَاحَ وَاَخَذَ بِرَاۡسِ اَخِیۡہِ یَجُرُّہٗۤ اِلَیۡہِ ؕ قَالَ ابۡنَ اُمَّ اِنَّ الۡقَوۡمَ اسۡتَضۡعَفُوۡنِیۡ وَکَادُوۡا یَقۡتُلُوۡنَنِیۡ ۫ۖ فَلَا تُشۡمِتۡ بِیَ الۡاَعۡدَآءَ وَلَا تَجۡعَلۡنِیۡ مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ ○ قَالَ رَبِّ اغۡفِرۡ لِیۡ وَلِاَخِیۡ وَاَدۡخِلۡنَا فِیۡ رَحۡمَتِکَ ۫ۖ وَاَنۡتَ اَرۡحَمُ الرّٰحِمِیۡنَ ○

وَاتَّخَذَ قَوۡمُ مُوۡسٰی مِنۡۢ بَعۡدِہٖ اور بنالیا موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان کے طور پر جانے کے بعد مِنۡ حُلِیِّہِمۡ عِجۡلًا اپنے زیوروں سے ایک بچھڑا جَسَدًا لَّہٗ خُوَارٌ وہ ایک جسم تھا اس کیلئے گائے کی آواز تھی ٹیں ٹیں اَلَمۡ یَرَوۡا کیا

انھوں نے نہ دیکھا اَنَّہٗ لَا یُکَلِّمُھُمْ کہ بیشک وہ نہیں کلام کرتا ان سے وَلَا
یَھْدِیْھِمْ سَبِیْلًا اور نہ ان کی راہنمائی کرتا ہے راستے کی اِتَّخَذُوْہُ
وَکَانُوْا ظٰلِمِیْنَ انھوں نے بچھڑے کو معبود بنالیا اور وہ ظالم تھے وَلَمَّا سُقِطَ فِیْ
اَیْدِیْھِمْ اور جس وقت وہ لوگ نادم اور پریشان ہوئے وَرَاَوْا اَنَّھُمْ قَدْ ضَلُّوْا اور
انھوں نے دیکھا سمجھ گئے کہ تحقیق وہ گمراہ ہوچکے ہیں قَالُوْا انھوں نے کہا لَئِنْ لَّمْ
یَرْحَمْنَا رَبُّنَا اگر نہیں رحم کرے گا ہم پر ہمارا پروردگار وَیَغْفِرْ لَنَا اور ہمیں نہیں بخشے
گا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ البتہ ہم ہوجائیں گے نقصان اٹھانے والوں میں
سے وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰی اِلٰی قَوْمِہٖ اور جب لوٹے موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے
پاس غَضْبَانَ اَسِفًا غصے میں تھے افسوس کرتے ہوئے قَالَ فرمایا بِئْسَمَا
خَلَفْتُمُوْنِیْ مِنْ بَعْدِیْ بہت بری خلافت کی ہے تم نے میرے طور پر جانے کے
بعد اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّکُمْ کیا تم نے جلدی کی اپنے رب کے حکم کے بارے میں
وَاَلْقَی الْاَلْوَاحَ اور جلدی سے رکھ دیا تورات کی تختیوں کو وَاَخَذَ بِرَاْسِ
اَخِیْہِ اور پکڑلیا اپنے بھائی کے سر کو یَجُرُّہٗٓ اِلَیْہِ اس کو اپنی طرف کھینچنے لگے
قَالَ اس نے کہا ابْنَ اُمَّ اے میری ماں کے بیٹے اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِیْ بیشک
قوم نے مجھے کمزور سمجھ لیا تھا وَکَادُوْا یَقْتُلُوْنَنِیْ اور قریب تھا کہ مجھے قتل کردیتے
فَلَا تُشْمِتْ بِیَ الْاَعْدَآءَ پس تو نہ خوش کر میرے ذریعے دشمنوں کو وَلَا
تَجْعَلْنِیْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ اور نہ کر تو مجھے ظالم قوم کے ساتھ قَالَ عرض کیا

موسیٰ علیہ السلام نے رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِاَخِیْ اے پروردگار معاف کردے مجھے اور میرے بھائی کو وَاَدْخِلْنَا فِیْ رَحْمَتِکَ اور داخل کر ہمیں اپنی رحمت میں وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ اور تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کا ذکر پیچھے سے چلا آرہا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام تورات لینے کیلئے کوہِ طور پر تشریف لے گئے اور حضرت ہارونؑ کو قوم میں اپنا خلیفہ بنا گئے کہ ان کا خیال رکھنا اور قوم کو بھی تاکید کر گئے کہ جو دین تمہارے پاس ہے اس میں گڑ بڑ نہ کرنا۔ بنی اسرائیلیوں کے پاس فرعونیوں کے زیورات تھے کافی مقدار میں سونا چاندی، ہیرے جواہرات۔ یہ زیورات ان کے پاس کیسے آئے تھے؟ اس کے متعلق امام فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں کہ فرعونی چونکہ امیر اور مالدار لوگ تھے اس لئے ان کو چوروں ڈاکوؤں کا خطرہ رہتا تھا اور بنی اسرائیلی غریب لوگ تھے ان کے نوکر اور کمی تھے ان کے پاس بطور امانت کے رکھے ہوئے تھے کہ غریب کے گھر چور نہیں پڑتے اور علامہ آلوسیؒ وغیرہ فرماتے ہیں کہ انھوں نے اپنے لڑکوں اور لڑکیوں کی شادیوں کے موقع پر ان سے مانگے تھے آج بھی دستور ہے کہ غریب آدمی دوسروں کے زیورات مانگ کر وقت گزارتے ہیں اور یہ بات پہلے تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکی ہے کہ مالِ غنیمت پہلی قوموں کیلئے جائز نہیں تھا لھذا وہ اس کو استعمال نہیں کر سکتے تھے۔ سورۃ طٰہٰ میں آتا ہے کہ انھوں نے سارا مال سونا چاندی ہیرے موتی لے جا کر جنگل میں دبا دیئے تھے۔

بنی اسرائیل کا ابو جہل :

موسیٰ بن ظفر قبیلہ بنو سامرہ کا آدمی تھا سولہویں پارے میں سامری کا لفظ آتا ہے۔

یہ منافق اور اس زمانے کا ابوجہل تھا ظاہری طور پر کلمہ پڑھتا تھا لیکن حقیقت میں وہ کلمے کا قائل نہیں تھا اس نے وہ زیورات نکال کر ان کا بچھڑا بنایا اور حضرت جبرائیلؑ کے گھوڑے کے پاؤں کے نیچے کی مٹی جو اس نے اُس موقع پر اٹھائی تھی جب فرعونیوں کے غرق ہونے کے موقع پر جبرائیلؑ گھوڑے پر سوار ہو کر آئے تھے وہ مٹی اس نے اس بچھڑے کے منہ میں ڈالی اس سے ٹیں ٹیں کی آواز نکلنی شروع ہو گئی سامری نے کہا ھٰذَا اِلٰھُکُمْ وَاِلٰہُ مُوْسٰی یہ تمہارا بھی اللہ ہے اور موسیٰ علیہ السلام کا بھی۔ بڑی عجیب بات ہے کہ ان زیورات کو استعمال کرنے کی تو اجازت نہیں تھی اور انھیں جنگل میں پھینک دیا لیکن ان زیورات کا بچھڑا بنا تو اس کی پوجا شروع کر دی کتنی کم عقلی کی بات ہے انسان کی جب عقل ماری جائے تو پھر ہوش و حواس بھی خطا ہو جاتے ہیں۔ تو اس کا ذکر ہے وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰی مِنْ بَعْدِہٖ اور بنا لیا موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان کے طور پر جانے کے بعد مِنْ حُلِیِّھِمْ عِجْلًا ان کے پاس جو زیورات تھے ان کا بچھڑا جَسَدًا لَّہٗ خُوَارٌ وہ ایک جسم تھا اس کیلئے گائے کی آواز تھی ٹیں ٹیں اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں اَلَمْ یَرَوْا اَنَّہٗ لَا یُکَلِّمُھُمْ کیا انھوں نے نہ دیکھا کہ بیشک وہ نہیں کر سکتا کلام ان سے۔ صرف ٹیں ٹیں کی تو کوئی حیثیت نہیں ہے اللہ تعالیٰ کی ذات ہے وَکَلَّمَ اللّٰہُ مُوْسٰی تَکْلِیْمًا اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا اور معراج کی رات آنحضرت ﷺ سے کلام کیا، اللہ تعالیٰ فرشتوں سے کلام کرتا ہے اور وہ بچھڑا صرف ٹیں ٹیں کرتا تھا تو صرف ٹیں ٹیں سے تو کچھ نہیں بنتا مگر جب عقل ماری جائے تو یہی کچھ ہوتا ہے۔

ربّ رُسّے، عقل کھسّے :

ہندوستان میں ہندوؤں کا ایک خاندان تھا اس کو واہمار جی کہتے تھے ان کی حالت یہ تھی کہ عورتوں کو ننگا کر کے مردان کی شرم گاہ کی پوجا کرتے تھے اور عورتیں مردوں کی شرمگاہ کی پوجا کرتیں تھیں۔ عورتیں کہتی تھیں کہ مردوں کی شرمگاہ یہ دنیا کی جڑ ہے اور مرد کہتے تھے کہ عورتوں کی شرمگاہ یہ دنیا کا منبع ہے۔ تو انھوں نے بچھڑے کی پوجا شروع کر دی اسی بچھڑے کی پوجا کی وجہ سے ہندوستان میں گائے کی بڑی قدر ہوتی ہے وہ اس کو ماں کہتے ہیں گاؤ ماتا اور مسلمان گائے کی قربانی کریں تو ان کی سختی آجاتی ہے بیچارے چھپ چھپا کر قربانی کرتے ہیں۔ بسا اوقات پتہ چل جائے تو لڑائی ہو جاتی ہے جانیں بھی ضائع ہو جاتی ہیں اور......

اگر جان کا خطرہ ہو :

مسئلہ یہ ہے کہ اگر جان کا خطرہ ہو تو ضروری نہیں کہ گائے کی قربانی دی جائے بکرے چھترے کی کر لو۔ تو جس بچھڑے کو انہوں نے الٰہ بنایا نہ تو ان سے کلام کر سکتا ہے وَلَا يَهْدِيهِمْ سَبِيلًا اور نہ ان کی راہنمائی کرتا ہے راستے کی اِتَّخَذُوهُ وَكَانُوا ظٰلِمِينَ انھوں نے بچھڑے کو معبود بنالیا اور وہ ظالم تھے وَلَمَّا سُقِطَ فِيٓ أَيْدِيهِمْ سقط کے معنٰی گرنا، تو معنٰی ہوگا جب گرائے گئے ان کے چہرے ہاتھوں میں۔ جب آدمی پشیمان ہوتا ہے تو اپنے ہاتھوں کو کاٹتا ہے۔ تو اب اس کا لازمی معنٰی ہوگا اور جس وقت وہ لوگ نادم اور پریشان ہوئے وَرَاَوْا اَنَّهُمْ اور انھوں نے دیکھا سمجھ گئے کہ بیشک وہ قَدْ ضَلُّوْا تحقیق وہ گمراہ ہو چکے ہیں۔ یہ موسیٰ علیہ السلام کی آمد سے پہلے کی بات ہے کہ ابھی کوہِ طور سے واپس تشریف نہیں لائے تھے قَالُوْا انھوں نے کہا لَئِنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا اگر

نہیں رحم کرے گا ہم پر ہمارا پروردگار وَیَغْفِرْ لَنَا اور ہمیں نہیں بخشے گا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ البتہ ہم ہوجائیں گے نقصان اٹھانے والوں میں سے وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰی اِلٰی قَوْمِهٖ اور جب لوٹے موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے پاس غَضْبَانَ اَسِفًا غصے میں تھے افسوس کرتے ہوئے کہ بچھڑے کی پوجا ہوئی توحید پر زد پڑی قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِیْ مِنْ بَعْدِیْ فرمایا بہت بری خلافت کی ہے میرے طور پر جانے کے بعد اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّکُمْ کیا تم نے جلدی کی اپنے رب کے حکم کے بارے میں۔ رب تعالیٰ نے مجھے بلایا تھا تورات کیلئے ابھی تک میں توراۃ لایا نہیں رب کا حکم تم تک پہنچایا نہیں اور تم نے یہ حرکت شروع کردی اس جگہ اجمال ہے اور دوسری جگہ تفصیل ہے موسیٰ علیہ السلام جب واپس آئے تو سخت غصے میں تھے اور لوگ بھی یہی سمجھ چکے تھے کہ ہم گمراہ ہو چکے ہیں تو کہنے لگے حضرت ہم توبہ کرتے ہیں۔ فرمایا فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَکُمْ تم اپنی جانوں کو قتل کرو کہ ان کی شریعت میں مرتد کی توبہ قتل ہی تھی قتل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جنہوں نے بچھڑے کی پوجا نہیں کی وہ اُن کو قتل کریں جنھوں نے بچھڑے کی پوجا کی ہے۔ مرتد کی توبہ قتل ہی تھی۔

شریعت محمدی ﷺ میں مرتد کا حکم :

ہماری شریعت میں حکم یہ ہے کہ معاذ اللہ اگر کوئی مرتد ہو جائے اور سچے دل سے توبہ کرے مسلمان ہوجائے تو گنجائش ہے۔ البتہ مرتد ہونے سے پہلے اس نے جو نیکیاں کی تھیں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، قربانی، عمرہ وغیرہ وہ ضائع ہوگئیں ان کا اجر نہیں ملے گا اب توبہ کرنے کے بعد جو نیکیاں کرے گا صرف ان کا اجر ملے گا۔

ایک جملے سے ساٹھ سال کی عبادت ضائع :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ بعض ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں کہ ساٹھ ساٹھ سال تک عبادت کرتے ہیں اور اتفاقاً زبان سے ایسا کلمہ نکل جاتا ہے یعنی پہلے سے کوئی منصوبہ یا پروگرام بھی نہیں ہوتا اس لفظ کے نکالنے کا، اچانک نکل جاتا ہے اور ساٹھ سال کی عبادت ضائع ہو جاتی ہے۔ مثلاً کسی کو کہو کہ بھائی جی نماز پڑھا کرو اور وہ جواب میں کہے کہ نماز میں کیا رکھا ہے تو اتنا کہنے سے کافر ہو گیا اور اس کی اس سے پہلے کی تمام نیکیاں اکارت ہو گئیں یا کسی کو کہا کہ روزہ رکھا کرو اور وہ جواب میں کہے کہ روزے میں کیا رکھا ہے تو یہ کلمہ کفر ہے اس سے پہلے جو نیکیاں کیں تھیں وہ سب برباد ہو گئیں یا کسی کو کہو کہ بھائی داڑھی رکھ لو وہ کہے کہ داڑھی میں کیا رکھا ہے تو وہ کافر ہو گیا اور اس سے پہلے کی تمام نیکیاں ضائع ہو گئیں نکاح ٹوٹ گیا اگر عورت نے ایسا کوئی لفظ کہا تو وہ مرتد ہو گئی اور نکاح گیا خاوند نے کہا تو وہ مرتد ہو گیا نکاح ٹوٹ گیا۔ علامہ شامیؒ تو فرماتے ہیں کہ ہر مہینے تازہ نکاح ہونا چاہئے اس لئے کہ ہماری زبان سے ایسے لفظ نکلتے رہتے ہیں ایسا نہ ہو کہ آئندہ اولاد بھی حرامی پیدا ہوتی رہے۔ اندازہ لگاؤ فقہاء کرام کی احتیاط کا اور ہم تو ان باتوں کو کچھ نہیں سمجھتے یاد رکھنا دین کی معمولی چیز کے ساتھ مذاق بھی کفر ہے۔ جب مسلمانوں کی حکومت کاشغر تک تھی مسلمان ترپن (۵۳) لاکھ مربع میل کے رقبے پر قابض ہو گئے اور قاضی ابو یوسفؒ قاضی القضاۃ یعنی چیف جسٹس تھے ان کے سامنے ایک مسئلہ پیش ہوا کہ ایک آدمی نے دوسرے آدمی کے سامنے حدیث بیان کی کہ آنحضرت ﷺ سالن میں کدو کو پسند کرتے تھے دوسرے شخص نے ناک چڑا کر کہا اَمَّا اَنَا لَا اُحِبُّ الْقَدْعَ بہر حال میں کدو کو پسند نہیں کرتا۔ ان لفظوں پر مقدمہ درج ہوا قاضی القضاۃ امام یوسفؒ نے حکم سنایا کہ یہ آدمی مرتد ہو

گیا ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کی حدیث بیان ہوئی تھی کہ آپ ﷺ کدو کو پسند کرتے تھے اگر اس کو طبعی طور پر قبول نہیں تھا تو چھوڑ دیتا لیکن آپ ﷺ کی حدیث کے مقابلے میں یہ کہنا کہ میں تو کدو کو پسند نہیں کرتا کفر ہے۔ آنحضرت ﷺ سے مونچھوں کے متعلق قص کے لفظ بھی آتے ہیں یعنی قینچی سے کٹوانا اور امام شافعیؒ کا یہی مسلک ہے کہ قینچی کے ساتھ کاٹنا بہتر ہے۔ اور حدیث میں اُحْفُوا الشَّوَارِبَ کے لفظ بھی آتے ہیں کہ مونچھوں کو بالکل صاف کر دو امام ابو حنیفہؒ کا یہی مسلک ہے کہ حلق افضل ہے۔ امام طحاویؒ وکیل احناف ہیں والحلق افضل وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَاَبِیْ یُوْسُفَ وَمُحَمَّدٍ وَبِهٖ نَاْخُذُ مونچھوں کو اُسترے سے صاف کرانا افضل ہے اور یہی قول ہے امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ عنہم کا اور اسی پر ہمارا عمل ہے۔

مسئلہ اولیٰ، غیر اولیٰ :

لیکن یاد رکھنا مسئلہ اولیٰ غیر اولیٰ کا ہے جائز ناجائز کا نہیں ہے جیسے رفع یدین کا مسئلہ ہے چار اِماموں میں سے دو امام، امام ابو حنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ رفع یدین کرنا مستحب بھی نہیں ہے رکوع کو جاتے ہوئے اور سر اٹھاتے ہوئے اور دو امام، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ صرف مستحب ہے اور مستحب کیلئے بازو چڑھانا اور لڑنا جھگڑنا جیسے بعض غیر مقلدین کا طریقہ ہے یہ غُلُوّ فی الدین ہے۔ قرآن پاک میں آتا ہے وَلَا تَنَازَعُوْا جھگڑا نہ کرو۔ داڑھی کے متعلق ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ اپنی داڑھی نیچے سے بھی کٹواتے تھے اور اِدھر اُدھر سے بھی یہ پرلے درجے کی کمزور روایت ہے۔ اس کی سند میں ایک راوی ہے عمر ابن ہارون اس کے متعلق

محدثین کرامؒ فرماتے ہیں اَکْذَبُ مِنْ فِرْعَوْنَ یہ فرعون سے بھی بڑا جھوٹا تھا صحیح بات یہ ہے کہ آپ ﷺ نے داڑھی کو کبھی نہیں چھیڑا نہ کسی صحابی نے داڑھی منڈوائی ہے نہ کٹوائی ہے اور داڑھی کے مسئلے پر کوئی اختلاف نہیں ہوا تو اول تو غیر اولیٰ پر جھگڑنے کی بجائے اس مسئلے پر زور دو جو واجب ہے اور جس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

داڑھی کی اہمیت :

اب بات سمجھیں کہ ایک آدمی نے دوسرے آدمی کی مونچھیں مونڈی ہوئی دیکھیں تو استہزاء کے طور پر کہا کہ بھائی جی آپ نے پھاٹک بنایا ہے کہ ادھر بھی داڑھی اور ادھر بھی داڑھی اور درمیان سے مونچھیں صاف تو فقہ اکبر میں ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ یہ مذاق کرنے والا آدمی مرتد ہے اور اس کا نکاح ٹوٹ گیا کیونکہ اس نے آنحضرت ﷺ کی سنت کے ساتھ استہزاء کیا تو بسا اوقات ایسا کلمہ کفر زبان سے نکل جاتا ہے کہ جس سے اعمال ضائع ہو جاتے وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ اِلْقَاء کے لفظی معنٰی ہیں پھینکنا یہاں فرماتے ہیں کہ القاء کے معنٰی ہیں جلدی سے نیچے رکھنا جلدی سے نیچے رکھنے کو القاء سے تعبیر کیا ہے کہ جلدی سے ہاتھ فارغ ہو جائیں کہ ہارون علیہ السلام سے دو ہاتھ کرنے ہیں وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ اور پکڑ لیا اپنے بھائی کے سر کو يَجُرُّهٗ اِلَيْهِ اس کو اپنی طرف کھینچنے لگے۔ چونکہ حضرت ہارونؑ کی طبیعت جمالی تھی شاید ان کی نرمی کی وجہ سے بگاڑ پیدا ہوا ہے۔ پیغمبر کی توہین مقصود نہیں تھی۔

ماں کی شفقت :

قَالَ ہارونؑ نے کہا اِبْنَ اُمَّ اے میری ماں کے بیٹے۔ جیسے وہ ماں کے بیٹے تھے باپ کے بیٹے بھی تھے مگر ماں میں شفقت زیادہ ہوتی ہے۔ طبعی طور پر اور وہ شفقت ماں

میں نہ ہوتو بچے کی تربیت کبھی نہیں ہوسکتی کون ہے جو ٹھنڈی راتوں میں اٹھ کر پیشاب کرائے ، پاخانہ صاف کرے تو ماں کا واسطہ دیا کہ ماں میں شفقت زیادہ ہوتی ہے فرمایا اے میری ماں کے بیٹے اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِیْ بیشک قوم نے مجھے کمزور سمجھ لیا تھا وَکَادُوْا یَقْتُلُوْنَنِیْ اور قریب تھا کہ مجھے قتل کر دیتے۔ میں نے مسئلہ بیان کرنے میں اور سمجھانے میں کوئی کمی نہیں کی اور نہ کمزوری دکھائی ہے فَلَا تُشْمِتْ بِیَ الْاَعْدَآءَ پس تو نہ خوش کر میرے ذریعے دشمنوں کو کہ دشمن کہیں گے کہ اچھے پیغمبر ہیں کہ ایک دوسرے کی داڑھی کھینچتے ہیں سر پکڑتے ہیں چھوٹے نے بڑے کی توہین کی ہے اور شَمَاتَتُ اَعْدَا بھی بری چیز ہے۔

کبیرہ گناہوں کی تعداد :

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مومن کی تکلیف پر خوشی محسوس کرنا بھی گناہ کبیرہ ہے علامہ ذہبیؒ بڑے چوٹی کے محدث ہیں انھوں نے کتاب لکھی ہے "کتاب الکبائر" اس میں انھوں نے کوشش کی ہے کہ جو بڑے بڑے گناہ ہیں ان کی نشاندہی کی جائے۔ ایک روایت حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے آئی ہے کہ ستر کے قریب گناہ کبیرہ ہیں اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ کبیرہ گناہ سات سو کے قریب ہیں اور گناہ کبیرہ توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتا اور اگر کسی کا حق ہے تو جب تک اس کا حق نہیں دو گے معاف نہیں ہوگا اور جو صغیرہ گناہ ہیں وہ نیکیوں سے معاف ہو جاتے ہیں مثلاً مسجد کی طرف آنے کی برکت سے ایک ایک قدم پر دس نیکیاں ملیں گی اور ایک ایک صغیرہ گناہ خود بخود مٹتا جائے گا اور ایک ایک درجہ بلند ہو جائے گا وضو کی برکت سے، نماز کی برکت سے، روزے

کی برکت سے، جمعہ پڑھنے کی برکت سے، حج اور عمرہ کی برکت سے صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور کبیرہ گناہ نیکیوں کی وجہ سے معاف نہیں ہوتے یہاں تک کہ حج اور عمرہ کرنے سے بھی معاف نہیں ہوتے کبیرہ توبہ سے معاف ہوگا اور فرض نمازیں اور روزے بھی توبہ سے معاف نہیں ہوتے جب تک ان کو قضا نہیں کرو گے یہ مسئلہ میں کئی دفعہ واضح کر چکا ہوں۔ فرمایا وَلَا تَجْعَلْنِیْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ اور نہ کر تو مجھے ظالم قوم کے ساتھ۔ انھوں نے ظلم کیا ہے میں نے اپنا فریضہ پورا ادا کیا ہے موسیٰ علیہ السلام کو یقین آ گیا کہ ان کی کوئی کوتاہی نہیں جب تحقیق ہوگئی تو قَالَ عرض کیا موسیٰ علیہ السلام نے رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَ لِاَخِیْ اے پروردگار معاف کردے مجھے اور میرے بھائی کو۔ مجھے معاف کردے اس کوتاہی پر کہ بھائی کا سر اور داڑھی پکڑ کر کھینچا اور دعا میں حضرت ہارونؑ کو شریک کیا دلجوئی کیلئے ورنہ ان کا کوئی قصور نہیں تھا وَاَدْخِلْنَا فِیْ رَحْمَتِکَ اور داخل کر ہمیں اپنی رحمت میں وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ اور تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین ہے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ اتَّخَذُوا الۡعِجۡلَ سَیَنَالُهُمۡ غَضَبٌ مِّنۡ رَّبِّهِمۡ وَذِلَّةٌ فِی الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا ؕ وَكَذٰلِکَ نَجۡزِی الۡمُفۡتَرِیۡنَ ○ وَالَّذِیۡنَ عَمِلُوا السَّیِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِهَا وَاٰمَنُوۡۤا ۫ اِنَّ رَبَّکَ مِنۡۢ بَعۡدِهَا لَغَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ○ وَلَمَّا سَکَتَ عَنۡ مُّوۡسَی الۡغَضَبُ اَخَذَ الۡاَلۡوَاحَ ۖۚ وَفِیۡ نُسۡخَتِهَا هُدًی وَّرَحۡمَةٌ لِّلَّذِیۡنَ هُمۡ لِرَبِّهِمۡ یَرۡهَبُوۡنَ ○ وَاخۡتَارَ مُوۡسٰی قَوۡمَهٗ سَبۡعِیۡنَ رَجُلًا لِّمِیۡقَاتِنَا ۚ فَلَمَّاۤ اَخَذَتۡهُمُ الرَّجۡفَةُ قَالَ رَبِّ لَوۡ شِئۡتَ اَهۡلَکۡتَهُمۡ مِّنۡ قَبۡلُ وَاِیَّایَ ؕ اَتُهۡلِکُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ اِنۡ هِیَ اِلَّا فِتۡنَتُکَ ؕ تُضِلُّ بِهَا مَنۡ تَشَآءُ وَتَهۡدِیۡ مَنۡ تَشَآءُ ؕ اَنۡتَ وَلِیُّنَا فَاغۡفِرۡ لَنَا وَارۡحَمۡنَا وَاَنۡتَ خَیۡرُ الۡغَافِرِیۡنَ ○

اِنَّ الَّذِیۡنَ اتَّخَذُوا الۡعِجۡلَ بیشک وہ لوگ جنہوں نے بنالیا بچھڑے کو معبود سَیَنَالُهُمۡ غَضَبٌ مِّنۡ رَّبِّهِمۡ پہنچے گا ان کو غضب ان کے رب کی طرف سے وَذِلَّةٌ اور ذلت فِی الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا دنیا کی زندگی میں وَكَذٰلِکَ نَجۡزِی

الْمُفْتَرِیْنَ اور اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں افترا باندھنے والوں کو وَالَّذِیْنَ عَمِلُوا السَّیِّاٰتِ اور وہ لوگ جنہوں نے بُرے کام کیے ثُمَّ تَابُوْا مِنْ، بَعْدِهَا پھر توبہ کی انھوں نے ان برے کاموں کے بعد وَاٰمَنُوْٓا اور سچے دل سے ایمان لائے اِنَّ رَبَّکَ مِنْ، بَعْدِهَا بیشک تیرا رب توبہ کرنے کے بعد لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ البتہ بخشنے والا مہربان ہے وَلَمَّا سَکَتَ عَنْ مُّوْسَی الْغَضَبُ اور جب تھم گیا موسیٰ علیہ السلام سے غصہ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ پکڑ لیا انھوں نے تختیوں کو وَفِیْ نُسْخَتِهَا هُدًی وَّرَحْمَةٌ اور ان تختیوں میں لکھی ہوئی تھی ہدایت اور رحمت لِّلَّذِیْنَ ان لوگوں کیلئے هُمْ لِرَبِّهِمْ یَرْهَبُوْنَ جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں وَاخْتَارَ مُوْسٰی قَوْمَهٗ اور چنے موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے سَبْعِیْنَ رَجُلًا ستر آدمی لِّمِیْقَاتِنَا ہمارے مقرر کردہ وقت کیلئے فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ پس جس وقت پکڑا ان کو زلزلے نے قَالَ کہا موسیٰ علیہ السلام نے رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَکْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِیَّایَ اے میرے رب اگر تو چاہتا تو ان کو ہلاک کر دیتا اس سے پہلے ہی اور مجھے بھی اَتُهْلِکُنَا کیا تو ہلاک کرتا ہے ہمیں بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا اس کاروائی کی وجہ سے جو کی ہے ہم میں سے بعض بیوقوفوں نے اِنْ هِیَ اِلَّا فِتْنَتُکَ نہیں ہے یہ مگر تیری آزمائش اور امتحان تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ تو گمراہ کرتا ہے اس کے ساتھ جس کو چاہتا ہے وَتَهْدِیْ مَنْ تَشَآءُ اور ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اَنْتَ وَلِیُّنَا تو ہی ہمارا کارساز ہے فَاغْفِرْ لَنَا پس بخش دے ہم کو

وَارۡحَمۡنَا اور رحم فرما ہم پر وَاَنۡتَ خَیۡرُ الۡغَافِرِیۡنَ اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے۔

بچھڑے کی پوجا کرنے والوں کا انجام :

موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کا ذکر چلا آ رہا ہے اور یہ بات بھی بیان ہوئی تھی کہ بنی اسرائیلیوں نے فرعونیوں کے جو زیور پھینکے تھے سامری نے ان کو اٹھا کر ڈھال کر بچھڑا بنا دیا اور جبرائیلؑ کے گھوڑے کے قدموں کی مٹی اس کے منہ میں ڈالی اس سے ٹیں ٹیں کی آواز نکلنی شروع ہو گئی تو کچھ نادان لوگوں نے اس کی پوجا شروع کر دی کوئی بوسا دیتا ہے، کوئی طواف کرتا ہے، کوئی ہاتھ لگاتا ہے، کوئی سجدہ اور کوئی رکوع کرتا ہے۔ جو مشرک قوموں کا طریقہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ الَّذِیۡنَ اتَّخَذُوا الۡعِجۡلَ بیشک وہ لوگ جنہوں نے بنالیا بچھڑے کو معبود سَیَنَالُهُمۡ غَضَبٌ مِّنۡ رَّبِّهِمۡ عنقریب پہنچے گا ان کو غضب ان کے رب کی طرف سے وَذِلَّةٌ اور ذلت فِی الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا دنیا کی زندگی میں۔ وہ ذلت یہ تھی رب تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا فَتُوۡبُوۡۤا اِلٰی بَارِئِكُمۡ فَاقۡتُلُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ پس توبہ کرو اپنے پیدا کرنے والے کے سامنے پس قتل کرو ایک دوسرے کو ذٰلِكُمۡ خَیۡرٌ لَّكُمۡ عِنۡدَ بَارِئِكُمۡ (پ، ۱) یہ بہتر ہے تمہارے پیدا کرنے والے کے پاس۔

مرتد کی توبہ :

گذشتہ درس میں عرض کیا تھا کہ ان شریعتوں میں مرتد کی توبہ قتل تھی صرف توبہ سے معافی نہیں تھی یہ تو آں حضرت ﷺ کے صدقے اور وسیلے سے اس امت کے واسطے سہولت ہو گئی کہ معاذ اللہ تعالیٰ اگر کوئی مرتد ہو جائے پھر سچے دل سے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اپنی

رحمت سے معاف فرما دیتے ہیں اوران کی توبہ قتل تھی چنانچہ غیر مجرموں نے مجرموں کو قتل کیا اور قتل ہونے والے کافی تعداد میں تھے تفسیروں میں ستر ہزار تک تعداد کا ذکر ملتا ہے۔ فرمایا وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِيْنَ اوراسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں افترا باندھنے والوں کو کہ جو رب تعالیٰ پر جھوٹا افترا باندھے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرائے تو اس کی سزا یہ ہے کہ اس کو قتل کرو وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ اور وہ لوگ جو عمل کرتے ہیں برے ثُمَّ تَابُوْا مِنْ م بَعْدِهَا پھر توبہ کی ان برے کاموں کے بعد وَ اٰمَنُوْٓا اور سچے دل سے ایمان لائے اِنَّ رَبَّكَ مِنْ م بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بیشک تیرا رب توبہ کرنے کے بعد البتہ بخشنے والا مہربان ہے۔

توبہ کی قبولیت میں تفصیل :

کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں کہ غلط فہمی کا شکار نہ ہونا کہ توبہ کی قبولیت میں تفصیل ہے۔حق دو قسم کے ہیں حقوق اللہ اور حقوق العباد پھر اللہ تعالیٰ کے حق دو قسم کے ہیں ایک وہ ہیں کہ ان کی قضا نہیں ہے مثلاً کسی نے شراب پی لی ،زنا کر لیا، طاقت کے ہوتے ہوئے امر بالمعروف نہی عن المنکر نہیں کیا یہ گناہ کبیرہ ہیں اوران کی قضا نہیں ہے۔ایسے گناہوں سے سچے دل سے توبہ کرے گا معاف ہو جائیں گے اور دوسرے وہ حق ہیں جن کی قضا ضروری ہے مثلاً نماز ،روزہ ،زکوٰۃ،عشر اگر یہ کسی کے ذمہ ہیں تو کروڑ مرتبہ بھی توبہ کرے تو معاف نہیں ہوں گے جب تک ان کی قضا نہیں کرے گا مرد عورت بالغ ہونے کے بعد ایک نماز یا ایک روزہ رہ گیا تو کروڑ مرتبہ بھی توبہ سجدے میں گر گر کرے معاف نہیں ہوگا جب تک اس کی قضا نہیں کرے گا اوراسی طرح حقوق العباد بھی توبہ سے معاف نہیں

ہوتے وہ حق چاہے اپنوں کے ہوں یا غیروں کے ہوں مثلاً بھائی کا حق کھا گیا، باپ بیٹے کا حق کھا گیا، بیٹا باپ کا حق کھا گیا کہ اس کی دل آزاری کرتا ہے یا اس کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں تصرف کرتا ہے یہ سب گناہ کبیرہ ہیں اور فقط زبانی توبہ سے معاف نہیں ہونگے اس کی صورت یہ ہے کہ ان کا حق ادا کیا جائے اور ان سے معافی مانگی جائے کہ میں نے تمہاری گستاخی کی ہے تمہارا حق کھایا تھا مجھے معاف کردو یاد رکھنا سوئی دھاگے تک بھی معافی نہیں ہے۔ غیبت گناہ کبیرہ ہے جھوٹ گناہ کبیرہ ہے غیبت سننا بھی گناہ کبیرہ ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی آپ ﷺ نے نماز کے بعد دو آدمیوں کو بلا کر فرمایا کہ تم دونوں نماز بھی دوبارہ پڑھو اور آج کے روزے کی بھی قضا کرو وہ بڑے حیران ہوئے کہنے لگے حضرت ہم نے نماز قاعدے کے مطابق پڑھی ہے اور روزہ میں کھایا پیا بھی کچھ نہیں ہے آپ ﷺ نے فرمایا اِغْتَبْتُمَا فلاناً تم دونوں نے نماز سے پہلے فلاں آدمی کی غیبت کی تھی تو غیبت کبیرہ گناہ ہے۔

بچوں کے تحفے کا حکم :

ایک مسئلہ اور بھی اچھی طرح سمجھ لیں کہ لوگ بچوں کو تحفے تحائف دیتے ہیں وہ بچے چونکہ چھوٹے ہوتے ہیں وہ خود سنبھال نہیں سکتے ماں باپ یا دادا دادی وغیرہ کسی نے وصول کر لئے تو یہ اس بچے کے کھاتے میں ہیں ان کو کوئی اور استعمال نہیں کر سکتا بچے کی اجازت دینے کے باوجود بھی، کیونکہ بچہ اجازت دینے کا اہل نہیں ہے اس لئے اس کی اجازت کا کوئی اعتبار نہیں ہے اگر بچے کے علاوہ کسی اور مصرف میں استعمال کیا تو حرام کا ارتکاب کیا ہے اور اس بچے کے علاوہ کسی اور نے کھایا تو خنزیر کھایا ہے۔ عورتیں اس مسئلے کو

اچھی طرح سمجھ لیں اگر بچے کے کپڑے تنگ ہو گئے ہیں تو وہ کپڑے اس کے دوسرے بہن بھائی نہیں پہن سکتے وہ اسی کے کھاتے میں ہیں کسی اور کو دینے کی اجازت نہیں ہے۔(ہاں اگر ان کپڑوں کی قیمت لگا کر پیسے بچے کے مصرف میں خرچ کئے تو پھر دوسروں کو دے سکتے ہو۔بلوچ) ہم میں بہت ساری کوتاہیاں ہیں بیچارے روزے اور نمازیں کیا کریں گی حلال حرام کی تمیز تو ہم میں ختم ہوگئی ہے۔تو یاد رکھنا حقوق العباد توبہ سے معاف نہیں ہونگے بیشک کوئی کروڑ مرتبہ بھی توبہ کرے توبہ کی شرائط ہیں بخاری شریف میں حدیث ہے قیامت کا دن ہوگا وہاں ایسے بندے بھی ہوں گے کہ جن کی نیکیوں کے وہاں پہاڑ قائم ہوں گے وہ بندہ دیکھ کر بڑا خوش ہوگا کہ میری نیکیاں بڑی ہیں خیر صلاّ ہے جس وقت حساب شروع ہوگا ایک آدمی آئے گا کہے گا اے پروردگار! اس نے مجھے گالی دی تھی پروردگار اس نے مجھے گھور کر دیکھا تھا پروردگار اس نے میرا مال کھایا تھا پروردگار اس نے میرے ساتھ زیادتی کی تھی کوئی کہے گا اے پروردگار اس نے میری غیبت کی تھی اس کی وہ سب نیکیاں ان پر تقسیم ہو جائیں گی اور وہ جو پہاڑ نظر آرہے تھے ذرہ بھی نہیں رہیں گے ان کے گناہ اٹھا کر اس کے سر پر رکھ دیئے جائیں گے اور دوزخ میں بھیج دیا جائے گا تو بندے کا حق بڑی سخت چیز ہے۔موسیٰ علیہ السلام جب کوہِ طور سے واپس آئے اور دیکھا کہ قوم گوسالہ پرستی میں مبتلا ہوگئی ہے تو سخت غصے میں آئے حضرت ہارونؑ کا سر اور داڑھی پکڑ کر جھنجھوڑا کہ شاید ان کی نرمی سے یہ کام ہوا ہے۔پھر جب انھوں نے وضاحت فرمائی کہ میں نے کوئی کوتاہی نہیں کی میں نے تو ان کو اتنا سمجھایا ہے کہ قریب تھا کہ مجھے قتل کر دیتے اب موسیٰ علیہ اسلام کا غصہ ٹھنڈا ہوا۔ارشاد ربانی ہے وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوسَى الْغَضَبُ اور جب تھم

گیا موسیٰ علیہ السلامؑ سے غصہ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ پکڑ لیا انہوں نے تختیوں کو جو جلدی سے نیچے رکھی تھیں وَفِیْ نُسْخَتِہَا ھُدًی وَّرَحْمَۃٌ اور ان تختیوں میں لکھی ہوئی تھی ہدایت اور رحمت لِّلَّذِیْنَ ھُمْ لِرَبِّہِمْ یَرْھَبُوْنَ ان لوگوں کیلئے جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں۔

اعجازِ قرآن :

تمام آسمانی کتابوں اور صحیفوں میں قرآن کریم کا مرتبہ سب سے بلند ہے اور الحمد للہ آج تک اپنی اصلی شکل میں موجود ہے اور قیامت تک محفوظ رہے گا کیونکہ اس کی حفاظت کا ذمہ خود پروردگار نے لیا ہے فرمایا اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ (پ ۱۴، حجر) بیشک ہم نے اتارا ہے ذکر کو اور بیشک ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ قرآن کریم کے الفاظ محفوظ ہیں، اس کا لب ولہجہ محفوظ ہے، اس کا ترجمہ اور تفسیر محفوظ ہے۔ قرآن کریم کے بعد درجے میں تورات کا مقام ہے ہزارہا سال تک اللہ تعالیٰ کے پیغمبر، علماءِ احبار ومشائخ اس کے مطابق عمل کرتے رہے۔ ہمیں معلوم نہیں ہے کہ قرآن کریم کے علاوہ کوئی آسمانی کتاب اپنی اصل شکل میں کہیں موجود ہے پادری صاحبان کا اقرار ہے کہ ان میں تبدیلیاں ہوئیں ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام جب تورات لے کر آئے تو لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا کہ یہ کتاب تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہے اور ان کو وقفے وقفے کے بعد پڑھ کر سنائی مثلاً ایک دن دس پارے دوسرے دن دس پارے تیسرے دن دس پارے چوتھے دن دس پارے۔ سب مردوں، عورتوں، بوڑھوں، جوانوں نے ساری تورات سنی جب سن چکے تو کہنے لگے یہ کتاب تو بڑی سخت ہے ہم سے اس پر عمل نہیں ہو سکتا یہ کتاب آپ اللہ تعالیٰ کے پاس لے جائیں اور ہمیں اور کوئی کتاب آسان سی

لا کر دیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ بڑے رؤف و رحیم ہیں، رحمٰن ہیں، علیم ہیں، خبیر ہیں اس نے جو حکم دیئے ہیں صحیح ہیں کہنے لگے اللہ تعالیٰ کے سامنے درخواست کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے فرمایا ٹھیک ہے کوئی حرج نہیں ہے وَاخْتَارَ مُوْسٰی قَوْمَهٗ سَبْعِیْنَ رَجُلًا لِّمِیْقَاتِنَا اور چنے موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے ستر آدمی ہمارے مقرر کردہ وقت کیلئے۔ فرمایا میں ان نمائندوں کی موجودگی میں اللہ تعالیٰ کے سامنے درخواست کروں گا کہ ہمیں کوئی آسان سی کتاب دے دیں یا اس میں جو سخت حکم ہیں ان میں نرمی پیدا فرمادے چنانچہ ستر آدمی لیکر موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر پہنچ گئے حضرت موسیٰ علیہ اسلام نے ان کی موجودگی میں اللہ تعالیٰ سے درخواست کی اے پروردگار آپ تو جانتے ہیں مگر میں ان کی نمائندگی کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ یہ کہتے ہیں کہ تورات کے احکام بڑے سخت ہیں لہٰذا یہ کتاب واپس لی جائے اور ہمیں اس کی جگہ کوئی آسان سی کتاب دی جائے یا اس کے فلاں فلاں حکم میں ترمیم ہو جائے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا یہ کتاب ان کی طاقت کے مطابق ہے۔ لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ حکم نہیں دیتا چونکہ تم نے پہلے آزاد زندگی گزاری ہے حیوانوں کی طرح۔ اب پابندیوں سے گھبراتے ہو کچھ دن عمل کرو گے عادت بن جائیگی مشکل نہیں ہوگی۔

ستر آدمیوں کا مطالبہ اور انکا انجام :

انھوں نے اللہ تعالیٰ کا کلام اپنے کانوں سے سنا لیکن اکڑ گئے کہنے لگے لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی نَرَی اللّٰهَ جَهْرَةً (پ، ۱، البقرہ ۵) ہم ایمان نہیں لائیں گے یہانتک کہ اللہ تعالیٰ کو آنکھوں سے نہ دیکھ لیں۔ یہاں رَجْفَةُ کا لفظ ہے رجفہ کا معنیٰ زلزلہ اور پہلے

پارے اور دوسرے مقامات پر صَاعِقَة کا لفظ ہے جس کا معنیٰ بجلی ہے آسمان سے جب بجلی گری تو اس کے ساتھ زمین پر زلزلہ بھی پیدا ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ پس جس وقت پکڑا ان کو زلزلے نے قَالَ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ اے میرے رب اگر تو چاہتا تو ان کو ہلاک کر دیتا اس سے پہلے اور مجھے بھی۔ تو قادر مطلق ہے وہیں گھروں میں بھی ان کو ہلاک کر سکتا تھا اور مجھے بھی ہم سارے تیری مخلوق ہیں حکم تو تیرا ہی نافذ ہے اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا کیا تو ہمیں ہلاک کرتا ہے اس کاروائی کی وجہ سے جو کی ہے ہم میں سے بعض بیوقوفوں نے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے سامنے یہ درخواست کی اور پہلے پارے میں ہے ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْ ۢبَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ پھر ہم نے تمہیں زندہ کیا مرنے کے بعد تاکہ تم شکریہ ادا کرو یہ گرفت اس وجہ سے ہوئی کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو حکم میں نے دیئے ہیں یہ تمہاری طاقت کے مطابق ہیں ان پر عمل کرو اور اگر کوئی کمی ہوئی تو میں غفور رحیم ہوں بخش دونگا تو ان میں سے بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو ہو سکے اس پر عمل کرو نہیں ہو سکتا تو میں معاف کر دوں گا اس پر گرفت ہوئی اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ نہیں ہے یہ مگر تیری آزمائش اور امتحان تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ تو گمراہ کرتا ہے اس آزمائش کے ساتھ جس کو چاہتا ہے وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ اور ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔

سطحی قسم کے لوگوں کے اعتراض کا جواب :

میں پہلے کئی دفعہ عرض کر چکا ہوں کہ سطحی قسم کے لوگ جب اس عنوان کی آیات پڑھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے تو پھر اس

میں ہمارا کیا دخل ہوا خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰی سَمْعِهِمْ وَعَلٰی اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ جب اللہ تعالیٰ نے ہی دلوں پر مہر لگا دی، کانوں پر مہر لگا دی اور آنکھوں پر پردے ڈال دیئے تو بندے کا کیا قصور ہے بندہ تو مجبور ہے۔ یہ تو ایسا ہی ہوا جیسے شاعر نے کہا ہے......

؎ درمیان قعر تختہ بند کردہ ای

باز میگوئی کہ دامن تر مکن ہوشیار باش

رسیوں میں جکڑ کر پانی میں پھینک دیا جائے اور کہا جائے کہ بھیگنا نہیں بھائی وہ بھیگے گا نہیں تو کیا کرے گا۔ اس نے جواب دیا کہ میں نے قرآن کریم کی آیات کھول کر دکھائیں ہیں اور تمہیں پڑھائی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ضابطہ ہے فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے اور جو ایمان لانے کی نیت کرے گا يَهْدِىْ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ اللہ تعالیٰ راہنمائی کرتا ہے اپنی طرف اس کی جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے اور کفر کا بھی اس نے اختیار دیا ہے۔ تیرھویں پارے میں ہے يُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ اللہ تعالیٰ ظالموں کو گمراہ کرتا ہے۔ جو اپنے کفر اور شرک پر ڈٹے ہوئے ہیں جبراً اللہ تعالیٰ نہ تو کسی کو ہدایت دیتا ہے اور نہ کسی کو گمراہ کرتا ہے۔ ہدایت میں بھی انسان کا اپنا دخل ہے اور گمراہی میں بھی اللہ تعالیٰ کا قاعدہ ہے نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى جدھر کوئی پھرنا چاہتا ہے ہم ادھر ہی پھیر دیتے ہیں اگر کوئی ایمان کی طرف آئے گا تو فرمایا وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا اور جو کوشش کرتے ہیں ہماری طرف آنے کی ہم ضرور راہنمائی کرتے ہیں ان کو اپنے راستوں کی یعنی اپنی طرف آنے کی توفیق

دے دیتے ہیں اور فَلَمَّا زَاغُوْا اور جب وہ ٹیڑھے راستے پر چلتے ہیں اَزَاغَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ تو اللہ تعالیٰ ان کے دل ٹیڑھے کر دیتا ہے۔ فرمایا اَنْتَ وَلِیُّنَا تو ہی ہمارا کارساز ہے، آقا ہے فَاغْفِرْ لَنَا پس بخش دے ہمیں۔ ان نادانوں کی غلطی معاف کر دے وَارْحَمْنَا اور رحم فرما ہم پر وَاَنْتَ خَیْرُ الْغَافِرِیْنَ اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے۔ درگذر کرنے والا ہے۔

وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ ط قَالَ عَذَابِيْٓ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ج وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ط فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ز يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ط فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ لا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

وَاكْتُبْ لَنَا اور لکھ دے ہمارے لئے فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً اس دنیا میں بھلائی وَّفِي الْاٰخِرَةِ اور آخرت میں بھی بھلائی اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ بیشک ہم نے رجوع کیا ہے تیری طرف قَالَ فرمایا اللہ تعالیٰ نے عَذَابِيْٓ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ

اَشَآءُ پہنچاؤں گا میں اپنا عذاب جس کو چاہوں گا وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ اور میری رحمت وسیع ہے ہر چیز پر فَسَاَکْتُبُھَا پس بتاکید میں لکھوں گا اس رحمت کو لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ ان لوگوں کیلئے جو ڈرتے ہیں وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ اور دیتے ہیں زکوٰۃ وَالَّذِیْنَ ھُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ اور وہ جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں اَلَّذِیْنَ وہ لوگ ہیں یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ جو اتباع کرتے ہیں اس رسول کا جو نبی ہے کہ اس نے کسی سے پڑھا نہیں ہے الَّذِیْ یَجِدُوْنَہٗ وہ جس کو پاتے ہیں مَکْتُوْبًا عِنْدَھُمْ فِی التَّوْرٰۃِ وَالْاِنْجِیْلِ لکھا ہوا اپنے پاس تورات اور انجیل میں یَاْمُرُھُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وہ حکم دیتا ہے ان کو نیکی کا وَیَنْھٰھُمْ عَنِ الْمُنْکَرِ اور منع کرتا ہے برائی سے وَیُحِلُّ لَھُمُ الطَّیِّبٰتِ اور وہ حلال ہونا بیان کرتا ہے ان کیلئے پاکیزہ چیزوں کو وَیُحَرِّمُ عَلَیْھِمُ الْخَبٰٓئِثَ اور حرمت بیان کرتا ہے ان کے سامنے ناپاک چیزوں کی وَیَضَعُ عَنْھُمْ اِصْرَھُمْ اور اُتارتا ہے ان سے ان کے بوجھ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ کَانَتْ عَلَیْھِمْ اور طوق جو ان پر تھے فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِہٖ پس وہ لوگ جو اس پر ایمان لائے وَعَزَّرُوْہُ اور اس کی تعظیم کی وَنَصَرُوْہُ اور اس کی مدد کی وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْ اور پیروی کی اس نور کی اُنْزِلَ مَعَہٗ جو اتارا گیا اس کے ساتھ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے۔

بنی اسرائیل کا مطالبہ :

پہلے سے یہ مضمون چلا آ رہا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے جب توراۃ لا کر قوم کے سامنے پیش کی تو قوم نے کہا کہ یہ کتاب بہت مشکل ہے ہم سے اس پر عمل نہیں ہو سکتا لھذا اس کو تبدیل کراؤ یا اس کے احکام میں ترمیم کراؤ۔ اس سلسلے میں موسیٰ علیہ السلام قوم کے ستر نمائندے ساتھ لے گئے اور اللہ تعالیٰ سے اپیل کی کہ اے پروردگار یہ قوم کے نمائندے میرے ساتھ آئے ہیں یہ کہتے ہیں کہ اس کتاب کے احکام سخت ہیں ہم سے عمل نہیں ہو سکتا بدل دو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے جو احکام تمہیں دیئے ہیں تمہاری طاقت کے مطابق ہیں (صرف دو نمازیں اور کچھ احکام تھے وہ ہم پر بھی ہیں) اگر اس میں کوئی کمی ہوگی تو میں معاف کر دونگا اللہ تعالیٰ کے کلام کو انہوں نے کانوں سے سنا، سن کر کہنے لگے ہمیں کیا معلوم ہے کہ یہ جن بول رہا ہے، بھوت بول رہا ہے، کوئی فرشتہ بول رہا ہے، ہم تو رب تعالیٰ کو آنکھوں سے دیکھیں گے تب مانیں گے اس گستاخی پر اللہ تعالیٰ نے ان پر بجلی گرائی یہ ستر آدمی مارے گئے پھر موسیٰ علیہ لسلام کی درخواست پر اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کیا اس موقع پر موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی وَاكْتُبْ لَنَا اور لکھ دے ہمارے لئے فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً اس دنیا کی زندگی میں بھلائی کہ ہم اچھے کام اور نیکیاں کرتے رہیں وَّفِي الْاٰخِرَةِ اور آخرت کی زندگی میں بھی ہمارے لئے بھلائی لکھ دے اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ بیشک ہم نے رجوع کیا ہے تیری طرف۔ یہودیوں کو یہودی کہنے کی ایک وجہ تفسیروں میں یہ بیان کی گئی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے قوم کی نادانی کے بعد ان کی طرف سے وکالت کرتے ہوئے کہا تھا اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ ہم نے تیری طرف رجوع کیا هُدْنَا سے یہودی

ہیں رجوع کرنے والے اور......

یہودی کی وجہ تسمیہ :

ایک وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ یعقوب علیہ السلام کے بڑے بیٹے کا نام یہودا تھا تو اس کی طرف نسبت کی وجہ سے ان کو یہودی کہا جاتا ہے۔اور ایک وجہ یہ بھی بیان فرمائی ہے کہ تَهَوُّدَ کے معنی حرکت کرنا ہے اور ان کے حافظ جب تورات پڑھتے تھے تو حرکت کرتے تھے یعنی آگے پیچھے ہلتے تھے جیسا کہ حفاظ قرآن جب پڑھتے ہیں تو آگے پیچھے جھومتے ہیں اس طرح وہ بھی جھومتے تھے حرکت کرتے تھے اس لئے ان کو یہودی کہا جاتا ہے۔قَالَ فرمایا اللہ تعالیٰ نے عَذَابِیْٓ اُصِیْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ پہنچاؤں گا میں اپنا عذاب جس کو چاہوں گا۔جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا سرکشی اور بغاوت پر اترے گا اس کے احکام کی اطاعت نہیں کرے گا اس کو عذاب پہنچے گا وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ اور میری رحمت ہر شے پر وسیع ہے۔دنیا میں نافرمانوں کو بھی اولاد، مال، دولت ملتی ہے، بادشاہی اور اقتدار ملتا ہے۔

شیخ محی الدین ابن عربی اور شیطان کا مکالمہ :

شیخ محی الدین بن عربیؒ بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں ان کو شیطان ملا اور کہنے لگا مجھے جانتے ہو میں کون ہوں فرمایا ہاں تو ابلیس لعین ہے کہنے لگا اچھا یہ بتاؤ کہ میرے لئے بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت میں حصہ ہے یا نہیں فرمایا تیرے لئے رب کی رحمت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔شیطان نے کہا کہ پھر آپ نے قرآن تو پڑھا ہی نہیں ہے۔کہنے لگے قرآن کریم میں نے پڑھا ہے۔ابلیس نے کہا قرآن کریم میں آتا ہے رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ

شَــــیْءٍ میری رحمت ہر چیز پر وسیع ہے۔تو میں بھی تو ایک چیز ہوں اور بڑی چیز ہوں تو میرے واسطے رب کی رحمت کیوں نہیں ہے فَسَکَتَ الشَّیْخُ شیخ خاموش ہو گئے۔

لیکن ہمارے بزرگوں میں سے دو نے اس کا جواب دیا ہے ایک حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند نے۔وہ فرماتے ہیں کہ میں ہوتا تو کہتا اے ابلیس تیرے لئے رحمت اس لئے نہیں ہے کہ تو رحمت کی چھتری کے نیچے ہی نہیں آتا رحمت کی چھتری کے نیچے آتا تو رحمت کا کچھ حصہ تجھے ملتا اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کر کے تو رحمت کی چھتری کے نیچے نہیں آیا دوسرا جواب حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ نے دیا ہے۔وہ فرماتے ہیں کہ میں ہوتا تو جواب دیتا کہ تیرے واسطے بھی رحمت کا حصہ ہے۔وہ کیسے؟ وہ اس طرح کہ تیرے لئے جتنا عذاب مقدر ہے رب تعالیٰ اس سے زیادہ دینے پر بھی قادر ہے مگر وہ اس سے زیادہ عذاب تجھے نہیں دے گا یہ رب کی رحمت ہے۔

فرمایا فَسَاَکْتُبُهَا پس بتاکید میں لکھوں گا اس رحمت کو یعنی فرشتوں کو حکم دوں گا لکھنے کا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ ان لوگوں کیلئے جو ڈرتے ہیں۔ایک تو رحمت کا حصہ ان کو ملے گا اور کس کو ملے گا؟ فرمایا وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ اور جو دیتے ہیں زکوٰۃ۔مالی عبادات میں زکوٰۃ کا بہت بلند مقام ہے اور رحمت کن کیلئے ہے؟ فرمایا وَالَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ اور وہ جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔ظاہر بات ہے کہ جو ایمان نہیں لاتا، زکوٰۃ نہیں دیتا، رب تعالیٰ سے نہیں ڈرتا اس کیلئے رحمت کہاں ہوگی وہ تو رحمت کی چھتری کے نیچے آیا ہی نہیں ہے اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ وہ لوگ ہیں جو اتباع کرتے ہیں اس رسول کا جو نبی ہے کہ اس نے کسی سے پڑھا نہیں ہے۔آنحضرت ﷺ سے پہلے جتنے پیغمبر گزرے ہیں وہ

تمام اپنے اپنے درجے کے مطابق لکھنا پڑھنا جانتے تھے آنحضرت ﷺ اُمّی تھے۔

پہلی کتب سماویہ میں حضور ﷺ کی صفات کا موجود ہونا :

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ اور نہیں تھے آپ ﷺ پڑھتے اس سے پہلے کوئی کتاب وَلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ (پ، ۲۱، العنکبوت) اور نہ لکھتے تھے اس کو اپنے دائیں ہاتھ سے اس وقت البتہ شک کرتے باطل پرست لوگ۔ تو آپ ﷺ اُمی تھے اور اس بات سے سارے بخوبی واقف تھے اور لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر جو علم نازل فرمایا اس نے ساری دنیا کے علماء کو مات کر دیا تو آپ رسولِ اُمی ہیں الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ جس کو وہ پاتے ہیں مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ لکھا ہوا اپنے پاس تورات اور انجیل میں۔ آنحضرت ﷺ کی صفات توراۃ میں بھی تھیں اور انجیل میں بھی تھیں بلکہ آنحضرت ﷺ کے صحابہ کرامؓ کی صفات اور نشانیاں بھی تورات اور انجیل میں موجود ہیں۔ ان کی خوبی ہے يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ حکم دیتا ہے ان کو نیکی کا کہ اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک مانو، نمازیں پڑھو، روزے رکھو، حج کرو، زکوٰۃ دو، قربانی کرو، سچ بولو، پورا تولو، ماپ کر پورا دو، کسی کے ساتھ زیادتی نہ کرو وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ اور منع کرتا ہے برائی سے۔ کہ شرک نہ کرو بدعت کے قریب نہ جاؤ، تکبر سے بچو، کسی کو گالی نہ دو، کسی کا مال ناجائز نہ کھاؤ، کسی کا حق نہ دباؤ، کسی کیساتھ زیادتی نہ کرو۔

حلال حرام کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے :

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ اور وہ حلال ہونا بیان کرتا ہے ان کیلئے پاکیزہ چیزوں کا وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ اور حرمت بیان کرتا ہے ان کے سامنے ناپاک چیزوں کی۔ يُحِلُّ

کے لفظی معنٰی حلال کرنے کے ہیں اور یُحَرِّمُ کے لفظی معنٰی حرام کرنے کے ہیں اور حلال حرام کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو حرام و حلال کرنے کا اختیار نہیں حلال اور حرام کرنے کی نسبت آپ کی طرف بیان کرنے کی وجہ سے۔ اس لئے میں نے ترجمہ کیا ہے کہ حلال کو بیان کرتے ہیں اور حرمت کو بیان کرتے ہیں تو مسئلہ اچھی طرح سمجھ لیں کہ حلال کرنا اور حرام کرنا رب تعالیٰ کی صفات ہیں اور مخلوق میں سے یہ صفت کسی کو حاصل نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ایک موقع پر صرف اپنی ذات کیلئے شہد کو حرام کیا تھا اس پر اللہ تعالیٰ نے پوری سورۃ تحریم نازل فرمائی یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ اے نبی آپ کیوں حرام قرار دیتے ہیں اس چیز کو جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کیلئے حلال ٹھہرائی ہے تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ کیا آپ چاہتے ہیں خوشنودی اپنی بیویوں کی قَدْ فَرَضَ اللّٰہُ لَکُمْ تَحِلَّۃَ اَیْمَانِکُمْ بیشک اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہے تمہارے لئے کھول دینا تمہاری قسموں کا۔ فرمایا شہد نہ کھانے کی جو قسم اٹھائی ہے اس کو توڑ و کفارہ ادا کرو اور شہد استعمال کرو۔ جب آنحضرت ﷺ کسی چیز کو حرام نہیں قرار دے سکتے تو اور کسی کی کیا حیثیت ہے کہ وہ حرام اور حلال ٹھہراتا پھرے۔ مسلم شریف کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے سامنے کھانا پیش کیا گیا آج بھی دستور ہے اور اس وقت بھی تھا کہ کھانے کے ساتھ سلاد رکھتے ہیں ٹماٹر، پیاز، مولی، گاجر وغیرہ تو انھوں نے سلاد رکھا اس میں تھوم بھی تھا کچا لہسن دل کی بیماریوں کیلئے بہت بڑا علاج ہے ڈاکٹر بھی کہتے ہیں اور حکیم بھی۔ آپ ﷺ نے باقی چیزیں تو تناول فرمائیں مگر تھوم کو ہاتھ نہ لگایا اور ساتھیوں کے آگے کر دیا اور فرمایا کہ تم کھاؤ ساتھیوں میں سے کسی نے کہا حضرت کیا تھوم حرام ہے؟ فرمایا نہیں جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے

حلال کیا ہے میں اس کو حرام نہیں کر سکتا حضرت پھر کھاتے کیوں نہیں؟ فرمایا اس لئے نہیں کھاتا کہ تھوم سے بو آتی ہے اور میرے پاس فرشتے آتے ہیں اور فرشتوں کو بو سے نفرت ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ پیاز، تھوم، مولی اور وہ چیز جس سے بو آتی ہو کھا کر فوراً مسجد میں نہ آؤ کیونکہ فرشتے بو سے نفرت کرتے ہیں اور یاد رکھنا حقے کی بو تھوم سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اس کا بھی یہی حکم ہے اور آنحضرت ﷺ کو بو سے کتنی نفرت ہے اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگاؤ۔ ایک صوفی قسم کے بہت نیک آدمی تھے ان کو تبخیر کی تکلیف تھی کسی حکیم نے کہا حضرت آپ حقہ پیا کریں اس سے تبخیر گیس کو فائدہ ہوتا ہے چنانچہ انہوں نے حقہ پینا شروع کر دیا انھوں نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت ﷺ تشریف لائے ہیں اور سامنے بیٹھنے کی بجائے پیٹھ کے پیچھے بیٹھ گئے ہیں انھوں نے آپ ﷺ کی طرف رخ پھیرا تو آپ ﷺ پھر پیٹھ کی طرف ہو گئے پھر چہرہ آپ کی طرف پھیرا آپ ﷺ پھر پیٹھ کے پیچھے ہو گئے بڑے پریشان ہوئے اور اسی پریشانی میں نیند کھل گئی شاہ عبدالعزیزؒ اپنے دور میں علم تعبیر کے بڑے ماہر تھے ان کے پاس گئے خواب کی تعبیر کیلئے تو شاہ صاحب نے فرمایا کہ تم حقہ تو نہیں پیتے کہنے لگے پیتا ہوں فرمایا یہی وجہ ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کو حقے سے نفرت ہے۔ لھذا مسجد میں آنے سے پہلے بو کا ازالہ کرو مسواک کے ساتھ خوشبو لگاؤ اسی لئے حکم ہے کہ جمعہ اور عید کے دن غسل کرو کہ اجتماع ہوتا ہے دوسروں کو تنگی نہ ہو رب توفیق دے تو نئے کپڑے پہن کر آؤ ورنہ دھلے ہوئے پہن کر آؤ مسواک کر کے آؤ کیونکہ بعض حضرات کے منہ سے بو آتی ہے اور بعض حضرات کی بغلوں سے بعض کے ناک اور بعض کے کانوں سے اور بعض کی انگلیوں سے اگرچہ یہ ساری غیر اختیاری ہیں مگر شریعت کہتی ہے کہ اس کو دور کرو تا کہ دوسروں کو

نفرت نہ ہواس سے اندازہ لگاؤ کہ دوسروں کو تکلیف پہنچانے کا کتنا گناہ ہے۔ایک مسئلہ یہ بھی سمجھ لیں کہ معتکف ضروری غسل مسجد سے باہر جا کر کرسکتا ہے مگر غسل جمعہ جو سنت ہے کرنا چاہے تو مسجد میں ٹب رکھ کر اس میں بیٹھ کر کرے باہر نہیں جاسکتا اسی طرح اگر کسی عورت نے غسل کرنا ہے جو اعتکاف بیٹھی ہے اگر ضروری غسل ہے تو اعتکاف والی جگہ سے باہر جاسکتی ہے اگر ضروری نہیں ہے تو جہاں بیٹھی ہے وہاں سے باہر نہ نکلے تو خیر مسئلہ یہ بیان ہورہا تھا کہ حرام اور حلال کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو حلال اور حرام کا اختیار نہیں ہے۔حدیث پاک میں آتا ہے کہ حضرت علیؓ ابوجہل کی بیٹی جویریہ کے ساتھ نکاح کرنا چاہتے تھے آنحضرت ﷺ کو اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو بلایا اور فرمایا کہ اے علی میں نے سنا ہے کہ تو جویریہ کیساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے۔حضرت علیؓ نے کہا حضرت کچھ بات ہوئی تو ہے فرمایا سن لے لَسْتُ اُحَرِمُ حَلَالًا وَلَا اُحِلُّ حَرَامًا میں حلال کو حرام نہیں کرسکتا اور حرام کو حلال نہیں کرسکتا تیرے ساتھ جویریہ کا نکاح حلال ہے لیکن میری بیٹی کا مزاج اور ہے اور اس خاندان کی عورتوں کا مزاج اور ہے میری بیٹی اس کے ساتھ رہ نہیں سکتی میں باپ ہوں اپنی بیٹی کی طرف سے وکالت کررہا ہوں اگر ضرور ہی اس کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے تو میری بیٹی فاطمہ کو طلاق دیدے۔جس وقت طلاق کا سنا تو حضرت علیؓ کے طوطے اڑ گئے پریشان ہوگئے کہنے لگے حضرت میری توبہ حضرت فاطمہؓ کی زندگی میں کوئی اور شادی نہیں کی ان کے بعد پھر کئی نکاح کیے۔

بوجھ اور طوق کی حقیقت :

فرمایا وَ یَضَعُ عَنۡھُمۡ اِصۡرَھُمۡ اور اُتارتا ہے ان سے ان کے بوجھ وَالۡاَغۡلٰلَ

الَّتِیْ کَانَتْ عَلَیْھِمْ اور طوق جوان پر تھے۔ رہا یہ سوال کہ وہ بوجھ اور طوق کیا تھے تو بہت
ساری چیزیں ہیں مثلاً ان پر زکوٰۃ چوتھائی تھی چار سو میں سے ایک سو دینا پڑتا ہے چار ہزار
میں سے ایک ہزار، چار لاکھ میں سے ایک لاکھ اور آپ ﷺ کی شریعت میں چالیسواں حصہ
ہے کہ چالیس سو ہوں تو پھر ایک سو ہے چالیس ہزار ہوں تو ایک ہزار ہے ان کیلئے مال
غنیمت حلال نہیں تھا اللہ تعالیٰ نے اس امت کیلئے غنیمت کا مال بھی حلال فرمایا ہے ان کے
مردوں کی نماز مسجد کے بغیر نہیں ہوتی تھی اور ہماری شریعت میں ہر پاک جگہ پر نماز درست
ہے اُن کو تیمم کی اجازت نہیں تھی ہر حال میں وضو کرنا پڑتا تھا اگر کپڑے پر نجاست لگ جاتی
تو دھونے سے پاک نہیں ہوتا تھا کاٹنا پڑتا تھا مثلاً یہ میرے پاس کمبل ہے کسی وقت انسان
کی نکسیر پھوٹ پڑتی ہے، بدن میں پھوڑے کا زخم ہوتا ہے اس پر خون کے قطرے لگ
جاتے ہیں تو دھونے سے پاک ہو جائے گا اور اگر کاٹنا پڑتا تو یہ کتنا قیمتی کپڑا ہے اندازہ لگاؤ
کتنے نقصان کی بات ہے۔ ان پر بہت سی پابندیاں تھیں بعض تفسیروں میں یہاں تک لکھا
ہے کہ اگر کوئی شخص رات کو گناہ کرتا تو صبح کو فرشتے اس کے دروازے پر لکھ دیتے تھے کہ
فَعَلَ کَذَا فُلَانٌ کہ فلاں نے یہ حرکت کی ہے یہ تمام بوجھ اور طوق کی باتیں ہیں جو اللہ
تعالیٰ نے آپ ﷺ کے وسیلے سے اتار دیئے فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِہٖ پس وہ لوگ جو اس پر ایمان
لائے وَعَزَّرُوْہُ اور اس کی تعظیم کی وَنَصَرُوْہُ اور اس کی مدد کی وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ
اُنْزِلَ مَعَہٗٓ اور پیروی کی اس نور کی جو اتارا گیا اس کے ساتھ۔ وہ نور یہ قرآن کریم ہے۔
چھٹے پارے میں آتا ہے وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا اور ہم نے نازل کیا تم پر نور مبین اور
سورۃ تغابن میں ہے فَاٰمِنُوْا بِاللہِ وَرَسُوْلِہٖ پس ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول

پر وَالنُّورِ الَّذِیْ اَنْزَلْنَا اور اس نور پر جس کو ہم نے اتارا ہے۔ یہ قرآن نور ہدایت ہے، نور حق ہے، نور توحید، نور سنت ہے اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے۔ جن کی خوبیاں اوپر بیان ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو انہی اوصاف والا بنائے اور آنحضرت ﷺ کا صحیح معنیٰ میں متبع اور پیروکار بنائے۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ۨالَّذِىْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۖ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِىِّ الْاُمِّىِّ الَّذِىْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ۝ وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَىْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ۗ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اِذِ اسْتَسْقٰهُ قَوْمُهٗٓ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۗ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۗ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ۗ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ۗ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ وَاِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓــٰٔتِكُمْ ۗ سَنَزِيْدُ

الْمُحْسِنِیْنَ○ فَبَدَّلَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَیْرَ الَّذِیْ قِیْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا یَظْلِمُوْنَ○

قُلْ اے نبی کریم ﷺ آپ کہہ دیں یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اے انسانو اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا بیشک میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں تم سب کی طرف الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وہ اللہ جس کیلئے حکومت ہے آسمانوں اور زمین کی لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ نہیں ہے کوئی معبود مگر وہی یُحْیٖ وَیُمِیْتُ وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ پس تم ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر وَرَسُوْلِهٖ اور اس کے رسول پر النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ جو نبی ہے ان پڑھ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وہ نبی اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے وَكَلِمٰتِهٖ اور اس کے فیصلوں پر وَاتَّبِعُوْهُ اور تم اس کی پیروی کرو لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ تاکہ تم ہدایت پا جاؤ وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰۤى اُمَّةٌ اور موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے ایک گروہ تھا یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ جو راہنمائی کرتا تھا حق کے مطابق وَبِهٖ یَعْدِلُوْنَ اور اسی حق کے ساتھ انصاف کرتے تھے وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَیْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا اور ہم نے ان کو جدا جدا کر دیا بارہ خاندانوں کے گروہ بنا کر وَاَوْحَیْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اور ہم نے وحی کی موسیٰ علیہ السلام کی طرف اِذِ اسْتَسْقٰهُ قَوْمُهٗۤ جس وقت پانی مانگا ان سے ان کی قوم نے اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ

الْحَجَرَ یہ کہ مار اپنی لاٹھی پتھر پر فَانْبَجَسَتْ مِنْهُ پس پھوٹ پڑے اس پتھر سے اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا بارہ چشمے قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ تحقیق جان لیا ہر گروہ نے مَّشْرَبَهُمْ اپنی پانی پینے کی جگہ کو وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ اور ہم نے سایہ کیا ان پر بادلوں کا وَأَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى اور نازل کیا ہم نے ان پر من اور سلویٰ كُلُوا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ کھاؤ ان پاکیزہ چیزوں سے جو ہم نے تم کو رزق دیا ہے وَمَا ظَلَمُونَا اور انھوں نے نہیں ظلم کیا ہم پر وَلٰكِنْ كَانُوٓا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ اور لیکن تھے وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے وَإِذْ قِيلَ لَهُمُ اور جب کہا گیا ان سے اسْكُنُوا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ ٹھہرو اس بستی میں وَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ اور کھاؤ اس سے جہاں سے چاہو وَقُولُوا حِطَّةٌ اور کہو ہمارے گناہ معاف ہو جائیں وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا اور داخل ہو جاؤ دروازے سے سجدہ کرتے ہوئے نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيٓئٰتِكُمْ بخش دیں گے ہم تمہارے گناہ سَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ اور بتاکید ہم زیادہ دیں گے نیکی کرنے والوں کو فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ پس بدل دی ان لوگوں نے جنھوں نے ظلم کیا تھا ان میں سے قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي بات سوا اس کے قِيلَ لَهُمْ جو ان سے کہی گئی تھی فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا پس بھیجا ہم نے ان پر عذاب مِّنَ السَّمَآءِ آسمان سے بِمَا كَانُوا يَظْلِمُونَ اس وجہ سے کہ تھے وہ ظلم کرتے۔

عالمگیر رسالت :

اس سے پہلی آیات میں یہود و نصاریٰ کو توجہ دلائی گئی تھی کہ تمہاری طرف اس پیغمبر کو بھیجا گیا ہے یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ اس کو پاتے ہیں وہ لکھا ہوا اپنے پاس تورات اور انجیل میں اور جب وہ پیغمبر تشریف لے لائے تو انہوں نے اعلان کیا قُلْ اے نبی کریم ﷺ آپ کہہ دیں یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اے انسانو اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا بیشک میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں تم سب کی طرف۔ خطاب عام ہے یہ نہیں فرمایا کہ اے عربیو یا اے عجمیو، اے کالے رنگ والو یا گورے رنگ والو! بلکہ فرمایا یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اے انسانو! اور صرف انسان ہی نہیں بلکہ آپ ﷺ تمام کائنات کیلئے رسول ہیں چنانچہ سورۃ فرقان میں ہے تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا بڑی برکت دینے والی ہے وہ ذات جس نے اتارا ہے فرقان اپنے بندے پر تاکہ ہو جائے وہ تمام جہان والوں کیلئے ڈرانے والا تو عالمین انسان جنات سب پر بولا جاتا ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ کو سب کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا۔ حدیث پاک میں ہے آں حضرت ﷺ نے فرمایا بُعِثْتُ اِلَی الْاَسْوَدِ وَالْاَحْمَرِ اِلَی الْجِنِّ وَالْاِنْسِ مجھے اللہ تعالیٰ نے کالے سرخ انسان جنات سب کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ تمام مکلف مخلوق آپ کی رسالت ماننے کی پابند ہے آگے اللہ تعالیٰ کی تعریف ہے جس نے اس پیغمبر کو بھیجا ہے۔ فرمایا الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وہ اللہ جس کیلئے حکومت ہے آسمانوں اور زمین کی۔ ساری کائنات کا خالق، مالک، رازق، پروردگار لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ نہیں ہے کوئی معبود مگر وہی۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

عبادت کے لائق صرف اللہ تعالیٰ :

اِلٰہ کے معنٰی دستگیر اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی حاجت روا نہیں ہے، مشکل کشا نہیں ہے، فریادرس نہیں ہے، دستگیر نہیں ہے لھذا اس کے سوا نذر و نیاز کے لائق کوئی نہیں ہے۔ فقہاء کرامؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مرد یا عورت اس طرح منت مانتا ہے کہ اگر ہمارا فلاں مریض تندرست ہوگیا یا میں امتحان میں کامیاب ہوگیا یا میرا فلاں کام ہوگیا تو میں اتنی چیز فلاں بزرگ کے نام پر دونگا تو وہ کافر ہوگیا، دائرہ اسلام سے خارج ہوگیا اس لئے کہ نذر عبادت ہے وَالْعِبَادَۃُ لَاتَجُوْزُ لِمَخْلُوْقٍ اور عبادت مخلوق کیلئے جائز نہیں ہے۔ عبادت کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، کوئی مسجود نہیں ہے، کوئی عالم الغیب نہیں ہے، کوئی حاضر و ناضر نہیں ہے، کوئی مختار نہیں ہے، تمام جہانوں کے اختیارات صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں یُحْیٖ وَیُمِیْتُ وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ پس تم ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ﷺ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ جو نبی ہے ان پڑھ۔ رسول کا معنٰی ہے لوگوں کو پیغام پہنچانے والا اور نبی کا معنٰی ہے خبر دینے والا۔ رسول اللہ تعالیٰ کے پیغام بھی پہنچاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام سے لوگوں کو خبردار بھی کرتا ہے۔ اور آپ ﷺ امی ہیں یعنی مخلوق میں سے آپ نے کسی سے نہیں پڑھا اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وہ علوم عطا فرمائے کہ دنیا کے تمام علوم ان کے سامنے ہیچ ہیں اَلَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَکَلِمٰتِہٖ وہ نبی اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے اور اس کے فیصلوں پر حکموں پر وَاتَّبِعُوْہُ اور تم اس کی پیروی کرو جو عمل انہوں نے کیے ہیں ان پر چلو لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ تاکہ تم ہدایت پا جاؤ۔ ہدایت آنحضرت ﷺ کے نقشِ قدم پر چلنے سے ہی حاصل

ہوگی۔

یہود کا تذکرہ :

آگے پھر یہودیوں کا ذکر ہے وَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰی اُمَّۃٌ اور موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے ایک گروہ تھا یَّھْدُوْنَ بِالْحَقِّ جو راہنمائی کرتا تھا حق کے مطابق۔ لوگوں کو بتاتا تھا کہ حق یہ ہے اس پر قائم رہو وَبِہٖ یَعْدِلُوْنَ اور اسی حق کے ساتھ انصاف کرتے تھے۔ لیکن تھے تھوڑے سے کیونکہ یہاں مِنْ تبعیضیہ ہے اور اہل حق ہمیشہ تھوڑے رہے ہیں اکثریت ہمیشہ باطل کی رہی ہے۔ آٹھویں پارے میں تم پڑھ چکے ہو کہ مشرکین مکہ نے کہا تھا کہ مردم شماری کرالیتے ہیں کہ ہمارے ساتھ لوگ زیادہ ہیں یا آپ کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاِنْ تُطِعْ اَکْثَرَ مَنْ فِی الْاَرْضِ یُضِلُّوْکَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اور اگر آپ اطاعت کریں گے ان لوگوں کی جو اکثر ہیں زمین میں تو بہکا دیں گے آپ کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے۔

قلت، کثرت حق پہ دال نہیں :

اکثریت تو ہمیشہ گمراہوں کی رہی ہے قلت کثرت کا کوئی سوال نہیں ہے حق، حق ہے چاہے حق والے تھوڑے ہی کیوں نہ ہوں اللہ تعالیٰ کے پیغمبر حضرت حنظلہ بن صفوانؑ کا صرف ایک امتی تھا اور ایسے پیغمبر بھی گذرے ہیں کہ جن کو ایک امتی بھی نہیں ملا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کے دربار میں ایسے پیغمبر بھی تشریف لائیں گے جن کے ساتھ ایک امتی ہوگا اور ایسے بھی ہونگے کہ جن کے ساتھ دو امتی ہونگے اور ایسے بھی ہونگے کہ جن کے ساتھ تین امتی ہوں گے اور وہ بھی ہوں گے جن کے ساتھ چار

امتی ہونگے اور وہ بھی ہونگے جن کے ساتھ پانچ امتی ہوں گے اور وہ بھی ہونگے جن کے ساتھ دس امتی ہوں گے اور وہ بھی ہونگے جن کے ساتھ جماعت ہوگی اور سب سے زیادہ آنحضرت ﷺ کی امت ہوگی اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا تَزَوَّجُوا الْوَلُوْدَ الْوَدُوْدَ فَاِنِّیْ مُکَاثِرٌ بِکُمُ الْاُمَمَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ایسی عورتوں کے ساتھ شادی کرو جو بچے زیادہ جننے والیاں ہوں محبت کرنے والیاں ہوں کیونکہ مجھے امت کی اکثریت کی وجہ سے قیامت والے دن فخر ہوگا اور وہ بچہ جو ماں کے پیٹ میں جان پڑ جانے کے بعد مردہ پیدا ہوا مردم شماری میں وہ بھی باقاعدہ آئے گا اور......

یومِ قیامت بچے کا جھگڑا :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایسا بچہ کہ ماں کے پیٹ میں اس کے اندر جان پڑ چکی تھی اور مر گیا مردہ پیدا ہوا وہ قیامت والے دن بڑا جھگڑا کرے گا جس وقت اس کے ماں باپ کو فرشتے دوزخ کی طرف لے جائیں گے وہ ماں باپ کا دامن پکڑ لے گا فرشتے کہیں گے کہ تم جنت میں جاؤ ان کو ہم دوزخ میں لے جائیں گے وہ کہے گا میں تو امی ابو کے ساتھ جاؤں گا اور اتنا جھگڑا کرے گا کہ رب تعالیٰ فرمائیں گے اے جھگڑالو بچے! ماں باپ کا دامن پکڑ لے اور ان کو جنت میں ساتھ لے جا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَقَطَّعْنٰھُمُ اثْنَتَیْ عَشْرَۃَ اَسْبَاطًا اُمَمًا اور ہم نے ان کو جدا جدا کر دیا بارہ خاندانوں کے گروہ بنا کر۔ اسرائیل حضرت یعقوبؑ کا لقب تھا یہ عبرانی زبان کا لفظ ہے اس کا معنٰی ہے عبداللہ۔ حضرت یعقوبؑ کے بارہ بیٹے تھے جن میں سے ایک حضرت یوسفؑ بھی تھے حضرت یعقوبؑ کی بیٹی کوئی نہیں تھی اللہ تعالیٰ نے ان بارہ بیٹوں کی آگے نسل چلائی اور وہ مستقل

بارہ خاندان بنے۔ ان کے متعلق فرمایا کہ ہم نے ان کو بکھیر دیا بارہ خاندانوں کے گروہ بنا کر وَاَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰی مُوۡسٰۤی اور ہم نے وحی کی موسیٰ علیہ السلام کی طرف اِذِ اسۡتَسۡقٰهُ قَوۡمُهٗۤ جس وقت پانی مانگا ان سے ان کی قوم نے اَنِ اضۡرِبۡ بِّعَصَاكَ الۡحَجَرَ یہ کہ مار اپنی لاٹھی پتھر پر فَانۡۢبَجَسَتۡ مِنۡهُ اثۡنَتَا عَشۡرَةَ عَيۡنًا پس پھوٹ پڑے اس پتھر سے بارہ چشمے۔ یہ وادی تیہ کا واقعہ ہے آج کل کے جغرافیے میں اس کا نام وادئ سینائی ہے۔ ۱۹۶۷ء کی جنگ میں وادی سینائی پر یہودیوں کا قبضہ ہو گیا تھا یہ میدان چھتیس میل لمبا اور چوبیس میل چوڑا ہے اور سطح سمندر سے پانچ ہزار فٹ کی بلندی پر واقع ہے اس کا کچھ حصہ تو مصر کو مل گیا ہے لیکن فوجی اہمیت کا حامل حصہ جہاں تیل ہے وہ اب بھی یہودیوں کے قبضہ میں ہے۔

بنی اسرائیل کا انکارِ جہاد :

حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیلوں کو لیکر جب اس میدان میں پہنچے تو قوم سے فرمایا کہ شام فلسطین حاصل کرنے کیلئے عمالقہ قوم سے جہاد کرنا ہے کیونکہ وہ اس علاقے پر قابض تھی قوم نے کہا کہ وہ بڑی سخت جنگجو قوم ہے ہم ان کے ساتھ نہیں لڑ سکتے فَاذۡهَبۡ اَنۡتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوۡنَ آپ اپنے رب کے ساتھ جا کر لڑیں ہم یہاں بیٹھے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان پر وہ علاقہ چالیس سال کیلئے حرام کر دیا چالیس سال تک اسی وادئ سینائی میں پھرتے رہو۔ یہ لوگ لاکھوں کی تعداد میں تھے مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے ، نوجوان، ان کی ضرورتوں میں سے پانی بھی تھا، کھانا بھی تھا، سایہ بھی تھا تو سارے انتظام اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے کئے پتھر سے بارہ چشمے جاری ہو گئے قَدۡ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ

مَّشْـــرَبَهُـــمْ جان لیا ہر گروہ نے اپنی پانی پینے کی جگہ کو۔ کہ یہ چشمہ یوسفیوں کا ہے، یہ روبیلیوں کا ہے، یہ بنیامینیوں کا ہے، یہ یہودیوں کا ہے تا کہ آپس میں جھگڑا نہ کریں وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ اور ہم نے ان پر سایہ کیا بادلوں کا۔ کیونکہ وہ کھلا میدان تھا اور کوئی درخت وغیرہ نہیں تھا باغیوں کی بھی اللہ تعالیٰ نے پوری مدد کی پھر خوراک کا مسئلہ پیدا ہوا کہ خوراک کے بغیر کوئی زندہ نہیں رہ سکتا انبیاء کرام علیہم السلام بھی کھانا کھاتے تھے۔ کافروں نے آں حضرت ﷺ کو طعنہ دیا کہ مَا لِهٰذَا الرَّسُوْلِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ اس نبی کو کیا ہو گیا ہے کھانا بھی کھاتا ہے اور بازاروں میں سودا لینے دینے کیلئے جاتا ہے پھر کہتا ہے کہ میں نبی ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ (پ: ۱۷، انبیاء) ہم نے پیغمبروں کے ایسے جسم نہیں بنائے کہ کھانا نہ کھائیں پیغمبروں کو بھوک بھی لگتی ہے پیاس بھی لگتی ہے۔

جنگِ احزاب :

غزوہ خندق سخت سردی کے موسم میں تھا اور بھوک کا زمانہ تھا دس ہزار کے قریب کافروں کی فوج تھی اور مسلمانوں کی تعداد صرف تین ہزار تھی مدینہ طیبہ میں ہی لڑائی کا فیصلہ ہوا شہر کے تین اطراف محفوظ تھے اگر اس طرف سے دشمن حملہ کرتا تو چند آدمی بھی مقابلہ کر سکتے تھے ایک طرف کھلا میدان تھا حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورے سے اس طرف خندق کھودی گئی۔ آپ ﷺ نے دس دس آدمیوں کو ایک ایک ٹکڑا کھودنے کیلئے دیا اور فرمایا کہ خندق اتنی گہری ہو کہ آدمی اس میں اتر کر اوپر نہ چڑھ سکے اور نہ ادھر سے ادھر چھلانگ سکے بلکہ گھوڑا بھی نہ پھلانگ سکے۔ کھدائی کے دوران ایک سخت چٹان آ گئی بڑا زور لگایا

گیا مگر وہ کدال وغیرہ سے نہ ٹوٹی ساتھی آپ ﷺ کے پاس آئے کہنے لگے حضرت ہم بھوکے بھی ہیں اور چٹان بڑی سخت ہے ہمارے قابو میں نہیں آرہی اور بھوک کی وجہ سے ہم نے پیٹ پر پتھر باندھ رکھے ہیں۔ ترمذی شریف اور مسند احمد کی روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم نے ایک ایک پتھر باندھ رکھا ہے دیکھو میں نے دو پتھر باندھے ہوئے ہے تو پیغمبروں کو بھی بھوک پیاس لگتی ہے گرمی سردی بھی لگتی ہے بخار بھی ہوتا ہے اور دوسری تکالیف بھی ہوتی ہیں۔ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ کو درد شقیقہ اتنا تیز ہوا کہ آپؐ دو دن گھر سے باہر تشریف نہیں لائے اور ایک موقع پر گھٹنوں کا اتنا درد تھا کہ بیٹھ نہیں سکتے تھے پیشاب بھی کھڑے ہو کر کیا تو تمام لوازمات بشریہ پیغمبروں کی ساتھ تھے۔

بنی اسرائیل کیلئے کھانے کا انتظام :

تو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لئے کھانے کا انتظام فرمایا وَ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡھِمُ الۡمَنَّ وَ السَّلۡوٰی من کا معنیٰ کھیر اور سلویٰ کا معنیٰ بٹیر۔ اور نازل کیا ہم نے ان پر من اور سلویٰ۔ ایک پلیٹ میں کھیر ہوتی تھی اور ایک پلیٹ میں بھنے ہوئے بٹیر ان کے سامنے آجاتے تھے اور حکم تھا کہ صبح شام وقت پر ان کو کھاؤ رکھنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وقت پر پھر آجائیں گے چالیس سال تک انہوں نے کھیر بٹیر کھائے لیکن انہوں نے اس کی قدر نہیں کی کہنے لگے لَنۡ نَّصۡبِرَ عَلٰی طَعَامٍ وَّاحِدٍ اے موسیٰ علیہ السلام! ہم ایک کھانا کھانے پر ہرگز صبر نہیں کریں گے ہمارے لئے لہسن پیاز وغیرہ کا انتظام کرو جس کی تفصیل پہلے پارے میں گذر چکی ہے۔ فرمایا کُلُوۡا مِنۡ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقۡنٰکُمۡ کھاؤ ان پاکیزہ چیزوں سے جو ہم نے تم کو رزق دیا ہے وَ مَا ظَلَمُوۡنَا اور انھوں نے نہیں ظلم کیا ہم پر ہمارا کیا بگاڑا وَ لٰکِنۡ کَانُوۡۤا

اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ اور لیکن تھے وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے۔ وادیٔ تیہ میں ہی موسیٰ علیہ السلام کو حکم آیا کہ ہارون علیہ السلام کو بتانے کے بغیر فلاں جگہ پر پہنچاؤ وہاں ان کی جان نکالی جائے گی چنانچہ موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارونؑ کو ساتھ لے گئے وہاں ایک پلنگ پڑا ہوا تھا فرمایا تم یہاں لیٹ جاؤ جب یہ لیٹے تو فرشتوں نے اپنی کاروائی شروع کر دی حضرت ہارونؑ نے کہا خَدَعْتَنِیْ یٰمُوْسٰی اے موسیٰ تو نے میرے ساتھ دھوکہ کیا پہلے بتایا نہیں حضرت ہارونؑ کی وفات کے تین سال بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بھی وفات ہو گئی ان کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت یوشع بن نونؑ کو نبوت عطا فرمائی اور چالیس سال بھی گذر چکے تھے بوڑھے غلامی کے مارے ہوئے مر گئے تھے نئی پود نے آزاد آب وہوا دیکھی تھی ان کو لیکر حضرت یوشعؑ نے عمالقہ قوم پر حملہ کیا لڑائی ہوئی لیکن انھوں نے بھی کمزوریاں دکھائیں مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِذْ قِيْلَ لَهُمْ اور جب کہا گیا ان سے اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ ٹھہرو اس بستی میں۔ بستی سے مراد بیت المقدس ہے بیت المقدس کے پاس صہیون نامی ایک پہاڑ تھا جو سطح سمندر سے سات آٹھ ہزار فٹ کی بلندی پر واقع تھا پہلے اس پہاڑ پر ٹھہرے اور مسجد اقصیٰ بیت المقدس شہر میں ہے اس وقت اس پر یہودیوں کا قبضہ ہے ۱۹۶۷ء کی جنگ میں انہوں نے اس علاقے پر قبضہ کیا تھا ابھی تک مسلمان واپس نہیں لے سکے تو ان سے کہا گیا کہ بیت المقدس میں ٹھہرو وَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ اور کھاؤ اس سے جہاں سے چاہو۔ یہ بڑا زرخیز علاقہ تھا اور ہے باغات ہیں، سبزیاں ہیں، فصلیں ہیں، بہت کچھ ہے وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ اور کہو ہمارے گناہ معاف ہو جائیں۔ مگر انھوں نے کہا حِنْطَةٌ ہمیں گندم

چاہئے وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا اور داخل ہو جاؤ دروازے سے سجدہ کرتے ہوئے۔ شہر کے چاروں طرف دیوار تھی جس کو فصیل البلد کہتے تھے اس میں دروازے تھے جسطرح شہر گوجرانوالہ کے اردگرد دروازے ہیں سیالکوٹی دروازہ، کھیالی دروازہ، گرجاکھی دروازہ وغیرہ وغیرہ اسی طرح بیت المقدس شہر کے بھی دروازے تھے تو جو دروازہ مصر کی جانب سے تھا اس سے داخل ہونے کا حکم ہوا کہ داخل ہو جاؤ سجدہ کرتے ہوئے نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْئٰتِكُمْ بخش دیں گے ہم تمہارے گناہ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ اور بتاکید ہم زیادہ دیں گے نیکی کرنے والوں کو یعنی بخشش کے علاوہ اور عنایتیں بھی ہوں گی فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ پس بدل دی ان لوگوں نے جنہوں نے ظلم کیا تھا ان میں سے یعنی سب نے نہیں مگر ان میں سے جو ظالم تھے انھوں نے بدل دی قَوْلًا غَيْرَ الَّذِیْ قِيْلَ لَهُمْ بات سوائے اس کے جو ان سے کہی گئی تھی ان سے تو کہا گیا تھا کہ کہو حِطَّةٌ ہمارے گناہ معاف کر دے اور انھوں نے کہا حِنْطَةٌ ہمیں گندم چاہئے یا کہا کہ حِنْطَةٌ فِیْ شَعِيْرَةٍ کہ ہمارے لئے سٹے کے اندر گندم ہونی چاہئے۔ اور سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونے کی بجائے چوتڑ گھسیٹتے ہوئے داخل ہوئے جسطرح چھوٹے بچے گھسیاں کرتے ہیں اس طرح انھوں نے حکم عدولی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے دونوں حکم تبدیل کر دیئے فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ پس بھیجا ہم نے ان پر عذاب آسمان سے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر طاعون کو مسلط فرمایا جس سے ایک دن میں صبح سے لیکر دوپہر تک ستر ہزار آدمی مر گئے۔ اور اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ وہ بلاوجہ کسی قوم کو سزا میں مبتلا نہیں کرتا بلکہ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ اس وجہ سے کہ تھے وہ ظلم کرتے۔ تو انکو نافرمانی کی سزا ملی۔ اللہ تعالیٰ اپنی نافرمانی سے بچائے اور

اطاعت کی توفیق عطا فرمائے۔

وَسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ ۙ لَا تَاْتِيْهِمْ ۚ كَذٰلِكَ ۚ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ○ وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَا ۨ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ○ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖٓ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍ ۢ بَئِيْسٍ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ○ فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ ○

وَسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ اور آپ سوال کریں ان سے اس بستی کے متعلق الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ جو سمندر کے کنارے پر تھی اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ جبکہ یہ لوگ تجاوز کرتے تھے ہفتے کے دن اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ جس وقت آتی تھیں ان کے پاس ان کی مچھلیاں يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا جس دن ان کا ہفتہ ہوتا تھا بالکل ظاہر وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ اور جس دن ان کا ہفتہ نہیں ہوتا تھا لَا

تَاْتِیْهِمْ مچھلیاں نہیں آتی تھیں ان کے پاس كَذٰلِكَ اسی طرح نَبْلُوْهُمْ ہم نے امتحان لیا ان کا بِمَا كَانُوْا یَفْسُقُوْنَ اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ اور جب کہا ایک گروہ نے ان میں سے لِمَ تَعِظُوْنَ کیوں نصیحت کرتے ہو تم قَوْمَا نِ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ قوم کو کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کرنے والا ہے اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِیْدًا یا ان کو سزا دینے والا ہے سخت سزا قَالُوْا انہوں نے کہا مَعْذِرَةً اِلٰی رَبِّكُمْ عذر کرتے ہوئے تمہارے رب کے سامنے وَلَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ اور شاید کہ وہ بچ جائیں گناہ سے فَلَمَّا نَسُوْا پس جس وقت بھلا دی انہوں نے مَا ذُكِّرُوْا بِهٖۤ وہ چیز جس کے ساتھ ان کو نصیحت کی گئی اَنْجَیْنَا الَّذِیْنَ ہم نے نجات دی ان لوگوں کو یَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ جو منع کرتے تھے برائی سے وَاَخَذْنَا الَّذِیْنَ اور پکڑا ہم نے ان لوگوں کو ظَلَمُوْا جنہوں نے ظلم کیا بِعَذَابٍۭ بَىِٕیْسٍ سخت عذاب میں بِمَا كَانُوْا یَفْسُقُوْنَ اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے فَلَمَّا عَتَوْا پس جب انہوں نے سرکشی کی عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ اس چیز سے جس سے ان کو روکا گیا تھا قُلْنَا لَهُمْ ہم نے ان کو کہا كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕیْنَ ہو جاؤ تم بندر ذلیل۔

بنی اسرائیل کی نافرمانی اور شرارتیں :

بنی اسرائیل کی کج روی، نافرمانی اور شرارتوں کا ذکر چلا آرہا ہے اگرچہ وہ سارے بُرے نہیں تھے مگر ان کی اکثریت بُروں کی تھی بحر قلزم کے کنارے ایک شہر تھا اُس وقت

اس کو ایلی کہتے تھے اور آج کل اس کو ایلات کہتے ہیں یہ یہودیوں کی بندرگاہ ہے ہزار ہا سال سے یہ شہر چلا آرہا ہے چونکہ یہ لوگ سمندر کے کنارے پر رہتے تھے مچھلیوں کا شکار کرتے تھے خود بھی کھاتے تھے اور دور دراز تک سپلائی بھی کرتے تھے جس سے ان کو خوب کمائی حاصل ہوتی تھی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا زمانہ تھا اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کا امتحان لیا اور فرمایا کہ تم ہفتے والے دن شکار نہیں کر سکتے باقی دنوں میں کر سکتے ہو اور ہفتے کے چوبیس گھنٹے صرف عبادت کرنی ہے شکار کرنا منع ہے۔ اسلامی لحاظ سے غروب آفتاب کے ساتھ ہی تاریخ بدل جاتی ہے مثلاً جمعہ والے دن جب سورج غروب ہوگا تو ہفتے کا دن شروع ہو گیا اور انگریزی اعتبار سے رات کے بارہ بجے تاریخ بدلتی ہے۔ بہر حال ہفتے والے دن کے چوبیس گھنٹے ان کیلئے شکار ممنوع تھا جسطرح ہمارے لئے جمعہ کی پہلی آذان سے لیکر امام کے سلام پھیرنے تک ہو کام حرام ہے سوائے اس کے جس کا تعلق نماز جمعہ کے ساتھ ہے اور آذان سے پہلی آذان مراد ہے اور سب کتابوں میں اس کی تصریح ہے کہ اَلْـمُعْتَبَرُ الْاَذَانُ الْاَوَّلُ پہلی اذان معتبر ہے اور اس مسجد کا اعتبار ہوگا جہاں یہ نمازِ جمعہ پڑھتا ہے۔ تو اذان ہو جانے کے بعد کھانا حرام، پینا حرام، لکھنا حرام، پڑھنا حرام، بیچنا حرام، خریدنا حرام، ہاں! وضو کر سکتے ہے، غسل کر سکتا ہے، مسواک کر سکتا ہے، کپڑے بدل سکتا ہے، خوشبو لگا سکتا ہے۔ یعنی جن کاموں کا تعلق نماز جمعہ کے ساتھ ہے وہ کر سکتا ہے۔ امام خطیب اپنا مضمون دیکھ سکتا ہے، قرآن و حدیث سے، فقہی کتابوں سے کیونکہ ان کا تعلق جمعہ کے ساتھ ہے البتہ مسافر پر جمعہ فرض نہیں ہے لہذا وہ خرید و فروخت کر سکتا ہے اور مقامی لوگوں پر جمعہ فرض عین ہے پانچ نمازوں کی طرح۔ عمل کا مسئلہ ہے اچھی طرح ذہن

نشین کر لیں کہ جس پر جمعہ فرض ہے پہلی آذان کے بعد کوئی کام نہیں کر سکتا۔ پہلے ہماری آذان آدھا گھنٹہ پہلے ہوتی تھی مسئلہ بتا بتا کر تھک گئے مگر لوگ بعض نہیں آتے تو ہم نے اپنے خیال کے مطابق یہ فیصلہ کیا کہ آدھا گھنٹہ کی بجائے کچھ وقت پہلے ہو جائے تاکہ لوگ گنہگار ہونے سے بچ جائیں۔ تو ہمارے لئے تو صرف ڈیڑھ دو گھنٹے کا وقت ہے کہ اس میں ہر وہ کام حرام ہے جس کا تعلق جمعہ کے ساتھ نہیں ہے مگر ان کیلئے چوبیس گھنٹے کی پابندی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَسْئَلْهُمْ اور آپ ان سے سوال کریں عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي اس بستی کے متعلق كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ جو سمندر کے کنارے پر تھی بستی ایلات اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ جبکہ یہ لوگ تجاوز کرتے تھے ہفتے کے دن میں کہ ہفتے والے دن بھی شکار کرنے سے باز نہیں آتے تھے حالانکہ ان کیلئے حرام تھا اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ جس وقت آتی تھیں ان کے پاس ان کی مچھلیاں حِيْتَان حُوْت کی جمع ہے بمعنی مچھلی يَوْمَ سَبْتِهِمْ جس دن ان کا ہفتہ ہوتا تھا شُرَّعًا بالکل ظاہر۔ پانی کے اوپر تیرتی ہوئی مچھلیاں نظر آتی تھیں اور ان کے منہ سے رال ٹپکتی تھی کہ سامنے پھر رہی ہیں وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ اور جس دن ان کا ہفتہ نہیں ہوتا تھا لَا تَاْتِيْهِمْ مچھلیاں نہیں آتی تھیں ان کے پاس۔ کیونکہ ان دنوں میں وہ ان کو چھیڑتے تھے شکار کرتے تھے اور ہفتے والے دن چونکہ چھیڑتے نہیں تھے اس لئے وہ کھلے طور پر پانی کے اوپر پھرتی تھیں كَذٰلِكَ اسی طرح نَبْلُوْهُمْ ہم ان کا امتحان لیتے رہے بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔ اس سلسلے میں ان کے تین گروہ ہو گئے ایک گروہ وہ تھا جو حیلے بہانے سے شکار کرتا تھا وہ اس طرح کہ انھوں نے بحر قلزم کے ساتھ ساتھ تالاب بنائے۔ ہفتے والے دن پانی ان تالابوں میں چھوڑ

دیتے مچھلیاں تالابوں میں آجاتیں تو پیچھے سے بند کر دیتے اور پھر سارا ہفتہ پکڑتے رہتے اور دوسرا گروہ وہ تھا جنہوں نے ان کو شروع شروع میں منع کیا جب دیکھا کہ یہ باز نہیں آتے تو انھوں نے کہا کہ اپنی مرضی کرو اور سمجھانا چھوڑ دیا شکار کرنے سے روکا نہیں یہ سمجھ کر کہ ہم نے فریضہ ادا کر دیا ہے اور خود بھی شکار نہیں کرتے تھے اور تیسرا گروہ وہ تھا جو آخر دم تک ان کو روکتا اور منع کرتا رہا کہ شکار کر کے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرو۔ مردوں اور عورتوں کیلئے مسئلہ یہ ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا مَنْ رَای مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْهُ بِیَدِهٖ "جو تم میں برا کام دیکھے اس کو اپنے ہاتھ سے روکے" یہ ہاتھ سے روکنا اس کیلئے ہے جس کے پاس طاقت اور قدرت ہو فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ اگر ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہیں ہے تو زبان سے روکے فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ اگر زبان سے روکنے کی طاقت نہیں ہے کہ لوگ سخت قسم کے لڑاکے اور فتان قسم کے ہیں تو پھر دل سے برا سمجھے اور اگر برائی کو دل سے بھی برا نہیں سمجھتا تو فرمایا اس کے دل میں رتی برابر بھی ایمان نہیں ہے۔ آج دیکھو گھروں میں فحاشی ہے ٹی وی لگا ہوا ہے اور اس کو محسوس بھی کوئی نہیں کرتا بھائی نمازوں کا کیا فائدہ، روزوں کا کیا فائدہ؟ بیشک نماز روزہ بڑی نیکی ہیں مگر یہ خرافات نیکیوں کو برباد کر دیتیں ہیں۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر :

اور مسئلہ یاد رکھنا امر بالمعروف نہی عن المنکر ہر مسلمان کا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّةٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ (پ ۴) تم میں سے ایک جماعت ہو جو خیر کی دعوت دے اور معروف کا حکم

کرے اور برائی کے کاموں سے روکے تو مجموعی طور پر تبلیغ فرض کفایہ ہے اگر ایک جماعت ادا کرے تو دوسرے گناہ سے بچ جائیں گے اور امر بالمعروف ہر جگہ ہے اپنی بیوی کو، بچوں کو، بہنوں کو، بھائیوں کو سمجھاؤ۔ چھوٹوں کو، بڑوں کو استاد شاگردوں کو امر بالمعروف کرتا رہے گھر سے نکلنے کی ضرورت نہیں چل پھر کر تبلیغ کرنا فرض کفایہ ہے۔ آج عورتیں کافی موجود ہونگی میں ان کی خدمت میں عرض کرتا ہوں چند مسائل ہیں ان کا ضرور خیال رکھیں۔

ناخن پالش لگانے سے نہ وضوء ہوتا ہے نہ غسل ہوتا ہے نہ نماز لہٰذا جو عورت تمہارے پاس آئے اس کے ناخن دیکھو اور اس کو نرمی سے سمجھاؤ کہ بہن بیٹی اس ناخن پالش سے نہ وضو، نہ غسل اور جتنی نمازیں پڑھی ہیں وہ ساری تیری گردن پر اسی طرح ہیں اور بعض عورتیں بطور فیشن کے لمبے لمبے ناخن رکھتی ہیں ان کے نیچے مٹی جم جاتی ہے پانی نہیں پہنچتا حالانکہ نیچے والی سطح کا بھیگنا فرض ہے تو جب پانی نہ پہنچا تو نہ وضوء، نہ غسل، پڑھی ہوئی نماز بھی اسی طرح گردن پر باقی ہے۔ عورتوں نے ناک میں کوکے ڈالے ہوتے ہیں تو کوکے کا جو سوراخ ہے اگر اندر سے سوئی کے برابر بھی خشک رہ گیا تو وضوء نماز کوئی شئے نہیں ہوگی۔ اگر بازو چھوٹا ہے ایک انگلی کے برابر بازو ننگا ہے عورت کی نماز نہیں ہوگی۔ باریک دوپٹہ ہے ململ کا یا جارجٹ کا کہ پہنے ہوئے سے بال نظر آتے ہیں عورت کی نماز نہیں ہوگی چاہے بجلی بند کر کے تاریک کمرے میں پڑھے یہ مسئلے بڑے اہم ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ بے وضو سجدہ کرنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ تو ناخن پالش سے وضو تو نہ ہوا لمبے ناخن ہیں وضو تو نہ ہوا یہ بیچاری نماز پڑھے گی سجدہ کرے گی کافر ہو گئی نکاح ٹوٹ گیا یہ بظاہر چھوٹے مسائل ہیں مگر پہاڑ سے بڑے ہیں لھذا ان مسائل کو خوب یاد رکھو اور آگے تبلیغ کرو اور نرمی کے

ساتھ سمجھاؤ یہ نہیں کہ دوسروں کے سر پر ڈنڈا مارو اور کہو او بے نماز، او بے روز، او شرابی اس طرح تو لڑائی شروع ہو جائے گی۔ حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے ایک آدمی آیا اس نے نماز پڑھی اور بعد میں دعا کی اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ وَ مُحَمَّدًا (ﷺ) وَلَا تَرْحَمْ مَعَنَا اَحَدًا اے اللہ مجھ پر رحمت نازل فرما اور آنحضرت ﷺ پر اور کسی پر نازل نہ کرنا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا لَقَدْ تَحَجَّرْتَ وَاسِعًا اللہ تعالیٰ کی رحمت تو سب کیلئے ہے تو نے اس کو تنگ کر دیا ہے۔ یہ بات کر کے وہ آگے چلا اور مسجد میں پیشاب کرنا شروع کر دیا لوگوں نے کہا او کیا کر رہا ہے؟ اس کے پیچھے دوڑے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کو نہ روکو کرنے دو کیوں کرنے دو؟ وجہ یہ ہے کہ جب اس نے پیشاب شروع کر دیا ہے تو روکنے سے اسے تکلیف ہوگی اور دوسری وجہ یہ ہے تم اس کے پیچھے دوڑو گے وہ آگے دوڑے گا تو ساری مسجد کو گندہ کرے گا اب تو ایک جگہ ہے یہاں سے صاف کرنا آسان ہے جب اس نے پیشاب کر لیا تو آنحضرت ﷺ نے اس کو بلایا اور فرمایا "دیکھو یہ مسجدیں اللہ تعالیٰ کے ذکر کیلئے ہیں، قرآن کریم کی تلاوت کیلئے ہیں، نیکیوں کے لئے ہیں، پیشاب پاخانے کیلئے نہیں ہیں۔" نرمی کے ساتھ اس کو سمجھایا اور جو صحابہ کرامؓ پیچھے دوڑے تھے ان کو بھی تنبیہ فرمائی اِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُیَسِّرِیْنَ لَا مُعَسِّرِیْنَ اللہ تعالیٰ نے تمہیں نرمی کے لئے بھیجا ہے سختی کیلئے نہیں بھیجا تو عزیزو! مسئلہ بتاؤ، سمجھاؤ نرمی کے ساتھ، ڈانگ نہ مارو سختی کرنے سے فتنہ فساد ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِذْ قَالَتْ اُمَّۃٌ مِّنْھُمْ اور جب کہا ایک گروہ نے ان میں سے لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَا نِ اللّٰہُ مُھْلِکُھُمْ کیوں نصیحت کرتے ہو تم اس قوم کو کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کرنے والا ہے اَوْ

مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا یا ان کو سزا دینے والا ہے سخت سزا۔ یہ اس گروہ نے کہا جو ایک دو دفعہ تبلیغ کر کے خاموش ہو گیا تھا اور ان کو کہا جو آخر تک ان کو روکتے اور منع کرتے رہے کہ ہفتے والے دن شکار نہ کرو۔ ان کو کہا کہ چھوڑو کیوں ان کے پیچھے پڑے ہوئے ہو ان کو رب تعالیٰ نے ہلاک کرنا ہے یا سزا دے گا۔ قَالُوا منع کرنے والوں نے کہا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ عذر کرتے ہوئے تمہارے رب کے سامنے کہ اے پروردگار! ہم ان کو آخر تک سمجھاتے رہے وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ اور شاید کہ وہ بچ جائیں گناہ سے کسی بھی وقت اسلئے سمجھانا ہمارا فریضہ ہے وہ مانیں یا نہ مانیں فَلَمَّا نَسُوْا پس جس وقت بھلا دیا انہوں نے مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ وہ چیز جس کے ساتھ ان کو نصیحت کی گئی۔ جس کے ذریعے ان کو بار بار یاد دھانی کرائی گئی تذکیر کا معنی بار بار یاد کرانا......

تین گروہوں کا ذکر:

اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ ہم نے نجات دی ان لوگوں کو جو منع کرتے تھے برائی سے وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اور پکڑا ہم نے ان لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا بِعَذَابٍۭ بَئِيْسٍ سخت عذاب میں۔ کیوں پکڑا؟ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔ منع کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے نجات عطا فرمائی اور نافرمانوں کو عذاب میں گرفتار کیا اور وہ جو تیسرا گروہ تھا کہ ایک دو دفعہ منع کرنے کے بعد خاموش ہو گیا تھا اس کا ذکر نہیں کیا۔ عکرمہؒ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے شاگرد ہیں ان سے پوچھا گیا کہ تیسرے گروہ کا کیا بنا سزا ملی یا نجات؟ فرمایا سزا نہیں ملی کیونکہ انھوں نے مچھلیوں کا شکار بھی نہیں کیا اور ابتداءً منع بھی کیا اگرچہ بعد میں خاموش ہو

گیا چونکہ ان کا خاموش رہنا اچھی بات نہیں تھی اس لئے رب تعالیٰ نے ان کا ذکر نہیں کیا کہ وہ قابلِ تعریف نہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَمَّا عَتَوْا پس جب انہوں نے سرکشی کی عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ اس چیز سے جس سے ان کو روکا گیا تھا قُلْنَا لَهُمْ ہم نے ان کو کہا كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ ہو جاؤ تم بندر ذلیل۔ یہاں بندروں کا ذکر ہے اور چھٹے پارے میں ہے وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ اور بنایا ان میں سے بعض کو بندر اور بعض کو خنزیر کی شکل میں مسخ کیا۔ مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ بوڑھوں کو خنزیر اور جوانوں کو بندر کی شکل میں تبدیل کر دیا گیا تین دن وہ بندر اور خنزیر رہے اس کے بعد ان کو ہلاک کر دیا گیا ان بندروں اور خنزیروں کی آگے نسل نہیں چلی۔ آج جو دنیا میں بندر اور خنزیر ہیں یہ حیوانات کی نسل ہیں اور شروع سے چلی آ رہی ہے۔ تفسیروں میں ہے کہ جب ان کو بندر اور خنزیر بنا دیا گیا تو ایک دوسرے کو دیکھتے تھے اور روتے تھے اور سمجھتے تھے کہ ان کو بندر اور خنزیر بنایا گیا ہے۔

اعمال کا بگاڑ اور اس کی سزا :

حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ’’کہ آخری دور میں میری امت میں سے بھی کچھ لوگوں کو بندر اور خنزیر بنایا جائے گا‘‘ سوال کرنے والے نے پوچھا حضرت وہ کلمہ پڑھنے والے نہیں ہونگے آپؐ نے فرمایا کلمہ تو کیا يُصَلُّوْنَ وَيَصُوْمُوْنَ نمازیں بھی پڑھتے ہونگے اور روزے بھی رکھتے ہوں گے وَيَحُجُّوْنَ اور حج بھی کرتے ہوں گے لیکن گانے سننے کے شوقین ہوں گے یوں سمجھو کہ ٹی وی کے آگے بیٹھے بیٹھے گانے سنتے سنتے سو جائیں گے صبح کو اٹھیں گے تو بعض بندر اور بعض خنزیر کی شکل میں مسخ ہو چکے ہوں گے۔

بخاری شریف، ابوداؤد شریف، ترمذی شریف اور مسند احمد کی روایت ہے کہ بوڑھے خنزیر اور نوجوان بندر بنیں گے پھر ان کو اللہ تعالیٰ ہلاک کردے گا۔ یاد رکھو جو نیکیاں کرتے ہو ان کی حفاظت بھی کرو تا کہ تمہارے حق میں رہیں نوجوانوں رمضان المبارک میں تم نے نمازیں شروع کر دی ہیں رمضان شریف کے بعد ان کو چھوڑ نہ دینا بے شک رمضان کی برکات بہت ہیں مگر پانچ نمازیں تو ہمیشہ کیلئے فرض ہیں روزوں کے بعد اپنے اندر انقلاب محسوس کرو۔ ہمارے ایک بزرگ تھے مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ فاضل دیو بند تھے یہاں بھی آتے رہتے تھے شاعر بھی تھے مہاجر تھے انھوں نے یہاں مہاجروں کی کیفیت دیکھی کہ ان میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تو اس پر حضرت نے شعر بولا......

؎ زمین بدلی زماں بدلا مکیں بدلے مکاں بدلا

نہ تو بدلا نہ میں بدلا جو بدلا پھر تو کیا بدلا

لھذا روزوں کے بعد تمہاری کیفیت بدلنی چاہئے نیکی کرو بدی سے پرہیز کرو نمازیں با جماعت پڑھنے کی پابندی کرو۔ اللہ تعالیٰ سب کو توفیق عطا فرمائے۔

وَاِذْتَاَذَّنَ رَبُّکَ لَیَبْعَثَنَّ عَلَیْھِمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ مَنْ یَّسُوْمُھُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ؕ اِنَّ رَبَّکَ لَسَرِیْعُ الْعِقَابِ ۚۖ وَ اِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ وَقَطَّعْنٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْھُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَمِنْھُمْ دُوْنَ ذٰلِکَ ز وَبَلَوْنٰھُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّیِّاٰتِ لَعَلَّھُمْ یَرْجِعُوْنَ ○ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِھِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْکِتٰبَ یَاْخُذُوْنَ عَرَضَ ھٰذَا الْاَدْنٰی وَیَقُوْلُوْنَ سَیُغْفَرُلَنَا ۚ وَاِنْ یَّاْتِھِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ یَاْخُذُوْهُ ؕ اَلَمْ یُؤْخَذْ عَلَیْھِمْ مِّیْثَاقُ الْکِتٰبِ اَنْ لَّایَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰہِ اِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوْا مَا فِیْہِ ؕ وَالدَّارُ الْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○ وَالَّذِیْنَ یُمَسِّکُوْنَ بِالْکِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ ؕ اِنَّا لَانُضِیْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِیْنَ ○

وَاِذْتَاَذَّنَ رَبُّکَ اور جس وقت واضح طور پر اعلان کر دیا تیرے رب نے لَیَبْعَثَنَّ عَلَیْھِمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ البتہ ضرور بھیجے گا ان یہودیوں پر قیامت کے دن تک مَنْ یَّسُوْمُھُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ایسے لوگوں کو جو ان کو ضرور دیں گے

بڑی سزا اِنَّ رَبَّکَ بے شک تیرا رب لَسَرِیۡعُ الۡعِقَابِ جلد سزا دینے والا ہے وَ اِنَّہٗ لَغَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ اور بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے وَقَطَّعۡنٰھُمۡ فِی الۡاَرۡضِ اُمَمًا اور ہم نے ان کو جدا جدا کر دیا زمین میں گروہ در گروہ بنا کر مِنۡھُمُ الصّٰلِحُوۡنَ بعض ان میں سے نیک ہیں وَمِنۡھُمۡ دُوۡنَ ذٰلِکَ اور بعض ان میں سے اس کے سوا بھی تھے وَبَلَوۡنٰھُمۡ بِالۡحَسَنٰتِ وَالسَّیِّاٰتِ اور ہم نے امتحان لیا ان کا نیکیوں کے ساتھ اور برائیوں کے ساتھ لَعَلَّھُمۡ یَرۡجِعُوۡنَ تا کہ یہ لوگ واپس لوٹ آئیں فَخَلَفَ مِنۡۢ بَعۡدِھِمۡ خَلۡفٌ پس خلیفہ بنے ان کے بعد نا اہل لوگ وَّرِثُوا الۡکِتٰبَ جو وارث ہوئے کتاب کے یَاۡخُذُوۡنَ عَرَضَ ھٰذَا الۡاَدۡنٰی لیتے رہے اس گھٹیا زندگی کا سامان وَیَقُوۡلُوۡنَ اور کہتے ہیں سَیُغۡفَرُ لَنَا بتا کید ہمیں بخش دیا جائے گا وَاِنۡ یَّاۡتِھِمۡ عَرَضٌ مِّثۡلُہٗ اور اگر آئے ان کے پاس اس جیسا اور سامان یَاۡخُذُوۡہُ تو اس کو لے لیتے ہیں اَلَمۡ یُؤۡخَذۡ عَلَیۡھِمۡ مِّیۡثَاقُ الۡکِتٰبِ کیا نہیں لیا گیا تھا ان سے پختہ عہد کتاب میں اَنۡ لَّا یَقُوۡلُوۡا عَلَی اللّٰہِ اِلَّا الۡحَقَّ کہ وہ نہ کہیں گے اللہ تعالیٰ پر مگر حق وَدَرَسُوۡا مَا فِیۡہِ اور پڑھا انھوں نے جو کچھ اس میں لکھا ہوا تھا وَالدَّارُ الۡاٰخِرَۃُ خَیۡرٌ اور آخرت کا گھر بہت ہی بہتر ہے لِّلَّذِیۡنَ یَتَّقُوۡنَ ان لوگوں کیلئے جو ڈرتے ہیں اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ کیا پس تم سمجھتے نہیں ہو وَالَّذِیۡنَ یُمَسِّکُوۡنَ بِالۡکِتٰبِ اور وہ لوگ جو مضبوطی سے پکڑتے ہیں کتاب کو وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ اور قائم رکھتے ہیں نماز کو اِنَّا لَا نُضِیۡعُ اَجۡرَ

اَلْمُصْلِحِیْنَ بیشک ہم نہیں ضائع کرتے اصلاح کرنے والوں کا اجر۔

پہلے سے بنی اسرائیل کا ذکر چلا آرہا ہے ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے بڑی مہربانیاں کیں، من وسلویٰ ان پر نازل فرمایا، ان کیلئے پتھر سے پانی کے چشمے جاری فرمائے، دریا کو ان کیلئے پھاڑا، بادلوں سے ان پر سایہ کیا بہت کچھ کیا لیکن یہ بڑی نافرمان اور ضدی قوم تھی اور ذہین بھی تھی یہ دو خوبیاں ہیں ان کی ذہین اور ضدی۔ جب انھوں نے نافرمانی کی حدیں توڑ دیں۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّکَ اور جس وقت واضح طور پر اعلان کر دیا تیرے رب نے اپنے پیغمبروں، کتابوں اور صحیفوں کے ذریعے لَیَبْعَثَنَّ عَلَیْهِمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ البتہ ضرور بھیجے گا ان یہودیوں پر قیامت کے دن تک۔ بھیجے گا یعنی بھیجتا رہے گا مَنْ یَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ایسے لوگوں کو جو ان کو ضرور دیں گے بری سزا۔ ان کو تکلیفیں پہنچائیں گے یہود اس زمانے میں مغضوب علیہم تھے اور باوجود مالدار ہونے کے صدہا سال تک غلامی میں رہے اور ان کی کوئی قدر و قیمت نہیں تھی۔ اِسوقت بھی اگر امریکہ جیسے بدمعاش، برطانیہ اور فرانس ان کی مدد نہ کریں تو چند گھنٹے بھی نہیں ٹھہر سکتے۔

اجتماع اہلِ یہود اور اہل ایمان سے لڑنا :

آج سے تقریباً ساٹھ سال پہلے حدیث کی پہلی کتاب مشکوٰۃ شریف ہم نے پڑھی جس وقت یہ حدیث ہمارے سامنے آئی یُقَاتِلُوْنَکُمُ الْیَهُوْدَ یہودی تمہارے ساتھ لڑیں گے وَتُقَاتِلُوْنَ الْیَهُوْدَ اور تم یہودیوں کے ساتھ لڑو گے۔ ہم بڑے حیران ہوئے کہ یہودیوں کے ساتھ ہماری کیا لڑائی ہوگی اور ان کی ہمارے ساتھ کیا لڑائی ہوگی ان کی کیا حیثیت ہے کہ اس وقت فلسطین میں چھ سات ہزار یہودی تھے ہم نے استاذِ محترم حضرت

مولانا عبدالقدیر صاحبؒ سے سوال کیا کہ حضرت ان لوگوں سے لڑنا تو ہماری توہین ہوگی کہ میدان میں ایک پہلوان ہو اور دوسری طرف بچہ ہو تو پہلوان کی توہین ہوتی ہے تو یہودی تو ہمارے مقابلے میں بچے ہیں حضرت نے فرمایا ''میاں (یہ حضرت کا تکیہ کلام تھا) اس وقت ان کو قوت حاصل ہو جائے گی جب ان کی تباہی کا وقت آئے گا ان کو پر لگ جائیں گے چیونٹی کی جب موت آتی ہے تو اس کو پر لگ جاتے ہیں'' اس وقت ہماری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی تھی کہ ان کو قوت کس طرح حاصل ہو جائے گی لیکن دیکھتے دیکھتے ہی اب وہاں ۸۰ لاکھ یہودی ہیں اور ان خبیث حکومتوں نے تجربہ کار افراد جو اکثر فوجی ہیں وہاں جمع کر دیئے ہیں اس وقت دنیا میں اسلحہ کے اعتبار سے یہودی تیسرے نمبر پر ہیں ایٹم بم تک انھوں نے تیار کرلیا ہے بیچارے صدام نے سر اٹھایا ہے تو اس کو ان خبیثوں نے کچلنا شروع کیا ہوا ہے۔ اس کی کچھ نادانیاں بھی ہیں اگر وہ نادانی نہ کرتا اور اگر اب بھی نہ کرے تو خیر ہے لیکن وہ بھی بڑا ضدی آدمی ہے اس کی نادانی کی وجہ سے آٹھ لاکھ آدمی پہلے شہید ہوئے ہیں۔ (اور اب اسے بھی امریکہ نے پھانسی دیدی ہے) تو اللہ تعالیٰ نے یہود پر دوسری قوموں کو مسلط کیا وہ ان کو تکلیفیں دیتے رہے اس وقت کافی قوت ہونے کے باوجود آس پاس کے مجاہدین سے ڈرتے رہتے ہیں اور موت سے جتنا یہودی ڈرتے ہیں اتنا دنیا کی اور کوئی قوم نہیں ڈرتی۔ پہلے پارے میں ہے وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ اور البتہ تم ان لوگوں کو زندگی پر زیادہ حریص پاؤ گے۔ لوگوں سے بھی ذرا سی ٹھاہ ہو جائے تو ان پر خوف طاری ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ ان کو ضرور سزا دے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور وہ وقت قریب آچکا ہے کہ دنیا سے ان کا وجود ختم ہو جائے گا یہودیوں کو اگر غیر مسلموں میں

سے کسی نے سمجھا ہے تو ہٹلر نے سمجھا ہے باقی کافروں میں سے کوئی ان کو صحیح معنٰی میں سمجھ نہیں سکا اس نے ان کا صفایا کیا تھا ساری دنیا میں انھوں نے خباثت پھیلائی ہوئی ہے خفیہ تنظیمیں بنائی ہوئی ہیں ان کو مالی قوۃ پہنچاتے ہیں اور سازشیں کرتے رہتے ہیں اور ظاہری طور پر خود خاموش رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ رَبَّکَ لَسَرِیۡعُ الۡعِقَابِ بے شک تیرا رب جلد سزا دینے والا ہے۔ مجرموں کو وَ اِنَّهٗ لَغَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ اور بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے وَقَطَّعۡنٰهُمۡ فِی الۡاَرۡضِ اُمَمًا اور ہم نے ان کو جدا جدا کر دیا زمین میں گروہ در گروہ بنا کر۔ اسوقت دنیا کے بیشتر علاقوں میں ان کے کارخانے ہیں، ان کی تنظیمیں، بڑے مالدار ہیں اور سب پر چھائے ہوئے ہیں باوجود اس کے کہ عیسائی ان کو اپنے برابر نہیں سمجھتے مگر ان کا اثر ورسوخ اتنا ہے کہ ان کے پنجے سے نکل نہیں سکتے مِنۡهُمُ الصّٰلِحُوۡنَ بعض ان میں سے نیک ہیں۔ سارے بُرے نہیں ہیں بنی اسرائیل صدیوں پر محیط ہے ان میں نیک اور اللہ والے بھی ہوئے ہیں وَمِنۡهُمۡ دُوۡنَ ذٰلِکَ اور بعض ان میں سے اس کے سوا بھی تھے برے اور حد سے نکلنے والے وَبَلَوۡنٰهُمۡ بِالۡحَسَنٰتِ اور ہم نے ان کا امتحان لیا نیکیوں کے ساتھ۔ کہ ان کو مال دیا، اولاد دی، عزت دی، راحتیں پہنچائیں، حکومت دی وَالسَّیِّاٰتِ اور برائیوں کے ساتھ کہ پریشانیوں میں مبتلا کیا لَعَلَّهُمۡ یَرۡجِعُوۡنَ تاکہ یہ لوگ واپس لوٹ آئیں گناہ چھوڑ کر اللہ تعالیٰ پریشانیوں میں مبتلا کرتا ہے تاکہ لوگ رجوع کریں مثلاً ڈیڑھ دو ماہ سے ہم پر دھند مسلط ہے کاروبارِ زندگی معطل، جہازوں کے نظام میں گڑبڑ، ٹریفک کا نظام درہم برہم لیکن توبہ کرنے والے کتنے لوگ ہیں جسطرح پہلے تھے اسی طرح ہیں کسی پر کوئی اثر نہیں ہے الا ماشاء اللہ کچھ اللہ تعالیٰ کے

بندے ہیں جو تائب ہوئے ہیں۔ تو یہ آفات رب تعالیٰ کی طرف سے تنبیہات ہوتی ہیں جب لوگ رجوع نہیں کرتے تو پھر سخت گرفت آتی ہے اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ پس خلیفہ بنے ان کے بعد نااہل لوگ۔ خَلَفٌ لام کی زبر کے ساتھ ہو تو معنیٰ ہوتا ہے صحیح جانشین اور اگر خَلْفٌ لام کے سکون کے ساتھ ہو تو معنیٰ ہوتا ہے نااہل۔ اگر کہا جائے کہ فلاں، فلاں کا خَلَفُ الرَّشِيْد ہے تو معنیٰ ہوگا کہ فلاں فلاں کا صحیح جانشین ہے اور اگر کہا جائے کہ فلاں، فلاں کا خَلْفُ الرَّشِيْد ہے تو معنیٰ ہوگا فلاں فلاں کا نااہل جانشین ہے۔ تو اس کے بعد نااہل لوگ آئے وَّرِثُوا الْكِتٰبَ جو وارث ہوئے کتاب کے یعنی تورات کے یہ ان کی مرکزی کتاب تھی ہزار ہا سال تک لوگ اس پر عمل کرتے آئے ہیں لیکن نااہل لوگوں نے کیا کام کیا يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى لیتے رہے اس گھٹیا زندگی کا سامان۔ غلط فتوے دیتے تھے اور جدھر سے رقم زیادہ مل جاتی اس کے حق میں فیصلہ اور فتویٰ دے دیتے۔ آج ہماری عدالتوں کا بھی یہی حال ہے اگرچہ اچھے جج بھی موجود ہیں انصاف اور دیانت والے لیکن اکثریت ایسوں کی ہے جو مال لیکر مجرم کو غیر مجرم اور غیر مجرم کو مجرم بنا دیتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ کہتے ہیں وَيَقُوْلُوْنَ اور کہتے ہیں سَيُغْفَرُ لَنَا بتاکید ہمیں بخش دیا جائے گا۔ اس لئے کہ ہم پیغمبروں کی اولاد ہیں، نیکوں کی اولاد ہیں، ہمارا نام یہودی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ اور اگر آئے ان کے پاس اس جیسا اور سامان يَاْخُذُوْهُ تو اس کو لے لیتے ہیں۔ ان کا پیٹ نہیں بھرتا لوگوں کا ناحق مال لیتے ہیں۔

یہودی علماء اور بدعات :

دسویں پارے میں آتا ہے اِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّھْبَانِ لَیَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ بیشک بہت سے عالم اور درویش البتہ کھاتے ہیں لوگوں کا مال باطل طریقے سے۔ تو یہودیوں کے مولویوں اور پیروں کا یہ کام تھا کہ وہ لوگوں کا مال بھی ناجائز طریقے سے کھاتے تھے اور ان کے ایمان پر بھی ڈاکے ڈالتے تھے اور عوام یہ سمجھتے تھے کہ یہ جو کچھ کہہ رہے ہیں یہی دین ہے۔ اس کو تم اس طرح سمجھو کہ اہل بدعت نے آذان سے پہلے اور بعد میں صلاۃ والی جو بدعت شروع کی ہے آنے والی نسلیں یہ سمجھیں گی کہ یہ آذان کا جز ہے اور دین میں اتنی احتیاط ہے کہ وَلَا الضَّآلِّیْنَ کے بعد آمین یہ دعا ہے لیکن قرآن کریم کے کسی نسخے میں تمہیں آمین لکھی ہوئی نظر نہیں آئے گی کہ کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ یہ قرآن کا حصہ ہے۔ اس امت نے قرآن کو محفوظ رکھا ہے اس کی زیر زبر تک کی حفاظت کی ہے بعض لوگوں نے قرآن کریم کا صرف ترجمہ شائع کیا تھا حروف کے بغیر اس زمانے میں حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ نے ان کے خلاف آواز بلند کی میں خود ان کے پاس پہنچا اور ان کی تائید کی کھل کر کہ یہ صحیح نہیں ہے۔ ان لوگوں نے اپنے ذوق کے مطابق ترجمہ کیا تھا لفظی ترجمہ نہیں تھا آنے والی نسلوں کو اگر اس ترجمہ پر چھوڑ دیا جاتا تو قرآن کریم کا حلیہ بگڑ جاتا اس لئے یاد رکھنا کوئی بھی ایسا ترجمہ کہ جس کے ساتھ قرآن کریم کے الفاظ نہ ہوں مت خریدنا اور نہ پڑھنا وہ ترجمہ پڑھو جس کے ساتھ اصل متن موجود ہو یہودیوں نے غیر دین کو دین میں شامل کر کے دین کا نقشہ بدل دیا تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ یہودیوں کی مخالفت کی یہی وجہ تھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے تھے کہ دین میں جو تم نے رسمیں نکالی ہوئی ہیں وہ دین نہیں ہے اور وہ ان کی کمائی کا سلسلہ تھا پیٹ

کا سارا دھندا اس پر چلتا تھا تو ان کے مولویوں اور پیروں نے عوام کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف کر دیا کہ یہ ہمارے دین پر حملہ کرتا ہے ان کے خلاف انھوں نے تحریک چلائی حکومت سے مطالبہ کیا کہ ان کو سولی پر لٹکاؤ یہ ہمارے دین کا مخالف ہے حالانکہ وہ بدعات کو دین سے الگ کرنا چاہتے تھے یہ مخالف ہو گئے کیونکہ ان کے پیٹ پر زد پڑتی تھی اور مخالفت میں یہاں تک چلے گئے کہ وَقَوْلِهِمْ عَلٰی مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا (النساء:۱۵۶) اور حضرت مریمؑ پر بڑا بہتان باندھنے پر۔ کہنے لگے یہ کہتا ہے کہ میں مصلح ہوں یہ تو حلالی نہیں ہے (معاذ اللہ تعالیٰ) مصلح کیسے ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ کیا نہیں لیا گیا تھا ان سے پختہ عہد کتاب میں، تورات میں وعدہ نہیں لیا گیا تھا اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ کہ وہ نہیں کہیں گے اللہ تعالیٰ پر مگر حق۔

رشوت ستانی :

یعنی وہ باتیں کہیں گے جو رب تعالیٰ نے فرمائی ہیں مگر یہ تو غلط فتوے اور خلاف شرع فیصلے کرتے ہیں اور ذمہ اللہ تعالیٰ کے لگاتے ہیں اور اس کے بدلے جو رشوت لیتے تھے اس کو نذرانہ کہتے تھے یاد رکھنا! جس آدمی کے ہاتھ میں کچھ اختیار ہے اس کو جو بھی دو گے رشوت ہوگی چاہے کسی بھی نام سے دے، عیدی کہہ کر دیا جائے ہدیہ کہہ کر دیا جائے وہ رشوت ہی ہے۔ اور اگر وہ حکمران نہیں ہے تو ہدیہ دو عیدی دو سب جائز ہے اور یہ جو حکمران دوسرے ملکوں کے دورے پر جاتے ہیں اور ان کو حکومتوں کی طرف سے تحفے تحائف ملتے ہیں وہ ان لوگوں کی ذات کیلئے جائز نہیں ہیں وہ حکومت کا مال ہے مگر یہ لوگ کروڑوں کے تحفے اپنے لئے لیتے ہیں یہ جائز نہیں ہیں اللہ تعالیٰ بچائے اور محفوظ رکھے۔ تو ان سے عہد لیا

گیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ پر حق بات ہی کہیں گے وَدَرَسُوا مَافِیْهِ اور پڑھا انھوں نے جو کچھ اس میں لکھا ہوا تھا۔ رب تعالیٰ نے جو احکام دئے تھے سب پڑھتے تھے دنیا کی طرف اتنا نہ جھکو وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَیْرٌ اور آخرت کا گھر بہت ہی بہتر ہے۔ دنیا کیلئے غلط طریقے نہ اختیار کرو، کتاب اللہ کو نہ بدلو، غلط فتوے نہ دو، رسم ورواج کی ترویج نہ کرو اور ان کے ذریعے مال نہ کھاؤ، آخرت کو سامنے رکھو آخرت کا گھر بہت بہتر ہے۔ لیکن کن لوگوں کیلئے لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ ان لوگوں کیلئے جو ڈرتے ہیں اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا پس تم سمجھتے نہیں ہو کہ عارضی شے عارضی ہوتی ہے اور دائمی شے دائمی ہوتی ہے۔ حق حق ہے باطل باطل ہے، سچ سچ ہے جھوٹ جھوٹ ہے، ایمان ایمان ہے کفر کفر ہے۔ اتنی واضح بات بھی ان کو سمجھ نہیں آتی۔ فرمایا وَالَّذِیْنَ یُمَسِّکُوْنَ بِالْکِتٰبِ اور وہ لوگ جو مضبوطی سے پکڑتے ہیں کتاب کو۔ تمسک کا معنٰی ہے کسی شے کو مضبوطی کے ساتھ پکڑنا اسے پڑھتے بھی ہیں سمجھتے بھی ہیں ایسے لوگوں کی واضح علامت یہ ہے کہ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ اور وہ قائم رکھتے ہیں نماز کو۔ اگر نماز کو قائم رکھتے ہیں تو سمجھ لو کہ واقعی یہ کتاب کو ماننے والے ہیں اور نااہل لوگوں کی علامت دوسری جگہ بیان فرمائی کہ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ انھوں نے نماز ضائع کر دی۔ صحابہ کرامؓ کے دور میں اس کا تصور بھی نہیں ہوتا تھا صحابہ کرامؓ کا دور ۱۱۰ھ تک رہا ہے ایک سو دس سال میں ایک مقدمہ بھی دائر نہیں ہوا کہ فلاں آدمی نے دیدہ دانستہ طور پر نماز چھوڑ دی ہے۔ اگر کوئی مقدمہ دائر ہوا ہوتا تو اس کا فیصلہ ہوا ہوتا، اس کی نظیر ملتی کتابوں میں اسکی کوئی نظیر نہیں ہے۔

بے نمازی کے بارے میں ائمہ اربعہ کی رائے :

بے نماز کے متعلق تین امام فرماتے ہیں کہ جو شخص بالغ ہونے کے بعد قصداً ایک نماز چھوڑ دے اس کی سزا قتل ہے۔امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ اس لئے قتل کرو کہ ایک نماز چھوڑ کر یہ مرتد ہو گیا ہے اور مرتد کی سزا قتل ہے۔امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مرتد تو نہیں ہوا لیکن اتنا بڑا مجرم ہے کہ اس۔کے وجود کی لعنت زمین پر پڑے گی لہذا اس کو ختم کر دو تا کہ اس کی لعنت زمین پر نہ پڑے اور امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اس کو قید کر دو اگر سچے دل سے توبہ کرے تو رہا کرو ورنہ جیل میں ہی مر جائے اس کے ناپاک قدموں سے زمین ناپاک نہ ہو۔یہ ایک نماز کی بات ہے ہفتے مہینے کی نمازوں کی بات نہیں ہے یہ ہمارا حکمران طبقہ اسلام کو کیوں نہیں آنے دیتا اس لئے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ ہماری خیر نہیں ہے۔فرمایا اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِیْنَ بیشک ہم نہیں ضائع کرتے اصلاح کرنے والوں کا اجر۔جو اپنی بھی اصلاح کرتے ہیں اور دوسروں کی اصلاح کی بھی فکر کرتے ہیں ان کا اجر ضائع نہیں ہو گا۔

وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ○ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى ۚ شَهِدْنَا ۚ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ○ اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ○ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ○

وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ اور جب ہم نے اکھاڑا پہاڑ کو فَوْقَهُمْ ان کے اوپر كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ گویا کہ وہ سائبان تھا وَّظَنُّوْٓا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ اور انھوں نے یقین کرلیا کہ بیشک وہ پہاڑ ان پر گرنے والا ہے خُذُوْا پکڑو مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ جو چیز ہم نے تمہیں دی ہے قوت کے ساتھ وَّاذْكُرُوْا اور یاد کرو مَا فِيْهِ جو کچھ اس میں ہے لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ تاکہ تم بچ جاؤ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ اور جب لیا وعدہ تیرے رب نے مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ بنی آدم سے مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ ان کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکال کر وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اور گواہ بنایا ان کو ان کی جانوں پر

اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں قَالُوْا بَلٰی کہا انھوں نے ہاں ضرور آپ ہمارے رب ہیں شَهِدْنَا ہم گواہی دیتے ہیں اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تا کہ نہ کہو تم قیامت والے دن اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ بیشک ہم اس سے غافل تھے اَوْ تَقُوْلُوْٓا یا یہ نہ کہو اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ پختہ بات ہے شرک کیا ہمارے باپ دادا نے اس سے پہلے وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اور ہم تو ان کی اولاد تھے ان کے بعد اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ کیا پس آپ ہمیں ہلاک کریں گے اس کاروائی کی وجہ سے جو باطل پرستوں نے کی ہے وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ اور اسی طرح ہم تفصیل سے بیان کرتے ہیں آیتوں کو وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ اور تا کہ یہ لوگ گناہوں سے باز آجائیں۔

موسیٰ علیہ السلام کا تورات لانا اور قوم کی نافرمانی :

اس سے پچھلی آیات میں تورات کا ذکر ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب تورات لے کر آئے تو لوگوں کو کہا کہ فلاں جگہ پر سب اکٹھے ہو جاؤ میں نے تمہیں توراۃ سنانی ہے چنانچہ مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے، جوان سارے اکٹھے ہو گئے ان کی زبان عبرانی تھی اور تورات بھی عبرانی زبان میں تھی۔ موسیٰ علیہ السلام کا قد مبارک بھی بڑا تھا اور آواز بھی بڑی بلند تھی پہلوان قسم کے بزرگ تھے۔ ٹھہر ٹھہر کر آہستہ آہستہ تورات ان کو سنائی تا کہ ہر ہر آیت کا حکم سمجھ لیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تورات پڑھنی شروع کی جہاں کہیں کوئی سخت حکم آتا تو ایک دوسرے کی طرف دیکھتے اور بعض بول بھی پڑتے موسیٰ علیہ السلام

فرماتے خاموشی کے ساتھ سن لو جو کچھ کہنا ہو بعد میں کہہ لینا تو راۃ سننے کے بعد کہنے لگے یہ تو
بڑی سخت کتاب ہے ہم تو اس پر عمل نہیں کر سکتے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے آزاد
زندگی بسر کی ہے اب تمہیں پابندی مشکل نظر آرہی ہے لیکن جب عمل کرو گے تو آسان ہو
جائے گی کہنے لگے ہمیں یہ کتاب نہیں چاہئے اس وقت اللہ تعالیٰ نے طور پہاڑ اٹھا کر ان
کے سروں پر کھڑا کر دیا اور فرمایا اس کو قبول کرو ورنہ پہاڑ تم پر گرا دیں گے اس کا ذکر ہے
وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ اور جب ہم نے اکھاڑا پہاڑ کو فَوْقَهُمْ ان کے اوپر اٹھا کر سر پر لٹکا دیا
كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ گویا کہ وہ سائبان تھا۔ سائبان کی شکل میں ان کے سروں پر معلق کر دیا
وَّظَنُّوْٓا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ اور انھوں نے یقین کر لیا کہ بیشک پہاڑ ان پر گرنے والا ہے۔ ہم
نے کہا خُذُوْا مَآ اٰتَیْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ پکڑو جو چیز ہم نے تمہیں دی ہے قوت کے ساتھ
وَّاذْكُرُوْا مَا فِیْهِ اور یاد کرو جو کچھ اس میں ہے لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ تاکہ تم بچ جاؤ رب تعالیٰ کی
گرفت سے۔ اب یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو کسی پر جبر نہیں کرتے اس
کا قانون ہے لَآ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ دین میں جبر نہیں ہے۔ اور اس سے زیادہ کیا جبر ہوگا کہ
طور پہاڑ کو اٹھا کر ان کے سروں پر کھڑا کر دیا کہ قبول کرو ورنہ تم پر گرا دیا جائے گا لیکن
حقیقت یہ ہے کہ جبر شریعت کو قبول کرانے کیلئے نہیں تھا شریعت تو پہلے وہ قبول کر چکے تھے
اور انھوں نے خود مطالبہ کیا تھا کہ ہمارے لئے کوئی قانون اور دستور ہونا چاہئے تاکہ ہم اس
کے مطابق زندگی گذاریں۔ اب جب کتاب آگئی تو ماننے سے انکار کر دیا تو یہ جبر نقض عہد
کی وجہ سے تھا جیسا کہ چھٹے پارے میں تصریح ہے فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّیْثَاقَهُمْ اس کے عہد
توڑنے کی وجہ سے۔ تو یہ وعدہ شکنی کی وجہ سے ہوا نہ کہ ابتداء شریعت منوانے کیلئے دونوں میں

بڑا فرق ہے۔اس کو تم اس طرح سمجھو کہ تم کسی کافر کو تبلیغ کر سکتے ہو، اسلام قبول کرنے کی ترغیب دے سکتے ہو لیکن ڈنڈے کے زور پر اسے مسلمان کرنے کی اجازت نہیں ہے لیکن اگر وہ مسلمان ہو جانے کے بعد مرتد ہو گیا تو اس کی سزا قتل ہے کیونکہ اس نے عہد شکنی کی ہے غدار ہے اور غدار کو کوئی حکومت بھی معاف نہیں کرتی تو جو بندوں کی حکومت کا غدار ہو اس کیلئے سزا موت ہے تو جو رب تعالیٰ کا غدار ہو اس کیلئے تو موت بھی تھوڑی سزا ہے زیادہ ہونی چاہئے تھی لیکن اس میں بھی بڑی سہولتیں رکھی گئی ہیں کہ مرتد کو تین دن کی مہلت دی جائے گی تاکہ وہ اپنے شکوک وشبہات دور کرے اس کو ایک آدمی سمجھائے گا اس سے نہ سمجھا تو دوسرا سمجھائے گا، تیسرا سمجھائے گا، چوتھا سمجھائے گا، اس کے اشکالات دور کئے جائیں گے اگر تین دن تک نہ سمجھا تو چوتھے دن قتل کر دیا جائے گا اور یہ قتل ارتداد غداری اور نقض عہد کی وجہ سے ہوگا نہ کہ ابتداءً شریعت اسلام قبول نہ کرنے کی وجہ سے ہوگا تو ان پر کوہِ طور کو عہد شکنی کی وجہ سے مسلط کیا گیا تھا وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ اور جب لیا وعدہ تیرے رب نے بنی آدم سے مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ ان کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکال کر۔عرفات کا میدان بڑا وسیع ہے لاکھوں کی تعداد میں لوگ وہاں سما جاتے ہیں عرفات کے ایک کنارے پر وادی مُعَرَّةُ النعمان ہے اس وادی میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کی پیٹھ کی دائیں طرف دست پھیرا تو اَصْحَابُ الیمین چیونٹیوں کی طرح سامنے آ گئے پھر بائیں طرف ہاتھ پھیرا تو اَصْحَابُ الشمال چیونٹیوں کی طرح سامنے آ گئے۔آدمؑ نے پوچھا پروردگار یہ کیا ہے؟ فرمایا تیری اولاد ہے۔پروردگار کوئی چھوٹا ہے، کوئی لمبا ہے، کوئی گورا ہے، کوئی کالا ہے، ان کو ایک جیسا نہیں بنایا۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے

فرمایا اَحْبَبْتُ اَنْ اُشْکَرَ میں اس کو پسند کرتا ہوں کہ میرا شکریہ ادا کیا جائے۔ امیر غریب کو دیکھ کر، بڑا چھوٹے کو دیکھ کر، گورا کالے کو دیکھ کر شکریہ ادا کرے۔ وہاں اللہ تعالیٰ نے سب کو ادراک و شعور عطا فرمایا اور دو چیزیں سامنے رکھیں وَاَشْھَدَھُمْ عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ اور گواہ بنایا ان کو ان کی جانوں پر۔ پہلی چیز فرمایا اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں قَالُوْا بَلٰی کہا انھوں نے ہاں ضرور آپ ہمارے رب ہیں۔ ازل میں عالم مثال اور عالم ارواح میں اللہ تعالیٰ نے سب سے یہ وعدہ لیا اور......

میثاقِ انبیاء اور حضور ﷺ کی نبوت کی تصدیق :

ایک وعدہ اللہ تعالیٰ نے تمام پیغمبروں سے لیا وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ اور جب لیا اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے پختہ عہد کہ جب میں نے تم کو کتاب اور حکمت دیدی ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ پھر آیا تمہارے پاس رسول تصدیق کرنے والا اس کی جو تمہارے پاس ہے لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ (پ ۳) البتہ ضرور اس پر ایمان لاؤ گے اور البتہ ضرور اس کی مدد کرو گے۔ آخری پیغمبر کی مدد کرنا تمہارے فریضہ میں شامل ہے۔ تو یہ دو عہد لئے گئے شَھِدْنَا ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے یہ وعدہ کر لیا کہ آپ ہمارے رب ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے یہ وعدہ کیوں لیا اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ تا کہ نہ کہو تم قیامت والے دن اِنَّا کُنَّا عَنْ ھٰذَا غٰفِلِیْنَ کہ بیشک ہم اس سے غافل تھے ہمیں معلوم نہیں تھا کہ آپ ہمارے رب ہیں اَوْ تَقُوْلُوْٓا یا یہ نہ کہو اِنَّمَآ اَشْرَکَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ پختہ بات ہے کہ شرک کیا ہمارے باپ دادا نے اس سے پہلے وَکُنَّا ذُرِّیَّۃً مِّنْ بَعْدِھِمْ اور ہم تو ان کی

اولاد تھے ان کے بعد ان کے نقش قدم پر چلتے رہے تاکہ تم یہ نہ کہہ سکو اس لئے میں نے براہِ راست تم سے اقرار لیا ہے اور تم نے مان لیا ہے کہ میں تمہارا رب ہوں تاکہ تم کل حجت بازی نہ کر سکو۔

ملحدوں کا اعتراض اور اسکا جواب :

بعض ملحدوں نے اعتراض کیا ہے کہ ہمیں تو وہ وعدہ یاد نہیں ہے اگر ہوتا تو کسی نہ کسی کو تو یاد ہوتا۔ جواب یہ ہے کہ جن حضرات کے حافظے مضبوط ہیں ان کو یاد ہے چنانچہ تفسیروں میں حوالے آتے ہیں بہت سارے بزرگوں کے کہ وہ فرماتے ہیں کہ وہ عہد ہمیں یاد ہے۔ ان میں حضرت علیؓ کا نام آتا ہے وہ فرماتے ہیں کہ وہ وعدہ مجھے یاد ہے حضرت سہل بن عبداللہ تستریؒ بہت بڑے ولی ہوئے ہیں وہ فرماتے ہیں مجھے وہ وعدہ یاد ہے۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے وہ وعدہ یاد ہے۔ اور کئی بزرگ ہیں جن کو وہ وعدہ یاد ہے اگر ماشما کو یاد نہیں ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وعدہ لیا ہی نہیں گیا ہمیں اور کون سی ساری باتیں یاد ہیں مثلاً ہمیں ابا امی کسی نے سکھایا ہے، روٹی، پانی، آسمان، زمین کسی نے تو سکھایا ہے مگر کوئی نہیں بتا سکتا کہ کس نے کس وقت اور کس جگہ ہمیں یہ الفاظ یاد کرائے ہیں ہاں ان کا نتیجہ ہمارے ذہن میں ہے کہ جو چیزیں ہمیں بتلائی گئی ہیں حق ہیں اسی طرح وہ وعدہ یاد نہیں ہے لیکن اس کا نتیجہ ہمارے ذہن میں ہے کہ ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ اور سوائے چند دہریوں کے سارے مانتے ہیں ہندو ہوں یا سکھ ہوں، عیسائی ہوں یا یہودی ہوں، بدھ ہوں یا ڈوگرے ہوں سب کے سب رب تعالیٰ کے وجود کے قائل ہیں یہ الگ بات ہے کہ ہر ایک اپنے اپنے عنوان کے مطابق مانتا ہے۔ البتہ دہریئے کہتے ہیں

کہ ایک گول سا مادہ ہے جیسے پیڑا ہوتا ہے اس نے ساری زمین اور آسمان پیدا کئے ہیں اور خود اس کو کوئی شد بد نہیں ہے اور ان کا یہ نظریہ عقل کے خلاف ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے تم سے یہ عہد اس لئے لیا کہ کل کو تم یہ نہ کہو کہ شرک تو ہمارے باپ دادا نے کیا تھا ہم تو ان کی اولاد تھے ان کے نقش قدم پر چلتے تھے اس میں ہمارا کیا قصور ہے۔ اسلئے رب تعالیٰ نے سب کو ادراک وشعور دے کر اقرار کرایا کہ میں تمہارا رب ہوں اور یہ نہ کہہ سکو اَفَتُهۡلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الۡمُبۡطِلُوۡنَ کیا پس آپ ہمیں ہلاک کریں گے اس کاروائی کی وجہ سے جو باطل پرستوں نے کی ہے۔ ہمارے آباء واجداد نے اور ہم ان کے نقش قدم پر چلتے رہے وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الۡاٰيٰتِ اور اسی طرح ہم تفصیل سے بیان کرتے ہیں آیتوں کو وَلَعَلَّهُمۡ يَرۡجِعُوۡنَ اور تاکہ یہ لوگ گناہوں سے باز آجائیں۔ رب تعالیٰ کی نافرمانی سے باز آجائیں۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِىْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ○ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ۚ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ○ سَآءَ مَثَلَا نِ الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ○ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِىْ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ○

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ اور آپ پڑھ کر سنائیں ان لوگوں کو نَبَاَ الَّذِىْ خبر اس شخص کی اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا جس کو ہم نے دی تھیں اپنی کچھ نشانیاں فَانْسَلَخَ مِنْهَا پس وہ نکل گیا ان نشانیوں سے فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ پس اس کا پیچھا کیا شیطان نے فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ پس ہو گیا وہ گمراہوں میں سے وَلَوْ شِئْنَا اور اگر ہم چاہتے لَرَفَعْنٰهُ بِهَا تو البتہ ہم اس کو بلند کرتے ان نشانیوں کی وجہ سے وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ اور لیکن وہ جھک گیا زمین کی طرف وَاتَّبَعَ هَوٰهُ اور اس نے پیروی کی اپنی خواہش کی فَمَثَلُهٗ پس اس کی مثال كَمَثَلِ الْكَلْبِ جیسے مثال ہے کتے کی اِنْ تَحْمِلْ

عَلَيْهِ يَلْهَثْ اگر تو اس پر حملہ کرے تو وہ ہانپتا ہے اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ یا اگر اس کو چھوڑ دے تب بھی ہانپتا ہے ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ یہ مثال ہے قوم کی الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا جس نے جھٹلا دیا ہماری ایتوں کو فَاقْصُصِ الْقَصَصَ پس آپ بیان کریں حالات لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ تا کہ وہ لوگ غور وفکر کریں سَآءَ بُری ہے مَثَلاَنِ الْقَوْمُ مثال اس قوم کی الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا جنھوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ اور وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ پس وہی ہدایت پانے والا ہے وَمَنْ يُّضْلِلْ اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ پس وہی لوگ ہیں نقصان اٹھانے والے۔

مقامِ انبیاء اور درجات :

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نیک لوگوں کے واقعات بھی بیان فرمائے ہیں اور بُرے لوگوں کے حالات بھی بیان فرمائے ہیں۔ نیکوں کے واقعات اس لئے بیان فرمائے ہیں کہ تم ان کی پیروی کرو، ان کے نقش قدم پر چلو اور بُرے لوگوں کے حالات اس لئے بیان فرمائے ہیں تا کہ تم ان سے پرہیز کرو اور تمہارا حشر ان جیسا نہ ہو اس سلسلے کا یہ واقعہ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام اولوالعزم پیغمبر کا بھی کئی دفعہ آپ حضرات سن چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے پہلا درجہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہے اور آپ ﷺ کی ذات گرامی کے بعد حضرت ابراہیمؑ کا درجہ ہے اور حضرت ابراہیمؑ کے بعد حضرت

موسیٰ علیہ السلام کا مقام ہے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک صوفی قسم کا آدمی تھا اس کا نام بلعم اور باپ کا نام باعورا تھا بلعم ابن باعورا کے ہاتھ پر بڑی عجیب و غریب قسم کی چیزیں صادر ہوتی تھیں لوگوں کا اس کی طرف رجوع تھا کوئی کہتا میرے سر میں درد ہے پھونک مارتا درد فوراً ٹھیک ہو جاتا، کوئی کہتا میرے گھٹنوں میں درد ہے یہ دم کرتا وہ ٹھیک ہو جاتا کوئی کہتا میری کمر میں درد ہے کمر پر ہاتھ پھیرتا تکلیف دور ہو جاتی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے۔ یہ تو بہانہ تھا کرنے والا تو اللہ تعالیٰ تھا کسی کا کام رکا ہوا ہوتا، شادی نہیں ہو رہی، رقم پھنس گئی ہے، ناحق مقدمے میں مبتلا ہو گیا ہوتا، زمین مکان پر کسی نے قبضہ کر لیا ہے، اس کے پاس آتے بلعم باعورا دعا کرتا اللہ تعالیٰ ان پر کرم فرما دیتا اور مصیبتوں سے چھٹکارا مل جاتا۔ بڑی دور دور تک اس کی شہرت تھی مرد عورتوں کا ہجوم لگا رہتا تھا اور تھا بھی بڑا عابد زاہد اس کی عبادت بھی لوگوں میں مشہور تھی اس کا مقبول الدعا ہونا بھی لوگوں میں معروف تھا۔ فرعون اور اس کے حواری موسیٰ علیہ السلام کے معجزات سے تنگ تھے اور جادوگروں کے ذریعے بھی مقابلہ نہ کر سکے ان کے جادوگر مات ہو گئے ان کی نیندیں حرام ہو گئیں بڑے پریشان تھے کہ اب کیا کریں مشورے سے طے ہوا کہ معزز آدمیوں کا ایک وفد بلعم باعورا کو ملے اور ان سے کہے کہ تم مقبول الدعا ہو لوگوں کے حق میں دعا بددعا کرتے رہتے ہو موسیٰ علیہ السلام کے حق میں بددعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس کو (معاذ اللہ تعالیٰ) ختم کر دے کہ ہم اس سے چھٹکارا پا لیں اس نے ہمارے ناک میں دم کیا ہوا ہے تعداد میں ہم زیادہ ہیں اقتدار ہمارے پاس لیکن اس نے ہمارا جینا حرام کیا ہوا ہے چنانچہ یہ وفد بلعم باعورا کے پاس پہنچا اور اس کو سارے حالات سنائے اور موسیٰ علیہ السلام

کے خلاف بددعا کرنے کی التجا کی بلعم باعورا اُچھلا اور کہنے لگے شیطانو! تم کیا کہتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کے خلاف بددعا کروں اور پیغمبر بھی بلند شان والا صاحب شریعت ، بھاگ جاؤ یہاں سے وفد کو اس نے ڈرایا وفد واپس چلا گیا مگر ان کو اس کا لالچی ہونا معلوم تھا اور وہ اس کی اس عادت سے واقف تھے کہ جو شخص اس کی تھوڑی خدمت کرتا تھا اس کی طرف توجہ بھی تھوڑی دیتا تھا اور جو زیادہ خدمت کرتا تھا اس کی طرف توجہ بہت زیادہ کرتا تھا۔

تعویز فروشی اور اجرت :

ضمنی طور پر یہ مسئلہ سمجھ لیں کہ چاروں ائمہ کرامؒ اور سو فیصد محدثینؒ کا اس پر اتفاق ہے کہ دم اور تعویذ پر اجرت لینا جائز ہے اور بخاری وغیرہ کی صحیح حدیث سے ثابت ہے البتہ ہمارے اکابر کا یہ طریقہ تھا کہ وہ کسی سے مانگتے نہیں تھے اور اشارہ بھی نہیں کرتے تھے کہ اجرت دو اگر کوئی اپنی خوشی سے دے دیتا تھا تو لے لیتے تھے کیونکہ معاوضہ حلال ہے حرام نہیں ہے۔ ایسا نہیں کرتے تھے کہ تو نے کتنی رقم کا تعویذ کرانا ہے جیسے آج کل لوگوں نے دکانیں کھولی ہوئی ہیں۔ ہمارے اکابر سب تعویذ کرتے تھے شفا رب تعالیٰ کے پاس ہے بندے کے پاس نہیں ہے۔ پیسے مانگنا ، لالچ کرنا ہمارے اکابر کے طریقے کے خلاف ہے۔

خیر لوگوں کو علم تھا کہ بلعم باعورا لالچی ہے انھوں نے دوبارہ وفد تشکیل دیا وہ اس کے پاس گیا اور سونے ، چاندی اور جواہرات کے ہدیے پیش کیے اور اس کو بددعا کا کہا مگر وہ پھر بھی بددعا پر آمادہ نہ ہوا چنانچہ تیسری مرتبہ وفد آیا اور کافی مقدار میں سونا چاندی ، ہیرے

موتی اور نقدی کے ڈھیر اس کے سامنے لگا دیئے ۔اس نے اپنے خاص خاص مریدوں کو مجلس سے اٹھا دیا تا کہ لیتے ہوئے شرم نہ آئے ۔اب صرف وفد تھا اور بلعم باعورا تھا وفد والوں نے کہا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہمیں بڑا تنگ کیا ہے اس کے حق میں بددعا کرو لالچ میں آ گیا اور شیطان عدو مبین ہے کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا ہر مرحلے میں دشمنی کرتا ہے اور اس کی دشمنی سے بچنا بڑا مشکل ہے اللہ تعالیٰ کی نصرت کے سوا کوئی نہیں بچ سکتا ۔ایک قصہ مشہور ہے اور بعض قصے بھی بڑے معنیٰ خیز ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ایک نیک بندہ تھا ہر وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہتا تھا شیطان کے جال میں نہیں آتا تھا گرمی کا زمانہ اور دوپہر کا وقت تھا وہ بزرگ ایک دیوار کے سائے میں سو گیا دن لمبے ہوں اور رات چھوٹی ہو تو قیلولہ کئے بغیر رات کو جاگنا ذرا مشکل ہوتا ہے ۔اسی واسطے حدیث پاک میں آتا ہے مِنْ دَأْبِ الصّٰلِحِیْنَ قیلولہ نیک لوگوں کی عادت سے ہے دن کو تھوڑا سا سونا تا کہ رات کو تہجد کیلئے جاگنا آسان ہو جائے اگرچہ تہجد مستحب ہے فرض واجب نہیں ہے ۔تو اس بزرگ نے قیلوا کرنے کیلئے تھوڑا سا آرام کیا اچانک اس نے دیکھا کہ ایک آدمی آیا ہے اچھی وضع قطع والا اس نے لباس پہنا ہوا ہے شکل صورت بھی اس کی خوب تھی کہنے لگا جلدی جلدی اٹھو دیوار گرنے والی ہے اس کا اٹھنا تھا کہ سچ مچ دیوار گر گئی اس نے پوچھا تم کون ہو اس نے کہا کہ میں شیطان ہوں اللہ والے نے کہا تُو تو میرا دشمن ہے میرے ساتھ نیکی کرنے کا کیا مطلب شیطان نے کہا میں نے نیکی نہیں کی میں نے اس لئے اٹھایا ہے کہ کہیں تجھے شہادت کا درجہ نہ مل جائے تو شیطان دشمنی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔

بلعم باعورا کا موسیٰؑ کے خلاف بددعا کرنا اور اسکا انجام :

بلعم باعورا لالچ میں آگیا کیونکہ اس کے سامنے دنیا کی قیمتی چیزوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے اگرچہ دل سے بددعا نہیں کرنا چاہتا تھا مگر مال ھضم کرنے کیلئے ان کے سامنے منہ کھولا مثلاً کہنا چاہتا تھا کہ اے اللہ موسیٰ علیہ السلام کو تباہ کردے یا غرق کردے لیکن جونہی اس نے منہ سے نکالا اے اللہ موسیٰ کو تو اس کی زبان نیچے ناف تک گئی جیسے باؤلے کتے کی زبان لٹکی ہوئی ہوتی ہے اور دوڑا بھاگتا پھرتا ہے اسی طرح زبان لٹکا کر بھاگنے لگ گیا اور آگے کچھ نہ کہہ سکا اور انتہائی گھٹیا حرکتیں لوگوں کے سامنے کرنی شروع کردیں مثلاً لوگوں کے سامنے گدھیوں سے جفتی کرتا رہتا تھا اور مختلف قسم کی خرافات کرتا رہتا تھا۔ اس کا ذکر ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاتْلُ عَلَيْهِمْ اور آپ پڑھ کر سنائیں ان لوگوں کو نَبَاَ الَّذِیْ اٰتَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا خبر اس شخص کی جس کو ہم نے دی تھیں اپنی کچھ نشانیاں۔ کچھ کرشمے اور عجیب وغریب قسم کی چیزیں جو اس کے ہاتھ پر ظاہر ہوتی تھیں فَانْسَلَخَ مِنْهَا پس وہ نکل گیا ان نشانیوں سے فَاَتْبَعَهُ الشَّیْطٰنُ پس اس کا پیچھا کیا شیطان نے فَکَانَ مِنَ الْغٰوِیْنَ پس ہوگیا وہ گمراہوں میں سے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ نیکی پر قائم رکھے اور ہر وقت نیکی پر قائم رہنے کی دعا کرتے رہنی چاہئے کہ انسان کا دل کسی بھی وقت پلٹ سکتا ہے۔ آنحضرت ﷺ اکثر دعا فرماتے تھے امت کی تعلیم کیلئے اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِکَ "اے پروردگار میرے دل کو دین پر ثابت رکھنا" ایمان قائم رہے گا تو نیکیاں کام آئیں گی وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا اور اگر ہم چاہتے تو اس کو بلند کرتے ان نشانیوں کی وجہ سے۔ کہ ان کرشموں پر قائم رہتا اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کے خلاف لب کشائی نہ کرتا اپنی عبادات میں لگا رہتا تو اس کی وجہ سے

ہم اس کو اور بلند مقام پر پہنچا دیتے لیکن وہ زمین کی چیزوں پر عاشق ہو گیا سونا چاندی جواہرات دیکھ کر ان پر گر پڑا اور گمراہ ہو گیا۔

جنتی جانور :

تفسیروں میں آتا ہے کہ قیامت والے دن اصحاب کہف کے کتے کو اللہ تعالیٰ بلعم باعورا کی شکل عطا فرمائیں گے بڑا صحت مند خوبصورت بلعم باعورا کی شکل میں جنت میں داخل ہوگا کیونکہ یہ بھی بڑا خوبصورت صحت مند جوان تھا ابن نجیم مصریؒ جن کا لقب تھا ابو حنیفہ ثانی، وہ اپنی کتاب ''اَلْاَشْبَاہُ وَ النَّظَائِر'' میں لکھتے ہیں کہ ۱۳ قسم کے جانور جنت میں جائیں گے ان میں اصحاب کہف کا کتا، حضرت صالحؑ کی اونٹی، سلیمانؑ کا ہد ہد اور وہ چیونٹی جس نے چیونٹیوں کو آگاہ کیا تھا کہ حضرت سلیمانؑ کا لشکر آ رہا ہے فوراً بلوں میں داخل ہو جاؤ اور اس قسم کے اور بھی کئی جانوروں کا ذکر کیا ہے۔ وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ اور لیکن وہ بلعم باعورا جھک گیا زمین کی طرف۔ سونا چاندی جواہرات دیکھ کر اس کے منہ میں پانی آ گیا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ اور اس نے پیروی کی اپنی خواہش کی فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ پس اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے مثال ہے کتے کی اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اگر تو اس پر حملہ کرے تو وہ ہانپتا ہے زبان باہر نکالے گا اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ یا اگر تو اس کو چھوڑ دے تب بھی ہانپتا ہے۔ پھر بھی زبان نکالے گا ہلکا کتا ہر وقت زبان نکالے پھرتا رہتا ہے اسی طرح بلعم باعورا بھی پھرتا رہتا تھا اللہ تعالیٰ اپنی گرفت سے محفوظ فرمائے کبھی کسی بھی نیکی پر تکبر نہ کرو اور کسی برائی کو حقیر نہ سمجھو، یہ واقعہ اللہ تعالیٰ نے ہماری عبرت اور ہمیں سمجھانے کیلئے بیان فرمایا ہے۔ فرمایا ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا یہ

مثال ہے اس قوم کی جس نے جھٹلایا ہماری ایتوں کو یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے خلاف بکتے رہتے ہیں ان کی زبان کتے کی ہے فَاقْصُصِ الْقَصَصَ پس آپ بیان کریں حالات ایسے لوگوں کے لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ تاکہ وہ لوگ غور وفکر کریں۔ جو آنے والی نسلیں ہیں اور اس سے سبق حاصل کریں سَآءَ مَثَلاً نِ الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوا بِاٰيٰتِنَا بُری ہے مثال اس قوم کی جس نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو۔ وہ مثال یہ ہے کہ ان کی زبانیں کتے کی طرح نکلی ہوئی ہیں وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ اور وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔ اس میں رب تعالیٰ کا کیا نقصان ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر ساری دنیا نیک ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی خدائی اس کے کمالات، اس کی صفات، اس کی خوبیوں میں ایک رتی کا بھی اضافہ نہیں ہو سکتا اور اگر سارے کافر ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ کی خدائی میں ایک رتی کا بھی نقصان نہیں ہوگا رب ،رب ہے، بنتا اور بگڑتا مخلوق کا ہے۔ ہر ایک نے اپنا بنانا اور بگاڑنا ہے مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے پس وہی ہدایت پانے والا ہے وَمَنْ يُّضْلِلْ اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ پس وہی لوگ ہیں نقصان اٹھانے والے۔

ایمان اور کفر میں انسان کا اختیار :

میں یہ بات کئی مرتبہ سمجھا چکا ہوں کہ اس قسم کی آیات جب قرآن کریم میں آتی ہیں تو بعض لوگوں کو شبہات پیدا ہوتے ہیں کہ جب ہدایت اللہ تعالیٰ دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور گمراہ کرتا ہے جس کو چاہتا ہے تو پھر اس میں بندے کا کیا قصور ہے مثلاً یہی ایت کریمہ ہے کہ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ جس کو اللہ ہدایت دیتا ہے وہی ہدایت پانے والا

ہے وَمَنْ یُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے پس وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔ اس کے متعلق میں نے قرآن پاک کی آیات نکال کر تمہیں بتایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا قاعدہ ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے اپنی مرضی سے نُوَلِّهٖ مَاتَوَلّٰی جدھر کوئی پھرنا چاہے ہم اس کو ادھر پھیر دیتے ہیں جو ہدایت چاہے اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت دیتے ہیں یَهْدِیْٓ اِلَیْهِ مَنْ اَنَابَ اللہ تعالیٰ اپنی طرف اس کی راہنمائی کرتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اور یہ لفظ بھی قرآن میں ہیں اَللّٰهُ یَجْتَبِیْٓ اِلَیْهِ مَنْ یَّشَآءُ اللہ تعالیٰ منتخب کرتا ہے اپنے لئے جس کو چاہتا ہے۔ جسطرح پیغمبروں کو منتخب کر لیا وَیَهْدِیْٓ مَنْ یُّنِیْبُ اور ہدایت اس کو دیتا ہے جو رجوع کرتا ہے۔ جبراً کسی کو ہدایت نہیں دیتا اور گمراہ کس کو کرتا ہے؟ متعدد مقامات پر ہے یُضِلُّ اللّٰهُ الْکٰفِرِیْنَ کافروں اور منکروں کو گمراہ کرتا ہے۔ اور کسی جگہ پر آتا ہے یُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِیْنَ فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ پس جب انھوں نے کجروی اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے۔ جبراً کسی کو گمراہ نہیں کرتا اس کو گمراہ کرتا ہے جو گمراہی کے چکر میں پھنسا ہوا ہے۔

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۚ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۚ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ۚ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ○ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۖ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ۚ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ○

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ اور البتہ تحقیق ہم نے پیدا کئے جہنم کیلئے كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ بہت سے جنوں میں سے اور انسانوں میں سے لَهُمْ قُلُوْبٌ ان کے دل ہیں لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا سمجھتے نہیں ہیں ان دلوں کے ساتھ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ اور ان کی آنکھیں ہیں لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا دیکھتے نہیں ہیں ان آنکھوں کے ساتھ وَلَهُمْ اٰذَانٌ اور ان کے کان ہیں لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا نہیں سنتے ان کانوں کیساتھ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ یہ لوگ ہیں جانوروں کی طرح بَلْ هُمْ اَضَلُّ بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ یہی لوگ ہیں غافل وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى اور اللہ تعالیٰ کیلئے ہی ہیں نام اچھے فَادْعُوْهُ بِهَا پس پکارو تم

اس کو ان کے ناموں کے ساتھ وَذَرُوا اور چھوڑ دو الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ان لوگوں کو جو کج روی اختیار کرتے ہیں اس کے ناموں میں سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ عنقریب ان کو بدلہ دیا جائے گا اس کاروائی کا جو وہ کرتے ہیں وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اور ان لوگوں میں سے جن کو ہم نے پیدا کیا ہے اُمَّةٌ ایک گروہ ہے يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ جو راہنمائی کرتے ہیں حق کے ساتھ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ اور وہ اسی حق کے ساتھ انصاف کرتے ہیں۔

جنتیوں اور دوزخیوں کی محشر میں تقسیم :

آج کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جنوں کی گمراہی اور ان کے جہنم میں جانے کا ذکر کیا ہے۔ فرمایا وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ اور البتہ تحقیق ہم نے پیدا کیا جہنم کیلئے كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ بہت سے جنوں میں سے وَالْاِنْسِ اور انسانوں میں سے۔ بخاری شریف کی روایت میں ہے قیامت کا دن ہوگا مخلوق ساری جمع ہوگی اللہ تعالیٰ حضرت آدمؑ کو فرمائیں گے اِبْعَثْ بَعْثًا لِلنَّارِ دوزخیوں کو الگ کر دو۔ نوسو ننانوے دوزخی ہوں گے اور ایک جنتی ہوگا یعنی یہ نسبت ہوگی ان میں جو مخلوق میدان حشر میں جمع ہوگی اندازہ لگالو جنوں اور انسانوں میں سے زیادہ تو دوزخ میں گئے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے اتمام حجت کی ہے فرمایا لَهُمْ قُلُوْبٌ ان کے دل ہیں جو اللہ تعالیٰ نے سمجھنے کیلئے دیئے ہیں لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا سمجھتے نہیں ہیں ان دلوں کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو دل عطا فرمایا ہے ماں کے پیٹ میں جب بچہ ساڑھے چار ماہ کا ہو جاتا ہے تو دل کو چلا دیا جاتا ہے اور موت تک باقاعدہ حرکت

کرتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس میں سمجھ رکھی ہے وہ دن رات دائیں بائیں گرم سرد وغیرہ چیزوں کو سمجھتا ہے وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا اوران کی آنکھیں ہیں دیکھتے نہیں ان آنکھوں کے ساتھ۔ اگر آدمی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں، زمین، آسمان، پہاڑ، دریا وغیرہ نہ دیکھے، حق باطل کو نہ دیکھے تو آنکھوں کا کیا فائدہ۔ سب کچھ سامنے ہوتے ہوئے آنکھیں بند کرلے تو اس کا کوئی علاج نہیں ہوسکتا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اوران کے کان ہیں نہیں سنتے ان کانوں کیساتھ۔ حق کی بات اگر کانوں سے نہ سنی تو اور سنا تو کیا سنا؟ کافروں کے متعلق رب تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا ہے صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ کانوں سے بہرے ہیں، زبان سے گونگے ہیں، آنکھوں سے اندھے ہیں۔ حالانکہ کافروں کے کان بھی ہیں اوران سے سنتے بھی اور آنکھوں سے دیکھتے بھی ہیں زبانیں بھی ان کی چلتی ہیں تو پھر بہرے، گونگے اوراندھے ہونے کا کیا مطلب ہوا تو مطلب یہ ہے کہ حق سننے سے بہرے ہیں حق بولنے سے گونگے ہیں قدرت کی نشانیاں دیکھنے سے اندھے ہیں وہ آنکھیں کس کام کی جو حقیقت کو نہ دیکھیں جو دل حقیقت کو نہ سمجھے اس میں خوف خدا نہ ہو آخرت کی فکر نہ ہو قبر بھول جائے تو وہ دل پتھر ہے اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ یہ لوگ ہیں جانوروں کی طرح۔ اَنْعَامٌ جمع ہے نَعَمٌ کی اور نَعَمٌ کے معنٰی ہیں مویشی حیوان بَلْ هُمْ اَضَلُّ بلکہ جانوروں سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔

انسانوں کو اپنے مالکِ حقیقی سے تعلق رکھنا چاہئے :

جانوروں میں سے گدھا سب سے زیادہ احمق ہے لیکن گدھا بھی اپنے مالک کی آواز کو پہچانتا ہے مالک آواز دے تو چل پڑتا ہے آواز دے تو کھڑا ہو جاتا ہے مالک

دائیں بائیں موڑتا ہے تو مڑتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ یہ میرا مالک ہے اس کی آواز پر میں نے لبیک کہنا ہے اور کہتا ہے۔ معاف رکھنا ہم تو گدھے سے بھی گئے گذرے لوگ ہیں کہ رب تعالیٰ ہمارا حقیقی مالک ہے ہم اس کی کتنی نافرمانیاں کرتے ہیں اور اکثریت ایسے ہی لوگوں کی ہے آپ حضرات دیکھتے ہیں کہ جو جانور انسانوں سے مانوس ہوتے ہیں وہ اپنے مجازی آقا کی بات مانتے ہیں اور ہم اپنے حقیقی آقا کی بات ماننے کیلئے تیار نہیں ہیں اور دنیا میں اکثریت ایسے گمراہ لوگوں کی ہی رہی ہے۔ یہ دوزخ کے بندے ہیں اللہ تعالیٰ بچائے اور محفوظ رکھے اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْغٰفِلُوْنَ یہی لوگ ہیں غافل۔ رب تعالیٰ کی توحید سے، رب تعالیٰ کے حکموں سے، رب تعالیٰ کی نعمتوں سے......

اسماء الحسنٰی اور انکی تاثیر :

وَلِلّٰہِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی اور اللہ تعالیٰ کیلئے ہی ہیں نام اچھے فَادْعُوْہُ بِھَا پس پکارو تم اس کو ان کے ناموں کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام مشہور ہیں جو قرآن کریم اور دیگر کتابوں کے شروع میں لکھے ہوتے ہیں ویسے اللہ تعالیٰ کے پانچ ہزار کے قریب نام ہیں جو آسمانی کتابوں، صحیفوں اور وحی الٰہی میں نازل ہوئے ہیں ان میں سے لفظ ''اللہ'' یہ اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ہے اور باقی صفاتی نام ہیں ان میں سے کسی بھی نام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو پکارو وہ سنتا ہے اور فریاد کو پہنچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہر نام میں الگ الگ خاصیت ہے۔ بزرگان دین فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو رزق کی تنگی ہو تو وہ اخلاص کے ساتھ ہر نماز کے بعد تین دفعہ پڑھے یَا رَزَّاقُ یَابَاسِطُ اللہ تعالیٰ رزق میں وسعت پیدا فرمادیں گے اگر کسی سے دشمنی اور عداوت کا خوف ہے تو ہر نماز کے بعد گیارہ مرتبہ پڑھے یَاحَکِیْمُ

یَاوَدُوْد اللہ تعالیٰ دشمنی ٹال دیں گے اگر کسی کو رشتے وغیرہ کی پریشانی ہے تو ہر نماز کے بعد تین مرتبہ پڑھے یَارَحِیْمُ یَاکَرِیْمُ یَالَطِیْفُ اللہ تعالیٰ پریشانی دور فرمادیں گے (لیکن یہ ضابطہ یاد رکھیں کہ جو بھی وظیفہ پڑھیں اول آخر درود شریف تین تین مرتبہ ضرور پڑھیں یہ قبولیت کی شرط ہے۔ محمد نواز بلوچ، مرتب) تو ان ناموں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو ہر وقت پکارو۔ فرمایا وَذَرُوا الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْٓ اَسْمَآئِہٖ اور چھوڑ دو ان لوگوں کو جو کج روی اختیار کرتے ہیں اس کے ناموں میں۔ کہ اس کے نام کسی اور کیلئے استعمال کرتے ہیں، رب کے ناموں میں کسی اور کو شریک کرتے ہیں مثلاً عالم الغیب صرف رب تعالیٰ ہے۔ تو جو لوگ کسی اور کو عالم الغیب کہتے ہیں اس نے رب کے نام میں کجروی اختیار کی ہے۔

حاضر و ناضر صرف اللہ تعالیٰ کی ذات :

ہر جگہ حاضر و ناظر صرف پروردگار ہے اس نے قرآن میں فرمایا ہے ھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَ مَاکُنْتُمْ وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو اور کسی کو حاضر ناظر ماننے والا رب تعالیٰ کے نام میں زیادتی کرتا ہے۔ اسی طرح مختار کل سارے جہان کا مالک متصرف صرف اللہ تعالیٰ ہے جو شخص اور کسی کو مختار کل سمجھے اس نے رب تعالیٰ کے نام میں کجروی اور زیادتی کی ہے۔ جو رب تعالیٰ کے نام ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں ان کا اطلاق کسی اور کے لئے جائز نہیں ہے۔ فرمایا جو لوگ الحاد اور کج روی کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں اوروں کو داخل کرتے ہیں سَیُجْزَوْنَ مَاکَانُوْا یَعْمَلُوْنَ عنقریب ان کو بدلا دیا جائے گا اس کاروائی کا جو وہ کرتے ہیں۔ نافرمانیوں کا بدلہ ضرور ملے گا اور اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ اکثریت دوزخ میں جائے گی لیکن اب فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ حق والے بھی ہیں وَمِمَّنْ

خَلَقْنَآ اور ان لوگوں میں سے جن کو ہم نے پیدا کیا ہے اُمَّۃٌ ایک گروہ ہے یَّھْدُوْنَ بِالْحَقِّ جو راہنمائی کرتا ہے حق کے ساتھ لوگوں کی کہ حق بتاتا ہے۔ سارے حق نہیں بتاتے صرف ایک گروہ ہے کیونکہ دوسری طرف کثیر کا لفظ آیا ہے کَثِیْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اکثریت تو دوزخیوں کی ہے وَبِہٖ یَعْدِلُوْنَ اور وہ اسی حق کے ساتھ انصاف کرتے ہیں۔ یعنی وہ گروہ خود بھی اسی حق پر عدل وانصاف کے ساتھ چلتا اور عمل کرتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے لَا تَزَالُ طَائِفَۃٌ مِّنْ اُمَّتِیْ ظَاھِرِیْنَ عَلَی الْحَقِّ میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ حق پر ڈٹا رہے گا لَا یَضُرُّھُمْ مَنْ خَالَفَھُمْ ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا جو ان کی مخالفت کرے گا وَلَا مَنْ خَذَلَھُمْ اور نہ وہ ان کا کچھ بگاڑ سکے گا جو ان سے علیحدگی اختیار کرے گا وَلَا مَنْ نَاوَاھُمْ اور جو اندرونی طور پر ان کے خلاف سازش کرے گا وہ بھی کامیاب نہیں ہوگا۔ آنحضرت ﷺ کی پاک زبان سے نکلا ہوا فرمان ہے لہٰذا حق کا گروہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد تک ضرور رہے گا۔ قولاً، فعلاً، عملاً ہر طریقے سے حق کو بیان کرے گا اور حق پر چلے گا۔

وَالَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ ○ وَاُمْلِیْ لَهُمْ ؕ اِنَّ کَیْدِیْ مَتِیْنٌ ○ اَوَلَمْ یَتَفَکَّرُوْا ٜ مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ○ اَوَلَمْ یَنْظُرُوْا فِیْ مَلَکُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ ۙ وَّاَنْ عَسٰٓی اَنْ یَّکُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ ۚ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ ۢ بَعْدَهٗ یُؤْمِنُوْنَ ○ مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ ؕ وَیَذَرُهُمْ فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ○

وَالَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا اور وہ لوگ جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو سَنَسْتَدْرِجُهُمْ بتاکید ہم ان کو آہستہ آہستہ پکڑیں گے مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ ایسی جگہ سے جہاں ان کو علم نہیں ہوگا وَاُمْلِیْ لَهُمْ اور میں ان کو مہلت دیتا ہوں اِنَّ کَیْدِیْ مَتِیْنٌ بیشک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے اَوَلَمْ یَتَفَکَّرُوْا کیا انھوں نے غور وفکر نہیں کیا مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ کہ نہیں ہے ان کے ساتھی کو کوئی جنون اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ نہیں ہے وہ مگر ڈرانے والا کھول کر اَوَلَمْ یَنْظُرُوْا کیا انھوں نے نہیں دیکھا فِیْ مَلَکُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آسمانوں اور زمین کی سلطنت میں وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ اور جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا

ہے چیزوں کو وَّاَنۡ عَسٰٓی اَنۡ یَّکُوۡنَ اور یہ کہ شاید ہو قَدِ اقۡتَرَبَ اَجَلُهُمۡ قریب آچکی ہو ان کی میعاد فَبِاَیِّ حَدِیۡثٍۭ بَعۡدَهٗ یُؤۡمِنُوۡنَ پس کس بات پر اس قرآن کے بعد یہ لوگ ایمان لائیں گے مَنۡ یُّضۡلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کردے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے وَیَذَرُهُمۡ فِیۡ طُغۡیَانِهِمۡ اور وہ اللہ ان کو چھوڑتا ہے ان کی سرکشی میں یَعۡمَهُوۡنَ سرگردان پھرتے ہیں۔

معجزات اور کرامات کی حقیقت :

ایت کا لفظی معنیٰ قرآن کریم یا اور آسمانی کتابوں کی آیت بھی ہے اور ایت کا معنیٰ معجزہ اور نشانی بھی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں پر کتابیں نازل فرمائیں، صحیفے نازل فرمائے ان میں بیشمار آیات تھیں قرآن کریم کی چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ (۶۶۶۶) آیات ہیں لیکن نہ ماننے والوں نے نہیں مانا اور اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو عجیب وغریب قسم کے معجزات بھی عطا فرمائے۔ آنحضرت ﷺ کا ایک معجزہ ہے اِقۡتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانۡشَقَّ الۡقَمَرُ قیامت قریب آگئی ہے اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا ہے اس معجزے کا مطالبہ خود مشرکین مکہ نے کیا تھا انھوں نے آنکھوں سے دیکھا چودھویں رات کا چاند آسمان پر دو ٹکڑے ہوا لیکن انھوں نے نہ مانا ایسے لوگوں کے بارے میں ارشاد ہے وَالَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا اور وہ لوگ جنھوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو سَنَسۡتَدۡرِجُهُمۡ بتاکید ہم ان کو آہستہ آہستہ پکڑیں گے مِّنۡ حَیۡثُ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ایسی جگہ سے جہاں ان کو علم نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا عام قانون

یہی ہے کہ وہ یکدم گرفت نہیں کرتا بلکہ ابتداء میں مہلت دیتا رہتا ہے پھر جب مہلت پوری ہو جاتی ہے تو گرفت آجاتی ہے اور یہ گرفت ایسی جگہ سے ہوتی ہے کہ جہاں سے انھیں علم ہی نہیں ہوتا ان کی توقع کے خلاف ان کی سرکوبی کیلئے دروازہ کھل جاتا ہے اور وہ سزا میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔اِستِدرَاج کا لغوی معنٰی ہے کسی شے کو آہستہ آہستہ ترقی دینا آگے بڑھانا آپ حضرات یہاں پر چند ایک اصطلاحات سمجھ لیں جو علماء کرام نے بیان فرمائی ہیں وہ یہ کہ جو چیزیں خلاف عادت اور خرق عادت کے طور پر کسی کے ہاتھ پر صادر ہوں تو ان میں تفصیل ہے اگر نبی کے ہاتھ پر نبوت ملنے سے پہلے صادر ہو تو اس کو ''ارھاص'' کہتے ہیں اِرْہاص کا معنٰی تمہید ہے گویا کہ یہ نبوت کی تمہید ہوتی ہے ۔جیسے آنحضرت ﷺ نبوت کے ملنے سے پہلے مکہ مکرمہ میں راستوں سے گزرتے تھے تو پتھر آپ کو سلام کرتے تھے ۔بچپن میں ابو طالب آپ ﷺ کو سفر میں ساتھ لے گئے بڑی سخت گرمی اور دھوپ تھی بادل نے آکر آپ کے سر پر سایہ کیا اس کو ارہاص کہتے ہیں اور جو خلاف عادت چیزیں نبوۃ ملنے کے بعد ظاہر ہوں ان کو معجزہ کہتے ہیں معجزہ کا معنٰی ایسی نشانی جو لوگوں کو عاجز کر دے قرآن کریم آپ ﷺ کا مستقل معجزہ ہے۔آج تک قرآن پاک کے مثل بلکہ اس کی چھوٹی سی آیت کریمہ کے مثل بھی کوئی نہ لا سکا اور نہ لا سکے گا۔شق قمر آپ کا معجزہ ہے ان کے علاوہ بیشمار آپ ﷺ کے معجزات ہیں اور ولی کے ہاتھ پر خلاف عادت جو چیز صادر ہو اس کو کرامت کہتے ہیں اور ولی وہ ہوتا ہے جو توحید و سنت کا پابند ہو شریعت پر پورا اترتا ہو اور یاد رکھنا کہ معجزہ اور کرامت اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے معجزے میں نبی کا ذاتی کوئی دخل نہیں ہوتا اور کرامت میں ولی کا ذاتی کوئی دخل نہیں ہوتا اور عام آدمی کے ہاتھ پر بسا

اوقات کبھی کوئی چیز خلاف عادت ظاہر ہو جاتی ہے چاہے وہ گنہگار ہی کیوں نہ ہو اس کو ''معونت'' کہتے ہیں معونت کے معنٰی امداد یہ اللہ تعالیٰ اس کے ایمان کی تقویت کیلئے امداد فرماتے ہیں اور اگر کافر کے ہاتھ پر خلاف عادت کوئی چیز ظاہر ہو تو اس کو ''استدراج'' کہتے ہیں دجال لعین جب آئے گا تو اس کے ہاتھ پر بہت کچھ ظاہر ہوگا بادلوں کو حکم دے گا وہ اکٹھے ہو کر بارش برسانا شروع کر دیں گے زمین پر پاؤں مارے گا وہ سونا چاندی اگل دے گی جو لوگ اس کو خدا مانیں گے ان کے گھروں کو دولت سے بھر دے گا اور جو اس کو الٰہ نہیں مانیں گے ان کے گھروں کا سامان دجال کے پیچھے چل پڑے گا جیسے کسی چیز کو پہیے لگ جاتے ہیں کوئی شے گھر میں نہیں رہے گی عجیب امتحان ہوگا عجیب وغریب چیزیں اس سے صادر ہوں گی یہ استدراج ہے۔اور اگر کوئی چیز کافر کی مرضی کے خلاف صادر ہو تو اس کو ''اہانت'' کہتے ہیں تاریخ میں ہے کہ مسیلمہ کذاب کے ایک ساتھی کا لڑائی کے دوران آنکھ کا ڈھیلا باہر نکل آیا وہ مسیلمہ کذاب کے پاس گیا کہ لڑتے لڑتے تلوار یا نیزہ لگا ہے اور آنکھ کا ڈھیلا باہر آ گیا ہے اس کو ٹھیک کر دے اس نے جب اس کو دائرے میں رکھا تو دوسری آنکھ بھی ضائع ہو گئی۔تو یہ اہانت ہے دراصل اس نے آنحضرت ﷺ کی نقل اتارنی چاہی وہ اس طرح کہ جنگ احد میں لڑتے ہوئے ایک صحابی کا ڈھیلا آنکھ سے باہر نکل آیا تھا حضرت ابوقتادہ ربیع ابن خراشؓ بڑے خوبصورت صحت مند نوجوان تھے نئی نئی شادی ہوئی تھی ڈھیلا لیکر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہنے لگے حضرت میری نئی نئی شادی ہوئی ہے اگر میری آنکھ کی یہی وضع رہی تو میری بیوی نفرت کرے گی آنحضرت ﷺ نے وہ آنکھ کا ڈھیلا آنکھ کے دائرے میں رکھا اور دعا کی کہ اے پروردگار اتنا کام میرا تھا

آگے تیرا کام ہے۔ وہ آنکھ درست ہوگئی اور دوسری آنکھ کی طرح کام کرتی تھی یہ آپ ﷺ کا معجزہ تھا۔ حدیبیہ کے مقام پر پندرہ سو صحابہ تھے اور ان کے ساتھ اونٹ، گھوڑے، خچر بھی تھے پانی سب کی ضرورت تھی لیکن وہاں پانی ختم ہوگیا صحابہ کرامؓ نے عرض کیا حضرت پانی نہیں ہے وہاں ایک چشمہ تھا اس سے تھوڑا تھوڑا پانی رستا تھا آنحضرت ﷺ تشریف لے گئے اس چشمے پر اپنا ہاتھ مبارک رکھا اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ اس سے پانی ایسے چلنے لگ گیا جیسے نہر پھوٹ پڑی ہو اور مسیلمہ کذاب کے دور میں ایسا واقعہ پیش آیا کہ یمامہ کے مقام پر ان کو پانی کی قلت پیش آئی اس کے ساتھی اس کے پاس گئے کہ پانی کی ضرورت ہے وہاں ایک چشمہ تھا جس سے تھوڑا تھوڑا پانی رستا تھا مسیلمہ کذاب نے آنحضرت ﷺ کی نقل اتارتے ہوئے چشمے پر ہاتھ رکھا اللہ تعالیٰ کی قدرت پانی کا جو قطرہ آرہا تھا وہ بھی بند ہوگیا اس کو اہانت کہتے ہیں اور کافر کی مرضی کے مطابق اگر کوئی شے خلاف عادت ظاہر ہو تو اس کو استدراج کہتے ہیں۔ کافروں کو حکومت اقتدار ملتا ہے، مال اور اولاد ملتی ہے، عزت ملتی ہے ، وزارت ملتی ہے تو یہ نہ سمجھو کہ وہ کامیاب ہوگئے بلکہ اللہ تعالیٰ ان کو آہستہ آہستہ عذاب کی طرف چلاتے ہیں جہاں سے وہ جانتے نہیں بلکہ وہ خوش ہوتے ہیں کہ ہمیں یہ مل گیا وہ مل گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاُمْلِیْ لَهُمْ اور میں ان کو مہلت دیتا ہوں اِنَّ کَیْدِیْ مَتِیْنٌ بیشک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے۔ رب تعالیٰ کی تدبیر سے بہتر تدبیر کس کی ہوسکتی ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے ایک شوشے کا جواب دیا ہے کافروں نے آنحضرت ﷺ کے متعلق یہ مشہور کر رکھا تھا کہ یہ جادوگر بھی ہے اور مجنوں بھی ہے۔

شکاری خود شکار ہوگیا :

مکہ مکرمہ سے کافی دور تقریباً تین چار دن کی مسافت پر قبیلہ بنو غفار کا علاقہ تھا وہاں کا ایک آدمی مجنوں اور پاگلوں کو دم کرتا تھا جس کا نام ضماد ابن ثعلبہ تھا اس نے سنا کہ کعبۃ اللہ کے متولیوں میں سے ایک کا لاوارث بیٹا ہے مال اس کے پاس نہیں ہے اور وہ پاگل ہو گیا ہے چونکہ لوگوں کو کعبۃ اللہ کے ساتھ بڑی عقیدت تھی ضماد مکہ مکرمہ پہنچا آنحضرت ﷺ کا معلوم کر کے آپ سے ملاقات کی کہنے لگا حضرت آپ نے سنا ہو گا کہ ازدشنوءۃ کے علاقہ میں ایک آدمی ہے جو پاگلوں کو دم کرتا ہے اللہ تعالیٰ شفا دیتا ہے وہ گنہگار میں ہوں اور ضماد میرا نام ہے میں نے آپ سے فیس نہیں لینی صرف انسانی ہمدردی کے تحت میں نے آپ کو دم کرنا ہے۔ آپ ہنس پڑے اور فرمایا دیکھو ان کافروں نے کتنی دور تک میرے متعلق مشہور کیا ہوا ہے کہ میں پاگل ہوں فرمایا میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے پاگل نہیں ہوں ضماد نے کہا لوگ کہتے ہیں آپ نے فرمایا لوگوں کی زبانیں منہ میں ہیں جو چاہیں کہیں۔ اس نے کہا پھر لوگ آپ کو کس وجہ سے مجنوں کہتے ہیں آپ نے وہ خطبہ پڑھا جو جمعہ میں پڑھا جاتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ آخر تک پھر توحید و رسالت اور قیامت کا مسئلہ بیان فرمایا پھر سورۃ وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ پڑھی ضماد کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے کہنے لگا میں خود فصیح بلیغ ہوں، شاعر ہوں، مقرر ہوں لیکن یہ کلام انسان کا بنایا ہوا نہیں ہے۔ یہ رب تعالیٰ کا کلام ہے اور اسی وقت مسلمان ہو گیا دم کرنے کیلئے آیا قیدی اور اسیر بن کر گیا کفر کی حالت میں آیا تھا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہو گیا۔ تو کافروں نے آپ ﷺ کے متعلق دور دراز تک مشہور کیا ہوا تھا کہ یہ پاگل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَوَلَمْ یَتَفَکَّرُوْا کیا انھوں نے غور و فکر نہیں کیا مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ کہ نہیں

ہے ان کے ساتھی کو کوئی جنون۔

پاگل، پاگل ہی ہوتا ہے :

پاگل چاہے کتنا ہی سمجھ دار کیوں نہ ہو وہ چھپا نہیں رہتا۔ ہمارے استاد تھے مولانا غلام محمد صاحب لدھیانویؒ علم نحو کے امام تھے ۱۹۳۰ء کے قریب کی بات ہے ہم جہانیاں منڈی میں ان کے پاس نحو کی کتابیں عبدالغفور وغیرہ پڑھتے تھے وہ واقعہ سنایا کرتے تھے کہ ہماری برادری کے ایک آدمی کا دماغی توازن خراب ہو گیا اس کو لاہور مینٹل ہسپتال داخل کرایا گیا کچھ عرصہ کے بعد میں اس کی تیمارداری کیلئے گیا کہ برادری کا آدمی ہے۔ کچھ تحفے تحائف بھی ساتھ لے گیا میں اس سے ملاقات کر رہا تھا کہ ایک اور بڑے قد کا موٹا تازہ خوبصورت آدمی آکر میرے ساتھ علمی باتیں کرنے لگ گیا کبھی نحو کے متعلق، کبھی صرف کے متعلق، کبھی منطق کے متعلق، کبھی تفسیر اور کبھی اصول تفسیر کے متعلق باتیں کرتا۔ مولانا بھی بڑے فاضل آدمی تھے کچھ دیر کے بعد وہ پیشاب کرنے کیلئے چلا گیا میں نے پوچھا کہ یہ آدمی جو میرے ساتھ گفتگو کر رہا تھا کون ہے؟ لوگوں نے کہا پاگل ہے۔ مولانا فرماتے ہیں میں بڑا حیران ہوا کہ اتنا فاضل آدمی ہے اور اس کا حافظہ اتنا ہے کہ سارے علوم وفنون اس کو یاد ہیں یہ کس طرح پاگل ہے یوں لگتا ہے کہ اس کو پاگل کہنے والے خود پاگل ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر وہ آگیا اور پھر علمی گفتگو شروع کر دی میں نے اجازت مانگی کہ میں نے جانا ہے کیونکہ اس وقت یہ سڑکیں اور بسیں تو نہیں ہوتی تھیں ریل گاڑی کا سفر ہوتا تھا اور قریب قریب کا سفر لوگ ٹانگوں پر کرتے تھے کہ اگر گاڑی چلی گئی تو میرے لئے مسئلہ بن جائے گا کہنے لگا اچھا تم نے جانا ہے میں نے کہا ہاں میں نے جانا ہے کہنے لگا اچھا پھر

ہاتھ آگے کرو میں نے ہاتھ آگے کیا تو اس نے میرے ہاتھ پر تھوک دیا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ پاگل چھپا نہیں رہتا وہ پروفیسر تھا اور اس کا دماغی توازن خراب ہو گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں انھوں نے غور و فکر نہیں کیا کہ نہیں ہے ان کا جو ساتھی ہے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کو کوئی جنون نہیں ہے۔ ان جیسا سمجھ دار دنیا میں نہ پیدا ہوا ہے نہ ہوگا اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ نہیں ہے وہ مگر ڈرانے والا کھول کر۔ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتا ہے کہ قبر کے عذاب سے بچ جاؤ دوزخ کے عذاب سے بچ جاؤ۔ وہ تو نذیر ہے نہ کاہن ہے، نہ شاعر ہے، نہ مجنوں ہے۔ تم نے غلط پروپیگنڈا کیا ہوا ہے۔ فرمایا رب تعالیٰ کی قدرتیں نہیں دیکھتے اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کیا انھوں نے نہیں دیکھا آسمانوں اور زمین کی سلطنت میں۔ آسمانوں کے عجائبات نہیں دیکھے کتنے بلند ہیں اور بغیر ستون کے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے قائم ہیں اور زمین نہیں دیکھی کتنی وسیع ہے؟ اس میں پہاڑ ہیں، دریا ہیں، میدان ہیں اور بیشمار مخلوق ہے اور ان کے علاوہ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ اور جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے چیزوں کو۔ کسی کا کوئی قد ہے کسی کا کوئی ہے کسی کی کوئی شکل ہے کسی کا کوئی رنگ ہے بے شمار مخلوقات کی ہیئتیں اس کی قدرت پر دلیل ہیں۔ وَفِيْ كُلِّ شَيْءٍ اِنَّهٗ وَاحِدٌ ہر چیز میں خدا کی وحدانیت کی دلیل موجود ہے۔ کوئی ماننے والا ہو تو یقیناً سمجھ آ سکتا ہے۔ آگے قیامت کے متعلق فرمایا وَّاَنْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ اور یہ کہ شاید قریب آ چکی ہو ان کی میعاد۔

قیامت برحق ہے :

قیامت حق ہے کائنات پر جب قیامت آئے گی، آئے گی مگر ہر آدمی کی قیامت

دور نہیں ہے مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهُ جو مرے گا اس کی قیامت قائم ہوگئی۔قبر میں جنت بھی ہے دوزخ بھی ہے،عذاب بھی ہے ثواب بھی ہے بس آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُوْنَ پس کس بات پر اس قرآن کے بعد یہ لوگ ایمان لائیں گے۔قرآن کریم سے زیادہ وزنی،قطعی اور یقینی اور کونسی بات ہے کہ اس کو یہ مانیں گے۔فرمایا مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کردے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے۔اور وہ گمراہ کن کو کرتا ہے؟فرمایا يُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ اللہ تعالیٰ ظالموں کو گمراہ کرتا ہے وَيُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ اور کافروں کو گمراہ کرتا ہے۔جبراً کسی کو گمراہ نہیں کرتا اور یہ جو گمراہ ہیں وَيَذَرُهُمْ اور وہ اللہ ان کو چھوڑتا ہے فِيْ طُغْيَانِهِمْ ان کو ان کی سرکشی میں يَعْمَهُوْنَ سرگرداں پھرتے ہیں۔

❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ۭ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ۭ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْۗءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں قیامت کے بارے میں اَيَّانَ مُرْسٰهَا وہ کب قائم ہوگی قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ پختہ بات ہے کہ قیامت کا علم میرے رب کے پاس ہے لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ نہیں ظاہر کرے گا اس کو اس کے وقت پر اِلَّا هُوَ مگر اللہ تعالیٰ ہی ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وہ قیامت بھاری ہے آسمانوں میں اور زمین میں لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً نہیں آئے گی تم پر مگر اچانک يَسْـَٔلُوْنَكَ وہ تجھ سے سوال کرتے ہیں قیامت کے بارے میں كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا گویا کہ آپ اس کے

کھوج میں لگے ہوئے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ پختہ بات ہے کہ اس کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے قُلْ آپ کہہ دیں لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِىْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا میں نہیں ہوں مالک اپنے نفس کیلئے نفع کا اور نہ نقصان کا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ مگر جو چاہے اللہ تعالیٰ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ اور اگر میں غیب جانتا ہوتا لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ تو میں زیادہ حاصل کر لیتا بھلائی وَمَا مَسَّنِىَ السُّوْٓءُ اور نہ پہنچتی مجھے کوئی تکلیف اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ نہیں ہوں میں مگر ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ اس قوم کیلئے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتی ہے۔

توحید ورسالت اور قیامت :

اَصْلُ الْاُصُوْل تین عقیدے ہیں۔توحید ورسالت اور قیامت باقی تمام ان کی فرع ہیں ان کی شاخیں ہیں لیکن قیامت کا وقت اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں بتایا یہ اس کا راز ہے جیسے موت کہ یہ تو ہم سارے جانتے ہیں کہ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے لیکن مرنے کے وقت کا کسی کو علم نہیں ہے۔

؎ آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں سامان سو برس کا پل کی خبر نہیں

اسی طرح قیامت کا آنا حق ہے لیکن وہ کب قائم ہوگی یہ رب تعالیٰ کی ذات کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔آنحضرت ﷺ جب قیامت کا ذکر فرماتے تو لوگ پوچھتے تھے مَتَى السَّاعَةُ

قیامت کب آئے گی؟اس کے متعلق ارشاد ہے یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰهَا لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں قیامت کے بارے میں کہ وہ کب قائم ہوگی قُلْ اے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہہ دیں اِنَّمَا پختہ اور یقینی بات ہے عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ قیامت کا علم میرے رب کے پاس ہے۔ مجھے اس کا علم نہیں ہے لَا یُجَلِّیْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ نہیں ظاہر کرے گا اس کو اس کے وقت پر مگر اللہ تعالیٰ ہی۔ رب تعالیٰ کو ہی علم ہے کہ اس نے اس کو کب قائم کرنا ہے ثَقُلَتْ وہ قیامت بھاری ہے فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آسمانوں میں اور زمین میں۔ آسمانوں میں بے شمار مخلوق ہے فرشتے وغیرہ ،وہ سب قیامت سے گھبرائے ہوئے ہوں گے اَلسَّاعَةُ اَدْهٰی وَاَمَرُّ کے لفظ بھی آتے ہیں قیامت بڑی دہشت ناک اور کڑوی ہے تو قیامت کا مسئلہ آسمانوں کی مخلوق پر بھی بھاری ہے اور زمین کی مخلوق پر بھی لَا تَاْتِیْکُمْ اِلَّا بَغْتَةً نہیں آئے گی تم پر مگر اچانک کتنی اچانک آئے گی؟ حدیث پاک میں آتا ہے ایک شخص اپنے جانور کا دودھ دُہ کر لائے گا پیالے میں ڈال کر اس سے ایک گھونٹ منہ میں ڈالے گا حلق سے نیچے نہیں اتار سکے گا نہ منہ سے باہر نکال سکے گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی وہ ڈھیر ہو جائے گا کھانے کا لقمہ منہ میں ڈالے گا نگل نہیں سکے گا کہ وہیں ختم ہو جائے گا کوئی آدمی گھر داخل ہونے کیلئے دروازے کے اندر قدم رکھے گا ایک قدم اندر اور ایک باہر ہوگا کہ وہیں ڈھیر ہو جائے گا دوکاندار گاہک کیلئے تھان کھول کے بکھیرے گا خریداران کے رنگ دیکھتے ہوں گے، ڈیزائن دیکھتے ہوں گے، بھاؤ طے کرتے ہوں گے وہ تھان بکھرے رہ جائیں گے گاہک بھی مالک بھی ڈھیر ہو جائیں گے یَسْئَلُوْنَکَ کَاَنَّکَ حَفِیٌّ عَنْهَا وہ آپ سے سوال کرتے ہیں قیامت

کے بارے میں گویا کہ آپ اس کے کھوج میں لگے ہوئے ہیں۔ حَـفِـيٌّ کا لغوی معنٰی ہے
کھوجی کسی چیز کا کھوج لگانے والا کھوج لگا کر کسی چیز کی تہہ تک پہنچا۔ یہ آپ سے قیامت
کے بارے میں سوال کرتے ہیں گویا کہ آپ نے کھوج لگا کر قیامت کو جان لیا ہے
اور حَـفِـيٌّ کا معنٰی عالم بھی ہے تو پھر مفہوم اس طرح بنے گا یہ لوگ آپ سے قیامت کے
بارے میں سوال کرتے ہیں گویا کہ آپ قیامت کا علم رکھتے ہیں قُـلْ آپ کہہ دیں اِنَّـمَا
عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ پختہ بات ہے کہ قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور کسی کو نہیں ہے۔

قیامت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے :

اب اتنی صاف اور صریح آیات کے ہوتے ہوئے بھی کوئی شخص یہ کہے کہ
آنحضرت ﷺ قیامت کا علم رکھتے تھے تو قرآن کریم کی مخالفت اور قرآن کریم کے ساتھ
ضد نہیں تو اور کیا ہے؟ انھی آیات کی تفسیر میں حافظ ابن کثیرؒ نے ایک صحیح روایت نقل فرمائی
ہے حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے
فرمایا کہ معراج کی رات جب انبیاء کرامؑ کا اجتماع ہوا اس میں آنحضرت ﷺ بھی تشریف
فرما تھے فَتَـذَاكَـرُوْا فِيْـمَـا بَيْنَهُمْ عِلْمُ السَّاعَةِ اس پیغمبروں کے اجتماع میں قیامت کا
مسئلہ چل پڑا کہ کسی کو معلوم ہے کہ قیامت کب قائم ہوگی فَـرَدُّوْا اَمْـرَهَـا اِلٰـى اِبْـرَاهِـيْمَ
عَـلَـيْـهِ الـسـلام پس انھوں نے قیامت کا معاملہ ابراہیمؑ کی طرف لوٹایا کہ خلیل اللہ ہیں
شاید ان کو معلوم ہو کہ قیامت کس سن میں آئے گی قَالَ لَا عِلْمَ لِيْ بِهَا حضرت ابراہیمؑ نے
فرمایا کہ مجھے اس کے صحیح وقت کا علم نہیں ہے پھر آپس میں مشورہ کر کے کہا کہ موسیٰ علیہ
السلام سے پوچھو کہ کلیم اللہ ہیں ممکن ہے کلام کے دوران یہ راز بتا دیا ہو قَـالَ لَا عِـلْـمَ لِيْ

بِهَا موسیٰ علیہ السلام نے کہا مجھے علم نہیں ہے پھر کہنے لگے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھو
اِنَّهُ لَعَلم السَّاعَة کہ وہ قیامت کی نشانی ہیں ہوسکتا ہے کہ رب تعالیٰ نے ان کو بتلا دیا ہو
کہ قیامت کب برپا ہوگی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا تو حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا
اَمَّا وَجبتُهَا فَلا یَعلَمُهَا اِلَّا اللّٰهُ قیامت کے واقع ہونے کا صحیح علم اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی
نہیں جانتا مجھے صرف اتنا بتلایا گیا ہے کہ قرب قیامت میں مجھے رب تعالیٰ زمین پر اتاریں
گے پھر آگے دجال کے قتل اور یاجوج ماجوج کے ساتھ لڑائی اور یہود ونصاریٰ کے ساتھ
لڑائی کا طویل قصہ ذکر فرمایا حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت سے معلوم ہوا کہ
پیغمبروں کا بھی اس بات پر اجماع اور اتفاق ہے کہ قیامت کے صحیح وقت کا علم اللہ تعالیٰ کے
سوا کسی کو نہیں ہے۔ اب بتاؤ جو شخص قرآن کریم کے خلاف عقیدہ رکھے اور کہے کہ
آنحضرت ﷺ کو قیامت کے صحیح وقت کا علم تھا کہ کب برپا ہونی ہے اور اس کو آنحضرت ﷺ
کے ساتھ محبت سمجھنا یہ قرآن کریم سے کھلی بغاوت نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ بالکل بغاوت ہے
ان لوگوں کو اس سے دھوکہ ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غیب کی خبریں پیغمبروں کو بتلائی ہیں
تِلْکَ مِنْ اَنبَآءِ الْغَیبِ نُوْحِیهَا اِلَیکَ (پ: ۱۲، ہود) یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم
آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بے
شمار غیب کی خبریں بتلائی ہیں اس میں پہلے زمانے کی خبریں بھی ہیں، قیامت سے پہلے کی
بھی ہیں اور قیامت کے بعد جنت دوزخ کی خبریں بھی ہیں ان کی صحیح تعیین معلوم نہیں کہ
کتنی ہیں لیکن وہ غیب کی خبریں ہیں علم غیب نہیں ہے۔

علمِ غیب خاصۂ خداوندی ہے :

علم غیب کا مطلب یہ ہے کہ اس سے ایک ذرہ بھی خارج نہ ہو تو غیب کی خبریں اور علمِ غیب میں بڑا فرق ہے علم غیب خاصہ خداوندی ہے۔تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیب کی خبریں بتائیں ہیں لیکن ان میں قیامت کے صحیح وقوع کا علم نہیں ہے جاہل لوگ غیب کی چند خبریں بیان کر کے دعویٰ کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ سب کچھ جانتے تھے یہ قرآن کریم کی نصوص قطعیہ کے خلاف ہے۔ مسلم شریف کی روایت میں آتا ہے قَبْلَ اَنْ یَمُوْتَ بِشَھْرٍ آپ ﷺ کی وفات سے ایک مہینہ پہلے آپ سے پوچھا گیا کہ قیامت کب آئے گی ؟ آپ ﷺ نے فرمایا غَیْبٌ لَا یَعْلَمُ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ قیامت کا صحیح وقت غیب میں سے ہے اور غیب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ یہ کوئی فرعی مسئلہ نہیں ہے کہ کہا جائے کہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ عقیدت کی وجہ سے کہتے ہیں کہ آپ سب کچھ جانتے تھے اور قیامت کے وقوع کا بھی آپ ﷺ کو علم تھا بھئی یہ قرآن کریم سے بغاوت ہے کہ صاف لفظ ہیں قُلْ اِنَّمَا عِلْمُھَا عِنْدَ اللّٰہِ آپ کہہ دیں کہ پختہ بات ہے قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے حقیقت کو۔ خواہ مخواہ غلط عقیدے قائم کئے ہوئے ہیں آگے فرمایا کہ......

نفع نقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ :

جس طرح غیب صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے نفع نقصان کا مالک بھی صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ارشاد ربانی ہے قُلْ اے نبی کریمؐ آپ کہہ دیں لَآ اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا میں نہیں ہوں مالک اپنے نفس کیلئے نفع کا اور نقصان کا اور انتیسویں پارے میں امت کو سمجھانے کیلئے اعلان کروایا قُلْ آپ کہہ دیں لَا اَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّلَا

رَشَدًا (اے لوگو!) میں تمہارے لئے نفع نقصان کا مالک نہیں ہوں۔ جب آنحضرت ﷺ نہ اپنے نفع نقصان کے مالک ہیں اور نہ مخلوق کے نفع نقصان کے مالک ہیں تو اور کون ہے جو کسی کے نفع نقصان کا مالک ہو؟ نفع نقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے یہ آیات نہ بھولنا اور گھر جا کر اپنی عورتوں کو، بہنوں کو، بیٹیوں کو، بھائیوں کو اور جتنے بھی گھر کے افراد ہیں سب کو یہ آیات یاد کراؤ، رٹاؤ اور سمجھاؤ کیونکہ عقیدہ بہت بڑی چیز ہے اس کے خلاف عقیدہ رکھنا اسلام کی روح کے خلاف ہے۔ آگے فرمایا اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ اور اگر میں غیب جانتا ہوتا لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ تو میں زیادہ حاصل کر لیتا بھلائی وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ اور نہ پہنچتی مجھے کوئی تکلیف۔ حالانکہ آپ ﷺ نے بڑی تکلیفیں برداشت کی ہیں۔

یہودی عورت کی دعوت اور علمِ غیب :

ہجرت کا ساتواں سال اور محرم کا مہینہ تھا خیبر کا علاقہ فتح ہوا یہ یہود کا گڑھ تھا یہود کو برا صدمہ ہوا اور اس صدمے میں ان کی عورتیں، مرد، بوڑھے، بچے، جوان سب شریک تھے اور یہ بھی وہ سمجھتے تھے کہ اسلام کے ساتھ ٹکر لینا بہت مشکل ہے آپ ﷺ کے خلاف خفیہ طور پر سازش کی زینب نامی ایک یہودی عورت تھی اور اس کے علم میں تھا کہ آپ ﷺ کسی کی دعوت رد نہیں کرتے آپ ﷺ کے پاس آئی کہنے لگی حضرت میں آپ ﷺ کا کھانا پکانا چاہتی ہوں اگر قبول فرمالیں آپ ﷺ نے فرمایا ٹھیک ہے اس وقت دو چار ساتھی آپ ﷺ کے ساتھ بیٹھے تھے کہنے لگی ان کو بھی ساتھ لیتے آنا اور یہ بھی اس نے پوچھ لیا کہ آپ ﷺ کو کھانے میں کونسی چیز مرغوب ہے آپ ﷺ بکری کے شانے کا گوشت پسند فرماتے تھے اس

نے بکری ذبح کی اس کا سالن بنایا اور اس میں تیز قسم کا زہر ڈال دیا چنانچہ آپ ﷺ چند ساتھیوں کے ساتھ تشریف لے گئے حضرت بشر ابن برّاء بن معرورؓ نوجوان صحابی تھے ایک آدھ بوٹی کھائی تڑپ کر مر گئے آپ ﷺ نے اپنے منہ میں بوٹی ڈالی دارمی شریف کی روایت میں ہے کہ بوٹی بولی کہ مجھ میں زہر ہے نہ کھانا یہ معجزہ تھا لیکن جو زہر لعاب کے ساتھ اندر چلا گیا تھا اس کا بھی کافی اثر تھا بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ جب آپ ﷺ کی وفات کا وقت تھا آپ ﷺ نے فرمایا عائشہ مجھے جو زہر کھلایا گیا تھا اس کے اثر سے میری جان کٹ رہی ہے۔

حضور ﷺ شہادت کے مرتبہ پر فائز ہیں :

اسی لئے محققین فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ شہید بھی ہیں کیونکہ زہر دے کر جس کو مارا جائے وہ شہید ہوتا ہے اب سوال یہ ہے کہ اگر آپ ﷺ غیب جانتے ہوتے تو کیا آپ ﷺ کھاتے اور ساتھیوں کو کھانے دیتے ؟ آپ ﷺ نے اس عورت کو بلا کر پوچھا اس میں کیا ہے اس نے کہا زہر ہے فرمایا کیوں ڈالا ؟ کہنے لگی اسلئے کہ اگر آپ ﷺ نبی ہیں تو آپ پر اثر نہ ہوگا اور اگر نبی نہیں ہیں تو ہماری جان چھوٹ جائے گی پھر آگے روایات مختلف ہیں دارمی کی روایت میں ہے کہ اس عورت کو سولی پر لٹکایا گیا تھا کیونکہ ساتھی شہید ہو گئے تھے حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے پاس مختلف قبائل کا ایک وفد آیا کہنے لگے حضرت ہم دور دراز کے رہنے والے ہیں یہ فلاں علاقے کا سردار ہے، یہ فلاں علاقے کا سردار ہے، یہ فلاں علاقے کا سردار ہے اور ہم لوگوں میں دین کی بڑی تڑپ ہے بڑے بھوکے اور پیاسے ہیں آپ ایسا کریں کہ جتنے آپ کے ساتھی ہیں ہمارے ساتھ بھیج

دین یہ ہمیں دین سکھلائیں گے آنحضرت ﷺ نے ان کو سچا سمجھ کر سارے تو نہیں ستر صحابہ کرامؓ کو ان کے ساتھ بھیج دیا جب وہ اپنے علاقے کے قریب پہنچے تو ان لوگوں کی بولیاں بدل گئیں نتیجہ یہ ہوا کہ بئر معونہ کے مقام پر ستر کے ستر کو شہید کر دیا تھا آپ ﷺ کو بڑا صدمہ ہوا اور تقریباً ایک مہینہ آپؐ نے فجر کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھی اگر آپ ﷺ کو علم ہوتا کہ ہمارے ساتھ دھوکہ ہو رہا ہے تو ستر ساتھیوں کو موت کے منہ میں ڈالتے ؟ اس طرح کے بیشمار واقعات ہیں اگر آپ ﷺ کو پتہ ہوتا کہ عتبہ ابن ابی وقاص نے میرے سر اور منہ پر پتھر مارنے ہیں تو پہلے سے اس کا دفاع نہ کر لیتے یہ سارے واقعات اس بات پر شاہدِ عدل ہیں کہ آپ ﷺ غیب نہیں جانتے تھے۔ فرمایا اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ نہیں ہوں میں مگر ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا۔ نافرمانی کرو گے تو دنیا کا عذاب بھی آئے گا اور آخرت کا عذاب بھی آئے گا اور جو فرمانبردار ہیں ان کو بشارت دیتا ہوں کہ ان کو اللہ تعالیٰ دنیا آخرت میں کامیاب رکھے گا لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ اس قوم کیلئے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتی ہے۔ اور جو ضدی اور متکبر ہیں ان کیلئے کچھ بھی نہیں ہے۔

❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀

هُوَالَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِیَسْکُنَ اِلَیْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِیْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَیْتَنَا صَالِحًا لَّنَکُوْنَنَّ مِنَ الشّٰکِرِیْنَ ○ فَلَمَّآ اٰتٰهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَکَآءَ فِیْمَآ اٰتٰهُمَا ۚ فَتَعٰلَی اللّٰهُ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ○ اَیُشْرِکُوْنَ مَا لَا یَخْلُقُ شَیْئًا وَّهُمْ یُخْلَقُوْنَ ○ وَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَآ اَنْفُسَهُمْ یَنْصُرُوْنَ ○ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَی الْهُدٰی لَا یَتَّبِعُوْکُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَیْکُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ ○

هُوَالَّذِیْ خَلَقَکُمْ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے پیدا کیا ہے تم کو مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ ایک نفس سے وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا اور بنایا اس نفس سے اس کا جوڑا لِیَسْکُنَ اِلَیْهَا تاکہ وہ سکون حاصل کرے اس سے فَلَمَّا تَغَشّٰهَا پس جب مرد نے ڈھانپا اس عورت کو حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِیْفًا تو حمل ٹھہرا اس عورت کو ہلکا سا فَمَرَّتْ بِهٖ پس وہ عورت اس کو لے کر چلتی پھرتی ہے

فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ پس جب وہ بوجھل ہوگئی دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا تو اللہ تعالیٰ کو پکارا دونوں نے جو ہے پروردگار ان کا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا البتہ اگر تو نے دیا ہمیں اچھا بھلا بچہ لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ البتہ ہم ضرور ہوں گے شکر گذاروں میں سے فَلَمَّآ اٰتٰهُمَا صَالِحًا پس جب دیا ان کو اللہ تعالیٰ نے اچھا بھلا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ بنائے ان دونوں نے رب کے شریک فِيْمَآ اٰتٰهُمَا اس میں جو اللہ نے ان کو دیا تھا فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ پس بلند ہے اللہ تعالیٰ کی ذات ان چیزوں سے جن کو یہ لوگ شریک بناتے ہیں اَيُشْرِكُوْنَ کیا شریک ٹھہراتے ہیں مَا اس مخلوق کو لَا يَخْلُقُ شَيْئًا جو نہیں پیدا کر سکتی کسی چیز کو وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ اور وہ خود پیدا کیے گئے ہیں وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا اور وہ نہیں طاقت رکھتے ان کیلئے مدد کی وَّلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ اور نہ وہ اپنی جانوں کی مدد کر سکتے ہیں وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى اور اگر تم بلاؤ ان کو ہدایت کی طرف لَا يَتَّبِعُوْكُمْ تو نہیں پیروی کریں گے تمہاری سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ برابر ہے تم پر اَدَعَوْتُمُوْهُمْ یا تم ان کو پکارو اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ یا تم خاموش رہو۔

جناب آدم وحوا اور نسلِ انسانی کی تخلیق کا تذکرہ :

اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ کی تین صفتوں کا ذکر تھا ایک یہ کہ قیامت کا صحیح وقت اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں جانتا صحیح روایات سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ جمعہ والے دن قائم ہوگی لیکن اس جمعہ تک کتنی صدیاں باقی ہیں، کتنے سال باقی ہیں، کتنے مہینے باقی ہیں،

مہینے میں عموماً چار جمعے ہوتے ہیں ان میں سے کونسا جمعہ ہے؟ اس کے بارے میں کوئی صحیح ثبوت نہیں ہے ایک روایت میں یہ آتا ہے کہ دس محرم کا جمعہ ہوگا لیکن محدثین کرامؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ دوسری صفت یہ بیان فرمائی کہ نفع نقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے اور تیسری صفت یہ بیان فرمائی کہ غیب صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ کی صفت خلق کا بیان ہے فرمایا هُوَ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ اللہ تعالیٰ کی وہ ذات ہے جس نے پیدا کیا ہے تم کو ایک نفس سے۔ خالق بھی وہی ہے، ساری کائنات میں تصرف کرنے والا بھی وہی ہے، عالم الغیب والشہادۃ بھی وہی ہے، نفع دینے والا بھی وہی ہے، اور ضرر دینے والا بھی وہی ہے اسی نے تمہیں ایک نفس سے پیدا کیا ہے۔ اس نفس سے حضرت آدمؑ کا نفس مراد ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ساری زمین سے تھوڑی تھوڑی مٹی جمع فرمائی اس مٹی کا خمیر بنایا خشک مٹی کو عربی میں تراب کہتے ہیں خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو مٹی سے پیدا فرمایا۔ خشک مٹی جب گارے کی شکل بن جائے تو اس کو طین کہتے ہیں قرآن کریم میں طین کا لفظ بھی آیا ہے شیطان نے حجت بازی کرتے ہوئے کہا تھا خَلَقْتَنِىْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو گارے سے اور جب گارا خشک ہوا جیسے ٹھیکری بجتی ہے اس سے اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کا وجود بنایا ابلیس لعین نے بھی سنا تھا کہ ایک نئی مخلوق آ رہی ہے تو آدمؑ کے ڈھانچے کے ارد گرد پھرنے لگا ابھی اس میں روح نہیں پھونکی گئی تھی کہ میں اس بدن میں وسوسے کس طرح ڈالوں گا خوب گھوما، ٹانگیں دیکھیں ٹھوس ہیں بازو دیکھے ٹھوس ہیں منہ اور ناک دیکھا تو کہنے لگا ہاں میرے خیالات کے داخل کرنے کی جگہ بھی ہے پھر اللہ تعالیٰ نے

آدمؑ میں اپنی طرف سے روح پھونکی اور تمام فرشتوں کو حکم دیا سجدہ کرو، ابلیس کو حکم تھا تمام فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس ضد میں آ گیا حضرت آدمؑ کی بائیں پسلی سے اللہ تعالیٰ نے حضرت حوا علیہا السلام کو پیدا فرمایا انسان کے بدن میں جو سب سے ٹیڑی پسلی ہے اس سے حوأ کو پیدا فرمایا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ عورتیں ٹیڑی پسلی سے پیدا ہوئی ہیں اگر تم ان کو سیدھا کرنا چاہو تو تمہارے بس کی بات نہیں ہے وہ ٹیڑی ہی رہیں گی فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا پس عورتوں کے بارے میں تم مجھ سے خیر کی وصیت سنو کہ برداشت کرو ان کا سیدھا ہونا بہت مشکل ہے کیونکہ خلقت کا اس میں دخل ہے۔ لیکن عورتوں کا بھی فرض ہے کہ وہ اپنے خاوند کا مزاج دیکھیں اور اس کے مزاج کے خلاف کوئی حرکت نہ کریں یاد رکھنا زنا بہت بُری شے ہے لیکن حدیث پاک میں آتا ہے کہ گھر میں بدمزگی کرنا لڑنا یہ زنا سے بھی زیادہ بُری ہے۔ گھر میں حالات کو درست رکھنا بھی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا اور بنایا اس نفس سے اس کا جوڑا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا تاکہ وہ سکون حاصل کرے اس سے۔ میاں بیوی کا مزاج مل جائے تو گھر سکون اور جنت ہوتا ہے اور اگر خدانخواستہ مزاج نہ ملے تو وہ گھر دوزخ ہوتا ہے فَلَمَّا تَغَشّٰهَا پس جب مرد نے ڈھانپا اس عورت کو کہ اس کے ساتھ ہمبستری کی حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا تو حمل ٹھہرا اس عورت کو ہلکا سا۔ ابتدائی دور میں حدیث پاک میں آتا ہے چالیس دن تک رحم میں نطفہ ہی رہتا ہے پھر چالیس دن کے بعد خون کا لوتھڑا بنتا ہے پھر چالیس دن کے بعد گوشت کا ٹکڑا بنتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس میں ہڈیاں، سر، بازو، ٹانگیں بناتا ہے چار مہینے سے کچھ دن جب زائد ہو جاتے ہیں تو اس میں روح ڈالی جاتی ہے وہ ماں کے پیٹ میں نقل و حرکت کرتا ہے اللہ

تعالیٰ کی قدرت دیکھوتقریباً پانچ ماہ اس کے بعد ماں کے پیٹ میں رہتا ہے ماں کے پیٹ میں نالی ہوتی ہے جواس کے ساتھ لگ جاتی ہے اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ خوراک پہنچاتا ہے بندہ اگر رب تعالیٰ کی قدرت سمجھنا چاہے تو فرمایاوَفِی اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ اپنی جانوں کو کیوں نہیں دیکھتے۔تو ابتداءً ہلکا پھلکا سا حمل قرار پاتا ہے فَمَرَّتْ بِہٖ پس وہ عورت اس کو لے کر چلتی پھرتی ہے فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ پس جب وہ بوجھل ہوگئی کہ جب بچہ بڑا ہو جاتا ہے تو پیٹ میں ثقل اور بوجھ محسوس ہوتا ہے دَّعَوَا اللّٰہَ رَبَّھُمَا دونوں نے اللہ تعالیٰ کو پکارا جو رب ہے ان کا لَئِنْ اٰتَیْتَنَا صَالِحًا البتہ اگر تو نے دیا ہمیں اچھا بھلا بچہ لَّنَکُوْنَنَّ مِنَ الشّٰکِرِیْنَ البتہ ہم ضرور ہوں گے شکر گذاروں میں سے فَلَمَّآ اٰتٰھُمَا صَالِحًا پس جب دیا ان کو اللہ تعالیٰ نے اچھا بھلا بچہ جَعَلَا لَہٗ شُرَکَآءَ بنائے ان دونوں نے رب کے شریک فِیْمَآ اٰتٰھُمَا اس میں جو اللہ نے ان کو دیا تھا فَتَعٰلَی اللّٰہُ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ پس بلند ہے اللہ تعالیٰ کی ذات ان چیزوں سے جن کو یہ اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہیں۔ان آیات کی ایک تفسیر یہ نقل کی گئی ہے جو بعض حدیث کی کتابوں میں بھی آتی ہے کہ شروع شروع میں حضرت حوا علیہا السلام کے بچے بچتے نہیں تھے جو بچہ پیدا ہوتا مر جاتا تھا ابلیس لعین ایک بڑی اچھی بزرگانہ شکل میں سامنے آیا اور کہنے لگا اے بی بی! تو پریشان کیوں ہے؟ کہنے لگیں پریشان اس لئے ہوں کہ بچے پیدا ہوتے ہیں تو مر جاتے ہیں زندہ نہیں رہتے کہنے لگا کوئی بات نہیں اب جو بچہ پیدا ہو اس کا نام عبد الحارث رکھ دینا حارث کا لفظ مشترک تھا شیطان کے ناموں میں سے ایک نام بھی ہے اور حارث کے معنی جاٹ، کاشتکاری کرنے والا بھی ہے۔اب صحیح العقیدہ تو صحیح معنی مراد لے گا اور عبد کے معنی غلام کے ہیں تو حضرت

حوا علیہا السلام نے سمجھا کہ باپ چونکہ کاشتکاری کرتا ہے تو عبد الحارث کے معنیٰ باپ کا غلام ہو گا چنانچہ انھوں نے عبد الحارث نام رکھ دیا اور عبد کا لفظ بھی مشترک ہے کہ عبد کے معنیٰ غلام کے بھی ہیں اور بندے کے بھی ہیں تو شیطان کے خیال کے مطابق معنیٰ بنے گا ابلیس کا بندہ۔

عبد الرسول، عبد النبی نام رکھنا مکروہ ہے :

اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ غلام نبی غلام رسول اچھے نام ہیں لیکن عبد الرسول، عبد النبی ،عبد المصطفٰی ان ناموں میں تفصیل ہے۔ اگر عبد سے مراد غلام ہے تو اچھا نام ہے لیکن اگر اس سے مراد بندہ ہے جیسے عبد اللہ (اللہ کا بندہ) عبد الرحمٰن (رحمان کا بندہ) تو پھر یہ نام غلط ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی کسی کا بندہ نہیں ہے اسی واسطے فقہاء کرامؒ فرماتے ہیں کہ عبد الرسول، عبد النبی نام رکھنے مکروہ ہیں اور اگر عبد سے مراد بندہ ہو تو پھر رکھنے حرام ہیں اور رکھنے والا مشرک ہے۔ تو حضرت حواؑ کا ذہن چونکہ صاف تھا اس لئے انھوں نے سمجھا کہ عبد الحارث کا معنیٰ ہے اپنے باپ کا غلام۔ اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی کہ ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا نام کا بڑا دخل ہوتا ہے کل ہی عورت آئی کہنے لگی میں قادر کی بیٹی ہوں میں نے کہا لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ قادر کا تو نہ بیٹا ہے نہ بیٹی ہے یہ تو رب تعالیٰ کا نام ہے تو غلام قادر کی بیٹی ہو گی یا عبد القادر کی بیٹی ہو گی تو نام پورا لینا چاہئے وحید کا بیٹا رحمان کا بیٹا کہنا جائز نہیں ہے عبد الوحید کہو عبد الرحمٰن کہو ان ناموں کے استعمال میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے کہ کفر تک نوبت آجاتی ہے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ، امام ابن جریر طبریؒ، علامہ آلوسیؒ وغیرہ فرماتے ہیں کہ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ سے لیکر لِیَسْكُنَ

الیھا تک حضرت آدم اور حضرت حوا علیھا السلام کا ذکر ہے اور آگے عام جوڑے کا ذکر ہے حضرت آدم حضرت حوا علیہما السلام کا ذکر نہیں ہے کہ عام انسانوں کے جب جوڑے بنتے ہیں شادیاں ہوتی ہیں میاں بیوی آپس میں ملتے ہیں بیوی امید سے ہوتی ہے اس وقت دونوں دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ تعالیٰ ہمیں اچھا بھلا بچہ عطا کرنا ہم تیرا شکریہ ادا کریں گے مگر جب اچھا بھلا بچہ پیدا ہوتا ہے تو رب تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے لگ جاتے ہیں نام رکھ دیا پیراں دتہ بھائی دیا تو رب نے ہے یہ پیراں دِتہ کہاں سے آ گیا آج یہ خرافات لوگوں میں بہت پیدا ہو چکی ہیں لھذا ان چیزوں کی احتیاط کرو اور ایک یہ بھی ذہن بن گیا ہے کہ لڑکے لڑکی کا ایسا نام ہو کہ اور کسی کا نہ ہو اس وجہ سے بڑے بڑے مہمل بے معنیٰ قسم کے نام بھی رکھتے ہیں جن کا کوئی سر پاؤں نہیں ہوتا تو یہ عام انسانوں کے جوڑے کا ذکر ہے آدمؑ اور حضرت حواؑ کا ذکر نہیں ہے اور نہ ہی انھوں نے کوئی شرک کیا ہے کسی قسم کا، وہ ہر طرح کے شرک سے پاک تھے یہ عام انسانوں کے جوڑوں کا ذکر ہے کہ ان میں ایسے ہوتے ہیں جو شرک کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا کیا شریک ٹھہراتے ہیں اس مخلوق کو جو نہیں پیدا کر سکتی کسی چیز کو۔ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی کسی چیز کا خالق نہیں ہے خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ اور وہ خود پیدا کئے گئے ہیں۔ فرشتے مخلوق، انبیاء کرامؑ مخلوق، انسان مخلوق، جنات مخلوق، اللہ تعالیٰ کے سوا جو کچھ ہے تمام کے تمام مخلوق ہیں وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا اور وہ نہیں طاقت رکھتے ان کیلئے مدد کی۔ ان کی مدد تو کیا کریں گے وَّلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ اور نہ وہ اپنی جانوں کی مدد کر سکتے ہیں۔

عیسائی مسیح علیہ السلام کو منجّی مانتے ہیں :

دیکھو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عیسائی اپنا الٰہ مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ ہمارے مُنَجّیْ ہیں نجات دینے والے ہیں حالانکہ چاروں اناجیل انجیل متی و مرقس، لوقا، یوحنا میں یہ آیت موجود ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جب سولی پر لٹکانے لگے تو عیسیٰ علیہ السلام نے کہا اِیْلِیْ اِیْلِیْ اے میرے رب اے میرے رب! کیوں تو نے مجھے دشمنوں میں پھنسا دیا۔ تو بھائی جو اپنی جان کے بچانے پر قادر نہیں ہے وہ تمہارا مُنَجّی کیسے بن گیا یا پھر انجیل سے یہ الفاظ نکال دو۔ عیسائیوں کی عجیب منطق دیکھو کہتے ہیں کہ ہم جو گناہ کرتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سولی پر لٹک کے ہمارے گناہوں کا کفارہ بن گئے ہیں او بے ایمانو! گناہ تم کرو اور سولی پر وہ لٹکیں گناہ تم اب کرو اور وہ سولی پر دو ہزار سال پہلے لٹکیں یہ کیسی منطق ہے آج بھی اگر آپ عیسائیوں سے پوچھیں تو وہ یہی کہیں گے کہ یسوع مسیح ہمارے منجی ہیں بھئی وہ تمہارے نجات دہندہ کس طرح ہیں رب تعالیٰ تو فرماتے ہیں وَلَا اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ اور نہ وہ اپنی جانوں کی مدد کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى اور اگر تم بلاؤ ان کو ہدایت کی طرف لَا يَتَّبِعُوْكُمْ تو نہیں پیروی کریں گے تمہاری سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ برابر ہے تم پر اَدَعَوْتُمُوْهُمْ یا تم ان کو پکارو اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ یا تم خاموش رہو۔ جن کے نام پر تم نے بت بنائے ہوئے ہیں وہ تمہارا کچھ بھی نہیں کر سکتے ان کے اختیار میں ہی کچھ نہیں ہے وہ کیا کر سکتے ہیں کعبۃ اللہ کی بیرونی دیوار پر مشرکین مکہ نے تین سو ساٹھ بت نصب کئے ہوئے تھے ان میں ایک بت ہُبل تھا جو حضرت ہابیلؒ کے نام پر تھا اور یہ سب سے بڑا تھا ایک حضرت ابراہیمؑ کے نام کا تھا، ایک

حضرت اسماعیلؑ کے نام کا تھا، ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام کا تھا، ایک حضرت مریمؑ کے نام کا تھا۔ ۸ھ میں جب مکہ فتح ہوا تو آنحضرت ﷺ نے اپنے ہاتھ مبارک سے یہ سب مجسمے گرائے آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک میں ایک لمبی لاٹھی تھی ایک ایک کو مارتے اور گراتے تھے اور فرماتے جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا حق آ گیا اور باطل بھاگ گیا اور باطل ہے ہی بھاگنے والا۔ جن بزرگوں کے مجسمے تھے بیشک وہ سارے اپنی اپنی جگہ قابل احترام ہیں مگر ان مجسموں اور تصویروں کا کیا معنیٰ ہے اور ان کو خدائی اوصاف کے ساتھ متصف کرنے کا کیا معنیٰ ہے؟ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ عِبَادٌ اَمْثَالُکُمْ فَادْعُوْھُمْ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ○ اَلَھُمْ اَرْجُلٌ یَّمْشُوْنَ بِھَآ ز اَمْ لَھُمْ اَیْدٍ یَّبْطِشُوْنَ بِھَآ ز اَمْ لَھُمْ اَعْیُنٌ یُّبْصِرُوْنَ بِھَآ ز اَمْ لَھُمْ اٰذَانٌ یَّسْمَعُوْنَ بِھَا ط قُلِ ادْعُوْا شُرَکَآءَ کُمْ ثُمَّ کِیْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ ○ اِنَّ وَلِیِّ ےَ اللّٰہُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْکِتٰبَ صلے وَھُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیْنَ ○ وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَکُمْ وَلَآ اَنْفُسَھُمْ یَنْصُرُوْنَ ○ وَاِنْ تَدْعُوْھُمْ اِلَی الْھُدٰی لَا یَسْمَعُوْا ط وَتَرٰھُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْکَ وَھُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ ○ خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰھِلِیْنَ ○ وَاِمَّا یَنْزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ ط اِنَّہٗ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ○

اِنَّ الَّذِیْنَ بیشک وہ لوگ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ جن کو تم پکارتے ہو اللہ تعالیٰ سے ورے ورے عِبَادٌ اَمْثَالُکُمْ بندے ہیں تمہارے جیسے فَادْعُوْھُمْ

پس تم پکاروان کو فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ پس چاہئے کہ وہ تمہاری دعائیں قبول کریں اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر ہو تم سچے اَلَهُمْ اَرْجُلٌ کیا ان کیلئے پاؤں ہیں يَّمْشُوْنَ بِهَا جن کے ساتھ وہ چلتے ہیں اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ کیا ان کیلئے ہاتھ ہیں يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ جن کے ساتھ وہ پکڑتے ہیں اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ کیا ان کی آنکھیں ہیں يُّبْصِرُوْنَ بِهَآ جن کے ساتھ وہ دیکھتے ہیں اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ کیا ان کے کان ہیں يَّسْمَعُوْنَ بِهَا جن کے ساتھ وہ سنتے ہیں قُلِ آپ کہہ دیں ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ پکارو اپنے شریکوں کو ثُمَّ كِيْدُوْنِ پھر تم میرے خلاف تدبیر کرو فَلَا تُنْظِرُوْنِ پس تم مہلت نہ دو مجھے اِنَّ وَلِيِّۦَ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بیشک میرا کارساز اللہ ہے جس نے اتاری ہے کتاب وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ اور وہی دوستی کرتا ہے نیک لوگوں کے ساتھ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ اور وہ جن کو تم پکارتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وہ نہیں طاقت رکھتے تمہاری مدد کرنے کی وَلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ اور نہ وہ اپنی جانوں کی مدد کر سکتے ہیں وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى اور اگر تم بلاؤ ان کو ہدایت کی طرف لَا يَسْمَعُوْا تو وہ نہ سنیں وَتَرٰهُمْ اور تو دیکھے گا ان کو يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ کہ تیری طرف دیکھ رہے ہیں وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ اور وہ حقیقتاً نہیں دیکھ رہے خُذِ الْعَفْوَ اور لے معافی والا معاملہ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ اور حکم کر نیکی کا وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ اور اعراض کر جاہلوں سے وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ اور اگر ابھارے

تجھ کو شیطان کی طرف سے چھیڑ چھاڑ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ پس اللہ تعالیٰ کی پناہ لو اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔

مفہومِ توحید :

عقیدہ توحید بنیادی عقائد میں سے ہے اور توحید کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات، صفات اور افعال میں وحدہٗ لاشریک سمجھا جائے کہ نہ تو اللہ تعالیٰ جیسا کوئی اور اللہ ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی صفات کسی اور میں پائی جاتی ہیں نہ اللہ تعالیٰ جیسے کوئی اور کام کر سکتا ہے اور توحید اس وقت تک سمجھ نہیں آئے گی جب تک شرک کا مفہوم نہیں سمجھ آئے گا اور اس کو سمجھنے کیلئے میری کتاب ''گلدستہ توحید'' کا مطالعہ کریں اور گلدستہ توحید تمہارے پاس ضرور ہونی چاہیے محض وعظ اور درس سے بات سمجھ نہیں آئے گی میں نے گلدستہ توحید میں قرآن پاک، احادیث مبارکہ، فقہ حنفی اور دیگر معتمد کتابوں کے حوالوں سے توحید اور شرک کی وضاحت کی ہے اور بتایا ہے کہ شرک کیا ہے اور توحید کیا ہے۔ اردو زبان میں ہے۔ اتنا یاد رکھیں کہ شرک بہت بڑا گناہ ہے قرآن پاک میں زوردار الفاظ میں شرک کا رد کیا گیا ہے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (پ: ۵) بیشک اللہ تعالیٰ نہیں بخشے گا اس کو جس نے اس کے ساتھ شریک ٹھہرائے اور بخش دے گا اس کے پیچھے کے گناہ جس کے چاہے گا شرک کے علاوہ جتنا بڑا گناہ بھی ہو کسی نہ کسی وقت اس کی بخشش ہو سکتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ (پ: ۶) بیشک جس نے شریک ٹھہرایا اللہ تعالیٰ کا پس حرام کی اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ وہ ہمیشہ دوزخ

میں رہے گالہذا شرک سے بچو۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ الَّذِیۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ بیشک وہ لوگ جن کوتم پکارتے ہواللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے۔ مشرکوں میں سے جب کوئی کسی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو غیر اللہ سے مدد مانگتے ہیں کوئی کہتا ہے معین الدین چشتی لگا پار میری کشتی کوئی کہتا ہے یا بہاء الحق بیڑا دھک کوئی کہتا ہے......

امداد کن امداد کن از بندِ غم آزاد کن　　در دین و دنیا شاد کن یا شیخ عبدالقادر

کوئی کہتا ہے داتا علی ہجویری میری مدد کر طرح طرح کی شرکیہ بولیاں بولتے ہیں اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرے گا فرمایا جن کوتم پکارتے ہو عِبَادٌ اَمۡثَالُكُمۡ بندے ہیں تمہارے جیسے۔ رب تعالیٰ کی مخلوق ہیں یہ الگ بات ہے کہ انبیاء کرام کا مرتبہ تمام مخلوق میں بلند ہے پھر صدیق ہیں پھر شہید ہیں پھر امام اور ولی ہیں ان کے مراتب اپنے اپنے مقام پر مگر خدا تو نہیں ہیں تو رب تعالیٰ کے بندوں میں رب تعالیٰ کی صفتیں نہیں آسکتیں۔

خدائی اختیارات کسی کے پاس نہیں :

آج سے چند سال پہلے امریکہ ظالم نے بغداد پر بمباری کی جس سے سیدنا عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مزار کا کافی حصہ متاثر ہوا کہ وہ بموں کی زد میں آیا اس کیلئے امریکہ کو معذرت بھی کرنی پڑی کہ مزار ہمارا نشانہ نہیں تھا غلطی ہوگئی ہے تو اگر خدائی اختیارات ان کے پاس ہوتے تو وہ بم اٹھا کر واپس امریکہ پر نہ گرا دیتے اور اپنے مزار کو بچا لیتے یاد رکھنا رب صرف اللہ تعالیٰ ہے اللہ تعالیٰ کے علاوہ خدائی اختیارات کسی کے پاس نہیں ہیں۔فرمایا فَادۡعُوۡهُمۡ پس تم پکارو ان کو فَلۡيَسۡتَجِيۡبُوۡا لَكُمۡ پس چاہئے کہ وہ تمہاری دعائیں قبول کریں اور تمہارے کام بنائیں اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ اگر ہو تم سچے۔ان کو تم

ساری عمر پکارتے رہو کچھ بھی نہیں ہوگا اسلئے کہ نافع اور ضار صرف رب تعالیٰ ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہٗ اِلَّا ھُوَ پس اگر پہنچائے تجھ کو اللہ تعالیٰ ضرر تو کوئی نہیں اس کو ہٹانے والا سوائے اللہ تعالیٰ کے وَاِنْ یُّرِدْکَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِہٖ (پ: ۱۱) اور اگر پہنچائے تجھ کو بھلائی تو کوئی پھیرنے والا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل کو ساری کائنات اکٹھی ہو کر روک نہیں سکتی وہ بھی رب تعالیٰ کے احکام کے قیدی ہیں یہ بھی قیدی ہیں قیدی، قیدی کو کس طرح چھڑائے گا فرمایا اَلَھُمْ اَرْجُلٌ یَّمْشُوْنَ بِھَا کیا ان کیلئے پاؤں ہیں جن کے ساتھ وہ چلتے ہیں اَمْ لَھُمْ اَیْدٍ یَّبْطِشُوْنَ بِھَا کیا ان کیلئے ہاتھ ہیں جن کے ساتھ وہ پکڑتے ہیں اَمْ لَھُمْ اَعْیُنٌ یُّبْصِرُوْنَ بِھَا کیا ان کی آنکھیں ہیں جن کے ساتھ وہ دیکھتے ہیں اَمْ لَھُمْ اٰذَانٌ یَّسْمَعُوْنَ بِھَا کیا ان کے کان ہیں جن کے ساتھ وہ سنتے ہیں۔ ان لوگوں نے جو بت بنائے ہوئے تھے وہ محض پتھر اور لکڑیاں تو نہیں تھیں بلکہ ان پتھروں کو تراش کر لکڑیوں کو چھیل کر کسی نہ کسی بزرگ کی شکل پر بنایا ہوا تھا اصنام اور اوثان کی مزید تفسیر اور تشریح کیلئے گلدستہ توحید کا مطالعہ کرو اور باحوالہ سمجھو محض کسی پتھر اور درخت کی پوجا کسی نے نہیں کی بزرگوں کے نام اور شکلوں پر بت بنائے ہوئے تھے ان کی پوجا کرتے تھے تو دراصل پوجا اس بزرگ کی ہوتی تھی جس کی شکل پر وہ بت ہوتا تھا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ جو تم نے بت بنا رکھے ہیں کیا ان کی آنکھیں ہیں جن کے ساتھ وہ دیکھتے ہیں؟ کیا ان کے ہاتھ ہیں کہ ان کے ساتھ وہ پکڑتے ہیں؟ کیا ان کے پاؤں ہیں کہ ان کے ساتھ وہ چلتے ہیں؟ کیا ان کے کان ہیں کہ ان کے ساتھ وہ سنتے ہیں؟ ظاہر بات ہے کہ بتوں کے پاس ان میں سے کچھ بھی نہیں ہیں تو وہ اندھے

بہرے کیا کر سکتے ہیں؟ وہ تمہیں کیا نفع پہنچا سکتے ہیں؟ اور......

صفاتِ خداوندی میں قطعاً کوئی شریک نہیں :

محققین فرماتے ہیں کہ ٹھیک ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بتوں کے پاس کچھ نہیں ہے لیکن جن کے نام پر بت بنائے گئے ہیں کیا ان کے ایسے پاؤں ہیں کہ تم پکارو تو وہ تمہارے پاس پہنچ جائیں ایسی آنکھیں ہیں کہ تم پکارو تو وہ تمہیں دیکھ لیں کیا ان کے ایسے ہاتھ ہیں کہ دنیا کے اطراف میں پہنچ جائیں اور تم جہاں پھنسے ہوئے ہو تمہیں چھڑا لیں؟ تم جو آواز دیتے ہو پکارتے ہو یَاشَیْخ عبد القادر جیلانی شَیْأً لِلّٰہِ تو کیا وہ ایسے ہاتھ رکھتے ہیں کہ ظالم کا ہاتھ روک لیں ایسے پاؤں ہیں کہ فوراً چل کر پہنچ جائیں ایسے کان ہیں کہ تمہاری فریاد سن لیں؟ ہزارہا میل دور سے یہ تمام صفتیں صرف اللہ تعالیٰ کی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی صفتوں میں قطعاً کوئی شریک نہیں ہے۔ پھر کافر لوگ آنحضرت ﷺ کو ڈراتے تھے کہ تم ہمارے خداؤں کی تردید کرتے ہو توہین کرتے ہو ہمارے الٰہ تمہیں تکلیف پہنچائیں گے آنحضرت ﷺ کو رب تعالیٰ خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں قُلِ اے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کہہ دیں اُدْعُوْا شُرَکَآءَکُمْ پکارو اپنے شریکوں کو جنکو تم نے رب تعالیٰ کا شریک بنایا ہوا ہے ان سب کو پکارو اکٹھا کرو ثُمَّ کِیْدُوْنِ پھر تم میرے خلاف تدبیر کرو جو کر سکتے ہو فَلَا تُنْظِرُوْنِ پھر تم مہلت نہ دو مجھے۔ کِیْدُوْنِ اصل میں کیدونی ہے فَلَا تُنْظِرُوْنِ اصل میں فَلَا تُنْظِرُوْنِیْ ہے دونوں جگہ یا متکلم کی تخفیفاً حذف ہے کہ تم اپنے معبودوں کو اکٹھا کر لو اور پھر جو تدبیر میرے خلاف کرنا چاہتے ہو کر لو اور مجھے ایک لحہ کی مہلت بھی نہ دو مجھے کسی سے کوئی خطرہ نہیں ہے اور نہ ہی میرا کوئی کچھ بگاڑ سکتا ہے ہوگا وہی

جو میرا رب چاہے گا اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر ایک تنکا بھی اپنی جگہ سے نہیں ہل سکتا اِنَّ وَلِیِّ یَ اللّٰہُ بیشک میرا کارساز اور آقا اللہ تعالیٰ ہے۔ وہی میرا سرپرست محافظ اور نگران ہے الَّذِیْ نَزَّلَ الْکِتٰبَ جس نے اتاری ہے کتاب۔ جسمیں توحید کو دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے اور شرک کی جڑیں اکھیڑ کر رکھ دی ہیں وَھُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیْنَ اور وہی دوستی کرتا ہے نیک لوگوں کے ساتھ اور وہی نیکوں کا سرپرست ہے۔ میرا دعویٰ ہے کہ اگر کوئی مرد عورت قرآن پاک کا صرف لفظی ترجمہ پڑھ لے تو وہ شرک اور بدعت کے قریب نہیں جا سکتا یہ قرآن کریم کی ذاتی تاثیر ہے اور شرک و بدعت اور رسومات میں الجھنے کی وجہ قرآن پاک سے ناواقفیت ہے اور یاد رکھنا قرآن کریم صرف مولویوں اور حافظوں کیلئے نہیں ہے اس کا سمجھنا ہر مسلمان مرد عورت پر فرض ہے طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَّ مُسْلِمَۃٍ ''علم کا طلب کرنا ہر مسلمان مرد عورت پر فرض ہے'' ضروریات دین کا علم حاصل کرنا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ اور وہ جن کو تم پکارتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا مدد مانگنے کیلئے لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَکُمْ وہ نہیں طاقت رکھتے تمہاری مدد کرنے کی وَلَآ اَنْفُسَھُمْ یَنْصُرُوْنَ اور نہ وہ اپنی جانوں کی مدد کر سکتے ہیں۔ کل میں نے عرض کیا تھا کہ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو منجی مانتے ہیں اور چاروں انجیلوں میں موجود ہے کہ حضرت عیسیٰ کو جب سولی پر لٹکانے لگے تو انھوں نے کہا اِیْلِیْ اِیْلِیْ اے میرے رب اے میرے رب! تو نے مجھے دشمنوں میں کیوں پھنسا دیا مجھے بچاؤ تو جو اپنے آپ کو نہیں بچا سکتا وہ تمہیں کیا بچائے گا جو خود اپنی مدد نہ کر سکیں وہ تمہاری کیا مدد کریں گے یاد رکھنا! اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی مددگار ہے، نہ کوئی مشکل کشا ہے، نہ کوئی حاجت روا ہے، نہ کوئی فریادرس

ہے، نہ کوئی دستگیر ہے یہ تمام صفات رب تعالیٰ کی ہیں جو مانگنا۔ ہے رب تعالیٰ سے مانگو مگر مشرکوں کو رب تعالیٰ نے اندھا کیا ہوا ہے۔ ۱۹۳۰-۳۱ء کی بات ہے مجھے اجمیر شریف جانے کا موقع ملا طالب علمی کا زمانہ تھا جمعرات کو وہاں قوالی ہوتی تھی اس قوالی مین مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ مجاور بھی تھے دربار کا دوسرا عملہ بھی تھا ایک انگریز اور میم بھی تھی عجیب عجیب قسم کی قوالیاں کرتے تھے ایک قوال نے یہ بھی کہا......

؎ خدا سے میں نہ مانگوں گا کبھی فردوس اعلیٰ کو
مجھے کافی ہے یہ تربت معین الدین چشتی کی

خدا کے ساتھ اس طرح مٹکا لگا کر یہاں تک کہہ دیا کہ میں خدا سے جنت الفردوس نہیں مانگوں گا مجھے جنت سے کیا واسطہ ہے مجھے یہ قبر ہی کافی۔ ہے جب اس نے یہ شعر کہا تو عجیب سماں تھا لوگ وجد میں آگئے بے ہوشی پڑی ہوئی تھی لوگ ایک دوسرے کے اوپر گر رہے تھے کسی کی پگڑی وہاں پڑی ہے کسی کی ٹوپی کہیں پڑی ہے پھر دوسرا بھانڈ اٹھا اور اس نے اپنا کمال دکھایا اور کہا......

؎ نہ جا مسجد نہ کر سجدہ نہ رکھ روزہ نہ مر بھوکا
وضو کا توڑ دے کوزہ شراب شوق پیتا جا

شرک شریعت کی تمام حدود کو ختم کر دیتا ہے :

اندازہ لگاؤ کہ شرک کتنی بری چیز ہے کہ شریعت کی ساری حدیں ختم کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى اور اگر تم ان کو بلاؤ ہدایت کی طرف لَا يَسْمَعُوْا تو وہ نہ سنیں۔ ظاہر بات ہے کہ اگر بت ہیں تو انھوں نے کیا سننا ہے؟

اور بت جن کی شکل پر بنائے گئے ہیں اگر ان کو پکارو تو ان کو بھی کیا پتہ کہ ہمیں کس نے کہاں سے پکارا ہے کیونکہ ہر ایک کی ہر جگہ سے سننا تو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے وَتَرٰھُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْکَ اور آپ دیکھیں گے ان کو کہ وہ آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں وَھُمْ لَایُبْصِرُوْنَ اور وہ حقیقۃً نہیں دیکھ رہے۔ یعنی وہ جو بت ہیں سامنے ان کی آنکھیں ہیں لیکن اندر کچھ بھی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں خُذِ الْعَفْوَ اور لے معافی والا معاملہ کہ ان کو معاف کر دے۔ مخالفین آنحضرت ﷺ کو منہ پر کہتے تھے ساحر ہے، کذاب ہے، جادوگر ہے، شاعر ہے، مجنوں ہے، مفتری ہے معاذ اللہ تعالیٰ، آج اگر ہمیں کوئی ہمارے سامنے کہے تو پھر سارے سمجھتے ہو کہ کیا ہوگا مگر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو فرمایا کہ آپ ان کو معاف کر دیں یعنی ان کو تلک بتلک جواب دینے کی ضرورت نہیں ہے کہ اگر آپ بھی ان کو اسی طرح کہیں گے تو آپ ﷺ اور ان میں کیا فرق رہے گا اور معافی کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ اپنا مشن چھوڑ دیں مشن تو جاری رکھنا ہے وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ اور حکم کر نیکی کا توحید بیان کرتے رہیں وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰھِلِیْنَ اور اعراض کر جاہلوں سے وہ جو جہالت کی باتیں کرتے ہیں ان کا مقابلہ نہ کرو اعراض کرو یہ آپ ﷺ کو خطاب کر کے ہمیں سمجھایا ہے وَاِمَّا یَنْزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ اور اگر ابھارے تجھ کو شیطان کی طرف سے چھیڑ چھاڑ۔

مقابلے میں جھوٹے خداؤں کو گالیاں نہ دو لیکن تردید بیان کرو :

انسان آخر انسان ہے حق بیان کرنا ہے جب حق کی بات کے خلاف کوئی بات کرتا ہے تو غصہ آتا ہے لہٰذا ایسے موقع پر اگر شیطان ابھارے کہ آپ بھی ان کو دو چار سنا دیں تو

فرمایا تم نے ایسا نہیں کرنا بلکہ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ پس اللہ تعالیٰ کی پناہ لو یعنی اعوذ باللہ پڑھو دیکھو !اگر واعظ اور مبلغ بھی وہی زبان استعمال کرے جو جاہل کرتا ہے تو پھر واعظ، مبلغ، مصلح اور غیر مصلح میں فرق تو نہ ہوا یہ قرآن کریم کا سبق ہے کہ تمہیں کوئی گالیاں بھی دے تو ان کے جھوٹے خداؤں کو گالیاں نہ دو بلکہ چپ کر جاؤ لیکن ان کی تردید بیان کرو کہ یہ خدا نہیں ہیں اور نہ خدائی اوصاف ان میں ہیں اِنَّهٗ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔ سب کچھ اس کے علم میں ہے اُس کے مطابق جزا سزا دے گا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ۝ وَاِخْوَانُهُمْ یَمُدُّوْنَهُمْ فِی الْغَیِّ ثُمَّ لَا یُقْصِرُوْنَ ۝ وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰیَةٍ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَیْتَهَا ؕ قُلْ اِنَّمَاۤ اَتَّبِعُ مَا یُوْحٰۤى اِلَیَّ مِنْ رَّبِّیْ ۚ هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ۝ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِیْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِیْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَیُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ یَسْجُدُوْنَ ۝ السجدة

اِنَّ الَّذِیْنَ بیشک وہ لوگ اتَّقَوْا جو ڈرتے ہیں اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ جب پہنچتا ہے ان کو خیال شیطان کی طرف سے تَذَكَّرُوْا وہ یاد کرتے ہیں فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ پس وہ اچانک بصیرت والے ہو جاتے ہیں وَاِخْوَانُهُمْ اور شیطانوں کے بھائی یَمُدُّوْنَهُمْ فِی الْغَیِّ ان کو کھینچ لیتے ہیں

گمراہی میں ثُمَّ لَا یُقْصِرُوْنَ پھر وہ کوتاہی نہیں کرتے وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰیَةٍ اور جب آپ نہ لائیں ان کے پاس کوئی نشانی قَالُوْا تو کہتے ہیں لَوْلَا اجْتَبَیْتَهَا کیوں نہیں چن کر لایا تو اس نشانی کو قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّمَآ پختہ بات ہے اَتَّبِعُ میں پیروی کرتا ہوں مَا یُوْحٰٓى اِلَیَّ مِنْ رَّبِّیْ اس چیز کی جو وحی کی جاتی ہے میری طرف میرے رب کی طرف سے هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ یہ قرآن کی باتیں بصیرت کی باتیں ہیں تمہارے رب کی طرف سے وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ اور ہدایت ہے اور رحمت ہے لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ اس قوم کیلئے جو مومن ہے وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ اور جس وقت پڑھا جائے قرآن فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ پس توجہ کے ساتھ تم سنو اس کو وَاَنْصِتُوْا اور خاموش رہو لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ تاکہ تم پر رحم کیا جائے وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِیْ نَفْسِكَ اور ذکر کر اپنے رب کا اپنے دل میں تَضَرُّعًا وَّخِیْفَةً عاجزی کرتے ہوئے اور ڈرتے ہوئے وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ اور نہ اونچی بات کر بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ پہلے پہر اور پچھلے پہر وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ اور نہ ہوں آپ غفلت کرنے والوں میں سے اِنَّ الَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّكَ بیشک جو تیرے رب کے پاس ہیں لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وہ تکبر نہیں کرتے اس کی عبادت سے وَیُسَبِّحُوْنَهٗ اور وہ اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں وَلَهٗ یَسْجُدُوْنَ اور وہ اسی کیلئے سجدہ کرتے ہیں۔

اس سے پہلی ایت کریمہ میں ہے کہ اے مخاطب اگر شیطان تجھے ابھارے چھیڑ کر تو

تُو اعوذ باللہ پڑھ لے شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔اور حدیث پاک میں آتا ہے اِنَّ الشَّیۡطٰنَ یَجۡرِیۡ مِنَ الۡاِنۡسَانِ مجری الدم او کماقال علیہ الصلاۃ والسلام انسان کے بدن میں جہاں تک خون دورہ کرتا ہے شیطان کا دورہ بھی وہاں تک ہوتا ہے۔
آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا بیشک وہ لوگ جو ڈرتے ہیں اِذَا مَسَّهُمۡ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیۡطٰنِ جب پہنچتا ہے ان کو خیال وسوسہ شیطان کی طرف سے تَذَکَّرُوۡا وہ یاد کرتے ہیں یعنی فوراً ان کو بات یاد آجاتی ہے کہ یہ شیطان کا وسوسہ ہے فَاِذَا هُمۡ مُّبۡصِرُوۡنَ پس وہ اچانک بصیرت والے ہوجاتے ہیں کہ اس بُرے خیال سے باز آجاتے ہیں۔

بُرے خیالات پر گرفت نہیں :

ہر انسان کو اچھے خیالات بھی آتے ہیں اور بُرے خیالات بھی آتے ہیں اللہ تعالیٰ کا کرم وفضل کہ بُرے سے بُرا اور گندے سے گندا خیال بھی آئے تو اس پر کوئی پکڑ نہیں ہے اگر خیال پر پکڑ ہوتی تو کسی کی بھی خیر نہیں تھی خیال اسے کہتے ہیں کہ جو بغیر ارادے کے خود بخود آئے اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں متقیوں کو جب خیال آتے ہیں تو فوراً ان کو یاد آجاتا ہے کہ یہ شیطان کا وسوسہ ہے وہ صاحب بصیرت ہوجاتے ہیں سمجھ سے کام لیتے ہیں اللہ تعالیٰ کی پناہ لیتے ہیں اور باز آجاتے ہیں وَاِخۡوَانُهُمۡ اور جو شیطانوں کے بھائی ہیں یَمُدُّوۡنَهُمۡ فِی الۡغَیِّ وہ ان کو کھینچ لیتے ہیں گمراہی میں شیطان اپنے بھائیوں کے دلوں میں بُرے بُرے خیال لاتا ہے وہ ان خیالات پر راضی ہوتے ہیں اور مزید گندے خیالات کا ارادے کرتے ہیں ثُمَّ لَا یُقۡصِرُوۡنَ پھر وہ کوتاہی نہیں کرتے شیطان بھی بُرے خیالات

کے لانے میں کوتاہی نہیں کرتے وہ انکو پسند کرتے ہیں اور ان پر عمل کرنا شروع کر دیتے ہیں وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ اور جب آپ نہ لائیں ان کے پاس کوئی نشانی قَالُوْا تو کہتے ہیں لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا کیوں نہیں تو چن کر لایا تو اس نشانی کو۔ اور یہ معنٰی بھی کرتے ہیں کہ کیوں نہ کھینچ لایا ایت آج تجھ پر کوئی ایت کیوں نہیں نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّمَآ اَتَّبِعُ پختہ بات ہے میں پیروی کرتا ہوں مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّىْ اس چیز کی جو وحی کی جاتی ہے میری طرف میرے رب کی طرف سے۔ میں خود ایات نہیں بناتا اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایات نازل ہوتی ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اس میں مخلوق کا کوئی دخل نہیں ہے اور ایت کا معنٰی معجزہ بھی ہے تو پھر مطلب یہ بنے گا کہ جب کوئی ایسا معجزہ ظاہر نہیں ہوتا تھا جو وہ طلب کرتے تھے تو کہتے کہ ہم نے آپ سے نشانی مانگی تھی کیوں نہیں آئی؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں آپ کہہ دیں میں اپنی مرضی سے کچھ نہیں کر سکتا میں تو وحی کا پابند ہوں اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ بیشک نشانیاں اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں رب کی طرف سے ہیں یاد رکھنا معجزہ اور کرامت حق ہے معجزہ پیغمبر کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے اور کرامت ولی کے ہاتھ پر، معجزہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور کرامت بھی، معجزے میں نبی کا کوئی دخل نہیں ہوتا اور کرامت میں ولی کا کوئی دخل نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ یہ قرآن کی باتیں بصیرت کی باتیں ہیں تمہارے رب کی طرف سے۔ بصیرت کا معنٰی ہے دل میں روشنی پیدا کرنا یہ قرآن پاک ایسی کتاب ہے جو دلوں میں روشنی پیدا کرتی ہے تمہارے رب کی طرف سے اس قرآن کو مخلوق میں سے کسی نے بنایا نہیں ہے وَهُدًى وَّ رَحْمَةٌ اور ہدایت ہے اور رحمت ہے لیکن کن کیلئے ہدایت ہے اور کس کیلئے رحمت ہے؟ اور

کن کے دلوں میں روشنی پیدا کرتی ہے؟ فرمایا لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ اس قوم کیلئے جو مومن ہے اور چونکہ قرآن کریم کا ذکر تھا آگے آداب ذکر فرمائے وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ اور جس وقت پڑھا جائے قرآن فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ پس توجہ کے ساتھ تم سنو اس کو وَاَنْصِتُوْا اور خاموش رہو لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ تاکہ تم پر رحم کیا جائے تم پر رحمت نازل کی جائے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود ﷺ تمام صحابہ میں بڑے مفسرِ قرآن ہیں ویسے تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم نیک تھے عادل تھے حق پر تھے اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے تھے لیکن ان کے آپس میں درجے مختلف تھے۔

قرأت خلف الامام حکم خداوندی کی صریح مخالفت ہے :

قرآن کریم کی تفسیر میں حضرت عبداللہ ابن مسعود ﷺ کا پہلا نمبر ہے ان کے بعد دوسرا نمبر ہے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما کا تفسیر قرآن میں باقی تمام صحابہ ان کے بعد ہیں یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں کہ یہ ایت کریمہ نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ مقتدیوں نے امام کے پیچھے قرأت نہیں کرنی نہ فاتحہ پڑھنی ہے اور نہ ہی قرآن کا کوئی اور حصہ پڑھنا ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے کچھ لوگوں نے امام کے پیچھے قرأت شروع کی سورۃ فاتحہ پڑھی یا کچھ اور پڑھا حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ جب نماز سے فارغ ہوئے تو سخت غصے ہوئے فرمایا اَمَا آنَ لَكُمْ اَنْ تَفْهَمُوْا کیا وہ وقت نہیں آیا کہ تم میں دین کا فہم اور بصیرت پیدا ہو اَمَا آنَ اَنْ تَعْقِلُوْا وہ وقت نہیں آیا کہ تم عقل سے کام لو جس وقت امام قرآن کریم پڑھے تو خاموش رہو۔ امام احمد ابن حنبلؒ بڑے اونچے درجے کے امام ہے وہ فرماتے ہیں کہ اَجْمَعُوْا عَلٰی

اَنَّھَا نَزَلَتْ فِیْ الصَّلٰوۃِ ''تمام ائمہ کا اجماع اور اتفاق ہے کہ یہ آیت کریمہ نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے'' کہ امام کے پیچھے نہ جہری نمازوں میں قرأت ہے اور نہ سرّی نمازوں میں اور حکم خداوندی ہے فَاسْتَمِعُوْا پس تم توجہ کے ساتھ سنو اگر امام بلند آواز سے پڑھے وَاَنْصِتُوْا اور خاموش رہو اگر امام آہستہ پڑھتا ہے۔تو امام کے پیچھے قرأت کرنا قرآن پاک کے حکم کی صریح خلاف ورزی ہے۔تو یہ آیت کریمہ نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور جمہور کا یہی مسلک ہے بعض دوستوں کو دو حدیثوں کی وجہ سے غلط فہمی ہوئی ہے ان میں ایک حدیث صحیح ہے مگر وہ ان کی دلیل نہیں بنتی جو کہتے ہیں کہ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنی چاہئے اور دوسری صریح ہے مگر وہ روایت پرلے درجے کی کمزور ہے۔صحیح حدیث ہے لَاصَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَءْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَاب جس نے نماز میں فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہیں ہے۔لیکن کس کی نماز نہیں ہے اور کس کے بارے میں ہے؟ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں لِمَنْ یُّصَلِّیْ وَحْدَہٗ'' یہ روایت اس کے بارے میں ہے جو اکیلا نماز پڑھے۔'' حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں لِمَنْ یُّصَلِّیْ وَحْدَہٗ'' یہ روایت اس کے بارے میں ہے جو اکیلا نماز پڑھے۔'' امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ روایت مقتدی کے بارے میں نہیں ہے اکیلے شخص کے بارے میں ہے۔امام سفیان ابن عیینہ امام شافعی رحمہ اللہ اور تمام محدثین کے استاذ ہیں وہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت مقتدیوں کے بارے میں قطعاً نہیں ہے جو اکیلا نماز پڑھے اُس کے بارے میں ہے اور مقتدیوں کے بارے میں مسلم شریف وغیرہ کی حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام جب تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو وَاِذَا قَرَءَ فَاَنْصِتُوْا

اور جب امام قرأت شروع کرے تو تم خاموش ہو جاؤ اور دوسری روایت جو صریح ہے کہ جس نے امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہیں ہوتی تو اس حدیث کا ایک راوی محمد ابن اسحاق اس کے متعلق امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں دَجَّالٌ مِّنَ الدَّجَاجِلَۃِ وہ دجالوں میں سے ایک دجال تھا۔ امام یحیٰ سعید القطان جو کہ جرح اور تعدیل کے امام ہیں وہ فرماتے ہیں اَشْھَدُ اَنَّہٗ کَذَّابٌ میں کھلے طور پر گواہی دیتا ہوں کہ وہ بڑا جھوٹا راوی تھا۔ یحیٰ ابن معین فرماتے ہیں کہ جھوٹا تھا خالد ابن وہب فرماتے ہیں کہ جھوٹا تھا تو جھوٹے راوی کی روایت پر دارومدار رکھ کر لوگوں کی نمازوں کو باطل قرار دینا کہاں کا دین ہے یا یہ دین کی کونسی خدمت ہے؟ تو یاد رکھنا! جو روایت صحیح ہے وہ مقتدی کے بارے میں نہیں اکیلے کے بارے میں ہے اور جس روایت میں مقتدی کا ذکر ہے اس کا راوی دجال اور کذاب ہے باقی جس آدمی کو تفصیل کا شوق ہو تو اس مسئلے پر میری مستقل کتاب ہے ''احسن الکلام فی ترک القرأت خلف الامام'' اس کا مطالعہ کریں جس پر ہندوستان پاکستان کے جید علماء کرام کی تصدیقات ہیں اور حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصدیق بھی ہے تو یہ مسئلہ اچھی طرح یاد رکھنا کہ امام کے پیچھے نہ جہری نمازوں میں قرأت ہے اور نہ سری نمازوں میں۔ باقی تسبیحات وغیرہ ٹھیک ہیں وہ پڑھنی ہیں وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ اور ذکر کر اپنے رب کا اپنے دل میں نماز کے بعد تَضَرُّعًا عاجزی کرتے ہوئے وَّخِيْفَةً اور رب سے ڈرتے ہوئے وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ اور نہ اونچی بات کریں نماز سے فارغ ہو کر ذکر کرو، تسبیحات پڑھو، استغفار کرو لیکن بلند آواز سے نہیں یہ قرآن کی روح کے خلاف ہے ہاں اگر تعلیم کیلئے کسی وقت امام بلند آواز سے دعا کر دے تا کہ لوگوں کو

پرو النُّورِ الَّذِیْ اُنْزِلْنَا اور اس نور پر جس کو ہم نے اتارا ہے۔ یہ قرآن نور ہدایت ہے، نور حق ہے، نور توحید، نور سنت ہے اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے۔ جن کی خوبیاں اوپر بیان ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو انہی اوصاف والا بنائے اور آنحضرت ﷺ کا صحیح معنیٰ میں متبع اور پیروکار بنائے۔

طرح کرنا ہے کہ اللہ اکبر کہہ کر سجدے میں چلے جاؤ اور تین یا پانچ یا سات مرتبہ تسبیحات پڑھو اور اللہ اکبر کہہ کر سر اٹھالو اس میں نہ التحیات ہے نہ سلام ہے اور دو سجدے بھی نہیں ہیں صرف ایک سجدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ دین سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

آج مؤرخہ ۱۱ رمضان المبارک بروز سوموار ۱۴۲۸ھ بمطابق ۲۴ ستمبر ۲۰۰۷ کو سورۃ الاعراف مکمل ہوئی۔

بتوفیق اللہ تعالیٰ وعونہ

(مولانا) محمد نواز بلوچ

مہتمم: مدرسہ ریحان المدارس، جناح روڈ گوجرانوالہ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰہِ وَالرَّسُوْلِ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِکُمْ وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗٓ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ○ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا وَّعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ ○ الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ ○ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَھُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَمَغْفِرَۃٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ ○ کَمَآ اَخْرَجَکَ رَبُّکَ مِنْ بَیْتِکَ بِالْحَقِّ وَاِنَّ فَرِیْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ لَکٰرِھُوْنَ ○ یُجَادِلُوْنَکَ فِی الْحَقِّ بَعْدَ مَاتَبَیَّنَ کَاَنَّمَا یُسَاقُوْنَ اِلَی الْمَوْتِ وَھُمْ یَنْظُرُوْنَ ○

یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَنْفَالِ سوال کرتے ہیں آپ سے غنیمتوں کے بارے میں قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰہِ وَالرَّسُوْلِ آپ کہہ دیں غنیمتیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کیلئے ہیں فَاتَّقُوا اللّٰہَ پس ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ

بَیۡنِکُمۡ اور درست کرو آپس کے معاملات کو وَاَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗۤ اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ اگر ہو تم مومن اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ پختہ بات ہے مومن الَّذِیۡنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وہ لوگ ہیں کہ جس وقت ذکر کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا وَجِلَتۡ قُلُوۡبُہُمۡ خوفزدہ ہو جاتے ہیں دل ان کے وَاِذَا تُلِیَتۡ عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتُہٗ اور جب پڑھی جاتی ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی آیتیں زَادَتۡہُمۡ اِیۡمَانًا تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو بڑھا دیتی ہیں وَّعَلٰی رَبِّہِمۡ یَتَوَکَّلُوۡنَ اور وہ مومن اپنے رب پر توکل کرتے ہیں الَّذِیۡنَ یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ وہ لوگ قائم کرتے ہیں نماز کو وَمِمَّا رَزَقۡنٰہُمۡ یُنۡفِقُوۡنَ اور جو ہم نے ان کو روزی دی ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ حَقًّا یہی لوگ ہیں مومن پکی بات ہے لَہُمۡ دَرَجٰتٌ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ ان کیلئے درجے ہیں ان کے رب کے ہاں وَمَغۡفِرَۃٌ اور بخشش ہے وَّرِزۡقٌ کَرِیۡمٌ اور رزق ہوگا عمدہ کَمَاۤ اَخۡرَجَکَ رَبُّکَ جیسے نکالا تجھ کو تیرے پروردگار نے مِنۡۢ بَیۡتِکَ تیرے گھر سے بِالۡحَقِّ حق کے ساتھ وَاِنَّ فَرِیۡقًا مِّنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اور بیشک ایک گروہ ایمان والوں میں سے لَکٰرِہُوۡنَ البتہ اس کو ناپسند کرتا تھا یُجَادِلُوۡنَکَ فِی الۡحَقِّ جھگڑتے ہیں وہ آپ کے ساتھ حق کے بارے میں بَعۡدَ مَا تَبَیَّنَ بعد اس کے کہ بات واضح ہو چکی ہے کَاَنَّمَا یُسَاقُوۡنَ اِلَی الۡمَوۡتِ گویا کہ وہ چلائے جا رہے ہیں موت کی طرف وَہُمۡ یَنۡظُرُوۡنَ اور وہ دیکھ رہے ہیں۔

کوائفِ سورۃ اور غزوہ بدر :

اس سورۃ کا نام انفال ہے اور پہلی آیت کریمہ ہی میں انفال کا لفظ موجود ہے اسی سے سورۃ کا نام انفال ہے۔ سورۃ فاتحہ کے بعد اس کا آٹھواں نمبر ہے اور نزول کے اعتبار سے اٹھاسیواں (۸۸) نمبر ہے۔ ستاسی (۸۷) سورتیں اس سے پہلے نازل ہو چکی تھیں۔ یہ سورۃ مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی ہے اس کے دس رکوع اور پچھتر (۷۵) آیات ہیں۔ اس سورۃ میں غزوہ بدر کے واقعات کا ذکر ہے چونکہ یہ پہلا غزوہ تھا اس لئے بعض مسائل کا علم بعض حضرات کو نہیں تھا اللہ تعالیٰ نے یہ سورۃ نازل فرما کر ان مسائل سے آگاہ کیا۔ یہی اس کا شانِ نزول ہے۔ بدر دراصل ایک آدمی کا نام تھا بدر بن قیس بن صبا۔ اس نے اس مقام پر ایک کنواں کھودا تھا تو کنویں کا نام اس شخص کے نام پر بدر پڑ گیا پھر سارے علاقے کو بدر کا علاقہ کہا جاتا تھا۔ یہ غزوہ ۲ھ ۱۷ رمضان المبارک جمعہ کے دن پیش آیا۔ اَنفال جمع ہے نفل کی، نفل کے معنٰی زائد کے ہیں، جو نماز فرضوں سے سے زیادہ ہوتی ہے وہ نفل کہلاتی ہے اور مال غنیمت کو نفل کہتے ہیں کیونکہ وہ بھی مقصد سے زائد ہوتا ہے کہ جہاد میں اصل مقصد تو اعلائے کلمۃ اللہ ہے۔ تو نفل کے معنٰی مال غنیمت کے ہیں اور مال غنیمت اس مال کو کہتے ہیں جو کافروں کے ساتھ جہاد کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے اس مال کے پانچ حصے کیے جاتے ہیں پانچواں حصہ خُمس کہلاتا ہے۔ وہ خمس آنحضرت ﷺ کے غریب رشتہ داروں کیلئے اور عام مساکین اور یتیموں اور نادار لوگوں کیلئے ہوتا تھا باقی چار حصے مجاہدین پر تقسیم ہو جاتے تھے اور مسلمانوں کیلئے سب سے بہتر کمائی مال غنیمت ہے کیونکہ جہاد کے نتیجے میں حاصل ہوتا ہے اور جہاد بہت بلند عمل ہے۔ یہ لڑائی کیوں ہوئی اس کے اسباب یا نتیجے ان کا ذکر آگے آرہا ہے اس لڑائی میں مسلمان کل تین سو تیرہ تھے تین سو بارہ صحابہ کرامؓ اور

تیرھویں آنحضرت ﷺ تھے اور تعجب کی بات یہ ہے کہ تین سو تیرہ کے پاس صرف آٹھ تلواریں چھ زرھیں، ستر اونٹ اور دو گھوڑے ہیں اور لباس کی یہ حالت تھی کہ کسی کے پاس پگڑی ٹوپی تھی اور کوئی ننگے سر تھے اور کسی کے پاس جوتا تھا اور کئی ننگے پاؤں تھے اس گرمی اور دھوپ میں اور مقابلے میں ایک ہزار آدمی اور ان کے پاس ہر طرح کا اسلحہ تلواریں، نیزے، تیر کمان، زرہیں، خوداور وافر مقدار میں اونٹ گھوڑے اور خچر تھے اور آپ پہلے اللہ تعالیٰ کا ارشاد پڑھ چکے ہیں کہ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ''اور البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کر چکا بدر میں اور تم کمزور تھے۔'' ستر کافر مارے گئے، ستر گرفتار ہوئے اور باقی دوڑ لگا گئے یہ اللہ تعالیٰ کی نصرت تھی ورنہ تین سو تیرہ کی ایک ہزار کے ساتھ کیا نسبت ہے، آٹھ تلواروں کی ایک ہزار تلوار کے ساتھ کیا نسبت ہے۔ صرف چودہ مسلمان شہید ہوئے، آٹھ مہاجر اور چھ انصار میں سے۔ مال غنیمت میں اونٹ، گھوڑے، تلواریں، خود (لوہے کی ٹوپی کو کہتے ہیں)، زرہیں اور جو کچھ بھی اس زمانے میں ان کے پاس تھا، حاصل ہوا۔ کچھ حضرات لڑائی میں تھے اور کچھ حضرات ان کی خدمت پر خیموں میں کھانا پکانا، کپڑے دھونا اور دیگر سامان کی حفاظت کر رہے تھے اور یہ کہ جب ان کی باری آنی تھی انھوں نے بھی لڑنا تھا۔

مال غنیمت کے بارے میں اختلاف ہوا اور جب آدمی زیادہ ہوں تو قدرتی طور پر اختلافِ رائے ہو جاتا ہے۔ لڑنے والوں کا خیال یہ تھا کہ چونکہ ہم لڑے ہیں اس لئے مالِ غنیمت ہمارا حق بنتا ہے اور جو حضرات انتظامات پر مامور تھے انھوں نے کہا کہ ہم بھی تمہارے ساتھ ہیں لہذا ہمارا بھی حق بنتا ہے۔ پھر کہنے لگے کہ اختلاف کی کیا ضرورت ہے آنحضرت ﷺ موجود ہیں ان سے پوچھ لیتے ہیں کہ حضرت مال غنیمت کس کا حق بنتا ہے؟

صرف لڑنے والوں کا حق ہے یا جو پیچھے اونٹوں، گھوڑوں اور گدھے کی حفاظت پر مامور تھے اور کھانے پکانے پر مامور تھے اور زخمیوں کی مرہم پٹی وغیرہ کر رہے تھے ان کا بھی حق بنتا ہے۔اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا......

یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَنْفَالِ سوال کرتے ہیں آپ سے غنیموں کے بارے میں قُلْ آپ کہہ دیں اَلْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ غنیمتیں اللہ تعالیٰ کیلئے اور اس کے رسول کیلئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت اور اس کے رسول کے کنٹرول میں ہیں فَاتَّقُوا اللّٰهَ پس ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ اور درست رکھو آپس کے معاملے کو، اختلاف پیدا نہ کرو۔ مالِ غنیمت کا کیا کرنا ہے؟ اس کا حکم دسویں پارے کی ابتداء میں آئے گا۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ" اور اچھے طریقے سے جان لو کہ بیشک جو تم نے حاصل کیا ہے غنیمت میں سے پس بیشک اللہ تعالیٰ کیلئے اس کا پانچواں حصہ ہے اور اس کے رسول کیلئے اور اللہ تعالیٰ کے رسول کے قرابت داروں کیلئے اور یتیموں کیلئے اور مسکینوں کیلئے اور مسافروں کیلئے ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو اللہ تعالیٰ پر۔'' وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اگر ہو تم مومن۔

علاماتِ مومنین:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ پختہ بات ہے مومن وہ لوگ ہیں کہ جس وقت ذکر کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا خوفزدہ ہو جاتے ہیں دل ان کے رب تعالیٰ کی عظمت اور بڑائی کی وجہ سے۔

[illegible] مومنوں کی دوسری نشانی ہے وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا اور جب پڑھی جاتی ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی آیتیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو بڑھا دیتی ہیں یعنی ان کے ذریعے ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے [illegible]

[illegible] ایمان والوں کی تیسری علامت [illegible] وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ اور وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ توکل کا معنی یہ ہے کہ ظاہری اسباب اختیار کرنے کے بعد نتیجہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دینا اگر ظاہری اسباب اختیار نہ کئے جائیں تو اس کو "تعطل" کہتے ہیں [illegible] اسباب کو چھوڑنا جائز نہیں ہے [illegible]

چوتھی علامت الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وہ لوگ جو نماز قائم کرتے ہیں یعنی نماز کو [illegible] طریقہ [illegible] نماز کو قائم کرتے ہیں۔ یعنی [illegible] جیسا کہ [illegible] پڑھتے تھے [illegible]

[illegible] پانچویں علامت یہ ہے کہ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ [illegible] اپنی حلال روزی [illegible] میں سے خرچ کرتے ہیں [illegible] علم [illegible] کو تعلیم دیتے ہیں [illegible] کے کام کرتے ہیں۔ یہ موٹی موٹی علامتیں جن میں پائی جاتی ہیں أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا یہی لوگ مومن ہیں پکی بات ہے۔ اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کیلئے درجے ہیں ان کے رب کے ہاں بہت بلند جنت الفردوس ہے اور جنتیں ہیں ان میں یہ درجہ بدرجہ پہنچیں گے وَمَغْفِرَةٌ اور بخشش ہے وَرِزْقٌ كَرِيمٌ اور رزق ہوگا عمدہ۔ جنت میں جو رزق ملے گا اس سے عمدہ اور کوئی رزق نہیں ہو سکتا۔

طبعی خوف منافی ایمان نہیں

یہاں ایک موقع ہے کچھ حضرات طبعی طور پر لڑائی کو پسند نہیں کرتے تھے اور طبعی طور پر ایسی چیزوں سے گریز کرنے سے ایمان پر کوئی زد نہیں پڑتی۔ کئی دفعہ سن چکے ہو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت ملی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہاتھ میں جو لاٹھی ہے اس کو ڈال دو جب اس کو ڈالا تو وہ سانپ بن کر دوڑنے لگی موسیٰ علیہ السلام ڈر کے دوسری طرف دوڑ لگا دی کیونکہ سانپ موذی شی ہے اور موذی شی سے بچنا بہت ضروری ہے پیغمبر سے بڑھ کر کسی کا ایمان قوی نہیں ہوتا مگر طبعاً اس سانپ سے ڈرے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَا تَخَفْ خوف نہ کر اس پر ہاتھ رکھ سَنُعِيدُهَا سِيرَتَهَا الْأُولَىٰ ہم اس کو پہلی حالت میں بدل دیں گے تو طبعاً لڑائی سے ڈرنا دشمنوں سے ڈرنا انسان کی فطرت ہے جیسا سانپ سے ڈرنا۔ جو ڈر طبعاً ہو وہ ایمان کے خلاف نہیں ہے۔ تو کچھ حضرات لڑائی کو پسند نہیں کرتے تھے اس کا ذکر ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں كَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ جیسے نکالا تجھ کو تیرے پروردگار نے تیرے گھر سے جو مدینہ طیبہ میں تھا حجرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بِالْحَقِّ حق کے ساتھ وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكَارِهُونَ اور بیشک ایک گروہ ایمان والوں میں سے البتہ اس کو ناپسند کرتا تھا طبعاً چاہتے تھے کہ لڑائی کی نوبت نہ آئے يُجَادِلُونَكَ فِي الْحَقِّ جھگڑتے ہیں وہ آپ کے ساتھ حق کے بارے میں بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ بعد اس کے کہ بات واضح ہو چکی ہے کہ لڑائی ضرور پیش آئے گی كَأَنَّمَا يُسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ گویا کہ وہ چلائے جا رہے ہیں موت کی طرف یعنی یوں محسوس ہوتا ہے کہ ان کو موت کی طرف چلایا جا رہا ہے وَهُمْ يَنظُرُونَ اور وہ دیکھ رہے ہیں موت کو آنکھوں سے یعنی بعض ایسے گھبرائے ہوئے تھے کہ گویا موت سامنے کھڑی ہے۔

وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۝ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ۝ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اور جس وقت وعدہ کیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ دو گروہوں میں سے ایک کا اَنَّهَا لَكُمْ کہ بیشک وہ تمہارا ہے وَ تَوَدُّوْنَ اور تم پسند کرتے تھے اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ بیشک جو کانٹے والا نہیں ہے تَكُوْنُ لَكُمْ وہ تمہارا ہو جائے وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اور ارادہ کیا اللہ تعالیٰ نے اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ کہ ثابت کردے حق کو اپنے فیصلوں کے ساتھ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ اور جڑ کاٹ دے کافروں کی لِيُحِقَّ الْحَقَّ تاکہ ثابت کردے حق کو وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ اور مٹادے باطل کو وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ اور اگرچہ مجرم

ناپسند کریں اِذْ تَسْتَغِيْثُونَ رَبَّكُمْ جس وقت تم مدد طلب کرتے تھے اپنے رب سے فَاسْتَجَابَ لَكُمْ پس اس نے تمہاری دعا قبول کرلی (یہ فرماتے ہوئے) اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ بیشک میں تمہاری مدد کرونگا ایک ہزار فرشتوں کیساتھ مُرْدِفِيْنَ جو آگے پیچھے قطار میں آئیں گے وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى اور نہیں بنایا اللہ تعالیٰ نے یہ فرشتوں کی امداد کو مگر خوشخبری وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ اور تاکہ تمہارے دل مطمئن ہوں وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اور نہیں ہے مدد مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ بیشک اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔

ماقبل سے ربط اور سببِ بدر :

غزوہ بدر کا ذکر چلا آ رہا ہے مکہ مکرمہ میں قابلِ کاشت زمین نہیں تھی پہاڑ ہی پہاڑ ہیں روحانی برکات بہت تھیں مگر ظاہری اسباب نہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی روزی کا ذریعہ یہ بنایا تھا کہ یہ لوگ سال میں دو تجارتی سفر کرتے تھے رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ایک گرمیوں میں اور دوسرا سردیوں میں، گرمیوں میں شام کا سفر کرتے تھے اور سردیوں میں یمن کے علاقے کا سفر کرتے تھے۔ اگرچہ اکثریت کافروں اور مشرکوں کی تھی مگر کعبۃ اللہ کا احترام ان لوگوں کے دلوں میں تھا وہ جب سنتے کہ مکہ مکرمہ سے آئے ہیں تو کعبۃ اللہ کی نسبت سے ان کا بڑا احترام کرتے، بڑی قدر کرتے ان کی مہمانی کرتے، کھانا مفت کھلاتے، چارپائیاں دیتے، رہائش دیتے، ان سے چیزیں مہنگی خریدتے کہ برکت والی ہیں اور ان کو چیزیں سستی دیتے ان دو سفروں میں ان کا سال کا خرچہ پورا ہو جاتا تھا۔

غزوۂ بدر کا سبب یہ بنا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اکثریت مشرکین مکہ کی سختیوں سے تنگ آ کر مدینہ منورہ ہجرت فرما گئی انصاف کا تقاضہ تو یہ تھا کہ کافر اب ان کا پیچھا چھوڑ دیتے کہ وہاں سے کافی دور چلے گئے ہیں مدینہ منورہ مکہ مکرمہ سے تین سو گیارہ میل دور ہے جو اس زمانے میں اونٹوں پر دس دن کا سفر تھا مگر کافروں نے پیچھا نہ چھوڑا اور شرارتوں سے باز نہ آئے مدینہ طیبہ کے قریب چراگاہیں تھیں جہاں لوگ اپنے مویشی جانور چراتے تھے ان میں سے ایک چراگاہ میں بیت المال کے اونٹ چر رہے تھے حضرت [illegible] رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں کے انچارج تھے ان کے ساتھ دو چار ساتھی اور تھے [illegible] رضی اللہ تعالیٰ [illegible] سودا سلف لینے مدینہ طیبہ گئے ہوئے تھے۔ کرز ابن جابر فہری کافر لشکر لیکر آیا حضرت [illegible] کو موقع پر قتل کر دیا اور اونٹ لے کر چلا گیا مسلمانوں کے پاس یہی سرمایہ تھا آنحضرت ﷺ نے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے سنا، بڑے پریشان ہوئے اور ابھی جہاد کی اجازت بھی نہیں ملی تھی حکم تھا کُفُّوْٓا اَیْدِیَکُمْ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ ہاتھ روکے رکھو اور عبادت میں مشغول رہو۔ تو کافر شرارتوں سے باز نہ آئے اور مسلمانوں کے خلاف منصوبے بناتے رہتے تھے چنانچہ مشرکین مکہ نے ''دار الندوہ'' جو ان کا دارا تھا۔ یہ جگہ پہلے مسجد حرام سے باہر تھی مگر اب مسجد حرام میں شامل ہو گئی ہے تو دار الندوہ میں انھوں نے میٹنگ کی، کہنے لگے کہ محمد یہاں سے چلے گئے ہیں اور ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہیں کہ ہمیں نظر نہیں آتے لیکن یاد رکھو ہم نے جو کچھ ان کے ساتھ کیا ہے وہ اسکو بھول نہیں سکتے آج نہیں کل سہی دو چار سال تک یہ زندہ رہا تو یہ فوج جمع کر کے ہم پر حملہ آور ہوگا اور ہماری بیخ کنی کر دے گا، ہم کو مٹا دے گا۔ یہاں تو ہم روکاوٹیں ڈالتے تھے لوگوں کو اس کے قریب نہیں آنے دیتے تھے

وہاں تو ہر کاروبار کو لوٹنے والا بھی کوئی نہیں ہے اور لوگ اس کے ساتھ مل رہے ہیں لہذا اس پر غور کرو اس کیلئے ایک تجویز ہے اس پر سب لوگ عمل کریں وہ تجویز یہ ہے کہ اس دفعہ شام کا جو تجارتی سفر ہو چاہے کوئی خود جائے یا کسی کو مضاربت پر بھیجے وہاں پر سامان بیچنے پر جو نفع حاصل ہو اور وہاں سے سامان لا کر مکہ مکرمہ بیچنے پر جو نفع حاصل ہو وہ سارا ہم چندے میں پیش کریں گے اور مسلمانوں کے خلاف ہتھیار خریدیں گے چونکہ اسلام کے خلاف ان کے دلوں میں نفرت تھی لہذا تمام نے اس تجویز پر اتفاق کیا چنانچہ ایک ہزار اونٹوں پر مشتمل ایک قافلہ تیار کیا گیا اس قافلے کے امیر ابوسفیان تھے کیونکہ وہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے بعد میں رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہو گئے۔ ایک ہزار اونٹ اور پچاس ہزار دینار کا سامان تھا آج کل کے حساب سے یوں سمجھو کہ تین کروڑ کی مالیت کا سامان تھا یہ قافلہ شام پہنچا اپنا سامان بیچا، نفع کمایا اور وہاں سے سامان خرید کر واپس چل پڑے اور مسلمانوں کو ان کے منصوبے کی اطلاع ہو گئی کہ ہمارے خلاف یہ کاروائی کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیت جہاد بھی اس وقت نازل ہوئی جس میں مسلمانوں کو لڑنے کی اجازت دی گئی اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا اجازت دی گئی ان لوگوں کو جن کیساتھ کافر لڑتے ہیں اس وجہ سے کہ وہ مظلوم ہیں رہی یہ بات کہ مسلمان تھوڑے ہیں تو فرمایا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرٌ [پ ۱۷/ حج ۳۹] ”بیشک اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے۔“

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ سامان ہمارے خلاف خرچ ہونا ہے لہذا اس کا راستہ روکنا چاہیے تیاری کر کے باہر تشریف لائے ادھر مکے والوں کو علم ہو گیا کہ ہمارے قافلے پر حملہ کر رہے ہیں وہ بھی تیاری کر کے آ گئے۔ ابوسفیان بڑے چالاک اور ہوشیار آدمی تھے انہوں نے معروف راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کر لیا اور بچ بچا کر قافلہ مکے پہنچا دیا

مسلمان اس راستے کو پہنچ ہی نہ سکے مسلمان جب نکلے تو رب تعالیٰ نے پہلے ہی فرما دیا کہ دو قافلے ہیں ایک ابوسفیان کا قافلہ جس میں ساٹھ آدمی اور ہزار اونٹ اور پچاس ہزار دینار سے زیادہ کا سامان ہے اور دوسرا وہ قافلہ جو مکہ مکرمہ سے ابوجہل کی قیادت میں مسلح ہو کر آرہا ہے اور ان کی تعداد ایک ہزار تھی۔ فرمایا ان دو میں سے ایک کے ساتھ ضرور تمہاری ٹکر ہوگی، اس کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں......

وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ اور جس وقت وعدہ کیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ دو گروہوں میں سے ایک کا کہ بیشک وہ تمہارا ہے وَ تَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ اور تم پسند کرتے تھے بیشک جو کانٹے والا نہیں ہے وہ تمہارا ہو جائے۔ ابوسفیان والا قافلہ کہ ان کے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھے کہ شوکہ کا معنیٰ کانٹا بھی ہوتا ہے اور ہتھیار بھی ہوتا ہے وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ اور ارادہ کیا اللہ تعالیٰ نے کہ ثابت کر دے حق کو اپنے فیصلوں کے ساتھ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ اور جڑ کاٹ دے کافروں کی لِيُحِقَّ الْحَقَّ تاکہ ثابت کر دے حق کو وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ اور مٹا دے باطل کو وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ اور اگرچہ مجرم ناپسند کریں اس کو۔ بدر مدینہ منورہ سے بسوئے مکہ مکرمہ ۸۰ میل کے فاصلے پر ہے کافر وہاں پہنچ گئے محلِ وقوع کے اعتبار سے جو اچھی جگہ تھی اور وہاں پانی کے ایک دو چشمے بھی تھے اس پر قبضہ کر لیا مسلمانوں کیلئے بڑی پریشانی تھی کیونکہ آدمیوں، اونٹوں، گھوڑوں اور خچروں کیلئے پانی کی ضرورت ہے اس کے بغیر گذارہ نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ جمعرات کو وہاں پہنچے عشاء کی نماز پڑھائی، حالات دیکھ کر ایک سرخ رنگ کا چمڑے کا خیمہ تھا اس میں رُو رُو کر گڑگڑا کر دعا کی کہ اے پروردگار! یہ جو میرے ساتھ ہیں یہ میری پندرہ سال کی محنت ہے اگر آج یہ

سارے ختم ہو گئے تو قیامت تک تیرا صحیح نام لینے والا کوئی نہیں رہے گا اے پروردگار یہ بے سہارا ہیں ان کا سہارا تیرے سوا کوئی نہیں ہے یہ بھوکے پیاسے ہیں ان کو کھلانے پلانے والا صرف تو ہی ہے۔ آپ ﷺ رو رہے اور دعائیں کر رہے تھے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خیمے سے باہر تھے برداشت نہ کر سکے اندر داخل ہوئے کہنے لگے حضرت آپؐ نے بڑی آہ و زاری کی ہے اب بس کریں آنحضرت ﷺ خیمے سے باہر تشریف لائے اور آپ ﷺ کی زبان مبارک پر یہ آیت کریمہ تھی سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ یہ شکست کھائیں گے اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے جمعہ کا دن تھا صبح کو معرکہ ہوا مسلمان تین سو تیرہ اور ان کے پاس آٹھ تلواریں، چھ زرہیں، دو گھوڑے، ستر اونٹ تھے اور کافر ایک ہزار اور ان کے پاس ایک ہزار تلوار اور دوسرے ہتھیار بھی تھے بظاہر کوئی مقابلہ نہیں تھا اس موقع پر مسلمانوں نے دعائیں کیں اس کا ذکر ہے......

نصرتِ خداوندی :

اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّكُمْ جس وقت تم مدد طلب کرتے تھے اپنے رب سے فَاسْتَجَابَ لَكُمْ پس اللہ تعالیٰ نے تمہاری دعا قبول کر لی یہ فرماتے ہوئے اَنِّیْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِیْنَ بیشک میں تمہاری مدد کرونگا ایک ہزار فرشتوں کیساتھ جو آگے پیچھے قطار میں آئیں گے۔ اس مقام پر ایک ہزار کا ذکر ہے اور دوسرے مقام پر تین ہزار اور پانچ ہزار کا ذکر ہے۔ محدثین عظام مفسرین کرام اس کی اس طرح تطبیق دیتے ہیں کہ مسلمان تین سو تیرہ تھے اور مقابلے میں ایک ہزار کافر تھے پہلے اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار فرشتے نازل کرنے کا وعدہ فرمایا کہ وہ تمہاری مدد کریں گے مگر چونکہ کافر مسلمانوں سے تین گناہ زیادہ تھے اسلیئے اللہ تعالیٰ نے مزید مسلمانوں کی تسلی کیلیے فرمایا کہ تین ہزار فرشتے

نازل کی مدد فرمائی یعنی کافر [illegible] تین ہزار [illegible] فرشتے [illegible]

[illegible] مسلمانوں کی [illegible] کیلئے نازل [illegible] آیت [illegible]

[illegible] اللہ تعالیٰ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] اللہ [illegible] نازل [illegible]

پانچ [illegible] بَلٰۤى اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَیَاْتُوْكُمْ مِّنْ

فَوْرِهِمْ هٰذَا یُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓىٕكَةِ مُسَوِّمِیْنَ اگر تم صبر

کرتے رہو گے اور ڈرتے رہو گے اور تمہارے دشمن تمہارے پاس آجائیں تو تمہارا

پروردگار پانچ ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کرے گا جو نشان لگانے والے ہوں گے۔ یہ

وعدہ مشروط تھا کہ کرز بن جابر فہری جو بڑے [illegible] اور رسول اللہ کا فر تھا ان کی امداد بھی کافی تھی

اور دوسرے قبائل پر بھی اس کا اثر تھا عین معرکہ کے دوران سنا کہ کرز بن جابر فہری اپنے قبائل

لیکر کافروں کی مدد کیلئے آرہا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر فوری طور پر ایک دم آگئے تو

میں پانچ ہزار فرشتوں کیساتھ مدد کرونگا لیکن نہ اس کا لشکر آیا اور نہ پانچ ہزار فرشتے آئے

ہوئے کیونکہ ان کا نازل ہونا مشروط تھا۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا

بُشْرٰى اور نہیں بنایا اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی امداد کو مگر خوشخبری وَلِتَطْمَىٕنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ

تاکہ تمہارے دل مطمئن ہوں وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اور نہیں ہے مدد مگر اللہ تعالیٰ کی

طرف سے۔ رب تعالیٰ فرشتوں کا محتاج نہیں ہے وہ ایک آن میں تو سب کچھ کر سکتا ہے جو

کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔ آج سے تقریباً پانچ چھ سال پہلے جاپان میں صرف سات

نہیں کر سکتے سبب، رب ہے وہ کسی چیز کا محتاج نہیں ہے اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ بے شک اللہ

تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔

اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ٥ اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ٥ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ٥ ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ وَاَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ ٥

اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ جس وقت طاری کی تم پر اللہ تعالیٰ نے اونگھ اَمَنَةً مِّنْهُ امن دلانے کیلئے اپنی طرف سے وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً اور نازل کیا اس نے تم پر آسمان کیطرف سے پانی لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ تاکہ تم کو پاک کرے اس پانی کے ذریعے وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ اور تاکہ دور کر دے تم سے شیطان کا وسوسہ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ اور تاکہ مضبوط کر دے تمہارے دلوں کو وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ اور تاکہ ثابت رکھے اس کے ذریعے سے تمہارے قدموں کو اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ جس وقت وحی کی تیرے

رب نے فرشتوں کو اَنِّیْ مَعَکُمْ بیشک میں تمہارے ساتھ ہوں فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا پس ثابت قدم رکھوان لوگوں کو جوایمان لائے سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ کَفَرُوا الرُّعْبَ عنقریب میں ڈالوں گا ان لوگوں کے دلوں میں جوکافر ہیں رعب فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ پس مارو تم ان کی گردنوں پر وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ اور مارو ان میں سے ہر ہر پورے پر ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اسلئے کہ بیشک انھوں نے مخالفت کی ہے اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اور جو شخص مخالفت کرے گا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ بیشک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ پس چکھو تم مزا اس کا وَاَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ اور بیشک کافروں کیلئے دوزخ کا عذاب ہے۔

غزوۂ بدر کا ذکر چلا آرہا ہے۔ کافر وہاں پہلے پہنچ گئے اور پانی کے چشموں پر قبضہ کر لیا آنحضرت ﷺ ساتھیوں کے ہمراہ جب وہاں پہنچے تو ایک جگہ کا انتخاب فرمایا کہ یہاں پر پڑاؤ ڈالو یہاں ہم نے اپنا مورچہ قائم کرنا ہے۔

حضرت خبابؓ ابن منذر کا مشورہ :

حضرت خباب ابن منذر انصاری ؓ جنگی امور کے بڑے ماہر تھے انھوں نے دیکھا کہ جس جگہ کا آپ ﷺ نے انتخاب کیا ہے وہ جنگی نقطۂ نظر سے مفید نہیں ہے تو عرض کیا کہ حضرت جس جگہ کا آپ ﷺ نے انتخاب فرمایا ہے کیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہے کہ اس جگہ تم نے اپنا مورچہ قائم کرنا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں، رب تعالیٰ کا یہ حکم نہیں ہے

رب تعالیٰ کا تو یہ حکم ہے کہ تم جہاد کرو آگے ہماری صوابدید پر ہے کہ ہم نے کیسے لڑنا ہے۔ کہنے لگے حضرت جنگی نقطہ نظر سے یہ جگہ مفید نہیں ہے چند قدم ہٹ کر ایک جگہ بتائی۔ وہ اونچائی والا ٹیلہ تھا اور ریت پڑی تھی عرض کیا حضرت یہ جگہ جنگی لحاظ سے بڑی مفید ہے کیونکہ مخلص اور تجربہ کار تھے آنحضرت ﷺ نے ان کی بات مان لی اور آنحضرت ﷺ لوگوں کی صحیح بات مان لیتے تھے اور باقی صحابہ کرام ؓ نے بھی اتفاق کیا وہاں پہنچنے پر چند پریشانیاں پیش آئیں کہ پانی پاس نہیں تھا ستر اونٹ، دو گھوڑے تھے اور آنحضرت ﷺ سمیت تین سو تیرہ آدمی تھے پانی سب کی ضرورت تھی پھر تمام کے تمام نمازی تھے وضو کیلئے بھی پانی درکار تھا اور وہاں جو تھوڑا بہت پانی تھا اس پر کافروں کا قبضہ تھا۔

حدیث پاک میں آتا ہے اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَجْرِیْ مِنَ الْاِنْسَانِ مَجْرَی الدَّمِ "جہاں تک انسان کے بدن میں خون گردش کرتا ہے شیطان کی گردش بھی وہاں تک ہوتی ہے۔" تو شیطان نے فوراً دل میں وسوسے ڈالنے شروع کیے کہ اگر تم سچے ہوتے تو پانی سے محروم کیوں ہوتے اور ریت میں تمہارے پاؤں کیوں دھنستے؟ بعض کے دلوں میں شیطان نے یہ وسوسے ڈالے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر رحمت نازل فرمائی بارش ہوئی انھوں نے حوض بنا کر پانی جمع کر لیا اور ریت جم گئی جیسے سڑک بنی ہوئی ہے اور کافر پست جگہ پر تھے وہاں پانی جمع ہو گیا اور کیچڑ بن گیا کہ ان کا چلنا پھرنا مشکل ہو گیا اور کافروں کی شکست کا ایک ظاہری سبب یہ بھی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر اس مشکل گھڑی میں اونگھ طاری کر دی حضرت شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنی ؒ فرماتے ہیں کہ میدانِ جنگ میں نیند رحمٰن کی طرف سے ہوتی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا فضل ہوتا ہے اور پڑھتے پڑھاتے وقت نیند کا آجانا شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ...

... اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے جس وقت طاری کی اللہ تعالیٰ نے تم پر اونگھ اَمَنَةً مِّنْهُ امن دلانے کیلئے اپنی طرف سے وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم اور نازل کیا اللہ تعالیٰ نے تم پر مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً آسمان کی طرف سے پانی لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ تاکہ تم کو پاک کرے اس پانی کے ذریعے کہ وضو کرسکو، غسل کرسکو وَيُذْهِبَ عَنكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ اور تاکہ دور کر دے تم سے شیطان کے وسوسے جو شیطان نے ڈالا تھا کہ اگر تم سچے ہوتے تو پانی سے محروم نہ ہوتے وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوبِكُمْ اور تاکہ مضبوط کر دے تمہارے دلوں کو کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری غیبی مدد فرمائی۔ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ اور تاکہ ثابت رکھے اس کے ذریعے سے تمہارے قدموں کو۔ ریت بیٹھ گئی سڑک کی طرح پکی ہو گئی کہ جس پر تم تمہارے پاؤں رکھتے تھے اِذْ يُوحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ جس وقت وحی کی حکم بھیجا تیرے رب نے فرشتوں کو کہ پہلے ایک ہزار فرشتوں کا وعدہ فرمایا پھر تین ہزار کا اور یہ بھی فرمایا کہ اگر کافر کافروں کی مدد کیلئے آئے تو پانچ ہزار فرشتے بھیج دوں گا مگر نہ وہ آئے نہ پانچ ہزار فرشتے نازل ہوئے، تین ہزار نازل ہوئے ان کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اور فرمایا اَنِّيْ مَعَكُمْ میں تمہارے ساتھ ہوں، میری مدد تمہارے ساتھ ہے فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا پس ثابت قدم رکھو ان لوگوں کو جو ایمان لائے۔ تمہارا مومنوں کے درمیان رہنا ان کی ثابت قدمی کا ذریعہ ہے سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ عنقریب میں ڈالوں گا ان کے دلوں میں جو کافر ہیں رعب۔

عزائم مشرکین

مشرکین جب مکہ مکرمہ سے چلے تھے تو گانے والی عورتیں ساتھ لیکر آئے تھے

ڈھول بجاتے بھنگڑے ڈالتے ہوئے اور اونٹوں پر شراب کی بوتلیں لادی ہوئیں تھیں کہ ہم مسلمانوں کو ختم کرنے کے بعد شراب پئیں گے اور آس پاس کے قبائل کی شراب سے دعوت کریں گے اور ان کو اونٹ ذبح کر کے کھلائیں گے کہ اونٹ بھی وافر مقدار میں لیکر آئے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی بدر کے مقام پر خوب درگت بنائی فرشتوں کو حکم دیا فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ "اَعْنَاق" عُنُق کی جمع ہے اس کا معنیٰ ہے گردن۔ پس مارو تم ان کافروں کی گردنوں پر وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ "بنان" بَنَانَةٌ کی جمع ہے بمعنیٰ پورا۔ اور مارو تم ان میں سے ہر ہر پورے پر کہ ان کی انگلیوں کے پورے نہ رہیں تاکہ نہ تلوار چلا سکیں نہ تیر چلا سکیں، بیکار ہو جائیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ فرشتوں نے لڑائی میں باقاعدہ شرکت کی تھی۔

بدر میں ملائکہ کی شرکت :

حضرت سعد ابن ابی وقاص ﷺ رشتے میں آنحضرت ﷺ کے ماموں لگتے تھے اور مسلمان ہونے میں ان کا تیسرا نمبر ہے۔ وہ خود فرماتے ہیں اَنَا ثَالِثُ الْاِسْلَامِ میں اسلام میں تیسرا ہوں۔ بخاری شریف کی روایت کا خلاصہ ہے اور مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ ان میں سے ایک جبرائیل تھے اور دوسرے میکائیل تھے اور یاد رکھنا! کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں اور جنات کو اختیار دیا ہے کہ يَتَشَكَّلُ بِاَشْكَالٍ مُّخْتَلِفَةٍ وہ مختلف شکلیں اختیار کر سکتے ہیں۔ انسانی شکل اختیار کر لیں، سانپ کی شکل اختیار کر لیں، گھوڑے بھینس وغیرہ کی شکل اختیار کر لیں فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے کہ وہ انسانی شکل میں آسکتے ہیں۔ چنانچہ ایک موقع پر حضرت جبرائیل علیہ السلام آنحضرت ﷺ کے پاس ایک عام آدمی کی شکل میں آئے اور آپ ﷺ کے گھٹنوں کیساتھ گھٹنے ملا کر بیٹھ گئے اور سوالات شروع

کردیئے۔ جس وقت وہ چلے گئے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے جب بھی جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آتے میں ان کو پہچان لیتا اِلَّا اَنْ تَکُوْنَ ھٰذِہِ الْمَرَّۃَ مگر اس دفعہ میں ان کو نہیں پہچان سکا بعد میں معلوم ہوا کہ وہ سوال کرنے والے جبرائیل علیہ السلام تھے آنحضرت ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ دحیہ ابن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ کافی دیر تک باتیں کرتے رہے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ ان کو اتنا بھی خیال نہیں آرہا کہ آپ ﷺ کو قید کرکے بیٹھا ہے جب وہ چلے گئے تو میں نے عرض کیا کہ حضرت، دحیہ نے آپ کا بڑا وقت لیا ہے آپ ہنس پڑے فرمایا تو نے دیکھا تھا عرض کیا جی ہاں! فرمایا وہ دحیہ نہیں تھے وہ جبرائیل علیہ السلام تھے۔ حضرت دحیہ ابن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ ایک نوجوان اور خوبصورت صحابی تھے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کبھی کبھی ان کی شکل میں آتے تھے۔ مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اختیار دیا ہے انسانی شکل اختیار کرنے کا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جبرائیل علیہ السلام کو بدر میں گھوڑے پر سوار دیکھا انھوں نے کافر کے کندھے پر کوڑا مارا وہ الٹ کر نیچے گر پڑا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام جس گھوڑے پر سوار تھے اس کا نام حیزوم تھا۔ ایک صحابی نے آپ ؐ سے عرض کیا حضرت! میں نے ایک بندے کو دیکھا کہ وہ جس کو چابک مارتا تھا وہ نیچے گرتے ہی مرجاتا تھا اور کہتا تھا اَقْدِمْ حَیْزُوْم حیزوم آگے بڑھ، آپ ؐ نے فرمایا وہ جبرائیل علیہ السلام تھے۔ لہذا جو حضرات یہ فرماتے ہیں کہ بدر کے موقع پر فرشتوں نے باقاعدہ جنگ میں حصہ لیا تھا وہ صحیح کہتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تیرے رب نے فرشتوں کو حکم دیا کہ ایمان والوں کو ثابت قدم رکھو میں عنقریب کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دونگا پس تم کافروں کی گردنیں مارو ذٰلِکَ

بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ یہ اسلئے کہ انھوں نے مخالفت کی ہے اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی وَمَنْ یُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اور جو شخص مخالفت کرے گا اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ پس بیشک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔ بدر کے موقع پر کیسی سزا دی کہ ستر مارے گئے اور ستر گرفتار ہوئے اور باقی بھاگ گئے اور ان میں سے ایسے بھی تھے جو چھ ماہ تک گھر سے باہر نہیں نکلے شرم کے مارے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ پس چکھو تم مزا اس ذلت کا جو اللہ تعالیٰ نے کمزوروں کے ہاتھوں دکھائی ہے اور اس پر بس نہیں ہے یاد رکھو! وَاَنَّ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابَ النَّارِ اور بیشک کافروں کیلئے دوزخ کا عذاب ہے۔ اللہ بچائے اور محفوظ رکھے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ۝ وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۪ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ ۝ اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَّلَوْ كَثُرَتْ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جس وقت تم مقابلہ کرو ان لوگوں سے جو کافر ہیں زَحْفًا میدان جنگ میں فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ پس نہ پھیرو تم ان کی طرف پشتیں وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اور جس نے پھیری اس دن اپنی پشت اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ مگر یہ کہ وہ پینترہ بدلتا ہے لڑائی کیلئے اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ یا ملنے والا ہے کسی جماعت کیساتھ فَقَدْ

بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰہِ پس تحقیق وہ لوٹا ہے اللہ تعالیٰ کا غضب لیکر وَمَاْوٰہُ جَھَنَّمُ اور ٹھکانہ اس کا دوزخ ہے وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ اور وہ برا ٹھکانہ ہے فَلَمْ تَقْتُلُوْھُمْ پس تم نے ان کو قتل نہیں کیا وَلٰکِنَّ اللّٰہَ قَتَلَھُمْ اور لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو قتل کیا وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ اور نہیں پھینکی آپ نے ریت جس وقت آپ نے ریت پھینکی وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی اور لیکن اللہ تعالیٰ نے پھینکی وَلِیُبْلِیَ الْمُؤْمِنِیْنَ مِنْہُ اور تا کہ انعام دے مومنوں کو اپنی طرف سے بَلَآءً حَسَنًا اچھا انعام اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ بیشک اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے ذٰلِکُمْ یہ بات تو ہو چکی وَاَنَّ اللّٰہَ مُوْھِنُ کَیْدِ الْکٰفِرِیْنَ اور بیشک اللہ تعالیٰ کمزور کرنے والا ہے کافروں کی تدبیر کو اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا اگر تم فیصلہ چاہتے ہو فَقَدْ جَآءَکُمُ الْفَتْحُ پس تحقیق تمہارے پاس فتح آچکی ہے وَاِنْ تَنْتَھُوْا اور اگر تم باز آجاؤ فَھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ تو وہ تمہارے لئے بہت بہتر ہے وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ اگر تم پلٹ کر آوَ گے تو ہم بھی پلٹ کر آئیں گے وَلَنْ تُغْنِیَ عَنْکُمْ فِئَتُکُمْ شَیْئًا اور ہرگز نہ کام دے گا تم کو تمہارا گروہ کچھ بھی وَّلَوْ کَثُرَتْ اور اگر چہ وہ زیادہ ہی کیوں نہ ہوں وَاَنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ اور بیشک اللہ تعالیٰ مومنوں کیساتھ ہے۔

جہاد میں کامیابی کے ذرائع :

عالم اسباب میں جو چیزیں جہاد کی کامیابی کا ذریعہ ہیں اللہ تعالیٰ نے وہ تمام چیزیں قرآن پاک میں بیان فرمائی ہیں۔ مثلاً یہ کہ کامیابی کیلیے مجاہدین کا متحد ہونا ضروری

ہے اختلاف کا بہت برا نتیجہ نکلتا ہے۔ چوتھے پارے میں ہے وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا "اور مظبوطی سے پکڑلو اللہ تعالیٰ کی رسی کو سارے کے سارے۔" اور دوسری چیز اسلحہ کی تیاری ہے اس کا ذکر ان آیات میں ہے وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ [پارہ:۱۰] "اور تیار کرو تم دشمن کے مقابلے میں ہتھیار جتنی تمہارے پاس طاقت ہے۔" تیسری چیز میدان میں ڈٹ کر لڑنا ہے پشت نہیں پھیرنی اس کا ذکر آج کی آیات میں ہے۔ مسلمانوں نے جس قدر جہاد کیا ہے اور لڑائیاں لڑی ہیں الحمد للہ نہایت بہادری کے ساتھ لڑی ہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کافروں کی تعداد تم سے دُگنی ہے کہ مسلمان ایک ہزار ہیں اور کافر دو ہزار ہیں تو پشت پھیرنا کبیرہ گناہ ہے اور اگر دو گناہ سے کافر زیادہ ہوں تو پشت پھیرنا گناہ تو نہیں ہے لیکن اگر ہمت کر کے لڑتے رہیں تو بہادری اور عزیمت ہے۔ موتہ کے مقام پر تین ہزار مسلمانوں نے ایک لاکھ کافروں سے مقابلہ کیا اور قادسیہ کے مقام پر صرف ساٹھ مسلمانوں نے ساٹھ ہزار کا مقابلہ کیا، حدیقۃ الموت کے مقام پر حضرت ابو دجانہ ﷺ نے تنہا چالیس ہزار کا مقابلہ کیا۔ ایمان بڑی قوت ہے اگر مومن صحیح معنیٰ میں مومن ہو۔ افغانستان میں جہاد کیلئے ہمارے ساتھی یہاں سے لاٹھیاں لیکر جاتے تھے افغان جہاد لاٹھیوں سے شروع ہوا ہے چنے اور گڑ ساتھ لیا اور ڈنڈا پکڑا اور افغانستان جہاد کیلئے چل پڑے۔ شروع شروع میں ان کے پاس بندوقیں بھی نہیں تھیں لیکن آج دنیا ان کا سکہ مانتی ہے اور دنیائے کفر ان سے خوف زدہ ہے چین اور امریکہ پریشان ہیں کہ یہ طالبان ہم پر نہ چھا جائیں۔ ایمان بڑی قوت ہے۔ اور جہاد کیلئے ضروری ہے صفوں میں اتحاد، اسلحہ کی تیاری ۔ ۔تت کے مطابق اور میدان میں ڈٹ کر لڑنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا جس

وقت تم مقابلہ کرو ان لوگوں سے جو کافر ہیں میدان جنگ میں فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ پس نہ پھیرو تم ان کی طرف پشتیں وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗ اور جس نے پھیری اس دن اپنی پشت۔اس کا حکم آگے آرہا ہے کہ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ پس تحقیق وہ لوٹا اللہ تعالیٰ کا غضب لیکر وَمَاْوٰهُ جَهَنَّمُ اور ٹھکانہ اس کا دوزخ ہے وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔میدانِ جنگ سے پشت پھیرنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے لیکن اگر سچے دل سے توبہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ معاف فرمادے گا اسی طرح طاقت کے ہوتے ہوئے حق بیان نہ کرنا کبیرہ گناہ ہے جیسے شراب پینا کبیرہ گناہ ہے لیکن اگر سچے دل سے توبہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا۔تو میدانِ جنگ سے پشت پھیرنا کبیرہ گناہ ہے مگر دو صورتیں مستثنیٰ ہیں اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ مگر یہ کہ وہ پینترہ بدلتا ہے لڑائی کیلئے۔داؤ لگاتے ہوئے کہ کوئی سکیم ذہن میں آئی ہے پیچھے ہٹتا ہے تو جائز ہے۔مثلاً کافروں کا مورچہ بڑا مضبوط ہے اور وہ جب تک اس مورچے میں ہیں کامیابی مشکل ہے تو مجاہدین آپس میں مشورہ کرتے ہیں کہ اس طرح کریں کہ ہم اپنے مورچے سے نکل کر دوڑ لگا دیں تاکہ وہ یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ مقابلے سے عاجز آکر دوڑ رہے ہیں اپنے مورچے سے نکل کر ہمارے پیچھے دوڑیں اور جونہی وہ مورچے سے باہر نکلیں تو مڑ کر ان پر حملہ کر دو۔اب دیکھو! جب مجاہدین اپنے مورچے سے نکل کر دوڑیں تو کافروں کی طرف پشت ہوگی مگر یہ پشت کرنا میدانِ جنگ سے بھاگنے کیلئے نہیں ہے بلکہ لڑائی کیلئے ایک داؤ اور تدبیر ہے لہذا یہ جائز ہے اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ یا ملنے والا ہے کسی جماعت کیساتھ۔اس کو اس طرح سمجھو کہ کسی محاذ پر مجاہدین کی حالت کمزور ہو اور فوجی نقطہ نگاہ سے وہاں نقصان کا زیادہ خطرہ ہو اور دوسرے ساتھی دوسرے محاذ پر ہیں تو کمزور محاذ کو چھوڑ کر دوسرے ساتھیوں کے ساتھ جا ملیں تو یہ بھی

جائز ہے اگرچہ بظاہر انھوں نے پشت پھیری ہے لیکن بھاگنے کیلئے نہیں، پشت اس لئے پھیری ہے کہ یہاں نقصان زیادہ تھا اور دوسرے مورچے میں جا کر ساتھیوں کی مدد کی ہے۔ ان دو صورتوں کے علاوہ پشت پھیرنا کبیرہ گناہ ہے اور اس کیلئے وعید ہے جو ایسا کرے گا اللہ تعالیٰ کا غضب لیکر لوٹا اور ٹھکانہ اس کا جہنم ہے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔

ٹینکوں کی جنگِ عظیم اور کیپٹن زبیری :

ٹینکوں کی سب سے بڑی جنگ ہٹلر کے زمانے میں عالمین کے مقام پر ہوئی تھی اور اس کے بعد ۱۹۶۵ء میں چونڈہ کے مقام پر ہوئی تھی۔ چونڈہ کے محاذ پر کیپٹن ایس۔ایس زبیری تھا۔اس کے پاس سو جوان اور تین چھوٹے ٹینک تھے اور مقابلے میں ٹینکوں کی قطاریں تھیں کیپٹن ایس۔ایس زبیری نے مرکز سے رابطہ کیا اور صورتِ حال سے آگاہ کیا اور پوچھا کہ میرے لئے کیا حکم ہے۔ مرکز نے کہا کہ جوانوں کو نہ مروا واپس آجا۔اس نے کہا کہ بحیثیت مسلمان ہونے کے میرا دل اس کو گوارا نہیں کرتا کہ میں پشت پھیروں اور یہ آیت پڑھی کَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِاِذْنِ اللّٰهِ [پ: ۲] "بہت دفعہ ایسا ہوا ہے کہ چھوٹی جماعتیں بڑی جماعتوں پر غالب آئیں ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔" مرکز نے حملہ کرنے کی اجازت دیدی۔ چوبیس گھنٹے لڑائی ہوئی سو جوانون نے تین ہزار کا مقابلہ کیا ہزاروں ٹینک اڑائے خود بھی شہید ہو گئے لیکن فتح پائی۔ توپوں کی گرج سے یہاں ہماری کھڑکیاں ہلتی تھیں۔ ایمان کی بڑی طاقت ہے۔ بدر کے مقام پر جب مسلمان اور کافر آمنے سامنے ہوئے آنحضرت ﷺ نے ایک مٹھی ریت کی بھر کر شَاهَتِ الْوُجُوه اَیْ قَبُحَتِ الْوُجُوه اے اللہ کافروں کے چہروں کو برباد کردے یہ کہہ کر کافروں کی طرف پھینکی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے سب کافروں کی آنکھوں

میں ریت پہنچادی چاہے وہ آگے تھے یا پیچھے، دائیں تھے یا بائیں تھے وہ آنکھیں ملتے رہے اور مسلمانوں نے حملہ کر دیا۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں ...... فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ پس تم نے ان کو قتل نہیں کیا اور لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو قتل کیا ہے کہ آٹھ تلواریں ایک ہزار پر غالب آئیں تین سو تیرہ ایک ہزار پر غالب آئے تصور میں بھی نہیں آسکتا وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى اور نہیں پھینکی آپ نے ریت جب آپ نے ریت پھینکی اور لیکن اللہ تعالیٰ نے پھینکی۔ آپ کا اتنا کام تھا کہ ریت کی مٹھی کافروں کی طرف پھینکیں باقی سب کی آنکھوں میں پہنچانا کہ دور ہوں یا نزدیک، آگے ہوں یا پیچھے وہ رب تعالیٰ کا کام ہے کیونکہ ظاہر بات ہے ایک مٹھی ریت کی کہاں تک جاسکتی ہے یہ اللہ تعالیٰ کا کام تھا کہ اس نے سب کی آنکھوں تک پہنچائی وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا اور تاکہ انعام دے اللہ تعالیٰ مومنوں کو اچھا انعام، اچھی آزمائش، اچھا احسان اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ بیشک اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔ ذٰلِكُمْ یہ جو کچھ ہم نے کیا یہ اسی طرح ہوا۔ یہ بات تو ہو چکی وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ اور بیشک اللہ تعالیٰ کمزور کرنے والا ہے کافروں کی تدبیر کو۔ کافروں کی تدبیر کتنی ہی مضبوط کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ اس کو کمزور کر دیتا ہے۔

غزوہ بدر سے پہلے کافروں کی قیادت ابوجہل کے پاس تھی وہ ان کا قائد تھا مکہ مکرمہ سے نکلنے سے پہلے رات کو اس نے دعا کی اَللّٰهُمَّ اَهِنْ مَنْ قَطَعَ الرَّحْمَ اے اللہ جو قطع رحمی کرتا ہے اس کو ختم کر دے س، اس کو ہلاک کر دے۔ وہ اپنے زعم میں یہ سمجھتے تھے کہ کلمہ پڑھنے والے قطع رحمی کرتے ہیں اور بیوقوف یہ نہ سمجھے کہ ہم جو کلمے کی مخالفت کرنے والے ہیں ہم قطع رحمی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول فرمائی اور وہ ہلاک ہوا۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَ کُمُ الْفَتْحُ اے کافرو! اگر تم فیصلہ چاہتے ہو فتح کی دعا کرتے ہو پس تمہارے پاس فتح آچکی ہے۔ یہ طنز اور استہزاء ہے وَاِنْ تَنْتَهُوْا اور اگر تم مسلمانوں کے مقابلے سے باز آجاؤ گے فَهُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ تو وہ تمہارے لئے بہت بہتر ہے وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ اگر تم پلٹ کر آؤ گے مسلمانوں کے ساتھ لڑنے کیلئے تو ہم بھی پلٹ کر آئیں گے ان کی مدد کیلئے کہ فرشتے بھیجیں گے اور یاد رکھو وَلَنْ تُغْنِیَ عَنْکُمْ فِئَتُکُمْ شَیْئًا اور ہرگز نہ کام دے گا تم کو تمہارا گروہ کچھ بھی وَّلَوْ کَثُرَتْ اور اگرچہ وہ زیادہ ہی کیوں نہ ہوں۔ جس کثرت پر تمہیں گھمنڈ ہے یہ تمہارے کچھ بھی کام نہ آئے گی اسلئے کہ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ اور بیشک اللہ تعالیٰ مومنوں کیساتھ ہے اور اس کی مدد اور نصرت مومنوں کے شامل حال ہوگی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ؕ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝ وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ اور نہ اعراض کرو اس سے وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ حالانکہ تم سنتے ہو وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا نہ ہو جاؤ تم ان لوگوں کی طرح جو کہتے ہیں سَمِعْنَا ہم نے سن لیا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ حالانکہ وہ نہیں سنتے اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ بیشک بدترین جانور اللہ تعالیٰ کے ہاں الصُّمُّ الْبُكْمُ بہرے ہیں گونگے ہیں الَّذِيْنَ

لَایَعۡقِلُوۡنَ وہ جو عقل سے کام نہیں لیتے وَلَوۡ عَلِمَ اللّٰہُ فِیۡہِمۡ خَیۡرًا اور اگر اللہ
تعالیٰ جانتا ان کے اندر خیر لَّاَسۡمَعَہُمۡ تو ان کو سنا دیتا وَلَوۡ اَسۡمَعَہُمۡ اور اگر اب
ان کو سنائے گا لَتَوَلَّوۡا تو البتہ وہ روگردانی کریں گے وَّہُمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ اور وہ
اعراض کرنے والے ہیں یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا اے لوگو جو ایمان لائے
ہو اسۡتَجِیۡبُوۡا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوۡلِ حکم مانو! اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کا اِذَا دَعَاکُمۡ جس
وقت وہ تمہیں بلائیں لِمَا یُحۡیِیۡکُمۡ اس چیز کی طرف جو تم کو زندگی دے
وَاعۡلَمُوۡۤا اور جان لو اَنَّ اللّٰہَ یَحُوۡلُ بَیۡنَ الۡمَرۡءِ وَقَلۡبِہٖ بیشک اللہ تعالیٰ رکاوٹ
ڈال دیتا ہے آدمی اور اس کے دل کے درمیان وَاَنَّہٗۤ اِلَیۡہِ تُحۡشَرُوۡنَ اور بیشک تم
اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے وَاتَّقُوۡا فِتۡنَۃً اور بچو تم اس فتنے سے لَّا تُصِیۡبَنَّ
الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا مِنۡکُمۡ خَآصَّۃً نہ پہنچے گا ان لوگوں کو تم میں سے جو ظالم ہیں خاص
طور پر وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ شَدِیۡدُ الۡعِقَابِ بیشک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا
ہے۔

ماقبل سے ربط :

اس سے پہلے رکوع میں غزوۂ بدر کا ذکر تھا اور یہ غزوہ کفر اور اسلام کے درمیان پہلا
مقابلہ تھا۔ مسلمان جب مدینہ طیبہ سے بدر کی طرف روانہ ہوئے تو یہود و نصاریٰ اور
منافقین ان کا مذاق اڑاتے تھے اور آوازیں کستے اور ایک، دوسرے کی طرف اشارہ کر کے
کہتا کہ یہ کہاں جا رہے ہیں؟ دوسرا کہتا ہے دشمنوں کا سر اتارنے کیلئے جا رہے ہیں یہ ان کو
قید ... ئیں گے عجیب طرح سے تمسخر کرتے اور کہتے غَرَّ ہٰۤؤُلَآءِ دِیۡنُہُمۡ ان کو ان

کے دین نے دھوکے میں ڈالا ہوا ہے۔مگر جب اللہ تعالیٰ نے کامیابی عطا فرمائی تو ان کے ہوش وحواس اُڑ گئے۔کامیابی کا بنیادی راز اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت اور فرمانبرداری تھی کہ اس کے صلے میں اللہ تعالیٰ نے ان کو کامیابی عطا فرمائی اور آئندہ بھی کامیابی اطاعت اور فرمانبرداری سے ہی ہوگی۔لہذا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی کہ رب تعالیٰ جو فرمائیں وہ کرو اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو تمہاری کامیابی اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ربط، تعلق اور فرمانبرداری ہو اور آنحضرت ﷺ کی فرمانبرداری ہو مَنْ اَطَاعَ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ جس نے اللہ تعالیٰ کے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی وَلَا تَوَلَّوْا عَنْہُ اور نہ اعراض کرو اس سے وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ حالانکہ تم سنتے ہو۔تمہیں اچھی طرح علم ہے کہ نجات اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت میں ہے وَلَا تَکُوْنُوْا اور نہ ہو جاؤ کَالَّذِیْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا ان لوگوں کی طرح جنہوں نے کہا ہم نے سن لیا وَھُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ حالانکہ وہ حقیقت میں نہیں سنتے۔ان ظاہری کانوں سے سنا تو کیا سنا کہ دل کے کانوں سے نہ سنا کہ قبول نہ کیا تو ظاہری کانوں سے سننے کا کیا فائدہ؟ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے متعلق فرمایا ہے صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں۔اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ سارے کافر بہرے، گونگے اندھے ہیں کوئی نہیں بولتا، کوئی نہیں سنتا، کوئی نہیں دیکھتا ہر آدمی سمجھتا ہے کہ یہ مراد نہیں ہے بلکہ صُمٌّ کا مطلب ہے کہ حق کی بات نہیں سنتے بُکْمٌ کا معنٰی ہے کہ حق کی بات ان کی زبان سے نہیں نکلتی عُمْیٌ کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں دیکھنے کے لئے تیار نہیں ہیں ویسے ان کو آسمان، زمین، پہاڑ وغیرہ سب کچھ نظر آتا ہے۔فرمایا اِنَّ

شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ "دَوَاب" "دَابَّة" کی جمع ہے زمین پر چلنے پھرنے والی چیز۔ انسان پر بھی بولا جاتا ہے کہ وہ بھی زمین پر نقل وحرکت کرتا ہے۔ معنیٰ ہوگا بیشک بدترین جانور اللہ تعالیٰ کے ہاں اَلصُّمُّ الْبُكْمُ جو بہرے ہیں حق کو نہیں سنتے، گونگے ہیں حق بات نہیں کہتے اَلَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ وہ لوگ ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے۔ بس عقل اور مت ان کی ماری ہوئی ہے۔ اس وقت یہودی اور عیسائی دنیا کی عقلمند قوم سمجھی جاتی ہے اور ان کا بھی خیال ہے کہ ہم سے زیادہ عقلمند اور کوئی نہیں ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ان سے بڑا بیوقوف بھی کوئی نہیں ہے۔ مثلاً عیسائیوں سے کہو کہ ایک دو ہوتا ہے اور دو ایک ہوتے ہیں تو کہیں گے نہیں ایسا نہیں ہوتا، اچھا ایک چار ہوتا ہے اور چار ایک ہوتا ہے، کہیں گے نہیں! یہ نہیں ہو سکتا اور اگر کہو کہ ایک تین اور تین ایک بن جاتا ہے تو کہیں گے ہاں بن جاتا ہے۔

اقانیمِ ثلاثہ :

عیسائیوں کا نظریہ ہے کہ خدائی نظام تین سے چلتا ہے۔

1)...... اللہ تعالیٰ 2)...... جبرائیل علیہ السلام 3)...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام

ان کو وہ اقانیمِ ثلاثہ کہتے ہیں۔ اقانیم جمع ہے اُقْنُوم کی اور اُقْنُوم کا معنیٰ ہے رکن، یہ تین خدائی کے ارکان ہیں۔ ان سے کہو کہ اس سے شرک لازم آتا ہے اور یہ نظریہ عقیدۂ توحید کے خلاف ہے تو کہتے ہیں کہ نہیں تین ایک ہوتے ہیں۔ بیوقوفو! عقل کی بات کرو۔ جب ایک دو نہیں ہو سکتا، ایک چار نہیں ہو سکتا، دو ایک نہیں ہو سکتے، چار ایک نہیں ہو سکتے تو تین ایک کیسے ہو سکتے ہیں؟ عقل ماری گئی ہے پھر ان سے پوچھو کہ جبرائیل علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام مخلوق ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے جب تک جبرائیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے پیدا نہیں کیا تھا، عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا نہیں کیا تھا زمین آسمان بنائے، چاند، سورج

،ستارے وغیرہ اکیلے پروردگار نے بنائے تو جبرائیل علیہ السلام درمیان میں کیسے آگئے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے نظامِ کائنات چلتا تھا یا نہیں؟ چلتا تھا سب مانتے ہیں کہ چلتا تھا تو خدائی ارکان تو پورے نہیں ہوئے تھے یہ کیسے چلتا تھا۔ اکیلا خدا چلاتا تھا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ میں کون سی کمی آگئی ہے کہ اب وہ اکیلا نہیں چلا سکتا اور ان کا محتاج ہوگیا ہے معاذ اللہ تعالیٰ۔ وران کا ایک گروہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی جگہ تیسرا رکن حضرت مریم علیہا السلام کو مانتا ہے۔ تو یہ تین ان کے نزدیک ایک ہیں اور ایک تین ہے اور توحید میں کوئی فرق نہیں آیا یہ کون سی منطق ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ جب لوگوں کی عقل ماری جائے تو پھر ایسا ہی ہوتا ہے۔ اوران کا ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ آپس میں گڈ مڈ ہیں۔ ظاہری طور پر عیسیٰ علیہ السلام اور اندر اللہ تعالیٰ ہے۔ ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ بقول تمہارے جب عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر لٹکایا گیا تو ان کے اندر اللہ تعالیٰ تھا اس کو بھی سولی پر لٹکا دیا گیا اگر ایسا ہوا تو پھر ان کیساتھ اللہ تعالیٰ بھی ختم ہو گیا معاذ اللہ تعالیٰ۔ اور اگر اللہ تعالیٰ اس وقت اندر سے نکل گیا تو پھر گڈ مڈ تو نہ ہوئے لیکن لَا یَعْقِلُوْنَ وہ عقل سے کام نہیں لیتے وَلَوْ عَلِمَ اللّٰہُ فِیْہِمْ خَیْرًا اور اگر اللہ تعالیٰ جانتا ان کے اندر خیر۔ اگر اللہ تعالیٰ کے علم میں ہوتا کہ ان کے دلوں میں خیر ہے لَّاَسْمَعَھُمْ تو ان کو سنا دیتا۔ ایسا سناتا کہ اس کے بعد وہ قبول کر لیتے لیکن ان کے دلوں میں خیر ہی نہیں ہے کہ انھوں نے خیر اور نیکی کا ارادہ ہی نہیں کیا کہ ایمان قبول کر لیں وَلَوْ اَسْمَعَھُمْ اور اگر اب ان کو سنائے گا لَتَوَلَّوْا البتہ وہ روگردانی کریں گے حق کی بات سے وَّھُمْ مُّعْرِضُوْنَ اور وہ اعراض کرنے والے ہیں حق کو قبول کرنے سے۔ جب ان کے دلوں میں صفائی نہیں تو رب تعالیٰ جبراً تو کسی کو ہدایت نہیں دیتا ایمان کیلئے تو صاف دل چاہیے

اور اس دولت کیلئے محنت چاہئے کہ ایمان بہت بڑی دولت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اِسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ حکم مانو! اللہ تعالیٰ کا وَلِلرَّسُوْلِ اور رسول ﷺ کا اِذَا دَعَاكُمْ جس وقت وہ تمہیں بلائے لِمَا یُحْیِیْكُمْ اس چیز کی طرف جو تمہیں زندگی دے۔ وہ دین اسلام شریعت ہے جو حیات بخشتا ہے اس کے ذریعے تم دنیا میں کامیابی حاصل کروگے اور آخرت کی ہمیشہ کی زندگی پاؤ گے اس چیز کی تمہیں دعوت دیتے ہیں جو تمہاری حقیقی زندگی کا باعث ہے وَاعْلَمُوْٓا اور جان لو اَنَّ اللّٰهَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَ قَلْبِهٖ بیشک اللہ تعالیٰ رکاوٹ ڈال دیتا ہے آدمی اور اس کے دل کے درمیان۔ اللہ تعالیٰ رکاوٹ کس طرح ڈالتا ہے؟ اچھی طرح سمجھ لیں اور یہ تفسیر تقریباً تمام تفسیروں میں منقول ہے کہ آدمی سچے دل سے ایمان قبول کرے اور نیک اعمال سر انجام دے تو اللہ تعالیٰ ایمان اور نیک اعمال کی برکت سے کفر اور معصیت کے درمیان رکاوٹ پیدا فرمادیتے ہیں کہ آدمی کفر کی طرف اور گناہ کی طرف مائل نہیں ہوگا اور اگر کوئی بدبخت کفر پر اور گناہ پر ڈٹ گیا کہ ان کو چھوڑنے کیلئے تیار نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ کفر اور ایمان کے درمیان رکاوٹ پیدا فرمادیتے ہیں، معصیت اور نیکی کے درمیان رکاوٹ پیدا فرما دیتے ہیں کہ وہ کفر اور گناہوں کی نحوست کے وجہ سے ایمان اور نیکی کے قریب نہیں آئے گا نیک اعمال اور ایمان کی توفیق نہیں ہوگی۔

حضرت نانوتویؒ سے کسی نے سوال کیا کہ حضرت یہ فرمائیں کہ ہم جو نمازیں پڑھتے ہیں روزے رکھتے ہیں ان کے قبول ہونے کی کوئی علامت ہے کہ ہمیں معلوم ہو جائے کہ ہماری نماز اور روزہ قبول ہوگئے ہیں حضرت نے فرمایا ایک نماز پڑھنے کے بعد اخلاص کیساتھ دوسری نماز کے پڑھنے کی توفیق ہوگئی تو سمجھو کہ پہلی قبول ہوگئی، ایک روزہ

رکھنے کے بعد دوسرا روزہ رکھنے کی توفیق ہوگئی تو سمجھ لو کہ پہلا روزہ قبول ہوگیا ہے۔ وَاَنَّهٗ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ اور بیشک تم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

وبالِ فتنہ :

آگے حق تعالیٰ فرماتے ہیں وَاتَّقُوْا فِتْنَةً اور بچو تم اس فتنے سے کہ اس فتنے کا وبال لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً نہ پہنچے گا ان لوگوں کو جو تم میں سے ظالم ہیں خاص طور پر بلکہ وہ دوسروں کو بھی پہنچے گا۔ کرنے والوں پر اس وجہ سے کہ انھوں نے گناہ کیا ہے اور دوسروں پر اس وجہ سے کہ انھوں نے گناہ سے روکا نہیں ہے۔ بخاری شریف کی روایت ہے آنحضرت ﷺ نے مثال کے ذریعے اس بات کو سمجھایا جس کا مفہوم یہ ہے کہ مثلاً ایک جہاز ہے جس کی تین منزلیں ہیں نیچے والی منزل والوں کو پانی کی ضرورت پیش آئی انھوں نے اوپر والی منزل والوں سے پانی مانگا انہوں نے انکار کیا اور اوپر جا کر ڈول کے ذریعے بھی پانی نہ لینے دیا تو نچلے طبقے والوں نے کہا کہ پھر ہم سوراخ کر کے پانی حاصل کریں گے کیونکہ ہماری ضرورت ہے لیکن انھوں نے نہ مانا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر وہ نچلے طبقے والے سوراخ کر کے سمندر کا پانی اندر آنے دیں اور دوسرے ان کو نہ روکیں تو صرف وہ طبقہ تباہ ہوگا یا سارا جہاز؟ عرض کیا گیا سارا جہاز تباہ ہو گا۔

فرمایا اسی طرح سمجھو کہ دین کی کشتی میں ایک شخص گناہ کے ذریعے سوراخ کرتا ہے اور دوسرے اس کو نہیں روکتے تو سارے غرق ہوں گے صرف گناہ کرنے والا ہی غرق نہیں ہوگا اس کے گناہ کا وبال سب پر پڑے گا۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جو بدی کو دیکھے اس کو ہاتھ سے روکے اگر ہاتھ سے روکنے کی طاقت ہے اگر ہاتھ سے

روکنے کی طاقت نہیں ہے تو زبان سے روکے اور اگر زبان سے روکنے کی طاقت نہیں ہے تو دل سے برا سمجھے۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔ دنیا میں بھی دیتا ہے اور آخرت میں بھی دے گا۔

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِى الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

وَاذْكُرُوْٓا اور یاد کرو اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ جس وقت تم تھوڑے تھے مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِى الْاَرْضِ کمزور سمجھے جاتے تھے زمین میں تَخَافُوْنَ تم ڈرتے تھے اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ اس بات سے کہ تمہیں اچک لیں گے لوگ فَاٰوٰكُمْ پس اللہ تعالیٰ نے تم کو ٹھکانہ دیا وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ اور تمہاری تائید کی اپنی مدد کے ساتھ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ اور تمہیں رزق دیا پاکیزہ چیزوں کا لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ تاکہ تم شکریہ ادا کرو يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے لوگو جو ایمان لائے ہو لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ نہ خیانت کرو اللہ سے اور رسول سے وَتَخُوْنُوْٓا

اَمٰنٰتِکُمْ اور نہ خیانت کرو اپنی امانتوں سے وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ حالانکہ تم جانتے ہو وَاعْلَمُوْٓا اور تم جان لو اَنَّمَآ اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ پختہ بات ہے تمہارے مال اور تمہاری اولاد آزمائش ہیں وَاَنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗٓ اَجْرٌ عَظِیْمٌ اور بیشک اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا اجر ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اِنْ تَتَّقُوا اللّٰہَ اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے یَجْعَلْ لَّکُمْ فُرْقَانًا بنادے گا تمہارے لئے فیصلہ کن بات وَّیُکَفِّرْ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ اور مٹادے گا تمہاری خطاؤں کو وَیَغْفِرْ لَکُمْ اور بخش دے گا تمہارے گناہ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

انسان پر مختلف حالتیں آتی رہتی ہیں۔ کبھی غمی کی حالت ہوتی ہے کبھی خوشی کی، کبھی بیماری اور کبھی تندرستی کی، کبھی مالی فراخی اور کبھی تنگدستی کی حالت ہوتی ہے۔ صحیح معنیٰ میں انسان وہ ہے کہ وہ کسی حالت کو نہ بھولے فراخی آئی ہے تو تنگدستی کا زمانہ نہ بھولے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ جس نے تنگدستی کے بعد فراخی عطا فرمائی ہے۔ بیماری کے بعد تندرستی آئی ہے تو بیماری کے زمانے کو نہ بھولے اور یاد کرے کہ ایک وقت تھا کہ میں چل پھر نہیں سکتا تھا اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے صحت عطا فرمائی ہے اب میں چل پھر سکتا ہوں۔ تو صحیح معنیٰ میں انسان وہ ہے جو ہر حال میں خدا کا شکر ادا کرے۔ دہلی کا آخری بادشاہ بہادر شاہ ظفر مرحوم کہتا ہے......

ظفر اسکو آدمی نہ جانیے گا گو ہو وہ کیسا ہی فہم وذکا
جسے عیش میں یاد خدا نہ رہی جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا

جو آدمی عیش میں خدا کو بھول جائے اور طیش میں آپے سے باہر ہو جائے وہ انسان نہیں حیوان ہے بلکہ حیوان سے بھی بدتر ہے۔

صحابہ کرامؓ کی مکی زندگی :

صحابہ کرامؓ کی جو مکی زندگی تھی نبوت کے پہلے تیرہ سال، وہ بڑی آزمائش والی زندگی تھی اللہ تعالیٰ وہ زندگی یاد کراتے ہیں۔فرمایا...... وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ اور یاد کرو تم جس وقت تم تھوڑے تھے مکہ مکرمہ میں مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ کمزور سمجھے جاتے تھے زمین میں تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ تم ڈرتے تھے اس بات سے کہ تمہیں اچک لیں گے لوگ۔ ہر وقت خدشہ ہوتا تھا کہ کافر لوگ ہمیں قتل کر دیں گے اور کئی صحابی شہید بھی کیے گئے۔مردوں میں حضرت حارث ابن ابی ہالہ یہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بیٹے تھے پہلے خاوند سے۔ایک موقع پر کافروں نے آنحضرت ﷺ کو گھیرا ہوا تھا شہید کرنے کیلئے،ان میں جوان خون تھا میدان میں نکل آئے، کہنے لگے کون ہوتا ہے ہمارے ابا جان سے ٹکر لینے والا؟ کافروں نے آنحضرت ﷺ کو تو چھوڑ دیا اور ان کو اسی مقام پر شہید کر دیا اور عورتوں میں حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت یاسرؓ کی بیوی اور حضرت عمارؓ کی والدہ، ابوجہل نے نازک مقام پر برچھی مار کر ان کو شہید کر دیا اور دوسرے صحابہ کے ساتھ بڑی بڑی زیادتیاں ہوئیں ہیں۔رب تعالیٰ وہ حالت یاد کراتے ہوئے فرماتے ہیں فَاٰوٰىكُمْ پس اللہ تعالیٰ نے تم کو ٹھکانہ دیا مدینہ منورہ میں کہ اب تمہاری پوزیشن مستحکم ہوگئی ہے وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ اور تمہاری تائید کی اپنی مدد کیساتھ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ اور رزق دیا تمہیں پاکیزہ چیزوں سے۔مکہ مکرمہ میں روحانی برکات تو بہت ہیں بیت اللہ کی وجہ سے اور آنحضرت ﷺ کے مَوْلِدْ (جائے پیدائش) ہونے کیوجہ سے، لیکن

ظاہراً تو پہاڑ ہی پہاڑ ہیں اور مدینہ طیبہ کا علاقہ زرخیز ہے۔ چشمے ہیں، کنویں ہیں، باغات ہیں، کھیت ہیں۔ لوگ بڑے آسودہ تھے۔ فرمایا لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ تاکہ تم شکریہ ادا کرو رب تعالیٰ کا کہ ہم پہلے کیسی حالت میں تھے اور رب تعالیٰ نے ہم پر کتنا کرم فرمایا ہے۔

آیت کا شانِ نزول اور غزوہ خندق :

۵ھ میں غزوۂ خندق پیش آیا حملہ آور کافروں کی تعداد تقریباً چوبیس ہزار تھی اور مسلمانوں کی تعداد تین ہزار تھی کافی دنوں تک محاصرہ رہا لیکن کافروں کی دال نہ گلی اللہ تعالیٰ نے ان پر ایسی تند و تیز ہوا مسلط فرمائی کہ ان کو زیر و زبر کر کے رکھ دیا یہ اللہ تعالیٰ کی نصرت تھی۔ غزوۂ خندق میں یہود بنو قریظہ کا بھی بڑا دخل تھا یہ مدینہ طیبہ میں بڑا طاقتور گروہ تھا مدینہ منورہ شہر اور اس کے اطراف میں ان کے بڑے مظبوط قلعے تھے۔ جب مشرکین ہزمیت اٹھا کر بھاگے تو یہ کہنے لگے کہ اب ہم مسلمانوں کیساتھ لڑیں گے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ غزوۂ خندق سے فارغ ہوئے تو اپنا ہتھیار، زرہ اور خود اتارا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آ کر کہا حضرت آپ نے ہتھیار اتار دیئے ہیں ہم نے تو ابھی نہیں اتارے آپ نے فرمایا کہ ابھی لڑائی باقی ہے؟ فرمایا...... ہاں! بنو قریظہ کا فیصلہ کرنا ہے۔ آپ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ چلو بنو قریظہ کا محاصرہ کرو چنانچہ ان کیساتھ مقابلے کیلئے نکلے اکیس دن تک محاصرہ رہا جب اللہ تعالیٰ کی نصرت مسلمانوں کے شاملِ حال ہوئی یہودیوں کی ہمت پست ہوئی انھوں نے صلح کا پیغام بھیجا آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے متعلق جو فیصلہ معاذ بن سعدؓ کریگا وہ تمہیں قبول کرنا پڑے گا۔ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کا یہود کیساتھ تجارتی لین دین تھا اور انہیں کے محلّہ میں رہتے تھے وہ ان پر اعتماد کرتے تھے۔

یہودیوں نے مشورہ کیلئے ان کو بلایا کہ ہمیں بتاؤ کہ سعد بن معاذ کا فیصلہ قبول کر لینا چاہئے یا نہیں؟ تو انھوں نے زبان سے تو کچھ نہ کہا ہاتھ سے گردن کی طرف اشارہ کیا کہ تمہارے متعلق یہ فیصلہ ہوگا کہ تمہیں قتل کیا جائے گا اور یہ توریت کا فیصلہ تھا اور آج بھی توریت میں موجود ہے کہ کوئی قوم تمہارے ساتھ لڑے اور تمہیں ان پر فتح حاصل ہو جائے تو نوجوانوں کو قتل کر دو اور عورتوں اور بوڑھوں کو قید کر لو۔ حضرت ابولبابہ ؓ یہ اشارہ کرنے کے بعد پریشان ہو گئے کہ میں نے خیانت کی ہے قبل از وقت ان کو بتلا دیا کہ تمہارے متعلق کیا فیصلہ ہونا ہے۔ وہاں سے گھر آئے اور بیوی سے کہا مجھے اس ستون سے باندھ دو۔ مسجد نبوی میں آج بھی وہ ستون موجود ہے اور '' اُسْطُوَانَہ تو بہ '' کے نام سے مشہور ہے۔ بیوی نماز کے وقت کھول دیا کرتی اور پھر باندھ دیا کرتی۔ حضرت ابولبابہ ؓ نے کہا تھا کہ جب تک اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول نہیں فرمائیں گے میں نہ کھاؤں گا نہ پیوؤں گا۔

روایات میں چھ دن کا ذکر بھی آتا ہے اور سات دن کا بھی، انھوں نے یہ بھی کہا تھا کہ جب تک آنحضرت ﷺ اپنے ہاتھ سے نہیں کھولیں گے اس وقت تک میں یہیں رہوں گا کہ مجھ سے بڑی غلطی ہوئی ہے اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے لوگو! جو ایمان لائے ہو لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ نہ خیانت کرو اللہ سے اور رسول ﷺ سے وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ یہ جملہ بھی لا کے تحت داخل ہے۔ اور نہ خیانت کرو اپنی امانتوں سے۔ تم امین اور آپ ﷺ کے نمائندہ تھے تم نے خیانت کی ہے وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ حالانکہ تم جانتے ہو کہ خیانت بہت بری چیز ہے پھر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کیساتھ وَاعْلَمُوْٓا اور جان لو اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ پختہ بات ہے تمہارے مال اور تمہاری اولاد آزمائش ہیں۔ بیشک تمہارا گھر ان کے محلے میں ہے تمہارے اہل و

عیال وہاں ہیں مگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کیساتھ خیانت بہت بڑا جرم ہے۔ سات دن کے بعد ان کی توبہ قبول ہوئی اور آنحضرت ﷺ نے ان کو اپنے ہاتھ مبارک سے کھولا جس ستون کیساتھ انھوں نے اپنے آپ کو باندھا تھا وہ تو لکڑی کا تھا آج اس کی جگہ سنگِ مرمر کا بنا ہوا ستون ہے وَاَنَّ اللّٰهَ عِنۡدَهٗۤ اَجۡرٌ عَظِيۡمٌ اور بیشک اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا اجر ہے۔ بدر کے موقع پر تقویٰ، پرہیز گاری اعلیٰ درجے کی تھی، اطاعت اور فرمانبرداری تھی انتہائی بہادری کا جذبہ تھا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی اب آئندہ کیلئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اِنۡ تَتَّقُوا اللّٰهَ اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے اس کی نافرمانی اور عذاب سے ڈراتے رہے يَجۡعَلۡ لَّكُمۡ فُرۡقَانًا بنادے گا اللہ تعالیٰ تمہارے لئے فیصلہ کن بات کہ فیصلہ تمہارے حق میں کرے گا جیسے بدر میں فیصلہ تمہارے حق میں کیا وَّيُكَفِّرۡ عَنۡكُمۡ سَيِّاٰتِكُمۡ اور مٹادے گا تمہاری خطائیں یعنی صغیرہ گناہ وَيَغۡفِرۡ لَـكُمۡ اور بخش دے گا تمہارے گناہ جو کبیرہ ہیں مگر وہ نہیں جو حقوق العباد ہیں اور وہ گناہ جن کی قضا ضروری ہے کہ یہ توبہ سے معاف نہیں ہوتے مثلاً نماز روزے کا چھوڑنا گناہ کبیرہ ہے، توبہ سے معاف نہیں ہونگے جب تک ان کی قضا نہیں لوٹائی جائے گی۔ زکوٰۃ ادا نہ کرنا گناہ کبیرہ ہے توبہ سے معاف نہیں ہوگی جب تک ادا نہیں کی جائے گی۔ ہاں! شراب پی لی، میدانِ جنگ سے پیٹھ پھیری وغیرہ جو گناہ ہیں توبہ سے اللہ تعالیٰ معاف کردے گا وَاللّٰهُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِيۡمِ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے، بڑی مہربانی کرنے والا ہے۔ سب رحمتیں اور مہربانیاں اسی کے پاس ہیں۔

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ؕ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ○ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ○ وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ○ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ○

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ اور جس وقت خفیہ تدبیر کی آپ کے متعلق اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ان لوگوں نے جو کافر تھے لِيُثْبِتُوْكَ تاکہ آپ کو گرفتار کریں اَوْ يَقْتُلُوْكَ یا آپ کو قتل کردیں اَوْ يُخْرِجُوْكَ یا آپ کو جلاوطن کردیں وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ اور وہ تدبیریں کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ بھی تدبیر کرتا ہے وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا اور جب پڑھی جاتی ہیں ان پر ہماری آیتیں قَالُوْا کہتے ہیں قَدْ سَمِعْنَا تحقیق ہم نے سن لیا لَوْ نَشَآءُ اگر ہم چاہیں لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ تو ہم

بھی اس جیسی آیات کہہ سکتے ہیں اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ نہیں ہے یہ قرآن مگر پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں وَ اِذْقَالُوا اور جس وقت کہا انہوں نے اَللّٰهُمَّ اے اللہ! اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقُّ اگر یہ قرآن حق ہے مِنْ عِنْدِكَ تیری طرف سے فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ پس برسادے پتھر ہم پر آسمان کی طرف سے اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ یا لے آ ہمارے پاس درد ناک عذاب وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ کہ سزا دے انکو کہ آپ ان میں موجود ہوں وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ ان کو سزا دینے والا جبکہ وہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے ہیں۔

اس سے پہلے ذکر ہوا تھا کہ وَاذْكُرُوْا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ اور اس وقت کو یاد کرو جب تم تھوڑے تھے، کمزور سمجھے جاتے تھے زمین پر اور ڈرتے تھے کہ لوگ تمہیں اچک لیں گے اللہ تعالیٰ نے تمہیں ٹھکانہ دیا مدینہ طیبہ میں اور تمہاری تائید کی اپنی نصرت کیساتھ۔

مدینہ طیبہ ہجرت کرنے کی علت اور سبب :

آج کی آیات میں مدینہ طیبہ جانے کی علت اور سبب بیان فرماتے ہیں کہ آپ وہاں کیوں تشریف لے گئے؟ آنحضرت ﷺ کو نبوت ملے تیرہ سال ہو چکے تھے۔ آپ نے مکہ مکرمہ میں جس ہمت اور بہادری کیساتھ تبلیغ کی دنیا میں اس کی مثال ملنا بہت مشکل ہے۔ مولانا حالی مرحوم نے کیا ہی خوب کہا ہے......

؎ وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی

عرب کی زمیں جس نے ساری ہلادی

آپ ﷺ کی تبلیغ کے اثرات دور دور تک پہنچ چکے تھے۔ مکہ مکرمہ میں کچھ سعادت مند اسلام سے مستفید ہوئے آس پاس جو قبیلے آباد تھے ان میں اسلام پھیلا جس طرف سے لوگ آتے وہ بتلاتے کہ فلاں جگہ کلمہ پڑھنے والے موجود ہیں، فلاں جگہ موجود ہیں۔ اس چیز نے کافروں کو انتہائی پریشان کیا کہ ہم نے اس کو اور اس کے ساتھیوں کو تکالیف بھی بڑی پہنچائیں ہیں، راستہ بھی بڑا روکا ہے، آنے جانے والوں کو بھی اس کے قریب نہیں جانے دیتے تھے۔ تین سال تک شعب ابی طالب میں نظر بند بھی رکھا اور اس کے باوجود اس کے نظریات پھیلتے جارہے ہیں اور اس کی جماعت بڑھتی جارہی ہے لہذا اس کے متعلق سوچا جائے۔ ابوجہل اور نظر ابن حارث پیش پیش تھے انہوں نے ایک رات متعین کی کہ فلاں رات کو تمام قبیلوں کے سردار دارالندوہ میں جمع ہوں۔ دَارُالنّدوہ مشورے کے گھر کو کہتے ہیں۔ تمام مکہ والے وہاں جمع ہوکر مشورہ کرتے تھے۔

اس دفعہ کا ایجنڈا یہ تھا کہ تمام قبیلوں کے صرف سردار مشورے میں شریک ہوں اور کوئی اس دعوت نامے کی خلاف ورزی نہ کرے۔ سب حاضر ہوں سب کے نام لکھ کر چوکیدار کے حوالے کر دیئے گئے کہ ان کے علاوہ کوئی شخص اندر نہ آئے چوکیدار سب کو جانتا تھا چنانچہ وہ اپنے اپنے وقت پر آتے رہے اور یہ نام دیکھ کر اندر بھیجتا رہا جس وقت سارے آگئے اور دروازہ بند کرنے لگا تو ایک بڑی بزرگ شکل اور عجیب وضع قطع والا، اچھے قدو قامت والا شخص آیا اور اس نے کہا کہ میں بھی اندر جانا چاہتا ہوں چوکیدار نے کہا کہ تم اپنا تعارف کراؤ تاکہ میں اندر سے پوچھ لوں اس نے کہا کہ میں نجد کا سردار ہوں اور تمہارا اہم خیال ہوں چوکیدار نے اندر جا کر بتایا کہ نجد کا سردار ہے اور وہ اندر آنا چاہتا ہے اس کے

بارے میں کیا ہدایت ہے؟ انہوں نے کہا کہ اس کو آنے دو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ وہ اندر آ کر خاموشی کیساتھ بیٹھ گیا، دروازہ بند کر دیا گیا اور مشورہ شروع ہو گیا ابو جہل نے کھڑے ہو کر کہا اے سردارانِ قریش! تم سب اس بات کو سمجھتے ہو کہ محمد (ﷺ) کا جو طریقہ ہے اس نے ہمارے سینے جلا کر رکھ دیئے ہیں اس کے متعلق تم نے آج آخری فیصلہ کر کے اٹھنا ہے کہ ہم نے کیا کرنا ہے؟ اس نے پر جوش تقریر کر کے لوگوں کے جذبات ابھارے تو کچھ لوگ کھڑے ہو گئے کہ ہماری رائے یہ ہے کہ اس کو نظر بند کر دو کچھ نے ان کی تائید کی ابو جہل کھڑا ہوا کہنے لگا میں تمہاری رائے کی قدر کرتا ہوں مگر یہ حربہ تو ہم استعمال کر چکے ہیں تین سال تم نے ان کو نظر بند رکھا مگر ان تین سالوں میں بھی لوگ اس کے پاس آتے رہے اور اس کی تبلیغ جاری رہی۔ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ ان نظر بندی کے دنوں میں مسلمان ہوئے لہذا جس چیز کا ایک مرتبہ تجربہ ہو جائے تو اسکو دوبارہ آزمانے کا کیا فائدہ؟ تو ان لوگوں نے کہا کہ ہم اپنی رائے واپس لیتے ہیں ہمیں سمجھ آ گئی ہے کہ نظر بندی کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ کچھ اور لوگ اٹھے کہنے لگے ان کو جلا وطن کر دو نہ ہمیں نظر آئیں اور نہ ہم ان کو نظر آئیں جہاں چاہے اپنا کام کرے۔ کچھ لوگوں نے ان کی بھی تائید کی کہ یہ رائے صحیح ہے۔ ابو جہل نے کھڑے ہو کر کہا کہ مجھے سمجھ نہیں آ رہا کہ تمہارے ہوش وحواس کہاں چلے گئے ہیں یہاں تم نے ڈٹ کر مقابلہ کیا اس کے باوجود ان کا دین پھیلا کہ لِسَانِ مُحَمَّدٍ ﷺ اَحْلٰی مِنَ الْعَسَلِ " آپ کی زبان شہد سے زیادہ میٹھی ہے۔" ناواقف لوگوں میں جا کر تبلیغ کریں گے وہاں فوراً اثر ہو گا وہاں ان کا مقابلہ کرنے والا بھی کوئی نہیں ہو گا جماعت اکٹھی کر کے تم پر حملہ کرے گا اور تمہاری کھوپڑیاں پیس دیگا تحریک پیش کرنے والوں نے کہا کہ ہمیں بات سمجھ آ گئی ہے ہم اپنی تحریک واپس لیتے ہیں۔ کچھ اور لوگ اٹھے اور کہنے

لگے کہ اب آخری صورت یہی ہے کہ ان کو قتل کرو اور قتل کی صورت یہ ہو کہ ہر قبیلے کا ایک آدمی قتل میں شریک ہو تا کہ بنو ہاشم مقابلہ نہ کر سکیں اور اگر بالفرض دیت دینی پڑے تو سب پر تقسیم ہو جائے کسی ایک پر بوجھ نہیں ہوگا (دیت سو اونٹ تھی) اس تجویز پر سب کا اتفاق ہو گیا وہ آدمی جو نجد سے آیا تھا کہنے لگا تم نے جو کچھ تجویز کیا ہے ٹھیک ہے میں بھی اس کی تائید کرتا ہوں ہم نے بھی سنا ہے کہ آدمی بڑا خطرناک ہے۔ یہ ابلیس لعین تھا جو انسانی شکل میں آیا تھا ان کی حوصلہ افزائی کیلئے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کو شہید کرنے کیلئے رات بھی متعین ہوگئی اور آدمی بھی متعین ہو گئے اور انہوں نے اس رات کو آنحضرت ﷺ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ تلواریں، نیزے، تیر کمان ان کے پاس تھے کہ جونہی دروازہ کھولے گا یکبارگی حملہ کرنا ہے جب سحری کا وقت ہوا تو جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا کہ دشمنوں نے آپ کے گھر کا محاصرہ کیا ہوا ہے اور قتل کے درپے ہیں آپ ان کی پرواہ نہ کریں رب تعالیٰ آپ کا محافظ ہے آنحضرت ﷺ نے آہستہ سے دروازہ کھولا اور باہر تشریف لائے۔

سیرت ہشام وغیرہ کتابوں میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر اونگھ مسلط فرما دی کوئی کھڑا سو رہا ہے، کوئی بیٹھا سو رہا ہے آنحضرت ﷺ نے ان کے سروں پر تھوڑی تھوڑی گرد و غبار ڈالی اور تشریف لے گئے۔ فجر کے وقت انہوں نے اندر جا کر تلاشی لی تو آپ ﷺ وہاں موجود نہیں تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دیگر اہلِ خانہ موجود تھے افراتفری پھیل گئی کہ ہوا کیا؟ بعد میں تحقیق کی تو معلوم ہوا ابو بکر بھی گھر سے غائب ہیں۔ مشرکین مکہ نے اعلان کیا کہ جو شخص ان کو زندہ لائے یا سر کاٹ کر لائے ایک ایک کے بدلے سو سو اونٹ دیا جائے گا یہ حضرات غارِ ثور میں جا کر چھپ گئے۔ صبح ہوئی تو کافروں پر عجیب قسم کی قیامت برپا تھی

اِدھر اُدھر بھاگے، تلاش کیا، واویلا کیا، ماہر کھوجی تلاش کر کے لائے چنانچہ کھوجی کھوج لگا کر قدموں کے نشان دیکھتے غارِ ثور کے پاس پہنچے کہنے لگے کہ یہاں تک ان کے نشان ہیں خیال ہے کہ اس غار میں ہونگے اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ اس نے مکڑی کو حکم دیا کہ غار کے منہ پر جالا بُن دے اس نے جالا بن دیا سب کھوجی کے پیچھے پڑ گئے کہ تیری عقل ماری گئی ہے اگر اس کے اندر جاتے تو جالا اس طرح ہوتا؟ اللہ تعالیٰ کی شان کہ مکڑی کا جالا جس کے متعلق فرمایا اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْت "تمام گھروں سے بودا گھر مکڑی کا ہے۔" اللہ تعالیٰ نے اس سے مضبوط قلعے کا کام لے لیا۔ تین دن تین راتیں آنحضرت ﷺ غار میں رہے اور حضرت صدیق اکبرؓ کے غلام حضرت عامر ابن فہیرہؓ ان کو دودھ وغیرہ پہنچاتے رہے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ رات کو مکے والوں کی ساری رپورٹ اور خبریں پہنچاتے تھے کہ آج یہ ہوا اور یہ ہوا، فلاں نے یہ کہا اور فلاں نے یہ کہا۔ پھر واپس آ کر گھر سوتے تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کا ذکر فرماتے ہیں...... وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور جس وقت خفیہ تدبیر کی آپ کے متعلق ان لوگوں نے جو کافر تھے لِيُثْبِتُوْكَ تاکہ آپ کو گرفتار کریں، نظر بند کر دیں اَوْ يَقْتُلُوْكَ یا آپ کو قتل کر دیں اَوْ يُخْرِجُوْكَ یا آپ کو جلاوطن کر دیں مکہ مکرمہ سے نکال دیں یہ تجویزیں سامنے آئیں لیکن آخری فیصلہ قتل کا ہوا وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ اور وہ تدبیریں کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ بھی تدبیر کرتا تھا وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے کہ مکڑی سے جالا بنوا کر کبوتری کو حکم دیا کہ تو انڈے دیدے۔ ایک انڈے کا ذکر بھی آتا ہے اور دو انڈوں کا ذکر بھی آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسی تدبیر کی کہ سب کی عقل ماری گئی اور واپس چلے گئے۔ فرمایا وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا اور جب پڑھی جاتی ہیں ان پر

ہماری آیتیں قَالُوْا کہتے ہیں قَدْ سَمِعْنَا تحقیق ہم نے سن لیا آیات کو لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ اگر ہم چاہیں تو ہم بھی اس جیسی آیات کہہ سکتے ہیں اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ نہیں ہے یہ قرآن مگر پہلے لوگوں کے قصے اور کہانیاں ہیں۔ بیشک قرآن کریم میں قصے ذکر کئے گئے ہیں پیغمبروں کے، بادشاہوں کے، نیکوں اور بدوں کے، مگر وہ محض قصے نہیں ہیں ان میں عبرت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ "ان کے سامنے قصے بیان کرو تا کہ وہ غور و فکر کریں۔" اچھے لوگوں کے نقش قدم پر چلیں اور برے لوگوں کی کاروائی سے بچیں۔

وَ اِذْ قَالُوا اور جب کہا کافروں نے اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ اے اللہ! اگر یہ قرآن حق ہے مِنْ عِنْدِكَ تیری طرف سے، ہم تو منکر ہیں فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ پس برسا دے پتھر ہم پر آسمان کی طرف سے اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ یا لے آ ہمارے پاس دردناک عذاب۔ اس سے اندازہ لگاؤ کہ وہ اپنے کفر پر کتنے پختہ اور مضبوط تھے کہ اگر یہ قرآن سچا ہے تو ہم تو منکر ہیں ہم پر آسمان سے پتھر کیوں نہیں گراتا، عذاب کیوں نہیں بھیجتا؟ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ کہ سزا دے انکو اے نبی کریم ﷺ وَاَنْتَ فِيْهِمْ کہ آپ ان میں موجود ہوں۔ کہ آپ ﷺ جیسی رحمت بھی ان میں موجود ہے خدا کا عذاب بھی آئے ایسا نہیں ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس جگہ پیغمبر موجود ہو وہاں عذاب نہیں آتا وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ ان کو سزا دینے والا جبکہ وہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے ہیں۔ یہ معافی کافروں سے دنیا کا عذاب تو ٹال سکتی ہے لیکن اُخروی عذاب نہیں ٹل سکتا چونکہ آخرت کے عذاب کی علت کفر موجود ہے۔ کافر لوگ جب طواف کرتے تھے تو کہتے

تھے غُفْرَانَکَ ہم تجھ سے معافی مانگتے ہیں تو ہمیں معاف کردے۔ یہ ان کا معافی مانگنا دنیوی عذاب کے ٹلنے کا سبب اور ذریعہ تھا۔

وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْآ اَوْلِيَآءَهٗ ؕ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً ؕ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ ؕ۬ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ ۝ لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيْثَ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهٗ جَمِيْعًا فَيَجْعَلَهٗ فِيْ جَهَنَّمَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

وَمَا لَهُمْ اور کیا وجہ ہے ان کیلئے اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ کہ اللہ تعالیٰ ان کو سزا نہ دے وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حالانکہ وہ روکتے ہیں مسجد حرام سے وَمَا كَانُوْآ اَوْلِيَآءَهٗ اور نہیں ہیں وہ مسجد حرام کے متولی اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ نہیں ہیں اس کے متولی مگر متقی وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ اور لیکن اکثر ان میں سے جانتے نہیں وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ اور نہیں ہے ان کی نماز

عِنۡدَ الۡبَیۡتِ بیت اللہ شریف کے پاس اِلَّا مُکَآءً وَّتَصۡدِیَۃً مگر سیٹیاں بجانا اور تالیاں بجانا فَذُوۡقُوا الۡعَذَابَ پس چکھو تم عذاب بِمَا کُنۡتُمۡ تَکۡفُرُوۡنَ اس سبب سے کہ تم کفر کرتے رہے اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بیشک وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَھُمۡ خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو لِیَصُدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ تاکہ روکیں لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے فَسَیُنۡفِقُوۡنَھَا بتا کید وہ مال خرچ کریں گے ثُمَّ تَکُوۡنُ عَلَیۡھِمۡ حَسۡرَۃً پھر ہونگے وہ اموال ان پر حسرت اور افسوس کا ذریعہ ثُمَّ یُغۡلَبُوۡنَ پھر وہ مغلوب ہونگے وَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡآ اور وہ لوگ جو کافر ہیں اِلٰی جَھَنَّمَ یُحۡشَرُوۡنَ جہنم کی طرف اکٹھا کیا جائے گا لِیَمِیۡزَ اللّٰہُ الۡخَبِیۡثَ مِنَ الطَّیِّبِ تاکہ جدا کردے اللہ تعالیٰ ناپاک کو پاک سے وَیَجۡعَلَ الۡخَبِیۡثَ بَعۡضَہٗ عَلٰی بَعۡضٍ اور تاکہ کردے خبیث کے بعض کو بعض پر فَیَرۡکُمَہٗ جَمِیۡعًا پس اکٹھا کرے گا ان سب کو فَیَجۡعَلَہٗ فِیۡ جَھَنَّمَ پس کردے گا ان کو جہنم میں اُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ یہی لوگ ہیں نقصان اٹھانے والے۔

گذشتہ درس میں آپ نے سنا کہ کافروں نے کہا اِنۡ کَانَ ھٰذَا ھُوَ الۡحَقُّ مِنۡ عِنۡدِکَ اگر یہ قرآن حق ہے تیری طرف سے ہے۔ ہم تو منکر ہیں ہم پر پتھر برسایا کوئی درد ناک عذاب لا۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا عذاب نہ آنے کی وجہیں ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ان میں موجود ہے اور پیغمبر کی موجودگی میں عذاب نہیں آتا۔ اور دوسرا یہ کہ وہ استغفار کرتے ہیں اور معافی مانگنے سے بھی دنیوی عذاب ٹل جاتا ہے ورنہ وہ

عذاب کے مستحق ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... وَمَا لَهُمْ اور کیا وجہ ہے ان کیلئے اَلَّا يُعَذِّ بَهُمُ اللّٰهُ کہ اللہ تعالیٰ ان کو سزا نہ دے وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حالانکہ وہ روکتے ہیں مسجد حرام سے ان کو جو صحیح معنیٰ میں عبادت کرتے ہیں۔ ہجرت کے چھٹے سال ذوالقعدہ کے مہینے میں آنحضرت ﷺ پندرہ سو صحابہ کے ساتھ عمرہ کیلئے روانہ ہوئے اس وقت تک حج فرض نہیں ہوا تھا۔ حج ۹ھ میں فرض ہوا ہے۔ عمرہ پہلے بھی تھا۔ مدینہ طیبہ سے چھ میل دور ایک مقام ہے جسکا نام ذوالحلیفہ ہے آج کل اس کا نام بئر علی ہے ذوالحلیفہ کوئی نہیں جانتا سوائے علماء کے۔ یہاں سے آپ ﷺ نے احرام باندھا اور مکہ مکرمہ کے قریب حدیبیہ کے مقام پر پہنچ گئے آج کل حدیبیہ کا نام شُمیسہ ہے اور حدودِ مکہ میں آچکا ہے مکہ مکرمہ مدینہ طیبہ سے انگریزی میل کے حساب سے تقریباً تین سو گیارہ میل کا سفر ہے۔ جب آپ ﷺ حدیبیہ پہنچے تو کافروں کو علم ہوا کہ آپ ﷺ مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کیلئے آئے ہیں ان کے جذبات بھڑک اٹھے اور لڑنے کیلئے تیار ہو گئے وفد پر وفد آ رہے ہیں اور نعرے لگ رہے ہیں انہوں نے دیکھا کہ ان لوگوں نے احرام باندھے ہوئے ہیں اور لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ بِعُمْرَةٍ پڑھ رہے ہیں تو ان کو یقین ہو گیا کہ یہ لوگ لڑنے کیلئے نہیں آئے کیونکہ وہ اتنی بات جانتے اور سمجھتے تھے کہ احرام باندھنے کے بعد لڑائی جھگڑا حرام ہو جاتا ہے۔ محرم سر نہیں ڈھانپ سکتا، ناخن اور لبیں نہیں کاٹ سکتا، سلے ہوئے کپڑے نہیں پہن سکتا، خوشبو نہیں لگا سکتا، اگر جسم کے کسی حصہ سے جوں نکلے تو نہیں مار سکتا البتہ نیچے گرا سکتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود انہوں نے مکہ مکرمہ میں داخل نہیں ہونے دیا حالانکہ مسجد حرام میں داخل ہونے سے روکنا بڑا گناہ تھا۔ مکہ مکرمہ میں داخلے کیلئے شرائط طے ہوئیں کہ اس سال واپس جاؤ، آئندہ سال آ کر عمرہ کرنا اور تین دن سے زیادہ نہیں رہ

سکو گے اور دوسرا گناہ وَ مَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ اور نہیں ہیں وہ مسجد حرام کے متولی اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ نہیں ہیں اس کے متولی مگر متقی، تقوے والے اور تقویٰ میں پہلی بات شرک سے بچنا ہے اور ان ظالموں نے تو مسجد حرام کو شرک کا اڈا بنایا ہوا تھا۔ بیت اللہ کی بیرونی دیوار پر تین سو ساٹھ بت نصب کئے ہوئے تھے یہ مسجد حرام کے متولی کس طرح ہو سکتے ہیں؟ زبردستی کرنے سے تو کوئی متولی نہیں بنتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسجدوں کے حقیقی متولی وہ ہیں جو موحد ہیں۔ شرک کرنے والے، خرافات کرنے والے مسجد کے متولی نہیں ہو سکتے کیونکہ اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "بیشک مسجدیں اللہ تعالیٰ کا گھر ہیں پس تم اللہ تعالیٰ کیساتھ کسی کو نہ پکارو" لہذا مسجدوں کے متولی مشرک نہیں ہو سکتے وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ اور لیکن اکثر ان میں سے جانتے نہیں۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ جس کا قبضہ ہو گیا وہ متولی ہے حالانکہ مشرک کا مسجد سے کیا تعلق ہے؟ مسجدیں صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کیلئے ہیں یہاں اوروں، غیر اللہ سے مدد مانگنا بالکل قرآن کریم کی روح کے خلاف ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی عبادت کا ذکر فرمایا ہے...... وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً اور نہیں ہے ان کی نماز بیت اللہ شریف کے پاس مگر سیٹیاں بجانا اور تالیاں بجانا یعنی قوالی کرنا۔ یہ لوگ مسجد حرام کے باہر جمع ہو جاتے تھے اور قوالی کرتے تھے۔ تو تالیاں بجانا، سیٹیاں بجانا، بھنگڑا ڈالنا یہ ان کی عبادت تھی۔

آج کل بھی کئی جاہل قسم کے لوگ قوالی کو عبادت سمجھتے ہیں حالانکہ یہ گناہ اور اسلام کی روح کے خلاف ہے پھر گانوں اور باجوں کیساتھ اللہ تعالیٰ کا نام اور آنحضرت ﷺ کا نام بھی ہو اور بزرگوں کا ذکر بھی ہو یہ ڈبل توہین ہے۔ حکم ہوگا فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ

تَكْفُرُوْنَ پس چکھوتم عذاب اس سبب سے کہ تم کفر کرتے رہے۔

معرکہ بدر :

بدر کے معرکہ میں قریش مکہ نے بڑا مال خرچ کیا مسلمانوں کو ختم کرنے کیلئے مشرکوں نے بڑا چندہ دیا نقد بھی، اسلحہ بھی اور سواریاں، اونٹ اور گھوڑے بھی۔ لوگوں کے جذبات ابھارنے کیلئے مکہ مکرمہ میں ڈھول بجائے گئے شاعروں نے اشعار کہے مقررین نے تقریریں کیں، عورتوں نے دف بجایا کہ مسلمانوں کو ختم کرنے کیلئے جانا ہے۔ ایک ہزار تعداد تھی اونٹوں پر سوار تھے اس کے علاوہ وافر مقدار میں اونٹ اور شراب کی بوتلیں اور گانے والی عورتیں ساتھ تھیں کہ مسلمانوں کو ختم کر کے اردگرد کے قبائل کی دعوت کریں گے، جشن منائیں گے، شراب چلے گی، عورتیں فتح کے گیت گائیں گی لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ آٹھ تلواروں نے ہزار تلواروں کو شکست دی ستر کافر مارے گئے، ستر گرفتار ہوئے مسلمان صرف چودہ آدمی شہید ہوئے آٹھ انصار اور چھ مہاجرین میں سے۔ مشرک جو اونٹ لیکر آئے تھے وہ مسلمانوں کیلئے مالِ غنیمت بنے شراب تو ان کو پینی نصیب نہ ہوئی البتہ مسلمانوں کے ہاتھوں موت کے پیالے بھر بھر کے پئے اور جو عورتیں گیت گانے کیلئے ساتھ لائے تھے وہ بدر سے لیکر مکے تک ماتم کرتیں آئیں کہ فلاں سردار مارا گیا ہائے فلاں سردار مارا گیا تو انہوں نے اسلام کیخلاف بڑا مال خرچ کیا اس کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بیشک وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ وہ خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ تاکہ روکیں لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے فَسَيُنْفِقُوْنَهَا بتاکید وہ مال خرچ کریں گے ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً پھر ہونگے وہ اموال ان پر حسرت اور افسوس کا ذریعہ ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ پھر وہ مغلوب

ہونگے ان کو شکست دی جائے گی۔ جن کافروں کو بعد میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کی توفیق عطا فرمائی انہوں نے کہا کہ ہم نے کیا نادانی کی کہ اسلام کا مقابلہ کیا چندے دیئے اور اسلام کیخلاف ہم نے بڑا مال خرچ کیا ہائے افسوس وَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اور وہ لوگ جو کافر ہیں اِلٰی جَھَنَّمَ یُحْشَرُوْنَ جہنم کی طرف ان کو اکٹھا کیا جائے گا کیوں؟ لِیَمِیْزَ اللّٰہُ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ تاکہ جدا کردے اللہ تعالیٰ ناپاک کو پاک سے۔ اللہ تعالیٰ نے ناپاک اور پاک کو الگ الگ کردیا وَیَجْعَلَ الْخَبِیْثَ بَعْضَہٗ عَلٰی بَعْضٍ اور تاکہ کردے خبیث کے بعض کو بعض پر۔ ایک دوسرے کے اوپر ڈھیر لگادے فَیَرْکُمَہٗ جَمِیْعًا پھر اکٹھا کرے گا ان سب کو۔ بدر میں ستر کافر مارے گئے اور چودہ مسلمان شہید ہوئے ان کو دفن کرنے کا مسئلہ تھا زمین پتھریلی تھی ایک قبر کو کھودنے پر ایک دن لگ جاتا تھا سب کیلئے قبریں کھودنا مشکل تھا مسلمانوں کیلئے تو ایک مربع جگہ میں قبریں کھودیں گئیں اور سب کافر بدر کے کنوئیں میں ڈال دیئے گئے اوپر نیچے البتہ امیہ بن خلف بھاگتا ہوا جارہا تھا جب اس کو مار کر کھینچا گیا کنویں میں ڈالنے کیلئے تو اس کی ٹانگیں وجود سے الگ ہوگئیں اور بازو بھی الگ ہوگئے اس کا بدن بڑا بھاری تھا تو اس کو وہیں ریت میں دفن کردیا گیا اور یہ یاد رہے کہ بدر کا یہ کنواں ویران تھا اس میں پانی نہیں تھا دوسرے دن آنحضرت ﷺ کنویں پر تشریف لے گئے کنارے پر کھڑے ہوکر فرمایا "اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ ہمارے ساتھ فرمایا تھا ہم نے تو پالیا اور جو وعدہ رب تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا تھا تم نے پالیا ہے یا نہیں؟ حضرت عمرؓ اور بعض دیگر صحابہ کرام نے عرض کیا حضرت مُردوں کیساتھ کیا گفتگو کرتے ہیں کیا یہ سنتے ہیں؟ بخاری اور مسلم کی روایت ہے فرمایا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ لِمَا اَقُوْلُ مِنْھُمْ اس پروردگار کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے تم اس گفتگو کو

جو میں ان سے کہہ رہا ہوں ان سے زیادہ نہیں سنتے یعنی جس طرح تم سن رہے ہو وہ تم سے زیادہ سن رہے ہیں لیکن ہمیں جواب نہیں دے سکتے۔ یہ مطلب کہ کر دے خبیث کے بعض کو بعض پر فَيَرْكُمَهٗ جَمِيْعًا پھر اکٹھا کرے گا ان سب کو فَيَجْعَلَهٗ فِيْ جَهَنَّمَ پس کر دے گا ان کو دوزخ میں۔ وہیں سے سیدھے دوزخ کی طرف گئے اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ یہی لوگ ہیں نقصان اٹھانے والے دنیا کا بھی اور آخرت کا بھی۔

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ○ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰكُمْ ۭ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ○ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○

قُلْ آپ کہہ دیں لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ان لوگوں کو جو کافر ہیں اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ اگر وہ باز آجائیں تو بخش دیا جائے گا مَّا قَدْ سَلَفَ جو پہلے ہو چکا وَاِنْ يَّعُوْدُوْا اور اگر وہ لوٹیں گے فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ پس تحقیق گذر چکا ہے طریقہ پہلے لوگوں کا وَقَاتِلُوْهُمْ اور تم لڑو ان سے حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ یہاں تک کہ نہ رہے فتنہ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ اور ہو جائے دین سارا اللہ تعالیٰ کیلئے فَاِنِ انْتَهَوْا پس اگر وہ باز آجائیں فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ پس

بیشک اللہ تعالیٰ جو وہ عمل کرتے ہیں دیکھتا ہے وَاِنْ تَوَلَّوْا اور اگر وہ اعراض کریں فَاعْلَمُوْآ پس تم جان لو اَنَّ اللّٰہَ مَوْلٰکُمْ بیشک اللہ تعالیٰ تمہارا آقا ہے نِعْمَ الْمَوْلٰی وہ بہتر آقا ہے وَنِعْمَ النَّصِیْرُ اور اچھا مددگار ہے وَاعْلَمُوْآ اور تم جان لو اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ بیشک جو تم نے غنیمت حاصل کی کوئی شے بھی ہو فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ پس بیشک اللہ تعالیٰ کیلئے ہے اس کا پانچواں حصہ وَلِلرَّسُوْلِ اور رسول ﷺ کیلئے وَلِذِی الْقُرْبٰی اور اللہ کے رسول کے قرابتداروں کیلئے وَالْیَتٰمٰی اور یتیموں کیلئے وَالْمَسٰکِیْنِ اور مسکینوں کیلئے وَابْنِ السَّبِیْلِ اور مسافروں کیلئے اِنْ کُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰہِ اگر ہو تم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا اور اس چیز پر جو ہم نے نازل کی اپنے بندے پر یَوْمَ الْفُرْقَانِ فیصلے والے دن یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ جس دن آمنے سامنے ہوئیں دو جماعتیں وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

ربط آیات :

اس سے پہلے کئی رکوعوں میں غزوۂ بدر تفصیل کیساتھ بیان ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے تکبر اور غرور کو خاک میں ملایا اور مسلمانوں کو قلیل تعداد اور بے سروسامانی میں فتح عطاء فرمائی۔ اسی سلسلہ کو آگے بڑھاتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... قُلْ اے نبی کریم ﷺ کہہ دیں لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْآ ان لوگوں کو جو کافر ہیں اِنْ یَّنْتَھُوْا یُغْفَرْ لَھُمْ اگر وہ باز آجائیں تو ان کو بخش دیا جائے گا مَّا قَدْ سَلَفَ جو پہلے ہو چکا۔ حدیث پاک میں آتا ہے اَلْاِسْلَامُ یَھْدِمُ مَا کَانَ قَبْلَہٗ " اسلام اپنے سے پہلے کے گناہ مٹا دیتا ہے۔" کفر شرک

شراب نوشی وغیرہ سب گناہ اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے اگر کوئی سچے دل سے مسلمان ہو اور وہ اس طرح ہو جاتا ہے یَوْمَ وَلَدَتْ اُمُّہٗ جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے وَاِنْ یَّعُوْدُوْا اور اگر وہ لوٹیں گے کہ پلٹ کر دوبارہ مسلمانوں کیساتھ لڑائی کا ارادہ کریں فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِیْنَ پس تحقیق گذر چکا ہے طریقہ پہلے لوگوں کا کہ حق کے مقابلے میں کفر کو کبھی فتح نصیب نہیں ہو سکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں اور مومنوں کی نصرت فرماتے ہیں۔ اور سورۃ مومن میں ہے اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا [پ:۲۴] بیشک البتہ ہم مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ [پ:۲۳] "البتہ تحقیق پہلے ہو چکی ہے ہماری بات اپنے بندوں کیلئے جو رسول ہیں کہ بیشک البتہ وہی مدد دیئے جائیں گے اور بیشک البتہ ہمارا ہی لشکر غالب ہوگا۔"

فلسفۂ جہاد :

آگے اللہ تعالیٰ جہاد کا فلسفہ اور حکمت بیان فرماتے ہیں کہ جہاد سے مقصود نہ ملک حاصل کرنا ہے نہ قتل وغارت مقصود ہے اور نہ مالِ غنیمت حاصل کرنا مقصود ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے دین کو نافذ کرنا اور اللہ تعالیٰ کے نام کو بلند کرنا مقصود ہے۔ فرمایا وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ اور تم لڑو ان سے یہاں تک کہ نہ رہے کوئی فتنہ۔ سب سے بڑا فتنہ کفر اور شرک ہے۔ کفر شرک باقی نہ رہے اور اس کے علاوہ جتنے فتنے ہیں سب ختم ہو جائیں کوئی بھی باقی نہ رہے وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ اور ہو جائے دین سارا اللہ تعالیٰ کیلئے۔ اللہ تعالیٰ کے دین کو نافذ کرنے کیلئے اور اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے جو شخص لڑتا ہے وہ مجاہد ہے۔ جیسے افغانستان کے طالبان ہیں اس وقت دنیا میں مسلمانوں کے تقریباً پچپن ملک ہیں ان میں

سے صرف طالبان کا ملک ہے جس میں قرآن وسنت کا قانون نافذ ہے اور اللہ تعالیٰ کے دین کا غلبہ ہے۔ ان کا ہر فیصلہ قرآن حدیث اور فقہ اسلامی کے مطابق ہوتا ہے۔ قاتل کو قصاص میں قتل کیا جاتا ہے بدکار کو شرعی سزا ملتی ہے چور کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے قرآن کے احکام پر پورا پورا عمل ہو رہا ہے۔ ہر طرف سکون ہے اور کسی کو کسی سے کوئی خطرہ نہیں ہے ایک زمانہ تھا کہ چمن سے قندھار جو پچھتر میل کی مسافت ہے۔ اس سڑک پر جو لوگ سفر کرتے تھے وہاں کے قبائلی افغانی جگا ٹیکس وصول کرتے تھے مختلف جگہوں پر انہوں نے اڈے بنائے ہوئے تھے چھوٹی بڑی گاڑی ٹرک بس وغیرہ جو بھی گزرتی ٹیکس ادا کر کے جاتی اور مجبوراً ان کو دینا پڑتا تھا۔ طالبان نے وہ سارے اڈے ختم کر دیئے ہیں اب وہاں کوئی کسی کو نہیں پوچھ سکتا لیکن دشمنانِ دین ان کو برداشت نہیں کر رہے۔ دنیائے یورپ نے ان کو بدنام کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی کبھی کچھ کہتے ہیں اور کبھی کچھ کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ طالبان کو ان کا مقابلہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے فَاِنِ انْتَهَوْا پس اگر وہ باز آ جائیں کفر شرک فتنہ وغیرہ سے فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ پس بیشک اللہ تعالیٰ جو وہ عمل کرتے ہیں دیکھتا ہے وَاِنْ تَوَلَّوْا اور اگر وہ اعراض کریں کہ تمہاری بات نہ مانیں فَاعْلَمُوْٓا پس تم جان لو اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ بیشک اللہ تعالیٰ تمہارا آقا ہے اے مومنو! نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ وہ بہتر آقا ہے اور اچھا مددگار ہے۔ لہذا کافروں کی پرواہ نہ کرو اللہ تعالیٰ کی مدد تمہارے ساتھ ہے۔ الحمد للہ اس وقت افغانستان کی آبادی ڈیڑھ کروڑ سے زائد ہے اور آس پاس کی باطل قوتوں نے طالبان مخالف قوتوں کو بڑی قوت پہنچائی ہے انڈیا بھی اس میں شامل ہے اور ایران سب سے زیادہ پیش پیش ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے طالبان کو ہمت دی ہے اور وہ حق پر قائم ہیں اللہ تعالیٰ ان کی ضرور مدد فرمائے گا۔

آپ حضرات کو یاد ہوگا کہ اس سورۃ کے شروع میں یہ مسئلہ بیان ہوا تھا کہ بدر کی غنیمت کے بارے میں اختلاف ہوا تھا بعض نے کہا کہ جو لڑائی میں شریک تھے یہ ان کا حصہ ہے دوسروں نے کہا کہ جو یہاں آئے ہیں چاہے وہ لڑے ہیں یا لڑنے والوں کی خدمت میں مصروف تھے سب کا حق ہے یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَنْفَالِ یہ آپ سے غنیمت کے بارے میں پوچھتے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں اَلْاَنْفَالُ لِلّٰہِ وَالرَّسُوْلِ غنیمت اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کیلئے ہے۔

مالِ غنیمت کی تفصیل :

تو وہاں اجمالی طور پر جواب دیا تھا اب اس کی تفصیل بیان فرماتے ہیں وَاعْلَمُوْآ اور تم جان لو اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ بیشک جو تم نے غنیمت حاصل کی کوئی شے بھی ہو۔ غنیمت اس مال کو کہتے ہیں جو شرعی جہاد کے نتیجے میں آئے۔ مسلمانوں کی کمائی میں سب سے زیادہ پاکیزہ کمائی مال غنیمت ہے کیونکہ جہاد بہت اونچا عمل ہے اور یہ اس کے نتیجے میں حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ پس بیشک اللہ تعالیٰ کیلئے ہے اس کا پانچواں حصہ۔ کل مالِ غنیمت کو جمع کرنے کے بعد اس کے پانچ حصے کئے جائیں گے اس کا پانچواں حصہ خمس کہلاتا ہے۔ چار حصے مجاہدین پر تقسیم ہونگے اور سپہ سالار امیر لشکر یعنی کمانڈر اگر اپنی صوابدید پر کسی مجاہد کو بہادری کی وجہ سے زیادہ دینا چاہے تو دے سکتا ہے کہ اس نے بہادری کے جوہر بنسبت دوسروں کے زیادہ دکھائے ہیں۔ اور یہاں پر اللہ تعالیٰ نے خمس کے مصارف بیان فرمائے ہیں کہ وہ کہاں کہاں خرچ کیا جائے گا وَلِلرَّسُوْلِ اور رسول ﷺ کیلئے۔ خمس میں سے بقدر ضرورت آنحضرت ﷺ اپنے لئے بھی لے لیتے تھے کیونکہ جتنی انسانی ضروریات ہیں وہ پیغمبروں کو بھی ہوتی ہیں وَلِذِی الْقُرْبٰی

اور اللہ کے رسول کے قرابتداروں کیلئے۔آپؐ کے جو قریبی رشتہ دار تھے بنو ہاشم بنو عبد المطلب جنہوں نے ابتدائی دور میں آپ ﷺ کا ساتھ دیا بڑی سختیاں اور تکلیفیں برداشت کیں باوجود اس کے کہ دین میں آپؐ کے موافق نہیں تھے۔ایک ایسا وقت بھی آیا کہ کافروں نے خیف بنی کنانہؓ کے مقام پر اجتماع کیا اور تَقَاسَمُوْا قسمیں کھائیں پیالے میں پانی ڈال کر ہاتھ ڈبوئے یہ ان کا رواج تھا کہ اس قسم کو یہ مظبوط سمجھتے تھے جو پیالے میں پانی ڈال کر اس میں ہاتھ ڈبو کر اٹھائی جاتی تھی تو انہوں نے پکی قسمیں کھائیں کہ اَنْ لَّا یُنَاکِحُوْھُمْ وَلَا یُبَایِعُوْھُمْ بنو ہاشم کو نہ رشتہ دینا اور نہ ان سے رشتہ لینا، نہ ان کے آگے کوئی چیز بیچنی ہے اور نہ ان سے کوئی چیز خریدنی ہے ان کیساتھ ہر طرح کا بائیکاٹ کرو۔اس مشکل گھڑی میں بھی آپؐ کے رشتہ داروں نے آپؐ کا ساتھ دیا اور تکلیفیں برداشت کیں۔ آپ ﷺ کا چچا ابو طالب دین میں آپ کی موافقت نہیں کرتا تھا مگر دنیاوی طور پر خوب مدد کرتا تھا۔اسی طرح آپ کا چچا حارث ابن عبدالمطلب مسلمان نہیں ہوا تھا مگر خاندانی عصبیت کی وجہ سے آپ ﷺ کی پوری معاونت کرتا تھا۔لہذا آپ کے رشتہ داروں کا بھی خمس میں حق ہے وَالْیَتٰمٰی اور یتیموں کیلئے۔یتیم چاہے کسی بھی خاندان سے تعلق رکھتا ہو وہ خمس کے مال کا مستحق ہے وَالْمَسٰکِیْنِ اور مسکینوں کیلئے۔مسکین اسے کہتے ہیں کہ اس کے پاس بقدر نصاب سامان نہ ہو۔بقدر نصاب سامان کا مطلب یہ ہے کہ گھر کی عام ضرورت سے زائد اس کے پاس اتنا سامان ہو کہ اگر اس کو بیچا جائے تو ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت کو پہنچ جائے آج کل ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت ساڑھے پانچ ہزار ہے۔وہ برتن جو روزانہ استعمال میں نہیں آتے، وہ چار پائیاں جو روزانہ استعمال میں نہیں آتیں، وہ بستر جو روزانہ استعمال میں نہیں آتے کبھی کبھار مہمان آئیں تو استعمال

ہوتے ہیں یہ زائد سامان شمار ہوتا ہے۔ اگر یہ اتنا ہے کہ اس کو بیچا جائے تو اس کی قیمت ساڑھے باون تولے چاندی کو پہنچ جاتی ہے تو یہ شخص صاحب نصاب ہے اس پر قربانی آئے گی اور یہ فطرانہ بھی دے گا اور یہ مسکین نہیں ہے۔ وَابْنِ السَّبِيْلِ اور مسافروں کیلئے۔ مسافر کا بھی خمس میں حق ہے اور باقی چار حصے مجاہدین میں تقسیم ہونگے اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ اگر ہوتم

اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ اور وہ نصرت جو ہم نے نازل کی اپنے بندے پر فیصلے والے دن۔ جس دن حق اور باطل کا فیصلہ ہوا اس پر ایمان رکھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے تین ہزار فرشتے نازل کیے تو پھر سمجھ لو کہ غنیمت کے مستحق یہ لوگ ہیں جو ہم نے بیان کیے ہیں۔ یہ مدد کس دن ہوئی؟ فرمایا يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ جس دن آمنے سامنے ہوئیں دو جماعتیں حق اور باطل کی، ایک طرف تین سو تیرہ اور دوسری طرف ایک ہزار اور نتیجہ تم تفصیل کیساتھ پڑھ اور سن چکے ہو وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے وہ جو چاہے کر سکتا ہے اور جو کچھ وہ کر سکتا ہے وہ اور کوئی نہیں کر سکتا اور رب تعالیٰ نے جو فرمایا سچ فرمایا ہے۔

اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ ؕ وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِى الْمِيْعٰدِ ۙ وَلٰكِنْ لِّيَقْضِىَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۬ۙ لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَىَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِىْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا ؕ وَلَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ ۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِىْۤ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّيُقَلِّلُكُمْ فِىْۤ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِىَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝

اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا اور جس وقت تھے تم ادھر والے کنارے پر وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى اور وہ کافر پرلے کنارے پر تھے وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ اور تجارت والا قافلہ تم سے نیچے کی طرف تھا وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ اور اگر تم آپس میں وعدہ کرتے لَاخْتَلَفْتُمْ فِى الْمِيْعٰدِ تو البتہ اختلاف کرتے وعدہ پورا کرنے میں وَلٰكِنْ لِّيَقْضِىَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا اور لیکن تاکہ اللہ تعالیٰ فیصلہ کرے

اس معاملے کا جو طے شدہ ہے لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ تاکہ ہلاک ہو وہ جو ہلاک ہونا چاہتا ہے کھلی دلیل کیساتھ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ اور جو زندہ رہنا چاہتا ہے زندہ رہے کھلی دلیل کیساتھ وَاِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ اور بیشک البتہ اللہ تعالیٰ سننے والا ہے، جاننے والا ہے اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا جس وقت اللہ تعالیٰ دکھاتا تھا تجھے وہ کافر آپ کے خواب میں تھوڑے وَلَوْ اَرٰكَهُمْ كَثِيْرًا اور اگر اللہ تعالیٰ دکھاتا وہ کافر آپ کو زیادہ لَّفَشِلْتُمْ البتہ تم بزدلی کر جاتے وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ اور البتہ تم جھگڑا کرتے معاملہ میں وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ اور لیکن اللہ تعالیٰ نے سلامتی میں رکھا اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ بیشک وہ سینے کے رازوں کو جاننے والا ہے وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اور تم کو دکھائی وہ فوج اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْٓ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا جب تم آمنے سامنے ہوئے تمہاری آنکھوں میں تھوڑی وَّيُقَلِّلُكُمْ فِيْٓ اَعْيُنِهِمْ اور تم کو تھوڑا کر کے دکھایا ان کی آنکھوں میں لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا تاکہ فیصلہ کرے اللہ تعالیٰ اس معاملہ کا جو طے شدہ ہے وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں سب کام۔

یہ بات آپ حضرات پہلے سن چکے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں باغات کھیت وغیرہ نہیں تھے کیونکہ وہ زمین زراعت والی نہیں تھی وہ لوگ اپنی بود و باش خوراک کا انتظام تجارت کے

ذریعے سے کرتے تھے اور اس کیلئے وہ دو سفر کرتے تھے گرمیوں میں شام کا اور سردیوں میں یمن کا رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ سورہ قریش میں اسی کا ذکر ہے۔

دارالندوہ میں مشاورت :

غزوۂ بدر سے پہلے قریش مکہ نے دارالندوہ میں جمع ہو کر مشورہ کیا کہ یہ لوگ جب مکہ مکرمہ میں تھے ہم لوگوں کو مسلمان ہونے سے روکتے تھے اور سختیاں کرتے تھے اب یہ ہمارے ہاتھ سے نکل گئے ہیں اور وہاں ان کا مقابلہ کرنے والا کوئی نہیں ہے اور یہ طاقتور ہوتے جا رہے ہیں لہذا جب تک ان کا ڈٹ مقابلہ نہیں کریں گے اور ان کے وجود کو ختم نہیں کریں گے یہ ہمارے لئے خطرہ ہیں لہذا سارے لوگ ایثار کرو۔ اس دفعہ شام کا جو تجارتی سفر ہو اس کا سارا نفع جو شام میں حاصل ہو یا واپس آکر سامان یہاں بیچ کر حاصل ہو وہ سارا کا سارا مسلمانوں کے خلاف خرچ ہو اس سے ہتھیار خریدے جائیں اور دیگر جنگی ضروریات اور اصل رقم تمہاری رہے گی۔ اس بات پر سارے راضی ہو گئے اور کسی نے اختلاف نہ کیا چنانچہ ایک ہزار اونٹ سامان سے لدا ہوا ساٹھ آدمیوں کا قافلہ جس کے امیر ابوسفیانؓ تھے جو اس وقت ﷺ نہیں ہوئے تھے شام کی طرف روانہ ہوئے۔ اس میٹنگ اور ایجنڈے کی خبر مدینہ طیبہ پہنچی تو مسلمانوں نے پروگرام بنایا کہ واپسی پر ان پر حملہ کر دو تاکہ نہ ان کے پاس مال رہے اور نہ لڑائی کی نوبت آئے۔ مکے والوں کو بھی اطلاع ہو گئی کہ وہ ہمارے قافلے کو لوٹنا چاہتے ہیں وہ وہاں سے چل پڑے اور یہ یہاں سے چل پڑے تجارتی قافلہ تو راستہ بدل کر نیچے کی طرف ہو گیا اور یہ دونوں گروہ بدر میں اکٹھے ہو گئے۔ بدر مدینہ منورہ سے ۸۰ میل کی مسافت پر ہے۔ کافر بدر میں پہلے پہنچ گئے اور پانی کے

چشموں پر قبضہ کر لیا جب یہ حضرات پہنچے تو آنحضرت ﷺ نے ایک جگہ کے متعلق فرمایا کہ تم یہاں مورچہ قائم کرو۔

حضرت خباب ابن منذر کا مشورہ :

حضرت خباب ابن منذر انصاری ؓ جنگی امور میں بڑا تجربہ رکھتے تھے انہوں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت اس جگہ مورچہ بنانے کا حکم رب تعالیٰ کی طرف سے ہے یا آپ ﷺ کی ذاتی رائے ہے؟ اگر رب تعالیٰ کا حکم ہے تو پھر ہمیں قیل قال کا حق نہیں پہنچتا اور اگر ذاتی ہے تو پھر میں تجربہ کی بنا پر اپنی رائے عرض کرتا ہوں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ رب تعالیٰ کی طرف سے صرف لڑنے کا حکم ہے مورچہ ہماری صوابدید پر ہے۔ کہنے لگے حضرت جنگی نکتہ نظر سے یہ جگہ ہمارے لئے مفید نہیں ہے آگے والی جگہ ٹھیک رہے گی۔ رائے ان کی درست تھی آگے ریت کا ٹیلہ تھا وہاں جا کر مورچہ بنایا گیا وہاں پانی نہیں تھا اللہ تعالیٰ نے بارش نازل فرمائی ریت جم کر سڑک بن گئی اور پانی کا انتظام بھی ہو گیا۔ کافر پست جگہ پر تھے وہاں پانی جمع ہو گیا۔ ان کی شکست کے ظاہری اسباب میں سے ایک یہ بھی تھا۔ اللہ تعالیٰ اس کا ذکر فرماتے ہیں اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا اور جس وقت تھے تم ادھر والے کنارے پر جو مدینہ طیبہ کی طرف قریب تھا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى اور وہ کافر پرلے کنارے پر تھے جو مدینہ طیبہ سے دور تھا۔ وَالرَّكْبُ اور تجارتی قافلہ جس کی قیادت ابوسفیان کر رہے تھے اَسْفَلَ مِنْكُمْ تم سے نیچے کی طرف تھا۔ ساحل سمندر پر وہ جگہ بدر سے پست تھی۔ غزوہ بدر کوئی پہلے سے طے شدہ نہیں تھا کہ تم نے فلاں جگہ پہنچنا ہے اور ہم نے بھی اور لڑائی ہو گی بلکہ اتفاق ہو گیا۔ اللہ

تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ اور اگر تم آپس میں وعدہ کرتے پہلے سے کہ فلاں وقت فلاں جگہ پر پہنچنا ہے لَاخْتَلَفْتُمْ فِی الْمِیْعٰدِ تو البتہ اختلاف کرتے وعدہ پورا کرنے میں۔ ممکن ہے تم بروقت نہ پہنچتے یا وہ نہ پہنچتے وَلٰکِنْ لِّیَقْضِیَ اللّٰہُ اَمْرًا کَانَ مَفْعُوْلًا اور لیکن تاکہ اللہ تعالیٰ فیصلہ کرے اس معاملے کا جو طے شدہ ہے لِیَھْلِکَ تاکہ ہلاک ہو مَنْ ھَلَکَ جو ہلاک ہونا چاہتا ہے عَنْ م بَیِّنَۃٍ کھلی دلیل کیساتھ۔ کہ ان کو کثرتِ تعداد اور قوت پر گھمنڈ اور غرور تھا۔ اسلحہ کی ان کے پاس بہتات تھی سارا عرب ان کیساتھ تھا اور اس طرف صرف تین سو تیرہ تھے اور لڑائی کے قابل یہی تھے پیچھے نابینا، لنگڑے، بوڑھے، معذور تھے، عورتیں اور بچے تھے وَّیَحْیٰی مَنْ حَیَّ عَنْ م بَیِّنَۃٍ اور جو زندہ رہنا چاہتا ہے زندہ رہے کھلی دلیل کیساتھ۔ آٹھ تلواروں کو اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار تلوار پر غلبہ عطا فرمایا وَاِنَّ اللّٰہَ لَسَمِیْعٌ عَلِیْمٌ اور بیشک البتہ اللہ تعالیٰ سننے والا، جاننے والا ہے اِذْ یُرِیْکَھُمُ اللّٰہُ فِیْ مَنَامِکَ قَلِیْلًا جس وقت اللہ تعالیٰ دکھاتا تھا تجھے وہ کافر آپ کے خواب میں تھوڑے۔ غزوہ بدر سے چند دن پہلے آنحضرت ﷺ نے ایک خواب دیکھا کہ ہمارا کافروں سے مقابلہ ہو رہا ہے ہماری تعداد زیادہ ہے اور ان کی تعداد کم ہے۔ یہ خواب آپ ﷺ نے صحابہ کرام ؓ کے سامنے بیان کیا تھا جس سے مسلمانوں کی ہمت بڑھ گئی۔ حالانکہ ظاہری طور پر معاملہ اس کے برعکس تھا کہ مسلمانوں کی تعداد تھوڑی تھی اور کافروں کی تعداد زیادہ تھی۔

آنحضرت ﷺ کا خواب :

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کا خواب ہو اور خلافِ حقیقت ہو یہ کیسے ہو سکتا

ہے؟ جبکہ پیغمبر کی بات بیداری کی ہو یا خواب کی وہ حقیقت ہوتی ہے۔ امام فخر الدین رازیؒ وغیرہ فرماتے ہیں کہ خواب کی ایک صورت ہوتی ہے اور ایک حقیقت جس کو تعبیر بھی کہتے ہیں صورت اور ہوتی ہے اور حقیقت اور ہوتی ہے۔ یہ تھوڑے نظر آنے کی حقیقت اور تعبیر ان کی شکست کی طرف اشارہ تھا کیونکہ عادۃً تھوڑوں کو شکست ہوتی ہے۔ آنحضرتؐ کی چچی حضرت ام فضل بنت الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک خواب دیکھا اور وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ کہ آج رات میں نے ایک برا خواب دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ وہ بہت ہی سخت ہے آپ ﷺ نے فرمایا بتائیں تو سہی وہ کیا ہے حضرت ام فضلؓ نے عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے گویا آپ کے جسم مبارک سے ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں رکھ دیا گیا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم نے بہت اچھا خواب دیکھا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ میری لخت جگر بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا جو تمہاری گود میں کھیلے گا چنانچہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ ظاہراً دیکھو تو خواب کی صورت کتنا خوفناک تھی اور وہ بڑی پریشان ہوئیں کیونکہ ان دنوں افواہ مشہور تھی کہ یہودی آپ کو شہید کرنا چاہتے ہیں ان کا ذہن اس طرف گیا کہ آپ ﷺ کی شہادت کی طرف اشارہ ہے لیکن حقیقت اور تعبیر کیسی خوبصورت تھی۔ اسی طرح یہاں خواب میں کافروں کا تھوڑا نظر آنا ان کی شکست کی طرف اشارہ تھا اور ایسا ہی ہوا وَلَوْ اَرٰکَھُمْ کَثِیْرًا لَّفَشِلْتُمْ اور اگر اللہ تعالیٰ دکھاتا وہ کافر آپ کو زیادہ البتہ تم بزدلی کر جاتے وَلَتَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ اور البتہ تم جھگڑا کرتے

اس معاملہ میں۔ اگر خواب میں کافر زیادہ نظر آتے اور آپ خواب بیان فرماتے تو ایسے لوگ بھی تھے جو کہتے حضرت نہیں لڑنا چاہیے ہم تھوڑے ہیں اور کوئی کہتا لڑنا چاہیے۔ کیونکہ ذہن مختلف ہوتے ہیں حالات جدا جدا ہوتے ہیں حق تعالیٰ نے ہر ایک کو ایک مزاج اور ایک سمجھ نہیں دی وَلٰکِنَّ اللّٰہَ سَلَّمَ اور لیکن اللہ تعالیٰ نے سلامتی میں رکھا اِنَّہٗ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ بیشک وہ سینے کے رازوں کو جاننے والا ہے۔

جس وقت آپ ﷺ مقام بدر میں پہنچ گئے آگے اس کا ذکر ہے۔ فرمایا وَاِذْ یُرِیْکُمُوْھُمْ اور تم کو دکھائی وہ فوج اِذِ الْتَقَیْتُمْ جب تم آمنے سامنے ہوئے فِیْٓ اَعْیُنِکُمْ قَلِیْلًا تمہاری آنکھوں میں تھوڑی۔ جو سامنے نظر آتے تھے وہ تھوڑے تھے باقی پیچھے تھے وہ نظر نہیں آتے تھے ان کو کم سمجھ کر مسلمانوں کی ہمت بڑھ گئی کہ ہمارے مقابلے میں تھوڑے ہیں پھر جب پچھلے بھی آگئے اور اکٹھے ہو گئے تو پہلے بیان ہو چکا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ریت کی مٹھی بھر کر شَاھَتِ الْوُجُوْہُ پڑھ کر ان کی طرف پھینکی وہ ان کی آنکھوں میں پڑ گئی۔ اگلوں پچھلوں دائیں بائیں سب کی آنکھوں میں۔ ریت کی مٹھی پھینکنا آپ کا کام تھا اور سب کی آنکھوں میں ڈالنا رب کا کام تھا۔ اسی لئے رب تعالیٰ نے فرمایا وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی اے نبی کریم ﷺ ریت کی مٹھی جو آپ نے پھینکی تھی وہ آپ نے نہیں پھینکی تھی وہ رب تعالیٰ نے پہنچائی تھی وَیُقَلِّلُکُمْ فِیْٓ اَعْیُنِھِمْ اور تم کو تھوڑا کر کے دکھایا ان کی آنکھوں میں۔ مسلمان تو واقعی تھوڑے تھے لِیَقْضِیَ اللّٰہُ اَمْرًا کَانَ مَفْعُوْلًا تاکہ فیصلہ کرے اللہ تعالیٰ اس معاملے کا جو طے شدہ ہے کہ باوجود تمہارے کمزور ہونے کے اللہ تعالیٰ نصرت و مدد فرما کر کامیابی نصیب کرے گا وَاِلَی اللّٰہِ تُرْجَعُ

الْاُمُـــوْرُ اوراللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹائے جاتے ہیں سب کام۔ظاہری باطنی روحانی جسمانی تکوینی تشریعی سب پر کنٹرول اسی کا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَآءَ النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۝ وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّيْ بَرِیْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّيْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ؕ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً جب تم ملو یعنی ٹکر ہو کافروں کے گروہ سے فَاثْبُتُوْا پس ثابت قدم رہو وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا اور ذکر کرو اللہ تعالیٰ کا کثرت سے لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ تاکہ تم فلاح پاجاؤ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی وَلَا تَنَازَعُوْا اور آپس میں جھگڑا نہ کرو فَتَفْشَلُوْا پس تم کمزور ہو جاؤ گے وَتَذْهَبَ

رِیۡحُکُمۡ اورتمہاری ہوا اکھڑ جائے گی وَاصۡبِرُوۡا اورصبر کرو اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیۡنَ بیشک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کیساتھ ہے وَلَا تَکُوۡنُوۡا اور نہ ہو تم کَالَّذِیۡنَ خَرَجُوۡا مِنۡ دِیَارِھِمۡ بَطَرًا ان لوگوں کی طرح جو نکلے اپنے گھروں سے اکڑتے ہوئے وَّرِئَآءَ النَّاسِ اورلوگوں کو دکھانے کیلئے وَیَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اور وہ روکتے تھے اللہ تعالیٰ کے راستے سے وَاللّٰہُ بِمَا یَعۡمَلُوۡنَ مُحِیۡطٌ اور اللہ تعالیٰ جو وہ عمل کرتے ہیں احاطہ کرنے والا ہے وَاِذۡ زَیَّنَ لَھُمُ الشَّیۡطٰنُ اَعۡمَالَھُمۡ اور جس وقت مزین کیا ان کیلئے شیطان نے ان کے اعمال کو وَقَالَ اور کہا لَا غَالِبَ لَکُمُ الۡیَوۡمَ مِنَ النَّاسِ نہیں غالب آئیگا تم پر آج کے دن لوگوں میں سے کوئی بھی وَاِنِّیۡ جَارٌ لَّکُمۡ اور بیشک میں تمہارا مددگار رہوں فَلَمَّا تَرَآءَتِ الۡفِئَتٰنِ پس جب آمنے سامنے ہوئیں دو جماعتیں نَکَصَ عَلٰی عَقِبَیۡہِ پھر گیا وہ ایڑیوں کے بل وَقَالَ اور کہا اِنِّیۡ بَرِیۡٓءٌ مِّنۡکُمۡ بیشک میں بیزار ہوں تم سے اِنِّیۡۤ اَرٰی مَا لَا تَرَوۡنَ بیشک میں دیکھتا ہوں وہ مخلوق جو تم نہیں دیکھتے اِنِّیۡۤ اَخَافُ اللّٰہَ بیشک میں ڈرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے وَاللّٰہُ شَدِیۡدُ الۡعِقَابِ اور اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔

غزوہ بدر کا ذکر چلا آ رہا ہے۔ اس غزوہ میں جو چیزیں مسلمانوں کی کامیابی کا سبب بنیں اور قیامت تک مسلمانوں کی کامیابی کا ذریعہ ہیں ان میں سے بعض اہم چیزوں کا اللہ تعالیٰ ذکر فرماتے ہیں۔

میدان جنگ میں کامیابی کے راز :

پہلی چیز...... فرمایا...... یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَةً جب ملو تم یعنی ٹکر ہو کافروں کے گروہ سے مقابلہ ہو کافروں کیساتھ فَاثْبُتُوْا پس ثابت قدم رہو۔ اور پہلے اسی سورۃ میں گذر چکا ہے کہ میدان جنگ میں پشت دکھانا جبکہ دشمن کا لشکر اپنے سے دوگنا بھی ہو، گناہ کبیرہ ہے۔

دوسرا کام...... وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا اور ذکر کرو اللہ تعالیٰ کا کثرت سے۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی برکت سے مومن کے دل کو قوت حاصل ہوتی ہے۔ لیکن میدان جنگ میں نعرۂ تکبیر کے علاوہ دوسرے اذکار آہستہ کرے اور ضرورت پیش آئے تو نعرۂ تکبیر بلند آواز سے لگائے۔ تفسیر ابن کثیر وغیرہ میں روایت ہے کہ تین موقعوں پر اللہ تعالیٰ آواز کو بلند کرنا پسند نہیں کرتے ایک جہاد کے موقع پر کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر آہستہ کرو۔ دوسرا جنازے کیساتھ جاتے ہوئے جو ذکر بھی کرو آہستہ کرو۔ تیسرا نمازوں کے بعد جو ذکر کرنا ہے آہستہ کرنا ہے۔ اور مسجد کے متعلق یہ مسئلہ کئی مرتبہ سن چکے ہو کہ جب مسجد میں ایک نمازی بھی نماز پڑھ رہا ہو بلند آواز سے قرآن شریف پڑھنا بھی جائز نہیں ہے البتہ امام کو اجازت ہے کہ تعلیم کیلئے ذکر بلند آواز سے بتا سکتا ہے کہ اسطرح کرو اور اس طرح پڑھو اور ذکر کیلئے بڑی سہولتیں ہیں کہ وضو شرط نہیں، قبلہ کی طرف رخ کرنا شرط نہیں ہے، بیٹھ کے کرنا شرط نہیں ہے چلتے پھرتے کر سکتے ہو، لیٹے ہوئے کر سکتے ہو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت کے ساتھ کرو یہ تمہاری کامیابی کا بہت بڑا ذریعہ ہے لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔

تیسرا کام...... وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی۔ انہوں نے جو کچھ فرمایا ہے وہ حق ہے اس کی تعمیل ضروری ہے۔

چوتھا کام...... وَلَاتَنَازَعُوْا اور آپس میں جھگڑا نہ کرو اسلئے کہ اگر تم نے جھگڑا کیا تو فَتَفْشَلُوْا کمزور ہو جاؤ گے بزدل ہو جاؤ گے تمہاری قوت بکھر جائے گی وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ اتحاد اتفاق میں جو برکت ہے وہ انتشار میں نہیں ہے اگر نظریاتی باتیں ہیں تو ایک دوسرے کو گوارہ کرو یہ کامیابی کا گر رب تعالیٰ نے بتایا ہے وَاصْبِرُوْا اور صبر کرو۔ راہِ حق میں تکلیفیں آئیں گی، زخمی ہو گے، شہید بھی ہو گے، طرح طرح کی چیزیں ہونگی صبر کرو۔ یہ وہ اصول ہیں کہ ان پر عمل کرنے والا انشاء اللہ تعالیٰ کامیاب ہوگا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ بیشک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کیساتھ ہے۔ اس کا وعدہ ہے کہ وہ صبر کرنے والوں کا ساتھ دیتا ہے اور اس کا یہ بھی حکم ہے کہ تکبر اور غرور نہ کرو تکبر بہت بری چیز ہے۔ تکبر کا معنیٰ ہے کہ آدمی اپنے آپ کو بڑا سمجھے اور دوسروں کو حقیر اور گھٹیا سمجھے اور یہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ "جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہو گا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔" اگر وہ تکبر کو حلال سمجھتا ہے تو پھر تو وہ کافر ہے اور کافر جنت میں کبھی نہیں جائے گا اور اگر حرام اور گناہ سمجھتے ہوئے کرتا ہے تو اس کو جنت میں دخولِ اول نصیب نہیں ہوگا اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ کتنے سالوں کے بعد جنت کا دخول نصیب ہوگا۔ لہذا تکبر سے بچو کسی کو حقیر نہ سمجھو اور کسی کی صحیح بات کو ٹھکراؤ نہ وَلَاتَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اور نہ ہو جاؤ ان لوگوں کی طرح خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا جو نکلے اپنے گھروں سے یعنی مکہ مکرمہ سے اکڑتے ہوئے تکبر کرتے ہوئے اپنی قوت کے نشے میں وَرِئَآءَ النَّاسِ اور لوگوں کو دکھانے کیلئے۔ ڈھول بجا رہے تھے، عورتیں ناچ رہی تھیں بھنگڑا ڈالتے ہوئے مکہ مکرمہ سے نکلے بڑا عجیب منظر تھا وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور وہ روکتے ہیں اللہ تعالیٰ

کے راستے سے۔ یہ سب کچھ انہوں نے اسلام کے مقابلے کیلئے کیا پھر ان کا جو حشر ہوا وہ آپ تفصیلاً سن چکے ہیں کہ ستر مارے گئے، ستر گرفتار ہوئے اور باقیوں کو بھاگنے کیلئے راستہ نہ ملا وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ اور اللہ تعالیٰ جو وہ عمل کرتے ہیں اس کا احاطہ کرنے والا ہے علم کے لحاظ سے بھی اور قدرت کے لحاظ سے بھی۔

سراقہ ابن مالک والا واقعہ :

اگلی آیت کریمہ میں ایک واقعہ کا ذکر ہے کہ قریش مکہ جب بدر کیلئے نکلنے لگے تو انہیں یہ خیال آیا کہ سراقہ ابن مالک کنانی سے ہمارا اختلاف ہے۔ سراقہ ابن مالک قبیلہ بنو بکر جو عرب کے قبائل میں سے بڑا مشہور اور لڑاکا قبیلہ تھا اور اس کی شاخیں دور دراز تک پھیلی ہوئیں تھیں یہ اس قبیلے کا سردار تھا اور مکے والوں کو وہ کئی دفعہ دھمکیاں دے چکا تھا کہ میں تمہارے ساتھ نمٹ لوں گا تو مشرکین مکہ پریشان ہوئے کہ ہم سارے جا رہے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے چلے جانے کے بعد سراقہ ہماری عورتوں اور بچوں کو قید کر کے لے جائے کیونکہ دشمن ایسے موقع سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ جب سولہ سو ساتھیوں کے ہمراہ غزوۂ خیبر کیلئے تشریف لے گئے تو قبیلہ بنو اسد اور قبیلہ بنو غطفان جو مشرکوں کے قبیلے تھے انہوں نے یہودیوں کیساتھ مل کر مشورہ کیا کہ لڑنے والے مسلمان تو سارے جا چکے ہیں لہٰذا مدینہ طیبہ پر حملہ کر کے مسلمانوں کی عورتوں کو قید اور بچوں کو ختم کر دو۔ ان میں جو بوڑھے تھے ان میں سے بعض نے کہا کہ دیکھو! محمد (ﷺ) بڑے دانا اور سمجھ دار آدمی ہیں اور اس بات کو تم سب تسلیم کرتے ہو۔ وہ خیبر گئے ہیں تو پچھلوں کا کوئی انتظام کر کے گئے ہوں گے یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ عورتوں اور بچوں کو بے آسرا چھوڑ کر چلے جائیں۔ اتنی بات سنتے ہی سب کی ہمت پست ہوگئی۔ اسی طرح مکے والے اس بات سے پریشان

ہوئے اور ان کے بڑے بڑے حضرات دارالندوہ میں اکٹھے ہوئے اسی سوچ بچار میں تھے کہ ابلیس لعین سراقہ ابن مالک کی شکل میں آیا اور جنات کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے کہ وہ جو شکل چاہیں اختیار کر سکتے ہیں۔ انسان کی، گدھے کی اور بلی وغیرہ کی۔ یہ جو بعض سیانے لوگ کہتے ہیں کہ میں نے بدّاوہ ذیکھا ہے وہ حقیقت میں جن ہوتا ہے تو ابلیس لعین سراقہ ابن مالک کی شکل اختیار کر کے آیا اور اس کے ساتھ اور کافی شیاطین انسانوں کی شکل میں آئے کہنے لگا دیکھو مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم میری وجہ سے پریشان ہو۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے تمہاری ہماری گھر کی لڑائیاں ہیں یہ ہوتی رہی ہیں اور ہوتی رہیں گی۔ اس وقت تم محمد (ﷺ) کے مقابلے میں جارہے ہو وہ تمہارا ہمارا مشترکہ دشمن ہے میں بہت خوش ہوں میرے ساتھ مختلف برادریوں کے لوگ ہیں ہم سب تمہارے ساتھ لڑنے کیلئے جائیں گے۔ نعرے شروع ہو گئے سراقہ زندہ باد سراقہ زندہ باد مکے والے خوش ہوئے کہ خطرہ ٹل گیا ہے بلکہ وہ ہمارا معاون بن گیا ہے یہ جعلی سراقہ بدر تک ساتھ گیا اپنی فوج سمیت۔ تفسیر اور حدیث کی کتب میں آتا ہے ابوجہل قیادت کر رہا تھا اسکا ایک ہاتھ ابوجہل کے ہاتھ میں تھا اور ایک روایت میں آتا ہے اس کا ہاتھ ابوجہل کے بھائی حارث ابن ہشام کے ہاتھ میں تھا یہ ۸ھ میں مسلمان ہو گئے تھے۔ جس وقت بدر میں تین ہزار فرشتے نازل ہوئے تو جعلی سراقہ ابلیس لعین اور اس کے فوجیوں نے دیکھے تو ہاتھ چھڑا کر بھاگا اور کہنے لگا تم جانو اور تمہارا کام مجھے وہ مخلوق نظر آرہی ہے جو تمہیں نظر نہیں آرہی۔ ابلیس کو پتہ تھا کہ جبرائیل اور میکائیل میری بھی ٹھکائی کریں گے لہذا بھاگ گیا اس کا ذکر ہے۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں..... وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ اور جس وقت مزین کیا ان کیلئے شیطان نے ان کے اعمال کو کہ ان کو کہا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں وَقَالَ اور

کہنے لگا لَاغَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ نہیں غالب آئے گا تم پر آج کے دن لوگوں میں سے کوئی بھی۔ خود تم ہی کافی ہو وَاِنِّیْ جَارٌ لَّكُمْ اور بیشک میں تمہارا مددگار ہوں فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ پس جب آمنے سامنے ہوئیں دو جماعتیں۔ مومنوں کی اور کافروں کی بدر کے مقام پر نَكَصَ عَلٰی عَقِبَيْهِ پھر گیا وہ ایڑیوں کے بل۔ الٹے پاؤں بھاگا وَقَالَ اور کہنے لگا اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْكُمْ بیشک میں بیزار ہوں تم سے اِنِّیْٓ اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ بیشک میں دیکھتا ہوں وہ مخلوق جو تم نہیں دیکھتے۔ مجھے فرشتے نظر آرہے ہیں اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ بیشک میں ڈرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے کہ اس کے فرشتے مجھے ماریں گے پٹائی کریں گے۔ لوگوں نے بہت کہا او سراقہ! کہاں جا رہے ہو کہنے لگا اب وضو ٹوٹ گیا ہے ٹھہر نہیں سکتا۔ لوگوں نے طعنے بھی دیئے بہت کچھ کہا لیکن اس نے کسی کی کوئی بات نہ سنی وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ اور اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔ آج میری پٹائی ہو جائے گی یہ کہہ کر شیطان بھاگ گیا۔ شیطان شیطان ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے پھندوں سے سب کو بچائے اور محفوظ رکھے۔

اِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِیْنُهُمْ ؕ وَمَنْ یَّتَوَكَّلْ عَلَی اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ○ وَلَوْ تَرٰٓی اِذْ یَتَوَفَّی الَّذِیْنَ كَفَرُوا ۙ الْمَلٰٓئِكَةُ یَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۚ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ ○ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ ○ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ○ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ یَكُ مُغَیِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰی قَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ○ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِیْنَ ○

اِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ جب کہنے لگے منافق وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِیْنُهُمْ دھوکے میں

ڈالا ہے ان کو ان کے دین نے وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اور جو بھروسہ کرے اللہ
تعالیٰ پر فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ پس بیشک اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے
وَلَوْ تَرٰٓی اور اگر اے مخاطب! تو دیکھے اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ جس
وقت جان نکالتے ہیں ان لوگوں کی جو کافر ہیں، فرشتے يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ
وَاَدْبَارَهُمْ مارتے ہیں ان کے مونہوں پر اور ان کی پشتوں پر وَذُوْقُوْا عَذَابَ
الْحَرِيْقِ اور چکھو جلانے والا عذاب ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ یہ اس سبب
سے جو آگے بھیجا ہے تمہارے ہاتھوں نے وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ اور
بیشک اللہ تعالیٰ نہیں ہے ظلم کرنے والا اپنے بندوں پر كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ان
لوگوں کی عادت ہے جیسے عادت تھی فرعونیوں کی وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ اور ان
لوگوں کی جو ان سے پہلے تھے كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ انکار کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کی
آیتوں کا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ پس پکڑا ان کو اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں
کے بدلے اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ بیشک اللہ تعالیٰ قوی ہے شَدِيْدُ الْعِقَابِ سخت سزا دینے
والا ہے ذٰلِكَ یہ سزا اس لئے دیتا ہے بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا بیشک اللہ
تعالیٰ نہیں بدلنے والا نِّعْمَةً نعمت کو اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ جو نعمت دی ہے اس نے
کسی قوم کو حَتّٰى يُغَيِّرُوْا یہاں تک کہ وہ خود بدل دیں مَا بِاَنْفُسِهِمْ اس کو جو ان
کے نفسوں میں ہے وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ اور بیشک اللہ تعالیٰ سننے والا ہے
جاننے والا ہے كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ان کی عادت ہے جیسے فرعونیوں کی تھی

وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ اوران لوگوں کی جو ان سے پہلے تھے کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ جھٹلایا انہوں نے اپنے رب کی آیتوں کو فَاَهْلَكْنٰهُمْ پس ہم نے ان کو ہلاک کیا بِذُنُوْبِهِمْ ان کے گناہوں کے بدلے میں وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ اور ہم نے غرق کیا فرعونیوں کو وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ اور یہ سب کے سب ظلم کرنے والے تھے۔

غزوہ بدر کا ذکر چلا آرہا ہے۔ مدینہ طیبہ میں یہودی بھی آباد تھے عیسائی اور مشرک بھی رہتے تھے یہودیوں میں سے بہت سے لوگ ظاہراً یعنی زبانی طور پر کلمہ پڑھ کر مسلمانوں میں شامل ہو گئے مگر دل سے اسلام کو قبول نہ کیا۔ یہ منافقین بھی موجود تھے مجاہدین کا لشکر جب بدر کیلئے روانہ ہوا تو مجاہدین کی یہ حالت تھی کہ کوئی ننگے پاؤں تھا کسی کے سر پر ٹوپی پگڑی نہیں تھی سخت گرمی کا زمانہ تھا اور عجب یہ کہ صرف آٹھ تلواریں ہیں حالانکہ اس وقت عرب کا عام دستور تھا کہ لوگ تلوار ہاتھ میں رکھتے تھے جیسے یہاں لوگ لاٹھی ہاتھ میں رکھتے ہیں مگر ناداری اور مفلسی کی وجہ سے تلواریں بھی نہیں تھیں آنحضرت ﷺ نے روانگی کے وقت دعا فرمائی۔ یہ بھوکے، ننگے، نہتے جب وہاں سے روانہ ہوئے تو یہودیوں، مشرکوں اور منافقوں نے آوازیں کسیں، طعنے دیئے کہ یہ مکہ فتح کرنے کیلئے جا رہے ہیں یہ بہادر ہیں ان کی گردنیں اتاریں گے اور ان کو گرفتار کر کے لائیں گے اور ان کا مال کھائیں گے۔ ان کی طرف اشارہ کرتے اور عجیب عجیب قسم کے طعنے دیتے اور اتنی بات تو ظاہر تھی کہ ایک طرف ساری دنیائے عرب تھی اور دوسری طرف یہ تین سو تیرہ تھے بظاہر کوئی نسبت نہیں تھی۔

مشرکین کے طعنے کا جواب :

آج کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان کے طعنے کا جواب دیا ہے اور منافقین کی تردید فرمائی ہے۔فرمایا...... اِذْیَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ جب کہنے لگے منافق وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے کفر شرک کی غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِیْنُهُمْ دھوکے میں ڈالا ہے ان کو ان کے دین نے۔ یہ چند مٹھی بھر عرب کو فتح کرنے کیلئے جارہے ہیں ،قریش مکہ پر غلبہ پانے کیلئے جارہے ہیں ۔اللہ تعالیٰ نے اس کا بڑا مختصر سا جواب دیا وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰهِ اور جو بھروسہ کرے اللہ تعالیٰ پر فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ پس بیشک اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے۔ جانے والوں کا رب تعالیٰ پر بھروسہ ہے جو کچھ میسر تھا وہ لے لیا ہے آگے رب تعالیٰ کا کام ہے نتیجہ اس کے ہاتھ میں ہے۔توکل کا معنیٰ ہے ظاہری اسباب اختیار کرنے کے بعد نتیجہ رب تعالیٰ پر چھوڑ دینا۔اگر ظاہری اسباب اختیار نہ کئے جائیں تو اس کو تعطل کہتے ہیں یہ توکل نہیں ہے۔شاعر نے توکل کا مفہوم بیان کیا ہے کہ......

؂ توکل کا یہ معنیٰ ہے کہ خنجر تیز رکھ اپنا
انجام اسکی تیزی کا مقدر کے حوالے کر

تو رب تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کو دین نے دھوکے میں نہیں ڈالا بلکہ ان کا رب تعالیٰ کی ذات پر توکل ہے۔فرمایا آج تو یہ لوگ مسلمانوں کے ساتھ ٹھٹھہ کر رہے ہیں ،کرتے رہے گے وَلَوْ تَرٰٓی اور اگر اے مخاطب! تو دیکھے اِذْ یَتَوَفَّی الَّذِیْنَ کَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ جس وقت جان نکالتے ہیں ان لوگوں کی جو کافر ہیں ،فرشتے جس وقت جان قبض کرتے ہیں یَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ مارتے ہیں ان کے مونہوں پر اور ان کی پشتوں پر۔

تفسیروں میں لکھا ہے مَقَامِعَ مِنْ حَدِیْدٍ کہ لوہے کے ہتھوڑوں سے مارتے ہیں مونہوں پر بھی اور پشتوں پر بھی۔ لیکن ساتھ کھڑے ہوئے ڈاکٹروں، حکیموں اور گھر کے افراد کو کوئی پتہ نہیں چلتا کہ مرنے والے کیساتھ کیا ہو رہا ہے۔ یہ چیزیں اللہ تعالیٰ نے غیب میں رکھی ہیں ان کو اسی طرح ماننے کا نام ایمان بالغیب ہے اگر اللہ تعالیٰ ہمیں دکھا دے تو پھر ایمان بالغیب تو نہ رہا۔ تو یاد رکھنا! جان نکالتے وقت فرشتے سوال جواب کرتے ہیں، گفتگو ہوتی ہے، مار پڑتی ہے یہ سب کچھ حق ہے اور کہتے ہیں وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ اور چکھو جلانے والا عذاب۔ قبر میں جانے کے بعد دوزخ جنت سامنے آجاتی ہے، حساب کتاب شروع ہو جاتا ہے لوگ قیامت کو دور سمجھتے ہیں حالانکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِیَامَتُہٗ ''جو فوت ہوا تحقیق اس کی قیامت برپا ہوگئی۔'' فرمایا ذٰلِکَ یہ جو سزا تم کو ہو رہی ہے بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْکُمْ یہ اس سبب سے جو آگے بھیجا ہے تمہارے ہاتھوں نے اعمال سے، جو تمہارے ہاتھوں کی کمائی ہے وَاَنَّ اللّٰہَ لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ اور بیشک اللہ تعالیٰ نہیں ہے ظلم کرنے والا اپنے بندوں پر ذرہ برابر بھی۔ بدلا تو تمہیں ملے گا کفر شرک کا اور حق کیساتھ ٹکرانے کا کَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ان لوگوں کی عادت ہے جیسے عادت تھی فرعونیوں کی وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ اور ان لوگوں کی جو ان سے پہلے تھے۔ جیسے نمرود، قومِ صالح، قوم ثمود، قومِ نوح ان کی عادت بھی ایسے ہی تھی کہ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ انکار کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا۔ آیات سے مراد آسمانی کتابیں اور صحیفے بھی ہو سکتے ہیں اور معجزے بھی ہو سکتے ہیں۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کتابوں کو بھی جھٹلایا اور معجزات کو جادو کہہ کر رد کر دیا حالانکہ خاص معجزات ان کے مطالبے پر ظاہر کیے گئے۔ قرآن پاک میں متعدد مقامات پر آتا ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے ان سے کہا کہ اگر آپ اللہ تعالیٰ

کے پیغمبر ہیں تو جس چٹان پر ہم ہاتھ رکھیں وہ پھٹ جائے اور اس سے اونٹنی نکل آئے اور بعض تفسیروں میں ہے کہ اس کیساتھ ایک بچہ بھی ہو۔ فرمایا اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰہِ یہ معجزات رب کے اختیار میں ہیں لیکن اگر اللہ تعالیٰ میری تائید کیلئے ظاہر کر دے تو مان لو گے؟ کہنے لگے کیوں نہیں مانیں گے۔ وقت مقرر ہوا حِجر شہر والے سب مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے، جوان بھنگڑا ڈالتے، ناچتے کودتے اور مذاق اڑاتے ہوئے جمع ہوئے کہ آج چٹان سے اونٹنی نکلنی ہے۔ انہوں نے جس چٹان پر ہاتھ رکھا اسی سے اونٹنی نکل آئی فرمایا ھٰذِہٖ نَاقَۃُ اللّٰہِ لَکُمْ اٰیَۃً "یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی تمہارے لئے نشانی ہے۔" لیکن ایمان کوئی بھی نہ لایا کہنے لگے جادو ہے اور انکار کر دیا فَاَخَذَھُمُ اللّٰہُ بِذُنُوْبِھِمْ پس پکڑا ان کو اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کے بدلے اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ شَدِیْدُ الْعِقَابِ بیشک اللہ تعالیٰ قوی ہے سخت سزا دینے والا ہے۔ یہ سزا کیوں دیتا ہے؟ ذٰلِکَ یہ اس لئے ہے بِاَنَّ اللّٰہَ لَمْ یَکُ مُغَیِّرًا بیشک اللہ تعالیٰ نہیں بدلنے والا نِعْمَۃً نعمت کو اَنْعَمَھَا عَلٰی قَوْمٍ جو نعمت دی ہے اس نے کسی قوم کو حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ یہاںتک کہ وہ خود بدل دیں اس کو جو ان کے نفسوں میں ہے۔ اسی کا ترجمہ علامہ اقبال مرحوم نے کیا ہے.....

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو خیال جس کو آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

انہوں نے رب تعالیٰ کی نعمتوں کی ناقدری کی، جھٹلایا، پیغمبروں کا مقابلہ کیا تو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا شکار ہوئے وَاَنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ اور بیشک اللہ تعالیٰ سننے والا ہے جاننے والا ہے کَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ ان کی عادت ہے جیسے فرعونیوں کی تھی اور ان لوگوں کی جو ان سے پہلے تھے کہ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّھِمْ جھٹلایا انہوں

نے اپنے رب کی آیتوں کو۔ فرعون کا دربار لگا ہوا تھا اور فرعون بہت اونچے تخت پر کرسی کے اوپر بیٹھا تھا تاج پہنے ہوئے دائیں بائیں اس کے وزیر مشیر اور عملے کے لوگ بیٹھے تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون نے کہا اگر آپ سچے ہیں تو نشانی لاؤ۔ موسیٰ علیہ السلام نے جس وقت عصا ڈالا وہ اژدھا بن گیا اور فرعون کی طرف بڑھا فرعون بدحواس ہو کر نیچے گر پڑا اور کرسی اس کے اوپر۔ عجیب منظر تھا فرعون کے ڈر کے مارے وہاں سے کوئی باہر نہیں گیا کیونکہ فرعون بڑا ظالم جابر تھا کَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ کہ اگر ہم باہر گئے تو بعد میں ہم سے پوچھے گا کہ مجھ پر سختی کا وقت آیا تھا تو بھاگ گئے تھے لیکن فرعون یہ سارا کچھ دیکھ کر کہنے لگا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ یہ کھلا جادو ہے۔ ہمیں بھی موقع دے ہم اس کا مقابلہ جادو کے ساتھ کریں گے۔ تو فرمایا کہ انہوں نے اپنے رب کی آیتوں کو جھٹلایا فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ پس ہم نے ان کو ہلاک کیا ان کے گناہوں کے بدلے میں وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ اور ہم نے غرق کیا فرعونیوں کو۔ فرعون، ہامان اور ان کا لشکر بحر قلزم میں غرق کر دیا حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام اور ان کے ساتھی بنی اسرائیل کیلئے خشک راستے بنا کر دریا عبور کرا دیا اور فرعونی جس وقت داخل ہوئے تو رب تعالیٰ نے پانی کو حکم دیا وہ چل پڑا یہ غرق ہو کر سیدھے جہنم رسید ہوئے فرعون کی لاش کے علاوہ کوئی لاش باہر نہیں نکلی اس کو اللہ تعالیٰ نے بطور نشانی کے باہر نکالا اور باقی رکھا کہ لوگ دیکھیں کہ یہ وہ تھا جو کہتا تھا اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى "میں تمہارا رب الاعلیٰ ہوں۔" یہ اس کا حال ہے فرعون کی لاش مصر کے عجائب گھر میں محفوظ ہے وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ اور یہ سب کے سب ظلم کرنے والے تھے۔ رب تعالیٰ نے سب کو تباہ اور برباد کیا۔

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنۡدَ اللّٰهِ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا فَهُمۡ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ۝ اَلَّذِيۡنَ عٰهَدْتَّ مِنۡهُمۡ ثُمَّ يَنۡقُضُوۡنَ عَهۡدَهُمۡ فِىۡ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمۡ لَا يَتَّقُوۡنَ ۝ فَاِمَّا تَثۡقَفَنَّهُمۡ فِى الۡحَرۡبِ فَشَرِّدۡ بِهِمۡ مَّنۡ خَلۡفَهُمۡ لَعَلَّهُمۡ يَذَّكَّرُوۡنَ ۝ وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنۡ قَوۡمٍ خِيَانَةً فَانۡۢبِذۡ اِلَيۡهِمۡ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الۡخَآئِنِيۡنَ ۝ وَلَا يَحۡسَبَنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا سَبَقُوۡا ؕ اِنَّهُمۡ لَا يُعۡجِزُوۡنَ ۝ وَاَعِدُّوۡا لَهُمۡ مَّا اسۡتَطَعۡتُمۡ مِّنۡ قُوَّةٍ وَّمِنۡ رِّبَاطِ الۡخَيۡلِ تُرۡهِبُوۡنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمۡ وَاٰخَرِيۡنَ مِنۡ دُوۡنِهِمۡ ۚ لَا تَعۡلَمُوۡنَهُمۡ ۚ اَللّٰهُ يَعۡلَمُهُمۡ ؕ وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ شَىۡءٍ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيۡكُمۡ وَاَنۡتُمۡ لَا تُظۡلَمُوۡنَ ۝

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنۡدَ اللّٰهِ بیشک بدترین جانور اللہ تعالیٰ کے نزدیک الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وہ لوگ ہیں جو کافر ہیں فَهُمۡ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ پس وہ ایمان نہیں لاتے اَلَّذِيۡنَ عٰهَدْتَّ مِنۡهُمۡ وہ لوگ ہیں جن سے آپ نے معاہدہ کیا ثُمَّ يَنۡقُضُوۡنَ عَهۡدَهُمۡ پھر وہ توڑتے ہیں اپنے عہد کو فِىۡ كُلِّ مَرَّةٍ ہر مرتبہ وَّهُمۡ لَا يَتَّقُوۡنَ اور وہ ڈرتے نہیں عہد شکنی سے فَاِمَّا تَثۡقَفَنَّهُمۡ فِى الۡحَرۡبِ پس اگر آپ پائیں ان کو

لڑائی کے موقع پر فَشَرِّدْ بِهِمْ مَنْ خَلْفَهُمْ پس بھگا دیں ان کی وجہ سے ان کو جو ان کے پیچھے ہیں لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً اور اگر آپ خوف محسوس کریں کسی قوم سے خیانت کا فَانْبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ پس پھینک دیں ان کی طرف برابری پر إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ بیشک اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا خیانت کرنے والوں کو وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا اور نہ خیال کریں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا سَبَقُوا کہ وہ ہمارے ہاتھ سے نکل گئے ہیں إِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُونَ بیشک وہ عاجز نہیں کر سکتے وَأَعِدُّوا لَهُمْ اور تیار رکھو ان کیلئے مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ جو تم طاقت رکھتے ہو قوت وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ اور باندھے ہوئے گھوڑوں سے تُرْهِبُونَ بِهِ ڈراؤ تم اس قوت کے ذریعے عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ اللہ کے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو وَآخَرِينَ مِنْ دُونِهِمْ اور دوسروں کو جو ان کے علاوہ ہیں لَا تَعْلَمُونَهُمْ تم ان کو نہیں جانتے اَللَّهُ يَعْلَمُهُمْ اللہ تعالیٰ ان کو جانتا ہے وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ اور جو کچھ بھی تم خرچ کرو گے فِي سَبِيلِ اللَّهِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں يُوَفَّ إِلَيْكُمْ اس کا پورا پورا بدلا دیا جائے گا تم کو وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُونَ اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

خاندانِ یہود کی عہد شکنی :

مدینہ طیبہ میں مختلف فرقے رہتے تھے۔ مگر اکثریت اور اقتدار یہودیوں کے پاس

تھا تجارت اور سیاست پر انہی کا کنٹرول تھا ان کے مقابلہ میں اوس اور خزرج مشرک قبیلے تھے مگر یہ بھی یہودیوں کے محکوم تھے اپنے بچے بچی کی شادی بھی اپنی مرضی سے نہیں کر سکتے تھے جب تک اپنے محلے کے یہودی رئیس سے اجازت نہیں لے لیتے تھے اور یہودیوں سے قرض لیکر کھاتے تھے۔ یہودیوں کے تین خاندان تھے بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریضہ۔ بنو قریضہ نے کئی دفعہ آنحضرت ﷺ سے معاہدہ کیا کہ ہم آپ کے خلاف کوئی کاروائی نہیں کریں گے اور کافروں کا ساتھ نہیں دیں گے آپ جانیں اور وہ جانیں ہم غیر جانب دار رہیں گے مگر وہ یہ معاہدہ ظاہری طور پر کرتے اور اندر اندر سے جڑیں کاٹتے تھے۔ انہی لوگوں کا اس مقام پر ذکر ہے۔ فرمایا اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِ عِنْدَ اللّٰهِ "دَوَابُ" جمع ہے دَابَةٌ کی اور دَابَةٌ کا معنٰی ہے زمین پر چلنے پھرنے والا جانور۔ اور جانور کا معنٰی ہے جان والا اور طاقتور کا معنٰی ہے طاقت والا، نامور کا معنٰی ہے نام والا شہرت والا، انسان بھی جانور ہے۔ معنٰی ہوگا بیشک بدترین جانور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وہ لوگ ہیں جو کافر ہیں۔ زمین پر نقل و حرکت کرتے چلتے پھرتے ہیں فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ پس وہ ایمان نہیں لاتے اَلَّذِيْنَ عَاهَدْتَّ مِنْهُمْ وہ لوگ ہیں جن سے آپ نے معاہدہ کیا ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِىْ كُلِّ مَرَّةٍ پھر وہ توڑتے ہیں اپنے عہد کو ہر مرتبہ وَهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ اور وہ ڈرتے نہیں عہد شکنی سے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو خطاب فرمایا ہے فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِى الْحَرْبِ پس اگر آپ پائیں ان کو لڑائی کے موقع پر فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ پس بھگا دیں ان کی وجہ سے ان کو جو ان کے پیچھے ہیں یعنی ان کو ایسی مار پلائیں کہ جس سے پچھلے بھی بھاگ جائیں۔ لڑائی کے موقع پر ان سے نرمی نہ کرو تاکہ نرمی سے یہ غلط فائدہ نہ اٹھائیں خوب سختی کرو لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں کہ لڑائی کا یہ مزا

ہے۔اگرنرمی کی جائے گی تواس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً اور اگر آپ خوف محسوس کریں کسی قوم سے خیانت کا معاہدہ میں کہ وہ معاہدے کی خلاف ورزی کریں گے فَانْبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ پس پھینک دیں ان کی طرف ان کے عہد کو برابری پر۔ان کو اطلاع بھیج دو کہ ہمارے تمہارے درمیان معاہدہ نہیں رہا یعنی معاہدے کی منسوخی کا اعلان کر دیں۔خفیہ طریقے سے ان کے خلاف کاروائی نہ کرو۔

معاہدہ کی پاسداری :

رومیوں کیساتھ صلح ہوئی تھی اور معاہدہ طے پایا تھا کہ اتنی مدت تک ہم آپس میں نہیں لڑیں گے ابھی معاہدہ کی مدت کے کچھ دن باقی تھے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی فوج کو سرحد کی طرف مارچ کرنے کا حکم دے دیا کہ جب وقت ختم ہوگا حملہ کر دیں گے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خود لشکر کی کمان کر رہے تھے ابوداؤد شریف میں روایت ہے حضرت عمرو ابن عبسہ رضی اللہ عنہ چوتھے پانچویں نمبر کے صحابی ہیں یہ برزون ترکی گھوڑے پر سوار دوڑتے ہوئے پیچھے گئے اور آواز دی اَللّٰہ اللّٰہ وَفَاءٌ لَاغَدرَ" اللہ تعالیٰ سے ڈرو، وعدہ پورا کرو، غداری نہ کرو۔" لوگوں نے پیچھے دیکھا فرمایا میں نے آنحضرت ﷺ سے ان کانوں سے سنا ہے کہ معاہدے کے وقت جو پوزیشن کسی فریق کی ہو معاہدے کے ختم ہونے تک اس پوزیشن کو بدل نہیں سکتا جہاں پہلے فوجیں تھیں معاہدے کے ختم ہونے تک وہیں رہیں گی۔تم نے مارچ کیوں کیا ہے؟ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فوجیوں کو حکم دیا کہ فوراً واپس چلے جاؤ آنحضرت ﷺ کا حکم سر آنکھوں پر۔لہذا اگر تمہارا کسی قوم کیساتھ معاہدہ ہے تو ان کو باقاعدہ اطلاع دو کہ تم نے چونکہ خیانت کی ہے لہذا ہم نے معاہدہ ختم کر دیا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ بیشک اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا خیانت کرنے والوں کو۔اللہ تعالیٰ فرماتے

ہیں وَلَا یَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا اور نہ خیال کریں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا سَبَقُوۡا کہ وہ ہمارے ہاتھ سے نکل گئے ہیں۔ اگر ان کو فوری سزا نہیں ملی تو وہ یہ نہ سمجھیں کہ وہ ہماری قدرت سے نکل گئے ہیں مہلت سے غلط فائدہ نہ اٹھائیں اِنَّھُمۡ لَا یُعۡجِزُوۡنَ بیشک وہ عاجز نہیں کرسکتے رب تعالیٰ کو اپنے فیصلوں سے جو فیصلہ وہ کرے گا وہی ہوگا۔ آگے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے وَاَعِدُّوۡا لَھُمۡ مَّا اسۡتَطَعۡتُمۡ مِّنۡ قُوَّۃٍ اور تیار رکھو کافروں کیلئے جو تم طاقت رکھتے ہو قوت۔

جنگی تیاریاں :

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ دشمن کے خلاف مکمل جنگی تیاری کرو۔ مسلمانوں کو جس طرح نماز پڑھنے کا اور زکوۃ دینے کا حکم ہے اسی طرح ہتھیار رکھنے اور دشمن کے خلاف پوری تیاری کرنے کا حکم ہے اسلامی حکومت میں اسلحہ کا کوئی لائسنس نہیں ہے یہ سب انگریز کی سزا ہے۔ قرآن کریم کے کسی حکم پر عمل کرنے کیلئے لائسنس نہیں ہے ہاں اگر کوئی شرارتی ہے، ڈاکو ہے، دہشت گرد، فتنہ انگیز ہے تو اس کی نگرانی کرو جرم ثابت ہو جائے تو سزا دو اور اس پر پابندی لگادو۔ اور جس سے کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں ہے اس پر قطعاً کوئی پابندی نہیں ہے وَّمِنۡ رِّبَاطِ الۡخَیۡلِ اور باندھے ہوئے گھوڑوں سے۔ جہاد کے آلات میں سے ایک گھوڑا بھی ہے آج بھی باوجود اس ترقی کے پہاڑی علاقوں میں سامان پہنچانے اور مجاہدین کے آنے جانے کیلئے گھوڑا ضرورت ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے گھوڑے کی پیشانی کیساتھ قیامت کے دن تک خیر باندھی ہوئی ہے۔" تو جنگی تیاری رکھنا، گھڑ سواری سیکھنا، ہتھیاروں کو چلانا، سیکھنا مسلمان کے فرائض میں داخل ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس نے تیر اندازی سیکھی اور پھر بھول گیا وہ ہم

میں سے نہیں ہے۔'' اس زمانے میں تیر اندازی بڑا ہتھیار تھا آج کل دوسرے ہتھیار ہیں گاڑیاں ہیں ان کا سیکھنا، تیراکی سیکھنا وغیرہ مسلمان کے فرائض میں سے ہے اور یہ اسلام ہے تُرۡهِبُوۡنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمۡ ڈراؤ تم اس قوت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو وَاٰخَرِيۡنَ مِنۡ دُوۡنِهِمۡ اور دوسروں کو جو ان کے علاوہ ہیں لَا تَعۡلَمُوۡنَهُمۡ تم ان کو نہیں جانتے۔ چور ڈاکو ہیں کہ ان کو معلوم ہو کہ فلاں گھر میں اسلحہ ہے تو بہت کم ہمت کرتے ہیں اس گھر میں داخل ہونے کی اور نہتے گھروں پر بے باکی کیساتھ حملہ کرتے ہیں اور لوٹ کر لے جاتے ہیں۔ حکومت کا فریضہ ہے کہ مسلمانوں کیلئے ہتھیاروں کی اجازت دیدے اور لائسنس کی پابندی ختم کردے۔ ہاں چوروں ڈاکوؤں پر پابندی لگائے مگر یہاں تو مصیبت یہ ہے کہ شرفاء پر پابندی ہے شریروں کو اجازت ہے۔ فرمایا تم ان کو نہیں جانتے اَللّٰهُ يَعۡلَمُهُمۡ اللہ تعالیٰ ان کو جانتا ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ اسلحہ مال کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ شَيۡءٍ اور جو کچھ بھی تم خرچ کرو گے فِيۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں يُوَفَّ اِلَيۡكُمۡ اس کا پورا پورا بدلا دیا جائے گا تم کو۔ اگر کوئی شخص اپنے گھر کی حفاظت کیلئے بندوق، کلاشنکوف خریدتا ہے تو یہ جتنے پیسے خرچ کئے ہیں یہ فی سبیل اللہ کی مد میں ہیں ان کا اس کو اجر ملے گا۔ یقین جانو! ایمان اعتقاد درست ہو نماز روزے کا پابند ہو تو اس کا ہر کام عبادت ہے یہاں تک کہ سونا بھی عبادت، جاگنا بھی عبادت ہے، کھانا پینا بھی عبادت ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ بیوی کے منہ میں جو لقمہ ڈالتے ہو اس پر تمہیں باقاعدہ صدقے کا ثواب ملے گا حالانکہ بیوی کا خرچہ تم پر فرض ہے۔ چھوٹے بہن بھائیوں، ماں باپ، مہمانوں کو کھلانے پر ثواب ہے۔ اور اگر بوجھ سمجھ کر اور ناک چڑھا کر کرو گے تو پھر

کچھ ثواب نہیں ہے۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیّٰتِ ''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔'' وَاَنْتُمْ لَاتُظْلَمُوْنَ اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ کہ تم نیکی کرو اور بدلہ نہ ملے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرو اور بدلہ نہ ملے ایسا نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت بڑی وسیع ہے اللہ تعالیٰ کے خزانے بڑے وسیع ہیں تمہیں پورا پورا بدلا دیا جائے گا۔

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ؕ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ؕ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ يٰٓاَيُّهَا النَّبِىُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا النَّبِىُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ؕ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ۝

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ اور اگر وہ کافر مائل ہوں صلح کیلئے فَاجْنَحْ لَهَا تو آپ بھی مائل ہو جائیں اس کیلئے وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اور بھروسہ کریں اللہ تعالیٰ پر اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ بیشک وہی سننے والا جاننے والا ہے وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اور اگر وہ کافر ارادہ کریں اَنْ يَّخْدَعُوْكَ کہ آپ کو دھوکہ دیں فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ پس بیشک کافی ہے آپ کیلئے اللہ تعالیٰ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وہی ہے

جس نے آپ کی تائید کی اپنی مدد کیساتھ وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ اور مومنوں کیساتھ وَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ اور الفت ڈال دی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں لَوْ اَنْفَقْتَ مَافِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا اگر آپ خرچ کرتے جو کچھ زمین میں ہے سارا مَّآ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ تو نہ الفت ڈال سکتے ان کے دلوں میں وَلٰـکِنَّ اللّٰہَ اَلَّفَ بَیْنَهُمْ اور لیکن اللہ تعالیٰ نے الفت ڈال دی ان کے درمیان اِنَّہٗ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ بیشک اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اے نبی کریم ﷺ حَسْبُکَ اللّٰہُ کافی ہے آپ کیلئے اللہ تعالیٰ وَ مَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اور ان کیلئے جنہوں نے پیروی کی آپ کی مومنوں میں سے یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ اے نبی کریم ﷺ آپ ابھاریں ایمان والوں کو عَلَی الْقِتَالِ لڑائی پر اِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ اگر ہوں گے تم میں سے عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ بیس صبر کرنے والے یَغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ غالب آئیں گے دو سو پر وَاِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ مِّائَةٌ اور اگر ہوں گے تم میں ایک سو یَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا غالب آئیں گے ایک ہزار پر مِّنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ان لوگوں میں سے جنہوں نے کفر کیا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ بیشک وہ قوم ہے ایسی جو سمجھتی نہیں۔

دشمنوں سے صلح کی ضرورت :

اس سے قبل کافروں کے خلاف جہاد کی تیاری کا حکم تھا کہ اپنی طاقت کے مطابق اسلحہ اور سواریوں کا بندوبست کرو۔ بعض دفعہ دشمنوں سے صلح کی ضرورت بھی پیش آجاتی

ہے اس لئے اب صلح کا ضابطہ بیان فرماتے ہیں۔فرمایا...... وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ اور اگر وہ کافر مائل ہوں، آمادہ ہوں صلح کیلئے فَاجْنَحْ لَهَا تو آپ بھی مائل ہو جائیں صلح کیلئے۔ قرآنِ کریم کی یہ آیت کریمہ بتلا رہی ہے کہ صلح میں پہل تم نے نہیں کرنی کافر پہل کریں تو صلح کرلو کیونکہ اگر تم صلح کی پیشکش کرو گے تو اس میں تمہاری کمزوری کا احساس ہوگا۔کافر یہ سمجھیں گے کہ کمزور ہیں اس لئے صلح کا پیغام دے رہے ہیں حالانکہ مسلمان کو کسی بھی مقام پر کمزوری نہیں دکھانی چاہئے۔حدیث پاک میں آتا ہے کہ جہاد کے میدان میں کوئی مجاہد اکڑ کر چلے تو اللہ تعالیٰ اس کو پسند کرتے ہیں چاہے وہ جسمانی طور پر کمزور ہی کیوں نہ ہو تا کہ کافروں کو احساس ہو کہ یہ بڑا پہلوان ہے۔صحابہ کرام ؓ طواف کے دوران مسجد حرام کا ادب کرتے ہوئے آہستہ آہستہ چلتے تھے اس وقت مسجد اتنی وسیع نہیں تھی لوگ اطراف میں اونچی جگہ بیٹھے ہوئے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔کہنے لگے وَهَنُوا اَحْمٰى يَثْرِب ان کو یثرب کے بخار نے کمزور کر دیا ہے۔کہ یہ چلنے سے بھی رہ گئے ہیں ان کے اس طعن پر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ طواف کرتے ہوئے اکڑ کر چلو جس کو رمل کہتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کو ان کا دشمنوں کے سامنے اکڑ کر چلنا اتنا پسند آیا کہ پہلے تین چکروں میں اکڑ کر چلنا ضروری فرما دیا۔یہ حکم مردوں کیلئے ہے۔بہر حال کسی بھی مقام پر کافروں کے سامنے کمزوری کا اظہار نہیں ہونا چاہئے۔

حیرت انگیز واقعہ :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عمرو ابن العاص کی کمان میں ایک لشکر روانہ فرمایا اور مجاہدین کو حکم دیا کہ اپنے کمانڈر کی بات ماننا۔انہوں نے پہنچ کر پڑاؤ ڈالا سخت سردی کا موسم تھا ان بیچاروں نے لکڑیاں اکٹھی کیں کہ جلا کر سینکتے ہیں

حضرت ابن العاص ؓ کو جب معلوم ہوا تو فرمایا خبردار! اگر کسی نے آگ جلائی تو میں اس کو تیر مار کر خود ختم کر دونگا اور وجہ نہ بتلائی۔ کمانڈر کا حکم تھا آگ نہ جلائی ساری رات سردی میں گذاری اور سردی کیوجہ سے دانت بجتے رہے صبح ہوئی تو دشمن دو پہاڑوں کے درمیان درے سے تیزی کیساتھ بھاگا مجاہدین ان کے پیچھے بھاگنے لگے۔ حضرت عمرو ابن العاص ؓ نے منع فرمادیا اور ایک لکیر کھینچ کر فرمایا کہ جو مجاہد اس لکیر کو عبور کرے گا میں اس کو تیر ماردونگا مجاہدین واپس آگئے اور ان کو یہ بات بھی سمجھ نہ آئی کہ ہمیں بھاگتے دشمن کا تعاقب کیوں نہیں کرنے دیا خیر جب واپس آئے تو مجاہدین نے دونوں باتوں کی شکایت آنحضرت ﷺ کو پیش کی کہ حضرت ہمارے کمانڈر نے ہمارے ساتھ زیادتی کی ہے کہ سردی کی رات میں آگ نہیں جلانے دی اور دن کو ہم دشمن پر غلبہ پاچکے تھے اس کا تعاقب نہیں کرنے دیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا عمرو ابن العاص بڑا سمجھدار آدمی ہے اس کی بات میں ضرور کوئی حکمت ہوگی۔ آپ ﷺ نے حضرت عمرو ابن العاص فاتح مصر کو بلایا اور فرمایا کہ تیرے مجاہد تیرا شکوہ کر رہے ہیں انہوں نے کہا حضرت بات یہ ہے کہ میدان بڑا وسیع اور کھلا تھا اور دشمن بالکل ہمارے قریب اور تعداد میں ہم سے کئی گنا زیادہ تھا اگر ہمارے ساتھی آگ جلاتے تو ان کو ہماری تعداد کا پتہ چل جاتا کیونکہ رات کی تاریکی کے علاوہ ہمارے اور ان کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں تھی اس لئے میں نے ان کو منع کیا کہ آگ نہ جلاؤ۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو نے بڑی دانائی سے کام لیا۔ حضرت دوسری بات یہ تھی کہ دن کو وہ ہمارے آگے بڑی تیزی سے درے کی طرف بھاگے حالانکہ دشمن اتنی تیزی سے نہیں بھاگتا کچھ نہ کچھ ہاتھ پاؤں تو مارتا ہے تو جب وہ بھاگے تو ہمارے ساتھی خوش ہو کر ان کے پیچھے بھاگے کہ ہم ان کو قابو کرلیں حالانکہ ان کی سکیم تھی کہ جب ہم ان کے تعاقب

میں درہ عبور کرلیں تو ان کے دوسرے ساتھی درے پر آ جائیں اور بھاگنے والے رک کر ہم پر حملہ آور ہوں اور پیچھے والے بھی ہم پر حملہ کر دیں اور ہم درمیان میں قابو آ جائیں اس لئے میں نے ان کو ان کے پیچھے نہیں جانے دیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھے جزاءِ خیر عطا فرمائے کہ تو نے اپنے ساتھیوں کو ضائع نہیں ہونے دیا۔ تو مسلمان کو کسی بھی مقام پر اپنی کمزوری کا اظہار نہیں کرنا چاہئے۔ اور صلح کا ضابطہ قرآنِ کریم نے یہ بیان کیا ہے کہ اگر کافر صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی صلح کی طرف مائل ہو جاؤ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اور بھروسہ کریں اللہ تعالیٰ پر اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ بیشک وہی سننے والا جاننے والا ہے وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اور اگر وہ کافر ارادہ کریں اَنْ يَّخْدَعُوْكَ کہ آپ کو دھوکہ دیں صلح کے ذریعے کہ شاعر کہتا ہے......

صلح کیا ہے مہلتِ سامانِ جنگ

کہ وہ صلح اس لئے کرتے ہیں کہ اپنی تیاری کرلیں تو یاد رکھو فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ تو بیشک کافی ہے آپ کیلئے اللہ تعالیٰ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وہی ہے جس نے آپ کی تائید کی اپنی مدد کے ساتھ بدر اور دیگر مقامات پر وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ اور مومنوں کیساتھ وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ اور الفت ڈال دی اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے دلوں میں لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا اگر آپ خرچ کرتے جو کچھ زمین میں ہے سارا یعنی زمین کے سارے خزانے خرچ کرتے مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ تو نہ الفت ڈال سکتے ان کے دلوں میں وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ اور لیکن اللہ تعالیٰ نے الفت ڈال دی ان کے دلوں میں۔

اوس وخزرج کی لڑائیاں :

مدینہ طیبہ میں اوس اور خزرج قبیلے صدیوں سے ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے

معمولی معمولی باتوں پر جنگ چھڑ جاتی تھی اور کئی کئی سال تک لڑتے رہتے تھے۔ایک لڑائی ان کی جس کو ''حرب بُعاث'' کہتے ہیں ایک سو بیس سال تک رہی، ایک لڑائی تھی ''داخل'' جو ترانوے (۹۳) سال تک رہی، ایک تھی ''حرب بَسُوس'' تریسٹھ سال رہی۔ قریب قریب گھر تھے گھر سے نکلتے ایک دوسرے کو گھور کر دیکھتے اور جنگ شروع ہو جاتی ان کا آپس میں اتفاق ممکن نہیں تھا جیسے آج کل امریکہ، فرانس اور برطانیہ نے مسلمان ممالک کے درمیان نفرت ڈالی ہوئی ہے۔شام، مصر، لبنان، اردن، سعودیہ، کویت یہ کافروں کے ساتھ مل سکتے ہیں آپس میں نہیں مل سکتے ایسا ذہن بنا دیا گیا ہے۔یہی حال اوس وخزرج کا تھا اسلام آیا تو یہ لوگ اکٹھے بیٹھ کر نمازیں پڑھتے، کھاتے پیتے، اٹھتے بیٹھتے یہودی عیسائی حیران ہوتے کہ یہ لوگ ایک دوسرے کی جان کے دشمن تھے آج بھائی بھائی بن گئے ہیں آپس میں رشتے نہیں کرتے تھے آج رشتے بھی کر رہے ہیں آپس میں شیر وشکر ہو گئے ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کے دلوں میں یہ محبت اور الفت میں نے ڈالی ہے۔آپ ساری زمین کے خزانے بھی خرچ کر ڈالتے تو ان کے دلوں میں محبت نہیں ڈال سکتے تھے اِنَّہٗ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ بیشک اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰہُ اے نبی کریم ﷺ کافی ہے آپ کیلئے اللہ تعالیٰ وَ مَنِ اور ان کیلئے بھی اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ جنھوں نے پیروی کی آپ کی مومنوں میں سے۔حقیقی مددگار تو رب تعالیٰ ہے اور عالمِ اسباب میں ظاہری طور پر مدد کرنے والے مومن ہیں۔اس لئے کافروں کی خیانت اور بددیانتی سے نہ گھبرائیں البتہ اپنے ساتھیوں کو جنگ کیلئے تیار رکھیں۔

قتال پہ ابھارنا:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اے نبی کریم ﷺ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَی

الْقِتَالِ آپ ابھاریں، آمادہ کریں، رغبت دیں ایمان والوں کو جہاد پر۔ کیونکہ جب تک جہاد نہیں ہوگا اس وقت تک یہ کافر تمہارے قابو نہیں آئیں گے جہاد ہی ایک ایسی چیز ہے جس کا کافروں پر رعب ہے۔ اس وقت امریکہ سمیت پوری دنیا کے کافر طالبان سے خوف زدہ ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کہ مسلمان موت سے نہیں ڈرتے بلکہ موت کو اپنی حقیقی زندگی سمجھتے ہیں اور ان کو بدنام کرنے کیلئے کبھی کوئی اور کبھی کوئی شوشہ چھوڑتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ اگر ہوں گے تم میں سے بیس صبر کرنے والے يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ غالب آئیں گے دوسو پر یعنی ایک اور دس کی نسبت ہے۔ ایک مسلمان دس کافروں پر غالب آئے گا رب تعالیٰ کے حکم سے وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ اور اگر ہوں گے تم میں سو يَّغْلِبُوْآ اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا غالب آئیں گے ایک ہزار پر ان لوگوں میں سے جنہوں نے کفر کیا گویا یہاں بھی نسبت ایک اور دس کی ہے۔ یہ حکم پہلے تھا بعد میں تخفیف ہوگئی جس کا ذکر اگلی آیت میں آرہا ہے۔ تو حکم تھا کہ ایک مسلمان دس کافروں کا مقابلہ کرے مسلمان تھوڑے تھے اور صحیح معنیٰ میں مسلمان تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو توفیق دی تھی۔

ایمانی قوت :

تاریخ میں ایسے واقعات بھی ملتے ہیں ایک ایک مسلمان نے ہزار ہزار کافر کا مقابلہ کیا ہے چنانچہ جنگ قادسیہ میں صرف ساٹھ مسلمانوں نے ساٹھ ہزار کافروں کا مقابلہ کیا اور ان کو شکست دی۔ دس مسلمان شہید ہوئے اور کافروں کی دس ہزار لاشیں میدان میں پڑی تھیں باقی سب بھاگ گئے۔ حدیقۃ الموت کے مقام پر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی کمان میں حضرت دجانہ رضی اللہ عنہ نے تن تنہا چالیس ہزار کا مقابلہ کیا۔ ایمان کی قوت

بہت بڑی قوت ہے کاش کہ ہمیں یہ قوت سمجھ آجائے کیونکہ ایمان کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق اور جس کا رب تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہو گیا تو رب تعالیٰ کتنا قوی ہے؟ دیکھو لائٹ چل رہی ہے اس لئے کہ اس کا کنکشن ٹرانسفارم کے ساتھ ہے اگر کنکشن ختم ہو جائے تو یہ بھی بند ہو جائے گی۔ رب تعالیٰ کے ساتھ تعلق قوی ہو جائے تو سب کچھ ہو جائے گا۔ تو فرمایا کہ تم میں سے ایک سو ہوں تو ایک ہزار پر غالب آئیں گے بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بیشک وہ قوم ہے ایسی جو سمجھتی نہیں ہے۔ وہ اپنی ناک کی خاطر لڑیں گے ملک وقوم اور رقم کی خاطر لڑیں گے اور تمہاری لڑائی رب تعالیٰ کی رضا کیلئے ہے اور یہ سمجھتے ہوئے کہ بچ گئے تو غازی اور اگر مر گئے تو شہید اور جنت کے وارث ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس وقت شہید کا خون زمین پر گرتا ہے اسی وقت اللہ تعالیٰ فرشتوں کو بھیج دیتے ہیں کہ اس کو تم فوراً جنت میں لے جاؤ۔ آگے مزید حکم آئے گا۔

اَلْـئٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ؕ فَاِنْ يَّكُنْ مِّـنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّـكُـوْنَ لَـهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَـرَضَ الـدُّنْيَا ۖۗ وَالـلّٰـهُ يُـرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَالـلّٰـهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ لَـوْلَا كِتٰـبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَـذَابٌ عَـظِيْمٌ ۝ فَـكُـلُـوْا مِـمَّـا غَـنِـمْـتُـمْ حَلٰلًا طَيِّبًـا ۖؗ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

اَلْـئٰنَ خَـفَّفَ الـلّٰـهُ عَـنْـكُـمْ اب تخفیف کر دی اللہ تعالیٰ نے تم سے وَعَـلِمَ اور وہ جانتا ہے اَنَّ فِيْـكُـمْ ضَـعْفًا بیشک تمہارے اندر کمزوری ہے فَـاِنْ يَّـكُنْ مِّنْكُمْ پس اگر ہوں گے تم میں سے مِـائَةٌ صَـابِرَةٌ ایک سو صبر کرنے والے يَّـغْـلِبُوْا مِائَتَيْنِ غالب آئیں گے دوسو پر وَاِنْ يَّـكُـنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ اور اگر ہوں گے تم میں سے ایک ہزار يَّـغْـلِبُـوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ غالب آئیں گے دو ہزار پر اللہ تعالیٰ کے حکم کیساتھ وَالـلّٰـهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے مَـا كَانَ لِنَبِيٍّ نہیں لائق نبی ﷺ کیلئے اَنْ يَّـكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى یہ کہ ہوں

ان کے پاس قیدی حَتّٰی یُثْخِنَ فِی الْاَرْضِ یہانتک کہ وہ ان کا خون بہا دیتا زمین میں تُرِیْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْیَا تم ارادہ کرتے ہو دنیا کے سامان کا وَاللّٰہُ یُرِیْدُ الْاٰخِرَۃَ اور اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے آخرت کا وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے لَوْلَا کِتٰبٌ مِّنَ اللّٰہِ اگر نہ ہوتا لکھا ہوا اللہ تعالیٰ کی طرف سے سَبَقَ جو پہلے سے طے ہے لَمَسَّکُمْ البتہ پہنچتا تم کو فِیْمَآ اَخَذْتُمْ اس چیز کی وجہ سے جو تم نے لی ہے عَذَابٌ عَظِیْمٌ عذاب بڑا فَکُلُوْا پس کھاؤ تم مِمَّا غَنِمْتُمْ اس میں سے جو تم نے غنیمت میں حاصل کیا ہے حَلٰلًا طَیِّبًا حلال پاکیزہ وَّاتَّقُوا اللّٰہَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

کافروں کیساتھ جہاد کا ذکر چلا آرہا ہے۔ اس سے پہلے یہ حکم تھا کہ ایک مسلمان دس کافروں کا مقابلہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے انہوں نے کر کے دکھایا کیونکہ ان کے ایمان قوی تھے اگرچہ تعداد میں تھوڑے تھے۔ یہ حکم کئی سال تک رہا۔

ایک اور دو کی نسبت :

اس کے بعد یہ حکم نازل ہوا اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰہُ عَنْکُمْ اب تخفیف کر دی اللہ تعالیٰ نے تم سے وَعَلِمَ اَنَّ فِیْکُمْ ضَعْفًا اور رب تعالیٰ جانتا ہے کہ بیشک تمہارے اندر کمزوری ہے۔ وہ پہلی سی قوت تمہارے اندر نہیں ہے فَاِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ مِّائَۃٌ صَابِرَۃٌ پس اگر ہوں گے تم میں سے ایک سو صبر کرنے والے یَّغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ غالب آئیں گے دو سو پر وَاِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ اَلْفٌ اور اگر ہوں گے تم میں سے ایک ہزار یَّغْلِبُوْٓا اَلْفَیْنِ غالب آئیں گے

دو ہزار پر۔ پہلے تھی ایک اور دس کی نسبت اور اب ہوگئی ایک اور دو کی نسبت۔ یہ حکم اب تک باقی ہے اور قیامت تک باقی رہے گا۔ اور اسی سورۃ میں یہ حکم تفصیل کیساتھ تم سن چکے ہو کہ اگر کافر مسلمانوں سے دو گنا ہوں اور مسلمان کافروں کی طرف پیٹھ پھیریں تو کبیرہ گناہوں میں سے ایک کبیرہ گناہ ہے۔ جس کو تَوَلِّیْ یَوْمَ الزَّحف کہتے ہیں۔ اور اگر کافر دو گنا سے زیادہ ہوں تو پھر پشت پھیرنا گناہ نہیں لیکن اگر ڈٹ کر مقابلہ کرے تو عزیمت اور بہادری ہے۔ اور ایسے نظائر موجود ہیں کہ تھوڑے سے مسلمانوں نے اپنے سے کئی گنا زیادہ کے ساتھ مقابلہ کیا۔ پہلے گذر چکا ہے کہ قادسیہ میں ساٹھ مسلمانوں نے ساٹھ ہزار کا مقابلہ کیا اور فتح پائی۔ اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے جنہوں نے پاکستان بننے کے بعد مغربی پاکستان میں جھنڈا لہرایا تھا اور مشرقی پاکستان میں مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے جھنڈا لہرایا تھا۔ یہ دونوں حضرات مولانا اشرف علی تھانویؒ کے معتقدین میں سے تھے۔

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے سورۃ آلعمران سے لیکر آخر تک حضرت شیخ الہندؒ کے ترجمہ پر حاشیہ لکھا ہے جسے تفسیر عثمانی کہا جاتا ہے اس وقت یہ اردو کی تفسیروں میں بڑی جامع مانع تفسیر ہے اور تفصیلی تفسیروں میں ''معارف القرآن'' مفتی محمد شفیعؒ کی تفسیر جو آٹھ جلدوں میں ہے، بہت عمدہ تفسیر ہے۔ تو اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مولانا عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ موتہ کے مقام پر تین ہزار نے دو لاکھ کا مقابلہ کیا وہ اس طرح کہ ہجرت کے آٹھویں سال جمادی الاولی کے مہینے میں آنحضرت ﷺ نے تین جرنیل منتخب فرمائے حضرت زید ابن حارثہ، حضرت جعفر ابن ابی طالب، حضرت عبداللہ ابن رواحہ رضی اللہ عنہم ان کی قیادت میں تین ہزار فوج روانہ فرمائی کیونکہ اس وقت معلومات کے مطابق کافروں کی فوج سات آٹھ ہزار تھی مگر وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ کافروں کی فوج دو لاکھ ہے۔ اور حدیقۃ الموت کے مقام پر

حضرت ابو دجانہ ﷛ نے تن تنہا چالیس ہزار کا مقابلہ کیا۔ مسلمانوں کی تاریخ بڑی سنہری تاریخ ہے۔ فرمایا ایک ہزار ہوں تو دو ہزار پر غالب آئیں گے بِاِذْنِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کے حکم کیساتھ وَاللّٰہُ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ۔ جس دور میں بھی مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کیا اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے نصرت پائی۔

۱۹۶۵ء میں چونڈہ کے محاذ پر کیپٹن ایس اے زبیری کے پاس صرف ایک سو جوان اور تین ٹینک تھے اور مقابلے میں تین ہزار فوج اور ہزاروں ٹینک تھے۔ ایک سو جوانوں نے تین ہزار کا مقابلہ کیا، ان کے ٹینک اڑائے، جانیں دیدیں مگر الحمد للہ اسلام اور ملک پر کوئی آنچ نہیں آنے دی۔ دنیا کی تاریخ میں پہلے نمبر پر ٹینکوں کی لڑائی ہٹلر کے زمانے میں عالمین کے مقام پر ہوئی اور دوسرے نمبر پر چونڈہ کے مقام پر ہوئی۔ جب گولے چلتے تھے ہماری الماریاں کھٹکتی تھیں اور رات کے وقت شعلے نظر آتے تھے اور اب اس وقت بھی مقبوضہ کشمیر میں انڈیا کی سات لاکھ فوج کا مقابلہ چند ہزار مجاہدین کر رہے ہیں۔ سات لاکھ فوج ان کو شکست نہیں دے سکی مجاہدین ہی ان کو مارتے ہیں مگر مسلمانوں کی بدبختی یہ ہے کہ آپس میں بٹے ہوئے ہیں، علیحدہ علیحدہ جماعتیں بنی ہوئیں ہیں حالانکہ اتفاق اور اتحاد میں بڑی برکت ہے۔

بدر کے قیدیوں کے بارے میں مشاورت :

آگے اللہ تعالیٰ ایک اور بات بیان فرماتے ہیں۔ وہ یہ کہ بدر کے مقام پر ستر کافر مارے گئے اور ستر گرفتار ہوئے، گرفتار ہونے والوں میں آنحضرت ﷺ کے چچا جان حضرت عباس اور حضرت صدیق اکبر ﷛ کے بیٹے عبد الرحمٰن اور آنحضرت ﷺ کے داماد ابوالعاص، مقسم بن ربیع اور حضرت عمر ﷛ کے بھائی زید ابن خطاب شامل تھے۔

آنحضرت ﷺ نے ان قیدیوں کے بارے میں مشورہ طلب کیا کہ ان کے ساتھ کیا کرنا چاہئے؟ تین سو تیرہ میں سے چودہ صحابہ کرام ؓ تو شہید ہو گئے تھے باقی آنحضرت ﷺ کے علاوہ دوسو اٹھانوے (۲۹۸) تھے۔ حضرت عمر ؓ نے عرض کیا کہ پہلے میری رائے سنیں بعد میں دوسرے حضرات کی رائے سنیے گا۔ آپؐ نے فرمایا تیری کیا رائے ہے؟ کہنے لگے حضرت یہ اسلام کے خلاف، قرآن کے خلاف اور آپ ﷺ کے خلاف لڑنے کیلئے آئے ہیں ان کو زندہ نہیں چھوڑنا چاہئے اور قتل بھی اس طرح کرنا چاہئے کہ ہر آدمی اپنے عزیز کو قتل کرے۔ میرے بھائی کو میرے حوالے کرو اس کو میں ماروں گا، آپ ﷺ اپنے چچا کو ماریں، ابوبکر کو کہیں کہ وہ اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کا گلا کاٹیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اور کوئی رائے دے۔ حضرت سعد ابن معاذ ؓ انصاری کہنے لگے حضرت میری رائے بھی وہی ہے جو حضرت عمر کی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی اور رائے دینے والا ہے؟ حضرت ابوبکر ؓ خاموش تھے آپ ﷺ نے فرمایا ابوبکر تم بھی اپنی رائے دو۔ عرض کیا حضرت! عمرؓ کی رائے بھی غلط نہیں ہے کیونکہ کلمے اور اسلام کے خلاف لڑنے آئے ہیں۔ لیکن حضرت یہ قیدی ہیں اگر ہم ان کو قتل کر دیں گے تو کافر کہیں گے یہ اتنے مغلوب الغضب ہیں کہ قیدیوں کو بھی نہیں چھوڑا اور دوسری بات یہ ہے کہ ان کو قتل کرنے کے بعد کفر کے جذبات اور بھڑکیں گے اور مقابلے کیلئے زیادہ تیار ہوں گے حضرت عمر ؓ نے کہا کہ تم پر بیٹے کی محبت غالب آگئی ہے۔ حضرت ابوبکر ؓ نے کہا لَا وَاللّٰهِ خدا کی قسم بیٹا کیا ہے؟ کچھ بھی نہیں۔ بات یہ ہے کہ یہ ہمارے پاس قیدی ہیں زنجیروں اور ہتھکڑیوں میں جکڑے ہوئے ہیں ان کو قتل کرو گے تو بدنامی ہوگی کہ یہ رَحْمَةٌ لِّلْعَالَمِيْن ہیں کہ قیدیوں کو بھی نہیں چھوڑا۔ حضرت سعد ابن معاذ ؓ علاوہ سب نے ووٹ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو دیا۔

فیصلہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی رائے کے مطابق ہوا اور ہر قیدی سے چار چار سو درہم چاندی کے لیکر رہا کر دیا گیا اور جن کے پاس درہم نہیں تھے ان کو کہا گیا کہ تم ہمارے دو دو، تین تین ساتھیوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دو۔ بڑے ذہین لوگ تھے چند دنوں میں لکھنا پڑھنا سیکھ گئے اور ان کو بھی رہا کر دیا گیا۔ حضرت عباس ؓ کو آپؐ نے فرمایا کہ چچا جان اپنا فدیہ بھی دیں اور عقیل کا بھی کہ آپ کا بھتیجا ہے کہنے لگے میرے پاس تو رقم نہیں ہے۔ فرمایا اس وقت آپ کے پاس نہیں ہے مگر گھر کے فلاں کونے میں تو رکھی ہے کیوں کہتے ہو؟ نہیں ہے! چنانچہ حضرت عباس ؓ نے اپنا فدیہ بھی دیا اور عقیل کا بھی دیا۔ اور علم جس سے بھی ملے حاصل کرو۔ یہودی زیادہ تر عربی بولتے تھے اور عبرانی زبان بھی جانتے اور بولتے تھے۔ جب وہ آنحضرت ﷺ کو خط بھیجتے تو عبرانی زبان میں لکھتے۔ آنحضرت ﷺ عبرانی زبان نہیں جانتے تھے مجبوراً کسی مترجم کو بلا کر ان کا خط پڑھایا جاتا تھا اور اس کا جواب عبرانی زبان میں لکھوایا جاتا تھا۔

آپ ﷺ نے حضرت زید بن ثابت ؓ کو حکم دیا (جو کہ انصار مدینہ میں سے تھے) کہ عبرانی زبان لکھنا اور بولنا سیکھو۔ جب ان کا خط آئے تو پڑھ کر سنایا کرو اور جواب بھی لکھا کرو۔ پڑھے لکھے آدمی تھے صرف توجہ کی ضرورت تھی چنانچہ انہوں نے صرف پندرہ دنوں میں عبرانی زبان میں بولنا اور لکھنا سیکھ لیا۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مَا كَانَ لِنَبِيٍّ نہیں لائق نبی ﷺ کیلئے اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى. "اسریٰ" اَسِیْرٌ کی جمع ہے۔ اَسِیر کا معنیٰ ہے قیدی، تو معنیٰ ہوگا، یہ کہ ہوں ان کے پاس قیدی حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ یہانتک کہ وہ ان کا خون بہا دیتا زمین میں۔ یعنی حضرت عمر ؓ کی رائے اللہ تعالیٰ کو پسند آئی تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا تم ارادہ کرتے ہو دنیا کے سامان کا۔ یہ چار سو درہم تمہیں

پسند آ گئے وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آخرت کا ارادہ کرتا ہے وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ اگر نہ ہوتا لکھا ہوا اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو پہلے سے طے ہے لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ البتہ پہنچتا تم کو اس چیز کی وجہ سے جو تم نے لی ہے عذاب بڑا۔ لیکن پہلے سے لکھا ہوا تھا کہ ایسا فیصلہ کریں گے بس وہ برقرار ہے کہ آنحضرت ﷺ کی موجودگی میں عذاب نہیں آئے گا۔

اور اگر مجتہد سے اجتہادی غلطی ہو تو مجتہد پر بھی کوئی گناہ نہیں ہے۔ اور بدریوں سے اگر کوئی گناہ ہو جائے تو رب تعالیٰ معاف کر دیگا اور ان قیدیوں میں سے کچھ مسلمان ہونے والے بھی تھے اگر یہاں قتل کر دیئے جاتے تو وہ مسلمان کس طرح ہوتے، یہ سب حکمتیں اس میں آ گئیں فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ پس کھاؤ تم اس میں سے جو تم نے غنیمت میں حاصل کیا ہے حَلٰلًا طَيِّبًا حلال پاکیزہ۔ یعنی کھانے کی دو شرطیں ہیں حلال اور طیب۔

حلال کا مطلب یہ ہے کہ شریعت نے اس کو حلال کیا ہے جیسے گندم، جو، گائے، بکری، مرغی وغیرہ یہ سب چیزیں حلال ہیں اور طیب کا مطلب یہ ہے کہ اس کے ساتھ کسی کا حق مُتَعَلِّقْ نہ ہو۔ مثلاً گندم حلال ہے لیکن کسی سے چھینی ہوئی نہ ہو اگر کسی سے چھینی ہوئی ہے تو طیب نہیں ہے اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔ مرغی حلال ہے لیکن اگر کسی کی چوری کی ہوئی ہے یا چھینی ہوئی ہے تو طیب نہیں ہے اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حق بھی پورا پورا ہو اور بندے کا حق بھی پورا پورا ہو اس میں کسی کے حق کی ملاوٹ نہ ہو تو حلال اور طیب ہے۔ امت کیلئے بھی یہی حکم ہے اور رسولوں کیلئے بھی یہی حکم ہے۔ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ ” اے رسولو!

پاکیزہ چیزوں سے کھاؤ۔'' وَّاتَّقُوا اللّٰہَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّمَنْ فِیْۤ اَیْدِیْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰۤی ۙ اِنْ یَّعْلَمِ اللّٰهُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ خَیْرًا یُّؤْتِكُمْ خَیْرًا مِّمَّاۤ اُخِذَ مِنْكُمْ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ وَ اِنْ یُّرِیْدُوْا خِیَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ○ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ الَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْۤا اُولٰٓىٕكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ؕ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ یُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَایَتِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ حَتّٰی یُهَاجِرُوْا ۚ وَ اِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِی الدِّیْنِ فَعَلَیْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰی قَوْمٍۭ بَیْنَكُمْ وَ بَیْنَهُمْ مِّیْثَاقٌ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ○

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اے نبی ﷺ قُلْ کہہ دیں لِّمَنْ فِیْۤ اَیْدِیْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰۤی ان کو جو تمہارے ہاتھ میں قیدی ہیں اِنْ یَّعْلَمِ اللّٰهُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ خَیْرًا اگر جان لیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں بہتری کو یُّؤْتِكُمْ خَیْرًا دیگا تم کو بہتر مِّمَّاۤ اُخِذَ مِنْكُمْ اس سے جو تم سے لیا گیا ہے وَ یَغْفِرْ لَكُمْ اور تمہیں بخش دیگا وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے وَ اِنْ یُّرِیْدُوْا

خِیَانَتَکَ اور اگر وہ ارادہ کریں تمہارے ساتھ خیانت کرنے کا فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ تو تحقیق انہوں نے خیانت کی ہے اللہ تعالیٰ سے پہلے بھی فَاَمْکَنَ مِنْهُمْ پس اللہ تعالیٰ نے ان پر قدرت دی ہے تم کو وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے وَهَاجَرُوْا اور جنہوں نے ہجرت کی وَجٰهَدُوْا اور جہاد کیا انہوں نے بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اور وہ لوگ جنہوں نے اپنے گھروں میں ٹھکانا دیا اور مدد کی اُولٰٓئِکَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ یہی لوگ ہیں جو بعض ان کے وارث ہیں بعض کے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور وہ لوگ جو ایمان لائے وَلَمْ يُهَاجِرُوْا اور انہوں نے ہجرت نہیں کی مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ نہیں ہے تمہارے لئے ان کی وراثت میں سے کچھ بھی حَتّٰى يُهَاجِرُوْا یہاں تک کہ وہ ہجرت کریں وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ اور اگر وہ مدد طلب کریں تم سے دین کے بارے میں فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ پس تم پر ضروری ہے ان کی مدد کرنا اِلَّا عَلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ مگر اس قوم کے مقابلے میں کہ تمہارے درمیان اور ان کے درمیان معاہدہ ہو وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ جو عمل تم کرتے ہو دیکھ رہا ہے۔

پچھلے سبق میں یہ بات بیان ہوئی تھی کہ بدر کے مقام پر ستر کافر مارے گئے اور ستر گرفتار ہوئے۔ گرفتار شدگان کے متعلق آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا کہ

ان کے بارے میں کیا کرنا چاہئے؟ اور قرآن کریم کا حکم بھی ہے کہ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ''جن چیزوں کے بارے میں شریعت کا صریح حکم نازل نہیں ہوا ان کے متعلق آپس میں مشورہ کرلو۔'' یعنی مشورہ بھی شریعت کا ایک حکم ہے۔ حضرت عمرؓ اور حضرت سعد ابن معاذؓ کی رائے تھی کہ ان سب کو قتل کر دینا چاہئے۔ حضرت صدیق اکبرؓ اور باقی تمام حضرات ﷺ کی رائے تھی کہ ان سے فدیہ لیکر چھوڑ دیا جائے اور اسی رائے پر عمل کیا گیا اور فی کس سے چارسو درھم چاندی فدیہ لیا گیا، ایک درھم ساڑھے تین ماشے کا ہوتا ہے۔ اور جن کے پاس درھم نہیں تھے ان سے کہا گیا کہ تم دو دو، تین تین آدمیوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دو۔ انہیں قیدیوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اے نبی ﷺ قُلْ کہہ دیں لِّمَنْ فِيْ اَيْدِيْكُمْ مِنَ الْاَسْرٰى ان کو جو تمہارے ہاتھ میں قیدی ہیں جنگ بدر کے اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا اگر جان لیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں بہتری کو کہ تم کفر چھوڑ کر ایمان لائے اور آنحضرت ﷺ کی مخالفت چھوڑ کر آپ کا ساتھ دیا يُؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّا اُخِذَ مِنْكُمْ دیگا تم کو بہتر اس سے جو تم سے لیا گیا ہے فی کس چار سو درھم۔ تم ایمان لاؤ گے، نیکی کرتے رہو گے اللہ تعالیٰ اس سے کئی گناہ بہتر عطا فرمائیں گے وَيَغْفِرْ لَكُمْ اور تمہیں بخش دیگا۔ کفر شرک جواب تک کیا ہے اور حق کا جو مقابلہ کرتے رہے وہ بھی معاف کر دے گا۔ اسلام لانے کے بعد یہ سارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا وعدہ پورا کرنا :

۸ ھ میں آنحضرت ﷺ نے حضرت علاء بن حضرمی ؓ کی قیادت میں چار ہزار کا لشکر بحرین کیلئے روانہ فرمایا۔ بحرین کا علاقہ فتح ہوا وہاں کپڑوں اور اجناس کے علاوہ ایک لاکھ درھم نقد وصول ہوا۔ فجر کے وقت مسجد میں درھموں کا ڈھیر لگا ہوا تھا انصارِ مدینہ نے

بھی سنا کہ بحرین سے کافی رقم آئی ہے ہمیں بھی ملے گی۔نماز سے فارغ ہونے کے بعد سب آپؐ کے سامنے بیٹھ گئے نماز کے بعد جو دین کی باتیں ہوتی تھیں ان سے فارغ ہوئے ،حضرت عباس رضی اللہ عنہ جو بدر کے قیدیوں میں سے تھے اور اپنا فدیہ بھی دیا تھا اور اپنے بھتیجے عقیل کا بھی ، کہنے لگے رب تعالیٰ کا فرمان ہے يُؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنكُمْ اللہ تعالیٰ تمہیں اس سے بہتر دیگا جو تم سے لیا گیا ہے حضرت آج وہ موقع ہے مجھے دیدیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بڑے قدآور اور موٹے آدمی تھے ان پر ایک بڑا مضبوط کمبل تھا آپ ﷺ نے فرمایا چچا جان جتنا اٹھا سکتے ہو اٹھا لو۔کمبل بچھایا اس میں اتنے درھم ڈالے کہ خود اٹھا نہ سکے کہنے لگے حضرت میرے کندھے پر رکھوا دیں۔فرمایاؐ چچا جان اس طرح نہیں کرنا۔ کہنے لگے ساتھیوں میں سے کسی کو کہہ دیں میرا ہاتھ بٹائے فرمایا یہ بھی نہیں ہوگا خود جتنا اٹھا سکتے ہو اٹھا لو ان میں سے۔انہوں نے کچھ کم کیے پھر بھی نہ اٹھا سکے عرض کیا حضرت !اب تو ہاتھ بٹا دیں فرمایا نہیں !انہوں نے اور کم کیے جب اٹھا کر چل پڑے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا چچا جان کی حرص دیکھو کتنی ہے۔اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ جو وعدہ فرماتے ہیں پورا کرتے ہیں۔ چنانچہ ہجرت کے موقع پر سراقہ ابن مالک (جو بڑا پہلوان قسم کا آدمی تھا) نے سنا کہ مکہ والوں نے دارالندوہ میں اعلان کیا ہے کہ ان کو جو زندہ پکڑ کر لائے یا دونوں کے سر کاٹ کر لائے دو سو اونٹ انعام دیا جائے گا۔جب آپ ﷺ غارِ ثور سے آگے ہجرت کیلئے روانہ ہوئے تو آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے غلام عامر ابن فہیرہ رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن اُریقط جو بعد میں رضی اللہ عنہ ساتھ ملے تھے۔سراقہ ابن مالک نے انعام کے لالچ میں پیچھا کیا جس وقت آپ ﷺ کے قریب آیا تو گھوڑا گرا اور یہ نیچے گر پڑا پھر اٹھا سوار ہوا تو گھوڑا زمین میں دھنس گیا بڑی کوشش کے بعد گھوڑا نکل آیا اس

نے تین دفعہ یہ حرکت کی تو سمجھ گیا کہ میں ان پر قابو نہیں پا سکتا کہنے لگا مجھے معاف کر دو اور معافی کا ایک پروانہ لکھ دو۔ چمڑے کے ایک ٹکڑے پر حضرت عامر ابن فہیرہ ؓ نے معافی کا پروانہ لکھ دیا اس موقع پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کَیْفَ بِکَ اِذَا اُلْبِسْتَ السَّوَارِیْ کِسْرٰی ''وہ وقت کیسا ہوگا جب تو کسریٰ ایران کے کنگن پہنے گا۔''

حضرت سعد ابن وقاص ؓ کی قیادت میں جب ایران فتح ہوا۔ کسریٰ کے خزانے اور کنگن مسجد نبوی میں لائے گئے حضرت عمر ؓ کا دور خلافت تھا۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی پورا کرنے کیلئے ان کو تھوڑی دیر کیلئے سونے کے کنگن پہنائے گئے۔ گویا کہ آپ کے ارشاد سے اس طرف اشارہ تھا کہ آج تو دو سو اونٹ کی خاطر اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اور پیغمبروں کے بعد تمام انسانوں میں سے بہتر شخصیت کے قتل کے درپے ہے۔ وہ وقت بھی آئے گا کہ تم مسلمان ہوگے اور کسریٰ کے کنگن تیرے ہاتھ میں ہوں گے۔ وَتِلْکَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاسِ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ دن ہم لوگوں کے درمیان بدلتے رہتے ہیں۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے وَاِنْ یُّرِیْدُوْا خِیَانَتَکَ اور اگر یہ قیدی ارادہ کریں تمہارے ساتھ خیانت کرنے کا کہ کفر پر ڈٹے رہیں اور اسلام کی مخالفت پر جمے رہیں فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ تو تحقیق انہوں نے خیانت کی ہے اللہ تعالیٰ سے پہلے بھی فَاَمْکَنَ مِنْهُمْ پس اللہ تعالیٰ نے ان پر قدرت دی ہے تم کو۔ وہ پہلی خیانت کیا تھی؟

مشرکین کی خیانتیں :

مفسرین کرامؒ کا ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ اس جہان یعنی عالمِ وجود میں آنے سے پہلے عرفات کے میدان میں وادی معرۃ النعمان میں تمام انسانوں کی ارواح کو حاضر کر

کے رب تعالیٰ نے وعدہ لیا تھا اَلَسۡتُ بِرَبِّکُمۡ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں قَالُوۡا بَلٰی
"سب نے کہا ہاں آپ ہمارے رب ہیں۔" یہ اللہ تعالیٰ کیساتھ عہد تھا اور عالمِ وجود میں
آنے کے بعد لات، منات، عزیٰ، ہبل وغیرہ کو رب بنا کر اس عہد میں خیانت کی ہے اور
بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ابو طالب کے مکان میں تمام بنو ہاشم اکٹھے ہوئے اور آپس
میں عہد کیا کہ اگرچہ محمد ﷺ کے ساتھ ہمیں مذہبی اعتبار سے اختلاف ہے لیکن ہے تو ہماری
برادری کا۔ لہٰذا برادری سسٹم کے مطابق ہم نے اس کی مخالفت نہیں کرنی۔ لیکن ابو جہل بڑا
شیطان قسم کا آدمی تھا اس نے معاہدہ نہ چلنے دیا اور بنو ہاشم کو مجبور کر کے بدر میں بھی لے آیا
اور احد میں بھی آپ ﷺ کی مخالفت میں آئے۔ تو انہوں نے پہلے بھی عہد شکنی کر کے مخالفت
کی اگر اب بھی کریں گے تو آپ ﷺ ان کی پرواہ نہ کریں وَاللّٰہُ عَلِیۡمٌ حَکِیۡمٌ اور اللہ
تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے۔

مسئلہ مواخات:

آگے ایک مسئلے کا ذکر ہے۔ شروع شروع میں نہ مہاجرین برادری کے اعتبار سے
سارے مسلمان ہوئے تھے بلکہ کچھ مسلمان اور کچھ کافر تھے اور انصار میں بھی کچھ مسلمان
اور کچھ کافر تھے۔ آنحضرت ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخات قائم کی کہ
ایک مہاجر کو ایک انصاری کا بھائی بنایا۔ اگر انصاری فوت ہوتا تو اس کی وراثت مہاجر بھائی
کو ملتی اور اگر مہاجر فوت ہوتا تو اس کی وراثت انصاری کو ملتی تھی۔ اس کو وراثتِ مواخات
یعنی بھائی چارے کی وراثت کہتے تھے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہوا اور مہاجرین کی
ساری برادری مسلمان ہوگئی اور انصار بھی برادری کے لحاظ سے سارے مسلمان ہو گئے تو یہ
حکم منسوخ ہو گیا۔ اسی سورت کے آخر میں آئے گا کہ اب مرنے والے کے رشتہ دار وارث

ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَھَاجَرُوۡا بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی وَجٰھَدُوۡا بِاَمۡوَالِھِمۡ وَاَنۡفُسِھِمۡ اور جہاد کیا انہوں نے اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے۔اپنے مال خرچ کئے اور جانیں لیکر کافروں کے مقابلے میں گئے فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں۔ان مہاجرین،مجاہدین کا ذکر ہے وَالَّذِیۡنَ اٰوَوۡا وَّنَصَرُوۡآ اور وہ لوگ جنہوں نے اپنے گھروں میں ٹھکانا دیا اور مدد کی۔یہ انصار ہیں جنہوں نے بڑی قربانی دی کہ چھوٹے چھوٹے مکان ہوتے ہوئے مہاجرین مرد بھی، عورتیں بھی تھیں، بچے بھی تھے اور رہائش کا کوئی انتظام نہیں تھا ان کو اپنے مکان رہائش کیلئے دیئے اپنی زمینوں اور باغات میں سے ان کو حصہ دیا۔وہ اسطرح کہ جب آنحضرت ﷺ نے مواخات قائم فرمائی تو انصار نے جمع ہو کر آپس میں مشورہ کیا اور کہا کہ تمام اس بات کا عہد کرو کہ زمینیں اور کھجوروں کے درخت آدھے ہمارے اور آدھے مہاجرین بھائیوں کے۔اس فیصلے کے بعد آنحضرت ﷺ کے پاس آئے کہ آپ ﷺ کی رائے لے لیں چنانچہ انصار نے اپنے فیصلے سے آگاہ کیا آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہارے جذبے کی قدر کرتا ہوں مگر یہ مہاجرین تو تاجر پیشہ ہیں ان کو کیا معلوم کہ فصل کب لگاتے ہیں اور کب کاٹتے ہیں اور کب گوڈی کرتے ہیں۔کیونکہ مکہ مکرمہ میں کھیتی باڑی نہیں تھی۔انصارِ مدینہ نے کہا اچھا حضرت اس طرح کرتے ہیں کہ کھیتی باڑی ہم کریں گے، فصلیں بھی ہم کاٹیں گے، کھجوریں بھی ہم اتاریں گے تیار کھیتی اور تیار پھل آدھا ان کا اور آدھا ہم لیں گے۔یہ کتنی بڑی قربانی ہے اس لئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا''لوگو! یاد رکھنا دنیا فانی ہے میں دنیا سے جانے والا ہے انصار کا خیال رکھنا حُبُّ الۡاَنۡصَارِ مِنَ الۡاِیۡمَانِ انصار کی محبت ایمان کا حصہ ہے۔''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اُولٰٓئِکَ بَعۡضُھُمۡ اَوۡلِیَآءُ بَعۡضٍ یہی لوگ ہیں جو

بعض ان کے وارث ہیں بعض کے۔ مہاجر انصاری کا اور انصاری مہاجر کا وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَلَمۡ یُھَاجِرُوۡا اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت نہیں کی مَالَکُمۡ مِنۡ وَّلَایَتِھِمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ نہیں ہے تمہارے لئے ان کی وراثت میں سے کچھ بھی حَتّٰی یُھَاجِرُوۡا یہانتک کہ وہ ہجرت کریں۔

مسئلہ اختلافِ دارین :

مسئلہ یہ ہے کہ اختلاف دارین اور اختلاف دین وراثت سے محرومی کا سبب ہیں کہ باپ کافر ہے اور بیٹا مسلمان ہے یا اس کا عکس ہے تو یہ ایک دوسرے کے وارث نہیں بن سکتے، ایک بھائی کافر ہے اور ایک مسلمان ہے تو یہ بھی ایک دوسرے کے وارث نہیں بن سکتے، قاتل کو بھی مقتول کی وراثت نہیں ملے گی۔ مثلاً کوئی شخص اپنے باپ یا بھائی کو قتل کر دیتا ہے تو شریعت اس کو وراثت سے بالکل محروم کر دیتی ہے۔ اور اختلاف دارین کا مطلب یہ ہے کہ باپ بیٹا دونوں مسلمان ہیں یا دو بھائی مسلمان ہیں لیکن ایک دارالامن، دارالاسلام میں رہتا ہے یعنی مسلمان ملک میں رہتا ہے اور دوسرا دارالحرب، دارالکفر میں رہتا ہے ہے، کافروں کے ملک میں رہتا ہے تو ایک کو دوسرے کی وراثت نہیں ملے گی بیشک دونوں مسلمان ہیں۔

اس وقت صحیح معنیٰ میں دارالاسلام کا اطلاق طالبان کی حکومت پر ہوتا ہے جہاں سو فیصد قرآن وسنت کے مطابق قانون نافذ ہے۔ دنیاءِ کفران کو خواہ مخواہ بدنام کرنے پہ لگی ہوئی ہے کبھی دہشت گرد، کبھی ظالم اور خدا جانے ان کے متعلق کیا کیا بکتے رہتے ہیں۔ حالانکہ وہاں صحیح معنیٰ میں میں اسلام نافذ ہے۔ کل کے اخبار میں تھا کہ ایک ظالم نے اپنی ماں، بیوی، بہنوں اور بھائیوں، پانچ چھ کو ذبح کر دیا تھا وہ گرفتار ہوا تو قاتل کے باپ کو کہا

گیا کہ قرآن تجھے اختیار دیتا ہے چاہو تو اس کو معاف کر دو چاہو تو قصاص میں اس کو قتل کر دو۔ چنانچہ باپ نے اپنے بیٹے کی گردن پر چھری چلا کر قصاص لیا۔ قرآن کریم کا حکم تھا انہوں نے بعینہٖ اس پر عمل کیا اور کرنا بھی ایسے ہی چاہیے کہ قرآن وسنت پر عمل کرو۔ چاہے ظالم، دہشت گرد کہیں، وحشیانہ سزائیں کہیں، کچھ بھی کہیں اس کی پرواہ نہ کرو۔ ہاں اگر مہاجر کا بھائی ہجرت کر کے مدینہ منورہ آ جائے تو پھر وہ اپنے بھائی کا وارث ہوگا وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ اور اگر وہ تم سے مدد طلب کریں دین کے بارے میں۔ جو کفار کے علاقے میں رہتے ہیں فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ پس تم پر لازم اور ضروری ہے ان کی مدد کرنا اِلَّا عَلٰى قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ مگر اس قوم کے مقابلے میں کہ تمہارے درمیان اور ان کے درمیان معاہدہ ہو تو اس قوم کے خلاف تم مدد نہیں کر سکتے یعنی عہد و پیمان کی پابندی کرنی ہے۔ آج کل کی حکومتوں کی طرح نہیں کہ بظاہر کچھ اور اندر سے کچھ۔ مثلاً ہمارا پاکستان ہے کہ کھل کر تو انڈیا کے خلاف لڑنے کی اجازت نہیں دیتا مگر اندر اندر سب کچھ کر رہا ہے یہی حال انڈیا کا ہے۔ اسلام اس دورنگی کی اجازت نہیں دیتا جو کرنا ہے کھل کر کرو وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ جو عمل تم کرتے ہو دیکھ رہا ہے اس کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ط اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ ○ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ط لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ○ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ط وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور وہ لوگ جو کافر ہیں بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ان میں سے بعض بعض کے وارث ہیں اِلَّا تَفْعَلُوْهُ اگر تم ان کی مدد نہیں کرو گے تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ تو ہوگا فتنہ زمین میں وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ اور فساد بہت بڑا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور وہ لوگ جو ایمان لائے وَهَاجَرُوْا اور انہوں نے ہجرت کی وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور جنہوں نے جہاد کیا اللہ تعالیٰ کے راستے میں وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اور وہ لوگ جنہوں نے ٹھکانہ دیا اور مدد کی اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا یہی لوگ ہیں ایمان والے پکی بات ہے لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ان کیلئے بخشش ہے اور رزق ہے عمدہ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْ بَعْدُ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اس کے بعد وَهَاجَرُوْا اور انہوں نے ہجرت کی وَجٰهَدُوْا

مَعَكُمْ اورانہوں نے جہاد کیا تمہارے ساتھ مل کر فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ پس یہ لوگ تم میں سے ہیں وَاُولُوا الْاَرْحَامِ اورقریبی رشتہ دار بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ بعض ان کے زیادہ حقدار ہیں بعض سے فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے۔

اس سے پہلی آیات میں یہ بیان ہوا تھا کہ آنحضرت ﷺ نے مدینہ منورہ میں انصار اور مہاجرین کے درمیان مواخات قائم فرمائی اور یہ ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے کیونکہ مہاجرین کی ساری برادری مسلمان نہیں ہوئی تھی اور انصار کی ساری برادری بھی مسلمان نہیں ہوئی تھی یہی ایک دوسرے کی برادری تھے۔اور اختلاف دارین کی وجہ سے مکہ والے مسلمان مدینے والے مسلمانوں کے اور مدینے والے مسلمان مکے والے مسلمانوں کے وارث نہیں بن سکتے تھے کہ ایک دارالاسلام اور دوسرا دارالکفر میں تھا اور یہ بھی وراثت سے محرومی کا سبب ہے۔دارالحرب اور دارالاسلام کی تعریف میں فقہی طور پر کافی اختلاف ہے۔اکثر کے نزدیک دارالاسلام کی تعریف یہ ہے کہ وہاں سو فیصد اسلامی قوانین نافذ ہوں اس معنٰی میں اس وقت طالبان کی حکومت کے علاوہ دنیا میں کوئی ملک سعودیہ سمیت دارالاسلام نہیں ہے۔اور دارالحرب اسے کہتے ہیں کہ جہاں مسلمان اسلام کا کوئی کام نہ کرسکیں اور دنیا میں ایسا ملک بھی کوئی نہیں ہے کہ جہاں مسلمانوں کو کوئی نماز روزے سے روکے، حج سے بھی نہیں روکتے۔تو صحیح معنٰی میں دارالحرب بھی کوئی ملک نہیں ہے۔ایسے ملکوں کو دارالامن کہہ لو یا دارالکفر کہہ لو۔ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد تمام ملکوں سے زیادہ ہے۔انڈونیشیا میں مسلمانوں کی تعداد بیس کروڑ ہے اور ہندوستان میں اٹھائیس کروڑ ہے۔ہندوستان کی حکومت مسلمانوں کو نماز روزے سے منع نہیں کرتی البتہ

قربانی کے مسئلہ پر جھگڑا کرتی ہے مگر وہ تو تھرپارکر کے علاقہ میں بھی جھگڑا ہوتا ہے جہاں ہندوؤں کی اکثریت ہے حالانکہ وہ پاکستان کا حصہ ہے۔ وہاں بھی قربانی نہیں کرنے دیتے وہاں بڑا گوشت نہیں ملے گا بیشک اب جا کر دیکھ لو۔ باقی وراثت کس کو ملے گی تو مومن مومن کا وارث ہوگا اور کافر کافر کا وارث ہوگا عام قانون یہی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور وہ لوگ جو کافر ہیں بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ بعض ان میں سے بعض کے وارث ہیں۔ کافر کی وراثت کافر کو ملے گی اِلَّا تَفْعَلُوْهُ ہُ ضمیر کا مرجع نصر ہے جس کا اوپر ذکر ہوا ہے کہ اگر تم ان مسلمانوں کی مدد نہیں کرو گے تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ تو ہوگا فتنہ زمین میں کہ کافروں کا مسلمانوں پر غلبہ ہوگا اور وہ مسلمانوں پر ظلم کریں گے وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ اور فساد ہوگا بہت بڑا۔ لہٰذا مظلوم مسلمانوں کی مدد کرنا تمہارا فریضہ ہے۔ اس وقت کوسوا میں مسلمانوں پر اتنا ظلم ہو رہا ہے کہ جس کا کوئی حساب نہیں ہے لیکن تمام عرب ممالک گونگے ہو چکے ہیں ان کو اتنی بھی توفیق نہیں ہے کہ اخباری بیان ہی دیدیں کہ یہ ظلم ہو رہا ہے۔ یہ سب امریکہ، برطانیہ، فرانس کے پٹھو ہیں، ان کے اشارے کا انتظار کرتے ہیں کہ وہ کیا کہتے ہیں۔

بھائی تم عملی طور پر مظلوموں کی مدد نہیں کر سکتے، مالی مدد نہیں کر سکتے تو بیان ہی دیدو کہ مسلمانوں پر ظلم اور زیادتی نہ کرو۔ لیکن مسلمان آج اتنا بے حس ہو چکا ہے کہ اتنی توفیق بھی نہیں ہے۔ حالانکہ رب تعالیٰ کا حکم ہے کہ جس علاقے میں کمزور مسلمان تم سے مدد طلب کریں تو ان کی مدد کرو ورنہ زمین میں بڑا فتنہ فساد ہوگا اور مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا جائیگا۔ فرمایا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور وہ لوگ جو ایمان لائے وَهَاجَرُوْا اور انہوں نے ہجرت کی وَجٰهَدُوْا اور جنہوں نے جہاد کیا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے

میں۔ یہ مہاجرین کا ذکر ہے وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اور وہ لوگ جنہوں نے ٹھکانہ دیا اپنے گھروں میں، زمینوں میں، باغات میں اور مدد کی۔ یہ انصار کا ذکر ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دو ہی طبقے تھے ایک مہاجرین کا اور دوسرا انصار کا، اللہ تعالیٰ نے دونوں طبقوں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا یہی لوگ ہیں ایمان والے پکی بات ہے۔ یعنی مہاجرین اور انصار لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ ان کیلئے بخشش ہے وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ اور عمدہ رزق ہے۔ کتنی صاف آیات ہیں کہ مہاجرین بھی مومن ہیں اور انصار بھی مومن ہیں حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہم مہاجرین ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما مہاجرات ہیں۔ ان کو اگر کوئی کافر کہے گا تو وہ خود کافر ہو جائے گا، انصار میں سے کسی کو کافر کہے گا تو وہ خود کافر ہے۔

اکابرین کی خدمات :

ہندوستان میں اکبر بادشاہ نے ایک اپنا دین جاری کیا تھا ہندوؤں اور مسلمانوں کو خلط ملط کیا کہ مسلمان عورت ہندو کے گھر اور سکھ کے گھر ہے۔ عجیب قسم کا ایک ملغوبہ بنایا تھا۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین کا محافظ ہے شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ نے اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر حکومت کا مقابلہ کیا کئی سال گوالیار کے قلعہ میں نظر بند رہے مگر حق پر قائم رہے، انہوں نے دین کی بڑی خدمت کی ہے۔ ان کے بعد شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے پھر شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ اور ان کے بیٹوں نے دین کی بڑی خدمت کی ہے۔ پھر علماء دیوبند اور ڈھابیل اور سہانپور کے علماء نے دین کی بڑی خدمت کی ہے۔ اگر ان لوگوں کی تنظیمیں اور کوششیں نہ ہوتیں تو صحیح بات یہ ہے کہ صحیح طور پر مسلمان نہ رہ سکتے بہر حال ان حضرات کی بڑی خدمات ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات شریف اخلاقی، علمی،

روحانی اعتبار سے علمی ذخیرہ ہے یہ فارسی زبان میں ہیں اور اب اردو ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔ حضرت کی اور بھی بہت سی کتابیں ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی ؒ سے کسی نے سوال کیا کہ حضرت رافضیوں اور شیعوں کے بارے میں ہم کیا نظریہ رکھیں؟ اس پر حضرت نے کتاب لکھی جس کا نام ''ردِّ روافض'' ہے۔ اس کا اردو ترجمہ ہو چکا ہے اس میں فرماتے ہیں کہ رافضی شیعہ مسلمان نہیں ہیں اور ان کے مسلمان نہ ہونے کی تین وجہیں بیان فرمائی ہیں۔

شیعوں کے کفر کی وجوہِ ثلاثہ از مجدد الف ثانیؒ:

ایک یہ کہ وہ اس قرآن کو اصلی قرآن نہیں مانتے اور ظاہر بات ہے کہ جو شخص موجودہ قرآن کو اصلی قرآن نہ مانے وہ کیسے مسلمان ہو سکتا ہے؟ اس پر انہوں نے کافی روایات نقل کی ہیں۔

دوسری وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ یہ مہاجرین وانصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کافر کہتے ہیں جبکہ رب تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا ہے اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ''یہی پکے مومن ہیں۔'' اور چھبیسویں پارے میں فرمایا لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ''البتہ تحقیق راضی ہو گیا اللہ تعالیٰ ان ایمان والوں سے جنہوں نے آپ کی بیعت کی درخت کے نیچے۔'' ۶ھ میں حدیبیہ کے مقام پر پندرہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کی بیعت کی اس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ شامل تھے۔ واقعہ اس طرح پیش آیا تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قاصد بنا کر بھیجا تھا مکہ مکرمہ کہ ان کو بتاؤ ہم عمرہ کرنے کیلئے آئے ہیں لڑنے کیلئے نہیں آئے ادھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر مشہور ہو گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضرت کے بدلے کیلئے تمام صحابہ کرام ﷺ سے بیعت لی۔فرمایا میرا دایاں ہاتھ عثمان کا ہاتھ ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''یہ سب مومن ہیں اور میں ان سے راضی ہوں'' اور یہ ان کی تکفیر کرتے ہیں۔

اور تیسری وجہ ان کے کفر کی یہ ہے کہ یہ آئمہ کو معصوم مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اماموں پر وحی نازل ہوتی ہے۔اور ظاہر بات ہے کہ جب امام معصوم ہوئے اور ان پر وحی بھی نازل ہوتی ہے تو نبی اور امام میں کیا فرق ہوا؟ گویا یہ آنحضرت ﷺ کے بعد بارہ نبی مانتے ہیں یہ ختم نبوت کا انکار ہوا۔ بلکہ یہ اماموں کو وہ درجہ دیتے ہیں جو ہم نبیوں کو نہیں دیتے کیونکہ اہل وسنت والجماعت کا یہ مسلک ہے کہ حرام حلال کا اختیار صرف رب تعالیٰ کو ہے نبی کو حرام حلال کا اختیار نہیں ہے۔

آنحضرت ﷺ نے ایک موقع پر صرف اپنی ذات کیلئے شہد حرام فرمایا تھا اس پر پوری سورت نازل ہوئی یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ ''اے نبی کریم ﷺ! آپ نے اس چیز کو کیوں حرام قرار دیا جس کو رب تعالیٰ نے آپ کیلئے حلال قرار دیا ہے۔'' اور یہ کہتے ہیں کہ اماموں کو حلال حرام کا اختیار ہے۔اِمَامٌ یُحِلُّوْنَ مَایَشَاءُ وْنَ وَیُحَرِّمُوْنَ مَایَشَآءُ وْنَ ''امام جس چیز کو چاہیں حلال کریں اور جس چیز کو چاہیں حرام کریں'' اور حضرت شاہ ولی اللہؒ نے جب ''اِزَالَۃُ الْخِفَاء اور قُرَّۃُ العینین'' لکھی تو رافضی حاکم نے ان کی انگلیاں کاٹ دیں کہ ان کے ساتھ تم نے کتابیں لکھیں ہیں۔ان خبیثوں کا جہاں بھی اقتدار ہو معاف نہیں کرتے۔شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ کو ننگے پاؤں جلا وطن کیا وہ رام پور جا کر ٹھہرے کہ انہوں نے ''تحفہ اثنا عشریہ'' لکھی تھی۔ایران کی وجہ سے شیعہ پورے ملک میں پھیلے ہوئے تھے۔لیکن عزیزو، برخوردارو کسی سے جھگڑا نہ کرنا،

کافر کافر کہنا یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ کافر تو کافر ہی ہوتا ہے مگر چڑ ہانے کیلئے جسطرح جذباتی ساتھی کرتے ہیں کافر کافر شیعہ کافر یہ کوئی شرعی مسئلہ نہیں ہے۔ یہ کافر ہیں اور ان کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے لیکن چڑانا بری بات ہے۔ ہندو کافر ہیں، سکھ کافر ہیں، عیسائی کافر ہیں، یہودی کافر ہیں، پارسی کافر ہیں، ذکری کافر ہیں اور یہ سارے پاکستان میں موجود ہیں رافضی بھی کافر ہیں پاکستان کافروں سے بھرا ہوا ہے۔ مسلمان تو نام کے ہیں کام کا مسلمان تو کوئی نہیں ہے صرف چند گنتی کے ہیں۔ تو حضرت مجدد الف ثانیؒ نے شیعہ کے کفر پر اس آیت کا بھی حوالہ دیا ہے۔ اب انہوں (شیعوں) نے مخلص (چھٹکارے کا راستہ) کیا تلاش کیا؟ ایک یہ کہ ہم اس قرآن کو اصل نہیں مانتے تم بیشک کافر ٹھہراتے رہو اور دوسرا جواب یہ دیا کہ اللہ تعالیٰ کو بدا ہوتا ہے کہ رب تعالیٰ نے جب ان کے مومن ہونے کا فرمایا تھا اس کو علم نہیں تھا کہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد یہ مرتد ہو جائیں گے سوائے دو چار کے (معاذ اللہ تعالیٰ) بھائی وہ رب ہی کیا ہے کہ جس کو علم نہیں ہے۔

میری ایک کتاب ہے ''ارشاد الشیعہ'' اس میں میں نے ان کا مسلک اور ان کے عقیدے دلائل کے ساتھ بیان کئے ہیں ان کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے۔ مگر کافر کافر کہنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اور مکہ مکرمہ فتح ہونے کے بعد کئی لوگ مسلمان ہو گئے ان میں حضرت ابو سفیان ؓ حضرت امیر معاویہ ؓ بھی ہیں اور بیشمار لوگ ہیں ؓ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ اور وہ لوگ جو ایمان لائے ان مہاجرین اور انصار کے بعد وَهَاجَرُوْا اور انہوں نے ہجرت کی وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ اور انہوں نے جہاد کیا تمہارے ساتھ مل کر فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ پس یہ لوگ تم میں سے ہیں۔ جیسے ابو سفیان، امیر معاویہ، حارث ابن ہشام ؓ یہ بھی تمہارے ہیں اور سب مومن ہیں وَاُولُوا الْاَرْحَامِ اور

قریبی رشتے دار، برادری والے بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ بعض ان کے زیادہ حقدار ہیں بعض سے وراثت میں فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں یعنی اب مواخات والی وراثت کا مسئلہ ختم ہو گیا ہے اللہ تعالیٰ کی پہلی نوشت یہی تھی کہ مواخات کے ذریعے وراثت ملے گی اور اب حکم یہ ہے کہ رشتہ دار عزیز ایک دوسرے کے وارث بنیں گے کیونکہ اب ساری برادریاں مسلمان ہو گئی ہیں لہذا اب باپ کی وراثت بیٹے کو اور بیٹے کی باپ کو ، بھائی کی بھائی کو، چچے کی تائے کو، ان کی اولاد کو وراثت ملے گی۔ کتاب اللہ میں یہی لکھا ہوا تھا کہ پہلا حکم منسوخ ہو جائے گا مواخات والا اور دوسرا حکم برادری والا نافذ ہو جائے گا اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے۔ اس کے علم سے کوئی شی مخفی نہیں ہے۔

آج مؤرخہ ۷ شوال بروز ہفتہ ۱۴۲۸ھ بمطابق ۲۰ راکتوبر ۲۰۰۷ء

سورۃ انفال مکمل ہوئی۔

بتوفیق اللہ تعالیٰ وعونہٖ

(مولانا) محمد نواز بلوچ

مہتمم: مدرسہ ریحان المدارس، جناح روڈ گوجرانوالا۔

سُوْرَةُ التَّوْبَةِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ مِائَةٌ وَتِسْعٌ وَعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَفِيْهَا سِتَّةَ عَشَرَ رُكُوْعًا

سورۃ توبہ مدنی ہے اور اس میں ایک سو انتیس آیات ہیں اور سولہ رکوع ہیں۔

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ فَسِيْحُوْا فِى الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِى اللّٰهِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِى الْكٰفِرِيْنَ ۝ وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَرَسُوْلُهٗ ؕ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِى اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْئًا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ بیزاری کا اعلان ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ان لوگوں کی طرف جن کیساتھ تم نے معاہدہ کیا مشرکوں میں سے فَسِيْحُوْا فِى الْاَرْضِ (ان سے

کہہ دو) چلو پھرو زمین میں اَرْبَعَۃَ اَشْھُرٍ چار مہینے وَّاعْلَمُوْٓا اور تم جان لو اَنَّکُمْ غَیْرُ مُعْجِزِی اللّٰہِ بیشک تم نہیں عاجز کر سکتے اللہ تعالیٰ کو وَاَنَّ اللّٰہَ مُخْزِی الْکٰفِرِیْنَ اور بیشک اللہ تعالیٰ رسوا کرنے والا ہے کافروں کو وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖٓ اور اعلان ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے اِلَی النَّاسِ لوگوں کو یَوْمَ الْحَجِّ الْاَکْبَرِ بڑے حج کے دن اَنَّ اللّٰہَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَرَسُوْلُہٗ کہ بیشک بیزار ہے اللہ تعالیٰ مشرکوں سے اور اس کا رسول بھی فَاِنْ تُبْتُمْ فَھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ پس اگر تم توبہ کر لو پس وہ تمہارے حق میں بہتر ہے وَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ اور اگر تم اعراض کرو گے فَاعْلَمُوْٓا تو جان لو اَنَّکُمْ غَیْرُ مُعْجِزِی اللّٰہِ بیشک تم اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اور آپ خوشخبری سنا دیں ان لوگوں کو جو کافر ہیں بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ دردناک عذاب کی اِلَّا الَّذِیْنَ مگر وہ لوگ عٰھَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ جن سے تم نے معاہدہ کیا ہے مشرکوں میں سے ثُمَّ لَمْ یَنْقُصُوْکُمْ شَیْئًا پھر انہوں نے کمی نہیں کی تمہارے ساتھ کسی شے میں وَّلَمْ یُظَاھِرُوْا عَلَیْکُمْ اَحَدًا اور نہ امداد کی تمہارے خلاف کسی کی فَاَتِمُّوْٓا اِلَیْھِمْ عَھْدَھُمْ پس تم مکمل کرو ان کے ساتھ ان کا عہد اِلٰی مُدَّتِھِمْ ان کی مدت تک اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ بیشک اللہ تعالیٰ محبت کرتے ہیں پرہیزگاروں کے ساتھ۔

سورۃ توبہ کے شروع میں بسم اللہ نہ لکھنے کی وجہ :

قرآن پاک کی کل ایک سو چودہ سورتیں ہیں۔اور سورت توبہ کے علاوہ ہر سورت کے شروع میں بسم اللہ لکھی ہوئی ہے۔سورۃ توبہ کے شروع میں بسم اللہ نہ لکھنے کی کیا وجہ ہے؟ جامع قرآن حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا حضرت باقی سورتوں کے شروع میں بسم اللہ ہے اور سورۃ توبہ کے شروع میں بسم اللہ نہیں ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا باقی سورتوں کے شروع میں ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بسم اللہ سنی ہے اس کی ابتداء میں بسم اللہ نہیں سنی۔یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب اس سورۃ کو پڑھتے تھے تو بسم اللہ سے نہیں پڑھتے تھے لہذا ہم اپنی طرف سے بسم اللہ نہیں لکھ سکتے اور مفسرین کرامؒ اس کی حکمت یہ بیان فرماتے ہیں کہ بسم اللہ میں رب تعالیٰ کی رحمت کا ذکر ہے اور سورۃ براۃ کے شروع میں ہی کافروں اور مشرکوں سے بیزاری کا اعلان ہے کہ کافروں اور مشرکوں سے رب بیزار ہے تو جن سے رب بیزار ہے وہ رحمت کے مستحق تو نہیں ہو سکتے اس لئے اس کے شروع میں بسم اللہ ذکر نہیں کی گئی۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جامع القرآن ہیں۔انہوں نے ایک کام یہ بھی کیا کہ لوگوں کو لغت قریش پر قرآن پڑھنے کا پابند فرمایا اور......

لغتِ قریش پر قرآن جمع کرنے کی وجہ :

اس کا سبب یہ ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں آذربائیجان اور آرمینیہ کے علاقے جو اس وقت روس کے علاقے میں ہیں، یہاں جنگیں ہو رہی تھیں لڑائی کے دوران دو مسلمان فوجی آپس میں جھگڑ پڑے اس وجہ سے کہ ایک نے پڑھا یِعْلَمُوْنَ اور دوسرے نے اصرار کیا کہ یَعْلَمُوْنَ ہے۔اصل بات یہ ہے کہ قرآن لغت قریش میں نازل ہوا ہے اور اس وقت جو ہمارے سامنے قرآن کریم ہے یہ لغت قریش میں ہی ہے۔عرب میں اور

لوگ بھی رہتے تھے ان کی زبانوں میں اور قریش کی زبان میں کچھ فرق تھا جسطرح عموماً علاقے کی زبانوں میں فرق ہوتا ہے۔ تو قریش کے علاوہ چھ اور خاندان تھے ان کو اپنی زبان میں پڑھنے کی اجازت تھی۔ تو ایک فوجی نے اپنی لغت کے مطابق یِعْلَمُوْنَ پڑھا۔ دوسرے نے کہا نہیں! یَعْلَمُوْنَ ہے تو جھگڑا ہو گیا لوگ کافی پریشان ہوئے کہ عین جنگ کے موقع پر آپس میں جھگڑا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ سے آگاہ کیا گیا انہوں نے محسوس کیا کہ ہر آدمی اپنی لغت پر اصرار کرے گا اور جھگڑے ہوتے رہیں گے۔ بخاری شریف کی روایت کا خلاصہ عرض کرتا ہوں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قرآن کریم لغت قریش میں نازل ہوا ہے اور لوگوں کو اپنی لغتوں کے مطابق پڑھنے کی اجازت تھی اب میں اس اجازت پر پابندی لگاتا ہوں اب قرآن کریم صرف قریش کی لغت کے مطابق پڑھا جائے گا، قریش کی لغت رہے گی۔ آج تک ساری دنیا لغت قریش کے مطابق ہی قرآن شریف پڑھ رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ امت کیلئے اختلاف اور افتراق کا دروازہ بند کر دیا۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بات ماننا، ان کا حکم ماننا ہم پر لازم ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّتِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَهْدِیِّیْنَ " میری سنت بھی تم پر لازم ہے اور خلفاء راشدین کی سنت بھی لازم ہے۔" اور جو آدمی خلفاء راشدین کی سنت کو نہیں مانتا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نہیں مانتا کیونکہ یہ آپ کا حکم ہے کہ ان کی سنت کو لازم پکڑو اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بالاتفاق خلیفہ راشد ہیں۔ انہوں نے یہ حکم جاری کر کے امت کو لڑائی جھگڑوں سے بچالیا ورنہ لوگ قرآن کریم کے سلسلے میں ایک دوسرے کا سر پھوڑتے۔

ضالین اور دالین کی تحقیق :

جسطرح آجکل کئی لوگ آکر پوچھتے ہیں کہ مولوی صاحب وَلَا الضَّآلِّیْن ہوتا ہے یا وَلَا الـدَّالِیْـن ہے۔ حالانکہ وہ روزمرہ میں یہ لفظ 'ضاد' بولتے ہیں 'دال' نہیں بولتے۔ مثلاً ضلع کہتے ہیں دلع نہیں بولتے، رمضان کہتے ہیں رمدان نہیں کہتے، وضو کہتے ہیں وُ دُو نہیں کہتے، کہتے ہیں آپس میں راضی ہو یہ نہیں کہتے کہ آپس میں رادی ہو، عرضی نویس کہتے ہیں عردی نویس نہیں کہتے اسی طرح وَلَا الضَّـالِّیْن کا لفظ ہے وَلَا الـدَّالین نہیں ہے مگر یہ لوگ نامعلوم یہاں آکر بگڑ جاتے ہیں تو مسئلہ یادر کھنا لفظ 'ضاد' ہے سب لغت کی کتابوں میں اور تجوید کی کتابوں میں۔ اور فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اگر وَلَا الـدَّالیـن پڑھے گا تو نماز نہیں ہوگی۔ (لطیفہ: ایک دفعہ نجی مجلس میں اسی موضوع پر بات ہو رہی تھی تو حضرت شیخ صاحب نے فرمایا کوئی گھر جائے اور اس کی بیوی بیمار ہو تو بیان کرتے وقت کبھی کسی نے یہ نہیں کہا کہ میں گھر گیا تو میری بیوی کو مرد لگا ہوا تھا، یہ کہے گا کہ مرض لگا ہوا تھا۔ محمد نواز بلوچ) تو بات چل رہی تھی بسم اللہ کی کہ سورت برات کے شروع میں بسم اللہ کیوں نہیں لکھی گئی تو آپ ﷺ نے چونکہ اس سورت کے شروع میں پڑھی نہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے لکھی نہیں ہے۔

اور مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی اوپر سے پڑھتا ہوا آئے اور سورۃ براۃ شروع کر دے تو پھر بسم اللہ نہیں پڑھنی۔ مثلاً اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ بَرَاءَ ةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِه. لیکن اگر پڑھنا ہی اسی سورت سے شروع کرے تو پھر اعوذ باللہ بھی پڑھنا ہے اور بسم اللہ بھی پڑھنی ہے۔ اسی طرح اگر آگے کسی جگہ سے تلاوت شروع کرے تو اعوذ باللہ بھی پڑھنا ہے اور بسم اللہ بھی پڑھنی ہے۔ اس لئے کہ قرآن حکیم کا حکم ہے فَـاِذَا قَـرَاْتَ الْـقُـرْآن

فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ " جب تم قرآن کریم پڑھو تو اعوذ باللہ پڑھو" اور حدیث پاک میں آتا ہے کُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَمْ یُبْدَأْ بِبِسْمِ اللّٰہِ فَھُوَ اَبْتَرُ "ہر ذیشان کام جو بسم اللہ سے نہ شروع کیا جائے وہ دم کٹا ہوتا ہے، بے برکت ہوتا ہے۔" بخلاف باقی سورتوں کے کہ جب ایک سورت ختم ہوئی دوسری شروع کرنی ہے تو درمیان میں بسم اللہ پڑھنی ہے۔ بعض لوگوں نے یہاں ایک عجیب سی دعا بنائی ہے کہ سورت توبہ سے پہلے پڑھتے ہیں اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ غَضَبِ الْجَبَّارِ اس کا پڑھنا بدعت ہے۔ بَرَاءَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ بیزاری کا اعلان ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے اِلَی الَّذِیْنَ عٰھَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ ان لوگوں کی طرف جن کیساتھ تم نے معاہدہ کیا تھا۔ مشرکوں میں سے عرب کے قبائل کیساتھ آپ ﷺ کے کئی قسم کے معاملات تھے۔

قریش مکہ کے مختلف قبیلوں کیساتھ معاہدوں کی تفصیل :

۱)..... قریش مکہ کیساتھ صلح حدیبیہ کے مقام پر ۶ھ میں دس سال کا معاہدہ ہوا مگر انہوں نے تھوڑی مدت کے بعد عہد شکنی کی کیونکہ معاہدے کی ایک شق یہ تھی کہ جو ہمارے حلیف اور دوست ہیں وہ بھی اس معاہدے میں شریک ہیں ان کے خلاف تم کوئی کاروائی نہیں کرو گے اور جو تمہارے دوست اور حلیف ہیں ہم ان کے خلاف کوئی کاروائی نہیں کریں گے۔ قبیلہ بنو بکر یہ قریش کا حلیف تھا اور قبیلہ بنو خزاعہ اگرچہ کافر تھا لیکن آنحضرت ﷺ کے ہمدردوں میں سے تھا اور مسلمانوں کا حلیف تھا۔

اس معاہدے سے کچھ مدت بعد قبیلہ بنو بکر اور بنو خزاعہ کی آپس میں لڑائی ہوئی۔ یہ بنو بکر کی زیادتی تھی اور مکے والوں نے ان کی ہر طرح کی مدد کی بندے بھیجے، اسلحہ دیا، مالی امداد کی حالانکہ معاہدے کے مطابق یہ سب ناجائز اور معاہدے کی خلاف ورزی تھی۔ قبیلہ

بنوخزاعہ کا نقصان ہوا آدمی مارے گئے وہ لوگ آنحضرت ﷺ کے پاس آئے۔ کہنے لگے حضرت ہم آپ کے حلیف ہیں ہمارے ساتھ زیادتی ہوئی ہے ہماری مدد کی جائے۔ آپ ﷺ نے تحقیق کی معلوم ہوا کہ واقعی یہ سچے ہیں آپ ﷺ نے مکہ مکرمہ نمائندے بھیجے کہ ہمارے حلیف دوست پر تمہارے حلیف نے زیادتی کی ہے اور تم نے ان کی مدد کی ہے جس میں ان کے آدمی مارے گئے ہیں لہذا تم ان آدمیوں کی قاعدے کے مطابق دیت ادا کرو ورنہ یہ سمجھو کہ معاہدہ ختم ہے۔ مکے والوں نے جذبات میں آکر کہہ دیا کہ ٹھیک ہے معاہدہ ٹوٹ گیا، ہم کسی معاہدے کے پابند نہیں ہیں۔ آپ ﷺ کے نمائندے جب واپس آگئے تو مشرکین دارالندوہ میں جمع ہوئے اور کہنے لگے ان کے منہ پر تو نہیں کہنا چاہئے تھا کہ معاہدہ ختم ہے اگرچہ ہم نے پابندی نہیں کرنی اب اس طرح کرو کہ اپنے آدمی بھیجو جو جاکر ان کو تسلی دیں کہ معاہدہ قائم ہے کیونکہ اگر معاہدہ باقی نہ رہا تو ہم بھی باقی نہیں رہیں گے۔

چنانچہ ابوسفیان اس وقت تک کافر تھا اور اس کی بیٹی ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ ﷺ کے نکاح میں تھیں ان کی سربراہی میں مکے والوں کا وفد آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آیا آپ ﷺ اس وقت مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ آپؐ نے فرمایا چچا کیسے آئے ہو خیر ہے؟ ابوسفیان نے کہا آپؐ کے آدمی گئے تھے کہ بنوبکر نے بنوخزاعہ کے ساتھ زیادتی کی ہے ان کے آدمی مارے گئے ہیں ان کی دیت ادا کرو ورنہ معاہدہ ختم سمجھو۔ ہم میں سے کچھ جذباتی لوگوں نے کہا کہ ہاں ٹھیک ہے، معاہدہ ختم ہے۔ میں آیا ہوں کہ معاہدہ ہمارا باقی ہے ختم نہیں ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ آپ ایسا کریں کہ ہمارے حلیفوں کے جو آدمی مارے گئے ہیں قاعدے کے مطابق ان کی دیت ادا کریں کہنے

لگا دیت کی بات نہ کریں بس میں آ گیا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا گول مول بات سے معاہدے کی تجدید نہیں ہوگی اگر واقعی معاہدہ رکھنا ہے تو قاعدے کے مطابق دیت ادا کرو۔ بہر حال شور وغل میں بات ختم ہوگئی تو ایک تو یہ تھے جن کے ساتھ دس سال کا معاہدہ تھا۔

۲)...... ان کے علاوہ دو قبیلے تھے بنوضَمْرَہ اور بنو مُدلِج۔ ان کے ساتھ بھی معاہدہ تھا اور اس اعلان برأت کے وقت ان کے معاہدے کے نو مہینے باقی تھے اور انہوں نے کوئی خلاف ورزی بھی نہیں کی تھی ان کا ذکر آگے آئے گا کہ تمہارے ساتھ معاہدہ برقرار ہے اپنی مدت تک اسے پورا کرو۔

۳)...... تیسرا گروہ وہ تھا کہ جن کے ساتھ کوئی معاہدہ نہیں تھا۔ حج کے دنوں میں آنحضرت ﷺ نے اعلان کروایا بَرَاءَ ةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ بیزاری کا اعلان ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ان لوگوں کی طرف جن کیساتھ تم نے معاہدہ کیا ہے مشرکوں میں سے۔ کہ ہم معاہدے کے بالکل پابند نہیں ہیں کیونکہ تم نے معاہدے کی پابندی نہیں کی باہر سے کچھ اور تھے اور اندر سے کچھ اور تھے ان سے کہہ دو فَسِيْحُوْا فِى الْاَرْضِ چلو پھرو زمین میں اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ چار مہینے تم کو مہلت ہے آج کے بعد وَّاعْلَمُوْٓا اور تم جان لو اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِى اللّٰهِ بیشک تم عاجز نہیں کر سکتے اللہ تعالیٰ کو وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِى الْكٰفِرِيْنَ اور بیشک اللہ تعالیٰ رسوا کرنے والا ہے کافروں کو وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اور اعلان ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے اِلَى النَّاسِ لوگوں کو يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ بڑے حج کے دن۔

حج اکبر کی وضاحت :

عام لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جمعے والے دن حج ہو تو وہ حج اکبر ہے حالانکہ اس بات کی

کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ حج اکبر کہتے ہیں عمرہ کے مقابلہ میں کہ عمرہ کو حج اصغر کہتے ہیں۔ چنانچہ منیٰ میں، مزدلفہ میں، عرفات میں آپ ﷺ کے اعلان کرنے والوں نے اعلان کر کے سنایا اَنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَرَسُوْلُهٗ کہ بیشک بیزار ہے اللہ تعالیٰ مشرکوں سے اور اس کا رسول بھی (ﷺ) اب ہمارا تمہارا کوئی معاہدہ نہیں چار مہینے تم کو مہلت ہے فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ پس اگر تم توبہ کر لو کفر شرک سے اور مسلمان ہو جاؤ تو وہ تمہارے حق میں بہتر ہے وَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ اور اگر تم اعراض کرو گے ایمان سے اور کفر وشرک پر ڈٹے رہو گے فَاعْلَمُوْٓا پس تم جان لو اَنَّکُمْ غَیْرُ مُعْجِزِی اللّٰهِ بیشک تم اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ اور آپ خوشخبری سنادیں ان لوگوں کو جو کافر ہیں دردناک عذاب کی۔ یہ ان پر خوب چوٹ ہے کیونکہ عذاب کی تو خوشخبری نہیں ہوتی پھر عذاب بھی اَلِیْمٌ یہ ان کیساتھ طنز اور استہزاء ہے۔ اس اعلان کا اطلاق حج کے دن نو تاریخ سے شروع ہوا چار ماہ کی ان کو مہلت دی گئی۔ ہاں صرف ان لوگوں کیساتھ معاہدہ برقرار رہے گا اِلَّا الَّذِیْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ مگر وہ لوگ جن سے تم نے معاہدہ کیا ہے مشرکوں میں سے ثُمَّ لَمْ یَنْقُصُوْکُمْ شَیْئًا پھر انہوں نے کمی نہیں کی تمہارے ساتھ کسی شے میں۔ قبیلہ بنو ضَمْرَہ اور قبیلہ بنو مُدْلِج. ان کیساتھ معاہدہ تھا اور معاہدے کی میعاد ختم ہونے میں ابھی نو مہینے باقی تھے انہوں نے کوئی خلاف ورزی نہیں کی معاہدے میں کوئی کمی نہیں کی وَّلَمْ یُظَاهِرُوْا عَلَیْکُمْ اَحَدًا اور نہ امداد کی تمہارے خلاف کسی کی۔ جیسے مکہ والوں نے قبیلہ بنو خزاعہ کے خلاف بنو بکر کی کھل کر امداد کی تھی فَاَتِمُّوْٓا اِلَیْهِمْ عَهْدَهُمْ پس تم مکمل کرو ان کے ساتھ ان کا عہد اِلٰی مُدَّتِهِمْ ان کی مدت تک نو ماہ جو باقی ہیں ان تک معاہدہ پورا کرو اس کے بعد پھر وہ خود دیکھیں گے کہ کیا کرنا

ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم یہ ہوا کہ حضرت ابو بکرؓ کے دور میں اور حضرت عمرؓ کے دور میں عرب کے رہنے والے تقریباً تقریباً سارے مسلمان ہو گئے سوائے یہود و نصاریٰ کے اور ان کے متعلق آنحضرت ﷺ وصیت فرما گئے تھے اَخْرِجُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارٰى مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ ''یہود و نصاریٰ کو جزیرہ عرب سے نکال دینا'' یہ بڑے سازشی بے ایمان ہیں تمہیں اسلام پر نہیں چلنے دیں گے۔ اور مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ عرب میں اسلام کے علاوہ کوئی اور دین باقی نہ رہے۔ مگر اب بڑی مصیبت یہ ہے شہزادوں نے امریکہ کی فوج لا کر وہاں بٹھا دی ہے کہ امریکہ اور برطانیہ نے ان کا ذہن بنایا ہے اور یہ ہوّا اڑالا ہے کہ عراق تمہیں ہڑپ کر جائے گا ہماری فوج یہاں رہے گی تو تمہیں پناہ ملے گی۔ ان کی اس فوج کا سارا خرچہ سعودی حکومت برداشت کر رہی ہے جس میں شراب تک شامل ہے ان کی ساری بدمعاشی کے خرچے ان پر ہیں۔

اللہ تعالیٰ جزا دے علامہ عبدالرحمٰن حذیفی کو جو مدینہ طیبہ میں مسجد نبوی کے خطیب تھے انہوں نے وہ باتیں کیں جو ہر مسلمان کے گھر ہونی چاہئیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ یہود و نصاریٰ کو جزیرہ عرب سے نکال دو اور تم نے فوراً لا کے بٹھایا ہے اور ان کا خرچہ بھی برداشت کرتے ہو۔ انہوں نے اپنا فریضہ ادا کیا اور یہ بھی کہا صاف لفظوں میں کہ یہ شیعہ بھی مسلمان نہیں ہیں اور بڑی عجیب بات یہ تھی کہ ایران کا وزیر خارجہ سامنے بیٹھا تھا۔ ان کی یہ بڑی تفصیلی تقریر ہے۔ پھر بیچارے کو فوراً وہاں سے ہٹا دیا گیا آج کل معلوم نہیں کہ جیل میں ہیں یا کہیں اور ہیں۔ اقتدار کی خاطر شہزادوں نے یہ سارا کچھ کیا ہے (اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے وہ اپنے عہدے پر بحال ہو چکے ہیں اور پہلے کی طرح مسجد نبوی میں خطابت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ محمد نواز بلوچ، مرتب) اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ

الْمُتَّقِيْنَ بیشک اللہ تعالیٰ محبت کرتے ہیں پرہیزگاروں کے ساتھ۔لہذا تم پرہیزگاری کا ثبوت دو۔

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْھُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِکِیْنَ حَیْثُ وَجَدْتُّمُوْھُمْ وَخُذُوْھُمْ وَاحْصُرُوْھُمْ وَاقْعُدُوْا لَھُمْ کُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ فَخَلُّوْا سَبِیْلَھُمْ ؕ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ اسْتَجَارَکَ فَاَجِرْہُ حَتّٰی یَسْمَعَ کَلٰمَ اللّٰہِ ثُمَّ اَبْلِغْہُ مَاْمَنَہٗ ؕ ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ قَوْمٌ لَّا یَعْلَمُوْنَ ○

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْھُرُ الْحُرُمُ پس جس وقت گذر جائیں عزت والے مہینے فَاقْتُلُوا الْمُشْرِکِیْنَ پس تم قتل کرو مشرکوں کو حَیْثُ وَجَدْتُّمُوْھُمْ جہاں بھی تم انکو پاؤ وَخُذُوْھُمْ اور ان کو پکڑو وَاحْصُرُوْھُمْ اور ان کا گھیراؤ کرو وَاقْعُدُوْا لَھُمْ اور بیٹھو ان کیلئے کُلَّ مَرْصَدٍ ہر گھات میں فَاِنْ تَابُوْا پس اگر وہ کفر و شرک سے توبہ کرلیں وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ اور نماز قائم کریں وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ اور زکوٰۃ ادا کریں فَخَلُّوْا سَبِیْلَھُمْ تو چھوڑ دو ان کا راستہ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ اور اگر کوئی ایک بھی مشرکوں میں سے اسْتَجَارَکَ پناہ مانگے آپ سے فَاَجِرْہُ پس آپ پناہ دیں اس کو حَتّٰی یَسْمَعَ کَلٰمَ اللّٰہِ یہاں تک کہ وہ سن لے اللہ تعالیٰ کا کلام ثُمَّ اَبْلِغْہُ مَاْمَنَہٗ پھر پہنچا دیں اس کو امن کی جگہ تک ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ قَوْمٌ لَّا

یَعْلَمُوْنَ یہ اس لئے کہ بے شک یہ قوم ہے جو نہیں جانتی۔

پچھلے سبق میں یہ بات گزری ہے کہ قریش مکہ نے آنحضرت ﷺ کیساتھ دس سال کا معاہدہ کیا تھا مگر وہ اس پر قائم نہ رہے اوران کے علاوہ دوسرے لوگوں نے بھی زبانی کلامی معاہدے کئے تھے لیکن کسی نے بھی معاہدے کی پاسداری نہ کی سوائے دو قبیلوں کے، قبیلہ بنومدلج اور قبیلہ بنوضمرہ کہ یہ معاہدے کے پابند رہے۔

مشرکین کیساتھ معاہدے ختم کردیئے گئے :

۹ھ میں حج کے دنوں میں آنحضرت ﷺ نے مکہ مکرمہ، منٰی، مزدلفہ اور عرفات میں اعلان کروایا کہ اب ہمارے تمہارے درمیان کوئی معاہدہ نہیں ہے کوئی مغالطے میں نہ رہے صرف چار ماہ کی تم کو مہلت ہے سوچ سمجھ لو چار ماہ بعد پھر اگلی کاروائی ہوگی۔ اس کا ذکر ہے فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ پس جس وقت گذر جائیں عزت والے مہینے۔ ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور چوتھا رجب کا مہینہ ہے۔ جمہور مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں بھی لوگ ان چار ماہ کا بڑا احترام کرتے تھے اور کسی سے لڑتے نہیں تھے۔ اسلام میں بھی ابتداءً لڑائی ان مہینوں میں ممنوع تھی۔ دوسرے پارے میں آتا ہے یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ آپ سے حرمت والے مہینے میں لڑائی سے متعلق سوال کرتے ہیں قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ آپ کہہ دیں حرمت والے مہینے میں لڑائی بڑا گناہ ہے۔ لیکن ان مہینوں میں اگر کوئی تم پر حملہ کردے تو تم اس کا مقابلہ کرو یعنی ابتدا نہ کرو لیکن وَاِنْ قَاتَلُوْكُمْ فَقَاتِلُوْهُمْ اور اگر وہ تمہارے ساتھ لڑیں تو تم اپنا دفاع کرو یہ تمہارا حق ہے۔ لیکن بعد میں ان مہینوں کی حرمت اٹھادی گئی اسی سورۃ میں آگے آئیگا کہ اب تمہیں ان مہینوں میں لڑنے کی اجازت ہے۔ ذوالحجہ کے مہینے میں اعلان ہوا تھا یہ بھی اشھر حرم میں

سے تھا اس کے بعد محرم بھی گزر جائے فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ پس تم قتل کرو مشرکوں کو جہاں بھی انکو پاؤ کہ معاہدہ ختم ہو گیا ہے۔ یہ ان مشرکوں کی بات ہے جو عرب میں رہتے تھے اور ان کے ساتھ معاہدے ہوئے تھے اور انہوں نے معاہدے توڑ دیئے تھے ان کو قتل کرو وَخُذُوْهُمْ اور ان کو پکڑو، گرفتار کرو وَاحْصُرُوْهُمْ اور ان کا محاصرہ اور گھیراؤ کرو وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ اور بیٹھو ان کیلئے ہر گھات میں جنہوں نے معاہدے کئے اور ان کی پاسداری نہیں کی فَاِنْ تَابُوْا پس اگر وہ توبہ کر لیں کفر و شرک سے وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ اور قائم کریں نماز وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ اور ادا کریں زکوٰۃ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ تو چھوڑ دو ان کا راستہ۔ کہ اب انہوں نے کفر شرک سے توبہ کر کے اسلام قبول کر لیا ہے، اندر کا معاملہ رب تعالیٰ کیساتھ ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں مشرکوں کے ساتھ لڑوں حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یہانتک کہ وہ کلمہ پڑھ لیں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اقرار کر لیں تو ان کی جان مال محفوظ، عزت محفوظ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ ان کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے، باطنی معاملہ ان کا رب تعالیٰ کیساتھ ہے ہم ظاہر کے مکلّف ہیں۔ ظاہری طور پر وہ احکامِ اسلام کو قبول کریں اور ان پر عمل کریں تو مسلمان سمجھیں گے ہاں اگر وہ کوئی ایسا فعل کریں یا کوئی بات کریں جو کفریہ ہو تو پھر کافر سمجھیں گے۔ اور یہ بات کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں کہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں کوئی ایسی مثال نہیں ملتی کہ کسی مسلمان نے دیدہ دانستہ نماز چھوڑی ہو۔ آپ ﷺ کے بعد تیس سالہ خلافت راشدہ کا دور گزرا ہے۔ اس دور میں بھی کوئی مثال نہیں ملتی کہ کسی مسلمان نے نماز چھوڑی تھی اور اس کو فلاں سزا ملی تھی پھر ایک سو دس ہجری تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دور ہے۔ آخری صحابی حضرت ابو الطفیل عامر ابن واثلہ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں ۱۱۰ھ

میں فوت ہوئے ہیں گویا آپ ﷺ کی وفات کے بعد پورا سو سال صحابہ کرام کا دور تھا اس دور میں بھی کوئی نظیر نہیں ملتی کہ بے نماز کو سزا دی گئی ہو نماز چھوڑنے کا کوئی واقعہ پیش آتا تو سزا ملتی۔

بے نماز کا حکم ائمہ اربعہ کے نزدیک :

حضرت امام احمد ابن حنبلؒ کا فیصلہ یہ ہے کہ جو شخص بغیر کسی شرعی عذر کے ایک نماز چھوڑے مرد ہو یا عورت یہ مرتد ہو گیا ہے اس کو قتل کر دیا جائے گا، کیونکہ مرتد کی سزا قتل ہے۔ حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر نماز کو اللہ تعالیٰ کا حکم اور فرض سمجھتا ہے مگر عملاً کوتاہی کی کہ نماز نہیں پڑھی تو وہ کافر تو نہیں ہے لیکن نماز ایک بڑا فریضہ ہے اس کے چھوڑنے کی وجہ سے تعزیراً اس کو قتل کیا جائے گا۔ صرف ایک نماز کی بات ہو رہی ہے پانچ کی نہیں، ہفتے، مہینے اور سال کی نمازوں کی بات نہیں، یہ اتنا پاپی گنہگار ہے کہ زمین اس کے وجود کو گوارہ نہیں کرتی تین امام اس بات پر متفق ہیں کہ بے نماز کو قتل کر دیا جائے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اگر وہ غیر مشروط طور پر توبہ کر لے اور آئندہ کیلئے نماز پڑھنے کی تسلی کرائے اور عملاً نماز پڑھے تو اس کو چھوڑ دو اور اگر قیل وقال کرے تو اس کو جیل میں بند کر دو وہاں توبہ کرے یا مر جائے، اس کے وجود سے زمین کو پاک رکھو۔ الحمد للہ افغانستان میں طالبان کے پاس جو علاقہ ہے اس میں باقاعدہ یہ حکم جاری ہے وہاں تمہیں کوئی بے نمازی نہیں ملے گا۔ مسئلہ اچھی طرح سمجھ لیں کہ جب سے مرد یا عورت بالغ ہوئے ہیں اگر ان کے ذمہ ایک نماز بھی ہے تو وہ توبہ سے معاف نہیں ہوگی چاہے کروڑ مرتبہ بھی توبہ کریں جب تک اس کی قضا نہیں لوٹائیں گے۔ بہت سارے پڑھے لکھے لوگ بھی مغالطے کا شکار ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ توبہ ایسا چورن ہے کہ جس سے

سارے گناہ ہضم ہو جاتے ہیں لہذا اچھی طرح سمجھ لیں اور قیامت والے دن یہ نہ کہنا کہ ہمیں کسی نے بتلایا نہیں تھا نماز، روزہ، زکوٰۃ، عشر توبہ سے معاف نہیں ہوتے اگر کوئی کوتاہی ہوئی ہے تو اس کی قضا کرلو۔ نماز میں فرائض اور وتر واجب کی قضا ہے سنتوں اور نفلوں کی قضا نہیں ہے۔

قضا نمازیں پڑھنے کا طریقہ :

اور یہ بھی یاد رکھنا کہ جسطرح وقتی نمازوں میں ترتیب ضروری ہے قضا نمازوں میں بھی ترتیب ضروری ہے۔ اسلئے ہر آدمی سوچے کہ میں کب بالغ ہوا ہوں اور میں نے کتنی نمازیں پڑھی ہیں اور کتنی میرے ذمہ ہیں۔ ان کو باقاعدہ کاپی پر نوٹ کرے اور قضا نمازوں کی ترتیب اس طرح ہوگی کہ مثلاً ایک ہزار نماز اس کے ذمہ ہے فجر کی اور ہزار نماز ہے ظہر کی، قضا کرتے وقت یوں نیت کرے گا کہ میں ان میں سے پہلی فجر یا پہلی ظہر پڑھتا ہوں۔ پہلی پہلی کہتا جائے گا تو ترتیب قائم ہو جائے گی یا آخر سے شروع کرے کہ میرے ذمہ جو فجر کی ہزار نمازیں ہیں ان میں سے آخری پڑھتا ہوں آخری پڑھتا ہوں آخری آخری کہہ کر نیت کرتا جائے اس طرح ترتیب قائم رہے گی اور تین اوقات کے علاوہ جس وقت چاہے پڑھے۔

۱) سورج کے طلوع ہونے کے وقت (۲) زوال کے وقت (۳) اور غروب ہونے کے وقت نہیں پڑھ سکتا اور صبح صادق سے لیکر طلوع آفتاب تک نفلی عبادت بھی جائز نہیں ہے۔ قضا نماز پڑھ سکتا ہے، سجدہ تلاوت واجب ہے وہ بھی کرسکتا ہے، نماز جنازہ فرض کفایہ ہے پڑھ سکتا ہے۔ عصر کی نماز کے بعد غروب آفتاب تک نفلی عبادت نہیں کرسکتا۔ اہل ظواہر اور غیر مقلدین کا ایک طبقہ کہتا ہے کہ قضا نمازیں توبہ سے معاف ہو جاتی ہیں ان کا مغالطہ بھی

سمجھیں اوراس کا جواب بھی ذہن میں رکھیں۔وہ کہتے ہیں کہ بندہ نے جب ایک نماز چھوڑ دی تو وہ کافر ہوگیا اور کفر کے زمانے کی نمازوں کی قضا نہیں ہے کیونکہ کافر پر کوئی نماز ہی نہیں ہے قضا کس چیز کی کرے گا؟ اگر انہوں نے اس نظریہ پر چلنا ہے تو پھر سوال یہ ہے کہ ایک شخص شادی شدہ ہے اس نے ایک نماز چھوڑ دی اور نماز چھوڑنے کی وجہ سے وہ کافر ہوگیا۔ لہٰذا نمازوں کے قضا کرنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن کافر ہونے کی وجہ سے نکاح بھی ٹوٹ گیا آئندہ اولاد حرامی ہوگی اگر اس حالت میں مرگیا تو اس کا جنازہ بھی نہیں ہے اور اگر اس کا باپ یا بھائی فوت ہوگیا تو ان کی وراثت اس کو نہیں ملے گی، مسلمانوں کے قبرستان میں اس کو دفن نہیں کیا جائے گا۔ یہ تو بڑا مشکل مسئلہ ہے صرف اتنی بات نہیں ہے کہ کافر بنا کر نمازوں کی قضا ختم کرادیں۔اس سے یہ آسان ہے کہ بے نماز کو کافر نہ بنائیں ہفتہ دو ہفتے یا اس سے کم یا زیادہ وقت لگے گا نمازیں قضا ہو جائیں گی ورنہ مرتدوں والے سارے احکام نافذ ہو جائیں گے لہٰذا حساب لگا کر نمازوں کو قضا کرو۔ البتہ عورتوں کے متعلق مسئلہ یہ ہے کہ جن دنوں میں شریعت نے ان کو رخصت دی ہے حیض اور نفاس کے دنوں میں، ان دنوں کی نمازوں کی قضا ان کے ذمہ نہیں ہے۔ باقی جو نمازیں ان سے رہ گئی ہیں ان کی قضا انہوں نے کرنی ہے اور جسطرح نماز فرض ہے اسی طرح صاحب نصاب پر زکوٰۃ بھی فرض ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں کچھ لوگ جو نئے نئے مسلمان ہوئے تھے وہ غلط فہمی کا شکار ہو گئے کہ زکوٰۃ لینا صرف آنحضرت ﷺ کا کام تھا آپ ﷺ کے بعد زکوٰۃ وصول کرنے کا کسی کو حق نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو خطاب فرمایا ہے خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ [پ:۱۱] "اے نبی کریم ﷺ آپ وصول کریں ان کے مالوں

میں سے زکوۃ، پاک کردیں ان کو اور تزکیہ کریں ان کا اس زکوۃ کے ساتھ اور ان کیلئے دعا کریں آپ کی دعا ان کیلئے باعث تسکین ہوگی۔"لوگ آپ ﷺ کو آکر زکوۃ دیتے تھے۔ آپ ﷺ جمع کرنے کے بعد ضرورت مندوں میں تقسیم کردیتے تھے۔

مانعینِ زکوۃ کیخلاف جہاد کا اعلان :

آپ ﷺ کے وصال کے بعد کچھ لوگ کہنے لگے کہ قرآن نے آپ ﷺ کو لینے کا حکم دیا ہے اور آپ ﷺ چونکہ نہیں ہیں لہذا ہم کسی اور کو زکوۃ نہیں دیں گے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو زکوۃ دینے کا انکار کرے گا میں اس کے خلاف جہاد کرونگا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ وہ نمازیں پڑھتے ہیں، روزے رکھتے ہیں حج کے قائل ہیں ان کے ساتھ کیسے لڑو گے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طبیعت جلالی تھی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طبیعت بڑی ٹھنڈی تھی لیکن اس موقع پر وہ بھی جلال میں آگئے فرمانے لگے اے عمر! اَجَبَّارٌ فِی الْجَاهِلِيَّةِ وَخَوَّارٌ فِی الْاِسْلَامِ" کیا بہادر اور دلیر تھا جب کافر تھا اور اسلام میں اب کمزور کمزور باتیں کرتے ہو۔"اَیُنْقَصُ دِیْنٌ وَاَنَا حَیٌّ" کیا دین کم ہوتا جائے گا اور میں زندہ تماشا دیکھتا رہوں گا" خدا کی قسم! جانور تو جانور رہے جو جانور کی رسی ہوتی ہے اگر وہ بھی زکوۃ میں نہ دیں گے تو میں ان کے خلاف لڑوں گا اور واقعتاً لڑے بعض نے توبہ کی اور بہت سے آدمی مارے گئے۔ تو جو زکوۃ کا انکار کرے گا اس کے خلاف جہاد ہوگا جو نماز کا انکار کرے گا اس کے خلاف بھی جہاد ہوگا۔

حکومتی سطح پر زکوۃ وصول کرنے کا حکم :

ضیاء نے بہت سی غلطیاں کی تھیں۔ ان میں سے ایک غلطی یہ بھی تھی کہ اس نے حکومتی سطح پر زکوۃ وصول کرنے کا حکم دیا تھا ہم نے اس وقت بھی گرفت کی تھی کہ حکومت

اس کی مُجاز نہیں ہے حکومت صرف جانوروں کی زکوٰۃ اور زمین کی پیداوار سے عشر وصول کر نے کا اختیار رکھتی ہے نقد پیسے اور سامان تجارت کی زکوٰۃ خود مالک اپنی مرضی سے دے گا۔ اور ہم نے یہ بھی کہا تھا کہ حکومتی سطح پر وصول کی جانے والی زکوٰۃ اپنے مصرف میں خرچ نہیں ہوگی کوئی اس رقم سے گلیاں بنوائے گا، کوئی الیکشن لڑے گا، کوئی کچھ کرے گا اور کوئی کچھ کرے گا اور ہمارے خدشات درست ثابت ہوئے اور اب حکومت بھی اس بات کو تسلیم کرتی ہے۔ اصل بات یہ تھی کہ ضیاء الحق مشیروں کی اندرونی بات کو نہیں سمجھے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ زکوٰۃ حکومت وصول کرے گی تو یہ دینی مدارس جو زکوٰۃ پر چل رہے ہیں بند ہو جائیں گے لیکن الحمدللہ کوئی بھی بند نہیں ہوا بلکہ مزید بڑھے ہیں۔ ان شریروں کی پالیسی کامیاب نہ ہوئی۔ اسی طرح ضیاء سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ وفاق المدارس سے فارغ ہونے والے طلباء کو ایم۔ اے کی ڈگری دیں لیکن اس کے مشیر نہ مانے۔ علماء کو آگے نہیں آنے دیتے بلکہ کوشش کرتے ہیں کہ علماء کو اپنے تابع کرلیں اس کیلئے بڑی کوشش کرتے اور منصوبے بناتے رہتے ہیں۔ نصرت العلوم میں الحمدللہ اسوقت اٹھارہ سو طلباء و طالبات زیر تعلیم ہیں اور ستر افراد پر مشتمل عملہ ہے اور ان کا صدر مدرس اور نگران تعلیم میں ہوں۔ ہمیں حکومت نے پیشکش کی کہ آپ کے مدرسہ میں دورہ حدیث بھی ہوتا ہے لہذا تمہیں چار لاکھ روپیہ سالانہ ملے گا صوبے سے بھی اور مرکز سے بھی، پیغام آیا ہم نے انکار کر دیا کہ ہم حکومتی امداد نہیں لیں گے۔ انہوں نے دھمکی دی کہ حکومت تمہیں گرفتار کرے گی ہم نے کہا کرے گرفتار یہ کونسی نئی بات ہے ہم نے پہلے قیدیں بھگتی ہیں۔ یہاں ہمارے صدر چوہدری اعجاز صاحب نے پہلے سال غلطی کی اور میری لاعلمی میں ایک سال کی زکوٰۃ وصول کر لی میں ناراض ہوا کہ تم نے کیوں وصول کی؟ کہنے لگا مجھے علم نہیں تھا اس کے بعد آج

تک حکومت سے ایک پیسہ بھی وصول نہیں کیا۔تو ان کے سارے حربے ناکام ہوئے اور ہوں گے اسلام نہیں مٹے گا اسلام کو مٹاتے والے خود مٹ جائیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ فرمایا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔آگے اور حکم ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اور اگر کوئی ایک بھی مشرکوں میں سے اسْتَجَارَكَ پناہ مانگے آپ سے فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ پس آپ پناہ دیں اس کو یہاںتک کہ وہ سن لے اللہ تعالیٰ کا کلام۔یعنی اگر کوئی کافر کہے کہ میں تمہارا دین سمجھنا چاہتا ہوں مجھے اپنا دین سمجھاؤ،سمجھ آگئی تو قبول کرلوں گا تو ایسے آدمی کو پناہ دو اور سمجھاؤ،اس کے شبہات دور کرو ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ پھر پہنچادیں اس کو امن کی جگہ تک۔کہ وہ سوچے کہ جو باتیں مجھے کہی گئی ہیں وہ حق ہیں اگر قبول کرلے تو فَبِهَا ورنہ وہ بھی دوسرے کافروں کی طرح ہے ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ اس لئے کہ یہ قوم ہے جو نہیں جانتی۔لہذا اس کو تم پہلے دینی علم سکھادو۔یہ دینِ فطرت ہے اسلام ایسا مذہب ہے جو فطرت کے مطابق ہے اگر کسی میں ضد نہ ہو تو فوراً قبول کرے گا اور ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔

كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖۤ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ○ كَيْفَ وَاِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ؕ يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ ۚ وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ○ اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○

كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ کیسے ہوسکتا ہے مشرکوں کیلئے عہد عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖ اللہ تعالیٰ کے ہاں اور اللہ تعالیٰ کے رسول کے ہاں اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ مگر وہ لوگ جن سے تم نے معاہدہ کیا ہے مسجد حرام کے پاس فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ پس جس وقت تک وہ قائم رہیں تمہارے لئے فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ پس تم بھی قائم رہو ان کیلئے اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ بیشک اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے پرہیزگاروں کے ساتھ كَيْفَ کیسے ان کے وعدے کا اعتبار ہوسکتا ہے وَاِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ اور اگر وہ تم پر غلبہ پالیں لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً نہیں لحاظ کریں گے رشتہ داری کا اور نہ عہد و پیمان کا يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ یہ تمہیں راضی کرتے ہیں اپنے مونہوں کی بات سے وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ

اور انکار کرتے ہیں دل ان کے وَاَکْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ اور اکثر ان کے نافرمان ہیں اِشْتَرَوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِیْلًا خریدا انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کے بدلے میں تھوڑی قیمت کو فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِهٖ پس روکا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے راستے سے اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ بیشک بُری ہے وہ کاروائی جو وہ کرتے ہیں۔

پہلے اجمالاً بیان ہوا ہے کہ ۶ ھ ذوالقعدہ کے مہینے میں آنحضرت ﷺ نے پندرہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ ذوالحلیفہ (جس کو آج کل بیئرِعلی کہتے ہیں) کے مقام پر عمرے کا احرام باندھا اور لَبَّیْکَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْکَ بِعُمْرَةٍ کہتے ہوئے چل پڑے۔ اس وقت تک حج فرض نہیں ہوا تھا۔ جب مکہ مکرمہ کے قریب حدیبیہ کے مقام پر پہنچے جس کو آج کل شمیسہ کہتے ہیں اور وہ مکہ مکرمہ میں شامل ہو گیا ہے بلکہ مکہ مکرمہ پھیل کر اس سے آگے نکل گیا ہے۔ قریش مکہ کو علم ہوا تو انہوں نے ہنگامی طور پر اعلان کر دیا کہ اکٹھے ہو جاؤ ہم پر حملہ ہونے والا ہے۔ چونکہ اس سے قبل تین لڑائیاں ہو چکی تھیں بدر، احد، خندق اسلئے ان کو شبہ ہوا کہ ہم پر حملہ کیلئے آ رہے ہیں حالانکہ آپ ﷺ تو عمرہ کی ادائیگی کیلئے تشریف لائے تھے۔ انہوں نے بڑی تحقیق کی ایک نمائندہ بھیجا، دوسرا بھیجا، تیسرا بھیجا پھر ان کو یقین ہو گیا کہ واقعی یہ عمرہ کیلئے آئے ہیں احرام باندھے ہوئے ہیں اور احرام کی وہ بھی عزت کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ آدمی احرام کی حالت میں مکھی مچھر تک نہیں مار سکتا چہ جائیکہ وہ لڑائی کرے گا۔ یہ جانتے ہوئے بھی ضد میں آ گئے اور کہنے لگے کہ ہمیں یقین ہے کہ تم عمرے کیلئے آئے ہو لڑنے کیلئے نہیں لیکن اس سال اجازت نہیں دیں گے کہ ہماری کمزوری سمجھی جائے گی اگلے سال آؤ عمرہ کرو، طواف کرو ضد کا کوئی علاج نہیں ہے۔ اس موقع پر ان کیساتھ

دس سال کا معاہدہ ہوا تھا لیکن مشرکوں نے معاہدے کی پاسداری نہ کی۔ اس معاہدے کی ایک شق تھی کہ عرب میں جو خاندان قریش کے ساتھ ملنا چاہے مل جائے اور جو مسلمانوں کے ساتھ ملنا چاہے مل جائے اور وہ بھی اس معاہدے کے پابند ہونگے۔

چنانچہ قبیلہ بنو بکر جو کافی بڑا قبیلہ تھا قریش مکہ کیساتھ مل گیا اور قبیلہ بنو خزاعہ اگرچہ کافر قبیلہ تھا لیکن آنحضرت ﷺ کا خیر خواہ تھا وہ مسلمانوں کے ساتھ مل گیا ذوالقعدہ میں یہ معاہدہ ہوا!! اور محرم کے مہینے میں بنو بکر نے بنو خزاعہ پر حملہ کر دیا۔ قریش نے بنو بکر کو اسلحہ بھی دیا، مالی معاونت بھی کی اور آدمی بھی دیئے اور معاہدہ توڑ دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب ہمیں بھی اس کی پابندی کرنے کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں..... کَیْفَ یَکُوْنُ لِلْمُشْرِکِیْنَ عَھْدٌ کیسے ہوسکتا ہے مشرکوں کیلئے عہد عِنْدَ اللّٰہِ وَعِنْدَ رَسُوْلِہٖٓ اللہ تعالیٰ کے ہاں اور اللہ تعالیٰ کے رسول کے ہاں۔ کیونکہ وعدے کا پاس تو اس کو ہوتا ہے کہ جس کا یہ ذہن ہو کہ اگر اس کی خلاف ورزی کرونگا تو گنہگار ہو جاؤ گا اور قیامت والے دن مجھ سے پوچھا جائے گا اور جو شخص قیامت کا ہی قائل نہیں ہے ثواب عقاب کا قائل نہیں ہے وہ وعدے کا کیا خیال رکھے گا۔

منافق کی علامتیں :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ منافق کی چار علامتیں ہیں پہلی علامت یہ ہے کہ اِذَا حَدَّثَ کَذَبَ جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور دوسری حدیث میں آتا ہے کہ جب آدمی جھوٹ بولتا ہے تو وہ فرشتہ جو ہونٹ کے پاس ہوتا ہے درود شریف پہنچانے کیلئے، تسبیحات پہنچانے کیلئے، وہ ایک میل دور بھاگ جاتا ہے جھوٹ کی بدبو کی وجہ سے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ ہمیں تو بدبو نہیں آتی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے نشو ونما ہی جھوٹ میں پائی

ہے اس لئے ہمیں بدبو نہیں آتی۔ جسطرح گندے نالے پر رہنے والوں کی حس ختم ہوجاتی ہے اوران کو بدبو محسوس نہیں ہوتی اور جو باہر سے ملنے کیلئے ان کے پاس جائے تو اس کو محسوس ہوتی ہے۔ اور فرشتے چونکہ پاک نفوس اور معصوم ہیں اس لئے ان کو بو آتی ہے۔ منافق کی دوسری علامت اِذَا عَاهَدَ غَدَرَ جب کسی سے معاہدہ کرتا ہے تو غداری کرتا ہے۔ معاہدہ شخصی اور انفرادی بھی ہوتا ہے جماعتی، قومی اور حکومتی سطح پر بھی ہوتا ہے۔ یہ منافق کسی سے انفرادی طور پر معاہدہ کرتا ہے تو اس کی بھی مخالفت کرتا ہے جماعتی شکل میں ہو تو اس کی بھی مخالفت کرتا ہے۔ منافق کی تیسری علامت اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرتا ہے اور بات کی بھی امانت ہوتی ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ''جب کوئی آدمی تم سے گفتگو کر رہا ہو اور دائیں بائیں دیکھتا ہو تو سمجھ لو کہ اس کی بات تمہارے پاس امانت ہے۔'' اور علم کی بھی امانت ہوتی ہے، مشورے کی بھی امانت ہوتی ہے اَلْمُسْتَشَارُ اَمِيْنٌ ''جس سے مشورہ طلب کیا جائے وہ امین ہے۔''

لہذا جو بات اس کے حق میں صحیح سمجھتا ہے وہ بتلائے اگر غلط بتلائے گا تو خائن ہو گا اور نتیجہ بھی اس کے اختیار میں نہیں ہے۔ بعض دفعہ آدمی اپنی سوچ کے مطابق اپنی صوابدید کے مطابق ایک بات کا فیصلہ کرتا ہے لیکن اس کا نتیجہ الٹ نکلتا ہے لہذا جب مشورہ دے تو اس میں خیانت نہ کرے۔ منافق کی چھوتھی علامت اِذَا خَاصَمَ فَجَرَ جب کسی سے جھگڑا کرتا ہے تو گالیاں دیتا ہے۔ معاف رکھنا آج ہم نے گالیوں میں منافقوں کو بھی چار قدم پیچھے چھوڑ دیا ہے کہ ہم تو ہنسی اور مذاق میں گالیاں نکالتے ہیں گالیاں ہمارا ورد وظیفہ ہے۔ جس میں یہ چار علامتیں ہوں گی وہ پکا منافق ہے اور جس میں ایک پائی جائے وہ ایک درجے کا اور جس میں دو علامتیں پائی جائیں گی وہ دو درجے کا اور جس میں تین پائی جائیں

گی وہ تین درجوں کا منافق ہوگا۔تو وعدے کی خلاف ورزی یہ منافقوں کا کام ہے لہذا وعدہ جس سے کرو سوچ سمجھ کر کرو دفع الوقتی نہ کرو کہ اب تو وقت پاس کرو بعد میں دیکھا جائے گا، یہ گناہ ہے۔ جب دل اور زبان نہ ملیں تو گناہ ہے وعدہ کرو پورا کرنے کیلئے کرو تو اللہ تعالیٰ بھی اسباب پیدا فرما دیتے ہیں ہاں اگر کار قضا یعنی تقدیراً پورا نہ ہو سکے، بیمار ہو گیا کوئی اور عذر پیش آ گیا تو وہ الگ بات ہے۔ بلا عذر وعدہ خلافی منافقوں اور کافروں کا کام ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... کیا اعتبار ہے مشرکوں کے وعدے کا اِلَّا الَّذِیْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ مگر وہ لوگ جن سے تم نے معاہدہ کیا ہے مسجد حرام کے پاس۔ اس سے مراد معاہدہ حدیبیہ ہے کہ حدیبیہ مسجد حرام سے چھ میل کے فاصلے پر ہے فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ پس جس وقت تک وہ قائم رہیں گے تمہارے لئے فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ پس تم بھی قائم رہو ان کیلئے۔یعنی اگر وہ پابندی کریں تو تم بھی پابندی کرو اگر وہ معاہدے کو توڑ دیں تو تم بھی اس کے پابند نہیں ہو۔ چنانچہ ہوا یہ کہ بنو بکر جو قریش مکہ کا حلیف تھا اس نے زیادتی کی قبیلہ بنو خزاعہ پر جو حلیف تھا مسلمانوں کا۔قبیلہ بنو بکر افراد اور اسلحہ کے اعتبار سے بڑا طاقتور تھا اور بنو خزاعہ انکی بنسبت کمزور تھا۔قبیلہ بنو خزاعہ کا وفد فریاد لیکر آنحضرت ﷺ کے پاس آیا کہنے لگے حضرت ہم آپ کے حلیف اور دوست ہیں بنو بکر نے ہمارے ساتھ زیادتی کی ہے اور ہمارے آدمی مار ڈالے ہیں اور قریش نے ان کی معاونت کی ہے۔اور عکرمہ ابو جہل کا لڑکا معاونت کرنے والوں کا سرغنہ تھا۔آنحضرت ﷺ نے تحقیق کرائی تو معلوم ہوا کہ بنو خزاعہ والے سچے ہیں۔آپ ﷺ نے مکہ مکرمہ وفد بھیجا کہ تم نے ہمارے دوستوں کیساتھ زیادتی کی ہے لہذا یا تو مقتولین کی دیت ادا کر دو یا پھر یہ سمجھو کہ ہمارے

تمہارے درمیان جو معاہدہ تھا وہ ختم ہو گیا ہے۔ قریش مکہ نے کہا ہاں ٹھیک ہے یہی سمجھو کہ معاہدہ ٹوٹ گیا ہے۔ وفد واپس آ گیا تو بعد میں فکر مند ہوئے کہ ہم نے جذبات میں آ کر کیا کہہ دیا ہے۔ مشورے میں یہ طے ہوا کہ زبانی کلامی معاہدہ برقرار رکھو اور دل سے ختم سمجھو۔ چنانچہ اس کیلئے انہوں نے ابوسفیان جو اس وقت تک ﷺ نہیں ہوئے تھے کو مدینہ طیبہ بھیجا۔ وہ آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور بڑے میٹھے انداز میں کہنے لگے کہ ہمارے تمہارے درمیان معاہدہ برقرار ہے ایسے ہی کچھ جذباتی آدمیوں نے کہہ دیا تھا کہ معاہدہ ٹوٹ گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ چچا جان اگر معاہدہ قائم ہے تو مقتولین کی دیت ادا کرو کہنے لگا دیت کی بات نہ کرو بس میں آ گیا ہوں میرے آنے کو سب کچھ سمجھو۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس بات کی کوئی حیثیت نہیں ہے ضابطے کے مطابق بات کرو مگر وہ باتیں کرتا ہوا اٹھ کر چلا گیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر وہ پابندی کریں تم بھی پابندی کرو ورنہ نہیں اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ بیشک اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے پرہیزگاروں کے ساتھ کَیْفَ وَاِنْ یَّظْهَرُوْا عَلَیْكُمْ کیسے ان کے وعدوں کا اعتبار ہو سکتا ہے اور اگر وہ تم پر غلبہ پا لیں لَایَرْقُبُوْا فِیْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً نہیں لحاظ کریں گے رشتہ داری کا اور نہ عہد و پیمان کا۔ یہ "اِلًّا" استثنائی نہیں ہے یہ اسم ہے بمعنی قرابت داری۔ یُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ یہ تمہیں راضی کرتے ہیں اپنے مونہوں کی بات سے وَتَاْبٰی قُلُوْبُهُمْ اور انکار کرتے ہیں دل ان کے۔ اس لئے کہ مشرک آخرت کا قائل نہیں ہے کہ قیامت آنی ہے اور مجھ سے باز پرس ہو گی میں نے جواب دینا ہے۔ لہٰذا مشرک کے کسی وعدے کا قطعاً کوئی اعتبار نہیں ہے کیونکہ معاہدے کی بنیاد یہی ہے کہ قیامت قائم ہونی ہے اور قیامت والے دن مجھ سے

سوال ہوگا اور میں جواب دے سکوں گا کہ اے پروردگار! میں نے وعدہ نبھانے کی پوری کوشش کی تھی۔

حضرت مدنیؒ کا واقعہ :

حضرت مدنیؒ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے ایک جلسے میں پہنچنے کا وعدہ کر لیا سوئے اتفاق کہ گاڑی لیٹ ہوگئی وہ وقت پر نہیں پہنچ سکتے تھے دوسری سواری کا انتظام نہیں تھا حضرت نے جیب سے گھڑی نکال کر دیکھی وقت کم تھا حضرت پہلوان قسم کے آدمی تھے ساتھی سے فرمایا کہ دوڑو...... ساتھی نے کہا حضرت دوڑیں کیسے؟ فرمایا دوڑ کر پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں اگر راستے میں تھک کر گر پڑے تو قیامت والے دن کہہ سکیں گے کہ پروردگار ہم نے وعدہ پورا کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ ہم وعدے کو کچھ سمجھتے ہی نہیں ہیں۔ ہمارے ہاں وعدہ تار عنکبوت مکڑی کا جالا ہے یاد رکھنا! کسی سے وعدہ نہ کرنا اگر کرو تو اس کو نبھاؤ کسی کو مغالطے میں نہ رکھو یہ منافقوں اور مشرکوں کی علامت ہے۔ وَاَکْثَرُھُمْ فٰسِقُوْنَ اور اکثر ان کے نافرمان ہیں۔ ہمیشہ اکثریت نافرمانوں کی رہی ہے اِشْتَرَوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِیْلًا خریدا انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کے بدلے میں تھوڑی قیمت کو۔ آیات سے مراد قرآن کریم ہے۔ قرآن کریم مکہ مکرمہ میں نازل ہونا شروع ہوا اور مکے والوں کی زبان میں نازل ہوا وہ اس کی فصاحت و بلاغت کو سمجھتے جانتے تھے اور قرآن کریم کے اثر کو بھی مانتے تھے اسی لئے کہتے تھے لَاتَسْمَعُوْا لِھٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِیْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ [۲۴/حم سجدہ:۲۶] ”نہ سنو اس قرآن کو اور شور مچاؤ اس میں تا کہ تم غالب ہو جاؤ“ کہ شور مچاؤ گے تو دوسرے سنیں گے نہیں اور ان پر اثر نہیں ہوگا یہ کافروں کا مشن تھا اور وہ قرآن کریم کا اتنا اثر مانتے تھے کہ اس

کو سحر مبین سے تعبیر کرتے تھے قرآن پاک کے بدلے میں دنیا کی حقیر چیزیں حاصل کرتے تھے۔ جاہ، اقتدار، چودھراہٹ، دولت یہ تمام چیزیں ثمن قلیل ہیں۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اسکی قدر مچھر کے پر کے برابر ہوتی تو اللہ تعالیٰ کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی کا بھی نہ دیتا۔ اگر وہ لوگ اس حقیر دنیاوی مفاد کی بجائے آخرت کی فکر کرتے تو کامیاب ہو جاتے مگر انہوں نے حقیر چیز کو پسند کیا اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے راستے سے خود بھی بھٹک گئے فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ دوسروں کو بھی اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹکایا اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ بیشک بری ہے وہ کاروائی جو وہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے بھی اور ان کی کاروائی سے بھی بچائے اور محفوظ فرمائے۔

لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ۝ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ؕ وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْ ۢبَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ۝ اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً نہیں لحاظ کرتے وہ کسی مومن کے بارے میں قرابتداری کا اور نہ عہد و پیمان کا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ اور یہی لوگ ہیں تجاوز کرنے والے فَاِنْ تَابُوْا پس وہ اگر توبہ کرلیں وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ اور قائم کریں نماز وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ اور زکوٰۃ ادا کریں فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ

پس تمہارے بھائی ہیں وہ دین میں وَنُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ اور ہم تفصیل سے بیان کرتے ہیں آیات لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ایسی قوم کیلئے جو جانتی ہے وَاِنْ نَّکَثُوْآ اَیْمَانَهُمْ اور اگر وہ توڑ دیں اپنے وعدے کو مِنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ اپنے عہد کرنے کے بعد وَطَعَنُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ اور طعن کریں تمہارے دین میں فَقَاتِلُوْآ اَئِمَّةَ الْکُفْرِ پس لڑو تم کفر کے سرداروں کیساتھ اِنَّهُمْ لَآ اَیْمَانَ لَهُمْ بیشک ان کا کوئی وعدہ نہیں ہے لَعَلَّهُمْ یَنْتَهُوْنَ تاکہ وہ باز آجائیں اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا کیوں نہیں لڑتے تم اس قوم سے نَّکَثُوْآ اَیْمَانَهُمْ جنہوں نے اپنے وعدے توڑ دیئے وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ اور انہوں نے قصد کیا رسول کو نکالنے کا وَهُمْ بَدَءُوْکُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ اور انہوں نے ابتدا کی تمہارے ساتھ پہلی مرتبہ اَتَخْشَوْنَهُمْ کیا تم ان سے ڈرتے ہو فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ پس اللہ تعالیٰ زیادہ حق دار ہے کہ تم اس سے ڈرو اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ اگر ہو تم مومن قَاتِلُوْهُمْ لڑو تم ان کیساتھ یُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ ان کو سزا دیگا بِاَیْدِیْکُمْ تمہارے ہاتھوں سے وَیُخْزِهِمْ اور ان کو رسوا کرے گا وَیَنْصُرْکُمْ عَلَیْهِمْ اور تمہاری مدد کریگا ان کیخلاف وَیَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ اور شفا دے گا مومنوں کے دلوں کو وَیُذْهِبْ غَیْظَ قُلُوْبِهِمْ اور دور کردیگا ان کے دلوں کے غصے کو وَیَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ اور اللہ تعالیٰ رجوع فرمائے گا جس پر چاہے گا وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے۔

پہلے یہ بیان ہو چکا ہے کہ کافر مشرک اور منافق کے وعدے کا کوئی اعتبار نہیں ہے یُرْضُوْنَکُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ یہ مونہوں سے تم کو راضی کرتے ہیں اور دل ان کے منکر ہیں۔ حالانکہ بات تو وہ ہوتی ہے جو دل سے نکلے۔ یہ لوگ وعدہ کرتے ہیں دفع الوقتی کیلئے اور حال ان کا یہ ہے کہ لَا یَرْقُبُوْنَ فِیْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً نہیں لحاظ کرتے وہ کسی مومن کے بارے میں قرابتداری کا اور نہ عہد و پیمان کا۔ پہلے بھی اس مضمون کی آیت گزری ہے یہاں جو اِلًّا ہے یہ حرفِ استثناء نہیں ہے بلکہ یہ اسم ہے اور اس کا معنی قرابتداری ہے۔ یہ کفر میں اتنے پختہ ہیں کہ وہ رشتہ داری کا بھی خیال نہیں کرتے۔ حالانکہ عربوں میں عزیز و اقارب کا بڑا لحاظ ہوتا تھا لیکن مومنو! تمہارے لئے قطعاً کوئی رعایت کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ اور یہی لوگ ہیں حد سے تجاوز کرنے والے فَاِنْ تَابُوْا پس اگر وہ توبہ کر لیں کفر شرک سے وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ اور وہ قائم کریں نماز کو۔ کیونکہ نماز تمام عبادات میں سے اہم عبادت ہے۔ قیامت والے دن حقوق اللہ میں سے سب سے پہلے سوال نماز کا ہوگا اَوَّلُ مَا یُحَاسَبُ الْعَبْدُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ الصَّلَاةُ "پہلی وہ چیز کہ بندے کا حساب لیا جائے گا قیامت والے دن وہ نماز ہے۔" پہلا پرچہ نماز کا ہوگا اگر نماز صحیح نکلی تو امید ہے انشاء اللہ العزیز باقی کام بھی ٹھیک نکلیں گے اور اگر پہلے پرچے میں ہی رہ گیا تو بعد والے پرچوں میں اس کا کیا حال ہوگا؟ اور قائم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نماز کو شرائط کیساتھ ادا کرتے ہیں، وقت پر پڑھتے ہیں فرائض، واجبات، سنن اور مستحبات کیساتھ وَاٰتَوُا الزَّکٰوةَ اور زکوٰۃ ادا کریں۔ مالی عبادات میں زکوٰۃ بڑی عبادت ہے جسطرح بدنی عبادتوں میں نماز بڑی عبادت ہے۔ ان دونوں بڑی عبادتوں کا ذکر کر کے فرمایا فَاِخْوَانُکُمْ فِی الدِّیْنِ پس وہ تمہارے بھائی ہیں دین میں۔ جیسے تم نے دین قبول کیا اور

مسلمان ہوگئے اب وہ بھی مسلمان ہیں وَنُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ اور ہم تفصیل سے بیان کرتے ہیں آیات لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ایسی قوم کیلئے جو جانتی ہے۔ علم کیساتھ تعلق رکھتی ہے ان کیلئے ہم نے کوئی خفا نہیں چھوڑا بڑی تفصیل سے باتیں بیان کردیں ہیں اور اگر وہ توبہ نہ کریں وَاِنْ نَّکَثُوْٓا اَیْمَانَھُمْ مِنْ ۢ بَعْدِ عَھْدِھِمْ اور اگر وہ توڑ دیں اپنے وعدے کو اپنے عہد کرنے کے بعد وَطَعَنُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ اور طعن کریں تمہارے دین میں فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْکُفْرِ پس لڑو تم کفر کے سرداروں کیساتھ۔ ان کے پیشواؤں، اماموں، لیڈروں اور وڈیروں سے مقابلہ کرواور لڑو۔

صلح حدیبیہ کی شرائط :

یہ بات پہلے بھی بیان ہوئی ہے کہ حدیبیہ کے مقام پر قریش مکہ کیساتھ معاہدہ ہوا تھا جس کی تفصیل آج بھی حدیث، تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں موجود ہے کہ......

۱)......مسلمان اس سال واپس چلے جائیں۔

۲)......اگلے سال آئیں تو صرف تین دن قیام کر کے چلے جائیں۔

۳)......ہتھیار لگا کر نہ آئیں صرف تلوار ساتھ لائیں وہ بھی نیام میں۔

۴)......مکہ میں جو مسلمان پہلے سے مقیم ہیں ان میں سے کسی کو ساتھ نہ لے جائیں اور مسلمانوں میں سے کوئی مکہ میں رہ جانا چاہے تو اس کو نہ روکیں۔

۵)......کافروں یا مسلمانوں میں سے کوئی شخص اگر مدینہ جائے تو واپس کر دیا جائے لیکن اگر کوئی مسلمان مکہ میں جائے تو واپس نہیں جائے گا۔

۶)......قبائل عرب کو اختیار ہوگا کہ فریقین میں سے جس کیساتھ چاہیں معاہدہ میں شریک ہو جائیں۔ لیکن......

معاہدہ کو ڈیڑھ سال بھی نہ گزرا کہ انہوں نے عہد شکنی کی کہ قبیلہ بنو بکر (جو قریش کا حلیف تھا) نے قبیلہ بنو خزاعہ پر حملہ کر دیا جو آنحضرت ﷺ کا دوست اور حلیف تھا اور مکہ والوں نے بنو بکر کو اسلحہ بھی دیا، مال بھی دیا اور آدمی بھی دیئے اور ان کو اکسایا اور ابھارا بھی۔ جو شریروں اور فسادیوں کا طریقہ ہوتا ہے وہ انہوں نے سارا اختیار کیا عہد شکنی کی اور دین کا مذاق بھی اڑاتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر وہ اپنا وعدہ توڑ دیں عہد کرنے کے بعد اور طعن کریں تمہارے دین کے بارے میں اور چھٹے پارے میں تم پڑھ چکے ہو کہ مسلمان جب اذان دیتے اور نماز پڑھتے تو اِتَّخَذُوْهَا هُزُوًا یہ اس کا مذاق اڑاتے تھے۔ نماز کی نقل اتارتے، رکوع کی، سجدے کی، سلام پھیرنے کی، کبھی موذن کی طرح اذان کی آواز نکالتے وغیرہ وغیرہ۔ اور مسئلہ یاد رکھنا دینؔ کی کسی چیز کیساتھ مسخرہ کرنا کفر ہے۔

فقہاء کرامؒ فرماتے ہیں کہ جو چیزیں قرآن کریم اور حدیثِ متواتر سے ثابت نہیں یعنی قطعی الثبوت نہیں ہیں لیکن خبرِ واحد سے ثابت ہیں اور جو چیز خبر واحد سے ثابت ہوتی ہے وہ ظنی ہوتی ہے اس کا انکار کرنے والا کافر نہیں ہے مگر اس کے ساتھ مذاق کرنے والا کافر ہے۔ اور جو چیز قرآن سے ثابت ہے یا حدیثِ متواتر سے ثابت ہے اسکا منکر کافر ہے۔ ایک آدمی نے مونچھیں صاف کیں استرے کیساتھ دوسرے نے اس کے ساتھ مذاق کیا کہ تو نے یہ کیا پھاٹک بنایا ہے تو اس نے اس آدمی کیخلاف قاضی القضاۃ امام ابو یوسفؒ کی عدالت میں مقدمہ دائر کیا کہ اس نے میرے ساتھ یہ مذاق کیا ہے تو قاضی وقت نے اس کے مرتد ہونے کا فیصلہ دیا کہ اس نے آنحضرت ﷺ کی ایک سنت کے ساتھ مذاق کیا ہے لہذا یہ مسلمان نہیں رہا۔ مونچھوں کے متعلق مسئلہ یہ ہے کہ قینچی کیساتھ کاٹنی بھی جائز ہیں

لیکن افضل یہ ہے کہ استرے سے صاف کی جائیں امام ابوحنیفہ اور ان کیساتھ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ اسی کے قائل ہیں کہ استرے کے ساتھ مونڈنے میں زیادہ فضیلت ہے۔ تو مسئلہ یہ بیان ہو رہا تھا کہ جو چیز خبر واحد سے ثابت ہے اس کا انکار کرنا کفر نہیں ہے لیکن استہزاء کرنا کفر ہے۔ امام ابو یوسفؒ کے دور میں ایک شخص نے یہ حدیث پیش کی کہ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یُحِبُّ الْقَرْعَ وَفِیْ رِوَایَۃِ الدُّبَّا ''آنحضرت ﷺ کدو پسند فرماتے تھے خوش ہو کر کھاتے تھے۔'' مجلس میں ایک آدمی نے کہا اَمَّا اَنَا فَلَا اُحِبُّ الْقَرْعَ بہرحال میں کدو کو پسند نہیں کرتا۔ ان الفاظ پر مقدمہ درج ہوا اور قاضی صاحب نے اس کے مرتد ہونے کا فیصلہ سنایا۔ اگر تجھے پسند نہیں ہے نہ کھا شریعت تجھے مجبور نہیں کرتی لیکن آنحضرت ﷺ کی پسند کے مقابلہ میں ناک چڑھا: کفر ہے۔ یاد رکھنا! دین کی کسی بات کا مذاق اڑانا انکار کرنے سے بھی سخت جرم ہے۔ اور ہم سے ایسی باتیں غیر شعوری طور پر نکل جاتی ہیں جو کفر کے زمرے میں آتی ہیں اور نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ اسی وجہ سے علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ ہر مہینے نکاح کی تجدید کرنی چاہیئے تاکہ اولاد حلالی ہو۔ تو فرمایا کہ یہ تمہارے دین میں طعن کرتے ہیں پس لڑو تم کفر کے سرغنوں کیساتھ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ بیشک ان کا کوئی وعدہ نہیں ہے انکی کوئی قسم نہیں ہے۔ کیوں لڑو؟ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ تاکہ وہ باز آجائیں کفر شرک سے، بدی سے اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا کیوں نہیں لڑتے تم اس قوم سے نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جنہوں نے اپنے وعدے توڑ دیئے وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ اور انہوں نے قصد کیا رسول کو نکالنے کا مکہ مکرمہ سے۔ یہ بات تم پہلے پڑھ چکے ہو کہ صرف نکالنے کا ارادہ نہیں کیا بلکہ شہید کرنے کا ارادہ کیا اور قتل کرنے کیلئے آدمی متعین کر دیئے گئے، وقت متعین کر دیا گیا آپ ﷺ کے گھر کا محاصرہ کر لیا گیا مگر جس کو رب رکھے اس کو

کون چلکھے اوران کاقتل کرنے کامنصوبہ ہی آپ ﷺ کے نکلنے کا سبب بنا کہ آپ ﷺ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کیساتھ وہاں سے نکلے تین دن غارِثور میں رہے پھر وہاں سے چل کر مدینہ منورہ پہنچے۔ وَهُمْ بَدَءُ وْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ اورانہوں نے ابتدا کی تمہارے ساتھ پہلی مرتبہ کہ بنوبکر نے چڑھائی کی بنوخزاعہ پراورقریش مکہ نے ان کی مدد کی۔ اور مسلمانوں کے حلیف پر حملہ مسلمانوں پر ہی حملہ تھااورآنحضرت ﷺ جب مدینہ طیبہ تشریف لے آئے تو کرزابن جابر فہری جوعرب کا بڑارئیس تھا یہ اپنی فوج لیکرآیااور چراگاہ سے بیت المال کے اونٹ لیکر بھاگا۔ یہ بھی بنیادتھی ان کی شرارت کی اس کے بعد بدر، احد اور دوسرے غزوات پیش آئے اَتَخْشَوْنَهُمْ کیاتم ان سے ڈرتے ہو فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ پس اللہ تعالیٰ زیادہ حق دار ہے کہ تم اس سے ڈرو اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اگرہوتم مومن۔ رب سے ڈروکافروں سے نہ ڈرو قَاتِلُوْهُمْ لڑوتم ان کیساتھ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ اللہ تعالیٰ ان کوسزادیگا تمہارے ہاتھوں سے وَيُخْزِهِمْ اوران کورسواکرے گااس طرح کہ تھوڑے اور معمولی اسلحہ والے زیادہ تعداد اور زیادہ اسلحہ والوں کو مارڈالیں یہ تھوڑی ذلت ہے۔ بدر میں مسلمانوں کے پاس آٹھ تلواریں تھیں اور مقابلے میں ہزار تلوار تھی اوران کے ستر مارے گئے، ستر گرفتار ہوئے اور باقیوں کو بھاگنے کا راستہ نہ ملا۔ جب گھر گئے تو عورتوں نے طعنے دیئے کہ تمہارا باپ مرگیا، بھائی مرگیا تم کیوں آئے ہوتم بھی مرجاتے۔ اورکئی ماہ تک چھپتے پھرتے رہے۔ فرمایا وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ اورتمہاری مددکریگاان کیخلاف وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ اور شفادے گامومنوں کے دلوں کواس طرح کہ کافروں کے خلاف جوبغض وکینہ ہے مومنوں کے دلوں میں توجب مومن اپنے ہاتھوں سے ان کو ماریں گے تو مومنوں کوشفا ہوگی وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ اوردورکردیگاان کے دلوں کے غصے کو جوتمہارے خلاف

ہے۔ آنحضرت ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں قرآن کے باغی ہیں یہ دور ہو جائے گا وَیَتُوْبُ اللّٰہُ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ اور اللہ تعالیٰ رجوع فرمائے گا جس پر چاہے گا کہ اس کو توبہ کی توفیق ہو جائے چنانچہ ان میں سے بہت سے لوگ اپنے کفر پر نادم ہوئے اور مسلمان ہوئے۔ کفر کے زمانے کی کاروائیوں پر افسوس کرتے تھے کہ ہم کیا کیا کرتے رہے لیکن الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے ایمان کی توفیق دی ہے وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے۔ اس سے کوئی شے پوشیدہ نہیں ہے اور اس کا ہر کام حکمت پر مبنی ہے۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۚۖ وَفِى النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۝ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ۝

اَمْ حَسِبْتُمْ کیا تم گمان کرتے ہو اَنْ تُتْرَكُوْا اس بات کا کہ تم چھوڑ دیئے جاؤ گے وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ حالانکہ ابھی تک ظاہر نہیں کیا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جنہوں نے جہاد کیا تم میں سے وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اور نہیں بنایا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا وَلَا رَسُوْلِهٖ اور نہ اس کے رسول کے سوا وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً اور مومنوں کے سوا راز دان وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ اور اللہ تعالیٰ خبردار ہے اس کاروائی سے جو تم کرتے ہو مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ نہیں ہے لائق شرک کرنے والوں کے اَنْ يَّعْمُرُوْا

مَسٰجِدَاللّٰهِ کہ وہ آباد کریں اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو شٰهِدِيْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ گواہی دیتے ہوئے اپنے نفسوں پر کفر کی اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال ضائع ہو چکے ہیں وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ اور وہ دوزخ میں رہیں گے ہمیشہ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ پختہ بات ہے کہ آباد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور آخرت کے دن پر ایمان لائے وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ اور نماز قائم کی وَاٰتَى الزَّكٰوةَ اور زکوٰۃ ادا کی وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ اور نہ ڈرے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ پس قریب ہے کہ یہی لوگ ہوں گے ہدایت پانے والوں میں سے۔

اس سے پہلی آیات میں کفار اور مشرکین کے ساتھ جہاد کرنے کے اسباب بیان فرمائے تھے کہ انہوں نے عہد شکنی کی۔ رسول کو نکالا، جنگ میں ابتدا کی اور اب ایک اور سبب بیان فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کی آزمائش بھی مقصود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَمْ حَسِبْتُمْ کیا تم گمان کرتے ہو کلمہ پڑھنے والو! اَنْ تُتْرَكُوْا اس بات کا کہ تم چھوڑ دیئے جاؤ گے اسی حالت پر وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ حالانکہ ابھی تک ظاہر نہیں کیا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جنہوں نے جہاد کیا تم میں سے۔ يَعْلَمُ کا لفظی معنیٰ تو ہے جاننا اور رب تعالیٰ چونکہ سب چیزوں کو جانتا ہے اسلئے معنیٰ کرتے ہیں ظاہر کرنے کا کہ تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ کلمہ پڑھ لیا تو مومن ہو گئے اور اس کے بعد تم پر کوئی امتحان اور تکلیف نہیں آئے گی جہاد کے بغیر تم کیسے مومن کہلا سکتے ہو لہٰذا کافروں کے ساتھ لڑو۔ اور جہاد کی

کئی قسمیں ہیں۔سب سے بڑا جہاد قرآن کریم پڑھنا پڑھانا اور اس کو سمجھنا سمجھانا ہے اور اس کی تبلیغ کرنا ہے اور اس کی نشر واشاعت کرنا ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جہاد کبیر فرمایا ہے وَجَاهِدْهُم بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا [پ:۱۹] "اور جہاد کران کیساتھ اس قرآن کے ذریعے بڑا جہاد۔" تو قرآن کریم کی تعلیم سے بڑا جہاد کوئی نہیں ہے۔پھر کافروں کے مقابلے میں لڑنا بھی جہاد ہے کہ اس کے بغیر بھی چارہ نہیں ہے۔لڑنے والے مجاہد ہیں اور جولڑنے کی طاقت نہیں رکھتے اور لڑنے والوں کی مالی امداد کرتے ہیں وہ بھی مجاہد ہیں، جو مجاہدین کو اسلحہ اور خرچہ دیتے ہیں وہ بھی مجاہد ہیں اور جو مجاہدین کے بچوں کا خرچہ اٹھاتے ہیں اور ان کے گھروں کی نگرانی کرتے ہیں وہ بھی مجاہد ہیں اور اسلام کا دفاع کرنا تقریر اور تحریر کے ذریعے یہ بھی جہاد ہے۔تو جہاد کے مختلف شعبے ہیں۔سب سے بڑا شعبہ تو دین کی تعلیم ہے پھر لوگوں کو دین کی دعوت دینا تقریر کے ذریعے اور تحریر کے ذریعے اور تبلیغ کیلئے مالی امداد کرنا یہ بھی تبلیغ ہے۔

جہاد اور تبلیغ :

بعض سادہ قسم کے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ تبلیغ صرف وہ ہے جو تبلیغی جماعت والے کرتے ہیں اور کوئی تبلیغ نہیں کرتا۔نصرت العلوم میں ایک بزرگ باباجی نیک آدمی تھے میرے پاس بیٹھ کر قرآن کا درس سنتے تھے طلباء کی بھی کافی تعداد ہوتی تھی کافی عرصہ کے بعد مجھے کہنے لگے مولانا آپ بہت بڑا کام کر رہے ہیں مگر دین کا کام نہیں کرتے۔میں نے کہا باباجی دین کا کیا کام کروں کہنے لگے آپ نے کوئی چلہ تو دیا نہیں میں نے کہا اگر میں چلہ دیدوں تو ان کو کون پڑھائے گا کہنے لگے ان کو خدا پڑھائے گا۔بھائی اتنی سادگی بھی نہیں ہونی چاہیے خدا ہر ایک کو خود نہیں پڑھاتا اس نے پڑھانے کے اسباب بنائے ہیں جو

وقت نکال کر باہر جاتے ہیں وہ بھی مبلغ ہیں جو اپنی جگہ رہ کر اصلاح کرتے ہیں وہ بھی مبلغ ہیں اور اصل جہاد اور تبلیغ قرآن پاک کی تعلیم اور اس کیلئے مدرسے قائم کرنا ہے باقی ان کے شعبے ہیں وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اور نہیں بنایا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا وَلَا رَسُوْلِهٖ اور نہ اس کے رسول کے سوا وَ لَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً اور مومنوں کے سوا رازدان ۔ وَلِيْجَه کا معنٰی رازدان، بھیدی ایجنٹ ۔ مطلب یہ ہے کہ پکا سچا مسلمان کسی غیر مسلم کو اپنا دلی دوست نہیں بنا سکتا کیونکہ دوستی کے ذریعے راز کے افشا ہونے کا خطرہ ہوتا ہے ۔ شریعت نے کافروں کیساتھ معاملات سے منع نہیں کیا ان کیساتھ خرید و فروخت کر سکتے ہو، گفتگو کر سکتے ہو لیکن اگر ان کیساتھ معاملات کرنے میں یا کاروبار کا ایسا طریق اختیار کرنا جس سے کلمے پر زد پڑے، اسلام پر زد پڑے یہ حرام ہے ۔ وہ کیسا مسلمان ہے جو مومن بھی ہو اور کافروں کا ایجنٹ بھی ہو ۔ باقی ہر زمانے میں لوگ ہوئے ہیں جو بظاہر مسلمان اور اندر سے کافروں کے ایجنٹ اور اب بھی کمی نہیں ہے کلمہ پڑھتے ہیں، مسلمان کہلاتے ہیں، اسلام کے کام بھی کرتے ہیں اور اندر سے کافروں کے ایجنٹ ہیں ۔ اس وقت مسلمانوں کے تمام حکام الا ماشاء اللہ طالبان کے علاوہ سعودیہ سمیت سارے امریکہ کے ایجنٹ ہیں اسکی ہمنوائی کرتے ہیں جو وہ کہتا ہے وہ کرتے ہیں ۔ تو فرمایا کیا سمجھتے ہو تم کہ چھوڑ دیئے جاؤ گے اور ابھی تک اللہ تعالیٰ نے تم میں سے مجاہدوں کو ظاہر نہیں کیا اور ان کو ظاہر نہیں کیا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور مومنوں کے علاوہ کسی کو رازدان نہیں بناتے اور وہ کیسے مسلمان ہیں اور مومن ہیں جنہوں نے نہ عملی جہاد کیا ہے اور نہ مالی جہاد کیا ہے اور نہ زبانی جہاد کیا ہے وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ اور اللہ تعالیٰ خبردار ہے اس کاروائی سے جو تم کرتے ہو ۔ رب تعالیٰ تمہارے ظاہر باطن سے واقف ہے اس سے کوئی

شئے مخفی نہیں ہے۔ مشرکین کہتے تھے کہ تم ہمارے ساتھ لڑنے کا حکم دیتے ہو قَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حالانکہ ہم تو صدیوں سے مسجد حرام کی خدمت کرتے ہیں اس کو آباد رکھتے ہیں اور یہ بات حقیقت تھی کہ ان کے بڑے بڑے سردار آکر مسجد حرام میں جھاڑو دیتے تھے صفائی کرتے تھے مسجد حرام کا بڑا خیال رکھتے تھے اور جو غریب آجاتا اس کو کھانا بھی کھلاتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ نہیں ہے لائق شرک کرنے والوں کے کہ وہ آباد کریں اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ گواہی دیتے ہوئے اپنے نفسوں پر کفر کی۔ یہ مسجد حرام کی کیا خدمت ہوئی کہ مسجد حرام کی خدمت بھی کرتے ہو اور ہبل اور دوسرے بتوں کے سامنے بھی جھکتے ہو حالانکہ وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا [۲۹: جن] ''اور بیشک مسجدیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں پس نہ پکارو اللہ تعالیٰ کیساتھ کسی کو بھی''تو مسجد میں صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت ہونی چاہئے ایسا نہیں کہ نماز پڑھی پھر کہنا شروع کر دیا یا دستگیر، یا غوث اعظم، یہ مسجد کی آبادی ہے یا بربادی ہے اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال ضائع ہو چکے ہیں۔ یعنی وہ لوگ جو بظاہر نیک عمل کرتے ہیں مسجد کی صفائی کرتے ہیں، ٹینکی میں پانی بھرتے ہیں، مسجد میں روشنی کا انتظام کرتے ہیں اور اگر مسجد میں کوئی مسافر مہمان آجائے تو اس کو کھانا بھی کھلاتے ہیں مگر ساتھ ساتھ شرکیہ افعال بھی کرتے ہیں تو ان کے نیک اعمال ضائع ہو گئے ان کا کوئی فائدہ آخرت میں نہیں ہوگا وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ اور وہ دوزخ میں رہیں گے ہمیشہ۔ شرک کرنے والوں کی کبھی بخشش نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ [پ: ۶/ سورۃ مائدہ] ''بیشک جس نے شرک کیا اللہ تعالیٰ

کے ساتھ تحقیق حرام کر دی اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور نہیں ہے ظلم کرنے والوں کا کوئی مددگار۔'' اور شرک کی حالت میں نیک اعمال کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ لوگ نیک اعمال کر کے خوش ہوتے ہیں کہ ہم نے حج کیا ہے، عمرہ کیا ہے وغیرہ اور نیکی پر خوش ہونا گناہ بھی نہیں ہے۔

ایمان کی علامت :

آنحضرت ﷺ سے سوال کیا گیا کہ حضرت ایمان کی کوئی ایسی علامت ہے کہ جس سے ہم سمجھیں کہ ہم مومن ہیں آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اِذَا سَرَّتْکَ حَسَنَتُکَ وَسَاءَ تْکَ سَیِّئَتُکَ فَاَنْتَ مُؤْمِنٌ (رواہُ مسلم) ''جب نیکی سے خوشی ہو اور برائی پر افسوس ہو تو سمجھ لو کہ تم مومن ہو۔'' لیکن نیکی کر کے پھولنا اور تکبر نہیں کرنا چاہئے یہ بری چیز ہے اور اس کیساتھ ساتھ یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ میرا عقیدہ بھی درست ہے کہ نہیں، قرآن وسنت کے مطابق ہے کہ نہیں کیونکہ اگر عقیدہ قرآن وسنت کے مطابق نہ ہوا تو کوئی نیکی آخرت میں کام نہیں آئے گی۔

آدابِ مسجد :

فرمایا..... اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰہِ پختہ بات ہے آباد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور آخرت کے دن پر ایمان لائے۔ مسجدوں کی آبادی ان کیساتھ ہے شور وغل مچانے سے مسجدیں آباد نہیں ہوتیں لیکن لوگوں نے آج کل اس کو دین بنالیا ہے حالانکہ رَفْعُ الصَّوْتِ فِی الْمَسٰجِدِ مسجدوں میں شور کرنا قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔ ترمذی شریف کی روایت ہے کہ لوگ مسجدوں میں شور کریں گے، آواز بلند کریں گے۔ یہ لاؤڈ سپیکر کے

ذریعے شور اور اس کے علاوہ شور کرنا سب قیامت کی نشانیاں ہیں۔ مسجد امن اور احترام کی جگہ ہے جب مسجد میں آؤ تو آرام اطمینان کے ساتھ چل کر آؤ ادب کو ملحوظ رکھ کر، دوڑ کر اور چھلانگیں لگاتے ہوئے نہ آؤ۔ بچو! تم بھی یاد رکھو مسجد میں دوڑ کر نہیں آنا البتہ تیزی کیساتھ قدم تو رکھ سکتے ہو لیکن دوڑ نہیں سکتے یہانتک کہ اگر امام رکوع میں چلا گیا ہے اور تم رکعت میں شامل ہونا چاہتے ہو تو دوڑ کر نہ شامل ہو۔ اگر چہ تمہارا ارادہ یہ ہے کہ رکعت مل جائے مگر دوڑنے میں چونکہ مسجد کی بے حرمتی ہے لہذا آہستہ چل کر آؤ۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ لَا تَاتُوْهَا وَاَنْتُمْ تَسْعَوْنَ دوڑ کر نہ آؤ وَمَا اَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَافَاتَكُمْ فَاقْضُوْا اور جتنی تم امام کیساتھ پالو پڑھلو اور جو تم سے فوت ہوگئی ہے بعد میں پڑھ لو۔ کیونکہ مسجد کا ادب واحترام ضروری ہے، مسجد میں دوڑنا، شور کرنا، بلند آواز سے ذکر کرنا سب گناہ ہے مگر آج لوگوں نے اس کو ثواب سمجھا ہوا ہے۔ پہلے زمانے میں سپیکر تو نہیں ہوتے تھے مگر بعض صوفی قسم کے لوگ گرمی کے موسم میں اپنے گھروں کی چھتوں پر بلند آواز سے ذکر کرتے تھے فقہاء کرام نے فرمایا ہے کہ یہ گناہ ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ اگر قرآن کریم بھی بلند آواز سے پڑھنے میں لوگوں کے آرام سکون میں خلل آئے تو یہ بھی گناہ ہے اسلام بڑا امن اور رواداری رکھنے والا دین ہے۔ تو فرمایا پختہ بات ہے مسجدوں کو آباد وہ کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور آخرت پر ایمان لائے وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ اور نماز قائم کی وَاٰتَى الزَّكٰوةَ اور زکوۃ ادا کی وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ اور نہ ڈرے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے۔ حق کے بیان کرنے میں کسی کی پرواہ نہ کرو جو حق ہے اس کو بیان کردو فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ پس قریب ہے کہ یہی لوگ ہوں گے ہدایت پانے والوں میں سے۔ جو نماز پڑھتے ہیں، زکوۃ دیتے ہیں رب تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے اللہ تعالیٰ

کی عبادت کرتے ہیں یہی لوگ کامیاب ہیں اور ہمیں رب تعالیٰ انھی لوگوں میں سے بنائے۔

اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

1

اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ کیا بنا دیا ہے تم نے حاجیوں کو پانی پلانا وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اور مسجد حرام کی خدمت کرنا كَمَنْ اس شخص کی طرح اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ جو ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور اس نے جہاد کیا اللہ تعالیٰ کے راستے میں لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ نہیں برابر اللہ تعالیٰ کے ہاں وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ اور اللہ

تعالیٰ نہیں ہدایت دیتا ظالم قوم کو اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وہ لوگ جو ایمان لائے اورانہوں نے ہجرت کی وَجٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اورانہوں نے جہاد کیا اللہ تعالیٰ کے راستے میں بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اپنے مالوں اور جانوں کیساتھ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ بڑے درجے والے ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں یُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ خوشخبری دیتا ہے ان کو ان کا رب بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ اپنی رحمت اور رضا کی وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ اور ایسے باغ ہیں ان کیلئے فِیْهَا نَعِیْمٌ مُّقِیْمٌ جن کے اندر دائمی نعمتیں ہو نگی خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا رہا کریں گے ان میں ہمیشہ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِیْمٌ بیشک اللہ تعالیٰ کے پاس بہت بڑا اجر ہے یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ نہ بناؤ تم اپنے باپ دادا کو اور اپنے بھائیوں کو اَوْلِیَآءَ دوست اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِیْمَانِ اگر وہ پسند کریں کفر کو ایمان کے مقابلے میں وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ اور جو کوئی دوستی کرے گا ان کیساتھ تم میں سے فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ پس یہی لوگ ہیں ظلم کرنے والے۔

اس سے قبل مساجد کی تعمیر کا ذکر تھا کہ مشرکین مکہ مسجد حرام کے آباد کرنے اور حاجیوں کو پانی پلانے پر بڑا فخر کرتے تھے اور جب کافروں کے ساتھ لڑنے کا وقت آیا تو بعض کافروں نے یہ بھی کہا کہ تم ہمارے ساتھ کیوں لڑتے ہو ہم بھی تو نیک کام کرتے ہیں مسجد حرام کو آباد رکھتے ہیں حاجیوں کو پانی پلاتے ہیں اور شکل وصورت سے واقعی وہ نیک

کام کرتے تھے کہ اس زمانے میں مکہ مکرمہ میں پانی کی بڑی قلت تھی ایک زمزم کا پانی تھا اور چند جگہوں پر معمولی معمولی چشمے تھے کنواں اور نہر وہاں کوئی نہیں تھی۔اس زمانے میں مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے سولہ راستے تھے آپ ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ پانی کے محکمہ کے منتظم تھے ان کے سپرد تھا کہ سولہ راستوں پر انہوں نے پانی کی سبیلیں لگائی ہوتی تھیں۔آٹھ دس میل تک پانی کی سبیلیں ہوتی تھیں اور ساتھ پانی پینے کے برتن پیالے وغیرہ رکھے ہوتے تھے اور ان کی باقاعدہ نگرانی ہوتی تھی کہ پانی لانے والے پانی لاکر سبیلوں میں ڈال رہے ہیں یا نہیں تو اس زمانے میں اتنی بڑی خدمت کوئی معمولی نیکی نہیں تھی اور پانی بھی مفت اور پلانا بھی حاجیوں کو۔حالانکہ ایمان کی حالت میں اگر کوئی کتے کو پانی پلادے تو اس کی نجات کا سبب بن جاتا ہے حالانکہ کتا گھر میں رکھنا جائز نہیں۔حدیث پاک میں آتا ہے اور دونوں روایتیں بخاری شریف میں موجود ہیں ایک آدمی نے پیاسے کتے کو پانی پلایا رب تعالیٰ نے اس کی بخشش کردی ایک عورت نے پیاسے کتے کو پانی پلایا تو رب تعالیٰ نے اس کو بخش دیا اور ایمان کے بغیر حاجیوں کو پانی پلانا بھی کسی کام کا نہیں ہے۔ تو مشرکین مکہ نے کہا کہ ہم کتنی بڑی نیکی کرتے ہیں کہ حاجیوں کو پانی پلاتے ہیں اور پھر مسجد حرام کی خدمت۔وہ مسجد حرام اور کعبۃ اللہ کی بڑی خدمت کرتے تھے اس کی صفائی کا خیال رکھتے روشنی کا انتظام شیبہ نامی آدمی کے سپرد تھا، کچھ لوگوں کی ڈیوٹی تھی کہ جس کے پاس اپنے کھانے کا انتظام نہ ہو اس کے کھانے کا بندوبست کریں اور اس کام کیلئے انہوں نے کافی چندہ جمع کیا ہوتا تھا اور مسافر بیماروں کے علاج کیلئے ایک مستقل محکمہ تھا جو اس زمانے کے مطابق جو مناسب علاج ہوا کرتا تھا کرتے تھے اس کا ذکر ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَجَعَلْتُمْ سِقَایَةَ الْحَآجِّ کیا بنادیا ہے تم نے حاجیوں کو پانی پلانا

وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اور مسجد حرام کی خدمت کرنا كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ اس شخص کی طرح جو ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور آخرت کے دن پر۔

ایمان کے بغیر کوئی نیکی قابلِ قبول نہیں :

ایمان کے بغیر کوئی نیکی نیکی نہیں ہے چاہے تم حاجیوں کو پانی پلاتے رہو یا مسجد حرام کی خدمت کرتے رہو یہ تمہارے کام مومن کی طرح نہیں ہو سکتے حاشا وکلّا بالکل نہیں ہو سکتے کیونکہ ایمان تمام عبادتوں کی جڑ ہے۔ سورت ابراہیم میں رب تعالیٰ فرماتے ہیں مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ِۨاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ "مثال ان لوگوں کی جنہوں نے کفر کیا اپنے رب کیساتھ ان کے اعمال مثل راکھ کے ہیں کہ سخت ہوگئی ہے اس کے ساتھ ہوا شدید آندھی کے دن۔" کافروں کے اعمال راکھ کے ڈھیر کی طرح ہیں کہ نظر تو بڑا آتا ہے مگر وزن کوئی نہیں ہے، آندھی چلی، طوفان آیا سب کچھ لے گیا۔ کیونکہ اعمال میں وزن پیدا ہوتا ہے ایمان، اخلاص اور اتباعِ سنت سے اور مشرک ان تینوں چیزوں سے محروم ہوتا ہے وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور اس نے جہاد کیا اللہ تعالیٰ کے راستے میں اللہ تعالیٰ کے نام کو بلند کرنے کیلئے۔ اور ایک جہاد بالنفس ہے اپنے نفس کے ساتھ جہاد۔ حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِالْمُجَاهِدِ کیا میں تمہیں نہ بتلاؤں کہ مجاہد کون ہے؟ فرمایا مجاہد وہ ہے مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهٗ فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ "جس نے اپنے نفس کے ساتھ جہاد کیا کہ نفس کو اللہ تعالیٰ کی بندگی میں لگایا نفس کی خواہشات پر نہ چلا۔" تو فرمایا تمہارے یہ کام...... حاجیوں کو پانی پلانا، مسجد حرام کی خدمت کرنا...... یہ مومن مجاہد کے عمل کی طرح نہیں ہو سکتے لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ نہیں برابر اللہ تعالیٰ کے ہاں وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ اور اللہ تعالیٰ نہیں ہدایت دیتا

ظالم قوم کو جبراً۔ ہدایت اس شخص کو دیتا ہے مَنْ یُّنِیْبُ جو رجوع کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف۔ اللہ تعالیٰ زبردستی نہ کسی کو مومن بناتا ہے نہ کافر بناتا ہے اس نے انسان کو اختیار دیا ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ "پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے۔" فرمایا اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وہ لوگ جو ایمان لائے وَھَاجَرُوْا اور انہوں نے ہجرت کی ایمان کو بچانے کیلئے وَجٰھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اور انہوں نے جہاد کیا اللہ تعالیٰ کے راستے میں بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ اپنے مالوں اور اپنی جانوں کیساتھ۔ اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنی جانیں پیش کیں، اپنے مال پیش کیے اَعْظَمُ دَرَجَۃً عِنْدَ اللّٰہِ بڑے درجے والے ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں۔ اور اگر ایمان نہیں ہے تو کسی نیکی کی کوئی حیثیت نہیں ہے چاہے حاجیوں کو پانی پلائیں یا مسجد حرام کی خدمت کریں۔ کافر بڑی بڑی نیکیاں کرتے ہیں ان کے ملکوں میں جا کر آدمی حیران ہو جاتا ہے۔ میں 1984ء میں انگلستان گیا تھا بائیس تیئیس (23,22) دن وہاں رہا ساتھی مختلف علاقوں میں مجھے لے گئے ان کے کام دیکھ کر حیرانگی ہوئی اگر ان لوگوں میں ایمان ہو اور شراب زنا سے بچ جائیں تو جنت میں چلے جائیں ان کے پاس باقی سب کچھ ہے ایمان نہیں ہے اور ہمارے پاس سب دھوکہ اور فراڈ ہے اور کامیاب وہ لوگ ہیں جن کا عقیدہ درست ہو اور اعمال صحیح ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں یُبَشِّرُھُمْ رَبُّھُمْ خوشخبری سناتا ہے ان کو ان کا رب بِرَحْمَۃٍ مِّنْہُ وَرِضْوَانٍ اپنی رحمت اور رضا کی۔ اللہ تعالیٰ کی رضا بہت بڑا پروانہ ہے وَّجَنّٰتٍ لَّھُمْ اور ایسے باغ ہیں ان کیلئے فِیْھَا نَعِیْمٌ مُّقِیْمٌ جن کے اندر دائمی نعمتیں ہونگی خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا رہا کریں گے ان میں ہمیشہ۔ اس ہمیشہ کی زندگی کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے، سو، ہزار سال

نہیں، ارب، کھرب سال نہیں بلکہ نہ ختم ہونے والی زندگی ہے اِنَّ اللّٰـہَ عِنْدَہٗ اَجْرٌ عَظِیْمٌ بیشک اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا اجر ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو تنبیہ فرمائی ہے جو حق کو سمجھتے ہوئے ہجرت نہ کر سکے کیونکہ ماں باپ کاروبار چھوڑنا آسان کام نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو لَاتَتَّخِذُوْٓ اٰبَآءَ کُمْ وَاِخْوَانَکُمْ اَوْلِیَآءَ نہ بناؤ تم اپنے باپ دادا کو اور اپنے بھائیوں کو دوست۔ ان کیساتھ دوستی نہ کرو مگر کب؟ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْکُفْرَ عَلَی الْاِیْمَانِ اگر وہ پسند کریں کفر کو ایمان کے مقابلے میں۔ کیونکہ تمہاری دوستی رب تعالیٰ کی رضا کیلئے ہونی چاہئے اگر تمہارے باپ دادا، بھائی، عزیز رشتہ دار کفر کو پسند کرتے ہیں تو اے ایمان والو! ان کیساتھ بالکل دوستی نہ کرو اور نہ ہی خدا رسول کے مقابلے میں ان کی بات ماننی ہے چاہے ماں باپ ہی کیوں نہ ہوں۔ سورۃ لقمان میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے......

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں :

فَلَا تُطِعْھُمَا پس تم ان کی بات نہ مانو لَاطَاعَۃَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَۃِ الْخَالِقِ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں ہے۔ ہاں اگر ماں باپ نیکی کا حکم دیں انکار کرے گا تو ڈبل گنہگار ہوگا، ایک رب تعالیٰ کی نافرمانی اور ایک والدین کی نافرمانی وَمَنْ یَّتَوَلَّھُمْ مِّنْکُمْ اور جو کوئی دوستی کرے گا ان کیساتھ تم میں سے کہ وہ کفر کو پسند کرتے ہیں، کفر کو ترجیح دیتے ہیں اور تم ان کیساتھ دوستی کرتے ہو فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ پس یہی لوگ ہیں ظلم کرنے والے۔ کہ رب کے حکم کے مخالف ہیں تو یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ رب تعالیٰ کے حکم کے مقابلے میں نہ ماں باپ کی پرواہ کرو اور نہ بھائی اور دیگر عزیز رشتہ داروں کی پرواہ کرو۔

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَاؤُكُمْ وَاَبْنَاؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِىْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِىَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭوَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِىْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙوَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙاِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۝ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭوَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَاۗءُ ۭوَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

قُلْ آپ کہہ دیں اِنْ كَانَ اٰبَاؤُكُمْ اگر ہوں تمہارے باپ دادا وَاَبْنَاؤُكُمْ اور تمہارے بیٹے وَاِخْوَانُكُمْ اور تمہارے بھائی وَاَزْوَاجُكُمْ اور

تمہاری بیویاں وَعَشِیْرَتُکُمْ اورتمہاری برادری وَاَمْوَالُ ۣاقْتَرَفْتُمُوْهَا اور مال جوتم نے مشقت کیساتھ کمایا ہے وَتِجَارَۃٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا اور تجارت جس کے ماند پڑ جانے سے تم ڈرتے ہو وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اور تمہارے مکانات جو تمہیں پسندیدہ ہیں اَحَبَّ اِلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ زیادہ پسندیدہ ہوں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے وَجِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ اور اس کے راستے میں جہاد کرنے سے فَتَرَبَّصُوْا تو پھر تم انتظار کرو حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ یہانتک کہ لائے اللہ تعالیٰ اپنا حکم وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ اور اللہ تعالیٰ نہیں ہدایت دیتا نافرمان قوم کو لَقَدْ البتہ تحقیق نَصَرَكُمُ اللّٰهُ مدد کی تمہاری اللہ تعالیٰ نے فِیْ مَوَاطِنَ كَثِیْرَةٍ بہت سی جگہوں میں وَیَوْمَ حُنَیْنٍ اور حنین والے دن اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ جس وقت تمہیں تعجب میں ڈالا كَثْرَتُكُمْ تمہاری کثرت نے فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَیْئًا پس نہ کفایت کی اس کثرت نے تم سے کچھ بھی وَّضَاقَتْ عَلَیْكُمُ الْاَرْضُ اور تنگ ہوگئی تم پر زمین بِمَا رَحُبَتْ باوجود کشادہ ہونے کے ثُمَّ وَلَّیْتُمْ پھر تم پھرے مُّدْبِرِیْنَ پشت پھیرتے ہوئے ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ پھر اللہ تعالیٰ نے نازل کی سَكِیْنَتَهٗ عَلٰی رَسُوْلِهٖ تسلی اپنے رسول پر وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اور ایمان والوں پر وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا اور نازل کیے اس نے ایسے لشکر لَّمْ تَرَوْهَا جن کو تم نے نہ دیکھا وَعَذَّبَ الَّذِیْنَ اور سزا دی اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو كَفَرُوْا جنہوں نے کفر کیا وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِیْنَ اور یہی

بدلہ ہے کافروں کا ثُمَّ یَتُوْبُ اللّٰہُ پھر اللہ تعالیٰ نے رجوع فرمایا مِنْ بَعْدِ ذٰلِکَ اس کے بعد عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ جس پر چاہا وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

آج کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کا ذکر کیا ہے جن کی محبت کی وجہ سے لوگ جہاد سے گریز کرتے ہیں ارشادِ ربانی ہے قُلْ آپ کہہ دیں اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ اگر ہوں تمہارے باپ دادا وَاَبْنَآؤُکُمْ اور تمہارے بیٹے وَاِخْوَانُکُمْ اور تمہارے بھائی وَاَزْوَاجُکُمْ اور تمہاری بیویاں وَعَشِیْرَتُکُمْ اور تمہاری برادری وَاَمْوَالُ ہِ اقْتَرَفْتُمُوْھَا اور وہ مال جو تم نے مشقت کیساتھ کمایا ہے۔ اِقْتِرَاف کا معنٰی ہے مشقت کیساتھ کمانا اور اکتساب عام کمائی کو کہتے ہیں اور روپے کوئی آسانی کیساتھ تو نہیں کمائے جاتے اگر ایسا ہوتا تو لوگ جاپان، جرمنی، امریکہ اور انگلینڈ جیسے ملکوں کی خاک کیوں چھانتے پھرتے۔ بیویوں اور بچوں سے جدا ہوئے، ماں باپ، عزیز رشتہ داروں سے جدا ہوئے، بعض علاقے ٹھنڈے اور بعض بہت گرم ہیں یہ سب کچھ مال کیلئے ہی برداشت کیا۔

نکتہ :

نکتہ دیکھو! بڑی عجیب سی بات ہے کہ رزق کا وعدہ اللہ تعالیٰ کا سب کیساتھ ہے وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا [پ:۱۲/ ہود] ''اور نہیں ہے کوئی چلنے پھرنے والا زمین میں مگر اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے اس کی روزی'' اور سورۃ الذاریات /پ:۲۷ میں فرمایا اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّۃِ الْمَتِیْنُ '' بیشک اللہ تعالیٰ ہی روزی دینے والا مضبوط طاقت کا مالک ہے۔'' اور مغفرت سب کی اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ نہیں لی۔ تو جس چیز کا ذمہ رب تعالیٰ نے لیا ہے اس کیلئے تو دنیا ماری ماری پھرتی ہے اور جس چیز

کا ذمہ رب تعالیٰ نے نہیں لیا اس کی پرواہ بہت تھوڑوں کو ہے بڑی عبرت کی بات ہے۔ حالانکہ اس کی طرف توجہ زیادہ ہونی چاہئے اور رزق کی طرف کم ہونی چاہئے کیونکہ روزی کا وعدہ تو رب تعالیٰ نے کیا ہے۔ فرمایا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا اور وہ تجارت جس کے ماند پڑ جانے سے تم ڈرتے ہو کہ اگر میں دوکان پر نہ گیا تو کام ٹھنڈا ہو جائے گا گاہک رخ دوسری طرف کرلیں گے اور میری تجارت پر زد پڑے گی وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اور تمہارے مکانات، بلڈنگیں، کوٹھیاں جو تمہیں پسندیدہ ہیں۔ اگر یہ ساری چیزیں جن کا اوپر ذکر ہوا ہے اَحَبَّ اِلَيْكُمْ زیادہ پسندیدہ اور محبوب ہوں مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے سے فَتَرَبَّصُوْا تو پھر تم انتظار کرو حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ یہانتک کہ لائے اللہ تعالیٰ اپنا حکم۔ رب تعالیٰ نے کون سا حکم لانا ہے اس کے متعلق نسائی شریف اور ابو داؤد شریف میں آنحضرت ﷺ کا فرمان موجود ہے یعنی اس آیت کی تشریح میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا اِذَا تَبَايَعْتُمْ بِالْعِيْنَةِ وَاَخَذْتُمْ بِاَذْنَابِ الْبَقَرِ وَرَضِيْتُمْ بِالزَّرْعِ وَتَرَكْتُمُ الْجِهَادَ يُسَلِّطُ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ ذُلًّا لَا يَنْزِعُهٗ عَنْكُمْ حَتّٰى تَرْجِعُوْا اِلٰى دِيْنِكُمْ اَوْ كَمَا قَالَ ﷺ ’’جب تم خرید و فروخت کو اپنا دنیاوی مقصد بنالو گے کہ ہم دنیا میں آئے ہی خرید و فروخت کیلئے ہیں اور جانوروں کی دُمیں پکڑلو گے، ڈیری فارم بنالو گے، دودھ بیچنے کیلئے نسل کی افزائش کیلئے، گوشت فراہم کرنے کیلئے اور اسی کو تم زندگی کا مقصد سمجھ لو گے اور کھیتی باڑی پر تم راضی ہو جاؤ گے کہ تمہیں رب تعالیٰ نے کھیتی باڑی کیلئے پیدا کیا ہے وَتَرَكْتُمُ الْجِهَادَ اور جہاد کو تم چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر ایسی ذلت مسلط کرے گا کہ تم اس ذلت کے چکر سے نہیں نکل سکو گے حَتّٰى تَرْجِعُوْا اِلٰى

دِیْنِکُمْ یہاںتک کہ تم دین کی طرف جہاد کی طرف لوٹ آؤ۔'' یعنی جب تک تم جہاد نہیں کرو گے ذلت سے نہیں نکل سکو گے۔ روپؤوں سے عزت نہیں ہوتی اگر ہوتی تو کنجر دنیا میں بڑے عزت والے ہوتے کہ ان سے زیادہ دولت کس کے پاس ہے۔

مسلمان کی عزت جہاد کیساتھ ہے :

مسلمان کی عزت، ایمان، عملِ صالح اور جہاد کیساتھ ہے۔ آج مجموعی حیثیت سے مسلمان کی کوئی عزت نہیں ہے ساری دنیا میں ذلیل ہے۔ دیکھو! امریکہ پھر پَر تول رہا ہے عراق پر حملہ کرنے کیلئے اس کے خیال کے مطابق عراق ابھی تک کمزور نہیں ہوا کیونکہ جب تک عراق کمزور نہیں ہوگا اس کا متبنّٰی اسرائیل خوفزدہ رہے گا۔ اسرائیل امریکہ اور برطانیہ کا متبنّٰی ہے۔ ان ملکوں میں بڑے بڑے تاجر سب یہودی ہیں یہودیوں کی مدد اور ساتھ دیئے بغیر یہ ملک نہیں چل سکتے۔ تو یہودیوں کی مدد ان کی مجبوری ہے ان کے بغیر ان کا ملکی نظام نہیں چل سکتا فوجی مقامات معائنے سب بہانے ہیں انہوں نے عراق کو تباہ کر کے اسرائیل کو راضی کرنا ہیں اور اسرائیل رہے گا تو ان کے ملکوں کے یہودی راضی ہوں گے اور ان کا کام چلے گا یہودیوں کی سازشیں بڑی گہری ہوتی ہیں یہود کو اگر کسی نے سمجھا تھا تو وہ ہٹلر تھا اس کے سوا ان کو کوئی نہیں سمجھ سکا اس نے ان کا خوب علاج کیا تھا لاکھوں کی تعداد میں یہودی ذبح ہوئے تھے۔ یہودی اگرچہ تعداد میں کم ہیں مگر ہیں بڑے منظم اور مالدار۔ پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں تجارت کے ذریعے، ملازمت کے ذریعے کوئی کسی بہانے اور کوئی کسی بہانے اور دنیا کو شکنجے میں لیا ہوا ہے اس وقت اسرائیل کی کل آبادی ستر لاکھ بھی نہیں ہے اور ان کے آس پاس مسلمان حکومتوں میں پندرہ کروڑ مسلمان ہیں اور یہودیوں نے سب کو آگے لگایا ہوا ہے کبھی لبنان پر بمباری، کبھی شام پر، کبھی شرق اردن پر

،کبھی کسی پر، بیس لاکھ کے قریب قریب فلسطینی مہاجر گھروں سے نکالے ہوئے ہیں ان پر حملہ کر دیتے ہیں کہ وہاں سے گولی کی آواز آتی ہے۔تو جب تک مسلمان جہاد کا راستہ نہیں اپنائے گا ذلت کے چکر سے نہیں نکل سکے گا جب تک دین کی طرف نہیں لوٹے گا عزت نہیں حاصل ہوگی وَاللّٰہُ لَایَھْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ اوراللہ تعالیٰ نہیں ہدایت دیتا نافرمان قوم کو زبردستی۔اگرچہ زبردستی بھی ہدایت دے سکتا ہے مگراس نے قانون بنایا ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے۔اگلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات سمجھائی ہے کہ فتح وشکست کا تعلق کثرت تعداد اور قلت پر نہیں اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کی نصرت پر ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ فِیْ مَوَاطِنَ کَثِیْرَۃٍ البتہ تحقیق مدد کی تمہاری اللہ تعالیٰ نے بہت سی جگہوں میں، بدر میں خیبر میں وغیرہ وغیرہ۔

فتح مکہ :

آنحضرت ﷺ ہجرت کے آٹھویں سال رمضان المبارک کے مہینہ میں دس ہزار صحابہ کرام ؓ کیساتھ مدینہ طیبہ سے فتح مکہ کیلئے چلے اور تورات کی پیشگوئی پوری ہوئی کہ وہ نبی جب دارالخلافہ فتح کرے گا تو اس کیساتھ دس ہزار قدسی یعنی پاک دامن لوگ ہوں گے جب آپ ﷺ دس ہزار قدسیوں کے ہمراہ مکہ مکرمہ پہنچے تو کافروں نے ہتھیار ڈال دیئے کچھ مسلمان ہوگئے اور کچھ بھاگ گئے۔ بھاگنے والوں میں ابوجہل کا بیٹا عکرمہ وہاں کا بڑا سردار صفوان ابن امیہ جو کافروں کو اسلحہ سپلائی کرتا تھا ہبار ابن اسود جس نے آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ٹانگ پکڑ کر اونٹ سے نیچے گرایا تھا جب وہ ہجرت کر کے جارہی تھیں، پیٹ میں بچہ تھا وہ بھی ضائع ہوگیا اور کافی مدت تک

بیمار بھی رہیں اور وحشی ابن حرب (جس نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو احد کے مقام پر شہید کے مقام پر شہید کیا تھا) شامل تھا کیونکہ ان لوگوں کو اپنے جرائم اچھی طرح یاد تھے اس لئے یہ سارے بھاگ گئے مکہ والوں نے تو ہتھیار ڈال دیئے مگر عرب کے دو بڑے قبیلے ہوازن اور ثقیف نے کہا کہ مکہ والوں نے بہت برا کیا ہے کہ ہتھیار ڈال دیئے ہیں ہم نہیں ڈالیں گے اور جنگ کا اعلان کر دیا۔

غزوہ حنین :

حنین مکہ مکرمہ اور طائف کے درمیان میں ہے اور طائف مکہ مکرمہ سے پچھتر میل کے فاصلے پر واقع ہے حنین کے میدان میں ہوازن اور ثقیف کے چار ہزار لڑاکے جمع ہوئے یہ لوگ تیر اندازی کے اتنے ماہر تھے کہ سو فیصد تیر اپنے نشانے پر لگتے تھے اور ان کی کمان کرنے والا دُرید ابن الصمہ نابینا تھا اس وقت اس کی عمر ایک سو بیس سال تھی۔ اس کو پلنگ پر اٹھائے پھرتے تھے اس نے عورتوں بچوں اور اونٹوں، بھیڑ، بکریوں کی آوازیں سنیں تو کہنے لگا یہ آوازیں کیسی آرہی ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ ہم سب کچھ سونا چاندی سمیت میدان میں لے آئے ہیں تا کہ جم کر لڑیں کہ ہمارا سب کچھ یہیں ہے پیچھے کچھ نہیں ہے۔ اندازہ لگاؤ کس ارادے سے آئے تھے آنحضرت ﷺ جب حنین پہنچے تو آپ کیساتھ بارہ ہزار صحابہ کرام تھے دس ہزار تو مدینہ طیبہ سے آپ ﷺ کے ہمراہ آئے تھے اور دو ہزار نو مسلم تھے جو مکہ مکرمہ سے ساتھ آئے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معلوم ہو گیا تھا کہ آج دشمن کی تعداد چار ہزار ہے بعض مسلمانوں کو اپنی کثرت پر گھمنڈ ہوا کہ ہم تھوڑے ہو کر شکست نہیں کھاتے تھے آج تو ہم بارہ ہزار ہیں اور دشمن چار ہزار ہے اور اللہ تعالیٰ انانیت اور گھمنڈ کو کسی موقع پر بھی پسند نہیں کرتا لڑائی شروع ہوئی ابتداءً مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہوا کافروں نے

زریں پھینکیں، خود پھینکے تلواریں پھینکیں، سامان چھوڑا اور بھاگنا شروع کیا مسلمان مالِ غنیمت اکٹھا کرنے میں لگ گئے۔ اس دوران انہوں نے ایسی تیراندازی شروع کی کہ بہت سارے میدان میں زخمی ہوئے اور باقی میدان سے بھاگ گئے میدان میں آنحضرت ﷺ، آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور آپ کے چچازاد بھائی ابوسفیان ابن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی نہ رہا۔ آپ ﷺ اس وقت سفید رنگ کے ایک خچر پر سوار تھے یہ خچر آپ ﷺ کو دومۃ الجندل کے ایک سردار (جس کا نام اُکید رتھا) نے ہدیۃً دیا تھا۔ آپ ﷺ ہدیہ اور تحفہ کسی کا رد نہیں فرماتے تھے۔ اس وقت آپ ﷺ کی زبان مبارک پر یہ جملہ تھا......

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ   اَنَا ابْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبْ

"میں اللہ تعالیٰ کا سچا نبی ہوں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں" اپنے آپ کو دادا کی طرف منسوب کیا ابوسفیان لگام پیچھے کھینچتے تھے اور آپ ﷺ سواری کو آگے چلاتے تھے۔ جس وقت آپ ﷺ نے فرمایا یَا اَصْحَابَ الشَّجَرَۃِ "او درخت کے نیچے بیعت کرنے والو! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟" تو فوراً سارے میدان میں جمع ہو گئے اور جس نے کہا تھا کہ آج تو ہم بہت ہیں اس نے کان پکڑے اور توبہ کی کہ یہ سارا کچھ میری وجہ سے ہوا ہے چونکہ وہ بڑے پختہ مسلمان تھے غلطی کا احساس جلدی کرتے تھے اور سچے دل سے کرتے اور ہمیں پہلے تو اپنی غلطی کا احساس نہیں ہوتا اور ہو بھی تو بڑی دیر سے ہوتا ہے اور وہ بھی خالص دل سے نہیں ہوتا ان کو فوراً احساس ہوا اور توبہ کی۔ نکتہ دیکھو! ایک آدمی نے ایک جملہ کہا جس کی سزا ساری قوم کو بھگتنا پڑی اور عجیب بات یہ ہے کہ کمان آنحضرت ﷺ کے ہاتھ میں ہے اس سے تم یہ سمجھ لو کہ ایک مسلمان کی کوتاہی کا اثر صرف اس کی ذات تک نہیں رہتا بلکہ اس کا

اثر دوسروں پر بھی پڑتا ہے۔ صحابہ کرام ﷺ نے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ کافروں کی طرف بڑھے چلے جارہے ہیں تو سارے آپ ﷺ کے پاس پہنچ گئے پھر کیا تھا اللہ تعالیٰ نے غلبہ عطا فرمایا۔ وہ چار ہزار جنگجو بھی قیدی بنے اور عورتیں اور بچے بھی قید ہوئے چالیس ہزار بھیڑ بکریاں، چوبیس ہزار اونٹ اور منوں کے حساب سے سونا چاندی مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

تقسیمِ غنائمِ حنین :

بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ بِضْعَ عَشَرَ یَوْمًا چودہ پندرہ دن آپ ﷺ نے تقسیم نہ کیا اس انتظار میں کہ اگر یہ لوگ مسلمان ہو جائیں تو ان کی ہر چیز واپس کر دی جائے۔ لیکن اتنے دن جب وہ نہ آئے تو آپ ﷺ نے قیدی بھی اور مال بھی اور اونٹ بھی تقسیم کر دیئے۔ کسی کو سو، کسی کو دو سو، کسی کو پچاس، کسی کو کم اور کسی کو زیادہ دیئے۔ اسی طرح بھیڑ بکریاں بھی کسی کو کم اور کسی کو زیادہ دیں۔ جب یہ سارا معاملہ ہو گیا تو وہ لوگ آپ ﷺ کے پاس آئے کہ حضرت ہم مسلمان ہو گئے ہیں ہمیں ہمارا مال بھی اور قیدی بھی دے دیئے جائیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تقریباً چودہ پندرہ دن تمہارا انتظار فرمایا لیکن تم نے آکر کلمے کا کوئی ثبوت نہیں دیا اور اب تو میں مال بھی تقسیم کر چکا ہوں اور قیدی بھی، اب میں ساتھیوں سے سفارش کرتا ہوں کہ تمہیں ایک چیز مل جائے مال یا قیدی۔ کہنے لگے حضرت ہمیں مال بیشک نہ ملے ہمارے قیدی اور عورتیں بچے مل جائیں۔ بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے تقریر فرمائی اور فرمایا کہ اِنَّ اِخْوَانَکُمْ جَاءُوْکُمْ تَـائِبِیْنَ بیشک یہ تمہارے بھائی توبہ کر کے مسلمان ہو گئے ہیں مگر دیر سے میں نے ان کا انتظار کیا کہ اگر یہ مسلمان ہو جائیں تو ان کے قیدی بھی ان کو دیدوں اور ان کا مال بھی مگر

اب میں تقسیم کر چکا ہوں میں نے ان کو کہا ہے کہ ایک چیز لے لو انہوں نے قیدیوں کا مطالبہ کیا ہے لہذا جن کو قیدی ملے ہیں اگر وہ بخوشی و رضا مفت میں دے دیں تو ان کی نوازش ہے اور اگر اس شرط پر دینا چاہیں کہ آئندہ جنگ ہوگی تو انہیں اتنے قیدی دیئے جائیں تو ہم یہ شرط بھی قبول کرنے کیلئے تیار ہیں۔ سب حضرات نے کہا حضرت! رَضِیْنَا ہم راضی ہیں اور ہمارا کوئی مطالبہ نہیں ہے ہم نے سارے قیدی واپس کر دیئے چونکہ رش زیادہ تھا آپ ﷺ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں کہ تم میں سے کس نے اجازت دی ہے اور کس نے نہیں دی لہذا تمہارے خاندانوں کے سربراہ تمام حضرات سے پوچھ کر مجھے بتائیں چنانچہ سربراہوں نے پوچھنے کے بعد آکر بتایا کہ حضرت ہم نے ایک ایک سے دریافت کیا ہے سارے اس پر راضی ہیں کہ مرد عورتیں اور بچے ان کو واپس کر دیئے جائیں لہذا سب قیدی ان کو واپس کر دیئے گئے چونکہ یہ مال آپ ﷺ نے مکہ والوں میں تقسیم کیا تھا تو بعض انصار نے یہ جملہ کہا کہ اس طرح لگتا ہے کہ آنحضرت ﷺ پر اپنی برادری کی محبت غالب آگئی ہے کہ خون ہماری تلواروں سے ٹپک رہا ہے اور ہمیں کچھ بھی نہیں ملا جب یہ بات آنحضرت ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے انصار کو ایک جگہ جمع کیا اور فرمایا انصار کے علاوہ اور کوئی نہ ہو۔ بخاری شریف کی روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا دیکھو تم لوگ اوس اور خزرج آپس میں لڑتے رہتے تھے زمانہ جاہلیت تھا اللہ تعالیٰ نے تمہیں میری وجہ سے کلمہ نصیب فرمایا اور اب تم میں اتفاق و اتحاد ہے، محبت ہے۔ کہنے لگے حضرت ہم یہ باتیں تسلیم کرتے ہیں یہ جملہ جو تمہارے پاس پہنچا ہے وہ ہم نے نہیں کہا نوجوانوں میں سے بعض نے یہ الفاظ کہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا سنو بھائی میں نے ان کو مال اس لئے نہیں دیا کہ ان کی دینی خدمات زیادہ ہیں بلکہ اس لئے دیا ہے کہ یہ لوگ نئے نئے مسلمان ہیں ان کی

تالیف قلب ہو جائے ان کی دلجوئی کیلئے میں نے دیا ہے اور تم تو پکے مسلمان ہو کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ یہ لوگ گھروں میں اونٹ بھیڑ بکریاں لے جائیں اور تم اللہ تعالیٰ کے رسول (ﷺ) کو ساتھ لے جاؤ کیونکہ میں ان کیساتھ تو نہیں جا سکتا کیونکہ میں مہاجر ہوں اور مہاجر مکے میں نہیں رہ سکتے عارضی طور پر جانا اور بات ہے۔ سب نے کہا حضرت ہمیں بات سمجھ آ گئی ہم راضی ہیں اس مقام کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَيَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ اور حنین والے دن جب تمہیں تعجب میں ڈالا تمہاری کثرت نے کہ تم نے کہا کہ آج تو بارہ ہزار ہیں اور کافر چار ہزار ہیں ہم ضرور فتح حاصل کریں گے فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا پس نہ کفایت کی اس کثرت نے تم سے کچھ بھی وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ اور تنگ ہو گئی تم پر زمین بِمَا رَحُبَتْ باوجود کشادہ ہونے کے ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ پھر تم پھرے پشت پھیرتے ہوئے۔ کثرتِ تعداد کے باوجود تمہیں نقصان اٹھانا پڑا ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ پھر اللہ تعالیٰ نے نازل کی اپنی طرف سے تسکین۔ جس سے مسلمانوں کو یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ ضرور انہیں فتح عطا فرمائے گا عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اپنے رسول ﷺ پر اور ایمان والوں پر وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا اور نازل کئے اس نے ایسے لشکر جن کو تم نے نہ دیکھا۔ بدر کے موقع پر بھی اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کا لشکر نازل فرمایا تھا تاکہ ایمان والوں کے دلوں کو تسلی ہو اور یہاں پر بھی فرشتے نازل ہوئے اور ان کے اترنے کا یہ اثر ہوا کہ مسلمانوں کے دل قائم ہو گئے۔ فرشتے معصوم ہیں اور ہر وقت نیکی میں مشغول رہتے ہیں اور نیکی کے اثرات دوسروں پر بھی پڑتے ہیں اسی طرح آدمی اچھے آدمیوں میں بیٹھے تو ان کی نیکی کا اثر ہوتا ہے۔

نیک لوگوں کی صحبت :

بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی ؒ تشریف لائے تو ایک عقیدت مند نے دستی پنکھا کرنا شروع کر دیا اس زمانے میں بجلی والے پنکھے نہیں ہوتے تھے پنکھا کرتے ہوئے سوال کیا حضرت ایک گنہگار آدمی نیکوں کیساتھ دفن ہوا اور نیک لوگ جہاں دفن ہیں وہاں اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں تو کیا اس گنہگار کو بھی کوئی فائدہ ہوگا حضرت نے فرمایا تم کیا کر رہے ہو؟ اس نے کہا حضرت میں پنکھا کر رہا ہوں کہ آپ گرمی میں آئے ہیں آپ کا پسینہ خشک ہو جائے اور آپ کو سکون پہنچے۔ فرمایا یہ بتا کہ تیرے پنکھے کی ہوا میرے دائیں بائیں والوں کو بھی لگ رہی ہے یا نہیں؟ اس نے کہا حضرت لگ رہی ہے۔ فرمایا تیرے پنکھے کی ہوا کا فائدہ میری وجہ سے ان کو ہو رہا ہے تو رب کی رحمت تو بڑی وسیع ہے جہاں وہ برستی ہے آس پاس والوں کو ضرور فائدہ ہوتا ہے۔ بخاری شریف کی حدیث میں آتا ہے کہ اچھی مجلس میں بیٹھنے والے کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی عطر فروش کی دوکان میں بیٹھا ہو کہ وہ اس عطر کو تحفتاً دیگا یا یہ خود خریدے گا اگر یہ نہ ہو تو وہاں بیٹھے ہوئے خوشبو تو آ رہی ہے اور بری مجلس میں بیٹھنے والے کی مثال لوہار کی بھٹی کی سی ہے چنگاریاں اڑیں گی، دھواں آئے گا حرارت پہنچے گی اور یہ بھی یاد رکھنا کہ بری مجلس کا اثر جلدی ہوتا ہے اور اچھی مجلس کا اثر دیر سے ہوتا ہے اسلئے کہ انسان کیساتھ دو قوتیں ہیں ایک شیطان اور ایک نفس امّارہ کی۔ نفس امارہ بری چیزوں کی طرف اچھل کے جاتا ہے لہذا بری مجلس اور برے لوگوں کی صحبت سے بچنا چاہئے۔ فارسی کا مقولہ ہے......

؎ یار بد، از مار بد، بسیار بد

”برا یار برے سانپ سے بھی برا ہوتا ہے۔“ آج کل لوگ روتے ہیں کہ ہمارے

بچے نشئی ہو گئے، جواری بن گئے ہیں بھائی قصور تو تمہارا بھی ہے تم نے ان کو بری مجلسوں سے کیوں نہیں روکا۔ بچے کو جب بری مجلس میں ایک مرتبہ بھی دیکھو تو وہاں سے کان پکڑ کے لے آؤ اگر تم نے چھٹی دیدی بری مجلسوں بیٹھنے کی تو پھر وہ نشئی بنیں گے، جواری بنیں گے، بدمعاشیاں کریں گے۔ مقولہ ہے کہ...... ''نیکی چیونٹی کی چال چلتی ہے اور بدی کی رفتار گھوڑے کی ہے۔'' تو اچھی بری صحبت کا اثر ہوتا ہے۔ فرمایا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور سزا دی اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا، گرفتار ہوئے قیدی بنے وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اور یہی بدلہ ہے کافروں کا ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ پھر اللہ تعالیٰ نے رجوع فرمایا اس کے بعد عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ جس پر چاہا کہ کچھ ان میں سے مسلمان ہو گئے اور پھر سارے ہی مسلمان ہو گئے وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَآءَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ۝

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ پختہ بات ہے کہ مشرک نری پلیدی ہیں فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ پس نہ قریب آئیں مسجد حرام کے بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا اس سال کے بعد وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً اور اگر تم خوف کرو فقر کا فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ پس عنقریب تمہیں اللہ تعالیٰ غنی کر دے گا مِنْ فَضْلِهٖٓ اپنے فضل سے اِنْ شَآءَ اگر اس نے چاہا اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ بیشک اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لڑو ان لوگوں سے لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ جو نہیں ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر اور نہ آخرت کے دن پر وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اور نہیں حرام قرار دیتے اس چیز کو جو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دی ہے اور

اس کے رسول ﷺ نے وَلَا یَدِیْنُوْنَ دِیْنَ الْحَقِّ اورنہیں قبول کرتے سچے دین کو مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ ان لوگوں میں سے جن کو کتاب دی گئی اس وقت تک لڑو حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَۃَ یہاںتک وہ جزیہ دیں عَنْ یَّدٍ اپنے ہاتھ سے وَّھُمْ صٰغِرُوْنَ اور وہ ذلیل اور عاجز ہوکر رہیں۔

ابتدائے سورت میں ذکر تھا بَرَآءَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے بیزاری کا اعلان ہے۔اور اب یہ حکم ہے کہ مشرک آئندہ نہ حج کر سکتے ہیں اور نہ حرم میں آسکتے ہیں۔فرمایا یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ پختہ بات ہے کہ مشرک بالکل پلید ہیں فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ پس نہ قریب آئیں مسجد حرام کے بَعْدَ عَامِھِمْ ھٰذَا اس سال کے بعد۔ایک ہوتا ہے پلید اور ایک ہوتی ہے پلیدی۔نجس کے معنٰی نری پلیدی کے ہیں مشرک اگر سات سمندروں میں بھی غسل کرے پاک نہیں ہوسکتا۔پھر پاک کس سے ہوتا ہے؟ پاک ہوگا سچے دل سے، پڑھے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ جو کفر شرک کے زمانے میں گناہ کئے ہیں وہ سب معاف ہو جائیں گے اس طرح ہو جائے گا جیسے اب ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے اور کلمے کے بغیر کوئی پاک نہیں ہوتا۔مسلمانوں کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اگر مشرک حج عمرے کیلئے نہ آئے تو ہم سامان کس کے آگے بیچیں گے اور کس سے خریدیں گے؟ کیونکہ ان دنوں میں تجارت انہی لوگوں سے ہوتی تھی تو اس وہم کو دور کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا......وَاِنْ خِفْتُمْ عَیْلَۃً اور اگر تم خوف کرو فقر اور محتاجی کا، غربت کا فَسَوْفَ یُغْنِیْکُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖٓ اِنْ شَآءَ پس عنقریب تمہیں اللہ تعالیٰ غنی کردے گا اپنے فضل سے اگر اس نے چاہا۔کہ رزق اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ تمہارے لئے

اسباب پیدا کردے گا اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ بیشک اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے۔ابتداء سورۃ سے یعنی بَرَآءَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ سے لیکر ابتک عنوان مشرکوں کیخلاف تھا اور سرزمین عرب پر اہل کتاب یعنی یہودی اور عیسائی بھی آباد تھے کچھ سائبین اور کچھ مجوسی بھی تھے لیکن اکثریت یہودیوں کی تھی آگے ان کے متعلق ارشاد ہے۔فرمایا قَاتِلُوا الَّذِیْنَ لڑو ان لوگوں سے لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ جونہیں ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر وَلَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اور نہ آخرت کے دن پر وَلَا یُحَرِّمُوْنَ مَاحَرَّمَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اورنہیں حرام قرار دیتے اس چیز کو جو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دی ہے اور اس کے رسول ﷺ نے۔ان کو حرام نہیں سمجھتے جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے،جنکی حرمت آنحضرت ﷺ نے بیان فرمائی ہے وَلَا یَدِیْنُوْنَ دِیْنَ الْحَقِّ اورنہیں قبول کرتے سچے دین کو مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ ان لوگوں میں سے جن کو کتاب دی گئی۔یہودی اور عیسائی کہ یہ بھی اسلام کے سخت مخالف ہیں۔سورۃ المائدۃ/پ:۶ میں آتا ہے لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَۃً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الْیَھُوْدَ وَالَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا" البتہ پاؤ گے تم زیادہ شدید عداوت کے اعتبار سے مومنوں کے حق میں یہود کو اور ان لوگوں کو جنہوں نے شرک کیا"یعنی مومنوں کے زیادہ سخت مخالف یہودی ہیں پھر مشرک ہیں۔

یہود و نصاریٰ کی سازشیں :

اس وقت دنیا میں جتنے فتنے اٹھے ہوئے ہیں چاہے کسی علاقے میں ہوں تحقیق کرو گے تو اس کی کڑی یہود کے ساتھ ملے گی ہر جگہ ان کی سازش کارفرما ہے۔اسی لئے آنحضرت ﷺ نے وفات سے پہلے اعلان کیا تھا اَخْرِجُوا الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی مِنْ جَزِیْرَۃِ الْعَرَبِ "یہود و نصاریٰ کو جزیرۂ عرب سے نکال دو۔"مگر اس وقت عرب کے

شہزادوں نے محض اپنے ذہنی دفاع کیلئے امریکی فوج تبوک کے مقام پر ٹھہرائی ہوئی ہے اور ان کی تنخواہیں اور تمام اخراجات خود اٹھائے ہوئے ہیں۔ کیونکہ امریکہ نے ان کے دماغوں میں یہ ہوّا اٹھایا ہوا ہے کہ اگر ہم یہاں نہیں رہیں گے تو کویت تمہیں کھا جائے گا عراق تمہیں کھا جائے گا اور ہم تمہارے چوکیدار ہیں۔ تیل کے کنوؤں پر بھی ان کا قبضہ ہے اور مزے سے کھا رہے ہیں ان سے بھی لڑو حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ یہاں تک وہ جزیہ دیں اپنے ہاتھ سے۔

جزیہ کی تعریف اور اسکی مقدار :

جزیہ اس مال اور رقم کو کہتے ہیں جو فوجی مصارف اور دفاع کیلئے ان کافروں سے لی جاتی ہے جو مومنوں کے رعایا بن کر رہتے ہیں اور ان میں سے جو بوڑھے اور بچے ہیں ان پر کوئی جزیہ نہیں ہے، عورتوں پر کوئی جزیہ نہیں ہے، لنگڑے، لولے، نابینے پر کوئی جزیہ نہیں ہے صرف جوان پر ہے اور اگر وہ فوج میں بھرتی ہو جائے تو اس پر بھی کوئی جزیہ نہیں ہے۔ اور جزیہ کی مقدار کیا ہے؟ خلافت راشدہ کے دور میں امیر سے اڑتالیس درھم اور متوسط سے چوبیس درھم اور ادنیٰ کمائی والے سے بارہ درھم سالانہ تھے۔ ظاہر بات ہے کہ ملک میں وہ بھی رہتے ہیں ان کی زمینیں ہیں کارخانے ہیں، باغات ہیں ملکی دفاع ان کے بھی ذمہ ہے اس میں کوئی ناانصافی نہیں ہے اور اس وقت حکومت نے جو ٹیکس لگائے ہوئے ہیں ان کو کوئی ظلم نہیں کہتا۔ سیٹھی محمد یوسف صاحب راہوالی والے انہوں نے حفظ قرآن اور تجوید کے بارے میں بڑا کام کیا ہے۔ میرے ساتھ ان کی بے تکلفی تھی اور میرے پاس آتے جاتے رہتے تھے ایک دن میں نے ان سے پوچھا سیٹھی صاحب یہ جو تمہارا گتے کا کارخانہ ہے اس میں سے حکومت بھی تم سے کچھ لیتی ہے؟ تو مسکرا پڑے اور

کہنے لگے سو میں سے ترانوے (۹۳) روپے لیتی ہے۔ میں نے حیران ہوکر پوچھا کہ پھر تمہارے پاس کیا باقی رہا کہنے لگے باقی جو سات روپے ہیں ان میں فلاں فلاں ٹیکس علیحدہ ہے۔ آج حکومت اتنا کچھ لے تو ظلم نہیں ہے اور اسلام ملکی دفاع کیلئے تھوڑی سی رقم لے تو لوگ اس کو ظلم کہتے ہیں بھائی یہ بات ہی ظلم ہے کیونکہ بارہ درھم تقریباً دو سو روپے بنتے ہیں متوسط سے چار سو روپے اور مالدار سے آٹھ سو روپے سالانہ تو اس کو ظلم کہنا کتنا بڑا ظلم ہے؟ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ اور وہ ذلیل اور عاجز ہوکر رہیں۔ اسلامی احکامات کے تابع ہو جائیں اور کہیں کہ ہم تمہارے فرمانبردار ہوکر رہیں گے اور اگر جزیہ نہیں دیتے تو پھر ان سے لڑو۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ۨابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِئُوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ○ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ○ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ○

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ اور کہا یہودیوں نے عُزَيْرُ ۨابْنُ اللّٰهِ عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے وَقَالَتِ النَّصٰرَى اور کہا نصاریٰ نے الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ مسیح اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ یہ باتیں ہیں ان کے اپنے مونہوں کی يُضَاهِئُوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ مشابہت کرتے ہیں ان لوگوں کی بات کی كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ جنہوں نے کفر کیا اس سے پہلے قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ ان کو تباہ کرے اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ کدھر الٹے پھرے جا رہے ہیں اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ

وَرُهْبَانَهُمْ بنالیا انہوں نے اپنے مولویوں کو اور پیروں کو اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ رب، اللہ تعالیٰ کے سوا وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ اور مسیح ابن مریم کو وَمَآ اُمِرُوْٓا حالانکہ ان کو نہیں حکم دیا گیا تھا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا مگر اس بات کا کہ عبادت کریں ایک ہی خدا کی لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ نہیں کوئی معبود مگر صرف وہی سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ پاک ہے ذات اس کی ان چیزوں سے جن کو یہ اس کا شریک بناتے ہیں يُرِيْدُوْنَ وہ ارادہ کرتے ہیں اَنْ يُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ کہ مٹادیں اللہ تعالیٰ کے نور کو بِاَفْوَاهِهِمْ اپنے مونہوں کیساتھ وَيَاْبَى اللّٰهُ اور اللہ تعالیٰ انکار کرتا ہے اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ مگر یہ کہ وہ پورا کرے اپنے نور کو وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ اگرچہ کافر لوگ اس کو پسند نہ کریں هُوَ الَّذِيْٓ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى جس نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت کیساتھ وَدِيْنِ الْحَقِّ اور سچے دین کیساتھ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ تاکہ غالب کردے اس دین کو تمام دینوں پر وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ اور اگرچہ پسند نہ کریں اس کو شرک کرنے والے۔

پچھلی آیت کریمہ میں حکم تھا کہ اہل کتاب میں سے ان لوگوں کیساتھ لڑو جو ایمان نہیں لائے۔ کیونکہ سرزمین عرب میں یہود بھی آباد تھے اور عیسائی بھی اور صابئین بھی۔ ان کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے تو جب اہل کتاب کیساتھ لڑنے کا حکم ہوا تو سطحی قسم کے ذہنوں میں یہ اشکال پیدا ہوا کہ ان سے کیوں لڑنا ہے لڑائی کی وجہ اور سبب کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ان کیساتھ لڑنے کی وجہ بیان فرمائی ہے کہ اس لئے ان سے لڑو۔ ارشاد ربانی ہے

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ اور کہا یہودیوں نے عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے پیغمبر کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنانا بڑا کفر ہے۔ رب تعالیٰ کیلئے بیٹا ثابت کرنا معمولی بات نہیں ہے وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ اور کہا نصاریٰ نے مسیح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنانا بہت بڑا گناہ ہے اللہ تعالیٰ کی ذات لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ہے۔ نہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو جنا ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کسی سے پیدا ہوا ہے۔ حدیث قدسی میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں يَشْتِمُنِيْ ابْنُ آدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ جَائِزٌ ''ابن آدم مجھے گالیاں نکالتا ہے حالانکہ اس کو گالیاں نکالنے کا کوئی حق نہیں ہے۔'' گالیاں کیسے نکالتا ہے؟ يَدْعُوْنِيْ وَلَدًا میری طرف اولاد کی نسبت کرتا ہے۔ رب تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرنا رب تعالیٰ کو گالیاں نکالنا ہے اور گالی کے بعد تو لڑائی ہوتی ہے۔ دیکھو ہماری تمہاری کیا حیثیت ہے ہمیں کوئی گالی نکالے تو ہمارے جذبات کیا ہوتے ہیں؟ تو جو اللہ تعالیٰ کو گالی نکالے پھر اس کے خلاف لڑنا ہی ہے مگر یہ بات یاد رکھنا کہ لڑنا افراد کا کام نہیں ہے کہ ہر آدمی اپنے طور پر اٹھ کر لڑنا شروع کر دے۔ یہودی سے عیسائی سے لڑنا اقتدار اور حکومتی سطح پر ہے۔

تعزیرات کا حکم :

حدود و تعزیرات کے جتنے بھی احکام ہیں یہ افراد کیلئے نہیں ہیں۔ قرآن پاک میں آتا ہے اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا [٦/ المائدہ: ٣٨] ''چور مرد اور چور عورت پس تم ہاتھ کاٹ دو ان کے۔'' عام آدمی میں سے کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ چور کو پکڑ کر اس کے ہاتھ کاٹ دے۔ غیر شادی شدہ مرد عورت زنا کریں تو ان کو کوڑے مارنے کا حکم قرآن حکیم میں مذکور ہے مگر حکومت کے بغیر کسی کو حق نہیں ہے کہ وہ کوڑے مارے یہ

حکومت کا کام ہے اسی طرح یہود ونصاریٰ اور دیگر کافروں سے لڑنا انفرادی کام نہیں ہے یہ اجتماعی طور پر حکومت کا کام ہے گویا کہ مسلمانوں کے پاس اتنا اقتدار ہونا چاہئے کہ جس اقتدار کے ذریعے کافروں کی سرکوبی کریں یہود سے لڑیں نصاریٰ سے لڑیں کہ انہوں نے کہا ہے کہ عزیر علیہ السلام اور مسیح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ فرمایا ذٰلِکَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ یہ باتیں ہیں ان کے اپنے مونہوں کی۔ آدمی منہ سے جو کچھ کہنا چاہے کہہ سکتا ہے یُضَاهِئُوْنَ یہ مشابہت رکھتے ہیں، نقل اتارتے ہیں قَوْلَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ان لوگوں کی بات کی جنہوں نے کفر کیا اس سے پہلے۔ وہ کافر اور مشرک جو ان سے پہلے تھے وہ کہتے تھے کہ فرشتے رب تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں وَیَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنَاتِ [النحل:۱۴] کسی نے رب تعالیٰ کا بیٹا بنا دیا کسی نے بیٹیاں بنا دیں حالانکہ رب تعالیٰ کا نہ بیٹا، نہ بیٹی، نہ ماں، نہ باپ، رب تعالیٰ کی ذات ان سب سے پاک ہے قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ تباہ کرے ان کو اللہ تعالیٰ، برباد کرے، غارت کرے، لعنت بھیجے اَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ کدھر اُلٹے پھرے جا رہے ہیں۔ تو ان کے ساتھ لڑنے کی ایک وجہ تو یہ ہوئی کہ انہوں نے حضرت عزیر علیہ السلام، حضرت مسیح علیہ السلام کو رب تعالیٰ کا بیٹا بنایا۔ اور ایک وجہ یہ ہے کہ اِتَّخَذُوْآ اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ. اَحْبَار جمع ہے حِبْرٌ کی اور حِبْرٌ کا معنٰی ہے عالم، مولوی۔ اور رُهْبَان جمع ہے راهِبٌ کی، راهب کا معنٰی ہے پیر۔ آیت کا معنٰی ہو گا بنا لیا انہوں نے اپنے مولویوں اور پیروں کو رب اللہ تعالیٰ کے سوا، اس لئے ان کیساتھ لڑو۔ حضرت عدی ابن حاتم رضی اللہ عنہ پہلے عیسائیوں کے پادری تھے بڑے پڑھے لکھے سمجھدار آدمی تھے۔ نو ہجری کے آخر میں یا دسویں سال کی ابتداء میں یہ مسلمان ہوئے۔ جب یہ آیتِ کریمہ سامنے آئی تو کہنے لگے حضرت میں خود عیسائیوں کا مولوی، پادری اور مبلغ تھا میرے علم میں تو نہیں ہے

کہ انہوں نے مولویوں اور پیروں کو رب بنایا ہوا اور رب تعالیٰ فرماتے ہیں اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَھُمْ وَرُھْبَانَھُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ کہ انہوں نے اپنے مولویوں اور پیروں کو رب بنالیا اللہ تعالیٰ کے سوا۔ ترمذی شریف صحاح ستہ کی کتاب ہے اس میں اور مسند احمد میں روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ان کے مولوی بغیر کسی شرعی ثبوت کے کوئی حکم دیتے تھے تو لوگ ان کو مانتے تھے، ان کے پیر بغیر کسی شرعی ثبوت کے کوئی حکم دیتے تھے تو وہ لوگ مانتے تھے؟ عرض کیا یہ تو ہوتا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا شرعی ثبوت کے بغیر کسی مولوی پیر کی بات ماننا یہی اس کو رب بنانا ہے کیونکہ یہ صفت رب تعالیٰ کی ہے ہاں اگر مولوی پیر مسئلہ شریعت کے مطابق بتلائیں تو ٹھیک ہے اور اگر وہ مسئلہ نہ قرآن کے مطابق ہے، نہ حدیث کے مطابق ہے، نہ فقہ اسلامی کے مطابق ہے اور پھر بھی لوگ اس کی پیروی کریں تو یہ ان کو رب بنانا ہے۔ آج اس کی کمی کلمہ پڑھنے والے مسلمانوں میں بھی نہیں ہے۔

شرک کی ایک قسم :

یہ عام تعویزات والے عموماً کہتے ہیں کہ فلاں چیز چھوڑ دو فلاں چیز نہیں کھانی چاہیے، یہ شرک کی ایک قسم ہے۔ تم کون ہوتے ہو حلال چیزوں کو چھڑانے والے؟ ہاں اگر طبی لحاظ سے کوئی چیز کسی کو نقصان دیتی ہے کہ بعض چیزیں بعض کے مزاج کے موافق ہوتی ہیں اور بعض چیزیں مزاج کے موافق نہیں ہوتیں اگر حکمت اور ڈاکٹری اعتبار سے ان کو نہ کھائے تو کھانے پر اسکو مجبور نہیں کیا جائے گا لیکن ان کو حرام سمجھنے کا مجاز نہیں ہے۔ اکثر تعویز لکھنے والے مشرکانہ ذہن رکھتے ہیں اور لوگوں کو بھی مشرک بناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تو نے یہ نہیں کرنا وہ نہیں کرنا ولادت والے گھر نہیں جانا، یہ سب خرافات ہیں اور ان کی باتوں کو ماننا ان کو رب بنانا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ اور مسیح ابن

مریم کو انہوں نے رب بنایا ان کی عبادت کی وَمَآ اُمِرُوْا اِلَّا لِیَعْبُدُوْٓا اِلٰھًا وَّاحِدًا حالانکہ ان کو نہیں حکم دیا گیا تھا مگر اس بات کا کہ عبادت کریں ایک ہی خدا کی۔ کسی کا حکم ماننا بلاشرعی ثبوت کے یہ بھی عبادت تھا لَآ اِلٰــہَ اِلَّا ھُوَ نہیں کوئی معبود مگر صرف وہی اللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی معبود اور الہ نہیں ہے سُبْحٰنَہٗ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ پاک ہے ذات اس کی ان چیزوں سے جن کو یہ اس کا شریک بناتے ہیں۔ نہ اس کا بیٹا نہ بیٹی، نہ کوئی شریک، نہ اس کے سوا کوئی حکم دینے والا اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہے پیغمبر بھی اس چیز کے مجاز نہیں ہیں کہ اپنی طرف سے کسی چیز کا حکم یا کسی چیز کو حلال یا حرام ٹھہرائیں اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر۔ فرمایا یُرِیْدُوْنَ وہ ارادہ کرتے ہیں اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ کہ مٹا دیں اللہ تعالیٰ کے نور کو۔ نورِ ایمان، نورِ توحید، نورِ سنت، نورِ اسلام کو بِاَفْوَاھِھِمْ اپنے مونہوں کیساتھ پھونکیں مار کر یہ چاہتے ہیں کہ حق کی باتیں دبی رہیں وَیَاْبَی اللّٰہُ اور اللہ تعالیٰ انکار کرتا ہے اِلَّآ اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَہٗ مگر یہ کہ وہ پورا کرے، اپنے نور کو۔ یہ لوگ اسلام توحید وسنت کو مٹانا چاہتے ہیں رب تعالیٰ اس کو روشن کرے گا۔ مولانا ظفر علی خان مرحوم نے اچھا فرمایا ہے کہ.....

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

جیسے کوئی سارا دن سورج کو پھونکیں مارتا رہے کہ سورج بجھ جائے اس کا منہ تھک جائے گا گردن ٹیڑھی ہو جائے گی مگر سورج چمکتا رہے گا اسلام کو مٹانے کی بڑی کوششیں ہوئیں ہیں مگر کوئی نہیں مٹا سکا۔ آج حیرانی ہوتی ہے کہ کوسوو میں البانی مسلمان لاکھوں کی تعداد میں تھے یوگوسلاویہ میں ان کو نکال دیا گیا ہے۔ کافر برائے نام شلجموں سے مٹی

جھاڑنے کی طرح ساتھ دے رہے ہیں جیسے برطانیہ، امریکہ اور نیٹو والے اور مسلمان بادشاہ ایسے بے ایمان ہیں کہ ایک نے بھی ساتھ نہیں دیا بمع سعودیہ اور کویت کے سارے گونگے ہو چکے ہیں کم از کم زبانی طور پر ہی کہہ دو او ظالمو! یہ ظلم بند کر دو یہ جو کچھ ہو رہا ہے یہ ظلم ہے۔ بڑے افسوس کی بات ہے ان کو شرم آنی چاہیے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے نور کو چمکائے گا مکمل کرے گا وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ اگرچہ کافر اس کو پسند نہ کریں هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے بھیجا اپنے رسول کو بِالْهُدٰى ہدایت کیساتھ وَدِيْنِ الْحَقِّ اور سچے دین کیساتھ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ تاکہ غالب کر دے اس دین کو تمام دینوں پر۔ الحمد للہ حجت، دلیل اور برہان کے اعتبار سے اسلام ہمیشہ غالب رہا ہے اور رہے گا۔

ایک واقعہ :

آج سے تقریباً آٹھ نو سال پہلے کا واقعہ ہے کہ احمد دیدات گجرات کاٹھیاوار کا رہنے والا عالم ہے دیوبندی مسلک کا آدمی ہے اور انگریزی زبان کا بڑا ماہر ہے۔ پادریوں کے ساتھ اس کا مناظرہ طے ہوا اس نے کہا کہ مناظرہ میں اس شرط پر کروں گا کہ مناظرہ ٹی وی پر ہو باقاعدہ جج مقرر کیا جائے وہ میرے دلائل بھی سنے اور تمہارے دلائل بھی سنے اور پھر فیصلہ دے کہ کون ہارا اور کون جیتا۔ چنانچہ ٹی وی پر مناظرہ ہوا اور جج غیر مسلم انگریز تھے انہوں نے فیصلہ دیا کہ احمد دیدات جیت گیا اور پادری ہار گیا۔ میرے خیال کے مطابق یہ مناظرہ ٹی وی پر دو ارب آدمیوں نے دیکھا کافر نے فیصلہ سنایا، اور غلبہ کس طرح ہوگا؟ اللہ تعالیٰ دین کو غالب کرے گا وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ اور اگرچہ اس کو پسند نہ کریں شرک کرنے والے۔ مگر اللہ تعالیٰ اس دین کو چمکائے گا اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ حق تعالیٰ

اہل حق کی امداد فرمائے اسوقت ایران نے خباثت کر کے بامیان کے کچھ حصے پر قبضہ کرلیا ہے اور یہ مزید کچھ شرارتیں کرے گا۔ دعا کرو اللہ تعالیٰ طالبان کو فتح نصیب فرمائے اور کوسوو اور فلپائن کے مسلمانوں کی بھی امداد فرمائے اور جہاں جہاں مسلمان مظلوم ہیں وہاں وہاں ان کی مدد فرمائے اور ان حکمرانوں کو اللہ تعالیٰ دنیا میں تباہ کرے۔

1

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ؕ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۝

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اے وہ لوگو جوایمان لائے ہو اِنَّ كَثِيْرًا بیشک بہت سارے مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ مولوی اور پیر لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ البتہ کھاتے ہیں لوگوں کا مال بِالْبَاطِلِ باطل طریقے سے وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور روکتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ جو جمع کرتے ہیں سونا اور چاندی وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور نہیں خرچ کرتے اس کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ان کو خوشخبری سنا دیں دردناک عذاب کی يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ جس دن گرم کیا جائے گا انکو جہنم کی آگ میں فَتُكْوٰى بِهَا پس داغا جائے گا اس کے ساتھ جِبَاهُهُمْ ان کی پیشانیوں کو وَجُنُوْبُهُمْ اور ان کے پہلوؤں کو وَظُهُوْرُهُمْ اور ان کی پشتوں کو (اور کہا جائے گا) هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ یہ وہ چیز ہے جس

کو تم خزانہ بناتے تھے لِاَنْفُسِكُمْ اپنے نفسوں کیلئے فَذُوْقُوْا پس چکھو تم مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ وہ چیز جس کو تم خزانہ بناتے تھے۔

صدقہ دینے کا طریقہ :

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ بہت سارے مولوی اور پیر لوگوں کا مال ناجائز طریقے سے کھاتے ہیں۔ دیکھو! صدقہ خیرات بڑی اچھی چیز ہے مگر اس کیلئے شریعت نے بڑی شرائط مقرر فرمائی ہیں ایک شرط یہ ہے کہ صدقہ کرنے والا مومن ہو بغیر ایمان کے صدقے کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور صدقہ خیرات جس کیلئے کیا گیا ہے یعنی جس کو صدقہ خیرات کا ثواب پہنچانا ہے وہ بھی مومن ہو چاہے گنہگار ہی کیوں نہ ہو۔ تیسری شرط یہ ہے کہ صدقہ حلال اور طیب مال سے ہو حرام مال سے صدقہ کرے گا تو قبول نہیں ہوگا پھر یہ کہ صدقے کیلئے دن کی تعیین نہیں ہے کہ فلاں دن صدقہ ہوسکتا ہے اور فلاں دن نہیں ہوسکتا صدقہ جب اور جس وقت چاہے کرے، ہو جائے گا اور صدقہ اس طریقے سے کرے کہ دائیں ہاتھ سے کرے تو بائیں کو پتہ نہ چلے۔ اب ان شرائط کے ساتھ صدقہ کون کرتا ہے پھر صدقہ جس کو دینا ہے وہ مستحق بھی ہو۔ اب تم فیصلہ کرو کہ تیجا، ساتا، دسواں، چالیسواں، عرس، برسی، گیارھویں یہ صدقے کی مد میں آتے ہیں؟ یہ تمام باطل طریقے ہیں اور ان باطل طریقوں سے مولوی اور پیر لوگوں کا مال کھاتے ہیں حالانکہ ان کو کھانے کا حق بھی نہیں پہنچتا۔ صدقہ خیرات تو غریبوں کا حق ہے جو مولوی، پیر مالدار ہیں خود صدقہ فطرانہ دیتے ہیں قربانی کرتے ہیں وہ صدقہ کھانے کے کہاں مجاز ہیں مگر کھا جاتے ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ یہودیوں کے بارے میں ہے مگر خطاب تو اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو کیا ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو سنو! بہت

سارے مولوی اور پیر لوگوں کا مال ناجائز طریقے سے کھاتے ہیں تم ایسا نہ کرنا یہ سمجھانا مقصود ہے۔تو صدقہ خیرات کرو شرائط کیساتھ رب تعالیٰ کو راضی کرنے کیلئے اور یہاں تو حالت یہ ہے کہ جب تک گلی میں دیگ نہ کھٹکے ہمارا دل ہی مطمئن نہیں ہوتا۔یہ سارا کچھ اپنی ناک کیلئے ہے رب تعالیٰ کی رضا کیلئے تو نہیں ہے پھر لوگوں کا مال اس طرح بھی کھاتے ہیں کہ جو لوگ تعویز لینے کیلئے آتے ہیں ان سے کہتے ہیں دس روپے والا لینا ہے یا پچاس والا یا سو روپے یا پانچ سو والا لینا ہے۔بیشک تعویز کی اجرت حرام نہیں ہے مگر اپنی خوشی سے کوئی دے تو لے لو۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّھْبَانِ بیشک بہت سارے مولوی اور پیر لَیَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ البتہ کھاتے ہیں لوگوں کا مال باطل طریقے سے وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اور روکتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے لوگوں کو۔جو صحیح مسئلہ بتاتا ہے اس سے روکتے ہیں کہ اسکے پاس نہ جاؤ یہ وہابی ہے۔صدقہ خیرات کا تو ہم بھی انکار نہیں کرتے مگر ہم یہ کہتے ہیں کہ دنوں کی تعیین نہ کرو غریبوں کو دو مخفی طریقے سے دو نام و نمود نہ کرو شہرت پسندی سے بچو، مستحق کو دو خود نہ کھاؤ، ماموں چچا کھائے، سسر کھائے، داماد کھائے یہ صدقہ ہے ہاں تجربہ کر کے دیکھ لو تیجا، ساتا، دسواں لوگ خود کھا جاتے ہیں غریبوں کو دھکے پڑتے ہیں۔یاد رکھنا! جو واجب قسم کا صدقہ ہے وہ ایسے شخص کو دینا جو خود فطرانہ دیتا ہے حرام ہے اور نفلی صدقہ مکروہ تنزیہی ہے۔ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص اپنی ہتھیلی پر تھوک کر چاٹ لے اور تیجے ساتے کے موقع پر جو لوگ آتے ہیں میرے خیال کے مطابق کوئی ہو جو غریب ہو باقی سب صاحب حیثیت ہوتے ہیں رب تعالیٰ نے صحیح فرمایا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے راستے

سے روکتے ہیں حق بیان کرنے والے کے پاس جانے سے منع کرتے ہیں اس کے قریب نہیں جانے دیتے ۔حافظ اللہ داد صاحب مرحوم کھٹیالہ گجرات کے رہنے والے تھے اور ہمارے پیر بھائی تھے ۔پنجابی زبان کے بڑے بہترین مقرر تھے بڑا بہترین وعظ فرماتے تھے کئی کئی دن وہ میرے پاس ٹھہرتے تھے ۔کوٹ وارث جلسہ کر کے واپس آرہے تھے پیدل والے راستے سے مطالعہ کیلئے کتابوں کی گٹھڑی ان کے پاس ہوتی تھی کہ کئی کئی دن گھر سے باہر رہتے تھے،اس راستے پر گدھے آرہے تھے حافظ صاحب نے گدھے والے کو کہا بھائی جان اگر اجازت ہو تو میں کتابوں کی گٹھڑی تمہارے گدھے پر رکھ دوں اس نے کہا رکھ دو اور پوچھا کہ تم کون ہو کہاں سے آرہے ہو؟ حافظ صاحب نے کہا کوٹ وارث جلسہ تھا جلسہ ختم کر کے اب میں گکھڑ جارہا ہوں اس نے کہا کس کے پاس جانا ہے؟ حافظ صاحب نے میرا نام لیا (کہ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر کے پاس جانا ہے۔) کمہار نے کہا اس کے پاس نہ جانا وہ تو کلمے کا منکر ہے ۔حافظ صاحب نے کہا کہ وہ تو کلمہ لوگوں کو پڑھاتا پھرتا ہے وہ کلمے کا کیسے منکر ہے؟ کمہار نے کہا ہمیں مولویوں نے کہا ہے کہ وہ کلمے کا منکر ہے پھر کہا کہ وہ معراج کا منکر ہے حافظ صاحب نے میرا رسالہ ''ضوء اسراج''یعنی چراغ کی روشنی جو معراج کے مسئلے پر لکھا ہوا ہے اور تمام باطل اعتراضات کا اس میں رد ہے جو معراج کے متعلق کئے گئے ہیں الحمدللہ بڑا مقبول ہے، گٹھڑی سے نکال کر کمہار کو پڑھ کے سنایا کہ اس نے تو معراج کے بڑے ثبوت دیئے ہیں اور دلائل کیساتھ معراج کو ثابت کیا ہے وہ کیسے منکر ہوا؟ پھر کمہار نے کہا نہیں جی وہ آنحضرت ﷺ کی توہین کرتا ہے ۔اس طرح ایک سیڑھی سے اترا، دوسری پر چڑھا، دوسری سے اُترا، تیسری پر چڑھا اَسْتَغْفِرُ اللّٰه ثُمَّ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهِ پیغمبر تو بڑی ذات ہے، صحابہ کا بڑا مقام ہے ۔ ہمارا

یہ نظریہ تم متعدد بار سن چکے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے کسی ولی، کسی نیک بندے کا نام جس مجلس میں لیا جائے تو وہاں رحمت کے فرشتے نازل ہوتے ہیں مگر ہم بد باطنوں کا کیا کر سکتے ہیں خود حرام کھاتے ہیں اور دوسروں کو اللہ تعالیٰ کا دین صحیح طریقہ سے بیان کرنے والوں کے پاس جانے سے روکتے ہیں۔

صدقہ وخیرات نہ دینے پر وعید :

آگے اور مسئلہ بیان فرمایا ہے وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ اور وہ لوگ جو جمع کرتے ہیں سونا اور چاندی۔ اس زمانے میں کاغذ کے نوٹ نہیں ہوتے تھے سونا چاندی ہوتا تھا وَلَا یُنْفِقُوْنَھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اور نہیں خرچ کرتے اس کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں۔ نہ زکوٰۃ دیتے ہیں، نہ فطرانہ، نہ عشر اور نفلی صدقہ بھی نہیں کرتے حالانکہ غریب آدمی کی امداد اخلاقی طور پر اسلام کا فریضہ ہے فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ان کو خوشخبری سنا دیں دردناک عذاب کی۔ یہ طنز اور استہزاء کے طور پر فرمایا ہے ورنہ خوشخبری تو اچھی چیز کی ہوتی ہے عذب کی خوشخبری کیا ہوئی پھر عذاب بھی معمولی نہیں بلکہ دردناک عذاب ہے یَوْمَ یُحْمٰی عَلَیْھَا فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ جس دن تپایا جائے گا، گرم کیا جائے گا سونے چاندی کو جہنم کی آگ میں ٹکڑے ٹکڑے بنا کر فَتُکْوٰی بِھَا جِبَاھُھُمْ پس داغا جائے گا اس کے ساتھ ان کی پیشانیوں کو وَجُنُوْبُھُمْ وَظُھُوْرُھُمْ اور ان کے پہلوؤں کو اور پشتوں کو۔ ٹکڑا گرم کر کے پیشانی پر رکھیں گے پیچھے سے نکل جائے گا۔ سونے چاندی کا ٹکڑا گرم کر کے ایک طرف پہلو پر رکھیں گے آگے چھاتی سے نکل جائے گا۔ کیونکہ جو صحیح معنیٰ میں مستحق ہے مانگنا اس کی عادت نہیں ہے مجبور ہے جب وہ سامنے آکر کھڑا ہوتا ہے اگر آدمی نے نہ دینا ہو تو منہ پھیر لیتا ہے پھر پہلو پھیر لیتا ہے اگر مزید وہ اصرار کرے تو پیٹھ پھیر لیتا ہے تو پہلے پیشانی داغی

جائے گی اور کہا جائے گا هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ یہ وہ چیز ہے جس کو تم خزانہ بناتے تھے اپنے نفسوں کیلئے بخلاف اس کے جو اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرتے ہیں زکوٰۃ دیتے ہیں، فطرانہ دیتے ہیں، عشر نکالتے ہیں اور اس کے علاوہ غریبوں کی امداد کرتے ہیں ان پر کوئی حرف نہیں آئے گا سزا وہ پائیں گے جو مال کا حق ادا نہیں کرتے غریب کی امداد نہیں کرتے چاہے مانگتا رہے اس کی پرواہ نہیں کرتے اور آج تو یہ بھی بڑی مصیبت ہے کہ بعض لوگوں نے مانگنا پیشہ بنالیا ہے چاہے اس کے پاس ہزاروں لاکھوں روپے کیوں نہ ہوں حالانکہ یہ گناہ اور حرام ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ''بلا اشد ضرورت کے جو شخص سوال کرے گا قیامت والے دن اس کے چہرے پر گوشت نہیں ہوگا ہڈیوں کا پنجر ہوگا یہ نشانی ہوگی اس شخص کی جو بلا ضرورت دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے۔'' تو بغیر ضرورت کے مانگنا حرام ہے اور مستحق کو نہ دینا بھی گناہ ہے فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ پس چکھو تم وہ چیز جس کو تم خزانہ بناتے تھے۔ یعنی اس کا وبال چکھو اللہ تعالیٰ نے بڑے واضح الفاظ میں سمجھا دیا ہے تاکہ تم آخرت میں پریشان نہ ہو اور آج ہی جو کچھ اپنے لیے کرنا ہے کرلو۔

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ۬ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ○ اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِيَادَةٌ فِی الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّيُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّيُوَاطِئُوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَيُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ ؕ زُيِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ○

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ بیشک گنتی مہینوں کی عِنْدَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے ہاں اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا بارہ مہینے ہیں فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ جس دن اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمینوں کو مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ان میں سے چار مہینے عزت والے ہیں ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ یہ دین مضبوط ہے فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ پس نہ زیادتی کرو تم ان مہینوں میں اپنی جانوں پر وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً اور لڑو تم شرک کرنے والوں کیساتھ اکٹھے ہوکر كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً جیسا کہ وہ تم سے لڑتے

ہیں اکٹھے ہوکر وَاعْلَمُوْٓا اور جان لو اَنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ کہ بیشک اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کیساتھ ہے اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِیَادَۃٌ فِی الْکُفْرِ پختہ بات ہے مؤخر کر دینا کفر میں زیادتی ہے یُضَلُّ بِہٖ گمراہ کئے جاتے ہیں اس مؤخر کرنے کیساتھ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وہ لوگ جو کافر ہیں یُحِلُّوْنَہٗ عَامًا حلال سمجھتے ہیں اس مہینے کو ایک سال وَّ یُحَرِّمُوْنَہٗ عَامًا اور حرام قرار دیتے ہیں ایک سال لِّیُوَاطِئُوْا عِدَّۃَ تاکہ پوری کرلیں گنتی مَا حَرَّمَ اللّٰہُ اس کی جو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے فَیُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰہُ پس حلال کرلیتے ہیں اس چیز کو جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے زُیِّنَ لَھُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِھِمْ مزین کئے گئے ان کیلئے برے اعمال وَاللّٰہُ لَایَھْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا کافر قوم کو۔

مہینوں کی تعیین :

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ایک خاص حکم بیان فرمایا ہے جس حکم کے بارے میں مشرکین عرب بہت زیادتی کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ عِدَّۃَ الشُّھُوْرِ عِنْدَ اللّٰہِ بیشک گنتی مہینوں کی اللہ تعالیٰ کے ہاں اثْنَا عَشَرَ شَھْرًا بارہ مہینے ہیں سال کے فِیْ کِتٰبِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں، لوح محفوظ میں۔ نوشت میں یہ سال کے بارہ مہینے اللہ تعالیٰ نے اس وقت سے مقرر کئے ہوئے ہیں یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ جس دن پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو اور زمین کو۔ اس لئے کہ ان کے بغیر نظام نہیں چلتا۔ سارے کام مہینوں کیساتھ اور تاریخوں کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ہے۔ اور بھی جتنے دینی کام ہیں بلکہ دنیاوی کام بھی بغیر تعیین تاریخ کے نہیں ہوتے کہ فلاں

سال فلاں مہینے میں پیدا ہوا، فلاں سال فلاں تاریخ کو نکاح ہوا اور فلاں تاریخ کو فوت ہوا، کس سن اور تاریخ کو ملازم ہوا اور کب ریٹائر ہونا ہے، کب یہ معاملہ کرنا ہے فلاں تاریخ وعدہ کیا اور فلاں تاریخ کو پورا کرنا ہے۔ غرضیکہ بلا تعین سال، مہینے اور دن کے نظام نہیں چل سکتا۔ اسلامی قاعدے کے مطابق سال محرم کے مہینے سے شروع ہوتا ہے۔ یعنی محرم اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے اور ذوالحجہ پر جا کر ختم ہوتا ہے۔

اَشْھُرِ حُرُم :

تو سال کے اللہ تعالیٰ نے بارہ مہینے بنائے مِنۡهَاۤ اَرۡبَعَةٌ حُرُمٌ ان میں سے چار مہینے عزت والے ہیں۔ ان چار مہینوں میں لڑائی وغیرہ حضرت ابراہیم سے لیکر آنحضرت ﷺ کے زمانے تک منع تھی آخر میں اس کی حرمت منسوخ ہوگئی۔ وہ چار مہینے یہ ہیں ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب۔ لوگ ان مہینوں کا خاص احترام کرتے تھے۔ ۶ھ میں آنحضرت ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے عمرے کا احرام باندھا ذوالقعدہ کے مہینے میں تو صحابہ کرام کو اشکال پیش آیا کہ ہم تو عمرہ کیلئے آئے ہیں، احرام باندھا ہوا ہے اور مہینہ بھی حرمت کا ہے اگر کافر ہم پر حملہ کر دیں تو ہم کیا کریں گے ایک تو مہینہ محترم ہے اس میں لڑائی ممنوع ہے اور حرم کے علاقے میں بھی لڑنا ممنوع ہے بلکہ حرم کے علاقے میں درخت کاٹنا، اکھیڑنا گھاس اکھیڑنا سوائے اذخر کے اور شکار کرنا منع ہے، حرام ہے۔ تو ایک یہ کہ مہینہ محترم دوسرا یہ کہ علاقہ محترم اور تیسرا یہ کہ ہم ہیں احرام میں احرام باندھنے کے بعد آدمی لڑ نہیں سکتا، بلکہ ناخن نہیں کاٹ سکتا لبیں نہیں صاف کر سکتا سر کو ڈھانپ نہیں سکتا، سلا ہوا کپڑا نہیں پہن سکتا، خوشبو نہیں لگا سکتا، کسی چیز کو مار نہیں سکتا، یہ سب ممنوعات احرام ہیں۔ ہم پر تو پابندیاں ہیں اگر کافروں نے ہم پر حملہ کر دیا تو پھر ہم کیا کریں گے؟ دوسرے پارے میں

اس کا ذکر ہے یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ آپ کہہ دیں حرمت والے مہینے میں لڑنا بڑا گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم ابتداء نہ کرو لیکن اگر وہ تم پر حملہ کر دیں تو تم دفاع کر سکتے ہو لیکن بعد میں یہ حرمت منسوخ ہوگئی اب ان مہینوں میں کافروں کیساتھ لڑائی میں ابتدا کرنا بھی جائز ہے۔ فرمایا ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ یہ دین مظبوط ہے، سیدھا ہے فَلَا تَظْلِمُوْا فِیْهِنَّ اَنْفُسَکُمْ پس نہ زیادتی کرو تم ان مہینوں میں اپنی جانوں پر یعنی لڑائی نہ کرو لیکن وَقَاتِلُوا الْمُشْرِکِیْنَ کَآفَّةً اور لڑو تم شرک کرنے والوں کیساتھ اکٹھے ہو کر کَمَا یُقَاتِلُوْنَکُمْ کَآفَّةً جیسا کہ وہ تم سے لڑتے ہیں اکٹھے ہو کر۔ ویسے لڑائی تو ہر جگہ میں بری ہے لیکن حرم میں اور زیادہ بری ہے اور مسجد حرام میں اور زیادہ بری ہے اور مسجد نبوی میں اور زیادہ بری ہے جیسے لڑنا اور مہینوں میں ممنوع ہے مگر رمضان المبارک میں اور زیادہ ممنوع ہے لیکن دفاع کی اجازت ہے۔

مسئلہ :

وقت اور جگہ کا خیال رکھو مسجد تو ایسی جگہ ہے کہ یہاں دوڑ کر آنا بھی منع ہے یہاں تک کہ اگر امام رکوع میں چلا گیا تو تمہیں دوڑ کر ساتھ ملنے کی اجازت نہیں ہے۔ حالانکہ تمہارا مقصد یہی ہے کہ جلدی سے امام کیساتھ رکوع میں مل جاؤں کہ مسئلہ یہ ہے کہ جس نے رکوع میں شرکت کر لی اس کی وہ رکعت ہوگئی لیکن شرط یہ ہے کہ رکوع میں جانے سے پہلے اتنی دیر قیام کرے کہ جس میں تکبیر تحریمہ یعنی اللہ اکبر کہہ سکے اور اگر تکبیر تحریمہ رکوع میں جا کر کہی تو نماز نہیں ہوگی۔ کیونکہ تکبیر اولیٰ قیام نماز میں فرض ہے اگر معذور نہ ہو اگر قیام کرنے سے معذور ہے تو اس کا مسئلہ جدا ہے۔ بہر حال مسئلہ اچھی طرح سمجھ لیں کہ تکبیر تحریمہ کھڑے ہو کر کہنی ہے۔ پھر اگر امام کیساتھ رکوع میں مل گیا تو اس نے رکعت پالی وَاعْلَمُوْا اور تم

جان لو انَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ کہ بیشک اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں کیساتھ ہے۔

مشرکین مکہ کی خصلتِ بد :

حرمت والے مہینوں کا تقدس اور احترام بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی اس خرابی کا ذکر فرمایا ہے جو وہ اس سلسلے میں کرتے تھے۔ وہ اسطرح کہ چار مہینے حرمت وعزت والے تھے ان میں لڑنا حرام تھا لیکن مشرکین مکہ کو ان میں سے کسی مہینے میں لڑنے کی ضرورت پیش آجاتی تو اس کی حرمت اگلے مہینے کی طرف منتقل کر دیتے اور اس میں لڑائی کر لیتے۔ مثلاً رجب کا مہینہ حرمت والا مہینہ تھا اس میں لڑائی ممنوع تھی لیکن ان کو اگر دشمن کے مقابلے میں لڑائی پیش آجاتی تو رجب میں لڑ لیتے اور اس کی حرمت شعبان کی طرف منتقل کر دیتے کہ اس سال شعبان کا مہینہ محترم ہے۔ اسی طرح محرم کے مہینے میں لڑنا حرام تھا مگر ان کو اگر کسی کیساتھ لڑنے کی ضرورت پیش آجاتی تو لڑ لیتے اور کہتے کہ اس مہینے کی حرمت ہم نے صفر کی طرف منتقل کر دی ہے کہ صفر میں نہیں لڑیں گے۔ بھائی سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حرمت محرم کو حاصل ہے تم نے اپنی طرف سے وہ حرمت صفر کو دیدی رب تعالیٰ کی طرف سے تو حرمت رجب کے مہینے کو حاصل ہے تم نے وہ حرمت شعبان کی طرف منتقل کر دی۔ کسی چیز کو اپنی جگہ سے ہٹا دینا اپنی مرضی سے یہ کفر میں زیادتی ہے۔ نفس کفر تو پہلے ہے اس سے کفر اور زیادہ ہو گیا کہ تم نے رب تعالیٰ کے حکم کو اپنی جگہ سے پھیر دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِیَادَةٌ فِی الْکُفْرِ پختہ بات ہے مؤخر کر دینا، اپنی جگہ سے ہٹا دینا کفر میں زیادتی ہے یُضَلُّ بِهِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا گمراہ کئے جاتے ہیں اس مؤخر کرنے کیساتھ وہ لوگ جو کافر ہیں یُحِلُّوْنَهٗ عَامًا حلال سمجھتے ہیں اس مہینے کو ایک سال۔ کہ جب ان کو اس میں لڑائی کی ضرورت پیش آتی ہے تو لڑ لیتے ہیں اور کہتے

ہیں کہ اس مہینے کی حرمت ہم اگلے مہینے کو دیدیں گے وَّ یُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا اور حرام قرار دیتے ہیں ایک سال۔ یعنی دوسرے سال پھر اس کی حرمت کو برقرار رکھتے ہیں کہ یہ حرمت والا مہینہ ہے اس میں ہم نہیں لڑیں گے اسی طرح کیوں کرتے ہیں لِّیُوَاطِـُٔوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ تا کہ پوری کرلیں گنتی اس کی جو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے چار مہینوں کی حرمت بیان فرمائی ہے تو چار کا عدد اس طرح پورا کر لیتے کہ رجب کی بجائے شعبان کو حرم شمار کر لیتے یا مثلاً محرم کو حلال سمجھ لیا اور صفر کو عزت والا مہینہ ٹھہرا لیتے حالانکہ یہ غلط تھا۔ محترم تو وہی مہینہ ہوتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے محترم ٹھہرایا ہے تمہیں تو اس کی تعیین کا اختیار کسی کو نہیں دیا کہ جس کو چاہو محترم بنالو اور جس کو چاہو حلال سمجھ لو۔ اس کو تم اس طرح سمجھو کہ روزے اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک میں فرض فرمائے ہیں لیکن کوئی یوں کہے کہ اس سال روزے شوال میں رکھیں گے تو اس کا کوئی مجاز نہیں ہے یا مثلاً حج کا مہینہ ذوالحجہ ہے تو کسی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ یہ کہنے لگے کہ اس سال ذوالحجہ گرمی میں آرہا ہے لہذا حج ربیع الثانی میں کریں گے کہ سردی ہو جائے گی۔ تو ایسا کوئی نہیں کرسکتا جو چیز رب تعالیٰ نے مقرر کردی ہے ہم اس میں ہیر پھیر نہیں کر سکتے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنی طرف سے ایسی چیز کی تعیین کرنا جو اللہ تعالیٰ نے متعین نہیں فرمائی، نافرمانی ہے۔ جو متعین ہے اس کو ہٹاؤ نہیں اور جو متعین نہیں اس کو متعین نہ کرو۔ تو وہ مہینوں کو آگے پیچھے کر کے گنتی پوری کر لیتے مَا حَرَّمَ اللّٰهُ اس کی جو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے فَیُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ پس حلال کر لیتے ہیں اس چیز کو جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے۔ اور اس کی حرمت دوسرے مہینے کو دے دیتے یہ ان کی زیادتی تھی کفر میں زُیِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ مزین کئے گئے ان کیلئے برے اعمال۔ اور مزین کئے کس نے؟ اس کے متعلق قرآن پاک میں دوسری جگہ آتا

ہے زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ "شیطان نے ان کیلئے اعمال مزین کئے" خوبصورت تاویلوں کیساتھ اور ہیرا پھیری کیساتھ ان کے ذہنوں میں ڈالتا ہے کہ کوئی حرج نہیں ہے وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا کافر قوم کو جبراً دھکے کے ساتھ۔ بلکہ اس نے اختیار دیا ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ پس جس کا جی چاہے ایمان لے آئے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے اپنی مرضی سے۔" اللہ تعالیٰ کسی کو ایمان لانے پر اور کفر اختیار کرنے پر مجبور نہیں کرتا باوجود اس کے کہ وہ قادر ہے، کر سکتا ہے۔ لیکن اس نے انسان کو نیکی بدی کرنے کا اختیار دیا ہے۔ مرضی سے نیکی کرے، مرضی سے برائی کرے اس میں انسان مجبور نہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ؕ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ○ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ۬ وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْـًٔا ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ؕ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو مَا لَكُمْ تمہیں کیا ہو گیا ہے اِذَا قِيْلَ لَكُمُ کہ جب تمہیں کہا جاتا ہے انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ کوچ کرو اللہ تعالیٰ کے راستے میں اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ تو تم بوجھل ہوئے جاتے ہو زمین کی طرف اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا کیا تم راضی ہو چکے ہو دنیا کی زندگی پر مِنَ الْاٰخِرَةِ آخرت کے بدلے میں فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ پس

نہیں ہے فائدہ دنیا کی زندگی کا آخرت کے مقابلے میں اِلَّا قَلِیْلٌ مگر بہت تھوڑا اِلَّا تَنْفِرُوْا اگر تم کوچ نہیں کروگے یُعَذِّبْکُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا اللہ تعالیٰ تمہیں سزا دیگا دردناک سزا وَّیَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ اور تبدیل کردیگا تمہاری جگہ دوسری قوم کو وَلَا تَضُرُّوْہُ شَیْئًا اور تم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اِلَّا تَنْصُرُوْہُ اگر تم مدد نہیں کروگے اس کے رسول کی فَقَدْ نَصَرَہُ اللّٰہُ پس تحقیق اللہ تعالیٰ نے اس کی مدد کی ہے اِذْ اَخْرَجَہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا جب نکالا اس کو ان لوگوں نے جو کافر تھے ثَانِیَ اثْنَیْنِ دو میں سے دوسرے تھے اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ جس وقت کہ وہ دونوں غار میں تھے اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ جب کہا اس نے اپنے صحابی کو لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا تو غمگین نہ ہو بیشک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ پس نازل کی اللہ تعالیٰ نے اپنی تسلی عَلَیْہِ ان پر وَاَیَّدَہٗ بِجُنُوْدٍ اور اللہ تعالیٰ نے ان کی تائید کی ایسے لشکروں کیساتھ لَّمْ تَرَوْھَا جنکو تم نے نہیں دیکھا وَجَعَلَ کَلِمَۃَ الَّذِیْنَ کَفَرُوا السُّفْلٰی اور کردیا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا فیصلہ جنہوں نے کفر کیا تھا پست وَکَلِمَۃُ اللّٰہِ ھِیَ الْعُلْیَا اور اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہی غالب رہا وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے۔

• پچھلے رکوع میں یہود ونصاریٰ کے غلط عقیدے کا ذکر تھا کہ وَقَالَتِ الْیَھُوْدُ عُزَیْرُ نِ ابْنُ اللّٰہِ اور کہا یہود نے کہ عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں وَقَالَتِ النَّصٰرَی الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰہِ اور نصاریٰ نے کہا مسیح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔

غزوہ تبوک :

آگے مسلسل کئی رکوع غزوہ تبوک کے بارے میں ہیں۔ جس کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ مدینہ طیبہ میں یہودیوں کا ایک مذہبی اور سیاسی پیشوا تھا ابو عامر راہب بڑا ہوشیار اور چالاک آدمی تھا۔ آج کل کے لیڈروں کی طرح کہ جھوٹے ہوتے ہوئے بھی اپنے آپ کو سچا ثابت کرتے ہیں۔ ابو عامر راہب اسلام کا اور آنحضرت ﷺ کا سخت دشمن تھا بدر سے لیکر غزوہ خندق تک کی لڑائیوں میں اس کا ہاتھ تھا۔ آگے اسی سورت میں مسجد ضرار کا ذکر آئے گا وہ بھی اسی کی کوششوں سے بنی تھی۔ جس وقت مکہ مکرمہ فتح ہو گیا اور عرب کا سارا علاقہ اسلام کے جھنڈے تلے آ گیا تو اس کو پیٹ میں مروڑ اٹھا اس کو بڑی تکلیف ہوئی یہ روم کے بادشاہ ہرقل روم کے پاس روتا ہوا گیا اور اس کو کہا کہ عرب کی سرزمین پر انہوں نے قبضہ کر لیا ہے اور اب وہ کہہ رہے ہیں کہ ہم نے روم بھی فتح کرنا ہے اور یہ بات میں نے اپنے کانوں سے سنی ہے اور ہرقل روم اس سے پہلے بھی کچھ باتیں مسلمانوں کی سن چکا تھا اس نے گویا مزید آگ پر تیل چھڑکا کہ وہ تم پر حملہ کرنے والے ہیں لہذا تم اس کا بروقت دفاع کرو۔ اور جس وقت کسی کے اقتدار کو خطرہ لاحق ہو تو وہ پریشان ہوتا ہے اور اس کے لئے ہاتھ پاؤں مارتا ہے۔ ہرقل روم نے اپنے کمانڈر کیساتھ مشورہ کیا تو انہوں نے کہا یہ بالکل ٹھیک کہہ رہا ہے اور کچھ باتیں تم پہلے بھی سن چکے ہو کہ وہ ہمارا پیچھا نہیں چھوڑیں گے لہذا ان کا علاج کرنا چاہئے۔ چنانچہ اس نے ہجرت کے نویں سال رجب کے مہینے میں لاکھوں کی تعداد میں اپنی فوجیں تبوک کے مقام پر پہنچا دیں۔ آنحضرت ﷺ کو اس کی خبر ملی تو آپ نے اس کی تحقیق فرمائی کیونکہ آپ ﷺ کسی خبر پر یقین نہیں کرتے تھے جب تک اس کی تحقیق نہ فرما لیتے اور قرآن کریم کا بھی یہی حکم ہے کہ جب تمہارے پاس کوئی خبر پہنچے

فَتَبَيَّنُوْا'' تو تحقیق کرلیا کرو۔'' تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ واقعی فوجیں تبوک تک پہنچ گئی ہیں۔ ترکوں کے زمانے میں سعودیہ نے جب لائن بچھائی تھی تو مدینہ طیبہ سے تبوک پندرھواں اسٹیشن تھا اور ہمارے ہاں تو اسٹیشن قریب قریب ہیں وہاں آبادی نہ ہونے کی وجہ سے دور دور ہیں۔ تم یوں سمجھو کہ پندرہ دن کی مسافت تھی لمبا سفر تھا اور سخت گرمی کے دن تھے اسی سورت میں آگے آئے گا کہ منافقوں نے ایک دوسرے سے کہا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ بڑی گرمی ہے نہ جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا آپ کہہ دیں کہ جہنم کی آگ بہت گرم ہے۔ پھر فصلیں پکی ہوئیں تھیں کھجوریں اتارنے کا وقت تھا۔ فصلوں کی کٹائی کے وقت فصل والوں کو فرصت نہیں ہوتی۔ کہاوت مشہور ہے کہ'' ان دنوں میں جاٹوں کی ماں مرگئی تھی تو انہوں نے کہا تھا کہ اس کو بھڑولے میں ڈال دو فصل سے فارغ ہونے کے بعد دفن کرلیں گے۔'' یعنی وہ اتنے مصروف ہوتے ہیں۔ تو وہ موقع تھا فصل کی کٹائی کا اس وجہ سے کچھ لوگوں سے کمزوری سامنے آئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو تنبیہ فرمائی اگر تم اپنے نبی کیساتھ جہاد میں شریک نہیں ہوگے تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد کا کوئی دوسرا ذریعہ پیدا فرمادیگا۔ ارشادِ ربانی ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو مَا لَكُمْ تمہیں کیا ہوگیا ہے اِذَا قِيْلَ لَكُمْ جب تمہیں کہا جاتا ہے انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ کوچ کرو اللہ تعالیٰ کے راستے میں اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ تو تم بوجھل ہوئے جاتے ہو زمین کی طرف، بوجھ بن کر زمین پر گر پڑتے ہو اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا کیا تم راضی ہو چکے ہو دنیا کی زندگی پر مِنَ الْاٰخِرَةِ آخرت کے مقابلے میں فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ پس نہیں ہے فائدہ دنیا کی زندگی کا آخرت کے مقابلہ میں مگر بہت تھوڑا۔ آخرت کی زندگی نہ ختم ہونے والی ہے وہ آج ہمارے تصور میں بھی نہیں آسکتی۔ دنیا

کی زندگی کتنی ہے؟ دس سال، بیس سال، چالیس سال، پچاس سال، سو سال، پانچ سو سال بالآخر ختم ہونے والی ہے۔ تو یہ آخرت کے مقابلے میں ہیچ ہے تم اس زندگی پر راضی ہو چکے ہو اور آخرت کو نظر انداز کر رہے ہو اِلَّا تَنْفِرُوْا اگر تم کوچ نہیں کرو گے یُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا اللہ تعالیٰ تمہیں سزا دیگا دردناک سزا وَّیَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَكُمْ اور تبدیل کر دیگا تمہاری جگہ دوسری قوم کو۔ یہ نہ سمجھو کہ تم ہی ہو اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے وہ دین حق اور توحید کی امداد کیلئے کوئی اور قوم لے آئیگا جو دین حق کی امداد کرے گی وَلَا تَضُرُّوْهُ شَیْئًا اور تم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔ اور اگر '' ہٗ '' ضمیر کا مرجع آنحضرت ﷺ کو بنایا جائے تو پھر مطلب یہ ہوگا اگر تم جہاد کیلئے نہیں نکلو گے تو پیغمبر کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے اللہ تعالیٰ انؐ کے امدادی اور بنا دیں گے وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ تو جن لوگوں نے غزوۂ تبوک کے موقع پر کچھ سستی کی تھی کہ فصل کی کٹائی کا موسم تھا، سفر لمبا تھا، گرمی کا موسم تھا ان کو اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اگر تم مدد نہیں کرو گے اس کے رسول ﷺ کی پس تحقیق اللہ تعالیٰ نے اس کی مدد کی ہے اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا جب نکالا اس کو اُن لوگوں نے جو کافر تھے ثَانِیَ اثْنَیْنِ دو میں سے دوسرے تھے اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ جس وقت وہ دونوں غار میں تھے۔ نویں پارے میں اس کی تم تفصیل سن چکے ہو۔

دار الندوہ میں مشرکین مکہ کی میٹنگ :

قریش مکہ آنحضرت ﷺ کے خلاف دار الندوہ میں اکٹھے ہوئے اس وقت یہ جگہ مسجد حرام میں شامل ہوگئی ہے۔ اس مشورے کیلئے ہر قبیلے کے ایک آدمی کو دعوت تھی اور مدعوین کے علاوہ کسی اور کو اندر جانے کی اجازت نہیں تھی۔ دروازے پر پہریدار بٹھا دیا گیا

تھا کہ کوئی غیر متعلقہ آدمی داخل نہ ہو صرف وہ آئیں جن کے نام مدعوین میں شامل ہیں۔ چنانچہ وہی لوگ آئے دروازہ بند ہونے والا تھا ایک ناواقف آدمی بزرگانہ شکل میں آیا اور کہنے لگا کہ میں نے بھی اس میٹنگ میں شریک ہونا ہے۔ پہریدار نے پوچھا کہ تو کہاں سے آیا ہے کہنے لگا نجد سے آیا ہوں چوکیدار نے اندر جا کر بتایا کہ ایک معزز بوڑھا نجد سے آیا ہے اور اندر آنا چاہتا ہے مجلس والوں نے کہا کہ آنے دو کوئی حرج نہیں ہے۔ چنانچہ یہ اندر جا کر بیٹھ گیا۔ ابوجہل نے اٹھ کر کہا مکے والو! تمہیں معلوم ہے کہ محمد (ﷺ) کا معاملہ دن بدن بڑھتا جا رہا ہے۔ اس کا کلمہ پڑھنے والوں کو تم نے مارا ہے، شہید کیا ہے، مردوں کو بھی اور عورتوں کو بھی مگر اس کے ساتھیوں پر کوئی اثر نہیں ہوا وہ بڑھتے ہی جا رہے ہیں اگر معاملہ اسی طرح رہا تو تمہارے سارے بچے گمراہ ہو جائیں گے اور تمہارے باپ دادا کا دین مٹ جائے گا۔ لہٰذا آج کی مجلس میں آخری فیصلہ کر کے اٹھنا ہے۔ یہ رائے جب سامنے آئی تو کچھ لوگوں نے کہا کہ ہمارا خیال ہے کہ اس کو نظر بند کر دیا جائے نہ لوگ اس کو ملیں اور نہ یہ کسی کو ملے۔ چند آدمیوں نے ان کی رائے کی تائید کی کہ یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں ایسا کر لو اور دنیا میں غلط سے غلط بات کی تائید کرنے والے بھی موجود ہوتے ہیں۔ ان کی رائے کے بعد ابوجہل اٹھا اور کہنے لگا مَنْ جَرَّبَ الْمُجَرَّبَ فَقَدْ حَلَّتْ بِهِ النَّدَامَةُ "تجربہ شدہ بات کا تجربہ کرنا نادانوں کا کام ہے۔" تین سال تم نے اس کو شعب ابی طالب میں بند رکھا بتاؤ ان تین سالوں میں اسلام کم ہوا یا زیادہ ہوا ہے؟ کہنے لگے ٹھیک ہے ہم اپنے الفاظ واپس لیتے ہیں۔ اور چند کھڑے ہو کر کہنے لگے کہ اس کو جلاوطن کر دو نہ تم اس کو دیکھو گے نہ یہ تم کو دیکھے گا۔ ان کی بھی کچھ لوگوں نے کھڑے ہو کر تائید کی کہ یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ ابوجہل نے کھڑے ہو کر کہا تم عجیب لوگ ہو کیسی بات کر رہے ہو؟ تمہیں

معلوم ہے کہ اس کی زبان کتنی میٹھی ہے کہ ہماری اس شدید مخالفت کے باوجود اور رکاوٹیں ڈالنے کے باوجود اس کے پروگرام میں کوئی فرق نہیں آیا اور ساتھی اس کے بڑھتے جارہے ہیں۔ جب یہ کسی نئی جگہ جائے گا تو اس کا مقابلہ کون کرے گا وہاں یہ دنوں میں فوج بنالے گا اور تم پر حملہ کر کے تمہیں کچل کر رکھ دیگا کچھ سوچ سمجھ کر بات کرو۔ ان لوگوں نے بھی کہا کہ ہم اپنی تجویز واپس لیتے ہیں۔ ابوجہل نے کہا کہ اب آخری بات بتاؤ لوگوں نے کہا پھر یہی ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے۔ وہ نجدی بابا جو اصل میں شیطان لعین تھا کہنے لگا یہ بات بڑی اچھی ہے مگر قتل اس طرح کرو کہ ہر برادری کا ایک ایک آدمی اس کے قتل میں شریک ہو تا کہ بنو ہاشم انتقام نہ لے سکیں اور دیت دینی آسان ہو۔

ہجرتِ مدینہ :

جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے آپ ﷺ کو اس سارے مشورے کی اطلاع دی۔ آنحضرت ﷺ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو لیکر جبل ثور کی چوٹی پر غار میں جا کر بیٹھ گئے۔ جبل ثور مکہ مکرمہ سے جنوب مشرق کی طرف کافی بلند پہاڑ ہے۔ مجھے یاد ہے کہ میں پونے دو گھنٹوں میں غار تک پہنچا تھا کھڑے ہونے کی جگہ نہیں تھی بیٹھ کر میں نے دو نفل بھی پڑھے تھے۔ کافروں کو جب پتہ چلا کہ وہ ہاتھ سے نکل گئے ہیں تو ان میں کھلبلی مچ گئی کھوجیوں کو بلایا سراغ لگانے کیلئے کوئی اِدھر بھاگا کوئی اُدھر بھاگا بڑا کھوجی مخزومی ان کو لیکر غار کے منہ پر پہنچ گیا کہنے لگا یہاں تک ان کا نشان پہنچتا ہے۔ ادھر یہ ہوا کہ جب آنحضرت ﷺ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ غار کے اندر چلے گئے تو غار کے منہ پر مکڑی نے جالا بن دیا اور اس پر جنگلی کبوتروں نے گھونسلہ تیار کر کے انڈے دے دیئے۔ جب یہ چیز دیکھی تو مشرکین نے کھوجی کی بات پر اعتبار نہ کیا اور کہنے لگے یہ جالا تو محمد (ﷺ) کی پیدائش سے بھی پہلے کا

معلوم ہوتا ہے وہ اس غار میں کدھر سے جاسکتے ہیں۔اللہ تعالیٰ چاہے تو مکڑی کے جالے سے قلعے کا کام لے لے۔غار کے اندر سے حضرت صدیق اکبر ؓ نے مشرکین کے پاؤں دیکھے تو آپ ؓ کو سخت پریشانی ہوئی۔آنحضرت ﷺ سے عرض کیا اگر یہ لوگ اپنے پاؤں کی طرف جھک کر دیکھیں تو ہمیں پالیں گے۔اس موقع کا ذکر ہے اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا جب کہا آپ نے اپنے صحابی کو تو غم نہ کر بیشک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔

صدیقِ اکبرؓ کی صحابیت کا انکار،قرآن کا انکار ہے :

مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ سے حضرت ابو بکر صدیق ؓ کا صحابی ہونا نص سے ثابت ہے۔لہذا جو شخص ابو بکر ؓ کے صحابی ہونے کا انکار کرتا ہے وہ قرآن کا منکر ہے۔اور یہاں ظلم یہ ہے کہ کہتے ہیں کہ سب سے بڑا کافر ہی ابو بکر ہے (معاذ اللہ تعالیٰ) خمینی نے کشف الاسرار میں لکھا کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد قرآن پاک کا پہلا منکر ابو بکر ہے اور دوسرے نمبر پر قرآن کا منکر ملحد اور زندیق عمر تھا (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) بڑے افسوس کی بات ہے کہ یہ باتیں جب حکومت کے سامنے آتی ہیں تو ان کے کانوں پر جوں بھی نہیں رینگتی بالکل۔الٹا حکومت دوسروں کو پکڑتی ہے کہ تم نے یہ حوالے ظاہر کر کے توہین کی ہے۔توہین تو انہوں نے کی ہے جنہوں نے یہ کتابیں لکھی ہیں اور شیخین کو قرآن کا منکر لکھنے سے بڑی توہین اور کیا ہے؟ ان کتابوں پر پابندی کیوں نہیں لگاتے؟ بیشک سپاہ صحابہ کے ساتھی جذباتی ہیں جذبات میں غلو نہیں کرنا چاہئے مگر وہ مجبور ہیں جب وہ حالات دیکھتے ہیں کہ یکطرفہ کارروائی ہو رہی ہے تو ان کے جذبات ابھرتے ہیں فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ پس نازل کی اللہ تعالیٰ نے اپنی تسلی ان پر۔آپ ﷺ پر

اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر بھی وَاَیَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا اور اللہ تعالیٰ نے ان کی تائید کی ایسے لشکروں کیساتھ جنکو تم نے نہیں دیکھا۔ فرشتوں کا لشکر اترا جو نظر نہیں آیا لیکن اس کے اترنے کے بعد کافروں کے دلوں میں رعب پیدا ہو گیا۔ اور اپنے کھوجی کو ڈانٹا اور کہنے لگے تیری مت ماری گئی ہے۔ وہ غار کے اندر جاتے تو یہ انڈے ضرور ٹوٹتے تو نے خواہ مخواہ ہماری ٹانگیں تھکا دی ہیں۔ مایوس ہو کر واپس چلے گئے اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت فرمائی وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى اور کر دیا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا فیصلہ جنہوں نے کفر کیا تھا پست اور ناکام۔ ان کا فیصلہ یہ تھا کہ معاذ اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دیتے ہیں لیکن وہ شہید نہ کر سکے وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا اور اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہی غالب ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جان محفوظ رہی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جان محفوظ رہی اور تین راتیں اور تین دن غار ثور میں رہنے کے بعد منزل بمنزل چل کر مدینہ منورہ محلہ قبا میں پہنچے۔ چودہ دن وہاں رہے پھر مدینہ منورہ تشریف لے گئے وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے۔ تو اے لوگو! اگر تم اس وقت آپ کی مدد نہیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کی مدد کرے گا جس نے اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی۔

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ؕ وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ○ عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ○ لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ○

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا کوچ کرو ہلکے ہونے کی حالت میں اور بوجھل ہونے کی حالت میں وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ اور جہاد کرو اپنے مالوں کیساتھ اور اپنی جانوں کیساتھ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ یہی تمہارے لئے بہتر ہے اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اگر تم جانتے ہو لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا اگر ہوتا سامان قریب وَّسَفَرًا قَاصِدًا اور سفر درمیانہ لَّاتَّبَعُوْكَ البتہ یہ ضرور تمہاری پیروی کرتے وَلٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمْ

الشُّقَّةُ اور لیکن بعید ہوگئی ان پر مسافت وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اور عنقریب یہ قسمیں اٹھائیں گے اللہ کے نام کی لَوِ اسْتَطَعْنَا اگر ہم طاقت رکھتے لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ تو البتہ ضرور نکلتے تمہارے ساتھ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ یہ ہلاک کرتے ہیں اپنی جانوں کو وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے بیشک یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف کردیا لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ آپ نے کیوں اجازت دی انکو حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ یہاںتک کہ واضح ہوجاتے آپ کیلئے الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وہ لوگ جو سچے ہیں وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ اور آپ جان لیتے جھوٹوں کو لَا يَسْتَاْذِنُكَ نہیں رخصت طلب کرتے آپ سے الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وہ لوگ جو ایمان رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اس بات کی کہ وہ جہاد کریں اپنے مالوں کے ساتھ اور اپنی جانوں کیساتھ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالْمُتَّقِيْنَ اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے پرہیزگاروں کو۔

پچھلے درس میں میں نے کہا تھا کہ آگے مسلسل کئی رکوع غزوۂ تبوک کے بارے میں نازل ہوئے ہیں۔ تبوک سعودی عرب میں ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ طیبہ سے تقریباً ہزار (۱۰۰۰) کلومیٹر کی مسافت پر ہے۔ تبوک کے مقام پر آج کل امریکہ کی فوجیں بیٹھی ہوئی ہیں۔ ان کو شہزادوں نے اپنے تحفظ کیلئے بٹھایا ہوا ہے کہ امریکہ نے ان کے دماغوں پر یہ ہوّا سوار کیا ہوا ہے کہ اگر ہماری فوجیں نہیں ہوں گی تو تمہیں کویت کھا جائے گا، عراق کھا جائے گا اور ان کا سارا خرچہ سعود یہ برداشت کرتا ہے۔ حالانکہ ان کی فوجوں کو سرزمین

عرب میں رکھنا آنحضرت ﷺ کے صریح ارشاد کے خلاف ہے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا اَخْرِجُوا الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی مِنْ جَزِیْرَۃِ الْعَرَبِ ''یہود ونصاریٰ کو عرب کی سرزمین سے نکال دو۔'' یہ آپ ﷺ نے اس سال فرمایا جس سال آپ ﷺ کی وفات ہوئی ہے۔ اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ اِنْ عِشْتُ اگر آئندہ سال تک میں زندہ رہا تو کوئی یہودی اور عیسائی یہاں نہیں رہنے دونگا عرب میں صرف مسلمان رہیں گے۔'' کتنا صاف اور صریح حکم ہے لیکن سعودی شہزادے اپنے دفاع کیلئے اسکی صریح خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ اپنے ذاتی تحفظ کیلئے تو اتنا کچھ کر رہے ہیں اور ادھر کسوؤ میں مسلمانوں پر جو ظلم ہو رہا ہے خدا کی پناہ پوری خبریں نہیں آتیں اور جو آتیں ہیں وہ انسان کے دل کو ہلا دیتی ہیں۔ کسوؤ یوگوسلاویہ کی ایک ریاست ہے وہاں لاکھوں کی تعداد میں مسلمان ہیں ان کو وہاں سے نکالنے کی کوشش کی گئی چار لاکھ کے قریب مسلمان بے دردی کے ساتھ شہید کر دیئے کچھ نکال دیئے ہیں اور باقیوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ لیکن تمام مسلمان حکومتوں کے سربراہ گونگے، اندھے بنے ہوئے ہیں۔ ہمارے وزیر اعظم صاحب شلجموں سے مٹی جھاڑنے کیلئے گئے تھے جسطرح امداد ہونی چاہئے تھی اس طرح نہیں ہوئی۔ باقی مسلمان ملک خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں اور اپنے مزے اور عیش میں ہیں۔ حالانکہ حدیث پاک میں آتا ہے ''مسلمان کی مثال ایسے ہے جیسے انسان کے اعضاء ہوتے ہیں ایک عضو کو تکلیف ہو تو باقی سارے اعضاء بیقرار ہو جاتے ہیں۔'' ایسا نہیں کہ آنکھ کو درد ہو تو دوسرے اعضاء کہیں کہ ہمیں کیا، کان میں درد ہو، دانت میں درد ہو جسم کے کسی بھی حصہ میں تکلیف ہو تو سارے اعضاء اس کیلئے بیقرار ہو جاتے ہیں مگر آج ہم اتنے بے حس ہو چکے ہیں کہ اس درد سے غافل ہیں۔ تو خیر تبوک کے مقام پر ہرقل روم

کی فوجیں پہنچ گئیں تو آنحضرت ﷺ نے وہاں پہنچنے کا اعلان فرما دیا۔ اور کل میں نے بیان کیا تھا کہ گرمی کا موسم تھا جیسے یہاں جولائی کے مہینے میں ہوتی ہے۔ فصلیں پکی ہوئی تھیں، گندم، جو، کھجوریں وغیرہ اور سفر بھی لمبا تھا، سواریوں کی کمی تھی۔ دس دس آدمیوں کیلئے ایک ایک سواری تھی ایک آدمی ایک میل سوار ہوتا پھر دوسرا پھر تیسرا یوں سمجھو سارا سفر ہی پیدل تھا۔ مخلص ساتھ رہے اور منافقوں نے جان چھڑانے کیلئے خوب بہانے بنائے۔ بڑے مکار تھے وہ جانتے تھے کہ مقابلہ رومیوں کیساتھ ہے وہاں سے کچھ غنیمت ملنے کی بھی توقع نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنۡفِرُوۡا خِفَافًا وَّثِقَالًا کوچ کرو ہلکے ہونے کی حالت میں اور بوجھل ہونے کی حالت میں۔ ہلکے پھلکے ہونے کا کیا معنٰی ہے؟ تو اس کی تفسیر یہ ہے کہ تم غریب ہو تمہارے پاس زیادہ سامان نہیں ہے پھر بھی جاؤ۔ غریب آدمی کا کیا ہے چادر کندھے پر ڈالی، تلوار سیدھی الٹی پکڑی اور چل پڑا۔ اور یہ تفسیر بھی کرتے ہیں کہ انسان تندرست ہو تو اس کا بدن ہلکا پھلکا ہوتا ہے۔ اور بوجھل کا معنٰی ہے کہ امیر ہو کہ امیر آدمی اپنی سہولت کیلئے سامان رکھ کر بوجھل ہو جاتا ہے اور ایک معنٰی یہ ہے کہ بیمار ہو تو بیماریوں کیوجہ سے بدن بوجھل ہو جاتا ہے۔ تو مطلب یہ بنے گا کہ غریب ہو یا امیر ہو، تندرست ہو یا بیمار ہو مگر ایسی بیماری کہ جس کے ساتھ سفر کر سکتے ہو تو کوچ کرو وَّجَاهِدُوۡا بِاَمۡوَالِكُمۡ وَاَنۡفُسِكُمۡ اور جہاد کرو اپنے مالوں کیساتھ اور اپنی جانوں کیساتھ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں ذٰ لِكُمۡ خَيۡرٌ لَّـكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ یہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ کہ جب آنکھیں بند ہو جائیں گی قبر برزخ کا معاملہ ہوگا، جنت دوزخ کی منزل آنی ہے اس وقت ان چیزوں کے درجے کا پتہ چلے گا کہ کتنا ہے۔ فرمایا لَوۡ كَانَ عَرَضًا قَرِيۡبًا اگر ہوتا سامان قریب۔ کہ ان کا خیال ہوتا کہ ہمیں

وہاں سامان ملے گا مالِ غنیمت کا وَّ سَفَرًا قَاصِدًا اور سفر ہوتا درمیانہ لَّاتَّبَعُوْکَ البتہ یہ ضرور تمہاری پیروی کرتے جان چرانے والے منافق وَلٰکِنْ بَعُدَتْ عَلَیْهِمُ الشُّقَّةُ اور لیکن بعید ہوگئی ان پر مسافت۔ ''شُقَّه'' کے معنٰی مسافت، کہ مسافت لمبی ہے، رومیوں کیساتھ مقابلہ ہے، کچھ ملنے کی امید نہیں ہے۔ آگے اسی سورۃ میں آئے گا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ منافقوں نے ایک دوسرے سے کہا بڑی گرمی ہے نہ جانا۔ وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اور عنقریب یہ قسمیں اٹھائیں گے اللہ تعالیٰ کا نام لیکر جب تم واپس آؤ گے لَوِ اسْتَطَعْنَا اگر ہم طاقت رکھتے لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ تو البتہ ہم ضرور نکلتے تمہارے ساتھ لیکن ہم مجبور تھے۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ یہ ہلاک کرتے ہیں اپنی جانوں کو جھوٹ بول کر وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ بیشک یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں۔ ان کا کوئی عذر نہیں تھا سوائے اس کے کہ گرمی تھی، سفر لمبا تھا وہاں سے کچھ ملنے کی توقع نہیں تھی۔

غزوہ تبوک کا سفر اور منافقین کی چالاکیاں :

بعض منافق بڑے ہوشیار تھے جب سفر شروع ہونے لگا تو آپ ﷺ کے پاس پہنچ گئے۔ کسی نے کہا حضرت میری ماں بیمار ہے اور بالکل قریب المرگ ہے اور میرا کوئی بھائی بھی نہیں کہ اس کو دفن ہی کر دے۔ حضرت قبر کھودنی ہے، کفن کا انتظام کرنا ہے، یہ مجبوری ہے ورنہ میں تو بالکل تیار تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اچھا تجھے چھٹی ہے۔ ایک اور آیا اس نے کہا حضرت میرا غلام جو کام کرتا تھا بھاگ گیا ہے (اور خود بھگا کے آیا) بکریاں بھیڑیں ہیں، اونٹ ہیں، فصل کی کٹائی کرنی ہے کوئی اور آدمی نہیں ہے اگر میں چلا گیا تو جانور بھوکے مر جائیں گے، کھیتی تباہ ہو جائے گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا تجھے بھی چھٹی ہے۔ اس

قسم کے بہانے بناتے رہے اور آپ ان کو اجازت دیتے رہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تنبیہ فرمائی عَفَا اللّٰہُ عَنْکَ اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف کر دیا لِمَ اَذِنْتَ لَھُمْ آپ نے ان کو کیوں اجازت دی حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا یہاں تک کہ واضح ہو جاتے آپ کیلئے وہ لوگ جو سچے ہیں وَتَعْلَمَ الْکٰذِبِیْنَ اور آپ جان لیتے جھوٹوں کو۔ کہ انہوں نے جانا ہی نہیں تھا کسی قیمت پر اب انہوں نے آپ ﷺ کی اجازت کو سہارا بنا لیا ہے کہ حضرت نے اجازت دی تھی اس لئے نہیں گئے۔ یہ ان کے ہاتھ سند آ گئی۔ لَا یَسْتَاْذِنُکَ نہیں اجازت طلب کرتے آپ سے الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر اَنْ یُّجَاھِدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ اس بات کی کہ وہ جہاد کریں اپنے مالوں کے ساتھ اور اپنی جانوں کیساتھ۔ مخلصوں میں سے کسی نے اجازت نہیں مانگی چاہے وہ آسانی میں تھے یا تنگی میں انہوں نے آنحضرت ﷺ کا ساتھ دیا اور جھوٹے منافقوں نے مختلف بہانے بنا کر اپنی جان چھڑائی سوائے چند منافقوں کے جو آپ ﷺ کے ساتھ گئے جن کی تعداد کوئی دس بتلاتا ہے، کوئی بارہ اور کوئی چودہ بتلاتا ہے۔ ان کے علاوہ کوئی منافق اس سفر میں شریک نہیں ہوا۔ آگے ذکر آئے گا کہ اس سفر میں ایسے حالات بھی پیش آئے کہ کچھ ساتھی پیاس کی وجہ سے بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ آواز دی گئی ھَلْ مَعَکُمْ مِنْ مَّآءٍ کسی کے پاس کچھ پانی ہے۔ کسی کے پاس پانی نہ ملا۔ دائیں بائیں دوڑے شاید کہیں سے پانی مل جائے، جب نہ ملا تو ذہن میں یہ چیز آئی کہ اونٹ ذبح کر و اس کی اوجھڑی سے پانی نچوڑ کر ان لوگوں کے منہ میں ڈالو کہ ان کی جانیں بچ جائیں۔ مجبوری کی حالت میں شریعت ان چیزوں کی اجازت دیتی ہے۔ شراب حرام ہے، مردار حرام ہے، خنزیر حرام ہے لیکن قرآن پاک میں اِلَّا مَنِ

اضْطُرَّ کا استثنا موجود ہے۔ کہ اگر کوئی شخص اتنا مجبور ہے کہ ان کے کھائے پئے بغیر جان نہیں بچ سکتی تو ان کو کھا پی کر جان بچالے غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ نہ لذت تلاش کرنے والا ہو کہ ان کا مزا کیسا ہوتا ہے اور نہ ضرورت سے زیادہ کھائے۔ اگر ایسی مجبوری کی حالت میں ان کو کھائے گا نہیں پئے گا نہیں اور مر جائے تو گنہگار موت مرے گا کیونکہ رب تعالیٰ نے اسکو اجازت دی ہے اور رب تعالیٰ کی اجازت کو نہ ماننا بھی گناہ ہے وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے پرہیز گاروں کو۔ اور جن لوگوں نے چھٹی مانگی ہے منافق بے ایمان ہیں۔

اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ ٥ وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ٥ لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَاَاوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ج وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ م بِالظّٰلِمِيْنَ ٥ لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ٥

اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ پختہ بات ہے آپ سے اجازت مانگتے ہیں اَلَّذِيْنَ وہ لوگ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ جو نہیں ایمان رکھتے اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ اور شک میں پڑے ہوئے ہیں دل ان کے فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ پس وہ اپنے شک میں ہی متردد ہیں وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ اور اگر وہ ارادہ کرتے نکلنے کا جہاد کیلئے لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً تو ضرور تیار کرتے اس کیلئے سامان وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْبِعَاثَهُمْ اور لیکن اللہ تعالیٰ نے ناپسند کیا ان کا اٹھ کھڑا ہونا فَثَبَّطَهُمْ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو روک دیا وَقِيْلَ

اُقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِیْنَ اور کہا گیا (تکویناً) بیٹھ جاؤ تم بیٹھنے والوں کیساتھ لَوْ خَرَجُوْا فِیْکُمْ اور اگر وہ نکلتے تمہارے درمیان مَّا زَادُوْکُمْ اِلَّا خَبَالًا تو نہ زیادہ کرتے تمہارے لئے مگر فساد وَّلَا۠اَوْضَعُوْا خِلٰلَکُمْ اور البتہ شرارت کے گھوڑے دوڑاتے تمہارے درمیان یَبْغُوْنَکُمُ الْفِتْنَةَ اور تلاش کرتے تمہارے لئے فتنہ وَفِیْکُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ اور تمہارے اندر ان کی باتیں سننے والے ہیں وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِالظّٰلِمِیْنَ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے ظالموں کو لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ البتہ تحقیق وہ تلاش کر چکے ہیں فتنے کو اس سے پہلے وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ اور الٹ دیا انہوں نے معاملات کو آپ کے سامنے حَتّٰی جَآءَ الْحَقُّ یہانتک کہ حق آ گیا وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ اور ظاہر ہو گیا اللہ تعالیٰ کا حکم وَهُمْ كٰرِهُوْنَ اور وہ ناپسند کرتے تھے۔

پچھلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کا شیوہ بیان فرمایا کہ وہ اپنے مال جان کے ساتھ جہاد کرتے ہیں اور اس معاملے میں وہ اللہ تعالیٰ کے رسول سے رخصت طلب نہیں کرتے انہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں جو بھی تکلیف پہنچے اسے وہ برداشت کرتے ہیں۔ اس کے برخلاف منافقوں کا طرزِ عمل یہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّمَا یَسْتَاْذِنُكَ الَّذِیْنَ پختہ بات ہے آپ سے اجازت مانگتے ہیں جہاد پر نہ جانے کی وہ لوگ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ جو نہیں ایمان رکھتے اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر۔ نہ ان کا اللہ تعالیٰ پر ایمان ہے اور نہ آخرت پر ان کا ایمان ہے وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ اور شک میں پڑے ہوئے ہیں دل ان کے اسلام کے بارے میں فَهُمْ فِیْ رَیْبِهِمْ یَتَرَدَّدُوْنَ پس

وہ اپنے شک میں ہی متردد ہیں۔ان کے دل ایمان والے نہیں ہیں اسلئے کبھی کوئی بہانہ بناتے ہیں اور کبھی کوئی بہانہ بناتے ہیں۔فرمایا ہم ایک نشانی بتا دیتے ہیں ان کے جھوٹے ہونے کی وہ یہ کہ آنحضرت ﷺ نے تبوک کے سفر پر روانگی سے چند دن قبل اعلان فرمایا کہ ہم نے اس طرح تبوک کے مقام پر پہنچنا ہے۔اپنا سامان تیار کرلو،اپنے لئے گھوڑے، خچر، اونٹ وغیرہ سواریوں کا انتظام کرلو اور جو کچھ تمہارے پاس اسلحہ ہے تلواریں، نیزے، تیر کمان وغیرہ کا سامان کرلو۔آپ ﷺ نے یہ اعلان نماز کے بعد فرمایا کہ میری بات سن کر جانا۔سب لوگ نمازی تھے ہر ایک کی خواہش ہوتی تھی کہ مسجد نبوی میں آپ ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھوں۔اس زمانے میں اس بات کا تصور بھی نہیں ہوتا تھا کہ مسلمان ہو،معذور بھی نہ ہو اور مسجد میں حاضر نہ ہو۔اذان کیساتھ ہی مسجدیں بھر جاتیں تھیں۔تو آپ ﷺ نے نماز کے بعد اعلان فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ یہ میرا اعلان جہاں تک پہنچا سکتے ہو پہنچاؤ۔مدینہ طیبہ اور اردگرد کی آبادیوں کا کوئی شخص ایسا نہیں ہوگا جس تک یہ جہاد کا اعلان نہ پہنچا ہو۔اور عین جب جانے کا وقت ہوا تو یہ منافق آگئے اور مختلف بہانے بنا کر اجازت طلب کرنے لگے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ اور اگر وہ ارادہ کرتے نکلنے کا جہاد کیلئے لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً تو ضرور تیار کرتے اس کیلئے اپنا سامان۔سفر کیلئے جو سامان تیار کرنا تھا وہ تو کیا نہیں اور ماں بیمار ہے،مرنے والی ہے اور کسی نے کہا کہ میرا غلام بھاگ گیا ہے کام کرنے والا کوئی نہیں ،بہانے بنا کر رخصت طلب کرنے کیلئے آگئے ہیں۔ان کا جانے کا ارادہ ہی نہیں تھا وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ اور لیکن اللہ تعالیٰ نے ناپسند کیا ان کا اٹھ کھڑا ہونا۔جہاد کیلئے ان کا جانا رب تعالیٰ کو پسند ہی نہیں تھا فَثَبَّطَهُمْ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو روک دیا۔اللہ تعالیٰ کا قانون ہے نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى ہم پھیر دیتے ہیں

جدھر کوئی پھرے۔ کیونکہ ان کا ارادہ اور نیت ہی جہاد کیلئے جانے کی نہیں تھی تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو روکدیا کہ جانے کی توفیق ہی نہیں دی وَقِيلَ اقْعُدُوا مَعَ الْقٰعِدِينَ اور کہا گیا (تکوینی طور پر) بیٹھ جاؤ تم بیٹھ جانے والوں کیساتھ تمہارا جنگ میں جانا سودمند ثابت نہیں ہوگا کیونکہ لَوْ خَرَجُوا فِيكُمْ اور اگر وہ نکلتے تمہارے درمیان۔ یعنی تمہارے ساتھ جہاد کیلئے جاتے مَّا زَادُوكُمْ اِلَّا خَبَالاً تو نہ زیادہ کرتے تمہارے لئے مگر فساد۔ مقصد یہ ہے کہ اگر بادل نخواستہ آپ ﷺ کے ساتھ چل پڑتے تو آپ کیلئے مشکلات میں اضافہ کا باعث بنتے لہٰذا ان کا نہ جانا ہی بہتر تھا وَّلَا اَوْضَعُوا خِلٰلَكُمْ اور البتہ شرارت کے گھوڑے دوڑاتے تمہارے درمیان۔ ''ایضاع'' گھوڑے اور اونٹ کو تیز دوڑانے کو کہتے ہیں مگر محاورہ کے طور پر اس سے یہ مراد لی جاتی ہے کہ اِدھر کی باتیں اُدھر کی جائیں اور اُدھر کی باتیں اِدھر کی جائیں جس سے فتنہ فساد کا بازار گرم ہو۔ منافقین کی ایک خصلت یہ بھی بیان فرمائی يَبْغُونَكُمُ الْفِتْنَةَ اور تلاش کرتے تمہارے لئے فتنہ۔ جب سے آنحضرت ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تھے یہ لوگ ہمیشہ سازشوں میں مصروف رہے اور فتنہ فساد کی آگ بھڑکاتے رہے۔ کبھی یہودیوں کے ساتھ مل کر اہل ایمان کے خلاف سازش کی اور کبھی مشرکین مکہ کو مسلمانوں کے خلاف مدد دی۔ اب بھی اگر یہ لوگ جہاد کیلئے نکل کھڑے ہوتے تو کوئی نہ کوئی فتنہ ہی کھڑا کرتے لہٰذا اچھا ہوا کہ آپ ﷺ کے ساتھ اس سفر میں رفیق نہیں بنے وَفِيكُمْ سَمّٰعُونَ لَهُمْ اور تمہارے اندر ان کی باتیں سننے والے ہیں۔ یعنی تمہارے اندر ایسے لوگ بھی ہیں جو ان کی باتوں کو سنتے ہیں یعنی ان کی لگائی بجھائی سے متاثر ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ سچے مومن دل کے کھرے ہیں ان کو بھی وہ کھرے سمجھتے ہیں۔ جب سچے مومن منافقین کی چال میں آجائیں گے تو فتنہ ہی برپا ہوگا۔ جیسے

17

ع ۸

محدثین کرامؒ فرماتے ہیں کہ یہ جو اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہیں مثلاً شیخ عبدالقادر جیلانیؒ یہ بڑے بزرگ ہیں ہم ان کے متعلق امید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے جنت میں بہترین ٹھکانے بنائے ہیں لیکن ہم ان کی بیان کردہ ہر حدیث نہیں مانیں گے۔ کیونکہ یہ بڑے صاف دل اور سچے لوگ ہیں یہ دوسروں کے بارے میں بھی یہی گمان کرتے ہیں کہ وہ بھی سچ کہہ رہے ہیں تحقیق نہیں کرتے جو ان کے سامنے حدیث کہہ کر بیان کرے لے لیتے ہیں حالانکہ بڑے بڑے حدیث کے وَضَّـاع اور کذاب بھی گزرے ہیں جو جعلی احادیث بناتے رہے ہیں۔ یہ نیک لوگ کھوٹے کھرے کی تمیز نہیں کر سکتے۔

شیخ عبدالقادر کی کتاب غنیۃ الطالبین کی تحقیق :

غنیۃ الطالبین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی کتاب ہے مگر جعلی احادیث کا اس میں انبار ہے۔ اس وجہ سے بعض محدثین نے انکار کر دیا ہے کہ یہ کتاب ان کی نہیں ہے۔ ناقد فنِ رجال علامہ ذھبی وغیرہ فرماتے ہیں کہ کتاب انہی کی ہے مگر چونکہ بزرگ تھے روایات بیان کرنے والوں نے بیان کیں انہوں نے لکھ لیں تحقیق نہیں کی۔ خود سچے تھے دوسروں کو بھی سچا سمجھتے تھے۔ اور محدثینِ کرامؒ تو راویوں کے بال کی کھال اُتارتے ہیں کہ یہ راوی کب پیدا ہوا، کس استاد سے پڑھا، کس سے سنا اور کس وقت سنا وہ جب حدیث سنتے ہیں تو راوی کی تحقیق کر کے پاؤں سے زمین نکال دیتے ہیں جیسے آج کل وکیل گواہ پر جرح کرتے ہیں وہ ایسی باتیں پوچھتے ہیں کہ گواہ بیچارہ حیران ہو جاتا ہے۔ تو فرمایا تمہارے اندر ان کی باتیں سننے والے بھی ہیں جو نیک ہیں، سچے ہیں وہ سمجھتے ہیں یہ بھی سچ کہتے ہیں۔ اچھا ہوا کہ یہ شیطان نہیں گئے کہ اگر یہ جاتے تو تمہارے لئے فساد اور شرارتیں تلاش کرتے وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالظّٰلِمِيْنَ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے ظالموں کو

لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ البتہ تحقیق وہ تلاش کر چکے ہیں فتنے کو اس سے پہلے
وَقَلَّبُوا لَكَ الْأُمُوْرَ اور الٹ دیا انہوں نے معاملات کو آپ کے سامنے حَتّٰى جَآءَ
الْحَقُّ یہانتک کہ حق آ گیا وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ اور ظاہر ہو گیا اللہ تعالیٰ کا حکم۔ اس طرح کے
بہت سارے واقعات قرآن پاک میں ہیں کہ واقعہ کچھ تھا اور منافقوں نے پلٹ کر کچھ اور
بنا کر دکھایا۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے اس کی حقیقت کو ظاہر فرمایا اور معاملہ صاف ہوا۔ ایک
واقعہ میں عرض کرتا ہوں جس کا پانچویں پارے میں ذکر ہے۔

بشیر نامی منافق کا واقعہ :

بشیر نامی ایک منافق نے حضرت رفاعہ ؓ کے گھر نقب لگائی اور آٹے کی بوری،
تلوار، زرہ اور خود چوری کر کے لے گیا۔ بوری میں تھوڑا سا سوراخ تھا جس راستے سے
جاتا رہا تھوڑا تھوڑا آٹا گرتا رہا، تھا بڑا ہوشیار اور چالاک کہ بوری اپنے گھر رکھنے کی بجائے
دور محلے میں لبید ابن الاعصم کے گھر جا کر رکھی۔ ادھر صبح کو جب گھر والے اٹھے دیکھا دیوار
پھٹی ہوئی ہے اور اس سے روشنی اندر آ رہی ہے عورتوں نے شور مچایا کہ چوری ہوگئی ہے۔
آٹے کی بوری نہیں، تلوار نہیں، زرہ نہیں اور خود نہیں، اس وقت یہ قیمتی چیزیں تھیں۔ حضرت
رفاعہ ؓ بوڑھے آدمی تھے منہ میں کوئی دانت نہیں تھا کوئی بات ان کی سمجھ آتی تھی کوئی سمجھ
نہیں آتی تھی۔ اپنے بھتیجے حضرت ابوقتادہ ؓ کو بلایا اور فرمایا بیٹے یہ معاملہ ہو گیا ہے اور
تجھے معلوم ہے کہ میں بوڑھا ہوں میری کوئی بات سمجھ آتی ہے اور کوئی سمجھ نہیں آتی اور چل
بھی نہیں سکتا لہذا تم میری طرف سے آنحضرت ﷺ کے سامنے مقدمہ پیش کرو کہ اس طرح
ہماری چوری ہوگئی ہے اور قرائن سے ہمیں فلاں آدمی پر شک ہے۔ وہاں منافق بیٹھے
ہوئے تھے انہوں نے فوراً آپس میں میٹنگ کی اور آنحضرت ﷺ کے پاس آئے کہ جس

نوجوان کا یہ ذکر کرتے ہیں وہ تو بڑا پارسا، نیک آدمی ہے، بڑا متقی اور پرہیزگار آدمی ہے بلا وجہ اس پر الزام لگا رہے ہیں ان کے پاس کوئی گواہ ہے؟ بھائی رات کو کون گواہ ہوتا ہے۔ ان لوگوں نے اس انداز سے گفتگو کی کہ آنحضرت ﷺ نے ان کی باتوں کو سچا سمجھا اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کو جھڑک دیا کہ بغیر ثبوت کے تم ایک آدمی پر چوری کا الزام لگاتے ہو اتنے آدمی اس کی صفائی پیش کر رہے ہیں۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بڑا حیران ہوا اور روتا ہوا تایا جی کے پاس آیا اور ان کو بتایا کہ یہ بات ہوئی ہے۔ فرمانے لگے بیٹا کوئی بات نہیں دنیا میں ایسا ہوتا رہتا ہے لیکن حق حق ہے ان شاء اللہ حق ہو کر رہے گا۔ تو اس سلسلے میں دو رکوع نازل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو فرمایا لَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ان کی طرف سے جھگڑا نہ کریں جنہوں نے اپنی جانوں کیساتھ خیانت کی۔ یہ واقعی جھوٹے ہیں، چور ہیں۔ اب دیکھو منافقوں نے معاملہ کو کس طرح پلٹا کہ آپ ﷺ نے جھوٹوں کو سچا اور سچوں کو جھوٹا سمجھا۔ حق آیا، وحی آئی اور اللہ تعالیٰ کا حکم ظاہر ہوا۔ تو فرمایا کہ یہ آپ ﷺ کے سامنے پہلے بھی معاملات پلٹ چکے ہیں یہاں تک کہ حق آگیا اور اللہ تعالیٰ کا حکم ظاہر ہوا وَ هُمْ كٰرِهُوْنَ اور وہ ناپسند کرتے تھے حقیقت کے کھلنے کو لیکن اللہ تعالیٰ نے ظاہر کر دی۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَاتَفْتِنِّيْ ؕ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ۝ اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۚ وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ يَّقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَآ اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَيَتَوَلَّوْا وَّهُمْ فَرِحُوْنَ ۝ قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ؕ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖٓ اَوْ بِاَيْدِيْنَا ۖ فَتَرَبَّصُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ ۝ قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ؕ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اور بعض ان منافقوں میں سے وہ ہیں جو کہتے ہیں ائْذَنْ لِّيْ وَلَاتَفْتِنِّيْ کہ آپ مجھے رخصت دیدیں اور مجھے فتنے میں نہ ڈالیں اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا خبردار فتنے میں تو یہ گرے ہوئے ہیں وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ اور بیشک جہنم البتہ گھیرنے والی ہے کافروں کو اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ اگر پہنچے آپ کو کوئی بھلائی تَسُؤْهُمْ ان کو بری لگتی ہے وَاِنْ تُصِبْكَ

مُصِیْبَۃٌ اور اگر پہنچے آپ کو کوئی مصیبت یَقُوْلُوْا تو کہتے ہیں قَدْ اَخَذْنَآ اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ تحقیق ہم نے اپنا معاملہ سنبھال لیا تھا اس سے پہلے وَیَتَوَلَّوْا وَّھُمْ فَرِحُوْنَ اور پھرتے ہیں وہ اس حال میں کہ وہ خوش ہوتے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں لَّنْ یُّصِیْبَنَآ ہمیں ہرگز نہیں پہنچے گی اِلَّا مَا کَتَبَ اللّٰہُ لَنَا مگر وہی چیز جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دی ہے ہمارے لئے ھُوَ مَوْلٰنَا وہی ہمارا آقا ہے وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ اور اللہ تعالیٰ پر ہی چاہئے کہ بھروسہ کریں ایمان والے قُلْ آپ کہہ دیں ھَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ تم نہیں انتظار کرتے ہمارے بارے میں اِلَّآ اِحْدَی الْحُسْنَیَیْنِ مگر دو بھلائیوں میں سے ایک کی وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِکُمْ اور ہم انتظار کرتے ہیں تمہارے بارے میں اَنْ یُّصِیْبَکُمُ اللّٰہُ بِعَذَابٍ کہ پہنچائے اللہ تعالیٰ تم کو عذاب مِّنْ عِنْدِہٖٓ اپنی طرف سے اَوْ بِاَیْدِیْنَا یا ہمارے ہاتھوں کیساتھ فَتَرَبَّصُوْٓا پس تم انتظار کرو اِنَّا مَعَکُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ بیشک ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والے ہیں قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ کَرْھًا آپ کہہ دیں خرچ کرو تم خوشی سے یا جبراً لَّنْ یُّتَقَبَّلَ مِنْکُمْ ہرگز نہیں قبول کیا جائے گا تم سے اِنَّکُمْ کُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِیْنَ بیشک تم نافرمان قوم ہو۔

غزوہ کی تعریف اور ان کی تعداد :

آنحضرت ﷺ کی زندگی میں جو جہاد پیش آئے ہیں ان میں آپ ﷺ نے شرکت کی یا حکم دیا اس کو غزوہ کہتے ہیں۔ آپ ﷺ کی زندگی میں ستائیس (۲۷) غزوات ہوئے ہیں۔ اور جہاد ہجرت کے دوسرے سال فرض ہوا ہے۔ گویا نو سالوں میں ستائیس غزوات

ہوئے تو اوسطاً فی سال تین غزوے ہیں۔ان میں سے پہلا جہاد غزوہ بدر تھا جو بالکل بے سروسامانی کا معاملہ تھا لیکن رب تعالیٰ نے اپنی قدرت سے غلبہ عطا کیا۔اس کے بعد غزوۂ احد تھا پھر احزاب تھا اس کے بعد بنوقریظہ اور پھر غزوۂ خیبر ہوا اس کے بعد مکہ مکرمہ فتح ہوا۔ اور یہ جو رکوع چلے آرہے ہیں ان میں غزوۂ تبوک کا ذکر ہے۔یہ ہجرت کے نویں سال پیش آیا اور پہلے میں نے بتایا تھا کہ یہ جتنے غزوات ہوئے ہیں ان میں یہودیوں کے مذہبی اور سیاسی پیشوا ابو عامر کا ہاتھ تھا۔عرب کی ساری زمین ۸ھ تک جب اسلام کے جھنڈے کے نیچے آگئی تو یہ بہت زیادہ پریشان ہوا کہ عرب تو سارا ان کے ہاتھ آگیا ہے اب انہوں نے دوسرے ملکوں پر بھی حملہ کر دینا ہے۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ اے غریب مسلمانو! ایک وقت آئے گا کہ تم قیصر و کسریٰ کی حکومتوں پر بھی فتح پاؤ گے۔یہ لفظ بھی اس نے باقاعدہ نوٹ کئے ہوئے تھے۔چنانچہ اس نے ہرقل روم کو جا کر اکسایا اس کو کہا کہ میں مدینہ طیبہ سے آیا ہوں اور تم سن چکے ہو کہ محمد (ﷺ) نامی شخص نے عرب کی ساری زمین فتح کر لی ہے اور اب وہ تمہارے اوپر حملہ کرنے والا ہے اس کے متعلق کچھ فکر کرو۔وہ بادشاہ تھا کچھ باتیں اُس نے بھی سنی ہوئی تھیں اِس نے اور تیز کر دیا۔اُس نے کمانڈروں کیساتھ مشورے کے بعد فوجیں تبوک کے مقام پر پہنچا دیں کہ یکبارگی حملہ کر کے سارے عرب سے مسلمانوں کا نام ونشان مٹا دیں گے۔آنحضرت ﷺ کو تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ واقعی تبوک کے مقام پر ہرقل کی فوجیں پہنچ چکی ہیں۔آپ ﷺ نے اپنے ساتھیوں کو تبوک کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا مخلص ساتھی سارے تیار ہو گئے باوجودیکہ سخت گرمی اور فصلوں کی کٹائی کا موسم تھا اور بے سروسامانی کا عالم تھا۔لیکن منافقوں نے طرح طرح کے بہانے تراش کر جان چھڑائی سوائے چند منافقین کے جو مجبوراً ساتھ گئے۔جیسے عبداللہ ابن

ابی۔لیکن وہ بھی اپنی سازشوں سے باز نہیں آیا۔ان منافقوں میں ایک جُدُّ ابْنُ قَیس بھی تھا۔یہ بڑا صحت مند،خوبصورت اور مالدار آدمی تھا اس کی شکل شباہت دیکھ کر آدمی مرعوب ہو جاتا تھا۔یہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا حضرت میرا دل چاہتا ہے کہ میں تمہارے ساتھ جاؤں اور اس غزوے میں ضرور شرکت کروں لیکن میرے اندر ایک کمزوری ہے،نقص ہے کہ میں ہرجائی ہوں (اردو کی اصطلاح میں ہرجائی اس آدمی کو کہتے ہیں جو ہر سفید گوری عورت کو دیکھ کر اس پر عاشق ہو جائے۔)اور سنا ہے کہ روم کی عورتیں بڑی گوریاں ہیں پھر میں تو ان کو دیکھ کر وہیں کا ہو جاؤں گا۔اندازہ لگاؤ کیسی گفتگو کر رہا ہے یہ بات کرتے ہوئے شرم بھی نہیں آئی اس کا ذکر ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اور بعض ان منافقوں میں سے وہ ہیں جو کہتے ہیں،جُدُّ ابنِ قیس ائْذَنْ لِّی وَلَا تَفْتِنِّی کہ آپ مجھے رخصت دیدیں اور مجھے فتنے میں نہ ڈالیں۔کہ میں وہاں گیا تو وہاں کا ہو کر رہ جاؤں گا کہ میرے اندر عیب ہے میں گوری عورت دیکھ کر اس پر فریفتہ ہو جاتا ہوں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلَا فِی الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا خبردار فتنے میں تو یہ گرے ہوئے ہیں وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ بِالْكٰفِرِيْنَ اور بیشک جہنم البتہ گھیرنے والی ہے کافروں کو۔منافقین کی اور برائی اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ اگر پہنچے آپ کو کوئی بھلائی تَسُؤْهُمْ ان کو بری لگتی ہے۔کسی جگہ فتح ہو جائے،مالِ غنیمت مل جائے،کافر دھڑا دھڑ مسلمان ہو جائیں جو بات بھی آپ کیلئے خوشی اور بھلائی ہو ان کو بری لگتی ہے وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ اور اگر پہنچے آپ کو کوئی مصیبت يَّقُوْلُوْا کہتے ہیں قَدْ اَخَذْنَآ اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ تحقیق ہم نے اپنا معاملہ سنبھال لیا تھا اس سے پہلے۔یعنی ہم نے اپنے بچاؤ کا سامان کر لیا تھا کہ شریک ہی نہیں ہوئے اور دوسرے مقام میں آتا ہے کہ اگر آپ ﷺ کو

تکلیف پہنچتی ہے تو یہ خوش ہوتے ہیں۔ وَیَتَوَلَّوا وَّھُمْ فَرِحُوْنَ اوروہ پھرتے ہیں اس حال میں کہ وہ خوش ہوتے ہیں۔اچھا ہوا ان کو تکلیف پہنچی اور ہماری جان بچ گئی۔احد کے مقام پر آپ ﷺ کا دانت مبارک شہید ہوا، چہرۂ اقدس زخمی ہوا تھا مسلمانوں کے صدمے کی کوئی حد نہیں تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے بہادر قدم اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتے تھے ایک چٹان کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے ۔حضرت انس ابن نصر رضی اللہ عنہ نے کہا عمر کیا بات ہے؟ فرمایا ٹانگ ٹوٹ گئی ہے۔عرض کیا کہ کوئی مرہم پٹی کی ہے؟ فرمایا اس طرح نہیں ٹوٹی تو نے نہیں سنا کہ آنحضرت ﷺ شہید ہو گئے ہیں انہوں نے کہا کیا تمہارے لئے جنت کا دروازہ بند ہو گیا ہے؟ فرمایا نہیں! مگر پاؤں آگے چلیں تو میں چلوں۔اتنے بہادر آدمی کے صدمے کا یہ عالم تھا کہ قدم اٹھانے کی سکت نہیں اور منافق خوش تھے کہ اچھا ہوا قُلْ آپ کہہ دیں لَنْ یُّصِیْبَنَآ اِلَّا مَا کَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ہمیں ہرگز نہیں پہنچے گی مگر وہی چیز جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے لکھ دی ہے هُوَ مَوْلٰنَا وہی ہمارا آقا ہے، ہمارا کارساز ہے وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ اور اللہ تعالیٰ پر ہی چاہئے کہ بھروسہ کریں ایمان والے۔کہ وہ ہمارا رب ہے اس نے جو ہمارے لئے لکھا ہو گا وہی ہو گا قُلْ آپ کہہ دیں هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ تم نہیں انتظار کرتے ہمارے بارے میں مگر دو بھلائیوں میں سے ایک کی۔ایک بھلائی ہے ہمارا شہید ہو جانا اور ایک بھلائی ہے ہمارا فتح پا لینا ہمارے لئے وہ بھی ٹھیک ہے اور یہ بھی ٹھیک ہے۔

شہید کا مقام:

کافروں پر فتح ہو جائے تو یہ بھی ہمارے لئے خوشی ہے اور اگر شہادت مل جائے تو یہ بھی ہمارے لئے خوشی ہے کہ ایک شہید کو ستر بہتر گنہگاروں کی سفارش کا موقع ملے گا۔

شہید سے قبر میں سوال جواب نہیں ہوتے ،قبر کے حساب سے بالکل فارغ ہو جاتا ہے حالانکہ قبر کا حساب بڑا سخت اور مشکل ہے اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے ۔اس کے بدن سے خون کے قطرے بعد میں زمین پر گرتے ہیں اور حوریں پہلے پہنچ جاتی ہیں ۔کوئی معمولی درجہ ہے؟ اور جنت میں سو درجے اونچی بلڈنگ شہید کو ملے گی اور رب تعالیٰ کی رضا ہوگی ۔تو ہمارے لئے شہادت بھی اچھی ہے اور کافروں پر فتح اور غلبہ بھی اچھا ہے وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اور ہم انتظار کرتے ہیں تمہارے بارے میں اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖٓ کہ پہنچائے اللہ تعالیٰ عذاب تم کو اپنی طرف سے کہ براہ راست سزا دے اَوْ بِاَيْدِيْنَا یا ہمارے ہاتھوں سے کہ ہمیں حکم دے تمہارے خلاف لڑنے کا ۔ہمارے ہاتھوں سے تمہیں سزا دے ،ہم رب تعالیٰ کے حکم کے منتظر ہیں ۔کافروں کیساتھ جہاد تلوار کیساتھ تھا اور منافقوں کیساتھ تلوار کا نہیں تھا ۔ایک موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضرت کافروں کے خلاف ہم لڑتے ہیں یہ منافق ان سے زیادہ سخت ہیں ان کیساتھ کیوں نہ لڑیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا دَعْ اِنَّ النَّاسَ يَتَحَدَّثُوْنَ اَنَّ مُحَمَّدًا (ﷺ) يَقْتُلُ اَصْحَابَهٗ ''چھوڑو! لوگ کہیں گے کہ بیشک محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کو قتل کرتا ہے۔'' چونکہ یہ لوگ زبانی کلمہ پڑھتے ہیں ،نمازیں پڑھتے ہیں عام لوگ معاملہ فہم نہیں ہوتے وہ سمجھیں گے کہ کلمہ پڑھنے والوں کو قتل کر دیا ہے ۔وہ کلمہ سے بیزار ہو جائیں گے بدنامی ہوگی ۔فرمایا فَتَرَبَّصُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ پس تم انتظار کرو ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والے ہیں کہ رب تعالیٰ کا حکم کیا آتا ہے؟ یہ منافقین چندہ بھی دیتے تھے لیکن چندہ دینے کا انداز بڑا عجیب ہوتا تھا ۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بڑے مخلص تھے ریا کاری سے بچتے تھے ۔وہ کوشش کرتے تھے کہ جب آپ ﷺ اکیلے ہوں اس وقت چندہ دیں یا ایسے موقع پر کہ لوگ کم سے

کم جمع ہوں۔لیکن یہ منافق بڑے ہوشیار تھے یہ انتظار کرتے تھے کہ لوگ زیادہ سے زیادہ جمع ہو جائیں بڑا مجمع بن جائے پھر آ کر کہتے کہ حضرت یہ ہماری طرف سے چندہ ہے تاکہ لوگ دیکھیں اور سمجھیں کہ یہ بھی مسلمان ہیں اور ہمیں کچھ نہ کہیں اور دھوکے میں بھی رہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا خرچ کرو تم خوشی سے یا جبراً لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ہرگز نہیں قبول کیا جائے گا تم سے یہ مال اور چندہ۔کیونکہ قبولیت کی بنیادی شرط ایمان ہے اور ایمان تو دل کیساتھ تعلق رکھتا ہے قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ [۱۴/النحل:۱۰۶] "اس کا قلب مطمئن ہو ایمان کیساتھ" ایمان کا مرکز دل ہے۔اگر دل میں ایمان نہیں تو زبان سے کلمہ پڑھنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔اور منافق اسے کہتے ہیں جو زبان سے کلمہ پڑھتا ہے دل سے نہیں اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ بیشک تم نافرمان قوم ہو۔تم دل سے ایمان نہیں لائے تمہارے چندے رب تعالیٰ کیوں قبول کرے؟

وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ۝ فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ؕ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ۝ لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ ۝ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِى الصَّدَقٰتِ ۚ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَآ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ ۝ وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ۝

وَمَا مَنَعَهُمْ اور نہیں روکا ان کو اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ کہ قبول کیے جائیں ان سے نَفَقٰتُهُمْ ان کے چندے اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ مگر اس بات نے کہ بیشک انہوں نے کفر کیا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اور وہ نہیں ادا کرتے نماز کو اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى مگر اس حال

میں کہ وہ سست ہوتے ہیں وَلَا یُنْفِقُوْنَ اور نہیں خرچ کرتے وہ اِلَّا وَهُمْ
کٰرِهُوْنَ مگر اس حال میں کہ وہ ناپسند کرتے ہیں فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ پس
نہ تعجب میں ڈالیں آپ کو ان کے مال وَلَآ اَوْلَادُهُمْ اور نہ ان کی اولاد اِنَّمَا یُرِیْدُ
اللّٰهُ پختہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے لِیُعَذِّبَهُمْ بِهَا کہ ان کو سزا دے ان
کی وجہ سے فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا دنیا کی زندگی میں وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ اور نکلیں
ان کی جانیں وَهُمْ کٰفِرُوْنَ اس حال میں کہ وہ کفر کرنے والے ہوں
وَیَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اور وہ قسمیں اٹھاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے نام کی اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ کہ
بیشک وہ تم میں سے ہیں وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ حالانکہ وہ تم میں سے نہیں ہیں وَلٰكِنَّهُمْ
قَوْمٌ یَّفْرَقُوْنَ اور لیکن وہ قوم ہے ڈرنے والی لَوْ یَجِدُوْنَ مَلْجَاً اگر وہ پائیں
کوئی جائے پناہ اَوْ مَغٰرٰتٍ یا کوئی سرنگیں اَوْ مُدَّخَلًا یا کوئی داخل ہونے کی جگہ
لَّوَلَّوْا اِلَیْهِ البتہ پھر جائیں اس کی طرف وَهُمْ یَجْمَحُوْنَ اور وہ بڑی تیزی سے
جائیں وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّلْمِزُكَ اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو آپ پر عیب لگاتے
ہیں فِی الصَّدَقٰتِ صدقات کی تقسیم میں فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا پس اگر دیا جائے ان
کو اس میں سے رَضُوْا راضی ہو جاتے ہیں وَاِنْ لَّمْ یُعْطَوْا مِنْهَآ اور اگر ان کو نہ
دیا جائے اس میں سے اِذَا هُمْ یَسْخَطُوْنَ اچانک وہ ناراض ہو جاتے ہیں
وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا اور اگر وہ بیشک راضی ہو جاتے ہیں مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اس
چیز پر جو دی ہے ان کو اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول ﷺ نے وَقَالُوْا حَسْبُنَا

اللّٰهُ اور کہتے ہیں ہمیں اللہ کافی ہے سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عنقریب دیگا ہمیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے وَرَسُوْلُهٗ اور اللہ تعالیٰ کا رسول اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ بیشک ہم اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔

گذشتہ درس میں یہ بات بیان ہوئی تھی کہ منافق مختلف موقعوں پر چندہ بھی پیش کرتے دکھاوے کیلئے اور ایسے موقع پر پیش کرتے تھے کہ لوگوں کی حاضری زیادہ ہوتا کہ لوگ دیکھیں کہ فلاں نے اتنا چندہ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ چندہ خوشی سے دیں یا جبراً دیں ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔ آگے اللہ تعالیٰ عدم قبولیت کی وجہ بیان فرماتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اور نہیں روکا ان کو کہ قبول کئے جائیں ان سے چندے اور خرچے اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ مگر اس بات نے کہ انہوں نے کفر کیا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ۔

قبولیتِ عمل کی شرطیں :

کفر کی حالت میں چندہ دینے اور امداد کرنے کی کوئی حیثیت نہیں ہے کیونکہ اعمال کی قبولیت کا مدار تین چیزوں پر ہے۔

۱) ایمان...... اگر کسی میں ایمان نہیں ہے اس کی کوئی نیکی قبول نہیں ہوگی۔ نہ قولی، نہ فعلی، نہ مالی، نہ بدنی، چاہے وہ کتنی خوبصورت ہی کیوں نہ ہو۔

۲) ایمان کے بعد دوسری چیز ہے اخلاص...... کہ خالص اللہ تعالیٰ کیلئے ہو ریا کاری اور دکھلاوا نہ ہو، نام اور شہرت مقصود نہ ہو۔ اگر کسی عمل میں نمود آ گیا تو گناہ لازم اور ثواب کچھ بھی نہیں ملے گا۔ اور......

۳) تیسری چیز اتباعِ سنت...... سنت کی پیروی میں جو عمل کیا جائے گا وہ قبول ہوگا۔ بدعت

رسم کا کوئی ثواب نہیں ہے بلکہ اس پر گرفت ہوگی۔تو چونکہ ان میں ایمان نہیں ہے اسلئے ان کے چندے قبول نہیں ہیں وَلَا یَاْتُوْنَ الصَّلٰوۃَ اِلَّا وَھُمْ کُسَالٰی اور وہ نہیں ادا کرتے نماز کو مگر اس حال میں کہ وہ سست ہوتے ہیں۔نماز میں سستی کرنا منافقوں کا کام ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس صفت سے بچائے۔حدیث پاک میں آتا ہے اَثْقَلُ الصَّلٰوۃِ عَلَی الْمُنَافِقِیْنَ ''منافقوں پر بھاری نمازیں دو ہیں عشاء اور فجر کی۔''مومن سارے کام چھوڑ کر نماز کی طرف آتا ہے اور منافق بہانے بناتا ہے وَلَا یُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَھُمْ کٰرِھُوْنَ اور نہیں خرچ کرتے وہ مگر اس حال میں کہ وہ ناپسند کرتے ہیں۔خوشی سے چندہ نہیں دیتے بلکہ دکھلاوے کے طور پر دیتے ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَا تُعْجِبْکَ اَمْوَالُھُمْ وَلَآ اَوْلَادُھُمْ پس نہ تعجب میں ڈالیں آپ کو اے نبی کریم ﷺ ان کے مال اور نہ ان کی اولاد۔کہ ان کو اتنا مال کیوں ملا ہے اور اتنی اولاد کیوں ملی ہے؟ تعجب نہ کریں کیوں؟ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ پختہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے لِیُعَذِّبَھُمْ بِھَا فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا کہ ان کو سزا دے ان اموال اور اولاد کی وجہ سے دنیا کی زندگی میں وَتَزْھَقَ اَنْفُسُھُمْ وَھُمْ کٰفِرُوْنَ اور نکلیں ان کی جانیں اس حال میں کہ وہ کفر کرنے والے ہوں۔مال مشقت سے کماتے ہیں پھر اس کی حفاظت کرتے ہیں اسی طرح اولاد کے پالنے کی مشقت برداشت کرتے ہیں لیکن ایمان نہیں ہے تو یہ مشقتیں آخرت میں کام نہیں آئیں گی تو ان کیلئے دنیا کی زندگی میں عذاب ہی ہے کہ جس کا آخرت میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔مومن بھی مال کماتے ہوئے مشقت برداشت کرتا ہے لیکن چونکہ ایمان ہے تو یہ مشقت اس کے گناہوں کا کفارہ بنے گی اور کمانے پر ثواب بھی ملے گا اور گناہوں کا کفارہ بھی ہوگا۔حدیث پاک میں آتا ہے کہ مومن جو لقمہ کما کر بیوی کے منہ میں ڈالتا ہے اس

سے اس کو صدقے کے برابر ثواب ملتا ہے۔حالانکہ بیوی کا خرچہ اس پر فرض ہے اسی طرح اولاد کو خوراک اور لباس مہیا کرتا ہے تو اس پر بھی اسکو ثواب ملتا ہے حالانکہ یہ بھی اس کے ذمے ہیں۔فرمایا وَيَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ اور وہ قسمیں اٹھاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے نام کی اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ کہ بیشک وہ تم میں سے ہیں۔منافقین اللہ تعالیٰ کی قسمیں اٹھا کر مومنوں کو کہتے تھے کہ ہم تم میں سے ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ حالانکہ وہ منافق تم میں سے نہیں ہیں وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ اور لیکن وہ قوم ہے ڈرنے والی، ڈرپوک قوم۔یہ تم سے ڈرتے ہیں کہ اگر ان کو پتہ چل گیا ہماری منافقت کا تو ہم پر سختی کریں گے اسلئے جان بچانے کیلئے تمہارے سامنے قسمیں اٹھاتے ہیں کہ ہم بھی مومن ہیں۔فرمایا ان کی حالت یہ ہے لَوْيَجِدُوْنَ مَلْجَاً۔"مَلْجَاً" کا معنٰی ہے جائے پناہ۔اگر وہ پائیں کوئی جائے پناہ اَوْمَغٰرٰتٍ۔مغرٰتٍ "مَغَارَةٌ" کی جمع ہے مَغَارَةٌ کا معنٰی ہے سرنگ جو پہاڑوں میں ہوتی ہیں۔بہت سارے علاقے ایسے ہیں کہ وہاں کے لوگ اس وقت بھی سرنگوں میں گذارہ کرتے ہیں۔عالم اسباب میں افغانستان میں جنگ جیتنے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ مجاہدین کی بڑے بڑے پہاڑوں میں سرنگیں ہیں جہاں وہ رہتے ہیں۔روس اپنا پورا زور لگا چکا ہے نہ وہ ان پہاڑوں کو اڑا سکا ہے اور نہ سرنگیں ختم کر سکا ہے۔تو فرمایا ان کو سرنگیں مل جائیں اَوْمُدَّخَلاً یا کوئی داخل ہونے کی جگہ لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ البتہ پھر جائیں اس کی طرف وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ اور وہ بڑی تیزی سے جائیں۔جَمَحَ کا معنٰی ہے گھوڑا لگام کی پرواہ کئے بغیر تیزی کے ساتھ چلے۔مطلب یہ ہے کہ لگام والے گھوڑے کی طرح سر اٹھائے چلے جائیں مگر اب مصیبت یہ ہے کہ سارا عرب اسلام کے جھنڈے تلے آ گیا ہے ان کو کوئی جگہ نہیں ملتی سر چھپانے کو اسلئے اللہ تعالیٰ کے نام کی قسمیں اٹھا کر تمہیں اعتماد میں لیتے ہیں اور

الٹی سیدھی نمازیں بھی پڑھ لیتے ہیں مگر اندر سے دل صاف نہیں ہیں۔زبانی طور پر ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں حقیقت میں مومن نہیں ہیں وَمِنْهُم مَّن يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو آپ پر عیب لگاتے ہیں صدقات کی تقسیم میں۔آنحضرت ﷺ کے پاس مال آیا آپ ﷺ اس کو تقسیم فرمارہے تھے اور آپ ﷺ کی خدمت میں کافی لوگ جمع تھے۔آپ ﷺ گھر کے افراد اور لوگوں کی حیثیت کو سامنے رکھ کر مال تقسیم فرمارہے تھے۔مثلاً جس آدمی کے گھر کے افراد دس تھے اس کو اس کے مطابق دیا اور یہ بھی انصاف کا تقاضا ہے۔اور جو مقروض تھا اس کو قرض کی ادائیگی کیلئے کچھ زیادہ دے دیا، بڑے کو کچھ زیادہ دے دیا، چھوٹے کو تھوڑا دے دیا اور ظاہر بات ہے کہ بڑے کا خرچہ اور ہوتا ہے چھوٹے کا خرچہ اور ہوتا ہے۔فقہاء کرامؒ نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص ملک کا بادشاہ ہے اس کے گھر کے افراد چار ہیں لیکن اس کے گن مین ہیں، چپڑاسی ہے، اردلی ہے تو اس کو خرچہ صرف چار افراد کے حساب سے نہیں دیا جائے گا بلکہ اس کے باقی عملہ کو سامنے رکھ کر خرچہ دیا جائے گا یہ ساری باتیں انصاف اور شریعت کے مطابق ہیں لیکن دنیا نہیں سمجھتی۔تو آنحضرت ﷺ صدقات تقسیم فرمارہے تھے حرقوص بن زہیر قبیلہ بنو تمیم کا بڑا منہ پھٹ آدمی تھا اس نے اعتراض کیا۔کہنے لگا مَاعَدَلْتَ فِي الْقِسْمَةِ يَا مُحَمَّدُ ''آپ نے تقسیم میں انصاف نہیں کیا کسی کو زیادہ اور کسی کو کم دیا ہے۔''اس کا ذکر ہے کہ ان میں وہ بھی ہیں جو آپ ﷺ پر عیب لگاتے ہیں صدقات کی تقسیم کے سلسلہ میں فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا پس اگر دیا جائے ان کو اس میں سے تو راضی ہو جاتے ہیں پھر زبان نہیں کھولتے وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَآ اور اگر ان کو نہ دیا جائے صدقات میں سے اور صرف مستحقین کو دیا جائے تو اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ اچانک وہ ناراض ہو جاتے ہیں کہ ہمیں نہیں دیا وَلَوْ اَنَّهُمْ

رَضُوْا اور اگر بیشک وہ راضی ہو جاتے ہیں مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اس چیز پر جو ان کو دی ہے اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول ﷺ نے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہی صدقات، عشر اور زکوٰۃ اکٹھی ہوتی ہے اور آنحضرت ﷺ ان کو اپنے ہاتھوں سے تقسیم کر دیتے ہیں۔ یہ مطلب ہے کہ جو ان کو اللہ تعالیٰ نے اور رسول ﷺ نے دیا وَقَالُوْا اور کہتے ہیں حَسْبُنَا اللّٰہُ ہمیں اللہ کافی ہیں سَیُؤْتِیْنَا اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ عنقریب ہمیں دیگا اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے۔ آئندہ بھی ایسے مواقع آئیں گے جن میں مالِ غنیمت، مال فیٔ، صدقات آئیں گے ان میں سے اللہ تعالیٰ ہمیں دیگا وَرَسُوْلُہٗ اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ تقسیم کریں گے۔ آپ ﷺ کے دور میں فطرانہ وغیرہ مسجد نبوی میں جمع ہوتا تھا اور آپ ﷺ اپنی نگرانی میں تقسیم کراتے تھے اور آپ ﷺ مصروف ہوتے تو کسی کو مقرر کر دیتے۔ زکوٰۃ، صدقات مستحقین میں تقسیم ہوتی تھی اور اگر کوئی مستحق نہیں ہوتا تھا وہ خود کہہ دیتا تھا کہ میں اس کا مستحق نہیں ہوں۔ اور......

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانے میں کوئی زکوٰۃ لینے والا نہیں تھا:

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور میں لوگ زکوٰۃ دیتے وقت پریشان ہوتے تھے کہ ہم زکوٰۃ کس کو دیں؟ رات کو ایک تھیلے میں سونے کے دینار اور ایک تھیلے میں چاندی کے درھم ڈال کر رکھ دیتے۔ صبح کی نماز اور اشراق پڑھ کر ناشتہ کر کے وہ تھیلے لیتے اور بازاروں، چوکوں اور گلیوں میں پھرنا شروع کر دیتے۔ جو ملتا اس سے پوچھتے کہ بھائی یہ زکوٰۃ کی رقم ہے اگر آپ مصرف اور مستحق ہیں تو لے لیں۔ وہ کہتا دُھائی خدا کی میں تو خود دینے والا ہوں۔ سارا دن پھرتے لینے والا کوئی نہ ملتا تھا شام کو لا کر گھر رکھ دیتے تھے پھر دوسرے دن اسی طرح پھرتے۔ اندازہ لگاؤ ایک وہ زمانہ تھا اور ایک آج کا زمانہ ہے کہ

مستحق ہو یا نہ ہو کہتا ہے سارا مصرف میں ہی ہوں مجھے دیدو۔ نہ دینے والے کو زکوٰۃ کے مصرف کا علم اور نہ لینے والے کو مصرف کا علم۔ اکثریت تو زکوٰۃ دیتی نہیں اور جو دیتے ہیں ان میں بہت تھوڑے ایسے ہیں جو صحیح مستحقین کے حوالے کریں۔ حکومتِ پاکستان نے جب زکوٰۃ اور عشر وصول کرنا شروع کیا تو ہم نے اس پر تنقید کی کہ یہ مصرف پر خرچ نہیں ہو گی اور ہمارا خدشہ درست ثابت ہوا لوگوں نے زکوٰۃ سے نالیاں بنوائیں اور الیکشن لڑے اور یہ باتیں آج تک اخباروں میں آ رہی ہیں بہت کم لوگ ہیں جو مالی معاملات میں دیانت داری سے کام لیتے ہوں اِنَّآ اِلَی اللّٰہِ رٰغِبُوْنَ بیشک ہم اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔ اگر اس طرح وہ کرتے تو بڑی اچھی بات ہوتی مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰکِیْنِ وَالْعٰمِلِیْنَ عَلَیْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِی الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِیْنَ وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ؕ فَرِیْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ ○

پختہ بات ہے صدقات فقیروں کیلئے ہیں اور مسکینوں کیلئے ہیں اور جو اس پر عمل کرتے ہیں ان کیلئے ہیں اور ان لوگوں کیلئے ہیں جن کے دلوں میں الفت ڈالی جائے اور گردنوں کو آزاد کرنے میں اور جو تاوان میں دبے ہوئے ہیں ان کیلئے ہے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں اور مسافروں کیلئے ، یہ فریضہ ہے ٹھہرایا ہوا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے حکمت والا ہے۔

مصارفِ زکوٰۃ :

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کے مصارف بیان فرمائے ہیں کہ زکوٰۃ کس کس کو دی جاسکتی ہے اور یہ بھی یاد رکھنا کہ جو حکم زکوٰۃ کا ہے سو حکم صدقات واجبہ کا ہے۔ صدقات واجبہ سے مراد فطرانہ ، نذر ، منت ، قسم کے کفارے کی رقم ، کفارۂ ظہار ، یہ تمام صدقات واجبہ ہیں۔ ان کے احکام اچھی طرح سمجھ لیں تاکہ نہ دینے والے غلط فہمی کا شکار ہوں اور نہ لینے والے غلط فہمی میں رہیں۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ واجب قسم کے صدقات کسی غیر مسلم کو نہیں لگتے یعنی اگر تم غیر مسلم کو زکوٰۃ ، عشر ، فطرانہ وغیرہ دو گے تو وہ ادا نہیں ہونگے دینے کے باوجود تمہارے ذمہ اسی طرح رہیں گے۔ اور ہر ایسا شخص مسلمان

نہیں ہے جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے۔

قادیانی، رافضی، خارجی، بہائی کو بوجہ مسلمان نہ ہونے کے زکوٰۃ نہیں لگتی:

مسلمان وہ ہے جس کو شریعت مسلمان کہے اور وہ نفس الامر میں صحیح معنیٰ میں مسلمان ہو یہ اسلئے کہہ رہا ہوں کہ کہنے کو تو قادیانی بھی اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں، منکرین حدیث اور رافضی بھی اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں خارجی، بہائی اور ذکری بھی اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں مگر ان میں سے کوئی بھی مسلمان نہیں ہے لہذا تصدیق کر کے کہ مسلمان ہے یا نہیں۔ پھر واجب قسم کا صدقہ دو تو پہلی بنیادی شرط یہ ہے کہ مسلمان ہو اگر عقیدے کا کچا ہے تو چاہے وہ کتنا بھوکا اور محتاج کیوں نہ ہو اس کو واجب قسم کا صدقہ دینا جائز نہیں ہے ہاں نفلی قسم کا صدقہ دے سکتے ہو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ وہ سادات میں سے نہ ہو۔ سید کو صدقہ واجبہ دینا جائز نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے اِنَّمَا هِيَ اَوْسَاخُ الْمَالِ لَاتَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَلَالِاٰلِ مُحَمَّدٍ (ﷺ) ’’یہ صدقات زکوٰۃ وغیرہ یہ لوگوں کے مالوں کی میل کچیل ہے نہ میرے لئے حلال ہے اور نہ میری آل کیلئے حلال ہے۔‘‘ (بخاری شریف) اب رہا یہ سوال کہ سید کون ہیں تو پانچ بزرگوں کی اولاد سید ہے۔

۱)...... حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد چاہے وہ حضرت فاطمہ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہو چاہے کسی اور سے ہو۔ یہ اعوان برادری ہے یہ کہتے ہیں کہ ہم عون ابن علی رضی اللہ عنہ کی اولاد ہیں اگر واقعی ان کی بات صحیح ہے تو یہ بھی سادات ہیں ان کو بھی زکوٰۃ وغیرہ صدقہ واجبہ دینا جائز نہیں ہے۔

۲)...... حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد۔

۳)...... حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی اولاد، جو اپنے آپ کو جعفری کہتے ہیں۔

۴)..... حضرت عقیل ﷺ کی اولاد، جو عقیلی کہلاتے ہیں۔

۵)..... آپ ﷺ کے چچا حارث کی اولاد، یہ خود تو مسلمان نہیں ہوئے تھے البتہ ان کے بیٹے ابوسفیان بن حارث مسلمان تھے۔ تو ان پانچ بزرگوں کی اولاد کو شریعت سادات کہتی ہے۔ یعنی علوی، عباسی، اعوان، جعفری، عقیلی، حارثی حضرات، یہ نہ تو دوسروں سے زکوٰۃ وغیرہ لے سکتے ہیں اور نہ آپس میں ایک دوسرے کو دے سکتے ہیں۔ اور تیسری شرط یہ ہے کہ مالدار اور غنی نہ ہو۔ اور شریعت مالدار کسے کہتی ہے؟ شریعت مالدار اسے کہتی ہے کہ جس پر قرض نہ ہو نقد روپیہ اور سونا چاندی بھی اس کے پاس نہیں ہے مگر اس کے گھر میں ضرورت سے زائد اتنا سامان ہے کہ اگر اس کو فروخت کیا جائے گا تو ساڑھے باون تولے چاندی کو پہنچ جاتا ہے تو یہ شخص شریعت کے نزدیک مالدار ہے۔ زائد سامان سے وہ سامان مراد ہے جو عموماً استعمال میں نہیں ہوتا۔ مثلاً گھر میں دو درجن برتن ہیں ایک درجن استعمال میں ہیں اور ایک درجن ویسے ہی پڑے ہیں کبھی کوئی مہمان آئے تو استعمال ہوتے ہیں۔ ایک درجن بستر ے ہیں چھ سات استعمال میں ہیں اور باقی کبھی کبھار استعمال ہوتے ہیں۔ کچھ چار پائیاں استعمال میں ہیں اور کچھ ویسے ہی پڑی ہیں کبھی کبھار استعمال ہوتی ہیں یہ سب زائد سامان کہلاتا ہے۔ اور یہ بات بھی سمجھ لیں کہ کوئی عورت بیوہ ہے مگر اس کے پاس اتنا مال ہے کہ وہ نصاب کو پہنچ جاتا ہے تو اس کو زکوٰۃ اور صدقات واجبہ میں سے رقم دینا جائز نہیں ہے۔ لوگ محض بیوہ سمجھ کر دیدیتے ہیں زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔ اسی طرح بعض لوگ یتیم بچے سمجھ کر زکوٰۃ دے دیتے ہیں اگر وہ واقعتاً مستحق ہیں تو ٹھیک ہے اور اگر ان کے باپ نے اتنا مال چھوڑا ہے کہ ہر بچے کے حصے میں اتنا آتا ہے کہ جس کی مالیت ساڑھے باون تولے چاندی کو پہنچ جاتی ہے تو وہ بھی زکوٰۃ، صدقات واجبہ نہیں لے سکتے۔

مال کا معنیٰ یہ نہیں ہے کہ نقد روپے یا سونا چاندی ہی ہو بلکہ کرسیاں، پلنگ، بیڈ، بستر ے ، برتن یہ تمام چیزیں مال ہیں۔ان مسائل کو اچھی طرح سمجھ لیں یہ چیزیں ہمارے عمل کی ہیں اور اکثر حضرات زکوٰۃ دیتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے دین کی سمجھ دی ہے اور کچھ لینے والے ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ ''فُقَرَاء'' فقیر کی جمع ہے۔ پختہ بات ہے صدقات فقیروں کیلئے ہیں وَالْمَسٰکِیْنَ اور مسکینوں کیلئے ہیں۔

فقیر اور مسکین کی تعریف :

فقیر اور مسکین کی تعریف میں فقہاء کرامؒ اختلاف کرتے ہیں۔ایک گروہ کہتا ہے کہ فقیر وہ ہے کہ جس کے پاس ایک وقت کی خوراک بھی نہ ہو اور نہ اس کے پاس زائد سامان اور سونا چاندی ہے۔اور مسکین وہ ہے کہ جس کے پاس ضرورت سے زائد کچھ چیزیں ہیں مگر اتنی نہیں ہیں کہ ساڑھے باون تولے چاندی کی مالیت کو پہنچ جائیں تو یہ مسکین ہے۔اور سید چاہے فقیر مسکین ہو اس کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔بعض لوگ کہتے ہیں کہ سید کو اگر زکوٰۃ نہ دی تو وہ بھوکا مر جائے گا یہ لوگوں ڈھکوسلے ہیں۔سوال یہ ہے کہ کیا شریعت نے تمہارے سے سارا مال لے لیا ہے اور تمہارے پاس کچھ نہیں چھوڑا اگر ایسا ہے تو پھر تو تمہارا کہنا بجا ہے لیکن شریعت نے تو چالیس میں سے ایک روپیہ لیا ہے باقی انتالیس روپے تمہارے پاس ہیں ان انتالیس پاکیزہ میں سے سید بادشاہ کو دو تم نے ضرور سید کو میل کچیل کھلانی ہے۔حدیث پاک میں آتا ہے اِنَّ فِی الْمَالِ حَقًّا سِوَی الزَّکٰوۃِ مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہیں۔'' صرف یہ نہیں کہ زکوٰۃ، فطرانہ، عشر دیکر تم فارغ ہو گئے صحیح مال بھی یتیموں، مسکینوں اور ناداروں پر خرچ کرو اور مال کے پورے حقوق ادا کرو۔اور تیسرا مصرف وَالْعٰمِلِیْنَ عَلَیْھَا اور جو اس پر عمل کرتے ہیں، وصول کرنے اور تقسیم کرنے

کیلئے حکومتی سطح پر مقرر ہیں کہ فلاں علاقے کی زکوٰۃ تم نے وصول کرنی ہے اور فلاں حلقے کی اس نے واصول کرنی ہے۔ توان وصول کرنے والوں کو بھی زکوٰۃ میں سے معاوضہ دیا جا سکتا ہے یا کسی کی ڈیوٹی لگائی ہے کہ تم یہ زکوٰۃ کی رقم دیانتداری سے تقسیم کرواور وہ غریب ہے تو اس کو بھی اس میں سے معاوضہ دیا جاسکتا ہے یا حساب کرنے والا ہے اس کو بھی معاوضہ اس سے دیا جاسکتا ہے۔ لیکن روح المعانی میں تصریح ہے کہ کوئی عامل سادات میں سے نہیں ہوسکتا۔ ان مسائل کو اچھی طرح سمجھ لو بہت سارے لوگ ان مسائل میں مبتلا ہیں۔ آج کل مانگنے والے لیچڑ قسم کے آدمی ہوتے ہیں پیچھا نہیں چھوڑتے وہ ایسی باتیں کرتے ہیں ہ دینے والا سمجھتا ہے کہ واقعی یہ مستحق ہیں۔ اول تحقیق کرو ثانیاً اپنا ظن غالب کرو کہ غالب گمان بھی اعتبار ہے۔ اگر تم نے کسی شخص کو غالب گمان سے مستحق سمجھ کر زکوٰۃ دیدی پھر تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ وہ مصرف نہیں تھا تو زکوٰۃ ادا ہوگئی کہ لَایُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا [پ:۳] ”نہیں تکلیف دی اللہ تعالیٰ نے کسی نفس کو مگر اس کی طاقت کے مطابق۔“ آگے انشاء اللہ مزید تفصیل آئے گی۔

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِى الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○ وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِىَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ؕ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ؕ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ پختہ بات ہے کہ صدقات فقراء کیلئے ہیں وَالْمَسٰكِيْنِ اور مسکینوں کیلئے وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا اور جو زکوٰۃ وصول کرنے کا کام کرتے ہیں ان کیلئے ہے وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ اور ان لوگوں کیلئے ہیں جن کے دلوں میں الفت ڈالی جائے وَفِى الرِّقَابِ اور گردنوں کو آزاد کرنے میں وَالْغٰرِمِيْنَ اور جو تاوان میں دبے ہوئے ہیں ان کیلئے وَفِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں وَابْنِ السَّبِيْلِ اور مسافروں کیلئے فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ یہ فریضہ ہے ٹھہرایا ہوا اللہ تعالیٰ کی طرف سے وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ اور ان منافقوں میں سے وہ لوگ بھی ہیں يُؤْذُوْنَ النَّبِىَّ جو تکلیف پہنچاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کو وَيَقُوْلُوْنَ

هُوَ اُذُنٌ اور وہ کہتے ہیں کہ وہ کان ہی کان ہے قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ آپ کہہ دیں وہ کان ہیں تمہاری بہتری کیلئے يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اور تصدیق کرتا ہے ایمان والوں کی وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ اور رحمت ہے ان لوگوں کیلئے جو ایمان لائے تم میں سے وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ اور وہ لوگ جو تکلیف پہنچاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے رسول کو لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔

کل کے سبق میں کچھ مصارف کے متعلق بیان ہوا تھا اور میں نے تفصیل کیساتھ سمجھایا تھا کہ فقیر کسے کہتے ہیں اور مسکین کسے کہتے ہیں۔ تاکہ اس مسئلے کو اچھی طرح سمجھ لیں، دینے والے بھی اور لینے والے بھی۔ کہ اگر کسی نے لاپرواہی میں دی اور وہ مصرف پر خرچ نہ ہوئی تو دینے والا فارغ الذمہ نہ ہوگا۔ اس کو اسطرح سمجھو کہ ایک آدمی ناپاک کپڑوں کیساتھ نماز پڑھتا ہے تو اس کی نماز نہیں ہوگی چاہے پورے اطمینان کے ساتھ رکوع سجود وغیرہ کرے۔ کیونکہ شرط نہیں پائی گئی کہ کپڑے پاک نہیں ہیں یا جگہ پاک نہ ہو باقی ساری شرطیں پائی جائیں یا قبلے کی طرف رخ نہیں کیا، نماز نہیں ہوگی چاہے کتنے خشوع خضوع کیساتھ پڑھے نماز نہیں ہوگی۔ تو جسطرح نماز بغیر شرطوں کے نہیں ہوتی اسی طرح زکوٰۃ بھی شرطوں کے بغیر ادا نہیں ہوگی۔ اور مستحق کی بھی وضاحت کی تھی تاکہ لینے والے بھی حرام خوری کے مرتکب نہ ہوں تو مستحق کی پہلی شرط یہ ہے کہ وہ مسلمان ہو اور مسلمان بھی وہ جس کو شریعت مسلمان کہے از خود اپنے کو مسلمان کہنے والا نہ ہو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ وہ نماز روزے کا پابند ہو، برے کام نہ کرتا ہو۔ اگر شرابی، زانی، جوا کھیلنے والے کو علم ہوتے ہوئے زکوٰۃ دو گے تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔ اسلئے کہ وہ تمہاری زکوٰۃ والی رقم سے

شراب پئے گا، جوا کھیلے گا، برے کام کرے گا۔ ہاں اگر تمہیں علم نہیں تھا اور مصرف سمجھ کر زکوۃ دیدی تو تمہارا فریضہ ادا ہو گیا غیب اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ تیسری شرط یہ ہے کہ سادات میں سے نہ ہو اور سادات کی تفصیل پچھلے سبق میں بیان ہو چکی ہے۔

وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ اور وَفِي الرِّقَابِ کی تفسیر :

وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ اور ان لوگوں کیلئے ہیں جن کے دلوں میں الفت ڈالی جائے۔ اس کی دو طرح سے تفسیر کی گئی ہے۔ ایک یہ کہ ابتداء میں جب مسلمان تھوڑے تھے اور اسلام کمزور تھا بعض اثر و رسوخ والے کافروں کو زکوۃ دینا جائز تھی جن کے ایمان لانے کی توقع ہوتی تھی تا کہ ان کے دل اسلام کی طرف مائل ہوں۔ یہ شق اب تمام کے نزدیک منسوخ ہے کسی کافر کو تالیف قلب کیلئے زکوۃ دینا ناجائز ہے۔ اور دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ جو نئے مسلمان ہوئے تھے کافر برادری ان سے تعاون ختم کر دیتی تھی تو ایسے نو مسلم کو تالیف قلب کیلئے زکوۃ دی جاتی تھی کہ وہ اسلام پر پختہ ہو جائے۔ اور چونکہ وہ مسلمان ہوتا اسلئے اس کو پاؤں پر کھڑا کرنے اور اس کی ضروریات پوری کرنے کیلئے زکوۃ دی جاتی تھی۔ یہ شق اب بھی موجود ہے وَفِي الرِّقَابِ اور گردنوں کو آزاد کرنے میں۔ اس زمانے میں غلام اور لونڈیاں ہوتی تھیں وہ آزادی چاہتے تھے اور اکثر مالک بغیر رقم کے آزاد نہیں کرتے تھے۔ تو ان لونڈیوں اور غلاموں کو بھی زکوۃ دے سکتے ہوتا کہ وہ اپنی آزادی حاصل کر سکیں۔ اس وقت ہمارے علم میں نہیں ہے کہ کسی ملک میں شرعی غلام ہو ویسے کسی کو زبردستی غلام اور لونڈی بنالینا صحیح نہیں ہے۔ یہ تو دھکے شاہی ہے وَالْغٰرِمِيْنَ اور جو تاوان میں دبے ہوئے ہیں۔ اس کی کئی صورتیں ہیں۔ مثلاً تاجر سے سامان لوٹ لیا گیا کہ اس کے پاس کچھ نہیں رہا، آگ لگ گئی مکان جل گیا یا دوکان جل گئی یا سیلاب آ گیا اور

سب کچھ اس میں بہہ گیا، دشمنوں نے حملہ کیا اور سارا مال لے گئے۔ بیشک پہلے یہ مالدار تھا لیکن اب یہ تاوان میں آ گیا ہے اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ مگر شرائط مذکورہ کیساتھ کہ غیر مسلم نہ ہو اور سید نہ ہو اور برابد معاش نہ ہو وَفِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جو جہاد کرتے ہیں اور ان کے پاس خرچہ نہیں اسلحہ نہیں تو زکوٰۃ کی رقم سے ان مجاہدین کی امداد کرنا اگر وہ مالدار نہ ہوں۔ اگر وہ مالدار ہیں تو ان کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ ہم کسی پر بدگمانی نہیں کرتے غیب صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے لیکن حالات واقعات کو سامنے رکھ کر بات کر رہا ہوں کہ آج بعض تنظیمیں ایسی ہیں مجاہدین کی کہ ان کا مقصد صرف پیسہ اکٹھا کرنا ہے۔ لہٰذا جو تمہارے پاس آئیں پہلے ان کی مکمل تحقیق کرلو کہ واقعی یہ تنظیم صحیح مصرف میں خرچ کرتی ہے یا صرف روپیہ اکٹھا کرتی ہے پھر اس کے مطابق فیصلہ کرو وَابْنِ السَّبِيْلِ اور مسافروں کیلئے۔ کئی مسافر ایسے ہوتے ہیں کہ سفر میں ان کیساتھ کوئی ایسا معاملہ ہو جاتا ہے کہ ان کے پاس کرایہ نہیں رہا چاہے اپنے گھر میں وہ مالدار ہی کیوں نہ ہوں ان کی زکوٰۃ اور صدقات واجبہ میں سے امداد کی جاسکتی ہے۔ تو یہ آٹھ مصارف ہیں زکوٰۃ کے اور جو حکم زکوٰۃ کا ہے وہی حکم فطرانے، عشر، کفارۂ قسم اور کفارۂ ظہار کا ہے۔ اور......

سیّد کو زکوٰۃ نہیں لگتی :

ایک دفعہ پھر سمجھ لیں کہ سید کو زکوٰۃ نہیں لگتی۔ بعض لوگ غلط فہمی کی وجہ سے کہتے ہیں کہ زکوٰۃ سید کو لگتی ہیں۔ میری پھوپھی اور بڑی ہمشیرہ سادات کے گھر میں ہے۔ میں جب دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل ہو کر آیا تو ایک مولوی صاحب جو مدرس، عالم اور سید تھے۔ کہنے لگے سید کو زکوٰۃ لگتی ہے اور میں نے کتابوں میں پڑھا تھا کہ نہیں لگتی۔ وہ پرانے بزرگ تھے اور میں نوعمر تھا انہوں نے کہا کہ لگتی ہے میں نے کہا نہیں لگتی کافی بحث

ہوئی۔ انہوں نے امام طحاویؒ جو کہ تین واسطوں سے امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد اور احناف کے وکیل اور بڑے بزرگ ہیں ان کی وفات ۳۲۱ھ میں ہوئی ہے انہوں نے ان کی ایک عبارت اپنے مؤقف پر پیش کی تو میں تردد میں پڑ گیا۔ چونکہ ہمت کافی تھی اور مطالعہ کا شوق بھی تھا الحمدللہ! شاذونادر ہی کسی عالم نے میرے جتنا مطالعہ کیا ہوگا۔ چنانچہ میں نے حدیث کی کتابیں اور شروح حدیث کی کتابیں اور فقہ کی ساری کتابیں چھان ماریں اور اپنے مؤقف سے مطمئن ہوا کہ سید کو زکوٰۃ نہیں لگتی۔ میں نے اس پر ایک مستقل کتاب لکھی ''الکلام الحاوی فی تحقیق عبارۃ الطحاوی '' اور علامہ طحاوی کی عبارت سے ثابت کیا کہ سید کو زکوٰۃ نہیں لگتی۔ اور جس عبارت سے انہوں نے استدلال کیا تھا کہ سید کو زکوٰۃ لگتی ہے اس کتاب پر دار العلوم دیوبند کے مفتی اور مفتی محمود صاحب، حضرت مولانا اعزاز علی صاحب مدرس دار العلوم دیوبند اور حضرت مولانا عبدالعزیزؒ حضرات نے تصدیقات کیں۔ اسلئے زکوٰۃ صدقات واجبہ دیتے ہوئے اچھی طرح چھان بین کرو، جلد بازی سے کام نہ لو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ یہ فریضہ ہے ٹھہرایا ہوا اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ اس کا انکار کرنے والا کافر ہے نہ دینے والا گنہ گار ہے اور یہ مسئلہ سمجھ لیں کہ زکوٰۃ لازم ہو جانے کے فوراً اس کو ادا کر دے لیکن اگر فوری طور پر ادا نہیں کرنا چاہتا تو زکوٰۃ کی رقم الگ کر کے اس میں وصیت لکھ کر رکھ دے کہ یہ زکوٰۃ کی رقم ہے۔ اور گھر کے دیانتدار افراد کو بتلا دے کہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہے اگر میں مر گیا تو ادا کر دینا۔ اگر بغیر تحریر کے مر گیا یا گھر کے افراد کو بتلائے بغیر مر گیا تو گنہ گار مرے گا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو ضروری کام ہیں ان کی باقاعدہ وصیت لکھ کر دو بغیر وصیت لکھے دو راتیں بھی نہ گذرنے پائیں۔ کسی سے قرض لینا ہے کسی کو قرض دینا ہے تفصیل کے ساتھ تحریر لکھ کر رکھنی

چاہئے۔لوگ بے پرواہی کرتے ہیں یہ ٹھیک نہیں ہے۔اگر قرض دینا ہے اور بغیر دیئے فوت ہو گیا ہے اور وارثوں کو بھی علم نہیں ہے کہ وہ ادا کر دیں تو اس کی قبر پر بوجھ ہو گا۔اور اگر قرض لینا ہے اور نہیں بتلایا تو وارثوں کی حق تلفی ہو گی یہ باتیں اچھی طرح سمجھ لو زندگی کا کوئی اعتبار نہیں ہے کوئی یہ کہے کہ میں بوڑھا ہو کر مروں گا تو وہ غلط فہمی کا شکار ہے اور تندرست یہ کہے کہ میں بیمار ہوں گا تو مروں گا یہ بھی غلط فہمی کا شکار ہے۔کیا تندرست نہیں مرتے؟ ہمارا دور تو حادثی دور ہے معلوم نہیں تھوڑی دیر میں کیا ہو جانا ہے۔میں نے بارہا کہا ہے کہ اس دور میں اگر کوئی صبح کو گھر سے نکلا ہے اور بخیریت رات کو واپس آ گیا ہے تو اس کو دو نفل شکرانے کے پڑھنے چاہئیں۔فرمایا وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے حکمت والا ہے وَمِنْھُمُ الَّذِیْنَ اور ان منافقوں میں سے وہ لوگ بھی ہیں یُؤْذُوْنَ النَّبِیَّ جو تکلیف پہنچاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کو۔کبھی کوئی شوشہ چھوڑتے ہیں اور کبھی کوئی شوشہ چھوڑتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نبی کیخلاف باتیں کرتے ہیں وَیَقُوْلُوْنَ ھُوَ اُذُنٌ اور وہ کہتے ہیں کہ وہ کان ہی کان ہے۔یہ لوگ جب آپس میں واہی تباہی قسم کی باتیں کرتے تھے تو دوسرے کہتے کہ یہ تمہاری باتیں اس تک پہنچی تو تمہیں تنبیہ کرے گا تو کہنے لگے وہ تو کان ہی کان ہے ہم جو کہیں گے وہ مان لے گا۔کیونکہ جو آدمی خود سچا ہوتا ہے وہ دوسروں کو بھی سچا سمجھتا ہے اور یہ تفسیر بھی کرتے ہیں کہ جب منافقین میں سے کچھ آپ کی بدخوائی کرتے تو دوسرے کہتے بھائی ایسی باتیں نہ کرو وہ نرا کان ہے یہ باتیں اس تک پہنچ جائیں گی۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں اُذُنُ خَیْرٍ لَّکُمْ وہ کان ہیں تمہاری بہتری کیلئے یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے وَیُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ اور تصدیق کرتا ہے ایمان والوں کی وَرَحْمَۃٌ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ اور رحمت ہے ان لوگوں کیلئے جو ایمان

لائے تم میں سے۔آنحضرت ﷺ کا ایک لقب رحمۃ للعالمین بھی ہے کہ آپ سارے جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں مگر فائدہ وہی اٹھاتے ہیں جو مومن ہیں وَالَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ رَسُوۡلَ اللّٰہِ اور وہ لوگ جو تکلیف پہنچاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کو لَھُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔آپ ﷺ کی شان تو بہت بلند ہے عام مسلمان کو کوئی قولاً یا فعلاً تکلیف پہنچائے تو اس کو سخت سزا ملے گی۔

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ۚ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ○ اَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ○ يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ○ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ○ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ○

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ منافقین قسم اٹھاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے نام کی تمہارے سامنے لِيُرْضُوْكُمْ تاکہ تمہیں راضی کردیں وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ حالانکہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول زیادہ حقدار ہے اَنْ يُّرْضُوْهُ کہ یہ اس کو راضی کریں اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ اگر وہ مومن ہیں اَلَمْ يَعْلَمُوْۤا کیا ان لوگوں نے نہیں جانا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ کہ بیشک وہ شخص جو مخالفت کرتا ہے اللہ

تعالیٰ کی اوراس کے رسول ﷺ کی فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا پس بیشک اس کیلئے جھنم کی آگ ہے ہمیشہ اس میں رہے گا ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ یہ رسوائی بہت بڑی ہے يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ ڈرتے ہیں منافق اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ اس بات سے کہ نازل کی جائے ان پر کوئی سورۃ تُنَبِّئُهُمْ جو خبر دے ان کو بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ان چیزوں کی جو ان کے دلوں میں ہیں قُلِ اسْتَهْزِءُوْا آپ کہہ دیں کہ مذاق کرلو اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ بیشک اللہ تعالیٰ نکالنے والے ہیں اس چیز کو جس سے تم ڈرتے ہو وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ اور اگر آپ ان سے سوال کریں لَيَقُوْلُنَّ تو وہ ضرور کہیں گے اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ پختہ بات ہے ہم تو شغل کرتے تھے اور کھیلتے تھے قُلْ آپ کہہ دیں اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ کیا اللہ تعالیٰ کیساتھ اور اس کی آیات کیساتھ اور اس کے رسول کیساتھ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ تم مذاق کرتے تھے لَا تَعْتَذِرُوْا مت بہانے بناؤ قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ تحقیق تم نے کفر کیا ہے ایمان ظاہر کرنے کے بعد اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ اگر ہم معاف کردیں تم میں سے ایک گروہ کو نُعَذِّبْ طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ہم سزا دیں گے ایک گروہ کو اس وجہ سے کہ بیشک وہ مجرم ہیں۔

منافقوں کی شرارتیں اور گناہوں کا ذکر ہے کل کی آیت کریمہ میں تم نے پڑھا تھا وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ ان منافقوں میں سے وہ بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے نبی کو تکلیف پہنچاتے ہیں زبانی طور پر بھی اور عملی طور پر بھی۔ مثلاً آنحضرت ﷺ تشریف فرما

ہوتے آپ کے پاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے لوگ بھی ہوتے تھے۔

19
19

منافقین کا آپ ﷺ کو ایذا پہنچانا :

منافق جب مجلس میں گفتگو کرتے تو بڑے ترش لہجے میں کرتے اور کہتے یَا مُحَمَّدُ اَخْبِرْنَا اے محمد (ﷺ)! ہمیں یہ بتایئے۔ حالانکہ بغیر القاب کے محض نام لیکر بلانا بے ادبی ہے۔ ہمارے معاشرے میں بھی اگر کسی کو خالی نام لے کر آواز دی جائے تو وہ محسوس کرتا ہے اور کڑھتا ہے۔ البتہ نام وہ لے سکتا ہے جو عمر میں بڑا ہو یا کوئی بے تکلف ساتھی ہو ورنہ وصفی نام سے بلاتے ہیں مولوی صاحب، حاجی صاحب، قاری صاحب، منشی جی تو پیغمبر خدا کو القاب کے ساتھ متوجہ کرنا چاہیے تھا۔ مثلاً یا رسولَ اللّٰہِ، یا حبیبَ اللّٰہِ، یا نبیَ اللّٰہِ، یا شفیعَ اللّٰہِ اچھے الفاظ کیساتھ مگر وہ بے ادبی کے لہجے میں بلاتے تھے اور پھر ایسی عجیب باتیں پوچھتے تھے کہ جن کا مجلس کے موضوع کیساتھ تعلق نہیں ہوتا تھا۔ مثلاً آنحضرت ﷺ وعظ ونصیحت کررہے تھے کہ ابن سلیط منافق نے آکر کہا یَا مُحَمَّدُ اَخْبِرْنِیْ اَیْنَ نَاقَتِیْ اے محمد (ﷺ)! میری اونٹنی گم ہوگئی ہے بتاؤ کہاں ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مَا اَدْرِیْ اَیْنَ نَاقَتُکَ میں نہیں جانتا تیری اونٹنی کہاں ہے۔ میں تو لوگوں کو مسائل بتارہا ہوں۔ وہ بڑبڑ کرتا ہوا اور یہ کہتا ہوا باہر نکل گیا یُخْبِرُنَا بِخَبَرِ السَّمَآءِ وَلَا یَدْرِیْ اَیْنَ نَاقَتِیْ ہمیں آسمان کی خبریں بتاتا ہے اور یہ معلوم نہیں کہ میری اونٹنی کہاں ہے۔ اب اندازہ لگاؤ کہ باتیں تو دین کی ہورہی ہیں اور یہ درمیان میں اونٹنی پوچھتا پھر رہا ہے۔ کیا غیب جانتے تھے یا اونٹنیاں چوری کرواتے تھے کہ آپ کو معلوم ہوتا کہ تیری اونٹنی فلاں کے پاس ہے۔ بعض صحابہ نے سنا اور بعض نے اس بڑبڑ کو نہ سنا کچھ اس کی طرف بڑھے کہ اس کو دو چار لگائیں مگر آپ ﷺ نے اشارہ کیا تو کچھ نہ کہا۔ اتنے میں جبرائیل علیہ السلام وحی لیکر آئے اور

بتلایا کہ اس کی اونٹنی فلاں جگہ پر جھاڑیوں میں پھنسی ہوئی ہے اسطرح کہ اس کا مظبوط پٹہ مظبوط ٹہنی کیساتھ اڑ گیا ہے کہ نہ ٹہنی ٹوٹتی ہے اور نہ پٹہ ٹوٹتا ہے یہ وہاں اڑی ہوئی ہے ۔آپ ﷺ نے فرمایا ابھی جو آدمی بات کر رہا تھا اس کو بلاؤ بعض صحابہ اس کو بلا لائے ۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو نے مجھ سے اپنی اونٹنی کے متعلق پوچھا تھا کہ وہ کہاں ہے؟ خدا کی قسم مجھے اس وقت علم نہ تھا جَآءَ نِیْ جِبْرَائِیْلُ فَاَخْبَرَنِیْ اب جبرائیل علیہ السلام نے مجھے آ کر خبر دی ہے کہ تیری اونٹنی فلاں جگہ جھاڑیوں میں پھنسی ہوئی ہے ۔ایسی بے موقع باتوں سے آنحضرت ﷺ کو اذیت پہنچاتے تھے پھر اپنی صفائی کیلئے مومنوں کے سامنے جھوٹی قسمیں کھاتے تھے ۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰہِ لَکُمْ منافقین قسم اٹھاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے نام کی تمہارے سامنے کہ ہم دل سے سچے ہیں ویسے ہی غیر محتاط بات منہ سے نکل گئی ہے یہ قسمیں کیوں کھاتے ہیں؟ لِیُرْضُوْکُمْ تاکہ تمہیں راضی کریں اے پیغمبر کے ساتھیو! وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْہُ حالانکہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول زیادہ حقدار ہے کہ یہ ان کو راضی کریں ۔اللہ تعالیٰ راضی تو سارا جہان راضی اللہ تعالیٰ کا رسول راضی ہو جائے تو مسلمانوں کیلئے اس سے بڑی خوش قسمتی کی بات اور کیا ہو سکتی ہے اِنْ کَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ اگر وہ مومن ہیں تو اللہ تعالیٰ کو راضی کریں اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کو راضی کریں ۔بعض جاہل قسم کے لوگ اس آیت کریمہ سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ ایک شی ہیں ۔یعنی وہی اللہ ہے اور وہی رسول ہے الگ الگ نہیں ہیں ۔اللہ تعالیٰ اور آنحضرت ﷺ کو ذاتِ واحد کہتے ہیں اور استدلال اسطرح کرتے ہیں اَنْ یُّرْضُوْہُ میں ضمیر مفرد کی ہے ۔جو لوٹ رہی ہے اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی طرف ۔اگر اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ الگ الگ ہوتے تو ضمیر تثنیہ کی ہوتی یعنی ''ہ'' کی بجائے ھُمَا ہوتی اور معنی ہو

تا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ زیادہ حقدار ہیں کہ یہ ان دونوں کو راضی کریں اور موجود صورت میں معنیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول زیادہ حقدار ہیں کہ یہ اس کو راضی کریں اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ ایک ہی چیز ہیں لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ایک کس طرح ہو سکتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ کی ذات خالق ہے آنحضرت ﷺ کی ذات مخلوق ہے اور اس میں بھی کوئی شک شبہ نہیں ہے کہ آپ ﷺ ساری مخلوق میں اعلیٰ وافضل ہیں۔مگر خالق اور مخلوق گڈ مڈ کسطرح ہو گئے؟ اب رہا یہ سوال کہ ضمیر مفرد کی کیوں لائے ہیں؟ تو اس کے متعلق مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی رضا ایک ہے۔کہ اللہ تعالیٰ کی رضا آنحضرت ﷺ کی رضا میں ہے مَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ[النساء:۸۰]"جس شخص نے اطاعت کی رسول کی بیشک اس نے اطاعت کی اللہ تعالیٰ کی۔" جس نے رسول ﷺ کو راضی کیا اس نے رب کو راضی کیا اور جب تک آنحضرت ﷺ راضی نہ ہوں اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوتا جب تک آنحضرت ﷺ نہ راضی ہوں۔تو چونکہ رضا ایک ہے اس لئے ضمیر مفرد لائے ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلَمْ يَعْلَمُوْآ کیا ان لوگوں نے نہیں جانا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ کہ بیشک وہ جو مخالفت کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا پس بیشک ان کیلئے جھنم کی آگ ہے ہمیشہ اس میں رہیں گے ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ یہی رسوائی بہت بڑی ہے۔

منافقین کی کیفیتِ باطنی کا بیان :

آگے اللہ تعالیٰ نے منافقین کی ذہنی کیفیت کو بیان فرمایا ہے۔دو چار منافق جب اکٹھے ہو جاتے تو اپنے خبث باطن کا اظہار کرتے مسلمانوں کا، اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کا، قرآن

کریم کی آیات کا مذاق اڑاتے۔ چنانچہ ایک سفر میں آنحضرت ﷺ کیساتھ مخشی ابن حمیر منافق اور چھ سات افراد اور بھی تھے رات کو سفر کرتے ہوئے یہ ٹولہ دوسرے حضرات سے علیحدہ چلتا تاکہ گپیں لگا سکیں اور دل کی باتیں ایک دوسرے کے سامنے کرسکیں۔ باتوں باتوں میں ان منافقین نے قرآن کریم کی آیات سے آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی اور صحابہ کرام ﷺ کے متعلق مذاق شروع کردیا اور واہی تباہی قسم کی باتیں کیں ان میں سے کسی نے کہا کہ ایسی باتیں نہ کرو قرآن نازل ہوگا اور تمہاری ساری باتیں ظاہر کردے گا پھر تمہیں شرمندگی ہوگی۔ تو منافق شرارتیں بھی کرتے تھے اور ساتھ ساتھ ڈرتے بھی تھے ان کی اسی کیفیت کو بیان فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَیْهِمْ سُوْرَۃٌ ڈرتے ہیں منافق اس بات سے کہ نازل کی جائے ان پر کوئی سورۃ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ جو خبر دے ان کو ان چیزوں کی جو ان کے دلوں میں ہیں۔ کہ وحی اترے گی اور ہماری حقیقت لوگوں کے سامنے کھل جائے گی اور ہم شرمندہ ہونگے قُلِ اسْتَهْزِءُوْا آپ کہہ دیں کہ مذاق کرلو اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ بیشک اللہ تعالیٰ نکالنے والے ہیں اس چیز کو جس سے تم ڈرتے ہو وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ اور اگر آپ ان سے سوال کریں لَیَقُوْلُنَّ تو وہ ضرور کہیں گے اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ پختہ بات ہے ہم تو شغل کرتے تھے اور کھیلتے تھے، دل لگی کرتے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں اَبِاللّٰهِ کیا اللہ تعالیٰ کے ذات کیساتھ وَاٰیٰتِهٖ اور اس کی آیات کیساتھ وَرَسُوْلِهٖ اور اس کے رسول ﷺ کیساتھ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ تم مذاق کرتے تھے۔ اپنی واہی تباہی باتوں کا انکار تو نہ کرسکے البتہ یہ بہانہ بنایا کہ ہم خوش گپی کرتے تھے تاکہ سفر طے ہوجائے۔ حقیقتاً اللہ تعالیٰ، اس کی آیات، اور اس کے رسول کے ساتھ مذاق نہیں کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَا تَعْتَذِرُوْا

قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ مت بہانے بناؤ تحقیق تم نے کفر کیا ہے ایمان ظاہر کرنے کے بعد۔ تمہاری دل لگی اللہ تعالیٰ، اس کی آیات اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ ہی ہو سکتی تھی اور کوئی نہ تھا استہزاء کیلئے اور وقت گزارنے کیلئے، مذاق کے علاوہ اور کوئی بات نہیں تھی استہزاء تو بڑا جرم ہے۔ فقہاء کرامؒ فرماتے ہیں کہ جو چیز خبر واحد سے ثابت ہے اگر کوئی آدمی اس کا انکار کرے گنہگار ہوگا کافر نہیں ہوگا لیکن اگر اس نے اس کا مذاق اڑایا تو کافر ہو جائے گا۔ حالانکہ فقہاء کرامؒ کا طبقہ بڑا محتاط طبقہ ہے اتنی جلدی کسی پر کفر کا فتویٰ نہیں لگاتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ اگر ہم معاف کر دیں تم میں سے ایک گروہ کو نُعَذِّبْ طَآئِفَةً ہم سزا دیں گے ایک گروہ کو۔ منافقین میں سے مخشی ابن حمیر کو اللہ تعالیٰ نے توبہ کی توفیق عطا فرمائی اس نے سچے دل سے توبہ کی۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے دور میں یمامہ کے مقام پر مسیلمہ کذاب سے لڑتا ہوا شہید ہوا۔ تو جو نفاق کو چھوڑ دیں گے ان کو معافی مل جائے گی اور جو کفر پر اڑے رہیں گے ان کو سزا دیں گے۔ اور سب سے زیادہ سخت سزا منافقین کی ہے۔ قرآن پاک میں ہے اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ [النساء] ''بیشک منافق لوگ دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں ہونگے۔ ان کو سزا کیوں دیں بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ اس وجہ سے کہ بیشک وہ مجرم ہیں۔ جرم سخت ہے سزا بھی سخت ہوگی۔

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ؕ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ؕ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۝ كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ؕ فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ منافق مرد اور منافق عورتیں بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ یہ بعض بعض سے ہیں يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ حکم دیتے ہیں برائی کا وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ اور منع کرتے ہیں نیکی سے وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ اور روکتے ہیں اپنے ہاتھوں کو نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا پس اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو بھلا دیا اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ بیشک منافق لوگ

وہی ہیں نافرمان لوگ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وعدہ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں کیساتھ وَالْكُفَّارَ اور کافروں کیساتھ نَارَ جَهَنَّمَ جہنم کی آگ کا خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ہمیشہ رہیں گے اس میں هِيَ حَسْبُهُمْ یہ ان کو کافی ہے وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ اور اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت کی ہے وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ اور ان کیلئے دائمی عذاب ہوگا كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ ان لوگوں کی طرح جو تم سے پہلے گذرے ہیں كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً تھے وہ زیادہ طاقت والے تم سے وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا اور زیادہ تھے مالوں میں اور اولاد میں فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ پس انہوں نے فائدہ اٹھایا اپنے حصے کا فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ پس تم نے فائدہ اٹھایا اپنے حصے کا كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ جسطرح کہ فائدہ اٹھایا ان لوگوں نے جو تم سے پہلے تھے بِخَلَاقِهِمْ اپنے حصے سے وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا اور شغل کیا تم نے جیسا کہ شغل کیا انہوں نے اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ یہی لوگ ہیں جن کے اعمال اکارت ہو گئے ہیں فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ اور یہی لوگ ہیں نقصان اٹھانے والے۔

پچھلے رکوعوں میں منافقوں کے کچھ حالات بیان کئے گئے تھے کہ جہاد سے جان بچاتے، آنحضرت ﷺ پر اعتراض کرتے اور آپ ﷺ کیلئے تکلیف دہ گفتگو کرتے، فتنہ فساد، شرارت یہ ان کی فطرت ثانیہ بن چکی تھی۔ اور شریر آدمی جب تک شرارت نہ کرے اس کو کھانا ہضم نہیں ہوتا۔ شعوری طور پر بھی اور لاشعوری طور پر بھی شرارت ضرور کرتا ہے۔

منافقین کی بری خصلت :

انہی کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ منافق مرد اور منافق عورتیں یہ بعض بعض سے ہیں۔ کیونکہ اَلْجِنْسُ يَمِيْلُ اِلَى الْجِنْسِ ''جنس کو جنس پیاری ہوتی ہے۔'' مومن کو مومن کیساتھ الفت ہوتی ہے اور کافر کو کافر کیساتھ محبت ہوتی ہے، منافق کو منافق کیساتھ پیار ہوتا ہے۔ منافقوں کی خصلت ہے يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ حکم دیتے ہیں برائی کا وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ اور منع کرتے ہیں نیکی سے۔ اگر کوئی نماز پڑھنے کیلئے جاتا ہے تو اس کو کہتے ہیں کہ نماز میں کیا ہے روزے دار کو کہتے ہیں روزے میں کیا رکھا ہے فلاں کام میں کیا ہے فلاں کام میں کیا ہے۔ ایسا ذہن بناتے ہیں کہ کچے ذہن کے لوگ اس سے متاثر ہوتے ہیں اور برائیوں کی ترغیب دیتے ہیں۔ اور مومن خود بھی نیکی کرتا ہے اور دوسروں کو بھی نیکی کا سبق دیتا ہے۔ خود برائی سے رکتا ہے اور دوسروں کو بھی برائی سے منع کرتا ہے۔ اور منافق اس کے برعکس ہیں وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ اور روکتے ہیں اپنے ہاتھوں کو۔ جہاں خرچ کرنے کی جگہ ہوتی ہے وہاں سے ہاتھ روکتے ہیں اور جہاں خرچ نہیں کرنا وہاں بے تحاشہ خرچ کرتے ہیں۔ مسجد کی ضرورت کیلئے چندہ مانگو تو اس کے ماتھے پر بل پڑ جاتے ہیں اور منگنی اور شادی کے موقع پر ٹھاہ ٹھاہ کیلئے ہزاروں لاکھوں خرچ کر دیتے ہیں مشاہدے کی بات ہے۔ حالانکہ یہ بڑے گناہوں میں سے ہے کیونکہ یہ تبذیر ہے یہ خرچ کرنا ناجائز ہے مگر ہماری عادت بن گئی ہے۔ سنت کے مطابق تو کوئی شادی ہوتی ہی نہیں ہے۔ اللہ معاف فرمائے۔ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا پس اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو بھلا دیا۔ رب تعالیٰ بھولتا تو نہیں ہے اس کی شان ہے وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا [مریم:۶۴] ''تیرا رب بھولنے

والا نہیں ہے۔ ''تو نَسِیَ کا معنیٰ ہے رب تعالیٰ نے ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دیا ہے کہ جو کرتے ہیں کرتے رہیں۔ انہوں نے رب تعالیٰ کے قرآن و احکام کو بھلا دیا رب تعالیٰ نے بھی ان کی پرواہ نہیں کی اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ بیشک منافق لوگ وہی ہیں نافرمان لوگ۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں آنحضرت ﷺ کی نافرمانی کرتے ہیں وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِیْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ وعدہ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں کیساتھ اور کافروں کیساتھ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا جہنم کی آگ کا ہمیشہ رہیں گے اس میں هِیَ حَسْبُهُمْ یہ ان کو کافی ہے۔

جہنم کی آگ کی شدت :

یہ دنیا کی آگ اُس آگ کے مقابلے میں نرم ہے مگر اس میں لوہا تانبا پگھل جاتا ہے، پتھر جل جاتے ہیں، ساری دھاتیں پگھل جاتی ہیں اور وہ آگ اس سے انہتر گنا زیادہ تیز ہے۔ اگر اس آگ میں لے جا کر مارنا مقصود ہو تو ایک شعلہ ہی کافی ہے۔ لیکن وہاں تو سزا بھگتنی ہے کہ لَا یَمُوْتُ فِیْهَا وَلَا یَحْیٰی [الاعلیٰ: ۱۳] ''وہ نہ مرے گا اس دوزخ میں اور نہ ہی وہ زندہ رہے گا'' دعائیں کریں گے یٰلَیْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِیَةَ [الحاقہ: ۲۷] ''کاش کہ موت مجھے ختم کر دیتی اور پکاریں گے یٰمٰلِكُ لِیَقْضِ عَلَیْنَا رَبُّكَ [الزخرف: ۷۷] اے مالک چاہیے کہ فیصلہ کر دے ہم پر تمہارا پروردگار قَالَ وہ کہے گا اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ بیشک تم رہنے والے ہو۔'' مالک علیہ السلام جہنم کے انچارج فرشتے کا نام ہے اور جنت کے انچارج فرشتے کا نام رضوان ہے۔ ان کے تحت بیشمار فرشتے ہیں سارے مل جل کر مالک علیہ السلام سے کہیں گے کہ اے مالک! اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ ہمیں ذلیل کر کے مار ہی دے۔ وہ یہ بھی کہیں گے تمہارے پاس پیغمبر نہیں آئے تھے کتابیں نہیں آئی تھیں، حق

کی آواز پہنچانے والے نہیں آئے تھے؟ جہنمی کہیں گے آئے تھے وَهُمْ يَصْطَرِخُونَ فِيهَا [فاطر:۳۷] اور وہ چلائیں گے اس کے اندر لیکن وَمَا دُعَاءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ [المومن:۵۵] اور نہیں ہے پکار کافروں کی مگر ناکامی میں۔ یعنی کافروں کی دعاؤں کا نتیجہ برآمد نہیں ہوگا اللہ تعالیٰ اس حالت سے بچائے اور سب سے زیادہ سخت عذاب منافقوں کو ہوگا اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ [النساء:۱۴۵] بیشک منافق لوگ دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں ہونگے۔ جس میں سب سے زیادہ سزا ہوگی۔ آگ کے علاوہ ان کو بچھو ڈسیں گے اور ایک ایک بچھو خچر کے برابر ہوگا ایک ڈنگ مارے گا تو ساری عمر اس کی جلن نہیں جائے گی اور سانپ ڈسیں گے، فرشتے ہتھوڑے ماریں گے، بھوک پیاس ہوگی اور ضریع جیسی خاردار جھاڑیاں کھانی پڑیں گی، پیاس لگے گی تو پیشاب اور غلاظت ان کو پلائی جائے گی۔ آج کوئی انسان اس کا تصور نہیں کرسکتا وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ اور اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت کی ہے وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ اور ان کیلئے دائمی عذاب ہوگا کبھی بھی عذاب میں تخفیف نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ان منافقوں کو خطاب کر کے فرماتے ہیں كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ ان لوگوں کی طرح جو تم سے پہلے گذرے ہیں۔ تمہارا طریقہ بھی ان کی طرح ہے اور یاد رکھو كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً تم سے زیادہ سخت تھے قوت میں قد ان کے بڑے بڑے تھے بدنی قوت میں بھی بڑے مضبوط تھے اور للکارتے تھے مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً [حم سجدہ:۱۵] ہم سے زیادہ کون طاقتور ہے۔ ایسے بھی تھے کہ پتھر کو ہاتھ میں پکڑتے تھے تو اس کو ریزہ ریزہ کردیتے تھے وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ [الشعراء:۱۳۰] اور جب تم ہاتھ ڈالتے ہو کسی پر تو گرفت کرتے ہو ظلم کیساتھ۔ تو اتنے مضبوط اور طاقتور تھے وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا اور زیادہ تھے مالوں میں اور اولادمیں۔

قارون کا قصہ :

قارون کا قصہ قرآن کریم میں آتا ہے۔نام اس کا منور تھا اور موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی تھا اور کتابوں میں بھی اس بات کی تصریح ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے بعد توریت کا سب سے زیادہ ماہر تھا۔کلمہ پڑھتا تھا، نمازیں پڑھتا تھا مگر دل سے صاف نہیں تھا اتنا مالدار تھا کہ اس کے خزانوں کی چابیاں ایک اچھی خاصی جماعت اٹھاتی تھی۔سورۃ قصص آیت ۷۶ میں ہے اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓأُ بِالْعُصْبَةِ اُولِی الْقُوَّةِ" بیشک اس کی چابیوں سے تھکتے کئی مرد طاقتور۔'' پھر وہ شرارتوں پر اتر آیا یہانتک کہ بد قماش بازاری عورت کو کچھ رقم دی کہ تو موسیٰ علیہ السلام پر تہمت لگا کہ اس نے میرے ساتھ برا کام کیا ہے۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام بیان کر رہے تھے کہ مجمع میں وہ اٹھ کر کھڑی ہوگی اور پڑھا ہوا سبق سنا دیا۔ موسیٰ علیہ السلام حیران ہوگئے کہ یہ کیا کہہ رہی ہے؟ اور مخلص مومن بھی بڑے حیران ہوئے کہ یہ کس بات کی نسبت موسیٰ علیہ السلام کی طرف کر رہی ہے حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کے معصوم پیغمبر ہیں۔مگر جو شریر قسم کے لوگ تھے انہوں نے کہا کہ بڑے صحت مند موٹے تازے آدمی ہیں ایسی حرکت ہوگئی ہو تو کیا بعید ہے۔مجلس میں تو ہر قسم کے لوگ موجود ہوتے ہیں اچھے بھی برے بھی۔موسیٰ علیہ السلام فوراً سجدے میں گر گئے اور اللہ تعالیٰ سے درخواست کی اے پروردگار یہ بنی اسرائیل کا بھرا مجمع ہے اور اس میں ہر طرح کے لوگ موجود ہے اور یہ عورت کہہ رہی ہے کہ آپ نے فلاں رات میرے ساتھ برا کام کیا ہے۔مخلص لوگ اس کی نہیں مانیں گے اور جو غیر مخلص ہیں وہ کہیں گے کہ ہوسکتا ہے کیونکہ انسان ہیں۔رب تعالیٰ نے فرمایا کہ اس عورت سے کہو کہ صحیح بات بتادے ورنہ ابھی رب تعالیٰ کا عذاب آئے گا۔وہ ڈر گئی اور کہنے لگی کہ میں نہیں بولتی یہ رقم کی تھیلی جو مجھے قارون نے دی ہے یہ بول رہی ہے۔

آپ نے میرے ساتھ کوئی برائی نہیں کی یہ دس ہزار روپیہ بول رہا ہے، وہ تائب ہو کر الگ ہوگئی۔ جب وہ شرارتوں میں اس حد تک آگے چلا گیا تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ [القصص:۸۱] پس ہم نے دھنسا دیا اس قارون کو اور اس کے گھر کو زمین میں۔ اس کی بڑی کوٹھی تھی اور نوکروں کے کوارٹر تھے، بڑا پھیلا ہوا عملہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے سب کو زمین میں دھنسا دیا۔ تو فرمایا کہ وہ لوگ تمہارے سے مال میں بھی زیادہ تھے اور اولاد میں بھی فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ پس انہوں نے فائدہ اٹھایا اپنے حصے کا۔ یعنی اس وقت کے جو منافق اور کافر تھے فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ پس تم نے فائدہ اٹھایا اپنے حصے کا۔ جو رزق تمہارے مقدر میں ہے کھا پی رہے ہو۔ رزق کا دروازہ اللہ تعالیٰ کافروں پر بھی بند نہیں کرتا وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ [نور:۳۸] رزق دیتا ہے جو کو چاہتا ہے۔ کافر لوگ غلط فہمی میں مبتلا تھے کہتے تھے کہ ہمارے پاس رزق زیادہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہم پر راضی ہے اور ہم اللہ تعالیٰ کے پیارے ہیں۔ اور تم بھوکے مرتے ہو معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ تم پر ناراض ہے۔ قرآن پاک میں متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا ہے کہ رزق کا مسئلہ علیحدہ ہے۔ اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور خوشی کے ساتھ نہیں ہے۔ وہ رزق نیکوں کو بھی دیتا ہے بروں کو بھی دیتا ہے ایمان کی دولت صرف اپنے پیاروں کو دیتا ہے۔ صحیح حدیث میں ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُعْطِى الدُّنْيَا مَنْ يُّحِبُّ وَمَنْ لَّا يُحِبُّ ''بیشک اللہ تعالیٰ دنیا دیتا ہے اس کو جس کیساتھ محبت کرتا ہے اور اس کو بھی کہ جس کیساتھ محبت نہیں کرتا وَلَا يُعْطِى الْاِيْمَانَ اِلَّا مَنْ يُّحِبُّ'' اور نہیں دیتا ایمان مگر اس کو جس کیساتھ محبت کرتا ہے۔'' اور ایک روایت میں ہے وَلَا يُعْطِى الدِّيْنَ اِلَّا مَنْ يُّحِبُّ ''اور دین نہیں دیتا مگر اس کو جس کیساتھ محبت کرتا ہے۔'' یعنی رب

تعالیٰ کی محبت کا معیار ایمان، اسلام، دین ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے ایمان دین کی دولت سے نوازا ہے کہ اس میں دین کی تڑپ ہے دین ایمان کو دنیا پر مقدم رکھتا ہے وہ سمجھ لے کہ رب تعالیٰ مجھ سے راضی ہے اور اللہ تعالیٰ کو مجھ سے محبت ہے اور جس کے پاس دولت زیادہ ہے اور دین ایمان سے محروم ہے وہ قطعاً اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو کہ رب تعالیٰ مجھ سے راضی ہے۔ تو فرمایا کہ تم نے فائدہ اٹھایا کَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ جسطرح کہ فائدہ اٹھایا ان لوگوں نے جو تم سے پہلے تھے بِخَلَاقِھِمْ اپنے حصے کا وَخُضْتُمْ کَالَّذِیْ خَاضُوْا اور شغل کیا تم نے جیسا کہ شغل کیا انہوں نے۔ وہ شغل کیا تھا؟ کفر کی حمایت حق کی مخالفت، برے کام کرنے اور اچھے کاموں سے روکنا۔ جو انہوں نے کیا تم بھی وہی کر رہے ہو۔ وہ دنیاوی طور پر نیکی کے کام بھی کرتے تھے کہ راستہ بنادیا، کنواں کھدوادیا، مسافروں کو کھانا کھلاتے، صدقہ خیرات کرتے۔ کافر منافق یہ کام دکھلاوے کے طور پر کرتے تھے۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں اُولٰٓئِکَ حَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ یہی لوگ ہیں جن کے اعمال اکارت ہو گئے ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ جو نیکی کے کام انہوں نے کیے کسی غریب کی ہمدردی کی، مالی معاونت کی، کسی بیمار کا علاج کرایا کسی گرے ہوئے کو سہارا دیا وغیرہ تمام نیکیاں ختم ہو گئیں۔ کیونکہ نیکیوں کی قبولیت کا مدار ایمان، اخلاص اور اتباع سنت رسول ﷺ ہے جو نیکی ایمان، اخلاص، اتباع سنت کے بغیر ہو گی اس کا نہ دنیا میں کوئی فائدہ ہے اور نہ آخرت میں وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ اور یہی لوگ ہیں نقصان اٹھانے والے۔ اللہ تعالیٰ نے نیکی بدی کا راستہ بتلا کر خبردار کر دیا ہے۔

اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۵ وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ۭ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

اَلَمْ يَاْتِهِمْ کیانہیں آئی ان کے پاس نَبَاُالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ خبران لوگوں کی جوان سے پہلے گزرے ہیں قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ نوح علیہ السلام کی قوم کی خبراور قوم عاد کی خبراور قوم ثمود کی خبر وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ اور ابراہیم علیہ السلام کی قوم کی خبراور مدین والوں کی خبراوران بستیوں

کی خبر جو الٹ دی گئیں اَتَتۡهُمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ آئے ان کے پاس رسول واضح دلائل کیساتھ فَمَا كَانَ اللّٰهُ پس نہیں تھا اللہ تعالیٰ ایسا لِيَظۡلِمَهُمۡ کہ ان پر ظلم کرتا وَلٰكِنۡ كَانُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ يَظۡلِمُوۡنَ اور لیکن تھے وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے وَالۡمُؤۡمِنُوۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتُ اور مومن مرد اور مومن عورتیں بَعۡضُهُمۡ اَوۡلِيَآءُ بَعۡضٍ ان میں سے بعض بعض کے دوست ہیں يَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ حکم کرتے ہیں وہ نیکی کا وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ اور روکتے ہیں برائی سے وَيُقِيۡمُوۡنَ الصَّلٰوةَ اور قائم کرتے ہیں نماز کو وَيُؤۡتُوۡنَ الزَّكٰوةَ اور دیتے ہیں زکوٰۃ وَيُطِيۡعُوۡنَ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ اور اطاعت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اُولٰٓئِكَ سَيَرۡحَمُهُمُ اللّٰهُ یہی لوگ ہیں کہ عنقریب ان پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے گا اِنَّ اللّٰهَ عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ بیشک اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے وَعَدَ اللّٰهُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے مومن مردوں کیساتھ اور مومن عورتوں کیساتھ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ باغات کہ جاری ہونگی ان کے نیچے نہریں خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ہمیشہ رہیں گے ان باغوں میں وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً اور پاکیزہ مکانات کا وعدہ کیا ہے فِىۡ جَنّٰتِ عَدۡنٍ رہنے کے باغوں میں وَرِضۡوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكۡبَرُ اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی تو سب سے بڑی ہے ذٰلِكَ هُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ یہی بڑی کامیابی ہے۔

منافقوں کو پہلی قوموں سے عبرت حاصل کرنی چاہئے :

اس سے قبل منافقوں کی نشانیاں، علامات اور ان کے کردار کا ذکر تھا۔ کہ منافق مرد اور عورتیں ایک دوسرے کیساتھ جڑے ہوئے ہیں اور برائی کا حکم کرتے ہیں اور نیکی سے روکتے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ ان کو تنبیہ فرماتے ہیں کہ ان کے پاس نافرمان قوموں کی خبر نہیں آئی ؟ ان کا انجام کیا ہوا۔ اَلَمْ یَاْتِهِمْ کیا نہیں آئی ان کے پاس نَبَاُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ خبر ان لوگوں کی جو ان سے پہلے گزرے ہیں قَوْمِ نُوْحٍ نوح علیہ السلام کی قوم کی خبر۔ کہ ان کی قوم نے نافرمانی کی اللہ تعالیٰ نے ان کو سیلاب میں تباہ و برباد کیا۔ رب تعالیٰ کی قدرت اب بھی اسی طرح ہے جسطرح پہلے تھی وَّعَادٍ اور عاد قوم کی خبر کہ انہوں نے حضرت ہود علیہ السلام کی مخالفت کی۔ اللہ تعالیٰ نے تیز و تند ہوا ان پر چھوڑ دی سات دن اور آٹھ راتیں کہ ان میں سے ایک بھی نہ بچا وَّثَمُوْدَ اور ثمود قوم کی خبر کہ زلزلے نے ان کو آ پکڑا اور چیخ نازل ہوئی۔ ان کے جگر پھٹ گئے اور ہر چیز تہہ و بالا ہو گئی اور پوری کی پوری قوم تباہ ہو گئی وَقَوْمِ اِبْرٰهِیْمَ اور ابراہیم علیہ السلام کی قوم کی خبر کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔

ان کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح تباہ کیا کہ نمرود ابن کنعان نے ایک بہت بڑی بلڈنگ بنائی تھی اس میں الگ الگ کمرے تھے۔ کوئی کمرہ شراب نوشی کیلئے مخصوص تھا، کوئی جوے کیلئے مخصوص تھا، کوئی بے حیائی کیلئے مخصوص تھا، کوئی کسی کام کیلئے اور کوئی کسی کام کیلئے یہ سارے لوگ اس میں اکٹھے تھے اور اپنی اپنی خواہشات کو پورا کرنے میں لگے ہوئے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب آیا بلڈنگ گری سب کے سب تباہ ہو گئے وَاَصْحٰبِ مَدْیَنَ اور مدین والوں کی خبر۔ مدین شہر کا نام بھی تھا اور قوم کا نام بھی تھا۔ ان کی طرف

حضرت شعیب علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے۔اس قوم نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اللہ تعالیٰ نے ان پر سخت گرمی مسلط فرمائی کہ آسانی سے سانس نہیں لے سکتے تھے بادل کا ایک ٹکڑا آیا کچھ لوگ اس کے نیچے جا کر کھڑے ہوئے اور دوسروں کو بھی آواز دی کہ یہاں سانس آسانی سے آتا ہے فوراً یہاں آجاؤ۔چنانچہ وہ ساری قوم اس بادل کے نیچے اکٹھی ہوگئی اللہ تعالیٰ نے اس بادل میں سے آگ کے شعلے برسائے سب کے سب تباہ ہو گئے وَالْمُؤْتَفِكٰتِ اوران بستیوں کی خبر جوالٹ دی گئیں۔یہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی بستیاں تھیں جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا جبرائیل علیہ السلام نے آکر زمین پر پَر مارے اورزمین کو اٹھا کر الٹا کر دیا اور وہ سب لوگ ہلاک کر دیئے گئے ۔فرمایا کہ ان قوموں کا حال ان منافقوں کے پاس نہیں پہنچا کہ یہ اس سے عبرت حاصل کریں اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ آئے ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل کیساتھ۔معجزات لے کر آئے مگر انہوں نے ایک نہ سنی اور ہلاک ہوئے فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ پس نہیں تھا اللہ تعالیٰ ایسا کہ ان پر ظلم کرتا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ اورلیکن تھے وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے کہ نافرمانیاں کیں اوران کی سزا بھگتی۔اللہ تعالیٰ تو کسی پر رائی کے دانے کے برابر بھی ظلم نہیں کرتا۔

مومنوں کے اوصاف:

آگے مومنوں کے متعلق بیان ہے وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ اورمومن مرداورمومن عورتیں بعض ان میں سے بعض کے دوست ہیں۔ایک دوسرے کے ساتھ الفت،محبت،خیرخواہی اور ہمدردی ان کا کام ہے۔اوران کا کیا کام ہے يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ حکم کرتے ہیں وہ نیکی کا۔جسطرح نیکی کرنا اورنیکی کا حکم کرنا

مردوں کے ذمہ ہے اسی طرح نیکی کرنا اور نیکی کا حکم کرنا عورتوں کے بھی ذمہ ہے۔ عورتیں یہ نہ سمجھیں کہ تبلیغ کرنا اور مسائل کا بتانا صرف مردوں کا کام ہے عورتوں کی بھی ذمہ داری ہے۔ اب تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دین بڑا آسان ہوگیا ہے اللہ والوں نے اردو زبان میں کتابیں لکھ کر آسان کر دیا ہے اللہ تعالیٰ ان کی قبروں پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے۔ بہشتی زیور گھر میں ہو اس کو خود بھی پڑھیں، بچوں کو پڑھ کر سنائیں، دوسری عورتوں کو پڑھ کر سنائیں تو ان کی اصلاح ہو جائے گی، آخرت بن جائے گی وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ اور روکتے ہیں برائی سے۔ برائی سے روکنا جسطرح مردوں کا کام ہے اسی طرح عورتوں کا بھی کام ہے وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ اور قائم کرتے ہیں نماز کو۔ مومن مرد بھی اور مومن عورتیں بھی اور صرف خود ہی قائم نہیں کرتے بلکہ اپنے اہل وعیال کو بھی اس کی تاکید کرتے ہیں اور ان کی نماز کا بھی خیال رکھتے ہیں وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ اور دیتے ہیں زکوٰۃ۔

جسطرح مردوں پر زکوٰۃ ہے اگر عورتیں بھی صاحب نصاب ہوں تو ان پر بھی زکوٰۃ ہے۔ شریعت نے عورت کے وجود کو تسلیم کیا ہے۔ عورت کو جو مال جہیز میں ملتا ہے تحفہ تحائف ملتے ہیں ان چیزوں کی عورت خود مالک ہوتی ہے اس کی اجازت کے بغیر اس کے مال کو نہ ساس خرچ کر سکتی ہے نہ خسر، حتی کہ خاوند جس کا عورت پر بہت زیادہ حق ہے وہ بھی بیوی کے مال کو اس کی اجازت کے بغیر خرچ نہیں کر سکتا۔ شریعت نے عورت کے حق کا اتنا لحاظ کیا ہے۔

لہذا عورت پر باقاعدہ زکوٰۃ قربانی فطرانہ ہے اور ان احکام پر عمل کرنے میں وہ خاوند کی اجازت کی بھی محتاج نہیں ہے۔ کیونکہ یہ فرض عین ہے جسطرح نماز روزہ فرض عین ہیں۔ اور نماز روزہ کی ادئیگی کیلئے خاوند سے اجازت کی ضرورت نہیں ہے ہاں نفلی

روزے اگر عورت رکھنا چاہے تو ان کیلئے خاوند کی اجازت کی ضرورت ہے اگر چہ وہ بیمار بھی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَيُطِيعُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ اور وہ اطاعت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی۔ جسطرح اطاعت مردوں کیلئے ہے اسی طرح عورتوں کیلئے بھی ہے، جسطرح دین مردوں کیلئے ہے اسی طرح عورتوں کیلئے بھی ہے، جسطرح قرآن مردوں کیلئے اسی طرح عورتوں کیلئے بھی ہے، جسطرح آنحضرت ﷺ کی سنت مردوں کیلئے ہے اسی طرح عورتوں کیلئے بھی ہے أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ یہی لوگ ہیں کہ ان پر اللہ تعالیٰ عنقریب رحم فرمائے گا اِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ بیشک اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے۔ پہلے تم پڑھ چکے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے منافقوں اور کافروں کیساتھ دوزخ کی آگ کا وعدہ کیا تھا اور فرمایا کہ خٰلِدِينَ فِيهَا وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

مومنوں کیساتھ اللہ تعالیٰ کا وعدہ :

اب اس وعدے کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ نے مومنوں کیساتھ کیا ہے وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے مومن مردوں کیساتھ اور مومن عورتوں کیساتھ جَنّٰتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ باغات کہ جاری ہونگی ان کے نیچے نہریں۔ سرزمین عرب بڑی خشک ہے ان لوگوں کیلئے پانی بڑی نعمت تھا اور ہے۔ سایہ ان لوگوں کیلئے بڑی نعمت تھا اور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جنت کا مفہوم سمجھانے کیلئے فرمایا وہاں بڑے بڑے گھنے باغ ہونگے ظِلًّا ظَلِيلًا وہاں نہریں چل رہی ہونگی۔ تاکہ وہ آسانی کیساتھ سمجھ سکیں کہ جنت کتنی عیش کا مقام ہے۔ اور یہ بھی فرمایا وَلَهُمْ مَا يَشْتَهُونَ [النحل: ۵۷] اور ان کیلئے جنت میں وہ کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے یہ تو موٹی موٹی چیزیں اللہ تعالیٰ نے بتلائی ہیں۔ روایات میں آتا ہے کہ اگر کوئی پرندہ کسی کو بہت بلندی پر اڑتا ہوا نظر

آئے گا اور وہ خیال کرے گا کہ یہ میری خوراک بن جائے ارادہ کرتے ہی وہ سامنے بھنا ہوا پڑا ہوگا بہت بلند درختوں پر پھل لگے ہوں گے جنتی پھل کھانے کا ارادہ کرے گا اس کی ٹہنی خود بخود جھک جائے گی قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ اس کو اٹھ کر توڑنے کی ضرورت نہیں پیش آئی گی خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ہمیشہ رہیں گے ان باغوں میں۔ جو خوش نصیب، نیک بخت، ساعت مند جنت میں داخل ہوگا وہ ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہے گا وہاں سے نکلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور جنت میں کتنا عرصہ رہے گا؟ سو سال، ہزار سال لاکھ سال، کروڑ سال، ارب سال، کھرب سال، پدم سال۔ نہیں نہیں اس کی انتہاء ہی کوئی نہیں ہے اور یہ دنیا کی زندگی تو تھوڑی سی زندگی ہے اس میں آخرت بنالو معلوم نہیں کس وقت ختم ہو جائے اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ ابھی جوان ہوں بوڑھا ہو کے مروں گا یا میں تندرست ہوں بیمار ہو کر مروں گا تو غلط فہمی کا شکار ہے جوان بھی مر رہے ہیں اور تندرست بھی مر رہے ہیں۔

میں نے بارہا یہ بات کہی ہے اور اب بھی کہتا ہوں کہ یہ ہمارا دور تو حادثاتی دور ہے اس دور میں کوئی شخص رات کو گھر آجائے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے، دو رکعت نفل پڑھے کہ اے پروردگار! تیرا شکر ہے کہ میں خیریت سے گھر آ گیا ہوں۔ روڈ و سلطان ضلع جھنگ میں دو تین دن کا واقعہ ہے کہ پٹرول کی ٹینکی پھٹی تیل بہنے لگ گیا لوگ پٹرول مختلف برتنوں میں بھرنے لگ گئے، پٹرول کو آگ لگ گئی تقریباً سو آدمی جل کر مر گیا۔ کس کام میں مصروف تھے، کس حالت میں مرے؟ چوری کی حالت میں مرے اللہ تعالیٰ سب کو معاف فرمائے اللہ تعالیٰ کی رحمت بڑی وسیع ہے مگر ہم نے رحمت والا کوئی کام ہی نہیں کیا۔ اس واقعہ سے عبرت حاصل کرو ان کو وہم بھی نہیں تھا کہ کیا ہونے والا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے مومنوں کیساتھ وعدہ کیا ہے باغوں کا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ ان میں

ہمیشہ رہیں گے وَمَسٰکِنَ طَیِّبَۃً اور پاکیزہ مکانات کا وعدہ کیا ہے۔ جو بڑے ستھرے ہونگے نہ مکھی ہوگی، نہ مچھر ہوگا، نہ کیڑا مکوڑا ہوگا۔ ان کی صحیح کیفیت کا آج تصور بھی نہیں ہو سکتا فِیْ جَنّٰتِ عَدْنٍ رہنے کے باغوں میں۔ یہ جو دنیا کے باغ ہیں ان پر کبھی پھل ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا جنت کے باغوں کی یہ خوبی ہے کہ پھل توڑیں گے ساتھ ہی لگ جائے گا لَا مَقْطُوْعَۃٍ وَّلَا مَمْنُوْعَۃٍ نہ وہ قطع کیے جائیں گے اور نہ روکے جائیں گے [واقعہ:۳۳] نہ وہاں کے درختوں کے پتے جھڑیں گے نہ خشک ہوں گے۔

رضاءِ الٰہی سب سے بڑی کامیابی :

مومن مردوں اور عورتوں کو اور کیا ملے گا؟ فرمایا وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَکْبَرُ اور اللہ تعالیٰ کی رضا مندگی تو سب سے بڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ جس پر راضی ہو جائے بہت بڑی بات ہے صحابہ کرام ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے یہ لقب اور سند دنیا میں ہی عطا فرما دی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ''اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے۔'' ذٰلِکَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ یہی بڑی کامیابی ہے۔ کہ آدمی سے رب راضی ہو جائے، بندہ خدا کے غضب سے بچ جائے، جنت میں پہنچ جائے، جنت کی نعمتیں حاصل ہوں، اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو اللہ تعالیٰ تمام مومنین اور مومنات کو نصیب فرمائے۔ لیکن اس نعمت کے حاصل کرنے کیلئے محنت کی ضرورت ہے مفت میں نہیں ملتی۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ○ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ؕ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ○

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اے نبی ﷺ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ آپ جہاد کریں کافروں اورمنافقوں کیساتھ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ اوران پرسختی کریں وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ اوران کاٹھکانہ جہنم ہے وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ اوروہ بہت براٹھکانہ ہے يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا وہ اللہ تعالیٰ کے نام کی قسمیں اٹھاتے ہیں کہ انہوں نے کچھ نہیں کہا وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ اور البتہ تحقیق انہوں نے کہی ہے کفر کی بات وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ اور کفر کیا انہوں نے اسلام ظاہر کرنے کے بعد وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا اور انہوں نے ارادہ کیا اس چیز کا جس کو وہ پا نہ سکے وَمَا نَقَمُوْٓا اور انہوں نے نہیں بدلہ لیا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مگر اس بات کا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو غنی کردیا اور اس کے رسول ﷺ نے بھی مِنْ فَضْلِهٖ اپنے

کرم سے فَاِنْ یَّتُوْبُوْا یَکُ خَیْرًا لَّھُمْ پس اگر وہ توبہ کرلیں تو بہتر ہوگا ان کیلئے وَاِنْ یَّتَوَلَّوْا اور اگر اعراض کریں گے یُعَذِّبْھُمُ اللّٰہُ عَذَابًا اَلِیْمًا تو سزا دیگا اللہ تعالیٰ ان کو دردناک سزا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ دنیا میں اور آخرت میں وَمَا لَھُمْ فِی الْاَرْضِ اور نہیں ہوگا ان کیلئے زمین میں مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیْرٍ کوئی حمایتی اور نہ کوئی مددگار۔

کافروں اور منافقوں کا آپ ﷺ کی نرمی سے غلط فائدہ اٹھانا :

آنحضرت ﷺ مجسمہ اخلاق اور بڑے نرم مزاج تھے اتنا کہ کافر آپ ﷺ کے منہ پر کہتے تھے کہ تم بڑے جھوٹے اور جادوگر ہو، کبھی کہتے تم پاگل ہو، دیوانے ہو، کبھی کہتے تم اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھتے ہو اور کبھی کہتے تم کاہن فال نکالنے والے ہو۔ عجیب عجیب قسم کی باتیں کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ ان کی یہ ساری باتیں سن کر درگذر فرماتے اور ان کا کوئی جواب نہ دیتے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰہِ لِنْتَ لَھُمْ پس اللہ تعالیٰ کی رحمت سے آپ ان کیلئے نرم ہیں وَلَوْ کُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ اور اگر آپ سخت مزاج تنگدل ہوتے لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِکَ [آل عمران: ۱۵۹] تو یہ لوگ آپ کے اردگرد سے پراگندہ ہو جاتے۔ ظاہر بات ہے کہ جو آدمی سخت مزاج اور لڑاکا ہوتا ہے اس کے قریب کوئی نہیں جاتا۔ نرم مزاج اخلاق والا ہو تو اس کے پاس لوگ بیٹھتے ہیں تو کافر اور منافق آپ ﷺ کی نرمی سے غلط فائدہ اٹھاتے تھے اور غلط باتیں کر جاتے تھے۔ چنانچہ یہودی آکر کہتے السَّامُ عَلَیْکَ درمیان سے لام کھا جاتے، اس کا معنیٰ ہے تیرے اوپر موت پڑے۔ ایک دفعہ اسطرح ہوا کہ ایک یہودی نے دروازہ کھٹکھٹایا ام المؤمنین پردے کے پیچھے چلی گئیں اتنے زیادہ کمرے تو نہیں ہوتے تھے کہ انکو الگ بٹھاتے وہی حجرہ ہوتا

تھا پردہ لٹکتا تھا جب مرد آتے تو عورتیں پردے کے پیچھے چلی جاتیں تھیں۔ تو یہودی نے کہا اَلسَّامُ عَلَیْکَ آپ ﷺ نے فرمایا عَلَیْکَ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پیچھے سے فرمایا عَلَیْکَ السَّامُ وَاللَّعْنَةُ تجھ پر موت اور لعنت پڑے۔ یہودی جب اپنی بات کر کے چلا گیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا عائشہ تو بڑے غصے میں تھی کہنے لگیں حضرت آپ ﷺ نے سنا نہیں اس نے کیا کہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں نے جو جواب دیا وہ تو نے نہیں سنا میں نے کہا عَلَیْکَ تجھ پر پڑے بس جواب پورا ہو گیا مزید کچھ کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ تو آپ ﷺ کی نرمی سے لوگ بڑا غلط فائدہ اٹھاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا کہ کافروں اور منافقوں کیساتھ اتنی نرمی کی ضرورت نہیں ہے۔

کافروں کیساتھ جہاد بالسیف ہے اور منافقوں کیساتھ باللسان ہے:

ارشاد ربانی ہے یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ اے نبی ﷺ آپ جہاد کریں کافروں اور منافقوں کیساتھ۔ کافروں کیساتھ جہاد تلوار کیساتھ ہوتا ہے اور یہ ہجرت کے دوسرے سال فرض ہوا تھا اور منافقوں کے ساتھ جہاد زبان کے ساتھ ہوتا ہے تلوار سے نہیں۔ بخاری شریف میں روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر کہا حضرت ہم کافروں کیساتھ لڑنے کیلئے دور دراز کے محاذوں پر جاتے ہیں اور یہ منافق لوگ ہمارے قریب ہیں ہم ان کیساتھ جہاد کر کے تلوار کیساتھ ان کا صفایا نہ کر دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ان کیساتھ تلوار کا جہاد نہیں کرنا اِنَّ النَّاسَ یَقُوْلُوْنَ اِنَّ مُحَمَّدًا ﷺ یَقْتُلُ اَصْحَابَهٗ "لوگ کہیں گے کہ بیشک محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں۔" کیونکہ بظاہر یہ کلمہ پڑھتے ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں عوام سطحی ہوتے ہیں وہ ان کی منافقت کو نہیں جانتے لہذا اگر ان کو قتل کیا گیا تو عوام پر اس کا برا اثر پڑے گا اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کچے لوگ جو نئے

نئے مسلمان ہوئے ہیں وہ بددل ہو جائیں گے اور نئے مسلمان نہیں ہونگے۔ زبانی جہاد کا مطلب یہ ہے کہ جب یہ کوئی بات کریں تو ان کو معقول طریقے سے ایسا جواب دو کہ جو منہ توڑ ہو کہ پھر ایسی بات نہ کرسکیں وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ اور ان پر سختی کریں۔ سختی کا یہ مطلب نہیں کہ گالیاں دو نہیں بلکہ بات معقول ہو اور لہجہ اور انداز ایسا ہو کہ اس کو پتا چلے کہ یہ سخت بات کر رہا ہے۔ بالکل نرمی کرو گے تو یہ اِس سے غلط فائدہ اٹھائیں گے وَمَأْوٰهُمْ جَهَنَّمُ اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر صحیح العقیدہ مسلمان کو دوزخ سے بچائے گا۔

منافقوں کی ایک سازش کا تذکرہ :

آگے منافقوں کے ایک واقعہ کا ذکر ہے۔ وہ اسطرح کہ غزوہ تبوک ۹ھ رجب کے مہینے میں پیش آیا۔ چند منافق بھی اس غزوہ میں شریک تھے انہوں نے راستے میں بھی شرارتیں نہیں چھوڑیں۔ اس سے پہلی آیات میں تم پڑھ چکے ہو کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کیساتھ مذاق، آنحضرت ﷺ کی ذات کیساتھ ٹھٹھہ، قرآن کریم کیساتھ مخول کرتے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ تو کہنے لگے کہ ہم تو صرف دل لگی کر رہے تھے کہ راستہ طے ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ کیا اللہ تعالیٰ کیساتھ اور اس کی آیتوں کیساتھ اور اس کے رسول کیساتھ تم ٹھٹھہ کرتے ہو، تمہارے مسخرے کیلئے یہی رہ گئے تھے۔ اس غزوہ میں منافقوں کا یہ ذہن تھا کہ آپ ﷺ زندہ بچ کر واپس نہیں آئیں گے اور نہ ہی ان کے ساتھی زندہ بچیں گے۔ کیونکہ رومیوں کی بے بہا فوج ہے ان کیساتھ مقابلے کے بعد یہ کیسے زندہ واپس آسکتے ہیں؟ یہ خیال ذہن میں جما کر وہ بہت خوش تھے لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت اور شان کہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے تمام ساتھی

زندہ واپس آ گئے سوائے ایک دو ساتھیوں کے کہ وہ طبعی طور پر دوران سفر فوت ہو گئے تھے باقی ان میں کوئی ضائع نہیں ہوا۔ جب آپ ﷺ مدینہ طیبہ کے قریب آ گئے تو منافق پریشان ہو گئے تو منافقوں نے آپ ﷺ کے قتل کا منصوبہ بنایا۔ دریافت کیا کہ آپ ﷺ کس راستے سے واپس آ رہے ہیں اور آپ ﷺ کے ساتھ کون کون ہیں بتایا گیا کہ آپ ﷺ فلاں راستے سے آ رہے ہیں اور آپ ﷺ کیساتھ عمار ابن یاسر اور حذیفہ ابن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔ مسلم شریف کی روایت میں بارہ تیرہ اور چودہ پندرہ کا ذکر ہے۔ رات کا وقت تھا نہ کھلی روشنی تھی اور نہ بالکل اندھیرا تھا ان تیرا چودہ منافقوں نے نقاب پہن رکھے تھے تاکہ ہم پہچانے نہ جائیں اور ایک درے کے پاس چھپ کر بیٹھ گئے کہ جب آپ ﷺ یہاں سے گذریں تو اچانک حملہ کر کے آپ ﷺ کا کام تمام کر دیں۔ آپ ﷺ سواری پر تھے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سواری کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ سواری کی نکیل پکڑ کر آگے آگے چل رہے تھے۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے آدمیوں کی آہٹ محسوس کی کہ کچھ آدمی ہیں دیکھا تو واقعی ایک گروہ تھا جو آپ ﷺ پر حملہ کرنا چاہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو ایسی جرأت اور ہمت عطا فرمائی کہ تلوار لیکر ان کو للکارا۔ وہ دوڑ پڑے یہ ان کے پیچھے دوڑے دور تک دوڑا کر واپس آئے۔ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کیساتھ رہے کہ ایسا نہ ہو کہ تنہائی میں آپ پر کوئی وار کر دے آنحضرت ﷺ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو ان منافقین کے نام بتائے کہ فلاں فلاں منافق تھا اور فرمایا کہ یہ تیرا میرا راز ہے کسی کو بتانا نہیں۔ اسی لئے ان کو صاحب سرّ رسول اللہ ﷺ کہا جاتا ہے۔

ان منافقوں میں ایک جلاس نامی آدمی بھی تھا بعد میں وہ تائب ہو کر رضی اللہ عنہ ہو گئے

تھے۔اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ ان کے پیٹ میں مروڑ ہوگا اور یہ اس بیماری کیساتھ ختم ہو جائیں گے۔ان منافقوں کا علم حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے سوا اور کسی کو نہ تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اگر کوئی مشہور مسلمان فوت ہوتا تو وہ بے کھٹکے اس کا جنازہ پڑھ لیتے تھے اور جس کے متعلق صحیح طور پر علم نہیں ہوتا تھا تو اس کے بارے میں پوچھتے تھے کہ حذیفہ ابن یمان رضی اللہ عنہ جنازے میں شریک ہیں یا نہیں اگر حذیفہ ابن یمان رضی اللہ عنہ ہوتے تو بے کھٹک جنازہ پڑھا دیتے اور اگر حذیفہ ابن یمان رضی اللہ عنہ نہ ہوتے تو تحقیق کرنے کے بعد جنازہ پڑھاتے کہ کہیں ان منافقوں میں سے کسی کا جنازہ نہ ہو۔ان میں سے بعض کے متعلق لوگوں کو شبہ ہوا کہ ان لوگوں نے منصوبہ بنایا تھا کیونکہ یقینی طور پر تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں تھا جن کے متعلق شبہ تھا ان سے پوچھا کہ تم نے یہ حرکت کرنے کی کوشش کی تھی اور آنحضرت ﷺ کے متعلق واہی تباہی قسم کی باتیں کیں تھیں کہ مثلاً یہ کہا ھُوَ اَکَّالٌ یہ پیٹو ہے،خیبر کھالیا،مکہ کھالیا،عرب سارا کھالیا اب رومیوں کو کھانے کیلئے جا رہا ہے کہ ان کو شکست دے کر ان کا مال کھائے اس کا پیٹ نہیں بھرتا۔اور یاد رکھنا آنحضرت ﷺ کی ادنیٰ توہین بھی کفر ہے۔مثلاً اگر کوئی شخص حقارت کے طور پر کہے کہ آپ ﷺ کی چادر میلی تھی تو فقہاء کرامؒ فرماتے ہیں یہ شخص کافر ہو گیا اسی طرح اگر کوئی شخص تحقیراً آپ ﷺ کے بال مبارک کے متعلق کہے بالڑو تو کافر ہو جائے گا۔تو جب ان سے پوچھا گیا تو منکر ہو گئے اور قسمیں کھانے لگے اس کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰہِ مَاقَالُوْا وہ اللہ تعالیٰ کے نام کی قسمیں اٹھاتے ہیں کہ انہوں نے کچھ نہیں کہا وَلَقَدْ قَالُوْا کَلِمَةَ الْکُفْرِ اور البتہ تحقیق انہوں نے کہی ہے کفر کی بات۔کہ آپ ﷺ تحقیر کی اور اور مذاق اڑایا معاذ اللہ تعالیٰ وَکَفَرُوْا بَعْدَ

اِسْلَامِهِمْ اورانہوں نے کفر کیا اسلام ظاہر کرنے کے بعد کہ دل سے تو ایمان نہیں لائے تھے زبانی طور پر کلمہ پڑھتے تھے اور زبانی طور پر کلمہ پڑھنے کے بعد قولاً فعلاً یہ کفر یہ کارروائی کی کہ آپ کے متعلق پیٹو کے لفظ استعمال کئے اور عملاً یہ کہ آپ ﷺ کے شہید کرنے کے درپے ہوئے وَھَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا اور انہوں نے ارادہ کیا اس چیز کا جس کو وہ پا نہ سکے۔ کہ آپ ﷺ کو شہید کرنے کا ارادہ کیا اور کر نہ سکے۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ایسی جرأت کے ساتھ ان کو للکارا کہ یہ گیدڑوں کی طرح بھاگے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان میں ایسے لوگ بھی تھے کہ جو غریب مسکین تھے بھوکے مرتے تھے آپ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو زکوۃ، صدقات اور فطرانہ میں سے ان کی بڑی معاونت کی، بیت المال میں سے ان کی امداد کی اس کا ذکر ہے۔

فرمایا وَمَا نَقَمُوْا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ اور انہوں نے نہیں بدلہ لیا، آپ ﷺ کی عیب جوئی نہیں کی، آپ ﷺ کیخلاف کارروائی نہیں کی مگر اس بات سے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو غنی کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے زکوۃ، صدقات اور فطرانہ سے رقم دے کر اور بیت المال سے امداد کر کے ان کو مالدار کر دیا اپنے کرم۔ جس کا یہ بدلہ لے رہے ہیں فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ پس اگر وہ توبہ کر لیں تو بہتر ہوگا ان کیلئے۔ جسطرح جلاس نے سچے دل سے توبہ کی اور رضی اللہ عنہ ہو گئے وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا اور اگر وہ توبہ سے اعراض کریں گے يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ تو سزا دیگا ان کو اللہ تعالیٰ دردناک سزا دنیا میں کہ جس وقت ان کے پیٹ میں مروڑ پڑتا تھا تو گدھے کی طرح زمین میں لیٹیاں لیتے تھے اور چیخیں مارتے تھے۔ ایسی تکلیف سے اللہ تعالیٰ بچائے اور آخرت میں جو سزا ہوگی وہ علیحدہ ہے وَمَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ اور نہیں ہوگا ان کیلئے زمین

میں مِنۡ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيۡرٍ کوئی حمایتی کہ زبانی کلامی حمایت کرے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اسطرح کا بھی کوئی نہیں ہوگا اور نہ کوئی ان کا عملی طور پر مددگار ہوگا جب یہ رب تعالیٰ کی گرفت میں آئیں گے۔

وَمِنْهُم مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ فَلَمَّآ اٰتٰهُم مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُم مُّعْرِضُوْنَ ○ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ○ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ○ اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○

وَمِنْهُم مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ اور بعض ان منافقوں میں سے وہ ہیں جنہوں نے عہد کیا ہے اللہ تعالیٰ کیساتھ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ کہ اگر دیگا اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل سے لَنَصَّدَّقَنَّ تو ہم ضرور صدقہ خیرات کریں گے وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ اور البتہ ہم ضرور ہوں گے نیکوں میں سے فَلَمَّآ اٰتٰهُم مِّنْ فَضْلِهٖ پس جب اللہ تعالیٰ نے ان کو دیا اپنے فضل سے بَخِلُوْا بِهٖ تو انہوں نے بخل کیا اس میں وَتَوَلَّوْا وَّهُم مُّعْرِضُوْنَ اور انہوں نے اعراض کیا اور وہ اعراض کرنے والے ہیں فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا پس اللہ تعالیٰ نے ان کے پیچھے لگا دیا نفاق فِيْ قُلُوْبِهِمْ ان

کے دلوں میں اِلٰی یَوْمِ یَلْقَوْنَہٗ اس دن تک جس دن اللہ تعالیٰ سے ملاقات کریں گے بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰہَ اس وجہ سے کہ انہوں نے خلاف ورزی کی اللہ تعالیٰ سے مَاوَعَدُوْہُ اس چیز کی جس کا انہوں نے وعدہ کیا تھا اللہ تعالیٰ سے وَبِمَا کَانُوْا یَکْذِبُوْنَ اور اس لئے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے اَلَمْ یَعْلَمُوْآ کیا وہ نہیں جانتے اَنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ سِرَّھُمْ کہ بیشک اللہ تعالیٰ جانتا ہے ان کی مخفی بات کو وَنَجْوٰھُمْ اور ان کی سرگوشی کو وَاَنَّ اللّٰہَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اور بیشک اللہ تعالیٰ غیبوں کا جاننے والا ہے اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ منافق وہ ہیں جو عیب لگاتے ہیں خوشی سے کرنے والوں پر مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ایمان والوں میں سے فِی الصَّدَقٰتِ صدقہ خیرات وَالَّذِیْنَ لَایَجِدُوْنَ اور ان لوگوں پر جو نہیں پاتے اِلَّا جُھْدَھُمْ مگر اپنی محنت فَیَسْخَرُوْنَ مِنْھُمْ پس وہ مسخرہ کرتے ہیں ان کے ساتھ سَخِرَ اللّٰہُ مِنْھُمْ اللہ تعالیٰ ان کیساتھ مسخرہ کرے گا، بدلہ دے گا ٹھٹھے کا وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ اور ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔

اللہ تعالیٰ کیساتھ بدعہدی کرنے والوں کا انجام :

منافقوں کی کارستانیاں اور ان کی تردید کا سلسلہ شروع ہے۔ مدینہ طیبہ میں ثعلبہ ابن ابی حاطب نامی ایک آدمی تھا اکثر تفسیروں میں ان کا نام ثعلبہ ابن حاطب لکھا ہے۔ یہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ ثعلبہ ابن حاطب ﷺ بدری صحابی ہیں اور بدریوں کے بارے میں یہ روایت بخاری، مسلم، تمام کتب صحاح میں موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِعْمَلُوْا کَاشِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ وَقَدْ وَجَبَتْ لَکُمُ الْجَنَّۃُ ’’جو تمہارا جی چاہے کرو تحقیق

میں نے تمہیں بخش دیا اور تمہارے لئے جنت واجب کردی ہے۔'' تو بدریوں کی بخشش قطعی ہے اسی طرح حدیبیہ والوں کے بارے میں الجامع الصغیر میں روایت ہے۔ یہ بھی حدیث کی کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور جو صلح حدیبیہ میں شریک ہوئے میں ان کو معاف کر چکا ہوں۔ لہذا یہ واقعہ ثعلبہ ابن حاطب کا نہیں بلکہ ثعلبہ ابن ابی حاطب کا ہے۔ کیونکہ یہ واقعہ منافق کا ہے اور حافظ ابن حجر اور دیگر مفسرین اور محدثین کرامؒ نے تصریح فرمائی ہے کہ اس کا نام ثعلبہ ابن ابی حاطب ہے۔

اور آگے اسی سورۃ میں مسجد ضرار کا ذکر آرہا ہے جو منافقوں نے مسجد قبا کے پاس بنائی تھی یہ اس کے بانیوں میں شامل تھا۔ تو یہ ثعلبہ ابن ابی حاطب آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا حضرت میں بھوکا مر رہا ہوں، فاقے پہ فاقہ آرہا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا...... دنیا میں غربت بھی ہے اور امارت بھی ہے، بھوک بھی ہے پیاس بھی ہے، راحت بھی ہے تکالیف بھی ہیں، برداشت کرو۔ کہنے لگا حضرت برداشت سے باہر ہے۔ دعا کرو اللہ تعالیٰ مجھے مال دیدے۔ آپ ﷺ نے اس کو سمجھایا کہ مال دولت میں فراوانی طلب نہ کرو مال کے بہت سارے حقوق ہیں آدمی اگر وہ حقوق ادا نہ کرے تو مال اس کیلئے وبال کا باعث ہوتا ہے۔ کہنے لگا اگر اللہ تعالیٰ مجھے مال دے تو میں صدقہ خیرات کروں گا اس کے ذریعے نیکیاں کماؤں گا آنحضرت ﷺ نے اس کیلئے دعا کی اللہ تعالیٰ نیکوں کی دعا قبول فرماتے ہیں اگرچہ وہ اس میں مجبور نہیں ہے۔ چاہے تو نوح علیہ السلام کی دعا کو رد کردے مگر بنسبت عام لوگوں کے نیکوں کی دعا زیادہ قبول کرتے ہیں۔ اور آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی سے بڑھ کر خدا کی دنیا میں کون نیک ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی دعا قبول فرمائی۔

ثعلبہ تاجر پیشہ آدمی تھا بھیڑ، بکریاں، اونٹ خریدے اس سے اس کو کافی مالی فائدہ ہوا اس کے پاس بھیڑ، بکریاں، اونٹ اتنے زیادہ ہوگئے کہ مدینہ طیبہ میں نہ رکھ سکا باہر لے گیا۔ پہلے رات کی نماز گئی، پھر دن کی نماز گئی صرف جمعہ رہ گیا اور پھر رفتہ رفتہ جمعہ کی شرکت بھی ختم ہوگئی۔ بہر حال اس کے پاس کافی مال جمع ہوگیا اور مسئلہ یہ ہے کہ جانوروں کی زکوٰۃ، زمین کی پیداوار کا عشر، باغات کے پھل کا عشر حکومت براہِ راست وصول کرتی ہے اور اموال باطنہ جیسے سونا چاندی، سامان تجارت ان کی زکوٰۃ مالک خود ادا کرے گا شرعاً حکومت لینے کی مجاز نہیں ہے ہاں اگر واقعی طور پر کوئی ضرورت پیش آجائے تو وہ علیحدہ مسئلہ ہے۔

جب ضیاء الحق کے دور میں حکومت نے لوگوں کی زکوٰۃ کاٹنی شروع کی تھی تو ہم نے اس پر سخت تنقید کی تھی کہ حکومت اس کی مجاز نہیں ہے اور یہ کہ اپنے مصرف میں خرچ نہیں ہو گی اور ہم نے جو خدشات ظاہر کئے تھے وہ پورے ہوکر رہے اور زکوٰۃ کو مصرف پر خرچ کرنے کی بجائے اس رقم سے گلیاں، نالیاں بنتی رہیں۔ سو میں سے پانچ دس آدمی ہونگے جنہوں نے صحیح جگہ پر خرچ کی ہو ورنہ کوئی اس رقم سے الیکشن لڑتا رہا اور کوئی کچھ کرتا رہا، کوئی کچھ کرتا رہا۔ قصہ یہ کہ جانوروں کی زکوٰۃ براہ راست حکومت وصول کرتی ہے۔

ثعلبہ کے مال پر جب سال گذر گیا تو آنحضرت ﷺ نے آدمی بھیجا کہ ثعلبہ سال پورا ہوگیا ہے جانوروں کا حساب کر کے زکوٰۃ دو۔ ثعلبہ ابن ابی حاطب نے آپ ﷺ کے نمائندے کو کہا میں نے ابھی حساب نہیں کیا تم کل آنا، اگلے دن پھر یہی کہا کہ میں نے ابھی حساب نہیں کیا تم کل آنا وہ کل کو گیا تو پھر کہنے لگا کہ میں نے ابھی حساب نہیں کیا تم کل آنا جب آدمی کے دل میں کھوٹ ہوتا ہے تو وہ ایسا ہی کرتا ہے۔ آپ ﷺ کے نمائندے نے کہا

کہ اگر زکوٰۃ دینی ہے تو دیدو نہیں دینی تو انکار کردو میں تو روزانہ چل چل کر تھک گیا ہوں تو اس نے کہا مَاهِيَ اِلَّا اُخْتُ الْجِزْيَةِ ''یہ زکوٰۃ تو ٹیکس کی طرح ہے۔'' قاصد نے یہی الفاظ واپس آکر آنحضرت ﷺ کو بتلا دیئے۔ آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا وَیْــــحَکَ یَاثَعْلَبَةُ ''اے ثعلبہ تجھ پر افسوس ہے۔'' اور محصل کو فرمایا کہ اب تم اس کے پاس نہ جانا اس کے بعد وہ خود زکوٰۃ لیکر آپ ﷺ کی خدمت میں آیا آپ ﷺ نے وصول کرنے سے انکار فرمادیا۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں ان کے پاس آیا انہوں نے بھی رد کردی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور مین ان کے پاس لیکر آیا اور کہنے لگا پہلے میں منافق تھا اب میں مخلص ہوگیا ہوں تم زکوٰۃ وصول کرلو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم جھوٹ بولتے ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ یہ نفاق ان کے دل میں اس دن تک رہے گا جس دن یہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کریں گے۔ تو نے کس طرح چھوڑ دیا ہے؟ تو سچا ہے یا رب تعالیٰ سچے ہیں؟ رد کردی فرمایا لے جاؤ۔

پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی لے کر آیا انہوں نے بھی رد کردی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں ہی یہ ثعلبہ ابن ابی حاطب منافق مرگیا۔ اس کا ذکر ہے وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ اور بعض ان منافقوں میں سے وہ ہیں جنہوں نے عہد کیا ہے اللہ تعالیٰ کیساتھ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ کہ اگر دیگا اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل سے مال لَنَصَّدَّقَنَّ تو ہم ضرور صدقہ خیرات کریں گے وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ اور البتہ ہم ضرور رہوں گے نیکوں میں سے فَلَمَّآ اٰتٰهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ پس جب ان کو اللہ تعالیٰ نے دیا اپنے فضل سے بَخِلُوْا بِهٖ تو انہوں نے بخل کیا اس میں وَتَوَلَّوْا اور انہوں نے اعراض کیا یعنی وعدے سے پھر گئے وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ اور وہ اعراض کرنے والے ہیں فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا پس اللہ تعالیٰ نے ان

کے پیچھے لگا دیا نفاق کو فِیْ قُلُوْبِھِمْ ان کے دلوں میں اِلٰی یَوْمِ یَلْقَوْنَہٗ اس دن تک جس دن وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کریں گے۔یعنی مرتے دم تک منافقت اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ڈال دی ہے بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰہَ اس وجہ سے کہ انہوں نے خلاف ورزی کی اللہ تعالیٰ سے مَا وَعَدُوْہُ اس چیز کی جس کا انہوں نے وعدہ کیا تھا اللہ تعالیٰ سے۔کہ صدقہ خیرات کریں گے نیک بنیں گے وَبِمَا کَانُوْا یَکْذِبُوْنَ اور اس لئے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔زبان پر کچھ اور اندر کچھ اَلَمْ یَعْلَمُوْٓا کیا وہ نہیں جانتے اَنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ سِرَّھُمْ وَنَجْوٰھُمْ بیشک اللہ تعالیٰ جانتا ہے ان کی مخفی بات کو اور ان کی سرگوشی کو وَاَنَّ اللّٰہَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اور بیشک اللہ تعالیٰ غیبوں کا جاننے والا ہے۔

مسلمانوں پر طعن و تشنیع منافقوں کا وطیرہ ہے :

آگے اور واقعہ کا ذکر ہے۔آنحضرت ﷺ نے ایک موقع پر چندے کی اپیل کی کسی محاذ پر دشمنوں کے مقابلہ کیلئے جانا تھا اسلحہ اور دیگر جنگی سامان کی ضرورت تھی۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ دل کھول کر چندہ دو بڑی ضرورت ہے۔حضرت عبد الرحمٰن ابن عوف رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں عشرہ مبشرہ ان دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کہتے ہیں جن کو آنحضرت ﷺ نے ایک مجلس میں جنتی ہونے کی خوشخبری سنائی۔انہوں نے چار ہزار درھم اور ایک روایت میں آٹھ ہزار درہم کا ذکر بھی آتا ہے لا کر آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیے۔ایک درہم ساڑھے تین ماشے چاندی کا ہوتا ہے اچھا خاصا وزن تھا تھیلہ بھرا ہوا تھا منافقوں نے کہا کہ یہ ریاکاری ہے۔زیادہ چندہ اس لئے دیا ہے کہ اسکا نام مشہور ہو اچھے نمبر ملیں۔

صحابی کا انوکھا ایثار :

اور حضرت ابو عقیل حبحاب رضی اللہ عنہ انصاری صحابی ہیں جب آپ ﷺ نے چندے کی

اپیل کی یہ گھر تشریف لے گئے بیوی سے کہا تیرے پاس کوئی شی ہے؟ کھجوریں یا نقدیا آٹایا ستو جو میں آپ ﷺ کو چندے میں دے سکوں بیوی نے کہا کوئی شے نہیں ہے۔ بڑے پریشان ہوئے کہ میں اس موقع پر چندہ دینے سے محروم رہا۔ یہ ایک یہودی کے پاس گئے کہ میں عشاء سے لے کر صبح تک تیرے باغ کو پانی پلاؤں گا تو مجھے کیا دے گا؟ اس نے کہا دو صاع کھجوریں دونگا۔ ایک صاع ساڑھے تین سیر کا ہوتا ہے۔ یہودیوں کے باغ ہوتے تھے کنویں میں سے پانی نکال کر باغات کو سیراب کرتے تھے۔ انہوں نے دیانتداری کیساتھ مزدوری کی جسطرح کرنی چاہئے تھی اور مسئلہ یہ ہے کہ مزدور اگر مزدوری میں کوتاہی کرے گا داؤ لگائے گا تو اس کی کمائی حلال نہیں ہوگی۔ اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ مزدور کو مزدوری پسینہ خشک ہونے سے پہلے دیدو۔ اگر آدمی مزدور کو مزدوری نہیں دیتا ٹال مٹول کرتا ہے تو گنہگار ہوگا۔ انہوں نے ساری رات باغ کو پانی پلایا دو صاع کھجوروں کے ملے ایک صاع بیوی کو لا کر دیا کہ گھر کیلئے استعمال کرو اور ایک صاع کھجوروں کا آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کیا اور ساری کہانی بھی سنا دی کہ یہ میں کس طرح مزدوری کر کے لایا ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے یہ کھجوریں دوسرے چندے کے اوپر رکھ دیں کہ اس آدمی نے جو محنت کی ہے بڑی قابل قدر ہے۔

منافقوں نے ان کو بھی معاف نہ کیا کہنے لگے کہ کیا مصیبت پڑی تھی ساری رات کھڑے ہو کر باغ کو پانی پلانے کی یہ لہو لگا کر شہیدوں میں اپنا نام لکھوانا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ منافق وہ ہیں جو عیب لگاتے ہیں خوشی سے کرنے والوں پر مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ مومنوں میں سے فِی الصَّدَقٰتِ صدقہ خیرات۔ دل کھول کر صدقہ خیرات کرنے والوں پر بھی عیب لگاتے ہیں جیسے حضرت عبدالرحمٰن بن

عوف رضی اللہ عنہ پر عیب لگایا کہ یہ ریا کاری ہے نمبر لینے کیلئے یہ کام کیا ہے وَالَّذِیْنَ لَایَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ اوران لوگوں پر جو نہیں پاتے مگر اپنی محنت ۔

جیسے حضرت ابوعقیل حَبْحَاب رضی اللہ عنہ کہ مشقت کر کے لائے ان کو معاف نہیں کیا۔ فَیَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ پس وہ مسخرہ کرتے ہیں ان کے ساتھ۔ کہ دیکھو ساری رات یہودی کے باغ کو پانی پلاتا رہا اور ایک صاع کھجوروں کا لا کر پیش کیا اگر نہ لاتا تو کیا ہو جاتا اور اب تیرے صاع کیساتھ کون سی فتح ہو جانی ہے سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ اللہ تعالیٰ ان کیساتھ مسخرہ کرے گا یعنی ان کو مسخرے کا بدلہ دے گا وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ اور ان کیلئے دردناک عذاب ہے ۔ کہ یہ منافق کسی کو معاف نہیں کرتے ۔ شریر آدمی ہمیشہ شرارت کی بات کرتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ شرارت سے بچائے اور محفوظ فرمائے ۔

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۭ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ۭ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ۭ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ۝ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَاۗءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ آپ ان کیلئے بخشش طلب کریں اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ یا نہ طلب کریں اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً اگر آپ ان کیلئے ستر مرتبہ بھی بخشش طلب کریں فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ پس اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ یہ اس لئے کہ انہوں نے انکار کیا اللہ تعالیٰ کے حکموں کا اور اس کے رسول ﷺ کے حکموں کا وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا فاسق قوم کو فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ خوش ہیں جو پیچھے چھوڑ گئے بِمَقْعَدِهِمْ اپنے بیٹھے رہنے پر خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے رسول کے

پیچھے وَكَرِهُوْٓا اور انہوں نے ناپسند کیا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ کہ وہ جہاد کریں اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں وَقَالُوْا اور انہوں نے کہا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ نہ کوچ کرو تم گرمی میں قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا اے پیغمبر آپ کہہ دیں جہنم کی آگ بہت سخت گرم ہے لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ کاش کہ وہ سمجھ لیں فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا پس چاہئے کہ وہ ہنسیں تھوڑا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا اور چاہئے کہ وہ روئیں زیادہ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ بدلہ ہے اس چیز کا جو وہ کماتے رہے۔

ایسے منافق بھی تھے جن کے نفاق کا آخر تک پتہ نہ چلا:

مدینہ منورہ میں منافقوں کی کافی تعداد تھی۔ ان میں سے بعض ایسے گہرے منافق تھے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی ذات کے بغیر کوئی نہیں جانتا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ اور بعض اہل مدینہ میں وہ ہیں جو اڑے ہوئے ہیں نفاق پر لَا تَعْلَمُهُمْ آپ ان کو نہیں جانتے نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ہم انکو جانتے ہیں۔ اور کچھ منافق ایسے تھے کہ ان کی حرکات وسکنات، طور طریقے سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ منافق ہیں۔ انہی میں سے عبداللہ ابن ابی رئیس المنافقین بھی تھا۔ یہ بڑا قد آور، خوبصورت، صحت مند اور مالدار آدمی تھا گفتگو بڑے سلیقہ اور طریقہ سے کرتا تھا جب بات شروع کرتا تھا تو آدمی کی خواہش ہوتی کہ اس کی باتیں سنتا رہے۔ اتنا باتونی آدمی تھا کہ آنحضرت ﷺ جیسی ذہین وفطین شخصیت کو بھی دھوکہ دے جاتا تھا۔ اس انداز اور ڈھنگ سے بات کرتا تھا کہ آپ ﷺ بھی سمجھتے تھے کہ بڑا مخلص ہے اور جو کچھ کہہ رہا ہے سچ کہہ رہا ہے۔ اس رئیس

المنافقین کا ایک بیٹا تھا اس کا نام بھی عبداللہ تھا اس زمانے میں لوگ باپ کے نام پر نام رکھتے تھے دادا کے نام پر نام رکھتے تھے مثلاً عباس ابن عباس ابن عباس، زبیر ابن زبیر ابن زبیر، عبداللہ ابن عبداللہ ابن عبداللہ۔ اور فرق اسطرح کرتے تھے کہ چھوٹا عبداللہ درمیانہ عبداللہ بڑا عبداللہ۔ مولانا الیاس صاحبؒ جو تبلیغی جماعت کے بانی ہیں ان کے بیٹے کا نام تھا محمد یوسفؒ فوت ہوگئے ہیں تو مفتی زین العابدینؒ نے ان کے نام پر اپنے چاروں بیٹوں کے نام محمد یوسف رکھے اور فرق اسطرح کرتے کہ اول، ثانی، ثالث، رابع۔ یوسف اول، یوسف ثانی، یوسف ثالث، یوسف رابع۔ اول، دوم، سوم، چہارم۔ تو اس طرح وہ ناموں کی تعیین کرتے تھے۔

عبداللہ ابن اُبی رئیس المنافقین تھا اور بیٹا عبداللہ مخلص صحابی تھا جب رئیس المنافقین فوت ہوگیا تو بیٹا آنحضرت ﷺ کے پاس آیا کہنے لگا حضرت میں یہ نہیں کہتا کہ میرا باپ مخلص تھا بلکہ میں بھی اس کو منافق ہی سمجھتا ہوں لیکن کوئی حیلہ کرکے دیکھ لو کہ رب تعالیٰ اس کی بخشش کردے۔ آنحضرت ﷺ نے اس کی دلجوئی کیلئے فرمایا ہاں ٹھیک ہے۔ آپ ﷺ نے اس وقت دو کرتے پہنے ہوئے تھے۔ وہ کرتا جو بدن کیساتھ لگا ہوا تھا اتار کر اس کو دیدیا کہ یہ کفن کے طور پر اس کو پہناؤ اور یہ بھی فرمایا کہ جنازہ بھی میں پڑھاؤں گا۔ حضرت عمرؓ نے کہا حضرت اس منافق کا جنازہ آپ ﷺ نے پڑھانا ہے جس نے فلاں دن یہ حرکت کی اور فلاں موقع پر یہ حرکت کی اور فلاں دن یہ حرکت کی۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ چونکہ میری طبیعت گرم تھی صبر نہ ہوسکا اور بار بار کہتا رہا کہ حضرت اس منافق کا جنازہ پڑھاتے ہو۔ یہانتک کہ بخاری شریف کی روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا اے عمر! تو مجھ پر داروغہ مسلط ہوا ہے، میں نے پڑھانا ہے۔ پھر یہ خاموش ہو گئے۔

آنحضرت ﷺ تشریف لائے اس کے منہ میں اپنا لعاب مبارک ڈالا اور اس کا جنازہ بھی پڑھایا۔ظاہر بات ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے جنازہ پڑھایا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی آپ ﷺ کے پیچھے جنازہ پڑھا کیونکہ کسی صحابی میں جرأت نہ تھی کہ پیچھے رہتا۔اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم نازل ہوا اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْلَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ آپ ان کیلئے بخشش طلب کریں یا ان کیلئے بخشش طلب نہ کریں اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً اگر آپ ان کیلئے ستر مرتبہ بھی بخشش طلب کریں فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ پس اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا۔

خدا کی پکڑ سے نبی بھی نہیں چھڑا سکتا :

اس کا مطلب یہ ہوا کہ جس کو اللہ تعالیٰ پکڑے اسے کوئی نہیں چھڑا سکتا اور ادھر پنجابی میں لوگوں نے کچھ اشعار بنائے ہوئے ہیں......

اللہ دے پکڑے چھڑائے محمد ﷺ

محمد ﷺ دے پکڑے چھڑا کوئی نہیں سکدا

رئیس المنافقین کو رب تعالیٰ نے پکڑا ہے اور آنحضرت ﷺ چھڑانے کی پوری کوشش کی ہے۔کرتا بطور کفن کے دیا ہے،لعاب مبارک منہ میں ڈالا ہے،بدن پر ملا ہے،جنازہ بھی پڑھایا ہے مگر رب تعالیٰ نے اس کو نہیں چھوڑا۔تو یہ شعر بالکل قرآن کیخلاف ہے۔خدا خدا ہے بیشک اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں حضرت محمد ﷺ کا درجہ سب سے اعلیٰ اور افضل ہے مگر رب تعالیٰ کے مقابلے میں تو مخلوق ہیں۔خالق اور مخلوق کا کیا مقابلہ ہے؟ رب تعالیٰ نے فرمایا ستر مرتبہ بھی بخشش طلب کرو گے تو میں نہیں بخشوں گا۔اسی سورۃ میں آگے آئے گا کہ آپ ﷺ نے اپنے سچے چچا ابو طالب کیلئے اس کی موت کے وقت کلمہ پڑھانے کی

کوشش کی اس نے اس بات کا اقرار بھی کیا کہ تیرا دین سچا ہے لیکن میں اپنا دھڑا چھوڑنے کیلئے تیار نہیں ہوں ۔آپ ﷺ نے فرمایا میں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی کی دعا مانگوں گا ۔آپ ﷺ ابو طالب کے جنازے میں شریک نہیں ہوئے مگر اس کیلئے دعا مانگی آپ ﷺ کو دیکھ کر اور لوگوں نے بھی دعا مانگی ۔اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں حکم نازل فرمایا مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِکِیْنَ وَلَوْ کَانُوْٓا اُولِیْ قُرْبٰی [التوبہ] نہیں لائق نبی کے اور ان لوگوں کے جو ایمان لائے ہیں کہ وہ بخشش طلب کریں شرک کرنے والوں کیلئے اگر چہ وہ ان کے قرابتدار ہی کیوں نہ ہوں وَمِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَھُمْ اَنَّھُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ [التوبہ:۱۱۳] بعد اس کے کہ واضح ہو چکا ہے ان کیلئے کہ وہ بیشک دوزخ والے ہیں ۔لہذا یاد رکھنا رب تعالیٰ کے پکڑے ہوئے کو کوئی نہیں چھڑا سکتا ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ کَفَرُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ یہ اس لئے کہ انہوں نے انکار کیا اللہ تعالیٰ کے حکموں کا اور اس کے رسول ﷺ کے حکموں کا ۔نہ دل سے انہوں نے اللہ تعالیٰ کو مانا، نہ قرآن کریم کو مانا اور نہ رسول اللہ ﷺ کو مانا اور زبان سے ماننے کا کچھ اعتبار نہیں ہے اور ظاہری اعمال کی بھی کوئی حیثیت نہیں ہے اگر دل میں ایمان نہیں ہے ۔ظاہری اعمال میں تو منافقین بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے ۔نماز کا وقت ہوتا تھا تو مخلصین سے پہلے آ کر پہلی صف میں بیٹھ جاتے تھے ناواقف آدمی سمجھتا تھا بڑے اللہ تعالیٰ کے ولی ہیں جو پہلے آ گئے ہیں ۔چندہ دینے کے موقع پر پہلے چندہ پیش کرتے تھے اور بڑھ چڑھ کر پیش کرتے تھے الا ما شاء اللہ اور اگر اسلام کی تائید کی بات ہوتی تو ایسے انداز سے کرتے تھے کہ لوگ یہ سمجھتے کہ بڑے مخلص ہیں ۔کوئی ایسا موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے کہ اعتماد اٹھنے کا خطرہ ہو مگر دل سے اللہ تعالیٰ کے حکموں کا بھی انکار کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ

کے حکموں کا بھی انکار کرتے تھے وَاللّٰہُ لَایَھْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا فاسق قوم کو۔

غزوۂ تبوک میں منافقوں کا مختلف بہانے تراش کر جان چھڑانا:

پہلے تفصیل کیساتھ بات بیان ہو چکی ہے کہ غزوہ تبوک سخت گرمی میں ہوا تھا سفر لمبا تھا، لوگوں کی فصلیں پکی ہوئیں تھیں، رومیوں کیساتھ مقابلہ تھا منافقوں نے حیلے بہانے کر کے جان چھڑالی اس کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ خوش ہیں جو پیچھے چھوڑ گئے۔ شیطان کے بہکاوے میں آکر پیچھے رہ گئے اور وہ خوش ہو گئے بِمَقْعَدِھِمْ اپنے بیٹھے رہنے پر خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کے رسول کے پیچھے۔ آنحضرت ﷺ تشریف لے گئے اور یہ پیچھے گھروں میں بیٹھ کر خوش ہوتے اور گپیں مارتے کہ ہمارا بڑا داؤ لگا ہے وَکَرِھُوْا اَنْ یُّجَاھِدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ اور انہوں نے ناپسند کیا کہ وہ جہاد کریں اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں وَقَالُوْا اور کہا انہوں نے دوسروں کو لَا تَنْفِرُوْا فِی الْحَرِّ نہ کوچ کرو تم گرمی میں۔ سخت گرمی کا مہینہ تھا اور تقریباً ایک ماہ کا سفر تھا چل چل کر صحابہ کرام ﷺ کے پاؤں میں چھالے پڑ گئے اور ناخن اتر گئے قُلْ اے نبی کریم ﷺ آپ کہہ دیں نَارُ جَھَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا جہنم کی آگ بہت سخت گرم ہے۔ تم اس دنیا کی گرمی سے بچنے کی کوشش کرتے ہو اُس آگ کی گرمی سے بچو کرو جو اس دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہے۔

اس دنیا کی آگ میں لوہا پگھل جاتا ہے، تانبا پگھل جاتا ہے، سخت سے سخت دھاتیں پگھل جاتی ہیں تو اس کی کیا کیفیت ہو گی جو اس سے انہتر گنا تیز ہے۔ اگر دوزخ کی آگ سے مارنا مقصود ہو تو اس کا ایک شعلہ ہی کافی ہے لیکن وہاں تو لَا یَمُوْتُ فِیْھَا

وَلَا یَحْیٰی نہ مرے گا نہ زندہ رہے گا۔ اور وہ زندگی زندگی نہیں وہ ایسی زندگی ہے جہنمی خود اپنے لئے موت مانگیں گے یٰلَیْتَھَا کَانَتِ الْقَاضِیَۃَ کاش کہ ہم پر موت آ جائے۔ اور جہنم کے داروغہ مالک فرشتے کو کہیں گے یٰمٰلِکُ لِیَقْضِ عَلَیْنَا رَبُّکَ اے مالک تیرا رب ہمیں مار دے ختم کر دے لیکن ان کو موت نہیں آئے گی۔ حکم ہوگا تم یہیں رہو گے یہی تمہارا ٹھکانہ ہے لَوْ کَانُوْا یَفْقَھُوْنَ کاش کہ وہ سمجھ لیں فَلْیَضْحَکُوْا قَلِیْلًا پس چاہئے کہ وہ ہنسیں تھوڑا۔ دنیا میں کوئی کتنا عرصہ ہنس لے گا کسی کی عمر دس سال، کسی کی بیس سال، کسی کی تیس سال، سو سال، پچاس جتنی زندگی ہے اتنا ہی ہنسیں گے وَلْیَبْکُوْا کَثِیْرًا اور چاہئے کہ وہ روئیں زیادہ۔ آگے پھر ساری زندگی رونا ہی ہے۔

اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ مجرم جس وقت روئیں گے تو ان کے آنسوؤں سے رخساروں میں گڑھے پڑ جائیں گے اور ایک ایک مجرم اتنا روئے گا کہ اس کے آنسوؤں میں کشتیاں چلائیں تو چل پڑیں۔ اللہ تعالیٰ نے سارے واقعات عبرت کیلئے ہمیں ابھی بتائے ہیں تا کہ جو نیکی کرنا چاہتا ہے اب کر لے اور آخرت کی فکر کر لے۔ آخرت کے عذاب سے بچنا اور اس کی فکر کرنا دین کا بڑا اہم حصہ ہے جَزَآءً بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ بدلہ ہے اس چیز کا جو وہ کماتے رہے۔ اور جس نے جو کمائی کرنی ہے اس کو اس کا بدلہ ضرور ملنا ہے۔

فَاِنْ رَّجَعَکَ اللّٰهُ اِلٰی طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْکَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِیَ اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِیَ عَدُوًّا ؕ اِنَّکُمْ رَضِیْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِیْنَ ۝ وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ کَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ وَلَا تُعْجِبْکَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ اَنْ یُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِی الدُّنْیَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ کٰفِرُوْنَ ۝

فَاِنْ رَّجَعَکَ اللّٰهُ پس اگر اللہ تعالیٰ آپ کو واپس لوٹائے اِلٰی طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ ان میں سے ایک گروہ کی طرف فَاسْتَاْذَنُوْکَ لِلْخُرُوْجِ پس وہ اجازت طلب کریں آپ سے نکلنے کی فَقُلْ پس آپ کہہ دیں لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِیَ اَبَدًا کہ ہرگز نہ نکلو میرے ساتھ کبھی بھی وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِیَ عَدُوًّا اور نہ لڑو تم میرے ساتھ ہو کر دشمن سے اِنَّکُمْ رَضِیْتُمْ بِالْقُعُوْدِ بیشک تم راضی ہو چکے ہو بیٹھے رہنے کیساتھ اَوَّلَ مَرَّةٍ پہلی مرتبہ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِیْنَ پس بیٹھ جاؤ پیچھے بیٹھنے والوں کیساتھ وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤی اَحَدٍ اور نہ آپ جنازہ پڑھائیں کسی کا مِّنْهُمْ

ان میں سے مَّاتَ اَبَدًا جو مر گیا ہو کبھی بھی وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ اور نہ کھڑے ہو اس کی قبر پر اِنَّھُمْ کَفَرُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ بیشک انہوں نے انکار کیا ہے اللہ تعالیٰ کے احکام کا اور اس کے رسول کے احکام کا وَمَاتُوْا وَھُمْ فٰسِقُوْنَ اور وہ مرے اس حال میں کہ وہ نافرمان ہیں وَلَا تُعْجِبْکَ اَمْوَالُھُمْ وَاَوْلَادُھُمْ اور نہ تعجب میں ڈالیں آپ کو ان منافقوں کے مال اور ان کی اولاد اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ بیشک اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے اَنْ یُّعَذِّبَھُمْ بِھَا فِی الدُّنْیَا کہ ان کو سزا دے ان کے مالوں کی وجہ سے دنیا میں وَتَزْھَقَ اَنْفُسُھُمْ اور نکلیں ان کی جانیں وَھُمْ کٰفِرُوْنَ اس حال میں کہ وہ کفر کرنے والے ہوں۔

یہ بات پہلے بیان ہو چکی ہے کہ ہجرت کے نویں سال رجب کے مہینے میں مدینہ منورہ میں یہ خبر پہنچی کہ رومیوں کی فوج مسلمانوں پر حملہ کرنے کیلئے مسلمانوں کی سرحد تبوک کے مقام پر پہنچ چکی ہے اور مزید فوج پیچھے آ رہی ہے جب یہ اکٹھی ہو جائے گی تو مسلمانوں پر حملہ کر دے گی۔ آنحضرت ﷺ کا معمول تھا اگر کوئی خبر آپ ﷺ کے پاس پہنچتی تھی آپ ﷺ اس کی تحقیق کرتے تھے اگر سچی ہوتی تو اس پر عمل کرتے اور اللہ تعالیٰ کا حکم بھی یہی ہے اِنْ جَآءَکُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا [۲۶/الحجرات:۶] اگر کوئی کچا آدمی تمہارے پاس خبر لائے تو اس کی خوب تحقیق کر لو۔ کہ جو بات یہ کہہ رہا ہے صحیح ہے یا نہیں۔ چنانچہ تحقیق کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ واقعی رومیوں کی فوج تبوک کے مقام کے قریب پہنچ چکی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ہنگامی حالت کا اعلان کیا اور فرمایا کہ چلو ہم بھی ان کا مقابلہ کریں۔ آپ ﷺ کے ساتھ مجاہدین کی تعداد تیس ہزار بھی لکھی ہے، چالیس ہزار بھی لکھی ہے اور ستر ہزار بھی لکھی ہے۔ اور یہ بات بھی پہلے بیان ہو چکی ہے کہ سخت گرمی کا زمانہ تھا، فصلیں پکی

ہوئی تھیں اور سفر لمبا تھا اور رومیوں کی فوج کیساتھ لڑنا تھا۔ یہ سب دشواریاں اور پریشانیاں سامنے تھیں۔ منافقین نے عجیب عجیب قسم کے بہانے کر کے آپ ﷺ سے اجازت اور چھٹی لے لی اور آپ ﷺ نے ان کو چھٹی دے بھی دی جس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف کر دیا آپ نے ان کو اجازت کیوں دی یعنی نہیں دینی چاہئے تھی۔ انہوں نے تو کسی صورت بھی نہیں جانا تھا اب اجازت کو یہ اپنے لئے دلیل بناتے ہیں۔ تبوک کے سفر میں لڑائی کی نوبت نہیں پیش آئی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ساری فوج صحیح سالم واپس آئی۔

اب آئندہ کیلئے رب تعالیٰ فرماتے ہیں تبوک کے سفر کے دوران ہی یہ آیتیں نازل ہوئیں فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ پس اگر اللہ تعالیٰ آپ کو واپس لوٹائے تبوک سے مدینے طیبہ کی طرف ان منافقوں میں سے ایک گروہ کی طرف۔ مِنْهم اس لئے فرمایا کہ ایک دو منافق بعد میں تائب ہو کر مخلص مسلمان ہو گئے تھے فَاسْتَاْذَنُوْكَ آئندہ وہ اجازت طلب کریں آپ سے لِلْخُرُوْجِ نکلنے کی جہاد کیلئے فَقُلْ تو آپ کہہ دیں لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِیَ اَبَدًا کہ ہرگز نہ نکلو میرے ساتھ کبھی بھی۔ آئندہ جہاد کا موقع آیا تو انہوں نے شامل ہونے کیلئے اجازت مانگی ہے تا کہ جو خفت ہوئی ہے اس کا مداوا ہو جائے وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِیَ عَدُوًّا اور نہ لڑو تم میرے ساتھ ہو کر دشمن سے، میں تمہیں اجازت نہیں دیتا اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ بیشک تم راضی ہو چکے ہو بیٹھے رہنے کیساتھ پہلی مرتبہ۔ تبوک کے مقام پر تم نے شرکت نہیں کی حالانکہ وہاں شرکت بہت ضروری تھی لہذا اب بھی بیٹھے رہو فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِيْنَ پس بیٹھ جاؤ پیچھے بیٹھنے والوں کیساتھ۔ لنگڑے، لولے، بیمار، نابینے، بوڑھے جو نہیں لڑ سکتے ان کے پاس بیٹھے رہو وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى

اَحَدٍ مِّنۡهُمۡ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمۡ عَلٰى قَبۡرِهٖ اور نہ آپ جنازہ پڑھائیں ان میں سے کسی کا جو مر گیا ہو کبھی بھی اور نہ کھڑے ہوں اس کی قبر پر۔ کل تم پڑھ چکے ہو عبداللہ ابن ابی رئیس المنافقین کا جنازہ آپ ﷺ نے پڑھا اس کے بیٹے کی دلجوئی کیلئے جو کہ بڑا مخلص تھا۔ بلکہ آپ ﷺ نے اپنا لعاب مبارک بھی اس کے جسم پر ملا اور کرتا مبارک بھی اس کے جسم پر ڈالا، صحابہ کرام ﷺ نے بھی آپ ﷺ کے پیچھے جنازہ پڑھا مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنۡ تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ سَبۡعِيۡنَ مَرَّةً اگر آپ ستر مرتبہ بھی اس کیلئے بخشش طلب کریں اللہ تعالیٰ اس کو ہرگز نہیں بخشے گا۔ جب آپ ﷺ نے جنازہ پڑھایا اس وقت تک ممانعت نہیں ہوئی تھی لیکن آئندہ کیلئے رب تعالیٰ نے پابندی لگا دی کہ نہ تو منافق کا جنازہ پڑھانا ہے نہ ہی کسی منافق کی قبر پر کھڑا ہونا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت عمر ﷛ کے دور میں کوئی مر جاتا تھا تو وہ بڑے پریشان ہوتے تھے کہ کہیں یہ منافق ہی نہ ہو۔ سب سے پہلے وہ حضرت حذیفہ ابن یمان ﷛ کو دیکھتے تھے کہ وہ جنازے میں شریک ہوئے ہیں یا نہیں اگر وہ جنازے میں شریک ہوتے تھے تو بے کھٹک جنازہ پڑھ دیتے تھے اور اگر وہ جنازہ میں نظر نہ آتے تو ان کے متعلق سوال کرتے وہ کہاں ہیں کیوں نہیں آئے اگر ان کے نہ آنے کی کوئی معقول وجہ ہوتی کہ وہ بیمار ہیں یا سفر پر گئے ہوئے ہیں تو پھر بھی جنازہ پڑھا دیتے تھے۔ کیونکہ مسلمان کے جنازے میں شریک ہونا بھی اس کا حق سر سے اتارتا ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چند حقوق ہیں۔ ایک یہ کہ اس نے سلام کیا ہے تو اس کا جواب دو اور اگر اس نے تمہیں دعوت دی ہے تو بغیر کسی شرعی عذر کے اس کو رد نہ کرو، بیمار ہو جائے تو تیمارداری کرو، فوت ہو جائے تو جنازے میں شرکت کرو۔ اور اگر معلوم ہوتا کہ حضرت حذیفہ ابن یمان ﷛ بیمار بھی نہیں اور سفر پر

بھی نہیں ہیں تو پھر حضرت عمرؓ جنازہ نہیں پڑھاتے تھے۔اور آنحضرت ﷺ کا معمول تھا کہ جنازہ پڑھانے اور دفن کر دینے اور اس کی قبر کو اونٹ کے کوہان کی طرح بنا دینے کے بعد کافی دیر ساتھیوں کے ہمراہ ٹھہرتے تھے اور فرماتے تھے اِسْتَغْفِرُوْا لِاَخِیْکُمْ اپنے بھائی کیلئے دعاء مغفرت کرو اور یہ الفاظ بھی آتے ہیں سَلُوْا لَہٗ بِالتَّثْبِیْتِ فَاِنَّہٗ اَلْاٰنَ یُسْئَلُ اللہ تعالیٰ سے اس کیلئے سوال کرو کہ اللہ تعالیٰ اس کو ثابت قدم رکھے کہ رب تعالیٰ کے فرشتے اس سے سوال کر رہے ہیں۔آپ ﷺ قبر کے پاس کھڑے ہو کر دعا کرتے تھے اور صحابہ کرام کو بھی ترغیب دیتے تھے کہ اپنے بھائی کیلئے دعاء مغفرت کرو قبر کی منزل بڑا مشکل مرحلہ ہے۔

مشہور صحابی حضرت سعد ابن معاذؓ جب فوت ہوئے تو بخاری شریف میں روایت ہے اِھْتَزَّلَہٗ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ ان کی وفات پر اللہ تعالیٰ کا عرش کانپ اٹھا ان کے جنازے میں ستر ہزار فرشتے شریک ہوئے آنحضرت ﷺ نے جنازہ پڑھایا، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علیؓ جیسی شخصیات نے پیچھے کھڑے ہو کر جنازہ پڑھا۔جب ان کو قبر میں دفن کیا گیا تو آنحضرت ﷺ کا رنگ مبارک فق ہو گیا فرمایا اس کی قبر تنگ ہو گئی ہے اگر اتنے بڑے صحابی کی قبر تنگ ہو گئی تو پھر ہمارا تمہارا کیا حال ہو گا؟

بھائی بات یہ ہے کہ قبر ہماری ماں ہے انسان کی پیدائش مٹی سے ہوئی ہے۔جب بچہ ماں سے جدا ہو کر دوبارہ ملتا ہے تو ماں اس کو بغلگیر ہو کر دباتی ہے یہ دبانا پیار کی وجہ سے ہوتا ہے سزا دینے کے ارادے سے نہیں تو زمین بھی ہماری ماں ہے ہم اس سے الگ ہوئے پھر جب قبر میں پہنچتے ہیں تو وہ تھوڑا سا دباتی ہے۔البتہ پیغمبر اور چھوٹے معصوم بچے اس

سے مستثنیٰ ہیں۔قبر کے قریب کھڑے ہوکر دعا کرنا جائز ہے۔ہاتھ اٹھا کر بھی دعا کر سکتے ہو اور بغیر ہاتھ اٹھائے بھی دعا کر سکتے ہو۔

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ مولانا خیر محمد صاحب جالندھریؒ جو حضرت تھانویؒ کے بڑے خلفاء میں سے تھے اور چوٹی کے علماء میں سے تھے۔مجھے اپنے جلسے پر ضرور بلاتے تھے میں مولانا کے پاس کمرے میں بیٹھا تھا اور ان کے بیٹے مولانا محمد شریف صاحبؒ بھی بیٹھے تھے اور ایک چائے پلانے والا خادم تھا ایک مولوی صاحب نے اندر آ کر مسئلہ چھیڑ دیا کہ حضرت آپ نے نماز حنفی میں لکھا ہے کہ جب قبر پر دعا کرو تو ہاتھ نہ اٹھاؤ۔مولانا خیر محمد صاحبؒ نے فرمایا ہاں ایسا ہی ہے اس مولوی صاحب نے میری طرف اشارہ کر کے کہا کہ انہوں نے راہِ سنت میں لکھا ہے کہ ہاتھ اٹھا کر دعا کر سکتے ہو اب بتلاؤ ہم کس بزرگ کی بات مانیں؟ مولانا خیر محمد صاحبؒ نے فرمایا انہوں نے لکھا ہے تو اس کی دلیل ان سے مانگیں میں نے کہا جی میں نے اپنی دلیلیں بھی نقل کیں ہیں۔مسلم شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ جنت البقیع کے قبرستان میں تشریف لے گئے رَفَعَ یَدَیْہِ وَدَعَا ثَلٰثًا آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی تین مرتبہ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ. تو آپ ﷺ نے قبروں کے درمیان ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی ہے اور آپ ﷺ کے صحابی طلحہ ابن براءؓ فوت ہو گئے آپ ﷺ اس کے جنازے میں شریک نہیں ہو سکے تھے۔روایات میں موجود ہے کہ آپ ﷺ اس کی قبر پر تشریف لے گئے فَرَفَعَ پس آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھائے اور دعا مانگی۔اس کے بعد مولانا خیر محمد صاحبؒ خاموش ہو گئے نہ میری تائید کی اور نہ تردید۔تو اپنی تحقیق یہی ہے کہ قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر دعا کر سکتے ہو یعنی جائز ہے۔لیکن ہاتھ اٹھا کے دعا کرنا ضروری نہیں ہے۔اور آج بھی جب مردے کو دفن کر دیا

جاتا ہے تو اس کے سرہانے کیطرف سورۃ البقرہ کا اول حصہ اور پاؤں کی طرف آخری حصہ پڑھ کر اس کیلئے دعا کرتے ہیں۔ لیکن منافق کیلئے دعا کرنا جائز نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے منع فرمادیا ہے کیونکہ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ بیشک انہوں نے انکار کیا ہے اللہ تعالیٰ کے احکام کا اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کا وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ اور وہ مرے اس حال میں کہ وہ نافرمان ہیں۔ لہذا نہ ان کا جنازہ پڑھو نہ ان کی قبر پر کھڑے ہو اور نہ ان کیلئے دعا کرو وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ اور نہ تعجب میں ڈالیں آپ کو ان کے مال اور ان کی اولاد۔ کہ جب یہ اللہ تعالیٰ کے نافرمان ہیں تو ان کو مال کیوں ملا ہے، اولاد کیوں ملی ہے؟ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ بیشک اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا کہ ان کو سزا دے ان کے مالوں کی وجہ سے دنیا میں۔ کہ مال اولاد ان کے لئے وبال جان بن جائیں مال اولاد کی فکر میں ہی رہیں اور یہ ان کیلئے مصیبت بنا رہے گا ہم غریب ہیں ہمیں اتنی فکر نہیں ہے جتنی مالدار کو ہوتی ہے۔ گوجرانوالہ شہر کے ایک کارخانہ دار اتفاقاً مجھے ملے۔ کہنے لگے ہمیں تو کاموں سے فرصت ہی نہیں ملتی فلاں تاریخ کو سوئی گیس کا لاکھوں کا بل ادا کرنا ہے وہ رقم اکٹھی کرنی ہے اور فلاں تاریخ کو بجلی کا بل ادا کرنا ہے، فلاں تاریخ کو ٹیکس جمع کروانا ہے اگر جمع نہیں کراتے تو افسر ہمارے پیچھے پڑ جاتے ہیں یقین جانو ہمیں تو نیند ہی نہیں آتی۔ غریب کو بیشک مالی طور پر پریشانی ہوتی ہے لیکن اتنا پریشان نہیں ہوتا جتنا مالدار ہوتا ہے وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ اور نکلیں ان کی جانیں اس حال میں کہ وہ کفر کرنے والے ہوں۔ لہذا کسی کے مال اور اولاد کو دیکھ کر یہ نہ سمجھو کہ وہ رب تعالیٰ کا پیارا ہے اگر ایمان اور عمل صالح نہیں ہیں تو یہ چیزیں اللہ تعالیٰ نے ان کو بطور سزا کے دی ہیں۔

وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ ۝ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝ لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اور جب نازل کی جاتی ہے کوئی سورۃ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ کہ ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اور جہاد کرو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کیساتھ مل کر اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ تو رخصت مانگتے ہیں آپ سے طاقت والے لوگ ان میں سے وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ اور کہتے ہیں چھوڑ دو ہمیں تاکہ ہو جائیں ہم پیچھے بیٹھنے والوں کیساتھ رَضُوْا وہ راضی ہو چکے ہیں بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ اس بات پر کہ ہوں یہ پیچھے رہنے والی عورتوں کیساتھ وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اور مہر لگا دی گئی ان کے

دلوں پر فَهُمۡ لَا يَفۡقَهُوۡنَ پس وہ نہیں سمجھتے لٰكِنِ الرَّسُوۡلُ لیکن رسول ﷺ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں آپ کیساتھ جٰهَدُوۡا بِاَمۡوَالِهِمۡ وَاَنۡفُسِهِمۡ وہ جہاد کرتے ہیں اپنے مالوں کولیکر اور اپنی جانوں کولیکر وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الۡخَيۡرٰتُ یہی لوگ ہیں جن کیلئے بھلائیاں ہیں وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ اور یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمۡ تیار کئے اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ باغات بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ہمیشہ رہیں گے ان باغوں میں ذٰلِكَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ یہی بڑی کامیابی ہے۔

منافقوں کی کاروائیاں اور ان کی تردید چلی آرہی ہے اور سورت توبہ کا کافی حصہ انہیں کے متعلق ہے۔ مدینہ طیبہ اور اردگرد کے جو دیہات تھے ان میں منافقوں کی کافی تعداد تھی یہ لوگ آپس میں خفیہ طریقے سے میٹنگیں اور مشورے بھی کرتے رہتے تھے۔ آنحضرت ﷺ کے احکامات کو ٹالنے کیلئے عجیب وغریب قسم کے بہانے بناتے تھے۔ غزوہ تبوک کے سلسلے میں تفصیلاً سن چکے ہو کہ منافقین نے بہانے بنا کر اجازت لی تھی اور ایک گروہ تھا جس نے کوئی بہانہ نہیں بنایا اس کا ذکر آگے آرہا ہے۔ اور منافق اس امید پر تھے کہ ان میں سے کوئی بچ کر واپس نہیں آئے گا اور مخلصین کی ساری جماعت کو رومی فوج تباہ کردے گی اور وہ منافقین جنہوں نے سفر پر جانے سے پہلے آپ ﷺ سے اجازت لے لی تھی اللہ تعالیٰ ان کی تردید فرماتے ہیں۔ فرمایا وَاِذَآ اُنۡزِلَتۡ سُوۡرَةٌ اور جب نازل کی جاتی ہے کوئی سورۃ قرآن پاک کی اور اس میں حکم ہوتا ہے اَنۡ اٰمِنُوۡا بِاللّٰهِ کہ ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ کیساتھ۔ ایمان تمام نیکیوں میں سب سے بڑی نیکی ہے۔ اور سب سے پہلے مطالبہ

بھی ایمان کا ہے۔

مکی سورتوں کی تعداد و مقاصد :

مکہ مکرمہ میں تقریباً چھیاسی سورتیں نازل ہوئی ہیں۔ان میں زیادہ ایمان پر زور، شرک کی تردید، رسالت کا اثبات، قیامت کا اثبات اور قرآن پاک کی حقانیت جیسے اصولی احکامات بیان کئے گئے ہیں پھر جس وقت لوگوں کا ذہن بن گیا تو باقی احکام نازل ہوئے۔مکہ مکرمہ میں صرف دو نمازیں تھیں فجر اور عصر، پانچ نمازوں کا حکم ہجرت سے تین سال قبل معراج کے موقع پر نازل ہوا۔زکوٰۃ اور دیگر احکام مدینہ منورہ میں نازل ہوئے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب کوئی سورت نازل ہوتی جس میں حکم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے تمام احکام کو تسلیم کرو، اس کے پیغمبروں کو اس کی کتابوں کو جو کچھ بھی ایمانیات میں ہے وہ امنوا میں شامل ہے۔اور حکم ہوتا ہے وَجَاهِدُوا مَعَ رَسُولِهِ اور جہاد کرو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کیساتھ مل کر۔یعنی ان کی معیت میں کافروں کیساتھ لڑو اسْتَأْذَنَكَ أُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ تو رخصت مانگتے ہیں آپ سے طاقت والے لوگ ان میں سے۔یعنی ان کو بدنی اور مالی قوت حاصل ہے۔

تبوک کے سفر پر جانے سے پہلے ایک منافق آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا حضرت میں بالکل تیار ہوں مجھے کوئی تکلیف بھی نہیں ہے سارا سامان میں نے تیار کیا ہوا ہے لیکن میری ماں سخت بیمار ہے آخری سانس لے رہی ہے اگر میں چلا گیا تو اس کو دفن کون کرے گا اس کو سنبھالے گا کون؟ تھوڑی بہت تکلیف تو انسان کو ہوتی ہی ہے مگر وہ اس تھوڑی تکلیف کو بڑھا چڑھا کر ایسے انداز میں بیان کرتے تھے کہ جیسے وہ سچ مچ مر چلی ہے اور بعض نے اس طرح کیا کہ اپنے غلام کو خود بھگا دیا کہ جا تو دو دن چھٹی کر لے پھر آپ ﷺ

کی خدمت میں آ کر کہا کہ حضرت میں بالکل تیار تھا لیکن میرا غلام دوڑ گیا ہے۔ اونٹ، بھیڑ بکریوں کو پانی پلانے والا کوئی نہیں ہے، چارہ ڈالنے والا کوئی نہیں ہے، بے زبان مخلوق ہے بھوکی پیاسی مر جائی گی۔ اب یہ ایسا بہانہ ہے کہ آپ اس کو رد نہیں کر سکتے تھے لہٰذا اجازت دے دی۔

ایک نے آ کر کہا کہ میری فصل بالکل پکی ہوئی ہے، کٹائی کرنے والا کوئی نہیں ہے، میں چلا گیا تو فصل ساری تباہ ہو جائے گی وَقَالُوْا اور کہا انہوں نے ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ چھوڑ دو ہمیں تاکہ ہو جائیں ہم پیچھے بیٹھنے والوں کیساتھ۔ لنگڑے، لولے، اندھے، بیمار، بوڑھے، معذوروں کیساتھ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا اور وہ راضی ہو چکے ہیں اس بات پر کہ ہوں یہ مَعَ الْخَوَالِفِ پیچھے رہنے والی عورتوں کیساتھ۔ خَوَالِفُ خَالِفَةٌ کی جمع ہے۔ اس عورت کو کہتے ہیں جو پیچھے گھر میں رہے یعنی اللہ تعالیٰ نے تو ان کو مرد بنایا ہے جہاد مردوں کا کام ہے اور یہ گھر رہنے والی عورتوں کے ساتھ رہنے پر راضی ہیں کہ ان کیساتھ بیٹھے رہیں وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اور مہر لگا دی گئی ہے ان کے دلوں پر۔

اور یہ بات میں کئی دفعہ سمجھا چکا ہوں کہ ابتداءً ہی اللہ تعالیٰ مہر نہیں لگا دیتا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہر آدمی کو سمجھ عطا کی ہے، دین سمجھانے کیلئے پیغمبر بھیجے، کتابیں نازل فرمائیں ہر زمانے میں حق کی آواز بلند کرنے والے کھڑے کئے، خیر اور شر کے دونوں راستے بتلائے اور ان کو انجام بتایا کہ اگر خیر کے راستے پر چلو گے تو جنت میں جاؤ گے شر کے راستے پر چلو گے تو دوزخ میں جاؤ گے، یہ کام جنتیوں والے ہیں اور یہ کام دوزخیوں والے ہیں۔ اور جنتیوں والے وہ کام ہیں جن کو عقل اور فطرت بھی تسلیم کرتی ہے۔ اس کے باوجود جو کفر اور نافرمانی پر ڈٹے رہیں اور فخریہ کہیں قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ ہمارے دل

غلافوں میں ہیں اس چیز سے جس کی طرف آپ بلاتے ہیں وَفِیْۤ اٰذَانِنَا وَقْرٌ اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہیں، ڈاٹے چڑھائے ہوئے ہیں وَمِنْ بَیْنِنَا وَبَیْنِکَ حِجَابٌ اور ہمارے اور آپ کے درمیان پردہ ہے نہ ماننے کا فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ آپ اپنا عمل کرتے جائیں ہم اپنا کام کرر ہے ہیں۔[حم سجدہ:۵] جب وہ لوگ اپنی اس حالت پر راضی ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے مہر لگادی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ضابطہ ہے نُوَلِّهٖ مَاتَوَلّٰی ہم اس کو ادھر چلا دیتے ہیں جدھر وہ چلنا چاہتا ہے فَهُمْ لَا یَفْقَهُوْنَ پس وہ نہیں سمجھتے، بات کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش نہیں کرتے۔ یہاں تک تو منافقوں کی کارستانیوں کا ذکر تھا آگے رسول اللہ ﷺ اور مخلص مومنوں کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لٰکِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ لیکن رسول اللہ ﷺ اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں آپ کیساتھ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ وہ جہاد کرتے ہیں اپنے مالوں کو لیکر اور اپنی جانوں کو لیکر۔ غزوہ تبوک میں آنحضرت ﷺ خود بنفس نفیس شریک ہوئے اور مجاہدین نے اس غزوے میں بڑی تکلیفیں برداشت کیں۔

تاریخ بتلاتی ہے کہ ریت پر چل چل کر بعض کے پاؤں پر چھالے پڑ گئے، ناخن گر گئے، پیاس کی وجہ سے راستے میں بے ہوش ہوتے رہے لیکن ایمان میں وہ اتنے مضبوط تھے کہ ڈگمگائے نہیں، ایمانی قوت کے مقابلے میں کسی شی کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اس وقت ایٹم بم کی قوت کو بڑی قوۃ سمجھتے ہیں بیشک ظاہری لحاظ سے یہ بڑی قوت ہے لیکن یقین جانو ایمان کی قوت ایٹم بم سے بہت زیادہ ہے۔ مومنوں کو جب بھی کامیابی ہوئی ہے ایمان کی برکت سے ہوئی ہے۔ محض اسلحہ اور تعداد کے بل بوتے پر کبھی کامیابی نہیں ہوئی وَاُولٰٓئِکَ لَهُمُ الْخَیْرٰتُ یہی لوگ ہیں جن کیلئے بھلائیاں ہیں وَاُولٰٓئِکَ هُمُ

الْمُفْلِحُوْنَ اور یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے اَعَدَّاللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تیار کیے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے باغات تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں۔عرب کی سرزمین خشک تھی دور دور تک پانی نظر نہیں آتا تھا وہ لوگ پانی کو ترستے تھے گرمی بہت سخت تھی، دھوپ تیز ہوتی تھی وہ لوگ جہاں پانی اور سایہ دار درخت دیکھتے تھے وہاں ڈیرہ لگا لیتے۔

آنحضرت ﷺ کے رضاعی بھائی حضرت عثمان ابن مظعون رضی اللہ عنہ غریب آدمی تھے ایک سفر میں آپ کے ساتھ تھے ایک جگہ دیکھا کہ پانی کا چشمہ ہے بڑے بڑے عمدہ درخت ہیں ہرا بھرا گھاس ہے۔سبزیاں لگی ہوئیں تھیں ارادہ کیا کہ یہیں ڈیرہ لگا لوں گھر جا کے کیا کرنا ہے یہیں پر اللہ اللہ کرتا ہوں پھر خیال آیا کہ آنحضرت ﷺ کی اجازت کے بغیر کیسے رہ سکتا ہوں۔آپ سے پوچھا حضرت! کیسے بڑے بڑے عمدہ درخت ہیں پانی کا چشمہ ہے سبزیاں ہیں کیا میں یہیں ڈیرہ نہ لگا لوں؟ اور اللہ اللہ کرتا رہوں بیوی بچے اپنا کریں اور کھائیں نَهٰی رسول الله ﷺ عثمان ابن مظعونٍ عَنِ التَّبَتُّلِ فرمایا ''اسلام اس چیز کا قائل نہیں ہے کہ بیوی بچوں کو چھوڑ کر، عزیزوں کو چھوڑ کر، ماں باپ بہن بھائیوں کو چھوڑ کر الگ ہو جاؤ۔'' اسلام یہ کہتا ہے کہ ان کے اندر رہو ان کی خدمت کرو ان کی باتوں کی تکلیف کو برداشت کرو ان کی طرف سے جو تکلیفیں آئیں برداشت کرو تمہارے گناہ معاف ہونگے۔

بعض دفعہ عزیز رشتہ داروں کی طرف سے خلاف طبع ایسی ایسی باتیں سننے میں آتی ہیں کہ آدمی پریشان ہو جاتا ہے لیکن وہ مومن کے گناہوں کا کفارہ ہوتی ہیں۔یہ کیا زندگی ہے کہ اپنے سکھ کیلئے سب کو چھوڑ کر الگ ہو جائے؟ یہ کوئی زندگی نہیں ہے۔اسلام کہتا ہے

محنت مشقت کرو کماؤ اور ماں باپ بہن بھائیوں بیوی بچوں کے حقوق ادا کرو، ہمسائیوں کا حق ادا کرو یہ دین کا حصہ ہے۔ کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ شاید دنیا کمانا گناہ ہے۔ ایسی بات نہیں ہے ہاں وہ دنیا جو حلال حرام کی تمیز کیے بغیر کمائی جائے وہ گناہ اور حرام ہے باقی جائز طریقے سے دنیا کمانا یہ بھی دین کا حصہ ہے۔ اگر مال اور دولت فی نفسہٖ بری شی ہوتی تو اس پر اسلام کے ارکان موقوف نہ ہوتے۔ زکوٰۃ اسلام کا رکن ہے اور مال پر موقوف ہے اگر مال نہ ہو تو زکوٰۃ کس چیز کی ہوگی؟ حج اسلام کا رکن ہے رقم نہیں حج کیسے کرے گا؟ اگر مال نہیں ہے تو عشر کیسا، قربانی کس چیز کی، فطرانہ کس چیز کا؟ لہذا مال فی نفسہٖ بری چیز نہیں ہے بشرطیکہ جائز طریقے سے کمایا جائے اس کے کمانے کی وجہ سے نماز روزے میں خلل نہ آئے اگر کوئی شخص نماز چھوڑ کر مال کماتا ہے وہ حلال نہیں ہے اگر روزہ کھا کر مال کماتا ہے تو وہ حلال نہیں ہے۔ مومن کا سونا بھی عبادت ہے جاگنا بھی عبادت ہے، چلنا بھی عبادت ہے اگر شریعت کے تابع ہو۔ تو چونکہ وہ لوگ پانی اور سایہ دار درخت کو ترستے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے تمہارے لئے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ہمیشہ رہیں گے ان باغوں میں ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ یہی بڑی کامیابی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر صحیح العقیدہ مسلمان مرد عورت کو نصیب فرمائے۔

وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَاۤ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَاۤ اَجِدُ مَاۤ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۪ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ۝ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ اَغْنِيَآءُ ۚ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ ۙ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ اور آئے عذر پیش کرنے والے مِنَ الْاَعْرَابِ دیہاتیوں میں سے لِيُؤْذَنَ لَهُمْ تاکہ اجازت دی جائے ان کو وَقَعَدَ الَّذِيْنَ اور بیٹھ گئے وہ لوگ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ جنہوں نے جھوٹ بولا اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول ﷺ سے سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عنقریب

پہنچے گا ان لوگوں جنہوں نے کفر اختیار کیا ان میں سے عَذَابٌ اَلِیْمٌ دردناک عذاب لَیْسَ عَلَی الضُّعَفَآءِ نہیں ہے ضعیفوں پر وَلَا عَلَی الْمَرْضٰی اور نہ بیماروں پر وَلَا عَلَی الَّذِیْنَ اور نہ ان لوگوں پر لَا یَجِدُوْنَ مَا یُنْفِقُوْنَ جو نہیں پاتے وہ چیز جو خرچ کریں حَرَجٌ کوئی گناہ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ جب کہ وہ اخلاص سے پیش آئیں اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول کیساتھ مَا عَلَی الْمُحْسِنِیْنَ مِنْ سَبِیْلٍ نہیں ہے نیکی کرنے والوں پر کوئی الزام وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے وَلَا عَلَی الَّذِیْنَ اور نہیں ہے گناہ ان لوگوں پر اِذَا مَآ اَتَوْکَ جو آئے تھے آپ کے پاس لِتَحْمِلَهُمْ تاکہ آپ ان کو سواری دیں قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُکُمْ عَلَیْهِ تو کہا آپ نے کہ میں نہیں پاتا وہ چیز جس پر تم کو سوار کروں تَوَلَّوْا وَّاَعْیُنُهُمْ وہ پھرے اور آنکھیں ان کی تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا بہا رہی تھیں آنسو غم کرتے ہوئے اَلَّا یَجِدُوْا مَا یُنْفِقُوْنَ کہ نہیں پاتے وہ اس چیز کو جس کو وہ خرچ کریں اِنَّمَا السَّبِیْلُ عَلَی الَّذِیْنَ بیشک الزام ان لوگوں پر ہے یَسْتَاْذِنُوْنَکَ وَهُمْ اَغْنِیَآءُ جو آپ ﷺ سے اجازت مانگتے ہیں حالانکہ وہ مالدار ہیں رَضُوْا بِاَنْ یَّکُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وہ راضی ہو گئے اس بات پر کہ ہو جائیں وہ بیٹھنے والی عورتوں کیساتھ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اور اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ان کے دلوں پر فَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ پس وہ نہیں جانتے۔

غزوہ تبوک اور منافقوں کا بہانہ بنا کر رخصت لینے کا ذکر:

کافی تفصیل کیساتھ یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ سورۃ توبہ کا بیشتر حصہ غزوہ تبوک کے متعلق ہے۔ تبوک مدینہ طیبہ سے پندرواں اسٹیشن تھا ترکوں کے زمانے میں۔ اور ان کے اسٹیشن دور دور ہوتے تھے کہ وہاں آبادی کم تھی۔ ہمارے ہاں اسٹیشن قریب قریب ہیں کیونکہ یہاں آبادی قریب قریب ہے یا اسطرح سمجھو کہ کوئی تیز سواری پر چلے تو پندرہ دن کا راستہ تھا۔ اس زمانے میں یہ عرب کی آخری سرحد تھی اور اب سعودیہ میں شامل ہے اور بدقسمتی سے وہاں امریکی فوج بیٹھی ہوئی ہے۔ ۸ھ میں مکہ مکرمہ فتح ہو چکا تھا عرب کا بیشتر علاقہ اسلام کے نیچے آچکا تھا اور نجران کے عیسائی بھی وفادار رعیت ہونے کا عہد کر چکے تھے ابو عامر راہب یہودی جو بڑا خبیث قسم کا سازشی آدمی تھا اس نے ہرقل روم کو اکسایا کہ اب مسلمان تم پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ اس کے اکسانے پر ہرقل روم نے لاکھوں کی تعداد میں فوج لیکر تبوک میں ڈیرہ لگایا اور مسلمانوں پر حملے کی تیاریاں شروع کیں آنحضرت ﷺ کو جب اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے بغیر اشارے اور کنائے کے صریح الفاظ میں فرمایا کہ ہم نے تبوک کے مقام پر جانا ہے اور رومیوں کیساتھ ہماری لڑائی ہے۔ اس لڑائی کے علاوہ جہاں بھی تشریف لے گئے وڑی توریہ کرتے تھے۔

توریہ کا معنٰی ہے کہ اصل جگہ نہیں بتلاتے تھے بلکہ اشارہ فرمادیتے تھے مثلاً لاہور جانا ہوتا تو فرماتے کامونکی کی طرف جانا ہے یہ نہ فرماتے کہ لاہور جانا ہے اور اگر راولپنڈی جانا ہوتا تھا تو فرماتے ہم نے جہلم کی طرف جانا ہے۔ اصل جگہ کا نام نہیں لیتے تھے تاکہ جاسوس درمیان میں کوئی خرابی پیدا نہ کریں۔ اس غزوہ میں سارے مخلصین شریک ہوئے سوائے دس آدمیوں کے جو سستی کی وجہ سے پیچھے رہ گئے تھے تین ان میں خاص تھے جن کا

ذکر اسی سورت کے آخر میں آئے گا۔ان پر بڑی پابندی لگی اور وہ بڑے امتحان سے گزرے اور سات عام تھے ان کی توبہ جلد قبول ہوگئی۔شدید گرمی کا موسم تھا سفر لمبا تھا فصلیں پکی ہوئی تھیں منافقوں نے ایک دوسرے کو کہا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ گرمی ہے نہ جاؤ۔منافقوں نے عجیب وغریب قسم کے بہانے بنا کر رخصتیں لیں اور ان میں سے ایک گروہ وہ بھی تھا جنہوں نے رخصت لینے کی ضرورت نہ سمجھی ان کے ذہن میں یہ تھا کہ انہوں نے کونسا بچ کر واپس آنا ہے رومیوں کی فوج ان کو تباہ و برباد کردے گی رخصت لینے کی کیا ضرورت ہے؟ان کا ذکر بھی آئے گا اور اب ان کا ذکر ہے جنہوں نے آپ ﷺ کی روانگی سے پہلے بہانے بنائے تھے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ اور آئے عذر پیش کرنے والے دیہاتیوں میں سے۔یہ لوگ مدینہ طیبہ کے آس پاس دیہاتوں میں رہنے والے تھے لِيُؤْذَنَ لَهُمْ تاکہ اجازت دی جائے ان کو پیچھے رہنے کی اور جہاد میں شریک نہ ہوں۔

کچھ ایسے منافق جنہوں نے رخصت لینا بھی ضروری نہ سمجھی:

وَقَعَدَ الَّذِيْنَ اور بیٹھ گئے وہ لوگ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ جنہوں نے جھوٹ بولا اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول ﷺ سے۔کہ ہم مومن ہیں حالانکہ وہ مومن نہیں تھے اس لئے وہ بلا عذر جہاد میں شریک نہیں ہوئے۔اللہ تعالیٰ نے جھوٹے عذر اور بہانے بنانے والوں اور بلا عذر جہاد میں شرکت نہ کرنے والوں کی مذمت فرمائی ہے۔فرمایا سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ عنقریب پہنچے گا ان لوگوں کو كَفَرُوْا مِنْهُمْ جنہوں نے کفر کیا ان میں سے۔منافق کافروں سے بھی بدتر ہیں اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ بیشک منافق جہنم کا جو سب سے نیچے والا طبقہ ہے اس میں ہوں گے جس کا عذاب سب سے زیادہ سخت

ہے عَذَابٌ اَلِیْمٌ دردناک عذاب۔ کیونکہ انہوں نے کلمہ پڑھا مسلمان ہونے کا دعویٰ کیا اور آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل نہیں کی۔

معذور اگر جہاد میں شرکت نہ کریں تو ان پر کوئی گناہ نہیں :

آگے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا ذکر فرمایا ہے جو حقیقتاً معذور ہیں۔ارشاد ربانی ہے لَیْسَ عَلَی الضُّعَفَآءِ نہیں ہے ضعیفوں پر جو بوڑھے ہیں وَلَا عَلَی الْمَرْضٰی اور نہ بیماروں پر وَلَا عَلَی الَّذِیْنَ اور نہ ان لوگوں پر لَا یَجِدُوْنَ مَا یُنْفِقُوْنَ جو نہیں پاتے وہ چیز جو خرچ کریں حَرَجٌ کوئی گناہ۔ یعنی جن لوگوں کا ذکر ہوا ہے یہ اگر جہاد جہاد میں شرکت نہ کریں تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ کیونکہ ایسے مخلص بھی تھے کہ ان کو تلوار لینے کی توفیق نہیں تھی سفر خرچ نہیں تھا سواری کا انتظام نہیں تھا عرب کا گرم ریتلا علاقہ ہے اس علاقے میں اونٹ کے بغیر سفر بڑا مشکل ہوتا تھا۔ رب تعالیٰ نے اونٹ کے چوڑے پاؤں بنائے ہیں کہ ریت میں نہ دھنسے اور قدم بھی لمبے لمبے رکھتا ہے سفر جلدی طے ہو جاتا ہے لَا یُکَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا اللہ تعالیٰ نے کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی۔ لیکن جن لوگوں کو جہاد میں شرکت نہ کرنے کی اجازت ہے ان کیلئے بھی ایک شرط ہے اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ جب کہ وہ اخلاص سے پیش آئیں اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول ﷺ سے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے خیر خواہ بن کر رہیں کہ مسلمانوں اور اسلام کے خلاف غلط پروپیگنڈا نہ کریں غلط افواہیں نہ پھیلائیں مَا عَلَی الْمُحْسِنِیْنَ مِنْ سَبِیْلٍ نہیں ہے نیکی کرنے والوں پر کوئی الزام وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

جہاد سے محروم ہونے کے خطرہ پر صحابہ کرام کی پریشانی واخلاص:

اسی طرح کے چند اور آدمیوں کا ذکر ہے۔ روایات میں آتا ہے کہ غزوہ تبوک کے موقع پر مشہور صحابی حضرت ابوموسیٰ اشعری بمع پانچ ساتھیوں کے رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ یمن کے باشندے اور قبیلہ بنواشعر کے فرد تھے۔ جب سارا عرب فتح ہوگیا تو آنحضرت ﷺ نے ان کو یمن کا گورنر مقرر کیا تھا انہوں نے آنحضرت ﷺ سے گذارش کی کہ حضرت ہم چھ آدمی ہیں ہم نے کوشش کر کے ستو، آٹا اور چھوہارے تو اکٹھے کر لیئے ہیں مگر ہمارے پاس سواری کا کوئی انتظام نہیں ہے حضرت ہمیں تین اونٹ دیدو تا کہ ہم جہاد کیلئے تبوک پہنچ سکیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میرے پاس سواریاں نہیں ہیں۔ کہنے لگے حضرت چلو دو دیدو ہم تین تین آدمی باری باری ایک ایک سواری پر سوار ہو کر پہنچ جائیں گے۔ اندازہ لگاؤ کتنے مخلص تھے۔

بدر کے موقع پر اخلاصِ صحابہ :

بدر کے موقع پر آنحضرت ﷺ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابولبابہ ابن عبد المنذر رضی اللہ عنہ ان تینوں کے پاس صرف ایک اونٹنی تھی۔ ایک میل ایک سوار ہوتا دو پیدل چلتے، بدر مدینہ منورہ سے اسّی میل کی مسافت پر ہے۔ کافی لمبا سفر تھا جس وقت آنحضرت ﷺ کے چلنے کی باری آتی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابولبابہ انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت نَحْنُ نَمْشِیْ عَنْکَ ہم آپ ﷺ کی طرف سے چلتے ہیں آپ ﷺ سوار رہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مجھے یہ منظور نہیں ہے میں بھی چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں چلوں اور راستے کی گرد وغبار میرے پاؤں پر پڑے اور درجے بلند ہوں اور میں تمہارے سے کمزور بھی نہیں ہوں۔ اس وقت آنحضرت ﷺ کی صحت بہت اچھی تھی آٹھ ہجری میں کمزور ہو گئے تھے اور

عموماً نماز بیٹھ کر پڑھتے تھے۔تو خیر اشعریوں نے کہا حضرت ہمیں دو اونٹنیاں ہی دیدیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ میں نہیں پاتا کوئی سواری کہ اس پر تمہیں سوار کرسکوں۔اس جواب کے بعد یہ چھ آدمی آپ ﷺ کی مجلس سے روتے ہوئے اٹھے آنکھوں سے آنسو جاری تھے کہ ہمیں سواری کی توفیق نہیں ہے اور آپ ﷺ نے بھی جواب دیدیا لہذا ہم تو اس سفر سے محروم ہو گئے اور اس طرح روئے جس طرح وہ آدمی روتا ہے جس کے گھر مرگ ہوگئی ہو۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایسے لوگوں پر بھی کوئی الزام نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ اور نہیں ہے گناہ ان لوگوں پر اِذَا مَآ اَتَوْكَ جو آئے تھے آپ کے پاس لِتَحْمِلَهُمْ تاکہ آپ ان کو سواری دیں قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تو کہا آپ نے میں نہیں پاتا وہ چیز جس پر تم کو سوار کروں تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ وہ پھرے اور آنکھیں ان کی بہارہی تھیں آنسو حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ غم کرتے ہوئے کہ نہیں پاتے وہ اس چیز کو جس کو وہ خرچ کریں۔

تقسیمِ رزق صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں :

اب تم اس آیت پر غور کرو اور ان لوگوں کے عقیدے کو بھی دیکھو جو کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کے رزق کو تقسیم کرنے والے ہیں اور آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے خزانوں کے مالک ہے۔بھائی خزانے کا مالک بھی کبھی کہتا ہے کہ میرے پاس نہیں ہے۔ رب تعالیٰ نے بھی کبھی کسی کو کہا کہ تیرے لئے میرے پاس کچھ نہیں ہے۔انتہائی ناپاک اور گندہ عقیدہ ہے ان لوگوں کا اللہ پناہ۔یاد رکھنا رب، رب ہے۔اور ساری دنیا کے خزانوں کا صرف وہی مالک ہے۔اس کے سوا دنیا کے خزانوں کا کوئی مالک نہیں ہے اور ان غالیوں کا عقیدہ ہے کہ سب کچھ آپ ﷺ تقسیم کرتے ہیں تو پھر ان کے نظریئے کے مطابق

چور کو چوری کا مال، رشوت لینے والے کو رشوت کا مال، شرابی کو شراب آپ ﷺ دیتے ہیں؟ یہ ہے کوئی عقل کی بات؟ میرے جیسے گنہگار کو کوئی کہے کہ یہ شراب ہے تقسیم کر دے، یہ ہیروئن ہے اس کو تقسیم کر دے میں تو کبھی اس کے قریب بھی نہیں جاؤں گا۔

پاکستان بننے سے پہلے ایک دفعہ مجھے ٹی بی کی تکلیف ہوگئی تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے ایک دوا تجویز کی جس کے اندر الکوحل تھا میں نے اس کو استعمال نہ کیا میری نوعمری تھی میں نے مفتی اعظم مفتی کفایت اللہ صاحبؒ سے پوچھا کہ حضرت ڈاکٹر صاحب نے میرے لئے ایک دوا تجویز کی ہے اور اسمیں بارہ فیصد الکوحل ہے میں نے استعمال نہیں کی اس کا کیا حکم ہے؟ حضرت نے فتویٰ دیا کہ جائز ہے اس کے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے پھر شامی اور بہت ساری کتابوں کے حوالے بتائے۔ الکوحل دوائیوں کو محفوظ رکھنے کیلئے استعمال کرتے ہیں جسطرح حکیم لوگ اپنی اَدویہ شہد میں محفوظ رکھتے ہیں اس طرح ڈاکٹر حضرات الکوحل استعمال کرتے ہیں جس سے ادویہ کافی دیر تک محفوظ رہتی ہیں۔ ان کے فتویٰ کے بعد میں میں نے استعمال کی تو میرے جیسا گنہگار آدمی تو ایسی چیزوں کے قریب نہ جائے اور آنحضرت ﷺ العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ، ثم العیاذ باللہ، ثم العیاذ باللہ یہ سارا حلال حرام رزق خود تقسیم کریں کتنا گندہ نظریہ ہے۔

آپ لوگ ان کی مسجدوں سے یہ جملہ سنتے ہوگے جب یہ لوگ صلاۃ وسلام پڑھتے ہیں...... الصلاۃ والسلام عَلیٰ قَاسِمِ رِزْقِ اللّٰہِ ''صلاۃ وسلام نازل ہوں اللہ تعالیٰ کے رزق تقسیم کرنے والے پر۔'' ان کا یہ گندہ عقیدہ کہ سب کچھ آپ ﷺ ہی تقسیم کرتے ہیں قرآن، حدیث اور عقل کیخلاف ہے۔ بریلویت نام ہی جہالت کا ہے۔ اگر آپ ﷺ دنیا کے خزانوں کے مالک ہوتے تو یہ فرماتے کہ لَا اَجِدُ مَا اَحْمِلُکُمْ میں نہیں پاتا وہ چیز

جس پر تم کو سوار کروں۔ ان کے نظریات تسلیم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم کو ہم چھوڑ دیں۔ اور قرآن مجید کو ہم کس طرح چھوڑ سکتے ہیں؟ اور یاد رکھنا بعض لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ یہ فروعی مسائل ہیں یہ فروعی مسائل نہیں ہیں بلکہ اصولی مسائل ہیں۔ اور تاریخ میں اس بات کا بھی ذکر ہے کہ اشعری حضرات نے جب زیادہ اصرار کیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا مجھے رب تعالیٰ کی قسم ہے میرے پاس نہیں ہیں میں کہاں سے دوں؟ اور بخاری شریف میں روایت ہے کہ کسی جگہ سے کسی نے چند اونٹ چندے میں بھیج دیئے کہ یہ میری طرف سے ان کو دیدو جو ضرورتمند ہیں تاکہ وہ ان پر سوار ہو کر جہاد کیلئے جائیں۔ اتفاق ہو جاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اَیْنَ الْاَشْعَرِیُّوْنَ وہ چھ آدمی اشعری کہاں ہیں ان کو تلاش کر کے لاؤ۔ ساتھی انکو تلاش کر کے لائے آنحضرت ﷺ نے فرمایا لو بھائی اللہ تعالیٰ نے عنایت کر دیئے ہیں۔ وہ کہنے لگے حضرت آپ ﷺ نے تو قسم اٹھائی تھی کہ میرے پاس نہیں ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں میں نے قسم اٹھائی تھی اُس وقت میرے پاس نہیں تھے اب رب تعالیٰ نے عنایت فرمائے ہیں تو میں نے تمہیں دیدیئے ہیں۔

آگے اللہ تعالیٰ نے ان صاحب استطاعت لوگوں کا ذکر فرمایا ہے جو بلا عذر جہاد میں شرکت کرنے سے اعراض کرتے ہیں۔ فرمایا اِنَّمَا السَّبِیْلُ عَلَی الَّذِیْنَ بیشک الزام ان لوگوں پر ہے یَسْتَاْذِنُوْنَکَ جو آپ ﷺ سے اجازت مانگتے ہیں وَھُمْ اَغْنِیَآءُ حالانکہ وہ مالدار ہیں۔ سواریاں مہیا کر سکتے ہیں اور بدنی اعتبار سے بھی قوی ہیں بوڑھے نہیں، لنگڑے لولے نہیں پھر جان کتراتے ہیں۔ ہاں اگر دل میں اشتیاق پورا ہو مگر کسی مجبوری کی وجہ سے نہ جا سکے تو اس کو گھر بیٹھے بھی اجر ملتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے

تبوک کے مقام پر پہنچ کر فرمایا اِنَّ فِی الْمَدِیْنَۃِ اَقْوَامًا بیشک مدینہ طیبہ میں کچھ لوگ ہیں ان کیلئے اتنا ہی اجر ہے جتنا تمہیں ملا ہے قَالُوْا وَھُمْ فِی الْمَدِیْنَۃِ ساتھیوں نے کہا حضرت ان کو گھروں میں بیٹھے ہوئے وہی اجر ملے گا جو ہمیں اتنی تکالیف اٹھانے کے بعد ملا ہے۔ ہمارے پاؤں گھس گئے، پاؤں میں چھالے پڑ گئے، ناخن اتر گئے، ہمارے حلیے بگڑ گئے فرمایا ہاں اتنا ہی اجر ان کو ملے گا کیونکہ اَحْبَسَھُمُ الْعُذْرُ بخاری شریف کی روایت ہے کہ ان کو عذر نے روک لیا ہے۔ اگر نابینے، لنگڑے، بیمار نہ ہوتے تو ضرور آتے تمہیں تمہارے عمل کی بنیاد پر اجر ملا ہے اور ان کو حسن نیت کی بنیاد پر۔

جامع الصغیر وغیرہ میں حدیث ہے آدمی کی نیت بھی نیکی ہے۔ اور بخاری شریف میں روایت ہے اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ نِیَّۃُ الْمَرْءِ خَیْرٌ مِنْ عَمَلِہٖ آدمی کی نیت عمل سے بھی بہتر ہوتی ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے جہاد کے دنوں میں جہاد کرو اگر نہیں تو پھر جہاد کی نیت کر لو اور جنہوں نے نیت بھی نہ کی مَاتَ عَلٰی شُعْبَۃٍ مِنَ النِّفَاقِ وہ منافقت کے ایک شعبے پر مرا۔ اور جس نے نیت کی کہ جب جہاد شروع ہوگا تو میں جہاد میں شریک ہونگا اور اسکو جہاد کرنے کا موقع نہیں ملا جہاد شروع نہیں ہوا تو مسلم شریف کی روایت ہے بَلَغَہُ اللّٰہُ مَنَازِلَ شُھَدَاءِ وَاِنْ مَاتَ عَلٰی فَرْشِہٖ رب تعالیٰ اس کو شہداء کی منازل میں پہنچائے گا اگرچہ وہ بستر پر مرے۔ کیونکہ اس کی نیت تھی جہاد میں شریک ہونے کی۔

تو فرمایا الزام ان لوگوں پر ہے جو مالدار ہونے کے باوجود جہاد سے کتراتے ہیں رَضُوْا وہ راضی ہوگئے بِاَنْ یَّکُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ۔ خوالف جمع ہے خَالِفَۃٌ کی۔ اور خوالفہ گھر بیٹھنے والی عورت کو کہتے ہیں۔ تو معنیٰ ہوگا اس بات پر کہ ہو جائیں وہ گھر

بیٹھنے والی عورتوں کیساتھ۔ان میں مردانہ اوصاف نہیں ہیں وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اور اللہ تعالیٰ نے مہر لگادی ان کے دلوں پر نفاق کی وجہ سے اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ کے ساتھ جھوٹ بولنے کی وجہ سے کَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ زبان سے کہتے ہیں اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَاهُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ایمان لائے ہم اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر اور حقیقت میں وہ مومن نہیں ہیں فَهُمْ لَايَعْلَمُوْنَ پس وہ نہیں جانتے۔ جاننے کی کوشش بھی نہیں کرتے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسباب پیدا فرمائے ہیں اگر آدمی ان اسباب سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے تو اٹھا سکتا ہے۔

يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ ط قُلْ لَا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ ط وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ط فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ط اِنَّهُمْ رِجْسٌ ز وَّمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ج جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ○ يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ج فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ○ اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ ط عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ط وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○

يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ عذر پیش کریں گے وہ تمہارے سامنے اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ جس وقت تم لوٹو گے ان کی طرف قُلْ لَا تَعْتَذِرُوْا آپ کہہ دیں تم عذر

پیش نہ کرو لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ ہم ہرگز تمہاری تصدیق نہیں کریں گے قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ بیشک اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمہاری کچھ خبریں بتادی ہیں وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ اور عنقریب دیکھ لے گا اللہ تعالیٰ تمہارے عمل کو اور اس کا رسول بھی ثُمَّ تُرَدُّوْنَ پھر تم لوٹائے جاؤ گے اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ عالم الغیب والشہادہ کی طرف فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ پس وہ تمہیں خبر دیگا اس چیز کی جو تم کرتے رہے سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ عنقریب یہ لوگ قسمیں کھائیں گے اللہ تعالیٰ کے نام کی تمہارے سامنے اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ جب تم لوٹ کے جاؤ گے ان کی طرف لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ تا کہ تم اعراض کرو ان سے فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ پس اعراض کرو تم ان سے اِنَّهُمْ رِجْسٌ بیشک وہ پلید ہیں وَّمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ بدلہ ہے اس چیز کا جو وہ کماتے رہے يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وہ قسمیں اٹھائیں گے تمہارے سامنے لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ تا کہ تم ان سے راضی ہو جاؤ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ پس اگر تم ان سے راضی ہو گئے فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ بیشک اللہ تعالیٰ نہیں راضی ہو گا فاسق قوم سے اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا دیہاتی لوگ زیادہ سخت ہیں کفر میں اور منافقت میں وَّاَجْدَرُ اور زیادہ لائق ہیں اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ کہ وہ نہ جانیں وہ حدود جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیے ہیں عَلٰى رَسُوْلِهٖ اپنے رسول پر وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا

ہے حکمت والا ہے وَمِنَ الْاَعْرَابِ اور دیہاتیوں میں سے بعض وہ بھی ہیں مَنْ یَّتَّخِذُ مَا یُنْفِقُ مَغْرَمًا جو بناتے ہیں اس چیز کو جو خرچ کرتے ہیں تاوان وَّیَتَرَبَّصُ بِکُمُ الدَّوَآئِرَ اور انتظار کرتے ہیں تمہارے متعلق گردشوں کا عَلَیْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ انہیں پر پڑے بُری گردش وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔

غزوۂ تبوک کا ذکر چلا آرہا ہے۔اس غزوہ میں منافقین نے مختلف بہانے بنا کر جان چھڑائی۔اس کی وجہ میں نے عرض کی تھی کہ سخت گرمی کا موسم تھا،فصلیں پکی ہوئی تھیں، سفر لمبا تھا،رومی فوج کے ساتھ مقابلہ تھا،مالِ غنیمت ملنے کی بھی کوئی امید نہیں تھی،جان بھی خطرے میں تھی۔منافقین مدینہ طیبہ شہر میں بھی تھے اور باہر دیہات میں بھی تھے پھر یہ منافق دو قسم کے تھے ایک وہ جنہوں نے بہانے بنا کر رخصت لے لی اور آپ ﷺ نے انکو رخصت دے دی اور یہ بات تم پہلے پڑھ چکے ہو کہ اس رخصت دینے پر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تنبیہ فرمائی عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف کر دیا آپ نے ان کو کیوں چھٹی دی ہے۔انہوں نے تو کسی قیمت پر نہیں جانا تھا اب ان کو بہانہ مل گیا ہے کہ ہمیں رخصت مل گئی ہے۔اور دوسرے وہ منافق تھے جنہوں نے بہانے بنا کر رخصت لینے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی۔ان کے ذہن میں یہ تھا کہ انہوں نے کونسا واپس آنا ہے روم کی فوج ان کو وہیں ختم کر دے گی ان کا نام ونشان تک باقی نہیں رہے گا ہم ان سے رخصت کیوں لیں۔اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ کئی دنوں تک آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تبوک کے مقام پر رہے۔ہرقل روم نے اپنے ان کمانڈروں کو بلایا جو خاص اس کے راز دان اور قریبی تھے ان سے کہا کہ میں نے جو تمہارے ساتھ بات کرنی ہے یہ

راز ہے کسی اور کیساتھ نہ کرنا۔ بات یہ ہے کہ تم اچھی طرح جانتے ہو اور میں بھی جانتا ہوں کہ ہمارا مقابلہ جس کیساتھ ہے یہ وہی اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں جنہوں نے آنا تھا اور پیغمبر کا مقابلہ کر کے کبھی کوئی کامیاب نہیں ہوا۔ لھذا ہم نے ان کیساتھ لڑنا نہیں ہے اور اپنی فوج اور کمانڈروں کو مطمئن بھی کرنا ہے، یہ بھی بڑا کام ہے۔ لہذا تم یہ کہو کہ جب تک دوسرا فریق حملہ نہیں کرے گا ہم بھی حملہ نہیں کریں گے اور اس کو معلوم تھا کہ آنحضرت ﷺ حتی الوسع پہلے حملہ نہیں کرتے۔ جب دشمن حملہ آور ہوتا تھا تو اس کا دفاع ضرور کرتے تھے۔

لہذا جب انہوں نے حملہ نہیں کرنا اور ہم نے بھی پہل نہیں کرنی تو لڑائی کی نوبت ہی نہیں آئی گی۔ چند دن ٹھہرنے کے بعد کہنے لگے کہ اتنے دن ہم ٹھہرے رہے انہوں نے حملہ نہیں کیا لہذا واپس چلو یہ بہانہ بنا کر واپس چلے گئے اور آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام ؓ بخیر و عافیت واپس تشریف لے آئے تو ان منافقین کو پریشانی ہوئی جنہوں نے نہ جانے کا کوئی عذر پیش نہیں کیا تھا۔ غزوہ تبوک کے سفر کے دوران ہی یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں..... یَعۡتَذِرُوۡنَ اِلَیۡکُمۡ عذر پیش کریں گے وہ تمہارے سامنے اِذَا رَجَعۡتُمۡ اِلَیۡهِمۡ جس وقت اے مسلمانو! تم ان کی طرف لوٹو گے قُلۡ اے نبی کریم ﷺ! آپ ان سے کہہ دیں لَا تَعۡتَذِرُوۡا تم عذر پیش نہ کرو۔ کیونکہ لَنۡ نُّؤۡمِنَ لَکُمۡ ہم ہرگز تمہاری تصدیق نہیں کریں گے۔ تمہارے عذر اور بہانوں کو ہم نہیں مانیں گے قَدۡ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنۡ اَخۡبَارِکُمۡ بیشک اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمہاری کچھ خبریں بتادی ہیں۔ کہ یہ منافق ہیں جھوٹے ہیں ان کو کوئی عذر نہیں تھا یہ منافقت کی وجہ سے نہیں گئے۔ اور آئندہ کیلئے وَسَیَرَی اللّٰهُ عَمَلَکُمۡ وَرَسُوۡلُهٗ اور عنقریب دیکھ لے گا اللہ تعالیٰ تمہارے عمل کو اور اس کا رسول بھی ثُمَّ تُرَدُّوۡنَ اِلٰی عٰلِمِ الۡغَیۡبِ وَالشَّهَادَةِ پھر تم لوٹائے جاؤ گے عالم

الغیب والشہادہ کی طرف۔

عالم الغیب کا معنٰی :

عالم الغیب کا معنٰی ہے مَاغَابَ عَنِ الْخَلْقِ جو مخلوق سے غیب ہے۔ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز غائب نہیں ہے اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہماری نسبت سے ہے یعنی جو چیز مخلوق سے غائب۔ ہے اللہ تعالیٰ اس کو بھی جانتا ہے۔ پھر تمہارا معاملہ اس کے ساتھ ہوگا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ پس وہ تمہیں خبر دیگا اس چیز کی جو تم کرتے رہے۔ آئندہ جو حالات پیش آئیں گے ان میں دیکھیں گے کہ تم کتنا ساتھ دیتے ہو۔

اہل بدعت کا استدلال اور اس کا جواب :

وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ کے لفظ سے اہل بدعت نے ثابت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ ہر جگہ حاضر ناظر ہیں۔ وہ اس طرح کہ اس کا معنٰی ہے اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال دیکھے گا اور اس کا رسول۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ امت کے تمام اعمال کا معائنہ کرتے ہیں اور ان کو دیکھتے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ ہر جگہ حاضر ناظر ہیں۔ لیکن ان کا یہ استدلال باطل ہے کیونکہ اس سے اگلے صفحے پر آیت کریمہ موجود ہے وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اور آپ ان منافقوں سے کہہ دیں عمل کئے جاؤ پس دیکھ لے گا اللہ تعالیٰ تمہارے عمل کو اور اس کا رسول اور مومن۔ اگر اس لفظ سے حاضر ناظر ہونا ثابت ہوتا ہے تو پھر سارے مومن حاضر ناظر ہیں کیونکہ اعمال دیکھنے میں مومن بھی شامل ہیں۔ حالانکہ مطلب یہ اتنا ہے کہ تم اس وقت بہانے نہ بناؤ آئندہ جہاد کے مواقع آئیں تو دیکھ لیں گے تم کیا کرتے ہو۔ پھر حاضر و ناضر چند افراد کے حالاتے کو جاننے کا نام نہیں کیونکہ بات تو منافقوں کی ہو رہی ہے کہ منافق

تمہارے سامنے آ کر معذرت کریں گے لیکن تم نے ان کا عذر نہیں ماننا بلکہ کہو کہ آئندہ تمہارے اعمال دیکھیں گے اس سے ہر جگہ حاضروناظر ہونا کس طرح ثابت ہو گیا۔ حاضروناظر تو اسے کہتے ہیں کہ مشرق سے لیکر مغرب تک شمال سے لیکر جنوب تک تمام کائنات اس کے سامنے ہو۔ چند منافقوں کے حالات جاننے سے حاضروناظر ہونا کس طرح ثابت ہو گیا؟

سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ عنقریب یہ لوگ قسمیں کھائیں گے اللہ تعالیٰ کے نام کی تمہارے سامنے اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ جب تم لوٹو گے ان کی طرف تبوک سے۔ تو یہ قسمیں کھائیں گے کہ رب تعالیٰ کی قسم ہے ہم تو بالکل تیار تھے یہ مجبوری آ گئی تھی یہ مجبوری آ گئی تھی تمہیں اعتماد میں لینے کیلئے جھوٹی قسمیں کھائیں گے لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ تاکہ تم اعراض کرو ان سے کہ ان کو کچھ نہ کہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ پس اعراض کرو تم ان سے اِنَّهُمْ رِجْسٌ بیشک وہ پلید ہیں وَّمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ اور ٹھکانہ ان کا دوزخ ہے جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ بدلہ ہے اس چیز کا جو وہ کماتے رہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ یہ جھوٹے منافق تمہارے سامنے قسمیں اٹھائیں گے لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ تاکہ آپ ان سے راضی ہو جائیں فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ پس بالفرض اگر تم ان سے راضی ہو گئے ظاہر کو دیکھتے ہوئے فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ بیشک اللہ تعالیٰ نہیں راضی ہوگا فاسق قوم سے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ظاہر باطن کو جانتا ہے اس کو معلوم ہے کہ یہ جھوٹی قسمیں اٹھا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا دیہاتی لوگ زیادہ سخت ہیں کفر میں اور منافقت میں۔ چونکہ عموماً دیہاتی لوگ بنسبت شہریوں کے مزاجاً سخت ہوتے ہیں اور حالات سے بھی بے خبر ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ غریق رحمت فرمائے مولانا عبدالمہیمنؒ صاحب کوفوت ہوگئے ہیں جب پاکستان بن رہا تھا اس زمانے میں انہوں نے میرے پاس مشکوٰۃ شریف پڑھی تھی۔نصرۃ العلوم سے فارغ ہوکر نصرت العلوم میں ہی کئی سال تک تدریس کی خدمت سرانجام دیتے رہے پھر جامعہ اسلامیہ میں شیخ الحدیث رہے اب دوسال ہوگئے ہیں فوت ہوگئے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔مشکوٰۃ شریف میں جب یہ روایت آئی مَنْ تَبَدَّ فَقَدْ جَفَا جس نے دیہاتی زندگی اختیار کی اس نے اپنے اوپر ظلم کیا۔مولوی صاحب مرحوم کہنے لگے استاد جی حدیث کا مفہوم سمجھ نہیں آرہا کیونکہ دیہات کی آب وہوا بڑی عمدہ ہوتی ہے، دیہاتی لوگ بڑے مخلص ہوتے ہیں، محبت کرتے ہیں چیزیں مفت دے دیتے ہیں، شہری لوگ بڑے ہوشیار ہوتے ہیں جی حضور جی حضور کرکے ٹرخا دیتے ہیں پھر حدیث کا کیا معنی ہے؟ میں نے سمجھانے کی کوشش کی کہ دیکھو شہروں میں دنیا کے واقعات، حالات، حادثات کا علم اور دیگر علوم حاصل ہونے کے مواقع اور اسباب ہوتے ہیں جو دیہاتوں میں نہیں ہوتے اور انسانی ضروریات شہر میں حاصل ہوجاتی ہیں دیہات میں بعض چیزیں نہیں ملتیں آدمی تنگ ہوتے ہیں پھر شہر میں اگر کوئی اچانک بیمار ہوجائے تو فوراً ڈاکٹر حکیم کا انتظام ہوجاتا ہے دیہات میں فوراً انتظام نہیں ہوتا۔

مرحوم نے کہا استاد جی ساری باتیں صحیح ہیں مگر تسلی نہیں ہوئی۔میں نے کہا پھر تسلی اور کس طرح ہو؟ جو بڑی عمر کے لوگ ہیں ان کو معلوم ہوگا کہ جنرل یحییٰ کے زمانہ میں نوٹ تبدیل ہوئے تھے اور انہوں نے دو دن کی مہلت دی تھی نوٹ تبدیل کرانے کی۔یہ بیچارے دیہات کے قبائلی علاقے میں رہتے تھے انہوں نے حج اور مکان بنانے کیلئے اسّی نوے ہزار روپیہ جمع کیا ہوا تھا اور یہ جہاں رہتے تھے وہاں نہ ریڈیو اور نہ اور کوئی ایسا ذریعہ

تھا کہ جس سے ان کو پتہ چل جاتا دو دن گزر گئے اور یہ تبدیل نہ کرا سکے۔ پھر وہ نوٹ لے کر پھرتے رہے کوئی لیتا نہیں تھا۔ کہتے تھے اب ان سے چائے پکا لو۔ کہنے لگے استاد جی! اب حدیث سمجھ آ گئی ہے کہ جس نے دیہاتی زندگی اختیار کی اس نے اپنے اوپر ظلم کیا۔ اگر میں شہر کے اندر ہوتا تو اسّی نوے ہزار روپیہ تو برباد نہ ہوتا۔

تو دیہات میں علم کے مواقع کم ہوتے ہیں بہت ساری تکالیف ہوتی ہیں۔ مزاج کے لحاظ سے بھی پنڈ ورے سخت ہوتے ہیں وَّاَجۡدَرُ اور زیادہ لائق ہیں اَلَّا یَعۡلَمُوۡا حُدُوۡدَ مَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوۡلِهٖ کہ وہ نہ جانیں وہ حدود جو اللہ تعالیٰ نے نازل کئے ہیں اپنے رسول پر۔ علم کی کمی کی وجہ سے وہ ان چیزوں کو اچھی طرح نہیں سمجھتے وَاللّٰهُ عَلِیۡمٌ حَکِیۡمٌ اور اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے حکمت والا ہے وَمِنَ الۡاَعۡرَابِ اور دیہاتیوں میں سے بعض وہ بھی ہیں مَنۡ یَّتَّخِذُ مَا یُنۡفِقُ مَغۡرَمًا جو بناتے ہیں اس چیز کو جو خرچ کرتے ہیں تاوان۔ زکوٰۃ، عشر، فطرانہ وغیرہ کو تاوان اور چٹی سمجھتے ہیں، بوجھ سمجھتے ہیں کیونکہ ایمان پختہ نہیں ہے وَّیَتَرَبَّصُ بِکُمُ الدَّوَآئِرَ اور انتظار کرتے ہیں تمہارے متعلق گردشوں کا۔ کہ مسلمانوں پر کوئی آفت آئے اور ہم ان کی گرفت سے بچ جائیں کیونکہ اس زمانے کے کافر گیدڑ بھبکیاں دیتے رہتے تھے۔ یہ کریں گے اور وہ کریں گے اور منافق اندر اندر سے خوش ہوتے تھے کہ مکے والے مسلمانوں پر حملہ کر کے ان کو ختم کر دیں گے، خیبر والے حملہ کر کے ختم کر دیں، روم والے حملہ کر کے ختم کر دیں، غسانی بادشاہ ان کو ختم کر دے، ساسانی ان کو ختم کر دیں گے، نجرانی ان کو ختم کر دیں گے، ان گردشوں کے منتظر رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مومنوں پر گردش نہیں آئے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔ عَلَیۡهِمۡ دَآئِرَۃُ السَّوۡءِ انہی پر پڑے بُری گردش۔ یہ لوگ ختم ہونگے ذلیل ہونگے ان کے نظریات مٹ جائیں گے

وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ اللہ تعالیٰ نورِ اسلام، نورِ ایمان کو مکمل کرے گا چاہے مشرک کڑھتے رہیں۔ وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔ اس سے کوئی شی مخفی نہیں ہے نہ قولی نہ فعلی۔

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ اَلَاۤ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○

وَمِنَ الْاَعْرَابِ اور دیہاتیوں میں سے بعض وہ ہیں مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ جو ایمان لاتے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ اور بناتے ہیں اس چیز کو جو وہ خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں تقرب کا ذریعہ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ اور رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں کا ذریعہ اَلَاۤ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ خبردار! بیشک یہ ان کے تقرب کا ذریعہ ہیں سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ عنقریب داخل کرے گا ان کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ اور ایمان میں سبقت لے جانے والے سب سے پہلے مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ مہاجرین اور انصار میں سے وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ

بِاِحْسَانٍ اور جنہوں نے ان کا اتباع کیا اخلاص کیساتھ رَّضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے وَاَعَدَّلَھُمْ تیار کیے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَھَا الْاَنْھٰرُ باغات، جاری ہیں ان کے نیچے نہریں خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا ہمیشہ رہا کریں گے ان میں ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ یہی بڑی کامیابی ہے۔

دیہاتی لوگ عموماً علمی طور پر کمزور ہوتے ہیں اور گفتگو کا انداز بھی عجیب ہوتا ہے۔ اس میں ادب واحترام کا پہلو کم ہوتا ہے اور موٹی زبان رکھتے ہیں۔ شہری لوگ شہر میں رہنے کی وجہ سے علم بھی حاصل کرتے ہیں اور تازہ تازہ خبریں بھی ان کو معلوم ہوتی رہتی ہیں اگرچہ دیہاتیوں کی طرح مخلص نہیں ہوتے۔ کیونکہ دیہاتی اپنے نظریئے میں پختہ ہوتے ہیں، جیسا بھی ہو اور بات کھری کر دیتے ہیں۔

دیہاتی چودھری کا کھرا پن :

۱۹۷۱ء میں جمعیت علماء اسلام نے قومی اور صوبائی اسمبلی کے الیکشن لڑنے کا فیصلہ کیا اور دو حلقوں گکھڑ، وزیر آباد کا حلقہ اور شہر گوجرانوالہ کے حلقہ میں استاد محترم حضرت مفتی عبدالواحدؒ صاحب کو کھڑا کیا گیا۔ ایک پر صوبائی کیلئے اور ایک پر قومی کیلئے۔ دیہاتی علاقوں میں ہمیں بھی جانا پڑتا تھا کیونکہ میں اس وقت جمعیت علماء اسلام ضلع گوجرانوالہ کا امیر تھا، جمعیت کیساتھ تعلق تھا اور ۱۹۹۰ء کے بعد بڑھاپے اور بیماریوں کی وجہ سے اور کچھ پالیسیوں کی وجہ سے جمعیت کیساتھ نہیں ہوں اور نہ ہی کسی اور جماعت کیساتھ ہوں۔ حضرت درخواستیؒ زندہ تھے میں نے ان کو اطلاع دے دی تھی کہ اب میرا کسی جماعت کیساتھ تعلق نہیں ہے۔ تو خیر الیکشن کے سلسلہ میں علی پور کے قریب ایک قصبہ میں

پہنچے۔سورج طلوع ہوئے ایک گھنٹہ ہو چکا تھا چودھری بارے معلوم کیا۔نام ان کا ڈائری میں درج ہے زبانی مجھے یاد نہیں ہے۔چودھری صاحب آئے اور بڑے خوش ہوئے کیونکہ مجھے بھی جانتے تھے میری تقاریر بھی سنتے تھے اور مفتی عبدالواحد کو بھی جانتے تھے۔کہنے لگے آج میرے لئے عید کا چاند ہے اور دو عیدیں ہیں دو بزرگ ہمارے قصبے میں تشریف لائے ہیں بڑی خوشی ہوئی ہے۔ہمارے ساتھ دس بارہ رضا کار بھی تھے کہ ویگن بھری ہوئی تھی۔چودھری صاحب نے پر تکلف ناشتہ کرانے کے بعد پوچھا کہ تم کس لئے آئے ہو؟ ہم نے بتایا کہ ہم الیکشن لڑ رہے ہیں اور مولانا کو اس حلقے میں کھڑا کیا ہے۔آپ لوگوں کو اکٹھا کریں تا کہ ہم ان سے بات کریں چودھری صاحب نے لوگوں کو اکٹھا کیا جب لوگ اکٹھے ہو گئے تو ہم نے تقریریں کیں بعد میں چودھری صاحب نے کہا علماء کرام جی اگر ناشتے میں کوئی کمی ہوئی ہے تو میں معذرت خواہ ہوں دوپہر کا کھانا تم نے یہیں کھانا ہے انشاء اللہ کھانے پینے کی کمی پوری کر دیں گے مگر ووٹ ہم میں سے کسی ایک نے بھی تمہیں نہیں دینے۔

ہم بڑے حیران ہوئے کہ چودھری صاحب تو بڑے خوش تھے اور کہہ رہے تھے ہمارے لئے عید کا چاند چڑھ گیا ہے اور اب کہتے ہیں کہ ایک ووٹ بھی نہیں دینا۔بڑا کھرا آدمی تھا کہنے لگا سنو! ہماری آپس میں لڑائیاں ہوتی ہیں۔بنے پر، زمین پر، پرنالے پر، درخت پر، جانوروں پر، رشتوں پر، ہم سچے بھی ہوتے ہیں جھوٹے بھی ہوتے ہیں تم سارے کاموں میں ہمارا ساتھ دو گے؟ ہم نے کہا نہیں! تو کہنے لگا پھر ہم نے ووٹ ان کو دینے ہیں کہ اگر ہم جھوٹے بھی ہوں تو ہمارا ساتھ دیں۔ہم نے قتل بھی کیا ہو تو ہمارے ساتھ جائے اور کہے یہ قاتل نہیں ہیں، چوری کی ہو تو کہے یہ تو بڑے پارسا ہیں، ڈاکہ ڈالا

ہوتو کہے یہ تو ڈاکو نہیں ہیں۔ہم نے تو ووٹ ایسے لوگوں کو دینے ہیں اسلئے ہم معذرت خواہ ہیں تمہیں مغالطے میں نہیں رکھنا چاہتے۔اور شہری لوگوں کا حال یہ ہے کہ ایک آیا تو اس کو قسم اٹھا کر تسلی دیدی دوسرا آیا تو اس کو قسم اٹھا کر تسلی دیدی۔ایک کے سامنے قرآن اٹھا لیتے ہیں اور دوسرے کیلئے بھی قرآن سر پر رکھ لیتے ہیں اندر میں کچھ اور ظاہر میں کچھ ہوتے ہیں۔تو دیہاتیوں کے بارے میں فرمایا کہ وہ کفر اور نفاق میں پکے ہوتے ہیں۔

لطیفہ :

امام غزالیؒ نے ایک لطیفہ نقل کیا ہے کہ ایک امام تھا جس کو چند سورتیں یاد تھیں اور اسکو اس سورۃ کا اَشَدُّ کُفْرًا وَّنِفَاقًا والا رکوع بھی یاد تھا اور یہ رکوع وہ اکثر نماز میں پڑھتا تھا۔دیہاتی نے ایک بار سنا، دوسری بار سنا، تیسری بار سنا تو امام کو ڈنڈا مار کر کہا کہ تم ہمیشہ ہمارے پیچھے ہی لگے رہتے ہو اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ کُفْرًا وَّ نِفَاقًا تمہیں اور کوئی آیت نہیں آتی کچھ عرصہ بعد آیا تو امام صاحب مذکورہ آیت پڑھ چکے تھے اور وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ دیہاتیوں میں سے وہ بھی ہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر وَیَتَّخِذُ مَا یُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ اور بناتے ہیں وہ اس چیز کو جو وہ خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں تقرب کا ذریعہ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ اور رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں کا ذریعہ، پڑھ رہے تھے۔وہ دیہاتی کہنے لگا اَلْاٰنَ نَفَعَکَ الْعَصَا میرا ڈنڈا کام آگیا ہے۔پہلے تو دیہاتیوں کی مذمت کرتا تھا اور اب تو نے تعریف شروع کر دی ہے۔تو سارے دیہاتی برے نہیں ہوتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اور دیہاتیوں میں سے بعض وہ ہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر

وَيَتَّخِذُ مَا يُنفِقُ قُرُبٰتٍ عِندَ اللّٰهِ اور بناتے ہیں اس چیز کو جو وہ خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں تقرب کا ذریعہ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ اور رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں کا ذریعہ، یعنی وہ مال اس نظریئے سے خرچ کرتے ہیں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل ہوگا اور آنحضرت ﷺ ہمیں دعائیں دیں گے اور آئندہ رکوع میں آرہا ہے کہ جب لوگ آنحضرت ﷺ کے سامنے صدقہ خیرات پیش کرتے تھے تو آپ ﷺ ان کیلئے دعا فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ خبردار! بیشک یہ ان کے تقرب کا ذریعہ ہے۔ صدقات کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا غصہ ٹھنڈا ہوتا ہے اور حدیث پاک میں آتا ہے اَلصَّدَقَةُ تَدْفَعُ مَيْتَةَ السُّوْءِ جو شخص صدقہ خیرات کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بری موت سے بچائے گا۔ اور یہ بھی حدیث پاک میں آتا ہے اَلصَّدَقَةُ تَدْفَعُ الْبَلَاءَ صدقہ خیرات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مصیبت ٹال دیتا ہے۔ اور یہ بھی آتا ہے اَلصَّدَقَةُ تُطْفِیءُ غَضَبَ الرَّبِّ کہ صدقے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا غصہ ٹھنڈا ہوتا ہے۔ یہ سب روایات اپنی جگہ صحیح ہیں لیکن عوام نے صدقے کا مفہوم نہیں سمجھا۔

صدقہ کا مفہوم :

عوام یہ سمجھتے ہیں کہ کالے بکرے کی سری دینا صدقہ ہے اور اس سے بڑی چھلانگ لگائی تو بکرا چھترا دیدیا۔ یہ صحیح معنیٰ میں صدقہ نہیں ہے اس لئے کہ صدقے کا مفہوم ہے غریب کی ضرورت پوری کرنا۔ غریب کو آٹے دانے کی ضرورت ہے، جوتے کی ضرورت ہے، صابن تیل کی ضرورت ہے، اس کے بچوں کو فیس کی ضرورت ہے، کتاب کاپی کی ضرورت ہے یہ کالی سری کہاں کہاں کام آئے گی اس سے کون کونسی ضرورت پوری ہوگی؟ تو صدقے خیرات کا مفہوم ہے غریب کی ضرورت پوری کرنا۔ اس کا بہترین طریقہ ہے کہ

اس کو نقد دیدو تا کہ اس کی جو ضرورت ہو اس سے وہ پوری کر لے۔ ایسے لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سَیُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِیْ رَحْمَتِهٖ عنقریب ان کو داخل کرے گا اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی خاص رحمت نازل فرمائے گا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ اگر نیکی کرنے والوں سے چھوٹی موٹی غلطی ہوگی تو معاف کر دے گا۔ پہلے تفصیل کیساتھ یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ سورۃ توبہ میں غزوہ تبوک کا ذکر ہے جو ہجرت کے نویں سال رجب کے مہینے میں پیش آیا سخت گرمی کا موسم اور سفر لمبا تھا اور رومیوں کیساتھ مقابلہ تھا۔ منافقوں نے حیلے بہانے کر کے جان چھڑائی سوائے چند منافقوں کے جو ساتھ جانے پر مجبور تھے اللہ تعالیٰ نے ان منافقوں کی مذمت اور برائی بیان فرمائی ہے۔

اب ان لوگوں کا ذکر ہے جنہوں نے دل و جان سے آنحضرت ﷺ کا ساتھ دیا اور ہر نیکی کے کام میں پیش پیش رہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ اور ایمان میں سبقت لے جانے والے سب سے پہلے اور عمل میں بھی مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ مہاجرین اور انصار میں سے وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ اور جنہوں نے ان کا اتباع کیا اخلاص کیساتھ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے۔

وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ سے کون لوگ مراد ہیں؟

وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ سے کون لوگ مراد ہیں؟ مفسرین کرامؒ سے تین تفسیریں منقول ہیں۔ پہلی تفسیر یہ ہے کہ وہ مہاجرین جو سب سے پہلے ایمان لائے یہ تو وہ ہوئے ایمان میں سبقت لے جانے والے اور وہ مہاجر جو دوسرے تیسرے چوتھے نمبر پر مسلمان ہوئے

وہ ان کی اتباع کرنے والے ہوئے۔ اسی طرح وہ انصار جنہوں نے پہلے نصرت اور مدد کی وہ تو وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ میں ہوئے اور جنہوں نے دوسرے تیسرے نمبر پر مدد کی وہ ان کی اتباع کرنے والے ہوئے تو اس تفسیر کے مطابق تمام کے تمام مہاجرین اور انصار ہو ئے یعنی والسبقون الاولون بھی اور ان کی اتباع اور پیروی کرنے والے بھی۔ اور دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ والسبقون الاولون سے مراد تو صحابہ کرام ہیں ﷺ اِتَّبَعُوْھُمْ سے مراد تابعین ہیں اور تابعی اسے کہتے ہیں جس نے ایمان کی حالت میں صحابی کو دیکھا ہو آنحضرت ﷺ کو نہیں دیکھا۔ جن لوگوں نے مہاجرین اور انصار کو دیکھا ہے وہ تابعین ہیں انہوں نے اخلاص کے ساتھ مہاجرین اور انصار کی پیروی کی ان سے بھی اللہ تعالیٰ راضی ہے۔

اور تیسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ اِتَّبَعُوْھُمْ سے مراد وہ لوگ ہیں جو مہاجرین اور انصار کی ایمان میں عمل صالح میں، جہاد میں، ہجرت میں پیروی کرنے والے ہیں قیامت تک۔ ان کیساتھ بھی اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان لوگوں میں سے بنائے جو مہاجرین انصار کا دامن تھامنے والے ہیں، پاؤں پکڑنے والے ہیں، ان کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں وَاَعَدَّلَھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَھَا الْاَنْھٰرُ تیار کئے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے باغات، جاری ہیں ان کے نیچے نہریں۔ جنت کی نہریں دنیا کی نہروں کی طرح زمین کے پیٹ میں نہیں بہتیں بلکہ وہ سطح زمین کے اوپر چلتی ہیں اور دونوں طرف موتیوں کے بند بنے ہوئے ہونگے اور احادیث میں آتا ہے کہ جو آدمی چاہے گا کہ پانی کا رخ میری طرف ہو سونے کی چھڑی اس کے ہاتھ میں ہوگی اس کیساتھ اشارہ کریگا پانی کا رخ اس کی طرف ہو

جائے گا اور اردگرد بند بندھتا چلا جائے گا۔ وہاں کسی شی کی کمی نہیں ہوگی دنیا میں تو ہمارے پاس تھوڑی جگہ ہے اور جنت کے بارے میں حدیث پاک میں آتا ہے کہ ادنیٰ ترین جنتی کو اس دنیا سے دس گنا زیادہ جگہ ملے گی اور ہر ایک جنتی کا مکان موتی کا ہوگا جو ساٹھ میل میں پھیلا ہوا ہوگا۔ یہ چیزیں ہمیں یہاں سمجھ نہیں آسکتیں۔ جسطرح ماں کے پیٹ میں بچے کو یہ دنیا سمجھ نہیں آسکتی کیونکہ اس کیلئے ماں کا پیٹ ہی ساری دنیا ہے۔ اس کو وہاں کوئی سمجھائے کہ جب تو ماں کے پیٹ سے باہر آئے گا تو تجھے بڑی وسیع دنیا نظر آئے گی اور بہت اونچا آسمان نظر آئے گا باغات، دریا، درخت اور میدان ہوں گے تو ظاہر بات ہے کہ وہ نہیں سمجھ سکتا۔ اسی طرح یہاں دنیا میں ہوتے ہوئے ہمیں بھی آخرت سمجھ میں نہیں آسکتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا ہمیشہ رہا کریں گے ان باغوں میں ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ یہی بڑی کامیابی ہے۔ رب تعالیٰ تمام مومنین مومنات کو نصیب فرمائے۔

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۛؕ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۛؔ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ ۫ لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ؕ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ۝ وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اور ان میں سے جو تمہارے ارد گرد ہیں دیہاتوں میں رہنے والے لوگ مُنٰفِقُوْنَ منافق ہیں وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ اور

بعض مدینہ طیبہ میں سے بھی مَرَدُوْا عَلَی النِّفَاقِ جوڑتے ہوئے ہیں منافقت پر لَاتَعْلَمُهُمْ اے نبی کریم ﷺ آپ ان کونہیں جانتے نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ صرف ہم ہی ان کو جانتے ہیں سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ بتاکید ہم ان کو دومرتبہ سزادیں گے ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰی عَذَابٍ عَظِيْمٍ پھر وہ لوٹائیں جائیں گے بڑے عذاب کی طرف وَ اٰخَرُوْنَ اور کچھ دوسرے لوگ ہیں اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ جنہوں نے اعتراف کیا ہے اپنے گناہوں کا خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ملایا ہے انہوں نے نیک عمل اور دوسرا برا عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر رجوع کریگا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً آپ لیں ان کے مالوں میں سے صدقہ تُطَهِّرُهُمْ آپ پاک کریں ان کو وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا اور صاف کردیں ان کو اس صدقے کی وصولی کیساتھ وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اور دعا کریں ان کیلئے اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ بیشک آپ کی دعا ان کیلئے تسکین کا باعث ہے وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا کیا وہ نہیں جانتے اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ بیشک اللہ تعالیٰ ہی قبول کرتا ہے توبہ عَنْ عِبَادِهٖ اپنے بندوں سے وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ اور وہی وصول کرتا ہے صدقات وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ اور بیشک اللہ تعالیٰ ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے وَقُلِ اعْمَلُوْا اور آپ ان سے کہہ دیں عمل کرتے رہو فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ

عنقریب دیکھے گا اللہ تعالیٰ تمہارے عمل کو اور اس کا رسول ﷺ بھی دیکھے گا اور مومن بھی دیکھیں گے وَ سَتُرَدُّوْنَ اِلٰی عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ اور عنقریب تم لوٹائے جاؤ گے اس ذات کی طرف جو غیب اور حاضر چیزوں کو جاننے والی ہے فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ پس وہ ذات تمہیں بتا دیگی وہ عمل جو تم کرتے تھے۔

آج کی آیات میں غزوہ تبوک میں شرکت نہ کرنے والے منافقین اور وہ مسلمان جنہوں نے تن آسانی کی خاطر سفر اختیار نہیں کیا تھا کا رد ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ اور ان میں سے جو تمہارے اردگرد ہیں مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ دیہاتوں میں رہنے والے لوگ منافق ہیں۔ اردگرد سے مراد وہ دیہات ہیں جو مدینہ طیبہ سے دو تین چار چھ دس بارہ میل کے فاصلے پر آبادیاں تھیں اور وہ سودا سلف خریدنے کیلئے مدینہ طیبہ آتے تھے وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ اور بعض مدینہ طیبہ میں سے بھی منافق ہیں مَرَدُوْا عَلَی النِّفَاقِ جوڑے ہوئے ہیں منافقت پر لَا تَعْلَمُهُمْ اے نبی کریم ﷺ آپ ان کو نہیں جانتے نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ صرف ہم ہی ان کو جانتے ہیں۔ اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نہ تو عالم الغیب تھے اور نہ آپ ﷺ کو ما کان و مایکون کا علم حاصل تھا۔

کیونکہ یہ سورۃ توبہ قرآن کریم کی بڑی سورتوں میں سے آخری سورت ہے اس کے بعد صرف اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ نازل ہوئی ہے اور کوئی سورۃ نازل نہیں ہوئی۔ چنانچہ بخاری شریف اور مسلم شریف میں روایت ہے کہ آخری سورت نَزَلَتْ سُوْرَةُ التوبة قرآن کریم کی سب سے آخر میں نازل ہونے والی سورت توبہ ہے۔ اور یہ آیت کریمہ اس بات پر واضح دلیل ہے کہ مدینہ طیبہ میں ان منافقوں کو جن کا نفاق حد کمال کو پہنچا ہوا تھا اور

جونفاق پر اڑے ہوئے اور بضد تھے ان کو بھی جناب نبی کریم ﷺ نہیں جانتے تھے۔ ان کا علم بھی صرف اللہ تعالیٰ ہی کو تھا۔ اگر آپ ﷺ عالم الغیب اور ما کان و ما یکون کے عالم ہو تے تو لامحالہ آپ ﷺ کو ان منافقوں کے حالات معلوم ہوتے اور اللہ تعالیٰ یہ نہ فرماتے کہ آپ ﷺ ان کو نہیں جانتے فقط ہم ہی جانتے ہیں۔ اور یاد رکھنا اہل بدعت میں جو ہوشیار قسم کے مولوی ہیں ان کے سامنے جب وہ آیات پیش کی جاتی ہیں جن میں آنحضرت ﷺ کے غیب کی نفی ہے تو وہ یہ تاویل کرتے ہیں کہ اس وقت علم نہیں تھا بعد میں غیب حاصل ہو گیا تھا۔ عوام سطحی ہوتے ہیں مان لیتے ہیں کیونکہ قرآن کریم کا نزول تو ہوتا رہا ہے اگر پہلے آپ ﷺ کو غیب حاصل نہیں ہوا تو بعد میں حاصل ہو گیا ہوگا۔ لہذا آیات اچھی طرح سمجھ لیں اور ان کے داؤ میں نہ آنا کیونکہ یہ قرآن کریم کی بڑی سورتوں میں سے آخری سورت ہے اس کے بعد کوئی ایسی سورۃ نازل نہیں ہوئی جس میں اس بات کا ذکر ہو کہ بعد میں آپ ﷺ کو غیب حاصل ہو گیا تھا اور نہ ہی اس کے بعد کوئی ایسی آیت کریمہ نازل ہوئی کہ جس میں یہ ذکر ہو کہ آپ ﷺ کو عَالِمُ مَاکَانَ وَمَایَکُوْنُ بنا دیا گیا ہے۔ اس سبق کو اچھی طرح سمجھ لو اور یاد کر لو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ بتاکید ہم ان کو دو مرتبہ سزا دیں گے۔ ایک اس وقت جب فرشتے کافر منافق کی جان نکالتے ہیں تو ہتھوڑے سے مارتے ہیں یَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ان کے چہروں پر مارتے ہیں اور پشتوں پر مارتے ہیں۔ [انفال: ۵۰] اور حدیث پاک میں آتا ہے ان کی جان ایسے نکلتی ہے جیسے گیلی اون سے لوہے کی گرم سلاخ کو کھینچا جائے تو سی سی کرے گی۔ اور دوسری سزا قبر میں ہوگی ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ پھر وہ لوٹائیں جائیں گے بڑے عذاب کی طرف۔ یہ تیسرا عذاب آخرت کا ہوگا اور یہ سب سے بڑا اور ہمیشہ رہنے والا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے

مومنوں کواس سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے بخلاف اس کے مومن کی جان نکالنے کیلئے جب فرشتے اس کے سامنے آتے ہیں تو اس کو اس کا جنت کا مقام دکھاتے ہیں کہ تو نے اب وہاں جانا ہے۔اس کو بڑا شوق پیدا ہوتا ہے اور کہتا ہے مجھے جلدی لے چلو۔اور مومن کی جان ایسے نکلتی ہے جیسے مشکیزہ کا منہ کھول دیا جائے تو پانی نکل جاتا ہے۔

عام اور خاص کا فرق :

آگے ان دس مخلص مومنوں کا ذکر ہے جو صرف گرمی سے بچنے اور تن آسانی کی وجہ سے غزوہ تبوک میں شریک نہ ہوئے ان میں سے سات عام اور تین خاص مخلص تھے۔ان آیات میں سات عام کا ذکر ہے اور جو تین خاص تھے ان کا ذکر سورۃ کے آخر میں آئے گا وَعَلَى الثَّلاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا کے اندر۔ان کی توبہ پچاس دن کے بعد قبول ہوئی۔ کیونکہ جس کو جتنا قرب زیادہ حاصل ہوتا ہے اس کا امتحان بھی اتنا زیادہ ہوتا ہے اور جس کی اتنی حیثیت نہیں ہوتی اس کیلئے زیادہ امتحان اور پابندی بھی نہیں ہوتی۔چنانچہ ایک موقع پر آنحضرت ﷺ صحابہ کرام ؓ کیساتھ مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی نے سب کے سامنے مسجد میں پیشاب کر دیا صحابہ کرام ؓ بازو چڑھا کر پکڑنے کیلئے اس کے پیچھے بھاگے آنحضرت ﷺ نے منع فرمادیا کہ اس کو نہ روکو۔اس کے یہاں پیشاب کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو پیشاب کی تکلیف ہے تم روکو گے تو تکلیف زیادہ ہوگی اب تو یہ ایک کونے میں پیشاب کر رہا ہے اس کا دھونا آسان ہے اگر تم اس کے پیچھے بھاگو گے وہ آگے بھاگے گا ساری مسجد پلید کرے گا تو آپ ﷺ نے اس جاہل کا پیشاب کرنا بھی گوارا کرلیا۔ اور دوسری ابوداؤد شریف کی روایت ہے کہ ایک چھوٹی سی مسجد کا امام تھا آپ ﷺ نے اس امام کو قبلے کی طرف تھوکتے دیکھا تو فرمایا کہ تاحکم ثانی یہ تمہیں امامت نہیں کروا سکتا حالانکہ

تھوک پلید نہیں ہے۔تو خاص کیلئے پابندیاں زیادہ ہوتی ہیں۔

؎ نیکاں را بیش بود حیرانی

جتنا قرب ہوگا اتنا امتحان اور پابندی زیادہ ہوگی۔اور جو سات عام تھے ان کی توبہ اللہ تعالیٰ نے فوراً قبول فرمالی اس کا ذکر ہے۔فرمایا وَ اٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ اور کچھ دوسرے لوگ ہیں جنہوں نے اعتراف کیا ہے اپنے گناہوں کا خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ملایا ہے انہوں نے نیک عمل اور دوسرا بُرا عمل کہ اس جہاد میں شریک نہیں ہوئے عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر رجوع کریگا کہ ان کی توبہ قبول کریگا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔یہ سات آدمی زکوٰۃ لیکر آئے تو آنحضرت ﷺ نے گریز کیا کہ یہ لوگ غزوہ تبوک میں شریک نہیں ہوئے۔حالانکہ آپ ﷺ زکوٰۃ اپنے لئے نہیں لیتے تھے بلکہ جمع کر کے فقیروں، مسکینوں،ضرورت مندوں پر خرچ کرتے تھے۔تو حق تعالیٰ نے فرمایا خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً آپ لیں ان کے مالوں میں سے صدقہ زکوٰۃ تُطَهِّرُهُمْ آپ پاک کریں ان کو وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا اور صاف کردیں ان کو اس صدقہ زکوٰۃ کی وصولی کیساتھ۔بخل سے تطہیر سے مال پاک ہوگا اور تزکیہ سے دل پاک ہوگا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اور آپ دعا کریں ان کیلئے۔چنانچہ آپ ﷺ کا معمول تھا کہ جو آدمی زکوٰۃ لا کر آپ ﷺ کو دیتا تھا آپ ﷺ اس کیلئے دعا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى اٰلِ بَنِي فُلَانٍ اے اللہ فلاں کی آل اولاد پر رحمت فرما اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ بیشک آپ کی دعا ان کیلئے تسکین کا باعث ہے۔ویسے تو اللہ تعالیٰ بنسبت عام لوگوں کے نیکوں کی دعائیں زیادہ قبول کرتا ہے مگر سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے پیغمبروں کی دعا قبول فرماتا ہے وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ اور اللہ

تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔اللہ تعالیٰ کومعلوم ہے کہ یہ نہ تو منافق ہیں اور نہ ہی ریا کار ہیں سستی سے غلطی ہوئی ہے اوراپنی کوتاہی کا اقرار بھی کررہے ہیں کہ ہم سے غلطی ہوئی ہے اَلَمْ یَعْلَمُوْآ کیا وہ نہیں جانتے اَنَّ اللّٰہَ ھُوَ یَقْبَلُ التَّوْبَۃَ عَنْ عِبَادِہٖ کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہی قبول کرتا ہے توبہ اپنے بندوں سے۔وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰہ اللہ تعالیٰ کے سوا گناہ کون معاف کرسکتا ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے یٰبَنِیْ آدَمَ کُلُّکُمْ خَطَّاؤُوْنَ اے اولادآدم!تم سب خطاکار ہو وَخَیْرُ الْخَطَّائِیْنَ التَّوَّابُوْنَ اور بہترین خطاکار وہ ہیں جو فوراً توبہ کرتے ہیں ہروقت اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے ہیں۔ وَیَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ اور وہی وصول کرتا ہے صدقات یعنی قبول کرتا ہے۔جوصدقہ اخلاص کے ساتھ دیا جاتا ہے اس کیلئے قبولیت ہوگی وَاَنَّ اللّٰہَ ھُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ اور بیشک اللہ تعالیٰ ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے وَقُلْ اور آپ ان سے کہہ دیں اِعْمَلُوْا عمل کرتے رہو فَسَیَرَی اللّٰہُ عَمَلَکُمْ وَرَسُوْلُہٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ عنقریب دیکھے گا اللہ تعالیٰ تمہارے عمل کو اور اس کا رسول ﷺ بھی دیکھے گا اور مومن بھی دیکھیں گے۔اللہ تعالیٰ تو حقیقت جانتا ہے اور آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے جانتے ہیں اور عام مومن قرائن اور شواہد سے جانتے ہیں کہ یہ شخص مخلص ہے یا نہیں۔باقی اندر کی بات کو صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے وَ سَتُرَدُّوْنَ اِلٰی عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ اور عنقریب تم لوٹائے جاؤ گے اس ذات کی طرف جو غیب اور حاضر چیزوں کو جاننے والی ہے۔یعنی جو چیزیں تمہارے سامنے حاضر ہیں رب تعالیٰ ان کو بھی جانتا ہے اور جو چیزیں تم سے غائب ہیں رب تعالیٰ ان کو بھی جانتا ہے۔اللہ تعالیٰ سے تو کوئی چیز غائب نہیں ہے وہ مخلوق کی نسبت سے عالم الغیب ہے یعنی جو چیزیں مخلوق سے غائب ہیں

وہ ان کو بھی جانتا ہے فَیُنَبِّئُکُمۡ بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ پس وہ ذات تمہیں بتادیگی وہ عمل جو تم کرتے تھے۔ یعنی ان کا نتیجہ تمہارے سامنے آجائے گا۔ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوجائے گا۔

وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا ۢ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ۝

وَاٰخَرُوْنَ اور بعض دوسرے لوگ ہیں مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ جنکو مہلت دی گئی ہے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ یا تو اللہ تعالیٰ ان کو سزا دیگا وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ یا ان کی توبہ قبول کریگا وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا اور وہ لوگ جنہوں نے بنائی ہے مسجد ضِرَارًا وَّكُفْرًا ضرر دینے کیلئے اور کفر کیلئے وَّتَفْرِيْقًا ۢ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اور ایمان والوں کے درمیان تفریق ڈالنے کیلئے وَاِرْصَادًا اور اڈا بنانے کیلئے لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ اس شخص کیلئے جو لڑتا رہا اللہ

تعالیٰ کے ساتھ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ اس سے پہلے وَلَيَحْلِفُنَّ اور البتہ یہ لوگ قسمیں اٹھائیں گے اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى کہ ہم نے نہیں ارادہ کیا مگر نیکی کا وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ البتہ یہ لوگ جھوٹے ہیں لَاتَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا آپ نہ کھڑے ہوں اس مسجد میں کبھی بھی لَمَسْجِدٌ البتہ وہ مسجد اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ جس کی بنیاد رکھی گئی تقویٰ پر پہلے دن سے اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ زیادہ حقدار ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں فِيْهِ رِجَالٌ اس میں مرد ہیں يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا جو پسند کرتے ہیں اس بات کو کہ وہ پاکیزگی حاصل کریں وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ اور اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے طہارت حاصل کرنے والوں کو۔

غزوہ تبوک کا ذکر چلا آ رہا ہے۔منافقوں نے تو صرف منافقت کی وجہ سے شرکت نہیں کی تھی ورنہ انکو مالی اور بدنی کسی قسم کا عذر نہیں تھا اور دس مخلص صحابہ کرام ﷺ نے محض گرمی اور لمبے سفر سے بچنے کیلئے غزوہ تبوک میں شرکت نہیں کی۔ان میں سے سات تو عام تھے جن کی توبہ فوراً قبول ہوگئی جن کے متعلق تم سن چکے ہو اور تین خاص تھے۔حضرت کعب ابن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت مرارہ ابن ربیع رضی اللہ عنہ، اور ہلال ابن امیہ رضی اللہ عنہ ان میں سے دو تو بدری صحابی تھے اور اصحاب بدر کا درجہ بہت بلند ہے۔تیسرے بدری نہیں تھے مگر و السابقون الاولون میں سے تھے۔چونکہ ان کا مقام بہت اونچا تھا اسلئے اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ فوراً قبول نہیں فرمائی۔بخاری اور مسلم کی روایات میں بڑی تفصیل ہے مکمل پچاس دن ان کا بائیکاٹ رہا کوئی مسلمان ان کو نہ سلام کہتا تھا اور نہ ان کے سلام کا جواب دیتا تھا ان کا ذکر

ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اور بعض دوسرے ہیں جن کو مہلت دی گئی اللہ تعالیٰ کے حکم سے اِمَّا یُعَذِّبُهُمْ یا تو ان کو اللہ تعالیٰ سزا دیگا وَاِمَّا یَتُوْبُ عَلَیْهِمْ یا ان کی توبہ قبول کر لیگا۔آگے ذکر آئے گا کہ انہوں نے رو رو کے اللہ تعالیٰ کو منایا پچاس دن کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے۔

منافقوں کی سازش کا تذکرہ :

آگے منافقوں کی ایک سازش کا ذکر ہے۔مدینہ طیبہ میں ابو عامر راھب نامی ایک آدمی تھا یہ پہلے یہودی تھا اس کی بری حرکتوں اور بُرے اخلاق کی وجہ سے یہودی متنفر ہوئے تو یہ عیسائی بن گیا اور نجران چلا گیا۔چونکہ وہاں کافی عیسائی آباد تھے اور وہ اس کے حالات سے ناواقف تھے۔وہاں جاکر اس نے پیری مریدی شروع کر دی۔یہ بڑا خبیث قسم کا آدمی تھا غزوۂ بدر سے لے کر غزوۂ تبوک تک جتنی جنگیں ہوئیں ہیں تمام میں اس کا حصہ تھا یہ کافروں کو ابھارتا اور برانگیختہ کرتا تھا اور غزوہ تبوک بھی اسی کی شرارت کا نتیجہ تھا کہ روتا ہوا ہرقل روم کے پاس گیا کہ ہم مارے گئے ہیں ہم پر بڑے ظلم ہوئے ہیں ہمارے آدمی مار دیئے گئے علاقے ہمارے سے چھین لئے گئے روم ہمارا مرکز ہے وہ روم پر بھی حملہ کرنے کا پروگرام بنا رہے ہیں ہرقل روم چونکہ عیسائی تھا اور یہ ان کا راھب اور پادری بنا ہوا تھا اُس نے اِسکے اکسانے پر فوجیں تبوک کے مقام پر بھیج دیں۔

غزوہ تبوک سے پہلے کا قصہ ہے کہ مدینہ طیبہ میں اس کے خاص بارہ آدمی تھے ان کے ذریعے اس نے شرارت کا منصوبہ بنایا۔ان میں سے ایک ثعلبہ ابن ابی حاطب بھی تھا جس کا ذکر پہلے سن چکے ہو۔ابو عامر راھب نے ان بارہ منافقوں کیساتھ میٹنگ کر کے یہ

طے کیا کہ مسجد قبا سے الگ ایک مسجد بنائیں تا کہ مسلمانوں کو آنحضرت ﷺ کے پاس جانے کا موقع کم ملے اور دین نہ سیکھ سکیں۔ اور ان کی ایسی ذہن سازی کرو کہ ان کی پرانی لڑائیاں پھر تازہ ہو جائیں۔ کیونکہ اوس اور خزرج کے درمیان خاندانی رقابتیں تو پہلے تھیں ان کا ہمیشہ برادری مسئلہ رہا ہے اور ہم اپنا کفر خفیہ طریقے سے پھیلاتے رہیں اور مسلمانوں کو تقسیم کرتے رہیں۔ اور ابو عامر نے کہا کہ میرا اڈا بن جائے گا میں یہاں آکر ٹھہرا کرونگا۔ یہ ان کے مقاصد تھے مسلمانوں کو ضرر پہنچانا، اپنا کفر پھیلانا، اور مسلمانوں میں تفریق پیدا کرنی اور ابو عامر کیلئے اڈا بنانا۔

ان بارہ منافقوں نے ابو عامر راہب کے مشورے سے مسجد بنا دی چونکہ بڑے مکار تھے انہوں نے سوچا کہ اگر آنحضرت ﷺ مسجد میں نہ آئے تو مسلمانوں نے اعتماد نہیں کرنا لہذا ایک وفد آنحضرت ﷺ کی خدمت میں جائے اور گذارش کرے کہ حضرت مسجد قبا ہم سے دور ہے گرمی بھی ہوتی ہے، بارش بھی ہوتی ہے، کبھی آندھی اور طوفان بھی آجاتا ہے اندھیرا ہوتا ہے ہم میں سے بوڑھے بیمار اس مسجد تک نہیں پہنچ سکتے ان کی سہولت کیلئے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ہم نے مسجد بنائی ہے حضرت آپ ﷺ افتتاح فرمادیں کہ وہ مسجد ہی کیا ہوئی جس میں نماز نہ پڑھائیں اور بڑی قسمیں اٹھائیں کہ حضرت ہمارا مقصد اور کوئی نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو سچا سمجھ کر وعدہ فرمالیا کہ تبوک کے سفر سے واپسی پر انشاء اللہ تعالیٰ آکر تمہاری مسجد میں نماز پڑھوں گا کیونکہ اب تو میں تبوک کی تیاری میں مصروف ہوں اللہ تعالیٰ نے تبوک کے سفر سے واپس مدینہ طیبہ پہنچنے سے پہلے ہی یہ آیات نازل فرما کر بتادیا کہ یہ نام نہاد مسجد اسلام کے خلاف سازش کرنے اور مسلمانوں کے درمیان تفریق ڈالنے کیلئے تیار کی گئی ہے لہذا اس میں کبھی نہ کھڑے ہونا۔

حضور ﷺ کا مسجد ضرار کو مسمار کروانا :

چنانچہ آنحضرت ﷺ نے چار صحابہ مالک ابن دُخشم، مَعْن ابن عدی، عامر ابن سکن اور وحشی ابن حرب جنہوں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ اس مسجد کو جا کر گرا دو چنانچہ یہ گئے اور جا کر مسجد کو آگ لگا کر راکھ کر کے رکھ دیا۔ پھر منافقوں نے یہ پروپیگنڈا شروع کر دیا کہ مسجد کو آگ لگا دی ہے مسجد نے کسی کا کیا بگاڑا تھا، شہتیروں اور دروازوں نے کسی کا کیا بگاڑا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّ كُفْرًا اور وہ لوگ جنہوں نے بنائی ہے مسجد ضرر دینے کیلئے مسلمانوں کو اور اپنے کفر کو پھیلانے کیلئے وَّتَفْرِيْقًا ۢ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اور ایمان والوں کے درمیان تفریق ڈالنے کیلئے وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ اور اڈا اور مورچہ اس شخص کیلئے جو لڑتا رہا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اس کے رسول ﷺ کیساتھ اس سے پہلے۔ وہ شخص کون ہے؟ جس کیلئے مورچہ بنا رہے تھے، ابو عامر راہب۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى اور البتہ یہ لوگ قسمیں اٹھائیں گے کہ ہم نے نہیں ارادہ کیا مگر نیکی اور بھلائی کا۔ منافقین میں سے جو لوگ آنحضرت ﷺ کے پاس آئے تھے بڑی شکل وصورت قد وقامت والے اور گفتگو کے ایسے کاریگر کہ آدمی ان کی باتوں میں آجاتے تھے حتیٰ کہ آنحضرت ﷺ جیسی ذہین فطین شخصیت بھی۔ ایسے ہی ایک منافق کے بارے میں آتا ہے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِىْ قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ اور لوگوں میں سے بعض وہ ہیں کہ دنیوی زندگی کے متعلق اسکی بات آپکو تعجب میں ڈالتی ہے اور اس چیز پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہے جو اس کے دل میں ہے حالانکہ وہ شخص بہت جھگڑا کرنے والا ہے۔ [البقرہ: ۲۰۷] مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ جھوٹی

قسمیں کھاتے ہیں وَاللّٰہُ یَشْھَدُ اِنَّھُمْ لَکٰذِبُوْنَ اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ البتہ یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ انہوں نے مسجد اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے نہیں بنائی لَاتَقُمْ فِیْہِ اَبَدًا اے نبی کریم ﷺ آپ نہ کھڑے ہوں اس میں کبھی بھی لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد رکھی گئی تقویٰ پر پہلے دن سے اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِیْہِ زیادہ حقدار ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں یعنی مسجد قبا۔

آنحضرت ﷺ جب ہجرت کر کے تشریف لائے تو مدینہ طیبہ سے پہلے قبا کا علاقہ تھا اب تو یہ مدینہ طیبہ میں داخل ہو گیا ہے اُس وقت یہ ملحقات اور مضافات مدینہ میں سے تھا۔ آنحضرت ﷺ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور دو چار ساتھی اور تھے یہ حضرات چودہ یا بیس دن یہاں تشریف فرما ہوئے۔ حضرت کلثوم ابن ہدم رضی اللہ عنہ کے گھر۔ آپ ﷺ بڑے پریشان اور مغموم تھے انہوں نے خیال کیا کہ شاید خدمت میں کوئی کمی واقع ہوئی ہے۔ پہلے تو پوچھنے کی ہمت نہ ہوئی لیکن بالآخر پوچھ لیا کہ حضرت ہم آپ ﷺ کو بڑا پریشان اور مغموم دیکھتے ہیں اگر مہمانی میں کوئی کمی ہوئی ہے تو ہمیں بے تکلف بتا دیں تا کہ ہم آپ ﷺ کی پسند کے مطابق خدمت کر سکیں۔ فرمایا نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ لیکن آپ ﷺ کے دل میں جو بات تھی اس کو کھل کر بیان نہ کیا۔

ساتھیوں نے آپس میں بات کی کہ ہجرت بھی کوئی معمولی بات نہیں ہے گھر چھوڑنا، برادری چھوڑنا، بچوں کو چھوڑنا، ہو سکتا ہے آپ ﷺ اس وجہ سے پریشان ہوں۔ آپ ﷺ کے پاس آ کر کہنے لگے حضرت شاید پریشانی کی وجہ ہجرت ہے کہ آپ ﷺ گھر بار چھوڑ کر آئے ہیں ہمیں بھی افسوس ہے مگر ہم کر کچھ نہیں سکتے۔ ہمارے جو اختیار میں ہے اس کا آپ ﷺ ہمیں حکم دیں ہم کرنے کیلئے تیار ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں اس لئے

پریشان نہیں ہوں بلکہ میری پریشانی کی وجہ یہ ہے کہ یہاں پر اجتماعی نماز پڑھنے کیلئے کوئی جگہ نہیں ہے۔حضرت کلثوم ابن ہدم ﷺ نے کہا حضرت یہ سارا رقبہ میرا ہے بلا شرکت غیرے جتنا رقبہ آپ ﷺ کو چاہئے اتنے پر لکیر لگا دیں ہم مسجد بنا دیتے ہیں۔تو قبا کی علاقہ میں مسجد تعمیر کی گئی اسی لئے اس کا نام مسجد قبا ہے۔ پہلے یہ چھوٹی سی تھی اب حکومت نے بہت بڑی بنادی ہے۔میں نے وہ چھوٹی بھی دیکھی ہے اس میں قبلے کے قریب ایک جگہ پر نوٹ لکھا ہوا ہے۔یہ وہ جگہ ہے جہاں جبرائیل علیہ السلام ایک آیت کریمہ لیکر آئے تھے۔ الحمد للہ وہاں مرد بھی جاتے ہیں عورتیں بھی جاتیں ہیں اور دو رکعت نفل پڑھتے ہیں۔آنحضرت ﷺ اکثر ہفتے والے دن وہاں پیدل تشریف لے جاتے اور دو رکعتیں پڑھ کر واپس تشریف لے آتے۔

چار بڑے درجے والی مسجدیں :

چار مسجدیں بڑے درجے والی ہیں۔ایک مسجد حرام، دوسری مسجد اقصیٰ، تیسری مسجد نبوی اور چوتھی مسجد قبا اور یہ چاروں مسجدیں پیغمبروں کے ہاتھ سے بنی ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فِیۡهِ رِجَالٌ اس میں مرد ہیں یُحِبُّوۡنَ اَنۡ یَّتَطَهَّرُوۡا جو پسند کرتے ہیں اس بات کو کہ وہ پاکیزگی حاصل کریں۔ترمذی شریف اور دیگر احادیث کی کتابوں میں روایت ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے قبا والوں کو بلا کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری تعریف کی ہے بتاؤ وہ کون سی پاکیزگی ہے جو تم حاصل کرتے ہو؟ تو قبا والوں نے کہا حضرت ہم جب پیشاب پاخانے سے فارغ ہوتے ہیں تو پہلے ڈھیلے استعمال کرتے ہیں پھر پانی کیساتھ استنجا کرتے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس بات پر تمہاری تعریف کی ہے لہذا اس عمل کو قائم رکھنا۔

اصل بات یہ ہے کہ عرب کے علاقہ میں پانی کی قلت ہوتی تھی عموماً لوگ استنجا کے لیے صرف ڈھیلا استعمال کرتے تھے اور قبا والے ڈھیلا اور پانی دونوں استعمال کرتے تھے وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ اور اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے طہارت حاصل کرنے والوں کو۔ جتنا کوئی بدنی اور اخلاقی لحاظ سے پاک رہے گا اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کو اتنا ہی تقرب حاصل ہوگا۔

اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِیْ بَنَوْا رِيْبَةً فِیْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّاۤ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ۫ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِیْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ کیا پس وہ شخص جس نے بنیاد رکھی ہے اپنی عمارت کی عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے خَيْرٌ یہ بہتر ہے اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ یا وہ شخص جس نے بنیاد رکھی اپنی عمارت کی عَلٰى شَفَا جُرُفٍ گڑھے کے کنارے پر هَارٍ جو گرنے والا ہے فَانْهَارَ بِهٖ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ پس وہ اس کو لے گرا جہنم کی آگ میں وَاللّٰهُ لَا يَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا ظالم قوم کو لَا يَزَالُ ہمیشہ رہے گی

بُنْیَانُهُمُ الَّذِیْ بَنَوْا ان کی عمارت جوانہوں نے تعمیر کی تھی رِیْبَةً فِیْ قُلُوْبِهِمْ تردداور شک ان کے دلوں میں اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ مگر یہ کہ ان کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہوجائیں وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ بیشک اللہ تعالیٰ نے خرید لی ہیں مومنوں سے اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ ان کی جانیں اور ان کے مال بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ کہ اس کے بدلے میں ان کیلئے جنت ہے یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لڑتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ پس وہ قتل کرتے ہیں دشمنوں کو اور خود قتل کیے جاتے ہیں وَعْدًا عَلَیْهِ حَقًّا یہ وعدہ ہے رب تعالیٰ کے ذمے سچا فِی التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ تورات میں اور انجیل میں اور قرآن میں وَمَنْ اَوْفٰی بِعَهْدِهٖ اور کون زیادہ پورا کرنے والا ہے عہد کو مِنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے فَاسْتَبْشِرُوْا پس تم خوش ہوجاؤ بِبَیْعِکُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِهٖ اپنے اس سودے پر جو تم نے اپنے رب کیساتھ کیا ہے وَذٰلِکَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ اور یہی ہے بڑی کامیابی۔

یہ بات پچھلے درس میں بیان ہو چکی ہے کہ ابو عامر راہب جو پہلے یہودی تھا پھر عیسائیوں کا پادری بن گیا۔ یہ بڑا شریر خبیث اور اسلام کا سخت دشمن تھا اس کیساتھ ثعلبہ ابن ابی حاطب وغیرہ دس بارہ منافق تھے انہوں نے مشورہ کیا کہ مسجد قبا کے مقابلے میں ایک مسجد بنائی جائے تاکہ لوگوں کو مسجد نبوی اور مسجد قبا سے روکا جاسکے کہ لوگ یہاں آئیں گے تو ان کی اسلام کے خلاف ذہن سازی کی جاسکے اور اوس اور خزرج قبیلے جو زمانہ جاہلیت میں

ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ پرانی باتوں کو سامنے لاکران کو آپس میں لڑادیا جائے اور ابو عامر راہب نے کہا کہ میرے لئے اڈا بن جائے گا میں یہاں آ کر رہا کرونگا۔ چنانچہ مسجد بنانے کے بعد وفد کی شکل میں آنحضرت ﷺ کے پاس آئے کہ حضرت آپ اس مسجد کا افتتاح فرمادیں۔ کیونکہ مسجد نبوی بھی ہم سے دور ہے اور مسجد قبا بھی فاصلے پر ہے۔ گرمی بھی ہوتی ہے، کچھ بوڑھے بھی ہیں، کچھ معذور بھی ہیں ان لوگوں کیلئے سہولت رہے گی۔

آں حضرت ﷺ نے وعدہ کرلیا کہ تبوک کے سفر سے واپسی پر تمہاری مسجد میں نماز پڑھاؤں گا۔ واپس آنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو آگاہ فرمادیا کہ یہ مسجد مسلمانوں کو نقصان پہنچانے اور مسلمانوں میں تفریق ڈالنے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمن کا اڈا اور مورچہ انہوں نے بنایا ہے۔ لہذا آپ وہاں کھڑے بھی نہ ہوں اور مسجد قبا میں کھڑے ہوں جس کی بنیاد تقویٰ اور پرہیز گاری پر ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى کیا پس وہ شخص جس نے بنیاد رکھی ہے اپنی عمارت کی تقویٰ پر مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے۔ زمین حضرت کلثوم ابن ہدم رضی اللہ عنہ نے دی تھی جو بڑے نیک صحابی تھے اور آنحضرت ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اس کی بنیاد رکھی تھی خَيْرٌ یہ بہتر ہے اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ یا وہ شخص جس نے بنیاد رکھی اپنی عمارت کی گڑھے کے کنارے پر۔ شَفَا شین کے فتح کے ساتھ ہو تو اس کا معنٰی ہے کنارہ اور شین کے کسرے کیساتھ ہو شِفَا تو اس کا معنٰی ہے صحت یابی۔ جسطرح شہد کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا فِيْهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ اس میں لوگوں کیلئے صحت یابی ہے۔ اور قرآن کریم کے بارے میں فرمایا شِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ کہ قرآن کریم دل کی بیماریوں کے لئے شفاء ہے۔ اور

جُرُفٍ کا معنیٰ گڑھا۔ یوں سمجھو کہ بہت بڑا گڑھا ہو اور ہو بھی گرنے والا اور اس کے کنارے مکان ہو گڑھا گرا، مکان گرا اور مکان والے بھی گر گئے۔ یہ مثال ہے مسجد ضرار کی کہ اس کی بنیاد رکھی ایسے گڑھے کے کنارے پر کہ وہ خود گرنے والا ہے ھَارٍ فَانْھَارَ بِہٖ فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ جو گرنے والا ہے پس وہ اس کو لے گرا جہنم کی آگ میں۔ کہ وہاں سے سیدھا دوزخ میں چلا گیا وَاللّٰہُ لَایَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ اور اللہ تعالیٰ (زبردستی) ہدایت نہیں دیتا ظالم قوم کو لَایَزَالُ بُنْیَانُھُمُ الَّذِیْ ہمیشہ رہے گی ان کی مسجد ضرار کی عمارت بَنَوْا جو انہوں نے بنائی رِیْبَۃً فِیْ قُلُوْبِھِمْ تردد اور شک ان کے دلوں میں۔ کیونکہ اگر کسی کا منصوبہ ناکام ہو جائے تو اس پر اس کا بڑا صدمہ ہوتا ہے لہذا یہ عمارت ان کو ہمیشہ کھٹکتی رہے گی کہ ہم نے تو کچھ اور سکیم بنائی تھی مگر ہو کچھ اور گیا یہ ناکامی ان کو ہمیشہ یاد رہے گی اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُھُمْ مگر یہ کہ ان کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں کہ ان میں سمجھ کی صلاحیت ہی نہ رہے یعنی مر جائیں تو تردد ختم ہوگا اور بھول جائیں گے وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے حکمت والا ہے۔

مسلسل کئی رکوعوں میں غزوہ تبوک کا ذکر ہو چکا ہے کہ منافقوں نے مختلف بہانے کر کے جان بچائی لیکن مخلص مومنوں نے سوائے دس آدمیوں کے جن میں سے سات کی توبہ جلدی قبول ہو گئی، اور تین کا ذکر آگے آ رہا ہے، باقی نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بیشک اللہ تعالیٰ نے خرید لی ہیں مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال۔ یہ خریدنا مجازی طور پر کہا ہے اپنے لطف اور کرم کا اظہار کرتے ہوئے اس لئے کہ خریدی تو دوسرے کی چیز جاتی ہے مومنوں کے مال اور جانیں تو اللہ تعالیٰ کی اپنی ہیں۔ اپنے مال کو

خریدنے کا کیا معنٰی ہے؟ یہ صرف تشبیہ دی ہے سمجھانے کیلئے حقیقتاً سب کچھ اللہ تعالیٰ کا ہے۔شاعر نے اسی کا مفہوم ادا کیا ہے......

؎ جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہو

تو رب تعالیٰ نے مجازاً فرمایا ہے کہ مومنوں کی جانیں اور مال خرید لئے ہیں اور کس چیز کے بدلے میں خریدے ہیں؟ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّةَ اس کے بدلے میں ان کیلئے جنت ہے۔مومن کرتے کیا ہیں؟ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ لڑتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں۔ دنیا میں لڑائیاں تو بہت ہیں کسی کا کوئی مقصد ہے کسی کا کوئی مقصد ہے،کوئی کسی شی کیلئے لڑتا ہے کوئی کسی شی کیلئے لڑتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ لڑائی پسندیدہ ہے جو فی سبیل اللہ لڑی جائے۔حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ تشریف فرما تھے کہ ایک شخص نے سوال کیا کہ حضرت کچھ لوگ مال غنیمت کیلئے لڑتے ہیں اور کچھ لوگ بہادری کے جوہر دکھانے کیلئے لڑتے ہیں بعض کسی اور مقصد کیلئے لڑتے ہیں تو کیا یہ بھی فی سبیل اللہ کی مد میں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں وہ ہے قَاتَلَ لِتَکُوْنَ کَلِمَةُ اللّٰہِ الْعُلْیَا جو لڑتا ہے اللہ تعالیٰ کے کلمے کو بلند کرنے کیلئے۔اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کیلئے جو لڑتا ہے وہ فی سبیل اللہ ہے۔

شہادت کی اقسام :

اور شہادت کی بڑی قسم یہی ہے اس کے علاوہ اور بھی بڑی قسمیں ہیں۔حدیث پاک میں آتا ہے جو آدمی مکان سے گر کر مر جائے وہ بھی شہید ہے، جو پانی میں ڈوب کر مر جائے وہ بھی شہید ہے، آگ میں جل جائے وہ بھی شہید ہے،نمونیا سل میں مر جائے وہ

بھی شہید ہے، جو شخص اپنی جان کا دفع کرتے ہوئے مارا جائے وہ بھی شہید ہے، سواری سے گر کر مر جائے وہ بھی شہید ہے، جو سانپ ڈسنے کی وجہ سے مر جائے وہ بھی شہید ہے، اپنے مال کا تحفظ کرتے ہوئے مارا جائے وہ بھی شہید ہے، لیکن سب سے بلند مقام اس شہید کا ہے جو اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کیلئے مارا جائے۔

پہلے لوگ بہت سمجھدار تھے وہ ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ کے دین کو مقدم رکھتے تھے اور کامیابی ان کے قدم چومتی تھی۔ اب لوگوں نے دنیا کو مقصد بنالیا ہے یہ دیوانے لوگ ہیں ان کو کامیابی اور فتح بھی نصیب نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ پس وہ قتل کرتے ہیں دشمنوں کو اور خود بھی قتل کئے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہوتے ہیں وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا یہ وعدہ ہے رب تعالیٰ کے ذمے سچا کہ ان کو جنت دیگا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ تورات میں اور انجیل میں اور قرآن میں۔ اور قرآن پاک میں یہ بھی ہے وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا اور کون زیادہ سچا ہے اللہ تعالیٰ سے بات کہنے کے اعتبار سے [النساء:۱۲۲] فرمایا وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ اور کون زیادہ پورا کرنے والا ہے عہد کو اللہ تعالیٰ سے۔ سب سے سچا وعدہ تو اللہ تعالیٰ کا ہی ہے لہذا اس نے جو مجاہدین کے ساتھ وعدہ کیا ہے اس میں کوئی شک شبہ نہیں ہے۔ اس کیلئے وعدہ پورا کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ مخلوق سے وعدہ خلافی ہو سکتی ہے کہ مخلوق عاجز اور قاصر ہے۔ بعض دفعہ آدمی وعدے میں مخلص بھی ہوتا ہے مگر نباہ نہیں سکتا اور بعض لوگ وعدے کو داؤ کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ اگر تم نے کسی کیساتھ کسی چیز کا وعدہ کرنا ہے تو سوچ سمجھ کر کرو کہ میں اس پر پورا اتر سکوں گا، مجھ سے یہ ہو سکے گا یا نہیں، اگر وہ کام ہو سکتا ہے اور تمہاری نیت بھی صحیح ہے تو پھر وعدہ کرو ورنہ نہ کرو۔ حدیث میں وعدہ

خلافی منافق کی خصلت بتائی گئی ہے فرمایا اِذَا وَعَدَ خَلَفَ جب وعدہ کرتا ہے تو خلاف ورزی کرتا ہے۔مومن کا کام ہے وعدے کو پورا کرنا۔

مولانا حسین احمد مدنی کا واقعہ :

حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے ایک جگہ ٹائم دیا تھا جگہ اسٹیشن سے دور تھی تانگہ وغیرہ کوئی سواری انہوں نے لینے کیلئے نہ بھیجی مغالطے میں رہے حضرت نے دوڑ لگا دی خادم کو بھی دوڑنا پڑا۔خادم نے کہا حضرت کیا دوڑ کر ٹائم پر پہنچ جائیں گے؟ حضرت نے فرمایا دوڑ رہے ہیں اگر گر گئے تو قیامت والے دن یہ تو کہہ سکیں گے کہ اے پروردگار وعدہ پورا کرنے کیلئے ہمارے اختیار میں اتنا ہی تھا ہم یہی کچھ کر سکتے تھے۔اندازہ لگاؤ ان لوگوں کو وعدے کا کتنا احساس تھا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِىْ بَايَعْتُمْ بِهٖ پس تم خوش ہو جاؤ اپنے اس سودے پر جو تم نے اپنے رب کیساتھ کیا ہے۔کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے مال اور جانیں جنت کے بدلے خرید لی ہیں اور رب تعالیٰ کی کمال شفقت دیکھو کہ ہے بھی سب کچھ اس کا یعنی مال بھی اس کا جانیں بھی اسی کی پھر فرما رہے ہیں کہ میں نے تم سے خرید لی ہیں۔

ہماری جانیں اللہ تعالیٰ کی امانت ہیں اسی لئے خودکشی حرام ہے اور اس پر گرفت ہے اگر انسان اپنے وجود کی حفاظت نہیں کرتا تو گنہگار ہے۔گرمی میں گرمی سے نہیں بچتا اور سردی میں سردی سے نہیں بچتا،سڑک اور لائن کراس کرتے ہوئے بے احتیاطی کرتا ہے اور مر جاتا ہے تو گنہگار مرا ہے۔خودکشی کرنے والے کے متعلق مسئلہ یہ ہے کہ اگر وہ اس کو حلال سمجھ کر کرتا ہے تو کافر ہے اس کا جنازہ جائز نہیں ہے۔اگر حرام سمجھتا ہے اور جذبات میں آکر کر لیتا ہے تو گنہگار ہے اس کا جنازہ پڑھنا جائز ہے۔البتہ آنحضرت ﷺ نے

صاحب اقتدار اور حاکم وقت کو خودکشی کرنے والے کا جنازہ پڑھانے سے منع فرمایا ہے تاکہ خودکشی کا رجحان پیدا نہ ہو۔آجکل اخبارات پڑھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ خودکشی کا سلسلہ ہی چل پڑا ہے۔یہ گناہ کی بات ہے یہ جان رب تعالیٰ کی امانت ہے اور مال بھی رب تعالیٰ کی امانت ہے۔اگر مال بھی بے جا خرچ کرے گا تو قیامت والے دن گرفت ہو گی یہاںتک کہ ایک روپے کا پٹاخہ بھی چلائے گا تو قیامت والے دن اس کا حساب دینا ہوگا کہ اے بندے! یہ روپیہ تو نے بے جا کیوں خرچ کیا تھا۔مگر آج شادیوں پر شرلی پٹاخوں کا اتنا زور لگا دیتے ہیں کہ توبہ توبہ۔نہ محلے والوں کو سونے دیتے ہیں اور نہ خود سوتے ہیں۔ان کو اگر کہو کہ اللہ کے بندو روپے کسی دینی مدرسے پر لگا دو، طالبعلموں پر خرچ کرو، کہیں مسجد بنا دو تو اس طرف نہیں آتے ان کو دلوں پر ایسی مار اور لعنت پڑی ہے کہ ٹھاہ ٹھاہ کی طرف جاتے ہیں۔یوں لگتا ہے کہ ان کے دلوں پر تالے لگ گئے ہیں اور خوش نصیب ہیں وہ جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال اور جانیں خرچ کرتے ہیں وَذٰلِکَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ اور یہی ہے بڑی کامیابی۔رب تعالیٰ ہر مسلمان کو نصیب فرمائے۔

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْ ۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ؕ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ۝ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا ۢ بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝

اَلتَّآئِبُوْنَ توبہ کرنے والے ہیں اَلْعٰبِدُوْنَ عبادت کرنے والے ہیں اَلْحٰمِدُوْنَ تعریف کرنے والے ہیں السَّآئِحُوْنَ روزہ رکھنے والے ہیں الرّٰكِعُوْنَ رکوع کرنے والے ہیں السّٰجِدُوْنَ سجدہ کرنے والے ہیں الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ نیکی کا حکم کرنے والے ہیں وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

اور برائی سے روکنے والے ہیں وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی حدود کی حفاظت کرنے والے ہیں وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اور آپ خوشخبری سنا دیں ایمان والوں کو مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ نہیں تھا لائق نبی کریم ﷺ کے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْآ اور نہ ان کیلئے جو ایمان لائے اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ کہ بخشش طلب کریں مشرکوں کیلئے وَلَوْ كَانُوْآ اُولِيْ قُرْبٰى اور اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ بعد اس کے ان کے سامنے واضح ہو چکا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ کہ بیشک وہ دوزخ والے ہیں وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اور نہیں تھا بخشش مانگنا ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ کیلئے اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ مگر ایک وعدے کی بنا پر جو انہوں نے اپنے والد سے کر رکھا تھا فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ پس جب واضح ہو گیا ابراہیم علیہ السلام کے سامنے اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ کہ ان کا باپ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے تَبَرَّاَ مِنْهُ تو اس سے بیزار ہو گئے اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ بیشک ابراہیم علیہ السلام زاری کرنے والے تحمل والے تھے وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ ایسا کہ گمراہ کر دے کسی قوم کو بَعْدَ اِذْ هَدٰهُمْ بعد اس کے کہ ان کی راہنمائی کی ہے حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ یہاں تک کہ بیان کر دے وہ باتیں جن سے انہوں نے بچنا ہے اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بیشک اللہ تعالیٰ کیلئے ہی ہے بادشاہی آسمانوں کی اور زمین کی يُحْيٖ

وَيُمِيتُ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے وَمَا لَكُم مِّن دُونِ اللّٰهِ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ کے علاوہ تمہارا مِن وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيرٍ کوئی حمایتی اور نہ کوئی مددگار۔

اس سے پہلی آیت کریمہ میں اس کا ذکر ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور مال جنت کے بدلے خرید لی ہیں۔

مومنوں کے اوصاف:

آگے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی موٹی موٹی اوصاف بیان فرمائی ہیں۔ مومنوں کی پہلی صفت...... اَلتَّآئِبُوْنَ توبہ کرنے والے ہیں اگر ان سے گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ کرتے ہیں کیونکہ گناہ پر اصرار کرنا بڑا گناہ ہے۔ فقہاء کرامؒ فرماتے ہیں کہ صغیرہ گناہ پر اصرار کرنے یعنی بار بار کرنے سے کبیرہ ہو جاتا ہے۔ اور مومنوں کی صفت یہ ہے کہ گناہ کرنے کے بعد توبہ کرتے ہیں۔ دوسری صفت...... اَلْعٰبِدُوْنَ عبادت کرنے والے ہیں۔ نہایت اخلاص سے نماز ادا کرتے ہیں روزہ رکھتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، حج کرتے ہیں یہ بڑی بڑی عبادتیں ہیں۔ اَلْحٰمِدُوْنَ تعریف کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ کی ہر وقت اور ہر حال میں، راحت میں تکلیف میں، غمی میں، خوشی میں، سفر میں حضر میں سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وغیرہ کا ذکر کرتے رہتے ہیں اَلسَّآئِحُوْنَ. اس کا ایک معنٰی ہے روزہ رکھنے والے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اَلسِّيَاحَةُ اُمَّتِي الصِّيَامُ میری امت کی سیاحت روزہ رکھنا ہے۔ تو اس حدیث کی روشنی میں اَلسَّآئِحُوْنَ کا ترجمہ ہوگا روزہ رکھنے والے ہیں۔ بعض مفسرین کرامؒ نے یہ لفظ سیر و سیاحت کے معنٰی میں لیا ہے تو اس وقت معنٰی ہوگا چلنے پھرنے کا کہ مومن اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کیلئے چلتے پھرتے ہیں کیونکہ جہاد کیلئے بھی چلنا پڑتا ہے۔ بعض حضرات نے اس سے دینی طلباء مراد لئے ہیں

کہ وہ بھی سفر کر کے دینی مدارس میں پہنچتے ہیں دین حاصل کرنے کیلئے۔بعض حضرات فرماتے ہیں کہ السَّآئِحُوْنَ سے مراد مہاجرین ہیں کہ جب کسی علاقے میں کفر کا غلبہ ہو جائے تو وہ وہاں سے ہجرت کر جاتے ہیں۔بہر حال ان معانی میں کوئی تعارض نہیں ہے اس کا مصداق روزہ رکھنے والے بھی ہیں، طالب علم بھی ہیں، مہاجر بھی ہیں اور مجاہد بھی ہیں الرّٰکِعُوْنَ رکوع کرنے والے ہیں السّٰجِدُوْنَ سجدہ کرنے والے ہیں اطمینان سے۔جس آدمی نے رکوع سجدہ اطمینان کیساتھ نہ کیا، رکوع سے اٹھ کر تھوڑا سا قومہ نہ کیا ، دونوں سجدوں کے درمیان قعدہ نہ کیا اس نے اپنا وقت ہی ضائع کیا ہے۔نماز اس کے منہ پر ماری جائے گی الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ نیکی کا حکم کرنے والے ہیں، نیکی کی تعلیم دیتے ہیں وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ اور برائی سے روکنے والے ہیں وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی حدود کی حفاظت کرنے والے ہیں۔یعنی صرف دوسروں کو ہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے خود بھی ان چیزوں کی پابندی کرتے ہیں۔رب تعالیٰ نے مومنوں کی موٹی موٹی اوصاف بیان کر کے فرمایا وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اور آپ خوشخبری سنا دیں ایمان والوں کو اور اس کے بالمقابل مشرکوں کیلئے آپ ﷺ دعاء مغفرت بھی نہیں کر سکتے۔

آنحضرت ﷺ کے مہربان چچا ابو طالب عبد ابن مناف ؓ نے آپ ﷺ کی بڑی خدمت کی ہے اور اس خدمت کا اس کو صلہ بھی ملا کہ جہنم کا سب سے ہلکا عذاب اس کو ہوگا کہ اس کو آگ کا جوتا پہنایا جائے گا جس سے اس کا دماغ اس طرح ابلے گا جسطرح تیز آگ پر ہانڈی ابلتی ہے۔سمجھدار ہونے کے باوجود اس نے اپنا دھڑا نہیں چھوڑا۔ آنحضرت ﷺ اس کی وفات کے وقت اس کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ چچا جان

کلمہ پڑھ لوتا کہ میں آپ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کچھ کہہ سکوں۔ کہنے لگا وَلَقَدْ عَلِمْتُ بِاَنَّ دِیْنَ مُحَمَّدٍ مِنْ خَیْرِ اَدْیَانِ الْبَرِیَّةِ دِیْنًا اور البتہ تحقیق میں جانتا ہوں کہ تمہارا دین دنیا کے تمام دینوں سے سچا اور کھرا ہے مگر میں اپنا دھڑا چھوڑنے کیلئے تیار نہیں ہوں۔ یہ خلاصہ ہے اس کے جواب کا۔ فوت ہو گیا تو آنحضرت ﷺ اس کے جنازے میں شریک نہیں ہوئے لیکن مغفرت کی دعا کی کہ اے پروردگار! اس نے میری بڑی خدمت کی ہے تیرے خزانوں میں کوئی کمی نہیں ہے اس کو بخش دے۔ آپ ﷺ کو دیکھ کر صحابہ کرام نے بھی اپنے بڑوں کیلئے جو شرک پر مرے تھے دعائیں شروع کر دیں تو اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ نہیں تھا لائق نبی کریم ﷺ کے اور نہ ان کیلئے جو ایمان لائے اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِکِیْنَ کہ بخشش طلب کریں مشرکوں کیلئے وَلَوْ کَانُوْآ اُولِیْ قُرْبٰی اور اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں مِنْ بَعْدِ مَاتَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ بعد اس کے کہ ان کے سامنے واضح ہو چکا کہ بیشک وہ دوزخ والے ہیں۔ کہ انہوں نے کلمے کا انکار کر دیا اور کفر پر مرے تو ان کیلئے مغفرت کی نہ نبی دعا کر سکتے ہیں اور نہ مومن کر سکتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے والد جن کا نام آزر تھا۔ ساتویں پارے میں ہے وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ اور جب کہا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر کو اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً تو بتوں کو معبود بناتا ہے اِنِّیْٓ اَرٰکَ وَقَوْمَکَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ بیشک میں تجھے اور تیری قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھتا ہوں [انعام: ۷۵] حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کو بڑا سمجھایا مگر اس نے نہ مانا اور آخر دم تک شرک پر ڈٹا رہا تو اس کیلئے مغفرت کی دعا کیوں مانگی تھی؟ اللہ تعالیٰ اس کا جواب دیتے ہیں وَمَا کَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِیْمَ لِاَبِیْهِ اور نہیں تھا بخشش مانگنا ابراہیم

علیہ السلام کا اپنے باپ کیلئے اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَۃٍ وَّعَدَھَآ اِیَّاہُ مگرایک وعدے کی بنا پر جو انہوں نے اپنے والد سے کر رکھا تھا۔ جس کا ذکر سورۃ مریم آیت نمبر ۴۷ میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کو سمجھایا جب وہ نہ مانا تو کہا سَاَسْتَغْفِرُ لَکَ رَبِّیْ اِنَّہٗ کَانَ بِیْ حَفِیًّا میں بخشش طلب کرونگا تیرے لئے اپنے پروردگار سے بیشک وہ میرے ساتھ بہت مہربان ہے۔ اور امید تھی کہ یہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جائے گا اور بخشش کا اہل ہو جائے گا۔ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَہٗٓ اَنَّہٗ عَدُوٌّ لِّلّٰہِ پس جب واضح ہو گیا ابراہیم علیہ السلام کے سامنے کہ بیشک ان کا باپ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے تَبَرَّاَ مِنْہُ تو اس سے بیزار ہو گئے۔ بیزاری کا اعلان کر دیا پھر ان کیلئے مغفرت کی دعا نہیں مانگی۔ اور مشرک کافر کیلئے اللہ تعالیٰ کا پیغمبر بھی دعا مانگے تو قبول نہیں ہوتی۔ آپ حضرات پہلے تفصیلاً پڑھ چکے ہو کہ آں حضرت ﷺ نے رئیس المنافقین عبداللہ ابن اُبی کو اپنا کرتہ بطور کفن کے پہنایا اپنا لعاب مبارک اس کے بدن پر ملا اور اس کا جنازہ پڑھایا، یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ ستر مرتبہ بھی استغفار کریں تو لَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَھُمْ ان کو اللہ تعالیٰ ہرگز نہیں بخشے گا۔ فرمایا اِنَّ اِبْرٰھِیْمَ لَاَوَّاہٌ حَلِیْمٌ بیشک ابراہیم علیہ السلام زاری کرنے والے تحمل والے تھے وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُضِلَّ قَوْمًا اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ ایسا کہ گمراہ کر دے کسی قوم کو بَعْدَ اِذْ ھَدٰھُمْ بعد اس کے کہ ان کی راہنمائی کی ہے حَتّٰی یُبَیِّنَ لَھُمْ مَّا یَتَّقُوْنَ یہانتک کہ بیان کر دے وہ باتیں جن سے انہوں نے بچنا ہے۔ ایک ہدایت تو فطری طور پر ہر آدمی میں موجود ہوتی ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کُلُّ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَۃِ ہر بچے کو اللہ تعالیٰ فطرت اسلام پر پیدا فرماتے ہیں۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بھیجے، کتابیں نازل فرمائیں اور حق کی آواز پہنچانے والے بھیجتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیئے گئے

پروگرام کی خوب تشہیر کرتے ہیں خدا کی خوشی اور ناراضگی سے آگاہ رہتے ہیں۔اس کے بعد اگر کوئی گمراہ ہوتا ہے تو ہوتا رہے زبردستی اللہ تعالیٰ کسی کو گمراہ نہیں کرتا، ہدایت کے اسباب اس نے نازل اور پیدا کردیئے ہیں، حجت تمام کردی ہے اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے،اس کے علم سے کوئی شی باہر نہیں ہے۔اس کی شان یہ ہے اِنَّ اللّٰہَ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بیشک اللہ تعالیٰ کیلئے ہی ہے بادشاہی آسمانوں کی اور زمین کی۔خالق بھی وہی ہے مالک بھی وہی ہے،زمین اور آسمانوں میں تصرف کا اختیار بھی صرف اسی کو ہے اس کے سوا یہ اختیارات اور کسی کو نہیں ہیں اور نہ ہی اس نے کسی کو دیئے ہیں یُحْیٖ وَیُمِیْتُ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔اس کے سوا اور کسی کے پاس موت وحیات کا اختیار نہیں ہے وَمَالَکُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیْرٍ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی حمایتی اور نہ کوئی مددگار۔جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے گرفت اور عذاب آئے گا تو تمہیں کوئی نہیں بچا سکے گا نہ زبانی طور پر حمایت کر سکے گا اور نہ عملی طور پر کوئی تمہاری مدد کر سکے گا اللہ تعالیٰ کی ذات ہی سب کچھ کرنے والی ہے۔

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰٓى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ البتہ تحقیق رجوع فرمایا اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ پر وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ اور مہاجرین اور انصار پر الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ جنہوں نے نبی کا اتباع کیا تنگی کی گھڑی میں مِنْۢ بَعْدِ بعد اس کے مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ قریب تھا کہ ٹیڑھے ہوجاتے دل ان میں سے ایک فریق کے ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ پھر اللہ تعالیٰ نے رجوع فرمایا ان پر اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ بیشک وہ ان کیساتھ شفقت کرنے والا مہربان ہے وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا اور ان تین پر بھی رب تعالیٰ نے رجوع فرمایا جنکا معاملہ پیچھے رکھا گیا تھا حَتّٰٓى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ یہانتک کہ جب تنگ ہوگئی ان پر زمین بِمَا رَحُبَتْ باوجود کشادہ ہونے کے وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ

اور تنگ ہوگئیں ان پر ان کی جانیں بھی وَظَنُّوْآ اَنْ لَّامَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ اور انہوں نے یقین کرلیا کہ کوئی جائے پناہ نہیں ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مگر اسی کی طرف سے ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر رجوع فرمایا لِيَتُوْبُوْا تاکہ وہ توبہ کرلیں اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ بیشک اللہ تعالیٰ ہی ہے توبہ قبول کرنے والا مہربان۔

مسلسل کئی رکوعوں میں غزوہ تبوک کا ذکر چلا آرہا ہے۔سخت گرمی کا زمانہ تھا کھیت پکے ہوئے تھے مالی طور پر بھی تنگی تھی سفر بڑا مشکل تھا۔آنحضرت ﷺ کے اعلان کے بعد جہاد کیلئے جانا فرض ہوگیا خود آنحضرت ﷺ بھی تیار ہوگئے۔اس فرض میں جن لوگوں نے کوتاہی کی وہ دو قسم کے تھے۔ایک تو منافق کہ جن کے دلوں میں آنحضرت ﷺ کی قدر و منزلت نہیں تھی انہوں نے حیلے بہانے کر کے رخصت لے لی اور آپ ﷺ نے ان کو رخصت دے بھی دی اور اس پر اللہ تعالیٰ نے تنبیہ بھی فرمائی کہ عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف کردیا آپ نے ان کو چھٹی کیوں دی۔جانا تو انہوں نے تھا ہی نہیں آپ ﷺ کی رخصت کو انہوں نے جواز کا راستہ بنا لیا۔اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی اس سورۃ میں کافی تردید فرمائی۔دوسرے پیچھے رہ جانے والے دس مخلص مسلمان تھے سات ان میں سے عام اور تین خاص تھے عام اور خاص کا فرق ہوتا ہے۔عام اگر غلطی کرے تو اس کی غلطی کو برداشت کیا جاتا ہے خاص غلطی کرے تو اس کو تنبیہ ہوتی ہے کہ اس کا مقام بلند تھا اس کی شان بلند تھی اس نے یہ حرکت کیوں کی تو عام کی تو فوراً توبہ قبول ہوگئی اور وہ تین جو خاص تھے حضرت کعب ابن مالک ؓ غزوہ بدر کے علاوہ کسی غزوے میں پیچھے نہیں رہے اور غزوہ بدر میں اسلئے شریک نہ ہوسکے کہ اس موقع پر یہ سفر پر

تھے۔دوسرے مرارہ ابن ربیع ؓ یہ بدری صحابی ہیں اور تیسر ہلال ابن امیہ ؓ یہ بھی بدری صحابی ہیں۔اور بدروالوں کا مقام صحابہ کرام میں بہت بلند تھا۔

حضرت عمر ؓ کا بدریوں پر اہل بیت کو ترجیح دینا :

حضرت عمر نے اپنے دور خلافت میں بدریوں کا وظیفہ فی کس چھ چھ ہزار درہم سالانہ مقرر فرمایا اور حضرت عباس ؓ کا وظیفہ پچیس ہزار سالانہ تھا بعض حضرات نے اعتراض بھی کیا کہ حضرت ان کو آپ نے بدریوں پر ترجیح دی ہے حالانکہ یہ تو بدر میں قیدیوں میں سے تھے حضرت عمر نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے عَمُّ الرَّجُلِ صِنُوُ اَبِیہٖ " چچا باپ کی طرح ہوتا ہے۔" اس نسبت کی وجہ سے میں ان کو اتنا وظیفہ دیتا ہوں۔اور حضرت حسن ؓ اور حضرت حسین ؓ کا وظیفہ بھی چھ چھ ہزار سالانہ تھا۔اس پر بھی بعض نے اعتراض کیا کہ حضرت بدر کے موقع پر تو ان کے ماں باپ کا نکاح بھی نہیں ہوا تھا۔حضرت علی ؓ کی شادی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بدر کے بعد ہوئی ہے۔ ۴ ھ میں حضرت حسن پیدا ہوئے اور ۵ ھ میں حضرت حسین پیدا ہوئے۔ آپ نے ان کو بدریوں میں شامل کر دیا ہے ان کا تو اس وقت وجود ہی نہیں تھا۔حضرت عمر ؓ نے فرمایا کہ یہ آنحضرت ﷺ کے نواسے ہیں اس نسبت کی وجہ سے ان کا وظیفہ بدریوں کے برابر مقرر کیا ہے۔اندازہ لگاؤ ان کو اہل بیت کیساتھ کتنی محبت تھی اور غلط کاروں نے کچھ کا کچھ بنا دیا ہے کہ یہ اہل بیت کے دشمن تھے معاذ اللہ تعالیٰ۔دشمنی اس کا نام ہے؟

مہاجرین کا وظیفہ فی کس چار چار ہزار سالانہ تھا اور اپنے بیٹے عبداللہ بن عمر ؓ کو ساڑھے تین ہزار سالانہ دیتے تھے۔لوگوں نے پوچھا کہ حضرت آپ نے مہاجرین کا

وظیفہ چار چار ہزار مقرر فرمایا ہے اور اپنے بیٹے کا پانچ سو کم حالانکہ وہ بھی مہاجر ہے۔ حضرت عمر نے جواب دیا کہ دوسرے مہاجر تو از خود آئے تھے اور یہ اپنے باپ کیساتھ آیا تھا اس لئے اس کا وظیفہ کم مقرر کیا ہے۔ آج کل کا دور ہوتا تو کہتے کہ باپ کیساتھ آیا ہے اور صدر کا بیٹا ہے لہذا اس کا وظیفہ زیادہ ہونا چاہئے۔ تو خیر ان تین خاص میں سے دو بدری صحابی تھے اور حضرت کعب ابن مالک رضی اللہ عنہ بھی بڑے بلند پائے کے صحابی تھے۔

آنحضرت ﷺ جب غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے تو یہ آپ ﷺ کے پاس چلے گئے۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ اس سفر میں تم ہمارے ساتھ کیوں نہیں شریک ہوئے؟ کھری کھری بات کہہ دی کوئی حیلہ بہانہ نہیں کیا کہ حضرت سواری بھی تھی، اسلحہ بھی تھا، سفر خرچ بھی تھا جانے میں کسی قسم کی کوئی رکاوٹ نہیں تھی صرف تن آسانی نے خراب کیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ان کے ساتھ بائیکاٹ ہے ان کیساتھ کوئی میل جول نہ رکھے حتی کہ ان کو سلام بھی نہ کرے۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی غستان کے بادشاہ کیساتھ دوستی تھی جو کہ کافر تھا۔ اس کو معلوم ہوا تو اس نے رقعہ دیکر قاصد بھیجا کہ تیرے ساتھ زیادتی ہوئی ہے تو میرے پاس آجا۔ قاصد ناواقف تھا جس سے ان کے متعلق پوچھتا زبان سے کوئی نہ بتلاتا صرف اشارہ کرتے کہ اِس طرف جا اُسطرف جا۔ بالآخر وہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گیا اور رقعہ ان کے حوالے کیا وہاں تندور جل رہا تھا رقعہ پڑھ کر قاصد کے سامنے آگ میں پھینک دیا اور فرمایا کہ کافروں کو اتنی جرأت ہوگئی ہے کہ میرے ایمان پر ڈاکا ڈالنے لگے ہیں۔ میں نے غلطی کی ہے کہ غزوہ تبوک میں شریک نہیں ہوا، خطا کار ہوں مگر رب تعالیٰ کی رحمت سے ناامید تو نہیں ہوں کہ کافروں سے جا ملوں۔ قاصد کو فرمایا کہ میرے دوست کو اسی طرح جواب دینا جسطرح میں نے تیرے

سامنے کیا ہے کہ اس کا رقعہ میں نے تندور میں ڈال دیا ہے اور یہ کہ میں نے غلطی کی ہے خطا کار ہوں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید تو نہیں ہوں۔ بائیکاٹ کی حالت میں پچاس دن اور پچاس راتیں گذر گئیں اور ان کی بیویوں کو بھی حکم ہو گیا کہ ان کے قریب نہیں جانا اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی توبہ قبول ہو گئی اس کا ذکر ہے لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ البتہ تحقیق رجوع فرمایا اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ پر وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ اور مہاجرین اور انصار پر کہ ان کو ثابت قدم رکھا الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ جنہوں نے نبی کا اتباع کیا تنگی کی گھڑی میں۔ پیغمبر تو معصوم ہے اور مہاجرین وانصار نے بھی آپ کی پیروی کی مخالفت نہیں کی تو یہاں تاب کا معنیٰ ان کو توبہ پر قائم رکھا جو وہ پہلے سے کرتے ہیں۔ اس لشکر کو جیش العسرۃ تنگی کے وقت سفر کرنے والا لشکر کہتے ہیں۔ سفر لمبا تھا، گرمی کا موسم تھا دس دس آدمیوں کے پاس ایک سواری تھی ایک میل سوار اور نو میل پیدل چلنا ہوتا تھا اسی سفر میں آپ ﷺ نے ایک ایک کھجور دو دو آدمیوں کو دی، آدھی ایک کو آدھی دوسرے کو ، یہ خوراک تھی۔ آدھا دانہ کیا کرے گا یہ تو بچے کو بھی کفایت نہیں کرتی۔

پیاس کی شدت کی وجہ سے صحابی کا بیہوش ہونا :

اس سفر میں یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ ایک ساتھی پیاس کی وجہ سے بیہوش ہو کر گر گیا۔ آواز لگائی گئی هَلْ مَعَ اَحَدٍ مِّنْ مَّاءٍ کسی کے پاس پانی ہے؟ ستر ہزار آدمیوں میں سے کسی کے پاس پانی نہیں تھا کیونکہ ایک روایت میں غزوہ تبوک میں شریک ہونے والوں کی تعداد ستر ہزار بتلائی گئی ہے، جان خطرے میں تھی اونٹ ذبح کیا گیا اس کی اوجھڑی نچوڑ کر اس کو پانی پلایا گیا تو اس کی جان بچی۔ ضرورت کے وقت اسکی اجازت ہے جان خطرے میں ہو تو اتنی شراب پی سکتے ہو کہ جان خطرے میں نہ رہے۔ خنزیر اور مردار حرام ہیں لیکن

اگر جان خطرے میں ہوتو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں کھانے کی اجازت دی ہے کہ اتنا کھا سکتے ہو کہ جان بچ جائے۔تو فرمایا انہوں نے تنگی میں پیغمبر کی پیروی کی مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ بعد اس کے کہ قریب تھا یَزِیْغُ قُلُوْبُ فَرِیْقٍ مِّنْهُمْ ٹیڑھے ہوجاتے دل ان میں سے ایک فریق کے ثُمَّ تَابَ عَلَیْهِمْ پھر اللہ تعالیٰ نے رجوع فرمایا ان پر کہ توبہ پر قائم رکھا اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ بیشک وہ ان کیساتھ شفقت کرنے والا مہربان ہے وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِیْنَ خُلِّفُوْا اور ان تین پر بھی رب تعالیٰ نے رجوع فرمایا ان کی بھی توبہ قبول ہوگئی جنکا معاملہ پیچھے رکھا گیا تھا کعب ابن مالکؓ، مرارہ ابن ربیع، ہلال ابن امیہؓ حَتّٰى اِذَا ضَاقَتْ عَلَیْهِمُ الْاَرْضُ یہاں تک کہ جب ان پر تنگ ہوگئی زمین بِمَا رَحُبَتْ باوجود کشادہ ہونے کے۔کوئی آدمی ان کیساتھ بات کرنے کیلئے تیار نہیں سلام کا جواب تک کوئی نہیں دیتا بیوی بھی بولنے کیلئے تیار نہیں ہے۔

حضرت کعب ابن مالکؓ کا چچا زاد بھائی ابو قتادہ ان کا بڑا گہرا دوست تھا آنحضرت ﷺ کے بائیکاٹ کے اعلان کے بعد یہ ان کے پاس گئے کہ بھائی تو تو میرے ساتھ بات کرے گا باقیوں نے تو بائیکاٹ کیا ہے اس نے کوئی جواب نہ دیا خاموش رہے جب انہوں نے بار بار کہا تو کہنے لگے آنحضرت ﷺ سے اجازت لے آؤ پھر بولوں گا ورنہ نہیں گہرے دوست بھی بولنے کیلئے تیار نہیں ہیں وَضَاقَتْ عَلَیْهِمْ اَنْفُسُهُمْ اور تنگ ہو گئیں ان پر ان کی جانیں۔ان کی جانیں بھی ان کے لئے وبال بن گئیں کہ گھر کے افراد بھی سلام کلام کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَیْهِ اور انہوں نے یقین کرلیا کہ کوئی جائے پناہ نہیں ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آفت سے بچنے کیلئے مگر اسی کی طرف سے۔چونکہ ایمان پختہ تھا اس لئے سمجھتے تھے کہ رب تعالیٰ نے ہی معافی دینی

ہے اور کوئی حل نہیں ہے۔ حضرت کعب ابن مالک ﷺ کو بعض ساتھیوں نے کہا کہ آپ گفتگو کرنے کے ماہر تھے کوئی بہانہ ذکر کر دیتے معافی مل جاتی پھر توبہ کر لیتے یہ تمہارے لئے آسان تھا کہنے لگے توبہ توبہ آنحضرت ﷺ کے سامنے جھوٹ بولتا اور میرے جھوٹے ہونے پر آپ ﷺ کی گواہی ہوتی یہ میرے سے نہیں ہوسکتا تھا میں نے سچی بات کہہ دی ہے اللہ تعالیٰ فضل کرے گا۔ اس سچائی کی بنا پر ان کی توبہ قبول ہوئی۔ فرمایا ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر رجوع فرمایا لِيَتُوبُوْا تاکہ وہ توبہ کر لیں۔ سچے دل سے توبہ کی اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔

حضرت کعب ابن مالک ﷺ اچھے خاصے مالدار آدمی تھے یہاں بھی زمین تھی، خیبر میں بھی تھی اور مختلف جگہوں میں بھی تھی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آکر کہنے لگے حضرت اللہ تعالیٰ نے میری توبہ قبول فرمائی ہے اس پر میں نے ارادہ کیا ہے کہ اپنا سارا مال صدقہ کر دوں آنحضرت ﷺ نے فرمایا سارا مال صدقہ نہ کرو اپنی بھی ضروریات ہوتی ہیں کچھ اپنے لئے بھی رکھو یہ صدقہ اچھا نہیں ہے سارا مال صدقہ کر کے پھر دوسروں سے مانگتے پھرو۔

ایک موقع پر آنحضرت ﷺ تشریف فرما تھے کہ ایک دبلا پتلا آدمی پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے آیا اس نے سوال کیا اس کی حالت کو دیکھ کر آپ ﷺ کو ترس آ گیا آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کی مدد کرو مختلف ساتھیوں نے اس کی مدد کی۔ ایک ساتھی نے سونے کی ڈلی دیدی کسی اور نے دیکھا کہ یہاں تو سونا مل رہا ہے اس نے بھی سوال کر دیا کہ میں بھی غریب آدمی ہوں میری بھی مدد کرو پہلے سوالی نے وہ سونے کا ٹکڑا نکال کر آنحضرت ﷺ کو دیا کہ حضرت یہ اس کو دیدو یہ میرے سے زیادہ مستحق ہے۔ آپ ﷺ نے وہ سونے کا ٹکڑا

اس کوزور سے مارااور فرمایا کہ ابھی تو مانگ رہا تھااور اب دینے والا بن گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب آدمی خود ضرورت مند ہوتو آگے صدقہ نہ کرتا پھرے۔اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ اپنے گھر کی ضروریات پوری ہوں تو پھر صدقہ کرنا چاہئے۔اور اگر گھر کے افراد مشکل میں ہوں تو سخی نور بننے کی ضرورت نہیں اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ بیشک اللہ تعالیٰ ہی ہے توبہ قبول کرنے والا مہربان۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ○ مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِیْنَةِ وَ مَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ یَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَ لَا یَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا یُصِیْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّ لَا نَصَبٌ وَّ لَا مَخْمَصَةٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لَا یَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا یَّغِیْظُ الْكُفَّارَ وَ لَا یَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّیْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ ○ وَ لَا یُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِیْرَةً وَّ لَا كَبِیْرَةً وَّ لَا یَقْطَعُوْنَ وَادِیًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِیَجْزِیَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ○

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو ڈرو اللہ تعالیٰ سے وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ اور ہو جاؤ سچوں کے ساتھ مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِیْنَةِ نہیں تھا مناسب مدینہ طیبہ والوں کیلئے وَ مَنْ حَوْلَهُمْ اور نہ ان لوگوں کیلئے جو مدینہ طیبہ کے ارد گرد رہتے ہیں مِّنَ الْاَعْرَابِ دیہاتیوں میں سے اَنْ یَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ کہ وہ پیچھے رہ جاتے اللہ تعالیٰ کے رسول سے وَ لَا یَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ اور نہ یہ مناسب تھا کہ وہ عزیز سمجھتے اپنی جانوں کو عَنْ نَّفْسِهٖ اس کی

جان سے ذٰلِکَ بِاَنَّهُمْ یہ اس لئے کہ بیشک وہ لَا یُصِیْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ جن کو نہیں پہنچے گی پیاس اور نہ تھکاوٹ وَّ لَا مَخْمَصَةٌ اور نہ بھوک فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں وَلَا یَطَئُوْنَ مَوْطِئًا اور نہ وہ روندیں گے کسی راستے کو یَّغِیْظُ الْکُفَّارَ جو کافروں کو غصے میں ڈالے وَلَا یَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّیْلًا اور نہیں پائیں گے وہ دشمن سے کوئی غنیمت کا مال اِلَّا کُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ مگر یہ کہ ان سب کے بدلے میں لکھا جائے گا نیک عمل اِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ بیشک اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرتا اجر نیکی کرنے والوں کا وَلَا یُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً اور نہیں خرچ کریں گے کوئی خرچہ صَغِیْرَةً وَّلَا کَبِیْرَةً چھوٹا اور نہ بڑا وَّلَا یَقْطَعُوْنَ وَادِیًا اور نہ طے کریں گے وہ کسی میدان کو اِلَّا کُتِبَ لَهُمْ مگر ان کیلئے نیکی لکھی جائے گی لِیَجْزِیَهُمُ اللّٰهُ تاکہ بدلہ دے ان کو اللہ تعالیٰ اَحْسَنَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ بہتر اس کام کا جو وہ کرتے رہے۔

کافی تفصیل سے تم سن چکے ہو کہ ۹ھ رجب کے مہینے میں غزوہ تبوک کا سفر پیش آیا۔ گرمی کا موسم تھا فصل پکی ہوئی تھی سفر لمبا تھا روم کی تجربہ کار فوج کیساتھ مقابلہ۔ اس زمانے میں دو ہی بڑی حکومتیں تھیں روم اور ایران، روم کے بادشاہ کا لقب قیصر ہوتا تھا اور یہ عیسائی تھے اور ایران کے بادشاہ کا لقب کسریٰ ہوتا ان دو حکومتوں کے علاوہ جو حکومتیں تھیں وہ سب ان کی حاشیہ بردار اور ان کی دم چھلہ تھیں۔ اس سفر میں منافقین نے مختلف حیلوں بہانوں سے جان چھڑائی سوائے چند منافقوں کے وہ مجبوراً گئے اور مخلص مسلمانوں میں سے دس آدمی تن آسانی اور سستی کی وجہ سے نہیں گئے جن میں سے سات کی توبہ فوراً

قبول ہوگئی اور تین کی توبہ کا ذکر تم گذشتہ درس میں سن چکے ہو کہ ان کی توبہ پچاس دنوں کے بعد قبول ہوئی۔ انہوں نے نہ جانے پر کوئی حیلہ بہانہ نہیں کیا بلکہ سچ کہہ دیا کہ ہم نے تن آسانی کی وجہ سے سستی کی ہے۔

سچوں کا ساتھ دو :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اے ایمان والو اتَّقُوا اللّٰهَ ڈرو اللہ تعالیٰ سے، اس کے احکام مانو نافرمانی نہ کرو وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ اور ہو جاؤ سچوں کے ساتھ۔ جن لوگوں نے سچ بولا اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور ان سے راضی ہو گیا اور جنہوں نے جھوٹ بولا ان کے متعلق فرمایا یَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ منافق تمہارے سامنے جھوٹی قسمیں اٹھائیں گے تا کہ تم ان سے راضی ہو جاؤ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ پس اگر تم ان سے راضی ہو جاؤ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یَرْضٰی عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ بیشک اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوتا فاسق قوم سے۔ قرآن کی یہ آیت کریمہ بتلا رہی ہے کہ جو لوگ سچے ہیں عقیدے کے لحاظ سے، عمل کے لحاظ سے، اخلاق کے لحاظ سے، سیاسی لحاظ سے ان کا ساتھ دینا چاہئے اور جھوٹوں کا ساتھ نہیں دینا چاہئے۔ مگر آج مصیبت یہ ہے کہ لوگوں نے دھڑے بازی برادری سسٹم کو اپنایا ہوا ہے اور حق باطل کی تمیز نہیں کرتے۔

غزوہ تبوک میں شرکت نہ کرنے والوں کو تنبیہ :

آگے اللہ تعالیٰ نے غزوہ تبوک میں شرکت نہ کرنے والوں کو تنبیہ فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِیْنَةِ نہیں تھا مناسب مدینہ طیبہ میں رہنے والوں کیلئے وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اور نہ ان لوگوں کیلئے مناسب تھا جو مدینہ طیبہ کے ارد گرد رہتے ہیں دیہاتیوں میں سے اَنْ یَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ کہ وہ پیچھے رہ جاتے

اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے۔ اللہ تعالیٰ کا پیغمبر تو اس لمبے سفر میں تکالیف برداشت کرے اور آپ ﷺ پر ایمان لانے والے، آپ ﷺ کا کلمہ پڑھنے والے مخلص ہو کر گھروں میں بیٹھیں آپ ﷺ جہاد کیلئے جائیں اور تم گھروں میں آرام کرو یہ کسی طرح بھی مناسب نہیں تھا وَلَا یَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ اور نہ یہ مناسب تھا کہ وہ عزیز سمجھتے اپنی جانوں کو آپ ﷺ کی ذات سے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ''تم میں سے کوئی آدمی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا یہانتک میں اس کو زیادہ محبوب ہو جاؤں اس کی اولاد سے اس کے ماں باپ سے اور تمام انسانوں سے۔'' اور محبت کا پتہ ٹکراؤ میں لگتا ہے کہ ایک طرف آنحضرت ﷺ کا ارشاد اور فعل ہو دوسری طرف ماں باپ ہوں یا اولاد جو اس کے خلاف چاہتے ہوں تو پتہ چلے گا کہ آنحضرت ﷺ کے قول فعل کو ترجیح دیتا ہے یا ان کی بات مانتا ہے۔ اگر ماں باپ کے وغیرہ کے طریقے پر چلتا ہے تو مسلمان نہیں ہے۔ ایک طرف آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی اور آپ ﷺ کا فعل ہے اور دوسری طرف دوسرے لوگ ہیں اگر آپ ﷺ کے مقابلے میں ان کی بات مانے گا یا ان کے طریقے پر چلے گا تو مومن نہیں ہے کیونکہ آپ ﷺ نے قسم اٹھا فرمایا ہے وَاللّٰهِ لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ اللہ تعالیٰ کی قسم ہے تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد بیشک وہ اپنے آپ کو مومن کہلاتا پھرے۔

مجاہد کا ہر فعل اور حرکت نیکی ہوتا ہے :

ذٰلِکَ بِاَنَّهُمْ یہ اس لئے کہ بیشک وہ لَایُصِیْبُهُمْ ظَمَأٌ نہیں پہنچے گی ان کو پیاس وَّلَا نَصَبٌ اور نہ سفر کی تھکاوٹ وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اور نہ بھوک اللہ تعالیٰ کے راستے میں وَلَا یَطَئُوْنَ مَوْطِئًا اور نہ وہ روندیں گے کسی راستے کو ایسا روندنا یَّغِیْظُ

الْکُفَّارَ جو کافروں کو غصے میں ڈالے۔ظاہر بات ہے کہ مومن جہاد کیلئے راستے پر چلیں گے تو کافروں کو دکھ ہوگا وَلَا یَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّیْلاً اور نہیں پائیں گے وہ دشمن سے کوئی غنیمت کا مال اِلَّا کُتِبَ لَھُمْ بِہٖ عَمَلٌ صَالِحٌ مگر یہ کہ ان سب کے بدلے میں لکھا جائے گا نیک عمل۔ جہاد کے راستے میں جو پیاس لگے گی یہ ان کی نیکی ہے، چلنے سے جو تھکاوٹ ہوگی وہ نیکی ہے، بھوک لگے گی وہ بھی نیکی ہے۔کافروں کیساتھ جہاد کیلئے سفر کافروں کو ناگوار ہے، یہ چلنا بھی باعث ثواب ہے اور کافروں سے جو مال غنیمت حاصل کیا اس پر بھی ثواب ملے گا۔مجاہد اللہ تعالیٰ کے راستے میں جب ایک قدم رکھتا ہے تو اس کی ادنیٰ ترین نیکی سات سو ہے وَاللّٰہُ یُضَاعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ اور اللہ تعالیٰ بڑھادے گا جس کیلئے چاہے گا عام حالات میں مومن کیلئے ایک نیکی کا اجر دس گنا ملتا ہے۔قرآن کریم میں ہے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا جو شخص لایا ایک نیکی اس کیلئے دس گنا اجر ہے [الانعام:۱۶۰] مثلاً ایک شخص سلام کہتا ہے **السلام علیکم** اس پر اس کو دس نیکیاں ملیں گی ایک درجہ بلند ہوگا ایک صغیرہ گناہ خود بخود معاف ہو جائے گا اور **وعلیکم السلام** کہنے والے کو بھی اتنا ہی اجر ملے گا۔وضوء کی برکت سے صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔مسجد میں نماز پڑھنے کیلئے آنے پر ہر قدم کے بدلے دس نیکیاں ہیں اور اگر یہ نیت کر کے آئے کہ میں نے قرآن وحدیث کا درس سننا ہے تو پھر ہر ہر قدم پر سات سات سو نیکیاں ملیں گی لیکن......

ہر عمل کی قبولیت کیلئے تین شرائط :

ہر عمل کی قبولیت کیلئے تین شرطیں ہیں۔۱)ایمان......۲)اخلاص......۳)اتباع سنت۔ اگر عقیدہ درست نہیں ہے تو نیکی کی کوئی حیثیت نہیں ہے، اخلاص نہیں ہے ریا دکھلاوے

کیلئے عمل کیا ہے تو ضائع ہو گیا، خلاف سنت کیا ہے تو بھی قبول نہیں ہوگا اور جتنا ثواب آنے پر ملتا ہے اسی طرح واپسی پر بھی ہر ہر قدم پر اتنا ہی ثواب ملتا ہے۔ اندازہ لگاؤ کتنا ذخیرہ ہو گیا مسجد سے جتنا بھی دور ہو ہر ہر قدم پر ثواب اتنا ہی ملے گا۔ مسجد نبوی کے آس پاس یہودیوں کے مکانات تھے جب مسجد نبوی میں اذان شروع ہوئی تو یہ بڑے پریشان ہوئے اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللهِ کی آواز جب ان کے کانوں میں پڑتی تو ان کے کلیجے پھٹتے۔ آپس میں انہوں نے مشورہ کیا کہ جس چیز کو ہم گوارہ نہیں کرتے وہ چیز یہ ہمارے کانوں میں ڈالتے ہیں اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللهِ پھر یہ نماز کیلئے اکٹھے ہوتے ہیں تب ہمارے سینے جلتے ہیں پھر وہاں بیٹھ کر دین کی باتیں کرتے ہیں اور باہر سے وفد آتے جاتے ہیں اس سے ہمیں بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ چونکہ یہودی امیر لوگ تھے کہنے لگے یہ مکانات کرائے پر دیدو اور دوسرے مکانوں میں چلے جاتے ہیں جو یہاں سے دور ہیں نہ ان کی اذان کی آواز سنیں گے اور نہ ہی نماز پڑھتے دیکھیں گے چنانچہ مشورے کے بعد یہودی دوسرے محلوں میں منتقل ہو گئے۔

مسجد نبوی سے دور جہاں مسجد قبلتین ہے یہاں دو قبیلے بنو حارثہ اور بنو سلمہ آباد تھے یہ وہاں سے مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کیلئے آتے تھے انہوں نے خیال کیا کہ مسجد نبوی کے پاس مکان کرائے پر مل رہے ہیں تو ہم وہاں جا کر رہیں مسجد قریب ہوگی نماز کی پریشانی نہیں ہوگی پھر کہنے لگے آنحضرت ﷺ سے پوچھ لو آنحضرت ﷺ کا کلمہ پڑھا ہے ان کی رضا کے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھانا چاہئے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کے پاس آئے کہنے لگے حضرت آپؐ کے علم میں ہے کہ ہم نماز میں شرکت کیلئے دور دور سے آتے ہیں اور ظاہر بات ہے کہ شدید گرمی میں اور بارش ہو تو رات کو آنا جانا مشکل ہوتا ہے۔ بوڑھوں کیلئے اگر چہ جوانوں

کیلئے تو مشکل نہیں ہے۔ مجھے یاد ہے کہ جوانی میں میں مَیں اپنے گھر سے چل کر دس منٹ میں نارمل سکول کی مسجد میں پہنچ جاتا تھا اور اب بوڑھا ہو گیا ہوں نہیں پہنچ سکتا۔ تو انہوں نے کہا حضرت ہمیں اجازت دیدیں کہ ہم مسجد کے قریب رہائش کرلیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہیں اس بات کی اجازت نہیں دیتا کیونکہ جتنا دور سے آؤ گے اتنے قدم زیادہ ہونگے نیکیاں زیادہ ملیں گی تو میں کم نیکیوں کا مشورہ کیوں دوں اور دوسری بات یہ ہے کہ میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کوئی محلّہ مسلمانوں کے وجود سے خالی ہو کوئی علاقہ کوئی محلّہ مسلمانوں کے وجود سے خالی نہیں ہونا چاہئے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تمہیں جتنی بھی تکلیفیں پیش آئیں گی اللہ تعالیٰ کے راستے میں بھوک لگے گی پیاس لگے گی تھکاوٹ ہوگی یہ تمہارے نامۂ اعمال میں نیکی لکھی جائے گی یہانتک کہ زمین کا روندنا اور مالِ غنیمت کا حاصل کرنا بھی تمہارا ایک عمل تحریر ہوگا اِنَّ اللّٰہَ لَایُضِیۡعُ اَجۡرَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ بیشک اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرتا اجر نیکی کرنے والوں کا وَلَا یُنۡفِقُوۡنَ نَفَقَةً اور نہیں خرچ کریں گے کوئی خرچہ صَغِیۡرَةً وَّلَا کَبِیۡرَةً چھوٹا اور نہ بڑا وَّلَا یَقۡطَعُوۡنَ وَادِیًا اور نہ طے کریں گے وہ کسی میدان کو اِلَّا کُتِبَ لَھُمۡ مگر ان کیلئے نیکی لکھی جائے گی جس کا ادنیٰ ترین سات سو ہے لِیَجۡزِیَھُمُ اللّٰہُ تاکہ بدلہ دے ان کو اللہ تعالیٰ اَحۡسَنَ مَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ بہتر اس کام کا جو وہ کرتے رہے۔

مجاہدین کو اللہ تعالیٰ نے بڑا مقام عطا فرمایا ہے اور فی سبیل اللہ کی کئی مدیں ہیں۔ ایک کافروں کے ساتھ جہاد کرنا ہے اور ایک دین کا علم حاصل کرنے کیلئے سفر کرنا ہے اور دین کی تبلیغ کیلئے سفر کرنا ہے اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ صحیح العقیدہ نماز روزے کا پابند آدمی رزق حلال کیلئے سفر کرتا ہے وہ بھی فی سبیل اللہ کی مد میں ہے۔ رزق کمانے کیلئے

دوکان میں جاتا ہے، کارخانے جاتا ہے، ملازمت پر جاتا ہے، مزدوری کیلئے جاتا ہے اس کا ہر قدم فی سبیل اللہ کی مد میں ہے۔ اور عقیدہ صحیح نہیں ہے نماز روزے کا پابند نہیں ہے تو پھر کچھ بھی نہیں ہے کیونکہ ایمان بنیادی شرط ہے۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنفِرُوْا كَآفَّةً ط فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْآ اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ o يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ط وَاعْلَمُوْآ اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ o وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا ج فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ o

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ اور مناسب نہیں مومنوں کیلئے لِيَنفِرُوْا كَآفَّةً کہ کوچ کر جائیں سارے کے سارے فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ پس کیوں نہیں کوچ کیا ہر خاندان میں سے مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ ایک گروہ ان میں سے لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ تاکہ وہ دین کی سمجھ حاصل کریں وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اور تاکہ وہ ڈرائیں اپنی قوم کو اِذَا رَجَعُوْآ اِلَيْهِمْ جس وقت کہ وہ واپس لوٹیں ان کی طرف لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ تاکہ وہ بچ جائیں يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے لوگو جو ایمان لائے ہو قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ لڑو ان لوگوں کیساتھ جو تمہارے قریب ہیں کافروں میں سے وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً اور چاہئے کہ وہ پائیں تمہارے اندر سختی وَاعْلَمُوْآ اور تم جان لو اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ کہ بیشک اللہ تعالیٰ پرہیز

گاروں کیساتھ ہے وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اور جس وقت اتاری جاتی ہے کوئی سورۃ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ پس بعض ان منافقوں میں سے وہ ہیں جو کہتے ہیں اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا تم میں سے کس کا زیادہ کیا ہے اس سورۃ نے ایمان فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا پس بہرحال وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا پس وہ سورۃ ان کے ایمان کو زیادہ کرتی ہے وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ اور وہ خوش ہوتے ہیں۔

فقہ مطلوب ہے، فقہ کے بغیر چارہ نہیں :

اس سے قبل مسلسل کئی رکوع گزر چکے ہیں جن میں غزوہ تبوک کا ذکر تھا جو ۹ھ کو پیش آیا اور آنحضرت ﷺ خود اس کی قیادت فرمائی۔ اس سورۃ میں منافقوں کی بڑی تردید فرمائی کہ طاقت اور اسلحہ ہوتے ہوئے بھی تم نے جہاد میں کیوں شرکت نہیں کی حالانکہ اپنے آپ کو مومن کہتے ہو۔ مومن ہو تو پھر حکم کیوں نہیں مانا اور جو مخلص مومن شریک نہیں ہوئے تھے ان کو بھی بڑا سخت سست کہا۔ غزوہ تبوک کے بعد ایک چھوٹا سا غزوہ پیش آیا تھا اس میں مورخین کا اختلاف ہے کہ وہ غزوہ بنو جذیمہ تھا یا کوئی اور۔ اس غزوہ میں آنحضرت ﷺ خود تشریف نہیں لے گئے کہ ضرورت نہیں تھی اس غزوہ میں ضرورت سے زیادہ لوگ چلے گئے تھے حالانکہ اتنے آدمیوں کے جانے کی ضرورت نہیں تھی۔ جب آنحضرت ﷺ مسجد میں تشریف لائے تو آدمی بہت تھوڑے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی کہ جس طرح جہاد میں نہ جانا گناہ ہے اسی طرح ضرورت سے زیادہ آدمیوں کا جانا بھی اچھی بات نہیں ہے [illegible] تے ہیں وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً اور مناسب نہیں ہے

مومنوں کیلئے کہ کوچ کر جائیں جہاد کیلئے سارے کے سارے فَلَوْ لَا نَفَرَ پس کیوں نہ کوچ کیا مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ ہر خاندان میں سے مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ ان میں سے ایک گروہ۔ ہر خاندان میں سے کچھ آدمی چلے جاتے باقی رہ جاتے لِيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ تاکہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں رہنے والے دین کی سمجھ حاصل کرتے۔ کیونکہ آپ ﷺ کی مجلس میں ہر وقت دین کی باتیں ہوتی تھیں اگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین دین نہ سیکھتے اور نہ پہنچاتے تو کلمہ دین کسی تک نہ پہنچتا۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے تفقہ فی الدین کا سبق دیا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ فقہ بھی بڑی چیز ہے سطحی قسم کے لوگ ہیں جو فقہ کی سخت مخالفت کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تفقہ فی الدین مطلوب ہے۔ بخاری شریف اور دیگر حدیث کی کتابوں میں بھی یہ روایت موجود ہے، آنحضرت نے فرمایا مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ اللہ تعالیٰ جس شخص کے بارے میں خیر کا ارادہ فرماتے ہیں اس کو دین کی سمجھ دین کی فقاہت عطا فرماتے ہیں۔ جس کو دین کی سمجھ ہے اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں۔

ایک موقع پر آنحضرت ﷺ قضا حاجت کیلئے تشریف لے گئے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی عمر اس وقت آٹھ نو سال تھی۔ ان کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ آپ ﷺ واپس تشریف لائیں گے تو طہارت کریں گے۔ انہوں نے پانی کا ایک لوٹا لاکر رکھ دیا۔ آنحضرت ﷺ واپس تشریف لائے تو دیکھا کہ باپردہ جگہ پر لوٹا رکھا ہوا ہے آپ ﷺ نے فرمایا مَنْ يَّضَعَ هٰهُنَا یہ لوٹا یہاں کس نے رکھا ہے؟ حضرت عبداللہ ابن عباس نے عرض کیا حضرت میں نے رکھا ہے۔ آپ ﷺ کے دل میں رقت پیدا ہوگی کہ بچے کو کیسا خیال آیا ہے کہ لوٹا مہیا کیا، پانی مہیا کیا پھر باپردہ جگہ پر رکھا آپ ﷺ نے اس کیلئے دعا فرمائی اَللّٰهُمَّ

عَلِّمْهُ التَّاْوِيْلَ اے اللہ! اس بچے کو قرآن پاک کی تفسیر کا علم عطا فرما وَفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ اور اس کو دین کی سمجھ عطا فرما، فقاہت عطا فرما۔ لہٰذا فقہ کا انکار قرآن کا انکار ہے اور حدیث کا انکار ہے۔ یاد رکھنا! سارے مسئلے قرآن پاک میں موجود نہیں ہیں۔ قرآن پاک میں اصول موجود ہیں دور جانے کی ضرورت نہیں ہے نماز کا مسئلہ ہی لے لو قرآن کریم میں پانچ نمازوں کی تفصیل موجود نہیں ہے کہ فجر کے دو فرض ہیں، ظہر کے چار فرض ہیں، عصر کے چار فرض ہیں، مغرب کے تین فرض ہیں، عشا کے چار فرض ہیں، فجر کی دو سنتیں ہیں اور ظہر کے فرضوں سے پہلے چار سنت مؤکدہ ہیں اور دو بعد میں ہیں اور مغرب کے فرضوں کے بعد دو سنتیں مؤکدہ ہیں اور عشاء میں دو سنت مؤکدہ اور تین وتر واجب ہیں باقی نفل ہیں۔ یہ تفصیل قرآن پاک میں کسی جگہ بھی موجود نہیں ہے۔ اگر حدیث کی طرف رجوع نہیں کروں گے تو قرآن سمجھ نہیں آئے گا اور اگر فقہ کی طرف رجوع نہیں کرو گے تو حدیث سمجھ نہیں آئے گی نہ تمام مسائل صراحت کیساتھ قرآن میں اور نہ حدیث میں ہیں قرآن وحدیث سے قیاس کے ذریعے جو مسئلہ نکلے گا وہ بھی دین ہے۔

۱۰ھ میں آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کے ایک صوبے کا گورنر بنا کر بھیجنا چاہا کیونکہ یمن کے دو صوبے تھے ایک صوبے کا گورنر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بنایا گیا تھا یہ معمر آدمی تھے حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ نوعمر صحابی تھے انہوں نے معذرت کی کہ حضرت گورنری کا عہدہ بڑا اہم عہدہ ہے اور میں نوجوان آدمی ہوں اور یمن میں مختلف مذاھب کے لوگ رہتے ہیں یہودی، عیسائی، مجوسی اور مسلمان، ایسے علاقے میں فیصلے اور حکمرانی کرنا مشکل کام ہے۔ سب فرقوں کو مطمئن کرنا آسان کام نہیں ہے۔ جہاں ایک ذہن کے لوگ رہتے ہوں وہاں حکمرانی آسان ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا

کہ تجھے میں نے منتخب کیا ہے جانا پڑے گا پھر تکرار نہیں کیا تیار ہو گئے۔ رخصت کرتے وقت آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تیرے سامنے کوئی جھگڑا آئے تو تو اس کا فیصلہ کیسے کریگا؟ قَالَ اَقْضِیْ بِکِتَابِ اللّٰہِ انہوں نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کرونگا قَالَ فَاِنْ لَّمْ تَجِدْ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ آپ ﷺ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تجھے نہ ملے تو پھر تو کیا کرے گا قَالَ فَبِسُنَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ انہوں نے کہا کہ پھر میں سنتِ رسول ﷺ کے مطابق فیصلہ کرونگا قَالَ فَاِنْ لَّمْ تَجِدْ فِیْ سُنَّۃِ رسول اللّٰہ ﷺ وَلَا فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ آپ ﷺ نے فرمایا اگر سنت رسول اللہ ﷺ اور کتاب اللہ میں تجھے نہ مل سکے تو پھر کیا کرے گا قَالَ اَجْتَھِدُ بِرَأْیِیْ وَلَا آلُوْا انہوں نے فرمایا کہ پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرونگا فَضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ صَدْرَہٗ آپ ﷺ نے حضرت معاذ کی چھاتی پر (رضا اور شفقت کا) ہاتھ مارا فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَفَّقَ رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ لِمَا یَرْضٰی رَسُوْلُ اللّٰہ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا ہے جس نے جناب رسول اللہ ﷺ کے قاصد کو اس چیز کی توفیق عطا فرمائی جس پر اللہ تعالیٰ کا رسول راضی ہے۔

اس حدیث سے صراحت کیساتھ یہ بات ثابت ہوئی کہ جو پیش آمدہ مسئلہ قرآن وحدیث میں نہ مل سکے اس میں مجتہد کا اجتہاد وقیاس کرنا اور اپنی رائے سے اس کو حل کرنا آنحضرت ﷺ کی رضا کا سبب ہے اور اسی کا نام فقہ ہے۔ ان لوگوں کو بلا وجہ فقہ سے چڑ ہے فقہ کے بغیر بات ہی نہیں بنتی۔ جو مسئلہ قرآن اور حدیث میں نہیں ہے اس کے بارے میں فقاہت سے کام لینا پڑے گا صحابہ کرام ؓ، تابعین، تبع تابعین سب نے فقاہت سے کام لیا۔ تمام صحابہ کرام ؓ میں سے سب سے بڑے، فقیہ حضرت عبداللہ ابن

مسعود رضی اللہ عنہ تھے ان کے شاگرد ہیں ابراہیم نخعیؒ اور ان کے شاگرد ہیں امام ابوحنیفہؒ۔ تمام آئمہ کرامؒ ان کی فقاہت کے قائل ہیں اور فقہ مطلوب ہے مبغوض نہیں ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... مناسب نہیں تھا ایمان والوں کیلئے کہ کوچ کر جائیں سارے کے سارے پس نہ کوچ کیا ہر خاندان میں سے ایک گروہ نے تاکہ وہ دین کی سمجھ حاصل کریں آپ کی خدمت میں رہ کر وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ اور تاکہ وہ ڈرائیں اپنی قوم کو۔ جنہوں نے دین کی سمجھ حاصل کی ہے ڈرائیں رب تعالیٰ کی مخالفت سے۔ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ جس وقت کہ وہ واپس لوٹیں جہاد سے ان کی طرف کہ تمہاری غیر موجودگی میں آنحضرت ﷺ نے یہ فرمایا ہے لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ تاکہ وہ بھی بچ جائیں اللہ تعالیٰ کی مخالفت سے۔ تو تفقہ فی الدین ازروئے قرآن، ازروئے حدیث، ازروئے عقل بہت بلند چیز ہے۔

بخاری شریف میں روایت ہے آنحضرت ﷺ نے سمجھانے کیلئے فرمایا زمین تین قسم کی ہے۔ ایک وہ زمین ہے کہ جس پر بارش برستی ہے تو وہ بارش کے پانی کو جذب کر لیتی ہے۔ اس زمین سے درخت، سبزیاں، پھل، اناج پیدا ہوتا ہے۔ دوسری وہ ہے کہ جس میں پیداوار کی استعداد نہیں ہے اس سے کوئی چیز پیدا نہیں ہو سکتی البتہ پانی اس میں کھڑا ہو جاتا ہے جمع ہو جاتا ہے انسان پانی پیتے ہیں، جانور پانی پیتے ہیں اور فائدہ اٹھاتے ہیں اور تیسری قسم کی وہ زمین ہے کہ نہ تو وہ پانی کو جذب کر کے کوئی چیز اگاتی ہے اور نہ پانی اس میں جمع ہو کر ٹھہرتا ہے سارا پانی بہہ جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ان تینوں زمینوں میں سے اچھا ٹکڑا کون سا ہے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا حضرت سب سے اچھا ٹکڑا وہ ہے جس میں سبزیاں، پھل، فصلیں، اناج پیدا ہوتا ہے کیونکہ اس سے ضرورت پوری ہوتی ہے۔ اور فی الجملہ وہ بھی اچھا ہے جسمیں پانی رکا ہوا ہے۔ لیکن اس

کا اتنا فائدہ نہیں ہے جتنا پہلی کا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا پہلی مثال فقہاء کی ہے کہ قرآن وحدیث ان میں جمع ہوتا ہے اور اس سے آگے نئے نئے مسائل نکالتے ہیں اور دوسری مثال محدثین کی ہے کہ پانی کو پانی کی شکل میں رکھا اور تیسری مثال عام لوگوں کی ہے کہ پانی آیا اور بہہ گیا۔تو فقہاء کرام کا مقام بہت بلند ہے۔حدیث پاک میں آتا ہے فَقِیْہٌ وَاحِدٌ اَشَدُّ عَلَی الشَّیْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ ایک فقیہ زیادہ سخت اور بھاری ہے شیطان پر ہزار عابد سے ۔شیطان جتنا ایک فقیہ سے گھبراتا ہے ہزار عابد سے نہیں گھبراتا۔تو جو لوگ فقہ کی مخالفت کرتے ہیں وہ بڑے بے وقوف اور احمق ہیں۔

بہر حال جہاد کا ذکر چلا آرہا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے ایمان والو! قَاتِلُوا الَّذِیْنَ یَلُوْنَکُمْ مِّنَ الْکُفَّارِ لڑو ان لوگوں کیساتھ جو تمہارے قریب ہیں کافروں میں سے ۔جیسے بھارت ہمارے قریب ہے وَلْیَجِدُوْا فِیْکُمْ غِلْظَۃً اور چاہیئے کہ وہ پائیں تمہارے اندر سختی ،نرمی نہ کرو اور سختی بھی ایسی کرو کہ ان کو پتہ چل جائے کہ لڑنا کسے کہتے ہیں ۔الحمد للہ! چند سو مجاہدین اپنے مورچوں میں ڈٹے ہوئے ہیں اور کافروں کے دانت کھٹے کئے ہوئے ہیں وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ اور تم جان لو کہ بیشک اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کیساتھ ہے ان کی امداد فرمائے گا۔

تردید منافقین :

آگے اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی تردید فرمائی ہے۔فرمایا وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَۃٌ اور جس وقت اتاری جاتی ہے کوئی سورۃ فَمِنْھُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ پس بعض ان منافقوں میں سے وہ ہیں جو کہتے ہیں اَیُّکُمْ زَادَتْہُ ھٰذِہٖٓ اِیْمَانًا تم میں سے کس کا زیادہ کیا ہے اس سورۃ نے ایمان ۔یہ بات وہ تمسخر کے طور پر کہتے تھے کہ اس سورۃ نے کس کا ایمان بڑھا

دیا ہے۔اور مومن جب کوئی سورۃ نازل ہوتی تھی تو اس پر ایمان لاتے تھے اور پڑھتے تھے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا پس بہرحال وہ لوگ جو ایمان لائے فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا پس وہ سورۃ ان کے ایمان کو زیادہ کرتی ہے۔چونکہ اس سے پہلے اتنی چیزوں پر ایمان تھا جتنی نازل ہو چکی تھیں اور سورۃ جب اتری تو اس کو بھی مانا اس میں جو احکامات نازل ہوئے ان کو بھی مانا تو ایمان بڑھ گیا اسی طرح جوں جوں سورۃ نازل ہوتی جاتی ایمان بڑھ جاتا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ اور وہ خوش ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا تازہ حکم ہماری طرف نازل ہوا ہے اور ہمارا اللہ تعالیٰ کیساتھ رابطہ ہے۔آگے ذکر آرہا ہے کہ جب کوئی سورۃ نازل ہوتی ہے تو منافق کڑھتے ہیں کہ یہ حکم کیوں نازل ہوا ہے؟!

وَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰی رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ کٰفِرُوْنَ ۝ اَوَلَا یَرَوْنَ اَنَّهُمْ یُفْتَنُوْنَ فِیْ کُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَیْنِ ثُمَّ لَا یَتُوْبُوْنَ وَلَا هُمْ یَذَّکَّرُوْنَ ۝ وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ ؕ هَلْ یَرٰکُمْ مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوْا ؕ صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ ۝ لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ ﺻﻠﮯ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ۝

وَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اور بہرحال وہ لوگ جن کے دلوں میں (منافقت کی) بیماری ہے فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰی رِجْسِهِمْ پس زیادہ کرتی ہے یہ سورۃ ان کیلئے گندگی کو ان کی گندگی کیساتھ وَمَاتُوْا وَهُمْ کٰفِرُوْنَ اور مرتے ہیں اس حال میں کہ وہ کفر کرنے والے ہوتے ہیں اَوَلَا یَرَوْنَ کیا اور وہ دیکھتے نہیں ہیں اَنَّهُمْ یُفْتَنُوْنَ کہ بیشک وہ آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں فِیْ کُلِّ عَامٍ ہر سال مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَیْنِ ایک مرتبہ یا دو مرتبہ ثُمَّ لَا یَتُوْبُوْنَ پھر وہ توبہ نہیں

کرتے وَلَاھُمْ یَذَّکَّرُوْنَ اور نہ وہ نصیحت حاصل کرتے ہیں وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَۃٌ اور جس وقت کوئی سورت نازل کی جاتی ہے نَّظَرَ بَعْضُھُمْ اِلٰی بَعْضٍ دیکھتے ہیں ان میں سے بعض بعض کی طرف ھَلْ یَرٰکُمْ مِّنْ اَحَدٍ کہ کیا تم کو کوئی دیکھ رہا ہے ثُمَّ انْصَرَفُوْا پھر وہ کھسک جاتے ہیں صَرَفَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ پھیر دیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو بِاَنَّھُمْ قَوْمٌ لَّایَفْقَھُوْنَ بیشک وہ قوم ہے جو فقاہت سے محروم ہے لَقَدْ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ البتہ تحقیق آیا تمہارے پاس رسول مِّنْ اَنْفُسِکُمْ تم میں سے عَزِیْزٌ عَلَیْہِ گراں گذرتی ہے اس پر مَا عَنِتُّمْ وہ چیز جو تمہیں مشقت میں ڈالے حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بہت ہی حریص ہے تم پر بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ مومنوں کیساتھ شفقت کرنے والا مہربان ہے فَاِنْ تَوَلَّوْا پس اگر یہ لوگ پھر جائیں فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ پس آپ کہہ دیں مجھے اللہ کافی ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ نہیں ہے کوئی الٰہ مگر وہی اللہ تعالیٰ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اور وہ رب ہے بہت بڑے عرش کا۔

پچھلے درس میں آپ نے یہ آیات پڑھیں کہ وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَۃٌ فَمِنْھُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ اَیُّکُمْ زَادَتْہُ ھٰذِہٖٓ اِیْمَانًا اور جس وقت اتاری جاتی ہے کوئی سورۃ پس بعض ان منافقوں میں سے وہ ہیں جو کہتے ہیں تم میں سے کس کا زیادہ کیا ہے ایمان اس سورۃ نے۔ یہ بات وہ مذاق کے طور پر کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ مومنوں کا ایمان بڑھا دیتی ہے اور وہ خوش ہوتے ہیں۔

نزولِ قرآن سے منافقت کی گندگی اور زیادہ ہو جاتی تھی :

اب منافقوں کے بارے میں فرمایا وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اور بہرحال وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے منافقت کی فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ پس زیادہ کرتی ہے یہ سورۃ ان کیلئے گندگی کو گندگی کیساتھ۔ پہلے بھی ان کے دل گندے ہیں سورۃ نازل ہوئی اس کا انکار کیا اور گندے ہوگئے گندگی بڑھ گئی، یہ مطلب ہے گندگی کے زیادہ کرنے کا ورنہ قرآن کریم تو نورِ ہدایت ہے یہ گندگی کیسے بڑھاتا ہے؟ اس بات کو سمجھانے کیلئے شیخ سعدیؒ نے گلستان میں فرمایا ہے......

باراں کہ در لطافتِ طبعش خلاف نیست

در باغ لالہ روید و در شورہ بوم وخس

''بارش کہ اس کی طبیعت کے پاک ہونے میں اختلاف نہیں ہے باغ میں گُلِ لالہ اگاتی ہے اور خراب زمین میں کانٹے دار گھاس'' بارش کا پانی تو بڑا صاف ستھرا ہوتا ہے وہ کسی اچھی زمین پر برسے تو اس میں پھل، سبزیاں، پھول اور عمدہ عمدہ چیزیں پیدا ہوتیں ہیں اور اگر وہی بارش روڑی پر نازل ہو تو بدبو پھیلتی ہے، خراب زمین پر نازل ہو تو کانٹے دار گھاس اور پڑ بھیڑے اگتے ہیں بارش میں تو کوئی فرق نہیں ہے۔ اسی طرح قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی طرف سے روحانی بارش ہے اچھے دلوں تک پہنچے تو ایمان بڑھتا ہے وہ خوش ہوتے ہیں اور برے دلوں پر پہنچے جو پہلے سے منکر ہیں مزید انکار کر کے کفر کی گندگی و نجاست بڑھالی۔ فرمایا وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ اور مرتے ہیں اس حال میں کہ وہ کفر کرنے والے ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا لوگوں کو نصیحت حاصل کرنے کیلئے تکلیف میں مبتلا کرنا :

اَوَلَا یَرَوْنَ کیا اور وہ منافق دیکھتے نہیں ہیں اَنَّھُمْ یُفْتَنُوْنَ فِیْ کُلِّ عَامٍ کہ بیشک وہ آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں ہر سال مَّرَّۃً اَوْ مَرَّتَیْنِ ایک مرتبہ یا دو مرتبہ۔ یہ آزمائش کیا ہوتی تھی؟ یہ کبھی سیلاب کی شکل میں، کبھی گرمی کی شکل میں، کبھی قحط کی شکل میں، کبھی دشمن کی طرف سے حملے کی شکل میں ہوتی، کبھی وبا اور طاعون کی شکل میں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جھنجوڑتا ہے کہ وہ سمجھ جائیں اور سنبھل جائیں۔ آج کل آپ اخبارات میں پڑھ رہے ہو کہ فلاں جگہ گرمی کی وجہ سے اتنے آدمی فوت ہو گئے ہیں، فلاں جگہ اتنے فوت ہو گئے ہیں اور جب بارشیں شروع ہونگی تو سیلاب میں مریں گے یہ سب آزمائشیں ہیں مگر لوگ ٹس سے مس نہیں ہوتے حالانکہ یہ سب کچھ انسان کی تنبیہ کیلئے ہوتی ہیں۔ آدمی کو جب بھی کوئی تکلیف آئے تو سمجھے کہ یہ میرے لئے تنبیہ ہے۔ لیکن فرمایا جن کی فطرت مسخ ہو گئی ہو وہ توبہ نہیں کرتے :

ثُمَّ لَا یَتُوْبُوْنَ پھر وہ توبہ نہیں کرتے وَلَا ھُمْ یَذَّکَّرُوْنَ اور نہ وہ نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ اور مومن کو جو تکالیف آتی ہیں وہ اس کے گناہ کا کفارہ بنتی ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مومن کو جو تکلیف آتی ہے وہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے۔ اور حدیث پاک میں یہ بھی آتا ہے بخاری شریف کی روایت ہے اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ بِعَبْدٍ خَیْرًا یُّصِبْہُ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کیساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کو کسی نہ کسی تکلیف میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ بدنی تکلیف، مالی تکلیف، اہل کانہ کی طرف سے پریشانی، اولاد کی نافرمانی مومن آدمی جب ان چیزوں کو برداشت کرتا ہے تو اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے اور منافق کسی تکلیف سے کوئی اثر نہیں لیتا جیسے اونٹ کو باندھ دیا اور کھول دیا اس کو نہیں

پتہ کہ مجھے باندھا کیوں ہے اور کھولا کیوں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَ اِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اور جس وقت کوئی سورت نازل کی جاتی ہے نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ تو دیکھتے ہیں ان میں سے بعض بعض کی طرف۔ کیونکہ قرآن کریم کی سورتوں میں توحید کا مسئلہ بیان ہوتا قیامت کا مسئلہ بیان کیا جاتا آنحضرت ﷺ کی رسالت اور صداقت کا مسئلہ بیان ہوتا اور یہ سارے مسئلے ان کو چبھتے تھے اور کڑھتے تھے کیونکہ دل میں منافقت تھی مجبوراً زبانی طور پر کلمہ پڑھتے تھے کہ اسلام کا غلبہ تھا، مالِ غنیمت، زکوٰۃ کا مال، بیت المال سے حصہ ملتا تھا۔ بس اس خوف اور لالچ کی وجہ سے کلمہ پڑھتے تھے جب کوئی سورت نازل ہوتی تو ایک دوسرے کو دیکھتے تھے هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ کیا تم کو کوئی دیکھ رہا ہے۔ ان کا مطلب یہ ہوتا کہ مجلس میں موجود مخلص مسلمانوں میں سے اگر کوئی نہیں دیکھ رہا تو بادل نخواستہ بیٹھے رہتے اگر سمجھتے کہ مسلمان ان کی طرف متوجہ نہیں ہیں تو ثُمَّ انْصَرَفُوْا پھر وہ کھسک جاتے ہیں۔ جوتی اٹھاتے اور چل پڑتے کیونکہ قرآن کو سننا ان کے بس کی بات نہیں ہے۔ کیونکہ عربی تھے اسلئے مطلب سمجھتے تھے ہماری زبان چونکہ عربی نہیں ہے اسلئے ہم نہیں سمجھتے صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ پھیر دیا اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى ہم اس کو پھیر دیں گے جس طرف کا اس نے رخ کیا ہے۔ [النساء: ۱۱۵] جس طرف کوئی جانا چاہتا ہے اس طرف چلنے کی توفیق دے دیتے ہیں۔ ایمان کے راستے پر چلنا چاہے تو ایمان کی توفیق دیدیتے ہیں کفر کی طرف چلنا چاہے تو کفر کے راستے پر چلنے کی توفیق دیدیتے ہیں فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے۔ [کہف: ۲۹] مجبور کسی شی پر نہیں ہے۔ یہ منافقت کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ

اس وجہ سے کہ بیشک وہ قوم ہے جو فقاہت اور سمجھ سے محروم ہے۔ اور دین کی سمجھ تو بڑی چیز ہے۔ مَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَیْرًا یُّفَقِّهْهُ فِی الدِّیْنِ اللہ تعالیٰ جس کیساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتے ہیں۔ وہ دین کیساتھ تعلق، دین کے کاموں کو پسند کرتا ہے، دینی کاموں میں اس کا وقت گزرتا ہے اور منافق کی مثال ایسی ہے جیسے آزاد پرندے کو پنجرے میں بند کر دو تو وہ پھڑکتا رہتا ہے۔ چونکہ منافقوں کو دین کی سمجھ نہیں ہے اسلئے ان کو دین سے دلچسپی نہیں ہے وہ پنجرے میں قید ہیں دوڑ نہیں سکتے۔

مسئلہ بشریتِ پیغمبر ضروریاتِ دین میں سے ہے :

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ البتہ تحقیق آیا تمہارے پاس رسول مِّنْ اَنْفُسِكُمْ تم میں سے یعنی تمہاری ہی جنس بشر اور انسانوں میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کے تمام رسول بشر اور انسان تھے اور اس کے متعلق تم کئی دفعہ پڑھ چکے ہو اور میں سمجھا چکا ہوں کہ بشریتِ رسول کوئی فرعی مسئلہ نہیں ہے، یہ عقیدے کا بنیادی مسئلہ ہے۔ فقہاء کرامؒ کا طبقہ دین کے معاملے میں بڑا محتاط طبقہ وہ بشریت رسول کے منکر کو کافر کہتے ہیں۔ چنانچہ روح المعانی، فتاویٰ عالمگیری، بحر الرائق اور متعدد کتابوں میں یہ مسئلہ مذکور ہے کہ کیا یہ جاننا کہ آنحضرت ﷺ بشر اور عربی ہیں صحتِ ایمان کیلئے شرط ہے یا یہ فرض کفایہ ہے؟ تو انہوں نے اس کا جواب دیا کہ یہ صحتِ ایمان کیلئے شرط ہے۔ سو اگر کسی شخص نے یہ کہا کہ میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کو تمام مخلوق کیلئے مانتا ہوں لیکن میں یہ نہیں مانتا کہ آپ بشر تھے یا فرشتہ یا جن، یا یہ کہا کہ میں نہیں جانتا کہ آپ ﷺ عربی تھے یا عجمی تو اس شخص کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے کیونکہ اس نے قرآن پاک کی تکذیب کی ہے تو صرف اتنا کہنے سے کہ لَا اَدْرِیْ میں نہیں جانتا یَکْفُرُ کافر ہو گیا نکاح ٹوٹ گیا کیونکہ یہ جاننا ضروریات دین

میں سے ہے دین کا بنیادی عقیدہ ہے کہ جانے کہ آپ ﷺ بشر ہیں عربی ہیں کیوں کہتا ہے کہ مجھے پتہ نہیں ہے؟ مسلمان نہیں ہے؟ اس کو ضروریاتِ دین کا علم کیوں نہیں ہے۔

کافی عرصے کی بات ہے مجھے ساتھیوں نے کہا کہ علامہ خالد محمود صاحب کی تقریر کرانی ہے۔ علامہ خالد محمود ہماری جماعت کے محقق عالم ہیں بہت کام کر رہے ہیں مجھ سے کافی چھوٹے ہیں اسوقت انگلستان میں ہیں۔ میں نے کہا بڑے شوق سے تقریر کراؤ مگر لاؤڈ سپیکر کی اجازت لے لو کیونکہ لاؤڈ سپیکر پر پابندی ہے۔ نوجوان تھے تجربہ نہیں تھا درخواست دیدی لیکن منظوری نہ ہوئی ان نادانوں نے سمجھا کہ درخواست دینے سے ہی منظوری ہو جاتی ہے۔ اسی مسجد میں تقریر ہوئی میں اس مسجد کا تقریباً ساٹھ سال سے خطیب ہوں۔ مجھ پر مقدمہ ہو گیا پہلے وزیر آباد پھر سیشن کورٹ گوجرانوالہ منتقل ہو گیا ابرار احمد ہمارا وکیل تھا جج نے پوچھا مولانا جب لاؤڈ سپیکر پر پابندی تھی تو تم نے کیوں چلایا؟ وکیل نے وکیلانہ شوشہ چھوڑا کہ بوڑھے آدمی ہیں بزرگ ہیں ان کو معلوم نہیں تھا کہ قانون کیا ہے۔ جج نے بڑی معقول بات کہی کہ وکیل صاحب ملک میں رہ کر ملکی قانون سے بے خبر رہنا یہ کوئی وجہِ جواز نہیں ہے بہر حال اس نے ہمیں رہا کر دیا۔

تو ساتھیو! خدا کے ملک میں رہ کر، خدا کی زمین پر رہ کر، اس کے آسمان کی چھت کے نیچے رہ کر، اس کی پیدا کردہ خوراک کھا کر، اس کا پانی پی کر، اس کی ہوا اندر کھینچ کر زندہ رہے اور بنیادی عقیدے کے متعلق یہ کہے کہ مجھے معلوم نہیں ہے یہ کیسے حجت ہو گا؟ فقہاء کرامؒ فرماتے ہیں کہ بالغ بچی کا نکاح ہو گیا اس مجلس میں دو تین منٹ بعد اس سے پوچھا گیا کہ بیٹی ایمان کسے کہتے ہیں؟ وَقَالَتْ لَا اَدْرِیْ اور اس نے کہا مجھے معلوم نہیں ہے تو نکاح ٹوٹ گیا۔ اس کو بالغ ہوتے ہی ایمان کی تیاری کرنی چاہئے تھی کہ ایمان کیا ہوتا

ہے۔ اور یہاں تو یہ حال ہے دادی نانی کو بھی پتہ نہیں ہے کہ ایمان کسے کہتے ہیں تو یاد رکھنا آنحضرت ﷺ کے بارے میں یہ جاننا ضروری ہے کہ آپ انسان ہیں، بشر ہیں، آدمی ہیں، عربی ہیں، ہاشمی قریشی ہیں اور نہ جاننے والا کافر ہے، نکاح ٹوٹ گیا عَزِیْزٌ عَلَیْہِ گراں گذرتی ہے اس پر مَاعَنِتُّمْ وہ چیز جو تمہیں مشقت میں ڈالے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ آپ ﷺ جمعہ والے دن جمعہ کی تیاری کر رہے تھے اور بعض روایات میں ہے کہ آپ ﷺ خطبہ دے رہے تھے کہ ایک آدمی آیا جس کا خستہ لباس اور بری حالت تھی آنحضرت ﷺ نے اس کو دیکھا تو پریشان ہو گئے خطبہ موقوف کر کے اس کو فرمایا قُمْ فَصَلِّ رَکْعَتَیْنِ اٹھ کر دو رکعت پڑھو۔

ابو داؤد اور نسائی کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے یہ دو رکعتیں اس لئے پڑھوائیں تا کہ لوگ اس کو دیکھ لیں۔ ویسے خطبے کے وقت کوئی نماز درست نہیں ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب امام آ کر خطبہ شروع کر دے تو خاموشی کیساتھ بیٹھو، تو لوگوں نے جب اس کی خستہ حالت کو دیکھ لیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کی حالت تمہارے سامنے ہے اس کی امداد کرو۔ تو ساتھیوں کی تکلیف اور مشقت کو دیکھ کر آپ ﷺ پریشان ہو جاتے تھے حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بہت ہی حریص ہے تم پر ایمان اور نیکی کیلئے بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ مومنوں کیساتھ شفقت کرنے والا مہربان ہے۔ آپ ﷺ کا رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ہونا مخلوق کے اعتبار سے ہے کہ مخلوق میں سے آپ ﷺ بندوں پر زیادہ شفقت کرنے والے ہیں۔ خالق والی شفقت خالق کیساتھ خاص ہے فَاِنْ تَوَلَّوْا پس اگر یہ لوگ پھر جائیں، پیغمبر کی اطاعت سے اعراض کریں فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ آپ کہہ دیں مجھے اللہ کافی ہے لَآ اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ نہیں ہے کوئی الٰہ مگر وہی اللہ تعالیٰ۔ اس کے سوا کوئی الٰہ

نہیں، کوئی معبود نہیں، کوئی سجدے کے لائق نہیں ہے، کوئی حاجت روا نہیں ہے، کوئی مشکل کشا نہیں ہے، کوئی فریاد رس نہیں ہے، کوئی رزق دینے والا نہیں ہے، کوئی بیماروں کو شفا دینے والا نہیں ہے، کوئی اولاد دینے والا نہیں، کوئی مارنے اور زندہ کرنے والا نہیں کوئی نذر و نیاز کے لائق نہیں مگر صرف اللہ تعالیٰ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے۔ ابو داؤد شریف میں روایت ہے حضرت ابو الدرداءؓ سے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص صبح سات مرتبہ یہ دعا پڑھے حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ تو اللہ تعالیٰ سارا دن اس کے کاموں کی کفایت کریگا اور جو رات کو پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ رات کو اس کیلئے کفایت فرمائے گا۔ لہذا یہ دعا سات دفعہ صبح کو پڑھا کرو اور سات دفعہ رات کو پڑھا کرو۔ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اور وہ رب ہے بہت بڑے عرش کا۔ اللہ تعالیٰ کا عرش جسم اور حجم کے لحاظ سے ساری مخلوقات سے بڑا ہے جس کے اندر آسمان، زمین، کرسی سب کچھ ہے لیکن درجے، رتبے اور شان کے لحاظ سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سب سے بلند ہیں نہ اِس جہان میں آپ ﷺ کے درجے کا کوئی ہے اور نہ اُس جہان میں آپ ﷺ کے درجے کی کوئی مثال ہے۔ یہ دعا یاد کرو حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ سات دفعہ صبح اور سات دفعہ رات کو پڑھا کرو۔ اللہ تعالیٰ تمام مہمات میں کامیابی اور ضروریات پوری فرمائے گا۔

آج بروز اتوار ۱۸ مئی ۱۱ جمادی الاول ۱۴۲۹ھ کو یہ سورۃ مکمل ہوئی۔

بتوفیق اللہ تعالیٰ وعونہ

(مولانا) محمد نواز بلوچ

مہتمم: مدرسہ ریحان المدارس، جناح روڈ گوجرانوالہ۔

سُوْرَۃُ یُوْنُسَ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ مِائَۃٌ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ تِسْعُ اٰیَاتٍ وَّ اِحْدٰی عَشَرَ رُکُوْعًا

الٓرٰ قف تِلْكَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ الْحَکِیْمِ ﴿۱﴾ اَکَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَیْنَآ اِلٰی رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَ بَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ط قَالَ الْکٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۲﴾ اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ ط مَا مِنْ شَفِیْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ط ذٰلِکُمُ اللّٰهُ رَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْهُ ط اَفَلَا تَذَکَّرُوْنَ ﴿۳﴾ اِلَیْهِ مَرْجِعُکُمْ جَمِیْعًا ط وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ط اِنَّهٗ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ط وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِیْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِیْمٌۢ بِمَا کَانُوْا یَکْفُرُوْنَ ﴿۴﴾

الٓرٰ قف تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ الْحَکِیْمِ یہ آیتیں ہیں حکمت والی کتاب کی اَکَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا کیا ہے لوگوں کیلئے تعجب اَنْ اَوْحَیْنَا اس بات میں کہ ہم نے وحی بھیجی اِلٰی رَجُلٍ مِّنْهُمْ ان میں سے ایک شخص پر اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ یہ کہ ڈرائیں آپ لوگوں کو وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اور خوشخبری دیں ان لوگوں کو جو ایمان لائے اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ کہ بیشک ان کیلئے سچائی کا قدم ہے عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کے رب کے ہاں قَالَ الْکٰفِرُوْنَ کہا کافروں نے اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِیْنٌ بیشک

یہ پیغمبر البتہ جادوگر ہے کھلا اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰہُ بیشک تمہارا رب اللہ تعالیٰ ہے اَلَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ چھ دنوں میں ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ پھر وہ مستوی ہوا عرش پر یُدَبِّرُ الْاَمْرَ وہ تدبیر کرتا ہے ہر کام کی مَا مِنْ شَفِیْعٍ اِلَّا مِنْ بَعْدِ اِذْنِہٖ نہیں ہے کوئی سفارشی مگر اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر ذٰلِکُمُ اللّٰہُ یہی ہے تمہارا اللہ رَبُّکُمْ تمہارا پروردگار فَاعْبُدُوْہُ پس اسی کی عبادت کرو اَفَلَا تَذَکَّرُوْنَ کیا پس تم نصیحت حاصل نہیں کرتے اِلَیْہِ مَرْجِعُکُمْ جَمِیْعًا اسی کی طرف ہے تم سب کا لوٹنا وَعْدَ اللّٰہِ حَقًّا اللہ کا وعدہ سچا ہے اِنَّہٗ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ بیشک وہی مخلوق کو پیدا کرتا ہے ثُمَّ یُعِیْدُہٗ پھر اس کو لوٹائے گا لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ تاکہ بدلہ دے ان لوگوں کو اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کئے بِالْقِسْطِ انصاف کے مطابق وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا اور وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا لَھُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِیْمٍ ان کیلئے پینا ہوگا کھولتا ہوا پانی وَعَذَابٌ اَلِیْمٌ اور عذاب ہوگا دردناک بِمَا کَانُوْا یَکْفُرُوْنَ اس لئے کہ وہ کفر کرتے تھے۔

سورۃ یونس کی وجہ تسمیہ وحروف مقطعات :

اس سورۃ کا نام یونس ہے۔اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں میں سے ایک پیغمبر کا نام یونس ہے علیہ الصلاۃ والسلام۔ان کے نام پر اس سورۃ کا نام رکھا گیا ہے۔حضرت یونس علیہ السلام ملک عراق کے صوبہ موصل میں نینوا شہر میں رہتے تھے وہ شہر آج بھی موجود ہے۔ اس سورۃ میں حضرت یونس علیہ السلام اور ان کی قوم کا ذکر آئے گا۔یہ سورۃ مکہ مکرمہ میں

نازل ہوئی ہے اور اس سے پہلے پچاس سورتیں نازل ہو چکی تھیں اس کے گیارہ رکوع اور ایک سو نو آیات ہیں۔

الٓـر یہ حروف مقطعات میں سے ہے اور ان کے متعلق پہلے بیان ہو چکا ہے کہ کسی لفظ کو اختصار کے ساتھ پیش کرنے کیلئے اس سے ایک حرف الگ کر لیا جائے، پورا لفظ نہ بولا جائے۔ اور یہ ہر زبان میں استعمال ہوتا ہے۔ تو یہ حروف کس سے مخفف ہیں؟ حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ ''الف'' سے مراد اللہ تعالیٰ ہے۔ یعنی یہ لفظ اللہ سے مخفف ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ہے۔ باقی اس کے صفاتی نام ہیں۔ جیسے رحمٰن، رحیم، قہار، جبار، رزاق، رشید، جلیل۔ اور ''لام'' سے مراد لطیف ہے۔ اس کا معنٰی ہے باریک بین۔ باریک سے باریک تر چیز بھی رب تعالیٰ کے سامنے ہے۔

بزرگانِ دین نے اپنے تجربات میں لکھا ہے کہ اگر رشتے ناطے میں کوئی رکاوٹ ہو یا کاروباری سلسلے میں کوئی رکاوٹ ہو تو لطیف کا ذکر کثرت کے ساتھ کرنے سے اللہ تعالیٰ سہولت پیدا فرما دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سارے نام برکت والے ہیں۔ اور 'را' سے مراد رؤف ہے۔ یعنی یہ رؤف سے مخفف ہے، معنٰی ہے شفقت کرنے والا۔ یہ بھی رحمٰن، رحیمؔ کی طرح اللہ تعالیٰ کا صفتی نام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں......

تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِیْمِ یہ آیتیں ہیں حکمت والی کتاب کی۔ یعنی یہ آیتیں جو تمہارے سامنے پڑھی جاتی ہیں اس کتاب کی ہیں جو حکیم ہے۔ حکیم کا معنٰی ہے دانا، تو مطلب یہ بنے گا کہ دانائی والی کتاب کی آیتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جتنی کتابیں نازل ہوئی ہیں سب برحق ہیں مگر ان تمام کتابوں میں سے زیادہ دانائی اور حکمت اس کتاب میں ہے اور حکیم کا معنٰی محکم اور اٹل بھی کرتے ہیں کہ یہ کتاب اپنی جگہ بڑی محکم

اور اٹل بھی کرتے ہیں۔ دُنیائے کفر نے اس کے خلاف بڑی کوشش کی ہے مگر کامیاب نہیں ہوسکی اور قیامت تک کامیاب نہیں ہوسکتی۔

توحید باری تعالیٰ پر کافروں کا تعجب :

فرمایا اَکَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا کیا ہے لوگوں کیلئے تعجب اَنْ اَوْحَیْنَا اِلٰی رَجُلٍ مِّنْهُمْ اس بات میں کہ ہم نے وحی بھیجی ان میں سے ایک شخص پر یعنی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی پر۔ کافروں کو اس بات پر تعجب تھا کہ وحی الٰہی مکہ مکرمہ کے ایک ایسے شخص پر نازل ہوئی ہے جو یتیم ہے۔ اس کا کاروبار ہے نہ اس کے پاس مال ودولت ہے۔ کہتے تھے لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ[الزخرف:۳۱] ”کیوں نہیں اتارا گیا یہ قرآن کسی بڑے آدمی پر دو بستیوں میں سے۔“ کہ مکہ مکرمہ اور طائف میں سے کسی بڑے آدمی پر قرآن کیوں نہیں اتارا گیا۔ جدہ اس وقت نہیں تھا بعد میں آباد ہوا ہے۔ اس وقت مکہ مکرمہ میں بڑا چوہدری ولید ابن مغیرہ تھا۔ مشہور صحابی حضرت خالد ابن ولید ؓ کا باپ۔ اس کے تیرا (۱۳) بیٹے تھے۔ بڑے خوبصورت اور صحتمند جوان، اس کی اپنی صحت بھی بڑی اچھی تھی بیٹوں میں بیٹھا ہوا یوں لگتا تھا کہ بھائی ہے۔ مال بھی اس کے پاس سب سے زیادہ تھا۔ مشرکین کہتے تھے مکہ مکرمہ میں اس پر قرآن نازل ہونا چاہئے تھا۔ اور طائف میں اس وقت بڑا سردار عروہ ابن مسعود ثقفی تھا جو بعد میں صحابی بنا اور رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوگیا۔

پیغمبر کی ذمہ داری، مقصود بعثت :

آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا تو آپ کی ذمہ داری کیا ہے؟ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ یہ کہ ڈرائیں آپ لوگوں کو کہ جو رب تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا اس پر دنیا میں بھی

عذاب آسکتا ہے اور آئیگا اور قبر اور آخرت کا عذاب تو اپنی جگہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کافروں کو رب تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائیں وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور خوشخبری دیں ان لوگوں کو جو ایمان لائے اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ کہ بیشک ان کیلئے سچائی کا قدم ہے۔ قَدَمَ صِدْقٍ کی ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت میں کھڑے ہونگے تو ڈگمگائیں گے نہیں بلکہ نہایت مضبوطی کیساتھ رب تعالیٰ جو فرمائیں گے اس کا جواب دیں گے۔ اور قَدَمَ صِدْقٍ کا ایک معنٰی یہ کرتے ہیں جو سچائی انہوں نے آگے بھیجی ہے۔ یعنی جو نیکیاں وہ زندگی میں کر چکے ہیں وہ ان کو ملیں گی اللہ تعالیٰ کسی کی نیکی ضائع نہیں کرتا۔ اور بعض حضرات نے قَدَمَ صِدْقٍ سے آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی مراد لی ہے کہ آپ ﷺ سچائی کا پہاڑ تھے۔ جن قدموں پر کھڑے ہوتے آخر دم تک وہاں سے نہ ہٹتے۔ مشن اور پروگرام کے اعتبار سے تو ایمان والوں کیلئے سچائی کا قدم ہے عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کے رب کے ہاں قَالَ الْكٰفِرُوْنَ کہا کافروں نے اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ بیشک یہ پیغمبر البتہ جادوگر ہے کھلا، معاذ اللہ تعالیٰ۔ رب تعالیٰ نے آپ ﷺ کے دست مبارک پر جو معجزات صادر کیے تھے ان کی وجہ سے آپ ﷺ کو جادوگر کہتے تھے کہ یہ جادو کے ذریعے لوگوں پر اثر ڈالتا ہے۔ بجائے اس کے کہ معجزات کو دیکھ کر تسلیم کرتے اور کہتے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی سچائی کی دلیل ہے الٹا یہ کہا کہ جادوگر ہے۔ کس چیز کے نہ ماننے پر ڈراتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے قوم کے سامنے جو چیزیں بیان فرمائی ہیں ان میں سے پہلی چیز توحید ہے اور جتنے بھی پیغمبر تشریف لائے ہیں سب کی پہلی دعوت تھی يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ''اے میری قوم! رب تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔'' رب کا معنٰی ہے پالنے والا، تربیت کرنے والا۔ اگر کوئی رب کے مفہوم کو ہی سمجھ لے تو شرک کے

قریب نہ جائے۔ تربیت کیلئے بڑی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ خوراک کی ضرورت ہے کہ کوئی جاندار، نباتات خوراک کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ یہ خوراک رب تعالیٰ نے پیدا کی ہے، کوئی جاندار ہوا کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا یہ ہوا بھی رب تعالیٰ نے پیدا کی۔ غرضیکہ جتنی ضرورت کی چیزیں ہیں سب کی سب رب تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہیں تو کوئی اور معبود کس طرح بن گیا؟ اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰہُ بیشک تمہارا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ تمہارا پالنے والا، تربیت کرنے والا اللہ جلّ جلا لُہٗ ہے۔ اَلَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ چھ دنوں میں۔ چھ دنوں سے مراد چھ دن کا وقفہ ہے حقیقتاً دن مراد نہیں ہے۔ کیونکہ ہمارے ہاں تو دن کہتے ہیں سورج کے طلوع ہونے سے غروب ہونے تک کو کہ سورج طلوع ہوا تو دن ہو گیا اور غروب ہوا تو دن ختم ہو گیا۔ حالانکہ اس وقت نہ سورج تھا، نہ چاند تھا، نہ آسمان تھا، نہ زمین تھی۔ تو چھ دنوں کا وقفہ مراد ہے اور اس طرح پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کی سنت ہے ورنہ اس کی قدرت یہ ہے کہ ایک دن میں پیدا کرسکتا ہے اور فنا بھی کرسکتا ہے اِنَّمَآ اَمْرُہٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنَ [یٰسین:۸۲] ''بیشک اس کا حکم جب وہ ارادہ کرتا ہے کسی چیز کے بارے میں تو کہتا ہے اس کو ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے۔'' رہی یہ بات کہ قادر مطلق ہو کر بتدریج اور آہستہ آہستہ کیوں پیدا فرمایا ہے؟ تو اس سے مخلوق کو بتلایا ہے کہ دنیا میں ہر کام آہستہ آہستہ ہونا ہے۔ قادر مطلق ہو کر میں نے زمین آسمان چھ دنوں میں پیدا فرمائے ہیں لہٰذا تم بھی جو کام کرو آہستہ آہستہ کرنا ہے۔

استوی علی العرش کا مطلب :

ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ پھر وہ مستوی ہوا عرش پر۔ عرش پر وہ کیسے مستوی ہے؟

کیونکہ مستوی کا معنی ہے بیٹھنا۔ دیکھو! میں چھوٹی سی گدی پر بیٹھا ہوں اور تم ان دریوں پر بیٹھے ہو۔ کسی وقت آدمی کرسی پر بیٹھتا ہے، کسی وقت چارپائی پر، کسی وقت صف پر اور کبھی زمین پر اور کبھی آدمی پلنگ پر بیٹھتا ہے۔ حضرت امام مالکؒ امام دارالھجرت ہیں۔ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، مدینہ منورہ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ ان سے ان کے شاگردوں نے پوچھا حضرت! رب عرش پر کیسے مستوی ہے؟ حضرت امام مالکؒ نے فرمایا بیٹو یاد رکھو! اَلْاِیْمَانُ بِهٖ وَاجِبٌ اس پر ایمان لانا ضروری ہے وَکَیْفِیَّتُهٗ مَجْهُوْلَةٌ اور اس کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں ہے۔ ہم یہی کہہ سکتے ہیں جو استوی اس کی شان کے لائق ہے وَالسُّوَالُ عَنْهُ بِدْعَةٌ اور اس کے متعلق سوال کرنا یعنی بار بار پوچھنا بدعت ہے اس کے قریب نہ جاؤ۔ محترم ساتھیو! ہم اس کی باقی صفات کب سمجھ سکتے ہیں مثلاً وہ سنتا ہے مگر کان نہیں ہیں، وہ دیکھتا ہے لیکن مخلوق کی طرح آنکھیں نہیں ہیں، بولتا ہے لیکن ہماری طرح ہونٹ اور دانت نہیں ہیں بِیَدِهِ الْمُلْکُ میں ایک ہاتھ کا ذکر ہے۔ کہ اس کے ہاتھ میں شاہی ہے بَلْ یَدٰهُ مَبْسُوْطَتَانِ دو ہاتھوں کا ذکر ہے کہ اس کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں۔ اب اس کے ہاتھ کیسے ہیں؟ ہم نہیں سمجھ سکتے بس یہی کہیں گے جو اس کی شان کے لائق ہیں۔ اور رحمٰن کے بارے میں جس طرح یہ عقیدہ رکھنا ہے کہ وہ عرش پر مستوی ہے اسی طرح یہ بھی ماننا اور تسلیم کرنا ہے کہ وَهُوَ مَعَکُمْ اَیْنَ مَا کُنْتُمْ [الحدید:۴] ''اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو۔'' صرف عرش پر ہی نہیں ماننا۔ اس کا ارشاد ہے نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ [ق:۱۶] ''اور ہم زیادہ قریب ہیں اس سے اسکی دھڑکتی ہوئی رگ سے۔'' حبل الورید رگِ جان، جس کو شاہ رگ کہتے ہیں جو دل سے دماغ تک جاتی ہے۔ رب اس سے بھی زیادہ قریب ہے۔ یہ تمام باتیں قرآن پاک میں موجود

ہیں یُدَبِّرُ الْاَمْرَ وہ تدبیر کرتا ہے ہر کام کی۔ زمین وآسمان کا مدبر وہی ہے، خدائی اختیارات اس نے کسی کو نہیں دیئے اور یہ سب غلط نظریے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بزرگوں کو سارے جہان کی تدبیر کے اختیارات دے دیئے ہیں۔

احمد رضا خان بریلوی کے شرکیہ اشعار اور انکا رد :

جیسے احمد رضا خان بریلوی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے بارے میں کہتے ہیں......

ذی تصرف بھی ہے ، ماذون بھی ہے ، مختار بھی ہے
کار عالم کا مدبر بھی ہے عبد القادر

[حدائق بخشش، ص۱۹، ج دوم]

کہ اللہ تعالیٰ نے سارے اختیارات سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ کو دے دیئے ہیں ،وہی سارا نظام چلاتے ہیں، العیاذ باللہ۔ اس سے بڑا کفر اور کیا ہوگا۔ تو یاد رکھنا! مدبر صرف پروردگار ہے۔ اور ''الامن والعلی'' ص۸۵ میں لکھتے ہیں آفتاب طلوع نہیں کرتا جب تک کہ حضور سیدنا غوث اعظم پر سلام نہ کرے لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

سوال یہ ہے کہ سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ کی ولادت ۴۹۴ھ میں ہوئی ہے اور وفات ۵۶۱ھ میں ہوئی ہے۔ اس سے پہلے جہان کا مدبر کون تھا؟ اور اس سے پہلے سورج کس کو سلوٹ مارتا تھا یا اس سے پہلے سورج طلوع ہی نہیں ہوتا تھا؟ لہٰذا یہ سب غلط نظریات ہیں۔ جہان کا مدبر صرف رب تعالیٰ ہے۔ اور اس بات کو کافر بھی مانتے تھے کہ سارے جہان کی تدبیر رب تعالیٰ ہی کرتا ہے۔ قرآن پاک میں ہے مَنْ یُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَیَقُوْلُوْنَ اللّٰہُ [سورۃ یونس] ''کون تدبیر کرتا ہے کاموں کی تو وہ بولیں گے کہ اللہ'' اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مَا مِنْ شَفِیْعٍ اِلَّا مِنْ بَعْدِ اِذْنِہٖ نہیں ہے کوئی سفارشی مگر اللہ تعالیٰ کی اجازت کے

بعد۔ یعنی اس کے بعد کوئی سفارش کر سکے گا اس سے پہلے کوئی نہیں کر سکتا۔ قیامت کے دن جب ساری کائنات پریشان ہوگی تو آنحضرت ﷺ سجدے میں گر پڑیں گے اور اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو وہ تسبیحات بتلائیں گے جواب آپ ﷺ کو معلوم نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے یَامُحَمَّد اِرْفَعْ رَاْسَکَ اِشْفَعْ تُشَفَّعْ "اے محمد! سر اٹھایئے آپ کو سفارش کرنے کی اجازت ہے، تمہاری سفارش قبول کی جائے گی۔" اس کو شفاعت کبریٰ کہتے ہیں۔ تو آنحضرت ﷺ بھی سفارش رب تعالیٰ کی اجازت سے کریں گے۔ رب تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی فرشتہ، نہ کوئی پیغمبر، نہ کوئی اور دم مار سکتا ہے۔ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ یہی ہے تمہارا اللہ، تمہارا پروردگار فَاعْبُدُوْہُ پس تم اسی کی عبادت کرو اَفَلَا تَذَکَّرُوْنَ کیا پس تم نصیحت حاصل نہیں کرتے، یہ باتیں تمہیں سمجھ نہیں آتیں اِلَیْہِ مَرْجِعُکُمْ جَمِیْعًا اسی کی طرف ہے تم سب کا لوٹنا وَعْدَ اللّٰہِ حَقًّا اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ سب نے اس کے سامنے پیش ہونا ہے۔ اِنَّہٗ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُہٗ بیشک وہی مخلوق کو پیدا کرتا ہے پھر اس کو لوٹائے گا۔ اگر تم اس کے لوٹانے میں شک کرتے ہو تو پھر یہ بھی کہو کہ ہمیں رب تعالیٰ نے پیدا نہیں کیا اور اس کا تم انکار نہیں کر سکتے کہ رب تعالیٰ خالق نہیں ہے بلکہ اسی کو خالق مانتے ہو۔ تو پھر یہ بھی تسلیم کرو کہ وہی لوٹائے گا۔ کیوں؟ لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ تاکہ بدلہ دے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور عمل اچھے کیے بِالْقِسْطِ انصاف کے ساتھ۔

اللہ تعالیٰ کی حکومت اندھیر نگری نہیں :

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حکومت اندھیر نگری نہیں ہے کہ نیک کو نیکی کا بدلہ نہ دے اور برے کو سزا نہ ملے۔ کیونکہ دنیا میں تو کتنے شریر ایسے ہیں کہ ان کو ان کے شر کے مطابق سزا نہیں ملتی اور کتنے نیک ایسے ہیں کہ ان کو نیکی کی جزا نہیں ملتی۔ اوروں کو تو

چھوڑیئے آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی سے زیادہ نیک دنیا میں کوئی نہیں ہے اور حال یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ تین دن مسلسل ہمیں روٹی سالن کیساتھ کبھی نہیں ملی اور دو، دو ماہ آپ ﷺ کے چولہے میں آگ نہیں جلتی تھی۔ کیونکہ پکانے کیلئے کچھ نہیں ہوتا تھا۔ آج ہم تو اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ہمارے گھروں میں چار دن آگ نہ جلے تو عورتیں ہمیں کچا کھا جائیں۔ پوچھنے والے نے پوچھا تم کیا کرتے تھے؟ فرمایا ردی کھجوریں مل جاتیں تھیں وہ کھا لیتے تھے، پانی پی کر گزارہ کر لیتے تھے۔ انصار مدینہ کے کچھ لوگ آپ ﷺ کو کبھی دودھ ہدیہ کے طور پر بھیج دیتے تھے دودھ پی کر گزارہ کر لیتے تھے۔ اگر قیامت نہ آنی ہو تو معاذ اللہ نیکوں کو بدلہ تو نہ ملا اور بروں کو صحیح معنوں میں برائی کی سزا تو نہ ملی۔ پھر معاذ اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ کی حکومت سکھا شاہی ہوئی کہ نہ کافروں کو بدلہ نہ نیکوں کو بدلہ۔ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا اور وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا لَھُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِیْمٍ ان کیلئے پینا ہوگا کھولتا ہوا پانی۔ اتنا گرم کہ ہونٹ کیساتھ لگائیں گے تو یَشْوِی الْوُجُوْہ ہونٹ جل جائیں گے۔ پھر وہ گھونٹ گھونٹ کر کے پیٹ میں ڈالیں گے۔ جب چند قطرے پیٹ میں جائیں گے قَطَّعَ اَمْعَائَھُمْ وہ انتڑیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے پاخانے کے راستے نکال دے گا۔ یہ سب قرآن پاک میں ہے۔ وَعَذَابٌ اَلِیْمٌ اور عذاب ہوگا دردناک بِمَا کَانُوْا یَکْفُرُوْنَ اس لئے کہ وہ کفر کرتے تھے۔ لہٰذا قیامت ضرور قائم ہوگی تاکہ نیک کو نیکی کا بدلہ ملے اور برے کو برائی کا۔

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ

الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ
السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ یُفَصِّلُ
الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ﴿۵﴾ اِنَّ فِی اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا
خَلَقَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَّقُوْنَ ﴿۶﴾ اِنَّ
الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَاطْمَاَنُّوْا
بِهَا وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنْ اٰیٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ﴿۷﴾ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ
بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴿۸﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
یَهْدِیْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِیْمَانِهِمْ ۚ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِیْ
جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ﴿۹﴾ دَعْوٰىهُمْ فِیْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِیَّتُهُمْ
فِیْهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۰﴾

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وہی اللہ ہے جس نے بنایا ہے سورج کو روشن وَّالْقَمَرَ نُوْرًا اور چاند کو نور وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ اور مقرر کی ہیں اس کیلئے منزلیں لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ تاکہ جان لو تم سالوں کی گنتی اور حساب مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ نہیں پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے اس کو اِلَّا بِالْحَقِّ مگر حق کیساتھ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ وہ تفصیل سے بیان کرتا ہے آیتیں لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ اس قوم کیلئے جو جانتی ہے اِنَّ فِی اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ بیشک رات اور دن کے

بدلنے میں وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آسمانوں اور زمین میں لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَّقُوْنَ البتہ نشانیاں ہیں اس قوم کیلئے جو پرہیزگار ہے اِنَّ الَّذِیْنَ بیشک وہ لوگ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَ نَا جو نہیں امید رکھتے ہماری ملاقات کی وَرَضُوْا بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا اور راضی ہو گئے ہیں وہ دنیا کی زندگی پر وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا اور وہ مطمئن ہو گئے ہیں اس زندگی پر وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنْ اٰیٰتِنَا غٰفِلُوْنَ اور وہ لوگ جو ہماری آیتوں سے غافل ہیں اُولٰٓئِکَ مَاْوٰهُمُ النَّارُ یہی لوگ ہیں کہ ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ بسبب اس کے جو وہ کماتے رہے ہیں اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل کئے اچھے یَهْدِیْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِیْمَانِهِمْ رب تعالیٰ ان کو ہدایت پر قائم رکھے گا ان کے ایمان کیوجہ سے تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ جاری ہونگی ان کے نیچے سے نہریں فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ نعمتوں کے باغوں میں دَعْوٰهُمْ فِیْهَا اور پکار ان کی ان باغوں میں سُبْحٰنَکَ اللّٰهُمَّ اے اللہ تیری ذات پاک ہے وَتَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلٰمٌ اور ملاقات ان کی اس کے اندر سلام ہوگا وَاٰخِرُ دَعْوٰهُمْ اور ان کی آخری دعا ہوگی اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیت کے دلائل:

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور وحدانیت سمجھانے کیلئے مخلوق کی توجہ مختلف چیزوں کی

طرف دلائی اور اس طرف بھی توجہ دلائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور احسانات کو سمجھو۔ ارشاد ہے..... هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وہی اللہ ہے جس نے بنایا ہے سورج کو روشن۔ سورج کی روشنی کا فائدہ ساری دنیا جانتی ہے۔ یہاںتک کہ چھوٹے بچے بھی سمجھتے ہیں۔ کوئی شخص سورج کی روشنی سے اور اس کے ذریعے فصلوں، میوے اور پھلوں کے پکنے سے انکار نہیں کر سکتا۔ وَّالْقَمَرَ نُوْرًا اور چاند کو نور بنایا ہے وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ اور مقرر کی ہیں اس کیلئے منزلیں۔ ۲۹ یا ۳۰، کبھی چھوٹا ہوتا ہے کبھی بڑا ہوتا ہے لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ تا کہ جان لو تم سالوں کی گنتی اور حساب۔ دنیا میں دو قسم کے حساب ہیں۔ ایک کا تعلق سورج کیساتھ اور ایک کا چاند کیساتھ ہے۔ جنوری، فروری، مارچ، اپریل وغیرہ کا تعلق سورج کیساتھ ہے اور جیٹھ، ہاڑ، ساون وغیرہ جو ہندی مہینے ہیں ان کا تعلق بھی سورج کیساتھ ہے اور جو اسلامی مہینے ہیں محرم، صفر، ربیع الاول وغیرہ یہ چاند کے لحاظ سے ہیں۔ ہماری عبادات کا تعلق دونوں کیساتھ وابستہ ہے۔ مثلاً رمضان المبارک کا مہینہ ہے اس کا تعلق چاند کیساتھ ہے۔ رمضان المبارک کا چاند چڑھے گا تو لوگ روزہ رکھیں گے، شوال کا چاند طلوع ہوا تو ہم نے عید کرلی۔ اسی طرح ذوالحجہ کا چاند طلوع ہوگا تو حج کے احکام کی تیاری ہوگی اور نو ذوالحجہ کو حج ہوگا۔ ہماری نمازوں کے اوقات، روزہ رکھنے اور افطار کرنے کا تعلق سورج کیساتھ ہے۔ آج ہم نے جس وقت پر نماز پڑھی ہے چند دن کے بعد نماز کا وقت آگے کرنا پڑے گا تو چونکہ ہماری عبادات کا تعلق چاند اور سورج کے حساب سے ہے اس لئے فقہاء کرامؒ فرماتے ہیں کہ حساب کا علم جاننا فرض کفایہ ہے۔ اگر کسی جگہ کے مسلمانوں کو ان کا حساب نہیں آتا تو وہاں کے سارے لوگ گنہگار ہیں۔ لیکن اگر کچھ لوگ ایسے ہیں کہ ان کو چاند سورج کے حساب کا علم ہے تو باقی لوگ گناہ سے بچ جائیں گے۔ جیسے

تبلیغ فرض کفایہ ہے فرض عین نہیں ہے کہ ہر بندے پر فرض ہو۔ فرض کفایہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر کچھ افراد تبلیغ کر رہے ہیں تو باقی گناہ سے بچ جائیں گے اور اگر کسی مقام پر کوئی بھی تبلیغ نہیں کرتا تو سارے گنہگار ہیں۔ بہرحال چاند کے حساب کو، سورج کے حساب کو یاد رکھنا ہے کیونکہ ہماری عبادات اس پر موقوف ہیں کہ کس وقت صبح صادق ہوگی؟ اشراق کس وقت پڑھنی ہے؟ سورج کس وقت غروب ہوگا کہ مغرب پڑھنی ہے، روزہ افطار کرنا ہے۔ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِکَ اِلَّا بِالْحَقِّ نہیں پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے اس کو مگر حق کیساتھ۔ سورج بھی تمہارے فائدے کیلئے ہے اور چاند بھی تمہارے فائدے کیلئے ہے۔ دنیا کی ہر چیز تمہارے فائدے کیلئے ہے یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ وہ تفصیل سے بیان کرتا ہے آیتیں اس قوم کیلئے جو جانتی ہے، علم سے فائدہ حاصل کرتی ہے اور جس نے آنکھیں بند کر لی ہیں اس کیلئے کچھ بھی نہیں ہے۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے چاند سورج کا انعام ہونا بتایا ہے آگے قدرت کی دلیلیں بیان فرمائی ہیں۔ فرمایا اِنَّ فِی اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ بیشک رات اور دن کے بدلنے میں۔ رات بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے وَالنَّوْمَ سُبَاتًا۔ اگر چند دن آدمی کو نیند نہ آئے تو کلی طور پر پاگل ہو جائے گا یا نیم پاگل تو ضرور ہو جائیگا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں میں نیند کا ذکر فرمایا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بندہ ہر وقت سویا رہے۔ نہ نماز روزے کا خیال ہو، نہ ڈیوٹی کا خیال ہو۔ اپنے وقت پر سونا نعمت ہے اور اپنے وقت پر جاگنا عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے آسمانوں اور زمین میں۔ چاند، سورج، ستارے بیشمار چیزیں آسمانوں میں پیدا کی ہیں اور زمین میں پہاڑ، میدان، دریا، درخت، انسان، حیوان، کیڑے مکوڑے، پھل فروٹ، اناج، عجیب قسم کے پھول،

ترکاریاں اور فصلیں پیدا فرمائی ہیں۔ یہ تمام چیزیں لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَّقُوْنَ البتہ نشانیاں ہیں اس قوم کیلئے جو پرہیز گار ہے۔اس کی وحدانیت کی دلیلیں ہیں اور اس کے انعامات ہیں اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَ نَا بیشک وہ لوگ جو نہیں امید رکھتے ہماری ملاقات کی یعنی قیامت کے قائل نہیں ہیں وَرَضُوْا بِالْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا اور راضی ہو گئے ہیں وہ دنیا کی زندگی پر وَاطْمَاَنُّوْا بِہَا اور وہ مطمئن ہو گئے ہیں اس زندگی پر۔اس طرح کہ نہ نماز کا خیال ہے، نہ حلال حرام کی پرواہ ہے۔بس یہی خیال ہے کہ دنیا آئے چاہے جس طرح آئے۔قرآن اس کی تردید کرتا ہے، حدیث اس کی تردید کرتی ہے۔اور ایک ہے فرائض واجبات کا خیال رکھتے ہوئے جائز طریقے سے مال کمانا اور یہ بات میں کئی دفعہ سمجھا چکا ہوں کہ اس سے شریعت نہیں روکتی، جائز ملازمت ہے، مزدوری ہے، صنعت وزراعت ہے۔جائز قسم کے جتنے بھی پیشے ہیں سب صحیح ہیں وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَنْ اٰیٰتِنَا غٰفِلُوْنَ اور وہ لوگ جو ہماری آیتوں سے غافل ہیں اُولٰٓئِکَ مَاْوٰھُمُ النَّارُ یہی لوگ ہیں کہ ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔یعنی جو لوگ قیامت کی امید نہیں رکھتے دنیا کی زندگی پر راضی اور مطمئن ہیں اور آخرت کی فکر نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے غافل ہیں۔ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔کیوں؟ بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ بسبب اس کے جو وہ کماتے رہے ہیں۔اس کا پھل ان کو ملے گا۔ہر آدمی اس بات کو جانتا ہے۔شاعر کہتا ہے......

؎ از مکافات عمل غافل مشو

گندم از گندم بروید جو از جو

''بندے عمل کے نتیجے سے غافل نہ ہو گندم بوئے گا گندم کاٹے گا، جو بوئے گا جو کاٹے گا۔'' نیکی کرے گا اس کا پھل پائے گا، بدی کرے گا اس کا پھل پائے گا۔لیکن

معاف کرنا آج ہمارا ذہن کچھ ایسا بن گیا ہے کہ بوتے کچھ ہیں اور امید کسی اور کی رکھتے ہیں۔ بلکہ بوتے کچھ بھی نہیں اور کہتے ہیں کاٹیں گے سب کچھ، عمل کے قریب نہیں جاتے اور امیدیں یہ ہیں کہ ہمیں جنت میں سب کچھ ملے گا، جنت کے ہم وارث ہیں۔ جو آدمی کبھی نماز روزے کے قریب نہیں گیا مرنے کے بعد اس کو بہشتی کہتے ہیں۔ غافلوں کے برعکس فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کئے کیونکہ محض دعویٰ ایمان سے کچھ نہیں بنتا ساتھ اچھے عمل بھی چاہئیں یَھْدِیْھِمْ رَبُّھُمْ بِاِیْمَانِھِمْ. رب تعالیٰ ان کو ہدایت پر قائم رکھے گا اور ان کو پہنچائے گا ان کے ایمان کیوجہ سے تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھِمُ الْاَنْھٰرُ جاری ہونگی ان کے نیچے نہریں فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ نعمتوں کے باغوں میں۔

جنت کی نعمتوں کا تذکرہ :

وہاں نعمتیں ہی نعمتیں ہوں گی اور خوشیاں ہی خوشیاں ہوں گی، جنت کا درخت نہ تو کبھی سوکھے گا اور نہ ہی اس کا پھل کبھی ختم ہوگا نہ اس کے پتے جھڑیں گے لَا مَقْطُوْعَةٍ وَّ لَا مَمْنُوْعَةٍ[سورۃ الواقعہ:۳۳،۳۴] ''نہ وہ قطع کئے جائیں گے اور نہ روکے جائیں گے۔'' پھل توڑے گا دوسرا لگ جائے گا، پینے کیلئے جنت میں نہریں ہونگی، شراب طہور کی اور دودھ کی نہریں ہونگی، خالص پانی کی نہریں ہونگی، شہد کی نہریں اور رقبہ اتنا وسیع ہوگا کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک ایک جنتی کو اتنا زیادہ رقبہ ملے گا کہ ایک ایک مکان ساٹھ ساٹھ میل میں پھیلا ہوا ہوگا، اس میں بے شمار کمرے ہونگے ان میں قالینیں بچھی ہوئی ہونگی، تکیے لگے ہوئے ہوں گے۔ نہ وہاں کسی کے سر درد ہوگا، نہ پیٹ درد، نہ بخار بغیر محنت اور مشقت کے سب کچھ ملے گا جو خواہش کریں گے پوری ہوگی اگر وہاں اپنے کسی دوست کو

ملنے کی خواہش کریں گا تو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اسی وقت اڑ کے اس کے پاس پہنچ جائے گا ایک لمحہ کی تاخیر نہیں ہوگی دَعْوٰهُمْ فِيْهَا اور پکاران کی جنت کے باغوں میں سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ ہوگی، اے اللہ تیری ذات پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ تسبیح غیرارادی طور پر جنتیوں کی زبان پر جاری ہوجائے گی۔ جس طرح سانس انسان کو الہام کیا گیا ہے کہ ہم ہروقت سانس لیتے رہتے ہیں، سوتے ہوئے، جاگتے ہوئے، چلتے پھرتے، بیٹھے ہوئے، لیٹے ہوئے اور تکلیف نہیں ہوتی۔ اسی طرح وہاں سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ بغیر کسی تکلیف کے ادا کرتے رہیں گے۔ وہاں تکلیفی زندگی نہیں ہے۔ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ اور ملاقات ان کی اس کے اندر سلام ہوگا۔ جنتی آپس میں ملاقات کریں گے، جی آیاں نوں کریں گے تو کہیں گے سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ فرشتے بھی سلام کریں گے، جنت میں حوریں بھی ملیں گی اور غلمان جنتی بچے ملیں گے خدمت کیلئے، پروردگار کی طرف سے بھی سلام ہوگا سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ الرَّحِيْمِ [سورۃ یسین] جنت میں داخلے کے وقت سے ہی سلام شروع ہوجائے گا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ [سورۃ الزمر: ۷۳] ''اور کہیں گے اس کے داروغے سلام ہوتم پر، خوش رہو داخل ہوجاؤ جنت میں ہمیشہ رہنے والے'' وہاں کوئی خطرہ نہ فکر ہوگی، نہ کوئی بیماری نہ کوئی جھگڑا، پوری جنت میں ایک تھانیدار بھی نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس کی ضرورت ہی نہیں ہوگی۔ دلوں سے اللہ تعالیٰ کدورت نکال دیں گے دل شیشے کی طرح صاف ہونگے۔ ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی راحت اور آرام کیساتھ نصیب ہوگی۔ جنتی جب مجلس برخاست کریں گے تو وَاٰخِرُ دَعْوٰهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اور ان کی آخری دعا ہوگی کہ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ جس نے اپنے فضل وکرم سے ہمیں یہاں پہنچایا ہے۔

وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ إِلَيْهِمْ أَجَلُهُمْ ۖ فَنَذَرُ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿۱۱﴾ وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْبِهِ أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَائِمًا فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهُ مَرَّ كَأَنْ لَمْ يَدْعُنَا إِلَىٰ ضُرٍّ مَسَّهُ ۚ كَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۲﴾ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوا ۙ وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ وَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ ﴿۱۴﴾

وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اور اگر اللہ تعالیٰ جلدی کرے لوگوں کیلئے برائی کو اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ جیسا کہ وہ جلدی طلب کرتے ہیں خیر کو لَقُضِيَ إِلَيْهِمْ أَجَلُهُمْ تو البتہ فیصلہ کر دیا جائے ان کی طرف ان کی عمروں کا فَنَذَرُ الَّذِينَ پس ہم چھوڑتے ہیں ان لوگوں کو لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا جو نہیں امید رکھتے ہماری ملاقات کی فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ وہ اپنی سرکشی میں سرگردان ہو رہے ہیں وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ الضُّرُّ اور جب پہنچتی ہے انسان کو کوئی تکلیف دَعَانَا لِجَنْبِهِ تو وہ پکارتا ہے ہمیں اپنے پہلو کے بل أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَائِمًا یا بیٹھا ہوا یا کھڑا ہوا فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهُ پس جب ہم کھول دیتے ہیں اس سے اس کی تکلیف کو مَرَّ كَأَنْ لَمْ يَدْعُنَا تو وہ گذرتا ہے گویا کہ اس نے ہمیں پکارا ہی نہیں إِلَىٰ ضُرٍّ مَسَّهُ

کسی تکلیف کی طرف جو اس کو پہنچی تھی کَذٰلِکَ زُیِّنَ لِلْمُسْرِفِیْنَ اسی طرح مزین کیا گیا ہے مسرفوں کیلئے مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ وہ جو کچھ کیا کرتے تھے وَلَقَدْ اَھْلَکْنَا الْقُرُوْنَ اور البتہ تحقیق ہم نے ہلاک کیا ہے کئی قوموں کو مِنْ قَبْلِکُمْ تم سے پہلے لَمَّا ظَلَمُوْا جب کہ انہوں نے ظلم کیا وَجَاءَتْھُمْ رُسُلُھُمْ بِالْبَیِّنٰتِ اور آئے ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل کیساتھ وَمَا کَانُوْا لِیُؤْمِنُوْا اور نہیں تھے وہ لوگ کہ وہ ایمان لاتے کَذٰلِکَ نَجْزِی الْقَوْمَ الْمُجْرِمِیْنَ اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں مجرم قوم کو ثُمَّ جَعَلْنٰکُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ پھر ہم نے بنایا تم کو نائب زمین میں مِنْ بَعْدِھِمْ لِنَنْظُرَ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ تا کہ ہم دیکھیں کہ تم کیسا عمل کرتے ہو۔

پچھلے درس میں یہ بیان ہوا تھا کہ کافروں کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ جب دوزخ اور نار کا لفظ آتا تو قیامت کے منکر کہتے تھے کہ جو دوزخ اور آگ تم نے ہمارے لئے رکھی ہوئی ہے وہ لے آؤ نا، جلدی کرو! جزا سزا کا مذاق اڑاتے ہوئے ایک بے ایمان ہندو شاعر کہتا ہے کہ

ملے گی شیخ کو جنت ہمیں دوزخ عطا ہو
بس اتنی بات ہے جس کیلئے دوزخ بپا ہو

یعنی یہ بھی کوئی کام ہے۔ بھائی یہ تھوڑی بات ہے کہ رب تعالیٰ تجھے دوزخ میں ڈالے اور شیخ کو، نیک کو جنت میں بھیجے۔ یہ کوئی معمولی بات ہے کہ ہر ایک کو عمل کے مطابق اس کے انجام تک پہنچایا جائے۔

اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کے مطالبے پر شر بھیج دے تو کوئی نہ بچے :

وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اور اگر اللہ تعالیٰ جلدی کرے لوگوں کیلئے برائی کو۔ خیر کو شر سے بدل دے اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ جیسا کہ وہ جلدی طلب کرتے ہیں خیر کو۔ مال مانگتے ہیں، اولاد مانگتے ہیں، صحت مانگتے ہیں، دنیا کی ترقی مانگتے ہیں اور رب تعالیٰ ان کو دیتا ہے۔ تو جسطرح وہ رب تعالیٰ سے خیر مانگتے ہیں اسی طرح اگر رب تعالیٰ ان کو شر دیدے تو لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ تو البتہ فیصلہ کر دیا جائے ان کی طرف ان کی عمروں کا کہ زندگی کی میعاد ختم کر دی جائے مگر نہیں۔ رب تعالیٰ نے ہر چیز کیلئے ایک وقت مقرر فرمایا ہے ہر آدمی کو رب تعالیٰ نے ایک وقت دیا ہے۔ ہر قوم کیلئے ایک وقت ہے وقت آنے پر سب کچھ ہوگا۔ ان کی جلدی مانگنے سے قیامت برپا نہیں ہوگی اور نہ ان کے انکار کرنے سے ٹل سکتی ہے۔

مشرکین مکہ توحید کی مخالفت میں اس حد تک آگے جا چکے تھے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو کہا اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ [سورۃ الانفال: ۳۲] "اے اللہ اگر یہ بات حق ہے تیری طرف سے تو پھر برسا دے ہم پر پتھر آسمان کی طرف سے یا لے آ ہمارے پاس کوئی دردناک عذاب۔" تاکہ میدان تیرے پیغمبر کیلئے صاف ہو جائے۔ مگر رب تعالیٰ بڑا حکیم ہے وہ اپنی باتوں کو خود ہی سمجھتا ہے، وہ اپنے افعال میں کسی کا پابند نہیں ہے اور بندوں کو اس کے فیصلوں پر راضی ہونا چاہئے۔

حدیث پاک میں ہے کہ "آنحضرت ﷺ نے فرمایا اپنی اولاد اور مال کیلئے بددعا نہ کرو ہوسکتا ہے کہ وہ قبولیت کا وقت ہو اور تمہاری بددعا قبول ہو جائے۔" اور یہ بھی فرمایا کہ

لَا یَتَمَنَّ اَحَدُکُمُ الْمَوْتَ ''تم میں سے کوئی آدمی موت کی تمنا نہ کرے۔'' تکالیف اور پریشانیوں سے تنگ آ کر کیونکہ رب تعالیٰ کا ایک فیصلہ ہے کہ فلاں نے فلاں وقت میں مرنا ہے اور یہ اس سے پہلے موت مانگ رہا ہے۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ رب تعالیٰ کے فیصلے پر راضی نہیں ہے۔حالانکہ مومن وہ ہے جو رب تعالیٰ کے فیصلے پر راضی ہو اور اگر خواہ مخواہ کوئی مجبوری ہے تو ان لفظوں کیساتھ دعا کرے اے پروردگار! اگر میرے لئے زندگی بہتر ہے تو مجھے زندگی عطا فرما اور اگر تیرے علم میں میرے لئے موت بہتر ہے تو مجھے موت دیدے، رب تعالیٰ کے حوالے کردے اپنی رائے نہ دے۔تو فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ جلدی کر دے لوگوں کے لئے برائی کو جیسا کہ وہ جلدی طلب کرتے ہیں خیر کو تو البتہ فیصلہ کر دیا جائے ان کی طرف ان کی عمروں کا، زندگی ختم کردی جائے۔فَنَذَرُ الَّذِیْنَ پس ہم چھوڑتے ہیں ان لوگوں کو لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَ نَا جو نہیں امید رکھتے ہماری ملاقات کی، قیامت پر ان کا ایمان نہیں ہے فِیْ طُغْیَانِھِمْ یَعْمَھُوْنَ وہ اپنی سرکشی میں سرگرداں ہو رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں مصلح بھیجے :

اللہ تعالیٰ نے سمجھانے اور اصلاح کرنے کیلئے پیغمبر بھیجے، کتابیں نازل فرمائیں ہیں اور ہر دور میں حق کی آواز پہنچانے والے بھی بھیجے ہیں۔کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرے تک حق نہیں پہنچا۔خصوصاً اس دور میں کہ ذرائع ابلاغ اور مواصلات نے دنیا کو ایک مٹھی (Galobal-Village، گلوبل ولیج) کر دیا ہے۔لیکن اگر کوئی شخص ضد کی وجہ سے اپنے غلط نظریات کو نہ چھوڑنا چاہے تو اس کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ایسے شخص کو تو رب تعالیٰ کے پیغمبر بھی نہیں منوا سکے۔نوح علیہ السلام کا بیٹا ضد پر اڑ گیا، صدیاں گذر گئیں نہیں منوا سکے، نوح علیہ السلام کی بیوی ضد پہ اڑ گئی کلمہ نہیں پڑھا۔نوح علیہ السلام جیسا اولوالعزم پیغمبر اپنی

بیوی کو کلمہ نہیں پڑھا سکا کیونکہ ضد اور ہٹ دھرمی کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ بس یہ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ حق کے مقابلہ میں کسی کے سینے میں ضد نہ پیدا فرمائے۔ کیونکہ ضد اور ہٹ دھرمی پیدا ہوگئی تو اس کو حق سمجھ نہیں آئے گا چاہے وہ سارے معجزے دیکھ لے۔ دیکھو چودھویں کا چاند تھا اور کافروں کا خاصا مجمع تھا آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ یہ چاند دو ٹکڑے ہو جائے تو ہم تیرے اوپر ایمان لے آئیں گے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ کام تو رب تعالیٰ کا ہے میں تو نہیں کر سکتا لیکن اگر اللہ تعالیٰ ایسا کر دے تو ایمان لے آؤ گے؟ کہنے لگے کیوں نہیں لائیں گے۔ آنحضرت ﷺ نے اس طرح ہاتھ سے اشارہ کیا۔ چاند کا ایک ٹکڑا مشرق کی طرف چلا گیا اور دوسرا مغرب کی طرف اور سب نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ ماننے کی بجائے کہنے لگے سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ [سورۃ القمر: ۲] "یہ جادو ہے جو مسلسل چلا آرہا ہے۔" وَكَذَّبُوْا "اور جھٹلایا انہوں نے" تو ضد بری چیز ہے۔ وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ اور جب پہنچتی ہے انسان کو کوئی تکلیف، دکھ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖۤ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا تو وہ پکارتا ہے ہمیں پہلو کے بل یا بیٹھا ہوا یا کھڑا ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انسان جب کسی بیماری اور تکلیف میں مبتلا ہو جائے تو ہمیں پکارتا ہے فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ پس جب ہم کھول دیتے ہیں اس سے اس کی تکلیف کو دور کر دیتے ہیں مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَاۤ تو وہ گذرتا ہے چلتا پھرتا ہے گویا کہ اس نے ہمیں کبھی پکارا ہی نہیں اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ کسی تکلیف کی طرف جو اس کو پہنچی تھی۔ بیمار ہوتا ہے، زندگی سے مایوس ہوتا ہے تو دعا کرتا ہے رب تعالیٰ کو پکارتا ہے کہتا ہے اے اللہ! مجھے صحت دیدے، میری بیماری دور کر دے۔ جب اللہ تعالیٰ صحت یاب کر دیتے ہیں اور چلنے پھرنے لگتا ہے تو اس طرح پھرتا ہے کہ گویا اس کو کبھی اللہ تعالیٰ کی ضرورت پڑی ہی نہیں ہے۔ یہ انسان کی خصلت اور عادت ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کَذٰلِکَ زُیِّنَ لِلْمُسْرِفِیْنَ مَاکَانُوْایَعْمَلُوْنَ اسی طرح مزین کیا گیا ہے مسرفوں کیلئے جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔ برے کام کرتے ہیں برے کاموں پر راضی ہیں، اچھے کاموں سے انہیں نفرت ہے۔ اللہ تعالیٰ مسرفین سے بچائے اور محفوظ رکھے۔

آگے اللہ تعالیٰ نے بروں کے انجام کا ذکر فرمایا ہے وَلَقَدْ اَھْلَکْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ قرن کے عربی لغت میں بہت سے معانی آئے ہیں مثلاً ایک معنیٰ اس کا صدی ہے۔ دوسرا معنیٰ جماعت اور آدمیوں کا گروہ ہے وغیرہ۔ اس مقام پر قرن کا معنیٰ جماعت ہے اور قرون کا معنیٰ جماعتیں۔ ترجمہ ہوگا اور البتہ تحقیق ہم نے ہلاک کیا ہے کئی جماعتوں اور قوموں کو تم سے پہلے۔ نوح علیہ السلام کی قوم، ہود علیہ السلام کی قوم، صالح علیہ السلام کی قوم، لوط علیہ السلام کی قوم، شعیب علیہ السلام کی قوم، آل فرعون وغیرہ کو لَمَّاظَلَمُوْا جب کہ انہوں نے ظلم کیا اللہ تعالیٰ کے حق میں کہ اس کیساتھ اوروں کو شریک ٹھہرایا کیونکہ اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ "بیشک شرک بڑا ظلم ہے۔" اور بندوں پر بھی انہوں نے بڑا ظلم کیا زیادتی کی تو جب انہوں نے ظلم کیا تو ہم نے ان کو ہلاک کر دیا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کہیں وہ بیچارے بے خبری میں نہ مارے گئے ہوں ان کو کسی شے کا علم نہ ہو، جائز ناجائز کا، حلال حرام کا، ایمان اور شرک کا؟ فرمایا نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے وَجَاءَتْھُمْ رُسُلُھُمْ بِالْبَیِّنٰتِ اور آئے ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل لیکر۔ اللہ تعالیٰ نے ہر قوم کی طرف قوم کی بولی میں سمجھانے والا بھیجا اور بڑے عرصے تک اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے ان کو سمجھایا حجت مکمل فرمائی عموماً غیر قوم کا نبی نہیں بھیجا انہی میں سے بھیجا تاکہ یہ نہ کہیں کہ ہم اس کی بولی نہیں سمجھتے تھے لیکن وَمَاکَانُوْالِیُؤْمِنُوْا اور نہیں تھے وہ لوگ کہ ایمان لاتے، کفر پر ڈٹے رہے کَذٰلِکَ نَجْزِی الْقَوْمَ الْمُجْرِمِیْنَ اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں مجرم قوم کو۔ تم جرم کرو گے تو تم بھی

سزا پاؤ گے۔ان قوموں کی ہلاکت کے بعد ثُمَّ جَعَلْنٰکُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ پھر بنایا ہم نے تم کو نائب زمین میں۔اے اس وقت زمین میں رہنے والو! ان کے بعد تمہیں زمین میں نائب اور خلیفہ کیوں بنایا مِنْ بَعْدِھِمْ لِنَنْظُرَ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ تا کہ ہم دیکھیں کہ تم کیسا عمل کرتے ہو۔اللہ تعالیٰ نے یہ واقعات اس لئے بیان فرمائے ہیں تا کہ کوئی بے خبری میں نہ رہے اور کل رب تعالیٰ کی عدالت میں یہ نہ کہہ سکے کہ میں جاہل تھا، بے خبری میں تھا مجھے کچھ معلوم نہ تھا لہذا میں بے قصور ہوں۔تو اللہ تعالیٰ نے پیغمبر، کتابیں اور اہل حق بھیج کر حجت پوری کر دی۔

وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیَاتُنَا بَیِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَیْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ؕ قُلْ مَا یَكُوْنُ لِیْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِیْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ ۚ اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۵﴾ قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَیْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۖ ؗ فَقَدْ لَبِثْتُ فِیْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶﴾ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰیٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۱۷﴾

وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیَاتُنَا اور جب پڑھی جاتی ہیں ان پر ہماری آیتیں بَیِّنٰتٍ صاف صاف قَالَ الَّذِیْنَ تو کہتے ہیں وہ لوگ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَ نَا جو نہیں امید رکھتے ہماری ملاقات کی ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَیْرِ هٰذَآ لے آ کوئی قرآن اس کے علاوہ اَوْ بَدِّلْهُ یا اس کو تبدیل کر دے قُلْ آپ کہہ دیں مَا یَكُوْنُ لِیْ نہیں ہے مجھے کوئی اختیار اَنْ اُبَدِّلَهٗ یہ کہ تبدیل کروں اس کو مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِیْ اپنی طرف سے اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ نہیں پیروی کرتا میں مگر اس چیز کی جو وحی کی جاتی ہے میری طرف اِنِّیْٓ اَخَافُ بیشک میں ڈرتا ہوں اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ اگر میں نے نافرمانی کی اپنے رب کی عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ بڑے دن کے عذاب سے قُلْ آپ کہہ دیں لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا مَا تَلَوْتُهٗ عَلَیْكُمْ نہ تلاوت کرتا میں اس قرآن کی تم پر وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ اور نہ پروردگار تمہیں بتاتا یہ قرآن فَقَدْ

لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا پس بیشک میں ٹھہر چکا ہوں تمہارے درمیان عمر کا ایک حصہ مِنْ قَبْلِهٖ اس سے پہلے اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا تم نہیں سمجھتے فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ پس کون زیادہ ظالم ہے اس شخص سے افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا جس نے افترا باندھا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ یا جھٹلایا اس کی آیتوں کو اِنَّهٗ لَايُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ بیشک شان یہ ہے کہ نہیں فلاح پائیں گے مجرم۔

اس سے پہلے سبق میں یہ بیان ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ان کے پاس واضح دلائل لیکر آئے لیکن وہ لوگ ایمان نہیں لائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر کے زمین میں تمہیں ان کا نائب اور خلیفہ بنایا تا کہ دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔ لیکن لوگوں کی ضد کا حال یہ ہے کہ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ اور جب پڑھی جاتی ہیں ان لوگوں پر ہماری آیتیں صاف صاف۔ کیونکہ ان کی زبان بھی عربی تھی اور قرآن کریم بھی عربی میں تھا اس لئے مطلب اور مفہوم کو سمجھتے تھے۔

قرآن کریم لغتِ قریش پر نازل ہوا ہے :

یہاں پر ایک ضروری بات سمجھ لیں۔ وہ یہ کہ قرآن کریم قریش کی لغت اور زبان میں ہی نازل ہوا ہے۔ دوسرے علاقوں کی زبانوں میں کچھ فرق تھا جس طرح یہاں کی پنجابی اور ہے، میانوالی کی اور ہے اور ملتان کی اور ہے۔ اسی طرح علاقے علاقے کی پشتو کا فرق ہے۔ تو دوسرے قبیلوں اور قریش کی لغت میں زبر زیر کا کچھ فرق تھا۔ مثلاً قریش پڑھتے ہیں يَعْلَمُوْنَ ''یٰ'' کی زبر کیساتھ اور دوسری بولی والے پڑھتے يِعْلَمُوْنَ 'یِ' کی زیر کیساتھ۔ تو انہوں نے کہا حضرت ہماری بولی کچھ اور ہے۔ آپ ﷺ نے ان کو اجازت دیدی کہ تم اپنی بولی میں قرآن پاک پڑھ لیا کرو معنیٰ نہیں بدلے گا۔ بعض لوگ يِقْصِدُ میں

صادٗ کی جگہ 'سین' پڑھتے تھے۔ فرمایا پڑھ لیا کرو معنیٰ میں فرق نہیں آئے گا۔ یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا یہانتک کہ حضرت عثمانؓ کا دور آیا۔

بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ روس کے علاقہ آذر بائیجان اور آرمینیا میں جنگیں جاری تھیں جہاد ہو رہا تھا مجاہدین کا آپس میں اختلاف ہو گیا۔ ایک نے پڑھا یَعْلَمُوْنَ 'ی' کے فتحہ کے ساتھ۔ دوسرے نے کہا یِعْلَمُوْنَ ہے 'ی' کے کسرہ کے ساتھ۔ اور اس پر خاصا اصرار اور تکرار ہوا۔ جسطرح یہاں ضاد، داد کا جھگڑا ہو جاتا ہے کہ اگر کوئی غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ پڑھے تو اس کیساتھ لڑائی شروع کر دیتے ہیں کہ تو نے دالین کیوں نہیں پڑھا؟ اور اگر ان سے پوچھو کہ تمہارا ضلع کون سا ہے تو ضلع کہیں گے دِلَّع نہیں کہیں گے، وضو کہتے ہیں وِدو نہیں کہتے، رمضان کہتے ہیں رمدان نہیں کہتے، فضیلت کہتے ہیں فدیلت نہیں کہتے، ناراض کہتے ہیں نارادنہیں کہتے، اگر کسی کو مرض لگ جائے تو یہ نہیں کہتا کہ مجھے مرد لگ گیا ہے۔ لیکن وَلَا الضَّالِّیْنَ پر جھگڑ پڑتے ہیں کہ مولوی صاحب تونے وَلَا الذَّالِیْن کیوں نہیں پڑھا؟ بھائی تم یہ لفظ روزمرہ بولتے ہو عرضی نولیس کہتے ہو عردی نولیس نہیں کہتے لیکن مولوی نے ضاد پڑھی ہے تو تم اس کے خلاف ہو گئے ہو۔ تو خیر اسی طرح ان لوگوں کے درمیان یَعْلَمُوْنَ، یِعْلَمُوْنَ پر جھگڑا ہو گیا۔ لوگوں نے عثمانؓ سے شکایت کی حضرت قرآن پاک کی لغت میں جھگڑا ہوا ہے اَصْلِحْ آپ اس قوم کی اصلاح فرمائیں۔ حضرت عثمانؓ چونکہ خلیفہ راشد تھے انہوں نے صرف قریش کی لغت رہنے دی اور باقی ساری لغتیں ختم کر دیں کہ قرآن کریم باقی لغتوں پر نہیں پڑھا جاسکتا تاکہ لڑائیاں ختم ہو جائیں۔ اور ان کی بات ہمارے لئے حجت ہے کیونکہ وہ خلیفہ راشد ہیں۔ امت کو فساد سے بچانے کیلئے انہوں نے یہ کام کیا ہے۔ یہ

ہمارے پاس جو قرآن ہے یہ لغت قریش کے مطابق ہے۔تو فرمایا وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیَاتُنَا بَیِّنٰتٍ جب ان پر پڑھی جاتی ہیں ہماری آیتیں صاف صاف قَالَ الَّذِیْنَ کہتے ہیں وہ لوگ لَا یَرْجُوْنَ لِقَاءَ نَا جو نہیں امید رکھتے ہماری ملاقات کی ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَیْرِ هٰذَآ لے آ کوئی قرآن اس کے علاوہ اور اگر یہی قرآن رکھنا ہے تو اَوْ بَدِّلْهُ یا اس کو تبدیل کر دے،اس میں ترمیم کر دے۔

مشرکوں کو توحید سے چڑتھی :

اس قرآن سے ان کو کیا تکلیف تھی اور اس میں وہ کیا ترمیم چاہتے تھے؟اس کا ذکر اس مقام پر نہیں ہے۔اس کا ذکر دوسرے مقام پر ہے کہ وہ کیا تبدیلی چاہتے تھے۔سب سے پہلے وہ توحید کے مسئلہ میں تبدیلی چاہتے تھے سورۃ الصّٰفّٰت آیت نمبر ۳۵ میں ہے اِنَّهُمْ کَانُوْا اِذَا قِیْلَ لَهُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یَسْتَکْبِرُوْنَ ''بیشک یہ لوگ کہ جب ان کے سامنے کہا جاتا ہے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تو تکبر کرتے ہیں۔''یعنی جب ان کے سامنے وحدہٗ لاشریک لہٗ کا مسئلہ پیش کیا جاتا ہے تو اچھلتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس نے سب خداؤں کی نفی کر دی ہے اور سورۃ ص آیت نمبر ۵ میں ہے اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ''کیا کر دیا ہے اس نے تمام معبودوں کو ایک ہی معبود؟ بیشک یہ عجیب چیز ہے۔''یہ کہتا ہے کہ صرف ایک خدا ہے،صرف ایک حاجت روا ہے،صرف ایک مشکل کشا ہے،صرف ایک ہی فریاد رس ہے تو یہ جو ہمارے خدا ہیں یہ کدھر گئے؟ یاد رکھنا! قریش مکہ،مشرکین مکہ کو آنحضرت ﷺ کی ذات سے کوئی اختلاف نہیں تھا آپ کو تو وہ صادق و امین مانتے تھے۔ سورۃ الانعام آیت نمبر ۳۳ میں ہے فَاِنَّهُمْ لَا یُکَذِّبُوْنَکَ وَلٰکِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ ''پس بیشک یہ لوگ نہیں جھٹلاتے آپ کو لیکن ظالم لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا

انکار کرتے ہیں۔" ابوجہل نے آنحضرت ﷺ کے منہ پر کہا تھا لَا نُکَذِّبُکَ وَلٰکِنْ نُکَذِّبُ بِالَّذِیْ جِئْتَ بِہٖ "ہم تجھے نہیں جھٹلاتے اور لیکن ہم جھٹلاتے ہیں اس کو جو آپ لیکر آئے ہیں۔" جو آپ سبق پڑھاتے ہیں وہ جھوٹا ہے۔ تو وہ کہتے تھے کہ مسئلہ توحید میں ترمیم کر کے پھر ہم مانیں گے۔ جواب دیا گیا قُلْ آپ انکو کہہ دیں مَا یَکُوْنُ لِیْ نہیں ہے مجھے کوئی اختیار اَنْ اُبَدِّلَہٗ مِنْ تِلْقَآءِ نَفْسِیْ یہ کہ میں تبدیل کروں اس کو اپنی طرف سے۔ یہ رب تعالیٰ کا کلام ہے اس نے نازل کیا ہے، جبرائیل علیہ السلام لیکر آئے ہیں، میں اس میں تبدیلی کا قطعاً مجاز نہیں ہوں اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰی اِلَیَّ نہیں پیروی کرتا میں مگر اس چیز کی جو وحی کی جاتی ہے میری طرف۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو پیغام میری طرف آتا ہے میں اس کی پیروی کرتا ہوں اس کو بدلنے کا مجھے اختیار نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا وہی کلام پاک ہے جو لوح محفوظ میں وہاں سے جبرائیل علیہ السلام لیکر آئے ہیں اور آپ ﷺ نے امت کے سامنے پیش کیا۔ الحمدللہ تعالیٰ آج ہمارے سامنے وہی قرآن کریم موجود ہے۔

حلال وحرام کا امتیاز صرف اللہ تعالیٰ کو ہے :

قرآن بنانا، شریعت بنانا پیغمبر کا کام نہیں۔ ابوجہل کی لڑکی حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مسلمان ہو کر ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کیساتھ نکاح کا ارادہ کیا۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو بلایا اور فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو جویریہ کیساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے۔ کہنے لگے حضرت! ارادہ تو ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا علی! اَلَسْتُ اُحَرِّمُ حَلَالًا وَلَا اُحِلُّ حَرَامًا "جو چیز حلال ہے میں اس کو حرام نہیں کر سکتا اور جو چیز حرام ہے میں اس کو حلال نہیں کر سکتا۔" یہ رشتہ تیرے لئے حلال ہے مگر میں فاطمہ کا باپ ہوں اور بحیثیت باپ کے مجھے اپنی بیٹی کے متعلق کچھ فکر لاحق ہے۔ وہ یہ کہ میری بیٹی کا مزاج نرم

ہے اور ابو جہل کے خاندان کا مزاج سخت ہے۔ اور ظاہر بات ہے کہ جب گھر میں مزاج ایک جیسے نہ ہوں تو وہ گھر عذاب بنا رہتا ہے، ہر وقت لڑائی رہتی ہے۔ اگر کوئی نہ مانے تو اس کا کوئی علاج نہیں جسطرح میراثی کو کسی نے کہا تمہارا جھگڑا ختم کیوں نہیں ہوتا؟ کہنے لگا کہ ہم ایک دوسرے کی نوک جھوک کو سمجھتے ہیں۔ لہٰذا اگر تو نے اس کے ساتھ نکاح کرنا ہے تو میری بیٹی کو طلاق دیدے۔ حضرت علی ﷛ نے جب طلاق کا لفظ سنا تو کہا کہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زندگی میں اور نکاح نہیں کرونگا۔ آنحضرت ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے چھ ماہ بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دنیا سے رخصت ہوئی ہیں۔ اس کے بعد حضرت علی ﷛ نے اور عورتوں کیساتھ نکاح کیا۔ تمام عورتوں سے اکیس لڑکے اور انیس لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ بڑا گھرانہ تھا۔ تو کسی شے کو حلال حرام کرنا رب تعالیٰ کا کام ہے پیغمبر کا کام نہیں ہے۔

ایک حدیث پاک میں آتا ہے کہ آپ کے سامنے کھانا پیش کیا گیا اس کیساتھ سلاد بھی تھی۔ جسطرح آج کل لوگ کھانے کے ساتھ سلاد پیش کرتے ہیں۔ اس میں پیاز، لہسن، مولیاں، ٹماٹر وغیرہ ہوتے ہیں۔ تو آپ نے باقی کھانا تو کھایا مگر سلاد نہ کھایا۔ کسی نے پوچھا حضرت کیا یہ حرام ہے؟ فرمایا نہیں اللہ تعالیٰ نے اس کو حلال کیا ہے میں اس کو حرام نہیں کرسکتا لیکن اِنِّی اُنَاجِیْ مَنْ لَا تُنَاجُوْنَ "میں ان سے گفتگو کرتا ہوں جن سے تم گفتگو نہیں کرتے۔" یعنی میں فرشتوں سے گفتگو کرتا ہوں اور ان کے کھانے سے منہ سے بو آتی ہے اور فرشتے بو سے نفرت کرتے ہیں اور تمہاری طرف وحی تو نہیں آتی۔ تو فرمایا کہ میں اپنی طرف سے قرآن کریم میں ترمیم نہیں کرسکتا میں تو اس وحی کی اتباع کرتا ہوں جو میری طرف کی جاتی ہے۔ اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ بیشک

میں ڈرتا ہوں اگر میں نے نافرمانی کی اپنے رب کی ڈرتا ہوں بڑے دن کے عذاب سے، مراد قیامت کا دن قُلْ آپ کہہ دیں لَوْشَآءَ اللّٰهُ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا مَاتَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ نہ تلاوت کرتا میں اس قرآن کی تم پر۔ رب چاہتا تو میرے اوپر نازل ہی نہ کرتا، مجھے نبی نہ بناتا، مجھے پڑھنے کا حکم نہ دیتا۔ کیونکہ نبی بنانا رب تعالیٰ پر لازم تو نہیں ہے یہ اس کی مہربانی ہے کہ اس نے نبی بھیجے، کتابیں نازل فرمائیں، دنیا پیدا فرمائی۔ اس کا احسان ہے نہ پیدا کرتا تو اس کو کون پوچھ سکتا تھا۔ ایک وقت آئے گا کہ دنیا کو فنا کرے گا مگر فنا کرنا اس پر لازم نہیں ہے اس کی مرضی ہے۔ کیونکہ کسی چیز کے لازم اور واجب ہونے سے مجبور ہو جاتا ہے اور اختیار ختم ہو جاتا ہے اور رب تعالیٰ کسی شے میں مجبور نہیں ہے۔ وَلَآ اَدْرٰكُمْ بِهٖ اور نہ پروردگار تمہیں بتاتا یہ قرآن پاک۔ سب کچھ رب تعالیٰ کے اختیار میں ہے میں تو اس کا پیغمبر ہوں، اس کے حکموں کی تعمیل کرنے کیلئے آیا ہوں۔ اپنی طرف سے تبدیلی اور ترمیم کا اختیار نہیں رکھتا فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ پس تحقیق میں ٹھہر چکا ہوں تمہارے اندر عمر کا ایک حصہ اس سے پہلے۔

حضور کی شرافت وصداقت کے سب قائل تھے :

چالیس سال کا عرصہ بڑا عرصہ ہوتا ہے اور وہ چالیس سال زندگی بھی ایسی کہ نہ ماں کی سرپرستی، نہ باپ، نہ دادا کی، نہ بھائی ہے، نہ بہن ہے، نہ مال و دولت ہے۔ ان حالات میں بچے عموماً آوارہ ہو جاتے ہیں۔ مگر یہاں حالت یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ جب مکہ مکرمہ کی گلیوں سے گزرتے تو کیا مکہ کے سردار اور کیا غلام، کیا مرد اور کیا عورتیں، سب آپ کی طرف اشارہ کر کے کہتے تھے کہ ایسا شریف انسان ہم نے نہیں دیکھا اور مختلف علاقوں میں تجارت کیلئے جانے آنے والے لوگ یعنی جہاندیدہ لوگ جو کبھی یمن جا رہے ہیں، کبھی شام

کبھی کہیں اور کبھی کہیں، کہتے تھے کیسا انسان ہے کہ نگاہ پاک، دل پاک، زبان پاک اور پھر اس زمانے میں کہ لوگ شراب اسطرح پیتے جسطرح یہاں لسی اور چائے پیتے ہیں اور اس پینے کو کوئی عیب نہیں سمجھتا۔ لیکن کیا مجال کہ آپ ﷺ کی زبان مبارک پر کبھی ایک قطرہ بھی آیا ہو۔ باوجود اس کے کہ اس وقت شراب حلال تھی اور عقیدے کی مخالفت کے باوجود لوگ امانتیں آپ ﷺ کے پاس رکھتے تھے۔ اور مشرکوں کے بڑوں کی خیانت کا یہ عالم تھا کہ غسان کے بادشاہ نے کسی اہم کام کیلئے منت مانی تھی کہ اگر میرا کام ہو گیا تو میں سونے کا ہرن کعبۃ اللہ کیلئے نذرانہ پیش کروں گا۔ رب تعالیٰ نے اس کا کام کر دیا۔ اس نے سونے کا ہرن تیار کرا کے بھیج دیا۔ اس کے کارندے لیٹ پہنچے لوگ آرام کر رہے تھے۔ متولیوں میں آپ ﷺ کا حقیقی چچا ابولہب بھی تھا، یہ موجود تھا اس کو انہوں نے کہا کہ یہ کعبۃ اللہ کا نذرانہ ہے ہم سے وصول کر لو اور کعبۃ اللہ کی ضروریات پر صرف کر لو کیونکہ ہم نے جلدی واپس جانا ہے۔ ابولہب نے وہ سونے کا ہرن وصول کیا اور ہڑپ کر گیا۔ اس کا دھواں تک نہ نکلنے دیا۔ اتنے بد دیانت تھے اور ادھر دیکھو کہ زندگی پر کوئی انگلی نہیں رکھ سکتا۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا تم نہیں سمجھتے فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا پس کون زیادہ ظالم ہے اس شخص سے جس نے افترا باندھا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ یا جھٹلایا اس کی آیتوں کو۔ اللہ تعالیٰ پر افتراء یہ ہے کہ کوئی نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر کے کہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے نبی بنایا ہے، میں تو اللہ تعالیٰ کا سچا پیغمبر ہوں، میں اللہ تعالیٰ پر افتراء نہیں باندھ رہا اور نہ ہی میں قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کی طرف غلط منسوب کر رہا ہوں بلکہ من وعن وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے میری طرف نازل فرمایا ہے وہی قرآن میں تمہارے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ میں اگر اللہ تعالیٰ کا پیغمبر نہ ہوتا میرے اوپر قرآن کریم نازل نہ ہوتا اور میں یہ دعویٰ کرتا تو میرے

سے بڑا کوئی ظالم نہیں تھا اور یہ تو نہیں ہے لہٰذا اب تمہارے سے بڑا ظالم کوئی نہیں ہے کہ تم رب تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلاتے ہو۔ فرمایا ایک علامت بھی تمہیں بتلا دیتے ہیں اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ بیشک شان یہ ہے کہ نہیں فلاح پائیں گے مجرم۔ مجرم لوگ کبھی فلاح نہیں پا سکتے معلوم ہو جائے گا کہ کامیابی کس کو حاصل ہوتی ہے۔ اگر مجھے کامیابی حاصل ہوئی اور ہو گی کہ چند سالوں میں سارا عرب اسلام کے جھنڈے تلے آ جائے گا تو پھر سب کو معلوم ہو جائے گا کہ مجرم کون ہے۔

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ قُلْ اَتُنَبِّــُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا فِى الْاَرْضِ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّاۤ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِىَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَيَقُوْلُوْنَ لَوْلَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا ۚ اِنِّىْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۲۰﴾

وَيَعْبُدُوْنَ اور وہ عبادت کرتے ہیں مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے ورے ورے مَا اس مخلوق کی لَا يَضُرُّهُمْ جو ان کو نقصان نہیں پہنچا سکتی وَلَا يَنْفَعُهُمْ اور نہ ان کو نفع پہنچا سکتی ہے وَيَقُوْلُوْنَ اور وہ کہتے ہیں هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآءُ نَا عِنْدَ اللّٰهِ یہ ہمارے سفارشی ہیں اللہ تعالیٰ کے پاس قُلْ آپ کہہ دیں اَتُنَبِّــُٔوْنَ اللّٰهَ کیا تم بتاتے ہو اللہ تعالیٰ کو بِمَا وہ چیز لَا يَعْلَمُ جس کو وہ نہیں جانتا فِى السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں وَلَا فِى الْاَرْضِ اور نہ زمین میں سُبْحٰنَهٗ اس کی ذات پاک ہے وَتَعٰلٰى اور بلند ہے عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ان چیزوں سے جن کو اس کے ساتھ شریک بناتے ہو وَمَا كَانَ النَّاسُ اور نہیں تھے لوگ اِلَّاۤ اُمَّةً وَّاحِدَةً مگر ایک ہی گروہ فَاخْتَلَفُوْا پس انہوں نے اختلاف کیا وَلَوْلَا كَلِمَةٌ اور اگر نہ ہوتی ایک بات سَبَقَتْ جو طے ہو چکی ہے مِنْ رَّبِّكَ تیرے رب کی طرف سے لَقُضِىَ

بَیْنَهُمْ تو البتہ ان کے درمیان فیصلہ کردیا جاتا فِیْمَا ان چیزوں میں فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں وَیَقُوْلُوْنَ اور کہتے ہیں لَوْلَا اُنْزِلَ عَلَیْهِ کیوں نہیں اتاری گئی اس نبی پر اٰیَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ کوئی نشانی اس کے رب کی طرف سے فَقُلْ پس آپ کہہ دیں اِنَّمَا الْغَیْبُ لِلّٰهِ پختہ بات ہے کہ غیب اللہ تعالیٰ کیلئے ہے فَانْتَظِرُوْا پس تم انتظار کرو اِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔

توحید بنیادی عقیدہ :

قرآن پاک کے بنیادی اصول اور بنیادی عقائد میں سے ایک عقیدہ توحید بھی ہے۔ یعنی قرآن کریم میں جو اصول اور عقائد بیان کیے گئے ہیں ان میں سے ایک اصل عقیدہ توحید ہے۔ توحید کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات وصفات اور افعال میں وحدہٗ لاشریک سمجھا جائے اور، کسی فرشتے، کسی پیغمبر، کسی ولی اور شہید کو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور افعال میں شریک نہ سمجھا اور یہ بات بھی ذہن میں بٹھائیں کہ جس طرح توحید ایک بنیادی عقیدہ ہے اسی طرح شرک کا رد بھی بنیادی عقیدہ ہے۔ کیونکہ جب تک شرک کا رد نہیں کیا جائے گا توحید سمجھ نہیں آئے گی۔ چنانچہ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے ایک مغالطے کو بیان فرمایا ہے اور ان کے عقیدہ کا رد فرمایا ہے اور یہ مغالطہ عامۃ الورود ہے جس میں پہلے زمانے کے مشرک بھی مبتلا تھے اور آج کل کے مشرک بھی۔ وہ یہ کہ جب مشرکوں سے کہا جاتا ہے کہ تم غیر اللہ کے نام کی نذر و نیاز کیوں دیتے ہو، ان کے نام کے چڑھاوے کیوں چڑھاتے ہو؟ یہ کوئی رب ہیں؟ ان کی کیوں پوجا پاٹ کرتے ہو تو وہ کہتے

ہیں کہ ہم کی ان پوجا پاٹ خدا سمجھ کر نہیں کرتے ، نہ وہ خدا ہیں اور نہ ہی ہم ان کو رب مانتے ہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے بزرگ اور ولی ہیں، نیک اور پرہیزگار ہیں اور ہم بڑے گنہگار ہیں ہماری اللہ تعالیٰ کی ذات تک رسائی اور پہنچ نہیں ہے یہ اللہ تعالیٰ اور ہمارے درمیان واسطہ ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات بہت بلند ہے ہماری وہاں تک پہنچ نہیں ہے یہ رب تعالیٰ اور ہمارے درمیان واسطہ ہیں ۔ یہ رب تعالیٰ تک پہنچنے کیلئے ہماری سیڑھیاں ہیں ۔ پھر مثال دیتے ہیں کہ دیکھو رعیت کا کوئی آدمی بادشاہ کو بغیر واسطہ کے نہیں مل سکتا وہ ملنے کیلئے رابطہ تلاش کرے گا، ڈی سی کا، کمشنر کا، وزیر اعلیٰ کا، گورنر کا، پھر کہیں وہ بادشاہ تک پہنچے گا ان کی سفارش کیساتھ۔ تو ہم جو فرشتوں ، نبیوں ، شہیدوں اور ولیوں کی پوجا پاٹ کرتے ہیں اور ان کے نذر و نیاز دیتے ہیں تو اس لئے کہ یہ ہم سے راضی اور خوش ہو کر رب تعالیٰ کے آگے ہماری سفارش کریں اور {"یہ بات ان میں سے وہ کرتے ہیں جو چالاک اور سمجھ دار ہیں۔ ورنہ جو عام ہیں وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اختیارات دیئے ہوئے ہیں ان کے پاس خدائی اختیارات ہیں یہ سب کچھ کر سکتے ہیں تو ہم اس لئے ان کو خوش رکھتے ہیں تا کہ یہ ہم کو فائدہ پہنچائیں اور نقصان سے بچائیں۔" نواز بلوچ}

سفارش کے متعلق بھی سمجھ لیں کہ......

اقسامِ سفارش:

سفارش دو قسم پر ہے۔ ایک ماتحت الاسباب سفارش کرنا اور ایک مافوق الاسباب سفارش کرنا ہے۔ ماتحت الاسباب کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً دو آدمی زندہ موجود ہیں ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں ان میں سے ایک دوسرے کو کہتا ہے کہ آپ میرے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ فلاں میرا کام کر دے تو یہ دوسرا جو دعا کرے گا یہ اللہ تعالیٰ کے آگے سفارش ہے

اور ماتحت الاسباب ہے یہ شرعاً جائز ہے اور یہ دعا اپنے سے بڑے سے بھی کرائی جاسکتی ہے اور چھوٹے سے بھی۔ چند دن پہلے تم یہ حدیث سن چکے ہو کہ مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ حضرت عمرؓ عمرہ کرنے کیلئے تشریف لے جارہے تھے تو آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا یَا اُخَیَّ لَا تَنْسِنَا فِیْ دُعَائِکَ ''اے میرے چھوٹے بھائی! اپنی دعا میں مجھے نہ بھولنا'' یہ ماتحت الاسباب سفارش ہے اور ایک ہے مافوق الاسباب سفارش۔ کہ ایک آدمی موجود نہیں ہے، سامنے نہیں ہے، اس کو کہے کہ تو رب تعالیٰ کے آگے سفارش کر وہ میرا کام کر دے۔ مثلاً کوئی کہے کہ اے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ آپ اللہ تعالیٰ سے سفارش کریں کہ وہ میرا فلاں کام کر دے۔ اب دیکھو! شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ہم سے ہزروں میل دور بغداد میں اپنی قبر کے اندر موجود ہیں۔ یہاں پر جو شخص یہ کہے گا تو وہ چند چیزوں کا نظریہ رکھتے ہوئے یہ کہے گا۔

۱)......اس کا یہ عقیدہ ہوگا کہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ حاضر و ناظر ہیں مجھے دیکھ رہے ہیں اور میری بات سن رہے ہیں۔ یا

۲)......یہ نظریہ رکھے گا کہ وہ عالم الغیب ہیں جب میں ان کو پکارتا ہوں تو میری بات کو سنتے اور جانتے ہیں اور

۳)......اس کے ساتھ ساتھ وہ یہ نظریہ بھی رکھے گا کہ وہ تصرف فی الامور پر بھی قادر ہیں کہ میری بات سن کر آگے پہنچائیں گے۔

تو یہ مافوق الاسباب سفارش ہے اور یہی شرک کی بنیاد ہے۔

فقہاء کرامؒ فرماتے ہیں کہ مَنْ قَالَ اَرْوَاحُ الْمَشَائِخِ حَاضِرَۃٌ تَعْلَمُ یَکْفُرُ ''جس شخص نے کہا بزرگوں کی روحیں حاضر ہیں اور ہمارے حالات جانتی ہیں وہ کافر ہوا۔''

حالانکہ فقہاء کرام" کا طبقہ بڑا محتاط طبقہ ہے۔ بلکہ مسائل کے متعلق شاید ہی کوئی اتنی احتیاط کرتا ہو۔ کتنا محتاط طبقہ ہے؟

فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے ایک کلمہ بولا جس کے سو معانی بن سکتے ہیں اور سو میں سے ایک معنیٰ اسلام کا ہے اور ننانوے کفریہ ہیں تو کہنے والے کو کافر نہ کہو کہ ممکن ہے اس نے اسلام والا معنیٰ مراد لیا ہو یعنی وہ ایک فیصد احتمال کو بھی رد نہیں کرتے۔ اتنے محتاط لوگ ہیں۔ لیکن ساتھ فرماتے ہیں کہ اگر بولنے والا شخص کفر کا معنیٰ متعین کر لے کہ میری مراد یہ ہے تو پھر وہ کافر ہے اور اس کو کافر نہ کہنے والا بھی کافر ہے۔ یہ جو صلح کلی قسم کے لوگ ہوتے ہیں یہ کہتے ہیں کہ کافر کو بھی کافر نہ کہو۔ کیوں نہ کہیں کافر کو کافر، نہ کہنے والا تو خود کافر ہو جاتا ہے تو کافر کو کافر نہ کہہ کر خود کافر بنیں؟

اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے مشرکین کا عمل بیان فرمایا ہے وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اور وہ عبادت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے ورے ورے۔ وہ عبادت کبھی نذر و نیاز کی شکل میں ہے، کبھی سجدہ کرنے کی شکل میں ہے، کبھی طواف کرنے کی شکل میں ہے اور کبھی گیارہویں کی شکل میں ہے۔ غیر اللہ کے نام پر کوئی چیز دینا یہ بھی اس کی عبادت کرنا ہے مَا لَا يَضُرُّهُمْ اس مخلوق کی جو ان کو نقصان نہیں پہنچا سکتی وَلَا يَنْفَعُهُمْ اور نہ ان کو نفع پہنچا سکتی ہے کیونکہ نفع اور ضرر کا اختیار صرف رب تعالیٰ کو ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نفع نقصان کا مالک نہیں ہے اور نہ ہی کوئی کسی کو نفع نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی سے بڑھ کر اور کوئی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں آپ ﷺ سے اعلان کروایا قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا [الاعراف: ۸۸] اور فرمایا ان کو بھی سنا دیں اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا [سورۃ الجن: ۲۱] "میں تمہارے لیے نفع

نقصان کا مالک نہیں ہوں۔" جب آنحضرت ﷺ کسی کے نفع نقصان کے مالک نہیں ہیں تو

؎ دیگراں چہ رسد

دوسرا کون ماں کا لال ہے جس کو یہ اختیار ہو۔ تو یاد رکھنا! نہ فرشتے نفع نقصان پہنچا سکتے ہیں، نہ پیغمبر، نہ صحابہ، نہ شہید، نہ ولی، نفع نقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ تو مشرکین غیر اللہ کی عبادت کرتے تھے مختلف شکلوں میں، کبھی طواف، کبھی غلاف چڑھاتے کبھی دیگیں اتارتے، کبھی بکرے چھترے کا چڑھاوا اور کہتے تھے کہ یہ ہم اس لئے کرتے ہیں کہ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى [سورۃ زمر: ۳] "نہیں عبادت کرتے ہم ان کی مگر اس لئے کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب پہنچا دیں گے۔" یہ رب نہیں ہیں وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ اور وہ کہتے ہیں یہ ہمارے سفارشی ہیں اللہ تعالیٰ کے پاس۔ مافوق الاسباب جو سفارش ہے یہی شرک ہے۔ فتاویٰ بزازیہ، البحر الرائق وغیرہ جو فقہ کی مستند کتابیں ہیں ان میں یہ جزیہ موجود ہے کہ مَنْ قَالَ اَرْوَاحُ الْمَشَائِخِ حَاضِرَةٌ تَعْلَمُ يَكْفُرُ "جو شخص یہ کہے کہ بزرگوں کی روحیں حاضر و ناظر ہیں اور ہمارے حالات کو جانتی ہیں وہ کافر ہے۔" یہ بزرگوں کے متعلق حاضر و ناظر کا عقیدہ کفریہ ہے۔ اور بریلویوں میں کوئی ہوگا جس کا یہ نظریہ نہ ہو ورنہ سب کا یہی نظریہ ہے۔ اور بزرگوں کے بارے میں علم الغیب اور مختار کل کا نظریہ بھی رکھتے ہیں ان کی صلاتوں میں تم یہ جملہ بھی سنتے ہو اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُخْتَارَ مُلْكِ اللّٰهِ کہ اللہ تعالیٰ کے تمام ملک کا اختیار تمہارے پاس ہے اور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے بارے میں بھی یہی نظریہ رکھتے ہیں۔ بھائی سوال یہ ہے کہ اگر سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے اختیار میں کچھ ہوتا تو پچھلے دنوں ۲۵، ۳۰ حکومتوں نے عراق پر حملہ کیا اور خود ان کے روضہ اقدس پر بھی بمباری ہوئی اور بڑا نقصان ہوا اور اس

کے خلاف احتجاج بھی ہوا اور انہوں نے معذرت بھی کی کہ غلطی سے ہوا ہے اور جانی نقصان بھی کافی ہوا جن میں فوجی بھی تھے اور غیر فوجی تھے۔ حضرت کے اختیار میں ہوتا تو ان کے جانوں کو بچا نہ لیتے۔ یہاں تمہارے گھر میں آ کر بچاتے ہیں وہاں نہیں بچاتے، یہ ان کی عجیب منطق ہے اور یہ لوگ حل مشکلات کیلئے وظائف پڑھتے ہیں یَا شیخ عبدالقادر جیلانی شَیْئًا لِلّٰہِ، یہ کفر ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ وغیرہ میں تفصیل ہے کہ عربی لغت کے اعتبار سے اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ لام معطیٰ لہٗ پر بھی داخل ہوتا ہے تو اس لحاظ سے اس جملے کا معنٰی بنے گا اے شیخ عبدالقادر جیلانی! تم رب تعالیٰ کو کچھ دو۔ معاذ اللہ رب منگتا ہوا عبدالقادر جیلانی" دینے والے ہوئے اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ تم مجھے کوئی شے دو اللہ تعالیٰ کے واسطے سے دینا لینا تو تمہارا کام ہے رب تعالیٰ درمیان میں واسطہ ہے تو یہ بھی کفر ہے۔ ہاں اگر شیخ" کو واسطہ بناؤ اور مانگو رب تعالیٰ سے تو یہ جائز ہے۔ چنانچہ شاہ اسماعیل شہید" ''تقویۃ الایمان'' میں فرماتے ہیں کہ ''اگر کوئی یہ کہے کہ اے پروردگار تو مجھے دے شیخ عبدالقادر جیلانی" کے واسطے سے تو یہ جائز ہے۔'' دینا تو رب تعالیٰ نے ہے یہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہیں اور ہماری ان سے محبت ہے تو ان کے نیک ہونے کی وجہ سے جو وسیلہ ہوگا تو وہ توسل بالاعمال الصالحہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں اے نبی کریم ﷺ! اَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰہَ کیا تم بتاتے ہو اللہ تعالیٰ کو بِمَا لَا یَعْلَمُ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَافِی الْاَرْضِ وہ چیز جس کو وہ نہیں جانتا آسمانوں میں اور نہ زمین میں۔ رب تعالیٰ کو تو اپنا شریک نہ آسمانوں میں معلوم ہے نہ زمینوں میں۔ اگر کوئی اس کا شریک ہوتا تو اس کے علم میں تو ہوتا اور اَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰہَ کی دوسری تفسیر اس طرح کرتے ہیں کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کو خبر دیتے ہو اس مخلوق کی کہ وہ مخلوق نہیں

جانتی آسمانوں میں اور نہ زمینوں میں۔ یعنی جس کو آسمانوں اور زمینوں کا علم نہیں ہے اس کو تم اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہو بتاؤ کس معنٰی میں تم ان کو سفارشی بنا کر پکارتے ہو سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ اس کی ذات پاک ہے اور بلند ہے ان چیزوں سے جن کو اس کے ساتھ شریک بناتے ہو۔ فرمایا وَمَا کَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً اور نہیں تھے لوگ مگر ایک ہی گروہ فَاخْتَلَفُوْا پس انہوں نے اختلاف کیا۔

شرک کی ابتدا کس طرح ہوئی :

حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت نوح علیہ السلام تک سارے کے سارے لوگ دین کے اعتبار سے ایک تھے۔ پہلی مشرک قوم جو پیدا ہوئی وہ نوح علیہ السلام کی قوم ہے اور شرک کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ پانچ بزرگ تھے جن کے نام سورۃ نوح میں آتے ہیں ود، سواع یغوث، یعوق، نسر۔ حضرت ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ ود حضرت ادریس علیہ السلام کا لقب تھا اور باقی چار ان کے نیک بیٹے تھے اور کتاب التفسیر بخاری شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اَسْمَاءُ رِجَالٍ الصّٰلِحِیْنَ ''یہ پانچ بزرگ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے نیک بندوں کے نام ہیں۔'' یہ لوگوں کی روحانی اور اخلاقی تربیت کرتے تھے، دین کی باتیں بتاتے تھے اور یاد رکھنا! جس طرح جسم کی خوراک ہے اسی طرح روح کی بھی خوراک ہے۔ دیکھو! جن لوگوں کو درس سننے کی عادت ہے جس دن ان کا درس رہ جائے ان کو افسوس ہوتا ہے اور وہ پریشان ہوتے ہیں کہ ان کو روح کی خوراک نہیں ملی تو جب یہ بزرگ اللہ تعالیٰ والے دنیا سے رخصت ہو گئے تو روحانی خوراک نہ ملی پریشان ہو گئے اور اداس اداس رہنے لگے۔ ابلیس لعین بزرگانہ شکل ولباس میں آپہنچا لوگ سر جھکائے بیٹھے ہوئے تھے۔ کہنے لگا کیا بات ہے کیوں پریشان ہو؟ انہوں نے بتایا کہ ہمارے بزرگ

تھے ہمیں دین سمجھاتے سکھاتے تھے اچھی اچھی باتوں کی رہنمائی کرتے تھے وہ ہم سے رخصت ہو گئے ہیں تو ہمیں جو روحانی خوراک ملتی تھی وہ نہیں مل رہی اس لئے ہم پریشان ہیں۔ ابلیس نے کہا واقعی تمہارا صدمہ بجا ہے مگر وہ تو اب واپس نہیں آسکتے لہذا تم اس طرح کرو کہ ان کے مجسمے اور تصویریں بنا کر گھروں اور عبادت خانوں میں رکھ لو اور یوں سمجھو کہ وہ ہمارے اندر موجود ہیں اور اُس وقت جاندار چیز کی تصویر بنانی جائز تھی۔ یہ تو نہ کر سکا کہ ان کی عبادت کرواتا کیونکہ یہ پختہ ذہن کے لوگ تھے انہوں نے مجسموں کو سجدہ نہیں کرنا تھا۔ ان سے صرف مجسمے اور تصویریں بنوائیں۔ جب یہ دنیا سے رخصت ہو گئے اور دوسری نسل آئی تو اس کو یہ سبق پڑھایا کہ تمہارے بڑے ان کی پوجا کرتے تھے تو انہوں نے ان کی پوجا شروع کر دی۔ یہ پہلی مشرک قوم تھی دنیا میں جس نے شرک کی ابتداء کی اور ان کی طرف نوح علیہ السلام کو بھیجا گیا اس سے پہلے لوگ ایک ہی مذہب تھے، توحید پر تھے اس طرح انہوں نے توحید پر اختلاف کیا وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اور اگر نہ ہوتی ایک بات جو طے ہو چکی ہے تیرے رب کی طرف سے۔ وہ کونسی بات ہے؟ وہ یہ ہے کہ ہر قوم کے فنا اور تباہ ہونے کا ایک وقت مقرر ہے۔ اگر پہلے سے یہ بات طے نہ ہوتی تو جس وقت انہوں نے اختلاف شروع کیا تھا اسی وقت ان کو ختم کر دیا جاتا لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ تو البتہ ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ان چیزوں میں جن میں اختلاف کرتے ہیں اور سنو! وَيَقُوْلُوْنَ اور وہ کہتے ہیں لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ کیوں نہیں اتاری گئی اس نبی پر کوئی نشانی اس کے رب کی طرف سے۔ جس کو وہ نشانی سمجھتے تھے کہ صفا مروہ کی چٹانیں سونا بن جائیں، اس کی کوٹھی سونے کی ہونی چاہیے، اس کیلئے کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہونا چاہیے اور یہ بھی کہتے تھے کہ یہ اگر ہمارے سامنے آسمان کی طرف چلا جائے

خالی ہاتھ اور وہاں سے کتاب لیکر آئے اَوْ تَاْتِیَ بِاللّٰہِ وَالْمَلَائِکَۃِ قَبِیْلاً یا ہمارے سامنے رب تعالیٰ اور فرشتوں کو لا کھڑا کرے۔ آگے رب تعالیٰ ہو اور اس کے پیچھے فرشتے ہوں اور رب تعالیٰ کہے کہ واقعتاً یہ میرا پیغمبر ہے میں نے اُس کو بھیجا ہے اور فرشتے رب تعالیٰ کی تائید کریں کہ ہمارا رب ٹھیک کہتا ہے پھر ہم مانیں گے۔ یہ تھیں ان کی نشانیاں منہ مانگی ورنہ اگر محض نشانیوں کی بات ہوتی تو قرآن کریم کوئی چھوٹی نشانی ہے کہ ساری دنیا اس کی مثل لانے سے عاجز ہے، اس کی ایک سورۃ کی مثل لانے سے عاجز ہے، چاند کا دو ٹکڑے ہونا نشانی نہیں تھی، درختوں کا چل کر آنا، پتھروں کا بولنا نشانی نہیں تھی، انگلیوں کا پانی سے نکلنا، تھوڑی چیز کا زیادہ ہو جانا نشانی نہیں ہے؟ نشانیاں تو بڑی تھیں مگر ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ ضد کا علاج تو اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کے پاس بھی نہیں ہے۔ پھر کہتے تھے کہ آئی کب ہے؟ فرمایا فَقُلْ پس آپ کہہ دیں انکو اِنَّمَا الْغَیْبُ لِلّٰہِ پختہ بات ہے کہ غیب اللہ تعالیٰ کیلئے ہے۔ میں غیب دان نہیں ہوں رب تعالیٰ جانتا ہے کہ کب کوئی نشانی آنی ہے اس کی طرف سے اور سورۃ النحل آیت نمبر ۷۷ میں فرمایا وَلِلّٰہِ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ "اور اللہ تعالیٰ کیلئے ہی ہے غیب آسمانوں اور زمین کا" اس کے سوا کوئی غیب دان نہیں ہے فَانْتَظِرُوْا اِنِّیْ مَعَکُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ پس تم انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔ دیکھو نشانی کب نازل ہوتی ہے۔ پھر ان مکے والوں پر نشانی اس طرح آئی کہ رب تعالیٰ نے ان پر قحط سالی مسلط فرمائی۔

بخاری شریف کی روایت ہے کہ ان پر اتنی بھوک مسلط ہوئی کہ حَتّٰی اَکَلُوا الْمَیْتَۃَ وَالْجُلُوْدَ وَالْعِظَامَ انہوں نے مردار، چمڑے اور ہڈیاں کھائیں کہ تم نافرمانی کرتے ہو رب تعالیٰ کی طرف سے نشانی آئی ہے۔ اور بخاری شریف میں روایت ہے کہ ابو

سفیان وفد لیکر آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا اے محمد (ﷺ)! یہ تیری قوم اور برادری ہے۔ آپ نے ان کیلئے قحط سالی کی بددعا کی تھی اب دعا کر رب تعالیٰ حالات بدل دے۔ اس حد تک تسلیم کرتے تھے اور مانتے تھے مگر پرنالہ اپنی جگہ پر ہے ضد اسی طرح ہے۔ بھائی ضد کا دنیا میں کیا علاج ہے؟ اور ضد کی وجہ سے آدمی بہت سی چیزوں سے محروم ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ضد سے بچائے۔

وَإِذَآ أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ إِذَا لَهُم مَّكْرٌ فِىٓ ءَايَاتِنَا ۚ قُلِ اللَّهُ أَسْرَعُ مَكْرًا ۚ إِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُونَ مَا تَمْكُرُونَ ﴿٢١﴾ هُوَ الَّذِى يُسَيِّرُكُمْ فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۖ حَتَّىٰٓ إِذَا كُنتُمْ فِى الْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِم بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ وَفَرِحُوا بِهَا جَآءَتْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ وَجَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِن كُلِّ مَكَانٍ وَظَنُّوٓا أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ لَئِنْ أَنجَيْتَنَا مِنْ هَٰذِهِۦ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّٰكِرِينَ ﴿٢٢﴾ فَلَمَّآ أَنجَىٰهُمْ إِذَا هُمْ يَبْغُونَ فِى الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۗ يَٰٓأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلَىٰٓ أَنفُسِكُم ۖ مَّتَٰعَ الْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا ۖ ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٢٣﴾

وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً اور جب ہم چکھاتے ہیں لوگوں کو رحمت مِّنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ تکلیف کے بعد جو ان کو پہنچی ہے اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِىٓ اٰيَاتِنَا تو اچانک وہ تدبیریں کرتے ہیں ہماری آیتوں کو گرانے کیلئے قُلْ آپ کہہ دیں اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا اللہ تعالیٰ بہت جلد تدبیریں کرنے والا ہے اِنَّ رُسُلَنَا بیشک ہمارے فرشتے يَكْتُبُوْنَ لکھتے ہیں مَا تَمْكُرُوْنَ جو تم تدبیریں کرتے ہو هُوَ الَّذِىْ يُسَيِّرُكُمْ فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ اللہ تعالیٰ کی وہی ذات ہے جو چلاتا ہے تمہیں خشکی میں اور سمندر میں حَتّٰىٓ اِذَا كُنْتُمْ فِى الْفُلْكِ یہاں تک کہ جب تم ہوتے ہو کشتیوں میں وَجَرَيْنَ بِهِمْ اور وہ کشتیاں ان لوگوں کو لیکر چلتی ہیں بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ خوشگوار ہوا کیساتھ وَفَرِحُوْا بِهَا اور وہ اس کیساتھ خوش ہو جاتے ہیں

جَآءَ تْهَارِيْحٌ عَاصِفٌ تو آجاتی ہے ان پر ہوا بڑی تیز وتند وَجَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ اور آتا ہے ان پر طوفان ہر طرف سے وَّظَنُّوْآ اَنَّهُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ اور وہ یقین کر لیتے ہیں کہ بیشک وہ گھیرے گئے ہیں دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ کو خالص کرتے ہوئے اسی کیلئے دین لَئِنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ اگر تو نے ہمیں نجات دے دی اس مصیبت سے لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ البتہ ضرور ہم ہو جائیں گے شکر کرنے والوں میں سے فَلَمَّا اَنْجٰهُمْ پس جب اللہ تعالیٰ نے ان کو نجات دی اِذَا هُمْ يَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ اچانک وہ سرکشی کرتے ہیں زمین میں بِغَيْرِ الْحَقِّ ناحق يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو! اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ بیشک تمہاری سرکشی تمہاری جانوں پر پڑے گی مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا یہ سامان ہے دنیا کی زندگی کا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ پھر ہماری طرف ہے تم کا لوٹنا فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ پس ہم تمہیں خبر دیں گے اس کاروائی کی جو تم کرتے تھے۔

اس سے پہلی آیت کریمہ میں تھا کہ یہ منہ مانگی نشانیاں مانگتے ہیں یعنی ضد اور عناد کی وجہ سے ورنہ نشانیاں تو اللہ تعالیٰ نے بے شمار ظاہر فرمائی ہیں اگر تم نہیں مانتے تو پھر حتمی فیصلہ کیلئے تم بھی انتظار کرو اور میں بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کا منتظر ہوں۔

انسان کی دو حالتوں کا ذکر :

آج کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی دو حالتوں یعنی تکلیف اور راحت کا ذکر فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً اور جب ہم چکھاتے ہیں

لوگوں کو رحمت مِنۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ تکلیف کے بعد جوان کو پہنچی ہے اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِيْٓ اٰيَاتِنَا تو اچانک وہ تدبیریں کرتے ہیں ہماری آیتوں کو گرانے کیلئے۔ آدمی بیمار ہو جائے اور اپنی زندگی سے ناامید ہو جائے کہ ڈاکٹر بھی علاج کر کے تھک جائیں اور حکیم بھی کہ ہمارے پاس کوئی علاج نہیں ہے تو آدمی دعائیں کرواتا ہے کہ میرے لئے دعا کرو اللہ تعالیٰ مجھے شفا دے اور اپنے دل میں بھی تہیہ کرتا ہے کہ میں نمازیں پڑھوں گا، روزے رکھوں گا، اچھے کام کروں گا، برائیوں سے بچوں گا اور اللہ تعالیٰ سے بڑے بڑے وعدے کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تو قادر مطلق ہے مجھے شفا دیدے میں یہ کروں گا وہ کروں گا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ شفا دے دیتا ہے، صحتمند اور طاقتور ہو جاتا ہے کچھ دن گزرتے ہیں تو وہ سارے کئے ہوئے وعدے بھول جاتا ہے كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ پھر یوں محسوس ہوتا ہے کہ اس کو کبھی رب تعالیٰ سے واسطہ ہی نہیں پڑا۔ انسان کتنا رنگ بدلتا ہے ہر آدمی کو اپنے اوپر غور کرنا چاہئے۔ انسان وہ ہے جو اپنی حقیقت کو سمجھے اور اپنے اوقات کو یاد رکھے۔ غربت کے بعد امیری آئی تو غربت کو نہ بھولے اور بیماری کے بعد تندرستی آئی ہے تو بیماری کو نہ بھولے تو ایسے شخص کی اصلاح ہوگی اور اگر سمجھے کہ

؎ پدرم سلطان بود

میرا باپ بادشاہ تھا اور میں خاندانی لینڈ لارڈ ہوں تو ایسے شخص کی کبھی اصلاح نہیں ہوتی۔ آج کئی لوگ ہیں کہ چار ٹکے آجانے کے بعد انہوں نے ذاتیں بدل لی ہیں۔

ذات بدلنا کبیرہ گناہ :

ذات کچھ ہے اور بتلاتے کچھ ہیں۔ مثلاً نائی سے باجوہ بن گئے ہیں کمہار سے گوندل بن گئے۔ یہ بڑا سخت گناہ ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ''جس شخص نے اپنا

نسب بدلا وہ جنت سے محروم ہو جائے گا، لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ. اپنے باپ دادا کی ذات کو اپنے لئے کیوں عار سمجھتے ہو۔ بھائی جائز کام سارے صحیح ہیں۔

انبیاء نے ہر جائز پیشہ اختیار کیا :

اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے سارے کام کئے ہیں حضرت آدم علیہ السلام نے کھیتی باڑی بھی کی ہے اور کھڈی پر بیٹھ کر کپڑے بھی بنے ہیں، حضرت داؤد علیہ السلام نے لوہاروں والا کام کیا ہے، حضرت زکریا علیہ السلام نے ترکھانوں والا کام کیا ہے، آنحضرت ﷺ نے بکریاں چرائی ہیں اور دوسرے پیغمبر بھی بکریاں چراتے ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام کی بکریاں چرانے کی مزدوری کی ہے۔ جائز پیشہ کوئی بھی ہو اس کے کرنے میں کیا حرج ہے؟ یہ سارے کام ایسے ہیں کہ ان کے بغیر دنیا کا نظام نہیں چل سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تکلیف جب دور ہو جاتی ہے تو اِذَا لَھُمْ مَّکْرٌ فِیْٓ اٰیَاتِنَا اچانک وہ تدبیریں کرتے ہیں ہماری آیتوں کو گرانے کیلئے قُلْ آپ کہہ دیں اَللّٰہُ اَسْرَعُ مَکْرًا اللہ تعالیٰ بہت جلد تدبیریں کرنے والا ہے۔ تمہاری تدبیریں دھری رہ جائیں گی اور ہوگا وہی جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا اور جو وہ چاہے گا۔ آئے دن اخبارات میں پڑھتے رہتے ہو کہ شادی کے موقع پر دولہا بھی مر گیا اور اتنے براتیے بھی مر گئے۔ خوشی میں گا رہے تھے کہ چار پائیاں مُردوں کی اٹھائی گئیں۔ انسان کو قطعاً کبھی بھی رب تعالیٰ کے ڈر سے بے خوف نہیں ہونا چاہئے ہر وقت ڈرتے رہنا چاہئے۔ فرمایا اِنَّ رُسُلَنَا یَکْتُبُوْنَ مَا تَمْکُرُوْنَ بیشک ہمارے فرشتے لکھتے ہیں جو تدبیریں تم کرتے ہو۔ ہر آدمی کیساتھ دو فرشتے دن کو ہوتے ہیں اور دو رات کو ہوتے ہیں۔ ان کو کراماً کاتبین کہتے ہیں۔ انسان جو لفظ بولتا ہے وہ لکھ لیتے ہیں وَیَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ''اور وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو۔'' سب تحریر میں آرہا

ہے اور سارا ریکارڈ محفوظ ہے، قیامت والے دن جب سامنے آئے گا تو انسان حیران ہوگا کہ فلاں فلاں چیز بھی لکھی ہوئی ہے وہاں ہر آدمی اپنا نامۂ اعمال خود پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو پڑھنے کا ملکہ عطا فرمائیں گے۔ ارشاد ہوگا اِقْرَءْ كِتٰبَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا [سورۃ بنی اسرائیل:۱۴] ''پڑھ اپنی کتاب کافی ہے تیرا نفس آج کے دن تجھ پر محاسبہ کرنے والا۔'' جب تھوڑا سا پڑھے گا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اَظَلَمَكَ كَتَبَتِىْ ''کیا میرے لکھنے والے فرشتوں نے زیادتی کی ہے؟'' پھر کچھ پڑھے گا۔ سوال ہوگا کہ یہ مضمون تو نے خود پڑھا ہے کیا تیرے ساتھ زیادتی تو نہیں ہوئی؟ کہے گا نہیں بلکہ میں نے یہ سب کچھ کیا تھا۔ بھائی یہ سب کچھ سامنے آنے والا ہے لہٰذا ابھی بھی رب تعالیٰ سے بے خوف نہیں ہونا چاہیے اور رب تعالیٰ کے عذاب سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کی بعض نعمتوں کا ذکر :

آگے اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے اور مشرکین کے شرکیہ نظریہ کا ذکر فرمایا ہے هُوَ الَّذِىْ يُسَيِّرُكُمْ فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ اللہ تعالیٰ کی ذات وہی ہے جو چلاتا ہے تمہیں خشکی میں اور سمندر میں۔ خشکی میں چلنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے اونٹ، گھوڑے، خچر اور گدھے پیدا فرمائے ہیں۔ اُس زمانے میں یہی سواریاں ہوتی تھیں۔ ان پر تم سوار ہوتے ہو اور غریب پیدل چلتے تھے۔ بہر حال یہ چلنے کی توفیق پیدل یا سواری پر رب تعالیٰ نے ہی تمہیں عطا فرمائی ہے۔ اور سمندر میں بھی تمہیں رب تعالیٰ ہی چلاتا ہے۔ اُس زمانے میں کشتیاں ہوتی تھیں جن پر لوگ سفر کرتے تھے حَتّٰى اِذَا كُنْتُمْ فِى الْفُلْكِ یہاں تک کہ جب تم ہوتے ہو کشتیوں میں وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ اور وہ کشتیاں ان کو لیکر چلتی ہیں خوشگوار ہوا کیساتھ کہ بظاہر ان کے غرق ہونے کا امکان نہیں ہوتا وَفَرِحُوْا بِهَا اور وہ اس

کیساتھ خوش ہو جاتے ہیں کہ ہم جدھر جانا چاہتے ہیں ہوا کا رخ بھی ادھر ہی ہے کشتیوں کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اسی خوشی میں ہوتے ہیں کہ جَآءَ تْھَا رِیْحٌ عَاصِفٌ تو آجاتی ہے ان پر ہوا بڑی تیز و تند وَجَآءَ ھُمُ الْمَوْجُ مِنْ کُلِّ مَکَانٍ اور آتا ہے ان پر طوفان ہر طرف سے۔ دائیں بائیں سے، آگے پیچھے سے وَّظَنُّوْ آاَنَّھُمْ اُحِیْطَ بِھِمْ اور وہ یقین کر لیتے ہیں کہ بیشک وہ گھیرے گئے ہیں ان میں ہمارا بچنا مشکل ہے۔ جب وہ زندگی سے ناامید ہو جاتے ہیں دَعَوُا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ کو خالص کرتے ہوئے اسی کیلئے دین کو۔ خالص اسی پر یقین رکھتے ہوئے۔ اس حالت میں مکہ مکرمہ اور عرب کے مشرک سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں پکارتے تھے۔

مکہ مکرمہ کے بڑے مجرموں کا روپوش ہونا :

حافظ ابن کثیرؒ نے اس مقام پر دو روایتیں نقل فرمائی ہیں۔ ایک روایت نسائی شریف کی ہے کہ ہجرت کے آٹھویں سال رمضان المبارک کے مہینے میں مکہ مکرمہ فتح ہو گیا تو جو لوگ اپنے آپ کو بڑا مجرم سمجھتے تھے وہ روپوش ہو گئے۔ مثلاً وحشی بن حرب جس نے آپ ﷺ کے چچا مبارک حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تھا لیکن بعد میں یہ مسلمان ہو گئے تھے ؓ۔ حضار ابن اسود نے آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا پر ظلم کیا تھا۔ وہ اسطرح کی کہ یہ مردوں اور عورتوں کے قافلے کیساتھ مدینہ طیبہ آنحضرت ﷺ کی ملاقات کیلئے جارہی تھیں۔ حضار ابن اسود رشتے میں خسر لگتا تھا۔ حقیقی خسر نہیں تھا کہنے لگا تو کہاں جارہی ہے؟ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اپنے خاوند (حضرت ابوالعاص بن ربیع) کی اجازت سے ابا جی کو ملنے جارہی ہوں۔ کہنے لگا تجھے کوئی اجازت نہیں ہے۔ انہوں نے کہا میرے ساتھ کوئی بات نہ کرو اگر بات کرنی ہے تو میرے خاوند سے کرو۔ کہنے

لگا کوئی اجازت نہیں ہے ان کی ٹانگ سے پکڑ کر پیچھے کھینچا وہ اونٹ سے نیچے گر گئیں پیٹ میں بچہ تھا حمل ضائع ہو گیا اور بیمار ہو گئیں ۔ جس نے ایسی حرکت کی ہو اس کو تو خطرہ ہوتا ہے کہ میں نے جرم کیا ہے تو یہ بھی بھاگ گیا، بعد میں یہ بھی مسلمان ہو گیا تھا ﷺ۔ ابوجہل کا بیٹا عکرمہ بھی بھاگ گیا تھا۔ باپ کے مرنے کے بعد سارے کفر یہ کام یہی کرتا تھا لیکن بعد میں مسلمان ہو گیا تھا ﷺ اسی طرح صفوان بن امیہ بڑا ہوشیار قسم کا آدمی تھا اور بڑا فراخ دل تھا خود پیچھے رہتا تھا، ہتھیار اور رقم کافروں کو مہیا کرتا تھا ان کا بڑا معاون تھا یہ بھی بھاگ گیا۔ اس وقت جدہ شہر نہیں تھا یہ بعد میں آباد ہوا ہے اور مکہ مکرمہ سے پینتالیس میل کے فاصلے پر ہے اور بندرگاہ ہے۔ اس زمانے میں کعبۃ اللہ کے دروازے کی سیدھ پر تیس میل کے فاصلے پر سمندر کے کنارے کشتیاں کھڑی ہوتی تھیں اور وہاں کچھ جھونپڑیاں تھیں اگر کسی نے حبشہ وغیرہ جانا ہوتا تھا تو وہاں سے کشتیوں پر سوار ہو کے جاتے تھے۔ جھونپڑیوں میں لوگ رہتے تھے، دودھ، ستو اور کھجوریں بیچتے تھے۔ اس زمانے میں یہی چیزیں ہوتی تھیں۔ عکرمہ نے دیکھا کہ اب عرب میں مجھے پناہ نہیں مل سکتی کیونکہ سارے عرب میں اسلام کا جھنڈا لہرا دیا گیا ہے لہذا میں حبشہ چلا جاؤں حالات ساز گار ہوئے تو واپس آجاؤں گا ورنہ وہیں رہوں گا۔

مشرکین مکہ انتہائی مشکل میں صرف اللہ تعالیٰ کو پکارتے تھے :

اتفاق کی بات ہے کہ جب یہ وہاں پہنچا تو کشتی تیار تھی اور لوگوں کیساتھ یہ بھی سوار ہو گیا۔ کشتی جب پانچ چھ میل کا سفر کر چکی تو اچانک سخت طوفان آ گیا کشتی کے سواروں میں سے کسی نے کہا یَا مَنَاتُ اَغِثْنِیْ اے منات! میری مدد کر، کسی نے کہا یَا عُزّٰی اَغِثْنِیْ اے عزیٰ! میری مدد کر، کسی نے کہا یَا لَاتُ اَغِثْنِیْ اے لات! میری مدد کر۔ ہر ایک نے

اپنے اپنے معبود کو پکارنا شروع کیا۔ کشتی بانو یعنی ملاحوں نے کہا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہ پکارو فَاِنَّ اٰلِهَتَكُمْ لَا تُغْنِ هٰهُنَا شَيْئًا ''بیشک تمہارے خدا یہاں کام نہیں آسکتے۔'' یہاں صرف رب تعالیٰ کو پکارو، یہاں اگر بچانا ہے تو صرف رب نے بچانا ہے۔ یہاں اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ لات، منات اور عزیٰ کسی نے ٹانگ نہیں اڑائی۔ حالانکہ ملاح بھی مشرک تھے۔ عکرمہ نے کہا کہ اگر یہاں ہمارے خدا کچھ نہیں کر سکتے تو خشکی میں کیا کرتے ہیں۔ یہی سبق تو ہمیں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ دیتے ہیں کہ صرف ایک رب کو پکارو اور کسی کو نہ پکارو! میں رب تعالیٰ کو گواہ بنا کے کہتا ہوں کہ اگر میں بچ گیا تو ضرور میں محمد ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ دونگا یعنی ان کی بیعت کرونگا۔ تو اس وقت کے مشرکوں کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ انتہائی مشکل میں صرف رب تعالیٰ کو پکارتے تھے دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ کو خالص کرتے ہوئے اسی کیلئے پکار کو۔

آج کل کے مشرک مشرکین مکہ سے آگے ہیں :

لیکن آج کل کا مشرک کہتا ہے......

بگرداب بلا افتاد کشتی ☆ مدد کن یا معین الدین چشتی

یا بہاء الحق ☆ بیڑا دھک

امداد کن امداد کن از بند غم آزاد کن ☆ در دین و دنیا شاد کن یا شیخ عبد القادر

العیاذ باللہ یقین جانو! یہ لوگ مشرک ہیں اور مشرکین مکہ سے ایک نمبر آگے ہیں، یہ ایک نمبر کے مشرک ہیں۔ مشرک کو کوئی سینگ نہیں لگا ہوتا وہ ہماری طرح کا انسان ہوتا ہے۔ ساتھیو! شرک سے بچو یہ اتنی بری چیز ہے کہ اسکے چند قطرے بھی نیکیوں میں پڑ گئے تو ساری نیکیاں تباہ ہو جائیں گی۔ تو خیر عکرمہ نے کہا کہ اگر ہمارے خدا ہمیں یہاں نہیں بچا سکتے تو

باہر بھی نہیں بچا سکتے لہذا کشتی واپس کرو، ملاح کشتی واپس لے آئے۔ عکرمہ نے دیکھا کہ اس کی بیوی ام حکیم بغل میں کوئی چیز چھپائے کنارے پر کھڑی ہے۔ یہ بڑا حیران ہوا کہ یہ یہاں کس طرح اور کیوں آئی ہے؟ اس کی بیوی نے کہا خیر ہے پریشانی والی کوئی بات نہیں ہے، میں آئی تھی تجھے بلانے کیلئے جب پہنچی تو کشتی جا چکی تھی۔ میں حیران تھی کہ معلوم نہیں اب چھ ماہ بعد آئے یا سال بعد مگر تم جلدی واپس آگئے ہو۔ عکرمہ نے کہا خیر ہے مکہ والوں کا کیا بنا؟ اس کی بیوی نے کہا مکے والے بڑے خوش ہیں۔ حضرت محمد ﷺ نے صفا کی چٹان پر کھڑے ہو کر لوگوں کو بلایا، مرد، عورتیں، بچے اور بوڑھے سب آگئے۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو ان کے جرائم بتائے کہ فلاں موقع پر تم نے یہ کیا، فلاں موقع پر تم نے میرے ساتھ یہ زیادتی کی، میرے فلاں فلاں ساتھی کو شہید کیا، فلاں عورت کو شہید کیا۔ حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت حارث بن ہالہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پہلے خاوند کے بیٹے تھے جن کو مشرکوں نے شہید کیا تھا، حضرت یاسر رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا۔ فلاں وقت تم نے یہ کیا، فلاں وقت تم نے یہ کیا جب آپ ﷺ جرائم بیان کرتے جا رہے تھے یقین ہوتا جا رہا تھا کہ ہمیں کبھی معافی نہیں ملے گی لیکن آپ ﷺ نے جرائم بیان کرنے کے بعد فرمایا مکے والو! تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے ساتھ کیا ہونا چاہئے؟ سب کی گردنیں جھکی ہوئی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں وہی کچھ کہوں گا جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو کہا تھا لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ [سورۃ یوسف: ۹۲] ''نہیں ملامت آج کے دن تم پر۔'' میں نے تم سب کو معاف کر دیا کسی کو کچھ نہیں کہوں گا۔ ام حکیم فرماتی ہیں کہ میں آپ ﷺ کے قریب ہوئی اور کہا کہ مجھے جانتے ہو؟ فرمایا ہاں! ام حکیم تو ہے۔ کہنے لگی میرا خاوند عکرمہ بھاگا ہوا ہے اس کیلئے پناہ ہے؟ فرمایا ہاں! اس کیلئے پناہ ہے، وحشی بن حرب

بھاگا ہوا ہے اس کیلئے پناہ ہے؟ فرمایا ہاں! اس کیلئے بھی پناہ ہے۔ ہبار بن اسود کا بھتیجا آیا کہ حضرت میرے چچا کو بھی پناہ ہے؟ فرمایا اس کو بھی پناہ ہے، سفیان بن امیہ کا پوتا آیا کہ اس کو بھی پناہ ہے؟ فرمایا اس کو بھی پناہ ہے۔ ام حکیم فرماتی ہیں کہ میں نے کہا میرا خاوند یقین نہیں کرے گا تم کوئی نشانی دیدو۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت ﷺ نے کالے رنگ کی پگڑی باندھی ہوئی تھی عَمَامَةٌ سَوْدَاءُ۔ آپ نے اپنی پگڑی اتار کر دیدی اور فرمایا کہ سب جانتے ہیں کہ کالی پگڑی میری ہے۔ کہنے لگی میں آپ ﷺ کی پگڑی لے کر آئی ہوں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اونٹ پر سوار ہو کر آئی تھی اسی پر دونوں سوار ہو کر گئے۔ روایات میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جب دروازے سے دیکھا کہ عکرمہ آ رہا ہے تو اس کی دلجوئی کی خاطر اٹھے اور فرمایا مَرْحَبًا بِالرَّاكِبِ الْمُهَاجِرِ کہ اب تو رب تعالیٰ کے رسول کی طرف ہجرت کر کے آیا ہے۔

تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مشرک جب انتہائی مشکل میں پھنستے تھے تو خالص اللہ تعالیٰ کو پکارتے تھے اور کیا دعائیں کرتے تھے؟ لَئِنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ اگر تو نے ہمیں نجات دے دی اس مصیبت سے تو البتہ ضرور ہم ہو جائیں گے شکر کرنے والوں میں سے فَلَمَّآ اَنْجٰهُمْ پس جب اللہ تعالیٰ نے ان کو نجات دیتا ہے اِذَا هُمْ يَبْغُوْنَ فِى الْاَرْضِ تو اچانک وہ سرکشی کرتے ہیں زمین میں بِغَيْرِ الْحَقِّ ناحق کہ دریا میں تو اکیلے رب تعالیٰ کو پکارتے ہیں ور باہر آ کر کہتے ہیں فلاں نے بچا لیا فلاں نے بچا لیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو! اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ بیشک تمہاری سرکشی تمہاری جانوں پر پڑے گی۔ رب تعالیٰ کا کیا بگڑے گا بگڑے گا تو تمہارا ہی مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا یہ سامان ہے دنیا کی زندگی کا، فائدہ اٹھا لو ثُمَّ اِلَيْنَا

مَرْجِعُكُمْ پھر ہماری طرف ہے تم کا لوٹنا، آنا تو ہمارے پاس ہی ہے نا! فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ پس ہم تمہیں خبر دیں گے اس کاروائی کی جو تم کرتے تھے۔ ہم سب کچھ جانتے ہیں کہ تم کیا کرتے ہو۔

إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ أَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْأَرْضِ مِمَّا يَأْكُلُ النَّاسُ وَالْأَنْعَامُ ط حَتّٰٓى إِذَآ أَخَذَتِ الْأَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ أَهْلُهَآ أَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ لا أَتٰهَآ أَمْرُنَا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَأَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْأَمْسِ ط كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا إِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ط وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۵﴾ لِلَّذِيْنَ أَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ط وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ط أُولٰٓئِكَ أَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ج هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا لا وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ط مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ج كَأَنَّمَآ أُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا ط أُولٰٓئِكَ أَصْحٰبُ النَّارِ ج هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷﴾

اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا پختہ بات ہے مثال دنیا کی زندگی کی كَمَآءٍ ایسے ہی ہے جیسے پانی اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ جسے نازل کیا ہم نے آسمان سے فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ پس مل گیا اس کیساتھ زمین کا سبزہ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ جس کو کھاتے ہیں لوگ اور جانور حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ یہاں تک کہ جب پکڑ لیتی ہے زُخْرُفَهَا اپنی رونق وَازَّيَّنَتْ اور زمین مزین ہو جاتی ہے وَظَنَّ اَهْلُهَآ اور گمان کرتے ہیں زمین کے رہنے والے اَنَّهُمْ

قٰدِرُوْنَ عَلَیْھَآ کہ بیشک وہ اس پر قادر ہیں اَتٰھَآ اَمْرُنَا لَیْلًا اَوْنَھَارًا تو آیا اس پر ہمارا حکم رات کو یا دن کو فَجَعَلْنٰھَا حَصِیْدًا پس ہم نے کر دیا اس کو کٹی ہوئی کھیتی کَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ گویا کہ وہ نہیں تھی کل وہاں کَذٰلِکَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ اسی طرح ہم تفصیل سے بیان کرتے ہیں آیتیں لِقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ ایسی قوم کیلئے جو فکر کرتی ہے وَاللّٰہُ یَدْعُوْآ اِلٰی دَارِ السَّلٰمِ اور اللہ تعالیٰ دعوت دیتا ہے سلامتی کے گھر کی طرف وَیَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اور ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ سیدھے راستے کی طرف لِلَّذِیْنَ ان لوگوں کیلئے اَحْسَنُوْا جو نیکی کرتے ہیں الْحُسْنٰی اچھائی ہوگی وَزِیَادَۃٌ اور مزید کچھ ہوگا وَلَا یَرْھَقُ وُجُوْھَھُمْ اور نہیں چڑھے گی ان کے چہرے پر قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّۃٌ سیاہی اور نہ ذلت اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ یہی لوگ ہیں جنت والے ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ وہ جنت میں ہمیشہ رہنے والے ہونگے وَالَّذِیْنَ کَسَبُوا السَّیِّاٰتِ اور وہ لوگ جنہوں نے کمائی ہیں برائیاں جَزَآءُ سَیِّئَۃٍ بِمِثْلِھَا بدلہ برائی کا اس جیسا ہی ہوگا وَتَرْھَقُھُمْ ذِلَّۃٌ اور چھا جائے گی ان پر ذلت مَالَھُمْ مِّنَ اللّٰہِ نہیں ہوگا ان کیلئے اللہ تعالیٰ کے سامنے مِنْ عَاصِمٍ کوئی بچانے والا کَاَنَّمَآ اُغْشِیَتْ وُجُوْھُھُمْ گویا کہ ڈھانپ دیئے گئے ہیں ان کے چہرے قِطَعًا مِّنَ الَّیْلِ مُظْلِمًا رات کے ٹکڑوں کیساتھ جو کالی رات ہے اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ یہی لوگ ہیں دوزخ والے ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔

دنیا کی زندگی کی بے ثباتی:

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے دنیا کی زندگی کا ناپائیدار ہونا سمجھایا ہے اور بتایا کہ مخلوق کی زندگی ہمیشہ کی نہیں ہے یہ ہمیشگی کی صفت صرف رب تعالیٰ کو حاصل ہے کہ اس پر کبھی فنا نہیں آئے گی۔ سورۃ الرحمٰن میں ہے کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ وَّیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّکَ ذُوالْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ ”جو کوئی بھی ہے زمین میں فنا ہونے والا ہے اور باقی رہے گی تیرے پروردگار کی ذات جو بزرگی اور عظمت والا ہے۔“ لہٰذا دنیا کی زندگی کو عارضی سمجھو دائمی نہ سمجھو۔ اس بات کو اللہ تعالیٰ مثال کے ذریعے سمجھاتے ہیں۔ فرمایا اِنَّمَا مَثَلُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا پختہ بات ہے مثال دنیا کی زندگی کی کَمَآءٍ ایسے ہی ہے جیسے پانی ہے اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ جس کو ہم نے نازل کیا ہم نے آسمان سے کہ بارش برسی فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ پس مل گیا اس پانی کیساتھ زمین کا سبزہ مِمَّا یَاْکُلُ النَّاسُ جس کو کھاتے ہیں لوگ جیسے ساگ، مولی اور ٹماٹر وغیرہ سبزیاں جو انسان کھاتے ہیں وَالْاَنْعَامُ اور جانور کھاتے ہیں۔ پہلے زمین پر کوئی چیز نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بارش ہوتی ہے جس سے چارہ اور فصلیں پیدا ہوتی ہیں اور جانور کھاتے ہیں حَتّٰٓی اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا یہاں تک کہ جب زمین پکڑ لیتی ہے اپنی رونق وَازَّیَّنَتْ اور مزین ہو جاتی ہے وَظَنَّ اَهْلُهَآ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَیْهَا اور گمان کرتے ہیں زمین پر رہنے والے کہ وہ بیشک اس پر قادر ہیں کاٹنے کیلئے اَتٰهَآ اَمْرُنَا لَیْلًا اَوْ نَهَارًا تو آیا اس پر ہمارا حکم عذاب کا رات کو یا دن کو فَجَعَلْنٰهَا حَصِیْدًا پس ہم نے کر دیا اس کو کٹی ہوئی کھیتی کَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ گویا کہ وہ نہیں تھی کل وہاں، سیلاب آیا سب کو بہا کر لے گیا، آگ آئی سب کو جلا کے رکھ دیا۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب نے سرسبز زمین کو کھنڈر بنا دیا ایسے ہی تم زندگی کو سمجھو یہ

زندگی بھی ایک سبزی کی طرح ہے آدمی ہمیشہ جوان نہیں رہتا یہ زوال پذیر مخلوق ہے، بچپن ،جوانی، بڑھاپا۔

بعض خوابوں کی تعبیر :

اس آیت کریمہ کی روشنی میں علم تعبیر الرویا والے فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص خواب میں پانی دیکھے تو اس سے مراد زندگی ہوگی، زیادہ پانی دیکھے تو زیادہ زندگی مراد ہوگی اور اگر کم پانی دیکھے تو کم زندگی مراد ہوگی، صاف پانی دیکھے تو صاف زندگی ہوگی اور اگر میلا کچیلا پانی دیکھے تو تکلیف دہ زندگی ہوگی اور اگر خواب میں دودھ دیکھے تو اس سے مراد علم ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا خواب میں میں نے دیکھا کہ میرے سامنے دودھ کا پیالہ پیش کیا گیا میں نے وہ دودھ پیا پھر وہ پیالہ میں نے عمر بن خطاب کو پکڑا دیا انہوں نے خود بھی پیا اور لوگوں میں بھی تقسیم کیا۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا حضرت دودھ سے کیا مراد ہے؟ فرمایا علم مراد ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ ﷺ سے جو علم حاصل کیا تھا اس کو اپنی خلافت کے دور میں دنیا میں پھیلا دیا۔

حضور ﷺ جب دنیا سے رخصت ہوئے تو مسلمانوں کی تعداد :

آنحضرت ﷺ جب دنیا سے تشریف لے گئے تو اس وقت صحابہ کرام ﷺ کی تعداد ڈیڑھ لاکھ کے قریب تھی ۔بعض حضرات نے ایک لاکھ چالیس ہزار اور بعض نے ایک لاکھ چوالیس ہزار بھی لکھی ہے۔ بہر حال ڈیڑھ لاکھ پورے نہیں تھے۔

لیکن جب حضرت عمر ؓ دنیا سے رخصت ہوئے اس وقت کلمہ پڑھنے والوں کی تعداد چھ کروڑ تھی ۔مصر فتح ہوا، عراق فتح ہوا، روم کا کافی علاقہ فتح ہوا۔ یہ تقریباً تئیس

(۲۳) لاکھ مربع میل کا رقبہ بنتا ہے جو حضرت عمرؓ کے دور میں فتح ہوا سرزمین عرب کے علاوہ۔ اور انہوں نے مؤذن اور امام مقرر کیے، مساجد میں تعلیم کا نظام شروع کیا اور پڑھانے والوں کے وظائف مقرر کیے اور پورا انتظام فرمایا۔

مسجدوں کی روشنی اور چٹائیوں کی ابتداء :

پہلے مسجدوں میں چٹائیاں نہیں ہوتی تھیں، کوئی شوقین ہوتا تھا تو اپنا مصلیٰ چادر گھر سے ساتھ لاتا اور اس پر نماز پڑھ لیتا تھا ورنہ صرف زمین پر نماز پڑھتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ لوگوں کو بڑی تکلیف ہوتی ہے کہ گردوغبار کپڑوں کو لگتا ہے تو انہوں نے مسجدوں میں صفوں کا انتظام کروایا۔ تو مسجدوں میں چٹائیاں حضرت عمرؓ کے دور میں شروع ہوئی ہیں۔ اسی طرح پہلے مسجدوں میں روشنی کا انتظام بھی نہیں ہوتا تھا یہ بھی حضرت عمرؓ کے دور میں شروع ہوا۔ اس کی صورت یہ پیش آئی کہ حضرت تمیم داریؓ مشہور صحابی ہیں پہلے عیسائی تھے پھر مسلمان ہوئے، یہ سحری کے وقت مسجد میں تشریف لائے اندھیرا تھا کسی آدمی سے ٹکرا گئے، آگے چلے تو دوسرا کھڑا تھا اس کو ٹکر لگی مسجد نبویؐ میں تہجد پڑھنے کیلئے لوگ آجاتے تھے۔ حضرت تمیم داری نے خیال کیا کہ مجھے ٹکر لگی ہے تو اوروں کو بھی لگتی ہوگی لہذا مسجد میں چراغ کا انتظام کیوں نہ کرلیا جائے؟ چنانچہ انہوں نے محراب کے پاس ذوا ئینٹیں رکھیں اور ان پر مٹی کا چراغ رکھ دیا۔ حضرت عمرؓ فجر کی سنتیں گھر پڑھ کر تشریف لاتے تھے اور آنحضرت ﷺ کا بھی یہی معمول تھا۔ صبح کی نماز اس زمانے میں جلدی ہوتی تھی کیونکہ سارے ہی تہجد پڑھنے والے ہوتے تھے اذان ہوتے ہی سارے مسجد میں پہنچ جاتے تھے اور آج صورتِ حال یہ ہے کہ جب صبح کی اذان ہوتی ہے تو ہم آنکھیں ملتے ہوئے اٹھتے ہیں پھر قضائے حاجت سے فارغ ہو کر وضو کرتے ہیں کافی

وقت لگ جاتا ہے۔تو حضرت عمرؓ سنتیں پڑھ کر آئے تو انہوں نے دیکھا کہ مسجد میں خلافِ معمول روشنی ہے۔پوچھا مَنْ وَضَعَهَاهٰهُنَا یہ چراغ یہاں کس نے رکھا ہے؟قدرتی طور پر حضرت عمرؓ کا قد بھی بڑا تھا اور آواز بھی کھڑاک والی تھی کوئی نہ بولا پھر ذرا غصے سے کہا مَنْ وَضَعَهَاهٰهُنَا پھر کوئی نہ بولا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا نَوَّرَ اللّٰهُ قَبْرَهٗ كَمَا نَوَّرَ مَسْجِدَنَا ''اللہ تعالیٰ چراغ رکھنے والے کی قبر کو روشن کرے۔جسطرح اس نے ہماری مسجد کو روشن کیا ہے۔'' یہ لفظ سنتے ہی حضرت تمیم داریؓ بولے کہ حضرت چراغ میں نے رکھا ہے۔حضرت عمر نے فرمایا کہ ضرورت کے مطابق مسجد میں روشنی ہونی چاہئے ضرورت سے زیادہ اسراف ہوگا۔تو یہ سارے انتظامات حضرت عمرؓ کے دور میں ہوئے اور وہ دودھ کا پیالہ جو آنحضرت ﷺ نے پیا تھا اور پھر حضرت عمر کو دیا تھا اس سے مراد علم اور دین تھا اور اس طرح پھیلا۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ اسی طرح ہم تفصیل سے بیان کرتے ہیں آیتیں ایسی قوم کیلئے جو فکر کرتی ہے۔

جنت سلامتی کا گھر:

وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ اور اللہ تعالیٰ دعوت دیتا ہے سلامتی کے گھر کی طرف۔جنت کا نام دار السلام بھی ہے اسلئے کہ جس وقت جنتی جنت میں داخل ہوں گے تو فرشتے کہیں گے سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ سلام ہو تم پر،اندر قدم رکھیں گے تو حوریں سلام کریں گی وہاں جو بچے ہوں گے غلمان ہونگے وہ سلام کریں گے حتیٰ کہ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ الرَّحِيْمِ رب تعالیٰ کی ذات بھی اپنے بندوں کو سلام کہے گی۔اور اس لئے بھی دار السلام ہے کہ وہاں کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہوگی،نہ بخار،نہ سر درد،نہ نزلہ زکام،نہ پیٹ درد،نہ جھگڑا فساد،یہ جتنی بیماریاں اور شرارتیں دنیا میں ہیں سب ختم ہو جائیں گی،آرام ہی آرام،

سکون ہی سکون ہوگا وَيَهْدِیْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ اور ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ۔ اور ہدایت دیتا کن لوگوں کو ہے وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا [سورۃ عنکبوت:۶۹] ''اور وہ لوگ جنہوں نے کوشش کی ہمارے لئے ہم ضرور راہنمائی کریں گے ان کی اپنے راستوں کی طرف ۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف آنے کی کوشش کرتے ہیں، نیکی کے کام کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرما دیتے ہیں اور جو غلط راستے پر چلتے ہیں فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ [سورۃ صف:۵] ''جب وہ ٹیڑھے راستے پر چل پڑے تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے ۔'' زبردستی اللہ تعالیٰ نہ کسی کو ایمان دیتا ہے اور نہ گمراہ کرتا ہے ۔ قادر مطلق ہے چاہے تو اس طرح بھی کر سکتا ہے لیکن اس طرح کرتا نہیں ہے ۔ یاد رکھنا! صراط مستقیم پر قائم رہنا بڑی چیز ہے ہم ہر نماز میں کہتے ہیں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ''چلا ہمیں سیدھے راستے پر راستہ ان لوگوں کا جن پر تو نے انعام کیا ہے ۔'' اور جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے وہ پیغمبر ہیں، صدیق ہیں، شہید ہیں، صالحین ہیں ۔ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ان لوگوں کیلئے جو نیکی کرتے ہیں بھلائی ہوگی اور مزید کچھ اور ہوگا ۔

زیادہ کی تین تفسیریں :

اور مفسرین کرامؒ اس کا یہ معنیٰ بھی کرتے ہیں جو آدمی ایمان کی حالت میں اخلاص کیساتھ اتباع سنت پہ عمل کرے گا اس کو ایک نیکی کا بدلہ دس گنا ملے گا مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا قاعدے کے تحت نیکی اس نے ایک کی ہے اور رب تعالیٰ نے نو مزید دے دیں ۔ مسلمان مسلمان بھائی کو کہے السلام علیکم تو اللہ تعالیٰ دس نیکیاں بھی دیتا ہے اور ایک صغیرہ گناہ بھی معاف کرتا ہے اور ایک درجہ بھی بڑھا دیتا ہے ۔ ایک دفعہ الحمد للہ کہنے

سے دس نیکیاں مل گئیں۔ قرآن کریم پڑھتا ہے الم تو الف کی دس نیکیاں الگ، لام کی دس نیکیاں الگ اور میم کی دس نیکیاں الگ، تیس نیکیاں مل گئیں۔ پڑھنے والے کو اور سننے والے کو بھی اتنی ہی مل جاتی ہیں اور نیکی فی سبیل اللہ کی مد میں ہو تو ایک کے بدلے کم از کم سات سو ہیں۔ جو آدمی گھر سے اس نیت کیساتھ چلا کہ میں دین سیکھوں گا اور اس کی نشر و اشاعت کروں گا اس کا ہر قدم فی سبیل اللہ کی مد میں ہے ایک روپیہ خرچ کرے گا سات سو کا ثواب ملے گا وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَاءُ ''اور اللہ تعالیٰ بڑھاتا ہے جس کیلئے چاہتا ہے۔'' اور یہ معنٰی بھی کرتے ہیں کہ ان لوگوں کیلئے جنہوں نے نیکی کی جنت ہے اور زیادہ ہوگی یعنی اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوگی۔ چنانچہ مسلم شریف اور ترمذی شریف کی روایت میں ہے کہ زیادہ سے مراد دیدارِ خداوندی ہے۔ جو کسی کو ایک دن میں دو دفعہ ہوگا، کسی کو ایک دفعہ، کسی کو ہفتے کے بعد ہوگا اس دیدار سے جو خوشی اور لذت ہوگی وہ آدمی وہیں سمجھے گا یہاں نہیں سمجھ سکتا۔

مسلمانوں کے چہرے منور ہوں گے :

وَلَا یَرْھَقُ وُجُوْھَھُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّۃٌ اور نہیں چڑھے گی ان کے چہرے پر سیاہی اور نہ ذلت۔ قَتَرٌ تارکول کو کہتے ہیں، لُک جو سڑکوں پر ڈالی جاتی ہے، مراد سیاہی ہے۔ اور کافروں کے بارے میں آتا ہے تَسْوَدُّ وُجُوْہٌ ان کے چہرے سیاہ ہونگے اور نافرمانوں کی آنکھیں جھکی ہوئی ہونگی۔ خَاشِعَۃً اَبْصَارُھُمْ تَرْھَقُھُمْ ذِلَّۃٌ ''آنکھیں ان کی جھکی ہوئی ہونگی اور ان پر ذلت سوار ہوگی۔'' ایمان والوں کے چہرے منور اور ہشاش بشاش ہونگے۔ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ یہی لوگ ہیں جنت والے ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ وہ جنت میں ہمیشہ رہنے والے ہونگے وَالَّذِیْنَ کَسَبُوا السَّیِّاٰتِ اور وہ لوگ جنہوں نے کمائی ہیں برائیاں جَزَآءُ سَیِّئَۃٍ بِمِثْلِھَا برائی کا بدلہ اس جیسا ہی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت

دیکھو کہ ایک نیکی پر دس گنا اجر ملتا ہے اور برائی ایک کی دو نہیں ہوتیں، ایک ہی رہے گی۔ دس دفعہ سبحان اللہ کہو تو سو نیکیاں درج ہوتی ہیں اور دس برائیاں کرو تو دس ہی لکھی جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت دیکھو! اتنا کچھ ہوتے بھی انسان جنت سے محروم رہے تو واقعی بڑا بد قسمت ہے۔ وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ اور چھا جائے گی ان پر ذلت مَالَهُمْ مِنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ نہیں ہوگا ان کیلئے اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی بچانے والا اللہ تعالیٰ کی گرفت سے ان کو کوئی چھڑانے والا نہیں ہوگا كَاَنَّمَآ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا گویا کہ ڈھانپ دیئے گئے ہیں ان کے چہرے رات کے ٹکڑوں کیساتھ جو کالی رات ہے۔ ان کے چہرے ایسے کالے سیاہ ہونگے جیسے کالی رات کے ٹکڑے اتار کر ان کے چہروں پر لگا دیئے گئے ہیں، بڑی بری شکلیں ہونگی اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ یہی لوگ ہیں دوزخ والے هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دوزخ کے کاموں سے بچائے اور محفوظ رکھے۔ (آمین)

۞۞۞

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ
نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ أَنتُمْ وَشُرَكَاؤُكُمْ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ
وَقَالَ شُرَكَاؤُهُم مَّا كُنتُمْ إِيَّانَا تَعْبُدُونَ ﴿٢٨﴾ فَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا
بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ إِن كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغَافِلِينَ ﴿٢٩﴾ هُنَالِكَ تَبْلُو
كُلُّ نَفْسٍ مَّا أَسْلَفَتْ وَرُدُّوا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقِّ وَضَلَّ عَنْهُم
مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٣٠﴾ قُلْ مَن يَرْزُقُكُم مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَمَّن
يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَمَن يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ
الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَن يُدَبِّرُ الْأَمْرَ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ فَقُلْ
أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿٣١﴾ فَذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا
الضَّلَالُ فَأَنَّىٰ تُصْرَفُونَ ﴿٣٢﴾

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا اور جس دن ہم جمع کریں گے ان سب کو ثُمَّ
نَقُولُ پھر کہیں گے لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا ان لوگوں کو جنہوں نے شرک کیا مَكَانَكُمْ
أَنتُمْ وَشُرَكَاؤُكُمْ اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو تم اور تمہارے شریک بھی فَزَيَّلْنَا
بَيْنَهُمْ پھر ہم ان کو الگ الگ کر دیں گے وَقَالَ شُرَكَاؤُهُم اور کہیں گے ان
کے شریک مَا كُنتُمْ إِيَّانَا تَعْبُدُونَ تم ہماری عبادت نہیں کرتے تھے فَكَفَىٰ
بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ پس کافی ہے اللہ تعالیٰ گواہ ہمارے تمہارے درمیان
إِن كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغَافِلِينَ بیشک ہم تمہاری عبادت سے بے خبر تھے

هُنَالِكَ تَبْلُوا كُلُّ نَفْسٍ اس مقام پر جانچ لے گا ہر نفس مَّآ اَسْلَفَتْ جو اس نے آگے بھیجا ہے وَرُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ اور لوٹائے جائیں گے اللہ تعالیٰ کی طرف مَوْلٰهُمُ الْحَقِّ جو ان کا سچا آقا ہے وَضَلَّ عَنْهُمْ اور غائب ہو جائے گی ان سے وہ چیز مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ جو افتراء باندھتے رہے تھے قُلْ آپ کہہ دیں مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ کون رزق دیتا ہے تم کو آسمان سے اور زمین سے اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ آیا کون ہے مالک کانوں کا اور آنکھوں کا وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ اور کون ہے جو نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ اور نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ اور کون سب معاملات کی تدبیر کرتا ہے فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ پس یقیناً وہ کہیں گے اللہ تعالیٰ ہی ہے فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ پس آپ کہہ دیں پھر تم شرک سے کیوں نہیں بچتے فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ پس یہی ہے اللہ تعالیٰ رَبُّكُمُ الْحَقُّ تمہارا سچا پروردگار فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ پس کیا ہے حق کے بعد اِلَّا الضَّلٰلُ سوائے گمراہی کے فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ پس کدھر الٹے پھیرے جا رہے ہو۔

میدان محشر میں مشرکوں کی رسوائی :

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا اور جس دن ہم جمع کریں گے ان سب کو۔ حشر کا معنی ہے اکٹھا کرنا، جمع کرنا اور نشر کا معنی بکھیرنا۔ قیامت کا دن ہوگا اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت ہوگی، اللہ تعالیٰ سب کو جمع کریں گے ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا پھر ہم کہیں گے ان لوگوں کو جنہوں نے شرک کیا مَكَانَكُمْ اپنی اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو اَنْتُمْ

وَ شُرَکَاؤُکُمْ تم اور تمہارے شریک بھی کہ جن کو تم نے رب تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا تھا۔ کچھ وقت کیلئے سب اکٹھے ہونگے ایک دوسرے کی شکلیں صورتیں قد وقامت دیکھیں گے ایک دوسرے کی شناخت کرلیں گے پھر رب تعالیٰ کا حکم ہوگا الگ الگ ہو جاؤ۔ فرمایا فَزَیَّلْنَا بَیْنَھُمْ پھر ہم ان کو الگ الگ کردیں گے۔ جو شرک عبادت کرنے والے تھے علیحدہ اور جنکو معبود بنایا تھا وہ علیحدہ، درجہ بندی ہوگی وَقَالَ شُرَکَآؤُھُمْ اور کہیں گے ان کے شریک۔ جنکو رب تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا تھا مَّا کُنْتُمْ اِیَّانَا تَعْبُدُوْنَ تم ہماری عبادت نہیں کرتے تھے فَکَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیْدًا م بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ پس کافی ہے اللہ تعالیٰ گواہ ہمارے تمہارے درمیان اِنْ کُنَّا عَنْ عِبَادَتِکُمْ لَغٰفِلِیْنَ بیشک ہم تمہاری عبادت سے غافل اور بے خبر تھے۔ ہمیں معلوم نہیں تھا کہ تم نے کس کی عبادت کی ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ یہ معبود کون ہیں؟ جو اپنی عبادت کے منکر ہونگے تو تفسیروں میں اس کی وضاحت کی گئی ہے۔ مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ اگر وہ بت تھے جن کی عبادت کی گئی ہے تو ظاہر بات ہے کہ بت بے حس وحرکت ہوتا ہے اس کو کیا معلوم کہ کوئی کیا کر رہا ہے اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کے پیارے بندے ہیں جیسے حضرت عزیر علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت مریم علیہا السلام وغیرھم کہ ان کی بھی عبادت کی گئی ہے، ان کو بھی لوگوں نے الٰہ بنایا ہے فرشتوں کو بھی الٰہ بنایا گیا ہے ان کی بھی پوجا کی گئی ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ گواہ ہے ہمیں نہیں معلوم کہ تم نے کس کی عبادت کی ہے۔ ہم نے تو اپنی عبادت کا کسی کو نہیں کہا۔ یہ جو کچھ تم کرتے رہے ہو ہمارے حکم سے نہیں کیا اور نہ ہی ہمیں تمہاری عبادت کا کوئی پتہ ہے کیونکہ یہ تو سارے اپنی اپنی جگہ آرام فرما رہے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوسرے آسمان پر زندہ موجود ہیں انکو کیا معلوم کہ زمین پر عیسائی کیا کر رہے ہیں، حضرت عزیر علیہ السلام اپنی

جگہ جنت میں آرام فرما ہیں انکو کیا معلوم کہ پیچھے یہودی ان کی پوجا کر رہے ہیں، حضرت مریم علیہا السلام اپنی جگہ آرام فرما ہیں ان کو کیا معلوم کہ پیچھے کیا ہو رہا ہے۔ اور ہر فرشتہ ہر آدمی کے ساتھ نہیں ہوتا جہاں جس کی ڈیوٹی ہے وہیں ہوتا ہے اور غیب کا علم فرشتوں کو بھی نہیں ہے۔ وہ اپنی اپنی جگہ پر ہیں ان کو کیا معلوم کہ لوگ ہمارے بارے میں کیا کہتے اور کرتے ہیں اور معبودانِ باطلہ جنہوں نے اپنی عبادتیں کروائی ہیں وہ بھی انکار کریں گے کہ تم ہماری عبادت نہیں کرتے تھے بلکہ اپنی خواہشات کے پیچھے لگے ہوئے تھے تو اس طرح سارے ہی عبادت کرنے والوں کی عبادت کا انکار کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّآ اَسْلَفَتْ اس مقام پر جانچ لے گا ہر نفس جو اس نے آگے بھیجا ہے۔ نیکیاں بھیجی ہیں وہ بھی سامنے آجائیں گی، برائیاں بھیجیں ہیں وہ بھی سامنے آجائیں گی، توحید سامنے آئی گی، شرک سامنے آئے گا، سنت پر عمل سامنے آئے گا، بدعت سامنے آئی گی، سب اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش ہونگے ایک بھی ایسا نہیں ہوگا جو اس عدالت سے غائب یا غیر حاضر ہو۔ وَرُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ اور لوٹائے جائیں گے اللہ تعالیٰ کی طرف جو ان کا سچا آقا ہے وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ اور غائب ہو جائے گی ان سے وہ چیز جو افتراء باندھتے رہے تھے۔ نہ شرک کام آئے گا، نہ مال، نہ اولاد کام آئے گی، نہ گروہ، نہ پارٹی کام آئے گی غرضیکہ کوئی شے کام نہیں آئے گی صرف حق ہی حق کام آئے گا۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مشرک بنیادی طور پر ساری چیزوں کو مانتے ہیں۔ عام طور پر جاہل لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مشرک اللہ تعالیٰ کو نہیں مانتے یا مشرک یہ کہتے ہیں کہ ہمارا خالق اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور ہے، ایسا نہیں ہے۔ مشرکوں کا عقیدہ سنو! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں، اے نبی کریم ﷺ آپ ان سے پوچھیں مَنْ

یَرۡزُقُکُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ کون رزق دیتا ہے تم کو آسمان سے اور زمین سے۔
آسمان سے رزق دینے کا مطلب یہ ہے کہ اوپر سے بارش برستی ہے جس سے فصلیں پیدا ہوتی ہیں، سورج کی شعاعیں پڑتی ہیں جس سے فصلیں بڑھتی اور پکتی ہیں، چاند کی مدھم روشنی کا بھی فصلوں پر اثر پڑتا ہے، ستاروں کی روشنی کا بھی فصلوں اور پھلوں پر اثر پڑتا ہے، ہوا اوپر سے آتی ہے اس کا بھی فصلوں پر اثر پڑتا ہے اور بالفعل فصلیں اور پھل زمین سے اگتے ہیں۔ تم زمین میں دانے بکھیر کر آجاتے ہو، یہ دانے کون اگاتا ہے، ان کو فصلیں کون بناتا ہے؟ تو ایک سوال یہ ہے کہ زمین اور آسمان سے تمہیں رزق کون دیتا ہے؟ دوسرا سوال اَمَّنۡ یَّمۡلِکُ السَّمۡعَ وَالۡاَبۡصَارَ کون ہے مالک کانوں کا اور آنکھوں کا۔ کانوں میں سننے اور آنکھوں میں دیکھنے کی طاقت کس نے رکھی ہے؟ ساتویں پارے میں ہے اِنۡ اَخَذَ اللّٰهُ سَمۡعَكُمۡ وَاَبۡصَارَكُمۡ وَخَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوۡبِكُمۡ مَّنۡ اِلٰهٌ غَيۡرُ اللّٰهِ يَاۡتِيۡكُمۡ بِهٖ [الانعام:۴۶] ”اگر اللہ تعالیٰ لے لے تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور مہر لگا دے تمہارے دلوں پر تو کون ہے معبود اللہ تعالیٰ کے سوا جو لائے تمہارے پاس اس چیز کو۔“ اگر اللہ تعالیٰ تمہارے کان، آنکھیں اور دل چھین لے تو اور کون ہے جو تمہیں یہ چیزیں دے گا۔

مردہ سے زندہ، زندہ سے مردہ پیدا کرنے کا مطلب و معنیٰ :

تیسرا سوال...... وَمَنۡ یُّخۡرِجُ الۡحَیَّ مِنَ الۡمَیِّتِ اور کون نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے، انڈہ بے جان ہے اس سے چوزہ اور منی کا قطرہ بے جان ہے اس سے بچہ کون پیدا کرتا ہے، کافر سے مومن، جاہل سے عالم پیدا ہوتا ہے وَیُخۡرِجُ الۡمَیِّتَ مِنَ الۡحَیِّ مردہ سے زندہ پیدا کرنے والا کون ہے؟ انسان زندہ ہے اس سے رب تعالیٰ نے منی پیدا فرمائی جس سے آگے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ مرغی سے انڈا پیدا ہوتا ہے اس میں بظاہر جان نہیں ہوتی

۔حضرت نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں ان کا بیٹا کنعان کافر ہے تو مومن سے کافر کس نے پیدا کیا؟ کئی عالم ایسے ہیں کہ ان کی اولاد اَجْهَلُ النَّاسِ ہے تو عالم سے جاہل پیدا کرنے والا کون ہے؟ یہ ان مشرکوں سے پوچھا ہے۔ خلاصہ کلام وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ اور کون سب معاملات کی تدبیر کرتا ہے؟ جہان کے سارے نظام کو چلانے والا کون ہے فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ پس یقیناً وہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ یہ ان سارے کاموں کے بارے میں مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے اور اٹھارویں پارے میں آتا ہے قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَا ’’آپ کہہ دیں کس کے لئے ہے زمین اور جو کچھ اس کے اندر ہے اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اگر تم کچھ جانتے ہو۔‘‘

مشرک بنیادی طور پر اختیارات صرف اللہ تعالیٰ کیلئے مانتے تھے:

قُلْ آپ کہہ دیں مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ کون ہے رب سات آسمانوں کا اور کون ہے مالک عرش عظیم کا سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ تو کہیں گے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہیں فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ پس آپ کہہ دیں پھر تم شرک سے کیوں نہیں بچتے؟ قُلْ آپ کہہ دیں مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ کون ہے جس کے قبضہ قدرت میں ہے بادشاہی ہر چیز کی اور پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلہ میں پناہ نہیں دی جا سکتی اگر تم جانتے ہو سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ [سورۃ مومنون] تو کہیں گے کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کیلئے ہے۔ یہ سارا کچھ جانتے ہیں پھر بھی مشرک ہیں اور يُدَبِّرُ الْاَمْرَ کا جملہ بڑا جامع ہے کہ کام کی تدبیر کون کرتا ہے؟ آسمان سے زمین تک، مشرق سے مغرب تک، شمال سے جنوب تک جہان میں جو کچھ ہوتا ہے کون کرتا ہے؟ پس مشرک کہیں گے کہ اللہ ہی کرتا ہے۔ یہ عقیدہ تھا مشرکین مکہ کا اور آج حالت

یہ ہے کہ احمد رضا خان اپنی کتاب حدائق بخشش میں لکھتے ہیں......

؎ ذی تصرف بھی ہے، ماذون بھی ہے، مختار بھی ہے

کارِ عالم کا مدبر بھی ہے عبدالقادر [حصہ اول، ص ۲۳]

دنیا کا سارا نظام شیخ عبدالقادر جیلانی چلا رہے ہیں۔

اور حصہ دوم میں لکھتے ہیں......

؎ احد سے احمد، احمد سے تجھ کو

کن اور سب کن مکن حاصل ہیں یا غوث

یعنی اللہ تعالیٰ نے سب خدائی اختیارات آنحضرت ﷺ کو دے دیئے ہیں اور آنحضرت ﷺ نے وہ سارے خدائی اختیارات شیخ عبدالقادر جیلانی کو دے دیئے ہیں۔ اوہ! خدا کی پناہ کیا یہ اسلام ہے؟ اور اگر یہ اسلام ہے تو کفر اور شرک کس بلا کا نام ہے؟ مکہ اور عرب کے سکہ بند مشرکوں سے پوچھا جاتا ہے کہ بتلاؤ تمہیں آسمان اور زمین سے روزی کون دیتا ہے؟ تو وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔ کانوں کا مالک کون ہے، آنکھوں کا مالک کون ہے، کہتے ہیں اللہ تعالیٰ ہے، مردہ سے زندہ اور زندہ سے مردہ کون پیدا کرتا ہے تو کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کرتا ہے، یہ تو مشرک ہیں اور جو کہیں یہ سارے کام آنحضرت ﷺ اور عبد القادر جیلانی کرتے ہیں وہ موحد ہوں۔ الٹی گنگا ہے خدا کی پناہ۔ ذاتی طور پر ہمیں کسی سے کوئی عداوت نہیں ہے لیکن یہ جو اسلام کا نقشہ بدل کر رکھ دیا ہے اس کی ہم اجازت نہیں دیں گے۔ اور یہ جو کچھ میں نے بتایا ہے کسی عام آدمی کی بات نہیں ہے۔ احمد رضا خان بریلویوں کا امام ہے، اس نے کہا ہے......

؎ ذی تصرف بھی ہے، ماذون بھی، مختار بھی ہے

کار عالم کا مدبر بھی ہے عبدالقادر

اور اس نے کتاب ''الامن والعلی'' میں لکھا ہے کہ سورج طلوع نہیں کرتا جب تک ان کے نائب، ان کے وارث، ان کے فرزند، ان کے دلبند، غوث الثقلین، غیث الکونین، حضور پرنور، سیدنا ومولانا، امام ابواحمد شیخ عبدالقادر جیلانی ؓ پر سلام نہ کرے۔[ص ۱۰۸]

لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ سوال یہ ہے کہ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی کی ولادت ہوئی ہے ۴۹۰ھ میں اور انکی وفات ہوئی ہے ۵۶۱ھ میں۔ تو کیا ۴۹۰ھ سے پہلے سورج طلوع ہوتا تھا یا نہیں؟ اگر ہوتا تھا اور یقیناً طلوع ہوتا تھا تو اس وقت کس کو سلام کر کے چلتا تھا؟ کچھ تو خدا کا خوف کرو۔ سورج پر بھی ان کی بادشاہی ہوئی اور چاند پر بھی ان کی بادشاہ ہوئی اور ہر چیز پر ان کا قبضہ اور کنٹرول ہے اور اسی لئے کہتے ہو.....

؎ امداد کن امداد کن از بند غم آزاد کن

در دین و دنیا شاد کن یا شیخ عبدالقادر

یہ مسجدوں میں سارا شرک جس کو مٹانے کیلئے قرآن آیا ہے۔ یہ آیات اچھی طرح سمجھو اور گھروں میں عورتوں کو سمجھاؤ، خود پڑھو سمجھو، عورتوں اور بچوں کو پڑھاؤ اور سمجھاؤ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ پس آپ کہہ دیں پھر تم شرک سے نہیں بچتے اور کہتے ہو ھٰؤُلَاءِ شُفَعَاۗؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔ یہ جس کے بارے میں تم اقرار کرتے ہو کہ وہ تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے، کانوں آنکھوں کا مالک ہے، زندہ کو مردہ سے مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور ساری کائنات کے نظام کو چلانے والا ہے فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ پس یہی ہے اللہ تعالیٰ تمہارا سچا پروردگار فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ پس کیا ہے حق کے بعد سوائے گمراہی کے فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ پس کدھر الٹے

پھرے جارہے ہو کچھ تو اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ ساتھیو! قرآن تمہارے سامنے ہے یہ سب کچھ ماننے کے باوجود وہ مشرک تھے اور اب یہ سب کچھ کرنے کے باوجود موحد ہیں۔

لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِينَ فَسَقُوٓا أَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۳۳﴾ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۳۴﴾ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ؕ اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى ۚ فَمَا لَكُمْ ۟ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ؕ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۷﴾ ۟ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۸﴾

كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ اسی طرح لازم ہو چکا ہے فیصلہ تیرے رب کا عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْٓا ان لوگوں پر جنہوں نے نافرمانی کی اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ کہ بے شک وہ ایمان نہیں لائیں گے قُلْ آپ کہہ دیں هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ کیا ہے کوئی تمہارے شریکوں میں سے مَنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ جو ابتداءً مخلوق کو پیدا کرتا ہے ثُمَّ يُعِيْدُهٗ پھر اس کو دوبارہ لوٹائے قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ آپ کہہ دیں اللہ ہی ابتداءً مخلوق کو پیدا کرتا ہے پھر وہ اس کو دوبارہ

لوٹائے گا فَاَنّٰی تُؤْفَکُوْنَ پس تم کدھر الٹے پھیرے جا رہے ہو قُلْ آپ کہہ دیں
هَلْ مِنْ شُرَکَآئِکُمْ کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے مَّنْ یَّهْدِیْٓ اِلَی
الْحَقِّ جو راہنمائی کرے حق کی طرف قُلِ اللّٰهُ یَهْدِیْ لِلْحَقِّ آپ کہہ دیں اللہ
تعالیٰ ہی راہنمائی کرتا ہے حق کی اَفَمَنْ یَّهْدِیْٓ اِلَی الْحَقِّ کیا پس وہ جو ہدایت
دیتا ہے حق کی طرف اَحَقُّ اَنْ یُّتَّبَعَ زیادہ حقدار ہے کہ اس کی پیروی کی جائے
اَمَّنْ لَّا یَهِدِّیْٓ یا وہ جو ہدایت نہیں پا سکتا اِلَّآ اَنْ یُّهْدٰی مگر یہ کہ اس کو ہدایت دی
جائے فَمَا لَکُمْ کَیْفَ تَحْکُمُوْنَ پس کیا ہو گیا ہے تمہیں تم کیسا فیصلہ کرتے ہو
وَمَا یَتَّبِعُ اَکْثَرُهُمْ اور نہیں پیروی کرتے ان میں سے اکثر اِلَّا ظَنًّا مگر گمان کی
اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا بیشک گمان نہیں کفایت کرتا حق کے سامنے
کچھ بھی اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَفْعَلُوْنَ بیشک اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے
ہیں وَمَا کَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اور نہیں ہے یہ قرآن اَنْ یُّفْتَرٰی کہ گھڑا جائے مِنْ
دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے سوا وَلٰکِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ اور لیکن تصدیق
ہے اس چیز کی جو اس سے پہلے نازل ہوئی ہے وَتَفْصِیْلَ الْکِتٰبِ لَا رَیْبَ فِیْهِ
اور یہ تفصیل ہے کتاب کی نہیں شک اس میں مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہ رب العالمین
کی طرف سے ہے اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰهُ کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ نبی نے اس قرآن کو
گھڑ لیا ہے قُلْ آپ کہہ دیں فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ پس لاؤ ایک چھوٹی سورت
اس جیسی وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ اور بلاؤ جس کو بھی طاقت رکھتے ہو مِنْ دُوْنِ

اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کے سوا اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر ہوتم سچے۔

مشرکین بزرگوں کو اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کیلئے سیڑھیاں بناتے تھے

گذشتہ درس میں تم نے پڑھا اور سنا کہ مشرکین اس بات کو تسلیم کرتے تھے کہ تمام بنیادی چیزوں کا مالک خالق اللہ تعالیٰ ہے اور تمام معاملات کا نظام چلانے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اور یہ ساری باتیں تسلیم کرنے کے باوجود وہ شرک میں مبتلا تھے اور کہتے تھے کہ بیشک یہ تمام کام رب تعالیٰ کرتا ہے مگر وہ ہم سے بہت دور ہے اور ہم بہت پست ہیں ہمیں رب تعالیٰ تک پہنچنے کیلئے سیڑھی کی ضرورت ہے اور سیڑھی اور زینے کے بغیر ہم رب تک نہیں پہنچ سکتے۔ جن بابوں کی ہم پوجا کرتے ہیں یہ رب نہیں ہیں، زمین و آسمان کے خالق نہیں ہیں رب تعالیٰ نے ہمیں جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں آنکھ، کان، دل وغیرہ یہ ہمیں نہیں دے سکتے یہ سارے کام رب تعالیٰ کے ہیں یہ صرف ہمیں رب تعالیٰ کے قریب کرتے ہیں مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى [سورۃ زمر:۳] "ہم تو ان کو اس واسطے پکارتے ہیں کہ وہ ہم کو اللہ تعالیٰ کے قریب پہنچا دیں درجہ میں۔" یہ اللہ تعالیٰ کے پیارے ہیں، مقبول ہیں یہ ہمیں رب تعالیٰ کے قریب کرتے ہیں، یہ ہماری فریادیں اللہ تعالیٰ تک پہنچاتے ہیں۔ اب غور کرو کہ جس کو تم مافوق الاسباب سفارشی مانو گے تو اس کیلئے غیب کی صفت بھی ماننی پڑے گی کہ وہ ہمارے حالات سے واقف ہے اور یہی کفر ہے۔ پھر اس کو حاضر و ناظر بھی ماننا پڑے گا کہ وہ میرے حالات کو دیکھتا ہے اور یہی کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ اسی طرح لازم ہو چکا ہے فیصلہ تیرے رب کا عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْۤا ان لوگوں پر جنہوں نے نافرمانی کی ہے کہ سب کچھ جانتے اور مانتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرتے ہیں تو ان کیلئے اللہ تعالیٰ کا فیصلہ لازم ہو گیا ہے کہ

اَنَّھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ کہ بےشک وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

ہر چیز کو پیدا کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے :

قُلْ اے نبی کریم ﷺ آپ ان سے کہہ دیں، ان سے پوچھیں ھَلْ مِنْ شُرَکَآئِکُمْ کیا ہے کوئی تمہارے شریکوں میں سے مَنْ یَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُہٗ جو ابتداءً مخلوق کو پیدا کرتا ہو پھر دوبارہ اس کو لوٹائے۔ ابتداءً انسان، جنات، فرشتے، حیوانات وغیرہ کو پیدا کیا ہو پھر قیامت والے دن دوبارہ اس کو لوٹائے تمہارے خداؤں میں سے ہے کوئی جو یہ کام کرے؟ قُلِ آپ ہی کہہ دیں اَللّٰہُ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُہٗ اللہ ہی مخلوق کو پیدا کرتا ہے پھر وہ اسی کو دوبارہ لوٹائے گا فَاَنّٰی تُؤْفَکُوْنَ پس تم کدھر الٹے پھیرے جا رہے ہو قُلْ آپ کہہ دیں ھَلْ مِنْ شُرَکَآئِکُمْ کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے۔ جن کو تم نے خدا کا شریک بنایا ہوا ہے مَّنْ یَّھْدِیْٓ اِلَی الْحَقِّ جو راہنمائی کرے حق کی طرف۔ حق کو سمجھنے کیلئے جو چیزیں درکار ہیں مثلاً عقل ہے، کان ہیں کہ ان کے ذریعے سنتا ہے، آنکھیں ہیں ان کے ذریعے دیکھتا ہے، دل ہے جس کے ذریعے سوچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ہے جو تمہیں یہ چیزیں دے؟ کتابوں کے ذریعہ ہدایت ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کتابیں کسی نے نازل کی ہیں؟ پیغمبروں کے ذریعہ ہدایت ملتی ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا کس نے پیغمبر بھیجے ہیں؟ قُلِ آپ کہہ دیں اَللّٰہُ یَھْدِیْ لِلْحَقِّ اللہ تعالیٰ ہی راہنمائی کرتا ہے حق کی۔ اب تم خود فیصلہ کرو اَفَمَنْ یَّھْدِیْٓ اِلَی الْحَقِّ کیا پس وہ جو ہدایت دیتا ہے حق کی طرف اَحَقُّ زیادہ حقدار ہے اَنْ یُّتَّبَعَ کہ اس کی پیروی کی جائے اَمَّنْ لَّا یَھِدِّیْٓ یا وہ جو ہدایت نہیں پا سکتا اِلَّآ اَنْ یُّھْدٰی مگر یہ کہ اس کو ہدایت دی جائے۔ یعنی ایک وہ ہے جو ہدایت دیتا ہے، ہدایت کے اسباب پیدا کرتا ہے اور ایک وہ ہے کہ اگر رب تعالیٰ ہدایت نہ

دے تو اس کو ہدایت نہیں مل سکتی۔ تو کس کی بات ماننی ہے؟ جو خود ہدایت نہیں پا سکتا اس کی بات ماننی ہے یا اس کی جو ہدایت دے سکتا ہے۔ مگر یہاں تو بڑی مصیبت ہے کہ مشرکوں نے سب حدود پار کر لی ہیں۔

ایک غالی نے کہا ہے......

دل ملا، آنکھیں ملیں، ایمان ملا

جو ملا تجھ سے ملا احمد رضا

کون دیتا ہے مجھے کس نے دیا

جو دیا تو نے دیا احمد رضا

لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

یہ عقائد رکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ اسلام ہے۔ بھائی اگر یہ اسلام ہے تو پھر کفر کس بلا کا نام ہے؟ فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ پس کیا ہو گیا ہے تمہیں تم کیسا فیصلہ کرتے ہو؟ یاد رکھنا! عقیدہ بڑی اور اصل چیز ہے۔ صحیح عقیدے کو اپنانا ہی بڑی بات ہے وَمَا يَتَّبِعُ أَكْثَرُهُمْ إِلَّا ظَنًّا اور نہیں پیروی کرتے ان میں سے اکثر مگر گمان کی۔ اکثریت اپنے گمان پر چلتی ہے۔ حق کو ماننے والے دنیا میں بہت تھوڑے لوگ ہیں اور ضابطہ یہ ہے إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا بیشک گمان نہیں کفایت کرتا حق کے سامنے کچھ بھی۔ گمان سے کوئی چیز ثابت نہیں ہوتی۔

منکرین حدیث کا عوام الناس کو دھوکہ دینا :

منکرین حدیث اس آیت کریمہ سے عوام الناس کو مغالطہ دیتے ہیں۔ ان کا مغالطہ بھی سمجھ لو۔ وہ کہتے ہیں کہ قرآن کہتا ہے إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا'' کہ بیشک

گمان نہیں کفایت کرتا حق کے سامنے کچھ بھی۔''اور احادیث ظنی ہیں اس لیئے ہم نہیں مانتے۔یاد رکھنا! ان کا یہ دعویٰ بالکل باطل ہے۔کیونکہ سب احادیث ظنی نہیں ہیں۔ احادیث قطعی بھی ہیں۔جو احادیث متواتر ہیں قرآن کریم کی طرح قطعی ہیں۔اور تواتر کی چار قسمیں ہیں۔

۱)......تواتر لفظی ۲)......تواتر معنوی

۳)......تواتر طبقہ ۴)......تواتر توارث

ان میں سے کسی بھی قسم سے ہو وہ قطعی ہے۔اور احادیث کا بیشتر حصہ قطعی ہے۔ البتہ خبر واحد ظنی ہوتی ہے وہ عقیدہ کیلئے کفایت نہیں کرتی۔یعنی اس سے عقیدہ ثابت نہیں ہوتا۔لیکن عمل کیلئے وہ بھی کافی ہے اور ساری احادیث کو ظنی کہہ کر ٹھکرا دینا پرلے درجے کی جہالت ہے اور منکرین حدیث کا فتنہ بھی آجکل بڑے زوروں پر ہے۔انہوں نے کویت میں فتور ڈالا ہوا ہے کہ حدیث کوئی شے نہیں ہے۔علماء کرام کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے انہوں نے وہاں ان کا مقابلہ کیا اور عوام کو بتلایا ہے کہ یہ لوگ مسلمان نہیں۔اور حکومت کو بھی بتلایا ہے کہ یہ لوگ مسلمان نہیں ہیں تو حکومت نے ان پر پابندی لگادی۔ برطانیہ میں ان لوگوں کا بڑا زور ہے، پاکستان میں بھی ہیں۔غلام احمد پرویز ان کا بڑا ہے اور اس کے چیلے پھیلے ہوئے ہیں۔کبھی قربانی کے مسئلہ کو اچھالتے ہیں، کبھی نماز اور زکوٰۃ اور کہتے ہیں کہ قرآن کے علاوہ کوئی شے نہیں ہے اور ماننے قرآن کو بھی نہیں ہیں۔قرآن کو مان لیں تو پھر بھی بات بن جائے۔غلام احمد پرویز نے چار جلدوں میں معارف القرآن کے نام سے تفسیر لکھی ہے۔اس میں وہ لکھتا ہے کہ اگر سائنس ثابت بھی کر دے کہ انسان چند سیکنڈ میں آسمانوں پر جا اور آ سکتا ہے میں پھر بھی حضور ﷺ کے معراج جسمانی کو نہیں

مانوں گا۔ اس وقت امریکہ اور روس نے خلائی جہاز نہیں چھوڑے تھے، بعد میں انہوں نے خلائی جہاز چھوڑے اور وہ چاند پر اترے بھی ہیں۔ ضد کا اندازہ لگاؤ۔ تو نہیں مانتا تو نہ مان اور ماننے والے تھوڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِمَا يَفْعَلُوْنَ بیشک اللہ تعالیٰ جانتا ہے وہ جو کچھ کرتے ہیں وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اور نہیں ہے یہ قرآن کہ گھڑا جائے اللہ تعالیٰ کے سوا کہ کسی اور نے اس کو بنایا ہو۔ ایسا قطعاً نہیں ہے بلکہ یہ رب تعالیٰ کی کتاب ہے وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ اور لیکن تصدیق ہے اس کی جو اس سے پہلے نازل ہوئی ہے۔ قرآن پاک اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ اور یہ تفصیل ہے کتاب کی اور تمام اصول وعقائد و نظریات موجود ہیں جو پہلی کتابوں میں نازل ہوئے لَا رَيْبَ فِيْهِ اس کتاب میں کوئی شک نہیں ہے مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ کہ رب العالمین کی طرف سے ہے۔

مشرکوں کا شوشہ کہ یہ قرآن خود بناتا ہے :

مشرکین نے یہ شوشہ بھی چھوڑا تھا کہ یہ قرآن اِفْتَرٰهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ اس نے اپنے پاس سے گھڑا ہے اور ایک قوم نے اس کی امداد کی ہے۔ فُسطاس رومی ایک غلام تھا اس کی طرف نسبت کرتے تھے کہ وہ اسکو لکھاتا ہے۔ حالانکہ وہ بیچارہ ٹوٹی پھوٹی عربی بھی نہیں بول سکتا تھا اور قرآن کریم تو بڑا فصیح اور صاف عربی میں ہے اس عجمی نے کیسے سکھا دیا؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ [سورۃ نحل: ۱۰۳] ’’اس شخص کی زبان جسکی طرف یہ منسوب کرتے ہیں عجمی ہے اور یہ قرآن صاف عربی زبان میں ہے۔‘‘ تو اس طرح کے شوشے چھوڑتے رہتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کو پہلا چیلنج دیا کہ اگر یہ قرآن کریم نبی کریم ﷺ اکیلے بنا کر لائے ہیں تو تم سارے جمع ہو

کر اس جیسا قرآن لے آؤ اور اپنے ساتھ جنات کو بھی ملا لو۔ پھر تحدی فرمادی اور فرمایا قُل اے نبی کریم آپ ان سے کہہ دیں لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ ظَھِیْرًا [سورۃ بنی اسرائیل:۸۸] ''اگر اکٹھے ہو جائیں انسان اور جنات سارے اس بات پر کہ وہ لائیں اس قرآن کے مثل تو نہیں لائیں گے اس کی مثل اگرچہ بعض ان کے بعض کے مددگار ہوں۔'' کئی سال اس چیلنج پر گذر گئے اور وہ نہ لا سکے تو پھر ان کو چھوٹ دی گئی کہ قرآن پاک کی ایک سو چودہ سورتیں ہیں۔ تمہیں ایک سو چار معاف فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَیٰتٍ ''لاؤ دس سورتیں اس جیسی گھڑی ہوئیں۔'' اور یہاں بھی فرمایا وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ [سورۃ ھود:۱۳] ''اور بلا لو جس کو تم طاقت رکھتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا اگر ہو تم سچے۔'' اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا انسان، جن اور فرشتے سب کو ملا لو اور اس جیسی دس سورتیں بنا لاؤ۔ مگر سالہا سال گذر گئے وہ قرآن پاک کی دس سورتوں کے مثل نہ لا سکے تو آخر میں فرمایا اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ نبی نے اس قرآن کو گھڑ لیا ہے قُلْ آپ کہہ دیں فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ پس لاؤ ایک چھوٹی سورت اس جیسی۔

سورۃ کے اوپر جو تنوین ہے وہ تقلیل کیلئے ہے یعنی چھوٹی سی سورت قرآن پاک جیسی لاؤ۔ قرآن پاک کی تین سورتیں چھوٹی ہیں سورۃ العصر، سورۃ الکوثر اور سورۃ النصر، ان تینوں کی تین تین آیتیں ہیں۔ ان جیسی کوئی سورت لاؤ اور پہلے پارے میں ہے فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا ''پھر اگر تم نہ کر سکو اور ہرگز نہ کر سکو گے۔'' اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ اور بلا لو جس کو بھی طاقت رکھتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کو چھوڑ کر جس کو چاہو بلا لو اگر ہو تم سچے کہ یہ

بندے کا بنایا ہوا ہے اور پیغمبر نے خود گھڑ لیا ہے۔ قرآن کریم کے اس چیلنج کو آج چودہ صدیاں گذر گئی ہیں کوئی ماں کا لال اس چیلنج کو قبول نہیں کر سکا کہ قرآن کی چھوٹی سی سورت کا مثل نہیں لا سکا۔ پھر گھڑنے اور بنانے کا شوشہ اس ذات کیلئے چھوڑتے ہیں جو الرَّسُوْلُ النَّبِیُّ الْاُمِّی ہے۔ نہ لکھنا جانتا ہے نہ پڑھنا جانتا ہے۔ یہ شوشے صرف لوگوں کو گمراہ کرنے کیلئے چھوڑتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے شر سے بچائے۔ (آمین)

بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيلُهٗ ۚ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۹﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ ۚ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿۴۰﴾ وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ اَنْتُمْ بَرِيْٓـُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ ۚ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ ۚ اَفَاَنْتَ تَهْدِي الْعُمْيَ وَلَوْ كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْـًٔا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۴۴﴾

بَلْ كَذَّبُوْا بلکہ جھٹلایا انہوں نے بِمَا اس چیز کو لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ جس کے علم کا احاطہ نہیں کیا انہوں نے وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيْلُهٗ اور ابھی تک نہیں آئی ان کے پاس اس کی حقیقت كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ اسی طرح جھٹلایا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ پس دیکھو کیا انجام ہوا ظالموں کا وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو ایمان لاتے ہیں اس قرآن پر وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو ایمان نہیں لاتے وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ اور تیرا رب خوب جانتا ہے فسادیوں کو وَاِنْ كَذَّبُوْكَ اور اگر یہ لوگ تجھے جھٹلائیں فَقُلْ پس آپ کہہ

دیں لِیْ عَمَلِیْ وَلَکُمْ عَمَلُکُمْ میرے لئے میرا عمل ہے اور تمہارے لئے تمہارا عمل ہے اَنْتُمْ بَرِیْئُوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ تم بیزار ہو اس چیز سے جو میں کرتا ہوں وَاَنَا بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ اور میں بیزار ہوں اس چیز سے جو تم کرتے ہو وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّسْتَمِعُوْنَ اِلَیْکَ اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو کان لگا کے رکھتے ہیں آپ کی طرف اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ کیا آپ بہروں کو سنا سکتے ہیں وَلَوْ کَانُوْا لَا یَعْقِلُوْنَ اگر چہ وہ عقل بھی نہ رکھتے ہوں وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّنْظُرُ اِلَیْکَ اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو آپ کی طرف دیکھتے ہیں اَفَاَنْتَ تَهْدِی الْعُمْیَ کیا آپ اندھوں کو ہدایت دے سکتے ہیں وَلَوْ کَانُوْا لَا یُبْصِرُوْنَ اگر چہ وہ نہ دیکھتے ہوں اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظْلِمُ النَّاسَ شَیْئًا بیشک اللہ تعالیٰ لوگوں پر ظلم نہیں کرتا کچھ بھی وَّلٰکِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ اور لیکن لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔

مشرکین شوشے محض ضد کی وجہ سے چھوڑتے تھے :

اس سے قبل مشرکین کے اس شوشے کا ذکر تھا کہ یہ قرآن خود بنا کر لایا ہے جس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ ﷺ کہہ دیں کہ اگر میں اُمی ہونے کے باوجود بنالایا ہوں تو تم سارے مل کر اس جیسی ایک سورۃ لے آؤ اور اگر تم ایسا نہ کرسکو اور ہرگز نہیں کرسکو گے تو پھر ایسے شوشے نہ چھوڑو۔ یہ شوشے تو محض ضد کیوجہ سے چھوڑتے تھے۔ اصل بات یہ ہے کہ بَلْ کَذَّبُوْا بلکہ جھٹلایا ہے انہوں نے بِمَا لَمْ یُحِیْطُوْا بِعِلْمِهٖ اس چیز کو جس کے علم کا احاطہ نہیں کیا انہوں نے۔ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی آسمانی کتابوں میں سے اعلیٰ اور افضل

ہے۔اس میں جو اصول اور قاعدے بیان کیے گئے ہیں، ایسے جامع مانع ہیں کہ قیامت تک ان کو بدلنے کی ضرورت نہیں ہے وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيلُهُ اور ابھی تک نہیں آئی ان کے پاس اس کی حقیقت قرآن پاک کی تکذیب کا نتیجہ ہے عذاب وہ ابھی تک ان پر نہیں آیا آئے گا ضرور کیونکہ جن لوگوں نے بھی اللہ تعالیٰ کی تعلیم کو جھٹلایا ہے ان پر عذاب آیا ہے۔

جن قوموں نے حق کو جھٹلایا ان کا انجام :

پہلی قوم جس نے حق کو جھٹلایا وہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم ہے۔کئی صدیاں حق کو جھٹلاتے رہے بالآخر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا اور سارے غرق ہو گئے۔پھر حضرت ہود علیہ السلام کی قوم نے جھٹلایا ان پر عذاب آیا، پھر حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے جھٹلایا ان پر عذاب آیا، پھر حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم نے جھٹلایا ان پر عذاب آیا، فرعون اور اس کی جماعت نے حق کو جھٹلایا اور ٹھکرایا ان پر عذاب آیا۔بے شمار قوموں کا قرآن میں ذکر ہے۔کہ حق کو جھٹلانے کا کیا انجام ہوا۔ان پر ابھی تک حق کو جھٹلانے کا نتیجہ نہیں آیا کہ کیا ہوتا ہے؟ باقی ان کا حق کو جھٹلانا کوئی نئی بات نہیں ہے۔كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ اسی طرح جھٹلایا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے اور اس کا نتیجہ بھی سامنے آگیا فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ پس دیکھو کیا انجام ہوا ظالموں کا۔عرب قوم تاجر تھی تجارت کے سلسلے میں شام جاتے تھے یمن جاتے تھے، لوط علیہ السلام کی بستیوں کے پاس سے گذرتے تھے۔حجر اور مدین کے علاقے سے گذرتے تھے، تباہ ہونے والی قوموں کی جگہیں ان کے سامنے تھیں۔حافظے ان کے بڑے قوی ہوتے تھے۔رات کو جب اکٹھے ہوتے تو ان کے قصے بیان کرتے کہ فلاں قوم اس طرح تباہ ہوئی، فلاں قوم اس طرح تباہ ہوئی۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمِنْهُم مَّن يُؤْمِنُ بِهِ اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو ایمان لاتے ہیں اس

قرآن پر۔ قرآن کریم کے نزول کے بعد اس کو ماننے والے بھی تھے اگرچہ تھوڑے سے وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو ایمان نہیں لاتے اس قرآن پر۔ ہر دور میں حق والے بھی رہے ہیں اور باطل والے بھی رہے ہیں۔ البتہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے سے پہلے سارے لوگ حق پر تھے كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً [سورۃ البقرۃ:۲۱۳] "سب لوگ ایک ہی دین پر تھے۔" پہلی قوم جو شرک میں مبتلا ہوتی ہے وہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم تھی اس کے بعد آج تک اکثریت کافروں کی ہے۔

اکثریت ہمیشہ گمراہوں کی رہی ہے :

ایک دفعہ مشرکین مکہ آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہم کہتے ہیں کہ ہم سچے ہیں اور آپ کہتے ہیں کہ ہم سچے ہیں۔ تو فیصلہ تو ثالث ہی کر سکتا ہے لہذا ایک ثالث مقرر کر کے مردم شماری کرا لیں جس طرف اکثریت ہوئی وہ سچے ہونگے۔ آٹھویں پارے میں ہے فرمایا اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا "کیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے فیصلہ کرنے والے کو تلاش کروں۔" پھر فرمایا وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ [سورۃ الانعام:۱۱۶] "اور اگر آپ اطاعت کریں گے ان لوگوں کی جو اکثر ہیں زمین میں تو وہ بہکا دیں گے آپ کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے۔" اکثریت تو گمراہوں کی ہے، ووٹ تو زیادہ ان کے ہیں اس طرح کے فیصلے کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ حق حق ہے کوئی مانے یا نہ مانے اور یہ بات تم کئی دفعہ سن چکے ہو کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت میں ایسے پیغمبر بھی تشریف لائیں گے کہ ان کیساتھ چار امتی ہونگے اور ایسے بھی ہونگے کہ ان کے ساتھ دو امتی ہونگے اور ایسے بھی ہونگے کہ ان کے ساتھ صرف ایک امتی ہوگا وَيَجِئُ النَّبِيُّ وَلَيْسَ مَعَهٗ اَحَدٌ اور ایسے پیغمبر بھی ہونگے کہ ان کے ساتھ ایک امتی

بھی نہیں ہوگا۔

بخاری شریف کی روایت ہے کہ پیغمبر تن تنہا ہوگا مگر پیغمبر سارے کامیاب اور جنہوں نے حق کو نہیں مانا وہ ناکام اور نامراد، تو اکثریت تو کوئی معیار نہیں ہے۔ وَرَبُّکَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِیْنَ اور تیرا رب خوب جانتا ہے فسادیوں کو کہ جو اللہ تعالیٰ کی کتاب کو نہیں مانتے وہ فسادی ہیں۔ دیکھو یہ بات سارے ہی سمجھتے ہیں کہ جو ملکی قانون کو نہیں مانتا وہ مجرم ہوتا ہے تو جو اللہ تعالیٰ کے قانون کو نہیں مانتا اس سے بڑا مجرم کون ہوگا۔ ملکی قانون کے باغی کو حکومت کب معاف کرتی ہے۔ اور جو خدا کی زمین میں رہ کر اس کے آسمان کی چھت کے نیچے رہ کر رب تعالیٰ کے حکم کو نہ مانے اس سے بڑا فسادی کون ہوگا۔ فسادی صرف مکا مارنے والا ہی نہیں، چوری، ڈاکے ڈالنے والا ہی نہیں بلکہ جو حق کو نہیں مانتا وہ بھی فسادی ہے۔

آگے اللہ تعالیٰ آپ کو تسلی دیتے ہیں۔ فرمایا وَاِنْ کَذَّبُوْکَ اور اگر یہ لوگ تجھے جھٹلائیں فَقُلْ لِّیْ عَمَلِیْ وَلَکُمْ عَمَلُکُمْ پس آپ کہہ دیں میرے لئے میرا عمل ہے اور تمہارے لئے تمہارا عمل ہے۔ اگر تم میری بات نہیں مانتے تو اپنا کام کرتے رہو میں اپنے کام کو نہیں چھوڑوں گا اَنْتُمْ بَرِیْئُوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ تم بیزار ہو اس چیز سے جو میں کرتا ہوں وَاَنَا بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ اور میں بیزار ہوں اس چیز سے جو تم کرتے ہو۔ تمہارے کفر و شرک سے میں بیزار ہوں اور میں توحید پر قائم ہوں اور توحید کا سبق دیتا ہوں، قیامت کو مانتا ہوں اور اس کی تلقین کرتا ہوں، قرآن پاک کو مانتا ہوں اور اس کا درس دیتا ہوں تم اس سے بیزار ہو میرا عمل میرے ساتھ اور تمہارا عمل تمہارے ساتھ لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ ''تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین۔'' وَمِنْھُمْ مَّنْ یَّسْتَمِعُوْنَ اِلَیْکَ اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو کان لگائے رکھتے ہیں آپ کی طرف۔

مشرک آپ کا بیان محض پروپیگنڈہ کیلئے سنتے تھے :

آپ ﷺ کے مخالف آ کر سنتے تھے اس ارادے اور قصد سے کہ ہمیں کوئی اعتراض کی بات مل جائے پروپیگنڈہ کیلئے مثلاً اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی بے بسی سمجھانے کیلئے مکھی کا بھی ذکر کیا ہے۔ سورۃ حج کے آخری رکوع میں ہے اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ بیشک وہ لوگ کہ پکارتے ہو تم ان کو لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَہٗ ہرگز نہیں پیدا کر سکتے ایک مکھی بھی اگرچہ سب اکٹھے ہو جائیں۔ اور سورت بقرہ کے تیسرے رکوع میں ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسْتَحْیٖٓ اَنْ یَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَۃً فَمَا فَوْقَھَا" بیشک اللہ تعالیٰ نہیں شرماتا یہ کہ بیان کرے مثال مچھر کی یا اس سے بڑی۔'' اور سورت عنکبوت آیت نمبر ۴۱ میں مشرکوں کے شرک کی حقیقت کو سمجھاتے ہوئے فرمایا مَثَلُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَوْلِیَآءَ ''مثال ان لوگوں کی جنہوں نے بنائے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کارساز کَمَثَلِ الْعَنْکَبُوْتِ مکڑی کی مثال ہے اِتَّخَذَتْ بَیْتًا جس نے بنایا اپنا گھر وَاِنَّ اَوْھَنَ الْبُیُوْتِ لَبَیْتُ الْعَنْکَبُوْتِ اور بیشک تمام گھروں سے کمزور گھر البتہ مکڑی کا گھر ہوتا ہے لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ اگر ان لوگوں کو سمجھ ہوتی۔'' کہ مکڑی کا جالا نہ اسے گرمی سے بچا سکتا ہے نہ سردی سے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے سوا کسی پر اعتماد کرنے والا اور کسی کو نافع اور ضار سمجھنے والا مکڑی کے جالے میں رہتا ہے۔ یہ شرک کی تردید کیلئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مشرک مکڑی کے جالے میں پناہ لیتا ہے کیونکہ......

نفع نقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ :

وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہٗٓ اِلَّا ھُوَ اور اگر پہنچائے تجھ کو اللہ تعالیٰ ضرر تو کوئی نہیں اس کو ہٹانے والا وَاِنْ یُّرِدْکَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِہٖ [سورۃ یونس: ۱۰۷]

''اور اگر وہ ارادہ کرے آپکے ساتھ بھلائی کا پس کوئی نہیں رد کر سکتا اس کے فضل کو۔'' جو کرنا ہے وہ صرف رب نے کرنا ہے۔تو قرآن کریم میں مکھی، مچھر اور مکڑی کا ذکر ہے۔یہ لوگ جب اس طرح کی آیات سنتے تو کہتے کہ کیا یہ اللہ تعالیٰ کا کلام پاک ہے کہ اس میں ان چیزوں کا ذکر ہے۔تو وہ پروپیگنڈہ کرنے کیلئے سنتے ہیں لیکن دل کے کان انہوں نے بند کئے ہوتے ہیں اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ کیا آپ بہروں کو سنا سکتے ہیں وَلَوْ كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ اگرچہ وہ عقل بھی نہ رکھتے ہوں۔جس آدمی نے توجہ سے بات نہیں سنی اور دل پر تالا لگایا ہوا ہے اس کو سنانے کا کیا فائدہ ہوگا اس کا تو دل بند ہے۔اور آپ ﷺ کے مخالفین تو اس پر فخر کرتے تھے۔وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْ ۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ [حم سجدہ:۵] ''اور کہا انہوں نے ہمارے دل پردوں میں ہیں اس چیز سے جس کی طرف آپ بلاتے ہیں اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہیں اور ہمارے درمیان اور آپ کے درمیان پردہ ہے۔'' تمہاری کوئی بات ہمارے دلوں تک نہیں پہنچتی اور ہم نے کانوں میں ڈاٹے چڑھائے ہوئے ہیں تمہاری کوئی بات ہم کانوں میں نہیں پڑنے دیتے۔اس ضد کا دنیا میں کوئی علاج ہے؟ کوئی علاج نہیں ہے۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو آپ کی طرف دیکھتے ہیں اَفَاَنْتَ تَهْدِي الْعُمْيَ کیا آپ اندھوں کو ہدایت دے سکتے ہیں وَلَوْ كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ اگرچہ وہ نہ دیکھتے ہوں۔مثلاً دوپہر کا وقت ہو سورج بالکل سر پر ہو بادل اور دھند بھی نہ ہو، غبار بھی نہ ہو یعنی مطلع بالکل صاف ہو اور کوئی شخص آنکھیں بند کر کے کہے کہ مجھے سورج دکھاؤ۔بھائی جب تو نے آنکھیں بند کر لیں ہیں تجھے سورج کون دکھائے گا؟

؎ آنکھیں اگر ہیں بند تو دن بھی رات ہے
بھلا اس میں قصور کیا ہے آفتاب کا

بہرحال مشرکوں کی حقیقت کی آنکھیں بند ہیں وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ اور وہ دیکھتے نہیں ہیں صُمٌّ بُكْمٌ عُمْىٌ بہرے ہیں حق سننے سے، گونگے ہیں حق بولنے سے، اندھے ہیں قدرت کی نشانیاں دیکھنے سے۔

صم بکم عمی کا مفہوم:

حدیث پاک میں آتا ہے کہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ دنیا کے حکمران کانوں سے بہرے ہونگے، آنکھوں سے اندھے ہوں گے، زبان سے گونگے ہونگے۔ ہمارے طالب علمی کا زمانہ تھا آج سے ساٹھ ستر سال پہلے۔ ہمیں یہ حدیث سمجھ نہ آئی ہم نے استاد سے پوچھا حضرت اس وقت آنکھوں والے لوگ نہیں ہونگے کہ لوگ اندھوں کو بادشاہ بنائیں گے، کانوں سے سننے والے نہیں ہونگے کہ بہروں کو بادشاہ بنائیں گے اور بولنے والے نہیں ہونگے کہ لوگ گونگوں کو بادشاہ بنائیں گے۔ تو استاد محترم مولانا عبدالقدیر صاحبؒ نے فرمایا میاں (یہ ان کا تکیہ کلام تھا) کان بھی ہونگے، آنکھیں بھی ہونگی، زبانیں بھی ہوں گی۔ حق کی نشانیوں کو دیکھیں گے نہیں، حق کی بات کہیں گے نہیں، حق کی بات سنیں گے نہیں۔ وہی سارا قصہ ہے۔ حق کی بات نہیں سنتے چاہے کچھ ہو جائے، حق کی بات زبان پر نہیں لاتے، حق دیکھنے کیلئے تیار نہیں۔ حالانکہ زبان بھی رکھتے ہیں، آنکھیں بھی ہیں، کان بھی ہیں۔ یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔

ایک شخص نے آکر سوال کیا حضرت قیامت کب آئے گی؟ فرمایا اِذَا ضُيِّعَتِ الْاَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ جب امانت ضائع کردی جائے گی پس قیامت کا انتظار کرو وہ چلی آرہی ہے۔ اس نے سوال کیا کہ حضرت امانت کس طرح ضائع ہوجائے گی اِذَا وُسِّدَ الْاَمْرُ اِلٰى غَيْرِ اَهْلِهٖ "جب حکمرانی نااہل لوگوں کے حوالے کردی جائے گی۔" [بخاری شریف ا/ اب

جو ہمارے حکمران ہیں وہ اس لائق نہیں ہیں کہ مسلمانوں کے بادشاہ ہوں۔ یہ بیچارے طالبان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور جو غیر ہیں وہ بھی ان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ ان کے متعلق کبھی کوئی شوشہ چھوڑتے اور کبھی کوئی شوشہ۔ ان کے شوشوں سے قطعاً متاثر نہ ہوں اور سمجھو، اللہ تعالیٰ نے سب کو سمجھ دی ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظْلِمُ النَّاسَ شَیْئًا بیشک اللہ تعالیٰ لوگوں پر ظلم نہیں کرتا کچھ بھی، رتی کے برابر بھی ظلم نہیں کرتا وَّلٰکِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَھُمْ یَظْلِمُوْنَ اور لیکن لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں کہ رب تعالیٰ کے احکام کو نہیں مانتے، اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان نہیں لاتے، پیغمبروں کو نہیں مانتے، دنیا کے نشے میں ہیں۔ مرنے کے بعد جب آنکھیں کھلیں گی تو پتہ چلے گا کہ ہم اپنے ساتھ کیا کرتے رہے ہیں۔ جسطرح آپریشن کے وقت ڈاکٹر بے ہوش کر کے ہاتھ کاٹ دیتے ہیں، ٹانگ کاٹ دیتے ہیں یا جسم کا جو بھی حصہ کاٹنا ہو اس وقت مریض کو معلوم نہیں ہوتا کیونکہ نشے میں ہوتا ہے۔ آہستہ آہستہ نشہ اترتا ہے ہوش آتی ہے پھر معلوم ہوتا ہے کہ میرے ساتھ کیا ہوا۔ آج ہم پر بھی دنیا کا نشہ ہے ہمیں اپنے نفع نقصان کا کوئی علم نہیں ہے۔ جس وقت موت آئے گی آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے نشہ اترے گا پھر دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا اور پتہ چل جائے گا کہ ہم دنیا میں کیا کما کر آئے ہیں اور کیا کر کے آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ ہماری آنکھیں وقت سے پہلے کھل جائیں اور یہ بات سمجھ جائیں کہ دنیا کی زندگی بالکل فانی اور عارضی ہے اور موت صرف بوڑھوں کیلئے نہیں ہے اگر کوئی یہ سمجھتا ہے تو غلط فہمی میں مبتلا ہے۔ کوئی یہ سمجھتا ہے کہ میں ابھی تندرست ہوں تو وہ بھی غلط فہمی میں مبتلا ہے موت سب کیلئے ہے، جوان بھی مر رہے ہیں، تندرست بھی مر رہے ہیں، بچے بھی مر رہے ہیں اور ہمارا زمانہ تو حادثاتی دور ہے۔ میں بارہا کہہ چکا ہوں کہ اس زمانے میں اگر کوئی رات کو

اپنے گھر خیریت کے ساتھ آ جائے تو دو رکعت شکرانے کے پڑھے کہ اے پروردگار! تیرا فضل ہے کہ میں خیریت کیساتھ گھر لوٹ آیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔

(آمین)

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَأَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ۭ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَاۗءِ اللّٰهِ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ۝ وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰي مَا يَفْعَلُوْنَ ۝ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۚ فَاِذَا جَاۗءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۭ اِذَا جَاۗءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۝

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ اور جس دن اللہ تعالیٰ ان کو اکٹھا کرے گا كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا گویا کہ وہ نہیں ٹھہرے اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ مگر دن کی ایک گھڑی يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ آپس میں ایک دوسرے کو پہچانے گے قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ تحقیق خسارہ اٹھایا ان لوگوں نے كَذَّبُوْا بِلِقَاۗءِ اللّٰهِ جنھوں نے جھٹلایا اللہ تعالیٰ کی ملاقات وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ اور نہیں تھے وہ ہدایت یافتہ وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ اور اگر ہم دکھادیں آپ کو بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ بعض وہ عذاب جس کی ہم ان کو دھمکی دے چکے ہیں اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ یا ہم آپ کو وفات دے دیں فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ پس ہماری طرف ہے ان کا لوٹنا ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ پھر اللہ تعالیٰ گواہ ہے عَلٰي مَا يَفْعَلُوْنَ اس کاروائی پر جو وہ کرتے ہیں وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ اور ہر امت کیلئے

رسول ہے فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ پس جب آئے گا ان کا رسول قُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْقِسْطِ تو ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا انصاف کیساتھ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا وَيَقُوْلُوْنَ اور وہ کہتے ہیں مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ کب آئے گا یہ وعدہ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر ہو تم سچے قُلْ آپ کہہ دیں لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِىْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا میں مالک نہیں ہوں اپنے لئے ضرر کا اور نہ نفع کا اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ مگر وہ جو رب چاہے لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ہر امت کیلئے ایک میعاد مقرر ہے اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ جب آئے گی ان کی میعاد فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً پس نہیں موخر ہوں گے ایک گھڑی وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ اور نہ آگے ہو سکتے ہیں۔

اس سے پہلے فرمایا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ''پس دیکھ کیا انجام ہوا ظالموں کا۔'' جن قوموں نے اللہ تعالیٰ کی مخالفت کی، اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی مخالفت کی، حق کو قبول نہ کیا ان کا دنیا میں کیا حشر ہوا۔ قرآن پاک میں واضح الفاظ میں بیان ہوا ہے مثلاً نوح علیہ السلام کی قوم، ہود علیہ السلام کی قوم، صالح علیہ السلام کی قوم، لوط علیہ السلام کی قوم، شعیب علیہ السلام کی قوم، تبع کی قوم اور دیگر قومیں دنیا میں کس طرح تباہ و برباد ہوئیں۔ اب فرماتے ہیں کہ آخرت میں ان کیساتھ کیا ہوگا۔

نافرمان قوموں کا آخرت میں انجام:

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ اور جس دن اللہ تعالیٰ ان کو اکٹھا کرے گا۔ محشر کا معنی ہے اکٹھا ہونے کی جگہ، میدان محشر جب برپا ہوگا كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ گویا کہ وہ

نہیں ٹھہرے مگر دن کی ایک گھڑی۔ کَانْ اصل میں کَاَنَّھُمْ تھا۔ جمہور مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ دنیا کی زندگی ان کو یوں محسوس ہوگی کہ گویا ہم دنیا میں ایک گھڑی رہے ہیں۔ بعض مفسرین کرامؒ نے اس سے قبر اور برزخ کی زندگی مراد لی ہے۔ مرنے کے بعد قبر برزخ کی زندگی ہے جو نیکوں کیلئے راحت اور برے کیلئے تکلیف ہے۔ تو جس وقت قبر سے اٹھائے جائیں گے تو یوں محسوس کریں گے کہ گویا برزخ میں، قبر میں ایک گھڑی رہے ہیں اور حقیقت بھی ہے۔ کیونکہ قیامت کا دن خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ پچاس ہزار سال کا لمبا دن ہو گا۔ تو اس کے مقابلہ میں بیس سال، تیس سال، پچاس سال، سو سال، ہزار سال کی زندگی کچھ بھی نہیں ہے۔ اور جنت دوزخ کی زندگی تو نہ ختم ہونے والی زندگی ہے، ابدالآباد ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی ہے۔ اس کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی کچھ بھی نہیں ہے۔ یَتَعَارَفُوْنَ بَیْنَھُمْ آپس میں ایک دوسرے کو پہچانیں گے۔ جیسے ہم یہاں ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں اسی طرح میدان محشر میں بھی اور جنت دوزخ میں بھی سب ایک دوسرے کو پہچانیں گے۔ قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا تحقیق خسارہ اٹھایا ان لوگوں نے جنہوں نے جھٹلایا بِلِقَآءِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو، قیامت قائم ہونے کو اور اللہ تعالیٰ کی عدالت کو تسلیم نہیں کیا۔ اور اہل حق اس بات کو مانتے ہیں کہ قیامت قائم ہوگی، اللہ تعالیٰ کی عدالت لگے گی، ہر ایک کی اللہ تعالیٰ کیساتھ اس دن ملاقات ہوگی، رب تعالیٰ سب سے ملاقات کریں گے اور کافر منکر ہیں بلکہ مذاق اڑاتے ہیں۔ ایک ہندو بے ایمان شاعر ہے اس نے استہزاءً کہا ہے......

ملے گی شیخ کو جنت، ہمیں دوزخ عطا ہوگی

بس اتنی بات ہے جس کیلئے محشر بپا ہوگا

کیا یہ تھوڑی بات ہے؟ وَمَا کَانُوْا مُھْتَدِیْنَ اور نہیں تھے وہ ہدایت یافتہ۔

اللہ تعالیٰ کا آپ ﷺ کو تسلی دینا :

آ گے اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو تسلی دیتے ہیں۔ کیونکہ کافروں کی بے جا باتیں سن کر آپ ﷺ کو تکلیف ہوتی تھی ، ہونی بھی چاہیے تھی کہ انسان ہیں۔ آپ ﷺ کے منہ پر آپ کو پاگل ، مجنون ، ساحر ، کذاب ، جادوگر ، مفتری ، اور کاھن کہتے تھے اور ہر قسم کا مذاق اڑاتے تو آپ ﷺ کو دکھ ہوتا اور دل میں آتا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ان کو پکڑتا کیوں نہیں ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِىْ نَعِدُهُمْ اور اگر ہم دکھادیں آپ کو بعض وہ عذاب جس کی ہم ان کو دھمکی دے چکے ہیں۔ علماء عربیت فرماتے ہیں کہ وَعَدَ يَعِدُ کا مصدر اگر وَعِيدًا آئے تو معنیٰ دھمکی ہے اور اگر مصدر وَعْدًا آئے تو معنیٰ ہے وعدہ کرنا۔ اور یہاں وَعَدَ يَعِدُ وَعِيْدًا سے ہے یعنی جس عذاب کی ہم انکو دھمکی دے چکے ہیں اگر آپ ﷺ کی موجودگی میں آئے تو اس پر بھی ہم قادر ہیں اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ یا ہم آپ کو وفات دے دیں تو پھر بھی یہ عذاب سے نہیں چھوٹ سکتے فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ پس ہماری طرف ہے ان کا لوٹنا۔ مَرْجِع کو مصدر میمی بھی قرار دیتے ہیں۔ اگر مصدر میمی ہو تو پھر معنیٰ ہے لوٹنا اور اس کو ظرف کا صیغہ بھی قرار دیتے ہیں۔ اگر ظرف کا صیغہ ہے تو پھر معنیٰ ہے لوٹانے کی جگہ، دونوں صحیح ہیں۔ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ پھر اللہ تعالیٰ گواہ ہے اس کاروائی پر جو وہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں ہے وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ اور ہر امت کیلئے رسول ہے فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ پس جب آئے گا ان کا رسول (میدان محشر میں) قُضِىَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ تو ان کے درمیان فیصلہ کردیا جائے گا انصاف کیساتھ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

روز قیامت کسی پر ظلم نہیں ہوگا :

سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر ۷۱ میں ہے یَوْمَ نَدْعُوْا کُلَّ اُنَاسٍ ۭ بِاِمَامِهِمْ ۚ "اور جس دن ہم بلائیں گے ہر گروہ کو اس کے امام کیساتھ۔" مثلاً حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم عدالت میں آئے گی۔ نوح علیہ السلام پر بہت تھوڑے آدمی ایمان لائے تھے سو سے بھی کم تھے اکثریت کافروں اور مشرکوں کی تھی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نوح علیہ السلام سے سوال کریں گے هَلْ بَلَّغْتَ قَوْمَکَ کیا آپ نے قوم کو تبلیغ کی تھی فَیَقُوْلُ نَعَمْ حضرت نوح علیہ السلام عرض کریں گے ہاں اے پروردگار! میں نے تبلیغ کی تھی اور تبلیغ بھی کیسی؟ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا بیشک میں نے ان کو برملا دعوت دی ثُمَّ اِنِّیْ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا [سورۃ نوح: ۸، ۹] پھر میں نے ان کو علی الاعلان دعوت دی اور میں نے ان کو پوشیدہ طور پر بھی دعوت دی۔ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ساڑھے نو سو سال سمجھایا۔ پھر ان کی قوم سے پوچھا جائے گا هَلْ بَلَّغَکُمْ نُوْحٌ کیا نوح علیہ السلام نے تمہیں تبلیغ کی تھی؟ کہیں گے ہمیں کب تبلیغ کی ہے؟ ہمارے پاس کوئی نہیں آیا۔ مشرک بہت بے حیا ہوتے ہیں قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت میں کہیں گے وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا کُنَّا مُشْرِکِیْنَ [سورۃ انعام: ۲۳] "قسم ہے اللہ تعالیٰ کی جو ہمارا پروردگار ہے نہیں تھے ہم شرک کرنے والے۔" اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اُنْظُرْ کَیْفَ کَذَبُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ [انعام: ۲۴] "دیکھو کیسا جھوٹ بولا ہے انہوں نے اپنی جانوں پر۔" تو مشرک سے زیادہ بے حیا کوئی نہیں ہے۔ چونکہ ضابطہ ہے کہ مدعی کے ذمہ ہے گواہ پیش کرنا اَلْبَیِّنَةُ عَلَی الْمُدَّعِیْ وَالْیَمِیْنُ عَلٰی مَنْ اَنْکَرَ. اللہ تبارک وتعالیٰ نوح علیہ السلام سے فرمائیں گے مَنْ یَّشْهَدُ لَکَ تیرا گواہ کون ہے؟ نوح جواب میں فرمائیں گے مُحَمَّدٌ وَّ اُمَّتُهٗ (یہ میں بخاری

شریف کی روایت کا خلاصہ پیش کر رہا ہوں) امت محمد ﷺ کو بلایا جائے گا کہ کیا نوح علیہ السلام نے تبلیغ کی تھی یہ امت کہے گی ہاں نوح علیہ السلام نے تبلیغ کی تھی اس امت کے گواہی دینے کا ذکر قرآن پاک میں بھی ہے لِتَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ [سورۃ البقرۃ:۱۴۳] ''تا کہ ہو جاؤ تم لوگوں پر گواہی دینے والے۔'' تو جب یہ امت گواہی دے گی تو نوح علیہ السلام کی امت کہے گی ان کی گواہی منظور نہیں ہے کہ یہ موقع پر موجود نہیں تھے یہ تو ہمارے سے ہزاروں سال بعد کے ہیں گواہ تو موقع کا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس امت سے کہیں گے سنتے ہو یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ یہ امت کہے گی اے پروردگار! یہ بات ٹھیک ہے مگر ہم سچے ہیں کیونکہ ہم نے تیری پاک اور سچی کتاب میں پڑھا ہے وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ [سورۃ المومنون:۲۳] ''اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف پس کہا انہوں نے کہ اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارے لئے اس کے سوا کوئی معبود۔'' اور اے پروردگار! تیرے آخری پیغمبر نے بھی ہمیں بتایا کہ قَدْ بَلَّغَ نُوحٌ قَوْمَهٗ تحقیق نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو تبلیغ کی۔ اے پروردگار! اگر تیری کتاب سچی ہے اور تیرا پیغمبر سچا ہے تو پھر ہم بھی سچے ہیں۔ اور جب کوئی اہم مسئلہ ہوتا ہے تو وہاں گواہوں کی بھی صفائی ہوتی ہے جس کو تزکیۃ الشھود کہتے ہیں۔ تو پھر آنحضرت ﷺ اس امت کی صفائی پیش کریں گے وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا اور ہوں گے رسول ﷺ تم پر گواہ کہ میری امت نے جو کچھ کہا ہے سچ کہا ہے۔ تو اس طرح فیصلہ ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اور وہ کہتے ہیں کب آئے گا یہ وعدہ، قیامت کب لاؤ گے، فیصلے کب ہوں گے؟ بتاؤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر ہو تم سچے۔

قیامت اور موت کا علم کسی کو نہیں :

ہمیں نہیں بتلایا گیا کہ قیامت کب آئے گی ہمیں صرف اتنا بتایا گیا ہے کہ قیامت آئے گی یہ راز کی بات ہے اور اس میں حکمت ہے جیسے مرنے کا وقت کسی کو نہیں بتلایا گیا۔ اگر وقت بتا دیتے تو دنیا کا کوئی کام نہ چل سکتا جس نے بیس سال بعد مرنا ہے وہ ابھی سے سوکھنا شروع ہو جاتا لہٰذا رب تعالیٰ نے نہیں بتایا چاہے آج ہی مر جائے اتنا بتلا دیا کہ ہر آدمی نے مرنا ہے۔ اسی طرح قیامت حق ہے مگر وقت کا کسی کو علم نہیں ہے۔ قُلْ آپ کہہ دیں لَّآ اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا میں مالک نہیں ہوں اپنے لئے ضرر کا اور نہ نفع کا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ مگر وہ جو رب چاہے۔ یاد رکھنا! خدائی اختیارات اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں دیئے، نفع دینے والا بھی رب ہے اور نقصان پہنچانے والا بھی رب ہی ہے۔ سورۃ یونس آیت نمبر ۱۰۷ میں ہے وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہٗ اِلَّا ھُوَ "اور اگر پہنچائے تجھ کو اللہ تعالیٰ ضرر تو کوئی نہیں اس کو ہٹانے والا وَاِنْ یُّرِدْکَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِہٖ اور اگر پہنچائے تجھ کو بھلائی تو کوئی پھیرنے والا نہیں ہے اس کے فضل کو۔" اور سورۃ جن میں ہے لَا اَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّ لَا رَشَدًا "میں تمہارے لئے نفع اور ضرر کا مالک نہیں ہوں۔" جب اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے بہتر شخصیت اپنے لئے نفع اور نقصان کی مالک نہیں ہے تو

؎ بدیگراں چہ رسد

اور کون ہوتا ہے کہ اس کے پاس خدائی اختیارات ہوں۔ لِکُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ہر امت کیلئے ایک میعاد مقرر ہے اِذَا جَآءَ اَجَلُھُمْ جب آئے گی ان کی میعاد فَلَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً پس نہیں موخر ہوں گے ایک گھڑی وَلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ اور نہ آگے ہو سکتے ہیں۔ اللہ

تعالیٰ کا قانون بڑا اٹل، محکم اور مضبوط ہے۔ اس میں کوئی تغیر تبدل نہیں ہے۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَيَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝۵۰ اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ ؕ آٰلْئٰنَ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝۵۱ ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ ۚ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ۝۵۲ وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ؔ قُلْ اِيْ وَرَبِّيْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ؔۚ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝۵۳ وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝۵۴ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۵۵ هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝۵۶

(حاشیہ: وقف النبی علیہ السلام ۔ وقف النبی علیہ السلام)

قُلْ آپ کہہ دیں اَرَءَيْتُمْ بھلا تم بتلاؤ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَيَاتًا اگر آجائے اس کا عذاب رات کے وقت اَوْ نَهَارًا یا دن کے وقت مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ کیا جلدی کریں گے اس سے مجرم لوگ اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ پھر کیا جس وقت وہ واقع ہو گیا اٰمَنْتُمْ بِهٖ تو اس پر ایمان لاؤ گے آٰلْئٰنَ اب ایمان لاتے ہو وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ اور تحقیق تھے تم اس کیساتھ جلدی کرنے والے ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا پھر کہا جائے گا ان لوگوں سے جنہوں نے ظلم کیا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ چکھو ہمیشہ کا عذاب هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ نہیں بدلہ دیا جائے گا تمہیں مگر اس کا جو تم کماتے تھے وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ

اور آپ سے خبر طلب کرتے ہیں اَحَقٌّ هُوَ کیا یہ بات سچ ہے قُلْ آپ کہہ دیں اِیْ وَرَبِّیْٓ ہاں میرے رب کی قسم ہے اِنَّهٗ لَحَقٌّ بیشک البتہ یہ بات حق ہے وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ اور نہیں ہو تم عاجز کرنے والے وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ اور اگر ہو ہر نفس کیلئے ظَلَمَتْ جس نے ظلم کیا مَا فِی الْاَرْضِ جو کچھ زمین میں ہے لَافْتَدَتْ بِهٖ البتہ وہ فدیہ دے اس کیساتھ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ اور چھپائیں گے شرمندگی کو لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ جب کہ دیکھیں گے وہ عذاب کو وَقُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْقِسْطِ اور فیصلہ کر دیا جائے گا ان کے درمیان انصاف کیساتھ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ خبردار بیشک اللہ تعالیٰ کیلئے ہی ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ خبردار بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ اور لیکن اکثر ان میں سے نہیں جانتے هُوَ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

گذشتہ درس میں تم نے یہ بات سنی کہ کافروں نے کہا مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ جس عذاب کی تم دھمکی دیتے ہو وہ کب آئے گا؟ اس کا جواب یہ دیا گیا کہ یہ عذاب لانا میرے بس میں نہیں ہے۔ بلکہ میں تو اپنے نفع نقصان کا مالک نہیں ہوں یہ رب تعالیٰ کا کام ہے اور نافرمانوں پر عذاب بہرحال آئے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں اَرَءَیْتُمْ تم بتلاؤ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَیَاتًا اگر آجائے اس کا عذاب رات کے وقت اَوْ نَهَارًا یا دن

کے وقت مَّاذَا یَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ کیا جلدی کرلیں گے اس سے مجرم لوگ بچنے کیلئے۔ جب رب تعالیٰ کا عذاب آئے گا تو اس سے بچاؤ کا کیا انتظام کرسکو گے؟ اس کی گرفت سے کون بچ سکے گا وہ ایک لمحے میں بہت کچھ کرسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے عذاب سے آدمی بچ نہیں سکتا :

آج سے چند سال قبل جاپان میں صرف سترہ سیکنڈ کا زلزلہ آیا تھا۔ اس سے اتنی تباہی ہوئی کہ حکومت جاپان نے کہا تھا کہ زلزلے سے جتنا نقصان ہوا ہے ہم پچاس سال تک پورا نہیں کرسکتے حالانکہ صنعت کے لحاظ سے جاپان تمام ملکوں سے آگے ہے۔ اَثُمَّ اِذَامَاوَقَعَ پھر کیا جس وقت وہ عذاب واقع ہوگا اٰمَنْتُمْ بِهٖ تو اس پر ایمان لاؤ گے۔ بِهٖ کی ہٖ ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف بھی لوٹاتے ہیں اس وقت اس کا مطلب ہوگا کہ پھر اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ گے۔ اس کی ضمیر قرآن پاک کی طرف بھی لوٹاتے ہیں تو پھر معنٰی ہوگا پھر قرآن پاک پر ایمان لاؤ گے اور عذاب کی طرف بھی لوٹ سکتی ہے۔ اس وقت معنٰی ہوگا پھر عذاب پر ایمان لاؤ گے۔ جب واقع ہو جائے گا پھر مانو گے۔ اس وقت کہا جائے گا آٰلْئٰنَ اب ایمان لاتے ہو وَقَدْ کُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ اور تحقیق تھے تم اس کیساتھ جلدی کرنے والے اور کہتے تھے مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟ جس وقت اللہ تعالیٰ کا عذاب آجائے اس وقت کا ایمان معتبر نہیں ہے۔

صرف حضرت یونس علیہ السلام کی قوم تھی کہ جب عذاب کا آغاز ہوا تو وہ لوگ ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ نے اس قوم کے عذاب کو ٹال دیا باقی کسی قوم سے نہیں ٹلا ثُمَّ قِیْلَ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا پھر کہا جائے گا ان لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ چکھو تم ہمیشہ کا عذاب۔ مجرموں پر جب عذاب آتا ہے تو پھر اس کا تسلسل ختم نہیں ہوتا، دنیاوی

عذاب کے بعد قبر کا عذاب، پھر میدان محشر میں، پھر پل صراط پر گذرتے ہوئے اور پھر دوزخ کا عذاب تو ہمیشہ کا ہے جو ختم ہونے میں نہیں آئے گا هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ نہیں بدلہ دیا جائے گا تمہیں مگر اس کا جو تم کماتے ہو۔ آگے ان کے مذاق کا ذکر ہے وَيَسْتَنْبِئُوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ اور آپ سے یہ خبر طلب کرتے ہیں نبأ کا معنی ہے خبر اور باب استفعال طلب کیلئے آتا ہے کہ یہ جو آپ کہتے ہیں کہ عذاب آئے گا کیا یہ حق ہے، سچ ہے؟ قُلْ آپ کہہ دیں اِیْ وَرَبِّیْ ہاں میرے رب کی قسم ہے اِنَّهٗ لَحَقٌّ بیشک یہ بات البتہ حق ہے۔ تمہارے انکار کرنے کی وجہ سے وہ ٹلے گا نہیں اور آئے گا اپنے وقت پر وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ اور نہیں ہو تم عاجز کرنے والے کہ اللہ تعالیٰ عذاب نہ لا سکے معاذ اللہ تعالیٰ۔ آج تو تم ایسی باتیں کرتے ہو کل کیا بنے گا کہ وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ اور اگر ہو ہر نفس کیلئے جس نے ظلم کمایا مَا فِي الْاَرْضِ جو کچھ زمین میں ہے وہ سارا اس کو مل جائے۔ اور سورۃ آل عمران آیت نمبر ۹۱ میں ہے فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ "پس ہرگز قبول نہیں کی جائے گی ان میں سے کسی ایک سے۔ ساری زمین سونے سے بھری ہوئی ہو مشرق سے لیکر مغرب تک اور شمال سے لیکر جنوب تک، زمین کے فرش سے لیکر آسمان کی چھت تک سونا ہی سونا ہو جائے اگرچہ وہ اس کا فدیہ دیدے وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ اور اتنی دنیا اور تصور کر لو وہ بھی سونے کیساتھ بھری ہوئی ہو اور اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائیں کہ اے بندے سب کچھ دیکر اپنی جان چھڑانے کیلئے آمادہ ہے۔ لَافْتَدَتْ بِهٖ البتہ وہ فدیہ دیدے اس کیساتھ اگر بالفرض کسی کے پاس ہو۔ اور سورۃ المعارج آیت نمبر ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵ میں ہے يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيْهِ ○ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ ○ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُؤْوِيْهِ ○ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ

جَمِیْعًا ثُمَّ یُنْجِیْہِ ○ کَلَّا ''مجرم خواہش کریگا کاش کہ وہ اس دن کے عذاب سے بچنے کیلئے اپنے بیٹوں کا فدیہ دیدے اور اپنی بیوی اور بھائی کو اور اپنے اس قبیلے کو جو اس کو پناہ دیتا تھا اور سب زمین پر رہنے والوں کو بھی (فدیہ میں پیش کردے) پھر اپنے آپ کو بچالے ہرگز ایسا نہیں ہوگا۔'' دنیا میں تو بے شمار مثالیں موجود ہیں کہ آدمی نے اپنی ماں کیلئے باپ کیلئے بیٹے بیٹی کیلئے، دوست کیلئے جان دیدی اور ان کو بچالیا لیکن حشر میں ایسا نہیں ہو گا۔ سورۃ عبس میں یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْہِ ○ وَاُمِّہٖ وَاَبِیْہِ ○ وَصَاحِبَتِہٖ وَبَنِیْہِ ○ ''جس دن بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے اور بھاگے گا اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹوں سے۔'' اور بعض تفسیری روایات میں آتا ہے کہ ایک آدمی کا نیکیوں اور بدیوں والا پلہ برابر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ایک نیکی تلاش کر کے لاؤ کہ تیری نیکیوں والا پلہ بھاری ہو جائے اور تو جنت میں جاسکے۔ وہ آدمی بہت خوش ہوگا کہ ایک نیکی کی کیا بات ہے بھائی کے پاس جائے گا وہ انکار کرے گا، بیٹے کے پاس جائے گا وہ انکار کرے گا، باپ کے پاس جائے گا وہ انکار کرے گا، دوست کے پاس جائے گا وہ انکار کرے گا، آخر میں اپنی ماں کے پاس جائے گا اور کہے گا اَتَعْرِفُنِیْ کیا تو مجھے پہچانتی ہے؟ ماں کہے گی ہاں! میں نے تجھے بڑی تکلیف سے پیٹ میں رکھا پھر تجھے جنا اور پالا اور

حشر والے دن لوگ ایک دوسرے کو پہچانیں گے :

گذشتہ سبق میں تم پڑھ چکے ہو کہ یَتَعَارَفُوْنَ بَیْنَھُمْ ''وہاں لوگ ایک دوسرے کو پہچانیں گے۔'' تو کہے گا امی مجھے ایک نیکی دیدو تاکہ میرا بیڑا پار ہو جائے۔ وہ ماں کہے گی اِلَیْکَ عَنِّیْ دفع ہو جا میں تجھے نیکی دے کر خود کہاں جاؤں گی؟ ایک نیکی کیلئے پورے میدان محشر میں پھرے گا کوئی ایک نیکی دینے کیلئے تیار نہیں ہوگا اور اپنے بدلے میں تمام

برادری کو دوزخ میں ڈالنے کیلئے تیار ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ اور چھپائیں گے شرمندگی کو جس وقت اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیشی ہوگی وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ [سورۃ ق: ۳۱] ''اور قریب کردی جائے گی جنت متقیوں کے اور دوزخ گمراہوں کے سامنے کردی جائے گی۔'' لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ جب کہ دیکھیں گے وہ عذاب کو خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ ''آنکھیں ان کی جھکی ہوں گی۔'' تا کہ ہمارے دشمن ہمیں نہ دیکھیں مگر کب تک اپنے آپ کو چھپائیں گے وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ اور فیصلہ کردیا جائے گا ان کے درمیان انصاف کیساتھ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ جو نیکی قاعدے کے مطابق کی ہے اس کا اجر ملے گا اور جو برائی نہیں کی وہ ذمے نہیں لگائی جائے گی۔ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ خبردار بیشک اللہ تعالیٰ کیلئے ہی ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمینوں میں۔ ان کا خالق بھی وہی ہے اور ملک بھی اسی کی ہیں اور زمین اور آسمانوں میں تدبیر بھی وہ کرتا ہے، قیامت بھی اسی نے برپا کرنی ہے اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ خبردار بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ قیامت کا سچا ہے وہ آکے رہے گی وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ اور لیکن اکثر ان میں سے نہیں جانتے۔ فرمایا یاد رکھو! هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ اللہ تعالیٰ ہی زندہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی مارتا ہے اور یہ تمہارے مشاہدے کی بات ہے وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

رب تعالیٰ کی کس قدرت کا تم انکار کر سکتے ہو؟ آدمی کو قبر حشر یاد رکھنا چاہئے۔ حدیث پاک میں آتا ہے اَكْثِرُوْا ذِكْرَ هَازِمِ اللَّذَّاتِ الْمَوْتَ ''لذتوں کو ختم کردینے والی چیز موت کو کثرت سے یاد کرو۔'' موت کو یاد کرو گے تو نیکیوں کی فکر ہوگی اور برائیوں

سے بچو گے۔ رب تعالیٰ سب کو توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

يَاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ۭ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۵۸﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ۭ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَمَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۶۰﴾

يَاَيُّهَا النَّاسُ اے انسانو! قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ تحقیق آچکی تمہارے پاس نصیحت تمہارے رب کی طرف سے وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ اور شفا ہے ان بیماریوں کیلئے جو سینوں میں ہیں وَهُدًى اور ہدایت ہے وَّرَحْمَةٌ اور رحمت ہے لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ایمان والوں کیلئے قُلْ آپ کہہ دیں بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ اللہ تعالیٰ کے فضل پر اور اس کی رحمت پر فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا پس اس لئے ان کو چاہئے کہ وہ خوش ہوں هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ یہ بہتر ہے ان چیزوں سے جن کو وہ اکٹھا کرتے ہیں قُلْ اَرَءَيْتُمْ آپ کہہ دیں بتلاؤ (اے لوگو) مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ جو اللہ نے نازل کیا ہے تمہارے لئے رزق فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا پس بنایا تم نے اس میں سے کچھ حرام اور کچھ حلال قُلْ آپ کہہ دیں آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ کیا اللہ تعالیٰ نے تم کو اجازت دی ہے اَمْ عَلٰى

اللّٰہِ تَفْتَرُوْنَ یاتم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہو وَمَاظَنُّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ اور کیا خیال ہے ان لوگوں کا جو جھوٹ باندھتے ہیں اللہ تعالیٰ پر یَوْمَ الْقِیٰمَةِ قیامت کے دن اِنَّ اللّٰہَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَی النَّاسِ بیشک اللہ تعالیٰ فضل کرنے والا ہے لوگوں پر وَلٰکِنَّ اَکْثَرَھُمْ لَایَشْکُرُوْنَ اور لیکن اکثر ان میں سے شکر ادا نہیں کرتے۔

قرآن کریم میں جن مسائل پر زور دیا گیا ہے ان میں سے ایک مسئلہ توحید کا ہے اور یہ اسلام کا بنیادی مسئلہ ہے اور توحید اس وقت تک سمجھ نہیں آسکتی جب تک شرک کا مفہوم نہ سمجھا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک میں شرک کا خوب رد کیا گیا ہے۔

مشرکین مکہ قیامت کے منکر تھے :

دوسرا مسئلہ قیامت کا ہے۔ مشرکین مکہ قیامت کا زوردار الفاظ میں انکار کرتے تھے اور کہتے تھے ءَاِذَامِتْنَا وَکُنَّا تُرَابًا ذٰلِکَ رَجْعٌ بَعِیْدٌ [سورۃ ق:۳] ''کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہو جائیں گے مٹی یہ لوٹ کر آنا تو بہت بعید ہے۔'' اور سورۃ مومنون آیت نمبر ۳۶ میں ہے کہتے تھے ھَیْھَاتَ ھَیْھَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ''بعید ہے یہ بات بعید ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ (کہ مرنے کے بعد تمہیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔)'' اور سورۃ یٰسین آیت نمبر ۷۸ میں ہے قَالَ مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَھِیَ رَمِیْمٌ ''کہتا ہے کون زندہ کرے گا ہڈیوں کو حالانکہ وہ بوسیدہ ہو چکی ہوں گی۔'' اور کہتے تھے اِنْ ھِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا نَمُوْتُ وَنَحْیَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ [سورۃ مومنون: ۳۷] ''نہیں ہے یہ مگر ہماری دنیا کی زندگی ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور نہیں ہم دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔'' لہٰذا قرآن پاک میں قیامت کے مسئلے کا بھی زوردار الفاظ میں اثبات کیا گیا اور مشرکین کے غلط

عقیدے کارد کیا گیا اوران بنیادی مسائل میں سے رسالت کا مسئلہ بھی ہے۔

مشرکین بشر کے رسول ہونے کو مناسب نہیں سمجھتے تھے :

رسالت کے مفہوم کو تو وہ سمجھتے تھے مگر کہتے تھے کہ رسول کا بشر ہونا مناسب نہیں ہے، رسول نوری مخلوق میں سے ہونا چاہئے۔ قرآن پاک نے ان کے اس نظریے کی بھی تردید کی ہے۔ چنانچہ سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر ۹۵ میں ہے قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ''آپ کہہ دیں اگر ہوتے زمین پر فرشتے چلنے بسنے والے تو یقیناً ہم اتارتے ان پر آسمان کی طرف سے فرشتے رسول بنا کر۔'' لیکن چونکہ زمین کی خلافت انسان کو دی ہے لہذا اس کی اصلاح اور ہدایت کیلئے نبی بھی ان کی جنس انسان سے ہوگا اور ان بنیادی مسائل اور عقائد میں سے قرآن کی حقانیت بھی ہے۔ پہلے توحید کا مسئلہ بیان ہوا پھر قیامت کا اور اب قرآن پاک کی حقانیت کا مسئلہ بیان فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اے انسانو! قرآن پاک انسانوں اور جنوں سب کیلئے ہے۔ لیکن زمین کی خلافت انسان کو دی گئی ہے۔ لہذا یہ اصل ہے اور جنات اس کے تابع ہیں اور خطاب اصل کو ہوتا ہے۔

قرآن کریم کا نصیحت اور شفا ہونا :

قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ تحقیق آچکی نصیحت تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے، یہ قرآن پاک بڑی نصیحت والی کتاب ہے وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ اور شفا ہے ان تمام بیماریوں کیلئے جو سینوں میں ہیں۔ جیسے کفر ہے، شرک ہے بغض ہے، حسد اور کینہ ہے، دنیا کی محبت ہے۔ قرآن کریم ان بیماریوں کیلئے شفا ہے۔ قرآن کریم جسطرح روحانی بیماریوں کیلئے شفا ہے اسی طرح جسمانی بیماریوں کیلئے بھی شفا

ہے اور اس کی برکات ظاہری طور پر بھی ہیں اور باطنی طور پر بھی۔

بخاری شریف کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے تیس (۳۰) صحابہ کرام ؓ کو ایک مہم پر روانہ فرمایا تھا یہ حضرات مہم سے فارغ ہو کر واپس آرہے تھے کہ رات ہوگئی۔ ایک قصبے میں پہنچے رات گزارنے کیلئے لیکن دیہاتیوں نے قصبے سے نکال دیا کہ تم صابی ہو۔ اس زمانے میں اہل حق کو صابی کہتے تھے جسطرح آج کل وہابی کہتے ہیں۔ بے چاروں نے قصبے سے باہر کھلی جگہ پر ڈیرہ ڈال لیا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ ان کے چودھری کو کسی زہریلی چیز سانپ وغیرہ نے کاٹ لیا فَسَعَوْا لَهٗ كُلَّ شَيْءٍ وہ اس کیلئے ساری کوششیں کر چکے، کاہنوں سے دم کروایا، طبیبوں سے علاج کروایا مگر کوئی فرق نہ پڑا مجبور تھے دوڑتے ہوئے ان کے پاس آئے کہ سَيِّدُنَا لُدِيغَ ہمارے سردار کو کسی زہریلی چیز نے کاٹ لیا ہے هَلْ مِنْكُمْ رَاقٍ تم میں سے کوئی دم کرنے والا ہے؟ ان میں انصار مدینہ میں سے نوعمر صحابی حضرت ابو سعید خدری ؓ بھی تھے جن کا نام سعد بن مالک بن سنان تھا۔ انہوں نے کہا کہ ہم دم کرتے ہیں مگر بغیر اجرت کے نہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم دیں گے ہمارا سردار ٹھیک ہو جائے۔ چنانچہ حضرت ابو سعید خدری ؓ گئے اور سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کیا كَاَنَّمَا نُشِطَ عِقَالٍ " سردار ایسا ہو گیا جیسے اس کو کوئی تکلیف تھی ہی نہیں۔ ان کیساتھ تیس بکریاں طے تھیں کیونکہ یہ تیس آدمی تھے کہ ہر ایک کو ایک ایک آجائے گی۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ دم پر اجرت جائز ہے اور اس کا یہی روایت ماخذ ہے۔ البتہ ہمارے اکابر کا طریقہ یہ تھا کہ وہ مانگتے نہیں تھے کوئی خوشی سے دیتا تو لے لیتے۔ صحابہ کرام نے تیس بکریاں وصول کر کے کہنے لگے کہ آپس میں تقسیم کر لو پھر کہنے لگے کہ جا تو مدینہ منورہ رہے ہیں لہٰذا آنحضرت ﷺ سے پوچھ لیں کہ جو کام ہم نے کیا ہے ٹھیک ہے یا نہیں اس کے بعد فیصلہ کریں گے۔ مدینہ

منورہ پہنچ کر آنحضرت ﷺ کو سارا واقعہ سنایا اور پوچھا کہ یہ ہمارے لئے جائز ہے یا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا فَاضْرِبُوْا لِیْ سَھْمًا مِّنْھُمْ اس میں سے میرا حصہ بھی نکالو۔ آپ ﷺ کا یہ فرمان لالچ کے طور پر نہیں تھا بلکہ یہ بتانا مقصود تھا کہ اس کے لینے میں کوئی حرج نہیں ہے اوران کو یقین ہو جائے کہ اس میں ذرہ برابر بھی خرابی ہوتی تو آپ کبھی نہ لیتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو حکم دیا ہے کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا "پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو۔" پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابو سعید تجھے کس طرح معلوم ہوا کہ یہ سورۃ پڑھنی ہے۔ عرض کیا حضرت ہم نے آپ سے سنا تھا کہ سورۃ فاتحہ کا نام شفا بھی ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ تعالیٰ شفا عطا فرماتے ہیں اسلئے میں نے یہ پڑھی۔ تو جسطرح سورۃ فاتحہ شفا ہے اسی طرح قرآن سارے کا سارا باطنی بیماریوں کیلئے تو شفا ہے، ظاہری بیماریوں کیلئے بھی شفا ہے۔ اگر کسی وقت ہمارے پڑھنے اور دم کرنے سے اثر نہیں ہوتا تو وہ ہم میں کمی ہے قرآن پاک میں کوئی کمی نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ نے جو وظائف بتائے ہیں ان میں کوئی کمی نہیں ہے۔ وَھُدًی اور قرآن کریم نری ہدایت ہے وَّ رَحْمَۃٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ اور رحمت ہے ایمان والوں کیلئے۔ مومنوں کی تخصیص اس لئے فرمائی کہ اس سے فائدہ وہ اٹھاتے ہیں ورنہ بِالْقُوَّۃِ ھُدًی لِّلنَّاس ہے اور تمام مکلف مخلوق چاہے انسان ہوں یا جنات ہوں سب کیلئے رحمت اور ہدایت ہے قُلْ بِفَضْلِ اللّٰہِ وَبِرَحْمَتِہٖ آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ کے فضل پر اور اس کی رحمت پر۔

مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ فضل سے مراد اسلام ہے اور رحمت سے مراد قرآن ہے فَبِذٰلِکَ فَلْیَفْرَحُوْا پس اس لئے ان کو چاہئے کہ وہ خوش ہوں۔ جن کو اللہ تعالیٰ اسلام کی توفیق عطا فرمائے اور ایمان کی دولت نصیب فرمائے پھر اس کو قرآن کریم کی سمجھ

عطا فرمائے۔البتہ نیکی پر گھمنڈ بری چیز ہےاور نیکی پر خوش ہونا اچھی بات ہے۔

ایمان کی پہچان :

مسلم شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ سے سوال کیا گیا کہ حضرت ایمان کی کوئی علامت بھی ہے؟ کہ جس سے ہم سمجھیں کہ ہم مومن ہیں کیونکہ ہر چیز کی کوئی نہ کوئی علامت اور نشانی ہوتی ہے جس سے اس شے کی شناخت ہوتی ہے۔فرمایا، ہے! اِذَا سَرَّتْکَ حَسَنَتُکَ وَسَاءَ تْکَ سَیِّئَتُکَ فَاَنْتَ مُؤْمِنٌ ''جب تیری نیکی تجھے خوش کردے کہ نیکی کرنے سے دل میں خوشی پیدا ہواور جب تیری برائی تجھے بری لگے کہ جب کوئی برائی کرو تو دل میں کڑھن پیدا ہو کہ مجھ سے یہ کام کیوں ہوا ہے پس سمجھ لو کہ مومن ہو'' حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کا قد چھوٹا تھا۔ناواقف آدمی ان کو دیکھ کران کے مقام کو نہیں سمجھ سکتا تھا کہ یہ کتنی بڑی شخصیت ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے سینے کو علم سے منور کیا تھا۔ یہ تمام صحابہ کرام ؓ سے بڑے مفسر قرآن اور سب سے بڑے فقیہ تھے۔ان سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ یُعْطِی الدُّنْیَا مَنْ یُحِبُّ وَمَنْ لَّا یُحِبُّ '' بیشک اللہ تعالیٰ دنیا اسے بھی دیتا ہے جسکے ساتھ محبت کرتا ہےاور اس کو بھی دیتا ہے جس کے ساتھ محبت نہیں کرتا وَلَا یُعْطِی الْاِیْمَانَ اِلَّا مَنْ یُّحِبُّ اور ایمان نہیں دیتا مگر اس کو جس کیساتھ محبت کرتا ہے۔اور ایک روایت میں ہے وَلَا یُعْطِی الدِّیْنَ اِلَّا مَنْ یُّحِبُّ اور دین نہیں دیتا مگر اس کو کہ جس کیساتھ محبت کرتا ہے۔'' دین کی سمجھ، دین کا ولولہ، ذوق شوق ،دین کی طرف میلان رجحان جس شخص میں پیدا ہو جائے وہ سمجھے کہ رب تعالیٰ نے اس کیساتھ محبت کا ارادہ کرلیا ہے۔

اور بخاری شریف میں حضرت معاویہ ؓ سے روایت ہے کہ مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ

خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ ''اللہ تعالیٰ جس کیساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتے ہیں۔'' فضل سے مراد اسلام ہے کہ جس کو اسلام کی دولت مل گئی ہے اسے خوش ہونا چاہئے اور خوش ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بھنگڑا ڈالو، جھنڈیاں لگاؤ، چراغاں کرو، اچھلو اور کودو بلکہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ کہ اے پروردگار! تیرا شکر ہے کہ تو نے ہمیں توفیق بخشی ہے کہ الحمدللہ ہم مسلمان ہیں ہمیں قرآن پاک سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق بخشی ہے۔ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ یہ بہتر ہے ان چیزوں سے جن کو وہ اکٹھا کرتے ہیں۔ سونا چاندی مال و دولت جو کچھ بھی جمع کرتے ہیں اس کے مقابلے میں یہ بہتر ہے اور قرآن کریم کی ایک آیت کریمہ کے مقابلے میں دنیا و مافیہا کے خزانے ہیچ ہیں قُلْ اَرَءَيْتُمْ آپ ان سے کہہ دیں بتلاؤ (اے لوگو) مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے تمہارے لئے رزق۔ نازل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بارش آسمان کی سے نازل ہوتی ہے اس رزق سے پھل فصلیں پیدا ہوتی ہیں فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا پس بنایا تم نے اس میں سے کچھ حرام اور کچھ حلال اپنی مرضی سے قُلْ آپ کہہ دیں آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ کیا اللہ تعالیٰ نے تم کو اجازت دی ہے اس کو حلال کرو اور اس کو حرام کرو۔

کسی شے کو حلال حرام کرنا اللہ تعالیٰ کا منصب ہے :

مسئلہ یہ ہے کہ حلال حرام کرنا رب تعالیٰ کا کام ہے۔ مخلوق میں یہ صفت اور اختیار رب تعالیٰ نے کسی کو نہیں دیا اگر یہ اختیار مخلوق میں سے کسی کو حاصل ہوتا تو حضرت محمد ﷺ کو ہوتا کیونکہ ساری مخلوق میں بڑی فضیلت والی شخصیت آپ ﷺ ہیں لیکن حلال و حرام کرنے کا اختیار آپ کو حاصل نہیں تھا۔ آپ نے خانگی مصلحت کیلئے ایک مرتبہ اپنی ذات کیلئے شہد حرام کیا تو اس پر پوری سورۃ تحریم نازل ہوئی يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ

''اے نبی کریم ﷺ آپ نے کیوں حرام کردی وہ چیز جو اللہ تعالیٰ نے آپ کیلئے حلال فرمائی ہے۔'' آگے فرمایا قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ''رب تعالیٰ نے فرض کیا تم پر کہ قسم کو توڑو۔'' اور جو چیز حلال ہے اس کو استعمال کرو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا تھا ابو جہل کی لڑکی جویریہ کیساتھ نکاح کرنے کا آنحضرت ﷺ کو پتا چلا تو بخاری شریف کی روایت ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور فرمایا اے علی! مجھے خبر ملی ہے کہ تو جویریہ بنت ابو جہل کیساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے (جویریہ مسلمان ہو چکی تھی اور ہجرت کر کے مدینہ منورہ آچکی تھی) یہ خبر اور افواہ صحیح ہے؟ کہنے لگے حضرت! کچھ ارادہ تو ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا سنو! اَلَسْتُ اُحَرِّمُ حَلَالًا وَّلَا اُحِلُّ حَرَامًا ''جو چیز اللہ تعالیٰ نے حلال کردی ہے میں اس کو حرام کرنے کا مجاز نہیں ہوں اور جو چیز اللہ تعالیٰ نے حرام کردی ہے میں اس کو حلال کرنے کا مجاز نہیں ہوں۔'' یہ رشتہ تیرے لئے جائز ہے اور حلال ہے لیکن میں فاطمہ کا باپ ہوں اس کا مزاج اور ہے اور اُس خاندان کی عورتوں کا مزاج اور ہے۔ اس کو میں سمجھتا ہوں اسلئے تو نے اگر اس کیساتھ نکاح کرنا ہے تو میری بیٹی کو طلاق دیدو یعنی مصلحت بھی دیکھنی چاہئے۔ چنانچہ جب تک حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ زندہ رہی ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کسی اور عورت سے شادی نہیں کی۔ آنحضرت کی وفات کے چھ ماہ بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات ہوئی اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کئی عورتوں کیساتھ نکاح کیا۔ تو حلال وحرام کا اختیار اللہ تعالیٰ کے سوا کسی شخصیت کو حاصل نہیں ہے۔

تو فرمایا کہ یہ جو تم چیزوں کو حلال وحرام کرتے ہو کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں اجازت دی ہے اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ یا تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہو۔ جو چیز رب تعالیٰ نے حلال کی دنیا کی کوئی طاقت اسکو حرام نہیں کرسکتی اور جس چیز کو رب تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے

ساری دنیا اکٹھی ہو کر اس کو حلال نہیں کر سکتی وَمَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اور کیا خیال ہے ان لوگوں کا جو جھوٹ باندھتے ہیں اللہ تعالیٰ پر قیامت کے دن۔ اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہیں، رب تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرتے ہیں عُزَیْرُ نِ ابْنُ اللّٰه اور مَسِیْحُ ابْنُ اللّٰه کہتے ہیں۔ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنَات اور اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں بناتے ہیں۔ یہ جو رب تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا کیا خیال ہے قیامت والے دن کیا ہوگا ایسے ہی چھوٹ جائیں گے باز پرس نہیں ہوگی۔ قاعدہ تو یہ ہے وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ''اور جس کسی نے ایک ذرہ کے برابر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ایک ذرہ کے برابر بھی برائی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا۔'' اور ہر چیز کا باقاعدہ جواب دینا ہوگا اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ بیشک اللہ تعالیٰ فضل کرنے والا ہے لوگوں پر کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہیں، اس کی طرف اولاد کی نسبت کرتے ہیں، اس کے پیغمبروں کی توہین کرتے ہیں، انکار کرتے ہیں پھر بھی رب تعالیٰ ان کو رزق دیتا ہے، اولاد دیتا ہے کتنا بڑا مہربان ہے وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ اور لیکن اکثر ان میں سے شکر ادا نہیں کرتے۔ رب تعالیٰ کی ناشکری کرتے ہیں۔

۞۞۞

وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿٦١﴾ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦٢﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿٦٣﴾ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿٦٤﴾

وَمَاتَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ اورنہیں ہوتے آپ کسی حال میں وَّمَاتَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ اورنہیں تلاوت کرتے اس حال میں قرآن سے وَّ لَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اورنہیں عمل کرتے تم کوئی عمل اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا مگر ہم حاضر ہوتے ہیں تم پر اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ جس وقت تم مشغول ہوتے ہو اس کام میں وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ اورنہیں غائب تیرے رب سے مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ ایک ذرہ برابر چیز بھی زمین میں وَلَا فِي السَّمَآءِ اور نہ آسمان میں وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اور نہ اس ذرے سے کوئی چھوٹی چیز اور نہ بڑی اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ مگر وہ ایسی کتاب میں درج ہے جو واضح ہے اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ خبردار! بیشک جو اللہ تعالیٰ کے اولیاء ہیں لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ نہ خوف ہو گا ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ولی وہ لوگ ہیں جو

ایمان لائے اور وہ متقی ہیں لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ان کیلئے خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں وَفِي الْاٰخِرَةِ اور آخرت میں لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ نہیں ہے تبدیلی اللہ تعالیٰ کے کلمات میں ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ یہی ہے بڑی کامیابی۔

اللہ تعالیٰ کو حاضر ناضر سمجھنا بنیادی عقیدہ ہے

اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق جن بنیادی عقائد کا رکھنا ضروری اور لازمی ہے کہ جن کے بغیر کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہر جگہ حاضر و ناظر صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اس کے سوا کوئی حاضر و ناظر نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا بھی بنیادی چیز ہے کہ رب تعالیٰ سب چیزوں کو جانتے ہیں ایک ذرہ برابر بھی کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں ہے۔ اسی سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ اور نہیں ہوتے آپ محمد رسول اللہ ﷺ کسی حال میں وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ اور نہیں تلاوت کرتے اس حال میں قرآن سے۔ اس حال سے مراد یہ ہے کہ کھڑے ہو کر تلاوت کرتے ہو، بیٹھ کر تلاوت کرتے ہو، لیٹ کر تلاوت کرتے ہو، چلتے پھرتے کرتے ہو، سب اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے۔ آگے امتیوں کو خطاب ہے وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اور اے اُمتیو! نہیں عمل کرتے تم کوئی عمل اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا مگر ہم حاضر ہوتے ہیں تم پر یعنی اس عقیدے کو تم اچھی طرح ذہن میں رکھو کہ تم جو کچھ عمل کرتے ہو وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے وہ دیکھ رہا ہے۔ شھود جمع ہے شاھد کی۔ شاہد کا معنی ہے حاضر۔ جو کام تم کرتے ہو اور جس کام میں تم مصروف ہو وہاں اللہ موجود ہے اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ جس وقت تم مشغول ہوتے ہو اس کام میں۔ تو اللہ تعالیٰ کی صفت حاضر و ناظر میں کوئی شریک نہیں

ہے۔آگے صفت علم کا ذکر ہے وَمَا یَعْزُبُ عَنْ رَّبِّکَ اور نہیں غائب تیرے رب سے مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِی الْاَرْضِ ایک ذرہ برابر چیز بھی زمین میں وَلَا فِی السَّمَآءِ اور نہ آسمان میں۔ وہ ذرہ چاہے زمین میں ہو یا آسمان میں ہو۔ ذرہ سرخ رنگ کی چیونٹی کو بھی کہتے ہیں جو نظر نہیں آتی اور ہوا میں جو باریک ذرات ہیں ان پر بھی اطلاق ہوتا ہے۔تو یہ عقیدہ رکھو کہ ہر جگہ حاضر و ناظر بھی صرف اللہ تعالیٰ ہے اور ذرے ذرے کا علم بھی رب تعالیٰ رکھتا ہے وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِکَ وَلَآ اَکْبَرَ اور نہ اس ذرے سے کوئی چھوٹی چیز اور نہ بڑی چیز ایسی ہے جو رب تعالیٰ کے علم سے خارج ہو اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ مگر وہ ایسی کتاب میں درج ہے جو واضح ہے۔ کتاب مبین سے مراد لوح محفوظ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب سے دنیا پیدا کی ہے اس وقت سے لیکر دخول جنت و نار تک کی سب چیزیں لوح محفوظ میں درج ہیں۔ دنیا کی پیدائش سے پہلے کی چیزیں اور مومن کافر کے جنت دوزخ میں داخل ہونے کے بعد ہمیشہ کی چیزوں کا علم صرف رب تعالیٰ کے پاس ہے۔ کیونکہ لوح محفوظ ایک متعین چیز ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم ازلی اور ابدی ہے، جس کی نہ کوئی ابتداء ہے اور نہ انتہا ہے اور لوح محفوظ اللہ تعالیٰ کے علم کے کروڑ در کروڑ کا کروڑواں حصہ بھی نہیں ہے اور رب تعالیٰ کی اس صفت علم میں بھی کوئی شریک نہیں ہے۔لیکن دنیا میں غلط سے غلط عقیدہ رکھنے والے لوگ بھی موجود ہیں۔

احمد رضا خان کے غلط نظریات:

احمد رضا خان صاحب اپنی متعدد کتابوں میں لکھتے ہیں کہ ابتدائے آفرینش سے لیکر دخول جنت والنار تک اور از شرق تا غرب از شمال تا جنوب از فرش تا عرش کوئی ذرہ اور کوئی قطرہ بھی نہیں جس کا علم آنحضرت ﷺ کو نہ ہو لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ جب ان

سے کہا جاتا ہے کہ یہ تو شرک ہے رب تعالیٰ کیساتھ تو پھر کہتے ہیں کہ یہ سارا علم رب نے آپ کو دیا ہے یعنی شرک تب ہے کہ ذاتی علم مانا جائے۔ یہ تو رب تعالیٰ کا عطا کیا ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے علم میں کوئی شریک نہیں :

یاد رکھنا! ان کی یہ دونوں باتیں غلط ہیں نہ یہ سارا علم آپ ﷺ کو حاصل تھا اور نہ رب تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عطا کیا تھا۔ قرآن کریم کی سب سے آخر میں نازل ہونے والی سورۃ ،سورت توبہ ہے [بخاری ،ص ۶۲۶ ، ج ۲] اس کے بعد صرف سورۃ نصر نازل ہوئی ہے۔ اس آخری سورت میں رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ''اور بعض مدینے والے اڑ رہے ہیں نفاق پر اے محمد ﷺ آپ ان کو نہیں جانتے صرف ہم ہی ان کو جانتے ہیں۔'' یہ ارشاد اس امر پر واضح دلیل ہے کہ ان منافقوں کو جن کا نفاق حدِ کمال کو پہنچا ہوا تھا اور جو نفاق پر اڑے ہوئے اور بضد تھے ان کو بھی جناب نبی کریم ﷺ نہیں جانتے تھے۔ اگر آپ ﷺ کو علم غیب اور جمیع مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ کا علم ہوتا تو لامحالہ آپ ﷺ کو ان منافقوں کے حالات معلوم ہوتے اور اللہ تعالیٰ یہ نہ فرماتا کہ آپ ﷺ ان کو نہیں جانتے فقط ہم ہی جانتے ہیں۔ اس کے بعد وہ کونسی آیت نازل ہوئی ہے؟ جس میں اس بات کا ذکر ہو کہ ان منافقوں کا علم بھی آپ ﷺ کو دیا گیا ہے۔ اور سورۃ یٰسین میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِىْ لَهٗ ''اور ہم نے اس (جناب نبی کریم ﷺ) کو شعر کہنا نہیں سکھایا اور یہ ان کے لائق بھی نہیں ہے۔'' اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اشعار کی تعلیم دی ہی نہیں اور جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس کی تعلیم نہیں دی اور کہاں سے حاصل ہوگئی؟ اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کے واقعات بیان فرمائے ہیں۔ ان کے متعلق سورۃ مومن میں ہے وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ

مِنۡهُمۡ مَنۡ قَصَصۡنَا عَلَيۡكَ وَمِنۡهُمۡ مَنۡ لَّمۡ نَقۡصُصۡ عَلَيۡكَ ''اور البتہ ہم نے آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے ان میں سے بعض کے احوال ہم نے آپ کو بتائے اور بعض کے احوال ہم نے آپ کو نہیں بتائے۔'' ان کا علم رب نے آپ ﷺ کو نہیں دیا تُبَّــعٌ کا لفظ قرآن پاک میں دو دفعہ آیا ہے۔ اس کے متعلق آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں لَا اَدۡرِیۡ اَ تُبَّعٌ نَبِیٌّ اَمۡ لَا '' میں نہیں جانتا مجھے اس کا علم نہیں کہ تبع نبی تھے یا نبی نہیں تھے وَلَا اَدۡرِیۡ اَذِیۡ الۡقَرۡنَیۡنِ نَبِیٌّ کَانَ اَمۡ لَا مجھے معلوم نہیں کہ ذوالقرنین نبی تھے یا نہیں۔'' یہ ابوداؤد وغیرہ کی روایت ہے۔ تو آنحضرت ﷺ کے متعلق ذرے ذرے کے علم کا عقیدہ رکھنا صریحاً قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔ یہ عقیدہ اچھی طرح یاد رکھیں کہ ہر جگہ حاضر وناظر صرف رب تعالیٰ کی ذات ہے اور ذرے ذرے کا علم بھی صرف پروردگار کو ہے اور کسی کو نہیں ہے۔

اولیاء اللہ کی تعریف :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلَا خبردار! اِنَّ اَوۡلِيَآءَ اللّٰهِ بیشک اللہ تعالیٰ کے جو ولی ہیں لَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ نہ خوف ہوگا ان پر وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ آئندہ کیلئے کسی شے کا خدشہ ہو تو اس کو خوف کہتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور مہربانی سے جنت میں داخل ہو جائیں گے تو آئندہ پھر کوئی خطرہ نہیں ہوگا کہ ہمیں یہاں سے نکالا جائے گا یا ہم بیمار ہوں گے یا مر جائیں گے اور یہ کوٹھیاں ہم سے چھین لی جائیں گی۔ اور حزن کہتے ہیں گذشتہ کسی چیز پر غم کھانا۔ تو وہ اس بات کا غم نہیں کھائیں گے کہ کاش ہم دنیا میں نیکیاں کر لیتے کیونکہ الحمدللہ انہوں نے دنیا میں نیکیاں کیں تھیں۔ اب رہی یہ بات کہ ولی کہتے کسے ہیں؟ تو رب تعالیٰ نے بالکل مختصر دو جملوں میں ولی کی تعریف کی ہے۔ فرمایا اَلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَكَانُوۡا يَتَّقُوۡنَ ولی وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے۔ تو ولی کیلئے پہلی شرط

یہ ہے کہ وہ مومن ہو وَ کَانُوْا یَتَّقُوْنَ اور وہ متقی ہیں۔ یہ دوسری شرط ہے۔ متقی اسے کہتے ہیں کہ جو کام کرنے والے ہوں انہیں چھوڑے نہ اور جو نہ کرنے کے ہوں ان کے قریب نہ جائے۔ یہ ہے ولی، یہ نہیں کہ جو کپڑے اتار کر ننگ دھڑنگ ہو کر پھرے اور کہے کہ میں ولی ہوں تو اس کو ولی مان لو۔ یا گھنگرو ٹل باندھ کر پھرے تو اس کو ولی مان لو بالکل نہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ایمان کے بغیر کوئی ولی نہیں ہوسکتا چاہے اس سے عجیب وغریب چیزیں ہی کیوں نہ صادر ہوں۔ دیکھو! دجال لعین کے ہاتھ سے بہت کچھ صادر ہوگا۔ مثلاً اشارہ کرے گا بادل اکٹھے ہو جائیں گے اور بارش برسنی شروع ہو جائے گی، پاؤں مارے گا زمین سے سونا نکل آئے گا، غریب آدمی اسے کہے گا کہ میں بھوکا مر گیا ہوں اشارہ کرے گا اس کے پاس اتنی دولت ہو جائے گی کہ وہ سنبھال نہیں سکے گا اور جو مومن دجال کا انکار کریگا اس کا سارا سامان دجال کے پیچھے چل پڑے گا مومن کا گھر اس طرح خالی اور صاف ہو جائے گا جیسے ہتھیلی ہوتی ہے۔ کرسیاں پلنگ وغیرہ سب دجال کے پیچھے چل پڑیں گے۔ مسلم شریف میں روایت ہے کہ ایک آدمی کے دو ٹکڑے کر کے ایک اِدھر پھینک دے گا اور ایک اُدھر پھینک کر درمیان سے گذر جائے گا پھر اسے زندہ کریگا۔ تو اس کو ولی سمجھا جائیگا؟ ہرگز نہیں! اسی لئے فقہاء کرام اور متکلمین رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس کے ہاتھ سے عجیب وغریب چیزیں ظاہر ہوں اس کو ولی نہ سمجھ لو بلکہ یہ دیکھو کہ وہ مومن متقی ہے یا نہیں۔ اگر مومن متقی ہے اور پھر اس کے ہاتھ سے خلاف عادت چیزیں ظاہر ہوتی ہیں تو اس کی کرامت ہے اور اگر مومن متقی نہیں ہے اور اس سے عجیب وغریب چیزیں ظاہر ہوتی ہیں تو استدراج ہے یعنی رب تعالیٰ کی طرف سے مہلت ہے۔ گویا ولایت سے کرامت کی طرف جانا نہ کہ استدراج سے ولایت کی طرف۔ کیونکہ اگر محض عجیب چیز کا صادر ہونا ولایت کی

دلیل ہو تو پھر دجال لعین کو تو رئیس الاولیاء ماننا پڑے گا۔ بڑی عجیب وغریب چیزیں اس کے ہاتھ ظاہر ہونگی اور وہ خدا ہونے کا دعویٰ بھی کرے گا۔ چونکہ وہ مومن نہیں ہوگا اس لئے وہ ولی نہیں بلکہ دجال لعین ہوگا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دنیا میں کوئی ایسا نبی نہیں آیا جس نے اپنی امت کو دجال کے متعلق آگاہ نہ کیا ہو مگر میں ایک بات کہتا ہوں لَمْ یَقُلْهُ نَبِیٌّ قَبْلِیْ جو میرے سے پہلے کسی نبی نے نہیں کہی وہ یہ کہ دجال اَعْوَرْ یعنی کانا ہوگا وَاِنَّ رَبَّکُمْ لَیْسَ بِاَعْوَرٍ اور بیشک تمہارا رب کانا نہیں ہے۔ یہ بخاری شریف کی روایت ہے۔ دیکھو! بڑی عجیب بات ہے کہ بڑی عجیب وغریب چیزیں اس سے ظاہر ہوں گی مگر اپنے کانے پن کو دور نہیں کر سکے گا گویا رب تعالیٰ نے اس کے دجال ہونے کی علامت بتلائی ہے کہ ایک آنکھ آگے کو ابھری ہوئی ہوگی بڑی بڑی لگے گی مگر وہ اس کو ٹھیک نہیں کر سکے گا۔ تو ولی کی تعریف یہ ہے کہ وہ مومن ہوتا ہے اور متقی ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَهُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ ان کیلئے خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔ روایات میں آتا ہے کہ مومن صالح کی جب وفات ہوتی ہے تو فرشتے اس کے سامنے جنت میں اسکی کوٹھی کا نقشہ اس کے سامنے پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تو نے یہاں پر جانا ہے تو اس کے دل میں شوق پیدا ہوتا ہے کہ جلدی جاؤں اور کافر کے سامنے جہنم کا نقشہ پیش ہوتا ہے تو وہ زاری کرتا ہے اور کہتا ہے لَوْ لَا اَخَّرْتَنِیْ اِلٰی اَجَلٍ قَرِیْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَکُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ [سورۃ منافقون] ”اے میرے پروردگار! کیوں نہیں تو نے مجھے مہلت دی تھوڑی سی مدت تک تاکہ میں صدقہ کرتا اور ہو جاتا نیکوں میں سے۔“ توبہ کر لیتا وَلَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ”اور اللہ تعالیٰ ہرگز نہیں موخر کرے گا کسی جان سے موت جب اس کا وعدہ آگیا۔“

وقت آنے کے بعد ایک لمحے کی بھی تاخیر نہیں گی اور اس وقت توبہ، ایمان کوئی شے قبول نہیں ہوگی۔ اور آخرت میں قبر میں بھی ایمان والوں کو فرشتے خوشخبری سنائیں گے اور میدان محشر میں بھی اور جنت میں بھی خوشخبریاں ہوں گی لَاتَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ نہیں ہے تبدیلی اللہ تعالیٰ کے کلمات میں۔ اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کو کوئی تبدیل نہیں کرسکتا۔ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ یہی بڑی کامیابی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا میں بھی خوشخبری ملے، آخرت میں بھی خوشخبری ملے اور عذاب سے بچ جائیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مقام میں پہنچ جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان مرد عورت کو نصیب فرمائے۔ آمین

وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ إِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا ۚ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٦٥﴾ أَلَا إِنَّ لِلَّهِ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ ۗ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ شُرَكَاءَ ۚ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ﴿٦٦﴾ هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَسْمَعُونَ ﴿٦٧﴾ قَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا ۗ سُبْحَانَهُ ۖ هُوَ الْغَنِيُّ ۖ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ إِنْ عِنْدَكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ بِهَٰذَا ۚ أَتَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٦٨﴾ قُلْ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ﴿٦٩﴾ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيدَ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ﴿٧٠﴾

وَلَا يَحْزُنكَ قَوْلُهُمْ اور نہ غم میں ڈالے آپ کو ان کی بات اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيعًا بیشک عزت اللہ تعالیٰ کیلئے ہے سب هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ وہی سننے والا جاننے والا ہے اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ خبردار بیشک اللہ تعالیٰ کیلئے ہے مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ وہ مخلوق جو آسمانوں میں ہے اور وہ مخلوق جو زمینوں میں ہے وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ اور نہیں پیروی کرتے وہ لوگ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ جو پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے شریکوں کو اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ نہیں پیروی کرتے مگر گمان کی وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ اور

نہیں ہیں وہ مگر اٹکل سے بات کرتے هُوَ الَّذِیْ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جَعَلَ لَکُمُ الَّیْلَ جس نے بنائی تمہارے لیے رات لِتَسْکُنُوْا فِیْهِ تا کہ تم اس میں آرام حاصل کرو وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا اور دن کو روشن بنایا اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ بیشک اس میں خدا کی قدرت کی دلیلیں ہیں لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ اس قوم کیلئے جو سنتی ہے قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا کہا ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ نے اولاد بنالی ہے سُبْحٰنَهٗ اس کی ذات پاک ہے هُوَ الْغَنِیُّ وہ بے پرواہ ہے لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ اسی کیلئے ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمینوں میں اِنْ عِنْدَکُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ بِهٰذَا نہیں ہے تمہارے پاس کوئی دلیل اس کی اَتَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰهِ کیا تم کہتے ہو اللہ تعالیٰ پر مَا لَا تَعْلَمُوْنَ وہ چیز جو تم نہیں جانتے قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰهِ الْکَذِبَ بیشک وہ لوگ جو افتراء باندھتے ہیں اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا لَا یُفْلِحُوْنَ وہ فلاح نہیں پائیں گے مَتَاعٌ فِی الدُّنْیَا تھوڑا سا فائدہ ہے دنیا میں ثُمَّ اِلَیْنَا مَرْجِعُهُمْ پھر ہماری طرف ہی ہے ان کا لوٹنا ثُمَّ نُذِیْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِیْدَ پھر ہم ان کو چکھائیں گے سخت عذاب بِمَا کَانُوْا یَکْفُرُوْنَ اس وجہ سے کہ وہ کفر کرتے تھے۔

مشرکین کا انداز غیر مہذب تھا :

آنحضرت ﷺ کے مخالفین آپ ﷺ کے منہ پر بھی اور غائبانہ طور پر ایسی باتیں کرتے تھے جو شرافت کی حد سے خارج تھیں۔ مجنون کہتے، مسحور کہتے، جادوگر کہتے، کذاب کہتے، مفتری کہتے، غربت کے طعنے دیتے، جس سے طبعاً آپ ﷺ کو تکلیف ہوتی تھی اور

یہ تکلیف انسان کے مزاج کی بات ہے۔ ہماری تمہاری کیا حیثیت ہے مگر ہمیں بھی کوئی کہے کہ تم پاگل ہو، بڑے جھوٹے ہو، افتراء باندھتے ہو، بہتان تراش ہو تو تکلیف ہوگی۔ کسی مالدار سے بات کریں تو وہ کہے کہ تیرے پاس کونسی کوٹھی ہے جو مجھ سے بات کرتا ہے، کونسی دولت ہے تیرے پاس، تیری کیا پوزیشن ہے میرے ساتھ بات کرنے کی تو طبعاً تکلیف ہو گی۔ اسی طرح آپ ﷺ کو بھی ان کی باتوں سے تکلیف اور رنج ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا وَلَا یَحْزُنْکَ قَوْلُھُمْ اور نہ غم میں ڈالے آپ کو ان کی بات کہ مخالف کا کام ہے مخالفت کرنا آپ ﷺ ان کی باتوں سے غمگین نہ ہوں کیونکہ اِنَّ الْعِزَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا بیشک عزت ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کیلئے ہے۔ اور سورۃ منافقون میں ہے وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ ''اور اللہ تعالیٰ کیلئے عزت ہے اور اس کے رسول کیلئے اور مومنوں کیلئے۔'' عزت وہ ہے جو دل میں ہو، زبان سے انسان بہت کچھ کہہ جاتا ہے۔ کبھی گدھے کو بھی چچا کہہ دیتا ہے۔ اس میں ہمارے لئے سبق ہے کہ اگر مخالف تمہارے خلاف پروپیگنڈہ کرتا ہے تو اس نے تو کرنا ہے تم اس کی پرواہ نہ کرو اور اپنا کام کرتے جاؤ۔ علامہ اقبال مرحوم نے کہا ہے

تندیٔ باد مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب!
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کیلئے

''دشمن تند ہوا ہے اس کی مخالفت سے تم اور بلند ہو جاؤ گے۔'' دشمن کی باتوں سے متاثر نہیں ہونا چاہئے۔ یہ ذہن بنا لو کہ باتیں ہوئی ہی نہیں ہیں۔ ھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وہی سننے والا جاننے والا ہے اَلَآ اِنَّ لِلّٰہِ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ خبردار بیشک اللہ تعالیٰ کیلئے ہے وہ مخلوق جو آسمانوں میں ہے اور وہ مخلوق جو زمینوں میں ہے۔

آسمانوں میں فرشتے ہیں اور زمین میں انسان ہیں، جنات ہیں اور رب تعالیٰ کی بے شمار مخلوق ہے سب رب تعالیٰ کی ملک ہے اور سب پر تصرف رب تعالیٰ کا ہے کسی اور کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِينَ اور نہیں پیروی کرتے وہ لوگ يَدْعُونَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ جو پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے شریکوں کو حاجت روا، مشکل کشا سمجھ کر فریادرس سمجھ کر۔ اپنے گمان میں وہ ان کو رب تعالیٰ کا شریک سمجھتے ہیں۔ حقیقت میں رب تعالیٰ کا شریک کون ہوسکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی ذات وحدہ لاشریک لہ' ہے۔ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ نہیں پیروی کرتے وہ مگر گمان کی۔ اپنے گمان سے انہوں نے خدا کے شریک بنائے ہوئے ہیں اور ان کی پوجا کرتے ہیں یہ حقیقتاً اللہ تعالیٰ کے قطعاً شریک نہیں ہیں وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ اور اور نہیں ہیں وہ مگر اٹکل سے بات کرتے۔ خرص کا لغوی معنٰی ہے درخت پر لگے ہوئے پھل کا اندازہ لگانا کہ یہ کتنا ہوگا اور یہ اندازہ کبھی صحیح ہوتا ہے اور کبھی غلط ہوتا ہے۔ تو یہ غیر اللہ کے بارے میں تخمینے سے باتیں کرتے ہیں کہ وہ خدا کے شریک ہیں حقیقت میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ وہ ذات میں بھی وحدہ لاشریک لہ ہے اور صفات میں بھی وحدہ لاشریک لہ ہے اور افعال میں بھی وحدہ لاشریک لہ ہے هُوَ الَّذِىْ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہے جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ جس نے بنائی تمہارے لئے رات لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ تاکہ تم اس میں آرام حاصل کرو۔ رات اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں میں نیند کا بھی ذکر فرمایا ہے وَالنَّوْمَ سُبَاتًا اگر مسلسل کسی کو نیند نہیں آتی تو وہ پاگل ہوجاتا ہے اطبا لکھتے ہیں کہ نوجوان کیلئے سات گھنٹے نیند ہونی چاہئے چوبیس گھنٹوں میں اور بوڑھوں کیلئے تین چار گھنٹے بھی کافی ہیں۔ فرمایا وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا اور دن کو روشن بنایا تاکہ تم دن کی روشنی میں دین کے کام بھی کرو اور دنیا کے کام بھی

کرو اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ بیشک اس میں خدا کی قدرت کی دلیلیں ہیں۔ رات اور طرح ہے دن اور طرح ہے، رات کے کام اور ہیں دن کے کام اور ہیں، سورج ہے، چاند ہے، یہ سب خدا کی قدرت کی نشانیاں ہیں لِقَوۡمٍ یَّسۡمَعُوۡنَ اس قوم کیلئے جو سنتی ہے اور مانتی ہے۔ اور جس نے سننا ماننا نہیں ہے اس کیلئے کچھ بھی نہیں ہے وہ صُمٌّ بُکۡمٌ عُمۡیٌ بہرے، گونگے اور اندھے ہیں۔ عبرت حاصل کرنے والے ہی صحیح طور پر فائدہ اٹھاتے ہیں۔

قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا کہا ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ نے اولاد بنالی ہے اور سورۃ توبہ آیت نمبر ۳۰ میں ہے وَقَالَتِ الۡیَهُوۡدُ عُزَیۡرُ ۨابۡنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَی الۡمَسِیۡحُ ابۡنُ اللّٰهِ ''اور کہا یہودیوں نے عزیر اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے اور کہا نصاریٰ نے مسیح اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے۔'' پہلے تو عزیر علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنایا جب تھوڑا سا لوگوں کا ذہن بن گیا تو پھر دعویٰ کر دیا وَقَالَتِ الۡیَهُوۡدُ وَالنَّصٰرٰی نَحۡنُ اَبۡنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ [المائدہ :۱۸] ''اور کہا یہودیوں نے اور نصرانیوں نے کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں۔''

اور عرب اور غیر عرب میں جو جاہل قسم کے لوگ تھے وہ کہتے تھے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ سورۃ النحل آیت نمبر ۵۶ میں ہے وَیَجۡعَلُوۡنَ لِلّٰهِ الۡبَنٰتِ ''اور ٹھہراتے ہیں یہ لوگ اللہ کیلئے بیٹیاں سُبۡحٰنَهٗ پاک ہے اس کی ذات بیٹیوں سے بھی اور بیٹوں سے بھی۔'' ان کے دعوے سب جھوٹے ہیں۔ یہ جاہل اللہ تعالیٰ کیلئے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں اور خود ان کا اپنا حال یہ ہے کہ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمۡ بِالۡاُنۡثٰی ظَلَّ وَجۡهُهٗ مُسۡوَدًّا وَّهُوَ کَظِیۡمٌ [آیت:۵۸] ''اور جب خوشخبری دی جائے ان میں سے کسی کو بیٹی کی تو ہو جاتا ہے اسکا چہرہ سیاہ اور وہ غم میں بھرا ہوا ہوتا ہے کہ میرے ہاں لڑکی پیدا ہوئی ہے۔'' اپنے لئے تو لڑکیوں کو پسند نہیں کرتے اور رب تعالیٰ کی طرف لڑکیوں کی نسبت کرتے ہیں یہ ظالم۔

اللہ تعالیٰ لڑ کے لڑکیوں سے پاک ہے اگر اللہ تعالیٰ کیلئے اولاد مناسب ہوتی تو صرف لڑ کے ہوتے اور ہوتے بھی بے شمار۔

بھٹیارے کا پادری کولاجواب کرنا :

فانڈر پادری بڑا ذہین، طرار اور منہ پھٹ آدمی تھا۔ اس نے ایک دن دھلی کی شاہی مسجد کی سیڑھیوں کے پاس کھڑے ہوکر تقریر شروع کر دی اس کی تقریر کا خلاصہ یہ تھا کہ عیسیٰ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ مسجد کے قریب ایک کالے رنگ کا بھٹیارہ تھا لوگوں کو دانے بھون بھون کر دیتا تھا۔ وہ بھی تقریر سن رہا تھا لوگ اکٹھے ہو گئے لیکن کوئی اس کو جواب نہیں دے رہا تھا۔ بھٹیارا ہاتھ میں درانتی پکڑے ہوئے جس سے وہ دانے ریت ہلاتا تھا آ گیا اور کہنے لگا پادری صاحب مجھے یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ کے کتنے بیٹے ہیں؟ اس نے کہا ایک ہی بیٹا ہے یسوع مسیح علیہ السلام۔ بھٹیارے نے کہا مجھے دیکھ اور میری شکل اور قد کو دیکھ! میرے تو چودہ بیٹے ہوں اور اللہ تعالیٰ اتنا بڑا ہے اس کا صرف ایک ہی بیٹا ہے؟ کوئی عقل کی بات کر۔ مطلب اس کا یہ تھا کہ بیٹا ہونا اگر کوئی کمال کی بات ہے تو پھر تو رب تعالیٰ میرے سے بھی پیچھے رہ گیا کہ میرے تو چودہ بیٹے ہیں اور رب تعالیٰ کا صرف ایک بیٹا ہے۔ ہر آدمی کی گفتگو کا اپنا اپنا انداز ہوتا ہے پادری لاجواب ہو گیا۔

تو اللہ تعالیٰ کی ذات بیٹوں بیٹیوں سے پاک ہے، بیوی سے پاک ہے، ہر اس عیب سے پاک ہے جو اس کی شان کے لائق نہیں ہے۔ سُبۡحٰنَهٗ اس کی ذات پاک ہے هُوَ الۡغَنِيُّ وہ بے پرواہ ہے۔ بھائی انسان تو اولاد اس لئے مانگتا ہے کہ جب میں بوڑھا ہو جاؤں گا تو میری خدمت کرے گی رب تعالیٰ کو کیا ضرورت ہے وہ تو بے پرواہ ہے اور خدمت کی نیت بھی عام لوگ کرتے ہیں جو بے سمجھ ہیں پھر ان کو نیتوں کا پھل بھی بہت کم

ملتا ہے۔ پہلے زمانے کے لوگ بڑے صحیح العقیدہ اور خالص لوگ تھے اور اولاد کی دعا کرتے تھے تاکہ آنحضرت ﷺ کی امت بڑھے، آپ ﷺ کے امتیوں میں اضافہ ہو۔ خدمت بالتبع حاصل ہو جاتی تھی اللہ تعالیٰ ان کی نیتوں کو پھل لگا دیتا تھا اور ہماری نیتیں چونکہ خالص نہیں ہیں ہمارا ذہن یہ ہے کہ بچے پیدا ہونگے وہ کمائیں گے اور ہمیں کھلائیں گے۔ جب وہ کمانے کے قابل ہوتے ہیں تو ان کے ہاتھوں سے جوتے کھاتے ہیں اور خوب جی بھر کے کھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام ضرورتوں سے پاک ہے۔ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ اسی کیلئے ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں۔ اس کے سوا کوئی مالک نہیں کسی کا کوئی دخل نہیں ہے اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ بِهٰذَا اِنْ نافیہ ہے۔ معنیٰ ہوگا نہیں ہے تمہارے پاس کوئی دلیل اس کی کہ عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں یا مسیح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں یا فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا [جن:۳] ''نہیں بنائی اس نے اپنے لئے کوئی بیوی اور نہ اولاد'' وہ ان سب چیزوں سے پاک ہے نہ اس کی ابتداء ہے نہ اس کی انتہاء ہے۔ اس کے سارے اوصاف و کمالات ذاتی ہیں۔ مخلوق کے جتنے اوصاف ہیں وہ رب تعالیٰ کے عطا کیے ہوئے ہیں۔ جب اپنی شے ہی کوئی نہیں تو غرور کس چیز کا، تکبر کس چیز کا؟ اس لئے تکبر مخلوق کیلئے حرام ہے۔

حدیث قدسی ہے اَلْكِبْرُ رِدَائِيْ فرمایا تکبر میری چادر ہے، میری صفت ہے۔ مخلوق کی کوئی شے ذاتی نہیں ہے اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ کیا کہتے ہو تم اللہ تعالیٰ پر وہ چیز جو تم نہیں جانتے قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ بیشک وہ لوگ جو افتراء باندھتے ہیں اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا لَا يُفْلِحُوْنَ وہ فلاح نہیں پائیں گے۔ ان کو کبھی کامیابی نصیب نہیں ہوگی کتنے دن عیش کر لیں گے؟ اللہ تعالیٰ

کی گرفت یقیناً آئے گی اس سے بچ نہیں سکتے مَتَاعٌ فِی الدُّنْیَا تھوڑا سا فائدہ ہے دنیا میں۔ دس دن کھالیں گے، سال کھالیں گے، دس سال، پچاس سال، سو سال کھالیں گے آخرت کی طویل زندگی کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے۔

دنیوی زندگی آخرت کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں :

حضرت نوح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے چودہ سو سال زندگی عطا فرمائی۔ چالیس سال نبوت سے پہلے اور ساڑھے نو سو سال تبلیغ کی اور طوفان نوح کے بعد کئی سو سال زندہ رہے تفسیروں میں لکھا ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کی وفات کا وقت آیا لوگ خبر گیری کیلئے آئے تو پوچھا حضرت آپ نے بڑی زندگی پائی ہے دنیا کو آپ نے کیسا پایا؟ فرمایا یوں سمجھو کہ دنیا ایک مکان ہے اس کے ایک دروازے سے داخل ہوا ہوں اور دوسرے سے نکل رہا ہوں۔ یعنی چودہ سو سال کی زندگی کو اس طرح تعبیر کیا۔ ہماری زندگیاں تو ان کے مقابلے میں کچھ نہیں ہیں مگر ہم دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں۔ آخرت کو، قبر کو کچھ نہیں سمجھتے اسی دنیا کی زندگی کو سب کچھ سمجھ لیا ہے۔ یاد رکھنا! یہ زندگی عارضی اور فانی ہے اور اس کا ایک ایک لمحہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہربانی ہے۔ کوئی پتہ نہیں ہے کہ اب ہے چند منٹ بعد ہو گی کہ نہیں، صبح ہے شام ہے کہ نہیں اس مغالطے میں کبھی نہ آنا کہ ہم ابھی جوان ہیں بوڑھے ہونگے تو مریں گے، تندرست ہیں بیمار ہوں گے تو مریں گے جوان بھی مرتے ہیں، تندرست بھی مرتے ہیں۔

یہ بات میں کئی دفعہ کہہ چکا ہوں کہ ہمارا دور حادثاتی دور ہے معلوم نہیں کہ کس وقت کیا ہونے والا ہے۔ اس حادثاتی دور میں جو شخص رات کو خیریت کیساتھ گھر واپس آجائے تو دو رکعت شکرانے کے پڑھے کہ پروردگار تیرا شکر ہے کہ میں بخیریت گھر واپس آگیا ہوں۔

تو فرمایا کہ تھوڑا سا فائدہ اٹھالیں ثُمَّ اِلَیْنَا مَرْجِعُهُمْ پھر ہماری طرف ہی ہے ان سب کا لوٹنا ثُمَّ نُذِیْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِیْدَ پھر ہم ان کو چکھائیں گے سخت عذاب۔ دیکھو! دنیا کی آگ میں پتھر، لوہا، تانبا پگھل جاتے ہیں اور دوزخ کی آگ اس سے انہتر گنا زیادہ تیز ہے۔ اگر بندے کو مارنا مقصود ہو تو اس آگ کا ایک شعلہ ہی کافی ہے لیکن مر جائے تو سزا کس کو ہوگی۔ لَا یَمُوْتُ فِیْهَا وَلَا یَحْیٰ نہ دوزخ میں مرے گا نہ جئے گا۔ مرے گا اس لئے نہیں کہ سزا کون بھگتے گا اور عذاب کی زندگی کوئی زندگی نہیں۔ خود اپنے لئے کہیں گے یٰلَیْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِیَهْ [الحاقہ] کاش کہ یہ موت مجھے ختم ہی کر دیتی۔ کاش کہ ہم پر موت ہی آجائے اپنے لئے ہلاکت مانگیں گے مل جل کر مالک علیہ السلام جو جہنم کے انچارج ہیں ان کے پاس جائیں گے اور کہیں گے یٰمٰلِكُ لِیَقْضِ عَلَیْنَا رَبُّكَ [الزخرف ۷۷] ''اے مالک چاہئے کہ فیصلہ کر دے ہم پر تمہارا پروردگار۔'' وہ ہمیں مار دے۔ وہ جواب دیں گے چلے جاؤ تمہارے پاس پیغمبر نہیں آئے تھے، کتابیں نہیں آئی تھیں وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ [رعد: ۱۵] ''اور نہیں پکار کافروں کی مگر گمراہی میں۔'' تو ان کی موت کی دعا بھی قبول نہیں ہوگی اور سخت عذاب میں رہیں گے بِمَا كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ اس وجہ سے کہ وہ کفر کرتے تھے۔ رب تعالیٰ کی توحید کا انکار کرتے تھے، پیغمبروں کی رسالت کا انکار کرتے تھے، حق کی باتوں کا انکار کرتے تھے، قیامت کا انکار کرتے تھے، رب تعالیٰ کی صفات کا انکار کرتے تھے، کفر پر ڈٹے ہوئے تھے اس لئے سخت سے سخت عذاب ان کو دیا جائے گا۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۷۱﴾ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۷۲﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَنَجَّيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَجَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓئِفَ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۷۳﴾

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ اور اے پیغمبر آپ ان کو پڑھ کر سنائیں نَبَاَ نُوْحٍ خبر نوح علیہ السلام کی اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ جب کہا انہوں نے اپنی قوم سے يٰقَوْمِ اے میری قوم اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَ تَذْكِيْرِيْ اگر گراں گذرتا ہے تم پر میرا کھڑا ہونا اور میرا نصیحت کرنا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کیساتھ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ تو میں اللہ تعالیٰ پر توکل رکھتا ہوں فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ پس تم جمع کرلو اپنا معاملہ وَشُرَكَآءَكُمْ اور اپنے شریکوں کو ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً پھر نہ ہو تمہارے معاملے میں تم پر کوئی اشتباہ ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ پھر فیصلہ کرلو میرے خلاف وَلَا تُنْظِرُوْنِ اور مجھے مہلت بھی نہ دو فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ پس اگر تم نے روگردانی کی فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ پس میں نہیں سوال کرتا تم سے کسی معاوضے کا اِنْ

اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ نہیں ہے میرا اجر مگر اللہ تعالیٰ کے ذمے وَ اُمِرْتُ اور مجھے حکم دیا گیا ہے اَنْ اَکُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ کہ ہو جاؤں میں مسلمانوں میں سے فَکَذَّبُوْہُ پس جھٹلایا ان لوگوں نے نوح علیہ السلام کو فَنَجَّیْنٰہُ پس نجات دی ہم نے اس کو وَمَنْ مَّعَہٗ فِی الْفُلْکِ اور ان کو جو ان کیساتھ تھے کشتی میں وَجَعَلْنٰھُمْ خَلٰٓئِفَ اور بنایا ہم نے انکو نائب وَاَغْرَقْنَا الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا اور غرق کیا ہم نے ان لوگوں کو جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو فَانْظُرْ پس دیکھو کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الْمُنْذَرِیْنَ کیا انجام ہوا ان لوگوں کا جن کو ڈرایا گیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے دنیا میں سب سے پہلے آدم علیہ السلام کو بھیجا اور آدم علیہ السلام کو ہی پیغمبر بنایا۔ تو آدم علیہ السلام پہلے انسان اور پہلے پیغمبر ہیں ان کی عمر ہزار سال تھی انہوں نے کئی نسلیں دیکھیں۔ اس دور میں اور گناہ تو تھے لیکن شرک وکفر نہیں تھا کَانَ النَّاسُ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً عقیدے کے لحاظ سے لوگ ایک طرح کے تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی وفات کے ایک ہزار سال بعد حضرت نوح علیہ السلام تشریف لائے۔ یہ پہلے پیغمبر ہیں جن کی قوم نے شرک کو ترویج دی ان کو اللہ تعالیٰ نے چودہ سو سال عمر عطا فرمائی۔ ساڑھے نو سو سال انہوں نے اپنی قوم کو تبلیغ کی۔

حق سے اگر کسی کو تکلیف ہوتی ہے تو ہوتی رہے :

اللہ تبارک وتعالیٰ آنحضرت ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں وَاتْلُ عَلَیْھِمْ اور اے پیغمبر آپ ان کو پڑھ کر سنائیں نَبَاَ نُوْحٍ نوح علیہ السلام کی خبر اِذْ قَالَ لِقَوْمِہٖ جب کہا انہوں نے اپنی قوم سے یٰقَوْمِ اے میری قوم اِنْ کَانَ کَبُرَ عَلَیْکُمْ

مَّقَامِیْ اگر گراں اور بھاری گذرتا ہے تم پر میرا کھڑا ہونا تبلیغ کیلئے وَ تَذْکِیْرِیْ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ اور میرا نصیحت کرنا اللہ تعالیٰ کی آیات کیساتھ تمہاری طبائع پر ناگوار گزرتا ہے تو ہوا کرے میں تو اس سے باز نہیں آؤں گا۔ حضرت نوح علیہ السلام کا وعظ نصیحت کرنا ان پر کتنا ناگوار تھا اس کا اندازہ آپ اس روایت سے لگائیں جو حافظ ابن کثیرؒ نے صحیح سند کیساتھ نقل فرمائی ہے کہ جب نوح علیہ السلام کے دور میں طوفان آیا تو ایک نوجوان لڑکی شادی شدہ جسکی عمر تقریباً بیس سال ہوگی ایک خوبصورت بچہ اٹھائے ہوئے حضرت نوح علیہ السلام کے سامنے آئی۔ اس کو حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا بیٹی اپنی جان پر بھی رحم کرو اور اپنے بچے پر بھی رحم کرو اور میرا کلمہ پڑھو تو کہنے لگی اگر تمہارے کلمے کیساتھ بچتی ہوں تو اس سے مر جانا بہتر ہے۔ اب اس ضد کا بھی کوئی علاج ہے؟ وہ بیٹھی اپنے بچے کو دودھ پلا رہی تھی کہ پانی آ گیا وہ بچے کو لے کر اٹھ کر کھڑی ہوگئی پانی تو اللہ تعالیٰ کا غضب تھا اور بلند ہوا تو بچے کو کندھے پر بیٹھا لیا کہ پانی شاید یہاں تک نہ پہنچے پانی کندھے پر سے بھی گذر گیا تو اپنے ہاتھوں پر بچے کو اٹھا لیا مگر پانی آناً فاناً اور بڑھا اور وہ بچے سمیت غرق ہوگئی لیکن حق کو قبول نہیں کیا۔ تو حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا وعظ و نصیحت کیلئے کھڑا ہونا اگر تم پر گراں گزرتا ہے تو گذرے میں نے تو اللہ تعالیٰ کا دین بیان کرتا ہوں نہ اس میں کوتاہی کی ہے اور نہ کرنی ہے۔ فَعَلَی اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ میں اللہ تعالیٰ پر توکل رکھتا ہوں تم میرے خلاف جو کر سکتے ہو کر لو فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَکُمْ پس تم جمع کر لو اپنا معاملہ وَشُرَکَآءَکُمْ اور اپنے شریکوں کو بھی جن کو تم نے رب کا شریک بنایا ہوا ہے ود، سواع، یغوث، یعوق، نسر، ان کو بھی بلا لو۔

ود، سواع وغیرہ کون تھے اور شرک کی ابتدا کیسے ہوئی :

اور میں اس بات کی وضاحت پہلے بھی کر چکا ہوں کہ ود حضرت ادریس علیہ السلام کا لقب تھا اور باقی چاروں ان کے بیٹے اور صحابی تھے۔ جس وقت یہ بزرگ دنیا سے رخصت ہو گئے تو لوگ اداس اداس رہنے لگے۔ ایک دن یہ لوگ اکٹھے بیٹھے تھے کہ ابلیس لعین ان کے پاس آیا کہنے لگا کہ کیا بات ہے پریشان اور غمگین ہو۔ لوگوں نے کہا کہ پریشان اس لئے ہیں کہ ہمارے بزرگ تھے جن کے ذریعے ہمیں روحانی خوراک ملتی تھی دنیا سے چلے گئے ہیں اب ہمیں وہ خوراک نہیں مل رہی۔ کہنے لگا کہ تمہارا غمگین ہونا صحیح ہے مگر اب کیا ہو سکتا ہے وہ تو واپس نہیں آئیں گے تم ان کے بت بنا کر بطور یادگار کے اپنے پاس رکھ لو اور یہ سمجھو کہ گویا ہمارے اندر ہی موجود ہیں۔ چونکہ وہ پختہ ذہن کے لوگ تھے ان کو یہ تو نہ کہہ سکا کہ تم ان کی پوجا کرو، ان سے مرادیں مانگو، ان کو حاجت روا، مشکل کشا اور فریاد رس سمجھو۔ البتہ شرک کی بنیاد رکھ دی جس وقت یہ پختہ ذہن کے لوگ ختم ہو گئے اور نئی نسل آئی تو ابلیس نے ان کو کہا کہ تمہارے بڑے ان کی پوجا کرتے تھے اس پر ساری قوم اکٹھی ہو گئی اور ان کی پوجا شروع کر دی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال ان پر صرف کئے مگر وہ لوگ اپنی ضد سے باز نہ آئے الٹا نوح علیہ السلام کو قتل کی دھمکیاں دیتے تھے اور ان کو پتھر مارتے تھے۔ جب نوح علیہ السلام مجلس میں داخل ہوتے تھے تو کہتے تھے پاگل آ گیا ہے۔ پاگل پاگل کہہ کر دھکے مارتے تھے قتل رجم کرنے کی دھمکیاں دیتے تھے۔ فرمایا سن لو! میرا بھروسا اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہے تم اپنی تدبیر کر لو اور اپنے شریکوں کو بھی بلا لو ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً پھر نہ ہو تمہارے معاملے میں تم پر کوئی اشتباہ ثُمَّ اقْضُوْآ اِلَیَّ پھر فیصلہ کر لو میرے خلاف تم بھی اور تمہارے اِلٰہ بھی

وَلَا تُنْظِرُوْنِ اور تم مجھے مہلت بھی نہ دو میرا جو کچھ تم کر سکتے ہو کر لو فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ پس اگر تم نے روگردانی کی حق سے، توحید سے، قیامت سے، اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کی رسالت سے فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ پس میں نہیں سوال کرتا تم سے کسی معاوضے کا کہ تمہیں یہ خیال ہو کہ میں وعظ تبلیغ کا تم سے معاوضہ مانگوں گا ہرگز نہیں اور جتنے بھی پیغمبر دنیا میں تشریف لائے سب نے یہی کہا کہ ہم تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتے اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ نہیں ہے میرا اجر مگر اللہ تعالیٰ کے ذمے وہ خود دے گا وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ ہو جاؤں میں مسلمانوں میں سے اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندوں میں سے ہو جاؤں فَكَذَّبُوْهُ پس جھٹلایا ان لوگوں نے نوح علیہ السلام کو۔ صاف لفظوں میں کہا کہ تم جھوٹے ہو شریر ہو تیری وجہ سے قوم میں اختلاف پیدا ہوا ہے ہم تمہاری بات نہیں مانتے۔ سورت ہود میں بات تفصیل سے آئے گی کہ نوح علیہ السلام نے پانچ سو فٹ لمبی تیس فٹ چوڑی اور پچاس فٹ اونچی کشتی بنائی اس میں انہوں نے طبقے بنائے ایک طبقے میں انسان تھے، ایک میں حیوانات تھے، ایک میں ضرورت کا سامان تھا تقریباً چھ ماہ سترہ دن وہ کشتی میں رہے جب قوم غرق ہوگئی وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ اور وہ کشتی جودی پہاڑ پر آ کر بیٹھ گئی جس کو آجکل کے جغرافیہ میں ارارات کہتے ہیں۔ عراق کے ملک میں صوبہ موصل میں یہ پہاڑ ہے جس کی بلندی اٹھارہ ہزار فٹ ہے فَنَجَّيْنٰهُ پس ہم نے نجات دی نوح علیہ السلام کو وَمَنْ مَّعَهٗ فِى الْفُلْكِ اور ان کو جو ان کیساتھ تھے کشتی میں وَجَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓئِفَ اور بنایا ہم نے انکو نائب تمام لوگوں کی تباہی کے بعد۔ جب زمین سے پانی خشک ہوا تو یہی لوگ زمین میں خلیفہ ہوئے وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا اور ہم نے غرق کیا ان لوگوں کو جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو۔ مکے والوں کو یہ واقعہ سناؤ کہ پیغمبروں کی تکذیب کرنے

والوں کا یہ حشر ہوتا ہے یہی حال تمہارا بھی ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ اور میں نے اپنا حق ادا کر دیا ہے پھر دنیا نے دیکھا کہ بدر کے موقع پر ان کی وہ گت بنی کہ بڑے حیران ہوئے کہ ہمارے ساتھ ہوا کیا ہے **فَانْظُرْ** پس دیکھو اے مخاطب **كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ** کیا انجام ہوا ان لوگوں کا جن کو ڈرایا گیا۔ آج کے نافرمانوں کا بھی وہی انجام ہوگا جو ان کا ہوا۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ

رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِیُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِیْنَ ﴿۷۴﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَ هٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۠ئِهٖ بِاٰیٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَ كَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْۤا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۷۶﴾ قَالَ مُوْسٰۤى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ؕ اَسِحْرٌ هٰذَا ؕ وَ لَا یُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ ﴿۷۷﴾ قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا وَ تَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِیَآءُ فِی الْاَرْضِ ؕ وَ مَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِیْنَ ﴿۷۸﴾ وَ قَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِیْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِیْمٍ ﴿۷۹﴾ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰۤى اَلْقُوْا مَاۤ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿۸۰﴾ فَلَمَّاۤ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ ۙ السِّحْرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَیُبْطِلُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۸۱﴾ وَ یُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۸۲﴾

ثُمَّ بَعَثْنَا پھر بھیجے ہم نے مِنْۢ بَعْدِهٖ رُسُلًا اس کے بعد کئی رسول اِلٰی قَوْمِهِمْ ان کی قوم کی طرف فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ پس وہ آئے ان کے پاس کھلے دلائل لیکر فَمَا كَانُوْا لِیُؤْمِنُوْا پس نہیں تھے وہ لوگ کہ ایمان لاتے بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ اس چیز پر جس کو پہلے جھٹلا چکے تھے كَذٰلِكَ نَطْبَعُ اسی

طرح ہم مہر لگا دیتے ہیں عَلٰی قُلُوْبِ الْمُعْتَدِیْنَ تجاوز کرنے والوں کے دلوں
پر ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰی وَهٰرُوْنَ پھر بھیجا ہم نے ان کے بعد موسیٰ اور
ہارون علیہما السلام کو اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف
بِاٰیٰتِنَا اپنی نشانیاں دے کر فَاسْتَكْبَرُوْا پس انہوں نے تکبر کیا وَكَانُوْا قَوْمًا
مُّجْرِمِیْنَ اور تھی وہ مجرم قوم فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا پس جب آیا ان
کے پاس حق ہماری طرف سے قَالُوْآ کہنے لگے اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِیْنٌ بیشک یہ
البتہ کھلا جادو ہے قَالَ مُوْسٰی فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ کیا
کہتے ہو حق کے بارے میں لَمَّا جَآءَكُمْ جب وہ حق تمہارے پاس آیا
اَسِحْرٌ هٰذَا کیا یہ جادو ہے وَلَا یُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ حالانکہ نہیں فلاح پاتے
جادوگر قَالُوْآ کہنے لگے اَجِئْتَنَا کیا تو آیا ہے ہمارے پاس لِتَلْفِتَنَا تاکہ تو ہمیں
پھیر دے عَمَّا وَجَدْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا اس چیز سے جس پر پایا ہے ہم نے اپنے
باپ دادا کو وَتَكُوْنَ لَكُمَا اور ہو جائے تم دونوں کیلئے الْكِبْرِیَآءُ فِی الْاَرْضِ
سرداری زمین میں وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِیْنَ اور نہیں ہیں ہم تم دونوں پر ایمان
لانے والے وَقَالَ فِرْعَوْنُ اور کہا فرعون نے ائْتُوْنِیْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِیْمٍ لاؤ
میرے پاس ہر جادوگر فن کو جاننے والا فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ پس جب آئے
جادوگر قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰی کہا ان کو موسیٰ علیہ السلام نے اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ
مُّلْقُوْنَ ڈالو تم وہ چیز جو ڈالنا چاہتے ہو فَلَمَّآ اَلْقَوْا پس جب انہوں نے ڈالا قَالَ

مُوسٰی فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے مَاجِئۡتُمۡ بِهِ السِّحۡرُ جو کچھ تم لائے ہو یہ جادو اِنَّ اللّٰهَ سَيُبۡطِلُهٗ بیشک اللہ تعالیٰ عنقریب اس کو باطل کردے گا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصۡلِحُ عَمَلَ الۡمُفۡسِدِيۡنَ بیشک اللہ تعالیٰ درست نہیں کرتا فسادیوں کے عمل کو وَيُحِقُّ اللّٰهُ الۡحَقَّ اور ثابت کرتا ہے اللہ تعالیٰ حق کو بِكَلِمٰتِهٖ فیصلوں کے ساتھ وَلَوۡ كَرِهَ الۡمُجۡرِمُوۡنَ اور اگرچہ ناپسند کریں مجرم۔

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کا ذکر فرمایا اور نوح علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے بہت سارے پیغمبر بھیجے اس کا ذکر ہے۔ ثُمَّ بَعَثۡنَا مِنۡۢ بَعۡدِهٖ رُسُلًا پھر بھیجے ہم نے ان کے بعد کئی رسول اِلٰى قَوۡمِهِمۡ ان کی قوم کی طرف فَجَآءُوۡهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ پس وہ آئے ان کے پاس کھلے دلائل لیکر فَمَا كَانُوۡا لِيُؤۡمِنُوۡا پس نہیں تھے وہ لوگ کہ ایمان لاتے بِمَا كَذَّبُوۡا بِهٖ مِنۡ قَبۡلُ اس چیز پر جس کو پہلے جھٹلا چکے تھے كَذٰلِكَ نَطۡبَعُ عَلٰى قُلُوۡبِ الۡمُعۡتَدِيۡنَ اسی طرح ہم مہر لگا دیتے ہیں تجاوز کرنے والوں کے دلوں پر۔ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد بے شمار پیغمبر تشریف لائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پیغمبروں کو دلائل اور معجزات دے کر بھیجا لیکن لوگ بڑے ضدی تھے ایمان لانے کیلئے تیار نہیں ہوئے جب وہ ضد پر اڑ گئے۔ پہلے جھٹلا دیا پھر مانے نہیں تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے دلوں پر مہریں لگا دیں کہ وہ حد سے تجاوز کر گئے تھے ثُمَّ بَعَثۡنَا مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ مُّوۡسٰى وَهٰرُوۡنَ پھر بھیجا ہم نے ان کے بعد موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو۔ یہ دونوں بھائی تھے۔ حضرت ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام سے تین سال بڑے تھے۔ قرآن پاک میں دونوں کے واقعات بڑی وضاحت کیساتھ بیان ہوئے ہیں ان کو کدھر بھیجا؟ اِلٰى فِرۡعَوۡنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف یعنی اس کی جماعت کی طرف۔

فرعون مصر کے بادشاہ کا نام ہوتا تھا بہت سارے فراعِنہ گزرے ہیں موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جو فرعون تھا اس کا لقب مصعب بن ریان تھا۔ یہ بڑا چالاک، ہوشیار اور شاطر تھا جیسے آج کل کے اپنے لیڈر ہیں۔ بِـاٰیٰتِنَـا اپنی نشانیاں دے کر بھیجا، نونشانیوں کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے۔ ایک موسیٰ علیہ السلام کا عصا مبارک تھا جو اژدھا بن جاتا تھا۔

دوسری یہ کہ ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالتے تو سورج کی طرح روشن ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر مکڑیاں مسلط فرمائیں، مینڈک مسلط کیے، ان کا کھانا خون بن جاتا تھا بڑا کچھ ہوا مگر فَـاسْتَکْبَرُوْا پس انہوں نے تکبر کیا وَ کَـانُـوْا قَـوْمًـا مُّجْرِمِیْنَ اور تھی وہ قوم مجرم۔ اللہ تعالیٰ کے دو پیغمبروں نے پورا زور لگایا لیکن انہوں نے حق کو قبول نہیں کیا فَـلَـمَّـا جَـآءَ هُـمُ الْـحَقُّ مِنْ عِنْدِنَـا پس جب آیا ان کے پاس حق ہماری طرف سے قَـالُوْٓا کہنے لگے اِنَّ هٰـذَا لَسِـحْرٌ مُّبِیْنٌ بیشک البتہ یہ کھلا جادو ہے کہ لاٹھی اژدھا بن جاتی ہے، ہاتھ چمکنے لگ جاتا ہے یہ تو ہم بھی کر سکتے ہیں قَـالَ مُوْسٰی فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَ کُمْ کیا کہتے ہو حق کے بارے میں جب وہ حق تمہارے پاس آیا اَسِحْرٌ هٰذَا کیا یہ جادو ہے؟ پھر سن لو وَلَا یُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ حالانکہ نہیں فلاح پاتے جادوگر۔ جادوگروں کو کبھی فلاح نصیب نہیں ہوتی چنانچہ اسی طرح ہوا کہ جب جادوگروں کیساتھ مقابلہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو غلبہ عطا فرمایا اور سارے جادوگر شکست کھا گئے۔ فرعون اور اس کے وزیر اعظم ہامان اور اس کے دست راست قارون نے کہا موسیٰ علیہ السلام کو کہ تو ہمیں ہمارے باپ دادا کے راستے سے پھیرنا چاہتا ہے۔ قارون موسیٰ علیہ السلام کے حقیقی چچا کا بیٹا تھا نام اس کا منور تھا۔ نسب اس کا اس طرح تھا منور بن یسر بن قحر بن لاوی بن یعقوب علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کا نسب اس طرح ہے موسیٰ بن عمران

بن قحر بن لاوی بن یعقوب علیہ السلام۔ تو قارون یعقوب علیہ السلام کا شر پوتا ہے بڑا پڑھا لکھا اور اونچے خاندان سے تعلق رکھتا تھا مگر مال نے اس کو غرور میں مبتلا کر دیا تھا۔

رزق کی زیادتی سے لوگ سرکشی میں مبتلا ہو جاتے ہیں :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ [شوریٰ: ۲۷] ''اور اگر اللہ تعالیٰ رزق عام کر دے اپنے بندوں کا تو البتہ وہ سرکشی کریں زمین میں اور یہ بات مشاہدے میں آئی ہے کہ بعض لوگ جب غریب تھے تو نمازی بھی تھے اور روزے بھی رکھتے تھے درس بھی سنتے تھے۔ اب بیرون ملک جانے سے روپے آگئے ہیں تو کبھی جمعہ میں ان کی شکلیں نظر آتی ہیں اس کے علاوہ نظر ہی نہیں آتے۔ بھائی ایسے مال کا کیا کرو گے، کتنا عرصہ کتنے دن کھا لو گے؟ یہ آخرت میں تو کام نہیں آئے گا اگر دین کے مطابق زندگی بسر نہیں کرو گے۔ تو فرعون، اس کے وزیر اعظم ہامان اور اس کے دست راست قارون نے کہا قَالُوْٓا کہا انہوں نے اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَ نَا کیا تو آیا ہے ہمارے پاس تا کہ تو ہمیں پھیر دے اس چیز سے جس پر ہم نے پایا ہے اپنے باپ دادا کو کہ ہمارے باپ دادا تو کئی خداؤں کے قائل تھے تیری بات مان کر سب کو چھوڑ دیں اور صرف ایک خدا کے قائل ہو جائیں کیونکہ موسیٰ نے ان کو فرمایا کہ عبادت صرف ایک رب کی ہو گی اور دنیا میں جتنے بھی پیغمبر تشریف لائے ہیں سب کی پہلی پکار یہی ہوتی تھی یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ [ہود: ۵۰] ''اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارے لئے اس کے سوا کوئی معبود'' کوئی مسجود نہیں ہے، کوئی حاجت روا نہیں ہے اور فریادرس نہیں ہے، نذر و نیاز کے لائق کوئی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات کے بغیر دستگیر کوئی نہیں ہے اور یہی بات سننا مشرکوں کیلئے بڑی مشکل اور کڑوی تھی۔

چنانچہ سورۃ صٰفّٰت آیت نمبر ۳۵ میں ہے اِنَّھُمْ اِذَا قِیْلَ لَھُمْ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ یَسْتَکْبِرُوْنَ ''بیشک وہ تھے کہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے تو وہ تکبر کرتے تھے'' اور اچھلتے کودتے تھے اور کہتے تھے اَجَعَلَ الْاٰلِھَۃَ اِلٰھًا وَّاحِدًا اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ [سورۃ صٓ:۵] ''کیا کر دیا ہے اس نے تمام معبودوں کو ایک ہی معبود بیشک یہ عجیب چیز ہے۔'' کہ ایک خدا سارا نظام چلاتا ہے۔ تو موسیٰ علیہ السلام کو انہوں نے کہا تو ہمیں ہمارے باپ دادا کے دین سے پھیرنا چاہتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ وَتَکُوْنَ لَکُمَا الْکِبْرِیَآءُ فِی الْاَرْضِ اور ہو جائے تم دونوں کیلئے سرداری زمین میں۔ ہمیں باپ دادا کے دین سے پھیر کر مصر کی زمین میں تم دونوں اپنا اقتدار چاہتے ہو۔ لہٰذا صاف طور پر سن لو وَمَا نَحْنُ لَکُمَا بِمُؤْمِنِیْنَ اور نہیں ہیں ہم تم دونوں پر ایمان لانے والے۔ کتنا کھرا جواب ہے جو فرعون، ہامان، قارون اور ان کی جماعت نے دیا۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے عصا ڈالا اور وہ اژدھا بن گیا لوگ اس کو دیکھ کر گھبرائے اور فکر کرنے لگے اس اثر کو زائل کرنے کیلئے وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِیْ اور کہا فرعون نے لاؤ میرے پاس بِکُلِّ سٰحِرٍ عَلِیْمٍ ہر جادوگر فن کو جاننے والا ماہر۔ اگر اس نے سانپ نکالا ہے تو ہم بھی سانپ نکالیں گے چنانچہ جادوگر آئے اور وہ کتنے تھے؟ تفسیروں میں مختلف روایات ہیں ۸۰ ہزار اور ۷۲ ہزار اور کم اور زیادہ کا بھی ذکر آتا ہے پھر دور دراز سے آئے تھے کسی کیساتھ دو خادم تھے کسی کیساتھ چار خادم تھے کسی کے پاس چار سواریاں ہیں کسی کے پاس دس سواریاں ہیں عجیب قسم کا منظر تھا۔

باطل لوگ مفاد پرست ہوتے ہیں :

جادوگروں نے آپس میں کہا کہ پہلے اس سے تسلیم کرالو کہ ہمیں معاوضہ ملے گا کہ

نہیں قَالُوْا یٰفِرْعَوْنَ ''انہوں نے کہا اے فرعون! اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ کُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِیْنَ کیا بیشک ہمارے لئے اجر ہوگا اگر ہم غالب آئے۔'' یا صرف بیگار لے گا اور کوئی معاوضہ نہیں دیگا۔ چنانچہ جادوگروں کا ایک نمائندہ وفد فرعون کے پاس گیا اور کہا کہ ہمیں کوئی معاوضہ بھی ملے گا یا نہیں۔ ہم دور دراز سے خرچہ کر کے آئے ہیں۔ فرعون نے کہا نَعَمْ وَاِنَّکُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ [شعراء:۴۲] ''ہاں یقیناً تم اس وقت البتہ مقربین میں سے ہو جاؤ گے۔'' تمہیں معاوضہ بھی ملے گا اور سرکاری خطابات بھی ملیں گے۔ مصر کا ملک تھا قاہرہ کا علاقہ تھا عید کے دن کا چاشت کا وقت تھا عید کے موقع پر عام تعطیل ہوتی ہے۔ وسیع میدان بھرا ہوا تھا فرعون، ہامان، قارون اور ان کے سردار کرسیاں لگا کر بیٹھے ہوئے تھے ،فوج اور پولیس والے بھی تھے عوام خواص مرد عورتیں بچے بوڑھے سب موجود تھے فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَۃُ پس جب آئے جادوگر سَحَرَۃٌ سَاحِرٌ کی جمع ہے قَالَ لَھُمْ مُّوْسٰی کہا ان کو موسیٰ علیہ السلام نے اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ڈالو تم وہ چیز جو تم ڈالنا چاہتے ہو فَلَمَّآ اَلْقَوْا پس جب انہوں نے ڈالا۔ کیا ڈالا؟ اس کا ذکر یہاں نہیں ہے لیکن سورۃ طٰہ آیت نمبر ۶۶ میں ہے فَاِذَا حِبَالُھُمْ وَعِصِیُّھُمْ ''اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈالیں۔'' ہر جادوگر نے ایک لاٹھی اور ایک رسی ڈالی وہ سانپ بن گئیں۔ لوگوں نے نعرے مارنے شروع کر دیئے فرعون زندہ باد فرعون زندہ باد عجیب قسم کا منظر تھا فَاَلْقٰی مُوْسٰی عَصَاہُ فَاِذَا ھِیَ تَلْقَفُ مَایَاْفِکُوْنَ [آیت ۴۵] ''پھر ڈالا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی کو پس اچانک وہ نگلتی تھی اس چیز کو جو ان لوگوں نے بنایا تھا۔'' وہ ایک لاکھ چوہتر ہزار کے قریب جو سانپ تھے موسیٰ علیہ السلام کا اژدھا وہ سب نگل گیا موسیٰ علیہ السلام نے اژدھا پر ہاتھ رکھا وہ دوبارہ لاٹھی بن گئی۔ جادوگر جو فن کے ماہر تھے سمجھ گئے کہ یہ جادو نہیں ہے۔ کیونکہ

جادو سے شے کی حقیقت نہیں بدلتی ان کے عصا کی حقیقت بدل گئی ہے وَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سٰجِدِیْنَ [شعراء:٦] پس گر پڑے جادوگر سجدے میں قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہنے لگے ہم ایمان لائے ہیں رب العالمین پر رَبِّ مُوْسٰی وَهٰرُوْنَ وہی جو موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا رب ہے۔[الاعراف:۱۲۲] فرعون ان کے پیچھے پڑ گیا قَالَ فِرْعَوْنُ کہا فرعون نے اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ کیا تم اس پر ایمان لائے ہو پہلے اس کے کہ میں تمہیں اجازت دیتا کس کی اجازت سے تم نے ایمان قبول کیا؟ بلایا تمہیں میں نے تھا ایمان اس پر لے آئے ہو۔ لَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِنْ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِیْنَ [شعراء:۴۹، ۵۰] میں کاٹوں گا تمہارے ہاتھ اور پاؤں الٹے اور لٹکاؤں گا تم سب کو سولی پر قَالُوْا لَا ضَیْرَ اِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ [آیت ۵۰] وہ کہنے لگے کوئی ڈر نہیں ہے بیشک ہم اپنے پروردگار کی طرف پلٹ کر جانے والے ہیں۔" تفسیر ابن کثیر وغیرہ میں ہے کہ ستر آدمیوں کو اس نے سولی پر لٹکایا بھاگا کوئی بھی نہیں باقی اپنے نمبر کے انتظار میں بیٹھے رہے۔ فرعون نے سمجھا کہ یہ تو ڈرتے نہیں اور ایمان چھوڑنے کیلئے کوئی تیار نہیں ہے اور اس میں میری بدنامی ہوگی۔ یہ کہہ کر بات کو ٹال گیا کہ آج اتنے ہی کافی ہیں باقیوں کو پھر سولی پر لٹکاؤں گا۔ قَالَ موسٰی موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ جو کچھ تم لائے ہو یہ جادو اِنَّ اللّٰهَ سَیُبْطِلُهٗ بیشک اللہ تعالیٰ عنقریب اس کو باطل کر دے گا۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے عصا ڈالا وہ سب کو نگل گیا اِنَّ اللّٰهَ لَا یُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِیْنَ بیشک اللہ تعالیٰ درست نہیں کرتا فسادیوں کے عمل کو وَیُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ اور ثابت کرتا ہے اللہ تعالیٰ حق کو اپنے فیصلوں کے ساتھ۔ چنانچہ اس میدان میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو غلبہ عطا کیا اور سارے جادوگر شکست کھا گئے وَلَوْ كَرِهَ

الْمُجْرِمُوْنَ اور اگر چہ ناپسند کریں مجرم۔ مگر اللہ تعالیٰ حق کو ثابت کرتا ہے اور باطل کو مٹاتا ہے۔ یہ موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا قصہ ہے باقی اس کا نتیجہ آئے گا۔

فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰی

اِلَّا ذُرِّیَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰی خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۠ئِهِمْ اَنْ یَّفْتِنَهُمْ ؕ وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِی الْاَرْضِ ۚ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِیْنَ ﴿۸۳﴾ وَقَالَ مُوْسٰی یٰقَوْمِ اِنْ کُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَیْهِ تَوَکَّلُوْۤا اِنْ کُنْتُمْ مُّسْلِمِیْنَ ﴿۸۴﴾ فَقَالُوْا عَلَی اللّٰهِ تَوَکَّلْنَا ۚ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۸۵﴾ ۙ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ ﴿۸۶﴾ وَاَوْحَیْنَاۤ اِلٰی مُوْسٰی وَاَخِیْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِکُمَا بِمِصْرَ بُیُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُیُوْتَکُمْ قِبْلَةً وَّاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۸۷﴾

فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰی پس نہیں ایمان لائے موسیٰ علیہ السلام پر اِلَّا ذُرِّیَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ مگر کچھ نوجوان ان کی قوم میں سے عَلٰی خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۠ئِهِمْ ڈرتے ہوئے فرعون اور اس کی جماعت سے اَنْ یَّفْتِنَهُمْ کہ وہ ان کو فتنے میں مبتلا کردے گا وَاِنَّ فِرْعَوْنَ اور بیشک فرعون لَعَالٍ فِی الْاَرْضِ سرکشی کرنے والا تھا زمین میں وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِیْنَ اور بیشک وہ حد سے گذرنے والا تھا وَقَالَ مُوْسٰی یٰقَوْمِ اور فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے اے میری قوم اِنْ کُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ اگر تم ایمان لائے ہو اللہ تعالیٰ پر فَعَلَیْهِ تَوَکَّلُوْۤا پس اس پر بھروسہ کرو اِنْ کُنْتُمْ مُّسْلِمِیْنَ اگر ہو تم مسلمان فَقَالُوْا عَلَی اللّٰهِ تَوَکَّلْنَا پس کہا انہوں نے

ہم نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً اے ہمارے پروردگار نہ بنا ہمیں آزمائش لِلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ظالم قوم کیلئے وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ اور نجات دے ہمیں اپنی رحمت کیساتھ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ کافر قوم سے وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اور ہم نے وحی بھیجی موسیٰ علیہ السلام اور اس کے بھائی کی طرف اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا کہ بناؤ تم دونوں اپنی قوم کیلئے مصر کے اندر گھر وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً اور بناؤ اپنے گھروں کو مسجد وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اور قائم کرو نماز وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اور خوشخبری دو ایمان والوں کو۔

گذشتہ درس میں تم نے یہ بات سنی کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب فرعون، ہامان اور اس کی جماعت کو تبلیغ کی تو فرعون نے نشانی مانگی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا مبارک زمین پر ڈالا تو وہ اژدھا بن گیا فرعون اپنے بلند تخت پر کرسی کے اوپر تاج شاہی پہن کر وزیروں اور مشیروں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اژدھا دیکھ کر بدحواس ہو کر ایسے گرا کہ نیچے فرعون اور اوپر کرسی۔ بجائے ماننے کے ضد پر آ گیا اور کہنے لگا کہ ہم بھی مقابلہ کریں گے۔ بھلا اس ضد کا بھی دنیا میں کوئی علاج ہے؟ کہنے لگا وقت مقرر کرو قریب ہی عید کا دن تھا موسیٰ علیہ السلام نے عید کا دن اور چاشت کا وقت مقرر کیا۔ فرعون نے ہزاروں کی تعداد میں جادوگر بلائے اور ان کیساتھ معاوضہ بھی طے کیا اور سرکاری خطاب کا بھی وعدہ کیا۔ ۷۲ ہزار بھی تعداد لکھی ہے اور اس سے کم وبیش کا بھی ذکر آتا ہے۔ اگر ۷۲ ہزار بھی تعداد ہو تو ایک ایک نے دو دو سانپ نکالے تھے تو اس طرح ایک لاکھ چوالیس ہزار تعداد بنتی ہے۔ فرعونیوں نے دیکھا تو نعرے پر نعرے لگانے شروع کر دیئے جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی ڈالی تو اس نے اژدھا بن کر سب کو نگل لیا پھر ہاتھ رکھا تو لاٹھی بن

گئی۔ جادوگر اپنے فن کے ماہر تھے وہ سمجھ گئے کہ یہ جادو نہیں ہے، مسلمان ہو گئے۔ فرعون غصے میں آ گیا اور ستر آدمیوں کو سولی پر لٹکایا اور باقیوں کو دھمکی دیکر چھوڑ دیا کہ تمہارے ساتھ پھر نمٹ لوں گا۔ لوگ دور دراز سے آئے تھے اپنے اپنے علاقوں میں چلے گئے۔

فرعون کے خوف کی وجہ سے بہت تھوڑے لوگ ایمان لائے :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓی پس نہیں ایمان لائے موسیٰ علیہ السلام پر اِلَّا ذُرِّیَّۃٌ مِّنْ قَوْمِہٖ مگر کچھ نوجوان ان کی قوم میں سے۔ ذریت کا معنیٰ بچے نوجوان اور نو عمر ہے۔ وہ نوجوان بنی اسرائیل میں سے تھے جو ایمان لائے عَلٰی خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۠ئِہِمْ ڈرتے ہوئے فرعون اور انکی جماعت سے۔ مَلَا۠ئِہِمْ سے ان کے وڈیرے مراد ہیں۔ تو وہ وڈیروں سے بھی ڈرتے تھے کہ ہم ایمان لائیں گے تو وہ ہمیں ماریں گے کیونکہ وہ بھی بڑے ظالم تھے فرعون کی طرح اور خوف کس بات کا تھا اَنْ یَّفْتِنَہُمْ کہ وہ ان کو فتنے میں مبتلا کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان نوجوانوں کا خوف بلا وجہ نہیں تھا اس لئے کہ وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِی الْاَرْضِ اور بیشک فرعون سرکشی کرنے والا تھا زمین میں وَاِنَّہٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِیْنَ اور بیشک وہ حد سے گذرنے والا تھا۔ اس لئے ان نوجوانوں کا خوف بے جا نہ تھا اور عالم اسباب میں خوف والی چیزوں سے خوف کرنا ایمان کے خلاف نہیں ہے۔ خود موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ دیکھ لو۔ مدین سے واپس آتے ہوئے جب طویٰ کے مقام پر پہنچے رات کا وقت تھا عناب کے ایک درخت سے اللہ تعالیٰ کے نور کی تجلی ظاہر ہو رہی تھی۔ دور سے آگ کے شعلے نظر آتے تھے یہ آگ لینے کیلئے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنِّیْٓ اَنَا رَبُّکَ "بیشک میں تیرا پروردگار ہوں وَاصْطَنَعْتُکَ لِنَفْسِیْ [طٰہٰ:۴۱] میں نے تجھے اپنی ذات کیلئے چن لیا ہے۔" میں نے تجھے نبوت اور رسالت عطا کی ہے۔ موسیٰ علیہ

السلام نے عرض کی اے پروردگار! میری زبان میں تھوڑی سی لکنت ہے وَاَخِیْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا ''اور میرا بھائی ہارون مجھ سے زبان میں زیادہ فصیح ہے فَاَرْسِلْهُ مَعِیَ رِدْاً پس اس کو بھیج دے میرے ساتھ بطور معاون کے [قصص:۳۴] قَالَ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قَدْ اُوْتِیْتَ سُؤْلَکَ یٰمُوْسٰی [طٰہٰ:۳۴] تحقیق دیا گیا تجھ کو تیرا سوال اے موسیٰ۔'' ہم نے تیرا سوال قبول کرلیا تجھے بھی نبوت دی اور تیرے بھائی کو بھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَا تِلْکَ بِیَمِیْنِکَ یٰمُوْسٰی ''اور کیا ہے تیرے داہنے ہاتھ میں اے موسیٰ قَالَ هِیَ عَصَایَ کہا موسیٰ علیہ السلام نے یہ میری لاٹھی ہے اَتَوَکَّؤُا عَلَیْهَا میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰی غَنَمِیْ اور پتے جھاڑتا ہوں بکریوں پر وَلِیَ فِیْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰی اور میرے لئے اس میں دوسرے فائدے بھی ہیں قَالَ اَلْقِهَا یٰمُوْسٰی اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس لاٹھی کو نیچے ڈال دو فَاَلْقٰهَا فَاِذَا هِیَ حَیَّةٌ تَسْعٰی [طٰہٰ:۲۰] پس موسیٰ علیہ السلام نے اس کو ڈالا پس اچانک وہ ہو گیا ایک سانپ دوڑتا ہوا۔'' اور سورت قصص میں ہے فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ کَاَنَّهَا جَانٌّ وَّلّٰی مُدْبِرًا وَّلَمْ یُعَقِّبْ ''اور جب دیکھا اس کو تو وہ حرکت کر رہی تھی گویا کہ وہ سانپ ہے، پشت پھیری موسیٰ علیہ السلام نے اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا۔''

طبعی خوف ایمان کیخلاف نہیں :

تو یہ سانپ سے خوف کرنا ایمان کے خلاف نہیں۔ حالانکہ نبی کا ایمان تو پہاڑوں سے بھی وزنی ہوتا ہے اور نبی نبوت سے پہلے بھی مومن ہوتا ہے اور اب تو نبوت بھی مل چکی ہے لیکن سانپ کو دیکھ کر پشت پھیری اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا خُذْهَا وَلَا تَخَفْ ''اے موسیٰ علیہ السلام اس کو پکڑ لیں اور خوف نہ کریں سَنُعِیْدُهَا سِیْرَتَهَا

الْاُوْلٰی [طٰہٰ:۲۱] ہم اس کو پلٹ دیں گے اس کی پہلی حالت پر۔'' تو طبعاً شیر کتے سے ڈرنا، سانپ بچھو سے ڈرنا، چور اور دہشت گرد سے ڈرنے سے ایمان پر کوئی زد نہیں پڑتی۔ تو وہ نوجوان جو فرعون سے ڈرے اور اس کی جماعت سے ڈرے تو اس سے ان کے ایمان پر کوئی زد نہیں آئی کیونکہ ان چیزوں کا ڈر طبعی اور فطری چیز ہے۔ وَقَالَ مُوْسٰی اور کہا موسیٰ علیہ السلام نے یٰقَوْمِ اے میری قوم اِنْ کُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰہِ اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہو فَعَلَیْہِ تَوَکَّلُوْٓا پس اسی اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرو۔ توکل کا معنیٰ ہے ظاہری اسباب اختیار کر کے نتیجہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دینا اِنْ کُنْتُمْ مُّسْلِمِیْنَ اگر ہو تم مسلمان۔ تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو وہ مسبب الاسباب خود اسباب پیدا کر دے گا فَقَالُوْا پس کہا ان نوجوانوں نے جو تھوڑی دیر پہلے مسلمان ہوئے تھے عَلَی اللّٰہِ تَوَکَّلْنَا ہم نے اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کیا ہے اور ساتھ ہی دعا کی رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ اے پروردگار ہمارے! نہ بنا ہمیں آزمائش ظالم قوم کیلئے۔ اس کی ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ اے پروردگار ہمیں ظالموں کیلئے تختہ مشق نہ بنا کہ وہ ہم پر ظلم ڈھاتے رہیں یعنی ہمیں ان کے ظلم سے بچا اور مفسرین کرام رحمھم اللہ تعالیٰ دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ اے پروردگار! ہمیں اتنا کمزور نہ بنا کہ وہ ہماری کمزوری کو دیکھ کر کہیں کہ یہ اگر حق پر ہوتے تو اتنے کمزور نہ ہوتے ان کیساتھ رب نہیں ہے۔ اور ان کے دل بڑھ جائیں اور ہمارے ساتھ زیادتیاں کرنے لگ جائیں وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِکَ مِنَ الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ اور نجات دے ہمیں اپنی رحمت کیساتھ کافر قوم سے وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰی وَاَخِیْہِ اور ہم نے وحی بھیجی موسیٰ علیہ السلام اور اس کے بھائی کی طرف۔

موسیٰ علیہ السلام کی شریعت سخت تھی :

موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم پر صرف دو نمازیں فرض تھیں اور ان کو حکم تھا کہ نمازیں مسجد میں پڑھنی ہیں مسجد سے باہر ان کی نماز نہیں ہوتی تھی اور ان کو تیمّم کی اجازت اور سہولت نہیں تھی۔ وضو کر کے اور غسل کر کے نماز پڑھنی ہوتی تھی اور اگر ان کے کپڑوں پر گندگی لگ جاتی تو دھونے سے پاک نہیں ہوتے تھے بلکہ اس جگہ کو قینچی سے کاٹنا ہوتا تھا سات دفعہ دھونے سے بھی پاک نہیں ہوتے تھے۔ یہ بخاری شریف کی روایت ہے۔ کتنی مشقت کی بات تھی کیونکہ کبھی آدمی چھوٹے بچے کو اٹھاتا ہے وہ ناسمجھی کیوجہ سے پیشاب پاخانہ کر دیتے ہیں، کبھی زخم سے خون نکل آتا ہے، کبھی پھوڑا پھنسی بہہ پڑتا ہے، کبھی نکسیر پھوٹ جاتی ہے۔ تو جگہ کاٹنے کا حکم تھا اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی برکت سے ہمیں سہولتیں عطا فرمائی ہیں کہ گندگی دھونے سے کپڑا پاک ہو جاتا ہے اور ساری زمین ہمارے لئے مسجد ہے۔ مسجد سے باہر بھی نماز ہو جاتی ہے ہاں اتنی بات ہے کہ بغیر کسی شرعی عذر کے لَا صَلٰوۃَ لِجَارِ الْمَسْجِدِ اِلَّا فِی الْمسجد دار قطنی کی روایت ہے کہ جو لوگ مسجد کے قریب رہتے ہیں وہ بلا کسی عذر کے بلا جماعت نماز پڑھیں تو انکی نماز نہیں ہوگی۔ ہاں اگر شرعی عذر ہے تو الگ بات ہے۔ مثلاً بیمار ہے یا گھٹنے اور پاؤں سے رہ گیا ہے یا سویا رہا اور وقت نکل گیا یا سفر میں ہے تو پھر گنجائش ہے مسجد سے باہر بھی نماز ہو جائے گی۔ لیکن بنی اسرائیلیوں کیلئے پابندی تھی کہ نماز مسجد میں پڑھنی ہے مسجد سے باہر نماز نہیں ہوگی جس وقت فرعونیوں کے جذبات زیادہ ابھرے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کی طرف وحی بھیجی اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِکُمَا بِمِصْرَ بُیُوْتًا کہ بناؤ تم دونوں اپنی قوم کیلئے مصر کے اندر گھر اور گھروں میں رہو۔ کیونکہ ان کے جذبات ابھرے ہوئے ہیں

چلو پھرو گے تو وہ تمہارے ساتھ زیادتی کریں گے وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً اور بناؤ اپنے گھروں کو مسجد۔ یہ ان کو عارضی طور پر گھروں میں نماز پڑھنے کی اجازت ملی ورنہ عموماً ان کو مسجدوں کے بغیر نماز پڑھنے کی اجازت نہیں تھی اور اگر غسل جنابت کرنا ہوتا تھا تو سات دفعہ نہانا پڑتا تھا آدمی ایک دفعہ جسم پر پانی ڈالنے سے پاک نہیں ہوتا تھا۔ اندازہ لگاؤ ان کیلئے کتنی شریعت سخت تھی؟ دیکھو سردی کے زمانے میں سات دفعہ غسل کرنا پڑے اور پانی بھی ٹھنڈا ہو تو پہلے آڈر دیگا کہ میرے لئے کفن تیار رکھنا کہ میں نے غسل کرنا ہے۔

فرمایا جب حالات قابو میں آجائیں گے کہ ان کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے گا تو باہر آجانا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اور نماز قائم کرو۔ ان کیلئے صرف دو نمازیں تھیں ایک فجر اور ایک عصر کی۔ اور رکعتیں کتنی تھیں؟ اس کے متعلق بھی ہم قطعی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتے کہ کتنی رکعات تھیں۔ ہم اپنی شریعت کو سمجھ لیں تو بڑی بات ہے۔ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اور خوشخبری دو ایمان والوں کو۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا کہ جو مومن ہیں ان کو خوشخبری سنادو کہ اللہ تعالیٰ کسی کا ایمان ضائع نہیں کرے گا نہ کسی کا عمل ضائع کرے گا اور اللہ تعالیٰ ان کو کامیابی نصیب فرمائے گا۔ لیکن ان دنوں میں گھروں سے باہر نہ نکلو اور نماز گھروں میں ہی پڑھو اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور یقین رکھو۔

وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَ مَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّ اَمْوَالًا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۸۸﴾ قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيْمَا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۹﴾ وَجٰوَزْنَا بِبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا ۭ حَتّٰٓى اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۹۰﴾ آٰلْئٰنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۹۱﴾ فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ﴿۹۲﴾

وَقَالَ مُوْسٰى اور کہا موسیٰ علیہ السلام نے رَبَّنَآ اے ہمارے رب اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ بیشک تو نے دی ہے فرعون کو وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً اور اس کی جماعت کو زینت وَّاَمْوَالًا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا اور مال دنیا کی زندگی میں رَبَّنَا اے ہمارے پروردگار لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ تاکہ وہ گمراہ کریں تیرے راستے سے رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ اے ہمارے پروردگار مٹا دے ان کے مالوں کو وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اور سخت کر دے ان کے دلوں کو فَلَا يُؤْمِنُوْا پس وہ ایمان

نہ لائیں حَتّٰی یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ یہاں تک کہ وہ دیکھ لیں دردناک عذاب کو
قَالَ فرمایا اللہ تعالیٰ نے قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُکُمَا تحقیق قبول کر لی گئی ہے تم دونوں
کی دعا فَاسْتَقِیْمَا پس تم دونوں ڈٹ کر قائم ہو وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ اور نہ پیروی کرنا تم
سَبِیْلَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ان لوگوں کے راستے کی جو نہیں جانتے وَ جٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ
اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ اور ہم نے پار کر دیا بنی اسرائیل کو سمندر سے فَاَتْبَعَهُمْ
فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ پس پیچھا کیا ان کا فرعون نے اور اس کے لشکر نے
بَغْیًا وَّعَدْوًا سرکشی کرتے ہوئے اور زیادتی کرتے ہوئے حَتّٰٓی اِذَآ اَدْرَکَهُ
الْغَرَقُ یہاں تک کہ جب پا لیا فرعون کو غرق ہونے نے قَالَ اٰمَنْتُ کہنے لگا ایمان
لایا میں اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ کہ بیشک شان یہ ہے کوئی معبود نہیں ہے مگر وہی
اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ جس پر ایمان لائے بنی اسرائیل وَاَنَا مِنَ
الْمُسْلِمِیْنَ اور میں بھی مسلمانوں میں سے ہوں آٰلْئٰنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ
اب تو اسلام لاتا ہے اور تحقیق تو نے نافرمانی کی اس سے پہلے وَکُنْتَ مِنَ
الْمُفْسِدِیْنَ اور تو فسادیوں میں سے تھا فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْکَ بِبَدَنِکَ پس آج
کے دن بچا لیں گے ہم تیرے جسم کو لِتَکُوْنَ لِمَنْ خَلْفَکَ اٰیَةً تاکہ ہو جائے تو
ان لوگوں کیلئے جو تیرے بعد آئیں گے نشانی وَاِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ اور بیشک
بہت سے لوگوں میں ایسے ہیں عَنْ اٰیٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ جو ہماری آیتوں سے غافل
ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرعون کو اقتدار اور حکومت دی تھی۔ یہ مطلق العنان یعنی بے

لگام بادشاہ تھا۔ مال کی بہتات تھی اس کے پاس بھی اور اس کے فوجی افسروں کے پاس بھی سارے ہی بڑے مالدار تھے۔ صرف ایک قارون کا اتنا خزانہ تھا کہ بیسویں پارے میں آتا ہے کہ اس کی چابیاں اچھی خاصی جماعت کو تھکا دیتی تھیں۔ مال کی کثرت نے ان کو بگاڑ دیا تھا اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے پچیسویں پارے میں وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ " اور اگر اللہ تعالیٰ بڑھا دیتے رزق اپنے بندوں کیلئے تو وہ باغی ہو جائیں زمین میں۔" عموماً مال کی کثرت انسان کو سرکشی پر آمادہ کرتی ہے۔ کوئی ہزار میں سے ایک آدھ نکلے گا جو سرکشی سے بچ جائے خصوصاً اس دور میں تو خدا پناہ! اور ہر دور میں ایسا ہی ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَقَالَ مُوْسٰی اور کہا موسیٰ علیہ السلام نے۔ موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی اور ہارون علیہ السلام نے آمین کہی۔ رَبَّنَا اے ہمارے پروردگار! اِنَّکَ اٰتَیْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِیْنَةً بیشک دی تو نے فرعون کو اور اس کی جماعت کو زینت وَّاَمْوَالًا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا اور مال دنیا کی زندگی میں۔ بادشاہی، کرسی، اقتدار، مال دولت، کوٹھیاں باغات اور بڑا کچھ رَبَّنَا لِیُضِلُّوْا عَنْ سَبِیْلِکَ اے رب ہمارے اس لئے کہ وہ گمراہ کریں تیرے راستے سے۔ مال دیا ہے ان کو کہ مال کے بل بوتے پر انہوں نے لوگوں کو گمراہ کیا ہے۔ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰی اَمْوَالِهِمْ اے ہمارے پروردگار! مٹا دے ان کے مالوں کو وَاشْدُدْ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اور سخت کر دے ان کے دلوں کو فَلَا یُؤْمِنُوْا حَتّٰی یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ پس وہ ایمان نہ لائیں یہاں تک کہ وہ دیکھ لیں دردناک عذاب کو۔ اب تک میں ان کو تبلیغ کرتا آیا ہوں اور یہ مقابلہ کرتے آئے ہیں اور ابھی تک گمراہی پر ڈٹے ہوئے ہیں اور دوسروں کو مال کے بل بوتے پر گمراہ کیے ہوئے ہیں ان کو اپنے مال و دولت پر بڑا گھمنڈ اور غرور ہے۔ چنانچہ پچیسویں پارے میں ذکر ہے کہ فرعون نے کہا

اَلَیْسَ لِیْ مُلْکُ مِصْرَ وَھٰذِهِ الْاَنْھٰرُ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِیْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ [الزخرف:۵۱] ''کیا یہ ملک مصر میرے قبضے میں نہیں ہے اور یہ جو نہریں چلتی ہیں میری کوٹھیوں کے نیچے سے کیا پس تم دیکھتے نہیں ہو۔'' اس مال کے بل بوتے پر انہوں نے لوگوں کو گمراہ کیا ہے۔ قَالَ فرمایا رب تعالیٰ نے قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُکُمَا تحقیق قبول کر لی گئی ہے تم دونوں کی دعا۔ موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تھی اور ہارون علیہ السلام نے امین کہی تھی۔ امین کہنے والا بدستور دعا میں شریک ہوتا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کی بددعا اور اس کا ظہور :

اسی مقام پر تفسیروں میں لکھا ہے کہ ان کے سونے چاندی کے سکے پتھر بن گئے اور ہیرے موتی سب عام پتھر بن گئے۔ وہ جب برتنوں کو کھول کر دیکھتے تو سونے چاندی کے سکوں کی جگہ پتھر پڑے ہوتے تھے باغ اجڑ گئے، دوکانیں تباہ ہو گئیں، قیمتی چیزیں پتھر بن گئیں، اٹھا کے سڑک کے کنارے پھینک دیتے، مالی حیثیت ختم ہو گئی اور دعا کی قبولیت سامنے آ گئی۔ اللہ نے فرمایا فَاسْتَقِیْمَا پس تم دونوں ڈٹ کر رہو۔ تھوڑے سے آدمی ان کیساتھ تھے کیونکہ فرعون کا غلبہ تھا، اقتدار تھا اور بڑا ظالم تھا جو کلمہ پڑھتا تھا اس پر بڑی سختی کرتا تھا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِیْلَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ اور نہ پیروی کرنا تم ان لوگوں کے راستے کی جو نہیں جانتے۔

مصر سے کنعان ہجرت کرنا :

فرعون کی، نہ ہامان کی، نہ قارون کی، نہ ان کی جماعت کی اور حق پر ڈٹ کر رہنا ہے پھر عرصہ دراز تک موسیٰ اور ہارون علیہما السلام ان کو سمجھاتے رہے مگر وہ نہ مانے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم ارضِ مقدس کی طرف ہجرت کر جاؤ۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے

پروگرام سے اپنی قوم کو آگاہ کیا کہ ہم نے رات کو یہاں سے ہجرت کر کے ارض مقدسہ فلسطین اور کنعان کے علاقہ میں جانا ہے اور یہ رب تعالیٰ کا حکم ہے پختہ ذہن کے لوگ تھے مرد، عورتیں، بچے اور بوڑھے سب تیار ہو گئے۔ رات ہوئی تو پروگرام کے مطابق مصر سے روانہ ہو گئے۔ عورتیں ساتھ ہوں تو شور تو ہوتا ہے فرعون کے ایجنٹوں نے اس کو بتا دیا کہ بنی اسرائیلی یہاں سے چلے گئے ہیں۔ فرعون بڑا پریشان ہوا کہ یہی لوگ تھے کام کرنے والے جنکی وجہ سے ہم حکومت کرتے تھے اگر یہ کام کرنے والے نہ رہے تو ہمارا سارا نظام بگڑ جائے گا۔ فرعون نے اپنی فوج کو تیاری کا حکم دیا کہ ان کو پکڑنا ہے۔ بنی اسرائیلیوں نے بحر قلزم کے قریب پڑاؤ ڈالا تھا۔ مُشْرِقِین کا لفظ قرآن پاک میں آتا ہے۔ جیسے اب سورج طلوع ہونے کا وقت ہے پیچھے سے فوجیں پہنچ گئیں۔ آگے بحر قلزم کی موجیں ہیں کشتیاں ان کے پاس نہیں تھیں بڑے پریشان ہوئے قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰی اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ [شعراء] ''موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے کہا بیشک ہم تو پکڑے گئے قَالَ كَلَّا اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے ہرگز نہیں بیشک میرے ساتھ میرا پروردگار ہے۔'' اس کے حکم سے آئے ہیں ہمارے بچاؤ کا انتظام وہ خود کرے گا۔ جس وقت بحر قلزم کے کنارے آئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ مارو اپنی لاٹھی سمندر پر۔ بارہ خاندان تھے اللہ تعالیٰ نے ہر خاندان کیلئے الگ الگ راستہ بنا دیا بڑا گہرا سمندر تھا اس کا پانی اس طرح کھڑا ہو گیا جیسے دیواریں ہوتی ہیں فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِیْمِ پس پھٹ گیا وہ پس ہو گیا ہر ایک حصہ ایک بڑے پہاڑ کی طرح۔ پانی کی دیواریں ایسی تھیں جیسے پہاڑ کھڑے ہوں۔ بنی اسرائیلیوں نے بحر قلزم عبور کر لیا فرعون فوجیں لیکر آیا اس کے وزیراعظم ہامان نے کہا کہ تم آگے چلو تمہارے

پیچھے فوجیں ہونگی اور ان کے پیچھے میں ہوں گا ان کا تعاقب کرنا ہے یہ کون ہوتے ہیں بھاگ کر جانے والے۔ جب سارے بحر قلزم میں اتر گئے تو اللہ تعالیٰ نے سمندر کو حکم دیا چل پڑو۔ یہ سارے وہیں جہنم رسید ہوئے۔ فرعون نے بڑا واویلا کیا۔ اس کا ذکر ہے وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ اور ہم نے پار کر دیا بنی اسرائیل کو سمندر سے فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ پس پیچھا کیا ان کا فرعون نے اور اس کے لشکر نے۔ بہت بڑا لشکر تھا بَغْيًا وَّعَدْوًا سرکشی کرتے ہوئے اور زیادتی کرتے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق میں سرکشی کی اور اللہ تعالیٰ کے بندوں پر زیادتی کیلئے تیار ہو گئے۔ سارے غرق ہو گئے۔ جب فرعون غرق ہونے لگا حَتّٰٓى اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ یہانتک کہ جب پالیا فرعون کو غرق ہونے نے قَالَ کہنے لگا اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ ایمان لایا میں کہ بیشک شان یہ ہے کوئی معبود نہیں ہے مگر وہی جس پر ایمان لائے ہیں بنی اسرائیل وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اور میں بھی مسلمانوں میں سے ہوں آٰلْئٰنَ اللہ تعالیٰ کے فرشتے جبرائیل علیہ السلام نے آواز دی اب ایمان لاتے ہو وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ اور تحقیق تو نے نافرمانی کی اس سے پہلے وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ اور تو فسادیوں میں سے تھا۔

عذاب کے ظاہر ہونے اور نزع کے وقت کا ایمان قابل قبول نہیں :

اللہ تعالیٰ کے عذاب آنے کے بعد کا ایمان قبول نہیں ہوتا۔ اسی طرح نزع کی حالت میں کوئی ایمان لائے یا توبہ کرے تو وہ بھی قبول نہیں ہے۔ آئندہ رکوع میں آئے گا کہ عذاب کے ظاہر ہو جانے کے بعد صرف حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کی توبہ قبول ہوئی باقی دنیا میں کسی قوم کی توبہ اس حالت میں قبول نہیں ہوئی۔ کیونکہ ایمان وہ قبول ہے جو بالغیب ہو يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ ''وہ ایمان لاتے ہیں بن دیکھے۔'' جب فرشتے نظر آ جائیں تو

ایمان بالغیب نہ رہا۔احادیث میں آتا ہے کہ موت کے وقت ملک الموت آگے ہوتا ہے اور اٹھارہ فرشتے اس کے پیچھے ہوتے ہیں نیک آدمی کیلئے جنت کا کفن، جنت کی خوشبو لاتے ہیں۔ملک الموت روح نکال کے ان کے حوالے کر دیتا ہے وہ فرشتے جنت کے کفن اور خوشبوؤں میں لپیٹ کر آسمانوں کی طرف اڑتے ہوئے چلے جاتے ہیں اور اسے علیین میں پہنچاتے ہیں جو نیک لوگوں کی ارواج کا دفتر ہے۔اور اگر مرنے والا کافر، مشرک، بے ایمان اور نافرمان ہے تو فرشتے اس کے لئے جہنم کا ٹاٹ اور بدبوئیں لیکر آتے ہیں۔ملک الموت اس کی روح نکال کران کے حوالے کر دیتا ہے وہ اس کو آسمان کی طرف لے جاتے ہیں لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ ''ان کیلئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے۔'' وہ اس کو واپس سجین میں لے آتے ہیں جو ساتویں زمین پر کافروں کی ارواح کا دفتر ہے۔ وہاں جب اندراج ہو جاتا ہے تو حدیث پاک میں آتا ہے تُعَادُ رُوْحُهٗ اِلٰی جَسَدِهٖ اس کی روح اس کے جسم کی طرف لوٹائی جاتی ہے۔لوگ اس کو ابھی دفنا کے واپس نہیں لوٹتے کہ اس کے جسم میں جان پڑ جاتی ہے اور وہ لوگوں کے جوتوں کی آہٹ قبر میں پڑا ہوا سن رہا ہوتا ہے۔

بخاری شریف کی روایت ہے لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ وہ ان کی جوتوں کی آہٹ سن رہا ہوتا ہے۔پھر فرشتے آکر اس سے سوال کرتے ہیں مَنْ رَّبُّكَ تیرا رب کون ہے؟ مَنْ نَبِيُّكَ تیرا نبی کون ہے؟ مَا دِيْنُكَ تو کس دین پر ہے؟ نیک ہے تو ایمان کی برکت سے صحیح اور معقول جواب دیتا ہے اور اگر برا ہے تو حیران ہوتا ہے اور کہتا ہے هَاهْ هَاهْ لَا اَدْرِیْ مجھے معلوم نہیں کیا کہنا ہے۔

تو فرشتے نے آواز دی اب ایمان لاتا ہے اور اس سے پہلے نافرمانی کرتا رہا ہے اور

فسادیوں میں سے تھا فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْکَ بِبَدَنِکَ. نُنَجِّیْکَ کے دومعنی بیان کرتے ہیں۔ایک یہ کہ نجوی سے لیا جائے اور نجوی کا معنی ہے دریا کا کنارہ۔ساحِلِ بَحُر نُلْقِیْکَ عَلٰی نَجْوَۃٍ مِنَ الْبَحْرِ ہم تیرے بدن کو سمندر کے کنارے پھینک دیں گے لِتَکُوْنَ لِمَنْ خَلْفَکَ اٰیَۃً تاکہ ہو جائے تو ان لوگوں کیلئے جو تیرے بعد آئیں نشانی۔ دوسرا معنی نجات کا کرتے ہیں کہ ہم تیرے بدن کو نجات دیں گے یعنی تیرے بدن کو نجات دیں گے۔روح اور بدن دونوں کو نجات نہیں ہو سکتی کہ تو آخرت سے بچ جائے۔پھر فرعون کی لاش مشک بنی ہوئی باہر پڑی تھی کہ پیٹ میں پانی بھر گیا تھا تاکہ پچھلوں کو پتا چلے کہ یہ ہے وہ فرعون جو کہتا تھا اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی [نازعات:۲۱] "تمہارا بڑا رب تو میں ہوں۔" آج دیکھو اس کا یہ حال ہے۔مصر کے عجائب گھر میں کئی فرعونوں کی لاشیں پڑی ہیں۔صدیاں گذر گئیں ہیں لوگ وہاں جا کے دیکھتے ہیں۔جو فرعون موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں تھا اس کا نام ولید بن مصعب بن ریان تھا۔اسی لئے بعض احادیث میں آتا ہے کہ ولید نام ٹھیک نہیں ہے۔دوسری احادیث میں ہے کہ کوئی حرج نہیں ہے۔بہت سارے صحابی ہیں جن کے نام ولید رکھے گئے ہیں۔آج سے چند سال قبل مصر کی حکومت نے کہا کہ اس کو دفن کر دینا چاہیے۔دوسروں نے کہا کہ نہیں! کیونکہ یہی سلسلہ چلا آرہا ہے اور لوگ آ کر اس کو دیکھتے ہیں لہذا دفن نہیں کرنا چاہیے تو پھر حکومت کی رائے بدل گئی وَاِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ اور بیشک بہت سے لوگوں میں ایسے ہیں عَنْ اٰیٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ جو ہماری آیتوں سے غافل ہیں۔ہماری قدرت پر یقین نہیں رکھتے اور ہماری نشانیوں سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔

۞۞۞

وَلَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ وَّرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْا حَتّٰى جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝ فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَسْئَلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۝

وَلَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اور البتہ تحقیق ہم نے جگہ دی بنی اسرائیل کو مُبَوَّاَ صِدْقٍ بڑی اچھی جگہ وَّرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ اور ان کو روزی دی پاکیزہ چیزوں کی فَمَا اخْتَلَفُوْا حَتّٰى جَآءَهُمُ الْعِلْمُ پس نہیں اختلاف کیا انہوں نے یہاںتک کہ ان کے پاس علم آ گیا اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ بیشک تیرا رب فیصلہ کرے گا ان کے درمیان يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ان چیزوں کے بارے میں جن میں اختلاف کرتے تھے فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ پس اگر آپ شک میں ہیں مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اس چیز کے بارے میں جو ہم نے آپ کی طرف نازل کی فَسْئَلِ الَّذِيْنَ پس آپ پوچھ لیں ان لوگوں سے يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ جو پڑھتے ہیں کتاب آپ سے پہلے

لَقَدْ جَآءَکَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ البتہ تحقیق آچکا ہے حق تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے فَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ پس ہرگز نہ ہوں آپ شک کرنے والوں میں سے وَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الَّذِیْنَ اور ہرگز نہ ہوں ان لوگوں میں سے کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ جنہوں نے جھٹلایا اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو فَتَکُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ پس آپ ہو جائیں گے نقصان اٹھانے والوں میں سے اِنَّ الَّذِیْنَ حَقَّتْ عَلَیْھِمْ بیشک وہ لوگ جن پر لازم ہو چکا ہے کَلِمَتُ رَبِّکَ تیرے رب کا فیصلہ لَا یُؤْمِنُوْنَ وہ ایمان نہیں لائیں گے وَلَوْ جَآءَتْھُمْ کُلُّ اٰیَۃٍ اور اگرچہ آجائے ان کے پاس ہر قسم کی نشانی حَتّٰی یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ یہاںتک کہ وہ دیکھ لیں دردناک عذاب۔

اللہ تعالیٰ کا بنی اسرائیل سے ناشکری کا شکوہ :

اسرائیل حضرت یعقوب کا لقب تھا۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے بارہ بیٹے عطا فرمائے ان میں سے ایک حضرت یوسف علیہ السلام بھی تھے ہر بیٹے سے آگے خاندان چلا اور بنی اسرائیل کہلائے یہ نسلاً بعد نسلٍ بہت پھیلے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑے انعام واکرام سے نوازا لیکن ان پر اللہ تعالیٰ نے جتنی نعمتیں کیں یہ اُتنے ہی زیادہ سرکش ہوئے اور نافرمانی ان کی گھٹی میں داخل تھی اسی کا پروردگار شکوہ فرماتے ہیں وَلَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ اور البتہ تحقیق ہم نے جگہ دی بنی اسرائیل کو بڑی اچھی جگہ۔ بنی اسرائیل جب وادی تیہ پہنچے۔ (جس کو آج کل جغرافیہ میں وادی سینائی کہتے ہیں۔ جس کی لمبائی چھتیس میل اور چوڑائی چوبیس میل ہے اور سطح سمندر سے تقریباً چار ہزار فٹ کی بلندی پر ہے۔ اس وادی

کے ایک حصہ سے تیل اور پٹرول بھی نکلتا ہے۔ یہود نے ۱۹۶۷ء میں اسی پر قبضہ کیا تھا اور تیل والے حصہ پر اب بھی یہود کا قبضہ ہے باقی ریت والا حصہ مصر کو واپس دے دیا ہے۔:نواز بلوچ)

تو ان کیلئے وہاں خوراک پانی کا کوئی انتظام نہ تھا، دھوپ سے بچنے کا بھی کوئی انتظام نہ تھا۔ بڑی سخت دھوپ تھی وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ ''اور ہم نے تمہارے اوپر بادلوں کا سایہ کیا'' جب سورج چڑھتا تھا تو گھرے بادل ان کے اوپر سایہ کرتے تھے کھانے کیلئے بھنے ہوئے بٹیر اور کھیر دو تھال دو وقت اترتے تھے اور یہ مزے کیساتھ کھاتے تھے پانی کا انتظام نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا کہ اپنی لاٹھی پتھر پر مارو۔ انہوں نے جب لاٹھی ماری تو بارہ چشمے پتھر سے بہہ پڑے۔ ہر خاندان کیلئے ایک ایک چشمہ مقرر کر دیا اور مسلسل چالیس سال ان کیلئے یہی انتظام رہا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَرَزَقْنٰهُمْ مِنَ الطَّيِّبٰتِ اور ہم نے ان کو روزی دی پاکیزہ چیزوں کی۔ تیار کھانا وقت پر آ جاتا تھا لیکن کہنے لگے ہم ایک قسم کے کھانے پر صبر نہیں کر سکتے ہمیں پیاز، دال مسور کی اور فلاں فلاں چیزیں چاہئیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہیں اعلیٰ چیزیں بلا مشقت مل رہی ہیں ان کو چھوڑ کر ادنیٰ مانگتے ہو اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَا سَاَلْتُمْ [بقرہ:۶۱] ''شہر میں اتر جاؤ بیشک تمہارے لئے وہی کچھ ہوگا جو تم نے مانگا ہے۔'' انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناقدری کی اس کے بعد یہ وادی سیناء سے نکل کر شام کے علاقہ میں داخل ہوئے۔ اس وقت شام، فلسطین، اردن اور وہ علاقہ جو اس وقت اسرائیل کے پاس ہے یہ سارا مجموعہ ارضِ مقدس کہلاتا تھا، کنعان کہلاتا تھا۔ ظالم انگریز نے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے اور اب وہاں کے حکمرانوں کا یہ حال ہے کہ امریکہ، برطانیہ، جرمنی وغیرہ باطل قوتوں

کیساتھ مل سکتے ہیں آپس میں سرنہیں جوڑ سکتے۔ اتنا بُعد اور تنفر پیدا کر دیا گیا ہے۔ شام کا علاقہ بڑا زرخیز ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو پھل سبزیاں اور ہر طرح کی فصلیں عطا فرمائی ہیں۔ کچھ عرصہ کے بعد مصر گئے، مصر کا علاقہ بھی بڑا زرخیز ہے، مصر میں بھی عمدہ غذائیں کھاتے پیتے رہے۔ تو بات یہ ہو رہی تھی کہ وادی سینائی میں ان کو من سلویٰ کی شکل میں پاکیزہ کھانے ملتے تھے فَمَا اخْتَلَفُوْا حَتّٰى جَآءَهُمُ الْعِلْمُ پس نہیں اختلاف کیا انہوں نے یہانتک کہ ان کے پاس علم آ گیا۔ علم آنے کے بعد انہوں نے اختلاف کیا۔ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِىْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بیشک تیرا رب فیصلہ کرے گا ان کے درمیان قیامت کے دن فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ان چیزوں کے بارے میں جن میں وہ اختلاف کرتے تھے۔ یہ اختلاف ان کا محض ضد کی وجہ سے تھا۔

یہودی آپ ﷺ کو اچھی طرح پہچانتے تھے :

یہودی دنیا کی ذہین اور ضدی قوموں میں سے ایک قوم ہے۔ ورنہ وہ آپ ﷺ کو جانتے اور پہچانتے تھے کہ یہ وہی پیغمبر برحق ہیں جنہوں نے آنا تھا اور وہ اپنی مجلسوں میں اس کا تذکرہ بھی کرتے تھے کہ یہ وہی پیغمبر ہے جس نے آنا تھا۔ قرآن پاک میں ہے يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ "وہ اس پیغمبر کو اسطرح پہچانتے ہیں علامات اور نشانیوں سے کہ جسطرح اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں۔" بلکہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جو پہلے یہودی تھے بعد میں مسلمان ہو گئے۔ وہ فرماتے تھے کہ ہمیں اپنے بچوں کے بارے میں تردد ہو سکتا ہے کہ شاید ہماری بیویوں نے خیانت کی ہو مگر اس نبی کے بارے میں کوئی شک نہیں ہے بلکہ یہ وہی برحق نبی ہیں۔

چند یہودی مسلمان ہوئے جیسے حضرت عبداللہ بن سلام، حضرت ثعلبہ، حضرت بن

یا مین ﷺ اور اکثریت نافرمان ہی تھی اور حق کیساتھ ٹکراتے تھے حالانکہ ان کے بڑوں کے مدینہ آنے کی وجہ تاریخ یہ بتلاتی ہے کہ انکے پاس علامات تھیں کہ پیغمبر آخر الزمان ﷺ نے مکہ مکرمہ میں پیدا ہونا ہے اور مدینہ طیبہ میں ہجرت کر کے آنا ہے۔ یہودیوں نے صدیوں پہلے یہاں آ کر ڈیرے لگائے ہوئے تھے کہ وہ آئیں گے تو ان کا کلمہ پڑھیں گے۔ ان کے بڑے اتنے عقیدت مند تھے مگر اگلی نسلیں بگڑ گئیں دیکھنے سننے کے باوجود نہیں مانا بلکہ آپ ﷺ کے شہید کرنے کے درپے ہو گئے، آپ ﷺ پر جادو کیا، کھانے میں زہر ملا کر آپ ﷺ کو دیا اور بہت کچھ کیا۔

فان کنت فی شک کا مفہوم :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاِنْ کُنْتَ فِیْ شَکٍّ پس اگر آپ شک میں ہیں۔ یہ خطاب آپ ﷺ کو ہے مگر سمجھایا امت کو جا رہا ہے۔ بعض دفعہ اس طرح ہوتا ہے کہ

؎ گفتہ اید در حدیث دیگراں

سمجھانا کسی کو ہوتا ہے اور خطاب کسی اور کو ہوتا ہے۔ جسطرح پنجابی میں کہتے ہیں

؎ آکھے دھی نوں تے سناوے نوہ نوں

آنحضرت ﷺ کو شک ہو ہی نہیں سکتا۔

تو فرمایا اگر آپ شک میں ہیں مِمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ اس چیز کے بارے میں جو ہم نے آپ کی طرف نازل کی فَسْئَلِ الَّذِیْنَ یَقْرَءُ وْنَ الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکَ پس آپ پوچھ لیں ان لوگوں سے جو پڑھتے ہیں کتاب آپ سے پہلے۔ پھر سمجھ لیں کہ یہ آپ ﷺ کو خطاب کر کے لوگوں کو بتایا ہے کہ اگر تمہیں شک ہے تو پہلے ان لوگوں سے پوچھ لو جو کتاب پڑھتے ہیں۔ اور نویں پارے میں تم پڑھ چکے ہو اَلَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی

التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِيْلِ ''جس کو پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے پاس تورات اور انجیل میں۔'' اس کی علامات اور نشانیاں بلکہ سورت فتح کے آخری رکوع میں صحابہ کرام کی علامات بھی بتلائی ہیں جو پانچویں دن تم صبح کی قرات میں سنتے ہو۔ (حضرت شیخ صبح کی نماز میں جو قرات تلاوت فرماتے تھے وہ سات دن کیلئے الگ الگ رکوع تھے۔ پانچویں دن ایک رکعت میں سورت فتح کا آخری رکوع پڑھتے تھے اس کے متعلق فرمایا کہ پانچویں دن صبح کی قرات میں تم سنتے ہو۔ نواز بلوچ)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تین علامتیں :

اس رکوع میں صحابہ کرام کی علامتیں بیان کی گئیں ہیں مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ''ان کی مثال تورات میں ہے اور انجیل میں اس طرح ہے كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ جیسا کہ کھیتی اپنا پٹھا نکالتی ہے فَاٰزَرَهٗ پھر اس کو مضبوط کرتی ہے۔'' لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ البتہ تحقیق آچکا ہے حق تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ پس ہرگز نہ ہوں آپ شک کرنے والوں میں سے۔ آپ ﷺ کو خطاب کر کے دوسروں کو سمجھایا جا رہا ہے کہ اگر تمہیں اپنے بارے میں نبوت ورسالت اور کتاب کے ملنے میں شک ہے تو پہلے جو کتابیں پڑھتے ہیں توریت انجیل ان سے پوچھ لیں۔ کیونکہ توریت، انجیل اور زبور میں آنحضرت کی بشارتیں موجود ہیں۔ ہزار ہا تحریفات کے باوجود آج بھی اشارات موجود ہیں۔ انجیل یوحنا میں یہ آیت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے شاگردوں اور حواریوں سے فرمایا کہ ''اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔''

[باب ۱۵: آیت ۳۰]

حضرت شیخ رحمہ اللہ کی پادریوں کیساتھ گفتگو :

ایک دن دو مہمان آئے میں ان کو جا کر بیٹھک میں ملا اور دریافت کیا کہ کہاں سے تشریف لائے ہو؟ ان میں سے ایک نے کہا کہ میرا نام پادری پطرس گل ہے دوسرے کا نام یاد نہیں ڈائری میں لکھا ہوا ہے۔ کہنے لگا کہ انارکلی لاہور کے گرجے کا مین انچارج ہوں اور یہ میرا معاون ہے۔ میں نے سوچا کہ ان کے پادریوں کا مجھ سے کیا جوڑ اور ربط ہے؟ کوئی مولوی، قاری، حافظ یا طالبعلم ہوتے تو الگ بات تھی۔ میں ذہنی طور پر متردد ہوا کہ یہ کیوں آئے ہیں؟ خیر میں نے ان سے پوچھا کہ تم کیسے تشریف لائے ہو۔ کہنے لگے ہم نے تمہاری کتاب عیسائیت کا پس منظر پڑھی ہے اس میں آپ نے انجیل یوحنا کی ایک آیت کو اپنے نبی (ﷺ) پر فٹ کیا ہے حالانکہ وہ تمہارے پیغمبر پر فٹ نہیں آتی۔ کیونکہ آیت میں جو یہ جملہ ہے کہ دنیا کا سردار آتا ہے۔ اس سے مراد تمہارا نبی نہیں ہے بلکہ اس سے مراد تو شیطان ہے۔ میں نے کہا پادری صاحبان لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ یہ بتاؤ کہ شیطان پہلے موجود نہیں تھا کہ اس نے اب آنا ہے؟ آدم علیہ السلام کو جنت سے کس نے نکلوایا تھا، حوا علیہا السلام کے جنت سے نکلنے کا سبب کون بنا تھا؟ وہ شیطان نہیں تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں جاؤں گا اور وہ آئے گا اور کیا تم شیطان کو دنیا کا سردار مانتے ہو وہ تو جوتیاں مارنے کے قابل ہے۔ ایسی غلط تاویلیں کرتے ہو پھر وہ چائے پی کر چلے گئے۔ اور انجیل متی میں ہے" میں آنے والے کی جوتیاں اٹھانے کے قابل بھی نہیں ہوں۔" بیشک عیسیٰ علیہ السلام اپنی جگہ پیغمبر ہیں، نبی ہیں لیکن آنحضرت ﷺ کی شان کا تو کوئی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں آپ ﷺ کا درجہ سب سے بلند ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ اور ہرگز نہ ہوں ان لوگوں میں سے

جنہوں نے جھٹلایا اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو، آپ ﷺ کو خطاب کر کے امت کو سمجھایا جارہا ہے۔ فَتَكُونَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ پس آپ ہو جائیں گے نقصان اٹھانے والوں میں سے اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ بیشک وہ لوگ جن پر لازم ہو چکا ہے تیرے رب کا فیصلہ لَا يُؤْمِنُوْنَ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اللہ تعالیٰ شروع ہی سے فیصلہ نہیں فرما دیتے کہ یہ ایمان نہیں لائے گا۔ بلکہ جب وہ کفر پر ڈٹ جاتے ہیں اور ایمان نہ لانے کا فیصلہ کر لیتے ہیں کہ ہم نے نہیں ماننا تب اللہ تعالیٰ ان کے متعلق فیصلہ فرما دیتے ہیں اور ان سے ایمان لانے کی صلاحیت ختم کر دیتے ہیں پھر وہ ایمان نہیں لاتے کیونکہ اللہ تعالیٰ جبراً نہ کسی کو ہدایت دیتا ہے اور نہ گمراہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان اور جنات میں نیکی بدی کی صلاحیت رکھی ہے اور اختیار دیا ہے کہ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ [کہف] ''پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے اپنی مرضی سے۔'' سورت نساء میں فرمایا نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى ''ہم اس کو پھیر دیتے ہیں اسی طرف جسطرف اس نے رخ کیا۔'' یعنی جس طرف کوئی چلنا چاہے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس طرف جانے کی توفیق دے دیں گے۔

اللہ تعالیٰ نہ جبراً کسی کو ہدایت دیتے ہیں اور نہ گمراہ کرتے ہیں :

سورت عنکبوت آیت نمبر ۶۹ میں ہے فرمایا وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ''اور وہ لوگ جو کوشش کرتے ہیں ہماری طرف آنے کی ہم ضرور راہنمائی کریں گے ان کی اپنے راستوں کی طرف۔'' یعنی اللہ تعالیٰ ان کو اپنے راستوں کی توفیق عطا فرما دیں گے۔ اور سورت صف میں فرمایا فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ''پس جب وہ ٹیڑھے چلے (یعنی غلط راستے پر چلے) تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ

نے بھی ان کو غلط راستے پر چلا دیا۔ خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کسی پر جبر نہیں کرتے۔ قادر مطلق ہے کرسکتا ہے مگر اس نے اختیار دیا ہے۔ اختیار کے ساتھ نیکی بدی کریں اور جو کفر پر ڈٹے ہوئے ہیں وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ اور اگر چہ آ جائے ان کے پاس ہر قسم کی نشانی ایمان نہیں لائیں گے حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ یہاںتک کہ وہ دیکھ لیں دردناک عذاب۔

جیسا کہ تم نے گذشتہ درس میں پڑھا ہے کہ فرعون پہلے انکار کرتا رہا حَتّٰى اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ''یہاںتک کہ جب اس کو پالیا (فرعون کو) غرق ہونے نے تو کہنے لگا ایمان لایا ہوں میں کہ بیشک کوئی معبود نہیں ہے مگر وہی جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں بھی مسلمانوں میں سے ہوں۔'' اور اس رب پر ایمان لایا جو موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا رب ہے۔ فرشتے نے کہا آلْئٰنَ اب ایمان لاتے ہو وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ اور تحقیق تو نے نافرمانی کی اس سے پہلے اور تھا تو فسادیوں میں سے۔ اب ایمان لانے کا کیا فائدہ اور عذاب الیم آ جانے کے بعد نجات نہیں مل سکتی۔

فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ

فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ۚ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۹۸﴾ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ۚ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۹﴾ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ قُلْ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾

فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ پس کیوں نہ ہوئی کوئی بستی اٰمَنَتْ کہ ایمان لاتی فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ پھر نفع پہنچاتا اسکو اس کا ایمان اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ مگر یونس علیہ السلام کی قوم لَمَّآ اٰمَنُوْا جس وقت وہ ایمان لائی كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ دور کر دیا ہم نے ان سے رسوائی والا عذاب فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی میں وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ اور ہم نے ان کو فائدہ پہنچایا ایک وقت تک وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ اور اگر چاہے تیرا رب لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا

البتہ ایمان لے آئیں جو بھی ہیں زمین میں سب کے سب اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ کیا پس آپ لوگوں کو مجبور کر سکتے ہیں حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ یہاں تک کہ وہ ہو جائیں مومن وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اور نہیں ہے کسی نفس کو اختیار اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ کہ وہ ایمان لائے مگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ اور وہ ڈالتا ہے گندگی عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ان لوگوں پر جو سمجھ نہیں رکھتے قُلِ انْظُرُوْا آپ فرما دیں دیکھو مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کیا کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ اور نہیں فائدہ دیتیں نشانیاں اور ڈرانے والے عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ان لوگوں کو جو ایمان نہیں لاتے فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ پس یہ نہیں انتظار کرتے اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ مگر ان لوگوں کے دنوں کی طرح خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ جو گذرے ہیں ان سے پہلے قُلْ آپ فرما دیں فَانْتَظِرُوْٓا پس تم انتظار کرو اِنِّيْ مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ بیشک میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا پھر ہم نجات دیتے ہیں اپنے رسولوں کو وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور ان کو جو ایمان لائے كَذٰلِكَ اسی طرح حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ لازم ہے ہمارے اوپر کہ ہم نجات دیتے ہیں ایمان والوں کو۔

عذاب سے نجات صرف قومِ یونس علیہ السلام کو ملی :

دنیا میں بہت سی قوموں پر عذاب آئے ہیں جن کا ذکر قرآن پاک میں جا بجا موجود

ہے۔لیکن عذاب آنے کے بعد کسی قوم کو نجات نہیں ملی سوائے یونس علیہ السلام کی قوم کے۔ جس کا ذکر ان آیات میں ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَوْلَا کَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ پس کیوں نہ ہوئی کوئی بستی کہ ایمان لاتی فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ پھر نفع پہنچا تا اسکو اس کا ایمان۔ یعنی عذاب آنے کے بعد کسی بستی والوں کو ان کے ایمان نے نفع نہیں دیا اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ مگر یونس علیہ السلام کی قوم لَمَّآ اٰمَنُوْا جس وقت وہ ایمان لائی كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ دور کر دیا ہم نے ان سے رسوائی والا عذاب فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی میں وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ اور ہم نے ان کو فائدہ پہنچایا ایک وقت تک۔عذاب آجانے کے بعد کسی قوم کو نجات نہیں ملی سوائے یونس علیہ السلام کی قوم کے جسکا مختصر واقعہ یہ ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام کا تعارف اور ابتلا کا واقعہ :

عراق کے صوبہ موصل میں ایک شہر تھا جس کا نام نینوا تھا اور یہ شہر آج بھی موجود ہے۔ یہ بڑا مرکزی شہر ہوتا تھا ایک لاکھ چوبیس ہزار کے قریب اس کی آبادی تھی۔سورت صفّٰت میں ہے وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ''اور بھیجا ہم نے ان کو ایک لاکھ یا اس سے زیادہ لوگوں کی طرف۔'' حضرت یونس علیہ السلام کے والد کا نام متّٰی تھا۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے یونس علیہ السلام کو نبوت و رسالت عطا فرما کر اس قوم کی اصلاح کیلئے مبعوث فرمایا۔حضرت یونس علیہ السلام کی شادی بھی ہوئی اللہ تعالیٰ نے دو لڑکے بھی عطا فرمائے۔ عرصہ دراز تک انہوں نے اس قوم کو حق سنایا اور پہنچایا مگر کوئی شخص بھی ایمان نہ لایا سوائے اہلیہ محترمہ کے اور والد صاحب فوت ہو گئے تھے اور کوئی رشتہ دار نہیں تھا۔اللہ تعالیٰ نے دھمکی بھیجی کہ اگر یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے تو ان پر عذاب آئے گا۔ایک آدمی نے استہزاء کے طور پر کھڑے ہو کر کہا کہ کب تک آئے گا؟ فرمایا تین دن تک آئے گا اور ایک روایت

میں ہے کہ فرمایا چالیس دن تک آئے گا حالانکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دن کی تعیین نہیں تھی یہ حضرت یونس علیہ السلام سے اجتہادی غلطی ہوئی کہ انہوں نے از خود تعیین فرمادی۔ پھر جب تین دن یا چالیس پورے ہونے لگے تو حضرت یونس علیہ السلام اپنی بیوی اور دونوں بچوں کو جن میں ایک کی عمر دس سال تھی اور ایک کی سات سال تھی لیکر چل پڑے کہ ان پر تو عذاب آئے گا میں اس معذب قوم میں کیوں رہوں؟ حالانکہ یہ جانے کا حکم بھی ابھی تک رب تعالیٰ کی طرف سے نہیں آیا تھا یہ بھی انہوں نے اپنے اجتہاد کیساتھ ایسا کیا اور ایک تفسیر یہ بھی کرتے ہیں کہ انہوں نے سوچا کہ اللہ تعالیٰ میری تعیین کا پابند تو نہیں ہے کہ وہ تین دن یا چالیس دن میں عذاب لے لائے اور اگر عذاب نہ آیا تو لوگ مجھے شرمندہ کریں گے اس لئے وہاں سے چل پڑے۔ اب یہ بھی سمجھ نہیں آرہی کہ کہاں جانا ہے؟ ایک طرف رخ کر کے چل پڑے کچھ آگے گئے تو دیکھا کہ معزز لوگوں کا قافلہ آرہا ہے۔ قافلے والوں نے حضرت یونس علیہ السلام کو گھیر لیا اور کہنے لگے تم کون ہو اور کہاں جارہے ہو یونس علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہوں قوم کو تبلیغ کرتا رہا ہوں لیکن انہوں نے مانا نہیں ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب کی دھمکی سنا کر میں جارہا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ آپ بیوی کو ساتھ نہیں لے جاسکتے بڑی منت سماجت کی بحث مباحثہ ہوا فرمایا پیغمبر کی بیوی ہے کہنے لگے ہوگی مگر ہم نہیں چھوڑیں گے چنانچہ چھین کر لے گئے۔ اب آپ اندازہ لگائیں کہ کتنے صدمے کی بات تھی آگے گئے تو ایک نہر تھی جس کا پانی بڑا تیز چل رہا تھا اس کو عبور کر کے دوسری طرف جانا تھا ایک بچے کو نہر کے کنارے بٹھایا کہ ایک کو چھوڑ آؤں پھر دوسرے کو لے جاؤں گا۔ جس وقت نہر کے درمیان میں پہنچے تو دیکھا کہ کنارے والے بچے کو بھیڑیا اٹھا کے لے جارہا ہے بچے کی حالت کو دیکھ کر کانپ گئے تو جو بچہ کندھے پر تھا وہ نہر میں گر گیا

بڑی کوشش کی مگر کچھ نہ کر سکے۔ باہر نکل کر پریشانی میں گھوم رہے ہیں، کبھی اِدھر کبھی اُدھر، دونوں کا کوئی سراغ نہ لگا۔ بیوی بچوں سے ناامید ہو کر آگے چلے تو آگے دریا تھا۔ علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ دریائے فرات تھا جبکہ دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ دریائے دجلہ تھا۔ دریائے فرات کے کنارے کشتی تھی اس پر سوار ہوئے کشتی ہچکولے کھانے لگی ملاحوں نے کہا کہ ہمارا تجربہ ہے کہ جب کوئی غلام اپنے آقا سے بھاگ کر آتا ہے تب کشتی کی کیفیت اس طرح ہوتی ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ غلام میں ہوں کسی کو یقین نہ آیا شکل غلاموں والی نہیں ہے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں نورانی خوبصورت بارعب چہرہ ہے اور یہ تفسیر بھی کرتے ہیں کہ کشتی میں سواریاں زیادہ تھیں اگر ایک سواری کو دریا میں ڈال دیا جائے تو باقیوں کی جان بچ سکتی ہے۔ فَسَاهَمَ اس کیلئے قرعہ اندازی ہوئی یونس علیہ السلام کا نام نکلا کشتی والوں نے ان کو دریا میں ڈال دیا فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ [سورۃ الصّٰفّٰت] ''پس لقمہ بنا لیا ان کو ایک مچھلی نے۔'' اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا کہ یہ تیری خوراک نہیں ہیں تیرا پیٹ ان کیلئے جیل خانہ ہے۔ مچھلی کے پیٹ میں کتنے دن رہے؟ مختلف تفسیریں ہیں تین دن، آٹھ دن، بیس دن یا چالیس دن۔ مچھلی کے پیٹ میں یونس علیہ السلام نے عاجزی اور انکساری کیساتھ دعا کی لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ [سورۃ الانبیاء] ''نہیں کوئی معبود سوائے تیرے تیری ذات پاک ہے بیشک میں ہی قصورواروں میں سے ہوں۔'' فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ''پس ہم نے اس کی بات کو سن لیا اور ہم نے اس کو نجات دی غم سے۔'' اور سورت صفّٰت میں فرمایا کہ اگر یہ دعا نہ کرتے لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِهٖ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ''البتہ ٹھہرتے وہ اس مچھلی کے پیٹ میں لوگوں کے دوبارہ اٹھنے کے دن تک'' یعنی دنیا کی طرف آنا نصیب نہ ہوتا اور یہ بھی فرمایا

وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ''اور اسی طرح ہم نجات دیتے ہیں ایمان والوں کو۔''

حضرت یونس علیہ السلام کی دعا پڑھنے سے مصیبت ٹل جاتی ہے :

یہ آیت کریمہ صدیوں سے لوگوں کے تجربہ میں ہے کہ جب کوئی مشکل پیش آتی ہے تو پڑھتے ہیں اللہ تعالیٰ مشکل حل فرما دیتے ہیں۔ اور حدیث پاک میں ہے دَعْوَةُ الْمَكْرُوْبِ دَعْوَةُ ذِي النُّوْنِ پریشان آدمی وہ دعا کرے جو مچھلی کے پیٹ والے پیغمبر نے کی تھی لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ. اب رہا یہ سوال کہ کتنی دفعہ پڑھنی ہے؟ تو یاد رکھنا! ہر دعا کا اصل گُر اخلاص ہے۔ اخلاص کیساتھ ایک دفعہ پڑھنے سے بھی اثر ہوتا ہے ویسے تم زبردستی سو مرتبہ بھی گٹھلی گراؤ تو اس کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ کسی بزرگ نے کسی وقت اسکا سوا لاکھ مرتبہ ورد کیا اور اس کا کام ہو گیا اب لوگوں نے سوا لاکھ کو پکڑا ہوا ہے بچوں اور عورتوں کو اکٹھا کرتے ہیں ان کے آگے گٹھلیاں رکھ دیتے ہیں اور ادھر چائے کی دیگ رکھ دیتے ہیں ان کا دھیان ادھر ہوتا ہے اور گٹھلی پر گٹھلی گراتے جاتے ہیں اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اخلاص کیساتھ پڑھو تو ایک دفعہ پڑھنا بھی کافی ہے اور اگر اخلاص نہیں ہے تو سارا دن پڑھنے سے بھی کچھ نہیں ہوگا۔ تو خیر اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا اس نے ان کو اُگل دیا کمزور ہیں کہ کئی دن خوراک بھی نہیں ملی اور تازہ ہوا بھی نہ ملی بڑے پریشان ہوئے لیکن اللہ تعالیٰ نے بیل دار درخت اگا کے سائے کا انتظام فرمایا۔ سورت صفت میں ہے وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ اور اگایا ہم نے انکے اوپر ایک بیلدار درخت جیسے کدو کے بڑے بڑے پتے ہوتے ہیں تاکہ ان کو دھوپ میں تکلیف نہ ہو۔ ادھر ہرنی کا بچہ گم ہو گیا تھا وہ اپنے بچے کو تلاش کرتی پھرتی تھی حضرت یونس علیہ السلام ملے تو اس نے سمجھا کہ میرا بچہ یہاں ہے قریب آئی انہوں نے لیٹے لیٹے ہرنی کا دودھ پیا

تازہ ہوا بھی لگی بدن میں قوت آئی اٹھ کر چل پڑے۔ایک قافلے والوں کے پاس اپنا بچہ دیکھا ان کو کہا کہ یہ میرا بچہ ہے۔انہوں نے کہا کہ ہم اس کے وارث کو تلاش کرتے پھر رہے ہیں فرمایا وارث تو میں ہوں یہ میرا بیٹا ہے نہر میں گر گیا تھا انہوں نے کہا کہ یہ نہر میں بہتا جا رہا تھا ہم نے اس کو نہر سے نکال لیا۔فرمایا میرے ایک بیٹے کو بھیڑیا لے گیا تھا وہ کہنے لگے کہ فلاں علاقے والوں سے معلوم ہوا ہے کہ ایک چرواہے نے بھیڑیے سے بچہ چھڑوایا ہے اور وہ بچہ ان لوگوں کے پاس ہے۔وہاں گئے تو دوسرا بچہ بھی مل گیا بڑی خوشی ہوئی غم کافی کم ہوگیا آگے جا رہے تھے تو دیکھا جنہوں نے بیوی چھینی تھی وہ قافلے والے بیوی لے کر آ رہے ہیں وہ رب تعالیٰ کے فرشتے تھے انہوں نے کہا لو تمہارا امتحان ہو گیا ہے بیوی لے جاؤ میں جبرائیل ہوں، یہ میکائیل ہے، یہ اسرافیل ہے، ہم خدا کے فرشتے جنسی خواہشات سے بالکل پاک ہیں۔ بیوی بچے مل گئے بڑی خوشی ہوئی۔ادھر قوم نے جب خدا کے عذاب کے آثار دیکھے تو من الحیث القوم سب نے توبہ کی روئے گڑگڑائے ان کو روتا دیکھ کر جانور بھی رونے لگے اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور عذاب ٹال دیا۔ اب انہوں نے یونس علیہ السلام کی تلاش شروع کی کہ کہاں ہیں مل جائیں تو ہم ان کی بیعت کریں۔یونس علیہ السلام واپس آ گئے قوم کو بڑی خوشی ہوئی قوم نے کہا حضرت رب تعالیٰ کا عذاب آ چکا تھا ہم نے توبہ کی اللہ تعالیٰ نے عذاب ٹال دیا۔ہم آپ کی تلاش میں تھے اب آپ ہمیں مسلمان بنائیں۔ یہ اس واقعہ کا خلاصہ ہے جو حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کیساتھ پیش آیا۔اس کا ذکر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ پس کیوں نہ ہوئی کوئی بستی کہ ایمان لاتی پھر نفع پہنچاتا اسکو اس کا ایمان مگر یونس علیہ السلام کی قوم جس وقت وہ قوم ایمان لائی تو دور کر دیا ہم

نے ان سے رسوائی والا عذاب دنیا کی زندگی میں اور ہم نے ان کو فائدہ دیا ایک وقت تک۔

اللہ تعالیٰ کسی کو ایمان پر مجبور نہیں کرتے :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَوْ شَآءَ رَبُّکَ اور اگر چاہے تیرا رب لَاٰمَنَ مَنْ فِی الْاَرْضِ کُلُّھُمْ جَمِیْعًا البتہ ایمان لائیں جو بھی ہیں زمین میں سب کے سب کہ اللہ تعالیٰ سب کو ایمان پر مجبور کر دے جیسا کہ فرشتوں میں کفر کا مادہ ہی نہیں رکھا۔ رب تعالیٰ نے ان کو ایمان پر مجبور کیا ہوا ہے اسی طرح انسانوں اور جنوں کو بھی مجبور کر سکتا ہے کہ یہ کفر کر ہی نہ سکیں۔ مگر ایسا کرتا نہیں ہے کیونکہ پھر امتحان ختم ہو جاتا لہذا اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جنوں کو پیدا کرنے کے بعد ان کو اختیار دیا ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ [سورۃ الکہف:۲۹] ''پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے۔'' اپنی مرضی سے مجبور نہیں اَفَاَنْتَ تُکْرِہُ النَّاسَ کیا پس آپ لوگوں کو مجبور کر سکتے ہیں حَتّٰی یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ یہاں تک کہ وہ ہو جائیں مومن۔ ایمان پر مجبور کرنا آپ کا کام نہیں ہے آپکا کام ہے حق پہنچا دینا وَمَا کَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ اور نہیں ہے کسی نفس کو اختیار کہ وہ ایمان لائے مگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مراد یہ ہے کہ جب اپنی مرضی سے ایمان کی طرف قدم اٹھائے گا تو اللہ تعالیٰ توفیق عطا کرے گا اور اگر قدم نہیں اٹھائے گا تو رب تعالیٰ زبردستی توفیق نہیں دیتا۔ تو انہوں نے ایمان کی طرف قدم نہیں اٹھایا کفر پر ڈٹے ہوئے ہیں وَیَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَی الَّذِیْنَ لَا یَعْقِلُوْنَ اور وہ اللہ تعالیٰ ڈالتا ہے گندگی ان لوگوں پر جو سمجھ نہیں رکھتے عقل سے کام نہیں لیتے۔ ان کے ذہن گندے، ان کے دل گندے اور ان کے بدن روحانی طور پر گندے ہیں قُلِ انْظُرُوْا آپ فرما دیں دیکھو مَاذَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کیا کچھ ہے آسمانوں

میں اور زمین میں۔ قدرت کی نشانیاں ہیں سورج دیکھو، چاند دیکھو، ستارے دیکھو، آسمان کی بلندی دیکھو، زمین کی بناوٹ دیکھو، پہاڑوں کو دیکھو، دریا کو دیکھو، درخت دیکھو، پھول دیکھو، ہر شے رب تعالیٰ کی قدرت کی نشانی اور دلیل ہے وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ اور نہیں فائدہ دیتیں نشانیاں اور ڈرانے والے عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ان لوگوں کو جو ایمان نہیں لاتے۔ جو ماننے کیلئے تیار ہی نہیں ہیں وہاں نشانیاں کیا کریں گی اور ڈرانے والے کیا کریں گے۔ کئی دفعہ سن چکے ہو کہ مکہ کے مشرکوں نے کہا کہ یہ چاند دو ٹکڑے ہو جائے تو ہم مان لیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا۔ ایک دوسرے سے پوچھتے تھے کہ تجھے بھی دو نظر آ رہے ہیں؟ وہ کہتا ہاں! لیکن ایک بھی ایمان نہیں لایا۔ ستائیسویں پارے میں ہے اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ "قریب آ گئی ہے قیامت اور پھٹ گیا ہے چاند وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا اور اگر دیکھیں یہ لوگ کوئی نشانی تو اعتراض کرتے ہیں وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ اور کہتے کہ یہ جادو ہے جو مسلسل چلا آ رہا ہے وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْا اَهْوَآءَهُمْ اور جھٹلایا انہوں نے اور پیروی کی اپنی خواہشات کی۔" مطلب یہ ہے کہ جادو کہہ کر ٹال دیا اس ضد کا کیا علاج ہے؟ فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ پس یہ نہیں انتظار کرتے اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ مگر ان لوگوں کے دنوں کی طرح خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ جو گذرے ہیں ان سے پہلے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم، حضرت ہود علیہ السلام کی قوم، حضرت صالح علیہ السلام کی قوم، حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم، حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کہ یہ اس انتظار میں ہیں کہ ان قوموں کی طرح عذاب آئے تو پھر مانیں گے قُلْ آپ فرما دیں فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ پس تم انتظار کرو بیشک میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔ دیکھتا ہوں تمہارا کیا حشر ہوتا ہے۔ ثُمَّ نُنَجِّي

رُسُلَنَا پھر ہم نجات دیتے ہیں اپنے رسولوں کو وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اور ان کو جو ایمان لائے کَذٰلِکَ حَقًّا عَلَیْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِیْنَ اسی طرح لازم ہے ہمارے اوپر کہ ہم نجات دیتے ہیں ایمان والوں کو۔ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا

النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰكُمْ ۚۖ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۙ۝۱۰۴ وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۱۰۵ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۰۶ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ۭ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝۱۰۷ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ۝۱۰۸ ۭ وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ۝۱۰۹

قُلْ آپ کہہ دیں يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اے انسانو اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ اگر ہو تم شک میں مِنْ دِيْنِيْ میرے دین کے بارے میں فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ پس میں نہیں عبادت کرونگا ان کی تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ جن کی تم عبادت کرتے ہو اللہ تعالیٰ سے ورے ورے وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ اور لیکن میں عبادت کرونگا اللہ تعالیٰ کی الَّذِيْ يَتَوَفّٰكُمْ جو تمہیں وفات دیتا ہے وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اور

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ ہو جاؤں میں ایمان والوں میں سے وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ
اور یہ حکم دیا گیا ہے کہ قائم رکھیں اپنے چہرے کو لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا دین کیلئے یکسو ہو کر
وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اور ہرگز نہ ہوں آپ شرک کرنے والوں میں سے
وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اور نہ پکار اللہ تعالیٰ سے ورے ورے مَا لَا يَنْفَعُكَ
وَلَا يَضُرُّكَ اس مخلوق کو کہ وہ نہ نفع پہنچا سکتی ہے اور نہ نقصان فَاِنْ فَعَلْتَ پس
بالفرض اگر آپ نے ایسا کیا فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ پس بیشک آپ اس وقت
ناانصافی کرنے والوں میں سے ہوں گے وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ اور اگر
پہنچائے اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی تکلیف فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ پس نہیں کوئی دور
کرنے والا مگر اللہ تعالیٰ ہی وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ اور اگر وہ ارادہ کرے آپ
کیساتھ بھلائی کا فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ پس کوئی نہیں رد کرنے والا اس کے فضل کو
يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ پہنچاتا ہے وہ اپنا فضل جس کو چاہتا ہے مِنْ عِبَادِهٖ اپنے
بندوں میں سے وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ اور وہ بخشنے والا مہربان ہے قُلْ آپ کہہ
دیں يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اے انسانو قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ تحقیق آچکا ہے
تمہارے پاس حق تمہارے رب کی طرف سے فَمَنِ اهْتَدٰى پس جس نے
ہدایت حاصل کی فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ پس پختہ بات ہے اس نے ہدایت
حاصل کی اپنے نفس کیلئے وَمَنْ ضَلَّ اور جو گمراہ ہوا فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا پس
پختہ بات ہے کہ وہ گمراہ ہوا ہے اپنے نفس کے برے کیلئے وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ

بِوَکِیْلٍ اور نہیں ہوں میں تم پر وکیل وَاتَّبِعْ مَایُوْحٰٓی اِلَیْکَ اور پیروی کریں اس چیز کی جو وحی کی گئی ہے آپ کی طرف وَاصْبِرْ اور آپ صبر کریں حَتّٰی یَحْکُمَ اللّٰہُ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ کرے وَھُوَ خَیْرُ الْحٰکِمِیْنَ اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

شرک کے بغیر توحید سمجھ نہیں آتی :

دین نام ہے عقائد، عبادات اور احکام کا۔ اور تمام عقائد، عبادات اور اعمال میں سب سے بڑی اور اصل شے توحید ہے اور توحید سمجھ نہیں آسکتی جب تک شرک نہ سمجھ آئے۔ عربی کا مقولہ ہے وَبِضِدِّھَا تَتَبَیَّنُ الْاَشْیَآءُ ''اپنی ضد کیساتھ چیزیں واضح ہوتی ہیں۔'' چیز کی حقیقت سمجھ آئے گی جب اس کی ضد سمجھ آئے گی۔ روشنی کی قدر تب سمجھ آئے گی جب رات کی تاریکی سامنے آئے گی، میٹھی چیز کو نہیں سمجھ سکتا جب تک اس کے سامنے کڑوی نہ ہو توحید کی حقیقت سمجھ نہیں آسکتی جب تک شرک کی حقیقت نہ سمجھ آئے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں جتنے پیغمبر تشریف لائے ہیں سب کا پہلا سبق ہی یہاں سے شروع ہوا ہے یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَالَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ''اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔'' اور پیغمبروں نے اس مسئلے کی وجہ سے جتنی تکلیفیں برداشت کی ہیں اور جتنی پریشانیاں اٹھائی ہیں اتنی اور کسی مسئلے میں نہیں آئیں۔ اسی سلسلے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اے نبی کریم ﷺ! آپ کہہ دیں اے انسانو! کالے ہو، گورے ہو، عربی ہو، عجمی ہو جہاں کہیں بھی رہتے ہو اِنْ کُنْتُمْ فِیْ شَکٍّ مِّنْ دِیْنِیْ اگر ہو تم شک میں میرے دین کے بارے میں تو اس کو دور کرلو فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ پس میں نہیں عبادت کروں گا ان کی جن کی تم عبادت کرتے ہو اللہ تعالیٰ سے

ورے ورے۔ غیراللہ کی عبادت تم کرتے ہو میں نہیں کرونگا وَلٰکِنْ اَعْبُدُ اللّٰہَ اور لیکن میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرونگا الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ جو تمہیں وفات دیتا ہے۔ یعنی جس کے قبضے میں موت وحیات ہے اس رب کے سوا میں کسی کی عبادت نہیں کرونگا۔

اقسامِ عبادت :

اصولی طور پر عبادت کی تین قسمیں ہیں۔

۱)......زبانی عبادت ۲)......بدنی عبادت اور ۳)......مالی عبادت۔

جن کا ہم ہر نماز میں اقرار کرتے ہیں اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبٰتُ. اَلتَّحِیَّات کا معنیٰ ہے زبانی عبادتیں، صَلَوٰتُ کا معنیٰ ہے بدنی عبادتیں، طَیِّبات کا معنیٰ ہے مالی عبادتیں۔ زبانی عبادتیں بھی اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں، بدنی عبادتیں بھی اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں اور مالی عبادتیں بھی اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو سورنا پکارنا، حاجت روا، مشکل کشا سمجھنا، فریادرس سمجھنا زبانی عبادت ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کیلئے جائز نہیں ہے۔ نماز، روزہ، سجدہ، رکوع بدنی عبادت ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کیلئے جائز نہیں ہے۔ نذر و نیاز چڑھاوا یہ مالی عبادت ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کیلئے جائز نہیں ہے۔ بعض لوگ جہالت کیوجہ سے اس کیخلاف عمل کرتے ہیں۔ نماز پڑھنے کے بعد شروع کر دیا یا غوث اعظم دستگیر نماز پڑھی اور پھر قبر کے آگے سجدے میں گر گیا۔ بھائی نماز پڑھنے کا کیا فائدہ؟ نماز میں تو اقرار کرتا ہے کہ ساری عبادتیں رب تعالیٰ کیلئے ہیں اور نذر مانتا ہے غیراللہ کیلئے، دیگیں دیتا ہے بزرگوں کے نام کی تو وعدہ جو تو نے نماز کے اندر کیا ہے اس کو تو توڑ دیا ہے۔ تو فرمایا کہ سن لو میں اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کی عبادت نہیں کرونگا۔ لیکن اس رب کی عبادت کرتا رہوں گا جو تمہیں موت دیتا ہے، جس کے قبضے میں موت وحیات ہے

وَاُمِرْتُ اور مجھے حکم دیا گیا ہے اَنْ اَکُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ کہ ہو جاؤں میں ایمان والوں میں سے اور مجھے اس کا حکم ہے کہ وَاَنْ اَقِمْ وَجْھَکَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا اور یہ کہ قائم رکھیں اپنے چہرے کو دین کیلئے یکسو ہو کر۔ مطلب یہ ہے کہ صرف دین پر چلیں۔ ایسا نہیں کہ آدھا تیتر آدھا بٹیر کہ کچھ کام دین کے کر لئے اور کچھ رسمیں کر لیں، کچھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کر لی اور کچھ قبروں کی پوجا بلکہ صرف رب کے دین پر چلیں۔ یہ آپ ﷺ کو خطاب کر کے رب نے ہمیں سمجھایا ہے۔ وَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اور ہرگز نہ ہوں آپ شرک کرنے والوں میں سے۔ نبی اور شرک جمع ہونے کا تصور بھی نہیں۔ آگ اور پانی تو جمع ہو سکتے ہیں لیکن نبی اور شرک جمع نہیں ہو سکتے۔ لیکن سمجھانے کی خاطر اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْکَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکَ لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ وَلَتَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ [زمر: ۶۰] ''اور البتہ تحقیق حکم دیا جا چکا ہے آپ کو اور آپ سے اگلوں کو کہ اگر تو نے شرک کیا تو اکارت جائیں گے تیرے عمل اور تو ہو جائے گا نقصان اٹھانے والوں میں سے۔'' اور عموماً شرک ہے غیر اللہ کو سو رنا پکارنا اور غیر اللہ سے مرادیں مانگنا۔ فرمایا وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اور نہ پکار اللہ تعالیٰ سے ورے ورے مَا لَا یَنْفَعُکَ وَلَا یَضُرُّکَ اس مخلوق کو کہ وہ نہ نفع پہنچا سکتی ہے اور نہ نقصان۔ نافع بھی رب تعالیٰ کی صفت ہے اور ضار بھی رب تعالیٰ کی صفت ہے۔ نفع بھی وہی پہنچاتا ہے اور ضرر بھی وہی پہنچاتا ہے۔ حضرت علی ہجویریؒ جن کو داتا گنج بخش کہتے ہیں بخارا کے علاقے کے تھے چالیس ہزار ہندوان کے ہاتھوں پر مسلمان ہوئے ہیں۔ ان کی کتاب ہے ''کشف المحجوب'' اصل فارسی زبان میں ہے چونکہ حضرت کی زبان فارسی تھی۔ اس کا بہت سے لوگوں نے اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ اسمیں حضرت نے اپنے مریدوں اور شاگردوں کو سبق دیا ہے۔ فرماتے ہیں یاد رکھنا!

اللہ تعالیٰ کی ذات کے بغیر نہ کوئی گنج بخش ہے اور نہ کوئی رنج بخش ہے۔ یعنی نفع بھی کوئی نہیں دے سکتا اور نقصان بھی کوئی نہیں دے سکتا۔ لیکن لوگ ان کو گنج بخش کہتے ہیں خزانے دینے والا لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اگر حضرت کے اختیار میں ہوتا تو قبر سے نکل کر ان کے منہ پر طمانچے مار کر سرخ کر دیتے اور حال یہ ہے کہ آج اگر کوئی اس کے خلاف بات کرے تو یہ سراپا احتجاج بن جاتے ہیں۔

چنانچہ جب چالیس من خالص دودھ کیساتھ سید علی ہجویریؒ کی قبر کو غسل دیا گیا تو سابق کمانڈر انچیف اسلم بیگ کی بیوی جو علی گڑھ کی پڑھی ہوئی تھی اور وہ علاقہ عقیدے کے لحاظ سے بڑا صاف ستھرا تھا۔ اس بیچاری نے کہا کہ یہ جو تم نے اسراف کیا ہے کہ چالیس من دودھ کیساتھ قبر کو دھویا ہے یہ دودھ غرباء مساکین کو کیوں نہیں دیا کہ ان کو فائدہ ہوتا تو سارے بدعتی بھڑوں کی طرح اس کے پیچھے پڑ گئے کہ اسلم بیگ کی بیوی مرتد ہوگئی ہے اور اس کا نکاح ٹوٹ گیا ہے لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ حالانکہ اس بیچاری نے صحیح کہا تھا۔ اندازہ لگاؤ لوگوں کے عقیدے کتنے گندے ہو گئے ہیں بس ذرا سی کوئی تکلیف ہو تو کہتے ہیں وہاں دیگ پہنچاؤ۔ یاد رکھنا! اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کے نام کی نذر و نیاز بالکل حرام ہے اور دینے والا کافر اور مرتد ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاِنْ فَعَلْتَ پس بالفرض اگر آپ نے ایسا کیا فَاِنَّکَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِیْنَ پس بیشک آپ اس وقت ناانصافی کرنے والوں میں سے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی دکھ درد دور نہیں کر سکتا :

فرمایا سبق یاد رکھنا! وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰهُ بِضُرٍّ اور اگر پہنچائے اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی تکلیف فَلَا کَاشِفَ لَہٗۤ اِلَّا ھُوَ پس کوئی نہیں دور کرنے والا مگر اللہ تعالیٰ ہی۔

اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی دور نہیں کرسکتا وَاِنْ یُّرِدْکَ بِخَیْرٍ اور اگر وہ ارادہ کرے آپ
کیساتھ بھلائی کا فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِہٖ پس کوئی نہیں روکرنے والا اس کے فضل کو۔ ترمذی
شریف وغیرہ میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں ایک
دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سوار تھا آپ نے مجھے فرمایا اللہ تعالیٰ کے حقوق کی حفاظت کرو
اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت کرے گا اور جب بھی تو سوال کرے تو اللہ تعالیٰ سے کر اور جب تو
مدد طلب کرے تو اللہ تعالیٰ سے کر اور جان لے کہ اگر سب لوگ جمع ہو کر تجھے کوئی نفع دینا
چاہیں تو نہیں دے سکتے سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ نے تیرے مقدر کردیا ہے اور اگر سب
تجھے نقصان پہنچانے پر جمع ہو جائیں تو تجھے نقصان نہیں پہنچا سکتے سوائے اس کے جو اللہ
تعالیٰ نے تیرے مقدر کردیا ہے، قلم لکھ چکے ہیں اور رجسٹر خشک ہو چکے ہیں۔

[مشکوۃ باب التوکل والصبر]

لہٰذا انسان پر لازم ہے کہ وہ اپنی حاجات میں صرف اللہ تعالیٰ کو پکارے یُصِیْبُ
بِہٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ پہنچاتا ہے وہ اپنا فضل جس کو چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے
وَھُوَالْغَفُوْرُ اور وہ بخشنے والا ہے۔ انسان قاعدے کیمطابق سچے دل سے توبہ کرے تو اللہ
تعالیٰ بخش دیگا الرَّحِیْمُ وہ رحم کرنے والا ہے۔ قُلْ آپ کہہ دیں یٰاَیُّھَا النَّاسُ اے انسانو!
قَدْ جَآءَ کُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّکُمْ تحقیق آچکا ہے حق تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف
سے فَمَنِ اھْتَدٰی پس جس نے ہدایت حاصل کی فَاِنَّمَا یَھْتَدِیْ لِنَفْسِہٖ پس پختہ بات
ہے اس نے ہدایت حاصل کی اپنے نفس کیلئے کہ اس کا فائدہ خود کو ہوگا وَمَنْ ضَلَّ اور جو
گمراہ ہوا فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْھَا پس پختہ بات ہے کہ وہ گمراہ ہوا ہے اپنے نفس کے برے
کیلئے کہ اس کی گمراہی اس کے نفس پر ہوگی وَمَآ اَنَا عَلَیْکُمْ بِوَکِیْلٍ اور نہیں ہوں میں تم پر

وکیل کہ زبردستی تمہیں کفر شرک سے ہٹاؤں اور ہدایت پر مجبور کروں یہ میرا کام نہیں ہے۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰى اِلَيْكَ اور پیروی کریں اس چیز کی جو وحی کی گئی ہے آپ کی طرف۔ اس پیروی میں تکلیفیں بھی آئیں گی اور آئی بھی ہیں لیکن وَاصْبِرْ اور آپ صبر کریں۔ مخالفت ہوگی، لڑائی جھگڑے ہونگے، گالیاں ہونگی، ماریں گے، ہجرت بھی کرنی پڑے گی۔ حق کہنا آسان بات نہیں ہے حق پر قائم رہنا بڑی مشکل بات ہے۔ مشہور مقولہ ہے کہ حق پر رہنا ایسے ہے جیسے كَجَمْرَةٍ عَلَى النَّارِ آگ کا جلتا ہوا انگارہ ہاتھ میں۔ جیسے اس کی تکلیف ہوتی ہے حق پر قائم رہنے کو بھی اسی طرح سمجھو اور حدیث کے لفظ میں كَالْقَابِضِ عَلَى الْجَمْرَةِ جیسے انگارا پکڑنے والا۔ برادری کی طرف سے، بیوی کی طرف سے، محلے والوں کی طرف سے اور دوسرے لوگوں کی طرف سے طعنے ہوں گے۔ تو فرمایا صبر کرو حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ یہانتک کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ کرے اور اللہ تعالیٰ کا فیصلہ یہ ہے کہ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ [سورۃ صف] ’’اور اللہ تعالیٰ پورا کرنے والا ہے اپنے نور کو اگرچہ کافر اس کو ناپسند کریں۔‘‘ کڑھتے رہیں وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ علیم ہے ظاہر باطن کو جانتا ہے۔ اس سے بہتر فیصلہ کون کر سکتا ہے؟ باقی لوگوں کے فیصلے ظاہری ہوتے ہیں ان کا علم محدود ہوتا ہے انہوں نے اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرنا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کو کون پہنچ سکتا ہے۔

آج مورخہ ۱۶ ذی قعدہ بروز ہفتہ ۱۴۲۹ھ بمطابق ۱۵ نومبر ۲۰۰۸ کو

یہ سورۃ مکمل ہوئی۔

بتوفیق اللہ تعالیٰ وعونہ

(مولانا) محمد نواز بلوچ

مہتمم: مدرسہ ریحان المدارس، جناح روڈ گوجرانوالہ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سورۃ ہود

(مکمل)

جلد..............۹

سورۃ ھود مکیۃ وھی مائۃ وثلث وعشرون آیۃ وعشر رکوعات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الۗرٰ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۝۱ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ ۝۲ وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ؕ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ ۝۳ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۴ اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ؕ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ ۙ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ ۢبِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۵

الۗرٰ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ یہ کتاب ہے اس کی آیات کو محکم کیا گیا ہے ثُمَّ فُصِّلَتْ پھر تفصیل کی گئی ہے مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ حکمت والے اور خبردار کی طرف سے اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ کہ نہ عبادت کرو تم مگر صرف اللہ تعالیٰ کی اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ بیشک میں تمہارے لئے اللہ کی طرف سے ڈرانے والا اور خوشخبری سنانے والا ہوں وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اور یہ کہ تم معافی مانگو اپنے پروردگار سے ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ پھر اس کی طرف رجوع کرو يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا وہ فائدہ پہنچائے گا تم کو اچھا فائدہ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ایک مدت مقرر تک وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ اور دیگا ہر فضیلت والے کو اس کی فضیلت وَاِنْ

تَوَلَّوْا اور اگر تم پھر جاؤ گے فَاِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ تو بیشک میں تم پر خوف کرتا ہوں عَذَابَ یَوْمٍ کَبِیْرٍ بڑے دن کے عذاب کا اِلَی اللّٰہِ مَرْجِعُکُمْ اللہ ہی کی طرف تمہارا لوٹنا ہے وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اَلَآ خبردار اِنَّھُمْ یَثْنُوْنَ صُدُوْرَھُمْ بیشک وہ دہرا کرتے ہیں اپنے سینوں کو لِیَسْتَخْفُوْا مِنْہُ تاکہ چھپ جائیں اس سے اَلَا خبردار حِیْنَ یَسْتَغْشُوْنَ ثِیَابَھُمْ جس وقت وہ پہنتے ہیں اپنے کپڑے یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ جانتا ہے وہ جس کو وہ چھپاتے ہیں وَمَا یُعْلِنُوْنَ اور جس کو وہ ظاہر کرتے ہیں اِنَّہٗ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ بیشک وہ جانتا ہے دلوں کے رازوں کو۔

سورہ ہود کی وجہ تسمیہ :

اس سورت کا نام سورۂ ہود ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہود علیہ السلام کا ذکر اور ان کی قوم کی تباہی کا ذکر ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس سے پہلے اکاون (۵۱) سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کے دس رکوع اور ایک سو تیئس (۱۲۳) آیات ہیں۔

حروف مقطعات کی بحث :

الٓرٰ حروف مقطعات میں سے ہے اور قرآن کریم کی انتیس (۲۹) سورتیں ہیں جن کے شروع میں یہ کلمات ہیں۔ جیسے الم، حم، طٰہٰ، یٰسین، حمعسق وغیرہ۔ ان کے متعلق پہلے کئی مرتبہ بات ہو چکی ہے کہ یہ مخفف ہیں یعنی کسی لفظ سے ایک حرف نکال کر اختصار کے ساتھ ذکر کرنا اور اس طرح کا استعمال ہر زبان میں ہوتا ہے۔ جیسے ڈی سی، ڈپٹی کمشنر کا مخفف

ہے، اے سی اسسٹنٹ کمشنر کا مخفف ہے۔ تو الف اللہ سے مخفف ہے جو اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ہے جَلَّ جَلَالُہٗ۔ لام لطیف کا مخفف ہے باریک بین، اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ اور ''را'' رحمٰن، رحیم اور رؤوف کا مخفف بھی ہو سکتا ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں۔ کِتٰبٌ اُحْکِمَتْ اٰیٰتُہٗ یہ کتاب ہے اس کی آیات کو محکم کیا گیا ہے۔ یعنی جو مضامین آیات میں ہیں وہ بڑے ٹھوس، بڑے مضبوط اور اٹل ہیں اور اُحْکِمَتْ کا یہ معنیٰ بھی کیا گیا ہے کہ اس کی آیتیں حکمت والی دانش و دانائی والی بنائی گئی ہیں یعنی اس میں جو کچھ ہے نرا مغز ہی مغز ہے اس میں کوئی چھلکا نہیں ہے دانائی ہی دانائی ہے ثُمَّ فُصِّلَتْ پھر تفصیل کی گئی ہے ان آیتوں کی یعنی تفصیل کیساتھ بیان کی گئی ہیں مِنْ لَّدُنْ حَکِیْمٍ خَبِیْرٍ حکمت والے اور خبردار کی طرف سے۔ حکیم خبیر اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ہیں اس سے بڑا حکمت والا کوئی نہیں ہے اور اس سے بڑا خبردار بھی کوئی نہیں ہے۔

تمام پیغمبروں کا پہلا سبق توحید :

اس کتاب قرآن پاک کا پہلا سبق کیا ہے اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰہَ کہ نہ عبادت کرو تم مگر صرف اللہ تعالیٰ کی۔ تمام پیغمبروں کا سبق اس جملے سے شروع ہوتا تھا یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَالَکُمْ مِنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ''اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔'' کوئی حاجت روا نہیں ہے، کوئی مشکل کشا نہیں ہے، کوئی فریاد رس اور دستگیر نہیں ہے، نفع دینے والا اور نقصان پہنچانے والا رب تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہے۔ گذشتہ درس میں پڑھ چکے ہو وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہٗٓ اِلَّا ھُوَ ''اور اگر اللہ تعالیٰ تمہیں کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی دور کرنے والا نہیں ہے وَاِنْ یُّرِدْکَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِہٖ ''اور اگر اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرے تو

اس کے فضل کو کوئی رد نہیں کر سکتا۔" لہذا عبادت صرف اس کی کرو چاہے بدنی عبادت ہو، چاہے زبانی ہو یا مالی ہو۔ رکوع اسی کیلئے، سجدہ اسی کیلئے، نذر و نیاز بھی اسی کیلئے کیونکہ یہ سب عبادتیں ہیں۔

حد سے زیادہ جھکنے کی بھی اجازت نہیں :

آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا کہ حضرت ہم آپس میں کبھی دیر سے ملتے ہیں تو ہم معانقہ، گلے لگ کے مل سکتے ہیں؟ فرمایا ہاں! مل سکتے ہو۔ حضرت کیا اس کیساتھ مصافحہ بھی کر سکتے ہیں؟ فرمایا ہاں! کر سکتے ہو اور امام بخاریؒ نے باقاعدہ باب قائم کیا ہے المصافحة بِالْيَدَيْن کہ مصافحہ دو ہاتھوں کیساتھ ہوتا ہے۔ حضرت جب ہم ایک دوسرے کیساتھ ملاقات کریں تو جھک بھی سکتے ہیں؟ فرمایا لاَ نہیں جھکنا نہیں جھکنے سے رکوع کی حالت ہو جائے گی اور رکوع رب تعالیٰ کے بغیر کسی کیلئے جائز نہیں ہے۔ سجدہ بھی رب تعالیٰ کے بغیر کسی کیلئے جائز نہیں ہے نہ زندہ کیلئے نہ مردہ کیلئے۔

حضرت قیس بن سعد ؓ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں محکمہ پولیس کے انچارج تھے یوں سمجھو کہ آئی، جی پولیس تھے۔ عراق کے علاقہ حیرہ میں بڑی منڈی لگتی تھی جسطرح ہانگ کانگ وغیرہ دنیا کی مشہور منڈیاں ہیں۔ انہوں نے دیکھا کہ لوگ اپنے پادریوں اور چودھریوں اور بزرگوں کو سجدہ کرتے ہیں۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میں نے حیرہ کے علاقہ میں دیکھا ہے کہ لوگ اپنے بڑوں کو سجدہ کرتے ہیں تو ہم آپ کو سجدہ نہ کیا کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بتلاؤ کہ اگر میری وفات ہو جائے اور مجھے قبر میں دفنا دیا جائے تو کیا تم میری قبر پر سجدہ کرو گے؟ قَالَ لَا حضرت قیس نے عرض کیا کہ نہیں! قبر پر سجدہ نہیں کریں گے۔ فرمایا اسی طرح زندگی میں بھی سجدہ نہیں ہے۔ آپ ﷺ

نے معاملہ واضح کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا سجدہ نہ زندہ کیلئے جائز ہے، نہ قبر پر سجدہ کرنا جائز ہے اِنَّنِیْ لَکُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ وَّبَشِیْرٌ بیشک میں تمہارے لئے اللہ کی طرف سے ڈرانے والا اور خوشخبری سنانے والا ہوں۔ اگر تم رب تعالیٰ کی مخالفت کرو گے تو دنیا میں بھی عذاب آئے گا اور آخرت میں بھی اور قبر میں بھی عذاب ہوگا اور اگر تم فرمانبرداری کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں دنیا میں بھی آرام دیگا قبر میں بھی راحت ہوگی اور آخرت میں بھی۔ اور میں تمہیں یہ سبق دیتا ہوں وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ اور یہ کہ تم معافی مانگو اپنے پروردگار سے۔

استغفار مطلوب ہے :

آنحضرت ﷺ امت کی تعلیم کی خاطر دن میں ستر ستر مرتبہ، سو سو مرتبہ استغفار کرتے تھے۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ اور مختصر لفظ کہہ لو اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ. صرف زبان سے نہیں بلکہ دل سے۔ جب تک آدمی سچے دل سے معافی نہ مانگے محض استغفر اللہ استغفر اللہ کہنے کا کوئی اعتبار نہیں ہے کہ دل میں برائی کے پورے ارادے ہوں اور زبان سے استغفار۔ سچے دل سے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو۔ انسان گنہگار اور خطا کار ہے کوئی یہ نہ سمجھے میں نماز پڑھتا ہوں، روزے رکھتا ہوں، حج کرتا ہوں، زکوتیں دیتا ہوں، قربانی کرتا ہوں تو بڑا نیک پاک ہوں۔ ان کاموں کے باوجود انسان گنہگار ہے کوئی نہ کوئی گناہ اس سے ہو جاتا ہے لہذا اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا رہے ثُمَّ تُوْبُوْآ اِلَیْهِ پھر اس کی طرف رجوع کرو۔ معافی کے بعد نیکیاں کرو یعنی توبہ سے پہلے کی زندگی اور بعد کی زندگی میں فرق ہونا چاہئے۔ جو کام پہلے کرتے تھے اب نہیں کرنے چاہئیں۔ یُمَتِّعْکُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا وہ فائدہ پہنچائے گا تم کو اچھا فائدہ پہنچانا اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی ایک مدت مقرر تک۔ جو وقت تمہاری موت کا لکھا ہوا ہے اس وقت تک اللہ تعالیٰ

تمہیں پاک صاف ستھری زندگی عطا فرمائے گا وَّ یُؤْتِ کُلَّ ذِیْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ اور دیگا ہر فضیلت والے کو اس کی فضیلت کا اجر۔ نماز روزے کا اجر دے گا، قرآن شریف پڑھتا ہے، درود شریف پڑھتا ہے اس کا اجر دے گا، تعلیم دیتا ہے، تبلیغ کرتا ہے اس کا اجر ملے گا، اچھی بات کرتا ہے برائی سے منع کرتا ہے اس کا اجر ملے گا۔ مختصر یہ کہ ہر نیکی کا اللہ تعالیٰ اجر دیگا وَاِنْ تَوَلَّوْا اور اگر تم پھر جاؤ گے روگردانی کرو گے فَاِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ تو بیشک میں تم پر خوف کرتا ہوں عَذَابَ یَوْمٍ کَبِیْرٍ بڑے دن کے عذاب کا۔ وہ بڑے دن کا عذاب مرنے کے بعد ہوگا۔ مَنْ مَاتَ قَدْ قَامَتْ قِیَامَتُهٗ ''جو مرا تحقیق اس کی قیامت قائم ہوگی۔'' مجرم کو مرنے کے بعد جو سزا شروع ہوگی وہ کبھی ختم نہیں ہوگی۔ پہلے قبر میں پھر حشر میں پھر پل صراط پر گذرتے ہوئے پھر دوزخ میں ہوگی اور قیامت کا دن جس میں حساب کتاب ہوگا وہ پچاس ہزار سال کا ہوگا اِلَی اللّٰهِ مَرْجِعُکُمْ اللہ ہی کی طرف تمہارا لوٹنا ہے وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ رب تعالیٰ کے پاس جانے میں شک نہ کرو کہ کس طرح جائیں گے وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جس ذات نے تمہیں حقیر نطفے سے پیدا کیا اس کیلئے تمہیں دوبارہ کھڑا کرنا قیامت والے دن کوئی مشکل نہیں ہے۔ اگلی آیت کریمہ کی دو تفسیریں ہیں اور دونوں حدیث میں موجود ہیں۔

ایک تفسیر یہ ہے کہ صحابہ کرام ﷺ جب قضائے حاجت کیلئے بیٹھتے تھے تو سینے کو خوب جھکا کر اللہ تعالیٰ کیساتھ ادب کی خاطر کہ اللہ تعالیٰ سے ہمیں شرم آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ غلو فی الدین ہے۔ انسان انسان ہے پیشاب پاخانہ کرنا ہے غسل کرتے وقت بھی ننگا ہونا ہے۔ اسی طرح عورتوں کیساتھ اختلاط کے وقت بھی ستر کھلنا ہے لہٰذا اتنا سکڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلَآ اِنَّهُمْ یَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ خبردار بیشک وہ

دُہرا کرتے ہیں اپنے سینوں کو لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ تا کہ چھپ جائیں اس سے۔ اللہ تعالیٰ سے کون سی چیز چھپ سکتی ہے اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ خبردار جس وقت وہ پہنتے ہیں اپنے کپڑے يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ جانتا ہے وہ جس کو وہ چھپاتے ہیں۔ لہذا طبعی ضرورت کے وقت کپڑے اتارنے میں کوئی گناہ نہیں ہے وَمَا يُعْلِنُوْنَ اور جس کو وہ ظاہر کرتے ہیں اس کو بھی جانتا ہے۔

منافقوں پر جب کوئی ذمہ داری پڑتی ہے تو سکڑ جاتے ہیں :

اور دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ منافق بھی آپ ﷺ کی مجلس میں بیٹھتے تھے۔ جب ان کے مطلب کی بات ہوتی تو بڑے خوش ہو کر بیٹھتے اور جب ان پر کوئی ذمہ داری اور بوجھ پڑتا کہ جہاد کا حکم ہوتا یا چندے کی اپیل ہوتی یا آپ ﷺ فرماتے کہ فلاں آدمی کی امداد کرو تو اس وقت اپنے سینوں کو دُہرا کرتے چھپنے کیلئے۔ بھائی رب تعالیٰ سے کوئی چھپ سکتا ہے؟ وہ تو سب کچھ جانتا ہے۔ جس کو مخفی کرتے ہیں اس کو بھی جانتا ہے اور جسکو ظاہر کرتے ہیں اس کو بھی جانتا ہے اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ بیشک وہ جانتا ہے دلوں کے رازوں کو۔ بندوں کے خیالات کو بھی رب جانتا ہے خالق جو ہوا اس پر کوئی شے مخفی نہیں۔ لہذا اپنی ضرورت کے وقت تم ننگے ہو سکتے ہو۔ غسل کے وقت، قضائے حاجت کے وقت اور دیگر ضروریات کے وقت۔ دین میں غلو کرنا بری بات ہے۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝۶ وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَلَئِنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۷ وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰٓى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ لَّيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهٗ ؕ اَلَا يَوْمَ يَاْتِيْهِمْ لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۸

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اورنہیں ہے کوئی جاندار چیز زمین میں اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا مگر اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے اس کا رزق وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا اور وہ جانتا ہے اس کے ٹھہرنے کی جگہ کو وَمُسْتَوْدَعَهَا اوراس کے سونپنے کی جگہ کو كُلٌّ فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ہر چیز کھلی کتاب میں درج ہے وَهُوَ الَّذِىْ اور وہ وہی ذات ہے خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ جس نے پیدا کیا آسمانوں کواور زمین کو فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ چھ دنوں میں وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ اوراس کا عرش پانی پر تھا لِيَبْلُوَكُمْ تا کہ امتحان لے تمہارا اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا کہ کون تم میں سے زیادہ اچھا عمل کرنے والا ہے وَلَئِنْ قُلْتَ اور البتہ اگر آپ ان سے کہتے اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ کہ بیشک تم کھڑے کیے جاؤ گے مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ مرنے کے بعد لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا البتہ ضرور کہیں گے وہ لوگ جو کافر ہیں اِنْ هٰذَاۤ

اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ نہیں ہے یہ مگر کھلا جادو وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اور البتہ اگر ہم موٴخر کردیں ان سے عذاب کو اِلٰٓى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ ایک مدت تک جو گنی ہوئی ہے لَّيَقُوْلُنَّ البتہ ضرور کہیں گے مَا يَحْبِسُهٗ کس چیز نے روکا ہے عذاب کو اَلَا يَوْمَ يَاْتِيْهِمْ خبردار جس دن آئے گا لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ نہیں پھیرا جائے گا ان سے وَحَاقَ بِهِمْ اور گھیر لے گی ان کو مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ وہ چیز جس کیساتھ وہ مذاق کرتے تھے۔

رزاق صرف اللہ تعالیٰ ہے :

گذشتہ درس میں تم نے سنا کہ نفع نقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کے سوا کسی کے اختیار میں نہ نفع ہے نہ نقصان ہے اور یہ بھی تم نے سنا کہ دلوں کے راز بھی بجز پروردگار کے کوئی نہیں جانتا۔ اور آج کے سبق میں ہے کہ رزّاق بھی صرف وہی ہے۔ رزّاق اور رازق یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ہیں۔ رزق دینے والا صرف پروردگار ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ. دَبَّ يَدُبُّ کا معنیٰ ہے حرکت کرنا۔ تو معنیٰ ہوگا اور نہیں ہے کوئی جاندار چیز جو حرکت کرتی ہے زمین میں چاہے وہ انسان ہوں یا جنات، حیوانات ہوں یا حشرات الارض، کیڑے مکوڑے ہوں۔ یہ سب دابّہ کے تحت ہیں۔ تو لازمی معنیٰ ہے جو جاندار چیز ہے۔ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا مگر اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے اس کا رزق۔ حیوانات انسان کی بنسبت بہت زیادہ کھاتے ہیں ان کو بھی رزق اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور وقت پر دیتا ہے۔ کیڑے مکوڑوں، چرند پرند سب کو رزق رب ہی دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے پیغمبر حضرت سلیمان علیہ السلام بڑے منظم تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو

بڑی شاہی عطا فرمائی تھی اور بڑے انتظام کیساتھ کام چلاتے تھے ان کی فوج میں انسان بھی تھے، جنات بھی تھے اور پرندے بھی تھے۔ یہ قرآن پاک میں ہے۔ بڑے معقول انداز سے حکومت کرتے تھے۔ قریب سمندر میں بڑی بڑی مچھلیاں تھیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اپنے حسن انتظام پر بڑا ناز تھا کہ الحمد للہ میرا انتظام بہت اچھا ہے اور واقعی اچھا ہوتا تھا۔ ایک دن عرض کیا کہ اے پروردگار! یہ قریب سمندر میں جو مچھلیاں ہیں میں انکو ایک وقت کا کھانا کھلانا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے سلیمان (علیہ السلام) اپنا کام کرو اس بات کے پیچھے مت پڑو۔ عرض کیا نہیں میرا شوق ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ پھر شوق پورا کرلو۔ چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ساری فوج کو لگا کر سمندر کے کنارے چٹائیاں بچھوا کر ہر قسم کے کھانوں کے ڈھیر لگا دیئے۔ دل میں بڑے خوش تھے کہ میں نے بڑا انتظام کیا ہے کوئی کتنا کھالے گا دَابَّةٌ مِنَ الْبَحْرِ سمندر میں سے ایک مچھلی نکل کر سارا کھا گئی اور کہنے لگی اور لاؤ۔ سلیمانؑ نے فرمایا اور تو نہیں ہے۔ مچھلی نے کہا اے پروردگار! آج تو نے مخلوق کے حوالے کیا ہے میں بھوکی رہی ہوں۔ تو رب رب ہے۔ وہی ساری مخلوق کو کھلاتا اور پلاتا ہے۔ دو تین دن ہوئے ہیں اخبار میں خبر آئی تھی کہ کسی سمندر میں بہت بڑی مچھلی نظر آئی ہے اس علاقے سے گذرنے والے جہازوں کے مالکوں کو حکومتوں نے خبردار کیا ہے کہ احتیاط سے گزرو کہ یہ کہیں جہاز کو نہ ڈبو دے۔ بھائی رب تعالیٰ کی بڑی بڑی مخلوق ہے۔ اس وقت معاشی نظام کا جو کنٹرول کرنے والے ہیں وہ بلاوجہ پریشان ہیں اور شیخ چلی کی طرح کہانیاں سوچتے رہتے ہیں کہ دس سال بعد انسان اتنے ہو جائیں گے اور پچاس سال بعد اتنے ہو جائیں گے تو وہ کیا کھائیں گے؟ بھائی تمہیں کیا فکر ہے رزق تو رب تعالیٰ کے ذمے ہے۔ آج سے پچاس سال پہلے تین ارب تھے وہ بھی

کھاتے تھے اور اسوقت چھ ارب ہیں رب انکو بھی دے رہا ہے۔ پچاس سال بعد بارہ ارب بھی ہو گئے اور عذابوں اور لڑائی جھگڑوں سے بچ گئے تو رب ان کو بھی دے گا۔ عالم اسباب میں رب تعالیٰ نے اسباب پیدا کیے ہیں۔ پہلے زمین تھوڑی کاشت ہوتی تھی پیداوار بھی کم ہوتی تھی اب زمین زیادہ کاشت ہوتی ہے اور پیداوار بھی زیادہ ہوتی ہے۔ جیسے جیسے مخلوق بڑھتی جائے گی ویسے ویسے اللہ تعالیٰ اسباب بڑھاتا جائے گا اس کی تمہیں فکر نہیں ہونی چاہئے۔ ہاں البتہ اللہ تعالیٰ نے مکلّف مخلوق کو پابند بنایا ہے کہ روزی کمانے کیلئے ہاتھ پاؤں مارو دینا اللہ تعالیٰ نے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا اور وہ جانتا ہے اس جاندار کے مستقر کو کہ اس نے جہاں رات کو ٹھہرنا ہے وَمُسْتَوْدَعَهَا اور اس کے سونپے جانے کی جگہ کو کہ کہاں دفن کیا جائے گا كُلٌّ فِي كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ہر چیز کھلی کتاب میں درج ہے۔ کھلی کتاب کا نام لوح محفوظ ہے۔ جب سے کائنات پیدا ہوئی ہے اس وقت سے لے کر دخول جنت اور نار تک سب کچھ لوح محفوظ میں درج ہے۔ لوح کا معنیٰ تختی، وہ ایک تختی ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے سب کچھ لکھا ہوا ہے اور لوح محفوظ میں جو کچھ درج ہے وہ اللہ تعالیٰ کے علم کا کروڑ در کروڑواں حصہ بھی نہیں ہے۔ کیونکہ رب تعالیٰ کا علم ازلی ہے ابدی ہے۔ مخلوق کی پیدائش سے پہلے بھی رب تعالیٰ کا علم تھا دخول جنت اور نار کے بعد نہ ختم ہونے والی زندگی جو لوح محفوظ میں درج نہیں رب تعالیٰ کو اس کا بھی علم ہے۔ تو لوح محفوظ اللہ تعالیٰ کے علم کا تھوڑا سا حصہ ہے وَهُوَ الَّذِيْ اور اللہ تعالیٰ ذات وہی ہے خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ چھ دنوں میں۔

آسمانوں اور زمینوں کو چھ دن میں پیدا کرنے کی حکمت :

چھ دنوں سے مراد چھ دنوں کا وقفہ ہے کیونکہ دن تو نام ہے سورج کے طلوع اور غروب ہونے کا اور اس وقت نہ سورج تھا نہ اس کا طلوع اور غروب ہونا تھا، نہ آسمان تھا نہ زمین تھی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت۔ وہ ایک آن میں سب کچھ کر سکتی ہے لیکن اس کے باوجود چھ دنوں میں پیدا کیا۔ مخلوق کو بتانے کیلئے کہ تمہارے کام بھی تدریجی یعنی آہستہ آہستہ ہونے چاہئیں وَكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ اور تھا اس کا عرش پانی پر۔ مستدرک حاکم حدیث کی کتاب ہے اس میں یہ روایت ہے کہ پوچھنے والے نے مفسر قرآن حضرت عبداللہ ابن مسعود ؓ سے پوچھا کہ پانی کس چیز پر تھا؟ انہوں نے فرمایا عَلَى الرِّيْحِ ہوا پر تھا۔ ہوا کس چیز پر تھی؟ اللہ تعالیٰ کی قدرت پر۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سب سے بڑی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا :

اس میں اختلاف ہے کہ اَوَّلُ الْمَخْلُوْقِ کیا چیز ہے یعنی سب سے پہلے کونسی چیز پیدا ہوئی ہے؟ تو مختلف قسم کی روایتیں آئی ہیں میں نے اپنی کتاب ''تنقید متین بر تفسیر نعیم الدین'' میں اس پر کافی بحث کی ہے۔ ایک روایت میں ہے اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْعَقْلَ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے عقل کو پیدا کیا ہے لیکن یہ روایت جعلی ہے صحیح نہیں ہے۔ اور ایک روایت میں ہے اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْعَرْشَ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے عرش کو پیدا کیا۔ اس روایت پر بھی محدثین کلام کرتے ہیں کہ اس کی سند صحیح نہیں ہے اور ایک روایت میں ہے اوّل مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرَ نَبِيِّكَ مِنْ نُوْرِهٖ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کے فیض کیساتھ تیرے نبی کی روح کو پیدا کیا۔ نور سے مراد روح ہے۔ لیکن فنی لحاظ سے اس

روایت کا بھی ثبوت نہیں ہے۔

مولانا سید سلمان ندویؒ نے سیرت النبی ﷺ کی تیسری جلد میں غیر مستند روایات کا باب قائم کیا ہے۔اس میں ان روایات کے متعلق فرمایا ہے کہ کوئی روایت بھی صحیح نہیں ہے۔صحیح روایت ابوداؤد اور ترمذی شریف میں ہے اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمَ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم تقدیر کو پیدا فرمایا ہے۔جس کیساتھ سب تقدیریں لکھی گئیں۔اصولی اعتبار سے یہ روایت صحیح ہے۔باقی اگر اس روایت کو صحیح مان لیا جائے جس میں نور کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کے فیض کیساتھ آپ ﷺ کی روح کو پیدا کیا ہے کیونکہ رب تعالیٰ کے نور سے تو کوئی شے نہیں نکلی۔تو علماء اس کے بھی قائل ہیں کہ ارواح میں سے سب سے پہلے آپ ﷺ کی روح مبارک پیدا ہوئی ہے۔تو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا تاکہ امتحان لے تمہارا کہ کون تم میں سے اچھا عمل کرنے والا ہے۔یوں سمجھو کہ آسمان اور زمین ایک کالج یونیورسٹی ہے، مدرسہ اور مکتب ہے۔اس میں تم نے کیا تعلیم حاصل کی ہے؟ ایک ایک لمحے کو غنیمت سمجھو اَلسَّاعَةَ لِلطَّاعَةِ یہ وقت نیکی کیلئے ہے۔جتنی نیکی کر سکتے ہو ایک دوسرے سے بڑھ کر کرلو وَلَئِنْ قُلْتَ اور البتہ اگر آپ ان سے کہتے اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ کہ بیشک تم کھڑے کئے جاؤ گے مرنے کے بعد لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا البتہ ضرور کہیں گے وہ لوگ جو کافر ہیں اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ هٰذا کا مُشارٌ اِلَيه قرآن کریم ہے۔نہیں ہے یہ قرآن کریم مگر کھلا جادو کہ اس قرآن میں جو کچھ ہے جادو ہے اور هٰذا کا مُشارٌ اِلَيه بعث بعد الموت بھی ہے۔ پھر مطلب یہ بنے گا کہ مرنے کے بعد اٹھنا یہ جادو کی بات ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ہمیں دوبارہ نہیں اٹھایا جائے گا۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَئِنْ

اخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰٓى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ اور البتہ اگر ہم مؤخر کردیں ان سے عذاب کو ایک مدت تک جوگنی ہوئی ہے۔

لفظ امت کے تین معانی ہیں :

امت کے تین معانی ہیں۔ایک معنیٰ ہے گروہ۔جیسا کہ اس آیت کریمہ میں ہے کُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ’’تم سب گروہوں سے بہتر گروہ ہو کیونکہ تمہیں نکالا گیا ہے پیدا کیا گیا ہے لوگوں کے لئے تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ [آلعمران:۱۱۰] لوگوں کو نیکی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو‘‘ اور دوسرا معنیٰ پیشوا کا ہے اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا [النحل:۱۲۰] ’’بیشک ابراہیم علیہ السلام پیشوا تھے اطاعت کرنے والے اللہ تعالیٰ کیلئے یکسو ہو کر۔‘‘ اور تیسرا معنیٰ ہے کہ البتہ ہم ان سے عذاب موخر کردیں گے اِلٰٓى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ ایک مدت تک جوگنی گئی ہے۔ لَيَقُوْلُنَّ البتہ ضرور کہیں گے مَا يَحْبِسُهٗ کس چیز نے روکا ہے عذاب کو۔عذاب کیوں نہیں آتا؟ اَلَا خبردار يَوْمَ يَاْتِيْهِمْ لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ جس دن آئے گا وہ ان سے پاس نہیں پھیرا جائے گا ان سے۔فرعون کے پاس عذاب آیا تو اس کو غرق کر کے چھوڑا،قوم عاد وثمود کو نیست ونابود کیا،قوم لوط اور دوسری قوموں کو ہلاک کیا۔ان کے پاس بھی عذاب آئے گا تو بچ نہیں سکیں گے وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ اور گھیرے گی ان کو وہ چیز جس کیساتھ وہ مذاق کرتے تھے۔جب عذاب آئے گا تو وہ ان کو گھیر لے گا اور ان سے ہٹایا نہیں جا سکے گا۔

۞ ● ۞

وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ

نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ۚ اِنَّهٗ لَيَئُوْسٌ كَفُوْرٌ ۝۹ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ؕ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ۝۱۰ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝۱۱ فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ؕ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝۱۲ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۱۳ فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝۱۴

وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً اور البتہ اگر ہم چکھائیں انسان کو اپنی طرف سے رحمت ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ پھر ہم اس سے چھین لیں وہ رحمت اِنَّهٗ لَيَئُوْسٌ كَفُوْرٌ بیشک وہ البتہ ناامید ہو جاتا ہے ناشکری کرتا ہے وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ اور البتہ اگر ہم اس کو چکھائیں نعمت بَعْدَ ضَرَّآءَ تکلیف کے بعد مَسَّتْهُ جو اس کو پہنچی ہے لَيَقُوْلَنَّ البتہ ضرور کہے گا وہ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ دور ہو گئی ہیں مجھ سے تکلیفیں اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ بیشک وہ اترانے والا اور شیخی بگھارنے والا ہوتا ہے اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا مگر وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور

اچھے عمل کئے اُولٰٓئِکَ لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّاَجْرٌ کَبِیْرٌ انھی لوگوں کیلئے بخشش ہے اور بڑا اجر ہے فَلَعَلَّکَ تَارِکٌ پس شاید کہ آپ چھوڑنے والے ہیں۔ بَعْضَ مَا یُوْحٰٓی اِلَیْکَ بعض وہ چیز جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے وَضَآئِقٌ بِہٖ صَدْرُکَ اور تنگ ہوتا ہے اس کی وجہ سے آپ کا سینہ اَنْ یَّقُوْلُوْا کہ یہ لوگ کہتے ہیں لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْہِ کَنْزٌ کیوں نہیں اتارا گیا اس پر خزانہ اَوْجَآءَ مَعَہٗ مَلَکٌ یا کیوں نہیں آیا اس کیساتھ فرشتہ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِیْرٌ پختہ بات ہے کہ آپ ڈرانے والے ہیں وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ وَّکِیْلٌ اور اللہ تعالیٰ ہی ہر شے کا کارساز ہے اَمْ یَقُوْلُوْنَ کیا یہ کہتے ہیں افْتَرٰہُ یہ قرآن اس نے گھڑلیا ہے قُلْ آپ کہہ دیں فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِہٖ مُفْتَرَیٰتٍ پس لاؤ دس سورتیں اس جیسی گھڑی ہوئی وَّادْعُوْا اور بلالو مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ جس کو تم طاقت رکھتے ہو اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ اگر ہو تم سچے فَاِلَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَکُمْ پس اگر وہ جواب نہ دے سکیں فَاعْلَمُوْآ پس تم جان لو اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰہِ بیشک یہ قرآن اتارا گیا ہے اللہ تعالیٰ کے علم کے مطابق وَاَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اور یہ کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر صرف وہی فَھَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ پس کیا تم مسلمان ہونے والے ہو۔

اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کا مقام تمام انسانوں سے ممتاز اور الگ ہے۔ ان سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے والا اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں اور کوئی نہیں ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد اپنے اپنے دور میں ان کے صحابی بڑے شکر گزار تھے۔

اللہ تعالیٰ کا عام انسانوں سے شکوہ :

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے عام انسانوں کا شکوہ کیا ہے اور حالات بیان فرمائے ہیں وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً اور اگر ہم چکھائیں انسان کو اپنی طرف سے رحمت ۔ اولاد بھی رحمت ہے اور جائز طریقے سے جو مال حاصل کیا گیا ہے وہ بھی رحمت ہے، دنیا کی ترقی اور جائز اقتدار بھی رحمت ہے۔ اسی طرح کاشتکار کی فصل خوب ہوتی ہے، جانور پھلتے پھولتے ہیں یہ رحمت ہے تو رحمت کی بہت سی اقسام ہیں ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ پھر ہم اس سے چھین لیں وہ رحمت اِنَّهٗ لَيَئُوْسٌ كَفُوْرٌ بیشک البتہ وہ نا امید ہو جاتا ہے ناشکری کرتا ہے۔ جو رب رحمتیں کرتا ہے وہ چھین بھی سکتا ہے نا امید اور ناشکرا ہونا کیسا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا امید ہونا بڑے گناہوں میں سے ہے ۔ ارشاد ربانی ہے لَاتَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ [زمر:۵۳] ''نا امید نہ ہوں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے'' رحمت چھن جانے کے بعد جب انسان کہتا ہے کہ مجھے کیا ملا تھا یہ ناشکری کا لفظ ہے۔ کیونکہ اس کو تو ملا تھا اور اس کے پاس تھا لیکن اب رب تعالیٰ نے اس سے چھین لیا تو اس کو یوں کہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا میرے اوپر احسان تھا اب میں رب تعالیٰ کی طرف سے آزمائش میں ہوں میرے سے کوئی گناہ ہوا ہے جس کی وجہ سے وہ انعام اٹھا لیا گیا ہے۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے پھر دیگا۔ ایسا جملہ نہ بولے جس سے پہلی نعمتوں کی ناقدری ہو کیونکہ رب تعالیٰ کی نعمتیں کھاتا اور استعمال کرتا رہا ہے فائدہ اٹھاتا رہا ہے ان کی ناشکری کرنا گناہ کی بات ہے۔

خوشی غمی میں خدا کو نہیں بھولنا چاہیے :

فرمایا وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ اور البتہ اگر ہم اس کو چکھائیں نعمت تکالیف کے بعد مَسَّتْهُ جو تکلیف اس کو پہنچی ہے اس سے پہلے، دولت آگئی نعمت آگئی

لَیَقُوْلَنَّ البتہ ضرور کہے گا وہ ذَھَبَ السَّیِّاٰتُ عَنِّیْ دور ہوگئی ہیں مجھ سے تکلیفیں اور تکلیفیں دور ہونے کے بعد عموماً لوگ غافل ہو جاتے ہیں اِنَّہٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ بیشک وہ اترانے والا اور شیخی بگھارنے والا ہوتا ہے۔ان نعمتوں پر جو رب تعالیٰ نے دی ہیں اور شیخی بگھارتا ہے کہ میرے پاس یہ ہے وہ ہے۔ کچھ زبان سے ادا کرتا ہے اور کچھ دل سے ادا کرتا ہے حالانکہ جس وقت راحت و آرام آئے تو ربّ تعالیٰ کو نہیں بھولنا چاہئے۔ دہلی کا آخری بادشاہ بہادر شاہ ظفر شاعر بھی تھا اس نے بڑی مزیدار بات کہی ہے......

؎ ظفر اسے آدمی نہ جانیے گا خواہ وہ ہو کتنا ہی صاحب فہم و ذکا

جسے عیش میں یاد خدا نہ رہی جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا

جو عیش کے وقت رب تعالیٰ کو بھول جائے اور طیش اور غصے کی حالت میں خدا کو یاد نہ رکھے وہ انسان کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ انسان وہ ہے جو عیش اور طیش دونوں حالتوں میں رب تعالیٰ کو یاد رکھے۔اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو شخص چاہتا ہے کہ تکلیف کے وقت اس کی دعائیں قبول ہوں اسکو راحت کے وقت رب تعالیٰ کو یاد کرنا چاہئے۔ مطلب پرست نہیں ہونا چاہئے کہ جب تکلیف آئے تو رب رب کرے اور جب راحت آئے تو لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ باغی ہو جائیں زمین میں۔ کیونکہ مال آجانے کے بعد اکثر لوگ سرکش ہو جاتے ہیں۔اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا مگر وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا تکلیفوں پر۔

سب سے زیادہ تکالیف انبیاء کرامؑ کو آئی ہیں :

آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا حضرت یہ بتلائیں کہ اَیُّ النَّاسِ اَشَدُّ بَلَاءً انسانوں میں سب سے زیادہ تکلیفیں کن کو پیش آتی ہیں قَالَ اَلْاَنْبِیَاءُ اَلْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ سب سے زیادہ تکلیفیں اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو پیش آئی ہیں پھر ان کو جو درجے

میں ان کے قریب ہوتے ہیں پھران کو جو درجے میں ان کے قریب ہوتے ہیں یُبْتَلَی الرَّجُلُ عَلٰی قَدْرِ دِیْنِہٖ جو آدمی جتنا دین دار ہوتا ہے اتنا ہی اس کا امتحان ہوتا ہے۔صحابہ کرام دین میں بڑے پختہ تھے ان کے امتحان بھی اتنے ہی سخت تھے آج ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔حضرت خُباب بن ارت ؓ کا مالک امیہ بن خلف بڑا ظالم آدمی تھا۔جیسے ہمارے ہاں کیکر کے درخت کا کوئلہ دیر تک سلگتا رہتا ہے عرب میں ایک لکڑی ہوتی تھی جس کا نام غھانہ تھا اس کا کوئلہ بھی دیر تک سلگتا رہتا تھا یہ ظالم اس لکڑی کے کوئلے سلگا کر حضرت خباب بن ارت ؓ کا کرتہ اتار کر پیٹھ کے بل کوئلوں پر لٹا دیتا تھا اور خود سینے پر چڑھ کر کھڑا ہو جاتا تھا اور کہتا تھا کلمہ چھوڑ دو۔حضرت خباب فرماتے کلمہ چھوڑنے والی شے نہیں ہے۔ایسے لوگ بھی تھے کہ ان کو ناف تک زمین میں گاڑ کر چیر دیا گیا مگر انہوں نے کلمہ نہیں چھوڑا۔بخاری شریف میں روایت ہے کہ دو ٹکڑے ہو جاتا تھا مگر دین نہیں چھوڑتا تھا۔ایمان والوں پر یہاں تک ظلم کیا گیا کہ لوہے کی کنگھیوں کے ساتھ ان کے گوشت کو ہڈیوں تک رگوں سمیت نوچ دیا گیا مگر انہوں نے ایمان نہیں چھوڑا۔ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے ہمارا ایمان اور دین بڑا کمزور ہے اس لئے ہماری آزمائش بھی بڑی نہیں ہوتی۔تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مگر وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور اچھے عمل کئے اُولٰٓئِکَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ انھی لوگوں کیلئے بخشش ہے وَّاَجْرٌ کَبِیْرٌ اور بڑا اجر ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔

مشرک کو توحید سے چڑ ہے :

آنحضرت ﷺ جس دور میں مبعوث ہوئے ہیں اس وقت ہر طرف کفر ہی کفر تھا اور وہ لوگ کفر میں بڑے پکے تھے۔ان کیلئے سب سے کڑوا مسئلہ توحید کا تھا۔جب آپ ؐ

فرماتے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ تو وہ بگڑ جاتے۔ سورت صٰفّٰت میں اِنَّھُمْ کَانُوْا اِذَا قِیْلَ لَھُمْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یَسْتَکْبِرُوْنَ ''وہ تھے کہ جب ان سے کہا جاتا کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں تو وہ غرور کرتے تھے۔'' بگڑ جاتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حاجت روا، مشکل کشا، فریادرس نہیں ہے، کوئی دستگیر نہیں اور کہتے تھے اَجَعَلَ الْاٰلِھَۃَ اِلٰھًا وَّاحِدًا اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ [ص:۵] ''کیا اس پیغمبر نے اتنے الٰہوں کا ایک الٰہ بنا دیا ہے یہ تو بڑی تعجب کی بات ہے۔''

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَعَلَّکَ تَارِکٌ بَعْضَ مَا یُوْحٰی اِلَیْکَ پس شاید کہ آپ چھوڑنے والے ہیں بعض وہ چیز جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے وَضَآئِقٌ بِہٖ صَدْرُکَ اور تنگ ہوتا ہے اس کی وجہ سے آپ کا سینہ۔ یعنی جو مشکل چیزیں ہیں ان کو نہ آپ نے چھوڑا اور نہ چھوڑنے کا ارادہ کیا مگر امکان تو ہے کہ آپ چھوڑ دیں اَنْ یَّقُوْلُوْا کہ یہ لوگ کہتے ہیں لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْہِ کَنْزٌ کیوں نہیں اتارا گیا اس پر خزانہ۔ اگر یہ نبی ہے تو اَوْجَآءَ مَعَہٗ مَلَکٌ یا کیوں نہیں آیا اس کیساتھ فرشتہ۔ دیکھو آج صوبے کا وزیر اعلیٰ یا گورنر سڑک پر سے گزرے تو آگے پیچھے پولیس ہوتی ہے، راستہ صاف کرتی ہے کہ لوگو ہٹو! گورنر صاحب آرہے ہیں، وزیر اعلیٰ صاحب آرہے ہیں اور یہ رب کا نائب ہے نہ اس کے پاس کوئی خزانہ ہے، نہ باغات ہیں، نہ سونے کی کوٹھی ہے، نہ کوئی فرشتہ گن مین ہے اور کہتا ہے کہ میں رب تعالیٰ کا نائب ہوں۔ اس کے احکام اس کی مخلوق تک پہنچاتا ہوں۔ یہ کیسے نبی بن گیا؟ اس طرح کے طعنے دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِیْرٌ پختہ بات ہے کہ آپ ڈرانے والے ہیں رب کے عذاب سے۔ خدائی صفات آپ میں نہیں ہیں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات کسی کو دی ہیں نافع ضار اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں

ہے۔ وَاِنْ یَمْسَسْکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلاَ کَاشِفَ لَہٗ اِلاَّ ھُوَ ''اور اگر پہنچائے اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پس کوئی نہیں دور کر سکتا اس تکلیف کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی وَاِنْ یُّرِدْکَ بِخَیْرٍ فَلاَ رَآدَّ لِفَضْلِہٖ [سورت یونس] ''اگر اللہ تعالیٰ آپ کیساتھ بھلائی کا ارادہ کرے تو کوئی اس کے فضل کو رد نہیں کر سکتا۔'' یہ اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کے ذریعے آنحضرت ﷺ سے اعلان کروایا لاَ اَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّلاَ رَشَدًا [سورۃ جن] ''میرے اختیار میں نہیں تمہارا ضرر اور نہ بھلائی۔'' خدائی اختیارات اللہ تعالیٰ نے رتی برابر بھی کسی کو نہیں دیئے۔ اگر دینے ہوتے تو مخلوق میں سب سے بہتر کہ جس جیسی شخصیت ہوئی ہے نہ ہوگی آنحضرت کو دیتا لیکن آپ کو بھی نہیں دیئے بلکہ ان سے اعلان کروایا کہ میں نہ اپنے نفع نقصان کا مالک ہوں اور نہ تمہارے نفع نقصان کا مالک ہوں۔ تو اور کون ہے جس کو خدائی اختیارات مل گئے ہیں وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ وَّکِیْلٌ اور اللہ تعالیٰ ہی ہر شے کا کارساز ہے، کام بنانے والا اور محافظ ہے اَمْ یَقُوْلُوْنَ کیا یہ کہتے ہیں افْتَرٰہُ یہ قرآن اس نے گھڑ لیا ہے۔

مشرکوں کا شوشہ کہ یہ قرآن خود بناتا ہے کا جواب :

اس کے جواب میں قرآن پاک میں تین قسم کے چیلنج موجود ہیں۔ ایک پندرھویں پارے میں ہے قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ لاَ یَاْتُوْنَ بِمِثْلِہٖ وَلَوْ کَانَ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ ظَھِیْرًا ''آپ کہہ دیں اگر اکٹھے ہو جائیں انسان اور جنات سارے اس بات پر کہ وہ لائیں اس قرآن کے مثل تو نہیں لا سکیں گے اس کی مثل اگرچہ بعض ان کے بعض کے مددگار ہوں۔'' اگر میں اکیلا بنا کر لا سکتا ہوں تو تم سارے اکٹھے ہو کر زور لگاؤ اور بناؤ، لاؤ اور نہیں بنا سکو گے تو سمجھ جاؤ کہ میرا بنایا

ہوا بھی نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔اس لئے اس جیسا کوئی نہیں بنا سکتا اور دوسرا چیلنج اس مقام پر ہے۔فرمایا قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَیٰتٍ آپ کہہ دیں پس لاؤ دس سورتیں اس جیسی گھڑی ہوئی۔قرآن پاک کی کل ایک سو چودہ سورتیں ہیں ایک سو چار تمہیں معاف۔وہاں تھا کہ سارے انسانوں اور جنوں کو ساتھ ملالو اور یہاں فرمایا وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔اور بلالو جس کو تم طاقت رکھتے ہو اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے۔فرشتوں کو ساتھ ملالو،انسانوں اور جنوں کو ساتھ ملالو اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر ہو تم سچے۔تم ساری مخلوق ملکر بھی قرآن کریم کی دس سورتوں جیسی سورتیں نہ لاسکو تو پھر یہ اعتراض کرنا کہ اس نے اپنی طرف سے بنایا ہے کتنے ظلم کی بات ہے؟اور تیسرا چیلنج پہلے پارے میں ہے فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ''پس لاؤ تم ایک چھوٹی سی سورت قرآن جیسی۔''قرآن پاک کی چھوٹی سورتیں تین ہیں سورۃ العصر،سورۃ الکوثر اور سورۃ النصر،ان کی تین تین آیتیں ہیں۔تم ایسی کوئی سورت لے آؤ۔

فرمایا فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ''پس اگر تم نہ کرسکو اور ہرگز نہ کرسکو گے پس بچو اس آگ سے جسکا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں تیار کی گئی ہے کافروں کیلئے۔قرآن کریم کے اس چیلنج کو آج تک کسی نے قبول نہیں کیا حالانکہ اس وقت بڑے فصیح و بلیغ لوگ موجود تھے۔**سحبان** وائل ایک شخص گزرا ہے اس کی فصاحت و بلاغت لوگوں میں مشہور تھی۔وہ ایک سال تک کسی مجمع میں گفتگو کرتا تو کوئی لفظ دوبارہ زبان پر نہ لاتا اور اگر وہی مضمون دوبارہ بیان کرنا ہوتا تو اس کو دوسرے الفاظ اور نئی عبارت سے ادا کرتا۔لیکن یہ لوگ بھی چیلنج قبول نہیں کر سکے۔تو فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ پس اگر وہ جواب نہ دے سکیں فَاعْلَمُوْٓا پس تم جان

لوانّمآ اُنزِلَ بِعِلمِ اللّٰہِ بیشک یہ قرآن اتارا گیا ہے اللہ تعالیٰ کے علم کے مطابق، یہ کسی کا گھڑا ہوا نہیں ہے اور جس مسئلے سے یہ چڑھتے ہیں وہ بھی سن لو وَاَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ اور یہ کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر صرف وہی اللہ تعالیٰ۔اس کے سوا نہ کوئی معبود، نہ کوئی مسجود، نہ کوئی نذر و نیاز کے لائق، نہ کوئی حاجت روا، نہ کوئی مشکل کشا، نہ کوئی فریادرس، نہ کوئی دستگیر، نہ کوئی نفع نقصان کا مالک، نہ عزت ذلت کسی کے اختیار میں وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِکَ الْخَیْرُ [آل عمران:۲۶] ''اور تو جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہے ذلیل کرتا ہے تیرے ہاتھ میں خیر ہے۔'' فَھَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ پس کیا تم مسلمان ہونے والے ہو۔فرمانبرداری کرو گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کا کام ہے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا، اس کے عذاب سے ڈرانا اور راحت کی خوشخبری دینا آگے تمہاری مرضی ہے اسلام لاؤ یا نہ لاؤ۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ۝۱۵ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۱۶ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ۚ فَلَا تَكُ فِىْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۚ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۱۷ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ؕ اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۸ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝۱۹

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا جو شخص ارادہ کرتا ہے دنیا کی زندگی کا وَزِيْنَتَهَا اور اس کی زیب و زینت کا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا ہم ان کو پورا پورا دیتے ہیں ان کے اعمال اس میں وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ اور ان کو اس میں کوئی نقصان نہیں ہوتا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ یہ وہ لوگ ہیں لَيْسَ لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ نہیں ہے ان کیلئے آخرت میں اِلَّا النَّارُ مگر آگ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا اور اکارت ہو جائیگا جو انہوں نے کیا ہے وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ اور باطل ہو جائیگی وہ چیز جو وہ کیا کرتے تھے اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ کیا پس وہ شخص جو واضح

دلیل پر ہے مِنْ رَّبِّهٖ اپنے رب کی طرف سے وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ اور اس
کیساتھ لگا ہوا ہے ایک گواہ اس (اللہ) کی طرف سے وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى
اِمَامًا وَّرَحْمَةً اور اس سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کی کتاب تھی راہنمائی کرنے والی
اور رحمت اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ یہی لوگ ہیں جو اس پر ایمان رکھتے ہیں وَمَنْ
يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ اور جو شخص انکار کرے گا اس کا گروہوں میں فَالنَّارُ
مَوْعِدُهٗ پس آگ اس کے وعدے کی جگہ ہے فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ پس نہ
ہو تو شک میں قرآن کے بارے میں اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ بیشک یہ حق ہے
تیرے رب کی طرف سے وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ اور لیکن اکثر لوگ
ایمان نہیں لاتے وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى اور کون ہے زیادہ ظالم اس شخص سے
جس نے افترا باندھ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا اُولٰٓئِكَ
يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ یہ لوگ پیش کیے جائیں گے اپنے رب کے سامنے
وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ اور کہیں گے گواہ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ کہ یہ وہی لوگ ہیں
كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ جنہوں نے جھوٹ بولا اپنے رب پر اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى
الظّٰلِمِيْنَ خبردار اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے ظالموں پر اَلَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ
اللّٰهِ وہ جو روکتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا اور تلاش کرتے
ہیں اس راستے میں کجی وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ اور وہ آخرت کا انکار
کرتے ہیں۔

جو دنیا چاہے اللہ تعالیٰ اسے دنیا دے دیتے ہیں :

اللہ تبارک وتعالیٰ کا نظام یہ ہے کہ جو شخص دنیا میں ترقی کرنا چاہے اور جتنی کرنا چاہے اللہ تعالیٰ اس کو دنیا کی ترقی دے دیتے ہیں۔ دیکھو پہنچنے والے چاند تک پہنچ گئے ہیں اور اب زہرہ ستارے تک پہنچنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ سمندر کی تہہ تک پہنچے ہیں، زمین کے پیٹ سے بہت کچھ نکالا ہے اور نکالیں گے، فضا میں اڑتے پھرتے ہیں جس کا مقصد صرف دنیا ہے۔ وہ دنیا میں جتنی ترقی کرنا چاہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم اس کو دیں گے اور جو شخص آخرت کے بارے میں ارادہ کرے گا اس کو آخرت ملے گی۔ جو جسطرح کی محنت کرے گا اسی طرح کا اس کو پھل ملے گا۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا جو شخص ارادہ کرتا ہے دنیا کی زندگی کا کہ وہ دنیا میں کامیابی حاصل کرنا چاہتا ہے وَزِيْنَتَهَا اور دنیا کی زیب وزینت کا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا ہم ان کو پورا پورا دیتے ہیں ان کے اعمال دنیا میں، جو محنت کریں گے اس کا پھل ملے گا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ اور ان کو اس دنیا میں مجموعی لحاظ سے کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ انفرادی طور پر کسی وقت کچھ خسارہ ہو تو وہ بات الگ ہے اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ یہ وہ لوگ ہیں لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ نہیں ہے ان کیلئے آخرت میں مگر آگ ہی کیونکہ آخرت کیلئے انہوں نے کچھ نہیں کیا آخرت میں ان کیلئے آگ ہی آگ ہے اور کچھ نہیں وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا اور اکارت ہو جائیں گے جو انہوں نے کیا ہے دنیا میں نیکی کا کام آخرت کیلئے۔ کیونکہ ایمان نہیں ہے اور ایمان کے بغیر بڑی سے بڑی نیکی کی بھی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ حالانکہ کافر بھی بڑے بڑے نیکی کے کام کرتے ہیں رفاہی اداروں کے ذریعے مخلوق خدا کو فائدہ پہنچاتے ہیں، ہسپتال بناتے ہیں، لوگوں کے علاج کراتے ہیں،

یتیم خانے بھی بنائے ہوئے ہیں اگر کسی علاقے میں قحط پڑ جائے یا زلزلہ آ جائے تو فوراً وہاں پہنچ جاتے ہیں۔ ان معاملات میں وہ مسلمانوں سے آگے ہیں مگر چونکہ ایمان کی دولت سے محروم ہیں اس لئے ان کی کوئی نیکی آخرت میں مفید نہیں ہوگی وَبٰطِلٌ مَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ اور باطل ہو جائیگی وہ چیز جو وہ کماتے تھے۔ جو عمل بھی انہوں نے نیکی کا کیا وہ سب کا سب باطل ہو جائے گا کیونکہ ایمان تمام اعمال کی بنیاد ہے۔

قبول عمل کی تین شرائط :

اور یہ بات تم کئی مرتبہ سن چکے ہو کہ عمل کی قبولیت کیلئے تین بنیادی شرطیں ہیں۔

۱)......ایمان ۲)......اخلاص ۳)......اتباع سنت

ان کے بغیر عمل کا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَفَمَنْ کَانَ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنْ رَّبِّہٖ کیا پس وہ شخص جو واضح دلیل پر ہے اپنے رب کی طرف سے۔ اس شخصیت سے مراد آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ وَیَتْلُوْہُ شَاہِدٌ مِّنْہُ اور اس کیساتھ لگا ہوا ہے ایک گواہ اس اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ گواہ سے کیا مراد ہے؟ ایک یہ کہ قرآن پاک مراد ہے جو بڑی فصیح اور بلیغ کتاب ہے۔ یہ آپ کی صداقت کی دلیل ہے۔ اور کل کے سبق میں تم پڑھ چکے ہو کہ اگر یہ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے تو تم اس جیسی دس سورتیں بنا لاؤ۔ لیکن یہ کسی کے بس کی بات نہیں ہے تو پھر یہ قرآن پیغمبر علیہ السلام کی صداقت کی دلیل ہے۔ اور یہ تفسیر بھی کرتے ہیں کہ شاہد سے مراد دوسرے معجزے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی ذات گرامی کی صداقت کیلئے صادر فرمائے جیسے چاند دو ٹکڑے ہوا، درخت چل کر آئے، لوگوں نے آنکھوں سے دیکھا، تھوڑا کھانا زیادہ ہوا، تھوڑا پانی زیادہ ہو گیا اور بہت سارے معجزات تھے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کی نبوت پر واضح

دلائل تھے۔تو فرمایا کہ اس کی گواہی دینے والی چیزیں بھی ساتھ موجود ہیں وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اوراس سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کی کتاب تھی تورات اِمَامًا وَّرَحْمَةً راہنمائی کرنے والی لوگوں کی اور رحمت تھی۔

قرآن کریم کے بعد مقام تورات کا ہے :

ہزار ہا سال تک لوگ تورات پر عمل کرتے رہے۔تمام آسمانی کتابوں میں قرآن کریم کے بعد تورات کا مقام بہت بلند ہے۔بے شمار اللہ کے پیغمبر تورات کے مطابق عمل کرتے رہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بھی اصل کتاب توریت ہی تھی انجیل کو اس کا تکملہ اور ضمیمہ سمجھو۔لیکن تورات میں یہودیوں نے بڑی تحریفات کی ہیں جیسے آجکل اہل بدعت نے دین کا نقشہ بدل کے رکھ دیا ہے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب ان کی اصلاح شروع کی تو عوام خواص،مولوی پیر بگڑ گئے کہ یہ ہمارے دین میں رخنہ پیدا کرتا ہے۔انہوں نے دین کی شکل وہ بنائی ہوئی تھی جسطرح آج کل بدعتیوں نے بنائی ہوئی ہے۔ان کے خلاف بھی کوئی لفظ کہو تو بھڑوں کی طرح پیچھے پڑ جاتے ہیں جسطرح یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیچھے پڑ گئے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے معصوم پیغمبر کو سولی پر چڑھانے کی بھی کوششیں کیں کہ یہ ہمارے دین کو بگاڑتا ہے۔حالانکہ جو کچھ یہ اہل بدعت کرتے ہیں وہ سب بدعت اور گناہ ہے۔بیشک قرآن اور حدیث پر ان کو پرکھ لو اور پھر حنفی ہونے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں اور جو کرتے ہیں وہ سب بدعات ہیں۔

بدعت کی سب سے زیادہ تردید فقہ حنفی میں ہے :

میں دعوے کیساتھ کہتا ہوں کہ فقہ حنفی میں جتنی شرک وبدعت کی تردید ہے اتنی اور کسی فقہ میں نہیں ہے۔البحر الرائق فقہ حنفی کی بڑی کتاب ہے۔اس کے مصنف ابن نجیم

مصریؒ اتنے بڑے مرتبے کے آدمی تھے کہ ان کو ابو حنیفہ ثانی کہتے ہیں۔وہ فرماتے ہیں کہ لوگ شب برأت اور دیگر مواقع پر مساجد میں ضرورت سے زیادہ روشنی کرتے ہیں یہ سب بدعت اور گناہ ہے۔تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب اصلاح شروع کی تو سب ان کے مخالف ہو گئے حتی کہ انکو سولی پر لٹکانے کی تیاری کی لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حفاظت فرمائی۔سورۂ نساء آیت نمبر ۱۵۸ میں ہے بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ''بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا۔'' اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ یہی لوگ ہیں جو اس پر ایمان رکھتے ہیں یعنی جو لوگ صحیح طریقے سے تورات کو مانتے ہیں وہ قرآن پر بھی ایمان لاتے ہیں اور آخری پیغمبر پر بھی ایمان لاتے ہیں۔اور نویں پارے میں تم پڑھ چکے ہو اَلَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ''پاتے ہیں اس پیغمبر کو لکھا ہوا تورات اور انجیل میں۔'' اور پہلے پارے میں ہے وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ''اور تھے اس سے پہلے وہ کافر فتح مانگتے۔'' یعنی آپ ﷺ کے وسیلے سے دعا کرتے تھے کہ اے پروردگار! آخرالزمان کے وسیلے اور طفیل سے ہمیں فتح عطا فرما فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ''پس جب آپ تشریف لائے اور انہوں نے پہچان لیا تو انکار کر دیا۔'' اس ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ اور جو شخص انکار کرے گا اس کا گروہوں میں سے جو عرب کی سرزمین پر رہتے ہیں فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ پس آگ اس کے وعدے کی جگہ ہے، اس کا ٹھکانہ ہے اے مخاطب! فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ پس نہ ہو تو قرآن کے بارے میں شک کرنے والوں میں سے۔قطعاً کوئی شک نہ کرنا اے سننے والے! اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ بیشک یہ حق ہے تیرے رب کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے۔اس کا پڑھنا ثواب، اس کا سمجھنا ثواب، اس کو ہاتھ لگانا ثواب، اس کو

دیکھنا ثواب، قرآن پاک کی ایک آیت بغیر ترجمے کے پڑھنے کا ثواب سونفل پڑھنے سے زیادہ ثواب ہے اور ترجمے کیساتھ پڑھنے کا ثواب ہزار نفل پڑھنے سے زیادہ ہے۔ مگر ہم نے اس کتاب کی قدر نہیں کی ہم نے اس کو تیجے کیلیئے رکھا ہوا ہے کہ کوئی مرجائے تو وہاں پڑھ لو یا قسم اٹھانے کیلیئے رکھا ہوا ہے۔

اگر قرآن اجرت لیکر پڑھا جائے تو ثواب نہیں پہنچتا :

اور یہ مسئلہ بھی سمجھ لیں کہ اگر بغیر اجرت کے پڑھو گے تو اس کا تو ثواب پہنچے گا اور اگر کسی کو چائے کی پیالی بھی پلاؤ گے تو کچھ ثواب نہیں ہوگا بلکہ تم بھی گنہگار ہو گے اور وہ پڑھنے والا بھی گنہگار ہوگا بلا معاوضہ پڑھ کر ثواب بخشو یہ جائز ہے۔ بلکہ ہر مسلمان کا اخلاقی فریضہ ہے کہ جب کوئی مسلمان فوت ہو جائے تو تین دفعہ سورت اخلاص پڑھ کر بخشے رب تعالیٰ پورے قرآن کا ثواب دیتے ہیں اور تین دفعہ پڑھنے پر تین منٹ بھی نہیں لگتے اور طریقہ یہ ہے کہ تین دفعہ سورت اخلاص پڑھ کر کہو اے پروردگار! اس کا ثواب فلاں کو پہنچا دے اس کو پورے قرآن کا ثواب پہنچ جائے گا۔

تو قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور ہمارے لئے ہدایت نامہ ہے اور نری رحمت ہے وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ اور لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ اور کون ہے زیادہ ظالم اس شخص سے افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا جس نے افترا باندھا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا کہ اللہ تعالیٰ کے شریک بنائے اور اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کی کہ عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور کسی نے کہا عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں، جہلائے عرب نے کہا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اس کے بعد پھر اپنے متعلق دعویٰ کر دیا نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُ

ہ[مائدہ:۱۸] ''ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں۔'' یہ سب اللہ تعالیٰ پر افتراء ہے اُولٰٓئِکَ یُعْرَضُوْنَ عَلٰی رَبِّهِمْ یہ لوگ پیش کیے جائیں گے اپنے رب کے سامنے قیامت والے دن وَیَقُوْلُ الْاَشْهَادُ شاہد کی جمع ہے۔ اور کہیں گے گواہ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِیْنَ کَذَبُوْا عَلٰی رَبِّهِمْ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے جھوٹ بولا اپنے رب پر۔ یہ گواہ کون ہونگے۔

گواہی دینے والوں کی تشریح :

۱)......اللہ تعالیٰ کے پیغمبر گواہ ہونگے۔

آنحضرت ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا [فتح:۸] ''بیشک بھیجا ہم نے آپ کو گواہ بنا کر اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا۔

۲)......وہ فرشتے مراد ہیں جو اعمال لکھتے ہیں۔ ۳)......شاہد سے مراد اعضاء بھی ہیں۔

وہ اس طرح کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ مشرکوں سے کہیں گے تمہارے وہ شریک کہاں ہیں جن کے بارے میں تم گمان کرتے تھے تو وہ اپنے شرک کا انکار کریں گے اور کہیں گے وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ [انعام:۲۲] ''قسم ہے اللہ کی جو ہمارا پروردگار ہے نہیں تھے ہم شرک کرنے والے۔'' ان کے انکار کے بعد اللہ تعالیٰ ان کی زبانوں پر مہر لگا دیں گے۔ سورت یٰسین میں ہے اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓی اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَیْدِیْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ [۶۸] ''آج ہم مہر لگا دیں گے ان کے مونہوں پر اور کلام کریں گے ہمارے سامنے ان کے ہاتھ اور گواہی دیں گے ان کے پاؤں جو کچھ وہ کماتے تھے۔'' اور سورت حٰم سجدہ آیت نمبر ۲۰ میں ہے شَهِدَ عَلَیْهِمْ

سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ''گواہی دیں گے ان پر ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کے چمڑے اس چیز کی جو وہ کرتے تھے۔'' تو آدمی کے اعضاء بولیں گے وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ''وہ کہیں گے تم کیوں گواہی دیتے ہو ہمارے خلاف قَالُوْا اعضاء کہیں گے اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ ہم کو بلوایا ہے اس اللہ نے جس نے ہر چیز کو بلوایا ہے۔'' اس میں ہمارا کیا قصور ہے۔ تو سب گواہی دیں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ خبردار اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے ظالموں پر۔

ظالموں کی اوصاف :

ظالم ہیں کون؟ تو اس مقام پر ظالموں کی تین صفتیں بیان فرمائی ہیں۔

پہلی صفت...... اَلَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وہ جو روکتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے۔ قولاً روکیں یا فعلاً یہ ظالم ہیں۔

دوسری صفت...... وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا اور تلاش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں کجی۔

نفاذ اسلام میں حکمران سب سے بڑی رکاوٹ :

کہ نام اسلام کا ہو مگر ہو ان کی مرضی جسطرح آج کل کا حکمران طبقہ ہے اور صرف پاکستان کا نہیں بلکہ تقریباً پچاس اسلامی ملک ہیں سب کے حکمران مجرم ہیں اور اسلامی نظام نافذ کرنے میں سب سے بڑی روکاوٹ ہیں۔ کرسی اقتدار ان کے پاس ہے ان کو اسلام ان کی مرضی کا چاہئے۔ اندازہ لگاؤ کہ شریعت کورٹ نے فیصلہ کیا تھا کہ سود حرام ہے۔ کیونکہ نص قطعی ہے اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا [بقرہ: ۲۷۵] ''اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال قرار دیا ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔'' اور اس کی حرمت پر احادیث متواترہ اور

اجماع امت موجود ہے۔اب ہماری حکومت نے یہ کیا ہے کہ سپریم کورٹ میں کیس دائر کیا ہے کہ شریعت کورٹ کے فیصلہ کو منسوخ کرو، لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ قرآن کا حکم منسوخ کرو۔پھر بزرگوں سے اپنی مرضی کا بیان دلراتے ہیں۔چنانچہ پچھلے دنوں محترم ابن سبیل صاحب (امام کعبہ) تشریف لائے تھے۔ بڑے اچھے آدمی ہیں مگر ان کے بیان پر حیرانگی ہوئی کہ انہوں نے یہ بیان کیوں دیا ہے؟ ان سے حکومت نے یہ بیان دلوایا کہ پاکستان میں سود کافی سالوں سے چلا آرہا ہے بٹن دبانے سے تو ختم نہیں ہوگا، لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔تجھے کیا مصیبت پڑی ایسا بیان دینے کی۔تم اپنا موقف پیش کرو کہ اس کو جلد ختم کرو مگر جو حضرات باہر سے تشریف لاتے ہیں یہ ان کو مجبور کر کے اپنی مرضی کے مطابق الٹے سیدھے بیان دلواتے ہیں کیونکہ صراط مستقیم ان کو موافق نہیں ہے۔

تیسری صفت...... وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ اور وہ آخرت کا انکار کرتے ہیں۔چاہے عقیدے کے لحاظ سے منکر ہوں اور چاہے عقیدے کے لحاظ سے انکار نہ بھی کریں مگر تیاری تو بالکل نہیں ہے۔

أُولٰٓئِكَ لَمْ

يَكُونُوا مُعْجِزِينَ فِى الْأَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُم مِّن دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَآءَ ۘ يُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ۚ مَا كَانُوا يَسْتَطِيعُونَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوا يُبْصِرُونَ ﴿٢٠﴾ أُولٰٓئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوٓا أَنفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٢١﴾ لَا جَرَمَ أَنَّهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ هُمُ الْأَخْسَرُونَ ﴿٢٢﴾ إِنَّ الَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَأَخْبَتُوٓا إِلٰى رَبِّهِمْ ۙ أُولٰٓئِكَ أَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خٰلِدُونَ ﴿٢٣﴾ مَثَلُ الْفَرِيقَيْنِ كَالْأَعْمٰى وَالْأَصَمِّ وَالْبَصِيرِ وَالسَّمِيعِ ۚ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٢٤﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلٰى قَوْمِهِۦٓ إِنِّى لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٢٥﴾ أَن لَّا تَعْبُدُوٓا إِلَّا اللَّهَ ۖ إِنِّىٓ أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ أَلِيمٍ ﴿٢٦﴾ فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَوْمِهِۦ مَا نَرٰىكَ إِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ إِلَّا الَّذِينَ هُمْ أَرَاذِلُنَا بَادِىَ الرَّأْىِ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِن فَضْلٍۭ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِينَ ﴿٢٧﴾ قَالَ يٰقَوْمِ أَرَءَيْتُمْ إِن كُنتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّى وَاٰتٰىنِى رَحْمَةً مِّنْ عِندِهِۦ فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ أَنُلْزِمُكُمُوهَا وَأَنتُمْ لَهَا كٰرِهُونَ ﴿٢٨﴾

أُولٰئِکَ لَمْ یَکُوْنُوْا مُعْجِزِیْنَ فِی الْاَرْضِ یہ لوگ ہیں عاجز نہیں کر سکتے زمین میں وَمَا کَانَ لَھُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ مِنْ اَوْلِیَآءَ اور نہیں ہے ان کیلئے

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حمایتی یُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ دگنا کیا جائے گا ان کیلئے عذاب مَا كَانُوْا يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ وہ نہیں طاقت رکھتے سننے کی وَمَا كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ اور نہیں تھے وہ دیکھتے اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ یہی لوگ ہیں جنہوں نے نقصان میں ڈالا اپنی جانوں کو وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ اور گم ہو جائیگی ان سے وہ چیز جو وہ افتراء کرتے تھے لَا جَرَمَ ضرور بضرور اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ بیشک وہ آخرت میں هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ بہت نقصان اٹھانے والے ہیں اِنَّ الَّذِيْنَ بیشک وہ لوگ اٰمَنُوْا جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کئے انہوں نے اچھے وَاَخْبَتُوْٓا اور جھکے وہ اِلٰى رَبِّهِمْ اپنے رب کی طرف اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ یہی لوگ جنت والے ہیں هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ وہ اس جنت میں ہمیشہ رہیں گے مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ مثال دونوں گروہوں کی كَالْاَعْمٰى وَالْاَصَمِّ جیسے اندھا اور بہرہ وَالْبَصِيْرِ وَالسَّمِيْعِ اور دیکھنے والا اور سننے والا هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا کیا یہ دونوں برابر ہیں مثال میں اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ کیا پس تم نصیحت حاصل نہیں کرتے وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے رسول بنا کر نوح علیہ السلام کو اِلٰى قَوْمِهٖٓ ان کی قوم کی طرف اِنِّيْ لَكُمْ بیشک میں تمہارے لئے نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ڈرانے والا ہوں کھول کر اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ یہ کہ نہ عبادت کرو تم مگر اللہ تعالیٰ کی اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ بیشک میں خوف کھاتا ہوں تم پر عَذَابَ يَوْمٍ اَلِيْمٍ دردناک دن کے عذاب سے فَقَالَ الْمَلَاُ پس

کہا سرداروں نے اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ جنہوں نے کفر کیا تھا ان کی قوم میں سے مَا نَرٰکَ ہم نہیں دیکھتے آپ کو اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا مگر اپنے جیسا انسان وَمَا نَرٰکَ اتَّبَعَکَ اور ہم نہیں دیکھتے آپ کو کہ تیری پیروی کی ہو اِلَّا الَّذِیْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا مگر وہ لوگ جو ہم میں سے کمی ہیں بَادِیَ الرَّاْیِ سرسری رائے والے وَمَا نَرٰی لَكُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍ اور نہیں دیکھتے ہم تمہارے لئے اپنے اوپر کوئی فضیلت بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِیْنَ بلکہ ہم خیال کرتے ہیں تمہیں جھوٹا قَالَ کہا نوح علیہ السلام نے یٰقَوْمِ اے میری قوم اَرَءَیْتُمْ بتاؤ تم اِنْ كُنْتُ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ اگر ہوں میں واضح دلیل پر اپنے رب کی طرف سے وَاٰتٰىنِیْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ اور دی اس نے مجھے رحمت اپنی طرف سے فَعُمِّیَتْ عَلَیْكُمْ اور وہ مخفی ہو گئی تم پر اَنُلْزِمُكُمُوْهَا کیا ہم لازم کر دیں گے تم پر وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ حالانکہ تم اس کو ناپسند کرتے ہو۔

اس سے پہلے اس بات کا ذکر تھا کہ ظالم وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں کجی تلاش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اُولٰٓئِكَ لَمْ یَكُوْنُوْا مُعْجِزِیْنَ فِی الْاَرْضِ یہ لوگ ہیں عاجز نہیں کر سکتے اللہ تعالیٰ کو زمین میں۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے زلزلہ لے آئے، سیلاب لے آئے اور کوئی عذاب بھیج کر تباہ کر دے۔ جن علاقوں میں سیلاب آیا ہے ان کو جا کر دیکھو کس طرح ان کا کچومر نکلا ہے وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِیَآءَ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ان کا حمایتی۔ اللہ تعالیٰ سے ورے کوئی ساز گار نہیں ہے، کوئی مددگار نہیں ہے ان کی کون مدد کرے گا؟ یُضٰعَفُ

لَهُمُ الْعَذَابُ دگنا کیا جائے گا ان کیلئے عذاب قیامت والے دن، اسلئے کہ وہ خود بھی اللہ تعالیٰ کے راستے سے رکے اور دوسروں کو بھی روکا مَا كَانُوْا يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ وہ طاقت نہیں رکھتے حق بات سننے کی وَمَا كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ اور نہیں تھے وہ دیکھتے حق کی نشانیوں کو۔ اب دیکھو زلزلہ آیا ہے چاہئے تو یہ تھا کہ صدر وزیر اعظم توبہ کرتے اور ساری قوم توبہ کرتی لیکن کوئی ٹس سے مس تک نہیں ہوا۔ نہ حکمران، نہ قوم سب کا پرنالہ وہیں ہے جہاں تھا۔ اللہ تعالیٰ نافرمانیوں سے بچائے اور نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔

قیامت والے دن مشرک پچھتائیں گے :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے ہیں اور کجی تلاش کرتے ہیں اور آخرت کے منکر ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا ہے اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْا اَنْفُسَهُمْ یہی لوگ ہیں جنہوں نے نقصان میں ڈالا اپنی جانوں کو وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ اور گم ہو جائیگی ان سے وہ چیز جو وہ افتراء کرتے تھے۔ آج تو کہتے ہیں هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ [سورۃ یونس] "یہ تو ہمارے سفارشی ہیں اللہ تعالیٰ کے پاس۔" اور کہتے ہیں کہ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى [سورۃ زمر] "ہم نہیں عبادت کرتے ان کی مگر اس لئے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا قرب دلائیں گے۔" مگر قیامت والے دن کوئی ان کے کام نہیں آئے گا ان کے سارے دعوے اور گمان کافور ہو جائیں گے لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ ضرور بضرور بیشک وہ آخرت میں هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ بہت زیادہ نقصان اٹھانے والے ہیں۔

آج تو یہ لوگ دنیا کے نشے میں مدہوش ہیں اس لئے ان کو نفع نقصان کا کوئی احساس نہیں ہو رہا جب دنیا کا نشہ اترے گا تو پھر معلوم ہوگا کہ ہم نے کیا کھویا اور کیا پایا۔

اس کو تم اس طرح سمجھو کہ ڈاکٹر آپریشن کے وقت یا تو سارے جسم کو بے ہوش کرتے ہیں یا اس جگہ کو سُن کرتے ہیں جہاں سے آپریشن کرنا ہوتا ہے۔ پھر آدمی کو کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ کیا ہو رہا ہے؟ جب وہ نشہ اترتا ہے تو درد شروع ہوتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ میرا بازو کٹ گیا ہے یا ٹانگ کٹ گئی ہے، پیٹ چاک کیا ہے۔ دنیا کی محبت کا نشہ اس سے بہت زیادہ ہے۔ جس وقت عزرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے جان نکالیں گے تو معلوم ہوگا کہ میں کیا کرتا رہا ہوں۔ اس کے بعد جب قبر میں اندھے اور بہرے فرشتے ہتھوڑوں سے پٹائی کریں گے تو معلوم ہوگا کہ کیا نقصان کر کے آیا ہوں۔ پھر حشر والے دن پتہ چلے گا کہ نقصان کر کے آیا ہوں یا نفع کما کے لایا ہوں۔ قرآن کریم کا طریقہ کار ہے کہ اگر مجرموں کی سزا کا ذکر کرتا ہے تو اس کے برعکس مومنوں کی جزا کا بھی ذکر کرتا ہے کیونکہ بِضِدِّھَا تَتَبَیَّنُ الْاَشْیَاءُ ''چیزیں اپنی ضد سے واضح ہوتی ہیں۔'' دونوں چیزیں سامنے ہوں تو پھر حقیقت کھلتی ہے کہ نیکی کیا ہے بدی کیا ہے، ایمان کیا ہے کفر کیا ہے، جنت کیا ہے دوزخ کیا ہے، راحت کیا ہے آرام کیا ہے۔

کافروں کے ذکر کے بعد اب اللہ تعالیٰ مومنوں کا اجمالاً ذکر کرتے ہیں اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل کئے انہوں نے اچھے۔ یعنی محض مومن ہونے کے دعویدار ہی نہیں بلکہ ساتھ ساتھ عمل بھی کرتے ہیں وَاَخْبَتُوْٓا اِلٰی رَبِّھِمْ اور جھکے وہ اپنے رب کی طرف۔ ہر وقت ان کا اپنے رب کیساتھ تعلق ہے، نمازوں میں، روزوں میں، اللہ تعالیٰ کے ذکر میں، حلال حرام کی تمیز کرنے میں رب تعالیٰ کا حکم دیکھتے ہیں اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ یہی لوگ جنت والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جنت میں داخل ہونے کے بعد ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ وہ اس جنت میں ہمیشہ رہیں

گے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے مومنوں اور کافروں کا تقابل ایک مثال کے ذریعے کیا ہے۔
فرمایا مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى وَالْاَصَمِّ مثال دونوں گروہوں کی جیسے اندھا اور بہرہ اس کے مقابلے میں وَالْبَصِيْرِ وَالسَّمِيْعِ اور دیکھنے والا اور سننے والا هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا کیا یہ دونوں برابر ہیں مثال میں۔ ایک اندھا ہے اور ایک دیکھنے والا ہے، ایک بہرہ ہے اور ایک سننے والا ہے۔ کیا یہ برابر ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں! اسی طرح تم سمجھ لو کہ مومن اور کافر بھی برابر نہیں ہو سکتے اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ کیا پس تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے کئی واقعات ذکر فرمائے ہیں۔ نوح علیہ السلام کا، ہود علیہ السلام کا، صالح علیہ السلام کا، ابراہیم علیہ السلام کا، لوط علیہ السلام کا، شعیب علیہ السلام کا کہ ایک طرف حق والے ہیں اور دوسری طرف باطل والے ہیں ان واقعات کے ضمن میں حق والوں کا نتیجہ دیکھ لو اور باطل والوں کا حشر دیکھ لو۔ ارشاد ربانی ہے وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے رسول بنا کر نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف۔

''مفتاح السعادہ'' تاریخ کی کتاب ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ نوح علیہ السلام کا نام عبدالغفار تھا قوم کی حالت پر نوحہ کرتے کرتے نوح پڑ گیا۔ ان کے والد کا نام نمط تھا اور وہ بھی پیغمبر تھے۔ نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال قوم کو تبلیغ کی۔ چنانچہ سورۃ عنکبوت میں ہے فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ''پس ٹھہرے وہ ان کے درمیان ایک ہزار سال سے پچاس سال کم۔'' اور دعوت دیتے رہے۔ سورت نوح میں ہے اِنِّىْ دَعَوْتُ قَوْمِىْ لَيْلًا وَّنَهَارًا ''میں نے اپنی قوم کو رات دن دعوت دی۔'' ہر رات تبلیغ کرتے تھے اور ہر دن تبلیغ کرتے تھے۔ اور آیت نمبر ۸-۹ میں ہے ثُمَّ اِنِّىْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ثُمَّ اِنِّىْ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ''پھر بیشک میں نے انکو برملا

دعوت دی پھر میں نے ان کو علی الاعلان دعوت دی اور میں نے ان کو پوشیدہ طور پر بھی دعوت دی۔'' اگلے رکوع میں آئے گا ان اللہ تعالیٰ وَمَا اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ ''اور نہیں ایمان لائے اس کیساتھ مگر بہت تھوڑے لوگ۔''

حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھیوں کی تعداد :

کسی تفسیر میں ۸۰ کا ذکر آتا ہے، کسی میں بیاسی کا، کسی میں ۸۴، کسی میں ۹۰، کسی میں ۹۴، ۱۰۰ کی تعداد بھی پوری نہیں ہوتی۔ پھر افسوس کی بات ہے کہ نوح علیہ السلام کی بیوی جس کا نام واعلہ تھا وہ بھی ایمان نہیں لائی اور بیٹا جس کا نام جان اور لقب کنعان تھا وہ بھی ایمان نہیں لایا۔ باقی تین بیٹے حام، سام اور یافث مومن تھے رحمہم اللہ تعالیٰ۔ اور بیٹی کوئی نہیں تھی انہیں تین بیٹوں سے آگے نسل چلی ہے۔ سورت صفّت آیت نمبر ۷۷ میں ہے وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ ''اور کر دیا ہم نے ان کی اولاد کو وہی باقی رہنے والے۔'' نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو فرمایا اِنِّىْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ بیشک میں تمہارے لئے ڈرانے والا ہوں کھول کر۔ لگی لپٹی گول مول بات نہیں کرتا کہ میں تمہیں اندھیرے میں رکھوں۔ کیونکہ بات کھلی اور صاف ہو تو پھر ہی سمجھ آتی ہے اور سب سے پہلی بات جو میں نے تمہارے سامنے کرنی ہے وہ یہ ہے اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ یہ کہ نہ عبادت کرو تم مگر اللہ تعالیٰ کی۔

تمام پیغمبروں کا پہلا سبق توحید :

اور دنیا میں جتنے بھی پیغمبر تشریف لائے ہیں ان کا پہلا سبق یہی تھا يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ''اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی عبادت کرو نہیں ہے تمہارے لئے اس کے سوا کوئی معبود۔'' نہ کوئی حاجت روا، نہ کوئی مشکل کشا، نہ کوئی فریاد

رس، نہ کوئی دستگیر، نہ کوئی خالق، نہ کوئی رازق، نہ کوئی مقنن قانون بنانے والا، نہ کوئی حاضر نہ کوئی ناظر، نہ کوئی مختار، نہ کوئی عالم الغیب، ان سب خوبیوں کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ تمام پیغمبروں اور ولیوں نے توحید کا ہی سبق دیا ہے۔ بزرگوں کی کتابیں پڑھو تو معلوم ہو کہ انہوں نے کیا تعلیم دی ہے۔ حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی دو کتابیں مشہور ہیں ایک ''غنیۃ الطالبین'' بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ ان کی نہیں ہے۔ وہ غلط کہتے ہیں بلکہ یہ انہی کی کتاب ہے اور دوسری ہے ''فتوح الغیب'' یہ عربی زبان میں تھی اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے مولانا حکیم محمد صادق مرحوم کو انہوں نے اس کا اردو ترجمہ کیا ہے اور میرا مشورہ اس میں شامل ہے۔ اس کتاب میں توحید کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے اس کو ضرور پڑھو۔ حضرت کے ایک بیٹے کا نام عبدالرزاقؒ تھا۔ یہ بڑے اکابر محدثین میں سے تھے اور ایک کا نام عبد الوہاب تھا۔ یہ اتنے بڑے عالم تو نہیں تھے مگر ولی کامل کے بیٹے اور بڑے پارسا آدمی تھے۔ آخری مقالے میں لکھا ہے کہ حضرت کی وفات کے وقت ان کے پاس موجود تھے کہنے لگے ابا جی! دنیا سے جا رہے ہو مجھے کوئی وصیت کر دو۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے ان کی طرف غور سے دیکھا اور فرمایا اَلتَّوْحِيْد، اَلتَّوْحِيْد، اَلتَّوْحِيْد. اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک سمجھنا، اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک سمجھنا، اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک سمجھنا۔ اس سے اندازہ لگاؤ کہ بزرگوں نے کیا تعلیم دی ہے۔ تو انبیاء کرام علیہم السلام کا پہلا سبق ہی یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے بھی یہی سبق دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اِنِّیٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ اَلِيْمٍ بیشک میں خوف کھاتا ہوں تم پر دردناک دن کے عذاب کا فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ پس کہا سرداروں نے جنہوں

نے کفر کیا تھا ان کی قوم میں سے۔ یعنی نوح علیہ السلام کی قوم کے بڑے لوگوں نے ان کا جواب دیا مَا نَرٰکَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا ہم نہیں دیکھتے تمہیں کو مگر اپنے جیسا انسان کہ ہماری طرح کھاتے پیتے ہو، لباس پہنتے ہو، بازاروں میں چلتے پھرتے ہو، بیوی بچے رکھتے ہو، یہ نبوت کا دعویٰ کیسے کر رہے ہو۔ کفار مشرکین ہمیشہ اس غلط فہمی میں مبتلا رہے ہیں کہ انسان نبی نہیں بن سکتا منصب رسالت کیلئے کوئی فرشتہ، نوری مخلوق ہونی چاہئے۔

کفار مشرکین بشر کو نبوت کی اصل نہیں سمجھتے :

چنانچہ سورۂ قمر میں ہے فَقَالُوْا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗ ’’کہنے لگے کہ کیا ہم اپنے میں سے ایک انسان کے پیچھے لگ جائیں۔ اگر ایسا کریں گے تو اِنَّا اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ہم اس وقت گمراہی اور دیوانگی میں پڑ جائیں گے۔‘‘ تو بشر کا نبی بننا بڑا عجیب سمجھتے تھے اور اس مسئلے میں پرانے زمانے کے کافر اور موجودہ دور کے بدعتی برابر ہیں۔ وہ بشر مانتے تھے اور نبوت کا انکار کرتے تھے جب کہ یہ نبی مانتے ہیں اور بشریت کا انکار کرتے ہیں اور بنی نوع انسان سے نکال کر نوری مخلوق میں داخل کر دیا ہے اور پھر خود ہی نُوْرٌ مِّنْ نُّوْرِ اللّٰهِ کا عقیدہ بنالیا ہے۔ وہ بھی گمراہ تھے اور یہ بھی گمراہ ہیں۔ جو شخص آنحضرت ﷺ کی بشریت کا انکار کرتا ہے وہ کافر ہے۔ تو نوح علیہ السلام کی قوم نے کہا کہ ہم تجھے اپنے جیسا انسان دیکھتے ہیں تو نبی کیسے بن گیا؟ اور دوسرا اعتراض یہ کیا کہ وَمَا نَرٰکَ اتَّبَعَکَ اِلَّا الَّذِیْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا اور ہم نہیں دیکھتے آپ کو کہ تیری پیروی کی ہو مگر وہ لوگ جو ہم میں سے کمی ہیں، رذیل لوگ ہیں۔ اگر آپ کا اتباع امیر کبیر لوگ کرتے تو ہم آپ کے دعوے پر غور کر سکتے تھے مگر آپ کے متبعین تو کمی کمین لوگ ہیں لہذا ہم اعلیٰ خاندان والے تمہاری نبوت کو تسلیم نہیں کرتے اور صرف رذیل لوگ ہی نہیں بلکہ بَادِیَ الرَّاْیِ سرسری رائے

والے ہیں۔ کسی پختہ رائے کے مالک نہیں ہیں لہذا ایسے کمزور لوگوں نے جسکو نبی مانا ہو ہم اسے نبی ماننے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ عموماً لوگوں نے مال و دولت، عہدہ اور حسب نسب کو ہی کمال کی بنیاد سمجھا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کمال اور کامیابی کا معیار ایمان اور نیکی ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ يُعْطِي الدُّنْيَا مَنْ يُّحِبُّ وَمَنْ لَّا يُحِبُّ ''بیشک اللہ تعالیٰ دنیا اسے بھی دیتا ہے جس کیساتھ محبت کرتا ہے وَلَا يُعْطِي الدِّيْنَ اِلَّا مَنْ يُّحِبُّ اور دین نہیں دیتا مگر اس کو جس کیساتھ محبت کرتا ہے وَفِيْ رِوَايَةٍ وَلَا يُعْطِي الْاِيْمَانَ اِلَّا مَنْ يُّحِبُّ اور ایک روایت میں ہے اور ایمان نہیں دیتا مگر اسکو جس کے ساتھ محبت کرتا ہے۔ تو اصل کمال تو ایمان اور دین ہے۔ اور مشرکین نے نوح علیہ السلام کو یہ بھی کہا وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ اور نہیں دیکھتے ہم تمہارے لئے اپنے اوپر کوئی فضیلت۔ تم ہم سے کسی طرح بھی بہتر نہیں ہو، نہ مال و دولت کے اعتبار سے، نہ نوکر چاکر اور جائیداد کے اعتبار سے بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ بلکہ ہم خیال کرتے ہیں تمہیں جھوٹا۔ ہمارے نزدیک تمہارا دعویٰ نبوت درست نہیں ہے۔ قَالَ نوح علیہ السلام نے فرمایا قوم کے اعتراضات کے جواب میں يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ اے میری قوم! بتاؤ تم اگر ہوں میں واضح دلیل پر اپنے رب کی طرف سے وَاٰتٰنِيْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ اور دی اس نے مجھے رحمت اپنی طرف سے۔

ظاہر بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نبی وحی الٰہی کی وجہ سے ہمیشہ واضح راستے پر ہوتا ہے اور خصوصی رحمت یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اسے نبوت کے عظیم عہدے پر سرفراز فرمایا ہے۔ اور یہ

سب سے بڑا انعام خداوندی ہے اور بہت بڑی فضیلت ہے جسے اللہ تعالیٰ عطا کر دے۔

فرمایا اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھ پر یہ انعامات ہوئے ہوں اور یقیناً ہوئے ہیں فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ اور یہ چیز تم پر مخفی ہوگئی ہو۔ ظاہر ہے کہ جس کا عقیدہ فاسد اور عمل باطل ہے تو اس کے اندر باطنی روشنی ہی موجود نہیں ہے جس کے ذریعے وہ ان انعامات الٰہی کا مشاہدہ کر سکے۔ اس میں وہ صلاحیت ہی موجود نہیں ہے جس کی وجہ سے اسے کمالات نبوت نظر آسکیں اور وہ نبی کے مرتبہ کو پہچان سکے۔ فرمایا اگر تم میرے واضح راستے اور مجھ پر ہو نے والی خصوصی رحمت کا ادراک نہ کرو اَنُلْزِمُكُمُوهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ کیا ہم لازم کر دیں گے تم پر حالانکہ تم اس کو ناپسند کرتے ہو۔ یعنی تم خدا کی ہدایت اور اس کی رحمت کو پسند ہی نہیں کرتے تو ہم کیسے زبردستی تمہیں چمٹا دیں۔ اللہ تعالیٰ زبردستی کسی کو ہدایت نہیں دیتا۔ جو نیت اور ارادہ کرے اور طالب ہو اسے دیتا ہے۔

وَيٰقَوْمِ لَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ؕ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ وَمَاۤ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَلٰكِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِیْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَلَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَاۤ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَاۤ اَقُوْلُ اِنِّیْ مَلَكٌ وَّلَاۤ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِیْۤ اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ ۚۖ اِنِّیْۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْا يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ وَمَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِیْۤ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ ؕ هُوَ رَبُّكُمْ ۫ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَیَّ اِجْرَامِیْ وَاَنَا بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ ﴿۳۵﴾ ع

وَيٰقَوْمِ اور اے میری قوم لَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا میں نہیں مانگتا تم سے اس پر کوئی مال اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ نہیں ہے میری مزدوری مگر اللہ تعالیٰ کے ذمے وَمَاۤ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور نہیں میں دھکیلنے والا ان لوگوں کو جو ایمان لائے اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ بیشک وہ ملنے والے ہیں اپنے پروردگار سے وَلٰكِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ اور لیکن میں تم کو دیکھتا ہوں قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ تم لوگ جاہل ہو۔ وَيٰقَوْمِ مَنْ

يَّنْصُرُنِىْ مِنَ اللّٰهِ اور اے میری قوم کون میری مدد کریگا اللہ تعالیٰ کے سامنے اِنْ طَرَدْتُّهُمْ اگر میں نے ان کو دھکیل دیا اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ کیا پس تم نصیحت حاصل نہیں کرتے وَلَا اَقُوْلُ لَكُمْ اور میں نہیں کہتا تم سے عِنْدِىْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں وَلَا اَعْلَمُ الْغَيْبَ اور نہیں جانتا میں غیب وَلَا اَقُوْلُ اِنِّىْ مَلَكٌ اور میں نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں وَّلَا اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اور میں نہیں کہتا ان لوگوں کو تَزْدَرِىْٓ اَعْيُنُكُمْ جنہیں تمہاری آنکھیں حقیر سمجھتی ہیں لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا کہ ان کو ہرگز نہیں دیگا اللہ تعالیٰ خیر اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِىْٓ اَنْفُسِهِمْ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو ان کے نفسوں میں ہے اِنِّىْٓ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ بیشک میں اس وقت البتہ ظلم کرنے والوں میں سے ہو جاؤں گا قَالُوْا کہا نوح علیہ السلام کی قوم نے يٰنُوْحُ قَدْ جَادَلْتَنَا اے نوح تو نے جھگڑا کیا ہے ہمارے ساتھ فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا پس بہت زیادہ جھگڑا کیا ہے فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا پس لے آ تو ہمارے پاس وہ چیز جس سے تو ہمیں ڈراتا ہے اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ اگر ہے تو سچوں میں سے قَالَ فرمایا نوح علیہ السلام نے اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ بیشک لائیگا اس کو تمہارے پاس اللہ تعالیٰ اِنْ شَآءَ اگر وہ چاہے وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ اور تم اس کو عاجز نہیں کر سکتے وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِىْٓ اور نہیں فائدہ دے گی تمہیں میری نصیحت اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ جو میں چاہوں کہ تم کو نصیحت کروں اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اگر ہے اللہ تعالیٰ چاہتا اَنْ يُّغْوِيَكُمْ کہ تمہیں

گمراہ کردے هُوَ رَبُّكُمْ وہی تمہارا رب ہے وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے اَمْ يَقُولُونَ افْتَرٰهُ کیا یہ کہتے ہیں کہ گھڑ لایا ہے یہ اس قرآن کو قُلْ آپ فرمادیں اِنِ افْتَرَيْتُهٗ اگر میں نے اس کو گھڑا ہے فَعَلَيَّ اِجْرَامِيْ پس مجھ پر ہی ہے میرا گناہ وَاَنَا بَرِيْۤءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ اور میں بری ہوں ان گناہوں سے جن کا تم ارتکاب کرتے ہو۔

پیغمبر کی مزدوری اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے :

اس سے پچھلی آیت کریمہ میں تھا کہ میں تمہیں زبردستی ہدایت نہیں دے سکتا کہ تمہارے جی ناپسند کرتے ہوں۔ اور اگر تمہارے ذہن میں یہ بات ہو کہ میں اس تبلیغ سے کوئی مالی فائدہ حاصل کرنا چاہتا ہوں تو یہ بات بھی تم ذہن سے نکال دو وَيٰقَوْمِ لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا اور اے میری قوم! میں نہیں مانگتا تم سے اس پر کوئی مال کہ میں جو تمہیں خدا کا پیغام پہنچا رہا ہوں اور تمہاری جو خیر خواہی کر رہا ہوں اس کا میں تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ نہیں ہے میری مزدوری مگر اللہ تعالیٰ کے ذمے۔ جس مالک کی خوشنودی اور رضا کیلئے فریضہ تبلیغ انجام دے رہا ہوں میرا معاوضہ اسی کے پاس ہے اور وہی سب سے بہتر اجر ہوگا۔

ہر دور کے وڈیروں نے غرباء کو اچھا نہیں سمجھا :

ہر نبی کے دور میں اس وقت کے سرداروں اور چودھریوں نے یہ بات کہی کہ تمہارے پیچھے لگنے والے غریب لوگ ہیں ان کی موجودگی میں ہم تمہاری مجلس میں نہیں بیٹھ سکتے۔ لہٰذا ان کمی لوگوں کو اپنی مجلس سے اٹھادیں کیونکہ ان کے برابر بیٹھنے سے ہماری ہتک

ہوتی ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اس کا جواب دیا وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اور نہیں میں دھکیلنے والا ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں۔ ان کو میں اپنی مجلس سے اس لئے اٹھا دوں کہ بڑے لوگ میری بات سنیں، یہ نہیں ہوسکتا۔ یہی مطالبہ مشرکین مکہ نے آنحضرت ﷺ سے کیا تھا کہ ہم آپ کی بات سننے کیلئے آئے ہیں مگر ہماری شرط یہ ہے کہ آپ ان کمی قسم کے لوگوں حضرت صہیب، حضرت بلال، حضرت خباب بن ارت، حضرت عمار، حضرت یاسر، حضرت ابو مکیہ، حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کو اپنی مجلس سے اٹھا دیں۔ لیکن رب تعالیٰ کی رحمت نے یہ گوارا نہ کیا اور فرمایا وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ ''اور مجلس سے دھکیل کر نہ نکال ان لوگوں کو جو پکارتے ہیں اپنے رب کو پہلے پہر اور پچھلے پہر یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا۔'' تو نوح علیہ السلام نے غرباء کو مجلس سے نکالنے سے انکار کر دیا کہ میں ان لوگوں کو مجلس سے نکالنے والا نہیں ہوں جو ایمان لاچکے ہیں اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ بیشک وہ ملنے والے ہیں اپنے پروردگار سے۔ وہ اگرچہ غریب ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ مقبول ہیں وَلٰكِنِّیْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ اور لیکن میں تم کو دیکھتا ہوں تم لوگ جاہل ہو۔ کہ اس قسم کے بیہودہ مطالبات پیش کرتے ہو۔ اہل ایمان کو حقیر سمجھنا جہالت کی بات ہے۔ ہاتھ سے کام کرنا تو قابل قدر بات ہے۔ عربی کا مقولہ ہے اَلْكَاسِبُ حَبِیْبُ اللّٰهِ ''کمائی کرنے والا تو اللہ تعالیٰ کا پیارا ہے۔'' ان کو حقیر سمجھنا حماقت ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا وَیٰقَوْمِ مَنْ یَّنْصُرُنِیْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ اور اے میری قوم کون میری مدد کریگا اللہ تعالیٰ کے سامنے اگر میں نے ان کو دھکیل دیا کہ قیامت والے دن پروردگار نے فرمایا کہ تو نے ان اہل ایمان کو مجلس سے کیوں اٹھایا تھا تو میری جگہ کون جواب دے گا؟ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ کیا پس تم نصیحت نہیں

حاصل کرتے۔ ہر زمانے کے مشرکوں نے پیغمبروں پر یہ بھی اعتراض کیا کہ تم تو ہمارے جیسے انسان ہو تم پیغمبر کس طرح بن گئے؟ نہ تیرے پاس کوئی مال و دولت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام سے کہلوایا وَلَا اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ اور میں نہیں کہتا تم سے کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں۔ میں تو اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اور مجھے حکم ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا راستہ دکھاؤں میں نے تو مال اور خزانوں کا دعویٰ ہی نہیں کیا۔ خزانوں کا مالک تو صرف اللہ تعالیٰ ہے وَلَا اَعْلَمُ الْغَیْبَ اور نہیں جانتا میں غیب۔ غیب دان صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ مخلوق میں سے کوئی بھی غیب دان نہیں ہے وَلَا اَقُوْلُ اِنِّیْ مَلَكٌ اور میں نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں کہ کھانے پینے، پہننے اور بیوی بچوں سے پاک ہوں بلکہ مجھے تو تمام لوازمات بشریت کی ضرورت ہے وَلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ تَزْدَرِیْٓ اَعْیُنُكُمْ اور میں نہیں کہتا ان لوگوں کو جنہیں تمہاری آنکھیں حقیر سمجھتی ہیں لَنْ یُّؤْتِیَهُمُ اللّٰهُ خَیْرًا کہ ان کو ہرگز نہیں دیگا اللہ تعالیٰ خیر۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمان کی دولت سے نوازا ہے تو وہ ان کو بہتری اور کامیابی عطا کرے گا اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو ان کے نفسوں میں ہے۔ اخلاص ہے۔ نفاق ہے، ان کی نیت کھوٹی ہے کھری ہے، یہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور اس کا بدلہ بھی اسی نے دینا ہے میری اس معاملہ میں کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ ہم نے تو ظاہر کو دیکھنا ہے کہ وہ نیکی اور تقویٰ سے آراستہ ہے تو وہ ہمارا ساتھی ہے ہم اسے اپنی مجلس سے نہیں اٹھائیں گے اگر میں اس خیال سے غرباء کو اپنی مجلس سے نکال دوں کہ اس طرح امیر لوگ ایمان لے آئیں گے تو ایسا کرنے میں اِنِّیْٓ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ بیشک میں اس وقت ظلم کرنے والوں میں سے ہو جاؤں گا۔ امیری اور غریبی کا تعلق ایمان کیساتھ نہیں ہے۔ جو ایمان قبول کرے گا وہ فیض حاصل کریگا خواہ غریب ہی کیوں نہ ہو وہ اللہ

تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ آدمی ہوگا اور جو ایمان قبول نہیں کریگا وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مردود ہے چاہے کتنا مالدار ہی کیوں نہ ہو۔

حدیث پاک میں آتا ہے اللہ تعالیٰ دنیا اسے بھی دیتا ہے جس کیساتھ محبت کرتا ہے اور اسے بھی دیتا ہے جس کیساتھ محبت نہیں کرتا اور دین نہیں دیتا مگر اس کو جس کیساتھ محبت کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی محبت کا معیار ایمان ہے، دین ہے، دنیا نہیں ہے۔ تو یہ غریب ایماندار ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہیں اگر میں ان کو اپنی مجلس سے نکالوں گا تو ظالم ہو جاؤں گا لہذا میں ایسا کرنے کیلئے تیار نہیں ہوں۔

مشرک شرک چھوڑنے کی بجائے عذاب کو ترجیح دیتے ہیں :

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو طوفان آنے سے پہلے ساڑھے نو سو سال تبلیغ فرمائی۔ صبح اور شام، تنہائی میں بھی اور اجتماعات میں بھی، ظاہراً بھی اور سراً بھی قوم کو سمجھانے کی کوشش کی مگر قوم نے جواب دیا قَالُوْا یٰنُوْحُ قَدْ جَادَلْتَنَا کہا نوح علیہ السلام کی قوم نے اے نوح! تو نے جھگڑا کیا ہے ہمارے ساتھ یعنی بحث تکرار کیا ہے فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا پس بہت زیادہ جھگڑا کیا ہے یعنی جھگڑے کو طول دیا ہے۔ ہمیں تبلیغ کرتے کرتے صدیاں گزر گئیں ہیں اب ہم ایسی باتوں کو مزید سننے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ اب یہ بحث بند ہونی چاہئے اور حتمی بات کرو فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا پس لے آ تو ہمارے پاس وہ چیز جس سے تو ہمیں ڈراتا ہے یعنی جس عذاب سے تم ہمیں ڈراتے رہتے ہو وہ لے آؤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ اگر ہے تو سچوں میں سے۔ کہ قیامت آنے والی ہے اور عذاب نازل ہونے والا ہے۔ ہم تمہاری خالی دھمکیوں سے مرعوب ہونے والے نہیں ہیں۔ اندازہ لگاؤ کہ ان کی طبیعتیں کیسی مسخ ہو چکی تھیں کہ خدا کے عذاب کا خود مطالبہ کرتے ہیں۔

مشرکین مکہ نے بھی آنحضرت ﷺ سے اسی قسم کا مطالبہ کیا تھا اِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ ’’جب کہا انہوں نے اے اللہ! اگر یہ بات حق ہے تیری طرف سے ہے فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ تو پھر برسا دے ہم پر پتھر آسمان کی طرف سے اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ [سورۃ الانفال:۳۲] ’’یا لے آ ہمارے پاس کوئی دردناک عذاب۔‘‘ اور سورت شعراء آیت نمبر ۱۸۷ میں ہے فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ’’پس گرا ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا اگر ہے تو سچوں میں سے۔‘‘ غرضیکہ ضد اور ہٹ دھرمی تمام مشرکین کا قدیم شیوہ ہے۔ قوم کے عذاب کے مطالبے پر نوح علیہ السلام نے فرمایا قَالَ اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ فرمایا بیشک لائیگا اس کو تمہارے پاس اللہ تعالیٰ اگر وہ چاہے گا، یہ چیز میرے اختیار میں نہیں ہے وَمَا اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ اور تم اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے تم اس سے بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتے۔ جب اس کا عذاب آئیگا تو وہ ٹالا نہیں جائیگا۔ جب بھی کسی پیغمبر کی قوم نے اس قسم کا مطالبہ کیا تو ہر نبی نے یہی جواب دیا کہ یہ چیز ہمارے اختیار میں نہیں ہے یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے۔ ہمارا کام تو اللہ تعالیٰ کے احکام وفرامین کو لوگوں تک پہنچا دینا ہے۔ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو یہ بھی فرمایا وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اور نہیں فائدہ دے گی تمہیں میری نصیحت جو میں چاہوں کہ تم کو نصیحت کروں یعنی مزید۔ کیونکہ اس سے پہلے ساڑھے نو سو سال تو نصیحت کرتے رہے اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ اگر ہے اللہ تعالیٰ چاہتا کہ تمہیں گمراہ کر دے۔ ظاہر بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر کوئی وعظ تبلیغ اور نصیحت مفید نہیں ہو سکتی۔ قرآن پاک میں جگہ جگہ یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ جو لوگ ضد اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہیں، عناد

اور تعصب سے کام لیتے ہیں اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ ہدایت اور گمراہی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے نہ جبراً وہ کسی کو گمراہ کرتا ہے اور نہ جبراً ہدایت دیتا ہے۔ بلکہ ہدایت اور گمراہی کے اسباب انسان خود پیدا کرتا ہے۔ تو حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ میری نصیحت تم پر کارگر ثابت نہیں ہو سکتی اگر اللہ تعالیٰ ہی تمہیں گمراہی میں مبتلا رکھنا چاہتا ہے۔ گمراہ کردے ھُوَ رَبُّكُمْ وہی تمہارا رب ہے۔ سارا اختیار اسی کے ہاتھ میں ہے کسی کو ہدایت دے یا گمراہ رکھے ضابطہ کے مطابق۔ پھر تم ہدایت پر ہو یا ضلالت پر وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ کافر یہ الزام بھی لگاتے تھے کہ یہ قرآن خود گھڑ لایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰهُ کیا یہ کہتے ہیں کہ یہ گھڑ لایا ہے اس قرآن کو قُلْ آپ کہہ دیں اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَيَّ اِجْرَامِيْ اگر میں نے اس کو گھڑا ہے پس مجھ پر ہی ہے میرا گناہ۔ اس کا گناہ میرے اوپر ہوگا میں ہی اس کا ذمہ دار ہوں اور اس کا خمیازہ بھگتوں گا وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ اور میں بری ہوں ان گناہوں سے جن کا تم ارتکاب کرتے ہو۔ تمہارے گناہوں کا حساب میں نے نہیں دینا تم نے اپنے گناہوں کا حساب خود دینا ہے۔

اس آیت کریمہ کی دو تفسیریں نقل کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ اس آیت کریمہ کا تعلق نوح علیہ السلام کیساتھ ہی ہے۔ گذشتہ سے پیوستہ درس میں گزر چکا ہے کہ نوح علیہ السلام کی قوم نے نوح علیہ السلام کو کہا تھا بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ ''بلکہ ہم تجھے جھوٹا خیال کرتے ہیں۔'' تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے نوح علیہ السلام! آپ کہہ دیں اگر تم اسے افترا سمجھتے ہو تو اس جرم کا ذمہ دار میں ہی ہوں اور حق کی تکذیب کر کے جن جرائم کا ارتکاب تم کر رہے ہو اس کے ذمہ دار تم ہو گے میں ان سے بری الذمہ ہوں۔

اور دوسری تفسیر یہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کا شکوہ کیا ہے۔نزول قرآن کے زمانے میں مشرکین کا بھی یہی حال تھا جو حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا تھا۔وہ بھی کہتے تھے کہ یہ قرآن مجید محمد ﷺ نے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے یہ خدا کا کلام نہیں ہے۔یہ مضمون اس سورت میں بھی اور سورت یونس اور بقرہ میں بھی گذر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مشرکین کو چیلنج کیا کہ اگر تم اس قرآن کو خود ساختہ سمجھتے ہو اور اسے انسانی کلام سے تعبیر کرتے ہو تو پھر تم بھی آخر انسان ہو اس جیسی کوئی ایک سورت ہی بنا لاؤ۔مگر قرآن نے خود واضح کر دیا کہ وہ ایسا ہرگز نہیں کر سکیں گے۔سارے انسان اور جن مل کر بھی قرآن پاک کی نظیر لانا چاہیں تو کامیاب نہیں ہو سکتے۔فرمایا اگر تم ایسا نہ کر سکو فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ [سورۃ البقرہ] تو دوزخ کی آگ سے ڈر جاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں اور جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔بات سمجھانے کا یہ نہایت ہی حکیمانہ انداز ہے کہ اگر میں نے کوئی جرم کیا ہے تو اس کا میں ذمہ دار ہوں اور تم اپنے گناہوں کے خود ذمہ دار ہو گے میرا اس میں کوئی دخل نہیں ہوگا۔اللہ تعالیٰ کے نبی کی طرف سے اس قسم کا جواب حق پرستی کو ظاہر کرتا ہے۔مگر ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔

وَاُوْحِیَ اِلٰی نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَىِٕسْ بِمَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْیُنِنَا وَوَحْیِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَیَصْنَعُ الْفُلْكَ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَیْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ یَّاْتِیْهِ عَذَابٌ یُّخْزِیْهِ وَیَحِلُّ عَلَیْهِ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ ﴿۳۹﴾ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ قُلْنَا احْمِلْ فِیْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَیْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ وَمَاۤ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِیْلٌ ﴿۴۰﴾

وَاُوْحِیَ اِلٰی نُوْحٍ اور وحی کی گئی نوح علیہ السلام کی طرف اَنَّهٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ کہ بیشک ہرگز نہیں ایمان لائیں گے آپ کی قوم میں سے اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ مگر وہ جو ایمان لا چکے ہیں فَلَا تَبْتَىِٕسْ بِمَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ پس آپ غمگین نہ ہوں ان کاموں پر جو وہ کر رہے ہیں وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْیُنِنَا اور تیار کر کشتی ہمارے سامنے وَوَحْیِنَا اور ہمارے حکم سے وَلَا تُخَاطِبْنِیْ اور میرے ساتھ بات نہ کرنا فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ان لوگوں کے بارے میں جنہوں نے ظلم کیا ہے اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ بیشک وہ غرق کیے جائیں گے وَیَصْنَعُ الْفُلْكَ اور وہ

بناتے تھے کشتی وَکُلَّمَا مَرَّ عَلَیْهِ مَلَاٌ اور جب بھی گزرتا تھا ان پر کوئی گروہ مِّنْ قَوْمِهٖ ان کی قوم کا سَخِرُوْا مِنْهُ تو ٹھٹھا کرتے تھے قَالَ فرمایا نوح علیہ السلام نے اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا اگر تم ٹھٹھا کرتے ہو ہمارے ساتھ فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ پس بیشک ہم بھی تمہاری ہنسی اڑائیں گے كَمَا تَسْخَرُوْنَ جسطرح تم ہنسی اڑاتے ہو فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ پس عنقریب تم جان لوگے مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ کہ کس کے پاس آتا ہے عذاب يُّخْزِيْهِ جو رسوا کرے وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ اور کس پر لازم ہوتا ہے دائمی عذاب حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا یہانتک کہ جب آیا ہمارا حکم وَفَارَ التَّنُّوْرُ اور جوش مارا تندور نے قُلْنَا کہا ہم نے احْمِلْ فِيْهَا سوار کر اس کشتی میں مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ ہر قسم کے جوڑے کو وَاَهْلَكَ اور اپنے گھر والوں کو اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مگر وہ کہ جن پر پہلے بات طے ہو چکی ہے وَمَنْ اٰمَنَ اور جو ایمان لائے وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلٌ اور نہیں ایمان لائے ان پر مگر بہت تھوڑے۔

پچھلے سبق میں تم پڑھ اور سن چکے ہو کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے کہا اے نوح! (علیہ السلام) تو نے ہمارے ساتھ بڑا جھگڑا کیا ہے، انتہا ہوگئی ہے فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ "پس لے آ تو ہمارے پاس وہ عذاب جس سے تو ہمیں ڈراتا ہے اگر ہے تو سچوں میں سے۔" آگے اس عذاب کا ذکر ہے جس کیلئے وہ جلدی کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ اور وحی کی گئی نوح علیہ السلام کی طرف اور ان پر یہ بات بھی واضح کردی گئی کہ اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ کہ

بیشک ہرگز نہیں ایمان لائیں گے آپ کی قوم میں سے مگر وہ جو ایمان لا چکے ہیں۔ اسّی یا بیاسی افراد، ان کے علاوہ اور کوئی ایمان نہیں لائے گا۔

حضرت نوح علیہ السلام نے بڑی تکلیفیں برداشت کیں :

حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی توحید بیان کرنے میں اور اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے میں بڑی تکلیفیں برداشت کی ہیں۔ جب نوح علیہ السلام اپنی قوم کو خدا کا پیغام پہنچاتے تو وہ آپ کو مارنا پیٹنا شروع کر دیتے۔

ایک دفعہ آپ تبلیغ کر رہے تھے کہ ایک بوڑھے آدمی نے اٹھ کر آپ کا گلا دبا دیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ بعض اوقات آپ کو دھومویا کر کے کسی نمدے میں لپیٹ کر کہیں پھینک دیتے اور سمجھتے کہ اب آپ کی جان نہیں بچ سکتی۔ مگر دوسرے دن پھر نوح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا پیغام سناتے ہوئے دیکھتے۔ ایک دفعہ لاٹھی کے سہارے چلنے والے ایک بوڑھے آدمی نے اپنے جوان بیٹے سے کہا کہ اس بوڑھے دیوانے (نوح علیہ السلام) کی باتوں میں نہ آنا۔ بیٹے نے وہی لاٹھی باپ کے ہاتھ سے لیکر نوح علیہ السلام کے سر پر اس زور سے ماری کہ آپ لہولہان ہو گئے اور بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ بڑی بڑی تکلیفیں برداشت کرنے کے بعد جب ہوش میں آتے تو یہی دعا کرتے رَبِّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ''خداوند کریم میری اس قوم کو معاف کر دے کہ یہ نادان ہیں۔'' پھر جب حالات زیادہ سنگین ہو گئے، زمین ظلم سے بھر گئی اور اللہ تعالیٰ نے آگاہ بھی فرما دیا کہ جو ایمان لا چکے ہیں ان کے علاوہ کوئی ایمان نہیں لائے گا تو نوح علیہ السلام کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ پس آپ غمگین نہ ہوں ان کاموں پر جو وہ کر رہے ہیں۔ اب انصاف کا وقت قریب آ چکا ہے ان

سے انتقام لیا جائے گا۔ اس پر نوح علیہ السلام نے دعا کی اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ [سورۃ قمر:۱۰] ''بیشک میں عاجز ہوں پس میرا بدلہ لے۔'' اور سورت نوح میں بھی آپ علیہ السلام کی دعا مذکور ہے وَقَالَ نُوْحٌ ''اور کہا نوح علیہ السلام نے رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا اے میرے پروردگار نہ چھوڑ زمین پر کافروں کا ایک گھر بسنے والا۔'' کیونکہ ان میں اب کوئی ایمان لانے والا نہیں ہے۔ کیونکہ یہ دعا نوح علیہ السلام نے اس وقت کی جب اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی بتا دیا کہ اب کوئی ایمان نہیں لائے گا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حکم دیا وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا اور تیار کر کشتی ہماری آنکھوں کے سامنے وَوَحْيِنَا اور ہمارے حکم سے۔

اس کشتی کی بہت سی تفصیلات تورات اور قرآن کریم کی تفاسیروں میں ملتی ہیں۔ یہ کشتی اتنی بڑی تھی کہ تمام مومن مرد، عورتیں اور دیگر جاندار اس میں سوار ہو گئے۔ توریت کے مطابق نوح علیہ السلام کو حکم ہوا کہ گوکھر کی لکڑی سے کشتی تیار کرو۔ عام تفسیروں والے ساگوان کی لکڑی کا ذکر کرتے ہیں جو کہ بہت مضبوط ہوتی ہے۔ ممکن ہے گوکھر اور ساگوان ایک ہی درخت کے دو نام ہوں۔

پیمائش کشتی نوح علیہ السلام :

محققین کی تحقیق کے مطابق کشتی تین سو ہاتھ لمبی پچاس ہاتھ چوڑی تیس ہاتھ بلند تھی۔ اس کی تین منزلیں تھیں۔ ایک منزل پر جانور تھے، دوسری پر سامان اور تیسری پر انسان سوار ہوئے۔ لمبائی چوڑائی کے اعتبار سے یہ کشتی اتنی بڑی تھی جتنا بڑا پاکستانی جہاز سفینہ حجاج تھا۔ یہ جہاز جرمنی کا بنا ہوا تھا جرمنی فوج اسے نقل وحمل کیلئے استعمال کرتی رہی جب پاکستان کی تحویل میں آیا تو یہ حاجیوں کی نقل وحمل کیلئے کراچی اور جدہ کے درمیان چلتا

رہا۔ کچھ عرصہ قبل اسے نا قابل سروس قرار دیکر ضائع کر دیا گیا ہے۔ اس جہاز کی گیارہ منزلیں تھیں جبکہ کشتی کی تین منزلیں تھیں۔ بہر حال اس کشتی میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے کھڑکیاں اور روشن دان بھی بنائے گئے۔ بہر حال کشتی تیار ہوگئی اور پھر اس کیساتھ دو واقعات پیش آئے جن کا ذکر آگے آئیگا جو اللہ تعالیٰ کے علم اور حکمت کے مطابق تھے۔ اس کشتی کو اللہ تعالیٰ نے پچھلوں کیلئے باعث عبرت بنا دیا اور یہ ہمیشہ یاد رکھی جائے گی۔

آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے کہ میرے اہل بیت کی مثال کشتی جیسی ہے اور میرے صحابہ کی مثال ستاروں جیسی ہے۔ ان دونوں گروہوں کو نظر انداز نہ کرو۔ اہل بیت کی کشتی پر سوار ہو جاؤ یعنی اہل بیت کیساتھ مل جاؤ۔ جیسا کہ نوح علیہ السلام کی امت کے مومن آپ کیساتھ سوار ہو کر مل گئے تھے اور جسطرح تاریکی میں ستاروں سے راہنمائی حاصل کی جاتی ہے اسی طرح تم میرے صحابہ سے راہنمائی حاصل کرو۔

پھر نوح علیہ السلام کو حکم ہوا وَلَا تُخَاطِبْنِي فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اور میرے ساتھ بات نہ کرنا ان لوگوں کے بارے میں جنہوں نے ظلم کیا ہے۔ آپ کی نبوت و رسالت کو تسلیم نہیں کیا اور آپ کی اطاعت کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ وہ ظالم لوگ ہیں کفر شرک میں مبتلا ہیں ان کے متعلق مجھ سے کوئی سفارت نہ کرنا اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ بیشک وہ غرق کئے جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ اور نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کشتی بناتے تھے اور اس دوران وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأٌ مِّنْ قَوْمِهٖ اور جب بھی گزرتا تھا ان پر کوئی گروہ ان کی قوم کا سَخِرُوْا مِنْهُ تو ٹھٹھا کرتے تھے کہ دیکھو پیغمبر سے بڑھئی بن گئے۔ کبھی نوح علیہ السلام سے پوچھتے کہ یہ کیا بناتے ہو؟ نوح علیہ السلام فرماتے کہ ایک گھر بناتا ہوں جو پانی پر چلے گا اور ڈوبنے سے بچائے گا۔ وہ سن کر

ہنسی اڑاتے کہ خشک زمین پر ڈوبنے کا بچاؤ کر رہے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام فرماتے کرلو مذاق جب غوطے کھاؤ گے اور تمہارے ہوش وحواس اُڑے ہوئے ہونگے، چیخو گے، چلاؤ گے، ایک دوسرے کو بلاؤ گے اس وقت ہم بھی تمہارے ساتھ مسخرہ کریں گے کہ کیا حال ہے، کیا بنا ہے؟ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فرمایا نوح علیہ السلام نے اگر تم ٹھٹھا کرتے ہو ہمارے ساتھ فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ پس بیشک ہم بھی تمہاری ہنسی اڑائیں گے جسطرح تم ہنسی اڑاتے ہو۔ پس تم نادان ہو وہ وقت تمہاری آنکھوں کے سامنے نہیں ہے جو رب تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے وحی کے مطابق کہ وہ بڑا مشکل وقت ہوگا کوئی کسی کا رشتہ دار نہیں بنے گا فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ پس عنقریب تم جان لوگے مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ کہ کس کے پاس آتا ہے عذاب جو رسوا کرے وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ اور کس پر لازم ہوتا ہے دائمی عذاب۔ یہ مادہ جب ضَرَبَ يَضْرِبُ سے آئے تو معنیٰ ہوتا ہے واجب اور لازم ہونا اور اگر حَلَّ يَحُلُّ نَصَرَ سے آئے تو معنیٰ ہوتا ہے اترنا۔ اور یہاں ضَرَبَ سے ہے لازم اور واجب ہونے کے معنیٰ میں۔ اور وہ عذاب ایسا دائمی ہوگا کہ کبھی ختم نہیں ہوگا دنیا میں پھر برزخ قبر میں پھر میدان حشر میں پھر پل صراط سے گزرتے وقت پھر دوزخ میں۔ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا یہانتک کہ جب آیا ہمارا حکم وَفَارَ التَّنُّوْرُ اور جوش مارا تندور نے، ابلا تندور۔

عکرمہؒ شاگرد ہیں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے۔ وہ فرماتے ہیں کہ تندور سے مراد وَجْهُ الْاَرْض سطح زمین ہے۔ اور عربی میں تنور کے معنیٰ سطح زمین کے بھی آتے ہیں لیکن یہ تفسیر غلط ہے۔ صحیح تفسیر وہ ہے جو جمہور کرتے ہیں کہ تندور سے مراد وہی تندور ہے جس میں لوگ روٹیاں پکاتے ہیں۔ عربی میں بھی اس کو تندور کہتے ہیں، فارسی میں بھی اس کو

تندور کہتے ہیں، اردو پنجابی میں بھی اور پشتو میں بھی اس کو تندور کہتے ہیں۔ یہ تَوَارُدُ الْسِنَہ ہے۔ مختلف زبانوں میں یہ لفظ موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ علامت مقرر کی گئی تھی کہ تمہارے گھر میں جو تندور ہے اس سے جب پانی ابلنا شروع ہو تو تم سامان کشتی کے اوپر چڑھانا شروع کر دینا۔ چنانچہ جب وہ وقت آیا کہ تندور نے جوش مارا قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا کہا ہم نے نوح علیہ السلام کو سوار کر اس کشتی میں۔

یہاں ایک گرائمر کا مسئلہ سمجھ لیں وہ یہ کہ ھا ضمیر مونث کی ہے اور فُلْک کا لفظ مذکر ہے۔ تو راجع مرجع کے درمیان مطابقت نہیں ہے اس کے متعلق مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ یہاں ھا ضمیر سفینہ کی نسبت سے ہے یعنی فلک سفینہ کی تاویل میں ہے۔ سوار کریں آپ اس سفینہ میں مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ ہر قسم کے جوڑے کو۔ زَوْجَيْن کے بعد اثْنَيْنِ کے لفظ کا اضافہ اس لئے کیا کہ اگر اثنین کا لفظ نہ لاتے تو زوجین کا معنیٰ چار ہوتا کیونکہ زوج کا معنیٰ جفت ہے تو زَوْجَيْن دو جفت ہوئے۔ تو جفت کا معنیٰ چار ہو گا حالانکہ چار مراد نہیں ہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ دوسرے کو ساتھ ملا کر زوج بنانے والا۔ اس لئے اثنین کا لفظ بڑھا کر واضح کیا کہ دو مراد ہیں نر اور مادہ کہ ہر نوع کا نر مادہ سوار کر لیں۔ چنانچہ تفسیروں میں موجود ہے کہ کتا کتی سوار کئے گئے، بلا بلی، چوہا چوہی سوار کئے گئے، خنزیر نر مادہ سوار کئے گئے، گھوڑا گھوڑی، گدھا گدھی، بکرا بکری وغیرہ نر مادہ سوار کئے گئے لیکن نوح علیہ السلام کے بیٹے کنعان کو جو مشرک تھا سوار نہیں کیا گیا۔ انسان جب انسان ہوتا ہے تو تمام مخلوق سے بہتر ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ [سورت بینہ:۷] ''بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل کئے اچھے یہ لوگ

بہترین مخلوق ہیں۔'' اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں سے بہتر ہیں۔ انسان انسان ہو تو اشرف المخلوقات کہلاتا ہے۔ انسان انسانیت اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ نے اس کو بڑی فضیلت دی ہے وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ [بنی اسرائیل: ۷۰] ''اور البتہ تحقیق ہم نے عزت بخشی ہے اولاد آدم کو۔'' اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو بڑی فضیلت دی ہے لیکن جب انسان انسانیت سے گر جاتا ہے تو اس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ [بینۃ: ٦] ''بیشک وہ لوگ جو کافر ہیں اہل کتاب اور مشرکوں میں سے ان کا ٹھکانہ دوزخ کی آگ ہے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اس میں رہیں گے یہ لوگ تمام مخلوق میں بدتر ہیں۔'' کتے بلے چوہے خنزیر سے بھی بدتر ہیں کہ ان کو تو کشتی میں جگہ مل گئی مگر نوح علیہ السلام کے بیٹے کو جگہ نہ ملی کہ انسانیت سے گر چکا تھا۔

کشتی نوحؑ میں کتنے آدمی سوار تھے :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ اور اپنے گھر والوں کو بھی سوار کر مگر وہ کہ جن پر بات پہلے طے ہو چکی ہے۔ وہ کنعان نوح علیہ السلام کا بیٹا اور نوح علیہ السلام کی بیوی اور دیگر عزیز۔ وَمَنْ اٰمَنَ اور جو ایمان لائے ان کو بھی سوار کر۔ کتاب مقدس کے حصہ مکاشفہ، ملاکی عیقوق میں لکھا ہے کہ کشتی میں نوح علیہ السلام کے علاوہ صرف سات آدمی تھے تین ان کے بیٹے اور چار بہوئیں۔

لیکن قرآن پاک سے معلوم ہوتا ہے اور تفسیریں بھی بتلاتی ہیں کہ صرف سات آدمی نہیں تھے بلکہ اور بھی تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کشتی میں سوار کر اَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ اپنے اہل کو مگر وہ جن پر بات طے ہو چکی ہے ان کو نہیں وَمَنْ اٰمَنَ اور

ان کو بھی سوار کر جو ایمان لائے ہیں۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ ان کے بیٹوں اور بہوؤں کے علاوہ بھی کچھ لوگ تھے۔ اور تفسیروں میں یہ لفظ بھی آئے ہیں رِجَالٌ وَنِسَآءٌ وَصِبْیَانٌ مرد بھی، عورتیں بھی تھیں، بچے بھی تھے۔ اور یہ بھی تم پڑھ چکے ہو کہ نوح علیہ السلام کے مخالفین نے طعنہ دیا وَمَا نَرٰکَ اتَّبَعَکَ اِلَّا الَّذِیْنَ ھُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّاْیِ ''اور ہم نہیں دیکھتے کہ تیرا اتباع کیا ہو مگر ان لوگوں نے جو ہم میں رذیل ہیں سرسری رائے والے ہیں۔'' اگر تمہاری بات صحیح ہوتی تو ہم سرداروں کو سمجھ نہ آتی۔ ان کو کمی کہہ کر توہین کی۔ اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ پیغمبر اشراف قوم میں سے ہوتے ہیں تاکہ کوئی یہ طعنہ نہ دے کہ ہم نیچ قوم کے آدمی کی بات ماننے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ تو اراذلنا کا جملہ بھی بتا رہا ہے کہ کچھ اور لوگ بھی تھے کہ جن کی تعداد کسی معتبر تفسیر میں اسی سے زیادہ نہیں ملتی۔ یہ ساڑھے نو سو سال کی کمائی تھی ان کو ضائع نہیں کرنا تھا اگر ہمارا مال ضائع ہو جائے تو ہمیں افسوس ہوتا ہے کہ اتنی دیر کی محنت تھی جو ضائع ہوگئی۔ بدر کے موقع پر آنحضرت ﷺ عشاء کی نماز پڑھ کے سرخ رنگ کے خیمے میں داخل ہوئے جو چمڑے کا تھا اور ان الفاظ کیساتھ دعا کرتے رہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ عَھْدَکَ وَوَعْدَکَ ''اے اللہ میں تیرے عہد اور وعدے کا سوال کرتا ہوں کہ یہ میری پندرہ سال کی کمائی ہے۔'' ۱۳ سال مکہ کے اور تقریباً دو سال مدینہ منورہ کے۔ اگر یہ ہلاک ہوگئے لَمْ تُعْبَدْ بَعْدَ الْیَوْمَ ''تیری خالص عبادت آج کے بعد نہیں ہوگی۔'' یہی تو میری کمائی ہے۔ تین سو بارہ یہ اور تیرھواں میں ہوں بار بار دعا اور زاری کرتے رہے۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ خیمے سے باہر آپ ﷺ کی آہ وزاری سنتے رہے۔ اندر جا کے کہنے لگے حضرت بس کرو! بڑی زاری کی ہے انشاء اللہ آپ کی دعا قبول ہوگی۔ آپ ﷺ خیمے سے باہر تشریف لائے یہ آیت کریمہ

آپ ﷺ کی زبان مبارک پر تھی سَیُھْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ [قمر:۴۵] ''عنقریب شکست ہوگی کافروں کی جماعت کو اور یہ پیٹھ پھیر جائیں گے۔'' اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ اور نہیں ایمان لائے ان پر مگر بہت تھوڑے۔ میں نے عرض کیا کہ اسّی سے زیادہ تعداد کسی معتبر تفسیر میں سے نہیں گذری۔

وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۴۱﴾ وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۣ وَنَادٰى نُوْحُ ابْنَهٗ وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۲﴾ قَالَ سَاٰوِيْٓ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَاۗءِ ۭ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ ﴿۴۳﴾ وَقِيْلَ يٰٓاَرْضُ ابْلَعِيْ مَاۗءَكِ وَيٰسَمَاۗءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَاۗءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَي الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۴۵﴾

وَقَالَ اور فرمایا نوح علیہ السلام نے ارْكَبُوْا فِيْهَا سوار ہو جاؤ اس کشتی میں بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا اللہ تعالیٰ کے نام کیساتھ اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بیشک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ اور وہ کشتی ان کو لے کر چل رہی تھی فِيْ مَوْجٍ موجوں کے اندر كَالْجِبَالِ جیسے پہاڑ ہوتے ہیں وَنَادٰى نُوْحُ ابْنَهٗ اور پکارا نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ اور تھا وہ الگ جگہ میں يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا اے پیارے بیٹے سوار ہو جا ہمارے ساتھ وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ اور نہ ہو تو کافروں کیساتھ قَالَ

اس نے کہا سَاٰوِیْۤ اِلٰی جَبَلٍ عنقریب میں پناہ پکڑوں گا پہاڑ کی طرف یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ وہ پہاڑ مجھے بچالے گا پانی سے قَالَ فرمایا نوح علیہ السلام نے لَا عَاصِمَ الْیَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ نہیں ہے کوئی بچانے والا آج کے دن اللہ تعالیٰ کے حکم سے اِلَّا مَنْ رَّحِمَ مگر وہ جس پر رحم کیا اس نے وَحَالَ بَیْنَھُمَا الْمَوْجُ اور حائل ہوگئیں ان کے درمیان موجیں فَکَانَ مِنَ الْمُغْرَقِیْنَ پس ہوگیا وہ غرق ہونے والوں میں سے وَقِیْلَ اور کہا گیا یٰۤاَرْضُ ابْلَعِیْ مَآءَکِ اے زمین نگل لے تو اپنے پانی کو وَیٰسَمَآءُ اَقْلِعِیْ اور اے آسمان اب تم تھم جاؤ وَغِیْضَ الْمَآءُ اور خشک کردیا گیا پانی وَقُضِیَ الْاَمْرُ اور فیصلہ کردیا گیا معاملے کا وَاسْتَوَتْ عَلَی الْجُوْدِیِّ اور جا ٹکی وہ کشتی جودی پہاڑ پر وَقِیْلَ اور کہا گیا بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ دوری ہوئی ظالم قوم کیلئے وَنَادٰی نُوْحٌ رَّبَّہٗ اور پکارا نوح علیہ السلام نے اپنے رب کو فَقَالَ رَبِّ پس کہا اے میرے رب اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَھْلِیْ بیشک میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے وَاِنَّ وَعْدَکَ الْحَقُّ اور بیشک وعدہ تیرا سچا ہے وَاَنْتَ اَحْکَمُ الْحٰکِمِیْنَ اور تو سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم ہے۔

نوح علیہ السلام اولوالعزم پیغمبروں میں سے ہیں۔ انہوں نے ساڑھے نو سو سال قوم کو تبلیغ کی۔ رات کو، دن کو، مجلس میں، تنہائی میں، بلند اور آہستہ، ہر طریقہ سے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا پھر جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ پیغام آیا کہ تمہاری قوم میں سے جو ایمان لا چکے ہیں بس یہی مومن رہیں گے اور کوئی ایمان نہیں لائے گا تو پھر حضرت نوح علیہ السلام

نے اللہ تعالیٰ سے گذارش کی کہ ان کا بیڑا غرق کردے رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ''نہ چھوڑ زمین پر کافروں کا کوئی گھر بسنے والا'' پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کشتی تیار کی جسکی لمبائی تین سو ہاتھ اور چوڑائی پچاس ہاتھ اور بلندی تیس ہاتھ تھی (اور ہاتھ ڈیڑھ فٹ کا ہوتا ہے۔) کشتی کی تین منزلیں تھیں۔ایک میں انسان، ایک میں حیوانات اور ایک میں سازوسامان تھا۔جب کشتی میں سب کچھ رکھ لیا گیا وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا اور فرمایا نوح علیہ السلام نے سوار ہو جاؤ کشتی میں بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَمُرْسٰهَا اللہ تعالیٰ کے نام کیساتھ اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا۔

ہر اچھا کام بسم اللہ سے شروع کرنا چاہئے :

حدیث پاک میں آتا ہے كُلُّ اَمْرٍ ذِيْ بَالٍ لَمْ يُبْدَءْ بِبِسْمِ اللّٰهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ بِذِكْرِ اللّٰهِ فَهُوَ اَقْطَعُ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَبْتَرُ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَجْزَمُ اَوْ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام ''ہر ذی شان کام جو نہ شروع کیا جائے بسم اللہ کیساتھ اور ایک روایت میں ہے اللہ تعالیٰ کے ذکر کیساتھ تو وہ کام ختم ہونے والا ہے اور ایک رویت میں ہے کہ وہ کام دم بریدہ ہے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ کام بیمار ہے۔''تو آدمی جو بھی اچھا کام شروع کرے بسم اللہ سے شروع کرے۔وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھے، کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھے غرضیکہ کوئی بھی اچھا کام کرے اس سے پہلے بسم اللہ پڑھے۔پھر یہ سوال ہے کہ بسم اللہ پوری پڑھنی ہے یا صرف بسم اللہ کافی ہے؟ حضرت ملا قاریؒ شرح النقایہ میں لکھتے ہیں کہ وضو سے پہلے اگر صرف بسم اللہ کا جملہ کہہ دے تو کافی ہے وَاَعْلَاهُ بِالنَّعْتَيْنِ اور بہتر یہ ہے کہ ساتھ الرحمٰن الرحیم کی دونوں صفتیں بھی ملائے۔اسی طرح شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اپنی کتاب مُسَوّٰی میں لکھتے ہیں کہ امام نوویؒ لکھتے

ہیں کہ وضو سے پہلے اور ہر اچھے کام سے پہلے پوری بسم اللہ پڑھے تو بہتر ہے اور اگر صرف بسم اللہ کہہ لے تو بھی کافی ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ اگر آدمی شروع میں بھول گیا درمیان میں یاد آیا تو اس وقت پڑھے بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَ آخِرَہٗ ''پہلے بھی اللہ تعالیٰ کا نام اور آخر میں بھی اسی کا نام ہے۔'' لیکن برے کام سے پہلے پڑھنا کفر کا باعث ہے۔ شرح فقہ اکبر میں ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص شراب پیتے وقت یا زنا کرتے وقت بسم اللہ پڑھے تو کافر ہو جائے گا، کسی کو ناحق قتل کرتے وقت بسم اللہ پڑھے تو کافر ہو جائے گا کیونکہ بسم اللہ کا مقام تو اچھے کام ہیں اس نے بری جگہ میں پڑھ کر شریعت کی وضع کو تبدیل کیا ہے۔

ایک عورت بچے سمیت غرق ہوگئی مگر کشتی نوح میں سوار نہ ہوئی :

تو حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا سوار ہو جاؤ کشتی میں اللہ تعالیٰ کے نام کیساتھ ہے اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ بیشک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ نے ایک حدیث نقل فرمائی ہے جس کے متعلق فرماتے ہیں بِاِسْنَادٍ لَا بَاْسَ بِہٖ یعنی اصول حدیث کے اعتبار سے یہ روایت صحیح سند کیساتھ ثابت ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے جس وقت اپنے ساتھی سوار کر لئے اور خود بھی سوار ہو گئے تو وہاں ایک نوجوان عورت تھی جسکی عمر بیس اکیس سال ہوگی اس کے پاس ایک خوبصورت لڑکا تھا جس کو اس نے چھاتی کیساتھ لگایا ہوا تھا۔ اس کو حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا بیٹی اپنے اوپر بھی رحم کر اور اس بچے پر بھی رحم کر کلمہ پڑھ لا الہ الا اللہ نوح نجی اللّٰہ اور کشتی پر سوار ہو جا۔ **اس نے کہا تمہارا کلمہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے**۔ طوفان آیا بچے کو دودھ پلا رہی تھی پانی اس کی چھاتی سے اوپر چلا گیا اس نے بچے کو کندھے پر بٹھالیا پانی کندھے سے اوپر

چڑھا تو اس نے بچے کو سر پر بٹھا لیا جب اس نے دیکھا کہ پانی سر سے بھی اوپر چڑھ رہا ہے تو اس کو ہاتھوں کے پنجوں پر اٹھا لیا۔ان کے دیکھتے دیکھتے خود بھی سیلاب کی نظر ہو گئی اور بچہ بھی مگر حق کو قبول نہیں کیا دھڑا نہیں چھوڑا۔ضد اور دھڑے بندی بہت بری چیز ہے آدمی بات کو صحیح سمجھتے ہوئے بھی نہیں مانتا جسطرح تم لوگ رسم ورواج میں پھنسے ہوئے ہو اور اچھی طرح سمجھتے بھی ہو کہ یہ غلط کام ہیں مگر چھوڑتے نہیں ہو کہتے ہو کہ ناک کدھر لے جائیں۔ ناک کی خاطر یہ سارے کام کرتے ہو۔ میں کہتا ہوں کہ سو جہاد سے بڑھ کر ہے ایسی دھڑے بازی سے نکلنا۔ وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ اور وہ کشتی ان کو لے کر چل رہی تھی فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ موجوں کے اندر جیسے پہاڑ ہوتے ہیں۔خود ہم نے تجربہ کیا ہے کہ بعض دفعہ سمندر میں اتنی بڑی موج اٹھتی ہے کہ جہاز کی دوسری طرف کچھ نظر نہیں آتا۔وَنَادٰى نُوْحُ ۨابْنَهٗ اور پکارا نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کنعان کو وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ اور تھا وہ الگ جگہ میں۔اس کی بیوی بھی کشتی میں سوار تھی کیونکہ وہ مومنہ تھی لیکن وہ ضد پر اڑا ہوا تھا۔

ضد اور تکبر انسان کو تباہ کر دیتا ہے :

باپ کی آواز نے بھی اس پر کچھ اثر نہ کیا کیونکہ جب بدبختی انسان پر غالب آجاتی ہے تو پھر کچھ نہیں ہو سکتا۔عجیب منظر تھا سارے کافر اس وقت موت کے منہ میں تھے مگر اس نے ضد نہیں چھوڑی،ضد ضد ہے۔ابوجہل کو زخمی تو معوذ اور معاذ انصاری نوجوانوں نے کیا تھا رضی اللہ تعالیٰ عنہما لیکن مرا نہیں تھا موت کی کشمکش میں تھا۔سیرت کی کتابوں میں ہے کہ جب اس کا سر کاٹنے لگے تو کہنے لگا کہ میرا سر ذرا نیچے سے کاٹنا کہ سردار کا سر بڑا نظر آئے۔ تکبر ابھی تک نہیں گیا حالانکہ اس وقت آدمی دنیا کو بھول جاتا ہے۔تو نوح علیہ السلام نے بیٹے کو بلایا يٰبُنَيَّ گرامر والے اس یا کو یائے تصغیر کہتے ہیں۔شفقت کیلئے آتی ہے پنجابی

میں اس کا ترجمہ ہوگا اے میری پتری! اور اردو میں ترجمہ ہوگا اے میرے پیارے بیٹے ! باپ باپ ہوتا ہے باپ کی شفقت دیکھو اور بیٹے کا جواب سنو اِرْکَبْ مَّعَنَا سوار ہو جا ہمارے ساتھ تو کلمہ پڑھ کر ایمان قبول کر کے وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ اور نہ ہو تو کافروں کیساتھ۔ صحبت کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ اصحاب کہف میں چھ نوجوان تو وہ تھے جو بادشاہ کے شر سے بچنے کیلئے چلے تھے ساتواں راستے میں چرواہا مل گیا۔ جب یہ چلے تو چرواہے کا کتا بھی ساتھ چل پڑا ساتھیوں نے کہا کتے کو رہنے دو اس کو دیکھ کر دوسرے کتے بھونکیں گے ہمارا راز فاش ہو جائے گا حالانکہ ہم چھپ چھپا کے جارہے ہیں۔ کتے کے مالک اور دوسرے ساتھیوں نے بھی پتھر اٹھائے کتے کو مارنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے کتے کو قوت گویائی عطا فرمائی ۔ کہنے لگا جس رب کی عبادت کیلئے تم جارہے ہو میں بھی اسی کیلئے جارہا ہوں میں تمہیں کچھ نہیں کہتا مجھے ساتھ جانے دو۔ شیخ سعدیؒ اصحاب کہف کے واقعہ کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں......

؎ پسرِ نوح بابداں نشست خاندان نبوتش گم شد

''نوح علیہ السلام کا بیٹا بروں کی صحبت میں رہا اس کی نبوت کا خاندان گم ہوگیا۔

؎ اصحاب کہف روزے چند پئے نیکاں گرفت مردم شد

اصحاب کہف کے کتے نے چند دن نیکوں کی پیروی کی آدمی ہوگیا۔''

تیرہ قسم کے جانور جنت میں جائیں گے :

امام ابن نجیم مصریؒ بہت بڑے فقیہ گزرے ہیں۔ فقہاء کرام ان کو ابوحنیفہ ثانی کہتے ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب ''الاشباہ والنظائر'' میں لکھا ہے کہ ۱۳ قسم کے جانور جنت میں جائیں گے ان میں ایک اصحاب کہف کا کتا اور حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی ، سلیمان

علیہ السلام کیساتھ گفتگو کرنے والا ہد ہد بھی ہے۔ لیکن نوح علیہ السلام کا بیٹا بروں کیساتھ بیٹھا بری مجلس اختیار کی خاندان نبوت گم کر بیٹھا دنیا بھی گئی آخرت بھی گئی۔ بعض تفسیروں میں ہے کہ بلعم باعور کی شکل میں اصحاب کہف کا کتا جنت میں جائے گا۔ بلعم باعور ایک آدمی تھا اس کا نام تو قرآن کریم میں نہیں ہے لیکن اس کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے۔ اچھے آدمیوں کا اچھا اثر ہوتا ہے اور برے آدمیوں کا برا اثر ہوتا ہے، حدیث پاک میں آتا ہے کہ کسی آدمی کے متعلق معلوم کرنا ہو کہ کیسا ہے تو کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں فَلْيَنظُرْ مَنْ يُّخَالِلُ فَاِنَّ الْمَرْءَ عَلٰى دِيْنِ خَلِيْلِهٖ یہ دیکھو کہ اس کی سوسائٹی کیسی ہے؟ کیسے آدمیوں میں اٹھتا بیٹھتا ہے کیونکہ آدمی اپنے دوست کے نظریے پر ہوتا ہے۔ یہ ابوداؤد شریف کی روایت ہے۔ تو حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو فرمایا کہ ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور تو کافروں کیساتھ نہ ہو۔ قَالَ کنعان بیٹے نے مغرورانہ انداز میں کہا سَاٰوِیْۤ اِلٰى جَبَلٍ عنقریب میں پناہ پکڑوں گا پہاڑ کی طرف يَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ وہ پہاڑ مجھے بچا لے گا پانی سے۔ اونچے اونچے پہاڑ ہیں کسی پر چڑھ جاؤں پانی میرا کیا بگاڑے گا قَالَ نوح علیہ السلام نے فرمایا لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ نہیں ہے کوئی بچانے والا آج کے دن اللہ تعالیٰ کے حکم سے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے اِلَّا مَنْ رَّحِمَ مگر وہ جس پر رحم کرے گا اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ رحم اسی پر کرے گا جو کلمہ پڑھ کر کشتی میں میرے ساتھ سوار ہو جائے گا۔ نوح علیہ السلام کا کلمہ تھا لا الہ الا اللّٰہ نوح نجی اللّٰہ. لیکن اس نے کوئی بات نہ سنی طوفان آیا نوح علیہ السلام اور ان کیساتھ سوار ساتھی دیکھ رہے تھے وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ اور حائل ہو گئیں باپ بیٹے کے درمیان موجیں فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ پس ہو گیا وہ غرق ہونے والوں میں سے۔ جو نافرمان لوگ غرق ہوئے ان میں نوح علیہ السلام کا بیٹا

کنعان بھی تھا۔ جب کام پورا ہو گیا تورات میں ہے کہ وہ کشتی چھ ماہ سترہ دن چلتی رہی سترھویں دن اس پہاڑی پر رکی جس کا نام آگے آ رہا ہے وَقِيْلَ اور کہا گیا یٰۤاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ اے زمین نگل لے تو اپنے پانی کو وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ اور اے آسمان اب تو تھم جا بارش روک لے۔ جب سیلاب برپا ہوا آسمان سے موسلا دھار بارش شروع ہوگئی تھی جب اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تو وہ بارش رک گئی وَغِيْضَ الْمَآءُ اور خشک کر دیا گیا پانی سارے علاقے کا تو نہیں جہاں کشتی جا کر ٹھہری تھی وہاں پانی خشک ہو گیا وَقُضِيَ الْاَمْرُ اور فیصلہ کر دیا گیا معاملے کا۔ جس قوم کو تباہ کرنا تھا وہ سب کے سب تباہ ہوگئے۔ قِصَصُ النَّبِيِّيْن ایک کتاب ہے۔ اس میں رطب و یابس ہر قسم کے قصے ہیں اس میں لکھا ہے کہ عوج ابن عنق نامی ایک آدمی تھا اس کا قد تین ہزار تین سو بتیس گز (3332) تھا۔ اس کے صرف ٹخنوں تک پانی آیا تھا وہ مچھلیاں پکڑتا اور سورج پر رکھ کر بھون کر کھاتا تھا۔ یہ سب خرافات ہیں اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ سب غرق ہو گئے تھے سوائے کشتی کے سواروں کے۔ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ اور جا لگی وہ کشتی جودی پہاڑ پر۔

جودی پہاڑ عراق کے صوبہ موصل میں ہے اور تورات میں اس پہاڑی کا نام ارارات ہے۔ کہتے ہیں کہ سطح سمندر سے تقریباً سترہ (۱۷) ہزار فٹ کی بلندی پر ہے۔ جیسے کارگل کا علاقہ ہے۔ اور قرآن کریم میں اس پہاڑ کا نام جودی ہے۔ بخاری شریف میں ہے کہ اَدْرَكَتْهَا اَوَائِلُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ'' اس کشتی کا ڈھانچہ اس امت کے ابتدائی افراد نے بھی دیکھا ہے۔'' یعنی آنحضرت ﷺ کی امت کے افراد صحابہؓ، تابعینؒ اور تبع تابعین میں سے بعض حضرات نے اس کشتی کا ڈھانچہ دیکھا ہے اور بعض سیاحوں نے اس پر کتابیں بھی لکھی ہیں اور جو کچھ قرآن کریم نے بتلایا ہے اس کی تائید کی ہے۔ اور تورات میں ہے کہ ساتویں

مہینے کی سترہ تاریخ کو یہ کشتی پہاڑ پر جا لگی گویا کہ یہ چھ ماہ سترہ دن کشتی میں رہے۔ وَقِيلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ اور کہا گیا دوری ہوئی ظالم قوم کیلئے۔ یہاں نسبت بھی کام نہ آئی وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ اور پکارا نوح علیہ السلام نے اپنے رب کو۔ یہ غرق ہونے سے پہلے کی بات ہے۔ جب نوح علیہ السلام کشتی پر سوار ہونے لگے اور اپنے ساتھیوں سے فرمایا سوار ہو جاؤ کشتی میں اس کا چلنا بھی اللہ تعالیٰ کے نام کیساتھ ہے اور اس کا لنگر انداز ہونا بھی اللہ تعالیٰ کے نام کیساتھ ہے۔ ساتھی سوار ہو گئے تو بیٹے کو کہا ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں کیساتھ نہ ہو۔ وہ نہ مانا۔ جب بچے کی طرف سے ناامید ہو گئے تو اللہ تعالیٰ کے آگے درخواست کی فَقَالَ رَبِّ پس کہا اے میرے رب اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ بیشک میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے اور بیشک وعدہ تیرا سچا ہے۔ قرآن پاک میں دوسرے مقام پر مذکور ہے کہ ہم تجھے بھی بچائیں گے اور تیرے اہل کو بھی۔ اس وعدے کو نوح علیہ السلام یاد کروا رہے تھے کہ اے پروردگار! آپ نے فرمایا تھا کہ میں تمہیں اور تمہاری اہل کو نجات دوں گا۔ اے پروردگار! میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے وہ نافرمان ہے مگر آپ قادر مطلق ہیں دلوں کو پھیرنے پر قادر ہیں آپ ہی اس کے دل کو پھیر دیں کہ یہ کلمہ پڑھ کر کشتی میں سوار ہو جائے وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ اور بیشک تیرا وعدہ سچا ہے وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ اور تو سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم ہے۔ جتنے فیصلہ کرنے والے ہیں ان سب میں بڑا فیصلہ کرنے والا تو ہے اس کے دل کو پھیر دے۔ زندگی رہی تو کل جواب سنو گے۔

۞۞۞

قَالَ يٰنُوۡحُ اِنَّهٗ لَيۡسَ مِنۡ اَهۡلِكَ ‌ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيۡرُ صَالِحٍ ‌ۖ فَلَا تَسۡـَٔلۡنِ مَا لَـيۡسَ لَكَ بِهٖ عِلۡمٌ‌ ؕ اِنِّىۡۤ اَعِظُكَ اَنۡ تَكُوۡنَ مِنَ الۡجٰهِلِيۡنَ ﴿۴۶﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّىۡۤ اَعُوۡذُ بِكَ اَنۡ اَسۡــَٔلَكَ مَا لَـيۡسَ لِىۡ بِهٖ عِلۡمٌ ‌ؕ وَاِلَّا تَغۡفِرۡ لِىۡ وَتَرۡحَمۡنِىۡۤ اَكُنۡ مِّنَ الۡخٰسِرِيۡنَ ﴿۴۷﴾ قِيۡلَ يٰنُوۡحُ اهۡبِطۡ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيۡكَ وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنۡ مَّعَكَ‌ ؕ وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمۡ ثُمَّ يَمَسُّهُمۡ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ﴿۴۸﴾ تِلۡكَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الۡغَيۡبِ نُوۡحِيۡهَاۤ اِلَيۡكَ‌ ۚ مَا كُنۡتَ تَعۡلَمُهَاۤ اَنۡتَ وَلَا قَوۡمُكَ مِنۡ قَبۡلِ هٰذَا‌ ۛؕ فَاصۡبِرۡ‌ ۛؕ اِنَّ الۡعَاقِبَةَ لِلۡمُتَّقِيۡنَ ﴿۴۹﴾

قَالَ فرمایا اللہ تعالیٰ نے یٰنُوۡحُ اِنَّهٗ لَيۡسَ مِنۡ اَهۡلِكَ اے نوح بیشک یہ بیٹا تیرے اہل میں سے نہیں ہے اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيۡرُ صَالِحٍ بیشک اس کے عمل اچھے نہیں ہیں فَلَا تَسۡـَٔلۡنِ پس نہ سوال کر مجھ سے مَا لَـيۡسَ لَكَ بِهٖ عِلۡمٌ اس چیز کا جس کا آپ کو علم نہیں ہے اِنِّىۡۤ اَعِظُكَ بیشک میں تجھے نصیحت کرتا ہوں اَنۡ تَكُوۡنَ مِنَ الۡجٰهِلِيۡنَ اس بات کی کہ نہ ہو جائیں آپ جاہلوں میں سے قَالَ عرض کیا نوح علیہ السلام نے رَبِّ اِنِّىۡۤ اَعُوۡذُ بِكَ اے میرے رب بیشک میں آپ کی پناہ لیتا ہوں آپ کی مدد کیساتھ اَنۡ اَسۡــَٔلَكَ یہ کہ میں سوال کروں آپ سے مَا لَـيۡسَ لِىۡ بِهٖ عِلۡمٌ اس چیز کا جس کا مجھے علم نہیں ہے وَاِلَّا تَغۡفِرۡ لِىۡ اور اگر آپ مجھے نہیں بخشیں گے وَتَرۡحَمۡنِىۡۤ اور رحم نہیں کریں گے اَكُنۡ مِّنَ

الْخٰسِرِیْنَ تو ہو جاؤں گا میں نقصان اٹھانے والوں میں سے قِیْلَ کہا گیا (اللہ تعالیٰ کی طرف سے نوح علیہ السلام کو) یٰنُوْحُ اھْبِطْ اے نوح علیہ السلام اتر جاؤ نیچے بِسَلٰمٍ مِّنَّا سلامتی کیساتھ ہماری طرف سے وَبَرَکٰتٍ عَلَیْکَ اور برکتوں کیساتھ جو تجھ پر ہیں وَعَلٰٓی اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَکَ اور ان خاندانوں پر بھی جو تیرے ساتھ ہیں وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُھُمْ اور کچھ امتیں ایسی ہیں جن کو ہم فائدہ پہنچائیں گے ثُمَّ یَمَسُّھُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِیْمٌ پھر پہنچے گا ان کو ہماری طرف سے دردناک عذاب تِلْکَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَیْبِ یہ نوح علیہ السلام کا واقعہ غیب کی خبروں میں سے ہے نُوْحِیْھَآ اِلَیْکَ ہم وحی کرتے ہیں اس واقعہ کی آپ کی طرف مَاکُنْتَ تَعْلَمُھَآ اَنْتَ آپ اس واقعہ کو نہیں جانتے تھے وَلَا قَوْمُکَ مِنْ قَبْلِ ھٰذَا اور نہ آپ کی قوم جانتی تھی اس سے پہلے فَاصْبِرْ پس آپ صبر کریں اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِیْنَ بیشک اچھا انجام پرہیزگاروں کیلئے ہے۔

پچھلے سبق میں آپ نے پڑھا اور سنا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے مومن ساتھیوں کیساتھ کشتی میں سوار ہوتے وقت اپنے بیٹے کنعان کو کہا کہ کلمہ پڑھ کر مومن ہو کر ہمارے ساتھ کشتی میں سوار ہو جا۔ کیونکہ کشتی میں سوار ہونے کیلئے ایمان شرط ہے مکلّف مخلوق کیلئے۔ اس نے مغرورانہ انداز میں کہا کہ پانی میرا کیا بگاڑے گا میں پہاڑ کی چوٹی پر چلا جاؤں گا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ آج اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کوئی نہیں بچانے والا مگر وہی جس پر اللہ تعالیٰ رحم کرے اور اللہ تعالیٰ رحم اس پر کریگا جو کلمہ پڑھ کر میرے ساتھ کشتی میں سوار ہوگا۔ لیکن وہ ضد پہ اڑ گیا اور دوسرے غرق ہونے والوں کیساتھ

غرق ہوگیا۔ غرقابی سے پہلے نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی پروردگار تیرا وعدہ تھا کہ میں تجھے بھی بچاؤں گا اور تیری اہل کو بھی بچاؤں گا اور یہ میرا بیٹا میری اہل میں سے ہے۔ اور تیرا وعدہ سچا ہے تو سب فیصلہ کرنے والوں میں سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ جواب میں قَالَ فرمایا اللہ تعالیٰ نے یٰنُوۡحُ اِنَّہٗ لَیۡسَ مِنۡ اَھۡلِکَ اے نوح بیشک یہ بیٹا تیرے اہل میں سے نہیں ہے۔ بیٹا تو ہے لیکن اہل میں سے نہیں ہے۔ کیوں نہیں؟ اِنَّـہٗ عَـمَلٌ غَیۡـرُ صَالِحٍ بیشک اس کے عمل اچھے نہیں ہیں۔ یہ کام اچھے نہیں کرتا یہ کفر پر چلتا ہے۔

پیغمبر کا اہل وہی ہے جو پیغمبر کا اتباع کرتا ہے :

معلوم ہوا کہ پیغمبر کی اہل وہ ہوتا ہے جو اس کا کلمہ پڑھ کر اس کے دین پر چلے۔ پہلے گذر چکا ہے کہ نوح علیہ السلام کو لوگوں نے طعنہ دیا تھا ھُـمۡ اَرَاذِلُـنَـا بَـادِیَ الـرَّاۡیِ ''آپ کیساتھ تو کمزور اور گھٹیا لوگ ہیں۔'' تفسیروں میں ہے کہ کوئی لوہار تھا، کوئی بڑھئی تھا، کوئی موچی تھا، یہ تو نوح علیہ السلام کے اہل بن گئے مگر بیٹا کنعان اہل نہ بن سکا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو صحیح العقیدہ مسلمان ہے کُلُّ مُؤۡمِنٍ تَقِیٍّ نَقِیٍّ اہل میں داخل ہے چاہے وہ کسی قوم کیساتھ تعلق رکھتا ہو۔ اور ہم درود شریف پڑھتے ہیں اللّٰھم صلی علی محمد وعلی ال محمد تو اس میں آل کے تحت سارے آجاتے ہیں اور ایک آدمی آنحضرت ﷺ کی نسل میں سے ہو اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد میں سے ہو مگر اس کے کام اچھے نہیں ہیں تو وہ آپ کی اہل میں شامل نہیں ہے۔

چھ قسم کے آدمیوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے :

حدیث پاک میں آتا ہے چھ قسم کے آدمی ہیں جن پر میں لعنت بھیجتا ہوں اور خدا

نے بھی ان کو ملعون قرار دیا ہے۔ اور ہر نبی کی دعا قبول ہوتی ہے۔

o...... پہلا کتاب اللہ میں زیادتی کرنے والا۔ o...... دوسرا تقدیر الٰہی کو جھٹلانے والا۔

o...... تیسرا وہ شخص جو زبردستی غلبہ پانے کی بنا پر ایسے شخص کو معزز بنائے جسکو اللہ تعالیٰ نے ذلیل کر رکھا ہو اور اس شخص کو ذلیل کرے جس کو اللہ تعالیٰ نے عزت اور عظمت کی دولت سے نوازا ہو۔

o...... چوتھا وہ شخص جو اس چیز کو حلال جانے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہو۔

o...... پانچواں وہ جو میری اولاد میں سے ہو اور اس چیز کو حلال جانے جو اللہ تعالیٰ نے حرام کی ہے۔

o...... چھٹا وہ شخص جو میری سنت کو چھوڑ دے۔ [مشکوۃ، باب الایمان بالقدر]

تو وہ شخص جو آپ ﷺ کی اولاد میں سے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیز کو حلال جانتا ہے وہ آپ کے دین پر نہیں چل رہا۔ حالانکہ آپ ﷺ کی اولاد کی ذمہ داری تھی کہ وہ آپ ﷺ کے گھر کے چوکیدار ہوتے اور دین کی امانت کی حفاظت کرتے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے مال تو چھوڑا نہیں تو دین کی حفاظت کا فریضہ آپ ﷺ کی اولاد پر زیادہ آتا ہے کہ وہ اس امانت کی حفاظت کریں۔ اور گھر کا چوکیدار اگر چور بن جائے تو وہ بڑا مجرم ہے۔ اس لئے فرمایا کہ میں اس پر بھی لعنت بھیجتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَيْسَ لَکَ بِهٖ عِلْمٌ پس نہ سوال کر مجھ سے اس چیز کا جس کا آپ کو علم نہیں ہے اِنِّیْٓ اَعِظُکَ اَنْ تَکُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ بیشک میں تجھے نصیحت کرتا ہوں اس بات کی کہ نہ ہو جائیں آپ جاہلوں میں سے۔ اللہ اکبر، اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال کا اندازہ لگاؤ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے ساڑھے نو سو سال تبلیغ کی اس حال میں کہ نہ دن دیکھا نہ رات، نہ صبح نہ شام اور پھر تبلیغ

میں جھڑکیاں بھی کھائیں اور مار بھی برداشت کی۔ رب تعالیٰ جلال میں آئے ہیں تو فرمایا فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ پس نہ سوال کر مجھ سے اس چیز کا جس کا تجھے علم نہیں ہے بیشک میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ تو جاہلوں میں سے نہ ہو جائے۔

اور ہمارا حال یہ ہے کہ ایک آدمی نے دو دن نماز پڑھی تیسرے دن آسمان کی طرف دیکھنے لگ گیا۔ لوگوں نے پوچھا آسمان کی طرف کیوں دیکھتا ہے؟ کہنے لگا دیکھ رہا ہوں کہ میں نے دو دن نماز پڑھی ہے مجھ پر وحی کیوں نہیں آئی۔ دو دن نماز پڑھتے ہیں تو تیسرے دن وحی کے منتظر ہو جاتے ہیں کہ ہم پر رب کی رحمت کیوں نہیں آتی۔ ہمیں رب تعالیٰ کی عظمت کا علم ہی نہیں ہے۔ نوح علیہ السلام کو بیٹے کا معاملہ بھول گیا اپنی فکر پڑ گئی قَالَ عرض کیا نوح علیہ السلام نے رَبِّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُبِکَ اَنْ اَسْئَلَکَ مَا لَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ اے میرے رب بیشک میں آپ کی پناہ لیتا ہوں آپ کی مدد کیساتھ یہ کہ میں سوال کروں آپ سے اس چیز کا جس کا مجھے علم نہیں ہے مجھے معاف کر دے۔ رب رب ہے وہ چاہے تو چیونٹی کی دعا قبول کر لے اور نہ چاہے تو نوح علیہ السلام جیسے پیغمبر کی دعا قبول نہ کرے۔

قبول کرنے پہ آئے تو چیونٹی کی قبول کر لے، نہ کرے تو پیغمبر کی نہ کرے:

حدیث پاک میں آتا ہے کہ بارشیں نہ ہوئیں خشک سالی کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا دور تھا انہوں نے اپنے ساتھیوں میں اعلان کیا کہ فلاں وقت فلاں میدان میں نماز استسقاء کیلئے جمع ہونا ہے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے۔ کافی ساتھی میدان میں پہلے پہنچ گئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام تشریف لے جا رہے تھے کہ دیکھا کہ ایک چیونٹی الٹی پڑی ہوئی ہے ٹانگیں آسمان کی طرف کیئے ہوئے اور دعا کر رہی ہے کہ اے پروردگار! بارش نہ ہونے کی وجہ سے ہم بھی تنگ ہیں رحمت نازل فرما۔ حضرت سلیمانؑ

نے ساتھیوں سے فرمایا کہ واپس گھروں میں جلدی پہنچ جاؤ ورنہ بھیگ جاؤ گے رب تعالیٰ نے چیونٹی کی دعا قبول کر لی ہے۔ رب تعالیٰ کی مرضی ہے جس کی چاہے دعا قبول کرے اور جس کی چاہے قبول نہ کرے۔ ساری قبول کرے آدھی قبول کرے اس کی مرضی ہے وہ کسی کا پابندہ نہیں ہے۔ مدینہ طیبہ میں مسجد نبوی کے جنوب مغرب کی طرف ایک چھوٹی سی مسجد ہے اس کا نام ہے اِجَابَۃ۔ اس جگہ آنحضرت ﷺ نے تین دعائیں مانگیں تھیں رب تعالیٰ نے دو قبول فرمائیں اور تیسری منظور نہ فرمائی۔ ایک دعا یہ تھی کہ اے پروردگار! میری ساری کی ساری امت کسی آسمانی آفت میں ختم نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے منظور ہے کہ ساری امت کسی سیلاب زلزلے میں یا کسی آسمانی آفت میں ختم نہیں ہوگی۔ دوسری دعا کہ میری امت کو کافر نہ ختم کر دیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ساری دنیا کے کافر جمع ہو کر بھی مسلمانوں کے وجود کو ختم نہیں کر سکتے۔ تیسری دعا...... اے پروردگار مسلمان آپس میں نہ لڑیں۔ فرمایا یہ منظور نہیں ہے۔ اس کی حکمت رب تعالیٰ جانتا ہے۔ دعا قبول کرنا رب تعالیٰ کا کام ہے ساری مخلوق اس کے سامنے عاجز ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کہا وَاِلَّا تَغْفِرْلِیْ اور اگر آپ مجھے نہیں بخشیں گے وَتَرْحَمْنِیْٓ اور رحم نہیں کریں گے اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ تو ہو جاؤں گا میں نقصان اٹھانے والوں میں سے۔ کل تم پڑھ اور سن چکے ہو کہ کشتی جودی پہاڑ جس کا نام تورات میں ارارات ہے پر جا لگی۔ جس وقت پانی اتر گیا قِیْلَ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہا گیا یٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا اے نوح علیہ السلام اتر جاؤ نیچے سلامتی کیساتھ ہماری طرف سے وَبَرَكٰتٍ عَلَیْكَ اور برکتوں کیساتھ جو تجھ پر ہیں وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ اور ان خاندانوں پر بھی جو تیرے ساتھ ہیں۔ اب پانی خشک ہو گیا ہے اپنا کام کرو جو تم نے کرنا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کل عمر چودہ سو سال تھی ۔ چالیس سال نبوت سے پہلے ساڑھے نو سو سال تبلیغ کی ، اس کے بعد بھی عرصہ دراز تک زندہ رہے ۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ اتنی عمر میں بھی ان کے سر اور داڑھی کے بال سیاہ رہے ۔ پہلا شخص جس کی داڑھی اور سر کے بال سفید ہونے شروع ہوئے ہیں وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں ۔ حضرت آدم علیہ السلام کی عمر ہزار سال تھی بال کالے تھے ۔ حضرت نوح علیہ السلام کے والد ماجد رحمہ اللہ تعالیٰ کی عمر سات سو ستتر (۷۷۷) سال تھی بال کالے تھے ۔ حضرت نوح علیہ السلام کی عمر چودہ سو سال تھی بال کالے تھے ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب سفید بال دیکھے تو تعجب کیا اے پروردگار! یہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ وقار اور عزت ہے ۔ عرض کیا زِدْنِیْ وَقَارًا اے پروردگار! میری عزت اور بڑھا دے ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر مبارک دو سو سال تھی ۔ وَاُمَمٌ اور کچھ امتیں ایسی ہیں سَنُمَتِّعُھُمْ جن کو ہم فائدہ پہنچائیں گے ثُمَّ یَمَسُّھُمْ مِنَّا عَذَابٌ اَلِیْمٌ پھر پہنچے گا ان کو ہماری طرف سے دردناک عذاب ۔ کفر شرک کی وجہ سے ، نافرمانی اور اللہ تعالیٰ کے احکام ٹھکرانے کی وجہ سے سزا ہوگی ۔ یہ نوح علیہ السلام کا واقعہ رب تعالیٰ نے بیان فرمایا ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تِلْکَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَیْبِ یہ واقعہ غیب کی خبروں میں سے ہے نُوْحِیْھَآ اِلَیْکَ ہم وحی کرتے ہیں اس واقعہ کی آپ کی طرف ، بذریعہ وحی آپکو بتایا ہے مَاکُنْتَ تَعْلَمُھَآ اَنْتَ آپ اس واقعہ کو نہیں جانتے تھے وَلَا قَوْمُکَ مِنْ قَبْلِ ھٰذَا اور نہ آپ کی قوم جانتی تھی اس سے پہلے یعنی ہمارے بتلانے سے پہلے ۔ بات سمجھ لیں ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نوح علیہ السلام کے اس واقعہ کو ہمارے بتلانے سے پہلے نہ آپ جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم جانتی تھی ۔

غیب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا :

لیکن غلط کار لوگوں نے کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو پیدا ہوتے ہی سارا غیب حاصل ہوگیا تھا۔ بھائی سوال یہ ہے کہ اگر سارا غیب حاصل ہوگیا تھا تو وحی بھیجنے کی کیا ضرورت تھی ،قرآن نازل کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ کیونکہ قرآن بھی تو غیب تھا یہ کیوں اترا اور کس پر اترا؟ حالانکہ قرآن کریم آپ ﷺ کی پیدائش سے چالیس سال بعد نازل ہوا جس میں رب تعالیٰ نے فرمایا کہ اس واقعہ کو اس سے پہلے نہ آپ جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم جانتی تھی۔ لوگوں نے خود کہانیاں بنائی ہوئی ہیں خدا پناہ۔ تو یاد رکھنا! اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی عالم الغیب نہیں ہے، نہ کوئی حاضر ناظر ہے، نہ کوئی مختار کل ہے، نہ کوئی دستگیر ہے، نہ فریادرس ہے، نہ حاجت روا اور مشکل کشا ہے۔ یہ فروعی مسائل نہیں ہیں بلکہ بنیادی عقائد ہیں۔ اس کیخلاف عقیدہ رکھنے والا قطعاً مسلمان نہیں ہے چاہے کلمہ پڑھے، چاہے نمازیں پڑھے، چاہے روزے رکھے۔ فَاصْبِرْ پس آپ صبر کریں۔ جسطرح نوح علیہ السلام نے قوم کے اذیت دینے پر صبر کیا آپ بھی صبر کریں۔ نوح علیہ السلام کا واقعہ آنحضرت ﷺ کی تسلی کیلئے نقل کیا ہے۔ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ بیشک اچھا انجام پرہیزگاروں کیلئے ہے۔ پرہیزگاروں کو ہی اللہ تعالیٰ فتح اور کامیابی سے ہمکنار کرتا ہے۔ باطل پر چلنے والے تباہ اور برباد ہوتے ہیں۔

وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ

هُوْدًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ ﴿۵۰﴾ یٰقَوْمِ لَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى الَّذِیْ فَطَرَنِیْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَیٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْهِ یُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ مِّدْرَارًا وَّیَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِیْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا یٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَیِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِیْۤ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِیْنَ ﴿۵۳﴾ اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ؕ قَالَ اِنِّیْۤ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْۤا اَنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِیْدُوْنِیْ جَمِیْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۵۵﴾ اِنِّیْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّیْ وَرَبِّكُمْ ؕ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِهَا ؕ اِنَّ رَبِّیْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۵۶﴾

وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا اور قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود علیہ السلام کو بھیجا قَالَ انہوں نے کہا یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ نہیں ہے تمہارے لئے کوئی معبود اس کے سوا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ نہیں ہو تم مگر افتراء باندھنے والے یٰقَوْمِ اے میری قوم لَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا میں نہیں سوال کرتا تم سے اس پر کسی معاوضے کا اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى الَّذِیْ فَطَرَنِیْ نہیں ہے میرا معاوضہ مگر اس ذات پر جس نے مجھے پیدا

کیا اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ کیا پس تم سمجھتے نہیں وَیٰقَوۡمِ اسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّکُمۡ اور اے میری قوم اپنے رب سے بخشش طلب کرو ثُمَّ تُوۡبُوۡۤا اِلَیۡہِ پھر اس کی طرف رجوع کرو یُرۡسِلِ السَّمَآءَ عَلَیۡکُمۡ مِّدۡرَارًا اور وہ چھوڑے گا تمہارے اوپر آسمان کو بارش برسانے والا وَّیَزِدۡکُمۡ قُوَّۃً اِلٰی قُوَّتِکُمۡ اور زیادہ کریگا تمہارے لئے قوت کو تمہاری قوت کیساتھ وَلَا تَتَوَلَّوۡا مُجۡرِمِیۡنَ اور نہ پھرو تم جرم کرتے ہوئے قَالُوۡا کہا انہوں نے یٰھُوۡدُ مَا جِئۡتَنَا بِبَیِّنَۃٍ اے ہود علیہ السلام نہیں لائے تم ہمارے پاس کوئی واضح دلیل وَّمَا نَحۡنُ بِتَارِکِیۡۤ اٰلِھَتِنَا اور نہیں ہم چھوڑنے والے اپنے معبودوں کو عَنۡ قَوۡلِکَ تیری بات کی وجہ سے وَمَا نَحۡنُ لَکَ بِمُؤۡمِنِیۡنَ اور نہیں ہم تیرے اوپر ایمان لانے والے اِنۡ نَّقُوۡلُ ہم نہیں کہتے اِلَّا اعۡتَرٰکَ بَعۡضُ اٰلِھَتِنَا بِسُوۡٓءٍ مگر تکلیف پہنچائی ہے تجھے ہمارے خداؤں میں سے بعض نے قَالَ فرمایا ہود علیہ السلام نے اِنِّیۡۤ اُشۡھِدُ اللّٰہَ بیشک میں گواہ بناتا ہوں اللہ تعالیٰ کو وَاشۡھَدُوۡۤا اور تم بھی گواہ بن جاؤ اَنِّیۡ بَرِیۡٓءٌ مِّمَّا تُشۡرِکُوۡنَ بیشک میں بیزار ہوں اس چیز سے جو تم شرک کرتے ہو مِنۡ دُوۡنِہٖ فَکِیۡدُوۡنِیۡ جَمِیۡعًا اللہ تعالیٰ سے ورے ورے پس تم سب کرلو تدبیر میرے خلاف ثُمَّ لَا تُنۡظِرُوۡنِ پھر تم مہلت نہ دو اِنِّیۡ تَوَکَّلۡتُ عَلَی اللّٰہِ رَبِّیۡ وَرَبِّکُمۡ بیشک میں نے بھروسہ کیا ہے اللہ تعالیٰ کی ذات پر جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے مَا مِنۡ دَآبَّۃٍ نہیں ہے کوئی جاندار چیز اِلَّا ھُوَ

اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِهَا مگر وہ پکڑنے والا ہے اس کی پیشانی کو اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ بیشک میرا رب سیدھے راستے پر ہے۔

اس سے پہلے دور کوعوں میں حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کی غرقابی کا ذکر تھا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے نوسو پچاس سال تبلیغ کی لیکن وہ لوگ ضد سے باز نہیں آئے۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان کو سیلاب میں تباہ کیا۔ نوح علیہ السلام کے بعد جو قوم دنیا میں آئی اس قوم کا نام عاد ہے۔ عاد نوح علیہ السلام کا پڑپوتا تھا۔ شجرہ نسب اس طرح ہے عاد بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام۔ اس کی آگے نسل چلی اس قوم کے علاقے کے متعلق تاریخ والے بتلاتے ہیں کہ ایک طرف نجران دوسری طرف عُمان تیسری طرف مغربی یمن اور چوتھی طرف حضَرَ مَوت ہے اس کے درمیان کا علاقہ تھا۔ آجکل کے جغرافیہ میں ربع خالی دھمّا بھی کہتے ہیں، ریتلا علاقہ ہے۔ عاد قوم کی طرف اللہ تعالیٰ نے ہود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اس کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ای اَرْسَلْنَا اِلٰی عَادٍ ''اور ہم نے عاد قوم کی طرف ان کے بھائی ہود علیہ السلام کو بھیجا۔ بھائی اس لئے فرمایا کہ وہ قوم کے ایک فرد تھے۔ جسطرح اس ملک میں ہندو بھی ہیں، سکھ بھی ہیں، عیسائی بھی ہیں، یہودی بھی ہیں، پارسی وغیرہ بھی ہیں۔ تو برادرانِ وطن ہونے میں تو سارے شامل ہیں۔

قَالَ حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ اے میری قوم! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارے لئے کوئی معبود اس کے سوا۔ تمام پیغمبروں کا سبق اسی جملہ سے شروع ہوتا ہے۔ یہی سبق حضرت نوح علیہ السلام نے دیا تھا اور یہی سبق حضرت ہود علیہ السلام نے دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی الٰہ نہیں ہے۔ الٰہ کا معنی

ہے معبود، عبادت کے قابل، خالق ۔ الٰہ کا معنٰی حاجت رُوا، مشکل کشا، فریادرس، دستگیر، مالک، مُقنّن، قانون ساز ۔ اللہ تعالیٰ کے بغیر مخلوق کیلئے قانون بنانے کا اختیار کسی کو نہیں ہے بنائے گا تو ظالم ہوگا خلاف شرع ہوگا۔ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ نہیں ہو تم مگر افتراء باندھنے والے۔ تم نے اللہ تعالیٰ کے سوا جو معبود بنائے اور گھڑے ہوئے ہیں وہ نرا افترا اور جھوٹ ہے یٰقَوْمِ لَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اے میری قوم! میں نہیں سوال کرتا تم سے اس پر کسی معاوضے کا۔ یہ تبلیغ تمہیں للہ فی اللہ محض اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے کرتا ہوں تم سے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کرتا اگر تم کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو تو میرا یہ اعلان سن لو اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی الَّذِیْ فَطَرَنِیْ نہیں ہے میرا معاوضہ مگر اس ذات پر جس نے مجھے پیدا کیا ہے۔ جس نے مجھے پیدا کیا ہے وہ مجھے اس کا اجر و ثواب اور معاوضہ دیگا میں تم سے کوئی چیز لینے کا روادار نہیں ہوں اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا پس تم سمجھتے نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری اصلاح کیلئے بھیجا ہے اور تم سے کچھ لینا بھی نہیں ہے اور تمہیں میں عقائد کی اصلاح کی دعوت دے رہا ہوں کہ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی کرو اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ نہ ذات میں اور نہ صفات میں، نہ افعال میں ۔ یہ میری سیدھی سادی اور موٹی موٹی باتیں تمہیں سمجھ نہیں آتیں۔ دیکھو! یہاں اگر کچھ عرصہ بارش نہ ہو تو کنویں خشک ہو جاتے ہیں نہروں میں پانی کم ہو جاتا ہے اور جہاں تین سال تک بارش نہ ہو اس علاقے کا کیا حال ہوگا۔ حضرت ہودؑ کی قوم پر خشک سالی آئی تین سال تک بارشیں نہ ہوئیں۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ پانی کے چشمے خشک ہو گئے، درخت تک خشک ہو گئے، لوگوں نے نقل مکانی شروع کر دی اور جو رہ گئے بڑی تنگی میں تھے تو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا وَیٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ اور اے میری قوم! اپنے رب سے بخشش طلب کرو، کفر شرک سے معافی مانگو ثُمَّ

تُوْبُوْآ اِلَیْہِ پھراس کی طرف رجوع کرواس کی بندگی اور عبادت کرو یُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْکُمْ مِّدْرَارًا اور وہ چھوڑے گا تمہارے اوپر آسمان کو بارش برسانے والا یعنی لگاتار بارش ہوگی۔ یہ بات سن کر کچھ عرصہ تو خاموش رہے پھر انہوں نے کہا کہ اگر تیری وجہ سے بارش ہونی ہے کہ ہم تیرا کلمہ پڑھ لیں تیری باتیں سنیں اور ان پر عمل کریں تو بارش آئے گی تو ہمیں ایک قطرے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ ضد کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ ان کے علاقہ کا نام احقاف تھا جس کا ذکر چھبیسویں پارے میں ہے۔ چنانچہ تین سال تک مسلسل بارش نہ ہوئی اس کے بعد بادل کا ایک ٹکڑا نظر آیا بڑے خوش ہوئے بھنگڑا ڈالا اور کہنے لگے ھٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ''یہ بادل ہے ہم پر بارش برسائے گا۔'' ترمذی شریف صحاح ستہ میں سے ہے۔ اس میں روایت ہے کہ بادل سے آواز آئی رِمَادًا رِمَادًا لَاتَذَرْ مِنْ عَادٍ اَحَدًا ''ان کو راکھ اور خاک کر کے رکھ دے کسی ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑنا۔'' لیکن انہوں نے اس سے کوئی سبق حاصل نہ کیا۔ وہ بادل جب ان کے قریب آیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس میں سے ایسی تند و تیز ہوا نکلی ان کو اٹھا اٹھا کر زمین پر دے مارا۔ حالانکہ ان کے بڑے لمبے قد تھے اور بڑی قوت والے تھے۔ کہتے تھے مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّۃً [حٰم سجدہ:۱۵] ''ہم سے زیادہ طاقتور کون ہے؟'' ہوا نے اٹھا اٹھا کر کسی کو ایک میل پھینکا کسی کو دو میل پھینکا۔ لاشیں اس طرح پڑی تھیں کَاَنَّھُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ [قمر:۲۰] ''جیسا کہ وہ تنے ہیں اکھڑی ہوئی کھجوروں کے۔'' ایک شخص بھی زندہ نہ بچا۔ دیکھو نوح علیہ السلام کی قوم کو اللہ تعالیٰ نے پانی میں تباہ کیا حالانکہ پانی جاندار چیزوں کی حیات کا ذریعہ ہے۔ مگر وہ حد سے بڑھا تو عذاب بن گیا۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے ہوا کے ذریعے تباہ کیا۔ حالانکہ ہوا وہ ہے جس کو آدمی خود کھینچ کر اندر لے جاتا ہے اور اس کی وجہ سے حیات ہے۔

درختوں اور پودوں پر بھی اس کا اثر ہے لیکن وہی جب حد سے بڑھی تو عذاب بن گئی۔ تو حضرت ھود علیہ السلام نے فرمایا کہ توبہ کرو اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو بارش برسائے گا وَيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ اور زیادہ کریگا تمہارے لئے قوت کو تمہاری قوت کیساتھ۔ پہلے جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ بھی رہے گا اور مزید بھی دے گا۔ بارشیں ہونگی فصلوں اور پھلوں کی فراوانی ہوگی وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ اور نہ پھرو تم جرم کرتے ہوئے۔ حق کی طرف پشت نہ کرو قَالُوْا کہنے لگے يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ اے ہود علیہ السلام نہیں لائے تم ہمارے پاس کوئی واضح دلیل۔ بھائی واضح دلیل کیا ہے؟ تم کسے واضح دلیل کہتے ہو؟ وہ فرماتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہوں اور یہ پروگرام لے کر آیا ہوں کہ عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔ کتنی واضح بات ہے مگر نہ ماننا ہو تو کہتے ہیں ہمیں تیری باتیں سمجھ نہیں آتیں۔ کہنے لگے اور سن لو! وَمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ اور نہیں ہم چھوڑنے والے اپنے معبودوں کو تیری بات کی وجہ سے۔ تم ہمیں ہمارے خداؤں سے پھیرتے اور ہٹاتے ہو۔ ہم نہیں مانیں گے اور صاف لفظوں میں سن لو وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ اور نہیں ہم تیرے اوپر ایمان لانے والے۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کتنے پیارے الفاظ سے سمجھاتے ہیں يٰقَوْمِ اے میری قوم! اور یہ کہتے ہیں کہ ہمیں تمہاری بات سمجھ نہیں آتی اور ہم تیرے کہنے کی وجہ سے اپنے خداؤں کو چھوڑنے کیلئے تیار نہیں ہیں اور نہ ہی ہم تیرے اوپر ایمان لائیں گے۔ بلکہ الٹی بات اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ہم نہیں کہتے مگر تکلیف پہنچائی ہے تجھے ہمارے خداؤں میں سے بعض نے۔ آپ پاگلوں والی بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں (نعوذ باللہ تعالیٰ) کہ ہمارے خداؤں کی توہین کرتے ہیں یہ ہمارے خداؤں نے تجھے پاگل بنا دیا ہے، تیری مت ماری گئی ہے۔ ہر مجلس میں کہتے

ہیں یٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ غَيۡرُهٗ نہ تیرے لئے کوئی غمی ہے نہ خوشی ہے۔ تجھے صرف ایک ہی رٹ یاد ہے اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے کوئی مشکل کشا نہیں ہے۔ قَالَ حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا اِنِّیۡۤ اُشۡهِدُ اللّٰهَ بیشک میں گواہ بناتا ہوں اللہ تعالیٰ کو وَاشۡهَدُوۡۤا اور تم بھی گواہ بن جاؤ اَنِّیۡ بَرِیۡٓءٌ مِّمَّا تُشۡرِكُوۡنَ بیشک میں بیزار ہوں اس چیز سے جو تم شرک کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے میں ان سب سے بیزار ہوں مِنۡ دُوۡنِهٖ اللہ تعالیٰ سے ورے ورے فَكِيۡدُوۡنِیۡ جَمِيۡعًا پس تم سب ملکر کرلو تدبیر میرے خلاف ثُمَّ لَا تُنۡظِرُوۡنِ پھر تم مہلت نہ دو۔ تم اپنے خداؤں کیساتھ مل کر جو میرا بگاڑ سکتے ہو بگاڑلو۔ حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا اِنِّیۡ تَوَكَّلۡتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّیۡ وَرَبِّكُمۡ بیشک میں نے بھروسہ کیا ہے اللہ تعالیٰ کی ذات پر جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ کیونکہ حضرت ہود علیہ السلام کیساتھ تھوڑے سے آدمی تھے اور حق والے ہمیشہ تھوڑے ہوتے ہیں۔

ایک موقع پر مکے والوں نے کہا تھا کہ لوگوں سے رائے لے لیتے ہیں جس طرف لوگ زیادہ ہوں ان کی بات مان لینی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اکثریت کی بات نہیں ماننی اکثریت تو گمراہوں کی ہے وَاِنۡ تُطِعۡ اَكۡثَرَ مَنۡ فِى الۡاَرۡضِ يُضِلُّوۡكَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ [انعام:۱۱۶] "اور اگر آپ اطاعت کریں ان لوگوں کی جو اکثر ہیں زمین میں تو بہکا دیں گے آپ کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے۔" لیکن حق حق ہوتا ہے چاہے آدمی تھوڑے ہوں۔

کئی دفعہ سن چکے ہو بخاری شریف، مسلم شریف، ابوعوانہ میں حدیث ہے کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کی عدالت میں ایسے پیغمبر بھی آئیں گے کہ ان کیساتھ چار آدمی ہونگے

اور ایسے بھی ہونگے کہ ان کے ساتھ تین آدمی ہونگے اور ایسے بھی ہونگے کہ ان کیساتھ دو آدمی ہونگے اور ایسے پیغمبر بھی ہونگے کہ یَجِیْءُ النَّبِیُّ وَلَیْسَ مَعَهٗ اَحَدٌ پیغمبر آئے گا اور اس کیساتھ ایک امتی بھی نہیں ہوگا۔ گھر کے افراد بھی ساتھ نہیں ہونگے۔ لیکن اس کے باوجود کامیاب اور جنہوں نے نہیں مانا وہ ناکام اور نامراد۔ تو حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا میرا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر ہے جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ رب تو سب کا مشترکہ ہے۔ اور رب وہ ہے مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا نہیں ہے کوئی جاندار چیز مگر وہ پکڑنے والا ہے اس کی پیشانی کو۔ سب کے سب رب تعالیٰ کے قبضے میں ہیں کوئی چیز اس کی ملکیت اور تصرف سے خارج نہیں ہے۔ اور میری قوم یاد رکھو! اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ بیشک میرا رب سیدھے راستے پر ہے۔ صراط مستقیم پر چلو گے تو تمہیں رب ملے گا اس کی رضا اور خوشنودی حاصل ہوگی۔ مزید بات آگے آئے گی۔ انشاء اللہ

فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ مَّا أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَيْكُمْ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّي قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّونَهُ شَيْئًا إِنَّ رَبِّي عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ ﴿۵۷﴾ وَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُودًا وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَنَجَّيْنَاهُم مِّنْ عَذَابٍ غَلِيظٍ ﴿۵۸﴾ وَتِلْكَ عَادٌ جَحَدُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهُ وَاتَّبَعُوا أَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ ﴿۵۹﴾ وَأُتْبِعُوا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ أَلَا إِنَّ عَادًا كَفَرُوا رَبَّهُمْ أَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُودٍ ﴿۶۰﴾

فَإِنْ تَوَلَّوْا پس اگر تم اعراض کرو گے فَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ مَّا أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَيْكُمْ پس تحقیق میں پہنچا چکا ہوں وہ بات جو میں دیکر بھیجا گیا تھا تمہاری طرف وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّي قَوْمًا غَيْرَكُمْ اور جانشین بنائے گا میرا رب کسی قوم کو تمہارے سوا وَلَا تَضُرُّونَهُ شَيْئًا اور تم اللہ تعالیٰ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکو گے إِنَّ رَبِّي عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ بیشک میرا رب ہر چیز پر نگہبان ہے وَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا اور جس وقت آیا ہمارا حکم نَجَّيْنَا هُودًا ہم نے نجات دی ہود علیہ السلام کو وَّالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ اور ان لوگوں کو جو ان کیساتھ ایمان لائے تھے بِرَحْمَةٍ مِّنَّا اپنی مہربانی کیساتھ وَنَجَّيْنَاهُم مِّنْ عَذَابٍ غَلِيظٍ اور نجات دی ہم نے ان کو گاڑھے عذاب سے وَتِلْكَ عَادٌ اور یہ عاد ہیں جَحَدُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ جنہوں نے انکار کیا اپنے رب کی آیتوں کا وَعَصَوْا رُسُلَهُ اور انہوں نے نافرمانی کی اللہ

تعالیٰ کے رسولوں کی وَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ اورانہوں نے پیروی کی ہر جبر کرنے والے سرکش کے حکم کی وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً اور اگادی گئی پیچھے اس دنیا میں لعنت وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ اور قیامت والے دن بھی اَلَآ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ خبردار بیشک قوم عاد نے اپنے رب کے احکام کا انکار کیا اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ خبردار بربادی ہوئی عاد کیلئے جو ہود علیہ السلام کی قوم تھی۔

ہودؑ نے بھی وہی پروگرام پیش کیا جو نوحؑ نے پیش کیا:

اس سے پہلے دو رکوعوں میں حضرت نوح علیہ السلام اور انکی قوم کا ذکر تھا۔ کہ نوح علیہ السلام کی قوم نے جب نافرمانی کی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس قوم کو تباہ کر دیا اور تباہ ہونے والوں میں نوح علیہ السلام کا بیٹا بھی تھا۔ باپ اور پیغمبر کی نسبت بھی کچھ کام نہ آسکی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے پورا زور لگایا مگر وہ ضد پر اڑا رہا کفر سے باز نہیں آیا اور تباہ ہونے والوں کے ساتھ تباہ ہو گیا۔ اس رکوع میں حضرت ہود علیہ السلام اور ان کی قوم کا ذکر ہوا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد حضرت ہود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا عاد قوم کی طرف۔ یہ بڑی ڈیل ڈول اور قد آور قوم تھی۔ سورہ شعراء آیت نمبر ۱۳۰ میں اس قوم کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ ''اور جب تم کسی پر کسی پر ہاتھ ڈالتے ہو تو گرفت کرتے ہو ظلم کیساتھ'' کہ کچومر نکال دیتے ہو۔ اور للکارتے اور نعرہ مارتے تھے مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً [حم سجدہ] ''ہم سے زیادہ طاقتور کون ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس نے ان کو پیدا کیا ہے وہ ان سے زیادہ طاقتور ہے۔ رب تعالیٰ سب سے بڑا طاقتور ہے مگر جس وقت کسی قوم میں غرور اور گھمنڈ آجائے تو اس کا دماغی توازن قائم نہیں رہتا۔ حضرت ہود علیہ السلام نے بھی وہی سبق پیش کیا جو ان سے پہلے نوح علیہ السلام نے

پیش کیا تھا یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ''اے میری قوم! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔'' یہ جو بزرگوں کے بت بنا کر ان کی تم پوجا کرتے ہو اور سمجھتے ہو کہ یہ بھی عبادت کے لائق ہیں یہ سب تمہارا افتراء ہے۔ حضرت ہودؑ قوم کو سمجھاتے رہے پھر آخر میں فرمایا فَاِنْ تَوَلَّوْا پس اگر تم اعراض کرو گے فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖٓ اِلَيْكُمْ پس میں پہنچا چکا ہوں وہ بات جو میں دے کر بھیجا گیا تھا تمہاری طرف۔

پیغمبر کا کام پیغام پہنچانا ہے منوانا نہیں :

پیغمبر کا کام ہے حق کی بات پہنچا دینا۔ منوانا پیغمبر کے فریضہ میں داخل نہیں ہے۔ پہلے پارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ [سورۃ البقرہ:۱۱۹] ''بیشک ہم نے آپ کو حق کیساتھ بھیجا ہے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اور آپ سے دوزخیوں کے متعلق نہیں پوچھا جائے گا۔'' یہ اللہ تعالیٰ نے امام الانبیاء ﷺ کو فرمایا ہے۔ کہ قیامت والے دن آپ سے یہ سوال نہیں ہو گا کہ یہ دوزخ میں کیوں گئے ہیں۔ کیوں؟ یہ سوال دو وجہ سے ہوسکتا تھا ایک یہ کہ پیغمبر تبلیغ نہ کرتے اور تبلیغ نہ کرنے کیوجہ سے لوگ دوزخ میں چلے جاتے تو اس کوتاہی کی وجہ سے سوال ہوتا کہ انہوں نے فریضہ ادا نہیں کیا۔ اس کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ کوئی پیغمبر فریضہ ادا نہ کرے خصوصاً آنحضرت ﷺ۔ اس لئے آپؐ سے یہ سوال نہیں ہوگا کہ یہ دوزخ میں کیوں گئے ہیں؟ اور دوسری وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ ہدایت دینا پیغمبر کے اختیار میں ہوتا اور وہ اختیار کو استعمال نہ کرتے اور لوگوں کو ہدایت نہ دیتے تو پھر سوال ہوسکتا تھا کہ تم نے ان کو ہدایت کیوں نہیں دی؟ اور ہدایت دینا رب تعالیٰ کا کام ہے پیغمبر کا کام نہیں ہے۔

سورۃ القصص آیت نمبر ۵۶ میں ہے اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ "اے نبی کریم ﷺ آپ ہدایت نہیں دے سکتے جس کیساتھ آپ کی محبت ہے اور لیکن اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔" کیا حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹے قابیل پر زور نہیں لگایا کہ اپنے بھائی کو ناحق قتل نہ کر؟ پیغمبر تھے سب انسانوں کی اصل تھے مگر بیٹا قابیل نہیں مانا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے زور لگایا اپنے بیٹے کنعان پر مگر وہ نہیں مانا، حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی بیوی پر زور لگایا مگر نہیں مانی، حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی بیوی کو سمجھایا مگر نہیں مانی، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر کو سمجھانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی لیکن نہیں مانا، آنحضرت ﷺ نے اپنے مہربان چچا ابو طالب کو منانے کی انتہائی کوشش کی مگر نہیں مانے۔ کیونکہ ہدایت دینا پیغمبر کے اختیار میں نہیں ہے ہدایت دینا صرف رب تعالیٰ کا کام ہے۔ پیغمبر کا کام بات کو پہنچا دینا ہے۔ سورۃ المائدہ آیت نمبر ۶۷ میں ہے یٰٓاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ "اے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر آپ پہنچا دیں جو احکام نازل کیے گئے ہیں آپ کی طرف آپ کے پروردگار کی طرف سے وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو گویا آپ نے رسالت کا حق ہی ادا نہیں کیا۔"

یہاں پر ہود علیہ السلام فرما رہے ہیں کہ پس اگر تم اعراض کرو گے تو پس تحقیق میں پہنچا چکا ہوں وہ احکامات جو میں دے کر بھیجا گیا ہوں تمہاری طرف۔ اس میں میں نے کوئی کمی بیشی نہیں کی اور یاد رکھو! وَیَسْتَخْلِفُ رَبِّیْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ اور جانشین بنائے گا میرا رب کسی قوم کو تمہارے سوا۔ تمہیں تباہ و برباد کر کے کسی اور قوم کو لا کر یہاں آباد کرے گا وَلَا تَضُرُّوْنَہٗ شَیْئًا اور تم اللہ تعالیٰ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکو گے۔ بھائی مخلوق رب تعالیٰ کا

کیا بگاڑ سکتی ہے؟ مخلوق میں سے بڑی سے بڑی ہستی بھی رب کا کیا بگاڑ سکتی ہے؟ نفع نقصان کا اختیار اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں سے ایک نام نَافِع ہے، نفع دینے والا۔ اور ایک نام ضَارٌّ، ضرر دینے والا۔ نفع دینا بھی اللہ تعالیٰ کے اختیار میں اور ضرر دور کرنا بھی اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ گیارہواں پارہ سورت یونس میں وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ وَاِنْ یُّرِدْکَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ''اور اگر پہنچائے تجھ کو اللہ تعالیٰ ضرر تو کوئی اس کو ہٹانے والا نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور اگر پہنچائے تجھ کو بھلائی تو کوئی پھیرنے والا نہیں اس کے فضل کو۔'' اور یاد رکھو! اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ حَفِیْظٌ بیشک میرا رب ہر چیز پر نگہبان ہے۔ ہر چیز کی حفاظت کرنے والا صرف میرا رب ہے۔ میری حفاظت بھی کریگا میرے ساتھیوں کی حفاظت بھی کرے گا ہمارے ایمان کی بھی حفاظت کرے گا۔ ہمیں تمہاری دھمکیوں کا کوئی خوف نہیں ہے۔ وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا اور جس وقت آیا ہمارا حکم نَجَّیْنَا هُوْدًا ہم نے نجات دی ہود علیہ السلام کو وَّالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ اور ان لوگوں کو جو ان کیساتھ ایمان لائے تھے ان کو بھی نجات دی بِرَحْمَةٍ مِّنَّا اپنی مہربانی کیساتھ۔

عاد قوم نے ضد کی انتہا کر دی :

کچھ تفصیل پہلے تم سن چکے ہو کہ ان کا علاقہ احقاف تھا یہ بحرین، نجران، عمان، حَضَرَمَوت کے درمیان کا وسیع علاقہ ہے۔ تقریباً تین سال مسلسل بارش نہ ہوئی خشک علاقہ تھا، کنوؤں کا پانی خشک ہو گیا، چشمے خشک ہو گئے، درخت جھلس گئے، جانور بھوک پیاس سے مرنے لگے۔ حضرت ہودؑ نے فرمایا اے میری قوم! توبہ کرو، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو یُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْکُمْ مِّدْرَارًا ''چھوڑ دے گا اللہ تعالیٰ آسمان کو تمہارے اوپر بارش

برسانے والا۔'' لگاتار بارش برسائے گا۔قوم نے بیک زبان ہوکر کہا کہ اے ہود (علیہ السلام)! اگر تیری وجہ سے بارش ہونی ہے تو ہمیں ایک قطرے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ پھر اس طرح ہوا کہ ایک ٹکڑا بادل کا ان کی آبادیوں کی طرف آیا۔ بڑے خوش ہوئے ایک دوسرے کو مبارک باد دینے لگے، مبارک ہو بادل آگیا۔ اس بادل میں سے آواز آئی رِمَادًا رِمَادًا لَا تَذَرْ مِنْ عَادٍ اَحَدًا ''ان کو راکھ کردو ان میں سے ایک آدمی کو بھی نہ چھوڑو، کوئی زندہ نہ بچے۔'' وہ بادل جب بالکل سروں کے قریب آگیا تو اس میں سے ایسی تیز وتند ہوا نکلی کہ اس نے بڑی بڑی لاشوں کو اٹھا کر میلوں دور پھینک دیا رب تعالیٰ کی قدرت کہ ہود علیہ السلام اور ان کے ساتھی بھی وہیں تھے ان کو کچھ نہیں ہوا۔ مجرموں کو چھوڑا نہیں اور انکو چھیڑا نہیں۔ اسی کا ذکر ہے کہ جس وقت ہمارا حکم آیا، عذاب آیا تو ہم نے ہود علیہ اسلام اور ان کے ساتھیوں کو نجات دی اپنے فضل سے وَنَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ اور نجات دی ہم نے ان کو گاڑھے عذاب سے، سخت عذاب سے۔ بادِ صَرصَر، تند ہوا سے نجات دی وَتِلْكَ عَادٌ جَحَدُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ اور یہ عاد ہیں جنہوں نے انکار کیا اپنے رب کی آیتوں کا۔ چونکہ یہ بستیاں مکہ والوں کے راستے میں تھیں وہ تاجر پیشہ لوگ تھے، شام جاتے، یمن جاتے، عراق جاتے تجارت کیلئے۔ اس زمانے میں آمد ورفت پر کوئی پابندی نہیں ہوتی تھی جو جہاں چاہے جائے اور آئے۔ یہ مصیبتیں تو اب پڑی ہیں جب لوگوں کی شرارتیں بڑھی ہیں۔ تو ہر حکومت نے پابندی لگادی کہ پاسپورٹ اور ویزے کے بغیر کوئی آجا نہیں سکتا۔ تو یہ عرب کے لوگ ان علاقوں میں آتے جاتے تھے ان کی عمارتیں دیکھ کر حیران ہوتے تھے کہ اتنی بڑی بڑی عمارتیں ہیں۔ ان کی طرف اشارہ کر کے رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ جو آثار تمہیں نظر آتے ہیں یہاں قوم عاد رہتی تھی۔ اپنے رب کی

آیات کا انہوں نے انکار کیا وَعَصَوْا رُسُلَهٗ اور انہوں نے نافرمانی کی اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی، رُسُل رسول کی جمع ہے۔ بظاہر سوال پیدا ہوتا ہے کہ نافرمانی تو انہوں نے ایک پیغمبر حضرت ہود علیہ السلام کی کی ہے کیونکہ حضرت ہود علیہ السلام کے زمانے میں اور کوئی پیغمبر نہیں تھا اور رب تعالیٰ نے جمع کا صیغہ بولا ہے کہ انہوں نے رسولوں کی نافرمانی کی ہے۔ اس کے متعلق مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ ایک پیغمبر کی نافرمانی سب پیغمبروں کی نافرمانی ہے کیونکہ پیغمبروں کی دعوت مشترک ہے۔ جب حضرت ہود علیہ السلام کی نافرمانی کی تو سب پیغمبروں کی نافرمانی کی اس لئے کہ سب کا سبق ایک تھا یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ. وَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ اور انہوں نے پیروی کی ہر جبر کرنے والے سرکش کے حکم کی۔ عنید ضدی کو کہتے ہیں۔ جو حق کیساتھ ٹکرانے والا ضدی اور عناد رکھنے والا تھا اس کی بات مان لی مگر اللہ تعالیٰ کے معصوم پیغمبر کی بات نہ مانی وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً اور لگا دی گئی ان کے پیچھے اس دنیا میں لعنت۔ دنیا میں ملعون ہوئے۔ عذاب بھی رب تعالیٰ کی لعنت ہے۔ وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ اور قیامت والے دن بھی جب وہ اٹھیں گے تو ملعون ہی ہوں گے۔ رب تعالیٰ کی لعنت آئی تو ان پر عذاب آیا پھر وہ عذاب ختم ہونے میں نہیں آئے گا۔ برزخ قبر میں عذاب، میدان حشر میں عذاب، پھر پل صراط کا عذاب، پھر دوزخ کا عذاب لعنت ان کا پیچھا نہیں چھوڑے گی۔ اَلَآ خبردار اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ بیشک قوم عاد نے اپنے رب کے احکام کا انکار کیا اَلَا خبردار بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ بربادی ہوئی عاد قوم کیلئے جو ہود علیہ السلام کی قوم تھی۔ بُعْد کا لغوی معنٰی دوری ہے۔ مطلب بنے گا دوری ہوئی تباہی ہوئی قوم عاد کی۔ ان کا نام ونشان مٹ گیا اور اللہ تعالیٰ کا پیغمبر اور اس کے مومن ساتھی وہیں پھرتے رہے اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں۔

وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ

صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ ﴿۶۱﴾ قَالُوْا يٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَاۤ اَتَنْهٰىنَاۤ اَنْ نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَاِنَّنَا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَاۤ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ﴿۶۲﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتٰىنِيْ مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَيْتُهٗ فَمَا تَزِيْدُوْنَنِيْ غَيْرَ تَخْسِيْرٍ ﴿۶۳﴾ وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ ﴿۶۴﴾ فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ ﴿۶۵﴾

وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اور (بھیجا ہم نے) ثمود قوم کی طرف ان کے بھائی صالح علیہ السلام کو قَالَ فرمایا انہوں نے يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارے لئے کوئی معبود اس کے سوا هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ اسی نے پیدا کیا تمہیں زمین سے وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا اور اسی نے تمہیں آباد کیا اس زمین میں فَاسْتَغْفِرُوْهُ پس تم اس سے بخشش طلب کرو ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَيْهِ پھر رجوع کرو تم اس کی طرف اِنَّ رَبِّيْ

قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ بیشک میرا رب قریب ہے قبول کرنے والا ہے قَالُوْا کہا انہوں نے یٰصٰلِحُ اے صالح علیہ السلام قَدْ کُنْتَ فِیْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ ھٰذَآ تحقیق تھا تو ہمارے درمیان امید کیا گیا اس سے پہلے اَتَنْھٰنَآ اَنْ نَّعْبُدَ کیا آپ ہمیں منع کرتے ہیں اس بات سے کہ ہم عبادت کریں مَا یَعْبُدُ اٰبَآءُ نَا جن کی عبادت کرتے تھے ہمارے باپ دادا وَاِنَّنَا لَفِیْ شَکٍّ اور بیشک ہم شک میں ہیں مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَیْہِ اس چیز کے بارے میں جس چیز کی طرف آپ ہمیں دعوت دیتے ہیں مُرِیْبٍ وہ شک ہمیں اضطراب میں ڈالتا ہے قَالَ فرمایا صالح علیہ السلام نے یٰقَوْمِ اے میری قوم اَرَءَیْتُمْ بتلاؤ تم اِنْ کُنْتُ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنْ رَّبِّیْ اگر ہوں میں واضح دلیل پر اپنے رب کی طرف سے وَاٰتٰنِیْ مِنْہُ رَحْمَۃً اور اس نے دی ہو مجھے رحمت اپنی طرف سے فَمَنْ یَّنْصُرُنِیْ مِنَ اللّٰہِ پس کون میری مدد کرے گا اللہ تعالیٰ کے سامنے اِنْ عَصَیْتُہٗ اگر میں نے اس کی نافرمانی کی فَمَا تَزِیْدُوْنَنِیْ غَیْرَ تَخْسِیْرٍ پس نہیں زیادہ کرو گے تم میرے لئے سوائے نقصان کے وَیٰقَوْمِ اور اے میری قوم ھٰذِہٖ نَاقَۃُ اللّٰہِ یہ اللہ کی اونٹنی ہے لَکُمْ اٰیَۃً تمہارے لئے نشانی ہے فَذَرُوْھَا پس اس کو چھوڑ دو تَاْکُلْ فِیْٓ اَرْضِ اللّٰہِ کھائے اللہ تعالیٰ کی زمین میں وَلَا تَمَسُّوْھَا بِسُوْٓءٍ اور نہ تم اسکو ہاتھ لگاؤ تکلیف پہنچانے کیلئے فَیَاْخُذَکُمْ عَذَابٌ قَرِیْبٌ پس پکڑے گا تمہیں قریبی عذاب فَعَقَرُوْھَا پس انہوں نے اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ دیں فَقَالَ پس فرمایا تَمَتَّعُوْا فِیْ دَارِکُمْ ثَلٰثَۃَ

اَیَّامٍ فائدہ اٹھالواپنے گھروں میں تین دن ذٰلِکَ وَعْدٌ غَیْرُ مَکْذُوْبٍ یہ وعدہ ہے جوجھوٹا نہیں کیا جائے گا۔

حضرت نوح علیہ السلام کی نافرمان اور مجرم قوم کے بعد دوسرے نمبر پر دنیا میں عاد قوم آئی تھی جس کی طرف اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت ہود علیہ السلام کو بھیجا۔اس قوم نے بھی حضرت ہود علیہ السلام کی نافرمانی کی حق کوٹھکرایا،اللہ تعالیٰ کے احکامات کی مخالفت کی، توحید نہ مانی شرک کو نہ چھوڑا،اللہ تعالیٰ نے اس قوم کوتباہ کردیا۔تیسرے نمبر پر قوم ثمود ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے وَ اِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاھُمْ صٰلِحًا اور بھیجا ہم نے ثمود قوم کی طرف ان کے بھائی صالح علیہ السلام کو۔ بھائی کا معنیٰ پہلے میں نے سمجھایا ہے کہ برادری کے ایک فرد تھے اس لئے بھائی کہا ہے۔ جیسے ہم کہتے ہیں برادران وطن اور برادرانِ وطن میں ہندو،سکھ،عیسائی اور پارسی سارے آتے ہیں۔ورنہ یہ پیغمبر اور مومن ہیں قوم کافر ہے۔اس معنیٰ میں بھائی نہیں ہیں۔قَالَ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا یٰقَوْمِ اے میری قوم!اُعْبُدُوا اللّٰہَ عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ نہیں ہے تمہارے لئے اس کے سوا کوئی معبود۔

عبادت کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ :

تمام پیغمبروں کی دعوت اور تبلیغ کا پہلا سبق یہی ہوتا تھا کہ عبادت اللہ تعالیٰ کی کرو چاہے بدنی ہو،زبانی ہو یا مالی ہو۔تمام عبادتوں کے لائق صرف اللہ تعالیٰ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔اس کے سوا کوئی قانون بنانے والا نہیں ہے،نہ کوئی رزق دینے والا ہے،نہ کوئی اولاد دینے والا ہے،نہ کوئی سکھ دینے والا ہے،نہ کوئی دکھ دینے والا ہے،نہ کوئی نفع پہنچانے والا ہے،نہ کوئی نقصان پہنچانے والا ہے۔سوائے اللہ تعالیٰ کے اگر مخلوق میں

سے کسی کو یہ اختیارات ملتے تو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو ملتے لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ اختیارات آپ کو بھی نہیں دیئے۔ کئی دفعہ سن چکے ہو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں آپ ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا قُلْ اے نبی کریم ﷺ کہہ دو اعلان کر دو اِنِّیْ لَا اَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّ لَا رَشَدًا [جن:۲۱] ''بیشک میں نہیں مالک تمہارے لئے نقصان اور نفع کا۔'' جب آپ ﷺ کسی نفع نقصان کے مالک نہیں ہیں تو اور کون ہو سکتا ہے؟ اور سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۸۸ میں ہے قُلْ لَّا اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہُ ''اے پیغمبر آپ کہہ دیجئے۔ میں نہیں ہوں مالک اپنے نفس کیلئے نفع نقصان کا۔'' خدا کی مخلوق میں آپ ﷺ سے بڑی ہستی کوئی نہیں ہے تو جب آپ ﷺ کو نفع نقصان کا اختیار حاصل نہیں ہے تو آپ سے بڑی ہستی مخلوق میں کون ہے جسکو خدائی اختیارات حاصل ہو گئے ہیں۔ خدائی اختیارات صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔ ھُوَ اَنْشَاَکُمْ مِّنَ الْاَرْضِ اسی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے تمہیں زمین سے۔

زمین سے پیدا کرنے کا ایک مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا کہ زمین کے مختلف حصوں سے مٹی لیکر اس کا خمیر کیا، اس سے آدم علیہ السلام کا ڈھانچہ بنایا خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ [آل عمران:۵۹] ''آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا فرمایا پھر فرمایا ہو جا پس وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے ہو گیا'' اور اس سے آگے نسل چلی۔ تو اصل تمہاری خاک ہے۔ اور یہ معنی بھی بیان کرتے ہیں کہ انسان جو رزق کھاتا ہے اناج پھل وغیرہ وہ زمین سے پیدا ہوتا ہے اور اس رزق سے خون پیدا ہوتا ہے اسی خون کو رب تعالیٰ مادہ تولید بنا دیتا ہے اسی سے آگے نسل چلتی ہے۔ تو اب بھی پیدائش زمین سے ہوئی وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا اور اسی نے تمہیں

آباد کیا اس زمین میں فَاسْتَغْفِرُوْهُ پس تم اس سے بخشش طلب کرو اس سے معافی مانگو۔ انسان کو ہر وقت اپنے آپ کو گنہگار سمجھنا چاہئے اور معافی مانگتے رہنا چاہئے۔

بہترین گنہگار توبہ کرنے والے ہیں :

حدیث پاک میں آتا ہے کُلُّکُمْ خَطَّاءُوْنَ وَخَیْرُ الْخَطَّائِیْنَ اَلتَّوَّابُوْنَ ''تم سب کے سب خطا کار ہو (سوائے پیغمبروں کے) کوئی گناہوں سے معصوم نہیں ہے اور گناہگاروں میں بہترین وہ ہیں جو معافی مانگتے ہیں۔'' آنحضرت ﷺ امت کی تعلیم کی خاطر دن میں سو سو مرتبہ استغفار فرماتے تھے تاکہ امت کو استغفار کا سبق معلوم ہو جائے۔ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَیْهِ پھر رجوع کرو تم اس رب کی طرف۔ اس کی فرمانبرداری اور عبادت کرو گناہوں سے معافی مانگی ہے تو دوبارہ نہ کرو۔ یہ کوئی توبہ نہیں ہے کہ زبان سے توبہ توبہ اور ساتھ ساتھ گناہ بھی چلتے رہیں اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ بیشک میرا رب قریب ہے دعا قبول کرنے والا ہے۔ کتنا قریب ہے؟ فرمایا نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ [سورۃ ق] ''ہم اس کے شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے سوا دعا بھی کوئی قبول نہیں کر سکتا۔ یہ بات حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو حجر کے علاقہ میں سمجھائی۔ حجر بحرین اور سعودیہ کے درمیان میں ہے۔ قَالُوْا لوگوں نے جواب دیا یٰصٰلِحُ قَدْ کُنْتَ فِیْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ اے صالح علیہ السلام تحقیق تھا تو ہمارے درمیان امید کیا گیا اس تبلیغ سے پہلے۔ ہمیں تو امید تھی کہ آپ مستعد آدمی ہیں اب ہم اگر دس بتوں کی پوجا کرتے ہیں تو آپ بیس بتوں کی پوجا کرائیں گے۔ اگر ہم نے دس بت خانے بنائے ہیں تو آپ بیس بنا کر دیں گے لیکن آپ نے تو ہماری امیدوں پر پانی پھیر دیا ہے۔ کہ اَتَنْهٰنَآ اَنْ نَّعْبُدَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا کیا آپ ہمیں منع کرتے ہیں اس بات سے کہ ہم

عبادت کریں جن کی عبادت کرتے تھے ہمارے باپ دادا وَاِنَّنَا لَفِیْ شَکٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَیْہِ اور بیشک ہم شک میں ہیں اس چیز کے بارے میں جس چیز کی طرف آپ ہمیں دعوت دیتے ہیں۔ ہمیں تمہاری بات سمجھ نہیں آتی کہ الٰہ ایک ہو مُرِیْبٍ یہ ہمیں شک اور تردد میں ڈالتا ہے لہذا ہم ماننے کیلئے تیار نہیں ہیں قَالَ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا یٰقَوْمِ اے میری قوم اَرَءَیْتُمْ بتلاؤ تم اِنْ کُنْتُ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنْ رَّبِّیْ اگر ہوں میں واضح دلیل پر اپنے رب کی طرف سے وَاٰتٰنِیْ مِنْہُ رَحْمَۃً اور اس نے دی ہو مجھے رحمت اپنی طرف سے، ہدایت، ایمان، تقویٰ، نیکی۔ فرمایا ان حالات میں فَمَنْ یَّنْصُرُنِیْ مِنَ اللّٰہِ اِنْ عَصَیْتُہٗ پس کون میری مدد کرے گا اللہ تعالیٰ کے سامنے اگر میں نے اس کی نافرمانی کی فَمَا تَزِیْدُوْنَنِیْ غَیْرَ تَخْسِیْرٍ پس نہیں زیادہ کرو گے تم میرے لئے سوائے نقصان کے۔ مطلب یہ ہے کہ میں توحید کا سبق چھوڑ دوں اور تمہاری شرکیہ رسومات کی تردید کرنے کی بجائے خود کرنے لگ جاؤں تو مجھے نقصان کے سوا کیا حاصل ہوگا۔ لہذا نہ میں پیغام الٰہی پہنچانے سے باز آسکتا ہوں اور نہ تمہاری غلط بات کے پیچھے لگ سکتا ہوں۔

مکان ضرورت کے مطابق بنانا چاہئے :

حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے چٹانیں تراش کر اندر مکان بنائے ہوئے تھے کیونکہ انہوں نے سنا ہوا تھا کہ جب زلزلہ آتا ہے تو مکان گر جاتے ہیں اور دیوار میں اینٹ پتھر علیحدہ علیحدہ ہوں تو دیوار کے گرنے کا خطرہ زیادہ ہوتا ہے۔ اور چٹان اندر سے کرید کرید کر مکان بنایا جائے تو وہاں کونسی دیوار پھٹے گی۔ چٹانوں کو تراشنے کا ذکر سورت اعراف آیت نمبر ۷۴ میں ہے وَتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُیُوْتًا ''اور تراشتے ہو پہاڑوں میں گھروں کو'' ان چٹانوں میں انہوں نے بڑے بڑے کمرے بنائے ہوئے تھے۔ ہال کمرہ، ناچ

کمرہ، مہمان خانہ، غسل خانہ، باورچی خانہ وغیرہ۔ حضرت صالح علیہ السلام نے ان کے اس عمل پر بھی تنقید کی کہ اپنا قیمتی وقت ضائع کرتے ہوایسا نہ کروضرورت کیمطابق مکان بناؤ ۔ یہ جوتم مکان بنانے پر ستر ستر سال، اسّی اسّی سال اور سوسو سال لگا دیتے ہو زندگی تمہاری ان چیزوں میں صرف ہو رہی ہے۔ دیکھو مکان بھی انسان کی ضرورت ہے اس سے شریعت نہیں روکتی مگر اپنی ضرورت کے مطابق بناؤ۔ خیر انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کی بات کو تسلیم نہ کیا لیکن اللہ تعالیٰ کا پیغمبر اپنی ڈیوٹی دیتا رہا یہاں تک کہ وہ صالح علیہ السلام کی تبلیغ سے تنگ آ کر کہنے لگے کہ اگر آپ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں تو ہماری فرمائش کو پورا کرو ہم تمہاری باتیں مان لیں گے۔

قوم ثمود کا مطالبہ کہ اونٹنی پتھر سے پیدا ہو اور ہو بھی گابھن :

حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا بتاؤ تم کیا چاہتے ہو؟ ایک بہت بڑی چٹان تھی اس کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے کہ اس چٹان سے اونٹنی نکلے اور ساتھ ہی بچہ جَن (جنم) دے۔ عادتاً تو اس فرمائش کے پورے ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کہ پتھروں اور چٹانوں سے اونٹنی پیدا ہو اور پھر فوراً بچہ بھی جَن دے اور یہ بھی انہوں نے کہا کہ اس اونٹنی کے بال بڑے گھنے اور خوبصورت ہوں۔ چنانچہ اس کیلئے دن مقرر کیا گیا شہروں دیہاتوں میں ڈھنڈورا پیٹا گیا کہ آؤ بھئی فلاں دن پتھر سے اونٹنی پیدا ہونی ہے، مذاق اڑاتے تھے۔ مرد، عورتیں، بوڑھے، بچے اور جوان اکٹھے ہوئے عجیب قسم کا منظر تھا ایک میلہ لگا ہوا تھا۔ اشارہ کیا کہ اس چٹان سے اونٹنی نکلے سب نے آنکھوں کیساتھ دیکھا اسی چٹان سے اونٹنی نکلی اور ساتھ ہی بچہ بھی جَن دیا۔ اس کا ذکر ہے حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً اور اے میری قوم یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی ہے تمہارے لئے نشانی ہے۔

پتھروں میں سے کہاں اونٹنیاں نکلتی ہیں یہ تو رب تعالیٰ نے تمہیں نشانی دکھائی ہے۔
فَذَرُوْهَا پس اس کو چھوڑ دو تَـاْكُلْ فِیْ اَرْضِ اللّٰهِ کھائے چارہ اللہ تعالیٰ کی زمین میں
وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ اور نہ تم اسکو ہاتھ لگاؤ تکلیف پہنچانے کیلئے ویسے برکت کیلئے ہاتھ لگا
سکتے ہو، مالش کرو خدمت کرو لیکن تکلیف پہنچانے کیلئے ہاتھ نہ لگاؤ فَيَـاْخُذَكُمْ عَذَابٌ
قَرِيْبٌ پس پکڑے گا تمہیں قریبی عذاب۔

منہ مانگی نشانی دیکھنے کے باوجود کوئی مسلمان نہ ہوا :

اتنی بڑی نشانی دیکھی لیکن کسی تفسیر یا تاریخ کی کتاب میں نظر سے نہیں گزرا کہ ان مجرموں میں سے کوئی ایمان لایا ہو حالانکہ الحمد للہ تفسیر اور تاریخ کی کافی کتابیں دیکھی ہیں۔ جیسے قریش مکہ نے آنحضرت ﷺ کو کہا کہ اگر چاند دو ٹکڑے ہو جائے تو ہم مان جائیں گے۔ چودھویں رات کا چاند تھا دو ٹکڑے ہوا قرآن پاک میں اس کا ذکر ہے اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ "قریب آگئی ہے قیامت اور پھٹ گیا ہے چاند۔" لیکن کوئی نہ مانا۔ کہنے لگے سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ "یہ جادو ہے مضبوط جادو۔" اس ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ تو فرمایا کہ اس کو برائی کیساتھ ہاتھ نہ لگانا۔ سورت نمل آیت نمبر ۴۸ میں ہے وَكَانَ فِی الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ "اور تھے شہر میں نو شخص جو فساد کرتے تھے زمین میں اور نہیں اصلاح کرتے تھے۔" یہ تو اس علاقے کے بدمعاش اور غنڈے تھے انکے سردار کا نام تھا قدار ابن صالح۔ اس کا سر چھوٹا اور بلی کی طرح آنکھیں تھیں شیطانوں کا پیر تھا۔ ہر ڈاکے اور قتل میں یہ شریک ہوتے تھے۔ ایک عورت تھی جس کا نام تھا عنیزہ بنت غَنَم۔ اس کے پاس بھیڑ بکریاں، گائیں اور اونٹ بہت تھے اس کو جانوروں کے پانی پلانے میں دقت پیش آتی تھی۔ سورت شعراء آیت نمبر ۱۰۰ میں ہے قَالَ

هٰـذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ''حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا یہ اونٹنی ہے اس کیلئے پانی پینے کی باری ہے اور تمہارے لئے بھی پانی پینے کی باری ہے ایک مقرر دن پر۔'' ایک دن تمہارے جانور پئیں گے اور ایک دن یہ اونٹنی پئے گی تمہارا کوئی جانور نہیں پئے گا۔عنیزہ کے جانور بہت زیادہ تھے۔اوباش قسم کی عورت تھی خاوند فوت ہو چکا تھا جواں سال اس کی بیٹیاں تھیں۔اس نے قیدار ابن صالح کیساتھ سازباز کی کہ میرے جانور پیاسے رہ جاتے ہیں تم درمیان سے اس اونٹنی کو ختم کرو تا کہ وہ پانی کی باری بھی ہمیں مل جائے۔

حضرت صالح علیہ السلام کو قتل کرنے کا منصوبہ :

قیدار نے اپنے غنڈوں کے ساتھ مشورہ کیا جس کا ذکر سورۃ النمل آیت نمبر ۴۹ میں ہے۔قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ''کہا انہوں نے قسمیں کھاؤ اللہ تعالیٰ کے نام کی کہ ہم رات کے وقت صالح علیہ السلام اور انکے گھر والوں کو حملہ کر کے ہلاک کر دیں گے۔ہم کہیں گے ان کے دعویدار سے کہ ہم نہیں حاضر ہوئے انکے اہل کے ہلاک ہونے کے وقت اور ہم سچے ہیں۔'' یعنی انہوں نے مشورہ کیا کہ رات کو حملہ کر کے صالح علیہ السلام کو بمع اہل خانہ کے ہلاک کر دیں پھر ہم قسم اٹھا کر کہیں گے کہ ہمیں معلوم نہیں کہ کس نے مارا ہے۔پھر اونٹنی کو ہلاک کر دیں گے۔پھر مشورہ تبدیل کر لیا کہ پہلے اونٹنی کو مارو پھر صالح علیہ السلام کو۔اُس کا ذکر ہے فَعَقَرُوْهَا پس انہوں نے اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ دیں فَقَالَ پس حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ فائدہ اٹھالو تم اپنے گھروں میں تین دن۔مثلاً بدھ والے دن انہوں نے اونٹنی کی ٹانگیں کاٹیں حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کل

جمعرات ہے پرسوں جمعہ ہے چوتھ (ترسوں) ہفتہ ہے۔ان تین دنوں تک تمہیں مہلت ہے۔اور یہ بھی تفسیروں میں آتا ہے کہ فرمایا کل تمہاری شکلیں پیلی ہونگی پرسوں سرخ ہونگی پھر کالی ہو جائیں گی۔یہ سب کچھ تمہیں نظر آئے گا بہتر ہے توبہ کرلو۔کہنے لگے اگر تیری وجہ سے بچتے ہیں تو پھر موت ہی بہتر ہے۔فرمایا فائدہ اٹھالو اپنے گھروں میں تین دن ذٰلِکَ وَعْدٌ غَیْرُ مَکْذُوْبٍ یہ وعدہ ہے جو جھوٹا نہیں کیا جائے گا۔باقی آئندہ آئے گا۔

انشاءاللہ تعالیٰ

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿۶۶﴾ وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۶۷﴾ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَاۤ اِنَّ ثَمُوْدَاۡ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ﴿۶۸﴾ وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَاۤ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ﴿۶۹﴾ فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ﴿۷۰﴾ وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ﴿۷۱﴾

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا پس جب آیا ہمارا حکم نَجَّيْنَا صٰلِحًا ہم نے نجات دی صالح علیہ السلام کو وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے تھے ان کیساتھ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا اپنی رحمت کیساتھ وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ اور اس دن کی رسوائی سے اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ بیشک تیرا رب وہ قوی ہے غالب ہے وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ اور پکڑا ان لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا ایک چیخ نے فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ پس ہو گئے وہ اپنے گھروں میں جٰثِمِيْنَ گھٹنوں کے بل گرنے والے كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا گویا کہ وہ ان گھروں میں آباد ہی نہیں ہوئے اَلَاۤ خبردار اِنَّ ثَمُوْدَاۡ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ بیشک قوم ثمود نے اپنے رب کے

احکامات کی نافرمانی کی اَ لَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ خبردار دوری ہے قوم ثمود کیلئے وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اور البتہ تحقیق آئے ہمارے بھیجے ہوئے اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰی ابراہیم علیہ السلام کے پاس خوشخبری لے کر قَالُوْا سَلٰمًا انہوں نے کہا سلام قَالَ سَلٰمٌ ابراہیم علیہ السلام نے بھی کہا سلام فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ پس نہ ٹھہرے کہ لے آئے بچھڑا بھونا ہوا فَلَمَّا رَآ اَيْدِيَهُمْ پس جب دیکھا ابراہیم علیہ السلام نے ان کے ہاتھوں کو لَا تَصِلُ اِلَيْهِ کہ نہیں پہنچتے اس کی طرف نَكِرَهُمْ تو اوپرا سمجھا ان کو وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً اور محسوس کیا ان کی طرف سے خوف قَالُوْا لَا تَخَفْ انہوں نے کہا خوف نہ کرو اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ہم بھیجے گئے ہیں لوط علیہ السلام کی قوم کی طرف وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ اور ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کھڑی تھی فَضَحِكَتْ پس وہ ہنس پڑی فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ پس ہم نے اس کو خوشخبری دی اسحاق علیہ السلام کی وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ اور اسحاق علیہ السلام کے بعد یعقوب علیہ السلام کی۔

گذشتہ درس میں تم سن چکے ہو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حجر کے علاقے میں قوم ثمود کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا۔ انہوں نے اپنی قوم کو کافی عرصہ تک تبلیغ کی۔ تفسیروں میں آتا ہے کہ ان پر تقریباً چار ہزار آدمی ایمان لائے باقی کوئی ایمان لانے کیلئے تیار نہ ہوا بلکہ فرمائشی معجزے طلب کرنے پر لگے رہے۔ بالآخر یہ مطالبہ کیا کہ چٹان سے اونٹنی پیدا ہو اس کے جسم پر بال گھنے اور خوبصورت ہوں اور اس سے جوان قسم کا بچہ بھی پیدا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی فرمائش کو پورا کیا۔ چٹان سے اونٹنی نکلی اور اس نے بچہ بھی جن

دیا لیکن ان مشرکوں، نافرمانوں اور مجرموں میں سے کوئی بھی ایمان نہ لایا۔ حضرت صالحؑ نے فرمایا کہ اس کو تکلیف نہ دینا مگر ان ظالموں نے اس کی ٹانگیں کاٹ دیں۔ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہیں تین دن کی مہلت ہے۔ توبہ استغفار کرو، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو لیکن وہ اس کیلئے بھی تیار نہ ہوئے۔ ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ پھر کیا ہوا؟

قوم صالح کی تباہی کا ذکر :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا پس جب آیا ہمارا حکم مراد عذاب ہے کہ جب ہمارا عذاب آیا نَجَّیْنَا صٰلِحًا نجات دی ہم نے صالح علیہ السلام کو وَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے تھے ان کیساتھ۔ جن کی تعداد تقریباً چار ہزار تفسیروں میں بتائی گئی ہے۔ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا اپنی رحمت کیساتھ ان کو نجات دی وَمِنْ خِزْیِ یَوْمِئِذٍ اور اس دن کی رسوائی سے بھی جو عذاب آنے کے بعد ہوئی اِنَّ رَبَّکَ هُوَ الْقَوِیُّ الْعَزِیْزُ بیشک تیرا رب وہ قوی ہے غالب ہے۔ آگے عذاب کی شکل کا بیان ہے کہ وہ عذاب کس شکل میں آیا وَاَخَذَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الصَّیْحَةُ اور پکڑا ان لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا ایک چیخ نے۔ حضرت جبرائیل نے ایک ڈراونی سی آواز نکالی اس سے سارے مجرم ہلاک ہو گئے جہاں جہاں بھی تھے ایک نفس بھی نہ بچا لیکن نہ حضرت صالح علیہ السلام کو کچھ ہوا اور نہ ان کے ساتھیوں کو حالانکہ وہ بھی وہیں تھے۔ یہ رب تعالیٰ کی قدرت ہی ہے کہ جگہ ایک ہو بعض عذاب میں مبتلا ہوں اور بعض کو کچھ بھی نہ ہو۔ حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو آواز نے کچھ نہ کہا اور جو مجرم تھے ان کو چھوڑا نہیں۔ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دِیَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ پس ہو گئے وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل پڑنے والے۔ جس طرح ہم

التحیات میں بیٹھتے ہیں یہ انسان کی عاجزی کی حالت ہے۔اس طرح گھٹنوں کے بل گر کر تباہ و برباد ہو گئے کَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَا گویا کہ وہ ان گھروں میں آباد ہی نہیں ہوئے۔ایسے تباہ ہوئے کہ ان کے نام ونشان مٹ گئے۔حالانکہ ان گھروں میں چہل پہل ہوتی تھی عورتیں ،مرد، چھوٹے بڑے، بوڑھے اور بچوں کا میلا لگا ہوتا تھا اور اب ان گھروں میں آواز ہی نہیں ہے۔ اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَاْ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ خبردار بیشک قوم ثمود نے اپنے رب کے احکامات کی نافرمانی کی۔گویا ان کی تباہی کا سبب اور علت رب کی نافرمانی اور پیغمبروں کی نافرمانی ہے۔ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ خبردار! دوری ہے قوم ثمود کیلئے دنیا سے۔اور لازمی معنیٰ کرتے ہیں ہلاکت اور بربادی ہوئی قوم ثمود کی۔اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دور آیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آبائی وطن :

حضرت ابراہیم کی علیہ السلام کی پیدائش عراق کے شہر کُوثی بروزن طوبیٰ میں ہوئی۔یہ اس وقت کلدانی حکومت کا دارالخلافہ تھا۔آجکل کے جغرافیہ میں اس کا نام اُرن ہے۔اس وقت کے بادشاہ کا نام نمرود بن کنعان تھا جو بڑا ظالم اور جابر بادشاہ تھا۔حضرت ابراہیم نے عرصہ دراز تک تبلیغ کی مگر اپنی بیوی سارہ علیہا السلام جو چچازاد بہن بھی تھی اور بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام کے سوا کسی نے ساتھ نہ دیا اور یہ بھی یاد رکھنا! کہ پیغمبر پیدائشی طور پر موحد ہوتا ہے ایک لحہ کیلئے بھی شرک نہیں کرتا۔البتہ تبلیغ کا کام اس وقت شروع کرتا ہے جب رب تعالیٰ کی طرف سے نبوت کا تاج پہنایا جاتا ہے۔تو اس عرصہ دراز میں بڑی بڑی آزمائشیں آئیں یہاں تک کہ آگ کا بھٹہ تیار کیا گیا۔کپڑے اتار کر رسیوں میں جکڑ کر اس میں ڈال دیا گیا۔تماشائیوں کا بہت بڑا مجمع تھا انتظار میں تھے کہ دیکھو اب سر پھٹے

ٹھاہ! ہوگی اور ہمارے کلیجے ٹھنڈے ہوں گے۔لیکن ارشاد خداوندی ہے قُلْنَا یَانَارُ کُوْنِیْ بَرْدًاوَّسَلامًا عَلٰی اِبْرَاھِیْم[انبیاء:٦٩] ''ہم نے کہا اے آگ ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا ابراہیم علیہ السلام پر۔'' رب تعالیٰ کی قدرت کہ وہ آگ جس کے شعلے آسمان تک بلند ہورہے تھے اس نے ابراہیم علیہ السلام کے جسم کے ایک بال کو بھی نہیں چھیڑا صرف وہ رسیاں جلادیں جن کیساتھ ابراہیم علیہ السلام کو باندھا گیا تھا۔ یہ سارا منظر دیکھ کر بھی کوئی ایمان نہ لایا۔ حافظ ابن کثیرؒ محدث بھی ہیں، مفسر اور فقیہ بھی۔ وہ اپنی تفسیر اور اپنی کتاب ''البدایہ والنہایہ'' میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد آزر نے اس وقت یہ الفاظ کہے تھے نِعْمَ الرَّبُّ رَبُّکَ یَا اِبْرَاھِیْمُ ''اے ابراہیم تیرا رب بہت اچھا رب ہے۔'' لیکن ایمان پھر بھی نہیں لایا۔اس کے بعد یہاں سے ہجرت کر کے شام تشریف لے گئے۔راستے میں بھی بڑی تکلیفیں آئیں۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کو سُدُوم کے علاقہ میں نبی مقرر فرمایا جہاں آجکل آب سیاہ بحیرہ مردار ہے۔یہ دس میل کا رقبہ ہے جہاں حضرت لوط علیہ السلام کی قوم تباہ ہوئی تھی۔

دمشق میں ابراہیمؑ کے پاس فرشتوں کی آمد :

حضرت ابراہیم علیہ السلام دمشق میں اپنی اہلیہ حضرت سارا علیہ السلام کے ہمراہ اپنے گھر تشریف فرما تھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہمانوں کی شکل میں فرشتے آئے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام، حضرت میکائیل علیہ السلام اور حضرت اسرافیل کا نام تفسیروں میں آتا ہے۔کل تعداد کتنی تھی؟ تین تھے، چھ تھے، دس تھے بارہ فرشتے بھی لکھے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

یہ فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بڑی عمر والے آدمیوں کی شکل میں

معزز مہمانوں کی طرح آئے سلام کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سلام کا جواب دیا۔ گھر بیوی کے علاوہ کوئی نہیں تھا لہذا بیوی سے کہا مصالحہ تیار کرو آگ جلاؤ۔ حضرت ابراہیمؑ نے موٹا تازہ بچھڑا ذبح کیا، کھال اتاری گوشت بنا کر بیوی کو دیا کہ اس کو روسٹ کرو۔ حَنِیْذٌ کا معنیٰ ایسا بھونا ہوا کہ اس میں پانی بالکل نہ ہو اور ایک معنیٰ گھی میں تلا ہوا بھی کرتے ہیں دو معانی ہیں۔ اس واقعہ کا ذکر ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰی اور البتہ تحقیق آئے ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ابراہیم علیہ السلام کے پاس خوشخبری لے کر۔ اس خوشخبری کا ذکر آگے آئے گا قَالُوْا سَلٰمًا انہوں نے کہا سلام۔ اور مسئلہ یہی ہے کہ آنے والے کو سلام کرے بڑا ہو یا چھوٹا ہو یہ آنے والے کا فریضہ ہے۔

سلام کرنے کی ترغیب وترتیب :

بخاری شریف میں حدیث آتی ہے سوار پیدل کو سلام کرے جو کھڑا ہے بیٹھنے والے کو سلام کرے چلنے والا ہے وہ کھڑے ہوئے کو سلام کرے چھوٹا بڑے کو سلام کرے تھوڑے آدمی زیادہ آدمیوں کو سلام کریں۔ ایک طرف سے دس آدمی آرہے ہیں اور دوسری طرف سے دو آرہے ہیں تو یہ دو آدمی دس آدمیوں کو سلام کریں۔ لیکن اگر جہالت کی وجہ سے اس مسئلے کو نہیں سمجھتا جیسا کہ ہمارا زمانہ دینی مسائل کے اعتبار سے جہالت میں ڈوبا ہوا ہے تو پھر دیندار آدمی کو خود سلام کر لینا چاہئے اجر ضائع نہ کرے۔ السلام علیکم کہے گا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دس نیکیاں ملیں گی ایک صغیرہ گناہ جھڑ جائے گا اور ایک درجہ بلند ہو جائے گا اسی طرح وعلیکم السلام کہنے والے کو بھی دس نیکیاں ملیں گی ایک گناہ جھڑ جائے گا اور ایک درجہ بلند ہو جائے گا خود بخود۔ اور اگر ساتھ ورحمہ اللہ کہا تو بیس نیکیاں ملیں گی اور اگر ساتھ وبرکاتہ کہا تو تیس نیکیاں ملیں گی اور اگر ساتھ ومغفرتہٗ بھی کہا تو چالیس

نیکیاں ملیں گی۔ابوداؤد شریف اور امام بخاریؒ کی کتاب ''ادب المفرد'' میں پانچواں لفظ وَطَیِّبٰتُ صَلٰوتُہٗ بھی ہے۔چونکہ الگ الگ جملے ہیں لہٰذا ہر ہر جملے کی دس دس نیکیاں علیحدہ علیحدہ ہیں۔

جن موقعوں پر سلام کرنا منع ہے :

لیکن اگر درس ہو رہا ہے قرآن وحدیث کا یا وعظ ہو رہا ہو، جمعہ اور عید کا خطبہ ہو رہا ہو پھر سلام نہیں کہنا۔ بلکہ ان صورتوں میں اگر کہے گا تو کہنے والا گنہگار ہوگا لہٰذا خاموشی سے آکر بیٹھ جائے۔فرشتے چونکہ باہر سے آئے تھے اس لئے انہوں نے سلام کیا قَالَ سَلٰمٌ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا وعلیکم السلام ورحمہ اللہ فَمَا لَبِثَ پس نہیں ٹھہرے ابراہیم علیہ السلام اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِیْذٍ کہ لے آئے بچھڑا بھونا ہوا ڈش میں رکھ کر۔اب بھنا تلا ہوا بچھڑا سامنے رکھا ہوا ہے فرشتے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں مگر کھانے کی طرف ہاتھ کسی کا نہیں بڑھتا فَلَمَّا رَآٰ اَیْدِیَھُمْ پس جب دیکھا ابراہیم علیہ السلام نے ان کے ہاتھوں کو لَا تَصِلُ اِلَیْہِ کہ نہیں پہنچتے اس بچھڑے کے گوشت کی طرف نَکِرَھُمْ تو انکو اوپرا، اجنبی سمجھا۔

کہتے ہیں کہ اس زمانے میں یہ دستور تھا کہ چور، ڈاکو، اغواء کرنے والے اس گھر سے کھانا نہیں کھاتے تھے جنکو نقصان پہنچانا ہوتا تھا کہ یہ نمک حرامی ہے کہ ان کا کھانا بھی کھائیں اور پھر ان کی چوری بھی کریں۔مگر آجکل کے ڈاکو تو بہ توبہ پہلے پوچھتے ہیں کہ بتلاؤ کھانے کی چیزیں کہاں کہاں پڑی ہیں؟ کھانے پینے کے بعد کہتے ہیں بتاؤ چابیاں کہاں ہیں؟ ہمارے حوالے کرو اور بتلاؤ کہ پیسے اور زیورات کہاں ہیں؟ کہ جرأت پیدا ہوگئی ہے۔خدا پناہ! کسی کی جان محفوظ نہیں نہ عزت محفوظ ہے۔اور کہیں بھی محفوظ نہیں ہے نہ گھر

میں نہ سفر میں ۔اور یا درکھو! یہ سب کچھ ناقص نظام کا حصہ ہے اگر اسلام نافذ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کسی کو کوئی خطرہ نہیں ہوگا ۔اس وقت بچپن اسلامی ملک کہلاتے ہیں۔ ان میں سے صرف طالبان کے علاقے میں مکمل اسلامی قانون نافذ ہے اور اس کا ثمرہ سب لوگوں کے سامنے ہے کہ وہاں کے لوگوں کو امن حاصل ہے، نہ چوری ہے، نہ ڈاکہ ہے، نہ قتل ہے۔ غیر ملکی صحافی بھی جب اس ملک میں آتے ہیں تو اقرار کرتے ہیں کہ وہاں نہایت امن وسکون ہے ۔ کیونکہ قانون خداوندی نافذ ہے اور دوسرے ملکوں میں بد امنی کی وجہ سے نظام کی خرابی ہے کہ یہ نظام لوگوں نے بنائے ہیں اپنے مفادات کو سامنے رکھتے ہوئے کہ میرا کاروبار کیسے بچتا ہے، میری زمین کیسے بچتی ہے، میری آمدنی پر زدتو نہیں پڑتی ۔ ہر ایک اپنا فائدہ سوچتا ہے ۔اور طالبان کو قانون بنانے کی ضرورت ہی نہیں ہے ۔ کیونکہ ان کے سامنے قرآن وسنت ہے ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابیں موجود ہیں۔ یہ اسلامی قانون ہے۔ اور ان کے جتنے افسر ہیں سب علماء ہیں اور بڑا خدا کا فضل یہ ہے کہ دیوبندی مسلک کے ہیں ہمارے مدارس سے پڑھ کے گئے ہیں ۔اسی وجہ سے طاہر القادری جیسے لوگ مخالفت کرتے ہیں کہ ہم طالبان کی جمہوریت کو نہیں مانتے ۔ بھائی وہ تو دین ہے جمہوریت نہیں ہے ۔ یہ کہو کہ ہم دین نہیں مانتے دیوبندیوں کی حکومت نہیں مانتے ۔کھل کر کہو، بات سب کو سمجھ آئے چکر دے کر باتیں کرنے کا کیا معنیٰ ؟ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً اور محسوس کیا ان کی طرف سے خوف کہ یہ لوگ کھانا نہیں کھا رہے لگتا ہے اچھے ارادے سے نہیں آئے ۔مذہبی مخالف ہیں یا کوئی اور بات ہے۔ فرشتے سمجھ گئے کہ قَالُوْا لَا تَخَفْ انہوں نے کہا خوف نہ کرو اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ہم بھیجے گئے ہیں لوط علیہ السلام کی قوم کی طرف۔

پیغمبر غیب دان نہیں ہوتا :

اب بات سمجھیں۔اہل بدعت کہتے ہیں کہ پیغمبر علم غیب رکھتے ہیں اور حاضر ناظر بھی ہیں۔سوال یہ ہے کہ اگر ابراہیم علیہ السلام عالم الغیب ہوتے تو ان کو یہ معلوم نہ ہوتا کہ یہ فرشتے ہیں؟اور اگر حاضر ناظر ہوتے تو معلوم ہوتا کہ فلاں جگہ سے فلاں فلاں راستے سے آئے ہیں بچھڑا ذبح کرنے کی ضرورت ہی نہ پڑتی ؟ کہ فرشتے تو کچھ کھاتے پیتے ہی نہیں ہیں ان کیلئے بچھڑا ذبح کرنے اور پھر ان سے خوف کھانے کی کیا ضرورت تھی؟

حضرت ابراہیمؑ نے ان کو انسان سمجھا اور ان کی مہمانی کیلئے بچھڑا ذبح کیا۔علم غیب اور حاضر وناظر کی نفی کیلئے یہی دلیل کافی ہے اگر کوئی سمجھے۔حالانکہ سارا قرآن بھرا پڑا ہے دلائل سے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں ہے اور نہ کوئی حاضر وناظر ہے۔ وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ اور ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کھڑی تھی اس انتظار میں کہ اور گوشت منگوائیں گے تو پکڑا دونگی۔جس وقت انہوں نے کہا کہ ہم تو فرشتے ہیں فَضَحِکَتْ اہلیہ محترمہ ہنس پڑیں کہ ہمارے ساتھ کیا بنا ہے۔یہ تو فرشتے ہیں جو نہ کھاتے ہیں،نہ پیتے ہیں ،نہ پیشاب پاخانہ کرتے ہیں،نہ ان میں جنسی خواہشات ہیں نہ سوتے ہیں،نہ تھکتے ہیں،نہ سوتے ہیں۔خوراک ان کی سبحان اللہ ہے۔تو وہ ہنس پڑی کہ ہم نے کیا سمجھا اور نکلا کیا۔جد الانبیاء کی بیوی جو اولیاء کی سردار ہیں وہ بھی نہیں جانتی لیکن ٹکے ٹکے کے ملنگ کہتے ہیں کہ ہم سارا کچھ جانتے ہیں۔لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم

یاد رکھنا!عقیدہ بڑی قیمتی چیز ہے اس کو محفوظ رکھنا۔کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے بغیر نہ کوئی عالم الغیب ہے،نہ کوئی حاضر وناظر ہے،نہ کوئی مختار کل ہے،نہ کوئی دستگیر ہے،نہ کوئی حاجت روا اور نہ کوئی مشکل کشا ہے،نہ کوئی فریاد رس اور نہ کوئی مقنن قانون ساز ہے۔

قانون ساز صرف اللہ تعالیٰ ہے۔اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ [سورۃ یوسف] ''نہیں ہے حکم مگر اللہ تعالیٰ کیلئے۔'' فَبَشَّرْنٰھَا بِاِسْحٰقَ پس ہم نے اس عورت کو خوشخبری دی اسحاق علیہ السلام کی۔اے بی بی! تجھے اللہ تعالیٰ بیٹا دے گا اور نام بھی اللہ تعالیٰ نے خود رکھا اسحاق علیہ السلام وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ اور اسحاق علیہ السلام کے بعد یعقوب علیہ السلام کی خوشخبری دی۔یعنی آپ کی زندگی میں اسحاق علیہ السلام جوان ہونگے شادی کریں گے شادی کے بعد اللہ تعالیٰ ان کو بیٹا دیگا اور اس بیٹے کا نام بھی اللہ تعالیٰ نے خود یعقوب علیہ السلام رکھا۔ یہ سب کچھ ہوا زندگی رہی تو آئندہ کلام آئے گی۔انشاء اللہ تعالیٰ

قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِىْ شَيْخًا ۭ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ ﴿۷۲﴾ قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ۭ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ﴿۷۳﴾ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَاۗءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ ﴿۷۴﴾ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ﴿۷۵﴾ يٰٓاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ جَاۗءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ ﴿۷۶﴾

قَالَتْ وہ کہنے لگی يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ ہائے افسوس مجھ پر کیا میں بچہ جنوں گی وَاَنَا عَجُوْزٌ حالانکہ میں بوڑھی ہوں وَّهٰذَا بَعْلِىْ شَيْخًا اور یہ میرا خاوند بھی بوڑھا ہے اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ بیشک یہ تو البتہ عجیب چیز ہے قَالُوْٓا وہ کہنے لگے اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ کیا تو تعجب کرتی ہے اللہ تعالیٰ کے حکم پر رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکتیں عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ تم پر ہوں اے گھر والو اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ بیشک وہ تعریفوں اور بزرگی والا ہے فَلَمَّا ذَهَبَ پس جب چلا گیا عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ ابراہیم علیہ السلام سے خوف وَجَاۗءَتْهُ الْبُشْرٰى اور آ گئی ان کے پاس خوشخبری يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ تکرار کرنے لگے ہمارے ساتھ قوم لوط کے بارے میں اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ بیشک ابراہیم علیہ السلام بڑے بردبار آہ وزاری کرنے والے رجوع کرنے والے تھے يٰٓاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا اے ابراہیم علیہ السلام اعراض

کریں اس سے اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ بیشک شان یہ ہے تحقیق تیرے رب کا حکم آچکا ہے وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ اور بیشک ان لوگوں کے پاس آنے والا ہے عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ ایسا عذاب جس کو لوٹایا نہیں جا سکتا۔

فرشتوں اور جنات کو مختلف شکلیں بدلنے کا اختیار :

گذشتہ آیات میں یہ بیان ہوا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتے معزز مہمانوں کی شکل میں تشریف لائے۔ جن میں حضرت جبرائیل علیہ السلام، حضرت میکائیل علیہ السلام اور حضرت اسرافیل علیہ السلام کا ذکر تفسیروں میں صراحت کیساتھ آتا ہے۔ یہ فرشتوں کی اچھی خاصی جماعت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ جس کی شکل اختیار کرنا چاہیں کر سکتے ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کبھی حضرت دحیہ ابن خلیفہ کلبی کی شکل میں تشریف لاتے۔ دیکھنے والے انسان ہی سمجھتے تھے حالانکہ جبرائیل علیہ السلام ہوتے تھے۔ جنات کو بھی اللہ تعالیٰ نے مختلف شکلیں اختیار کرنے کا اختیار دیا ہے۔ جن انسان کی شکل میں بھی آسکتا ہے، گدھے اور چڑیا کی شکل میں بھی آسکتا ہے، سانپ کی شکل بھی اختیار کر سکتا ہے۔ لیکن انسان کو اللہ تعالیٰ نے اختیار نہیں دیا کہ وہ اپنی شکل بدل سکیں۔ بہرحال فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس معزز اور محترم بڑی عمر والے انسانوں کی شکل میں تشریف لائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر ان کی اہلیہ حضرت سارہ علیہا السلام کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا چونکہ مہمان زیادہ تھے مرغی سے کام نہیں چل سکتا تھا ایک بچھڑا پالا ہوا تھا اس کو ذبح کر کے گوشت بنا کر روسٹ کرا کے مہمانوں کے سامنے رکھ دیا۔

حدیث پاک میں آتا ہے مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ

ضَیفَہٗ ''جو آدمی اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے پس چاہئے کہ وہ مہمان کی عزت کرے۔'' مہمان کی عزت کرنا ایمان کا حصہ ہے اور پیغمبر سے بڑا مومن کوئی نہیں ہوسکتا۔ لیکن مہمانوں نے کھانا چکھا تک نہیں تو ابراہیم علیہ السلام حیران ہوئے کہ یہ کھاتے کیوں نہیں؟ بالآخر فرشتے بول پڑے کہ ہم تو فرشتے ہیں اور لوط علیہ السلام کی تباہی کیلئے بھیجے گئے ہیں اور جاتے جاتے تمہیں خوشخبری بھی سنانی تھی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بیٹا اسحاق علیہ السلام عطا فرمائیں گے اور پوتا یعقوب علیہ السلام بھی۔ تم اپنی آنکھوں سے بیٹے کو اور پوتے کو بھی دیکھوگے۔

اللہ تعالیٰ جب چاہے اولاد دیدے :

قَالَتْ وہ کہنے لگی ہائے افسوس مجھ پر یٰوَیْلَتٰٓی ءَ اَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ کیا میں بچہ جنوں گی حالانکہ میں بوڑھی ہوں۔ تفسیروں میں لکھا ہے کہ اس وقت حضرت سارہ علیہا السلام کی عمر ایک کم سو سال تھی اور ہمارے ہاں ننانوے سال کی بیبیاں لاٹھی لیکر بھی نہیں چل سکتیں۔ وَھٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا اور یہ میرا خاوند بھی بوڑھا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر اس وقت اے سو بیس سال تھی۔ مطلب یہ ہے کہ میں بھی بوڑھی میرا خاوند بھی بوڑھا ہم تو اولاد کے قابل نہیں ہیں اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عَجِیْبٌ بیشک یہ تو البتہ عجیب چیز ہے کہ بوڑھوں کے گھر بچہ پیدا ہو۔ ظاہری حالات کے مطابق تو بات ایسی ہی تھی قَالُوْٓا فرشتے کہنے لگے اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ کیا تو تعجب کرتی ہے اللہ تعالیٰ کے حکم پر رَحْمَتُ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو وَبَرَکٰتُہٗ اور اللہ تعالیٰ کی برکتیں ہوں عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ تم پر اے گھر والو اِنَّہٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ بیشک وہ تعریفوں والا اور بزرگ ہے۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے چاہے جوانی میں اولاد دیدے چاہے بڑھاپے میں دیدے، چاہے نہ جوانی میں دے نہ بڑھاپے میں

دے۔

سورت مریم میں حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کا ذکر ہے اِذْ نَادٰی رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ’’جب پکارا زکریا علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارنا آہستہ قَالَ کہا رَبِّ اِنِّی وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ اے میرے پروردگار بیشک میری ہڈیاں کمزور ہوگئی ہیں وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا اور بھڑک اٹھا ہے سر سفیدی سے وَلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا اور نہیں ہوں میں تجھ سے دعا کرنے میں اے میرے رب محروم۔‘‘ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی اور خوشخبری دی يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ۨاسْمُهٗ يَحْيٰى ’’اے زکریا علیہ السلام ہم خوشخبری دیتے ہیں تمہیں لڑکے کی جسکا نام یحییٰ ہوگا لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا نہیں بنایا ہم نے اس کیلئے اس سے پہلے کوئی ہم نام قَالَ کہا زکریا علیہ السلام نے رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ اے پروردگار کیسے ہوگا میرے لئے لڑکا وَكَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا اور میری عورت بانجھ ہے۔‘‘ سو سال ان کی عمر تھی وَقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ’’اور بیشک میں پہنچ گیا ہوں بڑھاپے کے انتہائی درجے کو۔ جب میں چلتا ہوں تو کمر ٹیڑھی ہوتی ہے۔ ایک سو بیس سال ان کی عمر تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ مجھ پر آسان ہے۔ عرض کیا پروردگار میرے لئے کوئی نشانی بنادے جس سے میں سمجھوں کہ میری بیوی حاملہ ہوگئی ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ’’تیرے لئے نشانی یہ ہے کہ تو نہ کلام کرے گا لوگوں کیساتھ تین دن تک صحیح سلامت۔‘‘ تسبیحات کرسکیں گے، نماز پڑھ سکیں گے، خدا کا ذکر کرسکیں گے لیکن لوگوں کیساتھ گفتگو نہیں کرسکو گے اور زبان ہوگی بھی ٹھیک ٹھاک۔ لیکن جب لوگوں کیساتھ گفتگو کروگے تو زبان نہیں چلے گی۔ تو رب جب دینے پہ آئے دے سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کو یحییٰ علیہ السلا عطا فرمائے۔

تو فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ حضرت سارہ علیہا السلام کو کہا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر تعجب کرتی ہو۔اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکتیں تم پر ہوں اے گھر والو! اہلبیت کا اولین مصداق بیوی ہے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر اس وقت بیوی کے علاوہ کوئی نہیں تھا فرشتوں نے ان کو اہل بیت کہا۔اور ہماری زبان میں بھی اھل بیوی کو کہتے ہیں۔مثلاً دو دوست ملتے ہیں تو پوچھتے ہیں اہل وعیال کا کیا حال ہے؟ تو اہل بیوی اور عیال بچے۔اور اگر کسی نے نئی شادی کی ہے تو اس سے دوست پوچھتے ہیں گھر والوں کا کیا حال ہے؟ اب دیکھو! کل تو اس کی شادی ہوئی ہے راتوں رات تو بچہ نہیں ہو جائے گا۔ تو گھر والوں سے مراد بیوی ہے۔اصل اہل کا مصداق بیوی ہے پھر اس کے تحت اولاد بھی آتی ہے۔

فَلَمَّا ذَهَبَ پس جب چلا گیا **عَنْ اِبْرَاهِيْمَ الرَّوْعُ** ابراہیم علیہ السلام سے خوف۔کیونکہ پہلے تو فرشتوں کے کھانا نہ کھانے کی وجہ سے پریشان تھے کہ کیوں نہیں کھاتے؟ لگتا ہے کسی اچھے ارادے سے نہیں آئے۔مگر جب فرشتوں نے اپنی پوزیشن واضح کردی کہ ہم فرشتے ہیں اور لوط علیہ السلام کی قوم کی تباہی کیلئے بھیجے گئے ہیں اور تمہیں خوشخبری سنا کر جانا ہے **وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى** اور آگئی ان کے پاس خوشخبری بیٹے کی اور پوتے کی بھی اپنی زندگی میں اور نام بھی اللہ تعالیٰ نے خود تجویز کیے،اسحاق علیہ السلام اور ان کے بعد یعقوب علیہ السلام۔حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب اسرائیل تھا۔اسرائیل عبرانی زبان کا لفظ ہے۔اسراء کا معنیٰ عبد اور ایل کا معنیٰ ہے اللہ،تو اسرائیل کا لفظی معنیٰ ہوا عبداللہ۔پھر آگے ان کی نسل چلی۔یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے حضرت یوسف بھی ان کے بیٹے ہیں۔یہ سارے بنی اسرائیل کہلائے۔یہ دنیا کی ذہین ترین اور ضدی قوم

ہے۔تو جب خوف ختم ہو گیا اور خوشخبری بھی مل گئی اور معلوم ہو گیا کہ یہ فرشتے ہیں اور ایک مہم کیلئے آئے ہیں یُجَادِلُنَا فِیْ قَوْمِ لُوْطٍ تکرار کرنے لگے ہمارے ساتھ قوم لوط کے بارے میں اور سورۃ العنکبوت آیت نمبر ۳۲ میں ہے قَالَ اِنَّ فِیْهَا لُوْطًا '' کہا ابراہیمؑ نے اس بستی میں میرے بھتیجے لوط علیہ السلام بھی رہتے ہیں۔'' لوط علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام کے حقیقی بھتیجے تھے بھائی کا نام حاران بن آذر، حاطلوے والی کیساتھ لکھتے ہیں اور لاہور والی ہا کیساتھ بھی لکھتے ہیں۔قَالُوْا '' فرشتوں نے کہا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِیْهَا ہم خوب جانتے ہیں اس میں رہنے والوں کو لَنُنَجِّیَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ہم ضرور بچالیں گے اس کو اور اس کے گھر والوں کو اِلَّا امْرَاَتَهٗ سوائے اسکی بیوی کے کَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے۔'' یہ ہے مطلب تکرار اور جھگڑے کا کہ تم بنی سدوم کی تباہی کیلئے جا رہے ہو تو میرے بھتیجے لوط علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کا کیا بنے گا؟ جس کے متعلق فرشتوں نے وضاحت کر دی۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ لَحَلِیْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِیْبٌ بیشک ابراہیم علیہ السلام بڑے بردبار بکثرت آہ وزاری کرنے والے بکثرت رجوع کرنے والے تھے۔جتنا کوئی رب تعالیٰ کی طرف رجوع کرے گا اتنا ہی اس کو رب تعالیٰ کا قرب حاصل ہوگا۔

ہمیں نماز میں لطف کیوں نہیں آتا :

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں نماز میں لطف نہیں آتا، اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے ہماری توجہ نہیں ہوتی۔بھائی لطف آئے یا نہ آئے، توجہ رہے یا نہ رہے کرتے جاؤ۔رب تعالیٰ نے جو فریضہ مقرر کیا ہے جو کام ذمے لگایا ہے کرتے رہو کسی نہ کسی وقت دل کے تالے کھل جائیں گے۔لطف بھی آئے گا توجہ بھی حاصل ہو جائے گی۔تمہارا کام ہے وضو

کرواور وقت پر نماز پڑھو۔نماز میں مختلف خیالات بھی آتے رہتے ہیں اور یہ مسئلہ میں کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا بے حد انعام واحسان ہے کہ جو وساوس اور خیالات آتے ہیں ان پر شرعاً کوئی گرفت نہیں ہے اگر گرفت ہوتی تو ہماری تمہاری کوئی خیر نہیں تھی۔ کوئی بندہ وساوس اور خیالات سے بچا ہوا نہیں ہے لیکن یہ ان وساوس اور خیالات کی بات ہے جو از خود آئیں بندہ قصداً نہ لائے۔خود بخود خیال آجانے سے نماز فاسد نہیں ہوگی البتہ بندے کو کوشش کرنی چاہئے کہ نماز میں خیال نہ آئے توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف رہے نفس نماز قبول ہو جائے گی۔اور حسن قبول اس وقت ہوگا جب پوری توجہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کے فرشتوں نے کہا یٰٓاِبۡرٰهِيۡمُ اَعۡرِضۡ عَنۡ هٰذَا اے ابراہیم علیہ السلام ان باتوں سے اعراض کریں۔آپ ان کی فکر نہ کریں لوط علیہ السلام بھی بچ جائیں گے اور جو مؤمن ہیں وہ بھی بچ جائیں گے ہم بخوبی جانتے ہیں کہ ان پر کوئی زد نہیں پڑے گی اِنَّهٗ قَدۡ جَآءَ اَمۡرُ رَبِّکَ بیشک شان یہ ہے کہ تحقیق تیرے رب کا حکم آچکا ہے قوم لوط کی تباہی کا وَاِنَّهُمۡ اٰتِيۡهِمۡ عَذَابٌ غَيۡرُ مَرۡدُوۡدٍ اور بیشک ان لوگوں کے پاس آنے والا ہے ایسا عذاب جس کو لوٹایا نہیں جاسکتا۔اس عذاب کا ذکر آئندہ آئے گا۔

وَلَمَّا جَآءَتۡ رُسُلُنَا لُوۡطًا سِیۡٓءَ بِہِمۡ وَضَاقَ بِہِمۡ ذَرۡعًا وَّقَالَ ہٰذَا یَوۡمٌ عَصِیۡبٌ ﴿۷۷﴾ وَجَآءَہٗ قَوۡمُہٗ یُہۡرَعُوۡنَ اِلَیۡہِ ؕ وَمِنۡ قَبۡلُ کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ السَّیِّاٰتِ ؕ قَالَ یٰقَوۡمِ ہٰۤؤُلَآءِ بَنَاتِیۡ ہُنَّ اَطۡہَرُ لَکُمۡ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَلَا تُخۡزُوۡنِ فِیۡ ضَیۡفِیۡ ؕ اَلَیۡسَ مِنۡکُمۡ رَجُلٌ رَّشِیۡدٌ ﴿۷۸﴾ قَالُوۡا لَقَدۡ عَلِمۡتَ مَا لَنَا فِیۡ بَنٰتِکَ مِنۡ حَقٍّ ۚ وَاِنَّکَ لَتَعۡلَمُ مَا نُرِیۡدُ ﴿۷۹﴾ قَالَ لَوۡ اَنَّ لِیۡ بِکُمۡ قُوَّۃً اَوۡ اٰوِیۡۤ اِلٰی رُکۡنٍ شَدِیۡدٍ ﴿۸۰﴾ قَالُوۡا یٰلُوۡطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّکَ لَنۡ یَّصِلُوۡۤا اِلَیۡکَ فَاَسۡرِ بِاَہۡلِکَ بِقِطۡعٍ مِّنَ الَّیۡلِ وَلَا یَلۡتَفِتۡ مِنۡکُمۡ اَحَدٌ اِلَّا امۡرَاَتَکَ ؕ اِنَّہٗ مُصِیۡبُہَا مَاۤ اَصَابَہُمۡ ؕ اِنَّ مَوۡعِدَہُمُ الصُّبۡحُ ؕ اَلَیۡسَ الصُّبۡحُ بِقَرِیۡبٍ ﴿۸۱﴾ فَلَمَّا جَآءَ اَمۡرُنَا جَعَلۡنَا عَالِیَہَا سَافِلَہَا وَاَمۡطَرۡنَا عَلَیۡہَا حِجَارَۃً مِّنۡ سِجِّیۡلٍ ۬ۙ مَّنۡضُوۡدٍ ﴿۸۲﴾ مُّسَوَّمَۃً عِنۡدَ رَبِّکَ ؕ وَمَا ہِیَ مِنَ الظّٰلِمِیۡنَ بِبَعِیۡدٍ ﴿۸۳﴾

وَلَمَّا جَآءَتۡ رُسُلُنَا لُوۡطًا اور جب آئے ہمارے بھیجے ہوئے لوطؑ کے پاس سِیۡٓءَ بِہِمۡ پریشان کردیئے گئے ان کی وجہ سے وَضَاقَ بِہِمۡ ذَرۡعًا اور تنگ ہوا ان کی وجہ سے دل ان کا وَّقَالَ ہٰذَا یَوۡمٌ عَصِیۡبٌ اور فرمایا یہ دن بڑا مشکل ہے وَجَآءَہٗ قَوۡمُہٗ اور آئی ان کے پاس ان کی قوم یُہۡرَعُوۡنَ اِلَیۡہِ دوڑتی ہوئی تیزی کیساتھ ان کی طرف وَمِنۡ قَبۡلُ کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ السَّیِّاٰتِ اور اس

سے پہلے وہ برے عمل کرتے تھے قَالَ یٰقَوْمِ فرمایا اے میری قوم ھٰٓؤُلَآءِ
بَنَاتِیْ یہ میری بیٹیاں ہیں ھُنَّ اَطْھَرُ لَکُمْ وہ تمہارے لئے زیادہ پاکیزہ ہیں
فَاتَّقُوا اللّٰہَ پس تم ڈرو اللہ تعالیٰ سے وَلَا تُخْزُوْنِ فِیْ ضَیْفِیْ اور مجھے رسوانہ
کرو میرے مہمانوں کے بارے میں اَلَیْسَ مِنْکُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ کیا نہیں ہے تم
میں کوئی سمجھدار آدمی قَالُوْا کہنے لگے وہ لَقَدْ عَلِمْتَ البتہ تحقیق آپ جانتے ہیں
مَالَنَا فِیْ بَنٰتِکَ مِنْ حَقٍّ نہیں ہے ہمیں آپ کی بیٹیوں کے بارے میں کوئی
شوق وَاِنَّکَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِیْدُ اور بیشک آپ جانتے ہیں جو ہم ارادہ کرتے ہیں
قَالَ فرمایا لَوْاَنَّ لِیْ بِکُمْ قُوَّۃً کاش مجھے تمہارے مقابلے میں قوت حاصل ہوتی
اَوْ اٰوِیْٓ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ یا میں پناہ پکڑتا ایسے بازو کی طرف جو سخت ہو
قَالُوْا بولے مہمان یٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّکَ اے لوط علیہ السلام بیشک ہم تیرے
رب کے بھیجے ہوئے ہیں لَنْ یَّصِلُوْٓا اِلَیْکَ یہ ہرگز نہیں پہنچ سکیں گے تجھ تک
فَاَسْرِ بِاَھْلِکَ پس آپ چلیں اپنے اہل والوں کو لے کر بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ رات
کے حصے میں وَلَا یَلْتَفِتْ مِنْکُمْ اَحَدٌ اور نہ پلٹ کر دیکھے تم میں سے کوئی ایک
اِلَّا امْرَاَتَکَ مگر آپ کی بیوی اِنَّہٗ مُصِیْبُھَا بیشک شان یہ ہے کہ پہنچے گا اس کو
مَآ اَصَابَھُمْ وہ عذاب جو پہنچے گا ان کو اِنَّ مَوْعِدَھُمُ الصُّبْحُ بیشک ان کے
وعدے کا وقت صبح ہے اَلَیْسَ الصُّبْحُ بِقَرِیْبٍ کیا صبح قریب نہیں ہے فَلَمَّا
جَآءَ اَمْرُنَا پس جس وقت آیا ہمارا حکم جَعَلْنَا عَالِیَھَا سَافِلَھَا کر دیا ہم نے ان

کے اوپر والے حصے کو نیچے وَاَمۡطَرۡنَا عَلَيۡهَا حِجَارَةً مِّنۡ سِجِّيۡلٍ مَّنۡضُوۡدٍ اور برسائے ہم نے ان پر پتھر کنکر کے کونے والے تہہ بہ تہہ مُّسَوَّمَةً عِنۡدَ رَبِّكَ نشان لگائے ہوئے تیرے رب کی طرف سے وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ بِبَعِيۡدٍ اور نہیں ہے یہ ظالموں سے دور۔

فرشتوں کی آمد پر لوط علیہ السلام کا پریشان ہونا :

یہ تم نے سنا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتے آئے معزز مہمانوں کی شکل میں۔ وہی فرشتے جو ابراہیم علیہ السلام کے پاس کوئی ساٹھ سال کا لگتا تھا، کوئی پچاس سال کا، کوئی چالیس سال کا، لوط علیہ السلام کے پاس آئے تو نوعمر لڑکوں کی صورت میں۔ کوئی گیارہ سال کا، کوئی دس سال کا، کوئی بارہ سال کا، بڑے خوبصورت بچوں کی شکل میں۔ رب تعالیٰ اس کا ذکر فرماتے ہیں وَلَمَّا جَآءَتۡ رُسُلُنَا لُوۡطًا اور جب آئے ہمارے بھیجے ہوئے لوطؑ کے پاس سِيۡٓءَ بِهِمۡ پریشان کر دیئے گئے ان کی وجہ سے وَضَاقَ بِهِمۡ ذَرۡعًا اور تنگ ہوا ان کو دیکھنے کی وجہ سے دل ان کا وَّقَالَ هٰذَا يَوۡمٌ عَصِيۡبٌ اور فرمایا یہ دن بڑا مشکل ہے۔ کیونکہ قوم لونڈے باز تھی بلکہ بڑوں کو بھی نہیں چھوڑتے تھے۔ اس لئے لوطؑ پریشان ہوئے کہ جب قوم نے دیکھا کہ میرے گھر خوبصورت بچے آئے ہوئے ہیں یقیناً بدمعاشی کے لئے آئیں گے تو میری بڑی بے عزتی ہوگی کہ میرے مہمان ہیں۔ دن کا وقت تھا لوگ بھی دیکھ رہے تھے ایک دوسرے کو آوازیں دیں کہ بڑے خوبصورت لڑکے آئے ہوئے ہیں۔ وَجَآءَهٗ قَوۡمُهٗ اور آئی لوط علیہ السلام کے پاس ان کی قوم يُهۡرَعُوۡنَ اِلَيۡهِ دوڑتی ہوئی تیزی کیساتھ ان کی طرف۔ اور حضرت لوطؑ کی پریشانی بے جا نہیں تھی کیونکہ وَمِنۡ قَبۡلُ اور اس سے پہلے كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ السَّيِّاٰتِ وہ برے کام کرتے تھے۔

اتنے بے حیا تھے کہ مجلس میں ایک دوسرے کے سامنے بدمعاشی کرتے تھے۔

سورۃ العنکبوت آیت نمبر ۲۹ میں ہے وَتَاتُوْنَ فِیْ نَادِیْکُمُ الْمُنْکَر ''اورتم کرتے ہو اپنی مجلسوں میں بری بات۔'' اتنے بے حیا تھے۔اور جب بندے میں حیا نہ ہو ایمان نہیں رہ سکتا۔حدیث پاک میں آتا ہے اَلْحَیَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْاِیْمَانِ ''حیا ایمان کا ایک حصہ ہے۔'' لَااِیْمَانَ لِمَنْ لَاحَیَاءَ لَهٗ ''اس آدمی کا ایمان نہیں ہے جس میں حیا نہیں ہے۔''

قَالَ لوط علیہ السلام نے فرمایا یٰقَوْمِ اے میری قوم! سب بدمعاش اکٹھے ہوکر آ گئے ہو هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِیْ هُنَّ اَطْهَرُلَکُمْ یہ میری بیٹیاں ہیں وہ تمہارے لئے زیادہ پاکیزہ ہیں فَاتَّقُوااللّٰهَ پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو وَلَا تُخْزُوْنِ فِیْ ضَیْفِیْ اور مجھے رسوانہ کرو میرے مہمانوں کے بارے میں۔قوم کو برائی سے بچانے کیلئے اور مہمانوں کی تکریم کیلئے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے بیٹیوں کی پیشکش کردی۔ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِیْ هُنَّ اَطْهَرُلَکُمْ کی ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ حضرت لوطؑ کی دو یا تین بیٹیاں تھیں بیٹا کوئی نہیں تھا تو یہ قربانی سرداروں کے سامنے پیش کی کہ تم جو قوم کے سردار ہو ایک ایک سردار میری بیٹی کیساتھ نکاح کرلے اور نکاح کے بعد اپنی قوم پر کنٹرول کرو تاکہ میرے مہمانوں کی عزت محفوظ رہے۔ بڑی قربانی ہے۔

ہجرت کے تیسرے سال تک کافروں کیساتھ رشتہ ناطہ جائز تھا :

اب رہا یہ سوال کہ قوم تو کافر تھی ان کو رشتہ دینے کا کیا مطلب؟اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت مومن اور کافر کا رشتہ جائز تھا۔خود حضرت لوطؑ کی بیوی جسکا نام واعلہ تھا ،کافرہ تھی اور اسلام میں بھی تقریباً سولہ سال تک یہی مسئلہ رہا ہے۔تیرہ سال مکی زندگی اور

تین سال مدنی زندگی میں کہ مومن اور کافر کا آپس میں نکاح جائز تھا۔ہجرت کے تیسرے سال جب یہ آیت نازل ہوئی وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ''اورمشرک عورتوں کیساتھ نکاح نہ کرو یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ اور البتہ مومن لونڈی بہتر ہے مشرکہ عورت سے چاہے وہ تمہیں کتنی اچھی لگے وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا اور نہ نکاح کرو مسلمان عورتوں کا مشرکوں کیساتھ یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ اور البتہ مومن غلام خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ بہتر ہے مشرک سے وَلَوْ اَعْجَبَكُمْ چاہے وہ تمہیں اچھا معلوم ہو [البقرہ:۲۲۱] تو مومن کافر کے رشتے والا حکم ہجرت کے تیسرے سال منسوخ ہوا۔

پیغمبر قوم کی باپ کی طرح اصلاح کرتا ہے :

دوسری تفسیر یہ ہے کہ لوط علیہ السلام نے اپنی حقیقی بیٹیوں کی بات نہیں کی بلکہ قوم کی بیٹیوں کے متعلق فرمایا۔ کیونکہ پیغمبر قوم کا روحانی باپ ہوتا ہے۔ کہ یہ قوم کی جو بیٹیاں ہیں میری ہی بیٹیاں ہیں جائز طریقے سے ان کیساتھ نکاح کرو اور اپنی خواہش کو پورا کرو۔ تو روحانی باپ کی حیثیت سے یہ بات فرمائی۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو یہودیوں نے گھیر لیا۔ کہنے لگے تمہارا نبی بھی اچھا ہے تمہیں بتلاتا ہے کہ پیشاب ایسے کرو، پاخانہ اس طرح کرو، یہ کرو، وہ کرو بھلا یہ باتیں بتلانے کی ہیں۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ معمر صحابی تھے۔ صحیح قول کیمطابق اللہ تعالیٰ نے ان کو اڑھائی سو سال عمر عطا فرمائی تھی۔ ان کی صحت بڑی اچھی تھی دیکھنے والا یہی سمجھتا کہ ساٹھ پینسٹھ سال کے پیٹے میں ہونگے۔ انہوں نے یہودیوں کو خوب سنائیں۔ فرمایا ہاں! آنحضرت ﷺ نے ہمیں بتلایا ہے کہ پیشاب بائیں ہاتھ سے خشک کرنا ہے، شرمگاہ کو دایاں ہاتھ نہیں لگانا، استنجا کو کلے اور

لید کیساتھ نہیں کرنا، گوبر اور ہڈی کیساتھ نہیں کرنا اور جس وقت قضائے حاجت کیلئے بیٹھنا ہے تو قبلے کی طرف منہ نہیں کرنا اور قبلے کی طرف پیٹھ بھی نہیں کرنی ۔ یہ چیزیں ہمیں پیغمبر نے بتلائی ہیں ۔ ان میں کونسا کام گناہ کا ہے؟ حضرت نے ان کو خوب لتاڑا پھر آنحضرت ﷺ کے پاس آئے ۔ کہنے لگے حضرت! آج یہودیوں نے مجھ پر یہ اعتراض کیا تھا میں نے اس کا یہ یہ جواب دیا ہے ۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جواب ٹھیک ہے اِنَّمَا اَنَا لَکُمْ بِمِثْلِ الْوَالِدِلِوَلَدِہٖ ''بیشک میں امت کیلئے ایسے ہی ہوں جیسے باپ اولاد کیلئے ہوتا ہے۔''

تو حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا مجھے مہمانوں کے بارے میں رسوا نہ کرو اَلَیْسَ مِنْکُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ کیا نہیں ہے تم میں کوئی سمجھدار آدمی جو بات کو سمجھ لے ۔ اب قوم کا جواب سنو! قَالُوْا کہنے لگے وہ لَقَدْ عَلِمْتَ البتہ تحقیق آپ جانتے ہیں مَالَنَا فِیْ بَنٰتِکَ مِنْ حَقٍّ نہیں ہے ہمیں آپ کی بیٹیوں کے بارے میں کوئی شوق، کوئی رغبت نہیں ہے وَاِنَّکَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِیْدُ اور بیشک آپ البتہ جانتے ہیں جو ہم چاہتے ہیں جو ہمارا ارادہ ہے ۔ ہم نے اپنا ارادہ پورا کرنا ہے لڑکیاں پیش کر کے ہمارے ارادے میں رکاوٹ ڈالتے ہو ۔ اس موقع پر قَالَ فرمایا حضرت لوط علیہ السلام نے لَوْ اَنَّ لِیْ بِکُمْ قُوَّۃً کاش کہ مجھے تمہارے مقابلے میں قوت حاصل ہوتی تو میں تمہیں بتلاتا کہ تم بدمعاشی کس طرح کرتے ہو ۔

بدمعاشیاں صرف وعظوں سے ختم نہیں ہوتیں :

اور یاد رکھنا! بدمعاشیاں، خرابیاں، گناہ نرے وعظوں سے ختم نہیں ہوتے ان کے ختم کرنے کیلئے قوت بھی چاہئے ۔ جیسے طالبان کو رب تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے ۔ اللہ تعالیٰ کرے وہ طاقت ہمیں بھی پاکستان میں حاصل ہو جائے ۔ محض وعظ تو ساٹھ سالوں سے

میں بھی کررہا ہوں لیکن معاشرے نے اس کا کتنا اثر لیا ہے؟ کتنے عامل بنے ہیں؟ وہاں جا کر دیکھو ان کو شکلیں اور صورتیں اسلام کے مطابق ہیں اور تم بھی وہاں داڑھی کے بغیر جا کر دیکھو تمہارا کیا حشر ہوتا ہے۔ پہلے قدم پر ہی تمہیں گرفتار کرلیں گے۔ لیکن تم ہو کہ ایک کان سے سنتے ہو اور دوسرے سے نکال دیتے ہو۔ حق کے نفاذ کیلئے قوت بھی چاہئے۔ فرمایا اَوْ اٰوِیْٓ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ یا میں پناہ پکڑتا ایسے بازو کی طرف جو سخت ہو، ایسے گروہ کی طرف جو قوی ہوتا۔ کاش میرا بھی کوئی معاون گروہ ہوتا تو میں تمہیں بتلاتا کہ تم کس طرح بدمعاشی کرتے ہو۔

اہل بدعت کی تردید :

اب دیکھو! اہل بدعت کہتے ہیں کہ پیغمبر ہر جگہ حاضر و ناظر بھی ہیں اور عالم الغیب بھی۔ اگر حضرت لوط علیہ السلام عالم الغیب ہوتے اور جانتے ہوتے کہ یہ فرشتے ہیں تو اتنا پریشان ہونے کی کیا ضرورت تھی اور اتنی منتیں اور بیٹیاں قربان کرنے کی کیا ضرورت تھی اور اگر حاضر و ناظر ہوتے تو سمجھ جاتے کہ یہ وہی فرشتے ہیں جو تایا جی ابراہیم علیہ السلام کے پاس بیٹھے تھے۔ لہذا یاد رکھنا! عالم الغیب اور حاضر و ناظر کا عقیدہ نبیوں اور ولیوں کے بارے میں کافرانہ اور مشرکانہ ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام جب قوم کیساتھ گفتگو کررہے تھے فرشتے سن رہے تھے۔ جب دیکھا کہ پیغمبر کی پریشانی انتہا کو پہنچ گئی ہے قَالُوْا فرشتے بولے یٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّکَ اے لوط علیہ السلام! بیشک ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں لَنْ یَّصِلُوْٓا اِلَیْکَ یہ ہرگز نہیں پہنچ سکیں گے آپ تک فَاَسْرِ بِاَھْلِکَ پس آپ چلیں اپنے اہل والوں کو لے کر بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ رات کے حصے میں۔ کہتے ہیں کہ یہ مہمان جب آئے تھے تو ظہر کا وقت تھا بعض کہتے ہیں عصر کا وقت تھا۔ بحث و تکرار میں کافی

وقت گذر گیا جب رات آئی تو فرشتوں نے کہا آپ اپنے اہل کو جو تیرے ماننے والے ہیں ساتھ لیکر چلیں جائیں۔ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنكُمْ اَحَدٌ اور نہ پلٹ کر دیکھے تم میں سے کوئی ایک اِلَّا امْـرَاَتَكَ مگر آپ کی بیوی کہ اسکو نہیں لے جانا۔ وہ کفر میں سخت تھی۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ دو یا تین بیٹیاں تھیں انہوں نے ماں کی بات نہیں مانی وہ باپ کے عقیدے پر تھیں۔ فرمایا اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَآ اَصَابَهُمْ بیشک شان یہ ہے کہ پہنچے گا اس کو وہ عذاب جو پہنچے گا اس قوم کو۔ جو عذاب آپ کی قوم پر آئے گا وہ آپ کی بیوی پر بھی آئیگا۔ کب آئے گا؟ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ بیشک ان کے وعدے کا وقت صبح ہے۔ یہ وقت اللہ تعالیٰ اس لئے دے رہے ہیں کہ آپ یہاں سے چلے جائیں کیونکہ سارے علاقے کو الٹا کر دینا ہے۔ جب تم یہاں سے چلے جاؤ گے پھر کاروائی ہوگی اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ کیا صبح قریب نہیں ہے؟

قوم لوط پر چار قسم کے عذاب آئے:

اس قوم پر چار قسم کے عذاب آئے ہیں اور چاروں قرآن پاک میں مذکور ہیں۔
پہلا عذاب فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ [قمر: ۳۷] ''پس مٹا دیں ہم نے ان کی آنکھیں۔'' فرشتوں کو چھیڑنے کیلئے آگے بڑھے اللہ تعالیٰ نے ساری قوم کو اندھا کر دیا۔ دوسرا عذاب اسی مقام پر مذکور ہے ''اور برسائے ہم نے ان پر پتھر کونے والے تہہ بہ تہہ۔''

تیسرے عذاب کا ذکر سورۃ الحجر آیت نمبر ۷۳ میں ہے فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ ''پس پکڑا ان کو ایک چیخ نے سورج نکلتے وقت۔'' حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایک ڈراونی آواز نکالی جس سے ان کے کلیجے پھٹ گئے۔ اور چوتھا عذاب جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا ''کر دیا ہم نے ان کے اوپر والے حصے کو نیچے۔'' حضرت جبرائیل نے وہ دس میل کا علاقہ اپنے پَر پر اٹھا کر پھینک دیا۔ آج کل کے جغرافیہ میں اس کا نام بحر میت

ہے۔ چھ میل کے علاقہ میں پانی ہے اس میں کوئی بھی جاندار چیز نہیں ہے حالانکہ تھوڑا سا پانی بھی ہو اس میں کیڑے مکوڑے، ڈھڈو (مینڈک)، مچھلی پیدا ہو جاتی ہے۔ مگر وہاں کوئی شے نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا پس جس وقت آیا ہمارا حکم جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا کر دیا ہم نے ان کے اوپر والے حصے کو نیچے۔ زمین کے بالائی حصے کو نچلا کر دیا۔ نیچے والے کو اوپر اور اوپر والے کو نیچے وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيلٍ مَّنْضُوْدٍ اور برسائے ہم نے ان پر پتھر کنکر کے کونے والے تہہ بہ تہہ مُسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ نشان لگائے ہوئے تیرے رب کی طرف سے وَمَا هِيَ، ھی کی ضمیر اس علاقے کی طرف لوٹ رہی ہے مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ اور نہیں ہے وہ علاقہ ان مکے والے ظالموں سے دور۔ کیونکہ جب یہ تجارت کیلئے شام جاتے تھے تو وہاں سے گذر کر جاتے تھے۔

اور دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ هِيَ کی ضمیر راجع ہے پتھروں کی طرف۔ تو معنیٰ ہو گا کہ اور نہیں ہیں وہ پتھر ان مکے والے ظالموں سے دور۔ جیسے ان پر پتھر برسائے گئے ان پر بھی برس سکتے ہیں۔ وہ قادر مطلق ذات ہے جو چاہے کرے، پتھر برسائے، ہوا تیز کر دے، پانی کا سیلاب بھیج دے، زلزلہ طاری کر دے، آسمانی بجلی گرا دے۔ کل پرسوں کے اخبار میں پڑھا ہے ہندوستان میں واجپائی کے جلسہ میں آسمانی بجلی گری جس سے اکیس بائیس آدمی موقع پر مر گئے بہت سارے زخمی ہوئے، جلسہ درہم برہم ہو گیا۔ یہ سارا کچھ دیکھ کر بھی ان پر کچھ اثر نہیں ہوا۔

کہلاتے مسلمان ہیں کرتے خلافِ قرآن ہیں :

ترکی میں دیکھو! مسلمان کہلانے والے بے ایمانوں نے پردے پر باقاعدہ پابندی

لگائی ہے۔ جن علاقوں میں یہ خبیث رہتے ہیں وہاں زلزلے آتے ہیں۔ رب تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ ہورہی ہے مگروہ ٹس سے مس نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ وقتاً فوقتاً لوگوں کو آگاہ کرتے رہتے ہیں مگرلوگ آگاہ نہیں ہوتے۔ دیکھو! کہلاتے مسلمان ہیں اور حکم قرآن کریم کیخلاف دیتے ہیں۔ پردے کے متعلق سورت احزاب آیت نمبر ۶۹ میں پردے کا واضح حکم ہے یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ ’’اے نبی کریم ﷺ آپ کہہ دیں اپنی بیویوں سے اور اپنی بیٹیوں سے اور مومنوں کی عورتوں سے کہ وہ نیچے لٹکا لیا کریں اپنی چادریں۔‘‘ مطلب یہ ہے کہ پردہ کریں۔ کتنا واضح حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ ان بے ایمانوں کو تباہ کرے۔ مسلمان کہلاتے ہیں اور قرآن کریم کی مخالفت کرتے ہیں۔ تو فرمایا کہ وہ پتھر ان ظالموں سے بھی دور نہیں۔ رب چاہے تو ان پر بھی برسا سکتا ہے۔

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ

شُعَیْبًا ۚ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ۚ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْیَالَ وَالْمِیْزَانَ اِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ بِخَیْرٍ وَّ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ مُّحِیْطٍ ﴿۸۴﴾ وَیٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْیَالَ وَالْمِیْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ﴿۸۵﴾ بَقِیَّتُ اللّٰهِ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۚ۬ وَمَاۤ اَنَا عَلَیْكُمْ بِحَفِیْظٍ ﴿۸۶﴾ قَالُوْا یٰشُعَیْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَاۤ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِیْۤ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ؕ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِیْمُ الرَّشِیْدُ ﴿۸۷﴾

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیبؑ کو (ہم نے رسول بنا کر بھیجا) قَالَ فرمایا یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ نہیں ہے تمہارے لئے کوئی معبود اس کے سوا وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْیَالَ وَالْمِیْزَانَ اور نہ کمی کرو ماپ اور تول میں اِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ بِخَیْرٍ بیشک میں دیکھتا تم کو خیر کیساتھ وَّاِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ اور بیشک میں خوف کرتا ہوں تم پر عَذَابَ یَوْمٍ مُّحِیْطٍ گھیرنے والے دن کے عذاب کا وَیٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْیَالَ وَالْمِیْزَانَ بِالْقِسْطِ اور اے میری قوم پورا کرو ناپ اور تول کو انصاف کیساتھ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ اور کم نہ دو لوگوں کو انکی

چیزیں وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ اور نہ پھرو زمین میں فساد مچاتے ہو ئے بَقِیَّتُ اللّٰہِ خَیْرٌ لَّکُمْ اللہ تعالیٰ کا چھوڑا ہوا بہتر ہے تمہارے لئے اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ اگر ہو تم مومن وَمَا اَنَا عَلَیْکُمْ بِحَفِیْظٍ اور نہیں ہوں میں تم پر کوئی نگران قَالُوْا کہا انہوں نے یٰشُعَیْبُ اَصَلٰوتُکَ تَاْمُرُکَ اے شعیب علیہ السلام کیا تیری نماز تجھے یہ حکم دیتی ہے اَنْ نَّتْرُکَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآءُ نَآ تاکہ ہم چھوڑ دیں انکو جن کی عبادت کرتے تھے ہمارے باپ دادا اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِیْٓ اَمْوَالِنَا یا یہ کہ ہم کریں اپنے مالوں میں مَا نَشٰٓؤُا جو ہم چاہیں اِنَّکَ لَاَنْتَ الْحَلِیْمُ الرَّشِیْدُ بیشک آپ تحمل کرنے والے سمجھدار ہیں۔

جن قوموں کو اللہ تعالیٰ نے نافرمانی کے وجہ سے تباہ کیا ان میں سے چند کا ذکر تم سن چکے ہو۔ جیسے نوح علیہ السلام کی قوم، حضرت ہود علیہ السلام کی قوم، حضرت صالح علیہ السلام کی قوم، حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کہ یہ قومیں نافرمانی، بغاوت سرکشی کی وجہ سے ہلاک ہوئیں۔ اب آگے نمبر آیا قوم مدین کا۔

قوم مدین کے حالات :

یہ مدین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے کا نام ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا ذکر تو قرآن پاک میں ہے حضرت اسماعیل علیہ السلام جو بڑے تھے اور قربانی بھی انہی کی تھی اور دوسرے حضرت اسحاق علیہ السلام یہ چھوٹے تھے اور ان کے بیٹے تھے حضرت یعقوب علیہ السلام جنکا لقب اسرائیل تھا اور ان کی اولاد بنی اسرائیل کہلائی۔ ان کی نسل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک چار ہزار پیغمبر تشریف لائے اور حضرت اسماعیل

علیہ السلام کی اولاد میں صرف حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے ہیں۔ لیکن تورات اور تاریخ کی کتابوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تین اور بیٹوں کا بھی ذکر ہے ،حضرت مدین، حضرت مدائن اور حضرت قیدار رحمہم اللہ۔

جو حضرت مدین کی اولاد ہے وہ قوم مدین کہلاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا اور مدین قوم کی طرف ان کے بھائی شعیبؑ کو ہم نے رسول بنا کر بھیجا۔ بھائی اس لئے کہا کہ وہ اسی قوم کے ایک فرد اور اسی شہر کے رہنے والے تھے جسکا نام مدین تھا۔ جیسے سننے میں آتا ہے کہ گکھڑ کسی قوم کا نام تھا اس قوم کے نام پر یہ گکھڑ مشہور ہو گیا۔ اسی طرح مدین شہر کا نام بھی تھا اور قوم کا نام بھی اور ان کو اصحاب الایکہ بھی کہا گیا ہے۔ کیونکہ مدین شہر کے حدود اربعہ میں جنگلات تھے درمیان میں یہ بہت بڑا وسیع شہر تھا یعنی وہ لوگ جو جنگلات میں رہتے ہیں۔ اس دور میں مدین بین الاقوامی منڈی تھی۔ لوگ دور دراز سے آکر وہاں سودا بیچتے اور خریدتے تھے۔ خطیب الانبیاء حضرت شعیب علیہ السلام اپنے دور میں بڑے فصیح اور بلیغ تھے اور نماز بڑی دلجمعی کیساتھ پڑھتے تھے۔

نماز اطمینان کیساتھ پڑھنی چاہیئے :

اسی صفحے پر آرہا ہے کہ لوگوں نے اطمینان کیساتھ نماز پڑھنے کا طعنہ بھی دیا اور یاد رکھنا! نماز صحیح معنی میں وہی نماز ہے جس میں رکوع ،قومہ، سجدہ اور جلسہ وغیرہ اطمینان کیساتھ ہوں۔ کئی دفعہ سن چکے ہو کہ صحابی رسول حضرت خلاد بن رافع ؓ نے آپ ﷺ کے سامنے جلدی جلدی نماز پڑھی۔ آپ نے ان کو فرمایا صَلِّ فَاِنَّکَ لَمْ تُصَلِّ ''پھر نماز پڑھ تیری نماز نہیں ہوئی۔'' انہوں نے دوبارہ اسی طرح پڑھی اور آپ ﷺ کے

پاس آئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا نماز پڑھ تیری نماز نہیں ہوئی۔ وہ تیسری دفعہ پھر پڑھ کر آئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا صَلِّ فَاِنَّکَ لَمْ تُصَلِّ ''پھر نماز پڑھ تیری نماز نہیں ہوئی۔'' کہنے لگے حضرت! میرے ماں باپ آپ پر قربان مجھے جو ڈھنگ اور طریقہ آتا تھا میں نے اس طرح پڑھی ہے اب آپ مجھے بتائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہایت اطمینان کیساتھ رکوع کر سر اٹھا، اطمینان کیساتھ قومہ کر، اطمینان کیساتھ سجدہ کر، اطمینان کیساتھ جلسہ کر غرضیکہ اطمینان کے ساتھ نماز پڑھنے کا طریقہ بتلایا۔ عجیب بات ہے کہ صحابی رسول کی نماز جلدی جلدی پڑھنے سے مسجد نبوی میں نہ ہو جہاں ایک نماز پڑھنے کا ثواب صحیح روایات کے مطابق ایک ہزار نماز کے برابر ہے اور مسجد حرام میں ایک نماز پڑھنے کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے ثواب کے برابر ملتا ہے بشرطیکہ نماز ہو۔ تو بغیر اطمینان کے نماز پڑھنے سے ہماری تمہاری نماز کس طرح ہو جائے گی۔ قَالَ حضرت شعیبؑ نے فرمایا یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارے لئے کوئی معبود اس کے سوا۔ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی عبادت کے لائق ہے نہ کوئی مشکل کشا ہے، نہ کوئی حاجت روا ہے، نہ کوئی فریاد رس ہے، نہ کوئی دستگیر ہے، نہ کوئی مقنن قانون ساز ہے، مخلوق بھی اسی کی حکم بھی اسی کا، جو کچھ کرتا ہے رب کرتا ہے رب تعالیٰ کے بغیر کوئی کچھ نہیں کرسکتا۔

قوم مدین شرک کے علاوہ ناپ تول کی کمی میں مبتلا تھی :

بہرحال مدین چونکہ مشہور اور بڑی منڈی تھی وہاں بڑا وسیع کاروبار ہوتا تھا لوگ دور دراز سے آتے اناج وغیرہ خریدتے اور بیچتے تھے۔ ان لوگوں نے ڈبل پیمانے اور باٹ بنائے ہوئے تھے۔ لیتے وقت اور پیمان اور باٹ ہوتا اور دیتے وقت اور پیمانہ اور باٹ

ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے تنقید کی۔ فرمایا وَلَا تَنۡقُصُوا الۡمِكۡيَالَ وَالۡمِيۡزَانَ مِکیال کا معنٰی پیمانہ اور میزان کا معنٰی ترازو۔ معنٰی ہوگا اور نہ کمی کرو ماپ اور تول میں۔ اور مکیال اور میزان مصدر بھی آتے ہیں۔ پھر مکیال کا معنٰی ہوگا ناپنا اور میزان کا معنٰی ہوگا تولنا۔ تو مطلب بنے گا ناپنے اور تولنے میں کمی نہ کرو۔ اِنِّیۡۤ اَرٰٮكُمۡ بِخَيۡرٍ بیشک میں دیکھتا تم کو خیر و عافیت کیساتھ کہ آدمی کمزور و غریب ہو وہ داؤ فریب کرے تو آدمی کہتا ہے چلو کمزور آدمی تھا اس لیۓ داؤ کیا۔ تم صاحب حیثیت ہو وسیع پیمانے پر تمہارا کاروبار ہے پھر تم ایسی خساست کرتے ہو کہ لیتے وقت پورا لیتے ہو اور دیتے وقت کمی کرتے ہو۔ اچھے بھلے آسودہ حال ہوتے ہوۓ ایسی حرکت کرتے ہو وَاِنِّیۡۤ اَخَافُ عَلَيۡكُمۡ عَذَابَ يَوۡمٍ مُّحِيۡطٍ اور بیشک میں تم پر خوف کرتا ہوں گھیرنے والے دن کے عذاب کا۔ جس دن کا عذاب تم سب کو گھیر لے گا اور مجرموں میں سے کوئی بچے گا نہیں وَيٰقَوۡمِ اور اے میری قوم! اَوۡفُوا الۡمِكۡيَالَ وَالۡمِيۡزَانَ بِالۡقِسۡطِ پورا کرو ناپ اور تول کو انصاف کیساتھ وَلَا تَبۡخَسُوا النَّاسَ اَشۡيَآءَهُمۡ اور کم نہ دو لوگوں کو انکی چیزیں۔ جتنی چیز کی ان سے رقم لی ہے اتنی ہی چیز ان کو دو ڈنڈی نہ مارو کہ مثلاً رقم تو لی ہے ایک سیر کی اور دو اس کو تین پاؤ چودہ چھٹانک۔ اس طرح نہ کرو پوری چیز دو۔

مسئلہ اچھی طرح سمجھ لو کہ بیع نام ہے ایجاب و قبول کا۔ مثلاً ایک آدمی نے کہا کہ میں تمہیں یہ چیز ایک سیر ایک روپے کی دونگا اور لینے والے نے کہا ٹھیک ہے مجھے قبول ہے تو یہ بیع ہوگئی۔ روپیہ بیچنے والے کا اور وہ چیز ایک سیر خریدنے والے کی ہوگئی۔ اب اگر دینے والا وہ چیز پوری سیر نہیں دیتا تو اس نے اس کا حق مارا ہے۔ اور حق العبد وہ چیز ہے کہ کروڑ مرتبہ توبہ کرنے سے بھی معاف نہیں ہوتا جب تک صاحب حق خود نہ معاف کرے۔ اسی

طرح باٹ کی بجائے پیمانے کیساتھ کوئی چیز بیچتا ہے کہ مثلاً کہتا ہے کہ ایک ٹوپہ پانچ روپے کا دونگا اور خریدنے والا کہتا ہے ٹھیک ہے! اور یہ پورا ٹوپہ نہیں دیتا تو اِس نے اُس کا حق مارا ہے جس کی معافی نہیں ہے۔ یا جس چیز کا سودا کیا ہے وہ نہیں دیتا مثلاً سودا ہوا کہ فلاں چیز جس کی نوع یہ ہوگی جنس وہ ہوگی رنگ یہ ہوگا اور اب یہ اس کو اس نوع یا اس جنس یا اس رنگ کی چیز نہیں دیتا تو اس نے اس کا حق مارا ہے اس کیساتھ دھوکہ کیا ہے اور اس کی کمائی حلال کی نہیں ہوگی۔ جو جنس اور جو نوع اور رنگ کہا ہے اس کے مطابق ہونی چاہئے اگر ہیرا پھیری کرے گا تو کمائی حرام ہو جائے گی۔ اور آج جو حالات ہیں وہ سب کے سامنے ہیں۔ سارے کا سارا معاشرہ ہی بگڑا ہوا ہے۔ الا ماشاء اللہ بہت کم لوگ ہیں جو دیانت داری کیساتھ خرید و فروخت کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صحیح طریقے سے ہم سے نیکی نہیں ہوتی کیونکہ خوراک کا بھی انسان کی نیکی پر اثر پڑتا ہے۔

ایک لقمہ حرام کا کھانے سے چالیس دن دعا قبول نہیں ہوتی :

اور کئی دفعہ تم یہ حدیث سن چکے ہو کہ حضرت سعد ابن ابی وقاص ﷛ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بندہ ایک لقمہ حرام کا کھالے تو چالیس دن دعا کی قبولیت سے محروم ہو جاتا ہے۔ ہمارا تو خیر سے پیٹ ہی حرام سے بھرا ہوا ہے۔ اور مسلم وغیرہ میں روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ لوگ دور دراز سے حج کیلئے جاتے ہیں۔ سر پراگندہ پاؤں غبار آلود ہوتے ہیں تکالیف اٹھا کر کعبۃ اللہ پہنچتے ہیں کعبے کا طواف کرتے ہیں غلاف پکڑ کے دعائیں کرتے ہیں یارب! یارب! میرے گناہ معاف کردے اور حال یہ ہے کہ مَاْکُلُهٗ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهٗ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهٗ حَرَامٌ ''کھانا اس کا حرام کا، پینا اس کا حرام کا، کپڑے اس کے حرام کے، فَاَنّٰی یُسْتَجَابُ لَهٗ پس کہاں سے اس کی دعا قبول ہوگی''

یاد رکھنا! رزق حلال سے نیکی پر اثر پڑتا ہے۔ان میں ایک خرابی اور بھی تھی جس کی تفصیل یہاں نہیں ہے۔آٹھویں پارے میں اسکی تفصیل ہے کہ ان کے اردگرد جو جنگلات تھے ان میں ڈاکو رہتے تھے اور تاجروں میں ان کے ایجنٹ ہوتے تھے جوان کو اطلاع کرتے تھے کہ کونسے قافلے والوں نے سونا چاندی اور قیمتی سامان خریدا ہے۔وہ ڈاکو قافلوں کو لوٹ لیتے تھے باہر سے آنے والوں کو بھی لوٹ لیتے تھے۔حضرت شعیبؑ نے ان کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ [الاعراف:۸۶] ''اور نہ بیٹھو ہر راستے پر کہ ڈراتے ہوتم لوگوں کو۔'' ڈاکے ڈالتے ہو اس طرح نہ کرو۔وسیع جنگلات تھے لوٹ کر جنگلات میں چلے جاتے تھے کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا تھا ڈاکے بھی ڈالتے تھے اور ساتھ ساتھ حضرت شعیب علیہ السلام کی مخالفت بھی کرتے تھے۔لوگوں کو کہتے تھے وہاں ایک بابا ہوگا اس حلیہ کا اس شکل کا اس کے پاس نہ جانا۔فرمایا وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ''اور روکتے ہو اللہ تعالیٰ کے راستے سے۔''

حضرت شعیب علیہ السلام کے معجزے کا ذکر :

حضرت شعیب علیہ السلام خطیب الانبیاء تھے۔بڑے فصیح اور بلیغ تھے اور پھر پیغمبر کی زبان تو پیغمبر کی زبان ہے لیکن ضدی نہ ماننے والے کا کوئی علاج نہیں ہے۔''بدائع الظهور في وقائع الدهور'' نایاب تھی اب مردان کے ایک کتب خانے والوں نے طبع کروائی ہے۔اس میں لکھا ہے کہ ان لوگوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کو کہا کہ آپ کہتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہوں اور اللہ تعالیٰ سب کچھ کر سکتا ہے تو ہمیں کوئی نشانی دکھاؤ۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ تم کونسی نشانی چاہتے ہو کہنے لگے کہ ہم جن بتوں کی پوجا کرتے ہیں یہ بول کر تیری اور تیرے دعوے کی تصدیق کریں تو ہم ایمان لے آئیں

گے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا آؤ چلیں تمہارے بتوں کے پاس۔ وہاں جا کر حضرت شعیب علیہ السلام نے بتوں سے دو سوال کئے مَنْ رَّبُّکَ تمہارا رب کون ہے؟ وَمَنْ اَنَا اور میں کون ہوں؟ بتوں نے جواب دیا کہ ہمارا رب وہ ہے جس نے ہمیں پیدا کیا ہے اور ساری مخلوق کو پیدا کیا ہے۔ زمین کو، آسمانوں کو، انسانوں کو، حیوانوں کو پیدا کیا ہے۔ ہم پتھر اور لکڑی ہیں ہمیں بھی پیدا کرنے والا وہی ہے۔ وَاَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَنَبِیُّہٗ اور آپ اللہ تعالیٰ کے رسول اور نبی ہیں۔ قوم نے کہا کہ بڑا جادوگر ہے بتوں پر بھی اس کا جادو چل گیا اور ایک آدمی بھی ایمان نہ لایا۔ اب اس کا بھی دنیا میں کوئی علاج ہے؟

وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ اور نہ پھرو زمین میں فساد مچاتے ہوئے۔ نہ ڈاکے ڈالو اور نہ کمی کر کے لوگوں کو لوٹو بَقِیَّتُ اللّٰہِ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ اللہ تعالیٰ کا چھوڑا ہوا بہتر ہے تمہارے لئے اگر ہو تم مومن۔ لوگوں کا حق دے کر جو باقی تمہارے پاس رہے اس میں برکت ہے۔ اور یاد رکھو! وَمَا اَنَا عَلَیْکُمْ بِحَفِیْظٍ اور نہیں ہوں میں تم پر کوئی نگران کہ ہر وقت تمہیں دیکھتا رہوں کہ تم کونسے پیمانے اور ترازو سے لیتے ہو اور کونسے پیمانے اور ترازو سے دیتے ہو۔ یہ رب تعالیٰ کا معاملہ ہے وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ قَالُوْا یٰشُعَیْبُ ان لوگوں نے کہا اے شعیب علیہ السلام! اَصَلٰوتُکَ تَاْمُرُکَ کیا تیری نماز تجھے حکم دیتی ہے اَنْ نَّتْرُکَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآءُ نَا کہ ہم چھوڑ دیں انکو جن کی عبادت کرتے تھے ہمارے باپ دادا۔ یہ لمبی لمبی جو اطمینان کیساتھ تم نماز پڑھتے ہو یہ تمہیں حکم دیتی ہے کہ ہم باپ دادا کا طریقہ چھوڑ دیں۔ نماز کا طعنہ دیا اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِیْ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا یا یہ کہ ہم کریں اپنے مالوں میں جو ہم چاہیں۔ مال ہمارے ہیں یا تمہارے ہیں؟ آگے استہزاء کے طور پر کہا اِنَّکَ لَاَنْتَ الْحَلِیْمُ الرَّشِیْدُ بیشک آپ تحمل کرنے

والے سمجھدار ہیں۔

تمام مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ استہزاء ہے اور یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی کمزور آدمی کو کہے آؤ پہلوان جی! تم تو پھونک مار کر کراچی کے سمندر میں پھینک دو یا کسی شرارتی آدمی کو کوئی کہے آؤ حضرت جی! یہ شرارتی آدمی کو حضرت کہنا مذاق ہے۔ اور کمزور کو پہلوان کہنا بھی مذاق ہے۔ اسی طرح انہوں نے بھی اللہ تعالیٰ کے پیغمبر سے مذاق کیا۔

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَمَاۤ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَاۤ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ؕ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ؕ وَمَا تَوْفِيْقِيْۤ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ﴿۸۸﴾ وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْۤ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَاۤ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ؕ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ﴿۸۹﴾ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ﴿۹۰﴾ قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ؗ وَمَاۤ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ﴿۹۱﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْۤ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا ؕ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۹۲﴾

قَالَ يٰقَوْمِ فرمایا شعیب علیہ السلام نے اے میری قوم اَرَءَيْتُمْ بتلاؤ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ اگر ہوں میں واضح دلیل پر اپنے رب کی طرف سے وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا اور اس اللہ نے مجھے روزی دی اپنی طرف سے اچھی روزی وَمَاۤ اُرِيْدُ اور میں نہیں ارادہ کرتا اَنْ اُخَالِفَكُمْ اس بات کا کہ میں مخالفت کروں تمہاری اِلٰى مَاۤ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ان چیزوں کی طرف جن سے میں تمہیں منع کرتا ہوں اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ نہیں ارادہ کرتا میں مگر اصلاح کا مَا اسْتَطَعْتُ جتنی میں توفیق رکھتا ہوں وَمَا تَوْفِيْقِيْۤ اِلَّا بِاللّٰهِ اور نہیں ہے میری توفیق مگر اللہ تعالیٰ کی مدد کیساتھ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور اسی

کی طرف میں رجوع کرتا ہوں وَیٰقَوْمِ اور اے میری قوم لَا یَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِیْٓ نہ برانگیختہ کرے تمہیں میرے ساتھ اختلاف رکھنا اَنْ یُّصِیْبَكُمْ اس بات پر کہ پہنچے تمہیں مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اس کے مثل جو پہنچا نوح علیہ السلام کی قوم کو اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ یا ہود علیہ السلام کی قوم کو اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ یا صالح علیہ السلام کی قوم کو وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِیْدٍ اور نہیں ہے لوط علیہ السلام کی قوم تم سے دور وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اور معافی مانگو اپنے رب سے ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَیْهِ پھر اس کی طرف رجوع کرو اِنَّ رَبِّیْ رَحِیْمٌ وَّدُوْدٌ بیشک میرا رب مہربان ہے محبت کرنے والا ہے قَالُوْا یٰشُعَیْبُ کہنے لگے اے شعیب علیہ السلام مَا نَفْقَهُ كَثِیْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ ہم نہیں سمجھتے بہت سی وہ باتیں جو تم کرتے ہو وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْنَا ضَعِیْفًا اور بیشک البتہ ہم دیکھتے ہیں تجھے اپنے اندر کمزور وَلَوْلَا رَهْطُكَ اور اگر نہ ہوتی تیری برادری لَرَجَمْنٰكَ تو ہم تجھے سنگسار کر دیتے وَمَآ اَنْتَ عَلَیْنَا بِعَزِیْزٍ اور نہیں ہے تو ہمیں کوئی پیارا قَالَ یٰقَوْمِ فرمایا شعیب علیہ السلام نے اے میری قوم اَرَهْطِیْٓ اَعَزُّ عَلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ کیا میری برادری تمہیں زیادہ عزیز ہے اللہ تعالیٰ سے وَاتَّخَذْتُمُوْهُ اور بنا لیا ہے تم نے اللہ تعالیٰ کو وَرَآءَكُمْ ظِهْرِیًّا اپنی پشتوں کے پیچھے اِنَّ رَبِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ بیشک میرا رب جو تم عمل کرتے ہو گھیرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبروں کی تبلیغ اور دین کی نشر و اشاعت کا ذکر اور نافرمان قوموں کی تباہی اور بربادی کا ذکر مسلسل چلا آ رہا ہے۔ اسی سلسلے میں شعیب علیہ السلام کے

متعلق کچھ بیان ہوا تھا کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے قوم کے سامنے اصولی طور پر تین باتیں رکھی تھیں۔

پہلی بات کہ عبادت اللہ تعالیٰ کی کرو اور اس کیساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ دوسری بات کہ ناپ تول میں کمی نہ کرو اور تیسری بات زمین میں فساد نہ مچاؤ۔ ساری باتیں سچی اور حق تھیں مگر قوم نے مذاق اڑایا لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْد کہہ کر کہ تو بڑا تحمل کرنے والا سمجھدار آدمی ہے۔ یہ ان کا پیغمبر کو کہنا ایسے ہی تھا جیسے میں نے کہا تھا کہ کسی کمزور آدمی کو کہیں آؤ پہلوان جی! یا شرارتی آدمی کو کہیں حضرت صاحب تشریف رکھو۔ یہ ان کیساتھ مذاق ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قَالَ حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا يٰقَوْمِ اے میری قوم اَرَءَيْتُمْ بتلاؤ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّىْ اگر ہوں میں واضح دلیل پر اپنے رب کی طرف سے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ میں تمہیں توحید کا سبق دیتا ہوں اور یہ فطری چیز ہے اور تمہیں سمجھ نہیں آتی۔ پھر تم نے مطالبہ کیا کہ یہ ہمارے بت بولیں اور تیرا اقرار کریں کہ جو کچھ شعیب علیہ السلام کہہ رہے ہیں حق اور سچ ہے۔ تو بدائع الظہور کے حوالہ سے گزر چکا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے بتوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا مَنْ رَّبُّكُمْ وَمَنْ اَنَا " تمہارا رب کون ہے اور میں کون ہوں؟" بتوں نے بول کر کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے جو ساری کائنات کا خالق ہے۔ وَاَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَنَبِيُّهٗ " اور آپ اللہ تعالیٰ کے رسول اور نبی ہیں۔" اتنی واضح دلیل بھی میں تم کو دے چکا ہوں مگر تم ہو کہ ضد پر اڑے ہوئے ہو۔ وَرَزَقَنِىْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا اور اس اللہ نے مجھے روزی دی ہے اپنی طرف سے اچھی روزی۔ اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوت اور رسالت کا رزق عطا

فرمایا ہے۔ یعنی رزق سے مراد روحانی رزق ہے۔ اور یہ مفہوم بھی بیان کرتے ہیں کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی دو بیٹیاں تھیں بیٹا کوئی نہیں تھا۔ بھیڑ بکریاں رکھی ہوئی تھیں خود بوڑھے تھے بیٹیاں ہی بھیڑ بکریاں چراتی تھیں ان کا دودھ پی کر گذارہ کر لیتے تھے۔ لوگوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کو کہا کہ ہماری بات مان لو تو تم بھی ایسے ہی کھلا کھاؤ پیو گے جسطرح ہم کھاتے ہیں۔ اس کے جواب میں حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی طرف سے اچھا رزق عطا فرمایا ہے حلال وطیب، جس سے میرا گزارہ چل رہا ہے۔ وَمَآ اُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَکُمْ اور میں نہیں ارادہ کرتا یہ کہ تمہاری مخالفت کروں اِلٰی مَآ اَنْھٰکُمْ عَنْہُ ان چیزوں کی طرف جن سے میں تمہیں منع کرتا ہوں۔ وہ میں خود بھی نہیں کرتا ایسا نہیں ہے کہ تمہیں تو ان سے منع کروں اور خود کروں تاکہ تم کہو کہ کہتا کیا ہے اور کرتا کیا ہے۔

کامل جو کہتے ہیں وہی کچھ کرتے ہیں :

مثلاً میں تمہیں کہتا ہوں کہ رب تعالیٰ کا شریک نہ بناؤ اور خود بھی کسی کو اس کا شریک نہیں بناتا۔ تمہیں کہتا ہوں کہ رب تعالیٰ کی عبادت کرو خود بھی اس کی عبادت کرتا ہوں۔ تمہیں کہتا ہوں کہ پورا ناپ تول کرو ناپ تول میں کمی نہ کرو۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ میرے پاس ناپ تول والی کوئی شے ہی نہیں ہے اور اگر کسی وقت ناپ تول کر دیتا بھی ہوں تو پورے ناپ تول کیساتھ دیتا ہوں اور کسی قسم کے فساد کا قائل نہیں ہوں۔ تو جو باتیں میں تمہیں کہتا ہوں خود بھی اس کا پابند ہوں اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ نہیں ارادہ کرتا مگر اصلاح کا جتنی میں توفیق رکھتا ہوں۔

اصلاح بین الناس بڑی چیز ہے۔ لوگوں کی خدمت کرنا، اتحاد اتفاق پیدا کرنا،

عقائد اور اعمال کی اصلاح کی کوشش کرنا۔ دنیا میں خدمت خلق کے نام پر بڑی بڑی کمیٹیاں بنی ہوئی ہیں مگر کام صفر ہے صرف اپنے مقصد کو پورا کرتے ہیں۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ اور نہیں ہے میری توفیق مگر اللہ تعالیٰ کی مدد کیساتھ۔ جتنی مجھے اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہے میں اس کے مطابق کام کرتا ہوں عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ اسی اللہ تعالیٰ کی ذات پر میرا بھروسہ ہے وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔ ظاہری اور باطنی طور پر اس کیساتھ میرا ربط ہے اسی کیساتھ میرا تعلق ہے۔ وَيٰقَوْمِ اور اے میری قوم لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ نہ برانگیختہ کرے، نہ ابھارے تمہیں میرے ساتھ اختلاف رکھنا اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اس بات پر کہ پہنچے تمہیں اس کے مثل عذاب جو پہنچا نوح علیہ السلام کی قوم کو۔

کونسی قوم کونسے عذاب میں ہلاک ہوئی :

نوح علیہ السلام کی قوم سیلاب کی شکل میں تباہ ہوئی ان کی تباہی کا ذکر اسی پارے میں چند رکوع پہلے تم سن چکے ہو۔ اللہ تعالیٰ کے نبی کی مخالفت کرنا اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت دینا ہے۔ انہوں نے مخالفت کی تباہ ہوئے کہیں تم میری مخالفت کر کے تباہ نہ ہو جاؤ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ یا ہود علیہ السلام کی قوم کو کہ ان پر تند و تیز ہوا کا عذاب آیا تھا جس سے سب مجرم تباہ و برباد ہو گئے اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ یا صالح علیہ السلام کی قوم کو کہ ان پر زلزلہ بھی آیا تھا اور صیحہ کہ جبرائیل علیہ السلام نے ایک ڈراونی آواز نکالی جس سے ان کی کلیجے پھٹ گئے۔ اس طرح کا عذاب تم پر نہ آجائے۔ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ اور نہیں ہے لوط علیہ السلام کی قوم تم سے دور۔ رقبے کے لحاظ سے بھی دور نہیں ہے کہ مدین بحر میت کے قریب تھا اور زمانے کے لحاظ سے بھی وہ تم سے دور نہیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر پتھر برسائے ان کو

اندھا کیا اور ان پر آواز بھی مسلط کی اور اس علاقے کو الٹا کر دیا۔ ان قوموں نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی مخالفت کی توحید کا انکار کیا تباہ و برباد ہو گئے کہیں تم بھی ان کی طرح برباد نہ ہو جاؤ۔ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اور اپنے رب سے مغفرت طلب کرو معافی مانگو۔

پیغمبر کے علاوہ اصولی طور پر کوئی معصوم نہیں :

دیکھو! اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کے سوا ہر بندہ گنہگار ہے۔ اصولی طور پر کوئی بھی گناہوں سے معصوم نہیں ہے۔ اگر کوئی آدمی یہ خیال کرتا ہے کہ میں گنہگار نہیں ہوں تو یہ خیال کرنا خود گناہ ہے۔ ہم ہر وقت گنہگار ہیں، ہماری آنکھیں گنہگار، ہمارے کان گنہگار، ہمارے اعضاء گنہگار، ہماری ساری زندگی گناہوں میں گزری ہے لہذا ہر وقت اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے رہو۔ آنحضرت ﷺ امت کی تعلیم کی خاطر دن میں سو سو دفعہ استغفار کرتے تھے۔ کبھی ایک مجلس میں ستر ستر مرتبہ استغفار کرتے تھے۔ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ پھر اسی کی طرف رجوع کرو۔ جن گناہوں سے توبہ کی ہے دوبارہ نہ کرو اور نیکی کے کاموں کی طرف رجوع کرو۔ وہ توبہ کوئی توبہ نہیں ہے کہ زبان سے توبہ توبہ اور عملاً اس کی خلاف ورزی، یہ نرا دھوکہ ہے۔ اپنے رب کی طرف رجوع کرو سچے دل سے توبہ کرو اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ بیشک میرا رب مہربان ہے محبت کرنے والا ہے۔ اس کی مہربانی کا اندازہ لگاؤ کہ مشرک رب تعالیٰ کیساتھ شریک ٹھہراتے ہیں رب تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرتے ہیں کوئی کہتا ہے عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں، کوئی کہتا ہے عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں ملحد رب کا انکار کرتے ہیں پھر بھی وہ ان کو رزق دیتا ہے اور اولاد دیتا ہے اور بہت کچھ دیتا ہے وَدُوْدٌ محبت کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے بڑی محبت کرتا ہے بشرطیکہ اس (بندے) کی طرف سے بھی کچھ طلب ہو یکطرفہ کام نہیں چلتا۔

قَالُوْا یٰشُعَیْبُ کہنے لگے اے شعیب علیہ السلام مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ ہم نہیں سمجھتے بہت سی وہ باتیں جو تم کرتے ہو۔ پہلے گزر چکا ہے کہ کہتے تھے کہ یہ تیری نماز تجھے حکم دیتی ہے کہ ہم اپنے باپ دادا کے طریقے کو چھوڑ دیں اور اپنے مالوں میں اپنی مرضی سے تصرف نہ کریں۔ مال ہمارے ہیں یا تمہارے ہیں؟ یہ تیری باتیں ہمیں سمجھ نہیں آتیں کہ اکیلا رب سارا نظام چلا رہا ہے۔ کیا ہمارے باپ دادا بیوقوف تھے جو اللہ تعالیٰ کے سوا اوروں کی پوجا کرتے تھے۔ نہ سمجھنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم مانتے ہی نہیں ہیں۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ ان کو پیغمبر کی بات سمجھ نہیں آتی تھی۔

سورۃ ابراہیم میں ہے وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ "اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اس کی قوم کی زبان میں تاکہ وہ بیان کرے ان کیلئے۔" جتنے بھی پیغمبر آئے قومی زبان میں آئے ہیں تاکہ وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہمیں ان کی بولی سمجھ نہیں آتی اور پیغمبر سے زیادہ فصیح و بلیغ بھی کوئی نہیں ہوتا ان سے زیادہ بہتر انداز میں سمجھا بھی کوئی نہیں سکتا۔ ان ساری باتوں کے ہوتے ہوئے کوئی کہے بات سمجھ نہیں آتی تو اس کا صاف مطلب یہ ہے میں نہیں مانتا ہوں۔ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا اور بیشک البتہ ہم دیکھتے ہیں تجھے اپنے اندر کمزور۔ تیرا بھائی بیٹا کوئی نہیں صرف دو بیٹیاں ہیں وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ اور اگر نہ ہوتی تیری برادری جن کیساتھ ہمارا کچھ میل جول ہے تو تجھے ہم سنگسار کر دیتے یعنی پتھر مار مار کے بالکل ختم کر دیتے۔ چونکہ برادری کے لوگوں کا ایک دوسرے کیساتھ تعارف ہوتا ہے تعلقات ہوتے ہیں جس کی وجہ سے ایک دوسرے کی رعایت ہوتی ہے ان کا حیا ہمیں مارتا ہے وَمَا اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ اور نہیں ہے تو ہمیں کوئی پیارا، نہ سخت۔ تیری کوئی قدر نہیں ہے تیری برادری کے چند افراد کا خیال ہے۔

قَالَ یٰقَوْمِ حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا اے میری قوم اَرَھْطِیْٓ اَعَزُّ عَلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰہِ کیا میری برادری زیادہ عزیز ہے تمہیں اللہ تعالیٰ سے کہ ان کا خیال رکھتے ہو اور اللہ تعالیٰ کا خیال نہیں رکھتے وَاتَّخَذْتُمُوْہُ اور بنالیا ہے تم نے اللہ تعالیٰ کو وَرَآءَکُمْ ظِھْرِیًّا اپنی پشتوں کے پیچھے۔ رب تعالیٰ کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ جس نے تمہیں پیدا کیا ہے تمہیں رزق دیتا ہے جس نے تمہیں اولاد دی ہے اس کو تم نے بالکل بھلا دیا ہے اِنَّ رَبِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ بیشک میرا رب جو تم عمل کرتے ہو گھیرنے والا ہے۔ علم کے لحاظ سے بھی اور قدرت کے لحاظ سے بھی۔ تمہارا سب کچھ اس کے علم اور قدرت کے احاطہ میں ہے۔

وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ ؕ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ؕ وَارْتَقِبُوْۤا اِنِّىْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ ﴿۹۳﴾ وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِىْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۹۴﴾ ۙ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ﴿۹۵﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۹۶﴾ ۙ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاتَّبَعُوْۤا اَمْرَ فِرْعَوْنَ ۚ وَمَاۤ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ ﴿۹۷﴾ يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ؕ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ ﴿۹۸﴾ وَاُتْبِعُوْا فِىْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ﴿۹۹﴾ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ مِنْهَا قَآئِمٌ وَّحَصِيْدٌ ﴿۱۰۰﴾

وَيٰقَوْمِ اور اے میری قوم اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ عمل کرو تم اپنے طریقے پر بیشک میں بھی عمل کرنے والا ہوں سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ عنقریب تم جان لوگے مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ اسکو جس پر عذاب آئیگا ایسا يُّخْزِيْهِ جو اسکو رسوا کریگا وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ اور وہ شخص جو جھوٹا ہے وَارْتَقِبُوْۤا اور انتظار کرو تم اِنِّىْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ بیشک میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والا ہوں وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا اور جب آیا ہمارا حکم نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ نجات دی ہم نے شعیب علیہ السلام کو اور ان لوگوں کو جو ان کیساتھ ایمان لائے تھے بِرَحْمَةٍ

مِنَّا اپنی مہربانی کیساتھ وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ اور پکڑا ان لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا تھا چیخ نے فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ پس ہو گئے وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل بیٹھنے والے كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا گویا کہ وہ ان گھروں میں آباد ہی نہیں ہوئے اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ خبردار دوری ہوئی مدین قوم کیلئے كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ جیسا کہ دور ہوئی قوم ثمود وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیاں دیکر وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ اور کھلی سند دیکر اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فرعون اور اسکی جماعت کی طرف فَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ فِرْعَوْنَ پس انہوں نے پیروی کی فرعون کے حکم کی وَمَآ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ اور فرعون کا حکم درست نہیں تھا يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ آگے آگے ہوگا وہ اپنی قوم سے قیامت کے دن فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ پس داخل کریگا وہ ان کو آگ میں وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ اور برا ہے وہ گھاٹ اتارے جانے کا وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً اور پیچھے لگا دی گئی ان کے اس دنیا میں لعنت وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ اور قیامت والے دن بھی بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ برا ہے تحفہ جو انکو دے گیا ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى یہ ہیں بستیوں کی خبروں سے نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ ہم بیان کرتے ہیں ان کو آپ پر مِنْهَا قَآئِمٌ وَّحَصِيْدٌ بعض ان میں سے قائم ہیں اور بعض ان میں سے کٹی ہوئی ہیں۔

حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کی قوم کا ذکر چلا آرہا ہے کہ ان کی قوم نے ان کی تبلیغ سے اکتا کر کہا کہ اگر تیری برادری نہ ہوتی کہ جن کیساتھ ہمارے تعلقات اور میل

جول ہے تو ہم تمہیں پتھر مار مار کے ختم کر دیتے۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے فرمایا کہ تم میری برادری کا خیال کرتے ہو اور رب تعالیٰ کو تم نے پس پشت ڈال دیا ہے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں ہے۔ شعیب علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا وَیٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰی مَکَانَتِکُمْ اور اے میری قوم! قوم کا انداز دیکھو اور پیغمبر کا بیان دیکھو۔ پھر بھی فرمایا اے میری قوم! عمل کرو تم اپنے طریقے پر اِنِّیْ عَامِلٌ بیشک میں بھی عمل کرنے والا ہوں۔ جب تم نے میری بات ماننی سننی نہیں ہے تو پھر جو چاہو کرتے پھرو لیکن میں اپنے طریقے پر عمل کرتا رہوں گا۔ لیکن یاد رکھنا! سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ عنقریب تم جان لوگے مَنْ یَّاْتِیْهِ عَذَابٌ یُّخْزِیْهِ اسکو جس پر عذاب آئیگا ایسا جو اسکو رسوا کریگا وَمَنْ هُوَ کَاذِبٌ اور اس کو بھی جان لو جو جھوٹا ہے۔ کون سچا ہے، کون فرمانبردار ہے اور کون نافرمان ہے، کون عذاب کا مستحق ہے اور کون نجات کا؟ وَارْتَقِبُوْآ اِنِّیْ مَعَکُمْ رَقِیْبٌ اور انتظار کرو تم بیشک میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والا ہوں وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا اور جب آیا ہمارا حکم۔ مدین کی کافی آبادی تھی اور اس علاقے کی مرکزی منڈی تھی۔ وہاں مقامی لوگ بھی ہوتے تھے اور بیرونی بھی۔

قوم شعیب علیہ السلام کی تباہی کا ذکر :

تفسیروں میں لکھا ہے کہ ایک دن ایسا ہوا کہ انتہائی شدید گرمی پھیلی کہ لوگوں کے سانس رکنے لگ گئے۔ مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے، جوان، مسافر اور مقامی سب پریشان ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ حضرت شعیب علیہ السلام، ان کے گھر والوں اور ایمان والوں کو کچھ نہ ہوا حالانکہ یہ بھی وہیں موجود تھے۔ لیکن مجرم پریشان ہو گئے اور گھر سے باہر نکل آئے کہ کھلی ہوا لگے گی۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ ایک گہرے بادل کا ٹکڑا آیا۔ چند آدمی اس کے نیچے جا کر کھڑے ہوئے تو ان کا سانس کچھ ٹھیک ہو گیا۔ انہوں نے باقیوں کو بھی

آواز دی کہ ادھر آ جاؤ یہاں سکون ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ اس درمیان میں گھنٹہ گذرا یا دو گھنٹے بہر حال سب مجرم وہاں اکٹھے ہو گئے اور بڑے خوش ہوئے کہ یہاں ہمارا سانس آسانی سے آ جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ اس بادل سے آگ برسی اور ساتھ ڈراؤنی آواز آئی جس سے ان کے کلیجے پھٹ گئے اور وہ سب جل مر گئے۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا نتیجہ بہت سخت ہوتا ہے۔

فرمایا جب ہمارا حکم آیا کہ بادل کی صورت میں آگ برسی، سب تباہ ہو گئے۔ نَجَّیۡنَا شُعَیۡبًا وَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ نجات دی ہم نے شعیب علیہ السلام کو اور ان لوگوں کو جو ان کیساتھ ایمان لائے تھے بِرَحۡمَةٍ مِّنَّا اپنی مہربانی کیساتھ وَاَخَذَتِ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوا الصَّیۡحَةُ اور پکڑا ان لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا تھا چیخ نے۔ پہلے ڈراؤنی آواز آئی جس سے ان کے کلیجے پھٹ گئے پھر آگ برسی فَاَصۡبَحُوۡا فِیۡ دِیَارِهِمۡ جٰثِمِیۡنَ پس ہو گئے وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل بیٹھنے والے۔ جو باہر تھے وہ وہاں تباہ ہوئے اور جو گھروں میں تھے وہ وہاں گھٹنوں کے بل گر کر تباہ ہوئے۔ ایسے محسوس ہوتا تھا كَاَنۡ لَّمۡ یَغۡنَوۡا فِیۡهَا گویا کہ وہ کبھی ان گھروں میں آباد ہی نہیں ہوئے۔ وہ گھر جہاں ہر وقت چهل پہل تھی، بھنگڑے اور ناچ تھے، رنگا رنگ کی باتیں تھیں وہاں اب کسی کا نام و نشان نہیں ہے۔ اَلَا خبردار بُعۡدًا لِّمَدۡیَنَ دوری ہوئی مدین قوم کی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے كَمَا بَعِدَتۡ ثَمُوۡدُ جیسے دور ہوئی ثمود قوم رب کی رحمت سے اور ان پر پھٹکار پڑی۔ یہاں تک تو حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کی تباہی کا ذکر تھا۔

آگے موسیٰ علیہ السلام کے واقعے کا ذکر ہے۔ اور شاید آپس میں ربط یہ ہو کہ موسیٰ علیہ السلام نے شعیب علیہ السلام کی بڑی بیٹی صفورا رحمہا اللہ تعالیٰ کیساتھ نکاح کیا تھا جس کا

ذکر سورۃ القصص میں آتا ہے۔ تو شعیب علیہ السلام سُسر ہوئے اور موسیٰ علیہ السلام داماد۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَا اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے رسول بنا کر موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیاں دیکر۔ وہ نو معجزے جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ ایک عصا مبارک کہ ڈالتے تو اژدھا بن جاتا تھا، ہاتھ گریبان میں ڈالتے تھے تو سورج کی طرح روشن ہو جاتا تھا اور ان کے علاوہ اس قوم کی نافرمانی کی وجہ سے ان پر قحط سالی مسلط کی گئی۔ پھلوں میں کمی ہوئی، اللہ تعالیٰ نے ان پر مینڈک مسلط کئے، خون کا عذاب مسلط ہوا کہ کھانا سالن پکاتے خون بن جاتا، پانی خون بن جاتا، دودھ خون بن جاتا، اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے ان پر جُوئیں مسلط فرمائیں۔ ایک کو اتارتے چار اور چمٹ جاتیں۔ ہر وقت خارش کرتے رہتے۔ وقفے وقفے سے ان پر یہ عذاب آئے مگر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ چھوڑی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ساتھ نہ دیا البتہ جادوگر ایمان لے آئے۔ وَسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ اور کھلی سند دیکر بھیجا اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَاْئِہٖ فرعون اور اسکی جماعت کی طرف۔

لفظ فرعون کی تشریح :

مصر کی زبان میں صدر کو فرعون کہتے تھے۔ جسطرح ہم بادشاہ کو صدر کہتے ہیں۔ روم کے بادشاہ کو قیصر کہتے تھے اور ایران کے بادشاہ کا لقب کسریٰ ہوتا تھا۔ فراعنہ مصر بہت سارے آئے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا جو فرعون تھا اس کا نام ولید بن مصعب بن ریان تھا۔ بڑا ہوشیار اور چالاک آدمی تھا جیسے آجکل ہمارے لیڈر ہیں۔ یہ بالکل فرعونی صفت پر ہیں اندر سے کچھ اور باہر سے کچھ، عوام کیساتھ کچھ اور خواص کیساتھ کچھ، بالکل فرعونی مزاج کے ہیں۔ فرعون بڑا ہوشیار، بڑا شاطر، حق کو ختم کرنے والا اور حق والوں کا بڑا دشمن تھا۔ فَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ فِرْعَوْنَ پس ان لوگوں نے پیروی کی فرعون کے حکم

کی۔حکومت اقتدار اس کے پاس تھا اس لئے لوگوں نے اس کی اتباع اور پیروی کی۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَآ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ اور فرعون کا حکم درست نہیں تھا۔لیکن دنیاداروں اور دولت مندوں نے فرعون کا دامن ہی پکڑا۔سرداری اس کی آخرت میں بھی قائم رہے گی۔کیسے؟ فرمایا يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ آگے آگے ہوگا وہ اپنی قوم سے قیامت والے دن۔آگے فرعون ہوگا اس کے پیچھے ہامان پھر قارون اور دوسرے افسر فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ پس وہ داخل کریگا ان کو آگ میں۔یہاں بھی آگے چلتا تھا وہاں بھی آگے آگے چلے گا۔ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ اور برا ہے وہ گھاٹ اتارے جانے کا۔ورد کا معنیٰ ہے پانی کا چشمہ اور مَورود کہتے ہیں اس جگہ کو جہاں پیاسے جانوروں کو پانی پلانے کیلئے اتارا جاتا ہے۔تو جانور پانی کے چشمے پر جب جاتے ہیں تو آگے پیچھے لائن لگی ہوتی ہے۔جسطرح جانوروں کیلئے وہ چشمہ گھاٹ ہے اسی طرح فرعونیوں کیلئے دوزخ گھاٹ ہوگا جس میں وہ اتارے جائیں گے۔ وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً اور پیچھے لگادی گئی ان کے اس دنیا میں لعنت کہ دنیا میں لوگ جب اس کا نام لیتے ہیں تو اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔آج بھی اس کی لاش مصر کے عجائب گھر میں پڑی ہوئی ہے لوگ اس کو دیکھ کر عبرت حاصل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ وہ لعنتی تھا جو اپنے آپ کو رب الاعلیٰ کہتا تھا وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ اور قیامت والے دن بھی لعنت اس کا پیچھا کرے گی بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ. رفد کا معنیٰ عطیہ اور تحفہ ہے مَرفود کا معنیٰ جس کو تحفہ دیا گیا۔تو معنیٰ ہوگا برا ہے تحفہ جو انکو دیا گیا۔دنیا کا تحفہ بھی لعنت اور آخرت کا تحفہ بھی لعنت جو اس کی گردن پر پڑا ہوگا ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى یہ ہیں بستیوں کی خبروں سے۔یہ جو مذکورہ واقعات ہیں حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا، حضرت ہود علیہ السلام کی قوم کا، حضرت صالح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام

کی قوم کا، حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کا اور اسی طرح فرعون کا، یہ بستیوں کی خبروں میں سے کچھ ہیں۔ مِنْ تبعیضیہ ہے۔ نَقُصُّهُ عَلَيْكَ ہم بیان کرتے ہیں ان کو آپ پر کہ نافرمانوں کیساتھ رب تعالیٰ نے کیا سلوک کیا۔ مِنْهَا قَآئِمٌ بعض ان میں سے قائم ہیں۔ قوم ثمود نے پتھروں کو تراش کر جو مکان بنائے تھے وہ آج بھی موجود ہیں۔ جو لوگ سیر کرنے کیلئے جاتے ہیں وہ دیکھتے ہیں چٹانوں میں بڑے بڑے کمرے بنے ہوئے ہیں مگر رہنے والا کوئی نہیں ہے۔ وَّحَصِيْدٌ اور بعض ان میں سے کٹی ہوئی ہیں جیسے کھیتی کو کاٹ دیتے ہیں اسی طرح کچھ بستیاں تباہ و برباد ہوگئیں ہیں۔ ان قوموں سے عبرت حاصل کرو۔

وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۭ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ ﴿۱۰۱﴾ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ۭ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴿۱۰۲﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ۭ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ﴿۱۰۳﴾ وَمَا نُؤَخِّرُهٗٓ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ﴿۱۰۴﴾ يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ ﴿۱۰۵﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ ﴿۱۰۶﴾ ۙ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴿۱۰۷﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ۭ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ﴿۱۰۸﴾ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰٓؤُلَاۗءِ ۭ مَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا كَمَا يَعْبُدُ اٰبَاۗؤُهُمْ مِّنْ قَبْلُ ۭ وَاِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ غَيْرَ مَنْقُوْصٍ ﴿۱۰۹﴾ ع ۹

وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ اور ہم نے نہیں ظلم کیا ان پر وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ اور لیکن انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمْ پس نہیں کفایت دی ان کو ان کے معبودوں نے الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ جنکو وہ پکارتے تھے اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے مِنْ شَيْءٍ کچھ بھی لَمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ جب آ گیا

تیرے رب کا حکم وَمَا زَادُوْھُمْ غَیْرَ تَتْبِیْبٍ نہ زیادہ کیا انہوں نے ان کیلئے
سوائے ہلاکت کے وَکَذٰلِکَ اَخْذُ رَبِّکَ اور اسی طرح ہے تیرے رب کا
پکڑنا اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰی جس وقت وہ پکڑتا ہے بستیوں کو وَھِیَ ظَالِمَۃٌ اس حال
میں کہ ان بستیوں میں رہنے والے ظلم کرنے والے ہوتے ہیں اِنَّ اَخْذَہٗٓ اَلِیْمٌ
شَدِیْدٌ بیشک اس کی پکڑ دردناک ہے سخت ہے اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً بیشک اس
میں نشانی ہے لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَۃِ اس شخص کیلئے جو خوف کھاتا ہے
آخرت کے عذاب سے ذٰلِکَ یَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّہُ النَّاسُ وہ دن ایسا ہے کہ جمع
کئے جائیں گے اس کیلئے لوگ وَذٰلِکَ یَوْمٌ مَّشْھُوْدٌ اور وہ دن ہے کہ جس میں
حاضری دی جائے گی وَمَا نُؤَخِّرُہٗٓ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ اور ہم نہیں اس کو موخر
کرتے مگر ایک وقت مقرر کیلئے یَوْمَ یَاْتِ جس دن آئے گا وہ دن لَا تَکَلَّمُ
نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِہٖ نہیں کلام کریگا کوئی نفس مگر اس کی اجازت سے فَمِنْھُمْ شَقِیٌّ
وَّسَعِیْدٌ پس بعض ان میں سے بدبخت ہونگے اور بعض ان میں نیک بخت
فَاَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا پس بہرحال وہ لوگ جو بدبخت ہیں فَفِی النَّارِ پس دوزخ میں
ہونگے لَھُمْ فِیْھَا زَفِیْرٌ وَّشَھِیْقٌ ان کیلئے اس میں گدھے کی آواز ہوگی پہلی اور
پچھلی خٰلِدِیْنَ فِیْھَا رہیں گے اس دوزخ میں ہمیشہ مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ
وَالْاَرْضُ جب تک کہ آسمان اور زمین ہونگے اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّکَ مگر جو تیرا رب
چاہے اِنَّ رَبَّکَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ بیشک تیرا رب کرنے والا ہے وہ جو وہ چاہے

وَاَمَّا الَّذِیۡنَ سُعِدُوۡا اور بہرحال وہ لوگ جو نیک بخت ہیں فَفِی الۡجَنَّۃِ وہ جنت میں ہونگے خٰلِدِیۡنَ فِیۡھَا رہیں گے وہ اس جنت میں ہمیشہ مَادَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالۡاَرۡضُ جب تک آسمان اور زمین ہونگے اِلَّا مَاشَآءَ رَبُّکَ مگر وہ جو تیرا رب چاہے عَطَآءً غَیۡرَ مَجۡذُوۡذٍ یہ ایسا عطیہ ہے جو منقطع نہیں ہوگا فَلَا تَکُ فِیۡ مِرۡیَۃٍ پس نہ ہوں آپ شک میں مِّمَّا یَعۡبُدُ ھٰۤؤُلَآءِ اس چیز کے بارے میں جن کی یہ عبادت کرتے ہیں مَا یَعۡبُدُوۡنَ اِلَّا کَمَا یَعۡبُدُ اٰبَآؤُھُمۡ مِّنۡ قَبۡلُ یہ لوگ نہیں عبادت کرتے مگر ایسے ہی جیسے ان کے باپ دادا عبادت کرتے تھے اس سے پہلے وَاِنَّا لَمُوَفُّوۡھُمۡ نَصِیۡبَھُمۡ اور بیشک ہم ان کو پورا پورا دیں گے ان کا حصہ غَیۡرَ مَنۡقُوۡصٍ جو کم نہیں کیا جائے گا۔

حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ہود علیہ السلام، حضرت صالح علیہ السلام، حضرت لوط علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوموں کی تباہی کا ذکر تم نے سنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا ظَلَمۡنٰھُمۡ اور ہم نے نہیں ظلم کیا ان پر جن کو ہم نے تباہ و برباد کیا ہم نے ان پر کوئی ظلم و زیادتی نہیں کی وَلٰکِنۡ ظَلَمُوۡۤا اَنۡفُسَھُمۡ اور لیکن انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم و زیادتی کی کہ رب تعالیٰ کی توحید کا انکار کیا، پیغمبروں کی نافرمانی کی ان کے احکامات کو تسلیم نہیں کیا، نیکی اختیار نہیں کی، بدی کو نہیں چھوڑا جس کے نتیجہ میں یہ سب کچھ ہوا۔ تو رب تعالیٰ نے ان پر کوئی زیادتی نہیں کی انہوں نے اپنی جانوں پر خود ظلم کیا، اللہ تعالیٰ کے سوا اوروں کو معبود بنایا۔ پھر جب رب تعالیٰ نے ان کو پکڑا تو فَمَآ اَغۡنَتۡ عَنۡھُمۡ اٰلِھَتُھُمُ پس نہیں کفایت کی نہیں کام آئے ان کے الٰہ الَّتِیۡ یَدۡعُوۡنَ

مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ جنکو وہ پکارتے تھے اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے۔ جن کو انہوں نے مشکل کشا، حاجت روا، فریادرس، دستگیر بنا رکھا تھا وہ بھی ان کو عذاب سے نہ بچا سکے مِنْ شَیْءٍ کچھ بھی لَمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّکَ جب آ گیا تیرے رب کا حکم۔ رب تعالیٰ کی گرفت اور سزا آئی عذاب آیا تو ان کا کوئی الٰہ میدان میں نہ آیا۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کس کے پاس قدرت ہے؟ اس کے سوا کون الٰہ ہے؟ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ ''اور نہ زیادہ کیا ان کیلئے ہلاکت کے سوا۔'' ان کے الٰہ ان کی ہلاکت کا سبب بنے بچاؤ کا سبب نہ بنے۔ یہ واقعات بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى اور اسی طرح ہے تیرے رب کا پکڑنا اے مخاطب جس وقت وہ پکڑتا ہے بستیوں کو وَهِيَ ظَالِمَةٌ اس حال میں کہ ان بستیوں میں رہنے والے ظلم کرنے والے ہوتے ہیں۔

حضور ﷺ کا فرمان کہ مجھے ہود اور اس جیسی سورتوں نے بوڑھا کر دیا :

ترمذی شریف، ابوداؤد شریف اور مسند احمد میں روایت ہے کہ صحابہ کرام ﷺ نے عرض کیا حضرت! آپ وقت سے پہلے بوڑھے ہو گئے۔ آنحضرت ﷺ کے بیس کے قریب بال سفید ہو گئے تھے۔ کچھ نیچے والے ہونٹ مبارک کے پاس اور کچھ دونوں کنپٹیوں میں اور کچھ سر مبارک میں۔ بیس سے زیادہ سفید نہیں تھے لیکن اٹھتے بیٹھتے کمزوری محسوس ہوتی تھی تو صحابہ کرام ﷺ نے سوال کیا کہ حضرت آپ وقت سے پہلے بوڑھے ہو گئے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا شَيَّبَتْنِيْ هُوْدُ وَاَخَوَاتُهَا ''مجھے سورہ ہود اور اس جیسی سورتوں نے بوڑھا کر دیا ہے۔'' اب سوال یہ ہے کہ سورت ہود میں کون سی ایسی چیز ہے جس نے آپ کو بوڑھا کر دیا؟ تو اس کے متعلق مولانا حسین علی صاحب واں بھچراں ضلع میانوالی جو تفسیر میں شاگرد تھے حضرت مولانا مظہر نانوتویؒ کے جو ہندوستان میں اپنے دور میں سب سے بڑے

مفسر قرآن تھے۔ جنہوں نے سہارن پور میں مدرسہ مظاہر العلوم قائم کیا تھا اور حدیث میں شاگرد تھے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے۔

آیتِ ہود، حضور ﷺ کے بوڑھا ہونے کا سبب:

حضرت فرماتے ہیں کہ یہ جو آیت ہے وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى اس نے آپ ﷺ کو بوڑھا کر دیا تھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجرموں کی ہلاکت کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا اور اسی طرح ہے پکڑنا تیرے رب کا جب وہ پکڑتا ہے بستیوں کو اور ان بستیوں کے رہنے والے ظلم کرنے والے ہوتے ہیں۔ تو آپ ﷺ جب اس آیت کریمہ کو پڑھتے تھے تو خیال کرتے تھے کہ میری امت میں بھی گنہگار ہونگے تو وہ بھی تباہ ہونگے جس سے آپ ﷺ پریشان اور مغموم ہوتے تھے اور غم اور پریشانی آدمی کو جلد بوڑھا کر دیتی ہے اور غم اور پریشانی نہ ہو اور آدمی کھاتا پیتا ہو تو جلدی بوڑھا نہیں ہوتا۔ تو حضرت فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ اس پریشانی کی وجہ سے جلدی بوڑھے ہوئے۔

جبکہ دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ سورت ہود کی آیت فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ "پس آپ سیدھے رہیں جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے اور وہ لوگ بھی جو تیرے اوپر ایمان لا کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا وَلَا تَطْغَوْا اور حد سے آگے نہ بڑھو۔" اس آیت کی وجہ سے آپ ﷺ پریشان تھے کہ آیا میری امت میری قوم حق پر ڈٹ سکتی ہے یا نہیں۔ تو اس پریشانی نے آپ کو جلدی بوڑھا کر دیا۔ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ بیشک اس کا پکڑنا دردناک ہے سخت ہے اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً بیشک ان قوموں کے ذکر میں نشانی ہے لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ اس شخص کیلئے جو خوف کھاتا ہے آخرت کے عذاب سے۔ جو رب دنیا میں عذاب دیتا ہے وہی آخرت میں بھی دے گا اور وہ آخرت کیا

ہے؟ ذٰلِکَ یَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّهُ النَّاسُ وہ دن ایسا ہے کہ جمع کئے جائیں گے اس کیلئے لوگ۔ ساری کائنات، انسان، جن فرشتے اور خدا کی ساری مخلوق میدان محشر میں جمع ہوگی وَذٰلِکَ یَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ اور وہ دن ہے کہ جس میں حاضری دی جائے گی۔ حاضری کا دن ہے سب کو وہاں حاضر ہونا پڑے گا کوئی متنفس وہاں سے غیر حاضر نہیں ہوگا وَمَا نُؤَخِّرُهٗ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ اور ہم نہیں اس کو موخر کرتے مگر ایک وقت مقرر کیلئے۔ ہمیں معلوم ہے کہ ہم نے قیامت کب برپا کرنی ہے یَوْمَ یَاْتِ جس دن آئے گا وہ دن لَا تَکَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ نہیں کلام کریگا کوئی مگر اللہ تعالیٰ کے حکم کیساتھ۔ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر وہاں کوئی نہیں بول سکے گا فَمِنْهُمْ شَقِیٌّ وَّسَعِیْدٌ پس بعض ان میں سے بد بخت ہونگے اور بعض ان میں نیک بخت۔ مومن بھی ہونگے، کافر بھی ہونگے، سچے بھی ہونگے، جھوٹے بھی ہونگے۔ فَاَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا پس بہرحال وہ لوگ جو بد بخت ہیں فَفِی النَّارِ پس وہ دوزخ میں ہونگے اللہ تعالیٰ بچائے۔ آج اس دنیا کی آگ میں لوہا پگھل جاتا ہے، تانبا پگھل جاتا ہے، بعض پتھر جل جاتے ہیں اور وہ آگ اس سے انہتر گنا تیز ہوگی۔ اگر اس آگ میں ڈال کر مارنا مقصود ہو تو ایک شعلہ کافی ہے لیکن رب تعالیٰ کا فرمان ہے لَا یَمُوْتُ فِیْهَا وَلَا یَحْیٰی [اعلیٰ:۱۳] ''نہ مرے گا اس دوزخ میں اور نہ ہی وہ زندہ رہے گا۔'' کیونکہ اگر ماردیا جائے تو پھر سزا کون بھگتے گا۔ خود کافر مشرک دوزخ میں سڑنے والے کہیں گے یٰلَیْتَهَا کَانَتِ الْقَاضِیَةَ [الحاقہ:۳۰] ''کاش کہ موت مجھے ختم ہی کر دیتی۔'' اور سورت زخرف آیت نمبر ۷۷ میں ہے دوزخ کے انچارج فرشتہ مالک کو کہیں گے یٰمٰلِکُ لِیَقْضِ عَلَیْنَا رَبُّکَ ''اے مالک علیہ السلام! چاہیے کہ فیصلہ کر دے ہم پر تمہارا رب۔ ہمیں فنا کر دے قَالَ وہ کہے گا اِنَّکُمْ مّٰکِثُوْنَ بیشک تم رہنے والے ہو اسی

مقام میں۔" اللہ تعالیٰ بچائے اور محفوظ رکھے جہنم میں لے جانے والے اعمال سے۔ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَّشَهِيقٌ ان کیلئے اس میں گدھے کی آواز ہوگی پہلی اور پچھلی۔ زَفِیر گدھے کی اس آواز کو کہتے ہیں جو شروع میں زور سے نکلتا ہے اور شَهِيقٌ گدھے کی وہ آواز جو آخر میں مدھم سی ہوتی ہے۔ اور گدھے کی آواز سے اس لئے تشبیہ دی کہ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ [لقمن:۱۹] "سب سے بری آواز گدھے کی آواز ہے۔ حضرت لقمان حکیم نے اپنے پیارے بیٹے ساران کو بہت سی نصیحتیں کی تھیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ بیٹا بلا ضرورت اونچی نہ بولو۔ اگر اونچا بولنا کوئی زیادہ فضیلت ہوتی گدھا بڑا فاضل ہوتا حالانکہ سب آوازوں میں بری آواز گدھے کی ہے۔ تو جہنمی گدھے کی طرح آوازیں نکالیں گے اور چیخیں گے خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے مَادَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ جب تک کہ آسمان اور زمین ہونگے۔ یہاں ایک بات سمجھ لیں کہ اس وقت جو زمین اور آسمان ہیں یہ فانی ہے۔

سورۃ ابراہیم آیت نمبر ۴۸ میں ہے يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ "جس دن تبدیل کی جائے گی زمین اس کے علاوہ دوسری زمین کے ساتھ اور یہ آسمان بھی بدل دیئے جائیں گے۔" اور اس زمین کی جگہ ہمیشہ ہمیشہ رہنے والی زمین آجائے گی اور ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے آسمان آجائیں گے اور جب تک وہ زمین اور آسمان قائم رہیں گے یہ دوزخ میں رہیں گے اور انہوں نے فنا ہونا نہیں ہے۔ اِلَّا مَاشَآءَ رَبُّكَ مگر جو تیرا رب چاہے۔ رب تعالیٰ قادر ہے فنا کرنے پر مگر فنا کریگا نہیں۔ کرسکنا اور چیز ہے اور کرنا اور چیز ہے، دونوں میں فرق ہے۔

سید سلمان ندویؒ کا غلط نظریات سے رجوع کرنا :

ہندوستان میں بہت بڑے مؤرخ گذرے ہیں سید سلیمان ندویؒ ، یہ علامہ شبلی نعمانی کے شاگرد تھے۔ پہلے ان کے نظریات ٹھیک نہیں تھے آنحضرت ﷺ کے جسمانی معراج کے منکر تھے اور خلود فی النار کے بھی منکر تھے۔ کہتے تھے کہ دوزخ ہمیشہ نہیں رہے گی اور کئی مسائل تھے جو انہوں نے سیرت النبی کی پہلی جلدوں میں پہلے ایڈیشنوں میں لکھے تھے۔ دوزخ کے فنا ہونے پر بھی انہوں نے چودہ دلائل پیش کیے۔ ان کو خیال آیا کہ کسی کامل پیر کی طرف رجوع کردں اور ان کے ہاتھ پر بیعت کروں اور یہ بات سمجھ لیں کہ بیعت نہ فرض ہے نہ واجب ہے نہ سنت مؤکدہ ہے بلکہ مستحب ہے۔ اور بیعت کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی ذہنی انتشار سے بچ جاتا ہے۔ ہمارے تمام بزرگوں میں پیر و مرید گزرے ہیں۔ تو انہوں نے حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ کو خط لکھا کہ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت بڑے کھرے آدمی تھے فرمایا میں تیرے جیسے مُلحِد اور زندیق کو مرید نہیں بناتا۔ یہ لفظ سید سلیمان ندوی کو بڑے چبھے کہ مجھے ملحد اور زندیق کہا ہے حالانکہ لوگ میرا لوہا مانتے ہیں اور تھے بھی بڑے مؤرخ اور ادیب۔ پھر خط لکھا کہ حضرت آپ نے میرے ساتھ زیادتی کی ہے کہ مجھے ملحد اور زندیق کہا ہے۔ حضرت نے جواب لکھا اور چند مسائل کی نشاندہی فرمائی کہ آپ کے یہ نظریات قرآن مجید کے بالکل خلاف ہیں میرے پاس آکر سمجھو یا مجھے سمجھاؤ۔ آج کل کا کوئی غلام احمد قادیانی یا غلام احمد پرویز جیسا ہوتا یا انکا کوئی شطونگڑا ہوتا تو کہتا میں آدمی ہوں وہ بھی آدمی ہے، میں مولوی ہوں وہ بھی مولوی ہے، مجھے اس کے پاس جانے کی کیا ضرورت ہے۔ مگر وہ حضرت تھانویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے شبہات پیش کئے۔ حضرت نے سب کے جوابات

دیئے۔ فرمایا دیکھو! دوزخ کا ہمیشہ نہ رہنا تو یہاں سے ثابت کرتا ہے کہ رب تعالیٰ نے فرمایا وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے جب تک زمین وآسمان ہیں مگر جو تیرا رب چاہے۔ تو فرمایا پہلی بات تو یہ ہے کہ زمین وآسمان سے دنیا کے زمین آسمان مراد نہیں ہیں بلکہ اگلے جہان کے زمین وآسمان مراد ہیں جو ختم اور فنا نہیں ہونگے اور اِلَّا مَاشَآءَ رَبُّکَ میں اللہ تعالیٰ نے قدرت کا اظہار فرمایا ہے یہ نہیں فرمایا کہ فنا ہو جائیں گے۔ کرنے اور کر سکنے میں بڑا فرق ہے۔ اسی طرح معراج جسمانی کے متعلق بھی سمجھایا، سمجھ گئے اور اپنے غلط نظریات سے توبہ کی اور استغفار کیا۔ حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ وعدہ کرو کہ آئندہ جو سیرت النبی کی جلدیں طبع ہونگی ان سے یہ مسائل نکال کر صحیح مسائل کر کے لکھو اور اپنی غلطیوں کا اظہار کرو گے اور اپنے رسالہ ''معارف'' میں جاتے ہی بیان دو گے کہ میں اپنے نظریات سے باز آ گیا ہوں۔

چنانچہ حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ نے اپنے رسالے معارف میں تحریر لکھ دی کہ میں نے اپنے غلط نظریات سے توبہ کر لی ہے اور سیرۃ النبی سے بھی وہ مسائل نکال دیئے ۔اس وقت جو ایڈیشن ہیں ان میں وہ غلط مسائل نہیں ہیں اور سیرت کی کتابوں میں یہ بڑی مستند کتاب ہے۔ پہلی دو جلدیں مولانا شبلیؒ کی لکھی ہوئی ہیں ان میں کچھ غلطیاں تھیں سید سلیمان ندوی نے ان کی اصلاح کی ہے۔ آگے تیسری، چوتھی، پانچویں اور چھٹی جلد نہایت مبسوط ہیں۔ یہ سید سلیمان ندوی نے لکھی ہیں اور آنحضرت ﷺ کی سیرت کے بارے میں اس سے زیادہ مستند ذخیرہ کوئی نہیں ہے۔ یہ نیک لوگ تھے غلطی کا اعتراف کرنے والے تھے۔ پھر حضرت تھانویؒ نے ان کو بیعت بھی کیا اور خلافت بھی دی اور پاکستان بنانے میں بھی ان کا بڑا دخل تھا۔

اِنَّ رَبَّکَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ بیشک تیرا رب کرنے والا ہے وہ جو وہ چاہے۔ وہ جو ارادہ کرے اس کو کوئی روک نہیں سکتا وَاَمَّا الَّذِیْنَ سُعِدُوْا فَفِی الْجَنَّۃِ اور بہر حال وہ لوگ جو نیک بخت ہیں وہ جنت میں ہونگے خٰلِدِیْنَ فِیْھَا ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے مَادَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ جب تک آسمان اور زمین ہونگے اِلَّا مَاشَآءَ رَبُّکَ مگر وہ جو تیرا رب چاہے منقطع کر سکتا ہے مگر کریگا نہیں عَطَآءً غَیْرَ مَجْذُوْذٍ یہ ایسا عطیہ ہے جو کبھی منقطع نہیں ہوگا۔ وہ ایسی ہمیشہ کی زندگی ہے جسکا آج ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ سو سال نہیں، ہزار سال نہیں، لاکھ سال نہیں، کروڑ سال نہیں، ارب کھرب سال نہیں، وہ نہ ختم ہونے والی زندگی ہے اس کو سوچتے سوچتے ہمارے دماغ فیل ہو جائیں گے۔ فَلَا تَکُ فِیْ مِرْیَۃٍ پس اے مخاطب نہ ہو تو شک میں مِّمَّا یَعْبُدُ ھٰٓؤُلَآءِ اس چیز کے بارے میں جن کی یہ عبادت کرتے ہیں مکے والے۔

ان ظالموں نے کعبۃ اللہ کی بیرونی دیواروں پر تین سو ساٹھ بت نصب کئے ہوئے تھے جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام کا بھی بت تھا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کا بھی بت تھا اور ہُبل حضرت ہابیل رحمہ اللہ کا مجسمہ تھا، آدم علیہ السلام کا مظلوم بیٹا جو قابیل کے ہاتھوں شہید ہوا تھا۔ یہ لوگ ان کی پوجا کرتے تھے، لات، منات، عزیٰ کی پوجا کرتے تھے۔ فرمایا جن کی یہ پوجا کرتے ہیں اس میں آپ شک نہ کریں مَا یَعْبُدُوْنَ اِلَّا کَمَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُھُمْ مِّنْ قَبْلُ یہ لوگ نہیں عبادت کرتے مگر ایسے ہی جیسے ان کے باپ دادا عبادت کرتے تھے اس سے پہلے تو ان کو ان کے خداؤں نے عذاب سے نہیں بچایا ان کو بھی نہیں بچا سکتے۔ آج ہی تم نے پڑھا ہے فَمَآ اَغْنَتْ عَنْھُمْ اٰلِھَتُھُمْ "پس نہ کام آئے ان کے خدا" وَاِنَّا لَمُوَفُّوْھُمْ نَصِیْبَھُمْ اور

بیشک ہم ان کو پورا پورا دیں گے ان کا حصہ غَيْرَ مَنْقُوْصٍ جو کم نہیں کیا جائے گا۔ سزا پوری پوری دیں گے دنیا میں بھی آخرت میں بھی۔ اللہ تعالیٰ بچائے اور محفوظ رکھے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ

فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ۗ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۚ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۱۱۰﴾ وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ ۗ اِنَّهٗ بِمَا يَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۱۱﴾ فَاسْتَقِمْ كَمَاۤ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ۗ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۲﴾ وَلَا تَرْكَنُوْۤا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ۗ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ۗ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ ۚ وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۱۵﴾

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ اور البتہ تحقیق دی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب فَاخْتُلِفَ فِيْهِ پس اختلاف کیا گیا اس میں وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اور اگر نہ ہوتا ایک فیصلہ جو طے ہو چکا تھا تیرے رب کی طرف سے لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ البتہ فیصلہ کردیا جاتا ان کے درمیان وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ اور بیشک وہ لوگ اس قرآن کے بارے میں شک میں ہیں مُرِيْبٍ جو ان کو تردد میں ڈالتا ہے وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ اور بیشک سب کے سب البتہ پورا دیگا ان کو تیرا پروردگار اَعْمَالَهُمْ ان کے اعمال کا صلہ اِنَّهٗ بِمَا يَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ بیشک وہ جو عمل کرتے ہیں خبردار ہے فَاسْتَقِمْ كَمَاۤ اُمِرْتَ پس آپ ڈٹ کر

رہیں جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے وَمَنْ تَابَ مَعَکَ اور وہ لوگ بھی جنہوں نے توبہ کی آپ کے ساتھ وَلَا تَطْغَوْا اور حد سے آگے نہ بڑھو اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ بیشک جو کچھ بھی تم عمل کرتے ہو دیکھنے والا ہے وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اور نہ جھکو ان لوگوں کی طرف جنہوں نے ظلم کیا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ پس چھوئے گی تم کو آگ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ اور نہیں ہوگا تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے کوئی سازگار ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ پھر تمہاری مدد نہیں کی جائے گی وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ اور قائم کرو نماز کو طَرَفَيِ النَّهَارِ دن کے دونوں طرفوں میں وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ اور رات کی گھڑیوں میں اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ بیشک نیکیاں دور کرتی ہیں برائیوں کو ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ یہ نصیحت ہے نصیحت قبول کرنے والوں کیلئے وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ اور صبر کریں پس بیشک اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرتا اجر نیکی کرنے والوں کا۔

بہت سارے پیغمبروں اور ان کی قوموں کے حالات بیان ہوئے۔ اور اس سے پہلے رکوع میں موسیٰ علیہ السلام کا ذکر تھا اب اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کی تسلی کیلئے ارشاد فرماتے ہیں وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ اور البتہ تحقیق دی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب توراۃ۔ آسمانی کتابوں میں قرآن کریم کے بعد تورات کا درجہ بہت بلند ہے۔ ہزاروں انبیاء، بزرگ، علماء، مشائخ اس پر عمل کرتے آئے ہیں لیکن فَاخْتُلِفَ فِيْهِ پس اختلاف کیا گیا اس میں۔

باعتبار مردم شماری یہودیوں کا عرب میں نمبر :

یہ آنحضرت ﷺ کی تسلی کیلئے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کو جو کتاب دی گئی تورات، اختلاف کرنے والوں نے اس میں بھی اختلاف کیا، ماننے والوں نے مانا اور نہ ماننے والوں نے نہ مانا اور خصوصیت کیساتھ موسیٰ علیہ السلام اور تورات کا ذکر اس وجہ سے کیا گیا ہے کہ عرب میں مردم شماری کے لحاظ سے مشرکین کے بعد یہود کا نمبر تھا۔ خیبر سارا ان کا تھا اور مدینہ طیبہ میں ان کی اکثریت تھی اور مقامات پر بھی آباد تھے اور عربی لوگ یہودیوں سے تورات سنتے اور عربی ترجمہ کرتے تھے کیونکہ تورات کی اصل زبان عبرانی تھی۔ تو نہ ماننے والوں نے تو تورات کو بھی نہیں مانا۔ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ اور اگر نہ ہوتا ایک فیصلہ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ جو طے ہو چکا تھا تیرے رب کی طرف سے کہ ہر قوم کی تباہی اور ہلاکت کا ایک وقت مقرر ہے۔ اگر پہلے سے یہ طے نہ ہوا ہوتا تو لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ البتہ فیصلہ کر دیا جاتا ان کے درمیان جن لوگوں نے اختلاف کیا تھا کہ فوراً ان کو تباہ کر دیا جاتا۔ لیکن رب تعالیٰ کا پہلا فیصلہ قطعی ہے کہ فلاں وقت فلاں قوم کو تباہ کیا جائے گا وَاِنَّهُمْ اور بیشک یہ عرب لوگ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ. منه کی ضمیر قرآن کی طرف لوٹتی ہے۔ قرآن شریف میں شک کرتے ہیں مُرِيْبٍ ایسا شک جو ان کو تردد میں ڈالتا ہے۔ لہذا آپ اس بات کی پرواہ نہ کریں، تورات میں لوگوں نے اختلاف کیا اور قرآن کے بارے میں شک کرتے ہیں۔ آپ کا کام ہے سنانا، منوانا آپ کا فریضہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تو شک نہیں ہے الم. ذلک کتاب لا ریب فیه. "یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے۔" لیکن اگر مزاج بگڑ جائے تو بھینگے کو دو دو چیزیں نظر آتی ہیں۔ اور صفراء کا غلبہ ہو تو چینی اور شہد بھی کڑوا لگتا ہے حالانکہ دونوں کتنے میٹھے ہیں، مگر اس کا مزاج بگڑا ہوا ہے۔ غلام جیلانی برق کا

مزاج بگڑا ایک اسلام اسے دو نظر آتے تھے۔ اس نے کتاب لکھی ''دو اسلام'' کہ ایک اسلام وہ ہے جو ہم مانتے ہیں اور ایک مولویوں کا بنایا ہوا ہے، دو قرآن ہیں، ایک قرآن ہم مانتے ہیں ایک مولویوں کا بنایا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو ہدایت دی آخر میں توبہ کر کے مرا لیکن وہ فتنے فساد کی کتابیں چھوڑ گیا۔ ابھی گردن اس کی صاف نہیں ہوئی کیونکہ اس کا فریضہ تھا کہ اعلان کرتا، تحریری طور پر لوگوں کو بتاتا کہ میری یہ سب کتابیں کنڈم ہیں ان پر کوئی عمل نہ کرے۔ اب حال یہ ہے کہ منکرین حدیث اس کی کتابیں طبع کراتے ہیں، بیچتے ہیں اور لوگوں کے عقائد خراب کرتے ہیں، اس کی کتابوں سے بدستور گناہ پھیل رہا ہے۔

تو جس وقت آدمی کا مزاج بگڑ جائے تو صحیح چیز نظر آتی ہے۔ تورات تو اللہ تعالیٰ کی کتاب تھی لیکن اختلاف کرنے والوں نے اس میں بھی اختلاف کیا ہے۔ وَاِنَّ کُلًّا لَّمَّا لَیُوَفِّیَنَّهُمْ رَبُّکَ اور بیشک سب کے سب البتہ پورا پورا دیگا ان کو تیرا پروردگار اَعْمَالَهُمْ ان کے اعمال کا صلہ۔ جو لوگ عربی سے واقف ہیں ان کیلئے عرض کر رہا ہوں کہ کُلًّا مضاف ہے اور اس کے اوپر جو تنوین ہے وہ مضاف الیہ کے عوض میں ہے۔ اصل عبارت اس طرح ہے کُلَّ الْخَلَائِقِ سب کی سب مخلوق۔ اور لَمَّا اصل میں لِمَنْ مَا تھا پھر مَنْ کی نون کا میم میں ادغام کیا لِمَّا پھر لام کے کسرے کو فتح سے بدل دیا الف کی وجہ سے تو لَمَّا بن گیا۔ تو معنی ہوا کہ بیشک سب کی سب مخلوق البتہ وہ ہے کہ ان کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ''جس نے ذرہ برابر نیکی کی اس کو دیکھ لے گا وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ ''اور جو ذرہ برابر بھی برائی کرے گا دیکھ لے گا۔'' عمل کا نتیجہ ضرور ملے گا۔ اِنَّهٗ بِمَا یَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ بیشک وہ جو عمل کرتے ہیں خبردار ہے۔ مخلوق جو بھی عمل کرتی ہے رب تعالیٰ کو خبر ہے۔ بہت ساری قوموں کے حالات

بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاسْتَقِمْ كَمَآ أُمِرْتَ اے نبی کریم ﷺ! پس آپ ڈٹ کر رہیں جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی توحید پر قائم رہو، رسالت پر قائم رہو اور اللہ تعالیٰ کے احکامات پہنچانے پر آپ قائم اور ڈٹ کر رہیں۔ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ اور وہ بھی جنہوں نے کفر شرک سے توبہ کر کے آپ کا ساتھ دیا وہ بھی ڈٹ کر رہیں۔

پہلے گذر چکا ہے کہ آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا کہ حضرت آپ وقت سے پہلے بوڑھے ہو گئے ہیں آپ کے بدن میں کمزوری آگئی ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا شَيَّبَتْنِي هُودٌ وَأَخَوَاتُهَا ''سورت ہود اور اس جیسی سورتوں کے مضامین نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے۔'' تو سورت ہود میں وہ کونسا مضمون ہے جس نے آپ ﷺ کو بوڑھا کیا؟ تو ایک تو اس آیت کی وجہ سے کہ وَكَذٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرٰى ''اور اسی طرح تیرے رب کا پکڑنا جب وہ بستیوں کو پکڑتا ہے۔'' اس آیت سے آپ ﷺ پریشان تھے کہ میری امت بھی یہ جرائم کرے گی اور سزا ہوگی۔ اور دوسری یہ آیت کریمہ ہے کہ ''ڈٹ کر رہو جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے اور وہ جنہوں نے توبہ کر کے آپ کیساتھ ایمان قبول کیا ہے وہ بھی ڈٹے رہیں۔'' اس پر آپ پریشان تھے کہ خدا جانے امت ڈٹ کر رہ سکتی ہے یا نہیں۔ لیکن الحمد للہ امت نے ڈٹ کر دکھایا اور ہر میدان میں کفر کا مقابلہ کیا اور دشمنان اسلام کی سرکوبی کی، اللہ اور اس کے رسول کے اعتماد پر پورے اترے کہ دنیا آپ ﷺ کے ساتھیوں کی نظیر پیش نہیں کر سکتی۔

آدمی کو حق پر ڈٹ جانا چاہئے لوٹا نہیں ہونا چاہئے :

اور یاد رکھنا! کہ حق کی بات کو پکڑنا اور پھر اس پر ڈٹ جانا بڑی بات ہے اور آدمی کو ایسا ہی ہونا چاہئے۔ یہ نہیں کہ آدمی لوٹے کی طرح پھرتا رہے، صبح کوئی عقیدہ اور شام کو کوئی

عقیدہ۔ اور یہ بھی یاد رکھیں کہ ڈٹنا حق پر ہے غلط چیز پر ڈٹنا اچھی بات نہیں ہے۔ اور آج تو حال یہ ہے کہ حق پر ڈٹنا تو بعد کی بات ہے کسی کو اس بات کی بھی پرواہ نہیں ہے کہ میں صحیح عقیدے پر چل رہا ہوں یا نہیں۔ اس کا احساس ہو کہ کہیں میرا عقیدہ ہی غلط نہ ہو کسی سے پوچھ لوں اور عقیدے کی درستی کیلئے قرآن سے بہتر کوئی کتاب نہیں ہے۔

دین سمجھنے کیلئے کوئی تیار نہیں :

اور میں یہ بات دعوے سے کہتا ہوں کہ اگر کوئی آدمی قرآن پاک کا لفظی ترجمہ پڑھ لے تو وہ کبھی کفر شرک بدعت میں مبتلا نہیں ہوگا۔ کوتاہی تو اپنی ہے کہ کوئی حقیقت معلوم کرنے کیلئے تیار ہی نہیں ہے اور اپنی کوتاہی مولویوں کے ذمہ لگا دیتے ہیں کہ ایک مولوی یہ کہتا ہے دوسرا مولوی یہ کہتا ہے، ہم کس کی مانیں کدھر جائیں؟ بھئی تم کسی مولوی کی نہ مانو خود قرآن مجید پڑھو اور سمجھو کہ قرآن کریم کیا کہتا ہے؟ اس پر عمل کرو مولویوں کا بہانہ بنا کر گمراہی میں نہ پڑے رہو۔ اور حکومت بھی اسلام کے عدم نفاذ کا ذمہ دار مولویوں کو ٹھہراتی ہے کہ مولوی فرقہ واریت پھیلاتے ہیں، کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ کہتا ہے، ہم کس کا اسلام نافذ کریں؟ بھئی سوال یہ ہے کہ تم تو یہ بہانہ بناتے ہو لیکن مسلمانوں کے پچاس سے زیادہ ملک ہیں ان میں وہ ملک بھی ہیں جن میں کوئی فرقہ واریت نہیں ہے، خطیب کو اوپر سے لکھا ہوا خطبہ ملتا ہے وہ پڑھ کے سنا دیتا ہے تو ان ملکوں میں شریعت نافذ کیوں نہیں ہوتی؟ وہاں تو کوئی اختلاف نہیں ہے۔ مولویوں کا جھگڑا نہیں ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ تو ایک بہانہ ہے اصل خرابی حکمران طبقے کا بے دین ہونا ہے۔ جس اسلامی ملک کو دیکھو حکمران بے دین اور عیاش ہیں اپنی بے دینیوں پر زد نہیں آنے دیتے۔ ان کے بے دین ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ختم نبوت والوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ شناختی کارڈ میں مذہب کے خانے کا

اضافہ کیا جائے تا کہ کوئی مرزائی جج پر نہ جا سکے، یہ کافر ہوتے ہوئے چلے جاتے ہیں کیونکہ پتہ نہیں چل سکتا۔ حکومت نے وعدہ کرلیا مذہب کے خانے کے اضافے کا، قادیانیوں نے عیسائیوں کو استعمال کیا وہ سڑکوں پر نکل آئے کہ اس طرح ہمیں الگ کیا جارہا ہے۔ حکومت نے شناختی کارڈ سے مذہب کا خانہ ہی ختم کردیا۔ جب یہ مطالبہ ہوا تھا مسلمانوں کی آبادی ساڑھے گیارہ کروڑ تھی اور عیسائی صرف گیارہ لاکھ تھے اور کل مرزائی ایک لاکھ چار ہزار تھے ۔ کتنے ظلم کی بات ہے کہ گیارہ لاکھ کی بات تو معتبر ہو، ایک لاکھ چار ہزار کی آواز موثر ہو اور ساڑھے گیارہ کروڑ کی آواز کی کوئی حیثیت نہ ہو۔ یہ حکمرانوں کے بے دین ہونے کا ثبوت ہے خدا ان کا بیڑا غرق کرے۔ سود کیخلاف شریعت کورٹ نے فیصلہ دیا کہ سود حرام ہے لیکن وزیر اعظم نواز شریف کا بیان آیا کہ ہم اس فیصلہ کیخلاف سپریم کورٹ میں اپیل دائر کریں گے۔ لاحول ولاقوۃ الاباللہ۔

حالانکہ شریعت کورٹ کی عدالت خود حکومت نے بنائی ہے۔ اللہ تعالیٰ بڑا رحمٰن اور رحیم ہے میں حیران ہوں کہ ان پر عذاب کیوں نہیں آتا؟ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھی اور ان کو بھی جنہوں نے کفر شرک سے توبہ کرکے آپ کا ساتھ دیا یعنی صحابہ کرام ﷺ ڈٹ کر رہنے کا حکم دیا کہ موقف میں لچک نہ آئے اور فرمایا وَلَا تَطْغَوْا اور حد سے آگے نہ بڑھو، اللہ تعالیٰ کے احکام کیخلاف سرکشی نہ کرو اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ بیشک جو کچھ بھی تم عمل کرتے ہو دیکھنے والا ہے۔ یہ آیت کریمہ اچھی طرح یاد رکھنا۔ وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اور نہ جھکو ان لوگوں کی طرف جنہوں نے ظلم کیا یعنی جو پارٹی شریعت کیخلاف ہو ان کی طرف مائل نہ ہو فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ پس چھوئے گی تم کو آگ۔ کیونکہ ظالموں کی طرف مائل ہونے کا مطلب یہ کہ تمہارا قارورہ ان کیساتھ ملتا ہے۔ بڑی حیرانگی کی بات ہے کہ آج لوگوں نے

مفت ومفت دوزخ خریدی ہوئی ہے کہ ظالموں کی طرف جھکے ہوئے ہیں۔ وہ ظلم کیوجہ سے دوزخ میں جائیں گے اور یہ ظلم کے ساتھ تعاون اور ان کیساتھ میل جول رکھنے کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے۔ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ اور نہیں ہوگا تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے کوئی سازگار، مددگار کوئی نہیں ہوگا اور یہ بھی یاد رکھو ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ پھر تمہاری مدد نہیں کی جائے گی۔ جب اللہ تعالیٰ پکڑے گا تو کوئی مددگار نہیں ہوگا لہذا حق کا ساتھ دو اور جو ذہنی طور پر ظالم ہیں ان کا ساتھ نہ دو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں غم نہ کر اور پریشان نہ ہو وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ اور قائم کرو نماز کو دن کے دونوں طرفوں میں۔ مثلاً فجر کی نماز ہے پوہ پھوٹنے کے بعد اور ظہر اور عصر کی نماز ہے غروب آفتاب سے پہلے وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ اور رات کی گھڑیوں میں زُلَفًا زُلْفَةٌ کی جمع ہے، رات کا حصہ۔ معنیٰ ہوگا اور رات کی گھڑیوں میں۔ جیسے مغرب اور عشاء کی نماز ہوئی کیونکہ ضابطہ ہے ایک طرف دھیان کرنے سے دوسری طرف کے صدمے میں کمی آتی ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھنا کہ نفلی نمازوں میں تہجد کی بڑی فضیلت ہے۔ اور تہجد کی نماز دو رکعتیں بھی ہیں، چار رکعتیں بھی ہیں، چھ رکعتیں بھی ہیں اور آٹھ رکعتیں بھی ہیں اور بارہ رکعتیں بھی ہیں اور آج کل ساڑھے پانچ بجے تک تہجد کا وقت ہے۔ (یہ جنوری کے مہینے کی بات ہے۔ مرتب)

آج کل لوگ آخرت سے بے پرواہ ہوگئے ہیں :

آجکل لوگوں میں آخرت کی تیاری کی فکر ختم ہوگئی ہے الا ماشاء اللہ۔ اور پہلے یہ ہوتا تھا کہ جس آدمی کے سر کا یا داڑھی کا بال سفید ہو جاتا تو اس کو آخرت کی فکر زیادہ ہو جاتی تھی اور آج کل کے ہمارے بوڑھے تاش کھیلتے ہیں اور کئی ایسے کھیل کھیلتے ہیں جن کا مجھے نام بھی نہیں آتا بلکہ چھوٹے چھوٹے بچے کہتے ہیں گول ہوگیا۔ مجھے آج تک گول کا مفہوم سمجھ نہیں

آیا کیونکہ دلچسپی ہی نہیں ہے۔ ساتھیو! آخرت کو کبھی نہ بھولو! فرض نمازوں کیساتھ ساتھ نفلی نمازیں پڑھواور خصوصاً تہجد کی نماز نہیں چھوڑنی چاہئے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ بیشک نیکیاں دور کرتی ہیں برائیوں کو، مٹا دیتی ہیں برائیوں کو۔ دیکھو وضو کی برکت سے صغیرہ گناہ ہاتھ پاؤں آنکھوں سے جھڑ جاتے ہیں، مسجد کی طرف آنے سے ایک ایک قدم کے بدلے دس دس نیکیاں ملتی ہیں ایک ایک صغیرہ گناہ جھڑ جاتا ہے آٹو میٹک اور ایک درجہ بلند ہو جاتا ہے۔ اور اگر اس ارادے سے چلو کہ قرآن حدیث کا درس بھی سننا ہے تو پھر ہر ہر قدم پر سات سات سو نیکیاں ملتی ہیں وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ''اور اللہ تعالیٰ جس کیلئے چاہے بڑھا دے۔'' کیونکہ یہ فی سبیل اللہ کی مد میں ہے۔ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ یہ نصیحت ہے نصیحت قبول کرنے والوں کیلئے۔ اور اگر کوئی قبول نہ کرے اور اکڑ جائے تو اس کا کوئی کچھ نہیں کرسکتا۔ آگے اللہ تعالیٰ آپ کو تسلی دیتے ہیں کہ یہ کافر آپ کا مذاق اڑاتے ہیں اور وعظ کرنے پر برا بھلا کہتے ہیں وَاصْبِرْ اور صبر کریں فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ پس بیشک اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرتا اجر نیکی کرنے والوں کا۔ تمہیں اللہ تعالیٰ اجر دے گا، بدلہ دیگا اور درجات بلند فرمائے گا۔

فَلَوْلَا كَانَ

مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ؕ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَجَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ؕ اِنَّا عٰمِلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَانْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ ع ۱۰

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ پس کیوں نہیں ہوئے ان جماعتوں میں سے مِنْ قَبْلِكُمْ جو تم سے پہلے گزری ہیں اُولُوْا بَقِيَّةٍ فضیلت والے لوگ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ جو منع کرتے زمین میں فساد سے اِلَّا قَلِيْلًا مگر بہت تھوڑے مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ان میں سے جن کو ہم نے نجات دی وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ اور پیروی کی ان لوگوں نے ظَلَمُوْا جنہوں نے ظلم کیا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ اس

چیز کی جس میں ان کو خوشحالی دی گئی تھی وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ اور تھے وہ مجرم وَمَا كَانَ رَبُّكَ اور نہیں ہے تیرا رب لِيُهْلِكَ الْقُرٰى کہ ہلاک کردے بستیوں کو بِظُلْمٍ ظلم کی وجہ سے وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ جب کہ وہاں کے رہنے والے اصلاح کرتے ہوں وَلَوْشَآءَ رَبُّكَ اور اگر چاہے تیرا رب لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً تو البتہ کردے لوگوں کو ایک گروہ وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ اور ہمیشہ رہیں گے یہ مختلف اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ مگر وہ جس پر تیرا رب رحم کریگا وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ اور اسی واسطے ان کو پیدا کیا رب نے وَتَمَّتْ اور مکمل ہو چکا كَلِمَةُ رَبِّكَ فیصلہ تیرے رب کا لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ البتہ میں ضرور بھروں گا جہنم کو مِنَ الْجِنَّةِ جنات سے وَالنَّاسِ اور انسانوں سے اَجْمَعِيْنَ اکٹھے ہونگے وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ اور ہر خبر ہم بیان کرتے ہیں آپ پر مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ رسولوں کی خبروں سے مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ جس کے ذریعے ہم آپ کے دل کو ثابت رکھتے ہیں وَجَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ اور آیا آپ کے پاس ان خبروں میں سے حق وَمَوْعِظَةٌ اور نصیحت وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ اور یاددہانی مومنوں کیلئے وَقُلْ اور آپ کہہ دیں لِّلَّذِيْنَ ان لوگوں سے لَا يُؤْمِنُوْنَ جو ایمان نہیں لاتے اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ عمل کرو تم اپنے طریقہ پر اِنَّا عٰمِلُوْنَ بیشک ہم بھی عمل کرنے والے ہیں وَانْتَظِرُوْا اور انتظار کرو تم اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ بیشک ہم بھی انتظار کرنے والے ہیں وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور اللہ تعالیٰ کیلئے ہی

ہے غیب آسمانوں کا اور زمین کا وَ اِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ اور اسی کی طرف لوٹائے

جاتے ہیں سارے معاملات فَاعْبُدْهُ پس اسی کی عبادت کر وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ اور

اسی پر بھروسہ کر وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ اور نہیں تیرا پروردگار غافل

ان کاموں سے جو تم کرتے ہو۔

نہی عن المنکر نہ کرنے والوں کی مذمت :

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے پہلی قوموں کے ان لوگوں کی برائی بیان فرمائی ہے جو پڑھے لکھے اور نیک تھے۔ اخلاقی حالت بھی ان کی کچھ اچھی تھی لیکن دوسرے لوگوں کو فساد فی الارض سے منع نہیں کرتے تھے۔ حالانکہ ان کا فریضہ تھا امر بالمعروف نہی عن المنکر کرنا لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ خود نیک ہونا بیشک اچھی بات ہے مگر اس سے خداوند عزیز کا عذاب نہیں ٹلتا، عذاب ٹلتا ہے مصلح ہونے کی وجہ سے جس کا ذکر اگلی آیت کریمہ میں آرہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ پس کیوں نہ ہوئے ان جماعتوں میں سے جو تم سے پہلے گزری ہیں اُولُوْا بَقِيَّةٍ فضیلت والے لوگ، جو ان میں صاحب فضیلت، صاحب علم اور سمجھدار لوگ تھے يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ جو منع کرتے زمین میں فساد سے۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی برائی بیان فرمائی ہے کہ جو صاحب علم، صاحب فضیلت اور سمجھ دار تھے انہوں نے لوگوں کو فساد فی الارض سے منع کیوں نہیں کیا؟ حالانکہ امر بالمعروف نہی عن المنکر ان کا فریضہ تھا اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ مگر بہت تھوڑے ان میں سے جن کو ہم نے نجات دی کہ انہوں نے امر بالمعروف نہی عن المنکر کیا لوگوں کو فساد فی الارض سے منع کیا۔ تو امر

بالمعروف نہی عن المنکر کرنا عذاب سے نجات کا سبب ہے، محض نیک ہونا اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچاتا۔

حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک بستی تھی جس میں گناہ بہت تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ اس بستی کو وَمَنْ فِیْھَا اور جو اس میں ہیں سب کو تباہ کردو۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے سوال کیا اے پروردگار! بِمَنْ فِیْھَا اس بستی میں رہنے والے تمام کو عذاب میں مبتلا کردوں؟ فرمایا ہاں! سب کو۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا اے پروردگار! اس بستی میں تیرا ایک ایسا بندہ ہے لَمْ یَعْصِیْکَ قَطُّ طَرْفَةَ عَیْنٍ جس نے آپ کی کبھی نافرمانی نہیں کی پلک جھپکنے کے برابر، کیا اس کا گھر بھی تباہ کردوں؟ فرمایا ہاں! بیشک وہ خود تو نیک ہے لیکن وہ لوگوں کو نیکی کا سبق نہیں دیتا اور برائی سے منع نہیں کرتا وَلَمْ یَتَمَعَّرْ وَجْهُهٗ اور برائی دیکھ کر اس کا چہرہ متغیر نہیں ہوتا۔ برائی دیکھ کر اس کے ماتھے پر بل نہیں پڑتے لہٰذا اس کو بھی ساتھ ہلاک کردے۔ تو نجات کا سبب مُصْلِحْ ہے اصلاح کرنے والا، نیک ہونا عذاب سے نہیں بچاتا۔ تو فرمایا کہ صاحب فضیلت، صاحب علم اور سمجھدار لوگوں نے فساد فی الارض سے منع نہیں کیا وَاتَّبَعَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اور پیروی کی ان لوگوں نے جنہوں نے ظلم کیا مَآ اُتْرِفُوْا فِیْهِ اس چیز کی جس میں ان کو خوشحالی دی گئی۔ مال، دولت، اقتدار، باغ، کوٹھیوں کے پیچھے پڑے رہے ان کی ساری زندگی دنیا کی ترقی میں گزر گئی۔

حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا لَوْ کَانَ لِاِبْنِ آدَمَ وَادِیَانِ مِنْ ذَهَبٍ لَابْتَغٰى ثَالِثًا ''اگر ابن آدم کو دو بڑے وسیع میدان سونے کے بھرے ہوئے مل جائیں تو یہ تیسرے میدان کی تلاش میں پڑیگا دو پر قناعت نہیں کریگا۔'' اور فرمایا

وَلَا يَمْلَاءُ جَوْفَ اِبْنِ آدم اِلَّا التُّرَابُ'' بندے کے پیٹ کو قبر کی مٹی ہی پُر کر سکتی ہے۔ اور کوئی شے اس کے پیٹ کو بھرتی نہیں ہے۔'' تو فرمایا وہ لوگ جو مال و دولت کے پیچھے پڑے رہے وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ اور تھے وہ مجرم۔ آگے اللہ تعالیٰ ایک ضابطہ بیان فرماتے ہیں وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ اور نہیں ہے تیرا رب کہ ہلاک کر دے بستیوں کو ظلم کی وجہ سے وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ جب کہ وہاں کے رہنے والے اصلاح کرتے ہوں۔ یعنی ان بستیوں میں ظلم بھی ہے گناہ بھی ہیں لیکن وہاں کے باشندے اصلاح بھی کرتے ہوں برائیوں سے لوگوں کو روکتے ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک نہیں کرتا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ مُصلح کا وجود اللہ تعالیٰ کے عذاب سے مانع ہے۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ آپ ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سوال کیا کہ حضرت اَنَهْلِكُ وَفِيْنَا صَالِحُوْنَ'' کہ ہم ہلاک ہو جائیں گے اس حال میں کہ ہم میں نیک لوگ بھی ہوں قَالَ نَعَمْ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہاں! اِذَا كَثُرَ الْخُبْثُ جب گناہ اور جرائم زیادہ ہو جائیں۔ یعنی محض نیک ہونا عذاب کو نہیں ٹالتا مُصلح کا وجود عذاب کو ٹالتا ہے۔ صَالِحٌ کا معنی ہے خود نیک ہونا اور مُصْلِحٌ کا معنیٰ ہے دوسروں کو نیکی کا سبق دینے والا اور برائی سے روکنے والا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کو نیکی اور بدی کا اختیار ہونا :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ اور اگر چاہے تیرا رب لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً تو البتہ کر دے لوگوں کو ایک گروہ۔ بدی کا مادہ ہی نکال دے فرشتہ صفت بنا دے کہ فرشتوں میں جنسی خواہشات ہی نہیں ہیں نہ وہ کھاتے ہیں، نہ پیتے ہیں، نہ ان میں نر مادہ ہے، نہ لڑتے جھگڑتے ہیں۔ رب تعالیٰ چاہے تو ایسا کر سکتا ہے وہ قادر مطلق ہے۔

اور معاذ اللہ تعالیٰ، اگر وہ چاہے تو تمام انسانوں کو کافر بنادے لیکن وَلَا یَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِیْنَ اور ہمیشہ رہیں گے یہ مختلف۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جنات میں خیر اور شر کی قوت رکھی ہے اور سمجھ دی ہے اور خیر اور شر کی قوت کو اختیار کرنے کا اختیار دیا ہے کہ اپنی مرضی سے خیر کا راستہ اختیار کریں یا شر کا راستہ اختیار کریں۔ فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ [سورت کہف] ''پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے۔'' نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی [النساء:۱۱۵] ''ہم پھیر دیں گے اسی طرف جس طرف اس نے رخ کیا ہے۔'' یعنی جس طرف وہ آدمی چلے گا ہم اس کو اسی طرف چلا دیں گے، جبر نہیں ہے۔ اور اگر انسان میں نیکی بدی کا مادہ نہ ہوتا تو پھر تو فرشتہ ہوتا لہذا نیکی بدی کے لحاظ سے مختلف رہیں گے اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّکَ مگر وہ جس پر تیرا رب رحم کریگا وہ حق کیساتھ اختلاف نہیں کرے گا اور رب تعالیٰ کی مہربانی اسی پر ہوتی ہے جو رب کی طرف آئے۔ چنانچہ سورت عنکبوت آیت نمبر ۶۹ میں ہے وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ ''اور وہ لوگ جو کوشش کریں ہماری طرف آنے کی ہم ان کو اپنا راستہ دکھا دیتے ہیں۔'' اور بخلاف اس کے فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ ''پس جب وہ ٹیڑھے چلے تو ہم نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا۔'' [صف:۵] مطلب یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے احکام سے پیٹھ پھیر لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی پیٹھ سیدھی نہیں کرتے۔ مختصر یہ کہ انسان اپنے ارادے اور مشیت میں مختار ہے۔ وَلِذٰلِکَ خَلَقَھُمْ اور اسی واسطے ان کو پیدا کیا رب نے کہ اپنی مرضی سے ایمان لائیں اور اپنی مرضی سے کفر اختیار کریں، اپنی مرضی سے نیکی بدی کریں وَتَمَّتْ کَلِمَۃُ رَبِّکَ اور مکمل ہو چکا فیصلہ تیرے رب کا۔ وہ فیصلہ یہ ہے لَاَمْلَئَنَّ جَھَنَّمَ مِنَ الْجِنَّۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ البتہ میں ضرور بھروں گا جہنم کو جنات سے اور انسانوں سے

اکٹھے ہونگے وہاں اکٹھے ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ سارے جہنم کے ایک ہی خانے میں ہونگے بلکہ اپنے اعمال کے مطابق جہنم کے مختلف درجوں میں ہونگے۔ جسطرح ریل گاڑی میں مختلف درجے ہوتے ہیں کوئی فرسٹ کلاس میں ہے، کوئی سیکنڈ کلاس میں، کوئی تھرڈ کلاس میں ہوتا ہے۔ بعض ملحد یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جنات آگ سے پیدا ہوئے ہیں سورۃ الحجر آیت نمبر ۲۷ میں ہے وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ''اور جنوں کو ہم نے پیدا کیا اس سے پہلے آگ کی لو سے۔'' اور دوزخ میں بھی آگ ہی ہے تو آگ کو آگ سے کیا تکلیف ہوگی۔ لیکن ان کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کیونکہ آگ آگ میں فرق ہے۔

چنانچہ بخاری شریف اور مسلم شریف میں روایت ہے کہ جہنم کے ایک طبقے نے دوسرے طبقے کی شکایت کی کہ اے پروردگار! اس طبقے کو میرے سے کچھ دور کردے کہ مجھے اس کی حرارت اور گرمی کھا گئی ہے۔ یعنی جہنم کا ایک طبقہ دوسرے طبقے سے نالاں ہے۔ جب دوزخ کی آگ میں اتنا فرق ہے کہ ایک طبقہ دوسرے طبقے سے پناہ لیتا ہے تو جنات تو دنیا کی آگ سے پیدا ہوئے ہیں اور جہنم کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر گنا زیادہ تیز ہے۔ دنیا کی آگ کی اس کے سامنے کیا حیثیت ہے کہ اس سے پیدا ہونے والے جنات کو اس سے تکلیف نہ ہوگی۔ ایسی باتیں وہ لوگ کرتے ہیں جنہوں نے دین کو سمجھا نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ اور ہر خبر ہم بیان کرتے ہیں آپ پر رسولوں کی خبروں سے وہ جس کے ذریعے ہم آپ کے دل کو ثابت رکھتے ہیں۔ بات اچھی طرح سمجھ لیں۔ مطلقاً ہر خبر نہیں بلکہ ہر وہ خبر کہ جس خبر کے ذریعے سے ہم تیرے دل کو ثابت رکھتے ہیں وہ ہم بیان کرتے ہیں۔ اور کل

کے سبق میں تم پڑھ چکے ہو وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِیْهِ ''اور البتہ تحقیق دی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب پھر اس میں اختلاف کیا گیا۔'' اب یہ خبر کہ موسیٰ علیہ السلام کی کتاب میں اختلاف کیا گیا یہ آپ ﷺ کو کیوں سنائی تاکہ آپ ﷺ کو تسلی ہو کہ اگر اس وقت یہ لوگ قرآن کو نہیں مانتے اور صاف لفظوں میں کہتے ہیں کہ ہم نہ قرآن کو مانتے ہیں اور نہ تیری باتوں کو تو آپ پریشان نہ ہوں پہلی کتابوں کے بارے میں بھی لوگوں نے اختلاف کیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ہجرت کی پہلے پیغمبروں نے بھی ہجرت کی، بکریاں چرائی اور ماریں کھائی، بڑا کچھ ہوا لیکن آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا ہے۔

پیغمبروں نے تمام تکالیف برداشت کر کے توحید کا سبق دیا :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے لوگوں کو توحید کا سبق دیا تو مشرکوں نے آپ ﷺ کو اتنا مارا کہ سارا بدن زخمی ہو گیا۔ جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور کہنے لگے اے محمد ﷺ! آپ ﷺ ان کی پرواہ نہ کریں وہ درخت جو کنارے پر کھڑا ہے اس کو اشارہ کرو وہ تمہاری طرف آجائے گا۔ آپ ﷺ نے اشارہ کیا وہ درخت آپ ﷺ کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا، تاکہ آپ ﷺ کی توجہ غم سے ہٹائی جائے۔ پھر آپ ﷺ نے اس درخت کو اشارہ کیا تو وہ اپنی جگہ پر چلا گیا۔ تو آپ ﷺ پر کافروں نے انتہائی ظلم کئے اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کے واقعات سنا کر آپ ﷺ کو تسلی دی باقی پیغمبروں کی ہر ہر خبر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نہیں دی۔ چنانچہ تم چھٹے پارے میں پڑھ چکے ہو ارشاد ربانی ہے وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَیْکَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَیْکَ [نساء:۱۶۴] ''اور ہم نے ایسے رسول بھیجے جن کا حال ہم نے آپ پر بیان کیا ہے اس سے پہلے اور ایسے رسول بھی بھیجے جنکے حالات ہم نے بیان نہیں کئے آپ پر۔'' اور سورت مومن آیت نمبر ۷۸ میں

میں فرمایا وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلاً مِّنْ قَبْلِکَ مِنْھُمْ مَنْ قَصَصْنَا عَلَیْکَ وَمِنْھُمْ مَنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَیْکَ ''اور البتہ تحقیق ہم نے آپ سے پہلے بہت رسول بھیجے ان میں سے بعض کے احوال ہم نے آپ کو بتائے اور بعض کے احوال ہم نے آپ کو نہیں بتائے۔'' تو بدعتیوں کا یہ دعویٰ کرنا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو سارا علم دیدیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم اور آپ ﷺ کے علم میں بس اتنا فرق ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی ہے اور آپ ﷺ کا علم عطائی ہے۔ یہ فرق کر کے خوش ہو جاتے ہیں کہ ہم مشرک نہیں بنے کہ اللہ تعالیٰ کے علم اور آپ ؐ کے علم میں فرق کر دیا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ قرآن کہتا ہے کہ ہم نے آپ ﷺ کو سارا علم دیا ہی نہیں ہے۔ بعض پیغمبروں کے واقعات ہم نے آپ کو بتائے ہیں اور بعض کے واقعات نہیں بتائے عطا ہی نہیں کئے۔ اور سورہ یٰسین میں ہے وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْۢبَغِیْ لَهٗ ''اور نہیں سکھایا، نہیں عطا کیا ہم نے اس پیغمبر کو شعر کہنا اور نہ ہی لائق ہے اس کیلئے۔'' اس کے بعد عطائی کہاں سے آجائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو دیا ہی نہیں ہے۔ یاد رکھنا! یہ سب بدعتیوں کے ڈھکوسلے ہیں کہ آپ ﷺ کو سارا علم عطا کر دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَجَآءَکَ فِیْ ھٰذِہِ الْحَقُّ اور آیا آپ کے پاس ان خبروں میں سے حق وَمَوْعِظَةٌ وَّذِکْرٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ اور نصیحت اور یاددہانی مومنوں کیلئے۔ آپ مومنوں کو سنا کر یاددہانی کرائیں۔ وَقُلْ لِّلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ اور آپ کہہ دیں ان لوگوں سے جو ایمان نہیں لائے آپ کی نبوت پر، اللہ تعالیٰ کی توحید پر اعْمَلُوْا عَلٰی مَکَانَتِکُمْ عمل کرو تم اپنے طریقہ پر اِنَّا عٰمِلُوْنَ بیشک ہم بھی عمل کرنے والے ہیں اپنے طریقے پر وَانْتَظِرُوْا اور تم انتظار کرو اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ بیشک ہم بھی انتظار کرنے والے ہیں کہ کامیابی کس کو حاصل ہوتی ہے اور عذاب میں کون مبتلا ہوتا ہے۔ کون بچتا ہے اور کون

تباہ ہوتا ہے۔ ایسے موقع پر کافر کہتے تھے کہ تم نے جو عذاب لانا ہے ہمیں بتاؤ وہ کب آئے گا۔ اس کے جواب میں فرمایا وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور اللہ تعالیٰ کیلئے ہی ہے غیب آسمانوں اور زمین کا، وہ جانتا ہے کہ اس نے تم پر عذاب کب نازل کرنا ہے مجھے جتنی بات رب تعالیٰ بتاتے ہیں میں تمہیں بتا دیتا ہوں۔ عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ اور اسی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں سارے معاملات۔ اس نے اپنے خدائی اختیارات میں سے تو ایک رتی بھی کسی کو نہیں دی۔ فَاعْبُدْهُ پس اسی کی عبادت کر وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ اور اسی پر بھروسہ کر وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ اور نہیں تیرا پروردگار غافل ان کاموں سے جو تم کرتے ہو۔ تمہاری نیکی بدی سب رب تعالیٰ کے علم میں ہے۔

آج مؤرخہ ۹ صفر المظفر بروز جمعرات ۱۴۳۰ھ بمطابق ۵ فروری ۲۰۰۹ کو
یہ سورۃ مکمل ہوئی۔

بتوفیق اللہ تعالیٰ وعونہ

(مولانا) محمد نواز بلوچ

مہتمم: مدرسہ ریحان المدارس، جناح روڈ گوجرانوالہ۔

سُوْرَۃُ یُوْسُفَ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ مِائَۃٌ وَّ اِحْدٰی عَشَرَۃَ اٰیَۃً وَّ اثْنَا عَشَرَ رُکُوْعًا
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الٓرٰ قف تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ ﴿۱﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ قُرْءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲﴾ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْکَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ ق وَاِنْ کُنْتَ مِنْ قَبْلِہٖ لَمِنَ الْغٰفِلِیْنَ ﴿۳﴾ اِذْ قَالَ یُوْسُفُ لِاَبِیْہِ یٰٓاَبَتِ اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا وَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَیْتُھُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ ﴿۴﴾ قَالَ یٰبُنَیَّ لَا تَقْصُصْ رُءْیَاکَ عَلٰٓی اِخْوَتِکَ فَیَکِیْدُوْا لَکَ کَیْدًا ط اِنَّ الشَّیْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۵﴾ وَکَذٰلِکَ یَجْتَبِیْکَ رَبُّکَ وَیُعَلِّمُکَ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ وَیُتِمُّ نِعْمَتَہٗ عَلَیْکَ وَعَلٰٓی اٰلِ یَعْقُوْبَ کَمَآ اَتَمَّھَا عَلٰٓی اَبَوَیْکَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰھِیْمَ وَاِسْحٰقَ ط اِنَّ رَبَّکَ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ ﴿۶﴾ ع

الٓرٰ قف تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ یہ آیتیں ہیں کتاب کی جو کھول کر بیان کرنے والی ہے اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ قُرْءٰنًا عَرَبِیًّا بیشک ہم نے اس کو اتارا ہے قرآن عربی زبان میں لَّعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ تاکہ تم سمجھو نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْکَ ہم بیان کرتے ہیں آپ پر اَحْسَنَ الْقَصَصِ اچھا بیان بِمَآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ بہ سبب اس کے کہ ہم نے وحی کی آپ کی طرف ھٰذَا الْقُرْاٰنَ اس قرآن پاک کی وَاِنْ کُنْتَ اور بیشک آپ تھے مِنْ قَبْلِہٖ اس بیان سے پہلے لَمِنَ الْغٰفِلِیْنَ البتہ بے خبروں میں سے اِذْ قَالَ یُوْسُفُ جب کہا یوسف علیہ السلام

نے لِاَبِیۡهِ اپنے والد سے یٰۤاَبَتِ اے میرے ابا جان اِنِّیۡ رَاَیۡتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوۡکَبًا بیشک میں نے دیکھا گیارہ ستاروں کو وَّالشَّمۡسَ اور سورج کو وَالۡقَمَرَ اور چاند کو رَاَیۡتُهُمۡ لِیۡ سٰجِدِیۡنَ دیکھا میں نے انکو کہ وہ مجھ کو سجدہ کرتے ہیں قَالَ فرمایا یٰبُنَیَّ اے میرے پیارے بیٹے لَا تَقۡصُصۡ رُءۡیَاکَ نہ بیان کرنا اپنا خواب عَلٰۤی اِخۡوَتِکَ اپنے بھائیوں پر فَیَکِیۡدُوۡا لَکَ پس وہ تدبیر کریں گے تیرے لئے کَیۡدًا کوئی تدبیر اِنَّ الشَّیۡطٰنَ بیشک شیطان لِلۡاِنۡسَانِ انسان کا عَدُوٌّ مُّبِیۡنٌ کھلا دشمن ہے وَکَذٰلِکَ اور اسی طرح یَجۡتَبِیۡکَ رَبُّکَ آپ کو منتخب کریگا تیرا رب وَیُعَلِّمُکَ اور سکھائے گا آپ کو مِنۡ تَاۡوِیۡلِ الۡاَحَادِیۡثِ خوابوں کی تعبیر کی وَیُتِمُّ نِعۡمَتَهٗ اور مکمل کریگا اپنی نعمت عَلَیۡکَ آپ پر وَعَلٰۤی اٰلِ یَعۡقُوۡبَ اور یعقوب علیہ السلام کے خاندان پر کَمَاۤ اَتَمَّهَا جیسا کہ اس نے پورا کیا عَلٰۤی اَبَوَیۡکَ آپ کے آباؤ اجداد پر مِنۡ قَبۡلُ اس سے پہلے اِبۡرٰهِیۡمَ وَاِسۡحٰقَ ابراہیم اور اسحاق علیہما السلام پر اِنَّ رَبَّکَ عَلِیۡمٌ حَکِیۡمٌ بیشک تیرا رب جاننے والا حکمت والا ہے۔

تمام قرآن پاک میں صرف واقعہ یوسفؑ بالترتیب بیان ہوا ہے :

اس سورہ کا نام سورۃ یوسف ہے۔ اس سورت میں حضرت یوسف کا علیہ السلام کا واقعہ بچپن سے لیکر وفات تک ترتیب کیساتھ بیان ہوا ہے۔ قرآن پاک میں اور جتنے

واقعات بیان ہوئے ہیں ان میں سے کوئی بھی ترتیب کیساتھ کسی مقام پر بیان نہیں ہوا۔ کچھ حصہ کسی جگہ اور کچھ حصہ کسی جگہ بیان کر دیا گیا ہے۔ یہ واقعہ چونکہ ترتیب کیساتھ بیان ہوا ہے اسی لئے اس کو احسن القصص فرمایا ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے اس سے پہلے باون (۵۲) سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کے بارہ رکوع اور ایک سو گیارہ آیات ہیں۔ الٓر حروف مقطعات میں سے ہے اور حروف مقطعات کے متعلق پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حقیقی معنیٰ تو اللّٰہ اَعْلَمُ بِمُرادِہٖ بذالِکَ "اللہ تعالیٰ ہی ان کی مراد کو جانتا ہے۔" مفسرین کرام نے مختلف مفہوم بیان فرمائے ہیں۔ ایک تفسیر یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ اس کی پھر آگے دو تفسیریں کرتے ہیں ایک یہ کہ بعینہٖ الٓر اللہ تعالیٰ کا نام ہے اس پر اعتراض ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں میں تو یہ نام نہیں آئے؟ اس کا جواب امام رازیؒ اور حافظ ابن کثیرؒ وغیرہ یہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نام خمسۃ الآفٍ پانچ ہزار ہیں یہ ننانوے نام تو مشہور ہیں اللہ تعالیٰ کے نام ان میں منحصر نہیں ہیں۔ دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ ایک ایک حرف اللہ تعالیٰ کے ایک ایک نام کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ کہ الف سے مراد اللہ جل جلالہ ہے۔ لام سے مراد لطیف ہے۔ معنیٰ ہے باریک بین۔ اور 'را' سے مراد رحمٰن، رحیم، رؤف ہیں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔

عظمتِ قرآن :

تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ یہ آیتیں ہیں ایسی کتاب کی جو کھول کر بیان کرنے والی ہے حقیقت کو اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ بیشک ہم نے اس کتاب کو نازل کیا ہے قُرْءٰنًا عَرَبِیًّا قرآن کی شکل میں عربی زبان میں لَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ تاکہ تم سمجھو۔ قرآن پاک کے پہلے مخاطب چونکہ عربی تھے اس لئے یہ عربی زبان میں نازل ہوئی تاکہ وہ سمجھ سکیں۔ پھر اس کی وساطت

سے یہ کتاب پوری دنیا میں پھیلی ہے۔ دنیا میں جتنی یہ کتاب پڑھی جاتی ہے اتنی اور کوئی کتاب نہیں پڑھی جاتی اور دنیا میں جتنی خدمت اس کتاب کی ہوئی ہے اور کسی کتاب کی نہیں ہوئی۔ صرفیوں نے قواعد بنائے، نحویوں نے قواعد بنائے، تجوید والوں نے تجوید کی، ترجمے والوں نے ترجمے کئے، مفسرین نے تفسیریں کیں، کسی نے ناظرہ پڑھایا، کسی نے حفظ کرایا غرضیکہ جتنی خدمت اس کتاب کی ہوئی ہے وہ اور کسی کتاب کی نہیں ہوئی۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہی آسمانی کتاب ہے جو اپنی اصلی شکل وصورت میں موجود ہے۔ جسکے ایک حرف میں بھی کمی بیشی نہیں ہوئی۔ اور باقی کتابوں کے بارے میں تو یہ بھی نہیں بتایا جاسکتا کہ ان کی اصل زبان کیا تھی؟ تورات کس زبان میں نازل ہوئی؟ زبور کی اصل زبان کیا تھی؟ خود پادری صاحبان انجیل کے بارے میں متردد ہیں کہ اس کی زبان عبرانی تھی یا سریانی تھی یا کوئی اور زبان تھی؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس کتاب کو عربی زبان میں نازل فرمایا تاکہ تم سمجھو۔ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ ہم بیان کرتے ہیں آپ پر أَحْسَنَ الْقَصَصِ اچھا بیان، بہترین قصہ بے ترتیب کے لحاظ سے بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ بہ سبب اس کے کہ ہم نے وحی کی آپ کی طرف هٰذَا الْقُرْاٰنَ اس قرآن پاک کی یعنی اس قرآن کے ذریعے ہم یہ قصہ بیان کرتے ہیں جو بارہ رکوعوں پر مشتمل ہے۔ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ اور بیشک آپ تھے اس سے پہلے البتہ بے خبروں میں سے کہ آپ کو خبر نہیں تھی کہ یہ واقعہ کیسے ہوا؟ ہم قرآن کریم کے ذریعے آپ کو بتا رہے ہیں۔

غالیوں کے عقائد کی تردید :

اہل بدعت میں جو غالی قسم کے لوگ ہیں جیسے مفتی احمد یار خان صاحب کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ ماں کے پیٹ میں قرآن کے حافظ تھے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی

العظیم۔غلو کی بھی کوئی حد ہوتی ہے بھائی سوال یہ ہے کہ اگر آپ ماں کے پیٹ میں حافظ قرآن تھے تو چالیس سال گذرنے کے بعد غار حرا میں وحی کا آغاز کس پر ہوا؟ پھر کچھ سورتیں مکی ہیں اور کچھ مدنی ہیں تو یہ مکے میں کس پر نازل ہوئی اور مدینے میں کس پر نازل ہوئی۔جب آپ پہلے ہی حافظ تھے تو ان کے نازل ہونے کا کیا مطلب ہے؟ یہ لوگ غلو میں بہت آگے نکل گئے ہیں جس کا کوئی حساب نہیں ہے۔بیشک آنحضرت ﷺ کیساتھ محبت عین ایمان ہے اور ساری مخلوق میں آپ کا درجہ بہت بلند ہے مگر ایسی افراط اور تفریط کا نام تو محبت نہیں ہے۔قرآن پاک میں رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا کُنْتَ تَرْجُوْآ اَنْ یُّلْقٰی اِلَیْکَ الْکِتٰبُ [قصص:۸۶] "اور آپ امید نہیں رکھتے تھے کہ اتاری جائے گی آپ کی طرف کتاب۔" اور یہ پہلے تم پڑھ چکے ہو سورہ ہود آیت نمبر ۴۹ مَا کُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُکَ مِنْ قَبْلُ "آپ ان واقعات کو نہیں جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم اس سے پہلے۔" اور سورۃ شوریٰ آیت نمبر ۵۲ میں ہے مَا کُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْکِتٰبُ وَلَا الْاِیْمَانُ "آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور شریعت کی تفصیل بھی نہیں جانتے تھے۔" ہم نے بتائی ہے آپ کو۔تو یہ کہنا کہ آپ ﷺ ماں کے پیٹ میں قرآن کے حافظ تھے یہ نرا غلو ہے حقیقت کیساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِذْ قَالَ یُوْسُفُ جب کہا یوسف علیہ السلام نے لِاَبِیْهِ اپنے والد سے یٰٓاَبَتِ اِنِّیْ رَاَیْتُ اے میرے ابا جان بیشک میں نے دیکھا اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ گیارہ ستاروں کو اور سورج اور چاند کو دیکھا میں نے انکو کہ وہ مجھے سجدہ کرتے ہیں۔

خواب کی وضاحت :

خواب کے متعلق تھوڑی وضاحت سمجھ لیں۔ وہ یہ کہ خواب کی ایک صورت ہوتی ہے اور اس میں پنہاں ایک حقیقت ہوتی ہے جس کو تعبیر کہتے ہیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بظاہر خواب خوشنما ہوتا اور مژدہ افزاء معلوم ہوتا ہے لیکن اس کی حقیقت اس کے بالکل برعکس ہوتی ہے اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بادی النظر میں خواب نہایت تاریک، اندوہناک اور وحشت ناک دکھائی دیتا ہے مگر اس کا باطنی پہلو اور تعبیر بہت ہی خوش کن اور خوش آئند ہوتی ہے اور تعبیر سامنے آنے کے بعد خواب دیکھنے والے کی خوشی کی انتہا نہیں ہوتی۔

چنانچہ آنحضرت ﷺ کی چچی حضرت ام فضل بنت الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک خواب دیکھا اور آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! آج رات میں نے ایک برا خواب دیکھا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ کیا خواب ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ وہ بہت ہی سخت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا بتائیں تو سہی وہ کیا ہے؟ ام الفضل نے عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے گویا آپ ﷺ کے جسم مبارک سے ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں رکھ دیا گیا ہے۔ چونکہ اس وقت یہ افواہ بھی عام پھیلی ہوئی تھی کہ یہودی آنحضرت ﷺ کو شہید کرنے کے درپے ہیں۔ ان کے ذہن میں یہی بات آئی کہ آپ ﷺ کے بدن سے ٹکڑا الگ کر کے میری گود میں پھینک دیا گیا ہے کہیں آپ ﷺ کو کوئی حادثہ نہ پیش آجائے اور یہی دن تھے کہ حضرت طلحہ ابن براء رضی اللہ عنہ بیمار تھے۔ انہوں نے گھر کے افراد کو ایک وصیت کی کہ اگر میرے دفن کی نوبت رات کو آئے تو آنحضرت ﷺ کو جنازے کیلئے ہرگز نہ بلانا۔ سب رشتہ دار حاضر تھے بڑے حیران ہوئے کہ یہ کیا کہہ رہا ہے۔ کسی نے کہا کہ ایسا لگتا ہے کہ اس کا کلمہ مخلصانہ نہیں تھا یہ منافق ہے، کسی نے

کہانہیں مرتد نہیں بدری صحابی ہے اس کے ہوش وحواس سلامت نہیں رہے اور جب ہوش وحواس سلامت نہیں ہوتے تو واہی تباہی باتیں زبان سے نکلتی ہیں اور مسئلہ یہ ہے کہ ایسی حالت میں جو باتیں کسی کی زبان سے نکلیں تو سننے والوں کو بیان نہیں کرنی چاہئیں۔ اور ان باتوں پر فتویٰ بھی نہیں ہے کیونکہ ہوش وحواس ہی قائم نہیں ہیں تو اس پر کیا فتویٰ ہوگا؟ اور حضرت طلحہ ؓ ان کی باتیں سن رہے تھے فرمانے لگے تم سب غلط کہتے ہو، نہ میں منافق ہوں، نہ میں مرتد ہوں اور نہ بدحواس ہوں، الحمدللہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام کی توفیق دی ہے اور سچا اسلام میرے دل میں ہے۔ یہ وصیت میں نے تمہیں اس لئے کی ہے کہ یہ خبریں تم نے سنی ہونگی کہ یہودی آنحضرت ﷺ کو شہید کرنے کے درپئے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ ﷺ رات کو میرے جنازے میں شرکت کریں اور رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یہودی کوئی شرارت نہ کریں اور آپ ﷺ میری وجہ سے تکلیف میں مبتلا ہوں اسلئے میں کہہ رہا ہوں۔ تو آپ ﷺ کی چچی بھی اس لئے پریشان ہوئیں لیکن آنحضرت ﷺ ان کا خواب سن کر مسکرائے اور فرمایا تَلِدُ فَاطِمَۃُ غُلاَماًان شاء اللّٰہ ''حضرت فاطمہ کے ہاں بچہ پیدا ہوگا اور تمہاری گود میں کھیلے گا۔''

چنانچہ سیدنا حضرت حسین ؓ پیدا ہوئے اور ان کی گود میں کھیلتے تھے۔ تو بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ظاہر کچھ ہوتا ہے اور اندر کچھ ہوتا ہے۔ اور بعض دفعہ خواب اور تعبیر ملتے جلتے ہیں اور یوسف علیہ السلام کی خواب بھی ایسی تھی کہ اس کی تعبیر بڑی آسان تھی۔ گیارہ ستاروں سے مراد گیارہ بھائی تھے اور بہن کوئی نہیں تھی اور سورج اور چاند سے مراد ماں باپ ہیں۔ تو فرمایا کہ ابا جی! میں نے دیکھا ہے کہ گیارہ ستارے اور سورج اور چاند مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔ قَالَ فرمایا یٰبُنَیَّ اے میرے پیارے بیٹے لَا تَقْصُصْ رُءْیَاکَ عَلٰی

اِخْوَتِکَ نہ بیان کرنا اپنا خواب اپنے بھائیوں پر فَیَکِیْدُوْا لَکَ کَیْدًا پس وہ تدبیر کریں گے تیرے لئے کوئی تدبیر۔ کیوں؟ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ بیشک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔ دوسرے ان کے سوتیلے بھائی تھے اور سوتیلوں کو ضد تو ہوتی ہے۔ انسان کا مزاج ہے کہ اپنے سے اونچا کسی کو گوارہ نہیں کرتا۔ اسی لئے تو چودھراہٹ اور اقتدار کے جھگڑے ہوتے ہیں۔ اگر انسان اپنے آپ کو عاجز سمجھے اور تواضع کرے تو کوئی جھگڑا نہ ہو۔

فرمایا وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ اور اسی طرح آپ کو منتخب کریگا تیرا رب وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ اور سکھائے گا آپ کو خوابوں کی تعبیر کی وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ اور مکمل کریگا اپنی نعمت آپ پر وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ اور یعقوب علیہ السلام کے خاندان پر۔ یعقوب علیہ السلام کا لقب اسرائیل تھا۔ بنی اسرائیل یعقوب علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں چار ہزار پیغمبر بھیجے اور تین آسمانی کتابیں توراۃ، انجیل اور زبور ان کو ملیں۔ تورات موسیٰ علیہ السلام کو، زبور داؤد علیہ السلام کو اور انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو۔ یہ تمام بنی اسرائیل کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو نبوت بھی دی اور بادشاہی بھی دی، بڑی نعمتیں ان پر نازل فرمائیں۔ فرمایا ایسے ہی نعمت پوری کریگا كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ جیسا کہ اس نے پورا کیا نعمت کو آپ کے آباؤاجداد پر مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ ابراہیم علیہ السلام پر اور اسحاق علیہ السلام پر۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو نبوت عطا فرمائی اور بڑھاپے میں اولاد عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ان کا نام روشن کیا وَاِنَّهٗ فِى الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ [بقرہ:۱۳۰] اور بیشک وہ آخرت میں نیکوکاروں میں شمار ہونگے کہ آنحضرت ﷺ کی ذات

گواہی کے بعد تمام پیغمبروں میں ابراہیم علیہ السلام کا درجہ ہے۔تو فرمایا جیسے ابراہیم علیہ السلام پر نعمت مکمل ہوئی اسحاق علیہ السلام پر مکمل ہوئی ان کو پیغمبر بنایا اسی طرح ان کی آل پر بھی مکمل ہوئی اِنَّ رَبَّکَ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ بے شک تیرا رب جاننے والا حکمت والا ہے۔
یہ خواب کا بالکل ابتدائی حصہ ہے زندگی رہی تو آگے ساتھ ساتھ سنتے رہو گے۔

لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖٓ اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ ﴿۷﴾ اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ؕ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِۚۖ ﴿۸﴾ اِقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ ﴿۹﴾ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَاَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿۱۰﴾ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ﴿۱۱﴾ اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۱۲﴾ قَالَ اِنِّيْ لَيَحْزُنُنِيْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳﴾ قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۱۴﴾

لَقَدْ كَانَ البتہ ہیں فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖ یوسف علیہ السلام اوران کے بھائیوں کے واقعہ میں اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ کئی نشانیاں سوال کرنے والوں کیلئے اِذْ قَالُوْا جب کہاانہوں نے لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ البتہ یوسف علیہ السلام اوراس کا بھائی اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا زیادہ محبوب ہیں ہمارے باپ کو مِنَّا بہ نسبت ہمارے سے وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اورہم کافی اچھی جماعت ہیں اِنَّ اَبَانَا بیشک ہمارے والد لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ البتہ کھلی خطا میں ہیں ۔ اُقْتُلُوْا يُوْسُفَ قتل کرڈالو یوسف علیہ السلام کو اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا یا پھینک دواس کوکسی زمین میں يَّخْلُ لَكُمْ خالی ہو

جائے تمہارے لئے وَجۡهُ اَبِيۡكُمۡ تمہارے باپ کی توجہ وَتَكُوۡنُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِهٖ اور ہو جاؤ تم اس کے بعد قَوۡمًا صٰلِحِيۡنَ نیک قوم قَالَ قَآئِلٌ مِّنۡهُمۡ کہا ایک کہنے والے نے ان میں سے لَا تَقۡتُلُوۡا يُوۡسُفَ نہ قتل کرو تم یوسف علیہ السلام کو وَاَلۡقُوۡهُ فِىۡ غَيٰبَتِ الۡجُبِّ اور ڈال دو تم اس کو کسی کنوئیں کی گہرائی میں يَلۡتَقِطۡهُ بَعۡضُ السَّيَّارَةِ اٹھالیں گے اس کو قافلوں میں سے بعض اِنۡ كُنۡتُمۡ فٰعِلِيۡنَ اگر ہو تم کرنے والے قَالُوۡا کہنے لگے يٰۤاَبَانَا اے ہمارے ابا جان مَالَكَ آپ کو کیا ہو گیا ہے لَا تَاۡمَنَّا عَلٰى يُوۡسُفَ آپ ہم پر اطمینان نہیں کرتے یوسف کے بارے میں وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوۡنَ اور بیشک ہم اس کے بڑے خیر خواہ ہیں اَرۡسِلۡهُ مَعَنَا غَدًا بھیج دیں اس کو ہمارے ساتھ کل يَّرۡتَعۡ وَيَلۡعَبۡ کھلے میوے کھائے اور کھیلے وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ اور بیشک ہم اس کی البتہ نگرانی کرنے والے ہیں قَالَ فرمایا اِنِّىۡ لَيَحۡزُنُنِىۡۤ البتہ یہ چیز مجھے پریشان کرتی ہے اَنۡ تَذۡهَبُوۡا بِهٖ کہ تم اس کو لے جاؤ وَاَخَافُ اَنۡ يَّاۡكُلَهُ الذِّئۡبُ اور میں خوف کرتا ہوں کہ کھا جائے اسکو بھیڑیا وَاَنۡتُمۡ عَنۡهُ غٰفِلُوۡنَ اور تم اس سے غافل رہو قَالُوۡا کہنے لگے لَئِنۡ اَكَلَهُ الذِّئۡبُ البتہ اگر اس کو بھیڑیا کھا جائے وَنَحۡنُ عُصۡبَةٌ اور ہم کافی اچھی جماعت ہیں اِنَّاۤ اِذًا لَّخٰسِرُوۡنَ بیشک ہم اس وقت البتہ نقصان اٹھانے والے ہونگے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے اہل خانہ کی تفصیل :

یوسف علیہ السلام کا واقعہ اللہ تعالیٰ نے احسن القصص کے عنوان سے بیان فرمایا

ہے۔ یہود ونصاریٰ پڑھے لکھے لوگ تھے وہ اسکو بخوبی جانتے تھے۔ عرب کے لوگ ان پڑھ اور جاہل تھے مگر یہود ونصاریٰ کے جلسوں میں شریک ہونے کی وجہ سے اجمالاً ان کو بھی کوئی کوئی حصہ یاد تھا۔ یوسف علیہ السلام کے واقعہ کے بارے میں سوال کیا گیا۔ اس کے متعلق ارشاد ہے لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَاِخْوَتِهٖ البتہ ہیں یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے واقعہ میں اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ کئی نشانیاں سوال کرنے والوں کیلئے۔ جو سوال کرتے ہیں کہ ہمیں یوسف علیہ السلام کا واقعہ سناؤ، کیسے ہوا۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے بیٹی کوئی نہیں تھی۔ یوسف علیہ السلام اور بنیامین دونوں سگے بھائی تھے ایک ماں سے اور باقی بیٹوں کی مائیں علیحدہ تھیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ کا نام راحیل تھا رحمہا اللہ تعالیٰ۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کا ان دونوں کیساتھ بڑا پیار تھا۔ یہ بات اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں رکھی ہے کہ چھوٹے بچوں پر ماں باپ کی شفقت زیادہ ہوتی ہے اور اگر یہ شفقت نہ ہو تو ان کی تربیت بھی نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ رب العالمین ہیں جو کچھ وہ جانتا ہے دوسرا کوئی نہیں جانتا اس لئے اس نے چھوٹوں کیلئے پیار زیادہ رکھا ہے تاکہ تربیت میں کمی نہ آئے۔ پھر ان دونوں کی حقیقی والدہ بھی فوت ہو چکی تھیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے راحیل کی بہن یعنی اپنی سالی کیساتھ نکاح کیا تھا جو ان کی خالہ لگتی تھی اس لئے بھی ان دونوں کا زیادہ خیال رکھتے تھے۔ کھانے پینے میں اندر باہر آنے جانے میں ان کی نگرانی کرتے تھے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ باقی دس بھائیوں کو خوشی ہوتی کہ ہم بڑے ہیں کام کاج میں لگے رہتے ہیں، کوئی اونٹ چراتا ہے، کوئی بکریاں، کوئی دانے پسوانے کیلئے چلا گیا، کوئی لکڑیاں لانے کیلئے، آخر دنیا کے دھندے ہوتے ہیں جن کے کرنے سے ہی کام چلتا ہے تو ہم ان دھندوں میں لگے رہتے ہیں اور الحمد للہ ابا جان ان

بچوں کی طرف توجہ کرتے ہیں تو بڑی اچھی بات ہے۔لیکن شیطان شیطان ہے۔حدیث پاک میں آتا ہے اِنَّ الشَّیۡطٰنَ یَجۡرِیۡ مِنَ الۡاِنۡسَانِ مَجۡرَی الدَّمِ ''انسان کے بدن میں جہاں تک خون کا دور ہوتا ہے وہاں تک شیطان کا اثر ہوتا ہے۔''

وہم کا ازالہ کردینا چاہیے :

یہ آپ ﷺ نے کس موقع پر فرمایا؟ آنحضرت ﷺ مسجد نبوی میں ساتھیوں کیساتھ اعتکاف بیٹھے ہوئے تھے ازواج مطہرات کو آپ ﷺ کیساتھ کوئی کام تھا وہ عشاء کی نماز کے بعد دیر سے آپ ﷺ کے پاس آئیں باقی تو چلی گئیں لیکن حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیساتھ آپ ﷺ گفتگو کرتے رہے، کافی دیر ہوگئی۔جب وہ رخصت ہوئیں تو آپ ﷺ مسجد کے دروازے تک ساتھ تشریف لائے اور فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں تم اپنے حجرے میں چلی جاؤ۔ایک لائن میں حجرے تھے، ان کا حجرہ اُدھر تھا نیم چاندنی تھی آپ ﷺ کو دو آدمی نظر آئے۔آپ نے فرمایا کون کون ہو؟ انہوں نے سلام کیا۔ایک اسید بن حضیر اور دوسرے عباد بن بشیر تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔یہ دونوں آپس میں گہرے دوست تھے اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے اکٹھے تھے۔آپ ﷺ نے فرمایا قریب آجاؤ جب قریب آئے تو فرمایا کہ تم نے یہ بی بی جاتی ہوئی دیکھی ہے۔کہنے لگے ہاں! دیکھی ہے۔فرمایا یہ میری بیوی صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھی۔انہوں نے عرض کیا سبحان اللہ! حضرت ہمیں کوئی اور وہم ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہو، رمضان کا مہینہ ہو، اعتکاف میں بیٹھے ہوں۔آپ ﷺ نے فرمایا دیکھو! اِنَّ الشَّیۡطٰنَ یَجۡرِیۡ مِنَ الۡاِنۡسَانِ مَجۡرَی الدَّمِ ''انسان کے جسم میں جہاں تک خون دور کرتا ہے شیطان کا دور بھی وہاں تک ہوتا ہے۔'' تو میں نے یہ وضاحت اس لئے کی ہے کہ شیطان تمہارے دلوں میں وسوسہ نہ ڈالے کہ کون بی بی تھی جو رات کو آئی۔اسی واسطے

یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کوفرمایا بیٹا! لَا تَقْصُصْ رُءْ يَاکَ عَلٰى اِخْوَتِکَ فَيَكِيْدُوْا لَکَ كَيْدًا ''اپنے بھائیوں کے سامنے خواب نہ بیان کرنا پس وہ تیرے لئے مکر اور حیلہ کریں گے اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ بیشک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔''

یوسف علیہ السلام کیساتھ بھائیوں کی دشمنی کا سبب :

اس شیطان نے پھر دشمنی کرادی کہ ان کے دلوں میں یہ بات ڈال دی کہ دیکھو! جانور تم سنبھالتے ہو، دانے تم پسوا کرلاتے ہو، لکڑیاں تم چن کرلاتے ہو، گھر کے سارے کام کاج تم کرتے ہو اور باپ کی توجہ کے مستحق یہ چھوٹے بن گئے۔ ہماری طرف اتنی توجہ نہیں جتنی ان کی طرف ہے۔ انہوں نے اتنا بھی نہ سوچا کہ ہم سب عاقل بالغ شادی شدہ ہیں اور وہ چھوٹے بچے ہیں۔ بنیامین یوسف علیہ السلام سے چھوٹے تھے اور یوسف علیہ السلام کی عمر بارے مختلف روایتیں ہیں، گیارہ سال بھی لکھی ہے، بارہ سال بھی اور اس سے کم وبیش بھی لکھی ہے۔ تو انہوں نے اتنا بھی نہ سوچا کہ یہ چھوٹے ہیں اگر ان کی طرف باپ کی توجہ ہے تو تمہیں شکریہ ادا کرنا چاہئے کہ ابا جان چھوٹوں کا خیال رکھتے ہیں ہمیں ان کا خیال رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ الٹا تم اور طرح کے خیالات کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِذْقَالُوْا جب کہا بھائیوں نے لَيُوْسُفُ وَ اَخُوْهُ البتہ یوسف علیہ السلام اور اس کا بھائی بنیامین اَحَبُّ اِلٰى اَبِيْنَا مِنَّا زیادہ محبوب ہیں ہمارے باپ کو ہمارے سے یعنی بہ نسبت ہمارے باپ کی محبت ان کیساتھ زیادہ ہے حالانکہ ہم بھی تو اس کے بیٹے ہیں وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اور ہم کافی جماعت ہیں۔ دس آدمی ہیں محنت مشقت کرنے والے کمانے والے ہیں اور توجہ ان کی طرف ہے اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ بیشک ہمارا والد کھلی خطا میں

ہے۔ والد کو چاہئے تھا کہ ہماری طرف توجہ کرتے کہ ہم کماتے ہیں اور گھر کے سارے کام کاج ہم کرتے ہیں لہذا ایسے کرو اُقْتُلُوْا یُوْسُفَ قتل کر ڈالو یوسف علیہ السلام کو اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا یا پھینک دو اس کو کسی ایسی زمین میں یَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ خالی ہو جائے، خالص ہو جائے تمہارے لئے تمہارے باپ کی توجہ۔ اب تو والد صاحب ان کی طرف توجہ کرتے ہیں جب تم اس کو ہاتھ پاؤں باندھ کر دور پھینک آؤ گے اور ہماری نظروں سے غائب ہو جائے گا، اس کو جانور کھا جائیں گے ابا جان کی توجہ ہماری طرف لوٹ آئے گی۔ پھر خود فیصلہ کرتے ہیں کہ قتل کرنا یا دور لے جا کر پھینکنا ہے تو بڑا گناہ لیکن وَتَكُوْنُوْا مِنْ ۢبَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ اور ہو جاؤ اس کے بعد نیک قوم، یہ انہوں نے مشورہ کیا۔ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ کہا ایک کہنے والے نے ان بھائیوں میں سے جسکا نام یہودا بتاتے ہیں۔ یہ سب سے بڑا تھا اس میں کچھ انصاف کا مادہ تھا۔ اس نے کہا لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ نہ قتل کرو تم یوسف علیہ السلام کو۔ والد کی نظروں سے ہٹانے کے اور بھی طریقے ہو سکتے ہیں مقصد تو تمہارا یہی ہے نا کہ والد کی نظروں سے ہٹ جائے وَاَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ اور ڈال دو تم اس کو کسی کنوئیں کی گہرائی میں۔ غَیٰبَت کے معنٰی گہرائی کے بھی ہوتے ہیں اور اندھیرے کے بھی ہوتے ہیں اور جُبّ کا معنٰی کنواں ہے۔ تو کسی گہرے کنویں میں پھینک دو یا کنویں کی تاریکی میں پھینک دو۔ اس زمانے میں لوگ سڑکوں کے قریب میل میل، دو دو میل کے فاصلے کنویں کھدواتے تھے بعض کنویں تو ایسے ہوتے تھے کہ ان کے اوپر چرخیاں بھی ہوتی تھیں اور ڈول بھی اور اکثر کے اوپر صرف چرخی ہوتی تھی۔ رسی اور ڈول مسافر اپنے پاس رکھتے تھے بلکہ لوگ اپنے ساتھ ایک آدھ مزدور بھی رکھتے تھے جس کی ڈیوٹی ہوتی تھی ٹھہراؤ کے وقت ان کو پانی مہیا کرنا، لکڑیاں ایندھن اکٹھا کر کے دینا

۔تو ان کے بڑے بھائی یہودا نے کہا کہ اس کو ہاتھ سے نہ مارو اس کو کسی گہرے کنویں میں پھینک دو۔ کہتے ہیں کہ اس علاقے میں کنویں بڑے گہرے ہوتے تھے۔ ہمارے ہاں تو پانی کی فراوانی ہے بعض علاقوں میں دس پندرہ فٹ پر پانی نکل آتا ہے البتہ پاکستان میں بعض علاقے ایسے ہیں کہ جہاں ہزار فٹ پر بھی پانی نہیں نکلتا لیکن اکثر علاقوں میں بہت قریب سے پانی نکل آتا ہے لیکن ہم لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر کرنے والے نہیں ہیں۔ ان علاقوں میں جا کر دیکھو جہاں لوگ کھارا پانی پیتے ہیں اگر اس کیساتھ نہانے کی غلطی کرلیں تو پانی ہی کو ملتے رہیں صابن لگانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تو خیر کہنے لگے کنویں کی گہرائی میں یا کنویں کی تاریکی میں پھینک دو۔ پھر کیا ہوگا یَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ اٹھالیں گے اس کو قافلوں میں سے بعض، کیونکہ قافلوں کو پانی کی تو ضرورت ہوتی ہے جس وقت وہ ڈول پھینکیں گے تو ڈول کیساتھ یہ خود نکل آئے گا وہ لے جائیں گے اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ اگر ہو تم کرنے والے۔ اس بات پر سب کا اتفاق ہوگیا پھر اکٹھے ہوکر باپ کے پاس گئے قَالُوْا کہنے لگے يٰٓاَبَانَا مَالَكَ اے ہمارے ابا جان! آپ کو کیا ہوگیا ہے لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ آپ ہم پر اطمینان نہیں کرتے یوسف کے بارے میں۔

یعقوبؑ کو بصیرت سے معلوم ہوا کہ یوسف کے بھائی اس کے حق میں اچھے نہیں :

لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ کا جملہ یہ بتا رہا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنی فراست اور بصیرت سے یہ سمجھتے تھے کہ یہ میرے لڑکے میرے یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائی بنیامین کے حق میں اچھے نہیں ہیں اس لئے انکو ان سے بچا کر رکھتے تھے کہ ان

سے خطرہ محسوس کرتے تھے۔ کہنے لگے وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ اور بیشک ہم اس کے بڑے خیر خواہ ہیں، ان کے ہمدرد ہیں۔ تو ان سب نے یعقوب علیہ السلام سے یہ مطالبہ کیا اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا بھیج دیں اس کو ہمارے ساتھ کل یَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ کھلے میوے کھائے اور کھیلے۔ رَتْعٌ کا معنٰی ہے جانور کا چارہ کھانا اور (اگر رَتْعٌ کا صلہ انسان آئے تو معنٰی ہوگا پھل کھانا) انسان پھل کھاتے ہیں۔ وہاں شہر سے دور جنگلات میں جنگلی میوے ہوتے ہیں اور ہمارا پروگرام ہے سیر وسیاحت کا تو ہمارا خیال ہے کہ یہ بھی ہمارے ساتھ چلا جائے جنگل میں کھلے میوے ہونگے میوے خوب کھل کر کھائے گا اور کھیلے گا اس کے ہاتھ پاؤں کھلیں یہ گھر ہی میں بند رہتا ہے چلنے پھرنے سے آدمی کی صحت اچھی رہتی ہے۔ ابا جان وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ اور بیشک ہم اس کی البتہ نگرانی کرنے والے ہیں۔ جب سب نے مل کر مطالبہ کیا اور اپنا پروگرام پیش کیا تو یعقوب علیہ السلام آخر والد تھے انہوں نے خیال کیا کہ سب اکٹھے ہو کر کہہ رہے ہیں ظن غالب یہ ہے کہ شرارت نہیں کریں گے لیکن دل میں جو خطرہ تھا اس کا ذکر کر دیا قَالَ فرمایا اِنِّیْ لَيَحْزُنُنِیْٓ البتہ یہ چیز مجھے پریشان کرتی ہے، غم میں ڈالتی ہے اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ یہ کہ تم اس کو لے جاؤ وَاَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ اور میں خوف کرتا ہوں کہ کھا جائے اسکو بھیڑیا۔ اسی مقام پر تفسیروں میں لکھا ہے کہ وَكَانَتْ اَرْضُهُمْ كَثِيْرَةُ الذِّئَابِ ان کی زمین پر بھیڑیے بکثرت تھے۔ اب تو دنیا میں آبادی بہت زیادہ ہو گئی ہے ورنہ جب میں گکھڑ آیا تھا تو قبرستان سے گیدڑوں کی آوازیں سنتا تھا تم بھی سنتے ہوگے ہر جگہ موذی جانور وافر مقدار میں ہوتے تھے اب آبادیوں کی وجہ سے کم ہو گئے ہیں۔ تو اس علاقے اور زمین میں بھیڑیئے بہت زیادہ تھے تو یعقوب علیہ السلام نے اپنے خطرے کا اظہار کر دیا۔ جس طرح ہمیں تمہیں بچوں کے بارے میں ٹرکوں، بسوں اور

کاروں کا خطرہ ہوتا ہے کیونکہ یہاں یہی چیزیں زیادہ چلتی ہیں ہم بچوں کو کہتے ہیں سڑک دائیں بائیں دیکھ کر کراس کرنا۔ تمام حیوانوں میں سب سے زیادہ بے رحم حیوان بھیڑیا ہے۔ کہتے ہیں کہ جہاں بھیڑیئے اکٹھے ہو جائیں وہاں اپنے میں سے کمزور کو کھا جاتے ہیں

علاماتِ قیامت کہ انسانوں کے دل بھیڑیوں کی طرح ہونگے :

اسی واسطے حدیث پاک میں قیامت کے قریب آنے والے لوگوں کے بارے میں آتا ہے کہ ان کی شکلیں انسانوں جیسی ہونگی وَقُلُوْبُھُمْ قُلُوْبُ الذِّئَابِ اوران کے دل بھیڑیوں جیسے ہونگے۔ آج کل دیکھ لو انسان جتنا انسانوں کا نقصان کر رہے ہیں بھیڑیئے بھی نہ کرسکیں۔ ناپ تول میں کمی، چیزوں میں ملاوٹ، مکروفریب، دھوکہ اغوا، قتل، یہ تمام فعل بھیڑیوں سے بڑھ کر ہیں۔ فرمایا کہ مجھے خوف ہے کہ اس کو کوئی بھیڑیا نہ کھا جائے وَاَنْتُمْ عَنْہُ غٰفِلُوْنَ اور تم اس سے غافل رہو۔ یہ بچہ ہے نا تجربے کار ہے کہاں دوڑے بھاگے گا کہیں تمہاری غفلت سے اس کا نقصان نہ ہو جائے۔ قَالُوْا کہنے لگے ابا جان! لَئِنْ اَکَلَہُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَۃٌ البتہ اگر اس کو بھیڑیا کھا جائے اور ہم کافی جماعت ہیں۔ عُصْبَۃ کا لفظ عربی میں دس سے ستر تک بولا جاتا ہے اور عام قسم کے آدمیوں کی جماعت پر بھی نہیں بولتے بلکہ ایسی جماعت پر کہ جس میں ہر ایک پہلوان قسم کا آدمی ہو۔ اگر کمزور آدمی ہوں تو اس پر رھط کا لفظ بولتے ہیں۔ مطلب یہ کہ ابا جان اگر اس کو بھیڑیئے نے کھا لیا تو پھر ہماری پہلوانی کس کام آئی۔ ان کے قد بھی بڑے تھے اور شکل وصورت سے بھی خوبصورت تھے اور عموماً اس زمانے کے لوگ بڑے صحت مند ہوتے تھے خوراک کھری اور محنت کش لوگ تھے۔ آج ہمارا حال یہ ہے کہ ایک تو ہمیں خوراک اچھی نہیں ملتی جس کی وجہ

سے جسم میں بیماریاں زیادہ پیدا ہوتی ہیں دوسرا اہم بدن سے کام بھی تھوڑا لیتے ہیں اس لئے بدن بھدے (بدصورت، کوڑے) ہوتے ہیں۔ آج بھی جو لوگ بدنی طور پر کام کرتے ہیں وہ طاقتور ہیں اور جو نہیں کرتے وہ کمزور اور بوڑھے لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اعضاء کی ساخت ایسی رکھی ہوئی ہے کہ انکو پوری طرح ہلایا جائے تو ان میں قوت آتی ہے اور اگر نہ ہلیں تو دن بدن قوت ختم ہوتی جاتی ہے۔ کیا مرد، کیا عورتیں، کیا چھوٹے بچے اور بچیاں روتے پھرتے ہیں اور سب سے بڑی خرابی خوراک کا صحیح نہ ہونا ہے اور دوسرا بدن کو استعمال نہ کرنا تو کہنے لگے کہ ہم اچھی خاصی پہلوانوں کی جماعت ہیں ہمارے ہوتے ہوئے اگر بھیڑیا کھا گیا تو اِنَّـآ اِذًا لَّـخٰسِـرُوْنَ بیشک ہم اس وقت البتہ نقصان اٹھانے والے ہونگے۔ اس کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام مطمئن ہو گئے کہ اس کے اتنے سارے بھائی اعتماد دلا رہے ہیں لہذا ان پر اعتماد کرنا چاہئے۔ دیکھو غیب کا علم رب تعالیٰ کے پاس ہے اللہ تعالیٰ کے سوا غیب کوئی نہیں جانتا اگر حضرت یعقوب غیب جانتے ہوتے تو فرماتے مجھے تمہارے سارے پروگرام کا علم ہے اور اگر حاضر و ناظر ہوتے تو فرماتے بیٹو! جب تم میٹنگ کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ ہمارا باپ ان کی طرف توجہ کرتا ہے اور ہماری طرف توجہ نہیں کرتا اور ہم کافی جماعت ہیں میں یہ تمہاری ساری باتیں سن رہا تھا اور تمہیں دیکھ رہا تھا مجھے سب علم ہے۔ لیکن نہ حاضر و ناظر تھے اور نہ عالم الغیب تھے اس لئے وہ اپنے منصوبے میں کامیاب ہو گئے۔ انبیاء کرام کو اتنا ہی علم ہوتا ہے جتنا رب تعالیٰ ان کو بتاتا ہے یا دکھاتا ہے۔ قرآن کریم میں جو واقعات ہیں ان کا ایک ایک جملہ بتاتا ہے کہ عالم الغیب اور حاضر و ناظر صرف رب تعالیٰ ہے، مختار کل بھی صرف وہی ہے اللہ تعالیٰ کی قدرتیں کسی کے پاس نہیں ہیں باقی واقعہ آگے آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَ

اَجْمَعُوْٓا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَجَآءُوْٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ﴿۱۶﴾ قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ﴿۱۷﴾ وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ۭ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۭ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۭ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ ۭ قَالَ يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ ۭ وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۢ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ ۚ وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزّٰهِدِيْنَ ﴿۲۰﴾ ع ۱۲

فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ پس جب وہ لے گئے اسکو وَاَجْمَعُوْٓا اور انہوں نے اتفاق کرلیا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ اس بات پر کہ وہ اس کو ڈال دیں فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ گہرے کنویں میں وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ اور ہم نے وحی بھیجی اسکی طرف لَتُنَبِّئَنَّهُمْ البتہ آپ ضرور خبر دیں گے انکو بِاَمْرِهِمْ هٰذَا ان کے اس معاملے کی وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ اور وہ نہیں شعور رکھتے ہونگے وَجَآءُوْ اور آئے وہ اَبَاهُمْ اپنے والد کے پاس عِشَآءً عشا کے وقت يَّبْكُوْنَ روتے ہوئے قَالُوْا کہنے لگے يٰٓاَبَانَآ اے ہمارے ابا جان اِنَّا ذَهَبْنَا بیشک ہم گئے نَسْتَبِقُ دوڑ لگاتے رہے

وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ اور چھوڑا ہم نے یوسف علیہ السلام کو عِنْدَ مَتَاعِنَا اپنے سامان کے پاس فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ پس اس کو کھالیا بھیڑیے نے وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا اور نہیں ہیں آپ ہماری تصدیق کرنے والے وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ اور اگر چہ ہم سچے ہوں وَجَآءُوْ اور لائے وہ عَلٰى قَمِيْصِهٖ اس کے کرتے پر بِدَمٍ كَذِبٍ جھوٹا خون مل کر قَالَ فرمایا بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ بلکہ مزین کیا ہے تمہارے لئے اَنْفُسُكُمْ تمہارے نفسوں نے اَمْرًا یہ معاملہ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ پس صبر ہی بہت اچھا ہے وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ اور اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کی جاسکتی ہے عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ان باتوں کیخلاف جو تم کرتے ہو وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ اور آیا ایک قافلہ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ پس بھیجا انہوں نے ایک پانی لانے والے کو فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ پس اس نے لٹکایا کنویں میں اپنا ڈول قَالَ اس نے کہا يٰبُشْرٰى اے خوشخبری هٰذَا غُلٰمٌ یہ لڑکا ہے وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً اور انہوں نے مخفی رکھا اسکو سامان تجارت بنا کر وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِمَا يَعْمَلُوْنَ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں وَشَرَوْهُ اور خریدا انہوں نے اسکو بِثَمَنٍ بَخْسٍ گھٹیا قیمت کیساتھ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ روپے تھے گنتی کے وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزّٰهِدِيْنَ اور تھے وہ اس میں بے رغبتی کرنے والے۔

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے۔ بڑوں کی والدہ اور تھی اور چھوٹوں کی والدہ اور تھی۔ حضرت یوسف علیہ السلام اور بنیامین دونوں ایک والدہ سے تھے چھوٹے ہونے کیوجہ سے باپ کی شفقت ان کیساتھ زیادہ تھی جو بڑوں کو

برداشت نہ ہوئی کہ محنت مشقت ہم کرتے ہیں اور باپ کی گود میں یہ بیٹھے رہتے ہیں۔ شیطان نے انکو اکسایا اور ابھارا کہ انکو راستے سے ہٹاؤ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ یوسف علیہ السلام کو قتل کر دو یا کنویں میں ڈال دو۔ اس کا ذکر ہے فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهِ پس جب وہ لے گئے یوسف علیہ السلام کو باپ کو اعتماد دلا کر کہ ہم اچھے خاصے پہلوانوں کی جماعت ہیں اگر ہمارے ہوتے ہوئے بھی اسکو بھیڑیا کھا جائے تو پھر تو ہم بڑے خسارے میں ہیں۔ صبح ہوئی تو گھر میں جو بھی ناشتہ تیار تھا کھا کے یوسف علیہ السلام کو لے گئے وَاَجْمَعُوْآ اور انہوں نے اتفاق کرلیا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ اس بات پر کہ وہ اس کو ڈال دیں گہرے کنویں میں۔

حضرت یوسفؑ کے بھائیوں کی سنگدلی :

کہتے ہیں کہ یہ کنواں بستی سے تین میل دور کچے راستے کے کنارے پر تھا اس کنویں سے مسافر یا چرواہے وغیرہ اپنے لئے اور جانوروں کیلئے پانی نکالتے تھے۔ بستی کے قریب اور کنویں تھے وہاں کے لوگ ان کنوؤں سے پانی لیتے تھے اور اپنی ضرورت پوری کرتے تھے اس کنویں کیساتھ بستی والوں کا کوئی خاص تعلق نہیں تھا۔ یہاں پر تفسیروں میں بہت کچھ لکھا ہے پڑھ کر انسان کا دل پھٹ جاتا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا کرتا اتار کر کنویں میں پھینکنے لگے تو ایک دوسرے کے منہ کی طرف دیکھتے مار پیٹ کر جب کنویں میں پھینکنے لگے تو یوسف علیہ السلام نے انکی بڑی منتیں کیں زاری کی کہ میں تمہارا چھوٹا بھائی ہوں ترس کھاؤ اگر مجھ پر ترس نہیں کھاتے تو اپنے والد پر ترس کھاؤ۔ سوچو، غور کرو! جب تم واپس جاؤ گے اور میں تمہارے ساتھ نہیں ہونگا والد صاحب کا کیا حال ہوگا؟ مگر آدمی جب سنگدل ہو جاتا ہے تو اسکو کوئی ترس نہیں آتا۔ یوسف علیہ السلام کو رسی کیساتھ باندھ کر کنویں میں لٹکایا

کنواں کافی گہرا اور تاریک تھا جب وہ پانی کے قریب ہوئے تو رسی کو چھوڑ دیا وہ پانی میں گر گئے۔ اوپر سے آواز دی تا کہ معلوم ہو کہ مرا ہے یا نہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے بڑی عاجزی والی آواز نکالی کہ شاید مجھ پر ترس کھا جائیں بعض نے کہا یہ تو ابھی زندہ ہے پتھر مارو۔ بڑے بھائی یہودا نے کہا اب اس کو چھوڑ دو پتھر وغیرہ نہ مارو جو ہو گیا ہے ٹھیک ہے تھوڑی دیر کے بعد پھر آوازیں دیں تو کنویں سے کوئی جواب نہ آیا کیونکہ اب جواب دینے کا مطلب ہے کہ سر پر پتھر ماریں اور تو انہوں نے کچھ کرنا نہیں ہے۔ کنویں کے اندر پانی کے قریب ایک بڑا پتھر لگاتے تھے تا کہ کنویں میں صفائی وغیرہ کیلئے اترنے والا اس پتھر پر پاؤں رکھ سکے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے ادھر ادھر دیکھا ہاتھ مارا تو وہ پتھر معلوم ہو اس پر جا بیٹھے۔ اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا۔ ارشاد ربانی ہے وَاَوْحَیْنَآ اِلَیْهِ اور ہم نے وحی بھیجی اسکی طرف یعنی یوسف علیہ السلام کی طرف۔ یہ وحی صرف ذات تک محدود تھی کہ گھبراؤ نہیں کیونکہ ابھی تک نبوت و رسالت نہیں ملی لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا البتہ آپ ضرور ان بھائیوں کو خبر دیں گے ان کی اس کاروائی کی، معاملے کی وَهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ اور وہ نہیں شعور رکھتے ہونگے کہ ہمارے ساتھ بولنے والا اور پوچھنے والا کون ہے۔ یہ قصہ آگے آئے گا۔ کہتے ہیں کہ اس کنویں کا پانی نمکین تھا میٹھا نہیں تھا لوگ مجبوراً اس سے پانی بھرتے تھے مگر جب یوسف علیہ السلام کو اس کنویں میں ڈالا گیا تو رب تعالیٰ نے اس کنویں کا پانی میٹھا کر دیا حضرت یوسف علیہ السلام اس کنویں میں تقریباً تین دن اور تین راتیں رہے۔ ادھر بھائیوں نے دیکھ بھال کی ڈیوٹی لگائی ہوئی تھی اور نگرانی کر رہے تھے کہ دیکھو اس کو کنویں سے کون نکالتا ہے اور کدھر لے جاتا ہے؟ پھر بستی کی طرف نہ آ جائے کہ ہمارا راز کھل جائے اور نگرانی کا طریقہ یہ تھا کہ بھیڑ بکریاں چرانے کے بہانے

۔اونٹ چرانے کے بہانے ،لکڑیاں کاٹنے کے بہانے ،کبھی کوئی چلا جاتا کبھی کوئی چلا جاتا۔ تین دن گذر گئے بڑے پریشان ہوئے کہ ابھی تک کسی نے نہیں نکالا۔اتفاق کی بات ہے کہ مدین کے علاقے کے کنعانی تاجر کافی تعداد میں مصر جارہے تھے وہ یہاں پہنچے اور میں نے کل عرض کیا تھا کہ تاجر اپنے ساتھ ایک نوکر آدمی ساتھ رکھتے تھے اور اس کا خرچہ مل کر برداشت کرتے تھے۔نوکر کا کام ہوتا تھا پانی مہیا کرنا ایندھن وغیرہ مہیا کرنا جو مسافروں کی ضروریات ہوتی تھیں ۔ وہاں قریب کچھ درخت تھے قافلہ وہاں ٹھہرا۔ پانی مہیا کرنے والے نوکر جس کا نام مالک ابن دغنہ تھا جو بڑا موٹا تازا کام کرنے والا تھا۔اس سے کہا کہ تم پانی کی تلاش کرو کوئی کنواں چشمہ ڈھونڈو کہ ہم نے کھانے پینے کا انتظام کرنا ہے۔ چنانچہ وہ گیا جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔درمیان میں ان کی کاروائی کا ذکر ہے۔یوسف علیہ السلام کو تو کنویں میں ڈالا وَجَآءُوْ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ اور آئے وہ اپنے والد کے پاس عشاء کے وقت ،رات کے وقت اس کے پاس آئے کہ باپ کے سامنے دن کے وقت آنکھیں شرم کے مارے اٹھ نہیں سکیں گی۔

ہر رونے پیٹنے والا سچا نہیں ہوتا :

آدمی ڈھیٹ اور بے شرم نہ ہو تو اس کو شرم آتی ہے، آنکھیں نہیں اٹھتیں ، بے شرم اور ڈھیٹ ہو تو اس کی بات اور ہے تو اس لئے رات کو آئے کہ ہم نے جو کام کیا ہے اس کا تو ہمیں علم ہے ابا جان کے سامنے جائیں گے تو وہ پوچھیں گے تو سہی کہ میرا لخت جگر کدھر ہے؟ اس کو کہاں چھوڑ آئے ہو؟ تو رات ہماری شرمندگی پر پردہ ڈالے گی ۔ اور آئے کس حال میں؟ فرمایا يَبْكُوْنَ روتے ہوئے۔ دیکھو مجرم بھی خود ہیں اور روتے بھی خود ہیں۔

حضرت مولانا عبد الشکور صاحب لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ ہمارے اکابر میں سے

ہیں۔ میں نے ان کی تقریر بھی سنی ہے اور ان سے ملاقات بھی کی ہے۔ پاکستان بننے سے پہلے کی بات ہے کہ حضرت کو علم ہوا کہ رافضیوں نے منصوبہ بنایا ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت علم سے خالی ہے لہذا ان کی بے علمی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کو رافضی بنایا جائے اور انہوں نے یہ کوشش کی تھی۔ حضرت کو ان کے اس منصوبے کا علم ہوا تو حضرت نے پوری ہمت کیساتھ مناظروں کی شکل میں اور تحریری شکل میں رافضیوں کا مقابلہ کیا۔ انکا ایک بڑا علمی رسالہ تھا النجم اسکا نام تھا اس میں مضامین شائع ہوتے تھے۔ ۷۰ سال یا اس سے بھی زیادہ عرصہ حضرت نے اس پر صرف کیا۔ ویسے امام اہلسنت حضرت لکھنویؒ کی عمر سو سال تھی۔ حضرت کی اردو زبان میں ایک کتاب ہے ''قاتلان حسین کی خانہ تلاشی'' کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کن لوگوں نے قتل کیا ہے۔ اس میں انہوں نے ٹھوس علمی اور تاریخی حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ یہی جو روتے اور پیٹتے ہیں یہی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل ہیں ایسے ہی جیسے یوسف علیہ السلام کے بھائی خود اسکو کنویں میں پھینک کر آئے تھے۔ مجرم بھی خود تھے اور روتے ہوئے اپنے والد کے پاس عشاء کے وقت آئے۔ قَالُوْا کہنے لگے یٰٓاَبَانَآ اے ہمارے اباجان اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ بیشک ہم گئے دوڑ لگاتے رہے آپس میں کہ کون آگے نکلتا ہے۔

بیوی کو تفریح کیلئے لے جانا جائز ہے:

دوڑنا بھی ایک کھیل ہوتا تھا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرتؐ نے عشاء کی نماز پڑھائی گھر تشریف لائے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ حضرت میرا دل کرتا ہے کہ ذرا باہر چل پھر کر آؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا آؤ چلیں۔ رات چاندنی تھی جب باہر تشریف لائے تو کوئی بھی نہیں تھا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا عائشہ میرے ساتھ دوڑ

لگانی ہے۔ کہنے لگی دوڑو! آنحضرت ﷺ چونکہ معمر تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بچی تھیں آنحضرت ﷺ کی وفات کے وقت ان کی عمر اٹھارہ سال تھی اور یہ واقعہ چند سال پہلے کا ہے۔ بارہ چودہ سال کے پیٹے میں تھیں آگے نکل گئیں پھر دو تین سال کے بعد ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ اب ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیماری کی وجہ سے کمزور تھیں آپ ﷺ نے فرمایا عائشہ آج پھر دوڑ لگانی ہے؟ کہنے دوڑو! آنحضرت ﷺ آگے نکل گئے۔ فرمایا تِـلْکَ بِتِـلْکَ یہ اس دن کا بدلہ ہوگیا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ گھر والوں کی دلجوئی بھی ہونی چاہئے مگر شرعی دائرے میں رہتے ہوئے۔ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ انہوں نے گھر کو ماتم کدہ بنایا ہوتا ہے۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ پتہ نہیں ان کے گھر میں کتنے آدمی مر گئے ہیں۔ ایک کا منہ اِس طرف، ایک کا منہ اُس طرف، یہ اچھی بات نہیں ہے بلکہ خرابی ہے۔ گھروں میں پیار محبت اور امن وامان کیساتھ رہنا بھی شریعت کا ایک حصہ ہے۔ تو کہنے لگے کہ ہم دوڑتے تھے وَتَرَكْنَا يُوسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا اور چھوڑا ہم نے یوسف علیہ السلام کو اپنے سامان کے پاس فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ پس اس کو کھالیا بھیڑیئے نے وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا اور نہیں ہیں آپ ہماری تصدیق کرنے والے وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ اور اگرچہ ہم سچے ہوں وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ اور لائے وہ اس کے کرتے پر جھوٹا خون مل کر۔ کہتے ہیں کہ ایک بکری کا بچہ ذبح کیا اور جو کرتا تھا اتارا اس کو خون سے لت پت کیا اور لے گئے اور اس طرف توجہ نہ گئی کہ کرتا تھوڑا سا پھاڑ لیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کرتا دیکھا آخر اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے عقلمند تھے، معمر تھے، غور کیا کہ بھیڑیئے نے کھایا ہے بھیڑیا تھا یا کوئی امریکہ کے کالج کا پروفیسر تھا کہ کرتا اتار کر کھایا اور کرتا نگین کر کے دے دیا ہے، نہ کرتا پھٹا ہے نہ پنجہ لگا ہے، کتنا سیانا اور سمجھدار تھا آدمی کچھ تو

اندازہ لگاتا ہے۔ قَالَ فرمایا یہ بات نہیں جو تم کہتے ہو بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا بلکہ مزین کیا ہے تمہارے لئے تمہارے نفسوں نے یہ معاملہ۔ میں تمہاری بات پر مطمئن نہیں ہوں کوئی گڑبڑ تم نے کی ہے جسکا مجھے علم نہیں ہے پس میں تمہاری بات سے مطمئن نہیں ہوں فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ پس صبر ہی بہت اچھا ہے وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ اور اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کی جاسکتی ہے ان باتوں کیخلاف جو تم کرتے ہو، صرف مددگار وہی ہے۔

حضرت یعقوبؑ یوسفؑ سے چالیس سال دور رہے :

کہتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام سے جدائی اور دوبارہ ملاقات کے درمیان کی مدت چالیس سال ہے یہ زندگی کا بہت بڑا حصہ ہے۔ اور قدرتی بات ہے کہ بچہ فوت ہو جائے تو اس کا صدمہ عارضی ہوتا ہے صبر آجاتا ہے لیکن اگر بچہ گم ہو جائے تو اس کا صدمہ ساری زندگی رہتا ہے۔ جب بھی کوئی خوشی یا غمی کا وقت آئے تو ماں باپ کی حالت کچھ اور ہو جاتی ہے ایسا صدمہ ساری عمر نہیں جاتا۔ یہ جو ہمارے ملک میں بچوں کو اغوا کرتے ہیں کبھی خرکار اٹھا کر لے جاتے ہیں اور کبھی بیرون ملک ریاستوں کی طرف منتقل کر دیئے جاتے ہیں اور یہ بھی اخبارات میں پڑھتے ہیں کہ ان کے اعضاء بیچتے ہیں اور اس دھندے میں بڑے بڑے شریک ہیں۔ حکومت نے اس سلسلے میں کوئی سد باب نہیں کیا۔ او ظالمو! کچھ تو انصاف کرو۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان بھیڑیوں سے بھی زیادہ درندے ہو گئے ہیں حکومت والوں پر زد پڑے تو ان کو پتا چلے کہ کسی کو کتنی تکلیف ہوتی ہے۔

صاحبِ اقتدار اپنے مفاد کیلئے قانون بناتے ہیں :

ایوب خان کی حکومت تھا۔ اس کا ایک باغ ہری پور کے علاقے میں بکریاں اجاڑ

گئیں ایوب خان نے قانون بنادیا کہ پاکستان میں اب بکری نہ رہے۔ پھر لوگوں نے شور مچایا کہ بکریاں چرانے والے کہاں جائیں تو پھر اس نے ختم کردیا لیکن اپنا باغ اجڑا تو ایک دفعہ قانون بنا تو سہی۔ مارشل لاء دور کی بات ہے۔ ایوب خان کے زمانے کے ایک فوجی جرنیل کے ماموں کی لوہے کے خود کی دوکان تھی جسکو غالباً ہیلمٹ کہتے ہیں۔ کوئی اس کی دوکان کے قریب نہیں آتا تھا تو فوجی جرنیل نے آرڈر جاری کردیا کہ کوئی آدمی ہیلمٹ کے بغیر سکوٹر نہیں چلاسکتا۔ پھر وہ جو پچھتر (۷۵) روپے کا تھا اب تین سو کا بکنے لگ گیا لاکھوں کروڑوں روپے کمالئے تو جب اپنے پیٹ پر زد پڑے تو فوراً قانون بن جاتا ہے۔ دیکھو! امیر لوگوں کے بچے تو گاڑیوں میں آتے جاتے ہیں۔ ان کیلئے نوکر ہیں نوکرانیاں ہیں لہذا ان کو کیا فکر ہے بچے تو ہمارے تمہارے اٹھائے جائیں گے جو اکیلے اور پیدل آتے جاتے ہیں لہذا حکومت والوں کو اس کے متعلق قانون بنانے کی کیا ضرورت ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ بچوں کو اغوا کرنا انتہائی سنگین جرم ہے اور ایسے شخص کی سزا تعزیراً قتل ہونی چاہئے اور فقہ اس کی تائید کرتی ہے کہ اس کی سزا موت ہو۔ تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ یوسف علیہ السلام کے متعلق جو کچھ تم بیان کر رہے ہو اس کیخلاف اللہ تعالیٰ سے ہی مدد طلب کی جاسکتی ہے۔ وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ اور آیا ایک قافلہ کنعانیوں کا مدین سے جو مصر کی طرف جارہا تھا فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ پس بھیجا انہوں نے ایک پانی لانے والے کو جس کا نام میں نے مالک ابن دغنہ بتایا تھا فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ پس اس نے لٹکایا کنویں میں اپنا ڈول مظبوط رسی کیساتھ باندھ کر تو یوسف علیہ السلام اس کیساتھ چمٹ گئے۔ آدمی پہلوان قسم کا تھا کہنے لگا پانی تو میں نے بہت سارے کنوؤں سے نکالا ہے مگر اس کنویں کا پانی بڑا بھاری ہے حالانکہ ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام لٹکے ہوئے تھے۔ جس وقت دیکھا کہ خوبصورت لڑکا ہے،

اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو بے پناہ حسن دیا تھا قَالَ کہنے لگا یٰبُشْرٰی ھٰذَا غُلٰمٌ اے خوشخبری یہ لڑکا ہے ڈول کیساتھ چمٹا ہوا وَاَسَرُّوْہُ بِضَاعَۃً اور انہوں نے اسکو مخفی رکھا سامان تجارت بنا کر۔ کہنے لگے عمدہ خوبصورت ہے ہم اس کو بیچ کر بڑی رقم کمائیں گے کیونکہ اس زمانے میں غلاموں اور لونڈیوں کی تجارت ہوتی تھی۔ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ بِمَا یَعْمَلُوْنَ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔ بھائی بھی تاک میں لگے رہتے تھے کہ دیکھو کیا بنتا ہے جب انہوں نے دیکھا کہ قافلے والوں نے نکال لیا ہے تو ان میں سے ایک دو آئے اور کہا کہ یہ ہمارا غلام ہے بھاگا ہوا تم اس کو کہاں لے جا رہے ہو۔ ہاں کچھ رقم دیکر لے جاؤ وَشَرَوْہُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ اور انہوں نے خریدا اسکو بھائیوں سے گھٹیا قیمت کیساتھ دَرَاھِمَ مَعْدُوْدَۃٍ روپے تھے گنتی کے۔ اسی مقام پر تفسیروں میں بیس (۲۰) درہم بھی لکھے ہیں اور بائیس (۲۲) درہم بھی لکھے ہیں۔ بیس درہم اس لحاظ سے کہ یہودا نے انکار کر دیا کہ میں پیسے نہیں لونگا تو دس کو دو دو درہم آ جائیں گے اور بائیس درہم کی صورت میں انہوں نے کہا کہ دو درہم بنیامین کو بھی دیدو کسی حیلے بہانے سے اس طرح اس کی اشک شوئی ہو جائے گی وَکَانُوْا فِیْہِ مِنَ الزَّاھِدِیْنَ اور تھے وہ اس میں بے رغبتی کرنے والے۔ زاھد کا صلہ جب فی آ جائے تو اس کا معنٰی بے رغبتی ہوتا ہے۔ اور تھے وہ اس میں بے رغبت اور بے شوق کہ ان کو کوئی ضرورت نہیں تھی ان کا مقصد تو صرف یہ تھا کہ ابا جی کی آنکھوں سے اوجھل ہو جائے جس کیلئے انہوں نے یہ ساری کاروائی کی۔

وَقَالَ الَّذِى اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖٓ اَكْرِمِىْ مَثْوٰىهُ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ۚ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِى الْاَرْضِ وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۭ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗٓ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۲﴾ وَرَاوَدَتْهُ الَّتِىْ هُوَ فِىْ بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ۭ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّىْٓ اَحْسَنَ مَثْوَاىَ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا ۚ لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ۭ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْۗءَ وَالْفَحْشَاۗءَ ۭ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۲۴﴾

وَقَالَ الَّذِى اور کہا اس شخص نے اشْتَرٰهُ جس نے خریدا تھا اسکو مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖ مصر سے اپنی بیوی سے اَكْرِمِىْ مَثْوٰهُ اچھا کرنا اسکا ٹھکانا عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ قریب ہے کہ یہ ہمیں نفع دے اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا یا ہم اسکو اپنا بیٹا بنالیں گے وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ ہم نے قدرت دی یوسف علیہ السلام کو فِى الْاَرْضِ زمین میں وَلِنُعَلِّمَهٗ اور تاکہ ہم اسکو تعلیم دیں مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ باتوں کو ٹھکانے لگانے کی وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ اور اللہ تعالیٰ غالب ہے اپنے معاملے پر وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ اور لیکن اکثر لوگ لَا يَعْلَمُوْنَ وہ نہیں جانتے وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ اور جب پہنچے یوسف علیہ السلام اپنی قوۃ کو اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا دیا ہم نے اسکو حکم اور علم وَكَذٰلِكَ نَجْزِى

الْمُحْسِنِیْنَ اوراسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو وَرَاوَدَتْهُ الَّتِیْ اور پھسلایا اسکو اس عورت نے هُوَ فِیْ بَیْتِهَا کہ یوسف علیہ السلام اس کے گھر میں تھے عَنْ نَّفْسِهٖ اسکی خواہش کے بارے میں وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ اور بند کردیئے اس عورت نے دروازے وَقَالَتْ هَیْتَ لَکَ اور کہنے لگی جلدی کرو تجھے کہتی ہوں قَالَ فرمایا مَعَاذَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی پناہ اِنَّهٗ رَبِّیْٓ بیشک وہ میرا آقا ہے اَحْسَنَ مَثْوَایَ اچھا بنایا ہے اس نے میرا ٹھکانا اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ بیشک شان یہ ہے کہ فلاح نہیں پاتے ظلم کرنے والے وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ اور البتہ تحقیق وہ عورت قصد کرچکی تھی اس کا وَهَمَّ بِهَا اور وہ بھی قصد کرلیتا اسکا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ اگر نہ دیکھتا وہ اپنے رب کی برہان اور دلیل کَذٰلِکَ اسی طرح لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ تاکہ ہم پھیر دیں اس سے برائی اور بے حیائی اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ بیشک وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے تھے۔

کل کے درس میں تم نے یہ بات سنی کہ یوسف علیہ السلام کو کنعانی خاندان کا ایک قافلہ جو مدین سے مصر جارہا تھا بھائیوں سے بیس یا بائیس درہم کے عوض خرید کر لے گیا۔ وہاں سے مصر آٹھ یا دس دن کی مسافت پر تھا۔ تفسیروں میں آٹھ دن کی مسافت بھی لکھی ہے اور دس دن کی مسافت بھی لکھی ہے۔ جب یہ قافلہ مصر پہنچا تو وہاں کے تاجر راستے میں کھڑے تھے کہ قافلہ کہاں سے آیا ہے اور کیا مال لے کر آیا ہے؟ تاکہ اپنی منڈی یا دکان پر پہنچائیں ہر ایک کو اپنی لالچ اور حرص ہوتی ہے انھوں نے دیکھا کہ نہایت خوبصورت لڑکا

ان کے ساتھ ہے۔ پوچھا یہ کون ہے؟ قافلے والوں نے کہا یہ ہمارا غلام ہے اسکو بیچنا ہے۔

یوسف علیہ السلام کے خریداروں کا ذکر :

حضرت یوسف علیہ السلام کی خوبصورتی کی خبر فوراً چاروں اطراف میں پھیل گئی یہاں تک کہ عزیز مصر جو مصر کا وزیر اعظم تھا جسکا نام قطفیر تھا کو بھی خبر پہنچ گئی۔ قطفیر شریف الطبع آدمی تھا اور مصر کا بادشاہ ریان ابن ولید یہ اس سے بھی زیادہ شریف آدمی تھا۔ بادشاہوں کی تاریخ میں ایسے بہت کم ملتے ہیں۔ اس کی نیکی کا اندازہ یہاں سے لگاؤ کہ آخر میں حضرت یوسف علیہ السلام پر ایمان بھی لایا اور حکومت بھی یوسف علیہ السلام کے حوالے کر دی باوجود یوسف علیہ السلام کے اصرار کرنے کے کہ تم تخت پر رہو۔ اس نے کہا حضرت! یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ آپ کا کلمہ پڑھنے کے بعد میں تخت پر بیٹھوں۔ آج تو معمولی چپڑاسی اپنی کرسی چھوڑنے کیلئے تیار نہیں ہے چہ جائیکہ کوئی بادشاہت کا تخت چھوڑ دے۔ یہ اس شخص کی انتہائی شرافت تھی اور اسکا ایمان بڑا مضبوط تھا۔ تو خیر عزیز مصر قطفیر کو بھی یہ خبر پہنچی کہ ایک بڑا خوبصورت غلام تاجر بیچنا چاہتے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی خریداری کے بارے میں لوگوں نے بڑے عجیب عجیب واقعات اور کہانیاں بنائی ہیں ان میں سے کچھ صحیح ہیں اور کچھ غلط ہیں۔ بعض ناول نویسوں نے یہ قصہ بھی لکھا ہے کہ ایک بوڑھیا سوت کی اٹی لیکر یوسف علیہ السلام کو خریدنے کیلئے جا پہنچی۔ لوگوں نے کہا یہاں تو بڑی بڑی رقم لگ رہی ہے اور تم سوت کی اٹی کیساتھ خریدنا چاہتی ہو۔ اس نے کہا کہ ملے نہ ملے گاہکوں میں میرا نام تو لکھا جائے گا۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَقَالَ الَّذِی اشْتَرٰهُ اور کہا اس شخص نے یعنی مصر کے وزیر اعظم نے جس کا نام قطفیر تھا جس نے خریدا تھا یوسف علیہ السلام کو۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی تفسیر جلالین میں لکھتے ہیں کہ بیس

دینار، دو جوڑے کپڑے اور دو جوڑے جوتوں کے بدلے انہوں نے بیچ دیا اور عزیز مصر نے خرید لیا مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِہٖ مصر سے اپنی بیوی سے جس کا نام اکثر تفسیروں میں زلیخا آتا ہے اور بعض نے راحیل بھی لکھا ہے اَکْرِمِیْ مَثْوٰہُ اچھا کرنا اسکا ٹھکانا، رہنے کیلئے اچھا کمرہ دو، اس کی خوراک اور لباس کا خیال رکھنا عَسٰی اَنْ یَّنْفَعَنَآ قریب ہے کہ یہ ہمیں نفع دے۔ شریف الطبع بچہ ہے اور اس کے چہرے پر ایسے آثار ہیں کہ اس سے ہمیں کوئی فائدہ پہنچے گا اَوْ نَتَّخِذَہٗ وَلَدًا یا اسکو ہم اپنا بیٹا بنالیں گے۔

اولاد دینا نہ دینا اللہ کا کام ہے البتہ علاج کرانا چاہیے :

کہتے ہیں کہ عزیز مصر کی شادی کے بعد کئی سال گذر چکے تھے اولاد نہیں تھی۔ اولاد دینا نہ دینا رب تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے یَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّ یَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَ [شوریٰ:۴۹] ''رب تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹے دیتا ہے اَوْ یُزَوِّجُھُمْ ذُکْرَانًا وَّاِنَاثًا یا جوڑا جوڑا دیتا ہے انکو بیٹے بیٹیاں وَیَجْعَلُ مَنْ یَّشَآءُ عَقِیْمًا اور بناتا ہے جسکو چاہے بانجھ اِنَّہٗ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ بیشک وہ سب کچھ جاننے والا ہے قدرت رکھنے والا ہے۔'' تو اولاد دینا نہ دینا رب تعالیٰ کا کام ہے اس میں کسی کا کوئی دخل نہیں ہے البتہ بعض بیماریوں کی وجہ سے عورتوں کو حمل نہیں ٹھہرتا۔ شرعی دائرے میں رہ کر اسکا علاج کرائیں یہ شریعت کا حکم ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ہر بیماری کا علاج ہے سوائے دو بیماریوں کے بڑھاپا اور موت۔ نہ بڑھاپے کا علاج ہے نہ موت کا، باقی ہر بیماری کا علاج ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ بیماری سمجھ میں نہ آئے یعنی بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ بیماری سمجھ میں نہیں آتی، بیماری اور ہوتی ہے اور علاج اور ہوتا ہے۔ آج کل اکثر یہی حال ہے باوجود اس کے بڑے بڑے

آلات اور مشینیں ایجاد ہو چکیں ہیں مگر پھر بھی بیماری کی تعیین نہیں ہوتی۔ پہلا دور بڑا اچھا تھا طبیب زبان دیکھ کر، آنکھیں دیکھ کر نبض دیکھ کر بیماری کا تعین کرتے تھے۔ اب ایک مشین کچھ بتلاتی ہے دوسری کچھ بتلاتی ہے اصل بیماری بالکل سمجھ نہیں آتی الا ماشاء اللہ۔ اگر اصل بیماری سمجھ میں آ جائے تو اس کا علاج بھی ہے اور شرعی دائرے میں رہ کر علاج کرانا بھی صحیح ہے مگر اولاد دینا رب تعالیٰ کا کام ہے اس میں کسی کا کوئی دخل نہیں ہے۔ تو عزیز مصر نے کہا کہ یا ہم اس کو بیٹا بنالیں گے۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ہم نے قدرت دی یوسف علیہ السلام کو زمین میں کہ پہنچا دیا وزیر اعظم کے گھر کیونکہ ان سے بڑے کام لینے تھے۔ اس گھر میں رہ کر دنیا کے رنگ ڈھنگ معلوم کرلیں گے۔

پیغمبر دنیاوی چیزیں دنیا والوں سے سیکھ سکتا ہے دین نہیں :

اور دنیا کی چیزیں اگر پیغمبر دنیا والوں سے سیکھے تو اس میں کوئی عیب نہیں۔ دین صرف رب تعالیٰ سے سیکھتا ہے مخلوق میں سے کسی سے حاصل نہیں کرتا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو کعبۃ اللہ کے پاس زمزم کے مقام پر چھوڑا وہاں قریب قریب کوئی آدمی نہ تھا۔ کافی مدت کے بعد قبیلہ بنو جرہم کا وہاں سے گذر ہوا انہوں نے دیکھا کہ یہاں پانی ہے اور ایک عورت اور ایک بچہ ہے۔ ان سے اجازت مانگی یہاں رہنے کی انہوں نے اجازت دی کہ ہاں رہ لو۔ بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ وَتَعَلَّمَ الْعَرَبِيَّةَ مِنْهُمْ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اس قبیلے سے عربی سیکھی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اپنی زبان کردی یا کوئی اور زبان تھی۔ کیونکہ عراق میں کوئی اور زبان بولی جاتی تھی۔ تو پیغمبر دنیا کی

باتیں لوگوں سے سیکھے تو اس میں کوحرج نہیں ہے۔ دین میں صرف رب تعالیٰ کا شاگرد ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فرشتے کی تلقین ہوتی ہے۔ فرمایا ہم نے ان کو قدرت دی زمین میں وَلِنُعَلِّمَهُ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ اور تاکہ ہم اسکو تعلیم دیں باتوں کوٹھکانے لگانے کی۔ یعنی فیصلہ کرنے کا رنگ ڈھنگ سکھانے کیلئے ہم نے وہاں پہنچایا اور **تاویل الاحادیث** کا معنٰی خواب کی تعبیر بھی ہے۔ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ اور اللہ تعالیٰ غالب ہے اپنے معاملے پر وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ اور لیکن اکثر لوگ وہ نہیں جانتے۔ دیکھو یوسف علیہ السلام کو ملک مصر کی بادشاہی دینی تھی اس کیلئے کنویں میں ڈلوایا پھر جیل میں بھجوایا جس کا آگے ذکر آئیگا بڑا کچھ ہوا۔ یہ سب کچھ ہوا جس کو رب تعالیٰ ہی جانتے تھے اور کوئی نہیں جانتا تھا۔ فرمایا وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ اور جب پہنچے یوسف علیہ السلام اپنی قوۃ کو اپنی جوانی کو اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا دیا ہم نے اسکو حکم اور علم۔ اس حکم سے مراد نبوت نہیں ہے نبوۃ تو چالیس سال کے بعد ملی یہ زمانہ پہلے کا ہے۔

اصلاح بین الناس بھی اسلام کا شعبہ ہے :

اس حکم سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسی بصیرت عطا فرمائی کہ کوئی بھی قضیہ اور جھگڑا لیکر لوگ آتے آپ ان کی بات سن کر فوراً صحیح صحیح فیصلہ فرما دیتے تھے اور لوگوں کے درمیان صلح کرانا اصلاح بین الناس یہ بھی اسلام کا ایک شعبہ ہے اور اس وقت ہماری حالت اور عادت یہ ہے کہ ہم جھگڑنے والوں کو اور ابھارتے ہیں اچھا بھائی شاباش! حالانکہ مسئلہ یہ ہے کہ چھوٹے بچے بھی آپس میں لڑیں جھگڑیں تو ان کو بھی سمجھاؤ اور منع کرو کہ بری بات ہے۔ اسلام بڑا اور عین فطرت کے مطابق مذہب ہے اور عین عقل کے مطابق ہے۔ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ اور اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں نیکی

کرنے والوں کو۔ نیکی کرنے والے انسان کو یقین کرنا چاہئے کہ اسکو نیکی کا ضرور بدلہ ملے گا کیونکہ رب تعالیٰ کا وعدہ ہے اور رب تعالیٰ سے زیادہ سچا کون ہے؟ مگر دے گا وقت پر کہ ہر چیز کا اس کے ہاں ایک وقت مقرر ہے مگر ہم جلد باز ہیں ہم چاہتے ہیں کہ ابھی ہو جائے۔ مثلاً ایک آدمی چند دن دعا کرتا ہے فوراً نتیجہ سامنے نہیں آتا وہ دعا ہی چھوڑ دیتا ہے۔ بھائی اللہ تعالیٰ سے مانگنا چھوڑ دیا تو جاؤ گے کس کے دروازے پر؟ کوئی اور دروازہ ہے؟ اس کے علاوہ کوئی دروازہ نہیں ہے لہذا اس سے کبھی بھی مانگنا نہ چھوڑو۔ اور یہ بھی یاد رکھنا! کہ دعا بھی عبادت ہے۔ جتنا عرصہ تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے رہو گے، اس سے مانگتے رہو گے اتنا عرصہ تم عبادت میں رہو گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو۔

زلیخا کا پھسلانا اور یوسف علیہ السلام کا بچنا :

مصر کا وزیر اعظم قطفیر ملک کے مختلف علاقوں کے دورے کرتا رہتا تھا۔ دوروں پر کبھی دو دن بعد جاتا، کبھی تین دن بعد جاتا کبھی چار دن بعد جاتا۔ مصر کا رقبہ بھی کافی تھا گھر میں بیوی کے علاوہ کوئی نہیں ہوتا تھا یوسف علیہ السلام گھر میں ہوتے تھے بی بی کے ذہن میں فتور پیدا ہو گیا وَرَاوَدَتْهُ الَّتِیْ هُوَ فِیْ بَیْتِهَا اور پھسلایا اسکو اس عورت نے کہ یوسف علیہ السلام اس کے گھر میں تھے عَنْ نَّفْسِهٖ اسکی خواہش کے بارے میں کہ اسکو کہا کہ میری خواہش پوری کرو وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ اور بند کر دیئے اس عورت نے دروازے۔ سب دروازوں کو کنڈی لگا دی کہ ایسا نہ ہو کہ اچانک خاوند آجائے اور ہمیں غیر حالت میں دیکھے اور غیور آدمی اس چیز کو برداشت نہیں کرتا وَقَالَتْ هَیْتَ لَكَ اور کہنے لگی جلدی کرو تجھے کہتی ہوں میری خواہش پوری کرو۔ اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو حسن بھی عطا فرمایا تھا

صحت اور قوت بھی دی تھی مگر قَالَ مَعَاذَ اللّٰہِ فرمایا اللہ تعالیٰ کی پناہ اِنَّہٗ رَبِّیْ بیشک وہ میرا آقا ہے اَحْسَنَ مَثْوَایَ اچھا بنایا ہے اس نے میرا ٹھکانا۔ اس کی ایک تفسیر یہ بیان کرتے ہیں کہ اِنَّہٗ کی ہ، ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتی ہے۔ تو معنٰی ہوگا بیشک وہ اللہ تعالیٰ میرا رب ہے اس نے مجھے اچھا ٹھکانا دیا ہے۔ کنویں سے نکال کر مجھے یہاں پہنچایا ہے میں اس رب کی نافرمانی کیوں کروں؟ اور انّہٗ کی ضمیر کا مرجع الذی بھی بن سکتا ہے جو قَالَ الَّذِیْ اشْتَرٰہُ میں ہے۔ تو پھر معنٰی ہوگا بیشک وہ شخص جس نے مجھے خریدا ہے میرا مُجازی رب ہے اس نے مجھے اچھا ٹھکانہ دیا ہے۔ رہنے کیلئے کمرہ دیا ہے، خوراک اور لباس کا انتظام کیا ہے میں اس کے گھر میں اس کی بیوی کیساتھ ایسی حرکت کروں مَعَاذَ اللّٰہ اللہ تعالیٰ کی پناہ! یہ تو بڑی ظلم کی بات ہے اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ بیشک شان یہ ہے کہ فلاح نہیں پاتے ظلم کرنے والے۔ ضرور شرمندہ ہونگے آج نہ سہی کل سہی۔

اللہ تعالیٰ کی گرفت سے کوئی نہیں بچ سکتا :

کوئی آدمی ظلم زیادتی کر کے یہ سمجھے کہ میں اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچ جاؤں گا حَاشَا وَ کَلَّا مہلت مل سکتی ہے مگر بچ نہیں سکتا۔ اور یاد رکھنا! گناہ تم جتنا مرضی چھپ کر کرو یہ خیال نہ کرو کہ میرے اس گناہ اور برائی کا علم کسی کو نہیں ہے وَاللّٰہُ مُخْرِجٌ مَّا کُنْتُمْ تَکْتُمُوْنَ [بقرہ: ۷۲] "اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا ہے اس چیز کو جس کو تم چھپاتے تھے۔"

حدیث پاک میں آتا ہے کہ "اگر کوئی بندہ ایسی چٹان میں داخل ہو جائے کہ لَا بَابَ لَھَا وَلَا کُوَّۃَ لَھَا اس چٹان کا نہ کوئی دروازہ ہو، نہ روشن دان ہو اور نہ کوئی سوراخ ہو اس میں چھپ کر کوئی کام کرے اللہ تعالیٰ اسکو بھی ظاہر کر دیگا۔" یہ تو ہو سکتا ہے کہ آج ظاہر نہ کرے کل کر دے، پرسوں نہ ظاہر کرے چوتھ کر دے۔ نہ نیکی چھپی رہتی ہے اور نہ بدی الّا یہ کہ خدا

کورحم آجائے اور پردہ ڈال دے یہ الگ بات ہے۔ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ اور البتہ تحقیق وہ عورت قصد کر چکی تھی یوسف علیہ السلام کو پھسلانے کا وَهَمَّ بِهَا اور وہ بھی قصد کر لیتا اسکا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ اگر نہ دیکھتا وہ اپنے رب کی برہان اور دلیل۔ اب رہا یہ سوال کہ یہ رب کی برہان کیا ہے؟ تو اس کے متعلق محققین فرماتے ہیں کہ رب کا برہان عصمت انبیاء ہے۔ خواہشات تو پیغمبروں کیساتھ بھی ہیں لیکن پیغمبر معصوم ہوتے ہیں نبوت ملنے سے پہلے بھی اور نبوت ملنے کے بعد بھی کفر سے، شرک سے، گناہوں سے۔ تو وہ جو عصمت انبیاء ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو معصوم رکھا ہے اگر وہ نہ ہوتی تو یوسف علیہ السلام بھی ضرور مبتلا ہو جاتے اور اکثر تفسیروں والے برہان کے متعلق فرماتے ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی مثالی شکل سامنے آگئی اور انہوں نے اپنے منہ میں انگلی دبائی ہوئی ہے کہ بیٹا اس کام کے قریب نہ جانا۔ تو برہان رب سے وہ مثالی شکل مراد ہے۔

مثالی شکل کا مفہوم :

مثالی شکل کے متعلق بھی بات سمجھ لیں۔ مثالی شکل کا مطلب یہ ہے کہ میری شکل جو تمہارے سامنے ہے یہ حقیقی ہے اس جیسی شکل تمہیں کسی اور جگہ نظر آئے کہ جہاں میں موجود نہ ہوں تو میری مثالی شکل ہوگی۔ جیسے خواب میں لوگ ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں، گفتگو بھی کرتے ہیں، کھاتے پیتے بھی ہیں اور بسا اوقات لڑتے جھگڑتے بھی ہیں۔ یہ مثالی شکلیں ہوتی ہیں اصل کو کوئی پتہ نہیں ہوتا۔ مثلاً صبح کو اٹھ کر تم اس سے پوچھو کہ میری تیرے ساتھ ملاقات ہوئی ہے تو وہ کہے گا کہ مجھے تو کوئی علم نہیں ہے تو یہ ملاقات اس کی شکل مثالی سے ہوئی ہے۔ بعض لوگ تو ویسے ہی جھوٹی کہانیاں بیان کرتے رہتے ہیں اور بعض لوگ ثقہ ہوتے ہیں جو سچی بات کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے فلاں بزرگ سے ملاقات کی

حالانکہ وہ بزرگ فوت ہو چکے ہوتے ہیں یا وہاں سے دور ہوتے ہیں تو یہ ملاقات ان کی شکل مثالی کیساتھ ہوتی ہے نہ کہ اصل کیساتھ بلکہ اصل کو پتہ ہی نہیں ہوتا کہ مثال کہاں گئی اور کیا کر کے آئی ہے اور کیا کہا ہے۔ تو یہ یعقوب علیہ السلام کی مثالی شکل تھی اس شکل کے آنے سے نہ حاضر و ناظر کا مسئلہ ثابت ہوتا ہے اور نہ علم غیب کا۔ اگر یعقوب علیہ السلام کو علم ہوتا تو روتے روتے ان کی آنکھوں کی بینائی نہ جاتی جیسا کہ آگے تم پڑھو گے کہ روتے روتے ان کی آنکھوں کی بینائی چلی گئی۔ اگر اصل کو پتہ ہوتا تو رونے کی کیا ضرورت تھی؟ کہتے میرا بیٹا مصر میں موجود ہے میں اسکو وہاں دیکھ کر آیا ہوں۔ تو فرمایا کہ وہ پھسلانے کا قصد کر چکی تھی اور وہ بھی قصد کر لیتے اگر اپنے رب کا برہان نہ دیکھتے یعنی عصمت کی مضبوطی نہ ہوتی اور یعقوب علیہ السلام کی شکل سامنے نہ آتی۔ کَذٰلِکَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ اسی طرح تا کہ ہم پھیر دیں اس سے برائی اور بے حیائی کو۔ گناہ تو اور بھی بڑے ہیں مگر زنا بہت بری چیز ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس عورت نے بدکاری کرائی غیر کا نطفہ خاوند کیساتھ ملایا جنت اس پر حرام ہے۔ اور جنت اس لئے حرام ہے کہ اس میں شرعی ورثاء کی حق تلفی ہوتی ہے۔ کیونکہ ایسی تو کوئی عورت نہیں ہے جو خاوند کو بتلائے کہ یہ تمہارا نہیں ہے تو غیر کے نطفے کو خاوند کا وارث بنا دیا۔ اس نے زمین بھی لینی ہے، مکان سے بھی حصہ لے گا یہ بڑا سنگین جرم ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰی [بنی اسرائیل: ۳۲] ''اور قریب نہ جاؤ زنا کے۔'' زنا کرنا تو الگ چیز ہے قریب جانے سے بھی منع فرمایا۔ زنا بڑے گناہوں میں سے ہے جنت اس پر حرام ہے اور جو حکم عورت کا ہے وہی مرد کا ہے کہ اس نے زنا کر کے اپنے نطفے کا غیر کو وارث بنا دیا ہے۔ اس کی زمین بھی لی، مکان بھی لیا

بہت گناہ کی بات ہے۔ فرمایا اِنَّہٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ بیشک وہ یوسف علیہ السلام ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے تھے۔ پیغمبر کو رب تعالیٰ منتخب فرماتے ہیں اور پیغمبر سے زیادہ رتبہ اور درجہ کسی کا نہیں ہوسکتا۔ فرمایا وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے تھے اس لیے ہم نے ان کو بچایا اور محفوظ رکھا۔

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ مِنْ دُبُرٍ وَأَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ۚ قَالَتْ مَا جَزَاءُ مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوءًا إِلَّا أَنْ يُسْجَنَ أَوْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٢٥﴾ قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِي عَنْ نَفْسِي ۚ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ أَهْلِهَا إِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ﴿٢٦﴾ وَإِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿٢٧﴾ فَلَمَّا رَأَىٰ قَمِيصَهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ إِنَّهُ مِنْ كَيْدِكُنَّ ۖ إِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيمٌ ﴿٢٨﴾ يُوسُفُ أَعْرِضْ عَنْ هَٰذَا ۚ وَاسْتَغْفِرِي لِذَنْبِكِ ۖ إِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخَاطِئِينَ ﴿٢٩﴾ ع ۳ ۱۲

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ اور وہ دونوں دوڑے دروازے کی طرف وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ اور پھاڑ دیا اس عورت نے یوسف علیہ السلام کا کرتا مِنْ دُبُرٍ پیچھے سے وَأَلْفَيَا سَيِّدَهَا اور پایا ان دونوں نے اس کے آقا خاوند کو لَدَا الْبَابِ دروازے کے پاس قَالَتْ کہنے لگی مَا جَزَاءُ کیا سزا ہے مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ جو ارادہ کرے تیری بیوی کے ساتھ سُوءًا برائی کا إِلَّا أَنْ يُسْجَنَ مگر یہ کہ اسکو قید کیا جائے أَوْ عَذَابٌ أَلِيمٌ یا سزا ہو دردناک قَالَ کہا یوسف علیہ السلام نے هِيَ رَاوَدَتْنِي اس عورت نے مجھے پھسلانا چاہا ہے عَنْ نَفْسِي میری خواہش کے بارے میں وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ أَهْلِهَا اور گواہی دی ایک گواہی دینے والے نے اس عورت کے لوگوں میں سے إِنْ كَانَ قَمِيصُهُ اگر ہو اس کی قمیص قُدَّ مِنْ

قُبُلٍ پھاڑی گئی سامنے سے فَصَدَقَتْ تو یہ سچ کہتی ہے وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ اور وہ جھوٹوں میں سے ہے وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ اور اگر ہے اسکی قمیص پھاڑی گئی پیچھے سے فَكَذَبَتْ تو وہ عورت جھوٹ کہتی ہے وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ اور یہ سچوں میں سے ہے فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ پس جب دیکھا عزیز مصر نے اسکی قمیص کو قُدَّ مِنْ دُبُرٍ پھاڑی گئی ہے پیچھے سے قَالَ کہنے لگا اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ بیشک یہ تمہارے فریبوں میں سے ہے اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ بیشک تمہاری فریب کاریاں بڑی ہیں يُوْسُفُ اے یوسف (علیہ السلام) اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا درگذر کر اس بات سے وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ اور اے زلیخا تو معافی مانگ اپنے گناہ سے اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِئِيْنَ بے شک تو ہی خطا کاروں میں سے ہے۔

کل کے سبق میں تم پڑھ چکے ہو کہ عزیز مصر کی بیوی یوسف علیہ السلام پر فریفتہ ہو گئی اور خواہش پوری کرنے کی اس کو دعوت دی مگر اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کی حفاظت فرمائی۔ جب اس عورت نے دروازے بند کر دیئے تو یوسف علیہ السلام نے وہاں سے دوڑ لگادی۔ وہ عورت بھی ان کے پیچھے دوڑ پڑی ان کو پکڑنے کیلئے اس کا ہاتھ یوسف علیہ السلام کے کرتے تک پہنچا جس سے کرتا پھٹ گیا اور یوسف علیہ السلام اس کے قابو میں نہ آئے دونوں باہر والے دروازے پر پہنچے تو آگے عزیز مصر بھی کھڑا تھا۔ اس نے بھی دیکھ لیا کہ یوسف علیہ السلام آگے آگے ہیں یہ پیچھے پیچھے دوڑ رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں وَاسْتَبَقَا الْبَابَ اور وہ دونوں یوسف علیہ السلام اور عزیز مصر کی بیوی دوڑے دروازے کی

طرف۔آگے آگے یوسف تھے برائی سے بچنے کیلئے اور پیچھے پیچھے عزیز مصر کی بیوی تھی جو اپنی خواہش پوری کرنے کیلئے ان کو پکڑنا چاہتی تھی۔اس نے پیچھے سے قمیص پکڑ لی وَقَدَّتْ قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ اس عورت نے یوسف علیہ السلام کی قمیص پیچھے سے پھاڑ دی اور یوسف علیہ السلام دروازے سے باہر نکل گئے زلیخا بھی پیچھے آرہی تھی وَّاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابَ اور پایا ان دونوں نے اس عورت کے خاوند اور آقا کو یعنی عزیز کو دروازے کے پاس۔وہ سفر سے واپس آئے تھے۔

زلیخا کی مکاری :

جب زلیخا نے اپنے خاوند کو دیکھا تو فوراً پینترا بدلا اور الٹا یوسف علیہ السلام کو قصور وار ٹھہرانے کی کوشش کی قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا کہنے لگی کیا سزا ہے اسکی جو ارادہ کرتا ہے تیری بیوی کے ساتھ برائی کا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ مگر یہ کہ اسکو قید کیا جائے اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ یا اور کوئی سزا ہو دردناک یعنی پٹائی وغیرہ کی جائے۔اس موقع پر اگر یوسف علیہ السلام خاموشی اختیار کرتے تو اس عورت کی بات کی تصدیق ہو جاتی لہٰذا آپ نے اپنی صفائی کا حق استعمال کیا قَالَ کہا یوسف علیہ السلام نے هِيَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ اس عورت نے مجھے پھسلانا چاہا ہے میری خواہش کے بارے میں یعنی مجھے برائی پر آمادہ کرنا چاہتی تھی میں نے دوڑ لگا کر اپنی عزت بچائی ہے اور یہ جو کچھ کہہ رہی ہے غلط ہے اسکا بیان حقیقت کیخلاف ہے۔اب فیصلہ کس طرح ہو؟ وہ کہتی ہے میں سچی ہوں اور یوسف علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں سچا ہوں۔جب عزیز مصر کیلئے حقیقت حال معلوم کرنا مشکل ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کی بے گناہی ثابت کرنے کیلئے یہ انتظام فرمایا کہ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا اور گواہی دی ایک گواہی دینے والے نے اس عورت

کے خاندان کے لوگوں میں سے ہے۔ کیا گواہی دی؟ فرمایا اِنْ کَانَ قَمِیْصُہٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ اگر ہو یوسف علیہ السلام کی قمیص پھاڑی گئی سامنے سے آگے سے فَصَدَقَتْ تو زلیخا سچی ہے وَھُوَ مِنَ الْکٰذِبِیْنَ اور وہ جھوٹوں میں سے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام نے اقدام کیا ہے اور وہ بچنا چاہتی تھی وَاِنْ کَانَ قَمِیْصُہٗ قُدَّمِنْ دُبُرٍ اور اگر ہے یوسف کی قمیص پھٹی ہوئی پیچھے سے فَکَذَبَتْ تو وہ عورت جھوٹ کہتی ہے وَھُوَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ اور وہ یوسف علیہ السلام سچوں میں سے ہیں کہ وہ بھاگ رہے تھے زلیخا نے پیچھے سے پکڑنے کی کوشش کی اور قمیص پھاڑ دیا۔

قرائن کی شہادت سے قطعی فیصلہ تو نہیں ہوسکتا البتہ مدد مل سکتی ہے :

یہ قرائن کی شہادت تھی قرائن کی شہادت سے قطعی فیصلہ تو نہیں ہوسکتا البتہ فیصلہ کرنے میں مدد مل سکتی ہے کیونکہ فیصلہ کا مدار گواہی ہے قطعی فیصلہ گواہی پر ہوتا ہے۔ البتہ علامتوں سے فیصلے میں مدد ضرور مل سکتی ہے اور اگر گواہی کسی کے پاس نہ ہو اور کئی دعویدار ہوں تو پھر فیصلہ علامات اور قرائن سے ہوسکتا ہے۔ مثلاً تابعین اور تبع تابعین کے دور میں قاضی عیاض کے پاس کاتی ہوئی اون یا روئی کی ایک اٹی لائی گئی جس کی ملکیت کی دعویدار دو عورتیں تھیں۔ قاضی صاحب نے دونوں عورتوں کو ایک ایک کر کے بلایا اور پوچھا کہ یہ سوت تم نے کس چیز پر لپیٹا تھا ایک عورت نے کہا کہ روٹی کے ایک ٹکڑے پر لپیٹا تھا اور دوسری نے کہا کہ اخروٹ کے دانے پر لپیٹا تھا چنانچہ اٹی کو آخر تک کھولا گیا اور اس میں سے جس عورت کے بیان کے مطابق چیز نکلی اس کے حق میں فیصلہ دے دیا گیا۔ گویا یہ فیصلہ بھی علامت پر تھا تو قرائن کی یہ شہادت عزیز مصر کو پسند آئی فَلَمَّا رَاٰقَمِیْصَہٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ پس جب دیکھا عزیز مصر نے اسکی قمیص کو پھاڑی گئی ہے پیچھے سے قَالَ کہنے لگا اِنَّہٗ مِنْ

کَیْدِکُنَّ بیشک یہ تمہارے فریبوں میں سے ہے۔ یعنی تیرا بیان جھوٹ پرمبنی ہے اور حقیقت یہ ہے اِنَّ کَیْدَکُنَّ عَظِیْمٌ بیشک تم عورتوں کی فریب کاریاں بہت بڑی ہیں۔ اکثر مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ یہ گواہی دینے والا ایک شیر خوار بچہ تھا اس کو اللہ تعالیٰ نے بولنے کی طاقت عطا فرمائی اور اس نے یوسف علیہ السلام کی صداقت کی گواہی دی۔

تین بچوں نے پنگھوڑے میں گفتگو کی :

اور بخاری شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تین بچوں نے گہوارے میں گفتگو کی ہے۔ ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام جنہوں نے اپنی نبوت کی گواہی دی اور اس میں والدہ کی پاکدامنی بھی ہوگئی اور دوسرا ایک راہب تھا جسکا نام جریج تھا۔ وہ بڑا نیک اور پارسا آدمی تھا اور ایسے شخص کے دشمن بہت سے فاسق، فاجر شیطان کے پیرو لوگ ہوتے ہیں۔ ہوا اس طرح کہ ایک عورت کے ہاں بچہ ہوا جس کی ابھی تک شادی نہیں ہوئی تھی۔ اس سے لوگوں نے پوچھا کہ یہ بچہ کس کا ہے؟ اس نے کہا یہ جریج راہب کا ہے۔ لوگ اکٹھے ہوکر جریج کے پاس گئے اس کو برا بھلا کہا کہ تو نے یہ حرکت کی ہے۔ اس نے کہا مجھے وہاں لے چلو وہ عورت اور بچہ کہاں ہے وہاں گئے تو جریج نے لاٹھی بچے کے سینے پر رکھ کر کہا کہ بتا بچے تیرا باپ کون ہے؟ تو اس نے بول کر بتایا کہ فلاں چرواہا ہے۔ اب لگے ان سے اپنی زیادتی کی معافیاں مانگنے۔ اس نے کہا کوئی بات نہیں میری والدہؒ نے بددعا دی تھی وہ پوری ہوگئی ہے۔ چنانچہ بخاری شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ (بنی اسرائیل میں) ایک عورت تھی اس نے اپنے بیٹے کو آواز دی وہ اپنے عبادت خانے میں تھا۔ کہنے لگی جریج! جریج نے کہا یا اللہ! میں کیا کروں نماز پڑھوں یا ماں کا جواب دوں؟ تین مرتبہ والدہ نے آواز دی مگر اس نے جواب نہ دیا کہ نماز پڑھوں یا والدہ کا جواب

دوں۔ بالآخر والدہ نے تنگ آ کر بدعا کی کہ یا اللہ! جریج اس وقت تک نہ مرے جب تک کنجریوں کا منہ نہ دیکھ لے۔ تو فرمایا کہ میری والدہ کی بدعا پوری ہوگئی ہے۔ اور تیسرا ایک بچہ تھا جو اپنی ماں کا دودھ پیتا تھا۔ ادھر سے ایک آدمی بڑا خوبصورت، خوش لباس گذرا۔ ماں نے کہا اے پروردگار! میرے بچے کو بھی ایسا ہی بنانا تو بچہ بول پڑا کہ پروردگار! مجھے ایسا نہ بنانا۔ ابن ماجہ اور مستدرک حاکم میں چار بچوں کے بولنے کا ذکر ہے۔ اس میں یوسف علیہ السلام کی گواہی دینے والے بچے کا بھی ذکر ہے۔

تو یوسف علیہ السلام کے حق میں گواہی ایک شیر خوار بچے نے دی۔ ایسا نہیں ہے جیسا کہ مودودی صاحب نے تفسیر بیان کی ہے کہ ممکن ہے گواہی دینے والا ایک جج اور مجسٹریٹ ہو۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم

اس کا مطلب یہ بنے گا کہ وزیر اعظم صاحب جج یا مجسٹریٹ کے پاس گیا ہوگا کہ میری بیوی کا یہ حال ہے۔ تو یہ کوئی عقل کی بات ہے؟ بلکہ یہ بات تو عقل کیخلاف ہے کہ وہ جج اور مجسٹریٹ کو جا کر کہے کہ میری بیوی کا یہ معاملہ ہے۔ اور مودودی صاحب کی بات نقل کے بھی خلاف ہے جیسا کہ تم حدیث سن چکے ہو۔ اور یہ بات بھی ذہن نشین کر لیں کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کی فریب کاری کے متعلق فرمایا ہے کہ تمہاری مکاری بہت بڑی ہے۔ جبکہ شیطان کے متعلق فرمایا اِنَّ کَیْدَ الشَّیْطٰنِ کَانَ ضَعِیْفًا [سورۃ نساء] ''شیطان کی مکاری تو کمزور ہے۔'' اس لئے عورتوں کی مکاری سے چوکنا رہنا چاہئے۔ بہر حال عزیز مصر نے اپنی بیوی کیخلاف فیصلہ دیتے ہوئے فرمایا یُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ ھٰذَا اے یوسف علیہ السلام اس معاملے سے درگزر کرو معاف کردو چھوڑ دو۔ اور ادھر اپنی بیوی سے کہا وَاسْتَغْفِرِیْ لِذَنْۢبِکِ اِنَّکِ کُنْتِ مِنَ الْخٰطِئِیْنَ اور اے زلیخا تو معافی مانگ اپنے

گناہ سے بیشک تو ہی خطا کاروں میں سے ہے۔ غلطی کا ارتکاب تو نے کیا ہے اور یوسف علیہ السلام پر غلط الزام لگایا ہے اور پھر خود جج بن کر اسکو سزا دلوانے کا بھی کہا ہے۔

وَقَالَ نِسْوَةٌ

فِي الْمَدِينَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ؕ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۰﴾ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَّقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ﴿۳۱﴾ قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ ؕ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَاۤ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْۤ اِلَيْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۳۳﴾ فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۴﴾ ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۳۵﴾ ع ۱۴

وَقَالَ نِسْوَةٌ اور کہا کچھ عورتوں نے فِي الْمَدِيْنَةِ شہر میں امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰهَا عزیز کی بیوی پھسلاتی ہے اپنے غلام کو عَنْ نَّفْسِهٖ اس کی خواہش کے بارے میں قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا تحقیق وہ اس کی محبت میں فریفتہ ہوگئی ہے اِنَّا لَنَرٰهَا بیشک ہم دیکھتی ہیں اسکو فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ کھلی گمراہی میں فَلَمَّا

سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ پس جب سنی عزیز مصر کی بیوی نے ان عورتوں کی فریب کاری کی باتیں اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ اوران کی طرف پیغام بھیجا وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً اور تیار کی ان کیلئے مجلس طعام وَّاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ اوردی اس نے ہر ایک کو مِّنْهُنَّ سِكِّينًا ان میں سے چھری وَّقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ اوراس نے کہا یوسف علیہ السلام سے کہ نکل آ وان کے سامنے فَلَمَّا رَاَيْنَهٗ پس جب ان عورتوں نے اسکو دیکھا اَكْبَرْنَهٗ تو اسکو بڑا خیال کیا وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ اور کاٹ ڈالے انہوں نے اپنے ہاتھ وَقُلْنَ اور کہنے لگیں حَاشَ لِلّٰهِ وہ پاک ہے اللہ تعالیٰ مَا هٰذَا بَشَرًا نہیں ہے یہ بشر اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ نہیں ہے مگر بزرگ فرشتہ قَالَتْ زلیخا نے کہا فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ یہ وہی ہے لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ کہ تم ملامت کرتی تھیں مجھے اس کے بارے میں وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ اور البتہ تحقیق میں نے اس سے مطالبہ کیا تھا اس کی خواہش کے بارے میں فَاسْتَعْصَمَ مگر وہ بچا ہے بڑی سختی کیساتھ وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ اور اگر وہ نہیں کریگا مَآ اٰمُرُهٗ وہ کاروائی جو میں اسکو کہتی ہوں لَيُسْجَنَنَّ تو ضرور وہ قید میں ڈالا جائے گا وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ اور ہو جائے گا وہ بے عزت قَالَ کہا یوسف علیہ السلام نے رَبِّ اے میرے پروردگار السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ قید خانہ زیادہ اچھا ہے میرے نزدیک مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ اس چیز سے جس کی طرف یہ عورتیں مجھے بلاتی ہیں وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اور اگر تو نہیں پھیرے گا

مجھ سے ان عورتوں کے مکر کو اَصْبُ اِلَیْهِنَّ تو میں مائل ہوسکتا ہوں ان کی طرف وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ اور ہو جاؤں گا میں نادانوں میں سے فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ پس قبول کی اس کے پروردگار نے اس کی دعا فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ پس پھیر دیا اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام سے ان کا مکر اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ بے شک رب تعالیٰ ہی سننے والا اور جاننے والا ہے ثُمَّ بَدَا لَهُمْ پھر واضح ہوئی بات ان سب کے سامنے مِنْ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ بعد اس کے کہ کئی نشانیاں دیکھ چکے تھے لَيَسْجُنُنَّهٗ البتہ ضرور اسکو قید میں رکھیں حَتّٰى حِيْنٍ ایک وقت تک۔

کل کے سبق میں تم نے پڑھا اور سنا کہ عزیز مصر کی بیوی زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو برائی کی طرف مائل کرنے کی کوشش کی مگر اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو محفوظ رکھا کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے تھے۔ زلیخا نے کمرہ میں بلا کر کمرے کی کنڈی بھی لگا دی مگر یوسف علیہ السلام نے بھاگ کر عزت بچائی۔ اس نے پیچھے سے قمیص پکڑا جس سے وہ پھٹ گیا دروازے پر پہنچے تو وہاں عزیز مصر کو پایا۔ زلیخا نے فوراً پینترا بدلا اور یوسف علیہ السلام پر برائی کا الزام لگا دیا۔ یوسف علیہ السلام نے جواباً اپنی صفائی پیش کی اور شیر خوار بچے نے یوسف علیہ السلام کی صداقت کی گواہی دی۔ عزیز مصر نے ہر چند اس واقعہ کو چھپانے کی کوشش کی مگر بات پھر بھی کسی نہ کسی طرح ظاہر ہوگئی اور شہر میں اس واقعہ کے تذکرے ہونے لگے اور عزیز مصر کی بیوی کی جو ہم پلہ عورتیں تھیں ان کیلئے یہ واقعہ خاص طور پر موضوع سخن بن گیا۔ آج کے درس میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

فرمایا وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ اور کہا کچھ عورتوں نے شہر میں۔ ظاہر بات ہے کہ عزیز مصر کی بیوی کا تعلق شہر کی اونچی سوسائٹی سے تھا جس میں بڑے بڑے امراء اور

وزراء کی بیویاں شامل تھیں۔انہوں نے آپس میں چہ میگوئیاں شروع کردیں کہ اِمْرَاَتُ الْعَزِیْزِ تُرَاوِدُ فَتٰهَا عَنْ نَّفْسِهٖ عزیز کی بیوی پھسلاتی ہے اپنے غلام کو اس کی خواہش کے بارے میں کہ وہ میری خواہش پوری کرے۔اسکو کیا ہوگیا ہے؟ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا تحقیق وہ اس کی محبت میں فریفتہ ہوگئی ہے کہ زلیخا کنعانی غلام کو دل دے بیٹھی ہے۔غلام کی معاشرے میں کوئی حیثیت نہیں ہوتی لہذا ایک اعلیٰ خاندان کی عورت کا غلام پر فریفتہ ہونا زیادہ قابل ملامت ہے۔ اِنَّا لَنَرٰهَا فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ بیشک ہم دیکھتی ہیں اسکو کھلی گمراہی میں ۔صریح غلطی ہے اسکی کہ غلام پر فریفتہ ہوگئی اگر ہونا ہی تھا تو وزیر داخلہ یا وزیر بلدیات پر فریفتہ ہوتی۔جب شہر میں زلیخا کیخلاف اس قسم کا پروپیگنڈہ شروع ہوگیا اس تک بھی بات پہنچ گئی کہ میرے متعلق اس قسم کی باتیں ہورہی ہیں تو اس نے اپنے دفاع میں تدبیر کی کہ میرا اس پر فریفتہ ہونا بلاوجہ نہیں ہے۔

مصر کی عورتوں کی زلیخا پر الزام تراشی اور زلیخا کا دفاع کرنا :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ پس جب سنی عزیز مصر کی بیوی، زلیخا نے ان عورتوں کی فریب کاری کی باتیں اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ اوران کی طرف پیغام بھیجا وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً اور ان کیلئے مجلس طعام کا اہتمام کیا۔مُتَّكَاً کا لغوی معنیٰ ہے تکیہ گاہ، یعنی ایسی نشستیں جن پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں۔عرب کا رواج یہی تھا کہ فرش پر قالین بچھا کر ہر مہمان کیلئے تکیہ رکھ دیا جاتا تھا جس سے ٹیک لگا کر مہمان بیٹھتے تھے پھر ان کے سامنے چھوٹے میز رکھے جاتے تھے جن کو خوان کہتے تھے ان میزوں پر کھانا رکھا جاتا کہ مہمان جھکے بغیر آسانی سے کھالے۔بہرحال زلیخا نے ہم طبقہ عورتوں کیلئے کھانے کا انتظام کیا اور نہایت باعزت طریقے سے ان کو اپنے گھر بلایا تاکہ اعتراض کرنے والیوں پر واضح کرسکے

کہ جس پر وہ دل نثار کرچکی ہے وہ کوئی معمولی شخصیت نہیں ہے۔ جب تمام عورتیں اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ گئیں اوران کے آگے کھانا چن دیا گیا وَّاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّينًا اور دی اس نے ان میں سے ہر ایک کو چھری۔ گوشت کاٹ کے کھانے کیلئے یا پھل کاٹ کے کھانے کیلئے تو زلیخا نے اپنے منصوبے کی تکمیل کیلئے یہ تدبیر اختیار کی وَّقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ اور کہا زلیخا نے یوسف علیہ السلام سے کہ نکل آؤ ان کے سامنے۔ مالکہ کے حکم کی تکمیل میں یوسف علیہ السلام نہایت اطمینان کیساتھ مہمان عورتوں کے سامنے سے گذر گئے اور کسی کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھا فَلَمَّا رَاَيْنَهٗ اَكْبَرْنَهٗ پس جب ان عورتوں نے دیکھا یوسف علیہ السلام کو تو اسکو بڑا خیال کیا کہ یہ تو کوئی بڑی ہستی ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ معراج کی رات جب آنحضرت ﷺ تیسرے آسمان پر پہنچے تو یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ بخاری شریف اور مسلم شریف میں ہے کہ یوسف علیہ السلام کو دنیا کے کل حسن و جمال کا نصف حصہ دیا گیا ہے اور باقی نصف باقی ساری مخلوق کو تقسیم کیا گیا ہے۔ بہرحال ان عورتوں پر یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کا اس قدر رعب طاری ہوا کہ وہ ہوش و حواس کھو بیٹھیں اور چھری کیساتھ گوشت یا پھل کاٹنے کی بجائے وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ اور کاٹ ڈالے انہوں نے اپنے ہاتھ۔ یعنی بے حسی میں ہاتھ کٹ گئے اور مولانا آزاد رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب ''الجمال والکمال'' میں فرماتے ہیں کہ قَطَّعْنَ معروف کا صیغہ ہے انہوں نے خود اپنے ہاتھ کاٹے کہ یہ قریب آئے اور ہمارا خون صاف کرے اور قریب سے تلذذ حاصل کریں۔ بہرحال مہمان عورتیں یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر کہنے لگیں وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ اور کہنے لگیں وہ پاک ہے اللہ تعالیٰ جس نے اتنا خوبصورت اور خوب سیرت انسان بنایا۔ مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ نہیں

ہے یہ بشر نہیں ہے مگر بزرگ فرشتہ۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کو دیکھ کر کہنے لگیں کہ یہ تو انسان معلوم ہی نہیں ہوتا یہ تو فرشتہ ہے عزت والا۔

پیغمبر بشر ہوتا ہے :

یہاں پر بدعتی کہتے ہیں کہ دیکھو مصر کی عورتوں نے کہا یہ بشر نہیں ہے یہ فرشتہ ہے تو معلوم ہوا کہ پیغمبر بشر نہیں ہے۔ بڑی عجیب بات ہے پیغمبر خود فرماتے ہیں ھَلْ کُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا [اسراء:۹۳] ''نہیں ہوں میں مگر ایک انسان اور خدا کا پیغمبر۔'' اور سورہ ابراہیم آیت نمبر ۱۱ میں ہے قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ''کہا ان کو ان کے رسولوں نے نہیں ہیں ہم مگر انسان تمہارے جیسے وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ اور لیکن اللہ تعالیٰ احسان فرماتا ہے جس پر چاہے اپنے بندوں میں سے۔'' اور اللہ تعالیٰ بھی فرماتے ہیں کہ پیغمبر بشر ہوتے ہیں۔ فرمایا مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ [آل عمران:۷۹] ''کسی بشر کیلئے یہ بات مناسب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اسکو کتاب، حکم اور نبوت عطا فرمائے پھر وہ لوگوں سے کہے کہ ہو جاؤ تم میرے بندے اللہ کے سوا۔'' اس کے علاوہ اور بہت سی آیات ہیں جن میں پیغمبروں کی بشریت کا ذکر ہے۔ لیکن یہ بدعتی نہ اللہ تعالیٰ کی بات ماننے کیلئے تیار ہیں اور نہ پیغمبر کی بات ان کیلئے حجت ہے مگر مصر کی مکار عورتوں کی بات ان کیلئے حجت ہے۔ جیسی روح ویسے فرشتے۔ بخاری جلد نمبر ۱ صفحہ نمبر ۵۸ اور مسلم شریف جلد نمبر ۱ صفحہ نمبر ۲۱۳ میں روایت ہے۔ آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام ؓ سے اپنا منصب بیان کرتے ہوئے فرمایا اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ''کہ میں تمہاری طرح کا بشر ہوں۔'' اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں كَانَ رَسُوْلُ

اللّٰہ ﷺ یَخْصِفُ نَعْلَہٗ ''کہ آنحضرت ﷺ پیوند لگاتے تھے اپنے جوڑے مبارک کو
وَیَخِیْطُ ثَوْبَہٗ اور سیتے تھے کپڑے کو وَیَعْمَلُ فِیْ بَیْتِہٖ اور کام کرتے تھے اپنے گھر میں
کَمَا یَعْمَلُ اَحَدُکُمْ جیسے کہ تم اپنے گھروں میں کام کرتے ہو وَقَالَتْ اور فرماتی ہیں
کَانَ بَشَرًا مِنَ الْبَشَرِ آنحضرت ﷺ بشر میں سے بشر تھے۔'' مشکوٰۃ صفحہ ۵۲۰ یَفْلِیْ
ثَوْبَہٗ اپنے کپڑوں سے جوئیں بھی تلاش کرتے تھے وَیَحْلِبُ شَاتَہٗ اور دودھ نکالتے اپنی
بکری کا وَیَخْدِمُ نَفْسَہٗ اور خدمت کرتے تھے اپنے نفس کی۔ اس حدیث پر ملا علی قاری
رحمہ اللہ تعالیٰ نے سمجھانے کیلئے اعتراض کیا ہے کہ جوئیں تو پیدا ہوتی ہیں بدن کے میل کچیل
سے کہ بندہ غسل نہ کرے کپڑے نہ دھوئے تو میل جوئیں بن جاتی ہے اور آنحضرت ﷺ تو
بڑا اہتمام فرماتے تھے اور آپ کا بدن مبارک تو بڑا پاک صاف ہوتا تھا۔ چاہے کپڑے
سادے ہوتے تھے مگر ستھرے ہوتے تھے۔ آپ ﷺ کے بدن مبارک سے جو پسینہ مبارک
نکلتا تھا وہ کستوری سے زیادہ خوشبودار ہوتا تھا اور گرمی کے موسم میں جب پسینہ زیادہ آتا تھا تو
صحابہ کرام ﷡ جمع کر کے شیشی میں رکھ لیتے تھے اور اہل خانہ کو وصیت کرتے تھے کہ میری
وفات کے بعد سنت کے مطابق خوشبو میرے بدن اور کفن پر چھڑکو گے تو ساتھ یہ پسینہ بھی
چھڑک دینا۔ تو جس ذات کے بدن کا پسینہ کستوری اور زعفران کو بھی مات کرتا ہو اس کے
بدن میں جوئیں کہاں سے پیدا ہو گئیں؟ تو ملا علی قاریؒ نے اس کے دو جواب نقل کئے ہیں
پہلا جواب یہ نقل کرتے ہیں کہ خشکی کی وجہ سے بدن میں خارش ہو جاتی ہے اور وہم ہوتا ہے
کہ کہیں جوں تو نہیں ہے۔ تو آپ ﷺ کرتا وغیرہ اتار کر دیکھتے تھے تو کچھ نہیں ہوتا تھا۔ یعنی
جوئیں تلاش کرنے کیلئے کرتا اتارتے تھے ہوتا کچھ نہیں تھا تو یَفْلِیْ ثَوْبَہٗ صحیح ہے۔ اور دوسرا
جواب یہ دیتے ہیں کہ آپ غربا مساکین کیساتھ مل کر بیٹھتے تو ان کے بدنوں سے جوئیں

آپ ﷺ کے بدن پر چڑھ جاتی تھیں اگر چہ آپ ﷺ کے بدن میں جوں نہیں ہوتی تھی ۔ وہ تنگ کرتی تھی تو آپ ﷺ اس کو ڈھونڈتے تھے ۔ فرماتی ہیں (کہ اگر مجھ کو تکلیف ہوتی تو) گھر میں جھاڑو بھی دے لیتے تھے، اپنا جوتا اور کپڑا سی لیتے تھے سب کام کر لیتے تھے ۔ تو جتنے پیغمبر ہیں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی تک، تمام کے تمام انسان تھے بشر تھے ۔ رب کا اپنا قول ہے، پیغمبروں کا ارشاد علیحدہ ہے ۔ اس کے مقابلے میں کافر عورتوں کی بات کوئی حجت اور دلیل نہیں ہے ۔ ان کا اپنا نظریہ تھا مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَا اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ یہ بشر نہیں ہے نہیں ہے یہ مگر فرشتہ ہے عزت والا ۔ قَالَتْ زلیخا نے کہا فَذٰلِكُنَّ الَّذِیْ یہ وہ ہے لُمْتُنَّنِیْ فِیْهِ کہ تم ملامت کرتی تھیں جس کے بارے میں میں تمہاری باتیں سن چکی ہوں کہ تم نے کہا ہے کہ دیکھو جی وزیر اعظم کی بیوی ایک غلام پر فریفتہ ہے ۔ اب تم نے غلام دیکھ لیا ہے یہ نرا غلام نہیں ہے ۔ ایک دفعہ دیکھنے سے انگلیاں کاٹ لی ہیں ۔ یہ بات حقیقت ہے کہ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ اور البتہ تحقیق میں نے اس سے مطالبہ کیا تھا اس کی خواہش کے بارے میں کہ میری خواہش پوری کرے فَاسْتَعْصَمَ مگر وہ بچا ہے بڑی سختی کیساتھ ۔ رب تعالیٰ کی شان دیکھو جو کیسی سچی بات اس کی زبان سے نکلوا رہا ہے اور ان عورتوں کے سامنے یوسف علیہ السلام کی صفائی بیان کر رہی ہے کہ میں نے اس سے مطالبہ کیا تھا اور اسکو پھسلایا تھا لیکن اس نے اپنے آپ کو بڑی سختی اور مضبوطی کیساتھ بچایا ہے ۔ وَلَئِنْ لَّمْ یَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ اور اگر وہ نہیں کریگا وہ کاروائی جو میں اسکو کہتی ہوں، اگر میرے حکم کیمطابق کاروائی نہیں کریگا لَیُسْجَنَنَّ تو ضرور وہ قید میں ڈالا جائے گا وَلَیَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِیْنَ اور ہو جائے گا وہ بے عزت لوگوں میں سے، ذلیل اور خواروں میں سے ۔ بڑا ذلیل کرونگی اسکو، مار پیٹ کے اسکو قید کر دیں گے ۔

اب اس موقع پر خاموش رہنے کا تو کوئی معنٰی نہیں تھا یوسف علیہ السلام کو بولنا چاہئے تھا اور وہ بولے قَالَ کہا یوسف علیہ السلام نے رَبِّ اے میرے پروردگار السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ قید خانہ زیادہ اچھا ہے میرے نزدیک، مجھے قید خانہ محبوب ہے مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْهِ اس برائی اور شر کی کاروائی سے جس کی طرف یہ عورتیں مجھ کو دعوت دیتی ہیں۔ یہ یَدْعُوْنَنِیْ جمع مؤنث کا صیغہ ہے، یہ بتلا رہا ہے کہ ان عورتوں نے بھی حق نمک ادا کیا ہوگا۔ آخر دعوت اڑائی ہے اشارے کنایے سے کہا ہوگا کہ دیکھو! تم یہاں رہتے ہو کھانا کھاتے ہو، کپڑے پہنتے ہو، یہ کرتے ہو وہ کرتے ہو کچھ تو اس کا خیال کرو۔ لیکن یوسف علیہ السلام نے کہا اے پروردگار! اس برائی سے مجھے قید خانہ محبوب ہے وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ کَیْدَهُنَّ اور اگر تو نہیں پھیرے گا مجھ سے ان عورتوں کے مکر کو اَصْبُ اِلَیْهِنَّ تو میں مائل ہوسکتا ہوں ان کی طرف۔ انسان ہوں انسانی خواہشات سب میں موجود ہیں اے پروردگار! بچانے والے صرف آپ ہیں اگر میں نے ایسا کام کیا وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِیْنَ اور ہو جاؤں گا میں نادانوں میں سے۔ آپ کے احکام اور آپ کے عذاب سے ناواقف لوگوں میں سے ہو جاؤں گا فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ پس قبول کی اس کے پروردگار نے اس کی دعا فَصَرَفَ عَنْهُ کَیْدَهُنَّ پس پھیر دیا اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام سے ان کا مکر اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ بیشک رب تعالیٰ ہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔

یوسف علیہ السلام کو جیل ڈالنے کی وجہ :

اب یہ بات سب عورتوں کے سامنے آگئی مصر کے گھر گھر اور گلی بازاروں میں یوسف علیہ السلام اور زلیخا کا ذکر چل رہا ہے۔ وزیر اعظم سوچنے پر مجبور ہو گیا اور یہ فیصلہ کیا کہ اس کو قید خانے میں ڈال دینا چاہئے تا کہ نہ بی بی اس کو دیکھے نہ اکٹھے رہیں اور نہ خرابی

پیدا ہو۔رب تعالیٰ فرماتے ہیں ثُمَّ بَدَا لَهُمْ پھر واضح ہوئی بات ان سب کے سامنے مِنْ بَعْدِ مَا رَاَوُ الْاٰیٰتِ بعد اس کے کہ کئی نشانیاں دیکھ چکے تھے کہ دودھ پیتے بچے نے گواہی دی اور یہ کہ کرتا پیچھے سے پھٹا ہوا ہے جس سے معلوم ہوا کہ یوسف سچے ہیں اور عورت غلط کار ہے۔ پھر عزیز مصر کا خود یقین کر لینا اور زلیخا کا عورتوں کے سامنے کہنا کہ میں نے اس کو کہا تھا اور یہ بچار ہا ہے۔ یہ سب شہادتیں واضح ہیں کہ یوسف علیہ السلام کا قطعاً کوئی قصور اور رجحان اور نہیں تھا۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ سب نشانیاں دیکھنے کے بعد ان کیلئے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ لَيَسْجُنُنَّهٗ البتہ ضرور اسکو قید میں رکھیں حَتّٰى حِيْنٍ ایک وقت تک۔ چنانچہ سات سال بھی لکھے ہیں اور بارہ سال بھی لکھے ہیں اتنا عرصہ یوسف علیہ السلام قید میں رہے۔ بقیہ حصہ آگے آئے گا۔

ان شاء اللہ تعالیٰ

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ؕ قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّیْٓ اَرٰىنِیْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّیْٓ اَرٰىنِیْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِیْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّیْرُ مِنْهُ ؕ نَبِّئْنَا بِتَاْوِیْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۳۶﴾ قَالَ لَا یَاْتِیْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِیْلِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّاْتِیَكُمَا ؕ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ ؕ اِنِّیْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ ؕ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَیْنَا وَعَلَی النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ﴿۳۸﴾ یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۳۹﴾ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّیْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۴۰﴾

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ اور داخل ہوئے ان کیساتھ قید خانے میں فَتَيٰنِ دونو جوان قَالَ اَحَدُهُمَآ کہا ان دو میں سے ایک نے اِنِّیْٓ اَرٰىنِیْٓ بیشک میں نے خواب میں اپنے آپ کو دیکھا ہے اَعْصِرُ خَمْرًا کہ میں شراب نچوڑ رہا ہوں وَقَالَ الْاٰخَرُ اور کہا دوسرے نے اِنِّیْٓ اَرٰىنِیْٓ بیشک میں نے خواب میں

اپنے آپ کو دیکھا ہے اَحۡمِلُ فَوۡقَ رَاۡسِیۡ اٹھا رہا ہوں میں اپنے سر پر خُبۡزًا روٹیاں تَاۡکُلُ الطَّیۡرُ مِنۡهُ پرندے ان روٹیوں کو کھا رہے ہیں نَبِّئۡنَا بِتَاۡوِیۡلِهٖ بتلاؤ ہمیں اس کی تعبیر اِنَّا نَرٰکَ مِنَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ بیشک ہم آپکو دیکھتے ہیں نیکی کرنے والوں میں سے قَالَ فرمایا لَا یَاۡتِیۡکُمَا طَعَامٌ نہیں آئے گا تمہارے پاس کھانا تُرۡزَقٰنِهٖۤ جو تمہیں دیا جاتا ہے اِلَّا نَبَّاۡتُکُمَا بِتَاۡوِیۡلِهٖ مگر میں بتادوں گا تمہیں تمہارے خوابوں کی تعبیر قَبۡلَ اَنۡ یَّاۡتِیَکُمَا اس سے پہلے کہ کھانا تمہارے پاس آئے ذٰلِکُمَا یہ مِمَّا وہ چیز ہے عَلَّمَنِیۡ رَبِّیۡ جو تعلیم دی ہے مجھ کو میرے رب نے اِنِّیۡ تَرَکۡتُ مِلَّةَ قَوۡمٍ بیشک میں نے چھوڑی ہے ملت اس قوم کی لَّا یُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وہ قوم جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لائی وَهُمۡ بِالۡاٰخِرَةِ هُمۡ کٰفِرُوۡنَ اور خود آخرت کی منکر ہے وَاتَّبَعۡتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیۡۤ اور میں نے پیروی کی اپنے آباء واجداد کی ملت کی اِبۡرٰهِیۡمَ وَاِسۡحٰقَ وَ یَعۡقُوۡبَ جو ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب علیہم السلام ہیں مَا کَانَ لَنَاۤ ہمیں کوئی حق نہیں ہے اَنۡ نُّشۡرِکَ بِاللّٰهِ مِنۡ شَیۡءٍ یہ کہ ہم شریک ٹھہرائیں اللہ تعالیٰ کیساتھ کسی چیز کو ذٰلِکَ مِنۡ فَضۡلِ اللّٰهِ عَلَیۡنَا یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے ہمارے اوپر وَعَلَی النَّاسِ اور لوگوں پر بھی وَلٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَشۡکُرُوۡنَ اور لیکن اکثر لوگ شکریہ ادا نہیں کرتے یٰصَاحِبَیِ السِّجۡنِ اے میرے قید خانے کے دو ساتھیو! ءَ اَرۡبَابٌ مُّتَفَرِّقُوۡنَ کیا بہت سے معبود رب جو بکھرے ہوئے ہیں خَیۡرٌ بہتر ہیں اَمِ اللّٰهُ

الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ یا اللہ تعالیٰ ہی جو اکیلا ہے اور سب پر غالب ہے مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ نہیں عبادت کرتے تم اللہ تعالیٰ سے نیچے اِلَّآ اَسْمَاءً مگر کچھ ناموں کی سَمَّيْتُمُوْهَا نام رکھ دیئے ہیں اَنْتُمْ تم نے وَاٰبَآؤُكُمْ اور تمہارے آباؤ اجداد نے مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ نہیں نازل کی اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں کوئی سند اور دلیل اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ نہیں ہے حکم مگر صرف اللہ تعالیٰ کا اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اس نے حکم دیا ہے یہ کہ تم نہ عبادت کرو اِلَّآ اِيَّاهُ مگر اللہ کی ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ یہی سیدھا دین ہے وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

گذشتہ درس میں تم یہ بات سن چکے ہو کہ یوسف علیہ السلام کی بے گناہی ثابت ہونے کے باوجود انہوں نے یوسف علیہ السلام کو جیل میں ڈال دیا اس خیال کے پیش نظر کہ اس گھر میں رہتے ہوئے بی بی نے اس کا پیچھا نہیں چھوڑنا لہذا جیل میں ڈال دو نظر سے اوجھل رہیں گے تو شاید بی بی بھول جائے گی۔ یہ قصور یوسف علیہ السلام کو قید خانے میں لے گیا۔ جس دن یوسف علیہ السلام کو قید خانے میں داخل کیا گیا دو نوجوان اور ان کیساتھ اسی وقت داخل کیے گئے یہ دونوں جوان مصر کے بادشاہ ریان ابن ولید کے خادم تھے۔

یوسف علیہ السلام کے ساتھیوں کی جیل جانے کی وجہ :

ایک ساقی تھا پانی پلانے والا جس کا نام بعض ابوحا بتلاتے ہیں اور بعض یونا بتلاتے ہیں اور دوسرا باورچی تھا اس کا نام بعض مخلا بتلاتے ہیں اور بعض غالب بتلاتے ہیں۔ ان دونوں پر الزام تھا کہ انہوں نے بادشاہ کو زہر دینے کی کوشش کی ہے۔ اور یہ معاملہ اس طرح

ہوا کہ بادشاہ کی جو مخالف قوتیں تھیں انہوں نے ریان ابن ولید کو راستے سے ہٹانے کا آسان راستہ نکالا کہ اس کے خادموں کو خرید کر اس کو زہر دے کر ختم کر دو کہ بادشاہ کو ویسے قتل کرانا مشکل سا معاملہ ہے۔ چنانچہ انہوں نے خادموں کیساتھ میل جول کیا تعلقات بنائے کہ ان کو زہر دینے پر آمادہ کریں چنانچہ انہوں نے پہلے ابوحا ساقی کیساتھ میل جول کیا جب اس کے سامنے اپنے مقصد کا اظہار کیا اور بڑا لالچ بھی دیا کہ ہم تم کو اتنا کچھ دیں گے، یہ دیں گے اور وہ دیں گے، ابوحا ساقی نے کہا کہ وہ میرا آقا ہے میرا محسن ہے اور میرے حق میں بہت اچھا ہے میں اپنے محسن کا احسان کیوں برباد کروں پھر کرسی اور اقتدار کی کوشش تو تمہاری ہے میں خواہ مخواہ اس کو زہر دیکر ماردوں مجھ سے اس کی توقع بالکل نہ رکھنا اور مجھے تمہارے اس لالچ کی بھی ضرورت نہیں ہے میرا محسن بادشاہ جو تنخواہ مجھے دیتا ہے مجھے کافی ہے اور اگر تم نے میرے ساتھ دوبارہ بات کی تو میں بادشاہ کو بتلادوں گا۔ جب وہ ساقی سے ناامید ہو گئے تو کچھ عرصہ کے بعد انہوں نے باورچی کیساتھ میل جول شروع کیا۔ وہ لالچی آدمی تھا اس کو لالچ دیا کہ ہم تجھے اتنی رقم دیں گے تم موقع پا کر بادشاہ کو زہر دے دینا ہم اس سے بہت تنگ ہیں۔ لالچ دنیا میں بہت بری بلا ہے باورچی ان کے چکمے میں آ گیا اور جو ساقی تھا وہ جستجو میں رہتا کیونکہ پہلے اس سے بات ہوئی تھی تو باورچی جب کھانا تیار کرتا تو وہ اس پر نظر رکھتا تھا کہ یہ شرارت نہ کرے۔ چنانچہ اُس نے موقع پا کر کھانے میں زہر ملا دیا۔ ساقی نے دیکھ لیا۔ جس وقت کھانا بادشاہ کے سامنے رکھا گیا تو ساقی جگ وغیرہ پکڑ لایا کہ پانی پلانا ہے، شراب پلانی ہے۔ باورچی کچھ کھانا رکھ کر کچھ باورچی خانے سے لینے گیا تو ساقی نے کہہ دیا بادشاہ سلامت کھانا احتیاط سے کھائیں۔ بادشاہ کیلئے اتنی بات کافی تھی سمجھ گیا اس نے فوراً ڈاکٹر کو طلب کئے کھانا ٹیسٹ کرایا تو زہر نکلا۔ باورچی نے کہا کہ ساقی نے

ڈالا ہے ساقی نے کہا کہ باورچی نے ڈالا ہے تو دونوں کو جیل میں ڈال دیا گیا کہ ایک تو مجرم ہے اور ایک کو شبہ میں دونوں میں سے ایک تو مجرم ہے تحقیق کے بعد جس پر جرم ثابت ہوگا اس کو سزا دی جائے گی۔ اس کا ذکر ہے وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ اور داخل ہوئے یوسف علیہ السلام کیساتھ قید خانے میں دو نوجوان۔ کچھ دنوں کے بعد انہوں نے خواب دیکھے قَالَ اَحَدُهُمَآ ان میں سے ایک نے کہا جو ساقی تھا اِنِّىٓ اَرٰنِىٓ اَعْصِرُ خَمْرًا بیشک میں نے خواب میں اپنے آپ کو دیکھا ہے کہ میں شراب نچوڑ رہا ہوں، شراب بنا رہا ہوں، شراب نکال رہا ہوں بس خواب صرف اتنا ہے وَقَالَ الْاٰخَرُ اور دوسرے نے کہا اِنِّىٓ اَرٰنِىٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِىْ خُبْزًا بیشک میں نے خواب میں اپنے آپ کو دیکھا ہے میں نے اپنے سر پر روٹیوں کا چھابا (ٹوکرا) اٹھایا ہوا ہے تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ پرندے ان روٹیوں کو کھا رہے ہیں نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ بتلاؤ ہمیں اس کی تعبیر۔ آپ ہمیں ہمارے خواب کی تعبیر بتائیں اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ بیشک ہم آپکو دیکھتے ہیں نیکی کرنے والوں میں سے۔ بڑے نیک آدمی ہو اسلئے خواب کی تعبیر بتلاؤ۔

یوسف علیہ السلام نے دوران قید بھی توحید کا سبق دیا :

حضرت یوسف علیہ السلام نے موقع غنیمت سمجھا عقیدہ توحید بیان کرنے کیلئے قَالَ فرمایا لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ نہیں آئے گا تمہارے پاس کھانا تُرْزَقٰنِهٖٓ جو تمہیں دیا جاتا ہے وقت پر اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ مگر میں بتا دوں گا تمہیں تمہارے خوابوں کی تعبیر مثلاً تمہیں ایک کھانا دوپہر کے وقت ملتا ہے تو میں تمہیں اس کھانے سے پہلے تمہارے خواب کی تعبیر بتا دونگا قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا اس سے پہلے کہ کھانا تمہارے پاس آئے ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِىْ رَبِّىْ یہ وہ چیز ہے جو تعلیم دی ہے مجھ کو میرے رب نے یعنی یہ خوابوں کی تعبیر

وہ فن ہے جو میرے رب نے مجھے سکھایا ہے مگر اس سے پہلے میں نے تمہیں ایک ضروری بات کہنی ہے حضرت یوسف علیہ السلام نے موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے کہ اس وقت پھنسے ہوئے ہیں میری بات کو توجہ سے سنیں گے ان کو رب تعالیٰ کی توحید کا سبق دیا، قیامت سمجھائی ،اپنے باپ دادا جو پیغمبر تھے ان کا نام لیکر رسالت کا ذکر کیا اور اس طرح اپنا فریضہ ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے جیل میں بھی حق کی تبلیغ کی۔ فرمایا اِنِّیْ تَرَکْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ بیشک میں نے چھوڑی ہے ملت اس قوم کی جو قوم اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتی وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ اور خود وہ آخرت کی بھی منکر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان نہ لانے کا مطلب سمجھ لیں۔ میں یہ بات کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں کہ مشرک لوگ رب تعالیٰ کے وجود کے منکر نہیں تھے نہ پہلے مشرک منکر تھے اور نہ اس زمانے کے مشرک رب تعالیٰ کے وجود کے منکر ہیں۔ مشرک رب تعالیٰ کے وجود کے قائل ہیں اور اسکو رب، خالق، مالک بھی مانتے ہیں مگر اس کی صفات میں انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء اللہ کو شریک ٹھہراتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بلند ہے اور ہم بہت پست لوگ ہیں (اس میں کوئی شک نہیں ہے لیکن اس سے آگے جو نتیجہ نکالتے ہیں وہ غلط ہے۔) کہ ہماری رب تعالیٰ تک رسائی نہیں ہوسکتی جب تک ولیوں کی سیڑھیاں نہ لگائیں وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ [یونس:۱۸] ''اور کہتے ہیں یہ لوگ (جن کی ہم عبادت کرتے ہیں، سورتے پکارتے ہیں) یہ ہمارے سفارشی ہیں اللہ تعالیٰ کے پاس۔'' اور سورۃ زمر آیت نمبر ۳ میں ہے، کہتے ہیں مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ''ہم ان کی پوجا پاٹ نہیں کرتے مگر اسلئے کہ یہ ہمیں رتبے اور درجے میں اللہ تعالیٰ کے قریب کرتے ہیں۔'' تو مشرک لوگ رب تعالیٰ کے وجود کے منکر نہیں ہیں بلکہ رب تعالیٰ کیساتھ بڑی

عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔ آٹھویں پارے میں تم پڑھ چکے ہو مشرکین زمین کی پیداوار میں سے رب تعالیٰ کا حصہ بھی نکالتے تھے اور اپنے دوسرے معبودوں اور شریکوں کا حصہ بھی نکالتے تھے۔ فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ ''پس کہا انہوں نے یہ اللہ کا حصہ ہے اپنے خیال سے وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا اور یہ ہمارے شریکوں کیلئے ہے۔'' یعنی لات، منات، عزیٰ وغیرہ کیلئے تو مشرک پہلے رب تعالیٰ کا حصہ نکالتے تھے پھر اپنے دوسرے معبودوں کا حصہ نکالتے تھے اور اسی مقام پر آٹھویں پارے میں مذکور ہے کہ دو ڈھیر پاس پاس ہوتے تھے ایک اللہ تعالیٰ کا اور دوسرا مثلاً لات، منات وغیرہ کا۔ تو اگر اللہ تعالیٰ کے ڈھیر سے کچھ دانے ادھر دوسرے ڈھیر میں مل جاتے تو نہیں نکالتے تھے کہتے تھے رب تعالیٰ تو غنی ہے کوئی بات نہیں ہے اور اگر ان کے ڈھیر سے کچھ دانے رب تعالیٰ کے ڈھیر کیساتھ مل جاتے تو فوراً نکال لیتے تھے کہتے کہ یہ محتاج ہیں ان کا نقصان نہیں ہونا چاہئے۔ یہ سب کچھ مانتے ہوئے بھی وہ مشرک تھے۔ عقیدے اور عمل سے شرک کا پتا چلتا ہے باقی مشرک کے سینگ نہیں ہوتے شاید تم یہ سمجھو کہ مشرک کے سر پر سینگ ہوتے ہیں بلکہ عام بندوں کی طرح بندہ ہی ہوتا ہے خوبصورت عمدہ لباس بعضوں کی کوٹھیاں بھی اعلیٰ ہوتی ہیں اور ہوتے مشرک ہیں۔ تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا بیشک میں نے چھوڑ دی ملت اس قوم کی جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتی یعنی اس کے احکام کو نہیں مانتی آخرت کا انکار کرتی ہے وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیْٓ اور میں نے پیروی کی اپنے آباء واجداد کی ملت کی اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ جو ابراہیم علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کی ملت کی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام یوسف علیہ السلام کے والد تھے اسحاق علیہ السلام دادا تھے اور ابراہیم علیہ السلام پردادا تھے۔ اسی لئے حدیث پاک میں آتا ہے کہ کسی نے آنحضرت سے پوچھا کہ

الکریم لوگ کون سے ہوتے ہیں ؟ فرمایا یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم کہ پیغمبروں کی لڑی چلی آئے۔

؎ ایں خانہ ہمہ آفتاب است

''یہ سارا گھرانہ ہی سورج ہے'' کہ سب پیغمبر ہیں۔ تو فرمایا میں نے اپنے باپ دادا کی ملت کی پیروی کی ہے۔

اچھے لوگوں کی پیروی کرنا مطلوب ہے :

اس سے معلوم ہوا کہ اچھے لوگوں کی پیروی کرنا مطلوب ہے۔ سورہ لقمان آیت نمبر ۱۵ میں ہے وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ''اور پیروی کر اس شخص کی جو میری طرف رجوع کرتا ہے۔'' یہ جو ائمہ کرام ہیں حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ اور جو محدثین کرام ہیں رحمہ اللہ تعالیٰ سب کے سب اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے ہیں ان کی پیروی کرنے کا حکم قرآن کریم میں ہے۔ ان کی طرف اپنی نسبت کرنا کوئی عیب کی بات نہیں ہے۔ ایسا نہیں ہے جیسا کہ غیر مقلد کہتے ہیں کہ اماموں کی طرف نسبت کرنا ناجائز ہے یہ غلط کہتے ہیں کیونکہ قرآن کریم سے ثابت ہے کہ ان کی پیروی مطلوب ہے۔ ہاں اچھے ہونے چاہئے اگر کوئی یہ ثابت کر دے کہ امام ابوحنیفہؒ رب تعالیٰ کے نافرمان ہیں ، رب تعالیٰ کے باغی تھے تو پھر بات علیحدہ ہے۔ اگر کوئی اپنی کڑی ان کیساتھ ملاتا ہے تو اسی لئے کہ یہ رب تعالیٰ کے فرمانبردار تھے۔ بھائی صاحب یہ قرآن کا سبق ہے وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ اور پیروی کر اس شخص کی جو میری طرف رجوع کرتا ہے۔'' اور رب تعالیٰ کے پیغمبر یوسف علیہ السلام فرما رہے ہیں کہ میں نے اپنے باپ دادا کی پیروی کی ابراہیم

علیہ السلام، اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کی۔ ہاں مشرکوں کے باپ دادا مشرک تھے غلط کار تھے رب تعالیٰ کی نافرمانی کرتے تھے اور ان کی اولاد کہتی تھی بَلْ نَتَّبِعُ مَا اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَاءَ نَا [بقرہ:۱۷۰] "بلکہ ہم پیروی کریں گے اس چیز کی جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔" یعنی تمہاری بات نہیں سنی اپنے باپ دادا کی سنی ہے ان کی راہ کو اختیار کرنا ہے تو یہ نسبت بری ہے۔ محض نسبت بری نہیں ہے اچھے لوگوں کی طرف نسبت اچھی ہے اور برے لوگوں کی طرف نسبت بری ہے۔ دونوں میں فرق ہے۔ تو یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے پیروی کی اپنے باپ دادا کی ملت کی جو ابراہیم علیہ السلام، اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام ہیں۔ فرمایا مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ہمیں کوئی حق نہیں ہے یہ کہ ہم شریک ٹھہرائیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو۔ رب تعالیٰ کا شریک نہیں ٹھہرانا ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے ہمارے اوپر۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے توحید سمجھا دی موحد بن گیا شرک سے بچ گیا اس پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے وَعَلَى النَّاسِ اور لوگوں پر بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ اور لیکن اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتے۔ جس کو اللہ تعالیٰ دین کی دولت عطا فرمائے وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔ یہ حدیث تم کئی دفعہ سن چکے ہو کہ اللہ تعالیٰ دنیا اسکو بھی دیتا ہے جس پر راضی ہوتا ہے اور اسکو بھی دیتا ہے جس پر راضی نہیں ہوتا اور ایمان اور دین صرف اسکو دیتا ہے جس پر راضی ہوتا ہے۔ فرمایا يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اے میرے قید خانے کے دو ساتھیو! یہ بتاؤ ءَ اَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ کیا بہت سارے معبود رب جو بکھرے ہوئے ہیں کوئی کسی کو رب بنائے گا کوئی کسی کو، ایک کام ایک رب کرتا ہے دوسرا کام دوسرا کرتا ہے وہ بہتر ہیں یا اللہ تعالیٰ ہی جو اکیلا ہے اپنی ذات میں اور صفات

میں اور افعال میں اور سب پر غالب ہے۔اے میرے ساتھیو! مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ نہیں عبادت کرتے تم اللہ تعالیٰ سے نیچے اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَا مگر کچھ ناموں کی، نام رکھ دیئے ہیں اَنْتُمْ تم نے وَاٰبَآؤُكُمْ اور تمہارے باپ دادا نے اختراع کی ہوئی ہے مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ نہیں نازل کی اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں کوئی سند اور دلیل۔اے میرے قید خانے کے ساتھیو سن لو! اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ نہیں ہے حکم مگر صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ہے۔وہی زندہ کرتا ہے وہی مارتا ہے، وہی بادشاہ بناتا ہے وہی گدا گر بناتا ہے، وہی بیمار کرتا ہے وہی تندرست کرتا ہے، وہی اولاد دیتا ہے وہی لیتا ہے، سب کچھ وہی کرتا ہے پھر اوروں کے دروازے پر جھکنے کا کیا معنیٰ؟ ان کے پاس کیا تلاش کرتے ہو؟ ان کے پاس ہے کیا؟ وہ اور ساری دنیا رب تعالیٰ کی محتاج ہے رب تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں ہے حکم صرف اسی کا ہے اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ اس نے حکم دیا ہے یہ کہ تم نہ عبادت کرو مگر اسی اللہ تعالیٰ کی۔

دین کا خلاصہ صرف تین چیزوں میں

دین کا خلاصہ صرف تین چیزوں میں آجاتا ہے۔

۱) عبادت رب کی ۲) اطاعت رسول کریم ﷺ کی ۳) اور خدمت مخلوق کی

جس نے یہ تین چیزیں سمجھ لیں اس نے اسلام کو سمجھ لیا۔تو عبادت صرف رب تعالیٰ کی ہے ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ یہی سیدھا دین ہے کہ عبادت رب تعالیٰ کی کرو! شرک سے بچو! اچھے لوگوں کیساتھ میل جول رکھو اور برے لوگوں کیساتھ میل جول نہ رکھو! کامیابی اسی میں ہے وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔شکوک شبہات اور رسم ورواج میں پھنسے ہوئے ہیں رب تعالیٰ ان سے سب کو بچائے اور موحد بنائے۔امین

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًاۚ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ؕ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ؕ﴿۴۱﴾ وَقَالَ لِلَّذِيْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ ۫ فَاَنْسٰىهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ ؕ﴿۴۲﴾ وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّيْۤ اَرٰى سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ ؕ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِيْ فِيْ رُءْيَايَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْيَا تَعْبُرُوْنَ ﴿۴۳﴾ قَالُوْۤا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِيْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَقَالَ الَّذِيْ نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِيْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ ﴿۴۵﴾

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اے میرے قید خانے کے دو ساتھیو اَمَّآ اَحَدُكُمَا بہر حال تم میں سے ایک فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا پس وہ پلائے گا اپنے آقا کو شراب وَاَمَّا الْاٰخَرُ اور بہر حال دوسرا فَيُصْلَبُ پس وہ سولی پر لٹکایا جائیگا فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ پس کھائیں گے پرندے مِنْ رَّاْسِهٖ اس کے سر سے قُضِيَ الْاَمْرُ فیصلہ کیا گیا ہے اس معاملے کا الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ جس کے بارے میں تم دونوں پوچھتے ہو وَقَالَ اور فرمایا لِلَّذِيْ اس شخص کو ظَنَّ کہ گمان کیا اَنَّهٗ نَاجٍ کہ وہ نجات پانے والا ہے مِّنْهُمَا ان دونوں میں سے اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ میرا ذکر کرنا اپنے آقا

کے پاس فَاَنْسٰهُ الشَّیْطٰنُ پس بھلادیا اسکو شیطان نے ذِكْرَ رَبِّهٖ اپنے آقا کے پاس ذکر کرنے کو فَلَبِثَ فِی السِّجْنِ پس ٹھہرے رہے یوسف علیہ السلام قید خانے میں بِضْعَ سِنِیْنَ کئی سال وَقَالَ الْمَلِكُ اور کہا بادشاہ نے اِنِّیْۤ اَرٰى بیشک میں نے دیکھا ہے سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ سات گائیں ہیں خوب موٹی یَّاْكُلُهُنَّ کھاتی ہیں ان کو سَبْعٌ عِجَافٌ سات پتلی دبلی گائیں وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ اور سات خوشے سبز وَّاُخَرَ یٰبِسٰتٍ اور دوسرے خشک یٰۤاَیُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِیْ اے درباریو مجھے بتلاؤ فِیْ رُءْیَایَ میرے خواب کے بارے میں اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْیَا تَعْبُرُوْنَ اگر ہو تم خواب کی تعبیر کو جاننے والے قَالُوْۤا کہا انہوں نے اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ پریشان خیالات ہیں وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِیْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِیْنَ اور ہم پریشان خواب کی تعبیر کو جاننے والے نہیں ہیں وَقَالَ اور کہا الَّذِیْ نَجَا اس شخص نے جس نے نجات پائی تھی مِنْهُمَا ان دونوں میں سے وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اور اس نے یاد کیا ایک مدت کے بعد اَنَا اُنَبِّئُكُمْ میں تم کو خبر دیتا ہوں بِتَاْوِیْلِهٖ اس خواب کی تعبیر کی فَاَرْسِلُوْنِ پس تم مجھ کو بھیجو۔

یہ بات تم پہلے سن چکے ہو کہ جس دن یوسف علیہ السلام کو قید خانے میں ڈالا گیا دو نوجوان اور ان کیساتھ جیل میں بند کیے گئے۔ ایک بادشاہ ریان بن ولید کا ساقی تھا پانی پلانے والا اور دوسرا باورچی تھا۔ ان دونوں نے خوابیں دیکھیں۔ ساقی نے کہا کہ میں نے خواب دیکھی ہے کہ میں شراب نچوڑ رہا ہوں اور دوسرے نے کہا کہ میں نے دیکھا ہے کہ

میرے سر پر روٹیوں کا ٹوکرا ہے اور اس سے پرندے کھا رہے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تمہیں کھانا آنے سے پہلے خواب کی تعبیر بتلاؤں گا مگر اس سے پہلے ایک ضروری اور اہم بات سمجھ لو چنانچہ انکو توحید اور رسالت کا سبق دیا اور اپنے آباء کی ملت کی طرف دعوت دی پھر ان کو خواب کی تعبیر بتلائی، اس کا ذکر ہے۔ فرمایا یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ اے میرے قید خانے کے ساتھیو! اب میں تمہیں خواب کی تعبیر بتاتا ہوں اَمَّآ اَحَدُکُمَا بہرحال تم میں سے ایک جو ساقی ہے فَیَسْقِیْ رَبَّہٗ خَمْرًا پس وہ پلائے گا اپنے آقا کو شراب یعنی وہ رہا ہو کر اپنی ڈیوٹی پر برقرار رہے گا وَاَمَّا الْاٰخَرُ اور بہرحال دوسرا جو باورچی ہے اس کا جرم ثابت ہوگا فَیُصْلَبُ پس اسکو سولی پر لٹکایا جائیگا۔ چنانچہ انکوائری ہوئی اور جس سے زہر خریدا تھا اور جس واسطے سے خریدا تھا وہ سب کا سب سامنے آ گیا اور تحقیق سے جرم ثابت ہو گیا اور اسکو سولی پر لٹکا دیا گیا فَتَاْکُلُ الطَّیْرُ مِنْ رَّاْسِہٖ پس کھائیں گے پرندے اس کے سر سے، مغز نکالیں گے، بدن کو نوچیں گے قُضِیَ الْاَمْرُ الَّذِیْ فِیْہِ تَسْتَفْتِیٰنِ فیصلہ کیا گیا ہے اس معاملے کا جس کے بارے میں تم دونوں پوچھتے ہو۔ یعنی تمہاری خوابوں کی یہ تعبیر ہے اسی طرح ہوگا اب بات بدلے گی نہیں وَقَالَ اور فرمایا یوسف علیہ السلام نے لِلَّذِیْ ظَنَّ اَنَّہٗ نَاجٍ مِّنْھُمَا اس شخص کو کہ گمان تھا کہ رہا ہونے والا ہے ان دونوں قیدیوں میں سے اُذْکُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّکَ میرا ذکر کرنا اپنے آقا کے پاس یعنی اپنے بادشاہ کو کہنا کہ تم نے ایک بے گناہ آدمی کو قید میں ڈال رکھا ہے اس کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔ مگر ہوا یہ کہ جب وہ ساقی بری ہو کر دربار میں پہنچا فَاَنْسٰہُ الشَّیْطٰنُ پس بھلا دیا اسکو شیطان نے ذِکْرَ رَبِّہٖ اپنے آقا کے پاس ذکر کرنے کو فَلَبِثَ فِی السِّجْنِ بِضْعَ سِنِیْنَ پس ٹھہرے رہے قید خانے میں یوسف علیہ السلام کئی سال، سات سال، نو سال،

بارہ سال کا ذکر بھی تفسیروں میں آتا ہے۔کافی عرصہ کے بعد وَقَالَ الْمَلِكُ اور کہا بادشاہ نے جب وہ اپنے دربار میں بیٹھا ہوا تھا اور اس کے پاس وزیر، سفیر، مشیر آئے ہوئے تھے اور ساقی بھی خدمت کیلئے موجود تھا بادشاہ ریان ابن ولید نے کہا اِنِّیْ اَرٰی سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ بیشک میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ سات گائیں ہیں موٹی سِمَان سَمِیْنَةٌ کی جمع ہے موٹی گائیں یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ کھاتی ہیں ان کو سات پتلی دبلی گائیں عِجَافٌ عَجْفَاءُ کی جمع ہے۔اب یہ کتنی عجیب بات ہے کہ گائیں گائیں کو کھا رہی ہیں حالانکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے کہ کتے جانوروں کو کھاتے ہیں، بھیڑیے کھاتے ہیں، شیر چیتے بھی کھاتے ہیں مگر گائے تو کسی جانور کو نہیں کھاتی۔اور میں نے دیکھا ہے وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ یٰبِسٰتٍ اور سات خوشے سبز میں نے دیکھے ہیں۔خوشے کے بارے میں تفصیل نہیں ہے کہ وہ گندم کے تھے یا باجرے کے تھے یا مکئی اور چاول کے تھے کیونکہ مصر کا علاقہ کافی زرخیز ہے وہاں ہر قسم کی فصل ہوتی ہے۔تو سات خوشے سبز اور دوسرے خشک بس اتنا خواب ہے کہ سات خوشے سبز اور سات خوشے خشک سوکھے ہوئے یٰۤاَیُّهَا الْمَلَاُ اے درباریو! اَفْتُوْنِیْ فِیْ رُءْیَایَ مجھے بتلاؤ میرے خواب کے بارے میں تعبیر اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْیَا تَعْبُرُوْنَ اگر ہو تم خواب کی تعبیر جانتے تو میرے خواب کی تعبیر مجھے بتلاؤ قَالُوْا کہنے لگے درباری اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ پریشان خیالات ہیں وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِیْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِیْنَ اور ہم پریشان خوابوں کی تعبیر کو جاننے والے نہیں ہیں۔ اَضْغَاثٌ ضِغْثٌ کی جمع ہے ضِغْثٌ کا معنی ہے گھاس وغیرہ مٹھی ہو ہاتھ میں کوئی تنکا لمبا ہوگا کوئی چھوٹا ہوگا، کوئی باریک ہوگا کوئی موٹا ہوگا، کوئی خشک ہوگا کوئی تر ہوگا۔ اَحْلَام حُلْمٌ کی جمع ہے حُلْم کے معنی خیالات۔تو کہنے لگے یہ پریشان خیالات ہیں بکھرے ہوئے

خیالات ہیں گویا انہوں نے اس سے اسکو تسلی دینے کی کوشش کی۔

خواب کی تین قسمیں :

بخاری شریف میں حضرت محمد بن سیرینؒ سے منقول ہے کہ خواب کی تین قسمیں ہیں۔

۱)......ایک ہے حدیث النفس۔حدیث النفس کا مطلب ہے خیالات۔انسان دن کو جو کام کرتا ہے اور سوچتا رہتا ہے خیالات اس کے دماغ میں گھومتے رہتے ہیں اس کیساتھ ملتے جلتے خواب رات کو آئیں تو ان کا تعبیر کیساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا یہ حدیث النفس ہے یعنی خیالات ہیں۔

۲)...... اور دوسری قسم ہے تَخْوِیْفُ الشَّیْطٰن،شیطان کے خیالات۔وہ رات کو آکر خواب میں مختلف چیزیں انسان کو دکھاتا ہے کبھی ڈرانے والی،کبھی ہنسانے والی،کبھی خوشی والی اور کبھی غمی والی پیش کرتا ہے اس کی بھی کوئی تعبیر نہیں ہوتی۔اگر اس طرح کا پریشان خواب دیکھو تو گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے بیدار ہونے کے بعد اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم پڑھ کر بائیں طرف تھوک دو کیونکہ انسان کے دل کی دائیں طرف فرشتہ ہوتا ہے اور دل کے بائیں طرف کوئی نہ کوئی شیطان ہوتا ہے۔حدث پاک میں آتا ہے کہ دل میں اچھا خیال پیدا ہو تو وہ فرشتہ القاء کرتا ہے اور اگر برا خیال آئے تو سمجھو کہ وہ شیطان کا وسوسہ ہے۔چونکہ شیطان دل کی بائیں طرف ہوتا ہے جب بندہ تھوک دے تو وہ شرمندہ ہو جاتا ہے کہ میرا اثر نہیں ہوا۔ جب یہ پڑھ کر بائیں طرف تھوک دے گا تو فرمایا لَا یَضُرُّہٗ اسکو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ اور

۳)......تیسری قسم خواب کی وہ ہے کہ یا تو خوشی کی کوئی بات پہلے بتلاتی ہے یا غمی کی۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ انسان کے ساتھ جو اہم واقعات پیش آنے والے ہوتے ہیں چاہے وہ اس کی ذات کیساتھ تعلق رکھتے ہوں یا اولاد کیساتھ یا اعزّا کے بارے میں ہوں مال کے بارے میں ہوں وہ اس خواب کے ذریعے پہلے ہی بتلا دیئے جاتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ اس کو وہ خواب یاد رہے یا نہ رہے یا وہ خواب کی تعبیر سمجھے یا نہ سمجھے کیونکہ خواب کی ایک حقیقت ہوتی ہے اور ایک صورت ہوتی ہے۔ صورت کچھ ہوتی ہے اور حقیقت کچھ ہوتی ہے۔ مثلاً حضرت لبابہ بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو حضرت عباس ﷺ کی اہلیہ تھیں اور آنحضرت ﷺ کی چچی تھیں انہوں نے خواب دیکھا کہ آنحضرت ﷺ کے بدن مبارک سے ایک عضو (بازو سمجھو، ٹانگ سمجھو) الگ ہو کر میری گود میں آ گیا ہے وہ بڑی پریشان ہوئی کیونکہ ان دنوں مدینہ طیبہ میں افواہیں پھیلی ہوئی تھیں کہ یہودیوں نے آنحضرت ﷺ کو شہید کرنے کا پروگرام بنایا ہے اور یہ باتیں بازاروں میں، گلیوں میں، ہر جگہ پہنچی ہوئی تھیں۔ حضرت لبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی یہ خبر پہنچی تھی اس لئے وہ پریشان ہو کر آنحضرت ﷺ کے پاس آئیں۔ کہنے لگیں کہ حضرت آج رات کو میں نے ایک بڑا سخت خواب دیکھا ہے جس سے میں بڑی پریشان ہوں۔ فرمایا چچی جان خواب کیا ہے؟ کہنے لگی اِنَّھَا لَرُءْ یَا شَدِیْدَۃٌ وہ بڑا سخت خواب ہے میں یہاں بیان بھی نہیں کر سکتی۔ فرمایا بیان تو کرو۔ بیان کیا کہ حضرت آپؐ کے بدن مبارک سے ایک ٹکڑا الگ ہو کر میری گود میں آ گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تَلِدُ فَاطِمَۃُ غلامًا انشاء اللہ فاطمہ کے ہاں بچہ پیدا ہو گا جو تمہاری گود میں کھیلے گا۔ اب دیکھو وہ بیچاری خواب کی ظاہری صورت کیوجہ سے کتنی پریشان تھی مگر اسکی حقیقت اور تعبیر کتنی خوشی والی تھی اسی واسطے حدیث پاک میں آیا ہے کہ خواب ہر کہہ مکہ (چھوٹے بڑے) کو نہ بتاؤ بلکہ اپنے مخلص دوست کو حبیبًا او لبیبًا کے

لفظ آتے ہیں جوخواب کی تعبیر کو بھی جانتا ہو اس کے سامنے بیان کرو اور بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ جیسی کوئی تعبیر نکالے گا ویسے ہی خواب کا نتیجہ ہوگا ہوسکتا ہے کوئی غلط کار خواب کی تعبیر غلط بتا دے تو وہ اسی طرح ہو جائے گا۔ تو درباریوں نے کہا کہ پریشان خیالات ہیں اور ہم ان خیالات کی تعبیر نہیں جانتے پہلے تو اسکو تسلی دی کہ وہ پریشان نہ ہو پھر اپنا عاجز ہونا ظاہر کیا اور وہ ساقی جو ساتھ کھڑا تھا اور یہ ساری گفتگو سن رہا تھا وہ بولا وَقَالَ الَّذِیۡ نَجَا مِنۡهُمَا اور کہا اس شخص نے جس نے نجات پائی تھی ان دو قیدیوں میں سے وَادَّكَرَ بَعۡدَ اُمَّةٍ اور اس نے یاد کیا ایک مدت کے بعد۔

امت کا لفظ تین معنوں میں آیا ہے

قرآن کریم میں امت کا لفظ تین معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ ایک مدت کے معنیٰ میں اور یہاں یہی معنیٰ ہے اور دوسرا معنیٰ امت کا گروہ اور ٹولہ قوم كُنۡتُمۡ خَيۡرَ اُمَّةٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ [آل عمران:] "تم بہترین جماعت ہو قوم ہو جو لوگوں کی اصلاح کیلئے نکالے گے ہو" اور امت کا تیسرا معنیٰ پیشوا مقتدا ہے۔ سورۃ نحل میں ہے ان ابراھیم کان امة "ابراہیم علیہ السلام پیشوا تھے، مقتدا تھے، امام تھے لوگوں کیلئے۔" تو اس مقام پر امت کے معنیٰ مدت کے ہیں۔ تو قیدی کو جو رہا ہو چکا تھا یاد آ گیا ایک مدت کے بعد کہنے لگا اَنَا اُنَبِّئُكُمۡ بِتَاۡوِيۡلِهٖ میں تم کو خبر دیتا ہوں اس خواب کی تعبیر کی لیکن میں خود نہیں بتلا سکتا فَاَرۡسِلُوۡنِ پس تم مجھ کو بھیجو یوسف علیہ السلام کے پاس سرکاری طور پر کیونکہ قیدیوں کو ملنا ذرا مشکل ہوتا ہے تم مجھے قاعدے کے مطابق بھیجو گے تو میں اسکو ملوں گا اس سے پوچھ کر پھر تمہیں بتاؤں گا۔ باقی حصہ کل آئیگا انشاء اللہ تعالیٰ

يُوسُفُ اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ اَفْتِنَا فِيْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعِ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ ۙ لَّعَلِّيْٓ اَرْجِعُ اِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖٓ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ﴿۴۸﴾ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْــَٔلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ؕ اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ﴿۵۰﴾

يُوْسُفُ اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ اے یوسف علیہ السلام اے سچے اَفْتِنَا بتلائیں ہمیں فِيْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سات گائیوں کے بارے میں سِمَانٍ جوخوب موٹی ہیں يَّاْكُلُهُنَّ کہ انکوکھاتی ہیں سَبْعٌ عِجَافٌ سات پتلی دبلی گائیں وَّسَبْعِ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ اورسات خوشے ہیں سرسبز وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ اورسات اور ہیں خشک لَّعَلِّيْٓ تاکہ میں اَرْجِعُ لوٹوں اِلَى النَّاسِ لوگوں کی طرف لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ تاکہ وہ جان لیں قَالَ فرمایا تَزْرَعُوْنَ تم کاشت کروگے سَبْعَ سِنِيْنَ سات سال دَاَبًا لگاتار فَمَا حَصَدْتُّمْ پس جوتم کاٹو کھیتی فَذَرُوْهُ پس

چھوڑ دو اسکو فِیْ سُنْبُلِہٖٓ اس کے خوشوں میں اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تَاْکُلُوْنَ مگر تھوڑا سا اس میں سے جسکو تم کھاؤ گے ثُمَّ یَاْتِیْ پھر آئیں گے مِنْ م بَعْدِ ذٰلِکَ اس کے بعد سَبْعٌ شِدَادٌ سات سال سخت یَّاْکُلْنَ جو کھا جائیں گے مَا اس چیز کو قَدَّمْتُمْ لَھُنَّ جو پہلے تم نے اس کیلئے تیار کی ہوگی اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ مگر بہت کم جس کی تم حفاظت کرو گے ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْ م بَعْدِ ذٰلِکَ پھر آئے گا اس کے بعد عَامٌ ایک سال فِیْہِ یُغَاثُ النَّاسُ جس میں بارش برسائی جائیگی لوگوں پر وَفِیْہِ یَعْصِرُوْنَ اور اس میں لوگ جوس نکالیں گے پھلوں کا وَقَالَ الْمَلِکُ اور کہا بادشاہ نے ائْتُوْنِیْ بِہٖ لاؤ اس کو میرے پاس فَلَمَّا جَآءَہُ الرَّسُوْلُ پس جب آیا یوسف علیہ السلام کے پاس قاصد قَالَ ارْجِعْ اِلٰی رَبِّکَ فرمایا لوٹ جا اپنے آقا کی طرف فَسْئَلْهُ پس اس سے پوچھ مَا بَالُ النِّسْوَۃِ الّٰتِیْ کیا حال ہے ان عورتوں کا قَطَّعْنَ اَیْدِیَھُنَّ جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے اِنَّ رَبِّیْ بیشک میرا رب بِکَیْدِھِنَّ عَلِیْمٌ ان کے مکر کو خوب جاننے والا ہے۔

پچھلے سبق میں پڑھ چکے ہو کہ بادشاہ نے خواب دیکھا کہ سات موٹی گائیں ہیں اور سات دبلی پتلی گائیں ہیں جو موٹی گائیوں کو کھا رہی ہیں اور سات خوشے سرسبز ہیں اور دوسرے سات خشک ہیں۔ اس نے اپنی کابینہ کے افراد سے پوچھا کہ میرے خواب کی اگر تم تعبیر جانتے ہو تو بتلاؤ۔ انہوں نے کہا کہ پریشان خیالات ہیں اور ہم پریشان خیالات کی تعبیر نہیں جانتے اور ساقی جو رہا ہو کر گیا تھا اور یوسف علیہ السلام نے اس کو کہا تھا کہ بادشاہ کے سامنے میرا بھی ذکر کرنا کہ قید خانے میں ایک قیدی ہے غیر ملکی، کیونکہ یوسف علیہ السلام

کنعان ملک شام کے رہنے والے تھے، وہ کئی سالوں سے قید خانے میں پڑا ہوا ہے اس کا بھی تم کچھ خیال کرو۔ لیکن یہ رہا ہونے کے بعد بھول گیا اب اسکو یاد آ گیا کہ اس نیک آدمی کیساتھ وعدہ کیا تھا تو ساقی نے بادشاہ کو کہا بادشاہ سلامت! میں تمہیں خواب کی تعبیر بتاؤں گا لیکن خود نہیں بلکہ جیل میں ایک بڑا شریف اور نیک طبع آدمی ہے اسکو خوابوں کی تعبیر کا بڑا علم ہے ہمیں بھی اس نے خوابوں کی تعبیر بتلائی تھی وہ بالکل صحیح نکلی۔ لہذا میرے لئے جیل کے اندر جا کر اس کیساتھ ملاقات کرنے کا انتظام کرو۔ بادشاہ نے سپرنٹنڈنٹ جیل کو حکم دیا کہ ہمارا ساقی جیل میں قید ایک آدمی کو ملنا چاہتا ہے اس کی ملاقات کا خصوصی انتظام کرو چنانچہ یہ شخص ان کے پاس جا پہنچا اور یوسف علیہ السلام سے ملاقات کی۔

بادشاہ کا خواب اور اس کی تعبیر :

یوسف علیہ السلام کو خطاب کر کے کہنے لگا یُوْسُفُ اَیُّهَا الصِّدِّیْقُ اے یوسف علیہ السلام اے سچے! اَفْتِنَا فِیْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ بتلاؤ ہمیں سات گائیوں کے بارے میں سِمَانٍ جو خوب موٹی ہیں یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ کہ انکو کھاتی ہیں سات دبلی پتلی گائیں وَّسَبْعِ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ اور سات خوشے ہیں سرسبز وَّاُخَرَ یٰبِسٰتٍ اور دوسرے سات خشک ہیں۔ بس خواب اتنی ہے ہمیں اس کی تعبیر بتلاؤ لَّعَلِّیْۤ اَرْجِعُ اِلَى النَّاسِ تاکہ میں لوٹوں لوگوں کی طرف لَعَلَّهُمْ یَعْلَمُوْنَ تاکہ وہ جان لیں خواب کی تعبیر کو۔ یوسف علیہ السلام نے اسکو خواب کی تعبیر بتلائی جس کا ذکر اگلی آیت کریمہ میں ہے اور اس بات کا اشارہ تک نہیں کیا کہ میں نے تجھے ایک پیغام بھی دیا تھا پہلے مجھے اس کے متعلق بتلا کہ تو نے کیا کیا پھر آگے چلوں گا۔ اس سے اندازہ لگاؤ پیغمبروں کے اخلاق کا، کہہ تو سکتے تھے اس کا کیا جواب ہے، بالکل ذکر تک نہیں کیا۔ اگر ہم تم ہوتے تو اس کے گلے پڑ جاتے کہ تمہاری

ایسی کی تیسی اپنے کام کیلئے تو فوراً آگیا ہے اور میرا ذکر تک نہیں کیا اور کافی مدت گذر گئی کیونکہ بَعْدَ اُمَّۃٍ کا جملہ ہے۔ پیغمبروں کے اخلاق بہت بلند ہوتے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے تعبیر بھی بتلائی اور تعبیر سے بڑھ کر تدبیر بھی بتلائی۔ قَالَ فرمایا تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِیْنَ دَاَبًا کاشت کرو گے تم سات سال لگاتار۔ وہ جو سات موٹی گائیں ہیں ان سے مراد ہے کہ تم سات سال کاشت کرو گے اور ان میں خوب پیداوار ہوگی۔ وہ جو سبز خوشے دیکھے ہیں اس سے پیداوار کی طرف اشارہ ہے اور موٹی گائیوں سے پیداوار والے سال مراد ہیں فصلیں خوب ہونگی۔ درمیان میں تدبیر کا ذکر ہے یہ تعبیر نہیں ہے فَمَا حَصَدْتُّمْ پس جو تم کاٹو کھیتی فَذَرُوْهُ پس چھوڑ دو اسکو اس کے خوشوں میں اس کو ملنا اور گاہنا نہیں ہے بلکہ خوشوں میں ہی اس کا ذخیرہ کرنا ہے اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ مگر تھوڑا سا اس میں سے جو تم کھاؤ گے۔ کیونکہ دانے خوشوں میں ہوں تو عموماً گھن کیڑے وغیرہ سے محفوظ رہتے ہیں اس کے بعد سات سال آئیں گے بڑے قحط کے ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ پھر آئیں گے اس کے بعد سَبْعٌ شِدَادٌ سات سال سخت یَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ جو کھا جائیں گے اس چیز کو جو پہلے تم نے اس کیلئے تیار کی ہوگی، جس کا تم نے ذخیرہ بنایا تھا اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ مگر بہت کم جس کی تم حفاظت کرو گے۔ چنانچہ خدا کی قدرت کہ سات سال ایسے آئے کہ مصر کے علاقے میں بارش ہوئی اور نہ شام کے علاقہ میں، لوگ بڑے پریشان تھے اور مصر والوں نے چونکہ پیداوار ذخیرہ کر کے رکھی ہوئی تھی لوگوں کو دور دراز تک اطلاع پہنچی کہ مصر کا بادشاہ پیسوں کیساتھ اناج دیتا ہے ایک آدمی کو ایک اونٹ کا بوجھ تا کہ لوگ قحط سالی سے بچ جائیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی سنا کہ اس طرح مصر میں اناج ملتا ہے۔ ان کے گھر کے افراد تین سو نوے تھے (۳۹۰) بیٹے

،ان کی اولاد، خادم وغیرہ بڑا خاندان تھا چھوٹے کو تو روک لیا جس کی آگے تفصیل آ رہی ہے اور باقیوں کو بھیجا کہ تم جا کر اناج لے آؤ۔

تقدیر نے یوسفؑ کے سامنے بھائیوں کو بے بس کھڑا کر دیا :

یہ سب تقدیر کا چکر تھا کہ اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کے سامنے بھائیوں کو بے بس کر کے کھڑا کرنا تھا درمیان میں دیکھو کتنے چکر پڑے ہیں۔ بھائی یوسف علیہ السلام کو راستے سے ہٹانا چاہتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو یوسف علیہ السلام کے سامنے مانگنے والا بنا کر کھڑا کر دیا۔ آگے آئے گا کہنے لگے تَصَدَّقْ عَلَيْنَا ''اے عزیز مصر ہم بھوکے ننگے ہیں ہمیں خیرات دو۔'' ایک وقت وہ تھا کہ یوسف علیہ السلام نے انہیں اپنی جان کی خاطر کہا تھا کہ میں تمہارا بھائی ہوں مجھے نہ مارو جب تم واپس جاؤ گے اور میں تمہارے ساتھ نہیں ہوں گا تو باپ پر کیا گزرے گی والد کا بھی کچھ سوچو! مگر ان سنگدلوں نے کسی شے کی کوئی پرواہ نہ کی اور اب یہ وقت ہے کہ ظالم پیٹ کیلئے یوسف علیہ السلام سے خیرات مانگ رہے ہیں۔ تو سات سال کمائی کے اور سات سال قحط سالی کے جب گزر جائیں گے، یہ زمانہ ہے چودہ سال کا ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ عَامٌ پھر آئے گا اس کے بعد ایک سال، پندرھواں سال فِيهِ يُغَاثُ النَّاسُ جس میں بارش برسائی جائیگی لوگوں پر، اس سال خوب بارش ہوگی وَفِيهِ يَعْصِرُونَ اور اس میں لوگ جوس نکالیں گے پھلوں کا۔ پیداوار خوب ہوگی پھل ہونگے لوگ پھلوں کا جوس نکالیں گے، شراب بنانے والے شراب بنائیں گے۔ جس وقت بادشاہ کے سامنے اس کا ذکر ہوا بادشاہ بڑا سمجھدار، سلیم الطبع آدمی تھا اس نے کہا وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ اور کہا بادشاہ نے لاؤ اس کو میرے پاس یعنی اسکو رہا کر کے میرے پاس لاؤ تا کہ میں اپنے خواب کی تعبیر اس سے براہ راست سنوں

فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ پس جب آیا یوسف علیہ السلام کے پاس قاصد کہ بادشاہ نے تمہیں رہا کر دیا ہے لہذا قید خانے سے نکلیں اور بادشاہ کے پاس جانا ہے قَالَ یوسف علیہ السلام نے فرمایا ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ لوٹ جا اپنے آقا کی طرف فَسْئَلْهُ پس اس سے پوچھ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِىْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ کیا حال ہے ان عورتوں کا جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے اِنَّ رَبِّىْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ بیشک میرا رب ان کے مکر کو خوب جانتا ہے۔

یوسفؑ نے صفائی کا مطالبہ اس لئے کیا کہ تبلیغ میں رکاوٹ نہ آئے :

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ پہلے عورتوں والا معاملہ صاف کرو پھر میں آؤں گا جب تک بادشاہ یہ تحقیق نہیں کریگا کہ میرا قصور تھا یا بی بی کا اس وقت تک میں نہیں جاؤں گا اس واقعہ پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر اتنا لمبا عرصہ میں جیل میں رہتا جتنا عرصہ یوسف علیہ السلام رہے تو جس وقت رہائی کا حکم آیا تھا میں فوراً ساتھ چلا جاتا۔ اس روایت پر عیسائیوں نے بڑی لے دے کی ہے کہتے ہیں کہ ایک طرف تم کہتے ہو کہ ہمارے پیغمبر ہمت اور حوصلے کے پہاڑ ہیں اور ایک طرف یہ حدیث بیان کرتے ہو یہ حدیث تو بتلاتی ہے کہ یوسف علیہ السلام کا حوصلہ اور صبر زیادہ تھا۔ مولانا رحمت اللہ کیرانوی ہندیؒ جواب دیتے ہیں کہ بات یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جیل میں دین کی تبلیغ کی ہے فرمایا اسکو محفوظ رکھو حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنی صفائی کی فکر تھی کہ میں باہر جا کر تبلیغ کرونگا تو لوگ کہیں گے کہ کل تو قیدی تھا آج واعظ بن گیا ہے۔ لہذا انکو صفائی کی ضرورت تھی کہ میری طرف کوئی انگلی نہ اٹھا سکے اور ہمارے پیغمبر کو اپنی ذات کی کوئی فکر نہیں تھی بلکہ تبلیغ کی فکر تھی کہ چونکہ میرا رقبہ تبلیغ کا وسیع ہونا تھا میں باہر نکل کر فوراً اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو دین سناتا اور یوسف علیہ السلام نے اپنی ذاتی پوزیشن صاف کرنے کیلئے فرمایا کہ اپنے آقا کے

پاس جاؤ ان کو کہو کہ پہلے بیبیوں والا معاملہ صاف کرواسلئے کہ میں نے تبلیغ کرنی ہے اور لوگوں کو پتا ہے کہ میں قید میں رہا ہوں۔لوگ مجھے کہیں گے کہ تو نے بُرے کام کی بنا پر قید کاٹی ہے اور اب تم وعظ نصیحت کرنے والے بن گئے ہو لہذا جب تک میری پوزیشن واضح نہ ہو میں باہر نہیں آؤنگا۔

شبہ کا ازالہ کر دینا چاہیے :

آدمی کو شکوک وشبہات سے بھی بچنا چاہئے چنانچہ آنحضرت ﷺ مسجد نبوی میں اعتکاف بیٹھے تھے اور عشاء کی نماز آپ ﷺ عموماً اس وقت پڑھتے تھے جب تیسری رات کا چاند غروب ہوتا ہے۔عشاء کی نماز پڑھانے کے بعد آپ دوسرے معتکفین کیساتھ مسجد میں تشریف فرماتھے بخاری شریف میں روایت ہے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو آپ ﷺ کیساتھ کوئی کام تھا ان میں سے دو تین یا چار آپ ﷺ کے پاس آئیں اور کافی دیر تک آپ ﷺ کے پاس بیٹھی رہیں پھر باقی تو چلی گئیں لیکن حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بعد میں بھی کافی دیر تک بیٹھی رہیں اور رات ایسی تھی کہ نہ پوری چاندنی اور نہ پورا اندھیرا آپ ﷺ نے فرمایا صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) میں دروازے کے پاس کھڑا ہوتا ہوں اور تم اپنے کمرے میں چلی جاؤ۔ازواج مطہرات کے حجرے مسجد نبوی کیساتھ لائن میں بنا کر دیئے گئے تھے اور ان حجروں کے نام پر سورت حجرات ہے جو چھبیسویں (۲۶) پارے میں ہے۔پہلا حجرہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تھا دوسرا حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اور تیسرا حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اسی طرح باقی نمبروار تھے چھوٹے چھوٹے حجرے تھے تو فرمایا کہ میں یہاں کھڑا ہوتا ہوں اور تم میری نگرانی میں حجرے میں چلی جاؤ۔ اتفاق کی بات ہے کہ دو صحابی حضرت اُسید بن حضیر اور عبادہ بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے

دیکھا کہ ایک آدمی مسجد میں کھڑا ہے اور بی بی جارہی ہے آنحضرت ﷺ نے ان کو آواز دی مَنْ اَنْتُمَا تم کون ہو؟ کہنے لگے کہ عبادہ بن بشر اور اُسید بن حضیر ہیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے یہ بی بی گزرتے ہوئے دیکھی ہے؟ کہنے لگے ہاں! حضرت ہم نے آپ کو بھی کھڑے ہوئے دیکھا ہے اور بی بی کو بھی جاتے ہوئے دیکھا ہے۔ فرمایا یہ میری بیوی صفیہ تھی (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کہنے لگے سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے حضرت کیا ہمارے تصور میں بھی ایسی بات آسکتی ہے۔ فرمایا بیشک تمہارے ذہن صاف ہونگے مگر پوزیشن واضح کرنا میرا بھی فرض ہے اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَجْرِیْ مِنَ الْاِنْسَانِ مَجْرَی الدَّمِ ''جہاں تک بدن میں خون گردش کرتا ہے وہاں تک شیطان کا اثر ہوتا ہے۔'' میں نے خیال کیا کہ کہیں شیطان تمہارے دلوں میں وسوسہ ڈال دے کہ کون بی بی تھی کیا قصہ تھا اسلئے میں نے تمہارے وہم کو دور کرنے کیلئے بتا دیا ہے کہ یہ میری بیوی صفیہ تھی۔ یہ جو بدگمانیاں ہوتی ہیں یہ بھی بری چیزیں ہیں۔ اس حدیث پر امام بخاریؒ نے باب قائم کیا ہے کہ اگر کسی کے قول اور فعل سے لوگوں کو کچھ بدگمانیاں پیدا ہونے کا امکان ہو تو اس کا فریضہ ہے کہ وہ بدگمانیاں خود دور کردے کہ بھائی میری بات کا یہ مطلب ہے اور میرے فعل کا مطلب یہ ہے کیونکہ ہر ایک کا ذہن ایک جیسا نہیں ہوتا اور ہر آدمی اپنی فکر کے مطابق نتیجہ نکالتا ہے۔ دیکھو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کو ہجرت کے موقع پر غار میں لے گئے جب لوگوں کی کچھ آوازیں سنیں تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت! ایسے لگتا ہے کہ کچھ لوگ ہمارے پیچھے آگئے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا [توبہ: ۴۰] ''تو غمگین نہ ہو بیشک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔''

رافضیوں کے ذہن کی تردید :

مطلب واضح ہے کہ آپ غمگین نہ ہوں اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے وہ ہماری حفاظت فرمائیگا اور ہماری مدد کریگا لیکن رافضیوں کا ذہن دیکھو انہوں نے اسکا مطلب نکالا ہے کہتے ہیں کہ جب وہ لوگ قریب آ گئے تو ابو بکر بولے تا کہ ان کو معلوم ہو جائے کہ ہم یہاں ہیں اور وہ آپ ﷺ کو شہید کر دیں تو آپ ﷺ نے ان کو جھڑک کر فرمایا لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ ان کے اس نتیجہ نکالنے پر سوال یہ ہے کہ جسطرح آنحضرت ﷺ کے بارے میں سو اونٹ کا اعلان تھا اسی طرح ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی اعلان تھا کہ ان کو کوئی زندہ لائے یا سر لے کر آئے سو اونٹ ملیں گے۔ اگر وہ آپ ﷺ کو پکڑوانا چاہتے تھے تو خود بھی تو ساتھ جاتے ان کی بھی تو جان جاتی لہذا یہ مطلب کس طرح صحیح ہو سکتا ہے؟ مگر ہر آدمی کی اپنی اپنی سوچ ہے، سمجھ ہے۔

ایک انگریز کی غلط سوچ :

مارگیوس نامی انگریز بڑا زہریلا آدمی ہے، مورخ بھی ہے اور عربی کا بھی بڑا ماہر ہے۔ مسند احمد حدیث کی کتاب ہے جو چھ جلدوں میں ہے۔ میرے خیال میں پورے پاکستان میں چار یا پانچ مولوی ہونگے جنہوں نے تسلسل کے ساتھ مکمل پڑھی ہو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ضرورت ہوئی تو حدیث دیکھ لی۔ اس انگریز کے سامنے مسند احمد کا ایک ایک حرف ہے۔ وہ ہجرت حبشہ کا نتیجہ نکالتے ہوئے کہتا ہے کہ حبشہ کیطرف جو مرد عورتیں بچے ہجرت کر کے گئے تھے ان کو آنحضرت ﷺ نے اس لئے بھیجا تھا کہ تم حبشہ کے بادشاہ کے آگے جا کر واویلا کرو تا کہ وہ مکے والوں پر حملہ کر کے ان کا صفایا کر دے۔ اب دیکھو یہ بیچارے تو اپنا دین بچانے کیلئے یہاں سے بھاگ کر گئے ہیں لیکن اس نے نتیجہ کیا نکالا

ہے۔تو ہر آدمی اپنے مطلب کا نتیجہ نکالتا ہے لوگوں کے ذہن ایک طرح کے نہیں ہوتے یہی وجہ ہے کہ ایک مقدمہ ہوتا ہے مدعی اور گواہوں کے بیان وہی ہوتے ہیں ان پر جرح اور صفائی کا ریکارڈ بھی وہی ہوتا ہے مگر نیچے والا جج اور فیصلہ کرتا ہے، سیشن جج فیصلہ اور کرتا ہے، سپریم کورٹ کا جج فیصلہ اور کرتا ہے حالانکہ فائل وہی ہوتی ہے لیکن ان چیزوں کو تم گوارہ کرتے ہو اور کبھی جج کیخلاف کچھ نہیں کہتے مگر ائمہ کرامؒ اگر اجتہادی مسئلے میں اختلاف کریں تو تم ہاتھ دھو کر ان کے پیچھے پڑ جاتے ہو کہ ایک امام کچھ کہتا ہے دوسرا کچھ کہتا ہے بھئی تمہارے ججوں کے پاس مثلیں وہی ہیں، گواہیاں وہی ہیں، سارا مقدمہ وہی ہے لیکن نیچے والا کچھ فیصلہ کرتا ہے اور اوپر والا کچھ فیصلہ کرتا ہے کیوں؟ ذہن علیحدہ علیحدہ ہیں، سمجھ علیحدہ علیحدہ ہے۔اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو الگ الگ سمجھ دی ہے ہر ایک کا ذہن ایک طرح کا نہیں ہوتا بعض ایسے آدمی ہوتے ہیں کہ ہوا سے بات کو اخذ کر لیتے ہیں اور بعض ساری رات قصہ سنتے رہتے ہیں اور صبح کو پوچھتے ہیں کہ زلیخا مرد کا نام تھا یا عورت کا۔

اس لئے حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ واپس لوٹ جا اپنے آقا کے پاس اور اس سے ان عورتوں کے متعلق پوچھ کہ جنہوں نے ہاتھ کاٹے تھے کہ ان کا کیا معاملہ ہے تا کہ میری پوزیشن واضح ہو جائے اور لوگوں کی میرے متعلق زبانیں بند ہو جائیں اس گومگو کی حالت میں نکلنا ٹھیک نہیں ہے۔باقی بات آگے آئیگی۔انشاءاللہ تعالیٰ

قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ۫ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۵۱﴾ ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّىْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِىْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ ﴿۵۲﴾ وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِىْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّىْ ؕ اِنَّ رَبِّىْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵۳﴾ وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِىْ بِهٖٓ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِىْ ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ ﴿۵۴﴾ قَالَ اجْعَلْنِىْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّىْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۵﴾ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِى الْاَرْضِ ۚ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ ؕ نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَلَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۷﴾ ع

قَالَ کہا بادشاہ نے مَا خَطْبُكُنَّ کیا معاملہ تھا اے بیبیو! اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ جب تم نے مطالبہ کیا یوسف علیہ السلام سے عَنْ نَّفْسِهٖ اس کی خواہش کے بارے میں قُلْنَ ان عورتوں نے کہا حَاشَ لِلّٰهِ پاکی ہے اللہ تعالیٰ کیلئے مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ہم نہیں جانتی اس کے بارے میں کوئی برائی قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ کہا عزیز مصر کی بیوی نے الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ اب حق ظاہر ہو چکا ہے اَنَا رَاوَدْتُّهٗ میں نے اس سے مطالبہ کیا تھا عَنْ نَّفْسِهٖ اسکی

خواہش کے بارے میں وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ اور بیشک وہ البتہ سچوں میں سے
ہے ذٰلِكَ یہ ہے لِيَعْلَمَ تا کہ وہ جان لے اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ بیشک میں
نے خیانت نہیں کی غیر حاضری میں وَاَنَّ اللّٰهَ اور بیشک اللہ تعالیٰ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ
الْخَآئِنِيْنَ نہیں کامیاب کرتا خیانت کرنے والوں کی تدبیر کو وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ
اور میں نہیں بری قرار دیتی اپنے نفس کو اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ بیشک نفس
بہت حکم کرتا ہے برائی کا اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ مگر جس پر میرا رب مہربانی فرمائے اِنَّ
رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بیشک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے وَقَالَ الْمَلِكُ
ائْتُوْنِيْ بِهٖٓ اور کہا بادشاہ نے لاؤ تم اسکو میرے پاس اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِيْ خالص
کرلونگا میں اسکو اپنی جان کیلئے فَلَمَّا كَلَّمَهٗ پس جب اس کیساتھ گفتگو کی قَالَ
اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ کہا آج کے دن آپ ہمارے پاس عزت
والے اور امانت والے ہو قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ کہا اس نے
مجھے مقرر کردو زمین کے خزانوں پر اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ بیشک میں حفاظت کرنے
والا جاننے والا ہوں وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا اور اسی طرح ہم نے قدرت دی
لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ یوسف علیہ السلام کو زمین میں يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ
يَشَآءُ ٹھکانہ بناتے تھے اس زمین میں جہاں چاہتے تھے نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا ہم
پہنچاتے ہیں اپنی رحمت مَنْ نَّشَآءُ جسکو چاہتے ہیں وَلَا نُضِيْعُ اَجْرَ
الْمُحْسِنِيْنَ اور ہم ضائع نہیں کرتے اجر نیکی کرنے والوں کا وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ

خَیْرٌ اور البتہ اجر آخرت کا بہت ہی بہتر ہے لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ان لوگوں کیلئے جو ایمان لائے وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ اور تھے وہ متقی۔

کل کے سبق میں تم نے پڑھا کہ بادشاہ نے اپنے خواب کی تعبیر کابینہ سے پوچھی تو انہوں نے کہا کہ ہم نہیں جانتے۔ ساقی جو رہا ہو کر گیا تھا اس نے کہا کہ مجھے جیل خانے بھیجو وہاں ایک پارسا نیک آدمی ہے اس سے پوچھ کر میں تمہیں بتلاؤں گا جب وہ جیل خانے میں حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچا خواب سنائی انہوں نے تعبیر بھی بتلائی اور تدبیر بھی۔ بادشاہ نے کہا کہ اس کو میرے پاس لاؤ یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تک میری پوزیشن واضح نہیں ہوگی اس وقت تک میں باہر نہیں جاؤں گا چنانچہ بادشاہ نے تحقیق کیلئے زلیخا کو بھی اور ان عورتوں کو بھی بلایا جن کی زلیخا نے دعوت کی تھی۔

مصر کی عورتوں نے یوسفؑ کی پاک دامنی کی گواہی دی :

قَالَ بادشاہ نے ان عورتوں کو کہا مَا خَطْبُکُنَّ تمہارا کیا معاملہ تھا اِذْ رَاوَدْتُّنَّ یُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِہٖ جب تم نے مطالبہ کیا یوسف علیہ السلام سے اس کی خواہش کے بارے میں۔ وہ قصہ کیا ہے مجھے کچھ سنادو قُلْنَ ان عورتوں نے کہا جنہوں نے دعوت کھائی تھی حَاشَ لِلّٰہِ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے مَا عَلِمْنَا عَلَیْہِ مِنْ سُوْٓءٍ ہم نہیں جانتیں یوسف علیہ السلام کے بارے میں کوئی برائی، ہمارے علم میں اس کی کوئی برائی نہیں ہے۔ یہ تو ان عورتوں نے کہا جو دعوت میں شریک تھیں لیکن بات ابھی تک واضح نہیں ہوئی کیونکہ جس کیساتھ معاملہ ہوا تھا یعنی زلیخا وہ تو خاموش ہے۔ دعوت اڑانے والیاں کہتی ہیں کہ ہمارے علم میں اس کی کوئی برائی نہیں ہے لہذا قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِیْزِ عزیز مصر قطفیر کی بیوی نے کہا الْئٰنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ اب حق ظاہر ہو چکا ہے بات کھل گئی ہے اَنَا رَاوَدْتُّہٗ

میں نے یوسف علیہ السلام سے مطالبہ کیا تھا عَنْ نَّفْسِہٖ اسکی خواہش کے بارے میں قصور میرا تھا۔ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ اور بیشک وہ البتہ سچوں میں سے ہے اسکا کوئی قصور نہیں ہے اب معاملہ بالکل واضح اور صاف ہوگیا ہے۔ کیونکہ دعوت میں شریک عورتوں نے بھی بیان دے دیا یوسف علیہ السلام کی صفائی کا اور زلیخا نے بھی اپنے مجرم ہونے کا اقرار کرلیا اور یوسف علیہ السلام کی صفائی دیدی اور ظاہر بات ہے کہ بادشاہ کی مجلس میں اور لوگ بھی ہونگے سب کے سامنے گفتگو ہوئی۔ اب آگے ذٰلِکَ لِیَعْلَمَ سے لیکر اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ تک دو تفسیریں ہیں۔

پہلی تفسیر یہ ہے کہ بیان زلیخا کا ہے اور مطلب یہ ہوگا کہ ذٰلِکَ یہ بات میں نے اس لئے کہی ہے کہ لِیَعْلَمَ اَنِّیْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَیْبِ تاکہ میرا خاوند جان لے کہ میں نے اس کی غیر حاضری میں خیانت نہیں کی یعنی جو عین برائی کا فعل تھا وہ میں نے نہیں کیا کیوں؟ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ کَیْدَ الْخَآئِنِیْنَ اور بیشک اللہ تعالیٰ نہیں کامیاب کرتا خیانت کرنے والوں کی تدبیر کو لیکن وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اور میں نہیں بری قرار دیتی اپنے نفس کو کہ شرارت تو میری تھی لیکن عین فعل نہیں ہوا اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ بیشک نفس بہت حکم دیتا ہے برائی کا اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ مگر جس پر میرا رب مہربانی فرمائے وہی بچ سکتا ہے اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ بیشک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔ یہ تفسیر اس صورت میں ہے کہ جب یہ بیان زلیخا کا ہو اور یہ بھی صحیح ہے۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ یہ بیان یوسف علیہ السلام کا ہے تو پھر مطلب اس طرح کا ہوگا کہ یہ بات میں نے کیوں کی ہے کہ عورتوں سے پوچھو۔ ذٰلِکَ یہ بات میں نے اس لئے کی ہے لِیَعْلَمَ تاکہ عزیز مصر جان لے اَنِّیْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَیْبِ بے شک میں نے

خیانت نہیں کی اسکی غیر حاضری میں اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي كَيْدَ الْخَائِنِيْنَ بیشک اللہ تعالیٰ کامیاب نہیں ہونے دیتا خیانت کرنے والوں کی تدبیر کو وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اور باقی میں اپنے نفس کی صفائی بھی بیان نہیں کرتا اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ م بِالسُّوْٓءِ بیشک نفس بہت حکم دیتا ہے برائی کا اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ مگر جس پر میرا رب مہربانی فرمائے۔ اہل حق اہل سنت والجماعت کا یہ پختہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو بچایا ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام نبوت سے پہلے بھی معصوم ہوتے ہیں :

انبیاء کرام علیہم السلام نبوت سے پہلے بھی صغیرہ کبیرہ سے محفوظ ہوتے ہیں اور نبوت ملنے کے بعد تو پھر شان بہت ہی بلند ہو جاتی ہے۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے غیر اللہ کے نام پر ایک موٹا تازہ پلا ہوا دنبہ ذبح کیا اس کا گوشت محلے والوں میں تقسیم کیا آنحضرت ﷺ بھی اسی محلے میں تھے گوشت کی ایک پلیٹ آپ ﷺ کو بھی پیش کی گئی۔ لانے والے سے آپ ﷺ نے پوچھا یہ کیسا گوشت ہے؟ اس نے کہا کہ ہم نے فلاں بت کے نام پر دنبہ ذبح کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں ہاتھ لگانے کیلئے بھی تیار نہیں ہوں اسکو لے جاؤ کیونکہ غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا ہوا جانور حرام ہوتا ہے آپ ﷺ نے نہیں کھایا رد کر دیا اور یہ واقعہ نبوت کے ملنے سے پہلے کا ہے کیونکہ روایت میں قَبْلَ اَنْ يُّبْعَثَ کے الفاظ ہیں بعثت سے پہلے۔ نبی تو معصوم ہوتا ہے نیک لوگوں کی بھی اللہ تعالیٰ حفاظت فرماتا ہے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے چچا زید بن عمرو بن نفیل رحمہ اللہ تعالیٰ زمانہ جاہلیت کے موحدین میں سے ہیں ان کے پاس اس طرح کا گوشت پیش کیا گیا تو انہوں نے خوب جھاڑ پلائی۔ کہنے لگے مجھے یہ بتلاؤ بکری کو پیدا کس نے کیا ہے؟ اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے۔ فرمایا اس کے لئے گھاس چارہ کس نے پیدا کیا؟ اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے۔

فرمایا بکری جو پانی پیتی ہے وہ کس نے پیدا کیا؟ کہا اللہ تعالیٰ نے۔ ہوا کس نے پیدا فرمائی؟ کہا یہ بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے۔ یہ زمین جس پر چلتی پھرتی ہے کس نے پیدا کی ہے؟ کہنے لگے اللہ تعالیٰ نے۔ فرمایا تمہیں شرم نہیں آتی کہ رب تعالیٰ کی چیز کو غیر اللہ کے نام پر دیتے ہو لیجاؤ اور بھاگ جاؤ۔ یہ روایت بھی بخاری شریف میں موجود ہے۔ تو انبیاء کرام علیہم السلام نبوت سے پہلے بھی صغیرہ کبیرہ سے محفوظ ہوتے ہیں اور بعد میں بھی۔ اور ایک ہوتی ہے خطاء اجتہادی۔ گناہ اور چیز ہے اور خطا اور چیز ہے، گناہ اور خطا میں فرق ہوتا ہے۔ خطا میں گناہ کرنے کی نیت نہیں ہوتی مثلاً ایک آدمی نے الماری سے قرآن کریم اٹھانے کیلئے ہاتھ ڈالا صحیح پکڑا نہیں گیا نیچے گر گیا نیچے گرانے کا اس کا ارادہ نہیں تھا بیچارے کا ہاتھ صحیح نہیں پہنچا نیچے گر گیا یہ خطا ہے گناہ نہیں ہے۔ اس خطا پر اس بیچارے کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں توبہ کرتا ہے استغفار کرتا ہے قرآن کریم کو بوسہ دیتا ہے چومتا ہے اور بوسہ دینا جائز ہے۔ بعض جاہل اس قرآن کریم کیساتھ دانے تول کر دیتے ہیں یہ غلط ہے۔ قرآن کریم ایسی کتاب ہے کہ دانے تو کیا ساری دنیا کے خزانے اس کیساتھ وزن نہیں کیے جاسکتے ہاں ویسے صدقہ کرنا اچھی بات ہے وہ جس چیز کی توفیق ہو کر دے، دانوں کا کر دے، کپڑوں کا کر دے، آٹے کا کر دے، نقد پیسوں کا کر دے مگر قرآن کریم کی دیدہ دانستہ بے حرمتی نہ کرے۔ تو خطا میں ارادہ نہیں ہوتا سورۃ القصص میں موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ آتا ہے موسیٰ علیہ السلام دوپہر کے وقت کہیں جا رہے تھے کہ دو آدمی جھگڑ رہے تھے ایک موسیٰ علیہ السلام کی برادری کا آدمی تھا اسرائیلی اور دوسرا قبطی فرعون کے باورچی خانے کا انچارج افسر تھا قاف اس کا نام تھا۔ جھگڑا کس بات پر ہو رہا تھا؟ لکڑیوں کا گٹھا تھا یا بھاری قسم کی بوری تھی وہ افسر اس اسرائیلی کو کہتا تھا کہ اسکو اٹھا کر فلاں جگہ پہنچاؤ اس نے کہا کہ میں کمزور آدمی

ہوں نہ یہ بوری مجھ سے اٹھائی جا سکتی ہے نہ لکڑیوں کا گٹھا اٹھا سکتا ہوں اس نے کہا تمہیں اٹھانا پڑے گا۔ اس نے کہا میرا قد دیکھ میرا وزن دیکھ کیا میں اٹھا سکتا ہوں اس نے پھر کہا کہ تمہیں اٹھانا پڑے گا اور اسرائیلی کو یہ بھی معلوم تھا کہ یہ قاف بڑا بد دیانت افسر ہے یہ سرکاری خزانے سے مزدوروں کی اجرت لے لیتا تھا اور ان سے بیگار کے طور پر کام لیتا تھا اجرت نہیں دیتا تھا۔ فرعون کے نام میں بڑی دہشت تھی فرعون کا نام سن کر بیچارے بادل نخواستہ وقت پاس کرتے تھے۔

کہنے لگا تمہیں معلوم ہے کہ میں فرعون کے باورچی خانے کا انچارج ہوں اسرائیلی نے کہا کہ تیرا روزانہ کا وطیرہ ہے کہ پیسے جیب میں ڈالتے ہو اور بیگار میں بندہ پکڑ کر اس سے کام کرواتے ہو لہذا پیسے دیکر لے جاؤ اسرائیلی مظلوم نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر آواز دی کہ یہ میرے اوپر ظلم کرتا ہے۔ یہ بوری اور گٹھا دیکھو اور میرا قد دیکھو میں نہیں اٹھا سکتا مجھے کہتا ہے کہ اٹھا کر لے چلو اور دوسری بات یہ ہے کہ اس کا روز مرہ کا وطیرہ ہے کہ پیسے جیب میں ڈالتا ہے اور لوگوں سے جبراً کام لیتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے قاف کو کہا کہ بھائی دیکھو یہ کمزور آدمی ہے اتنا بوجھ نہیں اٹھا سکتا وہ موسیٰ علیہ السلام کو کہنے لگا تمہارے پیٹ کیلئے تو انتظام کرتا ہوں تم نے بھی تو وہی سے روٹی کھانی ہے۔ جب موسیٰ علیہ السلام کے سر چڑھا تو انہوں نے اس کو ایک مکا مارا فَقَضٰى عَلَيْهِ ''پس وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔'' اب دیکھو مکے کیساتھ عادتاً آدمی مرتا تو نہیں ہے اگر مکے سے آدمی مرتا تو محمد علی باکسر لاکھوں پونڈ اور ڈالر کیسے کماتا تو مکا آلہ قتل نہیں ہے اور نہ موسیٰ علیہ السلام کا ارادہ قتل کا تھا یہ خطا تھی مگر چونکہ نفس کا قتل تھا اس لئے فرمایا کہ پروردگار! مجھ سے غلطی ہو گئی ہے معاف کر دیں فَغَفَرَ لَهٗ رب تعالیٰ نے معاف کر دیا۔ تو خطا میں نافرمانی کا ارادہ نہیں ہوتا اور گناہ میں ارادہ

ہوتا ہے۔ تو یوسف علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ نے حفاظت فرمائی فرمایا میں اپنے نفس کو بری قرار نہیں دیتا بیشک نفس برائی کا حکم دیتا ہے مگر جس پر رب مہربانی فرمائے۔ چونکہ رب تعالیٰ نے مجھے نبوت عطا فرمائی ہے اس لئے اس کی مہربانی سے بچا ہوں۔

قرآن پاک میں تین قسم کے نفسوں کا ذکر ہے۔ (۱)...... ایک نفس اَمّارہ، جو ہر وقت برائی کا حکم کرتا ہے برائی ہی برائی۔

۲)...... دوسرا نفس لَوَّامَہ ہے۔ یہ وہ ہے کہ اگر کوئی غلطی ہو جائے تو اپنے آپ کو ملامت کرتا ہے کہ تم نے کیا کیا ہے، کیا کر بیٹھے ہو۔ یہ بھی اچھی بات ہے کہ گناہ کو گناہ سمجھے اور اپنے آپ کو ملامت کرے۔ اور

۳)...... تیسرا نفس مطمئنہ ہے۔ یہ صرف نیکی ہی کرتا ہے۔ برائیوں سے بچتا ہے اور رب تعالیٰ کی یاد میں لگا رہتا ہے۔

یوسف علیہ السلام کی جب شاہی دربار میں سب کے سامنے پوزیشن واضح اور صاف ہوگئی تو یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ اب میں جاؤنگا وَقَالَ الْمَلِکُ ائْتُوْنِیْ بِہٖ اور کہا بادشاہ نے لاؤ اسکو تم میرے پاس سیدھا کہ رہائی کے بعد اِدھر اُدھر نہ جائے تاکہ میں اس کی زیارت کرلوں دیکھ لوں اَسْتَخْلِصْہُ لِنَفْسِیْ خالص کرلونگا میں اسکو اپنی جان کیلئے۔ اس لئے رہائی دلاتا ہوں کہ اتنا نیک اور دیانت دار آدمی ہے اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے فَلَمَّا کَلَّمَہٗ پس جب بادشاہ نے گفتگو کی یوسف علیہ السلام کیساتھ تو قَالَ کہا اس نے اِنَّکَ الْیَوْمَ لَدَیْنَا مَکِیْنٌ اَمِیْنٌ بیشک آج کے دن سے آپ ہمارے پاس عزت والے اور امانت والے ہو۔ ہم تمہاری امانت و دیانت کو سمجھ گئے ہیں کہ عین شباب ہو اور عورت خود دروازے بند کر کے برائی کی دعوت دے اور آدمی اس حالت میں کہے معاذ اللہ،

اللہ کی پناہ! اس سے بڑھ کر امانت کیا ہوگی۔ پھر گومگو کی حالت میں رہا ہونے کیلئے بھی تیار نہ ہو پوزیشن واضح ہونے کے بعد باہر آئے لہذا آپ بڑے عزت والے ہیں امانت والے ہیں میں چاہتا ہوں کہ اپنا عہدہ آپ کو دے دوں تا کہ لوگ فائدہ اٹھائیں قَالَ یوسف علیہ السلام نے فرمایا اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ مجھے مقرر کردو زمین کے خزانوں پر یعنی وزیر خزانہ بنادو۔ آج تو زراعت کیساتھ صنعت کا زمانہ ہے۔ اس وقت کارخانے وغیرہ نہیں ہوتے تھے صرف زمین کی پیداوار ہوتی تھی مطلب یہ ہے میں زمین کی نگرانی کرونگا جو فصل ہوگی اسکی حفاظت کرونگا اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ بیشک میں حفاظت کرنے والا جاننے والا ہوں۔ بیشک میں حفاظت بھی کرونگا اور اس فن کو جانتا بھی ہوں اصل چکر تو سارا کمائی کے سات سال اور پھر وہ سال ہیں جن میں قحط سالی ہونی ہے اور رب تعالیٰ نے بھائیوں کو لا کر ہاتھ باندھ کے کھڑا کرنا تھا۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِیُوْسُفَ اور اسی طرح ہم نے قدرت دی یوسف علیہ السلام کو فِی الْاَرْضِ زمین میں مصر کے ملک میں یَتَبَوَّاُ مِنْهَا ٹھکانہ بناتے تھے اس زمین میں حَیْثُ یَشَآءُ جہاں چاہتے تھے۔ مصر کے سولہ سترہ صوبے ہیں۔ آج اس صوبے میں کل اس صوبے میں پرسوں کسی اور صوبے کی نگرانی کیلئے جاتے تھے دیکھتے کہ کاشت کیسی ہو رہی ہے کس طرح بیجتے (بوتے) ہیں کس طرح سنبھالتے ہیں، نگرانی کرتے تھے نُصِیْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ ہم پہنچاتے ہیں اپنی رحمت جسکو چاہتے ہیں، ہم اپنی رحمت سے جس کو چاہتے ہیں نوازتے ہیں وَلَا نُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ اور ہم ضائع نہیں کرتے اجر نیکی کرنے والوں کا۔ آدمی مومن ہو تو اسکو نیکی کا اجر یقیناً دنیا میں بھی ملے گا اور آخرت میں بھی نیکی کا صلہ رب تعالیٰ ضائع نہیں کرتے مگر ہم تھوڑ دِلے (کم ظرف) ہیں ہماری خواہش ہوتی ہے کہ ایک ہاتھ سے نیکی کریں تو دوسرے

ہاتھ سے اسی وقت صلہ مل جائے۔ رب تعالیٰ کی حکمتیں ہیں کہ کس کو کب صلہ دینا ہے دے گا ضرور جو اس کے صلے کا اس نے وقت مقرر فرمایا ہے یہ دنیا کا اجر علیحدہ ہے وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ اور البتہ اجر آخرت کا بہت ہی بہتر ہے۔ دیکھو قرآن کریم میں یہ مضمون صاف درج ہے کہ جو شخص بھی نیکی کریگا اسکو دنیا میں بھی بدلہ ملے گا اور آخرت میں بھی بدلہ ہوگا اور آخرت کا بدلہ بہت بہتر ہوگا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ان لوگوں کیلئے جو مومن ہیں وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ اور تھے وہ پرہیزگار۔ تو ان کو ضرور اجر ملے گا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔

وَجَآءَ اِخْوَةُ

يُوسُفَ فَدَخَلُوا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهُ مُنْكِرُونَ ۝٥٨ وَلَمَّا
جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُونِي بِأَخٍ لَكُمْ مِنْ أَبِيكُمْ ۚ أَلَا
تَرَوْنَ أَنِّي أُوفِي الْكَيْلَ وَأَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ ۝٥٩ فَإِنْ لَمْ تَأْتُونِي
بِهِ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِي وَلَا تَقْرَبُونِ ۝٦٠ قَالُوا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ
أَبَاهُ وَإِنَّا لَفَاعِلُونَ ۝٦١ وَقَالَ لِفِتْيَانِهِ اجْعَلُوا بِضَاعَتَهُمْ فِي
رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُونَهَا إِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ
يَرْجِعُونَ ۝٦٢ فَلَمَّا رَجَعُوا إِلَىٰ أَبِيهِمْ قَالُوا يَا أَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ
فَأَرْسِلْ مَعَنَا أَخَانَا نَكْتَلْ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ۝٦٣ قَالَ هَلْ
آمَنُكُمْ عَلَيْهِ إِلَّا كَمَا أَمِنْتُكُمْ عَلَىٰ أَخِيهِ مِنْ قَبْلُ ۖ فَاللَّهُ
خَيْرٌ حَافِظًا ۖ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ۝٦٤ وَلَمَّا فَتَحُوا مَتَاعَهُمْ
وَجَدُوا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ إِلَيْهِمْ ۖ قَالُوا يَا أَبَانَا مَا نَبْغِي ۖ هَٰذِهِ
بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ إِلَيْنَا ۖ وَنَمِيرُ أَهْلَنَا وَنَحْفَظُ أَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ
بَعِيرٍ ۖ ذَٰلِكَ كَيْلٌ يَسِيرٌ ۝٦٥ قَالَ لَنْ أُرْسِلَهُ مَعَكُمْ حَتَّىٰ تُؤْتُونِ
مَوْثِقًا مِنَ اللَّهِ لَتَأْتُنَّنِي بِهِ إِلَّا أَنْ يُحَاطَ بِكُمْ ۖ فَلَمَّا آتَوْهُ
مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللَّهُ عَلَىٰ مَا نَقُولُ وَكِيلٌ ۝٦٦

وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوسُفَ اور آئے یوسف علیہ السلام کے بھائی فَدَخَلُوا
عَلَيْهِ پس وہ ان کے پاس داخل ہوئے فَعَرَفَهُمْ تو یوسف علیہ السلام نے ان کو

پہچان لیا وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ اور وہ بھائی ان کو نہ پہچان سکے وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ اور جب ان کو تیار کیا بِجَهَازِهِمْ ان کے سامان کیساتھ قَالَ ائْتُوْنِیْ بِاَخٍ لَّكُمْ فرمایا لانا میرے پاس اپنے بھائی کو مِّنْ اَبِیْكُمْ جو تمہارے باپ کی طرف سے ہے اَلَا تَرَوْنَ کیا تم نہیں دیکھتے اَنِّیْٓ اُوْفِی الْكَیْلَ بیشک میں پورا ناپ کر دیتا ہوں وَاَنَا خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ اور میں بہترین میزبانی کرنے والا ہوں فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِیْ بِهٖ پس اگر تم نہ لائے اس کو میرے پاس فَلَا كَیْلَ لَكُمْ عِنْدِیْ پس نہیں ہوگا اناج تمہارے لئے میرے پاس وَلَا تَقْرَبُوْنِ اور میرے قریب بھی نہ آنا قَالُوْا انہوں نے کہا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ بتاکید ہم مطالبہ کریں گے اس کے بارے میں اس کے والد سے وَاِنَّا لَفٰعِلُوْنَ اور بیشک البتہ یہ کام ہم کریں گے وَقَالَ اور کہا یوسف علیہ السلام نے لِفِتْیٰنِهِ اپنے نوجوانوں سے اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ رکھدو ان کا سامان فِیْ رِحَالِهِمْ ان کے سامانوں میں لَعَلَّهُمْ یَعْرِفُوْنَهَآ شاید کہ وہ اسکو پہچان لیں اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓی اَهْلِهِمْ جب کہ لوٹیں گے وہ اپنے گھر کے افراد کی طرف لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ تاکہ وہ واپس لوٹ آئیں فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓی اَبِیْهِمْ پس جب وہ لوٹے اپنے باپ کی طرف قَالُوْا کہنے لگے یٰٓاَبَانَا اے ہمارے ابا جان مُنِعَ مِنَّا الْكَیْلُ روک دیا گیا ہم سے اناج فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا پس بھیج دیں ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو نَكْتَلْ ہم اناج لائیں گے وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ اور بیشک ہم اسکی البتہ حفاظت کرنے والے ہیں قَالَ فرمایا

یعقوب علیہ السلام نے هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ میں نہیں اعتبار کرتا تمہارا اس کے بارے میں اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مگر جیسا کہ میں نے اعتبار کیا تھا تمہارا اس کے بھائی کے بارے میں مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ پس اللہ تعالیٰ ہی بہتر حفاظت کرنے والا ہے اور وہ سب سے بڑھ کر مہربان ہے وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ اور جب کھولا انہوں نے اپنے سامان کو وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ پایا انہوں نے اپنی پونجی کو رُدَّتْ اِلَيْهِمْ لوٹا دی گئی ہے ان کی طرف قَالُوْا کہنے لگے يٰٓاَبَانَا اے ہمارے ابا جان مَا نَبْغِيْ ہم کیا چاہتے ہیں هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا یہ ہماری پونجی ہے رُدَّتْ اِلَيْنَا لوٹا دی گئی ہے ہماری طرف وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا اور ہم اناج لائیں گے اپنے گھر والوں کے لئے وَنَحْفَظُ اَخَانَا اور ہم حفاظت کریں گے اپنے بھائی کی وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ اور ہم زیادہ لائیں گے ایک اونٹ کا بوجھ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ یہ بوجھ تو بہت تھوڑا ہے قَالَ فرمایا یعقوب علیہ السلام نے لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ ہرگز نہیں بھیجوں گا تمہارے ساتھ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا یہاں تک کہ تم دو گے مجھے وعدہ مِّنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖٓ کہ البتہ تم ضرور لاؤ گے اسکو میرے پاس اِلَّآ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ مگر یہ کہ تم سب کو گھیر لیا جائے فَلَمَّآ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ پس جب دیا انہوں نے اپنے باپ کو وعدہ اپنا قَالَ فرمایا اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ اللہ تعالیٰ اس بات پر جو ہم کہتے ہیں نگہبان ہے۔

قحط سالی کے اثرات کا کنعان تک پہنچنا اور یعقوبؑ کا بیٹوں کو گندم لینے بھیجنا :

حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ چلا آ رہا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام وزیر خزانہ بنے انہوں نے ہر ہر صوبے میں ہر ہر ضلع میں ہر ہر تحصیل میں گندم کا خوشوں سمیت ذخیرہ کرایا سات سال تک اس کے بعد پھر قحط والے سال شروع ہوئے ایک آدھ سال گزرا کنعان کے علاقے میں بھی قحط سالی ہوئی یہاں حضرت یعقوب علیہ السلام رہتے تھے آجکل اس کا نام الخلیل ہے، القدس ہے۔ یہ شام، اردن، فلسطین اور جو علاقہ اسرائیل کے پاس ہے یہ سارا علاقہ اس وقت شام اور ارض مقدس کہلاتا تھا ان علاقوں میں بھی قحط سالی ہوئی لوگوں کو پتہ چلا کہ مصر میں پیسوں کیساتھ دانے ملتے ہیں ہر آدمی کو ایک اونٹ کا بوجھ ملتا ہے قحط کے دنوں میں دانوں کا مل جانا بڑی بات ہے چاہے پیسوں کیساتھ ملیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے گھر کے تین سونوے (۳۹۰) افراد تھے۔ پورا دیہات تھا گیارہ بیٹے ان کے پاس رہتے تھے فرمایا یہ لوگ جا کر مصر سے دانے لاتے ہیں بیٹو! تم بھی جاؤ کبھی کھانے کو ملتا ہے کبھی نہیں ملتا بھوک ہے۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام کے دس بھائی گندم لینے کیلئے چلے بنیامین کو یعقوب علیہ السلام نے نہیں بھیجا فرمایا یہ میرے پاس رہے گا تم جاؤ اور دانے لیکر آؤ۔ یاد رکھنا! مسئلہ یہ ہے کہ مومن آدمی دیانتداری کیساتھ تجارت کرے کسی محلے میں اس نیت کیساتھ دوکان کھولے کہ لوگوں کو سہولت ہوگی اور مجھے نفع بھی حاصل ہوگا کیونکہ تجارت نفع کے بغیر نہیں ہے تو ایسے شخص کو پیسے بھی ملیں گے اور ثواب بھی ملے گا اور اگر صرف لوگوں کو لوٹنے کیلئے دوکان ڈالی ہے تو پھر یہ نیت اس کیساتھ ہے۔ **اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّات** ''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔'' حضرت یوسف علیہ السلام کے

بھائی اور دیگر قافلے والے لوگ بھی کنعان سے چلے۔ تفسیر اور تاریخ کی کتابوں میں کنعان سے مصر کی مسافت آٹھ دن کی بھی لکھی ہے اور دس دن کی بھی لکھی ہے۔

یوسفؑ نے بھائیوں کو پہچان لیا، وہ نہ پہچان سکے :

دانے لینے کیلئے جو بھی آتے تھے ان کا باقاعدہ ریکارڈ ہوتا تھا حضرت یوسف علیہ السلام کا اپنے منشیوں کو حکم تھا کہ جو بھی آئے اس کا نام پتہ درج کرو کہ کس علاقے سے آئے ہیں کتنے افراد ہیں، کیا نام ہیں؟ حضرت یوسف علیہ السلام اپنے دفتر میں بیٹھے تھے ان کے دس بھائی بھی آئے، داخل ہوتے ہی یوسف علیہ السلام نے ان کو پہچان لیا اور وہ یوسف علیہ السلام کو نہ پہچان سکے اس کا ذکر ہے۔ وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ ۔ اِخْوَةٌ اَخٌ کی جمع ہے بمعنٰی بھائی اِخْوَةٌ کا معنٰی ہے بہت سارے بھائی۔ معنٰی ہوگا اور آئے یوسف علیہ السلام کے بھائی فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ پس وہ ان کے پاس داخل ہوئے دفتر میں فَعَرَفَهُمْ پس یوسف علیہ السلام نے ان کو پہچان لیا وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ اور وہ بھائی ان کو نہ پہچان سکے۔ نہ پہچاننے کی ایک وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ بھائیوں کی عمریں پکی تھیں اور پکی عمر والے کا حلیہ کم بدلتا ہے اور یوسف علیہ السلام کو جب انہوں نے کنویں میں ڈالا تھا ایک روایت کے مطابق ان کی عمر سترہ سال بتاتے ہیں ابھی داڑھی بھی پوری نہیں آئی تھی پھر داڑھی آئی درمیان میں کافی سال گذر گئے ان کا حلیہ بدلا پہچان نہ سکے۔

دوسری وجہ یہ لکھتے ہیں کہ وہ باقاعدہ پوچھتے تھے تم کون ہو، کیا نام ہے، باپ کا کیا نام ہے، کہاں سے آئے ہو؟ اور افسر کو حق پہنچتا ہے کہ وہ پوچھے لیکن عام آدمی افسر سے نہیں پوچھ سکتے کہ تمہارا کیا نام ہے اور تمہارے والد صاحب کا کیا نام ہے، کہاں کے رہنے والے ہو؟ تو جس وقت یوسف علیہ السلام سے انہوں نے ملاقات کی پوچھا کہاں سے آئے

ہو؟ کہنے لگے کنعان کے علاقے سے۔ پوچھا وہاں کیا کرتے ہو؟ کہنے لگے ہمارے والد ہیں جنکا نام یعقوب (علیہ السلام) ہے وہ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں ہم ان کی خدمت کرتے ہیں پوچھا تم سب بھائی ہو؟ کہنے لگے ہاں ہم سب بھائی ہیں۔ پوچھا اور بھی کوئی تمہارا بہن بھائی ہے؟ کہنے لگے ہاں ایک چھوٹا بھائی ہے ابا جی نے اسکو نہیں آنے دیا۔ کیوں نہیں آنے دیا؟ کہنے لگے بس ان کی مرضی ایک ہمارا بھائی اور تھا وہ ضائع ہو گیا ہے، گم ہو گیا ہے اس کا کوئی پتا نہیں ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کی بڑی خدمت کی۔ اولاً تو اس لئے کہ پیغمبر سے بڑھ کر کسی کا اخلاق نہیں ہوتا ہر ایک سے اچھے سلوک کیساتھ پیش آتا ہے اور پھر یہ تو بھائی تھے خونی رشتہ تھا بڑی خدمت کی۔

ہر آدمی کی خدمت اس کی حیثیت کے مطابق ہونی چاہیئے :

حدیث پاک میں آتا ہے اَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ ''لوگوں کیساتھ ایسا برتاؤ کرو جو ان کی شان کے لائق ہو۔'' ابوداؤد شریف میں روایت آتی ہے حضرت عائشہؓ کے پاس ایک عورت بیٹھی تھی کہ اتنے میں ایک سائل آیا اس نے سوال کیا حضرت عائشہؓ نے اپنی لونڈی خادمہ سے فرمایا کہ بیٹی چنگیر میں جو روٹی ہے پوری ہے یا آدھی ہے اس مانگنے والے کو دیدو۔ تھوڑی دیر گزری کہ ایک اور آدمی آیا کہ میں فلاں بن فلاں ہوں اور فلاں جگہ سے آیا ہوں حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ فوراً اس کیلئے چارپائی کا انتظام کرو اس پر چادر بچھاؤ اس پر ان کو بٹھاؤ اور انکا احترام کرو۔ وہ عورت جو پاس بیٹھی تھی اس نے کہا ام المومنین آپ تو سب مومنوں کی ماں ہیں جو مانگنے والا تھا وہ بھی آپ کا بیٹا ہی تھا اس کو آپ نے آدھی روٹی پر ٹرخا دیا اور اس کیلئے چارپائی بستر ے کا اہتمام کر رہی ہو۔ حضرت عائشہؓ نے حدیث کا حوالہ دیا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے اَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ ''جیسی جیسی کسی کی شان

ہواسی کے مطابق اس کیساتھ برتاؤ کرو۔" یہ مانگنے والا ہر ہر دروازے پر جاتا ہے اور مانگتا ہے اور یہ شخص صرف ہمارا ہی مہمان ہے لہذا دونوں میں فرق ہونا چاہئے۔ اور حدیث پاک میں آتا ہے مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخر فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ "جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور آخرت پر ایمان لاتا ہے پس چاہئے کہ وہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔" تو مہمان کی عزت اس کے ایمان میں داخل ہے اور جو مہمان پر خرچ ہوگا اسکا اسکو ثواب ملے گا کیونکہ آنحضرت ﷺ کے حکم کی تعمیل ہوگی۔ وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ اور جب ان کو تیار کیا بِجَهَازِهِمْ ان کے سامان کیساتھ اور رخصت کیا قَالَ ائْتُونِيْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِيْكُمْ فرمایا آئندہ آؤ گے تو اپنے بھائی کو بھی میرے پاس لانا جو تمہارے باپ کی طرف سے ہے۔ کیونکہ انہوں نے بتلایا تھا کہ ہمارا ایک اور بھائی بھی ہے اسکو باپ نے نہیں آنے دیا اَلَا تَرَوْنَ کیا تم دیکھتے نہیں اَنِّيْ اُوْفِي الْكَيْلَ بیشک میں پورا ماپ کر دیتا ہوں وَاَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ اور میں بہترین میزبانی کرنے والا ہوں۔ مُنْزِلٌ کا معنٰی ہوتا ہے میزبان، میں میزبانوں میں سے بہترین میزبان ہوں تم نے میری میزبانی کا اندازہ لگا لیا ہوگا لہذا آئندہ اس کو بھی ساتھ لیکر آنا۔ فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِيْ بِهٖ پس اگر تم نہ لاؤ گے اس کو میرے پاس فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِيْ پس نہیں ہوگا اناج تمہارے لئے میرے پاس، تمہیں بھی دانے نہیں ملیں گے وَلَا تَقْرَبُوْنِ اور میرے قریب بھی نہ آنا۔ کچھ رغبت دلائی اور کچھ دھمکی بھی دی تاکہ آئندہ وہ بھائی کو لے آئیں یہ سب اس چیز کی تمہید تھی کہ آئندہ آئیں گے عاجزی کا اظہار کریں گے اور بالآخر یعقوب علیہ السلام کیساتھ بھی ملاقات ہوگی۔ قَالُوْا بھائیوں نے کہا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ بتاکید ہم مطالبہ کریں گے اس کے بارے میں اس کے والد سے، ہم ساتھ لانے کیلئے ابا جان سے ضرور مطالبہ کریں گے کہ بنیامین کو ہمارے ساتھ بھیج وَاِنَّا لَفٰعِلُوْنَ اور

بیشک البتہ یہ کام ہم کریں گے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو اجازت تھی کہ چاہیں تو کسی کو دانے مفت دیں رقم نہ لیں یہ اختیار ان کے پاس تھا آخر وزیر خزانہ تھے **وَقَالَ** اور فرمایا یوسف علیہ السلام نے **لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا** اپنے نوجوانوں سے جو خادم تھے رکھدو **بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ** ان کا سامان ان کے سامانوں میں۔ **بضاعت** کا معنٰی سرمایہ، پونجی، رقم، راس المال۔ تو فرمایا کہ ان دس سے ہم نے رقم نہیں لینی لہٰذا ان کی رقم کسی حیلے بہانے سے ان کے سامان میں رکھ دینا۔ وہ رقم کیا تھی؟ تفسیروں میں مختلف باتیں ہیں اکثر حضرات فرماتے ہیں کہ دراہم دینار تھے جو اس زمانے کا سکہ تھا وہ تھیلے میں تھے پہلے وہ رقم انہوں نے گن کر ان سے وصول کی پھر خادموں کو حکم دیا کہ خاموشی کیساتھ ان کے سامان میں رکھ دینا کہ ان کو پتہ نہ چلے **لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَآ** شاید کہ وہ اپنے اس سرمائے کو پہچان لیں **اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمْ** جب کہ لوٹیں گے وہ اپنے گھر والوں کی طرف **لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ** تاکہ وہ واپس لوٹ آئیں۔

یوسفؑ کی دوبارہ بھائیوں کو بلانے کی تدبیر :

یہاں پر اسکی دو تفسیریں منقول ہیں ایک یہ کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے جو بیٹے تھے گو ان سے یوسف علیہ السلام کے بارے میں کوتاہی ہوئی تھی لیکن پیغمبر کی اولاد تھے حلال حرام کو سمجھتے تھے تو یوسف علیہ السلام نے یہ تعبیر کی کہ وہ جس وقت اپنی بوریوں سے اناج نکالیں گے تو یہ رقم بھی ملے گی تو اسکو کھائیں گے نہیں کہ یہ رقم ہماری نہیں ہے غلطی سے واپس آگئی ہے لازماً وہ یہ رقم واپس لائیں گے اور جب رقم واپس لائیں گے تو میرا بھائی بھی ساتھ لائیں گے اس طرح میرا بھائی مجھے جلدی ملے گا۔

اگر کسی آدمی کے پاس ایسی رقم ہو کہ جس کا مالک معلوم نہیں تو کیا کرے؟

اور مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی آدمی کے پاس کسی آدمی کی رقم ہے اگر اس کا مالک معلوم ہو یا اس کا شرعی وارث معلوم ہو تو وہ رقم اس کو پہنچانی ضروری ہے چاہے وہ قریب ہو یا بعید ہو۔ جلدی پہنچا سکے یا دیر سے بہرحال رقم اسکو پہنچانی ہے۔ اور اگر مالک کا یا اس کا شرعی وارث معلوم نہ ہو تو اس سلسلے میں طویل بحث ہے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اَفْقَہُ الْاُمَّت ہیں یعنی امت میں سب سے بڑے فقیہ ہیں چھٹے نمبر پر مسلمان ہونے والے ہیں پوری امت میں پہلے نمبر کے مفسر قرآن ہیں، یہ منڈی تشریف لے گئے وہاں غلاموں اور لونڈیوں کے علاوہ اور بہت کچھ بکتا تھا انہوں نے ایک لونڈی خریدی، ایجاب قبول ہو گیا اور شریعت میں ایجاب قبول ہوتے ہی ملک دوسرے کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔ مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے یہ چیز اتنے میں تجھے دی اس نے کہا میں نے قبول کر لی بس اب یہ قبول کرنے والا شرعاً اس کا مالک بن گیا ہے شرعاً تحریر اور رجسٹری وغیرہ جو اس وقت ہیں یہ ملکیت کیلئے ضروری نہیں ہیں۔ تو ایجاب وقبول ہو گیا لونڈی قبضے میں آ گئی رقم دینے لگے تو آدمیوں کا ایسا ٹھیلہ (ریلہ) آیا کہ جس کو رقم دینی تھی وہ اِدھر اُدھر ہو گیا حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے اسکو تلاش کرنے کیلئے بڑا زور لگایا اعلان کرتے رہے ڈھونڈتے رہے کہ بھائی میں نے باندی خریدی ہے اس کا مالک بتاؤ مگر مالک نہ ملا۔ بخاری شریف میں واقعہ ہے کہ بڑے پریشان ہوئے کہ اے پروردگار! میں بدنیت نہیں ہوں حرام خور نہیں ہوں شرعاً میں لونڈی کا مالک ہو چکا ہوں پیسے دینے کی بڑی کوشش کی ہے لیکن مالک نہیں ملتا میں کیا کروں جب مالک کسی طرح نہ مل سکا تو انہوں نے وہ رقم صدقہ کرنے کے بعد عرض کی اے پروردگار! اس صدقے کو اس آدمی کے کھاتے میں شامل کر لے۔ اسی پر فقہاء کرامؒ

فرماتے ہیں کہ اگر مالک یا اس کا شرعی وارث معلوم نہ ہو تو وہ رقم اس آدمی کی طرف سے کسی غریب مسکین کو صدقہ کر دو۔ اس رقم کو مسجد، قبرستان یا عیدگاہ وغیرہ پر لگانا درست نہیں ہے بلکہ اس کا مصرف یہ مسکین ہے اور یہ نیت کرے کہ اے پروردگار! اس کا ثواب اس کے مالک کے کھاتے میں ڈال دے، طالب علم کو بھی دے سکتے ہیں۔ تو اس کا ایک مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ رقم وہ نہیں کھائیں گے بلکہ واپس پہنچائیں گے نتیجہ یہ ہوگا کہ میرا بھائی بھی ساتھ آئے گا تو میں اس کو جلدی دیکھ لوں گا۔

اور دوسری تفسیر یہ لکھتے ہیں کہ حضرت یوسفؑ نے ان سے سن بھی لیا تھا اور ویسے بھی جانتے تھے کہ یہ غریب ہیں اگر یہ رقم واپس نہ بھیجی تو ممکن ہے نئی رقم حاصل کرنے میں وقت لگ جائے اور یہ رقم جب ان کو مل جائے گی تو جلدی واپس آجائیں گے قِیْــلَ اور رُوِیَ کیساتھ یہ تفسیر بھی منقول ہے فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓی اَبِیْهِمْ پس جب وہ لوٹے اپنے باپ کی طرف۔ دس بھائی اپنے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس واپس آئے قَالُوْا یٰٓاَبَانَا کہنے لگے اے ہمارے ابا جان! مُنِعَ مِنَّا الْكَیْلُ. كَیل کا لفظی معنٰی ہے پیمانے میں ماپنا، اور یہاں وہ چیز مراد ہے جو پیمانے میں آئے گی دانے وغیرہ۔ معنٰی ہوگا روک دیا گیا ہم سے اناج، ہمیں دانے ماپ نہیں ملیں گے فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا پس تو بھیج دے ہمارے ساتھ ہمارے بھائی بنیامین کو نَكْتَلْ ہم اناج لائیں گے یعنی دانے ماپ کرلائیں گے وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ اور بیشک ہم اسکے البتہ حفاظت کرنے والے ہیں نگران ہیں۔ تمہیں یاد ہوگا کہ جب یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اپنے والد محترم سے سوال کیا تھا کہ ابا جی کل ہم سیر کرنے جائیں گے اَرْسِلْ مَعَنَا غَدًا آپ کل اسکو ہمارے ساتھ بھیج دیں۔ یَرْتَعْ۔ رَتَعَ کا لفظ جب جانوروں کیلئے بولا جائے تو معنٰی ہوتا ہے چرنا اور رَتَعَ کا لفظ

جب انسانوں کیلئے بولا جائے تو اس کا معنٰی ہوتا ہے جنگلی پھل کھانا کہ ہمارے ساتھ جائے گا تو جنگلی پھل کھائے گا وَيَلْعَبْ اور کھیلے گا وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ اور بیشک ہم اسکی حفاظت کریں گے۔ وہاں بھی حٰفِظُوْنَ کا لفظ بولا اسی کا یعقوب علیہ السلام حوالہ دے رہے ہیں۔ قَالَ فرمایا یعقوب علیہ السلام هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ میں نہیں اعتبار کرتا تم پر اس بنیامین کے بارے میں اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مگر جیسا کہ میں نے اعتبار کیا تھا تمہارا اس کے بھائی یوسف علیہ السلام کے بارے میں مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے۔ اس وقت بھی تم نے اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ کہا تھا۔ تمہاری حفاظت مجھے معلوم ہے تم کیا حفاظت کرو گے فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ پس اللہ تعالٰی بہترین حفاظت کرنے والا ہے اور وہ سب سے بڑا مہربان ہے۔

اللہ تعالٰی مخلوق سے زیادہ مہربان ہے :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک سفر میں آنحضرت ﷺ کیساتھ کچھ عورتیں بھی تھیں وہ بیچاریاں کھانا پکانے کیلئے ساتھ ہوتی تھیں۔ ایک عورت کی گود میں دودھ پیتا بچہ تھا کھلی جگہ پر اس نے پتھروں کا چولہا بنایا تا کہ کھانا تیار کیا جاسکے ہوا بڑی تیز تھی دوسری طرف سے آگ کا شعلہ آیا تو اُدھر سے ہٹ کے بیٹھ گئی اُدھر سے شعلہ آیا دوسری طرف ہٹ کے بیٹھ گئی جسطرف سے شعلہ آتا ہٹ کے دوسری جانب بیٹھ جاتی اس کے ذہن میں خیال آیا کہ میں تو ماں ہوں مجھے اپنے بچے پر اتنی شفقت ہے کہ اسکو بچانے کیلئے آگ کے چاروں طرف پھر لیا ہے کہ آگ میں جلانا اسکو پسند نہیں کرتی کیا اللہ تعالٰی کی ذات میں مخلوق کیلئے اتنی بھی شفقت نہیں ہے جتنی میری شفقت اپنے بچے کیلئے ہے بخاری شریف میں روایت ہے کہ وہ بی بی آنحضرت ﷺ کے پاس آئی اور کہنے لگی حضرت! میں چولہے پر کھانا پکا رہی تھی اور میری

گود میں بچہ تھا اُس طرف سے ہوا چل رہی تھی جب آگ کے شعلے میری طرف آتے تو میں کبھی اِدھر کو ہو جاتی اور کبھی اُدھر کو ہو جاتی تھی تو حضرت! یہ فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اتنی رحمت بھی نہیں کریگی جتنی ماں میں اولاد کیلئے ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اَللّٰہُ اَرْحَمُ بِعِبَادِہٖ مِنَ الْاُمِّ بِابْنِہٖ ''اللہ تعالیٰ زیادہ رحم کرنے والا ہے اپنے بندوں پر بہ نسبت ماں کے اپنے بیٹوں کیساتھ۔'' اس بی بی نے کہا پھر خیر صلاّ ہے۔ اور ایک حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے سو حصے کئے ہیں ننانوے حصے اپنے پاس رکھے ہیں ایک حصہ ساری مخلوق پر تقسیم کیا ہے انسان، حیوانات، جنات جو آپس میں پیار محبت کرتے ہیں اسی ایک حصے کیوجہ سے کرتے ہیں۔ ''شمس المعارف'' تعویزوں کی کتابوں میں بڑی کتاب ہے۔ علامہ بونیؒ بڑے بزرگ ہیں اس میں وہ فرماتے ہیں کہ جو شخص آیت کریمہ کا یہ ٹکڑا فَاللّٰہُ خَیْرٌ حَافِظًا وَّھُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ لکھ کر اپنے پاس رکھے گا اللہ تعالیٰ اسکو دشمنوں کی زد سے بچائے گا۔ ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ انہوں نے سامان کھولا وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَھُمْ اور جب کھولا انہوں نے اپنے سامان کو، دانوں کی بوریاں کھولیں وَجَدُوْا بِضَاعَتَھُمْ پایا انہوں نے اپنی پونجی اور سرمائے کو رُدَّتْ اِلَیْھِمْ لوٹا دی گئی ہے ان کی طرف وہ درہم اور دنانیر کا تھیلہ درمیان سے نکل آیا قَالُوْا خوشی کیساتھ کہنے لگے یٰٓاَبَانَا مَا نَبْغِیْ اے ہمارے ابا جان! ہم کیا چاہتے ہیں اور ہمیں کیا چاہئے پیسے بھی آگئے اور دانے بھی آگئے ھٰذِہٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَیْنَا یہ ہمارا سرمایہ، پونجی اور رقم لوٹا دی گئی ہے ہماری طرف وَنَمِیْرُ اَھْلَنَا مِیْرَہ مِیْم مکسور کیساتھ بمعنی خوراک کے ہے۔ معنی ہوگا اور ہم اناج لائیں گے خوراک لائیں گے اپنے گھر کے افراد کیلئے وَنَحْفَظُ اَخَانَا اور اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے وَنَزْدَادُ کَیْلَ بَعِیْرٍ اور ہم زیادہ لائیں گے ایک اونٹ کا

بوجھ۔ پہلے ہم دس تھے انہوں نے دس اونٹوں پر دانے رکھ کر دیئے اب ہم گیارہ ہوں گے تو ہمیں وہ گیارہ اونٹوں پر اناج دیں گے ذٰلِکَ کَیْلٌ یَّسِیْرٌ یہ بوجھ تو بہت تھوڑا ہے۔ یہ ایک اونٹ کا بوجھ دینا عزیز مصر کیلئے بہت آسان ہے وہ بڑا سخی آدمی ہے۔

اور یہ تفسیر بھی کی گئی ہے کہ ابا جی! اگر ہم دس اونٹوں کا بوجھ لاتے ہیں تو یہ تو تھوڑا سا ہے یہ کتنے دن رہے گا۔ مستدرک حاکم کی روایت میں ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے اہل خانہ سب چھوٹے بڑے ملا کے تین سو نوے (۳۹۰) افراد تھے بڑا خاندان تھا پھر ہوں بھی سارے کھانے پینے والے تو خرچ کا اندازہ تم خود لگا لو اسلئے تم اس کو ضرور بھیجو۔ قَالَ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ میں ہرگز نہیں بھیجوں گا اسکو تمہارے ساتھ حَتّٰی تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ۔ مَوْثِقٌ کا معنٰی وثیقہ، اعتماد، وعدہ ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ تم دو گے مجھے وعدہ اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر، اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر سمجھ کر میرے ساتھ تم عہد و پیمان کرو کس بات کا لَتَاْتُنَّنِیْ بِهٖۤ البتہ تم ضرور لاؤ گے اسکو میرے پاس کوئی مکر اور حیلہ نہیں کرو گے کوئی شرارت نہیں کرو گے۔ ہاں اِلَّاۤ اَنْ یُّحَاطَ بِكُمْ مگر یہ کہ تم سب کو گھیر لیا جائے تم سب کسی گرفت میں آ جاؤ پھر سمجھیں گے کہ تمہارا کوئی قصور نہیں ہے اگر خود تم جیتے جاگتے آ جاؤ اور اسکو تم ادھر ادھر کرو تو پھر تو تمہاری ہی شرارت سمجھی جائیگی فَلَمَّاۤ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ پس جب دیا انہوں نے اپنے باپ کو وعدہ اپنا۔ اے ابا جان! ہم اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر رب تعالیٰ کو گواہ بنا کر وعدہ کرتے ہیں ہم انشاء اللہ العزیز بھائی کی حفاظت کریں گے اور اسکو ضرور لائیں گے قَالَ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا۔ یہ لفظ اللہ قال کا فاعل نہیں ہے بلکہ مقولہ ہے۔ اَللّٰهُ عَلٰی مَا نَقُوْلُ وَكِیْلٌ اللہ تعالیٰ اس بات پر جو ہم کہتے ہیں نگہبان ہے، گواہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کو گواہ سمجھنا اور اپنی طرف سے کوئی

شرارت نہ کرنا لے جاؤ اس بھائی کو بھی۔ بقیہ واقعہ آگے آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ

وَقَالَ یٰبَنِیَّ

لَا تَدْخُلُوْا مِنْ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ وَمَآ اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَیْهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَیْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ؕ مَا كَانَ یُغْنِیْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِیْ نَفْسِ یَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ؕ وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۶۸﴾ ع

وَقَالَ اور فرمایا یعقوب علیہ السلام نے یٰبَنِیَّ اے میرے بیٹو لَا تَدْخُلُوْا مِنْ بَابٍ وَّاحِدٍ نہ داخل ہونا ایک دروازے سے وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ اور داخل ہونا جدا جدا دروازوں سے وَمَآ اُغْنِیْ عَنْكُمْ اور میں کفایت نہیں کر سکتا تم سے مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی شے سے اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ نہیں ہے حکم مگر صرف اللہ تعالیٰ کا عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے وَعَلَیْهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ اور اسی پر چاہئے کہ بھروسہ کریں بھروسہ کرنے والے وَلَمَّا دَخَلُوْا اور جس وقت وہ داخل ہوئے مِنْ حَیْثُ جہاں سے اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ حکم دیا تھا ان کے والد نے مَا كَانَ یُغْنِیْ عَنْهُمْ نہیں تھے وہ کہ بچا سکتے انکو مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی چیز سے اِلَّا حَاجَةً فِیْ نَفْسِ یَعْقُوْبَ مگر ایک ارمان تھا یعقوب علیہ السلام کے جی میں قَضٰىهَا جو انہوں نے پورا کیا وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ اور بیشک وہ علم والے تھے

لِمَا عَلَّمْنٰهُ اس وجہ سے کہ ہم نے ان کو سکھایا تھا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَايَعْلَمُوْنَ اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کا ذکر چلا آ رہا ہے۔کل کے سبق میں تم نے پڑھا اور سنا کہ جب پہلی مرتبہ یوسف علیہ السلام کے بھائی اناج لینے کیلئے مصر سے کنعان پہنچے اور حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی وہ انکو پہچان گئے اور یہ نہ پہچان سکے حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کی بڑی عزت کی احترام کیا گھر کے حالات پوچھے اور یہ بھی پوچھا کہ تمہارے پیچھے کون ہے؟ انہوں نے سارا کچھ بتلایا کہ ہمارا ایک بھائی اور بھی ہے۔فرمایا آئندہ جب آنا تو اس کو بھی ساتھ لانا انہوں نے اپنے والد صاحب کو آمادہ کیا کہ بنیامین کو ہمارے ساتھ بھیجو ہم گندم زیادہ لائیں گے اور اس کے بغیر ہمیں اناج نہیں ملے گا بیٹوں نے جب پورا اطمینان دلایا تسلی دی تو حضرت یعقوب علیہ السلام مطمئن ہو گئے اور ساتھ بھیج دیا۔

یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا دوسری مرتبہ جانا :

اب یہ دوسری دفعہ کنعان سے مصر جا رہے ہیں جو آٹھ یا دس دن کی مسافت پر تھا بڑا قافلہ تھا ان کیساتھ اور لوگ بھی تھے حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان کو رخصت کرتے ہوئے فرمایا وَقَالَ اور فرمایا یعقوب علیہ السلام نے يٰبَنِيَّ اے میرے بیٹو! لَا تَدْخُلُوْا مِنْ م بَابٍ وَّاحِدٍ نہ داخل ہونا ایک دروازے سے۔پہلے زمانے میں شہروں کے ارد گرد دیوار ہوتی تھی جسکو فصیل اور سُورُ البلاد کہتے تھے اس سے داخل ہونے کے مختلف دروازے ہوتے تھے جسطرح گوجرانوالہ میں سیالکوٹی دروازہ ہے، کھیالی دروازہ ہے ،لاہوری دروازہ ہے۔اسی طرح لاہور میں دلی دروازہ ہے، ملتانی دروازہ ہے اسی طرح

مصر کے بھی بہت سارے دروازے تھے۔ فرمایا ایک دروازے سے داخل نہ ہونا وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ اور داخل ہونا جدا جدا دروازوں سے، بکھرے ہوئے دروازوں سے داخل ہونا دو تین بھائی ایک دروازے سے دو تین دوسرے دروازے سے اس طرح بکھر کے جانا اور بیٹو یاد رکھو! وَمَآ اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ اور میں کفایت نہیں کر سکتا اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی شے سے، میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے نہیں بچا سکتا کیوں؟ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ نہیں ہے حکم مگر صرف اللہ تعالیٰ کا حکم وہی ہوگا جو رب تعالیٰ نے دینا ہے عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ اسی پر میں بھروسہ کرتا ہوں وَعَلَیْهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ اور اسی پر چاہئے کہ بھروسہ کریں بھروسہ کرنے والے۔ اب سوال یہ ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو یہ سبق کیوں دیا کہ ایک دروازے سے داخل نہ ہونا؟

نظر کا لگ جانا حق ہے اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے کوئی نہیں بچ سکتا :

تفسیروں میں ایک بات یہ لکھی ہے کہ نظر بد سے بچنے کیلئے کہ ماشاء اللہ سارے صحتمند خوبصورت جوان ہو کہیں نظر بد نہ لگ جائے۔ حدیث پاک میں آتا ہے اَلْعَیْنُ حَقٌّ وَلَهٗ رُقْیَةٌ ''نظر کا لگ جانا حق ہے اور اس کا دم بھی ہے۔'' نظر کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کو دیکھے کہ یہ اتنا صحت مند ہے اتنا خوبصورت ہے اتنا مالدار ہے اتنا قابل لائق ہے یعنی ان چیزوں پر تعجب کا اظہار کرے یہ جب تعجب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فوراً اس میں عیب پیدا کر دیتے ہیں کہ ان کمالات میں بندے کا کوئی دخل نہیں ہے یہ میرے اختیار میں ہے۔

اللہ تعالیٰ دینے پر بھی قادر ہے اور لینے پر بھی قادر ہے :

اللہ تعالیٰ اپنی قدرت بتلاتے ہیں کہ دیکھو جس نے کمال دیا ہے وہ زائل بھی کر سکتا

ہے۔حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب انسانوں کے گناہ زیادہ ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ سورج گرہن اور چاند گرہن کر دیتا ہے یہ بتلانے کیلئے کہ اپنی صحت اور حسن وکمال پر گھمنڈ کرنے والو، برائیاں کرنے والو باز آ جاؤ جس رب نے سورج کو روشنی دی تھی تمہارے سامنے سلب کر لی ہے چھین لی ہے، جس نے چاند کو چمک دی تھی دیکھتے نہیں ہو اس نے چمک چھین لی ہے۔

حضرت سید حسین احمد مدنیؒ بعض اوقات یہ شعر پڑھتے تھے......

؎ حسن والے حسن کا انجام دیکھ
ڈوبتے سورج کو بوقت شام دیکھ

یہ کمالات جو رب تعالیٰ نے کسی کو دیئے ہیں یہ رب تعالیٰ کا عطیہ ہیں اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرتے ہوئے ان کی قدر کرنی چاہئے۔حضرت انس بن مالک ﷜ سے روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا نظر بد سے بچنے کیلئے ماشاء اللّٰہ لا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہ پڑھو نظر بد نہیں لگے گی اور اگر لگ گئی تو یہ پڑھ کر دم کرو باقی ایک بات یہاں اچھی طرح سمجھ لیں کہ اگر ہم پھونکیں ماریں اور اثر نہ ہو یا فوراً اثر نہ ہو تو یہ ذہن ہرگز نہ بنانا کہ رب تعالیٰ کے کلام میں اثر نہیں ہے اور یہ نظریہ قائم نہ کرنا کہ العیاذ باللہ آنحضرت ﷺ نے صحیح نہیں بتلایا۔اللہ تعالیٰ کے کلام میں اثر ہے اور آپ ﷺ کی زبان بھی سچی ہے کمی کوتاہی ہم میں ہے ہمارے عقیدے کمزور ہیں ایمان بڑا کمزور ہے ہماری خوراک حرام نہ سہی مشکوک تو ضرور ہے اور

دعا کی قبولیت کیلئے رزق حلال شرط ہے :

دعاؤں کی قبولیت کیلئے بنیادی شرط رزق حلال ہے اور دم بھی دعا ہے۔حضرت سعد ابن ابی وقاص ﷜ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے ایک

لقمہ بھی حرام کا کھایا تو چالیس دن اور چالیس راتیں دعا کی قبولیت سے محروم ہو جاتا ہے۔ اور ہمارے تو خیر پیٹ حرام سے بھرے ہوئے ہیں ایک لقمے کی تو بات ہی نہیں ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ نے یہ روایت نقل فرمائی ہے اور فرماتے ہیں بِاِسْنَادٍ لَابَاسَ بِہٖ صحیح سند ہے۔ اور بخاری اور مسلم کی روایت میں ہے کہ لوگ دور دراز سے سفر کرتے ہیں (آج تو سفر بڑا آرام دہ ہو گیا ہے اس وقت پسینہ سر سے پاؤں تک ٹپکتا تھا گرد و غبار ان کے کپڑوں پر اور سر اور پاؤں پر پڑتا تھا۔) فرمایا دور دراز کا سفر کرتے ہیں کعبۃ اللہ پہنچتے ہیں کعبۃ اللہ کا طواف کرتے ہیں کعبۃ اللہ کا غلاف پکڑتے ہیں اور یَارَبِّ یَارَبِّ دعائیں کرتے ہیں فرمایا مَطْعَمُہٗ حَرَامٌ وَمَشْرَبُہٗ حَرَامٌ وَمَلْبَسُہٗ حَرَامٌ فَاَنّٰی یُسْتَجَابُ لَہٗ اس کا کھانا حرام اس کا پینا حرام اس کا لباس حرام ایسے شخص کی دعا کہاں سے قبول کی جائے گی۔ کعبے میں بھی قبول نہیں ہوتی اس لئے کہ دعاؤں کی قبولیت کیلئے، نمازوں کی قبولیت کیلئے حلال کھانا شرط ہے حرام سے بچنا شرط ہے لیکن آج حالات ہی اتنے خراب ہو گئے کہ الامان والحفیظ۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ ایک زمانہ آئیگا کہ اگر کوئی شخص حرام سے بچنا چاہے گا بھی تو حرام کا دھواں دھکے سے اس کے ناک میں گھسے گا۔

بینک میں پیسے رکھنا مجبوری ہے :

آج حالات ایسے ہیں کہ لوگ مجبور ہیں اگر کسی کے پاس چار پیسے جمع ہو جاتے ہیں خوشی غمی کیلئے تو وہ مجبوراً بینک میں رکھتے ہیں کہ چور ڈاکو نہیں چھوڑتے۔ مگر جائز سمجھ کر نہ رکھیں بنک میں رکھنا ناجائز ہے کیونکہ بینک والے رقم سے سودی کاروبار کرتے ہیں مگر جب دو مصیبتیں جمع ہو جائیں تو ہلکی کو اختیار کرنے کی اجازت ہے۔ مسئلہ شریعت نے یہ بتلایا ہے اِذَا ابْتُلِیْتُمْ بِبَلَائَیْنِ فَاخْتَرْ اَھْوَنَھُمَا " جب دو مصیبتوں میں پھنس جاؤ ہلکی کو اختیار کر

لو۔'' یہاں دو مصیبتیں جمع ہوگئی ہیں ایک طرف ڈاکوؤں، چوروں سے جان کا خطرہ ہے اور دوسری طرف سود ہے لہذا دوسری جانب اختیار کرلو۔ پیسے بنک میں رکھوادو مگر وہاں سے جوزائد پیسے تمہیں ملیں گے جسکووہ نفع کہتے ہیں وہ اپنی ذات کیلئے استعمال نہیں کرنے وہ کسی غریب فقیر کو دیدو ثواب کی نیت کے بغیر کیونکہ اگر کسی نے حرام مال کا صدقہ کیا اور ثواب کی نیت کی تو کافر ہو جائیگا نکاح ٹوٹ جائیگا لہذا دیتے وقت ثواب کی نیت نہ کرنا نیت یہ ہونی چاہئے کہ میں حرام خوری سے بچ جاؤں۔ اس رقم سے سڑک نہیں بنوا سکتے، گلی نہیں بنوا سکتے، بیت الخلاء نہیں بنا سکتے صرف فقیر مسکین کو دے سکتے ہیں اس کیلئے جائز ہے وہ کھا سکتا ہے۔

اور دوسری وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ سب بھائی بڑے صحت مند تھے پہلے دس اور اب گیارہ ہیں اور بادشاہ اور وزیر نے ان کی قدر بھی بڑی کی تھی جب یہ سارے ایک ہی دروازے سے داخل ہوں گے تو کہیں مصری لوگ ان کے درپے نہ ہو جائیں یہ کون لوگ ہیں جن کی عزیز مصر اتنی عزت کرتا ہے خدمت کرتا ہے۔

تدبیر توکل کے خلاف نہیں :

آخر باپ باپ ہے اپنی اولاد کیلئے بہت کچھ سوچتا ہے اسی سے معلوم ہوا کہ تدبیر توکل کیخلاف نہیں ہے۔ ساتھ کہتے ہیں عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ میں نے اس اللہ پر توکل کیا ہے اور تدبیر بھی بتلاتے ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے پاس دور سے ایک مسافر آیا آپ کی عادت مبارک تھی کہ آنے والے سے پوچھتے تھے کہاں سے آئے ہو کس کے مہمان ہو کس سے ملنا ہے تیرے ساتھ کون ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ کھانے پینے رہائش کا انتظام کس کے ذمہ ہے اس نے کہا حضرت میں آپ کا مہمان ہوں۔ فرمایا تیرے ساتھ کوئی اور آدمی بھی ہے کہنے لگا کوئی نہیں ہے کیسے آئے ہو اس نے کہا حضرت اونٹنی پر

سوار ہو کر آیا ہوں فرمایا اونٹنی کہاں ہے؟ حضرت! باہر چھوڑ آیا ہوں توکل پر آپ ﷺ نے فرمایا قَیِّدْ هَا ثُمَّ تَوَکَّلْ ''پہلے اس کے پاؤں باندھو پھر توکل کرو۔'' مولانا رومؒ نے اس حدیث کا ایسے ترجمہ کیا ہے......

گفت پیغمبر بآواز بلند
در توکل زانوئے اشتر بہ بند

پہلے اونٹنی کا پاؤں باندھو پھر توکل کرو۔ توکل کا یہ معنٰی ہے کہ ظاہری اسباب اختیار کرو اس کا نتیجہ رب تعالیٰ پر چھوڑ دو اگر کوئی شخص ظاہری اسباب اختیار نہیں کرتا تو وہ تَعَطُّل کا شکار ہے، اسباب کو چھوڑنے والا ہے۔ لہذا تدبیر توکل کے خلاف نہیں ہے۔ شاعر کہتا ہے......

توکل کا یہ مطلب ہے کہ خنجر تیز رکھ اپنا
انجام اسکی تیزی کا مقدر کے حوالے کر

وَلَمَّا دَخَلُوْا اور جس وقت وہ داخل ہوئے مِنْ حَیْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ جہاں سے حکم دیا تھا ان کے والد نے کہ مختلف دروازوں سے داخل ہونا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مَا کَانَ یُغْنِیْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ نہیں تھے وہ کہ بچا سکتے انکو اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی چیز سے، وہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے کفایت نہیں کر سکتے تھے کچھ بھی اِلَّا حَاجَةً فِیْ نَفْسِ یَعْقُوْبَ قَضٰهَا مگر ایک ارمان اور حاجت تھی ایک ضرورت تھی یعقوب علیہ السلام کے دل میں جو انہوں نے پوری کی اپنا ارمان پورا کیا اپنے باپ ہونے کی حیثیت سے جو بات بہتر تھی وہ ان کو بتلائی باقی اختیار ان کو کچھ نہ تھا۔

نفع نقصان کا مالک صرف اللہ ہے :

اختیار صرف رب تعالیٰ کو ہے جو کرتا ہے رب تعالیٰ کرتا ہے لیکن لوگوں کا حال یہ

ہے کہ اگر کوئی گھنگرو ڈال کر پھرنے لگ جائے تو اس سے ڈرتے ہیں کہ کہیں ہمارا بیڑا نہ غرق کردے۔ بھئی اگر وہ اتنا پہنچا ہوا ہوتا تو اپنے آپ کو درست نہ کرلیتا نفع نقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے النافع بھی اس کی صفت ہے اور الضار بھی اس کی صفت ہے بارہا یہ بات تم سن چکے ہو کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں آنحضرت ﷺ سے بڑھ کر کوئی ذات نہ ہے نہ ہوسکتی ہے مگر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے بھی اعلان کرادیا قُلْ اے نبی کریم ﷺ آپ کہہ دیں اعلان کرکے ان کو سنادے لَا اَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّ لَا رَشَدًا میں تمہارے نفع نقصان کا مالک نہیں ہوں [سورۃ جن] اور سورۃ اعراف میں اپنی ذات کے بارے میں اعلان کروایا قل آپ کہہ دیں لَا اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہُ ''میں اپنی جان کیلئے بھی نفع اور ضرر کا مالک نہیں ہوں مگر جو چاہے اللہ تعالیٰ۔'' جب آپ ﷺ کسی کے نفع نقصان کے مالک نہیں ہیں تو اور کوئی کس باغ کی مولی ہے کہ اس کے پاس یہ اختیار ہے۔ تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو فرمادیا کہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے تمہاری کچھ کفایت نہیں کرسکتا اور ان کی تائید میں اللہ تعالیٰ نے بھی فرمادیا کہ وہ اپنے بیٹوں کو اللہ تعالیٰ کی گرفت سے چھڑانے کیلئے کچھ بھی نہیں کرسکتے تھے پس انہوں نے اپنا فریضہ ادا کیا جوان کے دل میں بات تھی وہ انہوں نے پوری کی وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ اور بیشک یعقوب علیہ السلام علم والے تھے لِّمَا عَلَّمْنٰهُ اس وجہ سے کہ ہم نے ان کو سکھایا تھا وہ ان چیزوں کو جانتے تھے جنکی ہم نے انکو تعلیم دی تھی وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ اور لیکن اکثر لوگ حقیقت نہیں جانتے حقیقت سے دور ہوتے ہیں۔

۞ ۞ ۞

وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ

اَخَاهُ قَالَ اِنِّيْٓ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَىِٕسْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۹﴾ فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِيْ رَحْلِ اَخِيْهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ ﴿۷۰﴾ قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ ﴿۷۱﴾ قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ ﴿۷۲﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ ﴿۷۳﴾ قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ ﴿۷۴﴾ قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۷۵﴾

وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اور جب وہ داخل ہوئے یوسف علیہ السلام کے پاس اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَخَاهُ جگہ دی انہوں نے اپنے پاس اپنے بھائی کو قَالَ فرمایا اِنِّيْٓ اَنَا اَخُوْكَ بیشک میں تیرا بھائی ہوں فَلَا تَبْتَىِٕسْ پس تو پریشان نہ ہو بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ اس کاروائی پر جو یہ کرتے تھے فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ پس جب انکو تیار کیا ان کے سامان کیساتھ جَعَلَ السِّقَايَةَ رکھ دیا پیمانہ فِيْ رَحْلِ اَخِيْهِ اپنے بھائی کے سامان میں ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ پھر اعلان کرنے والے نے اعلان کیا اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اے قافلے والو اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ بیشک البتہ تم چور ہو قَالُوْا انہوں نے کہا وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ اور وہ متوجہ ہوئے ان پر مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ کیا

چیز تم گم پاتے ہو قَالُوْا انہوں نے کہا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ ہم گم پاتے ہیں بادشاہ کا پیمانہ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ اور جو خود اسکو لائے گا اس کیلئے حِمْلُ بَعِيْرٍ ایک بوجھ اونٹ کا ہوگا وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ اور میں اس کا ذمہ دار ہوں قَالُوْا انہوں نے کہا تَاللّٰهِ اللہ کی قسم لَقَدْ عَلِمْتُمْ البتہ تحقیق تم جانتے ہو مَا جِئْنَا نہیں آئے ہم لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ کہ فساد مچائیں ہم زمین میں وَمَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ اور ہم چور نہیں ہیں قَالُوْا انہوں نے کہا فَمَا جَزَآؤُهٗ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ کیا ہوگا اس کا بدلہ اگر تم جھوٹے ثابت ہوئے قَالُوْا انہوں نے کہا جَزَآؤُهٗ اس کا بدلہ مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ جس کے سامان میں وہ چیز پائی گئی فَهُوَ جَزَآؤُهٗ وہی اس کا بدلہ ہوگا كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں ظالموں کو۔

پہلے تفصیل کے ساتھ گذر چکا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام وزیر مالیات بنے پہلے سات سال خوب کاشت ہوئی جس کو خوشوں سمیت محفوظ کر لیا گیا پھر سات سال قحط کے آئے۔ قحط جسطرح مصر میں پڑا اسی طرح آس پاس کے علاقے کنعان، شام، فلسطین میں بھی پڑا۔ اناج کا سٹاک صرف مصر والوں کے پاس تھا دور دراز سے لوگ دانے لینے مصر جاتے تھے حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی اپنے بیٹوں کو بھیجا پہلی دفعہ دس بھائی گئے یوسف علیہ السلام نے ان کو پہچان لیا لیکن وہ یوسف علیہ السلام کو نہ پہچان سکے یوسف علیہ السلام نے گھر کے حالات پوچھے اور فرمایا کہ تمہارا اور بھی کوئی بھائی ہے؟ انہوں نے کہا ہاں ہمارا ایک بھائی ہے سوتیلی ماں سے ہمارے والد نے ہماری والدہ کے فوت ہو جانے کے بعد ہماری خالہ سے نکاح کیا تھا وہ اس سے ہے۔ فرمایا آئندہ اسکو بھی ساتھ لے آنا کہنے

لگے ابا جی سے درخواست کریں گے حضرت یعقوب علیہ السلام کو عہد و پیمان دیا مگر انہوں
نے اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے ان کیساتھ بھیج دیا اب یہ دوسری دفعہ گیارہ آدمی گئے اس
کا ذکر ہے۔ وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اور جب وہ داخل ہوئے یوسف علیہ السلام کے
پاس اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَخَاهُ جگہ دی انہوں نے اپنے بھائی کو اپنے پاس۔

حضرت یوسفؑ بنیامین کیساتھ بے تکلف ہو گئے :

صورت اسکی یہ ہوئی کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کی خاطر تواضع کی اور
فرمایا کہ تم دس آدمی پہلے بھی آئے اور شہر کے واقف ہو کئی دن یہاں رہے ہو بازاروں سے
بھی واقف ہو باغات کو جانتے ہو تمہیں اجازت ہے چلو پھرو اور بنیامین پہلی دفعہ آیا ہے
اسکو یہاں رہنے دو چنانچہ وہ جب چلنے پھرنے کیلئے رخصت ہو گئے اور بنیامین پاس رہے تو
یوسف علیہ السلام ان کیساتھ بے تکلف ہو گئے قَالَ اِنِّىْٓ اَنَا اَخُوْكَ فرمایا بیشک میں تیرا
بھائی یوسف ہوں۔ پھر دونوں بھائی باتیں کرتے رہے بنیامین نے بھی بڑوں کی زیادتیاں
بیان کی کہ انہوں نے میرے ساتھ یہ کیا اور وہ کیا اس کا ذکر ہے فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا
كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ پس تو پریشان نہ ہو اس کاروائی پر جو وہ کرتے ہیں اب ان چیزوں کو بھلا
دو۔ یہ سارے کئی دن تک یوسف علیہ السلام کے پاس رہے بڑی عزت احترام کیساتھ ان کو
رکھا اور قاعدے کے مطابق ان کو فی کس ایک ایک اونٹ بوجھ اناج کا دیا فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ
بِجَهَازِهِمْ پس جب انکو تیار کیا ان کے سامان کیساتھ یعنی واپسی کا سامان دانے وغیرہ
بوریوں میں ڈال کر اونٹوں پر لدوائے تو جَعَلَ السِّقَايَةَ۔ سقایہ کا لفظی معنیٰ ہے وہ پیالہ
جس کیساتھ پانی پلایا جائے۔ یہ سونے کا پیالہ تھا اور اس کے کنارے پر موتی لگے ہوئے
تھے بادشاہ اس میں دودھ پانی شراب وغیرہ پیتا تھا بعد میں اس پیالے کو پیمانے کے طور پر

مقرر کر دیا گیا کہ اس پیمانے کیساتھ ماپ کر اناج لوگوں کو دو اب اس کے معنی پیمانے کے ہیں، رکھ دیا پیمانہ فِیْ رَحْلِ اَخِیْهِ اپنے بھائی کے سامان میں، ان سے نظر بچا کر بوری میں رکھ دیا ان میں سے کسی کو معلوم نہیں ہے نہ بڑوں کو نہ چھوٹوں نوکروں میں سے بھی کسی کو علم نہیں ہے۔ جس وقت تیار ہو کر جانے لگے ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ پھر اعلان کرنے والے نے اعلان کیا اَیَّتُهَا الْعِیْرُ اے قافلے والو اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ بیشک تم چور ہو۔ انہوں نے حیران ہو کر کہا قَالُوْا کہا انہوں نے وَاَقْبَلُوْا عَلَیْهِمْ اور وہ انکی طرف متوجہ ہوئے مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ کیا چیز تم گم پاتے ہو۔ ہمیں چور کہتے ہو کیا چیز تمہاری گم ہوگئی ہے قَالُوْا انہوں نے کہا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ ہم گم پاتے ہیں بادشاہ کا پیمانہ جس کیساتھ ہم دانے ماپ کر دیتے ہیں وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِیْرٍ اور جو خود اسکو لائے گا اس کیلئے ایک بوجھ اونٹ کا ہوگا انعام کے طور پر وَّاَنَا بِهٖ زَعِیْمٌ اور میں اعلان کرنے والا اس کا ذمہ دار ہوں۔

یوسفؑ کی تدبیر ان کی شان کے لائق نہیں تھی، اعتراض کا جواب :

یہاں پر بڑی بحث کی گئی ہے اس بات پر کہ ان کو چور کہنا خلاف واقعہ ہے کیونکہ پیالہ تو حضرت یوسف علیہ السلام نے خود رکھا تھا ان کو تو علم بھی نہیں کہ ہماری کسی بوری میں بادشاہ کا پیالہ ہے اور یوسف علیہ السلام کو اگر نبوت بعد میں بھی ملی ہو پھر بھی یہ بات مناسب نہیں ہے کیونکہ نبی نبوت سے پہلے بھی ولی ہوتا ہے واقعہ کے خلاف بات ان کی شان کے لائق نہیں ہے۔ اس کے جواب میں تفسیروں کے اندر بہت کچھ لکھا ہے۔ امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ پیالہ تو رکھا یوسف علیہ السلام نے لیکن اعلان انہوں نے نہیں کیا اعلان کے متعلق جملہ ہے ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ پھر اعلان کیا ایک اعلان کرنے والے نے۔ یہ نگران نے اعلان

کیا اس نے جب دیکھا کہ سونے کا پیالہ جو سرکاری طور پر پیمانہ مقرر ہوا تھا نہیں ہے، کہاں گیا ہے؟ اور اسکو حقیقت کا علم نہیں تھا نگرانی اسکی تھی کیونکہ وہ دفتر کا ذمہ دار تھا اس کے علم میں واقعی وہ چوری تھی۔

دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ عربی میں ایک محاورہ ہے جسکو توریہ کہتے ہیں توریہ کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ ذو معنوں والا لفظ بولا جائے سننے والا قریبی معنٰی سمجھے اور متکلم کی مراد دور والے معنٰی کی ہو۔ جیسے آنحضرت ﷺ ایک سفر میں تھے آپ ﷺ کیساتھ حضرت ابو بکر صدیق ؓ تھے اور کوئی نہیں تھا راستے میں کچھ لوگ ملے جو ابو بکر صدیق ؓ کو پہچانتے تھے اور آپ ﷺ کو نہیں پہچانتے تھے۔ انہوں نے صدیق اکبر ؓ سے پوچھا مَنْ مَّعَکَ اے ابو بکر! تیرے ساتھ کون ہے؟ ابو بکر صدیق ؓ نے فرمایا رَجُلٌ یَهْدِیْنِیْ السَّبِیْلَ یہ شخص مجھے راستہ دکھاتا ہے میری راہنمائی کرتا ہے۔ انہوں نے یہ حسی راستہ سمجھا جس پر لوگ چلتے ہیں کہ انہوں نے اس راستے کی راہبری کیلئے کوئی آدمی ساتھ لیا ہے اور حضرت ابو بکر صدیق ؓ کی مراد تھی صراط مستقیم کی کہ یہ مجھے صراط مستقیم دکھاتا ہے جو آخرت کا راستہ ہے۔ جس کیلئے ہم نماز میں دعا کرتے ہیں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ پروردگار ہمیں صراط مستقیم پر قائم رکھیں۔

تو اگر اعلان کرنے والے خود یوسف علیہ السلام ہیں کہ انہوں نے اعلان کیا اے قافلے والو! تم چور ہو تو انہوں نے توریئے کے طور پر کیا اور ان کی مراد یہ تھی کہ تم نے بچپن میں یوسف علیہ السلام کو باپ سے چرا کر قافلے والوں کے آگے چند درہموں کے عوض بیچ دیا تھا۔ انہوں نے قریبی معنٰی سمجھا کہ پیالے کی وجہ سے ہمیں چور کہہ رہے ہیں اور یوسف علیہ السلام کے ذہن میں دور والا معنٰی تھا جو بالکل حقیقت کے مطابق ہے۔ قَالُوْا انہوں

نے کہا تَـاللّٰـهِ اللہ کی قسم! حرف 'ت' اور 'واؤ' اور 'ب' قسم کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ واللہ، باللہ ،تاللہ سب قسمیں ہیں۔ لَقَدْ عَلِمْتُمْ البتہ تحقیق تم جانتے ہو مَا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ نہیں آئے ہم کہ فساد مچائیں زمین میں یہ چوری بھی فساد ہے جسطرح جھوٹ اور فریب فساد ہے ان چیزوں سے زمین میں فساد پھیلتا ہے وَمَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ اور ہم چور نہیں ہیں۔ اور اس بات میں وہ سچے تھے کیونکہ وہ تو اناج لینے کیلئے آئے تھے چوری جھگڑا فتنہ فساد تو ان کا مقصد نہیں تھا قَالُوْا انہوں نے کہا جو سرکاری دفتر کے ملازم تھے فَمَا جَزَآؤُهٗ کیا ہوگا بدلہ اسکا یعنی چور کا اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ اگر تم جھوٹے ثابت ہوئے قَالُوْا انہوں نے کہا جَزَآؤُهٗ بدلہ اسکا مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ جس کے سامان میں وہ چوری پائی گئی فَهُوَ جَزَآؤُهٗ پس وہی اس کا بدلہ ہے كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں ظالموں کو اپنی شریعت میں۔

بات اچھی طرح سمجھ لیں وہ یہ کہ چور کے بارے میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی شریعت کی سزا اور تھی اور ملک مصر کے قانون میں سزا اور تھی۔ مصر کا قانون یہ تھا کہ چور سے ڈبل قیمت وصول کی جاتی تھی مثلاً اگر اس نے سو کی چوری کی ہے تو اس سے دو سو روپے وصول کئے جاتے تھے اور اَلضَّرْبُ کے لفظ بھی آتے ہیں کہ اس کی پٹائی بھی کی جاتی تھی چور کی پٹائی بھی کرتے تھے اور اس سے ڈبل قیمت بھی وصول کرتے تھے اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی شریعت میں یہ قانون تھا کہ چور کو چوری کے مال کے حساب سے اپنے پاس غلام بنا کر رکھنا ہوتا تھا مثلاً ایک ہزار کی چوری کی ہے تو ایک سال غلام بن کے ان کے پاس ٹھہرے گا جن کی چوری کی ہے اور اگر پانچ سو کی چوری کی ہے تو چھ ماہ غلام بن کے ٹھہرے گا اور وہ اس سے خدمت لیتے رہیں گے اگر اس سے کم کی چوری کی ہوتی تو اس

حساب سے غلام بنا کر رکھا جاتا تھا۔ تو حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ طریقہ اس لئے اختیار کیا کہ وہ مصر کے قانون کے مطابق بنیامین کو اپنے پاس نہیں رکھ سکتے تھے اس لئے کہ وہ اس سے دگنا رقم لیکر چھوڑ دیتے یا مارتے پیٹتے اور یوسف علیہ السلام کا مقصد تو بھائی کو پاس رکھنا تھا اس لئے انہوں نے ان سے پوچھا کہ تمہارے نزدیک چور کی سزا کیا ہے اور انہوں نے اپنی شریعت کے مطابق بیان کردی کہ وہی اس کی سزا ہے کہ مال کے بدلے میں اس کو اپنے پاس رکھا جاتا ہے تو یوسف علیہ السلام نے یعقوب علیہ السلام کی شریعت کے مطابق بھائی کو اپنے پاس رکھا۔ اس کا ذکر آگے آرہا ہے۔

فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ ؕ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ؕ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِیْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَ فَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ۝۷۶ قَالُوْۤا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِیْ نَفْسِهٖ وَ لَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ۝۷۷ قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗۤ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۷۸ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ۝۷۹ ع

فَبَدَاَ پس ابتدا کی (یوسف علیہ السلام نے تلاشی لینے کی) بِاَوْعِيَتِهِمْ ان کے سامان سے قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ اپنے بھائی کے سامان سے پہلے ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا پھر نکالا اس پیمانے کو مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ اپنے بھائی کے سامان سے كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ اسی طرح ہم نے تدبیر بتلائی یوسف علیہ السلام کو مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ نہیں تھے وہ کہ لیتے اپنے بھائی کو فِیْ دِيْنِ الْمَلِكِ اس بادشاہ کے قانون میں اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ ہم بلند کرتے ہیں درجے مَّنْ نَّشَآءُ جس کے چاہتے ہیں وَفَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ اور ہر علم والے کے اوپر ایک جاننے والا ہے قَالُوْۤا بھائیوں نے کہا اِنْ يَّسْرِقْ اگر چوری کی ہے اس نے فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ پس تحقیق

چوری کی ہے اس کے بھائی نے مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ پس پوشیدہ رکھا اس بات کو یوسف علیہ السلام نے فِیْ نَفْسِهٖ اپنے دل میں وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ اور ظاہر نہ کیا ان کے سامنے قَالَ فرمایا اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا تم برے ہو درجے کے لحاظ سے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو کچھ تم بیان کرتے ہو قَالُوْا وہ کہنے لگے يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اے عزیز (مصر کے وزیر اعظم) اِنَّ لَهٗٓ اَبًا بیشک اس کا باپ شَيْخًا كَبِيْرًا بہت بوڑھا ہے فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ پس لے لے ہم میں سے ایک کو اس کی جگہ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ بیشک ہم دیکھتے ہیں آپ کو نیکی کرنے والوں میں سے قَالَ فرمایا مَعَاذَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی پناہ ہے اَنْ نَّاْخُذَ یہ کہ ہم لیں گے اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مگر اسی کو کہ پایا ہے ہم نے مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ اپنا سامان اس کے پاس اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ بیشک ہم اس وقت زیادتی کرنے والے ہوں گے۔

گذشتہ سبق میں تم نے یہ بات پڑھی اور سنی کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی بنیامین کیساتھ کھل کر باتیں کیں اور یہ بھی فرمایا کہ میں تمہیں کسی تدبیر اور حکمت عملی کیساتھ اپنے پاس رکھونگا پریشان نہ ہونا چنانچہ یوسف علیہ السلام نے آہستہ سے اپنے بھائی بنیامین کے سامان میں وہ سونے کا پیالہ جواب پیمانے کے طور پر استعمال ہوتا تھا رکھ دیا جس وقت پیالہ نہ ملا تو دفتر والوں نے شور مچایا کہ مل نہیں رہا تمہارے سے پہلے پیالہ موجود تھا جب تم گیارہ آدمی آئے ہو تو وہ غائب ہو گیا ہے لہذا تم نے ہی چوری کیا ہے یہ تمہاری شرارت ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ ہم چوری کیلئے نہیں آئے۔ اِنہوں نے کہا کہ اگر وہ پیالہ تمہارے

پاس سے نکلے تو کیا سزا ہوگی؟ بھائیوں نے کہا کہ ہماری شریعت کا مسئلہ ہے کہ جو چور ہو اس کو پکڑ کر غلام بنالینا کَذٰلِکَ نَجۡزِی الظّٰلِمِیۡنَ اسی طرح ہم ظالموں کو سزا دیتے ہیں اور یوسف علیہ السلام بھی یہی چاہتے تھے فَبَدَاَ بِاَوۡعِیَتِهِمۡ اَوۡعِیَه وِعَاءٌ کی جمع ہے جس کا معنیٰ سامان۔ پس ابتدا کی یوسف علیہ السلام نے تلاشی لینے کی ان کے سامان سے بھائیوں کی بوریاں کھولیں قَبۡلَ وِعَآءِ اَخِیۡهِ اپنے بھائی کے سامان سے پہلے ان میں پیمانہ نہیں تھا پھر حقیقی بھائی کی تلاشی لی ثُمَّ اسۡتَخۡرَجَهَا مِنۡ وِّعَآءِ اَخِیۡهِ پھر نکالا اس پیمانے کو اپنے بھائی کے سامان سے، بھائی کی بوری کھولی تو اس سے پیمانہ نکل آیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کَذٰلِکَ کِدۡنَا لِیُوۡسُفَ اسی طرح ہم نے تدبیر بتلائی یوسف علیہ السلام کو۔ یہ حیلہ رب تعالیٰ فرماتے ہیں ہم نے بتلایا کیوں مَا کَانَ لِیَاۡخُذَ اَخَاهُ نہیں تھے وہ کہ لیتے اپنے بھائی کو فِیۡ دِیۡنِ الۡمَلِکِ اس بادشاہ کے قانون میں۔ مصر کے بادشاہ ریان ابن ولید کے قانون میں وہ بھائی کو نہیں رکھ سکتے تھے کہ اس کا قانون یہ تھا کہ چور نے جتنی چوری کی ہے اس سے ڈبل قیمت اس پر ڈال دیتے یا مارتے پیٹتے تھے رکھ نہیں سکتے تھے اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی شریعت میں جتنی چوری ہوتی تھی اس کے مطابق اتنی دیر غلام بنا کر رکھتے تھے اور یوسف علیہ السلام کا مقصد بھی بھائی کو اپنے پاس رکھنا تھا اس لئے یہ حیلہ کیا گیا اور حیلے کے بارے میں بڑی تفصیل ہے۔

حیلہ جائز بھی ہے اور حیلہ حرام بھی ہے :

حیلہ جائز بھی ہے اور حیلہ حرام بھی ہے۔ جس حیلے کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا کوئی حق باطل کیا جائے یا کسی بندے کا حق وصول کیا جائے وہ حرام اور بڑا سخت گناہ ہے اور جس حیلے سے کوئی شے جائز ہو جائے وہ صحیح ہے۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ حضرت

عمارہ بن عزیہ رضی اللہ عنہ کو آنحضرت ﷺ نے خیبر کی زمینوں کا محصل بنا کر بھیجا یعنی وہاں کی پیداوار ہے وہ لاتی ہے اس کو ساعی بھی کہتے ہیں اور محصل اور عامل بھی کہتے ہیں۔ وہ جس وقت اپنی میعاد پوری کر کے آئے تو وہاں سے جنیب کھجور بھی لائے۔ خیبر میں بے شمار قسم کی کھجوریں ہوتی ہیں جتنی قسم کی کھجوریں وہاں ہوتی ہیں اتنی ملک کے کسی علاقے میں نہیں ہوتیں۔ جنیب کھجور کا دانہ بڑا لمبا ہوتا ہے اور یہ بہت میٹھی ہوتی ہے اور اس میں گٹھلی بھی برائے نام ہوتی ہے وہاں کے لوگ تحفے تحائف میں یہ کھجور دیتے تھے اور جس کی اپنی نہیں ہوتی تھی وہ دوسری دو کلو کھجوریں دیکر یہ ایک کلو لے لیتا تھا یا عام کھجوریں تین کلو دے کر یہ ایک کلو لے لیتے تھے تو حضرت عمارہ رضی اللہ عنہ جب آئے تو انہوں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں یہ کھجوریں پیش کیں آپ ﷺ نے اس سے پہلے ایسی کھجوریں نہیں دیکھی تھیں حالانکہ مدینہ طیبہ میں بھی بے شمار قسم کی کھجوریں ہوتی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اَکُلُّ تَمرَ خَیبَرَ ھٰکَذَا کیا خیبر کی ساری کھجوریں ایسی ہوتی ہیں۔ اس نے کہا نہیں حضرت یہ بہت اعلیٰ قسم اور قیمتی کھجور ہے ہم عام کھجور دو کلو دیکر یہ ایک کلو لیتے ہیں تا کہ تحفہ بھیج سکیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اَوَّہ اَوَّہ عینُ الرِّبوا یہ تو نرا سود ہے۔ کیونکہ جنس بدلے جنس کے کمی بیشی کیساتھ سود ہے اعلیٰ ادنیٰ کی اس میں تمیز نہیں ہوتی۔ آپ ﷺ نے حیلہ بتایا کہ ایسا کیا کرو کہ جو عام قسم کی کھجوریں ہیں وہ بیچ کر رقم لے لو اور اس رقم کیساتھ جنیب کھجور لے لیا کرو تا کہ جنس کیساتھ جنس کا تقابل نہ آئے۔ اسی طرح ایک موقع پر سزا دینے کیلئے بھی آپ ﷺ نے حیلہ کیا وہ اس طرح کہ ایک شخص بڑا کمزور تھا مگر اس سے زنا کا فعل صادر ہو گیا انسان انسان ہے شیطان بہلا دیتا ہے اور تھا بھی غیر شادی شدہ، اس کو سو کوڑے مارنے تھے آپ ﷺ نے اس کو دیکھا تو محسوس کیا کہ یہ تو اتنے کوڑوں سے مر جائے گا آپ ﷺ نے ایک جھاڑو پکڑا

جس کے سو تنکے تھے وہ اس کو مارا اور پھر فرمایا کہ اس طریقے سے سزا یہ اس کیلئے ہے اوروں کیلئے نہیں ہے کیونکہ جان نکالنی مقصود نہیں تھی اسکو اگر کوڑے مارے جاتے تو وہ مر جاتا۔

پیغمبروں کو کوئی ایسی بیماری نہیں لگتی جس سے نفرت پیدا ہو :

قرآن پاک میں حضرت ایوب علیہ السلام کی قسم کا ذکر ہے حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی کا نام رحمت بنت فراخ سین رحمہا اللہ تعالیٰ تھا بڑی خادمہ قسم کی بیوی تھی ایک زمانہ تھا کہ گھر میں ہزاروں لوگوں کا کھانا پکتا تھا لوگوں کی آمد و رفت لگی رہتی تھی پھر ایک وقت ایسا آیا کہ ایوب علیہ السلام بیمار ہو گئے لیکن ان کے متعلق جو مشہور ہے کہ ان کو روڑی (گندگی پھینکنے کی جگہ) پر ڈال دیا گیا اور ان کے بدن میں کیڑے پڑ گئے یہ نری خرافات ہیں حقیقت کیساتھ ان باتوں کا کوئی تعلق نہیں ہے نہ انکو کسی نے روڑی پر ڈالا اور نہ ان کے بدن میں کیڑے پڑے ہیں پیغمبروں کے جسم میں ایسی کوئی بیماری پیدا نہیں ہوتی جو لوگوں کی نفرت کا باعث بنے قطعاً نہیں ہو سکتی۔ گھٹنوں کا درد کہو کمر درد کہو سر درد یا بخار ہو گیا یہ صحیح ہے۔ ایک موقع پر آنحضرت ﷺ کو گھٹنوں کا اتنا شدید درد ہوا کہ آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا بیٹھ کر نہیں کر سکے لیکن ایسی بیماری کہ پیغمبر گنجا ہو کانا ہو ایسی کوئی بیماری پیغمبر پر نہیں آتی۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی رحمتؒ سے کام میں کوئی کوتاہی ہوئی تو حضرت ایوب علیہ السلام نے قسم اٹھائی کہ میں تجھے سو ڈنڈے ماروں گا قسم تو اٹھالی مگر پھر خیال آیا کہ اس کو سو ڈنڈے پڑے تو یہ مر جائے گی۔ سورۃ ص آیت نمبر ۴۴ میں ہے وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا اور پکڑ لے اپنے ہاتھ میں تنکوں کا گٹھا فَاضْرِبْ بِهِ وَلَا تَحْنَثْ پس مارو اس کیساتھ اور قسم میں جھوٹے نہ ہو۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو خود حیلہ بتایا کہ سو تنکو والا جھاڑو لیکر مارو اس طرح تمہاری قسم بھی پوری ہو جائے گی اور خدمت گار بیوی بھی مارے

بچ جائے گی تو حیلے کا ذکر قرآن پاک میں ہے۔اور ایسا حیلہ کہ جس سے کسی ناجائز چیز سے بچ جائے وہ درست ہے لیکن حیلے کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا حق ضائع کرے یا بندے کا حق ضائع کرے یا بندے کا حق لے تو بڑا سخت گناہ ہے تو فرمایا کہ اس طرح ہم نے یوسف علیہ السلام کو تدبیر بتلائی ورنہ وہ بادشاہ کے قانون کے مطابق بھائی کو نہیں رکھ سکتے تھے اِلَّآ اَنْ یَّشَـآءَ اللّٰـهُ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو یعقوب علیہ السلام کی شریعت کے مطابق بھائی دلوادیا نَـرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ہم بلند کرتے ہیں درجے جس کے چاہتے ہیں وَفَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ اور ہر علم والے کے اوپر ایک جاننے والا ہے۔ایک سے دوسرا زیادہ جاننے والا ہے تیسرا اس سے زیادہ جاننے والا ہے چوتھا اس سے زیادہ جاننے والا ہے اور ایک یہ کہ ہر جاننے والے سے پروردگار زیادہ جاننے والا ہے اس کا علم سب پر حاوی اور محیط ہے۔جب بنیامین کے سامان سے پیالہ نکل آیا قَـالُوْا بھائی کہنے لگے اِنْ يَّسْرِقْ اگر اس بنیامین نے چوری کی ہے فَـقَـدْ سَرَقَ اَخٌ لَّـهٗ پس تحقیق چوری کی اس کے بھائی نے مِنْ قَبْـلُ اس سے پہلے۔بھائی سے مراد یوسف علیہ السلام ہیں کہ ان کا دودھ ہی چوروں کا ہے کیونکہ ان کی والدہ علیحدہ تھی اور دوسروں کی والدہ علیحدہ تھی۔وہ بھائی یوسف علیہ السلام کی چوری کیا ہے تفسیروں میں دو تین باتیں آتی ہیں۔

ایک یہ کہ یوسف علیہ السلام کا نانا مشرک تھا اس نے سونے کے بت بنائے ہوئے تھے جنکی وہ پوجا کرتا تھا یوسف علیہ السلام نے بچپن میں وہ بت چرا کر توڑ دیئے تاکہ وہ ان کی پوجا نہ کرے۔دوسری بات تفسیروں میں یہ لکھی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے اہل خانہ کو کہا ہوا تھا کہ کوئی مانگنے والا آئے تو خالی نہ جائے اس زمانے میں مانگنے والے بھی مستحق ہوتے تھے اور دینے والے بھی بہتر لوگ ہوتے تھے۔

آج مانگنے والے پیشہ ور ہیں مستحق نہیں :

آج تو لوگوں نے مانگنے کو پیشہ بنایا ہوا ہے ایسے لوگوں کو دینے سے نہ دینا بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ غریق رحمت کرے حاجی سیف اللہ صاحب کو، ان کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے ایسی عاجزی کی باتیں کیں کہ سننے والا یہ سمجھے کہ واقعی وہ مستحق ہے اس نے کہا کہ مجھے راولپنڈی کا کرایہ چاہئے انہوں نے کہا کہ ہم تیری تلاشی لیتے ہیں اگر تیرے پاس سے پچاس روپے سے زیادہ نکلے تو وہ ہم چھین لیں گے اس نے اسی وقت دوڑ لگا دی بعد میں کسی نے اس کو حساب کرتے ہوئے دیکھا تو اس کے پاس کئی سو روپے تھے۔ تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے گھر والوں کو کہا ہوا تھا کہ کوئی سائل خالی نہ جائے۔ اتفاق کی بات ہے کہ مانگنے والا آیا اور گھر میں یوسف علیہ السلام کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا انہوں نے ایک مرغی جو بڑی موٹی تازی تھی پکڑ کر اسکو دے دی بھائی بڑے سخت مزاج تھے جب گھر آئے تو مرغی کو چلتے پھرتے نہ دیکھا پوچھا مرغی کہاں ہے؟ یہ خاموش رہے محلے کے بچوں سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ یوسف علیہ السلام نے مرغی پکڑ کر مانگنے والے کو دے دی ہے اس کو انہوں نے چوری کیساتھ تعبیر کیا۔

تیسری بات یہ لکھی ہے کہ گھر میں ایک انڈہ پڑا تھا یوسف علیہ السلام نے وہ انڈہ اٹھا کر کسی بچے کو دے دیا بھائیوں نے کہا یہاں انڈہ تھا وہ نہیں مل رہا وہ خاموش رہے بعد میں معلوم ہوا کہ یوسف علیہ السلام نے اٹھا کر کسی بچے کو دے دیا ہے۔ یہ تھیں وہ چوریاں جن کا انہوں نے طعنہ دیا۔ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ پس پوشیدہ رکھا یوسف علیہ السلام نے اس مقولے کو اپنے دل میں کسی سے بحث نہیں کی کہ تم کیا کہتے ہو اور میں نے کیا چوری کی ہے وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ اور ظاہر نہیں کیا ان کے سامنے ابھی ان کے سامنے کھلے نہیں (اپنا

حال ظاہر نہیں کیا کہ میں یوسف ہوں) اگلے دور کوع آئیں گے ان میں کھل کر بتائیں گے
کہ میں کون ہوں اور تم کون ہو۔ قَالَ فرمایا اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا تم برے ہو درجے کے لحاظ
سے۔تم نے گھر کی باتیں یہاں شروع کر دی ہیں یہ باتیں گھر جا کے کرنا ہمارے ساتھ
پیالے کی بات کرو اور یہ مطلب بھی بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے دل میں کہا کہ تم نے
یوسف علیہ السلام کو باپ سے چرا کر بیچ دیا اس کا تمہیں خیال نہیں ہے اور آنڈہ تمہیں یاد ہے
،ان کے سامنے یہ بات ظاہر نہیں کی وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا
ہے جو کچھ تم بیان کرتے ہو قَالُوْا وہ کہنے لگے یٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اے عزیز مصر! یہ اس لئے کہا
کہ اس وقت ان کا عہدہ وزیر اعظم کا تھا اِنَّ لَهٗٓ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا بیشک اس بنیامین کا والد
بہت بوڑھا ہے فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ پس لے لے ہم میں سے کسی ایک کو اس کی جگہ اور
اسکو چھوڑ دے اس کیساتھ والد کا بڑا پیار ہے اگر یہ نہ گیا تو والد پر بڑا صدمہ گرے گا
اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ بیشک ہم آپکو دیکھتے ہیں نیکی کرنے والوں میں سے
قَالَ یوسف علیہ السلام نے فرمایا مَعَاذَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی پناہ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا
مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ یہ کہ ہم لیں گے مگر اس کو کہ پایا ہے ہم نے اپنا سامان اس کے پاس۔ یہاں
دیکھو چوری کا لفظ نہیں فرمایا بلکہ وجدنا فرمایا کہ جس کے پاس ہم نے اپنا سامان پایا ہے
جس کے پاس ہمارا پیالہ تھا اسی کو رکھیں گے دوسروں کو نہیں اور یہی ہمارا مقصود ہے اور کوئی
پیشکش نہ کرو اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ بیشک اس وقت ہم زیادتی کرنے والے ہوں گے جب
اسکی بجائے کسی اور کو رکھیں گے کہ کرے کوئی اور بھرے کوئی لہذا ایسا نہیں ہوگا۔

فَلَمَّا اسْتَايْئَسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا ؕ قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْٓ اَبِيْٓ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ۝۸۰ اِرْجِعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَمَا شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ ۝۸۱ وَسْـَٔلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْٓ اَقْبَلْنَا فِيْهَا ؕ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝۸۲ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝۸۳

فَلَمَّا اسْتَيْئَسُوْا مِنْهُ پس جس وقت وہ ناامید ہوگئے اس سے خَلَصُوْا نَجِيًّا تو الگ ہوئے مشورہ کرتے ہوئے قَالَ كَبِيْرُهُمْ تو کہا ان میں سے بڑے نے اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا کیا تم نہیں جانتے اَنَّ اَبَاكُمْ بیشک تمہارے والد نے قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ تحقیق لیا تھا تمہارے سے وعدہ اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر وَمِنْ قَبْلُ اور اس سے پہلے مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ جو کوتاہی کی تم نے یوسف علیہ السلام کے بارے میں فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ پس میں ہرگز نہیں ہٹوں گا اس زمین سے حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْٓ اَبِيْٓ یہاں تک کہ مجھے اجازت دے میرا والد اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ یا اللہ تعالیٰ فیصلہ کرے کوئی میرے لئے وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے اِرْجِعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْكُمْ لوٹو تم

اپنے والد کی طرف فَقُوۡلُوۡا پس کہو یٰۤاَبَانَاۤ اے ہمارے ابا جان اِنَّ ابۡنَکَ سَرَقَ بیشک آپ کے بیٹے نے چوری کی ہے وَمَا شَهِدۡنَاۤ اور ہم نہیں گواہی دیتے اِلَّا بِمَا عَلِمۡنَا مگر اس چیز کی جو ہم جانتے ہیں وَمَا کُنَّا لِلۡغَیۡبِ حٰفِظِیۡنَ اور نہیں ہیں ہم غیب کی چیزوں کی حفاظت کرنے والے وَسۡـَٔلِ الۡقَرۡیَةَ اور آپ پوچھ لیں اس شہر سے الَّتِیۡ کُنَّا فِیۡهَا جس میں ہم تھے وَالۡعِیۡرَ الَّتِیۡۤ اَقۡبَلۡنَا فِیۡهَا اور قافلے والوں سے جس میں ہم واپس آئے ہیں وَاِنَّا لَصٰدِقُوۡنَ اور بیشک ہم سچے ہیں قَالَ یعقوب علیہ السلام نے فرمایا بَلۡ سَوَّلَتۡ لَکُمۡ بلکہ بنایا ہے تمہارے لئے اَنۡفُسُکُمۡ اَمۡرًا تمہارے نفسوں نے ایک معاملہ فَصَبۡرٌ جَمِیۡلٌ پس صبر ہی اچھا ہے عَسَی اللّٰهُ ممکن ہے اللہ تعالیٰ اَنۡ یَّاۡتِیَنِیۡ بِهِمۡ جَمِیۡعًا لے آئے ان سب کو میرے پاس اکٹھا اِنَّهٗ هُوَ الۡعَلِیۡمُ الۡحَکِیۡمُ بیشک وہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے۔

پچھلے سبق میں تم نے پڑھا اور سنا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے ایک خاص تدبیر اور حیلے کیساتھ اپنے بھائی بنیامینؑ کو اپنے پاس رکھا بھائیوں نے بڑی منت کی اور کہا کہ اسکا باپ بہت بوڑھا ہے اسکو اس کیساتھ بہت پیار ہے اسکو بڑا صدمہ ہوگا اس کی جگہ ہم میں سے کسی کو لے لو اور اسکو چھوڑ دو۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ نہیں ہوسکتا کہ کرے کوئی اور بھرے کوئی ہم اس کو اپنے پاس رکھیں گے جس کے سامان سے ہمارا پیالہ ملا ہے۔ منت سماجت کی مگر کامیابی نہ ہوئی فَلَمَّا اسۡتَیۡـَٔسُوۡا پس جس وقت ناامید ہوگئے یوسف علیہ السلام کے بھائی مِنۡهُ اس سے۔ ہٗ ضمیر کے بارے میں مفسرین کرامؒ فرماتے

ہیں کہ اس کا مرجع بنیامین ہے کہ وہ بنیامینؑ سے ناامید ہوگئے کہ وہ اب ہمارے ساتھ نہیں جائیگا اور انہوں نے اسکونہیں چھوڑنا، یہ بھی صحیح ہے اور ہ ضمیر کا مرجع عزیز مصر کو بھی بنایا گیا ہے کہ جس وقت وہ بھائی ناامید ہوگئے عزیز مصر سے وزیر اعظم سے کہ انہوں نے اب ہمارا آدمی نہیں دینا۔ دونوں تفسیریں صحیح ہیں۔

بھائیوں کا بنیامین سے ناامید ہوکر مشورہ کرنا :

تو جس وقت وہ اس سے ناامید ہوگئے خَلَصُوْا کا معنٰی ہے تنہائی میں چلے گئے نَجِيًّا سرگوشی کیلئے، ان کے دفتر سے باہر نکل کر مشورہ کرنے لگے کہ اب ہم کیا کریں قَالَ كَبِيْرُهُمْ کہا ان بھائیوں میں سے بڑے نے۔ تفسیروں میں آتا ہے کہ عمر کے اعتبار سے بڑا روبیل تھا رحمہ اللہ تعالیٰ اور رائے کے اعتبار سے بڑا یہوداؒ کا نام لیتے ہیں بعض نے شمعون نام لکھا ہے رحمہ اللہ تعالیٰ اور اکثر یہوداؒ کا نام لیتے ہیں اور اسی یہودا کی طرف یہودی منسوب ہیں اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا کیا تم نہیں جانتے اَنَّ اَبَاكُمْ بیشک تمہارے والد نے قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ تحقیق لیا تھا تمہارے سے مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وعدہ اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر، اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر سمجھ کر تم پر گواہ بنایا اس بات پر کہ تم اسکو لاؤ گے وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ اور اس بنیامین سے پہلے جو کوتاہی تم نے یوسف علیہ السلام کے بارے میں کی تھی وہ بھی تمہارے سامنے ہے۔ عموماً عادت ہے کہ جب کوئی نیا صدمہ پیش آئے تو پہلا صدمہ بھی تازہ ہو جاتا ہے تو ابا جان ایک تو اس سے پریشان ہونگے کہ بنیامین ہمارے ساتھ نہیں ہوگا اور یوسف علیہ السلام کا صدمہ بھی ان کے سامنے آجائے گا لہٰذا میرا فیصلہ یہ ہے فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ پس میں ہرگز نہیں ہٹوں گا اس زمین مصر سے اسکونہیں چھوڑوں گا حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْٓ اَبِيْٓ یہاں تک کہ مجھے اجازت دے میرا والد، میری آنکھیں ابا جان کا

سامنا نہیں کر سکتی جب تک وہ مجھے خصوصی حکم نہ دیں کہ اب تم جاؤ اَوْ یَحْکُمَ اللّٰہُ لِیْ یا اللہ تعالیٰ فیصلہ کرے کوئی میرے لئے کہ وہ مجھے وفات دیگا اور میں یہیں مروں گا یا اللہ تعالیٰ کوئی صورت ایسی پیدا کر دے کہ میں بھائی کو ساتھ لیکر آؤں اس حالت میں میں واپس جانے کیلئے تیار نہیں ہوں وَھُوَ خَیْرُ الْحٰکِمِیْنَ اور وہ اللہ تعالیٰ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ اے میرے بھائیو! اِرْجِعُوْا اِلٰٓی اَبِیْکُمْ لوٹو تم اپنے والد کی طرف، تم نے جانا ہے جاؤ فَقُوْلُوْا پس کہو تم ابا جان کو یٰاَبَانَا اِنَّ ابْنَکَ سَرَقَ اے ہمارے ابا جان! بیشک تیرے بیٹے بنیامین نے چوری کی ہے اس لئے اسکو وہاں روک لیا گیا ہے اور ہماری شریعت کے مطابق اس کو غلام بنالیا گیا ہے وَمَا شَھِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا اور ہم نہیں گواہی دیتے مگر اس چیز کی جو ہم جانتے ہیں ہمارے علم میں یہی ہے اس کے سامان میں سے سونے کا بڑا وزنی پیالہ نکلا تھا اور اس میں موتی جڑے ہوئے تھے وہ سرکاری پیالہ تھا وَمَا کُنَّا لِلْغَیْبِ حٰفِظِیْنَ اور نہیں ہیں ہم غیب کی چیزوں کی حفاظت کرنے والے ہماری غیر حاضری میں اس نے یہ پیالہ اپنے سامان میں رکھا ہے اور یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ اگر ہمین غیب کا علم ہوتا تو ہم پہلے سے ہی جان لیتے کہ اس طرح ہمارے بھائی کو روکا جائے گا تو ہم یہاں سے اسکو لے کر ہی نہ جاتے غیب تو صرف پروردگار ہی جانتا ہے ہم دیانتداری سے کہتے ہیں کہ ہم اسے بڑے اخلاص کیساتھ لے گئے تھے ہماری طرف سے کوئی گڑبڑ نہیں ہوئی وَسْـَٔلِ الْقَرْیَۃَ. قریہ کا معنی بستی اور شہر آتا ہے آپ پوچھ لیں اس شہر سے الَّتِیْ کُنَّا فِیْھَا جس میں ہم تھے اسکی صورت یہ ہے کہ آپ اپنے آدمی بھیجیں جو مصر میں جا کر جو وہاں سے آٹھ دس دن کی مسافت پر تھا وہ وہاں جا کر دفتر والوں سے دریافت کریں کہ یہ معاملہ کیا تھا اگر آپ کو ہماری بات پر یقین نہیں آتا تو شہر والوں سے پوچھ

لیں اور ابا جان وَالْعِيْرَ الَّتِىْٓ اَقْبَلْنَا فِيْهَا اور قافلے والوں سے جس میں ہم واپس آئے ہیں۔ عِیر اس قافلے کو کہتے ہیں جو خوراک دانے لیکر آئے۔ یہ کنعانیوں کا قافلہ کافی بڑا تھا ان کو بھی سارا قصہ معلوم ہے ان سے پوچھ لو کہ واقعی بات اسی طرح ہے یا نہیں وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ اور بیشک البتہ ہم سچے ہیں۔ اس واقعہ میں واقعی وہ سچے تھے لیکن یعقوب علیہ السلام نے فرمایا قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا فرمایا تم سچے نہیں ہو بلکہ بنایا ہے تمہارے لئے تمہارے نفسوں نے ایک معاملہ، شرارت کی ہے تمہاری جانوں نے کسی معاملہ میں۔

اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی عالم الغیب ہے اور نہ حاضر ناظر :

دیکھو! یعقوب علیہ السلام فرمار ہے ہیں جس کا مفہوم یہ ہے کہ تمہاری شرارت ہے حالانکہ اس موقع پر ان کی کوئی شرارت نہیں تھی اگر حضرت یعقوب علیہ السلام کو علم غیب ہوتا تو یہ کبھی نہ فرماتے کہ تمہاری شرارت ہے اور اگر حاضر ناظر ہوتے تو یہ سارا قصہ ان کے سامنے ہوتا پھر بھی یہ بات نہ فرماتے۔ مسئلہ یاد رکھنا! اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو حاضر و ناظر ماننا نرا کفر ہے اور قرآن اور اسلام کی روح کیخلاف ہے اور یہ کوئی فرعی مسئلہ نہیں ہے۔ فرمایا اب میں کیا کرسکتا ہوں فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ پس صبر ہی اچھا ہے اب میں صبر ہی کرونگا عَسَى اللّٰهُ ممکن ہے اللہ تعالیٰ اَنْ يَّاْتِيَنِىْ بِهِمْ جَمِيْعًا لے آئے ان سب کو میرے پاس اکٹھا کیونکہ خواب کا جو نقشہ ہے وہ سارا ذہن میں ہے لیکن درمیان کی کڑیاں اور درمیان کے حالات کا کوئی علم نہیں ہے کہ یوسف علیہ السلام کنویں میں کہاں ڈالے گئے پھر نکالے گئے پھر فروخت ہو گئے عزیز مصر کے گھر پہنچ گئے پھر دس یا بارہ سال قید میں رہے پھر وزیر اعظم بنے پھر آخر عمر میں اللہ تعالیٰ نے بادشاہی دی ان سب کے درمیان کے حالات سے واقف

نہیں تھے صرف دھندلا سا نقشہ ذہن میں ہے کہ ایک وقت ایسا ضرور آئیگا کہ یوسف علیہ السلام کے سامنے سورج اور چاند یعنی والدین اور گیارہ ستارے بھی یعنی بھائی جھکیں گے اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ ممکن ہے اللہ تعالیٰ ان سب کو لائے اِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ بیشک وہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے وہی سب کچھ جانتا ہے وہی سب کچھ کرتا ہے۔

وَتَوَلّٰی عَنۡهُمۡ وَقَالَ یٰۤاَسَفٰی

عَلٰی یُوۡسُفَ وَابۡیَضَّتۡ عَیۡنٰهُ مِنَ الۡحُزۡنِ فَهُوَ كَظِیۡمٌ ﴿۸۴﴾ قَالُوۡا تَاللّٰهِ تَفۡتَؤُا تَذۡكُرُ یُوۡسُفَ حَتّٰی تَكُوۡنَ حَرَضًا اَوۡ تَكُوۡنَ مِنَ الۡهٰلِكِیۡنَ ﴿۸۵﴾ قَالَ اِنَّمَاۤ اَشۡكُوۡا بَثِّیۡ وَحُزۡنِیۡۤ اِلَی اللّٰهِ وَاَعۡلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۸۶﴾ یٰبَنِیَّ اذۡهَبُوۡا فَتَحَسَّسُوۡا مِنۡ یُّوۡسُفَ وَاَخِیۡهِ وَلَا تَایۡـَٔسُوۡا مِنۡ رَّوۡحِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا یَایۡـَٔسُ مِنۡ رَّوۡحِ اللّٰهِ اِلَّا الۡقَوۡمُ الۡكٰفِرُوۡنَ ﴿۸۷﴾ فَلَمَّا دَخَلُوۡا عَلَیۡهِ قَالُوۡا یٰۤاَیُّهَا الۡعَزِیۡزُ مَسَّنَا وَاَهۡلَنَا الضُّرُّ وَجِئۡنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزۡجٰىةٍ فَاَوۡفِ لَنَا الۡكَیۡلَ وَتَصَدَّقۡ عَلَیۡنَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَجۡزِی الۡمُتَصَدِّقِیۡنَ ﴿۸۸﴾

وَتَوَلّٰی عَنۡهُمۡ اور پھرے (یعقوب علیہ السلام) بیٹوں کے پاس سے وَقَالَ اور فرمایا یٰۤاَسَفٰی عَلٰی یُوۡسُفَ اے افسوس! یوسف علیہ السلام پر وَابۡیَضَّتۡ عَیۡنٰهُ اور سفید ہوگئیں تھیں ان کی آنکھیں مِنَ الۡحُزۡنِ غم کی وجہ سے فَهُوَ كَظِیۡمٌ پس ان کا سانس رکتا تھا قَالُوۡا بیٹوں نے کہا تَاللّٰهِ خدا کی قسم تَفۡتَؤُا تو نہیں ٹلتا تَذۡكُرُ یُوۡسُفَ ذکر کرتا رہیگا یوسف علیہ السلام کا حَتّٰی تَكُوۡنَ حَرَضًا یہاں تک کہ آپ گھل جائیں گے اَوۡ تَكُوۡنَ مِنَ الۡهٰلِكِیۡنَ یا ہو جائیں گے ہلاک ہونے والوں میں سے قَالَ فرمایا اِنَّمَاۤ اَشۡكُوۡا بَثِّیۡ پختہ بات ہے کہ میں شکایت کرتا ہوں اپنی پریشانی کی وَحُزۡنِیۡۤ اور اپنے غم کی اِلَی

اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کی طرف وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰہِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ اور میں جانتا ہوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ کچھ جو تم نہیں جانتے یٰبَنِیَّ اذْھَبُوْا اے میرے بیٹو! جاؤ فَتَحَسَّسُوْا مِنْ یُّوْسُفَ وَاَخِیْہِ پس تلاش کرو تم یوسف علیہ السلام کو اور اسکے بھائی کو وَلَا تَایْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ اور ناامید نہ ہو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اِنَّہٗ لَا یَایْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ بیشک شان یہ ہے کہ ناامید نہیں ہوتے اللہ کی رحمت سے اِلَّا الْقَوْمُ الْکٰفِرُوْنَ مگر وہ لوگ جو کفر کرنے والے ہیں فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَیْہِ پس جب وہ داخل ہوئے یوسف علیہ السلام پر قَالُوْا کہنے لگے یٰاَیُّھَا الْعَزِیْزُ اے عزیز مصر مَسَّنَا وَاَھْلَنَا الضُّرُّ پہنچی ہے ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو تکلیف وَجِئْنَا اور ہم لائے ہیں بِبِضَاعَۃٍ مُّزْجٰۃٍ کھوٹا سرمایہ فَاَوْفِ لَنَا الْکَیْلَ پس پورا پورا ماپ کر دیدو ہمیں اناج وَتَصَدَّقْ عَلَیْنَا اور صدقہ کر ہم پر اِنَّ اللّٰہَ یَجْزِی الْمُتَصَدِّقِیْنَ بیشک اللہ تعالیٰ بدلہ دیتا ہے صدقہ کرنے والوں کو۔

پچھلے سبق میں تم پڑھ چکے ہو کہ یوسف علیہ السلام کے بھائی جب دوسری مرتبہ گئے تو یوسف علیہ السلام نے تدبیر کیساتھ اپنے بھائی بنیامین کو اپنے پاس رکھ لیا اور بڑا بھائی روبیل یا یہودا بھی وہیں رہ گیا کہ میں نہیں جاتا میری آنکھیں ابا جان کا سامنا نہیں کرسکتیں بڑی شرم والے لوگ ہوتے تھے آج تو زمانہ بے حیا ہے اللہ تعالیٰ بچائے۔ اب نو بھائی واپس آئے کہ یوسف علیہ السلام بھی وہیں تھے اور بنیامین کو بھی انہوں نے اپنے پاس رکھ لیا اور روبیل بھی وہیں رک گیا، نو بھائیوں نے واپس آکر والد صاحب کو داستان سنائی اور کہا

کہ تحقیق کرلو اور قافلے والوں سے بھی پوچھ لو ہم سچے ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو ان کی بات پر یقین نہ آیا اور فرمایا کہ یہ تمہارے نفسوں کی شرارت ہے میں تمہاری بات پر مطمئن نہیں ہوں فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ پس صبر ہی اچھا ہے اور کیا کر سکتا ہوں وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ اور پھرے (یعقوب علیہ السلام) بیٹوں کے پاس سے، ان سے اعراض کیا ان کی باتیں سن کر تسلی نہ ہوئی، منہ دوسری طرف پھیر لیا وَقَالَ اور فرمایا يٰاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ اے افسوس! یوسف علیہ السلام پر۔ انسان کا مزاج اور طبیعت ہے کہ جب کوئی نیا صدمہ پیش آئے تو پہلا صدمہ بھی اسکو یاد آجاتا ہے۔ اب بنیامینؒ کی جدائی کے صدمے سے یوسف علیہ السلام کی جدائی کا صدمہ بھی تازہ ہو گیا۔ سمجھدار لوگ کہتے ہیں کہ بچہ فوت ہو جائے تو اس کا صدمہ دو دن، چار دن، دس دن، بیس دن رہیگا پھر بھول بھال جاتا ہے لیکن اگر بچہ اغواء ہو جائے تو اس کا صدمہ ساری زندگی رہتا ہے جب بھی کوئی خوشی یا غمی کا وقت آئے گا وہ صدمہ تازہ ہو جائیگا۔

بچوں کو اغوا کرنے والوں کی سزا موت ہونی چاہیئے :

اس وقت حکومت اور قانون کی بڑی کمزوری یہ ہے کہ بچوں کو خرکار اور دوسرے شیطان قسم کے لوگ اغوا کر کے لے جاتے ہیں مگر ان کو کوئی پوچھنے والا نہیں ہے اس کیلئے کوئی مؤثر قانون نہیں ہے ان کی سزا صرف موت ہونی چاہیئے اور فقہی طور پر اسلامی طور پر تعزیراً سزائے موت دی جاسکتی ہے۔ دو چار کو سزا ہوگی تو پھر بچوں کے اغوا کا کوئی واقعہ پیش نہیں آیگا وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ اور سفید ہو گئیں تھیں ان کی آنکھیں غم کی وجہ سے۔ آنکھوں میں جو کالی پتلی ہوتی ہے اس میں رب تعالیٰ نے روشنی رکھی ہے جس وقت یہ سفید ہو جائے تو پھر آنکھ کی روشنی کم ہو جاتی ہے ان کی دونوں آنکھوں کی سیاہی سفید ہو گئی تھی

غم کی وجہ سے بینائی بہت کمزور ہوگئی تھی۔ یہ تقریباً چالیس سال کا وقفہ گزرا ہے یہ کوئی تھوڑا عرصہ نہیں ہے جب بھی کوئی خوشی کی بات آئی یا غمی کی بات آئی یوسف علیہ السلام ذہن میں آگئے فَهُوَ كَظِيْمٌ پس ان کا سانس رکتا تھا، دم گھٹتا تھا۔ جب آدمی پریشان ہوتو سانس جلدی لیتا ہے اس کا سانس اندر رکتا ہے، بیٹوں، پوتوں اور پڑپوتوں نے جب یہ حالت دیکھی قَالُوْا کہنے لگے تَاللّٰهِ اللہ کی قسم تَفْتَؤُا اصل میں لَا تَفْتَؤُا تھا لا کا لفظ یہاں محذوف ہے، معنیٰ ہوگا تو نہیں ٹلتا تَذْكُرُ يُوْسُفَ ذکر کرتا رہیگا یوسف علیہ السلام کا حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا یہاں تک کہ آپ گھل جائیں گے۔ پانی کو نمک پر ڈالو تو گھلتا ہے اس کو عربی میں حرض کہتے ہیں تو حرض کا معنیٰ گھل جانے والا، آپ گھلتے گھلتے ختم ہو جائیں گے اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهَالِكِيْنَ یا ہو جائیں گے ہلاک ہونے والوں میں سے، اب اس کا ذکر چھوڑ دو قَالَ یعقوب علیہ السلام نے فرمایا اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ پختہ بات ہے کہ میں شکایت کرتا ہوں اپنی پریشانی کی اور اپنے غم کی اللہ تعالیٰ کی طرف، میں اپنے رب کے سامنے شکوہ کرتا ہوں تمہیں تو کوئی تکلیف نہیں ہے تکلیف تو مجھے ہے۔

کوئی شخص اپنی پریشانی کا اظہار رب کے سامنے کرسکتا ہے یا نہیں :

اس بات میں کافی طویل بحث ہے کہ کوئی شخص اپنی پریشانی اور غم کا اظہار رب تعالیٰ کے سامنے کرسکتا ہے یا نہیں بعض بزرگ فرماتے ہیں کہ نہیں کرسکتا لیکن جمہور فقہاء کرامؒ فرماتے ہیں کہ کرسکتا ہے کہ مجھے یہ تکلیف ہے۔ ان کے دلائل میں سے ایک دلیل یہ بھی ہے اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ انسان کو دکھ درد غم پریشانی ہوتی ہے اس کے اظہار میں شرعاً کوئی گناہ نہیں ہے انسان انسان ہے لوہے یا ربڑ کا تو نہیں ہے نہ مٹی کا بت ہے کہ اس کو دکھ درد نہ ہو۔ آنحضرت ﷺ کو درد شقیقہ تھی فرمایا اتنی درد ہے کہ میں حرکت

نہیں کرسکتا۔حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سر کا درد شروع ہوا تو فرمایا وَارَأْسَاهُ۔تو بندے کو جب کوئی تکلیف ہوتی ہے تو وہ اپنے رب کے سامنے اظہار کرتا ہے۔حضرت یعقوب علیہ السلام کو عرق النساء کی تکلیف شروع ہوئی جسکو لنگڑی کا درد کہتے ہیں یہ بڑا ظالم ہے میں خود اس میں مبتلا ہوں (حضرت کو کسی نے بتایا کہ اس کا واحد علاج خون کا نکلوانا ہے ہم جب حاضر خدمت ہوئے تو فرمایا مولوی صاحب مجھے عرق النساء کی تکلیف ہے اور کہتے ہیں کہ علاج اس رگ سے خون نکلوانا ہے اور بھیرے میں ایک آدمی کام کرتا ہے مگر وہ کہیں جاتا نہیں ہے۔ میں نے کہا حضرت! میں اسکو لے آؤنگا جیسے بھی لانا پڑے۔ وہیں ایک ساتھی بیٹھے تھے اس نے بتایا کہ قلعہ دیواں نزد قلعہ دیدار سنگھ ماسٹر خورشید صاحب یہ کام کرتے ہیں۔ میں نے کہا پھر تو یہ کام اور آسان ہوگیا ہے چنانچہ میں ماسٹر خورشید کو لے آیا انہوں نے پچھ لگا کر خون نکالا اور کھانے کی دوائی بھی دی۔اللہ تعالیٰ نے حضرت کو شفا عطا فرمادی۔محمد نواز بلوچ،مرتب) حضرت یعقوب علیہ السلام نے نذر مانی کہ اے پروردگار! مجھے عرق النساء سے شفاء ہوئی تو کھانے پینے میں جو مرغوب چیزیں ہیں وہ چھوڑ دونگا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اونٹ کا گوشت اور اونٹنی کا دودھ پسند کرتے تھے جب شفا ہوئی تو انہوں نے ان دونوں چیزوں کو چھوڑ دیا تھا۔تو یہ ایک ایسا ظالم درد ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو بے تاب کردیا۔

نذر و منت کا مسئلہ :

ہماری شریعت میں ایسی نذر منت جائز نہیں ہے۔اگر کوئی حلال کو حرام کرتا ہے تو اسے قسم کا کفارہ دینا پڑیگا۔حضرت ایوب علیہ السلام تقریباً سترہ سال پریشان رہے تو تکلیفیں پیش آتی رہتی ہیں ان کا اظہار اعتدال کی حد میں رہ کر جائز ہے۔ایک ہے رب

تعالیٰ پر اعتراض کہ اے رب! اس تکلیف کیلئے تجھے کوئی اور نہیں ملا، یہ رب تعالیٰ کیساتھ مقابلہ ہے، یہ گناہ کی بات ہے۔ تو فرمایا کہ میں اپنی پریشانی اور غم کا شکوہ اپنے رب کے سامنے کرتا ہوں وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَالَاتَعْلَمُوْنَ اور میں جانتا ہوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ کچھ جو تم نہیں جانتے۔ اجمالی طور پر وہ خاکہ ذہن میں ہے کہ ایک وقت آئیگا کہ یوسف علیہ السلام کے سامنے ہم بھی اور اس کے بھائی بھی جھکیں گے باقی تفصیل کا کوئی علم نہیں کہ درمیان میں کیا ہوگا اور یہ کہاں ہوگا۔ چنانچہ تفسیروں میں ہے کہ اس موقع پر حضرت یعقوب علیہ السلام نے ایک خواب دیکھا کہ ہم گھر کے سارے افراد اکٹھے ہیں اور ان میں یوسف علیہ السلام بھی موجود ہیں اسی کا پھر ذکر فرمایا۔ اب یہ تیسری دفعہ نو بھائی دانے لینے کیلئے جا رہے ہیں کنعان سے۔ آج کل اس کا نام الخلیل اور القدس ہے حضرت ابراہیم اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی قبریں ذہیں ہیں۔ تین تو پہلے وہاں موجود ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا یٰبَنِیَّ اذْهَبُوْا اے میرے بیٹو! جاؤ فَتَحَسَّسُوْا مِنْ یُّوْسُفَ وَاَخِیْهِ پس تلاش کرو تم یوسف علیہ السلام کو اور اسکے بھائی کو۔ میں نے خواب دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا مجمع بنایا ہے کہ اس میں یوسف علیہ السلام بھی ہیں بنیامین اور روبیل بھی ہیں یہودا بھی ہیں تم سارے بھائی جمع ہو وَلَا تَایْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اور نا امید نہ ہو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اِنَّهٗ لَا یَایْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ بیشک شان یہ ہے کہ نا امید نہیں ہوتے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مگر وہ لوگ جو کافر ہیں فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَیْهِ پس جب وہ داخل ہوئے یوسف علیہ السلام کے پاس قَالُوْا کہنے لگے یٰۤاَیُّهَا الْعَزِیْزُ اے عزیز مصر! مصر کے وزیر اعظم، یوسف علیہ السلام پہلے وزیر خزانہ تھے اور اب انکو وزیر اعظم بنا دیا گیا تھا اور آخر میں ریان بن ولید نے اپنے سر سے

تاج شاہی اتار کر ان کے سر پر رکھ دیا اس طرح اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو حکمرانی عطا فرمادی مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ پہنچی ہے ہمیں اور ہمارے گھر کے افراد کو تکلیف کہ بھوکے مر رہے ہیں وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰةٍ اور ہم لائے ہیں کھوٹا سرمایہ، پیسے ان کے پاس کھوٹے تھے صحیح نہیں تھے فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ پس پورا پورا ماپ کر دے دو ہمیں اناج وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا اور صدقہ کر ہم پر، ہمیں کچھ صدقہ خیرات بھی دو۔

ظالم بھائیوں کو رب تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کے سامنے جھکا دیا :

تمہیں یاد ہوگا کہ جب بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کا کرتا اتار کر کنویں میں پھینکنے لگے تھے تو یوسف علیہ السلام نے ایک ایک بھائی کے منہ کی طرف دیکھا اور یہ لفظ کہے کہ بھائیو تم جو کچھ میرے ساتھ کر رہے ہو کچھ سوچو جب تم واپس جاؤ گے اور میں نہیں ہونگا تو والد صاحب پر کیا گزرے گی مجھ پر اگر تم ترس نہیں کھاتے تو اپنے بوڑھے باپ پر ترس کھاؤ مگر سنگدلوں کو کوئی ترس نہ آیا اور کرتا اتار کر کنویں میں پھینک دیا اور گرانے کے بعد اوپر سے قہقہے لگائے اور ہنستے رہے اور اب یہ وقت ہے کہ ظالم پیٹ کی خاطر خیرات مانگ رہے ہیں وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ہم پر صدقہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ [آل عمران: ۱۵۰] ''یہ زمانے کے دن ہیں جنہیں ہم لوگوں کے درمیان گردش کرتے رہتے ہیں۔'' یاد رکھنا! نہ ہمیشہ تندرستی رہتی ہے، نہ ہمیشہ مال رہتا ہے نہ ہمیشہ خوشی رہتی ہے حالات بدلتے رہتے ہیں ایک وقت تھا کہ کنویں میں ڈال کر ہنس رہے تھے اور اب یہ وقت ہے کہ خیرات مانگ رہے ہیں اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ بیشک اللہ تعالیٰ بدلہ دیتا ہے صدقہ کرنے والوں کو۔ صدقہ کے متعلق بات سن لو۔ حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا اَلصَّدَقَةُ تَدْفَعُ الْبَلَايَا ''صدقے کی برکت

سے مصیبتیں ٹلتی ہیں۔''اور مَیْتَةَ السُّوْءِ کے لفظ بھی آتے ہیں کہ صدقہ کرنے والا بری موت نہیں مریگا اور ایک روایت ہے کہ اَلصَّدَقَةُ تُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ ''صدقہ اللہ تعالیٰ کے غصہ کو ٹھنڈا کرتا ہے۔'' صدقہ خیرات بڑی اچھی چیز ہے مگر لوگوں نے اسکا مفہوم نہیں سمجھا۔

صدقہ کا مفہوم :

لوگ سمجھتے ہیں کہ کالی سری دینا صدقہ ہے یا اس سے بڑی چھلانگ لگائیں گے تو بکری دیدیں گے۔ یاد رکھنا! صدقے کا یہ کوئی معنیٰ نہیں ہے یہ رسم ورواج ہے صدقے کا مفہوم ہے غریب کی ضرورت پوری کرنا اب سردی کا موسم ہے غریب کو رضائی تلائی کی ضرورت ہے تم اسکو سری دیدو، اس بیچارے کو جوتے کی ضرورت ہے اس کے گھر میں کوئی بیمار ہے اسکو دوائی کی ضرورت ہے بچے پڑھتے ہیں کتابوں کی ضروت ہے اسکو دال آٹے کی ضرورت ہے یہ کالی سری کہاں کہاں کام آئیگی۔ تو یہ کوئی صدقہ نہیں ہے نقد پیسے دیدو اسکی جو ضرورت ہوگی وہ پوری کرلے گا۔ پھر بعض جاہل لوگ اس طرح کرتے ہیں جسکی طرف سے صدقہ کرتے ہیں سری مرغی وغیرہ اسکے سر پر سے گھما کر دیتے ہیں بکری کے اوپر ہاتھ پھرواتے ہیں یہ بھی نری رسم ہے اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتے ہیں۔ صدقہ اس طرح دو کہ دائیں ہاتھ سے دو تو بائیں ہاتھ کو پتا نہ چلے غریب کی ضرورت پوری کرو اس کا دل دعائیں دے دکھلاوا نہ کرو۔

(سامعین میں سے ایک آدمی نے سوالات کیئے حضرت نے ان کے جوابات دیئے۔)

سوال: یہ گوشت وغیرہ جو لوگ باہر چوک یا چھت یا جنگل میں گرا دیتے ہیں قبرستان میں ڈال دیتے ہیں۔

جواب: یہ نری جہالت ہے۔

سوال: بعض لوگ جانوروں کیلئے ڈال دیتے ہیں؟

جواب: اس میں تفصیل ہے اگر ایسا علاقہ ہے کہ جہاں جانوروں کو خوراک نہ ملتی ہو تو وہ الگ بات ہے باقی پنجاب میں اللہ تعالیٰ کا فضل ہے یہاں ایسی کوئی بات نہیں یہاں تو جانوروں کو خوراک عام ملتی ہے لہذا یہاں جانوروں پرندوں کے آگے ڈالنے کا کوئی معنیٰ نہیں ہے۔غریب مسکین کو دو۔

سوال: بے نماز کو صدقہ دینا کیسا ہے؟

جواب: بے نماز کو صدقہ نہ دو۔حدیث پاک میں آتا ہے لَا یَاکُلْ طَعَامَکَ اِلَّا تَقِیٌّ ''تیرا کھانا صرف پرہیز گار کھائے بے نماز کو بالکل نہ دو۔'' وہ رب تعالیٰ کا نافرمان ہے۔اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔

۞ ۞ ۞

قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوسُفَ وَاَخِيهِ اِذْ اَنْتُمْ جَاهِلُونَ ﴿۸۹﴾ قَالُوْٓا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوسُفُ ۖ قَالَ اَنَا يُوسُفُ وَهٰذَآ اَخِي ۖ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ۖ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ﴿۹۰﴾ قَالُوا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِينَ ﴿۹۱﴾ قَالَ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۖ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۖ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِينَ ﴿۹۲﴾ اِذْهَبُوا بِقَمِيصِي هٰذَا فَاَلْقُوهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِي يَاْتِ بَصِيرًا ۚ وَاْتُونِي بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِينَ ﴿۹۳﴾

قَالَ فرمایا (یوسف علیہ السلام نے) هَلْ عَلِمْتُمْ کیا تم جانتے ہو مَا فَعَلْتُمْ بِيُوسُفَ وَاَخِيهِ کیا کیا تم نے یوسف علیہ السلام اور اس کے بھائی کیساتھ اِذْ اَنْتُمْ جَاهِلُونَ جب تم بے خبر تھے قَالُوْٓا وہ کہنے لگے ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوسُفُ کیا بیشک آپ یوسف ہیں قَالَ فرمایا اَنَا يُوسُفُ میں یوسف ہوں وَهٰذَآ اَخِي اور یہ میرا بھائی ہے قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا تحقیق اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ بیشک شان یہ ہے کہ جو ڈرتا ہے اور صبر کرتا ہے فَاِنَّ اللّٰهَ پس بیشک اللہ تعالیٰ لَا يُضِيعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِينَ نہیں ضائع کرتا اجر نیکی کرنے والوں کا قَالُوا کہنے لگے تَاللّٰهِ اللہ کی قسم لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے آپ کو ترجیح دی ہے ہم پر وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِينَ اور بیشک ہم البتہ خطا کار تھے قَالَ فرمایا (یوسف علیہ السلام نے) لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمْ

اَلْیَوْمَ نہیں ملامت تم پر آج کے دن کچھ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ معاف کریگا اللہ تعالیٰ تمہیں وَھُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ اور وہ سب سے بڑھ کر شفقت کرنے والا ہے اِذْھَبُوْا بِقَمِیْصِیْ ھٰذَا لے جاؤ میری یہ قمیض فَاَلْقُوْہُ عَلٰی وَجْہِ اَبِیْ پس ڈالو تم اس کُرتے کو میرے باپ کے چہرے پر یَاْتِ بَصِیْرًا وہ آئیں گے دیکھتے ہوئے وَاْتُوْنِیْ بِاَھْلِکُمْ اَجْمَعِیْنَ اور لاؤ تم میرے پاس اپنے گھر کے سب افراد کو۔

گذشتہ درس میں تم نے سنا کہ تیسری دفعہ یوسف علیہ السلام کے نو بھائی آٹھ دس دن کا سفر کر کے کنعان سے مصر پہنچے۔ اس دفعہ ان کے پاس کھوٹے سکے تھے اور وہ بھی ضرورت کے مطابق پورے نہیں تھے۔ یوسف علیہ السلام کو کہنے لگے اس دفعہ ہم کھوٹے سکے لائے ہیں یہی ہم سے وصول کر کے ہمیں پورے پورے دانے دیدو اور ہم پر کوئی صدقہ خیرات بھی کرو کیونکہ ہم بڑی تکلیف میں ہیں اللہ تعالیٰ صدقہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔

جب بھائی تیسری دفعہ آئے تو یوسف علیہ السلام نے حقیقت واضح کردی :

حضرت یوسف علیہ السلام نے جب ان کی عاجزی کی یہ حالت دیکھی کہ یہ پیٹ کیلئے صدقہ مانگنے پر آگئے ہیں تو کُھل گئے۔ قَالَ فرمایا یوسف علیہ السلام نے ھَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِیُوْسُفَ وَاَخِیْہِ کیا تم جانتے ہو کیا کیا تم نے یوسف علیہ السلام اور اس کے بھائی بنیامینؑ کیساتھ۔ یوسف علیہ السلام اور بنیامین کی والدہ ایک تھی اور باقی بھائی علیحدہ

علیحدہ ماؤں سے تھے یہ چونکہ چھوٹے تھے اور والدہ بھی فوت ہوچکی تھی اور باپ کی خصوصی توجہ ان کی طرف ہوتی تھی۔ بھائی ہر وقت ان کو کوستے رہتے تھے اور ظلم کرتے رہتے تھے اس کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو جو تم نے یوسف علیہ السلام اور اس کے بھائی کیساتھ کیا۔ بعض نے ما کو استفہامیہ بھی قرار دیا ہے کہ جانتے ہو تم نے کیا کیا تھا یوسف علیہ السلام اور اسکے بھائی کیساتھ اِذْ اَنْتُمْ جَاهِلُوْنَ جب تم بے خبر تھے حقیقت سے قَالُوْٓا بھائی کہنے لگے ءَ اِنَّکَ کیا بیشک آپ ہی لَاَنْتَ یُوْسُفُ البتہ یوسف ہیں۔ وہ قرائن اور شواہد سے سمجھ گئے کہ یہ یوسف علیہ السلام ہیں قَالَ اَنَا یُوْسُفُ فرمایا ہاں میں یوسف ہوں وَهٰذَآ اَخِیْ اور یہ بنیامین میرا بھائی ہے قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَیْنَا تحقیق اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا اِنَّهٗ مَنْ یَّتَّقِ وَیَصْبِرْ بیشک شان یہ ہے کہ جو ڈرتا ہے اور بچتا ہے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے اور صبر کرتا ہے تکالیف اور مصیبتوں پر اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ پس بیشک اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرتا اجر نیکی کرنے والوں کا۔ اس کیلئے دو شرطیں ہیں۔

تقویٰ کا مفہوم :

۱)..... تقویٰ ۲)..... صبر۔ تقویٰ کا معنٰی ہے کہ جن چیزوں سے منع کیا گیا ہے کہ ان چیزوں سے گریز کرنا ہے اور بچنا ہے اور تکالیف آئیں تو ان پر صبر کرنا ہے۔ صبر کا مطلب یہ ہے کہ شرعی دائرے میں رہ کر تکلیف کا ازالہ بھی کرے اور اس کیلئے کوشش کرے اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر اعتراض اور شکوہ نہ کرے اگر کوئی شخص بیمار ہو جائے تو اس کو حکم ہے کہ اپنا علاج کرائے۔

علاج کرانا توکل کے خلاف نہیں :

یہ علاج کرانا صبر کیخلاف نہیں ہے اور نہ توکل کیخلاف ہے اور جو بھی تکلیف آئے اس پر صبر سے کام لے اور حوصلہ کرے اور صبر دکھ، تکلیف کے بعد ہوتا ہے بغیر دکھ تکلیف کے صبر کی دعا بھی نہ کرے کہ اے پروردگار! تو مجھے صبر عطا فرما۔ ترمذی شریف میں روایت ہے کہ ایک نوجوان نے دعا کی اے پروردگار! مجھے صبر کی توفیق دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تجھے کیا تکلیف ہے؟ اس نے کہا مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے ویسے رب سے صبر مانگتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا سَاَلْتَ اللّٰهَ الْبَلَاءَ تو نے تو اللہ تعالیٰ سے مصیبت مانگی ہے۔ صبر تو مصیبت کے بعد ہوتا ہے۔ دھکے سے مصیبتیں نہ مانگو آجائیں تو حوصلہ کرو اسی طرح ایک بڑا صالح نوجوان تھا با جماعت نماز پڑھتا تھا آپ ﷺ کو چند دن نظر نہ آیا فرمایا وہ حاضر باش نوجوان جماعت کیساتھ نماز پڑھتا تھا وہ نظر نہیں آتا ساتھیوں نے کہا حضرت! ہم معلومات کر کے آتے ہیں پتا چلا کہ وہ بیمار ہے۔ ابوداؤد شریف کی روایت ہے کہ کَاَنَّمَا فَرْخٌ ایسا کہ جیسا چڑیا کا بچہ ہوتا ہے بیماری کیوجہ سے بالکل سوکھ گیا آپ اس کی خبر لینے کیلئے تشریف لے گئے۔ فرمایا تجھے بڑی تکلیف ہے بہت کمزور ہو گئے ہو کیا بات ہے کہنے لگا میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی ہے کہ اے پروردگار! جو سزا تو نے مجھے مرنے کے بعد دینی ہے ابھی دیدے اس دعا کے نتیجے میں اس تکلیف میں مبتلا ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم بڑے اچھے آدمی ہو رب تعالیٰ سے مانگتے ہو تو عافیت مانگو ایسا کیوں نہیں کہا رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ''اے پروردگار! دنیا میں بھی ہمیں راحت عطا فرما اور آخرت میں بھی راحت عطا فرما۔'' رب تعالیٰ سے تکلیف مانگنے کا کیا معنیٰ ہے؟ رب تعالیٰ سے خیر مانگو رحمت مانگو اور اگر کوئی تکلیف آجائے تو صبر کرو۔ قَالُوْا

بھائیوں نے کہا تَاللّٰہِ اللہ کی قسم لَقَدْ اٰثَرَکَ اللّٰہُ عَلَیْنَا البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے آپ کو ترجیح دی ہے ہم پر۔ ہم نے خواب سنا کہ کوئی وقت آئیگا ہم سب تجھے سجدہ کریں گے یعنی تیرے ماتحت ہونگے فرمانبردار ہونگے اس پر ہم نے راستے کا پتھر ہٹانے کی کوشش کی تھی مگر رب اپنے کاموں میں غالب ہے وَاِنْ کُنَّا لَخٰطِئِیْنَ اور بیشک ہم البتہ خطا کار تھے۔ قصور ہمارا تھا اپنے گناہ کا اقرار کیا۔ قَالَ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ کوئی ملامت نہیں تم پر آج کے دن۔ تثریب کا لفظی معنٰی ہے جانور کو ذبح کرنے کے بعد گوشت کیساتھ جو چربی ہوتی ہے اس کو دور کر کے گوشت کو ننگا کر دیا، پھر یہ ملامت کے معنٰی میں استعمال ہوتا ہے کہ جس طرح چربی دور ہو جانے کے بعد نیچے سے گوشت ظاہر ہو جاتا ہے اسی طرح ملامت کرنے سے عیب ظاہر ہوتا ہے۔ تو آج کے دن تم پر کوئی ملامت نہیں ہے کوئی زجر و توبیخ نہیں ہے یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کرے۔ میں نے تمہیں معاف کیا اللہ تعالیٰ بھی تمہیں معاف کرے وَھُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ اور وہ سب سے بڑھ کر شفقت کرنے والا ہے۔ ایک وہ وقت تھا کہ ان بھائیوں کو کنویں میں گراتے ہوئے ترس نہ آیا اور اپنے والد گرامی کا بھی خیال نہ کیا باوجود یہ کہ یوسف علیہ السلام نے کہا کہ کچھ تو سوچو جب تم مجھے کنویں میں گرا کر واپس جاؤ گے اور میں تمہارے ساتھ نہیں ہونگا تو ابا جی پر کیا گزرے گی اور یاد رکھنا! والدین کی نافرمانی کبیرہ گناہوں میں سے ہے اگر ماں باپ مسلمان ہیں تو ان کی دل آزاری گناہ کبیرہ ہے جن کو حدیث پاک میں مُوبقات کہا گیا ہے، بندے کو ہلاک کر دینے والے۔ ابن السُّنّی کی عَمَلَ الْیَوْمِ وَاللَّیْلَہ حدیث کی کتاب ہے۔ جس میں دعاؤں کا ذکر آتا ہے اس میں یہ حدیث بھی ہے جس کا مفہوم ہے کہ یہ بھی نافرمانی ہے کہ باپ پیچھے چلے اور بیٹا آگے چلے یعنی یہ

بھی عقوق والدین میں داخل ہے۔اب جو حالات ہیں بس اللہ تعالیٰ بچائے بہت کچھ ہو رہا ہے تو ایک وقت وہ تھا کہ یوسف علیہ السلام کہہ رہے تھے مجھ پہ ترس کھاؤ اور ایک یہ وقت ہے وہ معافی مانگ رہے ہیں کہ بیشک ہم خطا کار تھے ہمیں معاف کر دو اللہ تعالیٰ حالات بدلتے رہتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے مکہ والوں کی زیادتیاں معاف فرمادیں :

ہجرت کا آٹھواں سال رمضان المبارک کا مہینہ تھا مکہ مکرمہ فتح ہوا اس وقت کعبۃ اللہ سے بلند عمارت مکہ مکرمہ میں اور کوئی نہیں تھی کعبۃ اللہ کی بلندی پچاس فٹ ہے اب تو کئی کئی منزلہ بلڈنگیں بن گئی ہیں لوگ لفٹ کے ذریعے اوپر نیچے جاتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ پہاڑی پر تشریف لے گئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ ﷺ کیساتھ تھے آپ نے سفید چادر لہرائی اس وقت سفید چادر کو لہرانا خطرے کی علامت ہوتا تھا اور اگر خطرہ بہت زیادہ ہوتا تو کپڑے اتار کر چیخیں مارتے تھے اس کو وہ نذیر العریان کہتے تھے ننگا ڈرانے والا، یہ خطرے کا آخری آلارم ہوتا تھا کہ دشمن آ گیا ہے۔جب آپ ﷺ نے کپڑا لہرایا تو عام لوگ اکٹھے ہو گئے مرد عورتیں بوڑھے بچے آنحضرت ﷺ نے تقریر فرمائی کہ اے اہل مکہ! تم نے مجھ پر زیادتیاں کی ہیں فلاں دن یہ زیادتی کی فلاں دن یہ زیادتی کی۔یاد ہے تمہیں میرے فلاں صحابی پر کی فلاں صحابی پر کی تمہیں یاد ہے۔ان کے سب جرائم اور قصور شمار کیے ان کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے کہنے لگے ہمیں تو یاد ہی نہیں تھا کہ ہم نے کیا کچھ کیا تھا اس نے سب کچھ نوٹ کیا ہوا ہے۔جیسے جیسے آپ ﷺ ان کے جرائم بیان کرتے تھے ان کے ہوش وحواس اڑتے گئے۔فرمایا مکے والو! تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے ساتھ کیا ہونا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا میں وہی کچھ کہوں گا جو یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو کہا

لَاتَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ کوئی ملامت نہیں تم پر میں نے سب کو معاف کر دیا۔ عکرمہ بن ابو جہل کی بیوی ام حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ ﷺ کے پاس آئیں کہنے لگیں میرے خاوند عکرمہ کیلئے بھی معافی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اس کیلئے بھی معافی ہے حالانکہ ابو جہل کے بدر میں قتل ہو جانے کے بعد ہر معاملے میں یہ پیش پیش تھا پوچھنے والے نے پوچھا کہ وحشی ابن حرب کیلئے بھی معافی ہے جس نے غزوہ احد میں حضرت حمزہ ﷺ کو بڑی بے دردی کیساتھ شہید کیا تھا ان کا کلیجہ نکالا کان کاٹے، ناک کاٹا حلیہ بگاڑ دیا فرمایا اس کیلئے بھی معافی ہے۔ فرمایا حبار ابن اسود کو بھی معافی ہے آنحضرت ﷺ کی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ کا خسر لگتا تھا ان کا نکاح ابو العاص بن ربیع کیساتھ تھا جنکا نام مُقَسّم تھا یہ بعد میں مسلمان ہو گئے تھے یہ بدر کے قیدیوں میں سے تھے۔ جس وقت بدر کے قیدی رہا ہوئے تو آپ ﷺ نے اپنے داماد ابو العاص بن ربیع کو فرمایا کہ مکہ مکرمہ سے جب کوئی ایسا قافلہ آئے کہ اس میں مرد عورتیں ہوں تو میری بیٹی کو ان کیساتھ ملاقات کیلئے بھیج دینا انہوں نے وعدہ کیا اور وہ لوگ وعدے کے پکے تھے جب قافلہ روانہ ہونے لگا تو انہوں نے حضرت زینبؓ کو ساتھ بھیج دیا جب وہ اونٹ پر سوار ہو گئی تو یہ حبار بن اسود آ گیا بڑا منہ پھٹ آدمی تھا کہنے لگا اے عورت! تو کدھر جا رہی ہے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا چچا جی میں اپنے گھر والوں کی اجازت سے جا رہی ہوں ابا جان کی ملاقات کر کے واپس آ جاؤں گی کہنے لگا تم نہیں جا سکتی۔ انہوں نے کہا چچا جی میں نے اپنے خاوند سے پوچھا ہے، ابا جی سے پوچھا ہے، ساس سے پوچھا ہے، سب کی اجازت سے جا رہی ہوں۔ کہنے لگا تم نہیں جا سکتی ٹانگ سے پکڑ کر نیچے کھینچا وہ گر گئیں حاملہ تھیں ان کے حمل میں گڑ بڑ ہو گئی بچہ مردہ پیدا ہوا یہ بڑا موذی قسم کا بے لحاظ آدمی تھا۔ فرمایا اس کو بھی معافی ہے صفوان ابن امیہ بڑا مالدار آدمی

تھااور تمام ہتھیار، تلواریں، نیزے، تیر کمان وغیرہ یہ سپلائی کرتا تھا فرمایا اسکو بھی معافی ہے عجیب منظر تھا عکرمہ کی بیوی ام حکیمؓ نے کہا حضرت کوئی نشانی دیدو تاکہ میں اسکو مطمئن کر سکوں کہ واقعی تجھے معافی مل گئی ہے۔ آپ ﷺ نے اپنا سیاہ رنگ کا عمامہ عنایت فرمایا کہ یہ لے جاؤ اس کو سارے پہچانتے ہیں کہ میرا ہے۔ چنانچہ انکی تلاش میں نکلیں پتا چلا کہ وہ حبشہ کی طرف بھاگ گیا ہے اس وقت جدہ آباد نہیں ہوا تھا جدہ بعد میں آباد ہوا ہے جدہ مکہ مکرمہ سے پینتالیس میل کے فاصلے پر ہے اس زمانے میں کعبۃ اللہ کے دروازے کی سیدھ پر تیس میل کے فاصلے پر کشتیاں آتی تھیں کوئی باقاعدہ نظم ونسق نہیں تھا کبھی حبشہ اور دوسرے علاقوں سے آجاتی تھیں وہاں چند جھونپڑیاں تھیں جن کے پاس کھجوریں، ستو اور اس قسم کی چیزیں ہوتی تھیں جو ضرورت پوری کرتی تھیں عکرمہ بھی ایک کشتی میں سوار ہو گئے کشتی چند میل چلی تھی کہ طوفان آ گیا۔ اپنے اپنے خداؤں کو انہوں نے پکارنا شروع کیا کسی نے کہا یَا لَاتُ اَغِثْنِیْ ''اے لات میری مدد کر'' کسی نے کہا یَاعُزّٰی اَغِثْنِیْ ''اے عزی میری مدد کر۔'' ملاح نے کہا اِنَّ اٰلِھَتَکُمْ لَاتُغْنِیْ ھٰھُنَا شَیْئًا ''بیشک تمہارے خدا یہاں کام نہیں آئیں گے یہاں صرف رب کو پکارو۔'' فَاِذَا رَکِبُوْا فِی الْفُلْکِ دَعَوُا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ ''جب وہ سوار ہوتے ہیں کشتیوں میں تو پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ کو خالص کرتے ہوئے اسی کیلئے دین کو۔'' عکرمہ نے کہا کہ اگر ہمارے یہ خدا یہاں کام نہیں آسکتے تو خشکی پر بھی کام نہیں آسکتے یہی سبق تو میرا بھائی دیتا تھا اگر مجھے رب نے نجات دی تو ضرور جا کر کلمہ پڑھوں گا کشتی واپس آگئی کنارے پر دیکھا تو بیوی کھڑی ہے اونٹنی پر سوار تھی نیچے اتری بغل میں بیوی نے کوئی چیز دبائی ہوئی تھی کشتی سے باہر پاؤں رکھا پریشان ہوا کہنے لگا عورتوں کی بھی خیر نہیں ہے لگتا ہے یہ بھی بھاگ کر آئی ہے پوچھا کَیْفَ اَنْتِ تم کیسے آئی ہو خیر تو ہے

اس نے کہا خیر ہے، کہنے لگی وہاں تو رحمت کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے سب کو معافی ہوگئی ہے عکرمہ نے کہا مجھے بھی؟ فرمایا ہاں! کہنے لگا کہیں مجھے پھنسا نہ دینا ام حکیمؓ نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر سیاہ رنگ کی پگڑی باندھی ہوئی تھی کَانَتْ عَلٰی رَأْسِهٖ عَمَامَةٌ سَوْدَآءُ یہ پگڑی آپ ﷺ کی ہے اور یہ علامت کے طور پر لے آئی ہوں۔ عکرمہ نے جس وقت وہ پگڑی دیکھی تو مطمئن ہوگیا۔ مؤطا امام مالک کی روایت ہے کہ جب وہ واپس آئے تو آنحضرت ﷺ انکو دیکھ کر اعزاز کیلئے کھڑے ہو گئے فرمایا مَرْحَبًا بِالرَّاكِبِ الْمُهَاجِرِ۔ تو جس طرح یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو معاف کردیا اسی طرح آنحضرت ﷺ نے اپنی قوم کو معاف کردیا۔ فرمایا اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِیْ هٰذَا لے جاؤ میری یہ قمیض فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِیْ پس ڈالو تم اس کرتے کو میرے باپ کے چہرے پر غم کیوجہ سے رو رو کر آنکھیں سفید ہوگئی ہیں نظر کمزور پڑگئی ہے يَاْتِ بَصِيْرًا وہ آئیں گے دیکھتے ہوئے فضل وکرم سے ان کی بینائی آجائے گی یہ معجزہ ہے وَاْتُوْنِیْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ اور لاؤ تم میرے پاس اپنے گھر کے سب افراد کو۔ ان شاء اللہ العزیز زندگی رہی تو باقی واقعہ آئندہ بیان ہوگا۔

وَلَمَّا فَصَلَتِ

الْعِيرُ قَالَ أَبُوهُمْ إِنِّي لَأَجِدُ رِيحَ يُوسُفَ لَوْلَا أَنْ تُفَنِّدُونِ ﴿٩٤﴾ قَالُوا تَاللَّهِ إِنَّكَ لَفِي ضَلَالِكَ الْقَدِيمِ ﴿٩٥﴾ فَلَمَّا أَنْ جَاءَ الْبَشِيرُ أَلْقَاهُ عَلَىٰ وَجْهِهِ فَارْتَدَّ بَصِيرًا ۖ قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٩٦﴾ قَالُوا يَا أَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا إِنَّا كُنَّا خَاطِئِينَ ﴿٩٧﴾ قَالَ سَوْفَ أَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّي ۖ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿٩٨﴾ فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَىٰ يُوسُفَ آوَىٰ إِلَيْهِ أَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوا مِصْرَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ ﴿٩٩﴾ وَرَفَعَ أَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوا لَهُ سُجَّدًا ۖ وَقَالَ يَا أَبَتِ هَٰذَا تَأْوِيلُ رُؤْيَايَ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّي حَقًّا ۖ وَقَدْ أَحْسَنَ بِي إِذْ أَخْرَجَنِي مِنَ السِّجْنِ وَجَاءَ بِكُمْ مِنَ الْبَدْوِ مِنْ بَعْدِ أَنْ نَزَغَ الشَّيْطَانُ بَيْنِي وَبَيْنَ إِخْوَتِي ۚ إِنَّ رَبِّي لَطِيفٌ لِمَا يَشَاءُ ۚ إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ﴿١٠٠﴾

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيرُ اور جب جدا ہوا قافلہ قَالَ أَبُوهُمْ کہا ان کے والد نے إِنِّي لَأَجِدُ رِيحَ يُوسُفَ بیشک میں البتہ پاتا ہوں یوسف علیہ السلام کی خوشبو لَوْلَا أَنْ تُفَنِّدُونِ اگر تم مجھے بوڑھا بے عقل نہ کہو قَالُوا کہنے لگے تَاللَّهِ اللہ کی قسم إِنَّكَ لَفِي ضَلَالِكَ الْقَدِيمِ بیشک آپ پرانی خطا میں مبتلا ہیں فَلَمَّا أَنْ جَاءَ الْبَشِيرُ پس جس وقت آیا خوشخبری سنانے والا أَلْقَاهُ عَلَىٰ وَجْهِهِ ڈالا

اس کرتے کو اپنے والد کے چہرے پر فَارْتَدَّ بَصِيْرًا پس وہ لوٹ آئے بینا ہو
کر قَالَ فرمایا اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ کیا میں نے نہیں کہا تھا تمہیں اِنِّىْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ
مَا لَا تَعْلَمُوْنَ بیشک میں جانتا ہوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ جو تم نہیں جانتے
قَالُوْا يٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ کہنے لگے اے ہمارے ابا جان معافی مانگ
ہمارے لئے ہمارے گناہوں کی اِنَّا كُنَّا خٰطِئِيْنَ بیشک ہم قصوروار اور خطا کار ہیں
قَالَ فرمایا سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّىْ عنقریب میں بخشش مانگوں گا تمہارے لئے
اپنے رب سے اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ بیشک اللہ تعالیٰ ہی بخشنے والا مہربان ہے
فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ پس جب وہ داخل ہوئے یوسف علیہ السلام کے پاس
اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ تو انہوں نے جگہ دی اپنے پاس اپنے والدین کو وَقَالَ ادْخُلُوْا
مِصْرَ اور فرمایا داخل ہو مصر میں اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ اگر اللہ نے چاہا تو امن میں
رہو گے وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ اور بلند کیا اپنے ماں باپ کو تخت پر
وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا اور گر پڑے ان کے سامنے سجدہ کرتے ہوئے وَقَالَ اور کہا
یوسف علیہ السلام نے يٰٓاَبَتِ اے میرے ابا جان هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَاىَ یہ ہے
تعبیر میرے خواب کی مِنْ قَبْلُ جو اس سے پہلے میں نے دیکھا تھا قَدْ جَعَلَهَا
رَبِّىْ حَقًّا بیشک بنایا ہے اسکو میرے پروردگار نے سچا وَقَدْ اَحْسَنَ بِىْٓ اور تحقیق
اس نے احسان کیا میرے ساتھ اِذْ اَخْرَجَنِىْ مِنَ السِّجْنِ جس وقت نکالا
مجھے قید خانے سے وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ اور لایا وہ تمہیں دیہات سے

مِنْۢ بَعْدِ بعد اسکے اَنْ نَّزَغَ الشَّیْطٰنُ کہ جھگڑا ڈال دیا شیطان نے بَیْنِیْ وَبَیْنَ اِخْوَتِیْ میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَآءُ بیشک میرا رب باریک بین ہے جو چاہے اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ بیشک اللہ تعالیٰ ہی جاننے والا حکمت والا ہے۔

یوسف علیہ السلام کا واقعہ چلا آ رہا ہے یوسف علیہ السلام کے نو بھائی جب تیسری دفعہ اناج لینے کیلئے گئے تو یوسف علیہ السلام نے ان کیساتھ کھل کر بات کی اور بتایا کہ میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے اور جو کچھ تم نے یوسف علیہ السلام اور اس کے بھائی بنیامین کیساتھ کیا ہے تمہیں معلوم ہے بھائیوں نے کہا کہ ہماری غلطی تھی ہمیں معاف کردو یوسف علیہ السلام نے فرمایا لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ کوئی ملامت نہیں ہے تم پر آج کے دن۔ اب تم جاؤ یہ کُرتا میرے ابا جان کے چہرے پر ڈال دو آنکھوں کی بینائی واپس آجائے گی اور گھر کے تمام افراد کو لیکر یہاں آجاؤ۔ اب جس وقت بھائی اناج لیکر مصر سے روانہ ہوئے وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِیْرُ. عِیْر اس قافلے کو کہتے ہیں جو خوراک پہنچاتا ہے۔ اور جب جدا ہوا قافلہ خوراک لے کر مصر سے قَالَ اَبُوْهُمْ کہا ان کے والد یعقوب علیہ السلام نے اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ بیشک میں البتہ پاتا ہوں یوسف علیہ السلام کی خوشبو۔

جب یوسفؑ کا کرتا مصر سے لے کر چلے تو یعقوبؑ کو کنعان میں خوشبو آئی :

تفسیروں میں تین دن کا ذکر بھی ہے آٹھ اور دس دن کا ذکر بھی ہے تو یہ کافی سفر ہے وہاں سے جب وہ کرتا لیکر چلے تو یعقوب علیہ السلام کو کنعان کے مقام پر جسکو آجکل القدس اور الخلیل کہتے ہیں یہاں خوشبو آئی انہوں نے اپنے پوتوں پڑپوتوں جو اہل خانہ تھے ان کو بتایا کہ مجھے یوسف علیہ السلام کی خوشبو آ رہی ہے لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ فَنَد کا معنی ہے

اَلنِّسْبَۃُ اِلٰی ضُعْفِ الْعَقْلِ ''کسی کو عقل کی کمزوری کی طرف منسوب کرنا۔'' اگر تم یہ نہ کہو کہ میری عقل کمزور ہے میری عقل ماری ہوئی ہے مجھے بے عقل نہ کہو تو میں کہتا ہوں کہ مجھے یوسف علیہ السلام کی خوشبو آرہی ہے۔

غیب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا :

اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھو کہ قریب کنویں میں تھے تو علم نہ ہوا اور اب مصر سے کرتا چلا ہے تو خوشبو آگئی۔ شیخ مُصلح الدین سعدی شیرازیؒ اکابر اولیاء کرام میں سے ہیں انکی کتابیں گلستان، بوستان، کریما، کلیات سعدی وغیرہ فارسی ادب کا ذخیرہ ہے آج بھی لوگ ان سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں کلیات سعدی میں انہوں نے اخلاقیات توحید وسنت بہت کچھ درج کیا ہے۔ وہ گلستان میں لکھتے ہیں......

؎ یکے پرسید ازاں گم کردہ فرزند

''ایک شخص نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے دریافت کیا

اے روشن گہر پیر خردمند

اے روشن ذات عقلمند پیر

زمصرش بوئے پیرہن شنیدی

یہ کیا بات ہے کہ مصر سے یوسف علیہ السلام کے قمیص کی خوشبو آپ نے سونگھ لی

چرا در چاہ کنعانش ندیدی

لیکن کنعان کے کنویں میں جو آپ سے زیادہ دور نہیں تھا نہ دیکھ سکے

بگفت احوال ما برق جہاں است

یعقوبؑ نے فرمایا ہمارے حالات کوندنے والی بجلی کی طرح ہیں

دمے پیدا و دیگر دم نہاں است

ایک سانس میں ظاہر اور دوسرے میں پوشیدہ ہو جاتے ہیں

گہے بر طارم اعلیٰ نشینم

کبھی ہم اونچی اناؤں پر بیٹھتے ہیں

گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

اور کبھی اپنے پاؤں کی پشت بھی نہیں دیکھ سکتے۔''

تو فرمایا کہ ہمارے اختیار کی بات نہیں ہے رب تعالیٰ ہمیں دکھاتا ہے چاہے تو ہمیں دور کی چیز بھی دکھا دیتا ہے اور اگر نہ دکھانا چاہے تو ہمیں پاؤں کی پشت کا بھی پتا نہیں ہوتا۔آنحضرت ﷺ جب معراج سے واپس تشریف لائے تو مشرکین مکہ نے آپ ﷺ سے مسجد اقصیٰ کی نشانیاں اور علامتیں پوچھیں۔آپ ﷺ نے فرمایا لَمْ اُثْبِتْهُ مجھے یاد نہیں تھیں فَكُرِبْتُ كُرْبَةً لَمْ اُكْرِبْ مِثْلَهٗ قَطُّ مسلم شریف کی روایت ہے کہ میں اتنا پریشان ہوا کہ زندگی میں کبھی اتنا پریشان نہیں ہوا کیونکہ اگر میں اس وقت صحیح جواب نہ دے سکا تو کافر خوب ڈھنڈورا پیٹیں گے کہ معاذ اللہ غلط ہے۔مسجد اقصیٰ مکہ مکرمہ سے پندرہ سو میل کی مسافت پر ہے فَجَلَّى اللّٰهُ لِيْ بَيْتَ الْمُقَدَّسْ ''اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کا نقشہ میرے سامنے کر دیا۔'' وہ جو کچھ پوچھتے تھے میں سب کچھ بتاتا تھا، تو اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے چاہے تو ساری دنیا کا نقشہ سامنے کر دے۔حضرت نجاشی اصحمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ طبقے کے لحاظ سے صحابی ہیں لیکن رؤیت کے لحاظ سے صحابی نہیں ہیں انہوں نے آنحضرت ﷺ کو نہیں دیکھا تھا بڑا نیک دل عادل بادشاہ تھا ایمان لانے کے بعد آنے کی اجازت مانگی آپ ﷺ نے اجازت نہیں دی کیونکہ مخالف اقتدار پر قبضہ کرنا چاہتے تھے آپ ﷺ نے خیال فرمایا

کہ اس کی غیر حاضری میں مخالفین نے اگر اقتدار پر قبضہ کرلیا تو ایک تو یہ اقتدار سے محروم ہو جائے گا دوسرا اسکی وجہ سے اسلام کو جو وسعت حاصل ہے اس میں پریشانی آئے گی جب ان کا انتقال ہوا تو آنحضرت ﷺ نے ساتھیوں کو مدینہ منورہ میں بتایا کہ تمہارا بھائی آج وفات پا گیا ہے آپ ﷺ نے اس کا جنازہ پڑھایا۔

غائبانہ جنازہ صحیح نہیں :

مسند احمد میں عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں باپ بیٹا صحابی ہیں سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا جنازہ آپ ﷺ کے سامنے کردیا وہ آپ ﷺ کے حق میں غائب نہیں تھا ہاں صحابہ کرام ﷺ کو نظر نہیں آیا۔ آج کل جو لوگ غائب کا جنازہ پڑھتے ہیں وہ اسی روایت کو پیش کرتے ہیں لیکن ان کا یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ آپ ﷺ کے حق میں غائب نہیں تھا رب تعالیٰ نے آپؐ کے سامنے کردیا، دوسری بات یہ ہے کہ اس کے بعد دور دراز کے علاقوں میں آپ ﷺ کے ساتھی شہید ہوئے آپ ﷺ نے کسی کا غائبانہ جنازہ نہیں پڑھایا (تیسری بات یہ ہے کہ وہاں اور کوئی جنازہ پڑھانے والا نہیں تھا۔ نواز بلوچ مرتب) لہٰذا غائب کا جنازہ نہیں ہے۔ تو خیر بات یہ ہو رہی تھی کہ چاہے تو دور کی خبر دے اور نہ چاہے تو قریب کا بھی پتہ نہ چلے۔ ایک زمانے تک لوگ جوتیوں سمیت نماز پڑھتے تھے کیونکہ جوتیاں صاف ہوتی تھیں عرب کا ریتلا اور پتھریلا علاقہ بارشیں بھی کم ہوں اور آبادی بھی کم ہو تو ان علاقوں میں پھرنے سے جوتیوں کو کچھ نہیں لگتا آج اگر کوئی اپنی گلیوں کو ان پر قیاس کرے اور کہے کہ میں سنت پر عمل کرتا ہوں جوتا پہن کر نماز پڑھے تو نرا پاگل ہے ماحول کا بڑا اثر ہوتا ہے تو سارے حضرات جوتوں سمیت نماز پڑھ رہے تھے نماز کے اندر آپ ﷺ نے جوتا مبارک اتار کر رکھ دیا صحابہ کرام ﷺ نے دیکھا تو انہوں نے بھی

جوتے اتار دیئے۔آپ ﷺ نے فرمایا مَا حَمَلَکُمْ عَلٰی اِلْقَائِکُمْ نِعَالَکُمْ ''جوتے اتارنے پر تمہیں کس چیز نے ابھارا جوتے تم نے کیوں اتارے؟ کہنے لگے رَاَیْنَاکَ اَلْقَیْتَ نَعْلَیْکَ ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے جوتا اتار دیا ہے'' تو سمجھا کہ جوتے اتارنے کا حکم آگیا ہے اس لئے ہم نے آپ کی پیروی کی ہے۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ایسا کوئی حکم نہیں آیا جَاءَ نِیْ جِبْرَائِیْلُ فَاَخْبَرَنِیْ میرے پاس تو جبرائیل علیہ السلام آئے تھے انہوں نے مجھے بتایا کہ تمہارے جوتے کے نیچے کچھ غلاظت لگی ہوئی ہے اس لئے میں نے جوتا اتارا۔تو رب تعالیٰ نہ دکھانا چاہے تو جوتے کے نیچے معمولی سی غلاظت لگی ہوئی نہ دکھائے اور بتلانا چاہے تو بیت المقدس سامنے کردے یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے۔تو فرمایا کہ اگر تم مجھے بے عقل نہ کہو تو مجھے یوسف علیہ السلام کی خوشبو آرہی ہے قَالُوْا کہنے لگے تَاللّٰہِ اللہ کی قسم اِنَّکَ لَفِیْ ضَلٰلِکَ الْقَدِیْمِ بے شک آپ پرانی خطا میں مبتلا ہیں یوسف تجھے بھولتا ہی نہیں ہے یوسف کہاں ہے کم از کم چالیس سال کا عرصہ گذر گیا ہے کیونکہ مستدرک حاکم وغیرہ میں اسی سال کی روایت بھی موجود ہے لیکن چالیس سال کا عرصہ بھی کوئی کم نہیں ہے انسان کی پوری زندگی ہے فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِیْرُ پس جس وقت آیا خوشخبری سنانے والا یہودا یہ وہی ہے کہ جب یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالا گیا تھا تو بکری کا بچہ ذبح کر کے اس سے کرتا خون آلود کر کے اباجی کے پاس لایا تھا کہ اباجی دیکھو یہ کرتا خون آلود ہے آپ کے بیٹے کو بھیڑیا کھا گیا ہے۔اور خوشخبری سنانے والا مصر سے کرتا لے کر آنے والا بھی یہی یہودا ہے یا روحیل ہے اَلْقٰہُ عَلٰی وَجْھِہٖ ڈالا اس کرتے کو اپنے والد یعقوب علیہ السلام کے چہرہ اقدس پر فَارْتَدَّ بَصِیْرًا پس وہ لوٹ آئے بینا ہو کر اللہ تعالیٰ نے بینائی واپس کردی قَالَ فرمایا اَلَمْ اَقُلْ لَّکُمْ کیا میں نے نہیں کہا تھا تمہیں اِنِّیْٓ

اَعْلَمُ مِنَ اللّٰہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ بیشک میں جانتا ہوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ کچھ جو تم نہیں جانتے۔ تفصیلات تو رب تعالیٰ ہی جانتا تھا مگر اجمالی طور پر مجھے یہ امید تھی کہ کوئی وقت آئیگا کہ ہم سب اکٹھے ہوں گے قَالُوْا بیٹوں نے کہا یٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اے ہمارے ابا جان ہمارے لئے معافی مانگ ہمارے گناہوں کی اپنے رب سے اِنَّا کُنَّا خٰطِئِیْنَ بے شک ہم قصوروار اور خطا کار تھے کہ ہم نے یوسف علیہ السلام کو کنویں میں گرایا تھا ہماری شرارت تھی قَالَ یعقوب علیہ السلام نے فرمایا سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَکُمْ رَبِّیْ عنقریب میں معافی مانگوں گا تمہارے لئے اپنے رب سے۔

کن کن اوقات میں دعا قبول ہوتی ہے :

تفسیروں میں آتا ہے کہ صبح سحری کے وقت کا وعدہ تھا کیونکہ وہ دعا کی قبولیت کا وقت ہوتا ہے دعاؤں کی قبولیت کے جو اوقات ہیں ان میں ایک فرض نماز کے بعد کا وقت بھی ہے اور اجتماعی شکل میں دعا کرنا بھی ثابت ہے مگر آج عجیب عجیب قسم کے ذہن پیدا ہو گئے ہیں سعودیہ والے نجدی نماز کے بعد دعا نہیں کرتے بس نماز پڑھی اور اٹھ کر چلے گئے حالانکہ فرض نماز کے بعد دعا پر احادیث صحیحہ موجود ہیں فرض نماز کے بعد اجتماعی طور پر دعا کرنے میں علمی طور پر کوئی اختلاف نہیں ہے لیکن یہ نہ فرض ہے نہ واجب ہے نہ سنت مؤکدہ ہے اگر کسی کو جلدی ہے بیمار ہے مسافر ہے وہ دعا کئے بغیر اٹھ کر جا سکتا ہے مجبور ہو کر بیٹھنا کوئی ضروری نہیں ہے تو جو جائے اس پر نکیر نہ کرو تو فرض نماز کے بعد دعا قبول ہوتی ہے۔ رات کا جب تیسرا حصہ باقی رہ جائے تو وہ بھی قبولیت کا وقت ہے تو فرمایا کہ میں عنقریب تمہارے لئے اپنے رب سے معافی مانگوں گا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ بیشک اللہ تعالیٰ ہی بخشنے والا مہربان ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر سے باہر چند میل کے

فاصلے پر ان کے استقبال کیلئے ایک جگہ بنائی تھی کہ یہاں آکر کچھ آرام کریں گے پھر یہاں سے ان شاء اللہ اطمینان کیساتھ مصر میں داخل ہونگے اسوقت یوسف علیہ السلام کی حقیقی والدہ تو فوت ہوگئی تھیں سوتیلی والدہ تھی وہ بھی تو والدہ ہی تھی کچھ دنوں کے بعد یعقوب علیہ السلام ان کی اہلیہ اور باقی گھر کے تمام افراد کو کارندے یوسف علیہ السلام کے حکم پر مصر لے گئے۔اس کا ذکر ہے فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰی یُوْسُفَ پس جب وہ داخل ہوئے یوسف علیہ السلام کے پاس اٰوٰٓی اِلَیْهِ اَبَوَیْهِ ٹھکانہ دیا انہوں نے اپنے پاس اپنے والدین کو عقیدت، احترام اور محبت کیساتھ ملے اور کہا کہ یہاں آرام کرو وَقَالَ اور فرمایا اُدْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِیْنَ داخل ہو مصر میں اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو امن میں رہو گے۔مصر سے باہر دو تین میل پر جو جگہ بنائی تھی یہاں پر آرام کرلو پھر مصر کے اندر داخل ہونگے وَرَفَعَ اَبَوَیْهِ عَلَی الْعَرْشِ اور بلند کیا اپنے ماں باپ کو تخت پر، جو بڑا تخت تھا اس پر والدین کو بٹھایا وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا اور سب گر پڑے یوسف علیہ السلام کو سجدہ کرتے ہوئے وَقَالَ یوسف علیہ السلام نے فرمایا یٰٓاَبَتِ اے میرے ابا جان هٰذَا تَاْوِیْلُ رُءْیَایَ مِنْ قَبْلُ یہ ہے میرے خواب کی تعبیر جو اس سے پہلے میں نے بچپن میں دیکھا تھا کہ سورج چاند یعنی والدین اور گیارہ ستارے یعنی بھائی سب نے مجھے سجدہ کیا ہے۔

ہماری شریعت میں سجدہ تعظیمی بھی حرام ہے :

اس آیت کی تفسیر میں دیگر مفسرین نے بھی لکھا ہے اور حافظ ابن کثیر جو چوٹی کے مفسر بھی ہیں، محدث اور مؤرخ بھی ہیں انہوں نے بھی لکھا ہے کہ حضرت آدم کی شریعت سے لیکر آنحضرت ﷺ تک سجدہ تعظیمی جائز تھا سجدہ عبادت اور سجدہ تعظیمی میں فرق نیت سے ہوتا تھا شکل وصورت دونوں کی ایک طرح کی تھی اگر عبادت کی نیت ہوتی تھی تو سجدہ

عبادت کا ہوتا تھا اور اگر عبادت کی نیت نہیں ہوتی تھی تو عبادت کا نہیں ہوتا تھا آنحضرت ﷺ کی شریعت میں سجدہ تعظیمی حرام ہو گیا۔ حضرت قیس بن سعد ؓ نے جو اس دور میں آئی جی پولیس اور بڑے درجے کے صحابی تھے آنحضرت ﷺ سے پوچھا حضرت ہم نے عراق میں دیکھا ہے کہ لوگ بڑے پادریوں کو اور چودھریوں کو سجدہ کرتے ہیں ہم آپ کو نہ کریں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ بتاؤ کہ میری وفات ہو جائے اور مجھے قبر میں دفن کر دیا جائے تو میری قبر کو سجدہ کرو گے؟ قَالُوْا لَا انہوں نے کہا نہیں حضرت قبر کو تو نہیں کریں گے فرمایا اب بھی نہ کرو اگر میری شریعت میں کسی کو سجدہ کرنے کی اجازت ہوتی تو میں عورت کو حکم دیتا کہ خاوند کو سجدہ کرو کہ اس کا بڑا حق ہے مگر میری شریعت میں سجدہ تعظیمی حرام ہے۔ لہٰذا نہ کسی قبر کو سجدہ جائز ہے نہ کسی پیر کو نہ زندہ کو نہ مردہ کو جب آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی کو سجدہ تعظیمی جائز نہیں ہے تو اور کس کیلئے جائز ہو گا اور حد سے زیادہ جھکاؤ بھی جائز نہیں ہے کہ جس سے رکوع کا شبہ ہو ہاں امر مجبوری اور بات ہے۔ مثلاً میں بیٹھا ہوں اگر کوئی آ کر مجھے ملے گا تو جھکے گا یہ وہ بامر مجبوری جھک رہا ہے تعظیم کیلئے نہیں ہے تو اس کی گنجائش ہے اور اگر دونوں کھڑے ہوں اور کوئی ایک جھک کر ملتا ہے تو یہ گناہ ہے معانقہ کیا جا سکتا ہے مصافحہ کیا جا سکتا ہے تو ہماری شریعت میں سجدہ تعظیمی حرام ہے۔

قَدْ جَعَلَهَا رَبِّیْ حَقًّا بیشک بنایا ہے اس خواب کو میرے پروردگار نے سچا وَقَدْ اَحْسَنَ بِیْٓ اور تحقیق اس نے احسان کیا میرے ساتھ اچھا سلوک فرمایا اِذْ اَخْرَجَنِیْ مِنَ السِّجْنِ جس وقت نکالا اس نے مجھے قید خانے سے، قید خانے کا ذکر کیا اور کنویں کا ذکر نہ کیا تاکہ بھائی شرمندہ نہ ہوں حالانکہ اصل بات تو کنویں کی تھی وَجَآءَ بِکُمْ مِّنَ الْبَدْوِ اور لایا وہ تمہیں دیہات سے شہر میں مِنْ ۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّیْطٰنُ بعد اسکے کہ

شیطان نے اختلاف اور پھوٹ ڈال دی بَیْنِیْ وَبَیْنَ اِخْوَتِیْ میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ بیشک میرا رب باریک بین ہے اس کے کام نہایت باریکی کیساتھ ہوتے ہیں لِّمَا یَشَآءُ جو چاہے، بزرگان دین فرماتے ہیں کہ اگر رشتے میں رکاوٹ ہو یا کاروبار میں رکاوٹ ہو یا کسی بھی جائز کام میں رکاوٹ ہو تو اللہ تعالیٰ کے صفتی نام لطیف کا ذکر کثرت کیساتھ کرو، لطیف لطیف، اس کی برکت سے رکاوٹ دور ہو جائے گی اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ بیشک اللہ تعالیٰ ہی جاننے والا حکمت والا ہے۔

رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۣ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰۱﴾ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَمَا تَسْــَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ ع

رَبِّ اے میرے رب قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْکِ تحقیق تو نے عطا کیا مجھے ملک وَعَلَّمْتَنِیْ اور تعلیم دی مجھے مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ خوابوں کی تعبیر کی فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اے بے نمونہ پیدا کرنے والے آسمانوں کے اور زمینوں کے اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ آپ میرے آقا ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وفات دیں مجھے اس حال میں کہ میں مسلمان ہوں وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ اور ملا دے مجھے نیک لوگوں کیساتھ ذٰلِکَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ یہ قصہ غیب کی خبروں میں سے ہے نُوْحِیْهِ اِلَیْکَ ہم وحی کرتے ہیں اس کی آپ کی طرف وَمَا کُنْتَ لَدَیْهِمْ اور نہیں تھے آپ ان کے پاس اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ جب انہوں نے اتفاق کرلیا اپنے معاملہ میں وَهُمْ یَمْکُرُوْنَ اور وہ تدبیر کر رہے تھے وَمَآ اَکْثَرُ النَّاسِ اور نہیں ہیں اکثر لوگ

وَلَوْ حَرَصْتَ اوراگرچہ آپ حرص کریں بِمُؤْمِنِيْنَ ایمان لانے والے وَمَا تَسْئَلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اورنہیں آپ ان سے اس تبلیغ پر کوئی اجر اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ نہیں ہے یہ قرآن مگر نصیحت جہان والوں کیلئے۔

یوسفؑ کیساتھ زلیخا کا نکاح ہوا ہے یا نہیں :

حضرت یوسف علیہ السلام، ان کے بھائیوں اور ان کے والد محترم یعقوب علیہ السلام کا قصہ تم نے تفصیل کیساتھ سنا۔ جب حضرت یعقوب علیہ السلام اہل خانہ کیساتھ مصر آئے اس وقت یوسف علیہ السلام کی عمر کافی ہو چکی تھی اس میں اختلاف ہے کہ آیا زلیخا رحمہا اللہ تعالیٰ کیساتھ یوسف علیہ السلام کا نکاح ہوا ہے یا نہیں۔ محدثین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نکاح نہیں مانتے۔ حافظ ابن تیمیہؒ جو حنبلی مسلک کے تھے انہوں نے اس پر مستقل ایک رسالہ لکھا ہے کہ ایسی حرکتیں کرنے والی عورت نبی کے نکاح میں نہیں آنی چاہئے جبکہ جمہور مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ نکاح ہوا ہے بیشک اس کی غلطی تھی لیکن اس نے اپنی غلطی کا اقرار کیا اور رب تعالیٰ سے معافی مانگی اور شریعت کا قاعدہ ہے کہ سچے دل سے توبہ کریگا ان گناہوں سے جن سے معافی مل سکتی ہے تو معافی مل جائے گی اور جن گناہوں کی توبہ کیساتھ معافی نہیں ملتی ان میں نہیں ملے گی۔ مثلاً کسی کے ذمہ بالغ ہونے کے بعد نماز ہے روزہ ہے اس نے ادا نہیں کئے بیشک توبہ کرتا رہے معافی نہیں ملے گی جب تک ان کو ادا نہیں کریگا اگر کسی کا حق دینا ہے ایک دفعہ نہیں کروڑ دفعہ بھی توبہ کرے معافی نہیں ہے جب تک حق ادا نہیں کریگا، زکوٰۃ نہیں دی جب تک دے گا نہیں کوئی معافی نہیں ہے، جب تک ادا نہیں کریگا۔ اس مسئلے میں بہت سارے لوگ غلط فہمی کا شکار ہیں اور جن چیزوں میں قضا نہیں ہے ان میں معافی مل جائے گی مثلاً کسی نے شراب پی، بدکاری کی سچے دل سے توبہ

کرے رب معاف کر دے گا تو جمہور فرماتے ہیں کہ نکاح ہوا ہے اور نکاح کے بعد تین بچے بھی پیدا ہوئے ہیں۔ایک کا نام افرائیم تھا رحمہ اللہ تعالیٰ دوسرے بیٹے کا نام اِیشا تھا رحمہ اللہ تعالیٰ اور ایک بیٹی پیدا ہوئی جس کا نام رحمت تھا رحمہا اللہ تعالیٰ اور یہی رحمت بی بی حضرت ایوب علیہ السلام کے نکاح میں آئی۔تفسیر خازن والے اور دوسرے حضرات لکھتے ہیں کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کی عمر مبارک ایک سو بیس سال کی ہوگئی تو عرض کیا رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْکِ اے میرے رب! تحقیق تو نے عطا کیا مجھے ملک۔ایک زمانہ تھا یوسف علیہ السلام مصر میں غلام کی حیثیت سے فروخت ہو رہے تھے اور خریدے گئے پھر ایک وقت آیا کہ سات سال یا بارہ سال جیل میں رہے پھر وزیر خزانہ بنائے گئے پھر وزیر اعظم بنا دیئے گئے۔

یوسفؑ کو نبوت ملی تو بادشاہ نے اقتدار ان کے حوالے کر دیا :

پھر بادشاہ ریان بن ولید جو بڑا نیک دل بادشاہ تھا اس کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی اس نے کلمہ پڑھ لیا کلمہ پڑھنے کے بعد اس نے عرض کیا حضرت! میں نے اب آپ کا کلمہ پڑھ لیا ہے کلمہ پڑھنے کے بعد یہ نہیں ہوسکتا کہ اب میں آپ کا بادشاہ رہوں یہ تاج و تخت اور اقتدار آپ کے حوالے ہے سارا اقتدار یوسف علیہ السلام کے حوالے کر دیا، بڑی قربانی ہے آج معمولی کرسی چھوڑنے کیلئے کوئی تیار نہیں ہے ملک مصر کی بادشاہی چھوڑ دینا مشکل کام تھا لیکن ریان ابن ولید رحمہ اللہ تعالیٰ نے سارا اقتدار یوسف علیہ السلام کے حوالے کر دیا۔تو یوسف علیہ السلام ملک مصر کے حکمران رہے ان کے زمانے میں بڑا امن اور سکون تھا اور اس کیساتھ ساتھ انہوں نے دین کی نشر و اشاعت بھی کی جو پیغمبر کی شان ہوسکتی ہے جب عمر مبارک ایک سو بیس سال کے قریب ہوئی تو عرض کیا اے پروردگار! تو نے مجھے

ملک عطا کیا وَعَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ اور تعلیم دی مجھے خوابوں کی تعبیر کی۔ وہ اپنے دور میں خوابوں کی تعبیر کے امام اور ماہر تھے فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. فاطر کا معنٰی ہے بغیر نمونے کے پیدا کرنا۔ اے آسمانوں اور زمینوں کو بغیر نمونہ کے پیدا کرنے والے، نمونے کے ہوتے ہوئے بھی کسی شے کو بنانا اتنا آسان نہیں ہوتا اور جس چیز کی پہلے مثال اور نمونہ بھی نہ ہو اس کو بنانا بہت بڑی بات ہے سات آسمان ہیں اور سات زمینیں ہیں آسمانوں کے سات ہونے کا ذکر تو متعدد آیات میں ہے اور زمینوں کے سات ہونے کا ذکر صرف ایک آیت کریمہ میں ہے سورۃ طلاق آیت نمبر ۱۲ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ''اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے پیدا کیے ہیں سات آسمان اور اتنی ہی زمینیں پیدا کی ہیں۔'' اور وہ زمینیں اوپر نیچے ہیں ایسے نہیں کہ ایک زمین پاکستان کی اور ایک زمین امریکہ کی، ایک افریقہ کی اور ایک روس کی اور ایک چین کی، لوگوں نے اس طرح سات زمینیں برابر کی ہوئی ہیں یہ بات غلط ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس شخص نے کسی کی زمین پر ایک بالشت برابر بھی ناجائز قبضہ کیا تو قیامت والے دن اوپر نیچے کی سات زمینیں اس کے کندھے پر لادی جائینگی اس روایت سے معلوم ہوا کہ زمینیں اوپر نیچے ہیں یہ روایت بخاری شریف کی ہے اور ترمذی شریف میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز کو حاوی ہے اگر تم ایک زنجیر کو لٹکاؤ وہ زمین کو چیر کر دوسری زمین تک پہنچ جائے پھر وہاں سے تیسری زمین تک پھر چوتھی زمین تک پھر پانچویں چھٹی ساتویں زمین تک اترتی جائے وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ زمینیں اوپر نیچے ہیں اور ان میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ [سورۃ المدثر] ''اور تیرے رب کے

لشکروں کو صرف وہی جانتا ہے اس کی ذات کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔" تو فرمایا اے آسمانوں اور زمینوں کو بغیر نمونے کے پیدا کرنے والے اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ تو میرا آقا ہے کارساز ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وفات دیں مجھے اس حال میں کہ میں مسلمان ہوں اور پہلے پارے میں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ اور یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں کو وصیت فرمائی فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ "پس نہ مرنا تم مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو" اور اس امت کو بھی حکم ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ [آل عمران:۱۰۲] "اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ سے جیسا کہ حق ہے اس سے ڈرنے کا اور نہ مرو تم مگر اس حالت میں کہ تم اسلام پر ہو۔" جس نیک بخت اور سعادت مند کی وفات اسلام پر ہوگئی وہ دنیا میں ہی کامیاب ہوگیا اور یہ سعادت اسے ہی حاصل ہوگی جو شخص اسلام پر قائم رہے گا دین کے کام کرتا رہے گا احکامات کی پابندی کریگا گناہوں سے بچے گا مکروفریب کرنے سے رکے گا کسی کیساتھ دھوکہ مکاری نہیں کریگا دل صاف رکھے گا اللہ تعالیٰ اس سچائی کی بدولت اس کا خاتمہ ایمان پر کریگا اور جو شخص بے نماز دھوکے باز اور مکار ہے لوگوں سے لیتا ہے اور دیتا نہیں ہے ایسے شخص کا خاتمہ ایمان پر بہت کم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ بچائے اور محفوظ رکھے وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ اور ملادے مجھے نیک لوگوں کیساتھ۔ کہتے ہیں کہ اس دعا کے بعد یوسف علیہ السلام ایک ہفتہ یا کچھ دن زائد دنیا میں رہے پھر دنیا سے رخصت ہوگئے۔

غیب دان صرف اللہ تعالیٰ ہے :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ذٰلِکَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ یہ واقعہ جو بیان کیا گیا ہے یہ غیب کی خبروں میں سے ہے نُوْحِیْہِ اِلَیْکَ ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔ آگے ہے

علم غیب یہ صرف رب تعالیٰ کی صفت ہے۔سورۃ نحل آیت نمبر ۷۷ میں ہے وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ''اور اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے غیب آسمانوں کا اور زمین کا۔'' زمین آسمان کا ایک ایک ذرہ ایک ایک پتہ صرف اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اس میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ہاں انباء الغیب ،غیب کی خبریں اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو دی ہیں اور سب سے زیادہ غیب کی خبریں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو دی ہیں اور یہ واقعہ بھی غیب کی خبروں میں ہے۔وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اے نبی کریم ﷺ آپ ان کے پاس نہیں تھے اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ جب انہوں نے اجماع اور اتفاق کرلیا اپنے معاملہ میں وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ اور وہ مکر کر رہے تھے تدبیر کر رہے تھے کہ ہم یوسف علیہ السلام کے خواب کی تعبیر سے کس طرح بچ سکتے ہیں کہ وہ کہہ رہا ہے کہ مجھے خواب آیا ہے کہ سورج چاند اور گیارہ ستارے مجھے سجدہ کر رہے ہیں اگرچہ والد صاحب نے انکو منع کیا تھا کہ خواب اپنے بھائیوں کو نہ سنانا مگر بات کسی طرح نکل گئی کیونکہ بات چھپتی نہیں اچھی ہو یا بری ہو۔سورۃ بقرہ میں ہے وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ''اور اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا ہے اس چیز کو جس کو چھپاتے تھے۔'' کوئی شخص نیکی کرے تو وہ بھی چھپی نہیں رہتی برائی بھی چھپی نہیں رہتی الا ماشاء اللہ تو وہ خواب بھائیوں تک پہنچ گیا تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اسکو راستے سے ہٹانا چاہیے اس لئے کہ ایسا وقت کیوں آئے کہ ہم سب اس کو سجدہ کریں پھر والد صاحب کو اعتماد میں لے کر اس کو لے گئے اور انہوں نے اس معاملے میں اتفاق کرلیا کہ اسکو کنویں میں پھینک دو پھر پھینک بھی دیا۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب یہ سارا معاملہ ہوا اس وقت آپ وہاں موجود نہیں تھے یہ سارا واقعہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بذریعہ وحی بتایا ہے اس کا رب تعالیٰ نے حوالہ دیا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ اور نہیں ہیں

اکثر لوگ وَلَوْ حَرَصْتَ اور اگر چہ آپ حرص کریں بِمُؤْمِنِيْنَ ایمان لانے والے۔
اکثریت ہمیشہ کافروں کی رہی ہے صرف آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے تک كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً [البقرہ:۲۱۳] ''سب لوگ ایک ہی دین پر تھے۔'' اُس دور میں صرف مسلمان ہی تھے۔

اکثریت ہمیشہ کافروں کی رہی ہے :

نوح علیہ السلام کے زمانے سے کفر شرک چلا اور قیامت تک چلتا رہے گا حضرت عیسیٰؑ جب نازل ہونگے اور جس علاقے میں ان کا اقتدار ہوگا وہاں صرف اسلام ہوگا اور اسلام کے سوا اور کوئی مذہب نہیں ہوگا اور جو دوسرے علاقوں میں ہونگے جیسے چین روس جاپان میں کفر بدستور رہے گا تو اکثریت ہمیشہ کافروں کی رہی ہے۔ ایک موقع پر کافروں نے آنحضرت ﷺ کو کہا کہ آپ کہتے ہیں کہ میں سچا ہوں اور ہم کہتے ہیں کہ ہم سچے ہیں تو لوگوں سے رائے معلوم کر لیتے ہیں جس طرح لوگ کہیں گے اسی طرح کر لیں گے۔ آٹھویں پارے میں اس کا ذکر ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ [سورۃ الانعام] ''اور اگر آپ اطاعت کریں ان لوگوں کی جو اکثر ہیں زمین میں تو وہ آپ کو بہکا دیں گے۔'' اکثریت تو گمراہوں کی رہی ہے اکثر ووٹ ان کے ہیں۔ آج دنیا کا نظام اسی اکثریت پر چل رہا ہے کہ جو اکثریت کہہ دے وہ ٹھیک ہے اسی ضابطے کے تحت پاپائے روم جو اس وقت رومیوں کا سب سے بڑا مولوی ہے اور اٹلی میں ہے نے فتویٰ دیا ہے کہ اب نکاح کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس وقت مردوں عورتوں کا اختلاط ہے پچاس فیصد سے زیادہ لوگ پہلے ہی اپنے لئے عورتوں کا انتخاب کر لیتے ہیں اور آپس میں جوڑے بن جاتے ہیں لہذا اب نکاح کی ضرورت نہیں ہے جو آپس میں جوڑے

بن گئے ہیں کافی ہیں لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ایسی اکثریت اور جمہوریت پر کروڑ لعنت ہے اس جمہوریت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔جمہوریت کا مطلب ہے کہ اس میں سب لوگ امن وسکون سے رہیں سب کو انصاف حاصل ہو جمہوریت کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ اکثر لوگ کسی شے کے بارے میں کہیں کہ یہ جائز ہے تو وہ جائز ہو جائے اور ناجائز کہیں تو ناجائز ہو جائے،قطعاً نہیں یہ کفر ہے۔تو فرمایا کہ آپ حریص بھی ہوں تو اکثریت ایمان نہیں لائے گی۔

ہدایت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے :

آنحضرت ﷺ نے بڑا زور صرف کیا اپنے چچا ابو طالب کیلئے کہ وہ ایمان لے آئیں اور وہ سمجھتے بھی تھے کہ بھتیجے کا دین سچا ہے مگر اپنا دھڑا (پارٹی) نہیں چھوڑا ایمان نہیں لائے مرتے وقت اس نے جو قصیدہ پڑھا تھا اس کو دیکھ کر انسان حیران ہو جاتا ہے۔اس میں ہے......

وَلَقَدْ عَلِمْتُ بِاَنَّ دِيْنَ مُحَمَّدٍ
مِنْ خَيْرِ اَدْيَانِ الْبَرِيَّةِ

"میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ بیشک محمد رسول اللہ ﷺ کا دین سب دینوں سے اچھا ہے۔"
کہنے لگا اگر میں کلمہ پڑھتا ہوں تو قریشی طعنہ دیں گے کہ مرتے وقت دھڑا چھوڑ گیا ہے۔
اب بتاؤ دنیا میں اس ضد کا کوئی علاج ہے؟ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے پر بڑا زور صرف کیا اپنی بیوی کو بڑا سمجھایا مگر ایمان نہیں لائے،حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی بیوی پر بڑا زور صرف کیا مگر ایمان نہیں لائی ہدایت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے وَمَا تَسْئَلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اور نہیں مانگتے آپ ان سے تبلیغ پر کوئی اجرت کسی پیغمبر نے تبلیغ پر

معاوضہ نہیں مانگا یہ پیغمبر کی شان ہے ہر آدمی ایسا نہیں کر سکتا۔

خدمت پر وظیفہ لیا جا سکتا ہے :

خلیفہ بننے سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کھڈیاں لگائی ہوئی تھیں مزدور کام کرتے تھے یہ سوتر لا کران کو دیتے تھے جب کپڑا تیار ہو جاتا تھا تو تھان کندھے پر رکھ کر پھیری لگا کر بیچتے تھے دوکان نہیں تھی اس طرح اپنا وقت پاس کرتے تھے جب خلافت کا بوجھ ان پر پڑا تو اب نمازیں بھی پڑھانی ہیں جمعہ بھی پڑھانا ہے لوگوں کے فیصلے بھی کرنے ہیں جب اتنی ذمہ داری ہو تو آدمی اور کچھ نہیں کر سکتا۔ ایک دن نماز پڑھانے کے بعد فرمایا مَهْلاً ذرا ٹھہرو جاؤ سب ٹھہر گئے۔ فرمایا میرا جو پیشہ تھا اس سے میرے گھر کے افراد کا گذارہ ہوتا تھا وَاِنْ شُغِلْتُ بِاَمْرِ الْمُسْلِمِيْنَ اور اگر میں مسلمانوں کے کاموں میں مشغول ہوں گا تو میں اپنا کام تو نہیں کر سکتا پیٹ میرے ساتھ بھی لگا ہوا ہے اور میرے بچوں کیساتھ بھی لگا ہوا ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ یا تو خلافت کسی اور کو دیدو جو گھر سے کھاتا پیتا ہو یا بیت المال سے میرا وظیفہ مقرر کر دو۔ بات صاف اور کھری فرمائی چنانچہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بیت المال سے پچیس درہم ماہانہ وظیفہ مقرر کیا گیا۔ یہ صرف پیغمبروں کی خصوصیت ہے کہ انہوں نے کوئی معاوضہ نہیں لیا۔ اَفْضَلُ الْبَشَرِ بَعْدَ الْاَنْبِيَآءِ بِالتَّحْقِيْقِ اَبُوْ بَكْرِ نِ الصِّدِّيْقُ رضی اللہ عنہ "تمام انسانوں میں انبیاء کے بعد افضل ترین شخصیت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں۔"

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں ان میں سے تین باقاعدہ بیت المال سے وظیفہ لیتے رہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بارہ سال خلیفہ رہے۔ بارہ سالوں میں بیت المال سے ایک پیسہ بھی نہیں لیا نہ اپنے لئے نہ اپنے گھروں

والوں کے لئے نہ مہمانوں کیلئے۔لوگوں نے اعتراض بھی کیا کہ پہلے خلیفہ لیتے تھے تم کیوں نہیں لیتے ؟ فرمایا وہ لیتے تھے کہ مجبور تھے میں غنی ہوں میں بیت المال پر کیوں بوجھ ڈالوں مجھے اللہ تعالیٰ نے بڑی دولت دی ہے۔فرمایا آپ ان سے سوال نہیں کرتے اس تبلیغ پر کسی معاوضے کا اِنْ هُوَ اِلَّاذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ نہیں ہے یہ قرآن کریم مگر نصیحت والی کتاب ہے جہان والوں کیلئے۔قرآن پاک کا سمجھنا سب کا فریضہ ہے مسلمان مرد عورتیں بچے بوڑھے سب قرآن پاک کا ترجمہ پڑھیں تب جا کر صحیح معنٰی میں مسلمان اور انسان بنیں گے۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِىْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ؔ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِىْ ؕ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِىْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ؕ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۹﴾

وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ اور کتنی ہی نشانیاں ہیں فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آسمانوں میں اور زمین میں يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا جن پر یہ لوگ گذرتے ہیں وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ اور وہ ان سے اعراض کرتے ہیں وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اور نہیں ایمان لاتے ان کے اکثر اللہ تعالیٰ پر اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ مگر وہ شرک کرنے والے ہوتے ہیں اَفَاَمِنُوْٓا کیا پس وہ امن میں ہیں اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ اس سے کہ آئے ان کے پاس ڈھانپ لینے والی مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اللہ کے عذاب سے اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً یا آجائے ان کے پاس قیامت اچانک وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ اور وہ شعور بھی نہ رکھتے ہوں قُلْ آپ کہہ دیں هٰذِهٖ

سَبِیْلِیْ یہ میرا راستہ ہے اَدْعُوْٓا اِلَی اللّٰہِ عَلٰی بَصِیْرَۃٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ میں دعوت دیتا ہوں اللہ تعالیٰ کی طرف بصیرت پر ہوں میں اور وہ لوگ بھی جو میری پیروی کرتے ہیں وَسُبْحٰنَ اللّٰہِ اور پاک ہے اللہ تعالیٰ کی ذات وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اور نہیں ہوں میں شرک کرنے والوں میں سے وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ اور نہیں بھیجے ہم نے آپ سے پہلے اِلَّا رِجَالًا مگر مرد نُّوْحِیْٓ اِلَیْھِمْ وحی بھیجی ہم نے ان کی طرف مِّنْ اَھْلِ الْقُرٰی بستیوں کے رہنے والے تھے اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ کیا پس انہوں نے سیر نہیں کی زمین میں فَیَنْظُرُوْا پس دیکھتے کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ کیسا تھا انجام ان لوگوں کا جو ان سے پہلے گذرے وَلَدَارُ الْاٰخِرَۃِ اور البتہ گھر آخرت کا خَیْرٌ بہت بہتر ہے لِّلَّذِیْنَ اتَّقَوْا ان لوگوں کیلئے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا پس تم نہیں سمجھتے۔

اسی سورۃ کے دوسرے رکوع میں ہے لَقَدْ کَانَ فِیْ یُوْسُفَ وَاِخْوَتِہٖٓ اٰیٰتٌ لِّلسَّآئِلِیْنَ ''البتہ تحقیق ہیں یوسف علیہ السلام اور اس کے بھائیوں کے واقعہ میں نشانیاں پوچھنے والوں کیلئے۔'' تو یہ پوچھنے والے اور سوال کرنے والے کون تھے اکثر تفسیروں میں آتا ہے کہ یہودیوں نے امتحاناً آنحضرت ﷺ سے سوال کیا تھا کہ یہ بتلاؤ کہ یوسف علیہ السلام کون تھے اور ان کے بھائیوں کا کیا قصہ تھا اگر آپ نبی ہیں تو ہمیں بتلائیں۔

سورت یوسف یہودیوں کے سوال کے جواب میں نازل ہوئی :

اور یہ بھی آتا ہے کہ یہود نے سوال کیا تھا کہ یعقوب علیہ السلام تو شام کنعان میں

رہتے تھے وہ مصر میں کیسے آئے ان کی اولاد مصر میں کیسے آئی۔ اللہ تعالیٰ نے سارا قصہ بیان فرمایا کہ بیشک کنعان میں رہتے تھے مگر جب اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو اقتدار عطا فرمایا تو ان کے حکم سے کنعان چھوڑ کر مصر آئے اگر ماننا چاہیں تو ایک نشانی یوسف علیہ السلام کا واقعہ بھی ہے لیکن وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ اور کتنی ہی نشانیاں ہیں فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آسمانوں میں اور زمینوں میں۔ آسمان کی بلندی خود نشانی ہے کہ کتنا بلند ہے اور نیچے کوئی ستون نہیں دیوار نہیں یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے ورنہ ہم چھوٹی چھوٹی عمارتیں بناتے ہیں تو نیچے کتنے ستون کھڑے کرتے ہیں دیواریں ہوتی ہیں۔ پھر اس آسمان میں سورج چاند ستارے نظر آتے ہیں یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں اور زمین میں دیکھو کسی جگہ میدان ہے کسی جگہ پہاڑ ہیں کسی جگہ حیوانات ہیں چرند ہیں پرند ہیں حشرات الارض ہیں ہر چیز اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے اگر کوئی ماننا چاہے تو بڑی نشانیاں ہیں اور اگر آنکھیں بند کرلے تو کچھ بھی نہیں ہے يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا جن نشانیوں پر یہ لوگ گذرتے ہیں کوئی عبرت حاصل نہیں کرتے حالانکہ ایک ایک نشانی میں رب تعالیٰ کی قدرت کی دلیل موجود ہے وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ اور وہ ان سے اعراض کرتے ہیں توجہ نہیں کرتے انسان وہ ہے جو ہر چیز کو دیکھ کر عبرت حاصل کرے رب تعالیٰ کی وحدانیت کی دلیل سمجھے اور رب تعالیٰ کا قادر مطلق ہونا سمجھے وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اور نہیں ایمان لاتے ان کے اکثر اللہ تعالیٰ پر اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ مگر وہ شرک کرنے والے ہوتے ہیں۔

مشرک نہ ذاتِ باری تعالیٰ کا منکر نہ صفات کا، بلکہ صفات میں دوسروں کو شریک کرتا ہے :

ایمان بھی ہے شرک بھی یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات صفات کو بھی مانتے ہیں اور دوسروں

کواس کا شریک بھی ٹھہراتے ہیں مشرک اللہ تعالیٰ کی ذات صفات کا منکر نہیں ہوتا مانتا ہے چنانچہ قرآن پاک میں متعدد مقامات میں مذکور ہے کہ تم ان سے سوال کرو کہ تمہیں کس نے پیدا کیا تو کہیں گے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے ان سے سوال کرو کہ زمین آسمان کو کس نے پیدا کیا ہے تو جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے ان سے پوچھو کہ چاند سورج ستاروں کو کس نے پیدا کیا ہے یہ کہیں گے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے ان سے پوچھو مَنْ یَّرْزُقُکُمْ مِنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ زمین آسمان سے تمہیں روزی کون دیتا ہے یہ تمہیں آنکھ اور کان اور دل کس نے دیئے ہیں کہیں گے اللہ تعالیٰ نے وَمَنْ یُّدَبِّرُ الْاَمْرَ [سورۃ یونس] سارے جہاں کی تدبیر کون کرتا ہے کہیں گے اللہ تعالیٰ کرتا ہے یہ ساری باتیں ماننے کے بعد لات منات عزّیٰ ہبل کے پاس کیا لینے جاتے ہو ان کے سامنے جھکنے کا کیا معنی ہے یہ سب باتیں تسلیم کرنے کے بعد اوروں کو حاجت روا مشکل کشا فریاد رس ماننے کا کیا مطلب ہے اسی کو شرک کہتے ہیں۔ آج بھی دیکھو کلمہ بھی پڑھتے ہیں نمازیں بھی پڑھتے ہیں اور بعد میں......

؎ امداد کن امداد کن از بند غم آزاد کن
در دین و دنیا شاد کن یا شیخ عبدالقادر

؎ یا بہاؤالحق ! بیڑا دھک

اسی کا نام شرک ہے کہ رب تعالیٰ کو بھی مانیں اور اس کی اوصاف میں دوسروں کو شریک بھی کریں۔ بھائی اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی حاجت روا ہے نہ کوئی مشکل کشا ہے نہ کوئی فریاد رس ہے نہ کوئی دستگیر ہے ایسا عقیدہ رکھنے والوں کے پیچھے نمازیں پڑھ کر اپنی نمازیں کیوں برباد کرتے ہو شرک اتنی بری چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سمجھانے کیلئے قرآن پاک میں

فرمایا ہے وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْکَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکَ لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ وَلَتَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ [سورۃ زمر:۶۴] ''اے نبی کریم ﷺ! آپ کی طرف بھی ہم نے وحی بھیجی اور آپ سے پہلے پیغمبروں کی طرف بھی وحی بھیجی اگر بالفرض والمحال آپ بھی شرک کریں گے تو البتہ ضائع ہو جائیں آپ کے اعمال۔''

آپ ﷺ کا ایک عمل امت کے تمام اعمال سے وزنی ہے :

اور یہ بات یاد رکھنا! کہ میں کئی دفعہ عرض کر چکا ہوں کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا ایک عمل ترازو کے ایک پلڑے میں ہو اور ساری امت کے سارے اعمال دوسرے پلڑے میں ہوں تو آپکا پلڑا بھاری ہے یہ ہمارا عقیدہ ہے کہ آپ ﷺ کی ایک نماز امت کی ساری نمازوں سے بھاری ہے آپ ﷺ کا ایک روزہ امت کے سارے روزوں سے بھاری ہے اتنے بڑے شاندار اور جاندار اعمال بھی شرک سے ضائع ہو جائیں تو ماشما کے اعمال کی کیا حیثیت ہے کہ وہ شرک کیساتھ باقی رہیں۔ کل پیغمبروں کی تعداد کتنی ہے؟ اس پر کوئی قطعی دلیل نہیں ہے ایک روایت میں ایک لاکھ چوبیس ہزار کا ذکر ہے اور ایک روایت میں دو لاکھ چوبیس ہزار کا ذکر آتا ہے مگر دونوں روایتیں ضعیف اور کمزور ہیں اس لئے بیان کرتے وقت ساتھ کہتے ہیں ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم وبیش جتنے بھی پیغمبر تشریف لائے ہیں ہمارا ان سب پر ایمان ہے۔ قرآن پاک میں پچیس پیغمبروں کے نام آئے ہیں اور ساتویں پارے کے سولہویں رکوع میں اٹھارہ پیغمبروں کے نام ذکر فرمانے کے بعد فرمایا وَمِنْ اٰبَآءِ ھِمْ وَذُرِّیّٰتِھِمْ وَاِخْوَانِھِمْ اور ان کے آباؤ اجداد میں سے اور ان کے بھائیوں میں سے وَاجْتَبَیْنٰھُمْ اور چنا ہم نے انکو اور ہدایت دی ان کو سیدھے راستے کی، گویا کہ اجمالاً سب تمام پیغمبروں کا ذکر آ گیا اس کے بعد فرمایا وَلَوْ اَشْرَکُوْا لَحَبِطَ عَنْھُمْ

مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ اور اگر یہ بھی شرک کرتے تو البتہ ضائع ہو جاتے ان کے وہ اعمال جو وہ کیا کرتے تھے۔

شرک سے سارے اعمال برباد ہو جاتے ہیں :

بھائی شرک اتنی بری چیز ہے کہ پیغمبروں کے وزنی اور جاندار عمل بھی مقبول نہیں ہیں تو پھر ہمارے آپکے عمل کیا حقیقت رکھتے ہیں۔ اس کی مثال یوں سمجھو دس من دودھ ہو جو کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اس میں اپنے ہی لخت جگر کے پیشاب کے چند قطرے گر جائیں تو کوئی دیانتدار آدمی اسکو استعمال کرنے کیلئے تیار ہو گا؟ ہرگز نہیں! بددیانتوں کی بات نہیں ہے دنیا بددیانتوں سے بھری ہوئی ہے مردار جانور اور کتے بلے کھانے کھلانے والے بھی موجود ہیں۔ تو دیانت دار آدمی یہ نہیں کہے گا کہ دس من دودھ میں چند قطرے پیشاب کے جو ایک تولہ بھی نہیں ان کی کیا حیثیت ہے بلکہ وہ یہ کہے گا کہ تولہ چھوڑ کر ایک قطرہ پیشاب بھی پڑ جائے تو سارا دودھ پلید ہو جائے گا یہی حال تم اعمال کا سمجھو کہ اعمال میں اگر شرک کا ایک قطرہ بھی پڑ گیا تو سارے اعمال اکارت ہو جائیں گے شرک بہت بری چیز ہے اس سے بچو نہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں کوئی شریک ہے نہ اسکی صفات میں کوئی شریک ہے نہ اسکے کاموں میں کوئی شریک ہے نافع بھی وہی ہے ضار بھی وہی ہے تمام کام وہی کرتا ہے راحت آرام دکھ سکھ دینے والا بھی وہی ہے اور دور کرنے والا بھی وہی ہے اس کے سوا اور کوئی یہ کام نہیں کر سکتا۔ اَفَاَمِنُوْآ کیا پس وہ امن میں ہیں اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اس سے کہ آئے ان کے پاس ڈھانپ لینے والی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے، طوفان کی شکل میں، ہوا کی شکل میں، زلزلے کی شکل میں، ایسا عذاب آئے جو ان کو ڈھانپ لے ان پر چھا جائے کیا یہ لوگ اس سے امن میں ہیں اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً یا

آجائے ان کے پاس قیامت اچانک کہ اس سے امن میں ہیں وَّھُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ اور انکوشعور بھی نہ ہولہذا ہر وقت اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے رہنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید بھی نہیں ہونا چاہئے قُلْ آپ اے نبی کریم ﷺ کہہ دیں ھٰذِہٖ سَبِیْلِیْ یہ میرا راستہ ہے کونسا راستہ ہے؟ اَدْعُوْآاِلَی اللّٰہِ میں دعوت دیتا ہوں اللہ تعالیٰ کی طرف یہ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینا میرا راستہ ہے۔مخلوق میں سب سے اونچا عہدہ نبوت اور رسالت کا ہے مخلوق کیلئے اس سے بڑا عہدہ اور کوئی نہیں ہے اور کام بھی عہدے کے مناسب ہوتا ہے جتنا بڑا عہدا اتنا بڑا کام۔

دعوت اِلیٰ اللہ سب سے بلند کام ہے :

تو اگر دعوت اِلیٰ اللہ سے اچھا اور عمدہ کوئی کام ہوتا تو اللہ تعالیٰ وہ پیغمبروں کے حوالے کرتے لیکن اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کے حوالے دعوت الی اللہ کا کام سپرد کیا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تک سب کے ذمہ دعوت اِلیٰ اللہ کا کام لگایا اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت دیتے رہے ہیں۔فرمایا عَلٰی بَصِیْرَۃٍ بصیرت کہتے ہیں دل کی بینائی کو اور بصارت کہتے ہیں آنکھوں کی بینائی کو تو معنیٰ ہو گا میں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتا ہوں بصیرت پر ہوں اَنَا میں بھی وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ اور وہ لوگ بھی جو میری پیروی کرتے ہیں ابو بکر، عمر، عثمان، علی ؓ تمام کے تمام بصیرت پر ہیں وَسُبْحٰنَ اللّٰہِ اور پاک ہے اللہ تعالیٰ کی ذات سب عیبوں اور نقائص سے وَمَآ اَنَامِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اور میں نہیں ہوں شرک کرنے والوں میں سے، میں تو شرک کو ختم کرنے اور مٹانے کیلئے آیا ہوں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْھِمْ اور نہیں بھیجے ہم نے آپ سے پہلے مگر مرد وحی بھیجی ہم نے ان کی طرف کہ

لوگوں کو میری توحید کی دعوت دو اوران کی دعوت یہاں سے شروع ہوتی تھی یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰـهَ مَا لَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ [سورۃ ہود:۶۱] ''اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارا اس کے سوا کوئی معبود۔''

پیغمبروں اور ولیوں کی دعوت توحید ہے :

اور سب پیغمبروں کی دعوت ایک ہی ہے توحید اوران کے متبعین کی بھی یہی دعوت ہے اولیاء اللہ کی بھی یہی دعوت ہے سیدنا شیخ عبدالقادرؒ اکابر اولیاء میں سے گذرے ہیں انکی کتابیں عربی میں ہیں غنیۃ الطالبین ،فتوح الغیب وغیرہ فتوح الغیب کا اردو ترجمہ کلیم صادق صاحب مرحوم نے میرے مشورے کیساتھ کیا ہے اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے اگر کسی جگہ سے مل جائے تو اسکو ضرور پڑھو۔حضرت کے ایک بیٹے تھے عبدالرزاقؒ یہ چوٹی کے محدث تھے اور ایک بیٹے کا نام تھا عبدالوہابؒ حضرت کی وفات کے وقت یہ چھوٹا بیٹا عبدالوہاب ان کے پاس موجود تھا کہنے لگا ابا جان آپ دنیا سے جارہے ہیں مجھے کوئی وصیت فرمائیں حضرت نے توجہ سے دیکھا اور فرمایا التوحید، التوحید، التوحید بیٹا توحید کو لازم پکڑنا توحید پر قائم رہنا توحید کو نہ چھوڑنا سب اہل حق کی دعوت یہاں سے شروع ہوتی ہے اور فرمایا جتنے بھی پیغمبر بھیجے مرد بھیجے عورت کوئی نہیں بھیجی کوئی عورت نبیہ نہیں بنی اور حکمت کا تقاضا بھی یہی ہے کیونکہ پیغمبر نیکوں کے پاس بھی جاتے ہیں اور بروں کے پاس بھی جاتے ہیں اوران کے پاس اچھے برے سب آتے ہیں رات کو بھی آتے ہیں دن کو بھی آتے ہیں عورت کا یہ کام نہیں کہ نیکوں کے پاس جائے بروں کے پاس جائے رات کو پہنچے دن کو پہنچے یہ فطرت کے بالکل خلاف ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے کسی عورت کو نبی نہیں بنایا۔ پھر نبی اپنی قوم کے اشراف میں سے ہوتے تھے اور شکل وصورت اور صحت کے لحاظ سے

سب سے بڑھ کر ہوتے تھے تو اگر عورت نبی ہوتی تو لوگوں کے ذہن اور طرف منتقل ہو جاتے نبوت کی حقانیت اور صداقت ظاہر نہ ہوتی اسلیئے کوئی عورت نبی نہیں تھی سب مرد تھے۔ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى بستیوں کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کی اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ کیا پس انہوں نے سیر نہیں کی زمین میں فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ پس دیکھتے کیسا تھا انجام ان لوگوں کا جو ان سے پہلے گذرے ہیں۔

نافرمان قوموں کا حشر اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کے نمونے دیکھنے کیلیئے سیر و سیاحت کرنا بھی ثواب ہے :

یہ زمین میں چل پھر کر جائزہ لیتے اور دیکھتے نافرمان قوموں کا کیا حشر ہوا ہے اس ارادے سے سیر و سیاحت کرنا بھی ثواب اور اس ارادے سے سیر و سیاحت کرنا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے نمونے دیکھنے ہیں کہ اس علاقے میں کیا ہے اور اس علاقے میں کیا ہے اس پر جو پیسہ خرچ کریگا اس کا ثواب ملے گا کسی بھی جائز کام کی مسلمان نیت کرے تو اس کو باقاعدہ ثواب ملتا ہے۔

مرد محنت کر کے ثواب کماتے ہیں اور عورتیں مفت میں :

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے بڑی سلجھی ہوئی بیوی ہیں بڑی ٹھنڈی طبیعت تھی جتنا بھی کوئی گرم ہوتا تھا یہ گرم نہیں ہوتی تھیں اور بات بڑے سلیقے سے کرتی تھیں ایک دفعہ عورتیں ان کے پاس آئیں اور کہنے لگیں کہ ام المومنین آنحضرت ﷺ سے سوال کرو کہ عورتوں کیلیئے تو اجر و ثواب کی کوئی چیز نہیں ہے ثواب

تو سارا مرد لے گئے کیونکہ اذان مرد کہتے ہیں عورتیں نہیں کہہ سکتیں اور صرف اذان کی آواز بلند کرنے پر نوے نیکیاں ملتی ہیں اور اقامت کی آواز بلند کرنے پر ساٹھ نیکیاں ملتی ہیں لفظوں اور حرفوں کا ثواب علیحدہ ہے عورت امامت بھی نہیں کروا سکتی جہاد کیلئے نہیں جا سکتیں مردوں کیلئے قاضی نہیں بن سکتیں ہاں عورتوں کیلئے قاضی بن سکتی ہیں تو بہت سارے کام ہیں جو عورتیں نہیں کر سکتیں تو ثواب تو سارا مردوں کیلئے ہے ہمارے لئے ہنڈیا رہ گئی، جھاڑو رہ گئے، بچوں کو نہلانا دھلانا رہ گیا چنانچہ آنحضرت ﷺ تشریف لائے تو ام سلمہ کنیت تھی نام ہند تھا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا آج عورتیں آئی تھیں انہوں نے یہ شکوہ کیا ہے آپ مسکرائے اور فرمایا عورتیں تو مفت میں سارا کچھ لے گئیں جس عورت کا خاوند مؤذن ہے جتنا ثواب اسکو ملتا ہے اتنا ثواب اسکی بیوی کو بھی ملتا ہے اور جسکا خاوند امام ہے جتنا ثواب اسکو ملتا ہے اتنا ثواب اسکی بیوی کو بھی ملتا ہے، جسکا خاوند مجاہد ہے جتنا ثواب اسکو ملتا ہے اتنا ثواب اسکی بیوی کو بھی ملتا ہے اسلئے کہ یہ اپنے خاوندوں کی خدمت کرتی ہیں کپڑے دھوتی ہیں روٹی پکا کر دیتی ہیں ان کے بچوں کو سنبھالتی ہیں اور عورتیں یاد رکھیں کہ گھر کے جو کام ہیں مثلاً ہنڈیا دھونا جھاڑو پھیرنا بچوں کو نہلانا دھلانا صفائی کرنا اس کا ثواب نفلی نماز اور روزے سے زیادہ ہے۔ کئی عورتیں کام چور ہیں کام نہیں کرتیں کھانے کے وقت آکر بیٹھ جاتی ہیں یہ بڑے خسارے کی بات ہے۔

صحابی کا رشتہ دینے سے انکار اسلئے کہ بیٹی کو خدمت کا موقع نہ ملے گا:

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کی بیٹی جوان ہوگئی گھر کے افراد عزیز رشتہ داروں نے رشتہ ڈھونڈا اور ان کے سامنے ذکر کیا کہ ہم نے بچی کا رشتہ تلاش کیا ہے فرمایا کون لڑکا ہے؟ عرض کیا فلاں لڑکا ہے صحت مند اور دین دار امیر گھرانے کا ہے اور جو خوبیاں خاوند میں ہونی

چاہئیں وہ سب اس میں ہیں حضرت ابو درداءؓ نے فرمایا کہ میں نے اپنی بیٹی وہاں نہیں دینی پوچھا کیا بات ہے شکل کا بُرا ہے عقل کی کمی ہے فرمایا نہیں شکل بھی اچھی ہے عقل بھی اچھی ہے صحت قد قامت سب کچھ صحیح ہے مگر میں نے لڑکی نہیں دینی کیونکہ ان کے گھر میں لونڈیاں کام کرتی ہیں لہذا میری بیٹی کو گھر کے افراد کی خدمت کا موقع نہیں ملے گا آخرت ماری جائے گی اسلئے نہیں دیتا اور آج کا زمانہ ہوتا تو کہتے کہ رشتہ تو دیتا ہوں مگر میری بیٹی تندور پر روٹی نہیں پکائے گی سالن نہیں پکائے گی یہ نہیں کرے گی وہ نہیں کریگی جھاڑو نہیں پھیرے گی مگر وہ بڑے چوٹی کے فقہاء صحابہ کرام میں سے تھے۔ فرمایا میں اپنی بیٹی کی آخرت خراب نہیں کرتا۔ تو یہ جتنے کام ہیں سب ثواب ہیں مگر عقیدہ صحیح ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ اور البتہ آخرت کا گھر بہت ہی بہتر ہے لیکن کن لوگوں کیلئے؟ فرمایا لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ان لوگوں کیلئے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں رب تعالیٰ کی گرفت سے بچتے ہیں اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا پس اتنی موٹی موٹی باتیں بھی تم نہیں سمجھتے۔ اللہ کرے تمہیں سمجھ آجائے اور ان پر عمل کرو۔ (آمین)

❁ ❁ ❁

حَتّٰٓى اِذَا اسْتَايْئَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَآءُ ۭ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۰﴾ لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۭ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ ع

حَتّٰٓى اِذَا اسْتَايْئَسَ الرُّسُلُ یہاںتک کہ جب ناامید ہو گئے پیغمبر وَظَنُّوْٓا اور خیال کیا لوگوں نے اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا کہ تحقیق وہ جھٹلائے گئے ہیں جَآءَهُمْ نَصْرُنَا تو آ گئی ان کے پاس ہماری مدد فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَآءُ پس نجات دی گئی ان لوگوں کو جن کو ہم نے چاہا وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا اور نہیں لوٹایا جاتا ہمارا عذاب عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ مجرم قوم سے لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ البتہ تحقیق ان کے واقعات میں عبرت تھی لِّاُولِي الْاَلْبَابِ عقل مندوں کیلئے مَا كَانَ حَدِيْثًا اور نہیں ہے یہ قرآن ایسی بات يُّفْتَرٰى جو گھڑی گئی ہو وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ اور لیکن تصدیق ہے ان کتابوں کی بَيْنَ يَدَيْهِ جو اس سے پہلے ہو چکی ہیں وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ اور تفصیل ہے ہر چیز کی وَّهُدًى اور ہدایت ہے وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ اور رحمت ہے اس قوم کیلئے جو ایمان لاتی ہے۔

دعوت دینے والے کامیاب اور نہ ماننے والے ناکام:

پچھلی آیت میں تھا کہ اے نبی کریم ﷺ! ہم نے آپ سے پہلے جتنے پیغمبر بھیجے

ہیں سب مرد تھے عورت کوئی نہیں تھی ان پیغمبروں کی طرف ہم نے وحی بھیجی یہ سارے پیغمبر دین کے داعی تھے ان کی دعوت کو کسی نے قبول کیا اور کسی نے قبول نہیں کیا۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ قیامت والے دن ایسے پیغمبر بھی اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش ہونگے کہ ان کی امت سب سے زیادہ ہوگی اور وہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی امت ہوگی۔ جنتیوں کی ایک سو بیس صفیں ہونگی ان میں سے اسی صفیں آپ ﷺ کی امت کی ہونگی اور باقی چالیس صفیں تمام پیغمبروں کی ہونگی اور ایسے پیغمبر بھی ہونگے جن کیساتھ ہزاروں امتی ہونگے، ایسے پیغمبر بھی ہونگے جن کیساتھ سینکڑوں امتی ہونگے اور ایسے پیغمبر بھی ہونگے کہ جن کیساتھ دس امتی ہونگے، ایسے بھی ہونگے جن کیساتھ آٹھ امتی ہونگے، سات امتی ہونگے، چار اور دو امتی والے پیغمبر بھی ہونگے وَيَجِيءُ نَبِيٌّ وَلَيْسَ مَعَهُ أَحَدٌ اور ایک نبی آئے گا اس کیساتھ ایک امتی بھی نہیں ہوگا۔

قوم نے پیغمبر پر ظلم کی انتہاء کردی :

قرآن پاک میں دو جگہ آیا ہے اصحاب الرس یعنی کنویں والے، کنویں والے سے کیا مراد ہے؟ اسکی مختلف تفسیریں ہیں۔ ایک یہ ہے کہ یمن کا علاقہ تھا ان کی طرف اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت حنظلہ بن صفوان علیہ الصلوۃ والسلام کو نبی بنا کر بھیجا انہوں نے انکو تبلیغ کی ان کو نہ تو ان کی برادری نے قبول کیا اور نہ ہی گاؤں کے لوگوں نے۔ عَبْدٌ حَبْشِيٌّ ایک کالے رنگ کا حبشی تھا صرف اس نے کلمہ پڑھا لوگ جب ان کی تبلیغ سے اکتا گئے تو ایک گہرے کنویں میں پھینکنے کا ارادہ کیا جو شہر سے دور کسی جنگل بیابان میں تھا۔ انہوں نے آپس میں میٹنگ کی کہ یہ ہمیں رات دن تنگ کرتا ہے اور ایک ہی رٹ لگائی ہوئی ہے يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ چنانچہ وہ ظالم اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو لے گئے اور

کنویں میں ڈال دیا اوراوپر بھاری چٹان رکھ دی وہ حبشی رات کی تاریکی میں جاتا اور روکھی سوکھی روٹی اس کے پاس ہوتی وہ کنویں میں ڈال دیتا اور کہتا حضرت اگر اجازت ہو تو میں بھی کسی کنویں میں چھلانگ لگا لوں ۔ حضرت حنظلہ علیہ السلام فرماتے میں نے خود تو چھلانگ نہیں لگائی مجھے تو ظالموں نے پھینکا ہے اب صبر سے کام لے کئی دن گزرنے کے بعد لوگ کنویں پر گئے کہ اب فوت ہو گئے ہوں گے چٹان اٹھا کر مسخرہ کیا کَیْفَ بِکَ یَا حَنْظَلَۃُ حنظلہ تیرا کیا حال ہے؟ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے اس حال میں یعنی کنویں میں ہوتے ہوئے فرمایا یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَالَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ''اے میری قوم! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارے لئے کوئی معبود اس کے سوا'' اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے وہاں بھی توحید کی تبلیغ نہیں چھوڑی ۔ کہنے لگے بڑا سخت جان ہے نہ مرتا ہے نہ اپنی رٹ چھوڑتا ہے (نعوذ باللہ تعالیٰ) پھر روایات مختلف ہیں ۔ ایک تفسیری روایت یہ ہے کہ مٹی اور پتھر ڈال کر اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو انہوں نے زندہ دفن کر دیا ۔ مٹی پتھر ڈال کر اوپر ناچنا شروع کر دیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آگ کی شکل میں عذاب آیا اس نے ان سب کو جلا کر راکھ کر دیا اور ایسے پیغمبر بھی ہوں گے کہ ان کیساتھ ایک امتی بھی نہیں ہو گا لیکن اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے دین کی تبلیغ میں کسی قسم کی کوئی کوتاہی نہیں کی ، اس کا ذکر ہے حَتّٰی اِذَا اسْتَایْئَسَ الرُّسُلُ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تبلیغ کرتے رہے ۔ یہانتک کہ جب ناامید ہو گئے پیغمبر قوم سے کہ یہ حق کو تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں ہے جیسے نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ساڑھے نو سو سال تبلیغ کی اور کی بھی اس طرح کہ لَیْلاً وَّنَھَارًا رات کو بھی اور دن کو ثُمَّ اِنِّیْٓ اَعْلَنْتُ لَھُمْ وَاَسْرَرْتُ لَھُمْ اِسْرَارًا [سورۃ نوح] ''پھر میں نے علی الاعلان دعوت دی اور میں نے ان کو پوشیدہ طور پر بھی دعوت دی۔'' پھر جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِکَ

اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ [ہود:۳۶] ''ہرگز نہیں ایمان لائیں گے آپ کی قوم میں سے مگروہ جو ایمان لا چکے ہیں۔'' جب معلوم ہوگیا کہ آئندہ کوئی ایمان نہیں لائے گا تو پھر نوح علیہ السلام نے بدعا کی رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا [سورۃ نوح] ''اے پروردگار! زمین پر کسی کافر کو بسنے والا نہ رہنے دے۔'' تو جب پیغمبر نا امید ہو گئے وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا. ظَنُّوْا کی ضمیر کس طرف لوٹ رہی ہے؟ اس کا مرجع کیا ہے؟ اس کے متعلق کافی تفسیریں ہیں اور احادیث میں بھی بہت کچھ آتا ہے۔ آسان بات یہ ہے کہ اس سے پہلے یہ جملہ موجود ہے كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ''کیسا انجام ہوا ان لوگوں کا جو ان سے پہلے گذرے ہیں۔'' تو اَلَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ میں جن لوگوں کا ذکر ہے ظَنُّوْا کی ضمیر ان کی طرف لوٹتی ہے۔ تو معنیٰ ہوگا کہ ان کافروں نے مجرموں نے خیال کیا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا تحقیق وہ پیغمبر جھٹلائے گئے ہیں پیغمبروں کیساتھ جھوٹ بولا گیا ہے کہ یہ کہتے تھے کہ مدد آئے گی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی مدد نہیں آئی۔ سورۃ مومن آیت نمبر ۵۱ میں ہے اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا ''بے شک ہم اپنے پیغمبروں کی مدد کرتے ہیں۔'' اور سورۃ صفت آیت نمبر ۱۷۱، ۱۷۲ میں ہے وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ''البتہ تحقیق پہلے ہو چکی ہے بات اپنے بندوں کے حق میں جو رسول ہیں بیشک البتہ وہی مدد کیے جائیں گے۔'' لیکن ان کی مدد کوئی نہیں ہوئی لہذا رب تعالیٰ نے ان کیساتھ جو وعدہ کیا تھا وہ جھوٹا ہے اس خیال میں ہی تھے کہ جَآءَهُمْ نَصْرُنَا آ گئی ان کے پاس ہماری مدد تا خیر سے آئی مگر آئی ضرور فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَآءُ پس نجات دی گئی ان لوگوں کو جن کو ہم نے چاہا کن کو رب تعالیٰ نے چاہا جو فرمانبردار تھے نافرمان عذاب میں مبتلا ہوئے حضرت ہود علیہ السلام کی قوم بڑی ڈول ڈیل والی تھی ان کا نعرہ تھا مَنْ اَشَدُّ

مِنَّا قُوَّةً کون ہے بڑھ کر ہم سے طاقت میں۔'' ان پر آٹھ دن سات راتیں مسلسل تند و تیز ہوا چلتی رہی اور ان کو ایسے اٹھا اٹھا کر پھینکا كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ [سورۃ الحاقہ: ۷] ''گویا کہ وہ کھجور کے تنے ہیں جو اکھاڑ کر پھینک دیئے گئے ہوں۔'' مگر اسی جگہ حضرت ہود علیہ السلام اور ان کے ساتھی تھے ان کو ہوا نے چھیڑا تک نہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے بچالیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے محفوظ رہے اور مجرموں میں سے ایک بھی نہ بچا۔

تو فرمایا نجات دی گئی جن کو ہم نے چاہا وَلَا يُرَدُّ بَأْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ اور نہیں لوٹایا جاتا ہمارا عذاب مجرم قوم سے۔ جس وقت مجرم قوم پر رب تعالیٰ کی گرفت آتی ہے سزا آتی ہے تو اسکو کوئی نہیں ٹال سکتا۔ حدیث پاک میں آتا ہے اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی لَيُمْلِيْ الظَّالِمَ حَتّٰى اِذَا اَخَذَهٗ لَمْ يُفْلِتْهُ ''بخاری شریف کی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے یہاںتک کہ جب پکڑتا ہے تو چھوڑتا نہیں ہے۔'' ظالم جب ظلم کرتے ہیں تو اسوقت ان کے اور خیالات ہوتے ہیں بڑھکیں مارتے ہیں اور جب گرفت میں آتے ہیں پکڑے جاتے ہیں پھر روتے پھرتے ہیں بہر حال مجرم کبھی سزا سے بچ نہیں سکتا نہ دنیوی سزا سے اور نہ اُخروی سزا سے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَقَدْ كَانَ فِیْ قَصَصِهِمْ هُمْ ضمیر کا مرجع بعض مفسرین کرامؒ لفظ رُسُل بتاتے ہیں جو پہلے مذکور ہے۔ معنیٰ ہوگا البتہ تحقیق ان پیغمبروں کے قصوں میں عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ عبرت ہے عقل مندوں کیلئے۔ اور اکثر مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ھم ضمیر کا مرجع یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائی ہیں کہ ان کے قصے میں عبرت ہے عقلمندوں کیلئے کہ کس طرح انہوں نے کنویں میں پھینکا پھر یہ کنویں سے نکل کر غلامی کی زندگی بسر کرتے رہے پھر قید ہوئے پھر وزیر خزانہ بنے پھر وزیر اعظم بنے پھر مصر کی شاہی ان کو ملی اور کنویں میں ڈالنے والے دانے

مانگنے کیلئے آئے اور خیرات مانگ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ جس کو صحت دے اس پر گھمنڈ نہ کرے مال ملے تو غرور نہ کرے حسن و جمال پر ناز نہ کرے جو دے سکتا ہے وہ لے بھی سکتا ہے مَا کَانَ حَدِیْثًا یُّفْتَرٰی اور نہیں ہے یہ قرآن پاک ایسی بات جو گھڑی گئی ہو کافروں نے کہا کہ اِفْتَرٰہُ اس نے قرآن خود گھڑا ہے وَاَعَانَهٗ عَلَیْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ [الفرقان:۴] ''اور مدد کی ہے اس کی اس پر ایک دوسری قوم نے۔'' کافروں کا یہ شوشہ عجیب تھا کیونکہ جس کی طرف نسبت کرتے تھے کہ وہ ان کو بنا کر دیتا ہے اس کے متعلق سورۃ النحل آیت نمبر ۱۰۳ میں آتا ہے لِسَانُ الَّذِیْ یُلْحِدُوْنَ اِلَیْهِ اَعْجَمِیٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِیْنٌ ''اس شخص کی زبان جس کی طرف یہ منسوب کرتے ہیں عجمی ہے اور یہ قرآن عربی اور صاف زبان میں ہے۔'' اس آدمی کیساتھ کڑی ملانے کی وجہ یہ تھی کہ وہ مسافر تھا آپ ﷺ کبھی کبھی اس کی خدمت کیلئے جاتے تھے تیمارداری کیلئے جو خدمت ہوسکتی تھی اس غریب کی کرتے تھے۔ آپ ﷺ چونکہ اس کے پاس اٹھتے بیٹھتے تھے تو کافروں نے یہ کڑی ملائی کہ وہ آپ ﷺ کو قرآن سناتا ہے حالانکہ وہ بیچارہ عجمی تھا عربی جانتا بھی نہیں تھا اوجی قسم کے جملے بولتا تھا اور اس بولنے کی کیفیت یہ تھی کہ چراغ جل رہا تھا تیمارداری کیلئے آنے والے کو کہنا تھا کہ چراغ بجھادے تو کہنے لگا اُقْتُلُ السِّرَاجَ اس چراغ کو قتل کردے۔ حالانکہ عربی میں کہتے ہیں اِطْفَاءِ السِّرَاج چراغ کو بجھادے جو اِطْفَأْ کی جگہ اُقْتُلْ کہہ رہا ہے اور اتنی موٹی عربی بھی نہیں جانتا وہ قرآن پاک جیسی فصیح بلیغ کلام بنا سکتا ہے مگر دنیا میں لوگ شوشے چھوڑتے رہتے ہیں مگر شوشوں سے کوئی بات بنتی نہیں ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واضح معجزات کو هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ کہہ کر ٹال دیا کہ یہ کھلا جادو ہے تو قرآن پاک ایسی بات نہیں جو گھڑی جائے وَلٰکِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ اور لیکن یہ تصدیق کرتا ہے

ان کتابوں کی جو اس سے پہلے نازل ہوئی ہیں جتنی آسمانی کتابیں اور صحیفے نازل ہوئے ہیں قرآن پاک سب کی تصدیق کرتا ہے مگر جو اصل کتابیں ہیں ان کی نہ کہ ان کی جو محرف ہو چکی ہیں تحریف شدہ کتابوں کا مُصدِّق نہیں وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ اور تفصیل ہے ہر چیز کی۔قرآن پاک میں اصولی اور بنیادی باتوں کی تفصیل موجود ہے لیکن جزئیات اور فروعی باتیں احادیث میں موجود ہیں جو عقائد اور قاعدے ہیں اصولی طور پر قرآن نے بیان فرمائے ہیں وَهُدًى اور نری ہدایت ہے وَرَحْمَةً اور رحمت ہے۔قرآن پاک کو دیکھنا ثواب ہے، ہاتھ لگانا ثواب ہے، اس کو پڑھنا ثواب ہے، اسکو سمجھنا ثواب ہے اس پر عقیدہ رکھنا ثواب ہے، اس پر عمل کرنا ثواب ہے یہ ثواب ہی ثواب ہے رحمت ہی رحمت ہے۔ بغیر وضو کے اسکو ہاتھ لگانا جائز نہیں ہے زبانی طور پر پڑھ سکتے ہو۔تو یہ ہدایت ہے اور رحمت لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ اس قوم کیلئے جو ایمان لاتی ہے۔اور جو ایمان نہیں لاتے ان کے ہاں قرآن کی کوئی قدر نہیں ہے ایمان والوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑی نعمت ہے اس کی قدر و منزلت کا پتا مرنے کے بعد چلے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ہر مسلمان مرد عورت پر فرض ہے کہ وہ قرآن پاک پڑھے اور اس کو ترجمے کیساتھ سمجھے۔اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو توفیق عطا فرمائے۔

آج بروز بدھ ۲۲ شوال ۱۴۳۰ھ بمطابق ۱۴/ اکتوبر ۲۰۰۹ء کو سورۃ یوسف مکمل ہوئی

بتوفیق اللہ تعالیٰ وعونہٖ

(مولانا) محمد نواز بلوچ مرتب

مہتمم: مدرسہ ریحان المدارس، جناح روڈ گوجرانوالہ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سورۃ الرعد

(مکمل)

جلد............١٠

سُورَۃُ الرَّعْدِ مَدَنِیَّۃٌ وَھِیَ ثَلٰثٌ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰیَۃً وَّسِتُّ رُکُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الٓمّٓرٰ قف تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ ؕ وَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱﴾ اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؕ كُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ﴿۲﴾ وَ هُوَ الَّذِیْ مَدَّ الْاَرْضَ وَ جَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ وَ اَنْهٰرًا ؕ وَ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِیْهَا زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۳﴾

لفظی ترجمہ :

الٓمّٓرٰ قف تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ یہ کتاب کی آیتیں ہیں وَالَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْکَ اور وہ جو نازل کیا گیا ہے آپ کی طرف مِنْ رَّبِّکَ الْحَقُّ تیرے رب کی طرف سے حق ہے وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ اور لیکن اکثر لوگ لَایُؤْمِنُوْنَ ایمان نہیں لاتے اَللّٰہُ الَّذِیْ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے رَفَعَ السَّمٰوٰتِ جس نے بلند کئے آسمان بِغَیْرِ عَمَدٍ بغیر ستونوں کے تَرَوْنَھَا جنکو تم دیکھتے ہو ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ پھر وہ قائم ہے عرش پر وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اور اس نے تابع کیا ہے سورج اور چاندکو کُلٌّ یَّجْرِیْ ہر ایک چل رہا ہے لِاَجَلٍ مُّسَمًّی

ایک مقررہ مدت تک یُدَبِّرُ الْاَمْرَ وہ تدبیر کرتا ہے سب کاموں کی یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ تفصیل سے اپنی آیات بیان کرتا ہے لَعَلَّکُمْ تاکہ تم بِلِقَآءِ رَبِّکُمْ تُوْقِنُوْنَ اپنے رب کی ملاقات پر یقین رکھو وَھُوَ الَّذِیْ اور وہ وہ ذات ہے مَدَّ الْاَرْضَ جس نے زمین کو پھیلایا وَجَعَلَ فِیْھَا اور بنائے اس نے زمین میں رَوَاسِیَ وَاَنْھٰرًا مضبوط پہاڑ اور نہریں وَمِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ اور ہر قسم کے پھل بنائے جَعَلَ فِیْھَا زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ بنایا ہے اس میں جوڑا جوڑا یُغْشِی الَّیْلَ النَّھَارَ ڈھانپتا ہے رات کو دن پر اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ بیشک اس میں البتہ نشانیاں ہیں لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ اس قوم کیلئے جو فکر کرتی ہے۔

وجہ تسمیہ :

اس سورۃ کا نام رعد ہے۔ رعد ایک فرشتہ کا نام ہے اس سورۃ میں چونکہ رعد علیہ السلام کا ذکر ہے اس لئے اس کا نام رعد ہے۔ قرآن کریم میں پچیس پیغمبروں کے نام آئے ہیں اور چھ فرشتوں کے، چار کا ذکر پہلے پارے میں ہے جبرائیل، میکائیل اور ہاروت ماروت علیہم السلام اور پانچویں فرشتے رعد کا نام اگلے رکوع میں آئیگا وَیُسَبِّحُ الرَّعْدُ علیہ السلام، اور چھٹے فرشتے کا نام مالک علیہ السلام ہے جو جہنم کا انچارج فرشتہ ہے اس کا ذکر سورۃ زخرف میں ہے یٰمٰلِکُ لِیَقْضِ عَلَیْنَا رَبُّکَ اور جنت کے انچارج فرشتے کا نام رضوان ہے۔ اور چھ کافروں کے نام قرآن میں آئے ہیں ابلیس، فرعون، ہامان، قارون ، آزر اور ابولہب۔ تو اس سورۃ کا نام رعد ہے یعنی وہ سورۃ جس میں رعد علیہ السلام کا ذکر ہے یہ سورۃ مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی نازل ہونے کے اعتبار سے اس کا چھیانوے نمبر ہے اس

سے پہلے پچانویں سورتیں نازل ہو چکی تھیں اس کے چھ رکوع ہیں اور تینتالیس آیات ہیں۔

حروف مقطعات :

الٓمّٓرٰ حروف مقطعات ہیں یعنی کسی لفظ سے ایک حرف الگ کر کے اس کو اختصار کیساتھ پیش کیا جائے جیسے مردم شماری کے نمبر لکھتے ہیں م ش نمبر ۱۰۰ اور ہر زبان میں ایسے لفظ بولے جاتے ہیں جسطرح ڈی سی، ڈپٹی کمشنر کا مخفف ہے۔ اس کے متعلق حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ھِیَ اَسْمَاءُ اللّٰہِ یہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ یہ انتیس سورتوں کے شروع میں آتے ہیں مثلاً الم، الر، طه، یٰسین، حم وغیرہ۔ تو الف سے مراد اللہ ہے یہ اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ہے اور لام سے مراد لطیف ہے، میم سے مراد مالک ہے، مقتدر ہے، را سے مراد رؤف ہے، رحمٰن رحیم ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ہے تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ یہ کتاب کی آیتیں ہیں قرآن پاک کی جو تمہارے سامنے پڑھی جارہی ہے وَالَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْکَ اور وہ چیز جو آپ کی طرف نازل کی گئی ہے مِنْ رَّبِّکَ تیرے رب کی طرف سے الْحَقُّ حق ہے۔ جو کچھ آپ پر نازل ہوا ہے قرآن پاک کی شکل میں، حدیث پاک کی شکل میں سب حق ہے وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یُؤْمِنُوْنَ اور لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔ اکثریت ہمیشہ نافرمانوں کی رہی ہے اَللّٰہُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ اللہ تعالیٰ کی ذات وہی ہے جس نے بلند کیا آسمانوں کو بغیر ستونوں کے۔ عَمَدٌ عُمُوْدٌ کی جمع ہے عَمَدٌ ستون کو کہتے ہیں۔ تَرَوْنَھَا جنکو تم دیکھتے ہو۔

عمد کی تفسیر :

اس کی دو تفسیریں بیان کرتے ہیں ایک یہ کہ نہ ستون ہیں اور نہ نظر آتے ہیں۔

دوسری تفسیر ابن کثیر وغیرہ میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، حضرت مجاہدؒ، حضرت حسنؒ سے نقل کی گئی ہے کہ ستون ہیں لیکن تم کو نظر نہیں آتے۔ تو مطلب یوں بنے گا کہ بغیر ایسے ستونوں کے جنکو تم دیکھو۔ نورانی ستون ہیں جو تمہیں نظر نہیں آتے۔ اکثر حضرات پہلی تفسیر کرتے ہیں کہ آسمانوں کے نیچے کوئی ستون نہیں ہے انسان چھوٹی چھوٹی عمارتیں بناتے ہیں ان کے نیچے دیواریں ہوتی ہیں ستون ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ایک نہیں سات آسمان بنائے ہیں نیچے کوئی ستون، کوئی کھمبا نہیں ہے یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی دلیل ہے۔

استویٰ علی العرش اور امام مالک کی تحقیق :

ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ پھر اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے، قائم ہے۔ کیسے قائم ہے؟ ہم اس کی حقیقت کو نہیں جانتے حضرت امام مالکؒ چار مشہور مجتہد اماموں میں سے ایک ہیں ان سے پوچھا گیا کہ حضرت آپ بڑے عالم ہیں اور محدث ہیں، فقیہ ہیں یہ فرماؤ کہ اللہ تعالیٰ عرش پر کس طرح قائم ہے ہمارے ذہن میں تو اپنا بیٹھنا ہے کہ کوئی کرسی پر بیٹھتا ہے، کوئی پلنگ پر بیٹھتا ہے، کوئی نیچے صف پر بیٹھتا ہے، کوئی کرسی پر بیٹھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا بیٹھنا کس طرح ہے؟ امام مالکؒ نے فرمایا اَلْاِیْمَانُ بِهٖ وَاجِبٌ وَالْكَیْفِیَّةُ مَجْهُوْلَةٌ وَالسُّوَالُ عَنْهُ بِدْعَةٌ ''اس پر ایمان لانا واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے اور کیفیت کا ہمیں علم نہیں ہے اور اس کے متعلق سوال کرنا بدعت ہے۔'' اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفت سمیع ہے کہ وہ سنتا ہے تو سننے کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کان ہیں معاذ اللہ تعالیٰ کہ ان کے ذریعے سے سنتا ہے جسطرح ہم کانوں کیساتھ سنتے ہیں حاشا وکلا ایسی بات نہیں ہے بلکہ جو اس ذات کی شان ہے اس طرح سنتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ بصیر بھی ہے

دیکھتا ہے، مخلوق آنکھ کیساتھ دیکھتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی آنکھیں نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ متکلم ہے سورۃ نساء میں ہے وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ''اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کیساتھ کلام کیا۔'' کلام کرنے کیلئے تالو، زبان، دانت اور ہونٹ چاہئے لیکن اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے پاک ہیں وہ بولتا ہے جو اس کی شان کے لائق ہے اور عرش پر مستوی ہے جو اس کی شان کے لائق ہے اس پر ہمارا ایمان ہے کیفیت ہم نہیں جانتے اور اس کیساتھ یہ بھی ماننا ہے کہ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ''جہاں کہیں بھی تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔'' اور ہر ایک کیساتھ ہے اور قریب بھی اتنا ہے کہ فرمایا نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ [ق:۱۶] ''اور ہم زیادہ قریب ہیں اس سے اس کی شاہ رگ سے۔'' شاہ رگ وہ ہے جو دماغ سے دل تک جاتی ہے اور اگر وہ کٹ جائے تو عادتاً مخلوق زندہ نہیں رہتی۔ تو عرش کے اوپر بھی ماننا ہے اور ہر ایک کے قریب بھی ماننا ہے جو اسکی شان کے لائق ہے یہ ہمارا ایمان ہے۔ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اور اس نے تابع کیا ہے سورج کو اور چاند کو دونوں اس کے حکم سے چلتے ہیں كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ہر ایک چل رہا ہے ایک مقررہ مدت تک جو رب تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے سورج ایک سال میں اپنا دورہ پورا کرتا ہے اور چاند ایک ماہ میں اپنا دورہ پورا کرتا ہے یہ قیامت تک اسی طرح چلتے رہیں گے رب تعالیٰ کے حکم سے۔ سورج میں روشنی ہے اور حرارت ہے اور چاند میں چمک اور رطوبت ہے۔

شمس وقمر کے پجاری احمق ہیں :

سورج زمین سے کئی گنا بڑا ہے انسان کا وجود ان کے جسم سے بہت چھوٹا سا ہے لیکن جتنے اختیارات اللہ تعالیٰ نے انسان کو دیئے ہیں وہ سورج اور چاند کو نہیں دیئے پھر جو لوگ چاند اور سورج کی پوجا کرتے ہیں وہ بڑے احمق ہیں۔ کوئی قطب ستارے کی پوجا کرتا

ہے کوئی کسی ستارے کی پوجا کرتا ہے جبکہ یہ سارے بے بس ہیں مجبور ہیں ایک ڈیوٹی کے اوپر اور انسان کے اختیارات زیادہ ہیں۔ وہ اس طرح کہ تم اپنی مرضی سے بیٹھے ہو رب تعالیٰ نے آپ کو بیٹھنے کا اختیار دیا ہے، تمہیں اپنی مرضی سے اٹھنے کا اختیار بھی دیا ہے، کھڑے ہونے کا اختیار دیا ہے، تیز چلنے کا اختیار دیا ہے، کسی جگہ ڈٹ کر کھڑے ہو جاؤ اس کا بھی اختیار دیا ہے آگے پیچھے دائیں بائیں مڑنے کا اختیار دیا ہے سورج چاند کو تو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ ایک اِنچ آگے پیچھے ہو سکیں یا اپنی رفتار میں کمی بیشی کر سکیں یا کسی جگہ کھڑے ہو جائیں بالکل ان کے اختیار میں نہیں ہے مجبور محض ہیں لیکن انسان کے اختیارات زیادہ ہیں پھر جو لوگ ان کی چمک دمک دیکھ کر ان کی پوجا کرتے ہیں وہ بڑے احمق اور بیوقوف ہیں۔

زمین سے متعلق سائنسدانوں کی تحقیق :

یہاں ایک اور بات بھی سمجھ لیں وہ یہ کہ سائنسدانوں کے دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ زمین ساکن ہے اور سورج چاند چلتے ہیں اس گروہ کی رائے قرآن کریم کے مطابق ہے کیونکہ قرآن کہتا ہے **کُلٌّ یَّجْرِیْ** ہر ایک چل رہا ہے۔ اور دوسرا گروہ کہتا ہے کہ زمین حرکت کرتی ہے اور سورج اور چاند اپنی جگہ کھڑے ہیں ان کا نظریہ ٹھیک نہیں ہے قرآن کیخلاف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ان کی صفت بیان فرمائی ہے **کُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی** ہر ایک چل رہا ہے ایک مدت مقررہ تک۔ صاحب روح المعانی بڑے اونچے مرتبے کے مفسر گذرے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی معقول دلیل سے ثابت کر دیا جائے کہ زمین حرکت کرتی ہے اور ساتھ ساتھ سورج اور چاند کا چلنا بھی تسلیم کر لیا جائے تو پھر ہم غور کر کے مان لیں گے اور اگر کسی معقول دلیل سے ثابت ہی نہ ہو سکے اور بلا

دلیل کہیں کہ سورج چاند ساکن ہیں اور زمین حرکت کرتی ہے تو چونکہ یہ نظریہ قرآن پاک کیخلاف ہے لہذا ہم ماننے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ قرآن اٹل اور محکم ہے اور سائنسدانوں کی تحقیقات بدلتی رہتی ہیں۔ چنانچہ یونان کا حکیم طمالیس ملطی تھا اس کا نظریہ تھا کہ پانی مفرد ہے بسیط ہے اس میں ترکیب نہیں ہے تین ہزار سال سے زیادہ عرصہ تک سائنسدان اسی کے نظریے پر چلتے رہے کہ پانی مفرد ہے اس میں ترکیب نہیں ہے پھر فاؤنڈس نے آکر ثابت کر دیا کہ پانی مرکب ہے اس میں دو قوتیں ہیں ایک آکسیجن اور ایک ہائیڈروجن۔ سائنسدانوں نے تین ہزار سال کی تحقیق کو چھوڑ کر فاؤنڈس کی تحقیق کو تسلیم کیا۔ یہ لاؤڈ سپیکر مجھ سے دس سال چھوٹا ہے اس کی ایجاد ۱۹۲۷ء میں ہوئی اور میری پیدائش ۱۹۱۴ء کی ہے۔ لاؤڈ سپیکر کے بارے میں سائنسدانوں کا اختلاف ہوا ایک گروہ کہتا تھا کہ لاؤڈ سپیکر سے جو آواز نکلتی ہے وہ بولنے والے کی اصل آواز نہیں ہوتی یہ اس کی مثل ہوتی ہے جیسے گنبد میں کوئی آدمی آواز لگائے تو واپس آواز آتی ہے جسکو عربی میں صدا کہتے ہیں اس آواز پر اقتداء جائز نہیں ہے کیونکہ امام کی اصل آواز مقتدیوں نے نہیں سنی یہ صدائے بازگشت ہے اس واپسی آواز پر اقتدا نہیں کر سکتے شامی وغیرہ میں یہ مسئلہ بڑی تفصیل کیساتھ لکھا ہے۔ تو جب سائنسدانوں نے کہا کہ سپیکر کی آواز اصل آواز نہیں ہوتی تو علماء نے اتفاق کیساتھ یہ فیصلہ کیا کہ اس پر نماز جائز نہیں ہے پھر کئی سال بعد سائنسدانوں نے تحقیق کر کے بتایا کہ یہ اصل آواز ہی ہے یہ آلہ اسکو اونچا کر دیتا ہے، بڑھا دیتا ہے، دو چند کر دیتا ہے۔

حضرت مدنی رحمہ اللہ کا فتویٰ اور تبلیغی حضرات :

ہمارے استاذ محترم حضرت مولانا حسین احمد مدنی ؒ اپنے دور کے بہت بڑے محدث تھے اور بڑی بصیرت والے تھے انہوں نے پہلے فتویٰ دیا تھا کہ سپیکر پر نماز جائز نہیں

ہے جب سائنسدانوں کی تحقیق بدل گئی اور انہوں نے کہا کہ بولنے والے کی اصل آواز ہوتی ہے آلہ صرف اسکو دوچند کر دیتا ہے تو حضرت نے پہلے فتوے سے رجوع کر لیا۔ اس زمانے میں رسالہ خدام الدین جو حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی سرپرستی میں چلتا تھا اس کے آخری صفحہ پر جلی حروف میں حضرت مدنیؒ کا فتویٰ شائع ہوا تھا کہ لاؤڈ سپیکر پر اذان نماز درست ہے ہمارے تبلیغی حضرات نے پہلا فتویٰ پکڑا ہوا ہے وہ نماز سپیکر پر نہیں پڑھاتے، میں نے اس سلسلے میں مولانا جمشید صاحب اور مولانا ظاہر شاہ مرحوم سے گفتگو کی تھی کہ تم لوگ لاؤڈ سپیکر کیوں نہیں چلاتے صحیح آواز نہ پہنچنے ک وجہ سے کوئی رکوع میں ہوتا ہے کوئی سجدے میں، کوئی کچھ کرتا ہے کوئی کچھ کرتا ہے نماز میں گڑ بڑ ہو جاتی ہے۔ اب دو سال سے قدرے نرم ہوئے ہیں تو اصل میں علماء میں اختلاف نہیں ہے یہ سائنس کا اختلاف ہے یہ بدلتی بگڑتی رہتی ہے اور رب تعالیٰ کا حکم نہ بدلتا ہے نہ بگڑتا ہے۔

مدبر الامور :

يُدَبِّرُ الْاَمْرَ رب تعالیٰ سب کاموں کی تدبیر کرتا ہے۔ مدبّر الامر صرف اللہ تعالیٰ ہے سارے کام وہی کرتا ہے کسی کو بادشاہ بناتا ہے کسی کو گدا بناتا ہے، کسی کو امیر اور کسی کو غریب بناتا ہے، کسی کو اولاد دیتا ہے اور کسی کو دیکر چھین لیتا ہے کسی کو بیمار اور کسی کو تندرست کرتا ہے یہ سارے کام رب تعالیٰ کے ہیں وہی حاجت روا ہے وہی مشکل کشا ہے وہی فریادرس ہے وہی مدبّر الامر ہے يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ تفصیل سے اپنی آیات بیان کرتا ہے لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ تاکہ تم اپنے رب کی ملاقات پر یقین رکھو کہ ایک وقت آئیگا اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہوں گے نیکی بدی کا ہم سے سوال ہوگا لہذا جو نیکی کرنی ہے اب کرلو وہاں کچھ نہیں کرسکو گے بلکہ وہاں تو بھروگے وَهُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ اور وہ وہ

ذات ہے جس نے زمین کو پھیلایا بڑی وسیع زمین بنائی ہے وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ رَوَاسِيَ رَاسِيَةٌ کی جمع ہے بمعنی مضبوط پہاڑ اللہ تعالیٰ نے زمین میں بڑے بڑے مضبوط پہاڑ رکھے ہیں وَأَنْهٰرًا اور نہریں چلائی ہیں وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ اور ہر قسم کے پھل بنائے جَعَلَ فِيهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ بنایا ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے جوڑا جوڑا کوئی موٹا ہے کوئی چھوٹا ہے کوئی کالا ہے کوئی گورا ہے کوئی کھٹا ہے کوئی میٹھا ہے کوئی گرم ہے کوئی سرد ہے یہ پھل آپس میں اضداد ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کیساتھ سب کچھ بنایا ہے اور ہر ایک میں کچھ نہ کچھ فائدہ رکھ دیا ہے يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ ڈھانپتا ہے رات کو دن پر، دن منور ہوتا ہے پھر رات آ کر اس پر چھا جاتی ہے اندھیرا ہو جاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ رات کی تاریکی کو کھینچ لیتے ہیں اور دن کی روشنی آ جاتی ہے إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ بیشک اس میں البتہ نشانیاں ہیں خدا کی قدرت کی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ اس قوم کیلئے جو فکر کرتی ہے۔ جو قوم سمجھنا چاہے اس کیلئے نشانیاں ہیں اور نہ ماننے والے کیلئے کچھ بھی نہیں ہے۔

وَفِي الْأَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۙ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ڛ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ۭ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰي ظُلْمِهِمْ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝ۧ

وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ اور زمین میں ٹکڑے ہیں مُتَجٰوِرٰتٌ ایک دوسرے کیساتھ ملے جلے ہوئے وَّجَنّٰتٌ اور باغات ہیں مِّنْ اَعْنَابٍ انگوروں کے وَّزَرْعٌ اور کھیتیاں ہیں وَّنَخِيْلٌ اور کھجوریں ہیں صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ وہ درخت جن کی دو شاخیں ہیں اور وہ بھی ہیں جن کی شاخیں الگ الگ نہیں ہیں يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ان کو سیراب کیا جاتا ہے ایک ہی پانی کیساتھ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ اور ہم فضیلت دیتے ہیں ان میں سے بعض کو بعض پر فِي الْاُكُلِ کھانے میں اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ بیشک اس میں البتہ کئی نشانیاں ہیں

لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ اس قوم کیلئے جو عقل سے کام لیتی ہے وَاِنْ تَعْجَبْ اور اگر آپ تعجب کریں فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ پس تعجب ہے انکی اس بات پر ءَ اِذَا كُنَّا تُرٰبًا کیا جب ہم مٹی ہو جائیں گے ءَ اِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ کیا ہم نئی پیدائش میں پیدا کئے جائیں گے اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یہی لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اپنے رب کیساتھ وَاُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ اور یہی لوگ ہیں طوق ہونگے فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ ان کی گردنوں میں وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ اور یہی لوگ ہیں دوزخ والے هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ اور آپ سے جلدی مانگتے ہیں عذاب قَبْلَ الْحَسَنَةِ راحت سے پہلے وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ اور تحقیق گذر چکی ہیں ان سے پہلے الْمَثُلٰتُ سزائیں وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ اور بیشک آپ کا رب بخشش کرنے والا ہے لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ لوگوں کیلئے باوجود ان کے ظلم کے وَاِنَّ رَبَّكَ اور بیشک تیرا رب لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ سخت سزا دینے والا ہے وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور کہتے ہیں وہ لوگ جو کافر ہیں لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ کیوں نہیں اتاری گئی اس نبی پر کوئی نشانی مِّنْ رَّبِّهٖ اس کے رب کی طرف سے اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ پختہ بات ہے آپ ڈرانے والے ہیں وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ اور ہر قوم کیلئے ایک ہدایت دینے والا ہے۔

ماقبل سے ربط :

اس سے پہلے اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ میں آسمانوں کی بلندی کا

ذکر تھا اب اس کے مقابلے میں زمین کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں کو تم دیکھنا چاہو تو آسانی کیساتھ دیکھ اور سمجھ سکتے ہو۔

الفاظ کی تحقیق وتشریح :

قِطَعٌ قِطْعَةٌ کی جمع ہے اور قِطْعَةٌ کا معنیٰ ہے ٹکڑا۔ مُتَجٰوِرٰت کا مجرد ہے جَارٌ اور جَارٌ کا معنیٰ ہے پڑوسی اور مُتَجٰوِرَتٌ کا معنیٰ ہے ملا جلا ہوا۔ وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ کا معنیٰ ہوگا اور زمین میں ٹکڑے ہیں ایک دوسرے کیساتھ ملے جلے ہوئے۔ یہ ٹکڑا اس کیساتھ ملا ہوا ہے وہ اس کیساتھ ملا ہوا ہے پھر ان ٹکڑوں میں قیمت کا بڑا فرق ہے انکی پیداوار میں بھی بڑا فرق ہے۔ ہے وہ بھی زمین یہ بھی زمین، اسی طرح آدم علیہ السلام کی اولاد کا باپ ایک ہوتا ہے ماں ایک ہوتی ہے مگر اولاد کے مزاج اور طبیعتوں میں بڑا فرق ہوتا ہے جدا جدا ہوتی ہیں۔ خود حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے ہابیل رحمہ اللہ تعالیٰ کا مزاج اور تھا اور قابیل کا مزاج اور تھا، حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے حام، سام، یافث رحمہم اللہ تعالیٰ کا مزاج اور تھا اور کنعان کا مزاج اور تھا، ایک ماں باپ کی اولاد تھے۔ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ اور باغات ہیں انگوروں کے اَعْنَابُ عِنَبٌ کی جمع ہے اور عِنَبٌ کا معنیٰ ہے انگور وَّزَرْعٌ اور کھیتیاں ہیں، مختلف قسم کی فصلیں زمین میں لگائی جاتی ہیں وَّنَخِيْلٌ. نَخِيْلٌ نَخْلَةٌ کی جمع ہے۔ معنیٰ ہوگا اور کھجوریں ہیں کھجوروں کی ہزارہا اقسام ہیں صِنْوَانٌ. صِنْوَانٌ صِنْوٌ کی جمع ہے صِنْوٌ کا معنیٰ ہے کہ نیچے جڑ تو ایک ہو لیکن اوپر تنے جدا جدا ہوں۔ کھجور کے ایسے درخت بھی ہوتے ہیں کہ نیچے جڑ تو ایک ہوتی ہے اور اوپر تنے جدا جدا ہوتے ہیں وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ اور وہ بھی ہیں جنکے علیحدہ علیحدہ نہیں ہوتے ہیں ایک ہی تنا چلا جاتا ہے اور اس کے اوپر پھل لگتا ہے کھجور کے درختوں کی بے شمار اقسام

ہیں ہر قسم کا علیحدہ علیحدہ ذائقہ ہے یُسْقٰی بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ان کو سیراب کیا جاتا ہے ایک ہی پانی کیساتھ۔ پانی بھی ایک، ہوا بھی ایک اور سورج کی کرنیں بھی سب پر برابر پڑتی ہیں۔

کھانے پینے کی چیزوں میں فرق :

لیکن وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ اور ہم فضیلت دیتے ہیں ان میں سے بعض کو بعض پر کھانے میں۔ ایک کا ذائقہ اور ہے دوسری کا اور ہے تیسری کا اور ہے یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے۔ اسی طرح انگوروں میں فرق ہے اور باقی فصلوں میں بھی فرق ہے کوئی زیادہ میٹھی اور کوئی کم، کسی کا دانہ موٹا کسی کا باریک اللہ تعالیٰ کی قدرتیں ہیں اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ بیشک اس میں البتہ کئی نشانیاں ہیں اس قوم کیلئے جو عقل سے کام لیتی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیت کو سمجھنا چاہے تو آسانی سے سمجھ سکتا ہے وَاِنْ تَعْجَبْ اور اے نبی کریم ﷺ! اگر آپ ان کی کسی بات پر تعجب کرنا چاہیں فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ تو پس تعجب ہے انکی اس بات پر۔

کفار کے غلط نظریہ کی تردید :

ان کی اس بات پر تعجب کرو وہ بات یہ ہے کہتے ہیں ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ کیا جب ہم مٹی ہو جائیں گے کیا ہم نئی پیدائش میں پیدا کیے جائیں گے کیا ہم نئی مخلوق بنائی جائیں گے۔ کافروں کا یہ غلط نظریہ تھا وہ کہتے تھے وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ [الانعام:۲۹] ''اور نہیں ہیں ہم زندہ کر کے دوبارہ اٹھائے جانے والے۔'' اور دوبارہ اٹھنے پر بڑا تعجب کرتے تھے کہتے تھے هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ [مومنون:۳۶] ''بعید ہے یہ بات بعید ہے جسکا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔'' اور سورۃ ق میں ہے ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ذٰلِكَ رَجْعٌ بَعِيْدٌ '' کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہو جائیں گے مٹی یہ لوٹ

کرآنا تو بہت بعید ہے۔ایک کافر پرانی سی کھوپڑی اٹھا کر لایا بعضے اسکا نام ابوجہل لکھتے ہیں اور عقبہ ابن ابی معیط بھی لکھا ہے اور عاص ابن وائل کا نام بھی ذکر کرتے ہیں۔کسی قبر میں سے انکو پرانی سی کھوپڑی مل گئی کہ تھوڑا سا سخت ہاتھ لگانے سے ریزہ ریزہ ہو جاتی تھی رومال میں لپیٹ کر آنحضرت ﷺ! کی مجلس میں لایا آپ ﷺ کے پاس ہر وقت کوئی نہ کوئی آدمی رہتا تھا صحابہ بھی ہوتے تھے کافر بھی ہوتے تھے مسافر بھی ہوتے تھے اور مقامی بھی ہوتے تھے تو کافی لوگ بیٹھے ہوئے تھے یہ آکر آپ ﷺ کے پاس بیٹھ گیا کھوپڑی سے رومال دور کر کے کہنے لگا اے محمد (ﷺ)! مسئلہ یاد رکھنا کہ جب آنحضرت ﷺ کا اسم گرامی آئے تو اس وقت ﷺ کہنا مسلمان کا اسلامی اور اخلاقی فرض ہے۔البتہ چند مقامات ہیں جہاں نہیں پڑھنا۔

درود شریف نہ پڑھنے کے چند مقامات :

۱)..... جب پیشاب پاخانے کیلئے بیٹھا ہو۔ ۲)..... ننگا ہو کر غسل کر رہا ہو۔

۳)..... نماز پڑھ رہا ہو اور امام نے آیت پڑھی محمد الرسول الله تو ﷺ زبان سے نہیں پڑھنا دل میں پڑھ سکتا ہے۔

۴)..... جمعہ کا خطبہ ہو رہا ہو اس میں آپ ﷺ کا اسم گرامی آئے تو زبان کیساتھ نہیں پڑھ سکتا دل میں پڑھ سکتا ہے۔

تو کچھ مقامات مستثنیٰ ہیں باقی جب بھی آپ ﷺ کا اسم گرامی سنو تو ﷺ پڑھو۔ قرآن پاک میں دونوں لفظ آئے ہیں صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا تو خیر وہ کافر آکر کہنے لگا کہ اے محمد (ﷺ)! اس کھوپڑی کو ذرا ہاتھ لگاؤ وہ پرانی بوسیدہ ہڈیاں تھیں آپ ﷺ نے ہاتھ لگایا تو وہ بکھرنی شروع ہو گئیں۔قہقہہ لگایا ٹھاہ ٹھاہ کر کے ہنسا اور کہنے لگا مَنْ

یُحۡیِ الۡعِظَامَ وَهِیَ رَمِیۡمٌ[یٰسین:۷۸] ''کون زندہ کریگا ہڈیوں کو حالانکہ وہ بوسیدہ ہو چکی ہیں۔'' اللہ تعالیٰ نے جواب دیا قُلۡ آپ ﷺ کہہ دیں یُحۡیِیۡهَا الَّذِیۡۤ اَنۡشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ زندہ کریگا ان کو وہ جس نے پیدا کیا ان کو پہلی مرتبہ وَهُوَ بِكُلِّ خَلۡقٍ عَلِیۡمٌ اور وہ ہر پیدائش کو خوب جاننے والا ہے۔[یٰسین:۷۹] اور یہ بھی جواب دیا کہ اَوَلَمۡ یَرَ الۡاِنۡسَانُ اَنَّا خَلَقۡنٰهُ مِنۡ نُّطۡفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِیۡمٌ مُّبِیۡنٌ[آیت نمبر ۷۷] ''کیا نہیں دیکھا انسان کہ بیشک ہم نے پیدا کیا ہے اسکو ایک قطرہ آب سے پس اچانک وہ بڑا جھگڑا کرنیوالا ہے۔'' یاد نہیں رکھتا کہ اسکو کس حقیر قطرہ سے پیدا کیا ہے اور سوچتا بھی نہیں ہے کہ جس رب نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا ہے کیا وہ رب قادر نہیں ہے کہ انسان کو دوبارہ پیدا کرے چوتھا جواب دیا کہ جس رب نے سبز درخت سے آگ نکالی ہے وہی رب پیدا کریگا عرب میں تین قسم کے درخت ہوتے تھے مرخ، عفار اور کلّہ۔ ان کی تازہ لکڑیوں کو لکڑیوں کیساتھ رگڑتے تھے آگ نکلتی تھی وہ لوگ جب سفر پر جاتے تھے تو ان کی لکڑیوں کو کپڑوں میں لپیٹ کر ساتھ لے جاتے تھے جہاں آگ کی ضرورت پڑتی ٹہنیوں کو رگڑ کر آگ جلا لیتے تھے اور اگر وہ خشک ہو جاتی تھیں تو آگ نہیں نکلتی تھی۔ فرمایا اَلَّذِیۡ جَعَلَ لَكُمۡ مِّنَ الشَّجَرِ الۡاَخۡضَرِ نَارًا فَاِذَاۤ اَنۡتُمۡ مِّنۡهُ تُوۡقِدُوۡنَ [یٰسین:۸۰] ''وہ جس نے بنائی تمہارے لئے سبز درخت سے آگ پس اچانک تم اس سے سلگاتے ہو۔'' تو جس نے سبز درخت سے آگ نکالی ہے وہی دوبارہ پیدا کریگا لہذا جو دوبارہ پیدا کرنے پر تعجب کرتے ہیں اُولٰٓئِكَ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا بِرَبِّهِمۡ یہی لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اپنے رب کیساتھ انہوں نے اپنے رب کے حکم کا انکار کیا وَاُولٰٓئِكَ الۡاَغۡلٰلُ فِیۡۤ اَعۡنَاقِهِمۡ اور یہی لوگ ہیں کہ طوق ہونگے انکی گردنوں میں۔ سورۃ الحاقہ آیت نمبر ۳۱ میں ہے ثُمَّ فِیۡ سِلۡسِلَةٍ پھر ایسی

زنجیروں میں ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعاً جس کی لمبائی ستر گز ہے۔ستر ستر گز کی زنجیروں میں جکڑے ہونگے۔

خلود فی النار :

وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ اور یہی لوگ ہیں دوزخ والے هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔دوزخ کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہےاور دنیا کی آگ کا یہ حال ہے کہ اس میں آدمی ہاتھ پاؤں نہیں رکھ سکتا اور اس آگ میں لوہا پگھل جاتا ہے تانبا پگھل جاتا ہے تو جو آگ اس سے انہتر گنا تیز ہوگی اس کا کیا عالم ہوگا اگر اس میں ڈال کر مارنا مقصود ہوتو اس کا ایک ہی شعلہ کافی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى [سورۃ الاعلیٰ] ''نہ مرے گا وہ اس دوزخ میں اور نہ جئے گا۔'' آگ میں سڑنے جلنے کی زندگی کوئی زندگی تو نہیں ہے اور مرے گا اس لئے نہیں کہ مر گیا تو عذاب کون بھگتے گا اور دوزخ میں رہیں گے بھی ہمیشہ۔عذاب سے تنگ آکر دوزخی دوزخ کے انچارج فرشتے مالک علیہ السلام کو کہیں گے يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ''اے مالک علیہ السلام تو ہی رب کے سامنے درخواست کر کہ تیرا رب ہمارے اوپر فیصلہ کردے ہمیں ہلاک کردے۔'' اور سورۃ انشقاق میں ہے فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ''پس عنقریب وہ پکارے گا ہلاکت کو۔'' اپنے لئے ہلاکت کی دعائیں کریں گے مگر شنوائی نہیں ہوگی اور اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔اس ہمیشہ کی زندگی کو ہم نہیں سمجھ سکتے کہ وہ کتنی ہوگی نیک بخت جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔سو سال، ہزار سال۔لاکھ سال، کروڑ سال، ارب سال، کھرب سال، نہیں نہیں سوچتے سوچتے ہمارا دماغ فیل ہوجائیگا لیکن ہم اسکی ہمیشگی کو شمار نہیں کر سکتے۔اسی طرح بدبخت اور بدنصیب دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور وہاں جا کر پتہ چلے گا کہ

دوزخ کیا ہے اور اب یہ پیغمبر علیہ السلام کو کہتے تھے لاؤ وہ عذاب جس سے آپ ہمیں ڈراتے ہیں، عذاب مانگتے ہیں۔

کفار کے مطالبات :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ اور آپ سے جلدی مانگتے ہیں عذاب راحت سے پہلے۔ کافر آنحضرت ﷺ سے مطالبہ کرتے تھے کہ آپ صفا پہاڑی کو سونا بنا دیں، مروہ کو سونا بنا دیں یہاں پانی کی نہریں چلا دیں آپ کیلئے سونے کی کوٹھی ہو کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو۔ اسی مقام پر پندرھویں پارے میں رب تعالیٰ نے فرمایا آپ ان کو کہہ دیں هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ''نہیں ہوں میں مگر بشر رسول۔'' اور یہ کام رب تعالیٰ کے ہیں مخلوق کے نہیں ہیں اس پر کافر کہتے آپ اگر خوشی نہیں دکھا سکتے تو پھر عذاب لاؤ تا کہ ہم ختم ہو جائیں اور میدان آپ کیلئے صاف ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ اور تحقیق گذر چکی ہیں ان سے پہلے سزائیں۔ مَثُلاتٌ مُثْلَةٌ کی جمع ہے مُثْلَةٌ کا معنیٰ سزا اور عقوبت ہے۔ جن لوگوں کا یہ کردار ادا کر رہے ہیں اِن والی بیماریاں جن لوگوں میں تھیں ان پر بڑی بڑی سزائیں آچکی ہیں۔ کسی پر بارش اور سیلاب کا عذاب، کسی پر تند ہوا چلی، کوئی زلزلے میں تباہ ہوا، کسی کے کلیجے جبرائیل علیہ السلام کی ڈراونی آواز سے پھٹ گئے طرح طرح کی سزائیں اور عقوبتیں پہلے لوگوں پر نازل ہوئیں وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ اور بیشک آپ کا رب بخشش کرنے والا ہے لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ لوگوں کیلئے باوجود ان کے ظلم کے۔ بندے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کریں، اس کے پیغمبر کی مخالفت کریں، اس کے احکامات کو ٹھکرائیں لیکن یہ توبہ کریں تو اللہ تعالیٰ معاف کرنے کیلئے تیار ہے۔ تیرا رب مغفرت والا

ہے۔کمی ہمارے اندر ہے ہمیں ہر وقت اپنے آپ کو گنہگار سمجھنا چاہئے اور ہیں بھی گنہگار لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ تھوڑی سی تکلیف پیش آتی ہے تو کہتے ہیں کہ خدا جانے کس گناہ میں پکڑا گیا ہوں معصوم بن جاتے ہیں تم کہاں کے معصوم ہو کہ تمہیں اپنے گناہوں کا پتہ ہی نہیں ہے حالانکہ سر سے لیکر پاؤں تک گنہگار ہیں۔ ہماری آنکھیں گنہگار، ہمارے ہاتھ گنہگار، ہمارے پاؤں گنہگار، ہمارا دل گنہگار ہر وقت گناہوں میں ڈوبے ہوئے ہیں لہذا ہر وقت اپنے آپ کو گنہگار سمجھنا چاہئے اور توبہ کرنی چاہئے۔حدیث پاک میں آتا ہے خَیْرُ الْخَطَّائِیْنَ اَلتَّوَّابُوْنَ ''بہترین گنہگار وہ ہیں جو توبہ کرتے ہیں رب سے معافی مانگتے ہیں۔'' ہر وقت رب تعالیٰ سے معافی مانگتے رہنا چاہئے۔ یہ رمضان المبارک کا مہینہ ہے نیکیاں کماؤ گناہوں سے بچو۔

غیبت بڑا گناہ ہے :

میری بہنیں اور بیٹیاں بھی مسئلہ سمجھ لیں اور یاد رکھیں کہ غیبت بڑا گناہ ہے اور غیبت کا سننا بھی گناہ ہے۔کوئی تمہارے پاس آکر کسی کی غیبت کرے تو اس کو منع کرو اگر منع کرنے کی توفیق نہیں تو اٹھ کر چلے جاؤ۔غیبت صرف رمضان المبارک میں گناہ نہیں ہے بلکہ اس کے علاوہ بھی گناہ ہے اور غیبت اتنا بڑا گناہ ہے کہ اس سے روزے پر زد پڑتی ہے۔ کسی کو گالی بھی نہ نکالو اور کسی کے ساتھ لڑو بھی نہیں روزے کو صحیح معنیٰ میں روزہ بناؤ۔

کثرتِ تلاوت اجر عظیم کا سبب :

قرآن پاک کی تلاوت کثرت کیساتھ کرو اس کے ایک ایک حرف سے دس نیکیاں ملتی ہیں اور جسطرح پڑھنے پر ملتی ہیں اسی طرح سننے پر بھی ملتی ہے۔ الٓمٓ پڑھا تیس نیکیاں مل گئیں لیکن رمضان المبارک میں نیکیاں ستر گنا بڑھ جاتی ہیں۔ الف پر ستر لام پر ستر اور میم

پر ستر نیکیاں مل گئیں مردوں کیلئے بھی اتنا ثواب ہے اور عورتوں کیلئے بھی اتنا ثواب ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر کوئی شخص قرآن کریم کی آیت کریمہ سیکھتا ہے تو اس کا ثواب سو نفل پڑھنے سے زیادہ ہے اور اگر ترجمے کیساتھ سیکھتا ہے تو اس کا ثواب ہزار رکعات نفل پڑھنے سے زیادہ ہے یہ ابن ماجہ کی روایتیں ہیں جو صحاح ستہ میں چھٹے نمبر کی کتاب ہے اور مردوں کا فریضہ ہے کہ قرآن کریم کو سمجھیں۔ الحمدللہ اٹھاون سال ہونے والے ہیں مجھے قرآن وحدیث کا درس دیتے ہوئے ایک ایک لفظ علیحدہ علیحدہ ترجمہ کرتا ہوں تاکہ شوق والے مرد عورتیں قرآن وحدیث کیساتھ مانوس رہیں۔ ساتھیو! زندگی کا کوئی پتا نہیں ہے موت سر پر کھڑی ہے قرآن پڑھو، درود شریف کثرت کیساتھ پڑھو، توبہ استغفار کرو، سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم کا ورد کرو موت کو ہر وقت یاد رکھو یہ نہ خیال کرو کہ میں ابھی جوان ہوں ابھی تندرست ہوں موت سب کیلئے ہے۔

موت یقینی امر ہے:

حدیث پاک میں آتا کہ موت کا ذکر کثرت کیساتھ کرو۔ امام ترمذیؒ نے شمائل ترمذی کتاب لکھی ہے جس میں آنحضرت ﷺ کی زندگی کے حالات ہیں اس میں انہوں نے یحییٰ ابن معینؒ جو مشہور محدث اور امام بخاریؒ کے استاذ ہیں کا واقعہ نقل کیا ہے کہ ان کو ایک حدیث کے الفاظ کے بارے میں شبہ ہوا اس کے ازالے کیلئے اپنے استاد محمد بن فضلؒ کے پاس دوپہر کے وقت گئے ان کا چھوٹا سا مکان تھا اس کا دروازہ کھٹکھٹایا استاذ نے باہر آکر کہا یحییٰؒ اس وقت کیسے آئے ہو کہنے لگے حضرت ایک حدیث کے الفاظ میں شبہ پیدا ہو گیا ہے وہ سننے کیلئے آیا ہوں استاذ نے حدیث زبانی شروع کی تو کہنے لگے حضرت اگر آپ کاپی سے پڑھ کر سنا دیں تو بات زیادہ پختہ ہو جائے گی وہ کاپی لینے کیلئے جانے لگے تو انہوں نے

ان کا دامن پکڑ لیا استاذ نے کہا کہ میں اندر سے جا کر کاپی لانا چاہتا ہوں تا کہ تجھے کاپی سے پڑھ کر حدیث سناؤں۔ کہنے لگے حضرت! مجھے زبانی ہی سنا دو معلوم نہیں ہے کہ تمہارے اندر جا کر واپس آنے تک میں زندہ رہوں گا یا نہیں۔ جوانو! موت کو انہوں نے سمجھا تھا کہ موت یقینی ہے اور قرآن پاک میں موت کا نام یقین ہے وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ [الحجر:۹۹] ''اور عبادت کر اپنے رب کی یہاںتک کہ یقین آجائے موت آجائے۔'' تو موت یقینی شے ہے اور زندگی وہمی ہے وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ اور بیشک تیرا رب سخت سزا دینے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی سزاؤں سے بچائے قبر میں بھی اور حشر میں بھی اور دوزخ سے بھی وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور کہتے ہیں وہ لوگ جو کافر ہیں لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ کیوں نہیں اتاری گئی اس نبی پر کوئی نشانی اس کے رب کی طرف سے ہماری خواہش کے مطابق کہ جسطرح کا معجزہ ہم مانگتے ہیں کہ نبی کیلئے سونے کی کوٹھی ہونی چاہئے صفا مروہ سونے کے کیوں نہیں بنائے، مکہ مکرمہ میں نہریں چلا دیں، ہمارے سامنے اڑ کر آسمانوں پر جاؤ اور کتاب لیکر آؤ اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا [سورۃ اسراء] ''رب تعالیٰ کو ہمارے سامنے لا کر کھڑا کر اور اس کے پیچھے فرشتے کھڑے ہوں۔'' اللہ تعالیٰ نے جواب دیا اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ پختہ بات ہے آپ ڈرانے والے ہیں۔ ان کو رب تعالیٰ کے عذاب سے ڈرا رب تعالیٰ کی نافرمانی سے ڈرا معجزات کا اتارنا آپ کا کام نہیں ہے وہ رب تعالیٰ کا کام ہے آپ اپنا کام کریں۔

لکل قوم ھاد کی تین تفسیریں :

وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ اور ہر قوم کیلئے ایک ہدایت دینے والا ہے۔ اس کی تین تفسیریں مشہور ہیں۔ پہلی تفسیر یہ ہے کہ آپ ہر قوم کو ڈرانے والے ہیں ہدایت دینے والا اللہ تعالیٰ

رہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کا کام ڈرانا ہے ہدایت دینا نہیں ہے ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ سورۃ القصص آیت نمبر ۵۶ میں ہے **اِنَّکَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ** ''اے پیغمبر بیشک آپ ہدایت نہیں دے سکتے جس سے آپ محبت کرتے ہیں اور لیکن اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔'' آپ ﷺ ہادی ہیں بایں معنیٰ کہ رہنمائی کرنے والے ہیں راہ بتلانا آپ کا کام ہے ہدایت دینا صرف پروردگار کا کام ہے۔

دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ آپ ڈرانے والے ہیں اور ہم نے ہر قوم کی طرف رہنمائی کرنے والا بھیجا ہے۔ حضرت آدم سے لیکر آپکی ذات گرامی تک ہر قوم کی اصلاح کیلئے ھادی رہنما بھیجے گئے ہیں۔

تیسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ آپ ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کیلئے راہنما ہیں آپ کے تشریف لے آنے کے بعد قیامت تک جتنی قومیں ہیں وہ آپ ﷺ کے کلمہ کی پابند ہیں اگر وہ آپ ﷺ کا کلمہ نہیں پڑھیں گی اور آپ ﷺ سے رہنمائی حاصل نہیں کریں گی تو وہ ایمان سے خارج ہوجائیں گی اور کافر کہلائیں گی تو آپ ﷺ کو ہر قوم کیلئے ہادی اور رہبر بنا کر بھیجا ہے باقی ہدایت دینا صرف رب تعالیٰ کا کام ہے اور ہدایت اسی کو نصیب ہوتی ہے جس میں طلب ہو اور اگر طلب نہیں ہوگی تو پھر کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا۔ اس کی مثال آپ حضرات اس طرح سمجھیں کہ تم نلکے اور ٹوٹی کے نیچے سیدھا کر کے برتن رکھو یعنی اس کا منہ نلکے اور ٹوٹی کی طرف ہو تو وہ بھر جائے گا چھوٹا ہوگا تو جلدی بھر جائے گا بڑا ہوگا تو دیر سے بھرے گا اور اگر برتن کو الٹا کر کے رکھ دو تو وہ نہیں بھریگا چاہے اس پر سارا دن پانی گرتا رہے۔ یہی حال ہے طلب اور غیر طلب کا جو حق کا طالب ہوتا ہے اس کا منہ رب تعالیٰ کی

رحمت کی طرف ہوتا ہے اور جو انکار کرتا ہے اس نے اپنے دل کے برتن کو الٹا کیا ہوا ہے اس پر چاہے تم سارا دن ٹیوب ویل چلائے رکھو وہ نہیں بھریگا پس تم دعا کرو کہ ہمارے دل الٹے نہ ہوں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی طرف سیدھے ہوں ہدایت اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے طالب ہوں اور اپنی نجات کے خواہش مند ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو طلب رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ؕ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ۝۸ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ۝۹ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ ۝۱۰ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ۝۱۱

اَللّٰهُ يَعْلَمُ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى اس چیز کو جو اٹھاتی ہے ہر مادہ وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ اور جو کم ہوتے ہیں رحم وَمَا تَزْدَادُ اور جو زیادہ ہوتے ہیں وَكُلُّ شَيْءٍ اور ہر چیز عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ اس کے نزدیک ایک مقدار کیساتھ ہے عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ وہ غیب کو جاننے والا ہے اور حاضر چیزوں کو الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ وہ بہت بڑی ذات ہے اور بہت بلند ہے سَوَآءٌ مِّنْكُمْ برابر ہے تم میں سے مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وہ شخص جو آہستہ بات کرتا ہے وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ اور وہ شخص جس نے بلند آواز میں بات کی وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِالَّيْلِ اور وہ شخص جو چھپا ہوا ہے رات کو وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ اور جو چلنے والا ہے دن کو لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ اس کیلئے آگے پیچھے آنے والے فرشتے ہیں مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ اس آدمی کے آگے ہیں وَمِنْ خَلْفِهٖ اور اس کے پیچھے ہیں يَحْفَظُوْنَهٗ جو اس کی

حفاظت کرتے ہیں مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ تعالیٰ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ نہیں بدلتا اس حالت کو جو کسی قوم کی ہے حَتّٰى يُغَيِّرُوْا یہاں تک کہ وہ بدلیں مَا بِاَنْفُسِهِمْ جو کچھ ان کے نفسوں میں ہے وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ اور جس وقت ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ کسی قوم کے بارے میں سُوْٓءًا تکلیف کا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ پس نہیں ٹلتا اس تکلیف کا وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ اور نہیں ہے ان کیلئے اللہ تعالیٰ سے نیچے کوئی بچانے والا۔

عقیدہ توحید :

تمام عقائد میں سے اہم اور بنیادی عقیدہ توحید ہے اور توحید کا مفہوم یہ ہے کہ نہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں کسی کو شریک کرنا ہے اور نہ اس کی صفات میں کسی کو شریک کرنا ہے اور نہ اس کے افعال میں کسی کو شریک کرنا ہے وہ اپنی ذات میں، صفات میں، افعال میں وحدہ لا شریک لہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت ہے ہر چیز کو جاننا، یہ بھی رب تعالیٰ کی صفت ہے اَللّٰهُ يَعْلَمُ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى جو اٹھاتی ہے ہر مادہ اپنے پیٹ میں کہ وہ نر ہے یا مادہ ہے، ایک ہے یا دو ہیں، کالا ہے یا گورا ہے، صحیح الاعضاء ہے ناقص الاعضا ہے یہ چیزیں قطعی طور پر رب تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں جانتا وہ عورت جس کے پیٹ میں بچہ ہے وہ بھی نہیں جانتی کہ میرے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی ہے، ایک ہے یا دو ہیں یہ رب تعالیٰ کا راز ہے رب تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔ عربی کا قاعدہ ہے کہ فعل پہلے ہوتا ہے فاعل بعد میں ہوتا ہے جیسے ضَرَبَ زَيْدٌ مارا زید نے۔ لیکن جب فاعل فعل سے پہلے آجائے تو حصر کا فائدہ دیتا ہے بندش کا مثلاً زَيْدٌ ضَرَبَ تو اس کا معنیٰ ہوگا کہ زید

نے ہی مارا ہے۔تو مارنا زید میں بند ہوگیا تو قاعدے کے مطابق تو یَعْلَمُ اللّٰهُ ہوتا کہ جانتا ہے اللہ تعالیٰ لیکن لفظ اللہ جو فاعل ہے اس کو مقدم کردیا اَللّٰهُ یَعْلَمُ تو حصر پیدا ہوگئی۔معنی ہوگا اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور کوئی نہیں جانتا مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى اس چیز کو جو اٹھاتی ہے ہر مادہ کو پیٹ میں وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ اور جو کم ہوتے ہیں رحم وَمَا تَزْدَادُ اور جو بڑھتے ہیں۔

مدتِ حمل :

اس کی ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ حمل کی ادنیٰ مدت نکاح کے بعد چھ ماہ ہے چھ ماہ کے بعد جو بچہ پیدا ہوا وہ حلال ہے بشرطیکہ خاوند اس کا انکار نہ کرے ہاں اگر وہ انکار کردے اور کہے کہ یہ بچہ میرا نہیں ہے تو پھر مسئلہ جدا ہے۔بعض بچے سات ماہ کے بھی ہوتے ہیں بعض آٹھ ماہ کے بھی ہوتے ہیں اور عادتاً بچہ ماں کے پیٹ میں نو ماہ تک رہتا ہے اور کئی بچے نو ماہ سے زیادہ بھی ماں کے پیٹ میں رہے ہیں۔امام ابوحنیفہؒ کی تحقیق یہ ہے کہ بچہ ماں کے پیٹ میں دو سال تک رہ سکتا ہے۔امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ چار سال بھی ماں کے پیٹ میں رہ سکتا ہے۔ضحاک ابن مزاحم رحمہما اللہ تعالیٰ بڑے درجے کے تابعین میں سے ہیں وہ چار سال ماں کے پیٹ میں رہے جب پیدا ہوئے تو ٹھاہ ٹھاہ کرکے ہنسنے لگے منہ میں دانت بھی تھے اسی لئے ان کا نام ضحاک رکھ دیا ہنسنے والا۔امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ بچہ ماں کے پیٹ میں پانچ سال تک بھی رہ سکتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی قدرتیں ہیں۔تو اس تفسیر کے مطابق ترجمہ ہوگا اور جو کم ہوتے ہیں چھ ماہ سات ماہ وغیرہ یعنی رحم کی مدت جو کم ہوتی ہے اور جو بڑھتے ہیں یعنی مدت زیادہ ہوتی ہے نو ماہ دو سال وغیرہ رب تعالیٰ اسکو بھی جانتا ہے اور دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ ابتداءً جب بچے کا ماں کے پیٹ میں وجود بنتا ہے تو اس

وقت رحم سکڑا ہوا ہوتا ہے جوں جوں بچے کا وجود بڑھتا جاتا ہے رحم کھلتا اور بڑھتا جاتا ہے رب تعالیٰ پیٹ کے اس سکڑنے اور بڑھنے کو جانتا ہے حالانکہ وہ عورت خود نہیں جانتی کہ اندر کیا ہو رہا ہے یہ سب رب تعالیٰ کے کام ہیں اور اس کے کاموں کی کوئی نظیر نہیں ہے اور نہ ہی اسکے کاموں میں کوئی شریک ہے اور کیا پوچھتے ہو۔ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِمِقْدَارٍ اور ہر چیز اس کے نزدیک ایک مقدار اور اندازے کیساتھ ہے۔ ہر چیز کا اندازہ رب ہی کو معلوم ہے۔

عالم الغیب والشہادۃ :

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ وہ غیب کو جاننے والا ہے اور حاضر چیزوں کو جاننے والا ہے۔ غیب کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ رب تعالیٰ سے کوئی چیز غائب ہے اس سے کوئی چیز غائب نہیں ہے بلکہ اس کا معنیٰ ہے کہ مخلوق سے جو چیزیں غائب ہیں رب تعالیٰ ان کو بھی جانتا ہے اور جو مخلوق کے سامنے ہیں ان کو بھی جانتا ہے۔ عالم غیب اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو غیب کی خبریں بتلائی ہیں۔ سورۃ آل عمران آیت نمبر ۴۴ میں ہے ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ''یہ غیب کی خبریں ہیں اے نبی کریم ﷺ! ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔'' اور سارا غیب رب تعالیٰ کی صفت ہے۔ وہ کسی کو نہیں دیا سورۃ النحل آیت نمبر ۷۷ میں ہے وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ''اور اللہ تعالیٰ کیلئے ہی ہے غیب آسمانوں کا زمینوں کا۔''

اسماء الٰہی کی تاثیر :

اَلْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ وہ بہت بڑی ذات ہے اور بہت بلند ہے بہت اونچی شان والا ہے۔ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ہیں اللہ تعالیٰ کے مشہور نام ننانوے ہیں اور ہر نام

میں کوئی نہ کوئی تاثیر ہے۔ بزرگ فرماتے ہیں کہ رشتے اور کاروبار میں رکاوٹ ہو تو آدمی یا لطیف کا ورد کثرت کیساتھ کرے۔ لطیف کا معنیٰ ہے باریک بین۔ رزق کی تنگی ہو تو یارزّاق کا ورد کثرت کیساتھ کرے، اس کا معنیٰ ہے رزق دینے والا یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ''رزق دیتا ہے جس کو چاہتا ہے بغیر حساب کے۔'' آپس میں الفت پیدا کرنے کیلئے یَا وَدُوْدُ کا ورد کرے، ودود کا معنیٰ ہے محبت کرنے والا، محبت ڈالنے والا اور اگر کسی کو زیادہ غصہ آتا ہو تو یَا حَلِیْمُ کا ورد کرے اس کا معنیٰ ہے تحمل کرنے والا۔

آنحضرت ﷺ کے پاس ایک شخص نے آکر کہا حضرت مجھے بڑی جلدی غصہ آتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس وقت غصہ آئے اگر کھڑے ہو تو بیٹھ جاؤ اور بیٹھے ہو تو لیٹ جاؤ پانی پیو اور وضو کرو کیونکہ انسان میں آگ کا مادہ بھی ہے یہ اس کی وجہ سے ہے پانی سے ٹھنڈا ہو جائے گا اور اختیاری چیز ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ لَیْسَ الشَّدِیْدُ بِالصُّرْعَةِ اِنَّمَا الشَّدِیْدُ مَنْ یَّمْلِکُ نَفْسَهٗ عِنْدَ الْغَضَبِ ''پہلوان وہ نہیں ہے جو دوسرے کو میدان میں پچھاڑ دے پہلوان وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے نفس پر قابو پا لے۔'' یہ بخاری شریف کی حدیث ہے۔

ذکر خفی کی افضلیت :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سَوَآءٌ مِّنْکُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ برابر ہے تم میں سے وہ شخص جو آہستہ بات کرے وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ اور وہ شخص جس نے بلند آواز میں بات کی وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ م بِالَّیْلِ اور وہ شخص جو چھپا ہوا ہے رات کو وَسَارِبٌ م بِالنَّهَارِ اور جو چلنے والا ہے دن کو۔ سرب کا معنیٰ ہے راستے پر چلنا۔ ہماری حالت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص آہستہ بات کرے تو ہم نہیں سن سکتے اونچی کرے تو سن لیتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک اونچی

اور آہستہ دونوں برابر ہیں رات کو کوئی شخص کونے میں چھپا ہوا ہے تو ہمیں نظر نہیں آتا دن کو گلی میں یا سڑک پر چلنے والا ہمیں نظر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک رات کو چھپا ہوا اور دن کو چلنے والا دونوں برابر ہیں وہ ایسی علیم خبیر ذات ہے کہ اس سے کوئی شے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ صحابہ کرام ؓ کیساتھ خیبر سے واپس تشریف لا رہے تھے صحابہ کرام ؓ نے اونچی اونچی ذکر شروع کیا۔ بخاری شریف اور مسلم شریف کی روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا اِرْبَعُوْا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ اِنَّکُمْ لَا تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَلَا غَائِبًا اِنَّکُمْ تَدْعُوْنَ سَمِیْعًا قَرِیْبًا وَّھُوَ مَعَکُمْ ''اپنی جانوں پر نرمی کرو بیشک تم بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے ہو تم اس ذات کو پکارتے ہو جو سننے والی اور قریب ہے اور وہ تمہارے ساتھ ہے۔'' اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ آہستہ ذکر کرنے کا درجہ اونچی ذکر کرنے سے ستر گنا زیادہ ہے اور اگر ذکر کرنے سے کسی کی نیند میں خلل آئے یا نماز میں خلل آئے تو اس کے متعلق تمام فقہاء کرام لکھتے ہیں کہ یہ درست نہیں ہے اور ذکر کرنے والا گنہگار ہوگا۔ تفسیر مظہری مشہور تفسیر ہے اس میں لکھا ہے کہ اگر مسجد میں ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے تو اس کے پاس بلند آواز سے قرآن کریم پڑھنے والا گنہگار ہے لیکن یہاں تو لوگوں نے یہ سمجھا رکھا ہے کہ شور مچاؤ رب راضی ہوگا اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت کیساتھ کرو مگر آہستہ کرو درود شریف کثرت کیساتھ پڑھو، تیسرا کلمہ پڑھو اور جو تمہارے پاس قرآن وحدیث سے وِرد، وظیفے ہیں کثرت سے پڑھو اللہ تعالیٰ کی یاد سے کبھی غافل نہ ہو اور ذکر کے متعلق اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ اس نے ذکر کیلئے کوئی خاص کیفیت مقرر نہیں فرمائی نہ بیٹھ کر پڑھو یا کھڑے ہو کر پڑھو اس میں تمہیں اجازت ہے بیٹھ کر پڑھو، کھڑے ہو کر پڑھو، لیٹے ہوئے پڑھو، چلتے پھرتے پڑھ سکتے ہو۔ اگر اللہ تعالیٰ فرماتے کہ بیٹھ کر پڑھو تو کاروباری اور مزدور لوگ کہہ سکتے تھے اے پروردگار!

میں مزدور آدمی ہوں بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتا لہذا اللہ تعالیٰ نے کوئی شرط نہیں لگائی ذکر کیلئے وضو بھی شرط نہیں ہے۔ اگر وضو شرط ہوتا تو آدمی کہہ سکتا تھا اے پروردگار! میرا معدہ خراب ہے میرا وضو نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ نے بڑی سہولتیں دی ہیں جن دنوں میں عورتیں قرآن شریف نہیں پڑھ سکتیں نماز نہیں پڑھ سکتیں فقہاء کرام فرماتے کہ ان دنوں میں کثرت کیساتھ ذکر کریں تاکہ نماز کی جگہ وہ ہو جائے۔

بندوں کی حفاظت فرشتوں سے :

لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ اس کیلئے آگے پیچھے آنے والے فرشتے ہیں۔ ہٗ ضمیر کا مرجع انسان کو بھی بنایا گیا ہے۔ تو معنٰی ہوگا اس بندے کیلئے آگے پیچھے آنے والے فرشتے ہیں۔ اور ہٗ ضمیر کا مرجع لفظ اللہ کو بھی بنایا گیا ہے جو اَللّٰهُ يَعْلَمُ میں ہے تو اس وقت معنٰی ہوگا رب تعالیٰ ہی کیلئے وہ فرشتے ہیں جو یکے بعد دیگرے آتے ہیں يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ جو بندے کی حفاظت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔ ہر مرد عورت بوڑھے جوان تندرست بیمار کیساتھ مومن اور کافر کیساتھ رات دن میں چوبیس فرشتے ہوتے ہیں چار فرشتے تو اعمال لکھنے والے ہیں جن کو کراماً کاتبین کہتے ہیں دو دن والے اور دو رات والے۔ ان کی ڈیوٹیاں صبح اور عصر کی نماز کے وقت تبدیل ہوتی ہیں مثلاً صبح کی نماز جب یہاں شروع ہوئی کہ امام نے کہا اللہ اکبر تو وہ لوگ جو اس مسجد سے وابستہ ہیں ان کے فرشتوں کی ڈیوٹی بدل جاتی ہے رات والے فرشتے چلے گئے اور دن والے آگئے پھر عصر کی نماز جب شروع ہوئی تو دن والے چلے گئے اور رات والے آگئے۔ اسی آیت کی تشریح میں تفسیر ابن جریر وغیرہ میں حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہر آدمی کیساتھ دس فرشتے دن اور دس فرشتے رات کو ہوتے ہیں جو اس کی

حفاظت کیلئے ہیں وہ حفاظت کرتے ہیں جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے دو فرشتے آدمی کے ہونٹ کے پاس ہوتے ہیں جن کی ڈیوٹی درود شریف پہنچانے کی ہے جب کوئی آدمی درود شریف پڑھتا ہے تو یہ فرشتے باری باری آنحضرت ﷺ کے پاس درود شریف پہنچاتے ہیں ایک پہنچا کر آتا ہے پھر دوسرا جاتا ہے اور حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص میری قبر کے پاس درود شریف پڑھے گا اس کو میں خود سنوں گا اور جواب بھی دونگا اور جو دور سے پڑھے گا وہ فرشتے پہنچائیں گے۔ ایک فرشتہ انسان کے دل کی دائیں طرف ہوتا ہے یہ جو دل میں اچھا خیال پیدا ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے کا القا ہوتا ہے آدمی کو چاہئے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرے کہ اے اللہ تیرا شکر ہے فرشتے نے مجھے اچھی بات کا اشارہ دیا ہے۔ اور دل کے بائیں طرف شیطان ہوتا ہے شیطان سے مراد ابلیس نہیں ہے کوئی نہ کوئی شیطان ہوتا ہے یہ جو دل میں برا خیال آتا ہے یہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے لہذا جب برا خیال آئے تو لاحول ولاقوۃ الا باللہ کہو اور اعوذ باللہ پڑھ کر بائیں طرف تھوک دو۔ تو یہ پچیس فرشتے ہر بندے کیساتھ چوبیس گھنٹے رہتے ہیں انسانوں کیساتھ بھی اور جنوں کیساتھ بھی۔ اس سے اندازہ لگائیں کہ فرشتے کتنے ہیں ساتوں آسمانوں پر فرشتے ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے آسمانوں پر ایک ہتھیلی کے برابر بھی جگہ خالی نہیں ہے جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ عبادت نہ کر رہا ہو۔ اور کعبہ کے عین برابر ساتویں آسمان پر بیت المعمور ہے جو فرشتوں کا کعبہ ہے روزانہ ستر ہزار فرشتے اس کا طواف کرتے ہیں اور جس نے ایک دفعہ طواف کرلیا پھر ساری زندگی دوبارہ اس کی باری نہیں آتی اس سے اندازہ لگاؤ کہ فرشتے کتنے ہیں؟

اصلاح کیلئے نیت ضروری ہے :

آگے اللہ تعالیٰ نے ایک ضابطہ بیان فرمایا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ بیشک اللہ تعالیٰ نہیں بدلتا اس حالت کو جو کسی قوم کی ہے حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَابِاَنْفُسِھِمْ یہانتک کہ وہ بدلیں اسکو جو ان کے نفسوں میں ہے۔ جب تک کوئی قوم اپنی اصلاح کی نیت نہیں کریگی اس وقت تک اللہ تعالیٰ ان کی حالت نہیں بدلے گا جبراً اللہ تعالیٰ کسی کی حالت نہیں بدلتے۔ کوئی شخص نماز نہیں پڑھنا چاہتا اللہ تعالیٰ اس سے دھکے کیساتھ زبردستی نہیں پڑھواتے، کوئی روزہ نہیں رکھنا چاہتا جبراً اللہ تعالیٰ اس سے روزہ نہیں رکھواتے، رکھوا سکتا ہے قادر مطلق ہے مگر رکھواتا نہیں ہے۔ جب کوئی نماز روزے کی نیت کریگا تو اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرما دیں گے اچھے کام کا ارادہ کریگا اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرما دیں گے اللہ تعالیٰ زبردستی کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا۔ مولانا ظفر علی خان فرماتے ہیں...

؎ خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جسکو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

جب تم نیکی کا ارادہ کرلو گے تو کل کا دن آج سے بہتر ہوگا اور پرسوں کا کل سے بہتر ہوگا پھر اگلا دن اس سے بہتر ہوگا اسی طرح دن بدلتے جائیں گے۔ برائی سے رکنے کا ارادہ کرو تو اللہ تعالیٰ رکنے کی توفیق عطا کر دیں گے نیت اور ارادے کا اختیار اللہ تعالیٰ نے انسان کو دیا ہے۔ فرمایا وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰہُ بِقَوْمٍ سُوْٓءً ا اور جس وقت ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ کسی قوم کے بارے میں تکلیف کا فَلَا مَرَدَّ لَہٗ پس نہیں ہے ٹلنا اس تکلیف کا چاہے وہ کتنی ہی کوشش کرے جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے تو پھر اسکی پکڑ سے کوئی چھوٹ نہیں سکتا وَمَا لَھُمْ مِّنْ دُوْنِہٖ مِنْ وَّالٍ اور نہیں ہے ان کیلئے اللہ تعالیٰ سے نیچے کوئی

بچانے والا کوئی حفاظت کرنے والا کوئی نگران جو انکو بچا سکے۔

هُوَ الَّذِیْ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ
طَمَعًا وَّ یُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ﴿۱۲﴾ وَ یُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ
وَ الْمَلٰٓىٕكَةُ مِنْ خِیْفَتِهٖ ۚ وَ یُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَیُصِیْبُ بِهَا
مَنْ یَّشَآءُ وَ هُمْ یُجَادِلُوْنَ فِی اللّٰهِ ۚ وَ هُوَ شَدِیْدُ الْمِحَالِ ﴿۱۳﴾ لَهٗ
دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ وَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا یَسْتَجِیْبُوْنَ لَهُمْ
بِشَیْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّیْهِ اِلَى الْمَآءِ لِیَبْلُغَ فَاهُ وَ مَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ وَ
مَا دُعَآءُ الْكٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ ﴿۱۴﴾ وَ لِلّٰهِ یَسْجُدُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ
وَ الْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّ ظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ ﴿۱۵﴾ قُلْ
مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ
دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءَ لَا یَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا ؕ قُلْ هَلْ
یَسْتَوِی الْاَعْمٰى وَ الْبَصِیْرُ ۙ۬ اَمْ هَلْ تَسْتَوِی الظُّلُمٰتُ وَ النُّوْرُ ۚ۬
اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَیْهِمْ ؕ
قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ وَّ هُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۱۶﴾

هُوَ الَّذِیْ وہی اللہ تعالیٰ ہے یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ جو دکھاتا ہے تمہیں بجلی
خَوْفًا وَّ طَمَعًا خوف اور طمع کیلئے وَّ یُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ اور اٹھاتا ہے
ایسے بادل جو بوجھل ہیں وَ یُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ اور تسبیح پڑھتا ہے رعد علیہ
السلام اس کی تعریف کیساتھ وَ الْمَلٰٓىٕكَةُ مِنْ خِیْفَتِهٖ اور فرشتے بھی اس کے خوف
سے وَ یُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ اور چھوڑتا ہے کڑک کو فَیُصِیْبُ بِهَا مَنْ یَّشَآءُ پس

پہنچاتا ہے اسکو جسکو چاہتا ہے وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ اور وہ جھگڑا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ حالانکہ وہ بہت سخت طاقت والا ہے لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ اسی کیلئے ہے حق کی دعوت وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ اور وہ لوگ جو پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ سے ورے ورے لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ وہ نہیں قبول کر سکتے ان کی دعاؤں کو بِشَيْءٍ کچھ بھی اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ مگر جسطرح کوئی پھیلانے والا ہو اپنے دونوں ہاتھوں کو اِلَى الْمَآءِ پانی کی طرف لِيَبْلُغَ فَاهُ تاکہ وہ پانی پہنچ جائے اس کے منہ تک وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ اور نہیں ہے وہ پہنچنے والا اس تک وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اور نہیں ہے کافروں کا پکارنا اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مگر گمراہی میں وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ اور اللہ تعالیٰ ہی کیلئے سجدہ کرتے ہیں مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جو ہیں آسمانوں میں اور زمینوں میں طَوْعًا وَّكَرْهًا خوشی سے اور جبراً وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ اور ان کے سائے بھی صبح اور پچھلے پہر قُلْ آپ کہہ دیں مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کون ہے تربیت کرنے والا آسمانوں کی اور زمین کی قُلِ اللّٰهُ آپ کہہ دیں اللہ ہی ہے قُلْ آپ کہہ دیں اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ کیا پس تم نے بنالئے ہیں اللہ تعالیٰ سے نیچے کارساز لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نہیں وہ مالک اپنے نفسوں کیلئے نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا نفع کے اور نہ نقصان کے قُلْ آپ کہہ دیں هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ کیا برابر ہے اندھا اور دیکھنے والا اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ کیا برابر ہیں اندھیرے اور روشنی

اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ کیا ٹھہرائے ہیں ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کیلئے شریک خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ انہوں نے پیدا کیا ہے اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی مخلوق کی طرح فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ پس متشابہ ہوگئی ہے مخلوق عَلَيْهِمْ ان پر قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق ہے وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ اور وہ اکیلا ہے سب کو دبا کر رکھنے والا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ وہی اللہ تعالیٰ ہے جو دکھاتا ہے تمہیں بجلی۔ جب آسمان پر بجلی چمکتی ہے تو وہ ذات تمہیں بجلی دکھاتی ہے خَوْفًا خوف کی خاطر وَّ طَمَعًا اور طمع کی خاطر۔ خوف اس طرح کہ آسمانی بجلی جب زمین پر گرتی ہے تو اس سے آدمی مرتے ہیں، جانور مرتے ہیں، فصلیں تباہ ہوتی ہیں تو جب بجلی چمکتی ہے خوف ہوتا ہے کہ کہیں نیچے گر کر نقصان نہ کرے اور طمع بھی ہوتا ہے کہ جب بجلی چمکتی ہے امید ہوتی ہے کہ بارش ہوگی جس سے فصلیں پیدا ہوں گی پھل ہونگے جانوروں کیلئے چارہ پیدا ہوگا گرمی دور ہوگی یہ بجلی کو رب ہی چمکاتا ہے۔ وَيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ اور اٹھاتا ہے ایسے بادل جو بوجھل ہیں بارش سے برف سے اولوں سے ان بادلوں پر کنٹرول اللہ تعالیٰ کا ہی ہے وہی ان کو اٹھاتا ہے چلاتا ہے۔

رعد و دیگر ملائکہ کی مصروفیات :

وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ اور تسبیح پڑھتا ہے رعد علیہ السلام اس کی تعریف کیساتھ۔ وہ تسبیح ہے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ. میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ چھ فرشتوں کے نام قرآن پاک میں آئے ہیں چار فرشتوں کے نام پہلے پارے میں آئے ہیں، جبرائیل، میکائیل، ھاروت، ماروت علیہم السلام اور پانچواں یہ رعد

علیہ السلام ہے بادلوں کو چلانے والا اور چھٹے فرشتے کا نام مالک علیہ السلام ہے جو جہنم کا انچارج ہے۔اس کا ذکر سورۃ زخرف میں یٰمٰلِکُ لِیَقْضِ عَلَیْنَا رَبُّکَ جنت کے انچارج فرشتے کا نام رضوان ہے جس کا نام قرآن پاک میں نہیں ہے۔تو رعد فرشتہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتا ہے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ حدیث پاک میں آتا ہے اَفْضَلُ الْکَلَامِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ ''وظیفوں میں بہتر ورد ہے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ یا سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ۔

باری تعالیٰ کی صفات مختصہ :

دونوں جملے صحیح ہیں وجہ اس کی یہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفات دو قسم کی ہیں عدمی اور وجودی۔عدمی کا مطلب یہ ہے کہ وہ صفات اللہ تعالیٰ کی صفات کے منافی ہیں اور وجودی جو اللہ تعالیٰ کی ذات کیلئے ثابت ہیں اور لائق ہیں۔منافی مثلاً اللہ تعالیٰ کی ماں نہیں ہے، والد نہیں ہے، بیٹا نہیں ہے، بیٹی نہیں ہے، بیوی نہیں، کھاتا نہیں، پیتا نہیں، سوتا نہیں، بیمار نہیں ہوتا، ہلاک نہیں ہوتا، اس کی ابتدا نہیں ہے، انتہا نہیں ہے۔جب سبحان اللہ کہا تو ان سب کی نفی ہوگی اور وہ صفات جو اللہ تعالیٰ کیلئے ثابت ہیں مثلاً وہ عالم الغیب والشہادہ ہے وہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے، مختار کل ہے، دستگیر ہے، اولاد دینے والا ہے، لینے والا ہے، بیمار کرنے والا ہے، صحت دینے والا ہے، بادشاہ بنانے والا ہے، گداگر بنانے والا ہے۔ وبحمدہٖ کا جملہ ان سب صفات پر دلالت کرتا ہے بخاری شریف کی آخری حدیث ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کَلِمَتَانِ حَبِیْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمٰنِ خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ ''دو کلمے اللہ تعالیٰ کو بڑے پیارے ہیں زبان پر بڑے ہلکے ہیں پڑھنے میں دقت نہیں ہوتی بھارے

ہیں ترازو میں قیامت والے دن جب ان کو ترازو میں تولا جائے گا تو بہت زیادہ وزن ہوگا وہ کونسے کلمے ہیں فرمایا سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ. اور فرشتوں کی تسبیح اور خوراک بھی یہی ہے۔ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ مِنْ خِیْفَتِہٖ اور فرشتے بھی اس کے خوف سے۔ باقی فرشتے بھی یہی تسبیح کرتے ہیں سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کے مقرب ہیں معصوم ہیں لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے ڈرتے ہیں وَیُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ اور چھوڑتا ہے کڑک کو صَوَاعِق صَاعِقَۃٌ کی جمع ہے۔ وہ بجلی جو زمین پر گرتی ہے اس کو صاعقہ کہتے ہیں فَیُصِیْبُ بِھَا مَنْ یَّشَآءُ پس پہنچاتا ہے اس کو جس کو چاہتا ہے وَھُمْ یُجَادِلُوْنَ فِی اللّٰہِ اور وہ جھگڑا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں۔

ایک عبرتناک واقعہ :

عرب میں ایک شخص تھا زید ابن ربیعہ بڑا مغرور شرک سے بھرا ہوا مالدار آدمی تھا اور اس کی مجلس ہر وقت اوباش لوگوں سے بھری رہتی تھی۔ آنحضرت ﷺ نے ایک مبلغ اس کے پاس بھیجا جب وہ پہنچا تو یہ ایک کھلی جگہ میں بیٹھا تھا مبلغ بھی سلام کرنے کے بعد بیٹھ گیا اور ساتھ والوں سے پوچھا کہ زید ابن ربیعہ کون صاحب ہیں لوگوں نے بتلایا کہ یہ جو سامنے بیٹھا ہے یہ زید ابن ربیعہ ہے۔ مبلغ نے زید ابن ربیعہ کو مخاطب ہوتے ہوئے کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے بھیجا ہے تاکہ میں تمہیں پیغام پہنچادوں کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ ہے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر برحق ہیں، آسمانی کتابیں برحق ہیں، فرشتے برحق ہیں، تقدیر برحق ہے، مرنا برحق ہے، قیامت برحق ہے۔ اس نے مذاق کرنا شروع کر دیا کہنے لگا اللہ کیا ہوتا ہے؟ سونے کا ہے، چاندی کا ہے، پیتل کا ہے، تانبے کا ہے، شیطان

نے جب مذاق اڑایا تو قدرت خداوندی کہ آسمان سے بجلی گری اور اس کی کھوپڑی اتار کر پھینک دی حالانکہ اس وقت آسمان بالکل صاف تھا۔تو بجلیاں پہنچاتا ہے جس پر چاہتا ہے اور وہ جھگڑا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں وَهُوَ شَدِيدُ الْمِحَالِ حالانکہ وہ بہت سخت طاقت والا ہے۔مَحَال میم کے فتح کیساتھ ہوتو اس کا معنیٰ ہے ناممکن، کہ یہ چیز محال ہے،نہیں ہوسکتی اور اگر مِحَال میم کے کسرے کیساتھ ہوتو اس کا معنیٰ قوۃ اور طاقت ہے۔لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ اسی کیلئے ہے حق کی دعوت یعنی اسی کو پکارو وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ اور وہ لوگ جو پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ سے ورے ورے یعنی اس کے سوا دوسروں کو حاجت روا مشکل کشا سمجھ کر لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُم بِشَيْءٍ وہ نہیں قبول کرسکتے ان کی دعاؤں کو کچھ بھی ، وہ ان کے کام نہیں آسکتے کیونکہ ان کے پاس خدائی اختیارات نہیں ہیں وہ صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں اللہ تعالیٰ نے خدائی اختیارات مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیئے۔اللہ تعالیٰ کے سوا جن کو یہ حاجت روا ،مشکل کشا سمجھتے ہیں وہ ان کا کوئی کام نہیں کرسکتے اللہ تعالیٰ نے سمجھانے کیلئے فرمایا کہ یوں سمجھو اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ إِلَى الْمَآءِ مگر ایسے جیسے کوئی پھیلانے والا ہو اپنے دونوں ہاتھوں کو پانی کی طرف لِيَبْلُغَ فَاهُ تاکہ وہ پانی پہنچ جائے اس کے منہ میں۔ایک آدمی دریا یا نہر کے کنارے کھڑے ہوکر دونوں ہاتھوں سے پانی کو کہتا ہے کہ تو میرے منہ میں آجا تو کیا اس طرح پانی اس کے منہ میں آجائے گا؟ سارا دن بھی کہتا رہے تو ایک قطرہ بھی اس کے منہ میں نہیں آئیگا۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا هُوَ بِبَالِغِهِ اور نہیں ہے وہ پہنچنے والا اس تک۔وہ اپنی رو میں بہتا ہے اور بہتا رہے گا کنویں میں ہے تو وہیں ٹکا رہے گا اسی طرح غیر اللہ سے مرادیں مانگنے والوں کا کچھ نہیں بنے گا وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِينَ إِلَّا فِي ضَلٰلٍ اور نہیں ہے کافروں کا پکارنا مگر گمراہی میں۔اس میں

اختلاف ہے کہ کافر کی دعا قبول ہوتی ہے یا نہیں۔

کافر کی دعا کی حقیقت :

مفسرین کرامؒ کا ایک گروہ کہتا ہے کہ کافر کی کوئی دعا قبول نہیں ہوتی چاہے اس کا تعلق دنیا کیساتھ ہو یا آخرت کیساتھ کہ اسکو عذاب سے نجات مل جائے۔ مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا دوسرا گروہ کہتا ہے کہ جس میں اس کے نجات پانے کا ذکر ہو اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کا ذکر ہو قبول نہیں ہوتی البتہ دنیوی سلسلے میں کوئی دعا قبول ہوتی ہو تو ہوسکتی ہے، یہ فرماتے ہیں کہ شیطان سے بڑا کافر کون ہے یہ وہ کافر اعظم ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا آدم علیہ السلام کو سجدہ تعظیمی کرنے کا اور اس نے انکار کردیا اس پر اسکو اللہ تعالیٰ نے ٹھکرا کر نکال دیا۔ شیطان نے مردود ہونے کے بعد کہا اے پروردگار! تو مجھے مہلت دے اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْن تک یعنی دوبارہ قبروں سے اٹھنے تک۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یَوْمِ یُبْعَثُوْن تک تو نہیں یعنی نفخہ ثانیہ تک تو مہلت نہیں مل سکتی ہاں نفخہ اولیٰ تک تجھے مہلت ہے یعنی جب اسرافیل علیہ السلام بگل پھونکیں گے اور دنیا فنا ہوگی اس وقت تک تجھے مہلت ہے۔ تو شیطان ہزارہا سال سے زندہ چلا آرہا ہے جب ساری کائنات ختم ہو جائے گی عام فرشتے بھی نہیں رہیں گے پھر ابلیس لعین مرے گا تو اس نے دعا کی تھی رب نے قبول کی۔ تو ایسی دعا کہ جس کا تعلق ذات کیساتھ ہو دنیا میں قبول ہوسکتی ہے لیکن جس کا تعلق اللہ تعالیٰ کے تقرب اور نجات اخروی کیساتھ ہو کہ دوزخ سے نجات مل جائے اور جنت میں چلا جائے قبول نہیں ہوتی۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلِلّٰہِ یَسْجُدُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور اللہ تعالیٰ ہی کو سجدہ کرتی ہے وہ مخلوق جو آسمانوں میں اور زمینوں میں ہے۔ فرشتے آسمانوں میں بھی ہیں اور زمین میں بھی ہیں اور زمین میں انسان بھی ہیں جنات بھی

ہیں اوران کے علاوہ بے شمار مخلوق ہے طَوْعًا وَّ کَرْهًا خوشی سے اور جبراً۔ ایسے بھی ہیں جو خوشی سے رب تعالیٰ کے سامنے جھکتے ہیں اور ایسے بھی ہیں جو قیدی ہیں مجبور ہو کر رب تعالیٰ کے سامنے جھکتے ہیں وَ ظِلٰلُهُمْ ظِلاَلٌ ظِلٌّ کی جمع ہے بمعنی سایہ، اور ان کے سائے بِالْغُدُوِّ غُدُوّ، غُدْوَةٌ کی جمع ہے اس کا معنی ہے پہلا پہر وَالْاٰصَالِ اَصِيْلٌ کی جمع ہے اصیل کا معنی ہے پچھلا پہر۔ معنی ہوگا اور ان کے سائے بھی پہلے پہر اور پچھلے پہر سجدہ کرتے ہیں۔

سجدۂ تلاوت کا حکم :

یہ آیت سجدہ ہے اور قرآن پاک میں چودہ پندرہ آیتیں سجدے کی ہیں ان کے متعلق مسئلہ یہ ہے کہ جو پڑھے گا اس پر بھی سجدہ لازم ہوگا اور جو سنے گا اس پر بھی سجدہ لازم ہوگا۔ اب یہ آیت کریمہ میں نے تمہارے سامنے پڑھی ہے لہذا جتنے مرد عورتیں یہاں موجود ہیں ان پر سجدہ لازم ہو گیا اس کو سجدہ تلاوت کہتے ہیں۔ قرآن پاک میں سجدے کی چودہ پندرہ آیتیں ہیں سجدہ تلاوت کیلئے وہ ساری شرائط ضروری ہیں جو نماز کیلئے ضروری ہیں ، باوضو ہونا، کپڑوں کا پاک ہونا، جگہ کا پاک ہونا، نماز کا وقت ہونا مطلب یہ کہ سورج کے طلوع ہونے کے وقت اور غروب ہونے کے وقت اور زوال کے وقت سجدہ نہیں کر سکتا فجر کی نماز کے بعد سجدہ تلاوت کر سکتے ہیں کیونکہ واجب ہے البتہ نفل نہیں پڑھ سکتے اسی طرح عصر کی نماز کے بعد بھی سجدہ تلاوت کر سکتے ہیں، جنازہ بھی پڑھ سکتے ہیں کیونکہ جنازہ فرض کفایہ ہے قضا نماز بھی پڑھ سکتے ہیں نفلی نماز نہیں پڑھ سکتے۔ صبح صادق سے لیکر طلوع آفتاب تک اور عصر کی نماز کے بعد سے لیکر غروب آفتاب تک قضا نمازیں، سجدہ تلاوت، جنازہ وغیرہ سب صحیح ہیں سجدہ تلاوت ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ **اللہ اکبر کہہ کر سجدے میں**

چلا جائے، تین، پانچ، سات دفعہ تسبیحات پڑھے اور اللہ اکبر کہہ کر سر اٹھالے بس اتنا ہی کافی ہے اس میں نہ التحیات ہے اور نہ سلام پھیرنا ہے۔ اگر آیت سجدہ پڑھتے وقت کسی کو یاد نہ رہے یا اس وقت وضو نہ ہو تو بعد میں ادا کرلے یہ اس کے ذمہ لازم ہے۔

لفظِ رب کا مفہوم :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ اے نبی کریم ﷺ! آپ کہہ دیں، ان سے پوچھیں مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کون ہے تربیت کرنے والا آسمانوں کی اور زمین کی۔ رب کا معنٰی ہے تربیت کرنے والا، پالنے والا اور تربیت کیلئے بہت کچھ چاہیے، پانی چاہیے، ہوا چاہیے، لباس چاہیے اور بے شمار چیزیں تربیت کیلئے ہیں یہ تمام ضرورتیں کون پوری کرتا ہے اس مخلوق کی جو آسمانوں میں ہے فرشتے یا اور جو بھی مخلوق ہے اور زمین میں جو مخلوق ہے ان کی تربیت کرنے والا پالنے والا کون ہے قُلِ اللّٰہُ آپ خود کہہ دیں اللہ تعالیٰ ہی رب ہے۔ اگر کوئی شخص رب کے لفظ کا مفہوم ہی سمجھ لے تو شرک کے قریب نہیں جائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ پالنے والی جتنی چیزیں ہیں وہ تو ساری رب پیدا کرتا ہے اور کسی کے پاس کیا رکھا ہے تربیت کیلئے قُلْ آپ کہہ دیں اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِہٖٓ اَوْلِیَآءَ کیا پس تم نے بنالئے ہیں اللہ تعالیٰ سے نیچے اور کارساز، حاجت روا، مشکل کشا، فریادرس، دستگیر لَا یَمْلِکُوْنَ لِاَنْفُسِھِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا نہیں وہ مالک اپنے نفسوں کیلئے نفع کے اور نہ نقصان کے وہ تمہارا کیا کریں گے۔ آنحضرت ﷺ کی ذاتی گرامی سے بڑھ کر خدا کی مخلوق میں نہ کوئی ہوا ہے اور نہ ہوگا قرآن پاک سورۃ جن میں اللہ تعالیٰ نے آپ سے اعلان کروایا قُلْ اے نبی کریم ﷺ! آپ کہہ دیں لَآ اَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا "میں تمہارے لئے نفع نقصان کا مالک نہیں ہوں۔" اور سورۃ یونس آیت نمبر ۴۹ میں ہے قل آپ کہہ دیں لَا

اَمۡلِکُ لِنَفۡسِیۡ ضَرًّا وَّلَانَفۡعًا اِلَّامَاشَآءَ اللّٰہ ''نہیں میں مالک اپنے نفس کیلئے نفع نقصان کا مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے۔'' تو جب آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی نہ اپنے نفع نقصان کی مالک ہے اور نہ کسی کے نفع نقصان کی مالک ہے اور جن کو حاجت روا مشکل کشا سمجھتے ہیں وہ بیچارے بھی اپنے نفع نقصان کے مالک نہیں ہیں تو یہ ان کو خدا کی کرسی پر کیوں بٹھائے پھرتے ہیں قل آپ کہہ دیں هَلۡ یَسۡتَوِی الۡاَعۡمٰی وَالۡبَصِیۡرُ کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہیں۔ اندھے سے مراد کافر مشرک نافرمان ہے اور آنکھ والے سے مراد مومن موحد ہے اَمۡ هَلۡ تَسۡتَوِی الظُّلُمٰتُ وَالنُّوۡرُ کیا برابر ہیں اندھیرے اور روشنی، جس طرح اندھیرے اور روشنی کا فرق ہے اندھے اور بینے کا فرق ہے اسی طرح مومن اور کافر میں فرق ہے، موحد اور مشرک میں فرق ہے اَمۡ جَعَلُوۡا لِلّٰہِ شُرَکَآءَ کیا ٹھہرائے ہیں بنائے ہیں ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کیلئے شریک خَلَقُوۡا کَخَلۡقِہٖ انہوں نے پیدا کیا ہے اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی مخلوق کی طرح۔ یہ جن کو شریک بناتے ہیں کیا انہوں نے کوئی چیز پیدا کی ہے فَتَشَابَہَ الۡخَلۡقُ عَلَیۡهِمۡ پس متشابہ ہوگئی ہے مخلوق ان پر کہ وہ بھی رب تعالیٰ کی طرح پیدا کرتے ہیں اور انکو مشابہ لگ گیا ہے اور انہوں نے ان کو رب بنانا شروع کر دیا ہے حالانکہ رب تعالیٰ کے بغیر کوئی کسی چیز کا خالق نہیں ہے قُلِ آپ ﷺ کہہ دیں اللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیۡءٍ آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق ہے، وہی مالک ہے، وہی پروردگار ہے۔

شرک کی تردید :

اس رکوع کو اچھی طرح سمجھو اس میں اللہ تعالیٰ نے شرک کی خوب تردید فرمائی ہے۔ امام احمد ابن حنبلؒ نے حدیث نقل فرمائی ہے کہ دو آدمی جارہے تھے آگے ایک مقام پر

مشرکوں نے اڈا بنایا ہوا تھا (موٹے تازے کھانے پینے والے ملنگ تھے) جو وہاں جاتا اسکو کہتے یہاں کسی نہ کسی چیز کا چڑھاوا چڑھاؤ، مرغی ذبح کرو، بکری ذبح کرو کوئی اور چیز ذبح کر کے چڑھاوا چڑھاؤ ورنہ وہاں سے آگے نہیں جانے دیتے تھے، یہ دو موحد تھے جب یہ وہاں پہنچے تو انکو بھی کہا کہ یہاں کسی نہ کسی چیز کا چڑھاوا چڑھاؤ ورنہ جانے نہیں دیں گے۔ انہوں نے کہا کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کیلئے چڑھاوا جائز نہیں سمجھتے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے پاس کچھ ہے بھی نہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے چھوڑنا نہیں ہے جب تک یہاں کسی نہ کسی چیز کا چڑھاوا نہیں چڑھاؤ گے۔ انہوں نے سوچا کہ روزانہ کتنی مکھیاں مرجاتی ہیں مار دیتے ہیں اور مسئلہ یہ ہے کہ جو کیڑے مکوڑے تکلیف دیں اور مکھیاں تکلیف دیں تو ان کا مارنا جائز ہے۔ ان میں سے ایک نے کہا چلو ایک مار کے یہاں چڑھاوا چڑھا دیتا ہوں اس نے مکھی ماری چڑھاوا چڑھائی اس کو انہوں نے جانے کی اجازت دیدی وہ چلا گیا اور دوسرے نے کہا کہ میں تو غیر اللہ کے نام پر مکھی بھی چڑھاوا چڑھانے کیلئے تیار نہیں ہوں اس کو انہوں نے قتل کر دیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس نے مکھی چڑھاوا چڑھائی مرا سیدھا جہنم میں گیا اور جسکو انہوں نے قتل کیا وہ شہید ہوا سیدھا جنت میں گیا۔ تو فرمایا آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق ہے **وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ** اور وہ اکیلا ہے اور سب کو دبا کر رکھنے والا ہے۔ رب تعالیٰ کے مقابلے میں کسی کا حکم نہیں چلتا وہی ہر چیز کا کرتا دھرتا ہے۔

اَنۡزَلَ مِنَ

السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتۡ اَوۡدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحۡتَمَلَ السَّيۡلُ زَبَدًا رَّابِيًا‌ ؕ وَمِمَّا يُوۡقِدُوۡنَ عَلَيۡهِ فِى النَّارِ ابۡتِغَآءَ حِلۡيَةٍ اَوۡ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثۡلُهٗ‌ ؕ كَذٰلِكَ يَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡحَـقَّ وَالۡبَاطِلَ ؕ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذۡهَبُ جُفَآءً ‌ۚ وَاَمَّا مَا يَنۡفَعُ النَّاسَ فَيَمۡكُثُ فِى الۡاَرۡضِ‌ ؕ كَذٰلِكَ يَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡاَمۡثَالَ ؕ‏ ﴿۱۷﴾ لِلَّذِيۡنَ اسۡتَجَابُوۡا لِرَبِّهِمُ الۡحُسۡنٰى ؕ وَالَّذِيۡنَ لَمۡ يَسۡتَجِيۡبُوۡا لَهٗ لَوۡ اَنَّ لَهُمۡ مَّا فِى الۡاَرۡضِ جَمِيۡعًا وَّمِثۡلَهٗ مَعَهٗ لَافۡتَدَوۡا بِهٖ ؕ اُولٰۤـئِكَ لَهُمۡ سُوۡۤءُ الۡحِسَابِ ۙ وَمَاۡوٰٮهُمۡ جَهَـنَّمُ‌ ؕ وَبِئۡسَ الۡمِهَادُ ﴿۱۸﴾

اَنۡـزَلَ مِـنَ الـسَّـمَـآءِ مَـآءً اتارا اس نے آسمان کی طرف سے پانی فَسَـالَتۡ اَوۡدِيَةٌ پس بہہ پڑیں وادیاں بِـقَـدَرِهَـا اپنے اپنے اندازے کے مطابق فَـاحۡـتَمَلَ السَّيۡلُ پس اٹھایا سیلاب نے زَبَـدًا رَّابِيًا جھاگ پھولا ہوا وَمِـمَّـا يُوۡقِدُوۡنَ عَلَيۡهِ فِى النَّارِ اور اس میں سے جس کو یہ گرم کرتے ہیں آگ میں ابۡتِغَآءَ حِلۡيَةٍ زیور کی تلاش کیلئے اَوۡ مَتَاعٍ یا سامان زَبَـدٌ مِّثۡلُهٗ میل کچیل ہوتا ہے اسی طرح كَذٰلِكَ يَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡحَقَّ وَالۡبَاطِلَ اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ حق اور باطل کو فَـاَمَّـا الزَّبَدُ پس بہرحال جو جھاگ ہے فَـيَـذۡهَبُ جُفَآءً پس وہ چلی جاتی ہے خشک ہوکر وَاَمَّا مَا يَنۡفَعُ النَّاسَ اور بہرحال وہ چیز جو

نفع دیتی ہے لوگوں کو فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ پس وہ ٹھہر جاتی ہے زمین میں کَذٰلِکَ یَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ مثالیں لِلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّھِمُ الْحُسْنٰی ان لوگوں کیلئے جنہوں نے اپنے رب کے حکم کو قبول کیا بھلائی ہے وَالَّذِیْنَ اور وہ لوگ لَمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَہٗ جنہوں نے رب کے حکم کو قبول نہیں کیا لَوْ اَنَّ لَھُمْ اگر بیشک ان کیلئے ہو مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا جو کچھ زمین میں ہے سارا وَّ مِثْلَہٗ مَعَہٗ اور اس جیسا اس کیساتھ اور بھی ہو لَافْتَدَوْا بِہٖ البتہ وہ فدیہ دے دیں اس کیساتھ اُولٰٓئِکَ لَھُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ وہ لوگ ہیں جن کیلئے برا حساب ہے وَمَاْوٰھُمْ جَھَنَّمُ اور ٹھکانہ ان کا دوزخ ہے وَبِئْسَ الْمِھَادُ اور بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔

کفر کا عارضی غلبہ اسکے حق ہونے کی دلیل نہیں :

اللہ تبارک وتعالیٰ نے سب آدمیوں کو ایک جیسی سمجھ عقل شکل وصورت، قد و قامت، مال ودولت عطا نہیں فرمائی بلکہ فرق رکھا ہے۔ ذہن کے اعتبار سے کچھ لوگ ذہین ہوتے ہیں کچھ متوسط درجے کے اور کچھ غبی کند ذہن ہوتے ہیں۔ کم فہم لوگ تمام چیزوں میں غلط فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں مثلاً کبھی مسلمانوں کو شکست ہو جائے تو وہ شکوک وشبہات میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ کیا وجہ ہے کافر غالب آ گئے کفر کا غلبہ ہو گیا ہے حالانکہ حق و باطل کی ٹکر میں کبھی حق غالب آتا ہے کبھی باطل غالب ہو جاتا ہے اور دنیا میں بکثرت ایسا ہوا ہے۔ دیکھو غزوہ بدر میں مسلمانوں کو فتح ہوئی حالانکہ تین سو تیرہ آدمی، آٹھ تلواریں، چھ زریں تھی۔ آٹھ تلواروں کا ہزار تلوار کیساتھ مقابلہ ہوا اور اللہ تعالیٰ نے آٹھ تلواروں کو ہزار پر غلبہ

عطا فرمایا اس کے بعد احد میں ستر مسلمان شہید ہوئے آنحضرت ﷺ کا بھی ایک دانت مبارک شہید ہوا اور چہرہ مبارک زخمی ہوا آپ کے محترم چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو بے دردی کیساتھ شہید کیا گیا، شکست ہوئی۔ تو دنیا میں فتح بھی ہوتی ہے شکست بھی ہوتی ہے۔ شکست کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ حق کے حق ہونے میں کوئی شک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مثال کے ذریعے سمجھایا ہے کہ حق حق ہوتا ہے اور باطل باطل ہوتا ہے مثال یہ دی ہے کہ جب آسمان سے بارش ہوتی ہے تو ندیاں نالے چل پڑتے ہیں چھوٹے نالے میں تھوڑا پانی ہوتا ہے اور بڑے میں زیادہ بِقَدَرِهَا اپنے اپنے انداز کیساتھ پانی چلتا ہے جب زور کی بارش ہوتی ہے تو سیلاب آجاتا ہے اور سیلاب میں تنکے اور جھاگ پانی کے اوپر ہوتے ہیں اور قیمتی چیزیں سونا چاندی تانبا وغیرہ پانی کے نیچے ہوتے ہیں اب کوئی نادان یہ سمجھے کہ جھاگ پانی کے اوپر ہے لہذا یہ قیمتی چیز ہے اور نیچے جو سونا چاندی تانبا ہیرے وغیرہ ہیں ان کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے تو ایسا سمجھنا اسکی غلطی ہوگی۔ کافروں کے غلبے کو ایسے سمجھو جیسے جھاگ کہ وہ عارضی طور پر اوپر آتی ہے اور تھوڑی دیر بعد ختم ہو جاتی ہے اور حق کو اس طرح سمجھو جیسے پانی کے نیچے سونا چاندی وغیرہ قیمتی چیزیں ہیں ان کا پانی کے نیچے رہنا ان کی قدر کو کم نہیں کرتا اور جھاگ کا پانی کے اوپر ہونا اس کی قدر کو بڑھاتا نہیں ہے وہ حق ہے یہ باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً اللہ تعالیٰ نے نازل کیا، اتارا آسمان کی طرف سے پانی فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌ اَوْدِيَه وادی کی جمع ہے وادی کا معنیٰ ہے نالہ۔ معنیٰ ہوگا پس بہہ پڑے نالے بِقَدَرِهَا اپنے اپنے اندازے کے مطابق فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا پس اٹھایا سیلاب نے جھاگ پھولا ہوا پانی کی سطح پر ابھری ہوئی وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ اور اس میں سے جس کو یہ گرم کرتے ہیں آگ میں ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ زیور کی

تلاش کیلئے زیور بنانے کیلئے اَوْ مَتَاعٍ یا سامان بنانے کیلئے۔ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ میل کچیل ہوتا ہے اسی طرح، سونے چاندی تانبے وغیرہ کیساتھ بھی میل کچیل ہوتی ہے ان کو جب کٹھالی میں ڈال کر گرم کرتے ہیں تو میل کچیل دور ہو جاتی ہے کَذٰلِکَ یَضْرِبُ اللّٰہُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ حق اور باطل کو۔ حق کی مثال ایسے ہی ہے جیسے پانی کے نیچے سونا چاندی تانبا ہیرے موتی وغیرہ اور باطل کی مثال ایسی ہی ہے جیسے پانی کے اوپر جھاگ، تو جھاگ کے اوپر چھا جانے کی وجہ سے اس کی کوئی قیمت تو نہیں بن جاتی اور سونے چاندی وغیرہ کے نیچے رہنے کی وجہ سے ان کی قدر میں کمی نہیں آتی فَاَمَّا الزَّبَدُ فَیَذْهَبُ جُفَآءً پس بہر حال جو جھاگ ہے وہ چلی جاتی ہے خشک ہو کر، جھاگ تھوڑا وقت رہتی ہے پھر ختم ہو جاتی ہے اسی طرح کافروں کا عارضی غلبہ بھی جھاگ کی طرح ہے عارضی غلبہ کی وجہ سے ان کو حق پر نہ سمجھو وَاَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ اور بہر حال وہ چیز جو لوگوں کو فائدہ دیتی ہے سونا چاندی وغیرہ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ پس وہ ٹھہر جاتی ہے زمین میں کَذٰلِکَ یَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ مثالیں تاکہ تم مثالوں کے ذریعے سمجھو کہ عارضی غلبہ کیوجہ سے کافر مسلمانوں کو مٹا نہیں سکتے۔

حق کو دنیا کی کوئی طاقت نہیں مٹا سکتی :

دنیائے کفر نے بہت دفعہ کوشش کی ہے حق کو مٹانے کی مگر نہیں مٹا سکے اور نہ مٹا سکیں گے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے پروردگار سے تین چیزیں مانگی تھیں ان میں سے دو چیزیں تو مجھے عطا فرما دی گئیں اور ایک چیز سے منع کر دیا گیا۔ ایک چیز کی درخواست میں نے یہ کی تھی کہ میری امت کو قحط عام میں ہلاک نہ کیا جائے یہ درخواست قبول فرمالی گئی۔ دوسری درخواست میں نے یہ کی تھی کہ میری امت کو پانی میں غرق کر کے ہلاک نہ کیا

جائے اور میری یہ درخواست بھی قبول فرمالی گئی۔تیسری درخواست یہ تھی کہ میری امت کے لوگ آپس میں دست وگریباں نہ ہوں لیکن میری یہ درخواست قبول نہیں ہوئی (رواہ مسلم)

جس جگہ آپ نے یہ تین دعائیں کی تھیں وہاں مسجد تعمیر کی گئی ہے جس کا نام مسجد اجابہ ہے یہ مسجد نبوی سے شمال مغرب کی طرف چھوٹی سی مسجد ہے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ سے لوگوں نے پوچھا حضرت مسلمانوں پر کوئی ایسا عذاب بھی آسکتا ہے جس میں سارے مسلمان تباہ ہوجائیں، امت من حیث الامت تباہ ہوجائے؟ فرمایا نہیں! میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے ایسا کوئی آسمانی عذاب نہیں آئیگا جس سے ساری کی ساری امت تباہ ہوجائے۔ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ساری دنیا کے کافر اکٹھے ہوکر مسلمانوں کے وجود کو ختم کرنا چاہیں تو ختم نہیں کرسکتے۔لہذا سب کے سب کافر مل کر بھی زور لگائیں تو مسلمانوں کو ختم نہیں کرسکتے۔صلیبی جنگیں تاریخ کا اہم موضوع ہیں جس میں ان تمام کافروں، برطانیہ، بیلجیئم، ڈنمارک، پولینڈ، ہالینڈ وغیرہ تمام خبیثوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ ہم نے مسلمانوں کو ختم کرنا ہے۔اس زمانے میں انہوں نے مسجد اقصیٰ پر قبضہ بھی کیا لیکن مسلمان مسلمان ہوتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے انکی سرکوبی کیلئے سلطان صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے آدمی کو ان کے مقابلے کیلئے کھڑا کیا اور علامہ بلقینی رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے عالم کو کھڑا کیا انہوں نے کفر کا مقابلہ کیا ان کے دانت کھٹے کردیئے اور صلیب کے نام پر جو کافر اکٹھے ہوئے تھے ان کی طاقت کو رب تعالیٰ نے ختم کیا یہ تباہ وبرباد ہوئے اور ذلیل ہوکر واپس گئے۔آج بھی دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ سلطان صلاح الدین ایوبی" جیسا کوئی آدمی ہمیں عطا کرے۔ پروردگار! الپ ارسلان سلجوقی رحمہ اللہ تعالیٰ جیسا آدمی دے، پروردگار! سلطان بایزید یلدرم ترکی رحمہ اللہ تعالیٰ جیسا کوئی بندہ دے، سلطان محمود

غزنوی جیسا کوئی بندہ ہمیں دے ان جیسا کوئی ایک ہی بندہ آجائے تو ان شاء اللہ انقلاب آجائے گا مگر ہمارے پاس کیرل کنگو آتے ہیں اپنے مطلب نکالنے اور دولت جمع کرنے کیلئے ، یہ لوگوں کا خون چوسنے کیلئے جونکیں ہیں لیکن اسلام اللہ تعالیٰ کا حق مذہب ہے سچا مذہب ہے اسکو دنیا کی کوئی طاقت کوئی قوۃ نہیں مٹا سکتی۔ ایک زمانہ وہ بھی تھا کہ انگریز کے اقتدار میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا ایک جگہ غروب ہوا تو دوسری جگہ طلوع ہوا ساری دنیا پر چھایا ہوا تھا۔ برطانیہ کے وزیر اعظم گلیڈ سٹون نے دار العوام میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے پاس اتنی قوۃ ہے کہ اگر ہم پر آسمان بھی گرنا چاہے تو اسے ہم سنگینوں کی نوکوں پر تھام لیں گے لیکن وہ اسلام اور مسلمانوں کو ختم نہ کر سکے بلکہ خود سمٹ کر ایک جزیرے میں رہ گئے اور اس وقت تو الحمد للہ جرمنی میں انگلینڈ میں امریکہ اور فرانس وغیرہ ہر ملک میں مسلمان دن بدن بڑھ رہے ہیں اور مسلمانوں کی اس افرادی قوت سے امریکہ اور فرانس جیسی خبیث قوتیں بھی گبھرا رہی ہیں اگر کسی ایک ملک میں بھی اسلامی قانون صحیح معنٰی میں نافذ ہو جائے جیسے افغانستان میں طالبان کے علاقہ میں ہے تو پھر ہماری طرف نگاہ اٹھا کر کوئی نہیں دیکھے گا عدل وانصاف ہوگا امن وآتشی ہوگی لوگ ہم سے مطالبہ کریں گے کہ اس طرح کا امن اور انصاف ہمیں بھی دو لیکن اس سے کفریہ طاقتیں گھبرائی ہوئی ہیں اور مختلف ملکوں میں مسلمانوں پر ظلم کر رہے ہیں۔ روس میں، چیچنیا میں، فلپائن میں، اوپٹیریا میں، کشمیر میں، فلسطین میں، کوسوو میں مسلمانوں پر ظلم ڈھائے جا رہے ہیں اور مسلمان بادشاہ گونگے بنے ہوئے ہیں کوئی ان کے حق میں آواز بلند کرنے کیلئے تیار نہیں ہے کم از کم اتنا ہی کہیں کہ ظلم بند کرو آج ان علاقوں میں مسلمان مظلوم ہیں اللہ کرے کہ ہم صحیح معنٰی میں مسلمان بن جائیں اور اللہ تعالیٰ کی نصرت آجائے۔ بہر حال اسلام اور مسلمان دنیا سے مٹ نہیں سکتے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں ایک گروہ حق پر ڈٹا رہے گا قیامت کے آنے تک لَایَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ وَلَا مَنْ خَذَلَهُمْ وَلَامَنْ نَاوٰهُمْ "نہیں نقصان پہنچا سکے گا انکو وہ جوان کی مخالفت کریگا اور نہ وہ جوان کو رسوا کرنے کی کوشش کریگا اور نہ وہ جوان کا مقابلہ کریگا۔" تو حدیث پاک میں تین لفظ آئے ہیں خَالَفَهُمْ جوان کی مخالفت کریگا مَنْ خَذَلَهُمْ کا مطلب یہ ہے کہ اس طبقے کیساتھ وقتی طور پر ملنے کے بعد الگ ہو جائیں فصلی بٹیرے تو ان کا جدا ہونا بھی انکو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا کیونکہ وہ اسلام کیساتھ بڑے مخلص ہونگے وفادار ہونگے اور نَاوٰهُمْ کا مطلب یہ ہے کہ اندرونی طور پر ان کیخلاف سازشیں کرنا۔ تو اندرونی طور پر ان کیخلاف سازشیں کرنے والے بھی ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ اب یہ امریکہ پریشان ہے کہ پاکستان میں چھ لاکھ کے قریب طلباء دینی تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور اکثر مجاہد قسم کے ہیں بنی بنائی چھ لاکھ کی فوج کوئی معمولی نہیں ہوتی۔ بھٹو صاحب نے مدارس پر پابندی لگانے کی کوشش کی تو از شریف کے ان سے الگ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی تھی اللہ تعالیٰ نے مظلوموں کی دعا قبول فرمائی ان کے آدمی میرے پاس بھی آئے۔ کہنے لگے تمہارے پاس کتنے مدرس ہیں اور کتنے طلباء ہیں؟ تمہارا نظم کیا ہے تمہیں پیسے کہاں سے ملتے ہیں؟ دیگر تمام مدارس کے بھی کوائف انہوں نے اکٹھے کئے اس کا مطلب یہ تھا کہ سرکاری طور پر ان پر پابندی لگائی جائے اور کوئی مدرسہ نہ چل سکے مگر ان کو اللہ تعالیٰ نے ذلیل کیا اور مدرسے چلتے رہے اور ان شاء اللہ چلتے رہیں گے۔ حق حق ہے اور باطل باطل ہے۔ پھر ضیاء الحق کے دور میں زکوۃ پر قبضہ ہوا کہ زکوۃ حکومت خود وصول کریگی اور عشر بھی حکومت وصول کریگی اور کر رہی ہے۔ ان کے ابوامریکہ کا مقصد یہ تھا کہ اس طرح مدارس بند ہو جائیں گے کیونکہ مدارس زکوۃ پر چلتے ہیں الحمد للہ حکومت کے اس اقدام کے

باوجود مدارس پہلے سے زیادہ چل رہے ہیں۔ مدرسہ نصرت العلوم میں گذشتہ سال طلباء اور طالبات کی تعداد تیرا سو تھی اور ساٹھ سے زیادہ افراد کا عملہ ہے برائے نام میں بھی وہاں کا سربراہ ہوں ہمارے پاس حکومت کے نمائندے آئے کہ تمہارے مدرسہ کے کافی اخراجات ہیں حکومت سے گرانٹ لے لو تمہیں سالانہ تین لاکھ روپیہ ملے گا ہم نے انکار کر دیا کہ ہمیں حکومت کی گرانٹ کی ضرورت نہیں ہے۔ انہوں نے ہمیں کافی ڈرایا، دھمکایا اور کہا کہ تمہیں گرانٹ لینی پڑے گی مگر ہم نہیں مانے پھر صوبائی حکومت کے نمائندے آئے اور کہنے لگے کہ یہ امداد تمہیں لینی پڑے گی ورنہ ہم تمہیں قید کر دیں گے۔ ہم نے کہا کہ پہلے کئی دفعہ قید کاٹی ہے اگر امداد نہ لینے کی وجہ سے کاٹنی پڑی تو یہ بھی کاٹ لیں گے لیکن گرانٹ نہیں لینی اور لی بھی نہیں۔ یہاں گکھڑ میں ہمارے مدرسہ کے صدر محترم نے غلطی سے چند ہزار لے لئے معلوم نہیں کہ وہ کتنے تھے مجھے معلوم ہوا تو میں ان کے پیچھے پڑ گیا کہ یہ تم نے کیوں لئے ہیں؟ کہنے لگے مجھے علم نہیں تھا انہوں نے دیئے اور میں نے لے لئے۔ میں نے کہا کہ ہم نے حکومت سے امداد نہیں لینی پھر اس کے بعد آج تک الحمدللہ نہیں لئے اور تمہیں معلوم ہے کہ ہمارے ہاں تقریباً ستر کے قریب طلباء تعلیم حاصل کر رہے ہیں تین چار مدرس ہیں ہمارے ہاں بیرونی بچے پڑھتے ہیں لڑکیوں کا مدرسہ بھی ہے یہ سب اللہ تعالیٰ کی مدد ہے اور عالم اسباب میں تم دوستوں کا تعاون ہے۔ تو حق حق ہے اسکو کوئی مٹا نہیں سکتا چاہے جتنا کوئی زور لگائے حق کو مٹانے والے خود مٹ جائیں گے۔ بہر حال ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مثال کے ذریعے یہ بات سمجھائی کہ اگر کسی وقت کفر کا غلبہ ہو جائے تو وہ ایسے ہی ہے جیسے سیلاب کے پانی کے اوپر جھاگ ہوتی ہے حق نیچے آ گیا ہے تو حق حق ہی ہے جہاں رہے۔

مستحقین جنت کون لوگ ہیں :

لِلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّھِمُ الْحُسْنٰی ان لوگوں کیلئے جنہوں نے اپنے رب کے حکم کو قبول کیا مانا بھلائی ہے اور یہ معنٰی بھی کرتے ہیں کہ ان کیلئے جنت ہوگی اور یہ معنٰی بھی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور تقرب انکو حاصل ہوگا وَالَّذِیْنَ لَمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَهٗ اور وہ لوگ جنہوں نے رب تعالیٰ کے حکم کو نہیں مانا لَوْ اَنَّ لَھُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا اگر بیشک ان کیلئے ہو جو کچھ زمین میں ہے سارا۔ اس جگہ اجمال ہے اور سورۃ آل عمران آیت نمبر ۹۱ فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِھِمْ مِلْءُ الْاَرْضِ ذَھَبًا وَّلَوِ افْتَدٰی بِهٖ ’’پس ہرگز نہیں قبول کیا جائے گا ان میں سے کسی ایک سے سونے سے بھری ہوئی زمین اگرچہ اس کا وہ فدیہ دیدے۔‘‘ اندازہ لگاؤ سونے سے بھری ہوئی زمین یعنی مشرق سے لیکر مغرب تک، شمال سے لیکر جنوب تک، زمین کے فرش سے لیکر آسمان کی چھت تک سونا ہی سونا ہو تو اس کی کتنی مالیت ہوگی۔ اس وقت سونے کی مالیت پونے چھ ہزار ہے ۹۸-۱۹۹۷ء میں (اور مُرَتَّب ہونے کے وقت ایک تولہ سونے کی قیمت تقریباً تیس ہزار ہے۔) تو اتنا سونا اگر اس کے پاس ہو اور قیامت والے دن عذاب سے چھٹکارا حاصل کرنے کیلئے دیدے تو چھٹکارا حاصل نہیں ہوگا بلکہ فرمایا وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ اور اس جیسا اس کیساتھ اور بھی ہو دیکر عذاب سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہے فرمایا لَافْتَدَوْا بِهٖ البتہ وہ فدیہ دے دے اس کیساتھ تو قبول نہیں کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے کسی نفس کو اسکی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی :

آج تو چھٹکارا بڑا آسان ہے صرف دل کو پھیرنا ہے ارادہ کرنا ہے کہ ایمان لاتا ہوں شرک اور کفر کو چھوڑتا ہوں یہ ایسی مشکل بات تو نہیں ہے کہ انسان نہ کر سکے اور اللہ

تعالیٰ نے انسان کو کوئی ایسا حکم نہیں دیا جو انسان کی طاقت سے باہر ہو لَا یُکَلِّفُ نَفْسًا اِلاَّ وُسْعَھَا ''نہیں تکلیف دی اللہ تعالیٰ نے کسی نفس کو مگر اسکی طاقت کے مطابق۔'' مثلاً جو شخص کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا بیٹھ کر پڑھ لے غسل وضو نہیں کر سکتا تیمم کر کے پڑھ لے، بیٹھ کے بھی نہیں پڑھ سکتا اشارے کیساتھ پڑھ لے البتہ ہوش وحواس ہوتے ہوئے نماز معاف نہیں ہے صرف وہی نمازیں معاف ہونگی کہ کوئی بیمار ہے کہ پانچ نمازوں کے اوقات گذر جائیں اور وہ بے ہوش رہے اس بیہوشی کی نمازیں معاف ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا خطاب اَقِیْمُوْا الصَّلٰوۃَ نماز قائم کرو۔ ان لوگوں کو ہے جو با ہوش ہوں اگر ہوش نہیں تو خطاب بھی نہیں اور یاد رکھنا! اگر دن کی پانچ نمازوں میں سے ایک، دو، تین کے وقت ہوش ہے پھر بے ہوش ہو گیا ہے تو جن میں ہوش ہے ان کو قضا کرنا پڑے گا اور روزے کا حکم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص روزہ نہیں رکھ سکتا تو فدیہ دے لیکن مسئلہ اچھی طرح سمجھ لیں یہ حکم اس بیمار کیلئے ہے کہ جسکو شفا کی امید نہ ہو اور اس بیماری میں روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو اور جو عارضی بیماریاں ہیں بخار وغیرہ تو ان میں صحت یاب ہونے کے بعد روزہ قضا کرنا ہے فدیہ نہیں ہے۔ عورتیں بھی مسئلہ اچھی طرح سمجھ لیں کہ ہر بیماری میں فدیہ نہیں ہے فدیہ اس بیماری میں ہے کہ طبی اور ڈاکٹری لحاظ سے روزہ رکھنا درست نہ ہو اور اس بیماری سے شفا یاب ہونے کا امکان بھی نہ ہو اور ہر ہر نماز کا فدیہ ہے اور ایک دن میں چھ نمازیں ہیں پانچ نمازیں اور چھٹا وتر ہے کیونکہ وتر واجب ہے اور واجب عملی طور پر فرض ہوتا ہے۔ اور فی نماز دو سیر گندم فدیہ ہے تو ایک دن کی نمازوں کا کفارہ بارہ سیر گندم ہے اور روزے کا فدیہ ایک مسکین کا کھانا ہے دو وقت کا اور وہ اس جگہ کے حساب سے ہوگا جہاں وہ رہتے ہیں مثلاً یہاں گکھڑ میں ایک وقت کے کھانے پر جتنے پیسے خرچ ہوتے ہیں اور دوپہر کے کھانے پر

کتنے پیسے خرچ ہوتے ہیں۔ چاہو تو مسکین کو دو وقت کا کھانا کھلا دو یا اتنے پیسے دیدو، ایک مسکین کو تم نماز روزے کا اکٹھا فدیہ دے سکتے ہو لیکن مسکین وہ کہ اس کیلئے زکوۃ لینی جائز ہو عشر لینا جائز ہو۔ تو فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کے حکم کو قبول نہیں کرتے اگر ان کیلئے ہو جائے جو کچھ زمین میں ہے اور اس جیسا اور بھی اور وہ اس کے ساتھ فدیہ دے دیں تو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے چھٹکارا حاصل نہیں کر سکتے اُولٰٓئِکَ لَھُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ وہ لوگ ہیں جن کیلئے برا حساب ہے وَمَاْوٰھُمْ جَھَنَّمُ اور ٹھکانہ ان کا دوزخ ہے جس کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس سے بچائے اور محفوظ رکھے وَبِئْسَ الْمِھَادُ اور بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔ اسی لئے آنحضرت ﷺ امت کی تعلیم کی خاطر اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ جَھَنَّمَ پڑھتے تھے۔ اے پروردگار! دوزخ کے عذاب سے بچا، اپنی گرفت سے بچا، گناہوں سے بچا۔

❁ ❁ ❁

اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۹﴾ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ﴿۲۰﴾ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ﴿۲۱﴾ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۲﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ﴿۲۳﴾ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۴﴾

اَفَمَنْ يَّعْلَمُ کیا پس وہ شخص جانتا ہے اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ بیشک وہ چیز جو اتاری گئی ہے آپ کی طرف مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ آپ کے رب کی طرف سے حق ہے كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى اس شخص کی طرح ہے جو اندھا ہے اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ پختہ بات ہے نصیحت پکڑتے ہیں عقلمند لوگ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ عقلمند وہ لوگ ہیں جو پورا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے عہد کو وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ اور نہیں توڑتے وہ اللہ تعالیٰ کے عہد کو وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اور وہ لوگ جو ملاتے ہیں مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اس چیز کو کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اسکے بارے میں اَنْ يُّوْصَلَ کہ اسکو ملایا جائے وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ اور وہ ڈرتے ہیں

اپنے رب سے وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ اور خوف کرتے ہیں برے حساب سے وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ اور وہ لوگ جو صبر کرتے ہیں اپنے رب کی رضا چاہتے ہوئے وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ اور قائم کرتے ہیں نماز کو وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ اور خرچ کرتے ہیں اس میں سے جو ہم نے انکو رزق دیا ہے سِرًّا وَّعَلَانِيَةً مخفی بھی اور ظاہر بھی وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اور وہ ٹالتے ہیں بھلائی کیساتھ برائی کو اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ وہ لوگ ہیں جن کیلئے آخرت کا گھر ہے جَنّٰتُ عَدْنٍ رہنے کے باغ ہیں يَّدْخُلُوْنَهَا داخل ہونگے ان میں وَمَنْ صَلَحَ اور وہ بھی داخل ہونگے جو نیک ہیں مِنْ اٰبَآئِهِمْ ان کے اباؤ اجداد میں سے وَاَزْوَاجِهِمْ اور ان کی بیویوں میں سے وَذُرِّيّٰتِهِمْ اور ان کی اولادوں میں سے وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ اور فرشتے داخل ہوں گے ان پر مِّنْ كُلِّ بَابٍ ہر دروازے سے سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ کہیں گے سلام ہو تم پر بِمَا صَبَرْتُمْ اس وجہ سے کہ تم نے صبر کیا فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ پس کیا اچھا ہے آخرت کا گھر۔

اس سے قبل دو گروہوں کا ذکر تھا ایک وہ جو رب تعالیٰ کا حکم ماننے والے ہیں اور دوسرے وہ جو رب تعالیٰ کے حکم کو نہیں مانتے اور دونوں کی جزا کا بھی ذکر فرمایا کہ جو ماننے والے ہیں ان کیلئے حُسنٰی بھلائی ہے اور جو نہیں مانتے وہ دوزخ سے نہیں بچ سکتے چاہے ساری دنیا سونے کی بھری ہوئی اور اتنی اور بھی ساتھ ہو اور فدیہ دیدیں تو فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا اسی سلسلے میں آگے دو آدمیوں کا ذکر ہے۔ ایک ابوجہل اور دوسرے حضرت حمزہؓ۔

ان آیات کا شان نزول یہ بتلاتے ہیں کہ ایک دن ابوجہل جو بڑا بے لحاظ اور منہ پھٹ آدمی تھا اس کا نام عمرو ابن ہشام تھا اور ابوالحکم اسکی کنیت تھی۔ ابوالحکم کا معنٰی ہے چیئرمین، یہ مکہ مکرمہ کا چیئرمین تھا۔ اس نے آنحضرت ﷺ کو بڑی بری گالیاں دیں ایک لونڈی سن رہی تھی مگر عورت ذات اور لونڈی تھی دل میں کڑھتی رہی کہ محمد رسول اللہ ﷺ جیسی شریف ذات کو برا بھلا کہنا گالیاں دینا بری بات ہے۔ اس دن حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شکار کیلئے دور گئے ہوئے تھے واپس آئے تو یہ لونڈی راستے میں کھڑی تھی دیکھا کہ انہوں نے اپنی پیٹھ پر شکار کا تھیلا ڈالا ہوا ہے جسمیں خرگوش کبوتر وغیرہ پرندے ہیں اور ہاتھ میں کمان ہے قریب آئے تو اس لونڈی نے اِدھر اُدھر دیکھ کر کہ کوئی آدمی تو نہیں دیکھ رہا، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے، وہ باندی کہنے لگی چچا جان میرا نام نہ لینا میں نے تمہارے ساتھ ایک بات کرنی ہے وہ یہ کہ ابوالحکم ابوجہل نے محمد (ﷺ) کو بڑی بُری گالیاں دی ہیں ایسی کہ میں کہہ نہیں سکتی پھر کچھ سنا بھی دیں مگر وہ ایسے الفاظ ہیں کہ مسلمان ان کو اپنی زبان پر نہیں لاسکتا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو بڑا غصہ آیا ابوجہل کی تلاش میں چل پڑے ابوجہل ننگے سر گوٹھ مار کر اپنی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا اور اپنے دوستوں کیساتھ گپیں مار رہا تھا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے کمان کے کنارے سے اس کے سر پر چند ضربیں زور زور سے لگائیں کہ وہ زخمی ہو گیا۔ شور پڑ گیا لوگوں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تمہارا دماغ تو نہیں پھر گیا سردار کو مارا ہے۔ فرمایا میں اسکی سرداری نکالتا ہوں اس نے میرے بھتیجے کو گالیاں دیں ہیں یہ ہوتا کون ہے گالیاں نکالنے والا۔ انہوں نے کہا کہ تم تو ہمارے عقیدے کے آدمی ہو اور اپنے عقیدے کے آدمی کو زخمی کر دیا ہے فرمایا پہلے تھا اب نہیں ہوں وہاں سے سیدھے آنحضرتؐ کے پاس پہنچے اور کلمہ پڑھا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور مسلمان ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَفَمَنْ یَّعْلَمُ کیا پس وہ شخص جانتا ہے۔ مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ شخص سے مراد حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور اس صفت کے جو لوگ بھی قیامت تک پیدا ہونگے وہ اس میں داخل ہیں کہ کیا پس وہ شخص جو جانتا ہے اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ الْحَقُّ بیشک وہ چیز جو اتاری گئی ہے آپ کی طرف قرآن اور حدیث وحی آپ کے رب کی طرف یہ شخص جو جانتا ہے حق ہے کَمَنْ ھُوَ اَعْمٰی اس شخص کی طرح ہے جو اندھا ہے دل کا ابوجہل وغیرہ۔ تو جسطرح بینا اور نابینا میں فرق ہے اسی طرح مومن اور کافر میں فرق ہے ایک وہ ہے کہ جس نے آنکھیں بند کی ہوئی ہیں اور کہتا ہے کہ مجھے کچھ نظر نہیں آتا۔ شاعر کہتا ہے......

؎ آنکھیں اگر بند ہیں تو پھر دن بھی رات ہے
بھلا اس میں قصور کیا ہے آفتاب کا

دن چڑھا ہوا ہو اور مطلع بھی صاف ہو اور کوئی آدمی آنکھیں بند کر کے کہے کہ مجھے سورج دکھاؤ کہاں ہے تو اسکو کون دکھائے گا جب آنکھیں کھولے گا تو سورج نظر آئے گا تو جو شخص حق کی تلاش میں ہی نہیں ہے تو اسکو حق کہاں سے نصیب ہوگا جس میں طلب ہوگی اس کو ضرور حق نصیب ہوگا اللہ تعالیٰ بڑا بے پرواہ ہے جبراً ہدایت کسی کو نہیں دیتا اِنَّمَا یَتَذَکَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ پختہ بات ہے نصیحت پکڑتے ہیں عقلمند لوگ۔ لفظ اُولُو، ذُوْ کی جمع ہے اور الباب لُبّ کی جمع ہے لب کا معنٰی عقل ہے۔ تو اُولُوا الْاَلْبَابُ کا معنٰی ہے عقل والے۔ تو عقلمند کون ہیں اللہ تعالیٰ عقلمند کن لوگوں کو کہتے ہے اور آج دنیا تو عقلمند ان کو کہتی ہے جنہوں نے راکٹ تیار کیے، میزائل تیار کیے، جہاز تیار کیے، چاند تک پہنچے، زھرہ تک جانے کا ارادہ رکھتے ہیں، کلاشنکوف ایجاد کی ہے اور دیگر مہلک ہتھیار تیار کیے ہیں دنیا کی تباہی کا

ساما ن تیار کیا ہے۔کلاشنکوف کا موجد میخائیل کلاشنکوف ابھی تک زندہ ہے اس وقت اس کی عمر ۸۰ سال ہے۔اخبارات میں اس کا بیان چھپا ہے وہ اپنی اس ایجاد پر سخت پشیمان ہے کہ میں نے ایسی چیز ایجاد کی کہ جس میں لوگوں کی تباہی اور بربادی ہے کاش کہ میں کوئی ایسا کام کرتا جس سے لوگوں کو فائدہ ہوتا۔تو ایسے لوگوں کو دنیا عقلمند کہتی ہے اللہ تعالیٰ نے کن لوگوں کو عقلمند کہا ہے؟اور قرآن پاک کی اصطلاح میں عقلمند کون ہیں؟اسکو اچھی طرح سمجھو۔

عقلمندوں کے اوصاف :

یہ اللہ تعالیٰ نے عقلمندوں کے اوصاف بیان فرمائے ہیں۔فرمایا اَلَّذِیْنَ یُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ عقلمند وہ لوگ ہیں جو پورا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے عہد کو،اللہ تعالیٰ کا وعدہ کیا ہے؟ابھی لوگ اس جہان میں نہیں آئے تھے بلکہ عالم ارواح اور عالم میثاق میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے سب کو ادراک وشعور عطا فرمایا پھر پوچھا اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں قَالُوْا بَلٰى سب نے کہا ہاں آپ ہمارے رب ہیں یہ وعدہ اللہ تعالیٰ نے وادی مُعَرَّةُ النُّعْمَان جو عرفات کے میدان میں ہے وہاں لیا تھا۔تو عقلمند وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے اس عہد کو پورا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو رب نہیں بناتے پھر جب کلمہ پڑھتے ہیں اور ایمان مجمل اور ایمان مفصل کا اقرار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قَبِلْتُ جَمِيْعَ اَحْكَامِهٖ میں نے رب تعالیٰ کے سارے احکام قبول کیے ہیں اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار آنحضرت ﷺ کی رسالت کا اقرار یہ تمام چیزیں اس عہد میں داخل ہیں۔دوسری صفت...... وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ اور نہیں توڑتے وہ اللہ تعالیٰ کے عہد کو۔اسی طرح نیک بندوں کیساتھ جو جائز معاہدے کرتے ہیں اسکو بھی نہیں توڑتے بلکہ پورا کرتے ہیں۔حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو شخص وعدہ کر کے پورا نہیں کرتا وہ منافق ہے لہذا کسی کے ساتھ وعدہ نہ کرو اور

کرنا ہے تو تب کرو کہ سمجھو کہ نبھا سکتے ہو پھر دیانتداری کیساتھ اسکو نبھانے کی کوشش کرو۔
حدیث پاک میں آتا ہے کہ منافق کی چار علامتیں ہیں۔
پہلی علامت...... اِذَا حَدَّثَ کَذَبَ جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔ تو جھوٹ بولنا منافق کی پہلی علامت ہے۔ دوسری علامت...... اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ جب اسکے پاس امانت رکھی جائے گی تو خیانت کرے گا۔ تیسری علامت...... اِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ جب کسی کیساتھ وعدہ کریگا تو خلاف ورزی کریگا۔ چوتھی علامت...... اِذَا خَاصَمَ فَجَرَ جب کسی کیساتھ جھگڑا کریگا تو فحش گوئی پر اتر آئیگا گالیاں نکالے گا۔ گالیوں میں تو ہم نے منافقوں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے کہ ہم ہنسی خوشی میں بھی ایک دوسرے کو گالیاں دیتے ہیں حالانکہ گالی اتنی بری چیز ہے کہ خدا پناہ! اللہ تعالیٰ کے فرشتے جو ہونٹ کے پاس ہوتے ہیں وہ دور بھاگ جاتے ہیں۔
عقلمندوں کی تیسری صفت...... وَالَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اور وہ لوگ جو ملاتے ہیں اس چیز کو کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اسکے بارے میں اَنْ یُّوْصَلَ کہ اسکو ملایا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اپنا تعلق اللہ تعالیٰ کیساتھ جوڑنے کا وہ جوڑتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کیساتھ جوڑنے کا، کتابوں کیساتھ جوڑنے کا وہ جوڑتے ہیں آپس میں صلہ رحمی کرتے ہیں۔ چوتھی علامت...... وَیَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ اور وہ ڈرتے ہیں اپنے رب سے، رب تعالیٰ سے ڈرنے کا مطلب یہ ہے کہ اسکی نافرمانی، اس کی پکڑ، اس کی گرفت اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ عقلمندوں کی پانچویں صفت...... وَیَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ اور ڈرتے ہیں برے حساب سے کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت میں انسان اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونگے اور رب تعالیٰ ان سے نیکی

بدی کے بارے میں پوچھیں گے اگر اس وقت حساب میں کامیابی نہ ہوئی تو بہت برا نتیجہ ہو گا اسکا وہ ہر وقت خوف کرتے ہیں۔چھٹی صفت...... وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ اور وہ لوگ جو صبر کرتے ہیں اپنے رب کی رضا چاہتے ہوئے۔وَجْهَ کا معنی رضا ہے نیکیوں پر ڈٹے رہتے ہیں اور برائیوں سے بچتے ہیں تکلیفوں پر صبر کرتے ہیں۔مسئلہ سمجھ لیں کہ شرعی دائرے میں رہتے ہوئے تکلیف کے ازالے کی کوشش کرنا بیماری کے علاج کرنے کا حکم ہے۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے بندو! جب بیمار ہو جاؤ تو علاج کرو اللہ تعالیٰ نے ایسی کوئی بیماری پیدا نہیں کی جسکا علاج نہ ہو سوائے دو بیماریوں کے ایک بڑھاپا اور دوسری موت،باقی ہر بیماری کا علاج ہے یہ الگ بات ہے کہ حکیم ڈاکٹر کی سمجھ میں نہ آئے تشخیص نہ ہو سکے۔ایک شخص آنحضرت ﷺ کے پاس آیا کہ حضرت مجھے دم کر دیں۔ آپ ﷺ نے اس کو دم کیا اور فرمایا کہ فلاں حکیم کے پاس جا کر علاج کراؤ۔تو دونوں طریقے بتلائے دم روحانی علاج ہے اور حکیم ڈاکٹر کے پاس جانا یہ جسمانی علاج ہے اگر آپ ﷺ یہ نہ فرماتے تو ممکن ہے اسکا ذہن اس میں بند ہو جاتا کہ علاج صرف دم کرانا ہی ہے،دوا لینا بھی علاج ہے۔آنحضرت ﷺ کے دور میں حارث ابن کلاہ ؓ بڑا ماہر حکیم تھا سرزمین عرب میں اسکی بڑی شہرت تھی اس نے دو باتیں کہی ہیں وہ سب کو یاد رکھنی چاہئیں۔فرماتے ہیں رَأْسُ الدَّاءِ الْبِطْنَةُ وَرَأْسُ الدَّوَاءِ الْحَمِيَّةُ ''بیماریوں کی جڑ پیٹ بھر کر کھانا ہے اور اصل علاج پرہیز ہے۔''تو علاج کرانا نہ صبر کیخلاف ہے اور نہ توکل کیخلاف ہے بلکہ جو شخص اس سلسلے میں اپنے اوپر خرچ کریگا بیوی بچوں پر خرچ کریگا بہن بھائیوں میں سے کسی پر خرچ کریگا یہ سمجھتے ہوئے کہ آنحضرت ﷺ نے حکم دیا ہے جو جتنے پیسے خرچ کریگا ان کا اسکو ثواب ملے گا شفا ہو یا نہ ہو کہ شفا تو رب تعالیٰ کے پاس ہے بات

نیت کی ہے نیت نہیں ہے تو کچھ بھی نہیں ہے اسلئے جب بھی اپنا یا کسی کا علاج کراؤ تو یہ نیت کرلو کہ آنحضرت ﷺ کا حکم ہے اسلئے میں علاج کراتا ہوں۔ ساتویں صفت...... وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ اور قائم کرتے ہیں نماز کو۔ نماز وقت پر قاعدے کے مطابق پابندی کیساتھ پڑھتے ہیں عقلمندوں کے مرد بھی اور عورتیں بھی۔ آٹھویں صفت وَاَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ سِرًّا وَّعَلَانِیَۃً اور خرچ کرتے ہیں اس میں سے جو ہم نے انکو رزق دیا ہے مخفی بھی اور ظاہری طور پر بھی۔ اگر کسی کی نیت صاف ہے ریا نہیں ہے اور کھلے طور پر صدقہ خیرات کرتا ہے تو یہ بھی جائز ہے اور مخفی طور پر دیتا ہے تو یہ بھی جائز ہے لیکن جہاں ریا کا شبہ ہو وہاں مخفی طور پر دینا ہی بہتر ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے سات قسم کے آدمی عرش کے سائے کے نیچے ہونگے جب عرش کے سائے کے علاوہ کوئی اور سایہ نہیں ہوگا۔ ان میں سے ایک شَابٌّ نَشَأَ فِیْ عِبَادَۃِ اللّٰہِ ''وہ نوجوان ہوگا جس کی جوانی اللہ تعالیٰ کی بندگی میں گذری۔'' جوانی میں عبادت کا بڑا ثواب ہے بوڑھا ہو کر بھی بندہ عبادت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کسی کی عبادت کو ضائع نہیں کرتا مگر عزیزو یاد رکھنا! جو ثواب جوانی کی عبادت کا ہے بڑھاپے کی عبادت کا وہ نہیں ہے۔ اور ایک وہ ہوگا جو دائیں ہاتھ سے صدقہ کرتا ہے تو بائیں کو پتہ نہیں چلتا۔ اتنے اخلاص کیساتھ ریا سے بچتے ہوئے خرچ کرتا ہے۔ اور ان میں ایک وہ ہوگا قَلْبُہٗ مُعَلَّقٌ فِی الْمَسْجِدِ ''جس کا دل مسجد کیساتھ لٹکا ہوا ہے۔'' ایک نماز پڑھی دوسری کی فکر ہے دوسری پڑھی تیسری کی فکر ہے تیسری پڑھی چوتھی کی فکر ہے۔ یہ لوگ اس دن عرش کے سائے کے نیچے ہونگے جب پچاس ہزار سال کا لمبا دن ہوگا اور سورج میل دو میل کی مسافت پر ہوگا لوگ پسینے میں ڈوبے ہوئے ہونگے عرش کے علاوہ کوئی اور سایہ نہیں ہوگا۔ عقلمندوں کی نویں صفت...... وَیَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَۃِ السَّیِّئَۃَ اور وہ ٹالتے ہیں بھلائی کیساتھ برائی کو اور یہ

معنٰی بھی کرتے ہیں کہ اگر ان سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو فوراً نیکی کرتے ہیں کیونکہ نیکی کی برکت سے گناہ ختم ہو جاتے ہیں تو نیکی کیساتھ برائی کو ٹال دیتے ہیں تو ان خوبیوں والے عقل مند ہیں پھر نتیجہ کیا ہوگا اُولٰٓئِکَ لَھُمْ عُقْبَی الدَّارِ وہ لوگ ہیں جن کیلئے آخرت کا گھر ہے۔ وہ آخرت کا گھر کیا ہے؟ جَنّٰتُ عَدْنٍ رہنے کے باغات ہیں ہمیشگی کے باغات ہیں دنیا کے باغوں میں موسم میں پھل لگتا ہے آگے پیچھے نہیں ہوتا جنت کے پھل ہمیشہ ہونگے۔ لَا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ [سورۃ الواقعہ] ''وہ کبھی ختم ہونے میں نہیں آئیں گے۔'' ایک دانہ توڑا فوراً دوسرا لگ گیا اور کوئی رکاوٹ بھی نہیں ہوگی دنیا والے کیوں روکتے ہیں اسلئے کہ یہ ان کی ضرورت ہے پیسے کم ہوتے ہیں اور وہاں کسی چیز کی کمی نہیں ہوگی یَدْخُلُوْنَھَا یہ عقلمند ان میں داخل ہونگے وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِھِمْ وَاَزْوَاجِھِمْ وَذُرِّیّٰتِھِمْ اور وہ بھی داخل ہونگے جو نیک ہیں ان کے باپ دادا میں سے، ان کی بیویوں میں سے اور ان کی اولادوں میں سے وَالْمَلٰٓئِکَةُ یَدْخُلُوْنَ عَلَیْھِمْ اور فرشتے داخل ہوں گے ان پر کمروں میں مِنْ کُلِّ بَابٍ ہر دروازے سے۔ چونکہ بڑی بڑی کوٹھیاں ہونگی ان کے مختلف دروازوں سے فرشتے داخل ہونگے اور کہیں گے سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ سلام ہو تم پر اے اللہ کے نیک بندو! کیوں؟ بِمَا صَبَرْتُمْ اس وجہ سے کہ تم نے صبر کیا، دنیا میں تکلیفیں برداشت کیں، نمازوں پر ڈٹے رہے، روزوں پر ڈٹے رہے، گناہوں سے تم نے صبر کیا فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّارِ پس کیا اچھا ہے آخرت کا گھر۔ یہ رب تعالیٰ نے تمہیں نصیب فرمایا ہے۔ یاد رکھنا! یہ عقلمندوں کی خوبیاں ہر ایک کو یاد ہونی چاہئیں۔ رب تعالیٰ ہمیں ان لوگوں میں سے بنائے۔ (آمین)

وَالَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِیْثَاقِهٖ وَیَقْطَعُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ یُّوْصَلَ وَ یُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِۙ اُولٰٓىٕكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۲۵﴾ اَللّٰهُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُؕ وَفَرِحُوْا بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَاؕ وَمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ﴿۲۶﴾ وَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْلَاۤ اُنْزِلَ عَلَیْهِ اٰیَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَیَهْدِیْۤ اِلَیْهِ مَنْ اَنَابَ ﴿۲۷﴾ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَىٕنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىٕنُّ الْقُلُوْبُ ﴿۲۸﴾ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ ﴿۲۹﴾

وَالَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ اور وہ لوگ جو توڑتے ہیں عَهْدَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے وعدے کو مِنْۢ بَعْدِ مِیْثَاقِهٖ بعد اس کے مضبوط کرنے کے وَیَقْطَعُوْنَ اور قطع کرتے ہیں مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ اس چیز کو کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے بِهٖۤ اَنْ یُّوْصَلَ کہ اسکو جوڑا جائے وَیُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ اور فساد مچاتے ہیں زمین میں اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وہ لوگ ہیں ان کیلئے لعنت ہے وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ اور ان کیلئے برا گھر ہے اَللّٰهُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ اللہ تعالیٰ کشادہ کرتا ہے رزق جس کیلئے چاہتا ہے وَیَقْدِرُ اور تنگ کرتا ہے وَفَرِحُوْا بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا اور یہ لوگ خوش ہوگئے ہیں دنیا کی زندگی پر وَمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا اور نہیں ہے دنیا کی زندگی فِی الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ آخرت کے مقابلے میں مگر تھوڑا سا سامان وَیَقُوْلُ

الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا اور کہتے ہیں وہ لوگ جو کافر ہیں لَوۡلَاۤ اُنۡزِلَ عَلَیۡہِ اٰیَۃٌ کیوں نہیں اتاری گئی اس نبی پر کوئی نشانی مِّنۡ رَّبِّہٖ اس کے رب کی طرف سے قُلۡ آپ کہہ دیں اِنَّ اللّٰہَ یُضِلُّ مَنۡ یَّشَآءُ بیشک اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے جسکو چاہے وَیَہۡدِیۡۤ اِلَیۡہِ مَنۡ اَنَابَ اور ہدایت دیتا ہے اپنی طرف اسکو جو رجوع کرتا ہے اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وہ لوگ جو ایمان لائے وَتَطۡمَئِنُّ قُلُوۡبُہُمۡ اور مطمئن ہوئے ان کے دل بِذِکۡرِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کے ذکر کیساتھ اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ خبردار اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہی تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ دل مطمئن ہوتے ہیں اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل کیے اچھے طُوۡبٰی لَہُمۡ ان کو مبارک ہو وَحُسۡنُ مَاٰبٍ اور اچھا ٹھکانہ۔

اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے عقلمندوں کی اوصاف بیان فرمائیں کہ انہوں نے اپنے رب کیساتھ اَلَسۡتُ بِرَبِّکُمۡ قَالُوۡا بَلٰی والا جو وعدہ کیا تھا اس کو نبھایا اور وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہتے ہیں، تکلیفوں پر صبر کرتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو انکو رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں برائی کو بھلائی کیساتھ ٹالتے ہیں۔ اب ان کے مقابلے میں جو نافرمان ہیں ان کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالَّذِیۡنَ یَنۡقُضُوۡنَ عَہۡدَ اللّٰہِ اور وہ لوگ جو توڑتے ہیں اللہ تعالیٰ کے عہد کو، میثاق والے دن جو انہوں نے اللہ تعالیٰ کیساتھ وعدہ کیا تھا بَلٰی کیوں نہیں آپ ہمارے رب ہیں اور دنیا میں آکر انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اور رب بنا لئے ہیں اِتَّخَذُوۡۤا اَحۡبَارَہُمۡ وَرُہۡبَانَہُمۡ اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ [سورۃ التوبہ: ۳۱] ”بنا لیا ہے انہوں نے اپنے عالموں اور درویشوں کو

رب اللہ تعالیٰ کے سوا۔'' اللہ تعالیٰ کیساتھ کئے ہوئے وعدے کوتوڑ دیا اسی طرح جب ایمان مفصل پڑھتے ہیں تو کہتے ہیں وَقَبِلْتُ جَمِیْعَ اَحْکَامِہٖ ''اور میں نے رب کے سارے احکام قبول کئے۔'' پھر رب کے احکام نہیں مانتے ان پر نہیں چلتے تو یہ کلمہ پڑھ کر اس وعدے کو توڑتے ہیں مِنْ بَعْدِ مِیْثَاقِہٖ اس کو پکا کرنے کے بعد وَیَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖٓ اور قطع کرتے ہیں توڑتے ہیں اس چیز کو کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اس کے بارے میں اَنْ یُّوْصَلَ کہ اسکو جوڑا جائے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا رب کیساتھ تعلق جوڑنے کا پیغمبروں کیساتھ تعلق جوڑنے کا وہ نہیں جوڑتے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اس کی کتابوں کیساتھ اسلام اور شریعت کیساتھ جوڑو، وہ نہیں جوڑتے پھر اس نے آپس میں صلہ رحمی کا حکم دیا ہے وہ نہیں کرتے غرضیکہ ہر چیز میں مخالفت کرتے وَیُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ اور فساد مچاتے ہیں زمین میں۔

فساد فی الارض کی حقیقت :

یہ بات اچھی طرح سمجھ لیں اور اس کو یاد رکھنا کہ فساد صرف لڑائی جھگڑے کا ہی نام نہیں ہے بلکہ دوسرے آدمی کے سکون میں خلل ڈالنے کا نام بھی فساد ہے اور شریعت اس کو پسند نہیں کرتی۔ چنانچہ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی ؒ کی مشہور تفسیر تفسیر مظہری اور دیگر کتابوں میں بھی ہے کہ اگر مسجد میں ایک شخص بھی نماز پڑھ رہا ہو تو بلند آواز سے قرآن شریف پڑھنا جائز نہیں ہے کیونکہ اسکی نماز میں خلل پیدا ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی آدمی سویا ہوا ہے تو بلند آواز سے ذکر کرنا جائز نہیں کہ اسکی نیند میں خلل پیدا ہوگا تو یہ بھی فساد کی ایک قسم ہے۔ اور آٹھویں پارے میں تم پڑھ چکے ہو کہ اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَۃً اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ''پکارو اپنے رب کو عاجزی کرتے ہوئے اور آہستہ بیشک وہ

محبت نہیں کرتا تجاوز کرنے والوں کیساتھ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا اور فساد نہ مچاؤ زمین میں اصلاح کے بعد وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا اور اسی کو پکارو ڈرتے ہوئے اور طمع کرتے ہوئے۔" تو اونچی آواز سے پکارنے اور ذکر کرنے کو بھی اللہ تعالیٰ نے فساد فی الارض میں داخل کیا ہے۔ اور یہ قرآن کا حکم ہے کہ فساد مچانے والے بڑے مجرم ہیں اُولٰٓئِکَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ یہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے احکام کو توڑتے ہیں ان کیلئے لعنت ہے وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ اور ان کیلئے برا گھر ہے اور وہ دوزخ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان مرد عورت کو دوزخ سے بچائے۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حلال حرام کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ انسان حلال حرام کی تمیز ختم کردے اور چوری ڈاکے مکر فریب شروع کردے تو ایسے لوگوں کے قریب بھی نہ جانا۔

اکل حرام سے نیکی متاثر ہوتی ہے :

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ اللہ تعالیٰ کشادہ کرتا ہے بڑھاتا ہے رزق جس کیلئے چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی تنگ کرتا ہے جو کسی کے نصیب میں لکھا ہے وہ اسکو ملے گا لہذا حلال کماؤ حرام طریقے سے حاصل نہ کرو کئی دفعہ تم سن چکے ہو ابوداؤد شریف صحاح ستہ کی مشہور کتاب ہے اس میں حدیث آتی ہے کہ اگر کسی شخص کے بدن پر کرتا ہے جسکی مالیت دس روپے ہے اس میں نو روپے تو حلال ہیں اور ایک روپیہ حرام کا ہے جب تک اس نے وہ کرتا پہنا ہوا ہے اسکی کوئی نماز قبول نہیں ہوگی اور حضرت سعد ابن ابی وقاص ﷛ کی روایت تفسیر ابن کثیر میں موجود ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ایک لقمہ حرام کا کوئی کھالے تو اسکی چالیس دن چالیس راتیں دعا قبول نہیں ہوتی اس سے معلوم ہوا کہ اکل حرام کا بھی انسان کی نیکی پر بڑا اثر ہوتا ہے اور یاد رکھنا کہ حرام صرف وہی نہیں ہے جو چوری اور

رشوت کے ذریعے آئے بلکہ اذان ہونے اور سننے کے بعد سودا خریدنا بیچنا حرام ہے روزے کھا کر کمائی کرتا ہے وہ حلال نہیں ہے ملازم آدمی اگر پوری ڈیوٹی نہیں دیتا ملازمت کا جو ٹائم ہے پورا نہیں دیتا اس کی کمائی بھی حلال کی نہیں ہے اور یہ تو نص قطعی سے ثابت ہے جمعہ کی اذان کے بعد بیچنا، کھانا اور چلنا اور ہر وہ کام جسکا تعلق جمعہ کیساتھ نہیں ہے وہ مکروہ تحریمی ہے حتیٰ کہ اگر جمعہ کی اذان کے بعد نکاح بھی ہو تو دوبارہ پڑھنا پڑھے گا اسی حرام خوری کی وجہ سے ہماری نیکیوں کا کوئی ہم پر اثر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ حرام سے بچائے اور محفوظ رکھے۔ تو رزق اللہ تعالیٰ ہی کشادہ کرتا ہے وہی تنگ کرتا ہے۔

وظیفہ دفع تنگی رزق :

بزرگان دین فرماتے ہیں کہ اگر کسی پر رزق کی تنگی ہو تو توجہ کیساتھ ہر نماز کے بعد تین دفعہ یَا رَحِیْمُ یَا کَرِیْمُ یَا بَاسِطُ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے کوئی نہ کوئی سبیل پیدا فرما دیگا بشرطیکہ نہ نماز چھوٹے اور نہ وظیفہ چھوٹے اور اگر ساتھ یَا رَزَّاقُ بھی ملا لے تو نُوْرٌ عَلٰی نُوْر ہو جائیگا یہ سب اللہ تعالیٰ کے پیارے نام ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَفَرِحُوْا بِالْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا اور یہ لوگ خوش ہو گئے ہیں دنیا کی زندگی پر وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَۃِ اِلَّا مَتَاعٌ اور نہیں ہے دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں مگر تھوڑا سا سامان تھوڑا سا فائدہ ہے آخرت کی زندگی بڑی طویل ہے دنیا کی زندگی اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے۔ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نوح علیہ السلام کی عمر چودہ سو سال تھی وفات کے وقت کسی نے ان سے پوچھا حضرت دنیا میں بڑا عرصہ رہے ہو دنیا کو کیسے دیکھا ہے؟ فرمایا اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے ایک گھر ہے اس کے دو دروازے ہیں ایک دروازے سے داخل ہوا ہوں اور

دوسرے سے نکل گیا ہوں۔ یہ ہے دنیا کی زندگی کی حقیقت مگر ہم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ رب سے ہم نے پٹہ لکھوایا ہوا ہے۔ عزیزو! موت کو کبھی نہ بھولو موت کو ہر وقت پیش نظر رکھو۔ جو موت کو یاد رکھے گا وہ گناہوں سے بچے گا اور اسکو نیکی کی توفیق ہوگی۔

فرمائشی معجزہ کا مطالبہ :

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا اور کہتے ہیں وہ لوگ جو کافر ہیں لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ کیوں نہیں اتاری گئی اس پیغمبر ﷺ پر کوئی نشانی معجزہ اس کے رب کی طرف سے یعنی ان کا منہ مانگا اور فرمائشی معجزہ کہ صفا مروہ پہاڑی سونے کی ہو جائے، یہاں باغ ہوں ان میں نہریں چلتی ہوں اور آپ ﷺ کیلئے سونے کی کوٹھی ہو۔ قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ بیشک اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے جسکو چاہتا ہے وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ اور ہدایت دیتا ہے اپنی طرف اسکو جو رجوع کرتا ہے۔ ایک بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ قرآن پاک میں متعدد مقامات پر يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ آتا ہے جس کا معنٰی ہے گمراہ کرتا ہے جسکو چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جسکو چاہتا ہے سطحی قسم کے لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں کہ جب رب خود گمراہ کرتا ہے تو پھر اس میں ہمارا کیا دخل ہے اور ہم کیا کر سکتے ہیں؟ ہمارے بس میں تو بات ہی کوئی نہیں ہے ہمارا کیا قصور ہے۔ لہذا اس آیت کو سامنے رکھو اور یاد رکھو قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ بیشک اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے جسکو چاہتا ہے وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ اور ہدایت دیتا ہے اپنی طرف اسکو جس نے رجوع کیا۔ اور رجوع کس طرح ہوگا؟ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وہ لوگ جو ایمان لائے خود اپنی مرضی اور اختیار کیساتھ یہ رجوع کرتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے۔ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۶۴ میں ہے وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ''اور اللہ تعالیٰ کافر قوم کو

ہدایت نہیں دیتا جبراً۔'' اور سورۃ الاحقاف آیت نمبر ۱۰ میں ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ''بیشک اللہ تعالیٰ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا جبراً۔'' اور سورۃ الکہف میں ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ ''پس جو چاہے ایمان لائے اپنی مرضی سے اور جو چاہے کفر اختیار کرے اپنی مرضی سے اپنے اختیار سے۔'' اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو جنات میں سے اور انسانوں میں سے اختیار دیا ہے کہ وہ اپنی مرضی سے نیکی بدی کر سکتے ہیں اور ہدایت اسکو دیتا ہے جو اسکی طرف رجوع کرتا ہے۔ اس آیت کو سامنے رکھو کہ ''اور گمراہ ان کو کرتا ہے جو غلط راستے پر چلتے ہیں۔'' سورۃ صف میں ہے فَلَمَّا زَاغُوْا اَزَاغَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ ''پس جب انہوں نے کجروی اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے۔'' تو جبراً کسی کو گمراہ نہیں کرتا جب وہ اپنے لئے گمراہی پسند کرتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ انکو گمراہ کر دیتا ہے اور جو حق کی تلاش میں نکلتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے دیتا ہے۔ وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا [العنکبوت:۶۹] ''اور وہ لوگ جو ہماری طرف آتے ہیں ہم ضرور ان کی رہنمائی کرتے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ کا ضابطہ ہے نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی [النساء:۱۱۵] ''ہم اسکو پھیر دیں گے اسی طرف جس طرف اس نے رخ کیا۔'' تو جس طرف کوئی چلنا چاہے رب اسکو اس طرف چلا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نہ نیکی پر جبر کرتے ہیں نہ بدی پر جبر کرتے ہیں۔ عزیزو، برخورداروا ور میرے بیٹو! اس آیت کو اچھی طرح یاد رکھنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُھُمْ بِذِکْرِ اللّٰہِ اور مطمئن ہوئے دل انکے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ خبردار اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہی دل مطمئن ہوتے ہیں دلوں کو اطمینان اللہ تعالیٰ کے ذکر کی برکت سے نصیب ہوتا ہے۔

قرآن پاک سے بڑا وظیفہ اور کوئی نہیں :

قرآن پاک سے بڑا وظیفہ اور کوئی نہیں ہے پھر اس کے بعد درود شریف کثرت سے پڑھو اور سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْم پڑھو تیسرا کلمہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْم اور استغفار کثرت سے پڑھو تو جو بھی نیکی کرو گے اس کی برکت سے تمہارے دلوں کو اطمینان نصیب ہوگا۔ فرمایا اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور وہ لوگ جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے عمل کئے اچھے طُوْبٰى لَهُمْ انکو مبارک ہو، طوبی کا معنی خوشحالی اور مبارک بادی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بَدَأَ الْاِسْلَامُ غَرِيْبًا وَسَيَعُوْدُ اِلَى الْغُرَبَآءِ ''اسلام کی ابتدا غریبوں میں ہوئی غریب لوگوں نے اسلام کی حمایت زیادہ کی ہے اور اسلام لوٹے گا اور رہے گا غریبوں میں فَطُوْبٰى لِلْغُرَبَآءِ اے غریبو! میری طرف سے تمہیں مبارک باد ہو۔'' غریبوں کو آنحضرت ﷺ نے مبارکباد دی ہے اس لئے کہ ان کے دلوں میں ایمان ہے۔ اس وقت بھی جو امیر طبقہ ہے ان کو دین سے بہت کم نسبت ہے ہزار میں سے ایک شخص بھی دیندار ہو امیر لوگوں میں سے تو غنیمت ہے اور غریب اکثر دیندار ہیں الحمد للہ! لہٰذا اپنی غربت پر پریشان نہ ہو غریبوں کو آنحضرت ﷺ نے مبارکباد دی ہے وَحُسْنُ مَاٰبٍ اور اچھا ٹھکانہ۔ مرنے کے بعد جنت میں جائیں گے جس سے بہتر جگہ تصور میں نہیں آسکتی۔

خرافات کی کوئی حقیقت نہیں:

ایک آدمی نے سوال کیا کہ میاں محمد یوسف نے لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے دعوت کی تھی اور دعوت کیلئے بکری ذبح کی تھی ان کے بیٹوں نے جب بکری

ذبح ہوتے دیکھی تو ایک بھائی نے دوسرے بھائی کو ذبح کر دیا اور پھر اسی چھری سے اپنے آپ کو ذبح کر لیا جب آپ ﷺ تشریف لائے تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ بچے کہاں ہیں تو انہوں نے واقعہ سنایا تو آپ ﷺ ان مردہ بچوں کے پاس تشریف لے گئے اور کچھ پڑھا تو وہ دونوں بچے زندہ ہو گئے، آیا ایسا کوئی واقعہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے؟

جواب: ایسا کوئی واقعہ نہیں ہے یہ نری خرافات ہیں اتنی بات صحیح ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی دعوت کی تھی اس دعوت میں ساڑھے تین سیر جو کا آٹا تھا اور چھوٹی سی ٹیڈی بکری تھی جو ایک ہزار آدمیوں نے کھائی تھی اور یہ آپ ﷺ کا معجزہ تھا کہ تھوڑا کھانا زیادہ ہوا، یہ بچوں کے ذبح کرنے اور مرنے کا واقعہ نری خرافات ہیں اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

کَذٰلِکَ

اَرْسَلْنٰکَ فِیْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَا۟ عَلَیْهِمُ الَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ وَهُمْ یَکْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ؕ قُلْ هُوَ رَبِّیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْهِ مَتَابِ ﴿۳۰﴾ وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُیِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ کُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰی ؕ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِیْعًا ؕ اَفَلَمْ یَایْـَٔسِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ لَّوْ یَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَی النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ وَلَا یَزَالُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا تُصِیْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِیْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰی یَاْتِیَ وَعْدُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ﴿۳۱﴾ ع

کَذٰلِکَ اَرْسَلْنٰکَ فِیْٓ اُمَّةٍ اسی طرح بھیجا ہم نے آپ کو رسول بنا کر ایک امت میں قَدْ خَلَتْ تحقیق گذر چکی ہیں مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ اس سے پہلے بہت سی امتیں لِّتَتْلُوَا۟ عَلَیْهِمُ تا کہ آپ تلاوت کریں ان پر الَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ وہ کتاب جو ہم نے وحی کی ہے آپ کی طرف وَهُمْ یَکْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ اور وہ انکار کرتے ہیں رحمٰن کا قُلْ آپ کہہ دیں هُوَ رَبِّیْ وہ میرا رب ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ نہیں کوئی معبود اس کے سوا عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ اسی پر میں نے توکل کیا ہے وَاِلَیْهِ مَتَابِ اور اسی کی طرف میرا رجوع کرنا ہے وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا اور اگر کوئی ایسا قرآن ہوتا سُیِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ جس کے ذریعے چلا دیئے جاتے پہاڑ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ یا ٹکڑے ٹکڑے کر دی جاتی اس کے

ذریعے زمین اَوْ کُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى یا اس کے ذریعے مردوں سے کلام کیا جاتا بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا بلکہ اللہ تعالیٰ کیلئے ہے سارا معاملہ اَفَلَمْ يَايْئَسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا کیا پس نہیں جانتے وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اس بات کو کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا البتہ ہدایت دیدے سب لوگوں کو وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور ہمیشہ رہیں گے وہ لوگ جو کافر ہیں تُصِيْبُهُمْ پہنچتی رہے گی انکو بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اس وجہ سے جو انہوں نے کیا ہے مصیبت اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ یا آپ اتریں ان کے گھروں کے قریب حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ یہاںتک کہ آجائے اللہ تعالیٰ کا وعدہ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ بیشک اللہ تعالیٰ نہیں خلاف کرتا وعدے کے۔

امتِ محمدیہ ﷺ کی فضیلت :

كَذٰلِكَ اسی طرح یعنی جسطرح ہم نے پہلی امتوں کی طرف ہدایت کیلئے پیغمبر بھیجے ہیں اسی طرح اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ اُمَّةٍ بھیجا ہم نے آپ کو رسول بنا کر ایک امت میں۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر عیسیٰ علیہ السلام تک بہت ساری امتیں گذری ہیں اور بہت سارے پیغمبر گذرے ہیں جن کی صحیح تعداد معلوم نہیں ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور انعام ہے کہ اس نے ہمیں تعداد معلوم کرنے اور جاننے کا پابند نہیں بنایا اگر ہمیں اس بات کا مکلّف اور پابند بناتا تو ہمارے لئے بڑی مشکل تھی بس ہمارے ایمان کیلئے اتنی بات کافی ہے اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ''ایمان لایا میں اللہ تعالیٰ پر اور اسکے فرشتوں پر اور اسکی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر۔'' پہلے پیغمبر آدم علیہ السلام ہیں اور آخری پیغمبر

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں ان کے بعد دنیا میں کوئی پیغمبر پیدا نہیں ہو سکتا۔ آپ امام الانبیاء ہیں سید الکائنات ہیں آپ کا مقام تمام پیغمبروں میں بلند ہے اور آپ کی امت کا درجہ بھی بلند ہے۔ سب سے پہلے جنت میں آنحضرت قدم رکھیں گے پھر آپ کی امت آپ ﷺ کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پھر عمر رضی اللہ عنہ پھر عثمان رضی اللہ عنہ پھر علی رضی اللہ عنہ اور قیامت والے دن حساب بھی سب سے پہلے آپ ﷺ کی امت کا ہوگا حالانکہ قاعدے کے مطابق اس امت کا حساب آخر میں ہونا چاہئے تھا کیونکہ یہ امت آخر میں آئی ہے۔ اس امت کو اللہ تعالیٰ نے کتنی شان اور عظمت عطا فرمائی ہے اس کا اندازہ اس سے لگائیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی اے پروردگار! تو نے مجھے نبوت و رسالت عطا فرمائی مجھے انجیل عطا کی یہ آپ کا میرے اوپر بڑا فضل و کرم اور انعام ہے آپ کی نوازش ہے میں نے آنے والی امت کی فضیلت دیکھی اور پڑھی ہے اے پروردگار! مجھے اس امت میں سے بھی کھڑا کر دے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر زندہ رکھا ہوا ہے وہ اس امت میں آکر چالیس سال حکومت کریں گے ہماری طرح پانچ نمازیں پڑھیں گے حالانکہ بنی اسرائیل پر دو نمازیں تھیں۔ اور انتیس تیس روزے رکھیں گے جو رمضان کے ہیں قرآن و حدیث اور اسلام کے مطابق فیصلے کریں گے اور جن جن علاقوں پر ان کا کنٹرول ہو گا ان علاقوں میں کافروں کا نام و نشان مٹ جائیگا صرف اسلام ہی اسلام ہوگا لوگوں کے درمیان آپس میں اتنی الفت اور محبت ہوگی کہ جس کا کوئی حساب ہی نہیں ہے انسان تو انسان حیوان ایک دوسرے کو نہیں چھیڑیں گے۔ حدیث میں آتا ہے کہ بکریاں بھیڑیوں میں چرتی رہیں گی نہ بکریاں بھیڑیوں سے ڈریں گی اور بھیڑیئے ان کو چھیڑیں گے سانپوں کیساتھ بچے کھیلیں گے مگر وہ ان کو ڈسیں گے نہیں ایسا امن اور سکون ہوگا کہ جس کی

کوئی مثال نہیں برکتیں ہی برکتیں ہونگی۔لوگ زکوۃ لئے پھریں گے کوئی زکوۃ لینے والا نہیں ہوگا ایسی آسودگی ہوگی کہ کسی کو کسی سے لینے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی یقین مانو یہ سب کچھ ہوگا۔

نبی کریم ﷺ کے کام :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ تحقیق گذر چکی ہیں اس سے پہلے بہت سی امتیں ہم نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے لِتَتْلُوَا عَلَيْهِمُ تا کہ آپ ان پر تلاوت کریں الَّذِیْ وہ کتاب اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ جو ہم نے وحی کی ہے آپ کی طرف اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے ذمہ جو کام لگائے تھے ان میں سے ایک قرآن پاک کی تلاوت کرنا تھا۔ چونکہ آپ ﷺ کے اول مخاطبین عربی لوگ تھے مادری زبان تھی بہت سارے مضمون خود بخود سمجھ جاتے تھے۔آپکا دوسرا کام تھا وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ اور وہ ان کو کتاب کی تعلیم دیتا ہے۔بعض آیات ایسی تھیں کہ جن کا صحیح مفہوم صحابہ کرام نہیں سمجھتے تھے آپ انکو اس کی تعلیم دیتے تھے۔تیسرا کام تھا حِكْمَةٌ تعلیم حکمت،حکمت کا معنٰی ہے سنت،حدیث۔آپ ﷺ سنت اور حدیث کی تعلیم دیتے تھے اور آپ ﷺ کا چوتھا کام تھا وَيُزَكِّيْهِمْ آپؐ ان کا تزکیہ کرتے تھے باطنی صفائی،دلوں کی صفائی،حقیقتاً تو رب تعالیٰ کرتا ہے لیکن آپ ﷺ جو اسباق بتلاتے تھے ان کے ذریعے لوگوں کے دلوں کی صفائی ہوتی تھی۔کل کے سبق میں تم پڑھ چکے ہو اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ''خبردار اللہ تعالیٰ کے ذکر کیساتھ ہی دلوں کو اطمینان ہوتا ہے۔'' ذکر جتنے اخلاص کیساتھ کیا جائے گا اتنی ہی دل کی صفائی ہوگی اللہ تعالیٰ کیساتھ محبت بڑھے گی،قبر کا خیال پیدا ہوگا،آخرت کی فکر پیدا ہوگی حلال حرام کی تمیز ہوگی لہذا کثرت کیساتھ ذکر کیا کرو۔تو فرمایا تا کہ آپ ﷺ تلاوت کریں ان پر اس کتاب

کی جو ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ اور وہ انکار کرتے ہیں رحمٰن کا۔

صلح حدیبیہ اور انکارِ رحمٰن کی صورت :

صلح حدیبیہ کے موقع پر جب صلح کی شرائط طے ہوگئیں تو آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اُكْتُبْ بِسم اللهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِيمِ ۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لکھ دیا۔ یہ خوب نویس بھی تھے اور زودنویس بھی تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خط بہت اچھا تھا اور بڑی جلدی لکھتے تھے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھ دیا تو کافروں کے نمائندے سہیل ابن عمرو جو بعد میں رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہو گئے تھے کہنے لگے ہم یہ نہیں لکھنے دیں گے یہ تمہاری علامت ہے۔ اس کی جگہ بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ لکھو۔ اس کا معنٰی ہے اے اللہ تیرے نام کیساتھ شروع کرتے ہیں۔ دور جاہلیت میں بھی جب وہ خط لکھتے تھے تو اللہ تعالیٰ کے نام کیساتھ لکھتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم رحمٰن کو نہیں جانتے؟ کہنے لگے ہم رحمٰن کو نہیں جانتے۔ یہ انہوں نے ضد کی وجہ سے کہا ورنہ متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں ان کے نام عبدالرحمٰن تھے۔ مثلاً عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ۔ تو رحمٰن کے لفظ کو بھی جانتے تھے اور مفہوم بھی سمجھتے تھے لیکن آپ ﷺ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھوایا تو انکار کر گئے کہ ہم نے نہیں لکھنا اسی کا ذکر ہے کہ وہ انکار کرتے ہیں رحمٰن کا۔ قُلْ آپ کہہ دیں هُوَ رَبِّيْ وہ رحمٰن میرا رب ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ نہیں کوئی معبود اس کے سوا۔ اِلٰه کا معنٰی معبود، حاجت روا، مشکل کشا، دستگیر، فریاد رس یہ سب الٰہ کے معانی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا نہ کوئی معبود ہے نہ کوئی مشکل کشا ہے نہ کوئی حاجت روا ہے نہ کوئی فریاد رس ہے، نہ کوئی عبادت کے لائق ہے، نہ کوئی نذر و نیاز کے لائق ہے مگر وہی ہے۔

توکل کا معنیٰ :

عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ اسی اللہ تعالیٰ کی ذات پر میں نے توکل کیا ہے۔ توکل کا معنیٰ ہے ظاہری اسباب کو اختیار کر کے نتیجہ رب تعالیٰ پر چھوڑ دینا اور ظاہری اسباب کو نہ اختیار کرنا یہ تَعَطُّلْ ہے توکل نہیں۔ تعطل کا معنیٰ ہے چھٹی چھوڑ دینا۔ آنحضرت ﷺ کی عادت مبارک تھی کہ جب کوئی آدمی آپ ﷺ کے پاس آتا تھا تو آپ ﷺ پوچھتے تھے بھائی کہاں سے آئے ہو کون ہو کیوں آئے ہو؟ کس کے مہمان ہو؟ کیونکہ اگر وہ آپ کے پاس آیا ہے تو اس کے کھانے پلانے کی ذمہ داری آپ ﷺ پر ہوتی تھی۔ ایک شخص آپؐ کے پاس آیا آپ ﷺ نے اس سے مذکورہ سولات کئے تو اس نے کہا کہ حضرت میں آپ کے پاس آیا ہوں۔ فرمایا تم اکیلے ہو یا تمہارے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟ کہنے لگا اکیلا ہوں، پیدل آئے ہو یا سوار ہو کر؟ کہنے لگا اونٹنی پر سوار ہو کر آیا ہوں۔ فرمایا اونٹنی کہاں ہے؟ کہنے لگا میں نے باہر کھلی چھوڑ دی ہے توکل کرتے ہوئے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا قَيِّدْهَا ثُمَّ تَوَكَّلْ پہلے اس کی ٹانگیں باندھو پھر توکل کرو۔ یہ توکل نہیں ہے کہ تم اس کو کھلا چھوڑ دو اور کہو کہ میں توکل کرتا ہوں۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں......

گفت پیغمبر بآواز بلند　　بر توکل زانوئے اشتر ببند

''آنحضرت ﷺ نے بلند آواز سے فرمایا تاکہ سب سن لیں پہلے اونٹنی کی ٹانگیں باندھو پھر توکل کرو۔'' یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے محض دعاؤں پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اسباب کو اختیار کیا ہے۔ بدر کے مقام پر تشریف لے گئے، احد کے مقام پر پہنچے، خندق کھودی، حدیبیہ پہنچے اگر نری دعاؤں سے مسائل حل ہوتے تو آپ ﷺ محراب میں بیٹھ کر کہہ دیتے وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ کافر قوم پر ہماری مدد فرما۔ اور ظاہری اسباب اختیار نہ

کرتے حالانکہ آپ ﷺ نے ظاہری اسباب اختیار کئے ہیں۔ احد کے موقع پر آپ ﷺ نے دوزرہیں پہنی ہوئی تھیں تو ظاہری اسباب اختیار کر کے نتیجہ رب تعالیٰ پر چھوڑ دینے کا نام توکل ہے وَاِلَیْہِ مَتَابِ اور اسی کی طرف میرا رجوع کرنا ہے۔ تَابَ یَتُوْبُ کا معنیٰ ہے رجوع کرنا اور متاب مصدر میمی ہے۔ اور لفظ 'ی' جو ضمیر ہے متکلم کی وہ یہاں محذوف ہے اصل میں تھا مَتَابِی میرا لوٹنا۔ تو معنیٰ ہوگا اللہ تعالیٰ کی ہی طرف ہے میرا رجوع کرنا ظاہراً بھی اور باطناً بھی جو رب چاہے وہ ہوتا ہے بندے کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔ آگے ان لوگوں کی ضد کا ذکر فرماتے ہیں کہ یہ لوگ صحیح بات سننے اور سمجھنے کیلئے تیار نہیں ہیں ضد پر اڑے ہوئے ہیں من پسند نشانیاں مانگتے رہتے ہیں اور طرح طرح کے مطالبات کرتے رہتے ہیں کبھی کہتے ہیں کہ اس قرآن کے علاوہ کوئی اور قرآن لے آؤ یا اس کو تبدیل کردو۔

عظمتِ قرآن :

حالانکہ یہ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی کتابوں میں عظیم کتاب ہے بڑی عظمتوں اور شانوں والی ہے۔ اسکو دیکھنا ثواب، اسکو باوضو ہاتھ لگانا ثواب، اسکو پڑھنا ثواب اور ثواب بھی اتنا کہ ایک ایک حرف کے بدلے دس دس نیکیاں ہیں۔ مثلاً اِلَیْہِ میں الف الگ حرف، لام الگ حرف، 'ی' الگ حرف، 'ہ' الگ حرف ہے تو اِلَیْہِ پڑھنے والے کو چالیس نیکیاں ملتی ہیں اور یہ بھی عام حالات میں رمضان المبارک کے مہینے میں ایک ایک حرف کے بدلے ستر ستر نیکیاں ہیں اس لئے قرآن پاک کی تلاوت کو اپنے اوپر لازم کرلو اور **رمضان المبارک کے** مہینہ میں نیکیوں کا بڑھنا صرف قرآن کیساتھ خاص نہیں ہے ہر نیکی کا **اجر ستر گنا بڑھ جاتا ہے لہٰذا** رمضان شریف کا مہینہ ہے درود شریف کثرت سے پڑھو، توبہ استغفار کرو، تیسرا کلمہ پڑھو، روزے داروں کے روزے افطار کراؤ۔ حدیث پاک میں آتا

ہے کہ جس نے کسی کا روزہ افطار کرایا اسکو روزے کا ثواب ملے گا اور رکھنے والے کے ثواب میں بھی کمی نہیں آئے گی صحابہ کرام ﷺ نے سوال کیا کہ حضرت افطاری کیلئے تو ایک آدھ کھجور بھی کافی ہے مطلب یہ ہے کہ ایک کھجور سے افطار کرانے والے کو پورے روزے کا ثواب۔فرمایا تعجب والی بات کیا ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت اس سے بھی زیادہ وسیع ہے۔ لہذا یہ جو رمضان کے تھوڑے سے دن رہ گئے ہیں مرد عورتیں سب جوق در جوق شوق سے عبادت کرو خصوصاً جو آگے طاق راتیں آرہی ہیں ان میں عبادت کرو اور اسکا یہ مطلب نہیں ہے کہ آگے پیچھے چھوڑ دو۔نہیں! بلکہ عزم کرو جو نیکی شروع کی ہے اسکو نہیں چھوڑیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔فصلی بٹیرے نہ بنو کہ رمضان المبارک میں آؤ اور آگے پیچھے اڑ جاؤ۔تو یہ قرآن کریم بڑی عظیم کتاب ہے دلوں میں انقلاب پیدا کرنے والی کتاب ہے، اللہ تعالیٰ کیساتھ تعلق جوڑنے والی کتاب ہے پھر اسکو نہیں مانتے تو ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے یہ **کفر شرک** پر اڑ گئے ہیں لہذا ان کے مطالبے پر کوئی ایسا قرآن اتار دیں کہ اسکو پڑھ کر پہاڑوں پر پھونک دیا جاتا تو پہاڑ چل پڑیں، زمین ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے، مردے بولنے لگ جائیں، انہوں نے پھر بھی نہیں ماننا ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ** اور اگر کوئی ایسا قرآن ہوتا جس کے ذریعے چلا دیئے جاتے پہاڑ **اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ** یا ٹکڑے ٹکڑے کر دی جاتی اس کے ذریعے زمین **اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى** یا اس کے ذریعے مردوں سے کلام کیا جاتا کہ وہ قرآن یہاں پڑھا جاتا مردے خود بخود بولنے لگ جاتے انہوں نے پھر بھی نہیں ماننا تھا کیونکہ ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔

آنحضرت ﷺ کا معجزہ :

تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی مجلس میں ہمیشہ تھوڑے بہت آدمی رہتے تھے صحابہ بھی اور دوسرے بھی ، ابوجہل آیا جس کا نام عمرو ابن ہشام ابوالحکم تھا۔ ابوالحکم کا معنٰی ہے چیئر مین ، یہ مکہ مکرمہ کا چیئر مین تھا مالدار اور منہ پھٹ آدمی تھا سارے لوگ اسکی ظاہراً اور باطناً عزت کرتے تھے یہ ہاتھ میں کوئی چیز لیکر آیا اور آنحضرت ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا سارے سمجھ گئے کہ اب اس نے کوئی شرارت کرنی ہے۔ شریر آدمی کو شرارت میں لطف اور مزہ آتا ہے کہنے لگا یا محمد (ﷺ) اَخبِرْ نِی مَافِیْ یَدِیْ مجھے بتا میرے ہاتھ میں کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا چچا جان اگر تیرے ہاتھ والی چیزیں خود بول پڑیں تو پھر؟ کہنے لگا بلواؤ! فرمایا بلوانا رب کا کام ہے۔ اس نے ہاتھ میں جو سنگریزے پکڑے ہوئے تھے انہوں نے کلمہ پڑھنا شروع کر دیا اور بعض روایتوں میں ہے سبحان اللہ پڑھنا شروع کر دیا۔ ابوجہل نے وہ سنگریزے پھینک دیئے یہ کہہ کر کہ تم اس کی طرف ہو گئے ہو۔ اب بتلاؤ اس ضد کا کیا علاج ہے؟ سنگریزے خود اٹھا کر لایا ہے لیکن انہوں نے جب آپ ﷺ کی شہادت دی تو ان کو پھینک دیا بَلْ لِلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِیْعًا بلکہ اللہ تعالیٰ کیلئے ہے سارا معاملہ ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور گذشتہ سبق میں تم پڑھ چکے ہو وَیَهْدِیْ اِلَیْهِ مَنْ اَنَابَ ''اور ہدایت اسکو دیتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔'' اور جو کفر پر اڑ جاتا ہے اسکو گمراہ کر دیتا ہے وہ جبراً کسی کو ہدایت دیتا ہے اور نہ گمراہ کرتا ہے اس نے انسان کو اختیار دیا ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَكْفُرْ ''پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے اپنی مرضی اور اختیار سے۔'' اَفَلَمْ یَایْئَسِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا۔ یَئِسَ یَیْئَسُ کے عربی میں دو معانی آتے ہیں ایک معنٰی ہے نا امید ہونا

اور دوسرا معنیٰ ہے جاننا۔ پہلے معنیٰ کے اعتبار سے ترجمہ ہوگا کیا پس نہیں ناامید ہوئے وہ لوگ جو ایمان لائے۔ ان کے ایمان لانے سے مطلب یہ ہے کہ ایمان والوں کو ناامید ہو جانا چاہئے کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے کہ بڑے ضدی لوگ ہیں اور دوسرے معنیٰ کے لحاظ سے ترجمہ ہوگا کہ کیا پس وہ نہیں جانتے جو ایمان لائے ہیں اس بات کو اَنْ لَّوْيَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو البتہ ہدایت دیدے سب لوگوں کو جبراً مجبور کر سکتا ہے کہ فرشتوں کی طرح معصوم بنادے لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَا اَمَرَهُمْ ''وہ نہیں نافرمانی کرتے جو اللہ تعالیٰ انہیں حکم دیتا ہے۔'' ان میں برائی کا مادہ ہی نہیں ہے نہ مرد ہیں نہ عورتیں ہیں نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں، نہ تھکتے ہیں نہ سوتے ہیں، نہ وہ بیمار ہوتے ہیں انکی خوراک ہے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ ہر وقت یہی پڑھتے رہتے ہیں۔ تو اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تمام انسانوں کو فرشتوں کی طرح معصوم بنا دیتا مگر وہ کرتا نہیں ہے کر وہ سب کچھ سکتا ہے۔ معاذ اللہ تعالیٰ وہ سب کو کافر بنا دیتا اس کا کچھ بھی نہیں بگڑتا۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ حق گو عالم :

ہندوستان میں حضرت مجدد الف ثانیؒ علم کے لحاظ سے، تقویٰ اور پرہیزگاری کے لحاظ سے، حق گوئی کے لحاظ سے بڑی شخصیت گذری ہے۔ ان سے کسی نے پوچھا حضرت یہ بتلائیں کہ کوئی بہت ہی نیک بندہ ہو تو کیا اللہ تعالیٰ کو قدرت ہے کہ اسکو دوزخ میں ڈال دے تو حضرت مجددؒ فاروقی تھے اور عربی کا مشہور مقولہ ہے اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِيْهِ ''اولاد میں آبائی اثرات ضرور ہوتے ہیں۔'' اور حضرت عمرؓ کے بارے میں ہے وَاَشَدُّهُمْ فِىْ اَمْرِ اللّٰهِ عُمَرُ ''اور ان میں زیادہ سخت اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں عمرؓ ہے'' حضرت مجدد الف ثانیؒ میں بھی دینی سختی تھی جلال میں آ گئے فرمایا تم نے کیا پوچھا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ کو

قدرت ہے کہ کسی بہت ہی نیک بندے کو دوزخ میں ڈال دے؟ حضرت نے فرمایا کہ تم ایک نیک کی بات کرتے ہو اگر......

ع ہمہ رابدوزخ فرستاد جائے اعتراض نیست

''اگر وہ سب کو دوزخ میں ڈال دے اسکو کون پوچھ سکتا ہے۔'' یہ بات حضرت کی کتاب ''مکتوبات'' میں ہے وہ قادر مطلق ہے جو چاہے کرے مگر کریگا وہ جو فرما چکا ہے کہ نیکوں کو اللہ تعالیٰ جنت عطا فرمائے گا اور بروں کو دوزخ میں ڈالے گا وہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ کرنے اور کر سکنے میں بڑا فرق ہے۔ تو اللہ تعالیٰ چاہے تو سب کو ہدایت دیدے وَلَايَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور ہمیشہ رہیں گے وہ لوگ جو کافر ہیں تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ پہنچتی رہے گی انکو اس وجہ سے جوانہوں نے کیا ہے مصیبت، کوئی نہ کوئی حادثہ پیش آتا رہے گا کبھی قحط سالی میں مبتلا ہونگے، کبھی زلزلے میں مبتلا ہونگے کبھی کوئی اور مصیبت آئے گی اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ یا اے نبی کریم ﷺ! آپ اتریں ان کے گھروں کے قریب۔

ہجرت کا آٹھواں سال تھا یہی رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ آنحضرتؐ دس ہزار صحابہ کرامؓ کی معیت کیساتھ ذوالحلیفہ کے مقام پر پہنچے جسکو آج کل بئر علی کہتے ہیں۔ وہاں آپ نے احرام باندھا اور فرمایا کہ ہم نے مکہ مکرمہ میں داخل ہونا ہے اگر وہ رکاوٹ ڈالیں گے تو پھر جہاد کریں گے اور فاتح ہو کر آئیں گے۔ جس وقت آپ ﷺ مکہ مکرمہ کے بالکل قریب پہنچ گئے تو ان کے طوطے اڑ گئے کہنے لگے اب تو ہم اپنے آپ کو سنبھال بھی نہیں سکتے۔ چنانچہ نامی گرامی کافر سب بھاگ گئے مثلاً ابوجہل کا بیٹا عکرمہ جو بعد میں رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہو گیا تھا وہ حبشہ کی تیاری کر کے چلا گیا جبار ابن اسود کافر جو آپ ﷺ کی بیٹی

زینب رضی اللہ تعالیٰ عنھا کے سسرال میں سے تھا چچا سسر لگتا تھا بڑا منہ پھٹ آدمی تھا حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنھا اپنے خاوند سے اجازت لیکر غزوہ بدر کے بعد مدینہ منورہ جارہی تھیں ایک قافلے کیساتھ جس میں مرد بھی تھے اور عورتیں بھی تھیں تو حبار آپہنچا کہنے لگا اے لڑکی تو کہاں جارہی ہے؟ کہنے لگیں چچا جان میں اپنے خاوند سے اجازت لیکر مدینہ منورہ جارہی ہوں اپنے ابا جان کو ملنے کیلئے۔ کہنے لگا تو نہیں جاسکتی ٹانگ سے پکڑ کر اونٹ سے نیچے گرادیا وہ حاملہ تھیں گرنے سے تکلیف ہوئی بچہ ضائع ہوگیا اور یہی تکلیف ان کی وفات کا سبب بنی، یہ بھی بھاگ گیا صفوان ابن امیہ بڑا رئیس آدمی تھا مسلمانوں کیخلاف سارا اسلحہ مفت سپلائی کرتا تھا اسکے علاوہ مالی امداد بھی کرتا تھا یہ بھی بھاگ گیا وحشی ابن حرب جس نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا یہ بھی بھاگ گیا سب نامی گرامی کافر بھاگ گئے۔ تو فرمایا جس وقت اتریں گے آپ ان کے گھروں کے قریب پھر ان کو پتا چلے گا حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ یہانتک کہ آجائے اللہ تعالیٰ کا وعدہ۔ وہ وعدہ کیا تھا؟ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا "جب اللہ تعالیٰ کی مدد آئے گی اور مکہ فتح ہوگا اور آپ دیکھیں گے لوگوں کو فوج در فوج داخل ہوتے دین میں۔" یہ بشارت اللہ تعالیٰ نے پہلے دیدی تھی چنانچہ ۸ھ میں مکہ مکرمہ فتح ہوا صرف دو مسلمان شہید ہوئے اور بیس کافر مارے گئے مزید کوئی لڑائی نہیں ہوئی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے مسلمانو! جو تمہارے خلاف تلوار نہ اٹھائے اسکو کچھ نہیں کہنا اور جو اپنا دروازہ بند کرلے اس کو بھی کچھ نہیں کہنا، بوڑھوں کو، عورتوں کو بچوں کو کچھ نہیں کہنا، عام غزوات میں بھی یہی حکم تھا ایک غزوہ میں آپ نے دیکھا کہ عورت مری پڑی ہے تو سخت ناراض ہوئے فرمایا اسکو کس نے قتل کیا ہے؟ پھر ہاتھ اٹھا کر فرمایا اے پروردگار! میں بیزار ہوں اس عورت کے قتل سے

اوراس کے قاتل سے بھی جس نے اسکوقتل کیا ہے اس کی اپنی ذمہ داری ہے۔تو یہ گویا رحمت کا سمندر تھا جو بہہ گیا تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ بیشک اللہ تعالیٰ نہیں خلاف کرتا وعدے کے۔جو فرماتا ہے وہی کرتا ہے اور اسی طرح ہوا مکہ فتح ہوا اور اسلام کا جھنڈا سارے عرب میں لہرادیا گیا۔

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۖ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ﴿٣٢﴾ اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ۚ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ۗ قُلْ سَمُّوْهُمْ ۗ اَمْ تُنَبِّئُوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِى الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ۗ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ۗ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿٣٣﴾ لَهُمْ عَذَابٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿٣٤﴾

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ اور البتہ تحقیق استہزاء کیا گیا بِرُسُلٍ کئی رسولوں کیساتھ مِّنْ قَبْلِكَ آپ سے پہلے فَاَمْلَيْتُ پس ہم نے مہلت دی لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ پھر میں نے پکڑا انکو فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ پس کیسا تھا میرا سزا دینا اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ کیا پس وہ ذات جو قائم ہے عَلٰى كُلِّ نَفْسٍ ہر نفس پر بِمَا كَسَبَتْ جو اس نفس نے کمایا وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ اور بنا رکھے ہیں ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک قُلْ آپ کہہ دیں سَمُّوْهُمْ تم ان کے نام لو اَمْ تُنَبِّئُوْنَهٗ کیا تم خبر دیتے ہو اللہ تعالیٰ کو بِمَا لَا يَعْلَمُ فِى الْاَرْضِ اس چیز کی جو نہیں جانتا وہ زمین میں اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ یا ظاہری طور پر بات کرتے ہو بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بلکہ مزین کیا گیا ان لوگوں کیلئے

جو کافر ہیں مَكْرُهُمْ ان کا مکر وَصُدُّوا عَنِ السَّبِيْلِ اور روکے گئے وہ راستے سے وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ اور وہ شخص جسکو اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے پس نہیں ہے کوئی اسکو ہدایت دینے والا لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ان لوگوں کیلئے سزا ہوگی دنیا کی زندگی میں وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ اور البتہ آخرت کا عذاب بہت مشقت والا ہے وَمَا لَهُمْ اور نہیں ہوگا ان کیلئے مِّنْ وَّاقٍ اللہ کی طرف سے کوئی بچانے والا۔

آنحضرت ﷺ کا استہزاء :

مکہ کے مشرک اور کافر آنحضرت ﷺ کا مذاق اڑاتے تھے کہتے تھے اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ [الانبیاء:۳۶] ''کیا یہی شخص ہے جو ذکر کرتا ہے تمہارے معبودوں کا۔'' یعنی یہ تمہارے معبودوں کی تردید کرتا ہے کہ اس کے پاس مال ہے نہ دولت ہے، نہ کوٹھی ہے پھر مذاق کیساتھ ساتھ زیادتیاں بھی کرتے تھے۔ آپ ﷺ جب مسئلہ توحید بیان کرتے تو آپ کے منہ پر کہتے هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ''یہ جادوگر ہے اور بڑا جھوٹا ہے'' العیاذ باللہ۔ حج کے موقع پر لوگ جمع ہوتے تھے کیونکہ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور سے لیکر بدستور حج عمرہ کرتے چلے آرہے تھے۔ آنحضرت ﷺ کی شریعت میں حج ۹ھ کو فرض ہوا ہے جسطرح نمازیں معراج کی رات فرض ہوئی ہیں لیکن اس سے پہلے آپ ﷺ بھی اور صحابہ ﷺ بھی فجر کی نماز، عصر کی نماز اور چاشت کی نماز پڑھتے تھے یہ نفلی تھیں۔ اسی طرح ترمذی شریف کی روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ہجرت سے پہلے دو دفعہ حج کیا تھا یہ نفلی تھا فرض نہیں تھا۔ تو حج کے دنوں میں لوگ منیٰ مزدلفہ عرفات میں اکٹھے ہوتے تھے آپ ﷺ

اس کو غنیمت سمجھتے کہ چلو لوگ اکٹھے ہوئے ہیں میں ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا دین پیش کرونگا لیکن ابو جہل اور ابولہب مخالفت کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے ابولہب کا نام عبدالعزیٰ تھا یہ آپ ﷺ کا سگا چچا تھا اور ابوجہل برادری میں چچا لگتا تھا ان دونوں نے باریاں مقرر کی ہوئی تھیں فلاں جگہ تقریر کریگا تو نے پہنچنا ہے اور فلاں جگہ تقریر کریگا تو میں نے پہنچنا ہے۔ چنانچہ عرفات کے میدان میں ابولہب کی باری تھی اور منیٰ کے مقام پر ابوجہل کی ڈیوٹی تھی۔ چنانچہ عرفات کے میدان میں آپ ﷺ نے تقریر کی لوگوں پر اثر ہوا ابولہب اٹھ کر کہنے لگا میں اسکا چچا ہوں یہ میرا بھتیجا پاگل ہے (معاذ اللہ تعالیٰ) اسکی اطاعت نہ کرنا۔ منیٰ کے مقام پر آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر بیان کیا لوگوں پر کافی اثر ہوا ابوجہل اٹھ کر کہنے لگا یاد رکھو! میرا نام عمرو ابن ہشام ہے میں اسکا چچا ہوں یہ میرا بھتیجا مجنون اور جادوگر ہے اور جھوٹا ہے اس کے پھندے میں نہ آنا بلکہ وہاں سے ریت کے موٹے موٹے دانوں کی مٹھی بھر کر آپ ﷺ پر پھینکی۔ یہ اشارہ تھا کہ تم اس پر سنگ باری کرو چنانچہ چند شریر جوانوں نے آپ ﷺ پر پتھروں کی بارش کر دی تو یہ لوگ آپ ﷺ کیساتھ ساتھ پھرتے تکلیفیں بھی دیتے اور مذاق بھی اڑاتے۔ طبعاً انسان کو ان چیزوں سے کوفت ہوتی ہے۔ آپ ﷺ بھی آخر انسان تھے بشر تھے بشری تقاضے سب کیساتھ ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تسلی دی کہ آپ ﷺ یہ خیال نہ کریں کہ یہ مسخرہ صرف آپ ﷺ کیساتھ ہو رہا ہے وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ اور البتہ تحقیق استہزاء کیا گیا کئی رسولوں کیساتھ آپ سے پہلے۔ اس سے پہلے تم سورت ہود میں پڑھ چکے ہو کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کشتی بناتے تھے كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ ''جب کبھی گذرتا تھا ان پر کوئی گروہ ان کی قوم کا تو ٹھٹھا کرتا تھا ان کیساتھ۔'' کوئی کہتا تھا اے نوح (علیہ السلام) پہلے تو

آپ نبی تھے اب ترکھان کب سے بنے ہو، کبھی کہتے یہ کشتی تم کہاں چلاؤ گے، دوسرا کہتا ہمارے چھپڑ میں چلائے گا، طرح طرح کے مذاق کرتے تھے تو فرمایا کہ آپ سے پہلے رسولوں کیساتھ بھی استہزاء کیا گیا فَاَمْلَیْتُ لِلَّذِیْنَ کَفَرُوْا پس ہم نے مہلت دی ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا فوراً ان کو کچھ نہیں کہا کہ کرلو جو کچھ کرنا ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ یُمْلِیَ الظَّالِمَ حَتّٰی اِذَا اَخَذَہٗ لَمْ یُفْلِتْہُ ''بیشک اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے یہاںتک کہ جب پکڑتا ہے تو پھر چھوڑتا نہیں ہے۔'' اسلئے ظالم کو اگر مہلت مل جائے تو وہ یہ نہ سمجھے کہ میں چھوٹ گیا ہوں بلکہ اسکو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہلت مل رہی ہے، ضرور پکڑے گا۔ فرمایا ثُمَّ اَخَذْتُھُمْ پھر میں نے پکڑا انکو کسی کو پانی میں ڈبویا، کسی کو زلزلے سے تباہ کیا، کسی کو آسمانی کڑک سے تباہ کیا، کسی کو ڈراونی آواز سے کہ آواز سے کلیجے پھٹ گئے فَکَیْفَ کَانَ عِقَابِ یہ اصل میں عِقَابِیْ 'ی' متکلم تخفیفاً گرگئی۔ معنیٰ ہوگا پس کیسا تھا میرا سزا دینا میرا پکڑنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَفَمَنْ ھُوَ قَآئِمٌ کیا پس وہ ذات جو قائم ہے عَلٰی کُلِّ نَفْسٍ ہر نفس پر بِمَا کَسَبَتْ جو اس نفس نے کمایا یعنی وہ ذات جس نے اسکو پیدا کیا ہے اس کا مالک ہے اور جو کچھ انسان کرتا ہے اسکو جانتی ہے اور اس پر نگران ہے، یہ اس کی طرح ہے جو کچھ نہیں جانتا اور اس میں کوئی قدرت نہیں ہے؟ تو کیا قادر اور غیر قادر برابر ہیں، جاننے والا اور نہ جاننے والا برابر ہیں بتاؤ تو سہی کہ رب تعالیٰ کیساتھ کوئی کس صفت میں شریک ہے؟ قدرت میں شریک ہے، علم میں شریک ہے، خلق میں شریک ہے یا علم غیب میں شریک ہے یا اور کسی صفت میں شریک ہے۔

فرقہ ثنویہ :

وَجَعَلُوْا لِلّٰہِ شُرَکَآءَ اور بنا رکھے ہیں ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک۔ اللہ

تعالیٰ کی ذات میں شریک کرنے والا صرف ایک گروہ تھا ایران میں ثنویہ فرقہ، یہ دو خداؤں کا قائل تھا ایک کا نام یزدان اور دوسرے کا نام اَہر من۔ کہتے تھے کہ یزدان خالق خیر ہے اور اہرمن خالق شر ہے یہ بری چیزوں کا خالق ہے۔ ان کے علاوہ دنیا میں کافروں کا ایسا کوئی طبقہ نہیں ہے جو رب تعالیٰ کی ذات میں کسی اور کو شریک ٹھہراتا ہو باقی سارے رب تعالیٰ کی صفات میں شریک ٹھہراتے ہیں۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے اپنی بے نظیر کتاب ''حجۃ اللہ البالغہ'' اور ''بدور بازغہ'' وغیرہ میں لکھا ہے کہ عرب کے مشرکوں اور یہود و نصاریٰ میں یہ عقیدہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کیلئے خدائی اختیارات مانتے تھے جس طرح ایک ملک کے مختلف صوبے ہوتے ہیں پھر صوبے میں ڈویژن ہوتے ہیں اور اضلاع ہوتے ہیں، تحصیلیں ہوتی ہیں ملکی بادشاہ نے ملکی نظام چلانے کیلئے جزوی اختیارات گورنروں، کمشنروں اور ڈی سی اُوز اور تحصیل داروں کو دیئے ہوتے ہیں تاکہ وہ ان اختیارات کے ذریعے نظام چلائیں۔ اسی طرح عرب کے مشرکوں اور یہود و نصاریٰ کا نظریہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض بندوں کو کچھ اختیارات دیئے ہوئے ہیں جن سے وہ خدائی نظام چلاتے ہیں۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں وَالْغُلَاۃُ مِنْ دِیْنِ مُحَمَّدٍ ﷺ فِیْ زَمَانِنَا اور ہمارے زمانے میں کلمہ پڑھنے والے بعض بھی ایسے ہی ہیں کہ وہ کہتے ہیں رب تعالیٰ نے خدائی اختیارات کچھ بندوں کو دیئے ہوئے ہیں حالانکہ خدائی اختیارات کسی بندے کو ایک رتی بھی حاصل نہیں ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے سامنے ایک صحابی نے یہ لفظ کہے مَاشَآءَ اللّٰہُ وَشَآءَ مُحَمَّدٌ ﷺ ''اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا اور محمد نے چاہا تو میرا کام ہو جائے گا'' آپ ناراض ہوئے اور فرمایا جَعَلْتَنِیْ لِلّٰہِ نِدًّا تو نے مجھے اللہ تعالیٰ کا شریک بنا دیا ہے قُلْ مَاشَآءَ اللّٰہُ وَحْدَہٗ کہو اللہ تعالیٰ اکیلا جو چاہتا ہے وہ

ہوتا ہے۔تو مشیت بھی رب تعالیٰ کی صفت ہے اس میں بھی کوئی دوسرا شریک نہیں ہے۔
یہاں ایک بات اچھی طرح سمجھ لیں اور اسکو یاد رکھنا! وہ یہ کہ کئی بیچارے دین سے ناواقف لوگ ایسے جملے بول جاتے ہیں جو شرک کے زمرے میں آتے ہیں لیکن ان کو علم نہیں ہوتا مثلاً وہ کہتے ہیں کہ اللہ اور اللہ تعالیٰ کے رسول کے حکم سے بیمار صحت یاب ہو جائے گا، اللہ اور اس کے رسول کے حکم سے مقدمے میں بری ہو جائیں گے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکم کیساتھ امتحان میں کامیاب ہو جاؤں گا، اللہ اور اس کے رسول کے حکم کیساتھ رشتہ مل جائے گا یہ شرک ہے کیونکہ تکوینی حکم میں بھی رب کا کوئی شریک نہیں ہے ہاں شرعی احکامات کے متعلق کہیں تو وہ صحیح ہے کہ اللہ اور اسکے رسول کا حکم ہے نماز پڑھو، اللہ اور اسکے رسول کا حکم ہے روزہ رکھو، اللہ اور اسکے رسول کا حکم ہے سچ بولو، اللہ اور اسکے رسول کا حکم ہے غیبت نہ کرو کیونکہ یہ احکام رب تعالیٰ نے نازل کیے ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے بیان کئے ہیں۔ اور بیمار کو شفا حاصل ہونا، مقدمے میں بری ہونا، امتحان میں کامیاب ہونا، تجارت میں کامیاب ہونا یہ تکوینی امور ہوں ان میں قطعاً رب کا کوئی شریک نہیں ہے عام لوگ جہالت کی وجہ سے ایسے جملے بول جاتے ہیں باقی خدا کے ساتھ کسی کو عداوت نہیں ہوتی۔ ہمارے ایک بزرگ تھے حافظ اللہ داد صاحب میرے وہ پیر بھائی بھی تھے وہ میرے پاس کئی کئی دن ٹھہرتے تھے پنجابی میں بڑی بہترین تقریر کرتے تھے انہوں نے بتایا کہ ہمارے قصبے میں ایک بڑا امیر چودھری تھا اس کی زمینیں تھیں وہ فوت ہو گیا اس کے صرف دو لڑکے تھے لڑکی کوئی نہیں تھی لڑکوں کا جائیداد کی تقسیم میں جھگڑا ہو گیا زمین کا کوئی ٹکڑا اچھا ہوگا، کوئی ہلکا ہوگا ایک نے کہا یہ میں نے لینا ہے دوسرے نے کہا یہ میں نے لینا ہے جھگڑا طول پکڑ گیا۔ والدہ نے سمجھایا کہ بیٹو! تمہارا باپ نامی گرامی آدمی تھا زمین کافی ہے آپس میں نہ لڑو اگر کسی کو تھوڑا

بہت نقصان بھی ہوتو برداشت کرلو جگ ہنسائی نہ کراؤ۔ مگر بیٹے نہ مانے وہ ناراض ہوکر اپنے بھائیوں کے ہاں چلی گئی کافی عرصہ وہ اپنے بھائیوں کے پاس رہی لوگوں نے بیٹوں کو طعنہ دیا کہ تم اچھے بھلے کھاتے پیتے ہو اور تمہاری والدہ اپنے بھائیوں کے گھر بیٹھی ہے یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے خیر لوگوں کے لعن طعن سنکر والدہ کو منانے کیلئے گئے کہنے لگے ہمارے ساتھ چل تو ہماری بے بے جو ہے وہ کہنے لگی میں تمہاری کوئی بے بے نہیں ہوں میں تو اللہ رسول کی بے بے ہوں جاؤ دوڑ جاؤ۔ اب دیکھو یہ کلمہ کفر ہے مگر اس بیچاری نے پیار کیساتھ کہا ہے لیکن زہر ایسی چیز ہے کہ جان بوجھ کر کھائے پھر مرے گا چینی سمجھ کر کھائے پھر مریگا۔ اب وہ پیار میں رب کی بے بے بن گئی رب کی بے بے کہاں سے آئی؟ وہ تو لَمۡ یَلِدۡ وَلَمۡ یُوۡلَدۡ ہے۔

مسئلہ حاضر وناظر :

اسی طرح لوگ محبت میں کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ اور نیک بندے ہر جگہ حاضر ناظر ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ اس میں محبت اور عقیدت ہے حالانکہ یہ غلط ہے اور آنحضرت ﷺ اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو ہر جگہ حاضر ناظر ماننے میں ان کی توہین ہے۔ دیکھو میری عمر اس وقت قمری لحاظ سے تقریباً نوے سال ہے الحمد للہ میں نے آج تک سینما نہیں دیکھا۔ ۱۹۴۱ء کی بات ہے میں ملتان پڑھتا تھا وہاں ایک مندوا نامی سینما تھا اس میں اتوار کو مفت فلم دکھاتے تھے میرے متعلق ساتھیوں کو علم تھا کہ یہ سینما سے نفرت کرتا ہے مجھے وہ پکڑ کر لے گئے میں الحمد للہ ثِقَةٌ ثَبَتٌ تھا قریب گئے تو میں وہاں سے دوڑ گیا تو میرے جیسا گنہگار بندہ تو ایسی جگہ حاضر ہونے کو گناہ سمجھتا ہو اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اور نیک بندوں کو ایسی جگہ میں حاضر ناظر سمجھنے میں کون سی فضیلت ہے؟ البتہ انکار میں فضیلت ہے کہ کہا جائے کہ وہ ہر جگہ

حاضر ناظر نہیں ہیں۔ باقی رہا یہ ڈھکوسلہ کہ رب وہاں کیوں ہے؟ بھائی رب اسلیئے ہے کہ اس پر کوئی قانون لاگو نہیں ہوتا اور آنحضرت ﷺ قانون کے پابند ہیں۔آپ ﷺ نے اپنی ذات کیلئے شہد حرام کیا تھا تو اس پر پوری سورۃ تحریم نازل ہوئی یَاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَکَ ''اے نبی کریم آپ نے وہ چیز کیوں حرام کی ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے آپ کیلئے حلال کیا ہے۔'' لوگ اسی طرح کی باتیں پیار کی وجہ سے کرتے ہیں لیکن یاد رکھو! شرک چاہے پیار کی وجہ سے ہو معاف نہیں ہے۔اسی طرح عام لوگ مرد بھی اور عورتیں بھی پیار کی وجہ سے اللہ جی کہہ دیتے ہیں یہ جائز نہیں ہے کیونکہ جی دعائیہ کلمہ ہے۔ یہ اس کیلئے بولا جاتا ہے جس پر موت آئے۔ ابا جی، اماں جی، استاد جی، قاری جی، حافظ جی، مولوی جی کیونکہ ان سب نے مرنا ہے اور رب تعالیٰ کی ذات پر موت نہیں آتی وہ ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہیگا لہذا اسکو اللہ جی کہنا ناجائز ہے۔تو فرمایا کہ یہ رب کے شریک بنائے ہوئے ہیں۔ قُلْ آپ کہہ دیں سَمُّوْهُمْ تم ان کے نام تو لو کہ کون رب تعالیٰ کا شریک ہے اَمْ تُنَبِّئُوْنَهٗ کیا تم خبر دیتے ہو اللہ تعالیٰ کو بِمَا اس چیز کی لَا یَعْلَمُ فِی الْاَرْضِ جو نہیں جانتا وہ زمین میں۔ اگر رب تعالیٰ کا کوئی شریک ہوتا تو اسکو تو اپنے شریک کا علم ہوتا رب تعالیٰ کو تو اپنے شریک کا علم نہیں ہے اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ یا ظاہری طور پر بات کرتے ہو محبت کی وجہ سے ان ظاہری باتوں سے آدمی کفر شرک سے نہیں بچ سکتا اس لئے ضروریات دین کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد عورت پر فرض ہے۔

بہشتی زیور کی ضرورت واہمیت :

بیٹیو! ہر گھر میں بہشتی زیور ہونا چاہیے بہشتی زیور کے ابتداء میں عقیدے بتلائے گئے ہیں کہ یہ عقیدے ہونے چاہئیں اور یہ نہیں ہونے چاہئیں پھر آگے نماز روزے کے

مسائل بیان کیئے گئے ہیں تمہارے گھروں میں ٹی وی موجود ہے اور بہت کچھ ہوگا لیکن بہشتی زیور بہت کم گھروں میں ہوگا۔ پہلے زمانے میں گھر کا سربراہ عشاء کی نماز کے بعد تمام لوگوں کو اکٹھا کر کے ان کے سامنے عقیدے بیان کرتا تھا کہ رب کے متعلق یہ عقیدہ ہے فرشتوں کے متعلق یہ عقیدہ ہے تاکہ بچوں کا ذہن بنے۔ آج کل بچوں کا ذہن ٹی وی کی طرف ہے، کھیلوں کی طرف ہے دین کی طرف نہیں ہے۔ ماں باپ کا فریضہ ہے کہ وہ انہیں دین سکھائیں ورنہ قیامت والے دن گریبان سے پکڑے جائیں گے بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بلکہ مزین کیا گیا ان لوگوں کیلیئے جو کافر ہیں مَكْرُهُمْ ان کا مکر۔ یہ اپنے مکر اور چالاکی کو بڑا کمال سمجھتے ہیں کہ میں نے یہ کیا، میں نے یہ کیا یہ مکر وفریب اور ہوشیاری کام نہیں آئیگی۔

وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ اور روکے گئے وہ راستے سے، شیطان نے روکا نفس امارہ نے روکا برے لوگوں نے روکا بہرحال سیدھے راستے سے روکے گئے وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ اور وہ شخص جسکو اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے پس نہیں ہے کوئی اسکو ہدایت دینے والا۔ اور یہ بات تم پہلے پڑھ چکے ہو کہ اللہ تعالیٰ اسی کو گمراہ کرتا ہے جو کفر پر ڈٹا رہے اور ہدایت اسکو دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے جبراً نہ کسی کو ہدایت دیتا ہے اور نہ کسی کو گمراہ کرتا ہے لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ان لوگوں کیلیئے عذاب ہوگا دنیا کی زندگی میں کبھی کسی رنگ میں، کبھی کسی رنگ میں، کبھی کسی شکل میں وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ اور البتہ آخرت کا عذاب بہت مشقت والا ہے یہ دنیا کی آگ برداشت نہیں کر سکتے اور آخرت کی آگ اس سے انہتر گنا تیز ہے اگر مارنا مقصود ہوتو اس کا ایک شعلہ ہی کافی ہے لیکن ماردیا تو پھر سزا کون بھگتے گا وَمَا لَهُمْ مِّنْ وَّاقٍ اور نہیں ہوگا ان کیلیئے اللہ کی طرف

سے کوئی بچانے والا۔ وَقٰی یَقِیْ کا معنٰی ہے بچانا متقی اس سے ہے بچنے والا۔ کوئی بھی انکو رب تعالٰی کی گرفت سے بچانے والا نہیں ہوگا۔

۞ ۞ ۞

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ اُكُلُهَا دَاۗىِٕمٌ وَّظِلُّهَا ۭ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ڰ وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ۭ قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ ۭ اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ ۝ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ۭ وَلَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاۗءَهُمْ بَعْدَ مَا جَاۗءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ ۝

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ صفت اس جنت کی وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ جس کا وعدہ کیا گیا ہے پرہیزگاروں کیساتھ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ جاری ہونگی اس کے نیچے نہریں اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا پھل اس کے ہمیشہ ہونگے اور سایہ بھی تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ یہ انجام ہے ان لوگوں کا اتَّقَوْا جو ڈرتے ہیں وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ اور کافروں کا انجام دوزخ ہوگی وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ اور وہ لوگ جن کو دی ہم نے کتاب يَفْرَحُوْنَ وہ خوش ہوتے ہیں بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ اس چیز پر جو نازل کی گئی ہے آپ کی طرف وَمِنَ الْاَحْزَابِ اور بعض فرقوں میں سے مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ وہ ہیں جو اسکی بعض باتوں کا انکار کرتے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّمَآ اُمِرْتُ پختہ بات ہے مجھے حکم دیا گیا ہے اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ کہ میں عبادت کروں اللہ تعالیٰ کی وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ اور اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤں اِلَيْهِ اَدْعُوْا اسی

کی طرف میں دعوت دیتا ہوں وَاِلَیْہِ مَاٰبِ اور اسی کی طرف میرا لوٹنا ہے وَکَذٰلِکَ اور اسی طرح اَنْزَلْنٰہُ حُکْمًا عَرَبِیًّا ہم نے نازل کیا ہے اسکو ایک فیصلہ عربی زبان میں وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَھْوَآءَ ھُمْ اور البتہ اگر آپ نے پیروی کی ان کی خواہشات کی بَعْدَ مَا جَآءَ کَ مِنَ الْعِلْمِ بعد اس کے کہ آچکا آپ کے پاس علم مَالَکَ مِنَ اللّٰہِ نہیں ہوگا آپ کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا وَاقٍ کوئی حمایت کرنے والا اور نہ کوئی بچانے والا۔

عقیدۂ قیامت :

اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ایک عقیدہ قیامت کا ہے کہ مرنے کے بعد سب نے زندہ ہونا ہے اور میدان محشر میں اللہ تعالیٰ کی عدالت میں سب پیش ہونگے اور اللہ تعالیٰ ان کے درمیان فیصلہ فرمائیں گے۔ پھر یہ بھی عقیدہ ہے کہ پل صراط پر سے بھی گذرنا ہے جو بال سے باریک اور تلوار سے تیز ہے لیکن مومنوں کیلئے جرنیلی سڑک ہے یہ اپنے اپنے اعمال کی بنیاد پر اس پر چلیں گے کوئی تو تیز اڑنے والے پرندے کی رفتار سے گذرے گا، کوئی ایسے جیسے گھوڑے پر سوار ہے، کوئی اونٹ پر سوار کی رفتار سے، کوئی پیدل اور جس کے نیک اعمال زیادہ کمزور ہونگے وہ آہستہ آہستہ چلے گا غرضیکہ اعمال کی نسبت سے رفتار ہوگی جس کے اعمال میں جتنی طاقت ہوگی اس رفتار سے چلے گا جیسے طاقتور تیز چلتا ہے، بوڑھا بیمار کمزور آہستہ چلتا ہے۔ آج ہمیں اس چیز کا احساس نہیں ہے اعمال کا پورا پورا احساس مرنے کے بعد ہوگا عقائد میں جنت کا ماننا بھی ہے۔ جنت کا آج ہم صحیح معنٰی میں تصور نہیں کرسکتے ادنیٰ ترین جنتی کو ایسی ایسی کوٹھیاں ملیں گی جو ساٹھ ساٹھ میل میں پھیلی ہونگی ان

میں بے شمار کمرے ہونگے جن میں قالین بچھی ہوں گی تکیے لگے ہونگے ، دودھ کی نہریں ہونگی ، خالص شراب اور شہد کی نہریں ہونگی ، صاف ستھرے پانی کی نہریں ہونگی ۔ جنت میں جو پھل ہونگے ان کا آج ہم تصور بھی نہیں کر سکتے ، اس کا ذکر ہے مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ صفت اور حلیہ اس جنت کا جس کا وعدہ کیا گیا ہے پرہیزگاروں کیساتھ ۔

تقویٰ کا معنٰی ومفہوم :

تقویٰ کا معنٰی ہے بچنا ۔ وہ لوگ جو شرک سے بچتے ہیں ، کفر سے بچتے ہیں ، بدعت سے بچتے ہیں ، جھوٹ اور بدکاری سے بچتے ہیں ، جوئے اور شراب نوشی سے بچتے ہیں وہ متقی ہیں ۔ فن قرات میں حضرت اُبَیّ ابن کعب رضی اللہ عنہ سید القراء ہیں تمام قاریوں کے امام ہیں تجوید کا سلسلہ ان پر جا کے ختم ہوتا ہے ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو سمجھانے کیلئے ان سے سوال کیا کہ اے اُبی ابن کعب یہ بتاؤ کہ تقویٰ کسے کہتے ہیں ؟ (عربی لوگ اس وقت بھی کھلے کھلے کرتے پہنتے تھے اور اب بھی) فرمانے لگے حضرت ! میں تقویٰ کا مفہوم اس طرح سمجھا سکتا ہوں کہ میں جس وقت جھاڑیوں اور درختوں میں سے گذرتا ہوں تو اپنے اس لمبے اور کھلے کرتے کو سمیٹ لیتا ہوں تاکہ کوئی کانٹا کوئی ٹہنی میرے کرتے کیساتھ نہ اٹکے ، اسی طرح انسان اپنے آپ کو گناہوں کے کانٹے سے بچاتا جائے یہ گناہ نرے کانٹے ہیں ۔ تو تقویٰ کا معنٰی ہے بچنا پرہیز کرنا رب کی مخالفت سے بچنا ۔ تو متقیوں کیساتھ جس جنت کا وعدہ کیا گیا ہے تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ جاری ہونگی اس کے نیچے نہریں یعنی جنت کے مکانوں اور کوٹھیوں کے نیچے نہریں جاری ہونگی ۔

جنت کے پھل دائمی ہونگے :

اُكُلُهَا دَآئِمٌ پھل اس کے ہمیشہ ہونگے ۔ دنیا کے پھل موسمی ہوتے ہیں موسم ختم

ہوا پھل بھی ختم ہو گیا لیکن جنت کے پھل دائمی اور ہمیشہ ہونگے جب کوئی دانہ توڑے گا ساتھ ہی اور لگ جائے گا ختم ہونے میں نہیں آئیگا اور توڑنے کیلئے اٹھنا بھی نہیں پڑیگا جب کسی پھل کے کھانے کا ارادہ کریگا اسکی ٹہنی خود بخود اس کے آگے جھک جائیگی چاہے وہ درخت کتنا بلند ہی کیوں نہ ہو اس کے اوپر چڑھنے کیلئے سیڑھی کی ضرورت نہیں پڑیگی۔ تو جنت کے پھل دائمی اور ہمیشہ ہمیشہ ہونگے اس دنیا کے پھلوں کی طرح نہیں کہ موسم ہے تو پھل ہے اور موسم نہیں ہے تو پھل بھی نہیں ہے دنیا میں بھی بعض پھل دو دفعہ لگتے ہیں جیسے امرود ہے باقی پھل عموماً سال میں ایک دفعہ ہی آتے ہیں خصوصاً کھجور لیکن آنحضرت ﷺ کے خادم خاص حضرت انس ؓ کی کھجوروں کو پھل سال میں دو دفعہ لگتا تھا انہوں نے آپکی دس سال خدمت کی ہے۔ حضرت انس کی والدہ ماجدہ امّ سلیم بنت ملحان صحابیہ ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور رشتے میں آنحضرت ﷺ کی رضاعی خالہ بھی ہیں کیونکہ آپکی والدہ ماجدہ اور انہوں نے مل کر دودھ پیا تھا۔ آنحضرت ﷺ سے کہنے لگیں حضرت! یہ انس آپ کا خادم ہے اس کیلئے دعا کریں آنحضرت ﷺ نے ان کیلئے دعا کی کہ دین کیساتھ اَكْثِرْ مَالَهٗ وَوَلَدَهٗ اے اللہ! اس کے مال اور اولاد کو زیادہ کردے۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ ان کی بڑی بیٹی حضرت اُمیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ابا جان جب بوڑھے ہوگئے تو آخری دو سال بڑھاپے کی وجہ سے روزے نہیں رکھ سکے لہذا فدیہ دیتے تھے۔ ایک دن کہنے لگے بیٹی مجھے گن کر بتاؤ میری اولاد کتنی ہے؟ بیٹی نے کہا ابا جان ۹۲ھ تک آپ کے جو بیٹے بیٹیاں فوت ہوئے ہیں ان کی تعداد ایک سو بیس ہے اور ایک سو اس وقت آپ کے پاس ہیں۔ یہ آنحضرت ﷺ کی دعا کا اثر تھا اور ان کی کھجوروں کا باغ سال میں دو دفعہ پھل دیتا تھا اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ اتنا وافر ہوتا تھا کہ کئی باغ اسکا

مقابلہ نہیں کر سکتے تھے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ایک سو تین سال عمر پائی ہے۔تو جنت کے پھل دائمی ہیں وَّ ظِلُّهَا اور سایہ بھی۔عرب کا علاقہ بڑا گرم ہے اور میٹھے پانی کی بھی قلت ہے وہ لوگ درختوں اور پانی کو غنیمت سمجھتے ہیں اسلیئے اللہ تعالیٰ نے جنت کا جب بھی نقشہ پیش کیا ہے تو فرمایا ہے کہ وہاں پانی کی نہریں ہوں گی اور سائے دار درخت ہونگے یہ موٹی موٹی چیزیں ہیں۔اور کیا پوچھتے ہو لَهُمْ مَايَشَآءُ وْنَ فِيهَا ان کیلئے وہ کچھ ہوگا جو یہ وہاں چاہیں گے۔آنحضرت ﷺ کے رضاعی بھائی حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ جہاد کے ایک سفر میں آپ کیساتھ تھے ایک جگہ دیکھا کہ بڑے درخت ہیں اور پانی کا چشمہ ہے دل میں خیال آیا کہ یہیں ڈیرہ لگالوں اور اللہ اللہ کرتا رہوں پھر خیال آیا کہ آنحضرت ﷺ کی اجازت کے بغیر مجھے ایسی کاروائی نہیں کرنی چاہئے کہنے لگے حضرت! یہاں پانی بھی ہے اور درخت بھی ہیں میرا دل چاہتا ہے کہ بیوی بچے چھوڑ کر یہاں رہ جاؤں اور اللہ اللہ کرتا رہوں۔

اسلام تبتل کا قائل نہیں :

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اسلام تَبَتُّــلُ کا قائل نہیں ہے۔تبتل کا معنٰی ہے کہ آدمی اپنے اہل وعیال عزیز رشتہ داروں سے تعلق منقطع کر کے جنگل میں جا بیٹھے، اسلام اس کا سخت مخالف ہے۔اسلام اجتماعی زندگی کو پسند کرتا ہے اگر چہ اجتماعی زندگی میں تکالیف آتی ہیں مگر یہ تکلیفیں گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں گناہ معاف ہوتے ہیں یہانتک کہ کانٹا چبھ جائے چیونٹی کاٹ لے اس پر بھی معاف ہوتے ہیں، سر درد، پیٹ درد، کمر درد، بخار ہو جائے ان تمام چیزوں پر گناہوں کی معافی ہے۔حضرت فرید گنج شکرؒ اکابر اولیاء اللہ میں سے گذرے ہیں ان کو کوئی تکلیف تھی جس پر وہ بڑے خوش تھے تکلیف جب جاتی رہی تو رونا شروع کر دیا شاگردوں نے، مریدوں نے اور ساتھیوں نے عرض کیا حضرت جب

آپ کو تکلیف تھی تو آپ خوش خوش نظر آتے تھے اور اب جب تکلیف دفع ہوگئی ہے تو روتے ہو؟ فرمایا اسلئے روتا ہوں کہ اب گناہوں کے معاف ہونے کا سبب ختم ہوگیا ہے کیونکہ مومن کو کوئی بھی تکلیف آئے تو وہ اس کی نجات کا ذریعہ ہوتی ہے اور گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے۔ حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب کشمیریؒ دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑا حافظہ عطا کیا تھا اس دور میں انہوں نے جتنا مطالعہ کیا شاید کسی نے کیا ہو ان کی بڑی علمی خدمات ہیں۔ عمر ساری ساٹھ سال تھی۔ وہ فرماتے ہیں اَلْحَرُّ وَالْقَرُّ یُکَفِّرَانِ الذُّنُوْبَ ''گرمی اور سردی مومن کے گناہوں کا کفارہ ہیں'' یعنی گرمی اور سردی کی جو تکلیف ہے یہ بھی گناہوں کا کفارہ ہے۔ تو گھروں میں رہتے ہوئے جو تکالیف برداشت کرنی پڑتی ہیں اور الٹی سیدھی باتیں سننی پڑتی ہیں یہ بھی گناہوں کا کفارہ ہے ایسی یکسوئی کی شریعت قائل نہیں ہے کہ بیوی بچوں کو چھوڑ کر تم اپنی سہولت تلاش کرو۔ میری بیٹیو! مسئلہ اچھی طرح یاد رکھنا کہ نفلی نماز روزے کا بڑا ثواب ہے لیکن گھر کے جو کام ہیں جھاڑو پھیرنا، بچوں کو سنبھالنا، انکو نہلانا دھلانا، روٹی تیار کر کے دینا، گھر والوں کی خدمت کرنا اس کا ثواب نفلی عبادت سے زیادہ ہے۔ تو فرمایا کہ جنت کا پھل بھی ہمیشہ ہمیشہ رہیگا اور سایہ بھی تِلْکَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا یہ انجام ہے ان لوگوں کا جو ڈرتے ہیں رب تعالیٰ سے۔ اب دوسری مد کا انجام بھی سن لو۔ فرمایا وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ اور کافروں کا انجام دوزخ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان مرد عورت کو دوزخ سے بچائے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت والے دن فرشتوں کو حکم دیں گے وہ آدمی لاؤ جس نے دنیا میں سب سے زیادہ راحت اور آرام کی زندگی گذاری ہے۔ اس کو لایا جائے گا وہ کافر ہوگا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اسکو دوزخ کی ایک ڈبکی دیکر لاؤ۔ فرشتے اسکو دوزخ کا ایک غوطہ

دیکر لائیں گے پھر اللہ تعالیٰ اسکو فرمائیں گے کہ بتا تو نے دنیا میں کتنا سکھ آرام دیکھا ہے؟ وہ کہے گا اے میرے رب مجھے تیری قسم ہے میں نے کوئی سکھ نہیں دیکھا۔ یہ اس آدمی کا حال ہے جو ساری دنیا میں سکھی تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ وہ آدمی لاؤ جس نے دنیا میں کوئی خوشی نہیں دیکھی، وہ لایا جائیگا اور وہ مومن ہوگا جس نے بالغ ہونے سے لیکر مرتے دم تک کوئی خوشی نہیں دیکھی۔ اللہ تعالیٰ اسکو فرمائیں گے کہ جا نہر حیات میں ایک غوطہ لگا کر آ، نہر حیات جنت کے گیٹ کے اندر ہے، وہ ایک غوطہ لگائے گا اس کا اتنا مزا اور سرور ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اسکو فرمائیں گے کہ بتا میرے بندے تو نے دنیا میں کتنی تکلیف دیکھی ہے؟ وہ کہے گا اے پروردگار! مجھے تیری قسم ہے میں نے کوئی تکلیف نہیں دیکھی۔ آج ہم جنت کی راحت اور دوزخ کی تکلیف کو نہیں سمجھ سکتے۔

اہل کتاب کا اسلام قبول کرنا :

فرمایا وَالَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ اور وہ لوگ جن کو دی ہم نے کتاب، تورات، زبور، انجیل یہود و نصاریٰ کو دی تو ان میں جو نیک دِل تھے جیسے عبداللہ ابن سلام، حضرت ثعلبہ، حضرت اُسید، حضرت بن یامین ﷺ یہ پہلے یہودی تھے اور حضرت سلمان فارسی، حضرت تمیم داری، حضرت عدی ابن حاتم ﷺ یہ پہلے عیسائی تھے انہوں نے قرآن سنا فوراً ایمان لائے یَفْرَحُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ وہ خوش ہوتے ہیں اس چیز پر جو نازل کی گئی ہے آپ کی طرف، قرآن پاک کو سن کر خوش ہوتے ہیں کیونکہ یہ ان کی کتابوں کے مطابق ہے جو غیر محرف تھیں بدلی نہیں گئی تھیں وَمِنَ الْاَحْزَابِ. اَحْزَاب حِزْبٌ کی جمع ہے، حزب کا معنیٰ گروہ ہے۔ معنیٰ ہوگا اور گروہوں میں سے جو باقی عرب ہیں مَنْ یُّنْکِرُ بَعْضَهٗ وہ ہیں جو اسکی بعض باتوں کا انکار کرتے ہیں۔ وہ کیا تھیں؟ پہلی بات توحید تھی۔

سورت صٰفٰت آیت نمبر ۳۵ میں ہے اِنَّھُمْ کَانُوْٓا اِذَا قِیْلَ لَھُمْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یَسْتَکْبِرُوْنَ ’’بیشک وہ لوگ کہ جب ان کیسامنے کہا جاتا تھا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، کوئی مشکل کشا نہیں، کوئی حاجت روا نہیں ہے، کوئی فریادرس نہیں ہے، کوئی دستگیر نہیں ہے، کوئی حاکم نہیں اور مُقنن نہیں ہے تو تکبر کرتے تھے اچھلتے کودتے تھے کہتے تھے اَجَعَلَ الْاٰلِھَۃَ اِلٰھًا وَّاحِدًا اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ [سورۃ ص] کیا اس پیغمبر نے اتنے الٰہوں کا ایک ہی الٰہ بنا دیا ہے یہ تو بڑے تعجب کی بات ہے۔‘‘ یہ ہمارے الٰہ کہاں گئے پھر قیامت کا بھی انکار کرتے تھے اور کہتے تھے ھَیْھَاتَ ھَیْھَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ [المومنون:۳۶] ’’بعید ہے یہ بات بعید ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے اَءِ ذَا مِتْنَا وَکُنَّا تُرَابًا کیا جب ہم مرجائیں گے اور ہوجائیں گے مٹی ذٰلِکَ رَجْعٌ بَعِیْدٌ یہ لوٹنا دور کی بات ہے۔ تو فرمایا کہ گروہوں میں سے بعض وہ ہیں کہ جو قرآن کے بعض حصے کا انکار کرتے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّمَآ اُمِرْتُ پختہ بات ہے مجھے حکم دیا گیا ہے اَنْ اَعْبُدَ اللّٰہَ کہ میں عبادت کروں اللہ تعالیٰ کی وَلَآ اُشْرِکَ بِہٖ اور اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤں کسی چیز کو نہ اس کی ذات میں نہ اسکی صفات میں وہ وحدہ لاشریک لہ ہے اِلَیْہِ اَدْعُوْا اسی کی طرف میں دعوت دیتا ہوں کہ عبادت رب تعالیٰ کی کرو اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ وَاِلَیْہِ مَاٰبِ اصل میں مَاٰبِیْ تھا ’ی‘ متکلم کی تخفیفاً حذف کی گئی ہے معنیٰ ہوگا اور اسی کی طرف میرا لوٹنا ہے مَاٰبُ مصدر میمی ہے۔

حفاظتِ قرآن :

فرمایا وَکَذٰلِکَ اَنْزَلْنٰہُ اور اسی طرح ہم نے نازل کیا اس قرآن کو جسطرح پہلے پیغمبروں پر کتابیں نازل کیں ہیں حُکْمًا عَرَبِیًّا ایک فیصلہ عربی زبان میں۔ الحمدللہ آج

آسمانی کتابوں میں سے صرف قرآن کریم اصلی شکل میں موجود ہے دنیا کے کسی خطے میں تم چلے جاؤ تمہیں یہی قرآن ملے گا قرآن کریم کے علاوہ کوئی آسمانی کتاب اصلی شکل میں موجود نہیں ہے اور یہ بات صرف ہم ہی نہیں کہتے بلکہ خود پادری بھی اقرار کرتے ہیں کہ واقعی انجیل بھی اصل شکل میں نہیں ہے اور تورات بھی زبور بھی اصلی شکل میں نہیں ہیں جبکہ قرآن کریم کے الفاظ بھی محفوظ ہیں معنٰی بھی محفوظ ہیں اور قرات وتجوید اور لب ولہجہ بھی محفوظ ہے کیونکہ اس کا محافظ خود اللہ تعالیٰ ہے اور دینی مدارس اور مساجد اس کی حفاظت کا ذریعہ ہیں لہذا ان کو بھی کوئی ختم نہیں کر سکتا۔ اس کی مثال تم اس طرح سمجھو کہ ایک آدمی اپنے دوست کو کہتا ہے کہ میں کسی کام کیلئے جا رہا ہوں دودھ کا خیال رکھنا کتا بلی نہ پی جائے اور وہ دودھ پیالے میں ہے تو جسطرح وہ دودھ کی حفاظت کریگا پیالے کی بھی کریگا اصل مقصد تو دودھ کی حفاظت ہے مگر اس کی وجہ سے پیالے کی بھی حفاظت ہوگی کیونکہ پیالے کے بغیر دودھ رہ نہیں سکتا۔ اسی طرح قرآن کریم مساجد اور مدارس کے بغیر کہیں سے حاصل نہیں ہوسکتا یہی وجہ ہے کہ جس حکومت نے بھی مدارس کی طرف آنکھ اٹھائی ہے رب تعالیٰ نے اسکو ذلیل ہی کیا ہے۔ پچھلے دنوں نواز حکومت نے یہ ادارہ کیا تھا اپنے ابو جی امریکہ کے کہنے پر کہ دینی مدارس پر پابندی لگائیں تو ہمارے پاس بھی کوائف لینے کیلئے آئے تھے کہ تمہارے پاس طالب علم کتنے ہیں مدارس کتنے ہیں، آپکا ذریعہ آمدن کیا ہے، کہاں سے مدد ملتی ہے یہ سارے کوائف لے کر چلے گئے مگر اللہ تعالیٰ نے خود ان کا بیڑا غرق کر دیا۔ تو اللہ تعالیٰ دین کا محافظ ہے اور اس کے برتن کا بھی محافظ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَ هُمْ اور البتہ اگر آپ نے پیروی کی ان لوگوں کی خواہشات کی بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ بعد اس کے کہ آ چکا آپ کے پاس علم مَالَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ

وَّلِیّ نہیں ہوگا آپ کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حمایتی، کوئی حمایت نہیں کر سکے گا وَّلَا وَاقٍ اور نہ کوئی بچانے والا۔ اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے کوئی بچا نہیں سکے گا۔ یہ آپ ﷺ کو خطاب کر کے دوسروں کو سمجھایا جا رہا ہے۔

؎ گفتہ آید در حدیث دیگراں

بعض دفعہ خطاب کسی کو ہوتا ہے اور سمجھانا کسی کو ہوتا ہے۔ یہ آپ ﷺ کو خطاب کر کے ہمیں تمہیں سمجھایا جا رہا ہے کہ لوگوں کی خواہشات پر نہ چلو بلکہ جو رب تعالیٰ فرماتے ہیں وہ کرو۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (امین)

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ﴿۳۸﴾ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۚۖ وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾ وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ﴿۴۰﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ؕ وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۴۱﴾ وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا ؕ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ؕ وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۴۲﴾ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ؕ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ﴿۴۳﴾ ع

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلاً اور البتہ تحقیق بھیجے ہم نے رسول مِنْ قَبْلِكَ آپ سے پہلے وَجَعَلْنَا لَهُمْ بنائی ہم نے ان کیلئے اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً بیویاں اور اولاد وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اور نہیں ہے کسی رسول کیلئے اختیار اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ یہ کہ لائے وہ کوئی نشانی اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ مگر اللہ تعالیٰ کے حکم کیساتھ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ہر وعدے کیلئے ایک لکھا ہوا ہے يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ مٹاتا ہے اللہ تعالیٰ جو چاہے وَيُثْبِتُ اور ثابت رکھتا ہے جسکو چاہے وَعِنْدَهٗ اُمُّ الْكِتٰبِ اور اسی کے پاس ہے

اصل کتاب وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ اور اگر ہم دکھائیں آپ کو بَعْضَ الَّذِىْ نَعِدُهُمْ بعض وہ چیزیں جن کی ہم انکو دھمکی دیتے ہیں اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ یا ہم آپ کو وفات دے دیں فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ پس پختہ بات ہے آپ کے ذمہ بات پہنچانا ہے وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ اور ہمارے ذمہ ہے حساب لینا اَوَلَمْ يَرَوْا کیا انہوں نے دیکھا نہیں ہے اَنَّا نَاْتِى الْاَرْضَ بیشک ہم آتے ہیں زمین پر نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ہم گھٹاتے ہیں اسکو اس کے اطراف سے وَاللّٰهُ يَحْكُمُ اور اللہ تعالیٰ فیصلہ کرتا ہے لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ کوئی نہیں ہٹانے والا اسکے حکم کو وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ اور وہ جلدی حساب لینے والا ہے وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ اور تحقیق تدبیر کی ان لوگوں نے مِنْ قَبْلِهِمْ جو ان سے پہلے تھے فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا پس اللہ تعالیٰ کیلئے ہے تدبیر ساری يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ جانتا ہے جو کماتا ہے ہر نفس وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ اور عنقریب جان لیں گے کافر لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ کس کیلئے ہے آخرت کا گھر وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور کہتے ہیں وہ لوگ جو کافر ہیں لَسْتَ مُرْسَلًا نہیں ہے تو بھیجا ہوا قُلْ آپ کہہ دیں كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا کافی ہے اللہ تعالیٰ گواہ بَيْنِىْ وَبَيْنَكُمْ میرے اور تمہارے درمیان وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ اور وہ جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔

حضور ﷺ پر اعتراضات :

کفار نے آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی پر طرح طرح کے اعتراضات کیے تھے۔

ان اعتراضوں میں سے ایک یہ بھی تھا، یہ کیسا نبی ہے جس نے اتنی بیویاں کر رکھی ہیں اتنی تو بادشاہوں کی بھی نہیں ہوتیں۔ اولاً تو نبی کی بیوی ہونی ہی نہیں چاہئے اسکو سارا وقت اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے خرچ کرنا چاہئے اگر بہت ضروری ہو بھی تو ایک آدھ بیوی کافی ہے اور سطحی قسم کے لوگ یقیناً ایسے اعتراضات کا شکار ہو جاتے ہیں کہ بظاہر بات تو صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کی اتنی بیویاں ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی منکوحہ بیویاں گیارہ تھیں اور دو لونڈیاں تھیں ان میں سے دو آپ ﷺ کی زندگی میں وفات پا گئی تھیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، یہ آپ ﷺ کی پہلی بیوی ہیں اور ان کی زندگی میں آپ ﷺ نے کسی اور کیساتھ نکاح نہیں کیا یہ مکہ مکرمہ میں فوت ہوئیں اور جنت المعلیٰ کے قبرستان میں انکی قبر ہے۔ اور دوسری حضرت زینب اُمّ المساکین رضی اللہ تعالیٰ عنہا، یہ چند ماہ آپ کے نکاح میں رہ کر فوت ہو گئیں، انکی قبر مدینہ طیبہ میں جنت البقیع کے قبرستان میں ہے۔ باقی نو بیویاں اور دو لونڈیاں آپ ﷺ کی وفات تک زندہ تھیں۔ کافروں نے اعتراض کیا کہ اگر یہ نبی ہے تو اتنی بیویاں کرنے کا کیا معنیٰ ہے؟ علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ جزاء خیر عطا فرمائے انہوں نے اس اعتراض کے کئی جواب دیئے ہیں دو آسان ہیں وہ میں عرض کرتا ہوں۔

کثرت ازواج کی ایک وجہ یہ ہے کہ آدھی امت عورتیں ہیں اور عورتوں کو تبلیغ عورتیں اچھے انداز میں کر سکتی ہیں۔ کچھ مسائل ایسے ہیں کہ عورتیں عورتوں سے ہی سیکھ سمجھ سکتی ہیں وہ مسائل نہ وہ مردوں سے پوچھ سکتی ہیں اور نہ مرد بیان کر سکتے ہیں تو آپ نے اتنی عورتوں کیساتھ شادی محض نفسانی خواہش کی تکمیل کیلئے نہیں کی بلکہ مقصود عورتوں میں تبلیغ کرنا تھا کہ عورتوں میں دین پھیلے اور آپ ﷺ کی ازواج مطہرات عورتوں میں خوب تبلیغ کریں۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ جس جس خاندان کی عورت سے شادی ہوگی اس خاندان کی آپ کیساتھ

اور اسلام کیساتھ دشمنی مدھم ہو جائے گی یا ختم ہو جائے گی کیونکہ عرب کا رواج تھا کہ ان کی بچی کی شادی جس خاندان میں ہو جاتی تھی اس سے عداوت ختم کر دیتے تھے اب وہ سارے خاندان کا داماد کہلاتا تھا۔ آپ ﷺ نے مختلف خاندانوں میں شادیاں اسلیئے کیں تا کہ ان کی آپ ﷺ کیساتھ اور اسلام کیساتھ دشمنی ختم ہو جائے اور اسکا حقیقتاً اثر ہوا چنانچہ آپ ﷺ نے جس جس خاندان میں نکاح کیا اس خاندان کی آپ ﷺ کیساتھ اور اسلام کیساتھ دشمنی بہت ماند پڑ گئی یا ختم ہوگئی۔ تو اصل مقصد اسلام کی سر بلندی تھی اور اسلام کا عورتوں میں پھیلانا تھا محض تکمیل نفس مقصود نہیں تھی۔ تو یہ کہنا کہ انکی بیویاں زیادہ کیوں ہیں یہ کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلاً اور البتہ تحقیق بھیجے ہم نے کئی رسول مِنْ قَبْلِكَ آپ سے پہلے وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجاً وَّذُرِّيَّةً بنائی ہم نے ان کیلیئے بیویاں اور اولاد بھی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں تورات بتلاتی ہے کہ ان کی تین سو بیویاں تھیں اور سات سو لونڈیاں تھیں واللہ اعلم کس حد تک یہ بات صحیح ہے۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی سو بیویوں کا ذکر تو بخاری شریف کی حدیث میں ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے انیس لڑکے تھے حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے تو بیوی اور اولاد کا ہونا نبوت کے منافی نہیں ہے لہذا یہ کوئی اعتراض نہیں ہے۔ دوسرا اعتراض یہ کرتے تھے اگر آپ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں تو صفا مروہ کو سونا بنا دیں کعبۃ اللہ کے اردگرد کے پہاڑ یہاں سے ہٹا کر یہاں نہریں چلا دیں، یہاں باغات ہونے چاہئیں اور آپ کی کوٹھی سونے کی ہونی چاہیئے اس قسم کے مطالبات انہوں نے کیئے جن کا ذکر پندرھویں پارے میں موجود ہے اللہ تعالیٰ اس کا جواب دیتے ہیں وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اور نہیں ہے کسی رسول کیلیئے اختیار اَنْ يَّاْتِىَ بِاٰيَةٍ یہ کہ لائے وہ کوئی نشانی معجزہ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ مگر اللہ تعالیٰ کے حکم

کیساتھ۔ یہ جو معجزات اور نشانیاں ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہیں اور نبی کے ہاتھ پر صادر ہوتے ہیں نبی کا ذاتی طور پر اس میں کوئی دخل اور اختیار نہیں ہے۔

قانونِ ناسخ ومنسوخ :

لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ہر وعدے کیلئے ایک نوشتہ ہے ہر ایک کی موت وحیات اولاد کا ملنا اور چھن جانا، غنی ہونا، فقیر ہونا، ہر چیز کیلئے رب تعالیٰ کی طرف سے ایک میعاد اور نوشت ہے جو کچھ ہونا ہے سب کچھ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہوا ہے يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ مٹاتا ہے اللہ تعالیٰ جو چاہے وَيُثْبِتُ اور ثابت رکھتا ہے جسکو چاہے۔ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ سے کیا مراد ہے؟ اس سے متعلق مفسرین کرامؒ کافی تفصیل کرتے ہیں ایک تفسیر یہ ہے کہ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ سے مراد وہ حکم ہیں جو پہلے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو ختم کر دیا منسوخ کر دیا وَيُثْبِتُ اور بہت سارے احکام باقی ہیں مثلاً پہلے شراب حلال تھی لوگ پیتے تھے ہجرت کے سال رب تعالیٰ نے اس حکم کو منسوخ کر دیا، پہلے کافرہ عورت کیساتھ نکاح جائز تھا اور مومن اپنی بیٹی کا نکاح کافر کیساتھ کرا سکتا تھا پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ تو بہت سارے احکام رب تعالیٰ نے مٹا دیئے اور بہت سارے حکم ہیں جو ثابت ہیں اور ایک گروہ کہتا ہے کہ یہ تقدیر کے متعلق ہے۔ تقدیر دو قسم پر ہے مُبْرَمْ اور مُعَلَّقْ۔ مُبْرَمْ وہ ہے جو اٹل ہوتی ہے ٹلتی نہیں ہے جیسے موت ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہر بیماری کا علاج ہے اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری ایسی پیدا نہیں فرمائی جس کا علاج نہ ہو یہ الگ بات ہے کہ حکیم ڈاکٹر کی سمجھ میں نہ آئے یا اس کیلئے صحیح دوائی تجویز نہ کر سکیں لیکن علاج ہر بیماری کا ہے۔ دو بیماریاں ایسی ہیں جنکا کوئی علاج نہیں ہے ایک بڑھاپا اور دوسری موت، اسلئے فرمایا اللہ کے بندو! عَلَيْكُمْ بِالتَّدَاوِیْ علاج کیا کرو۔ مسئلہ سمجھ لیں اگر کوئی آدمی اس ارادے سے

علاج کرے کہ آنحضرت ﷺ کا حکم ہے شفا ہو نہ ہو جو رقم علاج پر خرچ کریگا اسکا اسکو ثواب ملے گا چاہے اپنی ذات پر خرچ کرے یا اولاد پر، بیوی پر عزیزوں پر، لہذا ہر مسلمان کو اس نیت سے علاج کرانا چاہیئے کہ آنحضرت ﷺ کا حکم ہے علاج کیا کرو۔ تو تقدیر مبرم نہیں ٹلتی اور دوسری ہے تقدیر معلق۔ اور مُعَلَّقُ وہ ہے جو دعا کے ذریعے ٹل جاتی ہے دوا کے ذریعے ٹل جاتی ہے مثلاً اللہ تعالیٰ نے ایک آدمی کیلئے کوئی بیماری لکھی ہے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ یہ دعا کریگا تو بیماری چلی جائیگی، دوا کریگا تو بیماری چلی جائیگی یہ کام کریگا تو اسکا کام بن جائے گا۔ وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ اور اسی اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اصل کتاب یعنی لوح محفوظ جس میں یہ تمام چیزیں درج ہیں۔ لیکن لوح محفوظ میں جو کچھ ہے وہ اللہ تعالیٰ کے علم کا کروڑ در کروڑواں حصہ بھی نہیں ہے کیونکہ لوح محفوظ میں دنیا کی پیدائش سے لیکر دنیا کے اختتام تک کے حالات لکھے ہیں اور دنیا کی پیدائش سے پہلے کا جو ازلی علم ہے اور دنیا کے اختتام کے بعد کا جو ابدی علم ہے وہ رب تعالیٰ کا بے شمار علم ہے وہ رب تعالیٰ کے سوا کسی کے پاس نہیں ہے۔ اس کے مقابلے میں لوح محفوظ تو محدود سی چیز ہے۔

اللہ تعالیٰ کا آپ ﷺ کو تسلی دینا :

آگے اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو تسلی دیتے ہیں کہ اگر یہ لوگ آپ ﷺ کیساتھ مذاق کرتے ہیں اور آپ ﷺ کی نبوت کا انکار کرتے ہیں تو ہم انکو دنیا میں بھی سزا دے سکتے ہیں۔ فرمایا وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اور اگر ہم دکھا دیں آپ کو بعض وہ چیزیں جن کی سزا کی ہم انکو دھمکی دیتے ہیں اگر آپ کی زندگی میں ایسا کرنا چاہئیں تو ہمیں اسکی قدرت ہے اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ یا ہم آپ کو وفات دے دیں فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ پس پختہ بات ہے آپ کے ذمہ بات پہنچانا ہے وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ اور ہمارے ذمہ ہے حساب لینا۔

یعنی آپ ﷺ اپنا کام کرتے جائیں آپ ﷺ کے دشمن سزا سے نہیں بچ سکتے سزا ان کو ضرور ہوگی چاہے آپ ﷺ کی زندگی میں ہم انکو دے دیں یا بعد میں دیں ہم ہر طرح سے قادر ہیں۔ اگلی آیات کا تعلق بھی اسی وعدے کیساتھ ہے کہ ہم انکو دنیا میں ہی تہس نہس کر سکتے ہیں کیا یہ دیکھتے نہیں کہ ہم کس طرح مسلمانوں کا رقبہ بڑھاتے جا رہے ہیں اور کافروں کا گھٹاتے جا رہے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے جب مکہ مکرمہ کی سرزمین پر لوگوں کو توحید و رسالت کا سبق دیا، قیامت کا سبق دیا، قرآن کریم کی حقانیت سمجھائی تو لوگ دن بدن آپ ﷺ کی جماعت میں شامل ہوتے گئے لیکن مکہ مکرمہ میں زمین کا کوئی ٹکڑا آپ ﷺ کے زیر اثر نہیں تھا وہاں سے ہجرت کر کے آپ ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لے آئے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے آپ ﷺ کو مدینہ طیبہ کا اقتدار عطا فرمایا پھر خیبر فتح ہوا اس کے بعد مکہ مکرمہ فتح ہوا اور آپ ﷺ کی آخری زندگی میں عرب کی ساری زمین فتح ہوگئی پھر آپ ﷺ کے بعد آپ کے صحیح جانشینوں نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کیساتھ دنیا کے آخری کونے تک اسلام پہنچا دیا تو اس طرح دن بدن کافروں کا رقبہ کم ہوتا تھا اور اسلام کا رقبہ بڑھتا جاتا تھا۔ اس کا ذکر ہے اَوَلَمْ يَرَوْا کیا انہوں نے دیکھا نہیں ہے اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ بیشک ہم چلے آتے ہیں زمین پر یعنی ہمارا حکم چلا آتا ہے نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ہم گھٹاتے ہیں اس کو اس کے اطراف سے زمین کافروں کے قدموں سے نکلتی جا رہی ہے اور مسلمانوں کے قدموں کے نیچے آ رہی ہے۔

حضور ﷺ کی پیشنگوئیاں:

مدینہ طیبہ میں ایک بازار تھا اسکو سوق التمر کہتے تھے یعنی کھجور منڈی، یہود کا ایک بڑا قبیلہ تھا بنو قینقاع، ان کی وہاں بڑی بڑی دکانیں تھیں غزوہ بدر سے واپسی پر آپ ﷺ نے

یہاں تقریر فرمائی جس میں مسلمانوں کو بشارت سنائی کہ جس طرح ہم اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بدر میں کامیابی حاصل کر کے آئے ہیں اسی طرح ایک وقت آئے گا کہ قیصر وکسریٰ کی حکومتیں بھی تمہارے قدموں کے نیچے ہونگی۔ قیصر عیسائی تھا روم کا علاقہ اس کے قبضے میں تھا اور کسریٰ مجوسی تھا ایران کا علاقہ اور خلیج فارس کی ریاستیں اس کے زیر اثر تھیں۔ اس وقت دو ہی قوتیں تھیں ایک قیصر روم اور دوسرا کسریٰ ایران، جیسے آج سے چند سال پہلے دنیا میں دو ہی طاقتیں سمجھی جاتی تھیں روس اور امریکہ۔ روس کا اللہ تعالیٰ نے ناس کیا ہے ان شاء اللہ وہ وقت بھی قریب ہے کہ امریکہ بھی ٹکڑے ٹکڑے ہوگا۔ آنحضرت ﷺ نے جب کھجور منڈی میں تقریر کے دوران یہ فرمایا کہ ایک وقت آئیگا قیصر وکسریٰ کی حکومتیں بھی تمہارے زیر اثر آئیں گی تو یہود نے مذاق اڑایا کہنے لگے دیکھو عرب کے ناتجربہ کار بدوؤں پر فتح حاصل کر کے خوش ہو رہے ہیں اور قیصر وکسریٰ کی فتح کے خواب دیکھ رہے ہیں اور ظاہری حالات بھی ایسے ہی تھے کہ ان کو مذاق کرنا چاہئے تھا کیونکہ دونوں بڑی قوتیں تھیں اور ان کے پاس لاکھوں کی تعداد میں فوج تھی صرف یرموک کے مقام پر تقریباً پینتالیس ہزار مسلمانوں کے مقابلے میں کافروں کی سات لاکھ فوج تھی۔ ظاہری طور پر تو کوئی مقابلہ نہیں ہے مگر اس جنگ میں ایک لاکھ تین ہزار آدمی ان کے مارے گئے اور مسلمان صرف تین ہزار شہید ہوئے۔ عزت ذلت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ سورۃ آل عمران آیت نمبر ۲۶ میں ہے قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِکَ الْخَیْرُ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ’’اے پیغمبر! آپ کہہ دیں اے اللہ جو بادشاہی کا مالک ہے تو جسے چاہے ملک دیتا ہے اور جس سے چاہے بادشاہی چھین لیتا ہے اور تو جسکو

چاہے عزت دیتا ہے اور جسکو چاہے ذلیل کرتا ہے تیرے ہاتھ میں ہے خیر بیشک تو ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔'' ہم خود کچھ نہیں ہیں ہمارے ساتھ رب تعالیٰ کی مدد ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں سارے کا سارا کسریٰ کا علاقہ بمع افغانستان کے فتح ہوگیا اور قیصر کا بھی بہت سا علاقہ فتح ہوگیا اُستانہ اور قسطنطنیہ تک وہ محدود ہوکر رہ گیا مصر فتح ہوا، عراق فتح ہوا، شام فتح ہوا، آرمینیا اور آذربیجان کے علاقے فتح ہوئے، تو یہ سارے کنارے اللہ تعالیٰ نے کافروں سے چھین کر مسلمانوں کو دیئے۔ آج بھی اگر مسلمان صحیح معنیٰ میں مسلمان بن جائیں تو اسلحہ کوئی شے نہیں ہے اللہ تعالیٰ کا نام اور اللہ تعالیٰ کی قدرت سب سے بڑی چیز ہے۔ تو فرمایا کہ انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم زمین پر چلے آرہے ہیں ہمارا حکم زمین پر چلا آرہا ہے، ہم اسکو اطراف سے گھٹا رہے ہیں وَاللّٰهُ یَحْکُمُ اور اللہ تعالیٰ فیصلہ کرتا ہے لَا مُعَقِّبَ لِحُکْمِهٖ کوئی نہیں ہٹانے والا اسکے حکم کو۔ کوئی قوت اللہ تعالیٰ کی ذات سے بڑھ کر نہیں ہے کہ وہ رب تعالیٰ کے حکم کو ٹال سکے وَهُوَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ اور وہ جلدی حساب لینے والا ہے بس آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے مَنْ مَّاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِیَامَتُهٗ ''جو مرا ہے پس تحقیق اسکی قیامت قائم ہوگئی۔'' قبر میں جنت دوزخ بھی سامنے ہے فرشتے بھی نظر آئیں گے راحت اور تکلیف بھی دیکھ لے گا اپنے اعمال کے مطابق وَقَدْ مَکَرَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ اور تحقیق تدبیریں کی لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے، اسلام کو مٹانے کیلئے بڑی بڑی کوششیں کی ہیں فَلِلّٰهِ الْمَکْرُ جَمِیْعًا پس اللہ تعالیٰ کیلئے ہے تدبیر ساری۔ ان کی تدبیریں رب تعالیٰ کی تدبیر کے مقابلے میں کچھ بھی نہ کرسکیں۔ اب بھی کافر اسلام کو مٹانے کے درپے ہیں لیکن اسلام مٹ نہیں سکتا بلکہ بڑھے گا اور قیامت تک رہے گا۔ مسلم شریف

میں حدیث ہے لَا تَزَالُ عِصَابَةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِيْنَ عَلٰى مَنْ نَاوَاهُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ''اور مسلمانوں میں قیامت تک ایک جماعت ایسی رہے گی جو حق کی خاطر لڑائی اور جہاد کریگی اور اپنے دشمنوں پر غالب رہے گی۔'' تو اسلام کو دنیا کی کوئی طاقت نہیں مٹا سکتی۔ کافر جتنی بھی خفیہ تدبیریں کریں اللہ تعالیٰ کے علم کے آگے کوئی چیز مخفی نہیں ہے وہ ان کی تدبیروں کو روکنا جانتا ہے۔ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ وہ جانتا ہے جو کماتا ہے ہر نفس وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ اور عنقریب جان لیں گے کافر کس کیلئے ہے آخرت کا گھر۔ آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے سب معلوم ہو جائیگا کہ آخرت میں کامیابی کس کو نصیب ہوتی ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جان نکالنے والے فرشتے جب جان نکالنے کیلئے آتے ہیں وہ مرنے والے کو نظر آتے ہیں اگرچہ وہ ڈاکٹر حکیم اور عزیز رشتہ دار جو وہاں موجود ہوتے ہیں ان کو نظر نہیں آتے یہ اس وقت منتیں کرتا ہے اور کہتا ہے رَبِّ لَوْلَا اَخَّرْتَنِيْ اِلٰى اَجَلٍ قَرِيْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ [المنٰفقون:۱۰] ''اے میرے پروردگار کیوں نہیں تو نے مجھے مہلت دی تھوڑی سی مدت تک تاکہ میں صدقہ کرتا اور ہو جاتا نیکوں میں سے، لیکن وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا اور اللہ تعالیٰ ہرگز نہیں مؤخر کریگا کسی جان سے اس کی موت جبکہ اس کا وعدہ آگیا۔'' احادیث میں آتا ہے کہ جب ملک الموت روح نکالنے کیلئے سامنے آتا ہے تو اس کے پیچھے اٹھارہ فرشتے لائن باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں جنتی کیلئے جنت کی خوشبوئیں اور جنت کا کفن اور اگر بدبخت ہے تو جہنم کی بدبو اور جہنم کے ٹاٹ لیکر کھڑے ہوتے ہیں اور مرنے والے کو یہ سارے نظر آ رہے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کے ذریعے تمام باتوں سے آگاہ کر دیا ہے۔

آپ ﷺ کی صداقت کی گواہی :

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا اور کہتے ہیں وہ لوگ جو کافر ہیں لَسْتَ مُرْسَلًا نہیں ہے تو بھیجا ہوا، آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول نہیں ہیں قُلْ آپ کہہ دیں كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ کافی ہے اللہ تعالیٰ گواہ میرے اور تمہارے درمیان ۔ اللہ تعالیٰ کی گواہی کیا ہے آپ ﷺ کی صداقت پر کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں؟ ایک گواہی تو قرآن کریم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر قرآن کریم نازل فرمایا ہے اور قرآن کریم نے چیلنج کیا ہے کہ اگر کسی میں ہمت ہے تو میرے جیسا قرآن لیکر آؤ چنانچہ سورت بنی اسرائیل آیت نمبر ۸۸ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ”اگر اکٹھے ہو جائیں انسان اور جنات سارے اس بات پر کہ وہ لائیں اس قرآن کے مثل تو نہیں لاسکیں گے اس کی مثل اگرچہ بعض ان کے بعض کے مددگار ہوں ۔“ پھر اللہ تعالیٰ نے مزید چھوٹ دی کہ قرآن پاک کی دس سورتیں لائیں ۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کو چھوڑ کر باقی سارے اکٹھے ہو جائیں فرشتوں کو بھی ساتھ ملالیں پھر بھی نہیں لاسکتے ۔ پھر آخر میں فرمایا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ”پس لاؤ تم کوئی چھوٹی سی سورت اس قرآن کی سورت کی مثل ۔“

قرآن میں تین سورتیں چھوٹی ہیں ایک سورۃ العصر، ایک کوثر اور ایک نصر، یہ تین تین آیات والی سورتیں ہیں اگر تم سب مل کر ایک چھوٹی سی سورت نہیں لاسکتے اور ہرگز نہیں لاسکو گے تو پھر سمجھ جاؤ کہ قرآن بندے کا کلام نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اللہ تعالیٰ نے میرے اوپر نازل فرمایا ہے یہ اس بات کی گواہی اور دلیل ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں ۔ آپ ﷺ کے رسول ہونے اور سچے ہونے کی دوسری دلیل چاند کا دو ٹکڑے ہونا ہے

سورۃ القمر میں ہے اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ''قریب آ گئی قیامت اور پھٹ گیا ہے چاند۔'' کافروں نے کہا تھا کہ اگر آپ پیغمبر ہیں تو چاند دوٹکڑے کر دو۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ کام رب کا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اگر میری تصدیق کیلئے کر دے تو مان لو گے؟ کہنے لگے ہاں! مان لیں گے۔ چاند دوٹکڑے ہو گیا سب نے آنکھوں کیساتھ دیکھا ایک دوسرے سے پوچھتے تھے کہ تجھے بھی دوٹکڑے نظر آ رہے ہیں؟ وہ کہتا ہاں! اور تجھے؟ ہاں! اور تجھے؟ ہاں! کہنے لگے سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ''جادو ہے جو مسلسل چلا آ رہا ہے۔'' جادو کہہ کر ٹال دیا مسلمان نہ ہوئے۔ اور بے شمار معجزات آپ ﷺ کے ہاتھ پر صادر ہوئے ہیں یہ سب آپ ﷺ کی صداقت کی دلیل تھے مگر انہوں نے نہیں مانا۔ ایک تو اللہ تعالیٰ گواہ ہیں اور کون گواہ ہے؟ فرمایا وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ اور وہ جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔ اس سے مراد یہود و نصاریٰ کے سچے علماء ہیں ان میں سے جو سچے لوگ تھے حضرت عبد اللہ ابن سلام، حضرت ثعلبہ، حضرت اسد، حضرت اُسید، حضرت بنیامین ؓ۔ یہ سارے پہلے یہودی تھے پھر مسلمان ہوئے۔ حضرت سلمان فارسی، حضرت تمیم داری، حضرت عدی بن حاتم ؓ یہ پہلے عیسائی تھے پھر مسلمان ہوئے انہوں نے گواہی دی کہ واقعی یہ سچی کتاب ہے اور یہ وہی رسول ہیں جنہوں نے آنا تھا۔ تو جن کے پاس کتاب کا علم ہے وہ بھی میری نبوت کی گواہی دیتے ہیں اور تم انکار کرتے ہو تو کرتے رہو اس سے کوئی نقصان نہیں ہوگا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سورۃ ابراہیم

(مکمل)

جلد............۱۰

سُورَةُ اِبْرٰهِیْمَ مَکِّیَّۃٌ وَّهِیَ اِثْنَتَانِ وَخَمْسُوْنَ اٰیَۃً وَّسَبْعُ رُکُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ۬ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ ۙ﴿۱﴾ اللّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَوَیْلٌ لِّلْكٰفِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِیْدِ ۙ﴿۲﴾ الَّذِیْنَ یَسْتَحِبُّوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَیَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ اُولٰٓئِكَ فِیْ ضَلٰلٍ ۢ بَعِیْدٍ ﴿۳﴾ وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِیُبَیِّنَ لَهُمْ ؕ فَیُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ یَّشَآءُ وَیَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۴﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰیٰتِنَاۤ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ۬ وَذَكِّرْهُمْ بِاَیّٰىمِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۵﴾ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَیُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَیَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِیْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِیْمٌ ﴿۶﴾ ع

الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ یہ کتاب ہے جس کو ہم نے نازل کیا ہے آپ کی طرف لِتُخْرِجَ النَّاسَ تا کہ آپ نکالیں لوگوں کو مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ اندھیروں سے روشنی کی طرف بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اپنے رب کے حکم کیساتھ اِلٰی

صِرَاطِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ غالب اور تعریفوں والے کے راستے کی طرف اللّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ وہ اللہ ہے جس کیلئے ہے مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے وَوَیْلٌ لِّلْکٰفِرِیْنَ اور خرابی ہے کافروں کیلئے مِنْ عَذَابٍ شَدِیْدِ سخت عذاب کی الَّذِیْنَ یَسْتَحِبُّوْنَ وہ لوگ جو پسند کرتے ہیں الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا دنیا کی زندگی کو عَلَی الْاٰخِرَةِ آخرت کے مقابلے میں وَیَصُدُّوْنَ اور روکتے ہیں عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے سے وَیَبْغُوْنَهَا عِوَجًا اور تلاش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں کجی اُولٰٓئِکَ فِیْ ضَلٰلٍ بَعِیْدٍ یہ لوگ مبتلا ہیں دور کی گمراہی میں وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول اِلَّا مگر بِلِسَانِ قَوْمِهٖ اسکی قوم کی زبان میں لِیُبَیِّنَ لَهُمْ تاکہ وہ بیان کرے ان کے سامنے فَیُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ یَّشَآءُ پس اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے جس کو چاہتا ہے وَیَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اور ہدایت دیتا ہے جسکو چاہتا ہے وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ اور وہ غالب حکمت والا ہے وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَآ اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیاں دیکر اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَکَ یہ کہ نکال اپنی قوم کو مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ اندھیروں سے روشنی کی طرف وَذَکِّرْهُمْ اور یاد دلاؤ انکو بِاَیّٰمِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے دن اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ بیشک اس میں البتہ بہت سی نشانیاں ہیں لِّکُلِّ صَبَّارٍ شَکُوْرٍ ہر اس شخص کیلئے جو صبر کرنے والا شکر گذار ہے وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی اور جس وقت فرمایا موسیٰ

علیہ السلام نے لِقَوْمِهٖ اپنی قوم کو اُذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ یاد کرو اللہ تعالیٰ
کی نعمتوں کو جو تم پر ہوئیں اِذْ اَنْجٰكُمْ جس وقت اس نے نجات دی تمہیں مِّنْ
اٰلِ فِرْعَوْنَ فرعونیوں سے يَسُوْمُوْنَكُمْ چکھاتے تھے تمہیں سُوْٓءَ الْعَذَابِ برا
عذاب وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ اور ذبح کرتے تھے تمہارے بیٹوں کو
وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ اور زندہ چھوڑتے تھے تمہاری عورتوں کو وَفِيْ ذٰلِكُمْ
بَلَآءٌ اور اس میں آزمائش تھی مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ تمہارے رب کی طرف سے بہت
بڑی۔

انبیاء میں درجات کی ترتیب :

اس سورت کا نام ابراہیم ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر ہیں اور آنحضرت ﷺ کے بعد ان کا درجہ اور مقام ہے۔ علم عقائد کے بارے میں جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں اس بات کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں درجے کے لحاظ سے، شان اور رتبے کے لحاظ سے پہلا مقام اور درجہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے مخلوق میں آپ سے بڑھ کر اور کوئی نہیں ہے۔ آپ ﷺ کے بعد دوسرا نمبر اور درجہ ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد مقام ہے موسیٰ علیہ السلام کا۔ چونکہ اس سورۃ میں ابراہیم علیہ السلام کا بیان اور ان کی تقریر آرہی ہے اس وجہ سے اس سورۃ کا نام سورہ ابراہیم ہے یہ سورۃ مکہ کرمہ میں نازل ہوئی اس سے پہلے اکہتر (۷۱) سورتیں نازل ہو چکی تھیں نزول کے اعتبار سے اس کا بہتر واں نمبر ہے اور موجودہ ترتیب کے اعتبار سے سورۃ فاتحہ کے بعد چودھویں (۱۴) نمبر پر ہے۔ اس کے سات رکوع اور

باون آیات ہیں۔ الٓرٰ کے متعلق پہلے عرض کر چکا ہوں کہ یہ حروف مقطعات میں سے ہے۔ کسی لفظ سے ایک حرف لیکر اختصاراً اس لفظ کی طرف اشارہ کرنا ہے تو الف سے مراد اللہ تعالیٰ ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ہے۔ لام سے مراد لَطِیْفٌ ہے (یعنی) باریک بین۔ 'را' سے مراد رحمٰن ہے، رحیم ہے، رؤف ہے۔ کِتٰبٌ یہ کتاب ہمارے سامنے ہے اس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ جس کو ہم نے نازل کیا ہے آپ کی طرف اے نبی کریم ﷺ کیوں اتارا ہے؟ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ تاکہ آپ نکالیں لوگوں کو اندھیروں سے روشنی کی طرف۔ اندھیرے کئی ہیں۔ کفر کا اندھیرا، شرک کا اندھیرا، بدعت کا اندھیرا، جھوٹ کا اندھیرا، غیبت کا اندھیرا، گالی گلوچ کا اندھیرا، برائیاں جتنی ہیں یہ سب اندھیرے ہی اندھیرے ہیں۔ نور سے مراد نور ایمان، نور توحید، نور سنت، نور حق، یہ نکالنا آپ کے بس کی بات نہیں بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اپنے رب کے حکم کیساتھ نکالنا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ انکو کتاب سنائیں سمجھائیں آگے حقیقتاً نکالنا رب کا کام ہے۔

ہدایت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے :

ہدایت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ سورۃ القصص آیت نمبر ۵۶ میں ہے اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ " اے نبی کریم بیشک آپ ہدایت نہیں دے سکتے جس کیساتھ آپ کو محبت ہو اور لیکن اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جسکو چاہتا ہے۔" پیغمبر کا کام ہے ہدایت پیش کرنا پھر جو ہدایت کا ارادہ کریگا اسکو اللہ تعالیٰ ہدایت دیگا اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ غالب اور تعریفوں والے کے راستے کی طرف۔ عزیز اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے، معنٰی ہے غالب۔ حمید کا معنٰی ہے قابل تعریف۔

صراط مستقیم کیلئے ہم ہر نماز میں دعا کرتے ہیں اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ. عزیز اور حمید کون ہے؟ اللّٰہِ الَّذِیْ وہ اللہ ہے لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جس کیلئے ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں۔ پیدا بھی اسی نے کیا ہے تدبیر بھی وہی کرتا ہے اور ہر چیز کا تصرف بھی اسی کے اختیار میں ہے خدائی اختیارات کسی ایک کو بھی حاصل نہیں ہیں وَوَیْلٌ لِّلْکٰفِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ اور خرابی ہے کافروں کیلئے سخت عذاب کی۔ دنیا کی آگ کا عذاب بھی بڑا سخت ہے اور دوزخ کی آگ اس سے انہتر گنا تیز ہے اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو بچائے۔ اور ویل کے لفظی معنٰی خرابی، بربادی، ہلاکت کے بھی ہیں۔ کافروں کو عذاب دنیا میں بھی آئیگا، قبر میں بھی آئیگا، میدان حشر میں بھی آئیگا پھر پلصراط پر آئیگا اور دوزخ میں آئیگا۔ کافر کون ہیں؟ اَلَّذِیْنَ یَسْتَحِبُّوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا وہ لوگ جو پسند کرتے ہیں دنیا کی زندگی کو عَلَی الْاٰخِرَۃِ آخرت کے مقابلے میں یعنی ان کی ساری کوشش صرف دنیا کی زندگی کیلئے ہے نہ حلال حرام کی تمیز ہے نہ جائز ناجائز کی بس یہ سمجھتے ہیں دنیا آنی چاہئے اور آخرت کیلئے کچھ نہیں ہے۔ اور ایک ہے آخرت کیساتھ ساتھ دنیا کمانا یعنی ایمان اور عقیدہ درست ہے نماز روزے کا پابند ہے ساتھ ساتھ جائز طریقے سے دنیا بھی کماتا ہے، یہ صحیح ہے۔

جائز طریقے سے مال کمانا دین کا حصہ ہے :

یاد رکھنا! جائز طریقے سے دنیا کمانا دین کا حصہ ہے بلکہ کام نہ کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے گرفت ہوتی ہے۔ مسلم شریف کی روایت میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کَفٰی بِالْمَرْءِ اِثْمًا اَنْ یُّضَیِّعَ مَنْ یَّقُوْتُ ''آدمی کے گنہگار ہونے کیلئے یہ کافی ہے یہ کہ ضائع کردے انکو جن کی روزی اس کے ذمہ ہے۔'' تن آسانی کی وجہ سے گھر کے

افراد تنگ ہیں یہ بڈ حرام ہے کما تا نہیں ہے کام سے جی چراتا ہے۔ چاہے مرد ہے یا عورت جو بھی کام میں کوتاہی کرتا ہے گھر کے افراد اس سے تنگ ہیں یہ بڑے گناہوں میں سے ہے اور حدیث پاک میں آتا ہے اِنَّ اللّٰہَ یُبْغِضُ الشَّبَابَ الْفَارِغَ الصَّحِیْحَ ''اللہ تعالیٰ اس نوجوان پر سخت ناراض ہے اللہ تعالیٰ کے غیض وغضب کا شکار ہے جو تندرست ہے اور فارغ رہتا ہے کام نہیں کرتا۔'' روزی کمانے کا حکم بھی اسی طرح ہے جس طرح نماز روزے کا حکم ہے۔ نماز کے متعلق فرمایا اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃ امر کے صیغہ کیساتھ، نماز قائم کرو۔ زکوۃ کے متعلق فرمایا اٰتُوا الزکوۃ امر کے صیغہ کیساتھ، تم زکوۃ ادا کرو اسی امر کے صیغے کیساتھ حلال روزی کمانے کا حکم بھی دیا ہے فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ ''پس جب نماز پوری کر لی جائے (جمعہ والے دن) پس پھیل جاؤ زمین میں اور تلاش کرو اللہ تعالیٰ کے فضل سے۔'' لہٰذا جو کام نہیں کرتا وہ گنہگار ہے، ہاں بیمار ہے معذور ہے تو یہ بات علیحدہ ہے۔

انسان کا بدن حرکت کرے تو اس میں قوت آتی ہے :

نوجوانو! عزیزو! تم بھی یاد رکھو اور بیٹیو! تم بھی یاد رکھو فارغ رہنا از روئے شرع گناہ ہے اور طبی لحاظ سے بھی اگر انسان کا بدن حرکت نہ کرے تو بیمار ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کے بدن کی ساخت ہی ایسی بنائی ہے کہ یہ حرکت کرتا رہے تو اس میں قوت آتی ہے اور یہ صحتمند رہتا ہے یہ جو بوڑھے آدمی ہیں اور بوڑھی عورتیں ہیں وہ آج کل کے جوان مردوں اور جوان عورتوں سے زیادہ طاقتور نظر آتے ہیں، آتی ہیں کیونکہ وہ محنت کرتے تھے کام کرتے تھے پہلے زمانے میں عورتیں چادریں، کھیس ڈنڈے مار مار کے خوب صاف کرتی تھیں اب سارے کام مشینیں کرتی ہیں عورتیں کمزور ہو گئی ہیں الا ماشاء اللہ۔ آج کل

عورتیں تن آسانی کو ترجیح دیتی ہیں چارپائی پر لیٹے رہنے کو کمال سمجھتی ہیں جس کی وجہ سے بیماریاں بڑھ گئی ہیں۔ تو فرمایا کافر لوگ دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہیں آخرت پر وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اور روکتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے اپنے قول کیساتھ بھی اور اپنے فعل کیساتھ بھی لوگوں کو حق سے روکتے ہیں۔ اِس وقت ٹی وی، وی سی آر وغیرہ یہ چیزیں دین سے روکنے والی ہیں اور ذہن کو بگاڑنے والی چیزیں ہیں وَیَبْغُوْنَھَا عِوَجًا اور تلاش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں کجی، اپنی مرضی کے مطابق اسلام کو چاہتے ہیں نام اسلام کا ہو اور مرضی اپنی ہو اُولٰٓئِکَ فِیْ ضَلٰلٍ ۭبَعِیْدٍ یہ لوگ مبتلا ہیں دور کی گمراہی میں حق سے بہت دور ہیں اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے بچائے اور محفوظ رکھے۔

آگے اللہ تعالیٰ ایک ضابطہ بیان فرماتے ہیں فرمایا وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِہٖ مگر اسکی قوم کی زبان میں جو قوم کی زبان تھی اسی زبان میں نبی آئے لِیُبَیِّنَ لَھُمْ تاکہ پیغمبر بیان کرے ان کے سامنے اور وہ سمجھیں۔ اگر غیر ملکی زبان ہو تو آدمی نہیں سمجھ سکتا اسلئے اللہ تعالیٰ نے اتمام حجت فرمائی کہ پیغمبر اسی قوم میں سے بھیجا اور اسی زبان میں سے بھیجا جو زبان اس قوم کی تھی تاکہ وہ اچھی طرح سمجھیں۔ صوبہ سرحد میں ایک بہت بڑے بزرگ گذرے ہیں بابا عبدالرحمٰنؒ، پشتو زبان میں ان کا بہت بڑا دیوان ہے جس کا نام دیوان عبدالرحمٰن ہے۔ وہ کہتے ہیں......

؎ سار چہ سُورَی لہ ورشی ھَلَتَہ سَم شی

تہ پہ کورے لم مالم کے نہ سم شوے رحمانہ

تمہیں کیا سمجھ آئے گی کچھ سمجھ نہیں آئے گی زبان ہوتی تو سمجھ آتی اور وہ بڑی اونچی بات کہہ گئے ہیں۔'' کہتے ہیں سانپ جس وقت اپنے بل میں داخل ہوتا ہے تو سیدھا ہو کر

داخل ہوتا ہے اے عبدالرحمٰن! تم قبر کے کنارے آ گئے ہو اور تیرے بل نہیں نکلے۔'' اسی لئے اللہ تعالیٰ نے پیغمبر قومی زبان میں بھیجا تا کہ وہ بات کو سمجھیں۔ فَیُضِلُّ اللّٰہُ مَنْ یَّشَآءُ پس اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے جس کو چاہتا ہے وَیَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اور ہدایت دیتا ہے جسکو چاہتا ہے۔ اور یہ بات کئی دفعہ بیان ہو چکی ہے کہ وَیَھْدِیْ اِلَیْہِ مَنْ اَنَابَ اور ہدایت اسکو دیتا ہے جو رب تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے وَیُضِلُّ اللّٰہُ الْکٰفِرِیْنَ اور گمراہ کرتا ہے کافروں کو وَیُضِلُّ اللّٰہُ الظّٰلِمِیْنَ اور گمراہ کرتا ہے ظالموں کو۔ نہ زبردستی کسی کو مسلمان بناتا ہے اور نہ زبردستی کسی کو کافر بناتا ہے اس نے انسان کو اختیار دیا ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ [سورۃ کہف] پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے۔ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ اور وہ غالب حکمت والا ہے وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَآ اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیاں دیکر۔ قرآن پاک میں ان کی نو نشانیوں کا ذکر ہے۔ ان میں سے ایک عصا ہے کہ جب اسکو پھینکتے تھے تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے سانپ اور اژدھا بن جاتا، پھر جب اس پر ہاتھ رکھتے تھے تو وہ سانپ یا اژدھا لاٹھی بن جاتا تھا اور اس کے ذریعے انہوں نے جادوگروں پر غلبہ بھی حاصل کیا۔ اور ایک نشانی یہ تھی کہ اپنے گریبان میں ہاتھ ڈال کے نکالتے تھے تو وہ اس طرح روشن ہو جاتا جیسے یہ بلب ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ اسکی روشنی ہوتی تھی۔ ان کے علاوہ طوفان ہے، ٹڈی ہے، قُمّل وغیرہ ہیں۔ نشانیاں دیکر بھیجا اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَکَ یہ کہ نکال اپنی قوم کو مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ اندھیروں سے روشنی کی طرف۔ کفر، شرک اور بدی کے اندھیروں سے ایمان، اسلام، حق و توحید کی روشنی کی طرف وَذَکِّرْھُمْ بِاَیّٰمِ اللّٰہِ اور یاد دلاؤ انکو اللہ تعالیٰ کے دن۔

ایام کا مفہوم :

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ ایام اللہ سے مراد وہ دن ہیں جن دنوں میں نافرمان قوموں پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا ہے۔نوح علیہ السلام کی قوم پر عذاب آیا، ہود علیہ السلام کی قوم پر عذاب آیا، صالح علیہ السلام کی قوم پر عذاب آیا، شعیب علیہ السلام کی قوم پر عذاب آیا ان کو یاد کراؤ کہ اگر ان قوموں کی طرح تم نافرمانی کرو گے تم پر بھی عذاب آئے گا۔اور بعض فرماتے ہیں کہ ایام اللہ سے مراد وہ دن ہیں جن دنوں میں اللہ تعالیٰ نے قوموں کو آزادی دی ہے نعمتوں کیساتھ نوازا ہے اولاد مال دیا ہے۔طبائع دو قسم کی ہوتی ہیں ایک وہ کہ نعمت کو سامنے رکھ کر نصیحت حاصل کرتے ہیں اور دوسرے وہ جو ڈر کے ذریعے سمجھتے ہیں اور کامل آدمی وہ ہے جو دونوں حالتوں میں اللہ تعالیٰ کو یاد رکھے۔بہادر شاہ ظفر دہلی کا آخری بادشاہ تھا اور وہ شاعر بھی تھا اس نے بڑی مزیدار بات کہی ہے۔

کہتے ہیں......

ظفر اسکو آدمی نہ جانئے گا خواہ وہ ہو کیسا ہی فہم و ذکا

جسے عیش میں یاد خدا نہ رہی جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا

آدمی وہ ہے جو عیش کی زندگی میں رب کو نہ بھولے اور طیش میں آئے تو خدا کے خوف سے بے نیاز نہ ہو۔جب اللہ تعالیٰ انسان کو کوئی سہولت دے راحت اور آرام دے تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا زیادہ شکر ادا کرنا چاہئے اور ضرور سوچے کہ میں پہلے کیا تھا اور اب میری کیا حالت ہے اللہ تعالیٰ نے مجھے یہاں تک پہنچایا ہے تو یہ جب اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے گا تو اللہ تعالیٰ مزید نعمت عطا فرمائیں گے۔اگلے رکوع میں آئیگا لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تمہیں زیادہ نعمتیں دونگا اور اگر ناشکری کرو گے تو

میری گرفت اور عذاب بڑا سخت ہے۔ فرمایا اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّکُلِّ صَبَّارٍ شَکُوْرٍ بیشک اس میں البتہ بہت سی نشانیاں ہیں ہر اس شخص کیلئے جو صبر کرنے والا تکلیفوں میں شکرگذار ہے رب کی نعمتوں پر۔ آگے ایک خاص واقعے کی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔

بنی اسرائیل پر ابتلاء :

وہ یہ کہ فرعون کو ایک نجومی نے خبر دی کہ ان تین سالوں میں بنی اسرائیل کے خاندان میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو تیری حکومت کی تباہی کا سبب بنے گا اس نجومی پر لوگوں کا کافی اعتماد تھا وہ جو حساب لگاتا تھا عموماً صحیح ہو جاتا تھا فرعون نے اپنے وزیر اعظم ہامان کو بتایا (وہ بھی اسی طرح کا تھا) کہ خاندانِ بنی اسرائیل میں لڑکا پیدا ہوگا جو میری سلطنت کی تباہی کا سبب بنے گا تو انہوں نے ایک فورس تشکیل دی جس میں مرد بھی تھے اور عورتیں بھی جس کی ڈیوٹی تھی کہ بنی اسرائیلیوں کے گھروں میں جا کر دیکھو کہ کونسی عورت حاملہ ہے ان کا ریکارڈ بناؤ اگر بچہ پیدا ہو تو اسکو ذبح کر دو چنانچہ ان تین سالوں میں جو بھی لڑکا پیدا ہوتا اس کو ذبح کر دیتے جیسے قصائی بکرا چھترا ذبح کرتا ہے لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دیتے کیونکہ عورتوں سے کوئی خدشہ نہیں تھا نجومی نے لڑکے کا بتایا تھا۔ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں اور تفسیروں میں بھی ہے کہ ان سالوں میں بارہ ہزار بچے قتل ہوئے اور نوے ہزار ماؤں کے حمل دیدہ دانستہ گرائے گئے کہ ممکن ہے کہ لڑکا ہو اور ہماری آنکھوں کے سامنے ذبح کیا جائے اور ہماری مامتا گوارہ نہ کر سکے۔ علامہ بونیؒ بہت بڑے بزرگ گذرے ہیں عملیات میں ان کی کتاب 'شمس المعارف' جو چار جلدوں میں ہے اول نمبر کی کتاب ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ فرعون نے ستر ہزار بچے قتل کرائے۔ بہرحال بارہ ہزار کی تعداد بھی کوئی کم نہیں ہے اور نوے ہزار ماؤں نے حمل خود گرا دیئے۔

اکبرالہ آبادی مرحوم طنزیہ نگار شاعر گزرے ہیں ان کی کتاب ''کلیات اکبر'' ہے

اس میں وہ بڑی بڑی عجیب باتیں لکھتے ہیں یہ بھی لکھا ہے......

؎ یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا

افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

کہ بچوں کو قتل کرا کے بین الاقوامی طور پر بدنام ہوگیا وہ کالج بنا کر بچوں کے ذہن بگاڑ دیتا تو یہ آسان تھا طنز کر گئے کہ کالجوں میں بچوں کے ذہن بگڑتے ہیں۔

مسلمانوں کے خلاف روسی سازش :

مجھے یاد ہے کہ ۱۹۴۰ء کے قریب قریب کی بات ہے ہم شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی ؒ کے پاس بخاری شریف پڑھ رہے تھے اس سال دورہ حدیث میں ہم تین سو تینتیس (۳۳۳) آدمی تھے میں دوسری لائن میں ہوتا تھا میرے ساتھ ایک بوڑھا ترکی جرنیل تھا وہ کچی پکی اردو بولتا تھا ہم اسکے ساتھ مذاق بھی کرتے تھے کہ بابا تمہیں کیا خیال آگیا ہے پڑھنے کا؟ وہ کہتا تھا کہ کیا میرے لئے دین پڑھنا حرام ہے۔ سبق کے دوران کسی نے حضرت مدنی ؒ کو اخبار کی ایک کٹنگ، ایک تراشا پیش کیا جس میں لکھا ہوا تھا کہ روس نے افغانستان کے سربراہ ظاہر شاہ کو دو باتوں کی پیشکش کی ہے ایک یہ کہ میں اپنی طرف سے ٹیچر اور ماسٹر بھیجوں گا جو تمہارے کالجوں میں بچوں کو مفت پڑھائیں گے تنخواہ روس دیگا اور دوسری یہ کہ تمہارے جو بچے روس میں آ کر تعلیم حاصل کریں گے ان کا خرچہ حکومت روس برداشت کریگی اور ظاہر شاہ نے یہ دونوں پیشکشیں مان لی ہیں۔ اس وقت حضرت مدنی ؒ کی عجیب وغریب کیفیت تھی اور رو پڑے فرمانے لگے ظاہر شاہ! بڑی نادانی کی ہے، ظاہر شاہ! بڑی نادانی کی ہے، ظاہر شاہ! بڑی نادانی کی ہے۔ یہ قومیں مالی فائدہ

دیگر اپنے نظریات پھیلاتی ہیں چنانچہ اسکے چند سال بعد اخبارات میں یہ خبر آئی اس وقت پاکستان ابھی نہیں بنا تھا کہ وہ لڑکے جو روس میں تعلیم حاصل کرنے گئے تھے ان میں سے ایک واپس افغانستان آیا تو اس کے والد نے کہا کہ اب میں نے تیری شادی کا انتظام کرنا ہے تو اس لڑکے نے کہا کہ میں نے اپنی بہن سے شادی کرنی ہے والد نے کہا کہ یہ تم کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا کہ یہ بہن بھی تو عورت ہی ہے۔ والد نے کہا کہ تیرے ہوش وحواس ٹھکانے ہیں کیا؟ اس نے کہا ہاں میں اچھا خاصا پڑھا لکھا ہوں میرے پاس کالج کی ڈگری ہے یہ بھی عورت ہی ہے میں نے اس کے ساتھ شادی کرنی ہے غیرت مند والد نے اسکو گولی سے اڑا دیا۔ اور سنیے! یہ جہاں واہ فیکٹری ہے یہاں چینی لوگ آ گئے اور انہوں نے اپنے نظریات پھیلانے شروع کر دیئے۔ اس علاقے کے طالبعلم ہمارے پاس پڑھتے تھے انہوں نے بتایا کہ وہ کہتے ہیں کہ گدھ حلال ہے، سانپ حلال ہے، بچھو حلال ہے، چھپکلی وغیرہ حلال ہے یہ خدا کی مخلوق ہے اسکو خدا نے مخلوق کیلئے پیدا کیا ہے۔ بچوں کے وہ ذہن بگاڑتے ہیں تبلیغی حضرات نے بھی وہاں جا کر انکو تبلیغ کی مگر کالج کے اندر جانا بڑا مشکل تھا۔ اس علاقے کے ہمارے شاگرد ہیں مولانا عزیز الرحمٰن صاحب ایم اے ہیں وکیل بھی ہیں نصرۃ العلوم میں مدرس ہیں۔ ہم نے انکو آمادہ کیا کہ آپ اس کالج میں جا کر ملازمت اختیار کریں چاہے کلرک لگ جائیں یا قلی بھرتی ہو جائیں اور کالج کے اندر جو طلباء ہیں انکی ذہن سازی کرو چنانچہ مولانا نے ہماری بات مان لی اور کئی سال وہاں کلرک کی حیثیت سے رہے اور بچوں کے ذہن صاف کیئے۔ تو یہ جو کالج ہیں یہ لوگوں کے ذہن بگاڑنے کیلئے ہیں ہاں ایسا بچہ جسکا پہلے ذہن صاف کر دیا گیا ہے چاہے وہ لڑکا ہو یا لڑکی اس کے کالج میں جانے کا کوئی حرج نہیں ہے اور جو بچے خالی الذہن کالج میں جاتے ہیں وہ مرتد ہو کر واپس آتے

ہیں الا ماشاء اللہ۔ کافی سال پہلے کی بات ہے کہ میرے پاس کراچی سے کچھ مہمان آئے درس کے وقت مجھے ملے کہنے لگے کہ ہم سیدھا آپ کے پاس آئے ہیں ایک مشورہ کرنے کیلئے۔ وہ ٹائم میرا نصرت العلوم جانے کا تھا میں نے ان سے کہا کہ میں نے نصرت العلوم جانا ہے واپس آ کر آپ سے بات کروں گا۔ انہوں نے کہا کہ ایک بجے ہماری واپسی کی فلائٹ ہے ہم نے ضرور جانا ہے۔ میں نے ان سے کہا کہ تم یہاں ٹھہرو، ناشتہ کرو میں دس ساڑھے دس بجے کے قریب آ جاؤنگا۔ میں نے اہل خانہ سے کہا کہ ان کیلئے ناشتہ تیار کرو۔ میں نصرت العلوم پہنچ کر سبق پڑھا رہا تھا کہ چھ آدمی آ گئے، کہنے لگے ہم نے آپ سے بات کرنی ہے۔ میں نے کہا کہ اگر مدرسے کی کوئی انتظامی بات ہے تو مہتمم صاحب موجود ہیں، ناظم صاحب موجود ہیں۔ اگر مسئلہ پوچھنا ہے تو دارالافتاء میں مفتی موجود ہیں ان سے مسئلہ پوچھ لو۔ کہنے لگے نہیں آپ کیساتھ بات کرنی ہے۔ میں نے کہا میرے گھر مہمان بیٹھے ہیں اور انہوں نے واپسی کی ٹکٹیں لی ہوئی ہیں وہ میری انتظار میں ہیں میرا عذر ہے۔ وہ کہنے لگے نہیں آپ کیساتھ بات کرنی ہے۔ میں بڑا پریشان ہوا میں نے کہا بات کیا ہے؟ کہنے لگے یہ نوجوان ملتان کالج میں پڑھتا تھا یہ کہتا ہے کہ خدا کوئی نہیں ہے اسکو خدا سمجھاؤ۔ مولانا عبدالقیوم صاحب میرے پرانے شاگردوں میں سے ہیں وہ یہاں گکھڑ میرے پاس پاکستان بننے سے پہلے پڑھتے رہے ہیں۔ انکو میں نے اُنکے حوالے کیا کہ تم ان کو سمجھاؤ میں جا رہا ہوں۔ تو اکبر الہ آبادی مرحوم کہتے ہیں کہ افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی کہ کالج بنا کر بچوں کے ذہن بگاڑ دیتا یہ آسان تھا بہ نسبت ان کو قتل کرنے کے، اس کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِذْقَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهِ اور جس وقت فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو اُذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ یاد کرو تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو جو تم پر ہو

کیں ہیں اِذْ اَنْجٰکُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ جس وقت اس نے نجات دی تمہیں فرعونیوں سے یَسُوْمُوْنَکُمْ چکھاتے تھے تمہیں سُوْٓءَ الْعَذَابِ براعذاب۔وہ کیا تھا؟ وَیُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَکُمْ اور ذبح کرتے تھے تمہارے بیٹوں کو وَیَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَکُمْ اور زندہ چھوڑتے تھے تمہاری عورتوں کو وَفِیْ ذٰلِکُمْ بَلَآءٌ اور اس میں آزمائش تھی امتحان تھا مِّنْ رَّبِّکُمْ عَظِیْمٌ تمہارے رب کی طرف سے بہت بڑی۔مگر اللہ تعالیٰ کی شان اور قدرت کہ موسیٰ علیہ السلام انہی سالوں میں پیدا ہوئے اور فرعون کے گھر پلے جوان ہوئے اور فرعون کچھ نہ کرسکا۔

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ
اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ﴿۷﴾ وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ
فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿۸﴾ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا
الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ڛ وَالَّذِيْنَ مِنْ
بَعْدِهِمْ ڟ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ۭ جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ
فَرَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْٓا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ
بِهٖ وَاِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ﴿۹﴾ قَالَتْ رُسُلُهُمْ
اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ
مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ
اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۭ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ
اٰبَاۗؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۰﴾

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ اور جب واضح اعلان کیا تمہارے پروردگار نے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ البتہ اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں ضرور بالضرور تمہیں زیادہ دونگا وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اور البتہ اگر تم ناشکری کرو گے تو اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ بیشک میرا عذاب بہت سخت ہے وَقَالَ مُوْسٰى اور فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا اگر کفر اختیار کرو تم اور جو بھی زمین میں ہیں سارے فَاِنَّ اللّٰهَ پس بیشک اللہ تعالیٰ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ البتہ بے پرواہ تعریفوں والا ہے اَلَمْ يَاْتِكُمْ کیا نہیں آئی تمہارے پاس نَبَؤُا الَّذِيْنَ خبر ان لوگوں کی مِنْ

قَبۡلِكُمۡ جو تمہارے سے پہلے تھے قَوۡمِ نُوۡحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوۡدَ نوح علیہ السلام کی قوم اور قوم عاد اور قوم ثمود وَالَّذِيۡنَ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئے لَا يَعۡلَمُهُمۡ اِلَّا اللّٰهُ نہیں جانتا انکو کوئی بھی مگر صرف اللہ تعالیٰ جَآءَتۡهُمۡ رُسُلُهُمۡ آئے ان کے پاس ان کے رسول بِالۡبَيِّنٰتِ واضح دلائل لے کر فَرَدُّوۡۤا اَيۡدِيَهُمۡ پس لوٹائے انہوں نے اپنے ہاتھ فِىۡۤ اَفۡوَاهِهِمۡ اپنے مونہوں میں وَقَالُوۡۤا اور کہا انہوں نے اِنَّا كَفَرۡنَا بیشک ہم منکر ہیں بِمَاۤ اُرۡسِلۡتُمۡ بِهٖ اس چیز کے جو تم دیکر بھیجے گئے ہو وَاِنَّا لَفِىۡ شَكٍّ اور بیشک البتہ ہم شک میں ہیں مِّمَّا اس چیز سے تَدۡعُوۡنَنَاۤ اِلَيۡهِ مُرِيۡبٍ جس کے بارے میں تم ہمیں دعوت دیتے ہو وہ شک تردد میں ڈالتا ہے قَالَتۡ رُسُلُهُمۡ کہا ان کے رسولوں نے اَفِى اللّٰهِ شَكٌّ کیا اللہ تعالیٰ کے بارے میں شک ہے فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ جو بغیر نمونے کے پیدا کرنے والا ہے آسمانوں کا اور زمین کا يَدۡعُوۡكُمۡ وہ تمہیں دعوت دیتا ہے لِيَـغۡفِرَ لَـكُمۡ تاکہ وہ بخش دے مِّنۡ ذُنُوۡبِكُمۡ تمہارے گناہ وَيُؤَخِّرَكُمۡ اور تاکہ وہ تمہیں مہلت دے اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ایک مدت مقرر تک قَالُوۡۤا کہا انہوں نے اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُنَا نہیں ہو تم مگر بشر ہمارے جیسے تُرِيۡدُوۡنَ چاہتے ہو تم اَنۡ تَصُدُّوۡنَا کہ ہمیں روکو عَمَّا كَانَ يَعۡبُدُ اٰبَآؤُنَا اس سے جن کی عبادت کرتے تھے ہمارے باپ دادا فَاۡتُوۡنَا بِسُلۡطٰنٍ مُّبِيۡنٍ لاؤ تم ہمارے پاس کوئی کھلی دلیل۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتابوں اور اپنے پیغمبروں کے ذریعے ہر دور میں یہ

اعلان کروایا وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ اور جب واضح اعلان کیا تمہارے پروردگار نے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ البتہ اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں ضرور بالضرور تمہیں زیادہ دونگا۔ لام بھی تاکید کا ہے اور یہ جو نون مشدد ہے یہ بھی تاکید کا ہے۔ دو تاکیدیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے شکر کا بہترین طریقہ :

شکر کس طرح ادا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ کی توحید ماننے میں اس کی اطاعت کرنے میں اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان لانے میں اور اللہ تعالیٰ نے جو کام بتلائے ہیں وہ کرے اور جن چیزوں سے منع کیا ہے ان سے رک جائے اور عبادات میں سب سے اہم چیز نماز ہے نماز کے ذریعے جو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا ہوتا ہے وہ اور کسی فعل کے ذریعے ادا نہیں ہوتا اسلئے کہ نماز میں گھٹنے بھی زمین پر لگتے ہیں پاؤں بھی ہاتھ بھی ناک اور پیشانی بھی، یہ انسان کی انتہائی عاجزی کی حالت ہوتی ہے اپنی اس عاجزی کی حالت میں کہتا ہے سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى میرا رب بہت بلند ہے اور کمزوریوں سے پاک ہے۔ اپنی پستی میں رب کی بلندی کے گیت گاتا ہے۔ نماز کے متعلق چند مسائل سمجھ لیں اور انکو یاد رکھنا۔ سجدے میں ناک اور پیشانی زمین پر لگے اگر بغیر کسی عذر کے ناک اور پیشانی زمین پر نہ لگی تو نماز نہیں ہوگی البتہ اگر سخت سردی ہو جیسے آجکل ہے یا سخت گرمی ہو تو اپنی پگڑی یا رومال اور ٹوپی پر سجدہ کرنے کی اجازت ہے مگر عام حالات میں پیشانی ننگی کرنی پڑے گی اور سجدے کی حالت میں دونوں پاؤں زمین پر لگے ہوئے ہوں اگر دونوں پاؤں سجدے کی حالت میں زمین سے اٹھے ہوئے ہونگے تو نماز نہیں ہوگی پڑھنے کے باوجود گردن پر رہے گی۔ اگر ایک پاؤں لگا ہوا ہے اور دوسرا اٹھا ہوا ہے تو نماز مکروہ ہوگی۔ مردوں نے سجدے میں بازو اٹھا کر رکھنے ہیں اور عورتوں نے پست کر کے زمین کیساتھ ملا کر رکھنے ہیں۔ مردوں کیلئے الگ حکم ہے اور

عورتوں کیلئے الگ، تو سجدے کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی بڑھائی اور بلندی کی تسبیح پڑھنی ہے یہ زبان کا شکریہ ہے اور صرف زبان سے شکر ادا کرنا نا کافی ہے کیونکہ رب تعالیٰ کی نعمتوں سے فائدہ تو سارا بدن اٹھاتا ہے سر سے لیکر پاؤں تک، طب کی کتابوں میں ہے کہ آدمی جب پانی پیتا ہے تو دو منٹ میں ناخنوں تک پہنچ جاتا ہے، تو نعمتوں سے فائدہ تو سارا بدن اٹھائے اور شکریے کیلئے صرف دو تولے کی زبان ہلانا ہی کافی سمجھا جائے کہ الحمد للہ کہہ دے یہ مذاق ہے شکریہ نہیں ہے۔ شکریہ یہ ہے کہ سارے اعضاء رب تعالیٰ کے سامنے جھکیں اس کی بہترین صورت نماز ہے۔ تو فرمایا کہ اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں زیادہ دونگا وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اور البتہ اگر تم ناشکری کرو گے تو اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ بیشک میرا عذاب بہت سخت ہے وَقَالَ مُوْسٰى اور فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا اوپر سے موسیٰ علیہ السلام کا قصہ چلا آ رہا تھا درمیان میں شکریہ کا مسئلہ بیان فرمایا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اگر تم کفر اختیار کرو گے اور جو بھی زمین میں ہیں سارے، زمین میں جتنی مخلوق ہے معاذ اللہ تعالیٰ ساری کی ساری کافر ہو جائے تو رب تعالیٰ کا کچھ نہیں بگڑتا کیونکہ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ پس بیشک اللہ تعالیٰ البتہ بے پرواہ ہے لوگوں کی عبادت سے لوگوں کے اعمال سے اسکو کوئی ضرورت نہیں ہے وہ فی حد ذاتہ قابل تعریف ہے۔ تم اسکی تعریف کرو نہ کرو اسکی خدائی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا اگر (معاذ اللہ تعالیٰ) سب کے سب لوگ کافر ہو جائیں تو خدا کی خدائی میں ایک رتی برابر فرق نہیں پڑتا اور اگر سب کے سب لوگ نیک ہو جائیں تو رب تعالیٰ کی عظمت میں بڑائی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ تمہارے اعمال تمہارے کام آئیں گے اللہ تعالیٰ تمہاری نیکیوں کا محتاج نہیں ہے ناشکری کرو گے تو اس کا وبال تمہارے

اوپر پڑیگا دیکھتے نہیں ہو جن لوگوں نے رب تعالیٰ کی نعمتوں کی ناقدری کی ہے ان کا کیا حشر ہوا؟

اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے کوئی شئی نہیں بچاسکتی :

اَلَمۡ یَاۡتِكُمۡ نَبَؤُا الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ کیا نہیں آئی خبر تمہارے پاس ان لوگوں کی جو تمہارے سے پہلے تھے قَوۡمِ نُوۡحٍ نوح علیہ السلام کی قوم کا قصہ تم نے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑی نعمتیں دی تھیں باغات دیئے زمینیں دیں اولاد دی تھی مال دیا تھا لمبی عمریں دیں اپنی چھ چھ پشتیں انہوں نے دیکھی لیکن جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے انکو پانی میں ڈبو کے ماردیا وَّعَادٍ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد حضرت ہود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے عاد قوم کی طرف مبعوث فرمایا۔ یہ بڑے قدآور اور مضبوط لوگ تھے مَنۡ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً کا نعرہ لگاتے تھے "کون ہے ہم سے زیادہ طاقتور" انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اللہ تعالیٰ نے ان پر مسلسل ہوا مسلط فرمائی اس ہوا نے انکو دور دور جا کر پھینک دیا کوئی ایک میل کے فاصلے پر گرا ہوا ہے کوئی دو میل کے فاصلے پر گرا ہوا ہے كَاَنَّهُمۡ اَعۡجَازُ نَخۡلٍ خَاوِيَةٍ جیسے کھجور کے تنے پڑے ہوتے ہیں وَّثَمُوۡدَ حضرت ہود علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو ثمود قوم کی طرف مبعوث فرمایا۔ یہ قوم حجر کے علاقے میں آباد تھی انہوں نے پتھر کی بڑی بڑی چٹانوں میں مکان بنائے ہوئے تھے کہتے تھے کہ زلزلے آتے ہیں دیواریں پھٹ جاتی ہیں گر جاتی ہیں اسلئے چٹانوں میں مکان بناتے تھے تراش کر مگر جب انہوں نے رب تعالیٰ کی نافرمانی کی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایک ڈراؤنی آواز دی کہ اس کیوجہ سے زلزلہ پیدا ہوا سب کے دل پھٹ گئے اور ختم ہو گئے وَالَّذِیۡنَ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئے لَا یَعۡلَمُهُمۡ اِلَّا

اللہُ نہیں جانتا انکی کوئی بھی تفصیل اللہ تعالیٰ کی ذات کے بغیر۔ بے شمار قومیں دنیا میں آئی ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اللہ تعالیٰ کے پیغمبر سے بغاوت کی تو دنیا کے عذاب میں مبتلا ہوئے جَآءَتۡهُمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ آئے ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل لے کر حسی طور پر معجزات بھی دکھائے اور معنوی طور پر بڑے بڑے معقول دلائل پیش کیے لیکن لوگوں نے نہیں مانا فَرَدُّوۡا اَيۡدِيَهُمۡ فِیۡۤ اَفۡوَاهِهِمۡ پس انہوں نے لوٹائے اپنے ہاتھ اپنے مونہوں میں۔ اس جملے کی کئی تفسیریں کی گئی ہیں۔ ایک تفسیر یہ ہے کہ کافر پیغمبروں کی عظمت کو دیکھ کر بڑے جلتے تھے عَضُّوۡا عَلَيۡكُمُ الۡاَنَامِلَ مِنَ الۡغَيۡظِ [آل عمران: ۱۱۹] ''غصے کی وجہ سے تم پر انگلیاں کاٹتے ہیں۔'' اپنے منہ میں ڈال کر کہ یہ ہم سے بڑھ گئے ہیں لوگ ان کیساتھ زیادہ مل گئے ہیں۔ اور ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ جس وقت پیغمبر تبلیغ شروع کرتے تو کافر اپنے ہاتھ اپنے منہ کی طرف لوٹا کر اشارہ کرتے کہ خبردار! آگے نہ بولنا۔ اور یہ بھی تفسیر کی گئی ہے کہ اپنے ہاتھ پیغمبروں کے منہ پر جا کر رکھ دیئے کہ چپ کر جاؤ آگے نہ بولنا، اور یہ بھی تفسیر کرتے ہیں کہ پیغمبروں کی تعلیم سن کر انکو ہنسی آگئی پھر ہنسی کو روکنے کیلئے اپنے منہ کے آگے اپنے ہاتھ رکھ لئے اور یہ تفسیر بھی کرتے ہیں کہ پیغمبروں کے ہاتھ پیغمبروں کے مونہوں پر رکھ دیئے کہ چپ کر جاؤ تم نے کیا شور مچایا ہوا ہے۔ اور اَيۡدِیۡ کا معنٰی نعمتوں کا بھی آتا ہے، یَدٌ کی جمع ہے اور ید کا معنٰی نعمت ہے۔ تو پھر معنٰی ہوگا کہ پیغمبروں نے جو نعمتیں پیش کیں تھیں توحید کی نعمت، رسالت کی نعمت، احکامات الٰہی کی نعمتیں، وہ سب انہوں نے پیغمبروں کے منہ پر پھینک دیں کہ ہم نہیں مانتے۔ وَقَالُوۡۤا اِنَّا كَفَرۡنَا اور کہا انہوں نے بیشک ہم منکر ہیں بِمَاۤ اُرۡسِلۡتُمۡ بِهٖ اس چیز کے جو تم دیکر بھیجے گئے ہو۔ ہم نہ توحید کو مانتے ہیں نہ رسالت کو مانتے ہیں اور نہ تمہاری باتوں کو مانتے ہیں وَاِنَّا لَفِیۡ

شَکٍّ اور بیشک البتہ ہم شک میں ہیں مِمَّا تَدْعُوْنَنَآ اِلَیْہِ اس چیز سے جس کے بارے میں تم ہمیں دعوت دیتے ہو مُرِیْبٍ وہ شک ہمیں تردد میں ڈالتا ہے قَالَتْ رُسُلُھُمْ ان کے پیغمبروں نے کہا اَفِی اللّٰہِ شَکٌّ کیا اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں شک ہے فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. لفظ فاطر 'ط' کیساتھ۔ فطور کے معنٰی ہیں بغیر نمونے اور مثال کے پیدا کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو پیدا کیا پہلے ان کا کوئی ماڈل اور نمونہ نہیں تھا پھر ایک دوسرے کے اوپر سات آسمان ہیں ان کے اوپر کرسی ہے اور اس کے اوپر عرش ہے۔ حجم اور جسم کے لحاظ سے اعظم المخلوقات عرش ہے عرش سے بڑی کوئی چیز نہیں ہے وہ سب کو محیط ہے اور درجے اور شان کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں بلند درجہ اور مقام حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے۔ تو آسمان سات ہیں اور سورۃ طلاق میں آتا ہے وَمِنَ الْاَرْضِ مِثْلُھُنَّ "اور زمین میں سے بھی ان کے مثل۔" یعنی زمینیں بھی آسمانوں کی طرح سات ہیں ہر زمین میں خدا کی مخلوق ہے اور وہ مخلوق بھی ہماری طرح مکلّف ہے مگر سب سے افضل یہ زمین ہے جس پر ہم ہیں کیونکہ اسی زمین پر آنحضرت ﷺ کی پیدائش ہوئی ہے اور اسی زمین پر آپ ﷺ رہے ہیں اور اسی زمین میں آپ ﷺ مدفون ہیں۔ اس زمین کا درجہ تمام زمینوں سے بلند ہے اور اس زمین کی مخلوق کا درجہ بھی سب سے بلند ہے۔ فرمایا پیدا کرنے والا ہے آسمانوں اور زمین کو بغیر نمونے کے اس کے بارے میں شک کرتے ہو۔

یَدْعُوْکُمْ وہ بلاتا ہے تمہیں لِیَغْفِرَ لَکُمْ مِّنْ ذُنُوْبِکُمْ تاکہ وہ بخش دے تمہارے گناہ۔ اللہ تعالیٰ تمہیں دعوت دیتا ہے اپنے پیغمبروں کے ذریعے، کتابوں کے ذریعے کہ آؤ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو وَیُؤَخِّرَکُمْ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی اور تاکہ وہ تمہیں مہلت دے ایک مدت مقرر تک یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں مزید عمر دیگا۔

فضائل صدقہ :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو آدمی صدقہ خیرات کرتا ہے صلہ رحمی کرتا ہے اسکی لمبی عمر ہوتی ہے یہ پہلے سے لکھا ہوتا ہے کہ یہ صدقہ خیرات کریگا اس کی عمر لمبی ہوگی بدلتی نہیں ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کے احکام میں سے ایک حکم ہے اور حدیث پاک میں آتا ہے اَلصَّدَقَةُ تُدْفِعُ الْبَلاَءَ ''صدقے کی برکت سے تکالیف اور مصائب ٹلتے ہیں۔'' ایک اور روایت میں ہے اَلصَّدَقَةُ تُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ ''صدقہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو ٹھنڈا کرنے والا ہے۔'' اور ایک روایت میں ہے اَلصَّدَقَةُ تُدْفَعُ مَيْتَةَ السُّوْءِ ''صدقے کی وجہ سے انسان بری موت سے بچتا ہے۔'' لیکن اکثر لوگوں کو صدقے کے مفہوم کا علم نہیں ہے اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بس کالی سری دیدو تو سات بلائیں ٹل جائیں گی خدا جانے ان کی سات بلائیں کونسی ہیں اور اگر اس سے زیادہ کیا تو گوشت لیکر صدقہ کر دیا یا یہ کرتے ہیں کہ پرندوں کو کوؤں کو ڈال دیتے ہیں، اس سے بڑی چھلانگ لگائی تو بکرا بکری دیدی۔

صدقے کا مفہوم :

یاد رکھنا! یہ کوئی صدقہ نہیں ہے کیونکہ شریعت میں صدقے کا مفہوم ہے غریب کی ضرورت پوری کرنا۔ اس کو کپڑے بھی چاہئیں، اسکو آٹا بھی چاہیے، بیمار ہے تو دوا چاہیے، جوتا چاہیے، کرائے کا مکان ہے تو کرایہ چاہیے، بچوں کی فیس چاہیے، یہ کالی سری کہاں کہاں پھنسے گی، یہ ایک وقت کا گوشت تم نے لا کر دیا ہے اس کیساتھ کیا بنے گا لہذا بہترین صدقہ نقد پیسے ہیں تا کہ وہ غریب اپنی ضرورت پوری کر سکے باقی یہ جو چیزیں ہیں ان کا ثواب ملے گا میں یہ نہیں کہتا ثواب نہیں ملے گا لیکن صحیح معنی میں جو صدقہ ہے اس کے مقابلے میں اسکی کوئی حیثیت نہیں ہے اور پھر چڑیوں اور کوؤں کے آگے ڈالنا کوئی شی نہیں

ہے وہ غیر مکلّف مخلوق ہے ان پر حلال حرام کھانے کی کوئی پابندی نہیں ہے ان کو ہر چیز ملتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بھوکے نہیں رہتے لہذا اچھی طرح سمجھ لیں صدقے کا مفہوم ہے غریب کی ضرورت پوری کرنا اور وہ نقد ہے اور پھر اس طریقے کیساتھ ہو کہ دائیں ہاتھ سے دو بائیں ہاتھ کو پتا نہ چلے مگر اس پر ہم راضی نہیں ہے۔

تیجے ساتے کی کوئی حقیقت نہیں ہے :

یاد رکھنا! جو صدقہ خیرات کیلئے تیجا، ساتا، دسواں اور چالیسواں کرتے ہیں محض لوگوں کو دکھانے کیلئے الا ماشاء اللہ کہ اگر نہ کیا تو لوگ کیا کہیں گے تمہاری ماں مرگئی تم نے کچھ نہیں کیا باپ مرگیا تم نے کچھ نہیں کیا، یہ ریا ہے، دکھلاوا ہے۔ خفیہ طریقے سے دو ثواب چار گنا ہوگا اپنی طرف سے دنوں کی تعیین کرنا بدعت ہے لہذا تیسرے، ساتے، دسویں کا کچھ ثواب نہیں ہے بلکہ عذاب لازم ہے۔ اسی طرح ایک کام یہ بھی کرتے ہیں کہ جب کوئی فوت ہو جاتا ہے تو اس کے گھر جمع ہو کر قرآن پڑھتے ہیں۔ بھئی تم اپنے گھر قرآن پڑھ کر بخش دو کہ اے پروردگار! اس کا ثواب میرے فلاں دوست کو پہنچا دے، مگر ہم میں دکھاوا زیادہ ہے کہ جب تک ہم جائیں نہ اور یہ نہ بتلائیں کہ ہمیں تمہارے ساتھ ہمدردی ہے تو اس وقت تک دل ہی نہیں بھرتا، دل کو تسلی ہی نہیں ہوتی حالانکہ ان چیزوں کی کوئی حقیقت نہیں ہے ہر آدمی اپنا فرض سمجھے کہ جب کوئی عزیز، دوست، رشتہ دار، فوت ہو جائے تو خود قرآن شریف پڑھے اور ثواب پہنچائے صدقہ خیرات کرے اور ثواب پہنچائے بڑی بات ہے دکھلاوا نہ ہو۔

تمام پیغمبر بشر تھے :

پیغمبروں کے جواب میں قَالُوْا لوگوں نے کہا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا نہیں ہو تم

مگر بشر ہمارے جیسے۔ یادرکھنا کفر حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے سے شروع ہوا ہے اس سے پہلے کفر شرک نہیں تھا اور گناہ تھے پہلی مشرک قوم نوح علیہ السلام کی تھی پیغمبر کی بشریت کا انکار بھی اس زمانے سے شروع ہوا ہے کہ پیغمبر بشر نہیں ہونا چاہئے۔ حضرت نوح علیہ السلام کو کہا گیا کہ تم ہماری طرح بشر ہو نبی کس طرح بن گئے؟ حضرت ہود علیہ السلام کو بھی کہا گیا کہ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَأْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ [مومنون: ۳۳] "نہیں ہے یہ مگر بشر تمہارے جیسا کھاتا ہے ان چیزوں سے جن سے تم کھاتے ہو اور پیتا ہے اس میں سے جو تم پیتے ہو۔" یہ نبی کس طرح بن گیا؟ یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی کے متعلق لوگوں نے کہا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ [الفرقان: ۷] "کیا ہے اس رسول کو کہ یہ کھانا کھاتا ہے اور چلتا ہے بازاروں میں۔" سودا سلف لینے کیلئے بازار بھی جاتا ہے نبی کس طرح ہو گیا؟ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۸ میں فرمایا وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ "اور ہم نے نہیں بنایا ان رسولوں کو ایسے اجسام کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں۔" پیغمبروں کو بھی بھوک لگتی تھی پیاس بھی لگتی تھی۔ خندق کے موقع پر ایسے بھی صحابہ کرام ﷺ تھے جنہوں نے بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے تھے تاکہ خالی انتڑیاں نہ چھلکیں جب انہوں نے آنحضرت ﷺ کو بتایا تو ترمذی شریف کی روایت ہے آنحضرت ﷺ نے کپڑا اٹھا کر دکھایا کہ میں نے دو پتھر باندھے ہوئے ہیں۔ تو پیغمبروں کو بھوک بھی لگتی تھی پیاس بھی لگتی تھی گرمی سردی بھی لگتی تھی بیمار اور تندرست بھی ہوتے تھے۔

ایک دفعہ آنحضرت ﷺ کو درد شقیقہ نے اتنا تنگ کیا کہ آپ ﷺ دو دن گھر سے باہر تشریف نہیں لائے اور کمر درد اور گھٹنوں کے درد نے اتنا مجبور کیا کہ بخاری شریف اور مسلم

شریف کی روایت ہے آپ ﷺ بیٹھ کر پیشاب نہ کر سکے کھڑے ہو کر کیا۔ مشرکوں نے آپ ﷺ سے معجزات کا مطالبہ کیا یہ کرو وہ کرو۔ سولھویں پارے میں ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ "پختہ بات ہے میں بشر ہوں تمہارے جیسا۔" اور سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۹۳ میں ہے هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا "نہیں ہوں میں مگر ایک بشر رسول۔" تو تمام پیغمبر بشر تھے آدمی تھے انسان تھے مگر درجہ اور مقام ان کا بہت بلند تھا لیکن نادان لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر کو بندہ نہ کہو۔ بھئی کیوں نہ کہیں؟

قرآن پاک میں معراج شریف کے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ "پاک ہے وہ ذات جو لے گئی اپنے بندے کو۔" تو یہاں عبد کا لفظ ہے۔ پھر جب بلند مقام پر پہنچے تو سورۃ النجم میں ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰی "پس رب تعالیٰ نے اپنے بندے کی طرف وحی کی جو وحی کی۔" تو وہاں پہنچ کر بھی بندے ہی رہے پھر امت کیلئے نماز کا تحفہ لیکر آئے۔ اس میں ہے اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ یہ ہم ہر نماز میں پڑھتے ہیں۔ کوئی نماز قبول نہیں ہوتی جس میں التحیات نہ ہو معاذ اللہ تعالیٰ اگر عبد کے لفظ میں توہین ہے تو پھر ہماری نمازیں آپ کی توہین پر موقوف ہیں اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ۔ لہٰذا عبد کے لفظ میں آپ ﷺ کی کوئی توہین نہیں ہے اور یہ ہمارے ایمان میں شامل ہے ان لوگوں سے غلطی یہ ہوئی ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو بندہ سمجھا ہے کہ ہم بندے ہیں اور سر سے لیکر پاؤں تک گناہوں میں بھرے ہوئے ہیں تو خیال کیا کہ پیغمبر ایسے نہیں ہو سکتے پیغمبر بندے نہیں ہو سکتے۔ اپنے آپ کو بندہ سمجھنا یہ غلطی ہے حقیقت یہ ہے کہ ہم بندے نہیں ہیں بندے کا غلاف ہمارے اوپر چڑھا ہوا ہے۔

مولانا جلال الدین رومیؒ بڑے مرتبے کے بزرگ گذرے ہیں ان کی کتاب ہے مثنوی شریف۔صدیوں سے لوگ پڑھتے چلے آرہے ہیں آج بھی درس میں شامل ہے اس میں وہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے گیس لیمپ اپنے سر پر رکھا دوپہر کا وقت تھا منڈی میں جا پہنچا۔ کہنے لگا کہ میں بندہ تلاش کر رہا ہوں لوگوں نے کہا کہ تجھے بندے نظر نہیں آتے منڈی بندوں سے بھری ہوئی ہے۔اس نے کہا......

؎ انچہ می بینم خلاف آدم اند

نیستند آدم غلاف آدم اند

''جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں یہ آدم کے خلاف ہیں آدمی نہیں ہیں آدم کا غلاف ان پر چڑھا ہوا ہے۔'' ان کے اندر تو آدمیت نہیں ہے میں تو وہ تلاش کر رہا ہوں جس کے اندر آدمیت ہو بعض علاقے ایسے ہیں کہ جب گائے کا بچہ مر جائے تو وہ اسکی کھال میں توڑی (بھوسہ) بھر کر مصنوعی بچھڑا بناتے ہیں اور گائیں کے آگے رکھتے ہیں تب وہ دودھ دیتی ہے اسکو مورا کہتے ہیں اگر مورا بنا کر نہ رکھیں تو گائے دودھ نہیں دیتی تو اندر توڑی (بھوسہ) ہوتا ہے اوپر بچھڑے کا چمڑا ہوتا ہے۔تو معاف رکھنا ہم مورے ہیں بندے نہیں ہیں اور پیغمبر حقیقتاً اللہ تعالیٰ کے بندے تھے ہم مورے ہیں بندے نہیں ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ شکلیں انسانی ہونگی وَقُلُوْبُهُمْ قُلُوْبُ الذِّئَابِ اوران کے دل بھیڑیوں جیسے ہونگے۔یہ ڈاکو، چور، بدمعاش، دہشت گرد، غنڈے، شکلیں انسانوں کی ہیں اور اندر سے بھیڑیئے ہیں۔تو کافروں نے کہا کہ نہیں ہو تم مگر ہمارے جیسے بشر۔تُرِيْدُوْنَ چاہتے ہو تم اَنْ تَصُدُّوْنَا کہ ہمیں روکو عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا اس سے جن کی عبادت کرتے تھے ہمارے باپ دادا۔تم اس لئے آئے ہو کہ

ہمارے باپ دادا کے معبودوں کو ہم سے چھڑانا چاہتے ہو فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ لاؤتم ہمارے پاس کوئی کھلی دلیل تا کہ ہم سمجھیں۔اس کا جواب ان شاءاللہ تعالیٰ آگے آئے گا۔

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۱۲﴾ ع وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِهِمْ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ ﴿۱۴﴾ وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۱۵﴾

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ کہا ان لوگوں کو ان کے رسولوں نے اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ نہیں ہیں ہم مگر بشر تمہارے جیسے وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اور لیکن اللہ تعالیٰ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ احسان کرتا ہے جس پر چاہتا ہے مِنْ عِبَادِهٖ اپنے بندوں میں سے وَمَا كَانَ لَنَآ اور نہیں ہے ہمارے اختیار میں اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ یہ کہ لائیں ہم تمہارے پاس کوئی دلیل اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ مگر اللہ تعالیٰ کے حکم کیساتھ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہی چاہئے کہ توکل کریں مومن وَمَا لَنَآ اور ہمیں کیا ہو گیا ہے اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ کہ ہم توکل نہ

کریں اللہ تعالیٰ پر وَقَدْ هَدٰنَا سُبُلَنَا اور تحقیق ہمیں اس نے ہدایت دی ہے ہمارے راستوں کی وَلَنَصْبِرَنَّ اور البتہ ہم ضرور صبر کریں گے عَلٰی مَآ اٰذَیْتُمُوْنَا ان تکلیفوں پر جو تم ہمیں دوگے وَعَلَی اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہی چاہیے کہ توکل کریں توکل کرنے والے وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا اور کہا ان لوگوں نے جو کافر تھے لِرُسُلِهِمْ اپنے رسولوں کو لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ البتہ ہم ضرور نکالیں گے تمہیں اپنی زمین سے اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا یا یہ کہ تم لوٹ آؤ ہماری ملت میں فَاَوْحٰۤی اِلَیْهِمْ رَبُّهُمْ پس وحی بھیجی پیغمبروں کی طرف ان کے رب نے لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِیْنَ البتہ ہم ضرور ہلاک کردیں گے ظالموں کو وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ اور البتہ ہم ضرور بسائیں گے تمہیں زمین میں مِنْ بَعْدِهِمْ ان کے بعد ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِیْ یہ وعدہ اس شخص کیلئے ہے جو خوف کھاتا ہے میرے سامنے کھڑے ہونے کا وَخَافَ وَعِیْدِ اور خوف کھاتا ہے میری دھمکی کا وَاسْتَفْتَحُوْا اور انہوں نے فتح طلب کی وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ اور نامراد ہوگیا ہر جبر کرنے والا ضدی۔

مختلف قوموں کے پاس وقتاً فوقتاً اللہ تعالیٰ پیغمبر بھیجتے رہے۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے پہلے توحید کا سبق دیا پھر اپنی رسالت اور قیامت کا ذکر کیا۔ کافروں نے کہا کہ تم نبوت اور رسالت کا دعویٰ کرتے ہو اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا "نہیں ہو تم مگر ہمارے جیسے انسان۔" لہذا تم رسول کس طرح بن گئے؟ ان لوگوں کا خیال تھا کہ بشر نبی نہیں ہونا چاہیے اگر رب چاہتا تو انسانوں کی ہدایت کیلئے فرشتوں کو نبی بنا کر بھیجتا۔

مسئلہ بشریت :

سورت مومنون آیت نمبر ۲۴ میں ہے وَلَوْشَآءَ اللّٰهُ لَا نْزَلَ مَلٰٓئِكَةً اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو اتارتا فرشتوں کو۔ یہ بشر ہو کر نبی بن گیا ہے اور دوسری بات ان لوگوں نے یہ کہی کہ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآءُ نَا تم چاہتے ہو کہ روکو ہمیں ان چیزوں سے جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے تھے اور تیسری بات یہ کہی کہ فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ہمارے سامنے کوئی کھلی دلیل پیش کرو کہ ہمیں سمجھ آجائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ کہا ان لوگوں کو ان کے رسولوں نے اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ نہیں ہیں ہم مگر بشر تمہارے جیسے وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ اور لیکن اللہ تعالیٰ احسان کرتا ہے جس پر چاہتا ہے مِنْ عِبَادِهٖ اپنے بندوں میں سے۔ ہم بشر ہیں انسان ہیں اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا ہے کہ ہمیں نبوت و رسالت عطا فرمائی ہے۔ سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر ۹۵ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لَوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا "اگر ہوتے زمین میں فرشتے چلنے بسنے والے تو یقیناً ہم اتارتے ان پر آسمان کی طرف سے فرشتے رسول بنا کر۔" اگر زمینی مخلوق فرشتے ہوتے تو ہم ان کی اصلاح کیلئے فرشتوں کو رسول بنا کر بھیجتے لیکن ہم نے زمین آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کے حوالے کی ہے تو ان کی اصلاح کیلئے ان ہی میں سے کوئی ہو سکتا ہے اگر کوئی فرشتہ ہوتا تو انسان اس سے فائدہ نہ اٹھا سکتا۔ مثلاً گرمیوں میں جب رمضان آتا ہے تو دن لمبا ہوتا ہے بھوک پیاس لگتی ہے اگر فرشتہ رسول ہوتا تو اسکو بھوک پیاس کا کیا احساس ہوتا وہ یہی کہتا بھوک پیاس برداشت کرو اور روزہ رکھو خود اسکو تو نہ بھوک لگتی ہے نہ پیاس، وہ ہمارا استاد کس طرح بن سکتا تھا اسی طرح فرشتوں میں نہ مذکر

ہے نہ مؤنث، نہ ان میں جنسی خواہشات ہیں وہ ہمیں کس طرح سبق دیتے کہ تم اس طرح جنسی خواہشات کنٹرول کرو ان کو نہ گرمی کا پتہ اور نہ سردی کا احساس نہ دکھ سکھ کی خبر تو فرشتے سے انسان کس طرح فائدہ اٹھا سکتا ہے؟ ہاں انسان انسان سے صحیح معنٰی میں فائدہ اٹھا سکتا ہے کیونکہ اسکو دکھ درد کا پتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے فرزند حضرت ابراہیم فوت ہوئے تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اگر فرشتہ نبی ہوتا تو اسکو کیا صدمہ ہوتا؟ انسان کیلئے نمونہ تو وہ بن سکتا ہے جسکو بھوک لگے پیاس لگے گرمی سردی کا احساس ہو پریشانیاں آئیں غزوہ خندق کے موقع پر آنحضرت ﷺ نے بھوک کی وجہ سے پیٹ پر دو پتھر باندھے ہوئے تھے تو انسان اور فرشتے میں بڑا فرق ہے غیر ملکی اور غیر زبان والے سے آدمی صحیح معنٰی میں فائدہ نہیں اٹھا سکتا چہ جائیکہ غیر جنس سے فائدہ اٹھائے۔ پہلے تم پڑھ چکے ہو وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ ''اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی پیغمبر مگر اسکی قوم کی زبان میں۔''

ہر علاقہ کی قوم کے الگ الگ رواج ہوتے ہیں :

ہر علاقہ میں قوموں کے علیحدہ علیحدہ رواج ہوتے ہیں کافی عرصہ ہوا ہے ساتھی مجھے ڈیرہ غازی خان لے گئے مجھے تھوڑی سی پیچش کی شکایت تھی میں نے انکو کہا کہ میرے لئے چاول پکانا اور ان پر دہی ڈال کر مجھے دینا انہوں نے میرے سامنے چاول اور دہی لاکر رکھی میں نے دہی چاولوں پر ڈالی وہاں جو بچے تھے بڑے حیران ہوئے کہ چاولوں پر دہی ڈال رہے ہیں وہاں چاولوں پر دہی ڈالنا گالی کے مترادف تھا بچے بچیاں آکر دیکھتے تھے کہ بابا چاولوں پر دہی ڈال کر کھا رہا ہے۔ اسی طرح میں نے وہاں ایک اور بات دیکھی کہ چھوٹے بچوں اور بچیوں کو وہ ابا کہہ کر بلاتے تھے کہ ابا بات سنو! امی بات سنو! میں نے کہا کہ یہ تمہارے بچے ہیں پوتے ہیں تم ان کو ابا امی کہتے ہو؟ کہنے لگے یہ ہمارا رواج ہے۔ میں نے

کہا کہ اسکی کوئی وجہ ہونی چاہئے کہ بیٹی، پوتی اور دُھتی (نواسی) کو اماں کہتے ہو تو کوئی وجہ نہ بتلا سکے میں نے کہا کہ میرے ذہن میں بات آتی ہے وہ یہ کہ میرے خیال میں یہ دعائیہ کلمہ ہے کہ تجھے رب اماں ابا بنائے۔ واللہ اعلم بالصواب ٹھیک ہے یا غلط ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے جس پیغمبر کو جہاں بھیجا وہ اس ماحول کو سمجھتے تھے۔ فرشتہ نبی ہوتا تو انسان اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا تھا تو پیغمبروں نے کہا کہ ہم تمہارے جیسے انسان ہی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ احسان فرماتا ہے جس پر چاہتا ہے۔ اس پر ہم پر احسان فرمایا کہ ہمیں پیغمبر بنایا رسالت عطا فرمائی باقی تم نے یہ کہا کہ فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ کہ ہمیں کوئی معجزہ اور کرشمہ دکھاؤ تو اسکے متعلق پیغمبروں نے جواب دیا وَمَا کَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِیَکُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ اور نہیں ہے ہمارے اختیار میں یہ کہ لائیں ہم تمہارے پاس کوئی دلیل مگر اللہ تعالیٰ کے حکم کیساتھ۔ آپ لوگ ہم سے مطالبہ کرتے ہو کہ معجزہ دکھاؤ یہ ہمارے اختیار کی بات نہیں ہے یہ رب تعالیٰ کا کام ہے اگر وہ چاہے تو معجزہ ظاہر ہوتا ہے۔ قریش مکہ نے آنحضرت ﷺ سے مطالبہ کیا کہ اگر آپ پیغمبر ہیں تو صفا مروہ سونے کی بنا دو آپ کیلئے کوٹھی ہونی چاہئے اور باغ ہو جس میں نہریں جاری ہوں۔ پندرہویں پارے میں ہے رب تعالیٰ نے فرمایا قل آپ کہہ دیں سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا پاک ہے پروردگار یہ چیزیں میرے رب کے اختیار میں ہیں میرے اختیار میں نہیں ہیں میں تو بشر ہوں رسول ہوں وہ جب چاہتا ہے معجزہ صادر فرما دیتا ہے وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہی چاہئے کہ توکل کریں مومن وَمَا لَنَآ اور ہمیں کیا ہو گیا ہے اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَی اللّٰہِ کہ ہم توکل نہ کریں اللہ تعالیٰ کی ذات پر وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا اور تحقیق ہمیں اس نے ہدایت دی ہے ہمارے راستوں کی جو ہمارے حق کے راستے

ہیں اللہ تعالیٰ پر ہمیں اعتماد کرنا چاہئے اور سن لو وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا اور البتہ ہم ضرور صبر کریں گے ان تکلیفوں پر جو تم ہمیں دو گے۔

اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے بڑی تکلیفیں برداشت کی ہیں :

کیونکہ کافروں نے دھمکیاں دی تھیں کہ ہماری طرف سے تمہیں تکلیف پہنچے گی اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے کہا کہ تم ہمیں تکلیف دیتے ہو تو تمہاری مرضی ہے ہم صبر کریں گے پھر اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو بڑی بڑی تکلیفیں دی گئیں بعضوں کو آرے کیساتھ ٹکڑے کر دیا بعضوں کو کنویں میں گرایا گیا بعض وہ تھے جن پر پتھروں کی بارش کی گئی بعضوں کو بھوکا رکھا گیا غرضیکہ طرح طرح کی تکلیفیں دی گئیں مگر پیغمبروں نے صبر کیا۔ آنحضرت سے پوچھا گیا اَيُّ النَّاسِ اَشَدُّ بَلَاءً حضرت ارشاد فرمائیں انسانوں میں سے زیادہ تکلیفیں کس کو پیش آئیں قال آپ نے فرمایا اَلْاَنْبِيَاءُ سب سے زیاہ تکلیفیں اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو پیش آئیں ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ پھر انکو جو درجے میں انکے قریب تھے پھر انکو جو درجے میں انکے قریب تھے پھر آخر میں فرمایا يُبْتَلَى الرَّجُلُ عَلٰى قَدْرِ دِيْنِهٖ امتحان لیا جاتا ہے آدمی کا اسکے دین کی مقدار پر جتنا اس میں دین ہوگا اتنی اسکی آزمائش ہوگی اگر دین میں سخت ہوگا آزمائش بھی سخت ہوگی جو دین میں نرم ہوگا اسکا امتحان بھی نرم ہوگا ہم چونکہ اس قابل نہیں ہیں کہ تکلیفیں برداشت کرسکیں اسلئے ہمارا امتحان بھی نہیں ہوتا وہ لوگ دین میں بڑے مضبوط تھے اسلئے ان کے امتحان بھی سخت تھے ان کے سر پر آرا رکھ کر کہا جاتا ایمان چھوڑ دو، وہ دو ٹکڑے ہو جاتا تھا مگر کلمہ نہیں چھوڑتا تھا۔ آج ہم اسکا تصور بھی نہیں کر سکتے آرا تو بڑی بات ہے ہمارے تو سر میں سوئی چبھ جائے تو ہم برداشت نہیں کر سکتے اور ان کا امتحان اتنا مضبوط تھا کہ لوہے کی کنگھیوں کیساتھ ان کے بدن سے گوشت اور رگیں

نوچ لی جاتی تھیں مگر وہ دین کونہیں چھوڑتے تھے بڑی ہمت والے لوگ تھے۔آج بھی الحمدللہ دنیا میں مجاہدین اسلام موجود ہیں جودین کیلئے ہرقسم کی تکالیف برداشت کرنے کیلئے تیار ہیں اورکررہے ہیں ان کے ایمان ہم سے بہت قوی ہیں تو جتنا انسان کا ایمان قوی ہوگا اتنا امتحان سخت ہوگا۔تو پیغمبروں نے کہا کہ ہم تکلیفوں پرصبر کریں گے وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ اوراللہ تعالیٰ کی ذات پر ہی چاہئے کہ توکل کریں توکل کرنے والے۔

توکل کا معنٰی :

کئی دفعہ بیان ہو چکا ہے کہ توکل کا معنٰی ہے ظاہری اسباب کواختیار کر کے نتیجہ رب تعالیٰ پرچھوڑ دوظاہری اسباب اگراختیار نہ کئے جائیں تواسکو تَعَطُّل کہتے ہیں اور تعطل گناہ ہے اسباب کوکام میں لانے کا شریعت نے حکم دیا ہے۔اپنی جان اور مال کے تحفظ کا شریعت نے حکم دیا ہے بیمار ہوجاؤ تو علاج کراؤ، ڈاکو،غنڈے دہشت گرد اور بدمعاش سے اپنے بچاؤ کا انتظام کرو اگر نہیں کریگا تو قرآن کے حکم کی مخالفت کریگا۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے خُذُوْا حِذْرَكُمْ اپنے بچاؤ کا سامان کرو۔یہ انسان کا بدن رب تعالیٰ کی امانت ہے اگرکوئی شخص گنجائش کے باوجود گرم کپڑے نہیں پہنتا سردی لگ جاتی ہے بیمار ہوجاتا ہے نمونیا ہوجاتا ہے تو تکلیف کیساتھ ساتھ یہ گنہگار بھی ہوگا کہ اس نے رب تعالیٰ کی امانت کی حفاظت کیوں نہیں کی تو گرمی سردی سے اسکو بچائے اور جتنی ہوسکے اپنے مال کی حفاظت کرے۔بعض لوگ لاپرواہی کرتے ہیں اور نئے جوتے مسجد میں چھوڑ آتے ہیں پھر کوئی اٹھالے تو کہتے ہیں کہ ہمارا جوتا چلا گیا ہے۔اپنے جوتوں کمبلوں کی حفاظت کرو،گھڑیوں کی حفاظت کرواگرلاپرواہی کی وجہ سے نقصان ہوگیا تو مالی نقصان کے ساتھ ساتھ گنہگار بھی ہو

گے کیونکہ اپنے مال کی حفاظت کرنا شریعت کا حکم ہے وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور کہا ان لوگوں نے جو کافر ہیں لِرُسُلِهِمْ اپنے رسولوں کو لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ البتہ ہم ضرور نکالیں گے تمہیں اپنی زمین سے اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا یا یہ کہ تم لوٹ آؤ ہماری ملت میں ہمارا عقیدہ اپناؤ اور ہمارا عمل اختیار کرو ورنہ ہم تمہیں اپنے ملک سے نکال دیں گے یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ پس وحی بھیجی پیغمبروں کی طرف ان کے رب نے کہ تم گھبراؤ نہیں لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ البتہ ہم ضرور ہلاک کر دیں گے ظالموں کو وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ اور البتہ ہم ضرور بسائیں گے تمہیں زمین میں مِنْ بَعْدِهِمْ ان کے بعد۔ یہ تمہیں نکالنا چاہتے ہیں ہماری قدرت دیکھو ہم انکو تباہ کر دیں گے اور زمین تمہارے حوالے کر دیں گے ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ یہ وعدہ ہے اس شخص کیلئے جو خوف کھاتا ہے میرے سامنے کھڑے ہونے کا کہ اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت ہوگی میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونگا اور رب تعالیٰ مجھ سے پوچھیں گے اے بندے بتلا میں نے تجھے صحت دی تھی تو نے صحت میں کیا کیا؟ میں نے تجھے مال دیا تھا کہاں خرچ کیا؟ میں نے تجھے جوانی دی تھی کہاں خرچ کی؟ ایک رتی برابر بھی کسی نے اسراف کیا فضول خرچی کی تو اس کا رب تعالیٰ کی عدالت میں جواب دینا ہے تو اس شخص کیلئے وعدہ ہے کہ اسکی جان کی حفاظت کرے گا اور اس کے مقابلے میں ظالم کو تباہ کریگا فرمایا وعدہ ہر شخص کیساتھ ہے جس نے میرے سامنے کھڑے ہونے کا خوف کیا وَخَافَ وَعِيْدِ اور خوف کیا ہے میری دھمکی کا۔ وعید کا معنی دھمکی کہ نافرمانوں کو دوزخ میں بھیجوں گا سخت سزا دونگا ظالموں کو تباہ کرونگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاسْتَفْتَحُوْا فتح کا معنی ہوتا ہے فیصلہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے فتح طلب کی رب تعالیٰ سے مدد مانگی رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا ''اے ہمارے پروردگار ہمارے اور

ہماری قوم کے درمیان فیصلہ کردے۔'' ظالموں کے ظلم کی بھی انتہاء ہوچکی ہے اور ہمارے صبر کی بھی انتہاء ہوچکی ہے وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ اور نامراد ہوگیا ہر جبر کرنے والا ضدی۔ جو حق کیساتھ عناد رکھتا تھا، دشمنی رکھتا تھا، ضدی تھا، وہ تباہ ہوا اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر محفوظ رہے۔

مِّنْ وَّرَآىِٕهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ۙ﴿۱۶﴾ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ؕ وَمِنْ وَّرَآىِٕهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ﴿۱۷﴾ مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ۨاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴿۱۸﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ۙ﴿۱۹﴾ وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴿۲۰﴾ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَيْنَاۤ اَجَزِعْنَاۤ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ﴿۲۱﴾ ع ۳ ۱۵

مِّنْ وَّرَآىِٕهٖ جَهَنَّمُ اسکے آگے جہنم ہے وَيُسْقٰى اور پلایا جائیگا اسکو مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ پیپ والا پانی يَتَجَرَّعُهٗ اسکو گھونٹ گھونٹ کرکے پیئے گا وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ اور نہیں قریب کہ اسکو حلق سے اتار سکے وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ اور آئے گی اس کے پاس موت مِنْ كُلِّ مَكَانٍ ہر طرف سے وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ اور وہ نہیں مریگا وَمِنْ وَّرَآىِٕهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ اور اسکے آگے عذاب ہوگا سخت مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مثال ان لوگوں کی جو کافر ہیں بِرَبِّهِمْ اپنے رب کے اَعْمَالُهُمْ ان

کے اعمال کَرَمَادِ ۔اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ راکھ کی طرح ہیں سخت ہو گئی ہے ان کیساتھ ہوا فِیْ یَوْمٍ عَاصِفٍ شدید آندھی کے دن لَا یَقْدِرُوْنَ نہیں قادر ہوں گے وہ مِمَّا کَسَبُوْا عَلٰی شَیْءٍ اس چیز میں سے کسی شے پر جو انہوں نے کمائی ہے ذٰلِکَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِیْدُ یہ گمراہی ہے دور کی اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ کیا تو نے نہیں دیکھا بیشک اللہ تعالیٰ نے خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ پیدا کیا آسمانوں کو اور زمینوں کو حق کیساتھ اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْکُمْ اگر وہ چاہے تو لے جائے تم کو وَیَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ اور لے آئے نئی مخلوق وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰهِ بِعَزِیْزٍ اور نہیں ہے یہ چیز اللہ تعالیٰ پر کوئی مشکل وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِیْعًا اور ظاہر ہونگے اللہ تعالیٰ کے سامنے سب فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا پس کہیں گے کمزور لِلَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْٓا ان لوگوں کو جنہوں نے تکبر کیا اِنَّا کُنَّا لَکُمْ تَبَعًا بیشک ہم تمہارے تابع تھے فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا پس کیا تم کفایت کر سکتے ہو ہم سے مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کچھ بھی قَالُوْا وہ کہیں گے لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ اگر اللہ ہمیں ہدایت دیتا لَهَدَیْنٰکُمْ تو ہم تمہاری راہنمائی کرتے سَوَآءٌ عَلَیْنَآ برابر ہے ہم پر اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا ہم بے قراری کا اظہار کریں یا صبر کریں مَا لَنَا مِنْ مَّحِیْصٍ نہیں ہے ہمارے لئے کوئی چھٹکارا۔

نہ جنت دور ہے نہ دوزخ :

پیچھے والی آیت کا آخری جملہ ہے وَخَابَ کُلُّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ اور نامراد ہو گیا ہر جبر

کرنے والا ضدی حق کیساتھ عناد کرنے والا۔ دنیا میں تو نامراد ہوگا اور مِنْ وَّرَآئِہٖ جَھَنَّمُ اسکے آگے جہنم ہے۔ یاد رکھنا! نہ جنت دور ہے اور نہ دوزخ دور ہے بس آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے قبر میں جانے کے بعد یا جنت کے ساتھ تعلق ہوگا یا دوزخ کیساتھ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ اور پلایا جائیگا اسکو پیپ والا پانی يَّتَجَرَّعُهٗ اسکو گھونٹ گھونٹ کرکے پئے گا جیسے گرم چائے کو آدمی گھونٹ گھونٹ کرکے پیتا ہے تو وہ پانی اتنا گرم ہوگا کہ لسی اور شربت کی طرح نہیں پی سکے گا بلکہ وہ گرم کڑوا اور بدبودار ہوگا لہذا گرم ہونے کی وجہ سے اور کڑواہٹ اور نفرت کی وجہ سے گھونٹ گھونٹ کرکے پئے گا وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ اور نہیں قریب کہ اسکو حلق سے اتار سکے لسی اور شربت کی طرح اور کیا پوچھتے ہو وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ اور آئے گی اسکے پاس موت ہر طرف سے لیکن وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ اور وہ نہیں مریگا اور قبر میں ایسے زہریلے سانپ ڈسیں گے کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ وہ سانپ اگر زمین سے باہر ایک سانس لے تو کوئی سبز چیز باقی نہ رہے اور بعض مجرم ایسے ہونگے ننانوے سانپ اسکو ڈسیں گے پھر فرشتے ہتھوڑا ماریں گے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ وہ ہتھوڑا کسی پہاڑ کو مارا جائے تو خاک ہو جائے۔ پھر اس پر دوزخ کی آگ کے شعلے پڑیں گے تو ہر طرف سے موت ہی موت نظر آئیگی مگر وہ مریگا نہیں۔ اسلئے نہیں مریگا کہ اگر مر گیا تو سزا کون بھگتے گا وہاں تو لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى [سورۃ الاعلیٰ] ''نہ وہاں مرے گا اور نہ جئے گا۔'' وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ اور اسکے آگے عذاب ہوگا سخت۔ جوں جوں آگے بڑھتا جائیگا عذاب میں اضافہ ہوتا جائیگا اور مومنوں کیلئے نعمتوں اور خوشی میں اضافہ ہوگا آج کا کھانے کا ذائقہ اور ہوگا اور کل کے کھانے کا ذائقہ اور ہوگا پرسوں کے کھانے کا ذائقہ اور ہوگا اگرچہ شکل ملتی جلتی ہوگی مومنوں کی لذتوں میں اضافہ ہوگا اور کافروں کو حکم ہوگا فَذُوْقُوْا

فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا [سورۃ نبا:۳۰] ''پس چکھوتم اس عذاب کا مزاپس ہم نہیں زیادہ کریں گے تمہارے لئے مگر عذاب۔'' دن بدن عذاب میں اضافہ ہوتا چلا جائیگا۔ کافروں کو جب عذاب سے ڈرایا جاتا تھا تو وہ کہتے تھے کہ ہم بھی نیکیاں کرتے ہیں پھر بھی تم ہمیں عذاب سے ڈراتے ہو کہ دوزخ میں تمہیں پیپ پلائی جائے گی گرم پانی پلایا جائیگا یہ ہوگا اور وہ ہوگا تو یہ ہمارے نیک اعمال کہاں جائیں گے؟

کافر بھی بڑی بڑی نیکیاں کرتے ہیں :

اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ کافر بھی نیک کام کرتے ہیں۔ یہ میو ہسپتال، گنگا رام ہسپتال غیر مسلموں کے قائم کئے ہوئے ہیں جن سے ہزار ہالوگ فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ مسافر خانے بناتے ہیں، سڑکیں بناتے ہیں، کنویں نکالتے ہیں، نلکے لگواتے ہیں بلکہ سیٹھی محمد یوسف مرحوم آف راہوالی نے مجھے بتایا کہ سندھ میں ہمارے تین قرأت وتجوید کے مدرسے ہندو چلاتے ہیں۔ قاریوں کی تنخواہیں طلبہ کا بیماری تک کا خرچہ وہ برداشت کرتے ہیں اور کسی سے چندہ بھی نہیں مانگتے بلکہ وہ مدارس جن کو مسلمان چلا رہے ہیں ان کی بنسبت وہاں بچوں کو زیادہ سہولتیں ہیں۔ میں نے کہا سیٹھی صاحب ان کو کیا فائدہ؟ کہنے لگے مولانا فائدہ تو مجھے معلوم نہیں۔ تو بہرحال کافر بھی اچھے اچھے کام کرتے ہیں مگر اس کا انہیں آخرت میں کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور اسکو اچھی طرح سمجھنا اور یاد رکھنا۔

ایمان کے بغیر کوئی نیکی قبول نہیں :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ مثال ان لوگوں کی جنہوں نے کفر کیا اپنے رب کیساتھ کہ اسکے احکام کا انکار کیا ہے اَعْمَالُهُمْ انکے اعمال كَرَمَادِ راکھ کی طرح ہیں ۨ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ سخت ہوگئی ہے ان کیساتھ ہوا شدید

آندھی کے دن انکے اعمال کو راکھ کا ڈھیر سمجھو کہ دیکھنے میں بڑا نظر آتا ہے لیکن راکھ کا وزن نہیں ہوتا اور جب آندھی اور طوفان آتا ہے تو سب اڑ جاتا ہے۔ کافروں کے نیک اعمال کا بھی یہی حال ہے کہ بظاہر بڑے نظر آتے ہیں یہ ہسپتال ہے، یہ سڑک ہے، یہ پل ہے، یہ نلکا ہے، یہ کنواں ہے، یہ مسافر خانہ ہے، یہ غریبوں کیساتھ ہمدردی ہو رہی ہے لیکن کفر کی آندھی شرک کی آندھی ان کو اڑا کر لیجاتی ہے کچھ نہیں بچتا جو آخرت میں ان کے کام آئے۔

اعمال کی قبولیت کیلئے تین شرطیں :

کیونکہ نیک اعمال کو باقی رکھنے والی تین چیزیں ہیں (۱)......ایمان

(۲)......اخلاص (۳)......اتباع سنت

ان کے بغیر نیکیوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ دیکھو قریش نے بھی یہ بات کہی تھی کہ ہم حاجیوں کو کھانا کھلاتے ہیں پانی پلاتے ہیں مسجد حرام کی خدمت کرتے ہیں صفائی کرتے ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب بندے کو دیکھو کہ وہ مسجد کی خدمت کر رہا ہے تو تم کہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جنتی ہے۔ یہ عام مسجد کی بات ہے اور مسجد حرام جو سب مسجدوں کی ماں ہے اسکی کی خدمت کوئی معمولی بات نہیں ہے بڑے بڑے سردار ہاتھ میں جھاڑو پکڑے ہوئے اسکی صفائی کرتے تھے بلکہ بعض ایسے بھی تھے جو لیٹ کر داڑھی کیساتھ صفائی کرتے تھے اور حاجیوں کو پانی پلانا بھی کوئی معمولی نیکی نہیں تھی۔ آج تو الحمد للہ پانی وافر ہے زبیدہ رحمہا اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کی نہروں میں جگہ عطا فرمائے۔ اس نے بڑی کوشش کیساتھ عرفات تک نہر کھدوائی جسکو نہر زبیدہ کہا جاتا تھا اس زمانے میں پانی بڑی مشکل سے ملتا تھا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک لشکر میں تھے کہ پانی کی ضرورت پیش آئی پانی نہیں تھا آپ ﷺ نے حضرت علی اور ایک اور صحابی رضی اللہ تعالیٰ

عنہا کی ڈیوٹی لگائی کہ تم دوڑ کر اِدھر اُدھر پانی تلاش کرو۔ یہ بڑے دوڑے بھاگے مگر کہیں پانی نظر نہ آیا ایک عورت اونٹ پر سوار تھی اور پانی کے بڑے بڑے مشکیزے اس نے اونٹ پر لادے ہوئے تھے۔انہوں نے اس عورت سے پوچھا کہ ہمیں بتاؤ کہ تم پانی کہاں سے لائی ہو؟ اس نے کہا کہ میں کل اس وقت چشمے میں سے پانی بھر کر چلی تھی اب چوبیس گھنٹوں میں یہاں پہنچی ہوں یہ بخاری شریف کی روایت کا خلاصہ ہے۔اس نے یہ بھی کہا کہ میں بیوہ عورت ہوں میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں ہمارے دیہات کے لوگ مزدوری کیلئے جاتے ہیں میں ان کو پانی لا کر دیتی ہوں وہ مجھے کچھ ستو اور کھجوریں دے دیتے ہیں جس سے میں اپنے بچوں کا پیٹ پالتی ہوں۔تو اس زمانے میں پانی بڑی نعمت ہوتا تھا اس زمانے میں حاجیوں کیلئے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کیلئے انہوں نے سولہ راستے بنائے ہوئے تھے اور ہر راستے پر مناسب جگہ پر پانی کی مفت سبیلیں لگائی ہوئی تھیں اور ان پر نگران ہوتے تھے اور نگران کے اوپر اور نگران ہوتے تھے کہ آیا صحیح ڈیوٹی دے رہے ہیں یا نہیں۔تو اس زمانے میں پانی مفت پلانا بھی بڑی نیکی تھی۔قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے انکی ان دو نیکیوں کا ذکر کر کے جواب دیا کہ ایمان کے بغیر ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ [توبہ:۱۹] ''کیا بنایا ہے تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کی خدمت کرنا اس شخص کی طرح جو ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر اور جہاد کیا اللہ تعالیٰ کے راستے میں نہیں برابر یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک۔'' یعنی یہ عمل ایمان کے بغیر قبول نہیں ہے بنیادی چیز ایمان ہے۔ایمان کے بغیر بڑی سے بڑی اور خوبصورت سے خوبصورت نیکی بھی قبول نہیں ہے چاہے حاجیوں کو پانی

پلاؤ مسجد حرام کی خدمت کرو ابو جہل کی طرح پینسٹھ (۶۵) حج کرو، نمرود کی طرح چار ہزار
گائیں کی قربانی ہر سال دو تو ان نیکیوں کی اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی حیثیت نہیں ہے اور ایمان
ہے تو معمولی سی نیکی بھی نجات کا سبب بن جائیگی۔ تو فرمایا کہ ان لوگوں کی مثال جو رب
کے احکام کے منکر ہیں اسکے پیغمبروں کے منکر ہیں کتابوں کے منکر ہیں ان کے اعمال ایسے
ہی ہیں جیسے راکھ کا ڈھیر تیز ہوا چلی آندھی والے دن جھکڑ والے دن وہ راکھ ساری اڑی
کیونکہ اسکا وزن کوئی نہیں ہے اعمال میں وزن تین چیزوں سے پیدا ہوتا ہے، ایمان،
اخلاص، اتباع سنت۔ ایمان جتنا قوی اور مضبوط ہوگا عمل اتنا ہی وزنی اور مقبول ہوگا جتنا
اخلاص ہوگا اتنا مقبول ہوگا جتنا سنت کی پیروی میں ہوگا اتنا ہی مقبول ہوگا۔ یقین جانو!
ہماری ساری زندگی کی نمازیں کسی صحابی کی ایک نماز کے برابر نہیں ہیں اور ساری امت کی
نمازیں آنحضرت ﷺ کی ایک نماز کے برابر نہیں ہیں۔ تو فرمایا تمہارے اعمال راکھ کا ڈھیر
ہیں کفر شرک کی آندھی چلتی ہے تو کوئی چیز نہیں بچتی لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى
شَیْءٍ نہیں قادر ہونگے وہ اس چیز میں سے کسی شے پر جو انہوں نے کمائی ہے لہذا محض عمل
پر خوش نہ ہو اس کی بنیاد کو پختہ کرو کہ عقیدہ درست کرو اللہ تعالیٰ کی رضا اور اخلاص کیساتھ کرو
اور سنت کے مطابق ہو ورنہ عمل کی کوئی حیثیت نہیں ہے ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ یہ
گمراہی ہے دور کی کہ اعمال تم کرتے رہو اور تمہارے کام نہ آئیں اَلَمْ تَرَ اے مخاطب تو
نے نہیں دیکھا تو نہیں جانتا اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ بیشک اللہ تعالیٰ
نے پیدا کیا ہے آسمانوں کو اور زمین کو حق کیساتھ۔ آسمان کتنے بڑے ہیں یہ زمین کتنی بڑی
ہے اس میں حق ہے یہ کسی خالق نے پیدا کی ہے از خود تو نہیں بنی۔

ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے :

مولانا رومؒ فرماتے ہیں......

ہیچ چیزے خود بخود چیزے نشد
ہیچ آھن خود بخود تیغے نہ شد

''کوئی چیز خود بخود چیز نہیں بنتی ،کوئی لوہا خود بخود تلوار نہیں بن جاتا جب تک اسکو کوئی بنائے نہ۔''

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم تا غلام شمس تبریزے نشد

فرماتے ہیں مجھے جو دین کی شد بد حاصل ہوئی ہے از خود تو نہیں ہوئی شمس تبریز کی غلامی کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنْ یَّشَأْ یُذْهِبْكُمْ وَیَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ اگر رب چاہے تو تمکو لے جائے فنا کردے ایک آن اور ایک لمحے میں اور لے آئے نئی مخلوق اس کیلئے کوئی مشکل نہیں ہے وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِیْزٍ اور نہیں ہے یہ چیز اللہ تعالیٰ پر کوئی مشکل وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِیْعًا اور ظاہر ہونگے اللہ تعالیٰ کے سامنے سب، ساری کائنات ساری مخلوق اکٹھی ہوگی فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا پس کہیں گے کمزور ان لوگوں کو جنہوں نے تکبر کیا یعنی جنہوں نے ووٹ دیئے اور وہ جن کو ووٹ دیئے گئے تو چھوٹے بڑوں کو کہیں گے،کمزور طاقتوروں کو کہیں گے اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا۔ تَبَعًا تَابِعٌ کی جمع ہے۔بیشک ہم تمہارے تابع تھے فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا پس کیا تم کفایت کرسکتے ہو ہم سے مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کچھ بھی۔ دنیا میں ہم نے تمہارا ساتھ دیا کیا یہاں تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے چھٹکارا دلا سکتے ہو؟ انسان کو اللہ تعالیٰ نے عقل بڑی نعمت دی ہے اس کیساتھ سمجھے تو بڑا کچھ کرسکتا ہے۔

ظالم کیساتھ تعاون کرنے والا بھی اسکے ظلم میں شریک ہے :

اور یاد رکھنا! جو شخص کسی کے ظلم میں اسکا معاون ہوتا ہے وہ بھی اس ظلم میں شریک ہوتا ہے۔ امام محمد بن طاؤس تابعین میں سے تھے اور بڑے پائے کے محدث تھے عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور نے انکو اپنے دربار میں بلایا کہ تم نے میرے خلاف کچھ باتیں کی ہیں انہوں نے کہا کہ ہاں میں نے کہا ہے کہ رب تعالیٰ نے تجھے اقتدار دیا ہے حکومت دی ہے رب تعالیٰ کے احکام جاری کر لوگوں پر ظلم نہ کر، میں نے یہ کہا ہے اور اب بھی کہتا ہوں۔ یہ جس جگہ کھڑے تھے وہاں دوات پڑی تھی منصور نے کہا کہ تم دوات مجھے پکڑا دو۔ فرمایا کہ دوات اٹھا کر نہیں دونگا کیونکہ تو نے اس دوات سے سیاہی لیکر میرے قتل کا حکم لکھنا ہے۔ کیونکہ انکو یقین ہو گیا تھا کہ یہ ضرور مجھے قتل کر دیگا کیونکہ کھری کھری باتیں سننا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ فرمایا کہ اگر دوات اٹھا کر تجھے دونگا تو میں بھی اعانت علی القتل کا مجرم بنوں گا لہذا کسی اور کو کہہ دے وہ اٹھا دے اور تو نے جو فیصلہ کرنا ہے کر۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو اسی جعفر منصور نے قید بھی کیا تھا اور ستر اور ڈیڑھ سو کوڑے بھی لگوائے۔ جرم کیا تھا؟ امام صاحب کو کہتے تھے کہ چیف جسٹس کا عہدہ قبول کر۔ امام صاحب نے کہا کہ میں قاضی القضاۃ بن کر ظالم حکومت کا معاون نہیں بننا چاہتا کیونکہ حکومت ظالم ہے۔ کپڑے اتار کر امام صاحب کو کوڑے مارے گئے جیل میں بند کر دیا کئی سال جیل میں رہے جو آدمی آپ کو کھانا کھلاتا تھا ایک دن اس نے کہا حضرت میں ملازم ہوں زیادہ بات نہیں کر سکتا بس اتنا کہہ سکتا ہوں کہ آج انہوں نے آپ کو زہر پلانی ہے۔ جب وہ پانی کا پیالہ لے کر آئے کہ پیو! تو امام صاحب نے فرمایا کہ مجھے علم ہے تم نے اس میں زہر ملایا ہے۔ جانتے ہوئے پیوں گا تو گنہگار ہونگا۔ پھر انہوں نے امام صاحب کو نیچے گرا کر پکڑ کر زہر پلایا وہیں سجدے

کی حالت میں شہید ہوئے پھر ظالموں نے ان کی میت کو جیل سے باہر نکالا۔ تو بظاہر متکبر ماتحتوں کو کہیں گے قَالُوْا لَوْهَدٰنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ وہ کہیں گے اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت دیتا تو ہم تمہاری راہنمائی کرتے اب اللہ تعالیٰ نے تو پیغمبر بھیجے کتابیں نازل فرمائیں ہر دور میں واعظین بھیجے سمجھانے والے بھیجے اگر ہمیں ہدایت نصیب ہوتی تو ہم تمہاری رہنمائی کرتے سَوَآءٌ عَلَيْنَآ برابر ہے ہم پر اَجَزِعْنَآ ہمزہ استفہام کا ہے کیا ہم جزع فزع کریں گھبراہٹ کا اظہار کریں اَمْ صَبَرْنَا یا ہم صبر کریں، چاہے شور مچائیں چاہے صبر کریں مَالَنَامِنْ مَّحِيْصٍ نہیں ہے ہمارے لئے کوئی چھٹکارا۔ یہ سزا تم بھی بھگتو گے اور ہم بھی بھگتیں گے ظالم اور ان کے معاون برابر سزا کھائیں گے لہٰذا اللہ تعالیٰ ظالموں کا ساتھ دینے سے بچائے اور محفوظ رکھے۔ (آمین)

۞ ۞ ۞

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۲﴾ وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ؕ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ﴿۲۳﴾ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ﴿۲۴﴾ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ بِاِذْنِ رَبِّهَا ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۵﴾

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ اور کہے گا شیطان لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ جس وقت معاملہ طے کیا جائے گا اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ بیشک اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا تمہارے ساتھ وَعْدَ الْحَقِّ سچا وعدہ وَوَعَدْتُّكُمْ اور میں نے بھی وعدہ کیا تھا تمہارے ساتھ فَاَخْلَفْتُكُمْ پس میں نے خلاف ورزی کی تمہارے ساتھ وَمَا كَانَ لِيَ اور نہیں تھا میرے لئے عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ تمہارے اوپر کوئی جبر اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ مگر یہ کہ میں نے تم کو دعوت دی فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ پس تم نے قبول کر لیا میری دعوت کو فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ پس تم نہ ملامت کرو مجھ کو وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اور ملامت کرو اپنی

جانوں کو مَآ اَنَا بِمُصْرِخِکُمْ میں نہیں چھڑا سکتا تم کو وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ اور نہ تم مجھے چھڑا سکتے ہو اِنِّیْ کَفَرْتُ بیشک میں انکار کرتا ہوں بِمَآ اَشْرَکْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ اس چیز کا کہ تم نے مجھے شریک بنایا اس سے پہلے اِنَّ الظّٰلِمِیْنَ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ بیشک ظالموں کیلئے عذاب ہے دردناک وَاُدْخِلَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اور داخل کئے جائیں گے وہ لوگ جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے عمل کئے اچھے جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ باغات میں بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں خٰلِدِیْنَ فِیْھَا ہمیشہ رہنے والے ہونگے اس میں بِاِذْنِ رَبِّھِمْ اپنے رب کے حکم کیساتھ تَحِیَّتُھُمْ فِیْھَا سَلٰمٌ ملاقات ان کی ہوگی باغات میں سلام کے لفظ کیساتھ اَلَمْ تَرَ کَیْفَ ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلاً کیا نہیں دیکھا آپ نے کیسے بیان کی اللہ تعالیٰ نے مثال کَلِمَةً طَیِّبَةً پاک کلمے کی کَشَجَرَةٍ طَیِّبَةٍ جیسا کہ ایک پاکیزہ درخت ہوتا ہے اَصْلُھَا ثَابِتٌ جڑیں اسکی مضبوط ہیں وَّفَرْعُھَا فِی السَّمَآءِ اور شاخیں اسکی آسمان کی طرف پہنچی ہوئی ہیں تُؤْتِیْٓ اُکُلَھَا لاتا ہے وہ درخت اپنا پھل کُلَّ حِیْنٍ ہر وقت بِاِذْنِ رَبِّھَا اپنے رب کے حکم کیساتھ وَیَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ اور بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ مثالیں لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے لَعَلَّھُمْ یَتَذَکَّرُوْنَ تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

پچھلے سبق میں تم نے پڑھا کہ محشر والے اذن اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت میں سب لوگ پیش ہونگے اس دن کی ہولناکیاں دیکھ کر کمزور لوگ اپنے لیڈروں کے پاس جائیں گے اور کہیں گے اِنَّا کُنَّا لَکُمْ تَبَعًا بیشک ہم تمہارے تابع تھے فَھَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ

عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ پس کیا تم ہم سے کفایت کر سکتے ہو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کچھ بھی۔ دنیا میں تم ہمارے پاس آتے تھے ہم تمہاری خدمتیں کرتے تھے تمہاری جھنڈیاں لگاتے تھے تمہارے نعرے مارتے تھے تمہارے جلسوں اور جلوسوں میں شریک ہوتے تھے اب یہاں ہمارے کچھ کام آسکتے ہو؟ وہ کہیں گے کہ اگر ہم خود ہدایت یافتہ ہوتے تو تمہاری بھی رہنمائی کرتے ہم خود عذاب میں مبتلا ہیں تمہیں کیسے چھڑا سکتے ہیں۔ یہ قوم کے لیڈر اور نمائندے انکار کر دیں گے۔ ایک حدیث پاک میں آتا ہے کہ لَابُدَّ لِلنَّاسِ مِنَ الْعُرَفَاءِ وَلٰکِنَّ الْعُرَفَآءَ فِی النَّارِ او کما قال ﷺ ''آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں کا لیڈروں کے بغیر چارہ بھی نہیں ہے لیکن لیڈر جائیں گے دوزخ میں۔ چارہ اس لئے نہیں ہے کہ لوگوں کو اپنے اپنے کاموں کیلئے ان کی ضرورت ہوتی ہے لوگ ان سے جائز ناجائز کام کرواتے ہیں اسی لئے ان کو ووٹ دیتے ہیں آگے لاتے ہیں۔

ایک سبق آموز واقعہ :

۱۹۷۱ء میں اس حلقے میں حضرت مولانا مفتی عبد الواحد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو قومی اسمبلی کیلئے کھڑا کیا گیا اور گوجرانوالہ کے حلقے میں صوبائی اسمبلی کیلئے کھڑا کیا گیا تھا تو ہم ووٹ مانگنے کیلئے دیہاتوں میں گھومے علی پور کی طرف ایک گاؤں تھا اس کا نام ڈائری میں لکھا ہوا ہے زبانی مجھے یاد نہیں صبح سات بجے کے قریب ہم اس گاؤں میں پہنچے لوگوں نے ہمیں چودھری صاحب کا نام بتلایا کہ وہ موثر آدمی ہیں ان سے ملو۔ ہم چودھری صاحب کو ملے وہ بڑے خوش ہوئے کہنے لگا میں تمہارے پاس کبھی کبھی جمعہ پڑھنے کیلئے جاتا ہوں آج تو میرے لئے عید کا دن ہے کہ تم میرے گاؤں تشریف لائے ہو اس نے ہمیں ناشتہ کرایا بڑی خدمت کی انڈے پراٹھے مکھن سے ہماری تواضع کی ہم دس بارہ آدمی تھے۔ ہم

نے کہا چودھری صاحب لوگوں کو اکٹھا کرو ہم نے کچھ بیان کرنا ہے۔ چودھری بڑا موثر آدمی تھا اس نے اعلان کیا کہ کوئی آدمی اپنے کام پر نہ جائے سب میرے ڈیرے پر آجاؤ، بڑا وسیع ڈیرہ تھا لوگ اس میں اکٹھے ہوگئے مولانا نے مجھے اشارہ کیا کہ پروگرام شروع کرو میں نے اٹھ کر ایک حافظ صاحب کو کہا کہ تم تلاوت کرو اس نے تلاوت کی ایک ساتھی نے نظم پڑھی میں نے لوگوں کو کہا کہ ہم تمہارے پاس اس لئے آئے ہیں کہ ہم نے مولانا عبد الواحد صاحب کو قومی اسمبلی کیلئے کھڑا کیا ہے آپ کے اس حلقے میں ووٹ ہیں تم نے ووٹ ہمیں دینے ہیں چودھری صاحب بڑے کھرے آدمی تھے۔ کھڑا ہوگیا، کہنے لگا علماء کرام اگر ناشتے میں کوئی کمی رہ گئی ہے تو دوپہر کے کھانے میں پوری کردیں گے اور ووٹ تمہیں ہم نے ایک بھی نہیں دینا۔ مسکراتے ہوئے اس نے یہ بات کہی کہ ہم آپکو مغالطے میں نہیں رکھتے بات یہ ہے کہ ہم نے چوریاں بھی کرنی ہوتی ہیں ڈاکے بھی ڈالنے ہیں ایک دوسرے کے درخت بھی کاٹنے ہیں، جانور بھی چھیننے ہیں، لڑکیاں بھی اٹھانی ہیں، کیا تم ان کاموں میں ہمارا ساتھ دو گے؟ تھانے ہمارے ساتھ جاؤ گے؟ ہم نے کہا کہ یہ کام تو ہم نہیں کر سکتے۔ کہنے لگا پھر ہم سے ووٹ بھی تم کو نہیں ملیں گے۔ کیونکہ ہمیں تو ایسے نمائندے چاہئیں کہ ہم انہیں جہاں لے جائیں ہمارے ساتھ جائیں ہماری سچی جھوٹی امداد کریں۔

شیطان اپنے یاروں کو ذلیل کرے گا :

اب اسی سلسلہ میں شیطان کا حال بیان کیا ہے جو سب لیڈروں کا لیڈر رہے۔ اس کے پاس پہنچیں گے اور کہیں گے کہ دیکھو ہمیں تو سبز باغ دکھاتا تھا اور کہتا تھا کر لو کوئی بات نہیں رب غفورٌ رّحیمٌ ہے بخش دیگا تو نے ہم سے گناہ کروائے لہذا آج ہمارا کچھ کرو۔ اب سنو کہ وکیلوں کا وکیل اور لیڈروں کا لیڈر اور قائد کیا کہے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَقَالَ

الشَّیۡطٰنُ اور کہے گا شیطان لَمَّا قُضِیَ الۡاَمۡرُ جس وقت معاملہ طے کیا جائے گا مجرموں کیلئے عذاب کا اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمۡ وَعۡدَ الۡحَقِّ بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ وعدہ کیا تھا سچا وعدہ حق کا وعدہ وَوَعَدۡتُّكُمۡ فَاَخۡلَفۡتُكُمۡ اور میں نے بھی وعدہ کیا تھا تمہارے ساتھ پس میں نے خلاف ورزی کی تمہارے ساتھ میں وعدہ پورا نہیں کرسکتا۔ میں نے کہا تھا کچھ نہیں ہوتا جو چاہے کرتے پھرو بخشے جاؤ گے جنت مل جائیگی لیکن یہ بات تو بتلاؤ کہ وَمَا كَانَ لِیَ عَلَیۡكُمۡ مِّنۡ سُلۡطٰنٍ اور نہیں تھا میرے لئے تمہارے اوپر کوئی جبر کوئی زور۔ تم جو میرے پاس اکٹھے ہو کر آئے ہو میں نے تم سے کوئی جبراً برائی کرائی ہے اِلَّاۤ اَنۡ دَعَوۡتُكُمۡ مگر یہ کہ میں نے تم کو دعوت دی فَاسۡتَجَبۡتُمۡ لِیۡ پس تم نے قبول کرلیا میری دعوت کو میری بات کو میری بات تم نے مان لی کیوں مانی تھی فَلَا تَلُوۡمُوۡنِیۡ وَلُوۡمُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ پس تم نہ ملامت کرو مجھ کو اور ملامت کرو اپنی جانوں کو میری بات نہ ماننے میں نے کون سے تمہارے گلوں میں رسے ڈالے ہوئے تھے میں نے کونسے جبراً گناہ کروائے ہیں اکٹھے ہو کر میرے پاس آئے ہو رب تعالیٰ نے نیکی کی بھی قوت دی ہے اور بدی کی بھی قوت دی ہے پھر ہر آدمی اپنے کسب کا خود مختار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسکو اختیار دیا ہے فَمَنۡ شَآءَ فَلۡیُؤۡمِنۡ وَّمَنۡ شَآءَ فَلۡیَكۡفُرۡ ''پس جو چاہے اپنی مرضی سے ایمان لائے اور جو چاہے اپنی مرضی سے کفر اختیار کرے۔'' اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہونے کے باوجود کسی پر نیکی بدی کیلئے جبر نہیں کرتا۔ تو شیطان کہے گا میرا تیرے اوپر کوئی جبر تو نہیں تھا میں نے تمہیں دعوت دی تم نے قبول کرلی اب مجھے نہ ملامت کرو اپنے نفسوں کو ملامت کرو مَاۤ اَنَا بِمُصۡرِخِكُمۡ وَمَاۤ اَنۡتُمۡ بِمُصۡرِخِیَّ نہیں چھڑا سکتا تم کو اور نہ تم مجھے چھڑا سکتے ہو۔ نہ میں تمہاری مدد کرسکتا ہوں اور نہ تم میری مدد کرسکتے ہو اِنِّیۡ كَفَرۡتُ بِمَاۤ اَشۡرَكۡتُمُوۡنِ

مِــنْ قَبْــلُ بیشک میں انکار کرتا ہوں اس چیز کا کہ تم نے مجھے شریک بنایا اس سے پہلے زبردستی۔ میں انکار کرتا ہوں میں رب کا شریک نہیں ہوں۔ کیسا ٹکا کے جواب دیا ہے کہ خواہ مخواہ تم میرے پیچھے دوڑے آرہے ہو کہ کچھ کر میں کیا کر سکتا ہوں؟ اور بعض مفسرینؒ نے اس جملے کا یہ معنیٰ کیا ہے کہ میں کافر ہوا تم نے مجھے رب تعالیٰ کا شریک بنایا میرے کفر کے ذمہ دار بھی تم ہو تم مجھے نہ مانتے میری حوصلہ شکنی ہوتی تم نے مجھے مانا میں نے سمجھا کہ میں بھی کچھ ہوں۔ پورا وکیل ہے نا! اللہ تعالیٰ نے یہ سارے واقعات ہمیں سمجھانے کیلئے بتائے ہیں کہ یہ یہ کچھ آگے ہونا ہے اِنَّ الظّٰلِمِیْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ بیشک ظالموں کیلئے عذاب ہے دردناک۔ نافرمانوں کے ذکر کے بعد فرماں برداروں کا ذکر ہے وَاُدْخِــلَ الَّـذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور داخل کیے جائیں گے وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل اچھے کیے جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ باغات میں بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ہمیشہ رہنے والے ہونگے اس میں بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اپنے رب کے حکم کیساتھ۔ اس ہیشگی کا آج ہم تصور بھی نہیں کر سکتے کیونکہ ہم محدود زندگی میں ہیں۔

دنیا کو وجود میں آئے سات ہزار سال ہوئے ہیں :

اس وقت تک دنیا کو تقریباً سات ہزار سال ہوئے ہیں اور بعض لوگ جو کہتے ہیں کہ دنیا کو اتنے لاکھ سال ہوئے ہیں اور اتنے کروڑ سال ہوئے ہیں یہ پاگل لوگوں کی باتیں ہیں شریعت کے لحاظ سے ابھی سات ہزار سال بھی پورے نہیں ہوئے۔ تو اس محدود زندگی میں ہم ہمیشہ کی زندگی کو نہیں سمجھ سکتے آگے کا کوئی پتہ نہیں ہے قیامت کب آئے گی اس کے بعد برزخ کا زمانہ ہے پھر محشر ہے پھر جنت دوزخ ہے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر علیہ السلام نے آئندہ کیلئے جو کچھ فرمایا ہے حق ہے سب کچھ ہوگا۔

پیغمبر علیہ السلام نے جو کچھ فرمایا سچ فرمایا:

دیکھو ہم بڑے حیران ہوتے تھے جب یہ احادیث پڑھتے تھے کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کے امدادی خراسان اور افغانستان کے لوگ ہونگے۔ یہ لوگ کیسے امدادی ہونگے؟ اب وہ سب حالات ظاہر ہورہے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس وقت طالبان کو اقتدار دیا ہے یہی لوگ ان شاء اللہ تعالیٰ ان کے امدادی ہونگے اخبارات میں آیا ہے کہ امریکہ کے نجومیوں نے کہا ہے کہ اگلے سال امام مہدی ظاہر ہو جائیں گے امریکہ نے کعبۃ اللہ کے اوپر کیمرہ لگایا ہوا ہے کہ جب وہ ظاہر ہوں ان کو بم مار کر ختم کر دیا جائے تاکہ آگے ان کا کام نہ چلے اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ انہوں نے کب آنا ہے لیکن قرائن اور شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا ظہور قریب ہے حالات پیدا ہورہے ہیں جن جگہوں پر مسلمان کمزور اور نہایت ضعیف تھے وہ بھی کھل کر اسلام کا نام لے رہے ہیں ہم چھوٹے چھوٹے ہوتے تھے کہ کشمیریوں کے بارے میں مجلس احرار کی تحریک چلی راجہ کے خلاف، تو بڑوں سے سنا ہے کہ کشمیری کہتے ہیں کہ بندوق آپے تپے گی تو ٹھس کریگی یعنی بندوق چلانے سے اتنا ڈرتے تھے کہ کہتے اسکو دھوپ میں رکھو خود چلے گی، کہنے والے مجاہد بنے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل کیساتھ بڑی دلیری کیساتھ لڑ رہے ہیں۔ تو اسلام کو ترقی ہوگی حالات بن رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے جو کچھ فرمایا ہے حق اور سچ ہے۔ فرمایا کہ یہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے اپنے رب کے حکم کیساتھ تَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلٰمٌ ملاقات ان کی ہوگی باغات میں لفظ سلام کے کیساتھ۔ تَحِيَّه کا معنٰی ہے کہ جب کوئی ملتا ہے تو پنجابی میں کہتا ہے جی آیا نوں اور فارسی والے کہتے ہیں خوش آمدید، پشتو والے کہتے ہیں ہر کلا راشا اور انگریزی والے شاید ویلکم کہتے ہیں۔ تو بہر حال ان کی جو آپس میں آؤ بھگت ہوگی وہ سلام کے لفظ

کیساتھ ہوگی فرشتے بھی سلام کہیں گے، حوریں بھی سلام کہیں گی، غلمان بھی اور رب تعالیٰ کی طرف سے بھی سلام ہوگا۔

سورۃ یٰسین میں ہے سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ الرَّحِيمِ ''اور سلام ہوگا کہا ہوا رب رحیم کی طرف سے۔'' آگے اللہ تعالیٰ حق اور باطل کی مثال بیان فرماتے ہیں اَلَمْ تَرَ اے مخاطب کیا نہیں دیکھا آپ نے کَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا کیسے بیان کی اللہ تعالیٰ نے مثال كَلِمَةً طَيِّبَةً کلمہ طیبہ کی۔ وہ کلمہ طیبہ ہے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ جیسا کہ ایک پاکیزہ درخت ہوتا ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ کھجور کا درخت ہے اَصْلُهَا ثَابِتٌ جڑیں اسکی مضبوط ہیں اسکا تنا بڑا مضبوط ہوتا ہے وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ اور شاخیں اسکی آسمان کی طرف پہنچی ہوئی ہیں تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ لاتا ہے وہ درخت اپنا پھل ہر وقت بِاِذْنِ رَبِّهَا اپنے رب کے حکم کیساتھ۔ اسکی جڑیں مضبوط ہیں تنا بڑا طاقتور ہے شاخیں اوپر کو پہنچی ہوئی ہیں پھل ساتھ لگا ہوا ہے اسی طرح کلمہ طیبہ ہے مومن کے دل میں اسکی جڑیں بڑی مضبوط ہیں اور ساتھ پھل لگتے ہیں نماز روزے کے کبھی حج کرتا ہے کبھی عمرہ کرتا ہے کبھی زکوٰۃ دیتا ہے کبھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے کبھی قرآن شریف پڑھتا ہے کبھی درود شریف پڑھتا ہے یہ سب اس درخت کی شاخیں اور پھل ہیں وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ اور اللہ تعالیٰ مثالیں بیان کرتے ہیں لوگوں کیلئے لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ کیونکہ مثال کے ذریعے آدمی بات جلدی سمجھتا ہے۔

وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ ۣاجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ﴿۲۶﴾ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ﴿۲۷﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ﴿۲۸﴾ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۗ وَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۲۹﴾ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ﴿۳۰﴾ قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ﴿۳۱﴾

وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ اورمثال گندے کلمے کی كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةٍ جیسے گندہ پودا ہے اُجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ جو بکھیر دیا گیا ہو زمین کے اوپر مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ نہیں ہے اس کیلئے کوئی ٹھہراؤ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ ثابت رکھے گا اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو اٰمَنُوْا جو ایمان لائے بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ مضبوط بات کیساتھ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی میں وَفِي الْاٰخِرَةِ اور آخرت میں وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ اور بہکاتا ہے اللہ تعالیٰ ظالموں کو وَيَفْعَلُ اللّٰهُ اور کرتا ہے اللہ تعالیٰ مَا يَشَآءُ جو چاہے اَلَمْ تَرَ کیا تو نے نہیں دیکھا اِلَى الَّذِيْنَ ان لوگوں کو بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ جنہوں نے تبدیل کیا اللہ تعالیٰ کی نعمت کو كُفْرًا ناشکری کی شکل میں وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ اور اتارا انہوں نے اپنی قوم کو دَارَ

اَلْبَوَارِ ہلاکت کے گھر میں جَهَنَّمَ جہنم میں يَصْلَوْنَهَا اس میں داخل ہونگے وَبِئْسَ الْقَرَارُ اور وہ برا ٹھکانہ ہے وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا اور انہوں نے بنائے اللہ تعالیٰ کیلئے شریک لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ تاکہ وہ بہکائیں لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے قُلْ آپ کہہ دیں تَمَتَّعُوْا فائدہ اٹھالو فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ پس بیشک تمہارا ٹھکانہ دوزخ کی طرف ہے قُلْ آپ کہہ دیں لِعِبَادِيَ الَّذِيْنَ میرے ان بندوں کو اٰمَنُوْا جو ایمان لائے ہیں يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ نماز قائم کریں وَيُنْفِقُوْا اور خرچ کریں مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ اس میں سے جو ہم نے ان کو رزق دیا ہے سِرًّا مخفی طور پر وَّعَلَانِيَةً اور کھلے طور پر مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ پہلے اس سے کہ آئے يَوْمٌ وہ دن لَّا بَيْعٌ فِيْهِ کہ جس میں کوئی خرید وفرخت نہیں ہوگی وَلَا خِلٰلٌ اور نہ کوئی دوستی ہوگی۔

گذشتہ درس میں آپ نے کلمہ طیبہ کی مثال سنی اب اس کے مقابلہ میں کلمہ خبیثہ کی مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ اور مثال گندے کلمے کی اس سے مراد کفر کا کلمہ ہے، شرک کا کلمہ ہے، نافرمانی کا کلمہ ہے كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةٍ جیسے گندا پودا ہے۔ درخت اسے کہتے ہیں جس کا تنا ہو اور جو زمین پر بچھا رہے اسکو پودا کہتے ہیں یہاں پر درخت مجازاً بولا ہے اُجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ جو بکھیر دیا گیا ہو زمین کے اوپر۔ حدیث میں آتا ہے کہ وہ حنظلہ ہے جسکو ایلوا اور کوڑتما کہتے ہیں ویسے تو یہ ہر علاقے میں ہوتا ہے مگر میانوالی کے علاقے میں زیادہ ہوتا ہے اس کی بیلیں زمین پر پھیلی ہوتی ہیں جیسے تربوز کی بیل زمین کے اوپر پھیلی ہوتی ہے۔ اس کا پھل انتہائی کڑوا ہوتا ہے اس میں جتنا میٹھا ملاتے جاؤ

اتنا کڑوا ہوتا جاتا ہے۔اس کا کھانا بڑا مشکل ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے جو چیز بھی پیدا فرمائی ہے اس میں کوئی نہ کوئی فائدہ رکھا ہے۔

کوئی چیز بیکار نہیں قدرت کے کارخانے میں :

طب کی کتابوں میں تصریح ہے کہ بلغمی بیماریوں کیلئے یہ تُما بڑا بہترین علاج ہے، فالج ہو، لقوہ ہو، درد ہو، قبض ہو حکیم لوگ آج بھی اس کو استعمال کرتے ہیں۔مجھ پر ۶۱ء میں فالج کا حملہ ہوا۔اس وقت میرے پاس دو طالب علم پڑھتے تھے ان کے والد مولانا حکیم جان محمد صاحب سموگڑھی نزد ٹیکسلہ کے رہنے والے تھے یہ دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے ان کو معلوم ہوا تو وہ دوڑے دوڑے میرے پاس پہنچے میں نے بتایا کہ میرا دائیں طرف والا حصہ سن ہو گیا ہے۔کہنے لگے کوئی علاج تو شروع نہیں کیا؟ میں نے کہا نہیں اور علاج تو کوئی نہیں شروع کیا البتہ کبوتر وغیرہ ہین ان کا گوشت اور شوربا استعمال کر رہا ہوں اور شہد استعمال کرر ہا ہوں۔کہنے لگے ان چیزوں کا کوئی حرج نہیں ہے لیکن کوئی علاج نہ شروع کرنا میں آپ کو ایک نسخہ بتاتا ہوں یہ استعمال کرنا ہے۔انہوں نے مجھے ''اِیَارِجْ فِیْقَرَہْ'' ایک یونانی دوا ہے، بتلائی کہ آپ نے اسکو استعمال کرنا ہے (اس کا مکمل نسخہ بیاض کبیر میں موجود ہے۔نواز بلوچ) وہ میں سالہا سال سے کھاتا ہوں اس کے ساتھ اسہال لگتے ہیں اور بلغم وغیرہ بدن سے خارج ہو جاتا ہے یہ بلغم کو رگوں سے کھینچ لاتا ہے بڑا ظالم قسم کا جلاب ہے پہلے تو میں کئی سال تک روزانہ کھاتا رہا ہوں پھر ایک مہینے کے بعد کھاتا تھا پھر دو مہینے کے بعد اب کمزوری کی وجہ سے وہ نہیں کھا سکتا اس کا اہم جز ایلوا ہے۔قبض اور بلغم کے ازالے کیلئے اللہ تعالیٰ نے اس میں شفا رکھی ہے۔تو فرمایا کہ کلمہ خبیثہ کفر شرک کی مثال گندے پودے کی ہے جیسے تُما، اس کی بیل زمین پر بکھری ہوتی ہے اس کا تنا نہیں ہوتا اور

پھل کڑوا ہوتا ہے مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ نہیں ہے اس کیلئے کوئی ٹھہراؤ کوئی ثبات يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثابت رکھے گا اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مضبوط بات کیساتھ دنیا کی زندگی میں وَفِي الْاٰخِرَةِ اور آخرت میں، قبر میں ایمان کی قوت اور عمل صالح کی برکت سے اور اخلاص سے اللہ تعالیٰ اسکو مزید نیکیاں کرنے کی توفیق عطا کریں گے۔

قبر میں سوال و جواب کی کیفیت :

اور قبر میں جب فرشتے سوال جواب کیلئے آئیں گے تو اللہ تعالیٰ اسکو ثابت قدم رکھیں گے عام لوگوں کیلئے منکر نکیر آتے ہیں اور مومنوں کیلئے مبشر بشیر آتے ہیں اور پوچھتے ہیں مَنْ رَّبُّكَ مَنْ نَبِيُّكَ مَا دِيْنُكَ مومن آدمی اعمال صالح کی برکت سے صحیح جواب دیتا ہے۔ رَبِّيَ اللّٰهُ میرا رب اللہ ہے میرا نبی محمد رسول اللہ ﷺ ہیں اور میرا دین اسلام ہے۔ فرشتے کہتے ہیں کہ ہم تیرے چہرے بُشرے سے سمجھ گئے تھے کہ جواب صحیح دیگا پھر اس کیلئے دوزخ کی طرف سے کھڑکی کھولی جائے گی وہ کچھ پریشان ہوگا کہ جواب تو میں نے صحیح دیئے ہیں دوزخ کی کھڑکی کا کیا معنٰی ؟ اور دیکھ کر توبہ توبہ کریگا۔ فرشتے کہیں گے یہ تیری جگہ نہیں ہے بس تجھے بتلانا ہے کہ رب تعالیٰ نے تجھے اس جگہ سے بچالیا ہے۔ پھر حکم ہوگا کہ جنت کی طرف سے کھڑکی کھول دو۔ قبر میں جسم اور روح دونوں کیلئے راحت بھی ہے اور تکلیف بھی۔ ایمان اور عمل صالح کی برکت سے اللہ تعالیٰ دین پر قائم رکھتا ہے اور قبر میں اسکو صحیح جواب آتے ہیں ویسے رٹ لے، رٹ لگانے سے کچھ نہیں ہوگا ایمان کی برکت سے اللہ تعالیٰ ثابت قدم رکھیں گے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ اور بہکاتا ہے اللہ تعالیٰ ظالموں کو۔

ہدایت دینے اور گمراہ کرنے کا مطلب :

پہلے اسی پارے میں بات گذر چکی ہے کہ بہت سارے سطحی قسم کے لوگ قرآن کریم میں جب پڑھتے ہیں یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَیَهْدِیْ مَن یَّشَآءُ ''اللہ تعالیٰ جسکو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسکو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔'' تو کہتے ہیں جب گمراہی اور ہدایت رب تعالیٰ کے اختیار میں ہے تو پھر ہمارا کیا قصور ہے ہم کوئی رب تعالیٰ سے طاقتور تو نہیں ہیں کہ رب کے حکم کو ٹال دیں تو میں نے بتلایا تھا کہ ہدایت اور گمراہی کیلئے قاعدہ اور ضابطہ ہے۔ ہدایت رب تعالیٰ اسکو دیتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے وَیَهْدِیْ اِلَیْهِ مَنْ اَنَابَ [رعد: ۲۷] ''اور ہدایت دیتا ہے اپنی طرف اسکو جو رجوع کرتا ہے۔'' اور سورۃ شوریٰ آیت نمبر ۱۳ میں ہے وَیَهْدِیْ اِلَیْهِ مَنْ یُّنِیْبُ ''اور راہ دکھاتا ہے اپنی طرف اسکو جو رجوع کرتا ہے۔'' اور گمراہ کس کو کرتا ہے؟ وَیُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِیْنَ ''اور گمراہ کرتا ہے ظالموں کو۔'' اور سورۃ مومن آیت نمبر ۷۴ میں ہے کَذٰلِکَ یُضِلُّ اللّٰهُ الْکٰفِرِیْنَ ''اسی طرح گمراہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ کافروں کو۔'' جو ظلم اور کفر پر ڈٹے ہوئے ہیں ان کو گمراہ کرتا ہے زبردستی نہیں بلکہ اس نے اختیار دیا ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ [سورۃ کہف] ''پس جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر اختیار کرے۔'' اپنی مرضی سے جس طرف کوئی چلے گا اسکو اللہ تعالیٰ اسی طرف چلا دیں گے نُوَلِّهٖ مَاتَوَلّٰی [سورۃ نساء: ۱۱۵] ''ہم اسکو پھیر دیں گے اسی طرف جس طرف اس نے رخ کیا۔'' اور سورۃ صف میں ہے فَلَمَّا زَاغُوْا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ''پس جب وہ ٹیڑھے چلے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے۔'' اور ہدایت اسکو دیتا ہے جو اسکی طرف رجوع کرتا ہے۔ سورۃ عنکبوت آیت نمبر ۶۹ میں ہے وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ''اور وہ لوگ جو کوشش

کرتے ہیں ہمارے راستے کی ہم ضرور رہنمائی کرتے ہیں ان کی اپنے راستوں کی طرف۔'' تو نہ ایمان لانے کیلئے جبر ہے نہ کفر کیلئے جبر ہے بلکہ اختیار ہے۔ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ اور کرتا ہے اللہ تعالیٰ جو چاہے اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ کیا آپ نے نہیں دیکھا ان لوگوں کو بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا جنہوں نے تبدیل کیا اللہ تعالیٰ کی نعمت کو ناشکری کی شکل میں اللہ تعالیٰ کی نعمت کو کفر کی شکل میں بدل دیا۔ اس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مکے والوں کو حرم جیسی جگہ عطا فرمائی جہاں پورا امن ہے کوئی کسی کو چھیڑتا تک نہیں ہے۔ حرم سے باہر لڑائیاں ہوتی تھیں جھگڑے ہوتے تھے ایک دوسرے کو اٹھا کر لے جاتے تھے لیکن حرم میں لڑائی جھگڑے چوری کوئی چیز نہیں ہوتی تھی یہ مزے کیساتھ سوتے تھے وَاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ''اور انہیں خوف سے امن دیا اور اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ان کو بھوک میں کھانا کھلایا۔'' دور دراز کے علاقوں سے چیزیں وافر مقدار میں پہنچتی تھیں ان کو چاہئے تھا کہ جس گھر کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کو روزی دی ہے امن دیا ہے اس گھر والے کی عبادت کرتے انہوں نے الٹا اس گھر میں تین سو ساٹھ بت رکھ کر ان کی پوجا شروع کر دی کتنی ناشکری ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو نعمت عظمیٰ عطا کی کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو ان کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا انہوں نے ان کو مجنوں کہا مفتری کہا ساحر اور کذاب کہا اور جو ان کی زبان پر آتا تھا وہ کہتے تھے اس طرح انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناقدری کی اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کو کفر کیساتھ بدل دیا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ اور اتارا انہوں نے اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں۔ وہ ہلاکت کا گھر کونسا ہے؟ جَهَنَّمَ جہنم میں لے گئے سب کو اکٹھا کر کے جماعت کی شکل میں يَصْلَوْنَهَا اس میں داخل ہونگے وَبِئْسَ الْقَرَارُ اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہر مسلمان مرد عورت کو دوزخ سے بچائے اور

محفوظ رکھے۔

انداد کی تفسیر :

اپنی قوم کوانہوں نے کیسے گمراہ کیا وَ جَعَلُوْا لِلّٰہِ اَنْدَادًا اورانہوں نے بنائے اللہ تعالیٰ کیلئے شریک۔وہ گھر جوصرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کیلئے قائم کیا گیا تھااسکی بیرونی دیوار پر تین سو ساٹھ بت نصب کئے ہوئے تھے۔ان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بت تھا، حضرت اسماعیل علیہ السلام کا بت تھا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بت تھا، حضرت مریم علیہا السلام کا بت تھا اور ہُبَل حضرت ہابیل رحمہ اللہ کا بت تھا جسکو قابیل نے قتل کیا تھا حضرت آدم علیہ السلام کا پہلا بیٹا تھا جوشہید ہوا تھا قریش مکہ جب کسی لڑائی میں جاتے تھے تو اُعْلُ هُبَلُ اُعْلُ هُبَلُ ۔ہبل زندہ باد ہبل زندہ باد کے نعرے لگاتے تھے کہتے تھے کہ یہ حق کی خاطر شہید ہوا ہے یہ ہماری مدد کرتا ہے۔ان بتوں میں اِیساف اور نائلہ کا بت بھی تھا۔ اِساف مرد کا نام تھا اور نائلہ عورت کا نام تھا۔ان کے آپس میں برے تعلقات تھے ان کو بدی کیلئے کوئی جگہ نہ ملی لوگ اس وقت کم ہوتے تھے شام کے بعد لوگ اپنے گھروں میں چلے گئے تو انہوں نے کعبۃ اللہ کے اندر برائی کی اللہ تعالیٰ نے انکومسخ کر دیا لوگوں نے عبرت کیلئے ان کے مجسمے کھڑے کر دیئے لیکن کچھ عرصہ گذرنے کے بعد ان کی پوجا شروع کر دی۔بندے کی جب عقل ماری جائے تو کچھ سوجھ بوجھ نہیں رہتی۔تو فرمایا انہوں نے رب تعالیٰ کے شریک بنائے لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ تاکہ وہ بہکائیں لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے قُلْ آپ کہہ دیں تَمَتَّعُوْا فائدہ اٹھالو۔کتنا عرصہ کھاؤ پیوگے فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ پس بیشک تمہارا ٹھکانہ دوزخ کی طرف ہے ہمیشہ کی ذلت اور عذاب میں مبتلا رہوگے قُلْ اے نبی کریم ﷺ آپ کہہ دیں لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا میرے ان بندوں کو جو

ایمان لائے ہیں صحیح معنیٰ میں بندے یہی ہیں یُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وہ نماز قائم کریں۔تمام عبادات میں ایمان کے بعد اہم عبادت نماز ہے جس کی کسی حالت میں معافی نہیں ہے بشرطیکہ ہوش وحواس قائم ہوں حتی کہ اگر کوئی سولی پر کھڑا کر دیا گیا ہے تو اسکو بھی نماز معاف نہیں ہے بار بار قرآن پاک میں اور احادیث میں اس کا ذکر ہے اور تاکید ہے آنحضرت ﷺ نے وفات سے پہلے بار بار فرمایا الصَّلٰوۃُ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ الصَّلٰوۃُ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ الصَّلٰوۃُ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ''اپنی نمازوں کی پابندی کرنا اور اپنے غلاموں کیساتھ اچھا سلوک کرنا،اپنی نمازوں کی پابندی کرنا اور اپنے غلاموں کیساتھ اچھا سلوک کرنا،اپنی نمازوں کی پابندی کرنا اور اپنے غلاموں کیساتھ اچھا سلوک کرنا۔'' اس نماز کا آج حشر دیکھو سورج چڑھنے کا وقت ہو گیا ہے مگر کتنے لوگ ہیں جو مزے کیساتھ سوئے ہوئے ہیں نماز کا کوئی خیال نہیں ہے اور ہیں سب مسلمان کہلانے والے۔تو فرمایا میرے بندوں کو کہو نماز قائم کریں وَیُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ اور خرچ کریں اس میں سے جو ہم نے ان کو رزق دیا ہے مال دیا ہے سِرًّا مخفی طور پر وَّعَلَانِیَۃً اور کھلم کھلا بھی خرچ کریں۔اگر کوئی شخص ریا سے بچا ہوا ہے کہ کھلا صدقہ خیرات کر سکتا ہے اور مخفی دے تو بہت اچھا ہے تاکہ اس میں ریاکاری کا سوال ہی پیدا نہ ہو مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ پہلے اس سے کہ آئے وہ دن لَّا بَیْعٌ فِیْہِ وَلَا خِلٰلٌ کہ جس میں کوئی خرید و فروخت نہیں ہوگی اور نہ کوئی دوستی ہوگی۔اور وہ قیامت کا دن ہے اور مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِیَامَتُہٗ ''جو مر گیا اس کی قیامت قائم ہو گئی۔'' دوزخ بھی سامنے ہے اور جنت بھی سامنے ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

❀ ❀ ❀

اَللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِىَ فِى الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ﴿۳۲﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ﴿۳۳﴾ وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُؕ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَاؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴿۳۴﴾

اَللّٰهُ الَّذِىْ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ جس نے پیدا کیا ہے آسمانوں کو اور زمین کو وَاَنْزَلَ اور اس نے نازل کیا مِنَ السَّمَآءِ آسمان کی طرف سے مَآءً پانی فَاَخْرَجَ بِهٖ پس نکالا اس نے اس پانی کے ذریعے مِنَ الثَّمَرٰتِ پھلوں کو رِزْقًا لَّكُمْ رزق تمہارے لئے وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ اور تابع کیا تمہارے لئے کشتیوں کو لِتَجْرِىَ تاکہ وہ چلیں فِى الْبَحْرِ سمندر میں بِاَمْرِهٖ اس کے حکم کیساتھ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ اور تابع کیا ہے تمہارے لئے نہروں کو وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اور کام میں لگا دیا تمہارے لئے سورج اور چاند کو دَآئِبَيْنِ لگاتار دونوں چلتے ہیں وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اور تمہارے کام میں لگا دیا رات کو اور دن کو وَاٰتٰىكُمْ اور دی رب نے تمہیں مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ہر وہ چیز جو تم نے اس سے مانگی وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اور اگر تم شمار کرو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو لَا تُحْصُوْهَا تم شمار نہیں کر

سکتے اِنَّ الْاِنْسَانَ بیشک انسان لَظَلُوْمٌ البتہ بڑی ناانصافی کرنے والا کَفَّارٌ ناشکرہ ہے۔

گذشتہ درس میں تھا کہ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا اور بنائے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک۔ اب اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سب کچھ تو میں نے بنایا ہے وہ شریک کس چیز میں ہیں؟ شریک کا کچھ نہ کچھ دخل تو ہوتا ہے ان کا میرے افعال میں کیا دخل ہے۔ فرمایا اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو۔ کیا آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں کسی اور کا حصہ ہے؟ اور یہ کافر بھی مانتے تھے جب ان سے سوال کیا جاتا تھا مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کس نے پیدا کیا ہے آسمانوں کو اور زمین کو۔ کہتے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً اور اسی نے نازل کیا آسمان کی طرف سے پانی بارش فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ پس نکالے رب تعالیٰ نے اس بارش کے ذریعے پھل رزق تمہارے لئے۔ اس بات کو مشرک بھی تسلیم کرتے تھے جب ان سے پوچھا جاتا تھا بارش کس نے نازل کی؟ کہتے اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہے، یہ فصلیں سبزیاں کس نے پیدا کی ہیں؟ کہتے اللہ تعالیٰ نے مَنْ خَلَقَكُمْ تمہیں کس نے پیدا کیا ہے؟ کہتے رب نے پیدا کیا ہے، تمہارا مالک کون ہے؟ کہتے رب ہے۔ بھئی جب یہ سب کچھ تسلیم کرتے ہو تو پھر دوسروں کیلئے کیا ہے دوسروں کا اس میں کیا دخل ہے؟ اللہ تعالیٰ نے سات آسمان پیدا کئے وَالْاَرْضَ مِثْلَهُنَّ اور اتنی ہی زمینیں پیدا کیں۔ آسمانوں میں بھی مخلوق ہے اور ایک بالشت جگہ ایسی نہیں ہے جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ رب تعالیٰ کی عبادت میں مصروف نہ ہو۔ سات آسمان ہیں، کرسی ہے، عرش ہے ان میں بے شمار مخلوق ہے کہ لَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ [سورۃ مدثر] ''تیرے رب

کے لشکروں کو صرف وہی رب ہی جانتا ہے۔‘‘

ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے :

پیدا کرنے والا بھی وہی ہے رزق دینے والا بھی وہی ہے بارش برسانے والا بھی وہی ہے۔ دیکھو چند ماہ ہوئے ہیں بارش نہیں ہوئی تھی لوگ تڑپ اٹھے تھے اس کیلئے دعائیں ہوئیں نماز استسقاء ادا کی گئی جب اللہ تعالیٰ نے رحمت کی بارش برسائی تو لوگوں کو سکون حاصل ہوا تو یہ بارش کہ عالم اسباب میں تم اس کے محتاج ہو یہ کون نازل کرتا ہے؟ پھر اس کے ذریعے پھلوں سے تمہیں رزق دیتا ہے بہت سے علاقے ایسے ہیں کہ وہاں کے لوگ پھل ہی کھاتے ہیں ان کو اور کوئی چیز نہیں ملتی اور بہت سے علاقے ایسے ہیں کہ پھل فروخت کر کے گندم خریدتے ہیں بہرحال یہ تمہاری خوراک کا ذریعہ ہے وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ اور اس نے تابع کیا تمہارے لئے کشتیوں کو لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ تاکہ وہ چلیں سمندر میں بِاَمْرِهٖ اس کے حکم کیساتھ۔ کشتیوں کے ذریعے اِدھر کا سامان اُدھر اور اُدھر کا سامان اِدھر لاتے ہیں اور سواریوں کو بھی لے جاتے اور لے آتے ہیں اللہ تعالیٰ کے بغیر وہ کون ذات ہے جس نے ان کشتیوں کو تمہارے تابع کیا ہے وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ اور تابع کیا ہے تمہارے لئے نہروں کو کہ بڑی نہروں سے چھوٹی نہریں نکالو پھر ان سے کھال نکالو اور آبپاشی کرو ان کے ذریعے اناج اگاؤ، باغات لگاؤ۔ یہ چیزیں کس نے پیدا کی ہیں؟ رب تعالیٰ نے پیدا کی ہیں۔ پھر رب تعالیٰ کے شریک کس طرح بن گئے؟ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اور اسی نے کام میں لگا دیا تمہارے لئے سورج اور چاند کو۔ سورج کے فوائد کو ساری دنیا جانتی ہے، اس کی تپش اس کی حرارت کا فصلوں پر اثر ہوتا ہے، انسانوں اور حیوانوں کی صحت پر اس کا اثر ہوتا ہے، باغات کے پھلوں پر اس کا اثر ہے چاند کی مدھم

روشنی کا ساری چیزوں پر اثر ہے تو یہ تمہارے کام میں کس نے لگائے ہیں دَآئِبَیْنِ لگا تار دونوں چلتے ہیں۔

ظہور مہدی اور عیسیٰ علیہ السلام کا نزول :

جس وقت سے سورج چلنا شروع ہوا ہے بدستور چل رہا ہے اور جب تک رب تعالیٰ کو منظور ہوگا چلتا رہے گا پھر امام مہدی علیہ السلام کی آمد اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کے بعد اور خروج دجال کے بعد، یاجوج ماجوج کے قتل کے بعد ایک دن سورج نہیں نکلے گا مطلع صاف ہوگا لوگ منتظر ہونگے اور حیران ہونگے کہ معلوم نہیں کہ آج نکلے گا یا نہیں نکلے گا کہ اتنے میں سورج مغرب کی طرف سے طلوع ہوگا دوپہر تک آئیگا حکم ہوگا واپس چلے جاؤ اسی دن مغرب کے وقت صفا پہاڑی کی چٹان پھٹے گی اس سے دَابَّۃُ الْاَرْض نکلے گا وہ بیل کی طرح ایک جانور ہوگا لوگوں کیساتھ گفتگو کریگا اس طرح جس طرح اب میں تمہارے ساتھ گفتگو کر رہا ہوں اور تم سن رہے ہو سمجھ رہے ہو اس پر لوگ ایمان بھی لائیں گے۔ لوگوں کا جانور کی بات ماننا اور اس پر ایمان لانا یہ اس بات کی علامت ہوگی انسان انسان نہیں رہے شکل انسانوں جیسی ہے لیکن حیوان ہیں انسانوں کی باتیں انہوں نے نہیں مانی حیوان کی بات پر ان کو یقین آ گیا ہے اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہو جائیگا۔ اس سے پہلے جو ایمان لا چکا ہوگا بس اس کا ایمان معتبر ہوگا اور پہلے جو نیکیاں کرتا تھا آئندہ بھی کریگا ان نیکیوں کا اعتبار ہوگا نئی نیکی قبول نہیں ہوگی اور نہ اس کے بعد ایمان لانا قبول ہوگا۔ اس کے بعد احادیث کی روشنی میں تقریباً ایک سو بیس سال گذریں گے پھر اسرافیل علیہ السلام بگل پھونکیں گے۔ تو فرمایا سورج اور چاند کو اس نے تمہارے کام میں لگا دیا ہے اور تواتر کیساتھ چل رہے ہیں وَسَخَّرَ لَکُمُ الَّیْلَ وَالنَّھَارَ اور تمہارے کام میں لگا دیا رات کو اور

دن کو۔ رات اس لئے کہ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ تاکہ تم اس میں سکون حاصل کرو اور دن اس لئے کہ تم اس میں روزی کماؤ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، نیکیاں کرو، جہاد کرو۔ دن رات کے فوائد سب کے سامنے ہیں کسی سے مخفی نہیں ہیں۔ رات دن کو پیدا کرنے والا کون ہے وَاٰتٰكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ اور دی رب نے تمہیں ہر وہ چیز جو تم نے اس سے مانگی عَلٰی حَسْبِ مَصَالِحِكُمْ تمہاری مصلحتوں کے مطابق تھی رب تعالیٰ نے تمہیں دی۔

دعا کی قبولیت کی شکلیں:

مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ دعا کوئی بھی رد نہیں ہوتی مگر اسکی قبولیت کی شکلیں ہیں۔ پہلی شکل یہ ہے کہ جو چیز تم نے رب تعالیٰ سے مانگی ہے اگر وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تمہارے لئے مفید ہے تو وہ دیگا اور اگر مفید نہیں ہے تو نہیں دیگا اور اس دعا کی برکت سے کوئی مصیبت ٹل جائیگی جو آنے والی تھی اور تمہیں اس کا علم نہیں تھا تو یہ بھی دعا کی قبولیت ہے اور اگر دنیا میں کچھ نہ ہوا تو اس دعا کا ثواب آخرت میں ملے گا اور دنیا میں نہ دینا بھی خیر خواہی ہے کیونکہ انسان بسا اوقات ایک چیز کو اپنے حق میں اچھا اور مفید سمجھتا ہے مگر وہ شے اس کیلئے مضر ہوتی ہے۔ انسان کی عقل ناقص ہے تو اس وقت وہ چیز اسکو نہ دینا ہی اس کے حق میں بہتر ہوتا ہے۔ مثلاً ہیضہ میں مبتلا آدمی پانی مانگتا ہے یا کسی اور بیماری میں مبتلا ہے اور وہ ایسی چیز مانگتا ہے جو اس کے حق میں مفید نہیں ہے گھر کے افراد اسکو وہ چیز نہیں دیتے ڈاکٹر حکیم اسکو وہ چیز نہیں دیتا تو یہ نہ دینا اس کیساتھ دشمنی نہیں ہے بلکہ اس کیساتھ محبت ہے کیونکہ وہ چیز اگر اسکو دی جائے تو اس کو نقصان ہوگا۔ تو تم ایک چیز اللہ تعالیٰ سے مانگتے ہو اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ تمہارے حق میں مفید نہیں ہے تو وہ نہیں دیتا اور اس دعا کی برکت سے کوئی مصیبت ٹال دیتا ہے جو آنے والی تھی تو یہ بھی دعا کی قبولیت

ہے۔اورحدیث پاک میں آتا ہے کہ الدعاء ھو العبادۃ ''دعا عبادت ہے۔'' جتنی دیر تم دعا کرتے رہو گے یہ سمجھو کہ تم عبادت میں لگے ہوئے ہو۔اور فرمایا کہ تم کیا پوچھتے ہو وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اور اگر تم شمار کرو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو تم شمار نہیں کر سکتے۔اور نعمتیں تو درکنار یہ جو ہم چوبیس گھنٹوں میں سانس لیتے ہیں اس کو کوئی گننا چاہے تو نہیں گن سکتا نبض کو کوئی گننا چاہے تو نہیں گن سکتا رب تعالیٰ نے ہاتھ دیئے ہیں پاؤں دیئے ہیں، آنکھیں دی ہیں، کان دیئے ہیں، دانت موجود ہیں، صحت ہے مال ہے، مکان اور اولاد ہے، اناج ہیں، بیشمار پھل فروٹ ہیں، شکل وصورت ہے، قد ہے اور باطنی نعمتیں ہیں، ایمان ہے، علم ہے، عقل وسمجھ ہے، بصیرت ہے اس کی نعمتوں کو کوئی شمار نہیں کرسکتا بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک آدمی کا قد اور شکل دیکھ کر آدمی اس سے مرعوب ہو جاتا ہے لیکن جب وہ بات کرتا ہے تو ایسی حماقت کی کہ اس کی بات پر لوگوں کو ہنسی آ جاتی ہے۔اور بعض دفعہ آدمی کا قد چھوٹا ہوتا ہے کہ آدمی کہتا ہے کہ یہ بھی آدمی ہے مگر وہ بات ایسی معقول کرتا ہے کہ وہ دوسروں کو لاجواب کر دیتا ہے تو یہ باطن کی نعمتیں ہیں۔حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قد چھوٹا سا تھا دوسرے لوگ بیٹھے ہوتے تھے اور یہ کھڑے ہوتے تھے تو برابر لگتے تھے لیکن ساری امت میں پہلے درجے کے مفسر قرآن اور فقیہ تھے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں کوفہ اور کزینا کے لوگ آئے کہ ہمارے علاقے میں بڑے بڑے فتنے برپا ہوتے ہیں یہودی، عیسائی، مجوسی اعتراض کرتے ہیں اور ہمیں کوئی تسلی بخش جواب نہیں آتا کوئی آدمی بھیجو جو ان کا منہ توڑ جواب دے۔فرمایا ان شاء اللہ بھیجیں گے۔جب بھیجنے کا وقت آیا تو حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو بلایا وہ وفد بڑا حیران ہوا کہ یہ چھوٹا سا آدمی ہمارے ساتھ بھیج رہے ہیں۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم اسکو چھوٹا اور معمولی نہ سمجھو مجھے

خودمسائل میں اس کی ضرورت پڑتی ہے مگر اس وقت میں تمہیں ترجیح دیتا ہوں۔تو حضرت عبداللہ ابن مسعود ﷺ جب گفتگو فرماتے تھے تو معقول ہوتی تھی کہ مجلس والے دنگ رہ جاتے اور دوسروں کو منہ توڑ جواب دیتے تھے تو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بے شمار ہیں کچھ ظاہری ہیں اور کچھ باطنی ہیں اور اتنی ہیں کہ تم ان کو شمار نہیں کر سکتے۔فرمایا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ بیشک انسان بڑی ناانصافی کرنے والا ناشکرا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے مقابلے میں ہم بڑے ناشکرے ہیں اور میں کئی دفعہ عرض کر چکا ہوں کہ شکر ادا کرنے کا بہترین طریقہ نماز ہے اور نماز ادا کرنے کیلئے جب آؤ تو اچھا صاف ستھرا لباس پہن کر آؤ۔

کھجور والی ٹوپیوں کا حکم :

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ [اعراف:۳۱] ''اختیار کرو اپنی زینت ہر نماز کے وقت۔'' یہ مساجد میں جو ٹوپیاں پڑی ہوتی ہیں ان کے متعلق فقہاء فرماتے ہیں کہ یہ پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے پھر مکروہ میں اختلاف ہے کہ تحریمی ہے یا تنزیہی ہے۔مفتی رشید احمد صاحب کا فتویٰ ہے کہ مکروہ تحریمی ہے۔جس نے یہ پہن کر نماز پڑھی ہے اسکی نماز بالکل نہیں ہوئی دوبارہ پڑھنی پڑے گی۔میری اپنی تحقیق یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے۔مکروہ تنزیہی کا مطلب یہ ہے کہ نماز ہو جائیگی لیکن اتنا ثواب نہیں ملے گا جتنا ملنا چاہئے یعنی ثواب میں کمی آ جائیگی۔کیونکہ یہ تیلوں والی ٹوپیاں پہن کر کوئی بازار نہیں جاتا، یہ پہن کر بارات میں شریک نہیں ہوتا کہ شرم آتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے سامنے شرم نہیں آتی لہذا اچھا صاف ستھرا لباس پہن کر نماز ادا کرو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر کرو ناشکری نہ کرو۔اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی جانوں پر ظلم کرنے سے بچائے اور ناشکری سے بچائے۔

وَ اِذۡ قَالَ اِبۡرٰہِیۡمُ رَبِّ اجۡعَلۡ ہٰذَا الۡبَلَدَ اٰمِنًا وَّ اجۡنُبۡنِیۡ وَ بَنِیَّ اَنۡ نَّعۡبُدَ الۡاَصۡنَامَ ﴿۳۵﴾ رَبِّ اِنَّہُنَّ اَضۡلَلۡنَ کَثِیۡرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنۡ تَبِعَنِیۡ فَاِنَّہٗ مِنِّیۡ ۚ وَ مَنۡ عَصَانِیۡ فَاِنَّکَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۳۶﴾ رَبَّنَاۤ اِنِّیۡۤ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَیۡتِکَ الۡمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجۡعَلۡ اَفۡـِٕدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَہۡوِیۡۤ اِلَیۡہِمۡ وَ ارۡزُقۡہُمۡ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّہُمۡ یَشۡکُرُوۡنَ ﴿۳۷﴾ رَبَّنَاۤ اِنَّکَ تَعۡلَمُ مَا نُخۡفِیۡ وَ مَا نُعۡلِنُ ؕ وَ مَا یَخۡفٰی عَلَی اللّٰہِ مِنۡ شَیۡءٍ فِی الۡاَرۡضِ وَ لَا فِی السَّمَآءِ ﴿۳۸﴾ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ وَہَبَ لِیۡ عَلَی الۡکِبَرِ اِسۡمٰعِیۡلَ وَ اِسۡحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّیۡ لَسَمِیۡعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۹﴾ رَبِّ اجۡعَلۡنِیۡ مُقِیۡمَ الصَّلٰوۃِ وَ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ ٭ۖ رَبَّنَا وَ تَقَبَّلۡ دُعَآءِ ﴿۴۰﴾ رَبَّنَا اغۡفِرۡ لِیۡ وَ لِوَالِدَیَّ وَ لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَوۡمَ یَقُوۡمُ الۡحِسَابُ ﴿۴۱﴾ ع ۱۸

وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ اور جب کہا ابراہیم علیہ السلام نے رَبِّ اے میرے رب اِجْعَلْ بنادے ھٰذَا الْبَلَدَ اس شہر کو اٰمِنًا امن والا وَّاجْنُبْنِیْ اور بچا مجھکو وَبَنِیَّ اور میرے بیٹوں کو اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ اس بات سے کہ ہم بتوں کی عبادت کریں رَبِّ اے میرے رب اِنَّهُنَّ بیشک انہوں نے اَضْلَلْنَ گمراہ کیا ہے کَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ بہت سارے لوگوں کو فَمَنْ تَبِعَنِیْ پس وہ شخص جس نے میری پیروی کی فَاِنَّهٗ مِنِّیْ پس بیشک وہ میرا ہے وَمَنْ عَصَانِیْ اور جس نے میری

نافرمانی کی فَاِنَّکَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ پس بیشک آپ ہی بخشنے والے مہربان ہیں
رَبَّنَآ اے ہمارے رب اِنِّیۤ بیشک میں نے اَسْکَنْتُ ٹھہرایا ہے مِنْ ذُرِّیَّتِیْ
اپنی اولاد میں سے بعض کو بِوَادٍ ایسے میدان میں غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ جو کھیتی والا نہیں
ہے عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ آپ کے عزت والے گھر کے پاس رَبَّنَا اے
ہمارے رب لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ تاکہ وہ قائم کریں نماز فَاجْعَلْ پس کر دے
اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ کچھ لوگوں کے دلوں کو تَھْوِیۤ اِلَیْھِمْ مائل ان کی طرف
وَارْزُقْھُمْ اور رزق دے انکو مِّنَ الثَّمَرٰتِ پھلوں سے لَعَلَّھُمْ یَشْکُرُوْنَ تاکہ
یہ شکر ادا کریں رَبَّنَآ اے ہمارے رب اِنَّکَ بیشک آپ تَعْلَمُ جانتے ہیں مَا
نُخْفِیْ جس چیز کو ہم چھپاتے ہیں وَمَا نُعْلِنُ اور جس چیز کو ہم ظاہر کرتے ہیں
وَمَا یَخْفٰی اور نہیں ہے مخفی عَلَی اللّٰہِ اللہ تعالیٰ پر مِنْ شَیْءٍ کوئی چیز فِی
الْاَرْضِ زمین میں وَلَا فِی السَّمَآءِ اور نہ آسمان میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سب
تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں الَّذِیْ وہ رب وَھَبَ لِیْ جس نے مجھے عطا کیے
عَلَی الْکِبَرِ بڑھاپے میں اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ اسماعیل علیہ السلام اور اسحاق
علیہ السلام اِنَّ رَبِّیْ بیشک میرا رب لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ البتہ دعا سننے والا ہے رَبِّ
اجْعَلْنِیْ اے میرے رب بنا مجھ کو مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ نماز قائم کرنے والا وَمِنْ
ذُرِّیَّتِیْ اور میری اولاد میں سے بھی رَبَّنَا اے ہمارے رب وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ اور
آپ قبول کریں دعا میری رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ اے ہمارے رب بخش دے مجھ کو

وَلِوَالِدَیَّ اور میرے ماں باپ کو وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ اور مومنوں کو یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ جس دن قائم ہوگا حساب۔

اس سے پہلے رکوع میں تم نے پڑھا وَجَعَلُوْا لِلّٰہِ اَنْدَادًا اور بنائے ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک اور شریک بھی اتنے کہ ظالموں نے کعبۃ اللہ کی بیرونی دیوار پر تین سو ساٹھ بت نصب کئے ہوئے تھے۔ آج اس کا چڑھاوا کل اس کا چڑھاوا سال کا کوئی دن خالی نہیں ہوتا تھا اور پھر اس ساری کاروائی کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مذہب اور دین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید فرمائی ہے کہ یہ نرا ان پر بہتان ہے۔ کیوں؟ فرمایا وَاِذْ قَالَ اِبْرٰھِیْمُ اور جب کہا ابراہیم علیہ السلام نے رَبِّ اجْعَلْ ھٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا اے رب بنادے اس شہر کو امن والا۔ ابتداءً یہاں کوئی مکان نہ تھا پھر قبیلہ بنو جرہم آیا تو آبادی ہوگئی۔ اور آب زمزم کا مبارک پانی تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس شہر کیلئے امن کی دعا کی اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور حرم آج تک امن والا چلا آرہا ہے۔ آج بھی اگر دوسرے علاقوں سے آئے ہوئے لوگ جھگڑتے ہیں تو وہ کہتے ہیں الحاج حرم الحاج حرم حاجی حرم کا خیال کرو حاجی صاحب یہ حرم ہے اسکا خیال رکھو نہ جھگڑو۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسکو امن والا بنایا ہے اور اگلا جملہ ہے وَّاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ اور بچا مجھ کو اور میرے بیٹوں کو اس بات سے کہ ہم بتوں کی عبادت کریں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پانچ بیٹے تھے:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پانچ بیٹے تھے بیٹی کوئی نہیں تھی دو بیٹوں کا ذکر اسی رکوع میں آگے آرہا ہے اسماعیل اور اسحاق علیہ السلام تین بیٹے اور تھے وہ نبی نہیں تھے۔

ایک کا نام حضرت مدین دوسرے کا نام حضرت مدائن اور تیسرے کا نام حضرت قیدار رحمہم اللہ تعالیٰ تھا۔ تو فرمایا مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کی پوجا سے بچا۔ او ظالمو! وہ تو بتوں کی پوجا سے پناہ مانگ رہے ہیں اور تم بت پرستی کو ان کا دین بتلاتے ہو اور کہتے ہو کہ ہم جو کام کر رہے ہیں ابراہیم علیہ السلام بھی یہی کام کرتے تھے۔ اصل بات یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بین الاقوامی شخصیت تھے اہل اسلام کے عقیدے کے مطابق ساری مخلوق میں سے دوسرے نمبر کی شخصیت ہیں۔ پہلا نمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے۔ اس لئے یہودی عیسائی بھی اپنی کڑی ان کیساتھ ملاتے تھے۔

بدعتیوں کا اپنے آپ کو حنفی کہنا غلط ہے :

تیسرے پارے میں اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا مَا کَانَ اِبْرَاھِیْمُ یَھُوْدِیًّا وَّلَانَصْرَانِیًّا نہیں تھے ابراہیم علیہ السلام یہودی اور نہ نصرانی اور مشرک بھی اپنی کڑی ان کیساتھ ملاتے تھے۔ آگے فرمایا وَمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اور نہ وہ شرک کرنے والوں میں سے تھے حَنِیْفًا مُّسْلِمًا وہ تو موحّد تھے صرف رب کے سامنے سر جھکانے والے تھے۔ اسکو ایسے سمجھو کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ امت میں بہت بڑی شخصیت ہیں اور تابعین میں سے ہیں ان کی فقہ بڑی مضبوط فقہ ہے اور ان کی شخصیت مُسلّم شخصیت ہے۔ اسلئے یہ ساری بدعات کرنے والے اپنی نسبت ان کی طرف کرتے ہیں اور اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں حالانکہ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ جتنی شرک و بدعت اور رسومات کی تردید فقہ حنفی میں ہے اتنی اور کسی فقہ میں نہیں ہے۔ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ ہے رَفْعُ الصَّوْتِ بِالذِّکْرِ بِدْعَةٌ وَیُخَالِفُ الْاَمْرَ مِنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی وَاذْکُرْ رَّبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ تَضَرُّعًا وَّخِیْفَةً وَّدُوْنَ الْجَھْرِ مِنَ الْقَوْلِ ’’بلند آواز سے دعا کرنا اور بلند

آواز سے ذکر کرنا بدعت ہے اور قرآن کے حکم کے خلاف ہے۔'' اور بدعتی یہی کچھ کرتے ہیں اور اسکو ثواب سمجھتے ہیں۔ تو چونکہ ابراہیم علیہ السلام کی شخصیت مسلم تھی اس لئے یہ اپنی نسبت ان کی طرف کرتے تھے حالانکہ انہوں نے شرک سے پناہ مانگی اپنے لئے بھی اور اپنے بیٹوں کیلئے بھی۔ فرمایا رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بیشک ان بتوں نے گمراہ کیا ہے بہت سارے لوگوں کو۔ بتوں کے گمراہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ سبب بنے ہیں گمراہ تو شیطان نے کیا ہے نفس امارہ نے کیا ہے فَمَنْ تَبِعَنِيْ پس وہ شخص جس نے میری پیروی کی فَاِنَّهٗ مِنِّيْ پس بیشک وہ مجھ سے ہے یعنی میرا ہے وَمَنْ عَصَانِيْ اور جس نے میری نافرمانی کی فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ پس بیشک آپ ہی بخشنے والے مہربان ہیں وہ آپکا معاملہ ہے۔ ظالمو! ابراہیم علیہ السلام تو بت پرستی سے بیزاری کا اعلان کرتے ہیں اور تم بتوں کو اپنا معبود بنائے پھرتے ہو اور ان میں ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کا مجسمہ بھی رکھا تھا لوگوں کی جب عقل ماری جائے تو پھر ان کو سمجھ نہیں آتی رَبَّنَآ اے ہمارے رب اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بیشک میں نے ٹھہرایا ہے بسایا ہے، مِنْ تبعیضیہ ہے، اپنی اولاد میں سے بعض کو بِوَادٍ ایسے میدان میں غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ جو کھیتی والا نہیں ہے عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ آپ کے عزت والے گھر کے پاس۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حضرت ہاجرہ کو مکہ لے آنا :

اس وقت بیت اللہ کی تعمیر نہیں ہوئی تھی ٹیلہ سا تھا اللہ تعالیٰ کا حکم تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام شام کے علاقہ دمشق سے چلے اپنی چھوٹی بیوی حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو ساتھ لیکر بچہ گود میں لیا ہوا ہے پندرہ سو میل کی مسافت تھی رب تعالیٰ جانتا ہے کتنے دنوں میں طے کی سواری کا کوئی ذکر نہیں ہے زم زم کا کنواں نیچے ہے کعبۃ اللہ کے دروازے کے

سامنے نیچے جانے کیلئے سیڑھی ہوتی تھی مردوں کیلئے الگ اور عورتوں کیلئے الگ۔ اب حکومت نے وہ بند کر دی ہے تو جہاں زم زم کا کنواں ہے یہاں ایک درخت ہوتا تھا اس کے سائے کے نیچے ابراھیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ٹھہرایا اور فرمایا کہ تم اپنے بچے کیساتھ یہاں رہو میں جا رہا ہوں۔ کہاں جا رہے ہو؟ واپس شام جا رہا ہوں اِلٰی مَنْ تَتْرُکُنَا یَااِبْرَاھِیْمُ اے ابراھیم یہاں ہمیں کس کے حوالے کر کے جا رہے ہو۔ یہاں نہ کوئی بندہ نہ کوئی مکان ہے۔ آنکھیں جھکی ہوئی ہیں اور جا رہے ہیں یہ پیچھے پیچھے جا رہی ہیں باہر صفا کی طرف نکلے حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے آواز دی ءَ اللّٰہُ اَمَرَکَ بِھٰذَا کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ ہمیں یہاں چھوڑ دو اور خود چلے جاؤ۔ قَالَ نَعَمْ فرمایا ہاں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ کہنے لگی اِذًا لَا یُضَیِّعُنَا اس وقت وہ ہمیں ضائع نہیں کریگا۔ رب تعالیٰ کا حکم سر آنکھوں پر جو وہ فرماتے ہیں وہ صحیح ہے۔ آج ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے جہاں نہ کوئی مکان ہو نہ کوئی بندہ ہو نہ کوئی چیز کھانے کی ہو اور نہ پینے کی ہو اور عورت ذات رب کا حکم مان کر ٹھہر جائے اور دودھ پیتا بچہ بھی ساتھ ہو۔ حضرت ابراھیم علیہ السلام پانی کا مشکیزہ اور تھوڑی سی کھجوریں دے گئے۔ وہ کتنا عرصہ تک چل سکتی تھیں کھجوریں بھی ختم ہو گئیں اور پانی بھی ختم ہو گیا۔

حضرت ہاجرہ کا پریشانی میں بھاگنا :

اس زمانہ میں صفا مروہ کے درمیان نالہ ہوتا ہے یہاں پر مِیْلَیْنِ اَخْضَرَیْن کے نشان ہیں اور مرد وہاں سے بھاگ کر گذرتے ہیں۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام صفا کی چوٹی پر چڑھیں کہ کوئی بندہ نظر آئے پھر مروہ کی طرف گئیں اور نالے والی جگہ سے دوڑ کر گذریں مروہ کی چوٹی پر چڑھ کر اِدھر اُدھر دیکھا کہ کوئی نظر آئے پھر صفا کی طرف آئیں سات چکر

لگائے پھر واپس آئیں بچہ ایڑیاں رگڑ رہا تھا بڑی پریشان تھیں غیبی آواز آئی گھبراؤ مت۔ انہوں نے کہا آواز دینے والے ہماری امداد کر بچے کی تو جان نکل رہی ہے۔ جہاں اسماعیل علیہ السلام نے ایڑیاں رگڑیں تھیں وہاں جبرائیل علیہ السلام نے آ کر پر مارا تو پانی نکل آیا انہوں نے حوض بنایا اور کہا زم زم ''اے پانی رک جا رک جا۔'' تو پانی رک گیا آنحضرت ﷺ نے فرمایا اگر وہ زمزم نہ کہتیں تو یہاں سے نہر چل پڑتی۔ اللہ تعالیٰ نے پانی کا انتظام کر دیا ایک دو دن گذرے تو وہاں پانی پر پرندے آنے شروع ہو گئے۔

قبیلہ بنو جُرہم مکہ مکرمہ میں کیسے آباد ہوا :

قبیلہ بنو جُرہم یہ خانہ بدوش قبیلہ تھا جہاں پانی سبزہ مل گیا وہاں ڈیرہ لگا دیا۔ انہوں نے دو آدمی بھیجے کہ پرندے یہاں نیچے بیٹھتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پانی ہے۔ انہوں نے واپس جا کر بتایا کہ واقعی وہاں پانی ہے ایک بی بی ہے اور اس کے پاس ایک بچہ ہے درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے ہیں یہ مرد و خواتین پر مشتمل پورا خاندان تھا انہوں نے آ کر کہا بی بی ہمیں یہاں رہنے کی اجازت ہے؟ فرمایا ہاں رہ سکتے ہو مگر پانی پر کنٹرول ہمارا ہوگا انہوں نے تھوڑے سے مکان بنائے ان کو بھی ایک جھگی بنا دی۔ اس کے متعلق فرمایا کہ اس شہر کو امن والا بنا دے پھر کچھ عرصہ کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بیت اللہ کی بنیاد شروع کی۔ فرمایا رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ اے ہمارے رب تاکہ وہ نماز قائم کریں اس لئے یہاں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ عقیدے کی درستگی کے بعد تمام پیغمبروں نے نماز کی تاکید کی ہے فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ پس کر دے کچھ لوگوں کے دلوں کو۔ مِن تبعیضیہ ہے تَهْوِيْ اِلَيْهِمْ مائل کر ان کی طرف جھکا دے ان کی طرف۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ مِن کا لفظ زبان سے نہ نکلتا تو سب

لوگ ٹوٹ کر وہاں پہنچ جاتے چونکہ رب تعالیٰ کی طرف سے بعض کا جانا مقدر تھا اس لئے
مِنَ کا لفظ ان کی زبان سے نکلا۔لوگ وہاں آباد ہونے کیلئے بھی جاتے ہیں اور حج اور عمرے
کیلئے بھی جاتے ہیں تقریباً پینتیس (۳۵) لاکھ کے قریب حاجی ہوتے ہیں جن میں تقریباً
بیس لاکھ بیرونی ہوتے ہیں اور پندرہ لاکھ مقامی ہوتے ہیں وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرٰتِ اور
رزق دے انکو پھلوں سے۔وہ پتھریلی زمین ہے وہاں کوئی چیز کاشت نہیں ہوتی تھی میں
جب پہلی دفعہ حج پر گیا تو وہاں کوئی درخت نہیں تھا پھر حکومت نے بیرونی علاقوں سے
جہازوں کے ذریعے مٹی منگوائی اور سڑکوں کے کنارے ڈلوائی اب وہاں دھریکھ کے درخت
لگے ہوئے ہیں اور کافی رونق ہوگئی ہے اور گھروں کے آگے بھی انہوں نے پودے لگائے
ہیں اب جگہ ہری بھری نظر آتی ہے۔تو فرمایا اے پروردگار! انکو پھلوں سے رزق دے
لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ تاکہ یہ شکر ادا کریں۔باوجود اسکے کہ وہاں کوئی چیز پیدا نہیں ہوتی تمہیں
وہاں ہر موسم میں ہر پھل ملے گا۔اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی برکت
سے کثرت سے پھل پہنچائے ہیں لاکھوں کی تعداد میں لوگ ہوتے ہیں کھا کھا کر تنگ آ
جاتے ہیں پھل ختم نہیں ہوتے رَبَّنَآ اے ہمارے رب اِنَّكَ تَعْلَمُ بیشک آپ جانتے
ہیں مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ جس چیز کو ہم چھپاتے ہیں اور جس چیز کو ہم ظاہر کرتے ہیں وَمَا
يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اور مخفی نہیں ہے اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز ایک ذرہ برابر فِي
الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ زمین میں اور نہ آسمان میں۔اور یہ صفت صرف اللہ تعالیٰ کی
ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ سب تعریفیں اللہ
تعالیٰ کیلئے ہیں وہ رب جس نے مجھے عطا کئے بڑھاپے میں اسماعیل علیہ السلام اور اسحاق
علیہ السلام۔اس وقت ابراہیم علیہ السلام کی عمر تقریباً اسی سال تھی اور جب اسحاق علیہ

السلام پیدا ہوئے اس وقت عمر تقریباً سو سال تھی جس وقت فرشتوں نے اسحاق علیہ السلام کی خوشخبری سنائی تو بڑے حیران ہوئے اور حضرت سارہ اندر سن رہی تھیں کہنے لگی ھٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا یہ میرا خاوند بوڑھا ہے وَاَنَا عَجُوْزٌ اور میں بڑھیا ہوں [ھود:۷۲] مجھے کہاں سے ملے گا۔ اس نے کہا رب تعالیٰ کے سامنے کوئی مشکل نہیں ہے اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ بیشک میرا رب البتہ دعا سننے والا ہے رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ اے میرے رب بنادے مجھ کو نماز قائم کرنے والا وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ اور میری اولاد کو بھی۔ نماز ایک ایسی چیز ہے جسکی کسی کو معافی نہیں ہے رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ اے ہمارے رب اور قبول کریں آپ میری دعا۔ یہ اصل میں دُعَآئِی تھا 'ی' متکلم کو حذف کر دیا گیا اور کسرہ کو باقی چھوڑ دیا گیا تا کہ ی کی حذفیت پر دلالت کرے رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ اے ہمارے رب بخش دے مجھ کو وَلِوَالِدَیَّ اور میرے ماں باپ کو بھی۔ تفسیروں میں آتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ مسلمان تھی اور باپ مسلمان نہیں تھا۔ پھر باپ کیلئے دعا کیوں مانگی؟ کیونکہ مشرک کیلئے دعا مانگنا جائز نہیں ہے۔ تو اس کے متعلق گیارہواں پارہ سورۃ توبہ آیت نمبر ۱۱۴ میں جواب دیا ہے۔ فرمایا وَمَا کَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرَاھِیْمَ لِاَبِیْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَۃٍ وَّعَدَھَا اِیَّاہُ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ "اور نہیں تھا مغفرت مانگنا ابراہیم علیہ السلام کا اپنے والد کیلئے مگر ایک وعدے کی بنا پر جو وعدہ انہوں نے اس کے ساتھ کیا تھا کہ میں تیرے لئے دعا کرونگا۔ پھر جب واضح ہو گیا ابراہیم علیہ السلام کے سامنے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے باغی ہے حق کو قبول کرنے کیلئے تیار نہیں ہے تو اس سے بیزار ہو گئے پھر دعا نہیں کی۔ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ اور مومنوں کو بھی بخش دے۔

ایصال ثواب حق ہے :

آج کل کراچی میں ایک فرقہ پیدا ہوا ہے جو کہتے ہیں کہ ان دعاؤں کا کوئی فائدہ نہیں ہے ایصال ثواب کا کچھ فائدہ نہیں ہے جو کسی نے خود کیا بس اس کا ثواب ملے گا اور اس فرقے والے بڑی کتابیں اور رسالے چھاپ رہے ہیں۔ لہذا اس مسئلہ کو سمجھ لو اور یاد رکھنا! ایک تو ایصال ثواب کیلئے بدعات کرتے ہیں جیسے تیجا، ساتواں، دسواں، چالیسواں، اس کا تو کوئی ثواب نہیں ہے اور ایک ہے ایصال ثواب قاعدے کے مطابق کہ بغیر دنوں کی تعیین کے اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے غریبوں کو کھانا کھلاؤ، بغیر اجرت کے قرآن شریف پڑھاؤ، خود پڑھ کر بخشو، نفلی نمازیں پڑھو، نفلی روزے رکھو، نفلی حج عمرہ کرو اور ان چیزوں کا ثواب اپنے عزیز رشتہ داروں کو پہنچاؤ اپنے پیاروں کو پہنچاؤ۔

ایک دفعہ سبحان اللہ کہنے سے دس نیکیاں ملتی ہیں سبحان اللہ کہو اور نیت کر وائے پروردگار! اس کا ثواب میرے والد کو میری والدہ کو میری دادی کو میرے دادا کو یا جسکو پہنچانا چاہو پہنچے گا چاہے زندہ ہیں چاہے مر گئے ہیں اگر دعا کا فائدہ نہیں ہے تو پھر اس کا ذکر قرآن کریم میں کرنے کا فائدہ؟ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اٹھائیسواں پارہ سورہ حشر میں مومنوں کی صفت بتلائی ہے کہ وہ کہتے ہیں رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ”بخش دے ہم کو اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے داخل ہوئے ایمان میں اور نہ رکھ ہمارے دلوں میں کھوٹ ان لوگوں کیلئے جو ایمان لائے اے ہمارے پروردگار بیشک تو شفقت کرنے والا مہربان ہے۔“

تو ایصال ثواب بڑی چیز ہے مگر ہو قاعدے کے مطابق نہ کہ بدعات کے طریقے پر

ہو۔تو فرمایا مومنوں کو بھی بخش دے یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ جس دن حساب قائم ہوگا قیامت قائم ہوگی۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۬ؕ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُۙ ﴿۴۲﴾ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ؕ﴿۴۳﴾ وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَاۤ اَخِّرْنَاۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْۤا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ۙ﴿۴۴﴾ وَّسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ﴿۴۵﴾ وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ؕ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ﴿۴۶﴾

وَلَا تَحْسَبَنَّ اور ہرگز نہ خیال کرنا اللّٰهَ اللہ تعالیٰ کے بارے میں غَافِلًا کہ وہ غافل ہے عَمَّا اس کاروائی سے یَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ جو ظالم کرتے ہیں اِنَّمَا پختہ بات ہے یُؤَخِّرُهُمْ وہ ان کو مہلت دیتا ہے لِیَوْمٍ اس دن کیلئے تَشْخَصُ فِیْهِ الْاَبْصَارُ کہ جس دن اوپر اٹھی رہیں گی آنکھیں مُهْطِعِیْنَ دوڑنے والے ہونگے مُقْنِعِیْ رُءُوْسِهِمْ سر اوپر اٹھائے ہوئے ہونگے لَا یَرْتَدُّ اِلَیْهِمْ نہیں لوٹے گی ان کی طرف طَرْفُهُمْ ان کی نگاہ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ اور ان کے دل اڑ رہے ہونگے وَاَنْذِرِ النَّاسَ اور آپ ڈرائیں لوگوں کو یَوْمَ اس دن سے یَاْتِیْهِمُ الْعَذَابُ کہ آئیگا ان کے پاس عذاب فَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ پس کہیں گے وہ لوگ ظَلَمُوْا جنہوں نے ظلم کیا رَبَّنَآ اے ہمارے رب

اَخِّرْنَآ ہمیں مہلت دیدے اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ قریب کی میعاد تک نُّجِبْ دَعْوَتَکَ تاکہ ہم قبول کریں تیری دعوت کو وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ اور ہم پیروی کریں پیغمبروں کی اَوَلَمْ تَکُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ کیا نہیں تھے تم قسمیں اٹھاتے مِّنْ قَبْلُ اس سے پہلے مَا لَکُمْ مِّنْ زَوَالٍ کہ تمہارے لئے کوئی زوال نہیں ہے وَّسَکَنْتُمْ اور ٹھہرے رہے تم فِیْ مَسٰکِنِ الَّذِیْنَ ان لوگوں کے گھروں میں ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جنہوں نے ظلم کیا اپنی جانوں پر وَتَبَیَّنَ لَکُمْ اور واضح ہوگیا تمہارے لئے کَیْفَ فَعَلْنَا بِھِمْ کیسا سلوک کیا ہم نے ان کیساتھ وَضَرَبْنَا لَکُمُ الْاَمْثَالَ اور بیان کیں ہم نے تمہارے لئے مثالیں وَقَدْ مَکَرُوْا مَکْرَھُمْ اور تحقیق انہوں نے تدبیر کی اپنی تدبیر وَعِنْدَ اللّٰہِ مَکْرُھُمْ اور اللہ تعالیٰ کے پاس ہے ان کی تدبیر وَاِنْ کَانَ مَکْرُھُمْ اور نہیں تھی ان کی تدبیر لِتَزُوْلَ مِنْہُ الْجِبَالُ کہ ٹل جائیں اس کے ذریعے پہاڑ۔

پچھلے سبق کی آخری آیت تھی رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابِ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی کہ اے پروردگار مجھے بھی بخش دے اور میرے والدین کو بھی اور مومنوں کو بھی حساب والے دن۔ آگے اس حساب والے دن کا ذکر ہے اور ہر سننے والے کو خطاب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰہَ اور اے مخاطب ہرگز نہ خیال کرنا اللہ تعالیٰ کے بارے میں غَافِلًا کہ وہ غافل ہے عَمَّا یَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ اس کارروائی سے جو ظالم کرتے ہیں۔ اگر ظالموں کو فوری طور پر سزا نہیں ملتی تو وہ یہ خیال نہ کریں کہ رب ان سے غافل ہے اور یہ چھوٹ جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے مگر جب پکڑتا ہے تو اسکو نہیں چھوڑتا :

بخاری شریف میں حدیث ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ لَیُملِیَ الظَّالِمَ حَتّٰی اِذَا اَخَذَہٗ لَمْ یُفلِتہُ ''بیشک اللہ تعالیٰ ڈھیل دیتا ہے ظالم کو (تاکہ اس نے جتنا ظلم کرنا ہے کرلے) یہاں تک کہ جب اسکو پکڑتا ہے تو پھر اسکو چھوڑتا نہیں ہے۔'' دنیا میں بھی جلد یا بدیر سزا ملے گی اور آخرت کی سزا تو ہے ہی۔ فرمایا اِنَّمَا یُؤَخِّرُھُمْ پختہ بات ہے وہ ان کو مہلت دیتا ہے لِیَوْمٍ اس دن کیلئے تَشْخَصُ فِیْہِ الْاَبْصَارُ کہ جس دن اوپر اٹھی رہیں گی آنکھیں۔ کھلی کی کھلی رہ جائیں گی آنکھیں جب آدمی کسی شے کو دیکھ کر حیران ہوتا ہے تو آنکھ جھپکتا نہیں حیرانگی سے آنکھیں کھلی رہتی ہیں اس دن بڑا عجیب قسم کا منظر ہوگا یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْہِ وَاُمِّہٖ وَاَبِیْہِ وَصَاحِبَتِہٖ وَبَنِیْہِ [سورۃ عبس] ''جس دن بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹوں سے۔''

قیامت والے دن کوئی کسی کے کام نہیں آئیگا :

اپنے تمام عزیزوں سے بھاگے گا کہ مجھ سے کوئی نیکی نہ مانگ لے حالانکہ دنیا میں بے شمار نظیریں موجود ہیں کہ لوگوں نے باپ کیلئے جان دے دی، بھائی کیلئے جان دیدی، بیوی کیلئے جان دیدی۔ اس دن کوئی نہیں دیگا احادیث میں آتا ہے کہ ایک آدمی کی پچاس نیکیاں ہونگی اور پچاس برائیاں ہونگی اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تم ایک نیکی تلاش کرلاؤ کہ تیری نیکیوں کا پلا بھاری ہوجائے۔ پہلے تو وہ آدمی بڑا خوش ہوگا کہ ایک نیکی کا کیا ہے ابھی لے آتا ہوں اپنے بھائی کے پاس جائے گا کہے گا بھائی ایک نیکی مجھے دیدو۔ وہ انکار کردے گا کہ نیکی تجھے دیکر میں کہاں جاؤں گا۔ باپ کے پاس جائیگا، دوست کے پاس جائیگا

اعزا کے پاس جائیگا سب انکار کردیں گے آخر میں ماں کے پاس جائیگا اور کہے گا اَتَعْرِفِیْنِیْ کیا تو مجھے پہچانتی ہے۔ میں کون ہوں؟ ماں کہے گی ہاں! میں نے تجھے پیٹ میں اٹھایا اور تکلیف کیساتھ جنا پھر تجھے پالا۔ کہے گا امی مجھے ایک نیکی دیدو۔ ماں کہے گی اِلَیْکَ عَنِّیْ دور ہو جا تجھے نیکی دے کر میں کہاں جاؤں گی۔ کوئی کسی کو ایک نیکی دینے کیلئے تیار نہیں ہو گا۔ تو فرمایا آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی کہ یہ کیا ہو رہا ہے مُھْطِعِیْنَ دوڑنے والے ہونگے قبروں سے نکل کر جہاں اللہ تعالیٰ کی عدالت ہوگی وہاں تیزی کیساتھ دوڑ کے جائیں گے مُقْنِعِیْ رُءُوْسِھِمْ اپنے سر اوپر اٹھائے ہوئے ہونگے لَا یَرْتَدُّ اِلَیْھِمْ طَرْفُھُمْ نہیں لوٹے گی ان کی طرف ان کی نگاہ۔ اس کی ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ حیرانگی کی وجہ سے آنکھیں کھلی رہیں گی پلک کیساتھ پلک لگتی ہے یہ بھی نہیں ہوگا اور یہ تفسیر بھی کرتے ہیں کہ آگے جہاں جانا ہے نگاہ اسی کی طرف ہوگی واپس نہیں لوٹے گی اور نہ اِدھر اُدھر دیکھیں گے اور جائیں گے کہاں؟ یَوْمَ یَدْعُ الدَّاعِ اِلٰی شَیْءٍ نُّکُرٍ [قمر:۶] ''جس دن بلانے والا بلائے گا ایک ناگوار چیز کی طرف۔'' اسرافیل علیہ السلام بگل پھونک رہے ہوں گے اللہ تعالیٰ کی عدالت ہوگی سب مشرق مغرب والے وہاں پہنچیں گے اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کتنا لمبا راستہ ہوگا جو طے کرنا پڑیگا آج ہم سے ایک میل طے نہیں ہوتا سورج ایک یا دو میل کی مسافت پر ہوگا سائنسدان بتاتے ہیں کہ سورج چوتھے آسمان پر ہے اور ہم سے کروڑوں میل دور ہے۔ اس دن میل یا دو میل کی مسافت پر ہوگا اور ملنے کا نام نہیں لے گا گرمی ہوگی پسینے میں ڈوبے ہوئے ہونگے اس دن ہر چیز حیرانگی والی ہوگی وَاَفْئِدَتُھُمْ ھَوَآءٌ اور ان کے دل اڑ رہے ہونگے۔ جب آدمی زیادہ پریشان ہوتا ہے تو ایسے محسوس ہوتا ہے کہ میرا دل نکل چلا ہے وَاَنْذِرِ النَّاسَ اور آپ ڈرائیں لوگوں کو یَوْمَ اس دن سے

یَاْتِیْهِمُ الْعَذَابُ کہ آئیگا ان کے پاس عذاب۔ میدان محشر کا عذاب علیحدہ ہے، پل صراط سے گزرنے کا عذاب علیحدہ ہے، جہنم کا عذاب علیحدہ ہے۔ عذاب کی کئی اقسام ہیں۔ فَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا پس کہیں گے وہ لوگ جو ظالم ہیں رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ اے ہمارے رب ہمیں مہلت دیدے قریب کی میعاد تک۔ کیوں مہلت دے؟ نُّجِبْ دَعْوَتَکَ تاکہ ہم قبول کریں تیری دعوت کو وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ اور ہم پیروی کریں رسولوں کی۔

مرنے سے پہلے جو کچھ کرنا ہے کرلو :

اس وقت منتیں کریں گے اے پروردگار ابھی دوزخ میں ڈالنے کا فیصلہ نہ کریں ہمیں اتنا موقع دیدے کہ ہم آپ کی دعوت کو قبول کرلیں اور پیغمبروں کی پیروی کریں یہ تو قیامت والے دن کی بات ہے اور سورہ منافقون آیت نمبر ۱۰ میں ہے کہ جس وقت انسان کی جان نکلتی ہے اور فرشتے نکالنے والے سامنے آتے ہیں اس وقت بھی منت سماجت کریگا فَیَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِیْٓ اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَکُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ''پس کہے گا وہ کہ اے پروردگار کیوں نہیں تو نے مجھے مہلت دی تھوڑی سی مدت تک تاکہ میں صدقہ کرتا اور ہوجاتا نیکوں میں سے۔'' وَلَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ''حالانکہ اللہ تعالیٰ ہرگز موخر نہیں کریگا کسی جان سے موت جبکہ اس کا وعدہ آگیا۔'' ایک سیکنڈ کی اس کو مہلت نہیں ملے گی جان نکالنے والا فرشتہ سامنے ہوگا اٹھارہ فرشتے اس کے پیچھے کھڑے ہونگے نیک ہے تو جنت کا کفن اور خوشبوئیں لیکر اور برا ہے تو ٹاٹ اور بدبوئیں لے کر اور فرشتہ کہے گا جان ہمارے حوالے کرو اللہ تعالیٰ تجھ سے سخت ناراض ہے۔ مجرم اس وقت بڑی منت سماجت کریگا لیکن اس کی شنوائی نہیں ہوگی نہ مرتے وقت اور نہ قیامت

والے دن ۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اَوَلَمْ تَكُونُوٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ کیا نہیں تھے تم اس سے پہلے قسمیں اٹھاتے مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ کہ تمہارے لئے کوئی زوال نہیں ہے کہ خدا کی قسم ہماری حکومت برقرار رہے گی ہمارا اقتدار قائم رہے گا ہمارے خزانے بھرے رہیں گے وَّسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ اور تم ٹھہرے رہے ان لوگوں کے گھروں میں جنہوں نے ظلم کیا اپنی جانوں پر ۔ تم نے قوم عاد اور قوم ثمود کی عالیشان عمارتوں میں رہائش اختیار کی حالانکہ وہ معذب علاقے تھے ان سے پرہیز کرنا چاہئے تھا اور ان سے عبرت حاصل کرنی چاہئے تھی ۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ ۹ ھ میں سفر تبوک کیلئے روانہ ہوئے جو مدینہ طیبہ سے پندرہ سولہ دن کی مسلسل مسافت پر ہے اور بعض حضرات نے مہینے کا بھی لکھا ہے ۔ بڑی گرمی تھی پسینے میں ڈوبے ہوئے تھے غربت کا زمانہ تھا راستے میں حجر کی بستیاں آئیں قوم ثمود کا علاقہ آیا پہاڑ تھے چٹانوں میں مکانات تھے بندہ کوئی نہیں تھا آنحضرت ﷺ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا یہاں سے روتے ہوئے گذر جاؤ اگر رونا نہیں آتا تو رونے والوں کی شکلیں بنالو یہ وہ جگہ ہے جہاں رب تعالیٰ نے ظالموں پر عذاب نازل کیا تھا عذاب کی جگہ سے ہنستے کھیلتے ہوئے نہ گزرو ۔ اور آپ ﷺ نے اپنے سر مبارک پر چادر ڈال لی تاکہ وہ جگہ بھی اچھی طرح نظر نہ آئے ۔ تو فرمایا تم ان بستیوں میں بستے رہے آباد رہے وَتَبَيَّنَ لَكُمْ اور واضح ہو گیا تمہارے لئے كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ کیسا سلوک کیا ہم نے ان کیساتھ سارے حالات تمہارے سامنے تھے مگر تم نے ان سے عبرت حاصل نہ کی اور اب منتیں کرتے ہو کہ ہمیں مہلت دیدے دنیا میں تمہیں مہلت نہیں ملی تھی؟ وہاں کرنا تھا جو کرنا تھا وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ اور بیان کیں ہم نے تمہارے سامنے مثالیں طرح طرح کی ۔ اللہ تعالیٰ نے سمجھانے کیلئے عجیب عجیب قسم کی

مثالیں بیان فرمائی ہیں مثلاً بیسویں پارے کے آخر میں رب تعالیٰ نے شرک کی تردید کیلئے مثال بیان کی ہے فرمایا مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ''مثال ان لوگوں کی جنہوں نے بنائے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کارساز ان کی مثال مکڑی کی طرح ہے اِتَّخَذَتْ بَيْتًا بنایا اس نے اپنا گھر وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ اور بیشک تمام گھروں میں کمزور اور بودا گھر البتہ مکڑی کا ہے'' مکڑی کا جالا ہے اور وہ نہ اسے گرمی سے بچا سکتا ہے اور نہ سردی سے۔ اس بے وقوف مکڑی سے کوئی پوچھے کہ اتنا بڑا امکان تیرے لئے کافی نہیں ہے کہ نیچے تو نے اپنا جالا بنایا ہے۔ یہی حال مشرک کا ہے کہ رب تعالیٰ کو مانتے ہوئے نیچے اپنے لئے گھونسلے اور جالے تلاش کرتا ہے چھوٹے چھوٹے خدا بناتا ہے جو اسے نہ راحت دے سکتے ہیں اور نہ تکلیف سے بچا سکتے ہیں پھر جسطرح مکڑی اپنے جالے کیلئے باہر سے مواد میٹریل نہیں لاتی بلکہ وہ مکڑی کا اپنا لعاب ہی ہوتا ہے اسی طرح مشرک کے پاس شرک پر کوئی خارج سے دلیل نہیں ہے جو کچھ نکلتا ہے اس کے پیٹ سے نکلتا ہے كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ''بڑی ہے وہ بات جو ان کے مونہوں سے نکلتی ہے۔'' یاد رکھنا شرک کی تردید کرنا فرض ہے کیونکہ توحید اس وقت تک سمجھ نہیں آ سکتی جب تک شرک کی تردید نہیں ہوگی اور ہر باطل کی تردید کرنا فرض کفایہ ہے۔ اگر وہاں کے لوگوں میں سے کوئی بھی تردید نہ کرے تو سب مجرم ہونگے اگر ایک آدھ آدمی بھی تردید کر دے تو باقیوں کا ذمہ فارغ ہو جاتا ہے۔

غلط بات کی تردید کرنا فرض کفایہ ہے :

یہ مسئلہ نہ بھولنا کہ باطل کی تردید غلط بات کی تردید فرض کفایہ ہے مردوں پر بھی اور عورتوں پر بھی جیسے نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اگر چند مسلمان ادا کر دیں تو باقی فارغ ہو

جاتے ہیں تبلیغ فرض کفایہ ہے کچھ حضرات ادا کر دیں تو باقی گناہ سے بچ گئے کوئی بھی نہیں کرتا تو سب مجرم ہیں تو جہاں غلط اور باطل نظریات پھیلائے جا رہے ہوں وہاں اگر کوئی بھی تردید نہیں کریگا تو سب مجرم ہونگے تو چونکہ یہاں اس نے باطل نظریات کا پرچار کیا تھا کہ اولیاء اللہ مدد کرتے ہیں اور غیر اللہ سے مدد مانگنا جائز ہے تو میں نے اس کی تردید کر دی ہے۔ میں نے کہا دیکھو اگر ولیوں کے اختیار میں کچھ ہوتا تو یہ ہمارے پاس مشرقی پنجاب ہے اور ولی تو چھوڑو حضرت مجدد الف ثانیؒ جو دوسرے ہزار سال کے مجدد تھے بہت بڑی شخصیت ہیں اور ان کے علاوہ اور بڑے بڑے ولی یہاں موجود ہیں اگر یہ مدد کر سکتے ہیں تو یہاں مسجدوں پہ ظلم ہوتا رہا عورتوں اور بچوں پر ظلم ہوا ظالموں نے حاملہ عورتوں کے پیٹوں پر تلواریں اور نیزے مار کر حمل ضائع کئے اور عورتوں کو مارا اور قرآن کریم نیچے رکھ کر سیڑھیاں بنا کر اوپر سے گھڑیاں اتاریں اور مساجد میں بدمعاشیاں کیں سرکاری بیان کے مطابق دس لاکھ انسان شہید ہوئے اور غیر سرکاری بیان کے مطابق چوبیس لاکھ شہید ہوئے ملک کی تقسیم کے موقع پر تو ولیوں نے کیوں نہ مدد کی؟ ظالموں کو کیوں نہ روکا؟ مشرک کا جواب سنو! کہنے لگا وہ سب حج پر گئے ہوئے تھے۔ میں نے کہا کہ مرنے کے بعد تو کسی پر حج نہیں رہتا اور نہ نماز روزے کے وہ مکلّف ہوتے ہیں اور پھر اس وقت حج کے دن بھی نہیں تھے وہ کون سا حج کرنے گئے ہوئے تھے؟ مگر دنیا میں چپ کوئی نہیں رہتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ اور تحقیق ان لوگوں نے تدبیر کی اپنی تدبیر حق کو مٹانے کیلئے وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ اور اللہ تعالیٰ کے پاس ہے ان کی تدبیر ان کے حیلے وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ اور نہیں تھی ان کی تدبیر کہ ٹل جائیں اس کے ذریعے پہاڑ۔ یہ جو عقائد ہیں یہ پہاڑوں کی طرح ہیں اللہ تعالیٰ نے جو احکام

بتلائے ہیں یہ پہاڑوں کی طرح مضبوط ہیں یہ ان کے مکروں اور حیلوں کے ذریعے نہیں ٹل سکتے ، نہ ٹلے ہیں اور نہ ٹلیں گے۔ان کے حیلے اور مکاریاں تارِعنکبوت ہیں ان کیساتھ کیسے ٹل سکتے ہیں ان شاء اللہ حق قیامت تک قائم رہے گا۔

فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ
رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿٤٧﴾ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ
وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿٤٨﴾ وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ
يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِى الْاَصْفَادِ ﴿٤٩﴾ سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى
وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ﴿٥٠﴾ لِيَجْزِىَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ
الْحِسَابِ ﴿٥١﴾ هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا
هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿٥٢﴾

فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ پس آپ ہرگز نہ خیال کرنا اللہ تعالیٰ کے بارے میں مُخْلِفَ وَعْدِهٖ کہ وہ اپنے وعدہ کی خلاف ورزی کریگا رُسُلَهٗ اپنے رسولوں کیساتھ اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ تعالیٰ عَزِيْزٌ غالب ہے ذُو انْتِقَامٍ انتقام لینے والا ہے يَوْمَ جس دن تُبَدَّلُ الْاَرْضُ بدل دی جائے گی زمین غَيْرَ الْاَرْضِ اس زمین کے علاوہ وَالسَّمٰوٰتُ اورآسمان بھی وَبَرَزُوْا اور ظاہر ہونگے لِلّٰهِ اللہ تعالیٰ کے سامنے الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ جواکیلا ہے زبردست ہے وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ اور دیکھے گا تو مجرموں کو يَوْمَئِذٍ اس دن مُّقَرَّنِيْنَ جکڑے ہوئے ہوں گے فِى الْاَصْفَادِ زنجیروں میں سَرَابِيْلُهُمْ کرتے ان کے مِّنْ قَطِرَانٍ گندھک کے ہونگے وَّتَغْشٰى اور چھاجائیگی وُجُوْهَهُمُ ان کے چہروں پر النَّارُ آگ لِيَجْزِىَ اللّٰهُ تاکہ بدلہ دے اللہ تعالیٰ كُلَّ نَفْسٍ ہرنفس کو مَّا كَسَبَتْ جواس

نے کمایا ہے اِنَّ اللّٰہَ بیشک اللہ تعالیٰ سَرِیۡعُ الۡحِسَابِ جلدی حساب لینے والا ہے ھٰذَا بَلٰغٌ یہ پیغام پہنچانا ہے لِّلنَّاسِ لوگوں کو وَلِیُنۡذَرُوۡا بِہٖ اور تاکہ وہ ڈرائے جائیں اس کے ذریعے وَلِیَعۡلَمُوۡۤا اور تاکہ وہ جان لیں اَنَّمَا ھُوَ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ بیشک وہ معبود ایک ہی ہے وَّلِیَذَّکَّرَ اور تاکہ نصیحت حاصل کریں اُولُوا الۡاَلۡبَابِ عقلمند لوگ۔

اکثریت ہمیشہ حق کی مخالف رہی ہے :

اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اللہ تعالیٰ کا حکم پہنچاتے رہے اکثریت مخالفت کرتی رہی اور پیغمبر فرماتے کہ ان شاء اللہ غلبہ ہمارا ہوگا ظاہری طور پر ان کے پاس نہ کوئی طاقت تھی نہ فوج تھی نہ افرادی قوت تھی اور نہ مالی قوت تھی کہ جن چیزوں کے بل بوتے پر دنیا میں غلبہ حاصل ہوتا ہے۔ اب ظاہری طور پر دونوں باتوں کا جوڑ تو کچھ بھی نہیں کہ طاقت اور قوت بھی نہ ہو، فوج اور لشکر بھی نہ ہو اور غلبے کا دعویٰ بھی ہو تو اس پر لوگ مذاق اڑاتے اور کہتے دیکھو جی یہ غالب آئیں گے اور فتح پائیں گے چنانچہ بدر کے موقع پر جب آنحضرت ﷺ ساتھیوں کیساتھ نکلے تو منافقوں نے کہا اور ان لوگوں نے کہا جن کے دلوں میں کفر کی بیماری تھی غَرَّ ھٰۤؤُلَآءِ دِیۡنُھُمۡ [الانفال: ۴۹] ''دھوکہ دیا ہے ان مسلمانوں کو ان کے دین نے۔'' یہ تھوڑے سے آدمی بے سرو سامانی کے عالم میں قریش کا مقابلہ کرنے کیلئے جا رہے ہیں جن کیساتھ ساری دنیائے عرب ہے۔ ظاہراً تو ایسے ہی تھا پھر مذاقاً کہتے یہ بڑے بہادر ہیں انھوں نے ان کے سر اتارنے ہیں ان کو قید کر کے لانا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَا تَحۡسَبَنَّ اللّٰہَ پس اے مخاطب آپ ہرگز نہ خیال کرنا اللہ تعالیٰ کے بارے میں مُخۡلِفَ وَعۡدِہٖ رُسُلَہٗ کہ وہ اپنے وعدہ کی خلاف ورزی کریگا اپنے رسولوں کیساتھ کہ اِنَّا لَنَنۡصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا

[مومن: ۵۱] ''بیشک ہم البتہ مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے۔''اور فرمایا حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ [روم: ۴۷] ''مومنوں کی مدد کرنا ہمارے ذمہ ہے۔''

آپ ﷺ نے سارے دشمنوں کو معاف کردیا:

اس بات کو لوگوں نے آنکھوں کیساتھ دیکھا کہ آنحضرت ﷺ نے مکہ مکرمہ میں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا شروع کیا تھوڑے سے آدمی آپ کیساتھ ملے مخالفوں نے ایسے حالات پیدا کیے کہ آپ ﷺ اور آپ کے ساتھی مکہ مکرمہ میں نہ رہ سکے ہجرت پر مجبور ہو گئے مگر ہجرت کے آٹھویں سال اللہ تعالیٰ نے مکہ فتح کرادیا کافر حیران ہو گئے بلکہ ان کے طوطے اڑ گئے کہ ہمارے ساتھ ہوا کیا، نامی گرامی کافر بھاگ گئے کہ اب انہوں نے ہمیں چھوڑنا نہیں ہے اپنا کیا ہوا ان کو یاد تھا اس وقت صفا مروہ کے درمیان جو لینٹر پڑا ہوا ہے، نہیں تھا یہ اپنی اصلی حالت پر چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں تھیں صفا پہاڑی پر کھڑے ہو کر آپ ﷺ نے سفید چادر کو ہلایا۔ یہ سفید چادر کو ہلانا آلارم ہوتا تھا کہ لوگ جمع ہو جائیں جو بھاگ گئے تھے وہ تو بھاگ گئے باقی مرد عورتیں نوجوان آئے کہ دیکھو آج یہ ہمارے ساتھ کیا کریں گے اور کیا کہیں گے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کی زیادتی کا ذکر شروع کیا کہ فلاں دن تم نے میرے ساتھ یہ زیادتی کی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کیساتھ یہ زیادتی کی۔ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کعبۃ اللہ میں نماز پڑھ رہے تھے تم نے اسکو مار مار کر بے ہوش کردیا۔ یاد ہو گا میرے سوتیلے بیٹے حارث بن ابی ھالہ رضی اللہ عنہ کو تم نے شہید کیا، حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو شہید کیا، حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو شہید کیا، بلال رضی اللہ عنہ پر تم نے سختی کی، خباب بن ارت رضی اللہ عنہ پر تم نے یہ سختی کی، فلاں موقع پر تم نے یہ کیا اور فلاں موقع پر تم نے یہ کیا۔ وہ لوگ سن کر حیران ہوئے کہ ہمیں تو اپنے

جرم یادنہیں اور انہوں نے سارے نوٹ کیئے ہوئے ہیں۔ جوں جوں آپ ﷺ ان کے جرائم شمار کرتے جاتے تھے ان کا خوف بڑھتا جاتا تھا آپ ﷺ نے آخر میں فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے ساتھ کیا ہونا ہے۔ پس جب آپ ﷺ نے یہ فرمایا تو ان کے ہوش وحواس اڑ گئے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی لیکن آپ ﷺ نے فرمایا کہ آج میں وہی کچھ کہوں گا جو یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو کہا تھا لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ [یوسف:۹۲] کوئی ملامت نہیں ہے تم پر آج کے دن میں نے سب کو معاف کر دیا۔ کہنے لگے حضرت! کیا صفوان ابن اُمیہ جو ان کو اسلحہ سپلائی کرتا تھا اور مالی امداد کرتا تھا اسکو بھی معاف کر دیا؟ فرمایا ہاں! اسکو بھی معاف کر دیا۔ حضرت! وحشی ابن حرب کو بھی معاف کر دیا جس نے آپ (ﷺ) کے چچا محترم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو بڑی بے دردی کیساتھ شہید کیا تھا کہ ان کا کلیجہ نکالا، جگر نکالا، کان کاٹے، ناک کاٹا؟ فرمایا اسکو بھی معاف کر دیا۔ حضرت! ہبار بن اسود کو بھی معاف کر دیا؟ جس نے آپ ﷺ کی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اونٹ سے نیچے گرایا تھا تکلیف میں مبتلا ہوئیں پیٹ میں بچہ تھا وہ ضائع ہو گیا فرمایا ہاں! اسکو بھی معاف کر دیا۔ ابو جہل کے بعد قیادت عکرمہ کرتا تھا۔ حضرت! کیا عکرمہ کو بھی معاف کر دیا؟ فرمایا ہاں اسکو بھی معاف کر دیا۔ چند سالوں میں اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی اور سارے عرب پر اسلام کا جھنڈا لہرا دیا۔ تو فرمایا اے مخاطب ہرگز نہ خیال کرنا اللہ تعالیٰ کے بارے میں کہ وہ وعدے کی خلاف ورزی کریگا جو اس نے اپنے رسولوں کیساتھ کیا ہے اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ بیشک اللہ تعالیٰ غالب ہے انتقام لینے والا ہے مجرموں سے۔ یہ تو دنیا کا قصہ ہوگا اور پھر يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ جس دن بدل دی جائے گی یہ زمین غَيْرَ الْاَرْضِ اس زمین کے علاوہ اور زمین لائی جائے گی وَالسَّمٰوٰتُ اور آسمان بھی بدل

دیئے جائیں گے۔ نہ یہ زمین رہے گی اور نہ یہ آسمان رہیں گے۔ وہ زمین کیسی ہوگی؟ اس کے متعلق تفسیروں میں بہت کچھ لکھا ہے۔ ایک یہ کہ زمین یہی رہے گی اس کی ہیئت اور شکل بدل دی جائیگی فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا لَا تَرٰى فِيهَا عِوَجًا وَلَا اَمْتًا [طہ: ۱۰۷-۱۰۶] ''پس کر دیا جائے گا اسکو ہموار زمین نہیں دیکھے تو اس میں کوئی کجی اور نہ کوئی ٹیلہ۔'' ایسی ہموار ہوگی جیسے ہتھیلی ہوتی ہے۔ اگر مشرق سے انڈہ لڑھکایا جائے تو مغرب تک کوئی رکاوٹ نہیں آئیگی اور اسی پر میدان حشر برپا ہوگا اور دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ زمین اور یہ آسمان بدل دیئے جائیں گے اور ہمیشہ کی زمین اور ہمیشہ کے آسمان لائے جائیں گے۔

جب زمین بدلی جائیگی تو لوگ کہاں ہونگے :

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال کیا گیا کہ حضرت جب یہ زمین بدلی جائیگی اور دوسری لائی جائے گی تو اَيْنَ النَّاسُ لوگ کہاں ہونگے؟ فرمایا پل صراط پر ہونگے۔ مسلم شریف کی روایت ہے وہ آسمان اور زمین ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے مجرم ہمیشہ دوزخ میں سڑیں گے اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہمیشہ جنت میں خوشیاں مناتے رہیں گے وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ اور ظاہر ہونگے سامنے ہونگے اللہ تعالیٰ کے۔ دیکھو آج کوئی بڑا جلسہ ہو مجمع ہو تو اس میں آدمی ایک دوسرے کو نہیں ملتا رش کی وجہ سے ایک دوسرے کو نہیں مل سکتے۔ دور جانے کی ضرورت نہیں ہے رائیونڈ کے اجتماع میں تم نے شرکت کی ہوگی جہاں پندرہ سولہ لاکھ کے قریب قریب آدمی ہوتے ہیں وہاں آدمی ایک دوسرے کو نہیں مل سکتا مگر بڑی تلاش کے بعد اور میدان محشر میں تو حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر آخری انسان تک سب موجود ہونگے اور ابوالجان ابلیس لعین سے لیکر آخری جن تک سارے موجود ہونگے اور خشکی اور تری کے حیوانات بھی سارے ہونگے اور سارے کے سارے فرشتے بھی حاضر ہونگے

اور سب نظر آ رہے ہونگے اور ایک دوسرے کو لوگ نظر آئیں گے ملیں گے اور عجیب قسم کا سماں ہوگا ہر آدمی کو اپنی جان کے لالے پڑے ہونگے نفسانفسی کا عالم ہوگا ہر آدمی کو فکر ہوگی کہ میری جان بچ جائے۔حدیث پاک میں آتا ہے پیغمبر بھی نفسی نفسی کہیں گے وَاِنَّ رَبِّیْ غَضَبَ غَضَبًا لَمْ یَغْضَبْ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ ''اور بیشک میرا رب اتنے جلال اور غصے میں ہوگا کہ اس سے پہلے کبھی اتنے ناراض ہوئے اور نہ اس کے بعد'' اتنے غصے میں ہونگے بڑا مشکل وقت ہوگا ایمان اور عمل صالح کی برکت سے اخلاق حسنہ کی برکت سے بیڑا پار ہو جائیگا ورنہ کچھ حاصل نہیں ہوگا مکروفریب وہاں نہیں ہوگا اَلْوَاحِدِ الْقَهَّارِ وہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہے زبردست ہے سب پر غالب ہے اس کے حکم سے کوئی سرتابی نہیں کرسکتا وَتَرَی الْمُجْرِمِیْنَ اور اے مخاطب تو دیکھے گا مجرموں کو یَوْمَئِذٍ اس دن مُقَرَّنِیْنَ جکڑے ہوئے ہوں گے فِی الْاَصْفَادِ. اَصْفَادٌ صَفَدٌ کی جمع ہے اور صَفَدٌ کا معنیٰ ہے ہتھکڑیاں جو ہاتھوں میں ڈالی جاتی ہیں اور بیڑیاں جو پاؤں میں ڈالی جاتی ہیں اور طوق جو گلے میں ڈالے جاتے ہیں۔تو ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ہونگی گلے میں طوق ہونگے ان میں جکڑے ہونگے ہل نہیں سکیں گے سَرَابِیْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ سرابیل سِرْبَالٌ کی جمع ہے۔سربال کا معنیٰ کرتا اور قمیض ہے۔ انکو جو کرتے پہنائے جائیں گے وہ گندھک کے ہونگے گندھک کو آگ جلدی لگتی ہے اور ان کو وہاں جلدی جلانا مقصود ہوگا مارنا مقصود ہوتو ایک شعلہ کافی ہے مگر وہاں تو لَا یَمُوْتُ فِیْهَا وَلَا یَحْیٰی نہ وہاں مریگا اور نہ جئے گا۔مرے گا اس لئے نہیں کہ پھر وہاں سزا کون بھگتے گا اور عذاب کی زندگی کیا زندگی ہے۔خود دعائیں کریں گے کہ ہمیں موت آجائے۔سورہ الحاقہ آیت نمبر ۲۷ میں ہے یٰلَیْتَهَا کَانَتِ الْقَاضِیَةَ ''کاش کہ یہ موت مجھے ختم ہی کردے۔'' پھر اکٹھے ہوکر جہنم کے انچارج حضرت

مالک علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور پکاریں گے یٰمٰلِکُ لِیَقْضِ عَلَیْنَا رَبُّکَ [زخرف:۷۷] ''اے مالک چاہئے کہ فیصلہ کر دے ہم پر تمہارا پروردگار قَالَ وہ کہے گا اِنَّکُمْ مّٰکِثُوْنَ بیشک تم رہنے والے ہو۔'' ساتھیو! آج برائیوں سے بچنا آسان ہے اُس وقت سزا بھگتنا بہت مشکل۔ حدیث پاک میں آتا ہے جس عورت نے بین کیا بلند آواز سے روئی مرنے کے بعد اسکو گندھک کا کرتا پہنا کر دوزخ میں ڈالا جائیگا اور جو عورت کا حکم ہے وہی مرد کا حکم ہے۔ اور عورت کا ذکر اس لئے فرمایا کہ عورتوں میں صبر کا مادہ کم ہوتا ہے۔

جو عورتیں زیارت قبور کیلئے جاتی ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے :

احادیث میں آتا ہے لَعَنَ اللّٰہُ زَوَّرَاتِ الْقُبُوْرِ وَالْمُتَّخِذِیْنَ عَلَیْھَا السُّرُجَ ''اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو ان عورتوں پر جو قبروں کی زیارت کیلئے جاتی ہیں اور ان پر بھی لعنت ہو جو وہاں چراغ جلاتے ہیں۔'' پوچھا گیا کیوں؟ ترمذی شریف میں ہے لِقِلَّۃِ صَبْرِھِنَّ وَجَزْعِھِنَّ ''ان میں صبر کا مادہ کم ہوتا ہے اور رونے کا مادہ زیادہ ہوتا ہے۔'' تو آواز کیساتھ رونا حرام ہے۔ اگر کسی نے گھر والوں کو نہیں بتلایا اور وہ روئے تو قبر میں اسکی بھی پٹائی ہوگی کیونکہ اس نے مسئلہ واضح نہیں کیا۔ ہاں اگر مسئلہ بیان کر کے اور واضح کر کے مرا تو بچ جائے گا۔ وَتَغْشٰی وُجُوْھَھُمُ النَّارُ اور چھا جائے گی ان کے چہروں پر آگ۔ یہ سزا کیوں ہوگی؟ فرمایا لِیَجْزِیَ اللّٰہُ کُلَّ نَفْسٍ مَّا کَسَبَتْ تاکہ بدلہ دے اللہ تعالیٰ ہر نفس کو جو اس نے کمایا ہے اِنَّ اللّٰہَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ بیشک اللہ تعالیٰ جلدی حساب لینے والا ہے۔ آنکھیں بند ہو کے قبر میں پہنچنے کی دیر ہے سوال ہوگا مَنْ رَّبُّکَ مَنْ نَبِیُّکَ مَا دِیْنُکَ لہذا ہر وقت موت کو یاد رکھنا چاہئے۔ حدیث پاک میں آتا ہے اَکْثِرُوْا ذِکْرَ ھَاذِمِ اللَّذَّاتِ الموت موت کو کثرت کیساتھ یاد کرو۔ اگر سبق کے طور پر ہم موت کو یاد

سُوْرَةُ الْحِجْرِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ تِسْعٌ وَّ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ تِسْعُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱﴾ رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ﴿۲﴾ ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۳﴾ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۴﴾ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ﴿۵﴾ وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۶﴾ لَوْ مَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۷﴾ مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ ﴿۸﴾ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۹﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۰﴾ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۱﴾ كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۲﴾ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ ﴿۱۴﴾ لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ﴿۱۵﴾ ع

الٓرٰ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ یہ کتاب کی آیتیں ہیں وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ اور قرآن کی جو کھول کر بیان کرنے والا ہے رُبَمَا بسا اوقات يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا پسند کریں گے وہ لوگ جو کافر ہیں لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ کاش کہ وہ مسلمان ہوتے

ذَرْهُمْ چھوڑ دو ان کو یَاْكُلُوْا کھائیں وَيَتَمَتَّعُوْا اور فائدہ اٹھائیں وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ اور انکو غفلت میں ڈالے امید فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ پس عنقریب وہ جان لیں گے وَمَا اَهْلَكْنَا اور نہیں ہلاک کی ہم نے مِنْ قَرْيَةٍ کوئی بستی اِلَّا وَلَهَا مگر اس بستی کیلئے كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ ایک نوشتہ لکھا ہوا تھا مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ نہیں آگے بڑھتی کوئی امت اَجَلَهَا اپنی میعاد سے وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ اور نہ پیچھے ہٹتی ہے وَقَالُوْا اور کہا ان لوگوں نے يٰاَيُّهَا الَّذِیْ اے وہ شخص نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اتاری گئی جس پر نصیحت اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ بیشک البتہ تو دیوانہ ہے۔ (معاذ اللہ) لَوْمَا تَاْتِيْنَا کیوں نہیں لاتے آپ ہمارے پاس بِالْمَلٰٓئِكَةِ فرشتوں کو اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ اگر ہیں آپ سچوں میں سے مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ ہم نہیں اتارتے فرشتے اِلَّا بِالْحَقِّ مگر حق کیساتھ وَمَا كَانُوْٓا اور نہیں ہونگے وہ اِذًا اس وقت مُّنْظَرِيْنَ مہلت دیئے ہوئے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ بیشک ہم نے اتارا ہے ذکر کو وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ اور بیشک ہم ہی اسکی البتہ حفاظت کرنے والے ہیں وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا اور البتہ تحقیق بھیجے ہم نے پیغمبر مِنْ قَبْلِكَ آپ سے پہلے فِیْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ پہلے گروہوں میں وَمَا يَاْتِيْهِمْ اور نہیں آتا تھا ان کے پاس مِّنْ رَّسُوْلٍ کوئی رسول اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ مگر وہ ان کیساتھ مذاق کرتے تھے كَذٰلِكَ اسی طرح نَسْلُكُهٗ ہم چلاتے ہیں اسکو فِیْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ مجرموں کے دلوں میں لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ نہیں ایمان لائیں گے اس قرآن پر

وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِیْنَ اور تحقیق گذر چکا ہے طریقہ پہلے لوگوں کا وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَیْهِمْ اور اگر ہم کھول دیں ان پر بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ دروازہ آسمان کا فَظَلُّوْا فِیْهِ پس وہ سارا دن اس میں یَعْرُجُوْنَ چڑھتے رہیں لَقَالُوْٓا البتہ کہہ دیں گے اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا ہماری نظر بندی کردی گئی ہے بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ بلکہ ہم ایسی قوم ہیں جن پر جادو کردیا گیا ہے۔

سورہ حجر کی وجہ تسمیہ :

اس سورت کا نام حجر ہے۔ حجر عرب میں ایک علاقہ کا نام ہے۔ یہاں قوم ثمود آباد تھی جن کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کو بھیجا گیا تھا۔ چونکہ اس سورۃ میں حجر کے علاقہ اور قوم ثمود کا ذکر ہے اس لئے اس سورۃ کا نام سورۃ الحجر ہے۔ یعنی وہ سورت جس میں حجر کے علاقے کے واقعات بیان ہونگے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی، اس سے پہلے ترپن (۵۳) سورتیں نازل ہو چکی تھیں، اس کے چھ رکوع اور ننانوے آیات ہیں۔

حروف مقطعات کی وضاحت :

الٓر۔ ان کو حروف مقطعات کہتے ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں هِیَ مِنْ اَسْمَآءِ اللّٰهِ تعالیٰ. یہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ اکٹھا الٓر ایک نام ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایک ایک حرف ایک ایک نام کی طرف اشارہ ہے۔ 'الف' سے مراد اللہ جل جلالہ اور 'لام' سے مراد لطیف اور 'را' سے مراد رؤف یا رحمٰن یا رحیم ہے۔ تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ یہ جو تمہارے سامنے پڑھی جاتی ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کی آیتیں ہیں وَقُرْاٰنٍ مُّبِیْنٍ اور قرآن کی ہیں جو کھول کر بیان کرنے

والا ہے۔

قرآن میں اصول بیان ہوئے ہیں تشریح فرمان نبوی ﷺ میں ہے :

قرآن پاک میں جو اصول بیان ہوئے ہیں وہ بڑے واضح ہیں اور جزئیات وفروعات، تفصیل وتشریح آنخضرت ﷺ کے قول وفعل سے ہے۔ یہ بات میں کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں کہ قرآن کریم سمجھ نہیں آ سکتا جب تک حدیث رسول کو نہ مانا جائے۔ مثلاً قرآن کریم میں آتا ہے اقیموا الصلوۃ نماز قائم کرو۔ مگر اس کا طریقہ اور تفصیل قرآن کریم میں نہیں ہے۔ قرآن کریم میں ہے اتوا الزکوۃ زکوۃ دو۔ مگر اس کی تفصیل کہ کتنی دینی ہے اور کونسے مال کا نصاب ہے اس کا ذکر قرآن کریم میں نہیں ہے۔ یہ تفصیل آنخضرت ﷺ کے قول فعل سے ہے۔ (یہ آیت کریمہ تیرہویں پارے کی ہے آگے چودھواں پارہ شروع ہو رہا ہے۔)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں رُبَمَا یَوَدُّ بسا اوقات پسند کریں گے۔ رُبَمَا کا لفظ قلت کیلئے بھی آتا ہے اور کثرت کیلئے بھی۔ اگر کثرت کیلئے ہو تو پھر اس کا معنیٰ ہوگا بسا اوقات، اکثر اوقات پسند کریں گے۔ اور قلت کیلئے ہو تو پھر معنیٰ ہوگا کسی وقت آرزو کریں گے۔ کیونکہ جب عذاب میں مبتلا ہوں گے تو ہوش وحواس خطا ہو جائیں گے سوچنے کا موقع ہی نہیں ملے گا۔ ذرا ہوش آئے گی کسی وقت تو آرزو کریں گے اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا وہ لوگ جو کافر ہیں لَوْ کَانُوْا مُسْلِمِیْنَ کاش کہ وہ مسلمان ہوتے۔ کافر یہ آرزو کب کریں گے اس کے متعلق بڑی تفصیل ہے۔

ملک الموت کے جان نکالنے کی کیفیت :

مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ ایک بات یہ بیان فرماتے ہیں کہ ملک الموت جب

جان نکالنے کیلئے آئیگا اور اٹھارہ فرشتے لائن بنا کر اس کے پیچھے کھڑے ہونگے اور بُرے کیلئے جہنم کا ٹاٹ اور بدبو لے کر آئے ہونگے اور مرنے والے کو ملک الموت اور پیچھے کھڑے ہونے والے فرشتے نظر آئیں گے۔ تو جب یہ منظر دیکھے گا تو کہے گا کاش! میں مسلمان ہوتا۔ مگر نزع کی حالت کے بعد ایمان قبول نہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس وقت قبر برزخ میں پہنچے گا دوزخ کی طرف سے کھڑکی کھول دی جائے گی اور فرشتے سزا دیں گے تو ان تکالیف کو دیکھ کر کہے گا کہ کاش! میں مسلمان ہوتا اور یہ بھی تفسیر بیان کی گئی ہے کہ میدانِ حشر برپا ہوگا اللہ تعالیٰ کی عدالت میں کھڑا ہوگا اور پسینے میں ڈوبا ہوگا اور اپنے گناہوں کو سامنے دیکھتا ہوا کہے گا کاش! میں مسلمان ہوتا۔ اور یہ بھی تفسیر کی گئی ہے کہ جب نیکیاں اور بدیاں تُلیں گی۔ اپنی بدیوں کا بوجھ دیکھ کر کہے گا کہ کاش! میں مسلمان ہوتا۔ اور یہ بھی تفسیر کی گئی ہے کہ جب پل صراط سے دوزخ میں گرایا جائیگا، جلے گا، سڑیگا تو کہے گا کاش! کہ میں مسلمان ہوتا۔ آخری بات یہ کہ جنتی جنت میں داخل ہونگے اور دوزخی دوزخ میں داخل ہونگے پھر سارے گنہگار مومن سزا بھگت کر دوزخ سے نکل آئیں گے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتہ اعلان کریگا اے جنت والو! تمہیں ایک تماشہ دِکھاتے ہیں۔ اے دوزخ والو! تمہیں ایک تماشہ دِکھاتے ہیں۔ پھر موت کو جنت اور دوزخ کے درمیان مینڈھے کی شکل میں پیش کیا جائے گا اور ختم کردیا جائیگا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتہ اعلان کریگا خُلُوْدٌ وَلَا مَوْتٌ آج موت کو ختم کردیا گیا ہے اب تم نے مرنا نہیں ہے۔ جنتیوں کی خوشی کی کوئی حد نہیں ہوگی اور دوزخیوں کے افسوس کی کوئی حد نہیں ہوگی۔ اس وقت دوزخی کہیں گے کاش! کہ مسلمان ہوتے۔ دیکھو! اللہ تعالیٰ نے ہمیں دنیا میں حالات پہلے بتادیئے ہیں کہ کچھ کرنا ہے تو ابھی کرلو وہاں کچھ نہیں کرسکو گے۔ ذَرْهُمْ آپ انکو چھوڑ

دیں یَاْکُلُوْا کھائیں وَیَتَمَتَّعُوْا اورفائدہ اٹھائیں وَیُلْهِهِمُ الْاَمَلُ اورانکوغفلت میں ڈالے اُمید جوانہوں نے دنیا میں قائم کررکھی ہیں فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ پس عنقریب وہ جان لیں گے۔آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے سارا نظارہ سامنے آ جائے گا۔ جنت بھی سامنے دوزخ بھی سامنے۔انفرادی قیامت دورنہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اورنہیں ہلاک کی ہم نے کوئی بستی اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ مگراس بستی کیلئے ایک نوشتہ لکھا ہوا تھا۔یعنی اس بستی کی تباہی کا ایک وقت مقرر تھا مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا نہیں آگے بڑھی کوئی امت اپنی میعاد سے۔ جودنیا میں رہنے کی ان کیلئے میعادرکھی گئی تھی اس سے پہلے نہیں وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ اورنہ پیچھے ہٹی ہے۔اوردنیا میں رہنے کی جو میعاد ان کی ہے اس سے مؤخر بھی نہیں ہوسکتی،ایک لمحہ کی تقدیم تاخیر نہیں ہوگی۔اللہ تعالیٰ کا نظام بڑا مضبوط،محکم اوراٹل ہے۔ وَقَالُوْا اورکہا ان کافروں نے يَآيُّهَا الَّذِیْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اے وہ شخص!اتاری گئی جس پرنصیحت والی کتاب اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ بیشک البتہ تو دیوانہ ہے۔(معاذاللہ) قرآن پاک کا نام قرآن بھی ہےاورقرآن پاک کا نام فرقان بھی ہے۔تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ [پارہ ۱۸:]''بابرکت ہے وہ ذات جس نے فرقان اتارا۔''قرآن پاک کا نام ذکر ہے،نصیحت والی کتاب۔جو باتیں آپ ﷺ فرماتے تھے وہ ان کی سمجھ سے بالاتر تھیں۔مثلاً آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک وقت آئے گا کہ میری دعوت کو سارے عرب والے قبول کرلیں گے۔اس وقت یہ بات کس کی سمجھ میں آسکتی تھی،ایک وقت آئیگا قیصر وکسریٰ کی حکومتیں ہمارے قدموں کے نیچے ہونگی۔ یہ ملنگ قسم کے لوگ جن کے پاس مال ودولت نہیں ہے یہ قیصر وکسریٰ پرفتح پائیں گے۔ یہ باتیں ان کو کب سمجھ آسکتی تھیں۔اسلئے کہتے تھے کہ آپ ﷺ

پاگل ہیں معاذ اللہ۔ اگر آپ مجنون نہیں ہیں تو لَوْ مَا تَاْتِیْنَا بِالْمَلٰٓئِکَۃِ کیوں نہیں لاتے آپ ہمارے پاس فرشتوں کو اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ اگر ہیں آپ سچوں میں سے کہ کہتے ہیں کہ میرے اوپر فرشتہ وحی لے کر آتا ہے تو ہمیں بھی دکھادو۔

فرشتے کس کس موقع پر آتے ہیں :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں آپ ﷺ ان کو جواب دیں مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِکَۃَ اِلَّا بِالْحَقِّ ہم نہیں اتارتے فرشتے مگر حق کیساتھ۔ فرشتے یا تو وحی لے کر آتے ہیں یا جان نکالنے کیلئے یا پھر عذاب لے کر آئیں گے وَمَا کَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِیْنَ اور نہیں ہونگے اس وقت وہ مہلت دیئے ہوئے۔ پھر کہیں گے کہ کاش! کہ فرشتے ہمیں نظر نہ آئیں۔ باقی انہوں نے یہ طعنہ دیا تھا کہ اے وہ شخص! جس پر نصیحت والی کتاب نازل کی گئی ہے آپ پاگل ہیں۔

قرآن کریم نزول سے لیکر آج تک ہر طرح سے محفوظ ہے :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ بیشک ہم نے اتارا ہے ذکر کو یعنی نصیحت والی کتاب کو اور بیشک ہم ہی اسکے محافظ ہیں۔ الحمد للہ! قرآن پاک کے نزول سے لے کر آج تک اس کے الفاظ محفوظ ہیں، اس کا رسم الخط محفوظ ہے، اسکا لب ولہجہ محفوظ ہے، اسکا ترجمہ محفوظ ہے، اس کی تفسیر محفوظ ہے۔ یہ اس امت مرحومہ کا اعزاز ہے کہ اس نے قرآن پاک کی حفاظت کیلئے وہ کچھ کیا ہے جو تصور سے بالکل بالاتر ہے آج تک اس میں ایک حرف کی کمی بیشی نہیں ہوسکی۔ دشمنوں نے بڑے بڑے منصوبے بنائے مگر وہ ناکام ہوئے۔

حفاظتِ قرآن پر ایک واقعہ :

آج سے آٹھ نو سال پہلے کی بات ہے کہ ہندوستان کے ایک سرپھرے وکیل جس کا نام چاندمل چوپڑا ہے اور ابھی تک زندہ ہے۔ اس نے عدالت میں دعویٰ دائر کیا کہ میں ایک معزز شہری ہوں اور میرا پیشہ بھی معزز ہے کہ میں وکیل ہوں۔ حکومت کا وفادار ٹیکس گزار ہوں میری درخواست ہے کہ قرآن پر پابندی لگائی جائے کیونکہ یہ میرے جذبات کو ٹھیس پہنچاتا ہے۔ قرآن میں ہے قَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ ''مشرکوں کیساتھ لڑو۔'' یہ لڑنے بھڑنے کا سبق دیتا ہے اس لئے میرے جذبات کو نقصان ہوتا ہے لہذا اس پر پابندی لگائی جائے۔ جج بے چارہ بڑا گھبرایا کہ یہ بڑا مشکل مسئلہ ہے اس وقت ساری دنیا میں مسلمانوں کی تعداد ہندوستان میں زیادہ ہے۔ ہندوستان میں ۲۹ کروڑ مسلمان ہیں، اس کے بعد دوسرا نمبر انڈونیشیا کا ہے باوجود اس کے کہ وہ کافروں کے علاقے ہیں پھر بھی مسلمان وہاں ہماری نسبت سے امن میں ہیں۔ مولانا ابوبکر صاحب غازی پوری پرانے علماء میں سے ہیں پچھلے دنوں میری ملاقات کیلئے تشریف لائے تھے۔ میں نے ان سے کہا مولوی صاحب! آپ کافروں کے ملک میں رہتے ہوئے بڑے خوش قسمت ہیں اور ہم مسلمانوں کے ملک میں رہتے ہوئے بڑے بدقسمت ہیں وہ ہنس کر کہنے لگے وہ کیسے؟ میں نے کہا تم کافروں کے ملک میں رہتے ہوئے مسجدوں میں اطمینان سے جاتے ہو، نماز پڑھتے ہو اور ہم بغیر باڈی گارڈ کے مسجد تک نہیں جاسکتے، وعظ کیلئے نہیں جاسکتے، پولیس والے باڈی گارڈ رکھنے پر مجبور کرتے ہیں مسلمانوں کے ملک میں رہتے ہوئے اس غضب میں مبتلا ہیں۔ تو خیر میں بات کر رہا تھا کہ چاندمل چوپڑا نے مقدمہ دائر کیا کہ قرآن کریم پر پابندی لگائی جائے کہ اس سے میرے جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہے۔ کلکتہ ہائیکورٹ کے ججوں نے کہا کہ

قرآن مجید اسلام کی اساسی کتاب ہے اور پیغمبر اسلام حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے زمانے سے لے کر آج تک دنیا کے کسی مہذب ملک میں اس نوعیت کا مقدمہ مسلمانوں کی مذہبی کتاب قرآن مجید کے خلاف نہیں کیا گیا۔ فاضل چیف جسٹس کلکتہ ہائیکورٹ نے اپنے فیصلہ میں مزید لکھا کہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۹۵ قرآن مجید یا مقدس کتابوں پر لاگو نہیں ہوتی جس کے تحت انہیں ضبط کیا جائے اور قانونی پابندی عائد کی جائے۔ بھارت کی کسی بھی عدالت کے دائرہ اختیار میں نہیں ہے کہ کسی بھی طرح کتب آسمانی کے معاملے میں مداخلت کرے اور ان پر جزوی یا کلی طور پر پابندی عائد کرے۔ اس کی پوری تفصیل دیکھنی ہو تو میری کتاب ''ارشاد الشیعہ'' پڑھ لو اس میں میں نے تفصیل کیساتھ ججوں کے نام بھی نقل کیے ہیں۔ جج ہندو ہیں۔ ہندو جج نے کہا کہ یہ آسمانی مقدس کتاب ہے۔ جج مسلمان ہوتا تو کوئی کہہ سکتا تھا کہ جانبداری سے کام لیا ہے۔ بڑی وزنی شہادت ہے۔ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اس کی حفاظت اس نے کرنی ہے۔ اور یاد رکھنا! برتن میں جو چیز ہوتی ہے کھانے پینے کی مثلاً دودھ سالن وغیرہ اصل حفاظت تو اسکی مقصود ہوتی ہے مگر برتن کی حفاظت خود بخود ہوتی ہے۔ اسی طرح یہ جو دینی مدارس ہیں یہ دین کیلئے برتن اور ظرف ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی حفاظت کا ذمہ لیا تو دینی مدارس کی حفاظت اس کے ضمن میں خود بخود آگئی۔ ہر دور میں حکومتوں نے دینی مدارس کے خلاف ہتھکنڈے استعمال کیے ہیں کہ یہ بند ہو جائیں زکوٰۃ تک خود وصول کرنی شروع کر دی۔ ان کے مشیروں کا خیال تھا کہ سال دو گزریں گے مولوی ختم ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت پہلے سے زیادہ اچھے انداز میں مدارس چل رہے ہیں۔ نصرت العلوم میں اس سال بھی اور پچھلے سال بھی تیرہ چودہ سو طلباء اور طالبات تھیں اور یہاں گکھڑ میں بھی ہمارا چھوٹا سا مدرسہ ہے جس

میں دوسو کے قریب طالب علم ہیں۔ حکومت نے زکوٰۃ لینے کی پیشکش کی ہم نے انکار کر دیا ہماری غیرت گوارہ نہیں کرتی۔ یہ بھی ان کی ایک سازش تھی مدارس پر کنٹرول کرنے کی جو ناکام ہوئی اور وہ رقم نالیوں پر الیکشنوں پر خرچ ہوئی جس کا بوجھ ان کی گردن پر ہے۔ نہ قرآن مٹے گا نہ اسلام مٹے گا نہ دینی مدارس ختم ہونگے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

تو فرمایا کہ اس نصیحت والی کتاب کو ہم نے نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا حضور ﷺ کو تسلی دینا کہ پیغمبروں کیساتھ مذاق نئی چیز نہیں :

آگے اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرماتے ہیں وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ اور البتہ تحقیق بھیجے ہم نے پیغمبر آپ سے پہلے فِیْ شِیَعِ الْاَوَّلِیْنَ پہلے گروہوں میں۔ شِیَعٌ شِیْعَۃٌ کی جمع ہے بمعنی گروہ۔ وَمَا یَاْتِیْھِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اور نہیں آتا تھا ان کے پاس کوئی رسول اِلَّا کَانُوْا بِہٖ یَسْتَھْزِءُ وْنَ مگر وہ ان کیساتھ مذاق کرتے تھے۔ اس لئے آج اگر یہ آپ ﷺ کیساتھ مذاق کرتے ہیں تو صبر کریں کوئی نئی بات نہیں ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کشتی تیار کر رہے تھے کُلَّمَا مَرَّ عَلَیْہِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِہٖ سَخِرُوْا مِنْہُ ''جب بھی گذرتا تھا ان پر کوئی گروہ ان کی قوم کا ٹھٹھا کرتے تھے۔'' [ہود: ۳۸] کوئی کہتا آپ تو نبی تھے ترکھان کب سے بنے، کوئی کہتا یہ کشتی کہاں چلاؤ گے، دوسرا کہتا ہمارے تالاب میں چلائیں گے اور کہاں چلائیں گے۔ جتنے پیغمبر آئے کافروں نے ان کیساتھ مذاق کیا۔ کَذٰلِکَ نَسْلُکُہٗ فِیْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِیْنَ اسی طرح چلاتے ہیں ہم اس استہزاء کو مجرموں کے دلوں میں۔ جیسے پہلے پیغمبروں کیساتھ مجرموں نے استہزاء کیا آج بھی کریں گے لَا یُؤْمِنُوْنَ بِہٖ نہیں ایمان لائیں گے اس قرآن کریم پر وَقَدْ خَلَتْ سُنَّۃُ

اَلْاَوَّلِیْــنَ اور تحقیق گذر چکا ہے طریقہ پہلے لوگوں کا۔ جو حشر پہلے لوگوں کا ہوا سو حشر ان کا ہوگا وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ اور اگر ہم کھول دیں ان پر دروازہ آسمان کا فَظَلُّوْا پس وہ سارا دن فِيْهِ اس دروازے میں يَعْرُجُوْنَ چڑھتے رہیں۔ اوپر جائیں پھر آئیں پھر جائیں پھر آئیں لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا البتہ کہہ دیں گے پختہ بات ہے ہماری نظر بندی کر دی گئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اتنا کچھ ہونے کے باوجود بھی نہیں مانیں گے۔ ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ بلکہ ہم ایسی قوم ہیں جن پر جادو کر دیا گیا ہے۔ یہ آسمان کا دروازہ نہیں کھلا بلکہ ہمارے اوپر جادو ہوا ہے۔ جب اس حد تک ضد ہو جائے تو پھر اللہ تعالیٰ دل کو ایمان کیلئے نہیں پھیرتا ایمان اللہ تعالیٰ اسکو دیتا ہے جو چاہے اور طلب کرے۔

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِينَ ﴿١٦﴾ وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيمٍ ﴿١٧﴾ إِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ مُّبِينٌ ﴿١٨﴾ وَالْأَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَأَلْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُونٍ ﴿١٩﴾ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهُ بِرٰزِقِينَ ﴿٢٠﴾ وَإِنْ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهُ وَمَا نُنَزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُومٍ ﴿٢١﴾ وَأَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَأَسْقَيْنٰكُمُوهُ وَمَا أَنْتُمْ لَهُ بِخٰزِنِينَ ﴿٢٢﴾ وَإِنَّا لَنَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ وَنَحْنُ الْوٰرِثُونَ ﴿٢٣﴾ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَأْخِرِينَ ﴿٢٤﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ إِنَّهُ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ﴿٢٥﴾ ع

وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق جَعَلْنَا بنائے ہم نے فِي السَّمَآءِ بُرُوجًا آسمان میں چند برج وَزَيَّنّٰهَا اور مزین کیا ہم نے آسمان کو لِلنّٰظِرِينَ دیکھنے والوں کیلئے وَحَفِظْنٰهَا اور ہم نے حفاظت کی اس کی مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ ہر ایسے شیطان سے رَّجِيمٍ جو مردود ہے إِلَّا مگر مَنِ وہ اسْتَرَقَ السَّمْعَ جس نے چرا لیا سنا ہوا کلمہ فَأَتْبَعَهُ پس اس کے پیچھے لگتا ہے شِهَابٌ مُّبِينٌ ستارہ روشن وَالْأَرْضَ مَدَدْنٰهَا اور زمین کو پھیلایا ہم نے وَأَلْقَيْنَا فِيهَا اور ڈال دیئے ہم نے اس زمین میں رَوَاسِيَ مضبوط پہاڑ وَأَنْبَتْنَا فِيهَا اور ہم نے اگایا زمین میں مِنْ كُلِّ

شَیْءٍ ہر شے کو مَّوْزُوْنٍ ایک اندازے سے وَجَعَلْنَا لَكُمْ اور بنائیں ہم نے تمہارے لئے فِیْهَا اس زمین میں مَعَایِشَ روزیاں وَمَنْ اور ان کیلئے بھی لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِیْنَ جسکو تم روزی نہیں دے سکتے وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اور نہیں ہے کوئی چیز اِلَّا عِنْدَنَا مگر ہمارے پاس ہیں خَزَآئِنُهٗ اس کے خزانے وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اور نہیں اتارتے ہم اسکو اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ مگر ایک معلوم اندازے پر وَاَرْسَلْنَا الرِّیٰحَ اور ہم نے بھیجیں ہوائیں لَوَاقِحَ جو بادلوں کو پر کرتی ہیں فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ پس اتارا ہم نے آسمان کی طرف سے مَآءً پانی فَاَسْقَیْنٰكُمُوْهُ پس ہم نے وہ پانی تم کو پلایا وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِیْنَ اور نہیں ہو تم اسکو جمع کرنے والے وَاِنَّا اور بیشک ہم لَنَحْنُ نُحْیٖ البتہ ہم ہیں زندہ کرنے والے وَنُمِیْتُ اور مارنے والے وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ اور ہم ہی وارث ہیں وَلَقَدْ عَلِمْنَا اور البتہ تحقیق ہم جانتے ہیں الْمُسْتَقْدِمِیْنَ مِنْكُمْ ان لوگوں کو جو تم سے پہلے گذرے ہیں وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِیْنَ اور البتہ تحقیق ہم جانتے ہیں ان کو جو بعد میں آئیں گے وَاِنَّ رَبَّكَ اور بیشک تیرا رب هُوَ یَحْشُرُهُمْ وہ ان کو اکٹھا کریگا اِنَّهٗ حَكِیْمٌ عَلِیْمٌ بیشک وہ حکمت والا ہے جاننے والا ہے۔

برج کی حقیقت اور ان کی تفصیل :

پچھلی آیت میں آسمان کا ذکر تھا وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَیْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ اور اگر ہم کھول دیں ان پر دروازہ آسمان کا۔ اب اس آسمان کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا اور البتہ تحقیق بنائے ہم نے آسمان میں چند برج۔ برج کیا

ہے؟اس کے متعلق مفسرین کرامؒ نے بڑی لمبی چوڑی تفصیل یہاں ذکر کی ہے۔
ستارے دو قسم کے ہوتے ہیں۔
○……ایک ثَوَابِتْ ہیں جو اپنی اپنی جگہ ٹکے ہوئے ہیں اور حرکت نہیں کرتے۔
○……دوسرے سیارات ہیں جو چلتے ہیں ان کی اللہ تعالیٰ نے منازل مقرر کی ہوئی ہیں۔ کوئی مشرق سے مغرب کی طرف چلتا ہے اور مغرب سے مشرق کی طرف چلتا ہے، کوئی شمال سے جنوب کی طرف اور کوئی جنوب سے شمال کی طرف چلتا ہے۔ اور بڑی تیز رفتاری کیساتھ لیکن ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ [یٰسین:۳۸]''یہ ہے اندازہ ٹھہرایا ہوا زبردست اور علم والے پروردگار کا۔'' اس لئے کوئی ستارہ کسی کیساتھ ٹکراتا نہیں ہے۔ دنیا میں جہاز جہازوں کیساتھ ٹکرا جاتے ہیں، گاڑیاں گاڑیوں کیساتھ، تانگے تانگوں کیساتھ، سائیکل سائیکلوں کیساتھ، بندے بندوں کیساتھ چلتے ہوئے ٹکرا جاتے ہیں مگر رب تعالیٰ کا ایسا مضبوط نظام ہے کہ کوئی ستارہ کسی کیساتھ نہیں ٹکراتا۔ وہ ستارے جو منازل طے کرتے ہیں وہ ان کے برج ہیں سمجھانے کیلئے میں عرض کرتا ہوں۔ جیسے گاڑی چلتی ہے کراچی سے پشاور کی طرف، پہلے صوبہ سندھ طے کریگی پھر پنجاب، اس کے بعد صوبہ سرحد میں داخل ہو گی۔ یہ اس گاڑی کی منزلیں ہیں اسی طرح وہ ستارے اپنی منزلیں طے کر کے اپنے مقام تک پہنچتے ہیں۔ اور یہ بھی تفسیر کرتے ہیں کہ برج سے مراد قلعے ہیں جو آسمانوں میں فرشتوں کی رہائش گاہیں ہیں فرشتے ان میں ٹھہرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے ہیں، نہ تھکتے ہیں نہ اُکتاتے ہیں اور نہ سوتے ہیں، نہ کھاتے ہیں، نہ پیتے ہیں، ان کی خوراک ہی سبحان اللہ ہے۔ آسمانوں میں کوئی بالشت بھر جگہ ایسی نہیں ہے جہاں فرشتہ نہ ہو۔ رب تعالیٰ کی بیشمار مخلوق ہے۔ کعبۃ اللہ کے عین برابر میں ساتویں آسمان پر ایک مقام ہے جس کا نام

ہے بیت المعمور یہ فرشتوں کی طواف گاہ ہے۔

حدیث پاک میں آیا ہے جب سے اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کو پیدا فرمایا ہے اس وقت سے روزانہ ستر ہزار فرشتے طواف کرتے ہیں اور جس نے ایک دفعہ طواف کرلیا اسکو زندگی میں دوبارہ موقع نہیں ملتا۔ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ [سورۃ مدثر] ''اور تیرے رب کے لشکروں کو صرف وہی جانتا ہے۔'' تو جن منازل کو سورج چاند طے کرتے ہیں وہ برج ہیں وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ اور مزین کیا ہم نے آسمان کو دیکھنے والوں کیلئے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے ستارے جڑے ہیں رات کو عجیب قسم کا منظر ہوتا ہے وَحَفِظْنٰهَا اور ہم نے حفاظت کی اس آسمان کی مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ہر ایسے شیطان سے جو مردود ہے اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ مگر وہ جس نے چرالیا سنا ہوا کلمہ۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے احکام لے کر نیچے اترتے ہیں اور آپس میں باتیں کرتے ہیں کہ فلاں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے اور آپ ﷺ نے ایسے انگلیاں کھڑی کیں اور فرمایا کہ فرشتے ایسے لائن میں کھڑے ہوتے ہیں۔ یہ شیطان جنات ان کی باتیں سننے کیلئے جاتے ہیں، کوئی مرجاتا ہے، کوئی زخمی ہوجاتا ہے کیونکہ ان پر ستارے شعلے پھینکے جاتے ہیں مگر یہ اپنی مہم کو چھوڑتے نہیں ہیں جیسے کوہ پیما لوگ ہیں پہاڑوں پر چڑھنے والے مرتے بھی ہیں، گرتے بھی ہیں تکالیف برداشت کرتے ہیں مگر اپنی مہم کو نہیں چھوڑتے۔ اسی طرح شیطان جنات کی لائن لگی ہوتی ہے یہ فرشتوں کی باتیں سنتے ہیں اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ وہ صحیح بات جو فرشتوں کی سنی ہوئی ہے لاکر کاہن کو جو فال نکالتا ہے، دیتے ہیں اس کے کان میں ڈالتے ہیں وہ اس ایک سچی بات کیساتھ سو جھوٹ ملا کے چلا دیتا ہے۔ یہ بخاری شریف کی روایت کا خلاصہ ہے۔

جس نے فال کی تصدیق کی وہ کافر ہے :

اور یہ بھی حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو شخص کسی فال نکالنے والے کے پاس گیا اور اس کی تصدیق کی تو فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ "پس تحقیق اس نے انکار کیا اس چیز کا جو اتاری گئی ہے محمد ﷺ پر۔" ایسا شخص آنحضرت ﷺ کی شریعت کا منکر اور کافر ہے۔ اور جو محض دل لگی کیلئے جاتا ہے اور کہتا ہے کہ میرے متعلق بتلائیں جی کیا ہے؟ فرمایا ایسا دل لگی کے طور پر فال نکالنے والے سے سوال کرنے والا جو شخص ہے اس کی چالیس دن اور چالیس راتوں کی نمازوں کا اجر ضائع ہو جائے گا۔ مگر لوگوں کی عقلیں ماری ہوئی ہیں ان چیزوں کو کچھ نہیں سمجھتے۔ عورتیں آتی ہیں کہ بتاؤ ہمیں کیا ہوا ہے؟ ہمارا حساب لگاؤ، کوئی حساب دیکھو۔ ہم انکے کہتے ہیں کہ غیب صرف رب تعالیٰ جانتا ہے اور حکیم اور ڈاکٹر میں نہیں ہوں یہ ڈاکٹروں اور حکیموں سے پوچھو تمہیں کیا ہوا ہے؟ اور کوئی ایسی کتاب نہیں ہے جس میں یہ باتیں لکھی ہوئی ہوں کہ فلاں کو کیا ہوا ہے اور فلاں کو کیا ہوا ہے۔ مگر ان بناوٹی عاملوں نے ان کے ذہن بگاڑے ہوئے ہیں بس ہر ایک کو کہہ دیتے ہیں کہ تجھ پر وار ہوا ہے، تجھ پر کسی نے وار کیا ہے، کسی کے شلوار سونگھتے ہیں کسی کا کرتا سونگھتے ہیں یہ تمام خرافات ہیں۔ باقی اللہ تعالیٰ کے کلام میں اثر ہے، پڑھ کر دم کرو شفاء ہوگی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے نہ ہوئی تو رب تعالیٰ کا کام ہے بندے کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔ جیسے دوا کیساتھ شفا ہو بھی جاتی ہے نہیں بھی ہوتی۔ شفاء تو رب تعالیٰ نے دینی ہے۔ سنت سمجھ کر علاج کراؤ اس سے زیادہ ذہن کو نہ بگاڑو! اکثریت لوگوں کی ایسی ہے کہ خدا پناہ! ان کی باتیں سن کر حیرانگی ہوتی ہے۔ ایک زمانے میں کینٹ سے ایک میجر صاحب آئے، کہنے لگے مجھ پر کسی نے جادو کیا ہوا ہے۔ میں نے کہا تمہیں کیا محسوس ہوتا ہے؟ کہنے لگا میرے

پاخانہ سے بدبو آتی ہے۔ میں نے کہا لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم، پاخانہ زعفران اور کستوری تو نہیں ہوتا۔ یاد رکھنا! جنات کا وجود ہے بعض دفعہ شرارت بھی کرتے ہیں، تکلیف بھی دیتے ہیں مگر ہر آدمی کو جن چمٹا ہوا ہے، یہ بالکل خرافات ہیں۔ اسی طرح جادو کا بھی اثر ہے مگر ہر آدمی پر جادو کیا ہوا ہے یہ بالکل غلط بات ہے۔ اکثر طبعی بیماریاں ہوتی ہیں کوئی سو میں سے ایک دو ایسے ہونگے کہ جن پر آسیب یا جادو کا اثر ہو۔ ہر چیز کی کڑی جن جادو کیساتھ ملانا صحیح نہیں ہے اور نہ ہی مسلمان کو اتنا کچا عقیدہ رکھنا چاہئے۔ مسلمان کا عقیدہ پتھر اور لوہے کی طرح مضبوط ہونا چاہئے۔ تو جنات فرشتوں کی باتیں سننے کیلئے جاتے ہیں فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ پس اس کے پیچھے لگتا ہے ستارہ روشن۔ اس کے پیچھے ایسا شعلہ بڑھتا ہے جو روشن ہوتا ہے، نظر آتا ہے وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا اور زمین کو پھیلایا ہم نے وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ اور ڈال دیئے ہم نے زمین میں مضبوط پہاڑ۔ رَوَاسِي رَاسِيَةٌ کی جمع ہے۔ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ اور ہم نے اگایا زمین میں ہر شے کو ایک انداز ے سے۔ ہمارے علم کے مطابق جس علاقے میں جتنی چیز پیدا کرنی ہے اتنی پیدا کر دیتے ہیں وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ مَعِيْشَةٌ کی جمع ہے بمعنیٰ روزی، خوراک۔ اور بنائیں ہم نے تمہارے لئے زمین میں روزیاں۔ یہ سب خالق کا کام ہے وَمَنْ اور ان کیلئے بھی روزی پیدا کی ہے لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ جن کو تم روزی نہیں دے سکتے۔ چرند، پرند، درند ہیں رب تعالیٰ ہی سب کو روزی دیتا ہے۔

لفظِ رب کا معنیٰ سمجھنا شرک سے بچاؤ کا ذریعہ :

اگر کوئی شخص صحیح معنیٰ میں رب کا معنیٰ ہی سمجھ لے تو شرک کے قریب نہیں جائے گا۔ رب تربیت سے ہے پالنے والا، تربیت کرنے والا۔ تو پالنے کیلئے ہوا کی ضرورت ہے،

پانی کی ضرورت ہے، خوراک کی ضرورت ہے یہ تمام چیزیں رب تعالیٰ نے پیدا کی ہیں۔ جو چیز بھی مخلوق کی تربیت کیلئے تھی وہ سب رب تعالیٰ نے پیدا کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کے پاس کیا ہے کہ اس کو رب مانا جائے؟ کیا کوئی ہوا کا خالق ہے، پانی کا خالق ہے، روزی کا خالق ہے؟ کوئی صحت دے سکتا ہے، یہ تمام کام پروردگار کے ہیں مگر ہم نے لفظ رب اور الٰہ کا مفہوم ہی نہیں سمجھا۔ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ اور نہیں ہے کوئی چیز مگر ہمارے پاس ہیں اس کے خزانے۔ مسلم شریف میں حضرت ابوذر غفاری ﷺ کی روایت ہے اور دوسری کتابوں میں بھی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ وَرُطَبَكُمْ وَيَابِسَكُمْ ''اگر تم اول سے لے کر آخر تک، کیا انسان اور کیا جنات، کیا تری کے رہنے والے اور کیا خشکی کے رہنے والے یہ سب کے سب ایک میدان میں جمع ہو جائیں اور مجھ سے مانگیں جو مانگنا چاہتے ہیں اور میں سب کی منہ مانگی مرادیں پوری کر دوں تو میرے خزانے میں اتنی کمی بھی نہیں آئے گی جتنی تم سوئی سمندر میں ڈبو کے نکالو تو اس سے جتنا پانی کم ہوا ہے۔ ساری کائنات کی مرادیں پوری کر دوں میرے خزانوں میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔ وَمَا نُنَزِّلُهٗ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ اور نہیں اتارتے ہم اسکو مگر ایک معلوم اندازے پر جو ہماری حکمت اور مصلحت کے مطابق ہے۔ اکبر الٰہ آبادی بڑے طنزیہ نگار شاعر تھے۔ ان کی کلیات پڑھو کلیات اکبر الٰہ آبادی میں انہوں نے بہت کچھ لکھا ہے۔ وہ کہتے ہیں......

اسی سے مانگ جو کچھ مانگنا ہے اے اکبرؔ
یہی وہ در ہے کہ ذلت نہیں سوال کے بعد

نسائی شریف میں روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا مَنْ لَّمْ يَسْئَلِ اللّٰهَ

يَغْضَبُ عَلَيْهِ جورب سے نہیں مانگتا رب اس پر ناراض ہوتا ہے۔ دوسرا ایک شاعر کہتا ہے

؎ دینا ہے اپنے ہاتھ سے اے بے نیاز دے

کیا مانگتا پھرے تیرا سائل جگہ جگہ

دینے والا تو ہی ہے داتا تو ہی ہے، تو ہی دے۔ دیکھو ہمارے گھروں میں بچیاں بچے ہیں، عورتیں ہیں۔ گھر کا جو فرد ہے گھر کے افراد ضرورت اس سے مانگتے ہیں اگر کسی کا بچہ محلے میں جا کر کسی سے کہے کہ مجھے کتاب دیدو، مجھے جوتا لا کر دو، مجھے فلاں چیز لا کر دو تو کوئی غیرت مند گوارہ نہیں کریگا اور اگر کسی کی بیوی جا کر کہے کہ مجھے جوتا لا دو، کنگھی لا دو، سرمہ سلائی لا دو، کوئی غیرت مند گوارا کرنے کیلئے تیار نہیں ہے۔ بھائی ہماری بیوی، ہمارے بچے کسی اور سے مانگیں تو ہمیں غصہ آتا ہے تو رب تعالیٰ کی مخلوق ہو کر اس کی محتاج ہو کر کسی اور سے مانگے تو اسے غصہ کیوں نہیں آیگا۔ تو فرمایا جو رب تعالیٰ سے نہیں مانگتا رب تعالیٰ اس پر سخت ناراض ہے۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مانگتے ہیں۔ وہی مُسْتَعَانُ ہے۔ وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ اور ہم نے بھیجیں اور چلائیں ہوائیں لَوَاقِحَ جو بادلوں کو پُر کرتی ہیں۔ پہلے بادل ہلکے ہوتے ہیں ہواؤں کی وجہ سے اکٹھے ہوتے ہیں ان میں برودت پیدا ہوتی ہے پھر بارش ہوتی ہے فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً پس اتارا ہم نے آسمان کی طرف سے پانی فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ پس ہم نے وہ پانی تم کو پلایا۔ آج بھی بہت سارے علاقے ایسے ہیں کہ وہاں زمین میں پانی نہیں ہے اور نہریں اور چشمے بھی نہیں ہیں وہاں کے لوگوں کا گزران بارش کے پانی پر ہے وہی ان کے جانور بھی پیتے ہیں وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ اور نہیں ہو تم اسکو جمع کرنے والے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین ایسی بنائی ہے کہ جو اسکو فوراً جذب نہیں کرتی اور ہوائیں اتنی نہیں چلائیں کہ

وہ پانی کو اڑا کر لے جائیں سورج کی تپش سے وہ پانی ختم نہیں ہوتا یہ سب حالات رب نے پیدا کئے ہیں تا کہ تمہاری ضرورت کیلئے پانی جمع رہے اور سن لو وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ اور بیشک ہم البتہ پیدا کرنے والے اور مارنے والے ہیں۔ پیدا کرنا بھی ہمارا کام ہے اور مارنا بھی ہمارا کام ہے وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ اور ہم ہی وارث ہیں سب کے۔ آج تو ہم دعوے کرتے ہیں کہ ہماری حکومت، ہماری سلطنت، ہمارا مکان، ہماری جائیداد، حالانکہ حقیقتاً ہمارا کچھ بھی نہیں ہے سب کچھ رب تعالیٰ کا ہے۔ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ [آل عمران: ۱۸۰] ''اور اللہ ہی کیلئے وراثت ہے آسمانوں کی اور زمین کی۔'' تم دنیا سے خالی ہاتھ جاؤ گے۔ خوش قسمت ہوگا جس کو کفن نصیب ہوگا ایسے لوگ بھی ہیں جن کو کفن تک نصیب نہیں ہوتا۔

اگلے پچھلے سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں :

وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ اور البتہ تحقیق ہم جانتے ہیں ان لوگوں کو جو تم سے پہلے گذرے ہیں وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ اور البتہ تحقیق ہم انکو جانتے ہیں جو بعد میں آئیں گے۔ آج کے دور سے پہلے جو حضرت آدم علیہ السلام تک ہوئے ہیں وہ بھی رب تعالیٰ کے علم میں ہیں اور جو آج کے بعد قیامت تک ہونگے وہ بھی رب تعالیٰ کے علم میں ہیں رب تعالیٰ کے علم سے ایک ذرہ بھی خارج نہیں ہے اور نہ ذرہ برابر اس کی قدرت سے کوئی چیز باہر ہے سب اسی کے محتاج ہیں اور وہ صمد ہے کسی کا محتاج نہیں ہے۔ تو وہ پہلوں کو بھی جانتا ہے اور پچھلوں کو بھی جانتا ہے وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ اور بیشک تیرا رب وہ ان کو اکٹھا کریگا۔ میدان محشر میں سب جمع ہونگے اللہ تعالیٰ کی عدالت قائم ہوگی رتی رتی کا حساب ہوگا۔ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ''پس جس نے ایک ذرہ

کے برابر نیکی کا کام کیا ہوگا وہ اسکو دیکھ لے گا وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ

[سورۃ زلزال: پارہ ۳۰]

''اور جس نے ایک ذرہ کے برابر برائی کا کام کیا ہوگا اس کو دیکھ لے گا۔'' آدمی کو کبھی غافل نہیں ہونا چاہئے۔ شاعر کہتا ہے......

از مکافات عمل غافل مشو

گندم از گندم بروید جو از جو

''اے بندے! مکافات کے عمل سے غافل نہ ہو گندم سے گندم پیدا ہوتی ہے جو سے جو۔'' جو بوئے گا سو کاٹے گا۔ آج ہماری کیفیت یہ ہے کہ ہم بوتے کچھ نہیں اور امیدوار ہیں کہ ساری فصلیں کاٹنی ہیں۔ نیکی کوئی بھی نہیں اور اجر وثواب کے سب دعویدار ہیں۔ فرمایا اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ بیشک اللہ تعالیٰ حکمت والا ہے جاننے والا ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ

مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ ﴿۲۶﴾ وَالْجَانَّ خَلَقْنَاهُ مِن قَبْلُ مِن نَّارِ السَّمُومِ ﴿۲۷﴾ وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِّن صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ ﴿۲۸﴾ فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ ﴿۲۹﴾ فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ ﴿۳۰﴾ إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَىٰ أَن يَكُونَ مَعَ السَّاجِدِينَ ﴿۳۱﴾ قَالَ يَا إِبْلِيسُ مَا لَكَ أَلَّا تَكُونَ مَعَ السَّاجِدِينَ ﴿۳۲﴾ قَالَ لَمْ أَكُن لِّأَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهُ مِن صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ ﴿۳۳﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ ﴿۳۴﴾ وَإِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ إِلَىٰ يَوْمِ الدِّينِ ﴿۳۵﴾ قَالَ رَبِّ فَأَنظِرْنِي إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿۳۶﴾ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنظَرِينَ ﴿۳۷﴾ إِلَىٰ يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ﴿۳۸﴾

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ اور البتہ تحقیق ہم نے پیدا کیا انسان کو مِنْ صَلْصَالٍ بجنے والی مٹی سے مِنْ حَمَإٍ جو گارے سے لی گئی تھی مَسْنُونٍ جو متغیر تھا وَالْجَانَّ اور جنوں کو خَلَقْنَهُ پیدا کیا ہم نے مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے مِنْ نَّارِ السَّمُومِ آگ کی لو سے وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ اور جب فرمایا تیرے رب نے لِلْمَلَٰئِكَةِ فرشتوں کو إِنِّي خَالِقٌ بیشک میں پیدا کرنے والا ہوں بَشَرًا انسان کو مِّنْ صَلْصَالٍ بجنے والی مٹی سے مِنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ جو گارے سے حاصل ہوئی ہے جو متغیر تھا فَإِذَا سَوَّيْتُهُ پس جب میں اسکو برابر کردوں وَنَفَخْتُ فِيهِ اور

پھونک دوں اس میں مِنْ رُّوْحِیْ اپنی طرف سے روح فَقَعُوْا لَهٗ پس گر جانا اس کے سامنے سٰجِدِیْنَ سجدہ کرتے ہوئے فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ پس سجدہ کیا فرشتوں نے كُلُّهُمْ سب نے اَجْمَعُوْنَ اکٹھے اِلَّآ اِبْلِيْسَ مگر ابلیس نے سجدہ نہ کیا اَبٰٓى انکار کر گیا اَنْ يَّكُوْنَ اس سے کہ وہ ہو مَعَ السّٰجِدِيْنَ سجدہ کرنے والوں کیساتھ قَالَ فرمایا رب تعالیٰ نے يٰٓاِبْلِيْسُ اے ابلیس مَا لَكَ تجھے کیا ہوا اَلَّا تَكُوْنَ یہ کہ نہ ہوا تو مَعَ السّٰجِدِيْنَ سجدہ کرنے والوں کیساتھ قَالَ کہا اس نے لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ نہیں تھا میں کہ سجدہ کرتا لِبَشَرٍ کسی بشر کو خَلَقْتَهٗ جس کو تو نے پیدا کیا ہے مِنْ صَلْصَالٍ بجنے والی مٹی سے مِّنْ حَمَاٍ جو حاصل ہوئی ہے گارے سے مَّسْنُوْنٍ جو متغیر تھا قَالَ فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَاخْرُجْ مِنْهَا پس نکل جاؤ یہاں سے فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ پس بیشک تو مردود ہے وَّاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اور بیشک تجھ پر لعنت ہے اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ بدلے کے دن تک قَالَ ابلیس نے کہا رَبِّ اے میرے رب فَاَنْظِرْنِيْٓ مجھے مہلت دیدو اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ اس دن تک جس دن لوگوں کو دوبارہ کھڑا کیا جائے گا قَالَ فرمایا فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ بیشک تو مہلت دیئے ہوؤں میں سے ہے اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ معلوم دن کے وقت تک۔

اپنی قدرت بتلانے کیلئے اللہ تعالیٰ کا مختلف طریقے اختیار فرمانا :

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی قدرت بتلانے کیلئے قرآن پاک میں مختلف طریقے

اختیار کئے ہیں۔اس سے پہلے رکوع میں آسمان اور زمین کا ذکر تھا پہاڑوں کا ذکر تھا پھر زمین میں اسباب معاش رکھنے کا ذکر تھا بارش کا ذکر تھا اس رکوع میں انسان اور جنات کی تخلیق کا ذکر ہے کہ رب تعالیٰ کی قدرت دیکھو کہ انسان کو کس چیز سے پیدا کیا ہے اور جنات کو کس چیز سے پیدا کیا ہے۔پھر انسانوں کا کیا کردار ہے اور جنات کا کیا کردار ہے۔

انسان کی پیدائش مٹی سے ہوئی ہے :

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کیساتھ ساری زمین کی سطح سے تھوڑی سی مٹی اٹھائی۔پہلے وہ مٹی بکھری ہوئی تھی پھر اپنی قدرت کاملہ کیساتھ اسکو گوندھا اور گارا بنایا گارا بننے کے بعد وہ مٹی خشک ہوگئی۔سورۃ رحمٰن میں آتا ہے مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّار بجنے والی مٹی سے جیسا کہ ٹھیکرہ ہوتا ہے۔آگ کے اوپر پکی ہوئی ٹھیکری کی طرح بجتی تھی۔سورۃ آل عمران آیت نمبر ۵۹ میں ہے خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا۔ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ پھر اسکو کہا ہو جا پس وہ ہو گیا۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ اور البتہ تحقیق ہم نے پیدا کیا انسان کو یعنی آدم علیہ السلام کو مِنْ صَلْصَالٍ بجنے والی مٹی سے مِنْ حَمَاٍ جو گارے سے حاصل ہوئی تھی مَسْنُوْنٍ جو متغیر تھا۔ سَنَةٌ کے معنی سال کے ہیں۔ مسنون کئی سالوں تک گوندھی ہوئی پڑی رہی خشک ہو کر بجنے لگی اور متغیر ہوگئی۔ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ اور جنوں کو ہم نے پیدا اس سے پہلے۔ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے جنات کی پیدائش ہوئی اور کس چیز سے ہوئی؟ فرمایا مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ آگ کی لو سے جو مسامات میں داخل ہو جاتی ہے وہ لو کہ جس میں دھواں نہ ہو۔تو آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے زمین پر حکمرانی جنات کی تھی۔آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار سال کی زندگی عطا فرمائی۔آدم علیہ

السلام سے ایک ہزار سال بعد نوح علیہ السلام دنیا میں تشریف لائے۔ یہ دو ہزار سال کَانَ النَّاسُ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً [بقرۃ:۲۱۳] ''سب لوگ ایک ہی امت یعنی دین پر تھے۔'' سارے مسلمان تھے کافر نہیں تھے۔ البتہ نافرمانی شروع ہو چکی تھی آدم علیہ السلام کی زندگی میں ھابیل قابیل کا قصہ چل نکلا تھا مگر کافر مشرک کوئی نہیں تھا وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰئِکَۃِ اور جب فرمایا تیرے رب نے فرشتوں کو اِنِّیْ خَالِقٌ بیشک میں پیدا کرنے والا ہوں بَشَرًا انسان کو مِّنْ صَلْصَالٍ بجنے والی مٹی سے مِّنْ حَمَاٍ جو گارے سے حاصل ہوئی ہے مَّسْنُوْنٍ جس پر کئی سال گزر گئے ہوں گے۔ وہ گارا گوندھا رہے گا پھر وہ خشک ہوگا پھر اس سے آدم علیہ السلام کا وجود بنے گا۔ اے فرشتو! فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ پس جب میں اسکو برابر کردوں، درست کردوں، انسانی شکل بنالوں وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ اور پھونک دوں اس میں اپنی طرف سے روح تو تمہارا فریضہ ہوگا فَقَعُوْا لَہٗ سٰجِدِیْنَ پس گر جانا اس کے سامنے سجدہ کرتے ہوئے۔ یہ حکم اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو دیا تھا ابلیس کو بھی رب کا حکم تھا جس کا ذکر سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۲ میں ہے قَالَ مَا مَنَعَکَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُکَ ''فرمایا اللہ تعالیٰ نے کس چیز نے روکا تجھ کو کہ تو نے سجدہ نہ کیا جبکہ میں نے تجھے حکم دیا تھا۔'' توجسطرح سجدے کا حکم فرشتوں کو تھا اسی طرح ابلیس کو بھی تھا فرشتوں نے کوئی منطق نہیں لڑائی بغیر قیل و قال کے سجدے میں گر گئے۔ اسی کا ذکر ہے فَسَجَدَ الْمَلٰئِکَۃُ کُلُّھُمْ اَجْمَعُوْنَ پس سجدہ کیا سب فرشتوں نے اکٹھے۔ جس طرح ہم جماعت کی نماز میں رکوع سجود اکٹھے کرتے ہیں۔ کُلُّھُمْ کا لفظ بتلا رہا ہے کہ فرشتوں میں سے کوئی سجدے سے پیچھے نہیں رہا اور اجمعون کا لفظ یہ بتا رہا ہے کہ سب نے اکٹھا کیا اِلَّآ اِبْلِیْسَ مگر ابلیس نے سجدہ نہ کیا اَبٰٓی انکار کر گیا اَنْ یَّکُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ اس سے کہ وہ ہو سجدہ کرنے والوں

کیساتھ۔ کیوں نہیں ہوا؟ قَالَ فرمایارب تعالیٰ نے یٰٓاِبْلِیْسُ مَالَکَ اے ابلیس! تجھے کیا ہوا اَلَّا تَکُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ یہ کہ نہ ہوا تو سجدہ کرنے والوں کیساتھ، سجدہ کیوں نہیں کیا؟ ابلیس کا جواب سنو! قَالَ کہا ابلیس نے لَمْ اَکُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ نہیں تھا میں کہ سجدہ کرتا کسی بشر کو۔

بشر کو سب سے پہلے ابلیس نے حقیر سمجھا :

سب سے پہلے بشر کو حقیر ابلیس نے سمجھا کہ میں بشر کو سجدہ کروں خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ جس کو تو نے پیدا کیا بجنے والی مٹی سے جو حاصل ہوئی گارے سے جس پر کئی سال گزرے۔ تو سب سے پہلے بشر کی تحقیر ابلیس نے کی اور عزت کی ہے فرشتوں نے، فرشتے نور سے پیدا ہوئے ہیں اور نور کا درجہ نار سے چار گنا زیادہ ہے فرشتے کہہ سکتے تھے پروردگار! ہم نوری ہیں اور یہ خاکی ہے ہم نوری خاکی کو سجدہ کیوں کریں؟ مگر انہوں نے بغیر قیل وقال کے سجدہ کیا ابلیس اکڑ گیا اور کہا اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ میں بہتر ہوں اس سے خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ پیدا کیا تو نے مجھ کو آگ سے وَخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ اور پیدا کیا اسکو مٹی سے۔ آگ میں روشنی ہے بلندی ہے اور خاک پاؤں کے نیچے کچلی اور روندی جاتی ہے میں اعلیٰ ہو کر ادنیٰ کو سجدہ کیوں کروں؟ اکڑ گیا۔ اور پندرہویں (۱۵) پارہ میں ہے ابلیس نے کہا اَرَءَیْتَکَ هٰذَا الَّذِیْ کَرَّمْتَ عَلَیَّ " کیا بھلا بتلائیں یہ شخص ہے جس کو تو نے بزرگی بخشی ہے مجھ پر۔" رب کو کہہ رہا ہے، رب تعالیٰ سے تکرار کر رہا ہے۔

مولانا جلال الدین رومیؒ کی مثنوی شریف تصوف کی بڑی کتاب ہے جس میں توحید بھی ہے، رسالت بھی ہے، قیامت کا ذکر بھی ہے۔ سمجھانے کا ان کا بڑا عجیب طریقہ ہے۔ پہلے زمانے میں اسکو مرد بھی پڑھتے تھے، عورتیں بھی پڑھتی تھیں۔ آج تو ناولوں، ٹی

وی، وی سی آر وغیرہ نے لوگوں کے ذہن بگاڑ دیئے ہیں۔ان مغربی قوتوں کا اللہ تعالیٰ ناس کرے انہوں نے مسلمانوں کو مسلمان نہیں رہنے دیا خُشخشی مشکل بنا کر چھوڑ دیا ہے۔تو مولاناؒ مثنوی شریف میں سلطان محمود غزنویؒ اور ایاز کا واقعہ ذکر کر کے ابلیس کی بے عقلی کو بیان کرتے ہیں۔سلطان محمود غزنویؒ نے جب ہندوستان کو فتح کیا سومنات جو ہندوؤں کا بہت بڑا مندر تھا اس میں بڑے بڑے ہیرے اور موتی تھے اور بہت کچھ تھا وہ سب کچھ ساتھ لے گئے۔ایک سپاہی کا لڑکا تھا جس کا نام ایاز تھا یہ بڑا سمجھدار لڑکا تھا۔سلطان محمود غزنویؒ اس بچے کو اپنے پاس بٹھاتے تھے کسی برے ارادے سے نہیں محض اس اس لئے کہ یہ دانا لڑکا ہے حکومت کے نظم ونسق کو سمجھ لے آئندہ چل کر قوم کیلئے مفید ثابت ہو۔وزیروں مشیروں کو یہ بات ناگوار تھی کہ سلطان چھوٹے سے بچے کو ساتھ بٹھاتا ہے۔کہا بھی کہ حضرت! یہ بچہ آپ کے پاس بیٹھتا ہے اچھی بات نہیں ہے۔فرمایا الحمدللہ نیت اور دل میرا پاک ہے میں برا نہیں ہوں۔یہ بچہ چونکہ سمجھدار ہے ذہین ہے اس لئے میں اس کو پاس بٹھاتا ہوں۔آنحضرت ﷺ کو جب چھوٹے چھوٹے بچے ملتے تھے سردی کے موسم میں بھی آپ ﷺ ان کے رخساروں پر ہاتھ پھیرتے تھے پیار سے محبت سے چھوٹے چھوٹے بچے آتے تھے۔آپ ﷺ کو سلام کرتے تھے آپ ﷺ ان سب کے رخساروں پر ہاتھ پھیرتے تھے۔تو کہا کہ یہ لڑکا بڑا سمجھدار ہے اس لئے میں اس کو اپنے پاس بٹھاتا ہوں لیکن وزیروں مشیروں کو یہ بات سمجھ نہ آئی۔ایک دن سلطان محمود غزنویؒ نے اپنے ملازم سے کہا کہ ایک چوڑا سا پتھر سل نما اور ہتھوڑا بھی لا کر رکھ دینا اس نے حکم کی تعمیل کی دونوں چیزیں لا کر رکھ دیں۔سلطان محمود غزنویؒ نے ایک بڑا قیمتی ہیرا نکال کر ایک وزیر کو دیا کہ اسکو پتھر پر رکھ کر توڑ دے۔اس نے کہا بڑا قیمتی ہے میں کیسے توڑ سکتا ہوں، دوسرے کو دیا، تیسرے کو دیا،

چوتھے کو پانچویں کو کہا، مشیروں کو کہا کسی نے نہ توڑا پھر ایاز کو دیا اور کہا کہ اسکو توڑ دے۔ اس نے پتھر پر رکھا ہتھوڑا مارا اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ بادشاہ نے پوچھا اتنا قیمتی ہیرا کیوں توڑ دیا ہے؟ ایاز نے کہا کہ میرے آقا بیشک یہ ہیرا قیمتی تھا مگر میرے آقا کا حکم اس سے زیادہ قیمتی تھا۔ مولانا رومؒ یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ کاش کہ ابلیس کو ایاز والی بات سمجھ آجاتی کہ فرض کرو کہ تیری شان آدم سے زیادہ تھی مگر یہ تو دیکھتا کہ حکم کون دے رہا ہے۔ ابلیس رب تعالیٰ کے حکم کو نہیں سمجھا اور کہا کہ میں نہیں ہوں کہ سجدہ کروں انسان کے سامنے جسکو تو نے پیدا کیا بجنے والی مٹی سے جو گارے سے حاصل ہوئی ہے مسنون جو متغیر ہے۔ قَالَ رب تعالیٰ نے فرمایا فَاخْرُجْ مِنْهَا پس نکل جاؤ یہاں سے۔ اس سے پہلے ابلیس فرشتوں کیساتھ اٹھتا بیٹھتا تھا، عبادت کرتا تھا اور فرشتے سمجھتے تھے کہ یہ ہم سے بھی زیادہ نیک ہے۔ کیوں نکلو؟ فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ پس بیشک تو مردود ہے تجھے رد کر دیا ہے وَّاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ اور بیشک تیرے اوپر لعنت ہے بدلے کے دن تک۔ دین کا معنی حساب، بدلہ، جزا۔ قیامت کے دن نیکیوں اور برائیوں کا بدلہ ملے گا اس دن تک تجھ پر لعنت برستی رہے گی قَالَ ابلیس نے کہا رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ اے میرے رب مجھے مہلت دے اس دن تک جس دن لوگوں کو دوبارہ کھڑا کیا جائے گا۔

ہر شے فانی ہے:

ابلیس کا مقصد یہ تھا کہ مجھ پر موت نہ آئے موت کا پیالہ ٹل جائے اور جس دن دوبارہ کھڑا کیا جائے گا میں اس وقت تک زندہ رہوں حالانکہ موت سے کسی کو چھٹکارا نہیں ہے كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ [آل عمران: ۱۸۵] ''ہر نفس موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے۔'' کوئی جاندار چیز ایسی نہیں ہے جس پر موت نہ آئے فرشتوں پر بھی فنا آئے گی یہاں

تک کہ جان نکالنے والے فرشتے پر بھی موت آئے گی۔ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ [سورۃ رحمٰن] ''جو کوئی بھی ہے زمین پر فنا ہونے والا ہے اور باقی رہے گی تیرے پروردگار کی ذات جو بزرگی اور عظمت والا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کی ادھوری دعا قبول فرمائی۔ فرمایا تجھے مہلت ہے مگر نفخہ اولیٰ تک۔ نفخہ اولیٰ اور ثانیہ میں بخاری شریف کی روایت کے مطابق چالیس سال کا وقفہ ہوگا۔

پہلے اسرافیل علیہ السلام بگل پھونکیں گے سب جاندار چیزیں فنا ہو جائیں گی پھر خود حضرت اسرافیل علیہ السلام بھی ختم ہو جائیں گے پھر اللہ تعالیٰ ان کو دوبارہ زندہ کریں گے پھر وہ بگل پھونکیں گے ساری کائنات زمین سے نکل آئے گی پھر میدان محشر میں اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیشی ہوگی ذرّے ذرّے کا حساب ہوگا فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ [سورۃ زلزال] ''پس جس کسی نے ایک ذرّے کے برابر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس کسی نے ایک ذرے کے برابر بھی برائی کا کام کیا ہوگا وہ اسے دیکھ لے گا۔'' ہر ایک کا نامہ اعمال اس کے سامنے ہوگا۔ آج ہمارا حافظہ کمزور ہو گیا ہے ہمیں بعض باتیں یاد نہیں رہتی۔ اس وقت حافظہ قوی کر دیا جائے گا ہر نیکی بدی یاد ہوگی اور آج تو کئی لوگ پڑھ نہیں سکتے وہاں ہر آدمی اپنا نامہ اعمال خود پڑھے گا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے پڑھ! جب آدمی دو چار صفحے پڑھ لے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے بتلا میرے لکھنے والے فرشتوں نے تجھ پر ظلم تو نہیں کیا؟ کہے گا نہیں! اور پڑھو پھر پڑھے گا۔ پھر پوچھا جائے گا تجھ پر کوئی زیادتی تو نہیں ہوئی؟ کہے گا نہیں! اور پڑھو! خود پڑھتا جائے گا اِقْرَاْ كِتٰبَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا [بنی اسرائیل:۱۴] ''پڑھ اپنی کتاب کافی ہے تیرا نفس آج کے دن تجھ پر محاسبہ کرنے والا۔'' پھر حیرت اور تعجب کے طور

پر کہے گا مال ھذا الکتاب لا یغادر صغیرۃ ولا کبیرۃ الا احصٰھا [کہف:۴۹]
'' کیا ہے اس کتاب کو کہ نہیں چھوڑتی کسی چھوٹی چیز کو اور نہ بڑی چیز کو مگر اس نے سنبھال رکھا ہے۔'' سب اس میں درج ہیں۔آنکھ کے اشارے ہاتھ کے اشارے تک۔

قال فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَاِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ بیشک تو مہلت دیئے ہوؤں میں سے ہے اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ معلوم دن کے وقت تک۔یعنی نفخہ اولیٰ تک تجھے مہلت ہے نفخہ ثانیہ تک نہیں۔موت تو نے بھی چکھنی ہے۔

قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِىْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِى الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٣٩﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿٤٠﴾ قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَىَّ مُسْتَقِيْمٌ ﴿٤١﴾ اِنَّ عِبَادِىْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿٤٢﴾ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٤٣﴾ لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ ؕ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ﴿٤٤﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِىْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿٤٥﴾ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ﴿٤٦﴾ وَنَزَعْنَا مَا فِىْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿٤٧﴾ لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ﴿٤٨﴾ نَبِّئْ عِبَادِىْٓ اَنِّىْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿٤٩﴾ وَاَنَّ عَذَابِىْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ﴿٥٠﴾

قَالَ کہا شیطان نے رَبِّ اے میرے رب بِمَآ اَغْوَيْتَنِىْ اس وجہ سے کہ تو نے مجھے گمراہ کردیا ہے لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ البتہ میں ضرور مزین کروں گا ان کیلئے فِى الْاَرْضِ زمین میں وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اور البتہ میں ضرور ان کو بہکاؤں گا اَجْمَعِيْنَ سب کو اِلَّا عِبَادَكَ مگر تیرے بندے مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ان میں سے جو چنے ہوئے ہیں قَالَ فرمایا رب تعالیٰ نے هٰذَا صِرَاطٌ یہ راستہ ہے عَلَىَّ مُسْتَقِيْمٌ سیدھا مجھ تک پہنچتا ہے اِنَّ عِبَادِىْ بیشک میرے بندے لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ نہیں ہوگا تیرے لئے ان پر کوئی غلبہ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مگر وہ

جس نے پیروی کی تیری مِنَ الْغٰوِیْنَ گمراہوں میں سے وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اور بیشک جہنم البتہ ان کے وعدے کی جگہ ہے اَجْمَعِیْنَ سب کی لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ اس جہنم کے سات دروازے ہیں لِكُلِّ بَابٍ ہر دروازے کیلئے مِّنْهُمْ ان میں سے جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ایک حصہ ہوگا تقسیم کیا ہوا اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ بیشک پرہیزگار فِیْ جَنّٰتٍ باغوں میں ہونگے وَّعُیُوْنٍ اور چشموں میں اُدْخُلُوْهَا داخل ہو جاؤ اس کے اندر بِسَلٰمٍ اٰمِنِیْنَ سلامتی کیساتھ امن میں وَنَزَعْنَا اور ہم نکالیں گے مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ جو ان کے سینوں میں ہوگا مِّنْ غِلٍّ کچھ کھوٹ اِخْوَانًا بھائی بھائی ہونگے عَلٰی سُرُرٍ تختوں پر مُّتَقٰبِلِیْنَ آمنے سامنے لَا یَمَسُّهُمْ نہ پہنچے گی ان کو فِیْهَا ان بہشتوں میں نَصَبٌ کوئی تھکاوٹ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا اور نہیں ہونگے وہ اس سے بِمُخْرَجِیْنَ نکالے گئے نَبِّئْ عِبَادِیْٓ خبر دے دیں آپ میرے بندوں کو اَنِّیْٓ بیشک میں اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ میں بخشنے والا ہوں مہربان ہوں وَاَنَّ عَذَابِیْ اور بیشک میرا عذاب هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ وہ عذاب ہے دردناک۔

پچھلے درس میں تم نے پڑھا کہ ابلیس لعین نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں ناری ہو کر خاکی کو سجدہ کیوں کروں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تو مردود ہے قیامت تک تجھ پر لعنت برستی رہے گی۔ پھر اس نے کہا کہ مجھے اس دن تک مہلت دیدو جس دن لوگوں کو دوبارہ اٹھایا جائیگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تجھے اس وقت تک تو مہلت نہیں مل سکتی ہاں! جس وقت دنیا فنا ہوگی اس وقت تک تجھے مہلت ہے۔ جب

ابلیس کو نفخہ اولیٰ تک مہلت مل گئی تو قَالَ ابلیس نے کہا رَبِّ اے میرے رب بِمَآ اَغْوَیْتَنِیْ اس وجہ سے کہ تو نے مجھے گمراہ کر دیا ہے۔

غلطی کو غلطی نہ سمجھنا شیطان کا کام ہے:

اندازہ لگاؤ اپنا قصور ماننے کیلئے تیار نہیں ہے حالانکہ رب تعالیٰ نے تو اس کی گمراہی کے بعد فیصلہ کیا کہ تو چونکہ نافرمان ہے اسلئے مردود ہے لیکن یہ الٹا اللہ تعالیٰ کے ذمہ لگا رہا ہے۔ زمین میں اب یہی کام شیطانوں کا ہے کہ رب تعالیٰ کی نافرمانیاں بھی کرتے ہیں اور اپنا قصور بھی نہیں مانتے۔ یاد رکھنا! صحیح معنیٰ میں انسان وہی ہے جو اپنا قصور مان لے۔ نہ ماننے والا انسان نہیں کہلا سکتا نرا شیطان ہے۔ دیکھو! رب تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو فرمایا کہ میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ اس درخت کے قریب نہیں جانا تم نے کیوں کھایا ہے؟ آدم علیہ السلام اگر یہاں شیطان کی منطق چلانا چاہتے تو بڑی گنجائش تھی کہ اے پروردگار! شیطان سے پوچھیں اس نے کیوں جھوٹی قسمیں اٹھائیں؟ اس نے ہمیں کیوں ورغلایا، اس نے ہمیں کیوں دھوکہ دیا؟ بڑی باتیں تھیں مگر انہوں نے غیر مشروط طور پر کہا رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَالَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ [اعراف: ۲۳] ''اے ہمارے رب ہم نے زیادتی کی ہے اپنی جانوں پر اور اگر تو ہمیں نہیں بخشے گا اور ہم پر رحم نہیں کریگا تو ہم یقیناً نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔'' تو غلطی کا اقرار کرنا انسانوں کا کام ہے اور غلطی پر اکڑ جانا شیطان کا کام ہے۔ تو شیطان نے کہا اس وجہ سے کہ تو نے مجھے گمراہ کر دیا ہے لَاُزَیِّنَنَّ لَھُمْ البتہ میں ضرور مزین کروں گا ان کیلئے گناہوں کو فِی الْاَرْضِ زمین میں وَلَاُغْوِیَنَّھُمْ اور البتہ ضرور میں ان کو بہکاؤں گا اَجْمَعِیْنَ سب کو۔ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے میں ان کو گمراہ کروں گا۔ ہاں! اِلَّا عِبَادَکَ مِنْھُمُ الْمُخْلَصِیْنَ مگر

تیرے بندے جوان میں سے چنے ہوئے ہیں ان پر میرا داؤ نہیں چلے گا وہ میرے قابو میں نہیں آئیں گے قَالَ رب تعالیٰ نے فرمایا هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ یہ راستہ ہے سیدھا مجھ تک پہنچتا ہے۔ وہ کونسا راستہ ہے؟ فرمایا اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ بیشک میرے بندے نہیں ہوگا تیرے لئے ان پر کوئی غلبہ۔ میرے بندوں پر تیرا کوئی داؤ نہیں چلے گا۔

شیطان صرف برائیاں مزین کر کے دکھاتا ہے :

رب تعالیٰ فرماتے ہیں شیطان کسی پر زبردستی تو نہیں کر سکتا اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مگر وہ جو اپنی مرضی سے تیری پیروی کرے مِنَ الْغٰوِيْنَ گمراہوں میں سے۔ شیطان زبردستی نہیں کر سکتا جیسے حکومت لوگوں پر جبر کرتی ہے، تشدد کرتی ہے، ایسے تشدد کا شیطان کو کوئی حق اور اختیار حاصل نہیں ہے وہ صرف گناہوں کو مزین کر کے دکھا سکتا ہے۔ مثلاً کہے گا چلو چوری کرو بڑی جلدی تمہارے پاس پیسے آئیں گے مزے اڑاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ اور بیشک جہنم ان کے وعدے کی جگہ ہے سب کی۔ ان سب کا ٹھکانہ دوزخ ہے تم بھی جاؤ گے اور وہ بھی جائیں گے۔

شیطان ناری ہے اس کو آگ کی سزا کس طرح ہوگی؟

بعض ملحد قسم کے لوگ یہ ڈھکوسلہ پیش کرتے ہیں کہ شیطان جنات آگ سے پیدا ہوئے ہیں تو آگ کو آگ میں کیا سزا ہوگی، ناری کو نار میں کیا سزا ہوگی؟ لیکن ان نادانوں نے یہ نہ سمجھا کہ جن اور ابلیس دنیا کی آگ سے پیدا ہوئے ہیں اور سزا جہنم کی آگ میں ہوگی جو اس آگ سے انہتر گنا تیز ہوگی۔ اب تم خود اندازہ لگاؤ کہ جو آگ اس آگ سے انہتر گنا تیز ہے اس میں تکلیف ہوگی یا نہیں ہوگی۔ حدیث میں آتا ہے کہ جہنم کے بعض طبقات

نے پروردگار سے شکایت کہ اے پروردگار مجھے یہ طبقہ کھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو دو سانس لینے کی اجازت دی تو فرمایا یہ سخت ترین گرمی اور سردی ان سانسوں کا نتیجہ ہے یہ اس کی بھاپ ہے اصل گرمی اور اصل سردی کا اندازہ تم خود لگالو۔ اگر کسی ملحد کو یہ بات سمجھ نہیں آ سکتی تو وہ اتنی بات تو سمجھ لے گا کہ وہاں ایک طبقہ زمہریر کا بھی ہے تو ان ناریوں کو اس ٹھنڈے طبقے میں پھینکا جائے گا عذاب سے کوئی چھٹکارا نہیں ہے۔ تو فرمایا ان کے وعدے کی جگہ جہنم ہے۔ لهاسبعةابواب اس جہنم کے سات دروازے ہیں۔ جہنم اوپر سے نیچے ہے۔ تفسیروں میں آتا ہے کہ اوپر والا طبقہ گنہگار مسلمانوں کیلئے ہے جن کا عقیدہ تو صحیح ہوگا مگر گنہگار ہونگے تو گناہوں کی وجہ سے ان کو دوزخ میں گرایا جائے گا پھر ایک وقت ایسا آئے گا کہ وہ سب کے سب نکل جائیں گے وہ ساتواں طبقہ خالی ہو جائے گا، اس سے نیچے والے طبقے میں عیسائی ہونگے، اس سے نیچے والے طبقے میں یہودی ہونگے، اس سے نیچے والے طبقے میں صائبین ہونگے، اس سے نیچے والے طبقے میں مجوسی ہونگے، اس سے نیچے والے طبقے میں مشرکین ہونگے اور سب سے نیچے والے طبقے میں منافقین ہونگے اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ [النساء:۱۴۵] "بیشک منافق لوگ دوزخ کے سب سے نیچے والے طبقے میں ہونگے ان کی سزا سب سے زیادہ ہوگی کیونکہ وہ اندر سے کچھ تھے اور باہر سے کچھ تھے۔ تو جہنم کے سات دروازے ہونگے اور وضع قطع ایسی ہوگی کہ جنتی دوزخیوں کو سڑتے ہوئے دیکھیں گے واویلا کرتے ہوئے دیکھیں گے اور ایک دوسرے کیساتھ گفتگو بھی کریں گے۔ آٹھویں پارے میں آتا ہے دوزخی جنتیوں کو کھاتے پیتے دیکھیں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں کھاپی رہے ہیں تو کہیں گے اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ [الاعراف:۵۰] "بہادو ہمارے اوپر تھوڑا سا پانی یا جو کچھ

اللہ تعالیٰ نے تمہیں روزی دی ہے۔'' جنتی جواب دیں گے اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَھُمَا عَلَی الْکٰفِرِیْنَ ''بیشک اللہ تعالیٰ نے ان دونوں چیزوں کو حرام کر دیا کافروں پر۔'' ہم نہیں دے سکتے۔ پھر ایک دوسرے کو لعن طعن کریں گے کہ اگر ہم تمہاری نہ مانتے تو یہاں نہ ہوتے۔ یہ واقعات رب تعالیٰ نے دنیا میں بتلا دیئے ہیں تاکہ تم آخرت میں یہ نہ کہو کہ ہمیں کوئی خبر نہ تھی۔ تو اس دوزخ کے سات دروازے ہیں لِکُلِّ بَابٍ مِّنْھُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ہر دروازے کیلئے ان میں سے حصہ ہوگا تقسیم شدہ۔ کسی میں یہودی، کسی میں عیسائی، کسی میں صابی، کسی میں مشرک، کسی میں منافق جیسا کہ پہلے وضاحت کیساتھ میں نے بتا دیا ہے۔ ان کے مقابلے میں اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ بیشک پرہیزگار جو رب تعالیٰ کی نافرمانی سے ڈرتے ہیں وہ باغوں میں ہونگے وَّ عُیُوْنٍ اور چشموں میں ہونگے۔ سلسبیل کا، تسنیم کا، کافور کا، زنجبیل کا، کوثر کا، یہ جنت کے چشمے ہیں اُدْخُلُوْھَا بِسَلٰمٍ داخل ہو جاؤ جنت کے اندر سلامتی کیساتھ، اللہ تعالیٰ کے فرشتے جو جنت کے دروازوں پر کھڑے ہونگے وہ کہیں گے سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْھَا خٰلِدِیْنَ [الزمر: ۷۳] ''سلام ہو تم پر خوش رہو داخل ہو جاؤ اس جنت میں ہمیشہ رہنے والے۔'' اٰمِنِیْنَ امن میں۔ کوئی کسی کیساتھ جھگڑا نہیں کریگا کوئی فتنہ اور بری بات نہیں ہوگی امن ہی امن ہوگا یہ دنیا میں جو بدامنی ہے یہ انسانوں کیلئے تباہی ہے۔ آج کوئی ملک ایسا نہیں ہے جہاں امن ہو۔

امام مہدی علیہ السلام کب آئیں گے :

احادیث میں آتا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کی آمد سے پہلے مُلِئَتِ الْاَرْضُ ظُلْمًا وَّ جَوْرًا زمین ظلم اور جور سے بھر جائے گی۔ ظلم کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حقوق کو پامال کرنا اور جور کہتے ہیں بندوں کے حقوق کو برباد کرنا۔ مطلب یہ ہے کہ نہ خدا کے حقوق محفوظ

ہونگے اور نہ بندوں کے حقوق محفوظ ہونگے اور یہ سب کچھ اس وقت ہماری آنکھوں کے سامنے ہے مگر یہ رب تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کب آئیں گے۔ امریکہ کے نجومیوں نے تو پیش گوئی کردی ہے کہ وہ اگلے سال آجائیں گے۔ کچھ اور نجومیوں نے بھی پیش گوئی کی ہے کہ آنے والا مصلح پیدا ہو چکا ہے۔ حقیقت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کیونکہ غیب کا علم صرف رب تعالیٰ کو ہے۔ بہر حال نشانیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ قریب قریب ہیں۔ فرمایا پرہیزگار باغوں اور چشموں میں ہونگے وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اور ہم نکالیں گے جوان کے سینوں میں ہوگا کچھ کھوٹ ایک دوسرے کیخلاف غلط فہمی اور مفاد پرستی کی وجہ سے جو بغض، عداوت اور کینہ ہوگا وہ نکال دیا جائے گا دل شیشے کی طرح صاف ہونگے۔

قیامت کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ لوگوں کے دلوں میں بغض، عداوت اور کینہ بہت ہوگا۔ آج سے پچاس سال پہلے جو محبت ہوتی تھی وہ آج نہیں ہے گھروں میں بہن بھائیوں کا آپس میں اتفاق نہیں ہے آپس میں بغض کینے ہیں یہ قیامت کی نشانیاں ہیں کہ ظاہر بھی بگڑا ہوا ہے اور باطن بھی بگڑا ہوا ہے جنت میں یہ چیزیں نہیں ہونگی اِخْوَانًا بھائی بھائی ہونگے صحیح معنیٰ میں عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہونگے وہاں ہی کسی کی پشت کے پیچھے نہیں بیٹھے گا جگہ اتنی وسیع ہوگی کہ پیٹھ کے پیچھے بیٹھنے کی ضرورت ہی نہیں ہوگی لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ نہ پہنچے گی ان کو بہشتوں میں کوئی تھکاوٹ۔ جنتیوں کو وہاں کسی قسم کی کوئی تھکاوٹ اور پریشانی نہیں ہوگی وہاں کوئی کام ہی نہیں ہوگا تھکاوٹ کہاں سے آئے گی وَمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ اور نہیں ہونگے وہ اس سے نکالے گئے۔ جو خوش قسمت اور سعادت مند جنت میں داخل ہو گیا پھر وہ ہمیشہ ہمیشہ

وہیں رہے گا وہاں سے نکلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں نَبِّئْ عِبَادِیْ اَنِّیْ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ خبر دیدو میرے بندوں کو بیشک میں بخشنے والا مہربان ہوں۔ میرے بندوں کو بتادو کہ وہ ایسے کام کریں کہ جن کے ذریعے میں ان پر رحمت نازل کروں اور بخش دوں اور یہ بھی سنادے وَاَنَّ عَذَابِیْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ اور بیشک میرا عذاب دردناک عذاب ہے۔ اگر تم نافرمانی کرو گے تو سخت عذاب میں مبتلا کروں گا۔ یہ دونوں صفتیں اللہ تعالیٰ کی ہیں بخشنا بھی اور انتقام لینا بھی۔ فرمایا دوزخ بھی میرے پاس ہے اور جنت بھی میرے پاس ہے۔

وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ إِبْرٰهِيمَ ﴿٥١﴾ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلٰمًا ۖ قَالَ إِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُونَ ﴿٥٢﴾ قَالُوا لَا تَوْجَلْ إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيمٍ ﴿٥٣﴾ قَالَ أَبَشَّرْتُمُونِي عَلٰى أَنْ مَسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُونَ ﴿٥٤﴾ قَالُوا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْقٰنِطِينَ ﴿٥٥﴾ قَالَ وَمَنْ يَقْنَطُ مِنْ رَحْمَةِ رَبِّهِ إِلَّا الضَّالُّونَ ﴿٥٦﴾ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ ﴿٥٧﴾ قَالُوا إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلٰى قَوْمٍ مُجْرِمِينَ ﴿٥٨﴾ إِلَّا آلَ لُوطٍ ۖ إِنَّا لَمُنَجُّوهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٥٩﴾ إِلَّا امْرَأَتَهُ قَدَّرْنَا ۙ إِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِينَ ﴿٦٠﴾ ع

وَنَبِّئْهُمْ اور آپ ان کو خبر دیں عَنْ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کے بارے میں إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ جس وقت وہ داخل ہوئے ابراہیم علیہ السلام کے پاس فَقَالُوا سَلٰمًا پس کہا انہوں نے سلام قَالَ فرمایا إِنَّا مِنْكُمْ بیشک ہم تم سے وَجِلُونَ خوف زدہ ہیں قَالُوا مہمانوں نے کہا لَا تَوْجَلْ خوف نہ کر إِنَّا نُبَشِّرُكَ بیشک ہم آپ کو خوشخبری سناتے ہیں بِغُلٰمٍ ایک لڑکے کی عَلِيمٍ جو سمجھدار ہوگا قَالَ فرمایا أَبَشَّرْتُمُونِي کیا تم مجھے خوشخبری سناتے ہو عَلٰى باوجود اس کے کہ أَنْ مَسَّنِيَ الْكِبَرُ مجھے پہنچ چکا ہے بڑھاپا فَبِمَ تُبَشِّرُونَ پس کس چیز کی تم مجھے خوشخبری سناتے ہو قَالُوا کہا انہوں نے بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ ہم آپکو خوشخبری سناتے ہیں سچی فَلَا تَكُنْ پس آپ نہ ہوں

مِنَ الْقٰنِطِيْنَ ناامیدوں میں سے قَالَ فرمایا وَمَنْ يَّقْنَطُ اورکون ناامید ہوتا ہے مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اپنے رب کی رحمت سے اِلَّا الضَّآلُّوْنَ مگر وہ جو گمراہ ہیں قَالَ فرمایا فَمَا خَطْبُكُمْ پس کیا ہے تمہاری مہم اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ اے بھیجے ہوئے لوگو قَالُوْٓا کہنے لگے اِنَّآ اُرْسِلْنَآ بیشک ہم بھیجے گئے ہیں اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ مجرم قوم کی طرف اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ مگر لوط علیہ السلام کے گھر والے اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ بیشک البتہ ہم ان کو نجات دیں گے اَجْمَعِيْنَ سب کو اِلَّا امْرَاَتَهٗ مگر اس کی بیوی قَدَّرْنَآ ہم طے کر چکے ہیں اِنَّهَا بیشک وہ عورت لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ پیچھے رہ جانے والوں میں ہوگی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حالات :

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آبائی علاقہ عراق تھا۔ اس وقت عراق میں کلدانیوں کی حکومت تھی۔ نمرود بن کنعان بھی اسی کلدانی خاندان سے تھا جسکی اس وقت حکومت تھی اور یہ بڑا سخت قسم کا مشرک آدمی تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نبوت عطا فرمائی عرصہ دراز تک تبلیغ کرتے رہے لیکن سوائے اہلیہ محترمہ حضرت سارہ علیہا السلام اور بھتیجے لوط علیہ السلام کے اور کسی نے کلمہ نہیں پڑھا۔ پیغمبر پیدائشی طور پر موحّد ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ تم ہجرت کر کے شام چلے جاؤ اور ان لوگوں کی اصلاح کرو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام دمشق پہنچے اور حضرت لوط علیہ السلام کو سدوم کا علاقہ سپرد کیا گیا۔ وہ اپنی ڈیوٹی ادا کرتے تھے اور یہ اپنا فریضہ سرانجام دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو مکہ مکرمہ چھوڑ آؤ۔

دوسری بیوی حضرت سارہ علیہا السلام پاس تھیں۔ اس کا ذکر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام شام کے علاقہ میں تھے کہ چند بڑے معزز قسم کے مہمان ان کے پاس آئے۔ تفسیر میں تین کا ذکر بھی آتا ہے چھ، دس اور بارہ کا ذکر بھی آتا ہے اور یہ مہمان حقیقت میں فرشتے تھے حضرت جبرائیل علیہ السلام، حضرت میکائیل علیہ السلام، حضرت اسرافیل علیہ السلام۔

جس وقت یہ مہمان حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچے تو انہوں نے اپنی اہلیہ محترمہ کو کہا کہ مہمان معزز اور زیادہ ہیں اگر مرغ ذبح کرتے ہیں تو کفایت نہیں کریگا لہذا بچھڑا ذبح کر کے ان کی مہمانی کرتے ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ ''جو شخص تم میں سے اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے پس چاہئے کہ وہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔'' لہذا مہمان نوازی بھی ایمان کا حصہ ہے اور نبی سے بڑھ کر قوی ایمان کس کا ہوگا؟

علم الغیب کی نفی پر ایک دلیل :

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بچھڑا ذبح کر کے گوشت بنا کر حضرت سارہ علیہ السلام کو دیا کہ اسکو بھون تل دو۔ حَنِيْذ کے لفظ بھی آتے ہیں جس کا معنیٰ ہے بھونا ہوا کہ جس میں شوربا نہ ہو اور اس پر کافی وقت لگتا ہے۔ جس وقت ابراہیم علیہ السلام نے پرات میں رکھ کر سامنے لا کر رکھا تو مہمان ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر ہنسنے لگے کہ یہ ہمارے ساتھ کیا بکھیڑا ہوا ہے انسان ہوتے تو کھا پی لیتے فرشتے تو کھاتے پیتے نہیں اور ابراہیم علیہ السلام اگر غیب دان ہوتے تو کبھی بھول کر بھی ایسا نہ کرتے انہوں نے ان کو انسان سمجھ کر ایسا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو قدرت دی ہے کہ وہ جو شکل چاہیں اختیار کر سکتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے پاس جبرائیل علیہ السلام کبھی کسی دیہاتی کی شکل میں آتے دیکھنے والے

یہی سمجھتے کہ یہ کوئی آدمی ہے اور کبھی دحیہ ابن خلیفہ کلبی ﷺ صحابی کی شکل میں تشریف لاتے اور جنات کو بھی رب تعالیٰ نے قدرت دی ہے کہ وہ جو شکل اختیار کرنا چاہیں کر سکتے ہیں، بندہ بن جائیں، بکری بن جائیں، بلی بن جائیں، سانپ بن جائیں، بچھوا بن جائیں۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جب مہمان آئے اور انہوں نے کھانا نہ کھایا تو اَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً [ہود: ۷۰] ''اور محسوس کیا ان کی طرف سے خوف اور گھبرائے۔'' اور گھبرائے اس لئے کہ اس زمانے میں جس کسی کے پاس بُرے ارادے سے جاتے تھے تو اس کے گھر سے کھانا نہیں کھاتے تھے، کہتے تھے نمک حرامی ہوتی ہے کہ کھانا بھی کھائیں اور چوری ڈاکہ بھی کریں اور آج کل کے ڈاکو...... توبہ توبہ توبہ، انسانیت کی حدود پھلانگ گئے ہیں شکل انسانوں والی ہے اور اندر سے بھیڑیئے سے بھی بڑھ کر ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ اور آپ ان کو خبر دیں ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کے بارے میں اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ جس وقت وہ داخل ہوئے ابراہیم علیہ السلام کے پاس فَقَالُوْا سَلٰمًا پس کہا انہوں نے سلام۔ آنے والے مہمانوں نے سلام کیا۔

مسئلہ یہ ہے کہ جو باہر سے آئے وہ سلام کرے لیکن جہاں قرآن اور حدیث کا درس ہو رہا ہو وہاں سلام کہنا مکروہ ہے جائز نہیں ہے۔ اگر کچھ لوگ نماز پڑھ رہے ہیں اور کچھ بیٹھے ہوئے اللہ اللہ کر رہے ہیں تو بیٹھنے والوں کی نیت کر کے سلام کر لے۔ کیونکہ جو نماز پڑھ رہا ہے اسکو سلام نہیں کر سکتا۔ قَالَ فرمایا اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ بیشک ہم تم سے خوف زدہ ہیں۔ یہ پہلے نہیں کہا بلکہ بچھڑا بھون تل کر سامنے رکھنے کے بعد کہا جب فرشتوں نے کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھائے پھر خوف ہوا۔ قرآن میں کسی جگہ اجمال ہوتا ہے اور کسی جگہ تفصیل ہوتی ہے۔ یہ تفصیل سورۃ ہود میں ہے۔ قَالُوْا لَا تَوْجَلْ مہمانوں نے کہا خوف نہ

کر ہم تو فرشتے ہیں اور فرشتے نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں اگر ابراہیم علیہ السلام کو علم ہوتا کہ یہ فرشتے ہیں تو کبھی اس مغالطے میں نہ آتے۔ آج لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ پیغمبر ہر چیز جانتے ہیں قرآن کہتا ہے کہ ہر چیز نہیں جانتے جتنی رب بتلاتا ہے اتنی جانتے ہیں اور یہ بات بھی سمجھ لو کہ اگر ابراہیم علیہ السلام حاضر و ناظر ہوتے تو ان کو پتا ہوتا کہ فرشتے میرے سامنے عرش سے نیچے آئے ہیں اور فلاں راستے سے آئے ہیں لیکن کچھ بھی علم نہیں ہے۔ ایک ہی واقعہ حاضر و ناظر کی بھی نفی کر رہا ہے اور علم غیب کی بھی نفی کر رہا ہے اور باقی واقعات اپنی جگہ اٹل ہیں۔ تو آنے والے مہمانوں نے کہا خوف نہ کر اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلٰمٍ عَلِیْمٍ بیشک ہم آپ کو خوشخبری سناتے ہیں ایک لڑکے کی جو سمجھدار ہوگا۔ اور سورت ہود میں گزر چکا ہے کہ حضرت سارہؑ پہلے پردے میں تھیں جس وقت انہوں نے کہا کہ ہم فرشتے ہیں تو سامنے آگئیں کیونکہ فرشتوں سے تو کوئی پردہ نہیں ہے وہ معصوم مخلوق ہے اور انہوں نے کہا کہ ہم تمہیں لڑکے کی خوشخبری سناتے ہیں جس کا نام اسحاق ہوگا وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ اور اسحاق کے بعد یعقوب پوتے کی۔ یعنی اسحاق علیہ السلام جوان ہونگے ان کی شادی ہوگی ان کا بیٹا ہوگا یعقوب علیہ السلام۔ تم اپنے بیٹے کو بھی دیکھو گے اور پوتے کو بھی۔

حضرت سارہ نے حیران ہوکر فَصَكَّتْ وَجْهَهَا [زاریات:۲۹] اپنے ماتھے کو پیٹا اور کہا ءَ اَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا [ہود:۷۲] کیا میں جنوں گی اور میں بڑھیا ہوں اور یہ میرا خاوند بھی بوڑھا ہے۔ میں بچہ جنوں گی میری عمر ننانوے سال ہے اور میرے خاوند کی عمر ایک سو بیس سال ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں نے کہا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ کیا تو تعجب کرتی ہے اللہ تعالیٰ کے حکم پر۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِيْ فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے کیا تم مجھے خوشخبری سناتے ہو عَلٰٓى اَنْ مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ باوجود

اس کے کہ مجھے پہنچ چکا ہے بڑھاپا، میں بوڑھا ہوں فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ پس کس چیز کی تم مجھے خوشخبری سناتے ہو قَالُوْا فرشتے بولے بَشَّرْنٰکَ بِالْحَقِّ ہم آپکو خوشخبری سناتے ہیں سچی۔ہم فرشتے ہیں میں جبرائیل ہوں، یہ میکائیل ہے، یہ اسرافیل ہے رب تعالٰی نے ہمیں بھیجا ہے ہم آپ کو سچی خوشخبری سناتے ہیں فَلَا تَکُنْ مِّنَ الْقٰنِطِیْنَ پس آپ نہ ہوں ناامیدوں میں سے قَالَ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا وَمَنْ یَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّہٖ اور کون ناامید ہوتا ہے اپنے رب کی رحمت سے اِلَّا الضَّآلُّوْنَ مگر وہ لوگ جو گمراہ ہیں۔رب تعالیٰ کی رحمت سے تو میں ناامید نہیں ہوں مگر ظاہری حالات کے پیش نظر میں کہتا ہوں کہ میں بوڑھا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ مجھے اسحاق علیہ السلام دیں گے پھر وہ جوان ہوگا اس کی شادی ہوگی پھر اس کو اللہ تعالیٰ یعقوب علیہ السلام دیں گے فرمایا ایسا ہی ہوگا۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسحاق علیہ السلام کو بھی دیکھا اور پھر یعقوب علیہ السلام کو بھی دیکھا۔اس سے پہلے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مکہ مکرمہ چھوڑ آئے تھے ان کی اولاد در اولاد وہاں چلی۔

قومِ لوط علیہ السلام کی تباہی کا ذکر :

اب ابراہیم علیہ السلام نے خیال فرمایا کہ اگر صرف لڑکے کی خوشخبری ہی سنانی تھی تو اس کیلئے ایک فرشتہ ہی کافی تھا اچھی خاصی فرشتوں کی جماعت کی کیا ضرورت تھی؟ ایک روایت کے مطابق پورے درجن فرشتے تھے اس لئے پوچھا قَالَ فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے فَمَا خَطْبُکُمْ اَیُّھَا الْمُرْسَلُوْنَ پس کیا ہے تمہاری مہم اے بھیجے ہوئے لوگو۔یہ ساری ٹیم آئی ہے تمہاری اصل مہم اور مقصد کیا ہے قَالُوْٓا انہوں نے کہا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰی قَوْمٍ مُّجْرِمِیْنَ بیشک ہم بھیجے گئے ہیں مجرم قوم کی طرف۔مجرم قوم سے مراد حضرت لوط علیہ

السلام کی وہ قوم مراد ہے جو بستی سدوم میں رہتی تھی ۔ اس قوم نے حدود کو پھلانگ لیا ہے ان کو تباہ کرنے کیلئے جارہے ہیں ۔ سدوم بہت بڑا شہر تھا اس علاقے کی معروف منڈی تھی دور دراز سے لوگ وہاں خرید و فروخت کیلئے آتے تھے ۔ اس مقام پر اجمال ہے بیسویں پارے میں تفصیل ہے فرشتوں نے کہا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ '' بیشک ہم ہلاک کرنے والے ہیں اس بستی کے رہنے والوں کو بیشک وہاں کے رہنے والے لوگ ظالم ہیں ۔ قَالَ ابراہیم علیہ السلام نے کہا اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا بیشک اس بستی میں لوط علیہ السلام بھی رہتے ہیں ۔ فرشتوں نے کہا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ہم خوب جانتے ہیں اس کے رہنے والوں کو، ہمیں رب نے بتایا ہے کہ ان کو اور ان کے مومن ساتھیوں کو بچانا ہے ۔ ہاں ! ان کی بیوی نہیں بچے گی ۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ لوط علیہ السلام کی تین بیٹیاں تھیں اور بعض میں آتا ہے کہ دو بیٹیاں تھیں بیٹا کوئی نہیں تھا بیٹیاں عقیدے میں والد کیساتھ تھیں ۔ ماں کا عقیدہ سدومی قوم والا تھا اس نے اپنے میکے والا عقیدہ نہیں چھوڑا بیٹیوں نے بڑا سمجھایا کہ دیکھ ! والد صاحب اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں وہ جو فرماتے ہیں صحیح ہے ۔ اس نے کہا نکاح میرا ہوا ہے میں پیغمبر نہیں مانتی ۔ ضد بہت بری چیز ہے اللہ تعالیٰ ضد سے بچائے ۔ تو فرشتوں نے کہا بیشک ہم مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ مگر لوط علیہ السلام کے گھر والے، ان کی بیٹیاں اور کچھ مومن ساتھی پانچ یا سات جتنے بھی تھے اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ بیشک البتہ ہم ان سب کو نجات دیں گے رب ان کو بچائے گا اِلَّا امْرَاَتَهٗ مگر لوط علیہ السلام کی بیوی جس کا نام واعلہ تھا وہ نہیں بچے گی کیونکہ اس نے لوط علیہ السلام کی بات نہیں مانی اور اپنا عقیدہ نہیں چھوڑا ۔ دیکھو ! ہدایت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اگر پیغمبروں کے اختیار میں ہوتی تو لوط علیہ السلام اپنی بیوی کو دے

دیتے ،حضرت نوح علیہ السلام اپنی بیوی اور بیٹے کنعان کو دے دیتے اور بیٹے کو کافر نہ مرنے دیتے۔اختیارات سارے اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں پیغمبروں کا کام ہے سمجھانا، انہوں نے سمجھایا ہے اس میں انہوں نے کوئی کمی نہیں کی۔تو فرمایا بیوی نہیں بچ سکے گی قَدَّرْنَآ ہم طے کر چکے ہیں اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ بیشک وہ عورت پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہوگی۔ سورت ہود آیت نمبر ۸۱-۸۲ میں تفصیل ہے کہ فرشتوں نے کہا کہ آپ اپنے گھر والوں کو لیکر رات کے حصے میں نکل جائیں اور نہ پلٹ کر دیکھے تم میں سے کوئی مگر تیری بیوی اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَآ اَصَابَهُمْ بیشک اس کو پہنچنے والی ہے وہی سزا جوان کو پہنچے گی اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ بیشک ان کے وعدے کا وقت صبح ہے اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ کیا صبح قریب نہیں ہے؟ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا پس جب ہمارا حکم آیا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً کر دیا ہم نے اس کے اوپر والے حصے کو نیچے اور ہم نے برسائے ان پر پتھر۔پہلے اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں کی بینائی ختم کر دی اور ڈراؤنی آواز آئی اور جبرائیل علیہ السلام نے پر کے ساتھ سارا علاقہ اٹھا کر پھینک دیا۔اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرنا چاہئے وہ قادر مطلق ہے وہ آن واحد میں سب کچھ کر سکتا ہے۔باقی واقعہ آگے آئیگا۔انشاء اللہ تعالیٰ

۞ ۞ ۞

فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ِۨالْمُرْسَلُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۶۲﴾ قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَاَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۶۴﴾ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّامْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۶۶﴾ وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۶۷﴾ قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِيْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ ﴿۶۸﴾ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ ﴿۶۹﴾ قَالُوْٓا اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِيْٓ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿۷۱﴾

فَلَمَّا جَآءَ پس جس وقت آئے اٰلَ لُوْطِ لوط علیہ السلام کے گھر میں الْمُرْسَلُوْنَ بھیجے ہوئے فرشتے قَالَ فرمایا اِنَّكُمْ بیشک تم قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ اجنبی قوم ہو قَالُوْا انہوں نے کہا بَلْ جِئْنٰكَ بلکہ ہم لائے ہیں تیرے پاس بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ وہ چیز جس میں یہ لوگ شک کرتے ہیں وَاَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ اور ہم لائے ہیں آپ کے پاس حق وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ اور بیشک البتہ ہم سچے ہیں فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ پس آپ لے چلیں گھر کے افراد کو بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ رات کے حصے میں وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ اور آپ چلیں ان کے پیچھے پیچھے وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اور نہ مڑ کر دیکھے تم میں سے کوئی بھی وَّامْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ اور جاؤ تم

جہاں پر تم کو حکم دیا جاتا ہے وَقَضَیْنَآ اِلَیْہِ اور ہم نے فیصلہ سنادیا اسکو ذٰلِکَ الْاَمْرَ اس معاملے کا اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ بیشک جڑ ان کی مَقْطُوْعٌ کاٹ دی جائے گی مُّصْبِحِیْنَ صبح کے وقت وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِیْنَةِ اور آئے شہر والے لوگ یَسْتَبْشِرُوْنَ خوشیاں مناتے ہوئے قَالَ فرمایا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَیْفِیْ بیشک یہ میرے مہمان ہیں فَلَا تَفْضَحُوْنِ پس تم مجھے رسوانہ کرو وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو وَلَا تُخْزُوْنِ اور مجھے پریشان نہ کرو قَالُوْٓا وہ کہنے لگے اَوَلَمْ نَنْهَكَ کیا ہم نے آپ کو منع نہیں کیا تھا عَنِ الْعٰلَمِیْنَ جہان والوں کو مہمان بنانے سے قَالَ فرمایا هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِیْٓ یہ میری بیٹیاں اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِیْنَ اگر تم ان کیساتھ نکاح کرنا چاہتے ہو۔

اس سے پہلے یہ بیان ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتے چھ، آٹھ یا دس اور بارہ کی تعداد کا بھی ذکر آتا ہے۔ جن میں خصوصاً حضرت جرائیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام اور اسرافیل علیہ السلام بھی تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے اسحاق علیہ السلام اور ان کے بعد یعقوب علیہ السلام کی خوشخبری دینے کیلئے۔ انہوں نے بچھڑا بھون تل کر سامنے رکھ دیا کیونکہ انہیں علم نہیں تھا کہ یہ فرشتے ہیں جب انہوں نے خوشخبری سنادی تو ابراہیم علیہ السلام نے خیال فرمایا کہ خوشخبری سنانے کیلئے تو ایک فرشتہ کافی تھا اتنی جماعت کی کیا ضرورت تھی؟ تو فرمایا فَمَا خَطْبُكُمْ اَیُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ تمہاری مہم کیا ہے اے بھیجے ہوئے فرشتو! وہ کہنے لگے کہ ہم لوط علیہ السلام کی قوم کو تباہ کرنے کیلئے آئے ہیں۔ اس کا ذکر ہے فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ نِ الْمُرْسَلُوْنَ پس جب آئے لوط علیہ السلام کے گھر

بھیجے ہوئے فرشتے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت کہ وہ فرشتے جب ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تھے تو چالیس، پچاس، ساٹھ سال کی عمروں میں اور جب لوط علیہ السلام کے پاس آئے تو بچوں کی عمر میں بارہ، تیرہ، چودہ سال کی عمر میں آئے۔ یہ قوم لونڈے باز تھی بلکہ بوڑھوں کو بھی معاف نہیں کرتی تھی ایسے خبیث قسم کے آدمی تھے۔

علم غیب کی نفی :

وہ فرشتے جس وقت لوط علیہ السلام کے پاس پہنچے قَالَ فرمایا لوط علیہ السلام نے اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ بیشک تم اجنبی قوم ہو۔ میں تمہاری شناخت نہیں کر سکا میں تم کو پہچان نہیں سکا کیونکہ کوئی آدمی ملتا ہے اور اسکو پہچانتا نہیں ہے تو کہہ دیتا ہے کہ میں تجھے پہچان نہیں سکا اگر لوط علیہ السلام کو غیب کا علم ہوتا اور حاضر و ناظر ہوتے تو یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ میں تمہیں پہچان نہیں سکا بلکہ سمجھ جاتے کہ یہ وہی فرشتے ہیں جو پہلے میرے چچا جان ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے ہیں اور انہیں بیٹے اور پوتے کی خوشخبری سنائی ہے اور اب میری قوم کی بربادی کا پیغام لے کر آئے ہیں لیکن غیب دان صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ فرمایا کہ اجنبی لوگ محسوس ہوتے ہو قَالُوْا فرشتوں نے کہا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ بلکہ ہم لائے ہیں تیرے پاس وہ چیز جس میں یہ لوگ شک کرتے ہیں۔ یہ واقعہ بعد کا ہے اس واقعہ کا پہلا حصہ اگلے صفحے پر آرہا ہے۔ پہلے میں اُس کا ترجمہ کرتا ہوں وہ سن لیں تاکہ بات ترتیب کیساتھ تمہارے ذہن میں آجائے۔ وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ اور آئے شہر والے، جس (شہر) کا نام سدوم تھا اور اس کی کافی آبادی تھی اور اسکے ارد گرد بھی کافی آبادیاں تھیں يَسْتَبْشِرُوْنَ خوشی مناتے ہوئے، دیکھا کہ لوط علیہ السلام کے گھر خوبصورت لڑکے آئے ہوئے ہیں ہم اپنی خواہش کی تکمیل کریں گے۔ حضرت لوط علیہ

السلام بڑے پریشان ہوئے جانتے تھے قوم بڑی بدمعاش ہے۔ قَـالَ لوط علیہ السلام نے فرمایا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِىْ بیشک یہ میرے مہمان ہیں فَلَا تَـفْضَحُوْنِ پس تم مجھے رسوا نہ کرو۔ ان مہمانوں کو تم تکلیف پہنچاؤ گے تو میری رسوائی ہوگی۔ کیونکہ مہمان کی رسوائی میزبان کی رسوائی ہوتی ہے اور مہمان کی قدر کرنا ایمان کا حصہ ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مَنْ كَـانَ مِـنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ ''تم میں سے جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے پس وہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔'' تو مجھے تم مہمانوں کے سامنے ذلیل نہ کرو وَاتَّـقُوا اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو وَلَا تُـخْزُوْنِ اور مجھے غمگین نہ کرو۔ قَالُوْٓا کہنے لگے اَوَلَـمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ کیا ہم نے آپ کو منع نہیں کیا کہ جہان کے لوگوں کو مہمان نہ بنایا کرو۔ آپ لوگوں کو مہمان بناتے ہیں اور مہمانوں کا بہانہ بنا کر ہماری خواہشات میں رکاوٹ پیدا کرتے ہیں قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِىْٓ فرمایا یہ میری بیٹیاں ہیں اِنْ كُـنْتُـمْ فٰـعِلِيْنَ اگر تم ان کیساتھ نکاح کرنا چاہو۔ یہاں دو تفسیریں منقول ہیں۔

ایک تفسیر یہ ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کی دو یا تین بیٹیاں تھیں بیٹا کوئی نہیں تھا تو یہ پیشکش کی کہ تم میں جو اثر و رسوخ والے ہیں وہ میری بیٹیوں کیساتھ نکاح کریں ایک، ایک کیساتھ، دوسرا دوسری کیساتھ اور تیسرا تیسری کیساتھ اور اپنا اثر و رسوخ استعمال کر کے لوگوں کو میرے مہمانوں کی بے عزتی سے روک دے۔ بڑی قربانی ہے، بڑی قربانی ہے۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ بَنٰتِىْٓ سے اپنی بیٹیاں مراد نہیں ہیں بلکہ قوم کی بیٹیاں مراد ہیں پیغمبر قوم کا روحانی باپ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات کو مومنوں کی مائیں فرمایا ہے وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ [سورۃ الاحزاب:۶]

آنحضرت ﷺ شفیق والد سے بھی زیادہ شفیق تھے :

آنحضرت ﷺ نے فرمایا اَنَا لَکُمْ مِثْلُ الْوَالِدِ لِوَلَدِہٖ ''بیشک میں تمہارے لئے ایسا ہی ہوں جیسے والد اپنی اولاد کیلئے۔'' ایک موقع پر یہودیوں نے حضرت سلمان فارسی ؓ کو گھیر لیا کہ تمہارا نبی بھی خوب ہے تمہیں کہتا ہے استنجا اس طرح کرو، پیشاب پاخانہ کا طریقہ بھی بتلاتا ہے۔ حضرت سلمان فارسی ؓ کی عمر اڑھائی سو سال تھی لیکن جسم بڑا مضبوط تھا صحت اچھی تھی دیکھنے والے سمجھتے تھے کہ ان کی عمر ساٹھ ستر کے قریب ہوگی بڑے تجربے کار تھے انہوں نے کہا ہاں! ہمیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس وقت تم پیشاب پاخانہ کیلئے بیٹھو تو قبلے کی طرف منہ نہ کرو، قبلہ کی طرف پیٹھ بھی نہ کرو، قبلہ کا احترام پیغمبر نے بتلایا ہے یہ کون سا بُرا حکم دیا ہے؟ اور ہمیں یہ بھی سکھایا ہے کہ دائیں ہاتھ سے استنجا نہ کریں، دائیں ہاتھ سے ناک صاف نہ کرو، جوتا نہ پکڑو تو کونسا بُرا حکم بتلایا ہے؟ خیر ان کو خوب جواب دیا اور لتاڑا۔ پھر آنحضرت ﷺ کے پاس پیش ہوئے۔ عرض کیا حضرت آج یہودی میرے ساتھ اُلجھ پڑے تھے لیکن میں نے ان کو خوب منہ توڑ جواب دیا ہے۔ اس موقع پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا اَنَا لَکُمْ مِثْلُ الْوَالِدِ لِوَلَدِہٖ ''میری تمہاری مثال ایسی ہی ہے جیسے اولاد کیلئے باپ ہوتا ہے۔'' باپ اپنی اولاد کو چھوٹی چھوٹی باتیں بھی بتلاتا ہے تو آنحضرت ﷺ امت کے روحانی باپ ہیں اور آپ کی بیویاں روحانی مائیں ہیں۔ آج بھی دیکھو! بڑی عمر والے چھوٹی عمر کی عورتوں کو بیٹی کہتے ہیں اور گکھڑ میں میرے خیال کے مطابق ساٹھ سال سے کم عمر کی جو عورتیں ہیں وہ مجھے ادباً اور احتراماً ابا جی! کہتی ہیں اور پیغمبروں کا رتبہ تو بہت بلند ہے۔ تو لوط علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ قوم کی بیٹیاں میری بیٹیاں ہیں ان کیساتھ تم نکاح کرلو اور نکاح کے بعد دوسروں پر اپنا اثر و رسوخ استعمال کرو اور

میرے مہمانوں کو بے عزتی سے بچاؤ۔ تو یہ سب کچھ پہلے ہوا اور یہ آیات بعد کے واقعہ کی ہیں وَاَتَیۡنٰکَ بِالۡحَقِّ اور ہم لائے ہیں آپ کے پاس حق وَاِنَّا لَصٰدِقُوۡنَ اور بیشک البتہ ہم سچے ہیں آپ گھبرائیں نہیں ہم تو فرشتے ہیں یہ ہمارا کیا بگاڑیں گے یہ تو خود ہلاک اور برباد ہونے والے ہیں آپ ایسا کریں فَاَسۡرِ بِاَھۡلِکَ پس آپ لے چلیں گھر کے افراد کو جو مومن ہیں بِقِطۡعٍ مِّنَ الَّیۡلِ رات کے حصے میں۔ رات کے حصے میں اپنی بیٹیوں کو اور جو چند آدمی مومن ہیں ان کو ساتھ لے کر اس علاقے سے نکل جائیں، بیوی ساتھ نہیں گئی وَاتَّبِعۡ اَدۡبَارَھُمۡ اور آپ چلیں ان کے پیچھے کیونکہ بیٹیاں ہیں خیال رہے گا پیچھے مڑ کر دیکھتی رہیں گی کہ امی بھی آتی ہے یا نہیں اور جو مومن ہیں وہ بھی دیکھیں گے کہ ہمارے فلاں فلاں جو ہیں وہ بھی ہمارے پیچھے آتے ہیں یا نہیں اور یہ بھی خیال ہوگا کہ جاؤ ان کو جا کر سمجھاؤ کہ وہ ہمارے ساتھ آجائیں۔ فرمایا ان کا آنا مقدر نہیں ہے یہ آگے چلیں اور آپ ان کے پیچھے چلیں تاکہ وَلَا یَلۡتَفِتۡ مِنۡکُمۡ اَحَدٌ اور نہ مڑ کر دیکھے تم میں سے کوئی بھی وَّامۡضُوۡا حَیۡثُ تُؤۡمَرُوۡنَ اور جاؤ تم جہاں پر تم کو حکم دیا جاتا ہے۔

سدوم علاقہ کی حدود :

سدوم کا علاقہ تقریباً دس میل کا تھا اس علاقے سے جب نکلے تو اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ اس علاقہ کو اٹھا کر الٹا کر کے پھینک دو۔ انہوں نے سارے علاقے کو پَروں پر اٹھا لیا اور اُلٹا کر کے پھینک دیا۔ آج کل اس علاقہ کا نام بحر میت ہے بحیرۂ مردار۔ وہاں پانی بھی ہے لیکن رب تعالیٰ کی قدرت کہ اس پانی میں نہ کوئی کیڑا نہ کوئی مچھلی حالانکہ ہمارے ہاں چھوٹے چھوٹے جوہڑوں میں فطری طور پر مچھلیاں اور کیڑے ہو جاتے ہیں لیکن وہ ایسا لعنتی پانی ہے کہ وہاں کچھ نہیں ہے وَقَضَیۡنَاۤ اِلَیۡهِ ذٰلِکَ الۡاَمۡرَ اور

ہم نے فیصلہ سنا دیا لوط علیہ السلام کو اس معاملے کا اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ بیشک جڑ ان کی کاٹ دی جائے گی صبح کے وقت۔ سورج طلوع ہو رہا ہوگا اور ہم ان کو الٹا کر دیں گے یہ لوط علیہ السلام کی قوم کی تباہی کا ذکر ہے۔ باقی حصہ آئندہ آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿٧٢﴾ فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِينَ ﴿٧٣﴾ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّن سِجِّيلٍ ﴿٧٤﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِينَ ﴿٧٥﴾ وَإِنَّهَا لَبِسَبِيلٍ مُّقِيمٍ ﴿٧٦﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿٧٧﴾ وَإِن كَانَ أَصْحَابُ الْأَيْكَةِ لَظَالِمِينَ ﴿٧٨﴾ فَانتَقَمْنَا مِنْهُمْ وَإِنَّهُمَا لَبِإِمَامٍ مُّبِينٍ ﴿٧٩﴾ وَلَقَدْ كَذَّبَ أَصْحَابُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِينَ ﴿٨٠﴾ وَآتَيْنَاهُمْ آيَاتِنَا فَكَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ﴿٨١﴾ وَكَانُوا يَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا آمِنِينَ ﴿٨٢﴾ فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِينَ ﴿٨٣﴾ فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٨٤﴾

لَعَمْرُکَ آپ کی زندگی کی قسم ہے۔ اِنَّھُمْ بیشک وہ لَفِیْ سَکْرَتِھِمْ البتہ اپنی مستی میں یَعْمَھُوْنَ سرگردان پھرتے ہیں فَاَخَذَتْھُمُ الصَّیْحَۃُ پس پکڑا انکو آواز نے مُشْرِقِیْنَ سورج کے چمکنے کے وقت فَجَعَلْنَا عَالِیَھَا پس ہم نے کردیا اس کے بالائی حصے کو سَافِلَھَا نیچے والا وَاَمْطَرْنَا عَلَیْھِمْ اور برسائے ہم نے ان کے اوپر حِجَارَۃً پتھر مِّنْ سِجِّیْلٍ جو کونے والے تھے اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ بیشک اس میں لَاٰیٰتٍ البتہ بہت نشانیاں ہیں لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ غور وفکر کرنے والوں کیلئے وَاِنَّھَا اور بیشک وہ بستیاں لَبِسَبِیْلٍ مُّقِیْمٍ البتہ اس راستے پر ہیں جو دائمی ہے اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ بیشک اس میں لَاٰیَۃً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ البتہ نشانی ہے مومنوں کیلئے وَاِنْ

كَانَ اور بیشک شان یہ ہے کہ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ جنگل والے لَظٰلِمِيْنَ البتہ ظالم تھے فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ پس ہم نے ان سے انتقام لیا وَاِنَّهُمَا اور بیشک یہ دونوں بستیاں لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ البتہ ایک واضح راستے پر ہیں وَلَقَدْ كَذَّبَ اور البتہ تحقیق جھٹلایا اَصْحٰبُ الْحِجْرِ حجر والوں نے الْمُرْسَلِيْنَ پیغمبروں کو وَاٰتَيْنٰهُمْ اور ہم نے دیں ان کو اٰيٰتِنَا اپنی نشانیاں فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ پس وہ تھے ان نشانیوں سے اعراض کرنے والے وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ اور وہ تراشتے تھے مِنَ الْجِبَالِ پہاڑوں میں بُيُوْتًا مکان اٰمِنِيْنَ امن میں رہنے کیلئے فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ پس پکڑا ان کو آواز نے مُصْبِحِيْنَ صبح کے وقت فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ پس نہ بچایا ان کو مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ اس چیز نے جو وہ کماتے تھے۔

اس سے پہلے لوط علیہ السلام کی قوم کا ذکر تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نافرمان اور بے حیائی میں مبتلا تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی بیٹیوں کی قربانی بھی پیش کی لیکن ان بے حیاؤں نے کہا مَا لَنَا فِيْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ [ہود:۷۹] "ہمیں تیری بیٹیوں میں کوئی رغبت نہیں ہے وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ اور بیشک تو جانتا ہے جو ہم چاہتے ہیں۔"

قسم کی تفصیل :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَعَمْرُكَ اس کا 'لام' قسم کیلئے ہے۔ عربی زبان میں واؤ قسم کیلئے آتا ہے جیسے وَاللّٰهِ قسم ہے اللہ کی۔ اور 'با' بھی قسم کیلئے آتا ہے بِاللّٰهِ کا معنٰی ہے اللہ کی قسم۔ 'تا' بھی قسم کیلئے آتا ہے تَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ "اللہ کی قسم ہے میں ضرور تدبیر کروں گا تمہارے بتوں کیلئے۔" تو یہاں 'لام' قسم کیلئے ہے لَعَمْرُكَ قسم ہے آپ کی

زندگی کی۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی زندگی کی قسم اُٹھائی ہے۔ قرآن پاک میں رب تعالیٰ نے اور بہت سی چیزوں کی قسم اٹھائی ہے وَالتِّیْنِ قسم ہے تین کی وَالزَّیْتُوْن قسم ہے زیتون کی وَالْعَصْرِ قسم ہے زمانے کی وَالشَّمْسِ قسم ہے سورج کی وَالْعَادِیَاتِ قسم ہے دوڑنے والے گھوڑوں کی۔ یہ قسم دعویٰ پر ایک قسم کی دلیل ہوتی ہے۔ جس طرح کوئی شخص دعویٰ کرتا ہے اور اپنے دعویٰ پر گواہ پیش کرتا ہے اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہوں تو مدعا علیہ۔ قسم لی جاتی ہے یہ قسم گواہوں کے قائم مقام ہوتی ہے۔ تو گویا کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی زندگی کو بطور گواہ کے پیش کیا ہے اس بات پر کہ وہ اپنی گمراہی میں مست اور سرگرداں تھے۔

آنحضرت ﷺ کی زندگی بڑی پاکدامن زندگی ہے۔ سورت یونس آیت نمبر ۱۶ میں ہے فَقَدْ لَبِثْتُ فِیْکُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِہٖ ''پس بیشک میں ٹھہرا ہوں تمہارے درمیان عمر کا ایک حصہ اس سے پہلے۔'' عموماً ایسا ہوتا ہے جس بچے کے سر پر ماں باپ کا سایہ نہ ہو اور دادے کا سایہ بھی نہ ہو تو ایسا بچہ آوارہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ ان سے کہہ دیں کہ میں نے نبوت سے پہلے کافی زندگی تمہارے اندر گزاری ہے چالیس سال گذارے ہیں ان چالیس سالوں میں کسی کو انگلی اٹھانے کا موقع نہیں دیا حالانکہ اس زمانے میں شراب کی یہ حیثیت ہوتی تھی جیسے ہمارے زمانے میں چائے اور لسی کی حیثیت ہے۔ شراب حرام نہیں تھی لوگ پیتے تھے لیکن آنحضرت ﷺ نے نبوت سے پہلے بھی ایک قطرہ زبان مبارک پر نہیں لگایا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو محفوظ رکھا۔ جب آپ ﷺ کسی راستے سے گذرتے تھے تو بوڑھے، جوان، مرد، عورتیں، بچے اشارے کرتے تھے کہ اس جیسا شریف انسان ہم نے نہیں دیکھا۔ پاکدامن زندگی تھی اس زندگی کی رب تعالیٰ قسم

اٹھاتے ہیں لَعَمْرُکَ آپ کی زندگی کی قسم ہے اِنَّھُمْ لَفِیْ سَکْرَتِھِمْ یَعْمَھُوْنَ بیشک وہ البتہ اپنی مستی میں سرگردان پھرتے ہیں۔ لوط علیہ السلام کی قوم بد معاشی اور نفسانی خواہشات کے نشے میں مدہوش تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی زندگی کی قسم بطور گواہ کے اٹھائی ہے مخلوق کیلئے قاعدہ اور ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا مَنْ حَلَفَ لِغَیْرِ اللّٰہِ فَقَدْ اَشْرَکَ ''جس نے اللہ کے غیر کی قسم اٹھائی اس نے شرک کیا۔'' اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی اور کی قسم اٹھانا جائز نہیں ہے۔ کوئی کہتا ہے مجھے نبی کی قسم ہے، مجھے کعبے کی قسم ہے، مجھے پیر کی قسم ہے دودھ اور بیٹے کی قسم ہے۔ یہ سب شرکیہ قسمیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اسکی صفات کی قسمیں صحیح ہیں مثلاً کوئی کہتا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات کی قسم ہے، مجھے رب تعالیٰ کے جلال کی قسم ہے، رب تعالیٰ کی عظمت کی قسم ہے قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے رب تعالیٰ کی صفت ہے کوئی قرآن کی قسم اٹھائے گا تو ہو جائے گی اور یہ بات بھی سمجھ لیں کہ یہ جو ہم الفاظ پڑھتے ہیں یہ حادث ہیں لیکن یہ الفاظ جس مضمون پر دلالت کرتے ہیں وہ کلام نفسی ہے اور رب تعالیٰ کی صفت ہے۔ تو غیر اللہ کی قسم اٹھانا شرک ہے۔ بخاری اور مسلم کی روایت میں آتا ہے مَنْ قَالَ بِاللَّاتِ وَالْعُزّٰی فَلْیَقُلْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ''جس نے کہا مجھے لات اور عزی کی قسم ہے پس وہ فوراً کلمہ پڑھے ہمارے لئے غیر اللہ کی قسم اٹھانا جائز نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ پر کوئی قانون لاگو نہیں ہوتا لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَھُمْ یُسْئَلُوْنَ [سورۃ الانبیاء: ۲۳] ''نہیں پوچھا جا سکتا اس سے جو وہ کرتا ہے اور ان سے سوال کیا جائیگا۔''

مسئلہ قسم کی وضاحت :

اور قسم کے متعلق مسئلہ بھی سمجھ لیں۔ اگر کسی نے قسم اٹھائی اور توڑ دی تو ساتویں

پارے میں اس کے کفارے کا ذکر ہے۔ غلام یا لونڈی آزاد کرے اور ہمارے زمانے میں غلام اور لونڈی نہیں پائے جاتے یا دس مسکینوں کو دو وقت کا پیٹ بھر کر کھانا کھلائے اور وہ مسکین کافر نہ ہوں، سید نہ ہوں، ان میں کوئی بیمار نہ ہو، کوئی بوڑھا نہ ہو، بچہ نہ ہو کھانے پینے والے ہوں اور جن مسکینوں کو صبح کھلایا ہے شام کو انہی کو کھلائے اور اگر اس طرح نہیں کیا یعنی شام کو نہیں کھلایا تو اگلی صبح کو کھلا دے۔ گویا دو وقت دس مسکینوں کو پیٹ بھر کر کھلانا ہے، یا دس مسکینوں کو کپڑے پہنائے اور کپڑے ایسے جن میں نماز درست ہو جائے مثلاً شلوار کرتا اور ٹوپی، اگر شلوار کی عادت ہے ورنہ چادر، کرتا اور ٹوپی۔ جوتا اس میں شامل نہیں ہے اور اگر غلام آزاد کرنے کی بھی توفیق نہیں ہے اور دس مسکینوں کو دو وقت کا کھانا کھلانے کی بھی توفیق نہیں ہے، کپڑا پہنانے کی بھی توفیق نہیں ہے تو مسلسل تین روزے رکھے اور اگر ایک روزہ رکھا، دو روزے رکھے تیسرے دن اسکو کہیں سے رقم مل گئی انعام کے طور پر کسی نے دیدی یا ویسے امداد کے طور پر دیدی اور رقم اتنی ہے کہ دس مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے تو یہ روزے کسی شمار میں نہیں ہونگے کیونکہ یہ روزوں کے ختم ہونے سے پہلے کھانا کھلانے پر قادر ہو گیا ہے۔ اور روزے کا کفارہ اس وقت ہے جب کھانا کھلانے پر قدرت نہ ہو اور ویسے جھوٹی قسم کھانا بڑا سنگین جرم ہے۔ کوئی شخص اس طرح کرے کہ چلو قسم اٹھالیتے ہیں پھر کفارہ دے دیں گے یہ بڑا سنگین جرم ہے، دیدہ دانستہ گناہ ہے۔ تو فرمایا تیری عمر کی قسم ہے وہ اپنی مستی کے نشہ میں سرگرداں تھے فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ پس پکڑا انکو چیخ نے مُشْرِقِيْنَ سورج کے چمکنے کے وقت۔

قومِ لوط علیہ السلام پر چار قسم کے عذاب آئے :

اس قوم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے چار قسم کے عذاب آئے۔

۱)..... اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں کی بینائی ختم کر دی۔ سورۃ القمر میں ہے فَطَمَسْنَآ اَعْیُنَھُمْ پس ہم نے مٹا دیں ان کی آنکھیں۔

۲)... دوسرا عذاب جس کا یہاں ذکر ہے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایک ڈراونی آواز نکالی۔

۳) تیسرا عذاب فَجَعَلْنَا عَالِیَھَا سَافِلَھَا پس ہم نے کر دیا ان کے بالائی حصے کو نچلا۔

۴)..... اور چوتھا عذاب وَاَمْطَرْنَا عَلَیْھِمْ حِجَارَۃً مِّنْ سِجِّیْلٍ اور برسائے ہم نے ان کے اوپر پتھر ایسے پتھر جو کونے والے تھے۔

پہلے اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھیں ختم کیں۔ پھر ڈراونی آواز کیساتھ کلیجے پھٹ گئے پھر پتھر برسائے اور ان کے علاقے کو الٹا کر کے پھینک دیا۔ یہ چار قسم کے عذاب ان پر آئے۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ بیشک اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی بہت نشانیاں ہیں لیکن کن لوگوں کیلئے لِلْمُتَوَسِّمِیْنَ غور وفکر کرنے والوں کیلئے اور جن لوگوں نے غور نہیں کرنا ان کیلئے کچھ بھی نہیں ہے وَاِنَّھَا لَبِسَبِیْلٍ مُّقِیْمٍ اور بیشک یہ بستیاں البتہ اس راستے پر ہیں جو دائمی ہے۔ لوط علیہ السلام کا جو علاقہ تباہ ہوا وہ دائمی سڑک پر ہے۔ یہ مکہ والے جب شام کے علاقہ میں جاتے تھے تو ان علاقوں کے پاس سے گذر کر جاتے تھے جہاں لوط علیہ السلام کی قوم تباہ ہوئی، حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم تباہ ہوئی۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ بیشک اس میں نشانی ہے مومنوں کیلئے ۔نافرمانوں کا کیسا حشر ہوا۔

قوم شعیب علیہ السلام کا ذکر :

وَاِنْ کَانَ اَصْحٰبُ الْاَیْکَۃِ ایکہ کا معنٰی جنگل ہے۔ اور اس سے مراد حضرت

شعیب علیہ السلام کی قوم ہے۔شہر کا نام مدین تھا اور قوم بھی مدین تھی۔ مدین شہر بہت بڑی بین الاقوامی منڈی تھا۔ دور دراز سے لوگوں کے قافلے درقافلے آتے تھے اور اس شہر کے حدود اربعہ میں بڑے بڑے جنگلات تھے اسلئے ان کو اصحاب ایکہ جنگل والے کہا جاتا ہے۔ لَظٰلِمِیْنَ یہ جنگل والے بھی ظالم تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو رب تعالیٰ کی توحید بتلائی، نہ مانے۔ اس قوم میں ناپ تول میں کمی بیشی کی بیماری تھی اس سے منع کیا کہ ناپ تول میں کمی بیشی نہ کرو لوگوں کو پورا پورا حق دو، نہ مانے۔ کہنے لگے اگر آپ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں تو کوئی نشانی دکھاؤ۔ فرمایا نشانیاں رب تعالیٰ کے پاس ہیں تم کیا چاہتے ہو؟ کہنے لگے جن بتوں کی ہم پوجا کرتے ہیں وہ بولیں اور تیری باتوں کی تصدیق کریں پھر ہم مانیں گے۔ کتابوں میں آتا ہے کہ وہ بت بولے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے اور یہ شعیب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں۔ قوم نے کہا کہ اس نے جادو کر دیا ہے ہم نہیں مانتے۔ اب بتاؤ اس ضد کا بھی دنیا میں کوئی علاج ہے؟ فرمایا البتہ جنگل والے ظالم تھے فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ پس ہم نے ان سے انتقام لیا بادل کا ٹکڑا آیا سب اس کے نیچے اکٹھے ہو گئے آگ برسی سب ختم ہو گئے وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ اور بیشک یہ دونوں بستیاں مدین والوں کی اور لوط علیہ السلام کی البتہ ایک واضح راستے پر ہیں۔ امام کا معنیٰ پیشوا بھی ہوتا ہے اور امام کا معنیٰ سڑک بھی ہے مُّبِيْنٍ کھلی سڑک، جو مکہ مکرمہ سے شام کے علاقے کی طرف جاتی تھی۔ آج کل کی طرح پکی سڑک تو نہیں تھی مگر کھلی سڑک تھی بے شمار قافلے اس پر آتے جاتے تھے۔ یہ دونوں بستیاں کھلی سڑک پر واقع ہیں۔ وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ اور البتہ تحقیق جھٹلایا حجر والوں نے پیغمبروں کو۔ حجر کا علاقہ خیبر اور تبوک کے درمیان کا علاقہ ہے ان کے پاس حضرت صالح علیہ السلام آئے۔ ایک پیغمبر کو جھٹلانا سب

کی تکذیب کو مستلزم ہے وَاٰتَیۡنٰھُمۡ اٰیٰتِنَا اور ہم نے دیں ان کو اپنی نشانیاں قدرت کی، ان کی منہ مانگی نشانی کہ جس چٹان پر ہاتھ رکھیں گے وہ پھٹ جائے گی اور اس سے اونٹنی نکلے گی اور بعض تفسیروں میں ہے کہ اونٹنی کیساتھ بچہ بھی ہو۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ ان لوگوں نے جس چٹان پر ہاتھ رکھا وہ چٹان پھٹی اور اونٹنی نکلی آنکھوں کیساتھ دیکھا لیکن کہنے لگے یہ کھلا جادو ہے ہم نہیں مانتے۔ فرمایا ہم نے ان کو اپنی قدرت کی نشانیاں دیں فَکَانُوۡا عَنۡھَا مُعۡرِضِیۡنَ وہ تھے ان نشانیوں سے اعراض کرنے والے وَکَانُوۡا یَنۡحِتُوۡنَ مِنَ الۡجِبَالِ اور وہ تراشتے تھے پہاڑوں میں بُیُوۡتًا گھر اٰمِنِیۡنَ امن میں رہنے کیلئے۔ کہتے تھے ہم دیواریں بناتے ہیں زلزلہ آتا ہے تو اینٹ، پتھر، گارا الگ ہو جاتا ہے چھت گر جاتی ہے۔ ہم چٹانوں میں مکان بنائیں گے نہ دیواریں نہ چھت گرے گی۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت جب رب تعالیٰ نے ان پر زلزلے کا عذاب مسلط فرمایا تو سارے لائن میں پڑے تھے رب کے عذاب سے کوئی چیز نہیں بچ سکتی۔ فَاَخَذَتۡھُمُ الصَّیۡحَةُ پس پکڑا ان کو آواز نے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایک آواز نکالی اس سے زلزلے کی کیفیت پیدا ہوگئی مُصۡبِحِیۡنَ صبح کے وقت سب کے سب ختم ہوگئے فَمَآ اَغۡنٰی عَنۡھُمۡ پس نہ کفایت کی ان سے اس چیز نے مَّا کَانُوۡا یَکۡسِبُوۡنَ جو وہ کماتے تھے۔ نہ ان کے مکان ان کو بچا سکے اور نہ دولت ان کو بچا سکی نہ جھوٹے خدا ان کو بچا سکے۔ جب اللہ تعالیٰ کا عذاب آتا ہے تو کوئی شے کسی کو نہیں بچا سکتی۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ
الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ ۝ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ۝ وَلَقَدْ
اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ۝ لَا تَمُدَّنَّ
عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ
وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَقُلْ اِنِّيْٓ اَنَا النَّذِيْرُ
الْمُبِيْنُ ۝ كَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ
عِضِيْنَ ۝ فَوَرَبِّكَ لَنَسْــَٔـلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝
فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ اِنَّا كَفَيْنٰكَ
الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ ۚ فَسَوْفَ
يَعْلَمُوْنَ ۝ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ۝
فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝ وَاعْبُدْ رَبَّكَ
حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۝ ع

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو وَمَا بَيْنَهُمَآ اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اِلَّا بِالْحَقِّ مگر حق کیساتھ وَاِنَّ السَّاعَةَ اور بیشک قیامت لَاٰتِيَةٌ البتہ ضرور آنے والی ہے فَاصْفَحِ پس آپ درگذر کریں الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ اچھی طرح درگذر کرنا اِنَّ رَبَّكَ بیشک آپ کا رب هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ وہی پیدا کرنے والا جاننے والا ہے وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ

اورالبتہ تحقیق دی ہم نے آپ کو سَبۡعًا سات آیتیں مِّنَ الۡمَثَانِیۡ جو دھرائی جاتی ہیں وَالۡقُرۡاٰنَ الۡعَظِیۡمَ اور بڑا قرآن دیا لَا تَمُدَّنَّ آپ ہرگز نہ پھیلائیں عَیۡنَیۡکَ اپنی دونوں آنکھوں کو اِلٰی مَا اس چیز کی طرف مَتَّعۡنَا بِہٖۤ ہم نے فائدہ دیا اس کیساتھ اَزۡوَاجًا مِّنۡھُمۡ ان کافروں میں سے مختلف لوگوں کو وَلَا تَحۡزَنۡ عَلَیۡھِمۡ اورآپ غم نہ کریں ان پر وَاخۡفِضۡ جَنَاحَکَ اورنرم کریں اپنے بازو کو لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ مومنوں کیلئے وَقُلۡ اورآپ کہہ دیں اِنِّیۡۤ بیشک میں اَنَا النَّذِیۡرُ میں ڈرانے والا ہوں الۡمُبِیۡنُ بات کھول کر کَمَاۤ اَنۡزَلۡنَا جیسا کہ ہم نے نازل کیا عَلَی الۡمُقۡتَسِمِیۡنَ تقسیم کرنے والوں پر الَّذِیۡنَ وہ لوگ جَعَلُوا الۡقُرۡاٰنَ عِضِیۡنَ جنہوں نے کردیا قرآن پاک کو ٹکڑے ٹکڑے فَوَرَبِّکَ پس قسم ہے آپ کے رب کی لَنَسۡـَٔلَنَّھُمۡ البتہ ہم ضرور سوال کریں گے ان سے اَجۡمَعِیۡنَ سب سے عَمَّا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ اس چیز کے بارے میں جو وہ کرتے رہے فَاصۡدَعۡ پس آپ کھول کر بیان کریں بِمَا تُؤۡمَرُ وہ چیز جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے وَاَعۡرِضۡ اورآپ اعراض کریں عَنِ الۡمُشۡرِکِیۡنَ شرک کرنے والوں سے اِنَّا کَفَیۡنٰکَ الۡمُسۡتَھۡزِءِیۡنَ بیشک ہم کفایت کرنے والے ہیں آپ کیلئے ٹھٹھا کرنے والوں کے شر سے الَّذِیۡنَ یَجۡعَلُوۡنَ وہ لوگ جو بناتے ہیں مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ اللہ تعالیٰ کیساتھ اور الٰہ فَسَوۡفَ یَعۡلَمُوۡنَ پس عنقریب وہ جان لیں گے وَلَقَدۡ نَعۡلَمُ اورالبتہ تحقیق ہم جانتے ہیں اَنَّکَ بیشک آپ یَضِیۡقُ صَدۡرُکَ

تنگ ہوتا ہے آپ کا سینہ بِمَا یَقُوْلُوْنَ ان باتوں سے جو وہ کہتے ہیں فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ پس آپ تسبیح بیان کریں اپنے رب کی تعریف کی وَکُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ اور ہو جائیں آپ سجدہ کرنے والوں میں سے وَاعْبُدْ رَبَّکَ اور عبادت کرا اپنے رب کی حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ یہاںتک کہ آجائے آپ کے پاس یقینی بات۔

اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کو بے مقصد پیدا نہیں فرمایا :

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو وَمَا بَیْنَھُمَآ اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اِلَّا بِالْحَقِّ مگر حق کیساتھ۔ دنیا کی کوئی چیز بے فائدہ اور عبث یعنی فضول نہیں ہے۔ کسی چیز کے متعلق کوئی یہ خیال نہ کرے کہ رب تعالیٰ نے اس کو ویسے ہی بنا دیا ہے اور اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے اسکا کوئی نتیجہ نہیں ہوگا بلکہ ہر چیز کو اللہ تعالیٰ نے حق کیساتھ پیدا فرمایا ہے۔ ہم یہ چھوٹے چھوٹے مکان بغیر کسی غرض کے نہیں بناتے بلکہ یہ غرض ہوتی ہے کہ گرمی سردی سے بچیں، بارش طوفان سے بچیں۔ تو کیا اتنا بڑا آسمان اور زمین اللہ تعالیٰ نے بے مقصد اور بے فائدہ بنا دیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی دلیلیں ہیں اس کو تم اس طرح سمجھو۔ ایک مدرسہ یا اسکول، کالج اور یونیورسٹی ہے کوئی مکتب ہے اس میں تمہارے ذمہ کچھ کام ہیں جو تم نے کرنے ہیں پھر امتحان اور نتیجہ ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بنایا ہے اس کا بھی مقصد ہے کچھ ذمہ داریاں ہیں پھر آگے ان کا نتیجہ نکلنا ہے اس نتیجے کیلئے قیامت برپا ہوگی پھر حساب کتاب ہوگا اور نتیجہ نکلے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِیَةٌ اور بیشک البتہ قیامت ضرور آنے والی ہے۔ یہاں تمہارے ذمہ ایک نصاب ہے کہ توحید پر قائم رہو

شرک نہ کرو، نمازیں پڑھو، روزے رکھو، حج کرو، زکوۃ دو، نیکی کرو، برائی چھوڑ دو، اللہ تعالیٰ کے احکام بجالاؤ۔ اس کے بعد تمہارا امتحان ہوگا امتحان گاہ کا نام قیامت ہے۔ جب آپ ﷺ نے لوگوں کے سامنے یہ نصاب پیش کیا توحید بیان کی اور شرک کی تردید کی تو کافروں نے آپ ﷺ کے سامنے کہا سَاحِرٌ کَذَّابٌ یہ جادوگر ہے اور بڑا جھوٹا ہے (معاذ اللہ تعالیٰ) کوئی کہتا مُفتری ہے جو کچھ کہہ رہا ہے اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھ رہا ہے، کوئی کہتا مجنون ہے، کوئی کہتا مسحور ہے اس پر جادو کیا ہوا ہے۔ یہ باتیں انسان کو طبعًا ناگوار گزرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيلَ پس آپ درگذر کریں اچھی طرح درگذر کرنا۔ اگر آپ ﷺ بھی جواب میں کہیں کہ تم بھی جھوٹے، تمہارے باپ دادا بھی جھوٹے، تمہارا خاندان جھوٹا پھر تو نتیجہ کچھ اور ہی نکلے گا اور آپ ﷺ بھی ان کی طرح ہو جائیں گے لہذا آپ ﷺ ان کی باتوں سے درگذر کریں اور آپ ﷺ نے درگذر کیا اور یہ بڑے حوصلے کی بات ہے۔ پیغمبروں کو بہت کچھ کہا گیا مگر انہوں نے بات ہنس کر ٹال دی اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيمُ بیشک آپ کا رب وہی ہے پیدا کرنے والا جاننے والا ہے۔ خلّاق کا معنی ہے پوری طرح پیدا کرنے والا۔

تصویریں بنانے والوں کو عذاب ہوگا :

آپ دیکھتے ہیں کہ لوگ ایسے طریقے سے بت بناتے ہیں، تصویریں بناتے ہیں کہ انسان حیران رہ جاتا ہے لیکن وہ اس میں روح تو نہیں ڈال سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے شکلیں بھی بنائی ہیں اور ان میں روح بھی ڈالی ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جس نے جاندار چیز کی تصویر بنائی بت بنایا اَشَدُّ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَذَابًا قیامت والے دن اسکو سخت سزا ہوگی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اس میں جان ڈالو، روح ڈالو

جب تک روح نہیں ڈالو گے سزا ہوتی رہے گی اور روح کے بغیر جسم بیکار ہے روح جب نکل جائے تو سب یہی چاہتے ہیں کہ جلدی سے اس کو زمین کے نیچے دفن کر دیں۔ فرمایا وَلَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ اور البتہ تحقیق ہم نے آپ کو سات آیتیں دی جو دھرائی جاتی ہیں۔

امام کے پیچھے فاتحہ نہیں پڑھنی :

سورۃ فاتحہ کی سات آیتیں ہیں اور ہر نماز میں پڑھی جاتی ہیں کوئی نماز ایسی نہیں ہے جس میں سورۃ فاتحہ نہ ہو۔ ہاں! جماعت کیساتھ نماز ہو تو پھر یہ وظیفہ امام کا ہے مقتدی کا نہیں ہے۔ یعنی نماز با جماعت کی صورت میں امام نے سورۃ فاتحہ پڑھنی ہے مقتدی نے نہیں پڑھنی۔ ایک حدیث آتی ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ نماز نہیں ہوتی جب تک فاتحہ نہ پڑھو۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منفرد کے بارے میں ہے مقتدیوں کے بارے میں نہیں ہے (بحوالہ مؤطا امام مالک) اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ بھی فرماتے ہیں کہ لِمَنْ یُّصَلِّیْ وَحْدَہٗ یہ حدیث اس شخص کے متعلق ہے جو اکیلا نماز پڑھ رہا ہو اس کی نماز فاتحہ کے بغیر نہیں ہوتی مقتدی کیلئے فاتحہ نہیں ہے قطعاً۔ اور ہر روایت کو ہر نماز پر فٹ کرنا بڑی جہالت ہے۔ مقتدی کا کیا کام ہے؟ اس کے متعلق سورۃ الاعراف آیت نمبر ۲۰۴ میں ہے وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ''اور جب قرآن شریف پڑھا جائے پس کان لگا کر سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔'' اور مسلم شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا جب امام پڑھے تو تم خاموش رہو لہذا امام کے پیچھے پڑھنے والا سخت گنہگار ہے۔ تو فرمایا ہم نے آپ کو سات آیتیں دی ہیں کہ دھرائی جاتی ہیں وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ اور ہم

نے آپ کو قرآن عظیم دیا۔ یہ قرآن عظیم ہے اور بڑی ہدایت ہے اس کا دیکھنا ثواب، اس کا پڑھنا ثواب، اس پر عمل کرنا ثواب اور نجات کیلئے ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَاتَمُدَّنَّ عَیْنَیْکَ۔ آپ ہرگز نہ پھیلائیں اپنی دونوں آنکھوں کو اِلٰی مَا ان نعمتوں کی طرف مَتَّعْنَا بِهٖ ہم نے فائدہ دیا ہے ان کیساتھ جو فائدے کیلئے ہم نے دی ہیں اَزْوَاجًا مِّنْھُمْ ان کافروں میں سے مختلف لوگوں کو۔ مختلف طرح کے کافروں کو ہندوؤں کو، سکھوں کو، یہودیوں کو، عیسائیوں کو، بت پرستوں کو جو ہم نے نعمتیں دی ہیں مال و دولت دیا ہے اس کی طرف آپ مت دیکھیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر دنیا وَمَا فِیْھَا اور جو کچھ دنیا میں ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی حیثیت ہوتی تو کافروں کو ایک گھونٹ پانی بھی نہ دیتا۔ یہ تو ہمارے تمہارے نزدیک سونے چاندی کی قدر ہے، رقم کی قدر ہے اور چیزوں کی قدر ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں ان چیزوں کی کوئی قدر نہیں ہے اگر قدر ہوتی تو سب سے زیادہ پیغمبروں کو نصیب ہوتیں۔ یہ کافران چیزوں کو کب تک استعمال کریں گے؟ آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے آگے اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ فرمایا وَلَا تَحْزَنْ عَلَیْھِمْ اور آپ غم نہ کریں ان پر، پریشان نہ ہوں جو کچھ ان کو دیا ہے یہ استدراج ہے کھا پی لیں، کتنا عرصہ کھائیں گے پئیں گے؟ وَاخْفِضْ جَنَاحَکَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ اور نرم کریں اپنے بازوؤں کو، پست رکھیں اپنے بازوؤں کو مومنوں کیلئے یعنی مومنوں کیساتھ نرمی کریں۔ آپ نے چھوٹے بچوں کو دیکھا ہوگا کہ اگر ان کو کام کہا جائے اور ان کی نیت ہو کرنے کی تو اپنے کندھے سیدھے رکھتا ہے اور اگر کام نہ کرنا ہو تو کندھے کو اوپر اٹھاتا ہے زبان سے کچھ نہیں کہتا یعنی میں نے نہیں کرنا۔ تو فرمایا آپ اپنے ساتھیوں کیساتھ نرمی برتیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ

لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ [آل عمران:۱۵۹] ''پس آپ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ان کیلئے نرم مزاج واقع ہوئے ہیں اور اگر آپ سخت مزاج اور تنگ دل ہوتے تو یہ لوگ آپ کے اردا گرد سے بھاگ جاتے۔'' طبعی بات ہے کہ جو آدمی کڑوا ہوتا ہے لوگ اس کے قریب نہیں جاتے اور آپ ﷺ تو مجسمہ اخلاق تھے۔ وَقُلْ اور آپ کہہ دیں اِنِّیْ اَنَا النَّذِیْرُ الْمُبِیْنُ بیشک میں ڈرانے والا ہوں بات کھول کر کہ اگر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرو گے تو دنیا میں بھی عذاب آئے گا قبر میں بھی ہوگا اور آخرت میں بھی ہو گا میں کوئی لگی لپٹی بات نہیں کرتا بلکہ واضح کر کے بتاتا ہوں کَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَی الْمُقْتَسِمِیْنَ جیسا کہ ہم نے نازل کیا تقسیم کرنے والوں پر اَلَّذِیْنَ وہ لوگ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِیْنَ جنہوں نے کر دیا قرآن پاک کو ٹکڑے ٹکڑے۔

مقتسمین کی تشریح :

اس کی ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ کافر قرآن پاک کیساتھ اس طرح مذاق کرتے تھے کہ قرآن پاک میں سورۃ البقرۃ بھی ہے، بقرہ کا معنٰی گائے ہے اور سورۃ النسا بھی ہے نساء کا معنٰی ہے عورتیں۔ اور سورۃ مائدہ بھی ہے مائدہ کا معنٰی ہے دستر خوان۔ اور سورۃ الانعام بھی ہے انعام کا معنٰی ہے مویشی۔ ایک کہتا کہ بقرہ میرے حصے میں رہنے دو، دوسرا کہتا مجھے عورتوں کا بڑا شوق ہے نساء میرے حصے میں رہنے دو، تیسرا کہتا مجھے کھانے پینے کا بڑا شوق ہے مائدہ میرے حصے میں رہنے دو اور کسی کو کہتے کہ تجھے عنکبوت دیں گے عنکبوت کا معنٰی ہے مکڑی۔ تو اس طرح قرآن پاک کو تقسیم کرتے تھے۔

اور یہ تفسیر بھی کرتے ہیں کہ قرآن پاک کو کوئی کہتا یہ ناولوں والی کتاب ہے، کوئی کہتا جادو کی کتاب ہے، کسی نے کہا شاعری ہے اس طرح قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا

حالانکہ حاشا وکلا یہ کتاب ایسی نہیں ہے۔ اور یہ تفسیر بھی کرتے ہیں کہ قرآن کا لغوی معنٰی مراد ہے پڑھی جانے والی کتاب، تو مراد یہ ہے کہ یہود ونصاریٰ نے ان کتابوں کو جو پڑھی جاتی تھیں زبور، تورات، انجیل ان کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا اس طرح کہ اس کے بہت سارے حصے کو مخفی رکھتے تھے اور جو حصہ مفید مطلب ہوتا تھا اسکو بیان کرتے تھے۔ تو مطلب ہوگا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی پڑھی جانی والی کتابوں کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔ فَوَرَبِّکَ واوٴ قسم کا ہے۔ پس قسم ہے آپ کے رب کی لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ البتہ ہم ضرور سوال کریں گے ان سب سے عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ان کارروائیوں کے بارے میں جو وہ کرتے رہے فَاصْدَعْ. صَدَعْ کا لفظی معنٰی ہے شیشے کا ٹوٹ جانا اور شیشہ ٹوٹ جائے تو بہت کم جڑتا ہے، معنٰی ہے پس آپ کھول کر بیان کریں بِمَا تُؤْمَرُ وہ چیز جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے۔ جس طرح شیشہ ٹوٹ جائے تو نہیں جڑتا اسی طرح حق وباطل کو خلط ملط نہ کریں کھول کر بیان کریں تاکہ حق باطل سے نکھر جائے جدا ہوجائے۔

دین کی بات کھری کرنی چاہیے :

بعض آدمی اس طرح کرتے ہیں کہ کچھ بات اسلام کی اور کچھ اپنی مرضی کی اور کچھ رسموں کی ملی ہوئی بات کرتے ہیں ایسا نہ ہو بلکہ کھری کھری بات ہو۔ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ اور آپ اعراض کریں شرک کرنے والوں سے۔ یہ آپ ﷺ کو جادوگر کہتے ہیں، مفتری کہتے ہیں، مجنون کہتے ہیں (معاذ اللہ) آپ ﷺ ان کی باتوں کی طرف توجہ نہ دیں اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ بیشک ہم کفایت کرنے والے ہیں آپ کیلئے ٹھٹھا کرنے والوں کے شر سے۔ جن لوگوں نے آپ ﷺ کیساتھ استہزاء کیا اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں بھی بُری موت سے مارا کسی پر طاعون مسلط کیا، کسی کے پاوٴں میں کانٹا چبھا وہ بگڑا

اور مرگیا کسی کے گلے میں رسی پڑی اور مرگیا بعض پاگلوں کی طرح بھاگتے رہتے تھے ان کے نام بھی تفسیروں میں آئے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ذلیل کر کے مارا۔ یہ مذاق کون کرتے ہیں؟ فرمایا اَلَّذِیْنَ یَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وہ لوگ جو بناتے ہیں اللہ تعالیٰ کیساتھ اور الٰہ، حاجت روا، مشکل کشا، فریادرس، دستگیر بناتے ہیں اللہ تعالیٰ کیساتھ اوروں کو فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ پس عنقریب وہ جان لیں گے آخرت کی سزا کو جو دنیا کی سزا سے الگ ہے وَلَقَدْ نَعْلَمُ اور البتہ تحقیق ہم جانتے ہیں اَنَّکَ یَضِیْقُ صَدْرُکَ بیشک آپ کا سینہ تنگ ہوتا ہے دل تنگ ہوتا ہے بِمَا یَقُوْلُوْنَ ان باتوں سے جو وہ کہتے ہیں۔ وہ کہتے تھے خداوند عزیز کیساتھ اور خدا بھی ہیں اس سے آپ ﷺ کو تکلیف پہنچتی تھی کہتے تھے قیامت نہیں ہے اس سے آپ ﷺ کو تکلیف ہوتی تھی قرآن پاک کے بارے میں کہتے کہ یہ شعر و شاعری ہے اس سے آپ ﷺ کو تکلیف ہوتی، آپ ﷺ کی ذات کے متعلق کہتے مجنون ہے، جادوگر ہے، بڑا جھوٹا ہے (معاذ اللہ تعالیٰ) اس سے آپ ﷺ کو تکلیف ہوتی۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں ہم خوب جانتے ہیں کہ ان کی باتوں سے آپ ﷺ کا سینہ تنگ ہوتا ہے فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ پس آپ تسبیح بیان کریں اپنے رب کی تعریف کی سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم پڑھیں حدیث پاک میں آتا ہے افضل الکلام سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ۔ اس کا ورد ہر وقت کرو وضو ہو یا نہ ہو، عورتوں نے نماز پڑھنی ہو یا نہ پڑھنی ہو کثرت کیساتھ اس کی تسبیح پڑھیں وَکُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ اور ہو جائیں آپ سجدہ کرنے والوں میں سے، جماعت کیساتھ نماز پڑھنے والوں میں سے وَاعْبُدْ رَبَّکَ اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ یہاںتک کہ آجائے آپ کے پاس یقینی بات۔ یہاں یقین کا معنیٰ موت ہے کہ

وفات تک رب تعالیٰ کی عبادت کرتے رہیں۔

نماز کسی کو معاف نہیں :

نماز کسی کو معاف نہیں ہے کئی جاہل قسم کے لوگ متاہر یعنی بڑا سارنگین ڈنڈا لئے پھرتے ہیں کہتے ہیں کہ یہ پہنچا ہوا ہے اس کو نماز روزے معاف ہیں۔ بھئی آنحضرت ﷺ کو وفات تک معاف نہیں ہوئے اور کون ہے جسکو معاف ہوں؟ ہاں! پاگل ہو تو بات علیحدہ ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ پاگل مرفوع القلم ہوتا ہے اس پر کوئی قانون لاگو نہیں ہوتا۔ جس کا ہوش وحواس ٹھکانے ہے اس کو نہ نماز معاف ہے، نہ روزہ معاف ہے، نہ اور احکام معاف ہیں۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔

آج بروز بدھ ۹ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ بمطابق ۲۴ رفروری ۲۰۱۰ء کو

سورہ حجر مکمل ہوئی۔

والحمد للّٰہ تعالیٰ علی ذلک

(مولانا) محمد نواز بلوچ

مہتمم: مدرسہ ریحان المدارس جناح روڈ گوجرانوالہ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفسیر

سورۃ النحل

(مکمل)

جلد............11

سُوْرَۃُ النَّحْلِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ مِائَۃٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ ثَمَانٍ وَّعِشْرُوْنَ اٰیَۃً وَّسِتَّ عَشَرَ رُکُوْعًا

اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ① يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ اَنْ اَنْذِرُوْۤا اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ② خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ③ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ④ وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ⑤ وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ⑥ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ؕ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ⑦ وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ؕ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ⑧ وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ ؕ وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ⑨ ع

اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کا حکم آپہنچا ہے فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ پس تم جلدی نہ کرو اس کیلئے سُبْحٰنَهٗ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے وَتَعٰلٰى اور وہ بلند ہے عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ان چیزوں سے جن کو یہ اس کیساتھ شریک بناتے ہیں يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ وہ اتارتا ہے فرشتوں کو بِالرُّوْحِ راز کی باتوں کیساتھ مِنْ اَمْرِهٖ اپنے معاملے سے عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ جس پر چاہتا ہے مِنْ عِبَادِهٖۤ اپنے بندوں میں سے

اَنْ اَنْذِرُوْٓا یہ کہ تم ڈراؤ لوگوں کو اَنَّہٗ بیشک شان یہ ہے لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنَا نہیں ہے کوئی معبود مگر صرف میں فَاتَّقُوْنِ پس تم مجھ سے ڈرو خَلَقَ السَّمٰوٰتِ اس نے پیدا کیا آسمانوں کو وَالْاَرْضَ اور زمین کو بِالْحَقِّ حق کیساتھ تَعٰلٰی بلند ہے عَمَّا ان چیزوں سے یُشْرِکُوْنَ جن کو یہ اس کیساتھ شریک بناتے ہیں خَلَقَ الْاِنْسَانَ اس نے پیدا کیا انسان کو مِنْ نُّطْفَۃٍ نطفے سے فَاِذَا ھُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ پس وہ اچانک جھگڑا کرتا ہے کھلے طور پر وَالْاَنْعَامَ اور مویشیوں کو خَلَقَھَا اس رب نے پیدا کیا ہے لَکُمْ فِیْھَا دِفْءٌ تمہارے لئے اس میں گرمی کا سامان ہے وَّمَنَافِعُ اور بہت سے فائدے ہیں وَ مِنْھَا تَاْکُلُوْنَ اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہو وَلَکُمْ فِیْھَا اور تمہارے لئے ان میں جَمَالٌ خوبصورتی ہے حِیْنَ تُرِیْحُوْنَ جس وقت تم انہیں چراگاہوں سے چرا کر پچھلے پہر لے آتے ہو وَحِیْنَ تَسْرَحُوْنَ اور جس وقت صبح کے وقت ان کو چرانے کیلئے لے جاتے ہو وَتَحْمِلُ اَثْقَالَکُمْ اور وہ تمہارا بوجھ اٹھاتے ہیں اِلٰی بَلَدٍ ان شہروں تک لَّمْ تَکُوْنُوْا بٰلِغِیْہِ کہ تم نہیں پہنچانے والے تھے ان شہروں تک اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ مگر اپنی جانوں کو مشقت میں ڈال کر اِنَّ رَبَّکُمْ بیشک تمہارا رب لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ البتہ بڑی شفقت کرنے والا مہربان ہے وَّالْخَیْلَ اور اس نے پیدا کیا گھوڑوں کو وَالْبِغَالَ اور خچروں کو وَالْحَمِیْرَ اور گدھوں کو لِتَرْکَبُوْھَا تاکہ تم ان پر سوار ہو وَزِیْنَۃً اور زینت ہو وَیَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ اور رب تعالیٰ پیدا کریگا وہ چیزیں

جن کو تم نہیں جانتے وَعَلَى اللّٰهِ اور اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے قَصْدُ السَّبِيْلِ سیدھے راستے کا بیان کرنا وَمِنْهَا جَآئِرٌ اور ان راستوں میں سے بعض ٹیڑھے ہیں وَلَوْ شَآءَ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے لَهَدٰكُمْ اَجْمَعِيْنَ البتہ ہدایت دیدے تم سب کو۔

گذشتہ سورت کے آخر میں قیامت کا ذکر تھا اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ بیشک قیامت آنے والی ہے۔ مشرکین مکہ قیامت کے منکر تھے کبھی کہتے مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ [یٰسین:۴۸] ''اور کہتے ہیں کب ہوگا یہ وعدہ اگر تم سچے ہو۔'' اور سورۃ النٰزعٰت آیت نمبر ۴۲ میں ہے يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ''یہ لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ وہ کب برپا ہوگی۔'' اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَتٰى اَمْرُ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کا حکم آپہنچا ہے۔ آئے گا لیکن یوں سمجھو کہ آچکا ہے۔

اس سورت کا نام نحل رکھنے کی وجہ :

اس سورت کا نام نحل ہے۔ نحل نَحْلَةٌ کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے شہد کی مکھی۔ اس سورت میں آئندہ شہد اور شہد کی مکھی کا ذکر آئے گا یعنی وہ سورت جس میں شہد کی مکھی کا ذکر ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اور نازل ہونے کے اعتبار سے اس کا سترواں نمبر ہے۔ انہتر سورتیں اس سے پہلے نازل ہو چکی تھیں۔ اس کے سولہ رکوع اور ایک سو اٹھائیس آیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اَتٰى اَمْرُ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کا حکم آچکا ہے قیامت کے بارے میں جس میں تم شک کرتے ہو۔ یوں سمجھو کہ وہ آ گئی ہے فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ پس تم جلدی نہ کرو اس کیلئے کہ کب آئے گی، قیامت آتی کیوں نہیں یوں سمجھو وہ آچکی ہے پس آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهٗ ''جو مر اپس

اس کی قیامت قائم ہوگئی۔" سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے اور بہت ہی بلند ہے عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ان چیزوں سے جن کو یہ اس کیساتھ شریک بناتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ان سے پاک بھی ہے اور بہت بلند ہے یُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ وہ فرشتوں کو نازل کرتا ہے، اتارتا ہے بِالرُّوْحِ راز دیکر۔ وحی کو روح کیساتھ تعبیر کیا ہے۔ جس طرح جاندار چیزوں کی زندگی روح کیساتھ ہے روح ہے حیات ہے روح نکل گئی موت ہے اسی طرح روحانی زندگی روح کیساتھ ہے اگر وحی الٰہی نہیں ہے تو انسان انسان نہیں ہے حیوانوں سے بھی بدتر ہے اس لئے وحی کو روح کیساتھ تعبیر فرمایا ہے۔ مِنْ اَمْرِهٖ اپنے معاملے سے۔ مثلاً جبرائیل علیہ السلام کو وحی دیکر اپنے حکم کے مطابق بھیجتا ہے۔ کس پر؟ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ جس پر چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے۔ حضرت آدم علیہ السلام پہلے پیغمبر ہیں اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخری پیغمبر ہیں۔ اللہ تعالیٰ پیغمبروں پر وحی نازل کرتے ہیں راز کی باتیں، حکمت کی باتیں، دانائی کی باتیں، حلال حرام کی باتیں، جائز اور ناجائز کی باتیں جو کہ انسان کی ضرورت ہیں وہ سب اس میں آتی ہیں۔ اس وحی میں سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ اَنْ اَنْذِرُوْٓا یہ کہ تم ڈراؤ لوگوں کو کہ شرک چھوڑ دو ورنہ خدا کے غضب سے نہیں بچ سکو گے توحید کو قبول کرو اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا بیشک شان یہ ہے کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر صرف میں۔

تمام پیغمبروں کا پہلا سبق توحید ہے :

جتنے پیغمبر دنیا میں تشریف لائے ہیں ان کا سب سے پہلا سبق ہی یہی تھا اور ان کی تبلیغ کا آغاز یہاں سے ہوا یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ [اعراف:۷۳] "اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔" اور جب اللہ میں

ہوں تو فاتَّقُوْنِ پس تم مجھ سے ڈرو اور کسی سے نہ ڈرو۔

انفس آفاق کے حوالے سے توحید کے دلائل :

آگے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کے دلائل ذکر کرتے ہیں۔ فرمایا خَلَقَ السَّمٰوٰتِ رب تعالیٰ نے پیدا کیا آسمانوں کو وَالْاَرْضَ اور زمین کو بِالْحَقِّ حق کیساتھ۔ کوئی چیز دنیا میں بے فائدہ نہیں ہے۔ دیکھو! یہ تپائی ہے نہ یہ خود بنی ہے اور نہ بے مقصد ہے بنانے والے نے اس لئے بنائی ہے کہ اس پر قرآن شریف رکھا جائے، حدیث شریف رکھی جائے یا کوئی کتاب رکھی جائے لہٰذا سب چیزیں حق کیساتھ ہیں تَعٰلٰی عَمَّا يُشْرِكُوْنَ اللہ تعالیٰ کی ذات بہت بلند ہے ان چیزوں سے جن کو یہ اللہ تعالیٰ کیساتھ شریک بناتے ہیں خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اس نے پیدا کیا انسان کو نطفے سے۔ سورت دھر آیت نمبر ۲ میں ہے مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ملے جلے نطفے سے۔ مرد اور عورت کا نطفہ ملتا ہے جو معمولی مقدار میں ہوتا ہے پھر جس کا غالب ہو جائے بچے کی شکل اس پر جاتی ہے ماں کا غالب ہو گیا تو بچے کی شکل ماں پر ہو جائیگی اور اگر باپ کا نطفہ غالب ہو گیا تو شکل باپ پر ہو جائے گی۔ انسان کا وجود تمام چیزوں سے عجیب تر ہے وہ حقیر قطرہ بدن سے شہوت کیساتھ نکلے تو سارا بدن ناپاک کپڑے پر گرے تو کپڑا ناپاک لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کیسا خوبصورت آدمی پیدا فرمایا۔ آنکھیں دیں، ہاتھ دیئے، پاؤں دیئے، ناک بنایا، تمام اعضاء بنائے، اس قطرے کو آدمی ہاتھ لگانے کیلئے تیار نہیں ہے لیکن اس سے جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کو سب چومتے پھرتے ہیں اور وہ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ پس وہ اچانک جھگڑا کرتا ہے کھلے طور پر۔ رب تعالیٰ کے وجود کے بارے میں جھگڑا کرتا ہے، پیغمبروں کے متعلق جھگڑا کرتا ہے، کتابوں کے بارے میں جھگڑا کرتا ہے، حق کے بارے میں جھگڑا کرتا ہے، ختم نبوت کے بارے میں

جھگڑا کرتا ہے اور اپنی حقیقت نہیں سمجھتا کہ میں کیا تھا اور کیا بنا۔

انعاماتِ خداوندی:

وَالۡاَنۡعَامَ خَلَقَهَا اور مویشیوں کو اس رب نے پیدا کیا ہے۔ سورۃ الانعام آیت نمبر ۱۴۳۔۱۴۴ میں ان مویشیوں کا ذکر ہے۔ بھیڑ نر، مادہ، اونٹ نر، مادہ، گائے نر، مادہ۔ یہ رب تعالیٰ نے تمہارے لئے پیدا فرمائے ہیں لَكُمۡ فِيهَا دِفۡءٌ تمہارے لئے ان جانوروں میں گرمی کا سامان ہے۔ ان کی اون اور پشم سے تم گرم کپڑے بناتے ہو سردی سے بچاؤ کیلئے۔ یہ دیکھو! میں نے اون کا سویٹر پہنا ہوا ہے اس نے اون کی چادر لی ہوئی ہے یہ رب تعالیٰ کی نعمت ہے وَّمَنَافِعُ اور بہت سے فائدے ہیں۔ ان کا دودھ بیچتے ہو، ان کی اون بیچتے ہو، دودھ پیتے ہو ان کی نسل بڑھتی ہے تمہاری دولت بڑھتی ہے وَمِنۡهَا تَاۡكُلُوۡنَ اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہو، ذبح کر کے بھی کھاتے ہو، ان کا گھی بیچ کر بھی کھاتے ہو، دودھ بیچ کر بھی کھاتے ہو وَلَكُمۡ فِيهَا جَمَالٌ اور تمہارے لئے ان میں خوبصورتی ہے حِيۡنَ تُرِيۡحُوۡنَ جس وقت تم انہیں چراگاہوں سے چرا کر شام کو واپس لاتے ہو وَحِيۡنَ تَسۡرَحُوۡنَ اور جس وقت صبح کے وقت ان کو چرانے کیلئے لے جاتے ہو۔ جاتے آتے وقت جانور اچھے اور خوبصورت لگتے ہیں اور جمال کا یہ مطلب بھی ہے کہ لوگ فخر کرتے ہیں میرے پاس اتنی بھینسیں ہیں، میرے پاس اتنے بیل ہیں، اتنی گائیں ہیں، اتنی بکریاں ہیں رب تعالیٰ نے یہ مال تمہیں دیا ہے۔ وَتَحۡمِلُ اَثۡقَالَكُمۡ اور وہ تمہارا بوجھ اٹھاتے ہیں اِلٰى بَلَدٍ لَّمۡ تَكُوۡنُوۡا بٰلِغِيۡهِ ان شہروں تک کہ تم نہیں لے جانے والے تھے ان شہروں تک اس سامان کو اِلَّا بِشِقِّ الۡاَنۡفُسِ مگر اپنی جانوں کو مشقت میں ڈال کر۔ دیکھو! من دو من کی بوری گکھڑ سے گوجرانوالہ یا وزیر آباد طاقتور آدمی بھی بڑی مشقت سے

لے جائے گا اور اگر اونٹ، بیل، بھینسے وغیرہ پر رکھ دو، وہ آرام سے لے جائے گا یہ رب تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لئے سہولت ہے اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ بیشک تمہارا رب البتہ بڑی شفقت کرنے والا مہربان ہے۔

انسان کو اپنے آپ پر غور کرنا چاہیے :

دیکھو! ایک ملازم کی ڈیوٹی ہوتی ہے کہ اس نے اتنے گھنٹے کام کرنا ہے فلاں ٹائم پر آنا ہے اور فلاں ٹائم چھٹی کرنی ہے۔ اگر وہ نہ آئے یا وقت پر نہ آئے اور اپنی ڈیوٹی میں کوتاہی کرے تو برداشت نہیں کرتے اور اسکو تنبیہ کرتے ہیں کہ اگر تو نے ڈیوٹی صحیح نہ دی تو میں تجھے نکال دوں گا معطل کر دوں گا اور اگر وہ باز نہ آئے تو نکال بھی دیتے ہیں۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے ہمارے ذمہ بھی یہاں ڈیوٹی لگائی ہے بے مقصد پیدا نہیں کیا لہذا ہمیں بھی سوچنا چاہئے کہ ہم اس کی زمین پر رہتے ہیں اس کے آسمان کے نیچے رہتے ہیں اس کی پیدا کردہ روزی کھاتے پیتے ہیں ہوا لے کر زندہ رہتے ہیں ڈیوٹی بھی ادا کرتے ہیں یا نہیں؟ یقین جانو! یہ اس کی رحمت اور شفقت ہے کہ ہم سرکشی پر ڈٹے ہوئے ہیں وہ انتقام نہیں لیتا فنا نہیں کرتا۔ حالانکہ دنیا میں کوئی ملازم ایک گھنٹہ لیٹ ہو جائے تو اس کو کان پکڑا دیتے ہیں اور ہم کئی کئی سال اور کئی کئی مہینے غفلت میں گذار دیتے ہیں اور ہمیں کوئی پرواہ نہیں ہے کہ اس نے ہمیں اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے اور ہمارے ذمہ ڈیوٹیاں لگائی ہیں اور ہم کیا کر رہے ہیں اگر وہ انتقام لینا چاہے اور فنا کرنا چاہے تو ایک لمحہ میں کر سکتا ہے۔ نافرمانی کے باوجود اولاد بھی دیتا ہے، رزق بھی دیتا ہے، مال و دولت بھی دی ہے بڑا حلیم ہے تحمل کرنے والا ہے اس کے تحمل کا نتیجہ ہے کہ فوراً ختم نہیں کرتا۔ وَّالْخَيْلَ اور اس نے پیدا کیا گھوڑوں کو وَالْبِغَالَ اور خچروں کو وَالْحَمِيْرَ اور گدھوں کو لِتَرْكَبُوْهَا تاکہ تم ان پر سوار ہو

وَزِیْنَۃً اور زینت ہو۔اس زمانے میں یہی سواریاں تھیں ان پر سوار ہوکر لوگ سفر کرتے تھے۔آنحضرت ﷺ کا گدھا تھا جس کا نام عُفَیر تھا جب آنحضرت ﷺ کی وفات ہوگئی تو وہ دیوانوں کی طرح پھرتا تھا کبھی مسجد نبوی کے سامنے آکر کھڑا ہوجاتا کہ آپ ﷺ یہاں سے باہر تشریف لائیں گے اور میرے اوپر سوار ہونگے اور کبھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے کے سامنے آکر کھڑا ہوجاتا کبھی حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے کے سامنے اور کبھی حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اور کبھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر چلا جاتا کہ آپ ﷺ کبھی یہاں سے بھی نکلتے تھے۔جس وقت اس عُفَیر نامی گدھے کو یقین ہوگیا کہ آپ ﷺ دنیا میں نہیں ہیں تو اونچے ٹیلے پر جاکر اس نے اپنے آپ کو نیچے گرا کر خودکشی کرلی۔چونکہ حیوان تھا اور حیوان پر کوئی مقدمہ نہیں چل سکتا کیونکہ وہ مکلّف نہیں ہے۔انسان اور جن مکلّف ہیں ان کیلئے خودکشی حرام ہے اگر خودکشی جائز سمجھ کر کرے گا تو کافر ہے اس کی کبھی بخشش نہیں ہوگی۔اگر جذبات میں آکر کریگا تو گنہگار ہے اور گنہگار کیلئے استغفار بھی ہے اور صدقہ خیرات بھی ہے۔

قیامت تک آنے والی تمام نئی ایجادات کا اشارہ قرآن میں موجود ہے :

وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ اور رب تعالیٰ پیدا کریگا وہ چیزیں جن کو تم نہیں جانتے۔ آج جو چیزیں ہم دیکھ رہے ہیں یہ چیزیں اس وقت تصور میں بھی نہیں تھیں۔جہاز ہیں، ریل گاڑیاں ہیں، بسیں اور کاریں ہیں رب تعالیٰ نے اپنے بندوں کو سمجھ دی ہے تو انہوں نے بنائیں۔آج سے پچاس سال پہلے اگر کوئی شخص کہتا کہ تمہارے گھر میں ایسا ایندھن آئے گا کہ نہ اس کا دھواں ہوگا اور نہ راکھ ہوگی زمین کے نیچے سے آئے گا تم اس پر روٹیاں

پکاؤ گے، چائے پکاؤ گے تو لوگ اس کو پاگل خانے میں لے جا کر بند کر دیتے لیکن آج گیس گھروں میں آیا ہوا ہے بڑی سہولت ہے مگر جتنی سہولیات ہیں ان سے بڑھ کر نافرمانیاں ہیں۔ چودھری محمد خان مرحوم کہتے تھے میں روزانہ گکھڑ سے پیدل چل کر گوجرانوالہ جاتا اور پڑھ کر واپس آتا تھا اس وقت یہ گاڑیاں بسیں نہیں ہوتی تھیں۔ روزانہ گوجرانوالہ پیدل جا کر پڑھ کر آنا بہت بڑی بات ہے اور آج حال یہ ہے کہ نارمل سکول سے بھی بس آئے تو بچے لٹکتے پھرتے ہیں۔

ایمان اور کفر اختیاری ہے :

وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ اور اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے سیدھے راستے کا بیان کرنا اور اس نے سیدھا راستہ بیان کیا ہے۔ سورت انعام آیت نمبر ۱۵۳ میں ہے وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ''اور بیشک یہ میرا سیدھا راستہ ہے پس اس کی اتباع کرو۔'' وَمِنْهَا جَآئِرٌ اور ان راستوں میں سے بعض ٹیڑھے ہیں۔ کفر کے راستے یہودیت، عیسائیت اور باطل فرقوں کے مذاہب سب ٹیڑھے راستے ہیں ان پر نہ چلو تم سیدھے راستے پر چلو وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰكُمْ اَجْمَعِيْنَ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے البتہ ہدایت دیدے تم سب کو جبراً مگر وہ جبراً ہدایت نہیں دیتا اس نے انسانوں کو اور جنوں کو اختیار دیا ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ [سورۃ الکہف] ''پس جو چاہے اپنی مرضی سے ایمان لائے اور اپنی مرضی سے کفر اختیار کرے۔'' نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى [نسآء: ۱۱۵] ''پھیر دیں گے ہم جدھر وہ پھرنا چاہے۔'' اس طرف کی ہم توفیق دے دیں گے زبردستی نہ کسی پر کفر مسلط کرتا ہے اور نہ ایمان مسلط کرتا ہے۔ رب تعالیٰ نے عقل اور سمجھ دی ہے پیغمبر بھیجے ہیں، کتابیں نازل فرمائی ہیں، ہر دور میں حق کی آواز بلند کرنے والے بھیجے ہیں لہٰذا اپنی مرضی کیساتھ جس

راستے پر کوئی چلنا چاہے گا اللہ تعالیٰ اس پر چلا دے گا۔ سورت عنکبوت آیت نمبر ۶۹ میں ہے
وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ''اور وہ لوگ جو کوشش کرتے ہیں ہماری طرف
آنے کی ہم ضرور ان کی راہنمائی کرتے ہیں اپنے راستوں کی۔'' یعنی اپنی طرف آنے کی
توفیق دے دیتے ہیں اور سورت صف پارہ ۲۸ میں فرمایا فَلَمَّا زَاغُوْا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ
''پس جب وہ ٹیڑھے چلے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا۔'' جبر کسی پر نہیں ہے
اگر چاہے تو سب کو ہدایت دیدے مگر حکمت کیخلاف ہے اس نے اختیار دیا ہے اپنی مرضی
سے کوئی ایمان لائے اور اپنی مرضی سے کفر اختیار کرے۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ ۝ يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۙ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ۝ وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ وَعَلٰمٰتٍ ؕ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝

هُوَ الَّذِيْ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے اَنْزَلَ جس نے اتارا مِنَ السَّمَآءِ آسمان کی طرف سے مَآءً لَّكُمْ پانی تمہارے لئے مِنْهُ اس پانی سے شَرَابٌ پینے کیلئے ہے وَّمِنْهُ اوراس پانی سے شَجَرٌ درخت ہیں فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ اس میں تم جانور چراتے ہو يُنْبِتُ لَكُمْ اگاتا ہے تمہارے لئے بِهٖ اس کے ذریعے الزَّرْعَ کھیتیاں وَالزَّيْتُوْنَ اور زیتون کے درخت وَالنَّخِيْلَ اور کھجوروں کے وَالْاَعْنَابَ اورانگوروں کے وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ اور ہر قسم کے پھل اِنَّ فِيْ

ذٰلِکَ بیشک اس میں لَاٰیَۃً البتہ نشانی ہے لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ اس قوم کیلئے جو فکر کرتی ہے وَسَخَّرَ لَکُمُ اور اس نے کام میں لگادیا تمہارے لئے الَّیْلَ رات کو وَالنَّھَارَ اور دن کو وَالشَّمْسَ اور سورج کو وَالْقَمَرَ اور چاندکو وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌ اور ستارے بھی پابند ہیں بِاَمْرِہٖ اس کے حکم کے اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ بیشک اس میں لَاٰیٰتٍ البتہ بہت نشانیاں ہیں لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ اس قوم کیلئے جو سمجھتی ہے وَمَا ذَرَاَ لَکُمْ اور وہ چیز جو اس نے پیدا کی ہے تمہارے لئے فِی الْاَرْضِ زمین میں مُخْتَلِفًا اَلْوَانُہٗ مختلف ہیں رنگ اس کے اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ بیشک اس میں لَاٰیَۃً البتہ نشانی ہے لِّقَوْمٍ یَّذَّکَّرُوْنَ اس قوم کیلئے جو نصیحت حاصل کرتی ہے وَھُوَ الَّذِیْ اور وہ وہ ذات ہے سَخَّرَ الْبَحْرَ جس نے تابع کیا سمندر کو لِتَاْکُلُوْا مِنْہُ تاکہ تم کھاؤ اس سے لَحْمًا طَرِیًّا تازہ گوشت وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْہُ حِلْیَۃً اور نکالو تم اس سے زیور تَلْبَسُوْنَھَا جس کو تم پہنتے ہو وَتَرَی الْفُلْکَ اور اے مخاطب تو دیکھتا ہے کشتیوں کو مَوَاخِرَ فِیْہِ جو چیرتی ہوئی جاتی ہیں اس میں وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِہٖ اور تاکہ تم تلاش کرو اللہ تعالیٰ کے فضل سے وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ اور تاکہ تم شکریہ ادا کرو وَاَلْقٰی فِی الْاَرْضِ اور ڈالے اللہ تعالیٰ نے زمین میں رَوَاسِیَ مضبوط پہاڑ اَنْ تَمِیْدَ بِکُمْ تاکہ زمین تمہارے ساتھ مضطرب نہ ہو وَاَنْھٰرًا اور نہریں چلائیں وَّسُبُلًا اور راستے بنائے لَّعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ تاکہ تم راہ پاؤ وَعَلٰمٰتٍ اور کئی علامتیں مقرر کیں

وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ اور ستاروں کے ذریعے وہ راہنمائی حاصل کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر :

گذشتہ سبق میں آپ نے پڑھا يُنَزِّلُ الْمَلٰئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ''وہ اتارتا ہے فرشتوں کو راز کی باتوں کیساتھ اپنے معاملے سے جس پر چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے۔'' اس وحی کا آغاز یہاں سے ہوتا ہے اَنْ اَنْذِرُوْا اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا ''یہ کہ ڈراؤ تم اس بات سے کہ میری ذات کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔'' اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی معبود کیوں نہیں ہے؟ فرمایا خَلَقَ السَّمٰوٰتِ اس نے پیدا کیا ہے آسمانوں کو اور زمین کو اور جانوروں کو۔ گھوڑے، خچر، اونٹ وغیرہ سب رب نے پیدا فرمائے ہیں تو عبادت کا مستحق بھی وہی ہے۔ اسی سلسلے میں مزید نعمتوں کا ذکر فرماتے ہیں هُوَ الَّذِیْ وہی ذات ہے اللہ تعالیٰ کی اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ جس نے اتارا آسمان کی طرف سے پانی تمہارے لئے مِنْهُ شَرَابٌ اس بارش کے پانی سے تم پیتے بھی ہو۔ آج بھی ایسے علاقے موجود ہیں کہ وہاں کے لوگوں کیلئے بارش کا پانی ہے بارش جب ہوتی ہے تو تالابوں میں جمع ہو جاتا ہے خود بھی اس سے پیتے ہیں اور جانور بھی، اسی سے نہاتے ہیں اور کپڑے دھوتے ہیں وَّمِنْهُ شَجَرٌ اور اس بارش کے پانی کی وجہ سے درخت ہوتے ہیں، پودے ہوتے ہیں، سبزیاں پیدا ہوتی ہیں گھاس پیدا ہوتا ہے تمہارے جانور، بھیڑ، بکریاں اور اونٹ چرتے ہیں فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ اس میں تم جانور چراتے ہو يُنْبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ اگاتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اس بارش کے پانی کے ذریعے کھیتیاں۔ بارانی علاقوں کا تو دارومدار ہی بارش پر ہے اور نہری علاقوں میں بھی بارش نہ ہو تو صرف نہری پانی کفایت نہیں کرتا اور بسا اوقات نہریں خشک بھی ہو جاتی ہیں اور جو پیداوار بارشی پانی سے

ہوتی ہے وہ دوسرے سے نہیں ہوتی وَالزَّیْتُوْنَ اور زیتون کے درخت۔ اس سے تیل نکلتا ہے اہل بلاد عرب لوگ زیتون کا تیل ہی استعمال کرتے ہیں وَالنَّخِیْلَ اور کھجوروں کے درخت۔ کھجوریں تمہاری خوراک بھی ہیں اور ان کو بیچ کر اپنی ضروریات پوری کرتے ہو وَالْاَعْنَابَ اور انگوروں کے اور کیا پوچھتے ہو وَمِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ اور ہر قسم کے پھل رب تعالیٰ نے پیدا فرمائے اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً بیشک البتہ اس میں نشانی ہے لِقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ اس قوم کیلئے جو غور و فکر کرتی ہے کہ رب تعالیٰ نے بارش نازل فرمائی ہے اور اس کے ذریعے اس نے فصلیں اور اناج پیدا فرمایا ہے، پھل پیدا فرمائے ہیں اور اس کے سوا یہ کام اور کوئی کرنے والا نہیں ہے وَسَخَّرَ لَکُمُ الَّیْلَ اور رب تعالیٰ نے کام میں لگا دیا تمہارے لئے رات کو اور سورت نبأ میں فرمایا وَجَعَلْنَا الَّیْلَ لِبَاسًا اور بنایا ہم نے رات کو لباس تاکہ تم رات کو آرام کرو۔ وَالنَّھَارَ اور دن کو تمہارے کام میں لگا دیا اور سورت نبأ میں ہے وَجَعَلْنَا النَّھَارَ مَعَاشًا اور ہم نے دن کو بنایا ذریعہ معاش تاکہ تم کمائی کرو، نیکیاں کرو، جہاد کرو، تبلیغ کرو، پڑھو وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اور سورج اور چاند کو تمہارے کام میں لگا دیا۔ اسباب میں سورج کے بغیر بھی کوئی کام نہیں چلتا روشنی کے علاوہ اس کی کرنیں اور تپش سے فصلیں پکتی ہیں پھل پکتے ہیں سورج کی حرارت کا صحت پر اثر پڑتا ہے۔ اسی طرح رب تعالیٰ نے چاند میں جو روشنی رکھی ہے وہ فصلوں پر اثر ڈالتی ہے کھیتیوں پھلوں پر اثر ڈالتی ہے انسانی اور حیوانی زندگی پر اس کا اثر ہوتا ہے۔

ستاروں کی اقسام اور ان کی وضاحت :

وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِہٖ اور ستارے رب کے حکم کے تابع ہیں رب تعالیٰ نے ان کی جو ڈیوٹی لگائی ہے اس میں کمی نہیں کرتے۔

ستاروں کی دو قسمیں ہیں۔

o..... ایک ثوابت اور o.....دوسرے سیارات

ثوابت وہ ہیں جو اپنی جگہ ٹھہرے ہوئے ہیں حرکت نہیں کرتے اور سیارات وہ ہیں جو چلتے ہیں۔ کوئی مشرق کی طرف چلتا ہے، کوئی مغرب کی طرف، کوئی شمال کی طرف اور کوئی جنوب کی طرف اور ایسے ستارے بھی ہیں جن کا وجود زمین سے بڑا ہے مگر ان کی رفتار کا کوئی حساب نہیں ہے اور کوئی کسی کیساتھ ٹکراتا بھی نہیں ہے کسی نے آج تک سنا ہے کہ ستارہ ستارے کیساتھ ٹکرا گیا اور ایسا ہوا تو قیامت برپا ہو جائے گی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا محکم نظام ہے اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ بیشک اس میں بہت نشانیاں ہیں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی لِقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ اس قوم کیلئے جو عقل سے کام لیتی ہے سمجھتی ہے۔ سورج چاند بھی نظر آرہے ہیں اور ان کی حرکات اور فوائد بھی سامنے ہیں وَمَا ذَرَاَ لَکُمْ فِی الْاَرْضِ اور وہ چیزیں جو اس نے پیدا کی ہیں تمہارے لئے زمین میں مُخْتَلِفًا اَلْوَانُہٗ مختلف ہیں رنگ انکے۔ کوئی سفید ہے، کوئی سیاہ ہے، کوئی سبز ہے، کوئی زرد ہے جانوروں کی رنگتیں بھی مختلف ہیں پھلوں اور سبزیوں کی بھی یہ سب چیزیں رب تعالیٰ نے پیدا کیں ہیں اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً بیشک اس میں البتہ نشانی ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی لِقَوْمٍ یَّذَّکَّرُوْنَ اس قوم کیلئے جو نصیحت حاصل کرتی ہے۔ جو نصیحت حاصل کرنا چاہے اس کیلئے بہت کچھ ہے۔ باغ میں جا کر دیکھو کیسے کیسے عجیب وغریب قسم کے پھول ہیں رنگ مختلف شکلیں مختلف انسانوں کی شکلیں بھی اللہ تعالیٰ نے مختلف پیدا فرمائی ہیں۔ آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک کتنی مخلوق آئی ہے ان میں تمہیں دو آدمی بھی ایسے نہیں ملیں گے جن کی من وعن شکل ملتی ہو کچھ نہ کچھ فرق ضرور ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بے شمار مخلوق ہے جن کے مادے مختلف، شکلیں اور نمونے مختلف۔

فرمایا وَهُوَ الَّذِیْ اور اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے سَخَّرَ الْبَحْرَ جس نے تابع کر دیا تمہارے سمندر۔ تابع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ تم غوطے لگاؤ، کشتیاں چلاؤ اس سے کام لو۔ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِیًّا تاکہ تم کھاؤ اس سے تازہ گوشت۔ مچھلیاں پکڑو اور کھاؤ۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بے شمار مخلوق ہے اور سمندروں پر جھگڑے ہوتے ہیں کہ یہ علاقہ ہمارا ہے وہ تمہارا ہے ایک دوسرے کے علاقے میں جائیں تو مچھیروں کو پکڑ لیتے ہیں۔ اس وقت بھی پاکستان کے کافی مچھیرے ہندوستان کے قبضے میں ہیں۔

مرد سونا وغیرہ استعمال نہیں کر سکتا :

وَتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً اور نکالو تم اس سے زیور۔ موتی نکالو، ہیرے نکالو یہ موتی وغیرہ کا زیور مرد بھی پہن سکتا ہے اور عورتوں کو بھی اجازت ہے لیکن سونا مرد نہیں پہن سکتے۔ آنحضرت ﷺ نے سونے کا ایک ٹکڑا ہاتھ میں پکڑا ہوا تھا فرمایا تم دیکھتے ہو میرے ہاتھ میں کیا ہے؟ صحابہ ؓ کہنے لگے حضرت! سونا معلوم ہوتا ہے۔ فرمایا ہاں واقعی سونا ہے اللہ تعالیٰ نے یہ میری امت کے مردوں کے لئے حرام فرمایا ہے۔ عورتوں کیلئے حلال ہے۔ مرد سونے کی کوئی چیز استعمال نہیں کر سکتا حتی کہ انگوٹھی بھی نہیں پہن سکتا۔ البتہ سونے کا دانت لگوائے تو اجازت ہے۔ اگر کسی کا ناک کٹ گیا ہے تو سونے کا لگوا سکتا ہے عورتوں پر کوئی پابندی نہیں ہے سونے کا جتنا زیور اٹھا سکتی ہیں اٹھالیں۔ اور دوسرے ہاتھ میں آپ نے ریشم کا ٹکڑا لیا فرمایا دیکھ رہے ہو یہ کیا ہے؟ کہنے لگے حضرت ایسے ہی ہے جیسے ریشم کا ٹکڑا ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری امت کے مردوں کیلئے حرام کر دیا ہے عورتوں کیلئے حلال ہے۔ مگر ریشم سے مراد مصنوعی ریشم نہیں ہے بلکہ وہ جو کیڑے سے پیدا ہوتا ہے۔ اصلی ریشم مرد کیلئے حرام ہے عورتوں کیلئے حلال ہے اور چھوٹے بچوں کیلئے بھی۔ فقہاء کرامؒ نے

تصریح فرمائی ہے کہ زیور انگوٹھی وغیرہ ان کو بھی پہنانا جائز نہیں ہے ہاں! لڑکیوں کیلئے جائز ہے۔اور تعویز کا حکم یہ ہے کہ عورتیں سونے چاندی کے بنا کر گلے میں ڈال سکتی ہیں مرد کیلئے سونے چاندی کے تعویذ کی بھی اجازت نہیں ہے چمڑے کا بنوالیں۔موتی اور ہیروں کا زیور وہار بنا کر مرد پہن سکتا ہے اور حجریات (وہ چیزیں جو پتھر سے بنی ہوئی ہیں) پہن سکتا ہے اور ان میں زکوۃ بھی نہیں ہے۔یہ بڑے بڑے شہروں میں جو بڑے بڑے سیٹھ ہیں یہ زکوۃ سے بچنے کیلئے لاکھوں ، کروڑوں اور اربوں روپے کے ہیرے خرید کر رکھ لیتے ہیں لیکن یاد رکھنا! رب تعالیٰ نیتوں کو جانتا ہے اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّتِ ''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔'' یہ کہ تم اس پر کمر باندھ لو تو رب کے حکم کو توڑنے کی اجازت نہیں ہے۔مرد چار ماشے چاندی کی انگوٹھی پہن سکتا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تَلْبَسُوْنَهَا جن کو تم پہنتے ہو وتری الْفُلْکَ اور اے مخاطب تو دیکھتا ہے کشتیوں کو مَوَاخِرَ فِیْهِ. مَوَاخِرَ مَاخِرٌ کی جمع ہے۔ ماخر کا معنی ہے چیرنے والا ہے۔یہ بڑی بڑی کشتیاں پانی کو چیرتی ہوئی جاتی ہیں تا کہ اس طرف کی چیزیں اُس طرف اور اُس طرف کی چیزیں اس طرف پہنچائی جائیں ولتبتغوا مِنْ فَضْلِهٖ اور تا کہ تم تلاش کرو اللہ تعالیٰ کے فضل سے تجارتیں کرو ولَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ اور تا کہ تم خدا کا شکر یہ ادا کرو۔جب تمہیں فائدہ حاصل ہو اور سمندر کی موجوں سے بچ جاؤ وَاَلْقٰی فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ. رَوَاسِیَ رَاسِیَةٌ کی جمع ہے اس کا معنی ہے مضبوط پہاڑ، اور ڈالے ہیں اللہ تعالیٰ نے زمین میں مضبوط پہاڑ اَنْ تَمِیْدَ بِکُمْ تا کہ زمین تمہارے ساتھ مضطرب نہ ہو، حرکت نہ کرے اور سورت نبا میں ہے وَالْجِبَالَ اَوْتَادًا ''پہاڑوں کے کیل ٹھونک دیئے۔'' ورنہ زمین ہلتی اور اس پر بودوباش نہ ہوسکتی۔ آج معمولی سا زلزلہ آجائے تو لوگ گھروں سے باہر نکل آتے ہیں اور ہر سال کسی نہ کسی جگہ

زلزلہ آتا ہی رہتا ہے اور کَثْـرتِ الـزَّلَازِلُ زلزلوں کا کثرت سے آنا قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ مضبوط پہاڑ میخیں بنا کر زمین میں ٹھونک دیئے ہیں تا کہ زمین حرکت نہ کرے وَ اَنْھٰـرًا اور نہریں چلائیں جنکے ذریعے تم [illegible] اصل کرتے ہو وَّسُبُلاً اور راستے بنائے لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ تا کہ تم راہ پاؤ اپنے گھر پہنچو۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں وَعَـلٰمٰتٍ اور بہت سی علامتیں رب تعالیٰ نے قائم کی ہیں جن سے تم سمجھتے ہو کہ ہم نے ادھر جانا ہے۔ عقل بھی رب نے دی ہے آنکھیں بھی رب نے دی ہیں وَبِـالـنَّـجْـمِ ھُمْ یَھْتَدُوْنَ اور ستاروں کے ذریعے وہ راہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ میں پہاڑی علاقے میں پیدا ہوا ہوں۔ ہمارے بڑے سحری کا وقت ہوتا تھا تو اٹھ کر ستارے دیکھتے تھے گھڑیاں تو نہیں ہوتی تھیں دیکھتے تھے کہ اب یہ ستارہ یہاں آگیا ہے لہذا وقت ہو گیا ہے اور اب گھڑیاں ہیں وقت منضبط ہے لیکن اس کے باوجود سمندری سفر ستاروں کے ذریعے ہوتا ہے اور قبلے کا رخ بھی بعض ستاروں کے ذریعے معلوم ہوتا ہے۔ یہ جو ہمارے علاقے کی مساجد ہیں قبلے سے کوئی ایک ڈگری کوئی دو ڈگری پھری ہوئی ہیں لیکن ڈیڑھ، دو، تین، چار، پانچ ڈگری ہٹ بھی جائے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہاں! نئی مسجد جب بناؤ تو کوشش کرو کہ اس کا رخ صحیح ہو۔ پرانے مستریوں کے پاس آلات ہوتے ہیں قبلہ نما کو بھی دیکھتے ہیں جس کے ساتھ رخ صحیح کرتے ہیں (حکومت کا جو محکمہ موسمیات ہے پنجاب میں اس کا ہیڈ آفس لاہور میں ہے۔ ان کا ایک مستقل قبلہ درست کرنے کا شعبہ ہے وہ اپنا آدمی آلات دیکر بھیجتے ہیں اور وہ موقع پر پہنچ کر قبلہ درست کر کے نشان لگا دیتا ہے۔ نواز بلوچ) تو اللہ تعالیٰ نے ستارے پیدا کئے ہیں ہماری راہنمائی کیلئے۔

اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۸﴾ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ؕ ﴿۲۰﴾ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۲۱﴾ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۲۲﴾ لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۴﴾ ۙ لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿۲۵﴾ ع

اَفَمَنْ يَّخْلُقُ کیا پس وہ ذات جو پیدا کرتی ہے كَمَنْ اس کی طرح ہے لَّا يَخْلُقُ جو پیدا نہیں کر سکتا اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ کیا پس تم نصیحت حاصل نہیں کرتے وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ اور اگر تم شمار کرو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو لَا تُحْصُوْهَا تو شمار نہیں کر سکتے اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ تعالیٰ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ البتہ بخشنے والا مہربان ہے وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ اور اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اس چیز کو جس کو تم چھپاتے ہو وَمَا تُعْلِنُوْنَ اور جس کو تم ظاہر کرتے ہو وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ اور وہ لوگ جو پکارتے ہیں مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وہ نہیں پیدا کر

سکتے کسی چیز کو وَّھُمْ یُخْلَقُوْنَ حالانکہ وہ خود پیدا کیے گئے ہیں اَمْوَاتٌ بے جان ہیں غَیْرُ اَحْیَآءٍ زندہ نہیں ہیں وَمَا یَشْعُرُوْنَ اور وہ نہیں جانتے اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ وہ کب دوبارہ کھڑے کیے جائیں گے اِلٰھُکُمْ اِلٰـہٌ وَّاحِدٌ معبود تمہارا ایک ہی معبود ہے فَالَّذِیْنَ پس وہ لوگ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ جو ایمان نہیں لاتے آخرت پر قُلُوْبُھُمْ مُّنْکِرَۃٌ ان کے دل منکر ہیں وَّھُمْ مُّسْتَکْبِرُوْنَ اور وہ تکبر کرتے ہیں لَا جَرَمَ ضرور بالضرور اَنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ بیشک اللہ تعالیٰ جانتا ہے مَا یُسِرُّوْنَ اس چیز کو جس کو وہ چھپاتے ہیں وَمَا یُعْلِنُوْنَ اور جس چیز کو وہ ظاہر کرتے ہیں اِنَّہٗ بیشک اللہ تعالیٰ لَا یُحِبُّ الْمُسْتَکْبِرِیْنَ محبت نہیں کرتا تکبر کرنے والوں سے وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ اور جس وقت ان سے کہا جاتا ہے مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّکُمْ کیا کچھ نازل کیا ہے تمہارے رب نے قَالُوْٓا کہتے ہیں اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ پہلے لوگوں کی کہانیاں لِیَحْمِلُوْٓا تاکہ وہ اٹھائیں اَوْزَارَھُمْ کَامِلَۃً اپنے بوجھ پورے پورے یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ قیامت کے دن وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِیْنَ اور کچھ ان لوگوں کے بوجھ بھی یُضِلُّوْنَھُمْ جن کو یہ گمراہ کرتے ہیں بِغَیْرِ عِلْمٍ علم کے بغیر اَلَا سَآءَ خبردار برا ہوگا مَا یَزِرُوْنَ وہ بوجھ جو وہ اٹھا رہے ہونگے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے خَلَقَ السَّمٰوٰتِ کے لفظ سے مضمون شروع کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان پیدا کئے، زمین پیدا کی، انسان کو نطفہ سے پیدا کیا، گھوڑا، خچر، گدھے پیدا کئے، کھیتیاں پیدا کیں، کھجوریں انگور وغیرہ سب کچھ پیدا کیا وَیَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ اور بے شمار چیزیں پیدا کریگا جو تمہارے علم میں نہیں ہیں۔

خالق اور غیر خالق میں بڑا فرق ہے :

اب تم خود فیصلہ کرو اَفَمَنْ یَّخْلُقُ کیا پس وہ ذات جو پیدا کرتی ہے کَمَنْ لَّا یَخْلُقُ اس کی طرح ہے جو پیدا نہیں کرسکتا۔ کیا تمہیں خالق اور غیر خالق کا فرق سمجھ نہیں آتا اَفَلَا تَذَکَّرُوْنَ کیا پس تم نصیحت حاصل نہیں کرتے کہ آسمان زمین کس نے پیدا کیے ہیں کھیتیاں حیوان کس نے پیدا کی ہیں تمہیں کس نے پیدا کیا اور جن کو تم خدا کا شریک بناتے ہو انہوں نے کیا پیدا کیا ہے؟ اتنی بات بھی تمہیں سمجھ نہیں آتی۔ فرمایا یہ تو ہم نے مختصری نعمتیں ذکر کی ہیں صرف توجہ دلانے کیلئے وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اور اگر تم شمار کرو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو تو شمار نہیں کر سکتے اِنَّ اللّٰـهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ یعنی اب بھی تم شرک سے توبہ کرلو تو توبہ کا دروازہ کھلا ہے اللہ تعالیٰ غفور ہے بڑا مہربان ہے معاف کردے گا۔ پہلے اللہ تعالیٰ کی صفت خالقیت کا بیان تھا اور اب صفت علم کا بیان ہے۔ فرمایا وَاللّٰهُ یَعْلَمُ اور اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے مَا تُسِرُّوْنَ اس چیز کو جو تم چھپاتے ہو وَمَا تُعْلِنُوْنَ اور جس کو تم ظاہر کرتے ہو اس کو بھی جانتا ہے۔ پیدا کرنا بھی اس کی صفت ہے اور ظاہر باطن کو جاننا بھی اس کی صفت ہے عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ بھی وہی ہے اور تمام اختیارات بھی اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں اس کے سوا نہ کوئی عالم الغیب ہے نہ حاضر و ناظر ہے نہ کسی کے پاس کوئی اختیار ہے وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اور وہ لوگ جن کو یہ اللہ تعالیٰ سے نیچے پکارتے ہیں لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا وہ نہیں پیدا کر سکتے کسی چیز کو، وہ کسی چیز کے خالق نہیں ہیں۔ حضرت مریم علیہا السلام کا بڑا بلند مقام ہے مگر ایک رتی کی بھی خالق نہیں ہیں، جبرائیل علیہ السلام تمام فرشتوں کے سردار ہیں مگر ایک ذرے کے بھی خالق نہیں ہیں، تمام فرشتے، تمام پیغمبر، جنات اور اللہ تعالیٰ کے ولی مخلوق

ہیں۔ خالق صرف پروردگار ہے۔ تو فرمایا اللہ تعالیٰ سے ورے جن کو یہ پکارتے ہیں وہ کسی چیز کے خالق نہیں ہیں وَهُمْ يُخْلَقُوْنَ وہ خود پیدا کیے گئے ہیں۔ مصیبت کے وقت ان کو پکارنا اے فلاں! اَغِثْنِیْ میری مدد کر، وہ تو مخلوق ہے اس نے کیا مدد کرنی ہے، مدد تو صرف رب تعالیٰ کرنے والا ہے۔ سورت یونس آیت نمبر ۱۰۷ میں ہے وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗ اِلَّا هُوَ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ”اور اگر پہنچائے اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں کوئی دور کرنے والا اس کے سوا اور اگر وہ ارادہ کرے آپ کیساتھ بھلائی کا تو کوئی نہیں روکنے والا اللہ تعالیٰ کی رحمت کو۔“ اَمْوَاتٌ بے جان ہیں غَيْرُ اَحْيَآءٍ زندہ نہیں ہیں۔ اگر بتوں کو پکارتے ہیں تو ان کا مردہ ہونا تو ظاہر ہے اور اگر اولیاء اللہ اور بزرگوں کو پکارتے ہیں تو کچھ تو فی الحال فوت ہو چکے ہیں اور جو زندہ ہیں انہوں نے بھی ایک دن مرنا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہزارہا سال سے زندہ ہیں زمین پر اتریں گے ثُمَّ يَمُوْتُ پھر وفات پائیں گے۔ فرشتے ہزارہا سال سے زندہ ہیں موت ان پر بھی آئے گی حَیٌّ قَيُّوْمٌ صرف رب تعالیٰ کی ذات ہے ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے۔ اسی لئے بزرگان دین کہتے ہیں کہ اللہ جی! نہ کہو کیونکہ دعائیہ جملہ ہے ”اللہ تو زندہ رہے۔“ یہ وہاں بولا جاتا ہے جہاں پر موت آئے رب تعالیٰ پر تو موت نہیں آسکتی لہٰذا اسکو زندگی کی دعا دینے کا کوئی معنیٰ نہیں ہے۔ سورت رحمٰن میں ہے كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ”جو کوئی بھی ہے زمین پر فنا ہونے والا ہے باقی رہے گی تیرے رب کی ذات جو بزرگی اور عظمت والا ہے۔“ نہ اس کی ابتداء نہ انتہاء وہ ازلی ابدی ہے اور باقی کچھ فی الحال مردے ہیں اور کچھ مَآل (انجام) کے اعتبار سے مردے ہیں آخر مریں گے۔ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ اور وہ نہیں جانتے وہ کب

دوبارہ کھڑے کئے جائیں گے۔

قیامت کا علم کسی کو نہیں :

مسلم شریف میں روایت ہے قَبْلَ اَنْ یَّمُوْتَ شَھْرًا آنحضرت ﷺ کی وفات سے ایک مہینہ پہلے پوچھنے والوں نے پوچھا حضرت قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا غَیْبٌ وَمَا یَعْلَمُ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ ''یہ غیب ہے اور غیب کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔'' اتنا معلوم ہے کہ قیامت آئے گی لیکن وقت کونسا ہوگا یہ رب تعالیٰ ہی جانتا ہے جیسے ہر آدمی کو یقین ہے کہ میں نے مرنا ہے لیکن کس وقت مرنا ہے یہ رب تعالیٰ کے سوا کسی کو علم نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ کو بھی عین وقت وفات کا نہیں بتلایا گیا آپ ﷺ نے قرینے سے فرمایا کہ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ میرا آخری سال ہے۔ پوچھا گیا حضرت! آپ کو رب تعالیٰ کی طرف سے اطلاع آئی ہے؟ فرمایا نہیں موت کی اطلاع رب کسی کو نہیں دیتا میں قرینے سے سمجھا ہوں وہ اس طرح کہ جبرائیل علیہ السلام میرے ساتھ رمضان میں قرآن کا ایک دور کرتے تھے اور اس رمضان میں دو دفعہ دور کیا ہے۔ بخاری شریف کی روایت ہے اس قرینے سے میں سمجھا ہوں۔ دو دفعہ دور کرنے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن پاک میں کوئی کمی نہ رہے۔ تو فرمایا ان کو تو یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ دوبارہ کب کھڑے کئے جائیں گے یہ مشکل کشا کس طرح بن گئے؟ اِلٰـھُکُمْ اِلٰـہٌ وَّاحِدٌ معبود تمہارا ایک ہی معبود ہے فَالَّذِیْنَ لَایُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ پس وہ لوگ جو ایمان نہیں لاتے آخرت پر قُلُوْبُھُمْ مُّنْکِرَۃٌ ان کے دل منکر ہیں توحید سے وَّھُمْ مُّسْتَکْبِرُوْنَ اور وہ تکبر کرتے ہیں۔

تکبر اور تجمل کا فرق :

اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس شخص کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی

تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائیگا۔ صحابہ کرام ﷺ نے عرض کیا کہ حضرت! ہم تو سب تکبر میں مبتلا ہیں کیونکہ ہر آدمی یہ چاہتا ہے کہ اَنْ یَّکُوْنَ ثَوْبُهٗ حَسَنًا اس کا لباس اچھا ہو شَعْرُهٗ حَسَنٌ بال اس کے اچھے ہوں کہ پٹے رکھے ہوئے ہوں، تیل لگایا ہوا ہو کنگھی کی ہوئی ہو اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ نَعْلُهٗ حَسَنٌ کہ اس کا جوتا اچھا ہو۔ آنحضرت نے فرمایا یہ تکبر نہیں ہے یہ توتجمل ہے یعنی خوبصورتی اِنَّ اللّٰهَ جَمِیْلٌ یُحِبُّ الْجَمَالَ اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے خوبصورتی کو پسند کرتا ہے۔ شرعی دائرے میں رہ کر اچھا لباس پہننا اپنی حیثیت کے مطابق لباس پہننا اس پر تو رب راضی اور خوش ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اظہار ہونا چاہئے کہ اے اللہ! تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے اچھا لباس دیا ہے۔ ایک شخص آنحضرت ﷺ کے پاس آیا کپڑے اس کے پھٹے پرانے تھے اور سر کے بال بکھرے ہوئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تجھے اتنی توفیق نہیں ہے کہ صابن لے کر کپڑے دھولے سر کے بالوں میں کنگھی کر لے۔ اس نے کہا حضرت میرے پاس اتنے اونٹ ہیں اتنی بھیڑ بکریاں ہیں اتنے نوکر ہیں اتنا میرا کاروبار وسیع ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے تجھے اتنا کچھ دیا ہے تو اس کی نعمت کا اثر تیرے بدن پر ظاہر ہونا چاہئے۔ تو اچھے لباس کا نام تکبر نہیں ہے تکبر نام ہے بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ حق کی بات کو ٹھکرانا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا۔ فرمایا لَا جَرَمَ ضرور بالضرور اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ بیشک اللہ تعالیٰ جانتا ہے اس چیز کو جس کو وہ چھپاتے ہیں اور جس چیز کو وہ ظاہر کرتے ہیں۔ اس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِیْنَ بیشک اللہ تعالیٰ محبت نہیں کرتا تکبر کرنے والوں سے۔ حدیث پاک میں آتا ہے مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ ''جو تواضع کرتا ہے اللہ تعالیٰ کیلئے اللہ تعالیٰ اس کے درجے بلند کرتے ہیں۔'' تواضع کا مطلب یہ ہے کہ

دوسرے کا ادب کرے احترام کرے اپنے سے بہتر سمجھے مَنْ تَجَبَّرَ تَکَبَّرَ ''جس نے اپنے آپ کو بڑا سمجھا اس نے تکبر کیا۔'' وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ اور جس وقت ان کو کہا جاتا ہے مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ کیا کچھ نازل کیا ہے تمہارے رب نے قَالُوْآ کہتے ہیں اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ پہلے لوگوں کی کہانیاں۔ اَسَاطِیْرَ اُسْطُوْرَةٌ کی جمع ہے اس کا معنٰی ہے کہانی۔ ظالموں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو قصے کہانیاں، ناول کہہ کر ٹھکرا دیا۔ بیشک قرآن میں نیک لوگوں کے قصے بھی ہیں اور برے لوگوں کے قصے بھی ہیں لیکن وہ قصے اس لئے ہیں فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ [اعراف:۱۷۶] ''پس آپ واقعات بیان کریں تاکہ لوگ غور و فکر کریں'' کہ نیکوں کا یہ انجام ہوا اور بروں کا یہ انجام ہوا۔ یہ قصے کہانیاں عبرت حاصل کرنے کیلئے ہیں۔ فرمایا ان کی باتوں کا نتیجہ کیا ہوگا لِيَحْمِلُوْآ اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً تاکہ وہ اٹھائیں اپنے بوجھ پورے پورے۔ اَوْزَار وِزْرٌ کی جمع ہے۔ وِزْرٌ کا معنٰی ہے بوجھ۔

ساری مہنگائی بڑے لیڈروں کی وجہ سے ہے :

وزیر کا لفظی معنٰی ہے بوجھ اٹھانے والا، پہلے زمانے میں وزیر کو وزیر اس لئے کہتے تھے کہ وہ قوم کی خدمت کا بوجھ اٹھاتا تھا، قوم کی ہمدردی اور غمخواری کا بوجھ اٹھاتا تھا اور آجکل کے وزیر قوم کی رقموں کا بوجھ اٹھا کر بیرون ممالک میں جمع کراتے ہیں اور دوسرے پیچھے تلاش کرتے پھرتے ہیں کہ کس کس بنک میں جمع کرائے ہیں۔ انصاف کی بات یہ ہے کہ ساری رقوم جو اربوں ڈالر ہیں واپس آجائیں تو نہ بجلی مہنگی ہو اور نہ گیس مہنگی ہو اور ان شاء اللہ ٹیکس لگانے کی ضرورت بھی نہیں پڑے گی حکومت سرمارتی رہے گی اور ہوگا کچھ بھی نہیں ان سے اور نہ آئندہ آنے والوں سے بلکہ اب تو مزید خدشات پیدا ہو گئے ہیں کہ

آئین سے اسلامیہ جمہوریہ کا لفظ نکال دیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ پہلے مکمل نام تھا اسلامی جمہوریہ پاکستان اور اب ہے جمہوریہ پاکستان۔ ختم نبوت کے منکروں پر پابندی کے لفظ بھی نکال دیئے ہیں اب قادیانی کھلے طور پر تبلیغ کرتے پھرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ملک اسلامی نہیں ہے ہم جو چاہیں کریں، بڑے خطرے کی بات ہے اس سے علماء بڑے پریشان ہیں اب علماء کرام کی ایک میٹنگ ہونے والی ہے اس بات پر کہ مطالبہ کرو کہ ختم نبوۃ کی دفعات کو برقرار رکھا جائے۔ بڑی پریشان کن بات ہے کہ گورنر سندھ نے کہا ہے کہ تم اپنی حفاظت خود کرو حکومت تمہاری حفاظت نہیں کرسکتی اور اسلحہ پر بھی پابندی ہے۔ الٹی منطق سمجھ نہیں آرہی محض امنشن کو راضی کرنے کیلئے یہ سب کچھ ہورہا ہے۔ تو فرمایا تاکہ وہ اپنے بوجھ اٹھائیں پورے پورے یَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ اور کچھ ان لوگوں کے بوجھ بھی يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ جن کو یہ گمراہ کرتے ہیں علم کے بغیر ان کا بوجھ بھی ان کے سر پر ہوگا اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ خبردار برا ہے وہ بوجھ جس کو وہ اٹھائیں گے۔ اپنا بوجھ بھی ہوگا اور دوسروں کو گمراہ کرنے کا بوجھ بھی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ان پر غضب نازل فرمائے گا اور سخت گرفت ہوگی۔

قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۶﴾ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۷﴾ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۪ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾ فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۲۹﴾

قَدْ مَكَرَ تحقیق تدبیر کی اَلَّذِيْنَ ان لوگوں نے مِنْ قَبْلِهِمْ جوان سے پہلے گذرے ہیں فَاَتَى اللّٰهُ پس حکم آیا اللہ تعالیٰ کا بُنْيَانَهُمْ ان کی عمارت پر مِّنَ الْقَوَاعِدِ اس کی بنیادوں سے فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ پس گر پڑی ان پر چھت مِنْ فَوْقِهِمْ ان کے اوپر سے وَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ اور آیا ان پر عذاب مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ جہاں سے شعور بھی نہیں رکھتے تھے ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ پھر قیامت والے دن يُخْزِيْهِمْ اللہ تعالیٰ ان کو رسوا کرے گا وَيَقُوْلُ اور کہے گا اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ کہاں ہیں میرے وہ شریک كُنْتُمْ کہ تھے تم تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ جھگڑا کرتے ان کے بارے میں قَالَ الَّذِيْنَ کہیں گے وہ لوگ اُوْتُوا الْعِلْمَ جن کو علم دیا گیا اِنَّ الْخِزْيَ بیشک رسوائی الْيَوْمَ آج کے دن وَالسُّوْٓءَ اور برائی عَلَى

الْكٰفِرِيْنَ کفر کرنے والوں پر ہے اَلَّذِيْنَ وہ لوگ ہیں تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ جن کی جان نکالتے ہیں فرشتے ظَالِمِیٓ اَنْفُسِهِمْ اس حال میں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں فَاَلْقَوُا السَّلَمَ پس ڈالیں گے وہ صلح کی بات کہیں گے مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ نہیں تھے ہم کرتے کوئی برائی بَلٰٓى کیوں نہیں اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بیشک اللہ تعالیٰ جانتا ہے بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ جو کچھ تم کرتے تھے فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ پس داخل ہو جہنم کے دروازوں میں خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ہمیشہ رہو گے اس میں فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ پس برا ہے ٹھکانہ تکبر کرنے والوں کا۔

کافروں کے منصوبے اللہ تعالیٰ خاک میں ملا دیتے ہیں :

قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ کی ایک تفسیر تفسیروں میں یہ مذکور ہے کہ کافروں نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کیخلاف منصوبے کی جو عمارت کھڑی کی پروگرام اور منصوبہ بنایا تھا کہ ہم پیغمبروں کی تعلیم مٹا کر دم لیں گے اللہ تعالیٰ نے ان کے منصوبوں کو خاک میں ملا دیا۔ نہ پیغمبروں کا پتہ بگاڑ سکے اور نہ ان کی تعلیم توحید کو مٹا سکے اور نہ اہل حق کو بالکل ختم کر سکے۔ تو اس آیت کریمہ میں جس عمارت کا ذکر ہے اس سے ظاہری عمارت مراد نہیں ہے بلکہ ان کے منصوبوں کی عمارت مراد ہے کہ انہوں نے جو منصوبے بنائے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو خاک میں ملا دیا۔

اور دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ حقیقتاً عمارت بنائی تھی اس کو اللہ تعالیٰ نے جڑ سے اکھیڑ کر پھینک دیا۔ وہ اس طرح کہ بابل شہر تھا عراق میں اور آج بھی ہے جس کا ذکر قرآن

کریم کے پہلے پارے میں ہے بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ۔اس بابل شہر میں نمرود ابن کنعان نے بہت بڑا محل بنایا تھا کہ اس کے نیچے بے شمار مخلوق آسکتی تھی اس محل کے مختلف حصے تھے کسی جگہ شراب خانہ کسی جگہ ناچ گھر اور کوئی جگہ تاش کھیلنے کیلئے اور کوئی جگہ خواہش کی تکمیل کیلئے کہ اس جگہ بدمعاشیاں ہوتی تھیں کسی جگہ کچھ ہوتا تھا اور کسی جگہ کچھ ہوتا تھا۔تو خیر بہت بڑا محل تھا ایک دن اس محل میں ان کا کوئی خاص پروگرام تھا کہ اس میں بدمعاشیاں ہونی تھیں لوگ جمع ہوئے۔کچھ شراب پی رہے ہیں، کچھ ناچ رہے ہیں، کوئی بدمعاشی کر رہے تھے جس طرح آج کل لوگ بسنت کا تہوار مناتے ہیں جو کہ خالص ہندوؤں کی رسم ہے تو یہ ہندوؤں کی رسمیں بھی کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مسلمان بھی کہلواتے ہیں اور پھر اخبارات میں اس کے جواز پر دلائل بھی پیش کرتے ہیں کہ یہ ہماری خوشی کا دن ہے۔بھئی سوال یہ ہے کہ تم خوشی کافروں کے طریقے کے مطابق کیوں مناتے ہو؟ منانی بھی ہے تو مسلمانوں کے طریقے کے مطابق مناؤ یہ جو تم لاکھوں کروڑوں روپے ڈور اور پتنگ پر ضائع کرتے ہو میں کہتا ہوں کہ اس سے تو پانچ سات مدارس قائم ہو سکتے ہیں۔آج وعدہ کرو کہ ہم نہ پتنگ اڑائیں گے اور نہ اڑانے دیں گے بچوں کے شور سے مت گھبراؤ بلکہ ان کی ذہن سازی کرو اور یہ سب سے بڑا فریضہ عورتوں کا ہے اگر عورتیں مضبوط ہو جائیں اور بچوں کے سامنے کمزوری نہ دکھائیں تو ان شاء اللہ کچھ بھی نہیں ہوگا۔ہندوؤں کی رسمیں منا کر تم کیا حاصل کرنا چاہتے ہو؟ یہ فضول خرچی ہے اور فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں سورت بنی اسرائیل آیت نمبر ۲۷ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ''بیشک فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔'' پیسے دیکر اولاد کو شیطانوں کا بھائی بناتے ہیں بڑی نادانی کی بات ہے۔تو ایسا ہی ان کا

اجتماعی پروگرام تھا وہ اپنی خوشیوں میں لگے ہوئے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت مکان گرا وہ سب تباہ ہوگئے اس کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ تحقیق تدبیر کی ان لوگوں نے جو ان سے پہلے گذرے ہیں تدبیریں کیں حق کے خلاف فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ پس اللہ تعالیٰ کا حکم آیا ان کی عمارت پر مِنَ الْقَوَاعِدِ بنیادوں سے فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ پس گر پڑی ان پر چھت ان کے اوپر سے۔ ان کو وہم وگمان بھی نہیں تھا کہ اتنا مضبوط محل کبھی گرے گا مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت سے وہ گرا اور سب کے سب تباہ ہوگئے اللہ تعالیٰ کے سامنے کیا مشکل ہے۔ تم پڑھ چکے ہو کہ صالح علیہ السلام کی قوم نے بڑی بڑی چٹانوں کو تراش کر مکان بنائے تاکہ زلزلوں سے تباہ نہ ہوں کیونکہ ان سے پہلے لوگ زلزلوں سے تباہ ہوئے تھے کہ زلزلہ آتا تھا دیوار الگ اور چھت الگ ہوجاتی تھی اور ہم ایک ہی چٹان میں سب کچھ بنائیں گے تو کیا چرے گا، کیا دراڑیں پڑیں گی اور کیا الگ ہوگا مگر جب رب تعالیٰ کا عذاب آیا حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایک ڈراؤنی چیخ ماری اور ساتھ زلزلہ آیا ایک شخص بھی ان میں سے زندہ نہ رہا مکان تو ان کے اب تک کھڑے ہیں مگر مکین کوئی نہیں ہے وَاَتٰهُمُ الْعَذَابُ اور آیا ان پر عذاب مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ جہاں سے شعور بھی نہیں رکھتے تھے۔ ان کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ اتنی مضبوط عمارت گرے گی یہ تو دنیا کی سزا تھی ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ پھر قیامت والے دن اللہ تعالیٰ ان کو رسوا کرے گا۔ قیامت کا عذاب علیحدہ ہے وَيَقُوْلُ اور کہے گا رب تعالیٰ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ کہاں ہیں میرے وہ شریک کہ تھے تم جھگڑا کرتے ان کے بارے میں اہل حق کیساتھ اور کہتے تھے یہ ہمارے کارساز ہیں مشکل کشا ہیں ان کو ذرا میدان میں لاؤ کہ پتہ چلے کہ ان میں الٰہ ہونے کی کونسی صفت ہے؟

مشرک تو خاموش رہیں گے قَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ کہیں گے وہ لوگ جن کو علم دیا گیا اِنَّ الْخِزْیَ الْیَوْمَ بیشک رسوائی آج کے دن وَالسُّوْٓءَ اور برائی عَلَی الْکٰفِرِیْنَ کافروں پر ہے۔ مشرک تو خاموش رہیں گے اہل حق بولیں گے جن میں پیغمبر ہونگے، صحابہؓ ہونگے، اولیاء اللہ ہونگے یہ کہیں گے کہ آج کے دن رسوائی کافروں پر پڑے گی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کیساتھ دوسروں کو شریک بنایا اور ان سے حاجتیں مانگتے تھے وہ آج ذلیل ہونگے۔ یہ ذلیل ہونے والے کون ہیں؟ اَلَّذِیْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ وہ لوگ ہیں جن کی جان نکالتے ہیں فرشتے ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِهِمْ اس حال میں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں۔

فرشتے کے جان نکالنے کا منظر :

جب فرشتے جان نکالنے کیلئے آتے ہیں تو بڑا عجیب منظر ہوتا ہے مرنے والے کو سب کچھ نظر آتا ہے اور کسی کو کچھ نظر نہیں آتا ملک الموت سامنے ہوتا ہے اور اس کے پیچھے اٹھارہ فرشتوں کی لائن ہوتی ہے یہ کسی کو نظر نہیں آتے، نہ مرنے والے کے والد کو، نہ ماں کو، نہ حکیم کو، نہ ڈاکٹر کو، نہ عزیز رشتہ داروں کو، مرنے والے کو نظر آتے ہیں۔ مرنے والا اگر کافر ہے تو اس کو فرشتہ کہتا ہے اپنی جان ہمارے حوالے کر و رب تعالیٰ تجھ سے ناراض ہے وہ منتیں کرنے لگ جاتا ہے لَوْ لَآ اَخَّرْتَنِیْٓ اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ [منافقون: ۱۰] ''اے میرے رب کیوں نہیں تو نے مجھے مہلت دی تھوڑی سی مدت تک تاکہ میں صدقہ کرتا اور ہو جاتا نیکوں میں سے۔'' اور قانون یہ ہے وَلَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ''اور اللہ تعالیٰ ہرگز مؤخر نہیں کرتا کسی جان کو جب اسکی موت کا وعدہ آ گیا'' ایک لحہ کی بھی مہلت نہیں ملتی پھر اس کی روح بدن میں چھپتی ہے اور فرشتے اس کی پٹائی کر کے روح نکالتے ہیں بدبودار ٹاٹ اور کفن ہوتے ہیں ان میں لپیٹتے ہیں اور

اسکوآسمان تک پہنچاتے ہیں تو لَا تُفَتَّحُ لَھُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ [اعراف:۴۰] ''نہیں کھولے جائیں گے ان کیلئے آسمان کے دروازے۔'' آسمان والے فرشتے کہتے ہیں یہ بدبو کہاں سے لائے ہو ان مرداروں کو واپس لے جاؤ۔ پھر ساتویں زمین کے نیچے سجین ایک مقام ہے وہ دفتر ہے برے لوگوں کا تو وہاں لے جاکر اس کا اندراج کیا جاتا ہے۔ تو فرمایا فرشتے جب جان نکالتے ہیں تو وہ اپنی جانوں پر ظلم کر رہے ہوتے ہیں فَاَلْقَوُا السَّلَمَ پس ڈالیں گے وہ صلح کی بات کہتے ہیں مَا کُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْءٍ نہیں تھے ہم کرتے کوئی برائی۔ اور سورت انعام آیت نمبر ۲۳ میں ہے مشرک کہیں گے وَاللّٰہِ رَبِّنَا مَا کُنَّا مُشْرِکِیْنَ ''قسم ہے اللہ کی ہے جو ہمارا پروردگار ہے نہیں ہم شرک کرنے والوں میں سے۔'' اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اُنْظُرْ کَیْفَ کَذَبُوْا عَلٰی اَنْفُسِھِمْ ''دیکھو کیسے جھوٹ بول رہے ہیں اپنی جانوں پر۔''

مشرک سے بڑھ کر کوئی بے حیا نہیں :

مشرک ایسا بے حیا ہے کہ قیامت والے دن سچے رب کے سامنے بھی جھوٹ بولنے سے باز نہیں آئے گا۔ وہ قیامت والا دن کہ جہاں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا جواب ملے گا بَلٰی کیوں نہیں بُرے کام کرتے رہے اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ بیشک اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ تم عمل کرتے تھے۔ ساری زندگی تمہاری برائی میں گزری، گناہوں میں گذری، رب تعالیٰ کی نافرمانی میں گذری اور اب کہتے ہو کہ ہم نے کوئی برائی نہیں کی۔ سب کچھ رب تعالیٰ کے سامنے ہے اب اس کے سوا کچھ نہیں ہوگا فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَھَنَّمَ پس داخل ہو جاؤ تم جہنم کے دروازوں میں۔ جس وقت میت کو قبر میں پہنچایا جاتا ہے اور منکر نکیر سوال جواب کرتے ہیں اور اس کا انجام اس کے سامنے

ہوتا ہے تو شور کرتا ہے پھر اس پر فرشتے مسلط کیے جاتے ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ وہ فرشتے آنکھوں سے اندھے اور کانوں سے بہرے ہوتے ہیں اور ان کو ایسے ہتھوڑے دیئے جاتے ہیں کہ اگر ایک ہتھوڑا دنیا کے کسی پہاڑ پر مارا جائے تو وہ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائے اگر قبر والے کو مارنا مقصود ہو تو ایک ہتھوڑا ہی کافی ہے مگر وہ سزا کون بھگتے گا تو اس ہتھوڑے کیساتھ وہ فرشتے اسکو مارتے ہیں اور اندھے ہوتے ہیں یہ نہیں دیکھتے کہ کہاں لگ رہی ہے اور بہرے ہوتے ہیں چیخ پکار بھی نہیں سنتے اور اللہ تعالیٰ بچائے ننانوے ننانوے اژدھا بعض مجرموں کو چمٹے ہونگے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر ایک اژدھا یہاں سانس لے لے تو ساری سبز چیزیں خشک ہو جائیں فرشتوں کی پٹائی علیحدہ ہے۔ خچر کے برابر بچھو ہونگے اگر ایک ڈنگ ماریں تو ساری عمر اس کی جلن ختم نہ ہو۔ آگ کا عذاب علیحدہ ہوگا وہاں واویلا کام نہیں آئے گا اب کر لو جو کچھ کرنا ہے اللہ تعالیٰ نے عقل دی ہے سمجھ دی ہے جو کام کرنے والے ہیں کرو اور جو چھوڑنے والے ہیں ان کے قریب نہ جاؤ۔ تو کافروں کو حکم ہوگا داخل ہو جاؤ جہنم کے دروازوں میں خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ہمیشہ رہیں گے اس دوزخ میں فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ پس البتہ برا ٹھکانہ ہے تکبر کرنے والوں کا۔ جو حق کو ٹھکراتے تھے ان کا یہ ٹھکانہ ہے۔ کل انشاءاللہ مومنوں کی وفات کا ذکر آئے گا۔

وَقِيْلَ

لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوْا خَيْرًا ۭ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ ۭ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ ۝۳۰ۙ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَاۗءُوْنَ ۭ كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ ۝۳۱ۙ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ طَيِّبِيْنَ ۙ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ۙ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۳۲ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ ۭ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝۳۳ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۳۴ ع

وَقِيْلَ اور کہا گیا لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کو اتَّقَوْا جو رب سے ڈرتے رہے مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ کیا کچھ نازل کیا ہے تمہارے پروردگار نے قَالُوْا خَيْرًا وہ کہتے ہیں خیر نازل کی ہے لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کیلئے اَحْسَنُوْا جنہوں نے نیکی کی فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا اس دنیا کی زندگی میں حَسَنَةٌ بھلائی ہے وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ اور البتہ آخرت کا گھر خَيْرٌ بہت ہی بہتر ہے وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ اور البتہ اچھا ہے گھر پرہیزگاروں کا جَنّٰتُ عَدْنٍ وہ باغات ہیں ہمیشہ کے يَّدْخُلُوْنَهَا داخل

جلدی پہنچاؤ اسکی اس بات کو ہم تم نہیں سنتے کیونکہ ہمارا ایمان، ایمان بالغیب ہے۔ اور اگر دوسری قسم کا ہے تو شور مچاتا ہے کہتا ہے اَیْنَ تَذْهَبُوْنِیْ تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟

تو ملک الموت نیک آدمی کو سلام کرتا ہے اور جنت کی خوشخبری سناتا ہے اور جنت کی کوٹھی دکھاتا ہے کہ یہاں تو نے جانا ہے۔ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ داخل ہو جاؤ جنت میں بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اس لئے کہ تم نے اچھے عمل کئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر جنت میں کوئی داخل نہیں ہوسکتا :

اعمال جنت میں داخل ہونے کا سبب ہیں اور علت اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایات ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے عمل کے زور پر جنت میں نہیں جا سکتا جب تک اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم شامل نہ ہو۔ مولانا شبیر احمد عثمانی جنہوں نے مغربی پاکستان میں جھنڈا لہرایا تھا سمجھانے کیلئے فرماتے ہیں کہ گاڑی کا انجن ہوتا ہے اس پر ڈرائیور اور دو تین اس کے معاونین ہوتے ہیں لیکن اختیار سارا ڈرائیور کے پاس ہوتا ہے وہی چلاتا ہے وہی روکتا ہے مگر ڈرائیور گاڑی اس وقت تک نہیں چلا سکتا جب تک گارڈ سبز جھنڈی نہ لہرائے۔ فرماتے ہیں عمل انجن ہے مگر جب تک رب تعالیٰ کے فضل وکرم کی رحمت کی جھنڈی نہیں لہرائی جائے گی گاڑی نہیں چلے گی۔ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم شامل حال ہوگا تو بات بنے گی۔ صحابہ کرام نے عرض کیا حضرت! ہمارے اعمال تو کچھ نہیں، کیا آپ بھی اپنے اعمال کی بنا پر جنت میں نہیں جائیں گے اور بارہا سن چکے ہو کہ ہمارا پختہ عقیدہ ہے کہ امت کے سب اعمال ایک طرف اور آپ کا ایک عمل ایک طرف مقابلہ نہیں کر سکتے آپ کے اعمال بھاری ہیں۔ آپ ﷺ نے اپنے سر مبارک پر ہاتھ مبارک رکھا اور فرمایا وَلَا اَنَا اِلَّا اَنْ يَّتَغَمَّدَنِيَ اللّٰهُ

بِفَضْلٍ مِنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٍ میں بھی اپنے اعمال کی بنا پر نہیں جا سکتا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے
اپنے فضل اور رحمت میں ڈھانپ کر لے جائے گا۔ تو اعمال سبب ہیں علت اللہ تعالیٰ کا فضل
وکرم ہے۔ تو آدمی کو جب قبر میں اتار دیا جاتا ہے تو فرشتے سوال کرتے ہیں نیک بندہ جب
صحیح جواب دے دیتا ہے تو اس کے پاس ایک بڑا خوبصورت آدمی آ جاتا ہے اس کے
کپڑوں اور بدن سے خوشبو آ رہی ہوتی ہے۔ یہ کہتا ہے کہ میں نے اس سے پہلے تیرے
جیسا آدمی نہیں دیکھا تم کون ہو کہاں سے آ گئے ہو؟ وہ ہنس کر کہتا ہے اَمَا تَعْرِفُنِيْ کیا تو
مجھے نہیں پہچانتا؟ یہ کہتا ہے نہیں! میں نے تیرے جیسا خوبصورت کہ جس کے کپڑوں اور
بدن سے خوشبو آتی ہو نہیں دیکھا۔ وہ کہتا ہے اَنَا عَمَلُکَ الصَّالِحُ میں تیرا نیک عمل ہوں
اور میں تیرے ساتھ رہوں گا۔ اور اگر بُرا آدمی ہے تو کَرِيْهُ الْمَنْظَرُ بڑا بدصورت بدبودار
لباس والا آ جاتا ہے اس کو دیکھ کر اسے تکلیف ہوتی ہے اور کہتا ہے تم کہاں سے آ گئے ہو میں
تو پہلے ہی تکلیف میں ہوں تیری وجہ سے تکلیف اور زیادہ ہو گئی ہے۔ وہ کہتا ہے تم مجھے نہیں
پہچانتے میں تیرا بُرا عمل ہوں اور تیرے ساتھ رہوں گا۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے سب کچھ بتا دیا
ہے کہ کیا ہونے والا ہے آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے سب کچھ سامنے آ جائے گا آج وقت
ہے تیاری کر لو کل کچھ نہیں کر سکو گے اب تم کس چیز کا انتظار کر رہے ہو؟ اللہ تعالیٰ فرماتے
ہیں هَلْ يَنْظُرُوْنَ نہیں انتظار کرتے یہ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ مگر یہ کہ آئیں ان کے
پاس فرشتے عذاب لے کر اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ یا آئے تیرے رب کا کوئی حکم قیامت برپا
ہو جائے یا اس سے پہلے عذاب کی کوئی اور صورت ہو حق کی بات ہم نے واضح کر دی ہے
اب تم کس چیز کا انتظار کر رہے ہو اور یہی ضد ہے اور ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے
كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ اسی طرح کیا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے۔

وَلَا مَمْنُوْعَةٌ ''نہ وہ ختم ہونگے اور نہ کوئی رکاوٹ ہوگی۔'' نہ وہاں گرمی ہوگی نہ سردی ہو گی، نہ مکھی نہ مچھر، نہ کوئی دکھ نہ تکلیف......

بہشت آنجا کہ آزارے نہ باشد

کسے را با کسے کارے نہ باشد

''جنت وہ جگہ ہے جہاں کوئی تکلیف نہیں ہوگی اور کسی کو کسی کیساتھ کوئی کام نہیں ہوگا۔'' کوئی کسی کا محتاج نہیں ہوگا دلوں کو رب شیشے کی طرح صاف کر دے گا کہ کسی کیخلاف بُرا جذبہ نہیں ہوگا۔ آج تو حال یہ ہے کہ والدین کے خلاف، اولاد کیخلاف، بہن بھائیوں کیخلاف بُرے جذبات ہیں بغض کینہ ہے وہاں کسی قسم کا کوئی جھگڑا نہیں ہوگا لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا [واقعہ: ۲۵] ''نہیں سنیں گے اس میں کوئی بیہودہ بات اور نہ کوئی گناہ کی بات۔'' يَدْخُلُوْنَهَا داخل ہونگے وہ ان باغوں میں تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ جاری ہونگی ان کے نیچے نہریں لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ جنتیوں کیلئے ہوگا ان جنتوں میں جو کچھ وہ چاہیں گے بس ارادہ اور تصور کرنے کی دیر ہوگی اور وہ چیز سامنے آ جائے گی۔ احادیث میں موجود ہے اور قرآن پاک بھی اس کی شہادت دیتا ہے کہ مثلاً ایک درخت ہے بہت بلند اور اس پر پھل لگا ہوا ہے وہ میں نے کھانا ہے تو بس یہ ارادہ کرے گا اور وہ ٹہنی فوراً جھک جائے گی قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ [سورۃ الحاقہ] کھڑے ہونے کی بھی ضرورت نہیں پیش آئے گی نہ درخت پر چڑھنے کی ضرورت پیش آئے گی اور اگر لیٹا ہوا ہے تو اٹھ کر بیٹھنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی بلکہ پھل سامنے آ جائے گا۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ فرماتے ہیں کہ جنت کیا ہوگی؟ یوں سمجھو کہ ایک چھوٹی خدائی ہوگی جیسے رب تعالیٰ کسی شے کا ارادہ فرماتے ہیں تو وہ فوراً ہو جاتا ہے اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ

یَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ "بیشک حکم اس کا جب وہ ارادہ کرتا ہے کسی چیز کے بارے میں تو کہتا ہے اس کو ہو جا بس وہ چیز ہو جاتی ہے۔" [یٰسین:۸۲]

اور جنتیوں کے متعلق بھی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَآءُونَ جو چاہیں گے ملے گا۔ پرندے اڑتے ہوئے نظر آئیں گے یہ خیال کریگا کہ یہ میری خوراک بن جائیں اسی وقت بھنے ہوئے پلیٹ میں سامنے ہونگے اگر اڑنے کا ارادہ کریگا فوراً اُڑ پڑے گا اگر کسی دوست کو ملنے کا ارادہ کرے گا فوراً اسکے پاس پہنچ جائے گا اور اگر یہ چاہے گا کہ وہ میرے پاس آ جائے تو وہ آناً فاناً آ جائیگا جو چاہیں گے ملے گا كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِينَ اسی طرح بدلہ دے گا اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں کو۔ پرہیز گاروں کی شان یہ ہے الَّذِينَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ وہ پرہیز گار جن کی جان نکالتے ہیں فرشتے طَيِّبِينَ وہ مرنے والے بڑے خوش ہوتے ہیں يَقُولُونَ فرشتے کہتے ہیں سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ سلام ہو تم پر۔

فرشتے مرنے والے کو نظر آتے ہیں :

یہاں پر ابو سعود وغیرہ تفسیروں میں لکھا ہے کہ ملک الموت جب آتا ہے تو مرنے والے کو نظر آتا ہے اگر وہ مومن ہے تو اس کی جنت والی کوٹھی اس کے سامنے پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تو نے اب یہاں جانا ہے وہاں کی راحت، آرام اور آسائش دیکھ کر وہ کہتا ہے کہ مجھے جلدی وہاں پہنچاؤ۔ اسی لئے احادیث میں آتا ہے کہ جب کوئی فوت ہو جائے تو اس کے دفن کرنے میں تاخیر نہ کرو۔ اگر نیک آدمی ہے تو راحتوں سے فائدہ اٹھائے گا اور اگر دوسری قسم کا ہے تو فَشَرٌّ تَضَعُونَهُ عَنْ رِقَابِكُمْ ایک بلا ہے اسکو اپنی گردنوں سے اتارو۔ اس بلا سے تمہاری جان چھوٹ جائے۔ اور بخاری شریف کی روایت میں ہے نیک میت جب چارپائی پر پڑی ہوتی ہے تو کہتی ہے قَدِّمُونِي قَدِّمُونِي مجھے جلدی پہنچاؤ مجھے

ہونگے وہ ان میں تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ جاری ہونگی ان کے نیچے نہریں لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ ان کیلئے ہوگا جنتوں میں جو وہ چاہیں گے كَذٰلِكَ اسی طرح يَجْزِی اللّٰهُ بدلہ دے گا اللہ تعالیٰ الْمُتَّقِيْنَ پرہیزگاروں کو الَّذِيْنَ وہ متقین تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ جن کی جان نکالتے ہیں فرشتے طَيِّبِيْنَ اس حال میں کہ وہ خوش ہوتے ہیں يَقُوْلُوْنَ وہ فرشتے کہتے ہیں سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ سلام ہو تم پر اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ داخل ہو جاؤ جنت میں بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ بسبب اس کے جو تم اچھے عمل کرتے تھے هَلْ يَنْظُرُوْنَ نہیں انتظار کرتے یہ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ مگر یہ کہ آئیں ان کے پاس فرشتے اَوْ يَاْتِیَ اَمْرُ رَبِّكَ یا آئے تیرے رب کا کوئی حکم كَذٰلِكَ اسی طرح فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ کیا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ اور نہیں ظلم کیا ان پر اللہ تعالیٰ نے وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ اور لیکن تھے وہ اپنی جانوں پر يَظْلِمُوْنَ ظلم کرتے فَاَصَابَهُمْ پس پہنچی ان کو سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وہ برائیاں جو انہوں نے کی تھیں وَحَاقَ بِهِمْ اور گھیر لیا ان کو مَّا اس چیز نے كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ تھے وہ جس کیساتھ مذاق کرتے۔

اس سے پہلے رکوع میں تھا کہ جب متکبرین سے کہا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا نازل کیا ہے؟ یعنی جب کوئی سورتیں اور آیات نازل ہوتیں اور یہ سنتے اور پھر ان سے پوچھا جاتا کہ تمہارے رب نے کیا نازل کیا ہے؟ تو کہتے اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ پہلے لوگوں کی کہانیاں نازل کی ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کی قدر و منزلت گھٹانے کیلئے کہتے تھے پہلے

لوگوں کی کہانیاں ہیں قصے ہیں اور کیا ہے۔

متقیوں کا اعتقاد قرآن کے بارے میں :

ان کے مقابلے میں جب متقیوں سے یہی سوال کیا جاتا ہے تو وہ جواب دیتے ہیں، اس کا بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَقِیْلَ اور کہا گیا لِلَّذِیْنَ اتَّقَوْا ان لوگوں سے جو رب سے ڈرتے ہیں ان سے پوچھا گیا مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّکُمْ تمہارے رب نے کیا نازل کیا ہے قَالُوْا خَیْرًا وہ کہتے ہیں خیر نازل کی ہے۔ جو نازل کیا ہے وہ بہت ہی بہتر ہے۔ متکبرین نے تو کہا کہ قصے کہانیاں ہیں اور اللہ کے بندوں نے کہا بہت بہتر نازل کیا ہے۔ فرمایا لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا ان لوگوں کیلئے جنہوں نے نیکی کی فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةٌ اس دنیا کی زندگی میں بھلائی ہوگی یعنی ان کی دنیا کی زندگی ایسی پاکیزہ ہوگی کہ نیکیاں کریں گے گناہوں سے بچیں گے ان کا جتنا وقت گذرے گا اللہ تعالیٰ کے احکامات کرنے میں گذرے گا نیکی کریں گے مزید نیکی کی توفیق ملے گی تو دنیا کی زندگی پاکیزہ اور صاف ہوگی وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَیْرٌ اور البتہ آخرت کا گھر تو بہت ہی بہتر ہے وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِیْنَ اور البتہ اچھا ہے گھر پرہیزگاروں کا وہ گھر کونسا ہے جَنّٰتُ عَدْنٍ وہ باغات ہیں ہمیشہ کے لئے۔

جنت کی موجیں :

دنیا کے باغوں میں موسم کے مطابق پھل ہوتے ہیں موسم گیا پھل بھی گیا لیکن جنت کے باغوں کے پھل ہمیشہ ہونگے جونہی کوئی پھل توڑے گا دوسرا فوراً لگ جائے گا تو وہ پھل کبھی ختم نہیں ہوگا اور دنیا کے پھلوں کی لوگ حفاظت کرتے ہیں نگرانی کرتے ہیں روکتے ہیں وہاں کسی کو کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔ سورت واقعہ میں ہے لَا مَقْطُوْعَةٍ

انہوں نے بھی ضد کی اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں سے مرضی کے معجزے مانگے ان کی منہ مانگی مرادیں سامنے آئیں مگر پھر بھی تسلیم نہ کیا۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کی بیماریاں :

حضرت شعیب علیہ السلام کا ذکر قرآن پاک میں آتا ہے یہ مدین والوں کی طرف مبعوث ہوئے تھے یہ بڑا مشہور شہر اور بین الاقوامی منڈی تھی ہزار ہا میل سے لوگ یہاں آتے تھے اور خرید و فروخت کرتے تھے حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو تبلیغ کی توحید سمجھائی ناپ تول میں کمی سے منع کیا۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم آپ کو اس وقت مانیں گے کہ یہ ہمارے بت بول کر کہیں کہ شعیب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں جو کچھ بیان کرتے ہیں حق ہے رب تعالیٰ نے ان بتوں کو بلوایا اور بتوں نے کہا کہ حضرت شعیب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے۔ وہ اپنے بتوں کیخلاف ہوگئے کہ تم بھی شعیب (علیہ السلام) کیساتھ مل گئے ہو۔ اب اس ضد کا دنیا میں کیا علاج ہے؟ تو فرمایا اسی طرح انہوں نے بھی ضد کی جو ان سے پہلے تھے۔ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ اور نہیں ظلم کیا ان پر اللہ تعالیٰ نے وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ اور لیکن تھے وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے، ان پر عذاب نازل کر کے اللہ تعالیٰ نے ان کیساتھ کوئی زیادتی نہیں کی بلکہ وہ ان کی کاروائیوں کے بدلے میں آیا ہے فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا پس پہنچی ان کو وہ برائیاں جو انہوں نے کی تھیں۔ کسی پر پتھر برسائے، کسی پر زلزلہ آیا، کسی کو پانی میں ڈبویا، کسی پر کوئی اور کسی پر کوئی عذاب آیا۔ یہ ان کے وہی عمل تھے جو انہوں نے کئے تھے وَحَاقَ بِهِمْ اور گھیر لیا ان کو مَّا اس چیز نے كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ تھے وہ جس کیساتھ مذاق کرتے۔ جب اللہ تعالیٰ کے پیغمبر دھمکی دیتے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرو ورنہ تم پر

عذاب آئے گا تو کہتے فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ .

[ہود:۳۲،اعراف:۷۰]

’’پس لاؤ ہمارے سامنے جس چیز کی تم ہمیں دھمکی دیتے ہو اگر ہو تم سچے۔‘‘ پھر وہی عذاب ان پر آیا اور دنیا میں بھی برباد ہوئے اور آخرت میں بھی برباد۔ اللہ تعالیٰ اپنے عذاب سے بچائے اور گناہوں سے بھی بچائے اور نیکیوں کی توفیق عطا فرمائے۔

کروایا اُعْبُدُوا اللّٰہَ مَالَکُمْ مِنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ''عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اس کے سوا تمہارا کوئی معبود مشکل کشا نہیں ہے۔'' تو کہتے ہیں نَحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا ہم بھی اور نہ ہمارے باپ دادا غیر اللہ کی عبادت کرتے وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِہٖ مِنْ شَیْءٍ اور نہ ہم حرام کرتے اس کے حکم کے علاوہ کسی شے کو، وہ خود کراتا ہے اور ہم کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے پہلے اجمالی جواب دیا کَذٰلِکَ فَعَلَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ اسی طرح کیا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے۔ وہ بھی کہتے تھے کہ ہم شرک اللہ تعالیٰ کی مرضی سے کرتے ہیں اگر رب چاہتا تو نہ کرتے۔ آگے تفصیل ہے۔ فرمایا فَھَلْ عَلَی الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ پس نہیں ہے رسولوں کے ذمے مگر بات پہنچانا کھول کر۔ اگر رب راضی ہوتا تو پیغمبر کیوں بھیجتا؟ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر اسی لئے بھیجے ہیں کہ تم شرک نہ کرو کفر نہ کرو برائی نہ کرو رب تعالیٰ نے تو پیغمبر بھیج کر منع کیا ہے وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوْلًا اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے ہر امت میں رسول۔ ان رسولوں کا سبق یہاں سے شروع ہوا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ یہ کہ تم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اور طاغوت سے بچو۔ تو اللہ تعالیٰ نے تو منع کیا ہے پیغمبر بھیجے کتابیں نازل کیں عقل سلیم عطا فرمائی مگر دنیا میں خاموش کوئی نہیں رہتا باطل سے باطل چیز کیلئے بھی کوئی نہ کوئی شوشہ چھوڑ دیتے ہیں۔ ایک مشہور کہاوت ہے کیا پدی کیا پدی کا شوربہ۔ پدّی چھوٹا سا جانور ہے چڑی کی طرح، یہ روڑی پر بیٹھا اس کی ٹانگ دھاگوں کیساتھ الجھ گئی، اُڑتی پھڑ پھڑا کر گر جاتی بڑا زور لگایا لیکن خلاصی نہ ہوئی دھاگہ مضبوط تھا اور نیچے کی مضبوط شے کیساتھ اڑا ہوا تھا وہ نہ ٹوٹا۔ کوے نے پوچھا خالہ کیا بات ہے مقصد یہ تھا کہ کہے گی میں پھنسی ہوئی ہوں میں دھاگے کاٹ کے چھڑا دونگا، مگر پدی نے کہا کہ میں زمین تول رہی ہوں۔ بھئی ٹانگ تو دھاگے سے چھڑا نہیں سکتی زمین کیسے تول رہی ہے؟ مگر

دنیا میں خاموش کوئی نہیں رہتا اپنی غلط سے غلط بات پر بھی کوئی نہ کوئی شوشہ چھوڑ دیتے ہیں۔ رب تعالیٰ نے تو تمہیں پیغمبروں کے ذریعے کفر شرک سے منع کیا ہے، جادو ٹونے سے منع کیا ہے اور حکم دیا ہے کہ شیطان کی بات نہ مانو، برائیاں نہ کرو، شراب نہ پیو، بدمعاشی نہ کرو فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ هَدَى اللّٰهُ پس ان میں سے وہ بھی تھے جنکو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی۔ ہدایت کن کو دی؟ تم تیرہویں پارے میں پڑھ چکے ہو وَيَهۡدِىۡۤ اِلَيۡهِ مَنۡ اَنَابَ اور ہدایت دیتا ہے اپنی طرف اس کو جو رجوع کرتا ہے وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ حَقَّتۡ عَلَيۡهِ الضَّلٰلَةُ اور ان میں سے وہ بھی تھے جن پر گمراہی لازم ہو چکی اور گمراہی کن پر لازم کرتا ہے؟ يُضِلُّ اللّٰهُ الۡكٰفِرِيۡنَ [مومن: ۷۴] "گمراہ کرتا ہے کافروں کو جو کفر پر ضد کرتے ہیں۔" فَسِيۡرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ پس سیر کرو تم زمین میں فَانۡظُرُوۡا پس دیکھو كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الۡمُكَذِّبِيۡنَ کیسے انجام ہوا ان لوگوں کا جو جھٹلانے والے تھے رب کی توحید کو، اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو، کیا حشر ہوا ان کا۔ سیر و سیاحت اس ارادے سے کرنی ہے کہ مجرم قوموں کے حالات دیکھنے ہیں رب تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں دیکھنی ہیں کہ رب نے پہاڑ کیسے پیدا فرمائے، دریا پیدا کئے، نہریں چلائیں، درخت کیسے کیسے پیدا فرمائے۔ اس ارادے سے سیاحت کرو گے تو جو خرچ کرو گے اس پر ثواب ملے گا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں دیکھنی ہیں۔

طالب حق اور غیر طالب حق کا حال :

آگے اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کو خطاب کر کے فرماتے ہیں اِنۡ تَحۡرِصۡ عَلٰى هُدٰٮهُمۡ اگر آپ حرص کریں ان کی ہدایت پر فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِىۡ مَنۡ يُّضِلُّ پس بیشک اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا جس کو گمراہ کرتا ہے اور گمراہ اس کو کرتا ہے جو کفر پر مصر ہو، اڑا ہوا ہو اور ہدایت کا طالب نہ ہو۔ میں نے بات سمجھانے کیلئے کئی دفعہ عرض کیا ہے کہ ٹونٹی ہے، اگر

قَوْلُنَا ہماری بات لِشَیْءٍ کسی چیز کے بارے میں اِذَآ اَرَدْنٰہُ جب ہم ارادہ کرتے ہیں اس کا اَنْ نَّقُوْلَ یہ کہ ہم کہتے ہیں لَہٗ اس کو کُنْ ہوجا فَیَکُوْنُ پس وہ ہوجاتی ہے۔

شرک کے جواز پر مشرکین کا شوشہ :

مشرکوں نے اپنے شرک کے جواز پر یہ شوشہ چھوڑا وَقَالَ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا اور کہا ان لوگوں نے جنہوں نے شرک کیا لَوْشَآءَ اللّٰہُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِہٖ مِنْ شَیْءٍ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم نہ عبادت کرتے اس کے علاوہ کسی چیز کی۔ مطلب یہ ہے کہ ہم جو بتوں کی پوجا کرتے ہیں غیر اللہ کی پوجا کرتے ہیں اس سے ہمیں اللہ تعالیٰ نے روکا کیوں نہیں ہے اور اس کا نہ روکنا اس کے راضی ہونے کی دلیل ہے۔ اسی طرح مشرکوں نے بعض جانوروں کو اپنی مرضی سے حلال اور بعض کو حرام کر رکھا تھا جس کی تردید اللہ تعالیٰ نے ساتویں پارے میں فرمائی ہے مَا جَعَلَ اللّٰہُ مِنْ بَحِیْرَۃٍ وَّلَا سَآئِبَۃٍ وَّلَا وَصِیْلَۃٍ وَّلَا حَامٍ ''نہیں بنایا اللہ تعالیٰ نے کوئی بحیرہ۔'' بخاری شریف میں رئیس التابعین حضرت سعید بن مسیب بحیرہ کی تعریف کرتے ہیں کہ بحیرہ اس مادہ جانور کو کہتے ہیں کہ مشرکین جس کا دودھ بتوں کے نام پر وقف کر دیتے تھے کہ اس کا دودھ کوئی شخص استعمال نہیں کر سکتا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا اور سَآئِبَہ اس جانور کو کہتے ہیں جو غیر اللہ کے نام پر چھوڑ دیا جائے۔ جیسے گوجرانوالہ میں ایسی گائیں پھرتی ہیں جن کا کوئی مالک نہیں ہے۔ وہ مشرک قسم کے لوگوں نے اپنے پیروں کے نام پر چھوڑی ہوئی ہیں اور جاہل قسم کے لوگ کہتے ہیں کہ ان کو مت چھیڑو نقصان ہوگا۔ یاد رکھنا! اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے نام پر تقرب کیلئے کوئی بھی کام کرنا حرام ہے۔ اور وَصِیْلَۃ، یہ بھی مشرکین کی اپنی اختراع تھی۔ وَصِیْلَۃ

اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو مسلسل مادہ بچے جنے اور درمیان میں کوئی نر بچہ نہ جنا ہو اس کو لات منات یا کسی بڑے بت کے نام پر وقف کر دیتے تھے پھر نہ اس کا دودھ پیتے تھے اور نہ کوئی اور کام اس سے لیتے تھے۔ اور حام اس نر کو کہتے تھے جس نے چند مرتبہ جفتی کر لی ہو بس وہ بھی غیر اللہ کے نام پر وقف ہو جاتا تھا۔ یہ سب کافروں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا ہوا تھا تو کہتے تھے کہ اگر یہ ناجائز ہے تو اللہ تعالیٰ ہمیں روکتا کیوں نہیں یہ ان کا شوشہ تھا۔ اب بات سمجھیں۔

منع کے دو طریقے :

روکنے کے دو طریقے ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ ان سے برائی کی طاقت سلب کر لیتے جیسے معصوم فرشتے ہیں کہ ان میں برائی کی طاقت ہی نہیں ہے تو پھر وہ انسان تو نہ ہوتے فرشتے ہوتے کیونکہ انسان اور جنات میں اللہ تعالیٰ نے نیکی بدی کی دونوں قوتیں رکھی ہیں فَأَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا [سورۃ الشمس] ''پس الہام کر دیا اس نفس کو اس کی نیکی اور بدی کا۔'' اور دونوں راستے بھی بتا دیئے وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ [سورۃ البلد] ''اور ہم نے راہنمائی کر دی انسان کو دونوں راستوں کی'' کہ یہ راستہ خیر کا ہے اور یہ راستہ شر کا ہے جس پر تم چلو گے اس پر چلنے کی ہم تمہیں توفیق دے دیں گے۔ اب جس راستے پر کوئی چلنا چاہے چلے اس کے مطابق انجام ہوگا اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو اس طرح نہیں روکا۔ اور روکنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ پیغمبروں کو بھیجتا اور وہ منع کرتے کہ غیر اللہ کی عبادت جائز نہیں ہے اور اپنی مرضی سے کسی شے کو حلال اور حرام ٹھہرانا جائز نہیں ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بھیجے اور ان کے ذریعے ان کو شرک سے روکا برائی سے روکا پھر یہ کس طرح کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم اُس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کے ذریعے اعلان

وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۳۵﴾ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ؕ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۶﴾ اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۳۷﴾ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ؕ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾ لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۴۰﴾ ع

وَقَالَ الَّذِيْنَ اور کہا ان لوگوں نے اَشْرَكُوْا جنہوں نے شرک کیا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا مَا عَبَدْنَا ہم نہ عبادت کرتے مِنْ دُوْنِهٖ اس کے علاوہ مِنْ شَيْءٍ کسی چیز کی نَّحْنُ ہم بھی وَلَآ اٰبَآؤُنَا اور نہ ہمارے باپ دادا وَلَا حَرَّمْنَا اور نہ ہم حرام کرتے مِنْ دُوْنِهٖ اس کے علاوہ مِنْ شَيْءٍ کسی چیز کو كَذٰلِكَ اسی طرح فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ کیا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے

تھے فَھَلْ عَلَی الرُّسُلِ پس نہیں ہے رسولوں کے ذمے اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ مگر بات پہنچانا ہے کھول کر وَلَقَدْ بَعَثْنَا اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے فِیْ کُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوْلًا ہر امت میں رسول اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ یہ کہ عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ اور بچو تم طاغوت سے فَمِنْھُمْ مَّنْ ھَدَی اللّٰہُ پس ان میں سے وہ بھی تھے جنکو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی وَمِنْھُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَیْہِ الضَّلٰلَۃُ اور ان میں سے وہ بھی تھے جن پر گمراہی لازم ہو چکی فَسِیْرُوْا پس سیر کرو فِی الْاَرْضِ زمین میں فَانْظُرُوْا پس دیکھو کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الْمُکَذِّبِیْنَ کیسے انجام ہوا ان لوگوں کا جو جھٹلانے والے تھے اِنْ تَحْرِصْ اگر آپ حرص کریں عَلٰی ھُدٰھُمْ ان کی ہدایت پر فَاِنَّ اللّٰہَ پس بیشک اللہ تعالیٰ لَا یَھْدِیْ ہدایت نہیں دیتا مَنْ یُّضِلُّ جس کو گمراہ کرتا ہے وَمَا لَھُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ اور نہیں ہے ان کیلئے کوئی مددگار وَاَقْسَمُوْا اور انہوں نے قسمیں اٹھائیں بِاللّٰہِ اللہ کے نام کی جَھْدَ اَیْمَانِھِمْ اپنی مضبوط قسمیں لَا یَبْعَثُ اللّٰہُ اللہ تعالیٰ نہیں کھڑا کریگا مَنْ یَّمُوْتُ اسکو جو مر گیا بَلٰی کیوں نہیں کھڑا کرے گا وَعْدًا عَلَیْہِ حَقًّا وعدہ ہے رب کے ذمے سچا وَّلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے لِیُبَیِّنَ تاکہ بیان کرے لَھُمُ ان کیلئے الَّذِیْ وہ چیز یَخْتَلِفُوْنَ فِیْہِ جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں وَلِیَعْلَمَ الَّذِیْنَ اور تاکہ جان لیں وہ لوگ کَفَرُوْا جو کافر ہیں اَنَّھُمْ کَانُوْا کٰذِبِیْنَ کہ بیشک وہ جھوٹے تھے اِنَّمَا پختہ بات ہے

برتن کا منہ پانی کی طرف کریگا تو اس میں پانی پڑے گا چھوٹا برتن جلدی بھر جائے گا بڑا دیر کیساتھ بھر جائے گا۔ اگر کوئی شخص جگ گلاس مٹکا کوئی بھی برتن نلکے ٹونٹی کے نیچے الٹا کر کے رکھ دے تو وہ سارا دن بھی چلتا رہے تو برتن میں پانی نہیں آئے گا۔ یہی حال حق کو طلب کرنے والے اور نہ طلب کرنے والے کا ہے۔ جس کے دل میں طلب نہیں ہے اس نے اپنا برتن الٹا کیا ہوا ہے اس پر ٹیوب ویل بھی چلتا رہے تو اس کو کچھ حاصل نہیں ہوگا اور طلب نہ ہو تو رب زبردستی ہدایت کسی کو نہیں دیتا وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ اور نہیں ہے ان کیلئے کوئی مددگار۔ آگے ان مشرکوں کا ذکر ہے جو قیامت کے منکر تھے ایسے مشرک بھی تھے جو قیامت کے قائل تھے باوجود کافر ہونے کے۔

منکرین قیامت :

مشرکین عرب کی اکثریت قیامت کی منکر تھی بلکہ دوبارہ زندہ ہونے پر تعجب کرتے تھے۔ سورت ق آیت نمبر ۳ میں ہے فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ "پس کہا کافروں۔ نے هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ یہ عجیب شے ہے ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا جب ہم مر جائیں گے اور ہو جائیں گے مٹی ذٰلِكَ رَجْعٌ ۢبَعِيْدٌ یہ لوٹ کر آنا بہت بعید ہے۔" اور سورۃ مومنون آیت نمبر ۳۶ میں ہے هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ "بعید ہے یہ بات بعید ہے جسکا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔" پھر کہتے تھے مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ [یٰسین:۷۸] "کون زندہ کریگا ہڈیوں کو حالانکہ وہ بوسیدہ ہو چکی ہونگی۔" اس طرح کے شوشے چھوڑتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ اور انہوں نے قسمیں اٹھائیں اللہ کے نام کی جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ اپنی مضبوط قسمیں، زوردار الفاظ کیساتھ قسمیں اٹھاتے تھے لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ اللہ تعالیٰ نہیں کھڑا کریگا اسکو جو مر گیا یعنی دوبارہ زندہ نہیں کریگا۔ اللہ تعالیٰ نے ان

کی بات کا رد فرمایا بلٰی کیوں نہیں کھڑا کرے گا وَعْدًا عَلَیْہِ حَقًّا وعدہ ہے رب کے ذمے سچا۔ تم کہتے ہو جو مر گیا دوبارہ نہیں اٹھایا جائیگا غلط کہتے ہو رب کا وعدہ ہے قیامت ضرور آئے گی جو ریزہ ریزہ ہو چکے ہونگے ان میں بھی جان پڑے گی اور جسطرح اب ہے اسی طرح دوبارہ انسان بنا کر کھڑا کر دیگا۔ بخاری وغیرہ میں روایت ہے ایک بندہ گنہگار کلمہ پڑھنے والا مرتے وقت اس کے دل میں خیال آیا میں بڑا گنہگار ہوں زندگی میں کوئی نیکی تو کی نہیں ہے۔ انسانی شکل میں رب کے سامنے پیش ہوا تو رب تعالیٰ کو کیا جواب دوں گا؟ اولاد کو اکٹھا کیا اور کہا کہ پہلے قسم اٹھاؤ کہ اس پر عمل کرو گے پھر بات بتلاؤں گا۔ انہوں نے کہا ابا جی! آپ بات کریں کہا نہیں! پہلے قسم اٹھاؤ پھر بات بتلاؤں گا، سب سے قسم لی اس کے بعد کہنے لگا کہ میں جب مر جاؤں تو بہت سارا ایندھن اکٹھا کر کے مجھے جلا دینا اور میری کچھ راکھ کو اڑا دینا اور کچھ کو سمندر میں پھینک دینا۔ بیٹے ایک دوسرے کے منہ کو دیکھنے لگے کہ والد صاحب نے ہمیں کس مصیبت میں ڈال دیا ہے مثلاً دیکھو ہمارے علاقے میں جلانے کی تو عادت نہیں ہے ہندو سکھ جلاتے ہیں مسلمان تو نہیں جلاتے اس لئے بیٹے پریشان ہوئے۔ خیر وہ فوت ہو گیا اولاد نے باپ کی وصیت پر عمل کیا راکھ کو پیس کر کچھ ہوا میں اڑا دی اور کچھ سمندر میں ڈال دی اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حکم دیا کہ ایک ذرہ بھی ضائع نہ ہو، سمندر کو حکم دیا کہ ایک ذرہ بھی ضائع نہ ہو اپنی قدرت کاملہ کیساتھ اس کی راکھ کو اکٹھا کر کے انسان بنایا اور فرمایا کہ اے میرے بندے! تو نے یہ کاروائی کیوں کی؟ حالانکہ رب تعالیٰ کو تو سارا علم تھا۔ اس نے کہا اے پروردگار! میں نے انسانوں والا کام تو کوئی کیا نہیں تھا میں نے یہ تیرے ڈر کی وجہ سے کیا کہ رب کے سامنے انسان ہو کر نہ پیش ہوں شاید رب مجھے معاف کر دے۔ فرمایا جاؤ میں نے معاف کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی کام مشکل نہیں

ہے۔تو فرمایا بَلٰی کیوں نہیں دوبارہ کھڑا کروں گا رب کا وعدہ سچا ہے وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ اور لیکن اکثریت لوگوں کی نہیں جانتی۔

وقوع قیامت کی وجہ :

اب سوال یہ ہے کہ قیامت کیوں قائم ہوگی، دوبارہ کیوں اٹھائے جائیں گے؟ اس کی وجہ بیان فرماتے ہیں لِیُبَیِّنَ لَھُمُ الَّذِیْ یَخْتَلِفُوْنَ فِیْہِ تا کہ بیان کرے ان کے سامنے وہ چیز جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔دنیا میں بہت سی چیزوں میں لوگ اختلاف کرتے ہیں عملی طور پر حق و باطل واضح نہیں ہوتا دلائل کے اعتبار سے اگرچہ حق واضح ہے۔تو قیامت والے دن عملی طور پر دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے؟ توحید کا انجام کیا ہے؟ اور شرک کا انجام کیا ہے؟ اگر قیامت نہ ہو تو پھر حق اور باطل خلط ملط رہیں گے اور کچھ بھی پتہ نہیں چلے گا اس لئے قیامت کا قائم ہونا ضروری ہے وَلِیَعْلَمَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اور تا کہ جان لیں وہ لوگ جو کافر ہیں اَنَّھُمْ کَانُوْا کٰذِبِیْنَ کہ بیشک وہ جھوٹے تھے۔اگر قیامت قائم نہ ہو تو عملی طور پر جھوٹے سچے کا پتہ نہ چلا۔فرمایا اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَیْءٍ بیشک ہماری بات کسی چیز کے بارے میں اِذَآ اَرَدْنٰہُ جب ہم ارادہ کرتے ہیں اس کا اَنْ نَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ یہ کہ ہم اسکو کہتے ہیں ہو جا فَیَکُوْنُ پس وہ ہو جاتی ہے۔لہذا ہمارے لئے قیامت برپا کرنا کونسی مشکل بات ہے۔لہٰذا قیامت ضرور آئے گی اور نیکی بدی کا بدلہ ضرور ملے گا۔

وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا فِی اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً ؕ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ۟ۙ﴿۴۱﴾ الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْۤ اِلَیْهِمْ فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۟ۙ﴿۴۳﴾ بِالْبَیِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ؕ وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۴﴾ اَفَاَمِنَ الَّذِیْنَ مَكَرُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ یَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ یَاْتِیَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَیْثُ لَا یَشْعُرُوْنَ ۟ۙ﴿۴۵﴾ اَوْ یَاْخُذَهُمْ فِیْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِیْنَ ۟ۙ﴿۴۶﴾ اَوْ یَاْخُذَهُمْ عَلٰی تَخَوُّفٍ ؕ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۴۷﴾

وَالَّذِیْنَ اور وہ لوگ هَاجَرُوْا جنہوں نے ہجرت کی فِی اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا بعد اس کے کہ ان پر ظلم کیا گیا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ البتہ ہم ضرور ٹھکانہ دیں گے ان کو فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً دنیا میں اچھا وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اور آخرت کا اجر اَكْبَرُ بہت بڑا ہے لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ کاش کہ یہ لوگ جان لیں الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا وَعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں وَمَاۤ اَرْسَلْنَا اور نہیں بھیجا ہم نے مِنْ قَبْلِكَ آپ سے پہلے اِلَّا رِجَالًا مگر مردوں کو نُّوْحِیْۤ اِلَیْهِمْ ہم وحی بھیجتے رہے ان کی طرف

فَسْئَلُوْآ اَھْلَ الذِّکْرِ پس پوچھو تم اہل علم سے اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اگر تم نہیں جانتے بِالْبَیِّنٰتِ وَالزُّبُرِ واضح دلائل کیساتھ اور صحیفوں کیساتھ وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الذِّکْرَ اور نازل کی ہم نے آپ کی طرف نصیحت والی کتاب لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ تا کہ آپ بیان کریں لوگوں کیلئے مَا نُزِّلَ اِلَیْھِمْ جو ان کی طرف نازل کی گئی وَلَعَلَّھُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ اور تا کہ وہ غور وفکر کریں اَفَاَمِنَ الَّذِیْنَ کیا پس امن میں ہیں وہ لوگ مَکَرُوا السَّیِّاٰتِ جو تدبیر کرتے ہیں برائیوں کی اَنْ یَّخْسِفَ اللّٰہُ بِھِمُ یہ کہ دھنسا دے انکو اللہ تعالیٰ اَلْاَرْضَ زمین میں اَوْ یَاْتِیَھُمُ الْعَذَابُ یا آئے ان پر عذاب مِنْ حَیْثُ لَا یَشْعُرُوْنَ جہاں سے شعور بھی نہ رکھتے ہوں اَوْ یَاْخُذَھُمْ یا پکڑے ان کو اللہ تعالیٰ فِیْ تَقَلُّبِھِمْ چلنے پھرنے میں فَمَا ھُمْ بِمُعْجِزِیْنَ پس نہیں ہیں وہ عاجز کرنے والے اَوْ یَاْخُذَھُمْ یا پکڑے ان کو عَلٰی تَخَوُّفٍ ڈراتے ہوئے فَاِنَّ رَبَّکُمْ پس بیشک تمہارا رب لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ البتہ بڑی شفقت کرنے والا مہربان ہے۔

ماقبل سے ربط :

پچھلے رکوع میں کافروں کا ذکر تھا۔ اور تکبر کیا حق کو ٹھکرایا اور حق والوں پر ظلم کیا۔ اب مظلوموں کا ذکر ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالَّذِیْنَ ھَاجَرُوْا اور وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی فِی اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا بعد اس کے کہ ان پر ظلم کیا گیا لَنُبَوِّئَنَّھُمْ فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً البتہ ہم ضرور ٹھکانہ دیں گے ان کو دنیا میں اچھا وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَکْبَرُ اور آخرت کا اجر بہت بڑا ہے۔ مکی زندگی میں کافروں نے مسلمانوں پر بہت

ظلم کیا زیادتی کی یہاں تک کہ وہ ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے پھر حبشہ سے مدینہ منورہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے ان مظلوموں کیساتھ وعدہ کیا کہ وہ ضرور ان کو دنیا میں اچھا ٹھکانہ دے گا۔ چنانچہ ان مظلوموں کو اللہ تعالیٰ نے مدینہ طیبہ میں ٹھکانہ دیا۔ اِس وقت بھی دنیا میں تین کروڑ کے قریب مہاجر موجود ہیں جو اپنا ملک چھوڑ کر دوسرے ممالک میں رہتے ہیں اور ان میں زیادہ تر مسلمان ہیں اور لاکھوں کی تعداد میں افغانی پاکستان میں موجود ہیں جو روس کے مظالم سے تنگ ہو کر آئے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے تکالیف برداشت کرتا ہے رب تعالیٰ اس کی محنت کو ضائع نہیں کرتا لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ کاش کہ یہ جان لیں کہ جو رب تعالیٰ کی رضا کیلئے تکلیفیں اٹھاتا ہے اس کیلئے آخرت میں ہمیشہ کیلئے راحت ہے الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا کافروں کے ظلم پر اور ایمان پر ڈٹے رہے، تکلیفیں برداشت کیں اور حق کو نہ چھوڑا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ اور وہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں کہ ان کا اعتماد صرف رب تعالیٰ کی ذات پر ہے۔

توکل کا معنٰی :

توکل کا معنٰی کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں کہ ظاہری اسباب کو اختیار کر کے نتیجہ رب پر چھوڑ دینے کا نام توکل ہے۔ اور ظاہری اسباب کو اختیار نہ کرنے کا نام تَعَطُّلْ ہے۔ حقیقتاً تو ہر کام رب تعالیٰ نے کرنا ہے لیکن ظاہری اسباب کو اختیار کرنے کا بھی حکم ہے۔ ایک شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آیا آنحضرت ﷺ کی عادت مبارک تھی کہ مہمان سے پوچھتے تھے تو کس کا مہمان ہے؟ چنانچہ آپ ﷺ نے پوچھا آپ کون ہیں؟ اس نے اپنا نام بتلایا اور یہ کہ میں فلاں جگہ سے آیا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو کس کا مہمان ہے؟ اس نے کہا کہ میں آپ کا مہمان ہوں۔ فرمایا اکیلے ہو یا تمہارے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟ کہنے لگا میں اکیلا

ہوں۔ سوار ہو یا پیدل ہو؟ کہنے لگا میں اونٹنی پر سوار ہو کر آیا ہوں۔ فرمایا تیری اونٹنی کہاں ہے؟ کہنے لگا اس کو میں نے رب کے توکل پر چھوڑ دیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا قَیِّدْھَا وَتَوَکَّلْ ''اس کے پاؤں باندھو پھر توکل کرو۔'' مولانا رومؒ فرماتے ہیں

؎ برتوکل زانوئے اُشتر بہ بند
گفت پیغمبر بآواز بلند

''آنحضرت ﷺ نے بلند آواز سے فرمایا (تاکہ سب حاضرین سن لیں) کہ اپنی اونٹنی کے پاؤں باندھ پھر رب پر بھروسہ کر۔''

پیغمبر کے مرد ہونے کی حکمتیں :

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْھِمْ اور نہیں بھیجا ہم نے آپ سے پہلے مگر مردوں کو ہم وحی بھیجتے رہے ان کی طرف۔ حضرت آدمؑ سے لے کر آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی تک جتنے پیغمبر تشریف لائے ہیں سب مرد تھے عورت کوئی نبی نہیں بنی۔ حکمت کا تقاضا ہے اور اس کی کئی وجوہ ہیں۔ ایک وجہ یہ ہے کہ پیغمبر نے ہر نیک اور بد کے پاس جانا ہے، رات کو بھی جانا ہے دن کو بھی۔ عورت کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ ہر نیک اور بد کے پاس جائے رات کو پہنچے دن کو پہنچے عورت کے جسم کی رب نے ساخت ایسی بنائی ہے کہ وہ ایسا نہیں کرسکتی پھر جتنے بھی پیغمبر تشریف لائے ہیں وہ اپنی اپنی قوموں میں چنے ہوئے لوگ تھے حسن و جمال کے لحاظ سے ڈول ڈیل کے اعتبار سے، اگر عورت نبی بنتی تو وہ بھی چنی ہوئی ہوتی تو پھر غلط کار لوگ اس وجہ سے اس کے پیچھے پڑ جاتے نبی کی صداقت تو ظاہر نہ ہوتی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے جتنے پیغمبر بھیجے ہیں مرد ہی بھیجے ہیں۔ فَسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ پس تم سوال کرو پوچھ لو اہل علم سے اگر تم خود نہیں جانتے۔

دیکھو قرآن پاک کی یہ آیت بتلا رہی ہے کہ اگر آدمی کو خود علم نہ ہو کسی چیز کا تو دوسرے سے پوچھ لے۔ اگر خود بھی علم نہ ہو اور دوسرے سے بھی نہ پوچھے تو کیا کرے؟

مولانا نذیر حسین مرحوم کی تردید تقلید اور اسکی شرعی حیثیت :

غیر مقلدین حضرات کے ایک بزرگ گزرے ہیں مولانا نذیر حسین صاحب مرحوم انہوں نے کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے معیار حق۔ اپنے خیال کے مطابق انہوں نے اس میں تقلید کی تردید کی ہے لیکن پھر بھی اس آیت کریمہ کا حوالہ دے کر لکھتے ہیں کہ جب آدمی کو خود علم نہ ہو تو وہ شرعی طور پر پابند ہے کہ پوچھے اور اس کا مکلف نہیں کہ سب علماء سے پوچھے ایک عالم سے پوچھ لے تو فریضہ ادا ہو جاتا ہے اور میں نے اپنی کتاب ''الکلام المفید'' میں لکھا ہے کہ اسی کا نام تو تقلید شخصی ہے۔ تقلید شخصی کا معنٰی ہے ایک کی بات پر اعتماد کر کے اس کو تسلیم کر لے۔ اس سلسلے میں آج کل اس فرقے نے بڑا غلو کیا ہوا ہے حالانکہ تقلید سے کوئی چارہ نہیں ہے۔ تقلید کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی مسئلہ قرآن وحدیث میں نہیں ہے خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم سے بھی ثابت نہیں ہے تو ایسے مسئلہ میں ائمہ کرام میں سے کسی امام کی بات کو تسلیم کر لینا تقلید ہے اور اماموں کا علم بھی زیادہ ہے اور تقویٰ اور ورع بھی زیادہ ہے اور اس کے بغیر چارہ بھی نہیں ہے کیونکہ بے علم نے صاحب علم سے ہی پوچھنا ہے اور یہاں ایک ضروری بات بھی سمجھ لیں وہ یہ کہ یہ حضرات عوام کو مغالطے میں ڈالتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انہوں نے امام کو نبی کی گدی پر بٹھا دیا ہے یہ بالکل غلط بیانی کرتے ہیں کوئی مُقلِد بھی اس کا قائل نہیں ہے کہ امام معصوم ہوتا ہے۔ جبکہ نبی معصوم ہوتا ہے نبی کی گدی پر تو تب بٹھائیں کہ ہم امام کو معصوم سمجھیں۔ حاشا وکلا حنبلی، شافعی، مالکی، حنفی کوئی بھی اپنے امام کو معصوم نہیں سمجھتا مجتہد سمجھتے ہیں اور مجتہد سے خطا بھی ہو جائے تو حدیث صحیح میں ہے کہ اس پر کوئی

گرفت نہیں ہے۔تو غیر منصوص مسائل میں تقلید کے بغیر چارہ ہی نہیں ہے قرآن کریم کا حکم ہے فَسْئَلُوْآ اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اہل علم سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے۔ اور سب علماء سے پوچھنے کا کوئی پابند نہیں ہے کہ پاکستان، ہندوستان، عرب، غیر عرب کے تمام علماء سے پوچھے اس کی ضرورت نہیں ہے بس ایک عالم سے پوچھ لے کافی ہے اور اسی کا نام تقلید شخصی ہے۔ قیامت والے دن دوخیوں سے پوچھا جائے گا تم دوزخ میں کیوں آئے ہو؟ تو وہ کہیں گے لَوْ کُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا کُنَّافِیْٓ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ [الملک: ۱۰] ''اگر ہم سنتے یا ہم سمجھتے تو ہم دوزخ والوں میں سے نہ ہوتے۔'' اس آیت کی تفسیر میں شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں......

''دوزخ سے چھٹکارے کیلئے دو سبب ہیں ایک تقلید اور ایک تحقیق۔ تیسرا کوئی راستہ نہیں ہے۔''

تو دوزخی کہیں گے ہمیں خود بھی تحقیق نہیں تھی اور دوسروں کی بات بھی تسلیم نہیں کی۔ لہذا بندہ اگر خود نہیں جانتا تو وہ اس بات کا مکلف ہے کہ کسی عالم سے پوچھے تو فرمایا ہم نے پیغمبر بھیجے بِالْبَیِّنٰتِ وَالزُّبُرِ واضح دلائل اور معجزات کیساتھ اور صحیفوں کیساتھ۔ زُبُرْ زُبُوْرٌ کی جمع ہے۔ زبور کا معنیٰ ہے کتاب اور جسطرح ہم نے پہلے پیغمبروں کو کتابیں اور صحیفے اور واضح دلائل دیئے۔

تعلیم و تعلّم کی ضرورت :

وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الذِّکْرَ اور نازل کی ہم نے آپ کی طرف نصیحت والی کتاب لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ تاکہ آپ بیان کریں لوگوں کیلئے مَا وہ چیز نُزِّلَ اِلَیْھِمْ جو نازل کی گئی ان کی طرف۔ مطلب یہ ہے کہ قرآن پاک جو ہم نے آپ پر نازل کیا اس سے آپ لوگوں کو

سمجھائیں۔ صحابہ کرام ﷺ باوجودیکہ عربی تھے اور قرآن کریم بھی عربی زبان میں تھا۔ پھر بھی بعض آیات کا مفہوم سمجھنے کی ضرورت پیش آتی تھی۔ قرآن پاک کی ایک آیت کا حصہ ہے مَنۡ یَّعۡمَلۡ سُوۡٓءًا یُّجۡزَ بِهٖ [النساء:۱۲۳] ''جوشخص براعمل کرے گا اس کو بدلہ دیا جائے گا۔'' اس آیت کا مطلب حضرت ابوبکر صدیق ﷺ بھی نہ سمجھے حالانکہ وہ تمام صحابہ کرام ﷺ میں سب سے بڑے عالم تھے۔ انہوں نے عرض کیا حضرت! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مَنۡ یَّعۡمَلۡ سُوۡٓءًا یُّجۡزَ بِهٖ تو ہم میں سے کون معصوم ہے، کوئی نہ کوئی خطا تو ہم سے ہوتی رہتی ہے پھر تو کوئی بھی نہیں بچ سکے گا۔ انہوں نے یُجۡزَ بِهٖ کا مفہوم یہ سمجھا کہ قبر میں عذاب ہوگا، دوزخ میں عذاب ہوگا۔ بخاری شریف کی روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم یہ سمجھے ہو کہ قبر کا عذاب ہوگا، دوزخ کا عذاب ہوگا یہ مطلب نہیں ہے بلکہ آدمی کو جو بدنی تکلیفیں ہوتی رہتی ہیں یہ گناہوں کا کفارہ ہوجاتی ہیں مثلاً سر درد ہو گیا، پیٹ درد ہو گیا، کمر درد ہو گیا، گھٹنے کا درد ہو گیا، ٹخنوں میں درد ہو گیا کوئی بھی تکلیف ہو مومن کیلئے وہ گناہوں کا کفارہ ہے۔ حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ جو دیوبند کے صدر مدرس اور شیخ الحدیث تھے فرماتے ہیں اَلۡحَرُّ وَالۡقَرُّ یُکَفِّرَانِ الذُّنُوۡبَ ''یہ گرمی سردی بھی گناہوں کا کفارہ ہیں۔'' تو باوجود عربی ہونے کے ان کو سمجھانے کی ضرورت تھی۔ آج غلام احمد پرویز کہتا ہے کہ قرآن میں سمجھا ہوں۔ ساری زندگی انگریز کے جوتے چاٹتا رہا یہ قرآن سمجھا ہے۔ جس نے نہ کسی سے پڑھا نہ سمجھا۔ یاد رکھنا! قرآن کریم آنحضرت ﷺ نے بیان فرمایا آپ سے صحابہ ﷺ نے سمجھا ان سے تابعین ائمہ مجتہدین نے سمجھا، محدثین اور مفسرین نے سمجھا رحمہم اللہ تعالیٰ، از خود قرآن کو کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ کتاب ہم نے آپ کی طرف نازل فرمائی تا کہ آپ لوگوں کیلئے بیان کریں وَلَعَلَّهُمۡ

یَتَفَکَّرُوْنَ. اور تا کہ وہ غور و فکر کریں اور اس کی مراد اور مطلب کو سمجھیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ایک آدمی ہزار نفل پڑھتا ہے اور ایک آدمی قرآن کریم کی ایک آیت کا صحیح ترجمہ سیکھتا ہے۔ ترجمہ سیکھنے والے کا ثواب زیادہ ہے۔ آج کل تو لوگوں کو فضولیات سے فرصت نہیں ہے گھروں میں ٹی وی ہیں، وی، سی، آر (وی، سی، ڈی۔ ڈی، وی، ڈی پلیئر) جیسی خرافات ہیں۔ بچو یاد رکھنا! تمہارے گھر میں بہشتی زیور ہونا چاہئے، تعلیم الاسلام ہونی چاہئے، گلدستہ توحید ہونی چاہئے تا کہ کم از کم عقائد تو صحیح ہوں۔ رات کے وقت کوئی سمجھدار عورت سب کو اکٹھا کر کے ایک دو مسئلے بتلا دیا کرے تا کہ بچوں کا ذہن بن جائے۔ آج آٹھ نو سال کے بچے بچیاں تعویذات کیلئے آتی ہیں میں پوچھتا ہوں بیٹی نماز پڑھتی ہو؟ کہتی ہے جی مجھے آتی نہیں۔ حالانکہ حکم یہ ہے کہ بچہ سات سال کا ہو جائے تو اس کو نماز کا حکم دو اور حکم تب ہی ہوگا کہ نماز پہلے آتی ہو ورنہ کیا پڑھے گا؟ ہم سب مسلمان ہیں مگر مسلمانوں والا کام کوئی نہیں ہے۔ فرمایا تا کہ فکر کریں۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَفَاَمِنَ الَّذِیْنَ کیا پس امن میں ہیں وہ لوگ مَکَرُوا السَّیِّاٰتِ جو تدبیر کرتے ہیں برائیوں کی، کیا بُرے کام کرنے والے امن میں ہیں اَنْ یَّخْسِفَ اللّٰہُ بِہِمُ الْاَرْضَ یہ کہ دھنسا دے انکو اللہ تعالیٰ زمین میں اَوْ یَاْتِیَہُمُ الْعَذَابُ یا آئے ان پر عذاب مِنْ حَیْثُ لَا یَشْعُرُوْنَ جہاں سے انکو شعور بھی نہ ہو۔ یہ لوگ جو قومی رقمیں لوٹ کر بیرون ملک بینکوں میں جمع کراتے رہے ہیں اور آج قید کاٹ رہے ہیں ان کے وہم میں بھی نہیں تھا کہ ہمارے ساتھ یہ ہوگا۔ یہ بہت جھوٹے لوگ ہیں ووٹ مانگتے وقت وعدہ کرتے ہیں کہ ہم اسلام نافذ کریں گے پھر اسلام سے سرکشی کرتے ہیں آج رب کے عذاب میں مبتلا ہیں اَوْ یَاْخُذَہُمْ فِیْ تَقَلُّبِہِمْ یا پکڑے ان کو اللہ تعالیٰ چلنے پھرنے میں وہ قادر مطلق ہے فَمَا

هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ پس نہیں ہیں وہ عاجز کرنے والے اَوْ يَأْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ یا پکڑے ان کو اللہ تعالیٰ ڈراتے ہوئے تھوڑا زلزلہ آیا پھر زیادہ آیا پھر اور زیادہ آیا اور تباہ ہو گئے۔ یہ سب واقعات ہم دنیا میں دیکھتے سنتے ہیں مگر عبرت حاصل نہیں کرتے فَاِنَّ رَبَّكُمْ پس بیشک تمہارا رب لَرَءُوْفٌ بڑی شفقت کرنے والا ہے رَّحِيْمٌ اور بڑا ہی مہربان ہے۔ اگر وہ ہمارے گناہوں کو سامنے رکھے تو ایک قطرہ پانی کا اور ایک جھونکا ہوا کا نہ دے مگر وہ مہربان ہمارے سب گناہ اور شرارتیں برداشت کرتا ہے اور اپنی رحمت سے سب کو نوازتا ہے۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ
شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ
دٰخِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ
مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۹﴾ يَخَافُوْنَ
رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴿۵۰﴾ وَقَالَ
اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ
فَارْهَبُوْنِ ﴿۵۱﴾ وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ
وَاصِبًا ۭ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ
ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْــَٔــرُوْنَ ﴿۵۳﴾ ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ
عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ
اٰتَيْنٰهُمْ ۭ فَتَمَتَّعُوْا ۣ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾

اَوَلَمْ يَرَوْا کیا نہیں دیکھا انہوں نے اِلٰى مَا ان چیزوں کی طرف خَلَقَ اللّٰهُ جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں مِنْ شَيْءٍ کوئی بھی چیز ہو يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ مائل ہوتا ہے سایہ اس کو عَنِ الْيَمِيْنِ دائیں طرف وَالشَّمَآئِلِ اور بائیں طرف سُجَّدًا لِّلّٰهِ سجدہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو وَهُمْ دٰخِرُوْنَ اور وہ عاجزی کرتے ہیں وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ اور اللہ تعالیٰ ہی کو سجدہ کرتے ہیں مَا فِي السَّمٰوٰتِ وہ جو آسمانوں میں ہیں وَمَا فِي الْاَرْضِ اور وہ جو زمین میں ہیں مِنْ دَآبَّةٍ کوئی بھی جاندار وَّالْمَلٰٓئِكَةُ اور فرشتے وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ اور وہ تکبر نہیں کرتے يَخَافُوْنَ

رَبَّھُمْ وہ خوف کھاتے ہیں اپنے رب سے مِنْ فَوْقِھِمْ اپنے اوپر سے وَیَفْعَلُوْنَ اور کرتے ہیں مَا یُؤْمَرُوْنَ جو کچھ انہیں حکم دیا جاتا ہے وَقَالَ اللّٰہُ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے لَا تَتَّخِذُوْٓا نہ بناؤ اِلٰھَیْنِ اثْنَیْنِ دو الٰہ اِنَّمَا ھُوَ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ پختہ بات ہے کہ وہ ایک ہی الٰہ ہے فَاِیَّایَ فَارْھَبُوْنِ پس تم خاص مجھ سے ڈرو وَلَہٗ اور اسی کیلئے ہے مَا فِی السَّمٰوٰتِ جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے وَالْاَرْضِ اور زمین میں وَلَہُ الدِّیْنُ وَاصِبًا اور اسی کیلئے ہے دین ہمیشہ کا اَفَغَیْرَ اللّٰہِ تَتَّقُوْنَ کیا پس تم اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں سے ڈرتے ہو وَمَا بِکُمْ مِّنْ نِّعْمَۃٍ اور جو کچھ تمہارے پاس نعمت ہے فَمِنَ اللّٰہِ پس وہ اللہ کی طرف سے ہے ثُمَّ اِذَا مَسَّکُمُ الضُّرُّ پھر جس وقت تمہیں پہنچتی ہے کوئی تکلیف فَاِلَیْہِ تَجْئَرُوْنَ پس اسی کے سامنے تم گڑگڑاتے ہو ثُمَّ اِذَا کَشَفَ الضُّرَّ عَنْکُمْ پھر جس وقت دور کر دیتا ہے تکلیف کو تم سے اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْکُمْ اچانک ایک گروہ تم میں سے بِرَبِّھِمْ یُشْرِکُوْنَ اپنے رب کیساتھ شرک کرنے لگ جاتا ہے لِیَکْفُرُوْا تاکہ ناشکری کریں بِمَآ اٰتَیْنٰھُمْ اس چیز کی جو ہم نے ان کو دی ہے فَتَمَتَّعُوْا پس تم فائدہ اٹھا لو فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ پس عنقریب تم جان لو گے۔

دلائل قدرت :

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی قدرت اور وحدانیت کیلئے مختلف چیزوں کی طرف توجہ دلائی ہے کہ ان چیزوں کی پیدائش پر غور وفکر کرو گے اور ان کے محکم نظام کو دیکھو گے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیت سمجھ آئے گی۔ اسی نوع میں ارشاد ہے اَوَلَمْ یَرَوْا کیا نہیں

دیکھا انہوں نے اِلٰی مَا خَلَقَ اللّٰہُ مِنْ شَیْءٍ ان چیزوں کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں کوئی بھی چیز ہو۔ انسان اپنی ہی تخلیق کو دیکھ لے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو ایک حقیر قطرے سے پیدا کیا ہے دل ودماغ، ہاتھ پاؤں، ٹانگیں بنائیں سیدھی قامت کا، خوبصورت شکل بنائی اور اس کے ظاہر و باطن کا کیسا نظام بنایا؟ اگر انسان صرف اپنے اوپر ہی غور کرے تو سب کچھ سمجھ سکتا ہے لیکن انسان سرکش ہے یہ جو تھوڑی بہت تکلیف اس کو ہوتی ہے مالی پریشانی، بدنی پریشانی اگر یہ بھی نہ ہو تو خدا بالکل ہی بھول جائے یہ تکلیفیں اسی لئے آتی ہیں تاکہ انسان انسان رہے۔ مولانا جلال الدین رومؒ فرماتے ہیں......

نفس ما کمتر از فرعون نیست

لیک اورا عونُ مارا عون نیست

"ہمارا نفس فرعون سے کم نہیں ہے اُس کے پاس قوت تھی اور ہمارے پاس قوت نہیں ہے۔" اس نفس امارہ کو قابو کرنا بہت ضروری ہے۔ ایک صوفی شاعر کہتے ہیں......

علاج نفس ظالم زود ہنگام جوانی کن

کہ ایں پیر سیاہ چوں مار گردد اژدھا گرد

"اس ظالم نفس کا علاج جوانی میں ہی جلدی کرلو۔ یہ چھوٹا سانپ ہے اب آسانی سے مر جائے گا جب یہ بڑا سانپ بن کر اژدھا بن گیا تو علاج مشکل ہو جائے گا۔" چھوٹا سانپ لاٹھی جوتے سے بھی مر جاتا ہے اور جب اژدھا بن جائے گاؤں والے اکٹھے ہو کر بھی نہیں مار سکتے۔ نفس کی اصلاح کیلئے بزرگان دین نے ریاضتیں بتلائی ہیں، چلے بتلائے ہیں تاکہ انسان اپنے نفس پر قابو پالے۔ فرمایا ان چیزوں کی طرف نہیں دیکھا جن کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے یَتَفَیَّؤُا ظِلٰلُہٗ ان کے سائے مائل ہوتے ہیں، ڈھلتے ہیں عَنِ الْیَمِیْنِ

وَالشَّمَآئِلِ دائیں اور بائیں طرف۔مکہ مکرمہ کے علاقے میں گرمیوں میں سایہ دائیں طرف ہوتا ہے اور سردیوں میں بائیں طرف ہوتا ہے۔دائیں طرف کا سایہ ذرا کم ہوتا ہے اور بائیں طرف ذرا لمبا ہوتا ہے۔جس جگہ جو بھی چیز ہے اس کا سایہ دائیں بائیں ہوتا رہتا ہے اور عین دوپہر کے وقت سایہ بالکل برائے نام رہ جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں انسان باغی سجدہ نہ کرے اس کا سایہ سجدہ کرتا ہے اور ہر چیز کا سایہ سجدہ کرتا ہے سُجَّدًا لِّلّٰهِ سجدہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو وَهُمْ دٰخِرُوْنَ اور وہ عاجزی کرتے ہیں۔سائے والا سرکش ہے مگر سایہ عاجزی کرتا ہے۔

مخلوق خدا کا سربسجود ہونا :

فرمایا کیا پوچھتے ہو وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَافِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ اور اللہ تعالیٰ کو ہی سجدہ کرتی ہے وہ مخلوق جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے مِنْ دَآبَّةٍ کوئی بھی جاندار ہو سب رب کو سجدہ کرتے ہیں۔آسمانوں میں اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں اور ان کے علاوہ اور بھی مخلوق ہوگی جو ہمارے علم میں نہیں ہے اور زمین میں تو بے شمار چیزیں ہیں سمندر کی تہہ میں بہت کچھ ہے اور سب میں اتنا ادراک وشعور ہے کہ ہمارا کوئی خالق ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں بارشیں رک گئیں،قحط پڑ گیا لوگ بڑے پریشان ہوئے۔حضرت سلیمان علیہ السلام نے اعلان فرمایا کہ تمام لوگ فلاں جگہ اکٹھے ہوں صلوٰۃ استسقاء پڑھنی ہے تاکہ بارش نازل ہو۔لوگ پہنچے حضرت سلیمان علیہ السلام تشریف لے جارہے تھے کہ دیکھا کہ ایک چیونٹی ٹانگیں آسمان کی طرف کئے ہوئی ہے اور دعا کررہی ہے پروردگار!میں بھی تیری مخلوق ہوں اور بارش نہ ہونے کی وجہ سے پریشان ہوں اور بھی مخلوق پریشان ہے۔اے پروردگار!اپنے فضل وکرم سے بارش برسا۔حضرت

سلیمان علیہ السلام نے ساتھیوں کو فرمایا جلدی جلدی اپنے گھروں کو پہنچ جاؤ بھیگ جاؤ گے بڑی زور کی بارش آئے گی اُسْتُجِیْبَ الدَّعْوَۃُ مِنْ اَجْلِ نَمْلَۃِ "چیونٹی کی وجہ سے رب تعالیٰ نے دعا قبول کر لی ہے۔" پاؤں کا اٹھانا بمنزلہ ہاتھ اٹھانے کے تھا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب کوئی مومن آدمی اخلاص کیساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف ہاتھ اٹھائے تو اللہ تعالیٰ کو حیا آتی ہے کہ اس کے ہاتھ خالی لوٹائے۔

دعا قبول ہونے کی شرطیں :

مگر یاد رکھنا! دعا کی قبولیت کیلئے کچھ شرائط ہیں اور ہم میں ان میں سے کوئی شرط نہیں پائی جاتی الا ماشاء اللہ۔

☆)......پہلی شرط یہ ہے کہ بالغ ہونے کے بعد دعا کرنے کے وقت تک اس کے ذمہ نماز، روزہ، زکوٰۃ، قربانی کوئی فریضہ نہ ہو سب فرائض ادا کر چکا ہو۔ یہ بنیادی شرط ہے کہ بالغ ہونے کے بعد فرائض واجبات میں سے اس کے ذمہ کوئی شے نہ ہو۔

تو ہم میں تو یہ پہلی شرط ہی نہیں پائی جاتی۔ نمازیں ہمارے ذمہ ہیں، روزے ہمارے ذمہ ہیں، قربانیاں ہمارے ذمہ ہیں، فطرانے اور حج ہمارے ذمہ ہیں۔

☆)......دوسری شرط یہ ہے کہ اس نے کبھی حرام نہ کھایا ہو۔ حرام کا ایک لقمہ کھانے سے آدمی چالیس دن تک دعا کی قبولیت سے محروم ہو جاتا ہے۔ اور ہمارا حال یہ ہے کہ سو میں سے ایک آدمی ہوگا جس کی کمائی حلال کی ہوگی۔ حرام صرف چوری، ڈکیتی اور رشوت ہی کا نام نہیں ہے بلکہ حرام کی بڑی قسمیں ہیں۔

اگر کوئی آدمی ملازم ہے اور ملازمت کا جو وقت طے شدہ ہے اگر وہ دیانتداری کیساتھ پورا وقت نہیں دیتا تو اس کی تنخواہ بھی حلال کی نہیں ہے اور اخبارات میں تم پڑھتے

رہتے ہو فلاں اسکول کے ماسٹر حاضری لگا کر چلے جاتے ہیں۔ نماز کی اذان ہو جانے کے بعد دوکاندار کا سامان بیچنا حلال نہیں ہے۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ ہماری دعائیں قبول فرمائے تو وہ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْن ہے۔ ورنہ ہم میں تو دعاؤں کے قبول ہونے کی کوئی شرط نہیں ہے باقی ہم نے مانگنا تو اسی سے ہے اور تو کوئی دروازہ ہی نہیں ہے۔

ایک نیک آدمی کا سبق آموز واقعہ :

ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ایک بندہ تھا دن رات اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگا رہتا تھا اس سے تھوڑی سی کوتاہی ہوئی۔ سحری کے وقت وضو کیا نماز شروع کی غیب سے آواز آئی تیری کوئی عبادت قبول نہیں ہے اپنے آپ کو مشقت میں نہ ڈال لیکن وہ عبادت میں لگا رہا۔ دوسری رات آواز آئی، تیسری رات آواز آئی وہ بدستور اپنی عبادت میں لگا رہا۔ مریدوں نے ساتھیوں نے کہا کہ حضرت! جب آپ کی عبادت قبول نہیں ہو رہی تو اپنے آپ کو مشقت میں کیوں ڈالتے ہو؟ تو وہ رو کر کہنے لگا کہ رب کے دروازے کے سوا اور کونسا دروازہ ہے جہاں میں جاؤں۔ دنیا کے سائل کو ایک دروازے سے نہیں ملتا دوسرے پر چلا جاتا ہے دوسرے پر نہیں ملتا تیسرے پر چلا جاتا ہے میں یہ دروازہ چھوڑ کر کہاں جاؤں؟ آزمائش تھی جب پوری ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر توجہ فرمائی اور عبادت قبول کر لی۔

تو فرمایا آسمان وزمین کی ساری جاندار چیزیں اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتی ہیں وَّالْمَلٰٓئِکَۃُ اور فرشتے بھی وَھُمْ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ اور وہ تکبر نہیں کرتے۔ اپنے آپ کو بڑا سمجھنا اور دوسروں کو حقیر سمجھنا بڑے گناہ کی بات ہے۔ حق کی بات کو ٹھکرا دینا بڑے گناہ کی بات ہے۔ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائیگا اور ہم تکبر

کے بھڑولے بنے ہوئے ہیں۔فرمایا تکبر یہ ہے کہ بَطَرُ الْحَقِ وَغَمطُ النَّاسِ حق کوٹھکرا دینا اورلوگوں کوحقیر سمجھنا۔فرمایا یَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ وہ فرشتے اپنے رب سے ڈرتے ہیں مِّنْ فَوْقِهِمْ جوان کے اوپر ہے وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ اور کرتے ہیں جوکچھ انکوحکم دیا جاتا ہے۔

سجدہ تلاوت کا طریقہ :

یہ آیت کریمہ سجدے والی ہے جن مرد عورتوں اور بچوں نے سنی ہے ان پر سجدہ واجب ہوگیا ہے اور یہ سجدہ صبح صادق کے بعد طلوع آفتاب تک بھی کیا جاسکتا ہے، عصر کی نماز کے بعد غروب آفتاب تک بھی کیا جاسکتا ہے ان اوقات میں قضا نمازیں بھی پڑھی جا سکتی ہیں، نماز جنازہ بھی پڑھی جاسکتی ہے کیونکہ وہ فرض کفایہ ہے البتہ نفلی نمازیں نہیں پڑھی جاسکتیں ان اوقات میں اور سجدہ تلاوت کیلئے ہاتھ نہیں اٹھانے صرف اللہ اکبر کہہ کے سجدہ کرنا ہے اور اللہ اکبر کہہ کر اٹھ جانا ہے، نہ اس میں التحیات، نہ سلام ہے لیکن نماز کی باقی شرائط اس کیلئے ضروری ہیں۔ وہ یہ کہ کپڑے پاک ہوں، باوضو ہو، جگہ پاک ہو۔

غیر اللہ کی نفی :

وَقَالَ اللّٰهُ اورفرمایا اللہ تعالیٰ نے لَا تَتَّخِذُوْا اٰلِهَيْنِ اثْنَيْنِ نہ بناؤ دو معبود، دو حاجت روا، مشکل کشا، فریادرس اِنَّمَا هُوَاِلٰهٌ وَّاحِدٌ بیشک وہ معبود ایک ہی ہے، حاجت روا، مشکل کشا، فریادرس، دستگیر صرف ایک ہی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗ اِلَّا هُوَ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ [یونس:۱۰۷] ”اور اگر اللہ تعالیٰ پہنچائے آپ کو کوئی تکلیف پس کوئی نہیں کھولنے والا اس کے سوا اور اگر وہ ارادہ کرے بھلائی کا آپ کیساتھ پس نہیں رد کرنے والا اس کے

فضل کو۔'' ساری کائنات مل کر بھی اسکونہیں روک سکتی۔ دعا ہے اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ ''اے اللہ! جو آپ کسی کو دینا چاہیں اس کو کوئی روک نہیں سکتا اور جس چیز کو آپ روک لیں کوئی دے نہیں سکتا۔'' لہٰذا اسی ذات سے مانگنا چاہئے۔ فرمایا فَاِیَّایَ فَارْھَبُوْنِ پس تم خاص مجھ ہی سے ڈرو وَلَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور اسی کیلئے ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور زمین میں وَلَهُ الدِّیْنُ وَاصِبًا اور اسی کیلئے ہے دین ہمیشہ کا۔ یہ نہیں کہ کسی وقت اس کا دین ہو اور کسی وقت کسی اور کا ہو۔ نہیں! بلکہ ہمیشہ دین اسی کا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آنحضرت ﷺ تک جو دین اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے بس دین وہی ہے اس کے علاوہ باقی سب بے دینی ہے۔ اَفَغَیْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ کیا پس تم اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں سے ڈرتے ہو۔ غیر اللہ کا ڈر ایمان کے خلاف ہے وَمَا بِکُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ اور جو کچھ تمہارے پاس نعمت ہے جتنی نعمتیں تمہیں حاصل ہیں فَمِنَ اللّٰهِ پس وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں ظاہری ہوں یا باطنی جسمانی ہوں یا روحانی حسی ہوں یا معنوی، سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اللہ تعالیٰ کوئی نعمت چھین لیں تو پھر اس کی قدر کا پتہ چلتا ہے ہر نعمت اس نے ہر ایک کو نہیں دی۔

دنیا میں اکثریت پاگلوں کی ہے :

عقل ایک نعمت ہے لیکن ہر آدمی کو حاصل نہیں ہے۔ بسا اوقات ایک آدمی آتا ہے اس کی شکل وصورت بڑی اچھی ہوتی ہے قد بڑا ہوتا ہے، عمدہ لباس پہنے ہوئے ہے جب بات کرتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ پاگل ہے۔ ڈاکٹر کہتے ہیں کہ اس کو دماغی امراض کے ماہر کے پاس لے جاؤ۔ صحیح عقل والے لوگ بہت کم ہیں۔ مردوں میں بھی اور عورتوں میں پاگل زیادہ ہیں اور یاد رکھنا! پاگلوں کو سینگ نہیں لگے ہوتے۔ بے موقع اور بے ڈھنگی بات کرنا

پاگلوں کا کام ہے اور ضرورت سے زیادہ بات کرنا یہ بھی پاگلوں کا کام ہے، قصہ چھیڑ دینا اور اس کو ختم نہ کرنا بھی پاگل پن ہے۔ کئی عورتیں تعویز لینے کیلئے آتی ہیں سر درد کا اور قصہ چھیڑ دیتی ہیں آدم علیہ السلام کے دور سے لے کر اب تک کا۔ میں کہتا ہوں بی بی! میں مصروف آدمی ہوں میرا وقت ضائع نہ کر تو نے تعویز لینا ہے لے اور جا۔ نہیں جی! میری بات سنو! یہ پاگل پن نہیں تو اور کیا ہے؟ حدیث پاک میں آتا ہے خَیْرُ الْکَلَامِ مَا قَلَّ وَدَلَّ "بہتر کلام وہ ہے جو مختصر ہو اور مطلب کے مطابق ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ثُمَّ اِذَا مَسَّکُمُ الضُّرُّ پھر جب تم کو تکلیف پہنچتی ہے فَاِلَیْهِ تَجْئَرُوْنَ پس اسی کے سامنے تم گڑگڑاتے ہو، عاجزی کرتے ہو، اے پروردگار! میری تکلیف کو دور فرمادے ثُمَّ اِذَا کَشَفَ الضُّرَّ عَنْکُمْ پھر جب وہ دور کر دیتا ہے تکلیف کو تم سے اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْکُمْ اچانک ایک فریق تم میں سے بِرَبِّهِمْ یُشْرِکُوْنَ اپنے رب کیساتھ شرک کرنے لگ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد سے نظر ہٹا کر کہتا ہے کہ میرے بڑے پیسے خرچ ہوئے ہیں میں نے علاج پر بڑی محنت کی ہے لِیَکْفُرُوْا بِمَآ اٰتَیْنٰهُمْ تاکہ ناشکری کریں اس چیز کی جو ہم نے ان کو دی ہے فَتَمَتَّعُوْا پس تم فائدہ اٹھا لو کتنی دیر اٹھاؤ گے فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ پس عنقریب تم جان لو گے۔ بس آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے سب کچھ سامنے آجائے گا۔

وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ
نَصِيْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ ؕ تَاللّٰهِ لَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۶﴾
وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ ۙ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَاِذَا
بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۵۸﴾ ۚ
يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى
هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۵۹﴾
لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۚ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ
الْاَعْلٰى ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۶۰﴾ ع

وَيَجْعَلُوْنَ اور بناتے ہیں لِمَا اس مخلوق کیلئے لَا يَعْلَمُوْنَ جس کو نہیں جانتے نَصِيْبًا حصہ مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ اس چیز سے جو ہم نے ان کو رزق دیا ہے تَاللّٰهِ اللہ کی قسم ہے لَتُسْـَٔلُنَّ تم سے ضرور سوال کیا جائے گا عَمَّا اس چیز کے بارے میں كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ جو تم افترا باندھتے تھے وَيَجْعَلُوْنَ اور بناتے ہیں لِلّٰهِ الْبَنٰتِ اللہ تعالیٰ کیلئے بیٹیاں سُبْحٰنَهٗ پاک ہے اس کی ذات وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ اور اپنے لئے وہ کچھ جو وہ چاہتے ہیں وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ اور جب خوشخبری دی جائے ان میں سے کسی ایک کو بِالْاُنْثٰى بیٹی کی ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا ہو جاتا ہے چہرہ اس کا سیاہ وَّهُوَ كَظِيْمٌ اور اسکا دم گھٹنے لگتا ہے يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ چھپتا پھرتا ہے قوم سے مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ اس بری خبر سے جس کی

اس کو خوشخبری دی گئی ہے اَیُمۡسِكُهٗ عَلٰی هُوۡنٍ کیا اس کو روکے ذلت اٹھاتے ہوئے اَمۡ یَدُسُّهٗ فِی التُّرَابِ یا اس کو دفن کردے مٹی میں اَلَا سَآءَ مَا یَحۡكُمُوۡنَ خبردار برا ہے فیصلہ جو وہ کرتے ہیں لِلَّذِیۡنَ ان لوگوں کیلئے لَا یُؤۡمِنُوۡنَ جو ایمان نہیں لاتے بِالۡاٰخِرَةِ آخرت پر مَثَلُ السَّوۡءِ بری مثال ہے وَلِلّٰهِ الۡمَثَلُ الۡاَعۡلٰی اور اللہ تعالیٰ کی مثال بلند ہے وَهُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَكِیۡمُ اور وہ غالب ہے حکمت والا ہے۔

مشرکین کی ناانصافی :

اللہ تبارک وتعالیٰ نے پہلی آیت کریمہ میں مشرکوں کی ناانصافی اور شرک کا ذکر کیا ہے کہ جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں وہ غیر اللہ کے تقرب کیلئے دیتے ہیں۔ اس مقام پر اجمال ہے اور سورت انعام آیت نمبر ۱۳۶ میں تفصیل ہے وَجَعَلُوۡا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الۡحَرۡثِ وَالۡاَنۡعَامِ نَصِیۡبًا "اور ٹھہراتے ہیں اللہ تعالیٰ کیلئے اس چیز میں سے جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے کھیتی اور جانوروں میں سے حصہ فَقَالُوۡا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعۡمِهِمۡ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا پھر کہا انہوں نے یہ اللہ تعالیٰ کا حصہ ہے اپنے خیال کے مطابق اور یہ ہمارے شریکوں کیلئے فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمۡ پس وہ حصہ جو ان کے شریکوں کا ہوتا ہے فَلَا یَصِلُ اِلَی اللّٰهِ پس وہ نہیں مل سکتا اللہ تعالیٰ کے حصے میں وَمَا كَانَ لِلّٰهِ اور جو اللہ تعالیٰ کا حصہ ہے فَهُوَ یَصِلُ اِلٰی شُرَكَآئِهِمۡ پس وہ مل جاتا ہے ان کے شریکوں کے حصے کیساتھ۔" مثلاً گیارہ من چیز پیدا ہوئی اس میں سے ایک من اللہ تعالیٰ کا حصہ نکالتے اور ایک من غیروں کے نام کا، لات، منات، عزیٰ وغیرہ کیلئے۔ اب ایک ڈھیر اللہ تعالیٰ کا ہے

اور ایک غیر اللہ کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ڈھیر سے کچھ دانے اگر غیر اللہ کے ڈھیر کیساتھ مل جاتے تو کہتے کوئی حرج نہیں ہے رب تو بے پرواہ ہے اور یہ محتاج ہیں اور اگر غیر اللہ کے ڈھیر سے کچھ دانے اللہ تعالیٰ کے ڈھیر میں مل جاتے تو فوراً نکال لیتے کہ یہ محتاج ہیں اور مانتے بھی تھے کہ یہ محتاج ہیں اور رب تعالیٰ محتاج نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سَآءَ مَا یَحْکُمُوْنَ برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں۔ کہ پیدا تو رب کرے اور حصہ اوروں کا کیوں؟ یا تو کسی غیر نے بھی کوئی چیز پیدا کی ہو پھر تو بات ہے جب ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے کھیتیاں پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور ان کے تھنوں میں دودھ پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ تو کتنا ناانصافی کا فیصلہ ہے کہ حصے اوروں کے مقرر کئے جائیں۔ رب تعالیٰ اس چیز کا شکوہ کرتے ہیں فرمایا وَیَجْعَلُوْنَ اور بناتے ہیں لِمَا اس مخلوق کیلئے لَا یَعْلَمُوْنَ جن کے بارے میں ان کو کچھ علم نہیں ہے نَصِیْبًا حصہ مقرر کرتے ہیں مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ اس چیز سے جو ہم نے ان کو رزق دیا ہے تَاللّٰهِ اللہ کی قسم ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کی قسم اٹھاتے ہیں لَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ تم سے ضرور سوال کیا جائے گا اس چیز کے بارے میں جو تم افترا باندھتے ہو کہ ہم جو اس طرح کرتے ہیں یہ حصے رب نے مقرر کئے ہیں اور یہ کار ثواب ہے اور نیکی ہے یہ تم سے پوچھا جائے گا کہ یہ حق تمہیں کس نے دیا تھا اس طرح تقسیم کرنے کا۔ پیدا تو ہر چیز کو رب کرے اور پکنے اور تیار ہونے پر دوسرے بھی حصہ دار بن جائیں۔

کفار کے غلط نظریات :

ان کے اور غلط نظریات سنو! اور ان سے پہلے یہود و نصاریٰ کے بھی ایسے ہی غلط نظریات تھے۔ سورت توبہ آیت نمبر ۳۰ میں ہے وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ نِ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ''اور کہا یہود نے عزیر اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے اور

نصاریٰ نے کہا مسیح اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے۔'' مشرکین عرب اور دنیا کے مختلف علاقوں کے مشرک بھی کہتے تھے کہ فرشتے رب تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ اور بناتے ہیں اللہ تعالیٰ کیلئے بیٹیاں کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اور رب اپنی بیٹیوں کی موڑتا نہیں ہے اس وجہ سے پھر یہ فرشتوں کی پوجا کرتے تھے اور ان کو پکارتے تھے یا جبرائیل، یا میکائیل، یا اسرافیل اور آج بھی مشرک قسم کے لوگ تعویذوں پر باقاعدہ یہ الفاظ لکھتے ہیں۔تو یہ اللہ تعالیٰ کیلئے بیٹیاں بناتے ہیں سُبْحٰنَهٗ پاک ہے اس کی ذات وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ اور اپنے لئے جو وہ چاہتے ہیں۔اپنے لئے لڑکے پسند کرتے ہیں اگر رب تعالیٰ کی شان کے لائق لڑکے لڑکیاں ہوتیں تو دو چار نہ ہوتے بے شمار ہوتے۔

انگریز دور کا واقعہ ہے کہ امریکہ کی ریاست جارجیا کا رہنے والا ایک انگریز جو بڑا شاطر اور زبان دراز پادری تھا شاہی مسجد دھلی کی سیڑھیوں پر کھڑا ہو کر تقریر کر رہا تھا اور ثابت کر رہا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور ہمارے مُنَجِّیْ ہیں۔ کالے رنگ کا ایک بھٹیارہ دانے بھون رہا تھا دانے بھی بھونتا رہا اور تقریر بھی سنتا رہا کافی لوگ جمع ہو گئے بھٹیارے کو اس کی تقریر پر غصہ آیا اور جا کر کہنے لگا مجھے یہ بتلاؤ کہ رب کے کتنے بیٹے ہیں۔فانڈر کہنے لگا ایک ہی ہے۔بھٹیارے نے کہا دیکھ میں غریب آدمی ہوں دانے بھون کر گزارہ کرتا ہوں میرے چودہ (۱۴) بیٹے ہیں اور رب اتنی بڑی ذات ہے اس کا ایک ہی بیٹا ہے؟ کچھ عقل سے کام لے رب مجھ سے بھی رہ گیا ہے۔یہ بات کر کے وہ چلا گیا۔

دیکھو! رب تعالیٰ کی صفت کمال ہے تو پھر اس کی اولاد سب سے زیادہ ہونی چاہئے اور اگر صفت نقصان ہے تو پھر ایک بھی نہیں ہونا چاہئے۔اس کی صفت ہے لَمْ يَلِدْ وَلَمْ

یُوْلَدْ ’’نہ اس نے کسی کو جنا ہے اور نہ اس سے کوئی پیدا ہوا ہے۔‘‘ یہود بھی جھوٹے ہیں جو کہتے ہیں عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ بھی جھوٹے ہیں جو کہتے ہیں عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور مشرکین بھی جھوٹے ہیں جو کہتے ہیں فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں سُبْحٰنَهٗ رب کی ذات پاک ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کیلئے بیٹیاں بناتے ہیں ان کی حالت یہ ہے کہ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى اور جب خوشخبری دی جائے ان میں سے کسی ایک کو بیٹی کی۔ مجلس میں بیٹھا ہو اور کوئی آ کر آہستہ سے کان میں کہے تیرے ہاں لڑکی پیدا ہوئی ہے ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور اسکا دم گھٹنے لگتا ہے یَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ چھپتا پھرتا ہے قوم سے مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ اس بری خبر سے جو اس کو خوشخبری دی گئی ہے پھر سوچتا ہے اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ کیا اس کو روکے ذلت اٹھاتے ہوئے یعنی زندہ چھوڑ دے اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ یا اس کو دفن کر دے مٹی میں۔ خود تو تمہارا یہ حال ہے کہ لڑکی کی خبر سنتے ہو تو تمہارے چہرے بگڑ جاتے ہیں اور رب تعالیٰ کی طرف تم لڑکیوں کی نسبت کرتے ہو۔

تاریخ کے جھروکے: عربوں کا بیٹی کی پیدائش کو باعثِ عار سمجھنا :

تاریخ میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک سردار تھا جس کی کنیت ابوحمزہ تھی۔ امیر آدمی تھا ہر وقت اس کی مجلس ساتھیوں سے بھری رہتی تھی۔ ایک دن اپنے دوستوں میں بیٹھا تھا کہ لونڈی نے آ کر آہستہ سا اس کے کان میں کہا کہ تیرے ہاں لڑکی ہوئی ہے۔ یہ سنتے ہی اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا مجلس سے اٹھ کر کہیں چلا گیا پھر ساری زندگی واپس گھر نہیں آیا اس پر اس کی بیوی نے دردمندانہ اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے ’’کہ میرے خاوند ابوحمزہ کو کیا ہو گیا ہے اس لئے نہیں آتا کہ میرے ہاں لڑکی پیدا ہوئی ہے میرا کیا اختیار ہے پیدا کرنے والا تو

رب ہے۔''اگر ہمارے اختیار میں ہوتو ہم اپنی مرضی کی اولاد پیدا کریں۔اب مسلمانوں کا بھی یہ حال ہے کہ لڑکا پیدا ہوتو خوشی کرتے ہیں اور اگر لڑکی پیدا ہوتو بگڑ جاتے ہیں اور کہتے ہیں ہائے ہائے کیا ہو گیا۔حالانکہ حدیث پاک میں آتا ہے جس نے دو بچیوں کی تربیت کی اپنی بیوی سے ہوں یا غیر کی بیوی سے ہوں کَانَ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ وہ دوزخ سے بچانے کا ذریعہ بنیں گی۔اپنی بچیاں ہیں،بھتیجیاں ہیں،بھانجیاں ہیں یا اور کسی کی ہیں ان کی تربیت کی،جوان ہوئیں شادی کر دی دوزخ سے چھٹکارا مل گیا بشرطیکہ مومن ہو۔سارے مکے والے بچیوں کو زندہ درگور نہیں کرتے تھے۔کچھ تھے جو زندہ درگور کرتے تھے اور مارتے نہیں تھے کہتے تھے گناہ ہوتا ہے۔بھئی وہ قبر میں کتنی دیر زندہ رہے گی؟ پانچ منٹ،دس منٹ ،بیس منٹ۔

بیٹی کو زندہ درگور کرنے کا واقعہ :

تاریخ میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک شخص کے ہاں بڑی خوبصورت لڑکی پیدا ہوئی۔ بیوی بڑی پریشان کہ اسکو انہوں نے چھوڑنا نہیں ہے۔خاوند نے فوراً کہیں تجارت کیلئے جانا تھا بیوی نے کہا کہ اگر مجھے تم اجازت دیدو تو میں اس کو زندہ دفن کر دوں اس نے کہا ہاں اجازت ہے۔خاوند سفر پر چلا گیا اس عورت نے اپنی بیٹی اپنی کسی سہیلی کے پاس بھیج دی وہ بچی وہیں نشو ونما پاتی رہی۔خاوند کچھ عرصہ کے بعد آیا پوچھا بچی کہاں ہے؟ بیوی نے کہا دفن کر دیا ہے۔یہ پھر سفر پر چلا گیا اور یہ کہہ گیا کہ میں تین ماہ بعد آؤں گا۔بیوی نے سُنا کہ اس نے تین ماہ بعد آنا ہے اس نے بچی منگوالی کہ اتنی دیر بچی میرے پاس رہے گی۔اتفاقاً اس کو جلدی آنا پڑ گیا دیکھا گھر میں بچی پھر رہی ہے پوچھا یہ کس کی بچی ہے؟ عورت پہلے تو گھبرائی،تھتھلائی،بعد میں بتلایا کہ یہ ہماری بچی ہے۔خاوند نے کہا تو نے کہا تھا کہ میں نے

اس کو دفن کر دیا ہے۔ کہنے لگی بس مجھ سے غلطی ہوئی۔ خاوند نے کہا کہ میرے لئے یہ بڑی ذلت ہے کہ یہ زندہ پھرے۔ وہاں کوئی میلہ لگتا تھا بیوی کو اعتماد میں لیا کہ میں نے اس کو میلے پر لے جانا ہے۔ بچی چلتی پھرتی باتیں کرتی تھی لے جا کر قبر کھودنی شروع کی تو مٹی اس کی داڑھی پر پڑتی وہ بچی صاف کرتی حالانکہ وہ اس کے لئے قبر کھود رہا تھا۔ اس نے قبر کھودی بچی کو اس میں ڈالا بچی نے کہا ابا جی! مجھے یہاں ڈال رہے ہو مجھے ساتھ لے جاؤ میلا دکھاؤ وہ عاجزی اور زاری کرتی رہی اور اس نے اس کو زندہ دفن کر دیا۔

سورۃ تکویر میں ہے وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ''اور جب زندہ درگور کی گئی بچیوں سے پوچھا جائے گا کہ انہیں کس گناہ کی پاداش میں قتل کیا گیا۔'' تو یاد رکھنا! بچیوں کی تربیت نجات کا ذریعہ ہے اگر ثواب سمجھ کر کرے۔ أَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ خبردار بُرا ہے وہ جو فیصلہ کرتے ہیں کہ رب کیلئے بیٹیاں اور اپنے لئے بیٹے لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ ان لوگوں کیلئے جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے مَثَلُ السَّوْءِ بُری مثال ہے۔ یہ کون لوگ ہیں؟ یہ وہ لوگ ہیں جو رب تعالیٰ کیساتھ شریک ٹھہراتے ہیں اور رب کے باغی ہیں وَلِلَّهِ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ اور اللہ تعالیٰ کی مثال بلند ہے۔ اس کی صفت بہت بلند ہے۔ وہ کیا ہے؟ لا الٰہ الا اللہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے احد اس کی صفت ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے أَفْضَلُ الذِّكْرِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ''تمام اذکار میں افضل ترین ذکر لا الٰہ الا اللہ ہے۔'' لا الٰہ الا اللہ، لا الٰہ الا اللہ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ اور وہ غالب ہے حکمت والا ہے سب کچھ اسی کے پاس ہے۔

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ

مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ ﴿۶۲﴾ تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿۶۵﴾ ع ۵/۱۴

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ اور اگر اللہ تعالیٰ پکڑے النَّاسَ لوگوں کو بِظُلْمِهِمْ ان کے ظلم کی وجہ سے مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا نہ چھوڑے اس زمین پر مِنْ دَآبَّةٍ کوئی چلنے والا وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اور لیکن ان کو مہلت دیتا ہے اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ایک مدت مقرر تک فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ پس جس وقت آئے گی ان کی میعاد لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً نہیں مؤخر ہونگے ایک گھڑی وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ اور نہ آگے ہوں گے وَيَجْعَلُوْنَ اور یہ بناتے ہیں لِلّٰهِ اللہ تعالیٰ کیلئے مَا يَكْرَهُوْنَ وہ چیز جو خود پسند نہیں کرتے وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ اور بیان کرتی ہیں ان کی زبانیں الْكَذِبَ جھوٹ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى بیشک ان کیلئے بھلائی ہے لَا جَرَمَ

ضرور بالضرور اَنَّ لَھُمُ النَّارَ بیشک ان کیلئے آگ ہے وَاَنَّھُمْ مُّفْرَطُوْنَ اور بیشک وہ اس میں دھکیلے جائیں گے تَاللّٰہِ اللہ کی قسم ہے لَقَدْ اَرْسَلْنَآ البتہ تحقیق بھیجے ہم نے رسول اِلٰٓی اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِکَ ان امتوں کی طرف جو آپ سے پہلے تھیں فَزَیَّنَ لَھُمُ الشَّیْطٰنُ پس مزین کیا ان کیلئے شیطان نے اَعْمَالَھُمْ ان کے اعمال کو فَھُوَ پس وہی شیطان وَلِیُّھُمُ الْیَوْمَ آج ان کا ساتھی ہے وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ اور ان کیلئے عذاب ہے دردناک وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ اور نہیں نازل کی ہم نے آپ پر کتاب اِلَّا لِتُبَیِّنَ لَھُمُ مگر یہ کہ آپ بیان کریں ان کے سامنے الَّذِی اخْتَلَفُوْا فِیْہِ وہ چیزیں جن میں انہوں نے اختلاف کیا ہے وَھُدًی اور ہدایت ہے وَّرَحْمَۃً اور رحمت ہے لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ اس قوم کیلئے جو ایمان لاتی ہے وَاللّٰہُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً اور اللہ تعالیٰ نے ہی نازل کیا ہے آسمان کی طرف سے پانی فَاَحْیَا بِہِ الْاَرْضَ پس زندہ کیا اس کے ذریعے زمین کو بَعْدَ مَوْتِھَا اس کے مرنے کے بعد اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً بیشک اس میں البتہ نشانی ہے لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ اس قوم کیلئے جو سنتی ہے۔

گرفتِ خداوندی :

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَوْیُؤَاخِذُ اللّٰہُ النَّاسَ بِظُلْمِھِمْ مَّا تَرَکَ عَلَیْھَا مِنْ دَآبَّۃٍ اور اگر اللہ تعالیٰ پکڑے لوگوں کو ان کے ظلم کی وجہ سے، کفر، شرک، بدکاری، گناہوں کی وجہ سے تو نہ چھوڑے اس زمین پر کسی دابہ کو۔ دابہ کا معنی ہے زمین پر چلنے پھرنے والا۔ لغوی معنی کے اعتبار سے دابہ انسان پر بھی بولا جاتا ہے چونکہ یہ بھی

زمین پر چلتا پھرتا ہے۔ تو معنٰی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اگر انسانوں کو ان کے ظلم اور زیادتیوں کی وجہ سے پکڑے تو زمین پر کوئی چلنے پھرنے والا نہ رہے۔

قانونِ استدراج :

وَلٰكِنْ يُؤَخِّرُهُمْ اور لیکن ان کو مہلت دیتا ہے اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ایک مدت مقرر تک جو رب تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے۔ اور دابّــہ کا معنٰی چوپایہ بھی ہوتا ہے، چار ٹانگوں والا۔ تو پھر معنٰی ہوگا اور اگر پکڑے اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے ظلم کی وجہ سے نہ چھوڑے زمین پر کوئی چار ٹانگوں والا۔ تو پھر اس تفسیر پر اعتراض ہوگا کہ گناہ انسان کریں مارا جائے چار ٹانگوں والا اس کا کیا مطلب ہے؟ وہ تو غیر مکلف ہیں ان کو کیوں تباہ کرنا ہے؟ اس کے جواب میں امام رازیؒ اور دیگر مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کو تباہ اس لئے نہیں کرنا کہ انہوں نے کوئی ظلم زیادتی کی ہے بلکہ ان کو تباہ اس لئے کریں گے کہ یہ انسان کے فائدے کیلئے پیدا کئے گئے ہیں جب انسان کو ہی ختم کر دیا جائے گا تو ان کو باقی رکھنے کا کیا فائدہ؟ گائے، بھینس، گھوڑا، گدھا وغیرہ کو تو انسان کیلئے پیدا کیا ہے جب انسان ہی نہیں تو پھر یہ کس کام کے؟ جیسے لباس، پگڑی، جوتا وغیرہ انسانؑ کیلئے ہیں جب انسان ہی نہیں تو ان کی کیا ضرورت ہے؟ تو ان کو اس لئے ختم کر دیا جائے گا کہ ان کی ضرورت نہیں رہی۔ لیکن اللہ تعالیٰ قانون استدراج کے ذریعے مہلت دیتا ہے مدت مقرر تک فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ پس جس وقت ان کی میعاد آجائے گی لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً نہیں مؤخر ہونگے ایک گھڑی۔ موت کا جو وقت مقرر ہے اس سے ایک لمحہ بھی پیچھے نہیں ہوگی وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ اور نہ آگے ہوں گے ایک لمحہ بھی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو وقت مقرر ہے وہ پورا ہو کر رہے گا۔

مکروہ چیز کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف :

وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ اور یہ بناتے ہیں اللہ تعالیٰ کیلئے وہ چیز جو خود پسند نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف ان چیزوں کی نسبت کرتے ہیں جن کو خود اپنے لئے پسند نہیں کرتے مثلاً اپنے لئے جائیداد میں شریک پسند نہیں کرتے کہ کوئی حصہ وصول کرے اور رب کے شریک بناتے ہیں۔ اس سے پہلے رکوع میں تم پڑھ چکے ہو کہ اپنے لئے لڑکیاں پسند نہیں کرتے اگر کسی کو لڑکی کی خوشخبری سنائی جائے تو اسکا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور دم گھٹنے لگتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف لڑکیوں کی نسبت کرتے ہیں کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ ان کا کوئی قاصد، سفیر اور نمائندہ ہو اس کی توہین کی جائے تو گوارہ نہیں کرتے اور یہ ظالم رب تعالیٰ کے سفیر پیغمبروں کی توہین کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف ان چیزوں کی نسبت کرتے ہیں جن کو یہ خود پسند نہیں کرتے وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اور بیان کرتی ہیں ان کی زبانیں جھوٹ کہ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى بیشک ان کیلئے بھلائی ہے۔ مکے والے کافر اولاً تو قیامت کے قائل نہیں تھے اور کہتے تھے فرض کرو اگر قیامت ہوئی اور دوبارہ اٹھایا گیا تو وہاں بھی ہمارے لئے بھلائی ہوگی۔ چنانچہ سورت سجدہ آیت نمبر ۵۰ میں ہے وَلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّىْ اِنَّ لِىْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ''اور اگر میں لوٹا دیا گیا اپنے رب کے پاس تو بیشک میرے لئے اس کے پاس بھلائی ہوگی۔'' قیاس یہ کرتے تھے کہ اگر رب ہم سے ناراض ہوتا تو دنیا میں ہمیں مال اولاد کیوں دیتا، یہ دنیا کی خوشیاں ہمیں کیوں نصیب ہوتیں۔ تو جس نے یہاں سب کچھ دیا ہے وہاں بھی دے گا یہ ان کا قیاس باطل ہے کیونکہ دنیا کا مسئلہ علیحدہ ہے اور آخرت کا مسئلہ علیحدہ ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں دنیا کی قدر اگر مچھر کے پر کے برابر ہوتی تو کافر کو پانی کا ایک گھونٹ نہ دیتا۔

دوسری بات یہ ہے کہ دنیا کا مال اگر اللہ تعالیٰ کی خوشی کا سبب ہوتا تو اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں سے بڑھ کر کس سے راضی ہے اور پھر آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی سے بڑھ کر کوئی مقبول ترین ہستی ہے ہی نہیں، نہ ہوئی ہے، نہ ہوگی۔ اور آپ ﷺ کو جو مکان ملا آج ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے کہ چھوٹا سا کمرہ تھا اور اس میں چراغ ہی نہیں تھا، جو کی روٹی کبھی سیر ہو کر نہیں ملی، اچھی قسم کی کھجوریں مسلسل دو دن بھی نہیں ملیں، بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھے، اپنے کپڑوں کو پیوند خود لگاتے تھے، اپنا جوتا خود گانٹھتے تھے تو کیا معاذ اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ ان سے ناراض تھا؟ اور اگر قیامت نہ ہو تو نیکوں کو تو دنیا میں نیکی کا صحیح معنیٰ میں بدلہ نہیں ملا اور برُوں کو برائی کی سزا بھی نہیں ملی تو کیا خدائی حکومت معاذ اللہ تعالیٰ اندھیر نگری ہے؟ دنیا میں ایسے مجرم بھی گزرے ہیں اور اب بھی موجود ہیں کہ انہوں نے دنیا میں کوئی غمی نہیں دیکھی خوشیاں ہی خوشیاں ہیں، قیامت نہ آئے تو ایسے باغی، مشرک اور نافرمانوں کو تو بدلہ نہ ملا۔ حالانکہ رب تعالیٰ تو اَحۡکَمُ الۡحَاکِمِین ہے لہٰذا قیامت ماننی پڑے گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَا جَرَمَ ضرور بالضرور اَنَّ لَهُمُ النَّارَ بیشک ان کیلئے آگ ہے وَ اَنَّهُمۡ مُّفۡرَطُوۡنَ اور بیشک وہ دوزخ میں دھکیلے جائیں گے۔ فرشتے ہتھکڑیاں، بیڑیاں پہنا کر کے دوزخ کے کنارے مجرموں کو پہنچائیں گے تو وہ اپنی مرضی سے تو دوزخ میں داخل نہیں ہونگے تو فرشتے دھکے دیکر دوزخ میں گرادیں گے۔ اسکو اس طرح سمجھو کہ سزائے موت والے کو جب پھانسی کیلئے لے جاتے ہیں تو کم ایسے ہوتے ہیں جو خود چل کر جاتے ہیں ورنہ کئی تو راستے میں ہی چل بستے ہیں اور بہت سے لوگوں کو پولیس دھکے دے کر لے جاتی ہے پھر اپنی کاروائی کرتے ہیں۔ تو مفرطون کو دھکے دیکر جہنم میں گرایا جائے گا۔

تسلی رسول ﷺ :

اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کو تسلی دیتے ہیں تَاللّٰہِ تا حرف قسم ہے، اللہ کی قسم ہے لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓی اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِکَ البتہ تحقیق بھیجے ہم نے رسول ان امتوں کی طرف جو آپ سے پہلے تھیں فَزَیَّنَ لَھُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَھُمْ پس مزین کیا ان کیلئے شیطان نے ان کے اعمال کو۔ چوری کو مزین کیا، شراب نوشی کو مزین کیا، بدمعاشی اور ہر برُے کام کو مزین کیا فَھُوَ وَلِیُّھُمُ الْیَوْمَ پس وہی شیطان آج ان کا ساتھی ہے۔ پہلے لوگوں کو بھی شیطان نے بہکایا اور گمراہ کیا آج بھی وہی شیطان ان کا ساتھی ہے اور برُے کام مزین کر کے دکھا رہا ہے۔ اس لئے آپؐ پریشان نہ ہوں پہلے بھی نیکیاں بدیاں ہوتی رہی ہیں اور اب بھی ہوتی رہیں گی آپؐ پریشان نہ ہوں اور اپنا کام کرتے رہیں۔ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ اور ان کیلئے عذاب ہے دردناک، سب مجرموں کیلئے۔

مقصدِ قرآن :

وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ اور نہیں نازل کی ہم نے آپ پر کتاب اِلَّا لِتُبَیِّنَ لَھُمُ مگر یہ کہ آپ بیان کریں ان کے سامنے الَّذِی اخْتَلَفُوْا فِیْہِ وہ چیزیں جن میں انہوں نے اختلاف کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم کا ترجمہ سمجھے بغیر دین سمجھ نہیں آسکتا۔ بیشک قرآن پاک کا پڑھنا بھی ثواب ہے لیکن اصل مقصد قرآن کا سمجھنا ہے۔ اگر کوئی شخص مرد عورت قرآن کریم کا لفظی ترجمہ ہی سمجھ لے تو کبھی کفر شرک اور برائی میں مبتلا نہ ہو۔ قرآن صرف علماء کیلئے نازل نہیں ہوا سب کیلئے نازل ہوا ہے مردوں کیلئے، عورتوں کیلئے، ہم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ چلو رمضان شریف آئیگا تو زیادہ سے زیادہ تلاوت کرلیں گے اور ثواب اکٹھا کریں گے مگر اس طرف توجہ بہت کم ہے کہ قرآن کریم کا سمجھنا ہر مسلمان کیلئے

نہایت ضروری ہے۔اس کتاب کا ترجمہ سمجھیں، مفہوم ومطلب سمجھیں تو پتا چلے گا کہ لوگ کیا کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کیا کہتے ہیں۔یاد رکھنا! قرآن حکیم کو سمجھنا بہت بڑی عبادت ہے۔سورۃ فرقان آیت نمبر۵۲ میں ہے وَجَاهِدْهُمْ بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا ''اور جہاد کریں اس قرآن پاک کے ذریعے بڑا جہاد۔''محاذ پر لڑنا بیشک جہاد ہے مگر قرآن کے سمجھنے کے مقابلے میں چھوٹا جہاد ہے۔قرآن کریم کا سمجھنا سمجھانا بڑا جہاد ہے۔قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے اس کو بڑا جہاد فرمایا ہے۔وَجَاهِدْهُمْ بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا اس سے مراد قرآن کریم کا سمجھنا سمجھانا ہے۔وَهُدًى اور ہدایت ہے، یہ قرآن پاک نری ہدایت ہے وَّرَحْمَةً اور رحمت محض ہے لیکن کن کیلئے؟ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ اس قوم کیلئے جو ایمان لائے اور تسلیم کرے۔آگے اللہ تعالیٰ نے توحید کے دلائل شروع کئے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے سمجھایا ہے کہ یہ سب نعمتیں تو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں جن کو یہ اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہیں انہوں نے کیا پیدا کیا ہے۔

دلائلِ توحید :

ارشاد ربانی ہے وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً اور اللہ تعالیٰ نے ہی نازل کیا ہے آسمان کی طرف سے پانی۔یہ بارش اللہ تعالیٰ کے سوا کون برساتا ہے؟ اسی حصر کیلئے لفظ اللہ کو مقدم لائیں ہیں اور اگر حصر مقصود نہ ہوتا تو اس طرح ہوتا وَاَنْزَلَ اللّٰهُ اور معنیٰ ہوتا ''اور نازل کرتا ہے اللہ تعالیٰ آسمان کی طرف سے پانی۔''اور جب لفظ اللہ کو مقدم کیا تو معنیٰ ہے'' اللہ تعالیٰ ہی نازل کرتا ہے اور کوئی نہیں نازل کرتا آسمان کی طرف سے پانی۔'' فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا پس زندہ کیا اس کے ذریعے زمین کو اس کے مرنے کے بعد کہ درخت اگائے، سبزیاں اگائیں، کھیتیاں اگائیں جو انسانوں کیلئے خوراک ہیں،

حیوانوں کیلئے خوراک ہیں اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً بیشک اس میں البتہ نشانی ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی اس کی وحدانیت کی کھلی دلیل ہے لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ اس قوم کیلئے جو سنتی ہے تسلیم کرتی ہے۔ سننا، ماننے کے معنیٰ میں بھی آتا ہے۔ کہتے ہیں فلاں میری بات سنتا نہیں ہے یعنی مانتا نہیں ہے۔ لہذا جو قوم مان لے ان کیلئے بارش کے برسانے میں رب کی قدرت کی نشانی ہے۔ باقی دلائل آگے آئیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۚ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿۶۶﴾ وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ۗ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ﴿۶۸﴾ ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ۚ يَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ۗ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا ۗ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿۷۰﴾ ع ۵ ۱۵

وَاِنَّ لَكُمْ اور بیشک تمہارے لئے فِي الْاَنْعَامِ مویشیوں میں لَعِبْرَةً البتہ عبرت ہے نُسْقِيْكُمْ ہم پلاتے ہیں تمکو مِمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ اس سے جوان کے پیٹ میں ہے مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ گوبر اور خون کے درمیان سے لَبَنًا خَالِصًا دودھ خالص سَآئِغًا آسانی سے حلق سے اترنے والا لِلشّٰرِبِيْنَ پینے والوں کیلئے وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ اور کھجوروں کے پھلوں سے وَالْاَعْنَابِ اور انگوروں کے پھلوں سے تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ بناتے ہو تم اس سے سَكَرًا میٹھی چیزیں وَّرِزْقًا حَسَنًا اور اچھا رزق اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ بیشک اس میں لَاٰيَةً البتہ نشانی ہے

لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ اس قوم کیلئے جو سمجھتی ہے وَاَوْحٰى رَبُّكَ اور الہام کیا آپ کے رب نے اِلَى النَّحْلِ شہد کی مکھیوں کو اَنِ اتَّخِذِىْ کہ بناؤ تم مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا پہاڑوں میں گھر وَّمِنَ الشَّجَرِ اور درختوں پر وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ اور ان جگہوں میں جو لوگ چھپر باندھتے ہیں ثُمَّ كُلِىْ پھر کھاؤ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ہر قسم کے پھلوں سے فَاسْلُكِىْ پس چلو سُبُلَ رَبِّكِ اپنے رب کے راستوں پر ذُلُلًا جو ہموار کئے ہوئے ہیں يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا نکلتا ہے شہد مکھیوں کے پیٹ سے شَرَابٌ ایک پینے کی چیز مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ جسکی رنگت مختلف ہوتی ہے فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ اس میں شفا ہے لوگوں کیلئے اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً بیشک اس میں البتہ نشانی ہے لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ اس قوم کیلئے جو فکر کرتی ہے وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ اور اللہ تعالیٰ نے ہی تمہیں پیدا کیا ہے ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ پھر تم کو وفات دیگا وَمِنْكُمْ اور تم میں سے بعض مَّنْ وہ ہیں يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ جو لوٹائے جاتے ہیں نکمی عمر کی طرف لِكَىْ لَا يَعْلَمَ تاکہ نہ جانے بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا جاننے کے بعد کچھ بھی اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ بیشک اللہ تعالیٰ جاننے والا قدرت والا ہے۔

انعاماتِ خداوندی کا ذکر

اللہ تعالیٰ اپنی کچھ نشانیوں اور نعمتوں کا ذکر فرماتے ہیں جو اس نے اپنی مخلوق پر کی ہیں۔ فرمایا وَاِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً اور بیشک تمہارے لئے مویشیوں میں البتہ عبرت ہے خدا کی قدرت سمجھنے کیلئے اور مویشیوں سے مراد گائے، بھینس، بھیڑ، بکری، اونٹنی ہیں نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِىْ بُطُوْنِهٖ ہم پلاتے ہیں تمکو اس سے جو ان کے پیٹ میں ہے مِنْۢ

بَیۡنِ فَرۡثٍ وَّدَمٍ گوبر اور خون کے درمیان سے لَّبَنًا خَالِصًا دودھ خالص۔ گوبر اور خون کے درمیان سے دودھ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جانور کے پیٹ میں ایک طرف گوبر ہوتا ہے اور دوسری طرف خون ہوتا ہے اور درمیان میں دودھ ہوتا ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ جانور جو چارہ کھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت سے معدہ اس کو ہضم کرتا ہے تو کچھ تو فضلہ گوبر مینگنیاں بن جاتا ہے کچھ پیشاب بن جاتا ہے اور کچھ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے خون بن جاتا ہے پھر خدا کی قدرت کہ کچھ خون تو بدن کی قوت کیلئے سب اعضاء میں پھیل جاتا ہے اور کچھ خون کو اللہ تعالیٰ دودھ کی شکل دے دیتے ہیں۔ خدا کی قدرت کو سمجھنا چاہو تو بڑی آسانی سے سمجھ سکتے ہو۔ وہ چارہ تم بیل، بھینسے کو ڈالو تو دودھ نہیں بنے گا، گائے اور بھینس کو ڈالو تو دودھ بنتا ہے خالص سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِیۡنَ آسانی سے حلق سے اترنے والا پینے والوں کیلئے، بڑا لذیذ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ بچوں کی خوراک ہی یہی ہے اور بیماروں کیلئے بھی اسے خوراک بنایا ہے وَمِنۡ ثَمَرٰتِ النَّخِیۡلِ اور کھجوروں کے پھلوں سے وَالۡاَعۡنَابِ اور انگوروں کے پھلوں سے بھی تَتَّخِذُوۡنَ مِنۡهُ سَكَرًا بناتے ہو تم اس سے میٹھی چیزیں۔ کھجور سے جو چینی بنتی ہے وہ سب سے زیادہ میٹھی ہوتی ہے، پھر کماد کی اور پھر شکر قندی کی۔ بعض بیچارے سادھے لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں دوکاندار نے ٹھگ لیا ہے میٹھی چینی نہیں دی اس میں کوئی چیز ملا دی ہے حالانکہ دوکاندار کا کوئی قصور نہیں ہے وہ چینی شکر قندی کی ہوتی ہے اور اس میں مٹھاس کم ہوتا ہے۔ کھجوروں سے اور بہت ساری میٹھی چیزیں بنتی ہیں حلوہ وغیرہ اور کھجور ویسے بھی دیر تک رہتی ہے۔ انگور خشک ہو کر منقہ بنتا ہے، سوگی (کشمش) بنتی ہے اور دیر تک رہتی ہے اور اس سے چینی بھی بناتے ہیں، شیرے اور شربت بھی بناتے ہیں وَّرِزۡقًا حَسَنًا اور اچھا رزق اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ بیشک اس

میں لَاٰیَۃً البتہ نشانی ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی لِقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ اس قوم کیلئے جو سمجھتی ہے اور عقل سے کام لیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے کھجوریں پیدا فرمائی ہیں انگور پیدا فرمایا ہے جو ہمارے لئے رزق ہے۔ وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ یہاں وحی کا معنٰی ہے الہام کرنا۔ اور الہام کیا آپ کے رب نے شہد کی مکھیوں کو اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا کہ بناؤ پہاڑوں میں اپنے گھر وَّمِنَ الشَّجَرِ اور درختوں پر اپنے چھتے بناؤ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ اور ان جگہوں میں جو چھپر باندھتے ہیں لوگ۔

شہد کی مکھیوں کا عجیب نظام :

شہد کی مکھیوں کا بھی عجیب نظام ہے۔ ان کا ایک بادشاہ ہوتا ہے جسکا نام یعسوب ہے وہ جسم میں دوسری مکھیوں سے بڑا ہوتا ہے اس کا سر بھی بڑا ہوتا ہے اگر کسی وقت کوئی اور بادشاہی کا دعویٰ کر دے تو اسکو قتل کر دیتی ہیں تاکہ فساد پیدا نہ ہو۔ سب مکھیاں بادشاہ کے تابع ہوتی ہیں۔ سفر میں سردار آگے آگے ہوتا ہے اور باقی مکھیاں پیچھے ہوتی ہیں اور چھتوں کے دروازے پر مکھیوں کا باقاعدہ پہرہ ہوتا ہے مجال نہیں کہ دوسرے چھتے کی مکھی یہاں آجائے پہریدار نہیں چھوڑتے کیونکہ ان کو شناخت ہوتی ہے اپنے چھتے کی مکھیوں کی اور جو مکھی شہد لینے کیلئے گئی ہے اگر دیر سے آئے گی تو باقاعدہ اس سے باز پرس ہوتی ہے کہ تو دیر سے کیوں آئی ہے۔ بتیس (۳۲) میل فی گھنٹہ سفر کرسکتی ہے۔ ہم کبھی نیا مکان بنائیں تو بھول بھی جاتے ہیں مگر اس کو اللہ تعالیٰ نے ایسا ادراک دیا ہے کہ یہ نہیں بھولتی۔ عجیب قسم کا نظام ہے۔ تو فرمایا ہم نے مکھی کو الہام کیا کہ بنائے پہاڑوں میں مکان اور درختوں پر اور چھپروں پر۔ پہاڑی علاقوں میں لوگوں نے دیواروں میں جالے بنائے ہوئے ہیں جن میں مکھیاں رہتی ہیں ثُمَّ کُلِیْ مِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ پھر کھاؤ ہر قسم کے پھلوں سے۔ تجربہ کار لوگ بتاتے

ہیں کہ بیری کے پھولوں سے حاصل کردہ شہد بہت عمدہ ہوتا ہے عرب حضرات اس کو زیادہ پسند کرتے ہیں باقی خدا کی شان ہے کہ پھول کھٹا ہو، پھیکا ہو یا کڑوا ہو لیکن وہ جب مکھی کے پیٹ سے گذر کر آتا ہے تو میٹھا ہوتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے۔فرمایا فَاسْلُكِي سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا پس چلو اپنے رب کے راستوں پر جو ہموار کیے ہوئے ہیں۔ بڑی آسانی کیساتھ جاتی ہے اور واپس سیدھی اپنے چھتے میں آکر داخل ہو جاتی ہے يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ نکلتا ہے شہد مکھیوں کے پیٹ سے ایک پینے کی چیز مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ جسکی رنگت مختلف ہوتی ہے۔کوئی بالکل سفید ہے کوئی سرخی مائل ہوتا ہے کوئی کسی اور رنگ کا ہوتا ہے۔اس میں ایک تو موسم اور پھلوں کا اثر ہوتا ہے اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ بوڑھی مکھی کے شہد کا رنگ اور ہوتا ہے اور جوان مکھی کے شہد کا رنگ اور ہوتا ہے۔

شہد علاج بھی اور ذریعہ شفا بھی :

فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ اس شہد میں شفا ہے لوگوں کیلئے جو رب تعالیٰ نے اس میں رکھی ہے۔جتنی سرد بیماریاں ہیں مثلاً فالج ہے، لقوہ ہے، گنٹھیا ہے، بدن میں درد ہے، ان سب کیلئے شفا ہے، مفرداً بھی اور دوسری دوائیوں کیساتھ ملا کر بھی۔باقی طریقہ استعمال اور کتنا استعمال کرنا ہے یہ تو کوئی سمجھدار ہی بتا سکتا ہے۔پھر یہ کہ جوانی میں کتنا استعمال کرنا ہے اور بڑھاپے میں کتنا استعمال کرنا ہے ان سب چیزوں کا تعلق حکمت کیساتھ ہے۔پھر جوانی میں زیادہ فائدہ دیتا ہے بڑھاپے میں کم فائدہ دیتا ہے۔جس میں جتنی قبول کرنے کی صلاحیت ہوگی اس کو اتنا فائدہ دیگا۔پہلے حکیم دواؤں کو محفوظ رکھنے کیلئے شہد استعمال کرتے تھے کہ دوائی میں شہد ڈال کر رکھ دو تو وہ خراب نہیں ہوتی جسطرح آج کل ڈاکٹر حضرات الکحل استعمال کرتے ہیں دواؤں کو محفوظ کرنے کیلئے اور الکحل کا حکم شراب کا نہیں ہے۔جس

وقت میں دارالعلوم سے فارغ ہو کر گکھڑ پہنچا تو مجھ پر ٹی۔بی کا حملہ ہوا۔ڈاکٹروں نے جو دوائی تجویز کی اس میں تیرہ (۱۳) فیصد الکحل تھا میں الکحل کو شراب سمجھتا تھا میں وہ دوائی استعمال نہ کی اور مجھے کوئی کتاب بھی نہ ملی کہ خود مسئلہ دیکھ لو۔کیونکہ اس وقت یہاں کتابیں بہت کم تھیں۔مفتی اعظم ہندوستان حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ زندہ تھے میں نے ان کو خط لکھا کہ میرے لئے ڈاکٹروں نے جو دوائی تجویز کی ہے اس میں تیرہ (۱۳) فیصد الکحل ہے اس دوائی کو استعمال کرنے کا کیا حکم ہے۔مفتی صاحب نے اپنے ہاتھ مبارک سے لکھا کہ الکحل کا حکم شراب والا نہیں ہے۔اس کے بعد پھر مجھے بھی شامی،درمختار اور امداد الفتاویٰ وغیرہ ساری کتابیں مل گئیں جن میں میں نے خود بھی مسئلہ دیکھ لیا۔اس وقت میرے خسر صاحب میاں محمد اکبر صاحب مرحوم زاہد الراشدی کے نانا جان زندہ تھے وہ مجھے سول ہسپتال گوجرانوالہ لے گئے ڈاکٹروں کا بورڈ بیٹھا اور میرا پیشاب،خون اور تھوک ٹیسٹ کیا،رپورٹ آئی تو بڑے ڈاکٹر صاحب نے کہا تم مشکل سے چھ ماہ زندہ رہو گے۔میاں جی مرحوم پریشان ہوئے اور میں ہنس پڑا۔ڈاکٹر بڑے حیران ہوئے کہ ہم نے اس کو موت کی خبر دی ہے اور یہ ہنس پڑا ہے۔مجھے کہنے لگے کہ آپ ہنسے کیوں ہیں؟ میں نے کہا میرا رب پر ایمان ہے اور رب تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ موت کی خبر کسی کو نہیں ہے۔تم کس طرح کہتے ہو کہ میں چھ ماہ بعد مرجاؤں گا اس لئے مجھے ہنسی آئی ہے۔اس وقت سے لیکر اب تک اکاون (۵۱) سال گذر گئے ہیں میں زندہ ہوں۔

تو خیر شہد کے متعلق بتا رہا تھا کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے سرد بیماریوں کیلئے شفا رکھی ہے۔اور یاد رکھنا! اگر کوئی صفراوی مزاج والا یا پتلے دبلے بدن والا استعمال کرنا چاہے تو زیادہ مقدار استعمال نہ کرے مقدار سے زیادہ استعمال فائدے کی بجائے نقصان دیتا ہے۔

شہد کی خوراک دو تولے سے لے کر چار تولے تک ہے۔ بحسب عمر اور چھوٹے بچوں کیلئے مقدار اور بھی کم ہوتی ہے۔ عورتیں عموماً کہتی ہیں کہ ڈوا ہو گیا ہے۔ یہ ڈوا کیا ہے؟ معدے میں بلغم جمع ہو جاتی ہے جس سے چھاتی بولتی رہتی ہے۔ اس کا آسان علاج یہ ہے کہ بچے کو کسٹرآئیل پلا دو معدہ بھی صاف ہو جائے گا اور چھاتی بھی صاف ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کھانسی بھی ختم ہو جائے گی۔ کسی ڈاکٹر حکیم کے پاس جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور پہلے سمجھدار عورتیں اسی طرح کرتی تھیں کہ پندرہ دن کے بعد بچوں کو کٹریل پلا دیتی تھیں پہلے حکیم معدے کی صفائی سے علاج کرتے تھے پھر تحلیہ ہوتا تھا آج تمام ڈاکٹر جلاب کے مخالف ہیں حالانکہ جلاب میں بڑا فائدہ ہے۔ اور میرا ذاتی تجربہ ہے کہ جب تک معدے کی صفائی نہ ہو تو کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ معدہ صاف ہو جائے اور اس سے مواد فاسدہ خارج ہو جائیں پھر آگے علاج ہو گا۔ اور حدیث پاک میں آیا ہے کہ تین چیزوں میں اللہ تعالیٰ نے بڑا فائدہ رکھا ہے ان میں سے ایک جلاب فرمایا۔ لہٰذا جلاب بڑے بھی لیں اور چھوٹے بھی لیں اس سے معدہ صاف ہو جائے گا چھاتی صاف ہو جائے گی عروق سے مواد فاسدہ خارج ہو جائیں گے اور بڑا فائدہ ہو گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ شہد میں شفا ہے لوگوں کیلئے مگر شرط ہے کہ خالص ہو۔ اگر خالص نہ ہوا تو اس کا نقصان بھی زیادہ ہو گا اور چھوٹی مکھی کا شہد زیادہ مفید ہوتا ہے بنسبت بڑی مکھی کے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً بیشک اس میں البتہ نشانی ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی لِقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ اس قوم کیلئے جو فکر کرتی ہے کہ حیوان ہیں اور ان کا کیا مستقل نظام ہے۔ باقاعدہ ان کا بادشاہ ہے اور اس کی اطاعت کرتی ہیں اس کے حکم سے جاتی ہیں اور آتی ہیں اگر کوئی لیٹ ہو جائے تو اس سے باز پرس ہوتی ہے شہد غلط لیکر آئے تو سزا ہوتی ہے۔ اپنے مکان

میں کسی کو داخل نہیں ہونے دیتیں۔ یہ شعور ان کو کس نے دیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے دیا۔ فرمایا وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ اور اللہ تعالیٰ نے ہی تمہیں پیدا کیا ہے ثُمَّ یَتَوَفّٰکُمْ پھر وہ تم کو وفات دیگا وَمِنْکُمْ مَّنْ یُّرَدُّ اور تم میں سے بعض وہ ہیں جو لوٹائے جاتے ہیں اِلٰٓی اَرْذَلِ الْعُمُرِ نکمی عمر کی طرف۔ ایسی نکمی عمر کہ نہ آنکھیں ساتھ دیتی ہیں، نہ کان ساتھ دیتے ہیں، نہ منہ ساتھ دیتا ہے کہ اس میں دانت نہیں ہیں لِکَیْ لَا یَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَیْئًا تاکہ نہ جانے جاننے کے بعد کچھ بھی۔ اپنے پوتوں، پڑپوتوں کے نام بھی یاد نہیں رکھ سکتا۔ آئیں تو پوچھتا ہے تم کون ہو اور تم کون ہو۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایسا بڑھاپا کہ جس میں ہوش وحواس قائم ہوں ٹھیک ہے اور ایسا بڑھاپا کہ جس میں ہوش وحواس قائم نہ رہیں تو سب دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بابے کی سختی سے معاف کر دے یعنی ہمارا پیچھا چھوڑ دے کبھی ایسا بڑھاپا انسان کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش ہوتی ہے اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ بیشک اللہ تعالیٰ جاننے والا قدرت والا ہے۔ مگر کوئی غور وفکر کرنے والا ہو تو۔

❁ ❁ ❁

وَاللّٰہُ
فَضَّلَ بَعۡضَكُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ فِى الرِّزۡقِ‌ۚ فَمَا الَّذِيۡنَ فُضِّلُوۡا بِرَآدِّىۡ رِزۡقِهِمۡ عَلٰى مَا مَلَـكَتۡ اَيۡمَانُهُمۡ فَهُمۡ فِيۡهِ سَوَآءٌ‌ ؕ اَفَبِنِعۡمَةِ اللّٰهِ يَجۡحَدُوۡنَ ۝۷۱ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَـكُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ اَزۡوَاجًا وَّجَعَلَ لَـكُمۡ مِّنۡ اَزۡوَاجِكُمۡ بَنِيۡنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمۡ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ‌ ؕ اَفَبِالۡبَاطِلِ يُؤۡمِنُوۡنَ وَبِنِعۡمَتِ اللّٰهِ هُمۡ يَكۡفُرُوۡنَ ۝۷۲ وَيَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمۡلِكُ لَهُمۡ رِزۡقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ شَيۡـئًا وَّلَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ‌ۚ ۝۷۳ فَلَا تَضۡرِبُوۡا لِلّٰهِ الۡاَمۡثَالَ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُ وَاَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ۝۷۴

وَاللّٰہُ فَضَّلَ اور اللہ تعالیٰ نے فضیلت دی بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ تم میں سے بعض کو بعض پر فِي الرِّزْقِ رزق میں فَمَا پس نہیں ہیں الَّذِيْنَ وہ لوگ فُضِّلُوْا جن کو فضیلت دی گئی بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ لوٹانے والے اپنے رزق کو عَلٰى مَامَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ ان پر جن کے مالک ہیں ان کے دائیں ہاتھ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ تاکہ وہ ہوجائیں اس میں برابر اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ کیا پس وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں وَاللّٰہُ اور اللہ تعالیٰ نے جَعَلَ لَكُمْ بنائے تمہارے لئے مِنْ اَنْفُسِكُمْ تمہاری جانوں سے اَزْوَاجًا جوڑے وَّجَعَلَ لَكُمْ اور بنائے تمہارے لئے مِنْ اَزْوَاجِكُمْ تمہاری بیویوں سے بَنِيْنَ بیٹے وَحَفَدَةً

اور پوتے وَّرَزَقَكُمْ اور رزق دیا تم کو مِّنَ الطَّيِّبٰتِ پاکیزہ چیزوں میں سے اَفَبِالْبَاطِلِ کیا پس باطل پر يُؤْمِنُوْنَ وہ ایمان لاتے ہیں وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا وہ انکار کرتے ہیں وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اور یہ عبادت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے نیچے مَالَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا نہیں مالک ان کیلئے روزی کے مِّنَ السَّمٰوٰتِ آسمانوں سے وَالْاَرْضِ اور زمین سے شَيْئًا کچھ بھی وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ اور نہیں طاقت رکھتے فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ پس نہ بیان کرو تم اللہ تعالیٰ کیلئے مثالیں اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ تعالیٰ يَعْلَمُ جانتا ہے وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اور تم نہیں جانتے۔

غلام کی مثال اور مسئلہ توحید :

قرآن پاک کے نزول کے وقت سرزمین عرب میں بہت سارے غلام اور لونڈیاں تھیں۔ غلام کی حیثیت جانور کی ہوتی تھی جس طرح جانوروں کی منڈیاں ہوتی ہیں اسی طرح غلاموں کی بھی منڈیاں ہوتی تھیں بیچے اور خریدے جاتے تھے۔ مختلف ممالک کے غلام ہوتے تھے حبشی رومی وغیرہ۔ غلام بالکل بے اختیار ہوتا ہے اپنی مرضی سے نہ خرید و فروخت کر سکتا ہے اور نہ شادی کر سکتا ہے جب تک مالک اجازت نہ دے اور جب تک مالک اس کو آزاد نہ کرے اس نے غلام ہی رہنا ہے۔ غلام اپنی استعداد کے مطابق مالک کا کام کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے غلام کی مثال دے کر مسئلہ توحید سمجھایا ہے اور شرک کی تردید فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم جو میری مخلوق کو میرا شریک ٹھہراتے ہو فرشتوں کو، پیغمبروں کو، ولیوں کو کہ ان کے پاس بھی خدائی اختیارات ہیں اور یہ رب والے کام کر سکتے

ہیں تم یہ بتلاؤ کہ رب تعالیٰ نے جو تمہیں مال و دولت اور جائیداد دی ہے کیا تم یہ گوارا کرتے ہو کہ اپنے غلاموں اور باندیوں کو اس میں اپنا برابر کا شریک بنا لو کہ تمہارے غلام اور لونڈیاں تمہارے مال اور جائیداد میں برابر کے شریک ہیں حالانکہ غلام اور لونڈیاں بھی انسان ہیں اور ان کی تمام ضروریات وہی ہیں جو آقا کی ہیں صرف مجازاً یہ مالک ہے اور وہ مملوک ہے۔ ظاہر بات ہے کہ کوئی بھی یہ گوارا نہیں کرتا تو رب تعالیٰ اپنی مخلوق کو کس طرح اپنا شریک بنا سکتا ہے؟ او ظالمو! تم نے رب کی مخلوق کو رب کا شریک کس طرح بنا دیا ہے۔ خالق اور مخلوق کے درمیان تو کوئی نسبت بھی نہیں ہے تو وہ رب کے شریک کس طرح بن سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ اور اللہ تعالیٰ نے ہی فضیلت دی ہے تم میں سے بعض کو بعض پر فِي الرِّزْقِ رزق میں۔ کسی کو زیادہ دیا ہے کسی کو کم دیا ہے ظاہر بات ہے فَمَا الَّذِيْنَ پس نہیں ہیں وہ لوگ فُضِّلُوْا جن کو فضیلت دی گئی ہے بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ لوٹانے والے اپنے رزق کو عَلٰى مَامَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ ان پر جن کے مالک ہیں ان کے دائیں ہاتھ یعنی اپنے غلاموں اور لونڈیوں کو وہ ایسے طریقے سے رزق دینے کیلئے تیار نہیں ہیں کہ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ پس وہ ہو جائیں اس میں برابر۔ ایسا نہیں کریں گے، یہاں رزق سے مراد کھانا، پینا، لباس مراد نہیں ہے یہ تو مالک نے دینا ہی ہوتا ہے بلکہ اس سے مراد مال اور جائیداد ہے کہ اپنے مال، جائیداد، کارخانہ، مل، زمین میں غلاموں کو شریک کرنا گوارا نہیں کرتے کہ وہ تمہارے برابر کے ہو جائیں، رب تعالیٰ کس طرح گوارا کرتا ہے کہ مخلوق اس کے برابر ہو جائے اور خدائی اختیارات وہ اپنی مخلوق کو دیدے اتنی موٹی بات بھی تم نہیں سمجھ سکتے۔ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ کیا پس تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار کرتے ہو کہ نہ اپنے لئے شریک گوارا کرتے ہو اور نہ لڑکیاں گوارا کرتے

ہواور اللہ تعالیٰ کیلئے شریک اور بیٹیاں بناتے ہو، اپنے قاصد اور سفیر کی توہین برداشت نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی توہین کرتے ہو۔ روس کے ایک پروفیسر نے کتاب لکھی ہے جس میں قرآن پاک کی اس آیت کریمہ سے استدلال کرتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ ملکیت میں سب لوگ برابر ہیں لیکن لوگ دوسروں کو دیتے نہیں ہیں۔ لہذا بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ اس کا استدلال صحیح نہیں ہے هُمْ فِيهِ سَوَآءٌ کے جملہ پر فا داخل ہے فَهُمْ فِيهِ سَوَآءٌ پس وہ اس میں برابر ہو جائیں۔ اور واو ہوتی تو اس کا استدلال کرنا صحیح ہوتا، پھر معنی ہوتا کہ یہ ان کو رزق نہیں دیتے حالانکہ وہ اس میں برابر ہیں۔ تو واو اور فا کا اتنا فرق ہے۔ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا اور اللہ تعالیٰ نے بنائے تمہاری جانوں سے تمہارے جوڑے مرد بھی پیدا کئے عورتیں بھی پیدا کیں وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً اور بنائے تمہارے لئے بیویوں سے بیٹے اور پوتے حَفَدَةٌ حَفِيْدٌ کی جمع ہے، پوتے بھی بنائے یعنی نسل چلائی۔ رزق دینے والا، اولاد دینے والا، مرد اور عورتوں کو پیدا کرنے والا کون ہے؟ وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ اور رزق دیا تمہیں پاکیزہ چیزوں میں سے، اللہ تعالیٰ نے مغز تمہیں دیا اور چھلکا اور بھوسہ جانوروں کو دیا اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ کیا پس تم باطل پر ایمان لاتے ہو وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا وہ انکار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اتنی نعمتیں ہیں کہ تم شمار نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ''اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو نہیں شمار کر سکتے۔'' سانس اللہ کی نعمت ہے کہ جس کے ذریعے انسان زندہ رہتا ہے اسی کو شمار کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا کہ چوبیس گھنٹوں میں کتنا سانس لیتا ہے باقی نعمتیں تو درکنار رہیں۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کی قدر ہی نہیں کی اللہ تعالیٰ نے بھی اس چیز کا شکوہ کیا ہے

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ [الانعام:۹۱] ''اور نہیں قدر کی ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی جیسا کہ اس کی قدر کرنے کا حق تھا۔'' دیکھو! اگر کوئی ہمارے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے تو ہم اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور مسئلہ بھی آنحضرت نے فرمایا مَنْ لَّمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہِ ''جو شخص لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کا شکریہ بھی ادا نہیں کرتا۔'' چاپلوسی بُری بات ہے لیکن شکریہ ادا کرنا صحیح ہے۔ حدیث کا مفہوم ہے کہ کسی نے تمہارے ساتھ اچھا سلوک کیا ہے تو کہو جزاک اللّٰہ اللہ تعالیٰ تجھے جزا دے۔ تو تم بندوں کا شکریہ ادا کرتے ہو لیکن اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر نہیں کرتے انکار کرتے ہو وَیَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اور یہ عبادت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے نیچے مَا اس مخلوق کی لَا یَمْلِکُ لَھُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَیْئًا نہیں مالک وہ ان کیلئے روزی کے آسمانوں سے اور نہ زمین سے کچھ بھی۔ رزق نہ فرشتوں کے پاس ہے نہ انسانوں کے پاس ہے نہ جنوں کے پاس ہے رزق صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ یہ جن کی پوجا کرتے ہیں وہ رزق کے مالک نہیں ہیں۔ رزق دینا تو در کنار وَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ اور نہیں وہ طاقت رکھتے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی ایک دانہ بھی نہیں اُگا سکتا یہ سب نعمتیں رب تعالیٰ نے پیدا کی ہیں اور وہی دیتا ہے لیکن تم رب کی نعمتیں استعمال کرتے ہو اور پھر سرکشی کرتے ہو۔

مشرکین کے ڈھکوسلے :

آگے اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے ڈھکوسلوں کا رد فرمایا ہے۔ مشرک رب تعالیٰ کی ذات کا منکر نہیں ہوتا بلکہ ظاہراً رب کی بڑی قدر کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ کو بڑی بلند ذات مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہماری رسائی اللہ تعالیٰ تک نہیں ہے کیونکہ وہ بہت بلند ذات ہے اور ہم گنہگار لوگ ہیں ہماری خدا تک رسائی نہیں ہے اور یہ جو اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہیں

ان کی اللہ تعالیٰ تک پہنچ ہے اس لئے ہم ان کی عبادت کرتے ہیں تاکہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کردیں۔ سورۃ زمر آیت نمبر ۳ میں ہے مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ''نہیں عبادت کرتے ہم ان کی مگر اس لئے کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا قرب دلائیں۔'' پھر اس پر مثالیں دیتے تھے کہ مکان پر چڑھنے کیلئے سیڑھیوں کی ضرورت ہے تو اللہ تعالیٰ کی ذات تو بہت بلند ہے اس تک پہنچنے کیلئے یہ بزرگ سیڑھیاں ہیں۔ پھر کہتے بادشاہ کو ملنے کیلئے وزیر اعظم، وزیر اعلیٰ، ڈی سی وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہے براہ راست کون مل سکتا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ کی ذات تو بہت بلند ہے براہ راست اس کو کون مل سکتا ہے، یہ ولی پیغمبر اللہ تعالیٰ تک رسائی کیلئے وسیلے ہیں اس لئے ہم ان کی پوجا کرتے ہیں، ان کو سجدے کرتے ہیں اور ان کے نام کے چڑھاوے چڑھاتے ہیں اور ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے کام نکلواتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ پس نہ بیان کرو تم اللہ تعالیٰ کیلئے مثالیں اس طرح کی اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ بیشک اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ دیکھو! بادشاہ کو ملنے کیلئے وسیلے کی ضرورت دو وجہ سے ہوتی ہے۔

۱)..... ایک تو اس لئے کہ بادشاہ کو خطرہ ہوتا ہے کہ آنے والا معلوم نہیں کون ہے کہیں مجھے گولی ہی نہ مار دے اس لئے تسلی کیلئے وہ واسطے سے ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو اس طرح کا کوئی خطرہ نہیں ہے کہ وہ تسلی کیلئے واسطے بنائے اور مقرر کرے۔

۲)..... اور دوسری وجہ یہ ہے کہ بادشاہ نہ عالم الغیب ہے اور نہ علیم کل ہے کہ اس کو اپنی رعایا کے حالات کا علم ہو۔ تو ملنے والا وسیلہ تلاش کرتا ہے کہ میں جا کر صحیح حالات سے آگاہ کروں اور اللہ تعالیٰ کو اس وجہ سے بھی وسیلوں کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ عالم الغیب ہے اور علیم کل ہے، وہ ظاہر باطن کو جانتا ہے اس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ رہی مثال مکان پر

چڑھنے کیلئے سیڑھیوں کی تو سورۃ ق میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ ''اور ہم زیادہ قریب ہیں اس کے شہ رگ سے۔'' تو رب تو شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے یہاں کونسی سیڑھی لگاؤ گے؟

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مت بیان کرو مثالیں اللہ تعالیٰ کیلئے اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ لہذا ایسی مثالوں اور ڈھکوسلوں کی اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی حیثیت نہیں ہے وہ شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ لہذا اس کیلئے کسی وسیلے کی ضرورت نہیں ہے۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ۖ هَلْ يَسْتَوٗنَ ۚ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ ۙ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ۚ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۷۶﴾ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۷۷﴾

ضَرَبَ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ نے بیان کی ہے مَثَلًا مثال عَبْدًا ایک غلام ہے مَّمْلُوْكًا کسی کی ملک میں لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ نہیں وہ قدرت رکھتا کسی شے پر وَّمَنْ اور ایک وہ شخص ہے رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا جس کو ہم نے رزق دیا اپنی طرف سے اچھا رزق فَهُوَ يُنْفِقُ پس وہ خرچ کرتا ہے مِنْهُ اس سے سِرًّا پوشیدہ بھی وَّجَهْرًا اور ظاہر بھی هَلْ يَسْتَوٗنَ کیا یہ دونوں برابر ہیں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ بلکہ اکثر ان کے نہیں جانتے وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا اور بیان کی ہے اللہ تعالیٰ نے ایک مثال رَّجُلَيْنِ دو آدمی ہیں اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ ان میں سے ایک گونگا ہے لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ نہیں قدرت

رکھتا کسی شے پر وَّھُوَ کَلٌّ اور وہ بوجھ ہے عَلٰی مَوْلٰهُ اپنے آقا پر اَیْنَمَا یُوَجِّهْهُّ جدھر بھی اس کا آقا اس کو متوجہ کرتا ہے لَا یَاْتِ بِخَیْرٍ وہ نہیں لاتا خیر هَلْ یَسْتَوِیْ هُوَ کیا برابر ہے وہ وَمَنْ اور وہ یَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ جو حکم کرتا ہے انصاف کا وَهُوَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ اور وہ سیدھے راستے پر ہے وَلِلّٰهِ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ اور اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے آسمانوں کا غیب وَالْاَرْضِ اور زمین کا وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اور نہیں ہے معاملہ قیامت کا اِلَّا کَلَمْحِ الْبَصَرِ مگر جیسے آنکھ کا جھپکنا اَوْ هُوَ اَقْرَبُ یا اس سے بھی زیادہ قریب ہے اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ تعالیٰ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ہر چیز پر قادر ہے۔

ماقبل سے ربط :

پچھلے سبق میں آپ نے یہ بات پڑھی کہ کوئی آدمی اس بات کو گوارا نہیں کرتا کہ اس کا غلام اس کے مال اور جائیداد، کارخانے میں، سونے چاندی میں برابر کا شریک ہو جائے اور اس مال جائیداد میں اس کا بھی اسی طرح کا حق ہو جسطرح کا تمہارا حق ہے۔ تم اپنے غلاموں کو اپنے ساتھ برابر کا حقدار بنانا پسند نہیں کرتے حالانکہ وہ بھی انسان ہیں اور جو ضروریات تمہاری ہیں ان کی بھی وہی ہیں اور رب تعالیٰ کی مخلوق کو رب تعالیٰ کیساتھ شریک ٹھہراتے ہو اس کی کیا وجہ ہے؟ اسی سلسلے میں یعنی مشرک اور شرک کے رد میں اللہ تعالیٰ دو مثالیں اور بیان فرماتے ہیں۔

شرک کی تردید بطریق امثال :

فرمایا ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا اللہ تعالیٰ نے مثال بیان کی ہے عَبْدًا مَّمْلُوْکًا عبد کا

لفظ بندے پر بولا جاتا ہے وہ آزاد بھی ہو سکتا ہے اور غلام بھی، اور عبد ہونا بڑی صفت ہے۔
اللہ تبارک و تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی پہلی صفت عبد بیان فرمائی ہے عَبْدُہٗ پھر فرمایا
وَرَسُوْلُہٗ ۔ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اور رسالت کا درجہ بہت بلند ہے اور
عبدیت کا بھی ایک مقام ہے۔ کیونکہ عبدیت کہتے ہیں اس تعلق کو جو بندے کا رب کیساتھ
ہوتا ہے اور رسالت وہ تعلق ہے جو بندے کا مخلوق کیساتھ ہوتا ہے۔ رسالت کا معنی ہے
پیغام پہنچانا اور رسول کا معنی ہے پیغام پہنچانے والا، اللہ کی مخلوق تک اللہ تعالیٰ کے احکام
پہنچانے والا۔ اور وہ حق جو بندے کا اللہ تعالیٰ کیساتھ ہے اس کیلئے عَبْدُہٗ ہے اللہ تعالیٰ
کیساتھ تعلق استوار کرنے کے بعد رَسُوْلُہٗ ہے کہ رب کے احکام پہنچاتے ہیں۔
آنحضرت ﷺ کے معراج کا ذکر پندرھویں پارے میں ہے اس میں بھی عبد کا لفظ فرمایا ہے
سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا ''پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو راتوں رات
لے گئی۔'' اور ساتوں آسمانوں کے اوپر عرش عظیم کے پاس پہنچ کر رب تعالیٰ کیساتھ ہم کلام
ہوئے، اس کا ذکر فرمایا تو لفظ عبد کے ساتھ ہی فرمایا ہے فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی
''پس وحی کی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کی طرف جو وحی کی۔'' [نجم: ۱۰]
واپس تشریف لائے تو اَلتَّحِیَّات کا تحفہ لے کر آئے۔ اس میں بھی عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ہے۔
یعنی عبد کا وصف اس میں بھی موجود ہے۔ زمین پر تھے تو عبد تھے عرش پر پہنچے تو بھی عبد رہے
اور واپس تشریف لائے تو بھی عبد ہی، لہٰذا عبد کا مقام بہت بلند ہے اور مملوک کا معنی غلام۔
تو عبد آزاد بھی ہوتا ہے اور غلام بھی۔ اللہ تعالیٰ نے مثال بیان کی ہے کہ ایک غلام ہے جو کسی
کی ملک میں ہے ایک بندہ ہے غلام لَّا یَقْدِرُ عَلٰی شَیْءٍ نہیں وہ قدرت رکھتا کسی شے
پر۔ غلام نہ کوئی شے خرید سکتا ہے نہ بیچ سکتا ہے نہ اپنی مرضی سے شادی کر سکتا ہے۔ ایک شخص

یہ ہے وَّمَنْ اور ایک وہ ہے رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا جس کو ہم نے رزق دیا ہے اپنی طرف سے بڑا اچھا رزق، وافر، حلال اور طیب فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا پس وہ اس سے خرچ کرتا ہے اس میں سے پوشیدہ بھی اور ظاہر بھی۔ تو ایک غلام ہے جو کسی شے پر قدرت نہیں رکھتا بے اختیار ہے اور دوسرا اپنے مال کا مالک ہے جسطرح چاہے اپنے مال میں تصرف کرے هَلْ يَسْتَوٗنَ کیا یہ دونوں برابر ہیں۔ مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس مثال سے یہ بات سمجھائی ہے کہ اللہ تعالیٰ مالک الملک ہے اپنے ملک میں جو چاہے کرے اور مخلوق مملوک ہے چاہے کوئی کتنی اونچی شان والا کیوں نہ ہو وہ خدا کے دیئے ہوئے اختیار سے زیادہ کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی سے بڑھ کر اس مخلوق میں نہ کوئی ہوا ہے اور نہ ہوگا یہ ایمان کی بنیاد ہے مگر اللہ تعالیٰ نے ان سے اعلان کروایا قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا [اعراف:۱۸۸] ''اے نبی کریم ﷺ آپ کہہ دیں میں نہیں مالک اپنے نفس کیلئے نفع کا اور نہ نقصان کا۔'' اور سورۃ جن آیت نمبر ۲۱ میں ہے قُلْ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ''اے پیغمبر آپ کہہ دیں نہیں مالک میں تمہارے لئے نقصان کا اور نہ نفع کا۔'' اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے یہ اعلان اس لئے کروایا کہ آپ ﷺ کے بلند و بالا درجے کو دیکھ کر کوئی غلط فہمی کا شکار نہ ہو جائے تو جب آپ ﷺ کسی نفع نقصان کے مالک نہیں ہیں اور نہ اپنے نفع نقصان کے مالک ہیں تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں اور کون مالک ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے جو چاہے سو کرے اور جسطرح چاہے کرے کسی کو کچھ دے، نہ دے۔ اور مخلوق ساری مملوک ہے وہ کیا کر سکتی ہے۔

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ مثال دے کر سمجھاتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ایک قید خانے میں بہت سارے قیدی ہوں۔ ایک قیدی دوسرے قیدی کو کہے کہ تو مجھے چھڑا دے تو کیا وہ

اس کو چھڑا سکتا ہے وہ تو خود قیدی ہے تجھے کیا چھڑائے گا؟ ساری مخلوق رب تعالیٰ کے احکام میں قیدی ہے رب کے احکام سب پر نافذ ہیں وہ خدائی اختیارات میں سے تمہارے لئے کیا کر سکتے ہیں؟ ہاں! دعا کر سکتے ہیں کہ اے پروردگار! یہ بندہ عاجز ہے اسکی امداد کر۔ فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ہم نے بات سمجھادی ہے کوئی مانے یا نہ مانے۔ قادر اور عبدالقادر برابر نہیں ہو سکتے، مالک اور مملوک برابر نہیں ہو سکتے بَلْ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ بلکہ اکثر ان کے نہیں جانتے نہیں سمجھتے۔

دوسری مثال :

دوسری مثال وَضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلاً اور بیان کی ہے اللہ تعالیٰ نے ایک مثال رَّجُلَیْنِ دو آدمی ہیں اَحَدُھُمَآ اَبْکَمُ ان دو میں سے ایک گونگا ہے اس کی زبان نہیں چلتی لَا یَقْدِرُ عَلٰی شَیْءٍ نہیں قدرت رکھتا کسی شے پر۔ نہ بات کر سکتا ہے نہ سمجھ سکتا ہے اور جو بات نہ سمجھے تو اس پر بڑا غصہ آتا ہے کہ میری بات کیوں نہیں سمجھتا وَّھُوَ کَلٌّ عَلٰی مَوْلٰہُ اور وہ بوجھ ہے اپنے آقا پر، اپنے مالک پر جس کے پاس بھی ہوگا اس پر بوجھ ہوگا چاہے باپ اور بھائی کے پاس بھی ہو اَیْنَمَا یُوَجِّھْہُّ جدھر بھی اس کا آقا اس کو بھیجتا ہے متوجہ کرتا ہے لَا یَاْتِ بِخَیْرٍ وہ نہیں لاتا خیر۔ کام بگاڑ کر آتا ہے سنوار کر نہیں آتا ایک تو یہ ہے ھَلْ یَسْتَوِیْ ھُوَ کیا برابر ہو سکتا ہے وہ وَمَنْ اور وہ یَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ جو حکم کرتا ہے انصاف کا، عدل کا زبان اس کی چلتی ہے کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ یہی حال ہے کافر اور مومن کا۔ کافروں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ بہرے، گونگے اور اندھے ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ حقیقتاً بہرے، گونگے اور اندھے ہیں۔ نہیں! بلکہ کان ہیں مگر حق کی بات سنتے نہیں ہیں، زبانیں ہیں مگر حق بات کہنے کیلئے تیار نہیں

ہیں ، آنکھیں ہیں مگر حق کی نشانیاں نہیں دیکھتے۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اَنْ تَریٰ صُمًّا بُکْمًا مُلُوْکَ الْاَرْضِ یہ کہ تو دیکھے گا بہرے اور گونگوں کو بادشاہ زمین کا۔

آج سے تقریباً پینسٹھ، ستر (۶۵، ۷۰) سال پہلے کی بات ہے کہ ہم نے جب یہ حدیث پڑھی نوعمری تھی استاذ محترم مولانا عبدالقدیر صاحبؒ یہاں بھی تشریف لاتے رہتے تھے اب فوت ہو گئے ہیں ان کی نماز جنازہ بھی میں نے پڑھائی تھی۔ ان سے ہم نے پوچھا کہ حضرت! اس وقت آنکھوں والے نہیں ہونگے ، کان اور زبان والے نہیں ہونگے کہ لوگ بہروں گونگوں کو بادشاہ بنائیں گے؟ تو حضرت نے فرمایا میاں! آنکھیں ہونگی ، زبانیں بھی ہونگی ، کان بھی ہونگے لیکن حق کی بات نہیں سنیں گے حق بات زبان سے نکالیں گے نہیں حق کی نشانیاں نہیں دیکھیں گے۔ اس وقت جتنے حکمران ہیں سب بہرے ، گونگے اور اندھے ہیں۔ بیچارے طالبان کے پاس تھوڑا سا رقبہ ہے سب مغربی دنیا ان کے پیچھے پڑی ہوئی ہے کہ یہ انسانی حقوق ضائع کرتے ہیں عورتوں کو سزا دیتے ہیں یعنی قرآن پاک پر عمل کرنا ان کے نزدیک حق تلفی ہے اور خود جو ظلم کرتے ہیں ان سے پوچھنے والا کوئی نہیں ہے۔ ان پر تو اتنا افسوس نہیں کیونکہ وہ ہیں ہی کافر افسوس تو ان پر ہے جو مسلمان کہلاتے ہیں کہ کم از کم طالبان کی تائید تو کھل کر کرو کہ یہ کوئی ظلم نہیں کر رہے کوئی حق تلفی نہیں کر رہے اللہ تعالیٰ کے احکام نافذ کر رہے ہیں۔ واحد ملک ہے جس میں قرآن و سنت اور فقہ اسلامی کا حکم نافذ ہے اور ان کو تنگ کرنے کی بھی یہی وجہ ہے۔ کیونکہ کافر یہ بات کب برداشت کر سکتا ہے کہ دنیا کے کسی خطے میں مکمل اسلامی قانون نافذ ہو۔ تو مومن اور کافر برابر نہیں ہو سکتے وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ اور وہ سیدھے راستے پر ہے۔ مومن عدل و انصاف کرتا ہے زبان اس کی

چلتی ہے حق پر ہے اور کافر گونگا ہے اور باطل پر ہے کیسے برابر ہو سکتے ہیں۔

غیب کا معنیٰ اور مفہوم :

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور اللہ تعالیٰ کیلئے ہی ہے غیب آسمانوں کا اور زمین کا۔ غیب کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ جو چیز رب تعالیٰ سے غیب ہے بلکہ اس کا معنیٰ ہے کہ مخلوق سے جو چیز غائب ہے اس کو بھی رب جانتا ہے اور جو چیز مخلوق کے سامنے ہے اس کو بھی رب جانتا ہے عالم الغیب و الشّھادۃ رب تعالیٰ کی صفت ہے۔ کوئی ذرہ، کوئی قطرہ اس کے علم سے باہر نہیں ہے۔ رات کو چلنے والا، دن کو چلنے والا، روشنی میں چلنے والا، اندھیرے میں چلنے والا اس کے سامنے سب برابر ہیں اس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ آسمانوں اور زمینوں کا غیب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ہاں! غیب کی خبریں اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو بتلائی ہیں اور سب سے زیادہ آنحضرت ﷺ کو بتلائی ہیں۔ فرمایا وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اور نہیں ہے معاملہ قیامت کا مگر جیسے آنکھ کا جھپکنا۔ آنکھ کے جھپکنے کی دیر میں قیامت قائم ہو جائے گی اَوْ هُوَ اَقْرَبُ یا اس سے بھی زیادہ قریب ہے، قیامت دور نہیں ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهٗ جو مرا اس قیامت قائم ہو گئی۔ بس آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے اگلا سارا جہان سامنے ہے بلکہ آنکھیں بند ہونے سے پہلے جان نکالنے والے فرشتے نظر آتے ہیں اور ان کیساتھ گفتگو ہوتی ہے۔ اور نیک ہے تو کہتا ہے قَدِّمُوْنِىْ قَدِّمُوْنِىْ مجھے جلدی لے چلو مجھے جلدی لے چلو اور برا ہے تو کہتا ہے اَيْنَ تَذْهَبُوْنِىْ مجھے کہاں لے جا رہے ہو۔ یہ سب کچھ صحیح ہے مگر ہمیں اللہ تعالیٰ نے ایمان بالغیب کا مکلف بنایا ہے۔ تو قیامت آنکھ جھپکنے کی دیر میں برپا ہو گی یا اس سے بھی

زیادہ قریب میں اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ
لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ
لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝۷۸ اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ
السَّمَاۗءِ ۭ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ
يُّؤْمِنُوْنَ ۝۷۹ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ
لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ
وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَآ
اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ۝۸۰ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا
وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ
تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ
عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ۝۸۱ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ
الْمُبِيْنُ ۝۸۲ يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ
الْكٰفِرُوْنَ ۝۸۳ ع ۱۷

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ اور اللہ تعالیٰ نے ہی تم کو نکالا مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ
تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا تم نہیں جانتے تھے کچھ بھی
وَّجَعَلَ لَكُمُ اور بنائے تمہارے لئے السَّمْعَ کان وَالْاَبْصَارَ اور آنکھیں
وَالْاَفْـِٕدَةَ اور دل لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ تاکہ تم شکر ادا کرو اَلَمْ يَرَوْا کیا نہیں دیکھا

انہوں نے اِلَی الطَّیْرِ پرندوں کی طرف مُسَخَّرٰتٍ فِیْ جَوِّ السَّمَآءِ جو مسخر ہیں آسمان کی فضا میں مَا یُمْسِکُھُنَّ نہیں روکتا ان کو اِلَّا اللّٰہُ مگر اللہ تعالیٰ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ بیشک البتہ اس میں نشانیاں ہیں لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ اس قوم کیلئے جو ایمان لاتی ہے وَاللّٰہُ جَعَلَ لَکُمْ اور اللہ تعالیٰ نے ہی بنائے ہیں تمہارے لئے مِّنْ بُیُوْتِکُمْ سَکَنًا تمہارے گھر سکونت کیلئے وَّجَعَلَ لَکُمْ اور بنائے تمہارے لئے مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ جانوروں کے چمڑوں سے بُیُوْتًا گھر تَسْتَخِفُّوْنَھَا جن کو تم ہلکا سمجھتے ہو یَوْمَ ظَعْنِکُمْ جس دن تم کوچ کرتے ہو وَیَوْمَ اِقَامَتِکُمْ اور جس دن تم ٹھہرتے ہو وَمِنْ اَصْوَافِھَا اور ان کی اون سے وَاَوْبَارِھَا اور ان کی پشم سے وَاَشْعَارِھَآ اور ان کے بالوں سے اَثَاثًا سامان بناتے ہو وَّمَتَاعًا اور نفع کی چیزیں اِلٰی حِیْنٍ ایک مدت تک وَاللّٰہُ جَعَلَ لَکُمْ اور اللہ تعالیٰ نے ہی بنائے ہیں تمہارے لئے مِّمَّا خَلَقَ اس چیز سے جو پیدا کی ہے ظِلٰلًا سائے وَّجَعَلَ لَکُمْ اور بنائے ہیں تمہارے لئے مِّنَ الْجِبَالِ اَکْنَانًا پہاڑوں سے غار وَّجَعَلَ لَکُمْ اور بنائے ہیں تمہارے لئے سَرَابِیْلَ قمیصیں تَقِیْکُمُ الْحَرَّ جو بچاتی ہیں تمہیں گرمی سے وَسَرَابِیْلَ اور قمیصیں تَقِیْکُمْ بَاْسَکُمْ جو بچاتی ہیں تمہیں میدان جنگ میں کَذٰلِکَ یُتِمُّ نِعْمَتَہٗ اسی طرح مکمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی نعمت کو عَلَیْکُمْ تم پر لَعَلَّکُمْ تُسْلِمُوْنَ تاکہ تم فرمانبردار ہو جاؤ فَاِنْ تَوَلَّوْا پس اگر یہ اعراض کریں فَاِنَّمَا پس پختہ بات ہے عَلَیْکَ الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ

آپ کے ذمہ ہے بات کو پہنچا دینا بات کو کھول کر یَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰہِ پہچانتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کو ثُمَّ یُنْكِرُوْنَهَا پھر انکار کرتے ہیں اس نعمت کا وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ اور اکثر ان کے نافرمان ہیں۔

دو تین رکوعوں سے اللہ تعالیٰ کی توحید اور قدرت کے دلائل کا ذکر چلا آرہا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی ذات وصفات سے وحدہ لاشریک لہٗ ہے۔ نہ انسانوں میں اس کا کوئی شریک ہے، نہ فرشتوں میں، نہ جنوں میں، نہ پیغمبروں میں، نہ ولیوں میں اس کا کوئی شریک ہے۔ خدائی اختیارات میں اللہ تعالیٰ ہی تمہارا خالق ہے اور وہی تمہارا مالک ہے اور وہی تمہارا رازق ہے اس سلسلے کے بعض دلائل کا ذکر ہے۔

توحید کے بعض دلائل :

فرمایا وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ اور اللہ تعالیٰ نے ہی تم کو نکالا مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا تم نہیں جانتے تھے کچھ بھی۔ بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو اس کو کوئی شُد بُد نہیں ہوتی، کسی شے کا کوئی علم نہیں ہوتا سوائے اس کے کہ میں نے اپنی خوراک ماں کی چھاتی سے حاصل کرنی ہے اور یہ چیز اللہ تعالیٰ نے اس کی فطرت میں رکھی ہے کہ پیدا ہوتے ہی ماں کے پستان تلاش کرتا ہے اور چوستا ہے یہ اس کی فطرت ہے اور اس کے اختیار میں بھی نہیں ہے۔ یہ اس کو کس نے پڑھایا ہے کہ تیری خوراک تیری ماں کی چھاتی میں ہے اور تو نے چوس کر حاصل کرنی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اس کی فطرت میں رکھا ہے۔ سورۃ البلد پارہ ۳۰ میں ہے وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ''اور ہم نے ہدایت کردی دونوں راستوں کی۔'' کہ تو دایاں پستان بھی چوس اور بایاں پستان بھی چوس پھر خدا کی شان ہے کہ اگر خوراک کی وجہ سے ماں کے دودھ میں خرابی پیدا ہو جائے تو بچہ دودھ نہیں پیتا۔ اس

وقت فوراً دودھ ٹیسٹ کروانا چاہئے ضروری نہیں کہ یہ خرابی ہمیشہ کیلئے ہو بسا اوقات عورتیں ایسی خوراک کھا لیتی ہیں کہ عارضی طور پر دودھ میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے یہ سب فطرتی باتیں ہیں کہ اس وقت بچہ دودھ نہیں پیتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ اور اللہ تعالیٰ نے بنائے تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل۔ کانوں کیساتھ سنتے ہو، آنکھوں کیساتھ دیکھتے ہو، دل کیساتھ سمجھتے اور غور کرتے ہو۔ یہ نعمتیں کیوں دیں لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ تاکہ تم شکر ادا کرو۔ مگر انسان جیسا کہ آگے آئے گا وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ اور اکثریت ان کی ناشکری کرنے والی ہے۔ اور سورۃ السبا آیت نمبر ۱۳ میں ہے وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ''اور بہت تھوڑے ہیں میرے بندوں میں شکر ادا کرنے والے۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے آسمان کی جَو یعنی فضا کی طرف توجہ دلائی۔ فرمایا اَلَمْ يَرَوْا کیا نہیں دیکھا انہوں نے اِلَى الطَّيْرِ پرندوں کی طرف مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَآءِ جو مسخر ہیں آسمان کی فضا میں۔ زمین و آسمان کے درمیان فضا میں کافی وزنی وزنی پرندے پھرتے ہیں ان کو پر کس نے دیئے ہیں اور ہوا میں اڑنے کا طریقہ کس نے بتلایا؟ کون ہے جو وزنی وزنی پرندوں کو فضا میں اڑاتا ہے مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ نہیں روکتا ان کو مگر اللہ تعالیٰ۔ پیدا بھی اسی نے کیا، پر بھی اسی نے دیئے اور اڑنے کا طریقہ بھی اسی نے بتلایا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ بیشک اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں کہ کتنے وزنی وزنی پرندے اڑتے ہیں بلندی پر جاتے ہیں اور اترتے ہیں اور بعضے کئی کئی گھنٹے فضا میں رہتے ہیں اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ اس قوم کیلئے جو ایمان لاتی ہے وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ اور اللہ تعالیٰ نے ہی بنائے تمہارے لئے مِّنْ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا تمہارے گھر سکونت کیلئے۔ جن میں تم رہتے ہو گرمی اور سردی سے بچتے ہو، بارش اور

طوفان سے بچتے ہو، جن میں تمہاری جانیں اور مال محفوظ ہیں۔ یہ مکان تمہیں کس نے دیئے ہیں؟ یہ رب تعالیٰ کی نعمت نہیں ہے؟ وَجَعَلَ لَكُم مِّن جُلُودِ الْأَنْعَامِ بُيُوتًا اور بنائے تمہارے لئے جانوروں کے چمڑوں سے گھر۔ عرب میں اُس وقت بھی خانہ بدوش لوگ ہوتے تھے اور اب بھی ہیں۔ سادہ زمانہ تھا وہ لوگ دودو، تین تین چمڑے جوڑ کر سائبان بناتے تھے خیمے بناتے تھے جہاں ٹھہرتے تھے خیمہ لگا لیتے تو یہ چمڑے کس نے پیدا فرمائے ہیں جن سے تم مکان بناتے ہو تَسْتَخِفُّونَهَا جن کو تم ہلکا سمجھتے ہو يَوْمَ ظَعْنِكُمْ جس دن تم کوچ کرتے ہو وَيَوْمَ إِقَامَتِكُمْ اور جس دن تم اقامت کرتے ہو۔ خانہ بدوش لوگ جہاں پانی، سبزہ، درخت دیکھتے تھے وہاں ڈیرہ لگا لیتے تھے کچھ مدت وہاں ٹھہرے پھر آگے چل پڑے آگے جا کر ڈیرہ لگا لیا۔ ظاہر بات ہے کہ اینٹ، پتھر، گارے کے مکان تو ساتھ نہیں لے جا سکتے اور چمڑے کے خیمے ہلکے پھلکے ساتھ اٹھائے پھرتے، یہ کس نے تمہارے لئے بنائے ہیں؟ وَمِنْ أَصْوَافِهَا اور ان جانوروں کی اون سے وَأَوْبَارِهَا اور ان جانوروں کی پشم سے وَأَشْعَارِهَا اور ان کے بالوں سے أَثَاثًا سامان بناتے ہو۔ اَصْوَاف صُوْف کی جمع ہے بھیڑوں کی اون۔ اس سے سردی سے بچاؤ کے کپڑے بنتے ہیں۔ اَوْبَارُ وَبَرٌ کی جمع ہے معنٰی ہے اونٹ کی پشم۔ اور اونٹ کی پشم سے کمبل وغیرہ بنتے ہیں اور اَشْعَار شَعْرٌ کی جمع ہے بکریوں کے بال۔ اور بکریوں کے بالوں سے بوریاں بنتی ہیں اور سامان بنتے ہیں قالین بناتے ہو، یہ سب چیزیں کس نے پیدا فرمائی ہیں؟ وَمَتَاعًا اور سامان اور نفع کی چیزیں ان سے بناتے ہو إِلَىٰ حِينٍ ایک مدت تک وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُم اور اللہ تعالیٰ نے ہی بنائے ہیں تمہارے لئے مِّمَّا خَلَقَ ظِلَالًا اس چیز سے جو اس نے پیدا کی ہے سائے۔ گرمی کے زمانے میں درختوں کا سایہ اللہ تعالیٰ کی نعمت

ہے۔ ہمارے علاقے قدرے معتدل ہیں اور عرب کا علاقہ بڑا گرم ہے تو ان کو سائے کی قدر بھی زیادہ ہے وَجَعَلَ لَكُمْ مِنَ الْجِبَالِ أَكْنَانًا اور بنائے ہیں تمہارے لئے پہاڑوں سے غار۔ أَكْنَانَ كِنٌّ کی جمع ہے اور کِنٌّ کا معنی ہے غار۔ تمہارے چھپنے کیلئے پہاڑوں میں یہ غاریں کس نے بنائی ہیں؟

طالبان کی کامیابی :

افغانستان میں طالبان کو حقیقتاً تو اللہ تعالیٰ نے کامیابی عطا فرمائی ہے لیکن ظاہری اسباب میں وہاں کے بڑے بڑے پہاڑ ہیں ان کی غاروں میں ان کو اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا کہ نہ جہاز ان کا کچھ بگاڑ سکے نہ ٹینک کچھ کر سکے نہ توپیں اور بم ان کا کچھ بگاڑ سکے۔ یہ قدرتی پہاڑ ان کے دفاع کا سامان تھا اگر میدانی علاقہ ہوتا جیسے ہمارا علاقہ ہے تو روس جیسی طاغوتی طاقت کے آگے ٹھہرنا عالم اسباب میں بہت مشکل تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ہی تمہارے لئے پہاڑوں میں غار بنائے چھپنے کیلئے۔ وَجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيلَ سَرَابِيلَ سِرْبَالٌ کی جمع ہے اور بنائیں تمہارے لئے قمیصیں تَقِيكُمُ الْحَرَّ جو بچاتی ہیں گرمی سے، سردی سے بچاؤ کا ذریعہ ہیں ابھی تم نے اون اور ریشم کا ذکر سنا ہے وَسَرَابِيلَ تَقِيكُمْ بَأْسَكُمْ اور قمیصیں جو تمہیں میدان جنگ میں بچاتے ہیں۔ جنکو زرہ کہتے ہیں۔ زرہ حضرت داؤد علیہ السلام نے بنائی تھی اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ معجزہ عطا فرمایا تھا وَأَلَنَّا لَهُ الْحَدِيدَ [سبا:۱۰] ''اور ہم نے نرم کردے ان کیلئے لوہے کو'' کہ لوہا ان کے ہاتھ میں موم ہو جاتا تھا اور وہ اس سے زرہ بناتے تھے اور میدان جنگ میں پہنتے تھے جس سے نہ تلوار اثر کرتی تھی اور نہ نیزہ اور تیر اثر کرتا تھا، یہ چیزیں کس نے پیدا فرمائی ہیں؟ اور نزول قرآن کے وقت یہی چیزیں اہم نعمتیں تھیں اور اب تو ان کی ضرورت اور بڑھ گئی ہے كَذَٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهُ اسی طرح

مکمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی نعمت کو عَلَیْکُمْ تم پر لَعَلَّکُمْ تُسْلِمُوْنَ تاکہ تم فرمانبردار ہو جاؤ۔ نعمتوں کی قدر کرنا یہ انسانیت کا جذبہ ہے اور ناشکری کرنا ابلیس لعین کی صفت ہے۔ اور شکریہ کا بہترین عمل نماز ہے۔ نماز میں ہاتھ بھی نیچے لگیں گے، گھٹنے اور پاؤں بھی، ناک اور پیشانی بھی اور عاجزی کیساتھ کہے گا سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی اور ہم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ رب کی نعمتیں کھا کر الحمد للہ کہہ دیں بس شکریہ ادا ہو گیا۔ بیشک لفظ الحمد للہ بھی اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنے کا طریقہ ہے مگر اسی میں بند سمجھنا صحیح نہیں ہے۔ نعمتوں سے فائدہ تو سر سے لے کر پاؤں تک سارا بدن اٹھائے گا اور شکریہ کیلئے صرف دو تولے کی زبان سے الحمد للہ کہنا کافی سمجھا جائے۔ لہٰذا یاد رکھنا! کامل شکریہ نماز پڑھنا ہے۔ فَاِنْ تَوَلَّوْا پس اگر یہ اعراض کریں ساری نعمتیں سن کر اور دیکھ کر بھی توجہ نہ کریں تو فَاِنَّمَا عَلَیْکَ الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ پس پختہ بات ہے اے نبی کریم ﷺ! آپ کے ذمہ ہے بات کو کھول کر پہنچا دینا منوانا اور تسلیم کرانا آپ کا فریضہ نہیں ہے۔ ہدایت پیش کرنا پیغمبر کا کام اور فریضہ ہے اور دینا رب تعالیٰ کا کام ہے اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ [قصص:۵۶] ''بیشک آپ ہدایت نہیں دے سکتے جس کیساتھ آپ کی محبت ہے اور لیکن اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔''

ہادی کا مفہوم :

آپ ﷺ ہادی ہیں بایں معنیٰ آپ ﷺ ہدایت پیش کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ کے بغیر ہدایت کوئی نہیں دے سکتا۔ تو فرمایا آپ کے ذمہ ہے بات کو کھول کر پہنچا دینا آگے ان کی مرضی ہے تسلیم کریں یا نہ کریں یَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰہِ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمت کو پہچانتے ہیں کہ زمین اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، آسمان اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، چاند، سورج،

ستارے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں، خوراک، لباس، آنکھیں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں، کان، ہاتھ، پاؤں، دل، دماغ وغیرہ بے شمار اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا [ابراہیم:۳۴] ”اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو نہ کرسکو گے۔“ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا پھر انکار کرتے ہیں ان کا کہ شکر ادا نہیں کرتے جیسا کہ شکر ادا کرنا چاہیے وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ اور اکثر ان کے نافرمان ہیں ناشکرے ہیں۔ رب تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر نہیں کرتے شکر ادا نہیں کرتے جو کہ انسان کے فریضے میں شامل ہے۔

وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۸۵﴾ وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ قَالُوْا رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۸۶﴾ وَاَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ يَوْمَئِذِ ۨالسَّلَمَ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۸۷﴾ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ ﴿۸۸﴾ وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ ؕ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿۸۹﴾

وَيَوْمَ اور جس دن نَبْعَثُ ہم کھڑا کریں گے مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ ہر امت سے شَهِيْدًا ایک گواہ ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ پھر نہیں اجازت دی جائے گی لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ان لوگوں کو جو کافر ہیں وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ اور نہ ان سے توبہ وصول کی جائے گی وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا اور جس وقت دیکھیں وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا الْعَذَابَ عذاب کو فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ پس ہلکا نہیں کیا جائے گا ان سے وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا اور جس وقت دیکھیں

گے وہ لوگ جنہوں نے شرک کیا شُرَکَآءَ ھُمْ اپنے شریکوں کو قَالُوْا کہیں گے رَبَّنَا ھٰٓؤُلَآءِ شُرَکَاؤُنَا اے ہمارے رب یہ ہمارے شریک ہیں الَّذِیْنَ کُنَّا نَدْعُوْا وہ جن کو ہم پکارتے تھے مِنْ دُوْنِکَ آپ سے نیچے نیچے فَاَلْقَوْا اِلَیْھِمُ الْقَوْلَ پس وہ ڈالیں گے ان کی طرف بات (اور کہیں گے) اِنَّکُمْ لَکٰذِبُوْنَ بیشک تم البتہ جھوٹے ہو وَاَلْقَوْا اِلَی اللّٰہِ یَوْمَئِذِ اور ڈالیں گے اللہ کی طرف اس دن السَّلَمَ صلح کی بات وَضَلَّ عَنْھُمْ اور غائب ہو جائے گی ان سے مَّا وہ چیز کَانُوْا یَفْتَرُوْنَ جو افترا باندھتے تھے اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اور روکا اللہ تعالیٰ کے راستے سے زِدْنٰھُمْ عَذَابًا ہم زیادہ کریں گے ان کیلئے عذاب فَوْقَ الْعَذَابِ عذاب پر بِمَا کَانُوْا یُفْسِدُوْنَ اس وجہ سے کہ وہ فساد کرتے تھے وَیَوْمَ نَبْعَثُ اور جس دن ہم کھڑا کریں گے فِیْ کُلِّ اُمَّۃٍ شَھِیْدًا ہر امت میں سے ایک گواہ عَلَیْھِمْ ان پر مِّنْ اَنْفُسِھِمْ ان کی جانوں میں سے وَجِئْنَا بِکَ اور ہم لائیں گے آپ کو شَھِیْدًا گواہ بنا کر عَلٰی ھٰٓؤُلَآءِ ان لوگوں پر وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ اور ہم نے نازل کی آپ پر کتاب تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ جو کھول کر بیان کرتی ہے ہر چیز کو وَّھُدًی اور ہدایت ہے وَّرَحْمَۃً اور رحمت ہے وَّبُشْرٰی اور خوشخبری ہے لِلْمُسْلِمِیْنَ مسلمانوں کیلئے۔

عقیدہ توحید :

اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ایک عقیدہ توحید ہے اور توحید سمجھ نہیں آسکتی جب تک شرک کا مفہوم سمجھ نہ آئے۔ جس طرح دن کا مفہوم رات کے مفہوم کے بغیر نہیں سمجھ آسکتا۔ ضد کیساتھ چیز سمجھ آتی ہے۔ گذشتہ گیارہ رکوعوں میں توحید کا اثبات اور شرک کا رد تھا۔

مسئلہ قیامت :

اب آگے مسئلہ قیامت کا بیان ہے اور قیامت بھی اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے۔ فرمایا وَيَوْمَ نَبْعَثُ اور جس دن ہم اٹھائیں گے کھڑا کریں گے مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا ہر امت میں سے ایک گواہ اور وہ پیغمبر ہوگا۔ اس کی تفصیل یوں آتی ہے کہ مثلاً حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی امت کو اللہ تعالیٰ اپنی عدالت میں بلائیں گے اور ان کا حساب ہوگا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام سے سوال کریں گے هَلْ بَلَّغْتَ أُمَّتَكَ میں نے آپ کو ان لوگوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا تھا آپ نے ان کو تبلیغ کی ہے؟ حضرت نوح علیہ السلام دعویٰ کریں گے کہ میں نے ان کو تبلیغ کی ہے۔ قوم سے پوچھا جائے گا هَلْ بَلَّغَكُمْ نُوحٌ کیا نوح علیہ السلام نے تمہیں تبلیغ کی؟ وہ کہیں گے یہ ہمارے پاس کب آئے ہیں ہمیں پتہ ہی نہیں ہے۔ اب دیکھو ڈھیٹ قوم ایسی ہوتی ہے کہ قیامت کا دن ہے اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت ہے اور جھوٹ سے باز نہیں آئیں گے اور کہیں گے کہ ہمارے پاس تو کوئی تبلیغ کیلئے آیا ہی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام سے فرمائیں گے کہ آپ کی قوم کہتی ہے کہ آپ نے تبلیغ نہیں کی اور آپ دعویٰ کر رہے ہیں کہ میں نے ان کو تبلیغ کی ہے اور ضابطہ یہ ہے کہ اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِيْ وَالْيَمِيْنُ عَلٰى مَنْ اَنْكَرَ کہ جو کسی شے کا

دعویٰ کرے گواہ اس نے پیش کرنے ہوتے ہیں اور اگر یہ گواہ نہ پیش کر سکے تو منکر پر قسم آتی ہے۔ یعنی گواہ مدعی کے ذمہ ہوتے ہیں اور اگر یہ گواہ نہ پیش کر سکے تو مدعا علیہ سے قسم لی جائے گی۔ تو اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام سے فرمائیں گے تیرے اس دعوے پر مَنْ یَّشْهَدُ لَکَ گواہ کون ہیں تیرے لئے۔ حضرت نوح علیہ السلام عرض کریں گے میری گواہ حضرت محمد ﷺ کی امت ہے۔ (اگر وہ لوگ یہ سوال کریں گے کہ یہ گواہ تو ہمارے زمانے میں موجود نہ تھے لہذا یہ گواہ کیسے ہوئے تو امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام جواب دے گی کہ ہم نے قرآن پڑھا ہے جس میں صاف طور پر لکھا تھا کہ حضرت نوح علیہ السلام اور اسی طرح دوسرے حضرات انبیاء علیہم السلام نے تبلیغ کی تھی اور ہمیں ہمارے آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے بھی ایسا فرمایا تھا۔ جب خدا تعالیٰ اور اس کا رسول برحق یہ فرماتے ہیں کہ مثلاً حضرت نوح علیہ السلام نے تبلیغ کی تھی تو ہم برحق اور سچی گواہی دیتے ہیں۔ آپ نے قرآن میں فرمایا ہے لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ [اعراف:۵۹] ''البتہ تحقیق بھیجا ہم نے نوح علیہ السلام کو رسول بنا کر ان کی قوم کی طرف پس کہا انہوں نے اے میری قوم! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔'' قرآن پاک میں آتا ہے کہ نوح علیہ السلام نے پچاس کم ہزار سال تبلیغ کی اور تبلیغ بھی رات دن ایک کر کے کی، بلند آواز سے بھی کی اور آہستہ بھی کی [سورۃ نوح] اے پروردگار! اگر آپ سچے ہیں اور یقیناً سچے ہیں اور تیری کتاب سچی ہے اور یقیناً سچی ہے اور تیرے آخری پیغمبر سچے ہیں اور یقیناً سچے ہیں تو ہم بھی سچے ہے۔) جب آپ ﷺ کی امت گواہی دے چکے گی تو آنحضرت ﷺ اپنی امت کی شہادت اور گوائی کی صفائی اور تصدیق کرینگے گویا کہ آپ ﷺ کی حیثیت سرکاری گواہ کی ہو

گی۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ گواہی کیلئے گواہوں کا موقع پر موجود ہونا ضروری نہیں ہے۔ ہاں! یقین ہو جائے کہ یہ وقوعہ اس طرح ہوا ہے تو گواہی دے سکتے ہیں۔ فقہاء کرامؒ نے اس کی بہت ساری مثالیں دی ہیں مثلاً یہ گواہی دینا کہ فلاں فلاں کا بیٹا ہے یا فلاں آدمی فوت ہو گیا ہے یا فلاں کا فلانی کیساتھ نکاح ہو گیا ہے، موقع پر موجود نہ ہونے کے باوجود ان چیزوں کی گواہی دے سکتا ہے۔ اگر حالات، واقعات اور کثرت کیساتھ سننے سے یقین حاصل ہو گیا ہو کیونکہ پیدائش کے وقت دایہ کے سوا وہاں کوئی نہیں ہوتا تو الشَّهَادَةُ عَلَى السَّامِعِ سنی ہوئی باتوں پر جب یقین ہو جائے تو گواہی دی جا سکتی ہے۔

تزکیۃ الشہود کا مطلب :

البتہ جو اہم مقدمات ہیں ان میں صرف گواہوں کی گواہی پر ہی فیصلہ نہیں ہوگا بلکہ وہاں تَزْكِيَةُ الشُّهُوْد بھی ضروری ہے اور تَزْكِيَةُ الشُّهُوْد کا مطلب یہ ہے کہ قاضی اور جج گواہوں کے متعلق خفیہ تحقیق کرائے کہ یہ گواہ جھوٹے تو نہیں ہیں پیشہ ور تو نہیں ہیں گواہوں کو اس آدمی کیساتھ دشمنی تو نہیں ہے کوئی لین دین اور ذاتی عناد تو نہیں ہے اگر ان میں سے کوئی بات نہ ہوئی تو ان کی گواہی پر فیصلہ ہوگا ورنہ نہیں۔ اور اہم مقدمات سے مراد مثلاً زنا ہے، قتل ہے، چوری ہے۔ تو زنا کے متعلق قرآن کا حکم ہے کہ چار آدمی گواہی دیں جنہوں نے عین موقع پر اپنی آنکھوں سے ملزمان کو بدی کرتے دیکھا ہو۔ پھر جج قاضی تحقیق کریگا کہ یہ گواہ جھوٹے تو نہیں ہیں ان کی ان کیساتھ کوئی عداوت تو نہیں ہے۔ جس وقت اچھی طرح تسلی ہو جائے گی تو پھر فیصلہ کرے گا۔ اور قتل کے متعلق دو آدمی گواہی دیں گے پھر قاضی اور جج گواہوں کا تزکیہ کریں گے اس کے بعد فیصلہ ہوگا۔ اسی طرح چوری کے کیس میں دو آدمیوں کی گواہی پر فوراً ہاتھ نہیں کاٹ دیا جائے گا بلکہ جج اور قاضی گواہوں کی

تحقیق کریگا کہ یہ جھوٹے اور پیشہ ور تو نہیں ہیں اوران کی ان کیساتھ ذاتی عداوت تو نہیں ہے پھر فیصلہ کریگا اسلام نے سزائیں بھی سخت رکھی ہیں اوران کے ثبوت کیلئے ضابطے بھی بڑے سخت رکھے ہیں۔ تو فرمایا ہم کھڑا کریں گے ہرامت میں سے ایک گواہ ثُمَّ لَا یُؤْذَنُ پھر اجازت نہیں دی جائے گی لِلَّذِیْنَ کَفَرُوْا ان لوگوں کو جو کافر ہیں وَلَا ھُمْ یُسْتَعْتَبُوْنَ اور نہ ان سے توبہ قبول کی جائے گی۔ اتمام حجت کے بعد کچھ بھی نہیں ہوگا وَاِذَا رَاَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا اور جس وقت دیکھیں گے وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا الْعَذَابَ عذاب کو۔ ابھی میدان حشر میں ہونگے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ان کو نظر آئے گا دوزخ نظر آئے گی فَلَا یُخَفَّفُ عَنْھُمْ پس نہ ان سے تخفیف کی جائے گی عذاب سے وَلَاھُمْ یُنْظَرُوْنَ اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔ مثلاً فیصلہ ہوگا کہ بارہ بج کر ایک منٹ پر دوزخ میں ڈالے جائیں گے تو کیا مجال ہے کہ ایک منٹ کی بجائے دو منٹ ہو جائیں بغیر مہلت کے ان کو دوزخ میں داخل کر دیا جائے گا بڑا واویلا کریں گے اُدْعُوْا رَبَّکُمْ یُخَفِّفْ عَنَّا یَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ [مومن:۴۹] جہنمی دروغہ جہنم کو کہیں گے ''دعا کرو اپنے پروردگار سے وہ تخفیف کر دے ہم سے ایک دن ہی عذاب سے۔'' ہم سانس لے لیں، کوئی شنوائی نہیں ہوگی نہ ان سے عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی وَاِذَا رَاَ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا اور جب دیکھیں گے وہ لوگ جنہوں نے شرک کیا شُرَکَآءَ ھُمْ اپنے شریکوں کو جن کو انہوں نے رب کا شریک بنایا تھا قَالُوْا کہیں گے رَبَّنَا ھٰٓؤُلَآءِ شُرَکَآؤُنَا اے ہمارے رب یہ ہمارے شریک ہیں الَّذِیْنَ کُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِکَ وہ جن کو ہم پکارتے تھے آپ کے علاوہ مشکل کشا، حاجت روا سمجھ کر، فریادرس سمجھ کر فَاَلْقَوْا اِلَیْھِمُ الْقَوْلَ پس وہ شریک ڈالیں گے ان کی طرف بات اور کہیں گے اِنَّکُمْ لَکٰذِبُوْنَ بیشک تم البتہ جھوٹے ہو۔ یہ

کیسے کہیں گے کہ تم جھوٹے ہو؟ ان کی تفصیل ہے مثال کے طور پر لوگوں نے عزیر علیہ السلام کی پوجا کی تھی، مسیح علیہ السلام اور ان کی والدہ مریم علیہا السلام کی پوجا کی تھی ان کے علاوہ دیگر انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی بھی پوجا کی گئی ہے حالانکہ ان میں سے کسی کی بھی پوجا جائز نہیں تھی اور نہ ہی ان میں سے کسی نے کہا ہے کہ تم ہمیں مشکل کشا، حاجت روا سمجھو۔

فتوح الغیب کی تعلیمات :

سیدنا عبد القادر جیلانی ؒ کی بہت سی کتابیں ہیں ان میں سے ایک کتاب ''فتوح الغیب'' ہے۔ اس میں وہ لکھتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کی ذات کو چھوڑ کر کسی اور سے مانگتا ہے اس کا نہ ایمان ہے اور نہ رب پر اس کا کوئی یقین ہے۔ اس کے باوجود لوگ آج بھی کہتے ہیں

امداد کن امداد کن از بند غم آزاد کن
در دین و دنیا شاد کن یا غوث اعظم دستگیر

دیکھو ان کا تو سبق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ سے جو مانگتا ہے اس کا کوئی ایمان نہیں ہے رب تعالیٰ کی ذات پر۔ اسی طرح کسی پیغمبر اور فرشتے نے نہیں کہا کہ ہم حاجت روا ہیں، مشکل کشا ہیں اور نہ کسی ولی نے کہا ہے کہ ہمیں سجدہ کرو اور ہماری نذریں دو اور ہمارے چڑھاوے چڑھاؤ، یہاں آ کر تیل جلاؤ اور چادریں چڑھاؤ اور جاہل لوگ یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔ لہذا وہ کہہ دیں گے کہ تم جھوٹے ہو ہم بالکل خدا کے شریک نہیں ہے۔ تم اپنی خواہشات پر عمل کرتے رہے ہو اب تم جانو اور تمہارا کام جانے۔ یہ تو بات ہے نیک لوگوں کی کہ وہ تو واقعتاً اس گناہ سے بَری تھے۔ اور اگر وہ بُرے تھے جن کی پوجا کی گئی جیسے شیطان اور اس کے چیلے، تو وہ جان چھڑانے کیلئے کہیں گے کہ تم جھوٹے ہو ایک دوسرے پر بات

ڈالیں گے [سورۃ انعام آیت نمبر۲۲] پھر مشرک یہ بھی کہیں گے وَاللّٰہِ رَبِّنَا مَا کُنَّا مُشْرِکِیْنَ ''اللہ کی قسم ہے جو ہمارا پروردگار ہے نہیں تھے ہم شرک کرنے والے۔'' ہم نے شرک کیا ہی نہیں ہے۔ اُو ساری زندگی تمہاری شرک میں گزری اور اب کہتے ہو شرک نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَ اَلْقَوْا اِلَی اللّٰہِ یَوْمَئِذِ نِالسَّلَمَ اور ڈالیں گے اللہ کی طرف اس دن صلح کی بات۔ اللہ تعالیٰ کیساتھ صلح کی باتیں کریں گے کہ اے اللہ! تیری قسم ہے، ہم نے شرک نہیں کیا وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا کَانُوْا یَفْتَرُوْنَ اور غائب ہو جائے گی ان سے وہ چیز جو افترا باندھتے تھے اور کہتے تھے ھٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآءُ نَا عِنْدَ اللّٰہِ [یونس:۱۸] ''جن کی ہم عبادت کرتے ہیں یہ ہمارے سفارشی ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں۔'' فرمایا ان میں سے کوئی بھی ان کے قریب نہیں آئیگا اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا وہ لوگ جو کافر ہیں وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اور روکتے ہیں لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے قولاً اور فعلاً زِدْنٰھُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ ہم زیادہ کریں گے ان کیلئے عذاب پر عذاب۔ یعنی پہلے دن سے دوسرے دن زیادہ عذاب ہوگا اور تیسرے دن اور زیادہ ہوگا اور چوتھے دن اور زیادہ ہوگا جیسے جیسے دوزخ میں وقت گزرتا جائے گا عذاب میں اضافہ ہوتا جائے گا ادھر جنتیوں کی نعمتوں میں لذت بڑھتی جائے گی۔ آج جو خوراک ملی ہے کل والی خوراک کا مزا اس سے زیادہ ہوگا روزانہ مزا بڑھتا جائے گا اور کافروں کے عذاب میں اضافہ ہوتا جائے گا بِمَا کَانُوْا یُفْسِدُوْنَ اس وجہ سے کہ وہ فساد کرتے تھے۔ شرک سے زیادہ فساد اور کونسا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اوروں کی پوجا کی جائے۔ ہم میں سے کوئی آدمی یہ گوارا کرتا ہے کہ ہمارا ملازم جس کو تنخواہ ہم دیں اور اس کی خوراک اور لباس کا انتظام ہم کریں، رہائش کیلئے کمرہ ہم دیں اور وہ خدمت ہمارے علاوہ کسی اور کی کرے۔ جب ہم یہ گوارہ نہیں کرتے تو رب کب گوارہ کرتا ہے کہ بندہ

اسکا ہو اس کی دھرتی پر رہے رب تعالیٰ کی پیدا کردہ روزی کھائے اور پانی پئے اور ہوا لے اور پیشانی اوروں کے سامنے جھکائے۔ حدیث پاک میں آتا ہے مَنْ لَّمْ یَسْئَلِ اللّٰہُ یَغْضَبْ عَلَیْہِ "جو رب سے نہیں مانگتا رب اس سے سخت ناراض ہوتا ہے۔" وَیَوْمَ نَبْعَثُ فِیْ کُلِّ اُمَّۃٍ شَہِیْدًا اور جس دن ہم کھڑا کریں گے ہر امت میں سے ایک گواہ عَلَیْہِمْ ان پر مِّنْ اَنْفُسِہِمْ ان میں سے وَجِئْنَا بِکَ شَہِیْدًا عَلٰی ھٰٓؤُلَآءِ اور ہم لائیں گے آپ کو گواہ بنا کر ان لوگوں پر۔ جیسا کہ پہلے تفصیل سے بیان ہو چکا ہے کہ جس وقت یہ امت پہلے نبیوں کے حق میں گواہی دیدے گی تو اللہ تعالیٰ اس امت کی صفائی کیلئے کہ یہ امت گواہی کے قابل ہے یا نہیں آپ ﷺ کو طلب فرمائیں گے اور آپ ﷺ گواہی دیں گے کہ میری امت عادل ہے تو آپ ﷺ کی تصدیق کیساتھ قیامت والے دن قوموں کی قسمت کا فیصلہ ہوگا۔ فرمایا وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ اور ہم نے نازل کی آپ پر کتاب قرآن مجید تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ جو کھول کر بیان کرتی ہے ہر چیز کو۔ قرآن پاک میں اصول اور ضابطے بڑے واضح ہیں اور جن جن چیزوں کی وضاحت اور صراحت منظور تھی ان کی پوری پوری تشریح کی ہے وَّھُدًی اور نری ہدایت ہے وَّرَحْمَۃً اور نری رحمت ہے وَّبُشْرٰی اور خوشخبری ہے مگر کن لوگوں کیلئے لِلْمُسْلِمِیْنَ مسلمانوں کیلئے۔ جو مانتے ہیں اس پر عمل کرتے ہیں ان کیلئے ہدایت ہے، رحمت ہے، خوشخبری ہے اور جو نہیں مانتے ان کیلئے کچھ بھی نہیں ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿٩٠﴾ وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ إِذَا عَاهَدتُّمْ وَلَا تَنقُضُوا الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللَّهَ عَلَيْكُمْ كَفِيلًا ۚ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ﴿٩١﴾ وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِن بَعْدِ قُوَّةٍ أَنكَاثًا تَتَّخِذُونَ أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ أَن تَكُونَ أُمَّةٌ هِيَ أَرْبَىٰ مِنْ أُمَّةٍ ۚ إِنَّمَا يَبْلُوكُمُ اللَّهُ بِهِ ۚ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿٩٢﴾ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَٰكِن يُضِلُّ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي مَن يَشَاءُ ۚ وَلَتُسْأَلُنَّ عَمَّا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٩٣﴾

إِنَّ اللَّهَ بیشک اللہ تعالیٰ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ حکم دیتا ہے انصاف کا وَالْإِحْسَانِ اور اچھا سلوک کرنے کا وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ اور قریبی رشتہ داروں کو دینے کا وَيَنْهَىٰ اور منع کرتا ہے عَنِ الْفَحْشَاءِ بے حیائی سے وَالْمُنكَرِ اور برائی سے وَالْبَغْيِ اور سرکشی سے يَعِظُكُمْ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ تاکہ تم نصیحت حاصل کرو وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ اور پورا کرو اللہ تعالیٰ کے وعدے کو إِذَا عَاهَدتُّمْ جب تم وعدہ کر چکے ہو وَلَا تَنقُضُوا الْأَيْمَانَ اور نہ توڑو تم قسموں کو بَعْدَ تَوْكِيدِهَا ان کو پختہ کرنے کے بعد وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللَّهَ اور تحقیق بنایا ہے تم نے اللہ تعالیٰ کو عَلَيْكُمْ كَفِيلًا اپنے اوپر ضامن إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ بیشک اللہ تعالیٰ جانتا

ہے مَا تَفْعَلُوْنَ جوتم کرتے ہو وَلَا تَكُوْنُوْا اور نہ ہوجاؤتم كَالَّتِیْ اس عورت کی طرح نَقَضَتْ غَزْلَهَا جو اُدھیڑ دیتی ہے اپنے کاتے ہوئے سوت کو مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ مضبوطی کے بعد اَنْكَاثًا دھاگہ دھاگہ کر کے تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ بناتے ہوتم اپنی قسموں کو دَخَلًا مکاری کا ذریعہ بَيْنَكُمْ آپس میں اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ اس واسطے کہ ہوتا ہے ایک گروہ هِيَ اَرْبٰى بڑھا ہوا مِنْ اُمَّةٍ ایک گروہ سے اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ پختہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارا امتحان لیتے ہیں اس کے ذریعے وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ اور البتہ ضرور بیان کریگا تمہارے سامنے يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ اس چیز کو جس میں تم اختلاف کرتے رہے وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے لَجَعَلَكُمْ البتہ کردے تمہیں اُمَّةً وَّاحِدَةً ایک ہی گروہ وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ اور لیکن وہ بہکاتا ہے جس کو چاہتا ہے وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اور ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے وَلَتُسْئَلُنَّ اور البتہ ضرور تم سے سوال کیا جائے گا عَمَّا ان کاموں کے بارے میں كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ جو تم کرتے تھے۔

زندگی کے بہترین اصول :

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے زندگی کے بہترین اصول بیان فرمائے ہیں۔

خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے جمعہ کے خطبہ میں اس آیت کو شامل کیا تھا اور اس وقت بھی الحمدللہ اکثر مساجد میں جمعہ کے خطبہ میں پڑھی جاتی ہے اور اپنا معمول بھی یہی ہے۔ کیونکہ اس میں بنیادی اصول بیان کیے گئے ہیں لہذا یاد کرانے کیلئے خطبہ میں پڑھی

جاتی ہے۔

اکثم بن صیفی ؓ آپ ﷺ کی خدمت میں آئے ملاقات کی آپ ﷺ سے پوچھا کہ تم کیا پروگرام رکھتے ہو تو آنحضرت ﷺ نے یہی آیت پڑھی۔ عربی تھا مفہوم سمجھتا تھا، مطلب جانتا تھا مسلمان ہو گیا اور فوراً اپنی قوم کے پاس پہنچا ابوداؤد شریف کی روایت ہے قوم کو کہا کہ میں نے محمد رسول اللہ ﷺ کی زبان سے یہ آیت سنی ہے اس میں بہترین اصول ہیں مسلمان ہو جاؤ اور ان کو اپناؤ، سر بنو دم نہ بنو۔ مطلب یہ ہے کہ اسلام میں پہل کرو پیچھے نہ رہو۔ اس کی ساری قوم مسلمان ہو گئی۔ آنحضرت ﷺ کے رضاعی بھائی حضرت عثمان ابن مظعون ؓ کے ایمان لانے کا سبب بھی یہی آیت کریمہ ہے۔ آپ ﷺ کے پاس آئے یہ آیت کریمہ سنی تو کہنے لگے بہترین سبق ہے اور آنحضرت ﷺ پر ایمان لائے۔

عدل وانصاف کا حکم :

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ بیشک اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے انصاف کا، اعتدال کا۔ عقیدے میں اعتدال ہو افراط وتفریط نہ ہو مخلوق کیساتھ بھی عدل ہو کسی پر کسی قسم کی زیادتی نہیں ہونی چاہیے ہر ایک کیساتھ ہر معاملے میں عدل وانصاف کو سامنے رکھو چاہے سامنے تمہارا دشمن ہو یا قریبی رشتہ دار ہو۔ سورت مائدہ آیت نمبر ۸ میں ہے وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ ''اور نہ آمادہ کرے تمہیں کسی قوم کی دشمنی کہ انصاف کرنا چھوڑ دو انصاف کرو یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔'' آنحضرت ﷺ نے حضرت محمد بن مسلمہ انصاری ؓ کو خیبر کا محصل بنا کر بھیجا کہ وہاں کی زمین پر جو ٹیکس ہے جزیہ ہے وصول کر کے لاؤ۔ مؤطا امام مالک میں روایت ہے کہ یہ جس وقت وہاں پہنچے تو یہودیوں نے ان کے

سامنے سونے چاندی اور قیمتی ہیروں کے ڈھیر لگا دیئے۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ یہودی کہنے لگے کہ آپ چونکہ ہمارے افسر ہیں یہ آپ کیلئے ہماری طرف سے ہدیہ اور تحفہ ہے۔ آپ اس طرح کریں کہ ہمارے اوپر جو ٹیکس ہے اس میں سے کچھ کمی کر دیں اس پر صحابی رسول ﷺ نے فرمایا۔ اس رب کی قسم ہے جس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا تم میرے نزدیک اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں سے بدترین مخلوق ہو کہ تم نے اللہ تعالیٰ کیساتھ شریک اور حضرت عزیر علیہ السلام کو رب کا بیٹا بنایا اور مسیح علیہ السلام کے تم دشمن ہوئے اور اب تم اسلام کے دشمن ہو۔ لیکن تمہاری یہ عداوت اور دشمنی مجھے اس پر آمادہ نہیں کرتی کہ میں تم پر ایک رتی برابر بھی ظلم کروں یہ تمام چیزیں یہاں سے اٹھا کر لے جاؤ، یہ حرام ہے میں لینے کیلئے تیار نہیں ہوں جو ٹیکس اور جزیہ تم نے تسلیم کیا ہے وہ تمہیں دینا پڑے گا اور میں وہی لوں گا۔ اور سورۃ انعام آیت نمبر ۱۵۲ میں ہے وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى "اور جب تم بات کرو تو انصاف کی کرو اگرچہ قرابتداری ہی کیوں نہ ہو۔" اور سورۃ النساء آیت نمبر ۱۳۵ میں ہے" اے ایمان والو! ہو جاؤ قائم رہنے والے انصاف پر گواہی دینے والے ہو اللہ تعالیٰ کیلئے اگرچہ تمہارے نفسوں کیخلاف یا ماں باپ اور قرابتداروں کیخلاف ہو۔" تو عدل بڑی چیز ہے۔

دوسرا اصول، احسان :

دوسری چیز...... وَالْاِحْسَانِ اور اچھا سلوک کرنے کا۔ احسان کا معنٰی حدیث میں آتا ہے اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ "اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسے کرو گویا کہ تم اللہ تعالیٰ کو آنکھوں سے دیکھ رہے ہو۔" یہ رب تعالیٰ کیساتھ احسان ہے اور مخلوق کیساتھ احسان یہ ہے کہ بولو تو نرمی کیساتھ، لینا ہے تو نرمی کیساتھ لو، دینا ہے تو نرمی کیساتھ دو۔ کسی کو تم سے قولاً فعلاً دکھ نہ

پہنچے۔

تیسرا اصول، قریبی رشتہ داروں کا خیال :

تیسری چیز...... فرمایا وَاِيْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی اور قریبی رشتہ داروں کو دینے کا۔ قریبی رشتہ داروں کی مالی امداد کرو۔ اگر وہ زکوۃ کا مصرف ہیں تو زکوۃ، فطرانہ اور عشر میں سے دیدو نہیں تو ویسے مالی امداد کردو بہرحال اپنے قریبی رشتہ داروں کا خیال رکھو۔

بے حیائی اور برائی کا صحیح مفہوم :

وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ اور منع کرتا ہے بے حیائی سے وَالْمُنْكَرِ اور برائی سے۔ بے حیائی اور برائی میں کیا فرق ہے؟ بعض مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ بے حیائی وہ ہے کہ آدمی اکیلا نہ کر سکے دوسرے کیساتھ مل کر کرے جیسے زنا ہے لواطت ہے۔ اور منکر وہ ہے کہ اکیلا بھی کر سکتا ہے جیسے شراب کا پینا کہ اس کیلئے ضروری نہیں ہے کہ لوگوں کو اکٹھا کر کے پئے۔ اور دوسرا فرق یہ بیان کرتے ہیں کہ فَحْشَآء کا تعلق فعل کیساتھ ہے اور منکر کا تعلق قول کیساتھ ہے۔ مثلاً جھوٹ بولنا، غیبت کرنا۔ اور یہ تفسیر بھی کرتے ہیں کہ فحشا وہ گناہ ہے جو اعلانیہ کیا جائے اور منکر وہ ہے جو چھپ کے کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بے حیائی سے بھی بچو اور برائی سے بھی بچو۔ وَالْبَغْيِ اور سرکشی سے روکتا ہے کسی پر کوئی زیادتی نہ کرو نہ قولاً نہ فعلاً۔ یہ زندگی کے بڑے اہم اصول ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں بیان فرمائے ہیں یَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ وہ اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت کرتا ہے تا کہ تم نصیحت حاصل کرو۔

تحریفِ معنوی :

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے کیسے سنہری اصول بیان فرمائے ہیں لیکن شیعوں کے خبث باطن کا اندازہ لگاؤ کہ انہوں نے کیسی تحریف معنوی کی ہے۔ شیعہ کا ترجمہ جسکا نام ہے ''ترجمہ مقبول'' ان کا کوئی مولوی ہے مقبول احمد دھلوی، رافضی شیعہ تھا۔ اس نے ترجمہ کیا ہے تاج کمپنی اور دیگر مطابع نے اسے شائع کیا ہے۔ اس نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ فحشآء سے مراد ابوبکر ہیں اور مُنکَر سے مراد عمر ہیں اور بَغْيِ سے مراد عثمان ہیں کہ رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کے قریب نہ جاؤ۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ پاکستان میں یکطرفہ کاروائی ہوتی ہے۔ یہ اس قدر خیانت کا مظاہرہ کریں مگر ان کو پوچھنے والا کوئی نہیں ہے اور ہم لوگ جب کہتے ہیں کہ دیکھو پاکستان میں ۹۷ فیصد آبادی مسلمانوں کی ہے اور ۳ فیصد رافضی ہیں وہ ہماری دل آزاری کیوں کرتے ہیں؟ کیا ان کی اس گندگی سے ہمارے دل نہیں دکھتے۔ ہمارے ماں باپ کو کوئی گالی دے تو ہم آپے سے باہر ہو جاتے ہیں اور ہمارے ان بزرگوں کو کوئی بُرا بھلا کہے جو ہمارے ایمان کا مدار ہیں اور ان کو ایسے الفاظ کیساتھ پکارا جائے تو ہمیں غصہ نہیں آئے گا، تو ہمیں کہتے ہیں کہ تم فرقہ واریت پھیلاتے ہو کتنے ظلم کی بات ہے۔ دوستو، نوجوانو، یاد رکھنا! لڑنا جھگڑنا بری بات ہے مگر اپنے عقیدے کو محفوظ رکھنا تمہارا حق ہے اور غلط بات کو غلط کہنا بھی حق ہے۔

ایفائے عہد :

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اور پورا کرو اللہ تعالیٰ کے وعدے کو اِذَا عٰهَدْتُّمْ جب تم وعدہ کر چکے ہو۔ ازل میں جب اللہ تعالیٰ نے کہا تھا اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ قَالُوْا بَلٰى [اعراف:۱۷۲] انہوں نے کہا کیوں نہیں آپ ہمارے رب ہیں۔ اب

تم رب کو رب مانو اس کے علاوہ کو کیوں رب مانتے ہو؟ اور جب ایمان مجمل اور مفصل کی باری آتی ہے تو منہ بھر کر کہتے ہو وَقَبِلْتُ جَمِيْعَ اَحْكَامِهٖ میں نے رب کے تمام احکام قبول کیے۔ تو یہ وعدہ پورا کیوں نہیں کرتے۔ فرمایا وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا اور نہ توڑو تم قسموں کو ان کو پختہ کرنے کے بعد۔ اگر کسی اچھے کام پر قسم اٹھائی ہے کہ میں کروں گا تو اسکو نہ توڑو وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا اور تحقیق بنایا ہے تم نے اللہ تعالیٰ کو اپنے اوپر ضامن۔ رب تعالیٰ کا نام لے کر تم نے قسم اٹھائی ہے اب تم اپنے مفاد کی خاطر قسم توڑو تو ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ بیشک اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو تم کرتے ہو اس سے کوئی شے مخفی نہیں ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ مثال کے ذریعے یہی بات سمجھاتے ہیں وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا اور نہ ہو جاؤ تم اس عورت کی طرح جو اُدھیڑ دیتی ہے اپنے کاتے ہوئے سوت کو مضبوطی کے بعد دھاگہ دھاگہ کر کے۔

مکہ مکرمہ میں رَيْطَةُ بنت سعد قرشی نامی ایک عورت تھی رَيْطَةُ اس کا نام تھا سعد اس کے باپ کا نام تھا قبیلہ قریش سے تعلق رکھتی تھی۔ اس بی بی کے دماغ میں فطور تھا کسی کو پتھر مارتی، کسی کو گالیاں دیتی، کسی نہ کسی سے جھگڑا کرتی رہتی تھی اس کے گھر والے بھی اس سے تنگ تھے اور اس زمانے میں پاگل خانہ تو نہیں تھا کہ اس کو پاگل خانے میں داخل کر دیتے۔ اس نے گھر میں چرخہ دیکھ لیا اور کاتنا شروع کر دیا اور جس عورت کا چرخہ تھا اس کو بھی قریب نہ لگنے دیا گھر والے بھی خوش ہو گئے کہ چلو کام میں لگ گئی ہے کسی سے لڑتی جھگڑتی نہیں ہے اس کو روئی دیدی وہ سارا دن سوت کاتتی اور شام کے بعد کاتے ہوئے سوت کا دھاگہ دھاگہ کر کے ادھیڑ دیتی تھی۔ روزانہ اس کا یہی کسب تھا اسی دھیان (فکر)

میں لگی رہتی تھی ۔ اللہ تعالیٰ تشبیہ دے کر فرماتے ہیں کہ وہ عورت کاتے ہوئے سوت کو دھاگہ دھاگہ کر کے ادھیڑ دیتی تھی تم اس طرح نہ ہو جاؤ کہ اپنی قسموں کو پختہ کر کے توڑ دو اَنْکَاثًا اَنِکْثٌ کی جمع ہے اس کا معنٰی ہے دھاگہ۔ فرمایا تَتَّخِذُوْنَ اَیْمَانَکُمْ دَخَلاً بَیْنَکُمْ بناتے ہو تم اپنی قسموں کو مکاری کا ذریعہ آپس میں اَنْ تَکُوْنَ اُمَّةٌ هِیَ اَرْبٰی مِنْ اُمَّةٍ اس واسطے کہ ہوتا ہے ایک گروہ بڑھا ہوا دوسرے گروہ سے۔ اب لوگوں کا حال تمہارے سامنے ہے کہ جو سیاسی پارٹی بڑھ جاتی ہے لوگ اس میں چھلانگ لگا دیتے ہیں وعدہ کسی کیساتھ ووٹ کسی کو دے رہے ہیں۔ پھر جب آگے چل کر دیکھا کہ فلاں پارٹی اس سے طاقتور ہے اور میرا فائدہ اس کیساتھ ملنے میں ہے تو اس کیساتھ ہو گئے۔ ہمیشہ سے دنیا دار اسی طرح کرتے آئے ہیں مالی مفادات کو سامنے رکھتے ہیں۔

آزمائش خداوندی :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّمَا یَبْلُوْکُمُ اللّٰهُ بِهٖ پختہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارا امتحان لیتے ہیں اس کے ذریعے کہ کون اپنی بات پر پختہ رہتا ہے اور کون غلبہ دیکھ کر دوسری طرف چلا جاتا ہے۔ بھئی یہ مشاہدے کی بات ہے۔ وَلَیُبَیِّنَنَّ لَکُمْ اور البتہ اللہ تعالیٰ ضرور بیان فرمائیں گے تمہارے سامنے یَوْمَ الْقِیٰمَةِ قیامت کے دن مَا کُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ اس چیز کو جس میں تم اختلاف کرتے رہے اور اس کا بدلہ دیگا پوچھے گا یہ کام تم نے کیا ہے یا نہیں؟ مشرک پہلے انکار کریں گے اور کہیں گے مَا کُنَّا مُشْرِکِیْنَ [الانعام: ۲۳] ''نہیں تھے ہم شرک کرنے والے۔'' پھر اللہ تعالیٰ زبانوں پر مہر لگا دیں گے اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰی اَفْوَاهِهِمْ وَتُکَلِّمُنَا اَیْدِیْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ [یٰسٓ: ٦٥] ''آج ہم مہر لگا دیں گے ان مونہوں پر اور کلام کریں گے

ہمارے سامنے ان کے ہاتھ اور گواہی دیں گے ان کے پاؤں جو کچھ وہ کماتے تھے۔'' بلکہ آنکھیں بولیں گی، گھٹنے بولے گے، چمڑے بولیں گے بلکہ ہر ہر عضو بولے گا۔ سورۃ سجدہ آیت نمبر ۲۰ میں ہے شَھِدَ عَلَیْھِمْ سَمْعُھُمْ وَاَبْصَارُھُمْ وَجُلُوْدُھُمْ بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ''گواہی دیں گے ان پر ان کے کان انکی آنکھیں اور ان کی کھالیں اس چیز کی جو کچھ وہ کرتے تھے۔ وَقَالُوْا لِجُلُوْدِھِمْ لِمَ شَھِدْتُّمْ عَلَیْنَا اور وہ کہیں گے اپنی کھالوں سے کہ تم کیوں گواہی دیتے ہو ہمارے خلاف یہ اعضاء کہیں گے ہماری کیا مجال ہے اَنْطَقَنَا اللّٰہُ الَّذِیْ اَنْطَقَ کُلَّ شَیْءٍ ہمیں بلایا ہے اس اللہ نے جس نے ہر چیز کو بلایا ہے اس کیساتھ تو ہمارا کوئی مقابلہ نہیں ہے اور تمام مجرموں کا یہی حال ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ لَجَعَلَکُمْ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو البتہ کر دے تمہیں ایک گروہ۔ سب کو مومن بنادے قادر ہے اگر چاہے تو سب کو کافر بنادے معاذ اللہ تعالیٰ۔ مگر اس نے بندے کو اختیار دیا ہے کہ اپنی مرضی کیساتھ ایمان لائے اور اپنی مرضی کیساتھ کفر اختیار کرے۔ فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ [کہف:۲۹] ''پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے۔'' اور پہلے تم یہ بھی پڑھ چکے ہو یُضِلُّ اللّٰہُ الْکٰفِرِیْنَ [سورۃ مومن] ''کہ وہ ان کو بہکاتا ہے جو کفر پر مصر ہیں'' یُضِلُّ اللّٰہُ الظّٰلِمِیْنَ [سورۃ ابراہیم] ''اللہ تعالیٰ ظالموں کو بہکاتا ہے۔'' جو ظلم چھوڑنے کیلئے تیار نہیں ہے اپنے ظلم اور کفر پر اڑے ہوئے ہیں۔ اس کا ضابطہ ہے فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ [سورۃ صف] ''پس جب وہ ٹیڑھے چلے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا۔'' زبردستی نہیں کرتا اس کا قانون ہے نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی [نساء:۱۱۵] ''ہم اس کو پھیر دیں گے اسی طرف جس طرف اس نے رخ کیا۔'' جبراً نہ کسی کو ہدایت ہے اور نہ

کسی کو گمراہ کرتا ہے۔ وَلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ اور لیکن بہکاتا ہے وہ جس کو چاہتا ہے ضابطے کے مطابق وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اور ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے ضابطے کے مطابق۔اور یہ تم سورۃ رعد آیت نمبر ۲۷ میں پڑھ چکے ہو وَيَهْدِيْ إِلَيْهِ مَنْ أَنَابَ ''اور ہدایت دیتا ہے اپنی طرف اس کو جو رجوع کرتا ہے۔'' وَلَتُسْئَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اور البتہ ضرور سوال کیا جائے گا تم سے ان کاموں کے بارے میں جو تم کرتے تھے۔کوئی چیز رب تعالیٰ سے مخفی نہیں ہے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا اور سب کچھ سامنے آ جائے گا۔

وَلَا تَتَّخِذُوٓا

اَيۡمَانَكُمۡ دَخَلًاۢ بَيۡنَكُمۡ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعۡدَ ثُبُوۡتِهَا وَتَذُوۡقُوا السُّوۡٓءَ بِمَا صَدَدۡتُّمۡ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ‌ۚ وَلَـكُمۡ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ ﴿۹۴﴾ وَلَا تَشۡتَرُوۡا بِعَهۡدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيۡلًا‌ ؕ اِنَّمَا عِنۡدَ اللّٰهِ هُوَ خَيۡرٌ لَّـكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ‏ ﴿۹۵﴾ مَا عِنۡدَكُمۡ يَنۡفَدُ‌ وَمَا عِنۡدَ اللّٰهِ بَاقٍ‌ ؕ وَلَنَجۡزِيَنَّ الَّذِيۡنَ صَبَرُوۡۤا اَجۡرَهُمۡ بِاَحۡسَنِ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ‏ ﴿۹۶﴾ مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا مِّنۡ ذَكَرٍ اَوۡ اُنۡثٰى وَهُوَ مُؤۡمِنٌ فَلَنُحۡيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً‌ ۚ وَلَنَجۡزِيَنَّهُمۡ اَجۡرَهُمۡ بِاَحۡسَنِ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ‏ ﴿۹۷﴾ فَاِذَا قَرَاۡتَ الۡقُرۡاٰنَ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡـطٰنِ الرَّجِيۡمِ‏ ﴿۹۸﴾ اِنَّهٗ لَـيۡسَ لَهٗ سُلۡطٰنٌ عَلَى الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَلٰى رَبِّهِمۡ يَتَوَكَّلُوۡنَ‏ ﴿۹۹﴾ اِنَّمَا سُلۡطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيۡنَ يَتَوَلَّوۡنَهٗ وَالَّذِيۡنَ هُمۡ بِهٖ مُشۡرِكُوۡنَ‏ ﴿۱۰۰﴾ ع ۱۳ / ۱۹

وَلَا تَتَّخِذُوْآ اور نہ بناؤ اَیْمَانَکُمْ اپنی قسموں کو دَخَلًاۢ بَیْنَکُمْ مکاری کا ذریعہ آپس میں فَتَزِلَّ قَدَمٌ پس پھسل جائیں گے قدم بَعْدَ ثُبُوْتِهَا پختہ ہونے کے بعد وَتَذُوْقُوا السُّوْٓءَ اور چکھو گے تم سزا بِمَا صَدَدْتُّمْ اس وجہ سے کہ تم نے روکا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اللہ کے راستے سے وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ اور تمہارے لئے عذاب ہوگا بڑا وَلَا تَشْتَرُوْا اور نہ خریدو بِعَهْدِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے

عہد کیساتھ ثَمَنًا قَلِيلًا تھوڑی قیمت اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ بیشک جو چیز اللہ تعالیٰ کے
پاس ہے هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وہ تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ
اگر تم جانتے ہو مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ جو چیز تمہارے پاس ہے ختم ہو جائے گی وَمَا
عِنْدَ اللّٰهِ اور جو چیز اللہ تعالیٰ کے پاس ہے بَاقٍ باقی رہنے والی ہے وَلَنَجْزِيَنَّ
الَّذِيْنَ اور البتہ ہم ضرور بدلہ دیں گے ان لوگوں کو صَبَرُوْٓا جنہوں نے صبر کیا
اَجْرَهُمْ ان کا اجر بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ اس سے اچھا ہوگا جو وہ عمل کرتے
ہیں مَنْ عَمِلَ صَالِحًا جس نے اچھا عمل کیا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى مرد ہو یا عورت
وَهُوَ مُؤْمِنٌ بشرطیکہ وہ مومن ہو فَلَنُحْيِيَنَّهٗ پس ہم اسکو ضرور دیں گے
زندگی حَيٰوةً طَيِّبَةً پاکیزہ زندگی وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اور ہم ان کو ضرور بدلہ دیں گے
اَجْرَهُمْ ان کے اجر کا بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ اس سے اچھا ہوگا جو وہ عمل
کرتے رہے فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ پس جب تو قرآن شریف پڑھے فَاسْتَعِذْ
بِاللّٰهِ پس تو پناہ لے اللہ تعالیٰ کی مِنَ الشَّيْطٰنِ شیطان سے الرَّجِيْمِ جو مردود
ہے اِنَّهٗ بیشک شان یہ ہے لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ نہیں ہے اس شیطان کیلئے کوئی زور
عَلَى الَّذِيْنَ ان لوگوں پر اٰمَنُوْا جو ایمان لائے وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ اور وہ
اپنے رب پر توکل رکھتے ہیں اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ پختہ بات ہے کہ اس شیطان کا زور
عَلَى الَّذِيْنَ ان لوگوں پر ہے يَتَوَلَّوْنَهٗ جو اس کیساتھ دوستی رکھتے ہیں وَالَّذِيْنَ اور
ان لوگوں پر ہے هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ جو اس کی وجہ سے شرک کرتے ہیں۔

ماقبل سے ربط :

اس سے پہلی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَتُسْئَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اور البتہ ضرور سوال کیا جائے گا تم سے ان کاموں کے بارے میں جو تم کرتے تھے۔ لہذا اسی کے ساتھ بدعہدی نہیں کرنی چاہئے بلکہ اللہ تعالیٰ کیساتھ جو عہد کئے ہیں وہ بھی پورے کرو۔

قسموں کو آپس میں مکاری کا ذریعہ نہ بناؤ :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًاۢ بَيْنَكُمْ اور نہ بناؤ اپنی قسموں کو مکاری کا ذریعہ آپس میں۔ پہلے قسم اٹھا کر معاملہ کر لیا پھر اس کی خلاف ورزی کی یہ بڑی معیوب بات ہے اگر ایسا کرو گے تو فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ پس پھسل جائیں گے قدم بَعْدَ ثُبُوْتِهَا مضبوط ہونے کے بعد۔ اگر تم بدعہدی کرو گے تو کوئی تم پر اعتماد نہیں کریگا اور لوگوں کو دین سے بیزار کرنے کا ذریعہ بنو گے اور اگر بدعہدی نہیں کرو گے تو ساری دنیا اسلام کی برتری کی قائل ہو جائے گی اور تمہارے دین کو سچا مذہب تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائے گی اور بدعہدی کا نتیجہ یہ بھی ہوگا وَتَذُوْقُوا السُّوْٓءَ اور چکھو گے تم سزا بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اس وجہ سے کہ تم نے روکا اللہ تعالیٰ کے راستے سے۔ اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنے کا سبب بنے وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ اور تمہارے لئے عذاب ہوگا بڑا۔ یعنی تم بڑے عذاب کے مستحق ہو جاؤ گے۔ دنیا میں بھی ناکامی ہوگی اور آخرت میں بھی سخت سزا سے دوچار ہوگے۔ لہذا ازل کے دن اللہ تعالیٰ کیساتھ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کے جواب میں قَالُوْا بَلٰى کہہ کر جو وعدہ کیا تھا اس کو پورا کرو اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا کلمہ پڑھ کر وعدہ کیا پھر وَقَبِلْتُ جَمِيْعَ اَحْكَامِهٖ کہہ کر وعدہ کیا کہ میں نے تمام احکام کو قبول

کیا اور وہ وعدے جو تم نے لوگوں کیساتھ کئے ہیں جائز وہ بھی پورے کرو وَلَا تَشْتَرُوْا اور نہ خریدو تم بِعَهْدِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے عہد کیساتھ، عہد کے بدلے ثَمَنًا قَلِيْلًا تھوڑی قیمت۔ کہ مالی مفاد کی خاطر تم عہد اور وعدے کو چھوڑ دو پورا نہ کرو ایسا نہ کرو۔ ثمن قلیل فرمایا اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ زیادہ قیمت مل جائے تو تم بدل جاؤ۔ ترمذی شریف، مسند احمد وغیرہ کتب حدیث میں حضرت سعد بن ابی وقاص ﷛ سے روایت ہے کہ فرمایا آنحضرت ﷺ نے کہ اس رب کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی قدر مچھر کے پر کے برابر ہوتی تو کافر کو پانی کا ایک گھونٹ نہ دیتا۔ یہ تو ہمارے نزدیک سونا، چاندی، ہیرے وغیرہ دنیا کی چیزیں قیمتی ہیں رب تعالیٰ کے ہاں ان کی کوئی قدر نہیں ہے اور یہ سب کے سب ثمن قلیل میں شامل ہیں اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ پختہ بات ہے کہ جو چیز اللہ تعالیٰ کے پاس ہے هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وہ تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اگر تم جانتے ہو مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ جو چیز تمہارے پاس ہے ختم ہو جائے گی کسی نہ کسی وقت وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ اور جو چیز اللہ تعالیٰ کے پاس ہے باقی رہنے والی ہے وہ ختم ہونے والی نہیں ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے اور قرآن کریم میں سورۃ واقعہ میں بھی ہے جس وقت کوئی جنت میں پھل کا دانہ توڑے گا فوراً وہاں دوسرا لگ جائے گا اور کوئی روکے گا بھی نہیں۔ دنیا کے پھل موسم میں آتے ہیں۔ بعض پھل ہیں جو سال میں دو بار لگتے ہیں لیکن وہاں سدا بہار ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کے پاس جو نعمتیں ہیں وہ ختم ہونے والی نہیں ہیں لہذا تم ان کے بدلے ختم ہونے والی چیزیں نہ خریدو وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ اور البتہ ہم ضرور بدلہ دیں گے ان لوگوں کو صَبَرُوْٓا جنہوں نے مصائب پر صبر کیا اَجْرَهُمْ ان کا اجر بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ اس سے اچھا ہوگا جو وہ عمل کرتے ہیں۔ وہ

اچھا بدلہ کیسے ہوگا؟ سورۃ انعام آیت نمبر ۱۶۰ میں ہے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ''جو شخص لایا نیکی اس کیلئے دس گنا اجر ہے۔'' یہ ادنیٰ ترین ہے۔

اجر کی تین شرائط :

لیکن اجر ملنے کیلئے تین بنیادی شرطیں ہیں اگر وہ ہونگی تو دس گنا اجر ملے گا ورنہ نہیں۔

☆......پہلی شرط یہ ہے کہ ایمان واعتقاد صحیح ہو اگر ایمان نہیں ہے تو کسی چیز کا اجر نہیں ملیگا

☆......دوسری شرط، اخلاص ہو ریا کاری نہ ہو۔ جو کرے رب کی ذات کیلئے کرے اور......

☆......تیسری شرط اتباع سنت ہے۔ جو کام کرے سنت کی پیروی میں کرے۔

یہ تین بنیادی چیزیں ہونے کے بعد جس نے نیکی کی اس کو دس گنا اجر ملے گا عام حالات میں اور فی سبیل اللہ کی مد میں ادنیٰ ترین نیکی کا بدلہ سات سو ہے وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ''اللہ تعالیٰ بڑھادے جس کیلئے چاہے۔'' مثلاً صبح جب تم گھروں سے چلے تو ارادہ کیا کہ ہم نماز کے بعد درس قرآن سنیں گے تو اب تمہارا اچل کے آنا فی سبیل اللہ کی مد میں ہے ایک ایک قدم پر سات سات سو نیکیاں ملیں گی کیونکہ علم دین حاصل کرنا، دین کی تبلیغ کرنا، کافروں کے مقابلے میں جہاد کیلئے نکلنا یہ فی سبیل اللہ کی مد میں ہے۔ تو آتے جاتے ہوئے ایک ایک قدم پر سات سات سو نیکیاں ملیں گی اور اگر کوئی کرایہ خرچ کر کے گاڑی پر آتا ہے تو ایک ایک روپے کے بدلے سات سات سو نیکیاں ملیں گی اور یہ ادنیٰ ترین ہے۔ اللہ تعالیٰ جتنا چاہے بڑھادے ہزار گنا یا اس سے بھی زیادہ کردے اس کی مرضی ہے۔ تو فرمایا جنھوں نے صبر کیا ہم ان کو ضرور بدلہ دیں گے اچھا اس سے جو انہوں نے کام کیے ہیں۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا جس نے اچھا عمل کیا مِنْ ذَكَرٍ مرد ہے اَوْ اُنْثٰى یا عورت ہے وَهُوَ مُؤْمِنٌ بشرطیکہ وہ مومن ہو۔ کیونکہ دین جیسے مردوں کیلئے ہے ایسے ہی عورتوں

کیلئے ہے۔ جنت دوزخ مردوں کیلئے بھی ہے اور عورتوں کیلئے بھی ہے۔

حیاتِ طیبہ کی تفسیر :

اللہ تعالیٰ کسی کے اجر کو ضائع نہیں کرتا فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيٰوةً طَيِّبَةً پس ہم اسکو ضرور دیں گے پاکیزہ زندگی۔

اس کی ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ دنیا میں جب تک رہے گا نمازیں پڑھتا رہے گا، روزے رکھتا رہے گا، پاکیزہ اور صاف رہے گا، اچھے معاملات، اچھے اخلاق، اچھی زبان اور جنت کی زندگی تو ہے ہی پاکیزہ اور ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی ہے جس کے ختم ہونے کا تصور ہی نہیں۔ علامہ اقبال مرحوم نے دل لگی کے طور پر کہا ہے......

؎ تیرے آزاد بندوں کی نہ یہ دنیا نہ وہ دنیا
یہاں مرنے کی پابندی وہاں جینے کی پابندی

فرمایا وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ اور ہم ان مردوں کو بھی اور عورتوں کو بھی ضرور دیں گے بدلہ ان کے اجر کا بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ اس سے اچھا ہوگا جو وہ عمل کرتے ہیں۔ دس گنا ہوگا یا سات سو گنا ہوگا یا اس سے بھی زیادہ ہوگا جتنا رب چاہے گا۔ مثلاً ایک آدمی کہتا ہے السلام علیکم اس کو دس نیکیاں مل گئیں۔ دوسرا کہتا ہے وعلیکم السلام اس کو دس نیکیاں مل گئیں اور اگر کہا اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ تو بیس نیکیاں مل گئیں اور ساتھ بَرَكَاتُهُ کہا تو تیس نیکیاں مل گئیں اور مَغْفِرَتُهُ کہا تو چالیس نیکیاں مل گئیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا سفر بازار :

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما آخری عمر میں کمزور ہو گئے تھے چلنے کیلئے سہارے کی ضرورت پڑتی تھی۔ ایک خادم سے فرمایا کہ میرے ساتھ چلو بازار سے سودا لینا

ہے اس وقت مدینہ منورہ کا بازار بڑا لمبا ہوتا تھا خادم ساتھ گیا کہ یہ بوڑھے اور کمزور ہیں میں سامان اٹھالاؤں گا۔ یہ جاتے ہوئے بازار کے دائیں طرف کے لوگوں کو سلام کرتے گئے آخر تک واپسی پر بائیں طرف کے لوگوں کو سلام کرتے آئے اور گھر پہنچ گئے۔ خادم نے پوچھا حضرت آپ نے سودا تو نہیں لیا؟ فرمایا جھلیا سودا تو لے لیا ہے کتنے آدمیوں کو جاتے آتے سلام کیا ہے اور السلام علیکم کے بدلے میں دس نیکیاں ہیں تو کتنا سودا لےکر آیا ہوں تو نے سمجھا تھا شاید گٹھڑی اٹھانی ہے۔ اس وقت ہر ایک کو سلام کیا جاتا تھا اور اب تو صرف اسکو سلام کرتے ہیں جس کیساتھ تعلق ہو پہچان ہو۔ اور مسلمان کا کام ہے کہ جس کو پہچانتا ہے اس کو بھی سلام کرے اور جس کو نہیں پہچانتا اسکو بھی سلام کرے اللہ تعالیٰ بہتر اور اچھا اجر دیں گے۔

آدابِ قرآن :

پہلے ذکر تھا کہ **وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ** "اور ہم نے نازل کی آپ پر کتاب جو کھول کر بیان کرتی ہے ہر چیز کو۔" اب رب تعالیٰ اس کتاب کے پڑھنے کے آداب میں سے ایک ادب بیان فرماتے ہیں۔ فرمایا **فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ** پس جس وقت تو قرآن پڑھے یعنی قرآن پڑھنے کا ارادہ کرے **فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ** تو پناہ لے تو اللہ تعالیٰ کی شیطان مردود سے۔

مسئلہ یہ ہے کہ جب آدمی قرآن کریم پڑھنے کا ارادہ کرے تو پہلے اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھے پھر بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھے۔ اعوذ باللہ پڑھنے کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم پڑھنے سے بڑا ثواب اکٹھا ہو جاتا ہے کہ اس کو باوضو ہاتھ لگانا ثواب ہے بے وضو ہاتھ نہیں لگا سکتے اس کو دیکھنا ثواب، اسکا پڑھنا ثواب، سمجھنا ثواب، تو کتنے ثواب

اکٹھے ہو گئے اور یہ شیطان گوارہ نہیں کرتا کہ اللہ کا بندہ اتنے ثواب حاصل کرے لہذا وہ ضرور کوئی شیطانی کرے گا۔ کہے گا تیرا فلاں کام رہ گیا ہے تو نے فلاں کام کرنا ہے کبھی نیند غالب کر دے گا اور وہ نظر آتا نہیں ہے اس لئے قرآن کریم پڑھنے سے پہلے اعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم پڑھ لو۔ تاکہ اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آ جاؤ۔ جب اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آ جائیں گے تو اس کی شیطانی سے محفوظ ہو جائیں گے۔ یہ مردود ہے رب تعالیٰ نے اس کو رد کیا ہے۔ اور اس مردود کے متعلق حدیث پاک میں آتا ہے اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَجْرِیْ مِنَ الْاِنْسَانِ مَجْرَی الدَّمِ ''جہاں تک انسان کے بدن میں خون کی گردش ہوتی ہے شیطان کے اثر کی گردش بھی وہاں تک ہوتی ہے۔'' اور شیطان سے مراد صرف ابلیس نہیں ہے ابلیس نے تو اپنا تخت سمندر پر بچھایا ہوا ہے اور اپنے شتونگڑے بھیجتا رہتا ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ شتونگڑوں کی ڈیوٹیاں لگاتا ہے۔ رات کے شیطانوں کی الگ اور دن کے شیطانوں کی الگ ڈیوٹی ہوتی ہے اور پھر وہ واپس آ کر اپنی کارگذاری سناتے ہیں کہ میں نے یہ کیا، میں نے یہ کیا۔ ان کو بٹھاتا جاتا ہے۔ ایک چھوٹے قد والا شیطان آتا ہے وہ کہتا ہے لَمْ اَزَلْ بِهٖ حَتّٰی اَشْرَکَ میں فلاں آدمی کے پیچھے پڑا رہا یہاں تک کہ اس سے شرک کرا کر آیا ہوں ابلیس لعین اپنے تخت سے اٹھ کر اس کو گلے لگا کر کہتا ہے نِعْمَ الْوَلَدُ اَنْتَ زندہ باد میرا اصل بیٹا تو ہے کہ ایک انسان کو تو نے میرا ہمیشہ کا دوست بنا دیا ہے۔ کیونکہ مشرک نے ہمیشہ دوزخ میں رہنا ہے اور کفر شرک کے علاوہ جتنے گناہ ہیں ان کی سزا بھگت کر ایک نہ ایک دن نکل آئیں گے اور مشرک اصل دوست ہیں جو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ دل کے دائیں کونے پر فرشتہ ہے اور بائیں طرف شیطان ہے۔ جب کسی اچھی بات کا خیال اور تصور آئے تو وہ

فرشتے کی طرف سے القا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تعریف بیان کرو اور لیٹ نہ کرو اور اگر برا خیال آئے تو بائیں طرف تھوک دو کہ یہ شیطان کی طرف سے وسوسہ ہے۔ جب تھوکو گے لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھو گے اعوذ باللہ پڑھو گے تو شیطان شرمندہ ہو جائے گا پھر اس کو ہمت نہیں ہو گی وسوسہ ڈالنے کی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّهٗ لَیْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ بیشک شان یہ ہے کہ نہیں ہے اس شیطان کیلئے کوئی زور عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ان لوگوں پر جو ایمان لائے ہیں وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اس کا زور کس پر ہے؟ فرمایا اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ پختہ بات ہے کہ اس شیطان کا زور ان لوگوں پر ہے جو اس کیساتھ دوستی رکھتے ہیں اس کی اطاعت کرتے ہیں وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ اور ان لوگوں پر ہے جو اس کی وجہ سے شرک کرتے ہیں۔ مشرک شیطان کا گہرا دوست ہے اس پر اس کا تسلط ہے اور مومن پر شیطان کا کوئی اثر اور تسلط نہیں ہے لہذا جب بھی قرآن کریم پڑھو اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم پڑھ لیا کرو اور اللہ تعالیٰ کے کلام سے فائدہ اٹھاؤ۔

وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۙ لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۰۴﴾ اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

وَاِذَا بَدَّلْنَآ اور جس وقت ہم تبدیل کردیں اٰيَةً کسی آیت کو مَّكَانَ اٰيَةٍ دوسری آیت کی جگہ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے بِمَا يُنَزِّلُ جس کو وہ اتارتا ہے قَالُوْٓا یہ کہتے ہیں اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ بیشک تو افترا باندھنے والا ہے بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ نہیں بلکہ اکثر ان میں سے نہیں جانتے قُلْ آپ کہہ دیں نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ اتارا ہے اس قرآن کو پاکیزہ روح نے مِنْ رَّبِّكَ آپ کے رب کی طرف سے بِالْحَقِّ حق کیساتھ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ تاکہ ثابت رکھے ان لوگوں کو اٰمَنُوْا جو ایمان لائے وَهُدًى اور ہدایت ہے وَّبُشْرٰى اور خوشخبری ہے لِلْمُسْلِمِيْنَ مسلمانوں کیلئے وَلَقَدْ نَعْلَمُ اور البتہ تحقیق ہم جانتے ہیں اَنَّهُمْ بیشک وہ يَقُوْلُوْنَ کہتے ہیں اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ پختہ بات ہے سکھاتا ہے اس کو

ایک انسان لِسَانُ الَّذِیْ اس شخص کی زبان یُلْحِدُوْنَ اِلَیْهِ جس کی طرف نسبت کرتے ہیں اَعْجَمِیٌّ عجمی ہے وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِیْنٌ اور یہ عربی زبان ہے بالکل واضح اِنَّ الَّذِیْنَ بیشک وہ لوگ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ جونہیں ایمان لاتے اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر لَا یَهْدِیْهِمُ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت نہیں دیتا وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ان کیلئے عذاب ہے دردناک اِنَّمَا یَفْتَرِی الْكَذِبَ پختہ بات ہے افترا باندھتے ہیں جھوٹ کا الَّذِیْنَ وہ لوگ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ جو ایمان نہیں لاتے اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ اور یہی لوگ جھوٹے ہیں۔

ماقبل سے ربط اور مخالفین کے اعتراض کا جواب :

اس سے قبل قرآن کریم پڑھنے کا ادب بیان فرمایا کہ جب آپ قرآن کریم پڑھنا چاہیں تو پہلے اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھ لیں۔ آگے اللہ تعالیٰ نے مخالفین کے اعتراض کا جواب دیا ہے۔ قرآن پاک میں بعض احکام پہلے تھے پھر منسوخ ہو گئے۔ مثلاً پہلے شراب حلال تھی ۳ھ میں حرام ہوئی۔ پہلے کافر عورت کیساتھ مسلمان مرد کا نکاح جائز ۳ہجری میں حرمت کا حکم نازل ہوا، پہلے ایک مسلمان پر دس کافروں کا مقابلہ کرنا فرض تھا اور اب ایک مسلمان پر دو کافروں کا مقابلہ کرنا لازم ہے، پہلے کچھ عرصہ قبلہ کعبۃ اللہ رہا پھر مسجد اقصیٰ قبلہ بنی پھر کچھ عرصہ بعد کعبۃ اللہ بن گیا یہ جو احکام بدلتے رہے اس کو ناسخ و منسوخ کہتے ہیں۔ اس پر کافروں نے اعتراض کیا کہ یہ کیا بات ہے کہ کل وہ حکم تھا اور آج یہ حکم آ گیا ہے۔ بھلا اللہ تعالیٰ کو اپنا حکم بدلنے کی کیا ضرورت تھی کیا اللہ تعالیٰ کو پہلے معلوم

نہیں تھا کہ کون سا حکم مخلوق کیلئے بہتر ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے سمجھایا کہ اس کو خوب معلوم ہے کہ اس نے کون سا حکم کب نازل کرنا ہے۔ یہ احکامات کا بدلنا اللہ تعالیٰ کی ذات کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ مخلوق کی حکمت کے لحاظ سے ہے کہ مخلوق کیلئے پہلے کون سا حکم بہتر تھا اور اب کون سا حکم بہتر ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ کسی مریض کو کسی وقت میں کسی دوا کی ضرورت ہوتی ہے پھر کچھ وقت کے بعد اس کی حالت کے مطابق دوا تبدیل کرنا پڑتی ہے۔ مریض کے مرض کے مطابق طبیب دوا تبدیل کرتا رہتا ہے۔ کون نادان ہوگا جو ڈاکٹر حکیم پر یہ اعتراض کرے کہ یہ ڈاکٹر حکیم بڑا بے وقوف ہے حکیم بڑا نادان ہے کہ کل اس نے یہ دوا دی تھی اور آج یہ دیتا ہے۔ یہ اعتراض کرنے والے کی غلطی اور نادانی ہوگی حکیم ڈاکٹر تو اس فن کے ماہر ہیں وہ جانتے ہیں کہ کل اس کیلئے یہ دوا مفید تھی اور آج اس کیلئے یہ دوا مفید ہے اور وہ مریض کی حالت کے مطابق خوراک بھی بدلتے رہتے ہیں کہ پہلے یہ کھاؤ پھر جب چند دن کے بعد معدہ قوی ہو جائے گا تو یہ خوراک استعمال کرنا۔ یہ دوا اور خوراک کی تبدیلی ڈاکٹر حکیم کی نادانی نہیں ہے بلکہ دانائی ہے اور جس طرح جسمانی بیماریوں کا علاج ہے اسی طرح روحانی بیماریوں کا بھی علاج ہے۔ موسم کے بدلنے سے کپڑے بدلتے ہیں چند دن پہلے تم نے گرم کپڑے پہنے ہوئے تھے اور اب گرمی شروع ہوگئی ہے تو وہ تم نے اتار دیئے ہیں، بیماری کے بدلنے سے دوا اور خوراک بدلتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ حکیم و دانا ہے اس نے روحانی بیماریوں کے مطابق علاج فرمایا ہے۔ ضرورت کے مطابق ایک حکم نازل فرمایا جب اس کی ضرورت نہ رہی تو اس کی جگہ دوسرا حکم نازل فرمادیا۔ پہلے مسلمانوں کا ایمان جتنا مضبوط تھا بعد والوں کا اتنا نہیں تھا پہلے والوں کو حکم تھا کہ ایک مسلمان دس کافروں کا مقابلہ کرے اور بعد والوں کو فرمایا کہ ایک مسلمان دو کافروں کا مقابلہ کرے تو اللہ تعالیٰ نے جو

احکام منسوخ کیے ہیں حکمت کے مطابق کیے ہیں یہ اعتراض والی کونسی بات ہے۔

تنسیخ احکام کی حکمت :

رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً اور جس وقت ہم تبدیل کر دیں کسی آیت کو، حکم کو مَّكَانَ اٰيَةٍ دوسری آیت کی جگہ کہ پہلے وہ حکم تھا اور اب یہ حکم ہے وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جس کو وہ اتارتا ہے۔ وہ حکیم علی الاطلاق ہے ضروریات کو بہتر جانتا ہے۔ جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت بدلتے ہیں کہ پہلے وہ حکم تھا اور اب یہ حکم ہے تو قَالُوْٓا یہ کہتے ہیں اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ بیشک اے نبی کریم ﷺ! آپ افترا باندھنے والے ہیں معاذ اللہ تعالیٰ۔ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ یہ الزام غلط ہے بلکہ اکثر ان میں سے نہیں جانتے کہ رب تعالیٰ نے جو حکم نازل فرمایا ہے یہ عین ان کی بیماری کے مطابق ہے قُلْ آپ کہہ دیں نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ اتارا ہے اس قرآن کو پاکیزہ روح نے۔ روح القدس جبرائیل علیہ السلام کا لقب ہے جبرائیل علیہ السلام اس کتاب کو لے کر آئے مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ آپ کے رب کی طرف سے حق کیساتھ۔ لہٰذا یہ سچی کتاب ہے رب تعالیٰ کی طرف سے آئی ہے میں مفتری نہیں ہوں لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تاکہ ثابت رکھے ان لوگوں کو جو ایمان لائے۔ قرآن کریم مومنوں کیلئے ثابت قدمی کیلئے بڑی دلیل ہے وَهُدًى اور نری ہدایت ہے اول سے لے کر آخر تک وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ اور خوشخبری ہے مسلمانوں کیلئے۔ ان کیلئے ہدایت اور نجات کا ذریعہ ہے۔

حضور ﷺ کی غریب پروری :

آنحضرت ﷺ غریبوں کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ آنحضرت ﷺ کے مکان کے قریب ایک رومی غلام رہتا تھا نسطاس، جبر یعیش اور بلعام بتاتے ہیں۔ مختلف نام نقل کیے

گئے ہیں۔ وہ بیچارہ بیمار ہو گیا اور اس کا کوئی پرسان حال نہیں تھا۔ آنحضرت ﷺ اس کی تیمارداری کیلئے تشریف لے جاتے اس کو پانی لا دیتے اور حسب توفیق اس کی ضرورت پوری کرتے اور بیمار پرسی کرنا بھی بڑی عبادت ہے۔ ترمذی شریف کی روایت میں آتا ہے کہ جو شخص کسی کی بیمار پرسی کیلئے جاتا ہے ستر ہزار فرشتے رات تک اس کیلئے دعائیں کرتے ہیں پھر خصوصاً کوئی اپنا عزیز ہو تو اور زیادہ ثواب ہے والد ہو، والدہ ہو، بھائی ہو ان کا زیادہ حق ہے۔ تو آپ اس کی تیمارداری کیلئے جاتے تھے تو کافر مشرک دیکھتے تھے تو ان شریروں نے اس کیساتھ یہ کڑی ملائی کہ یہ اس سے قرآن سیکھتا ہے وہ اس کو قرآن سکھاتا ہے۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ نَعْلَمُ اور البتہ تحقیق ہم جانتے ہیں اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ بیشک یہ کہتے ہیں اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ پختہ بات ہے سکھاتا ہے اس کو ایک انسان۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ اس شخص کی زبان جس کی طرف یہ نسبت کرتے ہیں عجمی ہے عربی نہیں ہے وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ اور یہ قرآن پاک عربی زبان ہے بالکل واضح۔ وہ بیچارہ ٹوٹی پھوٹی عربی نہیں بول سکتا تھا سوائے روزمرہ کی ضرورت کے الفاظ وہ قرآن پاک جیسی فصیح بلیغ عبارت کہاں سے لائے گا اتنی موٹی بات بھی سمجھ نہیں آتی۔ مگر اعتراض کرنے والوں کو اس سے کچھ غرض نہیں ہوتی ان کا کام ہے شوشہ چھوڑنا وہ چھوڑ دیتے ہیں چاہے صادق آئے یا نہ آئے۔

قرآن پاک کا چیلنج :

قرآن پاک تو ایسی فصیح بلیغ کتاب ہے کہ آج تک اس کا کوئی فصیح بلیغ مقابلہ نہیں کر سکا اور قرآن پاک نے اس بات کا دنیا کو چیلنج دیا ہے فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ [بقرہ: ۲۳] "پس لاؤ تم کوئی چھوٹی سی سورت اس کی طرح وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ

دُوْنِ اللّٰهِ اور بلالو اپنے امدادیوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر ہو تم سچے فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا پھر اگر تم نہ کر سکو اور ہر گز نہ کر سکو گے۔" آج تک صدیاں گزر گئیں ہیں قرآن پاک کے اس چیلنج کو کسی نے قبول نہیں کیا۔ حالانکہ وہ لوگ زبان کے اعتبار سے بڑے فصیح بلیغ تھے یہانتک کہ آج کا کوئی بڑا ماہر پروفیسر جس نے ساری زندگی عربی زبان میں گذاری ہو اس وقت کے جو جاہل شاعر تھے ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ بلکہ مرد تو در کنار عورتیں اور لڑکیاں جو شعر کہتی تھیں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا باقی اعتراض کر دیتا کہ نسطاس رومی اس کو پڑھاتا ہے فرمایا یہ غلط کہتے ہیں۔ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ بیشک وہ لوگ جو ایمان نہیں لاتے اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ ان کو زبردستی ہدایت نہیں دیتا۔ ہدایت دیتا ہے مَنْ يُّنِيْبُ جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ برتن کو الٹا کر کے رکھ دو ٹیوب ویل کے نیچے تو بھی اس میں پانی نہیں آئے گا سیدھا رکھو گے تو بھرے گا یہی طلب اور عدم طلب کی مثال ہے اگر تمہارے اندر ہدایت کی طلب نہیں ہوگی تو زبردستی نہیں دے گا اور اگر اعتراض کرو گے تو پھر کچھ بھی نہیں ہے وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اور ان کیلئے عذاب ہے دردناک۔ مرنے کے بعد پتہ چل جائے گا کہ قرآن کے انکار کا کیا نتیجہ ہے۔ فرمایا اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ پختہ بات ہے افترا باندھتے ہیں جھوٹ کا وہ لوگ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ جو ایمان نہیں لاتے اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر۔ کہتے ہیں یہ جادو ہے، کبھی کہتے ہیں کہانت ہے کبھی کہتے ہیں شعر و شاعری ہے، کبھی کچھ کہتے ہیں کبھی کچھ کہتے ہیں یہ جھوٹے لوگ ہیں اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے بارے میں شوشے چھوڑتے ہیں۔ کافروں نے کہا تو افترا باندھنے والا ہے اللہ تعالیٰ نے جواب دے دیا کہ یہ افترا نہیں باندھتا یہ اللہ تعالیٰ کا سچا پیغمبر ہے اس کی سچی زبان ہے پوری زندگی میں ان کی زبان سے

خلاف حقیقت بات نہیں نکلی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جبرائیل علیہ السلام لے کر آئے ہیں الزام لگانے والے لوگ جھوٹے ہیں سچوں کو جھوٹا کہتے ہیں وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰذِبُوْنَ اور یہی لوگ جھوٹے ہیں۔ دنیا میں ایسا ہوتا رہتا ہے کہ لوگ حقیقت کے برعکس باتیں کرتے ہیں جن کی فطرت مسخ ہو جاتی ہے۔

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَىِٕنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰۶﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۚ وَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۰﴾ ع ۱۴ / ۲۰

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ جس آدمی نے کفر کیا اللہ تعالیٰ کیساتھ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖ اس پر ایمان لانے کے بعد اِلَّا مگر مَنْ اُكْرِهَ وہ شخص جو مجبور کیا گیا وَقَلْبُهٗ مُطْمَىِٕنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ اور اس کا دل مطمئن ہے ایمان کیساتھ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ اور لیکن وہ شخص جس نے کھولا بِالْكُفْرِ صَدْرًا کفر کیلئے سینہ فَعَلَيْهِمْ پس ان پر غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ غضب ہوگا اللہ تعالیٰ کا وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ اور ان کیلئے بڑا عذاب ہوگا ذٰلِكَ یہ کیوں بِاَنَّهُمُ اس وجہ سے کہ انھوں نے اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا پسند کیا دنیا کی زندگی کو عَلَى الْاٰخِرَةِ آخرت پر وَاَنَّ اللّٰهَ اور بیشک اللہ تعالیٰ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ہدایت نہیں دیتا کافر قوم کو اُولٰٓىِٕكَ

الَّذِیْنَ یہی وہ لوگ ہیں طَبَعَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ مہر لگادی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر وَسَمْعِھِمْ اوران کے کانوں پر وَاَبْصَارِھِمْ اوران کی آنکھوں پر وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْغٰفِلُوْنَ اور یہی لوگ غافل ہیں لَاجَرَمَ ضرور بالضرور اَنَّھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ بیشک وہ آخرت میں ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ وہ نقصان اٹھانے والے ہیں ثُمَّ اِنَّ رَبَّکَ پھر بیشک آپ کا رب لِلَّذِیْنَ ان لوگوں کیلئے ھَاجَرُوْا جنہوں نے ہجرت کی مِنْ بَعْدِمَافُتِنُوْا بعد اس کے کہ وہ فتنے میں مبتلا کئے گئے ثُمَّ جٰھَدُوْا پھر انہوں نے جہاد کیا وَصَبَرُوْٓا اور صبر کیا اِنَّ رَبَّکَ مِنْ بَعْدِھَا بیشک تیرا رب اس کے بعد لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ البتہ بخشنے والا مہربان ہے۔

مرتد کی سزا :

ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کرنا بڑا گناہ ہے۔ مرتد کی سزا قتل ہے۔ اگر کوئی آدمی مرتد ہو تو اس کو تین دن کی مہلت دی جائے گی تاکہ وہ اپنے شکوک وشبہات پیش کرے اور ان کا ازالہ کیا جائے اگر نہ سمجھے تو تین دن کے بعد اس کو قتل کیا جائے گا۔ حدیث پاک میں مرتد کی سزا قتل ہے۔ آنحضرت نے فرمایا فَاقْتُلُوْا پس تم اس کو قتل کردو۔ مرتد کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے اس کا ذبیحہ جائز نہیں ہے اور نہ ہی اس کا جنازہ جائز ہے اسکو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن بھی نہیں کیا جائے گا مسلمان سے اس کو وراثت بھی نہیں ملے گی ہاں اگر کسی نے مجبوراً کلمہ کفر کہا ہے تو اس کا مسئلہ علیحدہ ہے۔

اکراہ کا مسئلہ اور چند تاریخی واقعات :

اس مقام پر اکراہ کا مسئلہ ہی بیان کیا گیا ہے۔ تاریخی واقعات ہیں کہ حضرت عمارؓ

اور انکے والد حضرت یاسر ؓ اور حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر کافروں نے بڑے ظلم کیئے۔ ایک دفعہ مکہ مکرمہ میں کافروں نے ان تینوں کو گھیر لیا اور کلمہ کفر کہنے پر مجبور کیا۔ حضرت یاسر ؓ کے متعلق آتا ہے کہ آگ جل رہی تھی اور اس میں لوہے کی سلاخیں رکھی تھیں۔گرم سلاخ ان کی آنکھ کے قریب کی کہ کلمہ چھوڑ دے ورنہ یہ گرم سلاخ تیری آنکھ میں پھیر دیں گے۔ ان کا ایمان بڑا قوی اور مضبوط تھا انکار کر دیا۔انہوں نے آنکھ میں سلاخ پھیری وہ پھٹ گئی۔ کہنے لگے اب دوسری آنکھ کو بچا لے کلمہ چھوڑ دے کہنے لگے کلمہ نہیں چھوڑوں گا دوسری آنکھ میں بھی انہوں نے سلاخ پھیر دی نابینا ہو گئے اور تڑپتے تھے اسی حالت میں انہوں نے شہید کر دیا۔حضرت یاسر ؓ اول شہید الاسلام ہیں۔پھر انہوں نے حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر جبر کیا کہ کلمہ چھوڑ دے انہوں نے انکار کیا تو ظالموں نے ان کی ایک ٹانگ ایک اونٹ کیساتھ باندھ دی اور دوسری دوسرے اونٹ کیساتھ باندھ دی اور مخالف سمت دوڑا دیئے اس حالت میں ظالم ابوجہل نے ان کے نازک مقام پر برچھی ماری وہ چر کر دو ٹکڑے ہو گئیں اور جان دے دی۔ اسلام میں پہلی شہید ہونے والی عورت حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔پھر انہوں نے حضرت عمار ؓ کو کلمہ کفر کہنے پر مجبور کیا والد اور والدہ کا منظر سامنے تھا گھبرا گئے اور جان بچانے کیلئے انہوں نے کلمہ کفر کہہ دیا لیکن بہت زیادہ پریشان ہو گئے کہ میں نے جان بچانے کیلئے کلمہ کفر کیوں کہا۔روتے روتے آنحضرت ﷺ کے پاس گئے ماں باپ کا سارا قصہ سنایا اور کہا کہ وہ مجھے بھی ظلم کیساتھ قتل کرنا چاہتے تھے مگر میں نے کلمہ کفر کہہ کر جان بچالی ہے۔اب میرے متعلق کیا حکم ہے؟ فرمایا دل کی کیا کیفیت ہے؟ فرمایا دل مطمئن بالایمان ہے۔فرمایا تیرا ایمان برقرار ہے۔تو اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ جس آدمی نے

انکار کیا اللہ تعالیٰ کیساتھ یعنی اس کے احکام کا انکار کیا مِنۢ بَعْدِ اِیْمَانِهٖۤ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے بعد اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ مگر وہ جو مجبور کیا گیا وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ اور اس کا دل مطمئن ہے ایمان کیساتھ تو اس کا ایمان برقرار ہے۔ اکراہ کی تعریف فقہاء کرام یہ فرماتے ہیں۔ فقہاء کرام نے دین کی بڑی خدمت کی ہے یہ لوگ دین کی روح کو سمجھتے ہیں، محدثین عظامؒ نے دین کی بڑی خدمت کی ہے، مفسرین کرامؒ نے دین کی بڑی خدمت کی ہے عالم اسباب میں ہم سب ان کے محتاج ہیں۔ تو فقہاء کرامؒ اکراہ کی تعریف فرماتے ہیں کہ ایسا شخص یا ایسی جماعت جس کے پاس اتنی قوت ہو کہ وہ اپنی بات کو پورا کر کے دکھا سکتی ہو وہ کسی پر جبر کرے اور کہے کہ تم کلمہ کفر زبان سے نکالو ورنہ ہم تجھے قتل کر دیں گے یا تیرا عضو مثلاً ٹانگ کاٹ دیں گے یا بازو کاٹ دیں گے آنکھ نکال دیں گے یا جوڑ علیحدہ کر دیں گے اور وہ کر بھی سکتے ہوں تو ایسی حالت میں اگر دل مطمئن بالایمان ہے تو آدمی کو کلمہ کفر کہنے کی اجازت ہے۔ اور اگر ضرب کی دھمکی دیں یا قید کی دھمکی دیں کہ کلمہ کفر کہہ ورنہ تجھے قید کر دیں گے تو کلمہ کفر زبان سے نکالنے کی اجازت نہیں ہے۔ اگر مال چھین لینے کی دھمکی دیں تو بھی کلمہ کفر کہنے کی اجازت نہیں ہے چاہے سارا مال چھین لیں اور قتل کی دھمکی پر کلمہ کفر کہنے کی اجازت ہے اور اگر ڈٹ جائے نہ کہے تو عزیمت ہے اور عزیمت کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔

حضرت خبیب بن عدیؓ کی شہادت :

حضرت خبیب بن عدیؓ کافروں کے ہاتھ آ گئے ان سے مکہ والوں نے ان کو قتل کرنے کیلئے خرید لیا۔ کیونکہ انہوں نے ان کا ایک بڑا آدمی قتل کیا تھا۔ پہلے ان پر بڑا زور لگایا کہ کلمہ چھوڑ دو انہوں نے فرمایا کہ نہیں چھوڑوں گا ان کو قتل کرنے کیلئے حرم سے باہر تنعیم

کی طرف لے گئے جہاں مسجد عائشہ ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ یہ حرم سے باہر ہے عرفات بھی حرم سے باہر ہے اجعرانہ بھی حرم سے باہر ہے حرم کا وہ بھی احترام کرتے تھے اس لئے حرم سے باہر لے گئے۔ مرد، عورتیں، بوڑھے، جوان سب اکٹھے ہوئے ان کا قتل دیکھنے کیلئے عجیب منظر تھا۔ حافظ ابن قیمؒ نے اپنی کتاب زاد المعاد میں لکھا ہے اور تاریخ کی دیگر کتابوں میں بھی ہے۔ ابوسفیان اس وقت ﷺ نہیں ہوئے تھے خبیب بن عدی کے پاس آئے کہنے لگے برخوردار مجھے جانتے ہو میں کون ہوں؟ فرمانے لگے ہاں! چچا جان آپ ابوسفیان ہیں (اور ابوجہل کے مرنے کے بعد قیادت ان کے ہاتھ میں تھی۔ اس کے بعد جتنی جنگیں ہوئی ہیں احد، خندق وغیرہ ان میں یہی پیش پیش تھے۔) ابوسفیان نے کہا کہ تم ایک لفظ کہہ دو میں تمہاری رہائی کا ذمہ دار ہوں کہ میرے بدلے محمد ﷺ کو قتل کر دیا جائے تو کیا ہی اچھا ہے۔ فرمایا چچا جان! آپ نے کیا کہا ہے؟ انہوں نے دوبارہ وہی لفظ دہرائے کہ یہ کہہ دو کہ میری جگہ محمد ﷺ کو قتل کر دیا جائے تو کیا ہی اچھا ہے۔ فرمایا چچا جان سنو! یہ لفظ تو درکنار والذی نفسی بیدہ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے میں یہ لفظ بھی کہنے کیلئے تیار نہیں کہ میری سولی کے بدلے شَوْكَةٌ يُشَاكُ فِيْ رِجْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ آپؐ کے پاؤں میں کوئی کانٹا چبھے، یہ بھی گوارہ نہیں ہے۔ حالانکہ یہ کہنے کی انہیں اجازت تھی۔ شہید ہو گئے عزیمت پر عمل کیا شہادت کے وقت انہوں نے دردناک اشعار کہے جو بخاری شریف وغیرہ میں موجود ہیں......

وَلَسْتُ اُبَالِیْ حِیْنَ اُقْتَلُ مُسْلِمًا

عَلٰی اَیِّ شِقٍّ کَانَ لِلّٰهِ مَصْرَعِیْ

''مجھے کوئی پرواہ نہیں جب میں حالت اسلام میں قتل کیا جاؤں کسی بھی پہلو پر میرا گرنا ہو۔''

مسیلمہ کذاب اور ختم نبوت کے دیوانے :

حافظ ابن کثیرؒ نے حضرت حبیب بن زید ﷺ کا واقعہ لکھا ہے۔ایک ہیں حضرت خُبیب بن عدی وہ اور صحابی ہیں ﷺ۔اور ایک ہیں حبیب بن زید وہ اور ہیں ﷺ۔حضرت ابوبکر صدیق ﷺ کی خلافت تھی یمامہ کا مقام تھا حضرت خالد بن ولید ﷺ کمانڈر تھے۔ مسیلمہ کذاب کے مقابلے میں لڑائی تھی تین دنوں میں سات سو حافظ قرآن شہید ہوئے اور جو حافظ نہیں تھے ان کی تعداد چودہ سو(۱۴۰۰) تھی۔یہ سب حضرات ختم نبوت کی خاطر شہید ہوئے۔کچھ مسلمان قید ہو گئے۔ان میں حضرت حبیب بن زید انصاری ﷺ بھی تھے بڑے خوبصورت نوجوان تھے قیدیوں کو مسیلمہ کذاب کے سامنے پیش کیا گیا مسیلمہ کذاب نے ان سے پوچھا تم کون ہو اور کیوں لڑنے کیلئے آئے ہو ہمارے خلاف کیوں لڑنے کیلئے آئے ہو؟ فرمایا تو نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔مسیلمہ کذاب نے کہا کہ میں کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل ہو اور اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا بھی قائل ہوں مگر میں یہ کہتا ہوں کہ آپ کے بعد مجھے نبوت ملی ہے۔فرمایا میں تیری یہ بات سننے کیلئے تیار نہیں ہوں۔مسیلمہ نے کہا پہلی سن لی ہے اور یہ نہیں سنتا۔فرمایا پہلی ایمان کا حصہ تھی سن لی یہ نہیں سنتا۔مسیلمہ نے کہا اُقَطِّعُکَ اِرْبًا اِرْبًا اگر تم یہ نہیں مانو گے تو میں تیرا ایک ایک جوڑا الگ کر دوں گا۔فرمانے لگے اَنْتَ وَذَاکَ جو تیرے دل میں آتا ہے کر۔یہاں سے ان کا ہاتھ کاٹا، یہاں سے کاٹا، یہاں سے کاٹا (حضرت شیخؒ نے اپنے بازو اور پاؤں کی طرف اشارہ کر کے سمجھایا۔) پھر ٹانگ یہاں سے کاٹی، یہاں سے کاٹی، یہاں سے کاٹی۔بالآخر سینے میں برچھا مار کر شہید کر دیا مگر انہوں نے کفر نہیں اختیار کیا۔

عبداللہ بن حذیفہ سہمی رضی اللہ عنہ کی عزیمت :

حضرت عبداللہ بن حذیفہ سہمی رضی اللہ عنہ رومیوں کے مقابلے میں لڑتے ہوئے گرفتار ہو گئے ۔ بڑے صحتمند، خوبصورت، فصیح اللسان تھے ۔ ان کو ہرقل روم کے سامنے پیش کیا گیا اور قیدیوں کیساتھ دیکھا بڑا خوبصورت صحت مند جوان ہے اور گفتگو بڑی معقول کرتا ہے ۔ ہرقل روم نے کہا اُشْرِکُکَ فِیْ مُلْکِیْ وَاُزَوِّجُکَ اِبْنَتِیْ تو عیسائی بن جا میں تجھے حکومت میں بڑا عہدہ دونگا اور اپنی لڑکی کا تجھے رشتہ دونگا ۔" کتنی بڑی پیشکش ہے ۔ اس وقت دو ہی حکومتیں ہوتی تھیں ایک کسری کی جو آتش پرست تھا دوسری رومیوں کی ۔ فرمایا یہ بات دوبارہ کہو اس نے وہ الفاظ دہرائے اور عجیب بات یہ ہے کہ قیدی ہیں اور نہیں مانتے ۔ کڑاہ کے اندر تیل ڈال کر گرم کیا گیا جو مسلمان کلمہ نہیں چھوڑتا تھا اس کو اس میں ڈال کر تل دیتے تھے ۔ جب حضرت عبداللہ بن حذیفہ سہمی رضی اللہ عنہ کی باری آئی تو رونے لگے ہرقل روم نے کہا کیا بات ہے کیوں روتے ہو؟ فرمایا اس لئے روتا ہوں کہ میری ایک جان ہے اور رب تعالیٰ کی نعمتیں بے شمار ہیں کاش کہ میرے بدن پر جتنے بال ہیں اتنی جانیں ہوتیں اور میں ایک ایک کر کے قربان کر دیتا ۔ آگے روایات مختلف ہیں ایک یہ ہے کہ ان کو بھی کڑاہ میں ڈال کر تل دیا گیا جان دے دی مگر کلمہ کفر نہیں کہا ۔ دوسری روایت یہ ہے کہ بادشاہ نے کہا کہ میرے ماتھے کو بوسا دیدے تو تجھے چھوڑ دیتا ہوں ۔ فرمایا نہیں ! بلکہ جو میرے ساتھی بچ گئے ہیں ان کو بھی رہا کر تو بوسا دے دیتا ہوں ۔ اس نے یہ مطالبہ مان لیا انہوں نے اس کے ماتھے کو بوسا دیا اور ساتھی رہا کرا کے واپس لے آئے ۔

تو اگر مجبور ہو کر کوئی کلمہ کفر کہے تو اجازت ہے جبکہ دل ایمان کیساتھ مطمئن ہو اور اگر ڈٹ جائیگا تو عزیمت ہے ۔ فرمایا وَلٰکِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْکُفْرِ صَدْرًا اور لیکن وہ شخص

جس نے کھولا کفر کیلئے سینہ فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ پس ان پر رب کا غضب ہوگا وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ اور ان کیلئے بڑا عذاب ہوگا۔ کیوں؟ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے پسند کیا دنیا کی زندگی کو عَلَى الْاٰخِرَةِ آخرت پر وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ اور بیشک اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا کافر قوم کو جبراً۔ ہدایت اس کو ملے گی جو اس کی طرف رجوع کریگا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ یہی وہ لوگ ہیں کافر طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مہر لگا دی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر وَسَمْعِهِمْ اور ان کے کانوں پر وَاَبْصَارِهِمْ اور ان کی آنکھوں پر وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ اور یہی لوگ غافل ہیں رب تعالیٰ سے لَا جَرَمَ ضرور بالضرور اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ بیشک یہی لوگ آخرت میں هُمُ الْخٰسِرُوْنَ گھاٹا اٹھانے والے ہیں۔ دنیا کی زندگی تو آخرت کے مقابلے میں ایک خواب کی حیثیت بھی نہیں رکھتی اور وہ نہ ختم ہونے والی زندگی ہے اسکو سوچ کر ہمارے دماغ خراب ہو جائیں۔ اقبال مرحوم نے کہا ہے......

تیرے آزاد بندوں کی نہ یہ دنیا نہ وہ دنیا
یہاں مرنے کی پابندی وہاں جینے کی پابندی

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ پھر بیشک آپ کا رب لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا ان لوگوں کیلئے جنہوں نے ہجرت کی رب تعالیٰ کی رضا کیلئے مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا بعد اس کے کہ ان کو فتنے میں مبتلا کیا گیا ثُمَّ جٰهَدُوْا پھر انہوں نے جہاد کیا وَصَبَرُوْٓا اور صبر کیا تکالیف پر اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا بیشک آپ کا رب ان کاموں کے بعد لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ البتہ بخشنے والا مہربان ہے۔ یہ بندے کی نجات کے اسباب ہیں جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں۔

يَوْمَ تَأْتِي كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾

يَوْمَ اس دن تَاْتِيْ آئے گا كُلُّ نَفْسٍ ہرنفس تُجَادِلُ جھگڑا کرے گا عَنْ نَّفْسِهَا اپنے نفس کی طرف سے وَتُوَفّٰى اور پورا پورا دیا جائے گا كُلُّ نَفْسٍ ہرنفس کو مَا عَمِلَتْ جو اس نے کیا ہے وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ اور ان پر ظلم نہیں کیا جائیگا وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا اور اللہ تعالیٰ نے مثال بیان کی ہے قَرْيَةً ایک بستی کی كَانَتْ اٰمِنَةً جو امن والی تھی مُطْمَئِنَّةً اطمینان والی تھی يَاْتِيْهَا آتا تھا اس بستی میں رِزْقُهَا اس کا رزق رَغَدًا کشادہ مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ ہرطرف سے فَكَفَرَتْ پس اس بستی والوں نے کفر کیا بِاَنْعُمِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ پس چکھایا اس کو اللہ تعالیٰ نے لِبَاسَ الْجُوْعِ بھوک کا لباس

وَالْخَوْفِ اور خوف کا بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ بسبب اس کاروائی کے جو وہ کرتے تھے وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ اور البتہ تحقیق آیا ان کے پاس رسول مِّنْهُمْ ان میں سے فَكَذَّبُوْهُ پس انہوں نے جھٹلایا اسکو فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ پس پکڑا ان کو عذاب نے وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ اور وہ ظالم تھے فَكُلُوْا پس کھاؤ تم مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ اس چیز سے جو اللہ نے تمہیں رزق دیا ہے حَلٰلًا طَيِّبًا حلال پاکیزہ وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اور شکر ادا کرو اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ اگر ہو تم خاص اسی کی عبادت کرتے اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ پختہ بات ہے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے تم پر مردار کو وَالدَّمَ اور خون وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ اور خنزیر کا گوشت وَمَآ اُهِلَّ اور وہ جو نامزد کیا گیا ہو لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے نام پر فَمَنِ اضْطُرَّ پس جو شخص مجبور کیا گیا غَيْرَ بَاغٍ وہ لذت تلاش کرنے والا نہیں وَّلَا عَادٍ اور نہ تجاوز کرنے والا ہے فَاِنَّ اللّٰهَ پس بیشک اللہ تعالیٰ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بخشنے والا مہربان ہے۔

ماقبل سے ربط اور ذکرِ آخرت :

پیچھے ذکر تھا لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ضرور بالضرور پختہ بات ہے وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والے ہیں۔ آگے اسی آخرت کے دن کا ذکر ہے۔ فرمایا يَوْمَ تَاْتِىْ كُلُّ نَفْسٍ جس دن آئیگا ہر نفس تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا جھگڑا کریگا دفاع کرے گا اپنے نفس کی طرف سے۔ قیامت کا دن ہوگا اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت قائم ہوگی ساری کائنات اکٹھی ہوگی کسی کو کسی کی فکر نہیں ہوگی صرف اپنی جان کی فکر ہوگی يَوْمَ يَفِرُّ

الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ [عبس: پارہ ۳۰] ''جس دن بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹوں سے۔'' کہ یہ کہیں مجھ سے نیکی نہ مانگ لیں۔ تفسیروں میں آتا ہے کہ ایک بندے کی ایک نیکی کم ہو گی یوں سمجھو کہ پچاس اس کی نیکیاں اور پچاس برائیاں ہونگی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ ایک نیکی تلاش کر کے لاؤ تا کہ نیکیوں کا پلہ بھاری ہو جائے۔ پہلے تو یہ آدمی بڑا خوش ہو گا کہ ایک نیکی کا کیا ہے میں ابھی لے آتا ہوں۔ اپنے لنگوٹیئے یاروں کے پاس جائے گا جن کیساتھ اٹھتا بیٹھتا تھا، کھاتا پیتا تھا، گپیں مارتا تھا کہ بھئی مجھے ایک نیکی دیدو میرا بیڑا پار ہو جائے گا۔ کہیں گے اِلَيْکَ عَنِّيْ پیچھے ہٹ! میں تجھے ایک نیکی دینے کیلئے تیار نہیں ہوں۔ پھر اپنے بھائی کے پاس جائے گا، اپنے باپ کے پاس جائے گا، عزیز رشتہ داروں کے پاس جائے گا سب یہی جواب دیں گے آخر میں اپنی والدہ کے پاس جائے گا ماں سے کہے گا اَتَعْرِفِيْنِيْ کیا تو مجھے پہچانتی ہے میں کون ہوں؟ کہے گی ہاں! میں نے تجھے پیٹ میں اٹھایا پھر تجھے جنا پھر دودھ پلایا۔ کہے گا ماں مجھے ایک نیکی کی ضرورت ہے۔ ماں کہے گی میرے سے دور ہو جا تجھے نیکی دے کر میں کہاں جاؤں گی مجھے خود ضرورت ہے۔ غرضیکہ وہاں کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا۔ جس دن دفاع کرے گا ہر نفس اپنی جان سے وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ اور پورا پورا دیا جائے گا ہر نفس کو مَّا عَمِلَتْ جو اس نے کیا ہر نیکی بدی کا صلہ ملے گا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ اور ان پر ظلم نہیں کیا جائیگا نیکیوں میں کمی نہیں کی جائے گی اور برائی نہیں کی اور اس کے نامہ اعمال میں درج کر دی جائے ایسا نہیں ہو گا۔

قریۂ مطمئنہ :

آگے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً اور بیان کی ہے اللہ تعالیٰ نے مثال قَرْيَةً ایک بستی کی كَانَتْ اٰمِنَةً وہ بستی امن والی تھی مُّطْمَئِنَّةً اطمینان والی تھی يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا آتا تھا اس بستی میں اس کا رزق کشادہ مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ ہر طرف سے فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ پس بستی والوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کی فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ پس چکھایا اس کو اللہ تعالیٰ نے بھوک کا لباس اور خوف کا بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ بسبب اس کاروائی کے جو وہ کرتے تھے۔

قریہ کا مصداق :

یہ بستی کونسی ہے؟ اس کے متعلق بعض مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ کوئی خاص بستی نہیں ہے بلکہ دنیا میں بہت سی بستیاں ایسی ہوئی ہیں جو آیت کریمہ کا مصداق بنتی ہیں اور اکثر مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔ حرم کعبہ ہونے کی وجہ سے وہ بڑے امن کی جگہ ہے۔ حرم سے باہر چوریاں ہوتی تھیں، ڈاکے پڑتے تھے، قتل ہوتے تھے کسی کی جان محفوظ نہیں تھی کوئی رات کو اطمینان کیساتھ نہیں سوسکتا تھا جیسے ہمارے ملکی حالات ہیں اور حرم والے بڑے مزے سے سوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ جہاں کچھ نہیں ہوتا نہ پھل نہ فصلیں کوئی پیداوار نہیں ہوتی وہاں ہر طرف سے رزق آتا ہے وافر مقدار میں اور ہر چیز اتنی وافر مقدار میں پہنچتی ہے کہ انسان حیران ہو جاتا ہے۔ اس دفعہ حج پر تقریباً اٹھائیس (۲۸) لاکھ بندے تھے۔ ان سے پوچھا گیا کہ تمہیں کھانے پینے میں دشواری ہوئی ہو؟ کہنے لگے اتنی وافر مقدار میں چیزیں تھیں کہ کوئی حساب ہی نہیں ہے۔ یہاں ہم ایک آم لینا چاہیں مل جائے گا، ایک کدو، مالٹا مل جائے گا لیکن وہاں کلو کے حساب سے دیتے ہیں کم

دینے کیلئے کوئی تیار نہیں ہے اگر کوئی تھوڑی مقدار میں چیز مانگے تو کہتے ہیں یلاّ دوڑ جاؤ۔ اتنی وافر مقدار میں چیزیں اللہ تعالیٰ نے دی ہیں۔

بعثتِ نبوی ﷺ :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ جَآءَ هُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ اور البتہ تحقیق آیا ان کے پاس رسول ان میں سے۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ جو تمام پیغمبروں کے امام اور ساری کائنات کے سردار ہیں فَكَذَّبُوْهُ پس انہوں نے جھٹلایا اسکو۔ ابوجہل اور ابولہب نے باری مقرر کی ہوئی تھی کہ آج تو نے اس کی تقریر کی تردید کرنی ہے اور کل میں نے کرنی ہے۔ جب آپ ﷺ بیان فرماتے تو بڑے شریفانہ انداز میں بیٹھے رہتے جس وقت آپ ﷺ کا وعظ ختم ہو جاتا تو کھڑے ہو کر تردید کر دیتے۔ مثلاً ابولہب کھڑے ہو کر کہتا اَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو! میرا نام عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب ہے اور ابولہب میری کنیت ہے یہ میرا بھتیجا ہے صَائِبٌ كَذَّابٌ یہ صابی اور جھوٹا ہے۔ جسطرح آج کل حق والوں کو وہابی کہتے ہیں اس وقت صابی کہتے تھے۔ تو کہتا یہ صابی ہے جھوٹا ہے اس کے پھندے میں نہ آنا اسی طرح کسی مقام پر ابوجہل کھڑا ہو جاتا اور صاف لفظوں میں کہتا کہ یہ جھوٹا ہے اس کے پھندے میں نہ آنا۔ تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کی تکذیب کی صاف لفظوں میں۔ کبھی کہتے سَحِرٌ كَذَّابٌ معاذ اللہ تعالیٰ یہ جادوگر ہے اور بڑا جھوٹا ہے، کبھی کہتے مجنوں ہے، کبھی کہتے مفتری ہے خود بنا کر لاتا ہے، جو منہ میں آتا کہتے فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ پس پکڑا ان کو عذاب نے۔ بخاری شریف وغیرہ کتب میں روایت ہے کہ جب آپ ﷺ ان کی باتوں سے کافی پریشان ہوئے تو عرض کیا اے پروردگار! ان پر ایسے سال مسلط کر جیسے یوسف علیہ السلام کے زمانے میں قحط سالی کے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مکے والوں پر قحط سالی مسلط

فرمائی بارشیں رک گئیں، اناج ختم ہوگیا حتّٰی اَکَلُوْا الْجُلُوْدَ وَالْعِظَامَ وَالْمَیْتَۃَ یہانتک کہ انہوں نے چمڑے کھائے، ہڈیاں کھائیں اور مردار جانور کھائے۔ ہڈیاں پیس کر کھاتے تھے، چمڑے پانی میں بھگو کر نرم کر کے بھون کر کھاتے تھے اٹھتے تھے تو آنکھوں کے آگے اندھیرا ہوتا تھا بھوک کی وجہ سے گر پڑتے تھے۔ ابوسفیان اس وقت کافر تھا آنحضرت ﷺ کے پاس آکر کہنے لگا آپ ﷺ کی ساری قوم بھوک میں مبتلا ہے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ ان پر رحمت نازل فرمائے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا چچا جان! حق کا ساتھ دیں کلمہ پڑھ لیں اور کفر کا ساتھ چھوڑ دیں پھر دیکھو کیسے رب کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ کہنے لگا نہ نہ یہ بات نہ کریں ویسے ہی دعا کردیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان پر قحط کے سات سال مسلط فرمائے اسی کا ذکر ہے کہ پکڑا ان کو عذاب نے وَھُمْ ظٰلِمُوْنَ اور وہ ظالم تھے۔ یہ بھوک کالباس تھا پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مدینہ طیبہ پہنچایا اور مسلمانوں میں کچھ قوت آگئی اور بدر کی لڑائی ہوئی اس کے بعد پھر کافر مسلمانوں سے ڈرتے رہتے تھے کہ مسلمان ہم پر حملہ کردیں گے تو خوف بھی ان پر مسلط کیا کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسول کو جھٹلایا پھر سات سال کے بعد ان کی مصیبت ٹلی۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کا فرمان :

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اس بستی سے مراد مدینہ طیبہ ہے۔ مدینہ طیبہ میں بڑا سکھ چین تھا آرام تھا زرخیز علاقہ تھا فصلیں اور کھجوریں ہوتی تھیں بڑا کچھ ہوتا تھا۔ حضرت عثمان ؓ کو جب شہید کیا گیا تو اس کے کافی عرصہ کے بعد تک مدینے والوں کو پھر سکھ نصیب نہیں ہوا۔ اور طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا ہوئے تھے کیونکہ مظلوم کو شہید کیا تھا۔ سب تفسیریں صحیح ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں فَکُلُوْا مِمَّا رَزَقَکُمُ

اللّٰہُ پس کھاؤ تم اس چیز سے جو اللہ نے تمہیں رزق دیا ہے حَلٰلًا طَیِّبًا حلال پاکیزہ۔ حلال کا مطلب یہ ہے کہ شریعت نے اس کے استعمال کی اجازت دی ہے جیسے، اونٹ، بکری، مرغی، گائے، بھینس وغیرہ اور طیب کا مطلب یہ ہے کہ غیر کا حق اس کے ساتھ متعلق نہ ہو مثلاً بکری حلال ہے لیکن اگر چوری کر کے لائے گا چھین کے لائے گا اور ذبح کرے گا تو طیب نہیں ہوگی مرغی چوری کر کے ذبح کرے طیب نہیں ہے، گندم حلال ہے مگر چوری کی ہوگی تو طیب نہیں ہے۔ تو کھانے کیلئے دو قیدیں ہیں ایک حلال ہونا دوسرا طیب ہونا۔ کسی کے حق میں تصرف کرنا بڑا سخت جرم ہے وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکرادا کرو اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ اگر ہو تم خاص اسی کی عبادت کرتے۔ اور سورۃ مومن آیت نمبر ۵۱ میں ہے ''اے رسولو! کھاؤ پاکیزہ چیزوں سے اور عمل کرو نیک۔'' حلال چیز سے رکنا بغیر کسی شرعی عذر کے اچھی بات نہیں ہے۔ ہاں اگر کوئی بیمار ہے اس کو کوئی چیز ہضم نہیں ہوتی تو وہ بات علیحدہ ہے بغیر کسی عذر کے حلال چیزوں کو چھوڑنا کوئی نیکی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو کہ نماز پڑھو کیونکہ اس میں تمام اعضاء رب تعالیٰ کے سامنے جھکتے ہیں۔

محرمات کا ذکر :

آگے اللہ تعالیٰ نے بعض حرام چیزوں کا ذکر فرمایا ہے اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ پختہ بات ہے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے تم پر مردار کو۔ جو جانور شرعی طریقے سے ذبح نہیں کیا گیا وہ حرام ہے چاہے گائے ہے، بکری ہے، بیل ہے البتہ اس کا چمڑا اتارنے کی اجازت ہے۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دیکھا کہ لوگ ایک موٹی تازی بکری جو مردار ہوگئی تھی کو کھینچ کر لے جا رہے تھے دور پھینکنے کیلئے۔ آپ ﷺ نے

فرمایا هَلَّا اَخَذْتُمْ اِهَابَهَا تم نے اس کی کھال کیوں نہیں اتاری؟ کہنے لگے حضرت! مردار ہے فرمایا یہ تو نظر آ رہی ہے لیکن اس کی کھال اتار کر دباغت دے کر فائدہ اٹھا سکتے ہو وَالدَّمَ اور خون حرام ہے۔ ذبح کرتے ہوئے جو خون شرّاٹے مار کر نکلتا ہے دم مسفوح، وہ حرام ہے۔ یہ اندرونی طور پر بھی اور بیرونی طور پر بھی کسی طرح بھی استعمال نہیں کیا جا سکتا یہ حرام قطعی ہے۔ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ اور خنزیر کا گوشت بھی حرام ہے۔ گوشت اس لئے کہا کہ اوپر کھانے والی چیزوں کا ذکر ہے باقی خنزیر کی کھال، اس کی ہڈیاں، اس کے بال سب حرام ہیں وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ اور وہ جو نامزد کیا گیا ہو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے نام پر یہ بھی حرام ہے۔ غیر اللہ کے تقرب کی نیت سے نامزد کیا گیا ہو مثلاً جانور فلاں کے نامزد کرتا ہوں میرے کاروبار میں برکت ہوگی نہ دیا تو نقصان ہوگا یہ نیتِ تقرب ہے اس نیت کیساتھ کوئی شخص جانور کو تکبیر پڑھ کر بھی ذبح کرے تو حلال نہیں ہوگا۔

تکبیر کا مسئلہ اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ؒ کا فتویٰ :

شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی ؒ تفسیر عزیزی اور فتاویٰ عزیزی میں فرماتے ہیں کہ اگر کوئی تکبیر پڑھ کے کتے کو ذبح کرے تو کتا حلال نہیں ہوگا کوئی شخص خنزیر کو بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرے تو خنزیر حلال نہیں ہوگا یہ جانور جو غیر اللہ کے نام پر تقرب کی نیت سے نامزد ہوا ہے حرام ہو گیا ہے بسم اللہ اللہ اکبر کہنے سے بھی حلال نہیں ہوگا اور صرف جانور ہی کی بات نہیں ہے فرماتے ہیں کہ جملہ ماکولات و مشروبات و ملبوسات ہمیں حکم دارند تمام کھانے، پینے اور پہننے کی چیزیں یہی حکم رکھتی ہیں۔ آج عموماً جاہل قسم کے لوگ قبروں پر دیگیں پکاتے اور چڑھاوا چڑھاتے ہیں اور بکرے وقف کرتے ہیں یہ سب حرام کی مد ہیں ایصال ثواب کی مد علیحدہ ہے۔ وہ اس طرح کہ تم اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے کوئی چیز دو اور اس کا

ثواب کسی بزرگ کو پہنچاؤ یہ ٹھیک ہے اور یہ بات بھی غور سے سمجھ لیں کہ ایک ہے ولیمے کا بکرا عقیقے کا بکرا، قربانی کا بکرا یہ شریعت کا حکم ہے اور یہ سارے جاتے اللہ تعالیٰ کے نام پر ہیں یا کسی شخص کی ملک ہو تو کہا جاتا ہے یہ زید کا بکرا ہے، یہ عمرو کا بیل ہے، یہ فلانے کی گائے ہے یہ جائز ہے۔ اگرچہ حقیقی مالک تو رب ہے لیکن عالم اسباب میں بندے بھی مالک ہوتے ہیں تو یہ مِلک کی نسبت کرنا صحیح ہے اور غیر اللہ کے تقرب کی نیت سے نامزد کرنا حرام ہے۔ فَمَنِ اضْطُرَّ پس جو شخص مجبور کیا گیا غَيْرَ بَاغٍ وہ لذت تلاش کرنے والا نہیں ہے وَّلَا عَادٍ اور نہ تجاوز کرنے والا ضرورت سے۔ مثلاً کسی آدمی کو بھوک کی وجہ سے جان کا خطرہ ہے اور مردار اور خنزیر کے علاوہ کوئی چیز وہاں نہیں ہے اگر نہیں کھاتا تو جان خطرے میں ہے تو اس کو اتنا مردار اور خنزیر کھانے کی اجازت ہے کہ جتنا کھا کر جان بچا سکتا ہے اگر زیادہ کھائے گا تو جائز نہیں ہے۔ ایک آدمی ایسی پیاس میں مبتلا ہے اگر کچھ نہیں پیتا تو جان خطرے میں ہے اور اس کے پاس شراب کے سوا کوئی چیز نہیں تو اس کیلئے اتنی شراب پینا ضروری ہے کہ جس سے جان بچ جائے حالانکہ شراب قطعی حرام ہے۔ اگر ایسے موقع پر خنزیر نہیں کھائے گا اور شراب نہیں پئے گا تو گنہگار موت مرے گا کیونکہ رب نے اجازت دی ہے اس سے فائدہ کیوں نہیں اٹھاتا لیکن کھائے ضرورت کے مطابق۔ لذت تلاش کرنے والا بھی نہ ہو اور ضرورت سے زیادہ بھی نہ کھائے اگر ایک چھٹانک کھانے سے جان بچتی ہے تو چھ تولے نہیں کھا سکتا فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ پس بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ

اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ ؕ﴿۱۱۶﴾ مَتَاعٌ قَلِیْلٌ ۪ وَّ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۱۷﴾ وَ عَلَى الَّذِیْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَیْكَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَ مَا ظَلَمْنٰهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِیْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ اَصْلَحُوْۤا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۱۹﴾ ع ۱۵ / ۲۱

وَلَا تَقُوْلُوْا اور نہ کہو تم لِمَا اس چیز کے بارے میں تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمْ بیان کرتی ہیں تمہاری زبانیں الْكَذِبَ جھوٹ هٰذَا حَلٰلٌ یہ حلال ہے وَّهٰذَا حَرَامٌ اور یہ حرام ہے لِتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ تا کہ باندھو تم اللہ تعالیٰ پر افترا الْكَذِبَ جھوٹ کا اِنَّ الَّذِیْنَ بیشک وہ لوگ یَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ جو افترا باندھتے ہیں اللہ تعالیٰ پر الْكَذِبَ جھوٹ کا لَا یُفْلِحُوْنَ وہ فلاح نہیں پائیں گے مَتَاعٌ قَلِیْلٌ فائدہ ہے تھوڑا سا وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ اور ان کیلئے عذاب ہے دردناک وَعَلَى الَّذِیْنَ اور ان لوگوں پر هَادُوْا جو یہودی ہیں حَرَّمْنَا ہم نے حرام کیں مَا قَصَصْنَا عَلَیْكَ وہ چیزیں جو ہم نے بیان کی ہیں آپ پر مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اور لیکن تھے وہ اَنْفُسَهُمْ اپنی جانوں پر یَظْلِمُوْنَ ظلم کرتے ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ پھر بیشک آپ کا

رب لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کیلئے عَمِلُوا السُّوٓءَ جنہوں نے عمل کئے بُرے بِجَهَالَةٍ جہالت کی وجہ سے ثُمَّ تَابُوْا پھر توبہ کی مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ اس کے بعد وَاَصْلَحُوْٓا اور اصلاح کی اِنَّ رَبَّكَ بیشک آپ کا رب مِنْ بَعْدِهَا اس کے بعد لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ البتہ بخشنے والا مہربان ہے۔

حلال وحرام کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے :

کسی چیز کو حلال کرنا اور حرام کرنا یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی بھی کسی شی کو از خود نہ حلال کر سکتا ہے اور نہ حرام کر سکتا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ اپنی کتاب ''حُجَّةُ اللّٰهِ الْبَالِغَه'' میں فرماتے ہیں کہ حلال کرنا اور حرام کرنا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور اس میں اسکا کوئی شریک نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں آنحضرت ﷺ سے بڑھ کر کسی کا درجہ نہیں ہے لیکن حلال وحرام کرنے کا اختیار آپ ﷺ کو بھی نہیں تھا یہ بات تم کئی دفعہ سن چکے ہو کہ آنحضرت ﷺ نے خانگی معاملات درست رکھنے کیلئے صرف اپنی ذات کیلئے شہد حرام کیا تھا مگر اللہ تعالیٰ کو یہ بات گوارہ نہ ہوئی اور پوری سورت تحریم نازل فرمائی يَآ يُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ''اے نبی کریم ﷺ! آپ کیوں حرام قرار دیتے ہیں اس چیز کو جو اللہ تعالیٰ نے آپ کیلئے حلال ٹھہرائی ہے اپنی بیویوں کی رضا چاہتے ہوئے۔ آگے فرمایا قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ تحقیق اللہ تعالیٰ نے آپ کیلئے فرض کیا ہے تمہاری قسموں کا توڑنا۔'' اب ظاہر بات ہے جب آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی صرف اپنی ذات کیلئے شہد کو حرام نہیں کر سکتی تو اور کون ہے جس کو حلال وحرام کا اختیار حاصل ہو۔ آنحضرت ﷺ کو جب معلوم ہوا کہ حضرت علی ﷺ نے ابوجہل کی لڑکی کیساتھ نکاح کا ارادہ کیا ہے تو

آپ ﷺ نے حضرت علی ﷛ کو بلا کر فرمایا کہ میں نے ایسی خبر سنی ہے اس کی کیا حقیقت ہے؟ کہنے لگے حضرت! جیسے آپ نے سنی ہے ایسے ہی ہے۔ بخاری شریف اور مسلم شریف کی روایت میں ہے فرمایا سن لو لَسْتُ اُحِلُّ حَرَامًا وَلاَ اُحَرِّمُ حَلاَلاً ''میں نہ کسی حرام کو حلال کر سکتا ہوں اور نہ حلال کو حرام کر سکتا ہوں۔'' اس کا رشتہ تیرے لئے حلال ہے میں نہیں کہتا کہ حرام ہے لیکن باپ ہونے کی حیثیت سے میں سمجھتا ہوں کہ میری بیٹی کا مزاج اور ہے اور ابوجہل کے خاندان کا مزاج اور ہے لہذا دونوں کا گزارہ نہیں ہو سکتا اس لئے اگر تم اس کیساتھ نکاح کرنا چاہتے ہو تو میری بیٹی کو طلاق دیدو۔ جسطرح آج کل کھانے کیساتھ پیاز، مولی، گاجر وغیرہ کا سلاد رکھتے ہیں اس زمانے میں عموماً لہسن رکھا جاتا تھا۔ ڈاکٹر حضرات کہتے ہیں کہ دل کی بیماریوں کیلئے لہسن بہت مفید چیز ہے۔ ہر چیز میں اللہ تعالیٰ نے کوئی نہ کوئی خاصیت رکھی ہے۔ تو ایک دفعہ کچا لہسن کھانے میں سلاد کے طور پر رکھا گیا آپ ﷺ نے باقی چیزیں کھائیں مگر لہسن نہ کھایا۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ حضرت! یہ حرام ہے فرمایا لَسْتُ اُحَرِّمُ حَلاَلاً حلال چیز کو حرام کرنا میرا کام نہیں ہے۔ لہسن حلال ہے لیکن میں نے اس لئے نہیں کھایا کہ اس سے بدبو آتی ہے فَاِنِّیْ اُنَاجِیْ مَنْ لَمْ تُنَاجُوْا میں ان کیساتھ گفتگو کرتا ہوں جن کیساتھ تم نہیں کرتے۔ مطلب یہ ہے کہ میں فرشتوں کیساتھ گفتگو کرتا ہوں اور فرشتوں کو بدبو سے سخت نفرت ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ نہ کوئی کسی چیز کو حلال کر سکتا ہے اور نہ حرام کر سکتا ہے اسی کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلاَ تَقُوْلُوْا اور نہ کہو تم لِمَا اس چیز کے بارے میں تَصِفُ اَلْسِنَتُکُمُ الْکَذِبَ بیان کرتی ہیں تمہاری زبانیں جھوٹ۔ کیا نہ کہو ھٰذَا حَلٰلٌ وَّھٰذَا حَرَامٌ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے۔ یہ تمہارا کام نہیں ہے لِتَفْتَرُوْا عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ تاکہ باندھو تم

اللہ تعالیٰ پر افترا جھوٹ کا۔ حلال حرام ٹھہرانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے تم از خود کسی چیز کو حلال حرام نہیں کہہ سکتے۔ یہ صفت اور خوبی رب نے تمہیں نہیں دی۔ اسی چیز کو حلال کہو جو رب نے حلال کی ہے اور اسی چیز کو حرام کہو جو رب نے حرام کی ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ بیشک وہ لوگ جو افترا باندھتے ہیں اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا لَا یُفْلِحُوْنَ وہ فلاح نہیں پائیں گے مَتَاعٌ قَلِیْلٌ فائدہ ہے تھوڑا سا۔ کتنا عرصہ دنیا میں رہیں گے دس سال، بیس سال، تیس سال، پچاس سال، سو سال، پھر وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ اور ان کیلئے عذاب ہے دردناک۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَعَلَی الَّذِیْنَ ھَادُوْا اور ان لوگوں پر جو یہودی ہیں۔

یہود کی وجہ تسمیہ :

یہودیوں کو یہودی کیوں کہتے ہیں؟ اس کے متعلق مفسرین کرامؒ نے مختلف باتیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک یہ ہے کہ ان کے بڑوں نے جب غلطی کی کہ چند دن بچھڑے کی پوجا کی تو اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی۔ اس موقع پر انہوں نے کہا اِنَّا ھُدْنَآ اِلَیْکَ ''ہم نے رجوع کیا ہے تیری طرف۔'' [اعراف:۱۵۶] ہم سے غلطی ہوئی ہے۔ تو انہوں نے توبہ میں ھُدْنَا کا لفظ کہا تو اس سے ان کو یہودی کہا گیا یعنی وہ فرقہ جو رب تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا ہے۔ اور یہ بات بھی فرمائی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام یہودا تھا تو اس کی طرف نسبت کی وجہ سے ان کو یہودی کہا جاتا ہے۔ اور یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ تَھَوَّدَ کا معنیٰ ہے حرکت کرنا، یہ تورات پڑھتے ہوئے حرکت کرتے تھے یعنی ہلتے تھے جس طرح قرآن کریم پڑھتے ہوئے بچے ہلتے ہیں تو اس وجہ سے ان کو یہودی کہا جاتا ہے۔ تمام آسمانی کتابوں میں قرآن کریم کے بعد تورات کا بہت بلند مقام ہے مگر اس

وقت آسمانی کتابوں میں قرآن کریم کے علاوہ کوئی آسمانی کتاب اپنی اصل شکل میں موجود نہیں ہے تحریفات ہو چکی ہیں خود پادری صاحبان کو اقرار ہے کہ ہماری کتابوں میں تحریفات ہو چکی ہیں۔ میں نے اپنی کتاب ''عیسائیت کا پس منظر'' میں بہت سے حوالے دیئے ہیں۔

یہود پر حرام کردہ اشیاء :

تو فرمایا ان لوگوں پر جو یہودی ہیں حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ حرام کیں ہم نے وہ چیزیں جو ہم نے بیان کیں آپ پر مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے۔ یہودیوں پر اللہ تعالیٰ نے کیا حرام کیا تھا۔ اس کا ذکر سورۃ الانعام آیت نمبر ۱۴۶ میں ہے وَ عَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا اور ان لوگوں پر جو یہودی تھے حرام کر دیا ہم نے كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ہر ناخن والا جانور جس کے ناخن پھٹے ہوئے نہیں تھے جیسے اونٹ، شتر مرغ، بطخ وَمِنَ الْبَقَرِ وَ الْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ اور گائے اور بھیڑوں میں سے حرام کر دی ہم نے ان پر شُحُوْمَهُمَا ان کی چربی یعنی گائے حلال ہے مگر اس کی چربی حرام ہے، بھیڑ بکری حلال ہے مگر اس کی چربی حرام ہے اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَا مگر وہ جو لگی ہوئی ہو ان کی پشتوں کیساتھ وہ حلال تھی اَوِ الْحَوَايَا یا آنتوں کیساتھ لگی ہوئی ہو وہ بھی حلال تھی اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ یا وہ جو ہڈی کیساتھ ملی ہوئی ہو وہ بھی حلال ہے۔ حرام کون سی تھی؟ چکی کی چربی اور معدے کی جو چربی ہوتی ہے یہ ہم نے حرام قرار دی تھی۔ کیوں ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ یہ ہم نے ان کو سزا دی ان کی سرکشی کی وجہ سے۔ اس کو تم اس طرح سمجھو کہ ویسے تو چند آدمیوں کا اکٹھا ہونا کوئی جرم نہیں ہے لیکن حکومت کو جب خدشہ ہو کہ یہ کوئی فتنہ کھڑا کر دیں گے تو وہ دفعہ ۱۴۴ نافذ کر دیتی ہے کہ چند آدمی اکٹھے کھڑے نہیں ہو سکتے تو یہ حکم عارضی طور پر ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ چیزیں فی نفسہ حلال تھیں مگر ان کی سرکشی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر حرام کر دیں۔ اس کا

حوالہ رب تعالیٰ دیتے ہیں۔ فرمایا وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ اور لیکن تھے وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے۔ یہ بڑی باغی قوم تھی۔

یہودیوں کی اسلام دشمنی :

اس وقت یہودی بڑی قوت میں ہیں بھارت نے بھی یہود کیساتھ فوجی معاہدہ کیا ہے اپنے فوجی وہاں بھیجے ہیں ٹریننگ کیلئے اور یہودیوں کے افسر ہندوستان میں آکر ان کی تربیت کرتے ہیں مسلمانوں کے خلاف لڑنے کا کوئی موقع ضائع نہیں کرتے۔ مسلمانوں کیخلاف جہاں بھی شورش سنتے ہیں وہاں پہنچتے ہیں۔ اب چیچنیا اور فلپائن میں مسلمانوں کیخلاف لڑنے کیلئے پہنچے ہوئے ہیں جہاں کہیں بھی مسلمانوں کیخلاف لڑائی ہورہی ہوتی ہے وہاں پہنچتے ہیں بہت خبیث قوم ہے۔ آج سے تقریباً ساٹھ سال پہلے ہم مولانا عبدالقدیر صاحبؒ کے پاس مشکوۃ شریف پڑھتے تھے۔ حضرت یہاں بھی کئی سال آتے رہے ہیں ان کا علاقہ مومن پور چھچھ ہے ان کی خواہش اور وصیت کے مطابق ان کا جنازہ بھی میں نے پڑھایا تھا۔ مشکوۃ شریف میں جب یہ حدیث آئی تُقَاتِلُوْنَكُمُ الْيَهُوْدُ مسلمانوں یہودی تمہارے ساتھ لڑیں گے وَتُقَاتِلُوْنَ الْيَهُوْدَ اور تم یہودیوں کیساتھ لڑو گے تو ہم نے پوچھا حضرت! ہمارے آگے یہودیوں کی کیا پوزیشن ہے کہ وہ ہمارے ساتھ لڑیں گے۔ اُس وقت فلسطین کے علاقے میں تقریباً چھ سات ہزار یہودی تھے اور حدیث بخاری شریف اور مسلم شریف کی ہے کہ یہودی تمہارے ساتھ لڑیں گے اور تم یہودیوں کیساتھ لڑو گے۔ آج سے ساٹھ سال پہلے یہ بات ہمیں سمجھ نہیں آتی تھی۔ پھر یہودی فلسطین میں اکٹھے ہونے شروع ہوئے اِس وقت فلسطین میں نوے لاکھ یہودی ہے۔ اسرائیل کی آبادی اس وقت نوے لاکھ ہے اور یاد رکھنا! اس میں فلسطینیوں کی اپنی غلطی ہے اور انہوں نے بڑی

غلطی کی۔ یہودی تاجر قسم کے لوگ ہے پیسے ان کے پاس بڑے ہیں امریکہ، روس کے کارخانے اور تجارت ان کے پنجے میں ہے۔ انہوں نے فلسطین میں آکر بڑی رقمیں دے کر جگہیں خریدنی چاہیں کہ ہم نے مکان بنانے ہیں۔ اگر جگہ کی قیمت دس ہزار ہے تو ہم تمہیں چالیس ہزار دیتے ہیں فلسطینی لالچ میں آگئے جبکہ فلسطین کے مفتیوں نے ان کو منع بھی کیا کہ یہ حرکت نہ کرو مگر لالچ بری بلا ہے۔ ان کے آگے زمینیں بیچتے رہے آج وہ ایک قوت بن چکے ہیں پھر تمام کافر حکومتوں نے ان کیساتھ تعاون کیا امریکہ، افریقہ، برطانیہ، فرانس، ڈنمارک، بیلجئم کے یہودی وہاں اکٹھے ہوگئے اور فلسطینیوں کی تباہی کا سبب بن گئے۔

وعدۂ آخرت :

سورت بنی اسرائیل آیت نمبر ۱۰۴ میں ہے فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا ''پس جب آئے گا آخرت کا وعدہ تو ہم لے آئیں گے تم سب کو سمیٹ کر۔'' یعنی جب قیامت کا وعدہ قریب آئے گا تو ہم تم سب کو اکٹھا کر دیں گے۔ حافظ ابن کثیرؒ وغیرہ اس کی ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ جب قیامت قریب آئے گی تو رب تعالیٰ ان یہودیوں کو اکٹھا کر دیں گے پھر ان کی تباہی ہوگی۔ تو ہمارے استاذ محترم فرماتے تھے کہ میاں جب چیونٹی کی موت آتی ہے تو اس کو پَر لگ جاتے ہیں ان کی جب موت آئے گی تو ان کو پر لگ جائیں گے۔ تو اب ان کو پَر لگے ہوئے ہیں۔ بخاری شریف اور مسلم شریف کی حدیث ہے کہ مسلمان ان کو ایسی ماردیں گے کہ پتھرؓ کے پیچھے یہودی چھپا ہوگا تو پتھر بول کر کہے گا اللہ کے بندے خَلْفِیْ یھودی میرے پیچھے یہودی چھپا ہوا ہے۔ اگر درخت کے پیچھے چھپے گا تو درخت بول کر کہے گا کہ میرے پیچھے یہودی چھپا ہوا ہے۔ مسلم شریف میں آتا ہے

اِلَّا الْغَرْقَدْ غرقد ایک جھاڑی ہے وہ نہیں بولے گی اس کا تعلق یہود کیساتھ ہوگا۔ان چیزوں کا بھی تعلق ہوتا ہے اور انس ہوتا ہے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا گیا تو یہ چھپکلی دور سے پھونک مار رہی تھی آگ کو تیز کرتی تھی۔اس کو کوئی پوچھتا کہ تیرے پھونک مارنے سے کیا ہوتا ہے آگ کے شعلے تو پہلے ہی آسمان کیساتھ لگ رہے ہیں مگر وہ اپنا خبث باطن ظاہر کر رہی تھی۔تو بعض چیزیں کفر کی طرف مائل ہوتی ہیں۔تو یہود کیساتھ لڑائی کا وقت قریب آچکا ہے آج شروع ہوئی یا کل، کہ یہود تمہارے ساتھ لڑیں گے اور تم یہود کیساتھ لڑو گے اور کنز العمال کی حدیث ہے کہ اِدھر وہ قصہ ہوگا اور اُدھر انڈیا کیساتھ تمہاری لڑائی ہوگی اب یہ سب کڑیاں آپس میں مل رہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ثُمَّ اِنَّ رَبَّکَ لِلَّذِیْنَ پھر بیشک آپ کا رب ان لوگوں کیلئے عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ جنہوں نے عمل کئے بُرے جہالت میں مبتلا ہوکر ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِکَ پھر توبہ کرلی اس کے بعد وَاَصْلَحُوْٓا اور اپنی حالت درست کی یعنی صرف زبانی توبہ نہیں کی بلکہ عملی لحاظ سے بھی اصلاح کی اِنَّ رَبَّکَ مِنْۢ بَعْدِهَا بیشک آپ کا رب اس توبہ کے بعد لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ البتہ بخشنے والا مہربان ہے۔

إِنَّ إِبْرٰهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلّٰهِ حَنِيفًا ۖ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٢٠﴾ شَاكِرًا لِأَنْعُمِهِ ۚ اجْتَبٰهُ وَهَدٰهُ إِلٰى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿١٢١﴾ وَآتَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۖ وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِينَ ﴿١٢٢﴾ ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرٰهِيمَ حَنِيفًا ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٢٣﴾ إِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ ۚ وَإِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿١٢٤﴾

اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ بیشک ابراہیم علیہ السلام كَانَ اُمَّةً تھے پیشوا قَانِتًا فرمانبردار تھے لِلّٰهِ اللہ تعالیٰ کے حَنِیْفًا ایک طرف ہونے والے وَلَمْ یَکُ اور وہ نہیں تھے مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ شرک کرنے والوں میں سے شَاكِرًا شکریہ ادا کرنے والے تھے لِاَنْعُمِهٖ رب تعالیٰ کی نعمتوں کا اِجْتَبٰهُ اللہ تعالیٰ نے ان کو چنا وَهَدٰهُ اور ان کی راہنمائی کی اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ سیدھے راستے کی طرف وَاٰتَیْنٰهُ فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً اور دی ہم نے ان کو دنیا میں بھلائی وَاِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ اور بیشک وہ آخرت میں لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ البتہ نیک لوگوں میں سے تھے ثُمَّ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ پھر ہم نے وحی کی آپ کی طرف اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرَاهِیْمَ یہ کہ پیروی کر ابراہیم علیہ السلام کی ملت کی حَنِیْفًا جو ایک طرف ہونے والے تھے وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ اور نہیں تھے وہ شرک کرنے والوں میں سے اِنَّمَا پختہ بات ہے جُعِلَ السَّبْتُ مقرر کیا گیا ہفتے کا دن عَلَى الَّذِیْنَ ان لوگوں پر اِخْتَلَفُوْا فِیْهِ

جنہوں نے اس میں اختلاف کیا وَاِنَّ رَبَّکَ اور بیشک آپ کا رب لَیَحْکُمُ بَیْنَھُمْ البتہ فیصلہ کرے گا ان کے درمیان یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ قیامت کے دن فِیْمَا کَانُوْا فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ ان چیزوں میں جن میں وہ اختلاف کرتے تھے۔

یہود ونصاریٰ اور مشرکین کا ابراہیمی ہونے کا جھوٹا دعویٰ :

حق تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے بڑی شان اور بلند مرتبہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے اس جہان میں بھی اور اگلے جہان میں بھی آپ ﷺ کے درجے اور مقام کا کوئی نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی کے بعد دوسرا نمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے، بڑی شان والے تھے اور بڑی تکالیف برداشت کی ہیں۔ چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شخصیت بڑی قابل قدر اور مسلم شخصیت تھی اس لئے ساری قومیں اپنے آپ کو انکی طرف منسوب کرتی تھیں یہودیوں کا دعویٰ تھا کہ ابراہیم علیہ السلام یہودی تھے اور عیسائیوں کا دعویٰ تھا کہ ابراہیم علیہ السلام عیسائی تھے۔ صابی ایک فرقہ تھا ان کا باطل خیال یہ تھا کہ وہ ہمارے ہیں اور مشرکین عرب کہتے تھے کہ ابراہیم علیہ السلام بھی ہمارے ہیں اور کعبہ بھی ہمارا ہے ہم ان کی نسل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ آل عمران آیت نمبر ۶۷ میں ان سب کی تردید فرمائی اور فرمایا مَا کَانَ اِبْرَاھِیْمُ یَھُوْدِیًّا وَّلَا نَصْرَانِیًّا وَّلٰکِنْ کَانَ حَنِیْفًا مُّسْلِمًا وَّمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ "نہیں تھے ابراہیم علیہ السلام یہودی نہ نصرانی اور لیکن تھے وہ ایک طرف ہو کر رہنے والے اور مسلمان اور نہیں تھے وہ شرک کرنے والوں میں سے۔" اور اس کے متعلق موٹی سی علامت بتلائی۔ فرمایا وَمَا اُنْزِلَتِ التَّوْرٰۃُ وَالْاِنْجِیْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِہٖ [آل عمران: ۶۵] "حالانکہ نہیں نازل کی گئی تورات اور انجیل مگر ان کے بعد۔" یہودیوں کا مذہب تورات تھا اور انجیل پر چلنے والے عیسائی کہلاتے ہیں اور

تورات اور انجیل تو ابراہیم علیہ السلام سے بہت بعد نازل ہوئی ہیں۔تقریباً دو ہزار سال بعد تورات نازل ہوئی ہے اور تقریباً ساڑھے چار ہزار سال بعد انجیل نازل ہوئی ہے تو تورات اور انجیل کا مذہب رکھنے والے تو اس وقت پیدا بھی نہیں ہوئے تھے تم اپنی کڑی ان کے ساتھ کیسے ملاتے ہو اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہیں تھے وہ تو موحد تھے تم تین سو ساٹھ بتوں کے پجاری ابراہیمی کیسے بن گئے۔فرمایا اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ بیشک ابراہیم علیہ السلام كَانَ اُمَّةً تھے پیشوا۔قرآن پاک میں لفظ امت کے تین معانی آئے ہیں۔ایک معنیٰ گروہ، طائفہ، طبقہ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ [سورہ آل عمران:۱۱۰] ''تم سب سے بہتر امت ہو۔'' اور امت کا معنیٰ وقت بھی آتا ہے۔سورت یوسف میں ہے وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ ایک زمانے کے بعد ان کو یاد آیا اور امت کا معنیٰ پیشوا اور مقتدا بھی ہے جس کی لوگ پیری کرتے ہیں۔اس معنیٰ کے لحاظ سے معنیٰ بنے گا بیشک ابراہیم علیہ السلام پیشوا تھے اور یہ تفسیر بھی موجود ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو گروہ کہا گیا ہے یعنی اکیلے ابراہیم علیہ السلام نے ایک جماعت اور گروہ کا کام کیا۔اللہ تبارک وتعالیٰ بعض افراد کو یہ خوبی عطا فرماتے ہیں کہ اچھی خاصی جماعت مل جل کر وہ کام نہیں کر سکتی جتنا کام اس اکیلا اکیلے سے لے لیتا ہے۔(اکیلا اکیلے، یہ الفاظ مکرر ہیں کمپوزر کی غلطی نہیں۔) تو ابراہیم علیہ السلام نے پوری امت جتنا کام کیا ہے قَانِتًا لِّلّٰهِ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار تھے۔رب تعالیٰ نے فرمایا ملک چھوڑ دے، ملک چھوڑ دیا، رب تعالیٰ تعالیٰ نے فرمایا بیوی بچے کو لے کر جنگل بیابان میں چھوڑ آ جہاں کوئی آدمی نہیں، چھوڑ آئے۔بچہ جب چلنے پھرنے کے قابل ہوا فرمایا اس کو ذبح کر دو، ذبح کیلئے تیار ہو گئے۔غرضیکہ کسی حکم سے انکار نہیں کیا حَنِيْفًا حنیف کا معنیٰ ہے ایک طرف ہونے والا، جو ایک طرف ہونے والے تھے سب مذاہب اور ادیان کو ٹھکرا کر۔پھر اس کا معنیٰ مفسرین موحد

کرتے ہیں۔ صرف ایک رب کی توحید کے قائل تھے کسی اور طرف جانے والے نہیں تھے۔ مشرکو! تم بھی سن لو کان کھول کر وَلَمْ یَکُ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہیں تھے۔ ظالمو! تم نے بیت اللہ کی دیواروں پر تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے ہیں جن میں ابراہیم علیہ السلام کا مجسمہ بھی ہے اور اسماعیل علیہ السلام کا بھی، عیسیٰ علیہ السلام اور مریم علیہا السلام کا بھی، اور بھی بزرگوں کے بت تھے۔ ظالمو! جو گھر انہوں نے صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کیلئے بنایا تھا وہاں اوروں کی پوجا ہو رہی ہے اور کڑی تم ابراہیم علیہ السلام کیساتھ ملاتے ہو کہ ہم ابراہیمی ہیں۔

شکر گذاری اور ناشکری کی مثال :

شَاکِرًا لِاَنْعُمِہٖ اَنْعُمْ نِعْمَۃٌ کی جمع ہے وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے والے تھے اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناقدری کو گوارا نہیں کرتے تھے۔ بخاری وغیرہ میں روایت ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے قبیلہ بنو جُرہُم کی ایک عورت سے نکاح کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام شام کے علاقہ میں رہتے تھے کچھ عرصہ کے بعد ملاقات کیلئے آئے حضرت اسماعیل علیہ السلام گھر نہیں تھے بہو پہلے نہیں دیکھی تھی پوچھا تمہارا خاوند کہاں ہے؟ بتایا کہ شکار کرنے گئے ہوئے ہیں کبھی ایک دن بعد کبھی دو تین دن بعد آتے ہیں شکار کا گوشت ہم کھاتے ہیں اور زمزم کا پانی پیتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا بی بی! تمہاری گھریلو حالت کیسی ہے کس طرح کا گزران ہوتا ہے؟ کہنے لگی نَحْنُ بِشَرٍّ وَخَیْبَۃٍ "ہم تو مر گئے ہمارا تو کچھ بھی نہیں رہا۔" صرف گوشت کھاتے ہیں اور پانی پیتے ہیں اور کوئی چیز نہیں ملتی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ الفاظ سنے تو گوارا نہ کئے کہ پرندوں، خرگوشوں اور ہرنوں کا گوشت کھاتی ہے اور زمزم پیتی ہے اور ہے بھی خوب پہلوان اور رب

کی ناشکری کرتی ہے۔ فرمایا جس وقت خاوند آئے تو اس کو کہنا وہ پیغام دے گئے ہیں غَیِّـرْ عَتَبَةَ بَـابِ ''اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل دو۔'' حضرت ابراہیم علیہ السلام کو زیادہ دیر ٹھہرنے کی اجازت نہیں تھی واپس چلے گئے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام گھر آئے ملک شام کے تحفے تحائف دیکھے۔ فرمانے لگے یہ کون لایا ہے تو بی بی بولی ایک باباجی بزرگ آئے تھے یہ ان کا حلیہ تھا اور ٹھہرے نہیں اور زیادہ باتیں بھی نہیں کیں بس اتنی بات ہوئی کہ مجھ سے پوچھا تھا کہ تمہارا کیا حال ہے؟ تو میں نے کہا کہ ہم بڑے برے حال میں ہیں۔ تو اس پر انہوں نے کیا کہا؟ انہوں نے فرمایا غَیِّـرْ عَتَبَةَ بَـابِ ''دروازے کی چوکھٹ بدل دینا۔'' فرمایا وہ میرے والد ابراہیم علیہ السلام تھے اور یہ جو تو نے ناشکری کے الفاظ کہے ہیں یہ ان کو پسند نہیں آئے انہوں نے کہا ہے کہ میں تجھے طلاق دیدوں ایسی ناشکری بیوی کو گھر میں رکھنا صحیح نہیں ہے۔ چنانچہ اس کو طلاق دے دی ایک اور عورت کیساتھ نکاح کیا پھر ایک عرصے کے بعد ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے۔ اتفاق کی بات ہے کہ اس وقت بھی اسماعیل علیہ السلام گھر پر نہیں تھے بیوی بڑی بااخلاق تھی عزت کیساتھ بٹھایا کھانے پینے کے متعلق پوچھا فرمایا مجھے ضرورت نہیں ہے تمہارا گذران کیسا ہے؟ کہنے لگی الحمد للہ! اللہ تعالیٰ کا شکر ہے شکار کا گوشت کھاتے ہیں زمزم کا پانی پیتے ہیں اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔ فرمایا جس وقت تمہارا خاوند آئے تو اس کو کہنا اَثْبِتْ عَتَبَةَ بَابِ ''دروازے کی چوکھٹ کو قائم رکھنا۔'' ناشکری بڑے گناہوں میں سے ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا میں نے دوزخ میں زیادہ عورتیں جلتی ہوئی دیکھی ہیں۔ کیوں یَکْفُرْنَ الْعَشِیْرَ ناقدری کرتی ہیں خاوند کی ساری عمر مرضی کے مطابق چیز ملتی رہے اگر ایک آدھ مرتبہ نہ ملے تو کہتی ہے میں نے اس گھر میں کیا دیکھا ہے۔ یہی لفظ اس کو دوزخ میں لے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو ناشکری پسند نہیں آئی۔ فرمایا طلاق دیدو حالانکہ طلاق بڑی نامناسب چیز ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے اِنَّ اَبْغَضَ الْمُبَاحَاتِ عِنْدَ اللّٰہِ الطَّلَاقُ ''حلال چیزوں میں سے بری چیز اللہ تعالیٰ کے ہاں طلاق ہے۔'' تو فرمایا ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے والے تھے اِجْتَبٰـہُ اللہ تعالیٰ نے ان کو چنا وَھَدٰہُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ اور اللہ تعالیٰ نے ان کی راہنمائی کی صراط مستقیم کی طرف وَاٰتَیْنٰـہُ فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً اور دی ہم نے ان کو دنیا میں بھلائی۔ ساری قومیں ان کو عقیدت کیساتھ دیکھتی ہیں احترام کیساتھ نام لیتی ہیں اور سب اپنی کڑیاں ان کیساتھ ملاتے ہیں وَاِنَّـہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ اور بیشک وہ آخرت میں البتہ نیک لوگوں میں سے ہیں۔

درجاتِ انبیاءؑ :

اگر آنحضرت ﷺ کے فضائل الگ نہ ہوتے تو ان آیات سے شبہ پیدا ہوتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا درجہ سب سے بلند ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا درجہ سب سے بلند ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں اور آپ ﷺ کے بعد ابراہیم علیہ السلام کا نمبر ہے اور تیسرے نمبر پر موسیٰ علیہ السلام کا نمبر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ثُمَّ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ پھر ہم نے وحی کی آپ کی طرف اے محمد رسول اللہ ﷺ! اَنِ اتَّبِعْ مِلَّۃَ اِبْرٰھِیْمَ یہ کہ پیروی کر ابراہیم علیہ السلام کی ملت کی۔ مطلب یہ ہے کہ توحید پر قائم رہیں اور رب تعالیٰ نے جو احکام نازل کئے ہیں ان پر قائم رہیں حَنِیْفًا جو ایک طرف ہونے والے تھے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی طرف ان کا دھیان نہ تھا اور اے مشرکو! سن لو وَمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اور نہیں تھے وہ شرک کرنے والوں میں سے اور تم سر سے پاؤں تک شرک میں مبتلا ہو اور کہتے ہو ہم ابراہیمی ہیں لہٰذا تمہارا یہ دعویٰ بالکل غلط ہے۔ گستاخی معاف! اس کو ایسے ہی سمجھو جیسے آج

کل اہل بدعت اپنے آپ کو حنفی اور سنی کہتے ہیں حالانکہ معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے۔ میں پورے وثوق کیساتھ کہتا ہوں کہ بدعات کی تردید جتنی فقہ حنفی میں ہے اتنی اور کسی فقہ میں نہیں ہے اور جتنی رسومات ہندوؤں اور سکھوں کی ہیں وہ ساری ان میں پائی جاتی ہیں یہ سنی حنفی کیسے بن گئے؟ حاشا وکلا یہ نہ سنی ہیں نہ حنفی ہیں حنفیت ایسی چیزوں کی سختی کیساتھ رد کرتی ہے۔ چونکہ امام ابوحنیفہؒ کی شخصیت اس امت میں بڑی شخصیت ہے اس لئے یہ اپنی کڑی ان کیساتھ ملاتے ہیں۔ اسی طرح سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ بھی بڑی شخصیت اور اکابر اولیاء اللہ میں سے تھے لہذا ان کیساتھ بھی اپنی کڑی ملاتے ہیں حالانکہ وہ حنبلی مسلک کے تھے رفع یدین کرتے تھے آمین بلند آواز سے کہتے تھے اگر آج وہ ان کی مساجد میں آجائیں تو ان کو مار مار کر مسجدوں سے باہر نکال دیں جن کی یہ گیارہویں دیتے ہیں اور وہ آج کل کے غیر مقلدوں کی طرح حنبلی نہیں تھے کہ دوسروں کو مسلمان ہی نہ سمجھتے ہوں حاشا وکلا اتنا غلو بھی نہیں ہونا چاہئے اختلافی مسائل میں برداشت ہے۔ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی سب حق پر ہیں غلو بری شے ہے کہ یہ کہنا صرف میری نماز ہی ہوتی ہے اور کسی کی نہیں ہوتی۔

یہود کی نافرمانی اور اس کی سزا:

فرمایا اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ سَبْت کا معنی ہفتے کا دن۔ پختہ بات ہے مقرر کیا گیا ہفتے کا دن عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ان لوگوں پر جنہوں نے اس میں اختلاف کیا اکثر نے مچھلیوں کا شکار کیا۔ رب تعالیٰ کی نافرمانی کی یہودیوں کیلئے ہفتے کے دن چوبیس گھنٹے یعنی جمعہ کے دن سورج غروب ہونے سے لے کر ہفتے کے دن سورج غروب ہونے تک۔ سوائے عبادت کے ہر کام ناجائز تھا صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنی ہے لیکن انہوں نے

اس میں اختلاف کیا مچھلیوں کا شکار کرنا شروع کر دیا چونکہ بحر قلزم کے کنارے سے بستی ایلہ میں رہتے تھے۔ جس کو یہودی آج کل ایلات کہتے ہیں اور یہ اسرائیل کی بندرگاہ ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ ہفتے والے دن مچھلیاں بالکل پانی کے اوپر نظر آتی تھیں اور آگے پیچھے نظر نہیں آتی تھیں۔ ان لوگوں نے حیلہ کیا باہر بڑے بڑے حوض بنائے اور سمندر سے نالیاں نکالیں حوضوں میں پانی چھوڑتے مچھلیاں حوضوں میں چلی جاتی پیچھے سے بند کر دیتے دوسرے دنوں میں پکڑتے رہتے۔ سورۃ مائدہ آیت نمبر ۶۰ میں ہے وَجَعَلَ مِنۡهُمُ الۡقِرَدَةَ وَالۡخَنَازِيۡرَ ''اور بنایا ان میں سے بعض کو بندر اور بعض کو خنزیر۔'' جوانوں کو بندر اور بوڑھوں کو خنزیر کی شکل میں تبدیل کیا یہ تین دن رہے تین دن کے بعد اللہ تعالیٰ نے وہ سب ختم کر دیئے۔ آج کل جو بندر اور خنزیر ہیں یہ حیوانات کی نسل ہیں اُن کی نسل نہیں رہی تھی۔

یہ اتنی بڑی سزا ان کو ہفتے کے دن کی تعظیم نہ کرنے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کے نتیجے میں ہوئی۔ اُن کیلئے تو یہ حکم چوبیس گھنٹوں کیلئے تھا اور ہمارے لئے تو تقریباً دو گھنٹوں کیلئے یہ حکم ہے۔ جمعہ کی پہلی اذان سے لے کر امام کے سلام پھیرنے تک ہر وہ کام حرام ہے جس کا تعلق جمعہ کیساتھ نہیں ہے۔ وضو کر سکتے ہو، غسل کر سکتے ہو، کپڑے تبدیل کر سکتے ہو، خوشبو لگا سکتے ہو کیونکہ یہ تمام جمعہ کے لوازمات ہیں ان کے علاوہ کوئی بھی کام کرو گے تو حرام ہے۔ حتیٰ کہ احکام القرآن وغیرہ کتابوں میں تصریح ہے کہ اذان ہو جانے کے بعد نکاح بھی نہیں ہوتا دوبارہ پڑھانا پڑے گا اگر کسی نے پڑھایا ہے تو۔ حالانکہ نکاح کے بارے میں آتا ہے کہ نصف دین ہے لیکن جمعہ کیساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے لہذا پہلی اذان کے بعد نماز کے اختتام تک کوئی کام کرنا خریدنا، بیچنا، لکھنا، پڑھنا سب حرام ہے دوکاندار حضرات سمجھ لیں کہ پہلی اذان کے بعد نہ کوئی چیز بیچیں نہ خریدیں۔ یہ حرام کی

خوراک ہم پر اثر کرتی ہے۔ایک لقمہ حرام کا کھالیا تو حدیث پاک میں آتا ہے کہ بندہ چالیس دن اور چالیس راتیں دعا کی قبولیت سے محروم ہو جاتا ہے۔ ہمارا میلان نیکی کی طرف کیوں نہیں ہوتا اس لئے کہ ہماری خوراک حرام ہے۔اب رہا یہ سوال کہ کسی مسجد میں اذان جلدی ہو جاتی ہے اور کسی میں دیر سے؟ تو جس مسجد میں تم جمعہ پڑھتے ہو اس کی اذان کا اعتبار ہوگا۔تو ہمارے لئے تو دو گھنٹوں کی پابندی ہے اور ان کیلئے چوبیس گھنٹوں کی پابندی تھی اور نافرمانی پر اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں یہ سزا دی وَاِنَّ رَبَّکَ لَیَحْکُمُ بَیْنَهُمْ اور بیشک تیرا رب البتہ فیصلہ کرے گا ان کے درمیان یَوْمَ الْقِیٰمَةِ قیامت کے دن فِیْمَا کَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ان چیزوں میں جن میں یہ اختلاف کرتے تھے۔دنیا میں تو ان پر عذاب آیا لیکن صحیح فیصلہ قیامت والے دن ہوگا جب دوزخ میں جلیں گے تو پتہ چلے گا کہ رب تعالیٰ کی نافرمانی کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۲۶﴾ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ ع ۱۶ / ۲۲

اُدْعُ آپ دعوت دیں اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ اپنے رب کے راستے کی طرف بِالْحِکْمَةِ دانائی کیساتھ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ اوراچھی نصیحت کیساتھ وَجَادِلْهُمْ اور جھگڑا کریں ان کیساتھ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ایسے طریقے کیساتھ جو بہت اچھا ہو اِنَّ رَبَّکَ بیشک تیرا رب هُوَ اَعْلَمُ وہ خوب جانتا ہے بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ اس کو جو گمراہ ہوا اس کے راستے سے وَهُوَ اَعْلَمُ اور وہ خوب جانتا ہے بِالْمُهْتَدِیْنَ ہدایت پانے والوں کو وَاِنْ عَاقَبْتُمْ اور اگر تم بدلہ لو فَعَاقِبُوْا پس بدلہ لو بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ اس کے مثل جتنی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہے وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ اور اگر تم صبر کرو لَهُوَ خَیْرٌ لِّلصّٰبِرِیْنَ البتہ صبر بہت ہی بہتر ہے صبر کرنے والوں کیلئے وَاصْبِرْ اور آپ صبر کریں وَمَا صَبْرُکَ اِلَّا بِاللّٰهِ اور نہیں ہے آپ کا صبر کرنا مگر اللہ تعالیٰ کی مدد کیساتھ وَلَا تَحْزَنْ عَلَیْهِمْ اور آپ غم نہ

کریں ان پر وَلَا تَکُ فِیْ ضَیْقٍ اور نہ ہوں آپ تنگی میں مِمَّا یَمْکُرُوْنَ اس چیز سے جو وہ تدبیر کرتے ہیں اِنَّ اللّٰـهَ بیشک اللہ تعالیٰ مَعَ الَّذِیْنَ ان لوگوں کیساتھ ہے اتَّقَوْا جو ڈرتے ہیں وَّالَّذِیْنَ اور ان لوگوں کیساتھ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ جو نیکی کرنے والے ہیں۔

بلند ترین منصب، منصب رسالت ونبوت ہے :

اللہ تعالیٰ کی مخلوق کیلئے سب سے بلند درجہ اور مقام نبوت ورسالت کا ہے۔ جس طرح ملک میں کوئی وزیر اعلیٰ ہوتا ہے کوئی وزیر خارجہ ہوتا ہے کوئی وزیر داخلہ ہوتا ہے مگر ملکی اصطلاح میں سب سے بڑا عہدہ اور منصب صدارت کا ہے۔ رسول اللہ تعالیٰ سے پیغام لیتا ہے اور مخلوق خدا کو پہنچاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبوت اور رسالت کا یہ درجہ پیغمبروں کو عطا فرمایا اگر تبلیغ یعنی دعوت الی اللہ سے بہتر کوئی کام ہوتا تو عہدے کے مطابق اللہ تعالیٰ وہ ان کے سپرد کرتا لیکن حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر امام الانبیاء خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تک جتنے بھی پیغمبر تشریف لائے ان کو دعوت الی اللہ کی ہی ڈیوٹی سونپی گئی۔ اس کیلئے انہوں نے ماریں کھائی، وطن چھوڑا، تکلیفیں برداشت کیں، بہت کچھ ہوا لیکن انہوں نے کام اور مشن کو نہیں چھوڑا۔

حضور اکرم ﷺ بحیثیت داعی :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلاً مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ [سجدہ:۳۳] ''اور اس شخص سے بہتر بات کس کی ہو گی جو بلاتا ہے اللہ کی طرف اور نیک عمل کرتا ہے اور کہتا ہے بیشک میں فرمانبرداروں میں

سے ہوں۔ اسی سلسلے میں اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کو خطاب کر کے فرماتے ہیں اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ اے نبی کریم ﷺ! آپ دعوت دیں لوگوں کو اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت کا طریقہ کیا ہے؟ فرمایا بِالْحِکْمَةِ بڑی دانائی کیساتھ کہ پہلے قرآن پاک کا حوالہ دیا جائے کہ بھئی دیکھو قرآن پاک میں یہ ہے کیونکہ قرآن کریم کی عزت و احترام سب مسلمانوں کے دل میں ہے پھر اپنے دعوے پر حدیث شریف کا حوالہ دیا جائے پھر بزرگان دین کا حوالہ دیا جائے کہ انہوں نے یہ فرمایا ہے اور مبلغ کا لہجہ ایسا ہو کہ جس میں لوگوں کی حقارت نہ ہو مثلاً یہ نہ کہے کہ او جاہلو! او بیوقوفو! میری بات سنو! اس طرح تو کوئی بھی نہیں سنے گا وہ بے چارے جاہل اور ناواقف ہیں ان کیساتھ نہایت پیار کی بات کرنی چاہئے جسطرح جسمانی مریض کا مزاج بیماری کی وجہ سے چڑچڑا ہو جاتا ہے کڑوی دوائی دو تو حکیم ڈاکٹر کیساتھ بھی لڑتا ہے اور گھر کے افراد کیساتھ بھی کہ مجھے یہ دوا نہ کھلاؤ نہ پلاؤ لیکن ڈاکٹر حکیم نہایت نرمی کیساتھ کہتے ہیں بیٹا بھائی یہ تیرے لئے مفید ہے سختی نہیں کریں گے اور جیسے جسمانی بیماریوں سے مزاج بگڑ جاتا ہے اس سے کہیں بڑھ کر روحانی بیماریوں میں بگڑ جاتا ہے۔ جب سچی بات ہوگی تو چڑے گا لہذا لہجہ اور انداز نرم ہونا چاہئے۔ موقف میں نرمی نہیں ہونی چاہئے اور بات دلائل کیساتھ کرنی چاہئے تاکہ لوگ سمجھیں وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ اور اچھی نصیحت کیساتھ، ان کی خیر خواہی کے ساتھ۔

ایک موقع پر خرقوس بن زہیر ﷺ نے نماز پڑھی دیہات کے رہنے والے تھے۔ نماز کے بعد دعا مانگی اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِیْ وَمُحَمَّدًا ﷺ وَلَا تَرْحَمْ مَعَنَا اَحَدًا ''اے اللہ اپنی رحمت مجھ پر نازل فرما اور محمد ﷺ پر اور کسی پر نازل نہ فرما۔'' آنحضرت ﷺ نے فرمایا تو نے رب تعالیٰ کی وسیع رحمت کو تنگ کر دیا ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت تو سب کیلئے ہے۔ دعا کر

کے جس وقت اٹھا تو مسجد میں پیشاب کر دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اٹھے اور کہا او، او..... کیا کر رہے ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہ روکو کرنے دو۔ نہ روکنے کی ایک وجہ محدثین کرامؒ یہ بیان فرماتے ہیں کہ اب تو مسجد کا ایک کونہ پلید ہوگا دوڑے گا تو ساری مسجد کو ناپاک کرے گا۔

اور دوسری وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ اس کو پیشاب کی کوئی تکلیف تھی اس لئے مجبوراً اس نے کیا تھا روکو گے تو تکلیف زیادہ ہوگی۔ جب وہ پیشاب سے فارغ ہوا تو آنحضرت ﷺ نے اس کو بلایا اور نہایت نرمی کیساتھ فرمایا دیکھو بھئی! یہ مسجدیں نماز کیلئے ہیں، قرآن پاک کی تلاوت کیلئے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کیلئے ہیں یہ پیشاب پاخانے کیلئے نہیں ہیں اور جو صحابہ کرام سختی اور مارنے کیلئے اٹھے تھے ان کو آپ نے فرمایا اِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُیَسِّرِیْنَ وَلَا مُعَسِّرِیْنَ ''اللہ تعالیٰ نے تمہیں نرمی کیلئے اٹھایا ہے سختی کرنے کیلئے نہیں بھیجا۔'' اندازہ لگاؤ مسجد نبوی میں پیشاب کر رہا تھا آپ ﷺ نے وہاں بھی فرمایا نرمی کرو۔ آپ ﷺ جس وقت مبلغین کو باہر بھیجتے تھے تو فرماتے یَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا نرمی کرنا سختی نہ کرنا۔ تو فرمایا دانائی کیساتھ، پیار کیساتھ اور خیر خواہی کیساتھ ان کو سمجھاؤ۔ اور تیسرا درجہ وَجَادِلْهُم بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ اور جھگڑا کریں ان کیساتھ ایسے طریقے کیساتھ جو بہت اچھا ہو۔ کیونکہ سچی بات ہر آدمی کو تو موافق نہیں آتی کسی وقت جھگڑا بھی ہو جاتا ہے تو جھگڑا بہتر طریقے کیساتھ کرنا چاہئے۔

حضرت امام اہلسنتؒ کے سمجھانے کا انداز :

اس کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ جس انداز میں وہ بات کر رہا ہے اس کو اسی انداز میں جواب دو۔ میں سمجھاتے کیلئے اپنا ایک واقعہ سناتا ہوں۔ گکھڑ کالج میں میں نے الحمدللہ چالیس سال درس دیا ہے۔ کافی کلاسیں ہوتی تھیں اوسطاً پانچ چھ سو آدمی ہوتا تھا میرے

ان عاقبتم فعاقبوا بمثل ماعوقبتم به کا شان نزول :

اگلی آیت کا شان نزول یہ ہے کہ احد کے مقام پر آپ ﷺ کے چچا محترم حضرت حمزہ ؓ کو بڑی بے دردی کیساتھ شہید کیا گیا۔ آپ ﷺ کے صرف دو چچا مسلمان ہوئے تھے ایک حضرت حمزہ اور دوسرے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، تو حضرت حمزہ ؓ کو بڑی بے دردی کیساتھ شہید کیا گیا پیٹ چاک کر کے کلیجہ نکالا گیا، کان کاٹے گئے، ناک کاٹا گیا، شکل بگاڑ دی گئی اس کو عربی میں مُثلہ کہتے ہیں کہ میت کی شکل بگاڑ دی جائے۔ آنحضرتؐ نے اس سے منع فرمایا ہے نَهٰى عَنِ الْمُثْلَةِ ۔ تمہارا مقصد اللہ تعالیٰ کے دشمن کی جان نکالنا ہے پس قتل کر دو شکل نہ بگاڑو۔ تو حضرت حمزہ ؓ کیساتھ بڑی زیادتی کی جب آنحضرت ﷺ نے ان کو دیکھا تو طبعاً آپ ﷺ کو تکلیف ہوئی اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہم بھی ان کیساتھ ایسا ہی کریں گے ان کی شکلیں بگاڑیں گے تو اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاِنْ عَاقَبْتُمْ اور اگر تم بدلہ لو فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ پس بدلہ لو اس کے مثل جتنی تکلیف تمہیں پہنچائی گئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہم ان کے ستر آدمیوں کا مثلہ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہ اس طرح نہیں بلکہ جتنی تکلیف تمہیں دی گئی ہے اتنی ہی تم دے سکتے ہو لیکن بعد میں مثلہ کرنے سے بھی منع کر دیا گیا کہ انسان چاہے کسی درجے کا ہو بحیثیت انسان ہونے کے اس کا احترام ہے اسی لئے حکم ہے کہ انسان کے اعضاء کی حفاظت کرو اگر انسان کا احترام ختم ہو جائے تو لوگ اس کی کھال اتار کر جوتیاں بنائیں گے اور اعضاء بیچے جائیں گے۔ اور اس وقت دنیا میں بہت کچھ ہو رہا ہے۔ اخبارات میں پڑھتے ہیں کہ فلاں علاقے میں مردوں کو اٹھا کر بیچ دیتے ہیں رب جانے ان کا کیا کرتے ہونگے۔

خیال کے مطابق چالیس سال میں بیس بائیس ہزار آدمی وہاں سے قرآن پڑھ کر گئے ہیں۔
ایک دفعہ داڑھی کا مسئلہ آیا پرنسپل صاحب کی موجودگی میں میں نے بڑے احسن طریقے کیساتھ بتایا کہ لوگ داڑھی کو سنت سمجھتے ہیں یہ سنت نہیں واجب ہے اور واجب عملی طور پر فرض ہوتا ہے۔ عملی لحاظ سے واجب اور فرض میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اس پر میں نے کچھ احادیث بھی بیان کیں اور ترغیب دی۔ ایک صاحب کھڑے ہو کر کہنے لگے کہ آپ نے داڑھی کے متعلق بڑی ترغیب دی ہے مگر یہ تو فطرت کے خلاف ہے۔ میں نے کہا داڑھی فطرت کے خلاف کیسے ہے وہ صاحب کہنے لگے بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو اس کی داڑھی نہیں ہوتی تو معلوم ہوا کہ داڑھی فطرت کے خلاف ہے۔ یہ اس کا جدال اور جھگڑا تھا۔ میں نے کہا جی بھائی اگر آپ کی منطق تسلیم کرلیں تو دانت بھی توڑ دیں کیونکہ پیدائش کے وقت دانت نہیں تھے اور یہ کپڑے جو پہنے ہوئے ہیں یہ بھی اتار پھینکیں کیونکہ پیدائش کے وقت کونسے کپڑے تھے۔ دو دو روٹیاں کھانا بھی فطرت کیخلاف ہے کیونکہ اس وقت ماں کا پستان چوستے تھے، بولنا بھی فطرت کیخلاف ہے، پیدائش کے وقت تو روں روں کرتے تھے تم روں روں کرو، کوئی سمجھے یا نہ سمجھے چلنا پھرنا بھی فطرت کے خلاف ہے اس وقت کب چل سکتے تھے؟ اس پر سب ہنس پڑے۔ تو یہ ہے احسن جدال کہ جس انداز کیساتھ کوئی بات کرے اسی انداز میں اس کو سمجھاؤ۔ بعض دفعہ اس کو اسی کی بولی میں سمجھانا پڑتا ہے۔ اِنَّ رَبَّکَ بیشک تیرا رب هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ وہ خوب جانتا ہے اس کو جو گمراہ ہوا ہے اس کے راستے سے وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت پانے والوں کو۔ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز مخفی نہیں ہے نہ گمراہ اور نہ ہدایت یافتہ۔

(ایک نمازی نے سوال کیا کہ آنکھوں کا عطیہ دینا کیسا ہے؟ فرمایا یہ بھی ٹھیک نہیں ہے۔)

یہ تو مثلہ ہو گیا بلکہ ایک حدیث کے مطابق مردے کی ہڈی توڑنا اس کے اعضاء کو بدلنا سخت منع ہے۔ تو فرمایا کہ اگر تم بدلہ لینا چاہو تو بدلہ لو اتنا جتنی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہے وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ اور اگر تم صبر کرو بدلہ نہ لو لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ البتہ یہ صبر بہت ہی بہتر ہے صبر کرنے والوں کیلئے۔ آگے آنحضرت ﷺ کو خطاب کر کے رب تعالیٰ نے فرمایا ہے وَاصْبِرْ اور آپ صبر کریں۔ کیونکہ تمام انسانوں کا معاملہ اور ہے اور آپ ﷺ کا اور ہے۔ اگر معاذ اللہ تعالیٰ آپ بھی ایسا کرنے لگ جائیں تو آپ میں اور عوام میں کیا فرق ہوگا؟ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ اور نہیں ہے آپ کا صبر کرنا مگر اللہ تعالیٰ کی مدد کیساتھ۔ آنحضرت ﷺ بڑے صابر تھے کیونکہ ایسے بد بخت بھی تھے جو آنحضرت ﷺ کے سامنے کھڑے ہو کر کہتے تھے سٰحِرٌ كَذَّابٌ یہ بڑا جادوگر ہے بڑا جھوٹا ہے، مجنوں کہتے تھے کہ پاگل ہے، مفتری کہتے تھے کہ افترا باندھنے والا ہے۔ اندازہ لگائیں یہ کتنے سنگین الفاظ ہیں؟ اور یہ سارے الفاظ قرآن مجید میں موجود ہیں لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ جواب نہیں دیتے تھے اور توحید کا بیان جاری رکھتے تھے۔ نوح علیہ السلام کو کہا گیا كَذَّابٌ اَشِرٌ بڑا جھوٹا اور شرارتی ہے۔ کتنے سنگین الفاظ ہے؟ لیکن کسی پیغمبر نے کوئی جواب نہیں دیا سارا قرآن پڑھ لو۔ ان کی جگہ ہم ہوتے تو کہتے تمہارا باپ جھوٹا تمہارا دادا جھوٹا تمہارا خاندان جھوٹا لیکن اللہ تعالیٰ کے پیغمبر بہت بلند لوگ ہوتے ہیں اور اولوالعزم ہوتے ہیں۔ دیکھو وہ جھوٹا کہہ رہے ہیں، پاگل کہہ رہے ہیں، شرارتی کہہ رہے ہیں اور یہ فرماتے ہیں يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ۔

اصحاب الرس کی تفسیر :

قرآن پاک میں دوجگہ اَصۡحٰبُ الرَّسِّ کا ذکر آیا ہے، کھوہ والے۔ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ یمن کا علاقہ تھا، حضرت حنظلہ بن صفوان علیہ السلام نے ان کو تبلیغ کی عَبۡدٌ اَسۡوَدُ حَبۡشِیٌّ صرف ایک کالے رنگ کا غلام مسلمان ہوا اور کسی نے کلمہ نہیں پڑھا۔ لوگوں نے ان کی تبلیغ سے تنگ آ کر میٹنگ کی کہ ان کو کسی کنویں میں پھینک دیں اور اوپر چٹان رکھدیں خود بخود مر جائے گا چنانچہ شہر سے باہر دور افتادہ ایک پرانا کنواں تھا اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو اس میں پھینک دیا اور اوپر بھاری چٹان رکھ دی اس کو کوئی ہلا نہیں سکتا تھا۔ وہ کالے رنگ کا غلام رات کو جاتا اور روٹی سوراخ سے نیچے گرا دیتا تھا اور کہتا کہ اگر مجھے حکم ہو تو میں بھی کسی کنویں میں چھلانگ لگا دوں؟ وہ فرماتے نہیں! میں نے خود تو چھلانگ نہیں لگائی ظالموں نے مجھے ڈالا ہے۔

کافی دنوں کے بعد لوگ گئے چٹان ہٹائی اور تمسخر کیا کَیۡفَ بِکَ یَا حَنۡظَلَۃُ حنظلہ تمہارا کیا حال ہے؟ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے اس گہرے کنویں میں کہا یٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمۡ مِّنۡ اِلٰہٍ غَیۡرُہٗ اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی الٰہ نہیں ہے، اس کے سوا تمہاری عبادت کے لائق اور کوئی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے اس حال میں بھی مشن کو نہیں چھوڑا لوگوں نے کہا کہ بڑا سخت جان ہے نہ مرتا ہے نہ بات چھوڑتا ہے۔ پھر انہوں نے کنویں میں ریت، مٹی اور پتھر ڈال کر پیغمبر کو زندہ دفن کر دیا۔ تو فرمایا آپ صبر کریں اور آپ کا صبر کرنا اللہ تعالیٰ کی مدد کیساتھ ہوگا وَلَا تَحۡزَنۡ عَلَیۡھِمۡ اور آپ غم نہ کریں ان پر وَلَا تَکُ فِیۡ ضَیۡقٍ مِّمَّا یَمۡکُرُوۡنَ اور نہ ہوں آپ تنگی میں اس چیز سے جو وہ تدبیریں کرتے ہیں ان کی تدابیر سے پریشان نہ ہوں کیوں؟ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ

الَّذِیْنَ اتَّقَوْا بیشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کیساتھ ہے جوڈرتے ہیں رب تعالیٰ سے وَّالَّذِیْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ اوران لوگوں کیساتھ جونیکی کرنے والے ہیں۔جب اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہوتو کوئی کسی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

آج بروز سوموار ۲ جمادی الثانی ۱۴۳۱ھ بمطابق ۱۷ رمئی ۲۰۱۰ء کو

سورہ نحل مکمل ہوئی۔

والحمد لله على ذلك

(مولانا) محمد نواز بلوچ

مہتمم: مدرسہ ریحان المدارس جناح روڈ، گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفسیر

سورۃ بنی اسرآئیل

(مکمل)

جلد.............۱۱

سُوْرَةُ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مَکِّیَّةٌ وَّھِیَ مِائَةٌ وَّاِحْدٰی عَشَرَةَ اٰیَةً وَّاثْنَا عَشَرَ رُکُوْعًا ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ① وَاٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًی لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِیْ وَکِیْلًا ؕ ② ذُرِّیَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ؕ اِنَّهٗ کَانَ عَبْدًا شَکُوْرًا ③

سُبْحٰنَ پاک ہے الَّذِیْٓ وہ ذات اَسْرٰی جو لے گئی بِعَبْدِهٖ اپنے بندے کو لَیْلًا ایک ہی رات میں مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ مسجد حرام سے اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا مسجد اقصیٰ تک الَّذِیْ وہ مسجد اقصیٰ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ برکت رکھی ہے ہم نے اس کے اردگرد لِنُرِیَهٗ تاکہ ہم دکھائیں اس بندے کو مِنْ اٰیٰتِنَا اپنی نشانیوں میں سے کچھ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ بیشک وہ ذات سننے والی ہے دیکھنے والی ہے وَاٰتَیْنَا اور دی ہم نے مُوْسَی الْکِتٰبَ موسیٰ علیہ السلام کو کتاب وَجَعَلْنٰهُ هُدًی اور ہم نے بنایا اس کو ہدایت لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ بنی اسرائیل کیلئے اَلَّا تَتَّخِذُوْا یہ کہ نہ بناؤ تم مِنْ دُوْنِیْ میرے سوا وَکِیْلًا کسی کو کارساز ذُرِّیَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ اے اولاد ان لوگوں کی جن کو سوار کیا ہم نے نوح علیہ السلام کیساتھ اِنَّهٗ کَانَ عَبْدًا شَکُوْرًا بیشک وہ اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بندے تھے۔

سورہ بنی اسرائیل کی وجہ تسمیہ :

اس سورت کا نام بنی اسرائیل ہے۔ اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب تھا ان کے بارہ بیٹے تھے بیٹی کوئی نہیں تھی۔ ان بارہ بیٹوں میں سے ایک یوسف علیہ السلام بھی تھے جن کے پورے حالات سورت یوسف میں مذکور ہیں۔ ان بارہ بیٹوں کی آگے نسل در نسل چلی اور بہت صدیوں تک اقتدار انہی کے پاس رہا۔ ان میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک چار ہزار پیغمبر بھیجے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی انہی کی طرف آئے تھے۔ سوۃ آلِ عمران آیت نمبر ۴۹ میں ہے وَرَسُوْلاً اِلٰی بَنِیْٓ اِسْـرَآءِ یْلَ. کسی قوم میں ایک نبی بھیجا جائے تو وہ قوم بڑی شان والی ہو جاتی ہے اور ان میں تو چار ہزار پیغمبر آئے ہیں لیکن انہوں نے ناشکری کی وَیَـقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ الْحَقِ اللہ تعالیٰ کے نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے حق کہنے کی پاداش میں۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کے کچھ حالات :

حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق تاریخ بتلاتی ہے کہ اس وقت ایک نوجوان بادشاہ تھا باوجود اس کے کہ اس کی بیویاں بھی تھیں اور لونڈیاں بھی تھیں اس نے اپنی سگی بھانجی کیساتھ نکاح کا ارادہ کیا حالانکہ ان کی شریعت میں یہ حرام تھا جسطرح ہماری شریعت میں حرام ہے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے سنا کہ بادشاہ اس طرح کا ارادہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے معصوم پیغمبر نے خیال فرمایا کہ اگر میں اس وقت خاموش رہا تو رب تعالیٰ کی طرف سے پوچھا جائے گا کہ تم نے اس کو روکا کیوں نہیں؟ حضرت یحییٰ علیہ السلام اپنے حواریوں کیساتھ اس کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ تم اپنی حقیقی بھانجی کیساتھ نکاح کرنا چاہتے ہو اس کی تحقیق کرنے کیلئے آیا ہوں۔ کہنے لگا تمہیں اس سے کیا

ہے میں کروں یا نہ کروں؟ یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہوں میرا فرض ہے حق بات سے آگاہ کرنا یحییٰ علیہ السلام نے نہایت نرمی کیساتھ سمجھانے کی کوشش کی مگر اس پر بھانجی کا عشق سوار تھا اس ظالم نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو شہید کر دیا، زکریا علیہ السلام کو بھی لوگوں نے شہید کیا۔ ایک موقع پر ان ظالموں نے تینتالیس (۴۳) پیغمبر ایک دن میں شہید کئے تو یہ ایسی ظالم قوم ہے۔ دنیا کی ذہین اور ضدی قوموں میں بنی اسرائیل ہے۔ اس سورت میں ان کا ذکر ہے اس لئے اس سورت کا نام بنی اسرائیل ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اس سے پہلے انچاس سورتیں نازل ہو چکی تھیں پچاسواں نمبر اس کا ہے۔ اس کے بارہ رکوع اور ایک سو گیارہ آیات ہیں۔ پہلی آیت کریمہ میں اسراء کا ذکر ہے۔ نہایت مختصر طریقے سے میں بات عرض کرتا ہوں غور سے سنیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ قادر مطلق ہے وہ اسباب کے تحت بھی کام کرتا ہے اور مافوق الاسباب بھی کام کرتا ہے۔ دیکھو! عام بچے ماں باپ کے ذریعے پیدا ہوتے ہیں مگر آدم علیہ السلام کی نہ ماں ہے نہ باپ ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ہے والد کوئی نہیں ہے ان کو اللہ تعالیٰ نے خرق عادت اور خلاف عادت کے طور پر پیدا کیا ہے اور دنیا میں اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں جو خلاف عادت ہیں ایسی خلاف عادت چیزیں اگر کسی پیغمبر کے ہاتھ سے صادر ہوں تو ان کو معجزہ کہتے ہیں اور اگر ولی کے ہاتھ سے صادر ہوں تو ان کو کرامت کہتے ہیں۔ معجزہ بھی حق ہے اور کرامت بھی حق ہے۔ قرآن اور احادیث متواترہ سے اس کا ثبوت ہے اور اجماع امت بھی ہے۔

آنحضرت ﷺ کے تین بڑے معجزے:

آنحضرت ﷺ کے بے شمار معجزات تھے مگر تین معجزے بڑے اہم تھے اور تینوں

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کیساتھ سامنے موجود ہیں۔ایک معجزہ قرآن کریم ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے کافروں کو چیلنج کیا کہ اگر یہ رب تعالیٰ کی کتاب نہیں ہے اور مخلوق میں سے کسی نے بنائی ہے تو تم سب انسان اور جن مل کر اس جیسی ایک چھوٹی سی سورت لے آؤ۔تین سورتیں سب سے چھوٹی ہیں۔

۱)......سورۃ العصر، تین آیات ہیں (۲)......سورۃ الکوثر، تین آیات ہیں

(۳) اور......سورۃ النصر، تین آیات ہیں۔

فرمایا اگر نہ کرسکو اور یقیناً نہیں کرسکو گے تو عذاب الٰہی سے بچو۔آج تک الحمد للہ! قرآن پاک کی ایک چھوٹی سی سورت کے مثل بھی کوئی نہیں لا سکا۔دوسرا اہم اور بڑا معجزہ چاند کا دو ٹکڑے ہونا ہے۔جس کا ذکر سورۃ القمر ستائیسویں پارے میں موجود ہے۔ چودھویں رات کا چاند تھا بڑے بڑے اہم کافر مشرک اکٹھے ہو کر آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے چاند دو ٹکڑے ہو جائے تو ہم آپ کو تسلیم کرلیں گے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ معجزے رب تعالیٰ کی قدرت کیساتھ ہوتے ہیں لیکن اگر اللہ تعالیٰ میری تائید اور تصدیق کیلئے ایسا کردے تو تسلیم کرلو گے؟ کہنے لگے ہاں۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ ﷺ کی تائید کیلئے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا ایک ٹکڑا مشرق کی طرف اور دوسرا مغرب کی طرف، سب نے آنکھوں سے دیکھا اور ایک دوسرے سے پوچھتے تھے تجھے بھی دو ٹکڑے نظر آرہے ہیں، تجھے بھی دو ٹکڑے نظر آرہے ہیں وہ کہتا ہاں! دور جا کر دیکھا دو ٹکڑے ہی نظر آتے تھے وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ''اور کہنے لگے یہ جادو ہے جو مسلسل چلا آرہا ہے۔'' ایک نے بھی تسلیم نہ کیا۔اور تیسرا اہم معجزہ معراج شریف کا ہے جس کا ذکر یہاں ہے۔

واقعہ معراج اختصار کیساتھ :

معراج شریف کا قصہ مختصراً یہ ہے کہ نبوت کے ملنے کے دس سال بعد ہجرت سے تقریباً تین سال پہلے آنحضرت ﷺ ام ہانی کے گھر تھے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بڑی ہمشیرہ تھیں فاختہ نام تھا ہجرت کے آٹھویں سال مسلمان ہوئی ہیں ان کا گھر حجر اسود سے جنوب مشرق کی طرف تقریباً ایک سو قدم کے فاصلے پر تھا آج وہاں بہت بڑا دروازہ ہے جس کے اندر بھی لکھا ہوا ہے ''باب ام ہانی'' اور باہر بھی جلی حروف کیساتھ لکھا ہوا ہے ''باب ام ہانی'' اس وقت وہ گھر مسجد حرام میں آ گیا ہے۔ رات کا وقت تھا آپ ﷺ کے دائیں طرف حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سوئے ہوئے تھے اور بائیں طرف حضرت عقیل رضی اللہ عنہ تھے اور نیچے سوئے ہوئے تھے۔ آج بھی عرب عموماً زمین پر سوتے ہیں چار پائی پر بھی سوتے ہیں لیکن بہت کم۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام آئے اور فرشتے بھی ان کے ساتھ تھے۔ انہوں نے آپس میں گفتگو کی ایک نے کہا کہ ہمارا مطلوب ان میں سے کون ہے؟ دوسرے نے کہا اوسطؔ جو درمیان میں ہے اس کو ہم نے لے جانا ہے۔ چنانچہ چھت پھاڑی گئی اور آنحضرت ﷺ کو اٹھالیا اور حطیم کعبہ میں لے جا کر آپ ﷺ کو بٹھایا۔ حطیم بیت اللہ کا وہ حصہ ہے جس پر چھت نہیں ڈالی گئی۔ آپ ﷺ کا سینہ مبارک چاک کیا گیا اور اس میں عالم بالا کیلئے استعداد رکھی گئی اور جو حکمت مطلوب تھی اور پھر اس کو سی دیا گیا اور ایک جانور لایا گیا جو خچر سے ذرا ہلکا تھا اور گدھے سے ذرا بھاری تھا نام اس کا براق تھا۔ بُراق برق سے مشتق ہے اور برق کا معنٰی بجلی ہے۔ انسان کی ایجاد کی ہوئی بجلی جس سے یہ ٹیوبیں اور پنکھے وغیرہ چلتے ہیں اس کے متعلق سائنسدان کہتے ہیں کہ یہ ایک منٹ میں زمین کے ارد گرد پانچ سو دفعہ چکر لگا سکتی ہے اور جو رب تعالیٰ کی بنائی ہوئی بجلی ہے اس کی رفتار کا کوئی اندازہ لگا

سکتا ہے؟ آنحضرت ﷺ اور جبرائیل علیہ السلام دونوں آناً فاناً مسجد اقصیٰ جا پہنچے جس پر آج یہود کا قبضہ ہے۔ پہلے بھی ایک دور میں اس پر قبضہ ہوا تھا مگر اس وقت یہ مسلمان بڑے باغیرت مسلمان تھے۔ اللہ تعالیٰ نے صلاح الدین ایوبی جیسی شخصیت کو کھڑا کیا اس نے عیسائی کافروں کے پنجے سے آزاد کرایا۔ آج عوام میں غیرت ہے مگر بادشاہ سب کے سب بے غیرت ہیں الا ماشاء اللہ۔ اس وقت مسلمانوں کے چھپن (۵۶) ملک ہیں سوائے طالبان کے کسی ملک کے سربراہ میں غیرت نہیں ہے۔ ۱۹۶۷ء میں یہودیوں نے قبضہ کیا اور ابھی تک اس کی آزادی کا کوئی انتظام نہیں ہوا ہے۔ آج مسجد اقصیٰ مسلمانوں کو پکار رہی ہے کہ ہے کوئی مجھے رہا اور آزاد کرانے والا؟ مسجد اقصیٰ کی ابتدائی بنیاد حضرت یعقوب علیہ السلام نے رکھی تھی اس وقت چھوٹی سی اور سادہ تھی جب لوگ بڑھ گئے تو اس میں توسیع کی گئی پھر حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں پہلے سے زیادہ توسیع کی گئی پھر جب حضرت سلیمان علیہ السلام کا زمانہ آیا تو انہوں نے بڑے ٹھاٹھ باٹھ کیساتھ تعمیر کرائی۔ تو خیر آپ ﷺ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ پہنچے۔ اکثر مفسرین کرام اور محدثین عظام فرماتے ہیں کہ آپ نے جاتے ہوئے انبیاء کرام علیہم السلام کی امامت کرائی ہے اسی لئے آپ ﷺ کا لقب امام الانبیاء بھی ہے۔ اگر آپ امامت نہ کراتے تو امام الانبیاء کا لفظ بے معنٰی ہو کر رہ جاتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے جسم مبارک کیساتھ زندہ موجود تھے اور باقی پیغمبروں کی ارواح کو ان کی شکلوں میں لایا گیا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب کو اصلی اجساد کیساتھ آپ ﷺ کے اعزاز کیلئے لایا ہو۔ بہر حال آپ ﷺ نے جاتے ہوئے انبیاء کرام علیہم السلام کو نماز پڑھائی۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ کا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے آسمانوں سے واپسی پر نماز پڑھائی ہے اور یہ فجر کی نماز تھی۔ بہر حال اس پر سب کا اتفاق

ہے اور احادیث میں بھی موجود ہے کہ آپ ﷺ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو نماز پڑھائی ہے۔نماز کے بعد فرشتہ آپ ﷺ کو پہلے آسمان پر لے گیا دروازہ کھٹکھٹایا، دربانوں نے پوچھا کون ہے؟ کہا میں جبرائیل علیہ السلام ہوں مَنْ مَّعَکَ آپ کیساتھ کون ہے؟ بتایا کہ میرے ساتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔فرشتوں نے کہا مرحباً اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں نے آپ ﷺ کا نام سنا ہوا تھا دیکھا نہیں تھا۔پہلے آسمان پر ایک بوڑھے بزرگ بیٹھے ہوئے تھے ان کے دائیں طرف کچھ نشانات تھے جن کو دیکھ کر وہ خوش ہوتے تھے۔بائیں طرف بھی کچھ نشانات تھے ان کو دیکھ کر رو پڑتے تھے۔آپ ﷺ نے پوچھا کہ یہ بزرگ کون ہیں؟ اور ہنستے کیوں ہیں اور روتے کیوں ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ آپ کے باپ آدم علیہ السلام ہیں (یہ ان کی مثالی شکل تھی) ان کو جا کر سلام کرو۔آپ ﷺ نے ان کو جا کر سلام کیا۔وہ دائیں طرف والے اصحاب الیمین تھے جن کو قیامت والے دن پرچہ دائیں ہاتھ میں ملے گا اور بائیں طرف والے اصحاب الشمال تھے جن کو پرچہ بائیں ہاتھ میں ملے گا۔اہل ایمان کو دیکھ کر آدم علیہ السلام خوش ہوتے تھے اور کافروں اور نافرمانوں کو دیکھ کر پریشان ہوتے تھے اور روتے تھے آخر پدری شفقت تھی۔

پھر دوسرے آسمان پر پہنچے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔تیسرے، چوتھے، پانچویں آسمان پر پہنچے۔چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے پھر اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہوئی اور براہِ راست کلام ہوا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے امت محمدیہ ﷺ کیلئے تین تحائف :

اللہ تعالیٰ کی طرف سے تین چیزوں کا تحفہ ملا۔ایک پچاس نمازوں کا تحفہ اور سورت

بقرہ کی آخری آیات اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے لیکر آخر تک اور تیسری یہ بشارت کہ آپ ﷺ کا جو امتی اس حال میں مرا کہ اس نے میرے ساتھ کسی شے کو شریک نہ ٹھہرایا ہو تو میں اس کو بخش دونگا۔ جب آپ ﷺ واپس تشریف لائے تو موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کیا تحفہ لے کر آئے ہو؟ فرمایا چوبیس گھنٹوں میں پچاس نمازیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میرے تجربہ سے فائدہ اٹھاؤ کہ بنی اسرائیل پر چوبیس گھنٹوں میں صرف دو نمازیں تھیں وہ ان کی پابندی نہیں کر سکے آپ کی امت چوبیس گھنٹوں میں پچاس کیسے پڑھے گی لہذا ابھی وقت ہے اللہ تعالیٰ سے تخفیف کرالو۔ تو آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی۔ ایک اپیل میں پانچ نمازیں کم ہوئیں آپ ﷺ نے نو چکر لگائے تو پینتالیس (۴۵) نمازیں معاف ہوگئیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ایک چکر اور لگاؤ۔ فرمایا اِنِّیْ اِسْتَحْیَیْتُ مِنْ رَّبِّیْ اب مجھے اپنے رب سے حیا آتی ہے کہ تحفے میں سے کچھ نہ لے کر جاؤں سب معاف ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا پچاس بھی ہیں اور پانچ بھی ہیں۔ پچاس کیسے ہیں؟ فرمایا پڑھو گے پانچ ثواب پچاس کا دونگا۔ ہر ایک نیکی کا ثواب دس گنا ہے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا [انعام: ۱۶۰] ''جو شخص لایا ایک نیکی اس کیلئے دس گنا اجر ہے۔'' تو عمل کے لحاظ سے پانچ اور درجے کے لحاظ سے پچاس۔ یہ معراج جسمانی تھی روحانی نہیں تھی کہ یہ سب کچھ آپ ﷺ نے خواب میں دیکھا ہو بلکہ آپؐ نے بیداری کی حالت میں اِسی جسد خاکی کیساتھ سیر اور معراج کیا۔ اس رات حضرت ابو بکر صدیق ؓ کو کوئی ضرورت پیش آئی تھی۔ انہوں نے آکر آہستہ سے دروازہ کھولا اس کمرے کا جس میں آپ ﷺ رہتے تھے اور آپ کی چارپائی پر ہاتھ مار کر دیکھا آپ نہیں تھے۔ آنحضرت ﷺ جب معراج سے واپس آئے تو ابو بکر صدیق ؓ نے عرض کیا حضرت اِلْتَمَسْتُکَ عَلٰی فِرَاشِکَ فَلَمْ

اَجِدْکَ میں نے آپ ﷺ کو چارپائی پر دیکھا آپ نہیں تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں معراج پر گیا ہوا تھا۔ اگر یہ خواب کا واقعہ ہوتا تو آپ ﷺ چارپائی پر ہوتے کیونکہ خواب دیکھنے والے کا جسم تو غائب نہیں ہوتا۔ پھر آپ ﷺ نے اختصاراً بتلایا کہ اس طرح اللہ تعالیٰ کا فرشتہ آیا تھا اور مجھے لے گیا تھا عرش تک مجھے سیر کرائی ہے اور نمازوں کا تحفہ ملا ہے اور یہ یہ تحفہ ملا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بلا قیل وقال کہا اٰمَنْتُ وَصَدَّقْتُ آپ جو کچھ فرماتے ہیں اس پر میرا ایمان ہے اور میں تصدیق کرتا ہوں۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ جب لوگوں کو سنایا اور لوگوں نے ایک دوسرے کو سنایا تو کہنے لگے ابوبکر کا دماغ پھر گیا ہے، عقل ماری گئی ہے، عجیب عجیب باتیں کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ محمد ﷺ ایک ہی رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک گئے ہیں اور پھر آسمانوں پر بھی گئے ہیں ہم دو مہینوں میں مکہ مکرمہ سے مسجد اقصیٰ تک اونٹوں پر پہنچتے ہیں اور دو مہینوں میں واپس آتے ہیں چار ماہ لگ جاتے ہیں اور آپ ﷺ ایک رات میں ہو آئے ہیں سمجھ کی بات نہیں ہے۔ چنانچہ پھر یہ لوگ براہ راست آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور پوچھا کہ ابوبکرؓ اس طرح کہہ رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ابوبکر ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ مکہ والوں نے مسجد اقصیٰ کی نشانیاں دیکھ رکھی تھیں کیونکہ تاجر لوگ تھے وہاں آتے جاتے رہتے تھے اور حافظے ان لوگوں کے بڑے مضبوط ہوتے تھے انہوں نے آپ ﷺ سے کچھ نشانیاں پوچھی۔ حدیث میں آتا ہے لَمْ اُثْبِتْهُ میں نے ان نشانیوں کی طرف توجہ نہیں کی۔ مثلاً دیکھو اس مسجد کا سنگ بنیاد میں نے اپنے ان گنہگار ہاتھوں سے رکھا ہے اور سالہا سال سے میں اس میں آجا رہا ہوں۔ اگر تم مجھ سے پوچھو کہ اس کے دروازے کتنے ہیں، کھڑکیاں کتنی ہیں اور روشندان کتنے ہیں؟ تو میں تمہیں نہیں بتا سکتا کیونکہ مسجد میں آنا دروازے، کھڑکیاں، روشن دان گننے کی غرض سے تو

نہیں ہے نماز پڑھنے کیلئے آنا ہے درس دینے کیلئے آنا ہے۔ تو آپ ﷺ وہاں یہ چیزیں گننے کیلئے تو نہیں گئے تھے تو کافروں نے جب یہ چیزیں پوچھیں تو آپؐ پریشان ہو گئے اور کافروں نے بغلیں بجائیں کہ ابو بکرؓ جیسے بھولے کو منا سکتا ہے ہم سے منوائے۔ ان کو بات کرنے کا بہانہ مل گیا جب آتا تو کہنا اے محمد (ﷺ)! ہمیں بتاؤ کہ سنگ مرمر کے کتنے ستون ہیں اور سنگ بشب کے کتنے ہیں اور سنگ عقیق کے کتنے ہیں، چھوٹے منارے کتنے ہیں اور بڑے کتنے ہیں، برج کتنے ہیں وغیرہ وغیرہ سوال کرتے۔ ایک سارے اکٹھے ہو کر آئے آپ ﷺ نے فرمایا فَجَلَّى اللّٰهُ لِيَ البَيْتَ المقدس پس اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس میرے سامنے کر دیا وہ پوچھتے جاتے تھے اور میں ان کو بتلاتا جاتا تھا۔ ایک دوسرے کی طرف دیکھتے تھے کہ ٹھیک کہتے ہیں لیکن کسی نے تسلیم نہیں کیا۔ اس واقعہ کو اسراء کہتے ہیں۔ مسجد حرام سے لے کر مسجد اقصیٰ تک اور مسجد اقصیٰ سے آگے جو اوپر کا سفر ہے جس کا ذکر سورۃ النجم میں اور احادیث متواترہ میں موجود ہے اس کو معراج کہتے ہیں۔ واقعہ معراج کے متعلق جو عقلی و نقلی شبہات ہیں ان سب کے جوابات میں نے اپنی کتاب ''چراغ کی روشنی'' جس کا عربی نام ''ضوء السراج فی تحقيق المعراج'' ہے، اس میں دیئے ہیں۔ اور معراج کے متعلق میں نے تقریباً پینتالیس (۴۵) صحابہ کرامؓ سے روایات نقل کی ہیں اور اس پر مرزا غلام احمد قادیانی اور دیگر ملحدین کے اعتراضات بھی نقل کئے ہیں اور ان کے جوابات بھی دیئے ہیں۔ اس کا ذکر ہے سُبْحٰنَ الَّذِیْ پاک ہے وہ ذات اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ جو رات کو لے گئی اپنے بندے کو لَیْلًا صرف ایک رات میں۔ یہ جو قصے بنے ہوئے ہیں کہ اٹھارہ ہزار سال کی رات تھی اور یہ تھا اور وہ تھا نری خرافات ہیں۔ اگر وہ سردی کی رات تھی تو لمبی ہوگی اور گرمی کی تھی تو چھوٹی ہوگی۔ صرف ایک رات میں مِنَ الْمَسْجِدِ

الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ وہ مسجد اقصیٰ برکت رکھی ہے ہم نے اس کے اردگرد۔ ظاہری برکت بھی ہے کہ بڑا زرخیز علاقہ ہے، باغات ہیں، کھیت ہیں، درخت ہیں، پانی کے چشمے ہیں اور روحانی برکت بھی ہے کہ بے شمار انبیاء کرام علیہم السلام اس علاقے میں تشریف لائے اور وہاں ان کی قبریں ہیں لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا تاکہ ہم دکھائیں اس بندے کو اپنی نشانیوں میں سے کچھ، اسی لئے اس کو اوپر لے گئے تاکہ اپنی کچھ نشانیاں اس کو دکھائیں۔ آپ ﷺ نے جنت بھی دیکھی دوزخ بھی، پہلا آسمان، دوسرا آسمان بے شمار نشانیاں دیکھیں۔ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ بیشک وہ ذات سننے والی ہے دیکھنے والی ہے سب کچھ اس کے علم میں ہے وَاٰتَیْنَا مُوْسَی الْكِتٰبَ اور دی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب تورات وَجَعَلْنٰهُ هُدًی اور بنایا ہم نے اس کتاب کو ہدایت لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ بنی اسرائیل کیلئے۔ لیکن انہوں نے اس سے روشنی حاصل نہیں کی۔ اس کتاب میں بنیادی سبق کیا تھا؟ فرمایا اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِیْ وَكِیْلًا یہ کہ نہ بناؤ تم میرے سوا کسی کو کارساز، حاجت روا، مشکل کشا، فریادرس، دستگیر، یہ سب میری صفات ہیں ذُرِّیَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ اے اولاد ان لوگوں کی جن کو ہم نے سوار کیا نوح علیہ السلام کیساتھ کشتی میں اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا بیشک وہ اللہ تعالیٰ کے شکرگزار بندے تھے۔ لہذا تم کیوں ناشکری کرتے ہو؟ اپنے باپ دادا کی اچھی صفات اختیار کرو، ان کو چھوڑو مت۔

وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِىٓ

اِسْرَآءِيْلَ فِى الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِى الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا ﴿٤﴾ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُولٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ ۭ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ﴿٥﴾ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَاَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا ﴿٦﴾ اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ۣ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ۭ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْۗءٗا وُجُوْهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا ﴿٧﴾ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ ۚ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا ۘ وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا ﴿٨﴾

وَقَضَيْنَآ اور ہم نے فیصلہ سنا دیا اِلٰى بَنِىٓ اِسْرَآءِيْلَ بنی اسرائیل کو فِى الْكِتٰبِ کتاب کے ذریعے۔ لَتُفْسِدُنَّ فِى الْاَرْضِ البتہ ضرور تم فساد کرو گے زمین میں مَرَّتَيْنِ دو مرتبہ وَلَتَعْلُنَّ اور ضرور تم سرکشی کرو گے عُلُوًّا كَبِيْرًا سرکشی بڑی فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُولٰىهُمَا پس جب آیا وعدہ ان کی پہلی سرکشی کا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ مسلط کیے ہم نے تم پر عِبَادًا لَّنَآ اپنے بندے اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ جو سخت پکڑ والے تھے فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ پس وہ گھس گئے گھروں کے درمیان وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا اور تھا وعدہ طے شدہ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ پھر ہم نے لوٹائی تمہارے لئے باری عَلَيْهِمْ ان کے خلاف وَاَمْدَدْنٰكُمْ اور ہم نے تمہاری

مدد کی بِاَمْوَالٍ مالوں کیساتھ وَّبَنِیْنَ اور بیٹوں کیساتھ وَجَعَلْنٰکُمْ اَکْثَرَ نَفِیْرًا اور بنایا ہم نے تمہیں زیادہ تعداد میں اِنْ اَحْسَنْتُمْ اور ہم نے کہا اگر تم نیکی کرو گے اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِکُمْ نیکی کرو گے اپنی جانوں کیلئے وَاِنْ اَسَاْتُمْ اور اگر تم برائی کرو گے فَلَهَا ان جانوں کیلئے ہوگی فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ پس جب آیا وعدہ دوسری سرکشی کا لِیَسُوْٓءٗا وُجُوْهَکُمْ تاکہ وہ بگاڑ دیں تمہارے چہروں کو وَلِیَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ اور تاکہ وہ داخل ہو جائیں مسجد میں کَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ جیسا کہ وہ داخل ہوئے پہلی مرتبہ وَّلِیُتَبِّرُوْا اور تاکہ ہلاک کردیں مَا اس چیز کو عَلَوْا جس پر غالب آگئے تَتْبِیْرًا ہلاک کردینا عَسٰی رَبُّکُمْ قریب ہے کہ تمہارا رب اَنْ یَّرْحَمَکُمْ یہ کہ رحم کرے تم پر وَاِنْ عُدْتُّمْ اور اگر تم لوٹو گے شرارتوں کی طرف عُدْنَا ہم لوٹیں گے سزا دینے کی طرف وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ اور ہم نے بنائی ہے جہنم لِلْکٰفِرِیْنَ حَصِیْرًا کافروں کیلئے قید خانہ۔

بنی اسرائیل پر ظاہری وباطنی انعامات :

اپنے دور اور اپنے زمانے میں بنی اسرائیل پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے بڑی رحمتیں نازل فرمائیں، ظاہری بھی اور باطنی بھی۔ باطنی نعمتوں میں چار ہزار پیغمبر بنی اسرائیل میں سے تھے اور چار مشہور آسمانی کتابوں میں سے تین کتابیں تورات، زبور، انجیل ان کو ملی۔ اور ظاہری نعمتیں تو بہت عنایت فرمائیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دور تھا وادی تیہ جس کو آج کل وادی سینائی کہتے ہیں اس کے کچھ حصہ پر مصر کا قبضہ ہے اور وہ حصہ جو فوجی اہمیت کا حامل ہے وہ اس وقت بھی یہودیوں کے پاس ہے۔ یہ چھتیس میل لمبا اور چوبیس میل چوڑا

میدان ہے۔ یہ سطح سمندر سے تقریباً پانچ ہزار فٹ کی بلندی پر ہے۔ بنی اسرائیل فرعون سے نجات پانے کے بعد جب اس وادی میں پہنچے تو نہ کھانے کا کوئی انتظام اور نہ پینے کا کوئی انتظام، نہ دھوپ سے بچنے کیلئے سائے کا کوئی انتظام۔ اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے کھانے کا انتظام یہ کیا کہ عین کھانے کے وقت پر ایک پلیٹ میں بھونے ہوئے بٹیرے آ جاتے اور ایک میں کھیر آ جاتی، سائے کیلئے جونہی سورج چڑھتا تھا ان پر بادل مسلط کر دیئے جاتے اور جب غروب ہوتا تو بادل چھٹ جاتے اور پانی کیلئے اللہ تعالیٰ کے حکم سے موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا مبارک پتھر پر مارا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے بارہ چشمے جاری فرما دیئے۔ بارہ خاندان تھے موسیٰ علیہ السلام نے ہر خاندان کیلئے الگ الگ چشمہ متعین فرما دیا کہ یہ یہودیوں کیلئے ہے جو کہ یہودا کی اولاد تھی اور یہ روبیلیوں کا ہے، یہ یوسفیوں کا ہے اور یہ بنیامینیوں کا ہے تا کہ آپس میں جھگڑا نہ کریں اور یہ انعامات کوئی ایک دو دن کیلئے نہیں تھے بلکہ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً چالیس سال تک یہ سلسلہ چلتا رہا لیکن ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی کوئی قدر نہیں کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ عمالقہ قوم کیساتھ جہاد کرنا ہے۔ یہ عملیق کی اولاد میں سے تھے بڑے قد آور اور لڑاکے۔ ان کھیر کھانے والوں نے کہا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ [مائدہ: ۲۴] ''پس آپ جائیں اور آپ کا رب جائے اور دونوں جا کر لڑو بیشک ہم تو یہاں بیٹھنے والے ہیں'' کھیر کھانے کیلئے۔ کتنا گستاخانہ جواب ہے؟ اسی ناشکری کی وجہ سے ان پر بڑے بڑے عذاب آئے وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ [مائدہ: ۶۰] ''اور بنایا ان میں سے بعض کو بندر اور خنزیر۔'' اور یہ بندر اور خنزیر تین دن کے بعد ختم ہو گئے۔ چونکہ ان پر انعامات زیادہ تھے اس لئے رب تعالیٰ کی گرفت بڑی سخت تھی۔ عقلی بات یہ ہے کہ انسان جتنی بلندی سے گرتا ہے اسے اتنا

ہی زیادہ نقصان ہوتا ہے تھوڑی بلندی سے گرے گا تو چوٹ کم لگے گی۔ نعمتیں بڑی تھیں اس لئے سزا بھی بڑی سخت دی۔ بڑی نافرمان اور سرکش قوم تھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیخلاف بھی انہی لوگوں نے کاروائیاں کیں۔

بنی اسرائیل کے مولویوں اور پیروں نے دین کا نقشہ بدل دیا :

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ان لوگوں نے اپنے مولویوں اور پیروں کو رب بنا لیا۔ چنانچہ سورۃ توبہ آیت نمبر ۳۱ میں ہے اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ''بنا لیا انہوں نے اپنے عالموں اور پیروں کو رب اللہ تعالیٰ کے سوا'' اور ان کے مولویوں اور پیروں نے دین کا حلیہ بگاڑ دیا جیسے آج کل اہل بدعت نے دین کا بالکل نقشہ بدل دیا ہے۔ بدعات کو دین اور دین، نا دین بنا دیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کی اصلاح کی کوشش کی اور فرمایا کہ یہ چیزیں جو تم کر رہے ہو دین کیخلاف ہیں تو یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مخالف ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کیخلاف جلوس نکالنے اور جلسے کرنے شروع کر دیے۔ رومیوں کی حکومت تھی جب احتجاج نے زور پکڑا تو گورنر نے مرکز کو خط لکھا کہ ایک آدمی کی وجہ سے بڑی گڑ بڑ ہے میں کیا کروں؟ مرکز نے کہا کہ اگر ایک آدمی کو سولی پر لٹکانے سے امن قائم ہوتا ہے تو اس کو سولی پر لٹکا دو۔ شمعون قرینی ایک منافق آدمی تھا اور اس کی شکل حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملتی جلتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف زندہ اٹھا لیا سورۃ نساء آیت نمبر ۱۵۸ میں بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ''بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف اٹھا لیا۔'' اور حکومت نے شمعون قرینی کو پکڑ کر سولی پر لٹکا دیا۔

من وسلویٰ کے متعلق کہا کہ لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ [بقرہ:۶۱] ''ہم ہرگز صبر نہیں کریں گے ایک قسم کے کھانے پر۔''

بنی اسرائیل کے معذّب ہونے کی وجہ :

تو یہ ایسی نافرمان قوم ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں **کو قتل کیا**، خدا کی نعمتوں کی ناشکری کی ۔ اس جگہ ان کے متعلق دو واقعات کا ذکر ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے **ان کو** بذریعہ تورات پہلے بتادیا تھا کہ تم نافرمانی کرو گے، پیغمبروں کو شہید کرنا ۔ رب تعالیٰ کے دین میں رخنہ ڈالنا، فسادات کرنا یہ تمام اسی مد میں آتا ہے اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ تم پر دشمن مسلط کرے گا چنانچہ ایران کے بادشاہ بُخت نصر کے پاس بڑی فوجیں تھیں اس نے حملہ کر کے فوجیں شام کے علاقہ میں داخل کر دیں ۔ اس وقت فلسطین، کنعان، اردن شام میں داخل تھے انگریز خبیث نے اپنے مفاد کی خاطر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے ۔ اب فلسطین جدا ہے، اسرائیل جدا ہے، اردن جدا ہے، شام جدا ہے ۔ اور انگریزوں نے ان کے ایسے ذہن بنا دیئے ہیں کہ یہ کافروں کیساتھ مل سکتے ہیں آپس میں اکٹھے نہیں ہو سکتے اور سب امریکہ کے پٹھو ہیں کیا سعودیہ اور کیا دوسرے، اس کے علاوہ کوئی کچھ نہیں کر سکتا ۔ اگر صدام نے سر اٹھایا تھا تو اس کا ساتھ دیتے اس سے بھی تھوڑی بے وقوفی ہوئی بلکہ امریکہ نے طارق عزیز جو اس کا وزیر اعظم تھا اب نائب وزیر اعظم ہے اور وہ عیسائی ہے اس کے ذریعے اس کو (صدام کو) کویت کیخلاف ابھارا ۔ یہ سب امریکہ کی سازش تھی کہ یہ کویت کیخلاف حملہ کریگا عرب سارے اس کے مخالف ہو جائیں گے اور ایسا ہی ہوا ۔ یہ بڑی خبیث قومیں ہیں اللہ تعالیٰ نے ویسے ہی نہیں فرمایا یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤی اَوْلِیَآءَ [مائدہ:۵۱] ''اے ایمان والو! نہ بناؤ یہود و نصاریٰ کو دوست ۔'' اسی نکتے کو لیا ہے اسامہ بن لادن نے اور وہ بے چارہ ساری دنیا میں معتوب ہے ۔ وہ کہتا ہے کہ امریکہ کو کیا حق ہے کہ ہمارے علاقے میں فوج رکھے اور اس کا سارا

خرچہ سعود یہ برداشت کرے۔اس میں ان کی شراب وغیرہ ساری بدمعاشیاں شامل ہیں۔ اس حق گوئی کی وجہ سے اس کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔اب امریکہ کے جاسوس قبائلی علاقے میں آئے ہوئے ہیں اس کو ڈھونڈنے کیلئے۔اللہ تعالیٰ ان کو ناکام کرے۔تو یہ یہود و نصاریٰ بڑی خبیث قومیں ہیں۔پہلی مرتبہ انہوں نے نافرمانی کی تو بخت نصّر نے ان پر حملہ کر دیا ان کے گھروں میں داخل ہو گئے، مکان تباہ کیے، مردوں کو قتل کیا، عورتوں کی بے عزتی کی اور ایسے موقع پر جو کچھ ہوتا ہے وہ سب کچھ کیا، اس کا ذکر ہے۔فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اور ہم نے فیصلہ سنا دیا بنی اسرائیل کو فِي الْكِتٰبِ کتاب تورات کے ذریعے۔قبل از وقت فیصلہ سنا دیا تھا لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ البتہ تم ضرور فساد کرو گے زمین میں مَرَّتَيْنِ دو مرتبہ۔اللہ تعالیٰ کے صریح احکام کو توڑنا اور اپنی من مانی کرنا یہ سب فساد فی الارض ہے وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا اور ضرور تم سرکشی کرو گے بڑی سرکشی فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا پس جب آیا وعدہ ان سرکشیوں میں پہلی سرکشی کا یعنی پہلی سرکشی کا وقت آ گیا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ ہم نے مسلط کیے تم پر عِبَادًا لَّنَآ اپنے بندے۔

لفظ عباد پر امیر شریعت ؒ کی وضاحت :

امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ اس کا مطلب اس طرح بیان کرتے تھے کہ ہم نے ان پر اپنے کمی مسلط کیے۔پھر مثال دے کر سمجھاتے تھے کہ اگر کسی کا بیٹا نافرمان ہو جائے اور بار بار سمجھانے پر بھی نہ سمجھے تو پھر باپ اپنے ملازم اور نوکر کو کہتا ہے کہ میرے سامنے اس کو جوتے لگاؤ تو کمی ملازموں کے ذریعے اس کو جوتے لگواتا ہے اسی طرح جب انہوں نے نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے کافر کمی کے ذریعے ان کو جوتے لگوائے۔عبادا کا لفظی معنی ہے بندے، لیکن شاہ صاحب اس کا ترجمہ کمی کا کرتے

تھے۔تو ایسا ہوتا ہے کہ جب قومیں نافرمانی کرتی ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ذریعے کہ جن کی دینی حیثیت کچھ نہیں ہوتی مرمت کرواتے ہیں، یہ ایرانی مجوسی تھے۔

تو فرمایا ہم نے اپنے بندے بھیجے اُولِیْ بَاسٍ شَدِیْدٍ جو سخت پکڑ والے تھے فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّیَارِ پس وہ گھس گئے گھروں کے درمیان۔تاریخ بتاتی ہے کہ انہوں نے اتنی قتل و غارت کی کہ بیت المقدس شہر کی گلیوں کا خون گھوڑوں کے گھٹنوں تک آتا تھا۔ وَکَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا اور تھا یہ وعدہ طے شدہ کہ تم نافرمانی کروگے اور ہم اپنے کمیوں کے ذریعے تمہاری مرمت کروائیں گے۔چنانچہ خوب ان کی ٹھکائی ہوئی ثُمَّ رَدَدْنَا لَکُمُ الْکَرَّۃَ عَلَیْھِمْ پھر ہم نے لوٹائی تمہارے لئے باری ان کے خلاف۔ان کی نئی پود آئی اس نے توبہ استغفار کیا اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی اس پر کچھ صدیاں گذریں وَاَمْدَدْنٰکُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِیْنَ اور ہم نے تمہاری مدد کی مال کے ذریعے اور بیٹوں کیساتھ وَجَعَلْنٰکُمْ اَکْثَرَ نَفِیْرًا نفری کا معنی تعداد۔اور بنایا ہم نے تمہیں زیادہ تعداد میں۔صدیاں گزرنے کے بعد ایک وقت آیا کہ ان کا مال بھی بڑھا اور تعداد بھی بڑھی کافی ساری، ہم نے اس وقت تمہیں کہہ دیا اِنْ اَحْسَنْتُمْ اگر تم نیکی کروگے اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِکُمْ نیکی کروگے اپنی جانوں کیلئے۔اپنے لئے کروگے تمہاری نیکیوں سے خدا کی شان میں زیادتی نہیں ہوگی اور نہ ہی وہ تمہاری نیکیوں کا محتاج ہے۔حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر سارے لوگ بدبخت اور نافرمان ہوجائیں تو اللہ تعالیٰ کی شان میں ایک رتی برابر بھی فرق نہیں پڑے گا اور اگر سب کے سب نیک ہوجائیں تو رب تعالیٰ کی شان میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا۔تو یہ تمہاری نیکیاں تمہارے۔لئے ہیں وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَھَا اور اگر تم برائی کروگے ان جانوں کیلئے ہوگی۔ اس کا وبال تمہاری جانوں پر پڑے گا۔چنانچہ دوسری دفعہ انہوں نے نافرمانی کی اور یہ وہ

زمانہ تھا جب ان ظالموں نے حضرت زکریا علیہ السلام کو شہید کیا، حضرت شعیا علیہ السلام کو شہید کیا، حضرت یحیٰ علیہ السلام کو شہید کیا۔ اس دور کے قریب قریب کا واقعہ ہے طیطس رومی بعضے طیطاؤس بھی لکھتے ہیں طوطے والی 'طا' کیساتھ۔ بعضے کہتے ہیں کہ یہ عیسائی تھا اور بعضے کہتے ہیں کہ مشرک تھا اکثر عیسائی کہتے ہیں، اس کی فوجیں آئیں۔ فرمایا فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ پس جب آیا وعدہ دوسری سرکشی کا اور اس کی سزا کا لِيَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ تاکہ وہ بگاڑ دیں تمہارے چہروں کو۔ جب انہوں نے اس کی فوجیں دیکھی تو ان کے چہرے فق ہو گئے کہ ہمارے ساتھ کیا بنا وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ اور تاکہ وہ داخل ہو جائیں مسجد میں۔ اس وقت مسجد اقصیٰ بڑی وسیع تھی حضرت سلیمان علیہ السلام نے بڑی ٹھاٹھ باٹھ کیساتھ بنائی تھی۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے گھر میں داخل ہو گئے تاکہ ہماری جانیں بچ جائیں مگر انہوں نے مسجد میں بھی کسی کو نہیں چھوڑا كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ جیسا کہ وہ داخل ہوئے پہلی مرتبہ اور کسی کو نہیں چھوڑا تھا اب بھی نہیں چھوڑا وَّلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا اور تاکہ وہ ہلاک کر دیں اس چیز کو جس پر وہ غالب آ گئے ہلاک کرنا۔ نہ آدمی چھوڑے، نہ جانور چھوڑے، نہ مکان چھوڑے، سب کچھ تباہ و برباد کر دیا۔ یہ تمہاری نافرمانی کا نتیجہ تمہیں دنیا میں ملا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ قریب ہے کہ تمہارا رب یہ کہ تم پر رحم کرے۔ اگر تم صحیح معنٰی میں انسان بن جاؤ تو اللہ تعالیٰ کی رحمتیں تم پر نازل ہونے کیلئے تیار اور بے تاب ہیں اور اگر نافرمانی کرو گے تو یہی کچھ ہوگا اور یاد رکھو! وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا اور اگر تم لوٹو گے شرارتوں کی طرف ہم لوٹیں گے سزا دیں گے تمہیں۔ یہ تو دنیا کی سزائیں ہیں اور یاد رکھو! وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا اور ہم نے بنائی ہے جہنم کافروں کیلئے قید خانہ۔ حَصِير کا معنٰی جیل، قید خانہ۔ یہ روکنے والا ہے یہ سب کو وہاں

روکے گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے فضل وکرم کیساتھ نافرمانیوں سے بچائے دنیا اور آخرت کے عذاب سے محفوظ فرمائے اور نیکی کی توفیق عطا فرمائیں۔

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ وَ یُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِیْرًا ۙ﴿۹﴾ وَّ اَنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۠﴿۱۰﴾ وَ یَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَیْرِ ؕ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ﴿۱۱﴾ وَ جَعَلْنَا الَّیْلَ وَ النَّهَارَ اٰیَتَیْنِ فَمَحَوْنَاۤ اٰیَةَ الَّیْلِ وَ جَعَلْنَاۤ اٰیَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَ الْحِسَابَ ؕ وَ كُلَّ شَیْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِیْلًا ﴿۱۲﴾

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ بیشک یہ قرآن کریم یَهْدِیْ راہنمائی کرتا ہے لِلَّتِیْ اس راستے کی هِیَ اَقْوَمُ جو سب سے زیادہ درست ہے وَیُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِیْنَ اور خوشخبری دیتا ہے مومنوں کو الَّذِیْنَ وہ مومن یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ جو عمل کرتے ہیں اچھے اَنَّ لَهُمْ بیشک ان کیلئے اَجْرًا كَبِیْرًا اجر ہے بہت بڑا وَّاَنَّ الَّذِیْنَ اور بیشک وہ لوگ لَا یُؤْمِنُوْنَ جو ایمان نہیں لاتے بِالْاٰخِرَةِ آخرت پر اَعْتَدْنَا لَهُمْ ہم نے تیار کیا ہے ان کیلئے عَذَابًا اَلِیْمًا دردناک عذاب وَیَدْعُ الْاِنْسَانُ اور انسان مانگتا ہے بِالشَّرِّ برائی دُعَآءَهٗ جیسے مانگتا ہے بِالْخَیْرِ بھلائی وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا اور ہے انسان جلد باز وَجَعَلْنَا الَّیْلَ اور بنائی ہم نے رات وَالنَّهَارَ اور دن اٰیَتَیْنِ دو نشانیاں فَمَحَوْنَاۤ اٰیَةَ الَّیْلِ پس ہم نے

مثائی نشانی رات کی وَجَعَلْنَآ اٰیَۃَ النَّھَارِ اور بنائی ہم نے دن کی نشانی مُبْصِرَۃً روشن لِتَبْتَغُوْا تا کہ تم تلاش کرو فَضْلاً مِّنْ رَّبِّکُمْ فضل کو اپنے رب کی طرف سے وَلِتَعْلَمُوْا اور تا کہ تم جان لو عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ سالوں کی گنتی اور حساب وَکُلَّ شَیْءٍ اور ہر چیز کو فَصَّلْنٰہُ ہم نے تفصیل کیساتھ بیان کیا ہے تَفْصِیْلاً تفصیل کیساتھ بیان کرنا۔

ماقبل سے ربط :

گذشتہ سبق میں تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پڑھا وَاٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ وَجَعَلْنٰہُ ھُدًی لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ''اور دی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب اور بنایا اس کو بنی اسرائیل کیلئے ہدایت۔'' تو تورات صرف بنی اسرائیل کیلئے ہدایت تھی، زبور بھی صرف بنی اسرائیل کیلئے تھی۔

عیسیٰ علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے :

حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے ان کے متعلق سورۃ آل عمران آیت نمبر ۴۹ میں ہے وَرَسُوْلاً اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ''اور اللہ تعالیٰ اس کو بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجے گا۔'' تو عیسیٰ علیہ السلام بھی صرف بنی اسرائیل کیلئے رسول تھے۔ اور انجیل متی میں مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے حواریوں اور صحابیوں کو تعلیم دے رہے تھے کہ ایک عورت نے آ کر کہا کہ میں آپ سے کچھ خیر لینا چاہتی ہوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تیرا تعلق کس خاندان کیساتھ ہے؟ اس نے کہا میں کنعانی خاندان کیساتھ تعلق رکھتی ہوں۔ فرمایا تیرے لئے میرا فیض نہیں ہے۔ اتنے لفظ کہہ کر اپنا بیان شروع کر

دیا۔ وہ عورت بار بار کہتی تھی میں آپ سے فیض لینا چاہتی ہوں، مجھے بھی فیض دو۔ اس کے بار بار کہنے پر شاگردوں نے کہا حضرت! اس کو کچھ دیں۔ تو فرمایا کہ میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کیلئے نہیں بھیجا گیا۔ تو تورات، انجیل، زبور صرف بنی اسرائیل کی ہدایت کیلئے آئی تھیں۔

قرآن تمام جن وانس کیلئے کتابِ ہدایت :

اب اللہ تعالیٰ قرآن کریم کے متعلق فرماتے ہیں اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ بیشک یہ قرآن کریم راہنمائی کرتا ہے لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ اس راستے کی جو سب سے زیادہ درست ہے۔ اور کن کی راہنمائی کرتا ہے؟ هُدًى لِّلنَّاسِ [بقرہ:۱۸۵] "تمام انسانوں کیلئے ہدایت ہے۔" اور اللہ تعالیٰ نے آنحضرت کو فرمایا قُلْ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا [اعراف:۱۵۸] "اے پیغمبر آپ کہہ دیں اے انسانو! بیشک میں اللہ کا رسول ہوں تم سب کی طرف۔" اور صرف انسان ہی نہیں بلکہ سورۃ فرقان میں ہے تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا "بابرکت ہے وہ ذات جس نے اتارا ہے فرقان اپنے بندے پر تاکہ ہو جائے وہ تمام جہانوں کیلئے ڈرانے والا۔" تو عالمین کے لفظ میں جنات بھی شامل ہیں اور حدیث پاک میں آتا ہے بُعِثْتُ اِلَى الْاَسْوَدِ وَالْاَحْمَرِ وَاِلَى الْجِنِّ وَالْاِنْسِ او کما قال "اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے کالے اور سرخ کی طرف جنوں اور انسانوں کی طرف۔" تو پہلے پیغمبر آتے رہے خاص خاص قوموں کی ہدایت کیلئے۔ ان پر جو کتابیں نازل ہوئیں وہ بھی خاص قوموں کی ہدایت کیلئے تھیں اور قرآن کریم تمام انسانوں اور جنات کی ہدایت کیلئے ہے۔ فرمایا بیشک یہ قرآن راہنمائی کرتا ہے اس راستے کی جو سب سے زیادہ درست ہے۔ وہ راستہ مستقیم

ہے۔ ہر نماز میں ہم پڑھتے ہیں اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ. تو قرآن کریم صراط مستقیم کی راہنمائی کرتا ہے۔ اور کیا کرتا ہے؟ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ اور خوشخبری دیتا ہے مومنوں کو۔ کونسے مومن؟ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصّٰلِحٰتِ وہ مومن جو عمل کرتے ہیں اچھے۔ ایک ہیں زبانی مومن، زبان سے دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم مومن ہیں اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ کہہ کر نہ بلکہ ساتھ اچھے عمل بھی کرتے ہیں يَعْمَلُونَ الصّٰلِحٰتِ کی قید بھی ہے۔ کیا بشارت سناتا ہے اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيرًا بیشک ان کیلئے اجر ہے بہت بڑا اور سب سے بڑی اللہ تعالیٰ کی رضا ہے وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ اور جنت کی خوشی، راحت اور آرام کا دنیا میں صحیح معنی میں تصور بھی نہیں کر سکتے اور جو سعادت مند نیک بخت جنت میں داخل ہو گیا وہ کبھی جنت سے نکلے گا نہیں ایسی ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی ہے کہ سوچتے سوچتے ہمارے دماغ فیل ہو جائیں۔ اور قرآن پاک کیا کہتا ہے؟ وَّاَنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْاٰخِرَةِ اور بیشک وہ لوگ جو ایمان نہیں لاتے آخرت پر اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيمًا ہم نے تیار کیا ہے ان کیلئے دردناک عذاب۔ مومنوں کو جنت کی خوشخبری اور کافروں اور نافرمانوں کو جہنم کے عذاب سے ڈرانا یہ قرآن پاک کے دو اصول ہیں۔ آگے اللہ تعالیٰ انسان کی تلون مزاجی کا ذکر کرتے ہیں کہ انسان بہت جلد بدل جاتا ہے۔ فرمایا وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ اور مانگتا ہے انسان برائی دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ اَیْ كَدُعَاءِهٖ بِالْخَيْرِ جیسے مانگتا ہے بھلائی یعنی انسان جسطرح راحت مانگتا ہے کبھی تنگ آکر اپنی برائی بھی مانگ لیتا ہے کہ میں مر جاؤں، اولاد سے تنگ آ کر کہتا ہے اولاد مر جائے، کبھی مال سے پریشان ہو کر مال کیلئے بددعا کرتا ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا اپنی اولاد کیلئے بددعا نہ کرو اور نہ اپنے مال کیلئے بددعا کرو ہو سکتا ہے وہ وقت دعا کی قبولیت کا ہو۔ بعض اوقات ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں اللہ تعالیٰ

دعا جلدی قبول کر لیتے ہیں اگر قبول ہوگئی تو بعد میں خود پریشان ہوگا وَكَانَ الْإِنْسَانُ عَجُولًا اور ہے انسان جلد باز، بڑی جلدی فیصلے کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں :

آگے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کی نشانیاں بتلاتے ہیں۔ فرمایا وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ اور بنائی ہم نے رات اور دن دونشانیاں اپنی قدرت کی فَمَحَوْنَا آيَةَ الَّيْلِ پس ہم نے مٹائی رات کی نشانی وَجَعَلْنَا آيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً اور بنائی ہم نے دن کی نشانی روشن۔ رات تاریک ہے اور دن روشن ہے ان کو روشن کیوں بنایا؟ لِتَبْتَغُوْا فَضْلاً مِّنْ رَّبِّكُمْ تاکہ تم تلاش کرو اپنے رب کے فضل کو۔ روزی کماؤ، روزی کمانا بھی عبادت کا حصہ ہے۔ جسطرح اللہ تعالیٰ نے نماز کا حکم امر کیساتھ دیا ہے اَقِيْمُوْا الصَّلٰوةَ اور زکوٰۃ کا حکم امر کیساتھ دیا ہے اٰتُوْا الزَّكٰوةَ اسی طرح روزی کمانے کا حکم بھی امر کیساتھ دیا ہے فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ [سورہ جمعہ] ”پس جب فارغ ہو جاؤ جمعہ کی نماز سے تو پھیل جاؤ زمین میں اور تلاش کرو اللہ تعالیٰ کا فضل۔“ یعنی روزی کماؤ تو وَابْتَغُوْا امر کا صیغہ ہے۔

تن آسانی حرام ہے :

اور مسلم شریف کی روایت میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا كَفٰى بِالْمَرْءِ اِثْمًا اَنْ يُّضَيِّعَ مَنْ يَّقُوْتُ ”آدمی کے گنہگار ہونے کیلئے کافی ہے کہ وہ ضائع کرے ان کو جن کی روزی کا یہ ذمہ دار ہے۔“ تو جو شخص تن آسانی کی وجہ سے کماتا نہیں ہے حد حرام ہے اور گھر کے افراد تنگ ہیں دال روٹی کو ترستے ہیں تو یہ بھی بڑے گناہوں میں سے ہے۔ اور حدیث پاک میں آتا ہے اِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ الشَّابَّ الصَّحِيْحَ الْفَارِغَ اَوْ كَمَا قَالَ“

بیشک اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہے ایسے نوجوان سے جو تندرست ہے اور فارغ رہتا ہے۔" تو حلال کمائی بھی عبادت کا حصہ ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے دن بنایا تا کہ تم اللہ تعالیٰ کا فضل رزق حاصل کرو۔

ایک آدمی کا حیرت ناک وعبرت ناک خواب دیکھنا:

بعض تفسیروں میں لکھا ہے کہ ایک آدمی نے خواب دیکھا کہ میں جنگل کے ایک میدان میں اکیلا جارہا ہوں اور کوئی ہتھیار بھی میرے پاس نہیں ہے میں نے اچانک دیکھا تو میرے پیچھے ایک موٹا تازہ شیر دوڑتا ہوا آرہا ہے میں بڑا گھبرایا کہ اکیلا ہوں اور میرے ہاتھ میں تلوار وغیرہ کوئی ہتھیار بھی نہیں ہے اور شیر بڑا موٹا تازہ ہے۔ بھاگنا شروع کر دیا دیکھا تو ایک کنواں ہے جس میں درخت کی دو ٹہنیاں لٹک رہی ہیں میں نے سوچا کہ ٹہنیوں کو پکڑ کر نیچے لٹک جاتا ہوں جب شیر چلا جائے گا تو ٹہنیاں پکڑ کر باہر آجاؤں گا۔ ٹہنیاں بڑی مضبوط تھیں لٹک کر نیچے دیکھا تو بہت بڑا اژدھا ہے جس کا منہ کھلا ہوا ہے پھر دیکھا تو ایک سیاہ رنگ کا چوہا ہے اور ایک سفید رنگ کا جو ٹہنیوں کو کاٹ رہے ہیں میں بڑا خوفزدہ ہوا کہ اوپر شیر ہے نیچے اژدھا ہے اور ٹہنیوں کو چوہے کاٹ رہے ہیں۔ اوپر جاتا ہوں شیر کا خطرہ ہے ٹہنیاں کٹیں گی تو اژدھا کے منہ میں جاؤں گا اللہ تعالیٰ ہی بچانے والا ہے۔ میں اسی کیفیت میں تھا کہ مجھے جاگ آگئی ہے۔ الحمدللہ! پڑھا کہ خواب تھا میرا وہ غم اور خوف ٹل گیا اس سخت پریشانی سے نجات ملی۔ صبح کو مُعَبِّر کے پاس پہنچا کہ خواب کی تعبیر پوچھوں۔ خواب سنایا تو اس نے تعبیر بتلائی کہ وہ شیر موت ہے جو تیرے پیچھے لگی ہوئی ہے ملک الموت فرشتہ ہے جس نے تیری جان نکالنی ہے اور وہ اژدھا قبر ہے جس کے منہ میں تو نے جانا ہے اور وہ ٹہنیاں جو تو نے پکڑیں ہیں وہ زندگی کی دو ٹہنیاں ہیں اور کالے اور سفید رنگ

کے چوہے رات اور دن ہیں جو تمہاری زندگی کو ختم کر رہے ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم رات کی نشانی کو مٹاتے ہیں اور دن کی نشانی کو روشن کیا ہے تاکہ تم اللہ تعالیٰ کا رزق تلاش کرو وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ اور تاکہ تم جان لو سالوں کی گنتی اور حساب۔ یہ رات دن، چاند، سورج، مہینے اور سالوں کی گنتی کیلئے بھی ہیں اور فرمایا وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا اور ہر چیز کو ہم نے تفصیل کیساتھ بیان کیا ہے تفصیل کیساتھ بیان کرنا۔ یعنی جو اصول اور قواعد ہیں، کلیات دین ہیں ان کو ہم نے تفصیل کیساتھ بیان کیا ہے۔ باقی جزئیات ہیں وہ آنحضرت ﷺ نے قولاً اور فعلاً بیان فرمائی ہیں وہ قرآن پاک کی تفصیل ہے۔

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖ ؕ وَنُخْرِجُ لَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ كِتٰبًا یَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ﴿۱۳﴾ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْیَوْمَ عَلَیْكَ حَسِیْبًا ﴿۱۴﴾ ؕ مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْهَا ؕ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾ وَاِذَاۤ اَرَدْنَاۤ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْیَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِیْهَا فَفَسَقُوْا فِیْهَا فَحَقَّ عَلَیْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِیْرًا ﴿۱۶﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِیْرًۢا بَصِیْرًا ﴿۱۷﴾ مَنْ كَانَ یُرِیْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِیْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِیْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ یَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۱۸﴾ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْیَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْیُهُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۱۹﴾

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اور ہر انسان اَلْزَمْنٰهُ ہم نے لازم کر دیا ہے اس پر طٰٓئِرَهٗ اس کا اعمالنامہ فِیْ عُنُقِهٖ اس کی گردن میں وَنُخْرِجُ لَهٗ اور ہم نکالیں گے اس کو یَوْمَ الْقِیٰمَةِ قیامت کے دن كِتٰبًا ایک نوشتہ یَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ملے گا اس کو کھلا ہوا اور اس سے کہا جائے گا اِقْرَاْ كِتٰبَكَ پڑھ اپنی کتاب کو كَفٰى بِنَفْسِكَ الْیَوْمَ کافی ہے تیرے نفس کیلئے آج کے دن عَلَیْكَ حَسِیْبًا تجھ پر محاسبہ کرنے والا

مَنِ اهْتَدٰی جس نے ہدایت حاصل کی فَاِنَّمَا پس پختہ بات ہے یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ اس نے ہدایت حاصل کی اپنی ذات کیلئے وَمَنْ ضَلَّ اور جو گمراہ ہوا فَاِنَّمَا پس پختہ بات ہے یَضِلُّ عَلَیْهَا وہ گمراہ ہوتا ہے اپنے ہی نقصان میں وَلَاتَزِرُ اور نہیں اٹھائے گا وَازِرَةٌ کوئی اٹھانے والا وِّزْرَ اُخْرٰی دوسرے کا بوجھ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِیْنَ اور ہم نہیں سزا دیتے حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا یہاںتک کہ ہم رسول بھیجتے ہیں وَاِذَآ اَرَدْنَآ اور جس وقت ہم ارادہ کرتے ہیں اَنْ نُّهْلِكَ قَرْیَةً یہ کہ ہلاک کردیں کسی بستی کو اَمَرْنَا مُتْرَفِیْهَا حکم دیتے ہیں ہم اس بستی کے آسودہ حال لوگوں کو فَفَسَقُوْا فِیْهَا پس وہ نافرمانی کرتے ہیں اس بستی میں فَحَقَّ عَلَیْهَا الْقَوْلُ پس لازم ہو جاتا ہے اس پر قول فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِیْرًا پس ہم اس کو ہلاک کر دیتے ہیں ہلاک کرنا وَكَمْ اَهْلَكْنَا اور ہم نے ہلاک کی ہیں مِنَ الْقُرُوْنِ کتنی ہی جماعتیں مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ نوح علیہ السلام کے بعد وَكَفٰی بِرَبِّكَ اور کافی ہے آپ کا رب بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ اپنے بندوں کے گناہوں کو خَبِیْرًاۢ بَصِیْرًا خبر رکھنے والا دیکھنے والا مَنْ كَانَ یُرِیْدُ الْعَاجِلَةَ جو شخص ارادہ کرتا ہے دنیا کی زندگی کا عَجَّلْنَا لَهٗ ہم اس کیلئے جلدی کر دیتے ہیں فِیْهَا دنیا میں مَا نَشَآءُ جو ہم چاہتے ہیں لِمَنْ نُّرِیْدُ جس کیلئے چاہتے ہیں ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ پھر ہم بناتے ہیں اس کیلئے جہنم یَصْلٰهَا اس میں داخل ہوگا مَذْمُوْمًا مذمت کیا ہوا مَّدْحُوْرًا پھٹکارا ہوا وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ اور جو شخص ارادہ کریگا آخرت کا وَسَعٰی لَهَا

سَعْيَهَا اوراس کیلئے کوشش کرتا ہے کوشش کرنا وَهُوَ مُؤْمِنٌ اور شرط یہ ہے کہ وہ مومن ہو فَأُولَئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُورًا پس یہی لوگ ہیں ان کی کوشش کی قدر کی جائے گی۔

انسان جو کچھ کرتا یا بولتا ہے اس کا ریکارڈ محفوظ ہے :

ہم جو کچھ کرتے ہیں یا بولتے ہیں ان سب چیزوں کا ریکارڈ محفوظ ہے۔ جیسے یہ ٹیپ ریکارڈر ہے کہ میں جو بولتا ہوں اور جس انداز میں بولتا ہوں اس میں محفوظ ہوتا جاتا ہے۔ اسی طرح انسان جو لفظ زبان سے نکالتا ہے اور جو عمل کرتا ہے وہ درج ہوتا جاتا ہے اور قیامت والے دن وہ کھلی کتاب سامنے آجائے گی۔ جیسے تم نے دیکھا ہوگا کہ ایک کاغذ پر پورا قرآن لکھا ہوا ہے مگر حفاظ کے بغیر اور خوردبین کے بغیر پڑھا نہیں جا سکتا لیکن بسم اللہ سے لے کر والناس تک مکمل قرآن کریم ایک کاغذ پر لکھا ہوا ہے اور سارا سامنے نظر آتا ہے۔ تو اسی طرح اعمال نامہ بھی سارا نظر آئے گا۔ ایک فرشتہ ہمارے دائیں طرف بیٹھا ہوا ہے اور ایک بائیں طرف بیٹھا ہوا ہے۔ سورت ق آیت نمبر ۱۷ میں ہے إِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيَانِ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ جب لیتے ہیں دو لینے والے دائیں اور بائیں طرف سے جو بیٹھے ہوئے ہیں۔'' اور آیت نمبر ۱۸ میں ہے مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ''نہیں بولتا وہ کوئی لفظ مگر اس کے پاس ایک نگران ہوتا ہے تیار۔'' جو بھی لفظ زبان سے نکلتا ہے وہ اس کو نوٹ کرتے ہیں۔ دائیں طرف والا نیکیاں لکھنے والا ہے اور یہ افسر ہے اور بائیں طرف والا گناہ لکھتا ہے اور یہ ماتحت ہے دائیں طرف والے کا۔ جب کوئی اچھی بات منہ سے نکلتی ہے تو اس کو تو فرشتہ فوراً نوٹ کر لیتا ہے اور جب کوئی بری بات منہ سے نکلتی ہے اور فرشتہ لکھنے کی تیاری کرتا ہے تو اسکو افسر حکم دیتا ہے کہ ذرا ٹھہر جا لَعَلَّهُ يَتُوبُ

اَوْ یَسْتَغْفِرُہٗ ''ہوسکتا ہے کہ یہ شخص توبہ کرلے یا معافی مانگ لے۔'' جب کچھ وقفے تک وہ توبہ نہیں کرتا تو پھر وہ افسر فرشتہ حکم دیتا ہے اُکْتُبْ اب لکھ لو۔ تو تمام چیزوں کا ریکارڈ محفوظ ہے۔ اس کا ذکر ہے وَکُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰہُ طٰٓئِرَہٗ اور ہر انسان پر ہم نے لازم کر دیا ہے اس کا اعمال نامہ، پروانہ فِیْ عُنُقِہٖ اس کی گردن میں۔ جب قبر سے نکل کر اللہ تعالیٰ کی عدالت میں جائے گا تو وہ اعمال نامہ اس کی گردن میں لٹکا ہوا ہوگا۔ فرمایا وَنُخْرِجُ لَہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اور ہم نکالیں گے اس کو قیامت کے دن کِتٰبًا یَّلْقٰہُ مَنْشُوْرًا ایک نوشتہ ہے ملے گا اس کو کھلا ہوا۔ وہ کتاب اس کے سامنے آجائے گی۔ دنیا میں کتنے لوگ ان پڑھ ہیں جو خود نہیں پڑھ سکتے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اتنا ادراک اور بصیرت دے گا کہ وہ اپنا اعمال نامہ خود پڑھے گا۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے اِقْرَاْ کِتٰبَکَ پڑھ تو اپنی کتاب اعمال نامے کو کَفٰی بِنَفْسِکَ الْیَوْمَ عَلَیْکَ حَسِیْبًا کافی ہے تیرے نفس کیلئے آج کے دن تجھ پر محاسبہ کرنے والا۔ آج دنیا میں ہمارے حافظے کمزور ہیں بہت سی چیزیں ہم کر کے بھول جاتے ہیں قیامت کے دن کی خصوصیت ہوگی کہ حافظے اتنے تیز کر دیئے جائیں گے کہ یَوْمَ تَجِدُ کُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَیْرٍ مُّحْضَرًا وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ [آل عمران: ۳۰] ''جس دن حاضر پائے گا اپنے سامنے ہر نفس جو کچھ اس نے عمل کیا ہے نیکی سے اور جو اس نے برائی کی ہے۔'' نیکی بدی جو بھی اس نے کی ہے سب ذہن میں آجائے گی۔

تفسیروں میں آتا ہے اور روایات میں موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے بندے! اپنا پرچہ پڑھ۔ صفحہ دو صفحے یا اس سے کم وبیش پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے مَھْلًا ذرا ٹھہر جا ھَلْ ظَلَمَکَ کَتَبَتِیْ میری طرف سے جو فرشتے لکھنے والے تھے

انہوں نے کوئی زیادتی تو نہیں کی؟ کہے گا نہیں! حکم ہوگا اور پڑھو۔ مزید چند صفحے پڑھے گا اللہ تعالیٰ پھر سوال کریں گے اب بتلاؤ میرے فرشتوں نے کوئی زیادتی تو نہیں کی؟ بندہ کہے گا نہیں جو کچھ لکھا ہے صحیح لکھا ہے، اپنا سارا پروانہ پڑھے گا اور کہے گا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا [کہف: ۴۹] ”کیا ہے اس کتاب کو نہیں چھوڑتی یہ کسی چھوٹی چیز کو نہ بڑی چیز کو مگر اس کے کہ اس کو سنبھال رکھا ہے اور وہ پائیں گے جو بھی انہوں نے عمل کئے ہیں موجود اور نہیں زیادتی کرے گا تیرا رب کسی پر۔“ تو تمام نیکیوں اور برائیوں کا ریکارڈ تیار ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مَنِ اهْتَدٰى جس نے ہدایت حاصل کی فَاِنَّمَا يَهْتَدِىْ لِنَفْسِهٖ پس پختہ بات ہے وہ ہدایت حاصل کرے گا اپنی ذات کیلئے وَمَنْ ضَلَّ اور جو گمراہ ہوا فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا پس پختہ بات ہے وہ گمراہ ہوتا ہے اپنے ہی نقصان میں اس کی گمراہی اس کے نفس پر ہے وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى اور نہیں اٹھائے گا کوئی اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ۔ یہودی کہتے ہیں ہمارے گناہ حضرت عزیر علیہ السلام نے اٹھا لئے، عیسائی کہتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمارے گناہوں کا کفارہ ہیں وہ ہمارے منجی ہیں ہم چاہے جتنے گناہ کریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سولی پر لٹک کر ہمارے گناہوں کا کفارہ ہو گئے ہیں۔ عجیب منطق ہے کہ گناہ کرو تم اور سولی پر لٹکیں وہ اور تم گناہ کرو دو ہزار سال بعد اور وہ سولی پر لٹک جائیں دو ہزار سال پہلے۔ بھئی یہ کونسا انصاف ہے؟ سب باطل نظریات ہیں نہ کوئی کسی کا بوجھ اٹھائے گا اور نہ کوئی کسی کے گناہوں کا کفارہ ہو گا حاشا وکلا ان باتوں کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ اتمام حجت کے بعد سزا دیتے ہیں :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ اور ہم نہیں سزا دیتے کسی کو حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا یہاںتک کہ ہم رسول بھیجتے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی تک اللہ تعالیٰ نے دنیا کے ہر کونے میں ہر قوم کی طرف پیغمبر بھیجے اور بھیجے بھی ان کی زبان میں تا کہ قوم یہ نہ کہہ سکے کہ ہمیں ان کی زبان سمجھ نہیں آئی، معجزات دکھائے، کتابیں سنائیں، پیغمبروں نے سمجھانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہمیں حق اور باطل سے آگاہ نہیں کیا گیا۔ لیکن جب قوموں نے ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا اور حق ماننے کی بجائے حق کو مٹانے پر آ گئے تو اللہ تعالیٰ نے عذاب بھیج کر مجرموں کا صفایا کر دیا۔

حضور اکرم ﷺ آخری پیغمبر ہیں :

اور یہ مسئلہ بھی ذہن نشین کر لیں کہ آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی کے بعد اب قیامت تک دنیا میں کوئی نبی رسول پیدا نہیں ہو سکتا اور دین کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے آخری پیغمبر کی امت پر ڈالی ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس امت نے دین کو محفوظ رکھا ہے اور قیامت تک رہے گا باطل قوتیں اس دین کو مٹانے کی کوشش کرتی رہی ہیں اور کر رہی ہیں اور کرتی رہیں گی لیکن جتنا مرضی زور لگا لیں دین حق کوئی نہیں مٹا سکتا۔ ایک حدیث پاک میں آتا ہے عُلَمَآءُ اُمَّتِيْ كَاَنْبِيَآءِ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ ”میری امت کے علماء حق ایسے ہیں کہ جیسے بنی اسرائیل کے انبیاء۔“ جیسے انہوں نے دین کی حفاظت کی تھی، انہوں نے بھی دین کی حفاظت کی جانوں کی قربانی دے کر حق کو محفوظ اور باقی رکھا۔ یہ علماء پہلے بھی تھے اور اب بھی ہیں۔ یہ دنیائے کفر یہ خیال کرتی ہے کہ اسلام مٹ جائے گا

حاشا وکلّا یہ نہیں مٹے گا اس کو جتنا دباؤ گے انشاء اللہ یہ اتنا ہی ابھرے گا۔ یہ دین آج تک اپنی اصل شکل میں محفوظ ہے اگرچہ اہل بدعت نے بدعت کو دین بنایا ہوا ہے لیکن الحمد للہ ثم الحمد للہ! دنیا کے کونے کونے میں توحید و سنت بھی برقرار اور موجود ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کسی قوم کو سزا نہیں دیتے جب تک پیغمبر پہنچ کر اتمام حجت نہ کر دیں۔

ظالم کیسے ہلاک ہوتے ہیں :

آگے فرمایا وَإِذَآ أَرَدْنَآ أَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا اور جس وقت ہم ارادہ کرتے ہیں یہ کہ ہلاک کر دیں کسی بستی کو تو حکم دیتے ہیں اس بستی کے آسودہ حال لوگوں کو۔ قرآن پاک کے امت میں اول نمبر کے مفسر حضرت عبد اللہ بن مسعود اس آیت کی یہ تفسیر کرتے ہیں کہ جس وقت ہم ارادہ کرتے ہیں کہ کسی بستی کو ہلاک کر دیں تو وہاں کے آسودہ حال لوگوں کو مال اور زیادہ دے دیتے ہیں اور جب مال زیادہ مل جائے تو پھر فَفَسَقُوا فِيهَا پس وہ نافرمانی کرتے ہیں اس بستی میں۔ اس مال کے بل بوتے پر جب مال چار گنا ہوگا تو نافرمانیاں بھی چار گنا ہوگی فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ پس لازم ہو جاتا ہے اس بستی پر قول اللہ تعالیٰ کے عذاب کا۔ سورت شوریٰ آیت نمبر ۲۷ میں ہے لَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْأَرْضِ "اور اگر اللہ تعالیٰ کشادہ کر دے اپنے بندوں کا رزق تو البتہ وہ سرکشی کریں زمین میں۔" یعنی سب باغی ہو جائیں۔ عموماً پیسے کا یہ اثر ہے کہ جس کے پاس آ جاتا ہے وہ دین پر اس طرح کاربند نہیں رہتا جسطرح غریب رہتا ہے۔ پھر وہ شراب پئے گا، شادیوں پر بے جا خرچ کرے گا، ٹھاہ ٹھاہ کرے گا، بدمعاشی کرے گا ہزار میں سے کوئی ایک ہو جو بچ جائے کہ ہو بھی مالدار اور شریعت کے تقاضے بھی پورے کرے ورنہ اکثریت کا برا ہے۔ تو فرمایا پھر رب کے عذاب کا قول لازم ہو جاتا ہے فَدَمَّرْنٰهَا

تَدْمِیْرًا پس ہم اس کو ہلاک کر دیتے ہیں ہلاک کر دینا۔ تو زیادہ مال ہلاکت کا پیش خیمہ ہے کھا کر ہضم کرنے والے بہت تھوڑے ہیں۔ اسی لئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا بَـدَاَ الْاِسْلَامُ غَرِیْبًا وَسَیَعُوْدُ اِلَی الْغُرَبَآءِ فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَآءِ ''فرمایا اسلام کی ابتداء بھی غریبوں میں ہوئی ہے اور رہے گا بھی غریبوں میں اے غریبو! میری طرف سے تمہیں مبارکباد ہو۔'' فرمایا وَکَمْ اَھْلَکْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ اور کتنی ہلاک کیں ہم نے جماعتیں مِنْ بَعْدِ نُوْحٍ نوح علیہ السلام کے بعد۔ قوم ہود تباہ ہوئی، قوم ثمود تباہ ہوئی، قوم لوط تباہ ہوئی، قوم شعیب تباہ ہوئی مدین والی اور بے شمار قومیں تباہ ہوئیں وَکَفٰی بِرَبِّکَ اور کافی ہے آپ کا رب بِذُنُوْبِ عِبَادِہٖ خَبِیْرًا بَصِیْرًا اپنے بندوں کے گناہوں کی خبر رکھنے والا دیکھنے والا۔ ظاہر باطن قول فعل سب اس کے سامنے ہے اس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مَنْ کَانَ یُرِیْدُ الْعَاجِلَۃَ جو شخص ارادہ کرتا ہے دنیا کی زندگی کا عَجَّلْنَا لَہٗ فِیْھَا مَا نَشَآءُ ہم اس کیلئے جلدی کر دیتے ہیں دنیا میں جو ہم چاہتے ہیں لِمَنْ نُّرِیْدُ جس کیلئے چاہتے ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ جو دنیا حاصل کرنے کیلئے کوشش کرتا ہے اس کو مل جائے بلکہ اللہ تعالیٰ جس کیلئے جتنی چاہتا ہے اس کو اتنی مل جاتی ہے۔ لیکن یاد رکھو! ثُمَّ جَعَلْنَا لَہٗ جَھَنَّمَ پھر ہم بناتے ہیں اس کیلئے جہنم۔ مطلب یہ ہے کہ نہ ایمان ہے نہ آخرت کی فکر نہ دین ہے صرف دنیا ہی دنیا ہے دنیا کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑا ہوا ہے لیکن وہ بھی اس کو اتنی نہیں ملتی جتنی وہ چاہتا ہے بلکہ اتنی ملتی ہے جتنی اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ پھر یَصْلٰھَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا داخل ہوگا دوزخ میں مذمت کیا ہوا پھٹکارا ہوا۔ اور اس کے برعکس وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَۃَ اور جو شخص ارادہ کرتا ہے آخرت کا وَسَعٰی لَھَا سَعْیَھَا اور اس کیلئے کوشش کرتا ہے کوشش کرنا۔ انگلے دو رکوعوں میں آخرت کی کوشش کا ذکر آئیگا کہ آخرت

کیلئے یہ کام کرنے ہیں۔ تو فرمایا جس نے آخرت کا ارادہ کیا اور اس کیلئے کوشش بھی کی جس طرح کوشش کرنے کا حق ہے وَهُوَ مُؤْمِنٌ اور بشرطیکہ وہ مومن ہو پھر اس کیلئے آخرت ہے کیونکہ آخرت کا سارا دارومدار ایمان پر ہے۔

ہر عمل کی قبولیت کیلئے تین شرطیں :

بات اچھی طرح سمجھ لیں اور دماغ میں بٹھا لیں کہ ہر عمل کی قبولیت کی تین شرطیں ہیں۔

- ......پہلی شرط ایمان ہے۔
- ......دوسری شرط اخلاص ہے کہ عمل صرف رب کی رضا کیلئے ہو۔
- ...... اور تیسری شرط اتباع سنت ہے کہ عمل سنت کی پیروی میں ہو۔

اگر یہ تینوں چیزیں حاصل ہیں تو پھر خوشی ہونی چاہئے کہ آخرت میں سرخرو ہوگا اور اگر ایمان بھی نہیں اور اخلاص بھی نہیں ریاکاری ہے، ناک ہے اور اس میں اچھلتا پھر رہا ہے اور سنت کے مطابق بھی نہیں پھر مشقت کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ اس کی ساری محنت رائیگاں جائے گی اور اگر ایمان، اخلاص، اتباع سنت ہے فَأُولَٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَشْكُورًا پس یہی لوگ ہیں ان کی کوشش کی قدر کی جائے گی رائیگاں نہیں جائے گی ان کو ضرور صلہ ملے گا۔

كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ

وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ۭ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ﴿۲۰﴾
اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰي بَعْضٍ ۭ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ
دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ﴿۲۱﴾ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ
مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ﴿۲۲﴾ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَ
بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ
كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا
كَرِيْمًا ﴿۲۳﴾ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ
رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴿۲۴﴾ ۭ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ۭ
اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ﴿۲۵﴾ وَاٰتِ
ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴿۲۶﴾
اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ
لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴿۲۷﴾

كُلًّا سب کو نُمِدُّ ہم امداد دیتے ہیں هٰٓؤُلَآءِ ان کو بھی وَهٰٓؤُلَآءِ اور ان کو
بھی مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ یہ تیرے رب کا عطیہ ہے وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ اور
نہیں ہے تیرے رب کا عطیہ مَحْظُوْرًا روکا ہوا اُنْظُرْ دیکھ كَيْفَ فَضَّلْنَا کیسے
ہم نے فضیلت دی ہے بَعْضَهُمْ عَلٰي بَعْضٍ ان میں سے بعض کو بعض پر
وَلَلْاٰخِرَةُ اور البتہ آخرت اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ بہت بڑی ہے درجات کے لحاظ سے

وَّاَکْبَرُ تَفْضِیْلاً اور بہت بڑی ہے فضیلت کے اعتبار سے لاَ تَجْعَلْ مَعَ اللّٰہِ
اِلٰھًا اٰخَرَ نہ بنائیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا معبود فَتَقْعُدَ پس بیٹھا رہے گا
مَذْمُوْمًا مذمت کیا ہوا مَّخْذُوْلاً رسوا کیا ہوا وَقَضٰی رَبُّکَ اور آپ کے رب
نے حکم دیا ہے اَلاَّ تَعْبُدُوْآ اِلاَّ اِیَّاہُ یہ کہ نہ عبادت کرو تم مگر صرف اسی کی
وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا اور والدین کیساتھ اچھا سلوک کرو اِمَّا یَبْلُغَنَّ اگر پہنچ
جائیں عِنْدَکَ تمہارے پاس اَلْکِبَرَ بڑھاپے کو اَحَدُھُمَآ ان میں سے ایک
اَوْ کِلٰھُمَا یا دونوں فَلاَ تَقُلْ لَّھُمَآ اُفٍّ پس نہ کہو تم ان کو اُف وَّلاَ تَنْھَرْ ھُمَا
اور نہ ان کو جھڑک وَقُلْ لَّھُمَا اور کہو ان دونوں کو قَوْلاً کَرِیْمًا بات شریفانہ
وَاخْفِضْ لَھُمَا اور پست رکھو ان کیلئے جَنَاحَ الذُّلِّ نرمی کا بازو مِنَ الرَّحْمَۃِ
شفقت کرتے ہوئے وَقُلْ اور کہو رَّبِّ اے میرے رب ارْحَمْھُمَا ان پر رحمت
نازل فرما کَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا جیسا کہ انہوں نے میری تربیت کی ہے بچپن میں
رَبُّکُمْ اَعْلَمُ تمہارا رب خوب جانتا ہے بِمَا فِیْ نُفُوْسِکُمْ جو تمہارے دلوں میں
ہے اِنْ تَکُوْنُوْا صٰلِحِیْنَ اگر ہو گے تم نیکی کرنے والے فَاِنَّہٗ کَانَ لِلْاَوَّابِیْنَ
غَفُوْرًا پس بیشک وہ اللہ تعالیٰ ہے رجوع کرنے والوں کو بخشنے والا وَاٰتِ ذَا
الْقُرْبٰی حَقَّہٗ اور دو قریبی رشتہ داروں کو ان کا حق وَالْمِسْکِیْنَ اور مسکین کو وَابْنَ
السَّبِیْلِ اور مسافر کو وَلاَ تُبَذِّرْ اور مت اڑاؤ مال کو بے جا تَبْذِیْرًا بے جا اڑانا اِنَّ
الْمُبَذِّرِیْنَ بیشک فضول خرچی کرنے والے کَانُوْآ اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ ہیں

شیطانوں کے بھائی وَكَانَ الشَّيْطٰنُ اور ہے شیطان لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا اپنے رب کا سخت نافرمان۔

پچھلے سبق میں تم نے پڑھا مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ جو شخص چاہتا ہے صرف دنیا ہم جلدی کرتے ہیں اس کیلئے دنیا میں جو ہم چاہیں اور جس کیلئے چاہیں۔ نہ ہر ایک کو دیتے ہیں اور نہ اس کی مرضی کے مطابق دیتے ہیں لیکن اس کی آخرت برباد ہے وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ اور جو آخرت کا ارادہ کرتا ہے اور وہ اس کیلئے کوشش بھی کرتا ہے اور وہ مومن ہے تو اس کی کوشش کی قدر کی جائے گی۔ باقی رہا معاملہ خوراک، لباس اور صحت وغیرہ کا تو كُلًّا نُّمِدُّ ہر ایک کو ہم دیتے ہیں هٰٓؤُلَآءِ ان کو بھی جو دنیا کے طالب ہیں وَهٰٓؤُلَآءِ اور ان کو بھی جو آخرت کے طالب ہیں۔ بقدر ضرورت رزق سب کو ملے گا وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا "کوئی جاندار چیز نہیں ہے جس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ نہ ہو۔" رزق کا دروازہ رب تعالیٰ کسی پر بند نہیں کرتے۔ باقی کسی کو زیادہ دینا یا تھوڑا دینا وہ الگ بات ہے۔ رزق کسی کا وہ بند نہیں کرتا چاہے کوئی اسے گالیاں دے یا جھوٹا کہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت خدا کو گالی دینا ہے :

حدیث قدسی ہے اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں يَسُبُّنِيْ اِبْنُ آدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ ذٰلِكَ "ابن آدم مجھے گالیاں نکالتا ہے حالانکہ اسے گالیاں نکالنے کا کوئی حق نہیں ہے وَيُكَذِّبُنِيْ اِبْنُ آدمَ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ ذٰلِكَ ابن آدم مجھے جھٹلاتا ہے اس کا بھی اسے حق نہیں پہنچتا۔ گالیاں کیسے نکالتا ہے؟ يَدْعُوْلِيْ وَلَدًا میری طرف اولاد کی نسبت کرتا ہے۔" رب تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرنا رب کو گالی دینا ہے۔ جیسے ہماری ثابت النسب اولاد کے بارے میں کوئی ہمیں کہے یہ تمہاری نہیں ہے یہ ہمارے حق میں گالی ہے

۔اسی طرح رب تعالیٰ کیلئے اولاد ثابت کرنا اس کیلئے گالی ہے۔اور جھٹلاتا کس طرح ہے؟ کہتا ہے کہ قیامت نہیں آئے گی۔میں کہتا ہوں قیامت ضرور برپا ہوگی تو یہ کہتا ہے کہ قیامت نہیں آئے گی، یہ اللہ تعالیٰ کو جھٹلانا ہے۔تو یہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کو گالیاں دیتے ہیں اور جھٹلاتے ہیں رزق، خوراک، صحت وغیرہ ان کو بھی دیتا ہے۔فرمایا مِنْ عَطَآءِ رَبِّکَ یہ تیرے رب کا عطیہ ہے سب کیلئے وَمَا کَانَ عَطَآءُ رَبِّکَ مَحْظُوْرًا اور نہیں ہے تیرے رب کا عطیہ روکا ہوا۔خوراک، صحت کا عطیہ کسی سے روکا ہوا نہیں ہے چاہے کوئی فرماں بردار ہے یا نافرمان ہے۔ اُنْظُرْ دیکھو اے مخاطب! کَیْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ کیسے ہم نے فضیلت دی ہے ان میں سے بعض کو بعض پر۔کسی کو شکل میں فضیلت دی، کسی کو قد میں، کسی کو مال میں، کسی کو علم میں فضیلت دی، کسی کو کسی چیز میں اور کسی کو کسی چیز میں۔فرمایا یہ دنیا کی فضیلتیں کیا ہیں؟ کچھ بھی نہیں ہیں وَلَلْاٰخِرَةُ اَکْبَرُ دَرَجٰتٍ اور البتہ آخرت بہت بڑی ہے درجات کے لحاظ سے۔یہ کوشش کرو کہ آخرت کے درجوں میں کمی نہ آئے دنیا کا کیا اعتبار ہے؟ اب ہے ایک لمحے کے بعد نہیں ہے، صبح ہے شام کو نہیں ہے، آج ہے کل نہیں ہے، یہ بالکل بے وفا زندگی ہے اور آخرت ہمیشہ رہنے والی ہے وَّاَکْبَرُ تَفْضِیْلًا اور بہت بڑی ہے فضیلت کے اعتبار سے اور آخرت کیلئے کرنا کیا ہے؟

مشرک ذلیل وخوار ہوگا :

سب سے بڑی چیز فرمایا لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ نہ بنائیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا معبود، مشکل کشا، حاجت روا، کوئی فریاد رس، کوئی دستگیر، کوئی قانون بنانے والا، کوئی رزق دینے والا، کوئی اولاد دینے والا، کوئی صحت دینے والا رب تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہے۔اے مخاطب! اگر تو نے رب تعالیٰ کیساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا

مَّخۡذُوۡلاً پس بیٹھا رہے گا مذمت کیا ہوا رسوا کیا ہوا۔ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہو گے اور ساری کائنات مذمت اور رسوا کرے گی لہٰذا آج وقت ہے دنیا میں ہی سمجھ جاؤ اور رب تعالیٰ کیساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ اللہ تعالیٰ کو ذات میں بھی وحدہ لاشریک سمجھو اور صفات میں بھی وحدہ لاشریک سمجھو۔

والدین کے ساتھ حسن وسلوک کا حکم :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَقَضٰی رَبُّکَ اور حکم دیا ہے آپ کے رب نے اَلَّا تَعۡبُدُوۡٓا اِلَّآ اِیَّاہُ یہ کہ نہ عبادت کرو تم مگر صرف اسی رب کی۔ عبادت صرف رب تعالیٰ کی ہے چاہے بدنی ہو یا زبانی ہو یا مالی ہو ہر قسم کی عبادت صرف رب کیلئے ہے۔ رب کا اور کیا حکم ہے؟ وَبِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا اور والدین کیساتھ اچھا سلوک کرو۔ ماں باپ مسلمان ہوں تو ان کا حق تو بہت زیادہ ہے اور اگر کافر ہیں تو اللہ تعالیٰ کے معاملات میں تو ان کی بات نہیں ماننی یعنی اگر وہ کوئی ایسی بات کریں جو اللہ اور رسول اللہ کے خلاف ہو تو نہیں ماننی اور دنیاوی لحاظ سے ان کی خدمت میں کوئی کسر باقی نہیں رکھنی۔ سورت لقمان آیت نمبر ۱۵ میں ہے وَاِنۡ جَاھَدٰکَ عَلٰٓی اَنۡ تُشۡرِکَ بِیۡ مَا لَیۡسَ لَکَ بِہٖ عِلۡمٌ فَلَا تُطِعۡھُمَا وَصَاحِبۡھُمَا فِی الدُّنۡیَا مَعۡرُوۡفًا ''اور اگر وہ تجھے مجبور کریں اس بات پر کہ تم میرے ساتھ شریک کرو اس چیز کو جس کا تمہیں علم نہیں ہے پس ان کی بات نہ مانو اور رفاقت اختیار کرو ان کیساتھ دستور کے مطابق۔'' کفر شرک پر آمادہ کریں تو ان کی بات نہیں ماننی لَا طَاعَۃَ لِمَخۡلُوۡقٍ فِیۡ مَعۡصِیَۃِ الۡخَالِقِ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں، رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی میں مخلوق میں سے کسی کی بات نہیں ماننی۔ اِمَّا یَبۡلُغَنَّ عِنۡدَکَ الۡکِبَرَ اگر پہنچ جائیں تمہارے پاس وہ بڑھاپے کو اَحَدُھُمَآ ان میں سے ایک۔ تم جوان ہو ان میں سے

کوئی ایک بوڑھا ہے مطلب یہ ہے کہ رشتہ بے جوڑ ہوا ہے رشتے کے وقت کسی کی عمر زیادہ تھی ۔ دنیا میں ایسا ہوتا ہے کہ مرد زیادہ عمر کا ہوتا ہے اور بیوی کم عمر کی اَوْ كِلٰهُمَا یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ پس نہ کہو تم ان کو اُف ۔ بڑھاپے میں عموماً انسان دوسرے کا محتاج ہوتا ہے اٹھنے بیٹھنے میں وضو کرنے میں اور بسا اوقات ان کی کوئی بات اچھی نہیں لگتی ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تمہیں اُف کہنے کی بھی اجازت نہیں ہے ۔ اف کا معنٰی ہے ہوں، ہاں ۔ ماں باپ کیسامنے ہوں ہاں کی بھی اجازت نہیں ہے کیونکہ ان الفاظ میں تلخی ہے ۔ اگر ماں باپ بلائیں تو نہایت عاجزی کیساتھ جی کہے، لہجہ ایسا ہو کہ اس میں سختی کی بو بھی نہ ہو ۔ اسی آیت کی تفسیر میں رئیس التابعین حضرت سعید ابن مسیبؒ فرماتے ہیں کہ ماں باپ کے سامنے ایسے انداز سے گفتگو کرے جیسے سخت آقا کے سامنے غلام نرمی سے بات کرتا ہے ۔ لیکن اب تم اپنا ماحول بھی دیکھ لو ۔ فرمایا وَلَا تَنْهَرْ هُمَا اور نہ ان کو جھڑک ۔ بیچارے ان پڑھ تھے ان سے کوئی غلطی ہوگئی ہے، مالی نقصان ہو گیا ہے تو ان کو جھڑکو نہ تا کہ تمہارا دین محفوظ رہے ۔ اگر پیسوں کی خاطر جھڑکو گے تو تمہارا دین برباد ہو جائے گا آخرت برباد ہو جائے گی وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا اور کہو ان دونوں کو بات شریفانہ، نرمی کیساتھ بات کرو ۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ یہ بھی نافرمانی کی قسم میں شامل ہے کہ بیٹا آگے چلے اور باپ پیچھے ہو ۔ ہاں ! اگر باپ خود بیٹے کو آگے بھیجے تو بات علیحدہ ہے ۔ خود بلند جگہ پہ بیٹھے اور باپ پست جگہ پر بیٹھے یہ بھی گستاخی ہے، ماں باپ کے سامنے اونچی آواز سے بولنا بھی گناہ ہے اور یہی حکم چچے تائے کا ہے ۔ جو بھی اپنے سے بڑا ہے اس کا یہی حکم ہے ۔ آج ہمارا معاشرہ اتنا گندہ ہو چکا ہے کہ خدا کی پناہ ! کچھ نہیں کہہ سکتے ۔ ہماری شکلیں انسانوں والی ہیں باطن میں ہم انسانیت سے محروم ہیں ۔ مسلمان بننا تو بڑی مشکل بات ہے اللہ

کرے ہم انسان بن جائیں تو یہ بھی ہمارے لئے بڑی بات ہے۔ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ اور پست رکھوان کیلئے نرمی کا بازو مِنَ الرَّحْمَةِ شفقت کرتے ہوئے۔ تم نے بچوں کو دیکھا ہوگا کہ جب ان کو کوئی کام کہے بیٹا، برخوردار، عزیز! یہ کام کرو۔ اگر انہوں نے کرنا ہوتو کندھا برابر رہتا ہے اور اگر نہ کرنا ہوتو کندھا مارتے ہیں کہ میں نے نہیں کرنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ماں باپ کے سامنے کندھا پست رکھنا ہے یہ اونچا نہیں کرنا اس حرکت میں بھی گستاخی اور نافرمانی ہے وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا اور کہواے میرے رب ان پر رحمت نازل فرما كَمَا رَبَّيٰنِي صَغِيْرًا جیسا کہ انہوں نے میری تربیت کی ہے بچپن میں جب کہ میں چھوٹا تھا انہوں نے مجھے پالا تھا۔ آج اس بات کو کون سمجھتا ہے۔ آج تو یہ سمجھتے ہیں کہ جیسے ہم اب ہیں اسی طرح پیدا ہوئے ہیں آج سو میں سے کوئی ایک ہوگا ماں باپ کی قدر کرنیوالا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ تمہارا رب خوب جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے خیالات اور وساوس سب رب تعالیٰ کے علم میں ہیں اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ اگر تم نیک ہوگے فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا پس بیشک ہے وہ اللہ تعالیٰ رجوع کرنے والوں کو بخشنے والا۔ اَوَّابٌ کہتے ہیں جو رب کی طرف کثرت سے رجوع کرے۔ سوائے پیغمبروں کے انسان معصوم نہیں ہیں مگر اللہ تعالیٰ ان کی نیکیوں کی برکت سے معاف کرتے رہتے ہیں۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنا حق بتایا پھر والدین کا اس کے علاوہ اور بھی حقوق ہیں ان کا ذکر ہے وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ اے مخاطب! اپنے قریبی رشتہ داروں کو ان کا حق دے۔ تیرے ذمہ رشتہ داروں کا حق بھی ہے۔ وہ حق مالی بھی ہے اور بدنی بھی ہے اگر وہ مالی طور پر کمزور ہیں تو ان کی مالی مدد کرو اور اگر بدنی طور پر کمزور ہیں تو ان کی امداد کرو مگر آج ہم نے یہ باتیں سمجھی ہی نہیں ہیں وَالْمِسْكِيْنَ اور مسکین کو اس کا حق دو۔ مسکین وہ ہے جو صاحب

نصاب نہیں ہے۔ اس کی بھی امداد کرنی ہے مالی بھی اور قولی بھی وَابْنَ السَّبِيْلِ اور مسافر کو بھی اس کا حق دو اس کی مالی امداد کرو۔ اور اے مخاطب! وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا اور مت اڑاؤ مال کو بے جا، بے جا اڑانا۔

اسراف اور تبذیر کی تعریف :

ایک ہے اسراف اور ایک ہے تبذیر۔ اسراف کہتے ہیں جہاں خرچ کرنا جائز ہو مگر ضرورت سے زیادہ خرچ کیا جائے۔ اور تبذیر کہتے ہیں جہاں خرچ کرنے کی اجازت نہیں ہے وہاں خرچ کیا جائے۔ یہ شادیوں کے موقع پر ٹھاہ ٹھاہ کرتے ہیں، چراغاں کرتے ہیں، مرچیں لگاتے ہیں یہ تمام شیطانی کام ہیں سب گناہ ہیں۔

مسجدوں میں ضرورت سے زیادہ روشنی بھی گناہ ہے :

فقہاء کرامؒ نے مسئلہ لکھا ہے کہ مسجدوں میں ضرورت سے زیادہ روشنی بھی گناہ ہے۔ عام طور پر لوگ شب قدر اور شب برأت کے موقع پر ایسا کرتے ہیں رب تعالیٰ کی طرف سے پکڑ ہوگی اور یاد رکھو! گھروں میں جتنی ضرورت ہے اتنی روشنی کرو اور جو ٹیوبیں، بلب ضرورت سے زائد ہیں ان کو بجھا دو بند کر دو یہ اسراف کی مد میں آئے گا۔ شریعت نے نہ اسراف کی اجازت دی ہے اور نہ فضول خرچی کی اجازت دی ہے۔

بے جا خرچ کرنے والے شیاطین کے بھائی ہیں :

فرمایا اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ بیشک فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔ اپنی طرف سے خرچ کر کے شیطانوں کے بھائی بنتے ہیں کیسے بھائی بنتے ہیں شیطان جن ہے؟ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ [کہف: ۵۰] ''پس نافرمانی کی

اس نے اپنے رب کی۔'' جنات میں بھی اللہ تعالیٰ نے خیر اور شر کی قوت رکھی ہے اپنی مرضی کیساتھ نیکی بدی کر سکتا ہے۔ تو شیطان نے اپنی قوت شر میں خرچ کی اور تم نے بھی رب تعالیٰ کے دیئے ہوئے پیسے بُرے کاموں میں لگا دیئے تو شیطان کے بھائی بن گئے۔ اللہ تعالیٰ نے مال دولت دی تھی اچھے کاموں میں لگانے کیلئے تم نے برے کاموں میں لگا دی۔ عموماً مشاہدے میں آیا ہے دیکھنے میں آیا ہے لوگ منگنی شادی کی رسموں میں وہ کچھ کرتے ہیں کہ بندہ حیران رہ جاتا ہے کہ انہوں نے کیا کیا ہے اور اگر ان سے کہا جائے کہ تمہارے ہاں دینی مدارس ہیں جن میں لڑکے بھی پڑھتے ہیں لڑکیاں بھی پڑھتی ہیں ان کی امداد کرو مدرسے کا کوئی کمرہ بنا دو مسجد بنا دو تو ان کے منہ کا عجیب ماڈل بن جاتا ہے ان پر موت طاری ہو جاتی ہے اور شرارتوں اور جنایتوں میں رقم اڑاتے پھرتے ہیں یہ شیطانوں کے بھائی ہیں وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا اور ہے شیطان اپنے رب کا سخت نافرمان۔ نافرمانی چھوڑ دو اور فرمانبرداری کرو اور وہ کام کرو جو آخرت میں کام آئیں۔

وَ اِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ﴿۲۸﴾ وَ لَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَ لَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ﴿۲۹﴾ اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ﴿۳۰﴾ وَ لَا تَقْتُلُوْۤا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَ اِيَّاكُمْؕ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ﴿۳۱﴾ وَ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةًؕ وَ سَآءَ سَبِيْلًا ﴿۳۲﴾ وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّؕ وَ مَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِؕ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ﴿۳۳﴾ وَ لَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّه۪ٗ وَ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۴﴾ وَ اَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَ زِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿۳۵﴾

وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ اور اگر آپ اعراض کریں عَنْهُمُ ان سے اِبْتِغَآءَ تلاش کرتے ہوئے رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ اپنے رب کی رحمت تَرْجُوْهَا جس کی آپ امید رکھتے ہیں فَقُلْ لَّهُمْ پس آپ ان سے کہیں قَوْلًا مَّيْسُوْرًا نرم بات وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ اور نہ کریں اپنا ہاتھ مَغْلُوْلَةً باندھا ہوا اِلٰى عُنُقِكَ اپنی گردن کی طرف وَلَا تَبْسُطْهَا اور نہ پھیلا دیں اپنے ہاتھ کو كُلَّ الْبَسْطِ پوری طرح

پھیلا دینا فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا پھر آپ بیٹھ جائیں ملامت کیا ہوا اور تھکا ہارا ہوا اِنَّ رَبَّکَ بیشک آپ کا رب یَبْسُطُ الرِّزْقَ کشادہ کرتا ہے رزق لِمَنْ یَّشَآءُ جس کیلئے چاہے وَیَقْدِرُ اور تنگ کرتا ہے اِنَّهٗ کَانَ بِعِبَادِهٖ بیشک وہ ہے اپنے بندوں سے خَبِیْرًا ۢبَصِیْرًا خبردار اور دیکھنے والا وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَکُمْ اور نہ قتل کرو تم اپنی اولاد کو خَشْیَةَ اِمْلَاقٍ فقر کے خوف سے نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ ہم ان کو رزق دینگے وَاِیَّاکُمْ اور تمہیں بھی دیتے ہیں اِنَّ قَتْلَهُمْ بیشک ان کا قتل کرنا کَانَ خِطْاً کَبِیْرًا ہے گناہ بہت بڑا وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓی اور نہ قریب جاؤ زنا کے اِنَّهٗ کَانَ فَاحِشَةً بیشک یہ بے حیائی ہے وَسَآءَ سَبِیْلًا اور برا راستہ ہے وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ اور نہ قتل کرو اس نفس کو حَرَّمَ اللّٰهُ کہ اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے اِلَّا بِالْحَقِّ مگر حق کیساتھ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا اور جو شخص قتل کیا گیا مظلوم فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّهٖ پس تحقیق ہم نے بنایا اس کے وارثوں کیلئے سُلْطٰنًا غلبہ فَلَا یُسْرِفْ فِّی الْقَتْلِ پس وہ اسراف نہ کریں قتل میں اِنَّهٗ کَانَ مَنْصُوْرًا بیشک اس کی مدد کی جائے گی وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْیَتِیْمِ اور نہ قریب جاؤ یتیم کے مال کے اِلَّا بِالَّتِیْ مگر ایسے طریقے کیساتھ هِیَ اَحْسَنُ جو بہت ہی اچھا ہو حَتّٰی یَبْلُغَ اَشُدَّهٗ یہانتک کہ وہ پہنچ جائے اپنی قوت اور جوانی کو وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اور پورا کرو عہد کو اِنَّ الْعَهْدَ کَانَ مَسْـُٔوْلًا بیشک وعدے کے متعلق سوال ہوگا وَاَوْفُوا الْکَیْلَ اور پورا کرو ماپ کو اِذَا کِلْتُمْ جس وقت تم ماپو وَزِنُوْا اور تولو

بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ایسے ترازو کیساتھ جو بالکل درست ہو ذٰلِكَ خَيْرٌ یہ بہتر ہے وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا اور اچھا ہے انجام کے اعتبار سے۔

کامیابی آخرت کا انحصار درج ذیل کاموں پر ہے :

جن کاموں سے آخرت بنتی ہے اور آخرت کی کامیابی ان پر موقوف ہے ان کا ذکر چلا آرہا ہے۔ان میں سے پہلی بات تو یہ ہے کہ فَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ''پس نہ بناؤ اللہ تعالیٰ کیساتھ کوئی اور الٰہ۔''

☆ دوسرا حکم تھا کہ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی۔

☆ تیسرا حکم والدین کیساتھ اچھا سلوک۔

☆ چوتھا حکم قریبی رشتہ داروں کا حق ادا کرو۔

☆ پانچواں حکم مسکینوں اور مسافروں کی مالی امداد کرو۔

☆ چھٹا حکم یہ تھا کہ فضول خرچی نہ کرو کیونکہ فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔

ضرورت مند کو احسن طریقہ سے جواب دو :

بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ آدمی مالی امداد کی امید لے کر آتا ہے لیکن جن کے پاس آتا ہے اس کے حالات سازگار نہیں ہوتے کہ ملازم ہے تو ابھی تنخواہ نہیں ملی، زراعت پیشہ ہے تو ابھی فصل گھر نہیں آئی، تاجر ہے تو وصولی کسی وجہ سے نہیں ہوسکی۔اور بھی بہت سی صورتیں پیش آسکتی ہیں کہ جن کی وجہ سے آدمی مالی معاونت نہیں کرسکتا۔تو اس کا ذکر ہے کہ اگر ان میں سے کوئی تمہارے پاس آئے اے مخاطب! وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ اور اگر آپ ان سے اعراض کریں اِبْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تلاش کرتے ہوئے اپنے رب کی

رحمت تَرْجُوْهَا جس کی آپ امید رکھتے ہیں کہ مجھے تنخواہ ملے گی ابھی نہیں ملی، فصل میری پکے گی پھر میں کچھ کرسکوں گا، رقم میری پھنسی ہوئی ہے ملے گی تو تمہاری امداد کروں گا۔ یہ وجوہات بیان کرو تاکہ وہ محسوس نہ کرے کہ مجھے ٹرخا دیا ہے اور اس کو سمجھ آجائے کہ واقعی بات ٹھیک کہتا ہے کیونکہ اگر تم خالی کہو گے کہ میرے پاس نہیں ہیں میں معذرت خواہ ہوں تو اس کے دل میں رنجش پیدا ہوگی لہذا وجہ بیان کرو کہ اس وجہ سے میں تیری مدد نہیں کرسکتا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا پس آپ ان سے کہیں نرم بات۔ نرمی کیساتھ بتلادو کہ میں تمہاری اس وقت مدد نہیں کرسکتا کہ یہ مجبوری ہے۔ اور یہ حکم بھی سن لیں وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ اور نہ کریں اپنا ہاتھ باندھا ہوا اپنی گردن کی طرف۔ مطلب یہ ہے کہ پیسے ہوتے ہوئے گھر کے افراد پر خرچ کرنے میں تنگی نہ کرو ہاتھ نہ روکو یہ بھی گناہ ہے۔ جو آدمی عرف کے مطابق مناسب خرچہ گھر کے افراد پر نہیں کرتا بخل سے کام لیتا ہے تو یہ گناہ ہے۔ اور ایسا بھی نہ کرو وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ اور نہ پھیلادیں آپ اپنے ہاتھ کو پوری طرح پھیلانا کہ ہاتھ کو کھلا چھوڑ دو کہ جو آیا اڑادیا، جو آیا اڑادیا، جو آیا اڑادیا، کیونکہ تم اگر ایسا کرو گے فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا پس آپ بیٹھ جائیں گے ملامت کیا ہوا تھکا ہارا ہوا۔ آخر انسان ہے اس کو غمی بھی پیش آتی ہے خوشی بھی۔ اگر تم سارا پیسہ اڑادو گے تو ایسے موقع پر کیا کرو گے پھر یہی رشتہ دار تمہیں ملامت کریں گے کہ تمہارا ہمارے ساتھ برتاؤ اچھا نہیں ہے اور تم تھکے ہارے ہو گے لہذا افراط و تفریط دونوں جائز نہیں ہیں کہ رقم پاس ہو تو بخل سے بھی کام نہیں لینا چاہئے اور سارا اڑا بھی نہیں دینا چاہئے تاکہ ضرورت کے وقت کام آئے۔

نیوندرہ حرام ہے :

مسئلہ یاد رکھنا! کہ شادی کے موقع پر سلامی اور نیوندرہ (نیوتا) کے طور پر جو امداد کی جاتی ہے یہ بالکل حرام ہے ہاں اس کی ایک صورت جائز ہے کہ واپس لینے کی نیت سے نہ دے اور اگر اس نیت سے دیتا ہے کہ میرے لڑکے لڑکی کی شادی ہوگی تو یہ مجھے اس سے زیادہ دے گا یہ بالکل حرام ہے۔ یہ مسئلہ نہ بھولنا ویسے غریب ساتھی یا غریب رشتہ دار سمجھ کر مدد کرتا ہے اور غریب نہ بھی ہو تو تحفہ دینا جائز ہے۔ عورتیں بھی بیٹھی ہوئی ہیں وہ بھی مسئلہ اچھی طرح سمجھ لیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ رَبَّکَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ بیشک آپ کا رب رزق کشادہ کرتا ہے جس کا چاہے وَیَقْدِرُ اور تنگ کرتا ہے جس کیلئے چاہے۔ رزق کا کشادہ اور تنگ کرنا رب تعالیٰ کا کام ہے اِنَّہٗ کَانَ بِعِبَادِہٖ خَبِیْرًا بَصِیْرًا بیشک وہ ہے اپنے بندوں سے خبردار اور دیکھنے والا۔

فقر کے خوف سے اولاد کو قتل نہ کرو :

اور حکم سنو! وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَکُمْ اور نہ قتل کرو تم اپنی اولاد کو خَشْیَةَ اِمْلَاقٍ فقر کے خوف سے۔ زمانہ جاہلیت میں بیچاری لڑکیوں کو تو زندہ درگور کر دیتے تھے کہ ان کے اخراجات کون برداشت کریگا ان کے رشتے کون کرے گا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس نے دو لڑکیوں کی نگرانی کی تربیت کی اس کی اپنی ہوں یا غیر کی یہاں تک کہ وہ جوان ہو گئیں تو وہ بچیاں ان کے درمیان اور دوزخ کے درمیان دیوار بن جائیں گی۔ اور جب لڑکے زیادہ ہو جاتے تھے تو ان کو اس لئے قتل کر دیتے تھے کہ ان کو کہاں سے کھلائیں گے؟ بھئی آج سے پچاس سال پہلے مخلوق کم تھی پیداوار کے ذرائع بھی کم تھے لوگ زمین کاشت

کرتے تھے پیداوار کم ہوتی تھی جیسے جیسے مخلوق بڑھتی جارہی ہے اللہ تعالیٰ رزق بھی بڑھاتے جارہے ہیں لہذا تمہیں رزق کا فکر نہیں ہونا چاہیئے۔اور فقر کے خوف سے اولاد کو قتل نہ کرو نَحۡنُ نَرۡزُقُهُمۡ ہم ان کو رزق دینگے وَإِيَّاكُمۡ اور تمہیں بھی دیتے ہیں اِنَّ قَتۡلَهُمۡ كَانَ خِطۡأً كَبِيرًا بیشک ان کا قتل کرنا ہے گناہ بہت بڑا وَلَا تَقۡرَبُوا الزِّنٰى اور نہ قریب جاؤ زنا کے۔زنا کرنا تو درکنار اس کے قریب بھی نہ جاؤ یعنی ایسے اسباب (ذرائع) اختیار نہ کرو جن کا نتیجہ زنا ہو اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً بیشک یہ بے حیائی ہے وَسَآءَ سَبِيلًا اور برا راستہ ہے۔اس سے بچو گے تو پھر آخرت بنے گی۔آج اخبارات پڑھ کر آدمی حیران ہوتا ہے کہ انسان کہاں چلا گیا ہے کوئی شرم نہیں کوئی حیا نہیں بے حیائی حد سے بڑھ گئی ہے۔حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا جس عورت نے غیر کا نطفہ اپنے خاوند کے نسب کیساتھ ملایا اس پر جنت حرام ہے کیونکہ اس سلسلے میں دنیا کے مسائل بھی ہیں اور آخرت کا مسئلہ بھی پیدا ہوتا ہے دنیا کے مسائل تو یہ کہ اس کا خرچہ کون اٹھائے گا تربیت کون کرے گا؟ وراثت کے مسائل ہیں۔نطفہ کسی کا ہے وارث کسی کا بنے گا اور آخرت کا مسئلہ یہ ہے کہ اس عورت نے حرام کا ارتکاب کیا ہے۔شریعت حرام اور حلال کی بڑی تمیز کرتی ہے اسی لئے عدت کی پابندی ہے کہ طلاق اور وفات کے بعد عورت کوئی حرکت نہ کرے تاکہ نسب میں کوئی گڑبڑ نہ ہو۔نسب کی حفاظت کا شریعت نے بڑا انتظام کیا ہے۔وَلَا تَقۡتُلُوا النَّفۡسَ الَّتِىۡ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالۡحَقِّ اور نہ قتل کرو اس نفس کو کہ اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے اس کا قتل کرنا مگر حق کیساتھ۔

قتل حق کی تین صورتیں :

قتل حق کی تین صورتیں ہیں۔پہلی صورت یہ ہے کہ العیاذ باللہ کوئی شخص مرتد ہوگیا

اسلام چھوڑ گیا اس کو تین دن تک سمجھایا جائے گا اس کے شکوک وشبہات دور کیے جائیں گے ۔ اگر تین دن تک بھی اس کو سمجھ نہ آئی تو پھر اس کو قتل کر دیا جائے گا ۔ لیکن عزیزو، برخوردارو! مسئلہ یاد رکھنا یہ قتل حکومت کرے گی ہم تم اس کے مجاز نہیں ہیں ۔ چور کی سزا قرآن نے ہاتھ کاٹنا بیان فرمائی ہے مگر ہاتھ حکومت نے کاٹنا ہے ہم تم نے نہیں کاٹنا ۔ اسی طرح زانی غیر شادی شدہ کی سزا سو کوڑے ہیں اور شادی شدہ کی سزا رجم ہے تو یہ سزائیں حکومت نے دینی اور جاری کرنی ہیں ہم اس کے مُجاز نہیں ہیں ۔

قتل حق کی دوسری صورت...... شادی شدہ مرد عورت زنا کا ارتکاب کریں جس کے ثبوت کی دو صورتیں ہیں یا تو وہ خود اقرار کریں یا شرعاً چار گواہ گواہی دیں تو ان کو قتل کیا جائے گا ۔ یہ قتل کرنا بالحق ہے ۔ اس حکم پر صرف طالبان کے علاقے میں عمل ہو رہا ہے اور خدا کی خدائی میں کسی جگہ عمل نہیں ہو رہا ۔

اور قتل حق کی تیسری صورت کسی کو ناحق قتل کرنا ہے تو قاتل کو قصاص میں قتل کرنا بھی قتل حق ہے ۔ اس حکم پر بھی اس وقت صرف طالبان کے علاقے میں عمل ہو رہا ہے اور کسی جگہ پر نہیں ہے ۔

ان تین صورتوں کے علاوہ قتل حق کی اور کوئی صورت نہیں ہے ۔ نہ کوئی مسلمان کو قتل کر سکتا ہے نہ کافر کو ۔ کافر کو کافر کہو کیونکہ اگر تم کافر کو کافر نہیں کہو گے تو تم خود مسلمان نہیں رہو گے ۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ کافر کو کافر کہو اور پھر اس کو کاٹنا شروع کر دو ۔ یہ جو دہشت گردی کی فضا ایران سے نکلی اور اٹھی ہے ۔ سنیوں کو قتل کرنے کی ابتداء ایران نے کی ہے وہ دہشت گردی کا مبدأ ہے ۔ پہلے انہوں نے ابتدا کی پھر یہ بھی اٹھ کھڑے ہوئے ہیں ۔ اس قتل وغارت کی شریعت قائل نہیں ہے ۔ پہلے یہاں سارے ہوتے تھے عیسائی بھی، پارسی

بھی، یہودی بھی یہ سب کافر ہیں اکٹھے رہتے تھے کوئی ان کے ساتھ لڑتا تھا؟ نہیں!

مگر دہشت گردی کی لہر جب ایران سے اٹھی تو پھر یہ سارا کچھ ہوا۔ شریعت قاعدے کے مطابق قتل کی قائل ہے۔ فرمایا وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا اور جو شخص قتل کیا گیا مظلوم فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا پس تحقیق ہم نے بنایا اس کے وارثوں کیلئے غلبہ۔ وہ اس طرح کہ قانون مقتول کے وارثوں کا ساتھ دے گا اور ظاہر بات ہے کہ جب قانون ساتھ دے گا تو غلبہ ہوگا اور خود بخود سارا مسئلہ حل ہو جائے گا فَلَا يُسْرِفْ فِّى الْقَتْلِ پس وہ اسراف نہ کریں قتل میں۔ اسراف یہ ہے کہ قاتل کے علاوہ کسی اور کو قتل کر دیا جائے کیونکہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ اگر کسی آدمی نے کسی کو قتل کر دیا تو اس کے رشتہ دار جذبات میں آ کر قاتل کو بھی اور اس کے باپ کو بھی اور اس کے بھائیوں کو بھی قتل کر دیتے ہیں یہ جائز نہیں ہے۔ گنہگار ایک ہے دوسروں کا کیا گناہ ہے، اس کے باپ کا کیا قصور ہے، اس کے بھائیوں کا کیا قصور ہے، بیٹے کا کیا قصور ہے اور قتل کرنے کے بھی تم مجاز نہیں ہو یہ کام اور ذمہ داری حکومت کی ہے اور شرعی احکامات پر عمل کرنے میں امن ہے۔

ذمیوں کی حفاظت فرض ہے :

جتنا امن قرآن نے بتلایا ہے، اسلام نے بتلایا ہے اور کسی نے نہیں بتلایا۔ اور حدیث پاک میں ہے جو ذمی کو قتل کرے گا وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھے گا حالانکہ جنت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے آرہی ہوگی۔ ذمی ان کافروں کو کہتے ہیں جو مسلمانوں کی حکومت میں رعایا کی حیثیت سے رہتے ہیں۔ تو اقلیت کی حفاظت جس طرح اسلام نے کی ہے اور کسی مذہب نے نہیں کی مگر افسوس کہ یہ تمام چیزیں کتابوں میں ہیں عمل میں کچھ بھی نہیں ہے۔

تو فرمایا قتل میں اسراف نہ کرو اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا بیشک اس کی مدد کی جائے گی۔

اور کیا کام کرنا ہے وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اور نہ قریب جاؤ یتیم کے مال کے اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ مگر اس طریقے کیساتھ جو بہت ہی اچھا ہو حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ یہانتک کہ وہ پہنچ جائے قوت اور جوانی کو۔ دیکھو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ اور معاف کرنا! ہم سارے ہی کھا کر آتے ہیں تیجے میں، ساتے میں، دسویں اور چالیسویں میں۔ کیونکہ مال ابھی تک وارثوں میں شرعی طور پر تقسیم نہیں ہوا ہوتا مشترک کھاتہ ہوتا ہے اور وراثوں میں یتیم بچے بھی ہوتے ہیں جن کی اجازت کی بھی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ تو ایسے مال میں سے کھانا بالکل حرام ہے۔ ایک ہے ان رسموں کا بدعات ہونا وہ الگ بات ہے ایک ہے ان رسموں میں یتیم کا مال کھانا، یہ بالکل حرام ہے۔ مگر ہم ان رسموں کو چھوڑنے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ اور کیا کرنا ہے؟ فرمایا وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اور پورا کرو عہد کو۔ جو وعدہ تم نے کسی کے ساتھ کیا ہے اس کو پورا کرو اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا بیشک وعدے کے متعلق سوال ہوگا وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ اور پورا کرو ماپ کو جس وقت تم ماپو وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ اور تولو ایسے ترازو کیساتھ جو بالکل درست ہو ذٰلِكَ خَيْرٌ یہ چیزیں جو بتلائی گئی ہیں بہتر ہیں وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا اور ان کا انجام بہت اچھا ہے۔ یہ آخرت کے کام ہیں جن سے آخرت بنتی ہے۔ کچھ کل تم نے پڑھے ہیں اور کچھ آج پڑھے ہیں اور زندگی رہی تو کچھ اگلے حصے میں آئیں گے۔

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ﴿۳۶﴾ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ﴿۳۷﴾ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ﴿۳۸﴾ ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ؕ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۳۹﴾ اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ؕ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ﴿۴۰﴾ ع وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِيَذَّكَّرُوْا ؕ وَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ﴿۴۱﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗٓ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِي الْعَرْشِ سَبِيْلًا ﴿۴۲﴾ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ﴿۴۳﴾

وَلَاتَقْفُ اور نہ پیچھے پڑو مَا اس چیز کے لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ جس کا تمہیں علم نہیں ہے اِنَّ السَّمْعَ بیشک کان وَالْبَصَرَ اور آنکھ وَالْفُؤَادَ اور دل كُلُّ اُولٰٓئِكَ ان سب چیزوں کے بارے میں كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا سوال کیا جائے گا وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا اور نہ چلو زمین میں اکڑتے ہوئے اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ بیشک تم زمین کو نہیں پھاڑ سکتے وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا اور نہیں پہنچ سکتے پہاڑوں کی بلندی تک كُلُّ ذٰلِكَ یہ سب چیزیں كَانَ

سَیِّئُہٗ ہے ان کی برائی عِنْدَ رَبِّکَ مَکْرُوْھًا تیرے رب کے نزدیک بہت
ناپسندیدہ ذٰلِکَ یہ چیزیں مِمَّآ اس میں ہیں اَوْحٰی اِلَیْکَ رَبُّکَ جو وحی کی
ہیں آپ کی طرف آپ کے رب نے مِنَ الْحِکْمَۃِ دانائی کی باتیں وَلَا تَجْعَلْ
مَعَ اللّٰہِ اور نہ بناؤ اللہ تعالیٰ کیساتھ اِلٰھًا اٰخَرَ کسی دوسرے کو معبود فَتُلْقٰی پھر تم
ڈالے جاؤ گے فِیْ جَھَنَّمَ جہنم میں مَلُوْمًا ملامت کیے ہوئے مَدْحُوْرًا دھکیلے
ہوئے اَفَاَصْفٰکُمْ رَبُّکُمْ کیا چن لیا ہے تمہیں تمہارے پروردگار نے بِالْبَنِیْنَ
بیٹوں کیساتھ وَاتَّخَذَ اور اللہ نے بنالیں مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ اِنَاثًا فرشتوں سے
لڑکیاں اِنَّکُمْ بیشک تم لَتَقُوْلُوْنَ البتہ کہتے ہو قَوْلًا عَظِیْمًا بات بہت بڑی
وَلَقَدْ صَرَّفْنَا اور البتہ تحقیق ہم نے پھیر پھیر کر بیان کیا فِیْ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ اس
قرآن پاک میں لِیَذَّکَّرُوْا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں وَمَا یَزِیْدُھُمْ اور نہیں
زیادہ کیا ان کیلئے اِلَّا نُفُوْرًا مگر نفرت قُلْ آپ کہہ دیں لَّوْ کَانَ مَعَہٗٓ اٰلِھَۃٌ اگر
ہوتے اللہ تعالیٰ کیساتھ اور الٰہ کَمَا یَقُوْلُوْنَ جیسا کہ یہ لوگ کہتے ہیں
اِذًا لَّابْتَغَوْا اس وقت البتہ وہ ضرور تلاش کرتے اِلٰی ذِی الْعَرْشِ عرش والے کی
طرف سَبِیْلًا راستہ سُبْحٰنَہٗ اس کی ذات پاک ہے وَتَعٰلٰی اور بلند ہے عَمَّا
یَقُوْلُوْنَ ان باتوں سے جو یہ کہتے ہیں عُلُوًّا کَبِیْرًا بہت بڑی بلند ذات۔

وہ چیزیں جن سے آخرت بنتی ہے ان کا ذکر تھا کہ رب تعالیٰ کیساتھ شریک نہ ٹھہراؤ، اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، والدین کیساتھ اچھا سلوک کرو، قریبی رشتہ داروں کو، مسکینوں اور مسافروں کو ان کا حق دو، فضول خرچی نہ کرو، عزیز رشتہ داروں کو کسی وقت دینے

کی توفیق نہ ہو تو تسلی کیساتھ جواب دو۔ پھر فرمایا کہ اپنے ہاتھ کو بالکل روکو بھی نہ اور زیادہ خرچ بھی نہ کرو اور فقر کے خوف سے اولاد کو قتل نہ کرو، وعدہ کرو تو پورا کرو، ماپو تو پورا ماپو اور تولو تو پورا تولو۔

بغیر تحقیق کے کوئی بات نہیں کرنی چاہئے :

اب اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَاتَقْفُ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ اور نہ پیچھے پڑو اس چیز کے اے مخاطب! جس کا تجھے علم نہیں ہے۔ جس چیز کی تحقیق نہیں ہے اس کو بیان ہی نہ کرو۔ یہ ایک ایسا اہم اصول ہے کہ اگر ہم اس پر عمل کریں تو گھروں کی برادریوں اور جماعتوں کی اکثر لڑائیاں ہی ختم ہو جائیں۔ بات سنتے ہیں اور اس کو بغیر تحقیق کے پلے باندھ لیتے ہیں تحقیق نہیں کرتے کہ یہ بات ہے بھی یا نہیں، کہی ہے یا نہیں اور اگر کہی ہے تو کس انداز میں کہی ہے۔ کیونکہ بیان کرنے والے نے تو اپنی سمجھ کے مطابق بیان کرنی ہے لہٰذا جس بات کی تحقیق نہ ہو وہ نہیں کرنی چاہئے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کَفٰی بِالْمَرْءِ کَذِبًا اَنْ یُّحَدِّثَ بِکُلِّ مَا سَمِعَ ''آدمی کے جھوٹا ہونے کیلئے کافی ہے کہ وہ بیان کرے ہر سنی ہوئی بات کو۔'' یعنی وہ بڑا جھوٹا آدمی ہے جو ہر سنی ہوئی بات کو بیان کرتا ہے۔ بات وہ بیان کرنی چاہئے جس کا ثبوت ہو بغیر ثبوت کے بات نہیں کرنی چاہئے۔ برائی کے اسباب میں آج اخبارات بھی شامل ہیں کہ ہر قسم کی بات شائع کر دیتے ہیں۔ نوجوان طبقہ اس کو اخذ کرتا ہے اور برائیاں شروع کر دیتا ہے۔ اخبارات والے اس کے ذمہ دار ہیں۔ تو فرمایا ایسی چیز کے پیچھے مت پڑو جس کا علم نہیں ہے کیوں؟ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ بیشک کان اور آنکھ اور دل کُلُّ اُولٰٓئِکَ کَانَ عَنْہُ مَسْئُوْلًا ان سب چیزوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا کہ اے بندے میں نے تجھے کان دیئے تھے کہاں استعمال کیئے، میں نے

تجھے آنکھیں دیں کہاں استعمال کیں، تجھے دل دیا تھا اس دل کیساتھ کیا کچھ غور کیا فکر کیا ایک ایک چیز کے بارے میں سوال ہوگا وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا اور نہ چلو زمین میں اکڑ کر اس لئے کہ اے انسان اکڑ کر چلنے سے اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ بیشک تم زمین کو نہیں پھاڑ سکتے چاہے جتنا زور سے پاؤں زمین پر مارو وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا اور نہیں پہنچ سکتے پہاڑ کی بلندی تک چاہے گردن کو جتنا مرضی اکڑاؤ۔ ان دو رکوعوں میں اللہ تعالیٰ نے حقوق اللہ بھی بیان فرمائے ہیں اور حقوق العباد بھی، عقیدہ بھی بیان فرمایا اور اخلاق اور اعمال بھی بیان فرمائے جن پر عمل کرنے سے آخرت بنتی ہے كُلُّ ذٰلِكَ یہ تمام چیزیں جو اوپر بیان ہوئی ہیں تکبر وغیرہ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ہے ان کی برائی تیرے رب کے نزدیک بہت ناپسندیدہ۔ یتیم کا مال کھانا، زنا کرنا، وعدہ خلافی کرنا، بے پر کی اڑانا، سنی سنائی بات آگے چلا دینا، اکڑ کر چلنا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا، اپنے عزیزوں کو تنگ کرنا، یہ تمام باتیں رب تعالیٰ کے ہاں ناپسندیدہ ہیں۔ ذٰلِكَ مِمَّا اَوْحٰى اِلَيْكَ رَبُّكَ یہ چیزیں اس میں ہیں جو وحی کی ہیں آپ کے رب نے آپ کی طرف یعنی آپ کو وحی کے ذریعے بتلائی ہیں مِنَ الْحِكْمَةِ دانائی کی باتیں ہیں ان پر غور کرو۔ آگے اللہ تعالیٰ نے اس بات کو دوبارہ پھر دہرایا ہے۔

ردِ شرک :

یہ مضمون یہاں سے شروع ہوا تھا کہ شرک نہ کرنا۔ فرمایا وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ اور نہ بناؤ اللہ تعالیٰ کیساتھ کسی دوسرے کو معبود، مشکل کشا، حاجت روا نہ بناؤ۔ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی معبود ہے نہ کوئی مسجود ہے، نہ کوئی فریادرس ہے نہ کوئی نذر و نیاز کے لائق ہے، نہ کوئی کسی سے کوئی چیز لے سکتا ہے اور نہ کوئی کسی کو فوق الاسباب دے سکتا ہے۔ یہ

ساری خوبیاں اور کمالات صرف رب تعالیٰ کے پاس ہیں وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ [آل عمران:۲۶] "اور جس کو چاہے عزت دے اور جس کو چاہے ذلیل کرے تیرے ہاتھ میں ہے بھلائی۔" یہ سب کچھ تم آنکھوں کیساتھ دیکھتے ہو اور کانوں کیساتھ سنتے ہو کہ سب کام رب تعالیٰ کرتا ہے۔ اے مخاطب! اگر تم اللہ تعالیٰ کیساتھ کسی کو شریک ٹھہراؤ گے فَتُلْقٰى فِىْ جَهَنَّمَ پھر تم ڈالے جاؤ گے جہنم میں مَلُوْمًا ملامت کیئے ہوئے مَّدْحُوْرًا دھکیلے ہوئے، لہذا شرک کے قریب نہ جانا۔

آگے بھی شرک کی تردید ہے۔ عرب میں بھی ایسے لوگ موجود تھے اور دوسرے علاقوں میں بھی جو فرشتوں کو رب تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے کہ فرشتے رب تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ سورۃ النحل آیت نمبر ۵۷ میں ہے وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ اور بناتے ہیں اللہ تعالیٰ کیلئے بیٹیاں اور پہلے تم پڑھ چکے ہو کہ اگر ان میں سے کسی کو یہ خوشخبری سنائی جائے کہ تمہارے ہاں لڑکی ہوئی ہے تو ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ہو جاتا ہے چہرہ اس کا سیاہ اور بڑا پریشان ہو جاتا ہے اور لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے۔ اخبارات میں تم پڑھتے ہو گے کئی ایسے بے وقوف لوگ بھی ہیں پاکستان میں رہنے والے کلمہ پڑھنے والے کہ لڑکی پیدا ہوئی تو بیوی کو طلاق دیدی، یکے بعد دیگرے دو تین لڑکیاں ہوئیں تو بیوی کو طلاق دے دی کہ تم لڑکیاں کیوں جنتی ہو؟ بھئی کیا یہ اس کے اختیار میں ہے؟ یہ تو رب تعالیٰ کا کام ہے تم رب تعالیٰ کیساتھ مقابلہ کرتے ہو مگر جہالت کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ فرمایا اَفَاَصْفٰكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ کیا چن لیا ہے تمہیں تمہارے پروردگار نے بیٹوں کیساتھ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا اور اس اللہ نے بنالیں اپنے لئے فرشتے بیٹیاں۔ تمہیں بیٹے دے اور اپنے لئے بیٹیاں؟ اگر اللہ تعالیٰ کیلئے اولاد مناسب ہوتی تو سارے بیٹے ہوتے ایک بھی بیٹی نہ ہوتی۔

ردِ عیسائیت پر ایک اہم اور دلچسپ واقعہ :

ہندوستان میں ایک پادری تھا جارجیا کے علاقے کا جو کہ امریکہ کی ایک ریاست ہے۔ فانڈر اس کا نام تھا بتیس (۳۲) زبانیں وہ جانتا تھا۔ اس وقت ہمارے پاکستان میں بتیس زبانیں بولی جاتی ہیں۔ یہ بڑا ذہین اور زبان آور آدمی تھا اور للکارتا پھرتا تھا کہ کوئی اپنے اسلام کو سچا ثابت کرے، قرآن کو سچا ثابت کرے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کا خود محافظ ہے اس نے اس کی سرکوبی کیلئے مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ اور مولانا وزیر خانؒ اور مولانا ابوالمنصورؒ جیسی شخصیات کو کھڑا کیا۔ انہوں نے اس کیساتھ مناظرے کئے اور ہندوستان سے بھگایا۔ ایک دفعہ اس نے شاہی مسجد دھلی کی سیڑھیوں میں کھڑے ہو کر تقریر شروع کی اور کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام رب کے بیٹے ہیں اور ہمارے منجی ہیں۔ پاس ہی ایک کالے رنگ کا بھٹیارا کرتا اتارے ہوئے دانے بھون رہا تھا پادری کے سامنے بڑا مجمع تھا جس میں ہندو، مسلمان اور سکھ بھی تھے۔ اس پادری نے جب زوردار آواز میں کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اس کو رب کا بیٹا مانو اور ہمارے منجی ہیں اسے تسلیم کرو۔ وہ مومن بھٹیارا ہاتھ میں درانتی پکڑے ہوئے آ کھڑا ہوا کہنے لگا پادری صاحب میری بھٹی گرم ہے نقصان نہ ہو جائے مجھے یہ بتلاؤ کہ رب کا ایک بیٹا ہے یا زیادہ ہیں؟ فانڈر نے کہا ایک ہی بیٹا ہے۔ بھٹیارے نے کہا کہ پھر تو تمہارا رب مجھ سے بھی پیچھے رہ گیا میں روٹی کا محتاج ہوں اور میرے چوداں بیٹے ہیں اور رب کا ایک بیٹا ہے۔ پادری سے اس کا جواب نہ بن آیا تو اس نے جا کر پھر بھٹی گرم کر لی اور دانے بھوننے لگ گیا۔

تو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بیٹیاں بنا لیا ہے اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا بیشک تم البتہ کہتے ہو بات بہت بڑی اور بہت بری۔ اس سے پہلے قرآن پاک کے

متعلق فرمایا تھا اِنَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ یَھْدِیْ لِلَّتِیْ ھِیَ اَقْوَمُ ''بیشک یہ قرآن رہنمائی کرتا ہے اس راستے کی طرف جو بہت درست اور سیدھا ہے۔'' اب رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ اور البتہ تحقیق ہم نے پھیر پھیر کر بیان کیا اس قرآن پاک میں مختلف مثالوں کیساتھ اور مختلف انداز کیساتھ۔ کیوں؟ لِیَذَّکَّرُوْا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ کبھی عقلی دلائل کیساتھ بیان کیا کبھی نقلی دلائل کیساتھ، کبھی آسمان کی طرف توجہ دلائی، کبھی زمین کی طرف، کبھی فضا کی طرف اور کبھی فرمایا وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ [ذاریات:۲۱] ''اور تمہارے نفسوں میں نشانیاں کیا تم سوچتے نہیں۔'' تو ہمیں مختلف انداز میں سمجھایا۔

وَمَا یَزِیْدُھُمْ اِلَّا نُفُوْرًا کی تفسیر :

وَمَا یَزِیْدُھُمْ اِلَّا نُفُوْرًا اور نہیں زیادہ کیا ان کیلئے مگر نفرت۔ قرآن پاک تو بڑی عظمت اور برکت والی کتاب ہے اس کیساتھ نفرت کیسے بڑھی اور پھیلی؟ اس بات کا جواب شیخ مصلح الدین سعدی شیرازیؒ نے بڑے پیارے انداز میں سمجھایا ہے۔ شیخ سعدیؒ بڑے اکابر بزرگوں میں سے تھے۔ ان کی کتابیں ہیں ''گلستان، بوستان، کریما وغیرہ'' جو آج تک درسیات میں شامل ہیں۔ ان میں توحید وسنت، اخلاقیات، زبان بہت کچھ ہے۔ وہ گلستان صفحہ نمبر ۴۹ میں فرماتے ہیں......

؎ باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست

در باغ لالہ روید و در شورہ بوم وخس

''بارش کہ اس کے پاکیزہ ہونے میں اختلاف نہیں ہے۔ باغ میں گل لالہ اُگاتی ہے اور خراب زمین میں کانٹے دار گھاس۔'' بارش سے زرخیز زمین میں اچھی چیزیں پیدا ہوتی

ہیں۔سبزیاں، اناج، پھل پھول اور شورزدہ زمین میں نکمی اور بری چیزیں کانٹے دار گھاس وغیرہ پیدا ہوتے ہیں۔ بارش تو وہی ہے بارش کا تو کوئی قصور نہیں ہے قصور تو جگہ کا ہے زمین کا ہے۔اسی طرح قرآن پاک تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بارش ہے اس کے قطرے تو بالکل صاف ہیں جس کا دل پاک صاف ہے وہاں اچھے اخلاق پیدا ہونگے اور جس کا دل گندگی اور نجاست سے بھرا ہوا ہے اس سے بدبو پھیلے گی سچے دین کیخلاف نفرت بڑھے گی۔ بارش کے قطرے وہی ہیں۔

ایک الٰہ ہونے کی دلیل :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ آپ فرمادیں لَوْ كَانَ مَعَهُ اٰلِهَةٌ اگر ہوتے اللہ تعالیٰ کیساتھ اور الٰہ كَمَا يَقُولُونَ جیسا کہ یہ لوگ کہتے ہیں اور بہت سارے الٰہ بنائے ہوئے ہیں اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِي الْعَرْشِ سَبِيْلًا اس وقت البتہ وہ ضرور تلاش کرتے عرش والے کی طرف راستہ۔دنیا میں متعدد بادشاہ ہوتے ہیں کسی نہ کسی وقت ان کا آپس میں ٹکراؤ بھی ہو جاتا ہے۔یہ آپ نے کبھی نہیں سنا ہوگا کہ دنیا کے بادشاہ آپس میں کبھی نہیں ٹکرائے آپس میں کبھی نہیں لڑے۔اسی طرح اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اور الٰہ ہوتے تو سب مل جل کر عرش والے کے خلاف چڑھائی کرتے مگر رب تعالیٰ کے مقابلے میں کون ہے؟ کوئی بھی نہیں۔تو اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ کوئی اور معبود نہیں ہے اگر ہوتے تو عرش والے کے خلاف ایکا کر کے چڑھائی کرتے جیسے اس وقت مسلمانوں کے خلاف ساری کفریہ حکومتیں اندر سے ایک ہو چکی ہیں کیا امریکہ، کیا برطانیہ، کیا فرانس، کیا جرمنی یہ جتنے خبیث ہیں انہوں نے مسلمانوں کیخلاف ایکا کیا ہے۔ کیونکہ یہ ڈرتے ہیں کہ کہیں اسلام نہ نافذ ہو جائے ان کو پسو پڑے ہوئے ہیں، کبھی کوئی شوشہ چھوڑتے ہیں کبھی کوئی

شوشہ چھوڑتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمان قوم کو سمجھ عطا فرمائے اور یہ حق کو حق سمجھیں اور باطل کو باطل سمجھیں۔ مسلم ممالک میں ان کے آلہ کار افسر موجود ہیں جن کے ذریعے وہ مداخلت کرتے ہیں۔

دین کے متعلق سازشیں :

آج کل اخبارات میں یہ باتیں آرہی ہیں تم پڑھتے ہوگے دینی مدارس پر حکومت کنٹرول کرنا چاہتی ہے کہ اپنا نصاب ان میں داخل کرے اور جہاد کے متعلق مضامین نصاب سے نکال دیں۔ محکمہ تعلیم آزاد کشمیر نے کہا ہے کہ سورت توبہ مشکل ہے بچوں کو سمجھ نہیں آتی اور نہ پڑھانے والوں کو سمجھ آتی ہے لہٰذا اس کو نصاب سے نکال دیں۔ حالانکہ یہ سورت کوئی مشکل نہیں ہے اصل بات یہ ہے کہ اس میں جہاد کے احکام ہیں بچے پڑھیں گے ان کا ذہن جہادی بنے گا اور کشمیر انڈیا کے ساتھ ملتا ہے کل پرسو ہمارے لئے مشکلات پیدا ہونگی نہ پڑھیں، نہ جہادی ذہن بنے اور نہ ہمارے لئے مشکلات پیدا کریں۔ یہ ہے ذہن ان بے ایمانوں کا۔ ہمارا حکمران طبقہ بھی پکا بے دین ہے ان کے نام اسلامی ہیں اندر سے سارے گنڈا سنگھ ہیں۔ تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کیساتھ کوئی اور الٰہ ہوتے تو ضرور عرش والے کے خلاف چڑھائی کرتے سُبْحٰنَهٗ اس کی ذات پاک ہے وَتَعٰلٰی اور بلند ہے عَمَّا یَقُوْلُوْنَ ان باتوں سے جو یہ کرتے ہیں کہ رب کے شریک ہیں رب کا بیٹا ہے بیٹیاں ہیں اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے بہت بلند ہے، نہ اس کا کوئی شریک ہے نہ اسکا کوئی بیٹا ہے نہ رب کی کوئی بیٹی ہے عُلُوًّا کَبِیْرًا بہت بڑی بلند ذات ہے۔ اس کی طرف ان چیزوں کی نسبت کرنی اپنے ایمان کو برباد کرنا ہے اور اپنی زندگی برباد کرنی ہے رب تعالیٰ کا تو کچھ نہیں بگڑے گا۔

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿٤٤﴾ وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ﴿٤٥﴾ وَّجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ﴿٤٦﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُوْنَ بِهٖٓ اِذْ يَسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ وَاِذْ هُمْ نَجْوٰٓى اِذْ يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ﴿٤٧﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ﴿٤٨﴾ ۧ

تُسَبِّحُ پاکیزگی بیان کرتے ہیں لَهُ اللہ تعالیٰ کیلئے السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ سات آسمان وَالْاَرْضُ اور زمین وَمَنْ اور وہ مخلوق فِيْهِنَّ جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اور نہیں ہے کوئی بھی چیز اِلَّا يُسَبِّحُ مگر پاکیزگی بیان کرتی ہے بِحَمْدِهٖ اللہ تعالیٰ کی تعریف کیساتھ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ اور لیکن تم نہیں سمجھتے ان کی تسبیح کو اِنَّهٗ كَانَ بیشک وہ ہے حَلِيْمًا غَفُوْرًا تحمل کرنے والا بخشنے والا وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ اور جس وقت آپ پڑھتے ہیں قرآن کو جَعَلْنَا ہم ڈال دیتے ہیں بَيْنَكَ آپ کے درمیان وَبَيْنَ الَّذِيْنَ اور ان لوگوں کے درمیان لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ جو ایمان نہیں لاتے

آخرت پر حِجَابًا پردہ مَّسْتُوْرًا لٹکا ہوا وَّجَعَلْنَا اور کر دیتے ہیں ہم عَلٰی قُلُوْبِهِمْ ان کے دلوں پر اَكِنَّةً پردے اَنْ يَّفْقَهُوْهُ اس بات سے کہ وہ قرآن کو سمجھیں وَفِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا اور ان کے کانوں میں ڈاٹ لگا دیتے ہیں وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ اور جس وقت آپ یاد کرتے ہیں اپنے رب کو فِی الْقُرْاٰنِ قرآن میں وَحْدَهٗ اکیلے رب کو وَلَّوْا پھرتے ہیں عَلٰٓی اَدْبَارِهِمْ اپنی پشتوں پر نُفُوْرًا نفرت کرتے ہوئے نَحْنُ اَعْلَمُ ہم خوب جانتے ہیں بِمَا جس چیز کو يَسْتَمِعُوْنَ بِهٖٓ سنتے ہیں وہ جس کی وجہ سے اِذْ يَسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ جس وقت وہ کان لگاتے ہیں آپ کی طرف وَاِذْ هُمْ نَجْوٰٓى اور جس وقت وہ سرگوشیاں کرتے ہیں اِذْ يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ جس وقت کہتے ہیں وہ ظالم اِنْ تَتَّبِعُوْنَ نہیں پیروی کرتے تم اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا مگر ایسے آدمی کی جس پر جادو ہوا ہے اُنْظُرْ دیکھو كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ کیسے بیان کرتے ہیں آپ کیلئے مثالیں فَضَلُّوْا پس وہ گمراہ ہوئے فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا پس وہ نہیں طاقت رکھتے راستے کی۔

تسبیح کا معنی اور اس کے طریقے :

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ پاکیزگی بیان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی سات آسمان۔ تسبیح کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات تمام عیبوں اور کمیوں (کوتاہیوں) اور کمزوریوں سے پاک ہے وَالْاَرْضُ اور زمین بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھتی ہے۔ آسمان اور زمین زبان حال سے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے ہیں وَمَنْ فِيْهِنَّ

اور وہ مخلوق جو آسمانوں اور زمین میں ہے وہ بھی تسبیح پڑھتے ہیں۔ آسمانوں میں فرشتے ہیں جن کا کام ہی تسبیح پڑھنا ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ آسمانوں پر ہتھیلی کے برابر بھی کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ نہ کھڑا ہو اور سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ کی تسبیح نہ پڑھ رہا ہو۔ دن رات، نہ وہ تھکتے ہیں اور نہ اکتاتے ہیں کھانے پینے اور سونے سے وہ مستغنی ہیں، وہ ہروقت تسبیح میں ہیں۔ اور فرمایا وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ اور نہیں ہے کوئی چیز مگر پاکیزگی بیان کرتی ہے اللہ تعالیٰ کی تعریف کیساتھ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ اور لیکن تم نہیں سمجھتے ان کی تسبیح کو۔ ایک ایک ذرہ ایک ایک پتا اس کی تسبیح کرتا ہے جو اس کی شان کے لائق ہے مگر تم نہیں سمجھتے اللہ تعالیٰ کی تسبیح۔ بڑی بات ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ چار کلمے اللہ تعالیٰ کو بڑے پیارے ہیں ایک سُبْحَانَ اللّٰهِ دوسرا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تیسرا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور چوتھا اَللّٰهُ اَکْبَرُ۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ اور تسبیح آہستہ آہستہ پڑھنی چاہیے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں ہم آنحضرت ﷺ کیساتھ سفر میں تھے ہم آہستہ آہستہ ذکر کرتے تھے اور کچھ لوگ اونچی اونچی بھی ذکر کرتے تھے۔ آنحضرت نے فرمایا اِرْبَعُوْا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ اِنَّکُمْ لَا تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَلَا غَائِبًا '' اپنی جانوں پر نرمی کرو بیشک تم بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے۔'' تو بلند آواز سے ذکر کرنا ممنوع ہے۔ ہاں اگر کوئی آدمی اکیلا ہے کسی کی نیند، کسی کے آرام اور کسی کے مطالعہ اور نماز میں خلل پیدا نہیں ہوتا تو بلند آواز سے کرسکتا ہے ورنہ بلند آواز سے ذکر کرنا حرام ہے۔ کئی دیوانے قسم کے لوگ بلند آواز سے ذکر کرکے اپنا شوق پورا کرتے ہیں اور بجائے ثواب کے گناہ حاصل کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ آہستہ آہستہ پڑھ رہے تھے لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی

العظیم. آپ ﷺ نے الفاظ نہیں سنے فرمایا ابوموسیٰ میں تجھے عرش کے خزانوں میں سے ایک خزانہ نہ بتلاؤں۔ عرض کی حضرت! ضرور۔ فرمایا لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم. تو سب مل کر تیسرا کلمہ بن گیا سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ. یہ کم از کم دن میں دوسو مرتبہ پڑھا کرو۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس کے پڑھنے کیلئے وضو شرط نہیں ہے بیٹھنا بھی شرط نہیں ہے چلتے پھرتے بھی پڑھ سکتے ہیں اور عورتیں ان دنوں میں بھی پڑھ سکتی ہیں جن دنوں میں انہوں نے نماز نہیں پڑھنی ہوتی۔ ہماری کوتاہی ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت بڑی وسیع ہے۔

سبحان اللہ وبحمدہٖ کی تشریح :

اور بخاری شریف کی آخری حدیث ہے کَلِمَتَانِ حَبِیْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمٰنِ خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ ''دو کلمے ہیں جو رحمان کو بہت پیارے ہیں زبان پر ہلکے پھلکے ہیں ترازو میں بڑے وزنی ہیں قیامت والے دن جب ترازو پر تولے جائیں گے تو بڑے وزنی ہونگے۔ ایک کلمہ ہے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ اور دوسرا کلمہ ہے سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ. اور نماز والا درود شریف درود ابراہیمی اگر ایک دفعہ پڑھو گے اور دوسرا درود دس دفعہ پڑھو گے تو پھر بھی درود ابراہیمی کا ثواب زیادہ ہے۔ بعض لوگ اس کے لمبا ہونے سے گھبراتے ہیں مختصر الفاظ والے درود شریف پڑھتے ہیں سب جائز ہیں ناجائز کوئی بھی نہیں ہے لیکن ثواب کا اتنا فرق ہے۔ کیونکہ درود ابراہیمی کا ایک ایک لفظ آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے نکلا ہے۔ اگرچہ باقی درود بھی اپنی جگہ ثابت ہیں۔ اور کثرت کیساتھ استغفار پڑھا کرو

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ ۔ اور سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْم کی بڑی فضیلت آئی ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی سلبی اور ایجابی دونوں صفتیں آجاتی ہیں۔

سلبی اور ایجابی صفات کی وضاحت :

سلبی سے مراد وہ صفتیں ہیں جن کی اللہ تعالیٰ سے نفی کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا باپ نہیں ، ماں نہیں ، بیوی نہیں ہے ، اس کا بیٹا بیٹی نہیں ہے ، وہ کھاتا نہیں پیتا نہیں سوتا نہیں ، تو ''نہیں نہیں'' کیساتھ جتنی صفتیں ہیں یہ سلبی ہیں۔ جب کہا سبحان اللہ تو یہ ساری صفتیں اس میں آگئی۔ ویسے الگ الگ آدمی کتنی دیر بیان کرتا رہے گا۔

اور ایجابی سے مراد وہ صفتیں ہیں جو رب تعالیٰ کیلئے ثابت ہیں کہ اللہ تعالیٰ عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ ہے ، اللہ تعالیٰ ہر جگہ حاضر و ناضر ہے ، خالق ہے ، مالک ہے ، رازق ہے ، بادشاہ بناتا ہے ، گدا بناتا ہے ، بیمار کرتا ہے ، شفا دیتا ہے ، یہ ''ہے ہے'' کے ساتھ جتنی صفتیں ہیں کوئی کتنی بیان کرے گا۔ایک دفعہ کہا وَبِحَمْدِهٖ یا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہا تو یہ ساری اس میں آگئی۔ان کو اپنا ورد بنالو مرد بھی اور عورتیں بھی ۔جتنی چیزیں میں نے بیان کی ہیں تیسرا کلمہ ، درود شریف ، استغفار اور سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

فرمایا اِنَّهٗ كَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا بیشک اللہ تعالیٰ تحمل کرنے والا ہے بخشنے والا ہے وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ اور جس وقت آپ پڑھتے ہیں قرآن کو جَعَلْنَا ڈال دیتے ہیں ہم بَیْنَكَ آپ کے درمیان وَبَیْنَ الَّذِیْنَ اور ان لوگوں کے درمیان لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ جو ایمان نہیں لاتے آخرت پر حِجَابًا پردہ مَّسْتُوْرًا لٹکا ہوا وَّجَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اور کر دیتے ہیں ہم ان کے دلوں پر اَكِنَّةً پردہ اَنْ یَّفْقَهُوْهُ اس بات سے کہ وہ اس قرآن کو

سمجھیں وَفِیْ اٰذَانِھِمْ وَقْرًا اور ان کے کانوں میں ڈاٹ ڈال دیتے ہیں قرآن کو نہیں سمجھ سکیں گے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب :

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ رب تعالیٰ نے ان دلوں پر پردے ڈال دیئے ، کانوں میں ڈاٹ چڑھا دیئے تو پھر ان کا کیا قصور ہے؟ لہٰذا بات کو اچھی طرح سمجھنا ہے کیونکہ جب کوئی قرآن پاک کو سطحی طور پر پڑھتا ہے تو اس طرح کے اشکالات اس کے ذہن میں آتے ہیں ۔قرآن آسان بھی ہے اور مشکل بھی ہے ۔اس طرح کے مضمون کی آیات جب کوئی آدمی پڑھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، مہر لگا دی اللہ تعالیٰ نے دلوں پر اور کانوں پہ ڈاٹے چڑھا دیئے اور آنکھوں پر پردے ڈال دیئے تو پریشان ہو جاتا ہے کہ پھر اس میں بندے کا کیا دخل اور اختیار ہے۔ یا تو معاذ اللہ تعالیٰ بندہ اللہ تعالیٰ سے طاقتور ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ڈالے ہوئے پردے اتار دے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جبراً اور پیدائش کیساتھ ہی کسی پر پردے نہیں ڈال دیتا بندہ جب خود ان چیزوں کو اختیار کر لیتا ہے اور راضی ہو جاتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اس کو اس کیفیت پر پکا کر دیتا ہے۔ چوبیسواں پارہ سورۃ سجدہ نکالو آیت نمبر ۵ ہے وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِیْٓ اَکِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَیْهِ ''اور کہا انہوں نے بطور فخر کے ہمارے دل پردوں میں ہیں اس چیز سے جس کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو، قرآن پاک سننے کیلئے وَفِیْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ لگائے ہوئے ہیں وَمِنْۢ بَیْنِنَا وَبَیْنِكَ حِجَابٌ اور ہمارے اور تمہارے درمیان پردہ ہے، ہم نے پردہ لٹکایا ہوا ہے فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ پس آپ اپنا عمل کریں ہم اپنا عمل کر رہے ہیں۔'' جب انہوں نے اس چیز کو اپنے لئے پسند کر لیا کہ ہم

نے حق کو سمجھنا نہیں سننا نہیں اہل حق کو دیکھنا نہیں اور کفر شرک پر ہی جم کر رہنا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کا قاعدہ ہے نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی [نساء: ۱۱۵] ''ہم پھیر دیں گے اس کو اسی طرف جس طرف اس نے رخ کیا۔'' آدمی جو چیز اپنے لئے پسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اسی کی توفیق دے دیتے ہیں۔ پہلے دن سے اللہ تعالیٰ نے کسی کے دل پر پردہ نہیں ڈالا نہ کان میں ڈاٹ چڑھایا ہے نہ کسی کی آنکھ پر پردہ ڈالا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ جب انہوں نے اپنی مرضی سے ان چیزوں کو اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ویسا ہی کر دیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ضابطہ ہے کہ جس راستے پر کوئی چلتا ہے اسی راستے پر چلا دیتے ہیں۔ سورۂ صف میں ہے فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ''پس جب وہ ٹیڑھے چلے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا۔'' تو ان کا اپنا جرم اور قصور ہے۔ تو فرمایا ہم نے کر دیئے ان کے دلوں پر پردے کہ قرآن سمجھیں اور ان کے کانوں میں ڈاٹ۔ وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِی الْقُرْاٰنِ اور جب آپ ذکر کرتے ہیں اپنے رب کا قرآن میں وَحْدَهٗ اکیلے رب کا وَلَّوْا عَلٰٓی اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا پھرتے ہیں اپنی پیٹھوں پر نفرت کرتے ہوئے۔ پیٹھ پھیر کر بھاگتے ہیں نفرت سے۔ اور سورۃ صٰفّٰت میں ہے اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِیْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یَسْتَكْبِرُوْنَ ''بیشک یہ لوگ کہ جب ان کے سامنے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی الٰہ نہیں ہے تو تکبر کرتے ہیں، اچھلتے کودتے ہیں اور کہتے ہیں اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا [ص: ۵] ''کیا بنا دیا ہے اس نے تمام معبودوں کو ایک ہی معبود۔'' باقی کوئی الٰہ نہیں، مشکل کشا کوئی نہیں، حاجت روا کوئی نہیں، فریاد رس کوئی نہیں، دستگیر کوئی نہیں، ایک ہی رہ گیا ہے۔ مشرک کیلئے رب کی وحدانیت بڑی مشکل ہے۔ کسی نہ کسی طرح دوسروں کیلئے کونے تلاش کرتا ہے۔ تو فرمایا کہ جب آپ قرآن میں یاد کرتے ہیں اپنے رب کی وحدانیت کو تو

یہ نفرت کرتے ہوئے پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے ہیں اوران میں سے کچھ سنتے بھی ہیں نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَسْتَمِعُوْنَ بِہٖٓ ہم خوب جانتے ہیں اس چیز کو سنتے ہیں وہ جس کی وجہ سے قرآن کریم کو اِذْ یَسْتَمِعُوْنَ اِلَیْکَ جس وقت وہ کان لگاتے ہیں آپ کی طرف وَاِذْھُمْ نَجْوٰٓی اورجس وقت وہ سرگوشیاں کرتے ہیں جاکر اِذْ یَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ جس وقت کہتے ہیں وہ ظالم اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا نہیں پیروی کرتے تم مگرایسے آدمی کی جس پر جادو ہوا ہے۔ پاگل کے پیچھے کیوں چلتے ہو؟ استغفر اللہ تعالیٰ۔ وہ قرآن اس لئے سنتے تھے کہ ہمیں کوئی اعتراض کا نکتہ مل جائے۔ اس لئے نہیں سنتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

چنانچہ سورۃ عنکبوت آیت نمبر ۴۲ میں اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کی مثال بیان فرمائی ہے مَثَلُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَوْلِیَآءَ کَمَثَلِ الْعَنْکَبُوْتِ ''مثال ان لوگوں کی جنہوں نے بنائے اللہ تعالیٰ کے سوا کارساز ایسے ہی ہے جیسے مکڑی اِتَّخَذَتْ بَیْتًا اس نے بنایا اپنا گھر وَاِنَّ اَوْھَنَ الْبُیُوْتِ لَبَیْتُ الْعَنْکَبُوْتِ اور بیشک تمام گھروں میں کمزور گھر البتہ مکڑی کا گھر ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات کو چھوڑ کر دوسروں کا جو سہارا تلاش کرتا ہے وہ مکڑی کے جالے میں رہتا ہے۔ یہ رب تعالیٰ نے سمجھایا ہے کہ قادر مطلق کو چھوڑ کر دوسری جگہ پناہ لیتے ہو تو یوں سمجھو کہ مکڑی کے جالے میں رہتے ہو جو نہ سردی سے بچا سکتا ہے اور نہ گرمی سے۔ ذرا تنکا لگنے سے جالا اڑ جاتا ہے۔ اور سورۃ الحج آیت نمبر ۷۳ میں ہے اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَہٗ ''جن کو تم پکارتے ہو مشکل کشا، حاجت روا سمجھ کر وہ مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے اگرچہ سب اکٹھے ہو جائیں۔'' اسی طرح کی آیات سننے کے بعد انہوں نے کہا کہ یہ خدا کا کلام ہے؟ جس میں کہیں مکھی کا ذکر

ہے اور کہیں مکڑی کا ذکر ہے اور کہیں مچھر کا ذکر ہے۔ تو وہ قرآن اعتراض کرنے کیلئے سنتے تھے ہدایت حاصل کرنے کی غرض سے نہیں سنتے تھے تو ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ زبردستی ہدایت نہیں دیتا۔ فرمایا اُنْظُرْ کَیْفَ ضَرَبُوْالَکَ الْاَمْثَالَ دیکھو کیسے بیان کرتے ہیں آپ کیلئے مثالیں۔ کبھی مسحور، کبھی ساحر، کبھی مجنون، کبھی کاہن، کبھی مفتری، کبھی کذاب کہتے ہیں معاذ اللہ تعالیٰ، کسی ایک بات پر بھی نہیں ٹھہرتے کیونکہ یہ ساری باتیں ہی غلط ہیں۔ فَضَلُّوْا نتیجہ یہ ہوا کہ پس وہ گمراہ ہوئے فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ سَبِیْلًا پس وہ نہیں طاقت رکھتے راستے کی کہ حق پر آجائیں جب اتنی ضدان میں ہے تو رب تعالیٰ بھی جبراً کسی کو ہدایت نہیں دیتا۔

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿۴۹﴾ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ﴿۵۰﴾ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ۭ قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ۭ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ﴿۵۱﴾ يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۵۲﴾ ع

وَقَالُوْٓا اور کہا کافروں نے ءَ اِذَا كُنَّا عِظَامًا کیا جب ہم ہو جائیں گے ہڈیاں وَّرُفَاتًا اور ریزہ ریزہ ءَ اِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ کیا بیشک ہم کھڑے کئے جائیں گے خَلْقًا جَدِيْدًا نئی مخلوق بنا کر قُلْ آپ کہہ دیں كُوْنُوْا حِجَارَةً تم ہو جاؤ پتھر اَوْ حَدِيْدًا یا لوہا اَوْ خَلْقًا یا کوئی اور مخلوق مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ جو بڑی نظر آتی ہو تمہارے دلوں میں فَسَيَقُوْلُوْنَ پس بتاکید وہ کہیں گے مَنْ يُّعِيْدُنَا کون ہمیں لوٹائے گا قُلِ آپ کہہ دیں الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ جس نے تمہیں پیدا کیا پہلی دفعہ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ پس بتاکید وہ ہلائیں گے آپ کی طرف رُءُوْسَهُمْ اپنے سروں کو وَيَقُوْلُوْنَ اور کہیں گے مَتٰى هُوَ کہ وہ کب ہے قُلْ آپ کہہ دیں عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ممکن ہے یہ کہ وہ قریب ہو يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ جس دن وہ بلائے گا تمہیں فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ پس تم اللہ کے حکم کو قبول کرو گے اس کی تعریف کرتے ہوئے وَتَظُنُّوْنَ اور تم یقین کرو گے

اِنْ لَّبِثْتُمْ کہ تم نہیں ٹھہرے دنیا میں اِلَّا قَلِیْلًا مگر بہت تھوڑا۔

بنیادی چیز توحید ہے :

قرآن کریم میں جن چیزوں پر زور دیا گیا ہے ان میں سے پہلی چیز توحید ہے کہ اللہ تعالیٰ ذات میں بھی وحدہ لاشریک ہے اور صفات میں بھی وحدہ لاشریک ہے اور وہ اپنے افعال میں بھی وحدہ لاشریک ہے۔ اور دوسری چیز جس پر زور دیا گیا ہے وہ شرک کا رد ہے۔ عقلی اور نقلی دلائل کیساتھ شرک کی تردید کی گئی ہے۔ ایک مسئلہ رسالت کا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی ہدایت کیلئے پیغمبر بھیجے ہیں اور چوتھا مسئلہ قیامت کا ہے کہ قیامت ضرور آئے گی۔ مشرکین مکہ قیامت کے منکر تھے انہوں نے مختلف الفاظ میں قیامت کا انکار کیا ہے کہ قیامت کوئی چیز نہیں ہے اور قرآن پاک نے اس کو ثابت کیا ہے کہ قیامت ضرور برپا ہوگی۔ یہ بنیادی مسائل ہیں یہ سمجھ آجائیں تو باقی فرعی مسائل ہیں ان کے سمجھنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آتی۔ قرآن پاک کی کل ایک سو چودہ سورتیں ہیں ان میں سے چھیاسی (۸۶) سورتیں مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہیں جن میں انہی مسائل پر زور دیا گیا ہے۔

بعث بعد الموت کا مسئلہ :

قیامت کے متعلق کافروں کے الفاظ یہ ہیں وَقَالُوْٓا اور کہا کافروں نے ءَ اِذَا کُنَّا عِظَامًا کیا جس وقت ہم ہو جائیں گے ہڈیاں وَّرُفَاتًا اور چورا چورا، ریزہ ریزہ ہو جائیں گے ءَ اِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِیْدًا کیا بیشک ہم کھڑے کیے جائیں گے نئی مخلوق بنا کر۔ ہڈیاں گل کر چورا چورا اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گی کون دوبارہ زندہ کرے گا۔ عرب کے مشرک مردوں کو جلاتے نہیں تھے نہ یہودی اور عیسائی جلاتے تھے نہ صابی اور مجوسی جلاتے تھے یہ سارے دفن کرتے تھے۔ یہ جلانے کی رسم ہندوؤں کی ہے اور سکھوں کی ہے۔

تفسیروں میں ابوجہل کا نام بھی آتا ہے اور عقبہ بن ابی معیط کا نام بھی آتا ہے، عاص ابن وائل اور امیہ بن خلف کا نام بھی آتا ہے کہ اس کو کسی پرانی قبر سے کھوپڑی مل گئی۔ وہ ایسی بھربھری تھی کہ ہاتھ لگانے سے ریزہ ریزہ ہوتی تھی وہ اس کھوپڑی کو رومال میں ڈال کر آنحضرت ﷺ کے پاس آیا ستانے کیلئے۔ آپ ﷺ کی مجلس میں ہمیشہ تھوڑے بہت آدمی رہتے تھے جن میں اپنے بھی ہوتے تھے اور مسخرے کیلئے آنے والے بھی ہوتے تھے۔ سب نے دیکھا کہ کپڑے میں کوئی چیز لپٹی ہوئی ہے۔ ساتھیوں نے نگرانی کی کہ آپ ﷺ کو کوئی تکلیف نہ پہنچائے۔ خیر جب اس نے کپڑا ہٹایا تو وہ پرانی سی کھوپڑی نکلی۔ کہنے لگا یا محمد (ﷺ) اس کو ذرا ہاتھ لگاؤ۔ آپ ﷺ نے جس وقت ہاتھ لگایا تو وہ ریزہ ریزہ ہونے لگی کیونکہ پرانی بوسیدہ ہڈی تھی تو ابوجہل ٹھاہ ٹھاہ کر کے ہنسا اور کہنے لگا مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ "کون زندہ کرے گا ہڈیوں کو حالانکہ وہ بوسیدہ ہو چکی ہونگی۔" اللہ تعالیٰ نے اس کے چار جواب دیئے جو سورت یٰسین کے آخری رکوع میں مذکور ہیں۔

پہلا جواب...... اَوَلَمْ يَرَالْاِنْسَانُ اَنَّاخَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَاهُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ" کیا نہیں دیکھتا انسان کہ بیشک ہم نے اس کو پیدا کیا ہے ایک پانی کے قطرے سے پس اچانک وہ جھگڑے والا ہے۔" کیا جس نے اس کو حقیر قطرے سے پیدا کیا ہے وہ دوبارہ اس کھوپڑی کو بندہ نہیں بنا سکتا۔

دوسرا جواب...... قُلْ يُحْيِيْهَاالَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ "آپ کہہ دیں زندہ کرے گا ان کو وہ جس نے پیدا کیا ہے ان کو پہلی مرتبہ۔"

تیسرا جواب...... اَلَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا "وہ پیدا کرے گا جس نے بنائی تمہارے لئے سبز درخت سے آگ۔"

عرب میں تین قسم کے درخت ہوتے تھے۔ایک کا نام تھا مَرَخ،دوسرے کا نام تھا کَلَخ ،اور تیسرے کا نام تھا عَفَار۔ان کی ٹہنیاں آپس میں رگڑنے سے آگ پیدا ہوتی تھی۔ یہ لوگ جب سفر پر جاتے تھے تو ان درختوں کی ٹہنیاں کپڑوں میں لپیٹ کر ساتھ لے جاتے تھے جہاں ضرورت پیش آتی تھی ٹہنیاں رگڑ کر آگ نکال لیتے تھے اور استعمال کرتے تھے جیسے آجکل لوگ ماچس کی ڈبی جیب میں رکھتے ہیں۔تو فرمایا وہ زندہ کرے گا جو سبز درختوں سے آگ کے شعلے نکالتا ہے۔

چوتھا جواب...... اَوَلَیۡسَ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤی اَنۡ یَّخۡلُقَ مِثۡلَهُمۡ ''کیا نہیں ہے وہ ذات جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمینوں کو اس بات پر قادر کہ پیدا کردے ان جیسے۔''

تو فرمایا یہ کہتے ہیں کیا جب ہم ہو جائیں گے ہڈیاں اور چورا چورا کیا ہم کھڑے کئے جائیں گے نئی مخلوق بنا کر قُلۡ آپ ان سے کہہ دیں کُوۡنُوۡا حِجَارَةً ہو جاؤ تم پتھر اَوۡ حَدِیۡدًا یا لوہا۔ یہ تو بوسیدہ ہڈی ہے تم پتھر اور لوہا بن جاؤ رب اس میں بھی جان ڈال دے گا اَوۡ خَلۡقًا مِّمَّا یَکۡبُرُ فِیۡ صُدُوۡرِكُمۡ یا کوئی اور مخلوق جو بڑی نظر آتی ہو تمہارے دلوں میں بڑی سخت اور مشکل نظر آتی ہو پھر بھی تم ضرور کھڑے کئے جاؤ گے۔ پتھر لوہا تو سخت ہونے کے باوجود گھس جاتے ہیں ہیرا ان سے زیادہ سخت ہے وہ گھستا نہیں ہے گھڑیوں کی جولیں ہیرے کی ہوتی ہیں تو ایسی کوئی سخت چیز بن جاؤ پھر بھی وہ تمہیں کھڑا کرے گا۔پتھروں کی مختلف خاصیتیں ہوتی ہیں۔افغانستان میں ایک پہاڑ ہے اس میں لَاجْ وَرْد پتھر پیدا ہوتا ہے اس کی خاصیت ہے کہ اس پر کسی بھی درجے کی زہر ڈالی جائے تو وہ تڑ تڑ کر کے بتلا دیتا ہے کہ میرے اوپر زہر رکھا گیا ہے۔لوگ اس پتھر کے پیالے بناتے ہیں۔پہلے زمانے میں

وہ پیالے بادشاہ رکھتے تھے۔ گلاس بھی بناتے ہیں، پلیٹیں بھی بناتے ہیں ان میں اگر کوئی زہریلی چیز ڈالی جائے تو وہ تڑ تڑ کرتے ہیں۔ تو بادشاہ لاجْ وَرْد کے برتنوں میں کھاتے پیتے تھے تاکہ کسی دشمن یا خانسامے نے زہر ملایا ہے تو پتہ چل جائے۔ آجکل تو ڈاکٹر ٹیسٹ کرتے ہیں۔ یہ پتھر صرف افغانستان میں ہوتا ہے اور کسی علاقے میں نہیں ہے۔ تو فرمایا تم پتھر بن جاؤ، لوہا بن جاؤ یا اور کوئی سخت چیز بن جاؤ پھر بھی رب تعالیٰ تمہیں دوبارہ کھڑا کرے گا۔ پھر اس سیڑھی سے اتر کر دوسری سیڑھی پر چڑھ گئے فَسَيَقُولُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا پس بتا کیدوہ کہیں گے کون ہمیں لوٹائے گا دوبارہ ہمیں کون انسان بنائے گا قُلِ آپ کہہ دیں الَّذِیْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ جس نے پیدا کیا ہے تمہیں پہلی مرتبہ۔ جس ذات نے پہلی مرتبہ تمہارے اندر جان ڈالی ہے، زندگی دی ہے وہی تمہیں دوبارہ زندہ کرے گا۔ جن قوموں میں آخرت کی فکر نہیں ہے وہ حیوانوں کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں نیکی بدی کی ان میں کوئی تمیز نہیں ہوتی کیونکہ ان کو انجام کا فکر ہی نہیں ہے۔ اور جس آدمی کو یقین ہو قیامت آئے گی حساب کتاب ہوگا اور اعمال کے نتائج سامنے آنے والے ہیں تو اس سے اولاً تو کوئی گناہ سرزد نہیں ہو سکتا اور اگر ہو بھی جائے تو فوراً پچھتائے گا اور توبہ کرے گا۔ اسی لئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا اَكْثِرُوْا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ ”لذتوں کو توڑنے والی کا ذکر کثرت سے کیا کرو۔“ یعنی موت کو ہر وقت یاد رکھو۔

مردوں کو قبرستان جانے کی اجازت دینے کی وجہ :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا۔ مشرک قبر پرستی کرتے تھے۔ قبر دیکھی سجدے میں گر گئے، طواف شروع کر دیا جیسے آج کل قبر پرست لوگ کرتے ہیں۔ تو فرمایا میں نے تمہیں پہلے منع

کیا تھا قبرستان جانے سے، بخاری اور مسلم کی روایت ہے، اب تمہیں اجازت دیتا ہوں قبرستان جانے کی (کیونکہ اب ذہن پختہ ہو گئے تھے۔) لیکن کس نظریے کے تحت جانا ہے؟ تاکہ تمہیں قبر دیکھ کر موت یاد آ جائے قبر دیکھ کر آخرت یاد آ جائے۔ اور یہ اجازت بھی مردوں کیلئے ہے عورتوں کو اجازت نہیں ہے۔ صحاح ستہ کی چھ کتابوں میں سے چار کے اندر یہ روایت موجود ہے ابوداؤد، ترمذی شریف، ابن ماجہ اور نسائی لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ زَوَّرَاتِ الْقُبُوْرِ وَالْمُتَّخِذِيْنَ عَلَيْهَا سُرُجَ ''آنحضرت نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی جو قبروں کی زیارتوں کیلئے جاتی ہیں اور ان لوگوں پر بھی رب کی لعنت ہے جو قبروں پر چراغ جلاتے ہیں۔'' اندازہ لگاؤ جس کام پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے وہ کام ہم اچھل اچھل کر کرتے ہیں اگر کوئی یہ کہے کہ ہم ایصال ثواب کیلئے جاتے ہیں تو ایصال ثواب ہر جگہ سے ہو سکتا ہے۔ جہاں کوئی چاہے ثواب پہنچائے۔ قبر پر کھڑے ہو کر کوئی قبر والے کی جھولی اور جیب میں تو نہیں ڈال سکتا۔ رب ہر جگہ موجود ہے اور ہر جگہ سے ثواب رب تعالیٰ نے ہی پہنچانا ہے۔ ایصال ثواب اچھی چیز ہے۔ قرآن پڑھ کر بخشو نفل پڑھ کر بخشو، نفلی روزے رکھ کر بخشو، صدقہ خیرات کر کے بخشو۔ تو خیر آخرت سے بے فکر لوگ حیوانوں کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھنے والے انسانوں کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں اور موت یاد ہو تو آدمی کا مزاج صحیح رہتا ہے۔

موت کے متعلق ایک واقعہ :

ایران کا ایک بادشاہ تھا وہ دن بدن موٹا ہوتا جاتا تھا حکیموں نے بہت علاج کئے پرہیز بتلائے مگر اس کا بدن بڑھتا ہی گیا۔ بعض بلغمی مزاج ہوتے ہیں چاہے تھوڑا ہی کھائیں بدن ان کا پھولتا جاتا ہے اور بعض صفراوی مزاج ہوتے ہیں چاہے زیادہ کھائیں

ان کا بدن نہیں پھولتا۔ تو وہ دن بدن موٹا ہوتا گیا وہاں سے سارے حکیم عاجز آ گئے۔ دور بستی میں کوئی حکیم رہتا تھا اس کی شہرت سنی بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کو بلاؤ۔ حکیم نے آ کر کہا کہ پہلے میں تمہارا ستارہ دیکھوں گا پھر علاج شروع کروں گا کیونکہ وہ ستارہ پرست تھے تو اس نے بادشاہ کے اطمینان کیلئے کہا کہ میں پہلے ستارے کے ذریعے تمہاری بیماری کی تشخیص کرونگا۔ بادشاہ نے کہا بہت اچھا۔ ایک دو دن کے حساب کے بعد حکیم نے کہا کہ میں نے حساب لگایا ہے کہ تم نے چالیس دن کے بعد مر جانا ہے اگر تم چالیس دن کے بعد نہ مرے تو مجھے سولی پر لٹکا دینا میں نے ستارہ دیکھ لیا ہے تمہاری موت مقدر ہے۔ جوں ہی اس نے موت سنی تو سارے کام شروع کر دیئے کھیل وغیرہ ختم ہو گئے، روٹی کم کر دی، غم میں مبتلا ہو گیا وہ چالیس دنوں میں دبلا پتلا ہو گیا مگر مرا نہیں۔ کہنے لگا حکیم کو بلاؤ وہ کہتا تھا تو چالیس دنوں کے بعد مر جائے گا میں مرا تو نہیں ہوں۔ حکیم آیا اور مسکرا کر کہنے لگا بادشاہ سلامت یہ تو میں نے آپ کا علاج کیا ہے مرنا تو آپ نے اپنے وقت پر ہے۔

آج اگر ہمیں بھی پتہ چل جائے کہ اس سال کے بعد ہم نے مر جانا ہے تو ہم ابھی سے کمزور ہونا شروع ہو جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ موت کا راز اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں دیا۔

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں
سامان سو برس کا پل کی خبر نہیں

اگر اللہ تعالیٰ سب کو علم دے دیتا کہ فلاں نے فلاں وقت فلاں جگہ مرنا ہے تو نظام زندگی معطل ہو جاتا اس لئے اس نے یہ راز اپنے پاس رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ اس نے کب مرنا ہے۔

مشرکوں کی تیسری سیڑھی فَسَيُنْغِضُونَ اِلَيْكَ رُءُوسَهُمْ پس بتاکید وہ ہلائیں

گے آپ کی طرف اپنے سروں کو مسخرہ کرتے ہوئے وَيَقُولُونَ اور کہیں گے مَتٰى هُوَ وہ کب ہے ہمارا اٹھنا، ہمیں کون اٹھائے گا اور کب اٹھیں گے۔ جس نے بات نہ مانی ہو وہ کج بحثی کرتا ہے۔ لیکن کج بحثی سے حق تو نہیں ٹلتا قیامت ضرور آ کر رہے گی قُلْ آپ ان سے کہہ دیں عَسٰى ممکن ہے اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا یہ کہ وہ قریب ہو۔ آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے قیامت سب کے آگے ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهٗ ''جو مرا اس کی قیامت قائم ہو گئی۔''

مومن اور کافر کی موت کا نقشہ :

موت کے وقت دو فرشتوں کو آگے دیکھے گا اور اٹھارہ فرشتوں کی لائن ان کے پیچھے ہوگی۔ ملک الموت سامنے ہوگا مرنے والے کو نظر آ رہے ہونگے۔ حکیم ڈاکٹر ماں باپ، عزیز رشتہ دار جو وہاں ہونگے ان کو نظر نہیں آئیں گے۔ مومن ہے تو اس کو کہیں گے تجھ پر رب کی رحمتیں اور سلامتی ہو یہ تیرا جنت کا نقشہ یہ کوٹھی ہے جہاں تو نے جانا ہے اور خوشخبریاں سنائیں گے بڑی خوشی اور چاہت کیساتھ اس کی جان نکلے گی اور اگر برا ہے تو کہیں گے اے خبیث روح رب تجھ سے ناراض ہے روح بدن سے نکلنے کا نام نہیں لے گی فرشتے کھینچ کر نکالیں گے وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ''قسم ہے اُن فرشتوں کی جو غوطہ لگا کر جان کو کھینچنے والے ہیں۔'' مومن کیلئے جنت کی خوشبوؤں والا کفن ہوگا جس میں روح کو رکھ کر لے جائیں گے اور جہنمی کیلئے جہنم کے بدبودار ٹاٹ ہونگے جس میں اس کی روح کو رکھ کر لے جائیں گے۔ تو فرمایا آپ کہہ دیں ممکن ہے قریب ہو يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ جس دن وہ اللہ تعالیٰ بلائے گا تمہیں۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام کو حکم ہوگا بگل پھونکنے کا جس جگہ وہ بگل پھونکیں گے مشرق، مغرب، شمال جنوب والے سارے وہاں اکٹھے ہو جائیں گے۔ قبروں سے سارے

ننگ دھڑنگ نکلیں گے پھر ہر ایک کو ان کے اعمال کے مطابق لباس پہنایا جائے گا، کسی کو چار قدم کے بعد کسی کو دس قدم کے بعد۔ سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا اس کے بعد آنحضرت ﷺ کو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پہلا نمبر اس لئے ہوگا کہ ان کو جب ظالموں نے آگ کے بھٹے میں ڈالا تھا تو کپڑے اتار کر برہنہ کر کے ڈالا تھا۔ اس کے بدلے میں ان کو اللہ تعالیٰ پہلے لباس دیں گے۔ تو فرمایا جس دن رب تعالیٰ تمہیں بلائیں گے فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ پس تم اللہ کے حکم کو قبول کرو گے اس کی تعریف کرتے ہوئے۔ ہر ایک کی زبان پر ہوگا سبحان اللہ، سبحان اللہ مگر کافر کے سبحان اللہ کہنے کا کوئی اعتبار اور حیثیت نہیں ہوگی کیونکہ وہ دار العمل نہیں ہے دار الجزاء ہے۔ وہاں کی نیکی کا کوئی بدلہ نہیں ہے اِس جہان میں جو نیکی کرے گا اس کا بدلہ ملے گا وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا اور تم یقین کرو گے کہ ہم دنیا میں نہیں ٹھہرے مگر بہت تھوڑا سا۔ وہ آخرت جو نہ ختم ہونے والی زندگی ہے اس کے مقابلے میں دنیا کے دس بیس، پچاس، سو سال، ہزار سال کچھ بھی نہیں ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کی عمر مبارک تقریباً چودہ سو سال تھی۔ وفات کے وقت کسی نے پوچھا حضرت تم نے بڑا لمبا عرصہ حیات پائی ہے دنیا کو کیسا دیکھا؟ فرمایا یوں سمجھو کہ ایک مکان کے دو دروازے ہیں ایک سے داخل ہوا ہوں دوسرے سے نکل کر جا رہا ہوں۔ لیکن ہم نے یہ سمجھا ہوا ہے کہ ہم نے زندگی کے پٹے لکھوائے ہوئے ہیں۔ ساتھیو! موت کو، آخرت کو، قبر کو کبھی نہ بھولو ہر وقت یاد رکھو۔ اللہ تعالیٰ سب کو توفیق عطا فرمائے۔

وَقُلْ لِّعِبَادِیْ یَقُوْلُوا الَّتِیْ

هِیَ اَحْسَنُ اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَنْزَغُ بَیْنَهُمْ اِنَّ الشَّیْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِیْنًا ﴿۵۳﴾ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ اِنْ یَّشَاْ یَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ یَّشَاْ یُعَذِّبْكُمْ وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ وَكِیْلًا ﴿۵۴﴾ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِیّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّاٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۵۵﴾ قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا یَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِیْلًا ﴿۵۶﴾ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ وَیَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَیَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ﴿۵۷﴾

وَقُلْ اور آپ کہہ دیں لِعِبَادِیْ میرے بندوں کو یَقُوْلُوْا کہ وہ کہیں الَّتِیْ ایسی بات هِیَ اَحْسَنُ جو بہت اچھی ہو اِنَّ الشَّیْطٰنَ بیشک شیطان یَنْزَغُ بَیْنَهُمْ پھوٹ ڈالتا ہے ان کے درمیان اِنَّ الشَّیْطٰنَ بیشک شیطان كَانَ لِلْاِنْسَانِ ہے انسان کیلئے عَدُوًّا مُّبِیْنًا دشمن کھلا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ تمہارا رب خوب جانتا ہے بِكُمْ تم کو اِنْ یَّشَاْ یَرْحَمْكُمْ اگر چاہے تو تم پر رحم کرے اَوْ اِنْ یَّشَاْ یُعَذِّبْكُمْ یا اگر چاہے تو تم کو سزا دے وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو عَلَیْهِمْ ان پر وَكِیْلًا وکیل بنا کر وَرَبُّكَ اَعْلَمُ اور تیرا پروردگار خوب جانتا ہے بِمَنْ ان کو فِی السَّمٰوٰتِ جو آسمانوں میں وَالْاَرْضِ اور جو زمین میں

ہیں وَلَقَدْ فَضَّلْنَا اور البتہ تحقیق ہم نے فضیلت دی بَعْضَ النَّبِيِّيْنَ بعض انبیاء کو عَلٰی بَعْضٍ بعض پر وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا اور عطا کی ہم نے داؤد علیہ السلام کو زبور قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ آپ کہہ دیں پکارو تم ان کو زَعَمْتُمْ جن کے بارے میں تم خیال کرتے ہو مِّنْ دُوْنِهٖ اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے فَلَا يَمْلِكُوْنَ پس وہ نہیں ہیں مالک كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ تکلیف کو دور کرنے کے تم سے وَلَا تَحْوِيْلًا اور نہ کسی اور پر ڈالنے کے اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ یہ لوگ ہیں يَدْعُوْنَ جن کو یہ پکارتے ہیں يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ تلاش کرتے ہیں اپنے رب کی طرف الْوَسِيْلَةَ وسیلہ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ کون ان میں سے زیادہ قریب ہو وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ اور امید رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ اور ڈرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ بیشک تیرے رب کا عذاب كَانَ مَحْذُوْرًا ہے کہ اس سے ڈرا جائے۔

مومنوں کیلئے سبق :

کافروں کی کج بحثی تم نے سنی کہ کہتے تھے کہ اس پر جادو ہوا ہے اور کہتے کہ یہ ہڈیاں جب چورا چور ہو جائیں گی تو کیا ہم دوبارہ اٹھائیں جائیں گے۔ تو ان کی ایسی لایعنی باتوں سے مومنوں کو طبعاً صدمہ ہوتا تھا، تکلیف ہوتی تھی، رنج پہنچتا تھا تو ایسے موقع پر آدمی سخت بات بھی کہہ سکتا ہے اور کہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو سبق دیا۔ فرمایا وَقُلْ لِّعِبَادِيْ اور اے نبی کریم ﷺ! آپ کہہ دیں میرے بندوں کو يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ وہ کہیں ایسی بات جو بہت اچھی ہو۔ یہ جاہل بے وقوف احمق ہیں جو ایسی نازیبا باتیں کرتے ہیں اگر تم

بھی جواب میں ایسی باتیں شروع کر دو گے تو معاملہ طول پکڑ جائے گا لہذا مومنوں کو اچھی بات کہنی چاہیے۔ اچھی بات کا مطلب یہ ہے کہ ان کے سوالوں کے جواب معقول انداز میں دو، لہجہ پیار محبت والا ہو اور ان کی بات کو رد کرو کیونکہ یہ تمہارا فریضہ ہے۔ لیکن ایسے انداز کو شریعت پسند نہیں کرتی جس سے فتنہ فساد برپا ہو اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَنْزَغُ بَیْنَھُمْ بیشک شیطان پھوٹ ڈالتا ہے ان کے درمیان۔ اختلاف کی باتیں ان میں پیدا کرتا ہے۔ شیطان کہے گا کہ دیکھو جی تمہاری موجودگی میں تمہارے نبی کو مجنون کہا گیا ہے جھوٹا اور مفتری کہا گیا ہے تم بھی ان کو کہو۔ طبعًا یہ باتیں ذہن میں آتی ہیں شیطان اور ابھارے گا اِنَّ الشَّیْطٰنَ کَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِیْنًا بیشک شیطان ہے انسان کا دشمن کھلا۔ شیطان سے کبھی خیر کی توقع نہیں رکھنی چاہیے اگر بظاہر کوئی چیز خیر کی نظر بھی آئے گی تو اس میں شیطان کا فائدہ ہوگا۔

شیطان سے کبھی خیر کی توقع نہیں رکھنی چاہیے، ایک حکایت :

ایک مشہور کہانی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ایک نیک بندہ تھا جو شیطان کی بات نہیں مانتا تھا۔ گرمی کے موسم میں وہ ایک دیوار کے سائے کے نیچے لیٹ گیا۔ حدیث پاک میں آتا ہے اَلْقَیْلُوْلَۃُ مِنْ دَابِ الصّٰلِحِیْنَ ''دوپہر کے وقت تھوڑا سا سونا نیک لوگوں کی عادت ہے۔'' کیونکہ وہ دوپہر کو سوئیں گے تو رات کو تہجد کیلئے آسانی سے اٹھیں گے۔ دوپہر کا سونا گویا رات کے جاگنے کی تمہید ہے۔ تو وہ دیوار کے سائے میں سوئے تھے شیطان نے کہا جلدی سے اٹھ جاؤ دیوار گرنے والی ہے اور ایسا ہی ہوا کہ وہ اٹھ کر ایک دو قدم چلے تو دیوار گر گئی۔ انہوں نے پوچھا تم کون ہو میرے لئے فرشتہ رحمت ثابت ہوئے ہو؟ اس نے کہا تمہارا مقصد حاصل ہو گیا ہے کہ تمہاری جان بچ گئی اگلی بات چھوڑو۔ انہوں نے کہا نہیں

مجھے تم ضرور بتلاؤ کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا کہ میں ابلیس ہوں۔ اس نیک بندے نے پڑھا لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ میں نے تو کبھی ابلیس کا ساتھ نہیں دیا تم نے میرے ساتھ ہمدردی کیوں کی ہے۔ ابلیس نے کہا کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو شخص دیوار کے نیچے آ کر مر جائے، مکان کے نیچے دب کر مر جائے وہ شہید ہوتا ہے تو میں اپنے دشمن کو شہید ہونے کا موقع کیوں دیتا؟ تو شیطان کی ہمدردی میں بھی دشمنی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بلا وجہ نہیں فرمایا کہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔ رَبُّکُمْ اَعْلَمُ بِکُمْ تمہارا رب خوب جانتا ہے تمہیں اِنْ یَّشَاْ یَرْحَمْکُمْ اگر چاہے تو تم پر رحم کرے رحمت نازل فرمائے۔ رحمت کے مستحق ہونے کے اس نے طریقے بھی بتلائے ہیں کہ توحید کو تسلیم کرو اس کی عبادت کرو اس کے احکام مانو گے تو رحمت نازل ہوگی۔ اَوْ اِنْ یَّشَاْ یُعَذِّبْکُمْ یا اگر چاہے تو تمہیں سزا دے۔ اس کے پیغمبروں کیساتھ عداوت کرو گے نافرمانی کرو گے تو رب تعالیٰ کے عذاب میں مبتلا ہو گے۔

اللہ تعالیٰ کا آپ ﷺ کو تسلی دینا کہ پریشان نہ ہوں آپ ﷺ کے ذمہ پہنچانا ہے ہدایت دینا نہیں:

آنحضرت ﷺ جب لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی دعوت دیتے اور لوگ نہ مانتے تو آپ ﷺ کو تکلیف اور بڑا صدمہ ہوتا تھا کوفت ہوتی تھی کہ میں ان کی زبان اور بولی میں بغیر کسی لالچ اور طمع کے ان کی خیر خواہی کرتا ہوں یہ الٹا مجھے دیوانہ اور کذاب کہتے ہیں کبھی جادوگر کہتے ہیں کبھی کچھ کہتے ہیں اور کبھی کچھ کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ عَلَیْھِمْ وَکِیْلًا اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو ان پر وکیل بنا کر۔ آپ مبلغ ہیں یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ [مائدہ: ٦٧] اے

رسولؐ آپ حق کو پہنچادیں سنادیں اگر یہ منکر ہو کر جہنم میں جاتے ہیں تو لَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِیْمِ [بقرۃ:۱۱۹] ''آپ سے دوزخیوں کے متعلق نہیں پوچھا جائے گا'' کہ یہ جہنم میں کیوں گئے ہیں۔ یہ سوال اس وقت ہو سکتا تھا اگر آپ ﷺ کوتاہی کرتے اور اس کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ پیغمبر تبلیغ میں کوتاہی کرے۔ پیغمبروں نے جانیں دے دیں لیکن تبلیغ میں کوتاہی نہیں کی۔ یا آپ ﷺ سے سوال کی دوسری صورت یہ ہو سکتی تھی کہ آپ ﷺ کو ہدایت دینے کا اختیار ہوتا تو پھر سوال ہوتا کہ آپ ﷺ نے ان کو ہدایت کیوں نہیں دی اور یہ بات بھی صاف ہے کہ ہدایت کا اختیار آپ کو نہیں ہے اِنَّکَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ [قصص:۵۶] ''آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔'' آپ ﷺ کا کام ہے ہدایت پیش کرنا ہدایت دینا آپ ﷺ کے اختیار میں نہیں ہے۔ اگر دینا آپ ﷺ کے اختیار میں ہوتا تو اپنے چچا ابو طالب عبد مناف کو کبھی دوزخ میں نہ جانے دیتے۔ اس نے آپ کی پچاس سال خدمت کی ہے اور خدمت بھی ایسی کہ دنیا کی تاریخ نہیں بتلا سکتی کہ کسی چچا نے بھتیجے کی ایسی خدمت کی ہو۔ مگر دھڑا دھڑا ہوتا ہے اس نے آخر دم تک کفر کا دھڑا نہیں چھوڑا دوزخ میں گیا اور ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ بخاری اور مسلم کی روایت ہے کہ سب سے ہلکا عذاب ابو طالب کو ہوگا کہ آگ کی جوتیاں پہنائی جائیں گی جس کی وجہ سے اس کا دماغ ایسے اُبلے گا جیسے تیز آگ پر ہنڈیاں کا پانی کھولتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بچائے اور محفوظ فرمائے۔ تو فرمایا ہم نے آپ کو ان پر وکیل بنا کر نہیں بھیجا۔ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ اور آپ کا رب خوب جانتا ہے بِمَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ان کو جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں۔ ساتوں آسمانوں میں فرشتے ہیں جن کی تعداد رب تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا وَمَا یَعْلَمُ

جُنُودَ رَبِّکَ اِلَّا ھُوَ [سورہ مدثر] ''اور تیرے رب کے لشکروں کو صرف وہی جانتا ہے۔''
ایک ایک انسان اور جن کیساتھ چوبیس چوبیس فرشتے ہیں اور زمین کی مخلوق کو بھی رب ہی جانتا ہے۔ زمین میں انسان ہیں جنات ہیں کیڑے مکوڑے ہیں نہ معلوم کیا کیا مخلوق ہے تمام مخلوقات کا علم رب تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِیّٖنَ اور البتہ تحقیق ہم نے فضیلت دی بعض انبیاء کو عَلٰی بَعْضٍ بعض پر۔ ایمان کے سلسلے میں مومن کا فریضہ ہے کہ سب پیغمبروں پر ایمان لائے اور یہ کہے لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ [بقرۃ:۲۸۵] ''ہم نہیں تفریق کرتے کسی میں اس کے رسولوں میں سے۔'' ہمارا سب پر ایمان ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے اور اپنے اپنے زمانہ میں ہدایت کا بہترین نمونہ تھے۔ جبکہ یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں مانتے تھے بلکہ نبی ماننا تو در کنار معاذ اللہ کہتے تھے حلال زادہ ہی نہیں ہے، اتنے بے ایمان تھے۔ پھر عیسائی ضد میں آکر کہتے تھے ہم تمہارے نبی موسیٰ علیہ السلام کو نہیں مانتے۔ تو انہوں نے تفریق شروع کی ہوئی تھی۔ عرب کے مشرک کہتے تھے کہ ہم ابراہیم علیہ السلام کے علاوہ کسی کو نہیں مانتے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو کہا قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰہِ کہو ہم ایمان لاتے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور جو کچھ نازل کیا گیا ہے ہماری طرف اور جو اتارا گیا ہے ابراہیم علیہ السلام پر، اسماعیل علیہ السلام پر، اسحاق علیہ السلام پر، یعقوب علیہ السلام پر اور ان کی اولاد پر اور جو دیا گیا موسیٰ علیہ السلام کو اور عیسیٰ علیہ السلام کو اور جو دیا گیا دوسرے نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْھُمْ ''ہم ان میں سے کسی ایک کے درمیان تفریق نہیں کرتے۔'' باقی درجے کے لحاظ سے ان میں فرق ہے جس کا ثبوت تیسرے پارے کی پہلی آیت کریمہ میں تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ ''یہ سب رسول ہیں ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی

ہے۔''تمام پیغمبروں کے امام سردار خاتم النبین حضرت محمد رسول اللہ ہیں۔آپ کی ذات گرامی کے بعد دوسرا نمبر حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا ہے اور تیسرا نمبر حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کا ہے۔تو فرمایا ہم نے فضیلت دی بعض نبیوں کو بعض پر۔ وَّاٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا اور عطا کی ہم نے داؤد علیہ السلام کو زبور۔

خصوصیت کیساتھ زبور کے ذکر کرنے کی وجہ :

مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ زبور کے ذکر کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس میں آخری دور کے نبی اور آپ کی امت کی خلافت ارضی کا ذکر ہے وَلَقَدْ کَتَبْنَا فِی الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّکْرِ اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُھَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ ''ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد یہ بات لکھ دی کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہونگے۔''اور نیک بندوں کی تشریح میں آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کی امت کے لوگ آتے ہیں۔آج بھی زبور،انجیل،تورات کوئی بھی آسمانی کتاب قرآن کریم کے علاوہ صحیح شکل میں موجود نہیں ہے ان میں بڑی تحریفات ہو چکی ہیں۔پھر بھی کچھ چیزیں آج ملتی ہیں جن کا تعلق آخری پیغمبر اور آخری امت کیساتھ ہے۔چنانچہ انجیل داؤد کا سینتیسواں (۳۷) باب آیت نمبر ۹-۱۰ میں ایسا مضمون موجود ہے جس میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی آمد اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کا ذکر موجود ہے۔انجیل یوحنا میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو کہا میں جاتا ہوں دنیا کا سردار آئے گا اس کا مجھ میں کچھ نہیں ہے۔یعنی جو خوبیاں اللہ تعالیٰ نے ان کو دی ہیں وہ مجھے حاصل نہیں ہیں۔یہ آیت آج بھی انجیل یوحنا میں موجود ہے لیکن پادری بے ایمان کہتے ہیں کہ اس سے مراد ابلیس ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں جاتا ہوں ابلیس آئے گا لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ کی عیسائی پادریوں سے گفتگو :

سردیوں کا موسم تھا میں نصرت العلوم سے اسباق پڑھا کر گھر پہنچا کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے بچوں کو کہا جا کر دیکھو کون ہے؟ بچہ واپس دوڑتا ہوا آیا کہ کوٹ پتلون والے دو آدمی ہیں۔ میں نے کہا بیٹھک میں بٹھا کر چائے پلاؤ میں آتا ہوں۔ میں گیا ملاقات کی میں نے پوچھا تم کون ہو؟ ایک نے کہا کہ میرا نام پطرس گل ہے اور میں پادری ہوں دوسرے کا نام مجھے یاد نہیں ڈائری کے اندر لکھا ہوا ہے۔ کہاں سے آئے ہو؟ کہنے لگے انارکلی لاہور والے گرجے سے، یہ اسکا انچارج ہے اور میں اس کا معاون ہوں۔ میں حیران ہوا کہ یہ پادری کا میرے ساتھ کوئی جوڑ ہے؟ کوئی مولوی ملنے آتا، کوئی حافظ، قاری، طالب علم آتا تو سمجھ میں آسکتا تھا پادریوں کا میرے ساتھ کیا جوڑ ہے؟ یہ میرے دل میں سوچ تھی میں نے کہا کیسے آئے ہو؟ کہنے لگا ہم نے آپ کی کتاب ''عیسائیت کا پس منظر'' پڑھی ہے اس کے حوالے سے بات کرنے آئے ہیں آپ نے اس میں انجیل یوحنا کا حوالہ دیا ہے اور اس کا مصداق اپنے پیغمبر کو بنایا ہے یہ آپ نے غلط لکھا ہے۔ میں نے کہا دنیا کے سردار سے مراد تمہارے نزدیک کیا ہے؟ کہنے لگے اس سے مراد شیطان ہے۔ میں نے کہا پادری صاحب بڑی عجیب بات ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ابلیس کو دنیا کا سردار کہہ رہے ہیں اور کیا ابلیس پہلے نہیں تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہ کہیں کہ میں جا رہا ہوں اور ابلیس صاحب آئیں گے۔ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کو جنت سے کس نے نکالا تھا؟ تو پہلی بات تو یہ ہے کہ اس کو دنیا کا سردار کیسے کہا؟ پھر وہ پہلے سے موجود تھا تو اس کے آنے کی خوشخبری دینے کا کیا مطلب ہوا؟ میں نے کہا پادری صاحب کوئی ایسی تاویل کرو جو کم از کم بندے کے ذہن میں آئے یہ تو نکمی اور بودی تاویل

تم نے کی ہے۔ پھر میں نے کہا کہ انجیل متی میں ہے جو میرے بعد آتا ہے وہ مجھ سے زور آور ہے میں اس کی جوتیاں اٹھانے کے لائق نہیں تو کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام شیطان کی جوتیاں اٹھانے کے قابل نہیں یا اس کو جوتیاں مارتے ہیں؟ کچھ تو سوچو۔ آج بھی اگر یہ لوگ ضد چھوڑ دیں تو تورات انجیل اور زبور میں آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ ؓ کے متعلق اشارے موجود ہیں مگر ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔

تو فرمایا ہم نے فضیلت دی بعض پیغمبروں کو بعض پر اور حضرت داؤد علیہ السلام کو زبور دی۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو کسی شے کا اختیار نہیں ہے :

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ آپ کہہ دیں پکارو تم ان کو جن کے متعلق تم خیال کرتے ہو اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے۔ تفسیروں میں اس آیت کا شان نزول یہ لکھا ہے کہ مکہ مکرمہ اور طائف، کے درمیان وجہ نامی ایک جنگل تھا وہاں جنات بکثرت رہتے تھے اور متبادل راستہ کوئی نہیں تھا۔ یہ لوگ جب جاتے تو وہاں دھائی دیتے کہ ہمیں کچھ نہ کہنا یہ کھجوریں اور مکھن اور ستو ہم رکھ جاتے ہیں کھاؤ پیو اور ہمیں کچھ نہ کہو۔ جنات بڑے خوش ہوئے کہ مفت میں یہ چیزیں ملتی ہیں۔ جنات بھی ہماری طرح کھاتے پیتے ہیں۔ بعد میں وجہ جنگل کے سارے جنات مسلمان ہو گئے تھے مگر ان لوگوں نے ان کی پوجا پھر بھی نہ چھوڑی۔ تو فرمایا آپ ان کو کہہ دیں پکارو تم انکو جن کے بارے میں تم خیال کرتے ہو اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا پس وہ نہیں ہیں مالک تکلیف کو دور کرنے کے تم سے اور نہ کسی اور پر ڈالنے کے کہ تمہارے اوپر سے اتار کر کسی اور پر ڈال دیں اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی تکلیف کو دور کرنے والا نہیں ہے۔

سورت یونس آیت نمبر ۱۰۷ میں ہے وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلاَ کَاشِفَ لَہٗ اِلاَّ ھُوَ ''اور اگر اللہ تعالیٰ پہنچائے آپ کو کوئی تکلیف تو اس کے سوا اس تکلیف کو کوئی دور نہیں کر سکتا وَاِنْ یُّرِدْکَ بِخَیْرٍ فَلاَ رَآدَّ لِفَضْلِہٖ اور اگر ارادہ کرے آپ کیساتھ بھلائی کا پس کوئی نہیں روک سکتا اس کے فضل کو۔'' اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ وہ لوگ جن کو پکارتے ہیں یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّھِمُ الْوَسِیْلَۃَ تلاش کرتے ہیں اپنے رب کی طرف وسیلہ عبادت اور اطاعت کے ذریعے اَیُّھُمْ اَقْرَبُ کون ان میں سے زیادہ قریب ہو۔ وہ خود رب کی عبادت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی بندگی کرتے ہیں اور رب تعالیٰ کے تقرب کا وسیلہ تلاش کرتے ہیں وَیَرْجُوْنَ رَحْمَتَہٗ اور اُمید رکھتے ہیں رب کی رحمت کی وَیَخَافُوْنَ عَذَابَہٗ اور ڈرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے۔ ان کی اپنی یہ کیفیت ہے کہ پہلے وہ باغی تھے لیکن اب وہ رب پرست بن گئے ہیں یہ پھر بھی ان کی پوجا نہیں چھوڑتے۔ مدعی سست اور گواہ چست کا مصداق ہیں اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ کَانَ مَحْذُوْرًا بیشک تیرے رب کا عذاب ہے کہ اس سے ڈرا جائے۔ تیرے رب کا عذاب ڈرنے کے قابل ہے کسی وقت بھی رب کے عذاب سے بے خوف نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہر قسم کے عذاب سے بچائے اور محفوظ رکھے۔

وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا ۭ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝ وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ۭ وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ۭ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ۝ وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ۭ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ ۭ وَنُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ۝ۧ

وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اور نہیں ہے کوئی بستی اِلَّا مگر نَحْنُ ہم مُهْلِكُوْهَا ہلاک کر دیں گے اس کو قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن سے پہلے اَوْ مُعَذِّبُوْهَا یا اس کو سزا دینے والے ہیں عَذَابًا شَدِيْدًا بڑی سخت سزا كَانَ ذٰلِكَ ہے یہ بات فِي الْكِتٰبِ لوح محفوظ میں مَسْطُوْرًا لکھی ہوئی وَمَا مَنَعَنَآ اور نہیں روکا ہمیں اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ کہ ہم بھیجیں نشانیاں اِلَّآ اَنْ مگر اس بات نے كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ کہ جھٹلایا ان نشانیوں کو پہلے لوگوں نے وَاٰتَيْنَا اور دی ہم نے ثَمُوْدَ قوم ثمود کو النَّاقَةَ اونٹنی مُبْصِرَةً روشن فَظَلَمُوْا بِهَا پس انہوں نے زیادتی کی اونٹنی کیساتھ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اور ہم نہیں بھیجتے نشانیاں اِلَّا تَخْوِيْفًا مگر ڈرانے کیلئے وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اور جس وقت ہم نے کہا آپ کو اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ بیشک آپ کا رب احاطہ کرنے والا ہے لوگوں کا وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا اور

نہیں بنایا ہم نے وہ دکھاوا اَلَّتِیْٓ اَرَیْنٰکَ جو ہم نے آپ کو دکھایا اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ مگر لوگوں کیلئے آزمائش وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ اور درخت جو ملعون ہے فِي الْقُرْاٰنِ قرآن میں وَنُخَوِّفُهُمْ اور ہم ان کو ڈراتے ہیں فَمَا يَزِيْدُهُمْ پس نہیں زیادہ کرتا اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا مگر سرکشی بڑی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اور نہیں ہے کوئی بستی اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا مگر ہم اسکو ہلاک کردیں گے قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن سے پہلے اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا یا ہم اس کو سزا دیں بڑی سخت سزا۔

اسبابِ ہلاکت :

ہر چیز کا ایک ظاہری سبب ہوتا ہے اور ایک باطنی سبب ہوتا ہے۔ ہلاکت کا ظاہری سبب یہ ہے کہ حکومتوں کی آپس میں لڑائیاں ہونگی اور مہلک ہتھیار استعمال ہوں گے بستیوں کی بستیاں تباہ ہو جائیں گی اجڑ جائیں گی کوئی بستی نہیں رہے گی۔ اور باطنی سبب یہ ہے کہ انسانوں کے گناہ زیادہ ہو جائیں گے یہ گناہوں کا بڑھنا ہلاکت کا پیش خیمہ ہے۔ ہر بستی گناہوں میں ڈوبی ہوئی ہوگی حکومتوں کے آپس میں اختلافات ہونگے۔ آج نہ سہی کل سہی یہ تباہی دنیا میں پھیلے گی۔ قرآن کریم کے اردو تراجم میں پہلے نمبر کا ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے جو بیٹے ہیں شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کے۔ شاہ صاحب کے چار بیٹے تھے بڑے بیٹے کا نام شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تھا رحمہ اللہ تعالیٰ۔ انہوں نے بہت ساری کتابیں لکھی ہیں۔ تفسیر عزیزی، فتاویٰ عزیزیہ مشہور ہیں۔ یہ پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے انگریز کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا اور قوم انگریز کیخلاف اٹھ کھڑی ہوئی۔ انگریز نے اس زمانے میں ستر ہزار علماء کو سولی پر لٹکایا۔

انگریز کیخلاف جہاد میں علماء دیوبند کی شرکت :

انگریز کے خلاف جہاد میں ہمارے بزرگ بھی شامل تھے۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند، مولانا حافظ ضامنؒ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، ان حضرات نے شاملی کے مقام پر انگریز کیخلاف جنگ لڑی اور حافظ ضامن صاحب شہید ہوئے رحمہ اللہ تعالیٰ۔ تو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ ہندوستان میں علمی لحاظ سے، سیاسی لحاظ سے، اخلاقی لحاظ سے اور روحانی لحاظ سے بڑی شخصیت گزری ہے۔ دوسرے بیٹے کا نام شاہ عبدالقادرؒ ہے جنہوں نے قرآن پاک کا اردو میں ترجمہ کیا۔ حضرت نانوتویؒ فرماتے تھے ایسے معلوم ہوتا ہے کہ الہامی ترجمہ ہے اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ فرماتے تھے کہ قرآن اگر ہندوستان میں نازل ہوتا تو شاہ عبدالقادرؒ کی زبان میں نازل ہوتا۔ یعنی صحیح ترجمہ ہے۔ یہ ترجمہ انہوں نے چالیس سال کے عرصہ میں کیا ہے۔ تو قرآن پاک کا سب سے پہلے اردو میں ترجمہ عبدالقادر صاحبؒ نے کیا ہے۔ تیسرے بیٹے شاہ رفیع الدینؒ ہیں ان کا ترجمہ دوسرے نمبر پر ہے۔ یہ طبع شدہ تراجم ہیں۔ چوتھے بیٹے شاہ عبدالغنیؒ ہیں جنکے بیٹے ہیں شاہ اسماعیل شہیدؒ۔ بالاکوٹ میں سکھوں کیساتھ لڑے اور شہید ہوئے۔ یہ سارا خاندان ہی انقلابی خاندان تھا۔ اس آیت کی تفسیر میں شاہ عبدالقادر صاحبؒ لکھتے ہیں......

''یعنی تقدیر میں لکھ چکے ہر شہر کے لوگ بزرگ کو پوجتے ہیں کہ ہم اس کی رعیت ہیں اور اس کی پناہ میں ہیں سو وقت آئے پر کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔''

مطلب یہ ہے کہ ہر بستی کے بزرگوں کو یہ سمجھا ہوا ہے کہ وہ اس شہر کا نگران ہے اس نے اس شہر کو پناہ دی ہوئی ہے۔ کہیں عبداللہ شاہؒ اور کہیں دولے شاہؒ ہے، کہیں علی ہجویریؒ

ہیں۔ شادیاں کریں گے تو وہاں جا کر سلامیاں دیں گے اور کوئی بھی کام کریں گے تو وہاں جا کر چادریں چڑھائیں گے۔ قیامت سے پہلے رب تعالیٰ ان سب کو تباہ کرے گا اور بتلائے گا کہ رب تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہے بچانے والا۔ ان بزرگوں کا تو کوئی گناہ نہیں ہے یہ تو سارے بڑے نیک اور پارسا تھے لوگوں کا قصور ہے جنہوں نے یہ سمجھا ہوا ہے کہ یہ ہمارے پناہ دہندہ ہیں۔ کَانَ ذٰلِکَ فِی الْکِتٰبِ مَسْطُوْرًا ہے یہ بات لکھی ہوئی لوح محفوظ میں اور جو بات لوح محفوظ میں درج ہو چکی ہے اس کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ لوگ آنحضرت ﷺ سے فرمائشی معجزے مانگتے تھے۔ اسی سورت میں آگے آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ کہتے تھے اگر آپ پیغمبر ہیں تو آپ کی کوٹھی سونے کی ہونی چاہئے، آپ کیلئے باغ ہونے چاہیے جن میں ہر قسم کے پھل ہوں اگر آپ پیغمبر ہیں تو صفا مروہ کو سونا بنا دیں، یہ پہاڑ یہاں سے دور کر کے ہموار میدان بنا دیں تا کہ ہم کاشت کر سکیں، آپ اڑ کر آسمانوں پر جائیں اور اوپر سے ہمارے سامنے کتاب لائیں پھر ہم مانیں گے۔

نفع نقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے :

ان تمام باتوں کا اللہ تعالیٰ نے جواب دیا قُلْ اے نبی کریم ﷺ! آپ کہہ دیں هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا "نہیں ہوں میں مگر بشر ہوں رسول ہوں۔" اور جو فرمائشیں تم کر رہے ہو یہ خدائی کام ہیں اور خدائی اختیارات میرے پاس نہیں ہیں۔ اور سورۂ انعام آیت نمبر ۵۸ میں ہے قل آپ کہہ دیں لَوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ "اگر ہو میرے پاس وہ چیز جس کی تم جلدی کرتے ہو تو البتہ فیصلہ کر دیا جاتا تمہارے اور ہمارے درمیان۔" یعنی اگر خدائی اختیارات میرے پاس ہوتے تو جس دن تم نے اللہ تعالیٰ کی توحید کا انکار کیا تھا اور میری رسالت کا انکار کیا تھا اور قیامت کا انکار کیا

تھا اسی دن میں تمہارا بیڑا غرق کر دیتا مگر خدائی اختیارات خدا کے پاس ہیں ۔ہاں! اگر مخلوق میں سے کسی کو ملتے تو آنحضرت ﷺ سے بڑی شخصیت کوئی نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے صاف اعلان کروایا قُلْ اِنِّیْ لَا اَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا [سورۃ الجن] ''بیشک میں نہیں ہوں مالک تمہارے نقصان اور نہ نفع کا۔'' اور سورۃ یونس آیت نمبر ۴۹ میں اپنے متعلق فرمایا لَآ اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ''نہیں ہوں میں مالک اپنے لئے نقصان اور نفع کا۔'' اختیارات سارے رب تعالیٰ کے پاس ہیں وہی ہوتا ہے جو رب کرتا ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے جواب دیا فرمایا وَمَا مَنَعَنَآ اور نہیں روکا ہمیں اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰیٰتِ کہ ہم بھیجیں نشانیاں اِلَّآ اَنْ کَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ مگر اس بات نے کہ جھٹلایا ان نشانیوں کو پہلوں نے ۔فرمائشی معجزے طلب کیے مگر مانا نہیں تو پکڑے گئے کیونکہ فرمائشی معجزہ ملنے کے بعد اگر نہ مانیں تو گرفت میں آجاتے ہیں اس لئے ہم فرمائشی معجزے نہیں ظاہر کر رہے کہ تم عذاب سے بچ جاؤ۔ چنانچہ آگے اس کے متعلق ایک واقعہ بیان فرمایا وَاٰتَیْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ اور دی ہم نے ثمود قوم کو اونٹنی مُبْصِرَةً روشن، سب کو نظر آتی تھی۔ حجر کے علاقہ میں ثمود قوم آباد تھی ان کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ ان لوگوں نے چٹانوں میں مکان بنائے تھے تاکہ زلزلے سے گریں نہ۔ کیونکہ اینٹوں اور گارے کے مکان زلزلے نے گر جاتے تھے ایک ہی چٹان ہوگی اس کا کیا بگڑے گا۔ ایک چٹان میں پورا محل تیار کرتے اس میں مختلف کمرے بناتے ، یہ بیڈ روم ہے، یہ مہمان خانہ ہے، یہ ناچنے کا کمرہ ہے وغیرہ وغیرہ۔ خدا کی قدرت جس عذاب سے ڈرتے تھے ان پر وہی عذاب آیا۔ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۷۸ میں ہے فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ ''پس پکڑا ان کو زلزلے نے۔'' تو اس قوم نے حضرت صالح علیہ السلام سے مطالبہ کیا اگر

آپ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں تو جس چٹان پر ہم ہاتھ رکھیں اس سے اونٹنی نکل آئے اور بعض تفسیروں میں بچے کا بھی ذکر ہے کہ اونٹنی کیساتھ بچہ بھی ہو۔ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا معجزے اور نشانیاں ظاہر کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے ہم تو اللہ تعالیٰ کے آگے دعا کر سکتے ہیں درخواست کر سکتے ہیں کہ اے پروردگار! قوم کا یہ مطالبہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی کہ یہ جو کہتے ہیں ہم کر دیں گے چنانچہ دن مقرر ہوا کہ فلاں دن تم آ جاؤ جس چٹان پر ہاتھ رکھو گے اللہ تعالیٰ اس سے اونٹنی نکال دیں گے۔ سب لوگ مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے ٹولیوں کی شکل میں ایک دوسرے کیساتھ مذاق کرتے ہوئے آئے کہ آج چٹان سے اونٹنی نکلنی ہے۔ ایک چٹان پر انہوں نے ہاتھ رکھا اللہ تعالیٰ کی قدرت چٹان پھٹی اور اونٹنی باہر آ گئی۔ فرمایا هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ [سورۃ ہود] ''یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لئے اونٹنی ہے۔'' لیکن یقین جانو اتنا بڑا معجزہ دیکھنے کے باوجود ایک آدمی بھی مسلمان نہ ہوا۔ کہنے لگے جادو ہوا ہے۔ اب بتاؤ اس ضد کا بھی دنیا میں کوئی علاج ہے۔ فرمایا فَظَلَمُوْا بِهَا پس انہوں نے زیادتی کی اونٹنی کیساتھ کہ اس کی ٹانگیں کاٹ دی۔ اونٹنی چونکہ خرق عادت کے طور پر تھی کنویں پر جاتی تو سارا پانی پی جاتی۔ قوم نے شکایت کی تو حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا باری مقرر کر لو ایک دن تمہارے جانور پانی پئیں اور ایک دن یہ اونٹنی، لیکن یہ بھی ان کو برداشت نہ ہوا اور اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں۔ اونٹنی نے آواز نکالی بڑبڑائی حضرت صالح علیہ السلام دوڑتے ہوئے آئے اور فرمایا او ظالمو! تم نے بڑا ظلم کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں تین دن کی مہلت ہے ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ [ہود: ۶۵] ''یہ ایسا وعدہ ہے جو جھوٹا نہیں ہوگا۔'' تین دن کے بعد جبرائیل علیہ السلام نے ایک ڈراؤنی آواز نکالی اور ساتھ زلزلہ آیا جہاں جہاں تھے وہیں وہیں ان کے کلیجے پھٹ

گئے اور ڈھیر ہو گئے۔ وہ مکان ان کے آج بھی موجود ہیں مگر وہاں کوئی بستا رہتا نہیں ہے۔

ہمارے ایک شاگرد مولوی محمد عقیل صاحب نصرۃ العلوم کے فارغ تھے۔ مدینہ یونیورسٹی میں پڑھتے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے درخواست دی کہ ہم قوم ثمود کا علاقہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ بڑا دور علاقہ ہے اور راستے کچے ہیں جب ہم قریب پہنچے تو وہاں کچھ چرواہے بکریاں اونٹ چرا رہے تھے انہوں نے ہمارے سے پوچھا کہ تم کہاں جانا چاہتے ہو؟ ہم نے کہا کہ ہم قوم ثمود کی بستیاں دیکھنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا لَا تَذْهَبُوْا هِنَا ادھر مت جاؤ هِنَا عذابُ اللّٰه وہاں اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا ہے۔ کہتے ہیں ہم گئے سو کے قریب ہم نے چٹانیں دیکھیں۔ مکان ہیں ان کے اندر کمرے بنے ہوئے ہیں لیکن وہاں رہنے والا کوئی نہیں ہے۔

تو فرمایا انہوں نے اونٹنی پر ظلم کیا وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اور نہیں بھیجتے ہم نشانیاں اِلَّا تَخْوِيْفًا مگر ڈرانے کیلئے۔ جو ڈرے گا اس کو اللہ تعالیٰ بچالیں گے وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اور جس وقت ہم نے آپ کو کہا اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ آپ کا رب لوگوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے علماً بھی اور قدرتاً بھی، رب تعالیٰ کے علم اور قدرت سے کوئی باہر نہیں ہے وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ اور نہیں بنایا ہم نے وہ دکھاوا جو ہم نے آپ کو دکھایا مگر آزمائش لوگوں کیلئے۔ اس سورت کی ابتدا میں سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ کی تفسیر میں تم سن چکے ہو کہ دکھاوے سے مراد معراج کی رات۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے پہلا آسمان، دوسرا آسمان، تیسرا اور چوتھا آسمان اور عرش تک جو کچھ دکھایا وہ آزمائش ہے۔ جب آپ ﷺ واپس تشریف لائے تو فرمایا کہ رب تعالیٰ نے مجھے معراج کرایا ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آنکھیں بند کر کے کہا اٰمَنْتُ وَصَدَّقْتُ. کافر

کہنے لگے یہ جھلا سادہ آدمی ہے اس کی ہر بات مان لیتا ہے ہمیں منا کر دکھائے۔ قریش مکہ نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ یہ بتلاؤ کہ مسجد اقصیٰ کے بڑے مینار کتنے ہیں اور چھوٹے کتنے ہیں اور اس میں سنگ بشپ کے ستون کتنے ہیں اور سنگ مرمر کے کتنے ہیں اور عقیق کے کتنے ہیں؟ فلاں جگہ کیسی ہے اور فلاں جگہ کیسی ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ میں لَمْ اُثْبِتْهُ ''میں کوئی ان کو گننے تو نہیں گیا تھا۔'' ایک دن سارے شریر اکٹھے ہو کر آئے۔ بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ جب آپ نے ان کو دیکھا تو گھبرائے کیونکہ وہ شرارت کیلئے آئے تھے۔ جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا گھبرائیں نہیں۔ فرمایا فَجَلَّى اللّٰهُ لِيَ بَيْتَ الْمُقَدَّسِ ''اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس میرے سامنے کر دیا۔'' وہ جو پوچھتے تھے میں بتاتا جاتا تھا مگر مانے پھر نہیں۔

جہنم کے درختوں کا بیان :

وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ اور جو درخت ملعون ہے قرآن میں اس کا ذکر ہے۔ شَجَرَةَ الزَّقُّوْمِ تھوہر کا درخت اور غسلین کا درخت اور ضریع کا درخت، یہ دوزخ میں پیدا ہوتے ہیں۔ کافروں نے کہا کہ عجیب قسم کی منطق ہے۔ ایک طرف کہتے ہیں کہ دوزخ کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہے اور ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس میں درخت پیدا ہوتے ہیں۔ ان کیلئے تو یہ بات بڑی نرالی تھی لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات کیلئے ان چیزوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ مشہور تفسیر مدارک اور دوسری تفسیروں میں بھی ہے کہ ترکی کے علاقے میں ایک جانور ہے جس کا نام سمندل ہے یہ بھیڑ بکری کی طرح ہوتا ہے اس کی اون کے لوگ کپڑے بناتے ہیں وہ کپڑے جب میلے ہوتے ہیں تو ان کو آگ میں ڈالتے ہیں جس سے میل جل جاتی ہے کپڑا نہیں جلتا۔ صراح لغت کی کتاب

ہے اس میں تصریح ہے کہ ہندوستان میں ایک جانور ہے جس کا نام سمندل ہے وہ آگ میں ایسے خوش ہوتا ہے جیسے پانی میں مچھلی ۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ جنہوں نے مغربی پاکستان کا جھنڈا لہرایا تھا اور مشرقی پاکستان کا جھنڈا مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے لہرایا تھا اور قرارداد مقاصد ان کی کوشش سے پاس ہوئی تھی مگر ترپن (۵۳) سال گذر چکے ہیں اس پر عمل کچھ بھی نہیں ہوا۔ اگر اس پر عمل ہو جاتا تو مشرقی پاکستان ہم سے جدا نہ ہوتا اور یہاں بے دینی نہ ہوتی لیکن افسوس کہ اس پر کسی حاکم نے عمل نہیں کیا جو آتا ہے ایک سے ایک بڑھ کر آتا ہے ۔ تمام امریکہ کے بیٹے ہیں سارے باپ کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے شر سے بچائے ۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ سہارن پور کمپنی باغ میں ایک درخت ہے جس کی پرورش آگ سے ہوتی ہے ۔ یہ بہت بڑا باغ ہے اس میں جمعیت علماء ہند کا جلسہ تھا حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کی صدارت تھی ہم اس جلسے میں شریک تھے لیکن وہ درخت آنکھوں سے نہیں دیکھ سکے ۔ بہر حال دنیا میں اس کی نظیریں موجود ہیں اور آخرت کا تو مسئلہ ہی جدا ہے وہ ہمیں یہاں کیا سمجھ آئے گی ۔ اس میں سانپ بھی ہونگے جو دوزخیوں کو ڈنگ ماریں گے ۔ درد ساری زندگی نہیں جائے گا اور خچر کے برابر بچھو ہونگے ایک دفعہ ڈسیں گے ساری زندگی اس کی جلن ختم نہیں ہوگی لیکن یہ چیزیں ہمیں یہاں سمجھ نہیں آسکتیں کہ آگ بھی ہو، سانپ اور بچھو بھی ہوں اور درخت بھی ہوں مگر سب کچھ صحیح ہے، قرآن میں ہے، حدیث میں ہے ۔ فرمایا وَنُخَوِّفُهُمْ اور ہم ان کو ڈراتے ہیں نشانیوں کے ذریعے فَمَا يَزِيدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيرًا پس یہ قرآن نہیں زیادہ کرتا ان کیلئے مگر سرکشی بڑی ۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا ۚ﴿۶۱﴾ قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ ۫ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۶۲﴾ قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ﴿۶۳﴾ وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ؕ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۶۴﴾ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ﴿۶۵﴾

وَ اِذْ قُلْنَا اور جس وقت کہا ہم نے لِلْمَلٰٓئِكَةِ فرشتوں کو اُسْجُدُوا سجدہ کرو لِاٰدَمَ آدم علیہ السلام کو فَسَجَدُوْٓا پس سجدہ کیا انہوں نے اِلَّآ اِبْلِيْسَ مگر ابلیس نے قَالَ ابلیس نے کہا ءَ اَسْجُدُ کیا میں سجدہ کروں لِمَنْ اس کو خَلَقْتَ طِيْنًا جس کو تو نے پیدا کیا ہے گارے سے قَالَ کہا ابلیس نے اَرَءَ يْتَكَ آپ بتلائیں مجھے هٰذَا الَّذِيْ یہ وہ ہے كَرَّمْتَ عَلَيَّ جس کو تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اگر تو مجھے مہلت دے گا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن تک لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗ البتہ ضرور میں قابو کروں گا اس کی اولاد کو اِلَّا قَلِيْلًا مگر بہت تھوڑے قَالَ فرمایا رب تعالیٰ نے اِذْهَبْ جاؤ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ پس جو پیروی کرے گا ان میں سے تیری فَاِنَّ جَهَنَّمَ پس بیشک جہنم جَزَآؤُكُمْ تمہارا

بدلہ ہوگا جَزَآءً مَّوْفُوْرًا بدلہ پورا وَاسْتَفْزِزْ اور ملالو تم مَنِ اسْتَطَعْتَ جس پر تم طاقت رکھتے ہو مِنْهُمْ ان میں سے بِصَوْتِكَ اپنی آواز کیساتھ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ اور کھینچ لاؤ ان پر بِخَيْلِكَ اپنے سوار وَرَجِلِكَ اور پیدل وَشَارِكْهُمْ اور شریک ہو ان کیساتھ فِي الْاَمْوَالِ مالوں میں وَالْاَوْلَادِ اور اولاد میں وَعِدْهُمْ اور ان کو وعدے دو وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اور نہیں وعدہ دیتا شیطان ان کو اِلَّا غُرُوْرًا مگر دھوکے کا اِنَّ عِبَادِيْ بیشک میرے بندے لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ نہیں ہوگا تیرے لئے ان پر کوئی زور وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا اور کافی ہے آپ کا رب کارساز۔

سارے کافر شیطان کے چیلے ہیں:

مسلسل کئی رکوعوں سے یہ مضمون چلا آرہا ہے کہ کافر دلائل سن کر اور دیکھ کر ایمان نہیں لائے اور اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کو نہیں چھوڑا۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ سب شیطان کے چیلے ہیں اور شیطان رب تعالیٰ کا نافرمان ہے۔ ارشاد ربانی ہے وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اور جس وقت کہا ہم نے فرشتوں کو۔ مسلم شریف میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا خُلِقَتِ الْمَلٰئِكَةُ مِنْ نُّوْرٍ "فرشتے نور سے پیدا کئے گئے ہیں" اور جنات کو اللہ تعالیٰ نے آگ سے پیدا فرمایا ہے اور انسان کو مٹی سے پیدا فرمایا ہے۔ تو فرشتے ایک نورانی مخلوق ہیں مگر نور سے وہ نور نہ سمجھنا جو رب تعالیٰ کی صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام نور بھی ہے اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اس نور سے کوئی چیز نہیں نکلی اور ایک نور مخلوق ہے جس طرح آگ مخلوق ہے، پانی مخلوق

ہے، مٹی مخلوق ہے ان سب کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو مخلوق نور سے پیدا فرمایا ہے۔ فرشتے جنسی خواہشات سے پاک ہیں۔ نہ مرد، نہ عورت، نہ بیٹا، نہ بیٹی کوئی چیز نہیں ہے ہر وقت اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا میں مشغول رہتے ہیں وہ چوبیس گھنٹے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہتے ہیں۔

انسان کا درجہ فرشتوں سے زیادہ کیوں؟

لیکن انسان کا درجہ عبادت میں ان سے چار گنا زیادہ ہے۔ اس لئے کہ فرشتوں کی عبادت کرنے میں کسی قسم کی کوئی رکاوٹ نہیں ہے نہ ان کیساتھ جنسی خواہشات ہیں نہ ان کے پیٹ ہیں کہ روٹی کی فکر ہو اور نہ ان پر نیند کا غلبہ ہے یہ ساری چیزیں انسان کیساتھ ہیں۔ یہ ان تمام چیزوں پر قابو پا کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے، کھانے میں حلال حرام کی تمیز کرے، مشکلات کے باوجود نیند پر قابو پا کر رب کو یاد کرے تو اس کا درجہ چار گنا زیادہ ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ دنیا میں جو مومنوں کی بیویاں ہیں جنت میں ان کا درجہ حوروں سے زیادہ ہوگا وہ حوریں ان سے گفتگو کریں گی کہ ہم زعفران سے پیدا ہوئی ہیں کافور سے پیدا ہوئی ہیں کوئی عنبر اور کستوری سے پیدا ہوئی ہوگی حوروں کا مادہ خاکی نہیں ہے اور تم خاکی ہو کر درجے میں ہم سے بڑھ گئی ہو؟ یہ دنیا والی بیویاں جواب دیں گی، یہ اس لئے کہ ہم نے نمازیں پڑھیں، روزے رکھے، تکالیف اٹھائیں، بچوں کی تربیت کی، تم نے جنت میں کوئی تکلیف اٹھائی ہے؟ ہم نے یہ ساری تکالیف برداشت کر کے اپنے دین کو قائم رکھا اس لئے ہمارا درجہ زیادہ ہے۔ اسی طرح انسان کا درجہ فرشتوں سے زیادہ ہے مگر ہر ہر فرد کا نہیں کہ ہر انسان کا درجہ ہر فرشتے سے زیادہ ہو بلکہ مجموعی اعتبار سے ہے۔ چونکہ انسانوں میں اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بھیجے ہیں ان کی وجہ سے ان کا پلہ بھاری ہو گیا۔ تو اللہ تعالیٰ

فرماتے ہیں جس وقت ہم نے کہا فرشتوں سے اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ سجدہ کرو آدم علیہ السلام کو۔ سجدے سے مراد یہی سجدہ ہے جو ہم نماز میں کرتے ہیں اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں ہے۔

ہماری شریعت میں سجدہ تعظیمی ناجائز ہے :

پہلی شریعتوں میں سجدہ تعظیمی جائز ہوتا تھا ہماری شریعت میں جائز نہیں ہے۔ قیس ابن اسعد بڑے اونچے درجے کے صحابی ہیں آپ کے زمانے میں جو مختصر سی پولیس تھی اس کے یہ افسر تھے یوں سمجھو کہ اس زمانے میں یہ آئی۔جی پولیس تھے۔ یہ عراق کے علاقے میں گئے وہاں دیکھا کہ لوگ اپنے سرداروں کو، چودھریوں کو، راجوں کو سجدہ تعظیمی کرتے ہیں۔ آکر کہنے لگے حضرت! میں نے دیکھا ہے کہ عراق کے علاقے میں لوگ اپنے بڑوں کو سجدے کرتے ہیں فَاَنْتَ اَحَقُّ اَنْ یُّسْجَدَ لَکَ ''آپ زیادہ حقدار ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے۔'' آنحضرت ﷺ نے فرمایا اگر میری وفات ہو جائے اور قبر میں دفن کر دیا جاؤں اور تم میری قبر کے پاس سے گزرو تو قبر کو سجدہ کرو گے؟ کہنے لگے نہیں۔ فرمایا جیسے قبر کو سجدہ کرنا جائز نہیں ہے اسی طرح زندگی میں بھی سجدہ کرنا جائز نہیں ہے۔ دونوں مسئلے حل کر دیئے کہ نہ قبر کو سجدہ کرنا درست ہے اور نہ زندہ کو۔ فرمایا میری شریعت میں اگر کسی کو سجدہ تعظیمی کرنا جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے اس کے بڑے حقوق ہیں۔ تو فرمایا اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو۔ فَسَجَدُوْٓا پس سجدہ کیا انہوں نے اور سورت حجر آیت نمبر ۳۰ میں ہے فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِکَۃُ کُلُّھُمْ اَجْمَعُوْنَ تمام فرشتوں نے اکٹھا سجدہ کیا اِلَّآ اِبْلِیْسَ مگر ابلیس نے نہیں کیا۔ ظاہراً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سجدے کا حکم تو فرشتوں کو تھا ابلیس تو فرشتہ نہیں تھا؟ اسی پارے میں آگے آئے گا انشاء اللہ

تعالٰی کَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّہٖ ''ابلیس جنات میں سے تھا پس نافرمانی کی اس نے اپنے پروردگار کی۔'' یہ جنات کا بابا تو ناری مخلوق میں سے تھا اور سجدے کا حکم نوری مخلوق کا تھا پھر اس پر عتاب کیوں ہوا؟ تو یاد رکھنا! جس طرح فرشتوں کو سجدے کا حکم تھا اس کو بھی حکم تھا۔ چنانچہ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۲ میں ہے مَامَنَعَکَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُکَ ''کس چیز نے تجھے روکا کہ تو نے سجدہ نہ کیا جبکہ میں نے تجھے حکم دیا تھا۔'' یہ آیت بتلا رہی ہے کہ جس طرح فرشتوں کو حکم تھا اسی طرح ابلیس کو بھی حکم تھا اس نے نہ کیا۔ آگے ابلیسی منطق سنو قَالَ کہنے لگا ءَ اَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِیْنًا کیا میں سجدہ کروں اس کو جس کو تو نے پیدا کیا ہے گارے سے اور سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۲ میں ہے کہنے لگا اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَہٗ مِنْ طِیْنٍ ''میں اس سے بہتر ہوں مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا ہے، آگ میں روشنی اور بلندی ہوتی ہے، اور اس کو تو نے مٹی سے پیدا کیا۔'' میں اعلیٰ ہو کر ادنیٰ کو سجدہ کیوں کروں؟ پھر آگے رب کے آگے طعنے پیش کرتا ہے۔ قَالَ کہا ابلیس نے اَرَءَیْتَکَ آپ بتلائیں مجھے ھٰذَا الَّذِیْ کَرَّمْتَ عَلَیَّ یہ وہ ہے جس کو تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے۔ یہ رب تعالیٰ کیساتھ گفتگو ہو رہی ہے۔ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اگر تو مجھے مہلت دے گا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ قیامت کے دن تک لَاَحْتَنِکَنَّ البتہ ضرور میں قابو کروں گا ذُرِّیَّتَہٗ اس کی اولاد کو اِلَّا قَلِیْلًا مگر بہت تھوڑے۔

اکثریت ہمیشہ گمراہوں کی رہی ہے۔ اس وقت دنیا کی آبادی چھ ارب بتلاتے ہیں ان میں ایک ارب اور کچھ اوپر کلمہ پڑھنے والے مسلمان ہیں پھر ان مسلمانوں میں باطل فرقے بنے ہیں رافضی، قادیانی، ذکری، بابی، بہائی، تو مخلص کلمہ پڑھنے والے بہت تھوڑے ہیں۔ جس ایمان کو قرآن نے ایمان کہا ہے، آنحضرت ﷺ نے ایمان کہا ہے،

صحابہ کرامؓ تابعین اور تبع تابعین نے ایمان کہا ہے، ائمہ مجتہدین نے، فقہاء کرام اور محدثین بزرگان دین رحمہم اللہ تعالیٰ نے ایمان کہا ہے اس معیار پر پورا اترنے والے تو بہت تھوڑے مومن ہیں۔ قَالَ فرمایا رب تعالیٰ نے اِذْهَبْ جاؤ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ پس جس نے پیروی کی تیری ان میں سے فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا پس بیشک جہنم تمہارا بدلہ ہوگا پورا پورا بدلہ۔ تمہارے لئے دوزخ ہے۔

شیطان ناری کو نار میں کیسے عذاب ہوگا :

ملحد قسم کے لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ جہنم نار ہے اور ابلیس بھی ناری ہے تو آگ کو آگ میں کیا تکلیف ہوگی۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے علماء کرامؒ کو وہ فرماتے ہیں کہ شیطان دنیا کی آگ سے پیدا ہوا ہے اور جہنم کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہے۔ اور بخاری، مسلم کی حدیث میں ہے کہ دوزخ کے بعض طبقات نے دوسرے بعض طبقات کا شکوہ کیا کہ اے پروردگار! مجھے اس سے تکلیف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس طبقے کو اجازت دی کہ ایک سانس لے لو۔ یہ جو گرمی ہے یہ دوزخ کا سانس ہے اور ایک طبقہ زمہریر کا ہے سردی کا۔ آنحضرتﷺ نے فرمایا کہ یہ جو تم سخت سردی محسوس کرتے ہو یہ جہنم کے اس طبقے کا ایک سانس ہے۔ تو جہنم کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر گنا زیادہ تیز ہے اس میں جائے گا تو تکلیف ہوگی۔ اس آگ میں کسی کو مارنا مقصود ہو تو ایک شعلہ ہی کافی ہے لیکن لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى [سورہ اعلیٰ] ''وہاں نہ مرے گا نہ جئے گا۔'' اگر مر جائے تو سزا کون بھگتے اور عذاب کی زندگی کوئی زندگی نہیں ہے۔ کافر خود آرزو کریں گے يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ''کاش کہ یہ موت مجھے ختم ہی کر دیتی۔'' [سورہ الحاقہ] اور سب جل کر جہنم کے انچارج فرشتے مالک کو کہیں گے يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ''اے مالک

علیہ السلام چاہئے کہ فیصلہ کر دے ہم پر تیرا پروردگار۔'' ہمیں مار ہی دے لیکن موت بھی نہیں آئے گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ اور ملالو تم جس پر تم طاقت رکھتے ہو مِنْهُمْ ان انسانوں میں سے بِصَوْتِكَ اپنی آواز کیساتھ۔ یہ گانوں کی جو آوازیں ہیں یہ تمام اس مد میں آتی ہیں۔

جو شخص گانے سن کر خوش ہو وہ کافر ہے:

حضرت مجدد الف ثانی'' کے مکتوبات شریف سات جلدوں میں ہیں۔ ان میں ان کا فتویٰ ہے کہ جو شخص گانے سن کر خوش ہو وہ کافر ہے مسلمان نہیں رہتا نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ گانے کو پسند کرے خوشی منائے اور لذت محسوس کرے تو وہ مسلمان نہیں رہتا۔ آج تو ہمارے سب گھرانے اس سے بھرے ہوئے ہیں۔ ایک ساتھی مجھے بتا رہے تھے کہ اب ایک تار آگئی ہے معلوم نہیں اس کو کیا کہتے ہیں کیبل سسٹم یا کچھ اور بلا ہے۔ مسلمان دن بدن ابتری کی طرف جا رہے ہیں۔ آج تم عہد کرو کہ اگر ہم طاقتور ہوئے تو نہیں لگانے دیں گے۔ آدمی کھڑا ہو جائے تو کچھ بھی نہیں ہوتا۔ دھکے کیساتھ تو کوئی کچھ نہیں کرا سکتا۔ آدھے شیطان تو ہم ہیں ہم نے خود خود چن چن کر خرابیاں کرنی ہیں۔ یاد رکھنا تم تو الحمد للہ! کچھ نمازیں بھی پڑھتے ہو روزے بھی رکھتے ہو نئی نسل کی فکر کرو اگر یہی حالت رہی تو آنے والی نسل کلمے سے بھی محروم ہو جائے گی اور ذمہ دار تم ہو گے کیونکہ تم نے اس قسم کے حالات پیدا کیے ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے قیامت کے قریب کچھ لوگ رات کو اکٹھے ہو کر گانے سنیں گے صبح کو اللہ تعالیٰ ان میں سے جو بوڑھے ہونگے ان کو خنزیروں کی شکل میں تبدیل کر دیں گے اور جوانوں کو بندروں کی شکل میں۔ پوچھا گیا حضرت! وہ کلمہ نہیں پڑھتے ہونگے؟ مسند احمد کی روایت ہے کہ کلمہ کہتے ہو يُصَلُّونَ وَيَصُومُونَ

وَیَحُجُّوْنَ نمازیں بھی پڑھتے ہونگے، روزے بھی رکھتے ہونگے، حاجی بھی ہونگے۔ نری نمازوں پر خوش نہ ہو۔ نمازوں کی حفاظت بھی کرو کہ برائی سے بچو اور اپنی اولاد کے کلمے کی فکر کرو اگر یہی حالات رہے تو وہ کلمے سے بھی محروم ہو جائیں گے۔ وَاَجْلِبْ عَلَیْهِمْ بِخَیْلِکَ اور کھینچ لاؤ ان پر اپنے سوار اپنے لشکروں کیساتھ، ان پر حملہ آور ہو وَرَجِلِکَ اور پیدل لشکروں کیساتھ۔ قرآن پاک کے نزول کے وقت سوار لشکر ہوتا تھا یا پیدل ہوتا تھا فضائی نہیں ہوتا تھا۔ فرمایا تم اپنے سوار لشکر بھی تیار کرلو اور پیدل بھی جتنا کر سکتے ہو کرلو وَشَارِکْهُمْ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ اور شریک ہو ان کیساتھ مالوں میں اور اولاد میں۔ آج حلال حرام کی تمیز کرنے والے لوگ بہت کم ہیں اکثریت کا حال یہ ہے کہ دیکھتے ہیں کہ زیادہ کمائی کہاں سے آتی ہے۔ حلال حرام کی کوئی تمیز نہیں ہے جائز ناجائز کی کوئی پرواہ نہیں کرتے یہ سب شیطانی اثرات ہیں وَعِدْهُمْ اور ان کیساتھ وعدے کرتے رہو وَمَا یَعِدُهُمُ الشَّیْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا اور نہیں وعدہ دیتا ان کو شیطان مگر دھوکے کا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی وقت ہی فرمادیا تھا اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ بیشک میرے بندوں پر نہیں ہوگا تیرے لئے کوئی زور کوئی تسلط نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے جو خاص بندے ہیں وہ شیطان کے چیلے نہیں بنتے، وہ پہلے بھی تھے اب بھی ہیں اور قیامت تک رہیں گے گو تھوڑے ہی سہی۔ وہ شیطانی کاروائیوں سے گریز کریں گے اور شیطان کی اطاعت نہیں کریں گے۔ وَکَفٰی بِرَبِّکَ وَکِیْلًا اور کافی ہے آپ کا رب کارساز۔ اب غریبوں کا کام رب خود کرتا ہے کرتا رہے گا تھوڑا کھائیں گے مگر حلال کا کھائیں گے آخرت برباد نہیں ہوگی۔ آج اکثریت زیادہ کی فکر میں ہے۔ کہتے ہیں صبح اٹھتے ہی امیر بنے ہوئے ہوں۔ یہ منشیات وغیرہ سب برے کام ہیں۔ بھئی زیادہ اکٹھا کر کے کتنا عرصہ کھالو گے؟ یہ چند دن

کھا کے ہمیشہ کی زندگی برباد کرلو گے۔ آخرت کو نہ بھولو، قبر کو نہ بھولو، حلال حرام کی تمیز کرو، شیطان کے چیلے نہ بنو رحمٰن کی اطاعت کرو۔

رَبُّكُمُ الَّذِي يُزْجِي لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ ۚ إِنَّهُ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ﴿٦٦﴾ وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُونَ إِلَّا إِيَّاهُ ۖ فَلَمَّا نَجَّاكُمْ إِلَى الْبَرِّ أَعْرَضْتُمْ ۚ وَكَانَ الْإِنْسَانُ كَفُورًا ﴿٦٧﴾ أَفَأَمِنْتُمْ أَنْ يَخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ أَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوا لَكُمْ وَكِيلًا ﴿٦٨﴾ أَمْ أَمِنْتُمْ أَنْ يُعِيدَكُمْ فِيهِ تَارَةً أُخْرَىٰ فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِنَ الرِّيحِ فَيُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ ۙ ثُمَّ لَا تَجِدُوا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهِ تَبِيعًا ﴿٦٩﴾ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا ﴿٧٠﴾ ع

رَبُّكُمْ تمہارا پروردگار اَلَّذِیْ وہ ہے یُزْجِیْ لَکُمُ الْفُلْکَ جو چلاتا ہے تمہارے لئے کشتیاں فِی الْبَحْرِ سمندر میں لِتَبْتَغُوْا تاکہ تلاش کرو تم مِنْ فَضْلِہٖ اس کے فضل کو اِنَّہٗ بیشک وہ کَانَ بِکُمْ رَحِیْمًا ہے تمہارے ساتھ بڑا مہربان وَاِذَا مَسَّکُمُ الضُّرُّ اور جس وقت پہنچتی ہے تمہیں تکلیف فِی الْبَحْرِ سمندر میں ضَلَّ غائب ہو جاتے ہیں مَنْ وہ تَدْعُوْنَ جن کو تم پکارتے ہو اِلَّآ اِیَّاہُ مگر اسی اللہ تعالیٰ کی ذات فَلَمَّا نَجّٰکُمْ پس جس وقت وہ تمہیں نجات دیتا ہے اِلَی الْبَرِّ خشکی کی طرف اَعْرَضْتُمْ تو تم اعراض کرتے ہو وَکَانَ الْاِنْسَانُ کَفُوْرًا اور

ہے انسان ناشکری کرنے والا اَفَاَمِنْتُمْ کیا پس تم امن میں ہو اَنْ یَّخْسِفَ بِکُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اس سے کہ تمہیں زمین میں دھنسا دے خشکی کے کنارے اَوْ یُرْسِلَ عَلَیْکُمْ حَاصِبًا یا بھیجے تم پر سنگریزے اور پتھر ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَکُمْ پھر نہ پاؤ تم اپنے لئے وَکِیْلًا کسی کو وکیل اَمْ اَمِنْتُمْ کیا تم امن میں ہو اَنْ یُّعِیْدَکُمْ یہ کہ لوٹا دے تمہیں فِیْهِ اسی سمندر میں تَارَۃً اُخْرٰی ایک مرتبہ اور فَیُرْسِلَ عَلَیْکُمْ پھر چھوڑ دے تم پر قَاصِفًا مِّنَ الرِّیْحِ توڑ پھوڑ کرنے والی ہوا فَیُغْرِقَکُمْ پس وہ غرق کر دے تمہیں بِمَا کَفَرْتُمْ تمہارے کفر کرنے کی وجہ سے ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَکُمْ پھر نہ پاؤ تم اپنے لئے عَلَیْنَا ہمارے مقابلے میں بِهٖ تَبِیْعًا اس کا کوئی مطالبہ کرنے والا وَلَقَدْ کَرَّمْنَا اور البتہ ہم نے عزت دی بَنِیْۤ اٰدَمَ اولادِ آدم کو وَحَمَلْنٰهُمْ اور ہم نے سوار کیا ان کو فِی الْبَرِّ خشکی میں وَالْبَحْرِ اور سمندر میں وَرَزَقْنٰهُمْ اور ہم نے روزی دی ان کو مِّنَ الطَّیِّبٰتِ پاکیزہ چیزوں سے وَفَضَّلْنٰهُمْ اور ہم نے ان کو فضیلت دی عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا بہت سی مخلوق پر جو ہم نے پیدا کی تَفْضِیْلًا فضیلت دینا۔

اللہ تعالیٰ کے بے حد و بے شمار احسانات اور انعامات ہیں۔ ان میں کچھ ظاہری اور حسی ہیں اور کچھ باطنی اور معنوی ہیں۔ ظاہری نعمتیں، انسان کا بدن ہے، شکل و صورت ہے، زمین آسمان ہیں، دولت جائیداد وغیرہ ہیں اور باطنی نعمتیں، ایمان ہے، علم ہے، سمجھ اور عقل ہے۔ سمجھ اور عقل بڑی نعمتیں ہیں۔ بسا اوقات ایک آدمی دیکھنے میں بڑا لگتا ہے اس کی قد و قامت لباس دیکھ کر آدمی حیران ہوتا ہے کہ اتنا قد کاٹھ، صحت مند، خوبصورت، مگر جب وہ

بات کرتا ہے تو آدمی کہتا ہے کہ اس کا خاموش رہنا ہی بہتر تھا، عقل نہیں ہوتی ۔ تو عقل رب تعالیٰ کی بڑی نعمت اور دولت ہے ۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں جابجا فرمایا ہے اَفَلاَ تَعْقِلُوْنَ کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے اَفَلاَ یَعْقِلُوْنَ کیا وہ عقل سے کام نہیں لیتے ۔ اس مقام پر بھی اللہ تعالیٰ نے بعض نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں رَبُّکُمُ الَّذِیْ تمہارا رب وہ ہے یُزْجِیْ لَکُمُ الْفُلْکَ جو چلاتا ہے تمہارے لئے کشتیاں فِی الْبَحْرِ سمندر میں لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِہٖ تاکہ تلاش کرو تم اللہ تعالیٰ کے فضل کو ۔ پہلے زمانے میں صرف کشتیاں ہوتی تھیں جہاز بعد کی ایجاد ہے ۔ کشتیوں کے ذریعے ہی ایک علاقے سے سامان دوسرے علاقے میں لے جاتے تھے تجارت کرتے تھے ۔ اِدھر کا سامان اُدھر اور اُدھر کا سامان اِدھر لاتے تھے ۔ کشتیاں ہوا کیساتھ چلتی تھیں بڑے بڑے ٹاٹ لگا لیتے تھے ہوائیں ان کو دھکیلتی تھیں اور یہ منزل مقصود پر پہنچتے تھے ۔ ہوا مرضی کے مطابق ہوتی تو بڑے خوش ہوتے تھے مسافت بھی جلدی طے ہوتی اور خطرہ بھی نہ ہوتا ۔ تو فرمایا تمہارا رب وہ ہے جو کشتیاں چلاتا ہے سمندر میں تاکہ تم اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرو تجارت کرو نفع کماؤ آمدن حاصل کرو اِنَّہٗ کَانَ بِکُمْ رَحِیْمًا بیشک وہ ہے تمہارے ساتھ بڑا مہربان شفقت کرنے والا ۔

انتہائی مشکل میں مشرک بھی صرف رب تعالیٰ کو پکارتے ہیں :

وَاِذَا مَسَّکُمُ الضُّرُّ اور جس وقت پہنچتی ہے تمہیں تکلیف فِی الْبَحْرِ سمندر میں ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِیَّاہُ غائب ہو جاتے ہیں وہ جن کو تم پکارتے ہو مگر اسی اللہ تعالیٰ کی ذات ۔ اس وقت پروردگار کے سوا تمہیں کوئی یاد نہیں آتا ۔ اور سورہ عنکبوت آیت نمبر ۶۵ میں ہے فَاِذَا رَکِبُوْا فِی الْفُلْکِ دَعَوُا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ ”پس جب یہ سوار ہو

تے ہیں اور ہر طرف سے موجیں آتی ہیں اور خطرے کا الارم بج جاتا ہے تو اس وقت صرف رب تعالیٰ کو پکارتے ہیں۔"

اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ بتاتے ہیں کہ ۸ ھ میں جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو وہ نامی گرامی لوگ جنہوں نے اسلام کا مقابلہ کیا تھا اور مسلمانوں پر ظلم ڈھائے تھے سب بھاگ گئے۔ بھاگنے والوں میں صفوان بن امیہ بھی تھا۔ یہ بڑا مالدار آدمی تھا اور کافروں کو سارا اسلحہ یہ سپلائی کرتا تھا بعد میں مسلمان ہو گیا ؓ۔ ہبار بن اسود بھی بھاگ گیا جس نے آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ٹانگ سے پکڑ کر اونٹ سے نیچے گرایا تھا وہ حاملہ تھیں ایسی چوٹ لگی کہ بیمار ہو گئیں اور فوت ہو گئیں وحشی بن حرب بھی بھاگ گیا جس نے حضرت حمزہ ؓ کو شہید کیا تھا اور عکرمہ ابوجہل کا بیٹا بھی بھاگ گیا۔ اُس وقت جدہ کوئی معروف شہر نہ تھا برائے نام چند جھونپڑیاں تھیں کعبۃ اللہ کے دروازے کے سامنے سے سمندر تیس میل کی مسافت پر تھا۔ جدہ مکہ مکرمہ سے پینتالیس میل کی مسافت پر ہے پندرہ میل کا فرق ہے۔ اس زمانے میں بیت اللہ کے دروازے بالمقابل سمندر کے کنارے چند جھونپڑیاں تھیں دودھ، کھجوریں، ستو وغیرہ قسم کی چیزیں ان کے پاس ہوتی تھیں جو مسافر خریدتے تھے وہیں کشتیاں آتی تھیں لوگ ان پر سوار ہو کر حبشہ یا دوسرے علاقوں کی طرف جاتے تھے۔ یہ عکرمہ جب وہاں پہنچا تو اتفاق کی بات ہے کہ حبشہ کی کشتی آ گئی عکرمہ بھی اس میں سوار ہو گیا کشتی چند میل چلی تو بڑے بڑے طوفان اٹھے کشتی کو خطرہ لاحق ہوا لوگوں نے یَا لَاتُ اَغِثْنِی "اے لات میری مدد کر" کہنا شروع کیا یَا عُزّٰی اَغِثْنِی "اے عزیٰ میری مدد کر" ملاحوں نے کہا یہاں رب تعالیٰ کو پکارو فَاِنَّ اٰلِھَتَکُمْ لَا تُغْنِیْ ھٰھُنَا شَیْئًا "بیشک تمہارے خدا یہاں کچھ کفایت نہیں کر سکتے۔" جس

کوتم پکارتے ہو یہاں ان کی ٹانگ نہیں اڑتی حالانکہ ملاح بھی مشرک تھے مگر کہہ رہے ہیں کہ یہاں صرف رب کو پکارو یہاں کسی اور کا بس نہیں چلتا۔ عکرمہ نے کہا کہ اگر ہمارے الٰہ یہاں کام نہیں آسکتے اور کہاں کام آئیں گے میں عہد کرتا ہوں کہ اگر مجھے نجات مل گئی تو جس کلمے سے میں بھاگتا پھرتا تھا وہ پڑھ کر رہوں گا۔ کشتی واپس آگئی آگے نہ جاسکی۔ عکرمہ نے دیکھا کہ کنارے پر اس کی بیوی ام حکیم کھڑی ہے اور کوئی چیز بغل میں لئے ہوئے ہے۔ دیکھ کر خیال کیا کہ انہوں نے بہت زیادتی کی ہے کہ عورتوں کو بھی گھروں میں نہیں رہنے دیا۔ پوچھا ام حکیم تم کیسے آئی ہو خیریت ہے؟ اس نے کہا بالکل خیریت ہے کوئی بات نہیں ہے۔ پھر کیسے آئی ہو؟ کہنے لگی میں تمہارے لئے خیر کا پیغام لے کر آئی ہوں اس وقت تک ام حکیم بھی مسلمان نہیں ہوئی تھی بعد میں مسلمان ہوئی۔

کہنے لگی آنحضرت ﷺ نے صفا کی چٹان پر کھڑے ہو کر مکے والوں کو خطاب کیا ان کے جرائم شمار کر کے بتلائے کہ فلاں نے فلاں موقع پر یہ زیادتی کی، فلاں نے فلاں موقع پر یہ زیادتی کی، تم نے میرے ساتھ یہ کیا اور میرے ساتھیوں کیساتھ یہ سلوک کیا، میرے فلاں ساتھی کو تم نے شہید کیا، فلاں بی بی کو تم نے شہید کیا، فلاں کو تم نے انگاروں پر لٹایا، فلاں کو ریت پر لٹایا، جرائم شمار کرنے کے بعد فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ اب تمہارے ساتھ کیا ہونا ہے؟ سب کے طوطے اڑ گئے لیکن آپ ﷺ **لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ** "میں نے تم سب کو معاف کیا" کسی کو کچھ نہیں کہا جائے گا۔ میں نے کہا میرے خاوند عکرمہ کو بھی معاف کیا؟ فرمایا ہاں معاف کر دیا۔ میں نے کہا وہ وہمی سا آدمی ہے وہ ایسے نہیں آئے گا کوئی نشانی ہونی چاہیے۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے کالی پگڑی باندھی ہوئی تھی وہ اتار کر بطور نشانی کے دے دی کہ یہ میری پگڑی لے جاؤ اس کو کہو نہ ڈرے اس کیلئے امان ہے یہ میری بغل

میں وہ پکڑی ہے، (عکرمہ) واپس آکر مسلمان ہوگیا۔ تو مشرکین مکہ جب انتہائی مصیبت میں گرفتار ہوتے تھے تو صرف رب کو پکارتے تھے حالانکہ وہ سکے بند مشرک تھے اور آج کے مشرک کا کیا حال ہے، یہ کہتا ہے......

بگرداب بلا افتاد کشتی
مدد کن یا معین الدین چشتی

''ہماری کشتی سخت پھنسی ہوئی ہے معین الدین ہماری مدد کریں۔'' وہ سکہ بند مشرک انتہائی مصیبت میں غیروں کو چھوڑ کر صرف رب کو پکارتے تھے اور آج کا کلمہ گو مشرک یہ انتہائی مصیبت میں بھی غیروں کو پکارتا ہے۔

یا بہاء الحق بیڑا دھک

بڑا فرق ہے اُس میں اور اِس میں۔ بزرگان دین کا کوئی قصور نہیں ہے ان کی بڑی خدمات ہیں یہ ان لوگوں کی خرافات ہیں۔ سید علی ہجویریؒ جن کو داتا گنج بخش کہتے ہیں ان کے ہاتھ پر چالیس ہزار ہندو مسلمان ہوئے۔ اور معین الدین چشتیؒ کے ہاتھ پر نوے ہزار ہندو مسلمان ہوئے۔ ان لوگوں کی بڑی خدمات ہیں آج لوگوں نے ان کو الٰہ بنایا ہوا ہے۔ اسلم بیگ چیف کمانڈر تھے ان کی بیوی علی گڑھ کی پڑھی ہوئی تھی۔ جس وقت حضرت علی ہجویریؒ کی قبر کو چالیس من دودھ کیساتھ غسل دیا گیا تو اس نے اعتراض کیا کہ قبر کو دودھ سے دھونے کا کیا فائدہ یہ دودھ غریبوں کو دیدو۔ تو بدعتی مولوی ان کے پیچھے پڑ گئے کہنے لگے تمہارا نکاح ٹوٹ گیا ہے۔ اسلم بیگ صاحب تمہاری بیوی وہابن ہوگئی ہے۔ آج تک ہمارے نظریات نہیں بدلے۔ تو فرمایا جس وقت تمہیں تکلیف پہنچتی ہے سمندر میں تو سارے غائب ہو جاتے ہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے فَلَمَّا نَجّٰكُمْ اِلَى الْبَرِّ پس جس وقت

اللہ تعالیٰ تمہیں نجات دیتا ہے خشکی کی طرف تو اَعْرَضْتُمْ تم اعراض کرتے ہو رب تعالیٰ کی وحدانیت سے وَ كَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا اور ہے انسان بڑا ناشکرا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کیا موت سمندر میں ہی ہے؟ اَفَاَمِنْتُمْ کیا پس تم امن میں ہو اَنْ اس سے يَّخْسِفَ بِكُمْ کہ تمہیں دھنسا دے زمین میں جَانِبَ الْبَرِّ خشکی کے کنارے پر۔ جب تم سمندر سے نکل کر خشکی پر پہنچو تو کیا اللہ تعالیٰ کو قدرت نہیں ہے کہ تمہیں زمین میں دھنسا دے۔ قارون جو موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی تھا اس کا ذکر قرآن پاک میں ہے وہ اللہ تعالیٰ کا باغی تھا اس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ [قصص:۸۱] ''پھر ہم نے دھنسا دیا قارون کو اور اس کے گھر کو زمین میں۔'' قارون کی بڑی کوٹھی تھی اس میں اس نے بڑے کمرے بنائے ہوئے تھے، ملازموں کیلئے الگ، مہمانوں کیلئے الگ، اللہ تعالیٰ نے اس کو کوٹھی سمیت زمین میں دھنسا دیا اب معلوم نہیں کہاں گیا ہے۔

قیامت کی کچھ نشانیوں کا تذکرہ :

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کی نشانیوں میں سے قحط سالی بھی ہے، دجال لعین کا نکلنا بھی ہے اور خروج دجال سے پہلے قحط سالی عام ہوگی اور فرمایا تین علاقے زمین میں دھنس جائیں گے خَسْفٌ فِي الْمَشْرِقِ ایک مشرق کے علاقے میں کئی دیہات زمین میں دھنس جائیں گے خَسْفٌ فِي الْمَغْرِبِ اور مغرب کے علاقے میں کئی دیہات زمین میں دھنس جائیں گے وَخَسْفٌ بِجَزِيْرَةِ الْعَرَبِ اور عرب کے جزیرے میں بھی خسف ہوگا۔ زمین لوگوں کو کھا جائے گی امید ہے یہ وہی جگہ ہوگی جہاں امریکی فوجیں بیٹھی ہیں۔ پاک سرزمین پر ان کی بدمعاشیاں، شراب نوشی جوان کی گھٹی میں ہے ان کو لے ڈوبے گی۔ موت صرف سمندر میں ہی نہیں چاہے تو خشکی پر پاؤں رکھو تو تمہیں

زمین میں دھنسا دے اَوْ یُرْسِلَ عَلَیْکُمْ حَاصِبًا یا بھیجے تم پر سنگریزے اور پتھر۔ لوط علیہ السلام کی قوم پر رب تعالیٰ نے پتھر برسائے تو کیا تم پر نہیں آسکتے؟ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَکُمْ وَکِیْلًا پھر نہ پاؤ تم اپنے لئے کوئی وکیل جو تمہاری حمایت کرے اَمْ اَمِنْتُمْ کیا تم امن میں ہو اَنْ یُّعِیْدَکُمْ فِیْهِ تَارَةً اُخْرٰی کہ لوٹا دے تمہیں اسی سمندر میں ایک مرتبہ اور۔ تمہیں کوئی ایسی ضرورت پیش آجائے کہ تم مجبور ہو جاؤ سمندر کا سفر کرنے پر فَیُرْسِلَ عَلَیْکُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّیْحِ پھر چھوڑ دے تم پر توڑ پھوڑ کرنے والی ہوا۔ کشتی کے تختے ہی ٹوٹ جائیں ٹاٹ اڑ جائیں فَیُغْرِقَکُمْ پس وہ غرق کردے تمہیں اور یہ کیوں ہوگا؟ بِمَا کَفَرْتُمْ بوجہ تمہارے کفر کرنے کرنے کے۔ وہ تمہیں سمندر میں بھی ہلاک کرسکتا ہے، خشکی میں بھی اور پتھر برسا کے بھی ہلاک کرسکتا ہے۔ اس کی قدرت بڑی وسیع ہے۔ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَکُمْ عَلَیْنَا بِهٖ تَبِیْعًا پھر نہ پاؤ تم اپنے لئے ہمارے مقابلے میں اس کا کوئی مطالبہ کرنے والا۔ کوئی ہمیں پوچھ نہیں سکتا کہ اے پروردگار! یہ تو نے کیوں کیا ہے؟ وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ اور البتہ تحقیق ہم نے عزت دی اولاد آدم کو وَحَمَلْنٰهُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ اور ہم نے ان کو سوار کیا خشکی میں اور سمندر میں وَرَزَقْنٰهُمْ اور ہم نے ان کو روزی دی مِّنَ الطَّیِّبٰتِ پاکیزہ چیزوں سے وَفَضَّلْنٰهُمْ اور ہم نے ان کو فضیلت دی عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا بہت سی مخلوق پر جو ہم نے پیدا کی فضیلت دینا۔ مجموعی حیثیت سے انسان سب پر فضیلت رکھتا ہے۔

انسان کی فرشتوں پر فضیلت کی وضاحت :

اہل حق اہل سنت والجماعت ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ مجموعی حیثیت سے انسان کی فضیلت فرشتوں سے بھی زیادہ ہے جنات سے تو بہر صورت زیادہ ہے۔ مجموعی حیثیت کا

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں پیغمبر بھیجے ان پیغمبروں کی وجہ سے اس نوع کا پلہ بھاری ہوگیا اور تمام پیغمبر تمام فرشتوں سے افضل ہیں ان کی برکت اور وسیلے کی وجہ سے اس نوع کی فضیلت فرشتوں سے زیادہ ہوگئی۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ ہر ہر آدمی ہر ہر فرشتے سے اعلیٰ ہے۔ شرابی کبابی، بدمعاش غنڈے تو فرشتوں سے اعلیٰ اور افضل نہیں ہیں۔ ہاں! جو صحیح معنیٰ میں انسان ہیں وہ فرشتوں سے اعلیٰ اور افضل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معنیٰ میں انسان بننے کی توفیق عطا فرمائے۔

يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ ۚ فَمَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ یَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا یُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا ۝۷۱ وَمَنْ كَانَ فِیْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰی فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی وَاَضَلُّ سَبِیْلًا ۝۷۲ وَاِنْ كَادُوْا لَیَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِیْۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ لِتَفْتَرِیَ عَلَیْنَا غَیْرَهٗ ۖۗ وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِیْلًا ۝۷۳ وَلَوْلَاۤ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَیْهِمْ شَیْـًٔا قَلِیْلًا ۝۷۴ۗ اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَیٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَیْنَا نَصِیْرًا ۝۷۵ وَاِنْ كَادُوْا لَیَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِیُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا یَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِیْلًا ۝۷۶ سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِیْلًا ۝۷۷ ع

يَوْمَ اُس دن نَدْعُوْا بلائیں گے ہم كُلَّ اُنَاسٍ ہر گروہ کو بِاِمَامِهِمْ ان کے امام کے نام کیساتھ فَمَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ پس جس کو دیا گیا اس کا پرچہ بِیَمِیْنِهٖ اس کے دائیں ہاتھ میں فَاُولٰٓئِكَ پس وہ لوگ یَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ پڑھیں گے اپنے پرچے وَلَا یُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا اور نہیں ظلم کیا جائے گا ان پر دھاگے کے برابر بھی وَمَنْ كَانَ فِیْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰی اور جو شخص ہے اس دنیا میں اندھا فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی پس وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا وَاَضَلُّ سَبِیْلًا اور وہ بہت بھکا ہوا ہے راستے کے لحاظ سے وَاِنْ كَادُوْا اور بیشک شان یہ ہے کہ قریب تھا

لَیَفۡتِنُوۡنَکَ کہ وہ آپ کو فتنے میں ڈالدیں عَنِ الَّذِیۡۤ اس چیز سے اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ وحی کی ہم نے آپ کی طرف لِتَفۡتَرِیَ عَلَیۡنَا تاکہ تم افترا باندھو ہم پر غَیۡرَہٗ اس کے علاوہ کسی اور چیز کا وَاِذًا اور اس وقت لَّاتَّخَذُوۡکَ خَلِیۡلًا البتہ وہ بنالیں آپ کو دوست وَلَوۡلَاۤ اَنۡ ثَبَّتۡنٰکَ اور اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے لَقَدۡ کِدۡتَّ البتہ قریب تھا تَرۡکَنُ اِلَیۡہِمۡ آپ مائل ہوجاتے ان کی طرف شَیۡئًا قَلِیۡلًا کچھ تھوڑا سا اِذًا لَّاَذَقۡنٰکَ اس وقت ہم آپ کو چکھاتے ضِعۡفَ الۡحَیٰوۃِ دوگنی سزا دنیا کی زندگی میں وَضِعۡفَ الۡمَمَاتِ اور دوگنی سزا مرنے کے بعد ثُمَّ لَا تَجِدُ لَکَ پھر آپ نہ پاتے اپنے لئے عَلَیۡنَا نَصِیۡرًا ہمارے خلاف کوئی مددگار وَاِنۡ کَادُوۡا اور بیشک شان یہ ہے کہ قریب تھا لَیَسۡتَفِزُّوۡنَکَ کہ یہ لوگ آپ کے قدم ہلادیں مِنَ الۡاَرۡضِ زمین سے لِیُخۡرِجُوۡکَ مِنۡہَا تاکہ وہ آپ کو نکال دیں اس زمین سے وَاِذًا اور اس وقت لَّا یَلۡبَثُوۡنَ نہیں ٹھہریں گے خِلٰفَکَ آپ کے بعد اِلَّا قَلِیۡلًا مگر تھوڑا سُنَّۃَ مَنۡ قَدۡ اَرۡسَلۡنَا طریقہ ہے ان کا جن کو ہم نے بھیجا قَبۡلَکَ آپ سے پہلے مِنۡ رُّسُلِنَا اپنے رسولوں سے وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحۡوِیۡلًا اور نہیں پائیں گے آپ ہمارے دستور میں کوئی تبدیلی۔

آخری امت کا حساب سب سے پہلے ہوگا :

قیامت کا دن ہوگا اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت قائم ہوگی۔ تمام امتوں سے پہلے اس

امت کا حساب ہوگا حالانکہ قاعدے کے مطابق اس امت کا حساب آخر میں ہونا چاہئے کیونکہ دنیا میں آنے کے اعتبار سے یہ سب سے آخر میں آئی ہے لیکن آنحضرت ﷺ کے وسیلہ جلیلہ کی برکت سے اس امت کا حساب سب سے پہلے ہوگا اور پل صراط بھی سب سے پہلے یہ امت عبور کرے گی اور جنت میں بھی سب سے پہلے یہ امت داخل ہوگی ۔ جنت میں سب سے پہلا قدم آنحضرت ﷺ کا پڑے گا دوسرا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اور تیسرا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اور چوتھا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اور پانچواں قدم حضرت علی رضی اللہ عنہ کا پڑے گا۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جتنے پیغمبر تشریف لائے سب کی امتوں کو ان کے پیغمبروں کے نام سے بلایا جائے گا مثلاً اعلان ہوگا کہ نوح علیہ السلام اور ان کی امت حساب کیلئے آجائے۔اس کا ذکر ہے یَوْمَ نَدْعُوْا کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ اُس دن ہم بلائیں گے ہر گروہ اور ٹولے کو ان کے امام کے نام کیساتھ۔

یہ امت پہلے پیغمبروں کیلئے گواہ ہوگی :

سب آجائیں گے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نوح علیہ السلام سے سوال کریں گے۔اے نوح! هَلْ بَلَّغْتَ قَوْمَکَ ''کیا آپ نے قوم کو تبلیغ کی تھی۔'' حضرت نوح علیہ السلام عرض کریں گے میں نے قوم کو تبلیغ کی تھی۔قوم سے پوچھا جائے گا هَلْ بَلَّغَکُمْ نُوْحٌ ''کیا نوح علیہ السلام نے تمہیں تبلیغ کی تھی۔'' قوم کہے گی ہمیں کب تبلیغ کی ہے ہمارے پاس تو کوئی آیا ہی نہیں ہے۔شرعی قاعدہ یہ ہے کہ اَلْبَیِّنَةُ عَلَی الْمُدَّعِیْ وَالْیَمِیْنُ عَلٰی مَنْ اَنْکَرَ گواہ مدعی کے ذمہ ہوتے ہیں۔یعنی جس نے دعویٰ کیا ہے وہ اپنے دعوے پر گواہ پیش کرے اور قسم منکر پر آتی ہے۔یعنی اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہوں تو مدعا علیہ سے قسم لی جاتی ہے۔ یہ حدیث متواتر ہے۔تو اس ضابطے کے تحت اللہ تعالیٰ نوح

علیہ السلام کوفرمائیں گے مَنْ یَّشْھَدُ لَکَ آپ کے پاس گواہ ہیں؟ نوح علیہ السلام عرض کریں گے ہاں اے پروردگار! میرے پاس گواہ ہیں۔کون گواہ ہیں؟ نوح علیہ السلام کہیں گے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اوران کی امت ۔اس امت کو بلایا جائے گا کیاتم گواہی دیتے ہو کہ حضرت نوح علیہ السلام نے تبلیغ کی تھی؟ یہ امت کہے گی ہاں! ہم گواہی دیتے ہیں کہ نوح علیہ السلام نے تبلیغ کی تھی ۔ وہ لوگ اعتراض کریں گے کہ یہ تو موقع کے گواہ ہی نہیں ہیں کیونکہ یہ تو ہمارے سے ہزارہا سال بعد میں آئے ہیں۔انہوں نے نہ تو ہمیں دیکھا ہے نہ ہمارا زمانہ پایا ہے اور نہ ہی نوح علیہ السلام کوتبلیغ کرتے دیکھا ہے نہ ہمیں سنتے دیکھا ہےان کی گواہی کا کیا اعتبار ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ اس امت سے کہیں گے سنتے ہو دوسرا فریق کیا کہتا ہے۔یہ امت کہے گی اے پروردگار! ہم نے ان کی بات سن لی ہے لیکن بیشک ہم ان کے دور میں نہیں تھے اور نہ ہی ہم نے نوح علیہ السلام کوتبلیغ کرتے دیکھا ہے اوران کو سنتے ہوئے بھی نہیں دیکھا مگر اے پروردگار! اگر آپ سچے ہیں اور یقیناً سچے ہیں تو پھر ہماری گواہی بھی سچی ہے۔کیونکہ پروردگار آپ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِہٖ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ [الاعراف:۵۹] ''اورالبتہ تحقیق بھیجا ہم نے نوح علیہ السلام کوان کی قوم کی طرف پس کہا انہوں نے اے میری قوم! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے،کوئی الٰہ نہیں ہے۔'' اوراے پروردگار! اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں اور یقیناً سچے ہیں تو پھر ہماری گواہی بھی سچی ہے۔کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے لَقَدْ بَلَّغَ نُوْحٌ قَوْمَہٗ ''پکی بات ہے کہ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کوتبلیغ کی۔'' جواہم مقدمات ہوتے ہیں ان میں گواہوں کی صفائی کا مسئلہ بھی ہوتا ہے۔مثلاً چوری کا مقدمہ ہے دو

آدمیوں نے گواہی دی کہ ہم نے اس کو چوری کرتے ہوئے دیکھا ہے تو اس کی گواہی پر فوراً اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا بلکہ ان گواہوں کے متعلق قاضی، جج تحقیق کرے گا کہ گواہوں کی ملزم کیساتھ دشمنی تو نہیں ہے لاگت بازی تو نہیں ہے یہ لالچی تو نہیں ہیں کہ پیسے لے کر گواہی دے رہے ہوں۔ اس کو تزکیۃ الشہداء کہتے ہیں مخفی طور پر گواہوں کی صفائی۔ جب قاضی اور جج کے سامنے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ واقعتاً یہ گواہ بالکل ٹھیک ہیں تو پھر وہ فیصلہ کرے گا۔ اسی طرح زنا کا مقدمہ ہے اور چار گواہوں نے گواہی دی کہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے برا کام کرتے ہوئے تو ملزم کو فوراً سزا نہیں دی جائے گی بلکہ قاضی اور جج تحقیق کریں گے کہ گواہ پیشہ ور تو نہیں ہیں، لالچی تو نہیں ہیں، ملزم کیساتھ کوئی دشمنی تو نہیں ہے۔ جب گواہوں کی صفائی ہو جائے گی تو پھر فیصلہ سنائے گا۔ اسلام نے جرائم کیلئے سزائیں سخت رکھی ہیں تو ان کے ثبوت کیلئے بھی شرائط رکھی ہیں۔ تو جس وقت یہ امت گواہی دے گی تو آنحضرت ﷺ اپنی امت کی صفائی پیش کریں گے کہ میری امت نے گواہی بالکل صحیح دی ہے لِتَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ''تاکہ تم تمام لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہو۔'' سورہ حج آیت نمبر ۷۸ میں ہے لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ''تاکہ ہو رسول گواہ تم پر اور تم گواہ ہو لوگوں پر۔'' تو اس امت کی جب صفائی ہو جائے گی تو پھر پہلی امتوں کا فیصلہ ہوگا۔ پھر نوح علیہ السلام کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کی ذاتِ گرامی تک تمام امتوں کو ان کے پیغمبروں کیساتھ بلایا جائے گا۔ فَمَنْ أُوتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِينِهٖ پس جس کو دیا گیا اس کا پرچہ دائیں ہاتھ میں فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ پس وہ لوگ پڑھیں گے اپنے پرچے کو وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيلًا اور نہیں ظلم کیا جائے گا ان پر دھاگے کے برابر۔ کھجور کی گٹھلی میں ایک

نالی ہوتی ہے اس نالی میں ایک باریک سا دھاگہ ہوتا ہے عربی میں اس دھاگے کو فتیل کہتے ہیں۔ عربی لوگ جب کسی چیز کی قلت بیان کرتے تھے تو کہتے تھے یہ تو فتیل بھی نہیں ہے۔ جس طرح ہم کہتے ہیں کہ فلاں کے پاس تو تنکا بھی نہیں ہے۔ اس گٹھلی کی پچھلی طرف ایک نقطہ ہوتا ہے اس کو نقیر کہتے ہیں فَاِذًا لَّا یُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِیْرًا [نساء:۵۳] نباتات والے بتاتے ہیں کہ جب گٹھلی پھوٹتی ہے تو اسی جگہ سے پھوٹتی ہے اور اس گٹھلی پر ایک چھلکا ہوتا ہے اس کو قطمیر کہتے ہیں مَا یَمْلِکُوْنَ مِنْ قِطْمِیْرٍ [فاطر:۱۳] ''وہ مالک نہیں ہیں گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی۔'' مراد ان سب سے قلت ہے۔ مطلب یہ ہوگا کہ ان پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ بظاہر یہاں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جن کو پرچہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا بس وہی پڑھیں گے دوسرے نہیں پڑھیں گے۔ مگر ایسی بات نہیں ہے تم اس کی تفصیل اسی پارے میں پہلے پڑھ چکے ہو وَکُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖ ''ہر آدمی کا پروانہ اس کے گلے میں لٹکا دیں گے۔ وَنُخْرِجُ لَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ کِتٰبًا یَّلْقٰهُ مَنْشُوْرًا اور ہم نکالیں گے اس کے سامنے قیامت والے دن جسے پائے گا وہ کھلا ہوا اِقْرَاْ کِتٰبَکَ کَفٰی بِنَفْسِکَ الْیَوْمَ عَلَیْکَ حَسِیْبًا اے بندے اپنا پرچہ پڑھ کافی ہے تیرا نفس آج کے دن تیرے اوپر حساب دان۔'' تو ہر بندہ اپنا اعمال نامہ پڑھے گا چاہے دنیا میں پڑھنا جانتا تھا یا نہیں جانتا تھا اور اسی مقام پر تم یہ حدیث بھی سن چکے ہو کہ جب وہ دو صفحے پڑھ لے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے بندے بتلا میرے لکھنے والوں نے تجھ پر کوئی زیادتی تو نہیں کی؟ کہے گا نہیں۔

اندھا ہونے کا معنی :

فرمایا وَمَنْ کَانَ فِیْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰی اور جو شخص اس دنیا میں اندھا ہے فَهُوَ فِی

الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى پس وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا۔ وَاَضَلُّ سَبِيْلاً اور وہ بہت بہکا ہوا ہے راستے کے لحاظ سے۔ دنیا میں اندھا ہونے سے مراد یہ نہیں ہے کہ اس کی ظاہری آنکھیں نہیں ہیں۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کے متعلق فرمایا ہے صُمٌّ بُكْمٌ عُمْىٌ "وہ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں۔" تو سارے کافر تو بہرے گونگے اور اندھے نہیں ہیں۔ بہرے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حق بات نہیں سنتے، حق بات کہتے نہیں ہیں، حق کی نشانیاں نہیں دیکھتے، لہذا یہ مطلب نہیں ہے کہ آنکھیں نہیں ہونگی رب سب کو آنکھیں دے گا ہر چیز ان کے سامنے ہوگی جنت بھی، دوزخ بھی، خوشیاں بھی سامنے اور غمیاں بھی سامنے۔ ایک حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے اَنْ تَرَى الصُّمَّ الْبُكْمَ الْعُمْىَ مُلُوْكَ الْاَرْضِ "کہ تم بہروں، گونگوں، اندھوں کو زمین کے بادشاہ دیکھو گے۔" ہم نے یہ حدیث ابتدائی دور میں پڑھی تو استاذ محترم مولانا عبدالقدیر صاحبؒ سے کہا حضرت! عجیب بات ہے لوگ اندھوں، بہروں، گونگوں کو بادشاہ بنائیں گے آنکھوں، کانوں والے، زبان والے کوئی نہیں ہونگے۔ حضرت مرحوم کا تکیہ کلام تھا میاں۔ فرمایا میاں! آنکھیں ہونگی، کان بھی ہونگے، زبان بھی ہوگی لیکن حق کی بات کہیں گے نہیں، حق کی بات سنیں گے نہیں، حق کی نشانیاں نہیں دیکھیں گے۔ آج سارا قصہ وہی ہے اوروں پر تو کوئی گلہ نہیں ہے اور نہ افسوس ہے لیکن جو مسلمان کہلانے والے بادشاہ ہیں وہ کافروں سے بھی اس وقت بُرے ہیں۔ کافر پھر بھی کسی وقت دل کی بات کہہ دیتے ہیں اور یہ منافق اپنی جگہ سے ملنے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ وہ بے چارے طالبان جنہوں نے تھوڑا بہت دین نافذ کیا ہے سارے ان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔

دین کے معاملے میں کوئی نرمی نہیں ہے :

آگے اللہ تعالیٰ ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں۔ طائف کے پاس ایک علاقہ تھا وہاں کے لوگ آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ ہم کلمہ پڑھنا چاہتے ہیں مگر ہماری کچھ شرائط ہیں۔ پہلی شرط یہ ہے کہ ہم نماز نہیں پڑھیں گے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ لَا نُعَشَّرُ ہم عشر نہیں دیں گے۔ اور تیسری شرط یہ ہے کہ ہمیں جہاد کیلئے نہیں بلایا جائے گا اور چوتھی شرط یہ ہے کہ ہمارے علاقے کو حرم کا درجہ دے دیں جیسا کہ بیت اللہ کے اردگرد کا علاقہ حرم ہے۔ آنحضرت ﷺ نے خیال فرمایا کہ کلمہ پڑھنے کا تو کہہ رہے ہیں اگر فی الحال نمازیں نہیں پڑھیں گے تو کلمہ کا اثر ہوگا نمازیں پڑھیں گے عشر بھی دیں گے جہاد بھی کریں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو اتنی نرمی بھی پسند نہ آئی بڑے سخت الفاظ میں تنبیہ فرمائی۔ فرمایا وَاِنْ كَادُوْا اور بیشک قریب تھا لَيَفْتِنُوْنَكَ البتہ آپ کو فتنے میں ڈالدیں عَنِ الَّذِيْٓ اس چیز کے بارے میں اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ جو وحی ہم نے آپ کی طرف کی ہے۔ وحی یہ کی کہ نماز ضروری ہے، عشر ضروری ہے، جہاد ضروری ہے۔ اور کوئی شخص کسی جگہ کو اپنی طرف سے حرم نہیں بنا سکتا۔ یہ تو رب کا کام ہے انہوں نے کوشش کی ہے کہ آپ کو فتنے میں ڈال دیں اور لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ تاکہ تم افترا باندھو ہم پر اس کے علاوہ کسی اور چیز کا۔ ایسا دین ان کو بتلائیں کہ اس میں نہ نماز ہو نہ عشر ہو نہ اس میں جہاد ہو وَاِذًا لَّا تَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا اور اس وقت وہ بنالیں آپ کو دوست۔ فرمایا وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ اور اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ قریب تھا کہ آپ ان کی طرف جھک جاتے شَيْئًا قَلِيْلًا کچھ تھوڑا سا۔ آپ کے دل میں تو خیال آیا کہ اگر ایسا ہو جائے تو پھر یہ نمازیں بھی پڑھیں گے، روزے بھی رکھیں گے، جہاد بھی کریں گے مگر ہم نے آپ کو ثابت قدم رکھا اگر

آپ ایسا کرتے تو اِذًا اس وقت لَاَذَقْنٰکَ ہم آپ کو چکھاتے ضِعْفَ الْحَیٰوۃِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ دوگنی سزا دنیا کی زندگی میں بھی اور دوگنی سزا مرنے کے بعد بھی۔ جتنا کسی کا مقام بلند ہوتا ہے سزا بھی اتنی زیادہ ہوتی ہے۔ سورۃ احزاب میں اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات کے بارے میں فرمایا اگر تم بے حیائی کروگی تو یُضٰعَفُ لَھَا الْعَذَابُ ضِعْفَیْنِ ''تو دوگنا عذاب دیا جائے گا۔'' ازواج مطہرات ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔ اگر ان میں سے کوئی گناہ کرے تو ڈبل عذاب کیونکہ مقام بہت بلند ہے مقام بلند ہونے کی وجہ سے سزا ڈبل ہے اور آنحضرت ﷺ کا مقام تو خدا کی تمام مخلوق میں سب سے بلند ہے۔ تو فرمایا اگر آپ ان کی اطاعت کرتے تو ہم آپ کو ڈبل سزا دیتے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَکَ عَلَیْنَا نَصِیْرًا پھر آپ نہ پاتے اپنے لئے ہمارے خلاف کوئی مددگار۔ اللہ تعالیٰ نے سخت الفاظ میں تنبیہ فرمائی ہے کہ رب تعالیٰ کے احکام میں کسی قسم کی نرمی نہیں ہونی چاہیے۔ وَاِنْ کَادُوْا لَیَسْتَفِزُّوْنَکَ اور بیشک شان یہ ہے کہ قریب تھا کہ یہ لوگ آپ کے قدم ہلا دیں اکھاڑ دیں مِنَ الْاَرْضِ زمین سے۔ انہوں نے ایسے حالات پیدا کئے ہیں کہ آپ مکہ میں نہ رہ سکیں چنانچہ آپ ﷺ کو شہید کرنے کا انہوں نے منصوبہ بنایا رات متعین ہوگئی آدمی متعین ہو گئے اور آپ ﷺ کے گھر کا محاصرہ کرلیا شہید کرنے کا وقت آیا لِیُخْرِجُوْکَ مِنْھَا تاکہ وہ آپ کو نکال دیں اس زمین سے وَاِذًا لَّا یَلْبَثُوْنَ خِلٰفَکَ اِلَّا قَلِیْلًا اور اس وقت وہ نہیں ٹھہریں گے آپ کے بعد مگر بہت تھوڑا۔ اس واقعہ کے پونے دو سال بعد بلکہ پونے دو سال بھی نہیں گذرے تھے کہ آپ ﷺ کے نکالنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے بدر کے مقام پر بڑا ذلیل ورسوا کیا کہ ستر مارے گئے اور ستر گرفتار ہوئے اور باقیوں کو بھاگنے کیلئے راستہ نہ ملا۔ لہذا رب تعالیٰ کے حکم میں کسی قسم کی

قیل وقال نہیں ہونی چاہئے۔ سُنَّۃَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ مِنْ رُّسُلِنَا طریقہ ہے ان کا جن کو ہم نے بھیجا ہے آپ سے پہلے اپنے رسولوں سے کہ ان کو لوگوں نے مجبور کیا ہجرت کرنے پر اور جنہوں نے پیغمبروں کی مخالفت کی ان کو رب تعالیٰ نے سزا دی وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِیْلًا اور نہیں پائیں گے آپ ہمارے دستور میں کوئی تبدیلی۔ یہ اس بات پر خوش نہ ہوں کہ آپ کو نکال کر یہ سکھ کا سانس لیں گے سکھ کا سانس ان کو نصیب نہیں ہوگا۔

❁❁❁

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ﴿۷۸﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾ وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِىْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِىْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّىْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ﴿۸۰﴾ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ﴿۸۲﴾ وَاِذَاۤ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَئُوْسًا ﴿۸۳﴾ قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ؕ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ﴿۸۴﴾ ع

اَقِمِ الصَّلٰوةَ قائم کریں آپ نماز کو لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ سورج کے ڈھلنے کے بعد اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ رات کی تاریکی تک وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اور فجر کی نماز کے وقت قرآن پڑھو اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ بیشک فجر کا قرآن پڑھنا كَانَ مَشْهُوْدًا ہوتا ہے روبرو وَمِنَ الَّيْلِ اور رات کو فَتَهَجَّدْ بِهٖ پس آپ تہجد پڑھیں اس قرآن کیساتھ نَافِلَةً لَّكَ یہ زائد ہے آپ کیلئے عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ قریب ہے کہ آپ کو کھڑا کرے گا آپ کا رب مَقَامًا مَّحْمُوْدًا مقام محمود میں وَقُلْ اور کہو رَّبِّ اے میرے رب اَدْخِلْنِىْ مجھے داخل کریں مُدْخَلَ

صِدْقٍ سچائی کا داخل کرنا وَّاَخْرِجْنِیْ اور مجھے نکالیں مُخْرَجَ صِدْقٍ سچائی کا نکالنا وَّاجْعَلْ لِّیْ اور بنائیں آپ میرے لئے مِنْ لَّدُنْکَ اپنی طرف سے سُلْطٰنًا غلبہ نَّصِیْرًا مدد کیا ہوا وَقُلْ اور کہو جَآءَ الْحَقُّ حق آ گیا ہے وَزَھَقَ الْبَاطِلُ اور باطل چلا گیا ہے اِنَّ الْبَاطِلَ بیشک باطل کَانَ زَھُوْقًا ہے باطل بھاگنے والا وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ اور ہم اتارتے ہیں قرآن کریم سے مَا وہ چیز ھُوَ شِفَآءٌ جو شفا ہے وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ اور رحمت ہے مومنوں کیلئے وَلَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ اور نہیں زیادہ کرتا قرآن کریم ظالموں کیلئے اِلَّا خَسَارًا مگر نقصان وَاِذَآ اَنْعَمْنَا اور جس وقت ہم انعام کرتے ہیں عَلَی الْاِنْسَانِ انسان پر اَعْرَضَ اعراض کرتا ہے وَنَاٰبِجَانِبِهٖ اور اپنے پہلو کو بچاتا ہے وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ اور جس وقت اس کو پہنچتی ہے تکلیف کَانَ یَئُوْسًا ہو جاتا ہے ناامید قُلْ آپ کہہ دیں کُلٌّ یَّعْمَلُ ہر ایک عمل کرتا ہے عَلٰی شَاکِلَتِهٖ اپنے طریقے پر فَرَبُّکُمْ اَعْلَمُ پس تمہارا رب خوب جانتا ہے بِمَنْ ھُوَ اَھْدٰی سَبِیْلًا اس کو جو زیادہ ہدایت یافتہ ہے راستے کے لحاظ سے۔

ماقبل سے ربط :

پچھلے سبق میں تم نے پڑھا کہ طائف کے نزدیک رہنے والے لوگوں نے ایمان قبول کرنے کیلئے چند مطالبات پیش کئے کہ ہمارے یہ مطالبات مان لو تو ہم کلمہ پڑھ لیں گے۔ ان کے مطالبات میں سے ایک یہ بھی تھا کہ ہم نماز نہیں پڑھیں گے۔ آنحضرت ﷺ نے پہلے ان کیساتھ نرمی کرنا چاہی کہ یہ کلمہ پڑھ لیں گے تو پھر خود ہی نماز بھی پڑھیں گے اور

باقی ارکان پر بھی عمل کریں گے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے سختی کیساتھ منع فرمایا تو آخر میں آپ ﷺ نے فرمایا لَاخَیْرَ فِیْ دِیْنٍ لَا رَکُوْعَ فِیْهِ ''اس دین میں کوئی خیر نہیں ہے جس میں نماز نہیں ہے۔''

اجمالی طور پر پانچ نمازوں کا ذکر :

اب نماز ہی کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَقِمِ الصَّلٰوةَ قائم کریں آپ نماز لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ سورج کے ڈھلنے کے بعد، زوال کے بعد۔ آج کل زوال کا ٹائم بارہ بجے کے قریب ہوتا ہے۔ سورج ڈھلنے کے بعد پڑھتے رہو اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ رات کی تاریکی اور اندھیرے تک۔ اس میں ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں آگئیں وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اور فجر کی نماز کے وقت قرآن پڑھو زیادہ۔ آنحضرت ﷺ کا معمول تھا کہ فجر کی نماز میں ساٹھ آیات سے لے کر سو آیات تک پڑھتے تھے تاکہ لوگ نماز میں مل جائیں۔ اور ظہر کی نماز میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی جیسی سورتیں پڑھتے تھے اور عصر اور مغرب کی نماز سے چھوٹی سورتیں پڑھتے تھے جیسے اَلَمْ تَرَ کَیْفَ اور لِاِیْلٰفِ قُرَیْش ہوگئی۔ عشاء کی نماز میں درمیانی سورتیں پڑھتے تھے لمبی سورتیں پسند نہیں کرتے تھے۔

نماز فجر اور نماز عصر کی تاکید کی وجہ :

اور نمازوں میں سے زیادہ قرات فجر کی نماز میں ہوتی تھی۔ کیوں؟ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْهُوْدًا بیشک فجر کی نماز کے وقت جو قرآن پڑھا جاتا ہے اس وقت فرشتوں کی حاضری ہوتی ہے۔ جو اعمال لکھنے والے فرشتے ہیں ایک دائیں طرف اور ایک بائیں طرف۔ جب صبح کی نماز کھڑی ہوتی ہے تو فرشتوں کی ڈیوٹی بدلتی ہے دن کے فرشتے

رات والے فرشتوں سے چارج لے لیتے ہیں اور رات والے فرشتے چلے جاتے ہیں یہ عصر کی نماز تک رہتے ہیں۔ عصر کی نماز کے وقت پھر ڈیوٹی بدلتی ہے رات والے فرشتے ان سے چارج لے لیتے ہیں اور دن والے فرشتے چلے جاتے ہیں۔ فرشتے قرآن پاک بڑے ذوق کیساتھ سنتے ہیں کیونکہ ان کو رب تعالیٰ کیساتھ طبعاً محبت ہے ان کا اور کوئی کام ہی نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں چونکہ سارے ہی تہجد خوان ہوتے تھے اس لئے آنحضرت ﷺ کا معمول تھا کہ صبح صادق ہوتے ہی فوراً فجر کی نماز پڑھا دیتے تھے۔ اور امت کیلئے حکم ہے اَسْفِرُوْا بِالْفَجْرِ فَاِنَّهٗ اَعْظَمُ لِلْاَجْرِ ''صبح کو خوب روشن کر کے پڑھو کیونکہ اس میں اجر زیادہ ہے۔'' کیونکہ نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے ہر ایک کے ثواب میں زیادتی ہوتی جائے گی۔ یعنی جماعت کی نماز میں جتنے آدمی ہوتے ہیں ہر ایک آدمی کی نماز کا ثواب ہر ایک کو ملتا ہے اپنی نماز کے علاوہ۔ تو جتنے آدمی زیادہ ہونگے اتنا ثواب بڑھ جائے گا۔ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ اور رات کو پس آپ تہجد پڑھیں اس قرآن کیساتھ۔ تہجد کی نماز میں بھی قرآن کریم پڑھو نَافِلَةً لَّكَ یہ زائد ہے آپ کیلئے۔ بعض مفسرین کرامؒ اس کا یہ معنیٰ کرتے ہیں کہ پانچ نمازیں تو فرض ہیں ہر ایک کیلئے اور اے نبی کریم ﷺ! آپ کے حق میں تہجد مزید فرض ہے۔ لیکن جمہور مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ تہجد کی نماز آپ ﷺ کیلئے پہلے سال فرض رہی ہے بعد میں اس کی فرضیت منسوخ ہوگئی تھی۔ البتہ نفل نمازیں جتنی ہیں ان میں تہجد کی نماز کا بہت بڑا درجہ ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ سحری کے وقت اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتی ہے اور اللہ تعالیٰ آواز دیتے ہیں هَلْ مِنْ مُّسْتَغْفِرٍ فَاَغْفِرَ لَهٗ ''ہے کوئی بخشش طلب کرنے والا کہ میں اس کو بخش دوں هَلْ مِنْ مُّسْتَرْزِقٍ فَاَرْزُقَهٗ ہے کوئی رزق طلب کرنے والا کہ میں اس کو رزق دوں''

هَلْ مِنْ كَذَا هَلْ مِنْ كَذَا مختلف چیزوں کے متعلق اعلان ہوتا ہے۔ صبح صادق تک رب تعالیٰ کی طرف سے یہ صدا آتی رہتی ہے اور رب تعالیٰ کی ذات سے سچی ذات اور کوئی نہیں ہے یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ رب بلائے اور پھر دے نہ۔ تو نفل نمازوں میں تہجد کا درجہ بڑا بلند ہے۔ آنحضرت ﷺ نے تہجد کے دو نفل بھی پڑھے ہیں، چار رکعتیں بھی پڑھی ہیں اور چھ بھی اور آٹھ بھی اور بارہ رکعات بھی پڑھی ہیں۔

آپ ﷺ کے تہجد پڑھنے کی کیفیت :

بخاری شریف میں روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا گیا کہ آنحضرت کی رات کی نماز کے متعلق ہمیں بتلائیں۔ فرمایا يُصَلِّيْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْئَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ''آپ ﷺ چار رکعتیں پڑھتے تھے نہ پوچھو ان کی خوبصورتی اور لمبائی کے بارے میں۔'' یعنی چار رکعتیں پڑھتے تھے اور بڑی سنوار کر لمبی پڑھتے تھے پھر چار پڑھتے تھے ثُمَّ يُصَلِّيْ ثَلَاثًا پھر تین وتر پڑھتے تھے پھر دو رکعت نفل پڑھتے تھے وتروں کے بعد۔ اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ''چھ مرتبہ دو دو رکعتیں پڑھیں۔'' تو اس طرح بارہ رکعتیں ہو گئیں۔ پھر تین وتر پڑھتے اور اس کے بعد دو نفل پڑھتے۔ تو آٹھ بھی صحابہ سے ثابت ہیں اور بارہ بھی ثابت ہیں۔ میرا اپنا معمول یہ ہے کہ عام سال میں آٹھ رکعات تہجد پڑھتا ہوں اور رمضان المبارک میں بارہ رکعات پڑھتا ہوں کیونکہ رمضان میں ثواب زیادہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے۔ اس طرح دونوں حدیثوں پر عمل ہو جاتا ہے۔ باقی لوگوں نے اپنی طرف سے کچھ مسائل گھڑے ہوئے ہیں کہ مثلاً تہجد کی پہلی رکعت میں اتنی دفعہ قل شریف پڑھو اور دوسری میں اتنی دفعہ اور تیسری

میں اتنی دفعہ پڑھو۔ یہ کوئی فقہی مسئلہ نہیں ہے قطعاً۔ جتنا قرآن تمہیں یاد ہے اتنا پڑھ لو۔ عام بے چاروں کو صرف قل ھو اللہ احد یاد ہوتی ہے، پڑھتے ہیں اس میں کوئی تعیین نہیں ہے کہ اتنی دفعہ پڑھو یا اتنی دفعہ پڑھو یہ لوگوں کی خانہ ساز باتیں ہیں۔ اسی طرح عام لوگ بڑے فضائل کی احادیث سناتے رہتے ہیں ان میں اکثر بے سند ہوتی ہیں یا عملیات والوں کی گھڑی ہوئی سندیں پیش کی ہیں صحیح بہت کم ہوتی ہیں۔ سارا قرآن شریف پڑھو اس میں ساری ضروریات پوری ہو جاتی ہیں اور تہجد کی نماز سحری کے وقت پڑھو صبح سے پہلے بعد میں نہیں پڑھ سکتے۔

مقامِ محمود کی تشریح :

عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا قریب ہے کہ کھڑا کرے گا آپ کو آپ کا رب مقام محمود میں۔ اس کو اس طرح سمجھو کہ جیسے جلسہ ہوتا ہے تو عام لوگوں کیلئے جلسہ گاہ میں دریاں بچھاتے ہیں یا پرالی وغیرہ ڈالتے ہیں اور لیڈروں کیلئے سٹیج ہوتا ہے۔ اسی طرح میدان محشر میں پیغمبروں کیلئے مخصوص جگہ ہوگی عام لوگ میدان میں ہونگے۔ اس مخصوص جگہ میں پھر ایک خاص جگہ ہوگی اس کا نام مقام محمود ہے وہاں آنحضرت ﷺ جلوہ افروز ہونگے لواء الحمد حمد کا جھنڈا۔ یہ آپ ﷺ کے جھنڈے کا نام ہے یہ لہرا رہا ہوگا۔ حدیث پاک میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ سارے پیغمبر میرے جھنڈے کے نیچے ہو نگے۔ فرمایا انا سیّد ولد آدم ''میں آدم علیہ السلام کی اولاد کا سردار ہوں۔'' اس مقام محمود میں آپ ﷺ سجدہ ریز ہوں گے پچاس ہزار سال کا لمبا دن ہوگا سورج میل یا دو میل کی مسافت پر ہوگا لوگ پسینے میں ڈوبے ہوئے ہونگے نفسی نفسی پکار رہے ہونگے۔ بخاری شریف کی روایت ہے ایک ہفتے یا پندرہ دن کا لمبا سجدہ ہوگا۔ فرمایا یُلْھِمُنِیْ

بِمَحَامِدَ لَمْ تَحْضُرْنِیْ اَلْآنَ "اللہ تعالیٰ مجھے سجدے میں ایسے کلمات الہام فرمائیں گے جو آج مجھے معلوم نہیں ہے۔" اللہ تعالیٰ فرمائیں گے یَا مُحَمَّدُ ﷺ اِرْفَعْ رَأْسَکَ اِشْفَعْ تُشَفَّعْ "اے محمد ﷺ! سر اٹھاؤ سفارش کرو آپ کی سفارش قبول کی جائے گی۔" اسی کا نام شفاعت کبریٰ ہے۔ یہ تمام مخلوق کیلئے ہوگی کہ حساب کتاب جلدی شروع ہو جائے یہ آپ ﷺ کی خصوصیت ہے۔

فرمایا وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ اور کہو اے میرے رب مجھے داخل کریں سچائی کا داخل کرنا۔ مکہ والوں نے آپ ﷺ کے قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ آپ ﷺ اپنے ساتھی ابوبکر رضی اللہ عنہ کو لے کر غار ثور میں روش ہو گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کی ڈیوٹی تھی کہ وہ سارا دن مکہ میں رہتے لوگوں کی باتیں سنتے کہ آپ ﷺ کیخلاف کیا باتیں کرتے ہیں اور رات کی تاریکی میں جا کر بتلاتے تھے اور عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ دودھ غار میں پہنچاتے تھے۔ آنحضرت ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تین دن اور تین راتیں غار ثور میں چھپے رہے۔ تین دن کے بعد عبداللہ ابن اُرَیْقِطْ کی رہبری میں مدینہ طیبہ پہنچے۔ اس موقع پر رب تعالیٰ نے فرمایا کہو اے پروردگار! داخل کریں مجھے سچائی کا داخل کرنا وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ اور مکے سے نکال مجھ کو سچائی کا نکالنا۔ سچائی لے کر جاؤں اور سچائی کے ساتھ داخل ہوں، سچ پر قائم رہو۔ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا اور بنائیں آپ میرے لئے اپنی طرف سے غلبہ مدد کیا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی دعا قبول فرمائی اور صرف آٹھ سال کے بعد مکہ مکرمہ فتح ہو گیا۔ آٹھ سال قوموں کیلئے کوئی چیز نہیں ہوتے۔ کعبۃ اللہ کی بیرونی دیواروں پر چاروں طرف تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے۔ جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بت تھا، حضرت اسماعیل علیہ السلام کا بت تھا،

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کا بت تھا اور سب سے بڑا بت ہُبَل کا تھا حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے ہابیل کا۔ یہ کعبۃ اللہ کے مجاوروں نے اپنے کھانے کے ڈھنگ بنائے ہوئے تھے۔ آج اس کے نام کا چڑھاوا کل اس کے نام کا چڑھاوا پرسوں اس کے نام کا چڑھاوا۔ سال کے تین سو ساٹھ دنوں میں کوئی دن خالی نہیں ہوتا تھا۔ جس دن مکہ فتح ہوا آنحضرت ﷺ نے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ جا کر بت گراؤ کیونکہ میرا دل نہیں چاہتا کہ میں کعبہ کے قریب جاؤں جبکہ بت بھی وہاں موجود ہوں۔ پھر خود خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی ہمت عطا فرمائی ہے میں خود کیوں نہ جاؤں۔ آپ ﷺ کے ہاتھ میں لاٹھی تھی ایک ایک بت کو مارتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ حق آگیا اور باطل بھاگ گیا مٹ گیا۔ اس موقع پر فرمایا وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اور آپ کہیں حق آگیا ہے اور باطل چلا گیا ہے اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا بیشک باطل بھاگنے والا، دوڑنے والا اور اڑنے والی چیز ہے وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ اور ہم اتارتے ہیں قرآن کریم سے مَا وہ چیز هُوَ شِفَآءٌ جو شفا ہے۔ قرآن کریم روحانی بیماریوں کیلئے تو شفا ہے ہی جسمانی بیماریوں کیلئے بھی شفا ہے اگر ہمیں شفا حاصل نہیں ہوتی تو اس میں ہمارے اندر کمی ہے۔ حضرت تھانویؒ نے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے ''اعمال قرآنی'' اور دوسرے بزرگوں نے بھی لکھی ہیں۔ اعمال قرآنی چھوٹا سا رسالہ ہے اس میں انہوں نے بتلایا ہے کہ یہ پڑھو گے تو اس بیماری سے شفا ہوگی، یہ پڑھو گے تو اس سے شفا ہوگی، یہ پڑھو گے تو فلاں تکلیف دور ہوگی۔ لیکن یاد رکھنا! دم جھاڑ کیلئے نیک ہونا شرط ہے۔ اگر کوئی گناہ کرے، جھوٹ بولے، غیبت کرے اور حرام کھائے تو پھر اثر کم ہوتا ہے۔ قرآن میں اثر ضرور ہے ہماری زبان اور ہمارے عمل میں کوئی اثر نہیں ہے۔ تو قرآن شفاء ہے وَرَحْمَةٌ

لِلْمُؤْمِنِيْنَ اور رحمت ہے مومنوں کیلئے وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا اور نہیں زیادہ کرتا ظالموں کیلئے قرآن مگر نقصان۔ جیسے جیسے قرآن نازل ہوتا ہے وہ انکار کرتے ہیں ، انکار کرتے ہیں ، انکار کرتے ہیں ، کفر بڑھتا ہے خسارا بڑھتا ہے ان کو نقصان ہی نقصان ہے۔

انسان کی ناشکری کا بیان :

آگے اللہ تعالیٰ نے انسان کی تلوّن مزاجی اور ناشکری کا ذکر فرمایا ہے۔ ارشاد ہے وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ اور جس وقت ہم انعام کرتے ہیں انسان پر تو اعراض کرتا ہے ہمیں یاد نہیں کرتا۔ مال ودولت دیتے ہیں ، اولاد دیتے ہیں ، عزت دیتے ہیں وَنَاٰبِجَانِبِهٖ اور پہلوتہی کرتا ہے ، ہماری یاد سے گریز کرتا ہے وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ اور جس وقت اس کو پہنچتی ہے تکلیف كَانَ يَئُوْسًا ناامید ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہونا گناہ ہے اور رب تعالیٰ کے عذاب سے بے خوف ہونا بھی گناہ ہے۔ اَلْاِيْمَانُ بَيْنَ الرَّجَآءِ وَالْخَوْفِ ''ایمان امید اور خوف کے درمیان ہے۔'' اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کی رحمت کی امید بھی رکھو۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی پر انعام کرے تو وہ رب تعالیٰ کا زیادہ شکر ادا کرے ناشکری نہ کرے کہ اللہ تعالیٰ نے ترقی دی ہے مال اولاد میں کشادگی پیدا فرمائی ہے۔ مگر ہماری حالت یہ ہے کہ وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ [شوریٰ:۲۷] ''اور اگر اللہ تعالیٰ کشادگی پیدا کر دے رزق میں اپنے بندوں کیلئے تو سرکشی کرتے ہیں زمین میں۔'' کہ مال کو فضول خرچی میں اڑاتے ہیں۔ فرمایا قُلْ آپ کہہ دیں كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ہر ایک عمل کرتا ہے اپنے طریقے پر ، مومن اپنی جگہ اور کافر اپنی جگہ۔ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا پس تمہارا

رب خوب جانتا ہے اس کو جو زیادہ ہدایت یافتہ ہے راستے کے لحاظ سے۔ وہ گمراہوں کو بھی جانتا ہے اور ہدایت یافتوں کو بھی جانتا ہے۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ۭ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ وَلَىِٕنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ۝ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ۝ قُلْ لَّىِٕنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓي اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ۝ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۡ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ۝

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ اور سوال کرتے ہیں یہ لوگ آپ سے عَنِ الرُّوْحِ روح کے بارے میں قُلِ آپ کہہ دیں الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ روح میرے رب کے امر سے ہے وَمَآ اُوْتِيْتُمْ اور نہیں دیئے گئے تم مِّنَ الْعِلْمِ علم سے اِلَّا قَلِيْلًا مگر بہت تھوڑا وَلَىِٕنْ شِئْنَا اور البتہ اگر ہم چاہیں لَنَذْهَبَنَّ البتہ ہم لے جائیں بِالَّذِيْٓ وہ چیز اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ جو وحی کی ہم نے آپ کی طرف ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ پھر آپ نہیں پائیں گے اپنے لئے بِهٖ اس کی وجہ سے عَلَيْنَا ہمارے خلاف وَكِيْلًا کوئی وکیل اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ مگر رحمت ہے تیرے رب کی طرف سے اِنَّ فَضْلَهٗ بیشک اللہ تعالیٰ کا فضل كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ہے آپ پر بڑا قُلْ آپ کہہ دیں لَّىِٕنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ البتہ اگر جمع ہو جائیں سارے انسان وَالْجِنُّ اور جن عَلٰٓي اَنْ يَّاْتُوْا اس بات پر کہ لائیں بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ اس

قرآن کے مثل لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ نہیں لا سکتے اس کی مثل وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ اور اگر چہ ہوں ان کے بعض لِبَعْضٍ بعض کیلئے ظَهِيْرًا مددگار وَلَقَدْ صَرَّفْنَا اور البتہ تحقیق ہم نے پھیر پھیر کر بیان کی ہیں لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ اس قرآن کریم میں مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ہر قسم کی مثالیں فَاَبٰٓی اَكْثَرُ النَّاسِ پس انکار کیا اکثر لوگوں نے اِلَّا كُفُوْرًا مگر نہ ماننے کا۔

مدینہ طیبہ میں یہودیوں کے تین خاندان :

مدینہ طیبہ میں یہودی کافی تعداد میں تھے۔ ان کے تین خاندان تھے بنوقینقاع، بنونضیر اور بنوقریضہ۔ یہ پڑھے لکھے لوگ تھے۔ تجارت پر ان کا قبضہ تھا تعلیم ان کے ہاتھ میں تھی اور سیاست ان کے پاس تھی۔ ان کے علاوہ وہاں دو قبیلے اوس وخزرج کے تھے۔ یہ لوگ ان پڑھ اور یہود سے مرعوب تھے۔ یہود کا ان پر اتنا اثر ورسوخ تھا کہ اگر اوس وخزرج کے کسی آدمی نے اپنی لڑکی یا لڑکے کی شادی کرنی ہوتی تھی رشتہ کرنا ہوتا تھا تو اس محلے کے بڑے یہودی سے مشورے کے بغیر نہیں کر سکتا تھا۔ اسکو پوچھنا پڑتا تھا کہ میں اپنی لڑکی کا رشتہ فلاں جگہ کرنا چاہتا ہوں تمہاری کیا رائے ہے؟ اجازت ہے یا نہیں۔ اس سے تم اندازہ لگاؤ کہ یہود کا ان پر کتنا اثر ورسوخ تھا۔ باوجودیکہ ان کا عقیدہ علیحدہ تھا اور یہ تو ممکن ہی نہیں تھا کہ یہودی پاس سے گزریں اور یہ سلوٹ نہ ماریں۔ لیکن جب آنحضرت ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو لوگوں نے اصل علم دیکھا، اخلاق دیکھے، کردار سامنے آیا تو آنکھیں کھل گئیں۔ معلوم ہوا کہ یہود کے پاس تو شعبدہ بازی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ پھر وہ وقت بھی آیا کہ یہودی کے پاس سے گذرے تو وہ انتظار کرتا کہ یہ مجھے سلام کرے گا لیکن وہ نہیں کرتا تھا۔ اس پر یہودی بڑے کڑھتے تھے کہ یہ لوگ تو ہمیں سلوٹ کئے بغیر نہیں گزرتے تھے اور

اب ہمیں پوچھتا بھی کوئی نہیں ہے۔ کہنے لگے یہ ساری وجہ آنحضرت ﷺ کی ہے کہ ان کے آنے سے ہمارے حالات تبدیل ہوئے ہیں۔ تو پھر انہوں نے آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ ؓ پر مختلف قسم کے الزامات لگانے شروع کیے جو دشمن کا طریقہ ہوتا ہے۔ جیسے اس وقت دشمنوں نے طالبان حکومت کیخلاف پروپیگنڈا شروع کیا ہوا ہے کیونکہ اس وقت وہ دنیا میں واحد اسلامی امارت ہے جس میں مکمل دین نافذ ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور کے بعد یہ طالبان کی پہلی حکومت ہے جس میں خلافت راشدہ کا نظام نافذ ہے۔ درمیان میں نیک دل بادشاہ بہت ہوئے ہیں جیسے سلطان الپ ارسلان سلجوقیؒ، صلاح الدین ایوبیؒ، محمود غزنویؒ، غوریؒ بڑے نیک دل بادشاہ گزرے ہیں مگر من وعن اسلام نافذ نہیں کرسکے حالات ایسے نہیں تھے۔ تو عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور کے بعد اس وقت پوری دنیا میں اگر خلافت راشدہ کا نظام ہے تو وہ صرف افغانستان میں ہے۔ مگر دشمن ہاتھ دھو کر پیچھے پڑا ہوا ہے اور پروپیگنڈا ایسا کرتے ہیں کہ جس سے لوگوں کے ذہن خراب ہوتے ہیں۔ تو خیر یہودیوں نے منصوبہ بنایا کہ آنحضرت ﷺ سے سوال کرکے ان کو لوگوں کے سامنے شرمندہ کرو۔ یعنی سوال ایسے کرو کہ جن کا یہ جواب نہ دے سکیں پھر لوگوں کو کہو کہ تم لوگ اس کے علم کے بڑے گن گاتے ہو اس کو تو کچھ پتا ہی نہیں ہے۔

یہودیوں کے تین سوالوں کا ذکر :

ایک موقع پر انہوں نے آنحضرت ﷺ سے تین سوال کیے۔

- ......ایک یہ کہ ہمیں روح کی حقیقت بتلاؤ کیا ہے؟
- ......دوسرا یہ بتلاؤ کہ اصحاب کہف کون بزرگ تھے، ان کے کیا کارنامے ہیں؟
- ......اور تیسرا سوال ذوالقرنین کے متعلق کہ کون بزرگ تھے، ان کے حالات کیا تھے؟

یہ تین سوال یہودیوں نے آنحضرت ﷺ سے کیے آپ ﷺ نے فرمایا کل بتادوں گا زبان سے ان شاء اللہ نہ کہہ سکے۔ اس بات کا تصور بھی نہیں ہوسکتا کہ آپ ﷺ کے دل میں یہ خیال ہو کہ رب کی مشیت کے بغیر میں یہ کرلوں گا۔ یہ تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، بس زبان سے نہ کہہ سکے۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے وہ کسی کا پابند نہیں ہے وہ ہر ایک سے پوچھ سکتا ہے چاہے کتنی بڑی سے بڑی ہستی کیوں نہ ہو۔ ایک دن گذرا تو وہ آئے کہ ہمارے سوالوں کا جواب نہیں آیا ہمارے سوالوں کا جواب دو فَتَاَخَّرَ الْوَحْیُ خَمْسَۃَ عَشَرَ یَوْمًا حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ پندرہ دن وحی نہ آئی۔ یہودیوں نے بغلیں بجانا شروع کیں روزانہ آکر سوال کرتے، تنگ کرتے، ستاتے، جواب دو۔ پندرہ دن کے بعد وحی آئی وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَیْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِکَ غَدًا اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ [کہف:۲۳] ''اور نہ کہیں آپ کسی چیز کے بارے میں کہ میں اس کو کرنے والا ہوں کل مگر یہ کہ ساتھ ان شاء اللہ کہو۔'' مگر یہ اللہ چاہے گا تو ہوگا۔ اس مقام پر روح کے متعلق ذکر ہے اور اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے بارے میں سورہ کہف میں قدرے تفصیل آئے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَیَسْـَٔلُوْنَکَ اور سوال کرتے ہیں یہ لوگ آپ سے عَنِ الرُّوْحِ روح کے بارے میں کہ روح کیا چیز ہے؟ قُلِ آپ کہہ دیں الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ روح میرے رب کا ایک امر ہے۔ جب تک جاندار کے جسم میں روح ہے وہ حیات ہے روح نکلی تو ممات ہے۔ پھر محض دھڑ ہے اور اس کی حقیقت تم نہیں جان سکتے۔ وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا اور نہیں دیئے گئے تم علم سے مگر بہت تھوڑا۔ روح کی حقیقت کو صرف رب تعالیٰ ہی جانتا ہے اور کوئی نہیں جانتا۔ بس اس بدن میں جب تک روح ہے زندگی ہے جب نکل جائے تو لاشئ ہے۔ جس طرح اس جسم کی زندگی روح کیساتھ ہے اسی طرح

روحانی حیات قرآن پاک کے ذریعے ہے۔ اس وقت آسمانی کتابوں میں سے صرف قرآن کریم ہے جس کیساتھ تمام اقوام عالم کی زندگی وابستہ ہے۔ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَئِنْ شِئْنَا اور اگر البتہ ہم چاہیں لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ البتہ ہم لے جائیں سلب کرلیں وہ چیز جو ہم نے آپ کی طرف وحی کی ثُمَّ لَا تَجِدُ لَکَ بِهٖ عَلَیْنَا وَکِیْلًا پھر آپ نہیں پائیں گے اپنے لئے اس کی وجہ سے ہمارے خلاف کوئی وکیل۔

کرنا اور چیز ہے اور کرسکنا اور چیز ہے :

یہ قرآن اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیا ہے واپس نہیں لیا چھینا نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے قدرت بتلائی ہے کہ اگر ہم چاہیں تو ایسا کر سکتے ہیں۔ تو کرنے اور کرسکنے میں بڑا فرق ہے۔ اہل حق کا یہی مسلک ہے کہ اللہ تعالیٰ جو چاہے کرسکتا ہے باقی بالفعل کسی چیز کا کرنا یا نہ کرنا وہ الگ بات ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے ابولہب کو دوزخی کہا ہے اور جائے گا بھی دوزخ میں رب تعالیٰ اس کے خلاف نہیں کرے گا لیکن اگر اس کیخلاف کرنا چاہے کہ اس کو جنت میں بھیج دے تو کرسکتا ہے قدرت حاصل ہے۔

معتزلہ، رافضی، خارجی، بریلوی یہ چار طبقے کہتے ہیں کہ رب اس کیخلاف کر ہی نہیں سکتا کیونکہ وہ فرما چکا ہے لہذا کر ہی نہیں سکتا۔ اہل حق کہتے ہیں کہ کرے گا نہیں لیکن اگر کرنا چاہے تو کرسکتا ہے۔ اب دیکھو انہی آیات پر غور کرو کہ قرآن کریم رب تعالیٰ نے آپ ﷺ سے چھینا تو نہیں ہے لیکن قدرت بتلائی ہے وَلَئِنْ شِئْنَا اور اگر ہم چاہیں تو لے جائیں آپ سے وہ وحی جو ہم نے آپ کی طرف کی ہے۔ قدرت اللہ اور ہے اور سنت اللہ اور ہے، کرنا اور ہے اور کرسکنا اور ہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کا جواب :

ہندوستان میں حضرت مجدد الف ثانیؒ بہت بڑی شخصیت گذرے ہیں ان کی وجہ سے ہندوستان میں اسلام پھیلا ہے۔ اکبر نے بے دینی پھیلائی۔ جیسے ہمارے حکمران بے دین ہیں وہ بھی ایسا ہی تھا اور اس بے دینی کو دین کی شکل دے دی۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے حضرت مجدد الف ثانیؒ کو انہوں نے اکبری دین کا خوب مقابلہ کیا اور لوگوں کے ذہن صاف کیے۔ حکمران طبقے نے ہمیشہ یہ چاہا ہے کہ اتنا اسلام رہے کہ جس سے ہماری کرسی محفوظ رہے۔ اس سے زیادہ کی ان کو ضرورت نہیں ہے۔ حضرت کے مکتوبات بڑی بڑی جلدوں میں ہیں جن میں توحید، رسالت، قیامت، تصوف کے علوم سے بھرے ہوئے ہیں دفتر کے دفتر ہیں۔ مکتوبات شریف میں ہے کہ ایک سائل نے سوال کیا کہ حضرت یہ بتلاؤ کہ ایک آدمی نیک متقی پرہیز گار ہے اللہ تعالیٰ نے اس کیساتھ جنت کا وعدہ کیا ہے کیا رب اس کو دوزخ میں ڈال سکتا ہے یا نہیں؟ حضرت مجدد الف ثانیؒ چونکہ حضرت عمرؓ کی نسل میں سے تھے فاروقی تھے۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کا خاندان بھی فاروقی ہے۔ وہ آبائی اثرات سب میں موجود ہیں کہ اَشَدُّهُمْ فِي أَمْرِ اللّٰهِ عُمَرُ دین کے معاملہ میں سب سے زیادہ سخت عمرؓ ہیں۔ تو دین کے معاملے میں سختی سب میں موجود ہے۔ تو حضرت نے پوچھنے والے کو جواب دیا کہ ایک نیک کے متعلق پوچھتے ہو "اگر ہمہ را دوزخ فرستاد جائے اعتراض نیست۔" تمام نیکوں کو اللہ تعالیٰ دوزخ میں پھینک دے تو اس کو کوئی پوچھ نہیں سکتا ہے۔ مگر وہ ایسا کرے گا نہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے قرآن چھینا نہیں ہے لیکن قدرت بتلائی ہے کہ اگر ہم چاہیں تو لے جائیں وہ وحی جو ہم نے آپ کی طرف کی ہے۔ ہمیں قدرت ہے پھر آپ اپنے لئے ہمارے خلاف

کسی کو وکیل بھی نہیں پائیں گے لیکن کرتے نہیں۔ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّکَ مگر رحمت ہے تیرے رب کی طرف سے جو قرآن کو باقی رکھا ہے آپ کے سینے میں اِنَّ فَضْلَهٗ کَانَ عَلَیْکَ کَبِیْرًا بیشک اللہ تعالیٰ کا فضل ہے آپ پر بڑا۔ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں سے سب سے بلند اور اونچی آپ ﷺ کی شان ہے۔ آپ ﷺ کی شان کو نہ عرش پہنچ سکتا ہے نہ کرسی، نہ لوح، نہ قلم، کوئی چیز اس درجے کو نہیں پہنچ سکتی نہ اس جہان میں اور نہ آخرت میں۔ مگر اس رتبے اور درجے کے باوجود آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے احکام کے پابند ہیں۔ خدائی اختیارات خدا کے پاس ہیں آپ ﷺ کے پاس نہیں ہیں۔

قرآن کریم کے سچے ہونے کی دلیل :

آگے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کے متعلق فرمایا ہے قُلْ آپ کہہ دیں لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ اگر جمع ہو جائیں سارے انسان اور سارے جن عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ اس بات پر کہ لائیں اس قرآن کے مثل۔ اس قرآن جیسی کتاب بنا کر لائیں لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ نہیں لا سکتے اس کتاب کی مثل وَلَوْ کَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا اور اگرچہ ہوں ان کے بعض بعض کے مددگار۔ پوری طاقت کیساتھ ایک دوسرے کی مدد کریں پھر بھی نہیں لا سکتے۔ سالہا سال اس چیلنج پر گذر گئے ہیں آج تک اس چیلنج کو کوئی قبول نہیں کر سکا نہ آج تک کوئی لا سکا ہے اور نہ قیامت تک لا سکیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے چھوٹ دی قرآن پاک جیسی دس سورتیں لے آؤ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَیٰتٍ [ہود: ۱۳] "لاؤ دس سورتیں اس جیسی گھڑی ہوئی۔" اگر تم کہتے ہو کہ یہ گھڑ کے لایا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کو چھوڑ کر جس کو تم بلا سکتے ہو بلا لو، جنات، انسان، فرشتے۔ پھر آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ

مِثْلِہٖ [بقرہ:۲۳] ''اور اگر ہو تم شک میں اس چیز کے متعلق جو ہم نے نازل کی ہے اپنے بندے پر پس لے آؤ تم ایک سورت چھوٹی سی اس جیسی۔'' قرآن پاک کی تین سورتیں سب سے چھوٹی ہیں۔

○......ایک سورۃ العصر ○......دوسری سورۃ الکوثر ○......اور تیسری سورۃ النصر۔

اللہ تعالیٰ کی ذات کو چھوڑ کر سب انسانوں، فرشتوں اور جنات کو ساتھ ملا لو تم قرآن پاک کی چھوٹی سی سورت کے مثل نہیں لا سکتے۔ بڑی کوشش کی گئی ہے مگر آج تک کوئی نہیں لا سکا اور نہ قیامت تک لا سکے گا۔ مسیلمہ کذاب نے ایک قرآن بنایا تھا جو معمولی سی بھی عربی جانتا ہے اس کو پڑھ کر ہنسے گا کہ یہ کیا خرافات ہیں اس کو پڑھتے ہی شرم آتی ہے۔ تو فرمایا اس قرآن جیسا قرآن نہیں لا سکتے چاہے ایک دوسرے کی مدد کریں۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا اور البتہ تحقیق ہم نے پھیر پھیر کر بیان کی ہیں لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ اس قرآن کریم میں ہر قسم کی مثالیں۔ کبھی نقلی دلائل بیان کئے کبھی عقلی دلائل بیان کئے، کبھی آسمان کی طرف توجہ دلائی، کبھی زمین کی طرف توجہ دلائی، کبھی پہاڑوں کی طرف، کبھی انسان کو اپنے وجود کی طرف توجہ دلائی کہ اے انسان! تم اپنی حقیقت کو دیکھو تم کیا تھے۔ سمجھانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کی مثال بیان فرمائی ہے۔ فَاَبٰۤى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا پس انکار کیا اکثر لوگوں نے مگر نہ ماننے کا۔ ہمیشہ اکثریت انکار پر ہی رہی ہے۔ آج بھی اور قیامت تک رہے گی۔ حق کو ماننے والے ہمیشہ بہت تھوڑے رہے ہیں اس لئے قلت سے نہ گھبراؤ۔ اس وقت دنیا کی آبادی چھ ارب بتلاتے ہیں جن میں سوا ارب مسلمان ہیں جو کلمہ پڑھنے والے ہیں مگر اس میں بھی سارے حقیقتاً کلمہ پڑھنے والے نہیں ہیں کہ ان میں رافضی بھی ہیں، ذکری، بابی اور قادیانی بھی ہیں،

منکرین حدیث بھی ہیں باطل فرقوں کیساتھ مردم شماری کی ہے۔لیکن صحیح معنٰی میں مسلمان کتنے ہیں۔حقوق اللہ ادا کرنے والے اور حقوق العباد ادا کرنے والے بہت تھوڑے ہیں۔

بس دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان مرد عورت کو ایمان پر قائم رکھے۔(آمین)

وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًاۙ﴿۹۰﴾ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًاۙ﴿۹۱﴾ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًاۙ﴿۹۲﴾ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِؕ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗؕ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا﴿۹۳﴾ ع

وَقَالُوْا اور کہا کافروں نے لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ ہم ہرگز نہیں ایمان لائیں گے آپ پر حَتّٰى یہاں تک کہ تَفْجُرَ لَنَا بہادیں آپ ہمارے لئے مِنَ الْاَرْضِ زمین سے يَنْۢبُوْعًا چشمے اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ یا ہو آپ کیلئے باغ مِّنْ نَّخِيْلٍ کھجوروں کا وَّعِنَبٍ اور انگوروں کا فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ پس چلائیں آپ نہریں خِلٰلَهَا اس باغ کے درمیان تَفْجِيْرًا چلادینا اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ یا آپ گرادیں آسمان کو كَمَا زَعَمْتَ جیسا کہ آپ خیال کرتے ہیں عَلَيْنَا ہمارے اوپر كِسَفًا ٹکڑے کر کے اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ یا آپ لے آئیں اللہ تعالیٰ کو وَالْمَلٰٓئِكَةِ اور فرشتوں کو قَبِيْلًا سامنے اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ یا ہو آپ کیلئے مکان مِّنْ زُخْرُفٍ سنہری اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ یا آپ چڑھ جائیں آسمان کی طرف وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ اور ہم ہرگز تصدیق نہیں کریں گے آپ کے چڑھ

جانے کی حَتّٰی تُنَزِّلَ عَلَیْنَا یہاں تک کہ آپ اتار لائیں ہم پر کِتٰبًا کتاب نَّقْرَؤُہٗ جس کو ہم پڑھیں قُلْ آپ کہہ دیں سُبْحَانَ رَبِّیْ پاک ہے میرا رب ھَلْ کُنْتُ نہیں ہوں میں اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلاً مگر بشر ہوں رسول ہوں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے پیغمبروں کی تصدیق کیلئے بہت سے معجزات ان کے ہاتھ پر صادر فرمائے۔ آنحضرت ﷺ کیلئے بھی بہت سارے معجزات صادر فرمائے۔ یہ قرآن پاک جس کے متعلق کل گذر چکا ہے کہ اس جیسی کوئی چھوٹی سی سورت نہیں لاسکتا چاہے ساری دنیا اکٹھی ہو جائے اور آپ کا یہ معجزہ قیامت تک رہے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کیلئے چاند کو دوٹکڑے کیا سب نے آنکھوں سے دیکھا اور اسی سورت میں تم پڑھ چکے ہو کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے معراج جسمانی کرایا یہ سب کچھ دیکھنے کے باوجود ایمان نہیں لائے۔ ضد عناد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔

کافروں کے مطالبات کا تذکرہ :

اس مقام پر کافروں کے ان مطالبات کا ذکر ہے جن کی ان لوگوں نے فرمائش کی تھی کہ اگر آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں تو ان چیزوں کو صادر فرمائیں پھر ہم مانیں گے۔ وَقَالُوْا اور کہا کافروں نے لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ ہم ہرگز نہیں ایمان لائیں گے آپ پر حَتّٰی تَفْجُرَ لَنَا یہاں تک کہ آپ بہادیں چلادیں ہمارے لئے مِنَ الْاَرْضِ زمین سے یَنْبُوْعًا چشمے۔ اس وقت مکہ مکرمہ میں صرف زمزم کا چشمہ ہوتا تھا قریب کوئی جگہ تھی جہاں پانی کے کچھ چھوٹے چھوٹے چشمے ہوتے تھے۔ پہاڑی علاقہ ہے پانی کی بڑی قلت ہوتی تھی۔ اب تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے پانی کی بڑی سہولت ہے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے زبیدہ رحمہا اللہ تعالیٰ کو کہ سب چشموں کا پانی جمع کر کے مکہ مکرمہ پہنچایا۔ نہر

زبیدہ کی وجہ سے مکہ والے خوشحال ہیں اسی کا پانی پیتے ہیں۔(اب یہ نہر بند ہو چکی ہے اس کے نشانات موجود ہیں اور کہیں کہیں پانی کھڑا بھی نظر آتا ہے لیکن نہر چالو نہیں ہے۔لیکن 24 اگست 2010 بروز منگل کو شاہ عبداللہ نے اعلان کیا ہے کہ میں نہر زبیدہ کو مکہ والوں کیلئے وقف کرتا ہوں۔چنانچہ اب یہ نہر دوبارہ جاری کردی جائے گی۔بلوچ)

تو کافروں نے کہا کہ ہم ہرگز نہیں ایمان لائیں گے آپ پر یہاں تک کہ آپ بہا دیں ہمارے لئے چشمے۔پتا چلے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں اور یہ قدرت اور طاقت آپ کو حاصل ہے۔ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ یا ہو آپ کیلئے باغ مِّنْ نَّخِيْلٍ کھجوروں کا وَّعِنَبٍ اور انگوروں کا۔ہمیں نہ دینا آپ کا ہی ہو ہم یہ دیکھیں کہ پیغمبر کا باغ ہے فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا پس چلائیں آپ نہریں اس باغ کے درمیان میں چلانا۔تا کہ ہم پیغمبر کی خصوصیت تو سمجھیں۔اب حال یہ ہے کہ ہمیں تو سیر ہو کر روٹی ملتی ہے آپ کو تو سیر ہو کر کھانا بھی نہیں ملتا۔احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ کو دو دن تین دن مسلسل گندم کی روٹی سیر ہو کر نصیب نہیں ہوئی۔سالن کیساتھ جو کی روٹی کسی وقت ملی اور کسی وقت نہیں ملی۔کبھی ستو کھا لئے،کبھی کھجوریں اور کبھی دودھ پر گزارہ کیا۔تو اگر آپ خدا کے پیغمبر ہیں تو تمہارے لئے کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہونا چاہئے درمیان میں نہریں بہتی ہوں تا کہ معلوم ہو کہ خدا کا پیغمبر ہے۔آپ لوگوں کو ڈراتے ہیں کہ اگر میری بات نہیں مانو گے رب تعالیٰ کی نافرمانی کرو گے تو تم پر آسمان سے پتھر برسیں گے جیسا کہ لوط علیہ السلام کی قوم پر برسے تھے اور ہو سکتا ہے کہ آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو کر تم پر گر پڑے۔اس کا ذکر ہے اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ یا آپ گرا دیں آسمان کو كَمَا زَعَمْتَ جیسا کہ آپ خیال کرتے ہیں عَلَيْنَا ہمارے اوپر كِسَفًا ٹکڑے کر کے۔كِسَفَةٌ کی جمع ہے،آسمان کے

ٹکڑے ہم پر گرا دیں۔ ہم مر جائیں گے اور میدان آپ کیلئے صاف ہو جائے گا۔ خوشی نہیں دکھا سکتے تو اس طرح کرو۔ اَوْ تَاْتِیَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا یا ایسا کرو کہ لے آؤ اللہ تعالیٰ کو اور فرشتوں کو سامنے۔ قَبِيْلًا کا معنیٰ ہوتا ہے بالکل سامنے۔ آگے اللہ تعالیٰ کھڑے ہوں اور پیچھے فرشتے کھڑے ہوں اور کہیں کہ یہ میرا پیغمبر ہے اور فرشتے اللہ تعالیٰ کی تائید کریں کہ ہاں واقعی یہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں پھر ہم مانیں گے اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ یا آپ کیلئے مکان ہو سنہری۔ دیواریں سونے کی، چھت سونے کی، دروازے کھڑکیاں سونے کی، پلنگ کرسیاں سونے کی، ہمیں پتا تو چلے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہے ہمیں نہ دینا آپ کیلئے ہی ہوتا کہ نبی غیر نبی کا فرق ہمیں معلوم ہو۔ اور صورت حال یہ تھی کہ آنحضرت ﷺ کے پاس رہائش کیلئے مکان نہیں تھا۔ جس مکان میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی ہے اس پر آپ ﷺ کے چچا ابو طالب کا قبضہ تھا۔ پھر اس کے بڑے بیٹے طالب نے اس پر قبضہ کر کے سارا مکان بیچ دیا اور اپنے باقی تین بھائیوں کو بھی حصہ نہ دیا۔ باقی تینوں بھائی مسلمان ہو کر فوت ہوئے ہیں۔ حضرت عقیل رضی اللہ عنہ، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ایک ہمشیرہ تھی اُمّ ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ فاختہ اس کا نام تھا رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ آج اس کے نام پر حرم کا ایک دروازہ ہے "باب اُمّ ہانی" اندر بھی بڑے جلی حروف میں لکھا ہوا ہے اور باہر بھی۔ تو طالب نے وہ مکان بیچ کر رقم ساری خورد برد کر دی۔ ۸ھ میں جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے پوچھا حضرت! اب آپ اپنے مکان میں ٹھہریں گے جو آپ کا آبائی تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ مکان ہمارے لئے کہاں چھوڑا ہے طالب نے اور عقیل نے وہ مکان تو ختم ہو گیا۔ فرمایا خیف بنی کنانہ میں ٹھہریں گے۔ یہ ایک جگہ تھی اوپر چھپر (شہتیر) پڑا ہوا تھا اور مشرک یہاں

اکٹھے ہو کر گپیں مارتے تھے۔ جہاں کافروں نے ہمارے خلاف سازش کی تھی اَنْ لَّا یُنَاکِحُوْھُمْ وَلَا یُبَایِعُوْھُمْ. کہ وہ مسلمانوں کیساتھ نہ نکاح کریں گے اور نہ خرید وفروخت کریں گے۔ اور رب تعالیٰ کی قدرت بتلائی کہ جس جگہ تم نے ہمارے خلاف کاروائی پر اتفاق کیا تھا آج وہاں ہمارا جھنڈا لہرا رہا ہے۔ تو آپ ﷺ کے پاس تو سادہ مکان بھی نہیں تھا چہ جائیکہ سونے کی کھڑکی ہوتی۔ پھر جب حضرت خدیجہ الکبریٰ کیساتھ نکاح ہوا تو ان کے اپنے ذاتی مکان تھے ان میں آپ ﷺ رہتے تھے۔ اَوْ تَرْقٰی فِی السَّمَآءِ یا آپ چڑھ جائیں آسمان کی طرف وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِیِّکَ اور ہم ہرگز تصدیق نہیں کریں گے آپ کے چڑھ جانے کی حَتّٰی تُنَزِّلَ عَلَیْنَا کِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ یہاں تک کہ آپ اتار لائیں ہم پر کتاب جس کو ہم پڑھیں۔ ہمارے سامنے آپ آسمان کی طرف جائیں اور اللہ تعالیٰ آپ کو کتاب دے ہم دیکھ رہے ہوں وہ کتاب آپ لے کر آئیں اس کو ہم پڑھیں اس میں لکھا ہوا ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے رسول ہیں پھر ہم مانیں گے۔

آنحضرتؐ بشر تھے اور آپؐ کے پاس خدائی اختیارات نہیں تھے :

اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے ان مطالبات کے جواب میں آنحضرت ﷺ سے فرمایا کہ آپ ان پر اپنی حیثیت خود واضح فرما دیں اور ان کو بتا دیں کہ معجزات اللہ تعالیٰ کے افعال ہیں میں خدا نہیں ہوں اور نہ ہی خدائی اختیارات میرے پاس ہیں۔ فرمایا قُلْ آپ کہہ دیں سُبْحَانَ رَبِّیْ پاک ہے میرا رب ہر عیب، نقص اور کمزوری سے۔ وہ جس طرح چاہے اور جو چاہے کر سکتا ہے هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا نہیں ہوں میں مگر بشر ہوں رسول ہوں۔ میں نے خدائی کا دعویٰ کب کیا ہے کہ تم خدائی افعال کا مجھ سے مطالبہ کرتے ہو۔ میں تو انسان ہوں دوسرے انسانوں کی طرح اور دوسرے رسولوں کی طرح رسول

ہوں۔ اور انبیاء کے بس میں یہ نہ تھا کہ وہ اپنے اختیار سے معجزات صادر کریں۔ اس سے صراحت کیساتھ معلوم ہوا اگر جناب نبی کریم ﷺ کے اختیار اور بس میں یہ ہوتا کہ وہ معجزات کو ظاہر کر سکتے تو اس سے بڑھ کر مناسب موقع اور کیا ہوسکتا تھا جس میں مشرکین نے ازروئے تعنت وعناد اور ازروئے فرمائش اور امتحان آپ ﷺ سے یہ معجزات طلب کیے تھے اور آپ ﷺ ان کے ایمان لانے کے حریص بھی تھے مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ جواب ارشاد ہوا کہ آپ صاف لفظوں میں فرمادیں کہ جیسے پہلے پیغمبر آئے اور وہ بشر اور آدمی تھے کسی پیغمبر کو خدائی اختیارات حاصل نہیں تھے ان کا تو صرف یہ کام تھا کہ جو حق تعالیٰ کی طرف سے ملا وہ انہوں نے بلا کم وکاست پہنچادیا اور اپنے ہر کام کو خدائے واحد کے سپرد کیا کہ میں اپنا فریضہ رسالت ادا کر رہا ہوں۔ فرمائشی معجزے دکھانا نہ دکھانا اللہ تعالیٰ کی مرضی پر منحصر ہے چاہے تو دکھائے اور چاہے تو نہ دکھائے اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے سورہ مومن آیت نمبر ۷۸ میں ضابطہ بیان فرمایا ہے کہ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ''کسی نبی یا رسول کے اختیار میں نہیں ہے کہ وہ ازخود کوئی نشانی یا معجزہ پیش کرے مگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔'' اور یہ بھی بتادیا کہ میں انسان ہوں فرشتہ اور نوری مخلوق نہیں۔ اور جتنے بھی پیغمبر تشریف لائے ہیں وہ سارے کے سارے انسان تھے بشر تھے آدم علیہ السلام کی اولاد تھے۔ سب سے پہلے بشر کو حقیر سمجھنے والا ابلیس ہے۔ چودھویں پارے میں ہے لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ [حجر: ۳۳] ''میں نہیں ہوں کہ سجدہ کروں بشر کو جس کو تو نے پیدا کیا ہے گارے سے۔'' ناری ہو کر خاکی مخلوق کو سجدہ کروں۔ اور سب سے پہلے بشر کی تعظیم فرشتوں نے کی ہے اللہ تعالیٰ کے حکم سے سجدہ تعظیمی کر کے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں سُبْحَانَ رَبِّيْ پاک

ہے میرا رب ہر عیب سے هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا نہیں ہوں میں مگر بشر ہوں رسول ہوں۔ خدائی اختیارات میرے پاس نہیں ہیں یہ جو کام تم کہتے ہو کہ یہ کرو اور یہ کرو اور یہ کرو یہ بندے کے بس میں نہیں ہے۔ یہ اللہ کے کام ہیں اور اللہ ہونے کا دعویٰ میں نہیں کرتا میں تو بشر ہوں رسول ہوں۔

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۴﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ فِی الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ یَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّیْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَیْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ﴿۹۵﴾ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًۢا بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِیْرًۢا بَصِیْرًا ﴿۹۶﴾ وَمَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَنَحْشُرُهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْیًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ؕ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِیْرًا ﴿۹۷﴾ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِیْدًا ﴿۹۸﴾ اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَیْبَ فِیْهِ ؕ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۹۹﴾ قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّیْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْیَةَ الْاِنْفَاقِ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ﴿۱۰۰﴾

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اور نہیں روکا لوگوں کو اَنْ یُّؤْمِنُوْٓا اس بات سے کہ وہ ایمان لائیں اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى جس وقت آگئی ان کے پاس ہدایت اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا مگر اس بات نے کہ انہوں نے کہا اَبَعَثَ اللّٰهُ کیا بھیجا ہے اللہ تعالیٰ نے بَشَرًا رَّسُوْلًا بشر رسول بنا کر قُلْ آپ کہہ دیں لَّوْ كَانَ فِی الْاَرْضِ اگر ہوتے

زمین میں مَلٰٓئِکَةٌ فرشتے یَّمْشُوْنَ چلتے پھرتے مُطْمَئِنِّیْنَ بسنے والے لَنَزَّلْنَا
عَلَیْهِمْ البتہ ہم نازل کرتے ان پر مِّنَ السَّمَآءِ آسمان سے مَلَکًا رَّسُوْلًا
فرشتے کو رسول بنا کر قُلْ آپ کہہ دیں کَفٰی بِاللّٰهِ کافی ہے اللہ تعالیٰ شَهِیْدًا
گواہ بَیْنِیْ میرے درمیان وَبَیْنَکُمْ اور تمہارے درمیان اِنَّهٗ کَانَ بیشک وہ ہے
بِعِبَادِهٖ اپنے بندوں کے بارے میں خَبِیْرًا خبردار بَصِیْرًا دیکھنے والا وَمَنْ یَّهْدِ
اللّٰهُ اور جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے فَهُوَ الْمُهْتَدِ پس وہی ہدایت پانے والا
ہے وَمَنْ یُّضْلِلْ اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ پس ہرگز نہ
پائیں گے آپ ان کیلئے اَوْلِیَآءَ کوئی کارساز مِنْ دُوْنِهٖ اللہ تعالیٰ کے سوا
وَنَحْشُرُهُمْ اور ہم ان کو اکٹھا کریں گے یَوْمَ الْقِیٰمَةِ قیامت کے دن عَلٰی
وُجُوْهِهِمْ چہروں کے بل عُمْیًا اندھے ہونگے وَّبُکْمًا اور گونگے ہونگے
وَّصُمًّا اور بہرے ہونگے مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ٹھکانہ ان کا جہنم ہوگا کُلَّمَا خَبَتْ
جس وقت وہ بجھنے لگے گی زِدْنٰهُمْ سَعِیْرًا ہم زیادہ کردیں گے اس کے شعلوں کو
ذٰلِکَ جَزَآؤُهُمْ یہ ان کا بدلہ ہوگا بِاَنَّهُمْ کَفَرُوْا اس لئے کہ انہوں نے انکار
کیا بِاٰیٰتِنَا ہماری آیتوں کا وَقَالُوْٓا اور انہوں نے کہا ءَ اِذَا کُنَّا عِظَامًا کیا جس
وقت ہم ہو جائیں گے ہڈیاں وَّرُفَاتًا اور چورا چورا ءَ اِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ کیا بیشک
البتہ ہم کھڑے کیے جائیں گے خَلْقًا جَدِیْدًا نئی مخلوق بنا کر اَوَلَمْ یَرَوْا کیا نہیں
دیکھا ان لوگوں نے اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ بیشک اللہ تعالیٰ وہ ہے خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

وَالْاَرْضَ جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو قَادِرٌ قادر ہے عَلٰٓی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ اس پر کہ وہ پیدا کرے ان جیسوں کو وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا اور بنائی اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے میعاد لَّا رَیْبَ فِیْهِ جس میں کوئی شک نہیں ہے فَاَبَی الظّٰلِمُوْنَ پس انکار کیا ظالموں نے اِلَّا كُفُوْرًا مگر انکار کرنا قُلْ آپ کہہ دیں لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ اگر ہوتے تم مالک خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّیْٓ میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ اس وقت البتہ تم روک لیتے خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ ختم ہونے کے خوف سے وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا اور ہے انسان تھوڑ دل والا بخیل۔

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نوح علیہ السلام تک كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً [بقرہ:۲۱۳] ''سب لوگ ایک ہی دین پر تھے۔'' اور گناہ ہوتے تھے لیکن کفر شرک نہیں تھا دنیا میں مشرک قوم کی طرف جو پہلے پیغمبر مبعوث ہوئے وہ نوح علیہ السلام تھے۔ ان کی قوم شرک میں ڈوبی ہوئی تھی۔ پانچ بزرگوں کی پوجا کرتی تھی ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر۔ ودّ حضرت ادریس علیہ السلام کا لقب تھا اور باقی چار ان کے نیک اور بزرگ بیٹے تھے۔ ان پانچ بزرگوں کے انہوں نے مجسمے بنائے ہوئے تھے اصل پوجا ان بزرگوں کی ہوتی تھی۔

سب سے پہلے قومِ نوحؑ نے بشریتِ پیغمبر کا انکار کیا :

حضرت نوح علیہ السلام نے جب فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف نبی بنا کر بھیجا ہے تو اس قوم نے کہا کہ تم تو بشر ہو بشر پیغمبر کس طرح بن گیا؟ تو یہ پہلی قوم تھی جنہوں نے پیغمبر کی بشریت کا انکار کیا۔ اس کے بعد حضرت ہود علیہ السلام کی قوم نے بھی

کہا مَا ھٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ ''نہیں ہے یہ مگر ایک بشر تمہاری طرح کا (یہ پیغمبر کس طرح بن گیا) یَاْکُلُ مِمَّا تَاْکُلُوْنَ مِنْهُ وَیَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ [مومنون:۳۳] یہ کھاتا ہے جو تم کھاتے ہو اور پیتا ہے جو تم پیتے ہو۔'' نبی کیسے بن گیا؟ یہ عقیدہ کافروں کا بدستور آنحضرت ﷺ کے دور تک رہا ہے کہ پیغمبر کو بشر نہیں ہونا چاہئے اور جو بشر ہے وہ پیغمبر نہیں ہے۔

اس کا ذکر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اور نہیں روکا لوگوں کو اَنْ یُّؤْمِنُوْآ اس بات سے کہ وہ ایمان لائیں اِذْ جَآءَ ھُمُ الْھُدٰی جس وقت آگئی ان کے پاس ہدایت اِلَّآ اَنْ قَالُوْآ مگر اس بات نے کہ انہوں نے کہا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا کیا بھیجا ہے اللہ تعالیٰ نے بشر کو رسول بنا کر۔ اس نظریے نے ان کو ایمان سے روکا کہ بشر ہو کر نبی کیسے ہوسکتا ہے۔ وہ لوگ بشریت اور نبوت کو آپس میں ضد سمجھتے تھے۔ جیسے آگ اور پانی جمع نہیں ہوسکتے مشرکوں کے نزدیک بشر پیغمبر نہیں ہوسکتا، بشر ہے تو نبی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ آپ فرما دیں لَّوْ کَانَ فِی الْاَرْضِ مَلٰٓئِکَةٌ اگر ہوتے زمین میں فرشتے یَّمْشُوْنَ چلتے پھرتے مُطْمَئِنِّیْنَ بسنے والے۔ اگر زمین میں فرشتے آباد ہوتے اور زمین کی خلافت فرشتوں کو دی ہوتی لَنَزَّلْنَا عَلَیْھِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَکًا رَّسُوْلًا البتہ ہم نازل کرتے ان پر آسمان سے فرشتے کو رسول بنا کر۔ لیکن خلافت ارضی چونکہ انسان کو دی ہے لہٰذا ان کی ہدایت کیلئے بشر ہی رسول ہوگا۔ آدم علیہ السلام سے تقریباً دو ہزار سال پہلے زمین پر جنات کا اقتدار تھا لیکن ان میں اتنی استعداد اور صلاحیت نہیں تھی کہ نبوت کے عہدے پر فائز ہوں۔ علماء اسلام نے یہ تصریح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض [illegible]نسانوں کی یہ ڈیوٹی لگائی کہ وہ جنات کو بتلاتے تھے [illegible] کام کرنا ہے اور یہ کام نہیں کرنا۔

کیونکہ نبوت و رسالت اعلیٰ عہدہ ہے اس کے سنبھالنے کی ان میں لیاقت نہیں تھی۔ جنات زمین میں فتنہ فساد، قتل و غارت کرتے تھے جو انسان کرتے ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے زمین کی خلافت انسانوں کے حوالے کی۔ فرمایا اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَه ''بیشک میں بنانے والا ہوں زمین میں خلیفہ۔'' تو زمین میں انسان کو آباد کیا اور اس کی اصلاح کیلئے بشر ہی چاہیے تھا۔

فرشتہ انسانوں کیلئے نمونہ نہیں بن سکتا :

بڑی واضح بات ہے کیونکہ فرشتہ انسان کیلئے نمونہ نہیں بن سکتا تھا۔ مثلاً جبرائیل علیہ السلام جیسی شخصیت نبی ہوتی تو انسانوں کا اس میں کوئی فائدہ نہیں تھا کہ اس کو بھوک کا پتا اور نہ پیاس کا احساس۔ بس وہ فرماتے کہ تم روزے رکھو نہ کھانا ہے نہ پینا۔ وہ نہیں جانتے کہ بھوک کیا بلا ہے اور پیاس کیا چیز ہوتی ہے؟ گرمی کے روزوں کا ان کو کیا احساس ہوتا کہ گرمی میں روزہ رکھنا کیسا ہوتا ہے۔ بس اس نے تو آڈر ہی جاری کرنا تھا ان چیزوں کا احساس تو اس کو ہو سکتا ہے کہ جس کو خود بھوک لگے اور بھوک کی وجہ سے پیٹ پر دو پتھر باندھے اور پیاس لگے تو پانی کو تلاش کرے۔ بیٹے کے فوت ہونے کے صدمے کا فرشتے کو کیا معلوم، ماں باپ، عزیز رشتہ داروں کے فوت ہونے کی تکلیف کا فرشتے کو کیا پتا۔ جس کا نہ باپ، نہ ماں، نہ بیٹا، نہ بیٹی، نہ بہن، نہ بھائی، اگر ان میں سے کوئی فوت ہوتا تو فرشتہ محض تلقین کرتا کہ رونا نہیں صبر کرنا ہے۔ کوئی کہتا کہ میرے سر میں درد ہے تو فرشتے کو سر درد کا کیا احساس ہوتا؟ نمونہ وہ بن سکتا تھا جس کو ان تمام چیزوں کا احساس ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ [الاحزاب:۲۱] ''البتہ تحقیق تمہارے لئے اللہ کے رسول میں اچھا نمونہ ہے۔'' اگر کوئی باپ ہے تو باپ بن کر دکھایا ہے، خاوند

ہے تو خاوند بن کر دکھایا ہے، استاد بن کے دکھایا ہے شاگردوں کیساتھ برتاؤ بتلایا ہے۔ غمی خوشی، بھوک پیاس، دکھ درد ہر حال میں نمونہ ہیں۔ تو انسانوں کیلئے نمونہ انسان ہی بن سکتا ہے جو کھائے بھی پئے بھی اس کو دکھ درد کا احساس بھی ہو۔ سورۃ فرقان آیت نمبر ۷ میں ہے کافروں نے کہا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِىْ فِى الْاَسْوَاقِ '' کیا ہے اس رسول کو کھانا کھاتا ہے اور چلتا ہے بازاروں میں اور پھر کہتا ہے میں نبی ہوں۔'' اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۸ میں دیا وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ '' ہم نے رسولوں کو ایسے جسم نہیں دیئے کہ وہ کھانا نہ کھائیں۔'' وہ بشر ہیں اور بشری تقاضے سارے ان کے ساتھ ہیں۔ تو یہ اللہ تعالیٰ نے حکمت بتلائی کہ ہم نے فرشتے کو پیغمبر بنا کر اس لئے نہیں بھیجا کہ زمین کی خلافت ہم نے انسان کو دی ہے لہذا انسانوں کی رہنمائی کیلئے انہی میں سے نبی ہونا چاہیئے۔

قُلْ آپ کہہ دیں كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِىْ وَبَيْنَكُمْ کافی ہے اللہ تعالیٰ گواہ میرے اور تمہارے درمیان۔ اللہ تعالیٰ نے کیسی گواہی دی ہے اور بات کو کیسی تحقیق کیساتھ بیان کیا ہے اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا بَصِيْرًا بیشک اللہ تعالیٰ ہے اپنے بندوں کے بارے میں خبردار دیکھنے والا۔

اللہ تعالیٰ کے گمراہ کرنے کا مطلب :

بات یہ ہے کہ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ اور جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے پس وہی ہدایت پانے والا ہے۔ اور یہ بات تم تیرہویں پارے میں پڑھ چکے ہو کہ رب تعالیٰ ہدایت اس کو دیتا ہے اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اور جو رجوع ہی نہیں کرتا تو جبراً اللہ تعالیٰ کسی کو ہدایت نہیں دیتا۔ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ

مِنْ دُوْنِہٖ اور جس کو گمراہ کر دے پس آپ ہرگز نہیں پائیں گے ان کیلئے کوئی کارساز اللہ تعالیٰ کے سوا۔ اور گمراہ کن کو کرتا ہے؟ یُضِلُّ اللّٰہُ الْکٰفِرِیْنَ [مومن:۷۴] ''گمراہ کرتا ہے کافروں کو۔'' جو کفر پر ڈٹے ہوئے ہیں شرک پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ فَلَمَّا زَاغُوْا اَزَاغَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ [صف:۵] ''پس جب وہ ٹیڑھے چلے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا۔'' جب کوئی غلط راستے پر چلے تو اللہ تعالیٰ اس کو اسی طرف چلا دیتا ہے۔ اور کوئی رب کی طرف آنا چاہے تو اس کی اپنے راستوں کی طرف راہنمائی فرما دیتا ہے۔ سورۃ العنکبوت آیت نمبر ۶۹ میں ہے وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا ''اور جو کوشش کرتے ہیں ہمارے لیئے ہم ضرور راہنمائی کرتے ہیں ان کی اپنے راستوں کی طرف۔'' ہم مزید آنے کی توفیق دے دیتے ہیں۔ ہدایت اور گمراہی دونوں چیزیں اختیاری ہیں فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ [سورہ کہف] ''پس جو چاہے اپنی مرضی سے ایمان لائے اور جو چاہے اپنی مرضی سے کفر اختیار کرے۔'' جبر کسی بات پر نہیں ہے۔ وَنَحْشُرُھُمْ اور ہم ان کو اکٹھا کریں گے یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ قیامت کے دن عَلٰی وُجُوْھِھِمْ ان کے چہروں کے بل۔ ٹانگیں اوپر اور سر نیچے ہونگے۔ جب قبروں سے نکلیں گے تو سر کے بل چلیں گے۔ عُمْیًا اندھے ہونگے وَّبُکْمًا اور گونگے ہونگے وَّصُمًّا اور بہرے ہونگے۔ یہ تھوڑا سا عرصہ ایسے رہیں گے پھر ان کی آنکھیں بھی لوٹا دی جائیں گی اور سنیں گے بھی اور زبان سے بولیں گے بھی واویلا کریں گے لیکن اس وقت ان کو واویلے کا کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ حضرت وہ سر کے بل کیسے چلیں گے تو فرمایا جس رب نے پاؤں پر چلایا ہے وہ سر کے بل بھی چلا سکتا ہے۔ یہ اس بات کی علامت ہوگی کہ ان کی کھوپڑیاں الٹی تھیں۔ دنیا میں ان کی چال الٹی تھی اور جن کی چال سیدھی تھی وہ سیدھے پاؤں پر کھڑے ہو

نگے۔اور جن کی چال الٹی تھی مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ٹھکانہ ان کا دوزخ ہوگا كُلَّمَا خَبَتْ جس وقت وہ بجھنے لگے گی اس کے شعلے مدہم ہونگے زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ہم زیادہ کردیں گے اس کے شعلوں کو،اور تیز کردیں گے۔فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا [سورہ نبا:۳۰]'' پس عذاب کا مزہ چکھو پس ہم نہیں زیادہ کریں گے تمہارے لئے مگر عذاب۔'' دن بدن عذاب میں اضافہ ہوگا جیسے جنتیوں کی نعمتوں اور خوشیوں میں اضافہ ہوگا۔آج کے کھانے کی لذت اور ہوگی اور کل کے کھانے کی لذت اور ہوگی شکل اگرچہ ملتی جلتی ہوگی۔ان کی لذتوں میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا اور کافروں کے عذاب میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔

ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ یہ ان کا بدلہ ہوگا۔کیوں؟ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا اس لئے کہ انہوں نے انکار کیا ہماری آیتوں کا وَقَالُوْٓا اور انہوں نے کہا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا کیا جس وقت ہم ہوجائیں گے ہڈیاں وَّرُفَاتًا اور چوراچورا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا کیا ہم بیشک کھڑے کیے جائیں گے نئی مخلوق بنا کر۔وہ کہتے تھے کہ جب ہم ریزہ ریزہ ہوجائیں گے، خاک ہوجائیں گے تو پھر دوبارہ انسان بنائیں جائیں گے یہ چیز ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَوَلَمْ يَرَوْا کیا انہوں نے دیکھا نہیں ہے اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بیشک اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ قادر ہے وہ اس پر کہ وہ پیدا کرے ان جیسوں کو۔جس رب نے زمین آسمان پیدا کیے ہیں اور ابتداءً پیدا کیا ہے کیا وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ دوبارہ پیدا کرے وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا اور بنائی اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے میعاد لَّا رَيْبَ فِيْهِ جس میں کوئی شک نہیں ہے۔ہر آدمی کی موت کا ایک وقت مقرر ہے مگر رب تعالیٰ نے کسی کو بتلایا نہیں ہے اگر بتلا دے تو دنیا کا نظام ہی معطل ہوجائے۔کسی کو علم نہیں ہے چاہے اس نے

آج ہی مرنا ہو اور اگر آج کسی کو بتلا دیا جائے کہ مثال کے طور پر تم نے دس سال بعد مرنا ہے تو وہ آج سے ہی سوکھنا شروع ہو جائے گا اور دنیا کا کوئی کام اس سے نہیں ہو سکے گا۔ یہ رب تعالیٰ کا راز ہے اس نے کسی کو نہیں بتلایا۔ فَاَبٰی الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا کُفُوْرًا پس انکار کیا ظالموں نے مگر انکار کرنا۔ انکار ہی کرتے ہیں مانتے نہیں قُلْ آپ کہہ دیں لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِکُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّیْ اگر ہوتے تم مالک میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے کہ تمہاری مرضی سے کسی کو نبوت ملتی، رسالت ملتی، عہدہ ملتا، ترقی ہوتی تو اِذًا لَّاَمْسَکْتُمْ اس وقت البتہ تم روک لیتے خَشْیَةَ الْاِنْفَاقِ ختم ہونے کے خوف سے کہ یہ ختم نہ ہو جائے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ لَوْ کَانَ لِابْنِ آدَمَ وَادِیَانِ مِنْ ذَهَبٍ لَابْتَغٰی ثَالِثًا وَلَا یَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ آدَمَ اِلَّا التُّرَابُ اَوْ کَمَا قَالَ ﷺ ''اگر ابن آدم کے پاس دو میدان ہوں بھرے ہوئے سونے کے تو وہ اس پر مطمئن نہیں ہوگا تیسرا میدان بھی تلاش کریگا اور فرمایا ابن آدم کے پیٹ کو صرف مٹی ہی بھر سکتی ہے۔'' قبر کی مٹی ہی اس کو بھرے گی اور کوئی چیز اس کو نہیں بھر سکتی۔ فرمایا اور کیا پوچھتے ہو وَکَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا اور ہے انسان تھوڑے دل والا بخیل اور کنجوس۔ اکثریت ایسے ہی لوگوں کی ہے کوئی ہزار میں سے ایک آدھ نکل آئے بڑے دل والا سخی تو علیحدہ بات ہے ورنہ مال کے سلسلے میں سب ایسے ہی ہیں الا ماشاء اللہ۔ بہرحال جو رب تعالیٰ نے فرمایا ہے وہ حق ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍ
بَيِّنٰتٍ فَسْـَٔلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ
اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا ﴿۱۰۱﴾ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ
اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ ۚ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ
مَثْبُوْرًا ﴿۱۰۲﴾ فَاَرَادَ اَنْ يَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ
مَّعَهٗ جَمِيْعًا ﴿۱۰۳﴾ وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اسْكُنُوا
الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا ﴿۱۰۴﴾

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى اور البتہ تحقیق دیں ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو تِسْعَ اٰيٰتٍ نو نشانیاں بَيِّنٰتٍ بڑی واضح فَسْـَٔلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ پس آپ پوچھ لیں بنی اسرائیل سے اِذْ جَآءَهُمْ جس وقت موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس آئے فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ پس کہا موسیٰ علیہ السلام کو فرعون نے اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى بیشک میں آپ کے بارے میں خیال کرتا ہوں اے موسیٰ مَسْحُوْرًا تجھ پر جادو کر دیا گیا ہے قَالَ فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے لَقَدْ عَلِمْتَ البتہ تحقیق تو جانتا ہے مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ نہیں نازل کیں یہ نشانیاں اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مگر آسمانوں اور زمین کے پروردگار نے بَصَآئِرَ بصیرت کیلئے وَاِنِّيْ لَاَظُنُّكَ اور بیشک میں البتہ یقین کرتا ہوں تیرے بارے میں يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا اے فرعون تو ہلاک کر دیا جائے گا فَاَرَادَ پس ارادہ کیا فرعون نے اَنْ

يَسْتَفِزَّهُمْ کہ اکھاڑ دے قدم ان کے مِّنَ الْاَرْضِ زمین سے فَاَغْرَقْنٰهُ پس ہم نے غرق کیا فرعون کو وَمَنْ مَّعَهٗ اوران کو جو اس کے ساتھ تھے جَمِیْعًا سارے وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ اور کہا ہم نے اس کے غرق ہونے کے بعد لِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ بنی اسرائیل کو اسْكُنُوا الْاَرْضَ رہو تم زمین میں فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ پس جس وقت آئے گا وعدہ آخرت کا جِئْنَا بِكُمْ لَفِیْفًا تو ہم لے آئیں گے تم سب کو سمیٹ کر۔

عرب میں مختلف فرقوں کی آبادی کی نسبت :

سرزمین عرب میں مشرکوں کے بعد یہود کی کافی تعداد تھی۔ مردم شماری کے لحاظ سے ان کا دوسرا نمبر تھا تیسرے نمبر پر عیسائی تھے۔خیبر سارا یہود کا تھا۔ مدینہ طیبہ میں ان کے بڑے بڑے کاروبار تھے اور مدینہ طیبہ کے علاوہ دوسرے علاقوں میں بھی ان کے کاروبار تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر انعام بھی فرمائے اور عذاب بھی بڑے نازل فرمائے۔موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں وادی سینائی میں ان پر اللہ تعالیٰ نے بادلوں کا سایہ مسلسل چالیس سال رکھا، عین وقت پر من وسلویٰ آجاتا نمکین اور میٹھی غذا۔ پتھر سے اللہ تعالیٰ نے پانی کے بارہ چشمے جاری فرمائے۔لیکن بڑی ضدی، نافرمان اور مجرم قوم تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل اور فرعون کی طرف مبعوث فرمایا۔ فرعون مصر کے بادشاہ کا لقب ہوتا تھا، نام الگ ہوتا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جو فرعون تھا اس کا نام ولید ابن مصعب بن ریان تھا۔ بڑا شاطر، چالاک اور ہوشیار قسم کا آدمی تھا جیسے اس وقت ہمارے لیڈر ہیں باتوں میں کسی کے قابو نہیں آتے۔

موسیٰ علیہ السلام کی نو نشانیاں کا بیان :

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰی تِسْعَ اٰیٰتٍ اور البتہ تحقیق دیں ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو نو نشانیاں۔

o......ایک نشانی؛ عصا کا سانپ بن جانا۔

o......دوسری نشانی؛ ہاتھ کا گریبان میں ڈال کر نکالنا اور اس کا سورج کی طرح چمکنا۔

o......تیسری نشانی؛ فرعونیوں کو قحط سالی میں مبتلا کرنا۔ قاضی بیضاویؒ اور حضرت تھانویؒ کے مطابق قحط سالی تیسری نشانی تھی اور پھلوں کی کمی جدا نشانی تھی یعنی چوتھی نشانی تھی۔ جبکہ دوسرے حضرات قحط سالی اور پھلوں کی کمی کو ایک ہی نشانی شمار کرتے ہیں۔

o......تو پھر ان حضرات کے نزدیک چوتھی ان پر طوفان کا بھیجنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر طاعون مسلط کیا۔

o......پانچویں نشانی؛ مکڑیوں کے لشکر بھیجے۔

o......چھٹی نشانی؛ اللہ تعالیٰ نے ان کے بدنوں میں جوئیں پیدا فرمادیں۔

o......ساتویں نشانی؛ مینڈکوں کی کثرت۔

o......اور آٹھویں نشانی خون کہ ان کا کھانا پانی خون کی شکل اختیار کر جاتا تھا۔ آٹھ نشانیوں کا ذکر سورۃ الاعراف میں ہے۔

o......اور نویں نشانی کا ذکر سورت یونس میں رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓی اَمْوَالِهِمْ ''اے ہمارے پروردگار! مٹادے ان کے مالوں کو۔'' [آیت نمبر ۸۸]

جب فرعونیوں نے اپنی دولت پر گھمنڈ کرتے ہوئے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا مقابلہ کیا حق کا مقابلہ کیا تو موسیٰ علیہ السلام نے بددعا کی۔ اے پروردگار! یہ جن

مالوں پر گھمنڈ کرتے ہیں ان کے مالوں کو مٹا دے۔ چنانچہ ان کے ہیرے موتی، سونا چاندی کے جو سکے تھے خدا کی قدرت کہ سب پتھر بن گئے، ٹھیکرے بن گئے ان کی کوئی قیمت نہ رہی۔ تو یہ نو نشانیاں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو دیں۔ بَیِّنٰتٍ بڑی واضح فَسْئَلْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اے نبی کریم ﷺ! آپ پوچھ لیں بنی اسرائیل سے اِذْ جَآءَھُمْ جس وقت موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس آئے فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ پس کہا موسیٰ علیہ السلام کو فرعون نے اِنِّیْ لَاَظُنُّکَ یٰمُوْسٰی مَسْحُوْرًا بیشک میں آپ کے بارے میں گمان کرتا ہوں کہ تجھ پر جادو کیا گیا ہے۔ بدحواسی کی باتیں کرتے ہو معاذ اللہ تعالیٰ تمہارا دماغ ٹھیک نہیں ہے۔ یہ موسیٰ علیہ السلام کے منہ پر فرعون نے کہا۔

نبی کریم ﷺ پر جادو کے اثرات کا ذکر :

جادو کا اثر پہلے بھی ہوتا تھا اور اب بھی ہوتا ہے تو آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی پر لبید بن اعصم یہودی نے جادو کیا تھا اس جادو کے اثر سے آپ ﷺ پریشان، اداس اور مغموم رہتے تھے۔ دینی معاملات میں تو اس کا کوئی اثر نہ ہوا البتہ دنیاوی معاملات میں اس کا اثر تھا۔ مثلاً پانی پیا پھر خیال ہوا کہ پتا نہیں پیا ہے یا نہیں پیا، کھانا کھایا پھر خیال ہوا کہ معلوم نہیں کھایا ہے یا نہیں کھایا، تقریباً ایک سال آپ ﷺ ایسے رہے۔ تو جادو بھی حق ہے لیکن یاد رکھنا! وہمی نہ بننا بہت ساری بیماریاں طبعی ہوتی ہیں اور لگتا یوں ہے کہ کسی نے جادو کر دیا ہے ضروری نہیں کہ ہر آدمی پر جادو ہوا ہو اور یہ سمجھنا کہ ہر بیمار پر جادو ہوا ہے یہ بات بھی صحیح نہیں ہے۔ کاروبار میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے ضروری نہیں کہ کسی نے جادو کر دیا ہے۔ عموماً لوگ دم تعویذ کیلئے آتے ہیں ان میں سے نوے فیصد کا یہی غلط خیال ہوتا ہے کہ ہمارے اوپر کسی نے جادو کر دیا ہے، ہمارا کسی نے کاروبار بند کر دیا ہے، ہمارے گھر سے

بیماری نہیں جاتی۔ مسلمان کو اتنا وہمی نہیں ہونا چاہئے۔کوئی دو چار واقعی ایسے ہوتے ہیں کہ جن پر جادو کے اثرات ہوتے ہیں لیکن ہر کام میں جادو کو شامل کرنا بھی ٹھیک نہیں ہے۔ خصوصاً عورتیں تو توبہ توبہ۔ان کی باتوں سے تو حیرانگی ہوتی ہے۔ مسلمان کا عقیدہ اتنا کچا نہیں ہونا چاہئے۔تو فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا کہ میرے خیال میں آپ پر جادو کیا گیا ہے۔

قَالَ فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے لَقَدْ عَلِمْتَ البتہ تحقیق تو جانتا ہے مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ نہیں نازل کیں یہ نشانیاں مگر اس پروردگار نے جو پروردگار ہے آسمانوں کا اور زمین کا۔کیوں نازل کی ہیں؟ بَصَآئِرَ بصیرت کیلئے۔ بَصَائِر بَصِيرَةٌ کی جمع ہے۔بصیرت کا معنیٰ ہے دل کی روشنی۔اور بصارت کہتے ہیں آنکھ کی روشنی کو۔دلوں میں روشنی پیدا کرنے کیلئے رب تعالیٰ نے یہ نشانیاں نازل فرمائی ہیں تاکہ لوگ سمجھیں میرے اوپر کوئی جادو نہیں ہوا وَاِنِّیْ لَاَظُنُّکَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا اور بیشک البتہ میں یقین کرتا ہوں تیرے بارے میں اے فرعون تو ہلاک کر دیا جائے گا۔تم بڑے اکھڑ خان بنے ہوئے ہو تکبر کر رہے ہو رب تعالیٰ کے نافرمان ہو یوں سمجھو کہ ہلاک ہوگئے ہو فَاَرَادَ اَنْ یَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ پس ارادہ کیا فرعون نے کہ اکھاڑ دے ان کے قدم زمین سے کہ ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ موسیٰ علیہ السلام، ہارون علیہ السلام اور ان کے ساتھی علاقہ چھوڑنے پر مجبور ہوگئے اور راتوں رات وہاں سے ہجرت کر کے نکلے۔ شام فلسطین کے علاقے میں جانا چاہتے تھے فرعون کو پتا چلا کہ جن کی وجہ سے ہمارا ملک آباد تھا وہ تو نکل چکے ہیں یہ یہی ہمارے مزدور اور کمی تھے کھیتی باڑی کرتے تھے، باغوں کے مالی تھے، ہمارے دھوبی تھے اب ملک کا کیا بنے گا کیونکہ مزدور نہ ہوں تو ملک ترقی نہیں کرسکتا۔

رب تعالیٰ نے نظام ایسا بنایا ہے کہ ایک کو پیسے دیئے ہیں اور دوسرے کو بدنی قوت دی ہے مل جل کر کام پورا ہوتا ہے۔فقط پیسے ہوں کام کرنے والا کوئی نہ ہو تو پھر بھی نظام نہیں چل سکتا اور کام کرنے والے ہوں اور پیسے نہ ہوں تو بھی دنیا کا نظام نہیں چل سکتا۔خدا کی شان ہے کوئی امیر ہے کوئی غریب ہے،کوئی مالک ہے کوئی مزدور ہے،کوئی آجر ہے کوئی اجیر ہے۔تو فرعون ان کے پیچھے پڑ گیا ان کا تعاقب کیا فَاَغْرَقْنٰهُ پس ہم نے غرق کر دیا فرعون کو وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِيْعًا اور ان کو جو ان کے ساتھ تھے سارے۔سورج چڑھ چکا تھا فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ [شعراء:٦٠] "پھر وہ پیچھے آئے ان کے سورج نکلنے کے وقت۔" ہامان فرعون کا وزیر اعظم تھا اور اسی انداز کا تھا جیسے فرعون تھا۔فرعون نے اپنے وزیر اعظم کو کہا کہ تم آگے ہو اور میں پیچھے ہوں گا اور درمیان میں فوج ہوگی۔

آگے بحر قلزم تھا پیچھے فرعونی،موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی گھبرائے اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ اے میرے پیغمبر گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے اپنی لاٹھی سمندر پر مارو۔بس لاٹھی کا اشارہ ہی کرنا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے پانی روک دیا كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ "ایک بڑے پہاڑ کی طرح۔" [سورۃ الشعراء] درمیان میں خشک راستے بن گئے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی پار چلے گئے۔آگے ہامان،پیچھے فوجیں،پیچھے فرعون،جب سارے سمندر میں داخل ہو گئے تو رب تعالیٰ نے پانی کو حکم دیا کہ چل پڑو۔یہ سیدھے وہاں سے جہنم رسید ہوئے۔غرق ہوتے وقت فرعون نے بڑا واویلا کیا۔سورت یونس آیت نمبر ۹۰ میں ہے قَالَ کہنے لگا اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ "ایمان لایا ہوں میں بیشک نہیں کوئی معبود مگر وہی جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اور میں بھی فرمانبرداروں میں سے ہوں۔" بڑا عجیب موقع تھا فرعون بڑی

عاجزی کیساتھ رو رہا تھا۔ ترمذی شریف کی روایت میں ہے حضرت جبرائیل علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں دریا کی تہہ سے گارا نکال کر اس کے منہ میں ٹھونستا تھا کہ اس بے ایمان کی آواز ہی نہ نکلے کہ اس پر رب کو رحم نہ آجائے۔ اس نے بڑے ظلم کئے ہیں اس کو سزا ملنی چاہیے۔ سارے غرق ہوگئے ان میں سے ایک بھی نہ بچا البتہ فرعون کا وجود اللہ تعالیٰ نے بچا لیا۔ سورت یونس میں ہے فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ''پس آج کے دن ہم بچالیں گے تیرے جسم کو تاکہ ہو جائے تو ان لوگوں کیلئے جو تیرے پیچھے ہیں نشانی۔'' تاکہ آنے والے دیکھیں کہ یہ وہ تھا جو اپنے آپ کو رب الاعلیٰ کہتا تھا آج اس کے منہ اور ناک سے پانی بہہ رہا ہے اور رب جانے کہاں کہاں سے بہہ رہا تھا۔ ایسے پڑا تھا جیسے مشک ہوتی ہے پانی سے بھری ہوئی۔ آج تک مصر کے عجائب گھر میں اس کا مجسمہ موجود ہے عبرت کیلئے۔ وَقُلْنَا مِنْ بَعْدِهٖ لِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اور کہا ہم نے اس کے غرق ہونے کے بعد بنی اسرائیل کو اُسْكُنُوا الْاَرْضَ رہو تم زمین میں فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ پس جس وقت آئے گا وعدہ آخرت کا جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا تو ہم لے آئیں گے تم سب کو سمیٹ کر۔

قیامت سے پہلے یہودی ایک جگہ جمع ہونگے :

اکثر مفسرین کرامؒ اس کی تفسیر کرتے ہیں کہ قیامت والے دن تم سب کو اکٹھا کریں گے حساب کیلئے جزا کیلئے۔ لیکن حافظ ابن کثیرؒ جو بڑے چوٹی کے بزرگ بھی ہیں، مفسر اور مؤرخ بھی ہیں اور محدث بھی ہیں۔ وہ اور کچھ دوسرے حضرات اس کا یہ مفہوم بیان کرتے ہیں کہ اب تم دنیا میں جہاں چاہو رہو اور جب قیامت قریب ہوگی تو ہم تم سب کو اکٹھا کریں گے۔ آج سے تقریباً ساٹھ پینسٹھ سال پہلے کی بات ہے جب ہم استاذ مولانا

عبدالقدیر صاحبؒ کے پاس مشکوٰۃ پڑھتے تھے۔ تو حدیث پڑھی تُقَاتِلُوْنَكُمُ الْيَهُوْدَ کہ یہودی تمہارے ساتھ لڑیں گے۔ تو ہم بڑے حیران ہوئے کہ یہودی ہمارے ساتھ کیسے لڑیں گے؟ کیونکہ اس وقت یہودیوں کی تعداد چھ سات ہزار سے زیادہ نہیں تھی۔ تو یہ چھ سات ہزار یتیم مسلمانوں کیساتھ کیا لڑیں گے؟ اور روایت بخاری شریف اور مسلم کی ہے کہ یہود تمہارے ساتھ لڑیں گے وَتُقَاتِلُوْنَ الْيَهُوْدَ اور تم یہودیوں کیساتھ لڑو گے۔ تو ہم نے حضرت سے پوچھا کہ حضرت! یہ چھ سات ہزار یتیم بے چارے مسلمانوں کیساتھ کیا لڑیں گے؟ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے پیغمبران کے مقابلے میں ہونگے مقابلے میں کوئی بندہ تو ہونا چاہیے ان یتیموں کیساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا لڑنا تو ان کی توہین ہے۔

تو حضرت نے اتنے لفظ فرمائے کہ چیونٹی جب مرنے پہ آتی ہے تو اس کو پَر لگ جاتے ہیں جب ان کی ہلاکت کا وقت آئے گا تو اس وقت یہ خاصی قوت والے بن جائیں گے۔ اس وقت یہود کی آبادا سّی لاکھ ہے اور اخبارات میں تم نے پڑھا ہوگا کہ روس سے مزید دس لاکھ یہودی اسرائیل بھیجے جا رہے ہیں۔ دس لاکھ یہودیوں نے کہا ہے کہ ہم آنا چاہتے ہیں اور انہوں نے منظوری دیدی ہے۔ تو افرادی اعتبار سے ایک کروڑ کے قریب یہودی ہو چکے ہیں اور اسلحہ کے لحاظ سے دوسرے تیسرے نمبر پر ہیں اور ان کے آس پاس تیرہ کروڑ مسلمان ہیں ان کو وہ کچھ نہیں سمجھتے کہ یہ بھی کوئی چیز ہیں۔ بس وہ وقت بالکل قریب آ گیا ہے یوں سمجھو کہ سر پر آ گیا ہے۔

پھر حدیث پاک میں یہ بھی آتا ہے کہ جب تم یہود کیساتھ لڑو گے اور یہودی درختوں اور پتھروں کے پیچھے چھپیں گے تو وہ بھی ان کو پناہ نہیں دیں گے بول کر کہیں گے کہ ہمارے پیچھے یہودی چھپا ہوا ہے۔ پتھر بولیں گے اے غازی! خَلْفِي الْيَهُوْدِيُّ میرے

پیچھے یہودی ہے۔درخت بولے گا خَلْفِی الْیَھُوْدِیُ میرے پیچھے یہودی ہے۔ایک درخت نہیں بولے گا جسکا نام ہے غَرْقَدْ. فَاِنَّھَا مِنْ شَجَرِ الْیَھُوْد مسلم شریف کی روایت ہے اور مسلمان یہودیوں کو چن چن کر ماریں گے اور ختم کریں گے۔وہ وقت بالکل قریب آرہا ہے۔

❁❁❁

وَبِالْحَقِّ

اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ؕ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۱۰۵﴾ وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ﴿۱۰۶﴾ قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖۤ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖۤ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ﴿۱۰۷﴾ وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ﴿۱۰۸﴾ وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ﴿۱۰۹﴾ قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿۱۱۰﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ﴿۱۱۱﴾

وَبِالْحَقِّ اور حق کیساتھ اَنْزَلْنٰهُ ہم نے اتارا ہے اس قرآن کو وَبِالْحَقِّ نَزَلَ اور حق کیساتھ ہی نازل ہوا ہے وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو اِلَّا مُبَشِّرًا مگر خوشخبری سنانے والا وَّنَذِيْرًا اور ڈر سنانے والا وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ اور قرآن کو ہم نے تفریق کیساتھ اتارا ہے لِتَقْرَاَهٗ تاکہ آپ پڑھیں اسکو عَلَى النَّاسِ لوگوں کے سامنے عَلٰى مُكْثٍ ٹھہر ٹھہر کر وَّنَزَّلْنٰهُ اور ہم نے اتارا ہے اس کو تھوڑا تھوڑا کر کے تَنْزِيْلًا تھوڑا تھوڑا کر کے اتارنا قُلْ آپ کہہ دیں

اٰمِنُوْا بِہٖٓ تم ایمان لاؤ اس قرآن پر اَوْلَا تُؤْمِنُوْا یا تم ایمان نہ لاؤ اِنَّ الَّذِیْنَ بیشک وہ لوگ اُوْتُوا الْعِلْمَ جن کو دیا گیا علم مِنْ قَبْلِہٖٓ اس سے پہلے اِذَا یُتْلٰی عَلَیْھِمْ جس وقت پڑھا جاتا ہے ان کے پاس قرآن یَخِرُّوْنَ گر پڑتے ہیں لِلْاَذْقَانِ اپنی ٹھوڑیوں کے بل سُجَّدًا سجدہ کرتے ہوئے وَّیَقُوْلُوْنَ اور کہتے ہیں سُبْحٰنَ رَبِّنَآ پاک ہے ہمارے رب کی ذات اِنْ کَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا بیشک ہمارے رب کا وعدہ پورا کیا ہوا ہے وَیَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ اور گرتے ہیں اپنی ٹھوڑیوں کے بل یَبْکُوْنَ روتے ہیں وَیَزِیْدُھُمْ خُشُوْعًا اور یہ قرآن زیادہ کرتا ہے ان کیلئے عاجزی کو قُلْ آپ کہہ دیں ادْعُوا اللّٰہَ پکارو تم اللہ کو اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ یا پکارو رحمٰن کو اَیًّامَّا تَدْعُوْا جس نام سے بھی پکارو گے فَلَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی پس اسی کیلئے ہیں سب اچھے نام وَلَا تَجْھَرْ بِصَلَاتِکَ اور نہ جہر کریں آپ اپنی نماز میں وَلَا تُخَافِتْ بِھَا اور نہ آپ آہستہ پڑھیں وَابْتَغِ اور تلاش کریں بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًا اس کے درمیان راستہ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ اور آپ کہہ دیں سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا جس نے نہیں ٹھہرائی اولاد وَّلَمْ یَکُنْ لَّہٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ اور نہیں ہے اس کیلئے کوئی شریک ملک میں وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ وَلِیٌّ اور نہیں ہے اس کیلئے کوئی حمایتی مِّنَ الذُّلِّ جو کمزوری سے بچائے وَکَبِّرْہُ تَکْبِیْرًا اور آپ بڑائی بیان کریں اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرنا۔

آنحضرت ﷺ کا منصب اور ماننے والوں کی فضیلت کا ذکر :

پچھلے سبق میں حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات اور نشانیوں کا ذکر تھا اور آج کے درس میں قرآن پاک کی حقانیت، آنحضرت ﷺ کا منصب اور قرآن پاک کے ماننے والوں کی فضیلت کا ذکر ہے۔ارشاد ہے وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ اور حق کیساتھ اتارا ہے ہم نے اس قرآن پاک کو وَبِالْحَقِّ نَزَلَ اور حق کیساتھ ہی نازل ہوا ہے۔لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر ایک مقام ہے بیت العزت وہاں تک سارے کا سارا قرآن کریم لیلۃ القدر کو نازل ہوا پھر آسمان دنیا کے اس مقام سے آنحضرت کی ذات گرامی پر تئیس (۲۳) سالوں میں نازل ہوا۔سب سے پہلے سورۃ العلق کی پہلی پانچ آیتیں نازل ہوئیں اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ سے لے کر عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ تک۔اس وقت آپ ﷺ جبل نور کی چوٹی پر غارِ حرا میں تشریف فرما تھے۔پہلی تاریخ کی کتابوں میں اور تورات وغیرہ میں جبل نور کا نام فاران ہے اب اس کو جبل نور کہتے ہیں۔مکہ مکرمہ سے تقریباً اڑھائی میل دور ہے۔تو یہ پانچ آیات وہاں نازل ہوئی ہیں اور قرآن پاک کا آخری حصہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا [مائدہ:۳] عرفات کے میدان میں ہجرت کے دسویں سال نو ذوالحجہ جمعہ کے دن عصر کے وقت نازل ہوا۔اس کے بعد پھر آپ ﷺ پر قرآن کریم نازل نہیں ہوا ویسے وحی آتی رہی ہے حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوتے رہے ہیں لیکن قرآن پاک نازل نہیں ہوا۔تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس کو حق کیساتھ نازل کیا اور قرآن حق کیساتھ نازل ہوا وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر خوشخبری سنانے والا اور ڈر سنانے والا۔جو ایمان لائے ہیں ان کو آپ اس بات کی خوشخبری سنا دیں کہ رب تم سے

راضی ہے اور وہ تمہیں جنت میں پہنچائے گا اور عذاب سے بچائے گا اور جو رب تعالیٰ کی توحید کو اور آپ ﷺ کی رسالت کو نہیں مانتے ، قرآن کریم کے اور قیامت کے منکر ہیں ان کو بتا دیں کہ ان پر دنیا میں بھی عذاب آ سکتا ہے اور آخرت کا عذاب تو یقینی ہے۔ ہر پیغمبر کا یہی منصب تھا ، بشیر اور نذیر۔ منوانا پیغمبروں کے فرائض میں داخل نہیں ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ [قصص:۵۶] ''اے نبی کریم ﷺ! آپ ہدایت نہیں دے سکتے جس کیساتھ آپ کی محبت ہو لیکن اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہے۔'' نبی ہدایت پیش کرتے ہیں۔

قرآن کریم کے نجماً نجماً نازل ہونے کی وجہ :

فرمایا وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ اور ہم نے تھوڑا تھوڑا کر کے تفریق کیساتھ قرآن پاک کو اتارا ہے۔ اکٹھا کیوں نہیں اتارا لِتَقْرَاَهٗ عَلَی النَّاسِ عَلٰی مُکْثٍ تاکہ آپ پڑھیں اسکو لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر وَنَزَّلْنٰهُ تَنْزِیْلًا اور ہم نے اسکو اتارا ہے تھوڑا تھوڑا ، تھوڑا تھوڑا کر کے اتارنا۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال ہوا کہ پہلی کتابیں (تورات ، انجیل ، زبور) اکٹھی نازل ہوئی ہیں اور قرآن پاک تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہوا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا۔ فرمایا جس دور میں آنحضرت ﷺ تشریف لائے اس دور میں سارے گناہ کفر شرک ، چوری ، ڈاکہ ، زنا ، قتل عروج پر تھے بلکہ تاریخ بتاتی ہے کہ اس زمانے میں اس آدمی کو رشتہ کوئی نہیں دیتا تھا جس نے چوری ڈاکہ قتل نہیں کیا ہوتا تھا۔ جہاں رشتے کا پیغام لے جاتے وہ پوچھتے تمہارے لڑکے نے چوری کتنی دفعہ کی ہے ، کتنے ڈاکے ڈالے ہیں ، کتنے آدمی قتل کئے ہیں؟

اگر جواب ملتا کہ اس نے کچھ بھی نہیں کیا تو کہتے ہم نے اس کو رشتہ نہیں دینا یہ ہماری لڑکی کو کیسے سنبھالے گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر سارے احکام اکٹھے نازل ہوتے تو ایسی سخت قوم کا ماننا مشکل تھا کہ تم توحید بھی مانو، قیامت بھی تسلیم کرو، نمازیں پڑھو، روزے رکھو، حج کرو، زکوٰۃ دو۔ اس لئے قرآن آہستہ آہستہ نازل ہوا تقریباً چھیاسی سورتیں مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں جن میں توحید کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے، شرک کا رد ہے، قیامت کا اثبات ہے، نبوت کا اثبات ہے، قرآن کریم کی حقانیت کا بیان ہے۔ جس وقت ذہن بن گیا پھر احکام نازل ہوئے اور کسی نے ماننے میں تامل نہیں کیا اور نہ کوئی قیل وقال ہوئی۔ اللہ تعالیٰ جو حکیم مطلق ہے اس نے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل فرمایا تاکہ آپ ﷺ پڑھیں لوگوں کے سامنے، پہلا سبق یاد کرلیں اور اس پر عمل ہو جائے۔ اور آہستہ آہستہ نازل ہوتا رہا آپ ﷺ پڑھتے ساتھی یاد کرتے رہے اور عمل کرتے رہے۔ دفعتاً سارا اتارا جاتا تو اس قوم کا ماننا بہت مشکل تھا۔ لوگوں کے ذہن خراب تھے ہر گناہ عروج پر تھا سیدھی بات کرنے والے کو الٹا جواب ملتا تھا کچھ اچھے آدمی بھی تھے مگر آٹے میں نمک کے برابر، ہزار میں ایک دو، سارا ماحول ہی گندہ تھا۔ فرمایا قُلْ آپ کہہ دیں اٰمِنُوْا بِہٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا تم ایمان لاؤ اس قرآن پر یا نہ لاؤ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ بیشک وہ لوگ جن کو علم دیا گیا مِنْ قَبْلِہٖٓ اس قرآن کریم سے پہلے اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ جس وقت قرآن پاک پڑھا جاتا ہے ان کے پاس يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا گر پڑتے ہیں وہ اپنی ٹھوڑیوں کے بل سجدہ کرتے ہوئے۔ ذَقَنْ ٹھوڑی کو کہتے ہیں۔ سجدہ اس پر تو نہیں ہوتا سجدہ تو ناک اور پیشانی پر ہوتا ہے۔ یہ کمال مبالغہ ہے کہ وہ گر پڑتے ہیں ٹھوڑیوں کے بل۔ فقط پیشانی ٹیکنے سے سجدہ نہیں ہوتا جب تک ساتھ ناک نہیں لگے گا۔

نماز کے کچھ ضروری مسائل :

حدیث پاک میں آتا ہے لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَا یَمَسُّ اَنْفُ الْاَرْضَ ''سجدے میں جس کا ناک زمین پر نہیں لگا اس کی نماز نہیں ہوگی۔'' اگر ناک کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ اور اسی طرح اگر فقط ناک لگایا اور پیشانی نہ لگائی تو بھی نماز نہیں ہوگی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ سجدہ کرتے وقت اس بات کا لحاظ رکھو کہ ناک، پیشانی، گھٹنے اور ہاتھ اور پاؤں زمین پر لگیں۔ اگر کسی نے سجدے میں دونوں پاؤں اٹھالئے تو نماز باطل ہو جائے گی نماز نہیں ہوگی۔ اگر ایک پاؤں اٹھایا اور ایک پاؤں زمین سے نہیں اٹھایا تو نماز مکروہ ہے اور سجدے میں پاؤں کی انگلیاں قبلہ رخ ہوں۔ اگر پاؤں کی کوئی انگلی دکھتی ہے اور قبلہ رخ نہیں ہو سکتی تو معذوری ہے۔ اور ہاتھ چہرے کے برابر ہوں نہ آگے ہوں اور نہ پیچھے ہوں۔ اور ہاتھوں کی انگلیاں بھی قبلہ رخ ہوں اور التحیات میں بیٹھے ہوئے بھی ہاتھ رانوں پر رکھیں اور ہاتھوں کی انگلیاں قبلہ کی طرف ہوں۔ بعض حضرات ہاتھوں کی انگلیوں کو گھٹنوں پر لٹکا دیتے ہیں اس سے نماز میں خلل پیدا ہوگا لہذا ہاتھوں کو اوپر رکھیں۔ تو فرمایا جب ان پر قرآن پڑھا جاتا ہے تو ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں وَیَقُوْلُوْنَ اور کہتے ہیں سُبْحٰنَ رَبِّنَآ پاک ہے ہمارے رب کی ذات اِنْ کَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا بیشک ہمارے رب کا وعدہ طے شدہ ہے پورا کیا ہوا ہے۔ اس نے جو فرمایا ہے وہ ضرور ہو کر رہے گا۔ وَیَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ اور گر پڑتے ہیں اپنی ٹھوڑیوں کے بل یَبْکُوْنَ روتے ہیں وَیَزِیْدُھُمْ خُشُوْعًا اور یہ قرآن زیادہ کرتا ہے ان کیلئے عاجزی کو۔

اہل کتاب میں کچھ لوگ تھے جو قرآن کریم سنتے ہی ایمان لے آئے جیسے حضرت عبداللہ بن سلام ؓ، حضرت بنیامین ؓ، حضرت اسد ؓ، حضرت اسید ؓ، یہ حضرات

پہلے یہودی تھے اور بڑے نیک دل لوگ تھے۔ اور تمیم داری ﷺ، حضرت عدی بن حاتم ﷺ
اور حضرت عدی بن بدّاء ﷺ، حضرت سلمان فارسی ﷺ، یہ حضرات پہلے عیسائی تھے جب
ان کے سامنے قرآن پیش کیا گیا تو بغیر کسی قیل وقال کے انہوں نے مانا اور اقرار کیا۔ تو
فرمایا تم نہیں مانتے تو نہ مانو ماننے والے موجود ہیں۔ یہ آیت سجدہ ہے اور آیت سجدہ کا حکم
یہ ہے کہ پڑھنے والے پر بھی اور سننے والے پر بھی سجدہ واجب ہو جاتا ہے۔ مثلاً اب یہ
آیت میں نے پڑھی اور تم مردوں نے بھی اور عورتوں نے بھی سنی ہے تو میرے اوپر بھی سجدہ
واجب ہے اور تمہارے اوپر بھی۔ اس سجدے کا وقت وہ ہے جو نماز کا وقت ہوتا ہے یعنی جن
اوقات میں نماز جائز نہیں ہے ان اوقات میں یہ سجدہ بھی جائز نہیں ہے۔ اب سورج طلوع
ہونے سے پہلے تم سجدہ کر سکتے ہو اور سورج طلوع ہوتے وقت نہیں کر سکتے۔ کیونکہ سجدے
کیلئے وہی شرائط ہیں جو نماز کیلئے ہیں۔ بدن کا پاک ہونا، کپڑوں کا پاک ہونا، جگہ کا پاک
ہونا، قبلہ رخ ہونا، نماز کا وقت ہونا۔ اور سجدہ تلاوت فی الفور لازم نہیں ہے یہ اس کے ذمے
ہے فوری کرے تو بہت اچھی بات ہے دیر سے کرے تو اس کے ذمہ قرض ہے اور سجدہ
تلاوت میں صرف نیت کرنی ہے ہاتھ اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے بس نیت کر کے اللہ اکبر
کہہ کر سجدے میں چلا جائے تین یا پانچ یا سات دفعہ یا نو دفعہ تسبیحات پڑھے اور اللہ اکبر کہہ
کر سر اٹھالے۔ ایک ہی سجدہ ہے اور اس میں التحیات بھی نہیں ہے اور سلام بھی نہیں ہے۔
قرآن پاک میں چودہ پندرہ آیات سجدہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ
ادْعُوا الرَّحْمٰنَ آپ فرمادیں پکارو تم اللہ تعالیٰ کو یا پکارو تم رحمٰن کو۔ آنحضرت ﷺ کبھی
فرماتے یا اللہُ یا کبھی یا رحمٰنُ یا رحیم فرماتے تھے۔ اس پر کافروں نے کہا کہ ہمیں کہتا ہے ایک
کو پکارو اور خود کبھی اللہ کو کبھی رحمٰن کو اور کبھی رحیم کو، اس کیلئے دروازے کھلے ہیں۔ تو اس کا

اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ آپ کہہ دیں لفظ اللہ کیساتھ پکارو یا رحمٰن کیساتھ اَیًّا مَّا تَدْعُوْا جس نام کیساتھ بھی پکارو گے فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى پس اسی کیلئے ہیں سب اچھے نام۔ اس کا ذاتی نام ایک ہی ہے اللہ! باقی سب صفاتی نام ہیں وہ رحمٰن بھی ہے رحیم بھی، قہار بھی ہے، ستار بھی ہے، اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام مشہور ہیں ویسے پانچ ہزار نام ہیں۔

کچھ وظائف کا بیان :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو شخص یہ ننانوے نام پڑھے گا اور ان کے مطابق عمل کرے گا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ تو اللہ تعالیٰ کو جس نام کیساتھ بھی پکارو صحیح ہے کیونکہ اس کے سارے نام ہی اچھے ہیں اور اس کے ہر نام میں برکت ہے۔ رزق میں کمی ہو تو یَا رَزَّاقُ اور یَا بَاسِطُ کہہ کر پکارو۔ باسط کا معنیٰ ہے رزق کشادہ کرنے والا۔ رشتے یا کاروبار میں رکاوٹ ہو تو یَا لَطِیْفُ کثرت کیساتھ پڑھو۔ آپس میں الفت و محبت پیدا کرنے کیلئے یَا وَدُوْدُ کا ورد کرو۔ ودود کا معنیٰ محبت کرنے والا۔ میں نے پہلے بھی کئی دفعہ سمجھایا ہے کہ اللہ جی! کہنا جائز نہیں ہے۔ لوگ جہالت کی وجہ سے محبت میں آ کر کہتے ہیں اللہ جی! کیوں کہنا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ یہ جملہ دعائیہ ہے زندہ رہنے کی دعا ہے یہ وہاں بولا جاتا ہے جس پر موت آئے۔ مثلاً ابا جی، اماں جی، حافظ جی، قاری جی، مولوی جی، منشی جی کہنا صحیح ہے۔ کیونکہ ان سب نے مرنا ہے اور رب پر موت نہیں آ سکتی۔ لہٰذا اللہ جی! کہنا صحیح نہیں ہے کہ اس کو خطرہ کوئی نہیں ہے۔ اسی طرح اَلسَّلَامُ عَلَى اللهِ کہنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس کا معنیٰ ہے اے اللہ! آپ پر سلامتی ہو۔ وہ خود سلام ہے سلامتی دینے والا ہے۔ لوگ محبت کی وجہ سے کہتے ہیں مگر محبت وہ جائز ہے جو شریعت بتلائے۔

وَلَا تَجۡهَرۡ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتۡ بِهَا اور نہ جہر کریں آپ اپنی نماز میں اور نہ آپ آہستہ پڑھیں۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ جہری نمازوں میں قرأت ذرا اونچی پڑھتے تھے تاکہ قریب کے لوگ قرآن سن کر متاثر ہوں لیکن کافر لوگ گالیاں نکالتے تھے آپ ﷺ کو بھی اور جبرائیل علیہ السلام کو بھی۔ تو آپ ﷺ نے آہستہ آہستہ پڑھنا شروع کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہوتے تھے وہ بے چارے بھی نہیں سن سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے سمجھایا کہ اتنا جہر بھی نہ کرو کہ لوگ سن کر گالیاں دیں اور اتنا آہستہ بھی نہ پڑھو کہ پیچھے مقتدی بھی نہ سن سکیں۔ فقہاء کرامؒ دین میں بڑے محتاط ہوتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ امام کو بس اتنی آواز بلند کرنی چاہئے کہ پیچھے جو مقتدی کھڑے ہیں وہ سارے سنیں۔ آہستہ آواز نکالے کہ سب تک نہ پہنچے تو گنہگار ہوگا اور اتنی بلند آواز سے قرأت کرے کہ مقتدیوں سے باہر جائے تو یہ بُرا کام ہے فقہ میں اَسَاءَ کا لفظ آیا ہے۔ آج کل ایسے دیوانے ہیں کہ رمضان المبارک میں آگے پیچھے سپیکر لگا کر سناتے ہیں یہ سخت گناہ ہے۔ ثواب کمانے کی بجائے الٹا گناہ کماتے ہیں۔ کسی کی نیند میں خلل ڈالنا، کسی کی عبادت میں خلل ڈالنا، بیمار کے آرام میں خلل ڈالنا سب گناہ ہے اور فساد فی الارض کی مد میں ہے۔ اسلام بڑا امن والا مذہب ہے۔ حتی کہ تفسیر مظہری میں تصریح ہے کہ اگر مسجد میں ایک آدمی بھی نماز پڑھ رہا ہے تو بلند آواز سے قرآن پڑھنا جائز نہیں ہے۔ قرآن آہستہ پڑھو، ذکر آہستہ کرو دوسروں کے امن اور سکون کو تباہ نہ کرو۔ تو فرمایا اتنی آواز بلند نہ کرو کہ دور کے لوگ سنیں اور اتنا آہستہ بھی نہ ہو کہ آواز مقتدیوں تک نہ جائے۔ وَابۡتَغِ بَيۡنَ ذٰلِكَ سَبِيۡلًا اور تلاش کریں اس کے درمیان راستہ کہ آپ کے پیچھے جو مقتدی ہیں وہ سن لیں اور دور تک آواز نہ جائے۔ وَقُلِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ اور آپ فرما دیں سب تعریفیں اللہ

تعالیٰ کیلئے ہیں الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا جس نے نہیں ٹھہرائی اور بنائی اپنے لئے اولاد۔ یہودی کہتے تھے عُزَیْرُ ابْنُ اللّٰہِ عزیر اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ اور عیسائی کہتے تھے مَسِیْحُ ابْنُ اللّٰہِ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ اور عرب اور دوسرے علاقوں کے جاہل کہتے تھے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں وَیَجْعَلُوْنَ لِلّٰہِ الْبَنَاتِ اللہ تعالیٰ نے سب کی تردید فرمائی ہے لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ ''نہ اس نے کسی کو جنا ہے اور نہ وہ کسی سے جنا گیا ہے۔'' وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ اور نہیں ہے اس کیلئے کوئی شریک ملک میں۔ نہ پیغمبروں میں سے اس کا کوئی شریک ہے، نہ فرشتوں میں سے، نہ انسانوں میں سے، نہ جنات میں سے وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ اور نہیں ہے اس کیلئے کوئی حمایتی جو کمزوری سے بچائے۔ رب تو قادر مطلق ہے حمایت کی ضرورت تو اس کو ہوتی ہے جو کمزور ہو اس کا تو نام ہی قوی ہے اس کو حمایت کی کیا ضرورت ہے۔ وَکَبِّرْہُ تَکْبِیْرًا اور آپ بڑائی بیان کریں اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرنا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، اللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا کثرت کیساتھ پڑھو، درود شریف کثرت کیساتھ پڑھو، استغفار کرو۔ مسلمان کو رب تعالیٰ کی یاد سے ایک لمحہ بھی غافل نہیں ہونا چاہیے۔

آج بروز ہفتہ ۲۷ رجب المرجب ۱۴۳۱ھ بمطابق ۱۰ ر جولائی ۲۰۱۰ء کو

سورت بنی اسرائیل مکمل ہوئی

والحمد للہ علی ذلک

(مولانا) محمد نواز بلوچ

مہتمم: مدرسہ ریحان المدارس جناح روڈ گوجرانوالہ

سُوْرَةُ الْكَهْفِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّعَشْرُ آيَاتٍ فِي اثْنَا عَشَرَ رُكُوْعًا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ﴿۱﴾ قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ﴿۲﴾ مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا ﴿۳﴾ وَّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ﴿۴﴾ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ ؕ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ؕ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ﴿۵﴾ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ﴿۶﴾ اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ﴿۷﴾ وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا ﴿۸﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں اَلَّذِيْ وہ ذات اَنْزَلَ جس نے نازل کی عَلٰى عَبْدِهٖ اپنے بندے پر اَلْكِتٰبَ کتاب وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ اور نہیں رکھی اس نے کتاب کیلئے عِوَجًا کوئی کجی قَيِّمًا بالکل سیدھی ہے لِّيُنْذِرَ تاکہ وہ ڈرائے بَاْسًا شَدِيْدًا سخت گرفت سے مِّنْ لَّدُنْهُ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اورتا کہ خوشخبری سنائے مومنوں کو الَّذِيْنَ وہ مومن يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ جو عمل کرتے ہیں اچھے اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا بیشک ان کیلئے بدلہ ہے اچھا مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ رہنے والے ہوں گے اس اجر

میں اَبَدًا ہمیشہ وَّیُنۡذِرَ الَّذِیۡنَ اورتا کہ ڈرائے ان لوگوں کو قَالُوا جنہوں نے کہا اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا بنالی ہے اللہ تعالیٰ نے اولاد مَا لَهُمۡ بِهٖ مِنۡ عِلۡمٍ نہیں ہے ان کیلئے اس کا کوئی علم وَّلَا لِاٰبَآئِهِمۡ اور نہ ان کے باپ دادا کو كَبُرَتۡ كَلِمَةً بڑی ہے بات تَخۡرُجُ جو نکلتی ہے مِنۡ اَفۡوَاهِهِمۡ ان کے مونہوں سے اِنۡ يَّقُوۡلُوۡنَ نہیں کہتے اِلَّا كَذِبًا مگر جھوٹ فَلَعَلَّكَ پس شاید کہ آپ بَاخِعٌ نَّفۡسَكَ ہلاک کرلیں اپنی جان کو عَلٰٓى اٰثَارِهِمۡ ان کے پیچھے اِنۡ لَّمۡ يُؤۡمِنُوۡا اگر وہ ایمان نہ لائے بِهٰذَا الۡحَدِيۡثِ اس بات پر اَسَفًا افسوس کرتے ہوئے اِنَّا جَعَلۡنَا بیشک ہم نے بنایا ہے مَا عَلَى الۡاَرۡضِ جو کچھ زمین پر ہے زِيۡنَةً لَّهَا زمین کیلئے زینت لِنَبۡلُوَهُمۡ تاکہ ہم امتحان لیں ان کا اَيُّهُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ان میں سے کون ہے زیادہ اچھا عمل کرنے والا وَاِنَّا لَجَاعِلُوۡنَ اور بیشک ہم بنانے والے ہیں مَا عَلَيۡهَا جو زمین پر ہے صَعِيۡدًا جُرُزًا میدان چٹیل۔

سورہ کہف کی وجہ تسمیہ :

اس سورت کا نام سورۃ الکھف ہے۔ کہف کے معنی غار کے ہیں۔ آگے بیان آئے گا کہ دقیانوس ایک ظالم بادشاہ تھا اور کٹر قسم کا مشرک تھا اس کے شر سے ڈرتے ہوئے چند نوجوان جو ایمان لائے تھے غار میں جا چھپے تھے جس کی تفصیل خود آگے قرآن میں آرہی ہے۔ چونکہ اس سورت میں غار والے واقعہ کا ذکر ہے اس لئے اس کو سورۃ الکھف کہتے ہیں یعنی وہ سورت جس میں غار کا ذکر ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اس سے پہلے اڑسٹھ (٦٨) سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس سورت کے بارہ رکوع اور ایک سو دس آیات

ہیں۔

اصل عبداللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ عَلٰی عَبۡدِهِ الۡكِتٰبَ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جس نے نازل کی اپنے بندے پر کتاب۔عبد سے مراد آنحضرت ﷺ ہیں اور کتاب سے مراد قرآن پاک ہے۔عام جاہل قسم کے لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ پیغمبروں کو بندہ نہیں کہنا چاہئے ان کا یہ نظریہ غلط ہے۔اور غلط اس لئے ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو بندہ سمجھا ہے کہ بندے ہماری طرح ہوتے ہیں اور ہم سے کوتاہیاں ہوتی ہے ہم سر سے لے کر پاؤں تک گناہوں سے بھرے ہوئے ہیں اور پیغمبر تو ایسے نہیں ہوتے لہذا پیغمبر کو بندہ نہیں کہنا چاہئے۔لیکن ان کی یہ غلطی ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو بندہ سمجھا۔یہ بندے نہیں ہیں ان پر بندوں کا چمڑا چڑھا ہوا ہے۔عبد ہونا بڑی بات ہے۔

مولانا رومؒ نے مثنوی شریف میں ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک نیک پرہیزگار آدمی نے سر پر گیس لیمپ رکھا ہوا تھا اور بازار میں گھوم رہا تھا لوگوں نے پوچھا کہ سورج چڑھا ہوا ہے اور تم سر پر گیس لیمپ رکھ کر گھوم رہے ہو کیا تلاش کرتے ہو؟ کہنے لگا بندہ تلاش کر رہا ہوں۔لوگوں نے کہا کہ یہ بازار میں، منڈی میں تمہیں بندے نظر نہیں آتے جن سے بازار بھرا ہوا ہے، منڈی بھری ہوئی ہے۔اس اللہ کے بندے نے کہا......

آنکہ مے بینی خلاف آدم اَند
نیستند آدم غلاف آدم اَند

''جن کو آپ دیکھ رہے ہیں یہ بندے نہیں ہیں ان پر تو بندے کی کھال چڑھی ہوئی ہے۔'' تو

ہمارے اوپر تو بندوں کی کھال چڑھی ہوئی ہے۔عبد ہونا بڑی بات ہے لہٰذا لفظ عبد میں قطعاً کوئی توہین نہیں ہے۔اگر لفظ عبد میں توہین ہوتی تو اللہ تعالیٰ اپنے محبوب پیغمبروں کیلئے کبھی نہ استعمال کرتا اور نہ اس کا التحیات میں ذکر ہوتا۔حالانکہ کوئی نماز فرض ہو یا وتر ہو، نفل ہوں یا جمعہ ہو یا عید ہو اس میں ہمیں التحیات پڑھنی پڑتی ہے۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـه وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔معاذ اللہ تعالیٰ اگر لفظ عبد میں توہین ہے تو پھر ہم ہر نماز میں توہین کرتے ہیں جبکہ التحیات کے بغیر نماز مکمل نہیں ہوتی لہٰذا لفظ عبد میں قطعاً کوئی توہین نہیں ہے۔آنحضرت ﷺ جب دنیا میں تھے تو اس وقت بھی عبد تھے اور جب اللہ تعالیٰ نے معراج کی رات اپنے پاس بلایا اس وقت بھی عبد تھے اور جب واپس آئے تو اس وقت بھی عبد تھے۔چنانچہ معراج کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ ''پاک ہے وہ ذات جو لے گئی اپنے بندے کو راتو رات۔'' جب بلندیوں پر پہنچے فرمایا فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰی [سورۃ النجم] ''پس وحی کی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کی طرف جو وحی کی۔'' تو وہاں بھی بندے ہی رہے۔اور واپس آئے تو عبدہ ورسولہ کا تحفہ لے کر آئے۔تو لفظ عبد میں قطعاً کوئی توہین نہیں۔ہماری کوتاہی ہے کہ ہم نے اپنے آپ کو بندہ سمجھا ہے حالانکہ ہم بندے نہیں ہیں ہمارے اوپر بندوں کی کھال چڑھی ہوئی ہے۔مسلم شریف کی روایت میں آتا ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ لوگوں کی شکلیں انسانوں والی ہونگی وَقُلُوْبُھُمْ قُلُوْبُ الذِّیَابِ ''اور دل بھیڑیوں جیسے ہوں گے۔'' آج سو میں سے دو چار اللہ کے بندے ہیں باقی سب بھیڑیے ہیں۔

تو فرمایا تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے جس نے نازل کی اپنے بندے پر کتاب وَلَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا اور نہیں رکھی اس کتاب میں کجی۔اللہ تعالیٰ کی اس کتاب میں کوئی ٹیڑھا

پن نہیں ہے قَیِّمًا بالکل سیدھی ہے درست ہے۔ کیوں اتاری؟ اتارنے کی علت لِّیُنْذِرَ بَاْسًا شَدِیْدًا۔ یُنْذِرُ کی ضمیر کتاب کی طرف بھی لوٹاتے ہیں۔ معنٰی ہوگا تا کہ وہ کتاب ڈرائے سخت گرفت سے عذاب سے۔ اور عبد کی طرف بھی لوٹاتے ہیں۔ اس وقت معنٰی ہوگا تا کہ وہ بندہ ڈرائے، مفہوم دونوں کا ایک ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس کتاب کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے لوگوں کو ڈرایا کہ نافرمانی کی صورت میں دنیا میں تم پر عذاب آسکتا ہے اور مرنے کے بعد قبر میں عذاب ہوگا، پھر میدان محشر میں ہوگا پھر دوزخ میں عذاب ہو گا مِّنْ لَّدُنْهُ اس اللہ کی طرف سے وَیُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اور تا کہ خوشخبری سنائے مومنوں کو۔ مومن کون ہیں؟ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ جو عمل کرتے ہیں اچھے۔ محض ایمان کے دعویٰ سے کچھ نہیں بنتا ساتھ دلیل بھی ہو وہ اعمال صالح ہے۔ دعویٰ تو ہم سب کرتے ہیں مگر عمل کرنے والے کتنے ہیں؟ میں یہ نہیں کہتا کہ نہیں ہیں اور قیامت تک رہیں گے مگر بہت تھوڑے۔ اکثریت دعویٰ کرنے والوں کی ہے کہ دعویٰ ہی دعویٰ ہے حقیقت کچھ نہیں ہے۔ اور کس چیز کی خوشخبری سنانی ہے اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا بیشک ان کیلئے بدلہ ہے اچھا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو ملے گا۔

نیکی کے بدلے کا اصول :

ضابطہ یہ ہے کہ ایمان کی حالت میں اخلاص کے ساتھ سنت کی پیروی میں جو نیکی کی جائے اس کا ادنیٰ ترین بدلہ دس گنا ہے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا "جو شخص لایا ایک نیکی پس اس کیلئے دس گنا اجر ہے۔" [سورہ انعام: ۱۶۰]

ایک دفعہ سبحان اللہ کہنے کی برکت سے دس نیکیاں مل جائیں گی اور ایک صغیرہ گناہ خود بخود مٹ جائے گا اور ایک درجہ ایمان میں بڑھ جائے گا۔ کسی مسلمان بھائی کو السلام علیکم

کہاتو دس نیکیاں مل گئیں نقد اور ایک صغیرہ گناہ خود بخود مٹ گیا اور ایک درجہ بلند ہو جائے گا۔اور فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہ کی مد میں ہر نیکی کا ادنیٰ ترین بدلہ سات سو گنا ہے۔کافروں کے مقابلے میں جو قدم اٹھے گا لڑائی کیلئے ، جہاد کیلئے وہ فی سبیل اللہ ہے۔دین حاصل کرنے کیلئے جو قدم اٹھتا ہے وہ فی سبیل اللہ ہے۔آپ حضرات صبح کو گھر سے اس ارادے سے چلے کہ ہم نے قرآن کریم کا درس سننا ہے یہ فی سبیل اللہ ہے۔اور فی سبیل اللہ نیکی کا ادنیٰ ترین بدلہ سات سو گنا ہے۔آنے کا بھی اتنا ثواب ہے اور جب واپس گھروں کو جاؤ گے تو واپسی کے قدموں کا بھی اتنا ہی ثواب ہے۔

ابوداؤد شریف کی روایت ہے قَفْلَۃٌ کَغَزْوَۃٍ ۔ حالانکہ آدمی جب کسی کام سے فارغ ہو جائے تو آگے اس کا سفر فالتو ہوتا ہے مگر رب تعالیٰ کی رحمت اس وقت بھی پیچھا نہیں چھوڑتی۔تو فرمایا مومنوں کیلئے اچھا اجر ہے مَّاکِثِیْنَ فِیْہِ اَبَدًا رہنے والے ہوں گے اس اجر میں ہمیشہ۔اجر حسن کا محل جنت ہے اور جنت کی نعمتوں اور آسائشوں کا ہم اس جہاں میں تصور بھی نہیں کر سکتے جس میں ایمان والے ہمیشہ رہیں گے۔اور کتاب کیوں اتاری گئی؟ فرمایا وَّیُنْذِرَ الَّذِیْنَ اور تاکہ ڈرائے ان کو قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا جنہوں نے کہا بنالی ہے اللہ تعالیٰ نے اولاد۔یہودیوں نے کہا عُزَیْرُ ن ابْنُ اللّٰہِ عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔اور نصاریٰ نے کہا مَسِیْحُ ابْنُ اللّٰہِ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔جب لوگوں کا تھوڑا سا ذہن بن گیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف ابنیت کی نسبت کرنا درست ہے تو پھر اپنے بارے میں دعویٰ کر لیا نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰہِ وَاَحِبَّآؤُہٗ [المائدہ:۱۸] ''یہود و نصاریٰ نے کہا ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور محبوب ہیں۔'' اور عرب اور دوسرے علاقوں کے جاہلوں نے کہا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں وَیَجْعَلُوْنَ لِلّٰہِ الْبَنٰتِ

[نحل:۵۷] فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ان سب کی تردید فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کی نہ کوئی بیٹی ہے نہ بیٹا ہے، نہ ماں ہے، نہ باپ ہے، نہ بیوی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں سے بالا اور پاک ہے۔ رب تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے نہ ذات میں، نہ صفات میں اور نہ افعال میں۔ اور جنہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد بنالی ہے مَالَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ نہیں ہے ان کیلئے اس کا کوئی علم وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ اور نہ ان کے آباء واجداد کو اس کا کوئی علم ہے۔ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ بڑی ہے بات جو نکلتی ہے ان کے مونہوں سے۔

حدیث قدسی میں آتا ہے بخاری اور مسلم وغیرہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں يَسُبُّنِيْ اِبْنُ آدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ ذٰلِكَ " ابن آدم مجھے گالیاں نکالتا ہے حالانکہ اس کو گالیاں نکالنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ گالیاں کیسے نکالتا ہے؟ يَدْعُوْلِيْ وَلَدًا میری طرف اولاد کی نسبت کرتا ہے۔" اللہ تعالیٰ کی طرف بیٹے بیٹی کی نسبت کرنا رب تعالیٰ کو گالی دینا ہے۔ اور فرمایا آدم کا بیٹا میری تکذیب کرتا ہے مجھے جھٹلاتا ہے۔ حالانکہ اس کو کوئی حق نہیں ہے کہ مجھے جھٹلائے۔ کہتا ہے لَنْ يُّعِيْدَنِيْ رب مجھے قیامت والے دن دوبارہ نہیں اٹھائے گا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ اور ہم دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے۔ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ [یٰسین:۷۸] " کون زندہ کریگا ہڈیوں کو اور وہ بوسیدہ ہو چکی ہوں گی۔" اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس نے پہلی مرتبہ زندہ کیا ہے وہی دوبارہ زندہ کرے گا۔

فرمایا ان کے مونہوں سے بڑی بات نکلتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد بنالی ہے اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا نہیں کہتے مگر جھوٹ۔ قریش مکہ جب حق کی بات نہیں مانتے تھے تو آنحضرت ﷺ کو بڑی کوفت ہوتی تھی اور یہ طبعی بات ہے کہ قرآن پاک عربی زبان میں

نازل ہوا اور اس کی فصاحت اور بلاغت کو بھی جانتے اور سمجھتے تھے مگر ظالم سِحْرٌ مُّبِیْنٌ کہہ کر حق کے اثر کو ٹال دیتے تھے کہ یہ جو اتنا اثر رکھتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ جادو ہے۔ تو ان کی باتوں سے آپ ﷺ کو کوفت ہوتی تھی کہ میں ان کو بغیر کسی معاوضے کے حق سناتا ہوں ان کی خیر خواہی کرتا ہوں اور یہ مجھے ساحر جادوگر کہتے ہیں، کبھی کذاب اور کبھی مفتری کہتے ہیں اور کبھی مجنوں دیوانہ کہتے ہیں۔ جو ان کے منہ میں آتا ہے کہتے جاتے ہیں اس پر آپ کو تکلیف ہوتی تھی۔

ہدایت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے :

اس وجہ سے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ پس شاید کہ آپ ہلاک کرلیں اپنی جان کو عَلٰٓی اٰثَارِھِمْ ان کے پیچھے اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِھٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفًا اگر وہ ایمان نہ لائیں اس بات پر، قرآن پاک پر افسوس کرتے ہوئے اپنی جان ہلاک کرلیں گے۔ انسان غم کی وجہ سے بوڑھا بھی جلدی ہوتا ہے اور کمزور بھی ہوجاتا ہے۔ یہاں تک کہ نوبت ہلاکت تک پہنچ جاتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر وہ ایمان نہیں لاتے تو آپ اپنی جان ضائع نہ کریں کیونکہ آپ کے ذمہ پہنچانا ہے، ہدایت یافتہ بنانا آپ کے ذمہ نہیں ہے۔ وَلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِیْمِ [بقرۃ:۱۱۹] ''اور آپ سے دوزخیوں کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا کہ یہ دوزخ میں کیوں گئے ہیں۔'' یہ سوال اس لئے نہیں کیا جائے گا کہ ہدایت دینا آپ ﷺ کے اختیار میں نہیں تھا۔ ہدایت دینا اگر آپ ﷺ کے اختیار میں ہوتا تو پھر سوال ہوتا کہ آپ ﷺ نے ان کو ہدایت دے کر جنت میں کیوں نہیں بھیجا۔ اور ہدایت کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فیصلہ سنا دیا اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ [القصص:۵۶] ''اے نبی کریم ﷺ! آپ ہدایت نہیں

دے سکتے اس کو جس کے ساتھ آپ کی محبت ہے (پیش کر سکتے ہیں) اور لیکن اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔" اس لئے آپ سے یہ سوال نہیں کیا جائے گا کہ یہ دوزخ میں کیوں گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا بیشک ہم نے بنایا ہے جو کچھ زمین پر ہے زمین کیلئے زینت۔ زمین پر درخت ہیں، باغات ہیں، پھل ہیں، پھول ہیں، سبزیاں ہیں اور بہت کچھ ہے لِنَبْلُوَهُمْ تاکہ ہم ان کا امتحان لیں اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً ان میں سے کون ہے زیادہ اچھا عمل کرنے والا۔ زمین پر جو آدمی محنت کرتا ہے اس کی فصل کھیت، باغات، سبزیاں، اچھی ہوتی ہیں۔ وہ اناج پھل حاصل کرتا ہے اور جو کچھ نہیں کرتا وہ محروم رہتا ہے۔ اور محنت کرنے والوں میں بھی کچھ زیادہ محنت کرنے والے ہوتے ہیں اور کچھ کم۔ جو جتنی محنت کرے گا اتنا پھل پائے گا۔ یہی حال آخرت کی کھیتی کا ہے۔ کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے جو یہاں جتنا بیج کر جائے گا اتنا وہاں جا کر کاٹے گا اور جو بیج کر جائے گا وہی جا کر کاٹے گا۔ اور جو شخص کچھ نہیں بوئے گا اسے وہاں کچھ نہیں ملے گا۔ اسی لئے شاعر نے کہا ہے اور بہت اچھا کہا ہے......

؂ از مکافاتِ عمل غافل مشو
گندم از گندم بروید جو از جو

"اے بندے اپنے اعمال کے بدلے سے بے خبر اور غافل نہ ہو گندم سے گندم اگتی ہے اور جو بیجو گے تو جو ہی کاٹو گے۔" آج ہماری مصیبت یہ ہے کہ بیجتے کچھ بھی نہیں اور کہتے ہیں کہ کاٹیں گے سب کچھ۔ نیکیاں ہمارے پاس ہے نہیں اور جنت کے ہم ٹھیکیدار ہیں۔

فرمایا ہم ان کو آزمائیں گے کہ ان میں سے کون ہے زیادہ اچھا عمل کرنے والا۔ اور

فرمایا وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَیْھَا اور بیشک ہم کرنے والے ہیں جو زمین پر ہے ایک وقت آئے گا صَعِیْدًا جُرُزًا میدان چٹیل۔آج تو زمین پر پہاڑ ہیں، ٹیلے ہیں، نشیب وفراز ہے۔ایک وقت آئے گا یہ سب برابر کردی جائے گی۔سورہ طٰہٰ آیت نمبر ۱۰۶-۱۰۷ میں ہے فَیَذَرُھَا قَاعًا صَفْصَفًا ''پس کردے گا ان کو صاف ہموار زمین لَا تَرٰی فِیْھَا عِوَجًا وَّلَا اَمْتًا نہیں دیکھے گا تو اس میں کوئی کجی اور نہ کوئی ٹیلا۔'' اللہ تعالیٰ ساری زمین کو ہموار کر دے گا۔اگر کوئی مغرب کی طرف سے انڈے کو چھوڑ دے گا تو اس کے مشرق تک پہنچنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔تو جسطرح اس زمین پر تم محنت کرتے ہو اور پھل ملتا ہے اسی طرح اس جہان میں نیکیاں کروگے تو اگلے جہان میں تمہیں پھل ملے گا اور فائدہ ہوگا۔انشاء اللہ تعالیٰ زندگی رہی تو باقی بات آگے آئے گی۔

۞ ۞ ۞

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ۝۹ اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ۝۱۰ فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِى الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ۝۱۱ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَىُّ الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا ۝۱۲ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ۝۱۳ وَّرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا۠ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا ۝۱۴ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ؕ لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۭ بَيِّنٍ ؕ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۝۱۵ وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗٓا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ۝۱۶

اَمْ حَسِبْتَ کیا آپ خیال کرتے ہیں اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ بیشک اصحاب کہف وَالرَّقِيْمِ اور وہ جن کے نام لکھے ہوئے تھے كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا تھے ہماری نشانیوں میں سے عجیب تر اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ جس وقت ٹھکانہ لیا چندنو جوانوں نے اِلَى الْكَهْفِ غار میں فَقَالُوْا پس انہوں نے کہا رَبَّنَآ اے رب ہمارے اٰتِنَا دے ہمیں مِنْ لَّدُنْكَ اپنی طرف سے رَحْمَةً رحمت وَّهَيِّئْ

لَنَا اور تیار کر دے ہمارے لئے مِنْ اَمْرِنَا ہمارے معاملے میں رَشَدًا بھلائی
فَضَرَبْنَا عَلٰی اٰذَانِهِمْ پس ہم نے تھپکی ماری ان کے کانوں پر فِی الْكَهْفِ غار
میں سِنِيْنَ عَدَدًا سال گنتی کے ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ پھر ہم نے ان کو کھڑا کیا
لِنَعْلَمَ تا کہ ہم ظاہر کریں اَيُّ الْحِزْبَيْنِ دونوں گروہوں میں سے کون
اَحْصٰى زیادہ یادرکھنے والا ہے لِمَا لَبِثُوْٓا جو وہ ٹھہرے ہیں اَمَدًا مدت کے لحاظ
سے نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ ہم بیان کرتے ہیں آپ پر نَبَاَهُمْ اصحاب کہف کی خبر
بِالْحَقِّ حق کیساتھ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ بیشک وہ چند نوجوان تھے اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ جو ایمان
لائے اپنے رب پر وَزِدْنٰهُمْ هُدًى اور ہم نے زیادہ دی ان کو ہدایت وَرَبَطْنَا
عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اور ہم نے مضبوط کیے ان کے دل اِذْ قَامُوْا جس وقت وہ کھڑے
ہوئے فَقَالُوْا پس کہا انہوں نے رَبُّنَا ہمارا رب وہ ہے رَبُّ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ جو رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا لَنْ نَّدْعُوَا۠ ہم ہرگز نہیں پکاریں گے
مِنْ دُوْنِهٖٓ اس کے علاوہ اِلٰهًا کسی اور کو الٰہ لَقَدْ قُلْنَآ البتہ تحقیق ہم کہیں گے اِذًا
اس وقت شَطَطًا بات زیادتی والی هٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا یہ ہماری قوم ہے
اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً انہوں نے بنالئے ہیں اللہ تعالیٰ سے ورے اور معبود
لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ کیوں نہیں لاتے وہ ان معبودوں کے بارے میں بِسُلْطٰنٍۢ
بَيِّنٍ کوئی کھلی دلیل فَمَنْ اَظْلَمُ پس کون زیادہ ظالم ہے مِمَّنِ افْتَرٰى اس سے
جو افترا باندھے عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ اور

جس وقت تم الگ ہو گئے ان سے وَمَا يَعْبُدُوْنَ اور ان سے بھی جن کی وہ عبادت کرتے ہیں اِلَّا اللّٰهَ سوائے اللہ تعالیٰ کے فَاْوٗا اِلَى الْكَهْفِ پس ٹھکانا بناؤ غار میں يَنْشُرْ لَكُمْ بکھیرے گا تمہارے لئے رَبُّكُمْ تمہارا رب مِّنْ رَّحْمَتِهٖ اپنی رحمت سے وَيُهَيِّئْ لَكُمْ اور تیار کرے گا تمہارے لئے مِّنْ اَمْرِكُمْ تمہارے معاملے میں مِّرْفَقًا نرمی۔

پچھلی سورت کی آیت وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ کی تفسیر میں تم یہ بات سن چکے ہو کہ مدینہ طیبہ کے کچھ یہودیوں نے ایک موقع پر آنحضرت ﷺ کا امتحان لینا چاہا۔ انہوں نے آپ سے تین سوال کئے۔ ایک یہ کہ آپ ہمیں روح کی حقیقت بتلائیں کہ روح کیا چیز ہے؟ جوہر ہے یعنی جسم ہے یا عرض ہے یعنی صفت ہے؟ دوسرا یہ بتلاؤ کہ اصحاب کہف کون لوگ تھے اور ان کے حالات کیا ہیں؟ اور تیسرا سوال یہ کیا کہ ذوالقرنین کون تھا اور اس کے کارنامے؟

روح کے متعلق سوال کا جواب پہلی سورت میں دیا کہ روح کی حقیقت کوئی نہیں سمجھ سکتا بس یوں سمجھو کہ رب کے حکم سے ایک چیز جسم میں داخل ہوتی ہے تو وہ زندہ ہو جاتا ہے، نکل جاتی ہے تو وہ مر جاتا ہے۔

واقعہ اصحابِ کہف :

اصحاب کہف کے متعلق سوال کا جواب یہاں دیا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمانوں پر اٹھائے جانے کے بعد تقریباً اڑھائی صدیاں گذر چکی تھیں یعنی دو سو پچاس سال اور ان کے مذہب کے جو مخلص لوگ تھے وہ دین کی نشر و اشاعت کیلئے کوشش اور محنت سے کام کر رہے تھے جب یہ واقعہ پیش آیا۔ ایشیاء کوچک کا علاقہ تھا جو اس

وقت ترکیوں کے قبضے میں ہے۔اس وقت کے بادشاہ کا نام دقیانوس تھا اور یہ بڑا ظالم، جابر اور کٹر قسم کا مشرک تھا۔اس کے دفتر میں چھ نوجوان ملازم تھے اور یہ آپس میں دوست تھے۔اکٹھے اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے تھے۔کسی پادری نے ان کے سامنے توحید ورسالت کا اور قیامت کا مسئلہ پیش کیا۔اس وقت وہ پادری دین حق پر تھا۔ابھی آنحضرت ﷺ کی ولادت نہیں ہوئی تھی۔پادری نے ان کو اچھی طرح سمجھایا کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ عِیْسٰی رُوْحُ اللّٰہِ پڑھو تو کامیاب ہو جاؤ گے۔نوجوان بڑے صاف دل تھے تفسیروں میں ان کے نام بھی بتلائے گئے ہیں۔ایک کا نام یملیخا، دوسرے کا نام مکسل مینا، تیسرے کا نام مَشلینا، چوتھے کا نام مرنوش، پانچویں کا نام برنوش، چھٹے کا نام شاذنوش رحمہم اللہ۔

بادشاہ کو جب ان کے توحید اور کلمے کا علم ہوا تو ان کو عدالت میں طلب کیا اور پوچھا کہ معلوم ہوا ہے کہ تم نے اپنا دین بدل لیا ہے؟ ان نوجوانوں نے بڑی ہمت، جرأت اور بہادری کیساتھ حق گوئی سے کام لیتے ہوئے اپنا عقیدہ بتلایا کہ ہم صرف رب کے پجاری ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی رب نہیں ہے اور یہ جو عدالت میں تماشائی بیٹھے ہیں اور وکیل ہیں یہ اپنے شرک پر کوئی دلیل پیش کریں۔انھوں نے کھل کر باتیں کیں تاریخ بتلاتی ہے کہ وہ شادی شدہ تھے اور ان کے ماں باپ بھی زندہ تھے۔عدالت نے یہ سمجھا کہ نوجوان ہیں جذبات میں آکر باتیں کر رہے ہیں ان کو تنبیہ کر دینی کافی ہے قید نہ کریں اور سوچنے کا موقع دیں۔چنانچہ ان کو کہا کہ اتنے دنوں میں تم نے اپنا عقیدہ چھوڑ دینا ہے اگر نہ چھوڑا تو ہم تمہیں سنگسار کریں گے یعنی پتھر مار مار کر ختم کر دیں گے۔عدالت نے ان کو یہ دھمکی دے کر چھوڑ دیا۔ان نوجوانوں نے رات کو مشورہ کیا کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ اگر ہم اپنے ایمان اور عقیدے کو چھوڑتے ہیں تو ہماری آخرت برباد ہو جائے گی اور اگر ہم جھوٹ بولیں

کہ ان کو کہیں کہ ہم نے عقیدہ بدل لیا ہے اور حقیقت میں نہ بدلیں تو یہ بات بھی غلط ہے۔ لہٰذا ایسا کرتے ہیں کہ علاقہ بڑا وسیع ہے اور پہاڑی علاقہ تھا، بڑے بڑے پہاڑ تھے، کسی غار میں جا کر وقت گذارو اور حالات کا جائزہ لو۔ یہ بات طے کرنے کے بعد تقریباً سورج طلوع ہونے کے ایک گھنٹہ بعد اپنے شہر جس کا نام افسوس تھا کو چھوڑ کر چل پڑے۔ آج کل کے جغرافیہ میں اس شہر کا نام طرطوس ہے۔ جب کچھ سفر کر چکے تو راستے میں ان کو بھیڑ بکریاں چرانے والا ملا جس کا نام کفش طیطوس تھا۔ اس نے ان جوانوں سے پوچھا کہ تم کہاں جا رہے ہو اور کیوں جا رہے ہو؟ انہوں نے اس کو سارا واقعہ سنایا کہ ہمیں حکومت نے دھمکی دی ہے کہ اگر تم نے عقیدہ نہ چھوڑا تو تمہیں رجم کر دیں گے۔ اس لئے ہم شہر چھوڑ کر جنگل کی طرف نکل آئے ہیں تا کہ ہمارا ایمان بچ جائے اور کہیں غار میں رہ کر زندگی گزاریں۔ اس چرواہے نے کہا کہ میرا بھی یہی عقیدہ ہے جو تمہارا ہے لہٰذا میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ اس نے بھیڑ بکریاں چھوڑیں، ماں باپ اور بیوی بچے چھوڑے اور ان کیساتھ چل پڑا۔ اس کا ایک وفادار کتا تھا جس کا نام قطمیر تھا وہ بھی ساتھ چل پڑا۔ تو یہ سات آدمی اور آٹھواں ساتھ کتا ہو گیا۔ ان کو خدشہ ہوا کہ دوسرے کتے اس کتے کو دیکھیں گے تو لازمی بات ہے کہ وہ بھونکیں گے تو لوگ دیکھیں گے اور ہم پکڑ لئے جائیں گے لہٰذا کتے کو ہٹا دینا چاہئے۔ انہوں نے کتے کو پتھر مارے کہ ہمارے ساتھ مت چلو کتے نے پیچھا نہ چھوڑا۔ پھر پتھر مارے تو اللہ تعالیٰ نے کتے کو زبان عطا فرمائی اس نے ان سے پوچھا کہ مجھے کیوں مارتے ہو جس رب کے تم پجاری ہو میں بھی اسی کی عبادت کرتا ہوں میں تمہارے ساتھ رہوں گا تم جہاں سوئے ہو گے میں وہاں پہرہ دونگا مجھ سے تمہیں کوئی خطرہ نہیں ہونا چاہئے۔

۱۳ قسم کے جانور جنت میں جائیں گے :

فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ تیرہ (۱۳) قسم کے جانور ہیں جو جنت میں جائیں گے ان میں سے ایک یہ کتا بھی ہے جو بلعم بن باعورا کی شکل میں جنت میں جائے گا۔ بلعم بن باعورا بنی اسرائیل میں ایک بزرگ تھا بعد میں لالچ کی وجہ سے اس کی بزرگی زائل ہوگئی تھی۔ یہ بڑا خوبصورت عبادت گذار آدمی تھا اور اس کے ہاتھ پر بڑی کرامات ظاہر ہوتی تھیں مگر دنیا کے لالچ میں آ کر ذلیل ہوگیا۔ وہ اس طرح کہ موسیٰ علیہ السلام کے مخالفوں نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام نے ہمیں بڑا تنگ کیا ہوا ہے ہر وقت ہمیں ایک ہی بات سناتا رہتا ہے۔ اللہ وحدہ لاشریک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور تم مقبول الدعا ہو موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بدعا کرو یہ تباہ ہو جائے۔ اس نے انکار کیا کہ موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں تم میرا مقابلہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کیساتھ کراتے ہو۔ چونکہ وہ اس کو جانتے تھے کہ لالچی آدمی ہے۔ دوسری مرتبہ کچھ تحفے تحائف لے آئے پھر بھی اس نے انکار کیا۔ تیسری مرتبہ سونا، چاندی، ہیرے، جواہر بڑی تعداد میں لے کر آئے۔ اس کے سامنے ڈھیر لگا دیا۔ اور کہا کہ یہ تمہارے لئے ہدیہ ہے موسیٰ علیہ السلام کیخلاف بدعا کرو، لالچ میں آ گیا، ہاتھ اٹھائے بس اتنے لفظ منہ سے نکالے اے اللہ! موسیٰ...... آگے کہنا چاہتا تھا کہ تباہ و برباد کر زبان ناف تک نیچے لٹک گئی اور ہلکے (باؤلے) کتے کی طرح پھرنے لگ گیا اور پھر ہلکے کتے کی طرح پھرتا رہتا تھا تو اصحاب کہف کے کتے کو بلعم بن باعورا کی شکل میں جنت میں داخل کیا جائے گا۔ شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ گلستان میں لکھتے ہیں...

پسر نوح بابداں بہ نشست خاندان نبوتش گم شد

"نوح علیہ السلام کا بیٹا بروں کی صحبت میں رہا اس کی نبوت کا خاندان ختم ہوگیا

سگ اصحاب کہف چند روزے پئے نیکاں گرفت مردم شد

اصحاب کہف کے کتے نے چند دن نیکوں کی پیروی کی آدمی ہوگیا۔"

صحبت صالح ترا صالح کند

صحبت طالح ترا طالح کند

"اچھے کی صحبت تجھے اچھا کرے گی اور برے کی صحبت تجھے برا بنا دے گی۔" اور آدمی کی صحبت اس کے اچھے اور برے ہونے کی پہچان ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ کسی سے نہ پوچھو کہ نیک ہے یا بد فَلْيَنْظُرْ مَنْ يُّخَالِلْ یہ دیکھو کہ کن لوگوں کیساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے فَإِنَّ الْمَرْءَ عَلٰى دِيْنِ خَلِيْلِهٖ بیشک آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔ جو نظریہ اس کے ساتھی کا ہوگا اس کا بھی وہی ہوگا۔

بہر حال وہ نوجوان دو سو پچاس عیسوی میں اس غار کے اندر داخل ہوئے اور تین سو نو سال تک اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند مسلط کر دی اور ان کو اللہ تعالیٰ نے بغیر کھانے پینے کے زندہ رکھا اور آنحضرت ﷺ کی ولادت سے بیس سال پہلے بیدار ہوئے۔ آگے قصہ آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ یہ غار ایشیاء کوچک میں افسوس نامی شہر سے نو میل کے فاصلے پر ہے۔ اور یہ علاقہ ترکی والوں کے پاس ہے دمشق شہر سے متصل ایک پہاڑ ہے جس کا نام قاسیون ہے۔ دمشق شہر اس پہاڑ کے دامن میں ہے۔ وہاں بھی کچھ ملنگوں نے ایک مصنوعی غار بنایا ہوا ہے وہ غار میں نے دیکھا ہے اور اس کے اندر بھی داخل ہوا ہوں۔ اس میں تین چار بڑی بڑی قبریں تھیں اور ایک چھوٹی سی قبر تھی۔ میں نے پوچھا یہ چھوٹی قبر کس کی ہے؟ تو مجاور کہنے لگا کہ ھذا القبر لکلب یہ کتے کی قبر ہے۔ میں ہنس پڑا۔ چونکہ میں جانتا تھا کہ یہ سب کچھ بناوٹی ہے مگر ان سے کیا الجھنا ہے چھوڑو۔ تو وہ غار دمشق میں نہیں ہے وہ ایشیاء

کوچک میں افسوس نامی شہر سے نومیل کے فاصلے پر ہے۔اور آج کل اس شہر کا نام طرطوس ہے۔

اس کا ذکر ہے اَمْ حَسِبْتَ کیا آپ خیال کرتے ہیں اَنَّ اَصْحٰبَ الْکَهْفِ کہ بیشک کہف والے وَالرَّقِيْمِ اور جن کے نام لکھے ہوئے تھے ان کے نام لکھ کر حکومت نے تھانوں میں پہنچادیئے تھے جس طرح آج کل مفروروں کا نام حلیہ تھانوں میں پہنچادیا جاتا ہے کہ ہمیں یہ آدمی مطلوب ہیں اسی طرح ان کے نام بھی لکھے ہوئے تھے كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا تھے ہماری نشانیوں میں سے عجیب تر۔کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ یہ ہماری نشانیوں میں سے بڑی عجیب ہے۔بیشک یہ بھی عجیب ہے لیکن آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور خود انسان کا اپنا وجود کہ رب تعالیٰ نے اس کو کس چیز سے پیدا کیا ہے یہ زیادہ عجیب ہے۔

اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ جس وقت ٹھکانہ لیا چند نوجوانوں نے اِلَى الْكَهْفِ غار میں فَقَالُوْا پس انہوں نے کہا رَبَّنَآ اے ہمارے رب اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً دے ہمیں اپنی طرف سے رحمت وَّهَيِّئْ لَنَا اور تیار کردے ہمارے لئے مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ہمارے معاملے میں بھلائی۔اس کام میں ہمارے لئے بھلائی ہو فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِى الْكَهْفِ پس ہم نے تھپکی ماری ان کے کانوں پر غار میں۔نیند مسلط کردی ان پر غار میں سِنِيْنَ عَدَدًا سال گنتی کے۔جن کا ذکر آگے آرہا ہے تین سو نو سال ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ پھر ہم نے ان کو کھڑا کیا لِنَعْلَمَ تاکہ ہم ظاہر کریں اَىُّ الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا دونوں گروہوں میں سے کون زیادہ یاد رکھنے والا ہے جو وہ ٹھہرے ہیں مدت کے لحاظ سے۔ان دونوں گروہوں کا ذکر آگے آرہا ہے وہ انہی میں سے تھے۔ایک گروہ نے کہا اتنا

عرصہ ٹھہریں ہیں اور دوسرے نے کہا اتنا عرصہ ٹھہرے ہیں۔

اصحابِ کہف نے اپنا موقف پیش کیا :

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ ہم بیان کرتے ہیں آپ پر نَبَاَهُمْ اصحاب کہف کی خبر بِالْحَقِّ حق کیساتھ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ بیشک وہ چند نوجوان تھے اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ جو ایمان لائے اپنے رب پر وَزِدْنٰهُمْ هُدًى اور ہم نے زیادہ دی ان کو ہدایت وَرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اور ہم نے مضبوط کیے ان کے دل اِذْ قَامُوْا جب وہ کھڑے ہوئے عدالت میں فَقَالُوْا پس کہا انہوں نے رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ہمارا رب وہ ہے جو رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا لَنْ نَّدْعُوَا۟ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا ہم ہرگز نہیں پکاریں گے اس کے سوا کسی اور کو الٰہ۔ عدالت میں کھڑے ہو کر انہوں نے واشگاف لفظوں میں کہہ دیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معبود نہیں سمجھتے نہ اس کے سوا کسی کی عبادت کریں گے۔ لَقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا البتہ تحقیق ہم کہیں گے اس وقت بات زیادتی والی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو معبود بنائیں مشکل کشا اور حاجت روا سمجھیں، فریادرس سمجھیں تو ہم نے تو بڑی زیادتی کی۔

هٰۤؤُلَآءِ قَوْمُنَا یہ عدالت میں ہماری قوم ہے اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً انہوں نے بنالئے ہیں اللہ تعالیٰ سے ورے ورے اور معبود جن کو یہ حاجت روا، مشکل کشا سمجھتے ہیں لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۭ بَيِّنٍ کیوں نہیں لاتے ان معبودوں کے بارے میں کوئی کھلی دلیل۔ ہماری دلیل تو واضح ہے کہ ہمارا رب وہ ہے جو آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے، آسمانوں اور زمینوں کا خالق ہے۔ یہ حاضرین تماشائی بتلائیں کہ ان کے خداؤں نے کیا کیا ہے؟ ان کے اختیار میں کیا ہے کہ جس کی وجہ سے یہ ان کی عبادت کرتے ہیں اور ان کو مشکل کشا اور حاجت روا سمجھتے ہیں اور پھر یہ ساری باتیں اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب

کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ اختیار دیئے اور یہ اللہ تعالیٰ پر افترا باندھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا پس کون زیادہ ظالم ہے اس سے جو افترا باندھے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا۔

عدالت نے دیکھا کہ یہ نوجوان جذبات میں ہیں ان کو فوری طور پر سزا نہیں دینی چاہیے بلکہ سوچنے کا موقع دینا چاہیے اور ان کو تنبیہ تو ہو ہی گئی ہے کہ ان کے عقیدہ پر بادشاہ ناراض ہے اور یہ عقیدہ پوری قوم کے خلاف ہے۔ چنانچہ عدالت نے ان کو چھوڑ دیا مہلت دے دی کہ اپنے متعلق کچھ سوچو اور غور و فکر کرو۔ اب انہوں نے آپس میں مشورہ کیا وَاِذِاعْتَزَلْتُمُوْهُمْ اور اے ساتھیو! جب تم الگ ہو گئے ہو ان سے وَمَا يَعْبُدُوْنَ اور ان سے بھی جن کی یہ عبادت کرتے ہیں اِلَّا اللّٰهَ سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ تو ایسا کرو فَاْوٗا اِلَى الْكَهْفِ پس ٹھکانا بناؤ کسی غار میں بڑے پہاڑ کی اور فی الحال وقت گذارو اور حالات کا جائزہ لو يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ بکھیرے گا تمہارے لئے تمہارا رب مِّنْ رَّحْمَتِهٖ اپنی رحمت سے وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا۔ اور تیار کرے گا تمہارے لئے تمہارے معاملے میں نرمی۔ تمہارے لئے سہولت پیدا کرے گا۔

چنانچہ عدالت سے باہر آ کر یہ مشورہ کر کے گھروں میں چلے گئے یہ ان کے ایمان کی مضبوطی کی دلیل تھی۔ آج ہم تصور بھی نہیں کر سکتے ایمان کیلئے بیوی بچوں کو چھوڑنا، ماں باپ کو چھوڑنا، گھر بار چھوڑنا، پھر اس چرواہے کو دیکھو بھیڑ بکریاں چھوڑیں، ماں باپ گھر بار چھوڑا۔ اصل بات یہ ہے کہ ان کا ایمان بڑا مضبوط تھا اور کتنے پختہ لوگ تھے آج ہم تصور کر سکتے ہیں دین کیلئے بیوی بچے گھر بار ماں باپ چھوڑنے کا، عزیز رشتہ داروں کو چھوڑنے کا اصل وجہ یہ ہے کہ ہمیں ایمان موروثی طور پر مفت میں ملا ہے کہ ہمارے باپ دادا مسلمان

تھے ہم بھی مسلمان پیدا ہو گئے ہمیں اس کیلئے کوئی قربانی نہیں دینی پڑی۔ اس لئے اس کی قدر نہیں ہے۔

۞ ۞ ۞

وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا

طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَاِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ
ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ مَنْ
يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا
مُّرْشِدًا ﴿۱۷﴾ وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ ۖۗ وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ
الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖۗ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ؕ
لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ﴿۱۸﴾
وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ؕ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ
لَبِثْتُمْ ؕ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا
لَبِثْتُمْ ؕ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ
اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ
بِكُمْ اَحَدًا ﴿۱۹﴾ اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ
فِيْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا ﴿۲۰﴾

وَتَرَى اور آپ دیکھیں گے الشَّمْسَ سورج کو اِذَا طَلَعَتْ جس وقت وہ طلوع ہوتا ہے تَزٰوَرُ کترا جاتا ہے عَنْ كَهْفِهِمْ ان کے غار سے ذَاتَ الْيَمِيْنِ دائیں طرف وَاِذَا غَرَبَتْ اور جس وقت غروب ہوتا ہے تَقْرِضُهُمْ مائل ہو جاتا ہے ان سے ذَاتَ الشِّمَالِ بائیں طرف وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ اور وہ ایک کھلی

جگہ میں ہیں ذٰلِکَ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰہِ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے مَنْ یَّھْدِ اللّٰہُ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے فَھُوَ الْمُھْتَدِ پس وہی ہدایت یافتہ ہے وَمَنْ یُّضْلِلْ اور جس کو بہکائے فَلَنْ تَجِدَ لَہٗ پس ہرگز نہیں پائیں گے آپ اس کیلئے وَلِیًّا حمایتی مُّرْشِدًا راہنمائی کرنیوالا وَتَحْسَبُھُمْ اَیْقَاظًا اور آپ خیال کرتے ہیں اصحاب کہف کو بیدار وَّھُمْ رُقُوْدٌ حالانکہ وہ سوئے ہوئے ہیں وَّنُقَلِّبُھُمْ اور ہم ان کو پلٹتے ہیں ذَاتَ الْیَمِیْنِ دائیں طرف وَذَاتَ الشِّمَالِ اور بائیں طرف وَکَلْبُھُمْ اور ان کا کتا بَاسِطٌ ذِرَاعَیْہِ اپنے دونوں بازوں کو پھیلائے ہوئے ہے بِالْوَصِیْدِ چوکھٹ پر لَوِاطَّلَعْتَ عَلَیْھِمْ اگر تو جھانک کر دیکھے ان کو لَوَلَّیْتَ مِنْھُمْ فِرَارًا البتہ تو پھر جائے ان سے بھاگتے ہوئے وَّلَمُلِئْتَ اور بھر جائے گا تو مِنْھُمْ رُعْبًا ان سے رعب میں وَکَذٰلِکَ اور اسی طرح بَعَثْنٰھُمْ ہم نے جگایا ان کو لِیَتَسَآءَ لُوْا تاکہ وہ سوال کریں بَیْنَھُمْ آپس میں قَالَ قَآئِلٌ مِّنْھُمْ ایک کہنے والے نے کہا ان میں سے کَمْ لَبِثْتُمْ تم کتنی دیر تک ٹھہرے ہو قَالُوْا انہوں نے کہا لَبِثْنَا یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ ہم ٹھہرے ہیں ایک دن یا دن کا کچھ حصہ قَالُوْا انہوں نے کہا رَبُّکُمْ اَعْلَمُ تمہارا رب خوب جانتا ہے بِمَا لَبِثْتُمْ جتنا تم ٹھہرے ہو فَابْعَثُوْٓا پس بھیجو تم اَحَدَکُمْ اپنے میں سے ایک کو بِوَرِقِکُمْ ھٰذِہٖٓ یہ چاندی کے سکے دے کر اِلَی الْمَدِیْنَۃِ شہر کی طرف فَلْیَنْظُرْ پس چاہئے کہ وہ دیکھے اَیُّھَآ اَزْکٰی طَعَامًا کون سا کھانا پاکیزہ ہے

فَلْيَأْتِكُمْ پس وہ لے آئے تمہارے پاس بِرِزْقٍ مِّنْهُ رزق اس میں سے وَلْيَتَلَطَّفْ اور چاہئے کہ نرمی کرے وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ أَحَدًا اور نہ بتلائے تمہارے بارے میں کسی کو إِنَّهُمْ إِنْ يَظْهَرُوا بیشک وہ اگر مطلع ہو جائیں عَلَيْكُمْ تم پر يَرْجُمُوكُمْ وہ تمہیں سنگسار کر دیں گے أَوْ يُعِيدُوكُمْ یا تمہیں لوٹا دیں گے فِي مِلَّتِهِمْ اپنے دین میں وَلَنْ تُفْلِحُوا اور تم ہرگز نہیں فلاح پاؤ گے إِذًا اس وقت أَبَدًا کبھی بھی۔

کل کے سبق میں تم سن چکے ہو کہ ایشیاء کوچک کے علاقہ میں افسوس نامی شہر تھا جس کی آبادی کافی تھی۔ وہاں کا بادشاہ دقیانوس بڑا ظالم اور جابر اور بڑا مشرک تھا۔ وہاں چھ نوجوانوں کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت نصیب فرمائی۔ اس وقت کا جو کلمہ تھا انہوں نے پڑھا اور توحید کے قائل ہو گئے۔ چونکہ سارا علاقہ کفر و شرک سے بھرا ہوا تھا انہوں نے بادشاہ کو اطلاع دی کہ چند نوجوانوں نے عقیدہ بدل لیا ہے ہوسکتا ہے چند اور اس کیساتھ مل جائیں تو ملک میں افراتفری پیدا ہو جائے گی۔ بادشاہ نے ان کو عدالت میں طلب کیا کہ تمہارے متعلق عوام نے شکایت کی ہے کہ تم نے آباؤ اجداد کا عقیدہ مذہب چھوڑ دیا ہے اس کی کیا حقیقت ہے؟ ان نوجوانوں نے عدالت میں کھڑے ہو کر صاف لفظوں میں توحید کا اقرار کیا اور اپنی قوم کے عقیدے کی تردید کی کہ ان کا عقیدہ غلط ہے۔ عدالت نے سمجھا کہ نوجوان جذبات میں آئے ہوئے ہیں ذرا ان کو تنبیہ کر دو تاکہ یہ باز آ جائیں۔ چنانچہ عدالت نے دھمکی دی کہ اگر تم اس عقیدے سے باز نہ آئے تو ہم تمہیں رجم کر دیں گے حکومت چند دن کی تمہیں مہلت دیتی ہے۔ انہوں نے آپس میں مشورہ کر کے طے کیا کہ ہمیں یہاں نہیں رہنا چاہئے فی الحال کسی اور جگہ چلے جاؤ اور دیکھو کیا بنتا ہے۔ یہ نوجوان صبح

سورج چڑھنے کے بعد گھر سے چل پڑے راستے میں ایک چرواہا بھی مل گیا اس کیساتھ کتا بھی تھا۔ شہر سے نو میل کے فاصلے پر ایک پہاڑ کی غار میں چلے گئے۔

اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَتَرَى الشَّمْسَ اور اے مخاطب! آپ دیکھیں گے سورج کو اِذَا طَلَعَتْ جس وقت وہ طلوع ہوتا ہے تَزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ کترا جاتا ہے ان کے غار سے ذَاتَ الْيَمِيْنِ دائیں طرف وَاِذَا غَرَبَتْ اور جس وقت غروب ہوتا ہے تَّقْرِضُهُمْ مائل ہو جاتا ہے ان سے ذَاتَ الشِّمَالِ بائیں طرف۔ یعنی اس غار کا رخ نہ تو مشرق کی طرف ہے تاکہ صبح کے وقت سورج ان کو تکلیف پہنچائے، نہ اس کا رخ مغرب کی طرف ہے کہ پچھلے پہر سورج ان پر پڑے اور اس سے ان کو تکلیف ہو۔ اس غار کا منہ شمال کی طرف ہے کہ نہ پہلے پہر سورج چڑھنے سے ان کو تکلیف ہو نہ پچھلے پہر سورج کے ڈھلنے سے ان کو کوئی تکلیف ہو وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ اور وہ ایک کھلی جگہ میں ہیں غار میں۔

اللہ تعالیٰ نہ کسی کو جبراً ہدایت دیتا ہے اور نہ گمراہ کرتا ہے :

ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے فَهُوَ الْمُهْتَدِ پس وہی ہدایت یافتہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہدایت اس کو دیتا ہے جو ہدایت کا طالب ہو۔ غیر طالب کو جبراً ہدایت نہیں دیتا وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا اور جس کو رب بہکائے گمراہ کرے پس آپ ہرگز نہیں پائیں گے اس کیلئے حمایتی راہنمائی کرنیوالا۔ رب تعالیٰ گمراہ اس کو کرتا ہے جو گمراہی پر ڈٹ جائے اور اپنی ساری قوت گمراہی کیلئے صرف کر دے، جبراً کسی کو گمراہ نہیں کرتا۔ متعدد مرتبہ تم یہ بات سن چکے ہو اور اگلے رکوع میں بھی یہ بات آ رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور گمراہی اختیار کرنے میں بندے کو اختیار دیا ہے۔ نہ زبردستی کسی کو ہدایت دیتا ہے اور نہ

زبردستی کسی کو گمراہ کرتا ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ''پس جو شخص چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے کفر اختیار کرے۔'' اللہ تعالیٰ نے اس کو قدرت اور طاقت دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں راستے بھی بتا دیئے ہیں اور ان پر چلنے کی قوت بھی دی ہے اس میں انسان کی مرضی اور ارادے کا بڑا دخل ہے۔ جو شخص غلط راستے پر چلنے کا ارادہ کریگا رب اس کو اس طرف چلا دے گا اور جو ہدایت کے راستے پر چلنے کا ارادہ کرے گا رب اسکو اس طرف چلا دے گا اور جس کو وہ گمراہ کردے گا تو آپ اس کیلئے حمایتی اور راہنمائی کرنے والا نہیں پائیں گے۔ وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا اور اے مخاطب آپ خیال کرتے ہیں ان اصحاب کہف کو بیدار جاگتے ہیں یعنی اگر آپ ان کو غار میں جا کر دیکھیں تو آپ خیال کریں گے کہ وہ جاگتے ہیں اَيْقَاظٌ يَقُظٌ کی جمع ہے بمعنٰی بیدار آنکھیں کھلی ہیں وَّهُمْ رُقُوْدٌ حالانکہ وہ سوئے ہوئے ہیں۔ آج بھی بعض آدمی ایسے ہیں کہ وہ سوئے ہوئے ہوتے ہیں اور آنکھیں کھلی ہوتی ہیں۔ مفسرین کرامؒ اس کی یہ حکمت بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ان کی آنکھیں اس لئے کھلی چھوڑیں تاکہ آنکھوں کو تازہ ہوا پہنچتی رہے اور آنکھوں کو نقصان نہ پہنچے۔ تین سو نو سال کا طویل عرصہ آنکھیں بند رہیں تو متاثر بھی ہو سکتی ہیں۔ وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ اور ہم ان کو پلٹتے ہیں دائیں طرف اور بائیں طرف۔ نیند کی حالت میں کبھی اللہ تعالیٰ ان کو دائیں طرف پلٹ دیتے ہیں اور کبھی بائیں طرف پہلو بدلتے رہتے ہیں۔ کیونکہ ایک طرف پر لیٹے رہیں تو وہ پہلو آفت زدہ ہو جائے ماؤف ہو جائے۔ یہ رب تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس نے انسان کی حفاظت کیلئے ایسا کیا ہے۔ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ اور ان کا کتا اپنے دونوں بازوؤں کو پھیلائے ہوئے ہے چوکھٹ پر۔ جسطرح وہ اندر سوئے رہے کتا اس حالت میں غار کے

منہ پر سویا رہا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ اے مخاطب ! اگر تو جھانک کر دیکھے ان کو لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا البتہ تو پھر جائے ان سے بھاگتے ہوئے وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا اور بھر جائے گا تو ان سے رعب میں ۔ وہ صحت مند بڑے بڑے قد والے تھے آنکھیں کھلی تھیں رب تعالیٰ نے ایسا رعب طاری فرمایا کہ اے مخاطب اگر تو ان کو دیکھے تو مرعوب ہو جائے اور ڈر کے وہاں سے بھاگ جائے وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ اور اسی طرح ہم نے ان کو جگایا جس طرح ان پر نیند طاری کی لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ تا کہ وہ سوال کریں آپس میں قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ ایک کہنے والے نے کہا ان میں سے كَمْ لَبِثْتُمْ کتنی دیر تم ٹھہرے ہو سوئے ہو قَالُوْا دوسروں نے کہا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ہم ٹھہرے ہیں ایک دن یا دن کا کچھ حصہ سوئے ہیں جس وقت وہ غار میں داخل ہوئے تھے تو ہمارے ٹائم کے مطابق موٹا تخمینہ تقریباً آٹھ بجے تھے اور جس وقت وہ بیدار ہوئے تو ابھی سورج غروب نہیں ہوا تھا انہوں نے خیال کیا کہ اگر وہی دن ہے تو دن کا کچھ حصہ گذرا ہے اور کچھ باقی ہے پورا دن بھی نہیں ہوا اور اگر وہ دن گزر چکا ہے تو پھر ایک دن پورا ہو گیا ہے اور دوسرے دن کا بھی کچھ حصہ باقی ہے اور کچھ گذر چکا ہے۔ قَالُوْا کہنے لگے اس فضول بحث میں نہ پڑو رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ تمہارا رب خوب جانتا ہے جتنا تم ٹھہرے ہو۔

اللہ تعالیٰ کو تین چیزیں ناپسند ہیں :

حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کَرِهَ اللّٰهُ لَكُمْ ثَلَاثًا "اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تین چیزیں ناپسند فرمائی ہیں۔" ایک قیل قال، یعنی بلا ضرورت کسی چیز کے بارے میں بحث کرنا۔ اور وقت ضائع کرنا، اس پر اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہوتا ہے۔ اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر تم کسی کے اسلام کی خوبی دیکھنا چاہو تو دیکھو تَرْكُهٗ مَالَا

یَعْنِیْهِ غیر مقصود کاموں میں تو الجھا ہوا نہیں ہے۔ اگر وہ غیر مقصودی باتوں میں الجھا ہوا نہیں ہے تو سمجھو اچھا مسلمان ہے۔ مقصودی اور غیر مقصودی کے فرق کا کس طرح پتہ چلے گا؟ تو یاد رکھنا! وہ باتیں جن کا تعلق دین کیساتھ ہے وہ ساری مقصودی ہیں اور دنیا کی جائز باتیں جن کے ساتھ اس کا تعلق ہے وہ تو ٹھیک ہیں اور جن باتوں کیساتھ اس کا تعلق نہیں ہے ان کے پیچھے پڑنا اسلام کی خوبی میں سے نہیں ہے۔ بھئی تیرا ان چیزوں کیساتھ تعلق نہیں کیوں خواہ مخواہ ان کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ تو پہلی بات یہ بتلائی کہ غیر متعلق باتوں میں پڑنا، مغز کھانا اور فضول گپیں مارنے کو رب تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔ اسی لئے حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ عشاء کی نماز سے پہلے سونے کو پسند نہیں کرتے تھے اور عشاء کی نماز کے بعد گفتگو کو پسند نہیں کرتے تھے فوراً سو جاتے تھے تاکہ سحری کے وقت آسانی سے اُٹھ سکیں۔ ہاں اگر مہمان آئے ہوئے ہوتے تھے یا کوئی مسئلہ پوچھتا تھا تو وہ الگ بات ہے۔

دوسری چیز جس کو اللہ تعالیٰ نے ناپسند فرمایا ہے اضاعة المال ہے۔ مال کو ضائع کرنا۔ مال کو جائز کام میں لگاؤ، جائز جگہ پر خرچ کرو اور وہ بھی اتنا جتنے کی شریعت اجازت دیتی ہے۔ اور جہاں خرچ کرنے کی اجازت نہیں ہے وہاں خرچ نہ کرو قیامت والے دن پوچھ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے بے جا خرچ کرنے سے منع فرمایا ہے اور بے جا خرچ کرنے والوں کو شیطانوں کا بھائی فرمایا ہے۔ دیکھو آج لوگ منگنیوں اور شادیوں میں فضول کاموں پر مال خرچ کرتے ہیں، مرچیں لگاتے ہیں، ضرورت سے زائد بجلی خرچ ہوتی ہے قیامت والے دن سب چیزوں کا حساب ہوگا۔

اور تیسری چیز فرمایا عقوق الامّھات ماؤں کو تنگ کرنا۔ ماں کی قید اس لئے لگائی کہ عموماً بچوں کا واسطہ ماں سے پڑتا ہے۔ باپ بیچارے ...... کوئی ملازم ہوگا، کوئی

دوکاندار ہوگا، کوئی کارخانہ دار ہوگا اور اپنے اپنے کام پر چلے جائیں گے۔ پھر ماں کا رعب بھی بنسبت باپ کے کم ہوتا ہے۔ بچے ماں کو زیادہ ستاتے اور تنگ کرتے ہیں۔ تو ماں کو تنگ کرنا بھی بڑے گناہوں میں سے ہے۔ (اور ایک روایت میں تیسری چیز فرمایا کثرۃ السوال بہت زیادہ سوالات کرنا۔ اس کو بھی ناپسند فرمایا ہے۔)

تو اصحاب کہف نے کہا فضول بحث کو چھوڑو تمہارا رب خوب جانتا ہے کہ تم یہاں کتنا عرصہ ٹھہرے ہو۔ ایسا کرو فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ پس بھیجو تم اپنے میں سے ایک کو یہ چاندی کے سکے دے کر۔ اس وقت چاندی کے سکے رائج تھے اِلَى الْمَدِيْنَةِ شہر کی طرف۔ ان کے قریب شہر افسوس ہی تھا جہاں سے آئے تھے فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا پس چاہئے کہ وہ دیکھے کون سا کھانا پاکیزہ ہے مردار حرام نہ ہو فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ پس وہ لے آئے تمہارے پاس رزق اس میں سے خوراک تمہارے لئے لے آئے وَلْيَتَلَطَّفْ اور چاہئے کہ نرمی کرے باریک بینی سے کام لے۔ ایسے طریقے سے جائے کہ کسی کو پتہ نہ چلے اور گفتگو اس انداز سے کرے کوئی محسوس نہ کرے وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا اور نہ بتلائے تمہارے بارے میں کسی کو۔ ان میں سے یملیخا رحمۃ اللہ علیہ ذہین، سمجھدار اور پھرتیلا نوجوان تھا۔ اس کو انہوں نے چاندی کا وہ سکہ دے کر بھیجا جس پر دقیانوس کی تصویر اور دوسری طرف حکومت کی مہر تھی۔ نو میل کافی سفر تھا یہ بیچارہ دائیں بائیں دیکھتا ہوا بڑی احتیاط کیساتھ گیا۔ آگے ذکر آئے گا کہ ہوٹل پر پہنچا، روٹیوں کا بھاؤ پوچھا، سالن کا بھاؤ پوچھا، طرفین راضی ہوگئے روٹیاں سالن پکڑ لیا پیسے دیئے تو تین سو نو سال پہلے کا سکہ دیا۔ دوکان دار نے کہا بھئی جی یہ کھوٹا سکہ ہے۔ اس نے اور نکال دیئے وہ بھی پرانا سکہ تھا۔ دیکھو! آج کل سکہ کاغذوں کی شکل میں ہے انگریز کے زمانہ میں چاندی کا سکہ ہوتا تھا اس کو

لوگ کھڑکا کر لیتے، وہ بجتا تھا۔ اگر نہ بجتا تو کھوٹا ہوتا تھا اب تو وہ سکے کے طور پر استعمال نہیں ہوسکتا اب وہ چاندی کے طور پر استعمال ہوگا۔ تو انہوں نے کہ یہ تو پرانا سکہ ہے۔ اردگرد کے لوگ اکٹھے ہوگئے۔ باقی واقعہ آگے آئیگا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

تو انہوں نے کہا کہ بڑی احتیاط کیساتھ دیکھ کر پاکیزہ کھانا لائے اور کسی کو بتلائے بھی نہ۔ اِنَّھُمْ اَنْ یَّظْھَرُوْا عَلَیْکُمْ بیشک وہ اگر تم پر مطلع ہوگئے ان کو خبر ہوگئی تو یَرْجُمُوْکُمْ وہ تمہیں سنگسار کردیں گے پتھر مار مار کر تمہیں ہلاک کردیں گے اَوْ یُعِیْدُوْکُمْ فِیْ مِلَّتِھِمْ یا تمہیں لوٹا دیں گے اپنے دین میں۔ جیسے ہم پہلے کافر تھے اسی طرح پھر کافر ہو جائیں گے۔ دو ہی صورتیں ہیں یا جان جائے گی یا ایمان جائے گا وَلَنْ تُفْلِحُوْآ اِذًا اَبَدًا اور تم ہرگز نہیں فلاح پاؤ گے اس وقت کبھی بھی۔ لہٰذا احتیاط سے کام لو اور جاؤ۔

❁ ❁ ❁

وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ

لِيَعْلَمُوْۤا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ اَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا ۚۤ اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ؕ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰۤى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ۝۲۱ سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًۢا بِالْغَيْبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ؕ قُلْ رَّبِّيْۤ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ ۫ۗ فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا ۪ وَّلَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا ۝۲۲ ع

وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ ہم نے اطلاع دی اصحاب کہف کے بارے میں لوگوں کو لِيَعْلَمُوْۤا تاکہ وہ جان لیں اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ کہ بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ حق ہے وَّاَنَّ السَّاعَةَ اور بیشک قیامت لَا رَيْبَ فِيْهَا کوئی شک نہیں ہے اس میں اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ جس وقت انہوں نے جھگڑا کیا بَيْنَهُمْ آپس میں اَمْرَهُمْ اپنے معاملے میں فَقَالُوْا پس انہوں نے کہا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا بناؤ ان کے اوپر ایک عمارت رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ان کا رب خوب جانتا ہے ان کو قَالَ الَّذِيْنَ کہا ان لوگوں نے غَلَبُوْا عَلٰۤى اَمْرِهِمْ جو غالب رہے اپنے معاملے میں لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا البتہ ہم ضرور بنائیں گے ان کے قریب ایک مسجد سَيَقُوْلُوْنَ عنقریب کہیں گے ثَلٰثَةٌ تین تھے رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ چوتھا ان کا کتا تھا

وَيَقُوْلُوْنَ اور بعض کہیں گے خَمْسَةٌ پانچ تھے سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ چھٹا ان کا کتا تھا رَجْمًا بِالْغَيْبِ تیر اندازی کرتے ہیں بن دیکھے وَيَقُوْلُوْنَ اور کہنے والے کہیں گے سَبْعَةٌ سات تھے وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ اور آٹھواں ان کا کتا تھا قُلْ رَّبِّيْٓ آپ کہہ دیں میرا رب اَعْلَمُ خوب جانتا ہے بِعِدَّتِهِمْ ان کی گنتی کو مَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ نہیں جانتے اس کو مگر بہت تھوڑے فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ پس آپ نہ جھگڑا کریں ان کے بارے میں اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا مگر سرسری جھگڑا وَّلَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ اور آپ نہ پوچھیں ان کے بارے میں مِّنْهُمْ ان میں سے اَحَدًا کسی ایک سے۔

اصحاب کہف کا ذکر چلا آرہا ہے کہ ظالم بادشاہ، ظالم عدالت اور ظالم عوام سے جان بچانے کیلئے وہ نوجوان اپنا شہر چھوڑ کر پہاڑ کی غار میں جا چھپے۔ اور اگلے رکوع میں آئے گا کہ تین سو نو سال تک کھانے پینے کے بغیر وہاں سوئے رہے۔ حالانکہ عادتاً انسان اتنی دیر تک بغیر کھانے پینے کے زندہ نہیں رہ سکتا۔ تین سو نو سال کوئی معمولی زمانہ نہیں ہے۔

تمام بشری تقاضے انبیاء کرام علیہم السلام کیساتھ تھے :

اللہ تعالیٰ نے انسان کے وجود کو ایسا بنایا ہے کہ عالم اسباب میں یہ خوراک کا محتاج ہے حتیٰ کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ [سورۃ الانبیاء: ۸] "اور ہم نے رسولوں کو بھی ایسے جسم نہیں دیئے جو کھانا نہ کھاتے ہوں۔" پیغمبروں کو بھوک پیاس بھی لگتی تھی، گرمی سردی بھی لگتی تھی، بیمار بھی ہوتے تھے، تکلیفیں بھی آتی تھیں، تمام بشری تقاضے ان کیساتھ تھے۔

لیکن اصحاب کہف اور ان کے کتے کا بغیر کھانے پینے کے تین سو نو سال تک زندہ رہنا اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے ذٰلِکَ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰہِ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے۔ کل کے درس میں تم نے سنا ہے کہ جب وہ بیدار ہوئے تو آپس میں یہ بات چھڑی کہ ہم یہاں کتنا عرصہ ٹھہرے؟ بعضوں نے کہا ایک دن اور بعضوں نے کہا دن کا کچھ حصہ۔ پھر کہنے لگے فضول بحث کو چھوڑو اپنے میں سے ایک کو بھیجو جو صاف ستھرا کھانا لے کر آئے اور بڑی احتیاط کیساتھ جائے اور تمہارے متعلق کسی کو اطلاع نہ دے۔ کیونکہ اگر ان کو پتہ چل گیا تو وہ ہمیں پتھر مار مار کے ختم کر دیں گے یا کافر بنا دیں گے۔ یملیخا رحمۃ اللہ علیہ ہلکے پھلکے جسم کا پھرتیلا نوجوان تھا اس کو بھیجا۔ جب روٹی سالن لے لیا اور پیسے دیئے تو دوکاندار نے کہا کہ یہ سکہ تو نہیں چلتا، اور نکال کر دیئے تو وہ بھی نہیں چلتے، اور نکال کر دیئے دوکاندار نے کہا یہ بھی نہیں چلتے کیونکہ اس وقت نیا سکہ رائج تھا وہ اس کو دکھایا کہ اب تو یہ سکہ چلتا ہے تم تین سو نو سال پہلے کی بات کرتے ہو۔ جس وقت اس نے سنا کہ تین سو سال گذر گئے ہیں تو اس کو اطمینان ہوا کہ الحمد للہ! دقیانوس سے تو ہماری جان چھوٹ گئی ہے۔ دقیانوس اور عدالت کا ڈر تو جاتا رہا مگر دوکاندار پیچھے پڑ گیا۔ تو اس نے بتایا کہ ہم چند ساتھی غار میں چھپے ہوئے ہیں۔ دوکاندار کو بھی تاریخی طور پر ان کے متعلق کچھ معلومات تھیں کہ کسی زمانے میں چند نوجوان گم ہو گئے تھے جن کا کوئی اتا پتہ نہیں ملتا کہ وہ کہاں گئے ہیں۔ چنانچہ اس دوران کافی لوگ جمع ہو گئے پولیس بھی آ گئی یملیخا رحمۃ اللہ علیہ کیساتھ سارے غار کی طرف چل پڑے روٹی سالن بھی ساتھ لے کر جا رہے ہیں۔ وہ انتظار کر رہے تھے انہوں نے جب ان کو آتے ہوئے دیکھا ڈر گئے کہ لوگوں کی فوج اور پولیس ساتھ ہے لگتا ہے ہمارا پتہ چل گیا ہے یہ ہمیں پکڑ کر لے جائیں گے۔

طبعی خوف ایمان کیخلاف نہیں :

اور طبعاً موذی چیز سے ڈرنا ایمان کیخلاف نہیں ہے۔ دیکھو! قرآن پاک میں تصریح ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت ملنے کے بعد پہلا معجزہ عطا کیا گیا رات کا وقت تھا کوہ طور کے قریب وادی مقدس کا علاقہ تھا لیکن روشنی خوب تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کی تجلی ڈالی تھی۔ فرمایا اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى [طٰہٰ:۱۹] ''اس لاٹھی کو ڈالو اے موسیٰ علیہ السلام۔'' جب انہوں نے لاٹھی ڈالی تو وہ سانپ بن کر ادھر ادھر بھاگنے لگا تو موسیٰ علیہ السلام وَلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ''پیٹھ پھیری اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا۔'' موسیٰ علیہ السلام نے خیال کیا کہ سانپ موذی چیز ہے اس سے ڈرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَا تَخَفْ خوف نہ کریں اس سانپ کو آپ پکڑیں سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى [طٰہٰ:۲۱] ''ہم اس کو پلٹ دیں گے پہلی حالت پر۔'' تو معلوم ہوا کہ طبعی ڈر سے ایمان پر کوئی زد نہیں پڑتی۔ تو اصحاب کہف لوگوں کو دیکھ کر ڈرے کہ ہم گرفتار ہو جائیں گے۔ یملیخا رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں کو کہا کہ پہلے میں جا کر اپنے ساتھیوں کو اطلاع کرتا ہوں کہ دقیانوس کا زمانہ ختم ہو گیا ہے ہمیں یہاں تین سو سال ہو گئے ہیں یہ لوگ تمہاری ملاقات کیلئے آ رہے ہیں، تمہارے دیدار کیلئے آ رہے ہیں خطرے والی بات کوئی نہیں۔ پھر یہ لوگ ان کو بڑی عقیدت کیساتھ ملے۔ آگے پھر تفسیروں میں روایات مختلف ہیں کہ اصحاب کہف کا پھر کیا بنا؟ اکثر تو فرماتے ہیں کہ وہ فوت ہو گئے لیکن حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوبات میں اپنا کشف بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پھر ان پر نیند مسلط کر دی جب مہدی علیہ السلام ظاہر ہونگے تو وہ اس زمانے میں بیدار ہوں گے اور مہدی علیہ السلام کا ساتھ دیں گے ان کیساتھ تعاون کریں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ اور اسی طرح ہم نے اطلاع دی

اصحاب کہف کے بارے میں لوگوں کو لِیَعۡلَمُوۡۤا تاکہ وہ لوگ جان لیں اَنَّ وَعۡدَ اللّٰہِ حَقٌّ کہ بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے وَّاَنَّ السَّاعَۃَ لَا رَیۡبَ فِیۡھَا اور بیشک قیامت کوئی شک نہیں ہے اس میں۔ تفسیروں میں لکھا ہے کہ اس زمانے میں اس علاقے میں قیامت کا مسئلہ خوب زوروں پر تھا۔ ایک گروہ کہتا تھا کہ قیامت آئے گی دوسرا کہتا تھا نہیں آئے گی۔ جو لوگ قیامت کے قائل تھے ان کی تائید اس واقعہ سے ہوئی کہ دیکھو! اللہ تعالیٰ نے ان کو اتنے عرصہ کے بعد جگایا ہے جو رب یہ کرسکتا ہے اس کیلئے دوبارہ کائنات کا زندہ کرنا کون سا مشکل ہے۔ وہ تمام انسانوں اور حیوانوں کو زندہ کر کے میدان محشر میں جمع کریگا۔ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو بطور دلیل کے پیش کیا کہ لوگ اس کو دیکھ کر سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے۔ قیامت آئے گی اور اس کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے اور قیامت کا آنا عقلی طور پر بھی بہت ضروری ہے۔ کیونکہ دنیا میں ایسے مجرم بھی ہیں جن کو ان کے جرم کی سزا نہیں ملی اور ایسے نیک متقی پرہیز گار بھی ہیں کہ ان کو نیکی کا صلہ نہیں ملا تو اگر قیامت نہ آئے اور مجرموں کو سزا نہ ملے اور نیکوں کو جزا نہ ملے تو معاذ اللہ تعالیٰ پھر اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ احکم الحاکمین نہیں ہے اور اس کے ہاں کوئی عدل وانصاف نہیں ہے۔

فرمایا اِذۡ یَتَنَازَعُوۡنَ بَیۡنَھُمۡ جس وقت انہوں نے جھگڑا کیا آپس میں اَمۡرَھُمۡ اپنے معاملے میں فَقَالُوا پس کچھ لوگوں نے کہا ابۡنُوۡا عَلَیۡھِمۡ بُنۡیَانًا بناؤ ان کے اوپر ایک عمارت یادگار کے طور پر کہ آنے والی نسلوں کو معلوم ہو کہ اصحاب کہف یہاں رہے ہیں۔ کسی نے کہا یہاں لائبریری بنادو، کسی نے کہا یہاں مینار بنادو، کسی نے کہا یہاں کوئی عمارت بنادو۔ اہل حق کا اس وقت غلبہ تھا وہ عیسیٰ علیہ السلام کے دین پر چلنے والے تھے اگرچہ دوسرے پیغمبروں کے دین پر چلنے والے بھی تھے مگر غلبہ ان کا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے

ہیں رَبُّھُمْ اَعْلَمُ بِھِمْ ان کا رب ان کو خوب جانتا ہے کہ وہ کس انداز کے لوگ تھے قَالَ الَّذِیْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓی اَمْرِھِمْ کہا ان لوگوں نے جو غالب رہے اپنے معاملے میں۔ کیا کہا انہوں نے؟ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَیْھِمْ مَّسْجِدًا البتہ ہم ضرور بنائیں گے ان کے قریب ایک مسجد۔ کیونکہ یہ برگزیدہ لوگ تھے جنہوں نے اپنا ایمان بچانے کیلئے بڑی تکلیفیں اٹھائی ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑا شرف بخشا ہے کہ تین سو سال کے بعد ان کو بیدار کر کے اپنی قدرت کا کرشمہ دکھایا ہے لہٰذا ان کی شایان شان یہ ہے کہ یہاں مسجد تعمیر کی جائے جہاں پر لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا فریضہ سرانجام دیا کریں اور انہیں پتا ہے کہ ایمان بہت بڑی حقیقت ہے اور اسی کی بدولت اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو بلند مرتبہ عطا فرمایا۔ اصحاب کہف کی تعداد کے متعلق بھی اختلاف رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سَیَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَۃٌ عنقریب کچھ لوگ کہیں گے تین تھے رَّابِعُھُمْ کَلْبُھُمْ چوتھا ان کا کتا تھا وَیَقُوْلُوْنَ اور کچھ کہنے والے کہیں گے خَمْسَۃٌ سَادِسُھُمْ کَلْبُھُمْ پانچ تھے چھٹا ان کا کتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں قول بیان کر کے فرمایا رَجْمًا بِالْغَیْبِ تیر اندازی کرتے ہیں بن دیکھے۔ بن دیکھے تیر چلانے کا مطلب یہ ہے کہ آگے کوئی نشان نظر نہ آئے اور آدمی اندھا بن کر تیر چلاتا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں قولوں کی تردید فرمادی۔

وَیَقُوْلُوْنَ اور کچھ کہنے والے کہیں گے سَبْعَۃٌ سات تھے وَّثَامِنُھُمْ کَلْبُھُمْ اور آٹھواں ان کا کتا تھا اس قول کی رب تعالیٰ نے تردید نہیں فرمائی۔ فرمایا قُلْ آپ کہہ دیں رَبِّیْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِھِمْ میرا رب خوب جانتا ہے ان کی گنتی کو مَّا یَعْلَمُھُمْ اِلَّا قَلِیْلٌ نہیں جانتے اصحاب کہف کو مگر بہت تھوڑے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما دوسرے نمبر کے مفسر قرآن ہیں۔ پہلے نمبر کے مفسر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اَنَـا مِنَ الْقَلِیْلِ ''میں ان تھوڑے لوگوں میں سے ہوں جو اصحاب کہف کی گنتی کو جانتے ہیں۔'' شاگردوں نے پوچھا حضرت کتنے تھے؟ فرمایا سات تھے آٹھواں کتا تھا۔ شاگردوں نے کہا حضرت اس کی کوئی دلیل بھی ہے؟ فرمایا اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے دونوں قول نقل کر کے کہ کچھ لوگ کہیں گے اصحاب کہف تین تھے اور چوتھا کتا تھا اور کچھ لوگ کہیں گے پانچ تھے اور چھٹا کتا تھا رَجماً بِالْغَیب فرما کر رد کر دیئے کہ یہ بن دیکھے تیر چلاتے ہیں۔ اور تیسرا قول رب تعالیٰ نے فرمایا کہ سات تھے اور آٹھواں کتا تھا، اس کی تردید نہیں فرمائی۔ اس لئے اصحاب کہف سات تھے اور آٹھواں ان کا کتا تھا۔ چھ نوجوان آپس میں دوست تھے ساتواں چرواہا ساتھ شریک ہوا اور آٹھواں ان کا کتا تھا۔ کتا بدستور ان کیساتھ رہا اور پھر جس طرح وہ مر گئے اسی طرح کتا بھی مر گیا اور یہ بات بھی تم سن چکے ہو کہ اللہ تعالیٰ جن جانوروں کو جنت میں داخل کرے گا ان میں ایک یہ کتا بھی ہوگا۔ اور ایک حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی بھی ہوگی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا ہدہد بھی ہوگا اور بھی کئی جانور ہونگے جن کے نام تفسیروں میں آتے ہیں اور اس کتے کو اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کے ایک صوفی بزرگ بلعم بن باعورا کی شکل دے کر جنت میں داخل کرے گا۔ یہ بلعم بن باعورا بزرگی سے نکل گیا تھا کتے نے نیکوں کا ساتھ دیا اللہ تعالیٰ نے کتے کو ان کا ساتھی بنا دیا اور نوح علیہ السلام کے بیٹے نے کافروں کا ساتھ دیا ایمان کی دولت سے محروم ہو گیا۔

فرمایا فَلاَ تُـمَارِ فِیهِمْ پس آپ اے مخاطب نہ جھگڑا کریں ان کے بارے میں کوئی بحث نہ کریں اِلَّا مِـرَآءً ظَـاهِرًا مگر سرسری جھگڑا۔ بس جو ہم نے بتلا دیا ہے یہی کافی ہے وَّلَا تَسْتَفْتِ فِیهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا اور آپ نہ پوچھیں ان کے بارے میں ان میں سے کسی

ایک سے۔یعنی اصحاب کہف کے بارے میں کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے جو کچھ ہم نے بتلا دیا ہے اس پر یقین رکھیں۔اصحاب کہف کا کچھ ذکر آگے آئے گا۔ان شاء اللہ تعالیٰ

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ

فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ﴿۲۳﴾ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ۫ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِیْتَ وَقُلْ عَسٰۤی اَنْ یَّهْدِیَنِ رَبِّیْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ﴿۲۴﴾ وَلَبِثُوْا فِیْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِیْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا ﴿۲۵﴾ قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا ۚ لَهٗ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ ؕ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ ۫ وَّلَا یُشْرِكُ فِیْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ وَاتْلُ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۷﴾ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَیْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِیْدُ زِیْنَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾

وَلَا تَقُوْلَنَّ اور ہرگز نہ کہیں آپ لِشَایْءٍ کسی چیز کے بارے میں اِنِّیْ بیشک میں فَاعِلٌ ذٰلِکَ کرنے والا ہوں اس کو غَدًا کل اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے وَاذْکُرْ رَّبَّکَ اور یاد کریں اپنے پروردگار کو اِذَا نَسِیْتَ جب آپ بھول جائیں وَقُلْ اور آپ کہیں عَسٰی قریب ہے اَنْ یَّھْدِیَنِ یہ کہ راہنمائی کرے میری رَبِّیْ میرا رب لِاَقْرَبَ مِنْ ھٰذَا اس سے زیادہ قریب رَشَدًا بھلائی میں وَلَبِثُوْا فِیْ کَھْفِھِمْ اور وہ ٹھہرے اپنی غار میں

ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِیْنَ تین سو سال وَازْدَادُوْا تِسْعًا اور زیادہ کیے انہوں نے نو قُلِ اللّٰـهُ اَعْلَمُ آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے بِمَا لَبِثُوْا جتنا عرصہ وہ ٹھہرے لَـهٗ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ اسی کیلئے ہے غیب آسمانوں کا وَالْاَرْضِ اور زمین کا اَبْصِرْبِهٖ کیسا ہی دیکھنے والا ہے وَاَسْمِعْ اور کیسا ہی سننے والا ہے مَالَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ نہیں ہے ان کیلئے اللہ تعالیٰ کے سوا مِنْ وَّلِیٍّ کوئی حمایتی وَّلَا یُشْرِكُ فِیْ حُكْمِهٖ اور نہیں شریک ٹھہراتا اللہ تعالیٰ اپنے حکم میں اَحَدًا کسی ایک کو وَاتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ اور آپ تلاوت کریں اس کی جو وحی کی گئی ہے آپ کی طرف مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ آپ کے رب کی کتاب لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ اور کوئی نہیں تبدیل کرنے والا اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کو وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ اور آپ ہرگز نہیں پائیں گے اللہ تعالیٰ سے ورے مُلْتَحَدًا کوئی جائے پناہ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ اور آپ روکیں رکھیں اپنے آپ کو مَعَ الَّذِیْنَ ان لوگوں کیساتھ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ جو پکارتے ہیں اپنے رب کو بِالْغَدٰوةِ پہلے پہر وَالْعَشِیِّ اور پچھلے پہر یُرِیْدُوْنَ چاہتے ہیں وَجْهَهٗ اللہ تعالیٰ کی رضا وَلَا تَعْدُ عَیْنٰكَ عَنْهُمْ اور نہ ہٹیں آپ کی نگاہیں ان سے تُرِیْدُ زِیْنَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا تا کہ آپ ارادہ کریں دنیا کی زندگی کی زیب و زینت وَلَا تُطِعْ اور آپ اطاعت نہ کریں مَنْ اس کی اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ کہ غافل کر دیا ہم نے اس کے دل کو عَنْ ذِكْرِنَا اپنی یاد سے وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ اور اس نے پیروی کی اپنی خواہش کی وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا اور ہے اس کا معاملہ حد

سے بڑھا ہوا۔

تفصیل بیان ہو چکی ہے کہ مدینہ طیبہ میں یہودیوں میں سے بعض نے آنحضرت ﷺ سے تین سوال کئے کہ اگر آپ نبی ہیں، پیغمبر ہیں تو ہمارے ان تین سوالوں کا جواب دیں۔

پہلا سوال یہ ہے کہ روح کی حقیقت کیا ہے؟ جو جاندار کے جسم میں ہو تو حیات ہے اور نکل گئی تو موت ہے۔ یہ کیا چیز ہے؟ کوئی ہوا ہے، جسم ہے؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ اصحاب کہف کون تھے اور ان کا کیا کردار تھا؟ اور تیسرا سوال یہ ہے کہ ذوالقرنین کون تھا اور اس کے کارنامے کیا تھے؟

انشاء اللہ تعالیٰ کہنے کی تاکید :

روح کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کہہ دیں وہ میرے رب کا حکم ہے تم اس کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے اصحاب کہف کا قصہ تم نے کافی تفصیل کیساتھ سنا ہے ذوالقرنین رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر اس سورت کے آخر میں آئے گا جس وقت یہودیوں نے آپ ﷺ سے یہ سوال کیے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کل بتاؤں گا زبان سے ان شاء اللہ نہ کہہ سکے خیال تھا کہ معمولی معمولی باتوں پر وحی نازل ہوتی رہتی ہے اور یہ تو یہودیوں کے اہم سوال ہیں ضرور وحی نازل ہوگی۔ کل کا دن ہوا تو یہودی آ گئے کہ ہم نے آپ سے تین سوال کئے تھے ان کا جواب دو۔ آپ ﷺ نے فرمایا ابھی کوئی وحی نہیں آئی وحی آئے گی تو بتلا دوں گا۔ دو دن گذرے، چار دن گذرے وحی نہ آئی۔ اس پر یہود نے بڑا اودھم مچایا بڑی باتیں کیں کہ نبی بنا پھرتا ہے اور سارے لوگوں کو دھوکے میں مبتلا کرتا ہے ہمارے علمی سوالوں کا جواب نہیں دے سکا معلوم نہیں اس کا کل کب آئے گا۔

تفسیر ابن کثیر وغیرہ میں ہے فَتَاَخَّرَ الْوَحْیُ خَمْسَةَ عَشَرَ یَوْمًا ''پورے پندرہ دن وحی نازل نہ ہوئی۔'' اور یہودیوں نے تنگ کر کے رکھ دیا اور جگہ جگہ باتیں کرتے کہ پتہ نہیں اس کی وحی کب آنی ہے؟ پندرہ دن کے بعد یہ وحی نازل ہوئی وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اور ہرگز نہ کہیں آپ کسی چیز کے بارے میں اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِکَ غَدًا کہ بیشک میں کرنے والا ہوں اس کو کل اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے، مرضی تو رب کی ہوگی۔ ان شاءاللہ کے بغیر کوئی کام نہیں ہوتا آئندہ کے بارے میں جب بھی کوئی بات کرو تو ساتھ ان شاءاللہ کہو۔

اللہ تعالیٰ کے سوا سب کو نسیان ہوتا ہے :

وَاذْکُرْ رَّبَّکَ اِذَا نَسِیْتَ اور یاد کریں اپنے پروردگار کو اگر آپ بھول جائیں۔ جب بھول جاؤ تو فوراً اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو بات یاد آ جائے گی۔ آپ ﷺ پر نسیان بھی طاری ہوتا تھا۔ ایک دفعہ آپ ﷺ نے ظہر کی دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا۔ جلد باز لوگ مسجد سے باہر نکل گئے حضرت ابوبکر ﷛ بھی موجود تھے اور حضرت عمر ﷛ بھی ہیبت زدہ ہو گئے پوچھنے کی جرأت نہ کر سکے۔ ایک صحابی تھے خرباق ان کا نام تھا ان کو ذوالیدین بھی کہتے تھے اور ذوالشمالین بھی کہتے تھے۔ انہوں نے کہا حضرت! اب نماز کم ہو گئی ہے یا آپ ﷺ بھول گئے ہیں؟ فرمایا کیسے؟ عرض کیا حضرت آپ نے دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں میں تو پوری پڑھی ہے۔ عرض کیا نہیں حضرت پوری نہیں دو پڑھی ہیں۔ آپ ﷺ نے دوسرے نمازیوں سے پوچھا کہ ذوالیدین سچ کہتا ہے۔ کہنے لگے حضرت ٹھیک کہتا ہے۔ اس وقت نماز میں گفتگو جائز تھی اگر کوئی سلام کرتا تو نماز پڑھنے والا جواب دے دیتا تھا۔ آنے والا پوچھ لیتا کہ تم کونسی رکعت میں ہو اور یہ بتلا دیتا کہ دوسری

میں ہیں یا تیسری میں ہیں۔ تو آپ ﷺ نے دو رکعتیں اور پڑھیں اور سجدہ سہو کیا پھر فرمایا اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اَنْسٰی کَمَا تَنْسَوْنَ فَذَکِّرُوْنِیْ "بیشک میں بشر ہوں بھول جاتا ہوں جسطرح تم بھول جاتے ہو جب میں بھول جاؤں تو مجھے یاد کرا دیا کرو۔" حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا [طٰہٰ:۱۱۵] "پس وہ بھول گئے اور نہ پائی ہم نے اس کیلئے پختگی۔" اسی پارے میں آگے آ رہا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کو کہا لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ "نہ پکڑنا مجھے اس چیز پر جو میں بھول جاؤں۔" تو نسیان شروع سے چلا آ رہا ہے نہ بھولنے والی ذات صرف پروردگار کی ہے وَمَا کَانَ رَبُّکَ نَسِیًّا [مریم:۶۴] "اور نہیں ہے تیرا پروردگار بھولنے والا۔" تو پھر اپنے رب کو یاد کریں جب بھول جائیں۔

وَقُلْ عَسٰۤی اَنْ یَّهْدِیَنِ رَبِّیْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا اور آپ کہیں کہ قریب ہے کہ راہنمائی کرے میرا رب اس سے زیادہ قریب بھلائی میں یعنی جس طرح اس نے اصحاب کہف کا قصہ بتلا کر میری تائید کی ہے اس سے مزید معجزات بھی رب تعالیٰ صادر فرمائیں تاکہ لوگوں کے شکوک وشبہات دور ہوں اور ہوئے بھی لیکن ضد کا کوئی علاج نہیں ہے۔ اور اس میں اس طرف اشارہ بھی تھا کہ ایک دن تم بھی دشمنوں کے شر سے بچنے کیلئے غار میں چھپو گے۔ چنانچہ جبل ثور کی چوٹی پر غار ثور میں آنحضرت ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تین دن تین راتیں چھپے رہے۔ فرمایا وَلَبِثُوْا فِیْ کَهْفِهِمْ اور وہ ٹھہرے رہے اپنے غار میں ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِیْنَ تین سو سال وَازْدَادُوْا تِسْعًا اور زیادہ کیے انہوں نے نو سال۔ یہ مدت قمری تھی کیونکہ چاند کے لحاظ سے دس دن چھوٹا ہوتا ہے اور پینتیس چھتیس سال کے بعد ایک سال کا فرق پڑ جاتا ہے شمسی اعتبار سے۔ اسی لئے شریعت کا حکم

ہے کہ زکوٰۃ چاند کے حساب سے دو سورج کے حساب سے نہ دو کیونکہ سورج کے لحاظ سے فرق آجاتا ہے۔ دیکھو! ایسے آدمی بھی موجود ہیں جن کی عمریں ساٹھ ستر سال ہیں اور ماشاء اللہ وہ زکوٰۃ بھی باقاعدگی کیساتھ دیتے ہیں اگر وہ چاند کے حساب سے دیں گے تو حساب پورا نکلے گا اور اگر سورج کے حساب سے دیں گے تو فرق آئے گا۔ ستر سال والے کی دو سال کی زکوٰۃ رہ جائے گی وہ اس کے ذمہ رہے گی۔ ہماری شریعت میں کچھ احکام کا تعلق چاند کیساتھ اور کچھ کا سورج کیساتھ ہے۔ نمازوں کے اوقات سورج کیساتھ وابستہ ہیں سورج کے لحاظ سے وقت بدلتا ہے اور روزوں کا تعلق چاند کیساتھ ہے زکوٰۃ بھی چاند کے لحاظ سے ہے۔ سورۃ رحمٰن میں ہے اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ''سورج اور چاند تمہارے حساب کیلئے بنائے ہیں۔''

تو اصحاب کہف غار میں تین سو نو سال قمری لحاظ سے ٹھہرے۔ قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے جتنا عرصہ وہ ٹھہرے لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اسی اللہ تعالیٰ کیلئے ہے غیب آسمانوں کا اور زمین کا۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا ہاں غیب کی خبریں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو وحی کے ذریعے بتلائی ہیں وہ غیب کی خبریں جانتے ہیں۔ چنانچہ سورۃ آل عمران آیت نمبر ۴۴ میں ہے ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ''یہ غیب کی خبریں ہیں ہم ان کی وحی کرتے ہیں آپ کی طرف۔'' اور سورۃ ہود آیت نمبر ۴۹ میں ہے تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ''یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ کو وحی کے ذریعے بتلاتے ہیں نہیں تھے آپ ان کو جانتے اور نہ آپ کی قوم جانتی تھی۔ اس سے پہلے تو غیب کی خبریں اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو بتلائی ہیں اور سب سے زیادہ آنحضرت ﷺ کو بتلائی

ہے لیکن علم غیب اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ اَبۡصِرۡ بِہٖ کیسا ہی دیکھنے والا ہے وَاَسۡمِعۡ اور کیسا ہی سننے والا ہے۔ اور تیرھواں پارہ سورت رعد آیت نمبر ۱۰ میں تم پڑھ چکے ہو کہ تم میں سے کوئی آہستہ بات کرے تو اس کو بھی جانتا ہے اور ظاہری طور پر کرے تو اس کو بھی جانتا ہے اور جو رات کو چھپنے والا ہے اس کو بھی جانتا ہے اور جو دن کو چلنے والا ہے اس کو بھی جانتا ہے۔ مَالَھُمۡ مِّنۡ دُوۡنِہٖ مِنۡ وَّلِیٍّ نہیں ہے ان کیلئے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حمایتی۔ کوئی کسی کو نفع نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ وَّلَا یُشۡرِکُ فِیۡ حُکۡمِہٖۤ اَحَدًا اور نہیں شریک ٹھہراتا اللہ تعالیٰ اپنے حکم میں کسی ایک کو۔ تشریعی حکم ہو یا تکوینی رب تعالیٰ کیساتھ ہے قطعاً اِنِ الۡحُکۡمُ اِلَّا لِلّٰہِ [الانعام:۵۷] اور سورۃ الاعراف میں آیت نمبر ۵۴ میں ہے۔ اَلَا لَہُ الۡخَلۡقُ وَالۡاَمۡرُ "خبردار مخلوق بھی اللہ تعالیٰ کی ہے اور حکم بھی اللہ تعالیٰ کا ہے۔" اس نے اپنے حکم میں قطعاً کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا۔

غریب مومن اللہ تعالیٰ کو پیارے ہیں :

آگے ایک واقعہ نقل کرتے ہیں۔ تفسیروں میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کے پاس مشرکین مکہ کا ایک وفد آیا جس میں ہر ہر قبیلے کا ایک ایک آدمی شریک تھا۔ ان کو دیکھ کر آپ بڑے خوش ہوئے اور حیران بھی ہوئے کہ یہ کیوں آئے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بلال رضی اللہ عنہ، حضرت یاسر رضی اللہ عنہ حضرت ابوفکیہہ رضی اللہ عنہ جیسے غریب صحابہ بیٹھے ہوتے تھے۔ وفد والے بھی آپ ﷺ کے پاس آکر بیٹھ گئے اور ان کے نمائندے نے آپ ﷺ کیساتھ گفتگو کی کہ آپ کی قوم کا نمائندہ وفد آپ کے پاس آیا ہے اور آپ ہم سب کو جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! میں سب کو جانتا ہوں۔ کہنے لگا ہم آپ کی بات سننے کیلئے آئے ہیں لیکن ہماری شرط یہ ہے کہ ان غریبوں کو مجلس سے اٹھا دو ہم سردار لوگ ہیں ان کو اپنی مجلس میں

اٹھانا پسند نہیں کرتے۔اسی مضمون کا بیان ساتویں پارے میں بھی گذرا ہے۔سورۃ الانعام آیت نمبر ۵۲ آنحضرت ﷺ نے خیال فرمایا کہ تھوڑے سے وقت کیلئے میں ان ساتھیوں کو مجلس سے اٹھادوں تا کہ یہ لوگ توحید اور قیامت کی حقانیت کے دلائل سن لیں قرآن کی حقانیت سن لیں۔اور یہ فقہی طور پر بھی جائز تھا اور ہے کہ استاد اپنے شاگرد کو مجلس سے اٹھا دے، باپ کو حق ہے کہ بیٹے کو اٹھادے، پیر مرید کو مجلس سے اٹھادے یہ ان کے حقوق ہیں اور ان کے حقوق آنحضرت ﷺ کے مقابلے میں صفر ہیں آپ ﷺ کا امتیوں پر حق بہت زیادہ ہے اور سب سے زیادہ ہے۔آپ ﷺ کے حق کے سامنے نہ باپ کی دال گلتی ہے نہ استاد کی نہ پیر کی۔اور آپ ﷺ کی نیت بھی اچھی تھی اور یہ تو تصور میں ہی نہیں تھا کہ حقیر سمجھ کر ان کو اٹھا رہے ہوں بس یہ خیال تھا کہ یہ سردار ہیں ان کو موقع دیتا ہوں تا کہ یہ لوگ حق کو سن لیں۔ اللہ تعالیٰ نے ساتویں پارے میں فرمایا وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ ''اور آپ باہر نہ نکالیں اپنی مجلس سے ان لوگوں کو جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح اور شام۔'' آخر میں فرمایا فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ''پس آپ ان کو نکالیں گے تو ہو جائیں گے نا انصافوں میں سے۔'' یقین جانو! اگر ایسا ہو جاتا تو غریبوں کیلئے کوئی ٹھکانہ نہیں تھا لوگ کہتے یہ سنت ہے کہ غریبوں کو مجلس سے اٹھادو، امیروں کو موقع دو۔

امیر غریب کے فرق نے دنیا کو پریشان کیا ہوا ہے :

اور اس وقت اسی خبط نے مغربی دنیا کو پریشان کیا ہوا ہے۔گوروں کے عبادت خانے علیحدہ اور کالوں کے عبادت خانے علیحدہ ہیں۔وہ بھی عیسائی اور وہ بھی عیسائی لیکن مجال ہے کہ کالا کسی گورے کے گرجے میں داخل ہو جائے۔ان کے ہسپتال علیحدہ اُن کے ہسپتال علیحدہ، ان کے اسکول کالج علیحدہ اور اُن کے علیحدہ۔اور جب مسلمان کالے

گورے اکٹھے ہوتے ہیں تو وہ حیران ہوتے ہیں کہ یہ کیا ہوا۔

آج سے کئی سال پہلے کی بات ہے یہ بات اخبارات میں آئی تھی کہ ایک گوری عورت کو تکلیف ہوئی وہ بیمار ہوئی ڈاکٹروں نے تجویز کیا کہ اس کو فوراً خون کی بوتل لگاؤ۔ اتفاق کی بات ہے کہ وہاں جتنی گوری عورتیں تھیں ان کے خون کا گروپ نمبر اس کے خون کیساتھ نہ ملا ایک کالی عورت کے خون کا گروپ نمبر مل گیا۔ اس کو ڈاکٹروں نے کہا کہ بی بی تیرے خون کا گروپ نمبر اس کے ساتھ ملتا ہے اور ایک جان بچانی ہے آپ ایک بوتل خون کی دے دیں۔ اس نے قربانی دی اور خون دے دیا۔ اور مسئلہ یہ ہے کہ خون دینا ٹیکہ لگانا ضرورت کے موقع پر شرعی طور پر جائز ہے۔ جس وقت گوری کے پاس کالی عورت کے خون کی بوتل گئی اور اس کو بتلایا گیا کہ اور کسی کا خون تیرے خون کیساتھ نہیں ملا مگر ایک کالی عورت کا۔ تو وہ گوری کہنے لگی مجھے موت منظور ہے مگر کالی کا خون میرے بدن میں ہو یہ منظور نہیں۔ اس نے جان دیدی مگر کالی کا خون نہیں لگوایا۔ اندازہ لگاؤ نفرت کا اور کالوں اور گوروں کے بُعد کا۔ اور اسلام ان سب چیزوں کو مٹاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ اے نبی کریم ﷺ! آپ تلاوت کریں اس کی جو وحی کی گئی ہے آپ کی طرف مِنْ کِتَابِ رَبِّکَ آپ کے رب کی کتاب لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِهٖ اور کوئی نہیں تبدیل کرنے والا اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کو وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا اور آپ ہرگز نہیں پائیں گے اللہ تعالیٰ سے ورے کوئی جائے پناہ وَاصْبِرْ نَفْسَکَ اور آپ روکیں رکھیں اپنے آپ کو مَعَ الَّذِیْنَ ان لوگوں کیساتھ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ جو پکارتے ہیں اپنے رب کو بِالْغَدٰوةِ پہلے پہر وَالْعَشِیِّ اور پچھلے پہر بھی، انہی میں رہو یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ چاہتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی رضا وَلَا تَعْدُ عَیْنٰکَ

عَنۡهُمۡ اور نہ ہٹیں آپ کی نگاہیں ان سے، اپنی آنکھوں کو ان سے دور نہ کریں تُرِیۡدُ زِیۡنَةَ الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا تاکہ آپ ارادہ کریں دنیا کی زندگی کی زیب وزینت کہ کھانے پینے والے بڑے لوگ آگئے ہیں سردار آگئے ہیں مجلس کی رونق بڑھ جائے گی وَلَا تُطِعۡ مَنۡ اَغۡفَلۡنَا اور آپ اطاعت نہ کریں اس کی کہ ہم نے غافل کردیا قَلۡبَهٗ اس کے دل کو عَنۡ ذِکۡرِنَا اپنی یاد سے وَاتَّبَعَ هَوٰهُ اور اس نے پیروی کی اپنی خواہش کی کہ وہ کہتے ہیں کہ ان غریبوں کو مجلس سے اٹھادو یہ بات ان کی نہیں ماننی اور ان غریبوں کو نہیں نکالنا وَکَانَ اَمۡرُهٗ فُرُطًا اور ہے اس کا معاملہ حد سے بڑھا ہوا اس کے کہنے میں نہ آنا۔ مزید بات آگے آئے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

۞ ۞ ۞

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۚ اِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۚ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ۚ بِئْسَ الشَّرَابُ ۚ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ﴿٢٩﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ﴿٣٠﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّيَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ۭ نِعْمَ الثَّوَابُ ۭ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ﴿٣١﴾ ع ٩ ١٦

وَ قُلِ اورآپ کہہ دیں اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ حق تمہارے رب کی طرف سے فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ پس جوشخص چاہے ایمان لے آئے وَّمَنْ شَآءَ اور جوشخص چاہے فَلْيَكْفُرْ کفراختیار کرے اِنَّآ اَعْتَدْنَا بیشک ہم نے تیار کی ہے لِلظّٰلِمِيْنَ ظالموں کیلئے نَارًا آگ اَحَاطَ بِهِمْ گھیرلیں گے ان کو سُرَادِقُهَا اس آگ کے ے وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا اور اگر وہ مدد طلب کریں گے تو يُغَاثُوْا بِمَآءٍ ان کی مدد کی جائے گی پانی کیساتھ كَالْمُهْلِ جوتلچھٹ کی طرح ہوگا يَشْوِي الْوُجُوْهَ وہ بھون دے گا ان کے چہروں کو بِئْسَ الشَّرَابُ برا ہے پانی وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا اور برا ہوگا آرام اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے عمل کیے اچھے اِنَّا لَا نُضِيْعُ بیشک ہم ضائع نہیں کریں

گے اَجۡرَ مَنۡ اَحۡسَنَ عَمَلاً اس کا اجر جس نے اچھا عمل کیا اُولٰٓئِکَ وہ لوگ ہیں لَھُمۡ جَنّٰتُ عَدۡنٍ ان کیلئے باغ ہونگے ہمیشگی کے تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِھِمُ الۡاَنۡھٰرُ بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں یُحَلَّوۡنَ فِیۡھَا پہنائے جائیں گے ان باغوں میں مِنۡ اَسَاوِرَ کنگن مِنۡ ذَھَبٍ سونے کے وَّیَلۡبَسُوۡنَ اور پہنیں گے ثِیَابًا کپڑے خُضۡرًا سبز رنگ کے مِّنۡ سُنۡدُسٍ باریک ریشم کے وَّاِسۡتَبۡرَقٍ اور موٹے ریشم کے مُّتَّکِئِیۡنَ فِیۡھَا تکیے لگائے ہوئے ہوں گے ان باغوں میں عَلَی الۡاَرَآئِکِ آرام دہ کرسیوں پر نِعۡمَ الثَّوَابُ بہت اچھا بدلہ ہے وَحَسُنَتۡ مُرۡتَفَقًا اور اچھا ہے آرام۔

قریش مکہ کے کچھ سردار عیینہ بن حصن کی نمائندگی میں آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ عیینہ بڑے اثر ورسوخ والا اور بڑا باتونی آدمی تھا گفتگو ایسے انداز میں کرتا تھا کہ خواہ مخواہ آدمی اس کی باتیں سننے پر مجبور ہو جاتا تھا۔ قد وقامت، شکل وصورت بھی تھی اور اچھی وضع قطع رکھتا تھا۔ اس نے کہا اے محمد ﷺ! آج ہم سارے کام چھوڑ کر آپ کی گفتگو سننے کیلئے آئے ہیں کہ آپ کیا کہتے ہیں لیکن ہماری شرط یہ ہے کہ آپ مجلس میں جو یہ غرباء بیٹھے ہیں ان کو یہاں سے اٹھا دیں ان کمزوروں کیساتھ بیٹھنا ہم گوارہ نہیں کرتے۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاصۡبِرۡ نَفۡسَکَ مَعَ الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ رَبَّھُمۡ بِالۡغَدٰوۃِ وَالۡعَشِیِّ "اے پیغمبر ﷺ! آپ روکے رکھیں اپنے آپ کو ان لوگوں کیساتھ جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح وشام۔" انہی کیساتھ رہنا ہے جو پہلے پہر بھی رب تعالیٰ کو پکارتے ہیں اور پچھلے پہر بھی رب تعالیٰ کو پکارتے ہیں ان سے اپنی نظر نہ ہٹائیں وَلَا تُطِعۡ مَنۡ اَغۡفَلۡنَا قَلۡبَہٗ عَنۡ ذِکۡرِنَا اور نہ اطاعت کریں اس کی جس کے دل کو ہم نے غافل کر دیا اپنے ذکر

سے وَاتَّبَعَ هَوَاهُ اور جس نے اپنی خواہش کی پیروی کی۔ کافروں کی بات مان کر ان غریبوں کو اپنی مجلس سے نہ اٹھانا۔ وَ قُلْ اور آپ کہہ دیں الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ پس جو شخص چاہے ایمان لے آئے وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ اور جو شخص چاہے کفر اختیار کرے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانوں اور جنوں کو اختیار دیا ہے کہ اپنی مرضی اور اختیار سے ایمان لانا چاہیں تو ایمان لے آئیں اور اگر کفر اختیار کرنا چاہتے ہیں تو کفر اختیار کریں لہٰذا ان غریبوں کو مجلس سے نہیں اٹھانا۔ جی چاہتا ہے تو ان کے ہوتے ہوئے اللہ کے نبی کی بات سنیں ورنہ ان کی مرضی ہے۔ اگرچہ آنحضرت ﷺ ان کو مجلس سے مصلحت کی بنا پر اٹھا دینے کا اختیار رکھتے تھے جیسا کہ باپ کو بیٹے پر حق، استاد کو شاگرد پر حق ہے، پیر کو مرید پر حق ہے۔ ان کے حقوق میں ان سب سے زیادہ حق آنحضرت ﷺ کو ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو یہ حق استعمال نہیں کرنے دیا اور اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہیں آئی کہ آپ ﷺ ان غریبوں کو مجلس سے اٹھا دیں۔ کیونکہ اگر ایسا ہو جاتا تو غریبوں کیلئے کوئی ٹھکانہ نہ رہتا۔ لوگ اس کو سنت کے طور پر پیش کرتے کہ سنت ہے کہ امیروں کی مجلس اور ہو اور غریبوں کی مجلس اور ہو۔ پھر امیروں کی مسجدیں الگ ہوتیں اور غریبوں کی مسجدیں الگ ہوتیں۔

اسلام نے غریب امیر کی تفریق ختم کر دی ہے :

لیکن اسلام نے اس تفریق کو مٹایا ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ [حجرات:۱۰] "پختہ بات ہے سب مومن بھائی بھائی ہیں۔" حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے لَا فَخْرَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى عَجَمِيٍّ وَلَا لِاَحْمَرَ عَلٰى اَسْوَدَ كُلُّكُمْ مِنْ اٰدَمَ وَاٰدَمُ خُلِقَ مِنْ تُرَابٍ او کما قال علیہ السلام "کسی عربی کو محض عربی ہونے کی وجہ سے غیر عربی پر کوئی فخر

نہیں ہے اور کسی گورے کو کسی کالے پر کوئی فخر نہیں ہے تم سارے آدم علیہ السلام کی اولاد ہو، کالے بھی اور گورے بھی ، اور آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔'' ہاں! اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ [حجرات:۱۳] ''بیشک تم میں سے زیادہ عزت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو زیادہ تقویٰ والا ہے۔'' یہاں ذات اور نسل کا کوئی سوال نہیں ہے۔ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مفتی اعظم ہندوستان بہت بڑے درجے کے عالم اور مفتی تھے ذات کے نائی (حجام) شاہجہان پور کے رہنے والے تھے اور ہم نے دیکھا ہے کہ سیدان کے جوتے سیدھے کرتے تھے۔ بات تو تقویٰ اور نیکی کی ہے۔ پیشہ کوئی بھی ہو مگر ہو جائز، اگر کوئی حجام ہے سر مونڈتا ہے، لبیں کاٹتا ہے، ناخن تراشتا ہے اور اس کی اجرت لیتا ہے تو جائز ہے کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر داڑھی صاف کرتا ہے اور بودا بنا کر اجرت لیتا ہے تو یہ کمائی حرام ہے فقہاء کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر کوئی مسلمان حجام کسی غیر مسلم عیسائی وغیرہ کی داڑھی مونڈ کر اجرت لے گا تو بھی حرام ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام ترکھانوں کا کام کرتے تھے، موسیٰ علیہ السلام نے بکریاں چرائی ہیں خود آنحضرت ﷺ نے عَلٰی قَرَارِیْطَ لِاَھْلِ مَکَّۃَ ٹکے ٹکے پر اہل مکہ کی بکریاں چرائی ہیں۔ حضرت طالوت رحمۃ اللہ علیہ جن کا ذکر دوسرے پارے کے آخر میں ہے مزدوروں کا کام کرتے تھے، کبھی کپڑے رنگتے تھے کبھی ماشکیوں کا کام کرتے تھے لوگوں کا پانی بھرتے تھے کبھی لوگوں کے جانور چراتے تھے جو کام ملا، کرلیا۔ جائز پیشہ کوئی بھی ہو اس پر کوئی قدغن کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اصل چیز ہے ایمان، اخلاص، عمل صالح، اتباع سنت۔

فرمایا آپ ان سے کہہ دیں حق تمہارے رب کی طرف سے ہے پس جس کا جی چاہے اپنی مرضی سے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے اپنی مرضی سے کفر اختیار کرے۔ نہ

ایمان لانے میں کوئی مجبور ہے اور نہ کفر کرنے میں کوئی مجبور ہے اور نہ کوئی نیکی اور بدی میں مجبور ہے۔رب تعالیٰ نے اختیار دیا ہے جو کرنا ہے اپنی مرضی سے کرنا ہے اِنَّـا اَعْتَـدْنَـا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا بیشک ہم نے تیار کی ہے ظالموں کیلئے آگ جو دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہے۔اور دنیا کی آگ میں لوہے تک ہر چیز پگھل جاتی ہے اگر مارنا مقصود ہو تو اُس آگ کا ایک شعلہ ہی کافی ہے لیکن وہاں تو لَا يَمُوْتُ فِيْهَـا وَلَا يَحْيٰ ''نہ کوئی مرے گا اور نہ جیے گا۔'' اَحَـاطَ بِهِـمْ سُرَادِقُهَـا گھیر لیں گے ان کو اس آگ کے پردے، قناتیں۔ مجرموں کے ارد اگرد آگ ہی آگ ہوگی، چھت آگ کی، کنارے آگ کے۔جیسے خیمہ ہوتا ہے اور اس کے ارد اگرد قناتیں ہوتی ہیں۔ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا اور اگر وہ مدد طلب کریں گے پیاسے ہو کر يُغَاثُوْا بِمَآءٍ ان کی مدد کی جائے گی ایسے پانی کیساتھ كَالْمُهْلِ جو تلچھٹ کی طرح ہوگا۔تیل کے نیچے جو گند مند ہوتا ہے جس کو آدمی دیکھنا پسند نہیں کرتا اس کو تلچھٹ کہتے ہیں تو وہ پانی تلچھٹ کی طرح ہوگا۔اور مُهْـل کا معنیٰ پگھلا ہوا تانبا بھی کرتے ہیں اس میں حرارت تیز ہوتی ہے وہ پلایا جائے گا يَشْوِى الْوُجُوْهَ وہ بھون دے گا ان کے چہروں کو ہونٹوں کیساتھ لگتے ہونٹ جل جائیں گے وہ پی بھی نہیں سکیں گے۔سورۃ ابراہیم آیت نمبر ۱۷ میں ہے يَتَجَرَّعُهٗ گھونٹ گھونٹ کر کے اتارے گا دوزخی۔جیسے گرم چائے وغیرہ کو تھوڑا تھوڑا کر کے پیتے ہیں۔ان کو پیاس اتنی شدید ہوگی کہ پینے پر مجبور ہونگے وہ پیاس کا عذاب ہوگا۔جس وقت چند قطرے اندر چلے گئے تو سورۃ محمد آیت نمبر ۱۵ میں ہے فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ''پس وہ کاٹ ڈالے گا ان کی آنتوں کو'' ریزہ ریزہ کر دے گا اور وہ انتڑیاں پاخانے کے راستے سے نکل آئیں گی پھر وہ منہ کے راستے ڈالی جائیں گی۔یہ صرف پیاس کی تکلیف ہوگی اور رہی بھوک، ایسی شدید تکلیف سے بھوک بجھانے کیلئے کیا

ملے گا؟ زَقُّوم [واقعہ:۵۲] ضَرِیع کانٹے دار جھاڑیاں [غاشیہ:٦] اور غِسۡلِین زخموں کے دھوون [الحاقہ:٣٦] یہ تین چیزیں قرآن پاک میں مذکور ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ یہ چیزیں اتنی کڑوی ہیں کہ ایک قطرہ سمندر میں ڈال دیا جائے تو سارا سمندر کڑوا ہو جائے اور اتنی بدبودار کہ ایک قطرہ بدبو کا چھوڑا جائے تو اس کی بدبو سے تمام جاندار چیزیں ختم ہو جائیں، یہ دوزخیوں کو کھانا ملے گا۔ تو فرمایا کہ اگر پانی کے سلسلے میں مدد طلب کریں گے تو ان کی امداد کی جائے گی ایسے پانی کیساتھ جیسے تلچھٹ ہے یا پگھلا ہوا تانبا جو ان کے چہروں کو بھون دے گا بِئۡسَ الشَّرَابُ برا ہے وہ پانی وَ سَآءَتۡ مُرۡتَفَقًا اور برا ہوگا آرام۔ مُرۡتَفَقًا مصدر بھی ہے، جس کا معنیٰ ہے آرام۔ اور آرام کیا ہونا ہے یہ تو ان پر طنز ہے۔ مُرۡتَفَقًا اور ظرف کا صیغہ بھی ہے پھر معنیٰ ہوگا اور بری ہے آرام کی جگہ، یہ تو کافروں کیلئے ہوگا۔

جنت کا نقشہ :

آگے ایمان والوں کے متعلق فرمایا اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور خالی ایمان ہی نہیں وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے عمل کیے اچھے، عمل کا بڑا دخل ہے اِنَّا لَا نُضِیۡعُ اَجۡرَ مَنۡ اَحۡسَنَ عَمَلًا بیشک ہم ضائع نہیں کریں گے اس شخص کا اجر جس نے اچھا عمل کیا اُولٰٓئِکَ لَهُمۡ جَنّٰتُ عَدۡنٍ وہ لوگ ہیں ان کیلئے باغات ہونگے ہمیشگی کے۔ دنیا کے باغ وقتی ہیں اور ان کے پھل موسمی ہیں یعنی موسم ہوگا تو پھل ہوگا۔ جنت کے باغوں کی یہ خصوصیت ہے کہ اُکُلُهَا دَآئِمٌ ان کے پھل ہمیشہ ہونگے لَا مَقۡطُوۡعَةٍ وَّ لَا مَمۡنُوۡعَةٍ [واقعہ:٣٣] ''نہ ختم ہونگے اور نہ روکے جائیں گے۔'' دانہ توڑا دیکھتے ہی دوسرا لگ جائے گا کبھی ختم نہیں ہونگے جس جگہ سے کوئی پھل کھانا چاہے گا کوئی

رکاوٹ نہیں ہوگی۔ بڑے بڑے وسیع باغ ہونگے اوراوپر چڑھنے کی بھی ضرورت نہیں ہوگی قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ [الحاقہ :۲۳] اس کے پھل قریب ہونگے ارادہ کرے گا کہ یہ دانہ کھانا ہے وہ ٹہنی خود بخود جھک جائے گی۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جنت کیا ہوگی؟ چھوٹی خدائی ہوگی لَهُم مَا يَشَاءُونَ فِيهَا [ق:۳۵] ''ان کیلئے ہوگا جو وہ چاہیں گے اس میں۔'' تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهٰرُ بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ پہنائے جائیں گے ان باغوں میں کنگن سونے کے۔ اَسَاوِرَ اَسْوِرَةٌ کی جمع ہے اس کا معنٰی ہے کنگن۔ پہلے زمانے میں رواج تھا کہ بادشاہ اور رئیس سونے کے کنگن پہنتے تھے۔ جیسے آج کل آپ لوگوں نے گھڑیاں پہنی ہوئی ہیں۔ یہاں سونے کے لفظ آئے ہیں اور سورہ دہر آیت نمبر ۲۱ میں ہے وَحُلُّوْا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ''اوران کو چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے۔'' تو وہ جو چاہیں گے پہنائے جائیں گے، سونے کے چاہیں گے یا چاندی کے یا ہیرے کے ان میں کوئی عار اور شرم نہیں ہوگی۔ جیسے تم نے گھڑیوں کے چین پہن رکھے ہیں اور مسئلہ یاد رکھنا! کہ لوہے اور سٹیل کے جو چین ہیں یہ مکروہ ہیں چمڑے کا جائز ہے۔ ایک اور کوئی چیز آئی ہے جینز کہتے ہیں اچھی طرح معلوم نہیں ہے کیا کہتے ہیں وہ جائز ہے۔ البتہ لوہے اور سٹیل کے چین میں نماز تو ہو جائے گی۔ بعض حضرات غلو کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نماز نہیں ہوتی، نماز ہو جاتی ہے بس پہننا مکروہ ہے۔

ابوداؤد شریف کی روایت ہے آنحضرت ﷺ نے ایک شخص کے بازو میں لوہے کا کڑا دیکھا فرمایا'' یہ دوزخیوں کی علامت ہے۔'' اور عورتوں کیلئے سونے چاندی کے زیور بھی درست ہیں اور چین بھی درست ہیں۔ اور مردوں کیلئے جنت میں ہونگے جنت کا مسئلہ

علیحدہ ہے۔ وَيَلْبَسُونَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّنْ سُندُسٍ اور پہنے گے کپڑے سبز رنگ کے باریک ریشم کے وَّإِسْتَبْرَقٍ اور موٹے ریشم کے۔ سرزمین عرب میں دوتین چیزوں کی بڑی قدر ہوتی تھی۔ ایک پانی کی، چونکہ پانی کی وہاں بڑی قلت تھی ایسے واقعات بھی ہیں کہ چوبیس چوبیس گھنٹوں کا سفر طے کر کے پانی لاتے تھے لہٰذا جہاں پانی دیکھتے تھے وہاں ڈیرہ لگا دیتے تھے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک جہاد کے سفر میں تھے اور آپ ﷺ کیساتھ آپ ﷺ کے رضاعی بھائی عثمان ابن مظعون رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ایک جگہ دیکھی کہ پانی ہے بڑے درخت ہیں اور سبزہ ہے دل بڑا خوش ہوا کیونکہ خشک علاقہ تھا سبزہ دیکھ کر بڑے خوش ہوتے تھے خیال کیا کہ بیوی بچوں کو چھوڑ کر میں یہیں ڈیرہ لگا لوں۔ آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ حضرت بڑی عمدہ جگہ ہے میرا دل چاہتا ہے کہ میں یہاں ٹھہر جاؤں۔

تبتل ممنوع ہے :

آنحضرت ﷺ نے نَهٰى عَنِ التَّبَتُّلِ تبتل سے منع فرمایا کہ شریعت اس زندگی کو پسند نہیں کرتی کہ بیوی بچوں کو چھوڑ دو بہن بھائیوں کو چھوڑ دو عزیز رشتہ داروں سے الگ تھلگ ہو جاؤ اپنی تن آسانی کیلئے یہ کوئی زندگی نہیں ہے۔ زندگی وہ ہے کہ دوسروں کی خدمت کرو، ماں باپ کی خدمت کرو، بیوی بچوں کی خدمت کرو، مہمانوں کی خدمت کرو، آنے جانے والوں کی خدمت کرو۔ یہ خدمت نفلی نماز اور نفلی روزوں سے زیادہ ثواب رکھتی ہے۔ وہ عورتیں جن کا عقیدہ صحیح ہے اور نماز روزے کی پابند ہیں یہ جو گھر میں خدمت کرتی ہیں بچوں کا پیشاب پاخانہ صاف کرتی ہیں ہنڈیا پکاتی ہیں گھر میں جھاڑو پھیرتی ہیں اس کا ثواب ان کو نفلی عبادت سے زیادہ ملتا ہے اور یہ نفلی عبادت سے بڑی عبادت ہے۔ تو فرمایا وہ

کپڑے پہنیں گے سبز رنگ کے باریک ریشم کے اور موٹے ریشم کے مُتَّکِئِیْنَ فِیْھَا عَلَی الْاَرَآئِکِ. اَرَآئِک اَرِیْکَۃٌ کی جمع ہے اور اَرِیْکَۃٌ کا معنٰی ہے آرام دہ کرسی، ادھر ادھر پھرنے والی۔ وہ تکیہ لگائے ہوئے ہونگے آرام دہ کرسیوں پر نِعْمَ الثَّوَابُ بہت اچھا بدلہ ہے وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا اور کیا اچھا ہے آرام۔ اللہ تعالیٰ تمام مومنین اور مومنات مسلمین مسلمات کو نصیب فرمائے اور جنتی والے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

❁ ❁ ❁

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا
لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ أَعْنَابٍ وَّحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا
بَيْنَهُمَا زَرْعًا ﴿٣٢﴾ كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ أُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْئًا وَّ
فَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ﴿٣٣﴾ وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗ
أَنَا أَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّأَعَزُّ نَفَرًا ﴿٣٤﴾ وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ
قَالَ مَا أَظُنُّ أَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖ أَبَدًا ﴿٣٥﴾ وَّمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً وَّ
لَئِنْ رُّدِدْتُّ إِلٰى رَبِّيْ لَأَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ﴿٣٦﴾ قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ
وَهُوَ يُحَاوِرُهٗ أَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ
ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ﴿٣٧﴾ لٰكِنَّا هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَآ أُشْرِكُ بِرَبِّيْ أَحَدًا ﴿٣٨﴾

وَاضْرِبْ لَهُمْ اور آپ بیان کریں ان کیلئے مَّثَلًا مثال رَّجُلَيْنِ دو آدمیوں کی جَعَلْنَا بنائے ہم نے لِأَحَدِهِمَا ان میں سے ایک کیلئے جَنَّتَيْنِ دو باغ مِنْ أَعْنَابٍ انگوروں کے وَّحَفَفْنٰهُمَا اور ہم نے گھیر لیا ان دونوں باغوں کو بِنَخْلٍ کھجوروں کیساتھ وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا اور بنائی ہم نے ان دونوں کے درمیان زَرْعًا کھیتی كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ دونوں باغ اٰتَتْ لاتے تھے أُكُلَهَا اپنا پھل وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْئًا اور نہ کمی کرتے تھے اس پھل میں سے کسی چیز کی وَّ فَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا اور ہم نے چلائی ان دونوں کے درمیان نہر وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ اور اس شخص کیلئے اور بھی پھل تھے فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ پس کہا اس نے اپنے

ساتھی کو وَھُوَ یُحَاوِرُہٗ اور وہ اس کیساتھ گفتگو کررہا تھا اَنَا اَکْثَرُ مِنْکَ مَالًا میں زیادہ ہوں تجھ سے مال میں وَّ اَعَزُّ نَفَرًا اور زیادہ ہوں تعداد میں وَدَخَلَ جَنَّتَہٗ اور وہ داخل ہوا اپنے باغ میں وَھُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِہٖ اس حال میں کہ وہ ظلم کرنے والا تھا اپنے نفس پر قَالَ اس نے کہا مَآ اَظُنُّ میں نہیں خیال کرتا اَنْ تَبِیْدَ ھٰذِہٖٓ اَبَدًا کہ یہ باغ ہلاک ہوگا کبھی بھی وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَۃَ اور میں نہیں خیال کرتا کہ قیامت قَآئِمَۃً قائم ہونے والی ہے وَّ لَئِنْ رُّدِدْتُّ اور اگر میں لوٹایا گیا اِلٰی رَبِّیْ اپنے رب کی طرف لَاَ جِدَنَّ خَیْرًا مِّنْھَا البتہ میں ضرور پاؤں گا ان باغات سے بہتر مُنْقَلَبًا لوٹنے کی جگہ قَالَ لَہٗ صَاحِبُہٗ کہا اس کو اس کے ساتھی نے وَھُوَ یُحَاوِرُہٗٓ اور وہ اس کیساتھ گفتگو کررہا تھا اَ کَفَرْتَ بِالَّذِیْ کیا تو انکار کرتا ہے اس ذات کا خَلَقَکَ جس نے تجھے پیدا کیا ہے مِنْ تُرَابٍ مٹی سے ثُمَّ مِنْ نُّطْفَۃٍ پھر نطفے سے ثُمَّ سَوّٰکَ رَجُلًا پھر تجھے برابر کردیا ایک مرد لٰکِنَّا۠ ھُوَ لیکن میں کہتا ہوں وہ اللّٰہُ رَبِّیْ اللہ تعالیٰ ہی میرا رب ہے وَلَآ اُشْرِکُ بِرَبِّیْٓ اَحَدًا اور میں شریک نہیں ٹھہراتا اپنے رب کیساتھ کسی ایک کو۔

اس سے پہلے رکوع میں تم پڑھ چکے ہو کہ کفار قریش کا نمائندہ وفد جو ان کے سرداروں اور وڈیروں پر مشتمل تھا آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہم آپ کی باتیں ٹھنڈے دل کیساتھ سننے کیلئے تیار ہیں مگر اس شرط کیساتھ کہ ان غریب اور کمزور لوگوں کو اپنی مجلس سے اٹھا دو ہم گوارہ نہیں کرتے کہ ہم سرداروں کی مجلس میں کمزور لوگ بیٹھیں۔ ان کمزور لوگوں کیساتھ بیٹھنا ہماری توہین ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آنحضرت ﷺ سے

فرمایا آپ ان سے کہہ دیں اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّکُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ ''حق تمہارے رب کی طرف سے ہے پس جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر اختیار کرے۔'' رب تعالیٰ نہ کسی کو کفر پر مجبور کرتا ہے اور نہ ایمان پر مجبور کرتا ہے۔ سرداروں کو اپنے مال دولت پر گھمنڈ تھا تو اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ناپائیداری کا ذکر فرمایا ہے اور اس سلسلے میں پورے رکوع میں ایک واقعہ بیان فرمایا ہے۔

مشہور تفسیر ''درمنثور'' وغیرہ میں لکھا ہے کہ شام کے علاقہ میں رملہ شہر تھا اس کے پاس نہر تھی اور نہر کے پاس ایک مالدار آدمی رہتا تھا اس کے علاوہ اور بھی کافی لوگ وہاں آباد تھے۔ اس امیر آدمی کے دو انگوروں کے باغ تھے اور اس کے اردگرد کھجوروں کی باڑ لگائی ہوئی تھی اور انگوروں اور کھجوروں کے علاوہ جو پھل اس علاقے میں ہو سکتے تھے وہ بھی وہاں موجود تھے۔ اس علاقہ کو شام بھی کہتے تھے، ارض مقدس اور کنعان بھی کہتے تھے۔ اردن، لبنان، فلسطین اور جو علاقہ اسرائیل کے پاس ہے یہ سارا ایک ملک تھا۔ وہاں بے شمار پیغمبروں کی قبریں ہیں اور بڑا زرخیز علاقہ ہے ٹھنڈا پانی ہے برطانیہ خبیث نے ۱۹۱۷ء میں اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اب شام علیحدہ ہے اردن علیحدہ ہے لبنان علیحدہ ہے اور جو علاقہ یہودیوں کے پاس ہے وہ علیحدہ ہے اور ان کی ایسی ذہن سازی کی ہے کہ باوجود مسلمان ہونے کے ایک دوسرے کو ملنے کیلئے تیار نہیں ہیں اور سارے یہودیوں سے مار کھا رہے ہیں۔ برطانیہ کے بعد اب امریکہ کی چودھراہٹ ہے سعودیہ سمیت سارے امریکہ کے بیٹے بنے ہوئے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں......

وَاضْرِبْ لَھُمْ مَّثَلاً اور آپ بیان کریں ان دولت مندوں کیلئے ایک مثال رَّجُلَیْنِ دو آدمیوں کی جَعَلْنَا لِاَحَدِھِمَا جَنَّتَیْنِ بنائے ہم نے ان دو میں سے ایک کیلئے

دو باغ مِنْ اَعْنَابٍ انگوروں کے وَّحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ اور ہم نے گھیر لیا ان انگوروں کے دونوں باغوں کو کھجوروں کیساتھ۔ ان کے کناروں پر کھجوریں تھیں تاکہ دیواروں کا کام بھی دیں اور پھل بھی لائیں وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا اور بنائی ہم نے ان دونوں کے درمیان کھیتی كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ دونوں باغ اٰتَتْ اُكُلَهَا لاتے تھے اپنا پھل وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْـًٔا اور نہ کمی کرتے تھے اس پھل میں سے کسی چیز کی یعنی عادت کے مطابق جتنا پھل ہونا چاہیے تھا دونوں باغ اتنا پھل لاتے اور ان باغوں کا محل وقوع ایسا تھا کہ وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا اور ہم نے چلائی ان دونوں کے درمیان نہر ان کے درمیان سے نہر گذرتی تھی اور صرف یہی نہیں کہ انگور اور کھجوریں تھیں وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ اور اس شخص کیلئے اور بھی پھل تھے۔ قرآن پاک میں انگور اور کھجور کا ذکر بکثرت آتا ہے یہ دونوں پھل دیر تک رہتے ہیں اور سالہا سال تک خراب نہیں ہوتے۔ انگور کو خشک کر کے منقّٰی بنایا جاتا ہے اور کشمش بنائی جاتی ہے۔ باقی پھل موسمی ہیں اب سائنس کی ترقی کی وجہ سے ان پھلوں کی حفاظت کیلئے بھی کولڈ سٹور بنائے ہوئے ہیں لیکن جو مزا اور لذت تازہ پھل میں ہوتی ہے وہ سٹور والے میں نہیں ہوتی بس لوگ اس کو پھل سمجھ کر کھاتے ہیں حالانکہ بسا اوقات مضر صحت بھی ہوتے ہیں۔ تو خیر ان باغوں کا جو مالک تھا وہ کافر مشرک تھا اس کا ایک دوست تھا جو کہ مومن موحد تھا لیکن مالی طور پر کمزور تھا۔ موحد اس کو سمجھاتا رہتا تھا کہ دیکھ بھئی! رب تعالیٰ نے تجھے بہت کچھ دیا ہے اس کو اس طرح مان جس طرح ماننے کا حق ہے اس کیساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا۔ قیامت کا اقرار کر کلمہ پڑھ لے جو اس زمانے میں تھا آنحضرت ﷺ سے پہلے۔ اللہ تعالیٰ کے دین صحیح کو قبول کر تیری دنیا بھی باقی رہے گی اور آخرت بھی بن جائے گی۔ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ پس کہا اس کافر مشرک نے جو باغ کا مالک تھا اپنے ساتھی کو جو موحد

تھا وَھُوَ یُحَاوِرُہٗ اور وہ اس کیساتھ گفتگو کررہا تھا مُحَاوَرَۃ کے معنٰی گفتگو کے ہیں۔ کہنے لگا کہ تم مجھے روزانہ کوستے رہتے ہو کہ میں کافر ہوں مشرک ہوں دیکھتے نہیں ہو اَنَـا اَکْثَـرُ مِـنْکَ مَالًا میں زیادہ ہوں تجھ سے مال میں وَّ اَعَـزُّ نَفَرًا اور زیادہ ہوں تعداد میں، بیٹے ہیں غلام ہیں نوکر چاکر ہیں مال و دولت ہے۔ اگر رب میرے اوپر ناراض ہوتا تو یہ چیزیں مجھے دیتا؟ بلکہ رب تجھ سے ناراض ہے کہ تجھے کھانے کیلئے وافر نہیں دیا۔ مثل مشہور ہے کہ دشمن کبھی دشمن کو نوازتا نہیں ہے۔ اگر رب میرے ساتھ دشمنی کرتا تو مال دولت کیوں دیتا اور مشرکوں نے ہر دور میں اس بات کو بطور دلیل کے پیش کیا ہے۔

مال و دولت اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کی دلیل نہیں :

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے متعدد مقامات پر ان کی اس بات کا رد فرمایا ہے کہ مال کا دینے نہ دینے کا سلسلہ اور ہے اور رضا، عدم رضا کا سلسلہ اور ہے۔ دیکھو! اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ راضی پیغمبروں پر ہے اور پھر تمام پیغمبروں کے امام اور سردار خاتم النبین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے سب سے زیادہ راضی ہے۔ لیکن آپ کی مالی حیثیت یہ تھی کہ چھوٹا سا کمرہ تھا اور اس میں چراغ بھی نہیں تھا اندھیرے میں نماز پڑھتے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ دو دو ماہ ہمارے چولہے میں آگ نہیں جلتی تھی کہ پکانے کیلئے کچھ نہیں ہوتا تھا۔ پوچھنے والوں نے پوچھا کہ پھر وقت کیسے گذرتا تھا؟ تو فرماتی ہیں کہ ردی قسم کی کھجوریں ہوتی تھیں جن کو لوگ خوش ہو کر نہیں کھاتے تھے وہ کبھی ہمیں مل جاتی تھیں اور کچھ دودھ انصار تحفے کے طور پر دے جاتے تھے جس سے گذارہ ہو جاتا تھا۔ تو اگر مال خوشی اور ناراضگی کا معیار ہوتا تو آپ ﷺ کی مالی پوزیشن یہ نہ ہوتی کہ فاقہ پہ فاقہ آتا ہے اور آپ ﷺ اپنا جوتا مبارک اپنے ہاتھ سے گانٹھ لیتے تھے۔ ایک عورت خود کپڑے بُنتی

تھی کھڈی پر اس بی بی نے آپ ﷺ کی تہبند دیکھی کہ بہت پرانی ہے ایک لنگی بُن کر آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کی کہ حضرت آپ یہ استعمال کریں۔ آپ ﷺ نے بدل لی نئی پہن کر آئے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت یہ مجھے دے دو۔ سارے لوگ ان کے پیچھے پڑ گئے کہ تم نے آپ ﷺ سے لنگی کیوں مانگی ہے؟ تمہیں معلوم نہیں ہے کہ آنحضرت ﷺ پرانی لنگی بدل کر یہ پہن کر تشریف لائے ہیں تمہیں مانگتے ہوئے شرم نہیں آئی۔ انہوں نے کہا کہ میں نے آپ ﷺ سے لنگی استعمال کرنے کیلئے نہیں مانگی بلکہ اس لئے مانگی ہے کہ یہ آپ ﷺ کے جسم مبارک کیساتھ لگی ہے اس کو میں اپنے کفن کیلئے رکھوں گا۔ یہ بخاری شریف کی روایت ہے۔ اس روایت کی بنا پر فقہاء کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی اپنا کفن اپنے پاس رکھے تو جائز ہے مگر اپنی قبر کھود کر رکھے تو یہ جائز نہیں ہے کیونکہ معلوم نہیں کہاں مرنا ہے وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ [لقمان:۳۴] ''اور نہیں جانتا کوئی نفس کہ وہ کس زمین پر مرے گا کیونکہ یہ غیب کا علم ہے اور وہ صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی خوشی اور ناراضگی کا معیار مال و دولت نہیں ہے بلکہ دین اور ایمان ہے اِنَّ اللّٰهَ يُعْطِی الدُّنْيَا مَنْ يُّحِبُّ وَمَنْ لَّا يُحِبُّ ''بیشک اللہ تعالیٰ دیتا ہے دنیا اس کو جس کیساتھ محبت کرتا ہے اور اس کو بھی جس کیساتھ محبت نہیں کرتا۔'' قارون جیسے باغی اور سرکش کو بھی دنیا دی۔ آج بھی دنیا میں اکثر مالدار وہی لوگ ہیں وَلَا يُعْطِی الْاِيْمَانَ اِلَّا مَنْ يُّحِبُّ ''اور ایمان نہیں دیتا مگر اس کو جس کیساتھ محبت کرتا ہے۔'' ایمان صرف ان کو دیتا ہے جن کیساتھ رب تعالیٰ کی محبت ہوتی ہے وَفِیْ رِوَايَةٍ لَا يُعْطِی الدِّيْنَ اِلَّا مَنْ يُّحِبُّ اور ایک روایت میں ہے کہ رب دین صرف اس کو دیتا ہے جس کیساتھ رب کی محبت ہوتی ہے۔'' تو جس کو ایمان کی دولت نصیب ہے وہ سمجھے کہ رب تعالیٰ اس سے

راضی ہے۔

تو کافر مشرک نے اپنے مومن ساتھی سے کہا جب وہ اس کیساتھ گفتگو کر رہا تھا کہ میں تجھ سے مال میں بھی زیادہ ہوں اور گنتی اور افراد کے لحاظ سے بھی زیادہ ہوں وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ اور وہ ظالم مشرک داخل ہوا اپنے باغ میں وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ اس حال میں کہ وہ ظلم کرنے والا تھا اپنے نفس پر کفر اور شرک کی وجہ سے قَالَ اس نے کہا مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا میں نہیں خیال کرتا کہ یہ باغ ہلاک ہوگا کبھی بھی۔ کیونکہ باغ کے ہلاک ہونے اور اجڑنے کی ظاہری صورتیں یہ ہیں کہ اس کو پانی نہ ملے تو درخت خشک ہو جاتے ہیں اور ان میں نہریں چل رہی ہیں یا باغ کی دیکھ بال کرنے کیلئے مالی نہ ہوں وَاَعَزُّ نَفَرًا اور میرے پاس بڑے آدمی ہیں۔ تو یہ دونوں چیزیں میسر ہیں لہٰذا یہ کبھی تباہ نہیں ہونگے اور جس قیامت کا تم مجھے بار بار کہتے ہو وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً اور میں نہیں خیال کرتا کہ قیامت قائم ہونے والی ہے خواہ مخواہ تم مجھے قیامت سے ڈراتے ہو اول تو قیامت آئے گی نہیں وَّ لَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّىْ اور اگر بالفرض میں لوٹایا گیا اپنے رب کی طرف قیامت آ گئی لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا البتہ میں ضرور پاؤں گا ان باغات سے بہتر لوٹنے کی جگہ۔ جس رب نے مجھے یہاں دیا ہے وہاں مجھے کیوں نہیں دے گا۔ کافر مشرک نے یہ سمجھا کہ رب مجھ سے راضی ہے تبھی تو مجھے یہاں دیا ہے لہٰذا قیامت ہوئی تو وہاں بھی مجھے دے گا قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ کہا اس کو اس کے مومن ساتھی نے وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اور وہ مومن اپنے اس مشرک ساتھی سے گفتگو کر رہا تھا اَكَفَرْتَ بِالَّذِىْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ کیا تو انکار کرتا ہے اس ذات کا جس نے تجھے پیدا کیا ہے مٹی سے کہ آدم علیہ السلام کو خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ پیدا کیا مٹی سے۔ پھر آگے نسل انسانی چلی اور دوسری صورت یہ ہے کہ انسان اب

بھی مٹی سے پیدا ہوتا ہے وہ اس طرح کہ مادہ تولید جس خون سے پیدا ہوتا ہے وہ خون اناج، پھل اور سبزیوں سے بنتا ہے جو انسان کی خوراک ہیں اور یہ تمام چیزیں مٹی سے پیدا ہوتی ہیں تو گویا انسان مٹی سے ہی پیدا ہوا۔ رب تعالیٰ نے اس کو مٹی سے ہی پیدا کیا ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ پھر حقیر قطرے نطفے سے رب تعالیٰ نے پیدا کیا ثُمَّ سَوّٰكَ رَجُلًا پھر تجھے برابر کر دیا ایک مرد، اس رب کے احکام کا تم انکار کرتے ہو لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّیْ لیکن میں تو کہتا ہوں وہ اللہ تعالیٰ ہی میرا رب ہے اس کے علاوہ کوئی رب نہیں ہے وَلَاۤ اُشْرِكُ بِرَبِّیْۤ اَحَدًا اور میں شریک نہیں ٹھہراتا اپنے رب کیساتھ کسی ایک کو۔ نہ فرشتوں میں اس کا کوئی شریک ہے، نہ پیغمبروں میں سے کوئی اس کا شریک ہے، نہ اولیاء میں سے اس کا کوئی شریک ہے، نہ شہیدوں میں سے کوئی اس کا شریک ہے وہ ذات میں بھی وحدہ لاشریک ہے اور صفات میں بھی وحدہ لاشریک ہے وہ اپنے کاموں میں بھی وحدہ لاشریک ہے۔ باقی واقعہ آگے آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

۞۞۞

وَلَوۡلَاۤ

اِذۡ دَخَلۡتَ جَنَّتَكَ قُلۡتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ اِنۡ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنۡكَ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿۳۹﴾ فَعَسٰى رَبِّىۡۤ اَنۡ يُّؤۡتِيَنِ خَيۡرًا مِّنۡ جَنَّتِكَ وَيُرۡسِلَ عَلَيۡهَا حُسۡبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصۡبِحَ صَعِيۡدًا زَلَقًا ﴿۴۰﴾ اَوۡ يُصۡبِحَ مَآؤُهَا غَوۡرًا فَلَنۡ تَسۡتَطِيۡعَ لَهٗ طَلَبًا ﴿۴۱﴾ وَاُحِيۡطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصۡبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيۡهِ عَلٰى مَاۤ اَنۡفَقَ فِيۡهَا وَهِىَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوۡشِهَا وَيَقُوۡلُ يٰلَيۡتَنِىۡ لَمۡ اُشۡرِكۡ بِرَبِّىۡۤ اَحَدًا ﴿۴۲﴾ وَلَمۡ تَكُنۡ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنۡصُرُوۡنَهٗ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنۡتَصِرًا ﴿۴۳﴾ ؕ هُنَالِكَ الۡوَلَايَةُ لِلّٰهِ الۡحَقِّ ؕ هُوَ خَيۡرٌ ثَوَابًا وَّخَيۡرٌ عُقۡبًا ﴿۴۴﴾ ع

وَلَوۡ لَاۤ اور تو نے ایسا کیوں نہ کیا اِذۡ دَخَلۡتَ جَنَّتَکَ جب تو داخل ہوا اپنے باغ میں قُلۡتَ تو کہتا مَا شَآءَ اللّٰهُ جو چاہے اللہ تعالیٰ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ نہیں قوت مگر اللہ تعالیٰ کیساتھ اِنۡ تَرَنِ اگر تو دیکھتا ہے مجھے اَنَا اَقَلَّ مِنۡکَ مَالاً میں بہت کم ہوں تجھ سے مال میں وَّ وَلَدًا اور اولاد میں فَعَسٰی رَبِّیۡ پس قریب ہے کہ میرا رب اَنۡ یُّؤۡتِیَنِ یہ کہ دیدے مجھے خَیۡرًا مِّنۡ جَنَّتِکَ بہتر تیرے باغ سے وَیُرۡسِلَ عَلَیۡهَا اور بھیجے اس باغ پر حُسۡبَانًا بجلی مِّنَ السَّمَآءِ آسمان سے فَتُصۡبِحَ پس ہو جائے وہ باغ صَعِیۡدًا میدان زَلَقًا صاف اَوۡ یُصۡبِحَ مَآؤُهَا یا ہو جائے اس باغ کا پانی غَوۡرًا بہت گہرا فَلَنۡ تَسۡتَطِیۡعَ لَهٗ

طَلَبًا پس ہرگز نہیں طاقت رکھے گا تو اس کے طلب کی وَاُحِیْطَ بِثَمَرِهٖ اور احاطہ کر لیا گیا اس کے پھلوں کا فَاَصْبَحَ پس ہو گیا یُقَلِّبُ كَفَّيْهِ ملتا تھا اپنے ہاتھ عَلٰی مَا اَنْفَقَ اس چیز پر جو اس نے خرچ کیا فِيْهَا اس میں وَهِيَ خَاوِيَةٌ اور وہ گرا ہوا تھا عَلٰی عُرُوْشِهَا اپنے چھپروں پر وَيَقُوْلُ اور اس نے کہا يٰلَيْتَنِيْ کاش کہ میں لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا نہ شریک ٹھہراتا اپنے رب کیساتھ کسی کو وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ اور نہیں تھی اس شخص کیلئے کوئی جماعت يَّنْصُرُوْنَهٗ جو اس کی مدد کرتی مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا اور نہ وہ خود انتقام لے سکتا تھا هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ یہاں پر سارے اختیارات لِلّٰهِ الْحَقِّ اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جو سچا ہے هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وہ بہتر ہے بدلہ دینے کے اعتبار سے وَّخَيْرٌ عُقْبًا اور بہتر ہے انجام کے اعتبار سے۔

رکوع کے پہلے حصے میں یہ بات بیان ہوئی ہے کہ ملک شام میں رملہ شہر کے پاس ایک نہر چلتی تھی اور اب بھی ہے۔ اس نہر کے قریب دو دوست رہتے تھے۔ ایک پکا موحد تھا اور دوسرا پکا کافر مشرک تھا مشرک کے پاس بڑے وسیع رقبے میں دو انگوروں کے باغ تھے اور ان کی باڑ کھجوروں کی تھی اور اس کے علاوہ اور پھل بھی تھے اور زراعت بھی تھی۔ افرادی اعتبار سے بھی اس کو کثرت حاصل تھی۔ اور جو موحد تھا وہ غریب تھا بیچارے کو کبھی کھانے کو ملتا تھا اور کبھی نہیں ملتا تھا اولاد بھی تھوڑی تھی۔ فطرت اور تجربہ سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ غریب آدمی کا کوئی ساتھ نہیں دیتا برادری میں جو امیر اور مالدار ہو جائے تو سارے اپنا رشتہ اس کیساتھ جوڑتے ہیں یہ ہمارا ہے۔ اور اگر مالی لحاظ سے گر جائے تو آنکھیں چرا لیتے

ہیں۔کمزور کا کوئی نہیں ہے اور طاقت ور کے سب ہیں۔یہ موحد مشرک دوست کو سمجھا تا رہتا تھا کہ تو اپنا عقیدہ درست کر لے اور آخرت سنوار لے۔ایک دن اس مشرک نے طعنہ دیا کہ تم مجھے کہتے ہو کہ میں رب کا نافرمان ہوں مشرک ہوں اور رب میرے اوپر راضی نہیں ہے اگر رب مجھ پر راضی نہیں ہے تو اس نے مجھے باغ اور اولاد کیوں دی ہے یہ میرے نوکر چاکر افرادی قوت کیوں دی ہے؟ اور تیرے اوپر اچھا راضی ہے کہ تجھے سیر ہو کر کھانا بھی نہیں ملتا اور نہ تجھے زیادہ اولاد دی ہے نہ تمہارے آگے پیچھے نوکر پھرتے ہیں۔موحد نے کہا دیکھو! مال و دولت کا معاملہ الگ ہے یہ ایسا نہیں ہے کہ جس پر راضی ہوتا ہے اس کو دیتا ہے اور جس پر راضی نہیں ہوتا اس کو نہیں دیتا۔تم مال، دولت، اولاد پر گھمنڈ نہ کرو اور اپنے پیدا کرنے والے کی ناشکری نہ کرو۔میں تو یہی کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہی میرا رب ہے اس کے سوا اور کوئی میرا رب نہیں ہے۔وہ مشرک جب باغ میں داخل ہوا تو بڑے متکبرانہ انداز میں داخل ہوا اپنے ساتھی کو نیچا دکھانے کیلئے کہ یہ میرا باغ ہے اور تم بھوکے مرتے ہو اور مجھے کہتے ہو کہ تو مشرک ہے اس پر اس اللہ کے بندے موحد نے کہا وَلَوْ لَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَکَ اور تو نے ایسا کیوں نہ کیا اور ایسا کیوں نہ ہوا جب تو داخل ہوا اپنے باغ میں قُلْتَ تو کہتا مَا شَآءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ جو چاہے اللہ تعالیٰ وہی ہوتا ہے نہیں قوت مگر اللہ تعالیٰ کیساتھ۔قوت ساری اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

نظر بد سے بچنے کا وظیفہ :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ نظر بد سے بچنے کیلئے یہ دعا اور وظیفہ ہے مَا شَآءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ. اور نظر لگ جاتی ہے۔حدیث پاک میں آتا ہے اَلْعَیْنُ حَقٌّ وَلَھَا رُقْیَۃٌ ''نظر لگنا بھی حق ہے اور اس کا دم بھی ہے۔'' نظر کا مفہوم و مطلب یہ ہے کہ آدمی کسی کو دیکھ

کراس کی خوبصورتی پر تعجب کرے کہ کیسا خوبصورت ہے کیسا سوہنا ہے تو جب یہ اس کی خوبصورتی پر تعجب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فوراً اس میں عیب پیدا کر دیتا ہے کہ میں حسن دینے پر قادر ہوں تو عیب دار بنانے پر بھی قادر ہوں۔ اسی طرح کسی کی صحت پر تعجب کا اظہار کرتا ہے کہ اتنا صحت مند ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو بیمار کر دیتا ہے اور اگر کسی کے مال پر تعجب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ مال میں کمی کر دیتا ہے۔ یہ سب کچھ کرنے والا رب ہے نظر لگانے والے کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے اس کا کام صرف تعجب کرنا ہے حیران ہونا ہے۔ اگر دیکھنے والا یہ دم پڑھے مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ تو پھر نظر بد نہیں لگتی کیونکہ اب ہر شے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہوگئی ہے اور یہ قرآنی دم ہے۔ اور ایک حدیث میں بھی آتا ہے حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ کلمات مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پڑھ کر پھونک دیئے جائیں تو اللہ تعالیٰ نظر بد سے بچا دیتے ہیں۔

تو اس موحد نے کہا اِنْ تَرَنِ اگر تو دیکھتا ہے مجھے اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالاً میں بہت کم ہوں تجھ سے مال میں اَقَلَّ اسم تفضیل کا صیغہ ہے معنیٰ ہوگا بہت ہی کم وَّوَلَدًا اور اولاد کے لحاظ سے بھی تیرے سے بہت ہی کم ہوں۔ فرمایا اے ساتھی فَعَسٰی رَبِّیْٓ اَنْ یُّؤْتِیَنِ خَیْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ پس قریب ہے ممکن ہے کہ میرا رب یہ کہ دیدے مجھے بہتر تیرے باغ سے دنیا میں کہ وہ قادر مطلق ہے اس کی قدرت سے کوئی بعید نہیں ہے اور آخرت میں تو ہمیشہ کے باغوں کا وعدہ ہے نیکوں کیساتھ۔ اور اے میرے ساتھی مشرک دولت پر گھمنڈ کرنے والے اور باغات پر ناز کرنے والے ہوسکتا ہے وَیُرْسِلَ عَلَیْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ اور بھیجے تیرے اس باغ پر بجلی آسمان سے۔ آسمان سے بجلی گرتی ہے جس سے بندے بھی مرتے ہیں، جانور بھی مرتے ہیں اور مکان بھی تباہ ہوتے ہیں تو ہوسکتا ہے کہ اللہ

تعالیٰ تیرے باغات کو بجلی سے تباہ کردے فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا پس ہو جائے میدان صاف پھسلنے کے قابل۔ اس وقت تو اس میں پھول دار اور پھل دار درخت ہیں ہر طرح کے میوؤں کے درخت ہیں یہ سب درخت ختم ہو جائیں اور یہ باغ والی جگہ صاف میدان ہو جائے اور میدان بھی ایسا کہ وہاں سے پھسلنا شروع کردے اس قادر مطلق کیلئے کوئی کام مشکل نہیں ہے اَوْيُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا یا ہو جائے اس باغ کا پانی بہت گہرا نیچے چلا جائے فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا پس ہرگز طاقت نہیں رکھے گا تو اس پانی کے طلب کی کہ اتنا گہرا ہو جائے کہ تم پانی نکال ہی نہ سکو اور ظاہر بات ہے کہ کھیتی کو جب پانی نہ لگے تو وہ پرورش نہیں پا سکتی۔ اب دیکھو! علاقے ایسے ہیں کہ اتنی خشک سالی ہے کہ لوگ وہاں سے نقل مکانی کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائشیں ہیں۔ اور احادیث میں آتا ہے کہ دجال لعین کے خروج سے پہلے خشک سالی اور قحط ہونگے، لڑائیاں ہونگی، قتل وغارت بھی ہوگی، ہر برائی ہوگی، حکمران پرلے درجے کے کمینے اور بددیانت ہونگے اور آپ نے جو کچھ فرمایا سچ فرمایا وہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ اور احاطہ کر لیا گیا اس کے پھلوں کا یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بجلی گری سب باغات ختم ہو گئے۔ باغات پر کیا ہوا خرچ کھاد گوڈی وغیرہ کی مزدوری بھی سب ضائع ہو گئی، رب تعالیٰ کے عذاب میں آ گئے فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ پس ہو گیا ملتا تھا اپنے ہاتھ عَلٰى مَا اَنْفَقَ فِيْهَا اس چیز پر جو اس نے خرچ کیا کف افسوس ملنے لگا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا اور وہ باغ گرا ہوا تھا اپنے چھپروں پر۔ انگوروں کے باغ ستونوں پر کھڑے کر کے چھپر بنائے جاتے ہیں اور ان پر انگوروں کی بیلیں چڑھاتے ہیں۔ تو پہلے ستون گرے پھر چھتیں گریں بیلوں کیساتھ اور سب پھل ختم ہو گئے وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ اور کہا اس مشرک

نے اس وقت کاش میں لَمْ اُشْرِکْ بِرَبِّیْٓ اَحَدًا نہ شریک ٹھہراتا اپنے رب کیساتھ کسی کو۔ لیکن ایسے ہی موقع پر کہا گیا ہے......

؎ اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

اب تکبر اور گھمنڈ کا مزا چکھو۔ موحد کیساتھ جو استہزاء اور مسخرہ تم نے کیا اب اس کا مزا تم نے چکھ لیا وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ اور نہیں تھی اس شخص کیلئے کوئی جماعت يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ جو اس کی مدد کرتی اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے۔ حالانکہ وہ فخریہ کہتا تھا اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا میں مال میں تجھ سے زیادہ ہوں وَّاَعَزُّ نَفَرًا اور زیادہ ہوں تعداد میں۔ میرے افراد خانہ نوکر چاکر بہت زیادہ ہیں لیکن اب کوئی بھی کام نہ آیا اور رب تعالیٰ کی گرفت سے نہ اہل خانہ بچا سکے نہ نوکر چاکر نہ ساتھی نہ جھوٹے معبود اور کف افسوس ملتا رہا۔ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا اور نہ وہ خود انتقام لے سکتا تھا۔ انتقام تو وہ لے سکتا ہے جو سخت اور قوت والا ہو اور رب تعالیٰ کی ذات سے زیادہ سخت اور قوت والا کون ہے؟ اللہ تعالیٰ اَلْقَوِیُّ قوت والا ہے۔ سورہ انعام میں ہے بَلْ هُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وہ اپنی ساری مخلوق پر غالب ہے اس سے بدلہ کس نے لینا ہے هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ یہاں پر سارے اختیارات اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جو سچا ہے وَلَايَةُ واو کے فتح کیساتھ معنی ہے اختیار۔

سارے اختیارات صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں :

سب کے سب اختیار اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کائنات کا اختیار کسی کو نہیں دیا۔ بعض اہل بدعت کہتے ہیں مُخْتَارُ مُلْكِ اللّٰهِ آنحضرت کو سارے ملک کا اختیار ہے حَاشَا وَكَلَّا اللہ تعالیٰ نے خدائی اختیارات میں سے ایک رتی اختیار بھی کسی کو نہیں دیا۔ اسی لئے آنحضرت ﷺ سے اعلان کروایا قُلْ لَّا اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا

اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰهُ [یونس:۴۹] ''اے پیغمبر علیہ السلام! آپ کہہ دیں اعلان کر دیں کہ میں مالک نہیں ہوں اپنی جان کیلئے نقصان کا نہ نفع کا مگر جو رب چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ اور سورت جن میں ہے اِنِّی لَا اَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّ لَا رَشَدًا ''اور بیشک میں مالک نہیں ہوں تمہارے نقصان اور نفع کا۔'' جب آپ ﷺ مالک نہیں ہیں تو اور کسی کی کیا حیثیت ہے کہ وہ مالک ہو جب آپ ﷺ کو اختیارات حاصل نہیں ہیں تو پھر اور کس کو اختیارات حاصل ہیں؟ تو فرمایا یہاں سارے اختیارات اللہ سچے کیلئے ہیں هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وہ بہتر ہے بدلہ دینے کے اعتبار سے وَّخَيْرٌ عُقْبًا اور بہتر ہے انجام کے اعتبار سے۔ سب کا بدلہ بھی اس کے پاس ہے اور سب کا انجام بھی اسی کے پاس ہے اسی پر اعتماد کرو اور اسی کے دروازے پر جھکو۔

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ﴿۴۵﴾ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ﴿۴۶﴾ وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ﴿۴۷﴾ وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ؕ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۢ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا ﴿۴۸﴾ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴿۴۹﴾ ع

وَاضْرِبْ لَهُمْ اورآپ بیان کریں ان کیلئے مَثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی کی مثال كَمَآءٍ جیسے پانی اَنْزَلْنٰهُ اتارا ہم نے اس کو مِنَ السَّمَآءِ آسمان کی طرف سے فَاخْتَلَطَ بِهٖ پس مل گیا اس پانی کیساتھ نَبَاتُ الْاَرْضِ زمین کا سبزہ فَاَصْبَحَ پھر ہو گیا وہ هَشِيْمًا چورا چورا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ اڑاتی پھرتی ہیں اس کو ہوائیں وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ہر چیز پر قدرت رکھنے والا اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ مال اور بیٹے زِيْنَةُ

اَلْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی کی زینت ہیں وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ اور باقی رہنے والی اچھی چیزیں خَيْرٌ بہتر ہیں عِنْدَ رَبِّكَ تیرے رب کے ہاں ثَوَابًا بدلے کے لحاظ سے وَّخَيْرٌ اَمَلًا اور بہتر ہیں امید کے لحاظ سے وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ اور جس دن ہم چلائیں گے پہاڑوں کو وَتَرَى الْاَرْضَ اور دیکھے گا تو زمین کو بَارِزَةً کھلی وَّحَشَرْنٰهُمْ اور ہم ان کو اکٹھا کریں گے فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا پس ہم نہیں چھوڑیں گے ان میں سے کسی ایک کو وَعُرِضُوْا اور پیش کئے جائیں گے عَلٰى رَبِّكَ آپ کے رب کے سامنے صَفًّا صف در صف لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا البتہ تحقیق تم لائے ہو ہمارے پاس كَمَا خَلَقْنٰكُمْ جیسا کہ ہم نے تم کو پیدا کیا تھا اَوَّلَ مَرَّةٍ پہلی دفعہ بَلْ زَعَمْتُمْ بلکہ تم نے خیال کیا اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ یہ کہ ہم نہیں کریں گے تمہارے لئے مَّوْعِدًا کوئی وعدے کا وقت وَوُضِعَ الْكِتٰبُ اور رکھے جائیں گے دفتر فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ پس دیکھے گا تو مجرموں کو مُشْفِقِيْنَ خوفزدہ ہونگے مِمَّا فِيْهِ اس چیز سے جو اس کے اندر ہے وَيَقُوْلُوْنَ اور کہیں گے يٰوَيْلَتَنَا ہائے افسوس ہم پر مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ کیا ہے اس کتاب کو لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً نہیں چھوڑتی کسی چھوٹی چیز کو وَّلَا كَبِيْرَةً اور نہ بڑی چیز کو اِلَّآ اَحْصٰهَا مگر اس نے اس کا احاطہ کیا ہوا ہے وَوَجَدُوْا اور وہ پائیں گے مَا عَمِلُوْا جو انہوں نے عمل کیا حَاضِرًا اپنے سامنے وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا اور نہیں ظلم کرتا آپ کا رب کسی پر بھی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں وَاضْرِبْ لَهُمْ اور آپ بیان کریں ان کیلئے ان

کے سامنے مَثَلَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا دنیا کی زندگی کی مثال دنیا کی زندگی کی ناپائیداری اور بے ثباتی کی مثال ایسے ہی ہے کَمَآءٍ اَنْزَلْنٰہُ مِنَ السَّمَآءِ جیسے پانی اتارا ہم نے اس کو آسمان کی طرف سے بارش نازل ہوتی ہے فَاخْتَلَطَ بِہٖ پس مل گیا اس بارش کیساتھ نَبَاتُ الْاَرْضِ زمین کا سبزہ۔ بارش ہوتی ہے سبزیاں اگتی ہیں مختلف قسموں کی اور عجیب و غریب قسم کے پھول پیدا ہوتے ہیں اور گندم، چاول، اناج وغیرہ پیدا ہوتے ہیں زمین ہری بھری ہوتی ہے پھر ایک وقت آتا ہے کہ خشک ہو جاتی ہے فَاَصْبَحَ ھَشِیْمًا پس ہو جاتی ہے چورا چورا، پھر اس کو کاٹتے ہیں اور دانے نکالتے ہیں تَذْرُوْہُ الرِّیٰحُ ہوائیں اس کو اڑاتی ہیں تو جس طرح زمین میں یہ سبزہ اور فصلیں ہمیشہ نہیں رہتیں اسی طرح تمہاری زندگی بھی ہمیشہ کیلئے نہیں ہے۔ بچہ پیدا ہوتا ہے، خوشی ہوتی ہے پھر وہ جوان ہوتا ہے پھر بابا بن جاتا ہے۔ ہل جل بھی نہیں سکتا پھر دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے وَکَانَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ مُّقْتَدِرًا اور ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا۔ اس آیت کریمہ کی روشنی میں خواب کی تعبیر میں جو ماہر ہیں وہ بتلاتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی خواب میں پانی دیکھے تو اس سے مراد زندگی ہوگی صاف پانی دیکھے تو صاف زندگی ہوگی گدلا پانی دیکھے تو پریشانی والی زندگی ہوگی۔ اگر پانی زیادہ دیکھے تو زیادہ زندگی ہوگی۔ جس طرح دیکھے گا اسی طرح اس کے سامنے ہوگا۔ فرمایا اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ مال اور بیٹے زِیْنَۃُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا دنیا کی زندگی کی زینت ہیں۔ لوگ ان پر فخر کرتے ہیں خوش ہوتے ہیں وَالْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ اور باقی رہنے والی اچھی چیزیں خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّکَ بہتر ہیں تیرے رب کے ہاں ثَوَابًا بدلے کے لحاظ سے وَّخَیْرٌ اَمَلًا اور بہتر ہیں امید کے لحاظ سے بھی۔

باقیات صالحات سے کیا مراد ہے :

باقیات الصالحات سے کیا مراد ہے؟ تو تفسیروں میں بہت کچھ کہا گیا ہے مثلاً سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ پڑھے گا تو اس کا نتیجہ اور پھل باقی رہے گا۔ کوئی ایک دفعہ کہے سُبْحَانَ اللّٰهِ تو جنت میں ایک درخت لگ جاتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ جنت میں ایک درخت لگ جاتا ہے ایک دفعہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے تو جنت میں ایک درخت لگ جائے گا ایک دفعہ اللہ اکبر کہا جنت میں ایک درخت لگ گیا۔

حدیث پاک میں آتا ہے معراج کی رات جب آنحضرت ﷺ کی ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ملاقات ہوئی تو ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اِقْرَأْ مِنِّیْ اُمَّتَکَ السَّلَامَ "میری طرف سے اپنی امت کو سلام کہنا۔" عَلَيْهِ وَعَلٰى نَبِيِّنَا وَعَلٰى جَمِيْعِ الْاَنْبِيَآءِ صَلَوٰتُ اللّٰهِ وَالتَّسْلِيْمَاتُ. بڑی بات ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ کی وساطت سے اپنا سلام اس امت تک پہنچایا اور فرمایا ان کو میرا پیغام دے دینا کہ جنت کی زمین بالکل سفید ہے اور بڑی زرخیز ہے اس میں جو درخت اور باغات ہیں وہ تمہارے عمل ہیں۔ ایک دفعہ سبحان اللہ کہو گے جنت میں درخت لگ جائے گا الحمد للہ کہو گے درخت لگ جائے لا الٰہ الا اللہ کہو گے درخت لگ جائے گا لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھو گے درخت لگ جائے گا۔ تو جو اچھی بات تم نے منہ سے نکالی وہ آخرت کی دولت بن کے باقی رہے گی تو یہ کلمات کثرت سے پڑھنے چاہئیں، درود شریف کثرت سے پڑھنا چاہیے، توبہ استغفار کثرت سے کرو۔ اور تفسیروں میں یہ بھی لکھا ہے کہ انسان کی جب وفات ہو جاتی ہے تو اِنْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهٗ تو اس کے اعمال ختم ہو جاتے ہیں مگر نیک اولاد اور اس کی

اولاد آگے ان کی نیک اولاد جب تک رہے گی اور نیکیاں کرتی رہے گی اس کا ثواب اس مرنے والے کو ملتا رہے گا پہنچتا رہے گا۔ ایک آدمی فوت ہو گیا اس کے دینی شاگرد، شاگرد در شاگرد جب تک دینی تعلیم دیتے رہیں گے ثواب اس کو پہنچتا رہے گا۔ کسی نے مسجد بنا دی، مدرسہ بنا دیا جب تک یہ قائم ہیں اس کا ثواب اس کو بدستور پہنچتا رہے گا۔ اگر کہیں سڑک کی ضرورت ہے سڑک بنا دی، مسافر خانے کی ضرورت ہے مسافر خانہ بنوا دیا، ہسپتال کی ضرورت ہے ہسپتال بنوا دیا لوگ ان سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے اس کو ثواب پہنچتا رہے گا۔ یہ سب صدقہ جاریہ ہیں، باقیات صالحات ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ اس طرف کوئی دھیان ہی نہیں کرتا۔ لوگ شادیوں کے موقع پر بے تحاشا خرچ کرتے ہیں محض نام کیلئے اور جب کوئی نیکی کی بات آتی ہے اچھی جگہ خرچ کرنے کیلئے کہا جاتا ہے تو منہ بنا لیتے ہیں پیشانی پر بل ڈال لیتے ہیں الا ماشاء اللہ ہزار میں سے کوئی ایک دو نکلیں گے جو نیکی کے راستے میں خرچ کرنے والے ہونگے لہٰذا اپنی زندگی میں کوشش کرو کہ تمہارا کوئی نہ کوئی صدقہ جاری ہو مسجد کی شکل میں، مدرسہ کی شکل میں، کسی شکل میں ہو تا کہ وہ نیکی تمہاری باقی رہے دنیا میں کب تک رہنا ہے۔

فرمایا باقیات صالحات خَیْرٌ بہتر ہیں عِنْدَ رَبِّکَ ثَوَابًا آپ کے رب کے ہاں بدلے کے لحاظ سے اور بہتر ہیں امید کے لحاظ سے کہ امید رکھی جائے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہمارے لئے مفید بنائے گا۔ اور دو ساتھیوں کی گفتگو کے دوران مومن موحد نے قیامت کا حوالہ بھی دیا تھا کہ قیامت آئے گی اور کافر مشرک نے کہا تھا مَا اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً میں نہیں خیال کرتا کہ قیامت آئیگی۔ یہ جو منکرین قیامت ہیں وہ یہ شبہ پیش کرتے ہیں کہ قیامت نام ہے توڑ پھوڑ کا تو یہ بڑے بڑے پہاڑ کہاں جائیں گے ان کو کون برباد کرے

گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یاد رکھو! وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ اور جس دن ہم چلائیں گے پہاڑوں کو۔ یہ پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے اور ریزہ ریزہ ہو کر دھنی ہوئی روئی کی طرح اڑتے ہوئے نظر آئیں گے۔ کیا چھوٹے اور کیا بڑے وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً اور دیکھے گا تو زمین کو بالکل کھلی۔ آج تو تمہیں زمین میں اونچ نیچ نظر آتی ہے ٹیلوں اور پہاڑوں کی وجہ سے۔ قیامت آئے گی پہاڑ ٹیلے ختم کر دیئے جائیں گے گڑھے مٹی سے بھر دیئے جائیں گے اور یہ زمین بالکل ہموار ہو جائے گی صَفْصَفًا لَا تَرٰى فِيهَا عِوَجًا وَّلَا اَمْتًا [طٰہٰ: ۱۰۶، ۱۰۷] ہموار زمین نہیں دیکھے گا تو اس میں کوئی کجی اور نہ کوئی ٹیلہ۔'' اگر مغرب کی طرف سے انڈا لڑھکایا جائے گا تو مشرق تک پہنچنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔ تو جس ذات نے ان پہاڑوں کو قائم کیا ہے وہی ذات ان کو فنا کر دے گی۔ وَّحَشَرْنٰهُمْ اور ہم ان کو جمع کریں گے میدان محشر میں فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا پس ہم نہیں چھوڑیں گے ان میں سے کسی ایک کو۔ سارے کے سارے میدان محشر میں اللہ تعالیٰ کی عدالت میں جمع ہونگے وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا اور پیش کیے جائیں گے آپ کے رب کے سامنے صف در صف۔ لائنیں لگی ہونگی اور اللہ تعالیٰ فرمائیں گے لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ البتہ تحقیق آئے ہمارے پاس جیسا کہ ہم نے تم کو پیدا کیا تھا پہلی دفعہ۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ عُرَاةً ننگے ہونگے غُرْلًا غیر مختون ہونگے حُفَاةً ننگے پاؤں ہونگے جیسے ماں کے پیٹ سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ بس وہی کیفیت ہوگی پھر درجہ بدرجہ ان کو لباس پہنایا جائے گا۔ قیامت والے دن سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا کیوں؟ اس لئے کہ جب ظالموں نے انکو آگ کے بھٹے میں ڈالا تھا جُرِّدَ عَنِ الثِّيَابِ ''کپڑے اتار کر ننگا کر کے ڈالا تھا۔'' تو قیامت والے دن اللہ تعالیٰ سب

سے پہلے ان کو لباس پہنائیں گے۔ دوسرے نمبر پر حدیث میں آتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا مجھے لباس پہنایا جائے گا پھر درجہ بدرجہ دوسروں کو لباس پہنایا جائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ ہمارے پاس آئے اس حالت میں جیسے ہم نے انہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا۔ بَلْ زَعَمْتُمْ بلکہ تم نے خیال کیا اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا یہ کہ ہم نہیں کریں گے تمہارے لئے کوئی وعدے کا وقت، تم کہتے تھے قیامت نہیں ہے۔ پہلے تم پڑھ چکے ہو کہ ایک مشرک نے کہا تھا کہ مَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً میں نہیں خیال کرتا کہ قیامت آئے گی تو تم قیامت کا انکار کرتے تھے وَوُضِعَ الْكِتٰبُ اور رکھے جائیں گے دفتر۔ ہر آدمی کا الگ الگ ریکارڈ ہوگا وہ اعمال نامہ اس کے سامنے رکھا جائے گا۔ اور سورت بنی اسرائیل میں تم پڑھ چکے ہو کہ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ اس کا اعمال نامہ اس کی گردن میں لٹک رہا ہوگا پہلے پھر وہ کتابی شکل میں سامنے رکھا جائے گا فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ اے مخاطب! پس تو دیکھے گا مجرموں کو مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ خوفزدہ ہونگے اس چیز سے جو اس کے اندر ہے۔ عمل کی کتاب میں جو کچھ ہوگا اس کو دیکھ کر خوفزدہ ہونگے قیامت والے دن اللہ تعالیٰ ہر آدمی کو پڑھنے کی قوت عطا فرمائے گا۔ آج جو لوگ خود نہیں پڑھ سکتے قیامت والے دن وہ بھی اپنی کتاب کو خود پڑھیں گے۔ حکم ہوگا اِقْرَاْ كِتٰبَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا [بنی اسرائیل:۱۴] ''پڑھ اپنی کتاب کافی ہے تیرا نفس تجھ پر آج کے دن محاسبہ کرنے والا۔'' تھوڑا سا پڑھے گا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے هَلْ ظَلَمَكَ كَتَبَتِيْ ''اے بندے بتا جو کچھ تو نے پڑھا ہے تیرے ہی اعمال ہیں میرے فرشتوں نے تم پر کوئی زیادتی تو نہیں کی۔'' قَالَ لَا کہے گا نہیں! جو کچھ میں نے کیا ہے، وہ ہے۔ اچھا اور پڑھو...... تھوڑا سا پڑھے گا...... پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے جو تم نے پڑھا ہے اس میں کوئی بات واقع کیخلاف تو نہیں ہے،

تیرے اوپر کوئی زیادتی ہوئی ہو؟ کہے گا نہیں ! اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اور پڑھ۔ مرد، عورتیں، بوڑھے، جوان سارے اپنا نامہ اعمال خود پڑھیں گے اور آج تو ہم کچھ چیزیں کرنے کے باوجود بھول جاتے ہیں اور وہاں یَوۡمَ تَجِدُ کُلُّ نَفۡسٍ مَّا عَمِلَتۡ مِنۡ خَیۡرٍ مُّحۡضَرًا وَّمَا عَمِلَتۡ مِنۡ سُوۡٓءٍ [بنی اسرائیل: ۳۰] ”جس دن پائے گا ہر نفس جو اس نے عمل کیا ہے نیکی اپنے سامنے حاضر اور جو اس نے برائی کی ہے اس کو بھی اپنے سامنے حاضر پائے گا۔ حافظہ اتنا قوی کر دیا جائے گا کہ جو کچھ اس نے کیا ہے اس کو یاد ہوگا۔ تو فرمایا مجرم خوفزدہ ہونگے اس چیز سے جو کتاب میں درج ہوگی وَیَقُوۡلُوۡنَ اور وہ کہیں گے یٰوَیۡلَتَنَا ہائے افسوس! ہم پر مَالِ هٰذَا الۡكِتٰبِ یہ لام جارہ ہے اور ما استفہامیہ ہے۔ یہ مال نہ سمجھنا جس کی جمع اموال آتی ہے۔ معنٰی ہوگا کیا ہے اس کتاب کو لَا يُغَادِرُ صَغِيۡرَةً وَّلَا كَبِيۡرَةً نہیں چھوڑتی کسی چھوٹی چیز کو اور نہ بڑی چیز کو اِلَّاۤ اَحۡصٰىهَا مگر اس نے اس کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ اگر کسی نے آنکھ سے اشارہ کیا ہے نیکی بدی کا تو وہ بھی درج ہوگا۔ ہاتھ کیساتھ اشارہ کیا ہے وہ بھی لکھا ہوا ہوگا زبان سے جو بات نکلی ہے چھوٹی بڑی صحیح غلط سب کچھ درج ہوگا۔ سورۃ ق آیت نمبر ۱۸ میں ہے مَا يَلۡفِظُ مِنۡ قَوۡلٍ اِلَّا لَدَيۡهِ رَقِيۡبٌ عَتِيۡدٌ ”نہیں بولتا وہ کوئی لفظ مگر اس کے پاس ایک نگران ہوتا ہے تیار عَنِ الۡيَمِيۡنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيۡدٌ ایک دائیں طرف بیٹھا ہے اور ایک بائیں طرف بیٹھا ہے“ کندھے پر مگر ہمیں محسوس نہیں ہوتا۔ دائیں طرف نیکیاں لکھنے والا فرشتہ ہے اور بائیں طرف بدیاں لکھنے والا فرشتہ ہے، دائیں طرف افسر ہے اور بائیں طرف ماتحت ہے۔ جب کوئی آدمی اچھی بات کرتا ہے یا اچھا کام کرتا ہے تو دائیں طرف والا فرشتہ جو افسر ہے فوراً درج کر لیتا ہے اور جب انسان بری بات کرتا ہے یا برا کام کرتا ہے اور بائیں طرف والا فرشتہ لکھنا چاہتا

ہے تو اس کو افسر حکم دیتا ہے مَهْلًا يَتُوبَ اَوْ يَسْتَغْفِرُهُ ’’ٹھہر جا شاید توبہ کرلے یا استغفار کرلے۔‘‘ کچھ وقفے کے بعد جب وہ بندہ توبہ نہیں کرتا، استغفار نہیں کرتا تو پھر حکم دیتا ہے کہ اب لکھ لو۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ آدمی جب مجلس سے اٹھے تو یہ کلمات پڑھے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ اگر مجلس میں اچھی باتیں ہوئی ہیں تو ان کلمات کے پڑھنے سے ان پر مہر لگ جائے گی اور اگر بری باتیں ہوئی ہیں تو اللہ تعالیٰ معاف کردے گا۔ لہٰذا جب کسی مجلس سے اٹھو تو یہ کلمات پڑھا کرو۔ مگر ہائے افسوس! کہ ہم بے فکرے لوگ ہیں۔ تو وہ مجرم کہیں گے ہائے افسوس! ہم پر اس کتاب کو کیا ہو گیا ہے کہ اس نے نہ کوئی چھوٹی بات چھوڑی ہے اور نہ بڑی بات چھوڑی ہے مگر اس پر حاوی ہے اس کا احاطہ کرنے والی ہے۔ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا اور وہ پائیں گے جو انہوں نے کیا ہے اپنے سامنے نیکی بھی بدی بھی وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا آپ کا رب کسی پر رتی برابر بھی ظلم نہیں کرتا۔ جو کسی نے کیا ہے اس کا صلہ اس کو ضرور ملے گا۔

❁❁❁

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّیَّتَهٗٓ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِیْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِیْنَ بَدَلًا ﴿۵۰﴾ مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ۪ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّیْنَ عَضُدًا ﴿۵۱﴾ وَیَوْمَ یَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِیَ الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَیْنَهُمْ مَّوْبِقًا ﴿۵۲﴾ وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ یَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ﴿۵۳﴾ ع ۱۹

وَاِذْقُلْنَا اور جس وقت کہا ہم نے لِلْمَلٰٓئِكَةِ فرشتوں کو اُسْجُدُوْا سجدہ کرو لِاٰدَمَ آدم علیہ السلام کو فَسَجَدُوْٓا پس انہوں نے سجدہ کیا اِلَّآ اِبْلِیْسَ مگر ابلیس نے كَانَ مِنَ الْجِنِّ وہ جنات میں سے تھا فَفَسَقَ پس اس نے نافرمانی کی عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ اپنے رب کے حکم سے اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ کیا پس تم بناتے ہو اس کو وَذُرِّیَّتَهٗ اور اسکی اولاد کو اَوْلِیَآءَ دوست مِنْ دُوْنِیْ میرے علاوہ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں بِئْسَ لِلظّٰلِمِیْنَ بَدَلًا برا ہے ظالموں کیلئے بدلہ مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ میں نے ان کو حاضر نہیں کیا خَلْقَ السَّمٰوٰتِ آسمانوں کے بنانے کے وقت وَالْاَرْضِ اور زمین کے بنانے کے وقت وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ اور نہ خود ان کی جانوں کے پیدا کرنے کے وقت وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّیْنَ اور نہیں ہوں میں بنانے والا گمراہ کرنے والوں کو عَضُدًا اپنا بازو

وَيَوْمَ يَقُوْلُ اور جس دن کہے گا نَادُوْا شُرَكَآءِ يَ پکارو میرے شریکوں کو الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ جن کے بارے میں تم خیال کرتے تھے فَدَعَوْهُمْ پس وہ ان کو پکاریں گے فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ پس وہ ان کی دعاؤں کو قبول نہیں کر سکیں گے وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا اور ہم کر دیں گے ان کے درمیان خندق وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ اور دیکھیں گے مجرم آگ کو فَظَنُّوْآ پس وہ یقین کرلیں گے اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا بیشک وہ اس آگ میں گرنے والے ہیں وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا اور نہیں پائیں گے اس آگ سے مَصْرِفًا پھرنے کی کوئی جگہ۔

اس سے پہلے ذکر تھا مجرموں کا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ ''اور کتاب رکھی جائے گی پس آپ دیکھیں گے مجرموں کو ڈرنے والے ہونگے اس چیز سے جو اس اعمال نامہ میں ہوگی۔'' اور بڑے پریشان ہوکر کہیں گے يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا ''ہائے افسوس ہم پر کیا ہوگیا اس کتاب کو نہیں چھوڑتی کوئی چھوٹی چیز اور نہ کوئی بڑی چیز مگر اس پر حاوی ہے اس کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔'' آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مجرم وہ ہیں جو شیطان کے راستے پر چلتے ہیں اگر تم رحمٰن کے راستے پر چلو تو کبھی مجرم نہیں بنو گے اور نہ قبر حشر میں پریشان ہونگے مگر تم نے شیطان کا راستہ اختیار کیا ہوا ہے اور شیطان اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے۔ اس کا کام سن لو وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اور جس وقت ہم نے کہا فرشتوں کو۔

فرشتوں کی تخلیق مخلوق نور سے ہوئی ہے :

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا خُلِقَتِ

اَلْمَلٰٓئِکَۃُ مِنْ نُّوْرٍ ''فرشتے نور سے پیدا کیے گئے ہیں۔'' لیکن اس نور سے نہیں جو اللہ تعالیٰ کا ذاتی نور ہے۔ وہ مراد نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ وہ تو قدیم ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات قدیم اور ازلی ابدی ہے اسی طرح اس کی صفات بھی قدیم اور ازلی ابدی ہیں اس نور سے نہیں پیدا کیے گئے بلکہ ایک مخلوق نور ہے۔ جس طرح پانی مخلوق ہے، آگ مخلوق ہے، ہوا مخلوق ہے، مٹی مخلوق ہے اسی طرح ایک نور مخلوق ہے اس مخلوق نور سے فرشتے پیدا کیے گئے ہیں اور جنات کے بارے میں سورۃ حجر آیت نمبر ۲۷ میں ہے وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰہُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ''اور جنوں کو ہم نے پیدا کیا اس سے پہلے آگ کی لو سے۔ تو جنات کی پیدائش آگ سے ہے اور آدم علیہ السلام کی پیدائش مٹی سے ہے خَلَقَہٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنِ [آل عمران:۵۹] ''پیدا کیا اس کو مٹی سے پھر فرمایا اس کو ہو جا بس وہ ہو گیا۔'' تو فرشتوں کی نوع الگ ہے انسان کی نوع الگ ہے۔ جنات ناری ہیں فرشتے نوری ہیں اور آدم علیہ السلام خاکی ہیں۔ فرمایا جس وقت کہا ہم نے فرشتوں سے اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ سجدہ کرو آدم علیہ السلام کو۔ یہ سجدہ تعظیمی تھا عبادت کا سجدہ نہیں تھا۔ عبادت کا سجدہ صرف رب تعالیٰ کی ذات کیساتھ مختص ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ وَخَرُّوْا لَہٗ سُجَّدًا کی تفسیر میں نقل کرتے ہیں کہ سجدہ تعظیمی حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آنحضرت ﷺ کے دور تک جائز تھا۔ آپ ﷺ کی شریعت میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کیلئے سجدہ تعظیمی بھی حرام ہے۔ فرمایا تم آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو فَسَجَدُوْآ پس فرشتوں نے سجدہ کیا بغیر کسی قیل قال کے اِلَّآ اِبْلِیْسَ مگر ابلیس نے نہ کیا۔ اب یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ سجدے کا حکم تو فرشتوں کو تھا وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اسْجُدُوْا تو ابلیس فرشتہ تو نہیں تھا پھر اس پر رب تعالیٰ کی ناراضگی کا کیا مطلب ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کو حکم تھا۔

دیکھو! سورہ اعراف آیت نمبر۱۲ قَالَ مَامَنَعَکَ اَلَّا تَسۡجُدَاِذۡ اَمَرۡتُکَ ''فرمایا رب تعالیٰ نے کس چیز نے روکا تجھ کو کہ تو نے سجدہ نہ کیا جب میں نے تجھے حکم دیا تھا۔'' قرآن پاک کا یہ صریح حکم ہے کہ جس طرح فرشتوں کو حکم تھا اسی طرح ابلیس کو بھی تھا قَالَ اَنَا خَیۡرٌ مِّنۡہُ ''ابلیس نے کہا میں اس سے بہتر ہوں۔'' مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا ہے آگ شعلہ ہے بلندی ہے اور خاک پاؤں کے نیچے روندی اور مسلی جاتی ہے۔ میں اعلیٰ ہو کر ادنیٰ کو سجدہ کیوں کروں۔ ابلیس نے سجدہ نہ کیا کَانَ مِنَ الۡجِنِّ یہ ابلیس جنات میں سے تھا فَفَسَقَ عَنۡ اَمۡرِ رَبِّہٖ پس اس نے نافرمانی کی اپنے رب کے حکم سے اور یہ امر کا لفظ بھی بتاتا ہے کہ رب نے اس کو بھی امر اور حکم دیا تھا اور اس نے رب کے حکم کی نافرمانی کی۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں اے انسانو! اَفَتَتَّخِذُوۡنَہٗ وَذُرِّیَّتَہٗ اَوۡلِیَآءَ کیا پس تم بناتے ہو اس شیطان کو اور اسکی اولاد کو دوست مِنۡ دُوۡنِیۡ میرے سوا مجھے چھوڑ کر وَھُمۡ لَکُمۡ عَدُوٌّ حالانکہ شیطان اور اسکی اولاد تمہارے دشمن ہیں۔ دشمن کیساتھ تمہاری دوستی ہے اور رحمٰن مہربان کیساتھ دشمنی ہے۔ انصاف کا تقاضا تو یہ ہے کہ دشمن کو دشمن سمجھو کیونکہ اس سے کبھی بھی خیر کی توقع نہیں ہو سکتی۔

ابلیس کی ہمدردی بھی دشمنی ہے :

کئی دفعہ میں نے یہ مشہور کہاوت سنائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک نیک بندہ تھا جو شیطان کے پھندے میں کبھی نہیں آتا تھا۔ گرمی کے موسم میں دوپہر کے وقت ایک دیوار کے سائے کے نیچے سویا ہوا تھا۔ حدیث پاک میں آتا ہے مِنۡ دَاْبِ الصّٰلِحِیۡنَ اَلۡقَیۡلُوۡلَۃُ ''نیک آدمیوں کی عادت میں سے ہے دوپہر کے وقت تھوڑا سا سونا۔'' کیونکہ دوپہر کا سونا رات کو بیدار رہنے کی تمہید ہے۔ رات کو تہجد کیلئے آسانی سے اٹھے گا۔ تو بے

چارہ سویا ہوا تھا کسی نے آ کر اس کا پاؤں ہلایا اور کہا کہ جلدی سے یہاں سے اٹھ جاؤ کہ دیوار گرنے والی ہے۔ وہ وہاں سے ہٹا ہی تھا کہ سچ مچ دیوار گر گئی۔ اس اللہ کے بندے نے کہا کہ تو میرے لئے رحمت کا فرشتہ ثابت ہوا ہے تو ہے کون؟ اس نے کہا یہ بات نہ پوچھو بس تیری جان بچ گئی۔ لیکن بزرگ نے اصرار کیا کہ ضرور بتلاؤ کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا میں ابلیس ہوں۔ اس بزرگ نے لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھا کہ ابلیس کو میرے ساتھ کیا ہمدردی ہے۔ ابلیس نے کہا نہ پوچھو بس تمہاری جان بچ گئی۔ بزرگ نے کہا بتلاؤ نکتہ کیا ہے راز کیا ہے؟ میں تو تیرا دشمن ہوں میرے ساتھ ہمدردی کا کیا مطلب ہے۔ ابلیس نے کہا میں نے تیرے ساتھ دشمنی کی ہے ہمدردی نہیں کی۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو شخص دیوار کے نیچے دب کر مر جائے وہ شہید ہے۔ اور تم میرے دشمن تھے میں تمہیں کیوں شہید ہونے دیتا؟ تو ابلیس کی ہمدردی میں بھی دشمنی ہے اور تم نے دشمنوں کو دوست بنایا ہوا ہے بِئْسَ لِلظّٰلِمِیْنَ بَدَلًا براہے ظالموں کیلئے بدلہ۔ یہ تبدیلی ظالموں کیلئے بری ہے کہ رحمٰن کو چھوڑ کر شیطان کو تم نے دوست بنا لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا اور دوستی نہیں چاہتے شیطان اور اس کے چیلوں کیساتھ دوستی ہے وہ تمہیں کیا فائدہ پہنچا سکتے ہیں کہ میرے شریک ہیں۔ آسمانوں اور زمین کے بناتے وقت فرمایا مَآ اَشْھَدْتُّھُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ میں نے ان کو حاضر نہیں کیا آسمانوں کے بنانے کے وقت اور زمین کے بنانے کے وقت کہ مجھے کوئی حاجت ہوتی کہ دیکھو میں نے آسمان پیدا کئے ہیں ان میں کوئی کجی کمی ہے زمین میں نے پیدا کی ہے اس کے متعلق کوئی مشورہ دو کوئی کمی رہ گئی ہو مجھے کیا ضرورت تھی؟ رب تعالیٰ سے زیادہ علیم خبیر کون ہے۔ اس نے آسمان بنائے ہیں ان میں کوئی تفاوت نہیں ہے، زمین بنائی ہے اس میں کوئی نقص نہیں نکال سکتا وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِھِمْ اور نہ خود ان کی

جانوں کے پیدا کرنے کے وقت میں نے ان کو حاضر کیا کہ دیکھ لو میں تمہیں کیسے بناؤں۔ میری مرضی تھی جس طرح بناتا تھا میں نے بنادیا میں کسی کا محتاج نہیں ہوں وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا اور نہیں ہوں میں بنانے والا گمراہ کرنے والوں کو اپنا بازو۔ اول تو مجھے ضرورت ہی نہیں ہے اور اگر بالفرض والمحال ضرورت ہوتی بھی تو کیا میں گمراہ کرنے والوں کو اپنا بازو بناتا؟ یہ ابلیس اور اس کی اولاد مخلوق کو گمراہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بتلا دیا ہے کہ راستے دو ہی ہیں ایک راستہ رب والا اور ایک راستہ شیطان والا۔ رب تعالیٰ کے راستے کو چھوڑ کر ابلیس والے راستے پر چلو گے تو پھر قیامت والے دن کہنا پڑیگا يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً ''ہائے افسوس ہم پر کیا ہو گیا اس کتاب کو کہ نہیں چھوڑی کوئی چھوٹی بات اور نہ کوئی بڑی بات۔ وَيَوْمَ يَقُوْلُ اور جس دن رب تعالیٰ فرمائے گا میدان محشر میں ساری کائنات جمع ہوگی اس میں انسان بھی ہونگے، جنات بھی، حیوانات بھی، جیسے کوئی بڑا جلسہ ہو تو اس میں آدمی اپنے ساتھی کو تلاش نہیں کرسکتا یا جیسے رائیونڈ کا اجتماع لاکھوں کی تعداد میں ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ غریق رحمت فرمائے میرے شاگرد تھے مولانا حافظ خان محمد مرحوم وہیں میرے پاس گھر میں پڑھتے تھے۔ پاکستان بننے سے پہلے ہیڈ فقیریاں کے رہنے والے تھے اور اچھے خاصے زمیندار تھے آتے جاتے مجھے مل کر جاتے تھے۔ کہنے لگے کہ اجتماع پر میرے پاس سامان کی گٹھڑی تھی جس میں چادر لوٹا وغیرہ تھا میں اسے اپنے تکیے پر رکھ کر قضائے حاجت کیلئے چلا گیا کہ دعا سے پہلے وضو کرلوں کہ راستے میں دقت پیش آتی ہے۔ جب آگے گیا تو رش بڑا تھا میری باری بہت دیر سے آئی جب واپس آیا تو دعا ہو چکی تھی اپنی جگہ بھول گیا بڑی کوشش کی مگر جگہ نہ مل سکی۔ مخلوق زیادہ تھی اب میں نے یہ سوچا کہ یہی صورت ہوسکتی ہے کہ جب پنڈال خالی

ہو جائے گا تو پھر تلاش کرونگا۔ میری قسمت میں ہوئی تو مجھے مل جائے گی۔ جب پنڈال خالی ہوا اور صرف نگران رہ گئے تو دیکھا کہ میری دری، تکیہ اور گٹھڑی وہی پڑی تھی اس کو کسی نے نہیں چھیڑا۔ جب لوگوں کا ذہن ایسا ہو تو پھر پہریداروں کی ضرورت نہیں ہوتی۔

میں ۱۹۸۶ء میں انگلستان کے دورے پر تھا وہاں ساتھیوں نے بتایا کہ ڈیوز بری ایک مقام ہے وہاں ہمارا مرکز ہے ہم نے اعلان کیا کہ وہاں تبلیغی اجتماع ہوگا مقامی افسروں نے پوچھا کہ کتنے آدمی ہونگے ہم نے کہا کہ ستر اسّی ہزار کے قریب ہونگے انہوں نے کہا کہ کنٹرول کیلئے تمہیں کتنی پولیس چاہیے؟ ہم نے کہا کہ پولیس کی ضرورت نہیں ہے۔ انگریز افسر نے کہا کہ ستر اسّی ہزار افراد کے کنٹرول کیلئے پولیس کی کوئی ضرورت نہیں ہے؟ اس کو بالکل سمجھ نہیں آ رہا تھا وہ بار بار اصرار کرتا رہا۔ ہم نے کہا انشاء اللہ تعالیٰ آپ دیکھ لیں گے کہ ہمارا پروگرام پرامن ہو جائے گا۔ البتہ اگر تم قانون کے تقاضے پورے کرنا چاہو تو کر لو ہمیں ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ ستر اسّی ہزار کے مجمع میں مختلف علاقوں سے لوگ آئے ہوئے تھے کسی قسم کا کوئی حادثہ اور مسئلہ پیش نہ آیا اور اطمینان کیساتھ پروگرام ہو گیا اس پر وہ بڑے حیران ہوئے کہ اتنے زیادہ لوگ اکٹھے ہوں اور کوئی جھگڑا وغیرہ نہ ہو۔ تو اسلام امن والا مذہب ہے مگر نافذ ہو تو۔ اس وقت پوری دنیا کے مقابلے میں افغانستان میں کم جرائم ہیں یہاں طالبان کی حکومت ہے اور قرآن وحدیث اور فقہ اسلامی کا قانون نافذ ہے۔ اور مغربی دنیا کے سب سے بڑے بے ایمان ہاتھ دھو کے ان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور اسلامی حکومت کو ختم کرنے کیلئے حیلہ تلاش کرتے ہیں کبھی اسامہ بن لادن کا نام لے کر کبھی کوئی اور نام لے کر آنے کی راہ تلاش کر رہے ہیں دیکھو! روس اور امریکہ ایک دوسرے کے سخت دشمن ہیں اور اس مسئلہ پر آپس میں دوست بن گئے ہیں محض اس لئے کہ

افغانستان پر حملہ کرنے کیلئے ہمیں کوئی جواز مل جائے بڑی خبیث قومیں ہیں۔ تو جس دن اللہ تعالیٰ فرمائیں گے محشر والے دن نَادُوْا شُرَكَآءِ یَ پکارو میرے شریکوں کو الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ جن کے بارے میں تم گمان کرتے تھے۔ ھٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ [یونس:۱۸] "یہ ہمارے سفارشی ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں۔" ان کو ذرا بلاؤ فَدَعَوْهُمْ پس وہ ان کو پکاریں گے یَالَاتُ اَغِثْنِیْ یَا مَنَاتُ اَغِثْنِیْ یَا عُزّٰی اَغِثْنِیْ "اے لات، منات، عزیٰ، ہماری مدد کرو۔" فَلَمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَهُمْ پس وہ ان کی دعاؤں کو قبول نہیں کر سکیں گے پس وہ ان کی پکار کو نہیں سنیں گے وَجَعَلْنَا بَیْنَهُمْ مَّوْبِقًا اور ہم کر دیں گے ان کے درمیان خندق۔ یہ اس طرف ہونگے درمیان میں آگ کی خندق ہوگی۔ جرائم کے اعتبار سے عذاب کا تفاوت ضرور ہوگا وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ اور دیکھیں گے مجرم آگ کو۔ میدان محشر میں ہی وہ آگ نظر آئے گی فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا پس وہ یقین کر لیں گے کہ بیشک وہ اس آگ میں گرنے والے ہیں ہمیں آگ میں پھینکا جائے گا خوشی کیساتھ تو آگ میں کوئی نہیں جائے گا۔ سورہ رحمٰن میں ہے فَیُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِیْ وَالْاَقْدَامِ "پس پکڑا جائے گا ان کو پیشانیوں اور پاؤں سے۔" فرشتے پکڑ کر جیسے قصاب دنبے کو پکڑ کر گراتا ہے اس طرح دوزخ میں پھینک دیں گے وَلَمْ یَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا اور نہیں پائیں گے اس آگ سے پھرنے کی کوئی جگہ۔ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے سارے واقعات جو ہونے والے ہیں دنیا میں بتا دیئے ہیں اور یہ بھی بتا دیا ہے کہ یہ رحمٰن کا راستہ ہے اور وہ شیطان کا راستہ ہے، یہ حق ہے اور وہ باطل ہے، یہ سچ ہے اور وہ جھوٹ ہے، یہ توحید ہے اور وہ شرک ہے، یہ سنت ہے اور وہ بدعت ہے۔ فرق کو ملحوظ رکھو اور سوچ سمجھ کر چلو۔

وَلَقَدْ

صَرَّفْنَا فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍؕ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا ﴿۵۴﴾ وَ مَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْۤا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى وَ یَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّاۤ اَنْ تَاْتِیَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِیْنَ اَوْ یَاْتِیَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ﴿۵۵﴾ وَ مَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا مُبَشِّرِیْنَ وَ مُنْذِرِیْنَۚ وَ یُجَادِلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِیُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وَ اتَّخَذُوْۤا اٰیٰتِیْ وَ مَاۤ اُنْذِرُوْا هُزُوًا ﴿۵۶﴾ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰیٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَ نَسِیَ مَا قَدَّمَتْ یَدٰهُؕ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ یَّفْقَهُوْهُ وَ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًاؕ وَ اِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ یَّهْتَدُوْۤا اِذًا اَبَدًا ﴿۵۷﴾ وَ رَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِؕ لَوْ یُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَؕ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ یَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْىٕلًا ﴿۵۸﴾ وَ تِلْكَ الْقُرٰۤى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَ جَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ﴿۵۹﴾ ع ۲۰

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا اور البتہ تحقیق ہم نے پھیر پھیر کر بیان کی ہیں فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ اس قرآن میں لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ہرطرح کی مثالیں وَكَانَ الْاِنْسَانُ اور ہے انسان اَكْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا ہر شے سے زیادہ جھگڑالو وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اور نہیں روکا لوگوں کو اَنْ یُّؤْمِنُوْا اس سے کہ وہ ایمان لائیں اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى جس وقت آچکی ان کے پاس ہدایت وَیَسْتَغْفِرُوْا

رَبَّھُمْ اور یہ کہ اپنے رب سے معافی مانگیں اِلَّآ مگر اَنْ تَاْتِیَھُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِیْنَ اس بات نے کہ آئے ان کے پاس پہلے لوگوں کے طریقے اَوْ یَاْتِیَھُمُ الْعَذَابُ یا آئے ان کے پاس عذاب قُبُلًا بالکل سامنے وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِیْنَ اور ہم نہیں بھیجتے رسولوں کو اِلَّا مگر مُبَشِّرِیْنَ خوشخبری سنانے والے وَمُنْذِرِیْنَ اور ڈرانے والے وَیُجَادِلُ الَّذِیْنَ اور جھگڑتے ہیں وہ لوگ کَفَرُوْا جو کافر ہیں بِالْبَاطِلِ باطل کے ہتھیار لے کر لِیُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ تاکہ پھسلا دیں اس کے ذریعے حق کو وَاتَّخَذُوْٓا اور انہوں نے بنالیا ہے اٰیٰتِیْ میری آیتوں کو وَمَآ اور اس چیز کو اُنْذِرُوْا جس کے ذریعے ان کو ڈرایا گیا ھُزُوًا مسخرہ وَمَنْ اَظْلَمُ اور کون ہے زیادہ ظالم مِمَّنْ اس شخص سے ذُکِّرَ بِاٰیٰتِ رَبِّهٖ جس کو یاد دہانی کرائی گئی اپنے رب کی آیات کیساتھ فَاَعْرَضَ عَنْھَا پس اس نے اعراض کیا ان آیات سے وَنَسِیَ مَا قَدَّمَتْ یَدٰهُ اور بھول گیا وہ برے اعمال جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِھِمْ اَکِنَّةً بیشک ہم نے ڈال دیئے ہیں ان کے دلوں پر پردے اَنْ یَّفْقَھُوْهُ اس بات سے کہ وہ قرآن کو سمجھیں وَفِیْٓ اٰذَانِھِمْ وَقْرًا اور ان کے کانوں میں ڈاٹ ہیں وَاِنْ تَدْعُھُمْ اور اگر تم ان کو بلاؤ اِلَی الْھُدٰی ہدایت کی طرف فَلَنْ یَّھْتَدُوْٓا پس ہرگز نہیں ہدایت پائیں گے اِذًا اس وقت اَبَدًا کبھی بھی وَرَبُّکَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ اور آپ کا رب بخشنے والا ہے رحمت والا ہے لَوْ یُؤَاخِذُھُمْ اگر پکڑے ان کو بِمَا کَسَبُوْا ان کی کمائی

کی وجہ سے لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ البتہ جلدی کردے ان کیلئے عذاب بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ بلکہ ان کیلئے ایک وعدہ ہے لَّنْ يَّجِدُوْا ہرگز نہیں پائیں گے مِنْ دُوْنِهٖ اس کے علاوہ مَوْئِلًا کوئی پھرنے کی جگہ وَتِلْكَ الْقُرٰٓى اور یہ بستیاں ہیں اَهْلَكْنٰهُمْ ہلاک کیا ہم نے ان کو لَمَّا ظَلَمُوْا جب انہوں نے ظلم کیا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا اور ٹھہرایا ہم نے ان کی ہلاکت کیلئے ایک وعدہ۔

مثالیں بیان کرنے کی حکمت :

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن پاک میں احکام بیان فرمائے ہیں اور عبرت کیلئے قصے بھی بیان فرمائے ہیں اور احکامات سمجھانے کیلئے مثالیں بھی بیان فرمائی ہیں کیونکہ مثال کے ذریعے آدمی بات کو جلد سمجھتا ہے۔ مثلاً بیسویں پارے کے آخر میں شرک کرنے والوں کی حقیقت کو مثال کیساتھ واضح کیا ہے کہ جو لوگ شرک کرتے ہیں كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ان کی مثال مکڑی کی طرح ہے۔ مکڑی نے جالا بنایا وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ تمام گھروں سے کمزور گھر مکڑی کا ہے۔ اب اس مثال میں اللہ تعالیٰ نے بہت کچھ بیان فرمایا اور سمجھایا ہے۔

۱)...... مکڑی جو جالا بنتی ہے وہ کسی مکان کے کونے میں یا کسی درخت کے نیچے۔ اس سے کوئی پوچھے کہ اتنا بڑا مکان تیرے لئے کافی نہیں ہے کہ اپنے لئے نیچے جالا بنایا ہے یہی حال مشرک کا ہے کہ رب تعالیٰ کی ذات کو سب پر قاہر، جابر، قادر مطلق مان کر اس سے نیچے اپنے لئے سوراخ تلاش کرتا ہے پناہ کیلئے چھوٹے چھوٹے خدا بناتا ہے۔

۲)...... یہ مکڑی کا جالا نہ اسے سردی سے بچا سکتا ہے اور نہ گرمی سے۔ یہی حال مشرکوں کا ہے کہ انہوں نے جو اللہ تعالیٰ کے اور الٰہ بنائے ہوئے ہیں وہ نہ تو ان کو نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان سے بچا سکتے ہیں۔

۳)...... اور تیسری بات یہ ہے کہ مکڑی اپنے جالے کیلئے میٹریل باہر سے نہیں لاتی بلکہ اپنے پیٹ کے لعاب سے ہی تاریں بُنتی ہے۔ یہی حال مشرک کا ہے کہ اس کے پاس بھی شرک پر خارج سے کوئی دلیل نہیں ہے نہ نقلی اور نہ عقلی۔ جو کچھ نکلتا ہے مشرک کے پیٹ سے ہی نکلتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ اور البتہ تحقیق ہم نے پھیر پھیر کر بیان کی ہیں اس قرآن پاک میں لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ہر طرح کی مثالیں۔ تاکہ بات کو سمجھ لیں اور حقیقت ان کے سامنے کھل جائے وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا اور ہے انسان ہر شے سے زیادہ جھگڑالو۔ حق کی بات کو نہیں مانتا کوئی نہ کوئی کج بحثی اور حیلے بہانے تراشتا ہے۔ آگے ارشاد ہے وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْٓا اور نہیں روکا لوگوں کو اس سے کہ وہ ایمان لائیں اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى جس وقت آچکی ہدایت ان کے پاس اور اس بات سے وَیَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اور یہ کہ وہ معافی مانگیں اپنے رب سے اِلَّآ مگر اَنْ تَاْتِیَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِیْنَ یہ کہ آئے ان کے پاس پہلے لوگوں کا طریقہ پھر مانیں گے اَوْ یَاْتِیَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا یا آئے ان کے پاس عذاب بالکل سامنے پھر مانیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ مشرکین نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں سے بعض اوقات بے موقع فرمائشی معجزات مانگے اور فرمائشی چیزیں طلب کیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ظاہر کر دیا مگر پھر وہ نہ مانے تو عذاب میں آ گئے۔ مثال کے طور پر قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام سے

معجزہ طلب کیا کہ ہم تب آپ کو رب کا نبی مانیں گے کہ جس چٹان پر ہم ہاتھ رکھیں وہ چٹان سب کے سامنے پھٹے اور اس میں سے اونٹنی نکلے۔ ان کے خیال میں تھا کہ یہ کبھی ہو ہی نہیں سکتا کہ پتھروں سے اونٹ نکلیں۔ مگر اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے اس کیلئے کوئی شے مشکل نہیں ہے۔ جس چٹان پر انہوں نے ہاتھ رکھا وہ پھٹی اور اونٹنی نکل آئی۔ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً [الاعراف:۷۳] ''یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی تمہارے لئے نشانی ہے۔'' اب تو مان لو مگر وہ یہ بات کہہ کر ٹال گئے کہ یہ بڑا جادو ہے ہم جادو نہیں مانتے۔ اب اس ضد کا دنیا میں کوئی علاج ہے؟ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی سے بڑھ کر کوئی شخصیت نہیں ہے، نہ اس جہان میں اور نہ اگلے جہان میں، مگر نہ ماننے والوں نے آپ ﷺ کی بات بھی نہیں مانی۔ رات کا وقت تھا چودھویں رات کا چاند تھا مشرکین مکہ نے کہا کہ چاند دو ٹکڑے ہو جائے تو ہم آپ کو مان لیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تائید فرمائی اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ [سورۃ القمر] ''قریب آگئی ہے قیامت اور پھٹ گیا ہے چاند۔'' سب نے آنکھوں کیساتھ دیکھا کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا ہے۔ ایک دوسرے سے پوچھتے تھے بھئی تجھے بھی نظر آ رہا ہے؟ وہ کہتا ہاں بھئی مجھے بھی نظر آ رہا ہے، ہاں! نظر آ رہا ہے۔ دور دور جا کر دیکھتے دو ٹکڑے ہی نظر آتا۔ کہنے لگے سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ''یہ جادو ہے جو مسلسل چلا آ رہا ہے۔'' اب اس ضد کا دنیا میں کوئی علاج ہے؟ تو فرمائشی معجزے آنے کے بعد جب ایمان نہ لائے تو عذاب میں مبتلا ہوئے۔ تو یہ بھی اسی انتظار میں ہیں اور یہی چیز ان کیلئے ایمان سے رکاوٹ بنی ہوئی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ اور ہم نہیں بھیجتے رسولوں کو مگر خوشخبری سنانے والے جو نیک ہیں ان کو جنت کی اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی

خوشخبری سناتے ہیں وَمُنْذِرِيْنَ اور ڈرانے والے نافرمانوں کو۔ رب کے عذاب سے ڈراتے ہیں کہ دنیا میں بھی آئے گا اور مرنے کے بعد تو ہے ہی لیکن وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ اور جھگڑتے ہیں وہ لوگ جو کافر ہیں باطل کے ہتھیار کیساتھ یعنی باطل کے شبہات پیش کرتے ہیں لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ تاکہ پھسلا دیں اس کے ذریعے حق کو۔ مختلف قسم کی بحثیں کرتے ہیں اور صاف بات کو ٹیڑھا بناتے ہیں تاکہ یہ لوگوں کی سمجھ میں نہ آئے وَاتَّخَذُوْآ اٰيٰتِيْ وَمَا اُنْذِرُوْا هُزُوًا اور انہوں نے بنالیا ہے میری آیتوں کو اور اس چیز کو جس کے ذریعے ان کو ڈرایا جاتا ہے مسخرہ بناتے ہیں ٹھٹھا کرتے ہیں کہ یہ جادو ہے اگر ہم چاہیں تو اس طرح کی آیات ہم بھی بنا سکتے ہیں۔ نہ ماننے والوں کیلئے دنیا میں کچھ نہیں ہے۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ اور کون ہے زیادہ ظالم اس شخص سے جس کو یاد دہانی کرائی گئی اپنے رب کی آیات کیساتھ، نصیحت کی گئی رب کی آیات کیساتھ فَاَعْرَضَ عَنْهَا پس اس نے اعراض کیا ان آیات سے۔ اس سے بڑا ظالم کون ہے وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ اور بھول گیا وہ برے اعمال جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں۔ اپنی غلطی اور قصور نہیں مانتا اپنے گناہوں کا اقرار نہیں کرتا الٹا رب تعالیٰ کی آیات پر اعتراض کرتا ہے۔ مثلاً ایک مقام پر مکھی کا ذکر ہے، ایک جگہ مکڑی کا ذکر ہے۔ کافروں نے کہا مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا [بقرۃ:۲۶] ''کیا ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس مثال کیساتھ۔'' یہ خدا کا کلام ہے اس میں مکھی کا ذکر ہے، مکڑی کا ذکر ہے، بلند ذات اور نکمی چیزوں کا ذکر۔

کام کے آدمی بہت کم ہیں :

عوام بڑے سطحی ہوتے ہیں سمجھدار آدمی بہت کم ہیں جو گہرائی میں جائیں اور سمجھیں

کہ مثال سے مخاطب کو سمجھانا مقصود ہوتا ہے اور مخاطب کو سامنے رکھ کر مثال دی جاتی ہے یا مقصود کو سامنے رکھ کر مثال دی جاتی ہے لیکن اکثریت سطحی قسم کے لوگوں کی ہوتی ہے۔ بخاری شریف میں روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا سو اونٹ ہوں یا سو اونٹنیاں ہوں تو ان میں منزل تک پہنچانے والا ایک نکلے گا۔ اسی طرح سو آدمیوں میں سے آدمی ایک ہی نکلے گا باقی سب بھرتی ہے۔ جس بندے پر صحیح معنیٰ میں اعتماد کیا جا سکے اور صحیح معنیٰ میں رب کا بندہ ہو وہ سو میں سے ایک نکلے گا۔ باقی شکلیں انسانوں کی ہیں لیکن اندر انسانیت کا مادہ نہیں ہے۔ جب ان کیساتھ برتاؤ کرو گے تو اس وقت پتا چلے گا کہ یہ کیا ہے۔ بعض آدمیوں کو دیکھ کر خیال آتا ہے شبہ پیدا ہوتا ہے کہ شاید یہ خضر علیہ السلام ہیں یا ان کے بھائی ہیں اور جب ان کیساتھ برتاؤ کیا جائے تو پتا چلتا ہے کہ یہ کیا چیز ہیں؟ انسانیت بڑی بلند چیز ہے کاش! کہ لوگوں میں انسانیت آجائے۔ بشریت اور آدمیت بڑی اونچی صفت ہے مگر کاش! کہ آجائے۔ علامہ بُوصِیریؒ قصیدہ بردہ والے کہتے ہیں......

وَمَبْلَغُ الْعِلْمِ فِيْهِ اَنَّهٗ بَشَرٌ
وَ اَنَّهٗ خَيْرُ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

''انتہائی علم یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ بشر ہیں اور سب مخلوق میں سے افضل ہیں۔'' ابن سینا بہت بڑا حکیم گذرا ہے وہ کہتا ہے کہ ''طبی نکتہ نظر سے بھی آنحضرت ﷺ کامل ترین انسان ہیں۔'' یعنی اوصاف اخلاق کے لحاظ سے تو اعلیٰ و افضل تھے ہی طبی لحاظ سے بھی رب تعالیٰ نے آپؐ میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ تو انسان بننا بڑی بلند بات ہے۔ انہوں نے قرآن سے اعراض کیا اور ان کے ہاتھوں نے جو کرتوت آگے بھیجے تھے وہ سب بھول گئے۔ پھر کیا ہوا؟ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً. اَكِنَّةٌ كِنَانٌ کی جمع ہے۔ بیشک ہم نے ان کے دلوں

پر پردے ڈال دیئے اَنْ یَّفْقَهُوْهُ اس بات سے کہ وہ قرآن کو سمجھیں وَفِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا اوران کے کانوں میں ڈاٹ ہیں۔اسی پارے میں یہ بحث گذر چکی ہے کہ جب رب تعالیٰ نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے اور کانوں میں ڈاٹے چڑھادیئے تو پھران کا کیا قصور ہے؟ قصور تو تب ہو معاذ اللہ تعالیٰ کہ ان کی قوت اللہ تعالیٰ سے زیادہ ہو اور وہ رب تعالیٰ کے پردوں کو اتار دیں اسکا تو تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ کوئی مخلوق رب تعالیٰ سے زیادہ قوی اور طاقتور ہو۔تو کافی تفصیل کیساتھ میں نے عرض کی تھی کہ اللہ تعالیٰ پہلے دن پردے نہیں لٹکا تا بلکہ جب وہ لوگ گمراہی پر راضی ہو جاتے ہیں تب اللہ تعالیٰ مہریں لگا دیتا ہے پردے ڈال دیتا ہے۔اور سورۃ حم سجدہ چوبیسویں پارے میں ہے کہ کافروں کے سامنے جب قرآن پیش کیا فَاَعْرَضَ اَکْثَرُهُمْ ''تو ان میں سے اکثر نے اعراض کیا فَهُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ پس وہ نہیں سنتے وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِیْٓ اَکِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَیْهِ وَفِیْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَیْنِنَا وَبَیْنِکَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ اور کہا ان کافروں نے ہمارے دل پردوں میں ہیں اس چیز سے جس کی طرف آپ بلاتے ہیں اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ ہیں اور ہمارے اور آپ کے درمیان پردہ ہے پس آپ اپنا کام کریں بیشک ہم اپنا کام کر رہے ہیں۔'' جیسے کوئی شخص آنکھیں بند کرلے تو اسے کوئی چیز نظر نہیں آئے گی۔

؎ آنکھیں اگر ہیں بند تو پھر دن بھی رات ہے

اس میں بھلا قصور کیا ہے آفتاب کا

تو انہوں نے کہا کہ ہم نے دلوں کو غلافوں میں محفوظ رکھا ہوا ہے آپ کی بات ہمارے دلوں تک پہنچتی ہے نہ پہنچنے دینی ہے اور کوئی بات ہم نے کانوں تک بھی نہیں پہنچنے دینی۔کیونکہ

کانوں میں ہم نے ڈاٹ چڑھائے ہوئے ہیں۔ جب انہوں نے اپنے لئے یہ پردے تسلیم کر لئے اور اس پر فخر کیا اور اس کو اپنا عمل اور کسب بتلایا۔ ادھر رب تعالیٰ کا قاعدہ ہے نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى ''جدھر کوئی چلتا ہے رب اس کو ادھر چلا دیتا ہے۔'' رب تعالیٰ کسی پر جبر نہیں کرتا کہ جبراً ہدایت دے یا جبراً گمراہ کرے۔ کرنا چاہے تو کر سکتا ہے قادر مطلق ہے کہ انسانوں سے برائی کا مادہ سلب کر کے فرشتے بنا دے لیکن پھر انسان تو نہیں ہونگے فرشتے ہونگے۔ انسانوں اور جنات میں اللہ تعالیٰ نے خیر کی قوت بھی رکھی ہے اور شر کی قوت بھی رکھی ہے اور پھر اختیار دیا ہے کہ اپنے اختیار سے جو کام کرنا چاہو کر سکتے ہو۔ جو کرو گے اس کا نتیجہ سامنے آئے گا۔ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بھیجے، کتابیں نازل فرمائیں، عقل سلیم دی، اچھائی برائی سے آگاہ فرمایا ہے۔ سوچ سمجھ کر قدم اٹھاؤ پھر اس کی مہربانی کہ نابالغی کا زمانہ اس میں شامل نہیں فرمایا۔ بالغ ہو گیا عقل پوری ہو گئی اب مکلف اور پابند ہے اگر پھر نہ مانے تو اس کا قصور ہو گا۔ فرمایا ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے اور کانوں میں ڈاٹ چڑھا دیئے اس لئے کہ اس کو انہوں نے پسند کیا۔ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى اور اگر تم ان کو بلاؤ ہدایت کی طرف فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا پس ہرگز وہ ہدایت نہیں پائیں گے اس وقت کبھی بھی وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ اور آپ کا رب بخشنے والا ہے اور رحمت والا ہے۔ رحمت کا دروازہ کھلا ہے، توبہ کا دروازہ کھلا ہے جس دن سورج مغرب سے طلوع ہو گا اس دن توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ اس دن سے پہلے جس نے ایمان قبول نہیں کیا اس دن اگر ایمان لائے گا تو وہ ایمان قبول نہیں کیا جائے گا۔ اس دن کے بعد جو نیکیاں شروع کرے گا ان کا کوئی اجر نہیں ملے گا ایسے ہی جیسے نزع کی حالت طاری ہونے سے پہلے کا ایمان معتبر ہے نیکی بھی معتبر ہے اور نزع کی حالت طاری ہونے کے بعد نہ

ایمان معتبر ہے نہ کوئی نیکی معتبر ہے بلکہ اس حالت میں توبہ کا بھی احتمال نہیں ہے۔ سورج جب مغرب سے طلوع کرے گا تو وہ جہان کی نزع کا وقت ہوگا اس سے پہلے پہلے جو کرنا ہے کرلو رب کی رحمت کا دروازہ کھلا ہے لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا اگر پکڑے ان کو ان کی کمائی کی وجہ سے ان کے کسب کی وجہ سے لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ البتہ جلدی کردے گا اللہ تعالیٰ ان کیلئے عذاب۔ پکڑنا چاہے تو ایک آن میں پکڑ سکتا ہے۔ دیکھو! جس طرح دنیا میں کسی بھی محکمے کا ملازم غیر حاضر ہو ڈیوٹی نہ دے تو اس کو معطل کر دیتے ہیں، برخاست کر دیتے ہیں، نوکری سے نکال دیتے ہیں کہ تم محکمے میں رہنے کے قابل نہیں۔ تو بندہ سوچے کہ یہ محکمے رب تعالیٰ کے محکمے کے مقابلے میں کچھ نہیں ہیں رب تعالیٰ نے جس وقت پوچھا کہ اے بندے بتلاؤ یہ یہ عبادتیں تیرے ذمہ لگائی تھیں تو تم نے کتنی ڈیوٹی دی ہے؟ تو کیا جواب دو گے؟ اور پھر وہ ایسی عبادتیں نہیں ہیں کہ انسان کر نہ سکے بلکہ انسان کے بس میں ہیں۔ ہاں! اگر ایسا ہوتا کہ انسان کے بس میں نہ ہوتیں تو بات علیحدہ تھی۔ رب تعالیٰ نے بڑی سہولتیں دی ہیں۔ مثال کے طور پر ایک آدمی کے پاس مال نہیں ہے تو رب تعالیٰ نے اس کو زکوٰۃ فطرانہ دینے کا پابند نہیں فرمایا زمین نہیں ہے عشر کا پابند نہیں کیا۔ نماز کا وقت ہو گیا اور قریب قریب پانی نہیں ہے تو تیمم کر کے نماز پڑھ لے رب تعالیٰ نے اس کا پابند نہیں فرمایا کہ میلوں تک پانی تلاش کرتا پھرے۔ روزے والا آدمی اچانک بیمار ہوگیا روزہ مکمل کرنے کی طاقت نہیں ہے تو روزہ توڑ دے۔ بڑی سہولتیں ہیں لیکن لوگ بے پرواہ ہیں رب تعالیٰ کے احکامات کو ٹھکرا رہے ہیں۔ تو اگر اللہ تعالیٰ ان کے کسب پر پکڑنا چاہے تو اللہ عذاب جلد کردے بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ بلکہ ان کیلئے ایک وعدہ ہے لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا ہرگز نہیں پائیں گے اس کے علاوہ کوئی پھرنے کی جگہ۔ جب وہ وقت آئے گا تو

ٹلے گا نہیں اور کوئی چھپنے کی جگہ نہیں ملے گی۔ وَتِلْكَ الْقُرٰٓى اور یہ بستیاں ہیں اَهْلَكْنٰهُمْ ہم نے ان کو ہلاک کیا ہے لَمَّا ظَلَمُوْا جس وقت وہاں کے باشندوں نے ظلم کیا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا اور ٹھہرایا ہے ہم نے ان کی ہلاکت کیلئے ایک وعدہ۔ ایک وقت مقرر کیا ہے۔ پہلے تفصیل ہو چکی ہے نوح علیہ السلام کی قوم، ہود علیہ السلام کی قوم، صالح علیہ السلام کی قوم، لوط علیہ السلام کی قوم، شعیب علیہ السلام کی قوم کے واقعات بیان ہو چکے ہیں۔ رب تعالیٰ ان کا حوالہ دیتے ہیں کہ یہ بستیاں ہم نے ہلاک کی ہیں۔ ان کی ہلاکت کا بھی ایک وقت مقرر تھا، تمہارا بھی ایک وقت مقرر ہے اس سے پہلے ہی اپنی اصلاح کرلو۔

۞ ۞ ۞

وَاِذْ قَالَ

مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَاۤ اَبْرَحُ حَتّٰۤى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا۝۶۰ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا۝۶۱ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا ؗ لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا۝۶۲ قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَاۤ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ ؗ وَمَاۤ اَنْسٰىنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ۚ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ ۖۗ عَجَبًا۝۶۳ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۖۗ فَارْتَدَّا عَلٰۤى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا۝۶۴ لا فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَاۤ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا۝۶۵

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى اور جب فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے لِفَتٰىهُ اپنے نوجوان کو لَاۤ اَبْرَحُ میں نہیں ٹلوں گا حَتّٰۤى اَبْلُغَ یہاںتک کہ میں پہنچ جاؤں مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ دو دریاؤں کے جمع ہونے کی جگہ پر اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا یا میں چلتا رہوں زمانہ بھر فَلَمَّا بَلَغَا پس جس وقت وہ دونوں پہنچے مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا ان دونوں دریاؤں کے جمع ہونے کی جگہ نَسِيَا حُوْتَهُمَا وہ دونوں بھول گئے اپنی مچھلی فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ پس بنالیا اس مچھلی نے اپنا راستہ فِي الْبَحْرِ سمندر میں سَرَبًا سرنگ کے طور پر فَلَمَّا جَاوَزَا پس جس وقت وہ آگے بڑھے قَالَ فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے لِفَتٰىهُ اپنے نوجوان کو اٰتِنَا لاؤ ہمارے پاس غَدَآءَ نَا ہمارا

ناشتہ لَقَدْ لَقِيْنَا البتہ تحقیق ہم ملے ہیں مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا اپنے اس سفر میں نَصَبًا مشقت کو قَالَ اس نے کہا اَرَءَيْتَ دیکھیں آپ اِذْ اَوَيْنَآ جب ہم نے ٹھکانا لیا اِلَى الصَّخْرَةِ چٹان کی طرف فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ پس بیشک میں بھول گیا مچھلی کو وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اور نہیں بھلائی مجھ کو وہ مچھلی اِلَّا الشَّيْطٰنُ مگر شیطان نے اَنْ اَذْكُرَهٗ کہ اس کو میں یاد رکھ سکوں وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ اور بنالیا اس مچھلی نے اپنا راستہ فِى الْبَحْرِ سمندر میں عَجَبًا عجیب طریقے سے قَالَ فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ یہ وہ جگہ تھی جس کو ہم تلاش کر رہے تھے فَارْتَدَّا پس دونوں لوٹے عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا اپنے پاؤں کے نشانات پر قَصَصًا تلاش کرتے ہوئے فَوَجَدَا پس پایا ان دونوں نے عَبْدًا ایک بندہ مِّنْ عِبَادِنَآ ہمارے بندوں میں سے اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً دی تھی ہم نے اس کو رحمت مِّنْ عِنْدِنَا اپنی طرف سے وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا اور ہم نے سکھایا تھا اس کو اپنی طرف سے ایک قسم کا علم۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ :

چند رکوع پہلے تم یہ بات پڑھ چکے ہو کہ قریش کے سرداروں کا ایک وفد آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ ہم آپ کیساتھ ملاقات کرنا چاہتے ہیں مگر اس شرط پر کہ آپ کے پاس یہ غریب غلام اور ادنی قسم کے لوگ بیٹھے ہیں ان کو مجلس سے اٹھائیں ان کیساتھ بیٹھنا ہم اپنے لئے عار سمجھتے ہیں۔ اس کی تفصیل تو سن چکے ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ غریبوں کیساتھ بیٹھ کر حق سننے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ اور یہاں یہ قصہ ہے کہ اعلیٰ نے ادنی سے

کچھ علم حاصل کیا ہے اور عار محسوس نہیں کی۔ واقعہ اس طرح پیش آیا کہ حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کے ایک بہت بڑے مجمع میں تقریر کی جو بڑی بلیغ اور مؤثر تھی۔ ایک شخص نے اٹھ کر کہا اے موسیٰ علیہ السلام! زمین میں آپ سے بڑا کوئی عالم ہے؟ قَالَ لَا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا نہیں! مجھ سے بڑا عالم کوئی نہیں ہے۔ ظاہری طور پر موسیٰ علیہ السلام کی بات غلط نہیں تھی۔ پیغمبر ہیں اور پیغمبروں میں بھی تیسرے نمبر پر ہیں۔ پہلا نمبر آنحضرت ﷺ کا ہے، دوسرا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اور تیسرا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا، اور وقت کے پیغمبر سے زیادہ علم کسی کو نہیں ہوتا۔ تو فرمایا مجھ سے بڑا عالم کوئی نہیں ہے۔ بس اس جملے پر رب تعالیٰ ناراض ہو گئے کہ یہ کیوں نہیں فرمایا اَللّٰهُ اَعْلَمُ اللہ سب سے بڑا عالم ہے۔ فرمایا اے موسیٰ علیہ السلام مجمع البحرین کے مقام پر پہنچ کر ہمارے ایک بندے سے ملاقات کر کے ان سے کچھ معلومات حاصل کریں۔ وہ بندہ حضرت خضر علیہ السلام تھے جن کا نام بلیا ابن ملکان تھا۔ بلیا ان کا نام تھا اور ملکان ان کے والد کا نام تھا۔ جمہور کا مسلک یہ ہے کہ وہ پیغمبر تھے۔ ان کا اصل دور ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ ہے اور ذوالقرنین جس کا ذکر آگے آئے گا اس کے وزیر اعظم تھے اور جمہور یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ ابھی تک زندہ ہیں۔ دجال لعین جب نکلے گا تو خضر علیہ السلام اس کے سامنے آکر کھڑے ہو جائیں گے دجال کہے گا تم مجھے رب نہیں مانتے؟ فرمائیں گے تو کانا دجال ہے میں تجھے رب کیوں مانوں؟ مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ تلوار کیساتھ خضر علیہ السلام کے دو ٹکڑے کر کے درمیان سے گذر جائے گا پھر جادو کے ذریعے زندہ کرے گا اور کہے گا اب تو مجھے مان لو خضر علیہ السلام فرمائیں گے کہ اب تو میں پہلے سے بھی زیادہ یقین پر ہو گیا ہوں کہ تو دجال ہے۔ دوبارہ قتل کرنے کی کوشش کرے گا مگر کامیاب نہیں ہو سکے گا۔ مجمع البحرین سے کون سی جگہ مراد ہے؟

بعض مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جہاں فارس اور روم کے دونوں دریا ملتے ہیں وہ جگہ مراد ہے۔علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جہاں دجلہ اور فرات خلیج فارس میں آکر گرتے ہیں وہ جگہ مراد ہے۔فرمایا مجمع البحرین کے مقام پر آپ کو وہ ہمارا بندہ ملے گا۔ بخاری اور مسلم شریف کی روایت میں ہے کَیْفَ سَبِیْلُ اِلٰی لُقِیِّہٖ ''اے پروردگار میری اس کیساتھ ملاقات کیسے ہوگی۔''فرمایا ایک مردہ مچھلی لے جاؤ نُوْنًا مَیْتَۃً جہاں یہ مچھلی زندہ ہو جائے وہاں پر وہ ہمارا بندہ ملے گا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کو ساتھ لیا جن کو بعد میں اللہ تعالیٰ نے نبی بنایا۔فرمایا یہ مچھلی جہاں زندہ ہو جائے مجھے بتلا دینا، یہ مچھلی جہاں زندہ ہو جائے مجھے بتلا دینا، بار بار فرمایا۔انہوں نے عرض کیا حضرت! بار بار کہنے کی کیا ضرورت ہے؟ جہاں زندہ ہوگئی میں بتلا دونگا۔چنانچہ ٹوکری میں مچھلی ڈالی اور دونوں بزرگ چل پڑے چلتے چلتے مجمع البحرین پہنچ گئے۔وہاں پر ایک بہت بڑی چٹان تھی اس چٹان کے سائے میں دونوں بزرگ لیٹ گئے۔اس چٹان کے پاس آب حیات کا چشمہ تھا اس چشمے کے کچھ قطرے مچھلی پر پڑے وہ زندہ ہو کر سمندر میں چلی گئی کیونکہ قریب تھا۔موسیٰ علیہ السلام سوئے ہوئے تھے خادم اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھ رہا تھا کہ پانی تو پیچھے مل جاتا ہے مگر وہ پانی نہ ملا سرنگ بنی رہی پانی میں۔کتنی عجیب بات ہے کہ مردہ مچھلی زندہ ہو کر سمندر میں داخل ہو جائے اور جدھر جائے پانی کی سرنگ بنتی جائے۔حضرت یوشع علیہ السلام کو بتلانا یاد نہ رہا۔موسیٰ علیہ السلام کے بار بار تاکید کرنے پر انہوں نے کہا تھا کہ بار بار کہنے کی کیا ضرورت ہے؟ میں یاد کرا دونگا۔انانیت کو اللہ تعالیٰ کسی جگہ پسند نہیں کرتے۔موسیٰ علیہ السلام اٹھ کر چل پڑے سارا دن چلتے رہے اگلی رات بھی چلتے رہے صبح جس وقت ناشتے کا وقت ہوا تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا بھوک لگی ہے

ناشتہ لاؤ۔ جب تھیلے کی طرف ہاتھ بڑھایا تو کہنے لگے حضرت ! اُہ۔۔ہو...... میں تو بڑی بات بھول گیا وہ کل جس چٹان کے پاس ہم نے آرام کیا تھا مچھلی تو وہاں زندہ ہو کر سمندر میں چھلانگ لگا گئی اور سمندر کا پانی پیچھے سے ملا نہیں سرنگ بنتی گئی۔ فرمایا ہماری تو منزل وہی تھی اس فالتو سفر کی وجہ سے ہمیں تھکاوٹ ہوئی ہے سڑک وغیرہ کا راستہ تو تھا نہیں اپنے پاؤں کے نشانات دیکھتے ہوئے واپس تشریف لائے۔ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ایک آدمی چادر تان کر پانی کی سطح پر لیٹا ہوا ہے۔ بخاری شریف کے الفاظ ہیں عَلٰی کَبِدِ الْبَحْرِ موسیٰ علیہ السلام نے جا کر ان کو سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا۔ فرمایا تم کون ہو؟ جواب دیا میں موسیٰ ہوں۔ کون سا موسیٰ ؟ فرمایا جو بنی اسرائیل کی طرف بھیجا گیا ہے۔ فرمایا اچھا اچھا تو حضرت! آپ یہاں کیسے آئے ؟ جواب دیا میں آپ سے کچھ معلومات لینے کیلئے آیا ہوں۔ خضر علیہ السلام نے فرمایا میری اور آپ کی کوئی مناسبت نہیں ہے یہ ٹیڑھی کھیر ہے۔

لطیفہ :

(حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ ایک لطیفہ سنایا کرتے تھے کہ ایک نابینے حافظ کو کسی نے کہا حافظ جی کھیر کھانی ہے۔ اس نے کہا وہ کیسی ہوتی ہے۔ اس نے جواباً کہا کہ بگلے کی طرح سفید ہوتی ہے۔ حافظ جی نے کہا کہ بگلا کیسا ہوتا ہے؟ تو اس نے ایک ہاتھ بگلے کی طرح بنایا اور دوسرے ہاتھ سے حافظ جی کا ہاتھ پکڑ کر اوپر پھیرا کہ بگلا ایسا ہوتا ہے تو حافظ جی نے کہا کہ ایسی ٹیڑھی کھیر میں نے نہیں کھانی۔'' نواز بلوچ؛ مرتب۔)

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں صبر کروں گا ان شاء اللہ تعالیٰ اور آپ سے کچھ حاصل کروں گا۔ یہ اس واقعہ کا خلاصہ ہے اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں وَاِذْ قَالَ

مُوْسٰی اور جب فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے لِفَتٰهُ اپنے نوجوان اور خادم کو جن کا نام یوشع بن نون علیہ الصلوٰۃ والسلام تھا۔ جو حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے بعد بنی اسرائیل کیلئے نبی بنائے گئے تھے۔ فرمایا لَآ اَبْرَحُ میں نہیں ٹلوں گا حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ یہاں تک کہ میں پہنچ جاؤں دو دریاؤں کے جمع ہونے کی جگہ پر۔ اکثر مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اس مراد فارس اور روم کے دریا ہیں۔ علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دجلہ اور فرات مراد ہیں کہ جس جگہ یہ دونوں مل کر سمندر میں گرتے ہیں اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا یا میں چلتا رہوں زمانہ بھر۔ حُقُبٌ کی جمع احقاب آتی ہے سورہ نبا میں احقابا کا لفظ موجود ہے۔ فَلَمَّا بَلَغَا پس جس وقت وہ دونوں بزرگ پہنچے مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا ان دونوں دریاؤں کے جمع ہونے کی جگہ نَسِيَا حُوْتَهُمَا دونوں بھول گئے اپنی مچھلی کو فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ پس بنالیا اس مچھلی نے اپنا راستہ سمندر میں سَرَبًا سرنگ کے طور پر۔ پانی سیال ہے اس میں رقت ہے آپس میں مل جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت وہ پانی نہیں ملا غار کی غار بنا رہا۔ اور یہ جو میں نے روایت بتلائی ہے کہ آب حیات کا پانی مچھلی پر پڑا یہ بخاری اور مسلم شریف کی روایت کا خلاصہ ہے کہ آب حیات کا چشمہ قریب تھا اس کے پانی کا قطرہ مچھلی پر پڑا وہ زندہ ہو کر سمندر میں چھلانگ لگا گئی اور یہ دونوں بھول گئے۔ فَلَمَّا جَاوَزَا پس جب دونوں اس جگہ سے تجاوز کر گئے، آگے بڑھے قَالَ فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے لِفَتٰهُ اپنے نوجوان کو جو ان کا خادم تھا اٰتِنَا غَدَآءَنَا لاؤ ہمارے پاس ہمارا ناشتہ لَقَدْ لَقِيْنَا البتہ تحقیق ہم ملے ہیں مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا اپنے اس سفر میں تھکاوٹ کو۔ یہ جو کل سے اب تک کا سفر تھا اس میں مشقت تھی کیونکہ ضرورت سے زائد تھا اور قدرتی طور پر تھکاوٹ بھی ہوئی۔ قَالَ کہا خادم نے اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ حضرت آپ دیکھیں جب ہم نے ٹھکانا لیا

چٹان کی طرف فَاِنِّیْ نَسِیْتُ الْحُوْتَ پس بیشک میں بھول گیا مچھلی کو وَمَآ اَنْسٰنِیْهُ اِلَّا الشَّیْطٰنُ اور نہیں بھلائی مجھ کو وہ مچھلی مگر شیطان نے اَنْ اَذْكُرَهٗ کہ اس کو میں یاد رکھ سکوں۔ حضرت اس کا قصہ یہ ہوا کہ وہ زندہ ہو کر وَاتَّخَذَ سَبِیْلَهٗ فِی الْبَحْرِ اور بنالیا اس مچھلی نے اپنا راستہ سمندر میں۔ وہ تو زندہ ہو کر سمندر میں چلی گئی ہے عَجَبًا عجیب طریقے سے کہ مچھلی زندہ ہو جائے نقل وحرکت کر کے پانی میں داخل ہو جائے اور پانی کی سرنگ بنتی جائے۔ خادم نے کہا تھا آپ فکر نہ کریں بار بار تاکید نہ کریں میں یاد کرادوں گا اس نے سمندر میں جاتے ہوئے آنکھوں سے دیکھا مگر یاد نہ رہی کیونکہ رب انانیت کو پسند نہیں کرتا اپنے سوا کیلئے۔ انسان کبھی اپنی قابلیت پر فخر نہ کرے بلکہ اپنی کسی چیز پر فخر نہ کرے میں یہ ہوں اور میں وہ ہوں، انسان کچھ بھی نہیں ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے صرف اتنے لفظ کہے ہاں مجھ سے بڑا عالم کوئی نہیں ہے۔ اور ظاہراً جواب ٹھیک تھا کیونکہ پیغمبر سے بڑا عالم کون ہو سکتا ہے مگر رب نے اس کو پسند نہیں فرمایا۔ ایسے کیوں نہیں کہا اللّٰہ اعلم۔ رب تعالیٰ کو انانیت کسی کی بھی پسند نہیں ہے۔ قَالَ فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ یہ وہ جگہ تھی جس کو ہم تلاش کر رہے تھے فَارْتَدَّا پس دونوں لوٹے عَلٰٓی اٰثَارِهِمَا اپنے پاؤں کے نشانات پر قَصَصًا تلاش کرتے ہوئے۔ چونکہ سڑک اور پختہ راستہ تو تھا نہیں قدموں کے نشانات دیکھتے ہوئے واپس آگئے فَوَجَدَا پس دونوں نے پایا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ ایک بندہ ہمارے بندوں میں سے جو حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ ان کو خضر اس لئے کہتے ہیں کہ خضر کا معنٰی ہے سبزہ ہریالی، حضرت خضر علیہ السلام جہاں بیٹھتے تھے وہ جگہ فوری طور پر سبز ہو جاتی تھی اس لئے خضر ان کا لقب پڑ گیا اور نام ان کا بلیا ہے۔ وہ جمہور کے نزدیک پیغمبر ہیں اور اب تک موجود ہیں اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا دی تھی ہم نے

ان کو رحمت اپنی طرف سے، زندگی بھی لمبی دی اور تجربہ بھی وسیع دیا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا اور ہم نے سکھایا تھا اس کو ایک خاص قسم کا علم۔ اس علم کی کچھ شقیں آگے آرہی ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے تکوینیات کا علم عطا فرمایا تھا۔ آگے ذکر آئے گا۔

۞ ۞ ۞

قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰۤى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا۝۶۶ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا۝۶۷ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا۝۶۸ قَالَ سَتَجِدُنِيْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَاۤ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا۝۶۹ قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْـَٔلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰۤى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا۝۷۰ فَانْطَلَقَا حَتّٰۤى اِذَا رَكِبَا فِي السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا اِمْرًا۝۷۱ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا۝۷۲ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِيْ مِنْ اَمْرِيْ عُسْرًا۝۷۳ فَانْطَلَقَا حَتّٰۤى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةًۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا نُّكْرًا۝۷۴

قَالَ لَهٗ مُوْسٰى کہا اس کو موسیٰ علیہ السلام نے هَلْ اَتَّبِعُكَ کیا میں آپ کی پیروی کر سکتا ہوں عَلٰۤى اس شرط پر اَنْ تُعَلِّمَنِ کہ آپ سکھائیں مجھے مِمَّا عُلِّمْتَ اس میں جو سکھلائی گئی ہے آپ کو رُشْدًا بھلائی قَالَ اس نے کہا اِنَّكَ بیشک آپ لَنْ تَسْتَطِيْعَ ہرگز طاقت نہیں رکھ سکو گے مَعِيَ میرے ساتھ صَبْرًا صبر کرنے کی وَكَيْفَ تَصْبِرُ اور کیسے آپ صبر کریں گے عَلٰى مَا اس چیز پر لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا جس کی خبر کا آپ نے احاطہ نہیں کیا ہوا قَالَ کہا موسیٰ علیہ السلام نے سَتَجِدُنِيْۤ بتاکید آپ مجھے پائیں گے اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا اگر چاہا اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والا وَّلَاۤ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا اور میں نافرمانی نہیں کروں

گا آپ کے حکم کی قَالَ انہوں نے کہا فَاِنِ اتَّبَعْتَنِیْ پس اگر آپ میری پیروی کرنا چاہتے ہیں فَلَا تَسْئَلْنِیْ پس نہ سوال کرنا مجھ سے عَنْ شَیْءٍ کسی چیز کے بارے میں حَتّٰٓی اُحْدِثَ لَکَ یہانتک کہ میں خود بیان کروں آپ کے سامنے مِنْهُ ذِکْرًا اس کا ذکر فَانْطَلَقَا پس دونوں چلے حَتّٰٓی اِذَا رَکِبَا یہانتک کہ جب دونوں سوار ہوئے فِی السَّفِیْنَةِ کشتی میں خَرَقَهَا خضر علیہ السلام نے کشتی کو پھاڑ دیا قَالَ موسیٰ علیہ السلام نے کہا اَخَرَقْتَهَا کیا آپ نے کشتی کو پھاڑ دیا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا تاکہ آپ غرق کر دیں اس کی سواریوں کو لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا اِمْرًا البتہ تحقیق آپ لائیں ہیں چیز بڑی نامناسب قَالَ اس نے کہا اَلَمْ اَقُلْ کیا میں نے نہیں کہا تھا اِنَّکَ بیشک آپ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا آپ ہرگز نہیں طاقت رکھیں گے میرے ساتھ صبر کرنے کی قَالَ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا لَا تُؤَاخِذْنِیْ آپ گرفت نہ کریں میری بِمَا نَسِیْتُ اس چیز کی وجہ سے جو میں بھول گیا ہوں وَلَا تُرْهِقْنِیْ اور نہ سختی کریں آپ مجھ پر مِنْ اَمْرِیْ میرے معاملے میں عُسْرًا تنگی کے لحاظ سے فَانْطَلَقَا پس دونوں چلے حَتّٰٓی اِذَا لَقِیَا یہانتک کہ وہ ملے غُلٰمًا ایک بچے کو فَقَتَلَهٗ پس خضر علیہ السلام نے اس بچے کو قتل کر دیا قَالَ کہا موسیٰ علیہ السلام نے اَقَتَلْتَ نَفْسًا کیا تو نے قتل کر دیا ایک نفس کو زَکِیَّةً جو صاف ستھرا تھا بِغَیْرِ نَفْسٍ بغیر کسی جان کے عوض لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا نُّکْرًا البتہ آپ لائیں ہیں ایسی چیز جو بہت ہی نامناسب ہے۔

پچھلے درس میں تم نے سنا کہ موسیٰ علیہ السلام اپنے خادم یوشع بن نون علیہ السلام

کے ہمراہ مجمع البحرین کے علاقے میں پہنچے۔خضر علیہ السلام چادر تان کر سوئے ہوئے تھے۔ اِنہوں نے سلام کیا اُنہوں نے جواب دیا اور پوچھا کہ سلام کرنے والا کون ہے؟ فرمایا میں موسیٰ ہوں (علیہ السلام)۔کون سا موسیٰ؟ فرمایا وہ جن کو نبی بنا کر بنی اسرائیل کی طرف بھیجا گیا ہے۔اچھا حضرت! آپ یہاں کیسے تشریف لائے؟فرمایا آپ سے کچھ علم حاصل کرنے کیلئے آیا ہوں۔ کہنے لگے ٹیڑھی کھیر ہے۔

ٹیڑھی کھیر :

سمجھانے کیلئے لوگوں نے کہاوت بنائی ہوئی ہے۔ایک بے چارہ نابینا حافظ تھا اس کو کہا کہ حافظ جی! کھیر کھانی ہے۔اس نے کہا کھیر کس طرح کی ہوتی ہے۔اس نے کہا سفید سفید ہوتی ہے۔حافظ جی نے کہا سفید کس طرح کی ہوتی ہے؟اس نے کہا جیسے بگلا سفید ہوتا ہے اس طرح سفید ہوتی ہے۔حافظ جی نے کہا بگلا کیسا ہوتا ہے؟ اندھے بے چارے نے کچھ بھی نہیں دیکھا تھا۔اس نے ہاتھ ایسے ٹیڑھا کر کے بتلایا کہ ایسا ایک جانور ہوتا ہے گردن اس کی لمبی ہوتی ہے۔حافظ جی نے کہا کہ میں نے ایسی ٹیڑھی کھیر نہیں کھانی۔

تو خضر علیہ السلام نے کہا کہ معاملہ بڑا ٹیڑھا ہے۔اس موقع پر خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا اِنَّکَ عَلٰی عِلْمٍ عَلَّمَکَ اللّٰهُ تعالٰی ''اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک ایسا علم دیا ہے جو مجھے نہیں دیا وَاَنَا عَلٰی عِلْمٍ عَلَّمَنِیَ اللّٰهُ اور مجھے اللہ تعالیٰ نے ایک علم دیا ہے جو آپ نہیں جانتے۔'' کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے شریعت کا علم دیا ہے۔موسیٰ علیہ السلام کا علم شریعت کا تھا۔اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل فرمائی۔قرآن پاک کے بعد تمام آسمانی کتابوں میں تورات کا مقام بہت بلند ہے۔اور مجھے تکوینیات کا علم ہے جو آپ نہیں جانتے۔ قَالَ لَهٗ مُوْسٰی کہا خضر علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام نے هَلْ

اَتَّبِعُکَ کیا میں آپ کی پیروی کرسکتا ہوں عَلٰٓی اس شرط پر اَنْ تُعَلِّمَنِ کہ آپ مجھے سکھائیں تعلیم دیں مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا اس میں سے جو سکھلائی گئی ہے جو آپ کو تعلیم دی گئی ہے اچھی باتوں کی قَالَ خضر علیہ السلام نے کہا اِنَّکَ بیشک آپ لَنْ تَسْتَطِیْعَ ہرگز طاقت نہیں رکھ سکو گے مَعِیَ صَبْرًا میرے ساتھ صبر کرنے کی۔ میری باتیں اوٹ پٹانگ ہونگی آپ کی سمجھ میں نہیں آئیں گی وَ کَیْفَ تَصْبِرُ اور کیسے آپ صبر کریں گے عَلٰی مَا لَمْ تُحِطْ بِہٖ خُبْرًا اس چیز پر جس کی خبر کا آپ نے احاطہ نہیں کیا ہوا۔ جس چیز کی حقیقت آپ کو معلوم نہیں ہے اس پر آپ کیسے خاموش رہیں گے قَالَ فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ صَابِرًا بتاکید آپ پائیں گے مجھے انشاء اللہ تعالیٰ صبر کرنے والا۔ آپ نے جو کرنا ہے کریں میں صبر کروں گا وَّ لَآ اَعْصِیْ لَکَ اَمْرًا اور میں نافرمانی نہیں کروں گا آپ کے حکم کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ خیال فرمایا ہوگا کہ بعض احکام عزیمت کے ہوتے ہیں اور بعض رخصت کے۔ عزیمت والے کام وہ ہوتے ہیں جو کرنے پڑتے ہیں اور رخصت وہ ہے جس کا جواز ہو کہ ایسا کرنے کی اجازت ہے۔ تو شریعت میں دونوں حکم ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے سمجھا کہ کوئی رخصت والا کام کریں گے تو میں خاموش رہوں گا۔ قَالَ خضر علیہ السلام نے کہا فَاِنِ اتَّبَعْتَنِیْ پس اگر آپ میری پیروی کرنا چاہتے ہیں میرے ساتھ چلتے ہیں فَلَا تَسْئَلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ پس نہ سوال کرنا مجھ سے کسی شے کے بارے میں۔ جو میں کروں تم نے اس کے متعلق پوچھنا نہیں ہے حَتّٰٓی اُحْدِثَ لَکَ مِنْہُ ذِکْرًا یہاں تک کہ میں خود بیان کروں آپ کے سامنے اس کا ذکر کہ یہ کام میں نے کیوں کیا ہے۔ جب بات طے ہوگئی تو چل پڑے۔

سفر میں موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کیساتھ یوشع بن نون علیہ السلام تھے یا نہیں :

آگے اس میں اختلاف ہے کہ سفر میں صرف موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام تھے یا یوشع ابن نون علیہ السلام بھی ساتھ تھے۔ تفسیروں میں دونوں باتیں لکھی ہیں۔ ایک یہ کہ جب موسیٰ علیہ السلام کی خضر علیہ السلام کیساتھ ملاقات ہوگئی تو یوشع بن نون علیہ السلام کو چھٹی دیدی کہ آپ واپس چلے جائیں۔

اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ وہ بھی ساتھ تھے۔ خادم کا ذکر اس لئے نہیں ہوتا کہ جب اصل کا ذکر ہوگیا تو خادم بھی ساتھ ہی ہے۔ فَانۡطَلَقَا پس دونوں بزرگ چل پڑے حَتّٰۤی اِذَا رَكِبَا فِی السَّفِیۡنَةِ یہاںتک کہ جب دونوں سوار ہوئے کشتی میں۔ جزیرہ اندلس کے قرطبہ شہر جانا چاہتے تھے وہ پرلے کنارے پر تھا۔ ادھر جب یہ کشتی کے پاس پہنچے۔ کشتی پر سوار ہونے والے کافی لوگ تھے۔ مرد، عورتیں، بوڑھے، بچے، جوان اور جانور بھی تھے۔ کشتی بہت بڑی تھی۔ بخاری شریف میں روایت آتی ہے ملاحوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو پہچان لیا کہنے لگے عَبۡدٌ صَالِحٌ یہ نیک آدمی ہے۔ اس سے ہم نے کرایہ نہیں لینا اس کیساتھی سے بھی نہیں لینا۔ انہوں نے کرائے پر بڑا اصرار کیا لیکن انہوں نے کہا کہ بزرگوں سے ہم نے کرایہ نہیں لینا۔ حدیث شریف میں بِغَیۡرِ نَوۡلٍ کے لفظ آتے ہیں کہ بغیر کرایہ کے انہوں نے سوار کرلیا اور کشتی چل پڑی۔ کشتی میں کلہاڑی اور تیشہ بھی پڑا تھا جب اگلے کنارے کے قریب پہنچے تو خضر علیہ السلام نے کلہاڑی پکڑی اور کشتی کا تختہ توڑ دیا اور تختہ بھی جو پانی کی سطح کے اندر تھا لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ پانی اندر نہیں آیا یہ ان کا معجزہ تھا پیغمبر تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جلالی مزاج تھے بول پڑے۔ فرمایا ان لوگوں

نے ہمیں بغیر کرائے کے سوار کیا نیکی کی اس احسان کا آپ نے بڑا اچھا بدلہ دیا کہ ان کی کشتی پھاڑ دی اور یہ بھی خیال نہ کیا کہ اس پر مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے، جوان کتنی سواریاں ہیں حیوان بھی ہیں سب ڈوب جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں خَرَقَهَا خضر علیہ السلام نے کشتی کو پھاڑ دیا کلہاڑی لے کر ایک تختہ نکال دیا قَالَ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اَخَرَقْتَهَا کیا آپ نے کشتی کو پھاڑ دیا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا تاکہ آپ غرق کردیں اس کی سواریوں کو۔ کیونکہ عالم اسباب میں اس کا نتیجہ یہی ہوگا کہ کشتی میں پانی آجائیگا کشتی ڈوبے گی سواریاں ڈوب جائیں گے تو آپ نے یہ کام اچھا نہیں کیا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا اِمْرًا البتہ تحقیق آپ لائیں ہیں چیز بڑی نامناسب۔ آپ نے برا کام کیا ہے۔ یہاں روایت میں کچھ اور لفظ بھی آتے ہیں۔ بخاری شریف اور مسلم شریف میں روایت موجود ہے کہ ایک چڑیا آکر کشتی کے کنارے پر بیٹھ گئی۔ خدا کی قدرت ہے سمندری جانور سمندر میں رہتے اور پلتے ہیں اور آگے ان کی نسلیں چلتی ہیں۔

میں بحری جہاز میں سوار تھا دیکھا کافی پرندے پانی کی سطح پر تیر رہے ہیں۔ جہاز ران سے پوچھا کہ کیا کنارہ قریب آگیا ہے کہ یہ پرندے آکر بیٹھ گئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ کنارہ یہاں سے سو میل دور ہے۔ تو میں نے کہا کہ یہ پرندے یہاں کیا کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ یہیں رہتے ہیں یہیں ان کی نسلیں پیدا ہوتی ہیں اور پرورش پاتی ہیں۔ خدا کی قدرت ان کیلئے یہی جگہ ہے۔ سمندر کی سطح پر غول در غول تھے جن میں بڑے بھی تھے اور چھوٹے بھی تھے۔

تو ایک چڑیا آکر بیٹھی اور سمندر سے ایک قطرہ پانی کا چونچ میں لیا۔ خضر علیہ السلام نے استادانہ رنگ میں فرمایا يٰمُوْسٰى اِنَّ عِلْمِىْ وَعِلْمَكَ وَعِلْمَ جَمِيْعِ الْخَلَائِقِ

''اے موسیٰ میرا علم اور آپ کا علم اور اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلے میں اتنا بھی نہیں ہے جتنا سمندر کے مقابلے میں چڑیا کی چونچ میں پانی ہے۔''

تو فرمایا تو نے کشتی پھاڑ دی ہے بڑا بُرا کام کیا ہے قَالَ خضر علیہ السلام نے کہا اَلَمْ اَقُلْ کیا میں نے نہیں کہا تھا اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا آپ ہرگز نہیں طاقت رکھیں گے میرے ساتھ صبر کرنے کی قَالَ فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ آپ گرفت نہ کریں اس چیز کی وجہ سے جو میں بھول گیا ہوں۔ مجھے شرط یاد نہیں رہی تھی بھول کر سوال کر بیٹھا ہوں وَلَا تُرْهِقْنِیْ مِنْ اَمْرِیْ عُسْرًا اور نہ آپ سختی کریں میرے معاملے میں تنگی کے لحاظ سے۔ مطلب یہ ہے کہ مجھے معاف کر دیں۔ کشتی کنارے جا لگی سواریاں خیر وعافیت کیساتھ اتر گئیں۔ سمندر کے کنارے پر قرطبہ شہر تھا اور اس کے پاس بہت بڑا میدان تھا اس کے اطراف میں بڑے بھی کھیلتے تھے اور چھوٹے بچے بھی کھیلتے تھے۔ بڑا عجیب قسم کا منظر تھا یہ پہنچے سامنے بچے کھیل رہے تھے۔ فَانْطَلَقَا پس دونوں چلے حَتّٰی اِذَا لَقِیَا غُلٰمًا یہاں تک کہ وہ ملے ایک بچے کو جس کا نام جیسون تھا اس کے والد کا نام کازیر تھا اور والدہ کا نام سہوی تھا، نابالغ بچہ تھا خضر علیہ السلام نے اس کو ٹانگوں سے پکڑا جیسے دھوبی کھیس کو پکڑ کر اٹھا کے مارتے ہیں اٹھا کر زمین پر دے مارا۔ بیچارے کا سر پھٹ گیا بچہ تڑپنے لگا جان نہیں نکل رہی تھی پھر چھری لے کر اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام اس بات پر خاموش نہیں رہ سکتے تھے کیونکہ نابالغ بچے پر تو قانون نہیں لگتا۔ تنبیہ کرنا ادب سکھانا الگ بات ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے ثَلٰثَةٌ رُفِعَ عَنْهُ الْقَلَمُ ''تین قسم کے آدمیوں سے قلم اٹھا لیا گیا ہے یعنی ان پر قانون لاگو نہیں ہوتا عَنِ الصَّبِیِّ حَتّٰی یَحْتَلِمَ بچے سے یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائے۔'' تو نابالغ بچے کو کسی جرم پر سزا نہیں دی

جاسکتی۔شراب پی لے کوڑے نہیں لگیں گے، چوری کرلے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ہاں! تنبیہ کی جاسکتی ہے جیسے چھوٹے بچے نہ پڑھیں یا کوئی شرارت کریں تو ماں باپ کو مارنے کا حق ہے۔دوسرا عَنِ النَّائِمِ حَتّٰی یَسْتَیْقِظَ ''سونے والے پر قانون لاگو نہیں ہوتا یہاں تک کہ وہ بیدار ہوجائے۔''اور تیسرا عَنِ الْمَجْنُوْنِ حَتّٰی یُفِیْقَ ''پاگل پر قانون جاری نہیں ہوتا یہاں تک کہ وہ ٹھیک ہوجائے۔'' تو پہلی بات یہ تھی کہ نابالغ بچہ تھا اور دوسری بات یہ تھی کہ اس نے کسی کو قتل بھی نہیں کیا تھا اور خضر علیہ السلام نے اس کو قتل کردیا فَقَتَلَهٗ پس اسکو خضر علیہ السلام نے قتل کردیا قَالَ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً کیا تو نے قتل کردیا ایک نفس کو جو صاف ستھرا تھا بِغَيْرِ نَفْسٍ بغیر کسی جان کے عوض لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُّكْرًا البتہ آپ لائیں ہیں ایسی چیز جو بہت ہی نامناسب ہے کہ چھوٹے بچے کو بلاوجہ قتل کردیا ہے۔مزید واقعہ آگے آئیگا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

الحمدللہ آج مورخہ ۱۶ شوال ۱۴۳۱ھ کو پندرھواں پارہ مکمل ہوا۔

محمد نواز بلوچ

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿۷۵﴾ قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍۭ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِيْ ۚ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا ﴿۷۶﴾ فَانْطَلَقَا ٙ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَيَاۤ اَهْلَ قَرْيَةِ ِۨاسْتَطْعَمَاۤ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ؕ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ﴿۷۷﴾ قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ ۚ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿۷۸﴾ اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ﴿۷۹﴾

قَالَ خضر علیہ السلام نے کہا اَلَمْ اَقُلْ لَّکَ کیا میں نے آپ کو نہیں کہا تھا اِنَّکَ بیشک آپ لَنْ تَسْتَطِیْعَ ہرگز طاقت نہیں رکھیں گے مَعِیَ میرے ساتھ صَبْرًا صبر کرنے کی قَالَ فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے اِنْ سَاَلْتُکَ عَنْ شَیْءٍ بَعْدَھَا اگر میں نے سوال کیا آپ سے کسی شے کے بارے میں اس واقعہ کے بعد فَلَا تُصٰحِبْنِیْ پس آپ مجھے اپنی رفاقت میں نہ رکھنا قَدْ بَلَغْتَ تحقیق آپ پہنچ چکے مِنْ لَّدُنِّیْ میری طرف سے عُذْرًا عذر کو فَانْطَلَقَا پس دونوں چلے حَتّٰی اِذَا اَتَیَا یہاں تک کہ آئے دونوں اَھْلَ قَرْیَۃِ ایک بستی والوں کے پاس اسْتَطْعَمَا اَھْلَھَا دونوں نے کھانا طلب کیا اس کے باشندوں سے فَاَبَوْا اَنْ

يُّضَيِّفُوْهُمَا پس ان لوگوں نے انکار کیا اس بات سے کہ ان کو اپنا مہمان بنائیں فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا پس پائی ان دونوں نے اس بستی میں ایک دیوار يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ جو ارادہ کر رہی تھی کہ گر پڑے فَاَقَامَهٗ پس خضر علیہ السلام نے اس کو ٹھیک کر دیا قَالَ فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے لَوْ شِئْتَ اگر آپ چاہتے لَتَّخَذْتَ البتہ آپ لے لیتے عَلَيْهِ اَجْرًا اس پر کوئی معاوضہ قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ کہا یہ جدائی کا وقت ہے میرے اور آپ کے درمیان سَاُنَبِّئُكَ تحقیق میں آپ کو بتلاؤں گا بِتَاْوِيْلِ حقیقت کا اس چیز کی مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا آپ طاقت نہیں رکھتے تھے صبر کرنے کی اَمَّا السَّفِيْنَةُ بہرحال کشتی فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ پس وہ تھی کچھ مسکینوں کی يَعْمَلُوْنَ فِى الْبَحْرِ جو کام کرتے تھے سمندر میں فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا پس میں نے ارادہ کیا کہ عیب دار کر دوں اس کشتی کو وَكَانَ وَرَآءَهُمْ اور تھا ان کے آگے مَّلِكٌ ایک بادشاہ يَّاْخُذُ پکڑ لیتا تھا كُلَّ سَفِيْنَةٍ ہر کشتی غَصْبًا چھین کر۔

یہ بات چلی آ رہی تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم میں تقریر فرمائی، تقریر بڑی مدلل اور موثر تھی۔ اس سے متاثر ہو کر ایک شخص نے کہا کہ زمین میں آپ سے بڑا عالم بھی کوئی ہے؟ فرمایا نہیں! یہ الفاظ اللہ تعالیٰ کو پسند نہ آئے کہ کہنا چاہیے تھا اَللّٰهُ اَعْلَمُ اللہ سب سے بڑا عالم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرا ایک بندہ ہے جو ایک فن میں آپ سے زیادہ عالم ہے اس کے پاس جا کر آپ علم حاصل کریں۔ کہاں ملے گا؟ مجمع البحرین پر۔ نشانی کیا ہوگی؟ فرمایا بے جان مچھلی لے جاؤ جہاں مچھلی میں جان پڑ جائے وہاں ملے گا۔

چنانچہ موسیٰ علیہ السلام اپنے خادم یوشع ابن نون علیہ السلام کو لے کر چل پڑے۔ ملاقات ہوئی، انہوں نے کہا میری اور آپ کی کوئی مناسبت نہیں ہے، میرے کام ایسے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں صبر کروں گا۔ خضر علیہ السلام نے کہا کہ میں آپ کو اس شرط پر ساتھ لے کر چلتا ہوں کہ جب تک میں خود کسی شے کی حقیقت بیان نہ کروں آپ نے مجھ سے کسی شے کے بارے میں سوال نہیں کرنا۔ وعدہ معاہدہ ہو گیا اور چل پڑے۔ آگے سمندری سفر تھا کشتی میں سوار ہو گئے کشتی والوں نے بغیر کرایہ کے سوار کیا خضر علیہ السلام نے کشتی کا پھٹہ توڑ کر سوراخ کر دیا موسیٰ علیہ السلام سے صبر نہ ہو سکا اور فرمایا کہ ان لوگوں نے ہمارے ساتھ ہمدردی کی ہے مفت میں سوار کیا آپ نے ان کی کشتی توڑ کر اچھا کام نہیں کیا۔ کشتی سے اترے تو آگے جزیرہ اندلس قرطبہ شہر تھا ساحل پر بچے کھیل رہے تھے۔ انہوں نے جیسور نامی بچے کو پکڑا کھوپڑی اتاری جان نہ نکلی پھر پاؤں سے پکڑ کر دیوار پر مارا جان نہ نکلی چھری لے کر ذبح کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً ۢبِغَيْرِ نَفْسٍ "کیا تو نے قتل کر دیا ایسے شخص کو جو صاف ستھرا تھا بغیر نفس کے عوض، برا اور نامناسب کام کیا ہے۔"

اس سلسلے میں قَالَ خضر علیہ السلام نے کہا اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ کیا میں نے آپ کو نہیں کہا تھا اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا بیشک آپ ہرگز طاقت نہیں رکھیں گے میرے ساتھ صبر کرنے کی۔ تو وہی قصہ ہوا کہ آپ بار بار مجھ پر اعتراض کرتے ہیں قَالَ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍۢ بَعْدَهَا اگر میں آپ سے سوال کروں کسی شے کے بارے میں اس واقعہ کے بعد کہ دو دفعہ سوال کر چکا ہوں اب تیسری دفعہ مجھے موقع دیں۔ اگر کوئی بات میری سمجھ میں نہ آئی اور پھر اگر میں سوال کروں

فَلَا تُصٰحِبْنِیْ پس آپ مجھے اپنی رفاقت میں نہ رکھنا اپنا ساتھی نہ بنانا۔ واقعتاً میری اور آپ کی مناسبت نہیں ہے قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّیْ عُذْرًا تحقیق آپ پہنچ چکے ہیں میری طرف سے عذر کو۔ آپ فیصلہ کرنے میں معذور ہونگے آپ اپنی کاروائی کرتے رہیں میں سوال کرتا رہوں گا تنقید کرتا رہوں گا۔ چنانچہ اندلس کے جزیرے سے چلے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ کتنے دنوں کے بعد اگلے شہر میں پہنچے فَانْطَلَقَا پس دونوں چلے حَتّٰۤی اِذَاۤ اَتَیَاۤ اَهْلَ قَرْیَةِ یہاں تک کہ جب دونوں پہنچے ایک بستی والوں کے پاس۔ اکثر تفسیروں میں اس کا نام انطا کیہ ہے۔ انطا کیہ شہر آج بھی مصر میں موجود ہے۔ دوپہر کا وقت تھا بھوک لگی ہوئی تھی دونوں کے پاس پیسے نہیں تھے اسْتَطْعَمَاۤ اَهْلَهَا دونوں نے کھانا طلب کیا اس کے باشندوں سے۔ وہاں کے لوگوں سے کہا کہ بھئی! ہمیں بھوک لگی ہے ہمیں کھانا کھلاؤ۔ دونوں بڑی شان والے پیغمبر ہیں مگر بشری تقاضے ساتھ ہیں، بھوک بھی ہے، پیاس بھی ہے اور پاس پیسہ کوئی نہیں ہے مجبوری ہے ایسے موقع پر مانگنے کی اجازت ہے۔ فَاَبَوْا اَنْ یُّضَیِّفُوْهُمَا پس ان لوگوں نے انکار کر دیا اس بات سے کہ ان کو اپنا مہمان بنائیں۔ مفت کھانا کھلانے سے وہاں کے لوگوں نے انکار کر دیا۔

کھانا کھلانے سے انکار کی وجہ :

محققین اس کی وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کیساتھ دونوں بزرگوں کی صحت بڑی عمدہ تھی ہاتھ پاؤں ٹھیک تھے آنکھیں درست تھیں ان لوگوں کا نظریہ یہ تھا کہ سوال وہ کرے جو معذور ہو، نابینا ہو، لنگڑا ہو، اپاہج ہو اور یہ اچھے بھلے ہو کر سوال کرتے ہیں کما کر کیوں نہیں کھاتے۔ ان کو تو معلوم نہیں تھا کہ یہ کون بزرگ ہیں کیونکہ غیب صرف پروردگار کے پاس ہے مخلوق غیب نہیں جانتی اور مسئلہ بھی یہی ہے کہ معذور سوال

کرے دوسرا سوال نہ کرے۔حدیث پاک میں آتا ہے جو شخص مانگنے کو پیشہ بنالے قیامت والے دن اس کے چہرے پر گوشت نہیں ہوگا ہڈیوں کا ڈھانچہ ہی ہوگا۔پیشے کے طور پر مانگنا یہ شریعت میں سخت ممنوع ہے۔روایات میں آتا ہے کہ عرفات کے میدان میں نویں ذوالحجہ کو ایک شخص مانگ رہا تھا۔حضرت عمرؓ کی خلافت تھی اور وہ بھی موجود تھے۔انہوں نے دیکھا تو اس کو بلایا اور فرمایا کیوں مانگتے ہو اور یہاں مانگتے ہو اور آج کے دن مانگتے ہو۔ رب سے نہیں مانگتا بندوں سے مانگتا ہے؟ اس نے کہا کہ میں یہودی تھا مسلمان ہو گیا ہوں میرا خرچہ زیادہ ہے آمدن کم ہے بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے۔یہاں چونکہ لوگ اکٹھے ہیں مجبوراً مانگ رہا ہوں حضرت عمرؓ نے اس کا پتہ معلوم کیا اور منشی کو حکم دیا کہ اس کا نام پتہ نوٹ کرلو۔جب حج سے فارغ ہونگے تو اس کا باقاعدہ وظیفہ مقرر کریں گے۔تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ واقعی یہ شخص حاجت مند ہے۔تو تندرست آدمی کا بغیر کسی مجبوری کے مانگنا شرعاً درست نہیں ہے۔حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو شخص تکثر یعنی مال بڑھانے کیلئے مانگتا ہے وہ دوزخ کی آگ کے شعلے اور انگارے کھاتا ہے۔تو مانگنا اچھی چیز نہیں ہے مگر انسان ہے کسی وقت اچانک مجبور ہو جاتا ہے اور پیشہ ور نہیں ہے تو الگ بات ہے۔

دونوں پیغمبروں نے انطاکیہ بستی کے باشندوں سے کھانا مانگا مگر انہوں نے مہمان بنانے سے انکار کر دیا۔اسی بھوک کی حالت میں جارہے تھے کہ فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا پس پائی ان دونوں نے اس بستی میں ایک دیوار يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ جو ارادہ کر رہی تھی کہ گر پڑے فَاَقَامَهٗ پس خضر علیہ السلام نے اس کو ٹھیک کر دیا۔ایک بہت بلند دیوار تھی وہ ایسے محسوس ہو رہا تھا کہ ابھی گری۔دیوار کے ارادے کا مطلب یہ ہے کہ وہ جھک گئی تھی گرنے کیلئے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے وہ دیوار ٹھیک کر دی۔دیوار کیسے ٹھیک کر دی؟ اکثر روایات اور

احادیث میں آتا ہے کہ ایسے ہاتھ سے اشارہ کیا تو دیوار بالکل سیدھی ہوگئی کوئی زیادہ محنت کی ضرورت پیش نہیں آئی یہ انکا معجزہ تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت آپ نے ان بے مروت لوگوں کیساتھ یہ احسان کیا ہے جنہوں نے ہمیں کھانا کھلانے سے انکار کیا ہے ہم کوئی پیشہ ور تو نہیں تھے بھوک نے ہمیں ستایا تھا ہم نے ان سے کھانا طلب کیا انہوں نے کورا جواب دیا ایسے لوگوں کیساتھ ہمدردی کا کیا معنٰی ہے؟ قَالَ فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا اگر آپ چاہتے البتہ آپ لے لیتے اس پر آپ کوئی معاوضہ تاکہ ہم کھانا کھا لیتے۔ آپ نے بغیر مزدوری کے دیوار ٹھیک کر دی یہ آپ نے اچھا کام نہیں کیا۔ یہ تین واقعات پیش آئے، کشتی کا پھاڑنا، بچے کا قتل کرنا اور تیسرا دیوار کا مفت ٹھیک کرنا۔ اس موقع پر حضرت خضر علیہ السلام نے قَالَ فرمایا هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ یہ میرے اور آپ کے درمیان جدائی کا وقت ہے۔ بخاری شریف کی روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا اگر موسیٰ علیہ السلام مزید صبر کرتے تو ہمیں مزید عجیب عجیب واقعات معلوم ہوتے مگر موسیٰ صبر نہ کر سکے۔ تو خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ میرے اور آپ کے درمیان جدائی کا وقت ہے سَاُنَبِّئُكَ بتاکید میں آپ کو بتلاؤں گا بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا حقیقت اس چیز کی آپ طاقت نہیں رکھتے تھے صبر کرنے کی۔ اب میں بتلاتا ہوں کہ میں نے کیوں کیا۔

پہلا واقعہ کشتی کے پھاڑنے کا تھا کہ کشتی سے تختہ نکالا لیکن خدا کی قدرت کہ پانی اندر نہیں آیا یہ ان کا معجزہ تھا اور موسیٰ علیہ السلام کا اعتراض بھی بجا تھا کہ ان لوگوں نے ہمیں مفت میں سوار کیا کشتی میں کافی سواریاں تھیں، مرد، عورتیں،، بچے، بوڑھے، جوان اور حیوانات بھی تھے آپ نے کشتی پھاڑ دی اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کشتی غرق ہوگی اس وقت خضر

علیہ السلام نے کوئی جواب نہ دیا لیکن یہ مشاہدہ ہوا کہ پانی کا ایک قطرہ بھی کشتی میں داخل نہیں ہوا جہاں تک کشتی جاتی تھی وہاں تک پہنچی اور اطمینان کیساتھ سواریاں نیچے اتر گئیں۔ اس کشتی کے متعلق خضر علیہ السلام فرماتے ہیں اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ بہر حال کشتی وہ تھی کچھ مسکینوں کی۔ دس افراد پر مشتمل ایک خاندان تھا ان کا ذریعہ معاش کشتی کی آمدنی تھی اس پر وہ اپنا گذارہ کرتے تھے اور کوئی چیز ان کے پاس نہیں تھی يَعْمَلُوْنَ فِى الْبَحْرِ جو کام کرتے تھے سمندر میں۔ سواریوں کو ایک ساحل سے دوسرے ساحل تک پہنچاتے تھے اور اس کے کرائے کیساتھ اپنا وقت گذارتے تھے فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا پس میں نے ارادہ کیا کہ اس کشتی کو عیب دار کردوں۔ ایسا کیوں کیا؟ کہتے ہیں وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ اور تھا ان کے آگے ایک بادشاہ قرطبہ کا۔ امام بخاریؒ اس کا نام بتلاتے ہیں ھُدَدْ بن بُدَدْ، اور عام تفسیروں والے اس کا نام جُلندی بن کرکر بتلاتے ہیں۔

بادشاہ ہمیشہ رعایا کو پریشان کرتے ہیں :

بڑا ظالم جابر قسم کا آدمی تھا جیسے حکمران ہوتے ہیں۔ ان کو کنبے کی ضرورت ہی نہیں ہے جب کسی کا جلسہ ہوتا ہے تو لوگوں کی گاڑیاں بسیں وغیرہ پکڑ لیتے ہیں دو چار دن بے چاروں کو تنگ کرتے ہیں، سواریاں اپنی جگہ پریشان ہوتی ہیں اور یہ اپنے نمبر بنانے کیلئے ظلم کرتے ہیں۔ کونسا ایسا ملک ہے جہاں ایسا نہیں ہوتا؟ کیا ہمارے ملک میں ایسا نہیں ہوتا بسیں وغیرہ نہیں پکڑی جاتیں، مسافر پریشان نہیں ہوتے؟ صرف ایک شخص کی ظالمانہ تقریر کیلئے یہ سب کچھ ہوتا ہے اس ظلم کا انجام یقیناً سامنے آئے گا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے پھر جب پکڑتا ہے تو پھر چھوڑتا نہیں ہے۔ اب اس حکومت نے ٹیکسوں کا نظام شروع کیا ہے اس کا نتیجہ بھی بہت برا نکلے گا۔ جو بھی آتا ہے

معاذ اللہ تعالیٰ وہ اپنے آپ کو سمجھتا ہے کہ خدا میں ہی ہوں ۔دن بدن تنگی آرہی ہے غریب لوگ رو رہے ہیں یہ سارے ظالمانہ قانون ہیں ۔کل کے اخبار میں یہ پڑھ کر تھوڑی سی خوشی ہوئی ہے کہ تاجروں نے مطالبہ کیا ہے کہ پاکستان میں اسلامی شریعت نافذ کی جائے کیونکہ اسلامی نظام میں ٹیکس کا کوئی وجود نہیں ہے۔ یہ اب پشاور میں تاجروں کی کانفرنس ہورہی ہے خدا کرے جو تاجر سوئے ہوئے ہیں وہ بھی جاگ جائیں اور جیسے افغانستان میں طالبان حکومت میں اسلامی قانون نافذ ہے اور کوئی ٹیکس ویکس نہیں ہے حالانکہ تمام ممالک سے غریب ملک افغانستان ہے لیکن وہ کسی ملک کا مقروض نہیں ہے کیونکہ ٹیکس نہ لیتے ہیں اور نہ دیتے ہیں بھوکے مر رہے ہیں لیکن کسی ملک کا ان پر قرضہ نہیں ہے اور ہمیں امریکہ خبیث نے قرضوں کے بوجھ کے نیچے دبایا ہوا ہے تاکہ یہ میرے شکنجے سے نکل نہ سکیں۔ یہ ظالمانہ ٹیکس شریعت کیخلاف ہیں اللہ کرے کہ تاجر اس بات پر ڈٹے رہیں کہ اس ملک میں شریعت نافذ ہو۔ٹیکسوں سے ان کی جان چھوٹ جائے۔

تو وہ جو بادشاہ تھا ھُدَدْ بن بُدَدْ یا جلندی بن کرکر بڑا ظالم تھا اس کے کارندے ساحل پر گھومتے رہتے تھے جو کشتی صحیح ہوتی تھی اس کو پکڑ لیتے تھے بیگار کے طور پر، کسی کو مہینہ کسی کو دو مہینے اپنے سرکاری کاموں پر لگا لیتے تھے اور مالک بے چارے دیکھتے رہتے تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے اس کشتی کو اس لئے عیب ناک کیا کہ کارندے دیکھیں گے تو کہیں گے کہ اس کو کون ٹھیک کرے گا اس کو نہیں لیتے اور یہ لوگ ایک آدھ دن میں تختہ لگا کر اپنا کام چلالیں گے چھ ماہ کی بیگار سے بچی رہے گی تو میں نے پھاڑ کر ان کی ہمدردی کی ہے تاکہ ان کا کام چلتا رہے ۔فرمایا آگے ان کا ایک بادشاہ تھا یَّاْخُذُ کُلَّ سَفِیْنَۃٍ غَصْبًا پکڑ لیتا تھا ہر صحیح سالم کشتی چھین کر۔عوام سے ظالمانہ طور پر

تو میں نے ان کیساتھ دشمنی نہیں کی بلکہ ہمدردی کی ہے تا کہ ان کی کشتی بچی رہے اور ان مسکینوں کا کام چلتا رہے۔

وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ﴿۸۰﴾ فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّ اَقْرَبَ رُحْمًا ﴿۸۱﴾ وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ۖ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ ۭ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿۸۲﴾ ع

وَاَمَّا الْغُلٰمُ اور بہر حال وہ بچہ فَكَانَ پس تھے اَبَوٰهُ اس کے ماں باپ دونوں مُؤْمِنَيْنِ مومن فَخَشِيْنَآ پس ہمیں خوف ہوا اَنْ يُّرْهِقَهُمَا کہ یہ بچہ چھا جائے گا ان دونوں پر طُغْيَانًا سرکشی میں وَّكُفْرًا اور کفر میں فَاَرَدْنَآ پس ہم نے ارادہ کیا اَنْ يُّبْدِلَهُمَا یہ کہ بدل دے ان دونوں کیلئے رَبُّهُمَا ان دونوں کا رب خَيْرًا مِّنْهُ بہتر اس سے زَكٰوةً پاکیزگی میں وَّاَقْرَبَ رُحْمًا اور زیادہ قریب شفقت میں وَاَمَّا الْجِدَارُ اور بہر حال دیوار فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ پس وہ تھی دو بچوں کی يَتِيْمَيْنِ جو یتیم تھے فِي الْمَدِيْنَةِ شہر میں وَكَانَ تَحْتَهٗ اور تھا اس دیوار کے نیچے كَنْزٌ لَّهُمَا ان دونوں کا خزانہ وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا اور تھا ان دونوں کا باپ نیک فَاَرَادَ رَبُّكَ پس ارادہ کیا آپ کے رب نے اَنْ يَّبْلُغَآ کہ پہنچیں وہ دونوں اَشُدَّهُمَا اپنی جوانی کو وَيَسْتَخْرِجَا اور نکالیں وہ دونوں كَنْزَهُمَا اپنے خزانے کو رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ یہ سب مہربانی ہے آپ کے رب کی طرف سے

وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ اور نہیں کی میں نے یہ کاروائی اپنی رائے سے ذٰلِکَ تَاْوِیْلُ یہ حقیقت ہے مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَیْهِ صَبْرًا اس چیز کی کہ نہیں رکھتے تھے آپ طاقت اس پر صبر کرنے کی۔

خضر علیہ السلام کا اصل نام :

تفصیل کیساتھ سن چکے ہو کہ خضر علیہ السلام جن کا نام بلیا بن ملکان علیہ السلام تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور میں پیدا ہوئے اور ذوالقرنین کے وزیر اعظم تھے جمہور مفسرین کرام اور محدثین عظام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ وہ پیغمبر تھے اور اب بھی زندہ ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام ان سے کچھ تکوینی چیزیں سیکھنے کیلئے مجمع البحرین کے مقام پر ان کی خدمت میں پہنچے جہاں دجلہ اور فرات دونوں ملتے ہیں۔ کشتی پر سوار ہوئے تو خضر علیہ السلام نے اس کا ایک تختہ پھاڑ دیا حالانکہ انہوں نے مفت میں سوار کیا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اعتراض کیا کہ ان لوگوں نے ہمارے ساتھ ہمدردی کی بغیر کرائے کے سوار کیا اور آپ نے ان کی کشتی پھاڑ دی جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ساری سواریاں غرق ہو جائیں گی۔ فرمایا میں نے نہیں کہا تھا کہ آپ کی اور میری مناسبت نہیں ہے۔ جس وقت کشتی سے اترے اندلس کا جزیرہ تھا ساحل پر بچے کھیل رہے تھے ایک نابالغ بچہ جس کا نام جیسور تھا پر حضرت خضر علیہ السلام نے ہاتھ ڈالا اور کھوپڑی اتار کر پھینک دی جان نہ نکلی تو اس کو پاؤں سے پکڑ کر زمین پر دے مارا جس طرح دھوبی کپڑے کو اٹھا کر مارتے ہیں پھر بھی جان نہ نکلی تو چھری لے کر اس کا گلہ کاٹ دیا۔ اب اس کاروائی پر موسیٰ علیہ السلام کس طرح خاموش رہ سکتے تھے پھر سوال کر دیا کہ آپ نے یہ بڑا غلط کام کیا ہے۔ آگے چلے مصر کے علاقہ میں انطاکیہ شہر پہنچے تو بھوک لگی ہوئی تھی کھانا طلب کیا تو انہوں نے کھانا دینے سے انکار کر دیا کہ تم صحت

منہ آدمی ہو اندھے نہیں لولے لنگڑے نہیں کیوں مانگتے ہو؟ کماؤ اور کھاؤ۔ وہاں ایک دیوار گر رہی تھی خضر علیہ السلام نے اس کو سیدھا کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یہ بے مروت لوگ جنہوں نے ہمارا شرعی حق ادا نہیں کیا۔ حدیث پاک میں آتا ہے مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمُ الضَّيْفَ ''جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنی حیثیت کے مطابق مہمان کی خدمت کرے۔'' یہ مہمان نوازی ایمان کا حصہ ہے تو انہوں نے کوئی ایمان کا ثبوت نہیں دیا آپ نے ان بے مروتوں کیساتھ نیکی کی ہے۔ خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے پہلے دن ہی کہہ دیا تھا کہ میری اور آپ کی کوئی مناسبت نہیں ہے۔ کل کے درس میں تم سن چکے ہو کہ خضر علیہ السلام نے کشتی پھاڑنے کی وضاحت فرمائی کہ قرطبہ کا بادشاہ بڑا جابر اور ظالم ہے اس کے کارندے صحیح سالم کشتیاں بیگار کے طور پر پکڑ لیتے ہیں اور دو مہینہ تین مہینے چھ چھ ماہ تک واپس نہیں کرتے اور کرایہ بھی نہیں دیتے جیسے ہمارے حکمران الیکشن کے موقع پر یا کسی بڑے کے جلسے کے موقع پر ویگنیں بسیں پکڑ لیتے ہیں۔ تو میں نے کشتی کو عیب ناک کر دیا تا کہ اس کے کارندے عیب دار سمجھ کر پکڑیں گے نہیں اور یہ ایک آدھ دن میں ٹھیک کر کے اپنا کام چلاتے رہیں گے اور جب وہ موسم نکل جائے گا تو پھر اس کے کارندے نہیں آئیں گے۔ باقی رہا بچے کا مسئلہ؟ تو فرمایا وَاَمَّا الْغُلٰمُ اور بہر حال وہ بچہ جس کا نام جیسون تھا والد کا نام کازیرا اور اس کی والدہ کا نام سہویٰ تھا۔ کازیرا رحمۃ اللہ علیہ بڑے نیک تھے سہویٰ رحمۃ اللہ علیہا بھی بڑی نیک عورت تھیں دونوں مومن تھے۔ مسلم شریف میں روایت ہے یہ بچہ طُبِعَ كَافِرًا پیدائشی طور پر کافر تھا۔ ویسے ضابطہ یہ ہے کہ ہر بچہ صحیح فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ ''کہ ہر بچہ صحیح فطرت پر پیدا کیا جاتا ہے۔'' اسی لئے کافروں

کے بچوں کے متعلق اختلاف کرتے ہیں کہ آیا جنتی ہیں یا جہنمی ؟ اور صحیح بات یہ ہے کہ کافروں کے جو نابالغ بچے فوت ہوئے ہیں وہ جنتی ہیں اَطْفَالُ اَهْلِ الْمُشْرِكِيْنَ خَدَمُ اَهْلِ الْجَنَّةِ صحیح حدیث ہے کہ کافروں کے جو نابالغ بچے فوت ہوئے ہیں وہ جنتیوں کی خدمت کریں گے۔ کیونکہ نابالغ پر کوئی حکم لاگو نہیں ہوتا اور صحیح فطرت ان میں موجود ہے فَاَبَوٰهُ يُهَوِّدَانِهٖ اَوْ يُنَصِّرَانِهٖ اَوْ يُمَجِّسَانِهٖ ماں باپ یہودی ہیں تو بچے کو یہودی بنا دیتے ہیں، عیسائی ہیں تو عیسائی بنا دیتے ہیں، مجوسی ہیں تو مجوسی بنا دیتے ہیں۔ بچہ فطرتاً موحّد پیدا ہوتا ہے لیکن یہ بچہ فطرتاً کافر تھا اور بڑا خوبصورت تھا ماں باپ کو اس سے بڑی محبت تھی۔ تو فرمایا بہر حال وہ بچہ جو مارا گیا فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ پس تھے اس کے ماں باپ دونوں مومن فَخَشِيْنَآ پس ہم نے خوف کیا اَنْ يُّرْهِقَهُمَا کہ وہ بچہ چھا جائے گا ماں باپ دونوں پر طُغْيَانًا سرکشی میں وَّكُفْرًا اور کفر میں۔ خود تو کافر ہے ان کو بھی کافر بنائے گا اس لئے راستے سے پتھر کو ہٹانا تھا تا کہ ماں باپ کا ایمان بچ جائے۔ فَاَرَدْنَآ پس ہم نے ارادہ کیا اَنْ يُّبْدِلَهُمَا یہ کہ بدل دے ان دونوں کیلئے رَبُّهُمَا ان دونوں کا رب خَيْرًا مِّنْهُ اس سے بہتر بچہ زَكٰوةً پاکیزگی میں اور ستھرا ہونے میں وَّاَقْرَبَ رُحْمًا اور زیادہ قریب شفقت میں۔

تمام تفسیروں میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک لڑکی عطا فرمائی جس کا نکاح ایک پیغمبر علیہ السلام کیساتھ ہوا اور اس کی اولاد در اولاد سے ستر (۷۰) پیغمبر پیدا ہوئے۔ تو بچے کو قتل کرنے کی وجہ بیان فرمائی کہ یہ بچہ فطرتاً کافر تھا اور خطرہ تھا کہ اس کے ماں باپ اس کی محبت کی وجہ سے کافر نہ ہو جائیں یہ ان کو کافر نہ بنا دے اس لئے اس پتھر کو راستے سے ہٹایا۔ یہ رب تعالیٰ نے مجھے بتایا وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ یہ کام میں نے اپنی رائے سے

نہیں کیا۔ وَاَمَّا الْجِدَارُ اور بہر حال دیوار جو میں نے صحیح کی ہے فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ پس وہ تھی دولڑکوں کی جو یتیم تھے فِي الْمَدِيْنَةِ شہر میں وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا اور تھا اس دیوار کے نیچے ان دونوں کا خزانہ وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا اور تھا ان دونوں کا باپ نیک۔ اس نیک والد کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کے خزانے کی حفاظت فرمائی۔ اگر وہ دیوار گر جاتی تو بچے ابھی ناسمجھ تھے لوگ ان کا خزانہ لے جاتے۔ دیوار میں نے اس لئے ٹھیک کی ہے کہ جب بالغ اور جوان ہونگے اور مکان بنانا شروع کریں گے تو اپنا خزانہ نکال لیں گے۔ ایک بچے کا نام اَصْرَمْ تھا صادکیساتھ، دوسرے کا نام صَرِيْم تھا باپ کا نام کاشح تھا اور والدہ کا نام دنیا تھا رحمۃ اللہ علیہم۔ یہ سارا نیک خاندان تھا فَاَرَادَ رَبُّكَ پس ارادہ کیا آپ کے رب نے اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا کہ پہنچیں وہ دونوں بچے اپنی جوانی کو وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا اور نکالیں وہ دونوں اپنے خزانے کو۔ یہاں ایک بات سمجھ لیں وہ یہ کہ بچے کے قتل کرنے کے موقع پر فرمایا فَاَرَدْنَا ہم نے ارادہ کیا جمع کا صیغہ ہے۔ اور بچوں کے خزانے کے تحفظ کے موقع پر فرمایا فَاَرَادَ رَبُّكَ پس ارادہ کیا آپ کے رب نے۔ اور کشتی پھاڑنے کے بارے میں فرمایا فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا پس میں نے ارادہ کیا کہ اس کو عیب ناک بناؤں۔ یہ تَفَنُّنْ کیوں ہے؟ تو مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ جس چیز کا اللہ تعالیٰ نے عالم اسباب میں بندے کو اختیار دیا ہے اور ظاہراً اس کا کرنا اچھا بھی نہیں ہے تو اس مقام پر فَاَرَدْتُّ کہا نسبت اپنی طرف کی ہے پس میں نے ارادہ کیا اور جو کام بندہ تنہا نہیں کرسکتا کہ بچے کا قتل کرنا تنہا بندے کا کام نہیں ہے۔ جب تک اللہ تعالیٰ روح نہ نکالے اس لئے وہاں اَرَدْنَا کہا کہ میرا ارادہ تو یہ ہوا اور رب تعالیٰ نے اس کی جان نکالی یعنی بظاہر میں نے مارا ہے لیکن حقیقتاً اللہ تعالیٰ نے مارا ہے۔ اور جس چیز میں خیر ہی خیر تھی

اس کی نسبت رب تعالیٰ کی طرف فرمائی فَاَرَادَ رَبُّکَ آپ کے رب نے ارادہ کیا کہ وہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچیں۔

خضر علیہ السلام کے تین واقعات کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام کی مماثلت :

یہ تین عجیب قسم کے واقعات پیش آئے خضر علیہ السلام نے فرمایا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّکَ یہ سب مہربانی ہے آپ کے رب کی طرف سے وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ اور نہیں کی میں نے یہ کاروائی اپنی رائے اور اپنی مرضی سے۔رب نے کروایا ہے تو میں نے کیا ہے۔ ان کے نبی ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کیونکہ ولی معصوم نہیں ہوتا اور اس کا کشف اور الہام قطعی نہیں ہوتا کہ اپنے الہام کی وجہ سے کسی کو قتل کر دے یا خواب کی وجہ سے کسی کو قتل کر دے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے خواب میں حکم دیا بچے کو ذبح کرنے کا تو انہوں نے گردن پر چھری رکھ کر اپنی طرف سے ذبح کر دیا کیونکہ معصوم پیغمبر تھے ان کا خواب حجت تھا۔ یہ جو تین واقعات ہیں ان کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کیساتھ بھی تعلق ہے بلکہ ان واقعات کیساتھ ملتے جلتے واقعات خود موسیٰ علیہ السلام کیساتھ پیش آئے ان پر تعجب نہیں کیا اور ان پر اعتراض کیا۔

پہلا واقعہ کہ فرعون جس کا نام ولید ابن مصعب تھا کو نجومیوں نے بتلایا کہ دو تین سال میں بنی اسرائیل کے گھروں میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو تیری حکومت کے زوال کا سبب بنے گا۔ فرعون نے مرد عورتوں کی سپیشل پولیس بھرتی کی اور بنی اسرائیلیوں کے گھروں پر پہرے بٹھا دیئے۔ جو بچہ پیدا ہوتا اس کو قتل کر دیا جاتا۔ بقول شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ کے بارہ ہزار بچہ قتل ہوا اور جب موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی والدہ کو الہام کیا سورۃ القصص آیت نمبر ۷ میں ہے وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ

اَرۡضِعِیۡهِ فَاِذَا خِفۡتِ عَلَیۡهِ فَاَلۡقِیۡهِ فِی الۡیَمِّ ''اور وحی بھیجی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرف کہ اس بچے کو دودھ پلاتی رہو پھر جب تم خوف کھاؤ اس پر تو ڈال دو اس کو بحر قلزم میں اور نہ خوف کھاؤ اور نہ غمگین ہونا۔'' تو انہوں نے صندوق میں رکھ کر سمندر میں ڈال دیا۔ نہ کشتی ہے اور نہ کوئی ملاح ہے رب تعالیٰ نے اس صندوق کو محفوظ رکھا فرعون کے مچھیرے یا دھوبی اٹھا کر لے گئے پہلے سوچا کہ اس بچے کے بارے میں کیا کریں؟ فرعون کی بیوی حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا بڑی سخت تھیں انہوں نے کہا لَا تَقۡتُلُوۡهُ عَسٰۤی اَنۡ یَّنۡفَعَنَاۤ اَوۡ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ''اس کو قتل مت کرو شاید کہ ہمیں فائدہ دے یا ہم اسے بیٹا بنالیں۔'' قتل نہ کرنے کا فیصلہ ہو گیا موسیٰ علیہ السلام نے کسی دائی کا دودھ نہ پیا اپنی والدہ کا دودھ پیا۔ فرعون نے کہا بی بی! یہاں رہو تمہیں رہائش ملے گی وظیفہ ملے گا خوراک کا انتظام ہو گا۔ اس نے کہا میرے گھر بچے ہیں میں یہاں نہیں رہ سکتی وہ موسیٰ علیہ السلام کو گھر لے گئیں وظیفہ گھر ہی ملتا تھا۔ تو موسیٰ علیہ السلام صندوق میں زندہ رہے جو بحر قلزم میں ڈالا گیا نہ کشتی نہ ملاح ہے اس پر کوئی تعجب نہیں کیا۔

دوسرا واقعہ کہ دوپہر کے وقت جا رہے تھے سورۃ القصص آیت نمبر ۱۵ میں ہے دو آدمی جھگڑ رہے تھے ایک کا نام قاب تھا جو فرعون کے باورچی خانے کا افسر تھا وہ بازار سے سودا خریدتا اور کسی آدمی کو پکڑ لیتا کہ یہ سودا فرعون کے باورچی خانے میں پہنچاؤ۔ مزدوری نہیں دیتا تھا لوگ فرعون کے ظلم سے ڈرتے تھے وہاں پہنچا آتے تھے۔ ایک مزدور اَڑ گیا اور کہا کہ تمہیں وہاں سے سرکاری طور پر پیسے ملتے ہیں قُلی کے لئے وہ تم جیب میں ڈالتے ہو اور لوگوں پر ظلم کرتے ہو اور زبردستی بیگار لیتے ہو اور دوسری بات یہ ہے یہ گٹھڑی بھاری ہے مجھ سے نہیں اٹھائی جاتی۔ اس نے جب اس کے سارے کرتوت ظاہر کر دیئے تو اس کو غصہ

آیااوراس کیساتھ الجھ پڑا حضرت موسیٰ علیہ السلام پاس سے گذر رہے تھے مزدور نے آواز دے کر کہا کہ اس کا اور میرا یہ جھگڑا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ یہ ٹھیک کہہ رہا ہے کہ تجھے سرکاری خزانے سے قلی کے پیسے ملتے ہیں اس کو دواور ساتھ لے جاؤ۔ وہ کہنے لگا آپ کے پیٹ کیلئے تو میں انتظام کرتا ہوں آپ بھی تو وہاں سے کھانا کھاتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے علم نہیں تھا کہ اتنے ظالمانہ طریقے سے تو کھانا پکا کر مجھے دیتا ہے اور تنبیہ کے طور پر اسے مکا مارا وہ ڈھیر ہو گیا۔ تو خود مکا مارا تو کوئی تعجب نہ کیا اور خضر علیہ السلام کے بچہ مارنے پر تعجب کیا۔

تیسرا واقعہ بھی سورۃ قصص میں ہے کہ جب مصر سے مدین پہنچے تو باہر کنواں تھا اس سے سارے لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے تھے دو بچیاں اپنی بکریوں کو روک کر پیچھے کھڑی تھیں بیری کا درخت تھا موسیٰ علیہ السلام اس کے نیچے بیٹھ کر دیکھ رہے تھے کہ ان عورتوں کی بکریاں آگے جاتی ہیں تو وہ ان کو پیچھے ہٹاتی ہیں۔ پوچھا کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا اَبُوْنَا شَیْخٌ کَبِیْرٌ [سورۃ القصص] ''ہمارا باپ (حضرت شعیب علیہ السلام) بہت بوڑھا ہے۔'' وہ خود کچھ نہیں کر سکتے اور ہمارا بھائی بھی کوئی نہیں ہے یہ بکریاں اپنی گذر اوقات کیلئے رکھی ہوئی ہیں۔ یہ سارے لوگ جب اپنے جانوروں کو پانی پلا کر چلے جاتے ہیں تو بچا ہوا پانی ہم اپنے جانوروں کو پلاتی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پہلوان تو تھے ہی وہ تو مکے سے ہی معلوم ہو گیا کہ ایک مکا مارا اور بندہ ڈھیر ہو گیا کنویں سے پانی نکال کر پلایا اور فرمایا تم جاؤ۔ جب وہ وقت سے پہلے گھر آ گئیں والدین نے پوچھا کہ تم نے بھیڑ بکریوں کو پانی نہیں پلایا؟ جواب دیا پلایا ہے۔ وقت سے پہلے آ گئی ہو؟ انہوں نے بتلایا کہ ایک آدمی نے اس طرح ہمارے ساتھ ہمدردی کی ہے اور پانی پلا دیا ہے۔ تو خود مفت

پانی پلادیا اس پر تعجب نہیں کیا اور خضر علیہ السلام نے دیوار مفت میں سیدھی کی تو تعجب کیا اور اعتراض کیا۔ (حضرت نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ ان واقعات کا موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کیساتھ بھی تعلق ہے۔) تو خضر علیہ السلام نے فرمایا یہ جو کچھ ہوا ہے آپ کے رب کی رحمت سے ہوا ہے وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ اور نہیں کی میں نے یہ کاروائی اپنے ارادے اور مرضی سے ذٰلِکَ تَاْوِیْلُ یہ مآل اور حقیقت ہے مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا اس چیز کی کہ آپ طاقت نہیں رکھتے تھے اس پر صبر کرنے کی۔ اور میں نے پہلے کہا تھا کہ تم مجھ سے نہ پوچھنا میں خود بیان کروں گا۔ اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کاش موسیٰ علیہ السلام کچھ اور خاموش رہتے تو ایسے عجیب وغریب واقعات اور ہمارے علم میں آتے مگر صرف تین واقعات آئے اور آگے موسیٰ علیہ السلام صبر نہیں کر سکے۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ ؕ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ؕ﴿۸۳﴾ اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ وَ اٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ۙ﴿۸۴﴾ فَاَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۸۵﴾ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّ وَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ؕ۬ قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِمَّاۤ اَنْ تُعَذِّبَ وَ اِمَّاۤ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا ﴿۸۶﴾ قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ﴿۸۷﴾ وَ اَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ۨالْحُسْنٰى ۚ وَ سَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا ؕ﴿۸۸﴾ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۸۹﴾ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ۙ﴿۹۰﴾ كَذٰلِكَ ؕ وَ قَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ﴿۹۱﴾

وَيَسْئَلُوْنَكَ اور لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ ذوالقرنین کے بارے میں قُلْ آپ کہہ دیں سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ بتاکید میں پڑھ کر سناتا ہوں تمہیں مِنْهُ اس کا ذِكْرًا ذکر اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ بیشک ہم نے قدرت دی اسکو فِي الْاَرْضِ زمین میں وَاٰتَيْنٰهُ اور ہم نے دیا اسکو مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ہر قسم کا سامان فَاَتْبَعَ سَبَبًا پس وہ پیچھے لگا سامان کے حَتّٰى اِذَا بَلَغَ یہاں تک کہ جب وہ پہنچا مَغْرِبَ الشَّمْسِ سورج کے غروب ہونے کی جگہ وَجَدَهَا پایا اس نے سورج کو تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ غروب ہو رہا ہے ایسے چشمے میں

حَمِئَةٍ جوسیاہی مائل ہے وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا اوراس نے پایا اس کے پاس ایک قوم کو قُلْنَا ہم نے کہا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اے ذوالقرنین اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ یا آپ ان کو خود سزا دیں وَاِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِيهِمْ حُسْنًا اور یا یہ کہ آپ بنائیں ان کیساتھ اچھا سلوک قَالَ فرمایا اَمَّا مَنْ ظَلَمَ بہرحال جس نے ظلم کیا فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ پس عنقریب ہم اس کو سزا دیں گے ثُمَّ يُرَدُّ پھر لوٹایا جائے گا اِلٰى رَبِّهٖ اپنے رب کی طرف فَيُعَذِّبُهٗ پس وہ اس کو سزا دے گا عَذَابًا نُّكْرًا انرالی سزا وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ اور بہرحال جو ایمان لایا وَعَمِلَ صَالِحًا اور عمل کیا اچھا فَلَهٗ جَزَآءَ ۨالْحُسْنٰى پس اس کیلئے بدلہ ہوگا اچھائی کا وَسَنَقُوْلُ لَهٗ اور بتاکید ہم اس کو کہیں گے مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا اپنے معاملے میں آسانی کی بات ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا پھر پیچھے لگا سامان کے حَتّٰٓى یہاں تک کہ اِذَا بَلَغَ جب پہنچا مَطْلِعَ الشَّمْسِ سورج کے طلوع ہونے کی جگہ وَجَدَهَا پایا اس کو تَطْلُعُ کہ سورج طلوع کر رہا ہے عَلٰى قَوْمٍ ایسی قوم پر لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ ہم نے نہیں بنایا ان کیلئے مِّنْ دُوْنِهَا سورج کے سامنے سِتْرًا کوئی پردہ كَذٰلِكَ یہ اسی طرح ہوا وَقَدْ اَحَطْنَا اور تحقیق ہم احاطہ کیے ہوئے ہیں بِمَا لَدَيْهِ جو اس کے پاس تھی خُبْرًا خبر۔

آنحضرت ﷺ جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو وہاں یہود کا غلبہ تھا۔ تجارت زراعت پر ان کا کنٹرول تھا، قلعے تھے، زمینیں، باغات ان کے پاس تھے مدرسے کالج ان کے تھے ان چیزوں پر ان کو بڑا گھمنڈ اور غرور تھا علمی طور پر آنحضرت ﷺ کو چھیڑنا اور تنگ کرنا ان کا کام تھا۔ آپ ﷺ سے کبھی کوئی بات پوچھتے کبھی کوئی بات

پوچھتے۔ مقصد یہ ہوتا تھا کہ کسی طرح جواب سے عاجز آجائیں اور لوگ ان سے بدظن ہو جائیں۔ ایک موقع پر انہوں نے آنحضرت ﷺ سے تین سوال کئے کہ ہمیں یہ بتلاؤ روح کی حقیقت کیا ہے؟ جاندار چیزوں میں جب تک روح ہوتی ہے وہ زندہ ہوتی ہیں اور جب روح نکل گئی تو مرجاتی ہیں۔ یہ روح کیا ہے؟

اور دوسری چیز یہ بتلاؤ کہ اصحاب کہف کا کیا واقعہ ہے؟ یہ کون لوگ تھے، کہاں رہتے تھے، ان کا کارنامہ کیا ہے؟ اور تیسری بات یہ بتلاؤ کہ ذوالقرنین کون تھا اور اس کا قصہ کیا ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کل بتلاؤں گا اور زبان مبارک سے ان شاء اللہ نہ کہہ سکے۔ رب، رب ہے وہ کسی کا پابند نہیں ہے چاہے کتنی بڑی شخصیت کیوں نہ ہو۔ کل کا دن آیا وحی نہ آئی۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے فَتَاَخَّرَ الْوَحْیُ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا ''پندرہ دن وحی مؤخر ہوگئی۔'' یہودیوں کو موقع مل گیا بغلیں بجانے کا آپ کے خلاف تشہیر کرتے کہ معلوم نہیں ان کا کل کب آئے گا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوئی وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّی فَاعِلٌ ذٰلِکَ غَدًا [کہف:۲۳] ''اور آپ کبھی نہ کہنا کسی شے کے بارے میں کہ میں کرنے والا ہوں اس کو کل اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ مگر یہ کہ اللہ چاہے۔'' یعنی ساتھ ان شاء اللہ ضرور کہیں پھر ان سوالات کے جواب دیئے۔ روح کے متعلق اور اصحاب کہف کا واقعہ تفصیل کیساتھ گذر چکا ہے۔

ذوالقرنین کا واقعہ :

اب ذوالقرنین کے متعلق فرمایا وَيَسْئَلُوْنَکَ عَنْ ذِی الْقَرْنَيْنِ اور لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں ذوالقرنین کے بارے میں کہ یہ کون بزرگ تھے اور ان کے کارنامے کیا ہیں؟ تاریخ اور تفسیر کی کتابوں میں بہت کچھ لکھا ہے۔ ان کا نام سکندر اور والد

کا نام فیلفوس رحمہ اللہ تعالیٰ تھا یونان کے شہر مقدونیہ کے باشندے تھے۔ جمہور یہی فرماتے ہیں کہ پیغمبر نہیں تھے۔ ابوداؤد شریف اور حدیث کی دیگر کتابوں میں بھی یہ حدیث آتی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا لَا اَدْرِیْ اَ ذِی الْقَرْنَیْنِ نَبِیٌّ کَانَ اَمْ لَا ''میں نہیں جانتا کہ ذوالقرنین نبی تھے یا نہیں تھے۔'' اور تاریخ یہ بتلاتی ہے کہ نیک دل مومن بادشاہ تھے نبی نہیں تھے۔ ان کو ذوالقرنین اس لئے کہا جاتا ہے کہ قرن کے معنٰی کنارے کے ہیں اور یہ زمین کے دونوں کناروں تک پہنچے ہیں۔ پہلے مغرب تک پھر مشرق تک۔ ان دونوں سفروں کا ذکر ان آیات میں ہے تیسرے سفر کا ذکر آگے آئے گا۔ تو ذوالقرنین یعنی زمین کے مشرقی اور مغربی کنارے تک پہنچنے والے، پوری دنیا پران کی حکومت تھی ان کے دور میں اور کوئی بادشاہ نہیں تھا اور ان کا دور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قریب قریب ہے۔ اور تفسیروں میں آتا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام ان کے وزیر اعظم تھے اسی مناسبت سے خضر علیہ السلام کے واقعے کے بعد ان کا ذکر آرہا ہے۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ صاحب علم اور صاحب عمل بھی تھے رب نے ان کو دونوں حصے عطا فرمائے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو جذبہ جہاد بھی عطا فرمایا تھا۔ کافروں کے خلاف جہاد بھی مذکور ہے۔ تو فرمایا یہ لوگ آپ سے ذوالقرنین کے بارے میں سوال کرتے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ بتاکید میں تلاوت کرتا ہوں پڑھ کر سناتا ہوں تمہیں مِّنْهُ اس ذوالقرنین کا ذِكْرًا کچھ تھوڑا سا ذکر۔ پوری تفصیل تو رب تعالیٰ جانتا ہے اور ساری تفصیل بتانے کی ضرورت بھی نہیں ہے اختصار کیساتھ جو رب تعالیٰ نے مجھے بتلایا ہے وہ میں تمہیں پڑھ کر سناتا ہوں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِی الْاَرْضِ ہم نے قدرت دی طاقت دی زمین میں ذوالقرنین رحمہ اللہ تعالیٰ کو وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ سَبَبًا اور ہم

نے دیا اس کو ہر قسم کا سامان اس دور میں جوان کی شان کے لائق تھا جو چیزیں بادشاہوں کی ضرورت ہوتی ہیں وہ سب ہم نے ان کو دیں۔ اس کی حکومت ساری دنیا پر تھی۔ اس نے ارادہ کیا کہ میں لوگوں کیساتھ براہ راست ملاقات کر کے ان کی ضروریات معلوم کروں۔ خلیفہ راشد کے فریضہ میں یہ بات داخل ہے کہ وہ لوگوں کے حالات سے بے خبر نہ رہے یہ تو ٹھیک ہے کہ وہ خود تو ہر جگہ نہیں جا سکتا لیکن اپنے نمائندے اور کارندے بھیج کر حالات سے آگاہی حاصل کرتا رہے تاکہ لوگوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو اور لوگوں کے مال، جان، عزت کی طرف کوئی ٹیڑھی اور ترچھی نگاہ سے نہ دیکھے۔ تو انہوں نے سفر کا ارادہ کیا فَاَتْبَعَ سَبَبًا پس وہ پیچھے لگا سامان کے جو سفر کیلئے ضروری تھا وہ اس نے مہیا کیا حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ یہاں تک کہ جب وہ پہنچا سورج کے غروب ہونے کی جگہ پر یعنی زمین ختم ہو جاتی ہے اور آگے سمندر ہی سمندر ہے وَجَدَهَا پایا اس نے سورج کو تَغْرُبُ فِیْ عَیْنٍ حَمِئَةٍ غروب ہو رہا ہے ایسے چشمے میں جو سیاہی مائل ہے۔ سورج کسی چشمے میں نہیں ڈوبتا لیکن پانی گہرا تھا اس طرح محسوس ہوا کہ اس میں غروب ہو رہا ہے۔ جن لوگوں نے بحری سفر کیا ہے انہوں نے دیکھا ہوگا کہ جب سورج غروب ہوتا ہے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ سمندر میں غروب ہو رہا ہے حالانکہ سورج زمین سے کئی گنا بڑا ہے سمندر تو اس کا ایک حصہ ہے۔ زمین کے سو حصوں میں سے اکہتر حصے زیر آب ہیں انتیس (۲۹) حصے خشک ہیں جن پر مختلف حکومتیں ہیں۔ تو ایسے محسوس ہوا کہ سیاہ چشمے میں غروب ہو رہا ہے وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا اور اس نے پایا اس کے پاس ایک قوم کو قُلْنَا ہم نے کہا یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اے ذوالقرنین! کچھ حضرات جو ذوالقرنین رحمۃ اللہ علیہ کے نبی ہونے کے قائل ہیں ان کے دلائل میں سے ایک یہ بھی ہے قُلْنَا ہم نے کہا۔ براہ راست اللہ تعالیٰ پیغمبروں کیساتھ خطاب کرتا

ہے تو معلوم ہوا کہ وہ پیغمبر ہے۔ اور جمہور فرماتے ہیں کہ وہ نبی نہیں تھے اور قُلْنَا کا مفہوم یہ ہے کہ اس وقت کے جو نبی تھے ان کے ذریعے رب نے ان کو حکم دیا یا کشف اور الہام کے ذریعے آگاہ کیا ہوگا اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو کشف بھی ہوتا ہے اور الہام بھی ہوتا ہے۔ تو مطلب یہ بنے گا کہ ہم نے ان کو الہام کے ذریعے خبر دی اے ذوالقرنین! اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ یا آپ ان کو خود سزا دیں وَاِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِیْهِمْ حُسْنًا اور یا یہ کہ آپ بنائیں ان کیساتھ اچھا سلوک۔ آپ کو اختیار ہے کہ ان کو سزا دیں یا ان کیساتھ اچھا سلوک کریں۔

تبلیغ کے متعلق ضابطہ :

ان لوگوں کی اکثریت کافر مشرک تھی اور ضابطہ یہ ہے کہ کافروں کو ایمان کی دعوت دی جائے اگر وہ قبول کرلیں تو بہت اچھی بات ہے اگر قبول نہ کریں تو پھر ان کو کہو کہ جزیہ دیں اگر جزیہ دینے کیلئے تیار نہ ہوں تو پھر ان کیساتھ لڑائی ہوگی۔ اس وقت کفر کے ساتھ دنیا بھری پڑی ہے اکثر ممالک کافر ہیں مسلمان بھی کم نہیں ہیں چھپن (۵۶) ممالک مسلمانوں کے ہیں اور بہت سارے مادی اسباب مسلمانوں کے پاس ہیں مثلاً تیل ہر قسم کا سونا چاندی، غلہ اناج، فروٹ وغیرہ بہت اللہ تعالیٰ نے ان کو دیا ہے دنیا کی ہر نعمت ان کے پاس موجود ہے اگر نہیں ہے تو اتفاق نہیں ہے، ایمانی غیرت اور جذبہ نہیں ہے۔ انہی کافر قوموں نے ان کے درمیان تفریق پیدا کی ہوئی ہے اگر یہ متفق ہو کر بات کریں تو اس کا اثر ہو مگر ان کے ذہن ایسے بنا دیئے گئے ہیں کہ آپس میں ایک دوسرے پر اعتماد کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ دشمن کے ایجنٹوں کے شکنجے میں آئے ہیں کہ صحیح بات بھی نہیں کرتے گونگے شیطان ہیں الا ماشاء اللہ۔ قَالَ حضرت ذوالقرنین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اَمَّا مَنْ ظَلَمَ بہرحال جس نے ظلم کیا۔ سب سے بڑا ظلم شرک ہے۔ لقمان حکیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے

فرمایا اے بیٹے! لَا تُشْرِکْ بِاللّٰهِ نہ شریک ٹھہرانا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ [لقمان:۱۳] ''بیشک شرک البتہ بہت بڑا ظلم ہے۔'' تو جس نے شرک کیا فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ عنقریب ہم اس کو سزا دیں گے جو ہم سے ہو سکی اور ظلم کی باقی اقسام بھی مراد ہیں، کسی انسان پر ظلم نہ کرے، کسی حیوان پر ظلم نہ کرے، کسی کا حق نہ کھائے، نہ دبائے اگر ایسا کرے گا تو ہم اس کو سزا دیں گے ثُمَّ یُرَدُّ اِلٰی رَبِّهٖ پھر لوٹایا جائے گا اپنے رب کی طرف مرنے کے بعد فَیُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّکْرًا پس وہ اس کو سزا دے گا نرالی سزا۔ عجیب قسم کی سزا جس کا آج تصور بھی نہیں کیا جا سکتا دنیا کی آگ میں لوہا پگھل جاتا ہے، پیتل ،تانبا پگھل جاتا ہے، سب دھاتیں پگھل جاتی ہیں بعض پتھر جل کر خاک ہو جاتے ہیں اور دوزخ کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہے اگر اس میں مارنا مقصود ہو تو اس کا ایک شعلہ ہی کافی ہے لیکن لَا یَمُوْتُ فِیْهَا وَلَا یَحْیٰی ''دوزخی نہ مریں گے نہ جئیں گے۔'' وہ سب مل جل کر جہنم کے انچارج فرشتے مالک علیہ السلام کو کہیں گے یٰمٰلِکُ لِیَقْضِ عَلَیْنَا رَبُّکَ [سورۃ زخرف] ''اے مالک علیہ السلام چاہیے کہ فیصلہ کر دے ہم پر تیرا رب۔'' یعنی رب سے ہماری درخواست کرو کہ ہمیں مار کر ختم ہی کر دے۔ حضرت مالک علیہ السلام کہیں گے تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نہیں آئے تھے کتابیں نہیں آئی تھیں فَادْعُوْا ''اب تم پکارتے رہو وَمَا دُعٰٓؤُا الْکٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ [مومن:۵۰] اور نہیں ہے پکار کافروں کی مگر ناکامی میں۔'' موت کی دعا بھی قبول نہیں ہوگی۔ اور سورۃ زخرف آیت نمبر ۷۷ میں ہے قَالَ اِنَّکُمْ مّٰکِثُوْنَ ''مالک علیہ السلام کہیں گے بے شک تم رہنے والے ہو (اسی مقام پر)'' تو فرمایا رب تعالیٰ تمہیں عجیب قسم کا عذاب دے گا وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ اور جو ایمان لائے گا وَعَمِلَ صَالِحًا اور عمل کرے گا اچھے فَلَهٗ جَزَآءَ ۨالْحُسْنٰی

پس اس کیلئے بدلہ ہوگا اچھائی کا۔ دنیا میں بھی راحت کی زندگی بسر کرے گا اور مرنے کے بعد قبر برزخ میں بھی اچھی زندگی ہوگی اور پھر آخرت کی زندگی تو آخرت کی زندگی ہوگی وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا اور بتاکید ہم اس کو کہیں گے اپنے معاملے میں آسانی کی بات۔ ہم اس کیساتھ نرمی کریں گے کوئی سختی نہیں کریں گے یہ پہلا سفر ذوالقرنین رحمۃ اللہ علیہ کا مغرب کی سمت تھا۔ اب دوسرا سفر شروع ہو رہا ہے ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا پھر پیچھے لگا سامان کے دوسرے سفر کیلئے انہوں نے سامان مہیا کیا۔ یہ سفر مشرق کی طرف تھا حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ یہاں تک کہ جب پہنچا سورج کے طلوع ہونے کی جگہ۔ مشرق اقصیٰ کا جو حصہ تھا وَجَدَهَا پایا اس نے سورج کو تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا کہ سورج طلوع کر رہا ہے ایسی قوم پر کہ ہم نے نہیں بنایا ان کیلئے سورج کے سامنے کوئی پردہ یعنی سورج اور ان کے درمیان کوئی پردہ نہیں تھا جانگلی قسم کے لوگ تھے کھلی جگہ رہتے تھے مکان اور چھپر وغیرہ نہیں بنائے ہوئے تھے نہ ان میں مکان وغیرہ بنانے کا سلیقہ تھا سردی گرمی اور بارش ہوتی تو پہاڑوں کی غاروں میں داخل ہو جاتے اور تفسیروں میں یہ بھی لکھا ہے کہ بالکل ننگے تھے جیسے پیدا ہوئے تھے حیوانوں کی طرح زندگی بسر کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت کے پیغام لوگوں کو پہنچائے ہیں اور انسانیت سکھائی ہے کہ انسان انسان ہے حیوان نہیں ہے كَذٰلِكَ یہ معاملہ اسی طرح ہوا جس طرح ہم بتلاتے ہیں وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا اور تحقیق ہم احاطہ کئے ہوئے ہیں جو اس کے پاس تھی خبر۔ ذوالقرنین کی پوری خبروں کا احاطہ تو رب تعالیٰ کے پاس ہے اللہ تعالیٰ کے علاوہ ان کی تفصیل کوئی نہیں جانتا۔ یہ موٹی موٹی باتیں بتلائی ہیں۔ پہلا سفر مغرب کا اور دوسرا سفر مشرق کا تھا۔ آگے تیسرے سفر کا ذکر آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۹۲﴾ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ﴿۹۳﴾ قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ﴿۹۴﴾ قَالَ مَا مَكَّنِّىْ فِيْهِ رَبِّىْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِىْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ۙ ﴿۹۵﴾ اٰتُوْنِىْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوْنِىْۤ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ؕ ﴿۹۶﴾ فَمَا اسْطَاعُوْۤا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ﴿۹۷﴾ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّىْ ۚ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّىْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّىْ حَقًّا ؕ ﴿۹۸﴾

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا پھر وہ پیچھے پڑ گئے سامان کے حَتّٰى اِذَا بَلَغَ یہاں تک کہ جب وہ پہنچا بَيْنَ السَّدَّيْنِ پہاڑوں کے دو کناروں کے درمیان وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا پایا اس نے ان دونوں کے اس طرف قَوْمًا ایک قوم کو لَا يَكَادُوْنَ نہیں قریب تھا يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا کہ وہ بات سمجھتے قَالُوْا انہوں نے کہا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اے ذوالقرنین اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ بیشک یاجوج اور ماجوج مُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ فساد مچاتے ہیں زمین میں فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا پس کیا ہم بنائیں آپ کیلئے کوئی چندہ عَلٰٓى اس بات پر اَنْ تَجْعَلَ کہ

آپ بنائیں بَیۡنَنَا ہمارے درمیان وَبَیۡنَھُمۡ سَدًّا اوران کے درمیان رکاوٹ
قَالَ فرمایا مَامَکَّنِّیۡ فِیۡهِ وہ چیز جس میں مجھے قدرت دی ہے رَبِّیۡ میرے رب
نے خَیۡرٌ بہتر ہے فَاَعِیۡنُوۡنِیۡ پس تم تعاون کرو میرے ساتھ بِقُوَّةٍ قوت کیساتھ
اَجۡعَلۡ بَیۡنَکُمۡ تاکہ میں بنادوں تمہارے درمیان وَبَیۡنَھُمۡ اوران کے درمیان
رَدۡمًا دیوار اٰتُوۡنِیۡ لاؤ میرے پاس زُبَرَ الۡحَدِیۡدِ لوہے کی چادریں حَتّٰۤی اِذَا
سَاوٰی یہاں تک کہ جب برابر کردیا بَیۡنَ الصَّدَفَیۡنِ دونوں کناروں کے درمیان
قَالَ فرمایا انۡفُخُوۡا پھونکو تم آگ کو حَتّٰۤی اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا یہاں تک کہ جب کر
دیا ان چادروں کو آگ کی طرح سرخ قَالَ فرمایا اٰتُوۡنِیۡۤ لاؤ میرے پاس اُفۡرِغۡ
عَلَیۡهِ قِطۡرًا ڈال دوں میں اس پر تانبا پگھلا ہوا فَمَا اسۡطَاعُوۡۤا پس نہ طاقت رکھی
انہوں نے اَنۡ یَّظۡهَرُوۡهُ یہ کہ اس پر چڑھ سکیں وَ مَا اسۡتَطَاعُوۡا لَهٗ نَقۡبًا اور نہ
طاقت رکھی انہوں نے اس میں سوراخ کرنے کی قَالَ فرمایا ھٰذَا رَحۡمَةٌ مِّنۡ
رَّبِّیۡ یہ رحمت ہے میرے رب کی طرف سے فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ رَبِّیۡ پس جب
آئے گا میرے رب کا وعدہ جَعَلَهٗ دَکَّآءَ کردے گا اس کو ہموار وَکَانَ وَعۡدُ
رَبِّیۡ حَقًّا اور ہے میرے رب کا وعدہ سچا۔

یہ بات پہلے سے چلی آرہی ہے کہ یہودیوں نے آنحضرت ﷺ سے تین سوال کیے تھے۔ ایک روح کے متعلق، دوسرا اصحاب کہف کے متعلق۔ ان دونوں سوالوں کے متعلق تفصیل پہلے گذر چکی ہے۔ تیسرا سوال ذوالقرنین کے متعلق تھا کہ وہ کون تھا اور اس کے کارنامے کیا ہیں۔ اس کے متعلق بھی کافی بحث گذر چکی ہے کہ ان کا نام اسکندر اور ان کے

والد کا نام فیلفوس تھا۔ یونان کے شہر مقدونیہ کے باشندے تھے بڑے متقی اور پرہیزگار مومن اور اللہ تعالیٰ کے ولی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو پوری دنیا پر حکومت عطا فرمائی۔ پہلا سفر انہوں نے شہر مقدونیہ سے مغرب کی طرف اور دوسرا سفر مشرق کی طرف کیا۔ اب تیسرے سفر کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا پھر پیچھے پڑ گئے سامان کے۔ سفر کیلئے جو ضروری سامان تھا وہ انہوں نے مہیا کیا حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ بَیْنَ السَّدَّیْنِ یہاں تک کہ جب پہنچا دو پہاڑوں کے دو کناروں کے درمیان۔ سَدٌّ کا معنیٰ ہے پہاڑ کا کنارہ۔ بڑے اونچے اونچے پہاڑ تھے اِس طرف بھی اور اُس طرف بھی اور ان پر برف جمی ہوئی تھی درمیان میں ایک درّہ تھا۔ درّے سے اس طرف رہنے والے سارے لوگ اکٹھے ہوئے کہ بادشاہ آیا ہے اس کے سامنے اپنی تکلیف رکھیں۔ چنانچہ انہوں نے نمائندوں کا انتخاب کیا جو بادشاہ کے آگے اپنی فریاد کریں کہ ہمیں یہ تکلیف ہے۔ تکلیف یہ تھی کہ پہاڑوں کی دوسری طرف جو لوگ تھے وہ بڑے لڑاکے، شرارتی اور ضدی تھے۔ درّے کے اندر آ کر قتل و غارت کرتے، لوٹ مار کرتے اور عورتیں اغواء کر کے لے جاتے جو ظالم قومیں کرتی ہیں وہ سب کچھ کرتے تھے۔ ان کے پاس اتنی طاقت نہیں تھی کہ ان کا مقابلہ کر سکتے اور درّے کو بند کرنے کی طاقت بھی نہیں تھی۔ اگر درّہ بند ہو جاتا تو وہ لوگ پہاڑوں کے اوپر سے نہیں آ سکتے تھے۔ کیونکہ پہاڑ بہت بلند اور برفانی تھے یہ درّہ ہی ان کا راستہ تھا۔ تو اس طرف کے لوگوں نے ذوالقرنین رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی، اپیل کی اس کا ذکر ہے کہ جب وہ پہنچے دو پہاڑوں کے دو کناروں کے درمیان وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا پایا اس نے ان دونوں پہاڑوں کے اس طرف ایک قوم کو لَّا یَكَادُوْنَ یَفْقَهُوْنَ قَوْلًا نہیں قریب تھا کہ وہ

بات سمجھتے ۔ اِن کی بولی اور تھی اور اُن کی بولی اور تھی تو ایسی صورت میں ترجمان کی ضرورت ہوتی ہے۔تو ترجمان کے ذریعے ان لوگوں نے درخواست کی قَالُوْا کہنے لگے یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اے ذوالقرنین رحمۃ اللہ علیہ اِنَّ یَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ بیشک یاجوج اور ماجوج زمین میں فساد مچاتے ہیں ۔اس درّے سے آ کر قتل وغارت کرتے ہیں لوٹ مار اور عورتیں اغوا کر کے لے جاتے ہیں ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔آپ بادشاہ ہیں اس درّے کو بند کر دیں تو اِدھر آنے کا ان کے پاس اور کوئی راستہ نہیں ہے بلند اور برفانی پہاڑ ہیں ان کو وہ سر نہیں کر سکتے چوٹیوں پر برف جمی ہوئی ہے ان کے اوپر سے نہیں آ سکتے۔ یاجوج ماجوج کے بارے میں تفسیروں میں بہت کچھ لکھا ہے۔

یاجوج ماجوج کی حقیقت :

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں اور حافظ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ عمدۃ القاری میں، حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ البدایہ والنہایہ میں، یہ ان کی تاریخ کی کتاب ہے اور ان کے علاوہ دوسرے بزرگ لکھتے ہیں کہ یاجوج ماجوج یہی چین، جاپان، منگولیا اور روس میں رہنے والی خبیث قومیں ہیں ۔ان کی علامتیں بتلاتی ہیں کہ یہ وہی ہیں چہرے چوڑے، ناک چپٹے ہوئے، باغی ہونگے ۔اس وقت دنیا میں جتنے آباد ملک ہیں ان میں سے چین پہلے نمبر پر ہے کہ اس کی آبادی ایک ارب چالیس کروڑ ہے۔دوسرے نمبر پر ہندوستان ہے کہ اس کی آبادی ایک ارب کے قریب ہے جس میں تیس کروڑ کے قریب مسلمان ہیں۔سب سے زیادہ مسلمان ہندوستان میں ہیں ہندوستان کے بعد انڈونیشیا کا نمبر ہے۔اس میں مسلمان زیادہ ہیں عیسائی بھی تھے انہوں نے تھوڑا سا شور مچایا تو ان کے چچے امریکہ نے ان کو علیحدہ علاقہ لے کر دے دیا اور کشمیری باون سال سے رو رہے ہیں ان کی بات کوئی سننے کیلئے تیار

نہیں ہے۔ جب اپنی باری آتی ہے تو یہ کافر فوری طور پر انصاف کے نام پر سب کچھ کر لیتے ہیں اور بے چارے مسلمانوں کی بات کوئی نہیں سنتا۔ تو یہی قومیں یاجوج ماجوج ہیں۔ تو فرمایا یاجوج ماجوج زمین میں فساد مچاتے ہیں فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا پس کیا بنائیں ہم آپ کیلئے کوئی چندہ۔ ہم آپ کو چندہ اکٹھا کر کے دیں عَلٰٓى اس شرط پر اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا کہ آپ بنائیں ہمارے درمیان اور ان کے درمیان رکاوٹ۔ اس درے میں بلند دیوار کھڑی کر دیں کہ جس پر چڑھ کر وہ ادھر نہ آسکیں۔ قَالَ ذوالقرنین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ وہ چیز جس میں مجھے قدرت دی ہے میرے رب نے بہتر ہے۔ یعنی مالی امداد میں تمہارے سے نہیں لونگا اللہ تعالیٰ نے مجھے سونے چاندی جواہرات کے بڑے خزانے عطا فرمائے ہیں تمہارے چندے کی مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں! فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ پس تم تعاون کرو گے میرے ساتھ بدنی قوت کیساتھ۔ چونکہ کافی مزدوروں کی ضرورت ہے وہ میں پیچھے سے نہیں بلا سکتا مالی بوجھ تم پر نہیں ڈالوں گا بدنی قوت تم استعمال کرو اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا تاکہ میں بنا دوں تمہارے اور ان کے درمیان دیوار حائل کر دوں گا۔

تفسیروں میں بھی ہے اور تاریخ کی کتابوں میں بھی ہے کہ انہوں نے دیوار اس طرح بنائی کہ نیچے لکڑیاں رکھیں ان کے اوپر کوئلے رکھے اور ان کے اوپر لوہے کی چادریں رکھیں پھر لکڑیاں رکھیں ان کے اوپر کوئلے پھر چادریں رکھیں اسی ترتیب سے آخر تک گئے جیسے ہماری دریاں بچھی ہوئی ہیں اسی طرح اوپر نیچے رکھتے ہوئے اوپر تک لے گئے ہیں۔ اور تفسیروں میں یوں بھی آتا ہے کہ لوہے کی چادریں کھڑی کیں ان کے اوپر کوئلے بھی رکھے اور لکڑیاں بھی رکھیں آخر تک اسی طرح رکھتے گئے جس وقت درمیان کا خلا

بھر دیا گیا تو فرمایا کہ آگ جلاؤ کیونکہ درمیان میں کوئلے اور لکڑیاں تھیں آگ خوب جلی تو لوہے کی چادریں سرخ ہوگئی آگ کی طرح۔ فرمایا ان میں پگھلا ہوا تانبا ڈال دو کہ چادروں کے درمیان جو درزیں ہیں پُر ہو جائیں گی اور چادریں اور تانبا یک جان ہو جائے۔ اس دیوار کی لمبائی لوگ ایک سو دس میل بتلاتے ہیں۔ دیوار چین اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے ہم نے تو دیکھی نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو ہمت اور طاقت عطا فرمائی تھی کہ انہوں نے اتنا بڑا کام کیا ہے بادشاہوں کی یادگاریں ہم دیکھتے ہیں جیسے اہرام مصر ہیں لوگ ان کو دیکھ کر حیران ہو کر کہ لوگوں نے یہ کیسے تعمیر کی ہیں؟ جبکہ اسوقت مشینیں نہیں ہوتی تھیں نہ مشینی دور تھا۔ لوگ ان کو دیکھ کر دنگ رہ جاتے ہیں۔ تو ذوالقرنینؒ نے ان لوگوں کی اپیل پر دونوں پہاڑوں کے درمیان درے کو لوہے کی چادروں اور تانبے سے پر کر دیا۔ اس کا ذکر ہے اٰتُوۡنِیۡ زُبَرَ الۡحَدِیۡدِ لاؤ میرے پاس لوہے کی چادریں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں زُبَرٌ زُبَرَۃٌ کی جمع ہے اس کا معنیٰ ٹکڑا، مراد چادر ہے۔ اور اس کا مفرد زبور بھی آتا ہے اس کی جمع بھی زُبَرًا آتی ہے کتاب کے معنیٰ میں۔ لاؤ میرے پاس لوہے کی چادریں حَتّٰۤی اِذَا سَاوٰی بَیۡنَ الصَّدَفَیۡنِ یہاںتک کہ جب برابر کر دیا دونوں کناروں کے درمیان لوہے کی چادریں بچھا بچھا کر اور درمیان میں کوئلے اور لکڑیاں رکھ کر اوپر تک برابر کر دیا۔ ان لوگوں نے بدنی قوت کیساتھ پورا ساتھ دیا۔ قَالَ فرمایا اُنۡفُخُوۡا پھونکو تم آگ کو بہت خوب آگ جلائی حَتّٰۤی اِذَا جَعَلَہٗ نَارًا یہاںتک کہ جب کر دیا لوہے کی چادروں کو آگ کی طرح سرخ قَالَ فرمایا ذوالقرنین رحمۃ اللہ علیہ نے اٰتُوۡنِیۡۤ لاؤ میرے پاس اُفۡرِغۡ عَلَیۡہِ قِطۡرًا۔ قِطۡر کے معنیٰ ہیں پگھلا ہوا تانبا۔ ڈال دوں میں اس پر پگھلا ہوا تانبا۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ پگھلا ہوا تانبا انہوں نے کس طرح اوپر ڈالا۔

بہر حال جب تانبا ڈالا تو درزیں پُر ہو گئیں اور وہ یک جان ہو گیا چونکہ دیواریں بہت اونچی تھیں فَمَا اسۡطَاعُوۡۤا اَنۡ یَّظۡهَرُوۡهُ پس نہ طاقت رکھی یاجوج ماجوج نے یہ کہ اس پر چڑھ سکیں وَ مَا اسۡتَطَاعُوۡا لَهٗ نَقۡبًا اور نہ طاقت رکھی اس میں سوراخ کرنے کی کہ لوہا اور تانبا یک جان ہو چکا تھا دیوار مضبوط بن چکی تھی۔ان کی مدد کرنے کے بعد قَالَ فرمایا هٰذَا رَحۡمَةٌ مِّنۡ رَّبِّیۡ یہ رحمت ہے میرے رب کی طرف سے۔وہ لوگ ہر کام کی نسبت رب تعالیٰ کی طرف کرتے تھے اور آج ہم ہیں کہ میں میں کرتے ہیں۔میں نے یوں کیا، میں یوں کروں گا، ہم یہ کریں گے۔اس میں اور ہم نے ہمیں برباد کر دیا ہے۔فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ رَبِّیۡ پس جب آئے گا وعدہ میرے رب کا جَعَلَهٗ دَکَّآءَ کر دے گا اس کو ہموار۔ایسے اسباب پیدا ہو جائیں گے کہ وہ دیوار ہموار ہو جائے گی اور آمد ورفت کے اسباب پیدا ہو جائیں گے وَکَانَ وَعۡدُ رَبِّیۡ حَقًّا اور ہے میرے رب کا وعدہ سچا۔

قیامت کی بڑی نشانیاں :

قیامت کی بڑی نشانیوں میں سے ہے یاجوج ماجوج کا نکلنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نازل ہونا امام مہدی علیہ السلام کا ظاہر ہونا اور تین علاقوں میں زمین کا دھنس جانا ایک مشرق اور ایک مغرب میں اور ایک جزیرہ عرب میں۔ان تین علاقوں کو زمین نگل جائے گی ویسے تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ عرب میں کہاں سے زمین دھنسے گی لیکن ظن غالب یہ ہے کہ تبوک کا وہ مقام جہاں امریکی فوجیوں نے بدمعاشی، شراب نوشی اور زنا کا اڈا بنایا ہوا ہے امریکہ کی چالیس ہزار سے زائد فوج وہاں موجود ہے۔یہی علاقہ زمین میں دھنس جائے گا۔بڑے ظلم کی بات ہے کہ اس وقت تیرہ ہزار کے قریب علماء سعودیہ کی جیلوں میں بند ہیں صرف اس جرم کی پاداش میں کہ ان بے چاروں نے جمعہ کے خطبوں میں کہا تھا

کہ حکومت نے امریکی فوج یہاں بٹھا کر آنحضرت ﷺ کے فرمان کی مخالفت کی ہے۔ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے اَخْرِجُوْا الْیَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی عَنْ جَزِیْرَةِ الْعَرَبِ ''یہود ونصاریٰ کو عرب کے جزیرے سے نکال دو۔'' اور تم شہزادوں نے ان کو داخل کیا ہے۔ یہ آپ ﷺ کے فرمان کی خلاف ورزی ہے۔ امریکہ نے ان شہزادوں کو ایسا ڈرایا ہے کہ اگر ہماری فوج یہاں نہ رہی تو تمہیں عراق کھا جائے گا، کویت کھا جائے گا، فلاں کھا جائے گا اور غضب کی بات یہ ہے کہ ان کی تنخواہیں بھی سعودیہ دیتا ہے کہ ہم تمہاری چوکیداری کر رہے ہیں اور ان کیلئے شراب وغیرہ بدمعاشی کا انتظام بھی کرتا ہے۔ کتنا بڑا ظلم ہے۔ یہی آواز اسامہ بن لادن نے بلند کی ہے کہ کیا حق ہے امریکہ کو عرب میں رہنے کا یہ سب امریکہ کی اولاد ہیں جو اس کے نیچے لگے ہوئے ہیں خدا ہمارے حکمرانوں کو سمجھ دے بے غیرت نہ بنیں مگر آج تک کوئی غیرت مند حکمران آیا نہیں ہے نہ ہم نے دیکھا ہے کہ جس میں اسلامی حمیت اور غیرت ہو۔ فرمایا جب رب کا وعدہ آئے گا یہ ہموار ہو جائے گی اور میرے رب کا وعدہ سچا ہے۔ باقی واقعہ آگے آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

وَتَرَكْنَا

بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ
جَمْعًا ۝ وَّعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضًا ۝ الَّذِيْنَ
كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ وَكَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ
سَمْعًا ۝ اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ
دُوْنِيْٓ اَوْلِيَآءَ ۭ اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا ۝ قُلْ هَلْ
نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ۭ۝ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ۝ اُولٰۗىِٕكَ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَاۗىِٕهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ
لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ۝ ذٰلِكَ جَزَاۗؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا
وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَرُسُلِيْ هُزُوًا ۝

وَتَرَكْنَا اور ہم نے چھوڑ دیا بَعْضَهُمْ ان کے بعض کو يَوْمَئِذٍ اس دن
يَمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ گھس رہے ہونگے ایک دوسرے میں وَّنُفِخَ فِي
الصُّوْرِ اور پھونکی جائے گی بگل فَجَمَعْنٰهُمْ پس ہم ان کو اکٹھا کریں گے جَمْعًا
اکٹھا کرنا وَّعَرَضْنَا اور ہم پیش کریں گے جَهَنَّمَ جہنم کو يَوْمَئِذٍ اس دن لِلْكٰفِرِيْنَ
کافروں کے سامنے عَرْضًا پیش کرنا الَّذِيْنَ کافر وہ ہیں كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ ہیں
ان کی آنکھیں فِيْ غِطَآءٍ پردے میں عَنْ ذِكْرِيْ میری یاد سے وَكَانُوْا لَا

یَسْتَطِیْعُوْنَ اور وہ طاقت نہیں رکھتے ہیں سَمْعًا حق سننے کی اَفَحَسِبَ الَّذِیْنَ کیا پس خیال کیا ان لوگوں نے کَفَرُوْٓا جو کافر ہیں اَنْ یَّتَّخِذُوْا یہ کہ بنائیں عِبَادِیْ میرے بندوں کو مِنْ دُوْنِیْٓ میرے نیچے اَوْلِیَآءَ کارساز اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ بیشک ہم نے تیار کی ہے جہنم لِلْکٰفِرِیْنَ کافروں کیلئے نُزُلًا مہمانی قُلْ آپ کہہ دیں هَلْ نُنَبِّئُکُمْ کیا ہم تمہیں خبر دیں بِالْاَخْسَرِیْنَ ان لوگوں کی جو سب سے زیادہ خسارے میں ہیں اَعْمَالًا اعمال کے لحاظ سے اَلَّذِیْنَ وہ لوگ ہیں ضَلَّ سَعْیُهُمْ ضائع ہوگئی ان کی کوشش فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا دنیا کی زندگی میں وَهُمْ یَحْسَبُوْنَ اور وہ خیال کرتے ہیں اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا کہ بیشک وہ اچھا کام کر رہے ہیں اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یہ وہ لوگ ہیں کَفَرُوْا جنہوں نے انکار کیا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ اپنے رب کی آیتوں کا وَلِقَآئِهٖ اور اس کی ملاقات کا فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ پس ضائع ہوگئے ان کے اعمال فَلَا نُقِیْمُ لَهُمْ پس ہم نہیں قائم کریں گے ان کیلئے یَوْمَ الْقِیٰمَةِ قیامت والے دن وَزْنًا کوئی وزن ذٰلِکَ جَزَآؤُهُمْ یہ ان کا بدلہ ہوگا جَهَنَّمُ جہنم بِمَا کَفَرُوْا اس وجہ سے کہ انہوں نے کفر کیا وَاتَّخَذُوْٓا اور بنایا انہوں نے اٰیٰتِیْ میری آیتوں کو وَرُسُلِیْ اور میرے رسولوں کو هُزُوًا مسخرہ۔

یاجوج ماجوج کا ذکر چلا آرہا ہے۔ یہ جسم کے لحاظ سے مضبوط ہونگے اور اس سے مراد یہ چینی، جاپانی، منگولیا کے گاگ مگاگ اور روسی قومیں ہیں۔ یہ ساری قومیں یاجوج ماجوج ہیں اور یاجوج ماجوج کے متعلق اللہ تعالیٰ نے جو کچھ فرمایا ہے حق اور سچ ہے اسی

طرح ہوگا اور قیامت کی جو نشانیاں آنحضرت ﷺ نے بیان فرمائی ہیں وہ پوری ہونگی تو قیامت آئے گی۔ان قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی المَلْحَمَۃُ الْکُبْریٰ ہے۔ یعنی بہت بڑی لڑائی ہوگی ساری دنیا اس لڑائی کی لپیٹ میں آجائے گی شاذ و نادر ہی کوئی ملک ہوگا جو اس سے الگ رہے گا اس لڑائی میں سو میں سے اٹھانوے مرد تباہ ہونگے صرف دو زندہ رہیں گے اور فرمایا اس وقت پچاس عورتوں کا ایک نگران اور محافظ ہوگا۔ یہ مراد نہیں ہے کہ سب بیوہ ہونگی بلکہ بہنیں، بیٹیاں، خالائیں، پھوپھیاں وغیرہ ہوں گی جن کا نگران صرف ایک ہوگا تو یہ مَلْحَمَۃُ الْکُبْریٰ سر پر کھڑی ہے۔

دو گروہوں کو اللہ تعالیٰ نے آگ سے نجات دی ہے :

اور یہ بھی حدیث ہے حضرت ابو ہریرہ ؓ سے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میری امت میں سے دو گروہوں کو اللہ تعالیٰ نے دوزخ سے نجات دی ہے عِصَابَۃٌ تَغْزُوْ الْھِنْدَ ''ایک گروہ وہ ہے جو ہندوستان کیساتھ لڑائی کرے گا اور دوسرا گروہ ہوگا جو امام مہدی علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کا ساتھ دے گا۔'' ان دو گروہوں کو دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی۔ یہ روایت نسائی شریف میں ہے جو صحاح ستہ میں تیسرے درجے کی کتاب ہے۔دنیا کی لڑائیاں زور پر ہونگی مسلمانوں کا بادشاہ مرے گا اس کے بعد اختلاف ہوگا کہ اب خلیفہ کس کو بنائیں اس اختلاف کے موقع پر امام مہدی علیہ السلام کا ظہور ہوگا وہ مدینہ منورہ کے باشندے ہونگے۔ان کا نام محمد والد کا نام عبداللہ اور والدہ کا نام آمنہ ہوگا حضرت حسین ؓ کی اولاد میں سے ہونگے۔

چند دن ہوئے ہیں کسی مولوی صاحب نے ان روایات کو پیش نظر رکھ کر اس طرح کڑی ملائی ہے کہ شاہ فہد مرے گا اس کے بعد لوگ اس کے بھائی عبداللہ کو بادشاہ بنائیں

گے عبداللہ امریکہ کا مخالف ہے اور فہد اس کا وفادار ہے اس کی ہاں میں ہاں ملانے والا ہے جو امریکہ کہتا ہے وہ کرتا ہے۔ (مولوی صاحب کی یہ کڑی اور تشریح حالات نے غلط ثابت کر دی ہے۔نواز بلوچ) بہر حال حالات پیدا ہو رہے ہیں۔امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کے وقت دنیا بڑی تنگ ہوگی ہر طبقے کے لوگ تنگ ہونگے مُلِئَتِ الْاَرْضُ ظُلْمًا وَّجَوْرًا ابوداؤد شریف کی حدیث ہے کہ ''زمین ظلم اور جور کیساتھ بھری ہوگی۔''ظلم کا معنٰی ہے حقوق اللہ اور جور کا معنٰی ہے حقوق العباد۔یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد ضائع کئے جائیں گے نہ اللہ کا حق محفوظ ہوگا اور نہ بندوں کا حق محفوظ ہوگا لڑائیاں خوب زوروں پر ہونگی۔اب یہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ انڈیا کیساتھ لڑائی آج شروع ہوتی ہے یا کل بہر حال یہ لازماً ہو کر رہے گی۔

طالبان کا وجود امام مہدی کے ظہور کی علامت ہے :

اور یہ بات بھی احادیث سے ثابت ہے کہ جب مہدی علیہ السلام کا ظہور ہوگا تو اس وقت افغانستان میں مسلمانوں کی کافی قوت ہوگی یہ طالبان کی قوت اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے پیش خیمہ بنائی ہے اور یہاں سے لوگ ان کی امداد اور اعانت کیلئے جائیں گے۔اس وقت یہودی بھی بڑی قوت میں ہونگے تُقَاتِلُكُمُ الْيَهُوْدُ کے لفظ بھی آتے ہیں یہودی تمہارے ساتھ لڑیں گے تُقَاتِلُوْنَ الْيَهُوْدَ اور تم یہودیوں کیساتھ لڑو گے۔غرضیکہ کافروں کیساتھ لڑائیاں ہونگی اور کوئی ملک لڑائی سے خالی نہیں ہوگا ساری دنیا میں لڑائیاں ہی لڑائیاں ہونگی، جھگڑے ہی جھگڑے ہونگے اس وقت مسلمانوں کی مدد کیلئے امام امہدی علیہ السلام کا ظہور ہوگا۔وہ لڑائی کیلئے لشکر ترتیب دے رہے ہونگے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا اور اسی اثنا میں دجال کا خروج ہوگا اور وہ یہود میں سے ہوگا ایک آنکھ

سے کانا ہوگا اور دعویٰ کرے گا کہ میں خدا ہوں، میں رسول ہوں عجیب قسم کے جادو اور مسمریزم اس کے پاس ہونگے۔ بارش نہیں ہو رہی ہوگی وہ بادلوں کو اشارہ کرے گا اکٹھے ہو جائیں گے اور برسنا شروع کردیں گے لوگ کہیں گے ہم بہت غریب ہیں زمین پر پاؤں مارے گا سونا چاندی اُگل دے گی۔ جو شخص دجال لعین کو رب اور رسول نہیں مانے گا دجال اس کے گھر کی طرف اشارہ کرے گا اس کے گھر کا سارا سامان دجال کے پیچھے چل پڑے گا۔ کیا ٹرنک، کیا پیٹیاں، کرسیوں اور پیڑیوں تک، مسلمان کے گھر کوئی چیز نہیں رہے گی سب دجال کے پیچھے چل پڑے گی۔ فرمایا اس وقت ایمان بچانا بہت مشکل ہوگا۔ فرمایا وَاَمَّا الطَّعَامُ فَلاَ اس وقت روٹی کا تو نام بھی نہیں ہوگا۔ خاندان میں بڑا بہادر نوجوان وہ ہوگا جو گھر کے افراد کو پانی تلاش کر کے لادے۔ عرض کیا حضرت! پھر وہ کیا کھائیں گے؟ فرمایا سبحان اللہ، الحمد للہ کا پڑھنا یہ ان کی خوراک ہوگی اور بعض ایسے ہونگے ان کی توجہ سبحان اللہ، الحمد للہ کی طرف نہیں ہوگی وہ زمین کی مٹی اور ریت کو پھکی بنا کر کھائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس کو ان کیلئے شکر بنادے گا۔ بڑا افراتفری کا زمانہ ہوگا اور یہ بھی فرمایا کہ جس وقت تمہاری ہندوستان کیساتھ لڑائی ہوگی تم ان کے کمانڈروں اور جرنیلوں کو قید کر کے لاؤ گے بس اسی اثناء میں امام مہدی علیہ السلام بھی آجائیں گے۔ اب یہ کڑیاں ملتی جا رہی ہیں۔ دجال کا خروج پہلے ہوگا یاجوج ماجوج کا زور بعد میں ہوگا۔ مسلم شریف کی روایت میں ہے۔ حضرت نواس بن سمعان کلابی رضی اللہ عنہ سے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی جائے گی کہ اب وہ لوگ آرہے ہیں کہ ان کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکے گا۔ بحیرہ طبریہ بڑا سمندر ہے۔ فرمایا ان کا اگلا حصہ بحیرہ طبریہ سے گذرے گا تو وہ پئیں گے اور اپنے برتنوں میں ڈال لیں گے جب پچھلا حصہ پہنچے گا تو وہاں پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں ہوگا

وہ کہیں گے کہ سنتے تھے یہاں پانی ہوتا تھا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بدعا کریں گے اور یاجوج ماجوج جہاں جہاں ہونگے مرجائیں گے۔

یہود کیساتھ مسلمانوں کی لڑائی :

آج سے تقریباً پینسٹھ سال پہلے جب ہم نے حضرت مولانا عبد القدیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مشکوۃ شریف پڑھی تو ہم نے حضرت سے سوال کیا کہ حضرت! احادیث میں آتا ہے کہ تم یہودیوں کیساتھ لڑوگے اور یہودی تمہارے ساتھ لڑیں گے اس وقت یہودیوں کی آبادی چھ سات ہزار تھی اور چھپتے پھرتے تھے۔ ہم نے کہا کہ یہ یتیم بے چارے ہمارے ساتھ کیا لڑیں گے اور ہماری شان کے خلاف ہے کہ ہم ان کیساتھ لڑیں اور پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام آکر یہود کیساتھ لڑیں یہ تو ان کی توہین ہے۔ حضرت نے فرمایا میاں! (یہ ان کا تکیہ کلام تھا۔) جب چیونٹی مرنے پر آتی ہے تو اس کو پر لگ جاتے ہیں۔ یہود کی ہلاکت کا جب وقت آئے گا اس وقت یہ مضبوط قوت بن جائیں گے۔ اس وقت ہمیں یہ بات سمجھ نہیں آتی تھی اور اب دنیا سے سارے یہودی وہاں اکٹھے ہو رہے ہیں۔ اس وقت اسرائیل میں نوے لاکھ یہودی ہیں اور ایسی قوت ہے کہ ان کے اردگرد بارہ کروڑ سے زیادہ مسلمان حکومتوں کے افراد ہیں اور سب ان سے ڈرتے ہیں دنیا میں اسلحہ کے لحاظ سے یہودیوں کا تیسرا نمبر ہے لیکن جس وقت لڑائی شروع ہوگی تو یہ میدان میں کھڑے نہیں ہونگے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب تم یہود کیساتھ لڑوگے تو یہ چھپتے پھریں گے درختوں اور پتھروں کے پیچھے چھپیں گے۔ پتھر آواز دے گا یَا عَبْدَ اللّٰهِ خلفی يَهُوْدِىٌّ "اے غازی مجاہد، اے اللہ کے بندے میرے پیچھے یہودی چھپا ہوا ہے اِلَّا الْغَرْقَدَ فَإِنَّهَا مِنْ شَجَرَةِ الْيَهُوْدِ مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ غرقد ایک درخت ہے وہ نہیں بولے گا

اس کی یہودیوں کیساتھ کوئی مناسبت ہوگی۔'' یہ لڑائیاں ہونگی اور یاجوج ماجوج کا خروج بعد میں ہوگا۔اس کے بعد پھر اللہ تعالیٰ ان کو تباہ و برباد کریگا۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ اور ہم نے چھوڑ دیا ان کے بعض کو اس دن جب ذوالقرنین رحمۃ اللہ علیہ نے دیوار قائم کی يَمُوْجُ فِي بَعْضٍ گھس رہے ہونگے وہ ایک دوسرے میں، حرکتیں کرتے ہیں فساد کرتے ہیں اور ادھر کے ادھر ہی رہے وَّ نُفِخَ فِي الصُّوْرِ اور پھونکی جائے گی بگل جب ساری دنیا تباہ ہو جائے گی فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا پس ہم ان کو اکٹھا کریں گے اکٹھا کرنا وَّعَرَضْنَا جَهَنَّمَ اور ہم پیش کریں گے جہنم يَوْمَئِذٍ اس دن لِّلْكٰفِرِيْنَ کافروں کے سامنے عَرْضًا پیش کرنا۔ابھی اللہ تعالیٰ کی عدالت میں ہی ہونگے وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ [شعراء:۹۱] ''اور ظاہر کر دیا جائیگا دوزخ کو گمراہوں کیلئے۔'' اور مومنوں کے سامنے جنت پیش کی جائے گی ابھی اس میں داخل نہیں ہونگے اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت میں ہونگے اور وہاں سے جنت کا نظارہ کر رہے ہوں گے۔فرمایا کون سے کافر ہیں؟ الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ کافر وہ ہیں کہ ان کی آنکھوں میں پردے ہیں میری یاد سے ان کو میری یاد نہیں میری توحید نہیں وحدانیت نہیں ہے وَكَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا اور وہ طاقت نہیں رکھتے ہیں حق سننے کی یعنی اتنے بدفطرت اور بدمزاج ہیں کہ حق سننے کی ان میں طاقت ہی نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا کیا پس خیال کیا ان لوگوں نے جو کافر ہیں اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَآءَ یہ کہ بنائیں میرے بندوں کو میرے نیچے کارساز۔کافروں کا خیال ہے کہ جو میرے بندے ہیں وہ میرے نیچے ان کے کارساز ہیں، مشکل کشا ہیں، حاجت روا، فریادرس، دستگیر بن جائیں گے۔یہی نظریہ کفر ہے کہ اللہ تعالیٰ

کومان کراس کے نیچے اوروں کو حاجت روا، مشکل کشا، فریادرس سمجھنا اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا بیشک ہم نے تیار کی ہے جہنم کافروں کے لئے مہمانی۔ یہ تمسخر اور مذاق ہے۔ قُلْ آپ کہہ دیں هَلْ نُنَبِّئُكُمْ کیا ہم تمہیں خبر دیں بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ان لوگوں کی جو سب سے زیادہ خسارے میں ہیں اعمال کے لحاظ سے۔ وہ کون سے لوگ ہیں؟ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ وہ لوگ ہیں ضائع ہوگئی ان کی کوشش فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی میں وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا اور وہ خیال کرتے ہیں کہ بیشک وہ اچھے کام کر رہے ہیں یعنی دنیا کی ترقی کیلئے بہت کچھ کیا۔ دیکھو! کلاشنکوف ایک انگریز کا نام ہے جس نے کلاشنکوف ایجاد کی ہے اس وقت اس کی عمر اسی سال سے زیادہ ہے۔ میں اخبارات میں اس کا بیان پڑھ رہا تھا کہ اس نے کہا کہ کاش میں اس کی بجائے کوئی اور چیز ایجاد کرتا تو اچھا ہوتا۔ یہ لوگوں کی تباہی کا سامان ہے جو تم لئے پھرتے ہو۔ اس کا بانی اس کی ایجاد پر شرمندہ ہے۔ تو کافر جو کام دنیا میں کر رہے ہیں اس پر وہ افسوس کریں گے کہ کاش! کہ اس کی بجائے کوئی اور کام کرتے تو اچھا تھا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے انکار کیا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ اپنے رب کی آیتوں کا وَلِقَآئِهٖ اور اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا انکار کیا یعنی قیامت کے منکر ہیں فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ پس ضائع ہوگئے ان کے اعمال۔ آج اگر مجموعی حیثیت سے دیکھو تو کافر مسلمانوں سے زیادہ اچھے کام کرتے ہیں، سڑکیں بناتے ہیں، ہسپتال، کالج بناتے ہیں، رفاہِ عامہ کے بہت کام کرتے ہیں لیکن ایمان کے بغیر کوئی نیکی نیکی نہیں ہے یہ سارے اعمال ان کے اکارت ہیں فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا پس ہم قائم نہیں کریں گے ان کیلئے قیامت والے دن کوئی وزن۔ چیز اس وقت تولی جاتی ہے جب اس کا تقابل ہو ان کا کچھ مقابلہ ہو، کفر کے مقابلے میں ایمان

تو ہے نہیں کیا تولا جائے لہٰذا ان کیلئے وزن قائم نہیں ہوگا ذٰلِکَ جَزَآؤُھُمْ یہ ان کا بدلہ ہوگا جَھَنَّمُ جہنم بِمَا کَفَرُوْا اس وجہ سے کہ انہوں نے کفر کیا وَاتَّخَذُوْٓا اٰیٰتِیْ اور بنایا انہوں نے میری آیتوں کو وَرُسُلِیْ اور میرے رسولوں کو ھُزُوًا مسخرہ۔ کیا دنیا کی ترقی پر فخر کیا اور اس پر نازاں ہوئے یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ناکام اور بڑے گھاٹے میں ہونگے۔

۞۞۞

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
كَانَتۡ لَهُمۡ جَنّٰتُ الۡفِرۡدَوۡسِ نُزُلًا ﴿۱۰۷﴾ خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَا لَا یَبۡغُوۡنَ
عَنۡهَا حِوَلًا ﴿۱۰۸﴾ قُلۡ لَّوۡ كَانَ الۡبَحۡرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّیۡ لَنَفِدَ الۡبَحۡرُ
قَبۡلَ اَنۡ تَنۡفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّیۡ وَ لَوۡ جِئۡنَا بِمِثۡلِهٖ مَدَدًا ﴿۱۰۹﴾ قُلۡ اِنَّمَاۤ اَنَا
بَشَرٌ مِّثۡلُكُمۡ یُوۡحٰۤى اِلَیَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنۡ كَانَ یَرۡجُوۡا لِقَآءَ
رَبِّهٖ فَلۡیَعۡمَلۡ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا یُشۡرِكۡ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا ﴿۱۱۰﴾ ع ۱۲ ۹ ۲

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے عمل کیے اچھے كَانَتۡ لَهُمۡ ہوں گی ان کیلئے جَنّٰتُ الۡفِرۡدَوۡسِ ٹھنڈی چھاؤں والی جنتیں نُزُلًا مہمانی خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَا ہمیشہ رہیں گے ان میں لَا یَبۡغُوۡنَ نہیں تلاش کریں گے عَنۡهَا حِوَلًا ان سے منتقل ہونا قُلۡ آپ کہہ دیں لَّوۡ كَانَ الۡبَحۡرُ اگر ہو جائے سمندر مِدَادًا سیاہی لِّكَلِمٰتِ رَبِّیۡ میرے رب کے کلمات کیلئے لَنَفِدَ الۡبَحۡرُ البتہ ختم ہو جائے سمندر قَبۡلَ اَنۡ تَنۡفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّیۡ پہلے اس سے کہ میرے رب کے کلمات ختم ہوں وَلَوۡ جِئۡنَا اور اگرچہ ہم لائیں بِمِثۡلِهٖ اس جیسی مَدَدًا اور سیاہی قُلۡ آپ کہہ دیں اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ پختہ بات ہے کہ میں بشر ہوں مِّثۡلُكُمۡ تمہاری طرح یُوۡحٰۤى اِلَیَّ وحی کی جاتی ہے میری طرف اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ پختہ بات ہے تمہارا معبود صرف ایک معبود ہے فَمَنۡ كَانَ یَرۡجُوۡا پس جو شخص امید رکھتا ہے لِقَآءَ رَبِّهٖ اپنے رب کی

ملاقات کی فَلْيَعْمَلْ عَمَلاً صَالِحًا پس اس کو چاہیے کہ کام کرے اچھے وَّ لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا اور نہ شریک ٹھہرائے اپنے رب کی عبادت میں کسی کو بھی۔

اس سے قبل کافروں کے انجام کا ذکر تھا جَزَاءُهُمْ جَهَنَّمُ ان کا بدلہ جہنم ہے ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ اب اس کے بالمقابل مومنوں کا ذکر ہے اور ان کے ٹھکانے کا ذکر ہے جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کیے اچھے كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ فِرْدَوْس کا معنی ہے ٹھنڈی چھاؤں۔ معنی ہوگا ان کیلئے ٹھنڈی چھاؤں والی جنتیں ہیں۔ عرب کا علاقہ بڑا گرم ہے وہاں درخت، پانی اور سایہ یہ چیزیں بڑی غنیمت سمجھی جاتی ہیں اور ہمارے علاقے میں گرمی بنسبت اس علاقے کے کم ہے اور درخت پانی بھی وافر ہے۔ اس لئے ہمیں ان چیزوں کی قدر بھی کم ہے ان لوگوں کو ان چیزوں کی بڑی قدر تھی۔ ابوداؤد وغیرہ کی روایت میں آتا ہے کہ ایک سفر میں آنحضرت ﷺ کے رضاعی بھائی حضرت عثمان ابن مظعون رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ساتھ تھے انہوں نے ایک جگہ دیکھی کہ درخت ہیں، سبزہ ہے پانی کا چشمہ ہے۔ ارادہ کر لیا کہ میں یہاں بیوی بچوں کو چھوڑ کر ڈیرہ لگا لوں اور اللہ اللہ کرتا رہوں۔ پھر خیال آیا کہ آنحضرت ﷺ سے پوچھے بغیر مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ آنحضرت ﷺ سے سوال کیا کہ حضرت یہ جگہ مجھے بڑی عمدہ نظر آ رہی ہے درخت اور سبزہ ہے پانی کا چشمہ ہے میرا جی چاہتا ہے کہ میں یہاں ڈیرہ لگا لوں اور اللہ اللہ کرتا رہوں۔ آنحضرت نے فرمایا لَا تَبَتُّلَ فِي الْاِسْلَامِ اسلام تَبَتُّل کی زندگی کو پسند نہیں کرتا۔ اپنی تن آسانی کیلئے بیوی

بچوں کو چھوڑنا، برادری کو خیر باد کہہ دینا، ملنا جلنا چھوڑ دینا اسلام کی رو سے بالکل حرام ہے۔ تو خیر ان لوگوں کیلئے ٹھنڈا سایہ، درخت، نہریں، بہت عمدہ چیزیں تھیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کیلئے ٹھنڈی چھاؤں والے باغ ہونگے نُـزُلاً مہمانی کی جگہ ہوگی۔ وہاں وہ ٹھہریں گے خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے ان میں۔ وہ ہمیشہ کی زندگی آج ہمارے تصور میں بھی نہیں آسکتی کیونکہ ہم نے محدود قسم کا زمانہ دیکھا ہے اسی کو سمجھتے ہیں اور وہ سو سال نہیں، ہزار سال نہیں، لاکھ سال نہیں، کروڑ سال نہیں، ارب اور کھرب سال بھی نہیں، سوچ سوچ کر دماغ فیل ہو جاتا ہے کہ اس کی حد ہی نہیں ہے۔

محدود گناہ کی لمبی سزا کیوں ؟

اس پر بعض ملحدوں نے اعتراض کیا ہے کہ آدمی کفر، شرک اور گناہ تو کرتا ہے محدود وقت میں دس سال، بیس سال، پچاس سال، سو سال، ہزار سال، تو یہ محدود زمانہ ہے اور اس کو سزا ملے غیر محدود کہ ہمیشہ ہمیشہ وہ دوزخ میں رہیں گے یہ تو انصاف کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے علماء کرام کو جنہوں نے دین کی خدمت کی ہے۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس طرح کی چوری ہوگی اسی طرح کی سزا ہو گی۔ اگر کوئی معمولی چیز چوری کرتا ہے تو اس کی سزا بھی معمولی ہوگی اگر کوئی مال غیر محفوظ کو چوری کرتا ہے تو اس کے ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے اور اگر کوئی قیمتی شئی محفوظ کو چوری کرتا ہے تو اس کے ہاتھ کاٹے جائیں گے تو غرضیکہ جس طرح کی چوری ہوگی اس طرح کی سزا ہوگی۔ مشرک رب تعالیٰ کی صفات پر ڈاکہ ڈالتا ہے اور رب تعالیٰ کی صفات غیر محدود اور غیر متناہی ہیں مشرک نے ان پر ڈاکہ ڈالا ہے لہٰذا اس کی سزا بھی لامحدود اور ختم نہ ہونے والی ہوگی۔ اس کی سزا ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ہوگی۔ پھر ملحد ٹولے نے یہ بھی کہا کہ مومن جنت میں

ہمیشہ ہمیشہ کیوں رہیں گے؟

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ جنت میں داخل ہونے کا سبب عمل ہے اور علت رب تعالیٰ کی رحمت ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں داخل نہیں ہوسکتا جب تک اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مہربانی اس کے شامل حال نہ ہو۔ صحابہ کرامؓ نے سوال کیا حضرت! ہمارے عمل جو ہیں سو ہیں وَلَا اَنْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ آپ بھی اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں نہیں جاسکو گے فَوَضَعَ یَدَهٗ عَلٰی هَامَتِهٖ وَقَالَ وَلَا اَنَا اِلَّا اَنْ یَّتَغَمَّدَنِیَ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ اَوْ کَمَا قَالَ رسول اللّٰہ ﷺ۔ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک اپنے سر پر رکھا اور فرمایا اور میں بھی اپنے عمل کے زور پر جنت میں نہیں جاسکتا مگر یہ کہ ڈھانپ لے گا مجھے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور فضل میں تو جنت میں داخلے کا سبب عمل ہے اور علت رب تعالیٰ کی رحمت ہے اور اس کی رحمت چونکہ غیر متناہی ہے یعنی جس کی کوئی انتہا نہیں ہے اس لئے اس کا بدلہ بھی غیر متناہی ہے کہ ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے لَا یَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا نہیں تلاش کریں گے اس سے منتقل ہونا، بدلنا۔ دنیا میں کوئی جگہ تکلیف دہ ہوتی ہے بندہ وہ جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ چلا جاتا ہے جنت میں چونکہ کوئی تکلیف نہیں ہوگی اس لئے وہاں سے دوسری جگہ جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہمیشہ ہمیشہ وہاں رہیں گے۔

آگے پھر اللہ کی رحمت کا ذکر ہے جو بے انتہا ہے۔ فرمایا قُلْ آپ کہہ دیں لَّوْ کَانَ الْبَحْرُ اگر ہو جائے سمندر مِدَادًا سیاہی لِّکَلِمٰتِ رَبِّیْ میرے رب کے کلمات کیلئے، اس کی صفات اور کمالات کیلئے، اس کی خوبیاں لکھنے کیلئے سارا سمندر سیاہی بن جائے اور اس کے کمالات اور خوبیاں لکھی جائیں لَنَفِدَ الْبَحْرُ البتہ ختم ہو جائے سمندر قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ

كَلِمٰتُ رَبِّىْ پہلے اس سے کہ میرے رب کے کلمات ختم ہوں، اس کی خوبیاں ختم ہوں، رب کی صفت میں سے کوئی صفت ختم نہ ہوگی اور یہ سمندر ختم ہو جائے گا وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا اور اگرچہ ہم لائیں اس جیسی اور سیاہی پھر بھی رب تعالیٰ کی صفات اور خوبیاں ختم نہیں ہوسکتیں۔ یہاں یہ فرمایا اور سورت لقمان آیت نمبر ۲۷ میں ہے وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ اور اگر ہو جائیں جو زمین درخت ہیں قلمیں وَالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ اور سمندر اس کی سیاہی بن جائیں مِنْ ۢبَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ اس کے بعد سات سمندر اور سیاہی بن جائیں مَا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ نہیں ختم ہونگے اللہ تعالیٰ کے کلمات۔ اندازہ لگاؤ اللہ تعالیٰ کی خوبیوں اور کمالات کا کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے اور جب تک رہے گی مشرق سے لے کر مغرب تک اور شمال سے لے کر جنوب تک جتنے درخت ہیں، تھے اور ہونگے سب کے سب قلمیں بن جائیں اور سمندر سیاہی بن جائے۔ جغرافیہ والے بتاتے ہیں کہ زمین کے اکہتر حصے زیر آب ہیں۔ یہ سارا سمندر سیاہی بن جائے اور اس جیسے سات سمندر اور سیاہی بن جائیں اور تمام انسان، تمام جنات اور تمام فرشتے اللہ تعالیٰ کی خوبیاں اور کمالات لکھنا شروع کر دیں یہ سب کچھ ختم ہو جائے گا اور رب تعالیٰ کی تعریف کا الف بھی مکمل نہیں ہوگا۔ اس کی صفات اور کمالات غیر محدود ہیں۔ اسی لئے مشرک بڑا مجرم ہے کہ اس رب سے ورے ورے اوروں کو خدا بنائے پھرتا ہے اور رب کا دروازہ چھوڑ کر دوسروں سے مانگتا پھرتا ہے۔ نسائی شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مَنْ لَّمْ يَسْئَلِ اللّٰهَ يَغْضَبْ عَلَيْهِ "جو رب سے نہیں مانگتا رب اس پر ناراض ہوتا ہے۔" رب کو اس پر غصہ آتا ہے کہ میرا بندہ ہو کر مجھ سے کیوں نہیں مانگتا۔ اس کو تم اس طرح سمجھو کہ ہمارے گھروں میں بچے بچیاں ہیں، عورتیں ہیں ان کو اگر کسی چیز کی ضرورت پیش آئے تو

گھر کے سربراہ سے مانگتے ہیں کہ مجھے کپڑے چاہئیں، مجھے جوتا چاہیے، مجھے فلاں چیز کی ضرورت ہے وغیرہ وغیرہ۔ اگر ہمارے گھر کے افراد میں سے کوئی بھی محلے کے لوگوں سے مانگے کہ مجھے سلیٹ لے کردو، مجھے کرتا لے کردو، مجھے جوتا لے کردو، غیرت مند بندہ گوارہ نہیں کرے گا کہ میری بیٹی، میری بیوی، میری بہن کسی سے جا کر دوپٹہ مانگے، کپڑے مانگے، جوتا کنگھی مانگے تو رب کی غیرت کب برداشت کرتی ہے کہ میرا بندہ میرے سوا کسی غیر سے مانگے۔ اکبر الہ آبادیؒ نے کہا ہے.....

؎ اسی سے مانگ جو کچھ مانگنا ہو اکبر

یہی وہ در ہے جہاں ذلت نہیں سوال کے بعد

تو اس کے دروازے کو چھوڑ کر کسی اور سے مانگنا رب تعالیٰ کی سخت ناراضگی کا باعث ہے اور رب تعالیٰ کی خوبیاں اور کمالات غیر محدود ہیں۔

آنحضرت ﷺ بشر تھے :

آگے آخر میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ اے نبی کریم ﷺ! آپ اعلان کر دیں اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ پختہ بات ہے کہ میں بشر ہوں تمہاری طرح۔ آپ ﷺ انسان ہیں اور رب تعالیٰ کی مخلوق میں درجے کے لحاظ سے سب سے بلند ہیں نہ اس جہان میں آپ ﷺ کے درجے اور شان کا کوئی ہے نہ اگلے جہان میں ہوگا مگر ہیں بشر۔ بعض جاہل قسم کے لوگ ایسے مغالطہ دیتے ہیں کہ یا تو آپ ﷺ نے خود اپنے آپ کو بشر کہا ہے یا رب نے کہا ہے یا کافروں نے آپ ﷺ کو بشر کہا ہے، ہمیں تمہیں نہیں کہنا چاہیے۔ ان کے یہ بات بالکل غلط ہے۔ شمائل ترمذی، ترمذی شریف، مسند احمد اور دیگر احادیث کی کتابوں میں یہ روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ اے ام المومنین!

آپ ﷺ کی گھر سے باہر کی زندگی تو ہمارے سامنے ہے، میدان کی بھی، مسجد کی بھی، سفر کی بھی، لیکن آپ رضی اللہ عنہا یہ بتلائیں کہ آپ ﷺ گھر میں آ کر کیا کرتے تھے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کَانَ بَشَرًا مِّنَ الْبَشَرِ يَفْلِيْ ثَوْبَهٗ وَيَحْلِبُ شَاتَهٗ وَفِيْ رِوَايَةٍ يَخْصِبُ نَعْلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ يَكْنِسُ بَيْتَهٗ ''آپ بشر تھے، انسان تھے جو کام انسان کرتے ہیں آپ بھی کرتے تھے اپنے ہاتھ سے اپنے کپڑوں سے جوئیں تلاش کرتے تھے، بکری کا دودھ بھی دوھ لیتے تھے، جھاڑو بھی پھیر لیتے تھے، جوتا بھی گانٹھ لیتے تھے۔'' سب کام کرتے تھے۔ تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ بشر تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما آپ ﷺ کی ساری باتیں لکھ لیتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے زیادہ احادیث کسی کو معلوم نہیں ہیں ہاں! عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کو زیادہ معلوم ہیں فَاِنَّهٗ يَكْتُبُ وَلَا اَكْتُبُ کیونکہ وہ لکھ لیتے تھے اور میں لکھتا نہیں تھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پانچ ہزار تین سو چوہتر (۵۳۷۴) روایات مروی ہیں۔ ابوداؤد، مسند احمد اور دیگر احادیث کی کتابوں میں ہے کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کو روکا کہ برخوردار! تم سب کچھ لکھ لیتے ہو ورسول اللّٰہ ﷺ بَشَرٌ يَتَكَلَّمُ فِي الْغَضَبِ وَالرِّضَاءِ ابوداؤد شریف میں یہ لفظ ہیں کہ آپ ﷺ بشر ہیں کبھی غصے میں بات کرتے ہیں کبھی راضی ہوتے ہیں، کبھی دل لگی کی بات بھی کرتے ہیں ہر بات نہ لکھا کرو۔ جس میں کوئی حکم ہو وہ لکھا کرو۔ انہوں نے لکھنا چھوڑ دیا آپ ﷺ کی مجلس برخاست ہوئی تو عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے عرض کیا حضرت! میں آپ کی تمام باتیں لکھ لیتا تھا لیکن انہوں نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ بشر ہیں کبھی آپ ﷺ غصے میں بات کرتے ہیں اور کبھی راضی ہونے کی حالت میں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اُكْتُبْ لکھا کر وَلَا اَقُوْلُ اِلَّا حَقًّا میری زبان

سے جس حالت میں بھی بات نکلے حق ہی ہوتی ہے۔ دیکھو! یہ تمام صحابہ ﷺ آپ ﷺ کو بشر کہتے ہیں لیکن اس کا یہ بھی مطلب نہیں ہے کہ آپ ﷺ کو بشر بشر کہتے پھرو۔ ادب احترام بڑی چیز ہے مثلاً ایک آدمی کا نام عبداللہ ہے لیکن وہ قابل قدر اور قابل احترام ہے تو لوگ اس کو عبداللہ کی بجائے قاری صاحب، حافظ صاحب، مولوی عبداللہ کہتے ہیں محض نام وہ لے گا تو اس سے بڑا ہوگا یا اس کا ہم عمر اور ساتھی ہوگا۔ تو چھوٹے تو ادب سے نام لیں گے۔ آنحضرت ﷺ بشر ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے جو آپ ﷺ کو درجہ دیا ہے اس سے آپ ﷺ کے پلہ کا کوئی نہیں ہے۔

آپ ﷺ کی بشریت کا منکر کافر ہے :

باقی آپ کی بشریت کا انکار تو دور کی بات ہے میں نے عرض کیا تھا کہ ''روح المعانی'' تفسیر کی کتاب ہے اور ''فتاویٰ ہندیہ'' جس کو ''فتاویٰ عالمگیری'' کہتے ہیں اس میں بھی یہ مسئلہ لکھا ہوا ہے اور اس کے علاوہ فقہ کی دیگر کتابوں میں بھی موجود ہے کہ اگر کسی شخص سے یہ پوچھا جائے کہ یہ بتلاؤ کہ آنحضرت ﷺ کس جنس میں سے تھے، کس نوع میں سے تھے، کس ملک میں تشریف لائے تھے فَقَالَ لَا اَدْرِیْ اور اس نے کہا کہ میں نہیں جانتا یَکْفُرُ ایسا شخص کافر ہے۔ کیوں کافر ہے؟ اس لئے کہ ضروریات دین میں سے ہے یہ جاننا کہ آپ ﷺ بشر ہیں اور عربی ہیں یہ کیوں کہتا ہے کہ مجھے معلوم نہیں ہے؟ تو آپ ﷺ کی بشریت کا انکار کرنے والا بھلا کس طرح مسلمان رہے گا؟

تو فرمایا آپ کہہ دیں میں بشر ہوں تمہارے جیسا یُوْحٰۤی اِلَیَّ وحی کی جاتی ہے میری طرف۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کے رتبے کے ساتھ مجھے نوازا ہے یاد رکھو! اَنَّمَآ اِلٰھُکُمْ اِلٰـہٌ وَّاحِدٌ پختہ بات ہے تمہارا معبود صرف ایک معبود ہے۔ حاجت روا، مشکل کشا، فریاد

رس، دستگیر، مقنن، قانون ساز، دینے لینے والا صرف ایک رب ہے فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ پس جو شخص اپنے رب کی ملاقات کی امید رکھتا ہے، اس کا قیامت پر یقین ہے کہ ایک وقت آئے گا مجھے رب تعالیٰ کی سچی عدالت میں پیش کیا جائے گا اور مجھ سے میری زندگی کے متعلق پوچھا جائے گا فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا پس اس کو چاہیے کہ کام کرے اچھے۔ دوسری بات وَّ لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا اور نہ شریک ٹھہرائے اپنے رب کی عبادت میں کسی کو بھی۔ عبادت وہی قبول ہوگی جو شرک سے پاک ہوگی اگر ایک رائی برابر بھی شرک ہوا تو عبادت اور نیک عمل اس کے منہ پر مار دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توحید اور سنت پر قائم رکھے اور شرک و بدعت اور رسومات، رواج اور گناہوں سے بچائے اور محفوظ رکھے۔

آج بروز بدھ ۴ ذیقعدہ ۱۴۳۱ھ بمطابق ۱۳/ اکتوبر ۲۰۱۰ء کو
سورۃ کہف کی تفسیر مکمل ہوئی۔

والحمد للّٰہ علی ذلک

(مولانا) محمد نواز بلوچ
مہتمم : مدرسہ ریحان المدارس جناح روڈ گوجرانوالہ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سورۃ مریم

(مکمل)

جلد.............۱۲

سُوْرَةُ مَرْيَمَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانٌ وَّتِسْعُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كٓهٰيٰعٓصٓ ﴿۱﴾ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ﴿۲﴾ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ﴿۳﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ﴿۴﴾ وَاِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ وَكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ﴿۵﴾ يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ﴿۶﴾ يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ۨ اسْمُهٗ يَحْيٰى ۙ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ﴿۷﴾ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ﴿۸﴾

كٓهٰيٰعٓصٓ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ آپ کے رب کی رحمت کا ذکر ہے عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا جو اس نے اپنے بندے زکریا پر کی ہے اِذْ نَادٰى جس وقت پکارا اس نے رَبَّهٗ اپنے رب کو نِدَآءً خَفِيًّا پکارنا مخفی طریقے سے قَالَ عرض کیا زکریا علیہ السلام نے رَبِّ اے میرے رب اِنِّيْ بیشک میں وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ کمزور ہو چکی ہیں ہڈیاں میری وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ اور بھڑک اٹھا ہے سر شَيْبًا بڑھاپے کی وجہ سے وَّلَمْ اَكُنْ اور نہیں ہوں میں بِدُعَآئِكَ آپ کو پکارنے کی وجہ سے رَبِّ اے میرے رب شَقِيًّا محروم وَاِنِّيْ خِفْتُ اور بیشک میں خوف کرتا ہوں الْمَوَالِيَ اپنے بھائی بندوں سے مِنْ وَّرَآءِيْ اپنے بعد وَكَانَتِ

امْـرَاَتِـیْ اور ہے میری بیوی عَـاقِرًا بانجھ فَهَبْ لِیْ پس آپ دیں مجھ کو مِنْ لَّدُنْکَ اپنی طرف سے وَلِیًّا جانشین یَّـرِثُنِیْ جو وارث بنے میرا وَیَرِثُ اور وارث بنے مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ یعقوب علیہ السلام کے خاندان کا وَاجْعَلْهُ اور آپ کردیں اس کو رَبِّ اے میرے رب رَضِیًّا پسندیدہ یٰـزَکَرِیَّـآ اے زکریا علیہ السلام اِنَّـا نُبَشِّرُکَ بیشک ہم آپ کو خوشخبری سناتے ہیں بِـغُلٰمِ ایک لڑکے کی اِسْـمُهٗ یَحْیٰی نام اس کا یحییٰ ہوگا لَـمْ نَـجْعَلْ لَّهٗ نہیں بنایا ہم نے اس کیلئے مِنْ قَبْلُ سَمِیًّا اس سے پہلے کوئی ہم نام قَالَ عرض کیا زکریا علیہ السلام نے رَبِّ اے میرے رب اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ کیسے ہوگا میرے لئے لڑکا وَّکَـانَتِ امْـرَاَتِیْ عَاقِرًا اور ہے میری بیوی بانجھ وَّقَـدْ بَلَغْتُ اور تحقیق میں پہنچ چکا ہوں مِنَ الْکِبَرِ بڑھاپے سے عِتِیًّا میری کمر سوکھ گئی ہے۔

تاریخ مسجد اقصیٰ :

حضرت زکریا علیہ السلام کے ہم زلف تھے عمران ابن ماثان رحمۃ اللہ علیہ ۔ یہ اپنے دور کے ولی تھے اور مسجد اقصیٰ کے امام تھے۔ مسجد اقصیٰ کی بنیاد حضرت یعقوب علیہ السلام نے رکھی تھی اور اس میں توسیع حضرت داؤد علیہ السلام نے کی تھی۔ پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کی تعمیر شاہی ٹھاٹھ باٹھ کے ساتھ کرائی۔ مسجد اقصیٰ بیت المقدس شہر میں واقع ہے۔ یہ شہر صِیُهُوْن بروزن بِـرْزُوْن پہاڑ پر واقع ہے جو سطح سمندر سے پانچ ہزار فٹ کی بلندی پر واقع ہے جیسے ہمارے ہاں مری ہے۔ ۱۹۶۷ء کی لڑائی میں یہود نے اس علاقہ پر قبضہ کرلیا تھا اور آج تک وہ اس پر قابض ہیں جب چاہیں مسجد اقصیٰ میں

نماز پڑھنے دیتے ہیں اور جب چاہیں نہیں پڑھنے دیتے۔ حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی کا نام عشاعہ بنت فاقوذ تھا اور عمران بن ماثان کی بیوی کا نام حَنَّۃُ بنت فاقوذ رضی اللہ عنہا تھا۔ یہ دونوں بہنیں تھیں حضرت عمران بن ماثان رحمۃ اللہ علیہ کا ایک لڑکا تھا جس کا نام ہارون تھا۔ اسی سورت میں آگے اس کا نام اور ذکر آئے گا، یہ بھی بڑا نیک اور پارسا لڑکا تھا اور جوانی میں فوت ہو گیا حَنَّۃُ بنت فاقوذ بڑی پریشان تھیں کہ میرا خاوند بہت بوڑھا اور کمزور ہے اس کی گدی (بیت) کو کون سنبھالے گا؟ دعا کی اے پروردگار! مجھے کوئی اولاد عطا فرمائیں اسے تیری رضا کیلئے وقف کردونگی۔ تیسرے پارے میں اس کا ذکر ہے خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ لڑکا عطا فرمائیں گے لیکن اللہ تعالیٰ نے لڑکی عطا کی جس کا نام مریم رکھا علیہا السلام۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مریم کا معنٰی ہے عابدہ۔ یہ مریم عبرانی زبان کا لفظ ہے والدین بچپن میں ہی فوت ہو گئے تربیت کے سلسلہ میں اختلاف ہوا ہر ایک کا خیال تھا کہ میں تربیت کروں۔ تیسرے پارے میں اس کا ذکر ہے۔ قرعہ اندازی ہوئی قرعہ حضرت زکریا علیہ السلام کے نام نکلا (مریم علیہا السلام) ان کی تحویل میں دیدی گئیں۔ آگے تفصیل آ رہی ہے کہ جب وہ جوان ہوئیں اور غسل سے فارغ ہو کر کپڑے پہنے تو ایک صحت مند نوجوان ان کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا، یہ گھبرا گئیں کہ اس کا ارادہ اچھا نہیں ہے۔ اس نے کہا بی بی! گھبرائیں نہیں میں تیرے رب کا بھیجا ہوا فرشتہ ہوں آپ کو لڑکے کی خوشخبری دینے کیلئے آیا ہوں۔ فرمانے لگیں میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا لَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَکُ بَغِیًّا "نہیں چھوا مجھے کسی بشر نے نکاح کیساتھ اور نہ ہی میں بدکار ہوں۔" کہا اسی طرح اللہ تعالیٰ تجھے بچہ دے گا چونکہ اس سورۃ میں تفصیلاً حضرت مریم علیہا السلام کا ذکر آ رہا ہے اس لئے اس سورت کا نام مریم ہے یعنی وہ سورت جس میں مریم علیہا السلام کا ذکر ہے۔

حروف مقطعات کی بحث :

یہ سورۃ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے اس سے پہلے تینتالیس (۴۳) سورتیں نازل ہوچکی تھیں اس کے چھ رکوع اور اٹھانوے (۹۸) آیات ہیں۔ پہلی آیت کریمہ کھیعص ہے۔ قرآن کریم میں انتیس (۲۹) سورتیں ہیں جن کے شروع میں ایسے حروف ہیں، حم، یٰسین، طه، الر، الم، جیسا کہ تفسیر مظہری وغیرہ میں اس کی تصریح ہے۔ قاضی بیضاویؒ فرماتے ہیں سِرٌّ فِیمَا بَیْنَ اللّٰهِ تَعَالٰی وَ بَیْنَ رَسُوْلِهٖ ﷺ۔ ''یہ حروف مقطعات اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے درمیان راز ہیں۔'' یعنی ان کا مطلب صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور آنحضرت ﷺ جانتے ہیں اور کسی کو ان کا مطلب معلوم نہیں ہے۔ اور اکثر مفسرین کرامؒ ان کے متعلق فرماتے ہیں اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمُرَادِهٖ بِذٰلِکَ ''ان الفاظ کی مراد رب ہی بہتر جانتا ہے۔'' ہمیں معلوم نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں هِیَ مِنْ اسماء اللّٰه تعالٰی۔ یہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں اس پر اعتراض ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نام تو ننانوے ہیں ان میں تو یہ نام نہیں آتے؟ تو اسکے دو جواب علماء کرام نے دیئے ہیں۔

پہلا یہ کہ ننانوے ناموں میں حصر نہیں ہے یہ مشہور نام ہیں۔ تفسیر کبیر، ابن کثیر، ابوسعود وغیرہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پانچ ہزار نام ہیں جو نازل ہوئے ہیں لہٰذا ہوسکتا ہے کہ ان پانچ ہزار ناموں میں ہوں۔ دوسرا جواب یہ دیتے ہیں کہ ایک ایک حرف ایک ایک نام کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ مستدرک حاکم حدیث کی کتاب ہے اس میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے تفسیر منقول ہے کہ کاف سے مراد کَافٍ ہے، کفایت کرنے والا۔ سورہ زمر میں آتا ہے اَلَیْسَ اللّٰهُ بِکَافٍ عَبْدَهٗ۔ ''کیا نہیں ہے اللہ تعالیٰ کافی اپنے بندے کو۔'' یعنی کفایت کرنے والا صرف رب ہے۔ اور 'ھا' سے مراد ہادی ہے۔ سورہ نور میں

ہے وَاللّٰهُ يَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ ''اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔'' 'یا' سے مراد یامین ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کا نام ہے 'عٓ' سے مراد عزیز ہے اس کا معنیٰ ہے غالب، قرآن پاک میں آتا ہے عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ ۔اور 'صٓ' سے مراد صادق ہے، سورۃ النسآء میں ہے وَمَنۡ اَصۡدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيۡلًا [آیت:۱۲۲] ''اور کون زیادہ سچا ہے اللہ تعالیٰ سے بات کے اعتبار سے۔''

بلند آواز سے دعا وذکر مکروہ ہے :

ذِكۡرُ رَحۡمَتِ رَبِّكَ عَبۡدَهٗ زَكَرِيَّا یہ ذکر ہے آپ کے رب کی رحمت کا جو اس نے اپنے بندے زکریا پر کی ہے اِذۡ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا جس وقت پکارا اس نے اپنے رب کو پکارنا مخفی طریقے سے۔سلف صالحین اور ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ دعا بھی آہستہ ہو اور ذکر بھی آہستہ ہو اور اس میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بہت سخت ہیں۔البحر الرائق، عمدۃ القاری اور کبیر وغیرہ میں تصریح ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وَيُكۡرَهُ رَفۡعُ الصَّوۡتِ بِالدُّعَآءِ وَالذِّكۡرِ مُخَالِفًا لِاَمۡرِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَفِىۡ قَوۡلٍ بِدۡعَةٌ ''بلند آواز سے دعا کرنا اور ذکر کرنا مکروہ ہے اور ایک قول میں ہے کہ بدعت ہے۔'' اور رب تعالیٰ کے قول اُدۡعُوۡا رَبَّكُمۡ تَضَرُّعًا وَّ خُفۡيَةً [اعراف:۵۵] کے مخالف ہے۔ ''پکارو اپنے پروردگار کو گڑگڑا کر اور چپکے چپکے۔'' ہاں! جہاں شریعت نے جہر کیساتھ ذکر بتلایا ہے وہاں جہر کیساتھ ٹھیک ہے۔مثلاً آذان بلند آواز سے ہوگی، تکبیر بلند آواز سے ہوگی، تلبیہ اَللّٰهُمَّ لَبَّيۡكَ الخ بلند آواز سے ہوگا، بڑی عید کے موقع پر نویں تاریخ سے لے کر تیرھویں تاریخ کی عصر تک بلند آواز سے تکبیر پڑھنی ہے۔تو جہاں شریعت نے بلند آواز سے پڑھنے کا حکم فرمایا ہے وہاں بلند آواز سے پڑھنی ہے اور جہاں بلند آواز سے پڑھنے کا حکم نہیں ہے وہاں

بلند آواز سے پڑھنا مکروہ بھی ہے اور بدعت بھی ہے۔ موارد الظمان وغیرہ میں حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا خَیْرُ الذِّکْرِ الْخَفِیُّ ''بہترین ذکر آہستہ ہے۔'' صرف اپنے کان سنیں لوگوں کے کان نہ کھائے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آہستہ ذکر کرنا بلند آواز سے ذکر کرنے سے ستر گنا زیادہ درجہ رکھتا ہے۔ تو حضرت زکریا علیہ السلام نے مخفی طریقہ سے اپنے رب کو پکارا قَالَ عرض کیا رَبِّ اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ اے میرے رب! یہ رَبِّ کا لفظ جہاں بھی آئے گا اصل میں یَا رَبِّیْ ہے۔ تخفیفاً حرف ندا 'یا' کو حذف کر دیتے ہیں اور آخر میں 'ی' متکلم کو بھی حذف کر دیتے ہیں۔ اے میرے رب بیشک میں بڑھاپے کی وجہ سے میری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَیْبًا اور بھڑک اٹھا ہے میرا سر بڑھاپے کی وجہ سے، ہڈیاں کمزور ہیں سر کے بال سفید ہیں۔ تفسیروں میں آتا ہے اس وقت ان کی عمر ایک سو بیس سال تھی۔ اور اے میرے رب! وَّلَمْ اَکُنْ بِدُعَآئِکَ رَبِّ شَقِیًّا اور نہیں ہوں میں آپ کو پکارنے کی وجہ سے اے میرے رب محروم۔ اے پروردگار! آپ کو پکارنے کی وجہ سے میں کبھی نامراد نہیں رہا جب بھی آپ سے سوال کیا آپ نے میری مراد پوری کی۔ اے پروردگار! اب میرا سوال یہ ہے کہ وَاِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مَوَالِیَ مَوْلٰی کی جمع ہے اس کا معنٰی ہے وارث، رشتہ دار، خاندان کے لوگ۔ میں اپنے خاندان کے لوگوں سے خوف کرتا ہوں مِنْ وَّرَآءِیْ اپنے بعد۔ دین کی حفاظت کا خوف تھا کہ میرے بعد دین کی حفاظت نہیں کریں گے وَکَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا اور ہے میری بیوی بانجھ۔ ایشاعہ اس کا نام تھا بنت فاقوذ رحمہا اللہ۔

وراثت سے مراد علمی وراثت ہے انبیاء کا مالی وارث کوئی نہیں ہوتا :

تفسیروں میں آتا ہے کہ ان کی اس وقت عمر ۹۹ سال تھی فَھَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ وَلِیًّا پس آپ دیں مجھ کو اپنی طرف سے جانشین وارث یَّرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ جو وارث بنے میرا اور وارث بنے یعقوب کے خاندان کا وَاجْعَلْہُ رَبِّ رَضِیًّا اور آپ کر دیں اس کو اے میرے رب پسندیدہ۔ یہاں وراثت سے مراد کس چیز کی وراثت ہے؟ تو یاد رکھنا! تمام اہل حق اس بات پر متفق ہیں کہ پیغمبروں کی مال میں وراثت تقسیم نہیں ہوتی۔ بخاری و مسلم اور تمام صحاح میں یہ روایت ہے نَحْنُ مَعْشَرُ الْاَنْبِیَآءِ لَا نُوْرِثُ مَا تَرَکْنٰہُ صَدَقَۃٌ ''فرمایا آنحضرت ﷺ نے ہم جو پیغمبروں کی جماعت ہیں ہماری مالی وراثت نہیں ہوتی جو مال ہمارے پاس ہوتا ہے وہ صدقہ ہوتا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے ''قُرَّۃُ الْعَیْنَیْنِ فِیْ تفضیل شَیخین'' کتاب لکھی ہے جس میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان فرمائے ہیں۔ انہی فضائل سے سڑ جل کر نجف خان دھلوی نے جو شیعہ تھا حضرت شاہ صاحب کی انگلیاں کاٹ دی تھیں۔ اس کتاب میں شاہ صاحبؒ یہ روایت نقل کرتے ہیں لَا نَرِثُ وَلَا نُوْرِثُ ''نہ ہم وارث ہوتے ہیں اور نہ ہمارا کوئی وارث ہوتا ہے۔'' ہماری وراثت آگے تقسیم نہیں ہوتی۔ لَا نَرِثُ کے الفاظ مجھے اور کسی کتاب میں نہیں ملے لَا نُوْرَثُ کے الفاظ تو کثرت کیساتھ ہیں شیعوں اور قادیانیوں کا دعویٰ باطل ہے وہ کہتے ہیں کہ پیغمبروں کی وراثت تقسیم ہوتی ہے اور آپ ﷺ کی وراثت بھی تقسیم ہوئی ہے۔ شیعہ روافض کا اصل مقصد یہ ہے کہ وراثت کے مسئلے پر زور دیں گے تو ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کا ظالم ہونا ثابت ہو جائے گا کہ انہوں نے پیغمبر کی وراثت تقسیم نہیں کی۔ چنانچہ خمینی نے اپنی کتاب ''کشف الاسرار'' میں لکھا ہے کہ

قرآن کا پہلا باغی ابوبکر تھا (ﷺ) کیونکہ یُوْصِیْکُمُ اللّٰهُ فِیْٓ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ میں وراثت کا مسئلہ بیان ہوا ہے اور ابوبکر ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ان کا حصہ نہیں دیا لہٰذا قرآن کا پہلا باغی اور منکر ابوبکر ہے (معاذ اللہ تعالیٰ) اور دوسرا منکر اور زندیق عمر ہے ﷺ اس نے بھی نہیں دیا۔ تو ان کا اصل مقصد یہ ہے کہ وراثت کے مسئلے پر زور لگا کر ان کا ظالم ہونا ثابت کریں۔ اہل حق نے قادیانیوں کو کہا کہ تم کہتے ہو کہ غلام احمد قادیانی معاذ اللہ تعالیٰ پیغمبر ہے اس کے والد کا نام مرتضیٰ تھا اور وہ انگریز کا ٹاؤٹ، اس کی وراثت مرزے قادیانی نے کیوں لی؟ اور پھر مرزے قادیانی کی وراثت کیوں چلی پیغمبروں کی وراثت تو نہیں چلتی؟ تو اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ پیغمبروں کی وراثت چلتی ہے اور ان آیات سے دھوکہ دیتے ہیں کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے فرمایا اے پروردگار! مجھے کوئی وارث دے جو میرا بھی وارث ہو اور آل یعقوب کا بھی وارث ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ پیغمبروں کی وراثت چلتی ہے لیکن ان کا اس آیت سے استدلال بالکل باطل ہے۔ کیونکہ اول تو پیغمبر کی نگاہ میں دنیا کے مال کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہوتی تو پھر یہ کیسے مان لیں کہ زکریا علیہ السلام کو اپنے مال کی اتنی فکر تھی کہ اس کیلئے دعائیں کر رہے تھے کہ اے میرے رب مجھے وارث دے کہ میرا مال کہیں برادری نہ کھا جائے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ان کے پاس مال تھا کتنا؟ کیونکہ مسلم شریف کی روایت میں ہے کَانَ عَبْدًا نَجَّارًا وہ بڑھئی تھے۔ لکڑی کا کام کرتے تھے مشینی دور ہوتا تو پھر بھی سمجھ لیتے بڑا کچھ کمایا ہوگا۔ مشینی دور تو تھا نہیں، تبلیغ بھی کرتے تھے، نماز بھی پڑھتے تھے پھر تیشہ آری چلا کر کتنی دولت اکٹھی کر لی ہوگی کہ جس کیلئے فکرمند تھے کہ اے میرے اللہ! مجھے اولاد دے تاکہ میرا مال کوئی اور نہ کھا جائے۔ حضرت زکریا علیہ السلام کو مال کی وراثت کا

کوئی فکر نہیں تھا ان کو فکر تھا نبوت کی وراثت کا، علم کی وراثت کا، دین کی وراثت کا۔ آیت کریمہ سے دین کی وراثت مراد ہے کہ اے پروردگار! مجھے خاندان میں ایسا کوئی آدمی نظر نہیں آرہا جو میرے اس دین کے کام کو سنبھالے لہٰذا مجھے بیٹا عطا فرما جو میرے دین کے کام کا وارث بنے۔ اسی طرح سورہ نمل کی آیت نمبر ۱۶ سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ اس میں ہے وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ "اور وارث ہوئے سلیمان علیہ السلام داوٗد علیہ السلام کے۔" دیکھو! باپ بھی پیغمبر تھا اور بیٹا بھی پیغمبر ہے۔ اس وراثت سے مراد بھی نبوت کی وراثت ہے۔ میری کتاب ہے "ارشاد الشیعہ" اس میں میں نے بڑی تفصیل کیساتھ اس مسئلے کو بیان کیا ہے۔ اتنی تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ تمہیں کسی اور کتاب میں نہیں ملے گی۔ اس آیت کریمہ سے استدلال کرنا اس لئے بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے اٹھارہ بھائی اور تھے اور مالی وراثت مراد ہوتی تو آیت اس طرح ہوتی وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ وَاِخْوَتُهٗ "حضرت سلیمان علیہ السلام اور اس کے بھائی داوٗد علیہ السلام کے وارث ہوئے۔" مالی وراثت ہوتی تو سب کو ملتی صرف حضرت سلیمان علیہ السلام کو وراثت ملی۔ تو یہ نبوت کی وراثت تھی حضرت سلیمان علیہ السلام کو ملی اور کسی بھائی کو نہیں ملی اور آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے اَلْاَنْبِيَآءُ لَمْ يُوَرِّثُوْا دِيْنَارًا وَّ لَا دِرْهَمًا "انبیاء علیہم السلام درہم اور دینار کا وارث نہیں بناتے اِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ پیغمبر علم کی وراثت دیتے ہیں جس نے علم حاصل کیا اس نے پورا حصہ لیا۔" سورہ فاطر آیت نمبر ۳۲ میں ہے ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا "پھر ہم نے وارث بنایا ان لوگوں کو جنہیں ہم نے منتخب کیا اپنے بندوں میں سے۔" تو ان آیات میں جس وراثت کا ذکر ہے وہ نبوت کی وراثت ہے، رسالت کی وراثت ہے، مال کی وراثت قطعاً مراد نہیں ہے۔

عرض کیا وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا اور آپ کردیں اس کو اے میرے رب پسندیدہ۔
فرمایا يٰزَكَرِيَّآ اے زکریا علیہ السلام اِنَّا نُبَشِّرُكَ بیشک ہم آپ کو خوشخبری دیتے ہیں
بِغُلٰمِ نِ اسْمُهٗ يَحْيٰى ایک لڑکے کی اس کا نام یحییٰ ہوگا علیہ السلام لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ
سَمِيًّا نہیں بنایا ہم نے اس کیلئے اس سے پہلے کوئی ہم نام، اس نام کا پہلے کوئی لڑکا نہیں۔
اکثر مفسرین یہی معنٰی کرتے ہیں اور بعض نے یہ بھی معنٰی کیا ہے کہ اگرچہ اس نام کا کوئی ہو
لیکن اتنی صفات اور خوبیاں جو ان میں تھیں اس دور میں وہ کسی اور میں نہیں تھیں۔ قَالَ
زکریا علیہ السلام نے عرض کیا رَبِّ اے میرے پروردگار اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ کیسے ہوگا
میرے لئے لڑکا وَّكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا اور ہے میری بیوی بانجھ۔ ننانوے سال کی ہو
چکی ہے کوئی بچہ نہیں ہوا اب بچہ جننے کے قابل نہیں ہے وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا۔
عِتِيٌّ کے دو معنٰی آتے ہیں۔ ایک معنٰی ہے کمر کبڑی ہو جائے، آدمی بوڑھا ہو جائے تو کبڑا
ہو جاتا ہے۔ اور اکثر معنٰی کرتے ہیں کمر جھک گئی ہے۔ جس وقت رطوبات خشک ہو جاتی
ہیں تو درد شروع ہو جاتے ہیں۔ تو کمر میری جھک گئی ہے اس حالت میں مجھے بچہ کیسے ملے
گا؟ باقی ذکر آگے آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْـًٔا ﴿۹﴾ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ؕ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ﴿۱۰﴾ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ﴿۱۱﴾ يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ؕ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ﴿۱۲﴾ۙ وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ؕ وَكَانَ تَقِيًّا ﴿۱۳﴾ۙ وَّبَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ﴿۱۴﴾ وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ﴿۱۵﴾ؑ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴿۱۶﴾ۙ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۫ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿۱۷﴾

ع ۱۵ · وقف لازم

قَالَ فرمایا اللہ تعالیٰ نے كَذٰلِكَ اسی طرح قَالَ رَبُّكَ فرمایا آپ کے رب نے هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ یہ مجھ پر آسان ہے وَّقَدْ خَلَقْتُكَ اور تحقیق میں نے پیدا کیا آپ کو مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے وَلَمْ تَكُ شَيْـًٔا اور آپ نہیں تھے کوئی چیز قَالَ عرض کیا زکریا علیہ السلام نے رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً اے میرے رب بنا دیں آپ میرے لئے کوئی نشانی قَالَ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اٰيَتُكَ آپ کی نشانی یہ ہے اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ کہ آپ کلام نہیں کر سکیں گے لوگوں کیساتھ ثَلٰثَ لَيَالٍ تین راتیں سَوِيًّا آپ ٹھیک ٹھاک ہوں گے فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ پس وہ

نکلے اپنی قوم پر مِنَ الْمِحْرَابِ اپنے حجرے سے فَاَوْحٰی اِلَیْھِمْ پس اشارہ کیا ان کی طرف زکریا علیہ السلام نے اَنْ سَبِّحُوْا کہ تسبیح بیان کرو بُکْرَۃً پہلے پہر وَّعَشِیًّا اور پچھلے پہر یٰیَحْیٰی اے یحییٰ علیہ السلام خُذِ الْکِتٰبَ پکڑیں آپ کتاب کو بِقُوَّۃٍ مضبوطی کیساتھ وَاٰتَیْنٰہُ الْحُکْمَ اور دیا ہم نے ان کو حکم صَبِیًّا جبکہ وہ بچے تھے وَّحَنَانًا اور شفقت دی مِّنْ لَّدُنَّا اپنی طرف سے وَزَکٰوۃً اور پاکیزگی وَکَانَ تَقِیًّا اور تھے وہ پرہیزگار وَّبَرًّا بِوَالِدَیْہِ اور اچھا سلوک کرنے والے تھے اپنے والدین کیساتھ وَلَمْ یَکُنْ اور نہیں تھے جَبَّارًا جبر کرنے والے عَصِیًّا نافرمان وَسَلٰمٌ عَلَیْہِ اور سلامتی ہے اس پر یَوْمَ وُلِدَ جس دن پیدا ہوئے وَیَوْمَ یَمُوْتُ اور جس دن وفات پائیں گے وَیَوْمَ یُبْعَثُ اور جس دن کھڑے کیے جائیں گے حَیًّا زندہ ہوکر وَاذْکُرْ فِی الْکِتٰبِ مَرْیَمَ اور ذکر کریں آپ کتاب میں مریم علیہا السلام کا اِذِ انْتَبَذَتْ جس وقت وہ الگ ہوئیں مِنْ اَھْلِھَا اپنے گھر کے افراد سے مَکَانًا شَرْقِیًّا مکان کے مشرق کی طرف فَاتَّخَذَتْ پس بنایا اس نے مِنْ دُوْنِھِمْ ان سے ورے حِجَابًا پردہ فَاَرْسَلْنَآ اِلَیْھَا پس ہم نے بھیجا ان کی طرف رُوْحَنَا اپنے روح القدس فرشتے کو فَتَمَثَّلَ لَھَا پس اس نے شکل اختیار کی اس کے سامنے بَشَرًا بشر کی سَوِیًّا جو بالکل ٹھیک ٹھاک ہو۔

حضرت زکریا علیہ السلام بنی اسرائیل کے پیغمبر تھے۔ قوم کو سمجھاتے، تبلیغ کرتے عمر زیادہ ہوگئی، بیوی عشاعہ بنت فاقوذ بانجھ ہوگئی وہ بھی بڑی نیک پارسا بیوی تھی، دعائیں

کرتی تھی اے پروردگار! یہ تبلیغ کا سلسلہ چلتا رہے ختم نہ ہو۔ زکریا علیہ السلام بھی بوڑھے ہو گئے ہیں کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ''موت کا ذائقہ سب نے چکھنا ہے۔'' اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ کسی کیلئے خلود نہیں ہے وَ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ [سورہ رحمٰن] ''اور باقی رہے گی تیرے رب کی ذات جو بزرگی اور عظمت والا ہے۔'' باقی سب پر فنا آئے گی۔ اس سلسلے میں زکریا علیہ السلام بھی بڑے پریشان تھے۔ خاندان بڑا وسیع تھا ان میں اچھے لوگ بھی تھے لیکن بُرے ہمیشہ زیادہ رہے ہیں۔ ان سے خوف تھا اب تو ان پر تھوڑا بہت خوف ہے میرے مرنے کے بعد وہ بھی جاتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے میرے پروردگار! مجھے کوئی وارث عطا فرما جو میری نبوت کے سلسلے میں وارث بنے۔ تیسرے پارے میں ہے فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ [آل عمران:۳۹] ''پس آواز دی زکریا علیہ السلام کو فرشتوں نے جبکہ وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے کمرے میں۔'' نماز کی حالت میں گفتگو شروع کر دی۔ فرشتوں کیساتھ گفتگو کرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی۔ لوگوں کے ساتھ گفتگو کرو نماز کی حالت میں تو نماز ٹوٹ جاتی ہے نماز میں اللہ تعالیٰ کیساتھ تعلق ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرشتہ اللہ تعالیٰ کا سفیر ہوتا ہے۔ سفیر کیساتھ بات کرنا رب تعالیٰ کیساتھ بات کرنا ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ اسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو لڑکے کی خوشخبری سناتے ہیں اور اس کا نام یحییٰ علیہ السلام ہوگا۔ حضرت زکریا علیہ السلام بڑے تعجب اور جرأت سے فرمانے لگے کہ مجھے لڑکا کیسے حاصل ہوگا بیوی میری بانجھ ہے اور بڑھاپے کی وجہ سے میری کمر دوہری ہوگئی ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام کی عمر اس وقت ایک سو بیس سال تھی اور ننانوے سال بیوی کی عمر تھی۔ اس کا ذکر ہے.....

قَالَ رب تعالیٰ نے فرمایا كَذٰلِكَ اسی طرح ہوگا قَالَ رَبُّكَ آپ کے رب نے فرمایا ہے اے مخاطب هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ یہ میرے لئے آسان ہے۔اس بڑھاپے میں ہمارے لئے اولاد دینا کوئی مشکل چیز نہیں ہے۔مشکل مخلوق کیلئے ہوگی اے زکریا علیہ السلام وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ اور تحقیق میں نے آپ کو پیدا کیا اس سے پہلے وَلَمْ تَكُ شَيْئًا اور نہیں تھے آپ کوئی چیز۔آپ کا وجود بھی نہیں تھا اور میں قادر مطلق نے جس طرح تجھے پیدا کیا ایسے ہی تجھ کو لڑکا بھی دونگا۔ قَالَ زکریا علیہ السلام نے عرض کیا رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً اے میرے رب بنا دیں آپ میرے لئے کوئی نشانی جس سے میں سمجھوں کہ میری بیوی امید سے ہے۔

نبی کو ما فی الارحام کا علم نہیں تو ولی کو کیسے ہوسکتا ہے ؟

دیکھو! آج کل بعض غالی قسم کے لوگ کہتے ہیں کہ ولی نہیں ہوسکتا جب تک مَا فِي الْاَرْحَامِ کو نہ جانے یعنی جو کچھ رحموں میں ہے اس کا علم نہ ہو تو ولی نہیں ہوسکتا، لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔اللہ تعالیٰ بچائے اس بُرے عقیدے سے۔یاد رکھنا! اَرْحَام کی کیفیت صرف رب جانتا ہے۔ہاں وحی کے ذریعے، کشف کے ذریعے اور الہام کے ذریعے کسی کو رب تعالیٰ دو چار واقعات بتا دے اور اس کو معلوم ہو جائے تو یہ الگ بات ہے اور غیب نہیں ہے یہ تو رب تعالیٰ بتلاتے ہیں۔اگر مَا فِي الْاَرْحَامِ کا علم نبی ولی کو ہوتا تو حضرت زکریا علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے نشانی کیوں مانگتے کہ میرے لئے کوئی نشانی مقرر کرو تاکہ میں سمجھ جاؤں کہ میری بیوی باامید ہوگئی ہے۔ قَالَ رب تعالیٰ نے فرمایا اٰيَتُكَ آپ کی نشانی یہ ہے اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا کہ آپ کلام نہیں کر سکیں گے لوگوں کیساتھ تین راتیں۔ٹھیک ٹھاک ہوں گے لوگوں کیساتھ بات کرنا چاہیں گے تو

زبان نہیں چلے گی ۔ ذکر و تسبیح کیلئے چلے گی ، نماز کیلئے چلے گی لیکن جب کسی آدمی کیساتھ بات کرنا چاہو گے تو زبان ساتھ نہیں دے گی ۔ اس مقام پر تین راتوں کا ذکر ہے اور تیسرے پارے میں ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ [آل عمران : ۴۱] ''تین دن'' دونوں آیتوں کو ملا کر مفہوم بنے گا کہ تین دن اور تین راتیں جب آپ لوگوں کیساتھ بات کرنا چاہو گے تو بات نہیں کر سکو گے اور ہو گے بھی ٹھیک ٹھاک زبان پر چھالے نہیں ہونگے ، زخم نہیں ہونگے جب یہ کیفیت ہو تو سمجھ جانا کہ آپ کی بیوی باامید ہے ۔ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ محراب کا معنیٰ کمرہ پس وہ نکلے اپنی قوم پر اپنے خاص کمرے سے فَاَوْحٰۤى اِلَيْهِمْ پس اشارہ کیا ان لوگوں کی طرف زکریا علیہ السلام نے اَنْ سَبِّحُوْا کہ تسبیح بیان کرو اللہ تعالیٰ کی بُكْرَةً وَّعَشِيًّا صبح اور شام ہر وقت اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرو سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ یہ فرشتوں کی تسبیح ہے ۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یحییٰ علیہ السلام کو پیدا کیا ابھی بچے تھے کہ رب تعالیٰ نے فرمایا يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ اے یحییٰ علیہ السلام آپ کتاب کو مضبوطی کیساتھ پکڑو ۔ تمام مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ کتاب سے مراد تورات ہے قرآن کریم کے بعد تمام آسمانی کتابوں میں تورات کا مقام بہت بلند ہے ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے انجیل عطا فرمائی اس میں کچھ احکام جدید تھے اور زیادہ تر اخلاق ہیں قانون زندگی تورات میں ہی ہے ۔ تو فرمایا اس کتاب کو مضبوطی کیساتھ پکڑو ۔ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا اور دیا ہم نے ان کو حکم جبکہ وہ بچے تھے ۔ تین سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ نے نبوت عطا فرمائی آگے ذکر آئے گا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو بھی بچپن میں نبوت ملی ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا اور شفقت دی اپنی طرف سے ، بڑی شفقت اور نرمی کرنے والے تھے وَزَكٰوةً اور پاکیزگی

دی، پاکیزہ خصلت والے اور بڑی نظافت والے تھے۔

تفسیر ابن کثیر وغیرہ میں منقول ہے کہ بچپن میں محلے کے بچوں نے کہا اے یحیٰ علیہ السلام آؤ کھیلیں۔ فرمانے لگے لَمْ نُخْلَقْ لِلَّعِبْ ''ہم کھیل کیلئے پیدا نہیں کیے گئے۔'' حالانکہ بچوں کو کھیل بڑی پیاری لگتی ہے۔ تو یہ بچپن میں بڑے اخلاق کے مالک تھے وَكَانَ تَقِيًّا اور تھے وہ پرہیزگار وَّبَرًّا بِوَالِدَيْهِ اور اچھا سلوک کرنے والے تھے والدین کیساتھ۔

والدین کیساتھ حسن سلوک :

حقوق العباد میں والدین کیساتھ حسن وسلوک کی بڑی تاکید ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے والدین کے حقوق کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے لَا تَقُلْ لَّهُمَا أُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْ هُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا [بنی اسرائیل:۲۳] ''اور اے مخاطب نہ کہو والدین کو اف اور بات کرو ان کے سامنے ادب کے ساتھ۔'' اُف کا معنیٰ شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کرتے ہیں ''ہوں ہاں'' لوگ کسی کو بلاتے ہیں اور وہ کہتا ہے جواب میں ہاں کہ میں نے تمہاری بات سن لی ہے اور بعض علاقوں میں ہوں کہتے ہیں۔ تو اگر ماں باپ بلائیں تو ہوں ہاں بھی نہیں کہہ سکتے۔ کیوں؟ اگرچہ اس میں ان کی بات کا جواب ہے مگر لفظ بڑے سخت اور کرخت ہیں ادب کا پہلو اس میں نہیں ہے۔ جی بول کر کہو۔ رئیس التابعین حضرت سعید ابن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ماں باپ کے سامنے ایسے انداز سے گفتگو کرے جیسے سخت آقا کے سامنے کمزور غلام بولتا ہے مگر آج تو قصہ ہی اور ہے آج کی نافرمانی الامان لوگوں کے ذہن بدل گئے ہیں، حالات بدل گئے ہیں، ہزار میں سے کوئی ایک آدھ ہوگا خوش قسمت جسکو اولاد سے سکھ ملا ہوگا۔ فرمایا وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا اور نہیں تھے

جبر کرنے والے۔ جبر کا معنیٰ قہر کرنا، ظلم اور زیادتی کرنا عَصِیًّا نافرمان بھی نہیں تھے۔ والدین کے فرمانبردار تھے۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَسَلٰمٌ عَلَیْہِ اور سلامتی ہو یحییٰ علیہ السلام پر یَوْمَ وُلِدَ جس دن پیدا ہوئے وَ یَوْمَ یَمُوْتُ اور جس دن وفات پائیں گے وَ یَوْمَ یُبْعَثُ حَیًّا اور جس دن کھڑے کئے جائیں گے زندہ کر کے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شہادت کی وجہ :

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی تعریف میں حَصُوْرًا کے لفظ بھی آئے ہیں تیسرے پارے میں۔ انہوں نے شادی نہیں کی تھی سارا وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت میں ہی گزارتے تھے۔ اس علاقہ کا جو بادشاہ تھا اس کے گھر کافی عورتیں تھیں، لونڈیاں تھیں۔ اس کی ایک سگی بھانجی بڑی خوبصورت تھی۔ اس ظالم بادشاہ نے کہا کہ میں نے اس بھانجی کیساتھ نکاح کرنا ہے۔ لوگوں نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو اطلاع دی کہ وہ اپنی بھانجی کیساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام بڑے پریشان ہوئے کہ تورات کو ماننے والا ہے، کلمہ پڑھنے والا ہے اور اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والا ہے اور یہ کیا کر رہا ہے۔ اپنا فریضہ ادا کرنے کیلئے دو چار ساتھی لے کر اس کے پاس گئے۔ بادشاہ سے کہا کہ میں نے یہ بات سنی ہے کہ آپ اپنی بھانجی کیساتھ نکاح کرنا چاہتے ہیں بادشاہ بڑے کرخت اور سخت لہجے میں بولا تجھے کیا ہے؟ اپنا کام کرو۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا فریضہ ہے جہاں کہیں برائی ہو اس کو روکنا اور مسئلہ بتلانا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہمارے فریضہ میں شامل ہے اس کے پاس دوست اور لفنگے قسم کے لوگ کافی سارے بیٹھے تھے۔ اس نے اپنی سخت توہین سمجھی کہ میرے ساتھیوں اور دوستوں میں آ کر مجھے ایسا کہا ہے یہ کون ہوتا ہے ایسا کہنے والا؟ اس ظالم نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو شہید کر دیا۔ دمشق شہر میں جامع اموی مسجد ہے

عبدالملک بن مروان نے ۱۲۸ھ میں بنوائی تھی۔اس مسجد میں یحییٰ علیہ السلام کی قبر ہے میں نے خود دیکھی ہے اور صلاۃ وسلام بھی پیش کر کے آیا ہوں۔سوق حمیری وہاں مشہور بازار ہے اور مسجد اموی سوق حمیدیہ میں ہے۔اس مسجد کے مشرقی طرف سفید اونچا مینارہ ہے اس مینارہ پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونگے۔حضرت مریم علیہا السلام کی پرورش چونکہ حضرت زکریا علیہ السلام کے گھر ہوئی تھی اسی لئے ان کا ذکر ہوا۔آگے حضرت مریم علیہ السلام کا ذکر ہے اور ان کی ولادت کا ذکر تیسرے پارے میں بڑی تفصیل کیساتھ ہوا ہے۔

یہاں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ اور ذکر کریں آپ کتاب میں مریم علیہ السلام کا۔قرآن پاک میں حضرت مریم علیہا السلام کے سوا اور کسی عورت کے نام کا ذکر نہیں ہے۔حضرت آدم علیہ السلام کے جوڑے کا ذکر ہے زَوْجُكَ الْجَنَّةَ لیکن حضرت حوا علیہا السلام کا نام نہیں ہے۔نوح علیہ السلام کی بیوی کا ذکر ہے اِمْرَاَةَ نُوحٍ نام نہیں ہے۔لوط علیہ السلام کی بیوی کا ذکر ہے اِمْرَاَةَ لُوطٍ لیکن نام نہیں ہے۔حضرت مریم علیہا السلام کا نام قرآن پاک میں تیس دفعہ آیا ہے۔اوسطاً گویا فی پارہ ایک دفعہ ان کا نام آیا ہے۔مریم کے لفظی معنی ہیں عابدہ عبادت کرنے والی۔یہ عبرانی لفظ ہے اور عابدہ عربی لفظ ہے۔حضرت مریم علیہا السلام جوان ہوئیں۔اپنی خالہ کے گھر رہتی تھیں۔سادہ زمانہ ہوتا تھا بیرونی دیوار کے دوکونوں کیساتھ انہوں نے ایک ٹاٹ لٹکایا ہوا تھا جس نے غسل کرنا ہوتا تھا پردہ آگے کر کے غسل کر لیتا تھا۔آج جو سہولتیں لوگوں کو حاصل ہیں یہ ان کے تصور میں بھی نہیں تھیں۔

چنانچہ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا جس وقت مریم علیہا السلام الگ ہوئیں اپنے گھر کے افراد سے مَكَانًا شَرْقِيًّا مشرقی کونے میں۔وہاں پر ان کا غسل خانہ تھا دو دیواروں

کے درمیان ٹاٹ لٹکایا ہوا تھا وہاں غسل کر لیتے تھے فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا پس بنایا حضرت مریم علیہا السلام نے ان سے ورے یعنی افرادِ خانہ کے سامنے پردہ تاکہ وہ غسل کرلیں۔ جب وہ غسل سے فارغ ہوئیں کپڑے پہن لئے فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا پس ہم نے بھیجا ان کی طرف اپنے روح القدس فرشتے کو، جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا پس اس نے شکل اختیار کی اس کے سامنے ایسے انسان کی جو بالکل ٹھیک ٹھاک ہو صحت مند خوبصورت نوجوان۔ حضرت مریم علیہا السلام نے دیکھا کہ میں غسل کر کے کپڑے پہن کے فارغ ہوئی ہوں اور یہ موٹا تازہ نوجوان آگیا ہے اس کی نیت اچھی نہیں ہے گھبرا گئیں۔ آگے بیان آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ اگر زندگی رہی تو۔

قَالَتْ اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِیًّا ۝۱۸ قَالَ اِنَّمَاۤ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖۗ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِیًّا ۝۱۹ قَالَتْ اَنّٰى یَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّ لَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ وَّ لَمْ اَكُ بَغِیًّا ۝۲۰ قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَیَّ هَیِّنٌ ۚ وَ لِنَجْعَلَهٗۤ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَ رَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَ كَانَ اَمْرًا مَّقْضِیًّا ۝۲۱ فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِیًّا ۝۲۲ فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ یٰلَیْتَنِیْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَ كُنْتُ نَسْیًا مَّنْسِیًّا ۝۲۳ فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَاۤ اَلَّا تَحْزَنِیْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِیًّا ۝۲۴ وَ هُزِّیْۤ اِلَیْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَیْكِ رُطَبًا جَنِیًّا ۝۲۵ فَكُلِیْ وَ اشْرَبِیْ وَ قَرِّیْ عَیْنًا ۚ فَاِمَّا تَرَیِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِیْۤ اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْیَوْمَ اِنْسِیًّا ۝۲۶

قَالَتْ کہا مریم علیہا السلام نے اِنِّیْ بیشک میں اَعُوْذُ پناہ لیتی ہوں بِالرَّحْمٰنِ رحمٰن کیساتھ مِنْكَ تجھ سے اِنْ كُنْتَ اگر ہے تو تَقِیًّا پرہیزگار قَالَ اس نے کہا اِنَّمَاۤ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ بیشک میں قاصد ہوں آپ کے رب کا لِاَهَبَ لَكِ تاکہ میں دیدوں آپ کو غُلٰمًا لڑکا زَكِیًّا پاکیزہ قَالَتْ وہ کہنے لگی اَنّٰى یَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ کیسے ہوگا میرے ہاں لڑکا وَّلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ اور نہیں چھوا مجھے کسی انسان نے وَّلَمْ اَكُ بَغِیًّا اور نہیں ہوں بدکار قَالَ اس نے کہا كَذٰلِكِ اسی طرح ہوگا قَالَ رَبُّكِ فرمایا ہے آپ کے رب نے هُوَ

عَلَیَّ ھَیِّنٌ وہ میرے لئے آسان ہے وَلِنَجْعَلَهٗٓ اور تا کہ کریں ہم اس کو اٰیَةً لِّلنَّاسِ نشانی لوگوں کیلئے وَرَحْمَةً مِّنَّا اور رحمت اپنی طرف سے وَکَانَ اَمْرًا مَّقْضِیًّا اور ہے معاملہ طے شدہ فَحَمَلَتْهُ پس اس نے اٹھایا اس کو اپنے پیٹ میں فَانْتَبَذَتْ بِهٖ پس الگ ہوئیں وہ اس کو لے کر مَکَانًا قَصِیًّا دور مکان میں فَاَجَآءَهَا پس اس کو مجبور کر دیا الْمَخَاضُ دردِ زہ نے اِلٰی جِذْعِ النَّخْلَةِ کھجور کے تنے کی طرف قَالَتْ کہنے لگی یٰلَیْتَنِیْ کاش کہ مِتُّ قَبْلَ ھٰذَا مر چکی ہوتی اس سے پہلے وَکُنْتُ نَسْیًا مَّنْسِیًّا اور میں ہوتی بھولی بسری فَنَادٰهَا پس اس نے آواز دی اس کو مِنْ تَحْتِهَآ اس درخت کے نیچے سے اَلَّا تَحْزَنِیْ یہ کہ آپ غم نہ کریں قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تحقیق بنایا ہے آپ کے رب نے تَحْتَكِ سَرِیًّا آپ کے نیچے چشمہ وَهُزِّیْٓ اِلَیْكِ اور حرکت دیں اپنی طرف بِجِذْعِ النَّخْلَةِ کھجور کے تنے کو تُسٰقِطْ گرائے گا عَلَیْكِ آپ پر رُطَبًا جَنِیًّا تازہ کھجوریں فَكُلِیْ پس کھائیں آپ وَاشْرَبِیْ اور پئیں وَقَرِّیْ عَیْنًا اور ٹھنڈی کریں آنکھ کو فَاِمَّا تَرَیِنَّ پس اگر آپ دیکھیں مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا انسانوں میں سے کسی کو فَقُوْلِیْٓ پس کہیں آپ اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا بیشک میں نے نذر مانی ہے رحمان کیلئے خاموش رہنے کی فَلَنْ اُكَلِّمَ الْیَوْمَ اِنْسِیًّا پس ہرگز میں کلام نہیں کروں گی آج کے دن کسی انسان سے۔

پچھلے درس میں تم نے پڑھا کہ حضرت مریم علیہا السلام جب غسل کر کے کپڑے

پہن کر فارغ ہوئیں تو ایک صحیح سالم انسان، صحت مند، تندرست سامنے آ گیا اس کو دیکھ کر گھبرا گئیں کہ اس شخص کی نیت اچھی نہیں ہے۔ اس وقت قَالَتْ کہا مریم علیہا السلام نے اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بیشک میں پناہ لیتی ہوں بِالرَّحْمٰنِ رحمٰن کیساتھ مِنْکَ تجھ سے۔ میں رحمٰن کا تجھ کو واسطہ دیتی ہوں، رحمٰن سے مدد حاصل کرتی ہوں اِنْ کُنْتَ تَقِیًّا اگر ہے تو پرہیز گار تو چلے جاؤ۔ کیونکہ ایسے موقع پر ایسا ہی خیال پیدا ہو سکتا ہے قَالَ اس آنے والے نے کہا اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّکِ بیشک میں قاصد ہوں آپ کے رب کا۔ رسول کا معنٰی ہے پیغام پہنچانے والا۔ میں نے تو آپ کو رب کا پیغام پہنچانا ہے لِاَھَبَ لَکِ غُلٰمًا زَکِیًّا تاکہ میں دیدوں آپ کو لڑکا پاکیزہ۔

بیٹے بیٹیاں صرف اللہ تعالیٰ دیتا ہے :

دینے کا مطلب تیسرے پارے میں آتا ہے اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِکَةُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُکِ بِکَلِمَةٍ مِّنْهُ [آل عمران: ۴۵] ''جب کہا فرشتوں نے اے مریم علیہا السلام بیشک اللہ تعالیٰ آپ کو خوشخبری دیتا ہے ایک کلمے کی اپنی طرف سے نام اس کا مسیح ابن مریم ہوگا۔'' تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ میں خدا کا بھیجا ہوا فرشتہ ہوں آپ کو رب کی طرف سے ایک بچے کی خوشخبری دینے آیا ہوں کہ رب آپ کو بچہ دے گا۔ بعض جاہل قسم کے لوگ کہتے ہیں کہ دیکھو اگر فرشتہ بیٹا دے سکتا ہے تو ولی کیوں نہیں دے سکتے۔ بھئی! وہ بیچارہ تو آواز دے رہا ہے اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّکِ بیشک میں آپ کے رب کا بھیجا ہوا ہوں، قاصد ہوں، ڈاکیا ہوں، ڈاکیے کا کام خط دینا ہے لکھنا نہیں ہے۔ قَالَتْ حضرت مریم علیہا السلام نے کہا اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ کیسے ہوگا میرے ہاں لڑکا وَّلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ اور نہیں چھوا مجھے کسی انسان نے جائز طریقے سے کہ میرا کسی کے ساتھ نکاح ہوا ہو وَّلَمْ اَکُ

بَغِیًّا اور نہیں ہوں میں بدکار۔ عادتاً بچہ دو طریقوں سے ہی ملتا ہے یا حلال طریقے سے یا حرام طریقے سے اور یہاں دونوں باتیں نہیں ہیں بچہ کیسے ہوگا؟ قَالَ فرشتے نے کہا کَذٰلِکِ اسی طرح ہوگا۔ کیوں؟ قَالَ رَبُّکِ فرمایا ہے آپ کے رب نے هُوَ عَلَیَّ هَیِّنٌ وہ میرے لئے آسان ہے۔ رب تعالیٰ نے دینا ہے میں نے تو نہیں دینا اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرمایا خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ [آلعمران:۵۹] ''آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا پھر فرمایا اس کو ہو جا پس وہ ہو گیا۔'' اور حضرت حوا علیہا السلام کو حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا کیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کیا تو کتنے صریح اور صاف لفظ ہیں هُوَ عَلَیَّ هَیِّنٌ وہ میرے لئے آسان ہے۔ بغیر باپ کے بیٹا ہوا ہے بغیر خاوند کے بیٹا ملا ہے۔

مرزا قادیانی بدزبان تھا :

اب مرزا قادیانی کی لاف سنو! مرزا غلام احمد قادیانی دجال نے اپنی کتاب ''کشتی نوح'' صفحہ ۱۴ میں لکھا ہے میرے پاس پرانا نسخہ طبع قادیان ہے اب نئے نسخے کا صفحہ اور ہو گا۔ اس میں پہلے تو مولویوں کو گالیاں دی ہیں۔ 'الف' سے شروع کر کے 'یا' تک۔ اسی طرح الو مولوی، بلی مولوی کہ مولوی برے ہیں۔ بھئی! برے کیوں نہ ہوں کہ انہوں نے تیری اس جھوٹی نبوت سے لوگوں کو آگاہ کیا ہے اور جھوٹی نبوت کا دروازہ بند کیا ہے۔ اگر لوگوں کو نہ بتلایا جاتا تو لوگ دھڑا دھڑ تیرے پیچھے لگ جاتے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے عالم اسباب میں لوگوں کے ایمان کی حفاظت فرمائی ہے۔ علماء حق نے آواز بلند کی یہاں ان پر پابندی ہے۔ جھوٹی نبوت کی تبلیغ کھلے بندوں نہیں کر سکتے اور جہاں پابندی نہیں ہے وہاں آج بھی تبلیغ کر رہے ہیں۔ میں نے کل کے اخبار میں پڑھا ہے کہ انڈونیشیا میں کتنے سو آدمی

قادیانی ہوگئے ہیں ان کی کوشش کیساتھ۔ چونکہ وہاں ان پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ آزاد کشمیر میں بھی ان پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ یہ لوگوں کو ویزے کا لالچ دے کر، رشتوں اور نوکریوں کا لالچ دے کر قادیانی بناتے ہیں۔ آزاد کشمیر میرپور کے علاقے میں کافی قادیانی ہیں۔

قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کی :

تو خیر پہلے تو علماء کو گالیاں دیں پھر کہتا ہے کہ یہ بدذات مولوی کہتے ہیں کہ میں عیسیٰ علیہ السلام کی عزت نہیں کرتا مجھ سے زیادہ عزت کرنے والا کون ہوگا۔ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عزت کرتا ہوں ان کی ماں مریم کی عزت کرتا ہوں، ان کے چھ بہن بھائیوں کی عزت کرتا ہوں، میں عیسیٰ علیہ السلام کے باپ یوسف نجار کی عزت کرتا ہوں۔ اس بے ایمان سے کوئی پوچھے کہ یوسف نجار حضرت مریم کا خاوند کہاں سے آگیا ہے؟ اور بہن بھائی کہاں سے آگئے؟ حضرت مریم علیہا السلام تو فرماتی ہیں اَنّٰی یَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ میرے لیے بچہ کیسے ہوگا وَّلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ اور مجھے کسی بشر نے چھوا نہیں ہے ہاتھ نہیں لگایا وَلَمْ اَكُ بَغِیًّا اور میں بدکارہ بھی نہیں ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا فرشتہ کہتا ہے كَذٰلِكِ اسی طرح ہوگا۔ رب تعالیٰ آپ کو دے گا آپ کا رب کہتا ہے یہ میرے لئے آسان ہے۔ بھئی! اس سے بڑھ کر عیسیٰ علیہ السلام کی کیا توہین ہوگی کہ یوسف نجار ترکھان کو عیسیٰ علیہ السلام کا باپ بنادیا اور پھر آگے جو کچھ لکھا ہے نقل کرتے ہوئے بھی شرم آتی ہے اور کفر کا ڈر بھی لگتا ہے۔ نقل کفر کفر نہ باشد کے تحت نقل کرتے ہیں۔ لکھتا ہے پہلے ان کے آپس میں ناجائز تعلقات تھے پھر جب حمل ہوگیا تو نکاح ہوا لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اور اس کی ایک کتاب ہے ''تریاق القلوب'' اس میں لکھتا ہے کہ تم کہتے ہو کہ میں عیسیٰ علیہ السلام سے کم ہوں۔ عیسیٰ علیہ السلام کی تو تین دادیاں نانیاں زناکار اور کسبی

عورتیں تھیں۔ بھئی! سوال یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی دادیاں کہاں سے آگئیں؟ تو اس میں مرزا قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کی ہے۔ مرزا دجال بے ایمان اور کافر ہے اس کو نبی مجتہد ماننے والے بھی کافر اور بے ایمان ہیں مگر جب لوگوں کی عقل ماری جائے تو اس کا کیا علاج ہے کہ ویزوں کے پیچھے پڑ جائیں، نوکریوں کے پیچھے پڑ جائیں، شادیوں کے پیچھے پڑ کر ایمان برباد کر لیتے ہیں۔ قادیانی بیرون ملک ملازمت کیلئے بھیجتے ہیں اور یہ ان کو لکھ دیتے ہیں کہ ہم احمدی ہیں ان کا فارم پُر کرتے ہیں کہ ہم نے ان کو دھوکہ دے دیا ہے۔ دھوکہ نہیں دیا بلکہ تم کافر ہو گئے ہو اور تمہارے بھیجنے والے ماں باپ بھی کافر ہو گئے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کیسے ہوئی :

تو حضرت مریم علیہا السلام نے فرمایا کہ میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا مجھے کسی بشر نے چھوا نہیں جائز طریقے سے اور نہ میں بدکارہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتے نے کہا اسی حالت میں آپ کو ملے گا آپ کے رب نے فرمایا ہے میرے لئے آسان ہے۔ وَلِنَجْعَلَهٗ اٰيَةً لِّلنَّاسِ اور تاکہ ہم اس کو بنائیں اپنی قدرت کی نشانی لوگوں کیلئے کہ رب تعالیٰ قادر مطلق ہے بغیر باپ کے بیٹا دے سکتا ہے وَرَحْمَةً مِّنَّا اور رحمت بنائیں اس کو اپنی طرف سے۔ اور فرمایا وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا اور ہے معاملہ طے شدہ۔ چنانچہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کے گریبان میں پھونک ماری اس کا اثر ہوا کہ ان کے پیٹ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وجود بن گیا۔ آگے پھر روایات مختلف ہیں کہ پیدائش کتنے عرصہ کے بعد ہوئی۔ بعض تین دن لکھتے ہیں، بعض نے تین مہینے لکھے ہیں اور بعض نے نو مہینے بھی لکھے ہیں۔ بہرحال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وجود حضرت مریم علیہا السلام کے رحم

میں بن گیا فَحَمَلَتْهُ پس اس نے اٹھایا اس کو پھر جب محسوس کیا کہ بچہ پیدا ہونے والا ہے فَانْتَبَذَتْ بِهٖ پس وہ الگ ہوئیں اس پیٹ کے بچے کو لے کر مَكَانًا قَصِيًّا دور مکان میں یعنی ایسی جگہ جو گھر سے دور ہٹی ہوئی تھی پریشان تھیں کہ لوگوں کی تسلی کس طرح ہوگی۔ عمران بن ماثان جیسے ولی کے گھر میں پیدا ہوئی ہوں ولی کامل میرا باپ ہے زکریا علیہ السلام کے گھر میری پرورش ہوئی ہے سب کو معلوم ہے کہ میری شادی نہیں ہوئی لوگوں کو کس طرح مطمئن کروں گی؟ پریشان تھیں دور کی جگہ میں چلی گئیں۔ فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ پیدائش کے وقت جو درد ہوتا ہے اس کو مخاض کہتے ہیں معنٰی ہوگا پس اس کو مجبور کر دیا درد زہ نے اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ کھجور کے تنے کی طرف۔ وہاں کھجور کا ایک درخت تھا اس کے ساتھ انہوں نے تکیہ لگایا نہ وہاں کوئی کھانے پینے کی کوئی چیز نہ کوئی دائی۔ قَالَتْ کہنے لگی يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا ارشاد کہ میں مرچکی ہوتی اس سے پہلے وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا اور میں ہوتی بھولی بسری۔ میرا نام تک بھی نہ ہوتا کہ نہ کھانے پینے کی کوئی چیز ہے اور نہ مدد کیلئے کوئی دایہ۔ ہے ا ر رنا ؤ علیحدہ ہے۔ اپنی جگہ مطمئن تھیں لیکن لوگوں کا منہ بند کرنا بڑا مشکل ہے فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ پس اس نے آواز دی اس کو اس درخت کے نیچے سے، خوشخبری دینے والا فرشتہ۔ ہاں وہ تھیں ٹیلے پر اس سے چند قدم نیچے آکے کھڑا ہو گیا اور آواز دی اَلَّا تَحْزَنِيْ اے مریم علیہا السلام غم نہ کر، پریشان نہ ہو کیونکہ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا تحقیق بنایا ہے آپ کے رب نے آپ کے نیچے چشمہ۔ آپ کے پاؤں کے نیچے رب تعالیٰ نے ایک چشمہ جاری کر دیا ہے پینے کیلئے وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ اور حرکت دیں ہلائیں اپنی طرف کھجور کے تنے کو تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا گریں گی آپ پر تازہ کھجوریں۔ کھجوریں کھاؤ اور پانی پیو۔ تفسیروں میں یہ آتا

ہے کہ تنا خشک تھا خشک تنے پر اللہ تعالیٰ نے کھجوریں لگائیں ۔طبی نقطہ نظر سے جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو عموماً عورتوں کو گرم چیزیں دیتے ہیں ٹھنڈی نہیں دیتے اور کھجور گرم بھی ہے اور مقوی اعصاب بھی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس میں یہ خاصیت بھی رکھی ہے کہ بدن کے فاسد مادے اس کے ذریعے پاخانے کے راستے نکل جاتے ہیں ۔ ہر چیز میں اللہ تعالیٰ نے کوئی نہ کوئی اثر رکھا ہے ۔فرمایا فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ تازہ کھجوریں کھاؤ اور پانی پیو وَقَرِّيْ عَيْنًا اور ٹھنڈی کریں آنکھ کو بچے کو دیکھ کر۔

عالم اسباب میں اسباب کو کام میں لاؤ :

اب یہاں غور کرو بڑی عجیب بات ہے اور ہمارے تمہارے لئے اس میں سبق ہے کہ رب تعالیٰ کے فرشتے نے کہا کہ کھجور کو اپنی طرف ہلائیں تازہ کھجوریں گریں گی آپ کی طرف ۔ دیکھو! یہ حکم اس عورت کو دیا جا رہا ہے جس نے بچہ جنا ہے اس حالت میں تو عورت خود نہیں ہل سکتی اس کو کھجور کے تنے کو ہلانے کا حکم دیا جا رہا ہے ۔ جس کو گوگا پہلوان گوجرانوالہ رستم پاکستان بھی نہیں ہلا سکتا۔ پھر دیکھو جو رب خشک کھجور پر پھل لگا سکتا ہے اور وہ بھی بغیر موسم کے تو وہ اوپر سے گرا نہیں سکتا ؟ وہ لگا بھی سکتا ہے اور گرا بھی سکتا ہے لیکن ہمارے لئے اس میں سبق ہے کہ حرکت میں برکت ہے ۔تم بھی کچھ کرو فارغ نہ بیٹھو۔ ہلانا کیا تھا اشارہ ہی کرنا تھا اللہ تعالیٰ نے کھجوریں گرادیں یہ عالم اسباب ہے سبق دیا کہ اس میں محنت مشقت کرنی ہے فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا پس اگر آپ دیکھیں انسانوں میں سے کسی ایک کو فَقُوْلِیْٓ پس ان کو کہہ دینا اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا بیشک میں نے نذر مانی ہے رحمان کیلئے خاموش رہنے کی میں نے بات نہیں کرنی فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا پس ہرگز میں کلام نہیں کروں گی آج کے دن کسی انسان سے ۔ان کی شریعت میں

خاموش رہنے کی نذر و منت جائز تھی ہماری شریعت میں خاموش رہنے کی نذر جائز نہیں ہے بعض معتکفین پر جہالت کا غلبہ ہوتا ہے مسائل سے واقف نہیں ہوتے دلہن کی طرح گھونگھٹ نکال لیتے ہیں اور کسی سے بات نہیں کرتے۔ یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے بلکہ بری بات ہے پھر خصوصاً رمضان شریف میں پھر مسجد میں۔ البتہ جائز باتیں کرنی ہیں دین کی باتیں سیکھو سکھاؤ، پڑھو پڑھاؤ، بولو، خاموش رہنے کی شریعت میں کوئی حیثیت نہیں ہے۔ بخاری شریف میں روایت ہے حضرت ابوبکر ﷺ نے حج کے موقع پر ایک عورت کو دیکھا کہ وہ کسی سے بات نہیں کرتی اشاروں سے بات کرتی تھی۔ پوچھا اس عورت کو کیا مسئلہ ہے؟ بتایا گیا اس نے نذر مانی ہے کہ میں حج کے دوران احرام کی حالت میں کسی سے گفتگو نہیں کروں گی۔ ابوبکر ﷺ نے فرمایا کہ بی بی! ہماری شریعت میں جائز نہیں ہے۔ کہنے لگی تم کون ہے؟ فرمایا میرا نام ابوبکر ﷺ ہے۔ کون ابوبکر ﷺ؟ فرمایا جو مسلمانوں کا خلیفہ ہے۔ کہنے لگی خلیفہ کیا ہوتا ہے۔ جو مسلمانوں کا سربراہ ہے۔ آگے اس نے اور سوالات شروع کر دیئے۔ فرمایا پہلے تو بولتی نہیں تھی اور اب خاموش نہیں ہوتی۔ مشہور مقولہ ہے "مردہ نہ بولے، بولے تو کفن پھاڑ کے بولے۔" شعر ہے......

سنے جاتے نہ تھے تم سے میرے دن رات کے شکوے
کفن سرکاؤ میری بے زبانی دیکھتے جاؤ

تو فرمایا میں نے آج کے دن خاموش رہنا ہے۔ باقی قصہ آگے آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

❁❁❁

فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ؕ قَالُوْا یٰمَرْیَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَیْـًٔا فَرِیًّا ﴿۲۷﴾ یٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّ مَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِیًّا ﴿ۖۚ۲۸﴾ فَاَشَارَتْ اِلَیْهِ ؕ قَالُوْا كَیْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِی الْمَهْدِ صَبِیًّا ﴿۲۹﴾ قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ؕ اٰتٰىنِیَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا ﴿ۙ۳۰﴾ وَّ جَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ ۪ وَ اَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا ﴿ۖ۳۱﴾ وَّ بَرًّۢا بِوَالِدَتِیْ ۫ وَ لَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا ﴿۳۲﴾ وَ السَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَ یَوْمَ اَمُوْتُ وَ یَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا ﴿۳۳﴾ ذٰلِكَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِیْ فِیْهِ یَمْتَرُوْنَ ﴿۳۴﴾ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ یَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿ؕ۳۵﴾ وَ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ﴿۳۶﴾

فَاَتَتْ بِهٖ پس لے آئیں وہ اس کو قَوْمَهَا اپنی قوم کے پاس تَحْمِلُهٗ اٹھا رہی تھی اس کو قَالُوْا کہا قوم نے یٰمَرْیَمُ اے مریم لَقَدْ جِئْتِ شَیْـًٔا فَرِیًّا البتہ تحقیق لائی ہے تو ایک چیز اوپری یٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ اے ہارون کی بہن مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ نہیں تھا آپ کا باپ برا آدمی وَّ مَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِیًّا اور نہیں تھی آپ کی والدہ بدکار فَاَشَارَتْ اِلَیْهِ پس اس نے اشارہ کیا بچے کی طرف قَالُوْا کہنے لگے كَیْفَ نُكَلِّمُ ہم کس طرح کلام کریں مَنْ اس سے كَانَ فِی الْمَهْدِ صَبِیًّا جو ہے گود میں بچہ قَالَ عیسیٰ علیہ السلام نے کہا اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ

بیشک میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ اس نے مجھے کتاب دی ہے وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا اور اس نے مجھے نبی بنایا ہے وَّجَعَلَنِیْ مُبٰرَکًا اور اس نے مجھے برکت والا بنایا ہے اَیْنَ مَا کُنْتُ میں جہاں بھی ہوں وَاَوْصٰنِیْ اور اس نے مجھے تاکید کی ہے بِالصَّلٰوۃِ نماز کی وَالزَّکٰوۃِ اور زکوٰۃ دینے کی مَا دُمْتُ حَیًّا جب تک میں زندہ رہوں وَّبَرًّا اور اچھا سلوک کروں بِوَالِدَتِیْ اپنی والدہ کے ساتھ وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا اور نہیں بنایا مجھے جبر کرنے والا شَقِیًّا نامراد وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ اور سلام ہے مجھ پر یَوْمَ وُلِدْتُّ جس دن میں پیدا ہوا وَیَوْمَ اَمُوْتُ اور جس دن میں مرونگا وَ یَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا اور جس دن میں کھڑا کیا جاؤں گا زندہ ذٰلِکَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یہ ہیں عیسیٰ ابن مریم قَوْلَ الْحَقِّ سچی بات ہے الَّذِیْ فِیْہِ یَمْتَرُوْنَ جس میں یہ شک کرتے ہیں مَا کَانَ لِلّٰہِ نہیں ہے لائق اللہ تعالیٰ کے اَنْ یَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ کہ ٹھہرائے اپنے لئے اولاد سُبْحٰنَہٗ اس کی ذات پاک ہے اِذَا قَضٰٓی اَمْرًا جس وقت طے کرتا ہے کسی چیز کو فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَہٗ پس پختہ بات ہے اس کو کہتا ہے کُنْ ہوجا فَیَکُوْنُ پس وہ ہوجاتی ہے وَاِنَّ اللّٰہَ رَبِّیْ اور بیشک اللہ تعالیٰ ہی میرا رب ہے وَرَبُّکُمْ اور تمہارا رب ہے فَاعْبُدُوْہُ پس تم اس کی عبادت کرو ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ یہی سیدھا راستہ ہے۔

پچھلی آیات میں یہ بات بیان ہوئی ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا وقت قریب آیا تو حضرت مریم علیہا السلام گھر سے باہر ایک بلند ٹیلے پر تشریف لے گئیں جس پر

درخت تھے، ایک کھجور کے خشک تنے کیساتھ ٹیک لگالی۔ وہاں پر نہ تو کوئی عورت خدمت کیلئے تھی اور نہ کھانے پینے کا کوئی انتظام تھا حالانکہ اس موقع پر ان چیزوں کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ اکیلی تھیں ایک تو یہ پریشانی تھی اور دوسری پریشانی یہ تھی کہ لوگوں کو میں کس طرح مطمئن کروں گی۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتے جبرائیل علیہ السلام نے چند قدم نیچے کھڑے ہو کر آواز دی کہ آپ پریشان نہ ہوں رب تعالیٰ نے تمہارے پاؤں کے نیچے پانی کا چشمہ جاری کر دیا ہے اس سے پیو اور جس درخت کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھی ہو اس کو اپنی طرف ہلاؤ اس خشک درخت سے بغیر موسم کے کھجوریں گریں گی ان سے کھاؤ اور اپنے بچے کو دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرو اور اگر کسی انسان کو دیکھو تو کہہ دینا اِنِّی نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا " بیشک میں نے نذر مانی ہے رحمٰن کیلئے چپ رہنے کی۔" آج میں کسی انسان سے بات نہیں کروں گی۔ پہلا دن وہیں گذرا دوسرے دن وہاں سے چلیں رہائش کی طرف۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا پس حضرت مریم علیہا السلام لے آئیں اس بچے کو اپنی قوم کے پاس تَحْمِلُهٗ اٹھا رہی تھیں اس بچے کو گود میں۔ لوگوں نے دیکھا تو تعجب میں مبتلا ہوئے قَالُوْا کہنے لگے یٰمَرْیَمُ اے مریم لَقَدْ جِئْتِ شَیْئًا فَرِیًّا البتہ تحقیق لائی ہے تو ایک چیز اوپری۔ یہ تو نے بڑا برا کام کیا ہے شادی تمہاری ہوئی نہیں ہے بچہ کہاں سے آگیا؟ ایسے موقع پر اس کے علاوہ اور کیا تصور ہو سکتا ہے کہ بچہ حلالی نہیں ہے۔ بہت بُرا کام کیا ہے تو نے یٰاُخْتَ هٰرُوْنَ اے ہارون کی بہن۔ یہ ہارون حضرت عمران بن ماثان کے بیٹے تھے حضرت مریم علیہا السلام کے بڑے بھائی تھے۔ بڑے نیک، پارسا اور صالح آدمی تھے بچہ بچہ ان کی نیکی اور پارسائی کو جانتا تھا۔ آپ ایسے نیک بھائی کی بہن ہیں یہ کیا حرکت کی ہے مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ نہیں تھا آپ کا باپ بُرا آدمی۔ مسجد

اقصیٰ کا امام، خطیب، روحانی پیشوا، لوگوں کا مرجع تھا، تم نے یہ کیا کیا ہے وَمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا اور نہیں تھی آپ کی والدہ حَنّہ بنت فاقوذ بدکار۔ آپ کا سارا خاندان نیکوں کا ہے......

؎ این خانہ ہمہ آفتاب است

ایسے نیک گھرانے میں یہ حرکت کہ تم بغیر شادی کے بچہ اٹھائے پھرتی ہو۔ دیکھو! ظاہری طور پر تو لوگوں کا شبہ بے جا نہ تھا۔ فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ پس حضرت مریم علیہا السلام نے اشارہ کیا بچے کی طرف۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا کہ اس سے پوچھو تم کون ہو کہاں سے آئے ہو یہ قصہ کیا ہے؟ قَالُوْا لوگ کہنے لگے كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ہم کیسے گفتگو کریں اس سے جو گود میں بچہ ہے۔ کیا یہ ہمارے سوالات کا جواب دے گا۔ عام حالات یہی ہیں کہ بچہ جوابات نہیں دے سکتا نہیں بولتا لیکن یہ تو نظام ہی سارے ضابطے سے ہٹ کر تھا۔

جن بچوں نے بچپن میں کلام کیا :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جن بچوں نے بچپن میں کلام کیا ہے ان میں ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ ایک وہ بچہ ہے جس نے یوسف علیہ السلام کی صفائی بیان کی تھی جب زلیخا نے ان پر الزام لگایا تھا کہ اس نے مجھے چھیڑا ہے۔ ابن عَمِّهَا کے لفظ آتے ہیں۔ اسی کے چچا کے بیٹے نے صفائی دی تھی اور ابن خالتها کے لفظ بھی آتے ہیں اسکی خالہ کا دودھ پیتا بچہ تھا۔ اس کی والدہ سودا لینے کیلئے بازار چلی گئی تھی اور بچے کو اس کے پاس چھوڑ گئی تھی جب یہ معاملہ ہوا تو بچہ بولا اٹھا۔ اور تیسرا بچہ وہ تھا جس نے حضرت جریج ؒ کی صفائی بیان کی تھی۔ جریج ایک پادری تھا جو آنحضرت ﷺ سے پہلے گذرا ہے۔ آپ ﷺ

ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔اس وقت وہ مذہب حق تھا۔جریج جنگل میں رہتا اللہ اللہ کرتا تھا ایک عورت بکریاں چرانے والی ان کے پاس آئی کہنے لگی میری خواہش پوری کرو انہوں نے کہا توبہ توبہ میں اپنی بیوی کو چھوڑ کر جنگل میں اللہ اللہ کرنے آیا ہوں میں یہ حرام کام نہیں کرتا۔اس عورت نے کسی چرواہے کیساتھ رابطہ کیا بدکاری کی حاملہ ہوگئی اس سے پوچھا گیا کہ تیری شادی نہیں ہوئی یہ بچہ کس کا ہے؟ کہنے لگی جریج کا ہے۔لوگ آئے اس کو مارا پیٹا اور اس کی جھونپڑی بھی گرادی ہوش آئی تو انہوں نے پوچھا کہ بات کیا ہے؟ مجھے کیوں مارا ہے؟ کہنے لگے تو نیک بنا پھرتا ہے اور عورتوں کو حاملہ کرتا ہے یہ سارا تو نے ڈھونگ رچایا ہوا ہے۔اس نے کہا بتلاؤ تو سہی بات کیا ہے؟ کہنے لگے فلاں عورت نے بچہ جنا ہے اور کہتی ہے کہ وہ بچہ جریج کا ہے۔فرمایا مجھے وہاں لے جاؤ بچے کے پاس جا کر فرمایا بچے بتلا من ابوک اے کاکے! بتلاؤ تمہارا باپ کون ہے؟ اس دو تین دن کے بچے نے بول کر بتلایا کہ فلاں چرواہا ہے۔اب لگے معافیاں مانگنے کہ ہم آپ کو سونے کا محل بنا دیں گے۔ اس نے کہا نہیں بس تم میری جھونپڑی بنا دو۔باقی جو تم نے میری مرمت کی ہے یہی کافی ہے۔تو گود میں بولنے والے بچوں میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ہیں۔تو لوگوں نے کہا کہ ہم اس سے کس طرح بات کریں؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بول پڑے قَالَ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا اِنِّی عَبْدُ اللّٰهِ بیشک میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں۔بولتے ہی عیسائیت پر کاری ضرب لگائی۔عیسائیوں کا ایک فرقہ عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ کہتا ہے۔اور ایک کہتا ہے کہ خدائی کارکن ہیں اور ایک کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام ہی ہیں۔اللہ تعالیٰ ان میں گڈمڈ ہو گیا ہے۔پہلی بات ہی یہ فرمائی کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اور سب کی تردید فرمادی اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ اس نے مجھے کتاب دی ہے یعنی کتاب دینے کا میرے ساتھ

وعدہ فرمایا ہے، انجیل کا وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے نبی بنایا ہے۔ بچپن ہی میں اللہ تعالیٰ نے نبوت عطا کر دی تھی وَّجَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اور مجھے اللہ تعالیٰ نے برکت والا بنایا ہے اَیْنَ مَا کُنْتُ میں جہاں بھی ہوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جہاں بھی ہوتے تھے لوگوں کی اخلاقی تربیت کرتے تھے، مسائل بتاتے تھے، بیمار آتے تھے ان کو دم کرتے تھے دعا کرتے تھے، اندھے کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرتے تھے رب تعالیٰ ان کو ٹھیک کر دیتا تھا، برص والوں کو ہاتھ پھیرتے تھے وہ ٹھیک ہو جاتے تھے، مٹی کی چڑیا بنا کر پھونک مارتے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اڑ جاتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے چند مردے زندہ کیے۔ برکت ہی برکت تھے۔ وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے تاکید کی نماز کی اور زکوٰۃ کی جب تک میں زندہ رہوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں دو نمازیں تھیں اور جب تک وہ آسمان پر رہیں گے دو نمازیں ہی پڑھیں گے اور پڑھتے ہیں۔

قادیانیوں کے شوشے کا جواب :

قادیانیوں کا یہ شوشہ کہ وضو کہاں کرتے ہیں اور کس طرف چہرہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ ان کے شوشوں کیساتھ حق کو باطل نہیں کیا جا سکتا۔ وہاں جو بھی شکل وصورت ہے اور جو ان کے شان کے لائق ہے اس کے مطابق پڑھتے ہیں جب تشریف لائیں گے ان کے پاس مال ہوگا، زکوٰۃ بھی دیں گے اور نازل ہونے کے بعد پانچ نمازیں پڑھیں گے جو ہماری ہیں۔ پہلی نماز فجر کی ہوگی جو دمشق شہر میں جامع مسجد اموی میں پڑھیں گے۔ امامت مہدی علیہ السلام کرائیں گے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے اس کے بعد جہاں عیسیٰ علیہ السلام ہونگے وہ خود نماز پڑھائیں گے لوگ ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے وَّبَرًّا بِوَالِدَتِیْ اور مجھے رب نے تاکید کی ہے والدہ کیساتھ اچھا سلوک کرنے کی۔

دیکھو! پہلے تم نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بیان میں پڑھا ہے وَبَرًّا بِوَالِدَيْهِ کہ مجھے رب تعالیٰ نے ماں باپ دونوں کیساتھ اچھا سلوک کرنے کی تاکید کی ہے اور یہاں فرمایا بِوَالِدَتِیْ والدہ کیساتھ اچھا سلوک کرنے کی تاکید کی ہے۔اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باپ ہوتا تو اس کا بھی ذکر ہوتا۔فرمایا وَلَمْ يَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِيًّا اور نہیں بنایا مجھے جبر کرنے والا، ضدی نہیں بنایا کہ اپنی منواؤں اور کسی کی نہ سنوں اور نامراد بھی نہیں بنایا وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھ پر سلامتی ہے جس دن میں پیدا ہوا وَيَوْمَ اَمُوْتُ اور جس دن میں مرونگا وَ يَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا اور جس دن میں کھڑا کیا جاؤں گا زندہ۔

نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر :

صحیح احادیث میں آتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہو کر چالیس سال حکومت کریں گے اور فَجِّ روحاء کے مقام سے احرام باندھ کر حج اور عمرہ بھی کریں گے۔اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میری قبر پر تشریف لائیں گے اور مجھے سلام کریں گے اور میں ان کے سلام کا جواب دوں گا اور وہ اس جواب کو سنیں گے۔آج مسئلہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو دور سے صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے میرے پاس پہنچاتے ہیں اور جو میری قبر کے پاس پڑھتا ہے وہ میں خود سنتا ہوں اور جواب دیتا ہوں لیکن سلام کرنے والا اس جواب کو نہیں سنتا لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام جواب خود سنیں گے اس کے بعد پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہوگی اور آپ ﷺ کے روضہ اقدس میں مدفون ہونگے۔تین قبریں اس وقت وہاں موجود ہیں۔ایک آنحضرت ﷺ کی، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اور ایک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اور ایک قبر کی جگہ خالی ہے وہاں

حضرت عیسیٰ علیہ السلام دفن کیۓ جائیں گے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ذٰلِکَ عِیۡسَی ابۡنُ مَرۡیَمَ یہ ہیں عیسیٰ ابن مریم جن کی ولادت کا ذکر، والدہ کا ذکر اور بچپن میں بولنے کا ذکر ہوا ہے قَوۡلَ الۡحَقِّ سچی بات ہے الَّذِیۡ فِیۡہِ یَمۡتَرُوۡنَ جس میں یہ شک کرتے ہیں شک کرنے والے۔اتنی واضح بات کے بعد بھی یہودی آج تک اس بات پر مصر ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حلال زادے نہیں ہیں معاذ اللہ تعالیٰ۔سورۃ النساء آیت نمبر ۱۵۶ میں ہے وَقَوۡلِھِمۡ عَلٰی مَرۡیَمَ بُھۡتَانًا عَظِیۡمًا اور بوجہ ان کے کہنے کے حضرت مریم علیہا السلام پر بہتان عظیم۔'' کہ اس کا بچہ حرام کا ہے معاذ اللہ تعالیٰ۔اب اس ضد کا دنیا میں کوئی علاج ہے؟ مَا کَانَ لِلّٰہِ اَنۡ یَّتَّخِذَ مِنۡ وَّلَدٍ نہیں ہے لائق اللہ تعالیٰ کے کہ ٹھہرائے اپنے لئے اولاد۔رب کی شان نہیں ہے کہ وہ کسی کو اولاد بنائے۔اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرنا اللہ تعالیٰ کو گالی دینا ہے۔وہ لَمۡ یَلِدۡ وَلَمۡ یُوۡلَدۡ ہے۔نہ اس نے کسی کو جنا ہے اور نہ اس کو کسی نے جنا ہے۔اللہ تعالیٰ کی نہ والدہ ہے، نہ والد ہے، نہ بیوی ہے، نہ بیٹا ہے، نہ بیٹی ہے۔ان تمام چیزوں سے رب تعالیٰ کی ذات پاک اور صاف ہے سُبۡحٰنَہٗ اس کی ذات پاک ہے اِذَا قَضٰۤی اَمۡرًا جس وقت طے کرتا ہے کسی چیز کو جب وہ کسی معاملے کا فیصلہ کرتا ہے فَاِنَّمَا یَقُوۡلُ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ پس پختہ بات ہے اس کو کہتا ہے ہو جا وہ ہو جاتا ہے۔رب تعالیٰ کیلئے کوئی شے مشکل نہیں ہے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہی بیان چلا آ رہا ہے۔فرمایا وَاِنَّ اللّٰہَ رَبِّیۡ وَرَبُّکُمۡ اور بیشک میرا رب اللہ ہے اور تمہارا رب اللہ ہے فَاعۡبُدُوۡہُ پس تم اس کی عبادت کرو۔یہ ساری تقریر عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے دوسرے یا تیسرے دن کے بعد کی ہے۔سب مردوں عورتوں نے سنی، بوڑھوں بچوں نے سنی کیونکہ لوگ اس وقت تواتر کیساتھ اکٹھے ہو گئے تھے مگر یہودی بے ایمان ابھی تک اسی پر مصر ہیں

وہ حلال زادے نہیں ہیں ۔تو فرمایا میرا رب بھی اللہ ہے اور تمہارا رب بھی اللہ ہے اسی کی عبادت کرو هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ یہی سیدھا راستہ ہے اللہ تعالیٰ کی عبادت اسی پر چلو کسی اور راستے پر نہ چلو۔

۞۞۞

فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَیْنِهِمْۚ فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۳۷﴾ اَسْمِعْ بِهِمْ وَ اَبْصِرْۙ یَوْمَ یَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْیَوْمَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۳۸﴾ وَ اَنْذِرْهُمْ یَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِیَ الْاَمْرُۘ وَ هُمْ فِیْ غَفْلَةٍ وَّ هُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَ مَنْ عَلَیْهَا وَ اِلَیْنَا یُرْجَعُوْنَ ﴿۴۰﴾

فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ پس اختلاف کیا گروہوں نے مِنْۢ بَیْنِهِمْ آپس میں فَوَیْلٌ پس خرابی ہے لِّلَّذِیْنَ ان لوگوں کیلئے كَفَرُوْا جنہوں نے انکار کیا مِنْ مَّشْهَدِ یَوْمٍ عَظِیْمٍ بڑے دن کی حاضری کے وقت اَسْمِعْ بِهِمْ کیا ہی سننے والے ہونگے وَ اَبْصِرْ اور کیا ہی دیکھنے والے ہونگے یَوْمَ یَاْتُوْنَنَا جس دن ہمارے پاس آئیں گے لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ لیکن ظالم الْیَوْمَ آج کے دن فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ کھلی گمراہی میں ہیں وَ اَنْذِرْهُمْ اور آپ ڈرائیں ان کو یَوْمَ الْحَسْرَةِ حسرت والے دن سے اِذْ قُضِیَ الْاَمْرُ جس وقت طے کیا جائے گا معاملہ وَ هُمْ فِیْ غَفْلَةٍ اور وہ غفلت میں ہیں وَّ هُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ اور وہ ایمان نہیں لاتے اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ بیشک ہم وارث ہونگے زمین کے وَ مَنْ عَلَیْهَا اور جو کچھ اس پر ہے وَ اِلَیْنَا یُرْجَعُوْنَ اور ہماری طرف ہی سب لوٹائے جائیں گے۔

پہلے رکوع میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا ذکر تھا کہ حضرت جبرائیل علیہ

السلام نے آ کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت مریم علیہا السلام کو بچے کی خوشخبری سنائی تو انہوں نے تعجب سے کہا کہ میرے ہاں بچہ کیسے ہوگا نہ میری شادی ہوئی ہے اور نہ میں بدکار ہوں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر :

فرمایا اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے اسی حالت میں آپ کو بچہ دیں گے۔گریبان میں پھونک ماری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وجود حضرت مریم کے پیٹ میں تیار ہوگیا۔پیدائش کے وقت گھر سے دور ایک کھجور کے تنے کیساتھ ٹیک لگا کر بیٹھیں کھانے پینے کیلئے پاس کچھ نہیں ہے نہ کوئی سہارا دینے والا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو فرشتے نے چند قدم نیچے کھڑے ہو کر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے پاؤں کے نیچے پانی کا چشمہ جاری کر دیا ہے اس سے پانی پیو اور کھجور کے تنے کو ہلاؤ، کھجوریں گریں گی کھجوریں کھاؤ اور بچے کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کرو اور جو کوئی تمہارے ساتھ بات کرنا چاہے تو کہنا کہ میں نے آج کے دن نہ بولنے کی نذر مانی ہے۔دوسرا دن ہوا بچے کو اٹھا کر لے گئیں قوم دیکھ کر حیران ہوگئی کہ یہ کیا قصہ ہے کیونکہ سب کو علم تھا کہ حضرت مریم کا نکاح کسی کے ساتھ نہیں ہوا نیک، پرہیز خاندان کی عورت ہے اس نے کیا حرکت کی ہے؟ کہنے لگے مریم یہ تو نے کیا برا کام کیا ہے تمہارا بھائی نیک، والد نیک، والدہ نیک، نیک گھرانے میں تمہاری تربیت ہوئی ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام خدا کے پیغمبر ان کی بیوی تمہاری خالہ نیک خاتون آپ نے یہ کیا حرکت کی ہے۔کہنے لگی اس سے پوچھو کہاں سے آیا ہے؟ لوگوں نے کہا کَیْفَ نُکَلِّمُ مَنْ کَانَ فِی الْمَھْدِ صَبِیًّا ''ہم اس سے کیسے بات کریں جو گود میں اٹھایا ہوا بچہ ہے۔'' یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بول پڑے اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ

وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا ''میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اس نے میرے ساتھ نبوت دینے کا وعدہ کیا ہے اور کتاب دینے کا وعدہ کیا۔'' لمبی چوڑی تقریر فرمائی اور آخر میں فرمایا یاد رکھنا! اِنَّ اللّٰہَ رَبِّیْ وَرَبُّکُمْ ''بیشک اللہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے'' اسی کی عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے۔

فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَاب کی تفسیر :

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ہی رب تعالیٰ کا ارشاد ہے فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْ ۢ بَیْنِھِمْ۔ اَحْزَاب حزب کی جمع ہے۔ حزب کا معنٰی ہے گروہ۔ معنٰی ہوگا پس اختلاف کیا گروہوں نے آپس میں۔ ان گروہوں سے کون سے گروہ مراد ہیں؟ تو گروہوں کی تفسیر یہ کرتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہودیوں نے غلط نظریہ قائم کیا اور کہا کہ معاذ اللہ تعالیٰ وہ حلال زادے نہیں ہیں۔ چنانچہ چھٹا پارہ سورۃ النساء آیت نمبر ۱۵۶ میں وَقَوْلِھِمْ عَلٰی مَرْیَمَ بُھْتَانًا عَظِیْمًا ''اور ان یہودیوں کے کہنے کی وجہ سے حضرت مریم علیہا السلام پر بہتان عظیم۔'' یہودیوں کا یہ دعویٰ ہے اور وہ اسی پر مصر ہیں کہ معاذ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حلال زادے نہیں ہیں اور عرب کے مشرکوں نے بھی مذاق اڑایا اور کہا ءَ اٰلِھَتُنَا خَیْرٌ اَمْ ھُوَ مَا ضَرَبُوْہُ لَکَ اِلَّا جَدَلًا [زخرف:۵۸] ''کیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ انہوں نے یہ مثال نہیں بیان کی آپ کے سامنے مگر جھگڑا کرنے کیلئے۔'' عربوں کے حافظے بڑے قوی ہوتے تھے کہتے تھے ہم اپنے الٰہوں کی ولدیت اور نسب نامہ سناتے ہیں تم سچے ہو تو عیسیٰ علیہ السلام کا سناؤ اور عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو رب بنایا، رب کا بیٹا بنایا، خدائی کا رکن بنایا۔ تو ایک تفسیر کے مطابق گروہوں سے مراد یہود و نصاریٰ اور مشرکوں کے گروہ مراد ہیں۔

عیسائیوں کے گروہ :

اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ احزاب سے عیسائیوں کے گروہ مراد ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بنے۔ایک ہے نسطوریہ جو یہ کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدائی کا رکن ہیں ثَالِثُ ثَلٰثَه خدا تین ہیں۔جنکی قوت اور طاقت کیساتھ دنیا کا نظام چل رہا ہے۔ ایک اللہ تعالیٰ کی ذات، دوسرے عیسیٰ علیہ السلام اور تیسرے رکن کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں۔ایک گروہ کہتا ہے کہ تیسرا رکن روح القدس حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں اور ایک گروہ کہتا ہے کہ تیسرا رکن حضرت مریم علیہا السلام ہیں۔دوسرا فرقہ یعقوبیہ ہے وہ کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ میں گڈمڈ ہیں یعنی عیسیٰ علیہ السلام ہی اللہ تعالیٰ ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ [مائدہ:۱۷] ''البتہ تحقیق کافر ہیں وہ لوگ جنہوں نے کہا بیشک اللہ تعالیٰ بعینہٖ عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔'' ان کا دعویٰ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ذاتاً تو علیحدہ ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات الگ ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات الگ ہے مگر اب ایک ہو گئے ہیں۔جیسے لوہے کو آگ میں ڈال دو تو اس میں آگ کی تاثیر آجاتی ہے اور آگ کی طرح لوہا بھی جلتا ہے۔عیسیٰ علیہ السلام عبادت کرتے کرتے خدا میں گڈمڈ ہو گئے ہیں اب جو کام عیسیٰ علیہ السلام کرتے ہیں، مردوں کو زندہ کرنا، برص والوں کو باذن اللہ ٹھیک کرنا، مادرزاد اندھوں کو ٹھیک کرنا، یہ دراصل اللہ تعالیٰ کرتا تھا جو عیسیٰ علیہ السلام کے اندر حلول کئے ہوئے تھے۔ میری کتاب ہے ''عیسائیت کا پس منظر'' اس میں مَیں نے اس فرقے سے سوال کیا ہے کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ ایک ہیں تو سوال یہ ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو

بقول تمہارے جیسا کہ چاروں انجیلوں میں موجود ہے کہ سولی پر لٹکایا گیا معاذ اللہ تعالیٰ، کیا اس وقت اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کے اندر تھا یا نہیں تھا؟ اگر تھا تو پھر تو دونوں سولی پر لٹک گئے پھر تو خدا بھی ساتھ ہی ختم ہو گیا معاذ اللہ تعالیٰ۔ اور اگر اس وقت اللہ تعالیٰ اندر سے نکل گیا تھا تو پھر ایک تو نہ ہوئے بلکہ علیحدہ علیحدہ ہوئے۔ بات سمجھ میں آ رہی ہے نا؟ اور چاروں انجیلوں میں یہ بھی موجود ہے بقول تمہارے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر لٹکانے لگے تو انہوں نے فریاد کی اِیلِی اِیلِی لِمَا سَبَقْتَنِیْ ۔ اِیل رب کو کہتے ہیں۔ اے میرے رب، اے میرے رب! آپ نے مجھے ان میں کیوں پھنسا دیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام میں خدائی اختیارات تھے اور آج تم دنیا میں تبلیغ کر رہے ہو کہ یسوع مُنجِی ہیں ہمارے نجات دہندہ ہیں تو ان کو خدا کے سامنے فریاد کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اور پھر بقول تمہارے وہ سولی پر لٹکا دیئے گئے تو وہ اپنے آپ کو نہ بچا سکے تو جو اپنے آپ کو نہ بچا سکے وہ دوسروں کو کیا نجات دیں گے۔ الحمد للہ! ہمارا عقیدہ بالکل کھرا، صاف اور صحیح ہے عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کہ مَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ ''نہ انہوں نے ان کو قتل کیا ہے اور نہ سولی پر لٹکایا ہے۔ اور فرمایا وَمَا قَتَلُوْہُ یَقِیْنًا اور انہوں نے نہیں قتل کیا عیسیٰ علیہ السلام کو یقیناً بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اٹھا لیا اپنی طرف روح اور جسم کیساتھ۔'' [سورۃ النساء: ۱۵۷] اور قیامت سے پہلے نازل ہونگے۔ تو اس تفسیر کے مطابق احزاب سے عیسائیوں کے تین فرقے مراد ہیں۔ تیسرا فرقہ ملکائیہ کا ہے۔ جو کہتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ تو ایک فرقہ یعقوبیہ ہے جو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام میں حلول کیا ہوا ہے۔ دوسرا فرقہ نسطوریہ ہے جو کہتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام خدائی کا تیسرا رکن ہیں اور تیسرا فرقہ ملکائیہ ہے جو عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا مانتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا پس خرابی ہے ان لوگوں کیلئے جنہوں نے کفر کیا حق کا انکار کیا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ بڑے دن کی حاضری کے وقت۔ مَشْهَدُ کو ظرف کا صیغہ بھی قرار دیا گیا ہے پھر ظرف زمان بھی اور ظرف مکان بھی بن سکتا ہے۔ظرف زمان ہو تو معنیٰ ہوگا بڑے دن کی حاضری کے زمانے میں۔اور ظرف مکان ہو تو معنیٰ ہوگا بڑے دن کی حاضری کی جگہ خرابی ہوگی جہاں سارے کافر ہونگے اللہ تعالیٰ کی عدالت ہوگی اور مَشْهَدُ کو مصدر میمی بھی قرار دیا گیا ہے۔تو اس وقت معنیٰ ہوگا خرابی ہے ان کیلئے بڑے دن کے حاضر ہونے کے موقع پر جب اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضری ہوگی ، سچی عدالت میں حاضری ہوگی اس وقت ان کیلئے خرابی ہوگی۔ اَسْمِعْ بِهِمْ۔یہ تعجب کا صیغہ ہے، کیا ہی سننے والے ہونگے وَاَبْصِرْ یہ بھی تعجب کا صیغہ ہے۔اور کیا ہی دیکھنے والے ہونگے يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا جس دن وہ ہمارے پاس آئیں گے۔دنیا میں جو اندھے ہیں یا نگاہ کمزور ہے ان کی نگاہیں بھی ٹھیک کردی جائیں گی ، بہروں کے کان ٹھیک کردیئے جائیں گے، بڑا دیکھیں گے، بڑا سنیں گے اور جوان پڑھ ہیں مرد عورتیں سب کو اللہ تعالیٰ پڑھنے کی قوت عطا کریں گے۔ یہ اپنا پرچہ خود پڑھیں گے۔سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۱۴ میں ہے اِقْرَاْ كِتٰبَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ''پڑھ اپنی کتاب کافی ہے تیرا نفس آج کے دن محاسبہ کرنے والا'' اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے بندے! اپنا اعمال نامہ خود پڑھ۔جب ایک دو صفحے پڑھ لے گا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے هَلْ ظَلَمَكَ كَتَبَتِىْ ''یہ بتلا میرے فرشتوں نے تجھ پر کوئی زیادتی تو نہیں کی؟ کہے گا نہیں۔ اور پڑھو۔چند صفحے اور پڑھے گا پھر رب تعالیٰ پوچھیں گے میرے فرشتوں نے تجھ پر کوئی زیادتی تو نہیں کی جو جرم تم نے نہ کیا ہو وہ لکھ دیا ہو اور نیکی درج نہ کی ہو؟ کہے گا نہیں جو کچھ

میں نے کیا ہے وہی کچھ لکھا ہوا ہے۔ پھر مارے تعجب کے کہے گا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا [کہف: ۴۹] ''کیا ہے اس کتاب کو نہیں چھوڑتی کسی چھوٹی چیز کو اور نہ بڑی چیز کو مگر اس نے اس کو سنبھال رکھا ہے۔'' تو فرمایا کیا ہی سننے والے ہونگے اور کیا ہی دیکھنے والے ہونگے جس دن ہمارے پاس آئیں گے لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْيَوْمَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ لیکن ظالم آج کے دن کھلی گمراہی میں ہیں وَاَنْذِرْهُمْ اور اے نبی کریم ﷺ! آپ ان کو ڈرائیں يَوْمَ الْحَسْرَةِ افسوس والے دن سے۔ قیامت کا دن ہوگا يَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ ''جس دن ظالم اپنے ہاتھ کاٹے گا اور کہے گا يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا کاش کہ میں نے فلانے کو اپنا دوست نہ بنایا ہوتا۔'' [فرقان: ۲۸]

غلط یار بنانے والے افسوس کریں گے :

وہ حسرت اور افسوس والا دن ہوگا اور کہے گا يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا [فرقان] ''کاش کہ میں نے بنالیا ہوتا رسول کیساتھ راستہ۔'' تو فرمایا آپ ان کو اس دن سے ڈرائیں اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ جس وقت طے کیا جائے گا معاملہ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ اور وہ غفلت میں ہیں وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ اور وہ ایمان نہیں لاتے۔ یہ سب چیزیں ان کے سامنے آجائیں گی اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ بیشک ہم زمین کے وارث ہونگے۔ اللہ تعالیٰ حقیقی مالک ہے لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ [جاثیہ: ۲۷] ''اللہ تعالیٰ کیلئے ہے بادشاہی آسمانوں کی اور زمین کی۔'' ہمارے تو محض دعوے ہی دعوے ہیں کہ یہ میری زمین ہے، یہ میرا مکان ہے، یہ میرا کارخانہ ہے، یہ میری جائیداد ہے یہ تیری جائیداد ہے۔ یہ میری تیری کچھ بھی نہیں ہے حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے، مجازی طور پر بندے ہیں۔ تو فرمایا ہم

زمین کے وارث ہونگے وَمَنْ عَلَيْهَا اور اس مخلوق کے بھی ہم وارث ہونگے جو زمین پر ہے وَإِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ اور ہماری طرف ہی سب لوٹائے جائیں گے۔ سچی عدالت قائم ہو گی دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔ حق اور باطل کا فیصلہ ہوگا، سچ اور جھوٹ بالکل نکھر جائے گا، ایمان اور توحید کا فرق ہوگا، کفر اور اسلام کا فرق ہوگا۔ اس دن اللہ تعالیٰ نیکوں کو کامیاب فرمائے گا۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ

إِبْرٰهِيمَ ۚ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا ﴿٤١﴾ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ يٰٓأَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنكَ شَيْـًٔا ﴿٤٢﴾ يٰٓأَبَتِ إِنِّي قَدْ جَآءَنِي مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِيٓ أَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿٤٣﴾ يٰٓأَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ۖ إِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ﴿٤٤﴾ يٰٓأَبَتِ إِنِّيٓ أَخَافُ أَن يَمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُونَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ﴿٤٥﴾ قَالَ أَرَاغِبٌ أَنتَ عَنْ اٰلِهَتِي يٰٓإِبْرٰهِيمُ ۖ لَئِن لَّمْ تَنتَهِ لَأَرْجُمَنَّكَ ۖ وَاهْجُرْنِي مَلِيًّا ﴿٤٦﴾ قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۖ سَأَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيٓ ۖ إِنَّهُ كَانَ بِي حَفِيًّا ﴿٤٧﴾

وَاذْكُرْ اورذکرکر فِی الْکِتٰبِ کتاب میں اِبْرٰھِیْمَ ابراہیم علیہ السلام کا قصہ اِنَّهٗ بیشک وہ ابراہیم علیہ السلام کَانَ صِدِّیْقًا تھےوہ بڑے سچے نَّبِیًّا نبی اِذْ قَالَ جب کہا ابراہیم علیہ السلام نے لِاَبِیْهِ اپنے والدکو یٰٓاَبَتِ اے میرے باپ لِمَ تَعْبُدُ کیوں تم عبادت کرتے ہو مَا اس چیز کی لَا یَسْمَعُ جونہیں سنتی وَلَا یُبْصِرُ اورنہیں دیکھتی وَلَا یُغْنِیْ عَنْکَ شَیْئًا اوروہ نہیں کام آسکتی آپ کے کچھ بھی یٰٓاَبَتِ اے میرے اباجان اِنِّیْ بیشک میں قَدْ جَآءَنِیْ مِنَ الْعِلْمِ تحقیق آیا ہے میرے پاس علم سے مَا لَمْ یَاْتِکَ جوآپ کے پاس نہیں آیا فَاتَّبِعْنِیْٓ پس آپ میری پیروی کریں اَھْدِکَ صِرَاطًا سَوِیًّا میں راہنمائی کروں گا آپ کی

سیدھے راستے کی یٰۤاَبَتِ اے میرے باپ لَا تَعْبُدِ الشَّیْطٰنَ آپ نہ عبادت کریں شیطان کی اِنَّ الشَّیْطٰنَ بیشک شیطان کَانَ ہے لِلرَّحْمٰنِ رحمان کیلئے عَصِیًّا نافرمان یٰۤاَبَتِ اے میرے اباجان اِنِّیْۤ بیشک میں اَخَافُ خوف کرتا ہوں اَنْ یَّمَسَّکَ عَذَابٌ کہ آپ کو پہنچے عذاب مِّنَ الرَّحْمٰنِ رحمان کی طرف سے فَتَکُوْنَ پس آپ ہوجائیں لِلشَّیْطٰنِ وَلِیًّا شیطان کے ساتھی قَالَ کہا والد نے اَرَاغِبٌ کیا اعراض کرتے ہو اَنْتَ تم عَنْ اٰلِھَتِیْ میرے الہوں سے یٰۤاِبْرٰھِیْمُ اے ابراہیم لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ اگر تم باز نہ آئے لَاَرْجُمَنَّکَ البتہ میں آپ کو سنگسار کردوں گا وَاهْجُرْنِیْ مَلِیًّا اور چھوڑ دے تو مجھے زمانہ بھر قَالَ کہا ابراہیم علیہ السلام نے سَلٰمٌ عَلَیْکَ سلام ہو تم پر سَاَسْتَغْفِرُ لَکَ عنقریب میں تمہارے لئے بخشش مانگوں گا رَبِّیْ اپنے رب سے اِنَّهٗ بیشک وہ کَانَ ہے بِیْ حَفِیًّا مجھ پر بڑی شفقت کرنے والا۔

پہلے تم نے حضرت زکریا علیہ السلام، حضرت یحییٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واقعات بڑی تفصیل سے سنے۔ اب پیغمبروں میں سے چوتھا واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا علاقہ عراق تھا اور نمرود ابن کنعان بڑا ظالم اور جابر اور مشرک بادشاہ تھا کُوْثٰی بروزن طُوْبٰی شہر کا نام تھا۔ آج کے جغرافیہ میں اس کا نام اُر ہے۔ اور اب وہ چھوٹا سا شہر ہے اس وقت بہت بڑا شہر اور دار الخلافہ ہوتا تھا۔

نوح علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کی درمیانی مدت :

حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان کے بعد سترہ سو نو (۱۷۰۹) سال گذر چکے تھے

کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر تھا جس کا ذکر سورۃ انعام آیت نمبر ۷۴ میں ہے وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ ''اور جب کہا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد آزر کو۔'' یہ آزر اس وقت مذہبی ادارے کا انچارج تھا۔ بت خانے بنانا، بت بنانا، وہاں لوگوں کو مقرر کرنا اس کی ذمہ داری تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم میں دو طرح کا شرک تھا۔ ایک بتوں کی پوجا کرنا اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ''کیا تو بتوں کو معبود بناتا ہے۔'' دوسرا ستارہ پرستی۔ چاند سورج، ستاروں میں خدائی کرشمے مانتے تھے۔ دیکھو! اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورج میں حرارت اور روشنی کی خاصیت رکھی ہے چاند اور ستاروں میں بھی خاصیات ہیں لیکن خدائی اختیارات ان میں سے کسی کے اندر نہیں ہیں۔ خدائی اختیارات صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں وہ نہ اس نے فرشتوں کو دیئے ہیں نہ انسانوں کو دیئے ہیں اور نہ جنوں کو۔ تو ان میں شرک کی دو قسمیں تھیں۔ کواکب پرستی اور اصنام پرستی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نبوت عطا فرمائی اور ان کیلئے مبعوث فرمایا۔

اس کا ذکر ہے وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ اور ذکر کر کتاب میں ابراہیم علیہ السلام کا قصہ اِنَّهٗ كَانَ بیشک ابراہیم علیہ السلام تھے صِدِّيْقًا نَّبِيًّا بڑے سچے نبی۔ نبی کا معنیٰ ہے لوگوں کو رب کے احکام کی خبر دینے والا۔ اور رسول کا معنیٰ ہے پیغام پہنچانے والا، رب تعالیٰ کے احکام مخلوق تک پہنچانے والا اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ جب فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کو جس کا نام آزر تھا يٰۤاَبَتِ اے میرے ابا جان لِمَ تَعْبُدُ کیوں تم عبادت کرتے ہو مَا اس چیز کی جو لَا يَسْمَعُ نہ وہ سنتی ہے وَلَا يُبْصِرُ اور نہ وہ دیکھتی ہے وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْئًا اور نہ وہ کفایت کر سکتی ہے آپ کو کسی شے کی۔ بت کیا سنیں گے اور کیا

دیکھیں گے سورج، چاند، ستاروں میں بیشک اللہ تعالیٰ نے روشنی رکھی ہے لیکن وہ لوگوں کی حاجات تو نہیں سن سکتے نہ پوری کر سکتے ہیں، نہ لوگوں کو دیکھ سکتے ہیں جو تاثیر رب تعالیٰ نے ان میں رکھی ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ بلکہ اگر ذرا غور کیساتھ سوچا جائے تو باوجود اس کے کہ ان کے اجسام بہت بڑے ہیں لیکن وہ انسان جتنا بھی اختیار نہیں رکھتے۔

مخلوقات میں سب سے زیادہ اختیارات اللہ تعالیٰ نے انسان کو دیئے ہیں :

انسان کے پاس اختیارات ان سے زیادہ ہیں۔ وہ اس طرح کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورج کیلئے ایک لائن مقرر کی ہے اور ایک رفتار مقرر فرمائی ہے کیا مجال ہے کہ سورج اپنی لائن چھوڑ دے یا رفتار میں تیزی لے آئے یا کسی جگہ اَڑ کر کھڑا ہو جائے کہ میں آگے نہیں جاؤں گا۔ ہرگز ہرگز نہیں ! بے بس ہے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے اٹھنے بیٹھنے کا اختیار دیا ہے، چلنے پھرنے کا اختیار دیا ہے، دائیں بائیں طرف جانے کا اختیار دیا ہے، دوڑنے اور آہستہ چلنے کا اختیار دیا ہے، پیچھے مڑنے کا اختیار دیا ہے، اے انسان تجھے اللہ تعالیٰ نے چاند، سورج سے زیادہ اختیار دیا ہے وہ مجبور ہیں۔ لیکن جب عقل ماری جائے تو ہوش وحواس اڑ جاتے ہیں اور زیادہ اختیار والا انسان مجبور چاند، سورج، ستاروں کی پوجا کرنے لگ جاتا ہے۔ بھئی ! تیرے پاس اختیارات زیادہ ہیں تو ان کی پوجا کس لئے کرتا ہے اپنے ہاتھوں سے بت بنا کر ان کی پوجا کرتا ہے۔ تو ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اے ابا جان ! ایسوں کی پوجا کیوں کرتا ہے جو نہ سنتے ہیں، نہ دیکھتے ہیں اور نہ تیرے کوئی کام آسکتے ہیں۔ يَـٰٓأَبَتِ اے میرے باپ إِنِّي بیشک میں قَدْ جَآءَنِي مِنَ الْعِلْمِ تحقیق آچکا ہے میرے پاس علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے مَا لَمْ يَأْتِكَ جو آپ کے پاس نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ نے

مجھے نبوت ورسالت کا علم دیا ہے ابا جان فَـاتَّبِـعْنِـىْ پس آپ میری پیروی کریں۔ میری بات مان لیں اَهْـدِكَ صِـرَاطًا سَوِيًّا میں راہنمائی کروں گا آپ کی سیدھے راستے کی۔ دنیا میں بھی عذاب سے بچ جاؤ گے اور آخرت میں بھی عذاب سے بچ جاؤ گے۔

براہِ راست شیطان کی پوجا کوئی نہیں کرتا :

يَـــاَبَتِ لَا تَـعْبُدِ الشَّيْطٰنَ اے میرے باپ آپ نہ عبادت کریں شیطان کی۔ براہ راست تو شیطان کی پوجا کوئی نہیں کرتا لیکن شیطان کی بات مان کر غیر اللہ کی پوجا کرنا گویا شیطان کی پوجا کرنا ہے۔ سورۃ الانعام آیت نمبر ۱۲۱ میں ہے وَ اِنَّ الشَّيٰـطِيْـنَ لَـيُـوْحُـوْنَ اِلٰـى اَوْلِيَآءِ هِمْ ''اور بیشک شیاطین القا کرتے ہیں بری باتوں کا اپنے دوستوں کی طرف وَاِنْ اَطَـعْتُـمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ اور اگر تم ان کی بات مانو گے تو بیشک تم بھی شرک کرنے والے بن جاؤ گے۔'' شیطان کی اطاعت کرنا بھی شرک ہے۔ رب تعالیٰ کا حکم چھوڑ کر شیطان کے حکم پر چلنے سے بڑا شرک کیا ہے؟ تو فرمایا ابا جان میری پیروی کر شیطان کی پوجا نہ کر اِنَّ الشَّيْـطٰنَ كَانَ لِلـرَّحْمٰنِ عَصِيًّا بیشک شیطان ہے رحمان کیلئے نافرمان۔ وہ تو رحمان کے سامنے اکڑ کر کھڑا ہو گیا تھا جب رب تعالیٰ نے فرشتوں کیساتھ اس کو بھی حکم دیا تھا حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا۔ رب تعالیٰ نے فرمایا اے ابلیس مَا لَكَ اَلَّا تَـكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ''کیا ہے تجھ کو کہ تو سجدہ کرنے والوں کیساتھ نہ ہوا۔ کہنے لگا لَـمْ اَكُـنْ لِاَ سْـجُـدَ لِبَشَـرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَـمَاٍ مَّسْنُوْنٍ [حجر:۳۳] ''میں نہیں ہوں کہ سجدہ کروں انسان کے سامنے جس کو پیدا کیا تو نے بجنے والی متغیر سڑے ہوئے گارے سے۔'' خَلَقْتَنِى مِنْ نَّارٍ [اعراف:۱۲] ''مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا ہے۔'' آگ میں شعلہ ہے بلندی ہے مٹی پاؤں کے نیچے روندی جاتی

ہے اس میں کوئی روشنی تپش نہیں ہے۔ میں اعلیٰ ہو کر ادنیٰ کو سجدہ کیوں کرتا۔ پھر رب تعالیٰ کیساتھ مقابلہ شروع کر دیا اَرَءَ یْتَکَ ھٰذَا الَّذِیْ کَرَّمْتَ عَلَیَّ [بنی اسرائیل:٦٢]'' بھلا بتلائیں یہ شخص جس کو تو نے بزرگی بخشی ہے مجھ پر اگر آپ مجھے مہلت دیں گے قیامت تک تو میں قابو کروں گا اس کی اولاد کو مگر بہت تھوڑے۔'' تو شیطان تو رب کا بڑا نافرمان ہے اس کی پوجا نہ کریں۔

یٰۤاَبَتِ اے میرے باپ اِنِّیْۤ اَخَافُ بیشک میں خوف کرتا ہوں اَنْ یَّمَسَّکَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ کہ پہنچے آپ کو عذاب رحمان کی طرف سے، دنیا کا عذاب، قبر کا عذاب اور آخرت کا عذاب فَتَکُوْنَ لِلشَّیْطٰنِ وَلِیًّا پس آپ ہو جائیں گے شیطان کے ساتھی۔ کتنے پیارے انداز میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کو دعوت دی۔ یٰۤاَبَتِ یٰۤاَبَتِ یٰۤاَبَتِ اے میرے باپ! اے میرے باپ! اے میرے باپ! اب والد کا جواب سنو! قَالَ کہا ابراہیم علیہ السلام کے والد آزر نے اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِھَتِیْ کیا تم اعراض کرتے ہو میرے معبودوں سے یٰۤاِبْرٰھِیْمُ اے ابراہیم لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ اگر تم باز نہ آئے لَاَرْجُمَنَّکَ البتہ میں آپ کو پتھر مار مار کے سنگسار کر دوں گا۔ شادی شدہ مرد عورت سے بدکاری ثابت ہو جائے تو ان کی سزا رجم ہے، پتھروں کیساتھ مارنا۔ اور امام بخاریؒ وغیرہ لَاَرْجُمَنَّکَ کا ترجمہ کرتے ہیں کہ میں تجھے گالیاں دوں گا اور رجم کا معنیٰ گالیاں دینا بھی آتا ہے۔ وَاھْجُرْنِیْ مَلِیًّا اور چھوڑ دے تو مجھے زمانہ بھر، عمر بھر۔ مَلِیًّا کا معنیٰ سارا زمانہ۔ یعنی آپ میرے ساتھ اس سلسلے میں کبھی گفتگو نہ کرنا کیونکہ تم میرے معبودوں کی توہین کرتے ہو قَالَ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا سَلٰمٌ عَلَیْکَ ابا جان میری طرف سے آپ پر سلامتی ہو میں کچھ نہیں کہوں گا، نہ تمہیں پتھر ماروں گا، نہ گالیاں

دوں گا سَاَسۡتَغۡفِرُ لَکَ رَبِّیۡ عنقریب میں تمہارے لئے بخشش مانگوں گا اپنے رب سے اِنَّہٗ کَانَ بِیۡ حَفِیًّا بیشک وہ ہے مجھ پر بڑی شفقت کرنے والا مہربان۔ سورۃ الشعراء آیت نمبر ۸۶ میں ہے وَاغۡفِرۡ لِاَبِیۡۤ اِنَّہٗ کَانَ مِنَ الضَّآلِّیۡنَ ''اے میرے پروردگار! معاف کر دے میرے باپ کو بیشک وہ ہے گمراہوں میں سے۔'' اب سوال یہ ہے کہ مشرک کیلئے تو مغفرت کی دعا جائز نہیں ہے؟ تو اس کے متعلق سورہ توبہ آیت نمبر ۱۱۴ میں ہے وَمَا کَانَ اسۡتِغۡفَارُ اِبۡرٰهِیۡمَ لِاَبِیۡهِ اِلَّا عَنۡ مَّوۡعِدَةٍ وَّعَدَهَاۤ اِیَّاهُ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗۤ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنۡهُ ''اور نہیں تھا بخشش مانگنا ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ کیلئے مگر ایک وعدے کی بنا پر جو انہوں نے اس سے کیا تھا پس جب واضح ہو گیا ابراہیم علیہ السلام کیلئے کہ وہ ان کا باپ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے تو اس سے بیزار ہو گئے۔'' پھر دعا نہیں کی۔ پہلے جو دعا کی تھی اس کا معنٰی ہے کہ اس کو ہدایت دے، حق کی توفیق دے، اسلام قبول کرے، اسکو بخش دے اور جب بات واضح ہو گئی کہ کفر چھوڑنے والا نہیں ہے تو پھر ابراہیم علیہ السلام نے بیزاری کا اعلان کر دیا۔ باقی آئندہ ان شاء اللہ تعالیٰ

وَاَعۡتَزِلُكُمۡ وَمَا تَدۡعُوۡنَ مِنۡ
دُوۡنِ اللّٰهِ وَاَدۡعُوۡا رَبِّیۡ ۖ عَسٰۤی اَلَّاۤ اَكُوۡنَ بِدُعَآءِ رَبِّیۡ شَقِیًّا ﴿۴۸﴾
فَلَمَّا اعۡتَزَلَهُمۡ وَمَا یَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ۙ وَهَبۡنَا لَهٗۤ اِسۡحٰقَ
وَیَعۡقُوۡبَ ؕ وَكُلًّا جَعَلۡنَا نَبِیًّا ﴿۴۹﴾ وَوَهَبۡنَا لَهُمۡ مِّنۡ رَّحۡمَتِنَا وَ
جَعَلۡنَا لَهُمۡ لِسَانَ صِدۡقٍ عَلِیًّا ﴿۵۰﴾ ع

وَاَعۡتَزِلُكُمۡ اور میں کنارہ کشی کرتا ہوں تم سے وَمَا اوران سے بھی تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ جن کو تم پکارتے ہو اللہ تعالیٰ سے ورے وَاَدۡعُوۡا رَبِّیۡ اور میں پکارتا ہوں اپنے رب کو عَسٰۤی قریب ہے اَلَّاۤ اَكُوۡنَ کہ میں نہ ہوں بِدُعَآءِ رَبِّیۡ شَقِیًّا اپنے رب کو پکارنے کی وجہ سے نامراد فَلَمَّا اعۡتَزَلَهُمۡ پس جس وقت وہ جدا ہوئے ان سے وَمَا اوران سے یَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ جن کی وہ عبادت کرتے تھے اللہ تعالیٰ کے سوا وَهَبۡنَا لَهٗۤ اِسۡحٰقَ عطا کیا ہم نے ان کو اسحاق علیہ السلام وَیَعۡقُوۡبَ اور یعقوب علیہ السلام وَكُلًّا جَعَلۡنَا نَبِیًّا اور ہر ایک کو ہم نے نبی بنایا وَوَهَبۡنَا لَهُمۡ مِّنۡ رَّحۡمَتِنَا اوردی ہم نے ان کو اپنی طرف سے رحمت وَجَعَلۡنَا لَهُمۡ اور بنائی ہم نے ان کیلئے لِسَانَ صِدۡقٍ شہرت سچائی کی عَلِیًّا بلند۔

ابراہیم علیہ السلام کو نارِ نمرود میں ڈالنے کا واقعہ :

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر اس رکوع کی ابتداء میں کافی تفصیل کیساتھ بیان

ہو چکا ہے کہ ان کا علاقہ عراق تھا جس کا دار الخلافہ شہر کوثیٰ بروزن طوبیٰ تھا۔ نمرود ابن کنعان بادشاہ تھا جو کہ جابر، ظالم اور کٹر قسم کا مشرک تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد آزر اس کا وزیر مذہبی امور تھا۔ آزر کی ڈیوٹی بت بنانا، بت خانے بنانا اور ان میں عملہ مقرر کرنا تھی۔ اللہ تعالیٰ کی شان کہ اس نے بت گر کے گھر بت شکن پیدا فرمایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقابلہ وقت کے بادشاہ، باپ اور برادری کیساتھ تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نبوت ملنے کے بعد اسّی سال اس علاقے میں رہے۔ اتنے طویل عرصے میں بیوی سارہ کے علاوہ کوئی ساتھ دینے والا نہیں تھا۔ اور حضرت لوط علیہ السلام بن حاران بن آذر ابراہیم علیہ السلام کے حقیقی بھتیجے تھے۔ پیغمبر پیدائشی طور پر موحد ہوتا ہے۔ نبوت ملنے سے پہلے بھی ایک لمحہ کیلئے بھی شرک نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے فطرتاً توحید ان میں رکھی ہوتی ہے۔ انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کیلئے آگ کا بھٹہ تیار کیا اور اس میں بہت زیادہ ایندھن ڈالا۔ اس وقت کے انجینئر ھیزم نے ایک آلہ تیار کیا جس کا نام منجنیق تھا جو بغیر بارود کے چلتا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ننگا کر کے جُـرِّدَ عَنِ الثِّيَـاب رسیوں کیساتھ خوب باندھ کر منجنیق کے ذریعے آگ کے درمیان میں ڈال دیا گیا اور مخلوق کیساتھ ظالم جابر بادشاہ نمرود ابن کنعان اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد بھی تماشائی تھے۔ کنارے پر بیٹھے دیکھ رہے تھے، مرد، عورتیں، بوڑھے، بچے اکٹھے تھے عجیب منظر تھا۔ جس وقت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا جا رہا تھا مشرک بتوں کے نعرے بلند کر رہے تھے ان کے دلوں میں بھڑاس تھی کیونکہ ابراہیم علیہ السلام نے ان کے بتوں کو توڑا تھا۔ اس انتظار میں ہیں کہ سر پھٹے، ٹھاہ! ہو، ہمارے کلیجے ٹھنڈے ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے آگ کو گلزار کر دیا۔ سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۶۹ میں ہے قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا ''ہم نے کہا اے آگ ہو جا تو

ٹھنڈی اور سلامتی والی۔'' اللہ تعالیٰ کی شان کہ وہ آگ کا بھٹہ فوراً ٹھنڈا ہو گیا اور وہاں باغ بن گیا۔ آگ نے صرف وہ رسیاں جلائیں جن سے ابراہیم علیہ السلام کو باندھا گیا تھا۔ بدن تو کیا بال کو بھی نہیں چھیڑا۔ یہ کتنی بڑی بات تھی۔ جس وقت باہر نکلے تو باپ نے کہا نِعْمَ الرَّبُّ رَبُّکَ یَاإِبْرَاهِیْمُ ''اے ابراہیم تیرا رب بہت عمدہ ہے۔'' لیکن دھڑا پھر بھی نہیں چھوڑا۔ حالانکہ انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ اتنا بڑا کرشمہ آنکھوں سے دیکھنے کے بعد کلمہ پڑھ لیتے مگر ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے کسی ایک نے کلمہ نہ پڑھا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ قیامت والے دن جب لوگ قبروں سے نکلیں گے تو سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا۔ فرمایا دوسرے نمبر پر مجھے پہنایا جائے گا۔ ابراہیم علیہ السلام کو پہلے اس لئے پہنایا جائے گا کہ ظالموں نے ان کو ننگا کر کے آگ میں ڈالا تھا۔

ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت اور راستے میں پریشانی کا واقعہ :

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا حکم آیا کہ اب حجت مکمل ہو چکی ہے لہٰذا اے ابراہیم علیہ السلام! آپ یہاں سے ہجرت کر جائیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام، ان کی اہلیہ حضرت سارہ علیہا السلام اور بھتیجے لوط علیہ السلام یہ عراق سے شام کی طرف چل پڑے جو وہاں سے مغرب کی طرف تھا۔ راستے میں ایک ظالم جابر بادشاہ تھا جس نے اپنے کارندے مختلف راستوں پر مقرر کیے ہوئے تھے کہ یہاں سے کوئی خوبصورت عورت گذرے تو مجھے اطلاع دو۔ چنانچہ ایک ملازم بھاگتا ہوا گیا کہ دو آدمی ہیں ساتھ ایک عورت ہے مِنْ اَجْمَلِ النِّسَآءِ ''میں نے ایسی خوبصورت عورت کبھی نہیں دیکھی۔'' بادشاہ نے کہا کہ اس کو میرے پاس لے آؤ۔ ملازم نے ابراہیم علیہ السلام کو کہا کہ میں بادشاہ کا ملازم ہوں مجبور ہوں ایک گر کی بات تمہیں بتاتا ہوں تاکہ تم بچ جاؤ۔ یہ عورت بادشاہ کے پاس جائے گی جب بادشاہ

اس سے پوچھے گا کہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ تو کہہ دے کہ یہ میرا بھائی ہے اور تمہارے سے پوچھے تو تم بھی کہہ دینا کہ یہ میری بہن ہے اگر تم نے بیوی کہا تو وہ تمہیں قتل کر دے گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس ظالم نے بلایا بخاری شریف اور مسلم شریف کی روایت ہے پوچھا کہاں سے آئے ہو، کون ہو، تمہارے ساتھ کون ہے؟ فرمایا میرے ساتھ میری بہن ہے۔ حضرت سارہ علیہا السلام کو بھی سمجھا دیا کہ اگر آپ سے پوچھے کہ تمہارے ساتھ کون ہے تو کہہ دینا کہ میرا بھائی ہے کیونکہ اَنْتِ اُخْتِیْ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ ''تم میری مذہبی بہن ہو۔'' سورہ حجرات آیت نمبر ۱۰ میں ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ ''بیشک ایمان والے بھائی بھائی ہیں۔'' مومن بہن بھائی ہیں اور میرے اور آپ کے علاوہ اس جگہ اور کوئی مومن نہیں ہے لہٰذا مجھے بھائی کہنا اور دینی بھائی مراد لینا۔ اس پر شہوت کا بھوت سوار تھا۔ حضرت سارہ کو بلا کر چھیڑ خانی کا ارادہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت اس کا سانس رک گیا زمین پر گر پڑا۔ اٹھا چھیڑ خانی کا ارادہ کیا گھٹنوں تک زمین میں دھنس گیا۔ گھبرایا اور سمجھ گیا کہ میں اس کے قریب نہیں جا سکتا۔ کہنے لگا بی بی! میں تمہیں کچھ نہیں کہتا میرے لئے دعا کرو میں بچ جاؤں اور اس مصیبت سے چھوٹ جاؤں میں تمہیں خدمت کیلئے لونڈی بھی دونگا۔ حضرت سارہ علیہا السلام نے دعا کی اے پروردگار! اگر یہ بے ایمان مر گیا تو میرے ذمہ لگے گا اور ہمارے لئے پریشانی بن جائے گی اور ہم مسافر ہیں۔ چنانچہ حضرت سارہ علیہا السلام کی دعا سے اسکو نجات مل گئی۔ اس نے ہاجرہ علیہا السلام لا کر ان کو دے دی کہ یہ تمہاری خدمت کیا کرے گی۔ جس وقت واپس آئیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا کیا گذری؟ کہنے لگیں اللہ تعالیٰ نے اس ظالم جابر کی نامرادی کو اس کے گلے میں ڈال دیا اور اس نے یہ لونڈی دی ہے۔

حضرت لوط علیہ السلام کی نبوۃ کا تذکرہ :

حضرت لوط علیہ السلام کو سدوم کے علاقہ میں چھوڑ دیا جس کو آج کل کے جغرافیہ میں بحر میت یعنی بحیرہ مردار کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس علاقے کی تبلیغ کیلئے لوط علیہ السلام کو مقرر فرمایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آگے چل کر شام کے علاقہ میں ڈیرہ لگایا چونکہ لونڈی کی مالکہ حضرت سارہ علیہا السلام تھیں انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کو ہبہ کر دی۔ اب ابراہیم علیہ السلام اس کے مالک بن گئے اس سے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کہا تھا کہ اگر تو باز نہیں آئے گا تو میں تجھے سنگسار کر دوں گا اور تو مجھے زمانہ بھر کیلئے چھوڑ دے۔ اس کے جواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا آپ پر سلامتی ہو میں اپنے رب سے تیرے لئے معافی مانگوں گا میرا رب میرے اوپر بڑا مہربان ہے۔ اور سورہ شعراء آیت نمبر ۸۶ میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا رَبِّ اغْفِرْ لِاَبِیْ اِنَّہٗ کَانَ مِنَ الضَّالِیْنَ ''اے میرے پروردگار! معاف کر دے میرے باپ کو وہ ہے گمراہوں میں سے۔'' اور سورۃ توبہ آیت نمبر ۱۱۴ میں ہے فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَہٗ اَنَّہٗ عَدُوٌّ لِّلّٰہِ ''پس جب واضح ہو گیا ابراہیم علیہ السلام کو کہ بیشک وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے تَبَرَّاَ مِنْہُ تو اس سے بیزار ہو گئے۔'' پھر ان کیلئے مغفرت کی دعا نہیں مانگی۔ اور فرمایا وَاَعْتَزِلُکُمْ اور میں کنارہ کشی کرتا ہوں تم سے وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اور ان سے بھی کنارہ کشی کرتا ہوں جن کو تم پکارتے ہو اللہ تعالیٰ سے ورے یعنی اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے۔ ان کو تم حاجت روا سمجھتے ہو، مشکل کشا سمجھتے ہو، فریادرس اور دستگیر سمجھ کر پکارتے ہو وَ اَدْعُوْا رَبِّیْ اور میں صرف رب کو پکارتا ہوں میرا وہی حاجت روا، مشکل کشا، وہی فریادرس اور دستگیر ہے عَسٰۤی اَلَّاۤ اَکُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّیْ

شَـقِیًّا قریب ہے کہ میں نہ ہوں اپنے رب کو پکارنے کی وجہ سے نامراد۔ اللہ تعالیٰ میری مرادیں پوری کرے گا وہی مرادیں پوری کرنے والا ہے۔ اکبر الہ آبادی مرحوم نے کہا ہے

؎ اسی سے مانگ جو کچھ مانگنا ہے اکبر
یہی وہ در ہے جہاں ذلت نہیں سوال کے بعد

فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ پس جس وقت ابراہیم علیہ السلام ان سے الگ ہوئے وَمَا یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اور ان سے جن کی وہ عبادت کرتے تھے اللہ تعالیٰ کے سوا۔

اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کی ولادت کا ذکر :

وَهَبْنَـا لَهٗ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ عطا کیا ہم نے ان کو اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام۔ دوسری جگہ اسماعیل علیہ السلام کا ذکر ہے عمر میں حضرت اسماعیل علیہ السلام بڑے ہیں ان کی والدہ ہاجرہ علیہا السلام ہیں اور اسحاق علیہ السلام کی والدہ سارہ علیہا السلام ہیں۔ اِسْمَعْ کا معنیٰ ہے سن ایل کا معنیٰ ہے اللہ تعالیٰ۔ معنیٰ ہوگا اے پروردگار! میری دعا قبول فرما۔ ایک سو بیس سال کے قریب عمر مبارک تھی جب اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام عطا کئے۔ پھر اس کے تیرا (۱۳) سال بعد سارہ علیہا السلام سے اسحاق علیہ السلام عطا فرمائے۔ پھر اسحاق علیہ السلام سے یعقوب علیہ السلام پیدا ہوئے پھر ان کے آگے بارہ بیٹے ہیں جن میں حضرت یوسف علیہ السلام بھی ہیں اور یہ بنی اسرائیل کہلائے اور یہ بڑا خاندان تھا۔ تو فرمایا ہم نے ان کو عطا کیا اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام جو حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے ہیں وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا اور ہر ایک کو ہم نے بنایا نبی وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا اور دی ہم نے ان کو اپنی طرف سے رحمت۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پانچ بیٹے تھے دو کا ذکر قرآن کریم میں آتا ہے اسماعیل علیہ السلام اور اسحاق

علیہ السلام۔ اور تین کا ذکر تاریخ اور تورات اور احادیث میں آتا ہے۔ ایک کا نام مدین تھا، ایک کا نام مدائن تھا اور ایک کا نام قیدار تھا علیہم السلام۔ ان کے نام پر آگے شہر آباد ہوئے اور قومیں چلیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیٹی کوئی نہیں تھی حضرت ابراہیم علیہ السلام عراق سے ہجرت کر کے شام کے علاقے میں آباد ہوئے اور وہیں تبلیغ کی۔ دوسو سال عمر تھی جب دنیا سے رخصت ہوئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا اور بنائی ہم نے ان کیلئے شہرت سچائی کی بلند۔ لسان کا لفظی معنٰی زبان ہے مگر یہاں مراد شہرت ہے۔ زبان کیساتھ ہی شہرت ہوتی ہے اور بلند شہرت عطا فرمائی آج تک ابراہیم علیہ السلام کا نام عزت کیساتھ لیا جاتا ہے۔ یعقوب علیہ السلام کا، اسحاق علیہ السلام کا، اسماعیل علیہ السلام کا نام بھی عزت سے لیا جاتا ہے۔ بزرگان دین لکھتے ہیں کہ جب پیغمبر کا نام آئے تو علیہ الصلوٰۃ والسلام کہو اور صحابی کا نام آئے تو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہو، کسی ولی کا نام آئے تو رحمہ اللہ تعالیٰ کہو۔ تمام کا نام ادب واحترام کیساتھ لو۔ اَلدِّيْنُ كُلُّهٗ اَدَبٌ دین سارے کا سارا ادب ہی ہے۔ کسی پیغمبر، کسی صحابی، کسی ولی کا نام، کسی امام کا نام بے ادبی سے نہیں لینا۔ ان کی بڑی دینی خدمات ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

❁❁❁

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰٓى
اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿٥١﴾ وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ
الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ﴿٥٢﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ
هٰرُوْنَ نَبِيًّا ﴿٥٣﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ
وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿٥٤﴾ وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَكَانَ
عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ﴿٥٥﴾

وَاذْكُرْ اورآپ ذکرکریں فِي الْكِتٰبِ کتاب میں مُوْسٰى حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اِنَّهٗ بیشک وہ كَانَ تھے مُخْلَصًا چنے ہوئے وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا اوررسول تھے نبی تھے وَنَادَيْنٰهُ اورہم نے ان کو پکارا مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ طور کے دائیں طرف سے وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا اورہم نے قریب کیا ان کو سرگوشی کیلئے وَوَهَبْنَا لَهٗ اورہم نے ان کو عطا کیا مِنْ رَّحْمَتِنَآ اپنی رحمت کی وجہ سے اَخَاهُ هٰرُوْنَ اس کا بھائی ہارون علیہ السلام نَبِيًّا جو نبی تھے وَاذْكُرْ اورذکر کر فِي الْكِتٰبِ کتاب میں اِسْمٰعِيْلَ اسماعیل علیہ السلام کا اِنَّهٗ بیشک وہ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ سچے وعدے والا تھا وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا اور تھے رسول نبی وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ اور حکم کرتا تھا اپنے گھر کے افراد کو بِالصَّلٰوةِ نماز کی پابندی وَالزَّكٰوةِ اورزکوۃ کی ادائیگی کا وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا اور تھے اپنے رب کے نزدیک پسندیدہ۔

مختلف پیغمبروں کے واقعات چلے آرہے ہیں۔حضرت زکریا علیہ السلام،حضرت یحیٰ علیہ السلام،حضرت عیسیٰ علیہ السلام،حضرت ابراہیم علیہ السلام،حضرت اسحاق علیہ السلام،حضرت یعقوب علیہ السلام کا ذکر ہوا اور اب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہو رہا ہے۔اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا نام مجلس میں لیا جائے تو رب تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں سے زیادہ نیک کون ہوگا۔

پیدائش موسیٰ سے قبل بنی اسرائیلیوں کا ابتلاء اور حفاظتِ موسیٰ :

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰى اور آپ ذکر کریں کتاب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا۔موسیٰ علیہ السلام کی زندگی بھی بڑی عجیب زندگی ہے۔والد کا نام عمران رحمۃ اللہ علیہ تھا،والدہ کا نام یوکابدہ رحمۃ اللہ علیہا تھا۔مصر کے علاقے میں پیدا ہوئے،پیدائش سے پہلے ظالم فرعون کو کسی نجومی نے بتلایا تھا کہ ان تین سالوں کے اندر بنی اسرائیل کے گھر ایک لڑکا پیدا ہوگا جو تیری حکومت کے زوال کا سبب بنے گا۔اقتدار کی چاٹ بہت بری ہے۔فرعون نے بنی اسرائیل کے گھروں میں مردوں،عورتوں کے پہرے لگا دیے کہ جس عورت کے ہاں لڑکا پیدا ہو اس کو قتل کر دیں۔بچیوں کو کچھ نہیں کہتے تھے يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ [بقرۃ:۴۹] ''وہ ذبح کرتے تھے تمہارے بیٹوں کو اور زندہ چھوڑتے تھے تمہاری عورتوں کو۔'' شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں کہ ان تین سالوں میں بارہ ہزار بچے قتل ہوئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی ان تین سالوں کے اندر ہی پیدا ہوئے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کا گھر دریائے نیل کے کنارے پر تھا جب یہ پیدا ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی والدہ کو القاء کیا فرشتے کے ذریعے وحی بھیجی۔یہ وحی نبوت نہیں تھی یہ صرف ان کی ذات تک

محدودتھی کہ جس وقت بچہ پیدا ہواس کولکڑی کے صندوق میں ڈال کر دریا میں ڈال دینا اِنَّا رَادُّوْہُ اِلَیْکِ وَجَاعِلُوْہُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ [قصص:۷] ''بیشک ہم لوٹا دیں گے اس بچے کو آپ کی طرف اور بنانے والے ہیں ہم اس کو رسولوں میں سے۔'' موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے والدہ نے ان کو صندوق میں ڈال کر بحرقلزم دریائے نیل میں ڈال دیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بڑی بہن کلثوم رحمۃ اللہ علیہا کو کہا کہ بیٹی تم صندوق کیساتھ ساتھ تھوڑے سے فاصلے پر رہنا کیونکہ کناروں پر کافی لوگ ہیں مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے تماشائی ہوتے تھے دیکھنا یہ صندوق کہاں جاتا ہے۔ بچی بڑی سمجھدار تھی وہ بھی ساتھ ساتھ چلتی رہی کبھی صندوق کو دیکھتی کبھی دھیان اِدھر اُدھر کر لیتی۔ بحرنیل سے ایک نہر نکلتی تھی جو فرعون کے باغات کو سیراب کرتی تھی اس کی کوٹھیوں کی طرف جاتی تھی وہ صندوق اس طرف چل پڑا۔ وہاں کوئی مچھیرا یا دھوبی پہلے سے لنگوٹ باندھ کر کھڑا تھا اس نے صندوق کو کھینچ لیا۔ دیکھا تو اس میں خوبصورت بچہ تھا اٹھا کر فرعون کے آگے پیش کر دیا۔ فرعون نے کہا اس کو قتل کر دو۔ فرعون کی بیوی آسیہ بنت مزاحم رحمۃ اللہ علیہا جن کی قسمت میں ایمان تھا اڑ گئیں۔ کہنے لگیں لَا تَقْتُلُوْہُ عَسٰۤی اَنْ یَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَہٗ وَلَدًا [قصص:۹] ''اس کو مت قتل کرو شاید کہ ہمیں فائدہ دے یا ہم اسے بیٹا بنالیں'' کہ ہماری اولاد نہیں ہے۔ فرعون نے کہا تمہیں کوئی نفع محسوس ہوتا ہوگا مجھے کوئی نفع نظر نہیں آتا۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ ''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے اس بی بی کو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے ایمان کا نفع دیا اور جس کسی کو دین کا ایمان کا فائدہ ہو جائے، اسلام کا فائدہ ہو جائے تو یہ بہت بڑا فائدہ ہے۔ چنانچہ فرعون کی بیوی ڈٹ گئی اور مصر میں عورتوں کا اثر زیادہ ہی تھا فرعون مجبور ہو گیا فیصلہ ہو گیا کہ قتل نہیں کرنا۔ وہاں جو عورتیں جمع تھیں ان کا دودھ پلایا موسیٰ علیہ السلام نے نہ

پیا۔ بکری، گائے، اونٹنی، بھینس کا پلایا نہ پیا۔ وہاں موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ بھی موجود تھی اس نے کہا ہمارے محلے میں ایک عورت ہے اس کا دودھ پلا کر دیکھو شاید پی لے۔ اس کو بلایا گیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ کا دودھ پی لیا۔ بڑی خوشی ہوئی کہ بچے کے دودھ کا مسئلہ تو حل ہو گیا۔ فرعون نے کہا بی بی! ہم تمہیں یہاں کمرہ بھی دیں گے خوراک اور وظیفہ بھی دیں گے تم یہاں رہ کر بچے کی تربیت کرو۔ اس نے کہا میرا گھر ہے، بچے ہیں میں ان کو نہیں چھوڑ سکتی اگر تمہیں ضرورت ہے تو میرے ساتھ بھیج دو ہفتہ پندرہ دن بعد معائنہ کر لیا کرنا کہ اس کی تربیت کیسی ہوئی ہے؟ وہ اس پر راضی ہو گئے اللہ تعالیٰ نے گھر میں بی بی کا وظیفہ لگا دیا اور اپنا وعدہ پورا کر دیا اِنَّا رَادُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ''ہم اس کو لوٹا دیں گے آپ کی طرف اور بنانے والے ہیں ہم اس کو رسولوں میں سے۔'' اور اپنے وقت پر نبوت و رسالت بھی عطا فرمائی۔

اس کا ذکر ہے وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰى اور ذکر کر کتاب میں موسیٰ علیہ السلام کا اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا بیشک وہ رب کے چنے ہوئے تھے۔ بچپن سے لے کر آخر تک اللہ تعالیٰ نے ان کو چنا تھا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا اور تھے رسول نبی۔

لفظ نبی اور رسول کی وضاحت :

اس بات میں علماء عربیت اختلاف کرتے ہیں کہ رسول اور نبی میں کوئی فرق ہے یا نہیں۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ دونوں کا ایک معنیٰ ہے۔ رسول کا معنیٰ ہے رب تعالیٰ کا پیغام لوگوں کو پہنچانے والا اور نبی کا معنیٰ ہے رب تعالیٰ کے احکام کی خبر لوگوں کو دینے والا۔ اس اعتبار سے تو ٹھیک ہے رسول بھی تھے نبی بھی تھے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ فرق ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اسے کہتے ہیں جس کے اوپر کتاب نازل ہوئی ہو اور صاحب

شریعت ہواور نبی اسے کہتے ہیں کہ جس کو مستقل کتاب نہ ملی ہواور نہ اس کی شریعت مستقل ہو۔ ان کی رائے پر اعتراض ہوگا کہ رب تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کیلئے دو لفظ کیوں ذکر فرمائے ہیں کہ وہ رسول بھی تھے اور نبی بھی تھے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کو کتاب ملی تھی اور نہیں بھی ملی تھی، شریعت تھی بھی اور نہیں بھی۔ تو وہ حضرات اس کا جواب دیتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہلے صرف نبوت ملی کتاب نہیں ملی تھی اور نہ شریعت ملی تھی۔ کتاب اور شریعت اس وقت ملی جب فرعون کا بیڑا غرق ہوا۔ یعنی تورات ملنے سے پہلے ان کا منصب نبی کا تھا اس کے بعد رسول بنے۔ وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ اور ہم نے پکارا موسیٰ علیہ السلام کو طور کی دائیں طرف سے۔ آگے سورت القصص میں واقعہ آئے گا کہ موسیٰ علیہ السلام سے ایک قبطی مر گیا تھا جو کہ فرعون کے باورچی خانے کا افسر تھا جس کی وجہ سے یہ دوڑ کر مدین چلے گئے تھے جو کہ مصر سے مغرب کی طرف آٹھ دس دن کا سفر تھا وہاں پر حضرت شعیب علیہ السلام کی بڑی بیٹی حضرت صفورہ رحمۃ اللہ علیہا کیساتھ نکاح ہوا ان سے اولاد بھی ہوئی۔ دس سال کے بعد بیوی بچوں کو لے کر واپس مصر کی طرف چل پڑے کہ مصر کے حالات دیکھیں گے اگر میرے حق میں ہوئے تو ٹھیک ہے ورنہ بچوں کو وہاں چھوڑ کر کسی اور طرف نکل جاؤں گا۔ مدین سے مصر مشرق کی طرف ہے تو جب واپس آ رہے تھے تو موسیٰ علیہ السلام کا رخ مشرق کی طرف تھا اور طویٰ وادی مقدس، پاکیزہ وادی موسیٰ علیہ السلام سے دائیں طرف تھی تو وہاں سے آواز آئی۔ فرمایا وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا اور ہم نے ان کو قریب کیا سرگوشی کیلئے۔ اسی وادی مقدس وادی طویٰ میں موسیٰ علیہ السلام کو نبوت ملی۔ سورۃ طٰہٰ میں ذکر آئے گا موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے پروردگار! میری زبان میں لکنت ہے اسے کھول دے اور میرے بھائی ہیں ہارون علیہ السلام جو موسیٰ علیہ السلام سے تین

سال بڑے تھے هُوَ اَفْصَحُ مِنِّی لِسَانًا [قصص:۳۴] "میری نسبت ان کی زبان بڑی صاف ستھری ہے۔" پروردگار ان کو بھی نبی بنادے۔ اور سورۃ طٰہٰ میں ہے قَدْ اُوْتِیْتَ سُؤْلَکَ یٰمُوْسٰی "تحقیق دے دیا گیا ہے تجھے تیرا سوال۔" جو چیز آپ نے مانگی ہے وہ ہم نے دے دی ہے۔ تمہارے بھائی کو بھی اپنا نبی بنالیا ہے۔

اس کا ذکر ہے وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اور عطا کیا ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی رحمت کی وجہ سے اَخَاهُ اس کا بھائی هٰرُوْنَ نَبِیًّا ہارون نبی۔ اس کو بھی ہم نے نبی بنایا علیہ السلام۔ وَاذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ اِسْمٰعِیْلَ اور ذکر کر کتاب میں اسماعیل علیہ السلام کا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذکر :

کل بیان کیا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پانچ بیٹے تھے۔ سب سے بڑے حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے، دوسرے اسحاق علیہ السلام تھے، تیسرے حضرت مدین تھے، چوتھے حضرت مدائن اور پانچویں حضرت قیدار تھے رحمۃ اللہ علیہم۔ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ بیشک وہ سچے وعدے والا تھا۔ بعض مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم صَادِقَ الْوَعْدِ کا مطلب بیان فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب دیکھا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کر رہے ہیں۔ انہوں نے یہ خواب اسماعیل علیہ السلام کے سامنے بیان کیا کہ بیٹے میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں فَانْظُرْ مَا ذَا تَرٰی [صف:۱۰۲] "دیکھو تمہاری کیا رائے ہے۔ انہوں نے کہا یٰاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ اے ابا جان! آپ کو جو حکم ملا ہے کر ڈالیں سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ آپ پائیں گے مجھے ان شاء اللہ صبر کرنے والوں میں۔" حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نہ ہتھکڑیاں ڈالیں نہ بیڑیاں ڈالیں اور ان کو ذبح کرنے کیلئے لے گئے یہ نہ دوڑے نہ بھاگے۔ جو وعدہ کیا تھا پورا کیا اور آخر دم

تک ساتھ رہے۔ اکثر مفسرین کرام رحمہم اللہ یہ بیان کرتے ہیں کہ ایک لمبے سفر میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کیساتھ ایک ساتھی تھا راستے میں کچھ درخت آئے ایک درخت کے سائے کے نیچے بیٹھ گئے۔ گاؤں ذرا دور تھا اپنے ساتھی کو فرمایا اس دیہات سے کچھ کھانے پینے کی چیزیں لاؤ۔ ساتھی نے کہا کہ حضرت آپ تشریف رکھیں میں جا کر لاتا ہوں۔ فرمایا میں تمہارے آنے تک یہیں رہوں گا۔ وہ قصبے میں گیا تو وہاں کچھ ایسا ماحول تھا کہ وہاں کی رونقوں میں کھو گیا اور بھول گیا کہ میں نے چیزیں لے کر واپس جانا ہے۔ وہ شخص پورا ایک سال اس قصبے میں رہا حضرت اسماعیل علیہ السلام پورا ایک سال وہاں ٹھہرے رہے۔ تو وعدہ کیا تھا کہ میں تمہارے آنے تک یہاں رہوں گا اس کو پورا کیا۔ اس کو ایک سال بعد یاد آیا کہ میں اپنے ساتھی کو درخت کے نیچے بٹھا کر آیا تھا اور اس نے کہا تھا کہ میں تمہارے آنے تک یہاں ٹھہروں گا تو واپس آیا تو حضرت اسماعیل علیہ السلام وہیں موجود تھے۔ بعض تفسیروں میں تین سال کا بھی ذکر آتا ہے۔ تو فرمایا سچے وعدے والا تھا۔ شروع میں آنحضرت ﷺ بھی خرید و فروخت کا کام کرتے تھے۔ نبوت ملنے سے پہلے کا واقعہ ہے ابو داؤد شریف جو صحاح ستہ کی کتاب ہے اس میں روایت ہے عبداللہ ابن ابی الحمساء نے آپ سے کوئی سامان خریدا اور کہا کہ اچھا آپ یہاں ٹھہریں میں آپ کو رقم لا کر دیتا ہوں۔ لیکن بھول گیا تین دن کے بعد واپس آیا آنحضرت ﷺ نے فرمایا **لَقَدْ شَقَقْتَ عَلَيَّ يَا عَبْدَ اللّٰهِ عَلٰى هٰهُنَا مُنْذُ ثَلٰثٍ** ”اے عبداللہ تو نے مجھے مشقت میں ڈالا تین دن تین رات سے میں یہاں کھڑا ہوں۔“ عبداللہ ابن ابی الحمساء بعد میں صحابی ہوئے رضی اللہ عنہ۔ اور انہوں نے یہ واقعہ بیان فرمایا۔ آج ہمارے نزدیک تو وعدہ کوئی چیز ہی نہیں ہے بس یہ لفظی بات ہی ہے۔ تو فرمایا اسماعیل علیہ السلام سچے وعدے والے تھے **وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا** اور

تھے رسول نبی۔قبیلہ بنوجرہم کی طرف جومکہ مکرمہ میں آکرآباد ہوا تھا وَكَانَ يَأْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ اورحکم کرتے تھے اپنے گھر کے افراد کونماز کی پابندی کا اورزکوٰۃ کی ادائیگی کا۔اھل سے مراد گھر کے افراد بھی ہیں اور جو ماتحت ہوتے ہیں وہ سب اہل ہوتے ہیں۔جس وقت ہم یہ پڑھتے ہیں اَللّٰهُمَّ صَلِّ علىٰ مُحمّدٍ وعلىٰ اٰلِ محمّدٍ تو آل سے مرادصرف آپ کی نسبی اولاد ہی مرادنہیں ہوتی بلکہ ہرمومن مردعورت مراد ہیں جو قیامت تک پیدا ہونگے وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا اور تھے اپنے رب کے نزدیک پسندیدہ۔تمام پیغمبر اپنے رب کے ہاں بڑے پسندیدہ ہیں۔نبوت اوررسالت سے اونچا عہدہ مخلوق کیلئے اورکوئی نہیں ہوسکتا۔زندگی رہی تو باقی آئندہ ان شاءاللہ تعالیٰ

۞۞۞

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ۙ﴿۵۶﴾ وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴿۵۷﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ ۗ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۡ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْرَآءِيْلَ ۡ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ۭ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ﴿۵۸﴾ فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۙ﴿۵۹﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ﴿۶۰﴾ جَنّٰتِ عَدْنِ ِۨ الَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا ﴿۶۱﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا ۭ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ﴿۶۲﴾ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ﴿۶۳﴾

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اور ذکر کر کتاب میں اِدْرِيْسَ ادریس علیہ السلام کا اِنَّهٗ بیشک وہ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا تھے سچے نبی وَّرَفَعْنٰهُ اور ہم نے ان کو بلند کیا مَكَانًا عَلِيًّا بہت اونچی جگہ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ یہ بزرگ وہ لوگ ہیں اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ جن پر انعام کیا اللہ تعالیٰ نے مِّنَ النَّبِيّٖنَ نبیوں میں سے مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے وَمِمَّنْ اور ان کی اولاد میں سے حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ جن کو ہم نے سوار کیا نوح علیہ السلام کیساتھ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ اور

ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے وَاِسۡرَآءِیۡلَ اور اسرائیل علیہ السلام کی اولاد میں سے وَ مِمَّنۡ اوران کی اولاد میں سے هَدَيۡنَا جن کو ہم نے ہدایت دی وَاجۡتَبَيۡنَا اور جن کو ہم نے چنا اِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِمۡ جس وقت پڑھی جاتی ہیں ان پر اٰيٰتُ الرَّحۡمٰنِ رحمان کی آیتیں خَرُّوۡا گر پڑتے ہیں سُجَّدًا سجدہ کرتے ہوئے وَّبُكِيًّا اور روتے ہوئے فَخَلَفَ مِنۡ ۢبَعۡدِهِمۡ پھر خلیفہ بنے ان کے بعد خَلۡفٌ نااہل لوگ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ جنہوں نے ضائع کردی نماز وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ اور پیروی کی انہوں نے خواہشات کی فَسَوۡفَ يَلۡقَوۡنَ غَيًّا پس عنقریب ملیں گے وہ ہلاکت کو اِلَّا مَنۡ تَابَ مگر وہ جنہوں نے توبہ کی وَاٰمَنَ اور ایمان لائے وَعَمِلَ صَالِحًا اور عمل کئے اچھے فَاُولٰٓئِكَ پس یہ لوگ ہیں يَدۡخُلُوۡنَ الۡجَـنَّةَ داخل ہونگے جنت میں وَلَا يُظۡلَمُوۡنَ شَيۡـئًا اوران پر نہیں ظلم کیا جائے گا کچھ بھی جَنّٰتِ عَدۡنِ ہمیشگی کے باغات ہیں الَّتِىۡ وَعَدَ الرَّحۡمٰنُ وہ جن کا وعدہ کیا ہے رحمٰن نے عِبَادَهٗ اپنے بندوں کیساتھ بِالۡغَيۡبِ بن دیکھے اِنَّهٗ بیشک شان یہ ہے کہ كَانَ وَعۡدُهٗ مَاۡتِيًّا ہے اس کا وعدہ آنے والا لَا يَسۡمَعُوۡنَ فِيۡهَا نہیں سنیں گے وہ اس جنت میں لَغۡوًا کوئی بےہودہ چیز اِلَّا سَلٰمًا مگر سلامتی ہی سلامتی وَلَهُمۡ رِزۡقُهُمۡ اوران کیلئے رزق ہوگا فِيۡهَا ان جنتوں میں بُكۡرَةً پہلے پہر وَّعَشِيًّا اور پچھلے پہر تِلۡكَ الۡجَـنَّةُ الَّتِىۡ یہ جنت وہ ہے نُوۡرِثُ جس کا ہم وارث بنائیں گے مِنۡ عِبَادِنَا اپنے بندوں میں سے

مَنْ كَانَ تَقِيًّا جو پرہیز گار ہونگے۔

حضرت ادریس علیہ السلام کا ذکر :

انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر چلا آ رہا ہے۔کل آپ حضرات نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا ذکر سنا۔آج ادریس علیہ السلام کا ذکر ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ اورآپ ذکر کریں کتاب میں ادریس علیہ السلام کا اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا بیشک وہ تھے سچے نبی۔حضرت ادریس علیہ السلام کے دور میں مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہ اختلاف کرتے ہیں کہ کس زمانے میں تھا جمہور اور اکثر محققین فرماتے ہیں کہ ان کا دور نوح علیہ السلام سے پہلے ہے۔یہ نوح علیہ السلام کے والد کے دادا تھے اور نوح علیہ السلام کے پردادا تھے۔حضرت ادریس علیہ السلام کی طرف لوگوں نے بہت سی چیزوں کی نسبت کی ہے جن کا ذکر نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں ہے۔بعض کا ذکر تاریخ کی کتابوں میں ہے اور بعض کا سیرت کی کتابوں میں۔تفسیروں میں ہے مثلاً سب سے پہلے خط لکھنا انہوں نے شروع کیا۔ان کو علم نجوم حاصل تھا اور اس قسم کے علوم کی نسبت ان کی طرف کی گئی ہے۔بہر حال قرآن کریم کی نص قطعی یہ کہتی ہے کہ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا بیشک وہ سچے نبی تھے۔ وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا اور ہم نے ان کو بلند کیا بہت اونچی جگہ۔اس کی دو تفسیریں منقول ہیں۔ایک یہ کہ حضرت ادریس علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے زندہ آسمانوں پر اٹھالیا۔

چار پیغمبر اس وقت بھی زندہ ہیں :

عقائد کی مشہور کتاب ''خیالی'' میں لکھا ہے اَرْبَعَةٌ مِّنَ الْاَنْبِيَآءِ اَحْيَآءٌ ''چار پیغمبر اس وقت زندہ ہیں اِثْنَانِ فِي السَّمَآءِ وَاِثْنَانِ فِي الْاَرْضِ دو آسمانوں میں زندہ ہیں

اور دو زمین میں زندہ ہیں۔" جو آسمانوں پر زندہ ہیں ایک ادریس علیہ السلام اور دوسرے عیسیٰ علیہ السلام اور جو زمین میں زندہ ہیں ایک الیاس علیہ السلام اور دوسرے خضر علیہ السلام۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات پر قطعی دلائل موجود ہیں قرآن پاک کی نصوص بھی ہیں اور احادیث متواترہ بھی ہیں اور اجماع امت بھی۔ یہ تمام حوالے میں نے اپنی کتاب "توضیح المرام فی نزول المسیح علیہ السلام" میں نقل کر دیئے ہیں۔ تو حیات عیسیٰ علیہ السلام قطعی ہیں۔ ان کی حیات اور نزول کا منکر پکا کافر ہے اس کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے اور باقیوں کی حیات قطعی دلائل سے ثابت نہیں ہے لکھتے ہیں کہ یہ بھی زندہ ہیں بڑی اونچی جگہ۔ چھٹے آسمان پر ہم نے ادریس علیہ السلام کو اٹھایا ابھی تک زندہ ہیں۔ دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ لوگوں نے حضرت ادریس علیہ السلام کی طرف علم جفر، علم رمل، علم نجوم، علم سحر اور بہت کچھ منسوب کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی صفائی بیان کی ہے کہ یہ غلط قسم کے علوم ان کی طرف منسوب نہیں ہو سکتے یہ علم ناپاک ہیں ان کی شان بہت ہی بلند ہے اور ہم نے ان کو اونچا مقام دیا ہے۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے زکریا علیہ السلام، یحییٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام، اسحاق علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام، اسماعیل علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، ہارون علیہ السلام، ادریس علیہ السلام کے نام صریح الفاظ میں ذکر فرمائے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے مِّنَ النَّبِیّٖنَ نبیوں میں سے۔ یہ سب نبی ہیں مِنْ ذُرِّیَّةِ اٰدَمَ یہ آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ اور ان لوگوں کی اولاد میں سے جن کو ہم نے سوار کیا نوح علیہ السلام کیساتھ کشتی میں۔ ان کے تین بیٹے حضرت حام، حضرت سام، حضرت یافث رحمۃ اللہ علیہم اور سورۃ صٰفّٰت آیت نمبر ۷۷ میں ہے وَجَعَلْنَا

ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبٰقِيْنَ ''اور کردیا ہم نے اس کی اولاد کو وہی باقی رہنے والے ہیں۔''حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد ہی آگے چلی ہے اور جو کشتی میں سوار تھے ان میں سے کسی کی اولاد آگے نہیں چلی۔ وَّ مِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ اور ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے بھی ہیں وَاِسْرَآءِيْلَ اور یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے۔

لفظِ اسرائیلؑ کا مطلب :

اسرائیل یعقوب علیہ السلام کا لقب تھا۔ یہ عبرانی زبان کا لفظ ہے۔ اسرا کا معنیٰ عبد اور ئیل کا معنیٰ اللہ۔ تو اسرائیل کا لفظی معنیٰ عبداللہ بنتا ہے، اللہ کا بندہ۔ اسی طرح جبر کا معنیٰ عبد اور ایل کا معنیٰ اللہ۔ میکا کا معنیٰ عبد اور ایل کا معنیٰ اللہ۔ تو میکائیل کا معنیٰ عبداللہ۔ اسراف کا معنیٰ عبد اور ایل کا معنیٰ اللہ۔ تو اسرافیل کا معنیٰ عبداللہ۔ تو یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام، ہارون علیہ السلام، اسحاق علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام، زکریا علیہ السلام، اسماعیل علیہ السلام سب نوح علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں وَ مِمَّنْ هَدَيْنَا جن کو ہم نے ہدایت دی ان بزرگوں کی اولاد میں سے ہیں وَاجْتَبَيْنَا اور جن کو ہم نے چن لیا، نبوت دی، رسالت دی، ان پر کتابیں نازل کیں ،صحیفے نازل ہوئے۔ یہ سب بزرگ پیغمبر اور ان کی جو نسلیں تھیں اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا جس وقت پڑھی جاتی ہیں ان پر رحمان کی آیتیں گر پڑتے ہیں سجدہ کرتے ہوئے سُجَّدًا ساجد کی جمع ہے اور روتے ہوئے۔ بُكِيًّا بَاكٍ کی جمع ہے۔ یہ آیت سجدہ ہے۔ مسئلہ یہ ہے آیت سجدہ پڑھنے والے پر بھی سجدہ واجب ہو جاتا ہے اور سننے والے پر بھی سجدہ واجب ہو جاتا ہے اور سجدہ تلاوت کیلئے وہ تمام شرطیں ضروری ہیں جو نماز کیلئے ہیں کہ وضو ہو، کپڑے پاک ہوں، جگہ پاک ہو، قبلے کی طرف رخ

ہو، البتہ اس میں ہاتھ نہیں اٹھانے بس اللہ اکبر کہہ کر سجدے میں چلا جانا ہے تین یا پانچ یا سات بار تسبیحات پڑھنی ہیں اور اللہ اکبر کہہ کر سر اٹھا لینا ہے۔ نہ اس میں التحیات ہے، نہ سلام ہے۔ اور سجدہ تلاوت چونکہ واجب ہے اس لئے صبح کی نماز سے پہلے بھی جائز ہے اور بعد میں بھی جائز ہے۔ طلوع آفتاب تک عصر کی نماز کے بعد بھی جائز ہے۔ ان اوقات میں نفلی نماز جائز نہیں ہے تو جن حضرات نے یہ آیت کریمہ سنی ہے ان پر سجدہ لازم ہو گیا ہے۔ سورج طلوع ہونے سے پہلے کر لیں یا بعد میں کر لیں یا گھر جا کے کر لیں۔

نااہلوں کی نشانیاں :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ پھر خلیفہ بنے ان کے بعد نااہل لوگ۔ خَلَفٌ لام کے فتح کیساتھ ہو تو اس کا معنیٰ ہے صحیح اور اہل جانشین۔ صحیح معنیٰ میں اس کے نقش قدم پر چلنے والا ہو جس کا جانشین بنا ہے۔ اور خَلْفٌ لام کے سکون کیساتھ ہو تو اس کا معنیٰ ہے نااہل جانشین اور یہاں لام کے سکون کیساتھ ہے۔ تو معنیٰ ہوگا پھر خلیفہ بنے ان کے بعد نااہل لوگ۔ ان کی نااہلی کی پہلی دلیل یہ ہے کہ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ انہوں نے نماز ضائع کر دی۔ بزرگوں کے جانشینوں کی پہلی دلیل رب تعالیٰ نے یہ بیان کی ہے کہ وہ نماز کی پرواہ نہیں کرتے حالانکہ نماز ایسی چیز ہے کہ سولی پر چڑھے ہوئے کو بھی معاف نہیں ہے۔ کسی ناپاک گندی جگہ میں قید ہو وضو نہ کر سکتا ہو، نہ تیمم کر سکتا ہو وہاں بھی نماز معاف نہیں ہے۔ لیکن ہم نے نماز کو کچھ نہیں سمجھا۔ معمولی سی تکلیف ہوتی ہے باقی سب کام چلتے رہتے ہیں نماز کیلئے کہیں تو کہتے ہیں بیمار ہوں۔ تو ساری زد بیچاری نماز پڑتی ہے۔

نااہلوں کی دوسری نشانی وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ اور پیروی کی انہوں نے خواہشات

کی۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق میں خواہشات بھی رکھی ہیں خواہشات سے کوئی خالی نہیں ہے اگر جائز طریقے سے خواہشات کو پورا کرتا ہے تو کوئی گناہ نہیں ہے اور اگر غلط طریقے سے استعمال کرتا ہے تو اس میں شرک بھی لازم آئے گا۔ سورۃ الجاثیہ آیت نمبر ۲۳ اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰهُ ''کیا آپ نے نہیں دیکھا اس شخص کو جس نے اپنی خواہش کو الٰہ بنالیا ہے۔'' بندے کے دل میں جو آئے وہ کرے اور اس کیلئے شرعی ثبوت نہ ہو تو یہ بھی شرک کی ایک قسم ہے۔ یاد رکھنا! مشرک کے سینگ نہیں ہوتے بیلوں اور بھینسوں کی طرح بلکہ عام بندے ہی ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ شرک سے بچائے۔

فرمایا فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیًّا۔ غَیًّا کا معنٰی ہلاکت بھی ہے غَیًّا کا معنٰی گمراہی بھی ہے۔ اور غَیّ جہنم کے ایک طبقے کا نام بھی ہے۔ تو معنٰی ہوگا پس عنقریب ملیں گے وہ ہلاکت کو گمراہی کو۔ جنہوں نے یہ کام کیے گمراہ ہونگے ان کیلئے ہلاکت ہوگی اور ملیں گے جہنم کے طبقے کو، دوزخ کے طبقے میں ان کو پھینکا جائے گا۔ ہاں اِلَّا مَنْ تَابَ مگر جس نے توبہ کی وہ بچ جائے گا۔

توبہ سے ہر گناہ معاف نہیں ہوتا :

لیکن یاد رکھنا! توبہ سے نماز معاف نہیں ہوتی نہ روزہ معاف ہوتا ہے نہ زکوٰۃ عشر معاف ہوتا ہے نہ کسی کا حق معاف ہوتا ہے۔ بہت سارے پڑھے لکھے لوگ غلط فہمی کا شکار ہیں کہ توبہ سے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں تو یہ سب گناہوں کیلئے چورن ہے۔ حاشا وکلا ہرگز نہیں! اچھی طرح یاد رکھنا ان چیزوں میں سے کوئی چیز بھی معاف نہیں ہوتی جب تک ان کو باقاعدہ قضا نہیں کرو گے پھر جا کر معافی ہے۔ فرضوں اور وتروں کی قضا ہے سنت اور نفل کی کوئی قضا نہیں ہے۔ تین وقتوں کے علاوہ جس وقت چاہو قضا نمازیں پڑھ سکتے ہو۔

طلوع آفتاب، غروب آفتاب اور زوال کے وقت نہیں پڑھ سکتے اور جو کسی کا حق دینا ہے وہ ادا کرو گے تو توبہ ہوگی۔ توبہ تاخیر کی کرنی ہے کہ وقت پر نمازیں نہیں پڑھ سکا۔ اب میں قضا کرتا ہوں پروردگار مجھے معاف کردے۔

ایمان کیساتھ عمل بھی ضروری ہے :

وَاٰمَنَ اور ایمان لائے صحیح معنیٰ میں وَعَمِلَ صَالِحًا اور اچھے عمل کرے۔ بہت سارے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ کلمہ پڑھ لیا تو باقی ساری چیزیں معاف ہو گئیں کسی غلط فہمی میں نہ رہنا بیشک کلمہ بڑی چیز ہے۔ لیکن اس کیساتھ کچھ اور چیزیں بھی ہیں وہب ابن منبہ رحمۃ اللہ علیہ تابعین میں سے بڑے بزرگ ہیں۔ ایک موقع پر اعمال کی ترغیب دے رہے تھے کہ نمازیں پڑھو روزے رکھو، زکوٰۃ ادا کرو، نیکیاں کرو، زندگی کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ ایک آدمی نے کہا حضرت لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه مفتاح الجنة جنت کی چابی ہے۔ ہمارے ہاتھ میں چابی ہے جب چاہیں گے داخل ہو جائیں گے تو حضرت وہب ابن مُنَبِّہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بھائی چابی کے دندانے بھی ہوتے ہیں۔ اگر دندانے نہ ہوں تو جتنی گھماتے رہو کچھ نہیں ہوگا تالا نہیں کھلے گا۔ تو نیک اعمال چابی کے دندانے ہیں۔ فرمایا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ پس یہ لوگ جنت میں داخل ہونگے وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْئًا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا کچھ بھی۔ رتی برابر بھی ظلم نہیں ہوگا۔ ظلم اس طرح کہ جو گناہ نہیں کیے ان کی گردن پر رکھ دیئے جائیں یا نیکیاں کی ہیں ان کو اجر نہ ملے ایسا نہیں ہوگا جَنّٰتِ عَدْنٍ ہیشگی کے باغات ہیں۔ ہیشگی کا مطلب یہ ہے کہ ان کے پھل ہمیشہ ہونگے اُكُلُهَا دَآئِمٌ [سورۃ ابراہیم] ''پھل ہمیشہ لگے ہوں گے۔'' دانہ توڑا فوراً اور لگ جائے گا پھر توڑا اور لگ جائیگا لَا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ [واقعہ:۳۳] ''نہ ختم ہونے میں آئیں گے اور نہ روکا

جائے گا‘‘ ہمیشہ ہونگے سدا بہار۔ دنیا کے پھلوں کی طرح نہیں کہ صرف موسم میں ہوتے ہیں، وہ ہمیشہ ہونگے الَّتِیْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ وہ جن کا وعدہ کیا ہے رحمٰن نے اپنے بندوں کیساتھ بِالْغَیْبِ بن دیکھے۔ نہ انہوں نے رب کو دیکھا ہے اور نہ اس کی جنتوں کو دیکھا ہے مگر رب تعالیٰ پر بن دیکھے ایمان رکھتے ہیں کہ رب تعالیٰ کی ذات بھی ہے اور جنت بھی ہے اور ساریاں خوشیاں بھی ہیں اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِیًّا بیشک رب کا وعدہ آنے والا ہے مَاْتِیًّا اَتٰی یَاْتِیْ سے مفعول کا صیغہ ہے اور فاعل کے معنٰی میں ہے، آنے والا ہے۔ یاد رکھنا! جنت بھی دور نہیں دوزخ بھی دور نہیں آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے جنت بھی سامنے دوزخ بھی سامنے مَنْ مَاتَ قَدْ قَامَتْ قِیَامَتُهٗ ’’جو مرے گا اس کی قیامت قائم ہوگئی۔‘‘ لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا نہیں سنیں گے وہ ان جنتوں میں کوئی بے ہودہ چیز۔ نہ جھوٹ، نہ غیبت، نہ گالی کسی قسم کی دل آزاری کی بات نہیں سنیں گے اِلَّا سَلٰمًا مگر سلامتی ہی سلامتی ہوگی تَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلٰمٌ جنتی آپس میں سلام کریں گے فرشتے بھی سلام کریں گے سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ الرَّحِیْمِ [سورہ یٰسین] رب تعالیٰ کی طرف سے بھی سلام ہوگا کہ اے میرے بندو! میری طرف سے تم پر سلام ہو۔ وہ سلامتی کا مقام ہے وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِیْهَا بُكْرَةً وَّعَشِیًّا اور ان کیلئے رزق ہوگا ان جنتوں میں پہلے پہر بھی اور پچھلے پہر بھی۔ چونکہ لوگ عادتاً دو ٹائم کھاتے ہیں اس لئے صبح و شام کا ذکر فرمایا ہے۔ اگر اس کے علاوہ بھی کوئی کھانا چاہے گا تو اس کے متعلق رب تعالیٰ نے سورہ ق آیت نمبر ۳۵ میں ضابطہ بیان فرمایا ہے لَهُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ فِیْهَا ’’ان کیلئے ہوگا جو وہ چاہیں گے اس میں۔‘‘ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِیْ نُوْرِثُ یہ جنت ہے جس کا ہم وارث بنائیں گے مِنْ عِبَادِنَا اپنے بندوں میں سے مَنْ كَانَ تَقِیًّا اس کو جو پرہیزگار ہونگے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے

سب کو متقی بنائے نافرمانی سے بچائے اور ہم صحیح معنیٰ میں اللہ تعالیٰ کے بندے بن جائیں۔(آمین)

۞۞۞

وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ﴿۶۴﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ۭ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ﴿۶۵﴾ وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَاِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا ﴿۶۶﴾ اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْـًٔا ﴿۶۷﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ﴿۶۸﴾ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا ﴿۶۹﴾ ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِيْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا ﴿۷۰﴾

وَمَا نَتَنَزَّلُ اور ہم نہیں اترتے اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّکَ مگر آپ کے رب کے حکم کیساتھ لَهٗ اسی کیلئے ہے مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا جو کچھ ہمارے سامنے ہے وَمَا خَلْفَنَا اور جو کچھ ہمارے پیچھے ہے وَمَا بَيْنَ ذٰلِکَ اور جو کچھ اس کے درمیان ہے وَمَا كَانَ رَبُّکَ نَسِيًّا اور نہیں ہے آپ کا رب بھولنے والا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وہ رب ہے آسمانوں کا وَالْاَرْضِ اور زمین کا وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے فَاعْبُدْهُ پس اسی کی عبادت کرو وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ اور جمے رہیں اس کی عبادت پر هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا کیا جانتے ہیں آپ اس کیلئے کوئی ہم نام وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ اور کہتا ہے انسان ءَ اِذَا مَا مِتُّ کیا جب میں مر جاؤں گا لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا البتہ میں نکالا جاؤں گا زندہ کر کے اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ

کیا اور نہیں یاد کرتا انسان اَنَّا خَلَقْنٰهُ بیشک ہم نے اس کو پیدا کیا مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے وَلَمْ يَكُ شَيْئًا اور نہیں تھا کوئی چیز فَوَرَبِّكَ پس قسم ہے آپ کے رب کی لَنَحْشُرَنَّهُمْ البتہ ہم ان کو ضرور اکٹھا کریں گے وَالشَّيٰطِيْنَ اور شیطانوں کو بھی ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ پھر ہم ان کو ضرور حاضر کریں گے حَوْلَ جَهَنَّمَ جہنم کے اردگرد جِثِيًّا گھٹنوں کے بل ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ پھر ہم نکالیں گے مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ ہر گروہ سے اَيُّهُمْ خصوصاً وہ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ جو زیادہ سخت ہے رحمان کے سامنے عِتِيًّا نافرمانی کرنے میں ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ پھر البتہ ہم ضرور جانتے ہیں بِالَّذِيْنَ ان لوگوں کو هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا جو زیادہ لائق ہیں دوزخ میں داخل ہونے کے۔

فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں :

اللہ تعالیٰ کے بے شمار فرشتے ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے مختلف ڈیوٹیاں لگائی ہوتی ہیں۔ سب فرشتوں کے سردار حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں اور وحی بھی یہی فرشتہ لاتا تھا۔ کسی کی ڈیوٹی بارش پر اور کسی کی اور کام پر۔ کوئی ڈیوٹی میکائیل علیہ السلام کے سپرد ہے کوئی اسرافیل علیہ السلام کے سپرد ہے۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام موت کے فرشتوں کے انچارج ہیں تو حضرت جبرائیل علیہ السلام وحی لاتے تھے۔ ایک موقع پر آنحضرت ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام کو فرمایا کہ آپ ہماری ملاقات اور زیارت کیلئے اس سے زیادہ آیا کرو جتنا کہ تم آتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتے کی زبان پر یہ بات نازل فرمائی وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ اور ہم نہیں اترتے مگر آپ کے رب کے حکم کیساتھ۔ ہماری ذاتی مرضی کچھ

نہیں ہے اگر ہمارے اپنے اختیار میں ہوتو اپنی مرضی کریں ہم تو رب تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں۔سورۃ تحریم آیت نمبر ۶ میں ہے لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرَ ھُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ ''وہ نہیں نافرمانی کرتے اللہ تعالیٰ کی اس چیز میں جو وہ حکم دیتا ہے اور وہ وہی کچھ کرتے ہیں جو ان کو حکم دیا جاتا ہے۔'' بیشک آپ کا ذوق شوق ہے کہ ہم آپ کی زیادہ زیارت کریں لیکن ہم رب کے حکم کے پابند ہیں اس کے حکم کے بغیر نہیں اتر سکتے۔ لَہٗ مَا بَیْنَ اَیْدِیْنَا اسی اللہ تعالیٰ کیلئے ہے جو کچھ ہمارے آگے ہے مکان کے لحاظ سے زمانے کے لحاظ سے وہ اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہے اسی کا تصرف ہے اسی کی حکومت ہے وَمَا خَلْفَنَا اور جو کچھ ہمارے پیچھے ہے مکان کے لحاظ سے زمانے کے لحاظ سے پیچھے گذر چکا ہے وہ سب رب تعالیٰ کا ہے وَمَا بَیْنَ ذٰلِکَ اور جو کچھ اس کے درمیان ہے سب رب تعالیٰ کا پیدا کردہ، اسی کی ملکیت اور اسی کے اختیار میں ہے وَمَا کَانَ رَبُّکَ نَسِیًّا اور نہیں ہے آپ کا رب بھولنے والا۔

مخلوق میں بڑے سے بڑے درجے والا بھی بھول جاتا ہے :

مخلوق میں سے کوئی جتنے بڑے درجے کا ہو بھول جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں سے آنحضرت ﷺ کا درجہ سب سے بہت بلند ہے مخلوق میں کسی اور کا اتنا درجہ اور شان نہیں ہے مگر آپ بھی بھول جاتے تھے۔

ایک دفعہ آپ نے ظہر کی نماز چار رکعات کی بجائے دو رکعتیں پڑھا کر سلام پھیر دیا ۔حضرت ابوبکر ؓ بھی موجود تھے حضرت عمر ؓ اور دیگر صحابہ ؓ بھی موجود تھے حیران ہو گئے کہ کیا قصہ ہے۔بعض نے خیال کیا کہ شاید اب ظہر کی نماز چار رکعات کی بجائے دو ہو گئیں ہیں آپ ﷺ کے رعب کی وجہ سے پوچھنے کی ہمت نہ ہوئی۔ایک خرباق نامی صحابی

تھے جن کا لقب ذوالیدین اور ذوالشمالین تھا وہ آگے بڑھے اور کہا حضرت !اَ قُصِرَتِ الصَّلٰوۃُ اَمْ نَسِیْتَ حضرت ظہر کی نماز کم ہوگئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کُلَّ ذٰلِکَ لَمْ یَکُنْ نہ نماز کم ہوئی ہے اور نہ میں بھولا ہوں۔۔میں نے پوری چار رکعات پڑھائی ہیں۔ کہنے لگے حضرت نہیں آپ نے دو پڑھائی ہیں۔آپ ﷺ نے حاظرین سے پوچھا اَصَدَقَ ذُوالْیَدَیْنِ کیا ذوالیدین ٹھیک کہہ رہا ہے کہ میں نے دو رکعتیں پڑھائی ہیں؟ ساتھیوں نے کہا ہاں! حضرت ٹھیک کہہ رہا ہے پھر آپ نے دو رکعتیں اور پڑھائیں اور سجدہ سہو کیا اور فرمایا اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اَنْسٰی کَمَا تَنْسَوْنَ فَاِذَا نَسِیْتُ فَذَکِّرُوْنِیْ بخاری اور مسلم کی روایت ہے کہ میں بھی تمہاری طرح کا بشر ہوں، انسان ہوں، آدمی ہوں بھول جاتا ہوں جیسا کہ تم بھول جاتے ہو۔میں جب بھول جایا کروں تو یاد کرادیا کرو۔اس طرح کے اور بھی واقعات ہیں کہ آپ ﷺ بھول گئے پھر ساتھیوں نے یاد کرایا۔

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ آپ ﷺ نے مغرب کی نماز پڑھائی ۔پہلی التحیات بھول کر سیدھے کھڑے ہو گئے پیچھے سے لقمے ملتے رہے مگر آپ ﷺ نے پرواہ نہ کی ، تین رکعتیں پڑھانے کے بعد آپ ﷺ نے سلام پھیر دیا۔چونکہ یہ عملی مسئلہ ہے پیش آتا رہتا ہے لہٰذا اس کو سمجھ لیں ۔تین رکعتیں ہیں یا چار رکعتیں ہیں تو ان میں پہلی التحیات واجب ہے اور آخری التحیات فرض ہے۔فرض کے چھوٹنے سے نماز نہیں ہوتی۔واجب چھوٹ جائے نماز ہو جاتی ہے سجدہ سہو لازم آتا ہے۔اس کو تم اس طرح سمجھو کہ ایک رکعت میں جو دو سجدے ہیں ان میں سے پہلا فرض ہے اور دوسرا واجب ہے اگر کسی سے دوسرا سجدہ رہ گیا تو سجدہ سہو کرے گا اور نماز صحیح ہو جائے گی ۔رکوع فرض ہے اگر رہ گیا تو نماز نہیں ہوگی از

سرے نو نماز پڑھنی پڑے گی۔ اگر پہلی التحیات بھول کر کھڑا ہو گیا اگر اقرب الی القعود ہے بیٹھنے کے قریب ہے تو بیٹھ جائے سجدہ سہو لازم نہیں آئے گا اور اگر قیام کے قریب ہے تو کھڑا ہو نہ بیٹھے کیونکہ رکعت فرض ہے اور فرض کا درجہ قوی ہوتا ہے۔ التحیات واجب ہے رہ گئی ہے سجدہ سہو کر لے۔ تو فرمایا کہ میں بھول جاؤں تو یاد کرا دیا کرو۔ اب سوال یہ ہے کہ آپ ﷺ بھول گئے تحقیق فرمائی اور پھر باقی دو رکعتیں پڑھائیں اور نماز میں خلل نہیں آیا؟ تو یاد رکھنا! یہ اس وقت کی بات ہے کہ نماز میں سلام کلام، گفتگو جائز ہوتی تھی۔ آنے والا کہتا تھا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ نمازی نماز کی حالت میں کہہ دیتا تھا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آنے والا پوچھ لیتا تھا کتنی رکعتیں ہوگئی ہیں؟ نمازی بتلا دیتے کہ ہم پہلی رکعت میں ہیں یا دوسری میں ہیں یا تیسری میں، نماز نہیں ٹوٹتی تھی۔ یہ بھی اس وقت کا واقعہ ہے جب نماز کے دوران گفتگو جائز ہوتی تھی۔ بعد میں حکم نازل ہوا قُوْمُوْا لِلّٰہِ قٰنِتِیْنَ [بقرۃ:۲۳۷] ''کھڑے ہو جاؤ اللہ کے سامنے عاجزی سے۔'' حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نماز میں بات کر لیا کرتے تھے۔ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو اُمِرْنَا بِالسُّکُوْتِ وَنُھِیْنَا عَنِ الْکَلَامِ ''ہمیں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا اور گفتگو کرنے سے منع کر دیا گیا۔'' بہت ساری چیزیں ایسی تھیں جن کے متعلق پہلے احکام اور تھے اور بعد میں اور تھے۔ شراب پہلے جائز تھی بعد میں ناجائز ہوگئی، پہلے کافر مشرک عورت کیساتھ نکاح جائز تھا بعد میں منع کر دیا گیا، پہلے کافر مشرک کو بیٹی، بہن دینا جائز تھا بعد میں منع کر دیا گیا، پہلے سود جائز تھا بعد میں ناجائز ہو گیا۔ اب کوئی آدمی پہلے احکام کو لے کر کہے کہ یہ ہوتا رہا ہے اس لئے میں کر رہا ہوں تو یہ اس کی نادانی ہے۔ لہٰذا ایسی روایات کو لیکر نماز کے دوران گفتگو شروع کر دے تو یہ کوئی عقل مندی نہیں ہے۔ اس وقت جائز ہوتی تھی اب گفتگو جائز نہیں

ہے، ممنوع ہے۔

خیر بات ہو رہی تھی نسیان کی کہ اللہ تعالیٰ نسیان سے، بھولنے سے پاک ہے اور مخلوق میں بڑی سے بڑی شخصیت بھی بھول جاتی ہے۔ سورہ طٰہٰ آیت نمبر ۱۱۵ میں ہے وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا "اور ہم نے تاکید کی تھی آدم علیہ السلام کو اس سے پہلے پس وہ بھول گئے اور نہ پائی ہم نے ان کیلئے پختگی۔" تو یہ نسیان بھولنا انسان کے خواص میں سے ہے وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا اور نہیں ہے آپ کا رب بھولنے والا۔ نہ بھولنا یہ صرف رب تعالیٰ کی صفت ہے رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وہ رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو کچھ زمین اور آسمان کے درمیان ہے سب کا رب ہے فَاعْبُدْهُ پس اے مخاطب! اسی رب کی عبادت کر اور صرف ایک آدھ دن ہی نہیں وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ اور جمے رہیں اس کی عبادت پر، قائم رہو اس کی عبادت پر۔ ایسا نہیں کہ کبھی نماز پڑھ لی اور کبھی نہ پڑھی یہ کچھ نہیں ہے هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا کیا جانتے ہیں اس کیلئے کوئی ہم نام۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ بھی کسی کا نام اللہ ہے؟ اللہ جل جلالہ کے ننانوے نام مشہور ہیں۔ ویسے تقریباً پانچ ہزار نام ہے۔ ان ننانوے ناموں میں سے اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام اللہ ہے جل جلالہ۔ اور کسی کا نام اللہ نہیں ہے کوئی کہتا ہے تو غلط کہتا ہے۔ بدایوں کے ایک مفتی صاحب تھے گجرات میں رہے ہیں کتابیں بھی اس نے کافی لکھی ہیں۔ اس نے خرافات لکھی ہے کہ ہم جس وقت بسم اللہ پڑھتے ہیں تو آنحضرت ﷺ سے بھی مدد مانگتے ہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ کا نام اللہ بھی ہے، لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ بھئی! رب کا نام تو اور کسی کا نہیں ہے۔ حضور ﷺ کا نام اللہ کیسے ہو گیا؟ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت دے۔

مشرک حیات بعد الممات کے قائل نہیں تھے :

وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ اور کہتا ہے انسان ۔ بعض حضرات نے کہا ہے مراد ابو جہل ہے، بعض نے کہا ہے عاص بن وائل ہے، بعض فرماتے ہیں کہ ولید بن مغیرہ تھا، بعض کہتے ہیں کہ عقبہ ابن ابی معیط مراد ہے ۔ مختلف موقعوں پر مختلف کافروں نے یہ باتیں کی تھیں کسی مفسر نے کسی کا نام بتلا دیا کسی نے کسی کا نام بتلا دیا ۔ تو کافر انسان کہتا ہے ءَ اِذَا مَا مِتُّ کیا جس وقت میں مر جاؤں گا لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا البتہ عنقریب میں قبر سے نکالا جاؤں گا زندہ کر کے ۔ دوبارہ زندگی کے کافر بڑی سختی کیساتھ منکر تھے هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ [مومنوں:۳٦] ''بعید ہے یہ بات بعید ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے ۔'' کہ ہم مرنے کے بعد دوبارہ اٹھیں گے اور سورہ انعام آیت نمبر ۲۹ میں ہے وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ''ہم دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے ۔'' سورہ سجدہ آیت نمبر ۱۰ میں ہے وَقَالُوْا ءَ اِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ ءَ اِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ''اور کہا انہوں نے کیا جس وقت ہم رل مل جائیں گے زمین میں کیا ہم نئی پیدائش میں پیدا کئے جائیں گے ۔'' اور سورہ یٰسین آیت نمبر ۱۸ میں ہے مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ''کون زندہ کرے گا ہڈیوں کو حالانکہ وہ بوسیدہ ہو چکی ہوں گی، ریزہ ریزہ ہو چکی ہونگی ۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ رب زندہ کرے گا جس نے حقیر نطفے سے پیدا کیا وہ رب پیدا کرے گا جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا وہ رب پیدا کرے گا جو سر سبز درخت سے آگ کے شعلے نکالتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ کیا یاد نہیں کرتا انسان اس بات کو اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ بیشک ہم نے اس کو پیدا کیا اس سے پہلے وَلَمْ يَكُ شَيْئًا اور نہیں تھا کوئی چیز ۔ تو جس رب نے پہلے پیدا کیا ہے وہی رب دوبارہ پیدا کرے گا فَوَرَبِّكَ واؤ قسم کیلئے

ہے۔پس قسم ہے آپ کے رب کی یعنی مجھے اپنی ذات کی قسم ہے لَنَحْشُرَنَّهُمْ البتہ ہم ضرور جمع کریں گے ان کو میدان محشر میں وَالشَّيٰطِيْنَ اور شیطانوں کو جن کی یہ اطاعت کرتے ہیں وہ چاہے انسانوں میں ہوں یا جنات میں سے۔میدان محشر میں ساری مخلوق اکٹھی ہوگی۔انسان بھی ، جنات شیطان بھی ، کیڑے مکوڑے بھی ، حیوانات بھی سب کا حساب ہوگا۔مسلم شریف کی روایت میں آتا ہے کہ سینگ والی بکری نے بغیر سینگ والی بکری کو مارا ہوگا تو اس کا بھی بدلہ لیا جائے گا۔اگرچہ حیوانات مکلف نہیں ہیں ان پر شریعت کے احکامات لاگو نہیں ہیں مگر اللہ تعالیٰ اپنا عدل وانصاف بتلائیں گے کہ اے انسانو اور جنوں! تمہیں کیسے چھٹکارا مل سکتا ہے جبکہ حیوانات میں بھی ظالم سے مظلوم بدلہ لے گا تم تو عقل مند مخلوق ہو ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ پھر ہم ان کو ضرور حاضر کریں گے حَوْلَ جَهَنَّمَ جہنم کے اردگرد جِثِيًّا جاثٍ کی جمع ہے، گھٹنوں کے بل، دوزانوں ہو کر بیٹھنے والا۔ یہ عاجزی کی حالت ہے جیسے ہم التحیات میں بیٹھتے ہیں اگر معذور نہ ہوں تو۔اگر معذور ہو تو آدمی جس حالت میں چاہے بیٹھ کر نماز پڑھے۔ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ پھر ہم نکالیں گے الگ کر لیں گے مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ ہر گروہ سے اَيُّهُمْ خاص طور پر اس کو اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا جو زیادہ سخت ہے رحمان کے سامنے نافرمانی میں یعنی سب اکٹھے ہوں پھر ان میں سے جو ان کے لیڈر، بدمعاش اور غنڈے ہونگے ان کو علیحدہ کر لیا جائے گا ان کا حساب بڑا سخت ہوگا۔اس لئے حدیث پاک میں آتا ہے مَنْ نُوْقِشَ فِي الْحِسَابِ عُذِّبَ جس کا صحیح معنیٰ میں حساب ہوا اس کی خیر نہیں۔'' ہاں سرسری طور پر رب تعالیٰ اپنی مہربانی سے موٹے موٹے سوالات کرے تو وہ بات علیحدہ ہے ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ پھر البتہ ہم خوب جانتے ہیں بِالَّذِيْنَ ان کو هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا جو زیادہ لائق ہیں دوزخ میں داخل

ہونے کے۔ صَلٰی یَصْلٰی کا معنیٰ ہے داخل ہونا۔ ابولہب کے بارے میں آتا ہے سَیَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ''وہ عنقریب شعلہ مارنے والی آگ میں داخل ہوگا۔ تو فرمایا جو دوزخ میں داخل ہونے والے ہیں وہ ہمارے علم میں ہیں کوئی ہم سے مخفی نہیں ہے، قیامت حق ہے، میدان محشر حق ہے، حساب حق ہے، جنت دوزخ حق ہے، پل صراط حق ہے، میزان حق ہے، عدل وانصاف حق ہے۔ ان چیزوں پر سب یقین رکھو۔

❁❁❁

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا
وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ﴿٧١﴾ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّ
نَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا ﴿٧٢﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ۙ اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَّ اَحْسَنُ
نَدِيًّا ﴿٧٣﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْيًا ﴿٧٤﴾
قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا
مَا يُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَاِمَّا السَّاعَةَ ؕ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ
شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضْعَفُ جُنْدًا ﴿٧٥﴾

وَ اِنْ مِّنْكُمْ اور نہیں ہے تم میں سے کوئی اِلَّا وَارِدُهَا مگر وہ وارد ہونے والا ہے اس دوزخ پر كَانَ عَلٰى رَبِّكَ ہے آپ کے رب کے ذمہ حَتْمًا لازم مَّقْضِيًّا طے شدہ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ پھر ہم نجات دیں گے ان لوگوں کو اتَّقَوْا جو ڈرتے ہیں وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ اور چھوڑ دیں گے ظالموں کو فِيْهَا اس دوزخ میں جِثِيًّا گھٹنوں کے بل وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اور جس وقت تلاوت کی جاتی ہیں ان پر اٰيٰتُنَا ہماری آیتیں بَيِّنٰتٍ واضح اور روشن قَالَ الَّذِيْنَ کہتے ہیں وہ لوگ كَفَرُوْا جو کافر ہیں لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کو اٰمَنُوْٓا جو ایمان لائے ہیں اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا دونوں گروہوں میں سے کونسا بہتر ہے از روئے مقام کے وَّاَحْسَنُ نَدِيًّا اور کون اچھا ہے مجلس کے اعتبار سے وَكَمْ اَهْلَكْنَا اور کتنی ہم نے

ہلاک کی ہیں قَبْلَهُمْ ان سے پہلے مِّنْ قَرْنٍ جماعتیں هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وہ بہت اچھی تھیں ساز و سامان کے لحاظ سے وَّرِءْيًا اور نمود و نمائش کے لحاظ سے قُلْ آپ کہہ دیں مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ جو شخص ہے گمراہی میں فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا پس مدد دے گا اللہ تعالیٰ ان کو مدد دینا حَتّٰى اِذَا رَاَوْا یہاں تک کہ جب دیکھیں گے مَا اس چیز کو يُوْعَدُوْنَ جس کا ان کیساتھ وعدہ کیا جاتا ہے اِمَّا الْعَذَابَ یا تو عذاب وَاِمَّا السَّاعَةَ اور یا قیامت فَسَيَعْلَمُوْنَ پس بتاکید وہ جان لیں گے مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا کون بُرا ہے جگہ کے لحاظ سے وَّاَضْعَفُ جُنْدًا اور کون زیادہ کمزور ہے لشکر کے لحاظ سے۔

کل کے درس میں تم نے یہ پڑھا کہ کافروں کا عقیدہ تھا کہ مرنے کے بعد دوبارہ کوئی زندگی نہیں ہے۔ اور کہتے تھے ءَاِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا ''کیا جب میں مر جاؤں گا تو کیا پھر دوبارہ زندہ کیا جاؤں گا۔'' اللہ تبارک وتعالیٰ نے نہایت اختصار کیساتھ جواب دیا اَوَ لَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْئًا ''کیا انسان یاد نہیں کرتا کہ بیشک ہم نے اس کو پیدا کیا اور یہ کوئی چیز نہیں تھا۔'' جو رب پہلے پیدا کر سکتا ہے وہ دوبارہ بھی پیدا کر سکتا ہے اس کیلئے یہ کوئی مشکل نہیں ہے۔ پھر جو مجرم ہیں ان کو دوزخ میں پھینکا جائے گا۔

قیامت، جنت، دوزخ کی طرح پل صراط بھی حق ہے :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا اور نہیں ہے تم میں سے کوئی مگر وہ وارد ہونے والا ہے اس دوزخ پر۔ بات اچھی طرح سمجھ لیں۔ قیامت حق ہے، میدان محشر

میں اکٹھا ہونا بھی حق ہے، اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت کا قائم ہونا بھی حق ہے، ترازو پر نیکیوں کا تلنا بھی حق ہے، جس طرح یہ تمام چیزیں حق ہیں اسی طرح پلصراط بھی حق ہے۔ جہنم کے اوپر ایک پل ہے اس کو عبور کر کے جنت کی طرف جانا پڑے گا اس کو پل صراط کہتے ہیں۔ وہ کافروں کیلئے تو اَحَدُّ مِنَ السَّیْفِ وَاَدَقُّ مِنَ الشَّعْرِ تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک اور نیچے آگ کے شعلے ہونگے۔ کوئی کافر تو ایک قدم رکھے گا اور تحت کے نیچے دوزخ میں گر جائے گا۔ کوئی دو قدم اور کوئی تین قدم اور کٹ کے نیچے دوزخ میں گر جائے گا کوئی کافر اس کو عبور نہیں کر سکے گا اور وہ مومنوں کیلئے کھلی سڑک ہوگی۔

ہر ایک نے پل صراط سے گذرنا ہے :

صحیح احادیث میں موجود ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کوئی پلصراط سے ایسے گزرے گا جیسے تیز رفتار پرندہ جاتا ہے اور کوئی تیز رفتار گھوڑے کی طرح گذرے گا، کوئی تیز رفتار اونٹ کی طرح گذرے گا، کوئی ایسے گذرے گا جیسے آدمی بھاگ کر جاتا ہے اور وہ بھی ہونگے جو آہستہ آہستہ چل کر عبور کریں گے۔ ایمان اور اعمال میں جتنی قوت ہوگی، اخلاق میں قوت ہوگی اتنی ہی رفتار ہوگی۔ یہ قربانی کے جانور ان کیلئے سواری بنیں گے۔ حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا پلصراط پر سے گذرنے والوں میں سے سب سے اول میں ہوں گا۔ آنحضرت ﷺ کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ پھر عمر رضی اللہ عنہ پھر عثمان رضی اللہ عنہ پھر علی رضی اللہ عنہ پھر باقی عشرہ مبشرہ پھر ساری امت مرتبے اور مقام کے لحاظ سے اسی طرح جنت میں سب سے پہلا قدم آنحضرت ﷺ کا پڑے گا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ داخل ہونگے۔ سب سے پہلے اس امت کا حساب ہوگا حالانکہ دنیا میں یہ امت سب سے بعد میں آئی ہے مگر جنت کی خوشیوں میں سب سے پہلے پہنچے گی

۔اسی پل صراط کا ذکر ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَ اِنْ مِّنْکُمْ اِلَّا وَارِدُھَا یہ اِنْ نافیہ ہے۔اورنہیں ہے تم میں سے کوئی وارد ہونے والا اس دوزخ پر۔

پل صراط کے بعد ایک اور پل ہے :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ پلصراط کو عبور کرنے کے بعد آگے ایک اور پل آئے گا قَنْطَرَۃٌ بَیْنَ الْجَنَّۃِ وَالنَّارِ ''یہ پل جنت اور دوزخ کے درمیان ہوگا''اس پل پر صرف مسلمان پہنچیں گے اور ایک دوسرے کیخلاف جو نفرت بغض کینہ ہوگا غلط فہمیاں ہونگی وہ ساری اس پر مومنوں کے دلوں سے نکال دی جائیں گی۔ جب جنت میں داخل ہونگے تو کسی کے خلاف کسی کے دل میں کوئی بغض، کینہ، کدورت نہیں ہوگی شیشے کی طرح صاف ہو نگے۔ بے شمار مخلوق ہوگی مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کیساتھ کوئی جھگڑا نہ لڑائی نہ غیبت نہ گالی گلوچ ہوگا۔تو میزان اللہ تعالیٰ کی عدالت کی طرح پلصراط بھی حق ہے اور اس کے اوپر سے گذرنا ہے کَانَ عَلٰی رَبِّکَ حَتْمًا مَّقْضِیًّا ہے آپ کے رب کے ذمہ لازم طے شدہ۔اس میں شک شبے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔جس وقت وہاں سے گذریں گے ثُمَّ نُنَجِّی الَّذِیْنَ اتَّقَوْا پھر ہم نجات دیں گے ان لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں، کفر شرک سے بچتے ہیں، رب تعالیٰ کی نافرمانی سے بچتے ہیں ان کو نجات ملے گی وَّنَذَرُ الظّٰلِمِیْنَ فِیْھَا جِثِیًّا اور ہم چھوڑ دیں گے ظالموں کو اس دوزخ میں گھٹنوں کے بل بیٹھنے والے ہونگے۔جیسے ہم التحیات میں بیٹھتے ہیں اوپر سے گھٹنوں کے بل گریں گے اور دوزخ میں جا پڑیں گے اور شعلوں میں جلتے رہیں گے۔اگر دوزخ میں ان کو مارنا مقصود ہو تو اس کا ایک شعلہ ہی کافی ہے کیونکہ دوزخ کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر گنا زیادہ تیز ہے اور دنیا کی آگ میں لوہا پگھل جاتا ہے لیکن لَا یَمُوْتُ فِیْھَا وَلَا یَحْیٰی [سورۃ الاعلیٰ] ''نہ اس

میں کوئی مرے گا اور نہ جئے گا۔'' مر گیا تو سزا کون بھگتے گا؟ اور یہ جینا کوئی جینا نہیں ہے خود دوزخی کہیں گے یٰلَیْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ''کاش کہ ہم مر جائیں۔'' جہنم کا انچارج فرشتہ جس کا نام مالک ہے اس کے پاس جائیں گے قرآن پاک میں آتا ہے، کہیں گے یٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ''اے مالک علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں کہ آپ کا رب ہمیں مار دے۔'' وہ کہے گا کیا تمہارے پاس پیغمبر نہیں آئے، کتابیں نہیں آئیں، سمجھانے والے نہیں آئے، تمہارے پاس عقل نہیں تھی، کہیں گے آئے تھے فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ [سورۃ الملک:۹] ''پس ہم نے جھٹلایا اور کہا ہم نے اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز نازل نہیں کی۔''

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اور جس وقت تلاوت کی جاتی ہیں ان پر اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ ہماری آیتیں واضح اور روشن قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا کہتے ہیں وہ لوگ جو کافر ہیں لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ان لوگوں کو جو ایمان والے ہیں۔ کیا کہتے ہیں؟ کافر مومنوں کو کہتے ہیں اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ دونوں گروہوں میں سے کونسا بہتر ہے مَّقَامًا ازروئے مقام اور درجے کے وَّاَحْسَنُ نَدِيًّا اور کون اچھا ہے مجلس کے لحاظ سے۔ کس کی مجلسیں بھری ہوئی ہیں۔ مکہ مکرمہ میں جب آنحضرت ﷺ نے نبوت کا اظہار فرمایا تو وہاں کافر ہی کافر تھے، کفر ہی کفر تھا لہٰذا ان کی مجلسیں بھری رہتی تھیں۔ آنحضرت ﷺ کیساتھ انتہائی غریب لوگ تھے امیر لوگ بہت تھوڑے تھے مثلاً حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی آگئے۔ ورنہ ابتدائی دور میں غریب ہی تھے اور غلام تھے۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ غلام تھے پھر آزاد کئے گئے۔ حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بھی غلام تھے پھر آزاد کئے گئے حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی غلام تھے پھر آزاد کئے گئے حضرت یاسر رضی اللہ عنہ بھی غلام

تھے حضرت عمار ﷺ غلام تھے۔ تو آپ کی مجلس میں کمزور اور تھوڑے آدمی ہوتے تھے۔ کافروں نے کہا کہ دیکھو! مجلسیں تمہاری بڑی ہیں یا ہماری؟ اس کا رب تعالیٰ نے جواب دیا۔

وَ كَم اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْنٍ اور کتنی ہم نے ہلاک کیں ان سے پہلے جماعتیں هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْيًا وہ بہت اچھی تھیں ساز و سامان کے اعتبار سے اور نمود و نمائش کے اعتبار سے۔ بڑی شہرت والی نامی گرامی قومیں تھیں جن کو ہم نے تباہ کر دیا قُلْ آپ ان کو کہہ دیں مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ جو شخص ہے گمراہی میں فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا۔ فَلْيَمْدُدْ امر ہے جس کا لفظی معنٰی ہے پس چاہیے کہ رحمان ان کو مدد دے مدد دینا لیکن خبر کے معنٰی میں ہے کہ ان کو رحمٰن مدد دے گا مدد دینا۔ جو نافرمان ہیں ان کو بھی مال اولاد ملتی رہتی ہے۔ دنیا کی چیزیں کافروں کیلئے بھی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی خوشی اور ناراضگی کا معیار ایمان اور دین ہے :

یہ حدیث آپ حضرات کئی دفعہ سن چکے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ يُعْطِي الدُّنْيَا لِمَنْ يُحِبُّ وَمَنْ لَّا يُحِبُّ "بیشک اللہ تعالیٰ دنیا دیتا ہے اس کو جس کیساتھ محبت کرتا ہے اور اس کو بھی دیتا ہے جس کیساتھ محبت نہیں کرتا۔" مال کا ملنا اس بات کی دلیل نہیں کہ رب راضی ہے یعنی مال کا ملنا اللہ تعالیٰ کی رضا اور عدم رضا کا معیار نہیں ہے وَلَا يُعْطِي الْاِيْمَانَ اِلَّا مَنْ يُّحِبُّ "اور نہیں دیتا ایمان مگر اس کو جس کیساتھ محبت کرتا ہے۔" اور ایک روایت میں ہے وَلَا يُعْطِي الدِّيْنَ اِلَّا مَنْ يُّحِبُّ "اور نہیں دیتا اللہ تعالیٰ دین مگر اس کو جس کیساتھ محبت کرتا ہے۔" قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سگے چچا کا بیٹا تھا۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا نام مُنَوّر بتایا ہے۔ باپ کا نام يُسْعَرُ تھا اور دادے

کا نام قاہس تھا پڑدادے کا نام لاوی تھا اور لکڑ دادے کا نام یعقوب علیہ السلام تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کے والد محترم کا نام عمران تھا دادے کا نام قاہس تھا پڑدادے کا نام لاوی تھا اور لکڑ دادے کا نام یعقوب علیہ السلام تھا۔ قارون کا والد بڑا نیک پرہیز گار آدمی تھا حضرت یعقوب علیہ السلام کا پڑپوتا تھا۔

انسان جب شیطان بن جائے تو نسبت کام نہیں آتی :

دیکھو نسبت کتنی اونچی ہے دو پیغمبر چچا زاد بھائی ہیں مگر جب انسان شیطان بن جائے تو نسبت کام نہیں آتی ۔ نہ یعقوب علیہ السلام کی نسبت کام آئی ، نہ اسحاق علیہ السلام کی نسبت کام آئی ، نہ ابراہیم علیہ السلام کی ، نہ یوسف علیہ السلام ، نہ ہارون علیہ السلام اور نہ موسیٰ علیہ السلام کی نسبت کام آئی ۔ بری بات پر اکڑ گیا ایک فاحشہ عورت کو پیسے دے کر موسیٰ علیہ السلام پر معاذ اللہ تعالیٰ بدکاری کا الزام لگا دیا مگر رب رب ہے اس کی گرفت بہت سخت ہے اِنَّ بَطْشَ رَبِّکَ لَشَدِیْدٌ [سورہ بروج] ''بیشک تیرے رب کی پکڑ بہت سخت ہے۔ جب رب تعالیٰ پکڑنے پر آیا سورۃ القصص آیت نمبر ۸۱ میں ہے فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ ''پس دھنسا دیا ہم نے اس قارون کو اور اس کے گھر کو زمین میں۔'' خدا جانے کتنے رقبے میں اس کی کوٹھی تھی اس کے نوکروں چاکروں کے کمرے بنے ہوئے تھے لیکن رب تعالیٰ نے سب کو زمین میں دھنسا دیا نہ قارون بچا اور نہ اس کی دولت بچی۔ فرمایا ان کو اپنی کثرت پر گھمنڈ نہیں کرنا چاہیے۔ ہم نے ان سے پہلے کتنی جماعتیں ہلاک کر دیں ہیں جو بڑی شہرت رکھتی تھیں حَتّٰۤی اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ یہاں تک کہ جب وہ دیکھیں گے اس چیز کو جس کا ان کیساتھ وعدہ کیا جاتا ہے اِمَّا الْعَذَابَ یا تو دنیا میں ان پر عذاب آئے گا وَاِمَّا السَّاعَةَ اور یا قیامت تو ہے ہی قیامت سے تو چھٹکارا نہیں ہے

فَسَيَعۡلَمُوۡنَ پس بتا کید یہ جان لیں گے مَنۡ هُوَ شَرٌّ کون برا ہے مَّكَانًا جگہ کے لحاظ سے درجے کے لحاظ سے برے درجے والا کون ہے وَّاَضۡعَفُ جُنۡدًا اور کون زیادہ کمزور ہے لشکر کے لحاظ سے۔ رب کے عذاب کے مقابلے میں ان کی دنیا کی کثرت کیا کرے گی۔ باقی مالی مدد تو اللہ تعالیٰ کافروں کی بھی کرتا ہے۔

۞۞۞

وَيَزِيدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى ۭ

وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا ﴿۷۶﴾ اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿۷۷﴾ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿۷۸﴾ كَلَّا ۭ سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ﴿۷۹﴾ وَّنَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا ﴿۸۰﴾ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ﴿۸۱﴾ كَلَّا ۭ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿۸۲﴾ ع۸

وَيَزِيدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اور زیادہ دیتا ہے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو اهْتَدَوْا هُدًى جنہوں نے ہدایت قبول کی ہدایت وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ اور باقی رہنے والی نیکیاں خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ بہتر ہیں تیرے رب کے ہاں ثَوَابًا بدلے کے لحاظ سے وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا اور بہتر ہیں لوٹنے کی جگہ کے اعتبار سے اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ کیا پس آپ نے نہیں دیکھا اس شخص کو كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا جس نے انکار کیا ہماری آیتوں کا وَقَالَ اور کہا لَاُوْتَيَنَّ البتہ میں ضرور دیا جاؤں گا مَالًا مال وَّوَلَدًا اور اولاد اَطَّلَعَ الْغَيْبَ کیا اس نے غیب پر اطلاع پالی ہے اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا یا اس نے کرلیا ہے رحمٰن کیساتھ کوئی وعدہ كَلَّا ہرگز نہیں سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ بتاکید ہم لکھتے ہیں جو باتیں وہ کہتا ہے وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا اور ہم بڑھائیں گے اس کیلئے عذاب بڑھانا وَّنَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ اور

ہم وارث ہونگے اس چیز کے جو وہ کہتا ہے وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا اور آئے گا ہمارے پاس اکیلا وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً اور بنالیئے ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے ورے معبود لِيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا تاکہ ہو جائیں وہ ان کیلئے عزت کا ذریعہ كَلَّا ہرگز نہیں سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ عنقریب وہ انکار کریں گے ان کی عبادت کا وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا اور وہ ہو جائیں گے ان کے مخالف۔

اس سے پہلے فرمایا کہ بتاکید جان لیں گے یہ لوگ جو دنیا میں مال اولاد پر گھمنڈ کرتے ہیں کہ کون برا ہے درجے کے لحاظ سے اور کون زیادہ کمزور ہے لشکر کے لحاظ سے۔ رب کے عذاب کے مقابلے میں ان کی کثرت کیا کرے گی؟ دنیا میں اللہ تعالیٰ مالی امداد کافروں اور گمراہوں کی بھی کرتا ہے لیکن ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ ہدایت زیادہ دیتا ہے اور آخرت میں ہدایت ہی کام آنی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى اور زیادہ دیتا ہے اللہ تعالیٰ ہدایت ان لوگوں کو جنھوں نے ہدایت قبول کی جو ہدایت کے طالب ہیں دن بدن ان کو مزید سے مزید ہدایت نصیب ہوتی ہے ان کے ظاہر باطن کی اصلاح ہوتی ہے نیکیوں کی توفیق ملتی ہے برائیوں سے رکتے ہیں وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ اور باقی رہنے والی نیکیاں خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ اچھی اور بہتر ہیں آپ کے رب کے ہاں ثَوَابًا بدلے کے لحاظ سے وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا اور بہتر ہیں لوٹنے کی جگہ کے اعتبار سے۔

باقیات صالحات :

باقیات صالحات میں بہت ساری چیزیں آتی ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب آدمی فوت ہو جاتا ہے اِنْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهٗ اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں مگر اس

کی نیک اولاد جو نیکی کرے گی وہ خود بخود والدین کو پہنچے گی چاہے اولاد کا دھیان اس چیز کی طرف ہو یا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ ہمارے والدین کو بخش دے۔ کیونکہ والدین نے تربیت کی تھی تعلیم دی تھی اب یہ جو بھی نیکی کریں گے سب نیکیوں کا ثواب ان کو ملے گا اور ان کے ثواب میں بھی کمی نہیں آئے گی۔ اسی طرح ان کی نیکیوں میں جس جس کا حصہ ہو گا دادے پڑدادے کا ان سب کو یہ نیکیاں خود بخود ملتی جائیں گی اور دنیا میں جہاں بھی کوئی نیکی ہو رہی ہے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ وہ تمام نیکیاں آنحضرت ﷺ کے نامہ اعمال میں درج ہو رہی ہیں لہٰذا بے نماز اور بے روزہ یہ نہ سمجھے کہ میں صرف اپنا نقصان کر رہا ہوں۔ نہیں بلکہ وہ دوسروں کا بھی نقصان کر رہا ہے۔ وہ نمازیں پڑھتا تو آنحضرت ﷺ کے رجسٹر میں درج ہو تیں۔ نہیں پڑھیں وہ ثواب نہیں پہنچا اور عام مومنین کا بھی نقصان کرتا ہے کیونکہ نمازی التحیات میں کہتا ہے السلام علینا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِیْنَ ہمارے اوپر بھی رب کی سلامتی ہو اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر بھی ہو۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ اَصَابَ كُلَّ عَبْدٍ صَالِحٍ لِلّٰهِ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ "یہ دعا اللہ تعالیٰ کے ہر نیک بندے کو پہنچتی ہے چاہے وہ آسمانوں میں ہے یا زمین میں۔" یعنی مومن انسانوں کو بھی، مومن جنوں کو بھی اور فرشتوں کو بھی پہنچتی ہے۔ اور جس نے نماز نہیں پڑھی تو اس نے یہ دعا بھی نہیں پڑھی تو جنات بھی محروم، انسان بھی محروم اور فرشتے بھی محروم۔ تو باقی رہنے والی نیکیوں میں نیک اولاد بھی ہے۔ اور کسی نے دینی کتابیں چھوڑی ہیں جب تک وہ لوگ پڑھتے رہیں گے اس کو ثواب ملتا رہے گا، کسی نے مسجد بنا دی، مدرسہ بنا دیا، یتیم خانہ بنا دیا جب تک یہ چیزیں قائم رہیں گی اس آدمی کو ثواب ملتا رہے گا چاہے دنیا میں رہے یا نہ رہے۔ پہلے لوگوں میں یہ شوق زیادہ ہوتا تھا اور آج بھی الحمدللہ ہے مگر تھوڑا ہے۔ اکثریت لوگوں

کی اس طرف توجہ نہیں کرتی ۔ یادرکھنا! مسجدیں بنانا، دینی مدرسے قائم کرنا، یہ اپنی نسلوں کی حفاظت کرنا ہے۔آپ حضرات تو ماشاءاللہ پختہ ذہن کے لوگ ہیں اللہ تعالیٰ قائم رکھے اور سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے ۔آگے اپنی اولاد کی بھی فکر کرنی چاہیے کہ ان کا کلمہ رہے گا یا نہیں ،نمازیں پڑھیں گے یا نہیں ۔مغربی قومیں ہماری اخلاقیات تباہ کرنے کیلئے پوری قوت صرف کررہی ہیں اوراتنی بے حیائی دنیا میں پھیلادی ہے کہ چھوٹے چھوٹے بچے بھی ان سے متاثر ہیں ۔اسلئے ہمیں غیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے دینی مدارس قائم کرنے چاہئیں اوراپنے بچوں کو دینی تعلیم دینی چاہیے ۔مگر افسوس ہے کہ اچھے کاموں پر بہت کم لوگ پیسے خرچ کرتے ہیں۔حسن پورے میں مسجد کی دیواریں بنی ہوئی ہیں اوررک گئی ہے حالانکہ چھوٹی سی مسجد ہے ہمت کریں تو بن سکتی ہے اس کے قریب ایک اور مسجد ہے شاید اس کی صرف بنیادیں بھری گئی ہیں اور کچھ بھی نہیں ہوا۔ادھر علی مسجد نامکمل پڑی ہے ان کاموں کی طرف لوگوں کی کوئی توجہ نہیں ہے اگر ہر مہینے سارے ساتھی تھوڑی ہمت کریں تو بڑا کچھ ہوسکتا ہے۔تو یہ چیزیں باقیات صالحات ہیں خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ بہتر ہیں تیرے رب کے ہاں ثَوَابًا بدلے کے لحاظ سے وَخَيْرٌ مَّرَدًّا اور بہتر ہیں لوٹنے کی جگہ کے اعتبار سے۔مَرَدّ یہ ظرف کا صیغہ ہے معنٰی ہے لوٹنے کی جگہ اوروہ جنت ہے، بہت بہتر جگہ ہے۔

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ غلام تھے بعد میں آزادی ملی ۔ یہ لوہاروں کا کام کرتے تھے نیزے اور تیر سیدھے کرتے تھے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا والد عاص بن وائل بڑا اکھڑ مزاج آدمی تھا کفر پر ہی مرا ہے۔اس نے حضرت خباب بن اردت رضی اللہ عنہ سے کہا کہ یہ میرے تیر اور نیزے ٹھیک کردے۔کافی کام تھا کافی دن لگ گئے پیسے بھی کافی

بن گئے انہوں نے عاص بن وائل سے مطالبہ کیا کہ میرے کچھ پیسے آپ کی طرف ہیں غریب آدمی ہوں آپ ادا کردیں عاص ابن وائل نے کہا کہ میں تمہیں پیسے اس شرط پر دیتا ہوں کہ تم محمد (ﷺ) کا کلمہ چھوڑ دو۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ کلمہ تو میں قیامت تک نہیں چھوڑوں گا۔ عاص کہنے لگا اچھا! تم نے قیامت لانی ہے نا تو پھر مجھ سے اپنی رقم قیامت والے دن لے لینا۔ جس نے مجھے یہاں مال دیا ہے اولاد دی ہے وہاں بھی دے گا وہیں لے لینا اب مجھ سے نہ مانگنا۔ اس کا رب تعالیٰ ذکر فرماتے ہیں اَفَرَءَیْتَ الَّذِیْ کیا آپ نے نہیں دیکھا اس شخص کو کَفَرَ بِاٰیٰتِنَا جس نے انکار کیا ہماری آیتوں کا یعنی عاص بن وائل وَقَالَ اور کہا لَاُوْتَیَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا البتہ میں ضرور دیا جاؤں گا مال بھی اولاد بھی۔

دنیا اور آخرت کے معاملات الگ الگ ہیں :

اس نے یہ قیاس کیا کہ دنیا میں مجھے ملا ہے اگر قیامت کوئی چیز ہے اور آ گئی تو وہاں بھی مجھے ملے گا۔ یہ اس کا قیاس فاسد اور بے کار ہے کیونکہ دنیا اور آخرت کے معاملات الگ الگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اصل میں تھا ءَ اِطَّلَعَ الْغَیْبَ ایک ہمزہ حذف ہو گیا ہے۔ کیا اس نے غیب پر اطلاع پالی ہے کہ آگے بھی اس کو مال اولاد ملے گی اور ایسے ہی اس کی چودھراہٹ اور سرداری ہوگی جیسے دنیا میں ہے اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا یا کر لیا ہے اس نے رحمٰن کیساتھ کوئی وعدہ کہ وہ وہاں بھی تجھے مال دے گا اور اولاد دے گا یعنی رحمان نے اس کو کہا ہے کہ وہاں میں تجھے مال دونگا اولاد دونگا۔ فرمایا کَلَّا ہرگز نہیں! نہ رحمان نے کسی کیساتھ ایسا وعدہ کیا ہے اور نہ ان کی آرزوئیں پوری ہونگی سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ بتاکید ہم لکھتے ہیں وہ باتیں جو وہ کہتا ہے۔ رب تعالیٰ خود نہیں لکھتا اس کے فرشتے

لکھتے ہیں کراماً کاتبین جو دائیں طرف اور بائیں طرف بیٹھے ہوئے ہیں وہ نیکیاں برائیاں لکھتے ہیں وَنَمُدُّ لَهُ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا اور ہم بڑھائیں گے اس کیلئے عذاب بڑھانا۔ دن بدن کافروں کیلئے عذاب بڑھتا جائے گا جیسے مومنوں کیلئے دن بدن خوشیوں اور لذتوں میں اضافہ ہوتا رہے گا کافروں کیلئے عذاب بڑھتا جائے گا رب تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہوگا فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا [سورۃ النباء] ''پس چکھو (مجرمو! عذاب کا مزا) پس ہم نہیں زیادہ کریں گے تمہارے لئے مگر عذاب۔'' فرمایا وَّنَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ اور ہم وارث ہیں اس مال اولاد کے جو وہ کہتا ہے۔ یہ سب کچھ وہ چھوڑ کر جائے گا ساتھ نہیں لے جائے گا کوئی ایسا آدمی ہے کہ اس نے جو کچھ کمایا ہو مال، جائیداد، کوٹھیاں، کارخانے ساتھ لے کر جائے سب کچھ یہیں رہے گا ساتھ ایمان جائے گا اور اچھے برے اعمال جائیں گے۔ اچھے اعمال اس کیلئے باغ و بہار ہونگے اور برے اعمال گلے کا ہار بنیں گے وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا اور رب تعالیٰ فرماتے ہیں اور آئے گا ہمارے پاس اکیلا۔ بیٹا بیٹی کوئی اس کیساتھ نہیں جائیگا۔ حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا میت کیساتھ تین چیزیں جاتی ہیں دو واپس آجاتی ہیں تیسری ساتھ رہتی ہے۔ مال میت کیساتھ جاتا ہے برادری رشتہ دار ساتھ جاتے ہیں۔ مال سے مراد چارپائی، کھیس، کمبل ہے۔ فرمایا مال اور برادری واپس آجاتی ہے عمل ساتھ جاتا ہے چاہے نیک ہو یا برا ہو۔ فرمایا وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً اور بنا لئے ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے ورے معبود، حاجت روا، مشکل کشا، فریادرس، دستگیر بنا لئے ہیں۔ کیوں بنائے ہیں؟ لِيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا تاکہ ہو جائیں وہ ان کیلئے عزت اور غلبے کا ذریعہ۔ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ہماری حاجات پوری کرتے ہیں ہمارے مصائب دور کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کچھ نہیں کرسکتا :

رب تعالیٰ فرماتے ہیں کَلَّا ہرگز نہیں! کوئی کچھ نہیں کرسکتا رب تعالیٰ کے سوا نہ کوئی مشکل کشا ہے نہ حاجت روا ہے۔ سورۃ یونس آیت نمبر ۱۰۷ میں ہے وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہٗ اِلَّا ھُوَ "اور اگر پہنچائے اللہ تعالیٰ تجھے کوئی تکلیف پس دور کرنے والا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں وَ اِنْ یُّرِدْکَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِہٖ اور اگر وہ ارادہ کرے آپ کیساتھ بھلائی کا تو کوئی اس کے فضل کو رد نہیں کر سکتا۔" ساری کائنات بھی مل کر اس خیر کو روک نہیں سکتی۔ نافع بھی رب ہے اور ضار بھی رب ہے لیکن ان بیوقوفوں نے اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے اور حاجت روا اور مشکل کشا بنائے ہوئے ہیں تاکہ وہ ان کے غلبے کا ذریعہ بنیں ہرگز نہیں! بلکہ سَیَکْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِہِمْ عنقریب وہ انکار کریں گے ان کی عبادت کا۔

مشرکوں کے معبود قیامت والے دن ان کے مخالف ہونگے :

جن کو یہ مشکل کشا، حاجت روا سمجھ کر پکارتے ہیں اور ان کے نام کے چڑھاوے چڑھاتے ہیں وہ اس کا انکار کردیں گے اور کہیں گے اے پروردگار! یہ سبق ہم نے ان کو نہیں دیا اور نہ ہم راضی ہیں وَیَکُوْنُوْنَ عَلَیْہِمْ ضِدًّا اور وہ ہوجائیں گے ان کے مخالف۔ یہ لوگ جن کو آج حاجت روا سمجھتے ہیں مددگار سمجھتے ہیں وہ کل ان کے مخالف ہونگے اور وہ دو قسم کے ہونگے۔ ایک تو انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام رحمہم اللہ جیسے حضرت عزیر علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، اللہ تعالیٰ کے فرشتے، اللہ تعالیٰ کے ولی، امام، شہیدان کو بھی لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا حاجت روا، مشکل کشا سمجھا، فریادرس سمجھا، دستگیر بنایا تھا یہ کہیں گے اے پروردگار! ہم ان کی کاروائی سے بالکل بیزار ہیں ہمیں نہیں معلوم انہوں نے کن کی پوجا

کی ہے۔ہم نے ان کونہیں کہا ہم تو صرف رب تعالیٰ کے پجاری ہیں ہمارا ان کیساتھ کوئی تعلق نہیں ہے یہ جانے اور ان کا کام جانے ۔صاف الفاظ میں انکار کر دیں گے اور دوسرے وہ ہونگے جنہوں نے واقعی لوگوں کو گمراہ کیا ہوگا وہ اپنی جان چھڑانے کیلئے کہیں گے کہ ہمارا تمہارے ساتھ کیا تعلق ہے ہم نے تو تمہیں صرف ترغیب دی تھی نہ مانتے۔ یہ اپنے سب سے بڑے لیڈر شیطان کے پاس جائیں گے کہ تم ہمارا کچھ کرو دنیا میں تو ہمیں بڑے سبز باغ دکھاتا تھا فَلاَ تَلُوْمُوْنِیْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَکُمْ پس نہ ملامت کرو تم مجھ کو اور ملامت کرو اپنی جانوں کو اور اس سے پہلے ہے وَمَا کَانَ لِیْ عَلَیْکُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُکُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِیْ [ابراہیم:۲۲] ''میرا تمہارے اوپر کوئی زور نہیں تھا مگر میں نے تمہیں دعوت دی تم نے قبول کر لی۔'' نہ مانتے میں نے کوئی تمہارے گلے میں رسے ڈالے ہوئے تھے۔شیطان بھی ساتھ دینے کیلئے تیار نہیں ہوگا الٹا مخالف ہوگا۔اللہ تعالیٰ ہدایت دے یہ لوگ دنیا میں ہی سمجھ جائیں آگے سمجھنے کا کوئی موقع نہیں ہے کہ جن کو تم مشکل کشا، حاجت روا بناتے ہو یہ صاف انکار کر دیں گے اور مخالف ہونگے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ

عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ﴿۸۳﴾ فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ﴿۸۴﴾ يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ﴿۸۵﴾ وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴿۸۶﴾ لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿۸۷﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ﴿۸۸﴾ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا ﴿۸۹﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿۹۰﴾ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿۹۱﴾ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ﴿۹۲﴾

وقف لازم · وقف لازم

اَلَمْ تَرَ کیا نہیں دیکھا آپ نے اَنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ بیشک ہم چھوڑ دیتے ہیں شیاطین عَلَى الْكٰفِرِيْنَ کافروں پر تَؤُزُّهُمْ وہ ابھارتے ہیں ان کو اَزًّا ابھارنا فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ پس آپ جلدی نہ کریں ان کیخلاف اِنَّمَا پختہ بات ہے نَعُدُّ لَهُمْ ہم ان کیلئے گنتی کرتے ہیں عَدًّا گنتی کرنا يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ جس دن ہم اکٹھا کریں گے پرہیز گاروں کو اِلَى الرَّحْمٰنِ رحمٰن کی طرف وَفْدًا وفد کی شکل میں وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اور چلائیں گے ہم مجرموں کو اِلٰى جَهَنَّمَ جہنم کی طرف وِرْدًا پیاسے لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ نہیں مالک ہونگے وہ شفاعت کے اِلَّا مَنِ مگر وہ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا جس نے پکڑا ہے رحمٰن کے پاس سے وعدہ وَقَالُوا اور کہا ان لوگوں نے اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ

وَلَدًا ٹھہرالی ہے رحمٰن نے اولاد لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا البتہ تحقیق لائے ہو تم بڑی بھاری بات تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائیں مِنْهُ اس بات کی وجہ سے وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ اور ٹکڑے ہو جائے زمین وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا اور گر جائیں پہاڑ گر جانا اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا اس لئے کہ انہوں نے نسبت کی ہے رحمٰن کی طرف اولاد کی وَمَا يَنْبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اور نہیں ہے لائق رحمٰن کیلئے اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا کہ ٹھہرائے اولاد۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جنوں کو اختیار دیا ہے نیکی بدی اختیار کرنے کا :

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانوں اور جنوں کو نیکی بدی کرنے کا اختیار دیا ہے کہ اپنی مرضی اور ارادے سے نیکی کرنا چاہو تو نیکی کرو اور بدی کرنا چاہو تو بدی کرو کسی ایک طرف جبر نہیں ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ [سورۃ الکہف] ''پس جس کا جی چاہے اپنی مرضی سے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے اپنی مرضی سے کفر اختیار کرے۔'' نہ مبلغ جبر کر سکتا ہے کہ جبراً کسی کو ہدایت دیدے اور نہ شیاطین جبر کر سکتے ہیں۔ شیطان ابھارتے ہیں ترغیب دیتے ہیں برائی کا شوق دلاتے ہیں بدی کا۔ جیسے مبلغ لوگوں کو نیکی کی ترغیب دیتے ہیں کہ نیکی کرو گے تو یہ صلہ ملے گا یہ بدلہ ملے گا اتنا دنیا میں ملے گا اتنا آخرت میں ملے گا لیکن کسی کو نیکی پر مجبور نہیں کر سکتے۔ اگر مجبور کرنا مبلغین کے اختیار میں ہوتا تو دنیا میں پیغمبروں سے بڑا مبلغ کون ہے؟ کوئی نہیں ہے۔ پھر ان کے زمانے میں ایک بھی کافر اور نافرمان نہ رہتا حالانکہ خود پیغمبروں کے بیٹے نافرمان ہوئے ہیں۔ آدم علیہ السلام کا بیٹا

قابیل ،نوح علیہ السلام کا بیٹا کنعان نہیں مانا نافرمان ہی رہے ۔تو مبلغ نے ترغیب دینی ہے،نیکی کے کام کرو،سعادت مند بنو،نیکی کے کام بتلانے ہیں، یہ کام نیکی کا ہے وہ کام نیکی کا ہےاور جس طرح نیکی کی ترغیب دینے والے ہیں برائی کی ترغیب دینے والے بھی ہیں اور بہت سارے ہیں قولاً بھی ،فعلاً بھی ،عملاً بھی لوگوں کو برائی کی طرف راغب کرتے ہیں۔

یورپ کا مسلمانوں کے خلاف منصوبہ :

شیطان انسانوں میں بھی ہیں جنات میں بھی ہیں مرد بھی ہیں عورتیں بھی ہیں یورپ کی تمام قومیں یہ نکتہ سمجھ چکی ہیں کہ مسلمان کی جب تک وضع قطع اسلامی ہے اوران میں جذبہ جہاد موجود ہےتوان کا مقابلہ کرنا بہت مشکل ہے۔ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے لہٰذا مسلمانوں سے یہ دونوں چیزیں ختم کرنی چاہیے ۔اسلئے وہ سر توڑ کوشش کر رہے ہیں کہ مسلمانوں سے جذبہ جہاد ختم کیا جائے ۔یہی وجہ ہے کہ جہاد کو وہ دہشت گردی کہتے ہیں غنڈا گردی کہتے ہیں تا کہ عام آدمی کا ذہن بگڑ جائے دوسرا یہ کہ وہ مسلمانوں کی وضع قطع ،شکل وصورت اسلام والی نہیں دیکھنا چاہتے کہ مسلمان اگر اپنی وضع قطع میں رہےتو پھر ان کی دال نہیں گلتی۔ترکیوں کے پاس رقبہ بھی تھوڑا تھا افراد بھی تھوڑے تھے لیکن تن تنہا انہوں نے پانچ سو سال تک مغرب کو آگے لگائے رکھا حالانکہ وسائل ان کے پاس اتنے نہیں تھے مگر قوت ایمانی تھی جذبہ جہاد تھا اسلامی وضع قطع تھی خلافت عثمانیہ تھی یہود ونصاریٰ نے جس وقت یہ سمجھا کہ اس طرح ان کا ہم مقابلہ نہیں کر سکتے تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ ان کے ذہن بگاڑو،عقیدہ خراب کرو،شکل وصورت وضع قطع بگاڑو،طرز طور طریقہ بگاڑو کہ یہ صحیح معنٰی میں مسلمان نہ رہیں اوراسلام کی یہ چیزیں قائم نہ رکھ سکیں ۔تو یہ لوگ برائی کی ترغیب

دیتے ہیں۔اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے اَلَمْ تَرَ اے مخاطب کیا تو نہیں دیکھا اَنَّـآ اَرْسَلْنَا بیشک ہم چھوڑ دیتے ہیں الشَّیٰطِیْنَ شیطانوں کو عَلَی الْکٰفِرِیْنَ کافروں پر تَؤُزُّھُمْ اَزًّا وہ ان کو برانگیختہ کرتے ہیں ابھارتے ہیں ابھارنا گناہوں کی طرف قولاً بھی اور فعلاً بھی مسلمانوں کے ذہن بگاڑ کر رکھ دیتے ہیں۔حالت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ چھوٹے چھوٹے بچے گانے گاتے ہیں اور عجیب عجیب قسم کی حرکتیں کرتے ہیں۔ٹیلی ویژن پر جو کچھ دیکھتے ہیں اسی کی نقالی کرتے ہیں بچوں کی عادت ہوتی ہے نقالی کرنے کی۔

نفلی نماز گھر میں پڑھنے کا ثواب زیادہ ہے :

اس لئے حدیث پاک میں آتا ہے کہ نفلی نماز تم گھر میں پڑھا کرو اور نفلی نماز گھر میں پڑھنے کا ثواب مسجد حرام میں پڑھنے سے زیادہ ہے۔کیوں؟ وہ اس لئے کہ تم نفلی نماز گھر میں پڑھو گے بچے دیکھیں گے تو ذہن بنے گا کہ ہمارے ابو کیا کر رہے ہیں دادا کیا کر رہے ہیں بڑے بھائی کیا کر رہے ہیں تایا جان چچا جان کیا کرتے ہیں ہم بھی اسی طرح کریں۔ وہ تمہاری وضع قطع کو دیکھیں گے تو ان کا ذہن بنے گا۔تو ان کا ذہن بنانے کیلئے حکم ہے کہ نفلی نماز گھر میں پڑھنا زیادہ ثواب ہے۔ہاں! اگر گھر میں جگہ نہیں ہے مجبور ہے تو مسجد میں پڑھ لے۔تو اللہ تعالیٰ نے شیطان کھلے چھوڑ دیئے ہیں کافروں کو ترغیب دیتے ہیں ابھارتے ہیں برائیوں پر مجبور نہیں کر سکتے فَلَا تَعْجَلْ عَلَیْھِمْ اے نبی کریم ﷺ! آپ ان کے کفر اور بری حرکات کو دیکھ کر ان کے خلاف آپ جلدی نہ کریں بلکہ برداشت کریں کیونکہ ہم نے بھی ان کیخلاف پروگرام بنا رکھا ہے اِنَّمَا نَعُدُّ لَھُمْ عَدًّا پختہ بات ہے،ہم ان کیلئے گنتی کرتے ہیں گنتی کرنا۔ان کے سال بھی گنتے ہیں، مہینے بھی گنتے ہیں ہفتے اور دن بھی گنتے ہیں ان کے ایک ایک سانس کا ہمارے پاس حساب ہے آپ اپنا کام کرتے رہیں

ان کیلئے مشقت برداشت کرنے کی ضرورت نہیں ہے یَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ جس دن ہم اکٹھا کریں گے پرہیزگاروں کو اِلَى الرَّحْمٰنِ رحمٰن کی طرف جائیں گے اس کی عدالت میں وَفْدًا وفد کی شکل میں۔عزت واکرام کیساتھ فرشتے ان کو عزت کی نگاہ سے دیکھیں گے سلام کریں گے اور یہ رب تعالیٰ کے دربار میں پیش ہونگے وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا۔ وِرْدًا وَارِد کی جمع ہے معنٰی ہے پیاسا۔اور ہم مجرموں کو چلائیں گے جہنم کی طرف پیاسے۔انتہائی پیاس ہو تو بندہ چل بھی نہیں سکتا فرشتے ان کو اس حالت میں چلا کر جہنم میں پھینکیں گے لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا نہیں مالک ہونگے وہ شفاعت کے مخلوق میں کوئی بھی شفاعت کا مالک نہیں ہے مگر وہ جس نے پکڑا ہے رحمٰن کے پاس سے وعدہ۔

کافر اور منافق کے حق میں کوئی سفارش نہیں :

شفاعت کرنے والے کیلئے بھی شرائط ہیں اور جس کیلئے شفاعت کی جائے گی اس کیلئے بھی۔شفاعت کرنے والے کیلئے شرط ہے کہ وہ مومن ہو کافر کی شفاعت قبول نہیں ہو گی اور جس کیلئے سفارش کرنی ہے وہ بھی مومن ہو چاہے کتنا گنہگار ہو کافر کیلئے شفاعت قبول نہیں کی جائے گی۔دیکھو! آنحضرت ﷺ سے بڑا سفارشی کوئی نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔

جب عبد اللہ ابن ابی رئیس المنافقین کی وفات ہوئی اس کا بیٹا بڑا مخلص صحابی تھا آنحضرت ﷺ کے پاس آیا کہنے لگا حضرت آپ کو معلوم ہے کہ میرا والد فوت ہو گیا ہے منافق تھا میں نہیں کہتا مخلص تھا مگر حضرت! اس حالت میں بھی اس کیلئے کوئی حیلہ کر سکتے ہو تو کرو۔بخاری وغیرہ کی روایات میں ہے کہ آپ ﷺ نے اس کے جسم پر اپنا لعاب مبارک ملا

اور اپنا کرتہ مبارک اتار کر اس کو پہنایا اور اس کا جنازہ پڑھانے کیلئے تیار ہو گئے۔ حضرت عمر ﷺ نے عرض کیا حضرت! آپ اس بے ایمان کا جنازہ پڑھاتے ہیں حضرت! اس نے فلاں دن یہ کیا، فلاں دن یہ کیا، یہ منافق ہے۔ آنحضرت ﷺ پر شفقت کا غلبہ تھا فرمایا عمر تم مجھ پر داروغہ مسلط ہو۔ حضرت عمر پیچھے ہٹ گئے آپ ﷺ نے اس کا جنازہ پڑھایا صحابہ کرام ﷺ نے جنازہ پڑھا اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا کہ اگر آپ ﷺ ان کیلئے ستر مرتبہ بھی مغفرت کی دعا کریں تو اللہ تعالیٰ ان کو نہیں بخشے گا۔ آپ ﷺ کا لعاب مبارک اس کو جہنم سے نہیں بچا سکا آپ ﷺ کا جنازہ پڑھانا اور اس میں دعا کرنا اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا اس کو نہ بچا سکا۔ پیچھے آپ ﷺ کے سب کے سب ولی کھڑے ہیں سب صحابہ ہیں جو اس کیلئے دعا کر رہے ہیں سفارش کر رہے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ [توبہ: ۸۰] ''اگر آپ ان کیلئے ستر مرتبہ بخشش طلب کریں تو اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا۔'' تو شرط یہ ہے کہ جس کیلئے سفارش کرنی ہے مومن ہو کافر نہ ہو کافر کیلئے سفارش قبول نہیں ہے مشرک کیلئے پیغمبر کی سفارش بھی قبول نہیں ہے باقی شفاعت درجہ بدرجہ ہے۔

شفاعت کبریٰ آپ ﷺ کی خصوصیت ہے:

ایک ہے شفاعت کبریٰ یہ آنحضرت ﷺ کی خصوصیت ہے اس میں اور کوئی شریک نہیں ہے۔ وہ شفاعت کبریٰ یہ ہوگی کہ قیامت کا دن ہوگا ساری مخلوق میدان محشر میں جمع ہوگی پچاس ہزار سال کا لمبا دن ہوگا سورہ معارج آیت نمبر ۴ میں ہے فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ''اس دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔'' آج سورج ہم سے کئی کروڑ میل دور ہے اور اس وقت عَلٰی قَدْرِ مِيْلًا اَوْ مِيْلَيْنِ ایک یا دو

میل کی مسافت پر ہوگا۔ لوگ پسینے میں ڈوبے ہوئے ہونگے کوئی ٹخنوں تک کوئی گھٹنوں تک کوئی ناف تک کوئی حلق تک کوئی کانوں تک اور نفسی نفسی پکار رہے ہونگے۔ سب مل جل کر کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے آگے سفارش کرو ہمارا حساب تو ہو۔ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے وہ معذرت کریں گے، نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے وہ عذر کریں گے، ہوتے ہوتے آخر میں آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی کے پاس آئیں گے آپ ﷺ مقام محمود میں اللہ تعالیٰ کے ہاں سجدے میں گر پڑیں گے یہ ایک ہفتے کا لمبا سجدہ ہوگا یا دو ہفتوں کا لمبا سجدہ ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یُلْهِمُنِیْ رَبِّیْ مَحَامِدَ لَمْ تَحْضُرْ نِیْ اَلْآن "مجھے ایسے کلمات القا فرمائیں گے جواب مجھے معلوم نہیں ہیں۔" ان الفاظ کیساتھ میں رب تعالیٰ کے ہاں سفارش کروں گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے یا محمد ﷺ! اِرْفَعْ رَأْسَکَ اِشْفَعْ تُشَفَّعْ "سر اٹھائیں سفارش کریں آپ کی سفارش قبول کی جائے گی۔" اس کا نام شفاعت کبریٰ ہے یہ صرف آپ ﷺ کا حق اور خصوصیت ہے۔ شفاعت کبریٰ کے علاوہ عام سفارشیں پیغمبر بھی کریں گے، فرشتے بھی کریں گے جو قرآن پاک کے حافظ قرآن پاک پر عمل کرتے ہیں وہ بھی کریں گے اور جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہوئے ہیں وہ بھی سفارش کریں گے، چھوٹے بچے جو فوت ہوئے ہیں وہ بھی سفارش کریں گے بشرطیکہ ماں باپ نے ان کے مرنے پر بین نہ کیا ہو۔ اگر بچہ فوت ہو جائے اور ماں باپ اس پر آواز کیساتھ روئیں تو شفاعت سے محروم ہو جائیں گے بغیر آواز کے رونے میں کوئی گرفت نہیں ہے۔ تو پیغمبروں کی شفاعت حق ہے، علماء کی شفاعت حق ہے، اولیاء کی شفاعت حق ہے، فرشتوں کی شفاعت حق ہے بلکہ عام مومنین بھی ایک دوسرے کے بارے میں شفاعت کریں گے۔

بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ جب کسی بندے کی برائیاں زیادہ ہونگی تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اس کو دوزخ میں پھینک دو۔ اس کے ساتھ جو نمازیں پڑھتے تھے اور روزے رکھتے تھے رب تعالیٰ کے ہاں سفارش کریں گے اے پروردگار! یہ ہمارے ساتھ نمازیں پڑھتا تھا روزے رکھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تمہاری نیکیاں زیادہ ہیں تم جنت میں چلے جاؤ اس کی برائیاں زیادہ ہیں اس کو کچھ عرصہ دوزخ میں بھیجیں گے۔ یہ کہیں گے اے پروردگار! ہم اس وقت تک جنت میں نہیں جائیں گے جب تک اس کو ساتھ نہ لے جائیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائیں گے جب کہ وہ دوزخ میں جا چکے ہونگے، فرمائیں گے تو دوزخ میں داخل ہو جاؤ اور تمہارے لئے دوزخ ایسے ہوگی جیسے باغ و بہار، جس جس کو ہاتھ کیساتھ پکڑ سکتے ہو پکڑ کر لے جاؤ۔ اسی واسطے جماعت کی نماز کا اجر زیادہ ہے اور ان کی نیکیوں کی وجہ سے دوسروں کی بھی نجات ہو جائے گی۔ تو درجہ بدرجہ شفاعت سب کا حق ہے شرائط کیساتھ۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا اور کہا ان کافروں نے کہ ٹھہرالی ہے رحمٰن نے اولاد، اللہ تعالیٰ نے اولاد بنالی ہے۔ یہود نے کہا عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں نصاریٰ نے کہا عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں عام مشرکوں نے کہا فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ فرمایا لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا البتہ تحقیق لائے ہو تم بھاری بات اور بہت ہی بری بات ہے۔ اتنی بُری بات ہے کہ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ قریب ہے کہ اس بات کی وجہ سے آسمان پھٹ جائیں وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ اور زمین شق ہو جائے وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا اور گر جائیں پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر۔ اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرنا اتنی بری بات ہے کہ اس بات سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو کر زمین آسمانوں کا سارا

نظام ہی ختم کردیں اتنی بری بات تم کہتے ہو۔ حدیث قدسی ہے بخاری شریف میں ہے اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں یَسُبُّنِی اِبْنُ آدَمَ وَلَمْ یَکُنْ لَهٗ ذٰلِکَ ''ابن آدم مجھے گالیاں نکالتا ہے حالانکہ اس کو یہ حق نہیں ہے کہ مجھے گالیاں دے وَیُکَذِّبُنِی اِبْنُ اٰدَمَ وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ ذٰلِکَ ابن آدم میری تکذیب کرتا ہے حالانکہ اس کو لائق نہیں ہے کہ میری تکذیب کرے۔'' گالیاں کس طرح نکالتا ہے یَدْعُوْالِیْ وَلَدًا ''میری طرف اولاد کی نسبت کرتا ہے۔'' اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرنا اللہ تعالیٰ کو گالیاں دینا ہے یہ جو یہودی عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بناتے ہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ خود پادری کہتے ہیں نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآءِ ''ہم رب کے بیٹے ہیں اور رب کے محبوب ہیں۔'' یہ رب تعالیٰ کو گالیاں نکالتے ہیں۔ فرمایا اس بات کی وجہ سے آسمان پھٹ جائیں، زمین شق ہو جائے، پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر گر جائیں اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا اس لئے کہ انہوں نے رحمٰن کی طرف نسبت کی ہے اولاد کی وَمَا یَنْبَغِیْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ یَّتَّخِذَ وَلَدًا اور نہیں ہے لائق رحمٰن کیلئے کہ وہ اولاد ٹھہرائے۔ وہ اولاد سے پاک ہے اس کی صفت ہے لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ ''نہ اس نے کسی کو جنا ہے اور نہ اس کو کسی نے جنا ہے۔'' نہ اس کا باپ ہے نہ بیٹا نہ ماں ہے نہ بیٹی، رب تعالیٰ کی ذات ان سب چیزوں سے پاک صاف اور مبرا ہے۔

اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿۹۳﴾ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ﴿۹۴﴾ وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴿۹۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ﴿۹۶﴾ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ﴿۹۷﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ ؕ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴿۹۸﴾ ع ۶

اِنْ كُلُّ نہیں ہیں سب کے سب مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ جو آسمانوں میں ہیں وَالْاَرْضِ اور جو زمین میں ہیں اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ مگر آئیں گے رحمان کے پاس عَبْدًا بندے ہوکر لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ البتہ تحقیق اس اللہ تعالیٰ نے ان کو گھیر رکھا ہے وَعَدَّهُمْ عَدًّا اور شمار کر رکھا ہے ان کو شمار کرنا وَكُلُّهُمْ اور سب کے سب اٰتِيْهِ آئیں گے اللہ تعالیٰ کے پاس يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن فَرْدًا اکیلے اکیلے اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کیے اچھے سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ عنقریب بنائے گا ان کیلئے رحمٰن وُدًّا دوستی فَاِنَّمَا پس پختہ بات ہے يَسَّرْنٰهُ ہم نے آسان کر دیا اس قرآن کو بِلِسَانِكَ آپ کی زبان میں لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ تاکہ آپ خوشخبری سنائیں اس کے ذریعے ڈرنے والوں کو وَتُنْذِرَ بِهٖ اور ڈرائیں اس کے ذریعے قَوْمًا لُّدًّا ایسی قوم کو جو بہت جھگڑالو ہے وَكَمْ اَهْلَكْنَا اور کتنی ہم نے ہلاک کی ہیں قَبْلَهُمْ

ان سے پہلے مِّنْ قَرْنٍ جماعتیں هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ کیا آپ محسوس کرتے ہیں ان میں سے مِّنْ اَحَدٍ کسی ایک کو بھی اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا یا آپ سنتے ہیں ان کے پاؤں کی آہٹ کو۔

اللہ تعالیٰ کا نہ کوئی بیٹا ہے نہ بیٹی :

گذشتہ درس میں تم نے سنا کہ دنیا میں وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کیلئے اولاد ٹھہرائی ہے یہودیوں کا یہ باطل اور بے بنیاد دعویٰ ہے کہ عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور عیسائیوں کا یہ باطل اور غلط عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ عرب کے مشرک اور دنیا کے اور بھی بہت سے علاقوں کے مشرکوں کا یہ عقیدہ ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اللہ تعالیٰ نے ان سب کی تردید فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کی نہ کوئی بیوی ہے نہ بیٹا ہے اور نہ بیٹی ہے یہ اس کی شان کے لائق ہی نہیں ہے بلکہ ان چیزوں کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا اللہ تعالیٰ کو گالیاں دینا ہے۔

چوبیس گھنٹے چوبیس فرشتے حفاظت پر مامور ہیں ہر آدمی کیساتھ :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ نہیں ہیں سب کے سب جو آسمانوں میں ہیں وَالْاَرْضِ اور زمین میں ہیں اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا مگر آئیں گے رحمان کے پاس بندے ہو۔ عبد کا معنیٰ بڑا عاجز اور بندگی کرنے والا۔ ساتوں آسمانوں میں فرشتے ہیں اور عرش کو اٹھانے والے فرشتے ہیں اللہ تعالیٰ کے فرشتے ان گنت اور بے شمار ہیں۔ سورہ مدثر میں ہے لَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ”کوئی نہیں جانتا آپ کے رب کے لشکروں کو مگر وہی۔“ رب ہی جانتا ہے۔ احادیث کی روشنی میں چوبیس گھنٹوں میں ہر

انسان اور ہر جن کیساتھ چوبیس فرشتے ہوتے ہیں۔ دس فرشتے دن کے وقت اس کی حفاظت کرتے ہیں اور دس فرشتے رات کے وقت حفاظت کرتے ہیں یَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ [سورۃ الرعد:۱۱] ''وہ اس کی حفاظت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔'' جب تک اللہ تعالیٰ کو اس کی حفاظت منظور ہوتی ہے دس فرشتے دن کو حفاظت کرتے ہیں اور دس فرشتے رات کو حفاظت کرتے ہیں اور چار فرشتے جو اقوال اور اعمال کی نگرانی کرتے ہیں کراماً کاتبین دو رات کے اور دو دن کے۔ اب یہاں نماز کی تکبیر ہوئی ہے اللہ اکبر تو اس مسجد کیساتھ جتنے محلے والے وابستہ ہیں ان کے فرشتے کی ڈیوٹی بدل گئی۔ رات والے فرشتے چلے گئے اور دن والے آگئے پھر جب عصر کی نماز کا وقت ہوگا اور امام تکبیر تحریمہ کہے گا تو دن والے فرشتے چلے جائیں گے اور رات والے آجائیں گے۔ ایک فرشتہ انسان کے ہونٹوں کے پاس رہتا ہے۔ یہ بندہ جو تسبیحات پہنچاتا ہے، درود شریف پڑھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں پہنچاتا ہے فرشتوں کی باریاں ہوتی ہیں وہ باری باری پہنچاتے ہیں ایک فرشتہ انسان کے دل کے دائیں طرف ہوتا ہے جو بندے کو اچھی چیزوں کا القا کرتا ہے۔ اگر کوئی اچھا خیال دل میں پیدا ہو تو سمجھو کہ فرشتے نے القاء کیا ہے۔ اور دل کے بائیں طرف شیطانوں میں سے کوئی شیطان ہوتا ہے اگر کوئی برا خیال آئے تو سمجھو کہ شیطان نے القاء کیا ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اس وقت لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھ کر بائیں طرف تھوک دو۔ اندازہ لگاؤ کہ فرشتے کتنے ہونگے؟ پھر احادیث میں یہ بھی آتا ہے کہ آسمانوں میں ایک بالشت جگہ بھی خالی نہیں ہے جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ رب تعالیٰ کی تعریف میں مشغول نہ ہو۔ فرشتوں کی عبادت ہے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ کعبۃ اللہ کے عین اوپر ساتویں آسمان پر ایک مقام ہے جس کا نام بیت المعمور ہے۔ بیت المعمور کا

معنٰی ہے آباد کیا ہوا گھر۔ یہ فرشتوں کا کعبہ ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے اس وقت سے لے کر روزانہ ستر ہزار فرشتے بیت المعمور کا طواف کرتے ہیں اور قیامت تک کرتے رہیں گے اور جو فرشتے ایک دفعہ طواف کر لیتے ہیں ان کو دوبارہ طواف کا موقع نہیں ملتا۔

جنگل میں نماز پڑھنے والا کس کو سلام کرتا ہے؟

فقہاء کرام رحمہم اللہ پر اللہ تعالیٰ کی کروڑوں رحمتیں ہوں جنہوں نے ہمیں دین سمجھایا اور محدثین کرامؒ پر بے شمار رحمتیں نازل ہوں جنہوں نے دین ہم تک پہنچایا۔ فرماتے ہیں کہ آدمی جب جنگل میں تنہائی میں نماز پڑھے اور سلام پھیرتے وقت السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہے تو یہاں کون ہیں جن کو سلام کہہ رہا ہے؟ فقہاء کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ وہاں جو فرشتے ہیں ان کی نیت کرلے اور جو مومن جنات ہیں ان کی نیت کرلے کہ وہ میری مراد ہیں جنگل میں فرشتے بھی موجود ہیں اور جنات بھی موجود ہیں مومن بھی ہیں اور کافر بھی ہیں اور جب آدمی جماعت کیساتھ صف میں کھڑا ہو تو دائیں طرف سلام پھیرتے وقت یہ مراد لے کہ جو میری دائیں طرف کھڑے ہیں ان کو میں سلام کرتا ہوں اور بائیں طرف سلام پھیرتے وقت یہ مراد لے نیت کرے کہ جو میری بائیں طرف کھڑے ہیں ان کو سلام کر رہا ہوں۔
اب سوال یہ ہے کہ سلام تو ہوتا ہے جب کوئی باہر سے آئے اور یہ سلام پھیرنے والا بھی وہیں ہے اور دائیں بائیں والے بھی وہیں ہیں۔ اس کے سلام کرنے کا کیا مطلب ہے باہر سے کوئی آیا نہیں ہے؟ اس کے جواب میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب نمازی نماز میں مشغول ہوتا ہے تو یوں سمجھو کہ گویا وہ یہاں ہوتے ہوئے بھی یہاں نہیں ہے رب تعالیٰ کے دربار میں چلا گیا ہے پھر جب سلام پھیرتا ہے نماز سے فارغ ہوتا ہے تو کہتا

ہے بھائی جان السلام علیکم! میں رب کے پاس چلا گیا تھا اب واپس آیا ہوں تمہیں سلام کرتا ہوں۔اور ہماری نمازوں کا تو یہ حال ہے کہ ہم نماز شروع کرتے ہیں تو وساوس اور خیالات آنے شروع ہو جاتے ہیں۔مگر یاد رکھنا! وساوس سے نماز باطل نہیں ہوتی۔ہاں نماز کی قبولیت کا حُسن یہ ہے کہ نمازی حضوری کیساتھ ہو اور کوئی خیال نہ آئے اور غیر اختیاری طور پر خیال کے آنے سے نماز پر کوئی زد نہیں پڑتی۔اِنْ کُــلُّ میں اِنْ نافیہ ہے۔نہیں ہیں سب کے سب جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں مگر آئیں گے قیامت والے دن رحمٰن کے پاس عبد عاجز ہو کر۔سورہ معارج میں ہے خَاشِعَةً اَبۡصَارُهُمۡ تَرۡهَقُهُمۡ ذِلَّـةٌ ''ان کی نگاہیں پست ہونگی ان پر ذلت سوار ہوگی۔'' آنکھیں جھکی ہونگی پسینہ بہہ رہا ہوگا عجیب منظر ہوگا۔فرمایا لَـقَـدۡ اَحۡصٰهُمۡ البتہ تحقیق اس اللہ تعالیٰ نے ان کو گھیر رکھا ہے قدرت کے لحاظ سے اس کی قدرت سے کوئی باہر نہیں ہے وَعَـدَّهُمۡ عَدًّا اور اللہ تعالیٰ نے شمار کر رکھا ہے گنتی کے لحاظ سے اس کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں ہے نہ اس کی قدرت سے کوئی چیز باہر ہے اور نہ اس کے علم سے کوئی چیز باہر ہے وَكُلُّهُمۡ اٰتِيۡهِ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ فَرۡدًا اور سب کے سب آئیں گے اللہ تعالیٰ کے پاس اکیلے اکیلے۔حدیث پاک میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک بندہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس پر چادر ڈال دیں گے اور اس کیساتھ سرگوشی کریں گے یعنی اس کیساتھ آہستہ آہستہ کلام کریں گے۔رب تعالیٰ فرمائیں گے اَتَـذۡكُـرُ ذَنۡـبُ كَذَا کیا تجھے یاد ہے تو نے یہ گناہ کیا اور ان چیزوں کا ذکر ہوگا جن کو وہ گناہ نہیں سمجھتا تھا اور تھیں گناہ۔

بے لذت گناہ :

بہت ساری چیزیں ہیں بے لذت گناہ لیکن لوگ کرتے ہیں۔حضرت مولانا مفتی

محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک چھوٹا سا رسالہ لکھا ہے اس کا نام ہی ''بے لذت گناہ'' ہے مثلاً نمازی نے نماز پڑھ کر مسجد سے باہر نکلتے وقت سیڑھیوں پر تھوک دیا یہ اس کا گناہ ہے۔ بھئی! سیڑھیوں پر کیوں تھوکا ہے؟ اس سے لوگوں کو کراہت ہوگی باہر جا کر تھوکو۔ اسی طرح گھر میں جالے لگے ہوئے ہیں ان کو نہ ہٹانا یہ بھی گناہ ہے۔ پھل کھا کر چھلکے راستے میں گلی میں پھینک دینا بھی گناہ ہے۔ یہ سب بے لذت گناہ ہیں اللہ تعالیٰ ان سے بچائے۔ تو ایسی چیزوں کا ذکر ہوگا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تو نے فلاں گناہ کیا تھا فلاں گناہ کیا تھا، بندے کے طوطے اڑ جائیں گے وہ یہ خیال کریگا کہ میں تو ان کو گناہ ہی خیال نہیں کرتا تھا تو جب پرچے میں یہ چیزیں آ گئی ہیں تو جو گناہ میرے پرچے میں ہیں ان کا کیا بنے گا؟

کن لوگوں کے گناہ نیکیوں کیساتھ تبدیل ہونگے :

رب تعالیٰ فرمائیں گے اے میرے بندے! تیری نیکیاں بہت زیادہ ہیں ان نیکیوں کی وجہ سے میں ان گناہوں کو نیکیوں کیساتھ بدل دونگا فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِھِمْ حَسَنَاتٍ [فرقان:۷۰] ''پس یہی لوگ ہیں کہ تبدیل کردے گا پروردگار ان کی برائیوں کو نیکیوں میں۔'' پھر وہ بندہ خود بخود بولنے لگ جائے گا اے میرے رب میں نے یہ بھی کیا، یہ بھی کیا، پھر بولنے سے رکے گا نہیں۔ پہلے بولتا نہیں تھا اور اب سانس نہیں لے گا۔ مگر ہر آدمی کیلئے نہیں ہے یہ اس آدمی کیلئے ہے جسکی نیکیاں زیادہ ہیں اور ہمارے پاس تو گناہوں کے انبار ہیں بوریاں بھری ہوئی ہیں۔ فرمایا سب کے سب اکیلے اکیلے آئیں گے رب تعالیٰ کے پاس قیامت والے دن اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور صرف ایمان نہیں وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کئے اچھے سَیَجْعَلُ لَھُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا بتاکید بنائے گا ان کیلئے رحمٰن دوستی۔ دوستی کا کیا معنیٰ ہے؟ یہ معنیٰ بھی ہے

کہ اللہ تعالیٰ کے جو بندے مومن ہیں اور نیک اعمال کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کیساتھ ان کی دوستی پیدا ہو جائے گی تو بڑی بات ہے۔ حضرت ابوذر غفاری ﷛ نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا اَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ حضرت! اعمال میں بہتر عمل کونسا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے کسی سے محبت کرنا اور اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے کسی کیساتھ بغض رکھنا یہ انسان کا بہترین عمل ہے۔ نیک بندوں کیساتھ محبت اور برے سے اس کی برائی کی وجہ سے نفرت یہ ایمان کی واضح علامت ہے اور یہ معنیٰ بھی ہے کہ ان مومنوں کی آپس میں دوستی ہوگی۔ پہلے یہ حدیث سن چکے ہو کہ اسی دوستی کے نتیجے میں اس دوزخی کے بارے میں جھگڑا کریں گے کہ جو کسی وجہ سے دوزخ میں چلا گیا کہ اے پروردگار! یہ ہمارے ساتھ نمازیں پڑھتا تھا، روزے رکھتا تھا اس پر مہربانی فرما۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ جاؤ اس کو پکڑ کر ساتھ جنت میں لے جاؤ۔ فَاِنَّمَا یَسَّرْنٰـہُ بِلِسَانِکَ پس پختہ بات ہے کہ ہم نے اس قرآن کو آسان کر دیا اے نبی کریم ﷺ! آپ کی زبان میں۔

عربی زبان کی فضیلت :

آپ ﷺ بھی عربی تھے قرآن بھی عربی میں نازل ہوا، قوم بھی عربی تھی۔ ایک حدیث پاک میں آتا ہے کہ عربی زبان کیساتھ محبت کرو لِاَ نِّـی عَـرَبِـیٌّ کیونکہ میں عربی ہوں وَالْقُرْآنُ عَرَبِیٌّ اور قرآن پاک بھی عربی زبان میں ہے وَلِسَانُ اَھْلِ الْجَنَّۃِ عَرَبِیٌّ اور جنتیوں کی زبان بھی عربی ہوگی۔ تو فرمایا ہم نے آپ ﷺ کی زبان میں قرآن کو آسان کر دیا لِتُبَشِّرَ بِہِ الْمُتَّقِیْنَ تاکہ آپ خوشخبری سنا دیں اس کے ذریعے جو ڈرنے والے ہیں رب تعالیٰ کے عذاب سے کہ تمہارے لئے راحت ہی راحت ہے خوشی ہی خوشی

ہے، مرتے وقت بھی، قبر میں بھی، میدان محشر میں بھی، پل صراط پر بھی اور جنت میں بھی خوشی ہوگی اور اس لئے ہم نے قرآن پاک آپ کی زبان میں آسان کیا ہے وَتُنۡذِرَ بِهٖ قَوۡمًا لُّدًّا۔ لُدًّ اَلَدُّ کی جمع ہے۔ سورۃ البقرہ میں آتا ہے وَ هُوَ اَلَدُّ الۡخِصَامِ ''اور وہ سخت جھگڑالو ہے۔'' تو آیت کا معنیٰ ہوگا تاکہ آپ اس قرآن کے ذریعے ڈرائیں ایسی قوم کو جو بہت جھگڑالو ہے۔ عرب لوگ مکی لوگ کافی سخت مزاج تھے اب بھی وہ فطرت ان میں چلی آ رہی ہے۔

حضرت میّب بن حزن صحابی ﷺ تھے ان کے بیٹے حضرت سعید تابعی ہیں اور والد بھی صحابی ہیں حزن ﷺ۔ حزن کے معنیٰ کھر درا ہے یہ حزن آنحضرت ﷺ کے پاس آئے۔ آپ ﷺ نے پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ کہنے لگے حزن۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ نام اچھا نہیں ہے سہل نام رکھو اس کا معنیٰ ہے نرم۔ سہیل نام رکھ لو۔ کہنے لگے میرے والدین نے نام رکھا تھا میں نے بدلنا نہیں ہے۔ ان کے پوتے حضرت سعید بن میّب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے دادا نے سختی کی کیونکہ ان کے نام میں سختی تھی اور وہ سختی ہم میں بھی چلی آ رہی ہے۔ آج کل لوگ آتے ہیں مرد بھی عورتیں بھی عجیب عجیب قسم کے ناموں کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس کا کیا معنیٰ ہے، اس کا کیا معنیٰ ہے؟ ایسے نام بھی ہوتے ہیں کہ ان کا مطلب ہی سمجھ نہیں آتا۔ بھائی! وہ نام رکھو جو مسلمانوں کے ہیں بس مہمل نہ ہوں۔ وَكَمۡ اَهۡلَكۡنَا قَبۡلَهُمۡ اور کتنی ہلاک کیں ہم نے ان سے پہلے مِّنۡ قَرۡنٍ جماعتیں هَلۡ تُحِسُّ مِنۡهُمۡ مِّنۡ اَحَدٍ کیا آپ محسوس کرتے ہیں ان میں سے کسی ایک کو بھی۔ وہ جماعتیں وہ امتیں کہیں چلتی پھرتی تمہیں نظر آتی ہیں اَوۡ تَسۡمَعُ لَهُمۡ رِكۡزًا۔ رِكۡز کے معنیٰ پاؤں کی آہٹ، یا آپ سنتے ہیں ان کے پاؤں کی آہٹ کو کہ بات نہ کریں صرف چلیں اور پاؤں کی آہٹ

سے معلوم ہو کہ کوئی چل رہا ہے۔ وہ ایسے تباہ ہوئے کہ نہ زبان سے بول سکے اور نہ پاؤں سے چل سکے۔ اللہ تعالیٰ اپنے غضب اور عذاب سے بچائے اور محفوظ رکھے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سورۃ طٰہٰ

(مکمل)

جلد............۱۲

سُوْرَةُ طٰهٰ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ مِائَةٌ وَخَمْسٌ وَّثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّثَمَانُ رُكُوْعَاتٍ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

طٰهٰ ﴿۱﴾ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ﴿۲﴾ اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ﴿۳﴾ تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ﴿۴﴾ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ﴿۵﴾ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ﴿۶﴾ وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى ﴿۷﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ﴿۸﴾

طٰہٰ مَآ اَنْزَلْنَا نہیں اتارا ہم نے عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ آپ پر قرآن کریم لِتَشْقٰٓی تا کہ آپ مشقت میں مبتلا ہو جائیں اِلَّا تَذْکِرَۃً مگر نصیحت ہے لِّمَنْ اس شخص کیلئے یَّخْشٰی جو خوف کرے تَنْزِیْلًا یہ قرآن اتارا ہوا ہے مِّمَّنْ اس ذات کی طرف سے خَلَقَ الْاَرْضَ جس نے پیدا کیا زمین کو وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰی اور آسمانوں کو جو بلند ہیں اَلرَّحْمٰنُ وہ رحمٰن ہے عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی عرش پر قائم اور مستوی ہے لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ اسی کیلئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے وَمَا فِی الْاَرْضِ اور جو کچھ زمین میں ہے وَمَا بَیْنَهُمَا اور جو کچھ آسمانوں اور زمینوں کے درمیان ہے وَمَا تَحْتَ الثَّرٰی اور جو کچھ گیلی زمین کے نیچے ہے وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ اور اگر آپ بلند آواز کیساتھ بات کریں گے فَاِنَّهٗ یَعْلَمُ السِّرَّ بیشک وہ جانتا ہے مخفی بات کو وَاَخْفٰی اور اس سے بھی زیادہ مخفی بات کو اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اللہ ہی ہے نہیں ہے کوئی الٰہ مگر وہی لَهُ

اَلۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰی اسی کیلئے نام ہیں اچھے۔

اس سورت کا نام طٰہٰ ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اس سے پہلے چوالیس سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ نزول کے اعتبار سے اس کا پینتالیسواں نمبر ہے موجودہ ترتیب کے اعتبار سے بیسویں سورت ہے۔ اس کے آٹھ رکوع اور ایک سو پینتیس (۱۳۵) آیات ہیں۔ لفظ طٰہٰ کے متعلق بہت سی باتیں کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ طٰہٰ اس سورت کا نام ہے۔ دوسری بات یہ کہی گئی ہے کہ طٰہٰ آنحضرت ﷺ کا نام ہے اور حرف 'یا' یہاں مقدر ہے اصل میں ہے یَا طٰہٰ مَا اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰی اے طٰہٰ نہیں اتارا ہم نے آپ پر قرآن تا کہ آپ مشقت میں مبتلا ہوں۔

مشرک شرک پر بڑا پکا ہوتا ہے :

قرآن کریم عربی زبان میں تھا اور مکے والوں کی مادری زبان عربی تھی۔ جب نازل ہوا تو اس کے ایک ایک حرف سے ان کے عقائد پر زد پڑتی تھی کیونکہ سمجھتے تھے۔ شرک ان کی رگوں میں پیوست تھا شرک کیخلاف کوئی بات سننا گوارہ نہیں کرتے تھے جیسے آج کل بدعت کی تردید کرو تو اہل بدعت ہرگز گوارہ نہیں کرتے۔ مکے والے شرک میں، رسومات میں اور برائیوں میں آلودہ تھے وہ ان کیخلاف کوئی بات سننے کیلئے تیار نہیں تھے۔ سورہ انعام آیت نمبر ۲۶ میں ہے وَهُمۡ یَنۡهَوۡنَ عَنۡهُ وَیَنۡئَوۡنَ عَنۡهُ ''وہ کافر دوسروں کو روکتے ہیں قرآن پاک سننے سے اور وہ خود اس سے بھاگتے ہیں۔'' جب آپ ﷺ قرآن کریم سنانا شروع کرتے کچھ لوگ آپ ﷺ کے پاس ہوتے دوسرے ان کا بازو پکڑ کر لے جاتے کہ چلو چلو نہیں سننا۔ بلکہ پھر انہوں نے یہ سلسلہ شروع کیا کہ جب آپ ﷺ قرآن کریم پڑھتے تو وہ شور مچاتے تھے۔ سورہ حم سجدہ آیت نمبر ۲۶ میں ہے وَقَالَ الَّذِیۡنَ

كَفَرُوْا ''اور کہا ان لوگوں نے جو کافر ہیں لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ نہ سنو اس قرآن کو وَالْغَوْا فِيْهِ اور شور و شر کرو اس میں لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ تاکہ تم غالب آجاؤ۔'' مشرکوں نے ایک دوسرے کو کہا کہ جب یہ قرآن کریم شروع کرے تو تم اس وقت شور مچا دو تاکہ کوئی لفظ کسی کے کان میں نہ پڑے۔ ان چیزوں کو دیکھ کر آپ ﷺ پریشان ہوتے تھے کہ میں کیا کروں کیسے سناؤں کس کو سناؤں؟

آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تسلی :

تو آپ ﷺ کی تسلی کیلئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے طٰہٰ ﷺ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ نہیں اتارا ہم نے آپ پر قرآن لِتَشْقٰٓى تاکہ آپ مشقت میں مبتلا ہوں۔ آپ کو مشقت میں مبتلا کرنے کیلئے قرآن نہیں نازل کیا اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى مگر نصیحت ہے اس شخص کیلئے جو خوف کرے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرے۔ پندرھویں پارے میں آپ حضرات پڑھ چکے ہیں فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا [کہف:٦] ''شاید کہ آپ اپنی جان ہی ضائع کر دیں افسوس کرتے ہوئے کہ یہ لوگ قرآن کو کیوں نہیں مانتے۔'' فرمایا یہ ہدایت دینا آپ کا منصب نہیں ہے اور نہ ہی آپ اس کیلئے پریشان ہوں۔ آپ کا کام ہے سنانا فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ''پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے۔'' تو طٰہٰ سے مراد آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ امام سیوطی رحمہ اللہ نے ایک مختصر سی تفسیر لکھی ہے اس کا نام ہے اِکْلِیل۔ اس میں فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے ستر نام قرآن کریم میں آئے ہیں ان میں سے ایک طٰہٰ ہے ایک یٰسین ہے اور ایک تفسیر یہ کی گئی ہے کہ آنحضرت ﷺ رات کو تہجد کی نماز میں قیام لمبا کرتے تھے حتیٰ کہ آپ کے پاؤں پر ورم

سوج پڑ گئی تھی۔ صحابہ کرام ﷺ نے عرض کیا حضرت! اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتنا بڑا درجہ اور شان عطا فرمائی ہے آپ ﷺ اتنی تکلیف کیوں اٹھاتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اَفَلاَ اَکُوْنَ عَبْدًا شَکُوْرًا ''کیا میں رب تعالیٰ کا شکر گذار بندہ نہ بنوں'' کہ اس نے مجھے اتنا بڑا درجہ اور مقام عطا فرمایا ہے۔ مجھے رب تعالیٰ کا زیادہ شکر ادا کرنا چاہیے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ آپ ﷺ جب تھک جاتے تھے تو وزن ایک پاؤں پر ڈال لیتے تھے اور دوسرے پاؤں کو ہلکا فرما لیتے تھے تاکہ ایک پاؤں تھوڑا سا سانس لے لے۔ تو پھر مطلب یہ ہوگا کہ اپنے دونوں پاؤں زمین پر برابر رکھو یہ قرآن ہم نے آپ ﷺ کو مشقت میں ڈالنے کیلئے نہیں اتارا، یہ تفسیر بھی کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تَنْزِیْلاً یہ قرآن اتارا گیا ہے مِمَّنْ اس ذات کی طرف سے خَلَقَ الْاَرْضَ جس نے پیدا کیا زمین کو وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰی عُلٰی عُلْیٰ کی جمع ہے بمعنٰی بلند۔ معنٰی ہوگا پیدا کیا آسمانوں کو جو بلند ہیں۔ یہ سات آسمان ہیں اور ہر آسمان پہلے سے بلند ہے۔ احادیث میں آتا ہے کہ زمین سے آسمان تک پانچ سو سال کی مسافت ہے یعنی اگر کوئی پیدل چلے تو پانچ سو سال میں زمین سے آسمان تک پہنچے گا۔ پھر پہلے آسمان سے دوسرے آسمان تک دوسرے سے تیسرے آسمان تک تیسرے سے چوتھے آسمان تک اتنی ہی مسافت ہے پھر پانچویں اور چھٹے تک اتنی ہی مسافت ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے فرشتے آنِ واحد میں آتے جاتے ہیں ان کیلئے اس مسافت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ تو یہ قرآن اس ذات کی طرف سے اتارا ہوا ہے جس نے زمین کو پیدا کیا بلند آسمان کو پیدا کیا اور بغیر ستون اور سہارے کے کھڑا کیا ہوا ہے اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی وہ رحمٰن ہے عرش پر قائم ہے۔

عرش پر مستوی ہونے کا مطلب :

سات آسمانوں کے اوپر کرسی ہے اس کے اوپر عرش ہے جسم اور حجم کے لحاظ سے سب سے بڑی چیز عرش ہے اور رتبے اور مقام کے لحاظ سے ساری مخلوق میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ تو جسم کے لحاظ سے اعظم المخلوقات عرش ہے اور مرتبے کے لحاظ سے اعظم المخلوقات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اللہ تعالیٰ عرش پر کیسے قائم اور مستوی ہے ہم کسی شے کیساتھ تشبیہ نہیں دے سکتے کہ میں اس وقت مصلے پر بیٹھا ہوں اور آپ حضرات دریوں پر بیٹھے ہیں، کوئی کرسی پر بیٹھا ہوتا ہے، کوئی سیڑھی پر بیٹھتا ہے، حاشا وکلا ہم کسی شے کیساتھ تشبیہ نہیں دے سکتے۔ عقیدہ ہے کہ وہ عرش پر مستوی ہے کَمَا یَلِیْقُ بِشَانِہٖ جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ چار بڑے اماموں میں سے ایک ہیں بزرگ، محدث اور فقیہ تھے۔ ان سے ان کے شاگردوں نے سوال کیا کہ حضرت استویٰ علی العرش کی کیا کیفیت ہوگی یا ہم کیسے سمجھیں؟ حضرت نے فرمایا اَلْاِیْمَانُ بِہٖ وَاجِبٌ وَ کَیْفِیَّتُہٗ مَجْھُوْلَۃٌ وَالسُّوَالُ عَنْہُ بِدْعَۃٌ ''اس پر ایمان لانا ضروری ہے اور اس کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں ہے اس کے متعلق بحث کرنا بدعت ہے۔'' جو چیز سمجھ نہ آئے خواہ مخواہ اس کے پیچھے نہ پڑو اور مسئلہ سمجھو کہ ایک عقیدہ ہم نے یہ رکھنا ہے ہے کہ رحمٰن عرش پر مستوی ہے اور اس کیساتھ یہ عقیدہ بھی رکھنا ہے رب ہمارے ساتھ بھی ہے۔ سورہ حدید آیت نمبر ۴ میں ہے وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَ مَا کُنْتُمْ ''اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو۔'' اور ساتھ بھی کیسا؟ سورۃ ق آیت نمبر ۱۶ میں ہے وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ ''اور ہم زیادہ قریب ہیں اس سے رگ جان سے۔'' ایک رگ ہے جو دماغ سے دل تک جاتی ہے اس کو اردو میں رگ جان اور شہ رگ اور عربی میں ورید کہتے ہیں۔ وہ کٹ

جائے تو آدمی مرجاتا ہے۔ فرمایا ہم اس شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں وَلٰکِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ [واقعہ:۸۵] ''اور لیکن تم نہیں دیکھ سکتے۔'' دنیا میں اللہ تعالیٰ کی ذات کو کسی نے نہیں دیکھا۔

معراج کی رات آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے یا نہیں :

معراج کی رات آنحضرت ﷺ نے دیکھا ہے یا نہیں؟ اس کے بارے میں صحابہ کرام ؓ کا اختلاف ہے کہ آنکھوں کیساتھ دیکھا ہے یا نہیں؟ اکثریت قائل ہے کہ آپ ﷺ نے آنکھوں کیساتھ دیکھا ہے۔ دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ رَاٰی بِقَلْبِہٖ دل کیساتھ دیکھا ہے آنکھوں کیساتھ نہیں دیکھا۔ ہاں قیامت والے دن رب کا دیدار حق ہے سورۃ القیامہ میں ہے وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَۃٌ اِلٰی رَبِّھَا نَاظِرَۃٌ ''کتنے چہرے اس دن تروتازہ ہونگے اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہوں گے۔'' یہ رؤیت قرآن سے ثابت ہے اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے، اجماع امت سے ثابت ہے اور قیامت کے مسائل کو دنیا پر قیاس کرنا غلط ہے قیامت قیامت ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات قدرت سے پہچانی جاتی ہے :

تو اللہ تعالیٰ کی ذات کو کسی نے نہیں دیکھا ہاں قدرت کے اعتبار سے ہم نے دیکھا ہے......

؎ دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا
بس جان گیا میں کہ تیری پہچان یہی ہے

آسمان دیکھو، زمین دیکھو، پہاڑ دیکھو، دریا دیکھو، انسان دیکھو، شکلیں دیکھو، زمین کے پودے، پھل اور فصلیں دیکھو، درخت دیکھو، خدا کی قدرت کا مظہر ہیں وَفِیْ کُلِّ

شَیْءٍ لَـہٗ اٰیَۃٌ تَدُلُّ عَلٰی اَنَّھَا وَاحِدٌ ''اور ہر شی میں اس کیلئے دلیل ہے جو دلالت کر رہی ہے کہ وہ وحدہ لاشریک ہے۔'' فارسی کا شاعر کہتا ہے......

ہر گیا ہے کہ از زمین روید
وحدہ لاشریک لہ گوید

''زمین سے جو کونپل نکلتی ہے وہ وحدہ لاشریک لہ کہتی ہے۔'' جب زمین سے کوئی کونپل نکلتی ہے تو وہ ایک ہوتی ہے آگے پھر اس سے شاخیں نکلتی ہیں۔ تو جس وقت زمین سے کوئی دانہ پھوٹتا ہے درخت اگتا ہے اکیلا ہوتا ہے گویا وہ زبان حال سے یہ کہتا ہے کہ میرا خالق صرف ایک ہی ہے میں زمین سے ایک ہی نکلا ہوں۔ تو خداوند کریم قدرت سے سمجھ آتا ہے نظر نہیں آتا۔ تو دونوں عقیدے رکھنے ہیں، عرش پر قائم بھی ہے اور ہمارے ساتھ بھی موجود ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے ہمیں کیفیت کا مکلف نہیں بنایا کہ تم اس کیفیت کیساتھ مانو۔ لَـہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ اللہ ہی کیلئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، سب کا وہی مالک ہے، وہی خالق ہے، وہی متصرف ہے وَمَا بَیْنَھُمَا اور جو کچھ زمین اور آسمان کے درمیان ہے، جو کچھ خلا میں، فضا میں ہے یہ سب رب تعالیٰ کا ہے وَمَا تَحْتَ الثَّرٰی اور جو کچھ گیلی زمین کے نیچے ہے۔ زمین کے نیچے سمندر ہے زمین سمندر پر ہے اور روایات میں آتا ہے کہ مچھلی کے کان پر یہ سب زمینیں قائم ہیں۔ رب کی قدرت سمجھ نہیں آتی کہاں کہاں ہے، ہر چیز رب تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت کی دلیل ہے۔ اس کی قدرت کی دلیل ہے۔ تو جو گیلی مٹی کے نیچے ہے وہ سب اس کا ہے، سب کا وہی خالق ہے مالک ہے، متصرف ہے اور وہی مُدَبِّرُ الْاَمْر بھی ہے سب اس کی قدرت میں ہے جو چاہے کرے وَاِنْ تَجْھَرْ بِالْقَوْلِ اور اے مخاطب! اگر

آپ بلند آواز کیساتھ بات کریں گے۔ جہر کا معنیٰ اونچی، قول کا معنیٰ بات فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ پس بیشک وہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے مخفی بات کو وَاَخْفٰى اور اس سے بھی زیادہ مخفی بات کو جانتا ہے۔

بلند آواز سے ذکر مکروہ تحریمی ہے :

آنحضرت ﷺ صحابہ کرام ﷺ کیساتھ فتح خیبر کے بعد واپس تشریف لا رہے تھے اونچی اونچی ذکر شروع کر دیا کہ جنگل طے کر رہے ہیں آنحضرت ﷺ پیچھے تھے آپ ﷺ آ کر مل گئے اور فرمایا اِرْبَعُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ اِنَّكُمْ لَا تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَلَا غَائِبًا ''اپنی جانوں پر نرمی کرو بیشک تم بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے۔'' تم اس ذات کو پکارتے ہو جو سننے والی اور قریب ہے کیوں اپنی جانوں کو مصیبت میں ڈالتے ہو۔ یہ بخاری شریف اور مسلم شریف کی روایت ہے اسی روایت کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ سلف صالحین اونچی ذکر کرنے کو مکروہ تحریمی سمجھتے تھے حرام کے درجے کا سمجھتے تھے سوائے ان جگہوں کے جہاں شریعت نے اونچی ذکر کرنے کا حکم دیا ہے۔ مثلاً آذان بلند آواز سے ہے، اقامت بلند آواز سے ہے حج عمرے کا تلبیہ بلند آواز سے ہے لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ...... الخ عیدالاضحیٰ کے موقع پر نویں تاریخ سے لے کر تیرھویں تاریخ کی عصر تک نماز کے بعد تکبیریں بلند آواز سے ہیں۔ تو جہاں جہاں بلند بتلایا ہے وہ بلند ہے باقی ذکر آہستہ ہے۔ فرمایا اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اللہ ہی ہے نہیں ہے کوئی الٰہ مگر وہی۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، کوئی مسجود نہیں جس کو سجدہ کیا جائے، کوئی نذر و نیاز کے لائق نہیں ہے کہ اس کی نذر دی جائے، کوئی حاجت روا نہیں ہے، کوئی مشکل کشا، فریادرس نہیں ہے، کوئی دستگیر نہیں ہے مگر صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ یہ اسلام کا بنیادی عقیدہ اور کلمے کا پہلا جز ہے لا الٰہ الا اللہ۔ لَهُ الْاَسْمَآءُ

الْحُسْنٰی اسی کے نام ہیں اچھے۔ننانوے نام مشہور ہیں عموماً قرآن کریم اور دیگر کتابوں کیساتھ لکھے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہر نام میں برکت ہے اور تقریباً پانچ ہزار نام ہیں اللہ تعالیٰ کے جو آسمانی کتابوں اور صحیفوں میں نازل ہوئے ہیں۔لفظ اللہ یہ اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ہے باقی صفاتی ہیں۔ جیسے رحمٰن ہے، رحیم ہے، کریم ہے، جبار ہے، قہار ہے، رزاق ہے، فتاح ہے، بدیع ہے، جس نام کیساتھ بھی رب کو پکارو ہر نام کی برکت ہے۔ بزرگان دین فرماتے ہیں کہ اگر رشتے میں رکاوٹ ہو یا کاروبار رکا ہوا ہو تو ہر نماز کے بعد تین دفعہ توجہ کیساتھ پڑھو یَا رَحِیْمُ یَا کَرِیْمُ یَا لَطِیْفُ نہ نماز چھوڑے نہ وظیفہ چھوڑے ان شاء اللہ ان ناموں کی برکت سے رکاوٹ دور ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کے نام برکت والے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معنٰی میں بندہ بننے کی توفیق نصیب فرمائے۔

وَهَلْ

اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۝۹ اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّیْٓ
اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْٓ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ۝۱۰
فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِیَ یٰمُوْسٰى ۝۱۱ اِنِّیْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَیْكَ ۚ اِنَّكَ
بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۝۱۲ وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا یُوْحٰى ۝۱۳
اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ ۝۱۴
اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ اَكَادُ اُخْفِیْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعٰى ۝۱۵
فَلَا یَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا یُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى ۝۱۶

وَهَلْ اَتٰكَ اور کیا آئی ہے آپ کے پاس حَدِیْثُ مُوْسٰی موسیٰ علیہ السلام کی خبر اِذْ رَاٰ نَارًا جس وقت دیکھی موسیٰ علیہ السلام نے آگ فَقَالَ پس فرمایا لِاَهْلِهِ اپنے گھر والوں کو امْكُثُوْٓا تم ٹھہرو اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا بیشک میں نے محسوس کی ہے آگ لَّعَلِّیْٓ شاید کہ اٰتِیْكُمْ لاؤں میں تمہارے پاس مِّنْهَا اس آگ سے بِقَبَسٍ کوئی شعلہ سلگا کر اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى یا میں پاؤں آگ کے پاس کوئی راہنمائی فَلَمَّآ اَتٰىهَا پس جس وقت آئے موسیٰ علیہ السلام آگ کے پاس نُوْدِیَ آواز دی گئی ان کو یٰمُوْسٰی اے موسیٰ علیہ السلام اِنِّیْٓ اَنَا رَبُّكَ بیشک میں آپ کا رب ہوں فَاخْلَعْ نَعْلَیْكَ پس اتار دے اپنے جوتے اِنَّكَ بیشک آپ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ ایسے میدان میں ہیں جو پاک ہے

طُوًی طویٰ اس کا نام ہے وَاَنَا اخْتَرْتُکَ اور میں نے آپ کو چن لیا ہے فَاسْتَمِعْ پس آپ کان لگائیں لِمَا یُوْحٰی اس چیز کی طرف جو وحی کی جاتی ہے اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ بیشک میں اللہ ہوں لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنَا نہیں ہے کوئی معبود مگر صرف میں ہی فَاعْبُدْنِیْ پس میری عبادت کرو وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ اور قائم کرو نماز لِذِکْرِیْ میری یاد کیلئے اِنَّ السَّاعَۃَ بیشک قیامت اٰتِیَۃٌ آنے والی ہے اَکَادُ اُخْفِیْھَا قریب ہے کہ میں اس کو مخفی رکھوں لِتُجْزٰی تاکہ بدلہ دیا جائے کُلُّ نَفْسٍ ہر نفس کو بِمَا تَسْعٰی جو اس نے کوشش کی ہے فَلَا یَصُدَّنَّکَ پس ہرگز نہ روکیں آپ کو عَنْھَا اس قیامت سے مَنْ وہ لوگ لَّا یُؤْمِنُ بِھَا جو اس پر ایمان نہیں لاتے وَاتَّبَعَ ھَوٰہُ اور پیروی کی اپنی خواہش کی فَتَرْدٰی پس تم ہلاک ہو جاؤ گے۔

آنحضرت ﷺ مکے والوں کو جب قرآن کریم سناتے تھے تو مکے والے بڑی سختی کیساتھ تردید کرتے تھے۔ معاذ اللہ تعالیٰ کبھی تو آپ ﷺ کو پاگل کہتے، کبھی مفتری، کبھی جادوگر اور کبھی کذاب کہتے تھے بلکہ جو منہ میں آتا تھا بکتے تھے۔ طبعاً آپ ﷺ کو ان باتوں سے کوفت ہوتی تھی اور ہونی بھی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی تسلی کیلئے موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ ذکر فرمایا کہ حق کیساتھ دشمنی اور عداوت صرف آپ ﷺ کے دور میں ہی نہیں پہلے بھی ہوتی رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر بڑے معجزے ظاہر فرمائے لیکن نہ فرعون مانا اور نہ فرعونیوں نے مانا چنانچہ کئی رکوع اسی سلسلے میں چلیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ :

ارشادِ خداوندی ہے وَھَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ مُوْسٰی اور کیا آپ کے پاس آئی ہے پہنچی ہے خبر موسیٰ علیہ السلام کی ۔ موسیٰ کا لفظی معنیٰ اُسترا ہے جس کیساتھ سر مونڈتے ہیں ۔ جس طرح اُسترا بالوں کو صاف کرتا ہے اسی طرح موسیٰ علیہ السلام باطل کا صفایا کرتے تھے ۔ عربی کا مشہور مقولہ ہے لِکُلِّ فِرْعَوْنَ مُوْسٰی ''ہر فرعون کیلئے موسیٰ ہے ۔'' ہر جابر کے مقابلے میں حق والا ضرور اللہ تعالیٰ کھڑا کرتا ہے ۔

موسیٰ علیہ السلام کا نسب نامہ :

موسیٰ علیہ السلام کا نسب نامہ یہ ہے ۔ موسیٰ بن عمران بن فہس بن لاوی بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام گویا موسیٰ علیہ السلام ، یعقوب علیہ السلام کے پڑپوتے تھے ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر میں پیدا ہوئے اور اس دور میں پیدا ہوئے جس وقت فرعون کے نجومیوں نے یہ پیش گوئی کی تھی کہ ان تین سالوں میں بنی اسرائیل کے گھر ایک بچہ پیدا ہوگا جو تیری حکومت کے زوال کا سبب بنے گا ۔ چنانچہ فرعون نے بنی اسرائیل کے گھروں میں پہرہ دار بٹھا دیئے کہ جو بھی عورت حاملہ ہو اس کا نام باقاعدہ رجسٹر میں درج ہو اور دائیاں مقرر کی گئیں ، نگران مقرر کئے گئے اور نگرانی شروع ہوگئی ۔ ان تین سالوں میں بقول شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بارہ ہزار بچے قتل ہوئے اور بقول علامہ بونی رحمۃ اللہ علیہ ستر ہزار بچے قتل ہوئے ۔ یہ علامہ بونی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے بزرگ ہوئے ہیں ۔ عملیات پر ان کی کتاب ہے شمس المعارف عربی زبان میں چار جلدوں پر مشتمل ہے اب اس کا اردو میں بھی ترجمہ ہوگیا ہے ۔ عملیات کے فن میں اس سے بڑی اور مفصل کتاب اور کوئی نہیں ہے ۔ تو انہوں نے کہا کہ ستر ہزار بچے قتل ہوئے ۔ اکبر الٰہ آبادی مرحوم بڑے طنزیہ نگار شاعر تھے ان

کی ''کلیات اکبر'' پڑھو عجیب طنز کیساتھ بات کو سمجھاتے ہیں۔انہوں نے سرسید پر بڑا طنز کیا ہے کہ اس نے مسلمان قوم کے ذہن کس طرح خراب کئے ہیں۔

سرسید ملحد قسم کا آدمی تھا :

سرسید ملحد قسم کا آدمی تھا۔ اسکے باطل نظریات تھے ان کی تردید مولانا عبدالحق صاحب حقانی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر حقانی کے مقدمہ میں کی ہے۔ یہ معجزات کا منکر تھا اس پر بھی بڑا کچھ لکھا ہے انگریز کا چہیتا تھا۔تو اکبر الٰہ آبادی مرحوم نے طنزیہ طور پر کہا......

سرسید سے تمہیں کیا ہے نسبت
وہ انگریز داں ہے تم انگریزی داں ہو

وہ انگریز کی گود میں جا کر بیٹھ گیا ہے۔تو طنزیہ نگار شاعر تھے۔فرماتے ہیں......

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

کالج کھول کے بچوں کا ذہن بگاڑ دیتا تو اچھا ہوتا۔

دینی مدارس کی اصلاح کرنے کا مقصد ان کو خصی کرنا ہے :

دیکھو اس وقت موجودہ حکومت اس معاملہ میں بڑی تیز ہے کہ دینی مدارس کی اصلاح کرنی ہے اصلاح کا مطلب ہے کہ ان کو خصی کرنا ہے کہ انگریز حکومت کیخلاف جہاد نہ کریں،حق کی بات نہ کہہ سکیں اصل مقصد یہ ہے اور نام اصلاح کا ہے۔ ہمارے مدارس میں جو کوتاہیاں ہیں ان کی تم نشاندہی کرو ہم خود انشاء اللہ دور کردیں گے مگر کالجوں میں جو کوتاہیاں ہیں ان کو دور کیوں نہیں کرتے ۔ جو کچھ کالجوں میں ہو رہا ہے اس کی اصلاح کیوں نہیں کرتے؟ یہ ظلم ہے اور یکطرفہ کاروائی ہے۔بھئی!مدارس سے تمہیں کیا خطرہ ہے

ان کی اصلاح کی فکر پڑی ہوئی ہے؟ تو خیر موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے انہی تین سالوں میں پیدا فرمایا۔ یہ واقعہ آگے سورت قصص میں تفصیل کیساتھ آرہا ہے زندگی رہی تو ان شاء اللہ تعالیٰ بیان کریں گے کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون کے گھر پرورش کر کے دکھلائی فرعون کے گھر پلے پھر تیس سال کی عمر تھی دو آدمیوں کو دیکھا جھگڑ رہے تھے ایک فرعون کا باورچی خانے کا انچارج افسر تھا جسکا نام کاف تھا۔ دوسرا اسرائیلی تھا جو کہ مزدور پیشہ آدمی تھا۔ جھگڑا اس بات پر ہورہا تھا کہ وہ افسر کہہ رہا تھا کہ یہ لکڑی کا گٹھا اٹھا کر باورچی خانے میں پہنچاؤ۔ اس نے کہا کہ میں کمزور آدمی ہوں نہیں اٹھا سکتا کسی اور کو کہہ دو اور یہ افسر مزدوری بھی نہیں دیتا تھا۔ افسر نے کہا کہ یہ تم نے ہی اٹھانا ہے اور یہ اکڑ گیا اور کہا کہ تم نے روزمرہ کا یہ قصہ بنایا ہوا ہے کہ وہاں سے جو مزدوری ملتی ہے وہ جیب میں ڈال لیتا ہے اور لوگوں سے بیگار لیتا ہے میں نے یہ کام نہیں کرنا۔ یہ جھگڑا ہورہا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام پاس سے گذر رہے تھے دوپہر کا وقت تھا لوگ گھروں میں آرام کررہے تھے مظلوم نے موسیٰ علیہ السلام کو آواز دی کہ حضرت یہ میرے ساتھ زیادتی کرتا ہے موسیٰ علیہ السلام نے دونوں کی باتیں سنیں اور فرمایا کہ واقعی تو زیادتی کررہا ہے خزانے سے پیسے لیتا ہے اور خود کھا جاتا ہے مزدوروں کو نہیں دیتا۔ اس نے موسیٰ علیہ السلام کے سامنے بھی افسری دکھائی اکڑ فوں کی موسیٰ علیہ السلام نے اس کو مکا مارا وہ وہی ڈھیر ہوگیا۔ وہی بنی اسرائیلی اگلے دن کسی اور سے جھگڑ رہا تھا اور موسیٰ علیہ السلام گزر رہے تھے اس نے پھر موسیٰ علیہ السلام کو آواز دی۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تو بھی شرارتی آدمی لگتا ہے اس نے سمجھا کہ آج مجھے ماریں گے کہنے لگا کل تو نے فلاں کو مارا تھا آج مجھے مارنا چاہتا ہے راز فاش ہوگیا کہ افسر کو موسیٰ علیہ السلام نے قتل کیا ہے۔ فرعون نے کابینہ کا اجلاس بلایا اور فیصلہ ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کو فوراً گرفتار کرلیا

جائے کیونکہ یہ شخص ہماری سلطنت کیلئے خطرناک ثابت ہوسکتا ہے۔فرعون کی کابینہ کا ایک افسر تھا جس کا نام خزقیل تھا رحمۃ اللہ علیہ۔ یہ فرعون کا چچازاد بھائی تھا یہ مومن آدمی تھا اس کا ذکر سورہ مومن میں آتا ہے وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗ۔ یہ بچپن سے ہی موسیٰ علیہ السلام کا بڑا ہمدرد تھا اس نے کہا يٰمُوْسٰى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ ''اے موسیٰ علیہ السلام فرعون کے درباری تیرے متعلق مشورہ کررہے ہیں کہ تجھے قتل کردیں فَاخْرُجْ اِنِّيْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ [قصص:۲۰] ''آپ یہاں سے نکل جائیں میں آپ کے خیرخواہوں میں سے ہوں۔'' موسیٰ علیہ السلام اسی حالت میں مصر سے مغرب کی طرف چل پڑے۔ دس دن کی مسافت پر مدین شہر تھا وہ علاقہ فرعون کی قلمرو میں نہیں تھا وہاں اس کی حکومت نہیں تھی۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی بڑی بیٹی صفورہ رحمۃ اللہ علیہا کا نکاح ان کیساتھ کردیا اس سے بچے بھی ہوئے موسیٰ علیہ السلام نے وہاں دس سال گذارے۔ دس سال بعد اجازت لے کر بیوی بچوں سمیت مصر کی طرف روانہ ہوئے۔رات کا وقت تھا۔اس کا ذکر ہے اِذْ رَاٰ نَارًا جس وقت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھی آگ۔ مدین سے مصر کی طرف واپسی کے موقع پر رات کا وقت تھا سردی کا موسم تھا اور بیوی کے ہاں ولادت قریب تھی فَقَالَ لِاَهْلِهِ پس فرمایا اپنے گھر والوں کو، بیوی بھی ایک بچہ بھی تھا اور خادم بھی تھا اُمْكُثُوْا تم ٹھہرو اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا بیشک میں نے محسوس کی ہے آگ کہ فلاں جگہ آگ جل رہی ہے میں وہاں جاتا ہوں لَعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ شاید کہ میں لاؤں تمہارے لئے اس آگ سے کوئی شعلہ سلگا کر۔اور سورۃ القصص آیت نمبر ۲۹ میں ہے لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ''تاکہ تم آگ سیک سکو۔'' تو معلوم ہوا کہ کچھ سردی بھی تھی اندھیرا بھی تھا اور بیوی کو بھی ضرورت تھی۔ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى یا

پاؤں میں آگ کے پاس کوئی راہنمائی۔ آگ کے پاس کوئی نہ کوئی ہوگا۔ چونکہ سڑکیں تو ہوتی نہیں تھیں چھوٹے چھوٹے راستے ہوتے تھے۔ کہتے ہیں کہ ضَلَّ الطَّرِیْقَ راستہ بھول گئے تھے۔ تو آگ کے پاس کوئی نہ کوئی ہوگا اس سے راستہ پوچھ کر آتا ہوں۔ گھر والوں کو یہ کہہ کر آگ کی طرف روانہ ہوئے فَلَمَّآ اَتٰـھَا پس جس وقت آئے موسیٰ علیہ السلام آگ کے پاس نُوْدِیَ یٰمُوْسٰی آواز دی گئی اے موسیٰ علیہ السلام۔ وہ دنیا کی حسی آگ نہیں تھی وہ تو اللہ تعالیٰ کے نور کی تجلی تھی جو آگ کی شکل میں نظر آ رہی تھی۔ فرمایا اے موسیٰ علیہ السلام اِنِّیْٓ اَنَا رَبُّکَ بیشک میں آپ کا رب ہوں۔ آپ کے ساتھ جو گفتگو کر رہا ہوں میں آپ کا رب ہوں فَاخْلَعْ نَعْلَیْکَ پس اتار دے اپنے جوتے۔ مؤطا امام مالک میں روایت ہے کہ گدھے کے چمڑے کا جوتا تھا اور اون کے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ جوتا کیوں اتاریں اِنَّکَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی بیشک آپ ایسے میدان میں ہیں جو پاکیزہ ہے اور اس کا نام طویٰ ہے۔

پاکیزہ جگہ پر جوتے کیساتھ نہیں چلنا چاہیے:

اس سے یہ مسئلہ ثابت ہوا کہ پاکیزہ جگہ میں جوتے کیساتھ نہیں چلنا چاہیے۔ جیسے مسجد ہے یا اور کوئی متبرک جگہ ہے تو وہاں جوتا پہننا ادب کیخلاف ہے وَاَنَا اخْتَرْتُکَ اور میں نے آپ کو چن لیا ہے اس مقام پر اب نبوت مل رہی ہے، تیس سال مصر میں رہے اور دس سال مدین میں، چالیس سال پورے ہوگئے چالیس سال کے بعد نبوت ملی فَاسْتَمِعْ لِمَا یُوْحٰی استماع کا معنٰی ہے کان لگانا، آپ کان لگائیں توجہ کریں اس چیز کی طرف جو آپ کی طرف وحی کی جاتی ہے۔ جو کچھ میں آپ کو کہنا چاہتا ہوں اس کی طرف توجہ کریں غور کریں۔ پہلی بات تو یہ ہے اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ بیشک میں جو آپ کیساتھ گفتگو کر رہا ہوں میں

اللہ جل جلالہ ہوں لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنَا کوئی نہیں ہے معبود میرے سوا عبادت کے لائق، سجدے کے لائق، مشکل کشا، حاجت روا میرے سوا کوئی نہیں ہے، دستگیر، قانون ساز میرے سوا کوئی نہیں ہے فَـاعْبُدْنِیْ پس میری عبادت کرو اللہ تعالیٰ نے تمام پیغمبروں کو یہی سبق دیا کہ اپنی قوم سے کہو عبادت صرف میری کرو یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ''اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارا کوئی الٰہ اس کے سوا۔'' جب اس کے سوا الٰہ اور کوئی نہیں ہے تو عبادت کے لائق بھی اور کوئی نہیں ہے۔ وہی سبق اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو دیا کہ خدا صرف میں ہوں پس میری عبادت کرو وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ اور نماز قائم کرو میری یاد کیلئے۔ نماز اللہ تعالیٰ کی یاد کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ سورۃ العنکبوت آیت نمبر ۴۵ میں ہے اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ''بیشک نماز روکتی ہے بے حیائی اور برائی سے اور اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے۔'' نماز میں جو کلمات پڑھے جاتے ہیں ان کا بڑا اثر ہے۔ نماز میں پیشانی بھی جھکتی ہے پاؤں بھی زمین پہ لگے ہوتے ہیں گھٹنے بھی لگے ہوتے ہیں سُبحان ربی الاعلیٰ کہتا ہے۔ تو فرمایا نماز قائم کریں میری یاد کیلئے اور یہ بھی یاد رکھیں اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ بیشک قیامت آنے والی ہے۔

قیامت کا علم کسی کو نہیں :

اللہ تعالیٰ نے قیامت کا بنیادی عقیدہ بھی بتلایا اَكَادُ اُخْفِیْهَا قریب ہے کہ میں اس قیامت کو مخفی رکھوں۔ قیامت کے قائم ہونے کا صحیح علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰهَا ''یہ آپ سے پوچھتے ہیں قیامت کب برپا ہوگی قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ لَا یُجَلِّیْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ [اعراف: ۱۸۷] آپ کہہ دیں اس کا

علم میرے رب کے پاس ہے نہیں ظاہر کرے گا اس کو اس کے وقت پر مگر وہی۔'' قیامت کی کچھ نشانیاں بتلائی ہیں وہ ہو کر رہیں گی مگر قیامت کا وقت رب کی ذات کے سوا کسی کو معلوم نہیں ہے کہ کتنی صدیاں باقی ہیں کتنے سال باقی ہیں سال کے کون سے مہینے اور مہینے کے کون سے ہفتے میں ہوگی۔ ہاں! اتنی بات صحیح روایات سے ثابت ہے کہ جمعہ کے دن ہوگی لیکن یہ معلوم نہیں کہ مہینے کا پہلا جمعہ ہوگا یا دوسرا یا تیسرا یا چوتھا ہوگا۔ قیامت کیوں قائم ہوگی لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعٰى تاکہ بدلہ دیا جائے ہر نفس کو جس کی اس نے کوشش کی ہے۔ دیکھو! دنیا میں بے شمار مثالیں موجود ہیں کہ نہ تو نیکی کرنے والے کو نیکی کا پورا بدلہ ملا ہے اور نہ برے کو برائی کا پورا بدلہ ملا ہے۔ دنیا میں مجرموں کو سزائیں ہوتی ہیں مگر پوری سزا نہیں ملتی اگر قیامت نہ آئے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ معاذ اللہ تعالیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی حکومت اندھیر نگری ہے لہٰذا قیامت کا آنا عقلاً بھی ضروری ہے تاکہ برے کو پوری پوری سزا ملے اسی طرح بڑے نیک ایسے گذرے ہیں کہ ان کو نیکی کا پورا صلہ نہیں ملا۔ مثلاً آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی کو ہی دیکھ لو آپ ﷺ سے بڑھ کر خدا کی مخلوق میں کوئی نیک ہوا ہے نہ ہوگا مگر آپ ﷺ کے رہنے کیلئے چھوٹا سا مکان تھا کہ چھوٹا سا کمرہ تھا اور اس میں چراغ بھی نہیں تھا اور دو دن مسلسل آپ ﷺ نے سالن کیساتھ کھانا نہیں کھایا اور دو دو مہینے چولہے میں آگ بھی نہیں جلتی تھی، جوتا مبارک پھٹ جاتا تو خود گانٹھتے تھے۔ تو آپ ﷺ کو دنیا میں کیا صلہ ملا کچھ بھی نہیں لہٰذا قیامت قائم ہوگی تاکہ ہر نفس کو اس کی کمائی کا بدلہ دیا جائے فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا پس ہرگز نہ روکے اے موسیٰ علیہ السلام آپ کو قیامت سے مَنْ وہ شخص لَا يُؤْمِنُ بِهَا جو ایمان نہیں لاتا قیامت پر۔ ایسے لوگ مختلف قسم کے شکوک وشبہات اور وساوس پیدا کریں تو ہرگز نہ رکنا وَاتَّبَعَ هَوٰهُ اور اس نے پیروی کی اپنی خواہش کی

فَتَرْدٰی پس تم ہلاک ہوجاؤ گے۔ اگر اس کی بات مان لو گے جو قیامت کا انکار کرتا ہے اس نے تو ہلاک ہونا ہی ہے اگر بالفرض آپ بھی ایسا کریں گے تو ہلاک ہو جائیں گے۔

۞۞۞

وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۱۷﴾ قَالَ هِيَ عَصَايَ ۚ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَ اَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى ﴿۱۸﴾ قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى ﴿۱۹﴾ فَاَلْقٰهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى ﴿۲۰﴾ قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ ٙ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى ﴿۲۱﴾ وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ اٰيَةً اُخْرٰى ﴿۲۲﴾ لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى ﴿۲۳﴾ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۲۴﴾ ع

وَمَا تِلْكَ اور یہ کیا ہے بِيَمِيْنِكَ آپ کے دائیں ہاتھ میں يٰمُوْسٰى اے موسیٰ علیہ السلام قَالَ عرض کیا هِيَ عَصَايَ یہ میری لاٹھی ہے اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں وَاَهُشُّ بِهَا اور پتے جھاڑتا ہوں اس لاٹھی کے ذریعے عَلٰى غَنَمِيْ اپنی بھیڑ بکریوں کیلئے وَلِيَ فِيْهَا اور میرے لئے اس لاٹھی میں مَاٰرِبُ اُخْرٰى اور ضروریات بھی ہیں قَالَ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اَلْقِهَا اس لاٹھی کو ڈال دیں يٰمُوْسٰى اے موسیٰ علیہ السلام فَاَلْقٰهَا پس ڈال دی موسیٰ علیہ السلام نے فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ پس اچانک وہ سانپ تھا تَسْعٰى دوڑتا ہوا قَالَ فرمایا اللہ تعالیٰ نے خُذْهَا اس کو پکڑو وَلَا تَخَفْ اور خوف نہ کرو سَنُعِيْدُهَا بتاکید ہم لوٹا دیں گے اس کو سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى اس کی پہلی حالت میں وَاضْمُمْ يَدَكَ اور ملالیں اپنے ہاتھ کو اِلٰى جَنَاحِكَ اپنے بازو کیساتھ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ نکلے گا سفید مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ بغیر کسی تکلیف کے اٰيَةً اُخْرٰى یہ دوسری

نشانی ہے لِنُرِيَكَ تا کہ ہم آپ کو دکھائیں مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى اپنی بڑی نشانیوں میں سے کچھ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ جائیں آپ فرعون کی طرف اِنَّهٗ طَغٰى بیشک اس نے سرکشی کی ہے۔

گذشتہ سبق میں تم نے پڑھا اور سنا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام دس سال مدین میں گذارنے کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام کے مشورے اور اجازت سے اپنی بیوی، بچے اور خادم کو لے کر اپنے آبائی شہر مصر کی طرف روانہ ہوئے۔ رات کا وقت تھا آج کی طرح سڑکیں نہیں تھی راستہ بھول گئے سردی تھی ایک طرف آگ دیکھی تو گھر کے افراد سے فرمایا کہ تم یہاں ٹھہرو مجھے آگ نظر آرہی ہے میں وہاں سے آگ لاتا ہوں تاکہ تم سیکو۔ اور مصر کے راستے کے متعلق معلومات بھی حاصل کرتا ہوں۔ وہاں گئے تو وہ دنیا کی حسی آگ نہیں تھی وہ اللہ تعالیٰ کے نور کی تجلی تھی۔

• اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تیرا رب بول رہا ہوں میں نے تجھے نبوت کیلئے چن لیا ہے، میرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، میری عبادت کرو، نماز قائم کرو، قیامت پر یقین رکھنا ہے وہ ضرور آئے گی اور یہ لوگ جو قیامت کے منکر ہیں آپ کو ہرگز نہ روکیں۔ آگے گفتگو چلی فرمایا وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى اور یہ کیا ہے آپ کے دائیں ہاتھ میں اے موسیٰ علیہ السلام۔ ایک موٹی اور مضبوط لاٹھی جو ہر وقت موسیٰ علیہ السلام کے پاس رہتی تھی وہ اس وقت دائیں ہاتھ میں پکڑی ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ کو تو معلوم تھا یہ سوال معلومات حاصل کرنے کے طور پر نہیں تھا بلکہ حکمت کے طور پر تھا اے موسیٰ علیہ السلام آپ کے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ پوچھنے کی ایک وجہ مفسرین کرام رحمہم اللہ علیہم یہ بھی بیان فرماتے ہیں چونکہ اندھیرا تھا جس وقت لاٹھی سانپ بنے گی یہ غلط فہمی کا شکار نہ ہوں کہ میں غلطی کیساتھ سانپ اٹھا کے لایا

ہوں لہٰذا توجہ دلانے کیلئے فرمایا کہ آپ کے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ قَالَ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا هِيَ عَصَايَ یہ میری لاٹھی ہے اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا میں اس لاٹھی پر ٹیک لگاتا ہوں وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ ۔ اَهُشُّ کے معنٰی ہیں درختوں سے پتے جھاڑنا۔ اور میں پتے جھاڑتا ہوں اس لاٹھی کے ذریعے اپنی بھیڑ بکریوں کیلئے ۔ چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کافی عرصہ حضرت شعیب علیہ السلام کی بھیڑ بکریاں چراتے رہے تھے اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا کوئی پیغمبر نہیں آیا مگر اس نے بکریاں ضرور چرائی ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بکریاں کیوں چرائیں :

ہمارے استاد محترم مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ بکریاں اس لئے چرائیں کہ ان کا جسم چھوٹا سا ہوتا ہے اور شرارتی جانور ہے، ایک اس طرف بھاگے گا دوسرا اس طرف بھاگے گا تیسری اس طرف بھاگے گی، ان کو قابو کرنا مشکل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو ٹریننگ دی ہوتی ہے کہ تمہاری امت میں کسی کا منہ اس طرف ہوگا کسی کا اُس طرف ہوگا کسی کا ادھر ہوگا اور سب پر قابو پانا ہے۔ اونٹ بڑا جانور ہوتا ہے اس کو مارنے سے اس کا کچھ نہیں بگڑتا اور بھیڑ کے متعلق مشہور مقولہ ہے ''بھیڑ چال'' کہ جہاں ایک گئی سب اس کے پیچھے جائیں گی۔ تو تمام پیغمبروں نے بکریاں چرائیں ہیں جب آپ ﷺ نے یہ بات فرمائی تو آپ ﷺ مدینہ منورہ میں تھے اس وقت تو آپ ﷺ بکریاں نہیں چراتے تھے۔ تو پوچھنے والے نے پوچھا حضرت! آپ ﷺ نے بھی بکریاں چرائی ہیں ؟ فرمایا ہاں! كُنْتُ اَرْعٰى عَلٰى قَرَارِيْطَ لِاَهْلِ مَكَّة میں مکے والوں کی بکریاں ٹکے ٹکے پر چراتا تھا۔ تو میں اس لاٹھی کے ذریعے اپنی بکریوں کیلئے پتے بھی جھاڑتا ہوں بکریوں کیلئے خوراک مہیا کرتا ہوں وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى اور میرے لئے اس لاٹھی میں اور

ضروریات بھی ہیں۔ مَاٰرِبُ مَارِبَۃٌ کی جمع ہے جس کا معنیٰ ہے ضرورت۔ مثلاً کتا قریب آ جائے تو اس کو دور کرتا ہوں، کوئی موذی جانور آئے تو اس کو مارتا ہوں، کسی جگہ لاٹھی کے ذریعے چھلانگ لگا لیتا ہوں کسی وقت اپنے پیچھے لاٹھی کیساتھ سامان لٹکا لیتا ہوں، سفر میں میری اس میں کئی ضرورتیں ہیں۔

چاول کھانے کے فوائد :

ہمارے ایک دوست تھے قاری صاحب مرحوم بڑے مسخرے مزاج کے تھے وہ کہتے تھے کہ (۱) چاول کھانے والا بوڑھا نہیں ہوتا۔

(۲)......چاول کھانے والے کو کتا نہیں کاٹتا۔

(۳)......چاول کھانے والے کی چوری نہیں ہوتی۔

ہم نے پوچھا قاری صاحب ان کا آپ میں کیا ربط ہے؟ تو کہنے لگے کہ بوڑھا تو اس لئے نہیں ہوتا کہ وہ بوڑھا ہونے سے پہلے ہی مر جاتا ہے بوڑھا ہونے کی نوبت ہی نہیں آتی اور کتا اس لئے نہیں کاٹتا کہ اس کے ہاتھ میں لاٹھی ہوتی ہے کمزوری کی وجہ سے، کتا قریب نہیں آئے گا کاٹے گا کیا اور چوری اس لئے نہیں ہوتی کہ یہ ساری رات کھانستا رہتا ہے چور کو معلوم ہے کہ گھر والے جاگ رہے ہیں گھر میں داخل ہی نہیں ہوگا۔

(حضرت نے لاٹھی کی مناسبت سے کہ چاول کھانے والے کے ہاتھ میں لاٹھی ہوتی ہے یہ لطیفہ یہاں بیان فرمایا ہے۔بلوچ)

تو فرمایا اس لاٹھی میں میرے لئے کئی فائدے ہیں۔ قَالَ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اَلْقِهَا یٰمُوْسٰی اے موسیٰ علیہ السلام اس لاٹھی کو ڈال دیں زمین پر فَاَلْقٰهَا پس موسیٰ علیہ السلام نے وہ لاٹھی زمین پر ڈال دی فَاِذَا هِیَ حَیَّةٌ تَسْعٰی پس اچانک وہ سانپ تھا

دوڑتا ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے جمال کی وجہ سے ساری وادی سارا بقعہ وادی طویٰ روشن تھا ویسے رات کا وقت تھا۔

جَان اور ثُعبَانٌ مُّبِین میں تطبیق :

اس مقام پر حَیَّـہ کا لفظ آیا ہے اور سورۃ القصص آیت نمبر ۳۱ میں ہے کَـاَنَّھَا جَانٌّ وَّلّٰی مُدْبِرًا وَلَمْ یُعَقِّبْ ''گویا کہ وہ باریک سانپ تھا پیٹھ پھیری اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا'' اور سورۃ الشعراء آیت نمبر ۳۲ میں ثُعبَانٌ مُّبِینَ کا لفظ آیا ہے، اژدھا بڑا سانپ۔ اور یہاں مطلق سانپ کا لفظ آیا ہے۔ تینوں میں فرق ہے، باریک سانپ، عام سانپ ،اژدھا۔ امام فخر الدین رازی وغیرہ مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم ان میں تطبیق دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ جب وادی طویٰ میں لاٹھی ڈالی تو باریک سانپ تھا اور فرعون کے دربار میں جب لاٹھی ڈالی تو وہاں اژدھا بن گیا تھا۔ تو جگہ علیحدہ علیحدہ ہے، موقع الگ الگ ہے۔ دوسری بات یہ فرماتے ہیں اژدھا بڑا اور وزنی ہوتا ہے اور بھاری چیز میں حرکت اور تیزی نہیں ہوتی لیکن یہ فرمایا باریک تھا یعنی موٹا ہونے کے باوجود تیز تھا۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ سانپ ہے اور دوڑ رہا ہے تو موسیٰ علیہ السلام نے دوسری طرف دوڑ لگا دی۔ قَـالَ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا خُذْھَا اے موسیٰ علیہ السلام اس کو پکڑ لیں وَلَا تَخَفْ اور خوف نہ کریں اس سے۔ یہ مسئلہ ثابت ہوا کہ موذی چیز دں سے طبعاً خوف کرنا ایمان کیخلاف نہیں ہے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کو نبوت مل چکی ہے اور نبی سے زیادہ مضبوط ایمان کس کا ہوسکتا ہے؟ تو موذی چیز سمجھ کر دوڑنا شروع کر دیا خوفزدہ ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اسکو پکڑ لیں خوف نہ کریں۔ لہٰذا طبعاً کتے سے ڈرنا، سانپ سے ڈرنا، شیر سے ڈرنا، ڈاکو چور وغیرہ سے ڈرنا ایمان کے خلاف نہیں ہے سَنُعِیْدُھَا سِیْرَتَھَا الْاُوْلٰی بتاکید ہم لوٹا دیں گے اس

سانپ کو اس کی پہلی حالت کی طرف۔ پہلی حالت لاٹھی تھی لاٹھی بن جائے گی۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سانپ پر ہاتھ رکھا وہ لاٹھی بن گئی۔

معجزہ نبی کے اختیار میں نہیں ہوتا :

اور اس سے یہ مسئلہ بھی ثابت ہوا کہ معجزہ نبی کے اختیار اور بس کی بات نہیں ہے۔ اگر اپنے اختیار کی بات ہوتی اور موسیٰ علیہ السلام نے لاٹھی کو خود سانپ بنایا ہوتا تو ڈرتے نہ۔ پتا ہوتا کہ میں نے لاٹھی کو خود سانپ بنایا ہے اور اب پھر اس کو لاٹھی بنا لوں گا۔ تو پیغمبر کا کام ہے لاٹھی ڈالنا، اس کو سانپ بنانا رب تعالیٰ کا کام ہے، پیغمبر کا کام ہے سانپ پر ہاتھ رکھنا اس کو پھر لاٹھی بنانا رب تعالیٰ کا کام ہے اور جو خلاف عادت چیزیں پیغمبر کے ہاتھ پر صادر ہوں ان کو معجزہ کہتے ہیں۔ قرآن کریم میں بے شمار معجزات ہیں۔

سرسید معجزات کا منکر تھا :

نیچریوں کا پیر سرسید احمد خان معجزات کا منکر ہے۔ منکرین حدیث بھی انکار کرتے ہیں اور کس کس کا انکار کرو گے۔ تو نبی کے ہاتھ پر جو خلاف عادت چیز صادر ہو اسے معجزہ کہتے ہیں اور ولی کے ہاتھ پر جو صادر ہو اس کو کرامت کہتے ہیں کرامات کا ذکر بھی قرآن پاک میں ہے لہٰذا کس کس چیز کا انکار کرو گے؟ حضرت مریم علیہا السلام چوبارے میں رہتی تھیں اس کو جالیاں لگی ہوئی تھی۔ حضرت زکریا علیہ السلام تالا لگا کر جاتے تھے اور چابی اپنے پاس رکھتے تھے جب واپس آتے تو کمرے میں بے موسم پھل موجود ہوتے تھے۔ سورۃ آل عمران آیت نمبر ۳۷ میں ہے فرماتے یٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا "اے مریم یہ پھل کہاں سے آئے ہیں آپ کے لئے قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ فرماتی یہ خدا کی طرف سے آئے ہیں۔" تو یہ ان کی کرامت تھی۔ آصف برخیا حضرت سلیمان علیہ السلام کے صحابی

تھے رضی اللہ عنہ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا مجھے بلقیس کا تخت ابھی چاہیے۔ سورہ نمل آیت نمبر۴۰ میں ہے قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ ''کہا اس نے جس کے پاس کتاب کا علم تھا میں لا دیتا ہوں اس کو قبل اس سے کہ پلٹے آپ کی نگاہ آپ کی طرف۔'' تو ایک آن میں ایک مہینے کی مسافت سے تخت لا کر رکھ دیا۔ کہاں کہاں انکار کرو گے؟ حضرت مریم علیہا السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے وقت اکیلی درخت کیساتھ ٹیک لگا کر بیٹھی ہوئی تھیں نہ وہاں کوئی مائی تھی نہ دایہ، اللہ تعالیٰ نے فوراً ان کے قدموں کے نیچے پانی کا چشمہ جاری کر دیا خشک کھجور کیساتھ پختہ دانے لگا دیئے۔ تو کس کس چیز کا انکار کرو گے۔ نوجوانو! ایمان بڑی قیمتی چیز ہے۔ اچھی طرح یاد رکھنا! یہ بے دین طبقہ لوگوں کو ایمان سے محروم کرنے کیلئے بڑی کوشش کرتا ہے اہل حق اتنی کوشش نہیں کرتے جتنی باطل والے کرتے ہیں ایمان نہ بگاڑنا۔ تو ایک معجزہ یہ عطا کیا کہ لاٹھی کو ڈالو گے تو سانپ بن جائے گا۔ دوسرا معجزہ وَاضْمُمْ یَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ اور ملا لیں اپنے ہاتھ کو اپنے بازو کیساتھ اپنے گریبان میں ڈال کر تَخْرُجْ بَیْضَآءَ نکلے گا سفید مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ بغیر کسی تکلیف کے، نہ اس میں سوزش ہوگی، نہ جلن ہوگی، نہ حرارت ہوگی اٰیَةً اُخْرٰى یہ دوسری نشانی ہے۔ یہ دو نشانیاں یہ دو معجزے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وادی طویٰ میں عطا فرمائے۔ جب نبوت عطا فرمائی ساتھ ہی یہ معجزے عطا فرما دیئے لِنُرِیَكَ تاکہ ہم آپ کو دکھائیں مِنْ اٰیٰتِنَا الْكُبْرٰى اپنی بڑی نشانیوں میں سے کچھ۔ یہ مِنْ تبعیضیہ ہے جس کا معنیٰ ہے کچھ۔ فرمایا اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى جائیں فرعون کی طرف بیشک اس نے سرکشی کی ہے۔ اس جگہ اجمال ہے دوسری جگہ تفصیل ہے زندگی رہی تو ان شاء اللہ تعالیٰ بیان کریں گے۔

❁❁❁

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ ﴿۲۵﴾ وَ

یَسِّرْ لِیْ اَمْرِیْ ﴿۲۶﴾ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ ﴿۲۷﴾ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ ﴿۲۸﴾

وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ ﴿۲۹﴾ هٰرُوْنَ اَخِی ﴿۳۰﴾ اشْدُدْ بِهٖۤ اَزْرِیْ ﴿۳۱﴾

وَاَشْرِكْهُ فِیْۤ اَمْرِیْ ﴿۳۲﴾ كَیْ نُسَبِّحَكَ كَثِیْرًا ﴿۳۳﴾ وَّنَذْكُرَكَ كَثِیْرًا ﴿۳۴﴾ اِنَّكَ

كُنْتَ بِنَا بَصِیْرًا ﴿۳۵﴾ قَالَ قَدْ اُوْتِیْتَ سُؤْلَكَ یٰمُوْسٰى ﴿۳۶﴾ وَلَقَدْ

مَنَنَّا عَلَیْكَ مَرَّةً اُخْرٰۤى ﴿۳۷﴾ اِذْ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰۤى اُمِّكَ مَا یُوْحٰۤى ﴿۳۸﴾ اَنِ

اقْذِفِیْهِ فِی التَّابُوْتِ فَاقْذِفِیْهِ فِی الْیَمِّ فَلْیُلْقِهِ الْیَمُّ بِالسَّاحِلِ

یَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّیْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ ؕ وَاَلْقَیْتُ عَلَیْكَ مَحَبَّةً مِّنِّیْ ۚ۬ وَلِتُصْنَعَ

عَلٰى عَیْنِیْ ﴿۳۹﴾ اِذْ تَمْشِیْۤ اُخْتُكَ فَتَقُوْلُ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَنْ

یَّكْفُلُهٗ ؕ فَرَجَعْنٰكَ اِلٰۤى اُمِّكَ كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ؕ۬

قَالَ کہا موسیٰ علیہ السلام نے رَبِّ اے میرے رب اِشْرَحْ کھول دے لِیْ میرے لئے صَدْرِیْ میرا سینہ وَیَسِّرْ لِیْ اور آسان کر دے میرے لئے اَمْرِیْ میرا معاملہ وَاحْلُلْ اور کھول دے عُقْدَةً گرہ مِّنْ لِّسَانِیْ میری زبان کی یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ تا کہ وہ لوگ میری بات سمجھیں وَاجْعَلْ لِّیْ اور بنا دے میرے لئے وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ وزیر میرے گھر کے افراد سے هٰرُوْنَ ہارون علیہ السلام کو اَخِی میرا بھائی ہے اُشْدُدْ بِهٖۤ اَزْرِیْ مضبوط کر دے اس کے ذریعے میری کمر کو وَاَشْرِكْهُ فِیْۤ اَمْرِیْ اور شریک کر دے اس کو میرے معاملے میں کَیْ

نُسَبِّحَکَ تا کہ ہم آپ کی تسبیح بیان کریں کَثِیْرًا کثرت سے وَّنَذْکُرَکَ کَثِیْرًا اور ذکر کریں آپ کا کثرت سے اِنَّکَ بیشک آپ کُنْتَ بِنَا بَصِیْرًا ہم کو دیکھنے والے ہیں قَالَ فرمایا اللہ تعالیٰ نے قَدْ اُوْتِیْتَ تحقیق آپ کو دی گئی سُؤْلَکَ آپ کی مانگی ہوئی چیز یٰمُوْسٰی اے موسیٰ علیہ السلام وَلَقَدْ مَنَنَّا اور البتہ تحقیق ہم نے احسان کیا عَلَیْکَ آپ پر مَرَّۃً اُخْرٰٓی ایک مرتبہ اور بھی اِذْاَوْحَیْنَآ جس وقت ہم نے وحی کی اِلٰٓی اُمِّکَ آپ کی والدہ کی طرف مَا یُوْحٰٓی جو آگے وحی کی جا رہی ہے اَنِ اقْذِفِیْہِ یہ کہ آپ اس کو ڈال دیں فِی التَّابُوْتِ صندوق میں فَاقْذِفِیْہِ پس ڈال دیں اس صندوق کو فِی الْیَمِّ بحر قلزم میں فَلْیُلْقِہِ الْیَمُّ پس ڈال دے گا سمندر اس صندوق کو بِالسَّاحِلِ کنارے پر یَاْخُذْہُ عَدُوٌّ لِّیْ پکڑے گا اس کو میرا دشمن وَعَدُوٌّ لَّہٗ اور اس کا دشمن وَاَلْقَیْتُ عَلَیْکَ اور ڈال دی میں نے آپ پر مَحَبَّۃً محبت مِّنِّیْ اپنی طرف سے وَلِتُصْنَعَ عَلٰی عَیْنِیْ اور تا کہ آپ کی تربیت کی جائے میری آنکھوں کے سامنے اِذْ تَمْشِیْٓ اُخْتُکَ جب چل رہی تھی آپ کی بہن فَتَقُوْلُ پھر اس نے کہا هَلْ اَدُلُّکُمْ کیا میں تمہاری راہنمائی کروں عَلٰی مَنْ یَّکْفُلُہٗ اس پر جو اس کی کفالت کرے فَرَجَعْنٰکَ پس ہم نے لوٹا دیا آپ کو اِلٰٓی اُمِّکَ آپ کی والدہ کی طرف کَیْ تَقَرَّ عَیْنُہَا تا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں وَلَا تَحْزَنَ اور غم نہ کرے۔

موسیٰ علیہ السلام کے اللہ تعالیٰ سے سوالات :

اس سے پہلے ذکر ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام جب مدین سے اپنی اہلیہ بچے اور خادم سمیت واپس مصر جا رہے تھے راستہ بھول گئے تاریکی تھی موسم سردی کا تھا ایک جگہ آگ نظر آئی وہاں پہنچے تو وہ اللہ تعالیٰ کا نور تھا۔ اللہ تعالیٰ نے نبوت عطا فرمائی اور دو معجزے بھی عطا فرمائے اور حکم دیا کہ فرعون کی طرف جاؤ وہ سرکش ہو گیا ہے اس کو میرا پیغام پہنچاؤ۔ اس موقع پر موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا قَالَ کہا موسیٰ علیہ السلام نے رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ اے میرے رب کھول دے میرا سینہ۔ فرعون بڑا ظالم، جابر اور موذی ہے، اپنی چلانے والا اور کسی کی نہ سننے والا۔ تو ایسے آدمی کے مقابلے میں جانے کیلئے بڑا وسیع دل جگرا چاہیے اے پروردگار! میرا سینہ کھول دے وَیَسِّرْ لِیْ اَمْرِیْ اور میرے لئے معاملہ آسان کر دے۔ موسیٰ علیہ السلام تیس سال فرعون کے گھر رہے تھے اس کے مزاج سے اچھی طرح واقف تھے۔ سورہ دخان آیت نمبر ۳۱ میں ہے اِنَّهٗ كَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ ''بیشک تھا وہ مغرور اور حد سے بڑھنے والا۔'' حدود پھلانگنے والا تھا میں اس کے پاس جا کر کچھ کہوں اے پروردگار! معاملہ بڑا مشکل ہے میرا سینہ کھول دے اور میرا کام آسان کر دے وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ اور کھول دے گرہ میری زبان کی یَفْقَهُوْا قَوْلِيْ تاکہ وہ لوگ میری بات سمجھیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرعون کی بیوی آسیہ بنت مزاحم رحمۃ اللہ علیہا کے دل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بڑی محبت ڈال دی تھی۔ جس کا ذکر آگے آرہا ہے وہ بڑی شفقت کرتی تھیں بیوی کو راضی کرنے کیلئے کبھی کبھی فرعون بھی موسیٰ علیہ السلام کو اٹھا لیتا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام بچے تھے مگر تماشے کرتے تھے کبھی اس کے ناک میں انگلیاں ڈال دیتے کبھی آنکھ میں انگلی مار دی کبھی منہ پر تھپڑ لگا دیا۔ فرعون بیوی کو بلا کر کہتا آسیہ! تم اس

کیساتھ اتنی محبت کیوں کرتی ہو یہ تو بڑا موذی ہے۔ اس نے کہا دیکھو بچہ ہے ناسمجھ ہے۔ فرعون کہتا نہیں اگر چہ میرے گھر میں بچے نہیں ہیں لیکن میں نے بچے دیکھے تو ہیں یہ بچہ اور طرح کا ہے۔ بیوی نے کہا نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے ناسمجھی میں یہ حرکتیں کرتا ہے۔ فرعون نے کہا نہیں سمجھ کر کرتا ہے۔ تو اس سلسلے میں امتحان طے ہوا ایک پلیٹ میں موتی اور ہیرا رکھ دیا اور دوسری طرف پلیٹ میں جلتا ہوا کوئلہ رکھ دیا اور طے پایا کہ اگر سیانا ہوا تو ہیرے کو ہاتھ لگائے گا اور ناسمجھ ہوا تو انگارے کو۔ بچوں کی عادت ہوتی ہے کہ جو ملا اس کو منہ میں ڈال لیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہاتھ پہلے ہیرے کی طرف جانے لگا حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان کا ہاتھ انگارے کی طرف کر دیا انہوں نے وہ انگارہ اٹھا کر منہ میں ڈال لیا ننھی مُنی زبان تھی انگارے کی وجہ سے متاثر ہوئی۔ بعض دفعہ بات کرنے میں کچھ رکاوٹ ہوتی تھی لکنت تھی۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اے پروردگار! میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ وہ لوگ میری بات سمجھ سکیں وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ اور بنا دے میرے لئے وزیر میرے گھر کے افراد میں سے۔ وزیر کا معنٰی ہوتا ہے بوجھ اٹھانے والا وِزْر کا معنٰی بوجھ ہے۔ میرا معاون بنا دے میرا بوجھ کچھ وہ بھی اٹھائے اور بنا بھی میرے گھر کے افراد سے۔ وہ کون ہے؟ هٰرُوْنَ اَخِی ہارون علیہ السلام جو میرے بھائی ہیں۔ یہ موسیٰ علیہ السلام سے ایک سال بڑے تھے اور ان کی زبان بڑی صاف شستہ تھی اُشْدُدْ بِهٖۤ اَزْرِیْ مضبوط کر دے اس کے ذریعے میری کمر کو میرا معاون بنا کر ہم دونوں بھائی آپ کے دین کی خدمت کریں گے تبلیغ کریں گے وَاَشْرِكْهُ فِیْۤ اَمْرِیْ اور شریک کر دے اس کو میرے معاملے میں۔ مجھے نبوت عطا فرمائی ہے اس کو بھی نبوت عطا فرما كَیْ نُسَبِّحَكَ كَثِیْرًا تاکہ ہم آپ کی پاکی بیان کریں کثرت سے وَّنَذْكُرَكَ كَثِیْرًا اور

آپ کا ذکر کریں کثرت سے۔ کیونکہ ایک آدمی کی تسبیح کچھ معنٰی رکھتی ہے دو کریں گے تو زیادہ ہوا۔ ایک آدمی ذکر کرے اس کی حیثیت کچھ اور ہوتی ہے دو آدمی ذکر کریں تو اسکی حیثیت کچھ اور ہوتی ہے۔ ہم آپ کی تسبیح بیان کریں گے سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔ اور ہم آپ کا ذکر کریں گے کثرت سے۔ تو ایک سوال یہ کیا کہ میرا سینہ کھول دے کہ اس میں کسی مخلوق کا ڈر اور خوف نہ رہے۔ دوسرا سوال کیا کہ میرا معاملہ آسان کر دے۔ تیسرا سوال یہ کیا کہ میری زبان کی گرہ کھول دے اور میرے بھائی کو میرا معاون بنا دے اِنَّکَ کُنْتَ بِنَا بَصِیْرًا بیشک آپ ہمیں دیکھنے والے ہیں قَالَ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قَدْ اُوْتِیْتَ سُؤْلَکَ آپ کو دیدی گئی آپ کی مانگی ہوئی چیز۔ سینہ کھول دیا اس میں کسی مخلوق کی ہیبت نہیں رہے گی اور آپ کا معاملہ ہم نے آسان کر دیا باوجود مشکل ہونے کے اور آپ کی زبان کو ہم نے صاف کر دیا۔ اور چوتھا مطالبہ تھا کہ میرے بھائی ہارون علیہ السلام کو میرا معاون بنا دے، ہم نے اس کو آپ کا معاون بنا دیا ہے۔ آپ کے مطالباتِ مسئولات یعنی سوال کی ہوئی چیزیں سب آپ کو مل گئیں یٰمُوْسٰی اے موسیٰ علیہ السلام۔ اور اے موسیٰ علیہ السلام وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَیْکَ مَرَّۃً اُخْرٰی اور البتہ تحقیق ہم نے احسان کیا آپ پر ایک مرتبہ اور بھی۔ مرّۃً کا معنٰی مرتبہ اور اُخرٰی کا معنٰی دوسرا۔ وہ دوسرا احسان کیا ہے؟ اِذْ اَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّکَ جس وقت ہم نے وحی کی آپ کی والدہ کی طرف۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا نام یوخابدہ تھا رحمہا اللہ۔ اردو والے یوکابد لکھ دیتے ہیں۔ بڑی نیک پارسا بی بی تھیں جلیل القدر پیغمبر کی والدہ ہیں۔ یہ بات تم پہلے سن چکے ہو کہ جن دنوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہونے والی تھی کسی ماہر نجومی نے خبر دی کہ ان تین سالوں میں بنی اسرائیلیوں کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو فرعون کی حکومت کی تباہی کا

سبب بنے گا چونکہ وہ نجومی اپنے فن کا بڑا ماہر تھا اس کی اور پیش گوئیاں بھی سچی ہوتی تھیں۔ جب یہ بات فرعون تک پہنچی تو اس نے کابینہ کا اجلاس بلایا اور اس کاہن کو بھی بلایا اور اس سے پوچھا کہ کس کے گھر میں لڑکا ہوگا؟ تو اس نے کہا کہ میں یہ تو نہیں بتلا سکتا اور نہ ہی مجھے اس کا علم ہے لیکن بنی اسرائیل کے خاندانوں میں سے کسی کے ہاں دو تین سالوں میں ایک بچہ پیدا ہوگا جو تیری حکومت کے زوال کا سبب بنے گا۔ فرعون نے آڈر جاری کر دیا کہ بنی اسرائیل کے جتنے گھرانے ہیں ان کی چھان بین کرو کہ کون سی عورت حاملہ ہے اور کون سی غیر حاملہ ہے۔ مردوں اور عورتوں کی پولیس کے پہرے بٹھا دیئے گئے اور یہ بات بھی تم پہلے سن چکے ہو کہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان تین سالوں میں بارہ ہزار بچے قتل ہوئے۔ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۴۹ میں ہے یُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ''وہ ذبح کرتے تھے تمہارے بیٹوں کو اور زندہ چھوڑتے تھے تمہاری عورتوں کو۔'' جیسے مرغی ذبح کی جاتی ہے ایسے ہی وہ جابر کارندے آ کر بچوں کو ماں باپ کے سامنے ذبح کر کے چلے جاتے تھے انہی سالوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ باامید ہوئیں لیکن ان کا پیٹ عام معمول کے مطابق نہ بڑھا جیسے عام عورتوں کا پیٹ بڑھ جاتا ہے۔ حضرت یوکابدہ رحمۃ اللہ علیہا کے پیٹ میں کچھ محسوس نہیں ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نگران اور محافظ تھے عورتیں آتیں چیک کر کے چلی جاتیں تھیں۔

موسیٰ علیہ السلام کو دریا میں ڈالنے کا واقعہ :

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے وقت پریشان ہوئیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی اس کا ذکر ہے اِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّكَ جس وقت ہم نے وحی کی آپ کی والدہ کی طرف مَا يُوْحٰى وہ جو آگے وحی کی جا رہی ہے۔ آنے والے الفاظ کی وحی ہم نے کی

اَنِ اقْذِفِیْہِ فِی التَّابُوْتِ یہ کہ آپ اس کو ڈال دیں ایک صندوق میں ۔لکڑی کا ایک صندوق بنائیں نیچے روئی وغیرہ رکھ کر ان کو صندوق میں رکھ کر قریب ہی ان کے دریائے قلزم بہتا تھا فَاقْذِفِیْہِ فِی الْیَمِّ پس ڈال دیں اس صندوق کو بحر قلزم میں ۔اور سورہ قصص آیت نمبر ے میں ہے وَلَا تَخَافِیْ وَلَا تَحْزَنِیْ اِنَّا رَادُّوْہُ اِلَیْکِ وَجَاعِلُوْہُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ''اور نہ خوف کھائیں اور نہ غمگین ہوں بیشک ہم اس کو لوٹا دیں گے آپ کی طرف درمیان میں کچھ گھنٹوں کا وقفہ ہوگا اور اسکو ہم رسولوں میں سے بنائیں گے۔'' چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ رحمۃ اللہ علیہا نے صندوق میں نیچے روئی وغیرہ رکھ کر اوپر موسیٰ علیہ السلام کو لٹا کر اندھیرے میں بحر قلزم میں ڈال دیا فَلْیُلْقِہِ الْیَمُّ بِالسَّاحِلِ پس ڈال دے گا بحر قلزم اس کو کنارے پر۔تفسیروں میں مختلف باتیں ذکر کی گئی ہیں ۔ایک یہ کہ دریا کے کنارے فرعون کے سرکاری دھوبی تھے بعض کہتے ہیں کہ مچھیرے تھے مچھلیاں پکڑنے والے،بعض کہتے ہیں نہانے والے لوگ تھے اور سورہ قصص میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے اپنی بیٹی کلثوم رحمۃ اللہ علیہا کو کہا کہ اس کا سراغ لگاؤ دیکھو یہ صندوق کہاں جاتا ہے ۔آٹھ دس سال کی بڑی سمجھ دار بچی تھی وہ بھی کنارے کنارے ساتھ ساتھ چلتی رہی ،کبھی صندوق کی طرف دیکھتی ،کبھی دوسری طرف تا کہ کسی کو شبہ نہ ہو کہ یہ بچی اس کیساتھ ہے۔خیر جب وہ آباد علاقے میں پہنچا تو دھوبیوں نے یا مچھیرے نے یا نہانے والوں نے چھلانگ لگا کر نکال لیا اور فوراً فرعون کے دربار میں پہنچا دیا۔فرعون نے کہا کہ اس کو قتل کرو۔ بی بی آسیہ بنت مزاحم رحمۃ اللہ علیہا مضبوط تھیں کہنے لگیں لَا تَقْتُلُوْہُ عَسٰی اَنْ یَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَہٗ وَلَدًا [قصص:۹] ''اس کو قتل نہ کرو شاید یہ ہمیں فائدہ دے یا ہم بنالیں اس کو بیٹا۔'' اسی جگہ

تفسیروں میں لکھا ہے کہ فرعون نے کہا کہ تمہیں کوئی نفع معلوم ہوتا ہوگا مجھے تو کوئی نفع معلوم نہیں ہوتا اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّات اعمال میں نیت کا بڑا دخل ہوتا ہے۔ بی بی اڑ گئی اور قتل نہ ہونے دیا۔ آج بھی مصر کی عورتیں مردوں پر حاوی ہیں۔ جو بڑے حکمران ہیں ان کا حکم نیچے سے اوپر جاتا ہے اوپر سے نیچے نہیں آتا۔ بات سمجھ آگئی نا۔ فیصلہ کر دیا بی بی نے کہ قتل نہیں کرنا، دودھ پلانا شروع کیا کسی کا دودھ نہ پیا، گائے بھینس کا منگوایا نہ پیا، بکری کا منگوایا نہ پیا، محلے کی عورتیں طلب کیں کسی کا دودھ نہ پیا۔ سورۃ القصص آیت نمبر۱۲ میں ہے وَحَرَّمْنَا عَلَیْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ ''اور ہم نے تکوینی طور پر حرام قرار دے دیا روک دیا موسیٰ علیہ السلام پر دودھ پلانے والیوں کو اس سے پہلے۔'' کسی کا دودھ نہ پیا تو بڑے پریشان ہوئے۔ سرکاری فیصلہ ہو چکا ہے قتل نہیں کرنا اور بچہ کسی کا دودھ نہیں پیتا اب کیا کریں اس وقت وہاں تماشائی اکٹھے تھے موسیٰ علیہ السلام کی بہن بھی ان میں شامل ہوگئی تھی یہ بولی کہ ہمارے محلے میں ایک عورت ہے اس کا دودھ پلا کے دیکھو شاید اس کا دودھ پی لے۔ چنانچہ اس بچی کیساتھ آدمی بھیجے فوراً وہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو بلا کر لائے والدہ آئیں موسیٰ علیہ السلام کو چھاتی کیساتھ لگایا تو انہوں نے دودھ پینا شروع کر دیا۔ خوشی ہوئی کہ مسئلہ حل ہو گیا۔ فرعون نے کہا بی بی! ہم آپ کو کمرہ دیں گے اور وظیفہ بھی مقرر کرتے ہیں تم یہاں رہو اور بچے کی پرورش کرو وہ کہنے لگیں کہ میرا گھر ہے بچے ہیں میں یہاں کیسے رہ سکتی ہوں اگر تمہیں ضرورت ہے تو بچے کو میرے پاس چھوڑ دو اور وظیفہ بھی میرے گھر بھیج دیا کرو۔ چنانچہ وہ سرکاری اجازت کیساتھ موسیٰ علیہ السلام کو ساتھ گھر لے آئیں، اس کا ذکر ہے۔ اس کو صندوق میں ڈال کر بحر قلزم میں ڈال دیں اور بحر قلزم اس کو کنارے پر ڈال دے گا یَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّیْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ پکڑے گا اس کو میرا دشمن فرعون اور اس کا دشمن یعنی

موسیٰ علیہ السلام کا وَاَلْقَیْتُ عَلَیْکَ اور ڈال دی میں نے آپ پر مَحَبَّۃً مِّنِّیْ محبت اپنی طرف سے فرعون کی بیوی آسیہ بنت مزاحم رضی اللہ عنہا کے دل میں اور وہ اَڑ گئی قتل نہ کرنے دیا وَلِتُصْنَعَ عَلٰی عَیْنِیْ اور تاکہ آپ کی تربیت کی جائے میری آنکھوں کے سامنے اِذْ تَمْشِیْٓ اُخْتُکَ جب چل رہی تھی آپ کی بہن کلثوم رضی اللہ عنہا فَتَقُوْلُ پھر اس نے کہا ھَلْ اَدُلُّکُمْ کیا میں تمہاری راہنمائی کروں عَلٰی مَنْ یَّکْفُلُهٗ اس پر جو اس کی کفالت کرے چنانچہ اس نے راہنمائی کی فَرَجَعْنٰکَ پس ہم نے لوٹا دیا آپ کو اِلٰٓی اُمِّکَ آپ کی ماں کی طرف کَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا تا کہ اس کی آنکھ ٹھنڈی ہو وَلَا تَحْزَنَ اور غم نہ کرے۔ یہ بھی ہم نے احسان کیا۔ باقی احسان کا ذکر آئندہ آیات میں آرہا ہے۔

وَقَتَلْتَ

نَفْسًا فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا ۫ فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِيْۤ اَهْلِ مَدْيَنَ ۙ۬ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى ﴿۴۰﴾ وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ ﴿۴۱﴾ اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ ﴿۴۲﴾ اِذْهَبَاۤ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۚۖ ﴿۴۳﴾ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ﴿۴۴﴾ قَالَا رَبَّنَاۤ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَاۤ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى ﴿۴۵﴾ قَالَ لَا تَخَافَاۤ اِنَّنِيْ مَعَكُمَاۤ اَسْمَعُ وَاَرٰى ﴿۴۶﴾ فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَاۤ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۙ۬ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ؕ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ؕ وَالسَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ﴿۴۷﴾

وَقَتَلْتَ نَفْسًا اور آپ نے قتل کیا ایک نفس کو فَنَجَّيْنٰكَ پس ہم نے نجات دی آپ کو مِنَ الْغَمِّ پریشانی سے وَفَتَنّٰكَ اور ہم نے آپ کو آزمائش میں ڈالا فُتُوْنًا آزمائش میں ڈالنا فَلَبِثْتَ پس آپ ٹھہرے سِنِيْنَ کئی سال فِيْۤ اَهْلِ مَدْيَنَ مدین والوں میں ثُمَّ جِئْتَ پھر آپ آئے عَلٰى قَدَرٍ ایک اندازے پر يّٰمُوْسٰى اے موسیٰ علیہ السلام وَاصْطَنَعْتُكَ اور ہم نے آپ کو چن لیا لِنَفْسِيْ اپنی ذات کیلئے اِذْهَبْ اَنْتَ جائیں آپ وَاَخُوْكَ اور آپ کا بھائی بِاٰيٰتِيْ میری نشانیوں کیساتھ وَلَا تَنِيَا اور نہ سستی کرنا فِيْ ذِكْرِيْ میری یاد میں اِذْهَبَاۤ جاؤ تم دونوں اِلٰى فِرْعَوْنَ فرعون کی طرف اِنَّهٗ طَغٰى بیشک اس نے سرکشی کی ہے فَقُوْلَا لَهٗ پس تم دونوں اس کو کہو قَوْلًا لَّيِّنًا بات نرم لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ شاید کہ وہ

نصیحت حاصل کرے اَوْ یَخْشٰی یا وہ خوف کھائے قَالَا دونوں نے کہا رَبَّنَآ اے ہمارے رب اِنَّنَا بیشک ہم نَخَافُ خوف کرتے ہیں اَنْ یَّفْرُطَ عَلَیْنَآ یہ کہ وہ زیادتی کرے ہم پر (قولاً) اَوْاَنْ یَّطْغٰی یا وہ سرکشی کرے (فعلاً) قَالَ فرمایا رب تعالیٰ نے لَا تَخَافَا تم خوف نہ کرو اِنَّنِیْ مَعَکُمَآ بیشک میں تمہارے ساتھ ہوں اَسْمَعُ میں سنتا ہوں وَاَرٰی اور دیکھتا ہوں فَاْتِیٰهُ پس تم دونوں جاؤ اس کے پاس فَقُوْلَآ پس کہو تم دونوں اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّکَ بیشک ہم دونوں آپ کے رب کے رسول ہیں فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِ یْلَ پس بھیج دے ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو وَلَا تُعَذِّبْهُمْ اور ان کو سزا نہ دے قَدْ جِئْنٰکَ تحقیق ہم لائے ہیں تیرے پاس بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّکَ نشانی آپ کے رب کی طرف سے وَالسَّلٰمُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی اور سلام ہو ان پر جنہوں نے پیروی کی ہدایت کی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کے احسانات کا ذکر :

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جو احسانات کئے تھے ان کا ذکر چلا آ رہا ہے کہ ہم نے آپ کو فرعونی کارندوں سے بچا کر فرعون کے گھر پہنچایا اور ڈال دی آپ پر اپنی طرف سے محبت پھر آپ کو آپکی والدہ کے پاس پہنچادیا۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ ایک اور انعام کا ذکر فرماتے ہیں جسکی اس مقام پر تفصیل نہیں ہے۔ تفصیل بیسویں پارے سورۃ القصص میں ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ فرعون جس کالونی میں رہتا تھا وہ مصر کے ایک طرف تھی اور موسیٰ علیہ السلام کا آبائی مکان مصر سے دوسری طرف تھا درمیان میں کافی فاصلہ تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام کبھی فرعون کے گھر اور کبھی اپنے گھر رہتے تھے جوان کے

خیال کے مطابق ان کی رضاعی والدہ کا تھا اور حقیقت میں حقیقی والدہ کا اور ان کا اپنا گھر تھا۔

بنی اسرائیلی اور قبطی کا جھگڑا :

ایک دن سخت گرمی میں دوپہر کے وقت جب سارے لوگ سوئے ہوئے تھے آرام کررہے تھے عَلٰی حِیْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا [قصص: آیت نمبر ۱۵] اپنے گھر سے فرعون کے گھر جارہے تھے کہ راستے میں بازار کے اندر دو آدمی آپس میں الجھے ہوئے تھے۔ ایک موسیٰ علیہ السلام کی برادری بنی اسرائیل کا آدمی تھا اور دوسرا فرعون کے باورچی خانے کا انچارج افسر تھا جس کا نام تفسیروں میں قاب آتا ہے۔ اسرائیلی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جاتے ہوئے دیکھا تو آواز دی کہ آئیں اور ہمارا جھگڑا ختم کرادیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام قریب آئے فرمایا تمہارا کیا جھگڑا ہے؟ اسرائیلی نے کہا کہ دیکھو یہ کتنی وزنی بوری ہے اس میں آٹا دانہ جو بھی تھا اور لکڑیوں کے گٹھے کا ذکر بھی تفسیروں میں آتا ہے جو کافی وزنی تھا یہ مجھے کہتا ہے کہ اس کو اٹھا کر فرعون کے باورچی خانے میں پہنچاؤ اور مزدوری دینے کیلئے بھی تیار نہیں۔ یہ بیگار کے طور پر کام کرواتا ہے۔ اول تو میں کمزور ہوں اٹھا نہیں سکتا دوسرا یہ کہ یہ مزدوری بھی نہیں دیتا حالانکہ سرکاری خزانے سے اس کو مزدور کی مزدوری ملتی ہے وہ وصول کر کے جیب میں ڈال لیتا ہے اور یہ اسکا روزانہ کا معمول ہے ہم بے چاروں پر ظلم کرتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا بھئی! بات اسکی صحیح ہے یہ کمزور آدمی ہے اور بوجھ زیادہ ہے دوسری بات یہ ہے کہ جب تمہیں مزدوری ملتی ہے تو ان لوگوں پر ظلم کیوں کرتے ہو؟ کسی قوی طاقتور مزدور کو کرایہ دے کر سامان اٹھوا کر لے جاؤ۔ وہ چونکہ فرعون کے باورچی خانے کا افسر تھا اس کا دماغ بگڑا ہوا تھا موسیٰ علیہ السلام سے بھی جھگڑنے لگا۔ کہنے لگا تمہارے

پیٹ کا انتظام کرتا ہوں کھانا نہیں پکے گا تو کہاں سے کھاؤ گے؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا مجھے معلوم نہیں تھا کہ اس ظالمانہ طریقے سے مجھے خوراک دی جاتی ہے۔ بہر حال اس مزدور کا معاملہ حل کرو۔ کہنے لگا تجھے بھی دیکھ لوں گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس کو ایک مکہ لگا دیا بس وہ فوراً مر گیا، اس کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَقَتَلْتَ نَفْسًا اور آپ نے قتل کیا نفس کو فَنَجَّيْنٰكَ پس ہم نے نجات دی آپ کو مِنَ الْغَمِّ پریشانی سے کہ قتل کا پتہ چل گیا اور فرعون نے کابینہ بلا کر موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا فیصلہ کیا۔ فرعون کا چچا زاد بھائی حضرت خزقیل رحمۃ اللہ علیہ بڑا نیک دل آدمی تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بچپن سے ہی خیر خواہ تھا وہ بھاگتا ہوا موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا اور کہا اے موسیٰ علیہ السلام اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّيْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ [قصص:۲۰] "بیشک فرعون کے سربرآوردہ لوگ مشورہ کر رہے ہیں تیرے بارے میں تاکہ تجھے قتل کر دیں پس آپ نکل جائیں یہاں سے بیشک میں آپ کیلئے البتہ خیر خواہی کرنے والا ہوں۔" حضرت موسیٰ علیہ السلام جس حال میں تھے خالی جیب کوئی خرچہ پاس نہیں تھا اسی حالت میں مدین کی طرف روانہ ہو گئے۔ جو وہاں سے مغرب کی طرف تھا چونکہ اس زمانہ میں آبادی بہت کم ہوتی تھی آٹھ دن بھی لکھے ہیں اور دس دن بھی لکھے ہیں کہ اتنے دنوں میں مدین پہنچے۔ اس کا ذکر بیسویں پارے میں آئے گا وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا اور ہم نے آپ کو آزمائش میں ڈالا آزمائش میں ڈالنا۔ فتنہ کا معنیٰ آزمائش ہوتا ہے فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ پس آپ ٹھہرے کئی سال فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ مدین والوں میں۔ وہ آٹھ سال کا ذکر بھی آتا ہے اور دس سال کا ذکر بھی آتا ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر آپ میری خدمت کریں میری بکریاں چرائیں تو میں اپنی بیٹیوں میں سے ایک کے ساتھ آپ کا نکاح کر دیتا ہوں چنانچہ

بڑی بیٹی جن کا نام حضرت صَفورہ علیہا السلام ہے کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام کا نکاح کر دیا۔ آٹھ سال پورے کرو تو ٹھیک دس سال پورے کرو تو آپ کی مرضی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے دس سال پورے کیے پھر آپ ادھر آئے۔ فرمایا ثُمَّ جِئْتَ عَلٰی قَدَرٍ یّٰمُوْسٰی پھر آپ آئے مصر کی طرف ایک اندازے پر۔ دس سال کے اندازے کے بعد آپ آئے۔ یہ ساری گفتگو ہو رہی ہے وادی طویٰ وادی مقدس میں وَاصْطَنَعْتُکَ لِنَفْسِیْ اور میں نے آپ کو چن لیا اپنی ذات کیلئے کہ اب آپ میرے پیغمبر ہیں میرا پیغام لوگوں تک پہنچانا ہے میرے احکام لوگوں تک پہنچاتے ہیں اِذْھَبْ اَنْتَ وَاَخُوْکَ آپ جائیں اور آپ کا بھائی جائے۔ گذشتہ درس میں تم سن چکے ہو کہ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا تھا کہ اے میرے پروردگار! وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَھْلِیْ بنادے میرے لئے وزیر میرے گھر والوں میں سے میرے بھائی ہارون کو تاکہ میری کمر مضبوط ہو۔ اس کو میرے نبوت والے معاملے میں شریک فرما اور یہ تم بات بھی گذشتہ سبق میں پڑھ چکے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قَدْ اُوْتِیْتَ سُؤْلَکَ یٰمُوْسٰی ''اے موسیٰ علیہ السلام آپ نے جو مانگا تھا وہ آپ کو دے دیا گیا'' تو ہارون علیہ السلام کو بھی نبوت مل گئی۔ تو فرمایا آپ کا بھائی دونوں جاؤ بِاٰیٰتِیْ میری نشانیوں کیساتھ۔ دو نشانیاں تو آپ پڑھ چکے ہیں۔ ایک یہ کہ لاٹھی ڈالتے تھے اژدہا بن جاتی تھی سانپ بن جاتی تھی اور دوسری ہاتھ کا سفید ہونا اور باقی سات نشانیوں کا ذکر نویں پارے میں ہے۔ یہ نو نشانیاں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمائی تھیں۔ وَلَا تَنِیَا اور نہ سستی کرنا فِیْ ذِکْرِیْ میری یاد میں۔ جتنی کثرت سے بندہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے گا اتنا شیطان کے پھندے سے محفوظ رہے گا اور دلی اطمینان حاصل ہوگا۔ سورت رعد آیت نمبر ۲۹ میں ہے اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ''خبردار اللہ تعالیٰ کے ذکر کیساتھ

ہی دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔'' اور جتنا اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے گا اتنا اللہ تعالیٰ کا تقرب نصیب ہوگا اور شیطانی وساوس سے نجات ملے گی۔ اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ دونوں جاؤ فرعون کی طرف اِنَّهٗ طَغٰى بیشک اس نے سرکشی کی ہے۔ اس کو جا کر میرا پیغام دو فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا پس دونوں اس کو بات کہو نرم لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ شاید کہ وہ نصیحت حاصل کرے اَوْ يَخْشٰى یا شاید وہ خوف کھائے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نرمی کیساتھ سمجھانا۔

نصیحت کا انداز اچھا ہونا چاہیے :

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے بزرگوں میں سے ہیں انہوں نے دین کی بڑی خدمت کی ہے ہر فن اور ہر معاملے میں کتابیں لکھی ہیں وہ ایک تاریخی واقعہ نقل کرتے ہیں۔ ہارون الرشید تقریباً چھپن لاکھ مربع میل کا حکمران تھا، ایران، روم، افغانستان، آذر بائیجان، آرمینا، چین تک اس کی حکمرانی تھی بڑا زیرک آدمی تھا۔ خلفائے راشدین کا تو مقابلہ نہیں کیونکہ خلافت کا مقام بہت بلند ہے البتہ آج کل کے حکمرانوں کے مقابلے میں بہت ہی نیک اور پارسا تھا۔ جمعہ کی نماز باقاعدہ آکر مسجد میں پڑھتا اور خطیب کی تقریر بھی مکمل سنتا تھا۔ ان کے خطیب صاحب نے ایک واعظ کے متعلق سن رکھا تھا کہ وہ بڑا بہترین وعظ کہتے ہیں اور لوگوں پر اس کا بڑا اثر ہوتا ہے اور بڑا فائدہ ہوتا ہے۔ اس واعظ نے خطیب صاحب کو کہا کہ آج جمعہ میں نے پڑھانا ہے، مجھے موقع دو۔ خطیب صاحب نے کہا اچھا جی! آج آپ جمعہ پڑھا لیں۔ خلیفہ ہارون الرشید سامنے آکر بیٹھ گیا، واعظ نے بیان شروع کیا اور تھا بڑا کرخت مزاج، کہنے لگا اے ہارون الرشید! تم بڑے فاسق فاجر آدمی ہو آپ نے فلاں موقع پر یہ کیا اور فلاں موقع پر یہ کیا، فلاں موقع پر یہ کیا، اس کے عیب گن گن کے بتانے شروع کیے۔ خطیب صاحب بیچارے اس کا پائینچہ کھینچیں کہ بس کر

مگر وہ اور تیز اور جوش میں آئے۔ پائینچہ کھینچنے کا مطلب ہوتا ہے بس کر اور بعض جان چھڑانے کیلئے جزاک اللہ کہتے ہیں مگر وہ اور خوش ہوتا ہے کہ میری تقریر کو پسند کر رہے ہیں۔تو خیر وہ باز نہ آیا خطیب پریشان ہوگیا کہ اس نے بڑا ظلم کیا ہے اب لوگوں کا خیال تھا کہ خلیفہ اس کو قتل کرائے گا کہ اتنی بڑی پبلک کے سامنے نام لے کر کہا ہے کہ تم ایسے ہو تم ویسے ہو۔ خیر جمعہ کی نماز ہوگئی خلیفہ بھی نماز پڑھ کر چلا گیا پولیس آئی اور اس واعظ کو لے گئی۔ ہارون الرشید نے اس کو اپنے سامنے والی کرسی پر بٹھایا اور شربت وغیرہ سے تواضع کی اور پوچھا کہ حضرت! یہ بتلائیں کہ آپ کا رتبہ زیادہ ہے یا موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا؟ واعظ نے کہا کہ اس کا کیا مطلب ہے؟ خلیفہ نے کہا جب کوئی عقلمند بات کرتا ہے تو اس کا کوئی نہ کوئی تو مطلب ہوتا ہے آپ بتلائیں کہ آپ کا رتبہ زیادہ ہے یا موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا؟ واعظ نے کہا کہ میں تو گنہگار امتی ہوں وہ تو خدا کے پیغمبر تھے

؎ چہ نسبت خاک را با عالم پاک

ان بلند مرتبہ ہستیوں کیساتھ میری کیا نسبت ہے؟ خلیفہ صاحب نے دوسرا سوال کیا کہ یہ بتاؤ کہ میں زیادہ بُرا ہوں یا فرعون زیادہ بُرا تھا؟ اس نے پھر کہا کہ اس کا کیا مطلب ہے؟ خلیفہ نے کہا اس کا کچھ نہ کچھ مطلب تو ہوگا آپ جواب دیں۔ واعظ نے کہا آپ آخر امتی ہیں گنہگار سہی وہ تو اللہ تعالیٰ کا باغی اور سرکش تھا۔ خلیفہ نے کہا فرعون مجھ سے بُرا تھا نا۔ اس نے کہا ہاں! تو ہارون الرشید نے کہا دیکھو! رب تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو کہ جب تم فرعون کے پاس جاؤ تو بات نرمی کیساتھ کرنا اللہ تعالیٰ نے آپ سے بہتر شخصیات کو مجھ سے بدتر شخصیت کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ بات نرمی کیساتھ کرنا۔ آپ نے جو وعظ آج کیا ہے وہ قرآن پاک کے خلاف کیا ہے۔ لوگوں کو نرمی

کیساتھ سمجھانا ہوتا ہے طعنے دینا تو وعظ نہیں ہوتا آپ نے جتنے عیب میرے بتلائے ہیں وہ تو بہت کم ہیں میں تو عیبوں کا گھر ہوں میرے اندر عیب بہت زیادہ ہیں لیکن آپ کا جو تعلیم اور تبلیغ کا طریقہ ہے وہ ٹھیک نہیں ہے اپنے منشی کو بلا کر فرمایا کہ اس کو ایک جوڑا کپڑوں کا اور دس ہزار درہم انعام دے حق گوئی کا لیکن وعظ کا یہ طریقہ صحیح نہیں ہے۔

دیکھو! خلیفہ وقت نے کتنی معقول بات کہی۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فرعون کے پاس نشانیاں لے کر جاؤ اور بات کہنا نرمی کیساتھ شاید کہ وہ نصیحت حاصل کرے یا ڈر جائے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے قَالَا دونوں نے کہا رَبَّنَآ اے ہمارے رب اِنَّنَا نَخَافُ بیشک ہم ڈرتے ہیں اَنْ یَّفْرُطَ عَلَیْنَآ کہ وہ زیادتی کرے ہم پر زبانی طور پر اَوْ اَنْ یَّطْغٰی یا وہ سرکشی کرے فعلی طور پر کہ ہاتھ چھٹ بھی ہے تو ہاتھ چلائے قَالَ رب تعالیٰ نے فرمایا لَا تَخَافَآ اِنَّنِیْ مَعَکُمَآ تم خوف نہ کرو بیشک میں تمہارے ساتھ ہوں اَسْمَعُ میں سنتا ہوں، جو وہ سختی کی بات کریگا میں سنوں گا وَاَرٰی اور دیکھتا ہوں جو وہ کاروائی کرے گا۔ یاد رکھنا! یہ باتیں استاد کے بغیر سمجھ نہیں آتیں کہ یَفْرُطَ کا کیا مفہوم ہے اور طغٰی کا کیا معنٰی ہے۔ تو یَفْرُطَ کا معنٰی قولی زیادتی، قرینہ اَسْمَعُ ہے اور یطغٰی کا معنٰی فعلی زیادتی اور قرینہ اَرٰی ہے۔ فَاْتِیٰہُ پس جاؤ تم دونوں اس کے پاس فَقُوْلَآ پس دونوں کہو اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّکَ بیشک ہم دونوں آپ کے رب کے رسول ہیں۔ دیکھو! رب کے لفظ میں توحید کا ذکر آ گیا اور رسولا کے لفظ میں رسالت کا ذکر آ گیا اور قیامت کے متعلق بھی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّ السَّاعَۃَ اٰتِیَۃٌ ''بیشک قیامت آنے والی ہے۔'' اور تینوں عقیدے بنیادی ہیں۔

❀......توحید ❀......رسالت ❀......قیامت

روسیوں کی غلامی :

ان تین عقیدوں کے بعد بنی اسرائیل کی غلامی کا ذکر ہے کیونکہ فرعون نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا تھا ان پر بڑا ظلم کرتے تھے ان کو پورا حق نہیں دیتے تھے جیسے روس میں کاشتکار، جو بوتے ہیں گاجر مولی وغیرہ اس علاقے کے افسر مجاز کے بغیر خود بھی نہیں کھا سکتے۔ اسی طرح اونٹ، بکریاں چرانے والے بھینس رکھنے والا خود دودھ نہیں پی سکتا قانوناً گرفت ہے جب تک وہ افسر سے پوچھ نہ لے کہ میں پاؤ آدھ کلو دودھ پی لوں۔ اس وقت روس میں یہ کچھ ہے کہ جو کچھ ہوگا حکومت کی اجازت سے ہوگا۔

جہادِ افغانستان کی برکت :

اس غلامی میں وہ ستر سال رہے اب اللہ تعالیٰ کے فضل اور طالبان کی برکت سے افغانستان جہاد کی برکت سے سولہ ریاستیں روس کے ہاتھ سے نکل گئی ہیں اور ان میں بعض ریاستیں وہ ہیں جن میں اکثریت مسلمانوں کی ہے۔ وہاں پرانی مساجد آج بھی موجود ہیں لیکن کسی کو سیمنٹ گھر بنایا ہوا ہے، کسی کو سینما ہال بنایا ہوا ہے، کسی کو گھوڑوں کے اصطبل کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے اور کسی کو خچروں کیلئے۔ حالانکہ ایک دور میں وہ علاقہ اسلام کا مرکز تھا۔ تو فرعون نے بنی اسرائیلیوں کو غلام بنا رکھا تھا۔ فرمایا ہم دونوں آپ کے رب کے رسول ہیں فَأَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ پس بھیج دے ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو ان کو مصر سے رہائی دو ہم ان کو اپنے آبائی علاقہ ارض مقدس شام کا علاقہ جہاں سے آئے تھے وہاں لے جانا چاہتے ہیں کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام یہاں آئے تھے اور ان کی وجہ سے یعقوب علیہ السلام بھی خاندان کیساتھ یہاں آئے تھے وَلَا تُعَذِّبْهُمْ اور ان کو عذاب نہ دے، ان کو سزا نہ دے ہم ان کی رہائی کا مطالبہ کرتے ہیں ان کو آزاد کر کے ہمارے ساتھ

یعنی قد جئنک بآیۃ من ربک تحقیق ہم لائے ہیں تیرے پاس نشانی تیرے
رب کی طرف سے۔ دوسری جگہ تفصیل ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے جب لاٹھی ڈالی تو اژدھا
بن گیا فرعون اونچے تخت پر کرسی کے اوپر تاج پہن کر بیٹھا تھا جب اژدھانے اس کی طرف
رخ کیا تو وہ کرسی سے گر گیا۔ فرعون نیچے اور کرسی اوپر تھی تمام عمائد مشیر گھبرا گئے مگر باہر نکل
نکلے کہ فرعون کہنے لگا تم تنگی کے وقت مجھے چھوڑ کر چلے گئے کیونکہ بڑا سخت گیر تھا۔ سورہ دخان
آیت نمبر ۳۱ میں ہے انہ کان عالیا من المسرفین ''بیشک وہ مغرور حد سے بڑھنے والا
تھا۔'' جو نشانی دیکھ کر فرعون نے کہا کہ ہمیں بھی موقع دو ہم بھی سانپ نکالیں گے۔ فرمایا
والسلم علی من اتبع الھدی اور سلام ہو اس پر جس نے پیروی کی ہدایت کی۔ غیر
مسلم کو جب سلام کرو تو ان الفاظ کیساتھ کرو والسلم علی من اتبع الھدی یعنی اگر غیر
مسلم تمہیں سلام کرے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ تو تم اس کے جواب میں کہو والسلم
علی من اتبع الھدی۔

آگے واقعہ آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ

اِنَّا قَدْ اُوْحِیَ اِلَیْنَآ

اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰی مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿۴۸﴾ قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا یٰمُوْسٰى ﴿۴۹﴾ قَالَ رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ﴿۵۰﴾ قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى ﴿۵۱﴾ قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ فِیْ كِتٰبٍۚ لَا یَضِلُّ رَبِّیْ وَلَا یَنْسَى ﴿۵۲﴾ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّسَلَكَ لَكُمْ فِیْهَا سُبُلًا وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًؕ فَاَخْرَجْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى ﴿۵۳﴾ كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّهٰى ﴿۵۴﴾ ع ۱۱

اِنَّا بیشک ہم قَدْ اُوْحِیَ اِلَیْنَآ وحی بھیجی گئی ہے ہماری طرف اَنَّ الْعَذَابَ بیشک عذاب عَلٰی مَنْ كَذَّبَ اس شخص پر ہوگا جس نے جھٹلایا وَتَوَلّٰى اوراعراض کیا قَالَ فرعون نے کہا فَمَنْ رَّبُّكُمَا کون ہے تم دونوں کا رب یٰمُوْسٰى اے موسیٰ علیہ السلام قَالَ فرمایا رَبُّنَا الَّذِیْٓ ہمارارب وہ ہے اَعْطٰى كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ جس نے ہر شے کواس کی خلقت دی ثُمَّ هَدٰى پھراس کی راہنمائی کی ہے قَالَ کہافرعون نے فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى کیا حال ہے ان جماعتوں کا جو پہلے تھیں قَالَ فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ ان کا علم میرے رب کے پاس ہے فِیْ كِتٰبٍ محفوظ ہے کتاب میں لَا یَضِلُّ رَبِّیْ نہیں بھٹکتا میرارب وَلَا یَنْسَى اورنہ بھولتا ہے الَّذِیْ رب وہ ہے جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ جس نے بنائی ہے تمہارے لئے زمین مَهْدًا بچھونا وَّسَلَكَ لَكُمْ اور

چلائے اس نے تمہارے فِيهَا اس زمین میں سُبُلاً راستے وَّاَنْزَلَ اور نازل کیا اس نے مِنَ السَّمَآءِ آسمان کی طرف سے مَآءً پانی فَاَخْرَجْنَا بِهٖ پس نکالے ہم نے اس پانی کے ذریعے اَزْوَاجًا قسم قسم کی مِّنْ نَّبَاتٍ سبزیاں شَتّٰی مختلف كُلُوْا کھاؤ وَارْعَوْا اور چراؤ اَنْعَامَكُمْ اپنے مویشیوں کو اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ بیشک اس میں لَاٰيٰتٍ کئی نشانیاں ہیں لِّاُولِي النُّهٰى عقلمندوں کیلئے۔

گذشتہ درس میں یہ بات بیان ہوئی تھی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو نبوت عطا فرمائی اور دو معجزے عصا مبارک اور ید بیضاء دیکر فرمایا کہ جاؤ فرعون کو سمجھاؤ وہ سرکش ہو گیا ہے اور بات کرنا نرمی کیساتھ تاکہ وہ نصیحت حاصل کرے یا اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈر جائے۔ دونوں پیغمبروں نے اس کو توحید و رسالت سمجھائی اور قیامت کا حق ہونا پہلے بیان ہو چکا تھا اور یہ بھی فرمایا فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ "بنی اسرائیل کو آزادی دیکر ہمارے ساتھ بھیج دو کہ ہم ان کو اپنے آبائی علاقہ ارض مقدس میں لے جائیں۔ اور ان کو سزا نہ دے اور سلامتی اُس پر ہے جس نے ہدایت کی پیروی کی۔

اسی سلسلے میں فرمایا اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَآ بیشک ہم تحقیق وحی کی گئی ہے ہماری طرف۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہماری طرف یہ پیغام بھیجا گیا ہے اَنَّ الْعَذَابَ بیشک عذاب، سزا، گرفت عَلٰى مَنْ كَذَّبَ اس پر ہوگی جس نے حق کو جھٹلایا وَتَوَلّٰى اور عملی طور پر اس نے حق سے گریز کیا یقیناً جو حق کو نہیں مانتا اور اس پر عمل نہیں کرتا اس کو عذاب ضرور ہو گا۔ چونکہ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام نے فرمایا تھا اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ بیشک ہم تیرے رب کے رسول ہیں تو قَالَ فرعون نے کہا فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى پس کون ہے تم

دونوں کا رب ہے موسیٰ علیہ السلام۔ کیونکہ فرعون منحوس کا بھی دعویٰ تھا اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى میں تمہارا اعلیٰ رب ہوں۔ وہ حقیقت شناس تو حقیقت کو سمجھتے تھے مگر ڈر کے مارے مانتے تھے اور کہتے تھے تم رب ہو۔ تو فرعون نے کہا تم دونوں کا رب کون ہے؟

اللہ تعالیٰ کی شان :

قَالَ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا رَبُّنَا الَّذِیْ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی صفت دی ہے پیدا کیا ہے پیدا کرنے کے بعد ثُمَّ هَدٰی پھر اس کی راہنمائی کی ہے۔ دیکھو! بچہ پیدا ہونے کے بعد پستان ڈھونڈتا ہے چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی روزی ماں کے پیٹ میں رکھی ہے پستان منہ میں ڈالو تو چوستا ہے یہ سبق اس کو کس نے دیا ہے کہ تیری خوراک ماں کے پستانوں میں ہے اس طرح تم چوسو گے تو نکلے گا، کس استاد نے اس کو پڑھایا ہے؟ یہ اسکو اللہ تعالیٰ نے فطرتاً بتلایا ہے وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ [سورہ بلد] "اور ہم نے انسانوں کو دو گھاٹیاں بتائیں۔" چھوٹے بچوں کو تم نے دیکھا ہوگا کہ اگر ان کی آنکھ میں خارش ہو تو الٹے ہاتھ سے ملتے ہیں انگلیوں سے نہیں کرتے۔ بعض غافل قسم کی مائیں ہوتی ہیں بچوں کے ناخن نہیں کاٹتیں وہ نازک آنکھ میں لگ جائیں تو آنکھ کو نقصان ہوتا ہے اسلئے بچے فطرتاً الٹا ہاتھ ملتے ہیں۔ ہماری پیدائش جنگلی علاقے کی ہے ہم جانور چراتے تھے بھیڑ بکریاں، گائیں، بھینسیں۔ بڑا عمدہ قسم کا گھاس ہوتا تھا مگر جانور اس کو منہ نہیں لگاتے تھے اور خشک اور گندے منہ سے کھاتے تھے ہم اس گھاس کو اکھیڑ کر لے جاتے۔ اپنے والد مرحوم اور دادا مرحوم کے پاس کہ جانور یہ سبزہ نہیں کھاتے خشک ہونے کے بعد کھاتے ہیں تو ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ رب تعالیٰ نے ان کی فطرت میں یہ بات رکھی ہے کہ یہ گھاس ہرا بھرا تمہارے لئے مضر ہے سونگھ کے چھوڑ دیتے

ہیں نہیں کھاتے اور خشک ہونے کے بعد اس سے زہریلا مادہ ختم ہو جاتا ہے کھا لیتے ہیں۔

بندروں کا واقعہ :

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے واقعہ سنایا کہ ہندوستان کے ایک شہر میں ہم گئے وہاں بندر بہت تھے اور جس ساتھی کے پاس گئے اس کا مکان بھی شہر کے کنارے پر تھا بندر آ کے روٹیاں اٹھا کر درختوں پر چڑھ جاتے اور دکھا دکھا کے کھاتے۔ گھر والے بڑے تنگ آ گئے پہرہ بھی دیتے مگر بندر بڑا چالاک جانور ہے ذرا سا اِدھر اُدھر ہوئے اٹھا کے لے جاتے۔ کسی نے ان کو کہا کہ آٹے میں زہر ملا کر روٹی پکاؤ اور اہل خانہ کو بتا دو تا کہ وہ نہ کھائیں بندر کھائیں گے مر جائیں گے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا آٹے میں زہر ڈال کر روٹیاں پکا کر رکھیں بندر آئے سونگھ کر چلے گئے کھائیں نہیں۔ حالانکہ انہوں نے زہر ڈالتے ہوئے دیکھا بھی نہیں تھا۔ بندر جنگل کی طرف گئے وہاں سے کسی بوٹی کے پتے لے کر آئے اور روٹیاں کھاتے اور اوپر سے وہ پتہ بھی کھا لیتے۔ وہ پتے زہر کا تریاق تھے روٹیاں کھا گئے اور ان کو کچھ بھی نہ ہوا۔ تو یہ چیزیں اللہ تعالیٰ نے جانوروں کی فطرت میں رکھی ہیں یہ ہدایت کس نے دی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے تو ہر شے کو پیدا بھی کیا اور اس کی راہنمائی بھی فرمائی۔

قَالَ فرعون نے کہا فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰی۔ قرون قرن کی جمع ہے لغت میں قرن کے متعدد معانی آئے ہیں۔ صدی کو بھی قرن کہتے ہیں، جماعت کو بھی قرن کہتے ہیں اور جو ایک دور اور صدی میں جماعت رہے اس کو بھی قرن کہتے ہیں۔ یہاں جماعت کے معنٰی میں ہے۔ ہر جمعہ کے خطبے میں تم سنتے ہو خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ ''اس وقت بہترین جماعت میرے زمانے والی ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پھر

وہ جماعت ہوگی جو ان سے ملے گی تابعین رحمہم اللہ پھر وہ جماعت ہوگی جو ان سے ملے گی تبع تابعین کی جماعت۔'' یہ تینوں زمانے بہترین زمانے ہیں ان کو خیر القرون کہتے ہیں۔اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان زمانوں میں گناہ نہیں ہوئے گناہ تو ہوتے رہے ہیں زنا بھی ہوا ،ڈاکے بھی ہوئے ،سزائیں بھی ہوئی ہیں ہاں! مجموعی حیثیت سے یہ دور بعد کے ادوار سے اور بعد کے زمانوں سے بہت اچھے تھے۔افغانستان میں طالبان کا جو علاقہ ہے وہاں چوریاں بھی ہوتی ہیں ڈاکے بھی پڑتے ہیں لیکن قرآن وسنت کے مطابق با قاعدہ سزا ملتی ہے۔تو فرعون نے پوچھا کہ جو پہلے جماعتیں گذر چکی ہین ان کا کیا حال ہے۔اصل میں فرعون بڑا شریر آدمی تھا دوسرے مقام پر آتا ہے اور آپ حضرات پڑھ چکے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو کہا کہ میں تیرے بارے میں خیال کرتا ہوں کہ تو ہلاک ہونے والا ہے کیونکہ تو گندے خیالات والا ہے۔تو فرعون نے کہا کہ جو پہلے لوگ تھے ہمارے آباؤ اجداد ان کا کیا حال ہے؟ فرعون کا مقصد یہ تھا کہ یہ کہیں گے کہ وہ ہلاک ہوئے ہیں تو یہ میری مجلس والے لوگ ان کیخلاف ہو جائیں گے۔فرعون مصر کے بادشاہ کا لقب تھا یہ کسی کا ذاتی نام نہیں ہے بہت سارے فرعون گذرے ہیں۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جو فرعون تھا اس کا نام ولید بن مصعب بن ریان تھا یہ بڑا شاطر قسم کا آدمی تھا جیسے آج کل کے لیڈر ہیں اسی طرح کا تھا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں جو فرعون تھا اس کا نام ریان بن ولید تھا رحمہ اللہ تعالیٰ۔یہ بڑا نیک سیرت آدمی تھا اسکا نیکی کا اندازہ تم یہاں سے لگاؤ کہ جب اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کا کلمہ پڑھا تو یوسف علیہ السلام کو کہا کہ اب یہ نہیں ہوسکتا کہ میں تمہارا کلمہ پڑھنے کے بعد شاہی کرسی پر بیٹھوں اب یہ حکومت میں تمہارے سپرد کرتا

ہوں۔ حالانکہ آج کل چوکیدار اپنی کرسی چھوڑنے کیلئے تیار نہیں ہے بادشاہی چھوڑنا بڑا مشکل اور بڑے جگرے کی بات ہے۔ تو فرعون مصر کے بادشاہوں کا لقب تھا کہنے لگا جو پہلے ہمارے آباؤ اجداد گزرے ہیں ان کا کیا حال ہے؟ قَالَ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ ان کا علم میرے رب کے پاس ہے کتاب میں لوح محفوظ میں تم اپنی فکر کرو تمہیں ان کی کیا فکر ہے۔ مسئلہ سمجھ لیں کہ لوح محفوظ میں مخلوق کی پیدائش سے لے کر اختتام تک کے سب حالات درج ہیں لیکن اس سے پہلے ازل میں جو کچھ تھا وہ اس میں درج نہیں ہے اور ابد کے جو حالات ہونگے وہ بھی اس میں درج نہیں ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں اور لوح محفوظ اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلے میں کروڑ در کروڑ در کروڑواں حصہ بھی نہیں ہے۔ رب تعالیٰ کا علم ازلی اور ابدی ہے۔ فرمایا ان کے حالات کا علم میرے رب کے پاس ہے لوح محفوظ میں لَا يَضِلُّ رَبِّيْ میرا رب بھٹکتا نہیں اس سے خطا نہیں ہوتی وَلَا يَنْسَى اور نہ میرا رب بھولتا ہے۔

مخلوق میں چاہے کوئی کتنے بڑے درجے کا ہو بھول جاتا ہے آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی سے بڑی شخصیت خدا کی مخلوق میں کوئی نہیں ہے اور نہ ہی ہوگی آپ بھی بھول جاتے تھے۔ نماز میں آپ پانچ چھ دفعہ بھولے ہیں۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے ظہر کی نماز میں دو رکعتیں پڑھا کر سلام پھیر دیا۔ اس نماز میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے فَهَابَاهُ کچھ ہیبت زدہ ہوگئے پوچھ نہ سکے لوگ چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ حضرت خرباق رضی اللہ عنہ جن کی کنیت ذوالیدین اور ذوالشمالین تھی انہوں نے کہا حضرت اَقُصِرَتِ الصَّلٰوةُ اَمْ اَنْتَ نَسِيْتَ کیا نماز مختصر ہوگئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا كُلُّ ذٰلِكَ لَمْ يَكُنْ نہ نماز کم ہوئی ہے اور نہ بھولا ہوں۔ کہنے لگے حضرت نماز

پڑھ لیں یا نہیں آنحضرت ﷺ نے حاضرین سے پوچھا اَصدق ذُوالْیَدَیْن کیا ذوالیدین ٹھیک کہتا ہے۔ ساتھیوں نے کہا حضرت! نعم آپ نے دو رکعتیں پڑھائی ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے دو رکعتیں اور پڑھائیں اور سجدہ سہو کیا۔ فرمایا انما بشر میں بھی بشر ہوں جب بھول جایا کروں تو مجھے یاد کرا دیا کرو۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب نماز میں سلام کلام گفتگو ہو جاتی تھی بعد میں اُمِرْنا بالسکوت و نُهِینا عَنِ الْکَلام ہمیں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا اور بات کرنے سے منع کر دیا گیا۔ اب اگر کوئی بھول کر بھی کلام کرے گا تو نماز ٹوٹ جائے گی۔ تو رب نہیں بھولتا وما کان ربک نسیًا [مریم] اور مخلوق، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخری انسان کی فطرت میں ہے بھولنا۔ ونسی ادم ولم نجد لہ عزما [طٰہٰ:۱۱۵] ''اور بھول گئے آدم علیہ السلام اور نہ پائی ہم نے ان کیلئے پختگی'' تو فرمایا میرا رب نہ خطا کرتا ہے اور نہ بھولتا ہے الذی جعل لکم الارض مهدا رب وہ ہے جس نے بنائی زمین تمہارے لئے بچھونا، اس پر رہنے کیلئے مکان بناتے ہو اور اس پر چلتے پھرتے ہو وَّسَلَکَ لَکُمْ فِیْھا سُبُلاً۔ سُبُلْ سَبِیْل کی جمع ہے سبیل کا معنی راستہ، اور چلائے اس اللہ تعالیٰ نے اس زمین میں تمہارے لئے راستے تاکہ آسانی کیساتھ تم منزل مقصود تک پہنچ سکو وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً اور اتارا آسمان کی طرف سے پانی بارش برسائی فاخرجنا بہ ازواجا ازواج زوج کی جمع ہے معنی ہے جوڑے پس نکالے ہم نے اس پانی کے ذریعے قسم قسم کی مِنْ نَّبَاتٍ شَتّٰی سبزیاں مختلف زرد بھی سرخ بھی سفید بھی سبز بھی میٹھی بھی کڑوی بھی (اور جوڑے جوڑے کا معنی نر مادہ بھی ہے ہر چیز میں نر مادہ ہوتا ہے۔ بلوچ)

کُلُوْا کھاؤ جو چیزیں زمین سے پیدا ہوتی ہیں وارعوا انعامکم انعام نعم

کی جمع ہے جسکا معنی ہے ... اور چوپائے مویشیو

سورت ہے سورۃ الانعام ۔ اسمیں ذکر ہے آٹھ قسم کے جانورو

الْمَعْزِ اثْنَیْنِ " بھیڑوں میں سے دو (نر مادہ) اور بکریو

الْإِبِلِ اثْنَيْنِ اور اونٹوں میں سے دو (نر مادہ) ومن البقر اثنیں

(نر مادہ)۔ فقہاء کرامؒ فرماتے ہیں الْجَامُوْسُ نَوْعٌ مِنَ الْبَقَرِ ج ... کیساتھ بھی

لکھتے ہیں اور شین کیساتھ بھی، جاموس کا معنی بھینس ہے پنجابی میں مجھ بھینسا، یہ بھی بقر کی

قسم ہے۔ تو یہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے پیدا فرمائی ہیں اِنَّ فِی ذٰلِکَ

لَاٰیٰتٍ بیشک ان چیزوں میں جن کا ذکر ہوا ہے کہ اس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا

اس میں تمہارے لئے راستے چلائے قسم قسم کی سبزیاں تمہارے لئے پیدا فرمائیں اس میں

نشانیاں ہیں لِاُولِی النُّھٰی ۔ نُھٰی نُھْیَۃٌ کی جمع ہے نُھْیَہ کا معنی ہے روکنے والی چیز۔

عقل کا معنیٰ :

عقل کا معنیٰ بھی روکنے والی چیز ہے اور عقل کو عقل بھی اس لئے کہتے ہیں کہ یہ

انسان کو برائی سے روکتی ہے۔ عقال اسی کو کہتے ہیں جو چیزیں اس میں باندھی جاتی ہیں وہ

ان چیزوں کو بکھرنے سے روکتی ہے۔ بار بار قرآن میں آتا ہے اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ اَفَلَا

یَعْقِلُوْنَ "کیا تمہیں عقل نہیں ہے، کیا انہیں عقل نہیں ہے۔" اور سورۃ الملک میں آتا ہے

لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِیْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ "اگر ہم سنتے یا ہم عقل سے کام

لیتے تو ہم دوزخ والوں میں سے نہ ہوتے۔" یہ کافر کہیں گے۔ اس کی تفسیر میں حضرت شاہ

عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی میں اور مولانا عبدالحق حقانی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر حقانی میں

فرماتے ہیں لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ کا معنی ہے ہم تقلید کرتے اَوْ نَعْقِلُ کا معنی ہے یا ہم خود

م دوزخیوں میں سے نہ ہوتے۔تو جہنم سے بچانے والی دو چیزیں ہیں یا خود مجتہد ہو بات کی حقیقت کو سمجھے اگر خود نہیں سمجھتا تو پھر دوسرے کی بات سنے۔اگر اجتہاد بھی نہیں اور تقلید بھی نہیں تو پھر اس کیلئے دوزخ ہی ہے اور کچھ نہیں ہے۔پھر بے راہ ہو کر جدھر جانا چاہتا ہے جائے۔تو نُہیہ کا معنٰی عقل اور نُہٰی کا معنٰی عقول۔تو ان چیزوں میں عقلندوں کیلئے نشانیاں ہیں۔اللہ تعالیٰ سب کو عقل سلیم عطا فرمائے اور دوزخ سے بچائے۔

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴿٥٥﴾ وَلَقَدْ اَرَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَاَبٰى ﴿٥٦﴾ قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى ﴿٥٧﴾ فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَاۤ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى ﴿٥٨﴾ قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ﴿٥٩﴾ فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى ﴿٦٠﴾ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى ﴿٦١﴾ فَتَنَازَعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَاَسَرُّوا النَّجْوٰى ﴿٦٢﴾

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ اوراسی میں تمہیں لوٹائیں گے وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ اوراسی زمین سے ہم تمہیں نکالیں گے تَارَةً اُخْرٰى دوسری مرتبہ وَلَقَدْ اَرَيْنٰهُ اورالبتہ تحقیق ہم نے دکھائیں اس فرعون کو اٰيٰتِنَا اپنی نشانیاں كُلَّهَا سب فَكَذَّبَ پس اس نے جھٹلایا وَاَبٰى اورانکارکیا قَالَ کہا فرعون نے اَجِئْتَنَا کیا آپ آئے ہیں ہمارے پاس لِتُخْرِجَنَا تاکہ آپ نکال دیں ہمیں مِنْ اَرْضِنَا ہماری زمین سے بِسِحْرِكَ اپنے جادو کے زور سے يٰمُوْسٰى اے موسیٰ علیہ السلام فَلَنَاْتِيَنَّكَ پس ہم ضرور لائیں گے آپ کے پاس بِسِحْرٍ جادو مِّثْلِهٖ اس جیسا فَاجْعَلْ پس مقرر کر بَيْنَنَا ہمارے درمیان وَبَيْنَكَ اوراپنے درمیان مَوْعِدًا

ایک وعدے کا وقت لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ نہ ہم خلاف ورزی کریں وعدے کی وَلَآ
اَنْتَ اور نہ آپ مَكَانًا سُوًى وہ جگہ برابر ہو قَالَ فرمایا مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ
الزِّيْنَةِ وعدہ تمہارا ہے عید کا دن وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى اور یہ کہ لوگ جمع
کئے جائیں گے چاشت کے وقت فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ پس پھرا فرعون فَجَمَعَ
كَيْدَهٗ پس جمع کیا اس نے اپنی تدبیر کو ثُمَّ اَتٰى پھر وہ آیا قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى فرمایا
ان کو موسیٰ علیہ السلام نے وَيْلَكُمْ خرابی ہے تمہارے لئے لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ
كَذِبًا نہ افتراء باندھو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا فَيُسْحِتَكُمْ پس وہ تمہیں ہلاک کر دے
گا بِعَذَابٍ عذاب کیساتھ وَقَدْ خَابَ اور تحقیق نامراد ہوا مَنِ وہ شخص
افْتَرٰى جس نے اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھا فَتَنَازَعُوْٓا اَمْرَهُمْ پس جھگڑا کیا انہوں
نے اپنے معاملے کا بَيْنَهُمْ آپس میں وَاَسَرُّوا النَّجْوٰى اور مخفی رکھا انہوں نے
اپنی سرگوشی کو۔

یہ بات چلی آرہی ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بڑے بھائی ہارون علیہ السلام کو نبوت عطا فرمائی اور حکم دیا کہ تم دونوں جا کر فرعون کو تبلیغ کرو انہوں نے جا کر فرعون کو کہا کہ ہم دونوں تیرے رب کے رسول ہیں تو رب کے لفظ میں توحید کا ذکر آ گیا اور رسول کے لفظ میں رسالت کا ذکر آ گیا اور قیامت کے حق ہونے کا ذکر بھی۔ پھر بنی اسرائیل کی آزادی کا مطالبہ کیا۔ جب انہوں نے کہا کہ ہم آپ کے رب کے رسول ہیں تو فرعون نے کہا تمہارا رب کون ہے؟ تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا جس نے ہر شے کو خلقت دی اور راہنمائی کی۔ جس نے زمین کو تمہارے لئے بچھونا بنایا اور اس میں

تمہارے لئے راستے بنائے۔

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ کی تشریح :

اسی زمین کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ اور اسی زمین میں ہم تمہیں لوٹائیں گے وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى اور اسی زمین سے ہم تمہیں نکالیں گے دوسری مرتبہ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کیساتھ تمام روئے زمین سے تھوڑی تھوڑی مٹی لے کر اس کو گوندھا اور خمیر بنایا اور اس پر کئی سال گزرے اس کو خشک کیا اس مٹی کے خلاصے سے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ [سورۃ آل عمران] تراب کا معنٰی خشک مٹی اور طین کا معنٰی گارا۔ پھر صَلْصَال کے لفظ بھی آتے ہیں وہ گارا خشک ہوا كَالْفَخَّار ٹھیکری کی طرح بجنے لگا۔ اس طرح آدم علیہ السلام کی خلقت ہوئی اور آگے نسل چلی۔ تو فرمایا کہ ہم نے تمہیں اسی زمین سے پیدا کیا اور اسی مین دوبارہ لوٹائیں گے۔ مرنے کے بعد قبروں میں تم نے جانا ہے اور دوسری مرتبہ ہم تمہیں اسی زمین سے نکالیں گے چاہے تم ریزہ ریزہ ہو جاؤ۔ حدیث اور فقہ کی کتابوں میں ہے کہ قبر پر مٹی ڈالنا لازم ہے جتنی مٹی نکالی ہے اتنی ڈالنی پڑے گی اور جو حضرات مٹی ڈالیں گے ان کیلئے مستحب ہے کہ کم از کم تین چلو مٹی کے قبر پر ڈالیں۔ پہلی مٹھی لے کر کہیں مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ اور دوسری مٹھی ڈالتے وقت کہیں وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ اور تیسری مٹھی پر کہیں وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى فرض واجب نہیں مستحب ہے۔ مؤکدہ بھی نہیں ہے، اچھی بات ہے۔ اس مقام پر اجمال ہے دوسرے مقام پر تفصیل ہے کہ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اگر آپ پیغمبر ہیں تو کوئی نشانی دکھائیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے نشانی دکھائی کہ لاٹھی زمین پر ڈالی وہ

اژدھا بن گئی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ اَرَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا اورالبتہ تحقیق دکھائیں ہم نے فرعون کو اپنی نشانیاں كُلَّهَا سب۔نو معجزے تھے موسیٰ علیہ السلام کے۔ان میں سے ایک یہ تھا کہ لاٹھی ڈالتے سانپ بن جاتی تھی اژدھا بن جاتا تھا،ہاتھ گریبان میں ڈالتے تھے سورج کی طرح چمکتا تھا اور باقی سات کا ذکر نویں پارے میں ہے۔طوفان،مکڑی،مینڈک اور کھانے پینے کی چیزوں کا خون بن جانا وغیرہ۔ فَكَذَّبَ وَاَبٰى پس فرعون نے جھٹلایا اور انکار کیا،کہا نہیں مانتا۔الٹا قَالَ کہا فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو اَجِئْتَنَا کیا آپ آئے ہیں ہمارے پاس لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى تاکہ آپ نکال دیں ہمیں ہماری زمین سے اے موسیٰ یہ زور دکھا کر،مرعوب کر کے آپ ہمیں مصر کی زمین سے نکالنا چاہتے ہیں فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ پس ہم لائیں گے آپ کے پاس آپ کے مقابلے کیلئے جادو اس جیسا۔اس زمانے میں جادوگر لاٹھیاں ڈالتے تھے سانپ بن جاتی تھیں،رسیاں ڈالتے تھے سانپ بن جاتی تھیں۔فرعون نے کہا اگر تم سانپ نکال سکتے ہو تو ہم بھی نکال سکتے ہیں پس اب اس طرح کرو فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا پس مقرر کر ہمارے درمیان اور اپنے درمیان وعدے کی جگہ،وعدے کا وقت۔کس وقت تم میدان میں آؤ گے تاکہ ہم بھی آئیں لیکن لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ نہ ہم خلاف ورزی کریں وعدے کی وَلَآ اَنْتَ اور نہ آپ کریں اور مَكَانًا سُوًى اور جگہ برابر ہو،ہموار ہو تاکہ سب دیکھ سکیں۔

حق و باطل کے مقابلہ کا دن :

مصر سے باہر ایک میدان تھا اس میں کسی جگہ گھوڑے دوڑاتے تھے،کسی جگہ بچے

کھیلتے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یہ جو باہر بڑا میدان ہے یہ جگہ ہوگی اور قَالَ فرمایا مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ تمہارے وعدے کا دن عید کا دن ہے۔ عید والے دن چھٹی ہوتی ہے سب لوگ فارغ ہوتے ہیں سب حق و باطل کا مقابلہ دیکھیں گے وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى اور یہ کہ لوگ جمع کیے جائیں گے چاشت کے وقت۔ جگہ بھی بڑی موزوں متعین فرمائی اور وقت بھی بڑا اچھا مقرر کیا چنانچہ بات طے ہوگئی فرعون نے پورے ملک میں اعلان کرایا۔ قرآن پاک میں دوسری جگہ آتا ہے کہ فرعون کو سرداروں نے کہا بھیج دے مختلف شہروں میں اکٹھا کرنے والے تاکہ وہ لائیں تمہارے پاس ہر قسم کا جادوگر فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ [سورۃ الشعراء: ۳۸] ''پس اکٹھے کیے گئے جادوگر ایک معلوم دن کے وعدے پر۔'' جادوگر قریب دور سے آگئے ان کی تعداد کے بارے میں مختلف روایات آتی ہیں، ستر ہزار، بہتر ہزار کی تعداد تفسیر ابن کثیر، درمنثور اور روح المعانی وغیرہ میں لکھی ہے۔ اب بہتر ہزار تو صرف جادوگر تھے باقی مخلوق کتنی ہوگی اندازہ لگا لو۔ چھٹی کا دن تھا اور اس کیلئے باقاعدہ اعلان ہوا کرسیاں لگی ہوئی ہیں فرعون آکر بیٹھ گیا وزیر اعظم ہامان آکر بیٹھ گیا مشیر، وزیر، عملہ، فوج، پولیس سب ایک طرف اکٹھے تھے اور دوسری طرف چند درویش اکٹھے ہیں موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بڑے بھائی ہارون علیہ السلام۔ موسیٰ علیہ السلام نے اون کے کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ ان چند آدمیوں کو دیکھ کر لوگوں نے تالیاں بجانی شروع کر دیں کہ یہ مقابلہ کریں گے اس دنیا کیساتھ اور ظاہر تو ایسے ہی نظر آ رہا تھا فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ پس پھرا فرعون فَجَمَعَ كَيْدَهٗ پس اس نے جمع کیا اپنی تدبیر، سب جادوگر لایا ثُمَّ اَتٰى پھر موقع پر آیا قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى پہلے موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں کو کہا وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا خرابی ہے تمہارے لئے نہ افتراء باندھو اللہ

تعالٰی پر جھوٹ کا میں رب تعالٰی کے حکم سے آیا ہوں اور رب تعالٰی کی تائید مجھے حاصل ہے۔ اگر تم حق کا مقابلہ کروگے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تم اپنے آپ کو سچا سمجھتے ہو اور اپنے کرتب کو رب تعالٰی کی طرف سے سمجھتے ہو یہ رب تعالٰی پر افترا باندھنے کے مترادف ہے فَيُسۡحِتَكُم بِعَذَابٍ پس وہ تمہیں ہلاک کردے گا عذاب کیساتھ وَقَدۡ خَابَ مَنِ افۡتَرٰى اور تحقیق نامراد ہوگیا جس نے رب تعالٰی پر افتراء باندھا لہٰذا تم میرا مقابلہ کرنے سے باز آجاؤ فَتَنَازَعُوٓا اَمۡرَهُمۡ بَيۡنَهُمۡ پس جھگڑا کیا انہوں نے اپنے معاملے کا آپس میں۔ جھگڑا کس بات کا تھا؟ اس کا بھی ذکر ہے۔ جادوگروں نے کہا دیکھو ہم دور دراز سے آئے ہیں خرچہ کرکے اور خادم بھی ہمارے ساتھ ہیں، کسی کے دو خادم تھے، کسی کے تین تھے، کسی کے چار تھے، کوئی سو میل سے آیا ہے، کوئی دو سو میل سے آیا ہے پہلے اس کو مناؤ کہ ہمیں خرچہ دے گا کہ نہیں۔ کیونکہ یہ ظالم جابر ہے لوگوں سے بیگار لیتا ہے مزدوری نہیں دیتا۔ یہ مشہور تھا کہ وہ ایسا کرتا ہے لہٰذا پہلے طے کرلو۔ چنانچہ سب مل جل کر کہنے لگے اِنَّ لَنَا اَجۡرًا اِنۡ كُنَّا نَحۡنُ الۡغٰلِبِيۡنَ [اعراف:۱۱۳] ''کہ بیشک ہمارے لئے اجر ہوگا اگر ہم غالب آگئے۔'' قَالَ ''فرعون نے کہا نَعَمۡ وَاِنَّكُمۡ لَمِنَ الۡمُقَرَّبِيۡنَ ہاں یقیناً تم البتہ مقربین میں سے ہوگے۔'' تمہیں خرچہ بھی ملے گا اور تمہیں خطابات بھی ملیں گے۔ جو کوئی اچھے کارنامے دکھائے حکومت انہیں خطابات بھی دیتی ہے۔ بعض مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالٰی فرماتے ہیں کہ فَتَنَازَعُوٓا اَمۡرَهُمۡ سے مراد یہ ہے کہ جادوگروں نے آپس میں اس بات پر تنازع کیا کہ اجرت مانگیں یا نہ مانگیں۔ ایک گروہ نے کہا کہ مانگو بادشاہ ہے ضرور دے گا اور دوسرے گروہ نے کہا نہ مانگو مانگنے سے ہماری خفت ہوگی۔ اور بعض مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالٰی فرماتے ہیں جادوگروں میں کچھ سمجھدار تھے جو اپنے جادو کی حقیقت کو جانتے تھے اور

موسیٰ علیہ السلام کے معجزے کو بھی آنکھوں سے دیکھ رکھا تھا کہ لاٹھی ڈالتے ہیں تو وہ اژدھا بن جاتی ہے پھر ہاتھ رکھتے ہیں تو لاٹھی بن جاتی ہے اور بعض نے یقین کی حد تک سن رکھا تھا ۔تو انہوں نے دوسروں سے جھگڑا کیا کہ مقابلہ نہ کریں ہمارے فن میں اتنی قوت نہیں ہے شرمندہ ہونگے اس لئے بہتر یہ ہے کہ کوئی حیلہ بہانہ کر کے ٹال دو۔لیکن یہ بہت تھوڑے تھے اور سمجھدار ہمیشہ تھوڑے ہوتے ہیں حشرات الارض زیادہ ہوتے ہیں۔حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا سو آدمیوں میں سے سمجھدار ایک نکلے گا باقی بھرتی ہے۔تو انہوں نے اس معاملے میں جھگڑا کیا کہ کوئی ایسا بہانہ کرو فرعون مطمئن ہو جائے اور موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ نہ کرنا پڑے ۔ وَاَسَرُّوا النَّجْوٰی اور مخفی رکھا انہوں نے اپنی سرگوشی کو۔ آہستہ آہستہ سرگوشی کر کے انہوں نے طے کیا کہ اجر مانگنا چاہیے اور فرعون کے پاس گئے اور اس کو کہا کہ ہمیں کرایہ وغیرہ دو گے؟ اس نے کہا ہاں! دونگا تمہیں انعام بھی ملے گا اور القابات بھی ملیں گے۔یہ سب باتیں طے ہوئیں باقی قصہ ان شاء اللہ تعالیٰ آگے آئے گا۔

قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ

لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ
الْمُثْلٰى ۝۶۳ فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ وَقَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ
اسْتَعْلٰى ۝۶۴ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ
مَنْ اَلْقٰى ۝۶۵ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ
اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ۝۶۶ فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى ۝۶۷
قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ۝۶۸ وَاَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا
صَنَعُوْا ۭ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ ۭ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى ۝۶۹
فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى ۝۷۰ قَالَ
اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۭ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ
فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ
جُذُوْعِ النَّخْلِ ۡ وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى ۝۷۱

قَالُوْٓا کہا ان جادوگروں نے اِنْ ھٰذٰنِ نہیں ہیں یہ دونوں بھائی
لَسٰحِرٰنِ مگر جادوگر یُرِیْدٰنِ یہ ارادہ کرتے ہیں اَنْ اس بات کا یُّخْرِجٰکُمْ
کہ تمہیں نکال دیں مِنْ اَرْضِکُمْ تمہاری زمین سے بِسِحْرِھِمَا اپنے جادو کے
زور سے وَیَذْھَبَا اور مٹا دیں بِطَرِیْقَتِکُمُ الْمُثْلٰی تمہارے طریقے اور مسلک کو
جو عمدہ ہے فَاَجْمِعُوْا کَیْدَکُمْ پس جمع کرو تم اپنی تدبیر کو ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا پھر آؤ تم

صف بندی کیساتھ وَقَدْ اَفْلَحَ اور تحقیق کامیاب ہوگیا الْیَوْمَ آج کے دن مَنِ
وہ شخص اسْتَعْلٰی جو غالب آگیا قَالُوْا یٰمُوْسٰی کہا ان جادوگروں نے اے
موسیٰ (علیہ السلام) اِمَّآ اَنْ تُلْقِیَ یا تو آپ ڈالیں وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اور یا ہم
ہونگے اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰی پہلے ڈالنے والے قَالَ فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے بَلْ
اَلْقُوْا بلکہ تم ڈالو فَاِذَا حِبَالُهُمْ پس اچانک ان کی رسیاں وَعِصِيُّهُمْ اور ان کی
لاٹھیاں يُخَيَّلُ اِلَيْهِ ان کے خیال میں ڈالا گیا مِنْ سِحْرِهِمْ ان کے جادو کی
وجہ سے اَنَّهَا تَسْعٰی کہ بے شک وہ دوڑ رہی ہیں فَاَوْجَسَ پس محسوس کیا فِيْ
نَفْسِهٖ اپنے دل میں خِيْفَةً مُّوْسٰی خوف موسیٰ علیہ السلام نے قُلْنَا ہم نے کہا
لَا تَخَفْ خوف نہ کریں اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰی بیشک آپ ہی غالب آئیں
گے وَاَلْقِ اور ڈال دیں مَا فِيْ يَمِيْنِكَ جو آپ کے دائیں ہاتھ میں ہے
تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا نگل لے گا اس کو جو انہوں نے کاروائی کی ہے اِنَّمَا
صَنَعُوْا بیشک انہوں نے جو کاروائی کی ہے كَيْدُ سٰحِرٍ جادوگر کا مکر ہے وَلَا
يُفْلِحُ السّٰحِرُ اور جادوگر کامیاب نہیں ہوتا حَيْثُ اَتٰی جہاں سے بھی آئے
فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ پس گر پڑے سب جادوگر سُجَّدًا سجدہ کرتے ہوئے
قَالُوْٓا کہنے لگے اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰی ہم ایمان لائے ہارون علیہ السلام
اور موسیٰ علیہ السلام کے رب پر قَالَ فرعون نے کہا اٰمَنْتُمْ لَهٗ کیا تم ایمان لاتے
ہو اس پر قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ پہلے اس سے کہ میں تم کو اجازت دیتا اِنَّهٗ

لَكَبِيْرُكُمُ بیشک یہ تمہارا بڑا ہے الَّذِیْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ جس نے تم کو جادو سکھایا ہے فَلَاُقَطِّعَنَّ پس میں ضرور کاٹوں گا اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ تمہارے ہاتھ اور تمہارے پاؤں مِّنْ خِلَافٍ الٹے وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ اور میں تمہیں ضرور لٹکاؤں گا فِىْ جُذُوْعِ النَّخْلِ کھجور کے تنوں پر وَلَتَعْلَمُنَّ اور تم ضرور جان لوگے اَيُّنَاۤ اَشَدُّ عَذَابًا ہم میں سے کون زیادہ سخت سزا دینے والا ہے وَّاَبْقٰى اور کس کا عذاب پائیدار ہے۔

گذشتہ درس میں یہ بیان ہوا تھا کہ فرعون کے کہنے پر کہ وقت مقرر کرو ہم اپنے جادوگر بلا کر آپ کا مقابلہ کریں گے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ عید کا دن، چاشت کا وقت اور کھلا میدان ہو۔ چنانچہ فرعون نے اپنے ملک کے مختلف صوبوں سے جادوگر طلب کیے جن کی تعداد بہتر ہزار ذکر کی گئی ہے جو مقابلے میں شریک تھے۔ جس وقت جادوگر سامنے آئے تو قَالُوْآ انہوں نے کہا اِنْ هٰذٰنِ یہ اِنْ نافیہ ہے اور لَسٰحِرٰنِ کے اوپر جو لام ہے وہ بمعنی اِلَّا ہے معنی ہوگا نہیں ہیں یہ دونوں بھائی مگر جادوگر يُرِيْدٰنِ یہ ارادہ کرتے ہیں اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ اس بات کا کہ تمہیں نکال دیں مِّنْ اَرْضِكُمْ تمہاری زمین سے بِسِحْرِهِمَا اپنے جادو کے زور کیساتھ یعنی یہ دونوں بھائی موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام جادوگر ہیں معاذ اللہ تعالیٰ جادو کیساتھ مرعوب کر کے ڈرا کے تمہیں ملک سے نکالنا چاہتے ہیں وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى اور مٹا دیں تمہارے طریقے اور مسلک کو جو عمدہ ہے تمہارے آباؤ اجداد سے چلا آرہا ہے۔ تو سیاسی طور پر یہ زمین پر غلبہ حاصل کرنا چاہتے ہیں اور مذہبی طور پر تمہارے مسلک کو مٹانا چاہتے ہیں۔ ہر ملک میں دو ذہن ہوتے ہیں ایک سیاسی اور ایک مذہبی۔ پہلا جملہ سیاسی لوگوں کو متاثر کرنے کیلئے کہا اور دوسرا جملہ مذہبی

لوگوں کو ابھارنے کیلئے کہا فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ پس جمع کرو تم اپنی تدبیر کو ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا پھر آؤ تم میدان میں صف بندی کیساتھ وَقَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى اور تحقیق کامیاب ہو گیا آج کے دن وہ جو غالب آ گیا۔ چنانچہ میدان میں جمع ہوئے فرعون بھی اور اس کا وزیر اعظم ہامان بھی اور مشیر اور وزیر بھی، بڑا سرکاری عملہ تھا عوام تھی دوسری طرف موسیٰ علیہ السلام، ہارون علیہ السلام اور ان کے ساتھ چند اللہ والے تھے۔ اکثریت والوں نے تالیاں بجائیں قہقہے لگانے کہ یہ مقابلہ کریں گے حکومت کیساتھ پھر جادوگر آئے موسیٰ علیہ السلام کے پاس قَالُوْا يٰمُوْسٰى کہنے لگے اے موسیٰ (علیہ السلام) اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ یا تو آپ ڈالیں وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى یا ہم ہوں پہلے ڈالنے والے یعنی آپ نے پہل کرنی ہے یا ہم نے پہل کرنی ہے؟ قَالَ فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے بَلْ اَلْقُوْا بلکہ تم ڈالو میدان میں جو ڈالنا چاہتے ہو یعنی تم پہل کرو۔

تفسیروں میں ہے کہ بہتر ہزار جادوگر جن کو مقابلے میں شرکت کی اجازت ملی ہر ایک کے پاس ایک موٹی رسی تھی اور ایک لاٹھی تھی اور ہر ایک نے لاٹھی بھی ڈالی اور رسی بھی ڈالی فَاِذَا حِبَالُهُمْ۔ حِبَالٌ حَبْلٌ کی جمع ہے بمعنی رسی۔ وَعِصِيُّهُمْ۔ عِصِيٌّ عصا کی جمع ہے بمعنی لاٹھی۔ معنی ہوگا پس اچانک ان کی رسیاں اور لاٹھیاں يُخَيَّلُ اِلَيْهِ موسیٰ علیہ السلام کے خیال میں ڈالا گیا، ان کے خیال میں ایسا پایا گیا مِنْ سِحْرِهِمْ ان کے جادو کی وجہ سے اَنَّهَا تَسْعٰى کہ بے شک وہ لاٹھیاں اور رسیاں دوڑ رہی ہیں۔

رسیوں اور لاٹھیوں کے سانپ بن جانے کی حقیقت :

اب اس مقام پر مفسرین کرام رحمہم اللہ میں اختلاف ہے کہ آیا وہ حقیقتاً سانپ بن گئی تھیں یا نہیں؟ حضرت امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ انہوں نے

لاٹھیوں میں پارہ بھرا ہوا تھا کافی مقدار میں۔ پارے کو عربی میں زینک کہتے ہیں۔ پارہ گرم ہو تو رسی میں حرکت ہوتی ہے۔ گرمی کا موسم تھا جب انہوں نے لاٹھیوں اور رسیوں میں پارہ ڈال کر زمین پر رکھیں اور پارہ گرم ہوا تو وہ ادھر ادھر دوڑنے لگیں۔ بہتر ہزار جادوگر اور ہر ایک کے پاس لاٹھی اور رسی ہے۔ یہ ایک لاکھ بیالیس ہزار (1,42000) سانپ میدان میں آگئے تو نعرے لگنے شروع ہو گئے عزت فرعون، فرعون زندہ باد، ہمارا طریقہ زندہ باد۔ تو امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ لاٹھیاں اور رسیاں حقیقتاً سانپ نہیں بنی تھیں بلکہ انہوں نے جادو کے زور پر موسیٰ علیہ السلام کے خیال میں یہ بات ڈالی کہ وہ دوڑ رہی ہیں۔ لیکن جمہور فرماتے ہیں کہ جادو کا اثر ہوتا ہے اور اس سے پہلے خود امام رازی رحمۃ اللہ علیہ پہلے پارے میں وَمَا اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ [بقرہ:۱۰۲] کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت کا یہ نظریہ ہے کہ جادو کے زور سے آدمی کو گدھا اور گدھے کو آدمی بنایا جا سکتا ہے۔ تو جب جادو کے ذریعے آدمی کو گدھا اور گدھے کو آدمی بنایا جا سکتا ہے تو لاٹھیوں کا سانپ بنانا کوئی عجیب بات نہیں ہے اور وہ لوگ بھی اسی صورت میں خوش ہو سکتے تھے اور مرعوب ہو سکتے تھے کہ وہ سچ مچ سانپ بنے ہوں۔ نری لاٹھیوں اور رسیوں سے تو کوئی خوش نہیں ہو سکتا۔ تو جمہور کہتے ہیں کہ وہ جادو کے زور پر سانپ بن گئے تھیں اور میدان بھرا ہوا تھا (بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ سحر ایک قسم کی نظر بندی یا کرتب ہوتا ہے۔ شعبدہ باز یا مسمریزم والے محض ہاتھ کی صفائی کے ساتھ کوئی ایسا کام کر جاتے ہیں جو دوسروں کی نگاہوں میں کچھ اور ہی نظر آتا ہے۔ جادو کسی چیز کی حقیقت کو نہیں بدل سکتا بلکہ حقیقت تو ویسی کی ویسی ہی رہتی ہے البتہ فریب نظر کے ذریعے حقیقت کے بر خلاف نظر آتا ہے۔ بحوالہ معارف العرفان جلد ۱۱ صفحہ ۱۱۶، غالباً امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی یہی

رائے تھی۔بلوچ)

موسیٰ علیہ السلام کے خوف کی حقیقت :

تو خیر ایک لاکھ بیالیس ہزار سانپ ہیں فَاَوۡجَسَ فِیۡ نَفۡسِہٖ خِیۡفَۃً مُّوۡسٰی پس محسوس کیا موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دل میں خوف۔موسیٰ علیہ السلام کچھ خوف زدہ ہو گئے۔اب ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں انہیں جادو سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے تھا۔تو اس کی تفسیر اس طرح کرتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کو جادو کا خوف نہیں تھا کہ میں ان سے شکست کھا جاؤں گا خوف اس بات کا تھا انہوں نے لاٹھیاں رسیاں ڈالی ہیں یہ سانپ بن گئے ہیں سانپ نظر آرہے ہیں میں لاٹھی ڈالوں گا تو وہ اژدھا بن جائے گی تو لوگ فرق کس طرح کریں گے کہ یہ معجزہ ہے اور وہ جادو ہے۔وہ تو یہی کہیں گے کہ اس نے بھی سانپ نکالا اور انہوں نے بھی سانپ نکالے حق و باطل کی تمیز کس طرح ہوگی؟ یہ تھا خوف اور دوسری بات یہ تھی کہ جس وقت ان کی لاٹھیاں اور رسیاں سانپ بن کر حرکت کرنے لگے تو لوگوں نے دوڑنا بھاگنا شروع کر دیا،نعرے بازی شروع ہوگئی تو موسیٰ علیہ السلام کو خوف ہوا کہ لوگ چلے نہ جائیں بھاگ نہ جائیں کہیں ایسا نہ ہو کہ میری باری ہی نہ آئے اور لوگ میرا معجزہ دیکھنے سے پہلے چلے جائیں۔تو لوگوں کو حق کا کیسے پتہ چلے گا؟ یہ خوف تھا مغلوبیت کا خوف نہیں تھا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کا پیغمبر یہ خوف کر سکتا ہے کہ حق مغلوب ہو جائے گا۔تو خوف اس بات کا تھا کہ جب میری باری آئے گی تو ادھر ادھر ہو جائیں اور توجہ نہ کریں تو پھر کیا بنے گا؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلۡنَا ہم نے کہا لَا تَخَفۡ اے موسیٰ علیہ السلام آپ خوف نہ کریں اِنَّکَ اَنۡتَ الۡاَعۡلٰی بیشک آپ ہی غالب آئیں گے،غلبہ آپ کو ہی نصیب ہوگا وَاَلۡقِ مَا فِیۡ یَمِیۡنِکَ اور آپ ڈالیں جو

آپ کے دائیں ہاتھ میں ہے تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا نگل جائے گا اس کو جو انہوں نے کاروائی کی ہے۔ جیسے مرغیاں دانے چگتی ہیں بڑی تیزی کیساتھ۔ اس اژدھا نے ان کے سارے سانپ نگل لئے اور میدان صاف ہو گیا اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ بیشک انہوں نے جو کاروائی کی ہے جادوگر کا مکر ہے وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰى اور جادوگر کامیاب نہیں ہوتا جہاں سے بھی آئے۔ حق کے مقابلے میں جادوگر کو کامیابی نہیں ملتی۔ جادوگر سمجھ گئے کہ یہ جادو نہیں ہے جس نے ہماری ساری لاٹھیاں اور رسیاں نگل لی ہیں فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا۔ سَحَرَةٌ سَاحِرٌ کی جمع ہے اور عربی کا قاعدہ ہے کہ جمع کے صیغے پر الف لام داخل ہو جائے استغراق کا معنیٰ دیتا ہے۔ تو معنیٰ ہو گا پس گر پڑے سارے جادوگر سجدہ کرتے ہوئے قَالُوْا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى کہنے لگے ہم ایمان لائے ہارون علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے رب پر۔ ہم غلط فہمی کا شکار تھے رب تو وہ ہے جو موسیٰ علیہ السلام کا رب ہے اور ہارون علیہ السلام کا رب ہے جس نے یہ سارا کرشمہ ہمیں دکھایا ہے۔ اب انصاف کا تقاضا تو یہ تھا اور دنیا کا قانون بھی یہی ہے کہ جب مقدمے کا وکیل ہار جائے تو مؤکل کی ہار ہوتی ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ وکیل ہار جائے اور مؤکل کہے میں جیت گیا ہوں تو انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ جب فرعون کے مؤکلوں نے ہار مان لی اور موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے فرعون بھی ہار مان کر ایمان لے آتا اپنی غلطی کو تسلیم کرتا اور کہتا کہ ہم غلطی پر تھے ناحق مقابلہ کیا لیکن اس کے برعکس فرعون کی الٹی کاروائی سنو! قَالَ فرعون نے کہا اٰمَنْتُمْ لَهٗ کیا تم اس پر ایمان لائے ہو قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ پہلے اس سے کہ میں تمہیں اجازت دیتا۔ کس کی اجازت سے ایمان لاتے ہو۔ دیکھو! الٹی منطق جس کی لاٹھی اس کی بھینس۔ ملک مصر کا بادشاہ ہے شاہی تاج سر پر ہے ظالم جابر ہے اقتدار کے

نشے میں بول رہا ہے کہ منگوایا میں نے، تمہیں بلوایا میں نے، کھلایا پلایا میں نے اور گیت اس کے گاتے ہو اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ بیشک یہ تمہارا بڑا ہے الَّذِیْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے وہ تمہارا استاد ہے تم اس کے شاگرد ہو یہ تم نے میرے خلاف سازش تیار کی ہے، لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ فرعون کی باتیں سنو! اب میں کیا کروں گا فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ پس میں ضرور کاٹوں گا تمہارے ہاتھ اور تمہارے پاؤں مِّنْ خِلَافٍ الٹے۔ الٹے کا ایک معنی یہ کرتے ہیں کہ دایاں ہاتھ کاٹوں بایاں پاؤں کاٹوں گا تاکہ تم بیکار ہو جاؤ۔ چلنے پھرنے کام کاج کے قابل نہ رہو لنگڑے لولے کردوں گا وَلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ اور میں تمہیں سولی پر لٹکاؤں گا فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ کھجور کے تنے پر ان کی سخت ٹہنیوں پر لٹکا دوں گا وَلَتَعْلَمُنَّ اور تم ضرور جان لو گے اَيُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا ہم میں سے کون زیادہ سخت سزا دینے والا ہے۔ میرا عذاب سخت ہے یا موسیٰ علیہ السلام کا وَّاَبْقٰی اور کس کا عذاب پائیدار ہے، یہ حقیقت کھل جائے گی۔ زندگی رہی تو باقی بیان آگے آئے گا کہ پھر کیا بنا؟

قَالُوْا لَنْ

نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ؕ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ؕ﴿۷۲﴾ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿۷۳﴾ اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ؕ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ﴿۷۴﴾ وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ﴿۷۵﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى ﴿۷۶﴾ ع۳/۲۲ ۱۲

قَالُوْا کہا انہوں نے لَنْ نُّؤْثِرَكَ ہم ہرگز ترجیح نہیں دیں گے تجھ کو عَلٰى مَا جَآءَنَا اس چیز پر جو ہمارے پاس آچکی ہے مِنَ الْبَيِّنٰتِ واضح دلیلوں سے وَالَّذِيْ اور اس ذات پر فَطَرَنَا جس نے ہمیں پیدا کیا ہے فَاقْضِ پس تم فیصلہ کرو مَآ اَنْتَ قَاضٍ جو تم فیصلہ کرسکتے ہو اِنَّمَا تَقْضِيْ پختہ بات ہے تم فیصلہ کرو گے هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا اس دنیا کی زندگی کا اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا بیشک ہم ایمان لائے ہیں اپنے رب پر لِيَغْفِرَ لَنَا تاکہ وہ بخش دے ہمیں خَطٰيٰنَا ہماری خطائیں وَمَآ اور وہ چیز بخش دے اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ کہ تو نے مجبور کیا ہے ہمیں اس پر مِنَ السِّحْرِ جادو سے وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى اور اللہ تعالیٰ بہتر ہے اور بہت ہی باقی رہنے والا ہے اِنَّهٗ بیشک شان یہ ہے مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ کہ جو شخص آئے گا اپنے رب

کے پاس مُجْرِمًا جرم کرتے ہوئے فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ بیشک اس کیلئے جہنم ہے لَا يَمُوْتُ فِيْهَا نہیں مرے گا دوزخ میں وَلَا يَحْيٰى اور نہ زندہ رہے گا وَمَنْ يَّاْتِهٖ اور جو آئے گا اللہ تعالیٰ کے پاس مُؤْمِنًا ایمان لاتے ہوئے قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ تحقیق اس نے عمل کیے اچھے فَاُولٰٓئِكَ پس یہی لوگ ہیں لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ان کیلئے درجے ہونگے بہت بلند جَنّٰتُ عَدْنٍ ہمیشگی کے باغ ہونگے تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ہمیشہ رہیں گے ان باغوں میں وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا اور یہ بدلہ ہے مَنْ تَزَكّٰى اس کا جس نے اپنا نفس پاک کیا۔

گذشتہ درس میں تم نے سنا کہ مصر کے میدان میں عید والے دن چاشت کے وقت حق و باطل کا مقابلہ ہوا۔ فرعون تخت لگا کر کرسی پر بیٹھا ہوا تھا اس کیساتھ اس کے وزیر، مشیر، فوج، پولیس اور عوام، مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے، جوان اور فرعون کے بلائے ہوئے جادوگر تھے بہتر ہزار تک جن کی تعداد تھی نافرمانوں کیساتھ میدان بھرا ہوا تھا۔ دوسری طرف موسیٰ علیہ السلام ہارون علیہ السلام اور ان کے چند ساتھی تھے۔ فرعون زندہ باد کے نعرے لگ رہے تھے جادوگروں کی لاٹھیاں اور رسیاں سانپ نظر آرہی تھیں موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے عصا مبارک ڈالا وہ اژدھا بن کر ان کی لاٹھیوں اور رسیوں کو نگل گیا جسطرح مرغیاں دانے چگتی ہیں پھر موسیٰ علیہ السلام نے سانپ پر ہاتھ رکھا وہ لاٹھی بن گئی۔ جادوگر اپنے فن کے ماہر تھے سمجھ گئے کہ یہ جادو نہیں ہے خدائی کرشمہ ہے بے ساختہ مجبور ہو کر سارے کے سارے بغیر استثناء کے سجدے میں گر پڑے اور کہا کہ ہم موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے رب پر ایمان لائے ہیں۔ چاہیے تو یہ تھا کہ فرعون اور اس کے وزیر

مشیر سارے ایمان لے آتے الٹا فرعون نے کہا کہ تم میری دعوت پر آئے تھے اور میری اجازت کے بغیر ایمان لائے ہو میں تمہیں سولی پر لٹکاؤں گا تم سب نے مل کر میرے خلاف سازش کی ہے میں تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹوں گا۔ پھر اس دھمکی پر عمل ہوا یا نہیں؟

ایمان کا کوئی مقابلہ نہیں :

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ عمل ہوا کہ ان میں سے چیدہ چیدہ جو اثر ورسوخ والے تھے ان ستر (۷۰) کو سولی پر لٹکایا گیا لیکن ان میں سے کوئی بھی ایمان سے نہیں پھرا۔ اب وہ مومن اور موسیٰ علیہ السلام کے صحابی تھے فرعون اور اسکی کابینہ گھبرا گئی کہ یہ نہ بھاگتے ہیں اور نہ پھرتے ہیں اور سولی پر لٹکانے کے وقت ایک دوسرے سے آگے بڑھتے ہیں عجیب قسم کا معاملہ ہے۔ مضبوط ایمان والا ایمان نہیں چھوڑتا۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک میں جو ختم نبوت کی تحریک تھی جنرل اعظم ظالم نے دس ہزار نو جوانوں کو لاہور میں بھون ڈالا تھا نو جوان بٹن کھول کر چھاتی آگے کر کے کہتے مارو! تو مار دیتا تھا۔ ایمان کا مقابلہ نہیں ہے۔ فرعون کی کابینہ گھبرا گئی فرعون نے بات کو ٹالا کہ اس وقت، ٹائم کم رہ گیا ہے باقیوں کو پھر سزا دیں گے اور بات کو ختم کر دیا۔ تو جب فرعون نے ان کو دھمکی دی کہ میں تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹوں گا سولی پر لٹکاؤں گا تو قَالُوْا انہوں نے کہا جو جادوگر تھے اور اب موسیٰ علیہ السلام کے صحابی بن چکے تھے لَنْ نُّؤْثِرَكَ ہم ہرگز ترجیح نہیں دیں گے تجھ کو عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ اس چیز پر جو آچکی ہے ہمارے پاس واضح دلیلوں سے۔ ہم سمجھ گئے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام جادوگر نہیں ہیں اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں وَالَّذِىْ فَطَرَنَا اور اس ذات پر ہم تجھ کو ترجیح نہیں دیتے جس نے ہمیں پیدا کیا ہے فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ پس تم فیصلہ کرو جو تم فیصلہ کر سکتے ہو ہم ایمان کو چھوڑنے کیلئے تیار نہیں ہیں

اِنَّمَا تَقْضِیْ هٰذِهِ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا پختہ بات ہے تم فیصلہ کرو گے اس دنیا کی زندگی کا اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا بیشک ہم اپنے رب پر ایمان لائے ہیں لِیَغْفِرَ لَنَا خَطٰیٰنَا تا کہ وہ بخش دے ہمیں ہماری خطاؤں کو وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَیْهِ مِنَ السِّحْرِ اور وہ چیز بخش دے کہ تو نے مجبور کیا ہے اس پر جادو سے۔ تو نے ہمیں بلوا کر جادو کروایا ہے یہ رب ہمیں معاف کر دے اور یہ بھی معنیٰ ہے کہ فرعون کی طرف سے اس وقت جادوگری کی تعلیم لازمی تھی جو اس فن کو سیکھنے کی صلاحیت رکھتے تھے جبراً ان کو حاصل کرنی پڑتی تھی جیسے این ، جی اوز نے یہ سلسلہ شروع کیا ہے کہ پرائمری تک تعلیم لازمی ہو۔ کسی ملک میں اس سے بھی آگے تک لازمی ہے۔ یہ اس لئے کہ بچے مساجد میں نہ جائیں ان کا ذہن بنے گا یہی عمر ہوتی ہے جس میں بچے کا تھوڑا بہت ذہن بنتا ہے۔ اب حکومت پرائمری کی تعلیم لازم کرنا چاہتی ہے اصل مقصد دین سے ہٹانا ہے آٹھ نو سال کے بچوں کا ذہن بن جاتا ہے۔ ہم سکول کالج کی تعلیم کے مخالف نہیں ہیں بچے بھی پڑھیں ، بچیوں کے کالجوں میں بچیاں بھی پڑھیں کوئی پابندی نہیں ہے مگر یہ پابندی کہ مسجدوں میں نہ جائیں اسلام میں رکاوٹ ڈالنا یہ بات صحیح نہیں ہے۔ جب مسجدوں میں نہیں آئیں گے دینی مدارس میں نہیں آئیں گے دین کہاں سے سیکھیں گے۔ دین کے اڈے اور مراکز تو یہی ہیں۔ اب حکومت کی یہ پالیسی ہے دیکھو کب تک نافذ ہوتی ہے اور کیا ہوتا ہے کہ یہ مسٹر بن جائیں۔ تو انہوں نے کہا کہ تو نے ہمیں جو جادو پر مجبور کیا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرمائے وَاللّٰهُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی اور اللہ تعالیٰ بہتر ہے اور بہت ہی باقی رہنے والا ہے۔ سورہ رحمٰن میں ہے وَیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ’’اور باقی رہے گی تیرے رب کی ذات جو بزرگی اور عظمت والا ہے۔‘‘ اَلْبَقَآءُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ بقا صرف اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کیلئے ہے كُلُّ مَنْ عَلَیْهَا

فَانٍ ''جوکوئی بھی زمین پر ہے سب فنا ہونے والا ہے۔'' ابھی مسلمان ہوئے ہیں موسیٰ علیہ السلام کے صحابی بنے ہیں ہاتھ پاؤں کٹوانے کیلئے تیار ہیں، سولی پر لٹکنے کیلئے تیار ہیں مگر ایمان چھوڑنے کیلئے تیارنہیں ہیں۔

عظمتِ خیرالامم :

تو کیا خیال ہے، کیا رائے ہے امام الانبیاء، خاتم المرسلین ﷺ کے صحابہ کے بارے میں جن کو اللہ تعالیٰ نے خیر الامم فرمایا ہے کہ تم تمام امتوں سے بہتر ہو خَیْرُ الْبَرِیَّہ فرمایا ہے کہ یہ بہترین مخلوق ہیں جن کو آنحضرت ﷺ نے تیئس سال تعلیم دی، تیرا سال مکہ مکرمہ میں اور دس سال مدینہ منورہ میں، ان کے ایمان کتنے پختہ تھے مگر رافضیوں شیعوں کا خیال ہے جو ان کی کتابوں میں تحریر ہے کہ آنحضرت ﷺ جب دنیا سے رخصت ہوئے تو ''ہمہ مرتد گشتند الا سہ کس یا چہار کس۔'' سب کے سب صحابہ مرتد ہو گئے سوائے تین چار کے۔ حضرت مقداد، حضرت عمار، حضرت سلمان، حضرت حذیفہ۔ بھئی! عجیب بات ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی جن کو صحابی بنے ابھی چند گھنٹے بھی نہیں ہوئے جو پہلے جادوگر تھے ایمان لانے کے بعد سولی پر لٹک گئے ایمان نہیں چھوڑا اور آنحضرت ﷺ کے صحابہ نے تیئس سال آپ ﷺ سے تعلیم حاصل کی آپ ﷺ نے ان کا تزکیہ کیا آپ ﷺ کی آنکھیں بند ہوئیں تو وہ سب کے سب مرتد ہو گئے معاذ اللہ تعالیٰ۔ یہ کیا بات ہوئی؟ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آنحضرت ﷺ ناکام رہے معاذ اللہ تعالیٰ۔ آج دیکھو! سکولوں، کالجوں میں جو تعلیم ہوتی ہے سب جانتے ہیں کہ کتنی پڑھائی ہوتی ہے اور کتنی چھٹیاں ہوتی ہیں۔ بچوں کو ٹیوشن پر کس طرح مجبور کیا جاتا ہے، یہ سب قصے تمہارے سامنے ہیں مگر جس استاد کی جماعت کے بچے زیادہ فیل ہوتے ہیں اس سے باز پرس ہوتی ہے کہ اتنے بچے کیوں فیل ہوئے ہیں؟ تعلیم

کے اوقات دیکھو، چھٹیاں دیکھو پھر ذاتی چھٹیاں بھی ہیں مگر پھر بھی باز پرس ہوتی ہے کہ یہ بچے کیوں فیل ہوئے ہیں۔ استاد کے کان کھینچے جاتے ہیں محکمہ پوچھتا ہے اور آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تعلیم دی اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے بڑے استاد ہیں، مسجد میں تعلیم دی، میدان جنگ میں تعلیم دی، سفر میں تعلیم دی، حضر میں تعلیم دی، بیماری اور تندرستی میں تعلیم دی تو آپ ﷺ کے سارے شاگرد فیل ہو گئے کہ جس وقت آپ ﷺ کی آنکھیں بند ہوئیں تو تین چار کے سوا سارے مرتد ہو گئے معاذ اللہ تعالیٰ۔ تو پھر ایسا ناکام مدرس اور استاد تو دنیا میں کوئی نہ ہوا معاذ اللہ تعالیٰ اور پھر اس امت سے تو بہتر موسیٰ علیہ السلام کی امت ہوئی کہ پہلے جادوگر تھے اب حق واضح ہوا ایمان لائے سولی پر لٹکنے کیلئے ایک دوسرے سے آگے بڑھتے ہیں اور کلمہ نہیں چھوڑتے اور ان کے ایمان پر ابھی ایک دن بھی نہیں گذرا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آخری امت گھٹیا ہوئی معاذ اللہ تعالیٰ۔ آنحضرت ﷺ استادوں میں ناکام استاد ہیں العیاذ باللہ تعالیٰ، لاحول ولاقوۃ الا باللہ بڑے ظلم کی بات ہے۔ تو یہ اللہ معاف فرمائے اہل حق جب حقیقت کو بیان کرتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ یہ مولوی فرقہ واریت پھیلاتا ہے۔ بھئی! مولوی نے تو وہی کچھ بتایا ہے جو ان کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے اور وہ یہ سب کچھ بتلاتے اور لکھاتے ہیں اور ان کی یہ کتابیں پھیلی ہوئی ہیں ان کو کوئی کچھ نہیں کہتا بلکہ کہتے ہیں کہ او جی! ملک میں سب کو رہنے کی آزادی حاصل ہے۔

ایران کا دارالخلافہ :

تہران شہر حکومت ایران کا دارالخلافہ ہے وہاں ہندوؤں کے مندر بھی ہیں، سکھوں کے گردوارے بھی ہیں، عیسائیوں اور یہودیوں کے عبادت خانے بھی ہیں، آتش پرستوں کے آتش کدے بھی ہیں مگر سنیوں کی وہاں کوئی مسجد نہیں ہے حالانکہ سنیوں کی پانچ لاکھ کی

آبادی ہے۔ جب سنی آواز بلند کرتے ہیں کہ ہمارا بھی حق ہے تو ان کی آواز کو دبا دیا جاتا ہے۔ رضا شاہ پہلوی نے ایک پلاٹ دیا تھا کہ یہاں تم مسجد بنالو۔ سنیوں نے وہاں مسجد کا کچا ساڈھانچہ کھڑا کیا ہوا تھا وہاں نمازیں پڑھتے تھے جب خمینی خبیث آیا تو اس نے وہ بھی گرادیا او ظالمو! پانچ لاکھ وہاں سنیوں کی آبادی ہے ان کا کوئی حق نہیں ہے کہ ایک مسجد بھی نہیں ہے وہ گھروں میں نماز پڑھتے ہیں جو پڑھتے ہیں کیونکہ اکثر تو نام کے مسلمان ہے اور جو کچھ ہیں وہ سفارت خانوں میں جمعہ اور عید پڑھ لیتے ہیں۔ پورے ملک میں شیعہ کا قانون نافذ ہے سنیوں کیلئے بھی وہی قانون ہے وہ بے چارے مجبور ہیں حالانکہ چوتھائی حصہ وہاں سنی ہیں تین حصہ شیعہ ہیں۔ اور پاکستان میں شیعہ تین فیصد ہیں اور سارے حقوق ان کو حاصل ہیں۔ جو بزرگ ہیں ان کو یاد ہوگا کہ ان کے نمائندے ایوب خان کے پاس گئے جب وہ صدر تھا اس سے مطالبہ کیا کہ ہمارا کلمہ علیحدہ ہے، ہماری اذان علیحدہ ہے، ہمارے نکاح کے طریقے الگ ہیں، ہماری طلاق کا طریقہ الگ ہے، وہ تین طلاقوں کو ایک سمجھتے ہیں جیسے غیر مقلد۔ ہمارے جنازے کا طریقہ علیحدہ ہے لہٰذا اسکولوں اور کالجوں میں ہماری تعلیم بھی الگ ہونی چاہیے، ہماری کتابیں الگ ہونی چاہئیں چنانچہ اب ان کی کتابیں الگ ہیں۔ سوال یہ ہے کہ جب تمہارا سب کچھ ہی الگ ہے تو تمہارا اسلام کیساتھ کیا تعلق ہے کہ جب الیکشن کے دن آتے ہیں تو کہتے ہو کہ ہم مسلمان ہیں۔ جب علماء کرام کہتے ہیں کہ تم نے خود تسلیم کیا ہے کہ تمہارا کلمہ الگ ہے، اذان الگ ہے، نماز الگ ہے، نکاح طلاق الگ ہے، جنازہ الگ ہے، مذہبی تعلیم الگ ہے پھر تم مسلمانوں کے ووٹ کیوں لیتے ہو؟ جب ہم حقیقت کو واضح کریں تو کہتے ہیں کہ مولوی فرقہ واریت پھیلاتے ہیں۔ عجیب منطق ہے جو ہمیں سمجھ نہیں آتی۔ اگر کھری بات کرو تو کہتے ہیں کہ یہ فرقہ

واریت پھیلاتے ہیں ظلم کی حد ہوچکی ہے۔ خیر عرض یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے یہ جو مخلص ساتھی تھے سولی پر لٹک گئے بہتر تہتر مگر ایمان نہیں چھوڑا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّـهٗ مَنۡ یَّاۡتِ رَبَّـهٗ بیشک شان یہ ہے کہ جو شخص آئے گا اپنے رب کے پاس مُـجۡـرِمًا جرم کرتے ہوئے فَاِنَّ لَهٗ جَهَـنَّمَ بیشک اس کیلئے جہنم ہے لَا یَمُوۡتُ فِیۡهَا نہ مرے گا جہنم میں وَلَا یَحۡیٰی اور نہ جئے گا اگر وہاں مارنا مقصود ہوتو دوزخ کا ایک شعلہ ہی کافی ہے اگر یہ مرگیا تو پھر سزا کون بھگتے گا اور وہ عذاب کی زندگی زندگی نہیں ہے وَمَنۡ یَّاۡتِهٖ مُؤۡمِنًا اور جو آئے گا اللہ تعالیٰ کے پاس ایمان لاتے ہوئے ایمان کی حالت میں آیا لیکن نرا ایمان ہی نہیں قَـدۡ عَـمِلَ الصّٰلِحٰتِ تحقیق اس نے عمل بھی اچھے کیے۔ صرف اسلام کا دعویٰ ہی نہیں عمل بھی اچھے کیے فَـاُولٰٓئِکَ لَهُـمُ الدَّرَجٰتُ الۡعُلٰی پس یہی لوگ ہیں ان کے درجے ہونگے بلند۔ عُـلٰی عُلیٰ کی جمع ہے۔ کہاں ہونگے؟ جَنّٰتُ عَدۡنٍ ہیشگی کے باغ ہونگے، نہ ان کے پتے جھڑیں گے نہ ان کا پھل ختم ہوگا، نہ میوہ خشک ہوگا دانہ توڑیں گے فوراً دوسرا لگ جائے گا تَـجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَا ہمیشہ رہیں گے ان جنتوں میں جو ایمان لائے اور عمل اچھے کیے۔ وَذٰلِکَ جَزٰٓؤُا مَنۡ تَزَکّٰی اور یہ بدلہ ہے اس کا جو سنورا اور اس نے اپنا نفس پاک کیا۔

۞۞۞

وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰىٓ ۙ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِىْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِى الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى ﴿۷۷﴾ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ﴿۷۸﴾ وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى ﴿۷۹﴾ يٰبَنِىٓ اِسْرَآءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ﴿۸۰﴾ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِىْ ۚ وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِىْ فَقَدْ هَوٰى ﴿۸۱﴾ وَاِنِّىْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ﴿۸۲﴾

وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اور البتہ تحقیق ہم نے وحی بھیجی اِلٰى مُوْسٰى موسیٰ علیہ السلام کی طرف اَنْ اَسْرِ کہ لے چلو رات کو بِعِبَادِىْ میرے بندوں کو فَاضْرِبْ لَهُمْ پس آپ چلائیں ان کو طَرِيْقًا راستے میں فِى الْبَحْرِ سمندر کے اندر يَبَسًا جو خشک ہوگا لَّا تَخٰفُ آپ خوف نہ کریں دَرَكًا دشمن کے پکڑنے کا وَّلَا تَخْشٰى اور نہ خوف کریں غرق ہونے کا فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ پس پیچھا کیا ان کا فرعون نے بِجُنُوْدِهٖ اپنے لشکر کیساتھ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ پس چھا گئی ان پر دریا کی موج مَا غَشِيَهُمْ جو چھا گئی ان پر وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ اور بہکایا فرعون نے اپنی قوم کو وَمَا هَدٰى اور ان کی راہنمائی نہ کی يٰبَنِىٓ اِسْرَآءِيْلَ اے بنی

اسرائیل قَدْ اَنْجَیْنٰکُمْ تحقیق ہم نے تمہیں نجات دی مِّنْ عَدُوِّکُمْ تمہارے دشمن سے وَوٰعَدْنٰکُمْ اور ہم نے وعدہ کیا تمہارے ساتھ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَیْمَنَ طور کے دائیں طرف وَنَزَّلْنَا اور اُتارا ہم نے عَلَیْکُمُ تم پر الْمَنَّ مَن کو وَالسَّلْوٰی اور سلویٰ کُلُوْا کھاؤ مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ ان پاکیزہ چیزوں میں سے جو ہم نے تم کو رزق دیا ہے وَلَا تَطْغَوْا فِیْہِ اور نہ سرکشی کرو اس میں فَیَحِلَّ عَلَیْکُمْ غَضَبِیْ پس اترے گا تم پر میرا غضب وَمَنْ یَّحْلِلْ عَلَیْہِ غَضَبِیْ اور جس شخص پر اترا میرا غضب فَقَدْ هَوٰی پس تحقیق وہ ہلاک ہو گیا وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ اور بیشک البتہ میں بہت بخشنے والا ہوں لِّمَنْ تَابَ اس کیلئے جس نے توبہ کی وَاٰمَنَ اور ایمان لایا وَعَمِلَ صَالِحًا اور عمل کیا اچھا ثُمَّ اهْتَدٰی پھر ہدایت پر قائم رہا۔

پچھلے رکوع میں اس بات کا ذکر ہوا تھا کہ فرعون کے بلائے ہوئے جادوگروں نے اپنے سانپ میدان میں نکالے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا مبارک زمین پر ڈالا تو وہ اژدھا بن کر ان کے سب سانپوں کو نگل گیا جادوگر سمجھ گئے یہ جادو نہیں ہے بے اختیار سجدے میں گر پڑے اور بلند آواز سے کہنے لگے اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰی ''اور ہم ہارون علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے رب پر ایمان لائے۔'' فرعون نے ہاتھ پاؤں کاٹنے اور سولی پر لٹکانے کی دھمکی دی اور ستر آدمی شہید بھی کیے لیکن ایمان کو کسی نے نہ چھوڑا۔ اتنا بڑا کرشمہ دیکھ کر بھی فرعونی قوم موسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہیں لائی بلکہ بنی اسرائیل کو مزید تنگ کرنا شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ آپ بنی

اسرائیل کو لے کر یہاں سے چلے جائیں اب آپ نے ان کو لے کر وادی تیہہ میں جانا ہے
آج کل کے جغرافیہ میں اس کا نام وادی سینائی ہے جس کی لمبائی چھتیس میل اور چوڑائی
چوبیس میل ہے۔ ۱۹۶۷ء کی جنگ میں اس کے کافی حصہ پر یہودیوں نے قبضہ کرلیا تھا
لیکن مصر والوں نے بڑی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کافی حصہ چھڑا لیا ہے۔ تھوڑا سا
حصہ جو فوجی اہمیت کا حامل ہے اور جہاں تیل ہے اب بھی یہودیوں کے قبضہ میں ہے یہ
وادی تیہ سطح سمندر سے پانچ چھ ہزار فٹ کی بلندی پر ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہجرت کا ذکر :

چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے رات کو ہم نے
ہجرت کرنی ہے۔ اس کا ذکر ہے وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اور البتہ تحقیق ہم نے وحی بھیجی اِلٰى
مُوْسٰى موسیٰ علیہ السلام کی طرف اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِیْ کہ لے چلو میرے بندوں کو رات
کو اور اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی فرمایا کہ جب تم سمندر کے پاس پہنچو فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا
فِی الْبَحْرِ يَبَسًا پس آپ چلائیں ان کو راستے پر سمندر میں جو خشک ہوگا۔ حضرت موسیٰ
علیہ السلام نے بحر قلزم پر پہنچ کر لاٹھی ماری پانی رک گیا۔ سورہ شعراء آیت نمبر ۶۳ میں ہے
فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ''پس ہو گیا ہر ایک حصہ ایک بڑے پہاڑ کی طرح۔''
فرمایا لَّا تَخٰفُ دَرَكًا آپ خوف نہ کریں دشمن کے پکڑنے کا، درک کا معنیٰ پالینا، پہنچ
جانا۔ وہ آپ تک نہیں پہنچ سکیں گے وَّلَا تَخْشٰى اور نہ خوف کریں غرق ہونے کا۔ کیونکہ
سمندر ہے پانی کی ایک دیوار اس طرف کھڑی ہوگی اور ایک اُس طرف کھڑی ہوگی
پریشان نہ ہونا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سب کو لے کر رات کو چلے گئے فرعون پریشان ہوگیا
اور اس کی پریشانی اپنی مجبوری کی وجہ سے تھی ان کی ہمدردی کی وجہ سے نہ تھی کہ یہ لوگ

ہمارے غلام تھے ہمارے گھروں اور زمینوں پر کام کرتے تھے یہ چلے گئے تو ہم کیا کریں گے۔ چنانچہ فرعون نے ہنگامی طور پر حکم جاری کیا ساری فوج کو لے کر چل پڑا۔ وزیر اعظم ہامان کو حکم دیا کہ تو آگے ہو تیرے پیچھے فوج ہوگی اور پیچھے میں ہوں گا تا کہ کوئی فوجی پیچھے نہ نکل جائے۔ اس مقام پر نہیں دوسری جگہ تفصیل ہے جس وقت فرعون کی فوجیں سمندر پر پہنچیں تو بنی اسرئیل گزر چکے تھے راستہ خشک تھا جس وقت یہ سمندر میں داخل ہوئے ہامان آگے درمیان میں فوج پیچھے فرعون۔ فرعون نے بھی اپنا گھوڑا سمندر میں داخل کر دیا اللہ تعالیٰ نے سمندر کو حکم دیا اب چل پڑو۔ سورہ یونس آیت نمبر ۹۰ میں ہے حَتّٰی اِذَا اَدْرَکَهُ الْغَرَقُ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْ اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ''یہاں تک کہ جب اس کو پالیا غرق ہونے نے تو کہنے لگا ایمان لایا ہوں میں کہ بیشک نہیں کوئی معبود مگر وہی جس پر بنو اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں بھی فرمانبرداروں میں سے ہوں۔''

فرعون کے غرق ہونے کا عجیب منظر :

ترمذی شریف کی روایت میں ہے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ سے کہا حضرت بڑا عجیب منظر تھا فرعون بڑی عاجزی کر رہا تھا آہ وزاری اور واویلا کر رہا تھا۔ میں نے گارا اس کے منہ میں ٹھونسا کہ اس کی آواز نہ نکلے رب تعالیٰ اس پر ترس نہ کھائے کہ یہ بڑا ظالم ہے۔ آیت نمبر ۹۲ میں ہے فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْکَ بِبَدَنِکَ لِتَکُوْنَ لِمَنْ خَلْفَکَ اٰیَةً ''پس آج کے دن ہم بچالیں گے تمہارے جسم کو تا کہ ہو جائے وہ ان لوگوں کیلئے نشانی جو تیرے پیچھے ہیں۔'' فرعون کی لاش کو سمندر نے باہر پھینک دیا۔ باقی وہاں سے سیدھے جہنم چلے گئے۔ فرمایا فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ پس ان کا پیچھا کیا فرعون

نے اپنے لشکر کیساتھ فَغَشِيَهُمْ پس چھا گئی ان فرعونیوں پر مِّنَ الْيَمِّ بحرقلزم کی موج مَا غَشِيَهُمْ جو چھا گئی ان پر۔ اللہ تعالیٰ نے سمندر کو حکم دیا وہ چل پڑا اور وہ سارے غرق ہو گئے وَأَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهُ اور بہکایا فرعون نے اپنی قوم کو وَمَا هَدٰى اور ان کی راہنمائی نہ کی۔ سورۃ مومن آیت نمبر ۲۹ میں ہے فرعون نے کہا وَمَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ ''میں نہیں راہنمائی کرتا تمہاری مگر بھلائی کے راستے کی۔'' میں تمہیں سیدھے راستے پر ڈالتا ہوں موسیٰ علیہ السلام کی اطاعت نہ کرنا۔ اچھی ہدایت دی کہ خود بھی ڈوبا اور دوسروں کو بھی لے ڈوبا۔ یہ جس وقت وادی تیہ پہنچے تو بہت ساری مشکلات ان کو پیش آئیں۔

بنی اسرائیل پر انعاماتِ خداوندی کا ذکر :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اے بنی اسرائیل قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ تحقیق ہم نے نجات دی تم کو تمہارے دشمن سے وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ اور ہم نے وعدہ کیا تمہارے ساتھ طور کی دائیں طرف بذریعہ موسیٰ علیہ السلام کہ تمہارے ساتھ یہ ہوگا کہ فرعون تمہیں تنگ کرے گا اور ہم اسی طرح تمہیں نجات دیں گے اور اس طرح تمہیں وادی سینائی میں پہنچائیں گے۔ جب وادی سینائی میں پہنچ گئے تو خوراک کا مسئلہ پیش آیا، پانی کا مسئلہ پیش آیا کہ انسان خوراک پانی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا اور وہاں سائے کا کوئی انتظام نہیں تھا سخت دھوپ وہاں پڑتی تھی تو دھوپ سے بچنے کا مسئلہ بھی پیش آیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر فضل فرمایا اور تمام چیزوں کا انتظام فرمایا۔ سورہ بقرہ آیت نمبر ۵۷ میں ہے وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ''اور ہم نے تمہارے اوپر بادلوں کا سایہ کر دیا اور تمہارے اوپر من اور سلویٰ اتارا۔'' سورج کے چڑھنے کے ساتھ ساتھ ہی اللہ تعالیٰ ان پر بادلوں کا سایہ کر دیتے اور جب سورج

غروب ہوتا تو بادل ہٹ جاتے۔ کھانے کے وقت پر کھیر بٹیر بھی آجاتے۔ پانی کیلئے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا: اِضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ مار اپنی لاٹھی کیساتھ پتھر کو اس سے بارہ چشمے نکلیں گے۔ چونکہ بنی اسرائیل کے بارہ خاندان تھے انتظامی امور کے لحاظ سے ہر ایک کیلئے علیحدہ چشمہ جاری فرمایا۔ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ''تحقیق جان لیا سب لوگوں نے اپنا اپنا گھاٹ۔'' کہ یہ چشمہ روبیلیوں کا ہے، یہ بن یامینیوں کا ہے، یہ یہودیوں کا ہے، یہ یوسفیوں کا ہے، تاکہ آپس میں جھگڑا نہ کریں۔ یہ سلسلہ چالیس سال تک جاری رہا پھر ان لوگوں نے کہا لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ ''ہم ہرگز نہیں صبر کریں گے ایک قسم کے کھانے پر۔'' پیاز، لہسن، مسور اور فلاں فلاں چیز ہمیں چاہیے۔ خداوند عزیز قادر مطلق ہے اس کے لئے کوئی چیز مشکل نہیں ہے عین موقع پر ایک پلیٹ نمکین بھنے ہوئے بٹیروں کی اور ایک کھیر کی سامنے آجاتی تھی اور تفسیروں میں یہ بھی موجود ہے کہ وہاں جو جھاڑیاں تھیں کافی بڑے سایہ دار درخت تو شاذ و نادر تھے اللہ تعالیٰ نے ان جھاڑیوں میں بکثرت بٹیر پیدا فرمائے کہ ایک ہاتھ مارتے دو تین بٹیر ہاتھ لگ جاتے ان کو بھونتے اور کھاتے اور وہاں جھاڑیوں کے چوڑے چوڑے پتے تھے ان پتوں پر ایک چیز برستی تھی جیسے برفانی علاقوں میں برف برستی ہے، اس کی تہہ جم جاتی تھی وہ کھیر کی طرح میٹھی ہوتی تھی اس کو من کہتے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان کو فرمایا کہ یہ جگہ ہماری منزل نہیں ہے یہ راستہ ہے ہماری منزل ارض مقدس فلسطین ہے۔ اس وقت اس سارے علاقے کو ارض مقدس بھی کہتے تھے شام بھی کہتے تھے کنعان بھی کہتے تھے جو ان مغربی شیطانوں نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔ اسمیں فلسطین اردن شام اور جو یہودیوں کے پاس علاقہ ہے یہ سب ایک علاقہ تھا یہ بڑا زرخیز علاقہ ہے اس میں پانی کے چشمے ہیں پھل، کھیت بہت کچھ ہوتا ہے۔ موسیٰ علیہ

السلام نے فرمایا کہ ارض مقدس پر ہم نے پہنچنا ہے مگر جہاد کے بغیر نہیں پہنچ سکتے۔ کہنے لگے کہ جب تک وہاں کے لوگوں کے متعلق معلومات نہ کرلیں ہم جہاد نہیں کریں گے۔ موسیٰ علیہ السلام نے جاسوسی کیلئے بارہ آدمی بھیجے کہ تم مسافروں کی شکل میں، تاجروں کی شکل میں ،سیاحوں کی شکل میں جاکر جائزہ لے کر آؤ کہ ان کے پاس کیا ہتھیار ہیں، کتنے قلعے اور مورچے ہیں اُن پر کس طرح فتح پائی جاسکتی ہے اور واپس آکر ہم دو بھائیوں کے علاوہ کسی کو نہیں بتلانا۔ ان میں دو وعدے پر پختہ رہے باقیوں نے سب کو آکر بتلا دیا کہ وہاں تو بڑے جنگجو لوگ ہیں ان کی ہمتیں پست ہوگئیں موسیٰ علیہ السلام کو کہا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ [مائدہ:۲۷] ''آپ جائیں اور آپ کا پروردگار جا کر لڑو بیشک ہم تو یہاں بیٹھنے والے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ کی رحمت کہ پھر بھی ان کا ساتھ نہیں چھوڑا کہ یہ سارا انتظام ان کیلئے چاہیے تو یہ تھا کہ جب انہوں نے انکار کیا تھا ان کا رزق بند کر دیتا لیکن وہ ارحم الراحمین ہے باوجود ان کی گستاخیوں کے ان پر من وسلویٰ نازل فرمایا۔ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى اور اتارا ہم نے تم پر مَن اور سلویٰ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ کھاؤ ان پاکیزہ چیزوں سے جو ہم نے تمہیں رزق دیا ہے وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ اور نہ سرکشی کرو اس میں۔ یہ بات بھی احادیث میں اور تفسیروں میں ہے کہ ان کو حکم تھا کہ جتنا کھانا کھا سکتے ہو کھاؤ مگر بچا کر نہ رکھو لیکن وہ حرص کرتے اور کھانا الگ کر کے رکھ لیتے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر بنی اسرائیل یہ خیانت نہ کرتے تو کھانا کبھی خراب نہ ہوتا مگر انہوں نے یہ خیانت کی کہ کھیر میں سے کچھ الگ کر کے رکھ لیتے، بھنے ہوئے بٹیرا لگ کر کے رکھ لیتے وہ بہت جلد خراب ہو جاتے تھے یہ رب تعالیٰ کی طرف سے سزا تھی۔ تو فرمایا اس میں سرکشی نہ کرنا فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِیْ پس اترے گا تم پر میرا غضب وَمَنْ يَّحْلِلْ

عَلَیْہِ غَضَبِیْ اور جس شخص پر اترا میرا غضب فَقَدْ ھَوٰی ۔ ھَوٰی یَھْوِیْ کا معنٰی ہے گر گیا، تباہ ہو گیا۔ تو معنٰی ہوگا پس تحقیق وہ ہلاک ہو گیا۔ یہ غضب ان لوگوں پر ہوا۔

مَغْضُوْب عَلَیْہ اور ضآلین کی تشریح :

یہ جو ہم ہر نماز میں پڑھتے ہیں غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ''ہمیں ان لوگوں کے راستے پر نہ چلا جن پر تیرا غضب ہوا اور نہ گمراہوں کے راستے پر۔'' اس کی تشریح خود آنحضرت ﷺ نے فرمائی ہے کہ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ سے مراد یہودی ہیں اور ضآلین سے مراد نصاریٰ ہیں اور قرآن پاک میں یہ بھی آتا ہے کہ موت سے سب سے زیادہ ڈرنے والے یہودی ہیں۔ اور یہودی یہ بھی کہتے تھے کہ جنت ہماری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم سچے ہو تو فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ [بقرہ:۹۷] ''پس تم موت کی آرزو کرو۔'' اور یہ بھی فرمایا وَلَنْ یَّتَمَنَّوْہُ اَبَدًا ''اور وہ ہرگز نہیں تمنا کریں گے موت کی کبھی بھی۔'' تمام قوموں میں سے بزدل قوم یہودی ہے مگر آج صرف اسلحہ کی وجہ سے اور امریکہ، برطانیہ اور فرانس جیسے شیطانوں کی وجہ سے طاقتور ہیں۔ انشاء اللہ العزیز جب ٹکر شروع ہو گی اور وہ وقت دور نہیں ہے ان شاء اللہ وہ وقت آ رہا ہے پھر دیکھنا ان کا حشر کیا ہوتا ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے تُقَاتِلُوْنَ الْیَھُوْدَ تم یہودیوں کیساتھ لڑو گے یہاں تک کہ اگر یہودی کسی درخت کے پیچھے چھپا ہوا ہوگا وہ درخت کہے گا خَلْفِیْ یَھُوْدِی میرے پیچھے یہودی ہے۔ اگر کسی پتھر کے پیچھے چھپا ہوگا تو پتھر بولے گا خَلْفِیْ یَھُوْدِی میرے پیچھے یہودی ہے مجاہد آگے بڑھو۔ یہ بخاری شریف اور مسلم شریف کی روایات میں ہے۔ اب وہ وقت بالکل قریب آ چکا یہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ کتنے سال یا کتنے مہینے یا کتنے ہفتے باقی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ اور بیشک میں بہت بخشنے والا ہوں۔ کس کو

بخشوں گا؟ فرمایا اس کو بخشوں گا جس میں چار خوبیاں ہونگی لِمَنْ تَابَ بخشش اس کیلئے ہے جس نے توبہ کی وَاٰمَنَ اور ایمان لایا۔ تیسرا کام وَعَمِلَ صَالِحًا اور عمل کیا اچھا۔ پھر ایک آدھ دفعہ نہیں ثُمَّ اهْتَدٰى پھر ہدایت پر قائم رہا۔ توبہ کی قبولیت کیلئے اللہ تعالیٰ نے چار چیزیں بتلائی ہیں۔

* ...... سچے دل سے توبہ کرے۔ * ...... ایمان لائے۔
* ...... عمل اچھے کرے۔ * ...... اور اس پر ڈٹ جائے۔

یہ نہیں کہ کبھی کیا اور کبھی نہ کیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ آنحضرت ﷺ کو کونسا عمل زیادہ پسند تھا؟ فرمایا وہ عمل جو ہمیشہ ہو چاہے تھوڑا ہو۔ اسی لئے شریعت نے ایسا کوئی کام نہیں بتلایا جو انسان کی طاقت سے باہر ہو لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا انسان کو اس کی طاقت کے مطابق احکام کا پابند بنایا گیا ہے۔ نماز ہے جو طاقت سے خارج نہیں ہے، زکوٰۃ مالداروں پر ہے جس کے پاس مال نہیں ہے اس پر زکوٰۃ نہیں ہے، عشر نہیں ہے، فطرانہ نہیں ہے، قربانی نہیں ہے، حج نہیں ہے۔ اگر کوئی بیمار ہے کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا بیٹھ کر پڑھ لے، وضو نہیں کر سکتا تیمم کر لے، بیمار ہے روزے نہیں رکھ سکتا چھوڑ دے بعد میں رکھ لے قضا کرے۔ اور اگر ایسی بیماری ہے کہ اس میں روزہ نہیں رکھ سکتا اور شفایاب ہونے کی بھی امید نہیں ہے تو فدیہ دیتا رہے۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسا کام نہیں بتلایا جو انسان کی طاقت سے باہر ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ صفات بیان فرمائی ہیں کہ جس میں یہ ہونگی اس کو میں بخشوں گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان صفات والا بنائے۔ (آمین)

وَمَآ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ
يٰمُوْسٰى ﴿۸۳﴾ قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِىْ وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى ﴿۸۴﴾
قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْ بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِىُّ ﴿۸۵﴾
فَرَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَمْ يَعِدْكُمْ
رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا ؕ اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ
غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِىْ ﴿۸۶﴾ قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ
بِمَلْكِنَا وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ
اَلْقَى السَّامِرِىُّ ﴿۸۷﴾ فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا
هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى ۬ فَنَسِىَ ﴿۸۸﴾ اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ
قَوْلًا ۙ وَّلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ﴿۸۹﴾ ع ۴/۱۳

وَمَآ اَعْجَلَکَ اور کس چیز نے جلدی پر آمادہ کیا آپ کو عَنْ قَوْمِکَ
اپنی قوم سے یٰمُوْسٰی اے موسیٰ علیہ السلام قَالَ کہا موسیٰ علیہ السلام نے هُمْ
اُولَآءِ یہ میری قوم عَلٰٓی اَثَرِیْ میرے پیچھے آرہی ہے وَعَجِلْتُ اور میں نے
جلدی کی اِلَیْکَ آپ کی طرف رَبِّ اے میرے رب لِتَرْضٰی تاکہ آپ
راضی ہو جائیں قَالَ فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَاِنَّا پس بیشک ہم نے قَدْ فَتَنَّا تحقیق
فتنے اور آزمائش میں ڈال دیا ہے قَوْمَکَ آپ کی قوم کو مِنْ م بَعْدِکَ آپ
کے آنے کے بعد وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِیُّ اور ان کو گمراہ کیا ہے سامری نے فَرَجَعَ

مُوْسٰی پس لوٹے موسیٰ علیہ السلام اِلٰی قَوْمِہٖ اپنی قوم کی طرف غَضْبَانَ غصے میں اَسِفًا افسوس کرتے ہوئے قَالَ فرمایا یٰقَوْمِ اے میری قوم اَلَمْ یَعِدْکُمْ رَبُّکُمْ کیا نہیں وعدہ کیا تھا تمہارے ساتھ تمہارے رب نے وَعْدًا حَسَنًا وعدہ اچھا اَفَطَالَ عَلَیْکُمُ الْعَھْدُ کیا پس لمبا ہو گیا تھا تم پر وعدہ اَمْ اَرَدْتُّمْ یا تم نے ارادہ کیا اَنْ یَّحِلَّ عَلَیْکُمْ یہ کہ واجب ہو تم پر غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ غضب تمہارے رب کی طرف سے فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِیْ پس تم نے خلاف ورزی کی میرے وعدے کی قَالُوْا لوگوں نے کہا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَکَ نہیں خلاف ورزی کی ہم نے آپ کے وعدے کی بِمَلْکِنَا اپنے اختیار سے وَلٰکِنَّا اور لیکن ہم حُمِّلْنَآ اٹھوائے گئے اَوْزَارًا بوجھ مِّنْ زِیْنَةِ الْقَوْمِ قوم کے زیورات فَقَذَفْنٰھَا پس ہم نے ان کو پھینک دیا فَکَذٰلِکَ پس اسی طرح اَلْقَی السَّامِرِیُّ ڈالا سامری نے فَاَخْرَجَ لَھُمْ پس نکالا ان کیلئے عِجْلاً بچھڑا جَسَدًا جسم تھا لَّہٗ خُوَارٌ اس کیلئے آواز تھی فَقَالُوْا پس کہا انہوں نے ھٰذَآ اِلٰھُکُمْ یہ تمہارا معبود ہے وَاِلٰہُ مُوْسٰی اور موسیٰ علیہ السلام کا معبود ہے فَنَسِیَ پس موسیٰ علیہ السلام بھول گئے ہیں اَفَلاَ یَرَوْنَ کیا پس نہیں دیکھتے اَلاَّ یَرْجِعُ اِلَیْھِمْ یہ کہ وہ نہیں لوٹا تا ان کی طرف قَوْلاً کوئی بات وَّ لاَ یَمْلِکُ لَھُمْ اور نہیں مالک ان کیلئے ضَرًّا ضرر کا وَّلاَ نَفْعًا اور نہ نفع کا۔

دو باتیں :

ان آیات میں دو باتیں مذکور ہوئی ہیں ۔ ایک یہ کہ جب موسیٰ علیہ السلام چالیس دن کے بعد تورات کی تختیاں لے کر واپس آئے تو فرمایا کہ تمام مرد عورتیں اکٹھی ہو جائیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتاب نازل ہوئی ہے وہ سن لیں اور اس کے مطابق زندگی گزاریں۔ تورات آسمانی کتابوں میں قرآن کریم کے بعد بڑی جامع مانع کتاب ہے اور قرآن حکیم کے بعد اس کا بلند مقام ہے ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب ان کو تورات اول سے لے کر آخر تک سنائی تو کہنے لگے کہ اس کے احکام تو بڑے سخت ہیں ان پر عمل نہیں ہو سکے گا واپس جا کر اللہ تعالیٰ سے ترمیم کروا کر لائیں ۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے ایک آزاد زندگی گزاری ہے اس لئے سن کر پریشان ہو گئے ہو جب ان احکام پر عمل کرو گے تو آسان ہو جائیں گے۔ لیکن قوم اس بات پر آمادہ نہ ہوئی تو وَاخْتَارَ مُوسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا [اعراف:۱۵۵] ''منتخب کئے موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم میں ستر آدمی ہمارے وعدے کے وقت پر۔'' ستر آدمیوں کو لے کر وادی طویٰ میں پہنچے مگر دوسرے آدمیوں سے خود پہلے پہنچ گئے ۔ ایک اس کا ذکر ہے اور دوسرا اس بات کا ذکر ہے ، جب موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر تشریف لے گئے تو قوم پیچھے گوسالہ پرستی میں مبتلا ہو گئی چونکہ موسیٰ علیہ السلام دوسرے آدمیوں سے تیزی کیساتھ پہلے پہنچے تھے تو اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ کس چیز نے آپ کو جلدی پر آمادہ کیا؟ اللہ تعالیٰ نیتوں اور مرادوں کو جانتا ہے مگر سوالات میں حکمتیں ہوتی ہیں اس کا ذکر ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں وَمَآ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى اور کس چیز نے جلدی پر آمادہ کیا آپ کو اپنی قوم سے اے موسیٰ علیہ السلام ۔ وہ پیچھے ہیں اور آپ جلدی آ گئے ہیں قَالَ موسیٰ علیہ السلام نے کہا

هُمۡ اُولَآءِ عَلٰٓی اَثَرِیۡ یہ میری قوم میرے پیچھے آ رہی ہے وَعَجِلۡتُ اِلَیۡکَ اور میں نے جلدی کی آپ کی طرف رَبِّ لِتَرۡضٰی اے میرے رب تاکہ آپ راضی ہو جائیں۔ محض آپ کی ملاقات کے شوق کی وجہ سے جلدی آیا ہوں۔ چنانچہ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا کہنے لگے آواز تو آ رہی ہے لیکن معلوم نہیں جن بولتا ہے، کوئی فرشتہ بولتا ہے یا رب بولتا ہے لَنۡ نُّؤۡمِنَ لَکَ حَتّٰی نَرَی اللّٰهَ جَهۡرَةً [بقرہ:۵۵] ''ہم ہرگز نہیں تصدیق کریں گے آپ کی یہاںتک کہ ہم دیکھ لیں اللہ تعالیٰ ظاہر آنکھوں کیساتھ۔'' اللہ تعالیٰ نے بجلی پھینکی ستر کے ستر سارے مر گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے پروردگار اَتُهۡلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ''کیا آپ ہمیں ہلاک کرتے ہیں اس فعل کی وجہ سے جو ہم میں سے بعض بے وقوفوں نے کیا ہے۔'' اے پروردگار! بے وقوف تھے میں ان کو تائید کیلئے لایا تھا واپس جاؤں گا تو قوم پوچھے گی ہمارے نمائندے کدھر گئے ہیں تو میں کیا کہوں گا؟ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کیا موت کے بعد۔

دو تفسیریں :

سورہ بقرہ آیت نمبر ۵۶ میں ہے ثُمَّ بَعَثۡنٰكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ مَوۡتِكُمۡ ''پھر ہم نے تمہیں زندہ کیا تمہارے مرنے کے بعد۔'' ایک تفسیر یہ ہے اور دوسری تفسیر یہ کہ انہوں نے بچھڑے کی پوجا کی تھی اس پوجا کی معذرت کے سلسلے میں ستر آدمی حضرت موسیٰ علیہ السلام کیساتھ گئے تھے۔ اس موقع پر رب تعالیٰ کا کلام سنا تھا تو کہنے لگے کہ ہم رب تعالیٰ کو آنکھوں سے دیکھیں گے تو پھر مانیں گے تو فرمایا میں جلدی اس لئے آیا ہوں آپ مجھ سے راضی ہو جائیں موسیٰ علیہ السلام جب کوہ طور پر تشریف لے جانے لگے تو اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو تاکید کی تھی کہ قوم کو وعظ و نصیحت کرتے رہنا اور جو پروگرام میں نے دیا ہے اس

پر قائم رکھنا لیکن ہوا یہ کہ بنی اسرائیل کی ایک شاخ تھی بنو سامرہ۔ بنو سامرہ قبیلے کا ایک شخص تھا جس کا نام تھا موسیٰ بن ظفر یہ منافق تھا جس وقت بحر قلزم میں فرعون کی فوجیں تباہ ہو رہی تھیں اس وقت جبرائیل علیہ السلام گھوڑے پر سوار تھے وہ گھوڑا جہاں پاؤں رکھتا تھا وہ جگہ فوراً سرسبز ہو جاتی تھی۔ تو اس نے وہاں سے تھوڑی سی مٹی اٹھا کر محفوظ کر لی تھی۔ آئندہ رکوع میں آرہا ہے کہ سامری نے کہا فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ ''پس بھری میں نے ایک مٹھی رسول (جبرائیل علیہ السلام) کے قدم سے۔'' تو یہ مٹی اس کے پاس محفوظ تھی بنی اسرائیل جب مصر سے آئے تھے تو فرعونیوں کے زیور ان کے پاس تھے کافی مقدار میں وہ ان کے پاس کس طرح آئے تو اس کے متعلق دو تفسیریں منقول ہیں۔ ایک یہ کہ ان کا فنکشن تھا شادی وغیرہ کیلئے ان سے مانگے تھے کہ ہم استعمال کر کے دے دیں گے مگر آتے وقت ان کو دیئے نہیں اور یہ تفسیر بھی منقول ہے کہ فرعونی چونکہ امیر لوگ تھے ان کو چوری وغیرہ کا خطرہ ہوتا تھا اور بنی اسرائیلی غریب لوگ تھے اور غریب کے گھر کسی نے کیا چوری کرنی ہے سب پتہ ہوتا ہے کہ دو چار کتابیں ہونگی، دو چار بستر ے اور دو چار پرچ پیالیاں مہمانوں کیلئے۔ چور تو وہاں جائے گا جہاں کچھ ہو گا۔ تو ان غریبوں کے پاس انہوں نے اپنے زیور امانت کے طور پر رکھے ہوئے تھے لیکن جس وقت انہوں نے ہجرت کی تو یہ زیور انہیں کے پاس رہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس بات سے بے خبر تھے جس وقت وادی سینائی پہنچے تو موسیٰ علیہ السلام کو بتلایا کہ ہمارے پاس ان کے زیور ہیں کیا یہ ہمارے لئے جائز ہیں؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا جائز نہیں ہیں ان کو جا کر کہیں جنگل میں دفن کر دو کیونکہ مال غنیمت ان کی شریعتوں میں جائز نہیں تھا ہمارے لئے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے وسیلے سے جائز فرمایا ہے حلال فرمایا ہے۔ چنانچہ بنی اسرائیلیوں نے جا کر وہ

زیورات جنگل میں دفن کردیئے اور سامری نے نکال لئے اور سونے چاندی کا بچھڑا بنایا اور آئندہ رکوع میں بات آرہی ہے کہ جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کے پاؤں والی مٹی اس کے منہ میں ڈال دی اس نے ٹیں ٹیں کی آواز نکالنا شروع کردی۔

یہاں بھی دو تفسیریں ہیں ایک یہ کہ وہ بچھڑا سونے چاندی کا ہی رہا لیکن اس میں آواز پیدا ہوگئی یعنی سونے چاندی کی حیثیت نہیں بدلی۔ اور دوسری تفسیر علامہ سیوطی رحمہ اللہ اور دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ لَحْمًا وَّ دَمًا اللہ تعالیٰ نے اس کو گوشت پوست کا بچھڑا بنا دیا۔ قادر مطلق کے سامنے تو کوئی مشکل نہیں ہے وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ اس بچھڑے سے ٹیں ٹیں کی آواز نکلنے لگ گئی۔ سامری نے کہا کہ یہ جو اس کے اندر ٹیں ٹیں کر رہا ہے یہ رب ہے۔ پہلے موسیٰ علیہ السلام جاتے تھے تو جلدی واپس آجاتے تھے اب وہ کوہ طور پر رب کا انتظار کر رہے ہیں اور رب یہاں ٹیں ٹیں کر رہا ہے۔ چنانچہ ان میں سے کچھ جاہل لوگوں نے اس کی پوجا شروع کردی، سب نے نہیں، موحد بھی تھے بس جن کی عقل ماری گئی تھی۔ کوئی اس کا طواف کر رہا ہے کوئی چڑھاوا چڑھا رہا ہے کوئی اس پر ہاتھ پھیر رہا ہے کوئی سجدہ کر رہا ہے کوئی کچھ اور کوئی کچھ کر رہا ہے اور یہ سب کچھ اس کی ٹیں پر ہو رہا ہے۔ اندازہ لگاؤ اس قوم کا کہ موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر کتنے معجزے دیکھے ان کا اثر ذہن میں نہیں رہا بچھڑے کی ٹیں ٹیں پر قربان ہوگئے۔ یہ ساری سامری کی شرارت تھی چونکہ حقیقتاً وہ مشرک تھا صرف ظاہری طور پر اس نے کلمہ پڑھا تھا اور بعض کو اس نے گمراہ کیا سب لوگ گمراہ نہیں ہوئے تھے اس کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قَالَ فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ پس بیشک ہم نے فتنے اور آزمائش میں ڈال دیا ہے تیری قوم کو مِنْ بَعْدِكَ آپ کے وہاں سے آنے کے بعد وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ اور ان کو گمراہ کیا ہے سامری

نے۔ جس کا نام موسیٰ بن ظفر تھا قبیلہ بنو سامرہ سے جو بنی اسرائیل کی ایک شاخ تھی
فَرَجَعَ مُوْسٰی پس لوٹے موسیٰ علیہ السلام چالیس دنوں کے بعد اِلٰی قَوْمِهٖ اپنی قوم کی
طرف غَضْبَانَ اَسِفًا غصے میں تھے افسوس کرتے ہوئے۔ آئندہ رکوع میں آ رہا ہے کہ
حضرت ہارون علیہ السلام کی داڑھی اور سر کے بالوں کو پکڑ کر کھینچا کہ تیرے ہوتے ہوئے یہ
کیا ہے، قوم شرک میں مبتلا ہوگئی ہے آپ نے سستی کی ہے۔ حضرت ہارون علیہ السلام عمر
میں موسیٰ علیہ السلام سے تین سال بڑے تھے مگر درجہ اور مقام موسیٰ علیہ السلام کا بڑا تھا۔
شرح فقہ اکبر وغیرہ عقائد کی کتابوں میں متکلمین نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں
پہلا درجہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے اور تیسرا درجہ موسیٰ علیہ السلام کا ہے۔ تو موسیٰ علیہ
السلام جب واپس تشریف لائے تو غصے میں تھے افسوس کرتے ہوئے کہ کیا بنا ہے؟
قَالَ فرمایا یٰقَوْمِ اَلَمْ یَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ اے میری قوم کیا نہیں کیا تھا تمہارے ساتھ
تمہارے رب نے وعدہ وَعْدًا حَسَنًا وعدہ اچھا کہ تمہیں تورات کی صورت میں آئین
ملے گا اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ کیا پس لمبا ہو گیا تھا تم پر وعدہ اَمْ اَرَدْتُّمْ یا تم نے ارادہ کیا
اَنْ یَّحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ۔ حَلَّ یَحِلُّ باب ضَرَبَ سے ہو تو اس کا معنیٰ ہے
لازم ہونا اور نَصَرَ سے ہو تو اس کا معنیٰ ہے اترنا۔ تو معنیٰ ہوگا کہ واجب ہوا تم پر لازم ہوا تم
پر غضب تمہارے رب کی طرف سے فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِیْ پس تم نے خلاف ورزی کی
میرے وعدے کی۔ تم نے میرے ساتھ توحید پر پختہ رہنے کا وعدہ کیا تھا اب تم بگڑ گئے ہو
بچھڑے کی پوجا شروع کر دی ہے قَالُوْا کہنے لگے مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ نہیں خلاف
ورزی کی ہم نے آپ کے وعدے کی بِمَلْكِنَا اپنے اختیار سے وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اور لیکن
ہم اٹھوائے گئے اَوْزَارًا مِّنْ زِیْنَةِ الْقَوْمِ قوم کے زیورات کے بوجھ سے۔ ہمارے اوپر

بوجھ تھا جس کی وجہ سے ہم مجبور ہو گئے فَقَذَفْنٰهَا ہم نے ان کو پھینک دیا کیونکہ ان کی شرائع میں مال غنیمت حلال نہیں تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم سے انہوں نے وہ زیورات پھینک دیئے فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ پس اسی طرح ڈالا سامری نے۔ یہاں ڈالنے سے مراد ڈھالنا ہے، سامری نے سونے چاندی کو ڈھال کر بچھڑا بنا دیا فَاَخْرَجَ لَهُمْ پس نکالا ان کیلئے عِجْلًا بچھڑا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ جسم تھا اس کیلئے آواز تھی۔ ٹیں ٹیں کی آواز نکالتا تھا۔

بچھڑے کے متعلق دو تفسیریں :

اس کے متعلق دونوں تفسیروں کا میں نے حوالہ دیا ہے امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ بچھڑا سونے چاندی کا ہی رہا گوشت پوست میں تبدیل نہیں ہوا لیکن وہ جو مٹی اس کے منہ میں رکھی اس کی وجہ سے اس نے ٹیں ٹیں کی آواز نکالنی شروع کر دی۔

جبکہ دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ لَحْمًا وَّ دَمًا اس کا گوشت پوست بن گیا تھا فَقَالُوْا پس کہا انہوں نے جو ان میں سے ملحد اور مشرک قسم کے لوگ تھے هٰذَآ اِلٰهُكُمْ یہ تمہارا معبود ہے جو ٹیں ٹیں کر رہا ہے وَاِلٰهُ مُوْسٰى اور موسیٰ علیہ السلام کا معبود بھی یہی ہے فَنَسِيَ پس موسیٰ علیہ السلام بھول گئے ہیں۔ وہ وہاں رب تعالیٰ کا انتظار کر رہے ہیں اور رب آ کر اس میں داخل ہو گیا ہے۔ جب لوگوں کی عقل ماری جائے تو پھر یہی کچھ ہوتا ہے۔ فرمایا اَفَلَا يَرَوْنَ کیا پس نہیں دیکھتے وہ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا یہ کہ نہیں لوٹاتا وہ بچھڑا ان کی طرف کوئی بات صرف ٹیں ٹیں کی تو کچھ حقیقت نہیں ہے اصل تو یہ ہے کہ کوئی سوال کرے تو جواب دے اور اس کی حالت یہ تھی کہ تم جو بھی کہو وہ ٹیں ٹیں کر رہا ہے۔ بھئی! ٹیں ٹیں سے کیا بنے گا؟ ایک تُو گفتگو نہیں کر سکتا اور دوسری بات یہ ہے کہ وَّ لَا

یَمْلِکُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اور نہیں مالک وہ ان کیلئے ضرر کا اور نہ نفع کا۔ الٰہ وہ ہے جو نافع بھی ہو اور ضار بھی ہو۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ نہ کوئی نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں آنحضرت ﷺ سے بڑھ کر کوئی ہستی نہیں ہے قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے دو اعلان کرائے ہیں پہلا اعلان یہ کروایا کہ قُلْ ''اے نبی کریم ﷺ! آپ کہہ دیں اِنِّیْ لَا اَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّ لَا رَشَدًا [جن:۲۱] بیشک میں تمہارے نفع نقصان کا مالک نہیں ہوں۔'' اور دوسرا اپنی ذات کے متعلق اعلان کروایا قُلْ ''آپ کہہ دیں لَا اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَاضَرًّا [اعراف:۱۸۸] میں نہیں ہوں مالک اپنے نفس کیلئے نفع کا اور نہ نقصان کا۔'' جب آنحضرت ﷺ جیسی ذات گرامی نفع نقصان کی مالک نہیں ہے تو......

؎ دیگراں راچہ رسد

کسی کو کیا اختیار ہو سکتا ہے مگر جب لوگوں کی عقل ماری جائے تو پھر قبروں کی پوجا کرتے ہیں، بزرگوں کی پوجا کرتے ہیں اور بہت کچھ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ شرک سے بچائے اور محفوظ رکھے۔

وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ

مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ ﴿۹۰﴾ قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى ﴿۹۱﴾ قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا ﴿۹۲﴾ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ۭ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ ﴿۹۳﴾ قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَاْسِيْ ۚ اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ ﴿۹۴﴾ قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ ﴿۹۵﴾ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ ﴿۹۶﴾ قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ ۠ وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ ۚ وَانْظُرْ اِلٰٓى اِلٰهِكَ الَّذِيْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا ۭ لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ﴿۹۷﴾ اِنَّمَآ اِلٰـهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿۹۸﴾

وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق قَالَ فرمایا لَهُمْ ان کو هٰرُوْنُ ہارون علیہ السلام نے مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے يٰقَوْمِ اے میری قوم اِنَّمَا پختہ بات ہے فُتِنْتُمْ بِهٖ تم فتنے میں ڈالے گئے اس بچھڑے کیساتھ وَاِنَّ اور بیشک رَبَّكُمُ تمہارا رب الرَّحْمٰنُ رحمان ہے فَاتَّبِعُوْنِيْ پس تم میری اتباع کرو (عملاً) وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ اور میرے حکم کی طاعت کرو (قولاً) قَالُوْا کہنے لگے لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ ہم ہرگز نہیں ٹلیں گے اس سے عٰكِفِيْنَ جھکے رہیں گے حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى

یہاں تک کہ لوٹ آئیں ہماری طرف موسیٰ علیہ السلام قَالَ فرمایا موسیٰ علیہ السلام
نے یٰھٰرُوْنُ اے ہارون علیہ السلام مَا مَنَعَکَ کس چیز نے آپ کو روکا اِذْ
رَاَیْتَھُمْ جب آپ نے دیکھا ان کو ضَلُّوْآ کہ گمراہ ہوگئے ہیں اَلَّا تَتَّبِعَنِ کہ تم
نے میری پیروی کیوں نہ کی اَفَعَصَیْتَ اَمْرِیْ کیا آپ نے میرے حکم کی
نافرمانی کی قَالَ فرمایا یَبْنَؤُمَّ اے میری ماں کے بیٹے لَا تَاْخُذْ بِلِحْیَتِیْ آپ
نہ پکڑیں میری داڑھی کو وَلَا بِرَاْسِیْ اور نہ میرے سر کو اِنِّیْ خَشِیْتُ بیشک
مجھے خوف ہوا اَنْ تَقُوْلَ کہ آپ کہیں گے فَرَّقْتَ بَیْنَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ آپ
نے تفریق ڈالی بنی اسرائیل کے درمیان وَلَمْ تَرْقُبْ اور آپ نے انتظار نہیں کیا
قَوْلِیْ میری بات کا قَالَ فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے فَمَا خَطْبُکَ تیرا کیا
معاملہ ہے یٰسَامِرِیُّ اے سامری قَالَ سامری نے کہا بَصُرْتُ دیکھی میں
نے بِمَا وہ چیز لَمْ یَبْصُرُوْا بِہٖ جس کو ان لوگوں نے نہیں دیکھا فَقَبَضْتُ پس
اٹھائی میں نے قَبْضَۃً ایک مٹھی مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فرشتے کے نشان سے
فَنَبَذْتُھَا پس میں نے اس کو پھینک دیا بچھڑے میں وَکَذٰلِکَ سَوَّلَتْ لِیْ
نَفْسِیْ اور اسی طرح آمادہ کیا میرے لئے میرے نفس نے قَالَ فرمایا موسیٰ
علیہ السلام نے فَاذْھَبْ پس تم جاؤ فَاِنَّ لَکَ پس تیرے لئے ہے فِی
الْحَیٰوۃِ زندگی میں اَنْ تَقُوْلَ یہ کہ تم کہو گے لَا مِسَاسَ نہ چھوؤ وَاِنَّ لَکَ
اور بیشک تیرے لئے مَوْعِدًا ایک وعدے کا وقت ہے لَّنْ تُخْلَفَہٗ ہرگز تیرے

ساتھ اس کی خلاف ورزی نہیں کی جائے گی وَانْظُرْ اِلٰٓی اِلٰهِكَ اور دیکھ اپنے معبود کو الَّذِیْ ظَلْتَ عَلَیْهِ جس پر سارا دن تو عَاكِفًا جھکا رہا لَنُحَرِّقَنَّهٗ البتہ ہم ضرور اس کو جلائیں گے ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ پھر البتہ ضرور اس کو اڑا دیں گے فِی الْیَمِّ بحر قلزم میں نَسْفًا اڑا دینا اِنَّمَآ پختہ بات ہے اِلٰهُكُمُ تمہارا معبود اللّٰهُ اللہ جل جلالہ ہے الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وہ کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر وہی وَسِعَ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا وسیع ہے وہ ہر چیز پر از روئے علم کے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب تورات لینے کیلئے کوہ طور پر جا رہے تھے تو ہارون علیہ السلام کو تاکید فرمائی کہ قوم کے مزاج سے تم واقف ہو کہ یہ شرارت پسند لوگ ہیں لہٰذا ان کی خوب نگرانی کرنا۔ لیکن ہوا یہ کہ سامری نے بچھڑا بنا کر اس کی عبادت شروع کرا دی۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے پورا زور صرف کیا ان کو سمجھانے میں مگر وہ باز نہ آئے۔ اس کا ذکر ہے وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ اور البتہ تحقیق فرمایا ان کو ہارون علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کے طور سے واپس آنے سے پہلے یعنی ان کی غیر حاضری میں فرمایا یٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ اے میری قوم پختہ بات ہے تم فتنے میں ڈالے گئے ہو اس بچھڑے کی وجہ سے۔ اے ظالمو! تم نے بچھڑے کو الٰہ بنا لیا ہے وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ اور بیشک تمہارا رب رحمان ہے۔

لفظ رحمٰن اور رحیم میں فرق :

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لفظ رحمٰن اور رحیم میں فرق بیان کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ رحمٰن اسے کہتے ہیں جو بن مانگے دے اور رحیم اسے کہتے ہیں

جو مانگنے پر دیتا ہے رب تعالیٰ نے ہمیں جو کچھ دیا ہے بغیر مانگے کے دیا ہے وجود دیا آنکھیں دیں، کان دیئے، زبان دی، ہونٹ دیئے، ٹانگیں دیں، ہاتھ دیئے، ہمیں کیا شعور تھا، ہمیں کیا شدبدھ تھی یہ تمام نعمتیں رب تعالیٰ نے بغیر مانگنے کے دی ہیں۔ تو فرمایا رب تمہارا رحمٰن ہے فَاتَّبِعُوْنِیْ پس تم میری اتباع کرو اتباع ہوتی ہے عمل میں اور اطاعت ہوتی ہے قول میں تو عملی طور پر میری اتباع کرو وَاَطِیْعُوْٓا اَمْرِیْ اور میرے حکم کی طاعت کرو قولاً فعلاً میری پیروی کرو۔ اس سامری شیطان کی پیروی نہ کرو، بچھڑے کو معبود نہ بناؤ اور بد باطن لوگ ہوتے تھے جنہوں نے بچھڑے کو معبود بنایا تھا قَالُوْا کہنے لگے لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ ہم ہرگز نہیں ٹلیں گے اس سے، اسی پر عٰكِفِيْنَ جھکے رہیں گے اسی کی عبادت کریں گے حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى یہاں تک کہ موسیٰ علیہ السلام لوٹ آئیں ہمارے پاس۔ ان کے آنے تک ہم اس کی عبادت کریں گے کیونکہ ہمیں سبق دیا گیا ہے کہ اس میں جوٹیں ٹیں کر رہا ہے وہ رب ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کا جلالی مزاج :

موسیٰ علیہ السلام تورات کی دس تختیاں لے کر آئے تھے چونکہ رب تعالیٰ کی توحید میں خلل نظر آ رہا تھا اور جلالی مزاج تھے جب حضرت ہارون علیہ السلام پر نظر پڑی وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗٓ اِلَيْهِ [اعراف: ۱۵۰] "اور ڈال دیا موسیٰ علیہ السلام نے تختیوں کو اور پکڑ لیا اپنے بھائی کے سر کو اور اس کو کھینچا اپنی طرف۔ اگرچہ القی کے معنی پھینکنے کے بھی آتے ہیں مگر امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اس کا ترجمہ کرتے ہیں کہ تختیاں جلدی سے نیچے رکھ دیں (حضرت نے مسکراتے ہوئے فرمایا تاکہ ہارون علیہ السلام کیساتھ دو ہاتھ کر لیں۔) ہارون علیہ السلام نے پٹے رکھے ہوئے تھے اور داڑھی بھی۔ سر

کے پٹوں اور داڑھی سے پکڑا کہ رب تعالیٰ کی توحید میں خلل آیا اور تم خاموش رہے ہارون علیہ السلام طبعًا نرم مزاج تھے رب تعالیٰ کی قدرت ہے کہ ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہوتی ہے کسی کا قد بڑا کسی کا چھوٹا شکلوں مین بھی فرق ہوتا ہے مزاجوں میں بھی فرق ہوتا ہے عقل ، فہم ، فراست میں بھی فرق ہوتا ہے یہ سب رب تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں تو موسیٰ علیہ السلام نے ہارون علیہ السلام کو پکڑا اور قَالَ فرمایا یٰـھٰرُوْنُ مَا مَنَعَکَ اے ہارون علیہ السلام تجھے کس چیز نے روکا اِذْ رَاَیْتَھُمْ ضَلُّوْآ جب آپ نے دیکھا کہ گمراہ ہوگئے ہیں۔ اَلَّا تَتَّبِعَنِ کہ تم نے میری پیروی کیوں نہ کی۔

دو تفسیریں :

اس کی ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خیال کیا کہ شاید انہوں نے پوری طرح تبلیغ نہیں کی چونکہ نرم مزاج تھے میری بات پر اچھی طرح عمل نہیں کیا میں نے کہا تھا ان لوگوں کی نگرانی کرنا تم نے نگرانی نہیں کی۔ دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ تم میرے پیچھے کیوں نہیں آئے جب آپ نے دیکھا کہ یہ گمراہ ہو گئے اور تمہاری بات نہیں مانتے تو آپ میرے پیچھے چلے آتے اَفَعَصَیْتَ اَمْرِیْ کیا آپ نے میرے حکم کی نافرمانی کی جس طرح ڈٹ کر تبلیغ کرنے کا حق تھا اس طرح نہیں کی موسیٰ علیہ السلام کے خیال کے مطابق میرے پیچھے کیوں نہیں آئے قَالَ ہارون علیہ السلام نے کہا یَبْنَؤُمَّ اے میری ماں کے بیٹے ! حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد کا نام عمران بن قہث بن لاوی بن یعقوب علیہم السلام تھا۔ اپنے دور کے بڑے نیک بزرگ تھے اور والدہ کا نام یوحاند عربی میں لکھتے ہیں اور اردو میں یوکابد لکھتے ہیں رحمہا اللہ جس طرح وہ ماں کے بیٹے ہیں باپ کے بھی بیٹے ہیں لیکن چونکہ ماں میں شفقت زیادہ ہوتی ہے بہ نسبت باپ کے اس لئے

ماں کا ذکر کیا۔ اگر اللہ تعالیٰ ماں میں یہ شفقت نہ رکھتے تو بچے کی کبھی تربیت نہ ہوسکتی۔ اسی شفقت کا نتیجہ ہے کہ اپنے بچوں کی گرمی سردی دھوپ چھاؤں میں خدمت کرتی ہے اور خود تکلیف برداشت کرتی ہے ورنہ اس طرح کون تکلیف اٹھاتا ہے۔ فرمایا اے میری ماں کے بیٹے لَا تَاْخُذْ بِلِحْیَتِیْ نہ پکڑ میری داڑھی کو وَلَا بِرَاْسِیْ اور نہ میرے سر کو اِنِّیْ خَشِیْتُ بیشک مجھے خوف ہوا اَنْ تَقُوْلَ کہ آپ کہیں گے فَرَّقْتَ بَیْنَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ آپ نے تفریق ڈال دی بنی اسرائیل کے درمیان۔ اس لئے میں آپ کے پیچھے نہیں آیا باقی میں نے سمجھانے میں کوئی کمی نہیں کی اتنا سمجھایا کہ کَادُوْا یَقْتُلُوْنَنِیْ [اعراف:۱۵۰] ''قریب تھا کہ مجھے قتل کر دیتے۔'' پہلے موسیٰ علیہ السلام کا یہ خیال تھا کہ چونکہ یہ نرم مزاج تھے ان کی نرمی کی وجہ سے یہ سب کچھ ہوا ہے لیکن جب تسلی ہوگئی تو پھر اپنے لئے بھی دعا کی اور بھائی کیلئے بھی دعا کی رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِاَخِیْ [ایضاً:۱۵۱] ''اے پروردگار! معاف کر دے مجھے اور میرے بھائی کو'' بظاہر یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک یہ کہ حضرت ہارون علیہ السلام عمر میں بڑے تھے اور موسیٰ علیہ السلام چھوٹے تھے تو چھوٹے بھائی نے بڑے بھائی کی بے حرمتی کیوں کی۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ ہارون علیہ السلام نبی ہیں۔ نبی کی توہین ،داڑھی اور سر کو پکڑ کر کھینچنا یہ اپنی جگہ گناہ ہے۔ دونوں سوالوں کا جواب یہ ہے کہ نہ بڑے بھائی کی توہین کی ہے اور نہ نبی کی توہین کی ہے بلکہ رب تعالیٰ کی توحید میں خلل دیکھ کر برداشت نہیں ہوا۔ اصل مقصد غصہ ہے کہ رب تعالیٰ کی توحید کیخلاف یہ کاروائی کیوں ہوئی ہے۔ تو ہارون علیہ السلام نے کہا کہ میں نے سمجھانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی البتہ آپ کے پیچھے اس لئے نہیں آیا کہ آپ یہ نہ کہیں کہ آپ نے بنی اسرائیل کے درمیان تفریق کیوں ڈالی کیونکہ جب میں آپ کے پیچھے اس لئے نہیں آیا کہ آپ یہ نہ کہیں کہ آپ نے بنی

اسرائیل کے درمیان تفریق کیوں ڈالی کیونکہ جب میں آپ کے پیچھے آتا تو کچھ میرے ساتھ آتے کچھ پیچھے رہ جاتے تو یہ دو حصوں میں تقسیم ہو جاتے اور آپ یہ بھی کہتے کہ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِیْ اور آپ نے انتظار نہیں کیا میری بات کا میرے آنے تک۔ تو یہ کام نہ کرتے کہ کچھ ساتھ لے جائے اور کچھ وہاں چھوڑ آئے۔ جب یہ معاملہ صاف ہو گیا کہ ہارون علیہ السلام نے وضاحت فرمادی تو پھر سامری کی خبر لی قَالَ فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے فَمَا خَطْبُکَ یٰسَامِرِیُّ وَمَا حَالُکَ وَمَا شَانُکَ وَمَا بَالُکَ اے سامری! تمہارا کیا حال ہے بتاؤ تم نے یہ کاروائی کیوں کی ہے قَالَ سامری نے کہا بَصُرْتُ میں نے دیکھی بِمَا لَمْ یَبْصُرُوْا بِہٖ وہ چیز جس کو انہوں نے نہیں دیکھا فَقَبَضْتُ قَبْضَۃً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ پس اٹھائی میں نے ایک مٹھی فرشتے کے نشان سے۔ اے مَنْ حَافِرِ فَرَسِ الرَّسُوْلِ "یعنی جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کے قدم کے نشان سے۔" ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ جس وقت فرعونیوں کو بحر قلزم میں غرق کیا گیا اس وقت جبرائیل علیہ السلام گھوڑے پر سوار تھے اور ان کے گھوڑے کا نام حیزوم تھا۔

جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کا ذکر :

بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے کہ بدر کے موقع پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے دو آدمی دیکھے سفید رنگ کے کپڑے زیب تن کیے ہوئے گھوڑوں پر سوار تھے حیران ہوئے کہ یہ آدمی ہمارے ساتھ تو نہیں آئے ان کے ہاتھ میں چابک تھے جب کافر کو مارتے تھے پشت کے بل گرا دیتے تھے بعد میں انہوں نے اس کا ذکر آنحضرت ﷺ کے سامنے کیا آپ ﷺ نے فرمایا وہ جبرائیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام تھے اور جبرائیل علیہ السلام جس گھوڑے پر سوار تھے اس کا نام حیزوم تھا۔ تو سامری نے دیکھا کہ وہ گھوڑا

جس جگہ پاؤں رکھتا ہے وہ جگہ فوراً سرسبز ہو جاتی ہے جس طرح خضر علیہ السلام جس جگہ بیٹھتے تھے یا پاؤں رکھتے تھے وہ جگہ سرسبز ہو جاتی تھی اسی وجہ سے ان کا نام خضر ہے خضر کے معنٰی سبز ورنہ ان کا اصل نام تو بلیا بن ملکان علیہ السلام ہے۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہم عصر تھے اور جمہور کے نزدیک پیغمبر تھے اور ذوالقرنین کے وزیراعظم تھے اور جمہور اس کے قائل ہیں کہ وہ ابھی تک زندہ ہیں علم عقائد کی مشہور اور مستند کتاب ہے ''خیالی'' اس میں یہ لکھا ہے کہ چار پیغمبر زندہ ہیں دو آسمانوں پر اور دو زمین پر، حضرت الیاس علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات دلائل قطعی سے ثابت ہے اور حضرت عیسیٰ کی حیات اور نزول کا منکر پکا کافر ہے اس پر میری مستقل کتاب ہے ''توضیح المرام فی نزول المسیح علیہ السلام'' اس میں قیامت کی نشانیاں، مہدی علیہ السلام کا ظہور، عیسیٰ علیہ السلام کا نزول، دجال کا خروج، زلزلوں کی آمد یہ سب واقعات احادیث اور تاریخ کی روشنی میں بیان کئے ہیں اس کو ضرور پڑھیں۔ حضرت الیاس علیہ السلام کی حیات قطعی دلیل سے نہیں ہے ظنی دلیل سے ہے۔ تو سامری نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کے پاؤں کی مٹی تھوڑی سی برکت کیلئے اٹھا کر رکھ لی۔ پھر کیا ہوا فَنَبَذْتُهَا پس میں نے اس کو پھینک دیا بچھڑے میں اس کے منہ میں ڈالی وہ ٹیں ٹیں کرنے لگ گیا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ اور اسی طرح آمادہ کیا میرے لئے میرے نفس نے۔ میرے نفس نے میرے لئے یہ کاروائی مزین کی میں نے سمجھا کہ اس مٹی میں کرشمہ ہے چونکہ جگہ فوراً سرسبز ہو جاتی تھی قَالَ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا فَاذْهَبْ پس تم جاؤ فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ پس تیرے لئے ہے زندگی میں اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ کہ تم کہو گے نہ چھوؤ تیرے لئے یہ سزا ہوگی کہ تو کہتا پھرے گا مجھے ہاتھ نہ لگانا جو شخص سامری کو ہاتھ لگاتا تھا اس کو تیز بخار ہو

جاتا ہے ایسا کہ نا قابل برداشت اور ہاتھ لگانے والے کو بھی بخار چڑھ جاتا ہے سامری نے تو لوگوں کو جمع کرنے کا ڈھونگ رچایا تھا رب تعالیٰ نے یہ سزا دی کہ اب لوگوں کو کہتا تھا کہ میرے قریب نہ آنا اور جو کوئی قریب آتا تو یہ دوڑ لگا دیتا ہندوؤں نے بھرشٹ ہونا یہیں سے لیا ہے کہ ایک دوسرے کو نہ ملنا ہندو دوسرے کو قریب نہیں آنے دیتے کہ مجھے بھرشٹ ہو جاتا ہے وَاِنَّ لَکَ مَوْعِدًا اور بیشک تیرے لئے ایک وعدے کا وقت ہے لَّنْ تُخْلَفَهٗ ہرگز تیرے ساتھ اس کی خلاف ورزی نہیں کی جائے گی۔ موت کا وقت بھی ہے اور قیامت کا وقت بھی۔ اور تیرے لئے دنیا کی سزا یہ ہے کہ تم لوگوں سے بھاگتے پھرو گے اور قیامت کی سزا اپنی جگہ ہوگی۔ وَانْظُرْ اِلٰٓى اِلٰهِكَ اور دیکھ اپنے الٰہ کی طرف جو بچھڑا تو نے بنایا تھا الَّذِیْ ظَلْتَ عَلَیْهِ عَاكِفًا وہ جس پر سارا دن تو جھکا رہتا تھا اسکو دیکھو لَنُحَرِّقَنَّهٗ البتہ ضرور ہم اس کو جلائیں گے ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ پھر ہم اس کو اڑا دیں گے فِی الْیَمِّ بحر قلزم میں نَسْفًا اڑا دینا۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب :

بعض ملحدوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ وہ بچھڑا سونے چاندی کا تھا اور سونا چاندی تو جلتا نہیں ہے وہ تو پگھلتا ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیسے فرمایا کہ ہم اس کو جلا دیں گے اور پھر بحر قلزم میں اڑا دیں گے۔ تو مفسرین کرام رحمہم اللہ اس کے دو جواب دیتے ہیں۔ ایک یہ کہ موسیٰ علیہ السلام کے دوسرے کام کون سے سمجھ آتے ہیں لاٹھی کا اژدھا بننا کیا سمجھ میں آتا ہے؟ لاٹھی کے مارنے سے سمندر کا پھٹ جانا کیا سمجھ میں آتا ہے؟ ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالیں تو روشن ہو جائے کیا یہ سمجھ میں آتا ہے کہ سونے کا جلنا سمجھ میں آ جائے۔ تو جس طرح دوسرے سارے معجزات ہیں یہ بھی معجزہ ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ آج بھی لوگ سونے

چاندی کا کشتہ مارتے ہیں سونے اور چاندی کو راکھ بنا کر استعمال کرتے ہیں تو کیا حکیم ڈاکٹر سونے چاندی کو راکھ بنا سکتے ہیں اور خدا کا پیغمبر نہیں بنا سکتا؟ اس میں کیا شک ہے حق کی باتوں پر تعجب کرنا اور انکار کرنا ایمان کے خلاف ہے۔ فرمایا اِنَّمَآ اِلٰـهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ پختہ بات ہے کہ تمہارا معبود اللہ ہے وہ کہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ نہیں ہے معبود کوئی مگر وہی صرف وہی معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وَسِعَ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا وہ وسیع ہے ہر شے پر از روئے علم کے۔ یہ جو تم نے خود ساختہ بنایا ہے یہ کوئی شے نہیں ہے الٰہ صرف رب تعالیٰ کی ذات گرامی ہے۔

كَذٰلِكَ

نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ۚ﴿۹۹﴾ مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ۙ﴿۱۰۰﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهِ ۭ وَسَآءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلًا ۙ﴿۱۰۱﴾ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا ۚ﴿۱۰۲﴾ يَّتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا ﴿۱۰۳﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا ﴿۱۰۴﴾ ع وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّىْ نَسْفًا ﴿۱۰۵﴾ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ۙ﴿۱۰۶﴾ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ۭ﴿۱۰۷﴾ يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِىَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ﴿۱۰۸﴾

كَذٰلِكَ اسی طرح نَقُصُّ ہم بیان کرتے ہیں عَلَيْكَ آپ کے سامنے مِنْ اَنْۢبَآءِ خبروں سے مَا ان امتوں کی قَدْ سَبَقَ تحقیق جو گذر چکی ہیں۔ وَ قَدْ اٰتَيْنٰكَ اور تحقیق ہم نے دیا آپ کو مِنْ لَّدُنَّا اپنی طرف سے ذِكْرًا ذکر مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ جو اعراض کرے گا اس ذکر سے فَاِنَّهٗ پس بیشک وہ يَحْمِلُ اٹھائے گا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن وِزْرًا بوجھ خٰلِدِيْنَ فِيْهِ ہمیشہ رہیں گے اس میں وَسَآءَ لَهُمْ اور برا ہوگا ان کیلئے يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت والے دن حِمْلًا بوجھ يَوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ جس دن پھونکی جائے گی بگل وَنَحْشُرُ

الْمُجْرِمِيْنَ اورہم اکٹھا کریں گے مجرموں کو يَوْمَئِذٍ اس دن زُرْقًا نیلی آنکھوں والے ہونگے يَّتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ آہستہ آہستہ گفتگو کریں گے آپس میں اِنْ لَّبِثْتُمْ نہیں ٹھہرے تم اِلَّا عَشْرًا مگر دس دن اور دس راتیں نَحْنُ اَعْلَمُ ہم خوب جانتے ہیں بِمَا يَقُوْلُوْنَ جو وہ کہیں گے اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ جس وقت کہے گا ان میں سے اچھا طَرِيْقَةً روش کے لحاظ سے اِنْ لَّبِثْتُمْ نہیں ٹھہرے تم اِلَّا يَوْمًا مگر ایک دن وَيَسْئَلُوْنَكَ اورسوال کرتے ہیں آپ سے عَنِ الْجِبَالِ پہاڑوں کے بارے میں فَقُلْ پس آپ کہہ دیں يَنْسِفُهَا رَبِّيْ اڑادے گا ان کو میرا رب نَسْفًا اڑادینا فَيَذَرُهَا پس چھوڑ دے گا ان پہاڑوں کی جگہ کو قَاعًا میدان صَفْصَفًا ہموار لَّا تَرٰى فِيْهَا نہیں دیکھیں گے آپ اس میں عِوَجًا کوئی موڑ وَّلَآ اَمْتًا اور نہ اونچی نیچی جگہ يَوْمَئِذٍ اس دن يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ پیروی کریں گے پکارنے والے کی لَا عِوَجَ لَهٗ کوئی کجی نہیں ہوگی اس کیلئے وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ اور پست ہوجائیں گی آوازیں لِلرَّحْمٰنِ رحمان کے سامنے فَلَا تَسْمَعُ پس آپ نہیں سنیں گے اِلَّا هَمْسًا مگر پاؤں کی آہٹ۔

.اس سے پہلے کئی رکوعوں میں حضرتِ موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام، فرعون، بنی اسرائیل، سامری کا واقعہ تفصیل سے بیان ہوا ہے۔اسی سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ اسی طرح ہم بیان کرتے ہیں جس طرح ہم نے تفصیل کیساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام، ہارون علیہ السلام اور فرعون اور سامری کا واقعہ

بیان کیا ہے مِنْ اَنْبَآءِ مِنْ تبعیضیہ ہے اور اَنْبا نباءٌ کی جمع ہے نباءٌ کا معنٰی ہے خبر۔ تو معنٰی ہوگا خبروں میں سے کچھ مَا ان امتوں کی خبریں قَدْ سَبَقَ جو پہلے گذر چکی ہیں۔ یعنی جسطرح ہم نے یہ واقعہ بیان کیا ہے اسی طرح پہلی امتوں کے واقعات میں سے بھی کچھ کچھ بیان کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو عبرت حاصل ہو۔ رب تعالیٰ نے یہ قصے بیان کرنے کی حکمت خود بیان فرمائی فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ [اعراف:۱۷۶] ''پس آپ بیان کریں حالات تاکہ یہ لوگ غور و فکر کریں۔'' کہ فرمانبرداروں کیساتھ اللہ تعالیٰ نے یہ سلوک کیا اور نافرمانوں کا یہ حشر ہوا۔ یہ سبق دینے کیلئے واقعات بیان ہوئے ہیں۔

حفاظتِ قرآن :

وَ قَدْ اٰتَيْنٰكَ اور تحقیق ہم نے دیا آپ کو مِنْ لَّدُنَّا اپنی طرف سے ذِكْرًا قرآن پاک کا نام ذکر بھی ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ [حجر:۹] ''بیشک ہم نے نازل کیا ہے ذکر یعنی نصیحت والی کتاب کو اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔'' جس کی حفاظت کی ذمہ داری رب تعالیٰ نے لی ہو اس کو کون بگاڑ سکتا ہے؟ دنیائے کفر نے پورا زور لگایا ہے قرآن حکیم میں تحریف کرنے کا لیکن آج تک کامیاب نہیں ہوئے اور نہ قیامت تک کامیاب ہونگے انشاء اللہ تعالیٰ۔ امت مرحومہ نے قرآن پاک کے الفاظ کی حفاظت کی، لب ولہجہ کی حفاظت کی، ترجمہ وتفسیر کی حفاظت کی ہے الحمدللہ! حفاظت کے جتنے جتنے انتظامات تھے وہ سب کے سب کئے ہیں۔ فقہاء کرامؒ جو دین کی حقیقت کو بخوبی سمجھتے ہیں انہوں نے فتویٰ دیا ہے کہ رمضان المبارک میں ایک دفعہ قرآن پاک کا سننا مسلمان کے ذمہ لازم ہے اور جس جگہ جماعت ہوتی ہے تراویح میں وہاں ایک

دفعہ قرآن پاک سنانا سنت مؤکدہ ہے تاکہ براہ راست ہر مسلمان اپنے کانوں کیساتھ قرآن پاک کو سن لے تو قرآن پاک کا نام ذکر بھی ہے اور قرآن پاک کا نام فرقان بھی ہے ۔سورۃ الفرقان میں ہے تَبٰـرَکَ الَّـذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ ''فرقان کا معنی ہے حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والی کتاب۔''

قرآن پاک سے اعراض کی سزا :

تو فرمایا کہ ہم نے دیا آپ کو اپنی طرف سے ذکر قرآن پاک مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ جو اعراض کرے گا اس ذکر سے فَاِنَّـهٗ یَحْمِلُ یَوْمَ الْقِیٰـمَةِ وِزْرًا پس بیشک وہ اٹھائے گا قیامت والے دن بوجھ انکار کا۔یعنی انکار کا جو معنوی طور پر بوجھ ہوگا وہ اس کے کاندھے پر ہوگا جیسے کوئی کہتا ہے کہ مجھ پر قرضے کا بوجھ ہے، مجھ پر اہل خانہ کے خرچے کا بوجھ ہے، مجھ پر فلاں چیز کا بوجھ ہے۔اب ظاہر بات ہے کہ اس کی پیٹھ پر کوئی بوری تو نظر نہیں آتی لیکن اس کی ذمہ داری ہے ذمہ داری کا بوجھ گردن پر ہوتا ہے تو جو قرآن پاک سے اعراض کرے گا اس نافرمانی کا بوجھ وہ اٹھائے گا قیامت والے دن جس طرح دوسرے بوجھ اٹھائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک روایت سنائی کہ جس شخص نے چوری کی قیامت والے دن وہ چیز اس کے کندھے پر ہوگی ،اونٹ چرایا ہے، گائے چرائی ہے، بکری چرائی ہے۔اونٹ اپنی آواز نکال رہا ہوگا، گائے بکری اپنی آواز نکال رہی ہوگی۔ایک مسخرہ سا آدمی بیٹھا تھا کہنے لگا حضرت! ایک آدمی نے اونٹ چوری کیا ہے گائے چوری کی ہے تو وہ اس چھوٹی سی گردن اور پیٹھ پر کیسے اٹھائے گا یا کسی چور نے ایک سے زیادہ اونٹ چرائے ہیں تو وہ ان کو گردن پر کیسے اٹھائے گا اس کی گردن پر کیسے آئیں گے۔اس نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو کاٹنا چاہا مگر وہ ابو ہریرہ تھے رضی اللہ عنہ۔ فرمایا تو نے یہ حدیث نہیں سنی کہ

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بعض ایسے مجرم ہونگے کہ ان کے کندھے کو اتنا چوڑا کر دیا جائے گا کہ تیز رفتار گھوڑا کندھے کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک تین دن میں پہنچے گا ؟اس نے کہا ہاں! یہ حدیث سنی ہے اور فرمایا کہ یہ بھی سنا ہے کہ مجرموں کو احد پہاڑ کے برابر چوڑا کر دیا جائے گا جتنا وہ پھیلا ہوا ہے؟ اس نے کہا سنا ہے۔ تو فرمایا اب بتا کتنے اونٹ اس پر لادے جا سکتے ہیں۔ رب تعالیٰ قادر مطلق ہے وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ اور بخاری شریف کی روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کسی کیساتھ زیادتی نہ کرو، زکوٰۃ ادا کرو ایسا نہ ہو کہ قیامت والے دن اونٹ اس کی گردن پر ہو اور آوازیں نکال رہا ہو اور اٹھانے والا کہے یارسول اللّٰہ اَغِثْنِیْ اے اللہ کے رسول میری امداد کرو میں کہہ دوں گا لَا اَمْلِکُ لَکَ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا قَدْ بَلَّغْتُکَ میں تیرے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں میں تجھے تبلیغ کر چکا ہوں اپنے آپ بھگتو۔

ایک موقع پر آپ نے اپنی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا اے میری پھوپھی! اَنْقِذِیْ نَفْسَکِ مِنَ النَّارِ فَاِنِّیْ لَا اَمْلِکُ لَکِ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ میں آپ کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی شے کا مالک نہیں ہوں۔ اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا اے میری پیاری بیٹی! سَلِیْنِیْ مِنْ مَّالِیْ مَا شِئْتِ میرے پاس جو مال ہے مانگو اس میں سے جو چاہو میں دریغ نہیں کروں گا لیکن اَنْقِذِیْ نَفْسَکِ مِنَ النَّارِ اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ فَاِنِّیْ لَا اَمْلِکُ لَکِ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا بیشک میں اللہ تعالیٰ کی گرفت سے تمہیں نہیں بچا سکوں گا۔ تو فرمایا جو قرآن کریم سے انکار کرے گا اس کا بوجھ اٹھانے والا ہوگا قیامت والے دن خٰلِدِیْنَ فِیْهِ ہمیشہ رہیں گے اس بوجھ میں۔ وہ بوجھ ان کی گردن

سے نہیں ہٹے گا وَسَآءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلاً اور برا ہوگا ان کیلئے قیامت والے دن یہ بوجھ انکار اور نافرمانی کا يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ جس دن بگل پھونکی جائے گی۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام جھکے ہوئے ہیں جیسے آدمی رکوع کی حالت میں جھکا ہوتا ہے اور منہ بگل پر رکھا ہوا ہے منتظر ہیں کہ کس وقت مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہو بگل پھونکنے کا اور میں پھونک دوں یعنی یہ بوجھ اس دن اٹھائیں گے جس دن بگل پھونکی جائے گی جس کو نفخہ اولیٰ کہتے ہیں۔ ساری کائنات ختم ہو جائے گی وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ [سورہ رحمٰن] ''اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کے سوا کوئی جاندار چیز باقی نہیں رہے گی۔'' پھر چالیس سال کا وقفہ ہوگا جیسا کہ بخاری شریف کی روایت میں ہے چالیس سال بعد سب سے پہلے اللہ تعالیٰ اسرافیل علیہ السلام کو اٹھائیں گے پھر وہ بگل پھونکیں گے فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ [زمر:۶۸] ''پس یہ لوگ کھڑے ہو جائیں گے اور دیکھ رہے ہونگے۔'' سب اپنی قبروں سے نکل آئیں گے اور جن کو پرندے کھا گئے، درندے کھا گئے، مچھلیاں ہڑپ کر گئیں وہ بھی آجائیں گے، جن کو جلا کر راکھ کر دیا گیا وہ بھی آجائیں گے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کچھ بھی بعید نہیں ہے سب رب تعالیٰ کے سامنے ہونگے۔ فرمایا وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ اور ہم جمع کریں گے مجرموں کو يَوْمَئِذٍ اس قیامت والے دن زُرْقًا اَزْرَقُ کی جمع ہے بمعنٰی بلی کی آنکھوں والا۔

فارسی میں کہتے ہیں ''گربہ چشم'' قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ عربی جب کسی کی مذمت کرتے ہیں تو کہتے ہیں اَسْوَدُ الْكَبِدِ اَزْرَقُ الْعَيْنِ اَصْهَبُ السِّبَالِ ''اس کی کیا بات کرتے ہو بھئی اس کا تو جگر ہی سیاہ ہے وہ تو بلی کی آنکھوں والا ہے اس کی مونچھیں سرخ ہیں۔'' یہ ان لوگوں کا تجربہ تھا واللہ اعلم۔ کہ جس آدمی کی آنکھیں بلی کی آنکھوں کی طرح

ہوں مونچھیں سرخ ہوں تو اس کا مزاج عام لوگوں سے مختلف ہوتا ہے۔تو فرمایا آنکھوں والے ہونگے یَتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ آپس میں آہستہ آہستہ گفتگو کریں گے اور کہیں گے اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا نہیں ٹھہرے تم مگر دس دن اور دس راتیں۔دنیا میں تو تھوڑا سا عرصہ رہے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے مگر دس دن اور دس راتیں نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ہم خوب جانتے ہیں جو وہ کہیں گے اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً جس وقت کہے گا ان میں سے اچھا روش کے اعتبار سے۔جسکی رائے سب سے بہتر ہوگی وہ کہے گا اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا نہیں ٹھہرے تم مگر ایک ہی دن صرف ایک ہی دن ٹھہرے ہو آخرت کی زندگی جو نہ ختم ہونے والی ہے اس کے مقابلے میں دنیا کی زندگی ایک دن بھی معلوم نہیں ہوتی۔ سَاعَةً ایک گھڑی بھی معلوم نہیں ہوتی۔سورۃ النازعات میں ہے يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا ''جس دن وہ لوگ قیامت کو آنکھوں سے دیکھیں گے (تو خیال کریں گے) کہ وہ نہیں ٹھہرے مگر دن کا پچھلہ پہر یا دوپہر کا وقت۔''تو آخرت کی نہ ختم ہو نے والی زندگی کے مقابلہ میں یہ زندگی کچھ بھی نہیں ہے۔قیامت کا ذکر آیا کہ منکر لوگ انکار کا بوجھ قیامت والے دن اٹھائیں گے تو منکر لوگوں نے کہا کہ قیامت تو نام ہے توڑ پھوڑ کا تو اس وقت یہ بڑے بڑے پہاڑ کہاں جائیں گے؟

قیامت کے دن توڑ پھوڑ :

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ اور یہ پوچھتے کرتے ہیں آپ سے پہاڑوں کے بارے میں کہ یہ کہاں جائیں گے فَقُلْ پس آپ کہہ دیں يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا اڑا دے گا ان کو میرا رب اڑا دینا۔سورۃ القارعہ میں ہے وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ''اور ہو جائیں گے پہاڑ دھنی ہوئی روئی کی طرح۔'' فَيَذَرُهَا قَاعًا پس چھوڑ

دے گا ان پہاڑوں کی جگہ کو میدان صَفۡصَفًا ہموار۔ یہ پہاڑ سارے ختم ہو جائیں گے میدان بالکل ہموار ہو جائے گا۔ اگر کوئی مشرق کی طرف سے انڈا لڑکائے تو مغرب تک اس کو کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی شمال سے لڑکائے گا تو جنوب تک کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔ اے مخاطب! لَّا تَرٰى فِيۡهَا عِوَجًا نہیں دیکھیں گے آپ اس میں کوئی موڑ۔ آج موڑ اس لئے ہیں کہ راستے میں کوئی ٹیلہ آ گیا کوئی پہاڑ آ گیا جب جگہ ہموار ہوگی تو پھر موڑ کہاں ہونگے وَّلَاۤ اَمۡتًا اور نہ اونچی نیچی جگہ۔ آج پہاڑوں کا دس میل کا سفر خط مستقیم پر دو تین میل بھی نہیں بنتا پہاڑوں کی بلندی اور پستی میں مُوڑوں میں لوگ سارا دن کھپ جاتے ہیں اس وقت کوئی نشیب وفراز نہیں رہے گی بالکل برابر ہو جائے گی يَوۡمَئِذٍ اس دن يَّتَّبِعُوۡنَ الدَّاعِىَ پیروی کریں گے پکارنے والے کی لَا عِوَجَ لَهٗ کوئی کجی نہیں ہوگی اس کیلئے۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام جہاں بگل پھونک رہے ہونگے سب مشرق مغرب والے شمال جنوب والے اس آواز کے پاس جمع ہو جائیں گے جیسے کعبۃ اللہ کے اردگرد سب مشرق، مغرب، شمال، جنوب والے جمع ہو جاتے ہیں ہم یہاں مغرب کی طرف چہرہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ دمشق میں ہم نے نماز پڑھی جنوب کی طرف چہرہ کر کے۔ وہاں سے کعبہ جنوب کی طرف ہے۔

سجدہ کعبہ کو نہیں کرنا کعبہ تجلیات الٰہیہ کا مرکز ہے وہ اتحاد واتفاق کا مرکز ہے مسجود لہ تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ مکہ کا معنٰی ناف ہے۔ ناف انسان کے بدن میں مرکز ہے اور مکہ مکرمہ دنیا کا مرکز ہے اس لئے اس کو مکہ کہتے ہیں۔ جب بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے تو اس کو خوراک ناف کے ذریعے ملتی ہے اور مالی خوراک سارے عالم کو مکہ کے ذریعے ملتی ہے اور سب سے پہلا گھر جو رب تعالیٰ کی عبادت کیلئے بنایا گیا وہ بھی مکہ مکرمہ میں ہے اِنَّ

اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیۡ بِبَکَّۃَ [آل عمران:۹۶] تو فرمایا اس دن سارے آواز لگانے والے کی پیروی کریں گے وَ خَشَعَتِ الۡاَصۡوَاتُ لِلرَّحۡمٰنِ اور پست ہو جائیں گی آوازیں رحمان کے سامنے، کوئی آواز نہیں ہوگی فَلَا تَسۡمَعُ اِلَّا ھَمۡسًا پس آپ نہیں سنیں گے مگر پاؤں کی آہٹ۔ جس وقت اونٹ اپنا پاؤں زمین پر رکھتا ہے تو اس کی جو ہلکی سی آواز ہوتی ہے اس کو ہمس کہتے ہیں پھر لوگوں کے پاؤں کی آواز پر بھی ہمس کا لفظ بولتے ہیں۔ تو سب خاموش ہو کر رب تعالیٰ کی عدالت کی طرف جائیں گے۔ قیامت حق ہے اس کے انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے اس وقت حقیقت سب کے سامنے آ جائے گی۔

يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا ﴿١٠٩﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا ﴿١١٠﴾ وَعَنَتِ الْوُجُوهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّومِ ۖ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ﴿١١١﴾ وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخَافُ ظُلْمًا وَلَا هَضْمًا ﴿١١٢﴾ وَكَذٰلِكَ أَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا وَصَرَّفْنَا فِيهِ مِنَ الْوَعِيدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ أَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ﴿١١٣﴾ فَتَعَالَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۗ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُقْضٰى إِلَيْكَ وَحْيُهُ ۖ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا ﴿١١٤﴾ وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلٰى آدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا ﴿١١٥﴾ ع ۶ ۱۱ ۱۵

يَوْمَئِذٍ اس دن لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ نہیں نفع دے گی سفارش إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ مگراس کو کہ اجازت دی اس کیلئے رحمٰن نے وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا اور راضی ہوگا اس کی بات پر يَعْلَمُ رب جانتا ہے مَا اس چیز کو بَيْنَ أَيْدِيهِمْ جو ان کے سامنے ہے وَمَا خَلْفَهُمْ اور جو ان کے پیچھے ہے وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا اور وہ احاطہ نہیں کر سکتے اللہ تعالیٰ کی ذات کا از روئے علم کے وَعَنَتِ الْوُجُوهُ اور جھک جائیں گے چہرے لِلْحَيِّ الْقَيُّومِ اس ذات کے سامنے جو زندہ ہے قائم رہنے والی ہے وَقَدْ خَابَ اور تحقیق نامراد ہوا مَنْ وہ حَمَلَ

ظُلْمًا جس نے ظلم اٹھایا وَمَنْ یَّعْمَلْ اور جو شخص عمل کرے گا مِنَ الصّٰلِحٰتِ نیکیوں کا وَھُوَ مُؤْمِنٌ اور شرط یہ ہے کہ وہ مومن ہو فَلَا یَخٰفُ پس وہ نہیں خوف کرے گا ظُلْمًا زیادتی وَّلَا ھَضْمًا اور نہ کمی کا وَکَذٰلِکَ اور اسی طرح اَنْزَلْنٰہُ اتارا ہم نے اس کو قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا قرآن عربی میں وَّصَرَّفْنَا فِیْہِ اور ہم نے پھیر پھیر کر بیان کی اس میں مِنَ الْوَعِیْدِ دھمکیاں لَعَلَّھُمْ یَتَّقُوْنَ تاکہ وہ بچ جائیں اَوْ یُحْدِثُ لَھُمْ ذِکْرًا یا وہ پیدا کرے ان کیلئے نصیحت کو فَتَعٰلَی اللّٰہُ پس بلند ہے اللہ تعالیٰ کی ذات الْمَلِکُ الْحَقُّ جو بادشاہ ہے سچا وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ اور آپ جلدی نہ کریں قرآن کیساتھ مِنْ قَبْلِ پہلے اس سے اَنْ یُّقْضٰٓی اِلَیْکَ وَحْیُہٗ کہ پوری کی جائے آپ کی طرف اس کی وحی وَقُلْ اور آپ کہہ دیں رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا اے میرے رب زیادہ کر میرا علم وَلَقَدْ عَھِدْنَآ اور البتہ تحقیق ہم نے تاکید کی تھی اِلٰٓی اٰدَمَ آدم علیہ السلام کو مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے فَنَسِیَ پس وہ بھول گئے وَلَمْ نَجِدْ لَہٗ عَزْمًا اور نہیں پائی ہم نے اس کیلئے کوئی پختگی۔

مسئلہ شفاعت :

قیامت کا ذکر چلا آ رہا ہے اس کے متعلق رب تعالیٰ کا ارشاد ہے یَوْمَئِذٍ اس قیامت والے دن لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَۃُ نہیں نفع دے گی سفارش اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَہُ الرَّحْمٰنُ مگر اس کو جس کیلئے رحمٰن نے اجازت دی وَرَضِیَ لَہٗ قَوْلًا اور رب راضی ہوگا اس کی بات پر۔ قرآن کریم، حدیث شریف اور امت کا اس بات پر اجماع ہے شفاعت حق

ہے سوائے فرقہ معتزلہ کے، نیچریوں میں سے جو کہتا ہے کہ شفاعت نہیں ہے وہ کہتے ہیں کہ اگر شفاعت کو مان لیں تو اس کا مطلب ہے کہ لوگوں کو جرم کرنے پر ابھارنا ہے کہ تم گناہ کرلو شفاعت ہو جائے گی گویا یہ شوشہ چھوڑ کر شفاعت کے مسئلے سے جرائم زیادہ ہوتے ہیں لہٰذا شفاعت کا سرے سے انکار کرو۔ اب سوال یہ ہے کہ جس چیز کا ذکر قرآن کریم میں ہو اس سے انکار کا کیا معنٰی ؟ اصل بات یہ ہے کہ حیلے بہانے سے وہ قرآن کریم کا انکار کرتے ہیں۔ اب تمہارے سامنے قرآن پاک کی آیت کریمہ ہے اور سورہ مریم میں بھی پڑھ چکے ہو اور بھی آیات ہیں ان کو ہم کہاں لے جائیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے يَوْمَئِذٍ لَا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ ''اس دن یعنی قیامت والے دن نہیں نفع دے گی شفاعت إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ مگر اس کو کہ اجازت دی اس کیلئے رحمٰن نے وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا اور اس کی بات پر رب راضی ہو۔'' جو ایمان لایا کلمہ پڑھا عقیدہ درست ہے اس کیلئے شفاعت حق ہے۔ اسی طرح شفاعت کرنے والے کیلئے بھی شرط ہے کہ وہ موحد ہو کافر نہ شفاعت کر سکتا ہے اور نہ ہی کافر کو شفاعت فائدہ دے گی۔ سب سے بڑی شفاعت آنحضرت ﷺ کریں گے جسکا نام شفاعت کبریٰ ہے۔ بڑی شفاعت وہ اس طرح کہ میدان محشر میں ساری کائنات جمع ہوگی یہ سورج جو آج ہمارے سے کروڑوں میل کی مسافت پر ہے اور جون جولائی میں ہم اس کی تپش گوارہ نہیں کر سکتے یہ میل یا دو میل کی مسافت پر ہوگا فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ [سورۃ المعارج] پچاس ہزار سال کا لمبا دن ہوگا لوگ پسینے میں ڈوبے ہونگے، کوئی ٹخنوں تک، کوئی گھٹنوں تک، کوئی ناف تک، کوئی حلق تک اور کوئی کانوں تک وَدَعْوَةُ الْأَنبِيَاءِ رَبِّ سَلِّمْ رَبِّ سَلِّمْ خدا کے پیغمبر کہیں گے پروردگار سلامتی فرما، پروردگار سلامتی فرما۔ عجیب قسم کا منظر ہوگا لوگ اکٹھا کر کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی

سفارشی بناؤ تا کہ اس پریشانی سے تو رہائی ملے۔ فیصلہ تو جو ہونا ہے وہ تو اپنی جگہ ہونا ہے جلدی ہو جائے۔ بخاری شریف اور مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے سفارش کریں حساب کتاب شروع ہو جائے وہ معذرت کریں گے پھر ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے وہ بھی معذرت کریں گے، ہوتے ہوتے آنحضرت ﷺ کے پاس آئیں گے مقام محمود میں لواء الحمد، حمد کا جھنڈا لہرا رہا ہوگا اس کے نیچے آپ اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدے میں گر پڑیں گے آٹھ دن یا پندرہ دن کا لمبا سجدہ ہوگا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا يُلْهِمُنِىْ رَبِّىْ مَحَامِدَ لَمْ تَحْضُرْنِىْ اَلْاٰن اس سجدے میں اللہ تعالیٰ مجھے ایسے کلمات الہام فرمائیں گے جو اس وقت مجھے معلوم نہیں ہیں۔ ان کلمات کے ذریعے میں رب تعالیٰ کی تعظیم اور تسبیح بیان کروں گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائیں گے يَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَاْسَكَ اِشْفَعْ تُشَفَّعْ سر اٹھاؤ سفارش کرو آپ کی سفارش قبول کی جائے گی۔ یہ شفاعت کبریٰ ساری مخلوق کے حساب کی جلدی کیلئے ہوگی اور یہ آپ کی خصوصیت ہے۔ اس کے علاوہ خدا کے پیغمبر بھی سفارش کریں گے، فرشتے بھی سفارش کریں گے، شہید بھی سفارش کریں گے، حفاظ قرآن بھی سفارش کریں گے، علماء اور اولیاء بھی سفارش کریں گے، چھوٹے بچے جو فوت ہوئے ہیں وہ بھی سفارش کریں گے بشرطیکہ ماں باپ نے بین نہ کیا ہو، آواز کیساتھ روئے نہ ہوں اگر آواز کیساتھ روئے ہونگے تو شفاعت سے محروم ہو جائیں گے۔ یہ درجہ بدرجہ شفاعتیں حق ہیں ان کا انکار قرآن وحدیث اور اجماع امت کا انکار ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اس دن نفع نہیں دے گی شفاعت مگر اس کو جس کیلئے رحمٰن اجازت دے گا اور جس کی بات پر رب راضی ہوگا يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو مخلوق کے آگے ہے وَمَا خَلْفَهُمْ اور جو ان کے پیچھے ہے۔

یہ خلف زمانی بھی ہے اور مکانی بھی ہے۔ مکانی کا مطلب اس طرح سمجھیں کہ مثلاً اس وقت میرا منہ مشرق کی طرف ہے اور پیٹھ مغرب کی طرف ہے تو انتہائے مشرق تک میرے آگے ہے اور مغرب کے آخری حصہ تک میرے پیچھے ہے۔ تو یہ آگے پیچھے جتنی چیزیں ہیں مکان کے اعتبار سے رب تعالیٰ سب جانتا ہے اور خلف زمانی کا مطلب ہے زمانے کے اعتبار سے جو زمانہ پہلے گذرا ہے اور جو زمانہ پیچھے گذرے گا ان کی ہر شے کو رب تعالیٰ جانتا ہے وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا اور وہ احاطہ نہیں کر سکتے اللہ تعالیٰ کی ذات کا از روئے علم کے۔ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی ذات کا احاطہ کر سکے حاشا وکلّا ہرگز نہیں! اللہ تعالیٰ کی شناخت اس کی قدرت کی نشانیوں سے ہوتی ہے۔ اس دنیا میں صرف آنحضرت ﷺ نے معراج کی رات اللہ تعالیٰ کو آنکھوں کیساتھ دیکھا ہے کسی اور نے اس جہان میں نہیں دیکھا بس خدا کی پہچان اس کی قدرت اور کاری گری سے ہوتی ہے زمین کو دیکھو آسمان کو دیکھو، پہاڑوں کو دیکھو، دریا کو، انسان اور حیوان کو دیکھو یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی دلیلیں ہیں وَفِي كُلِّ شَيْءٍ لَهُ آيَةٌ تَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ وَاحِدٌ ''ہر چیز میں اس کیلئے نشانی ہے جو دلالت کر رہی ہے کہ وہ وحدہ لاشریک ہے۔'' باقی اس کی ذات کا احاطہ کوئی نہیں کر سکتا لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ ''سب آنکھیں مل کر بھی رب تعالیٰ کا احاطہ نہیں کر سکتیں۔'' وَعَنَتِ الْوُجُوهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّومِ اور جھک جائیں گے چہرے اس ذات کے سامنے جو زندہ ہے اور قائم رہنے والی ہے۔ ہمیشہ سے زندہ اور ہمیشہ سے قائم ہے۔ اور سورہ قلم میں ہے خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ ''آنکھیں ان کی پست ہونگی تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ان پر ذلت چڑھی ہوگی۔'' فرمایا وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا اور تحقیق نامراد ہوا وہ شخص جس نے ظلم اٹھایا یعنی شرک کیا کیونکہ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ [سورہ لقمان] ''بیشک شرک بڑا ظلم

ہے۔"

ظلم کی اقسام :

ظلم کی اور بھی قسمیں ہیں جیسے شرک کے علاوہ حقوق اللہ کو ضائع کرنا، حقوق العباد کو ضائع کرنا ہے تو جس قسم کا بھی ظلم کرے گا وہ شخص نامراد ہے وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ اور جو شخص عمل کرے گا نیکیوں کا، اچھے عمل کرے گا لیکن شرط یہ ہے کہ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ اور وہ مومن ہو۔ صرف اچھے کام نہیں دیکھنے یہ بھی دیکھنا ہے کہ یہ کام کرنے والا مومن ہے یا نہیں۔ کافروں نے بڑے بڑے کام کئے ہیں، ہسپتال قائم کئے ہیں، پل بنائے ہیں، سڑکیں بنائی ہیں، مسافر خانے بنائے ہیں اور کر بھی رہے ہیں بنسبت مسلمانوں کے کافروں نے چار گنا زیادہ کام کئے ہیں مگر ایمان نہ ہونے کی وجہ سے ان کاموں کی آخرت میں کوئی حیثیت نہیں ہے۔ ایمان ہو تو کتے کو پانی پلانا کام آجائے گا جیسا کہ بخاری شریف کی روایت میں موجود ہے اور ایمان کے بغیر حاجیوں کو پانی پلانا بھی کسی کام کا نہیں ہے تو جس نے ایمان کیساتھ اچھے کام کئے فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا پس وہ خوف نہیں کرے گا زیادتی کا وَّلَا هَضْمًا اور نہ کمی کا۔ نہ تو اس کے ساتھ زیادتی ہوگی کہ جو گناہ اس نے نہیں کئے وہ اس کے کھاتے میں ڈال دیئے جائیں اور نہ اس کی نیکیوں میں کمی کی جائے گی جو اس نے کیا ہے وہ سب کچھ اسے ملے گا۔

فضائلِ عرب :

آنحضرت ﷺ کے اول مخاطبین چونکہ عربی تھے اور خود آنحضرت ﷺ کی زبان بھی عربی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن بھی عربی زبان میں نازل فرمایا اگر کسی اور زبان میں نازل کیا جاتا تو وہ کہہ سکتے تھے ءَ اَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ [سجدہ:۴۴] "کیا یہ عجمی زبان اور

عربی لوگ۔'' یہ کیا نسبت ہوئی کہ قوم عربی ہے اور کتاب عجمی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اتمام حجت کیا اسی قوم کی زبان میں کتاب نازل فرمائی۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ عربیوں کو برا نہ کہو لِاَ نِّیْ عَرَبِیٌّ کیونکہ میں عربی ہوں۔ تو میری طرف بھی برائی کی نسبت کی جائے گی وَالْقُرْاٰنُ عَرَبِیٌّ اور قرآن پاک عربی میں ہے وَلِسَانُ اَهْلِ الْجَنَّةِ عَرَبِیٌّ اور جنتیوں کی زبان بھی عربی ہوگی۔ تو سب کی طرف برائی کی نسبت ہو جائے گی۔ ہاں! تعیین کر کے کسی برے کی برائی بیان کرنا اور بات ہے چاہے وہ عربی ہو یا عجمی ہو کہ فلاں شخص ایسا ہے مجموعی لحاظ سے عربیوں کو برا کہنا گناہ ہے۔ آنحضرت ﷺ کے شاعر تھے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ جو کافر اشعار میں آپ کی مذمت کرتے تھے یہ اشعار میں ان کا جواب دیتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ان کا جواب دو مگر یہ بتلاؤ کہ جس وقت تم قریش کی مذمت کرو گے تو میں بھی قریشی ہوں تو میری بھی مذمت ہو جائے گی۔ کہنے لگے حضرت! میں آپ ﷺ کو درمیان سے ایسے نکال لونگا جیسے گندھے ہوئے آٹے سے بال کو نکال لیا جاتا ہے مثلاً میں یہ نہیں کہوں گا کہ سب قریشی برے ہیں بلکہ میں یہ کہوں گا کہ جو مشرک کافر ہیں وہ برے ہیں جو نافرمان ہیں وہ برے ہیں۔ تو مجموعی لحاظ سے کسی قوم کی مذمت بری ہے کیونکہ قوم میں اچھے بھی ہوتے ہیں برے بھی ہوتے ہیں۔ تو فرمایا وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا اور اسی طرح اتارا ہم نے اس کو قرآن عربی میں وَّصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ اور ہم نے پھیر پھیر کر بیان کی ہیں اس میں دھمکیاں کہ اگر تم نہیں مانو گے ہم تمہیں دنیا میں بھی سزا دیں گے، مرتے وقت تمہیں سزا دیں گے، قبر میں سزا دیں گے میدان محشر میں، پل صراط سے گذرتے وقت اور دوزخ میں سزا ہوگی۔ یہ طرح طرح کی وعیدیں ہم نے انہیں سنائی ہیں۔ کیوں؟ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ تاکہ وہ بچ جائیں رب تعالیٰ کے عذاب سے

اَوْ یُحْدِثُ لَھُمْ ذِکْرًا یا وہ قرآن پیدا کرے ان کیلئے نصیحت کو اس لئے ہم نے ان کو مختلف انداز میں سمجھایا ہے فَتَعٰلَی اللّٰہُ الْمَلِکُ الْحَقُّ پس بلند ہے اللہ تعالیٰ کی ذات جو بادشاہ ہے سچا حقیقی اور سچا بادشاہ وہی ہے۔ آج تو کہتے ہیں نا میری حکومت تیری حکومت، قیامت کا دن ہوگا اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائیں گے لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْم [سورہ مومن] ''آج کے دن کس کی شاہی ہے۔'' کوئی نہیں بولے گا اللہ تعالیٰ خود جواب دیں گے لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ ''اللہ تعالیٰ کیلئے ہے جو اکیلا ہے دباؤ والا ہے۔'' ملک اللہ تعالیٰ کا۔ شاہی صرف اللہ تعالیٰ کی ہے انسان تو خلیفہ ہے خلافت کا مطلب ہے اصل کی طرف سے جو احکامات ملیں ان کو نافذ کرے۔

طالبان کا دور حکومت :

اس خلافت کا کچھ نمونہ صرف افغانستان کے اس علاقہ میں ہے جو طالبان کے پاس ہے مکمل خلافت تو ہم نہیں کہہ سکتے جیسے خلفائے راشدین کے دور میں تھی، حضرت ابو بکر ؓ، حضرت عمر ؓ، حضرت عثمان ؓ، حضرت علی ؓ کے دور میں، وہ تو ان کی خصوصیت تھی۔ خلافت راشدہ کی نقل اور اس کا نمونہ ضرور ہے۔ قرآن کے احکام، حدیث اور فقہ اسلامی کے احکام نافذ ہیں طالبان اپنی طرف سے کچھ نہیں بتاتے امریکہ اور روس جو ایک دوسرے کے شدید دشمن تھے وہ طالبان دشمنی میں دوست بن گئے ہیں اور ان پر حملہ کرنے کیلئے بہانے تلاش کررہے ہیں کبھی کہتے ہیں کہ ہمارا جہاز عدن میں تباہ کیا ہے کبھی کچھ کہتے ہیں کبھی کچھ کہتے ہیں اور مسلمانوں کے چھپن ملک ہیں سب گونگے شیطان ہیں کچھ نہیں بولتے۔ اب الحمد للہ! ساری مسلم دنیا میں کچھ بیداری پیدا ہورہی ہے۔ قاہرہ میں کل بھی کانفرنس تھی اور آج بھی ہے۔ یہ ان گونگوں کا کچھ نہ کچھ گرد وغبار جھاڑیں گے پورا تو

نہیں کریں گے کیونکہ امریکہ مسلط ہے پھر نہ کچھ تھوڑا بہت ضرور ہوگا۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے طالبان کو کہ انہوں نے جرأت پیدا کردی ہے سب مسلمانوں کے دلوں میں۔ اب پہلے والی جھجک نہیں رہی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یُّقْضٰٓی اِلَیْکَ وَحْیُہٗ اور آپ جلدی نہ کریں قرآن کیساتھ پہلے اس سے کہ پوری کی جائے آپ کی طرف اس کی وحی۔

احادیث میں آتا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام جب وحی لائے تو آپ ساتھ ساتھ پڑھتے تھے اس خیال سے کہ میں بھول نہ جاؤں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ جلدی نہ کریں اور سورۃ القیامہ میں ہے لَا تُحَرِّکْ بِہٖ لِسَانَکَ لِتَعْجَلَ بِہٖ اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَہٗ وَقُرْاٰنَہٗ ''آپ اپنی زبان اس قرآن پاک کیساتھ نہ چلائیں (تاکہ آپ اس کو جلدی سیکھ لیں) بیشک اس کا آپ کے دل میں جمع کرنا اور آپ کی زبان سے اس کا پڑھانا ہمارے ذمہ ہے۔'' ہمارا فرشتہ آیت، رکوع جب پورا کرے پھر پڑھو۔ قرآن کیساتھ قرآن پڑھنا قرآن کی بے ادبی اور توہین ہے۔ قرآن پاک کے آداب میں ہے کہ جب پڑھا جائے تو خاموش رہو۔ سورہ اعراف آیت نمبر ۲۰۴ میں ہے وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ ''اور جب قرآن کریم پڑھا جائے پس کان لگا کر سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔'' تو قرآن کریم کیساتھ قرآن پڑھنا قرآن کی توہین ہے۔ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا اور کہہ دیں اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما وَلَقَدْ عَہِدْنَآ اِلٰٓی اٰدَمَ اور البتہ تحقیق ہم نے تاکید کی تھی آدم علیہ السلام کو مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے۔ اس کی تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ کل کے رکوع میں آئے گی فَنَسِیَ پس وہ بھول گئے وہ اس کی پابندی نہ کرسکے وَلَمْ نَجِدْ لَہٗ عَزْمًا اور نہیں پائی ہم نے آدم

علیہ السلام کیلئے پختگی وہ بات کے پختہ نہ نکلے۔اس کی تفصیل کل آئے گی ان شاء اللہ تعالیٰ

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِیْسَؕ اَبٰى ﴿۱۱۶﴾ فَقُلْنَا یٰۤاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَ لِزَوْجِكَ فَلَا یُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ﴿۱۱۷﴾ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِیْهَا وَ لَا تَعْرٰى ﴿۱۱۸﴾ وَ اَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِیْهَا وَ لَا تَضْحٰى ﴿۱۱۹﴾ فَوَسْوَسَ اِلَیْهِ الشَّیْطٰنُ قَالَ یٰۤاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَ مُلْكٍ لَّا یَبْلٰى ﴿۱۲۰﴾ فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ طَفِقَا یَخْصِفٰنِ عَلَیْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ٘ وَ عَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴿۱۲۱﴾ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَیْهِ وَ هَدٰى ﴿۱۲۲﴾

وَ اِذْ قُلْنَا اور جب ہم نے کہا لِلْمَلٰٓىٕكَةِ فرشتوں کو اُسْجُدُوْا سجدہ کرو لِاٰدَمَ آدم علیہ السلام کو فَسَجَدُوْۤا پس انہوں نے سجدہ کیا اِلَّاۤ اِبْلِیْسَ مگر ابلیس نے نہ کیا اَبٰى اس نے انکار کیا فَقُلْنَا پس ہم نے کہا یٰۤاٰدَمُ اے آدم علیہ السلام اِنَّ هٰذَا بیشک یہ عَدُوٌّ لَّكَ آپ کا دشمن ہے وَ لِزَوْجِكَ اور آپ کی بیوی کا فَلَا یُخْرِجَنَّكُمَا پس ہرگز نہ نکالے وہ تم دونوں کو مِنَ الْجَنَّةِ جنت سے فَتَشْقٰى پس تم مشقت میں پڑ جاؤ گے اِنَّ لَكَ بیشک آپ کیلئے اَلَّا تَجُوْعَ فِیْهَا کہ نہ تم بھوکے ہو گے جنت میں وَ لَا تَعْرٰى اور نہ ننگے ہو گے وَ اَنَّكَ اور بیشک آپ لَا تَظْمَؤُا فِیْهَا نہ پیاسے ہو گے جنت میں وَ لَا تَضْحٰى اور نہ دھوپ میں رہو گے فَوَسْوَسَ اِلَیْهِ الشَّیْطٰنُ پس وسوسہ ڈالا اس

کی طرف شیطان نے قَالَ کہا یٰٓـاٰدَمُ اے آدم علیہ السلام ھَلْ اَدُلُّکَ کیا میں آپ کی راہنمائی کروں عَلٰی شَجَرَۃِ ایک درخت پر الْخُلْدِ ہیشگی کا ہوگا وَمُلْکٍ اور ایسے ملک کی لَّا یَبْلٰی جو کبھی بوسیدہ نہ ہوگا فَاَکَلَا مِنْھَا پس کھالیا ان دونوں نے اس درخت سے فَبَدَتْ لَھُمَا پس ظاہر ہوگئیں دونوں کے سامنے سَوْاٰتُھُمَا دونوں کی شرمگاہیں وَطَفِقَا اور لگے دونوں یَخْصِفٰنِ جوڑنے عَلَیْھِمَا اپنے اوپر مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّۃِ جنت کے پتے وَعَصٰٓی اٰدَمُ رَبَّہٗ اور نافرمانی کی آدم علیہ السلام نے اپنے رب کی فَغَوٰی پس چوک گئے ثُمَّ اجْتَبٰہُ پھر منتخب کیا اسکو رَبُّہٗ اس کے رب نے فَتَابَ عَلَیْہِ پس رجوع کیا اس کی طرف وَھَدٰی اور راہنمائی فرمائی۔

کل کے درس میں تم نے یہ سنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَقَدْ عَھِدْنَآ اِلٰٓی اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَہٗ عَزْمًا ''اور البتہ تحقیق ہم نے تاکید کی تھی آدم علیہ السلام کو اس سے پہلے پس وہ بھول گئے اور نہیں پائی ہم نے ان کیلئے پختگی۔'' وہ کس چیز کی تاکید تھی؟ ان آیات میں اس کی تفصیل ہے۔اس سے پہلے ایک بات سمجھ لیں۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی بے شمار اور ان گنت مخلوقات میں سے تین قسم کی مخلوق کو ذوالعقول کہتے ہیں، عقلمند مخلوق۔فرشتے، جنات اور انسان، ان میں اللہ تعالیٰ نے عقل رکھی ہے۔فرشتے اپنی نوع کے اعتبار سے معصوم ہیں ان میں اللہ تعالیٰ نے برائی کا مادہ ہی نہیں رکھا، نہ کھانے پینے کی خواہش ہے نہ جنسی خواہشات ہیں دن رات اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا میں لگے ہوئے ہیں۔ مسلم شریف میں روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا خُلِقَتِ الْمَلٰٓئِکَۃُ مِنْ نُّوْرٍ فرشتے نور

سے پیدا کیے گئے ہیں۔اس نور سے وہ نور نہ سمجھ لینا جو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جس کا ذکر سورہ نور میں ہے اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔یہ نور جو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے یہ ازلی اور ابدی ہے اس سے کوئی چیز نہیں نکلی یہ نور جس سے فرشتے پیدا کیے گئے ہیں یہ مخلوق ہے جیسے مٹی مخلوق ہے، پانی مخلوق ہے، آگ مخلوق ہے، ہوا مخلوق ہے، اسی طرح ایک نور بھی مخلوق ہے وہ فرشتوں کی تخلیق کیلئے مادہ ہے۔اس مخلوق نور سے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پیدا فرمایا۔

سجدہ تعظیمی کی حقیقت :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اور جب ہم نے کہا فرشتوں کو اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ سجدہ کرو آدم علیہ السلام کو۔پہلی شریعتوں میں سجدہ تعظیمی جائز تھا ہماری شریعت میں تعظیمی سجدہ حرام ہے لہٰذا آج کوئی غیر اللہ کو سجدہ کرے اور کہے کہ فرشتوں نے بھی سجدہ کیا ہے تو یہ قیاس غلط ہے۔آدم علیہ السلام کی شریعت میں بہن بھائی کا رشتہ جائز تھا اس طرح کہ ایک حمل سے ایک لڑکی ایک لڑکا پیدا ہوا پھر دوسرے حمل سے لڑکی لڑکا پیدا ہوا ہے تو پہلے حمل والے لڑکے کا دوسرے حمل والی لڑکی سے اور دوسرے حمل والی لڑکی کا پہلے حمل والے لڑکے سے رشتہ ہوتا تھا، باپ بھی ایک ماں بھی ایک۔یہ ان کی مجبوری تھی کیونکہ مخلوق عام نہیں تھی آج کوئی ان کی شریعت کو لے کر بہن کیساتھ نکاح کرلے تو یہ غلط اور حرام ہوگا کیونکہ ہماری شریعت میں جائز نہیں ہے اسی طرح ہماری شریعت میں سجدہ تعظیمی بھی حرام ہے۔تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو فَسَجَدُوْٓا پس انہوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا۔یہاں اجمال ہے اور سورۃ الحجر میں تفصیل ہے فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ''پس تمام فرشتوں نے اکٹھا سجدہ

کیا۔ ’’کُلُّھُمْ کا لفظ بتلا رہا ہے کہ کوئی فرشتہ پیچھے نہیں رہا اور اَجْمَعُوْن کا لفظ بتلا رہا ہے کہ سب نے اکٹھا سجدہ کیا ہے جیسے ہم جماعت کی نماز میں اکٹھے رکوع سجود کرتے ہیں علیحدہ علیحدہ نہیں کیا کہ بعضوں نے پہلے کیا ہو اور بعضوں نے بعد میں کیا ہو ایسا نہیں۔ اِلَّآ اِبْلِیْسَ مگر ابلیس نے سجدہ نہیں کیا اَبٰی اس نے انکار کردیا کہ میں سجدہ نہیں کرتا۔ اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سجدے کا حکم تو فرشتوں کو ہوا تھا ابلیس تو جن تھا؟ پندرہواں پارہ سورۃ الکہف میں تم پڑھ چکے ہو کَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّہٖ ’’ابلیس جنات میں سے تھا پس اس نے نافرمانی کی اپنے پروردگار کے حکم کی۔‘‘ اور جنات کو اللہ تعالیٰ نے آگ سے پیدا فرمایا ہے وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰہُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ [حجر:۲۷] ’’اور جنوں کو ہم نے پیدا کیا اس سے پہلے آگ کی لو سے۔‘‘ یہ تو فرشتوں میں شامل ہی نہیں ہے ، اس کی جنس الگ، نوع الگ، فرشتوں کی جنس الگ، نوع الگ۔ حکم ہو رہا ہے فرشتوں کو اور عتاب ہو رہا ہے ابلیس کو بظاہر اس کا کوئی جوڑ نہیں ہے۔ سطحی اور ظاہری طور پر یہ اعتراض واقع ہوتا ہے لیکن قرآن پاک بڑی واضح کتاب ہے اس میں کسی جگہ اجمال ہوتا ہے اور کسی جگہ تفصیل ہوتی ہے اَلْقُرْاٰنُ یُفَسِّرُ بَعْضُہٗ بَعْضًا ’’قرآن کا بعض دوسرے بعض کی تفسیر کرتا ہے۔‘‘ چنانچہ آٹھویں پارے میں موجود ہے کہ جسطرح اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا تھا اسی طرح ابلیس کو بھی حکم دیا تھا قَالَ مَا مَنَعَکَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُکَ [اعراف:۱۲] ’’فرمایا رب تعالیٰ نے کس چیز نے روکا تجھ کو کہ تو نے سجدہ نہ کیا جبکہ میں نے تجھے حکم دیا تھا۔‘‘ تو معلوم ہوا کہ جس طرح فرشتوں کو سجدے کا حکم تھا ابلیس کو بھی اسی طرح حکم تھا گو کہ وہ فرشتہ نہ تھا فرشتوں میں رہتا تھا۔ فرشتوں نے بغیر کسی قیل وقال کے بغیر کسی منطق لڑانے کے سجدہ کیا اور ابلیس اکڑ گیا۔ سورہ اعراف میں ہے کہنے لگا

اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ ''میں بہتر ہوں اس سے خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَہٗ مِنْ طِیْنٍ ''مجھے آپ نے آگ سے پیدا کیا اور اس کو مٹی سے۔'' آگ نورانیت اور بلندی ہے یہ خاک پاؤں میں آنے والی ادنیٰ چیز ہے میں اعلیٰ ہو کر ادنیٰ کو کیوں سجدہ کروں۔ جیسے عورتیں لڑتی ہیں تو ایک دوسرے کو طعنے دیتی ہیں اس طرح اس نے اللہ تعالیٰ کو طعنے دینے شروع کر دیئے۔

سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۶۲ میں ہے کہنے لگا اَرَءَیْتَکَ ھٰذَا الَّذِیْ کَرَّمْتَ عَلَیَّ ''کیا بتلائیں یہ شخص ہے جس کو تو نے مجھ پر فضیلت دی۔'' اگر یہاں فرشتے منطق چلاتے تو ان کی منطق ابلیس سے بہتر ہوتی۔ اگر چہ ایسا ہے نہیں [illegible] منٹ کیلئے مان لو کہ آگ مٹی سے بہتر ہے لیکن آگ سے تو نور بہتر ہے فرشتے نور سے پیدا کیے گئے ہیں وہ کہہ سکتے تھے اے پروردگار! [illegible] نوری ہو کر خاکی کو سجدہ کیوں کریں؟ لیکن نہیں! انہوں نے کوئی ایسی بات نہیں کی فوراً [illegible] تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی۔ ابلیس نے اتنا بھی نہ غور کیا کہ مالک کا حکم ہے بجالاؤں۔

مثنوی شریف :

مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ بڑے بزرگوں میں سے ہوئے ہیں مثنوی شریف میں انتیس ہزار اشعار ہیں۔ پہلے زمانے میں خواص تو کیا عوام بھی گھروں میں مثنوی پڑھتے تھے، فارسی زبان میں ہے، اس وقت لوگوں کی زبان بھی عموماً فارسی ہوتی تھی جن کی نہیں ہوتی تھی ان کیلئے ترجمے ہوتے تھے۔ اس میں توحید وسنت کا بیان ہے، شرک و بدعت کا رد ہے، تعلق باللہ، تصوف کے متعلق بڑی عمدہ باتیں حکایتوں کی شکل میں بیان فرمائی ہیں۔ مثنوی شریف کے اردو ترجمے بھی ہوئے ان میں بہترین ترجمہ حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ کا ہے جو کئی جلدوں میں ہے پڑھنے والی کتاب [illegible] اس میں ابلیس

لعین پر چوٹ کرتے ہوئے واقعہ نقل کرتے ہیں ۔ سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ راشد تو نہیں تھا خلیفہ راشد کا مقام بہت بلند ہے البتہ ایک نیک نمازی بادشاہ تھا بادشاہوں میں سے اچھا بادشاہ تھا ۔اسی طرح الپ ارسلان سلجوقی رحمۃ اللہ علیہ ،صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ اور بایزید یلدرم رحمۃ اللہ علیہ، یہ سب نیک بادشاہوں میں سے تھے۔

ایک واقعہ :

سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے جب ہندوستان پر حملہ کیا سومنات کا مندر مشہور تھا جو سونے چاندی ہیرے موتیوں سے انہوں نے سجایا ہوا تھا یہ قیمتی ہیرے موتی ساتھ لے گئے ۔ایاز ایک سپاہی کا بچہ تھا سات آٹھ سال کے قریب عمر تھی مگر بڑا سمجھ دار تھا ۔سلطان محمود غزنوی اس کو اپنے قریب بٹھاتا تھا تاکہ وہ امور مملکت کو سمجھے کسی بُرے خیال سے نہیں بٹھاتا تھا ۔وزیروں ،مشیروں کو یہ بات ناگوار گزرتی کہ اس بچے کو ساتھ بٹھاتا ہے اور اس کی طرف توجہ بھی زیادہ کرتا ہے ۔ایک موقع پر ایک وزیر نے کہا حضرت !اس کم سن بچے کو ساتھ نہ بٹھایا کریں ۔خاموش ہوگئے ۔ایک دن اپنے ملازم خادم کو کہا کہ ایک چوڑا سا پتھر لے آئیں جب میں کہوں تو لاکر میرے سامنے رکھ دینا ۔پروگرام کے مطابق جب سب وزراء آکر بیٹھ گئے تو غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک قیمتی ہیرا جیب سے نکالا اور ایک وزیر کو کہا کہ اس کو پتھر پر رکھ کر توڑ دو ۔وہ حیران ہوا کہ یہ کیا حکم دے رہے ہیں نہ توڑا ۔دوسرے کو کہا ،تیسرے کو کہا ،چوتھے کو کہا کسی نے نہ توڑا پھر غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ایاز کو کہا بیٹا تم اس کو توڑ دو ۔ایاز نے ہیرا پتھر پر رکھا ہتھوڑا مارا توڑ دیا ۔سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بیٹا اتنا بڑا قیمتی ہیرا تھا کسی نے نہیں توڑا اور تو نے توڑ دیا؟ ایاز نے کہا کہ میرے سامنے دو چیزیں تھیں ایک ہیرے کی قیمت اور ایک آپ کے حکم کی قیمت ۔چونکہ آپ کے حکمت کی قیمت زیادہ تھی اس لئے میں

نے اس کی تعمیل کی۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ یہ واقعہ نقل کر کے فرماتے ہیں کہ کاش! ابلیس لعین کو یہ بات سمجھ آجاتی کہ بظاہر وہ اپنے آپ کو بہتر سمجھ رہا تھا لیکن دیکھتا کہ مجھے حکم کون دے رہا ہے؟ کاش! کہ اس کو ایاز جتنی سمجھ ہوتی کہ کہتا مجھے احکم الحاکمین حکم دے رہا ہے مگر وہ اکڑ گیا۔ فَقُلْنَا پس ہم نے کہا یٰٓاٰدَمُ اے آدم علیہ السلام اِنَّ هٰذَا بیشک یہ ابلیس عَدُوٌّ لَّكَ آپ کا دشمن ہے وَلِزَوْجِكَ اور آپ کی بیوی کا دشمن ہے۔ اس وقت آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام جنت میں تھے۔ فرمایا یہ تمہارا دشمن ہے۔

جنت میں اہلِ جنت کی پوزیشن :

فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ پس ہرگز نہ نکالے وہ تم دونوں کو جنت سے، ایسے حالات نہ پیدا کر دے کہ تم جنت سے نکالے جاؤ۔ اگر ایسا ہوا تو فَتَشْقٰى پس تم مشقت میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ یہاں تو سب کچھ مفت میں تیار ملتا ہے باہر جاؤ گے تو کھیتی باڑی کرنی پڑے گی، پانی لگانا پڑے گا، گوڈی کرنی پڑے گی، مشقت ہی مشقت ہوگی۔ لہٰذا اس کو دشمن سمجھنا اور اس کی بات میں نہ آنا۔ اس جنت میں یہ ہے اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى بیشک آپ کیلئے ہے کہ تم بھوکے ہو گے جنت میں اور نہ ننگے ہو گے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جنت میں بھوک نہیں لگتی اگر بھوک نہیں لگے گی تو نعمتیں کس نے کھانی ہیں بھوک بھی اپنی جگہ ایک نعمت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایسی بھوک نہیں ہوگی اس کا مداوا نہ ہو علاج نہ ہو وہاں بھوک مٹانے کیلئے سب کچھ ہوگا۔ حدیث پاک میں آتا ہے ایک ایک جنتی سو سو آدمیوں کے برابر کھائے گا جتنا کھانا دنیا میں سو آدمی کھاتے ہیں جنت میں ایک آدمی اتنا کھائے گا اور پھر اس پر کمال یہ کہ لَا يَبُوْلُوْنَ فِيْهَا وَلَا يَتَغَوَّطُوْنَ ''نہ پیشاب کریں گے جنت میں نہ پاخانہ۔'' نہ پیشاب آئے گا نہ پاخانہ، یہ

بخاری شریف کی روایت ہے۔ صحابہ کرام ﷺ نے سوال کیا حضرت! سوسو آدمیوں کے برابر کھائیں گے اور نہ پیشاب نہ پاخانہ (یہاں تو ایک آدمی دنیا کو بدبودار کر دیتا ہے، دودھ پینے والا بچہ سارے بستر کو بھر دیتا ہے مائیں دھونے میں لگی رہتی ہیں) حضرت! وہ کھانا کہاں جائے گا؟ فرمایا ڈکار آئے گا جس کی خوشبو کستوری کی طرح ہوگی اس کیساتھ سب ہضم ہو جائے گا۔ تو فرمایا جنت میں نہ بھوکے ہوگے نہ ننگے، بہترین ریشمی لباس ملے گا اور مزیدار کھانا وَاَنَّکَ لَا تَظْمَؤُا فِیْهَا اور بیشک آپ نہ پیاسے ہوں گے جنت میں یعنی ایسی پیاس کہ جس کے بعد پینے کیلئے کچھ نہ ہو۔ ویسے پیاس لگے گی، دودھ کی نہریں، شراب کی نہریں، شہد کی نہریں پینے کیلئے ہونگی وَلَا تَضْحٰی اور نہ دھوپ میں رہو گے۔ یہ گرمی کے زمانے میں لوگ دھوپ میں کام کرتے ہیں جلتے رہتے ہیں وہاں دھوپ میں جلیں گے نہیں۔ اس بارے میں اختلاف کرتے ہیں کہ کیا جنت میں چاند سورج ہونگے یا نہیں؟ ایک گروہ کہتا ہے کہ سورج بھی نہیں ہوگا چاند بھی نہیں ہوگا۔ سورۃ الدھر میں ہے لَا یَرَوْنَ فِیْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِیْرًا ''نہیں دیکھیں گے جنت میں سورج اور نہ ٹھنڈک۔'' جیسے اب سورج کے طلوع ہونے سے پہلے مطلع صاف ہو تو خوب روشنی ہوتی ہے اس طرح کی روشنی ہوگی نہ سورج ہوگا نہ چاند ہوگا۔ دوسرا گروہ کہتا ہے سورج بھی ہوگا چاند بھی ہوگا لیکن سورج کی تپش اور گرمی نہیں ہوگی روشنی ہی روشنی ہوگی دَانِیَةً عَلَیْهِمْ ظِلٰلُهَا [دہر: ۱۴] ''جھکے ہونگے ان پر درختوں کے سائے۔'' اگر سورج چاند نہ ہو تو سائے کہاں سے آئیں گے؟ سائے تبھی ہونگے جب سورج چاند ہوں۔ فرمایا فَوَسْوَسَ اِلَیْهِ الشَّیْطٰنُ پس وسوسہ ڈالا ان کی طرف شیطان نے۔ آدم علیہ السلام کے دل میں شیطان نے وسوسہ ڈالا قَالَ کہنے لگا یٰٓاٰدَمُ اے آدم علیہ السلام هَلْ اَدُلُّکَ عَلٰی شَجَرَةِ

الۡخُلۡدِ کیا میں آپ کی راہنمائی کروں ایسے درخت پر جو ہمیشگی کا درخت ہے کہ اس کا پھل کھاؤ گے تو ہمیشہ جنت میں رہو گے۔ الٹی منطق چلائی کہ اگر تم یہ پھل نہیں کھاؤ گے تو رب تعالیٰ تمہیں جنت سے جلدی نکال دے گا۔ اس کا پھل کھانے کا اثر یہ ہوگا کہ تم ہمیشہ جنت میں رہو گے وَمُلۡكٍ لَّا يَبۡلٰى۔ بَلٰى يَبۡلٰى سَمِعَ يَسۡمَعُ سے۔ اور ایسا ملک بتلاؤں جو کبھی بوسیدہ نہ ہو پس ہمت کر کے اس دانے کو چکھ لو ہمیشہ جنت میں رہو گے۔ سورہ اعراف آیت نمبر ۲۱ میں ہے وَقَاسَمَهُمَا اِنِّىۡ لَـكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيۡنَ ''اور ابلیس نے ان دونوں کے سامنے قسم اٹھائی میں تمہارا بڑا خیر خواہ ہوں۔'' لالچ بھی دیا اور قسم بھی اٹھائی۔ آدم علیہ السلام نے سوچا کہ رب کی قسم اٹھا کر بھی کوئی جھوٹ بولتا ہے۔ تو آدم علیہ السلام بھول گئے فَاَكَلَا مِنۡهَا پس کھالیا ان دونوں نے اس درخت سے اور سورہ اعراف میں ہے فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ ''پس جب چکھا ان دونوں نے درخت کو۔''

جنتی درخت کونسا تھا؟

وہ کس چیز کا درخت تھا؟ جمہور فرماتے ہیں کہ گندم تھی تو گندم کے درخت تو نہیں ہوتے پودے ہوتے ہیں لیکن جنت میں وہ پودے درختوں کی طرح ہونگے۔ بعض کہتے ہیں انگور تھا، بعض کہتے ہیں انجیر تھا، بعض کہتے ہیں املوک تھا، جمہور کہتے ہیں گندم تھی۔ تو گندم کا دانہ چکھا اس کا اثر یہ ہوا کہ رب تعالیٰ کے فرشتوں نے دونوں کا لباس چھین لیا۔ آدم علیہ السلام بھی بالکل برہنہ اور حوا علیہا السلام بھی بالکل برہنہ فَبَدَتۡ لَهُمَا سَوۡاٰتُهُمَا پس ظاہر ہوگئیں ان دونوں کے سامنے ان کی شرمگاہیں وَطَفِقَا يَخۡصِفٰنِ عَلَيۡهِمَا مِنۡ وَّرَقِ الۡجَنَّةِ اور لگے دونوں جوڑنے اپنے اوپر جنت کے پتے آگے پیچھے تا کہ ہمارا ستر ہو جائے وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى اور نافرمانی کی آدم علیہ السلام نے اپنے رب کی پس

چوک گئے۔شیطان کی قسموں کی وجہ سے دھوکے میں آگئے اور خطا ہوگئی۔ پھر رب تعالیٰ نے فرمایا اے آدم آپ نے یہ کیا کیا ہے؟ کوئی منطق نہیں لڑائی ورنہ کہہ سکتے تھے پروردگار! شیطان سے پوچھو اس نے کیوں جھوٹی قسم کھائی؟ کوئی حجت نہیں کی قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ [اعراف:۲۳] ''دونوں نے کہا اے ہمارے پروردگار! ہم نے زیادتی کی اپنی جانوں پر اور اگر آپ ہمیں نہیں بخشیں گے تو ہم یقیناً نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔'' اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا۔اس کا ذکر ہے ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ پھر منتخب کیا ان کو ان کے رب نے،توبہ کیلئے انتخاب فرمایا فَتَابَ عَلَيْهِ پس رجوع کیا اس کی طرف،ان کی توبہ قبول فرمائی وَ هَدٰى اور اللہ تعالیٰ نے ان کی راہنمائی فرمائی کیونکہ وہ اکڑے نہیں ضد نہیں کی۔

قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى ۙ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ﴿۱۲۳﴾ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ﴿۱۲۴﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ﴿۱۲۵﴾ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ﴿۱۲۶﴾ وَكَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْۢ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى ﴿۱۲۷﴾ اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ﴿۱۲۸﴾ ع ۷ ۱۳ ۱۶

قَالَ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اهْبِطَا دونوں اتر جاؤ مِنْهَا اس جنت سے جَمِيْعًا اکٹھے ۔بَعْضُكُمْ بعض تمہارے لِبَعْضٍ بعض کیلئے عَدُوٌّ دشمن ہوں گے فَاِمَّا پس اگر يَاْتِيَنَّكُمْ آئے تمہارے پاس مِّنِّيْ میری طرف سے هُدًى ہدایت فَمَنِ اتَّبَعَ پس جس نے پیروی کی هُدَايَ میری ہدایت کی فَلَا يَضِلُّ پس وہ نہ گمراہ ہوگا وَلَا يَشْقٰى اور نہ مشقت میں مبتلا ہوگا وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ اور جس نے اعراض کیا میرے ذکر سے فَاِنَّ لَهٗ پس اس کیلئے مَعِيْشَةً زندگی ہوگی ضَنْكًا تنگ وَّنَحْشُرُهٗ اور ہم اٹھائیں گے اس کو يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت والے دن اَعْمٰى اندھا قَالَ کہے گا رَبِّ اے میرے رب لِمَ

حَشَرْتَنِیْٓ کیوں آپ نے اٹھایا ہے مجھے اَعْمٰی اندھا وَقَدْ کُنْتُ بَصِیْرًا اور تحقیق میں دیکھنے والا تھا قَالَ فرمائے گا اللہ تعالیٰ کَذٰلِکَ اسی طرح اَتَتْکَ اٰیٰتُنَا آئیں تیرے پاس ہماری آیتیں فَنَسِیْتَهَا پس تو نے ان کو بھلا دیا وَکَذٰلِکَ الْیَوْمَ تُنْسٰی اور اسی طرح آج کے دن تو رحمت سے بھلا دیا جائے گا وَکَذٰلِکَ اور اسی طرح نَجْزِیْ ہم بدلہ دیتے ہیں مَنْ اَسْرَفَ جس نے اسراف کیا وَلَمْ یُؤْمِنْ بِاٰیٰتِ رَبِّهٖ اور نہ ایمان لایا اپنے رب کی آیات پر وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اور البتہ آخرت کا عذاب اَشَدُّ بہت ہی سخت ہے وَاَبْقٰی اور بہت ہی پائیدار ہے اَفَلَمْ یَهْدِ لَهُمْ کیا پس ہدایت نہیں ہوئی ان لوگوں کیلئے کَمْ اَهْلَکْنَا کتنی ہلاک کیں ہم نے قَبْلَهُمْ ان سے پہلے مِنَ الْقُرُوْنِ جماعتیں یَمْشُوْنَ فِیْ مَسٰکِنِهِمْ وہ چلتے پھرتے تھے ان کے ٹھکانوں میں اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ بیشک اس میں لَاٰیٰتٍ کئی نشانیاں ہیں لِّاُولِی النُّهٰی عقلمندوں کیلئے۔

پہلی آیات میں یہ بیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو کیونکہ اس وقت سجدہ تعظیمی جائز تھا ہماری شریعت میں ناجائز اور حرام ہے۔ تمام فرشتوں نے سجدہ کیا ابلیس نے سجدہ نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ تمہارا دشمن ہے اس کو دشمن ہی سمجھنا یہ تمہیں ورغلائے گا اور غلط راستے پر لگائے گا۔ تاکید کے باوجود آدم علیہ السلام سے لغزش ہوگئی۔

جنابِ آدم علیہ السلام کے مغالطے کی وجوہِ اربع

علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ بڑے چوٹی کے مفسر ہیں وہ ''معالم التنزیل'' میں فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کے مغالطے کی چار وجوہ تھیں۔

❀...... پہلی وجہ ابلیس لعین کا قسم اٹھانا تھا وَقَاسَمَهُمَا اِنِّیْ لَکُمَا لَمِنَ النّٰصِحِیْنَ آدم علیہ السلام حوا علیہا السلام کے سامنے اس نے قسم اٹھائی کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ حضرت آدم علیہ السلام مغالطے میں آگئے کہ رب تعالیٰ کی قسم اٹھا کر کوئی جھوٹ نہیں بول سکتا۔

❀...... دوسری وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نہی فرمائی لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ اس درخت کے قریب نہ جانا۔ نہی تحریمی تھی حضرت آدم علیہ السلام نے تنزیہی سمجھی۔ تنزیہی کا مطلب یہ ہے کہ ایسا کرنا نہیں چاہیے تھا اگر کر لیا ہے تو گرفت نہیں ہوگی اور تحریمی کا مطلب حرام ہے کہ اس کے قریب نہ جاؤ گرفت ہوگی۔

❀...... تیسری وجہ یہ بیان کی ہے کہ آدم علیہ السلام نے خیال کیا کہ ابلس چلنے پھرنے والا ہے اس کو نسخ کا علم ہو گیا ہوگا کہ پہلے مجھے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا کہ اس درخت کے قریب نہ جانا اور اب رب تعالیٰ نے حکم منسوخ کر دیا ہے جس کا اسے علم ہو گیا ہے اور مجھے نہیں ہوا۔

❀...... اور چوتھی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ آدم علیہ السلام نے سمجھا کہ جس درخت کی طرف رب تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے خاص یہی درخت مراد ہے۔ تو اس درخت سے نہیں کھایا اس جیسے دوسرے درخت سے پھل کھایا حالانکہ اس کی تمام نوع مراد تھی کہ یہ درخت جہاں کہیں بھی ہو اس کے قریب نہیں جانا۔ بہر حال آدم علیہ السلام دھوکے میں آگئے اور کھا لیا۔

قَالَ رب تعالیٰ نے فرمایا اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا اتر جاؤتم دونوں اس جنت سے اکٹھے۔ جنت سے اتار دیا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ بعض تمہارے بعض کیلئے دشمن ہوں گے۔ انسانوں کی آپس میں دشمنی آدم علیہ السلام سے چلی آرہی ہے۔ چھٹے پارے میں قابیل ہابیل کا ذکر ہے کہ بھائی نے بھائی کو قتل کر دیا۔ تو دشمنی کا آغاز پہلے دن سے ہی شروع ہو گیا۔ تو فرمایا بعض بعض کے دشمن ہوں گے فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى پس اگر آئے تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَایَ پس جس نے پیروی کی میری ہدایت کی فَلَا يَضِلُّ پس وہ نہ گمراہ ہوگا وَلَا يَشْقٰى اور نہ مشقت میں مبتلا ہوگا کیونکہ جو گمراہ ہوا اس کو دنیا میں بھی سزا ہوگی قبر، حشر، آخرت میں سزا ہوگی وہ مشقت میں مبتلا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز لازم نہیں :

فرمایا اگر میری طرف سے ہدایت آئے، اہل حق کا مسلک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز لازم نہیں ہے اس نے آسمان زمین پیدا کیے اپنی مرضی سے۔ نہ پیدا کرتا اس کو کوئی پوچھ نہیں سکتا تھا۔ دنیا باقی رکھنی ہے اپنی مرضی سے، فنا کر دے اپنی مرضی سے کوئی اس کو پوچھ نہیں سکتا۔ وجوب علی اللہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز لازم نہیں ہے۔ یہ اہل حق کا نظریہ ہے اور ایک فرقہ ہے معتزلہ وہ کہتا ہے کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ پر لازم ہے آسمان پیدا کرنا زمین پیدا کرنا لوگوں کی ہدایت کیلئے پیغمبر بھیجنا، کتابیں نازل کرنا، سب اللہ تعالیٰ پر واجب ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الاقتصاد فی الاعتقاد'' میں اس کی بڑی تفصیل بیان فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ اگر آئے کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ مجبور نہیں ہے مرضی ہوئی تو تمہارے پاس ہدایت بھیجے گا تمہارا فریضہ ہے اس کو قبول کرنا، اس پر عمل کرنا۔ نیکوں کو نیکی کا

بدلہ دے گا بروں کو برائی کی سزا دے گا لیکن اس پر کوئی لازم اور واجب نہیں ہے اس کو اختیار ہے نہ دے۔ معتزلہ کہتے ہیں کہ رب تعالیٰ پر لازم اور واجب ہے کہ وہ نیک کو نیکی کا بدلہ دے اور برے کو برائی کی سزا دے۔ اہل حق کہتے ہیں کہ وہ قادر مطلق ہے جو چاہے کرے اس پر کوئی چیز لازم اور واجب نہیں ہے۔ تو فرمایا جو میری ہدایت کی اتباع کرے گا وہ نہ گمراہ ہوگا اور نہ مشقت میں پڑے گا وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ اور جس نے اعراض کیا میرے ذکر سے۔ ذکر سے کیا مراد ہے؟ اس کے متعلق مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ ذکر سے مراد قرآن ہے کیونکہ قرآن کریم کا نام ذکر بھی ہے۔ سورۃ الحجر آیت نمبر ۹ میں ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ "بیشک ہم نے اتارا ہے ذکر کو۔" یعنی نصیحت والی کتاب کو اور بیشک ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ قرآن پاک کا نام قرآن بھی ہے، فرقان بھی ہے، ھدٰی بھی ہے، موعظہ بھی ہے اور بھی بہت سارے نام ہیں اور اکثر مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اس مقام پر ذکر سے مراد رب تعالیٰ کی یاد ہے کیونکہ خطاب ہے آدم علیہ السلام کو کہ جس نے میری اطاعت کی اس کو یہ ملے گا اور جس نے میرے ذکر سے اعراض کیا اس کیلئے معیشت تنگ ہوگی اور اس زمانے میں قرآن نازل نہیں ہوا تھا لہٰذا ذکر سے رب تعالیٰ کی یاد مراد ہے۔

بعض جزوی مسائل کا ذکر :

سورۃ الرعد میں ہے اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ "خبردار اللہ تعالیٰ کے ذکر کیساتھ دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کا انعام اور احسان کہ ذکر کیلئے کوئی پابندی نہیں ہے نہ وضو کی نہ وقت کی۔ اللہ تعالیٰ یہ پابندی لگا دیتے کہ میرا ذکر باوضو کرنا ہے تو وہ بے چارے جن کا وضو معدے کی خرابی کی وجہ سے یا کمزوری کی وجہ سے نہیں ٹھہرتا تو وہ

ہو سکتے تھے اے پروردگار! دل تو چاہتا ہے آپکا ذکر کرنے کو مگر وضو نہیں ٹھہرتا مجبور ہیں پھر یہ بھی پابندی نہیں ہے کہ ذکر بیٹھ کر کرو۔ سورہ آل عمران آیت نمبر ۱۹۱ اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ ''جو یاد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کو کھڑے کھڑے اور بیٹھے ہوئے اور پہلو کے بل لیٹے ہوئے تو کوئی پابندی نہیں ہے چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے ذکر کر سکتے ہو۔ کوئی پابندی نہیں ہے کہ مسجد میں بیٹھ کر ذکر کرو دن کو، رات کو، صبح کو، شام کو۔ جنابت کی حالت میں قرآن کریم کی تلاوت تو نہیں کر سکتے اس کے علاوہ باقی اذکار پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ اسی طرح عورتیں جن دنوں نماز نہیں پڑھ سکتی قرآن کریم کی تلاوت نہیں کر سکتیں باقی اذکار کر سکتیں ہیں درود شریف پڑھ سکتیں ہیں۔

مَعِیْشَۃً ضَنْکًا کا مفہوم اور مصداق :

تو فرمایا جس نے اعراض کیا میرے ذکر سے فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَۃً ضَنْکًا پس اس کیلئے زندگی ہوگی تنگ، روزی ہوگی تنگ۔ مَعِیْشَۃً ضَنْکًا کا کیا مفہوم ہے؟ تفسیر کبیر روح المعانی میں بہت کچھ لکھا ہے۔ ان میں سے ایک تفسیر یہ لکھی ہے کہ جو آدمی رب تعالیٰ کی یاد سے غافل ہے اس کا دل حق کو قبول کرنے سے تنگ ہوگا برے کام اس کو آسان نظر آئیں گے اور اچھے کام ثقیل اور بوجھل نظر آئیں گے اس کے دل میں خیر داخل نہیں ہوگی اس کا دل دماغ اس سے تنگ ہوگا۔ بعض فرماتے ہیں کہ اس کی زندگی تنگ ہوگی یعنی زندگی میں راحت اور سکون نصیب نہیں ہوگا ہم غریب لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ مالدار لوگ بڑے عیش و آرام میں اور سہولت میں ہیں لیکن یاد رکھنا! جتنے وہ متفکر اور پریشان ہوتے ہیں اتنے غریب نہیں ہوتے۔ بیشک ان کے پاس مال ہوتا ہے وہ ہر وقت اس فکر میں ہوتے ہیں کہ دولت مزید بڑھے۔ پھر یہ فکر ہوتی ہے کہ اس کو چور ڈاکو نہ لے جائیں ہمیں کوئی قتل نہ کر

دے ہمارے کاروبار میں کمی نہ آجائے بے چاروں کی نیند حرام ہو جاتی ہے ان کی زندگی بڑی مشقت والی ہوتی ہے غریب آدمی اتنا پریشان نہیں ہوتا۔ لہٰذا غریب آدمی کو اپنی غربت پر پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ حدیث پاک میں آتا ہے بَدَءَ الْاِسْلَامُ غَرِیْبًا وَسَیَعُوْدُ کَمَا بَدَءَ فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَاءِ ''اسلام کی ابتداء بھی غریبوں میں ہوئی یہ رہے گا بھی غریبوں میں۔ غریبوں تمہیں میری طرف سے مبارک باد ہو۔'' تفسیر ابن کثیر وغیرہ میں مسند بزار کے حوالے سے روایت نقل کی گئی ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے اور حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں بِاِسْنَادٍ جَیِّدٍ یہ روایت کھری اور صحیح ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مَعِیْشَۃً ضَنْکًا کا معنٰی ہے قبر میں تنگی یعنی اس کی قبر تنگ ہوگی۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس وقت مردے کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو مجرم کی قبر اتنی تنگ ہو جاتی ہے کہ تَخْتَلِفُ فِیْهِ اَضْلَاعُهٗ ترمذی شریف اور مسند احمد کی روایت ہے کہ دائیں پسلیاں بائیں میں اور بائیں پسلیاں دائیں میں گھس جاتی ہیں اور اس کیلئے قبر تاریک بھی ہوتی ہے۔ اسی لئے مسند احمد اور ترمذی شریف کی روایت میں آتا ہے اور یہ روایت ''الترغیب والترہیب'' میں بھی ہے کہ قبر روزانہ آواز دیتی ہے اے شخص! اَنَا بَیْتُ الْوَحْشَۃِ میں تنہائی کا مقام ہوں اپنا ساتھی لے کر آنا اَنَا بَیْتُ الظُّلْمَۃِ میں تاریکی کا گھر ہوں اپنے لئے روشنی لے کر آنا اَنَا بَیْتُ الدُّوْدِ میں حشرات الارض کا مقام ہوں کیڑے مار دوا لے کر آنا۔ اب سوال یہ ہے کہ وہاں ساتھی کون ہوگا؟ اس کا ساتھی ہوگا عمل صالح اس کا نیک عمل اس کا ساتھی ہوگا۔ روشنی کیا ہوگی؟ اَلصَّلٰوۃُ نُوْرٌ نماز روشنی ہوگی۔ کیڑے مکوڑے مارنے کی دوا اخلاق حسنہ ہیں کہ دوسروں کی قدر کرنا احترام کرنا۔ اللہ تعالیٰ قبر کی آفتوں سے محفوظ فرمائے۔ وہاں بعض مجرموں پہ تِسْعَۃٌ وَّ تِسْعُوْنَ تِنِّیْنًا ننانوے ننانوے اژدھا مسلط کیے جائیں گے۔ اگر ان

میں سے ایک اژدھا دنیا میں سانس لے لے تو کوئی سبز چیز باقی نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ قبر کے عذاب سے محفوظ فرمائے۔ عذاب قبر حق ہے۔ تو مَعِيشَةً ضَنكًا سے مراد قبر کی تنگی ہے۔

فرمایا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى اور ہم اٹھائیں گے اس کو قیامت والے دن اندھا قَالَ کہے گا رَبِّ اے میرے رب لِمَ حَشَرْتَنِيْ اَعْمٰى کیوں آپ نے اٹھایا ہے مجھے اندھا وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا اور تحقیق میں دیکھنے والا تھا دنیا میں۔ اندھا ہونے سے کیا مراد ہے؟ تو اس کے متعلق یہ تفصیل بھی تفسیروں میں موجود ہے کہ جس وقت قبر سے نکلے گا تو اس وقت اندھا ہوگا پھر آگے جا کر اس کو آنکھیں ملیں گی جن سے وہ جنت بھی دیکھے گا اور دوزخ بھی دیکھے گا میدان بھی دیکھے گا۔ جیسے قبر سے نکلتے وقت سب برہنہ ہوں گے سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا اس کے بعد دوسرے نمبر پر آنحضرت ﷺ کو پہنایا جائے گا جیسا کہ مسند دارمی وغیرہ احادیث کی کتابوں میں صحیح احادیث موجود ہیں۔ اسی طرح وہ قبر سے اندھے نکلیں گے پھر بعد میں آنکھیں ملیں گی۔ امام بخاریؒ اس کا معنٰی کرتے ہیں اَعْمٰى عَنِ الْحُجَّةِ وہ دلیل پیش کرنے سے اندھا ہوگا۔ کہے گا اے پروردگار! دنیا میں تو میں وکیل ہوتا تھا آج میں بالکل رہ گیا ہوں کوئی دلیل نہیں پیش کر سکتا جو قابل سماعت ہو۔ ویسے باتیں کرے گا ادھر ادھر کی قرآن پاک میں آتا ہے وَلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ [سورۃ القیامہ] ''اگرچہ وہ اپنے کتنے حیلے بہانے کرے۔'' کچھ نہ کچھ کہتا رہے گا لیکن کوئی تسلی بخش جواب نہیں ہوگا۔ تو دلیل پیش کرنے سے اندھا ہوگا قَالَ رب تعالیٰ فرمائیں گا كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا اسی طرح آئیں تیرے پاس ہماری آیتیں فَنَسِيْتَهَا پس تو نے ان کو بھلا دیا یعنی ان کو چھوڑ دیا ان کی طرف تو نے توجہ ہی نہیں کی۔ آیات سے تم نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى اور اسی طرح آج

کے دن تو رحمت سے بھلا دیا جائے گا۔تمہاری طرف رب تعالیٰ کی رحمت متوجہ نہیں ہوگی۔

اسراف وتبذیر کا مفہوم :

وَ کَذٰلِکَ نَجْزِیْ مَنْ اَسْرَفَ اور اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں اسکو جس نے اسراف کیا، حد سے آگے گزر گیا۔اسراف کا معنٰی ہے حد سے نکلنا۔سورہ اعراف آیت نمبر ۳۱ میں ہے کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ''کھاؤ اور پیو اور اسراف نہ کرو۔''

جہاں خرچ کرنا جائز ہے وہاں ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا اسراف ہے اور ایک تبذیر ہے۔تبذیر کا معنٰی ہے وہاں خرچ کرنا جہاں خرچ کرنے کی اجازت نہیں ہے۔سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر ۲۶ میں ہے وَلَاتُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا ''اور مت اڑاؤ مال کو بے جا فضول خرچی نہ کرو اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ بیشک بے جا اڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں وَکَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّہٖ کَفُوْرًا اور شیطان اپنے رب کا بہت ناشکر گذار ہے۔'' رب کا نافرمان ہے۔فضول خرچی کرنے والا شیطان کا بھائی کیوں ہے؟ کس وجہ سے ہے؟ وجہ یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ابلیس لعین کو بھی نیکی کی طاقت دی اس نے وہ قوت برائی میں صرف کردی۔اسی طرح جس کو رب تعالیٰ نے مال دیا ہے بجائے اس کے کہ وہ اسے اچھے کاموں صرف کرے بُرے کاموں میں خرچ کر کے شیطان کا بھائی بن گیا۔یہ جو شادیوں پر آگے پیچھے لائٹنگ کرتے ہیں اور اس کے علاوہ فضول خرچی کرتے ہیں یہ سب شیطانوں کے بھائی ہیں اللہ تعالیٰ ایسے کاموں سے بچائے۔ان لوگوں کو نیکی کیلئے خرچ کرنے کو کہو تو کہتے ہیں ہمارے پاس پیسہ نہیں ہے اور برے کاموں کیلئے خوب زور لگا کر آگے بڑھتے ہیں اور اس وقت ان کے پاس پیسہ بھی آجاتا ہے۔تو فرمایا ہم اس طرح بدلہ دیتے ہیں جو حد سے آگے بڑھتا ہے وَلَمْ یُؤْمِنْ بِاٰیٰتِ رَبِّہٖ اور

۔ایمان لایا اپنے رب کی آیت پر وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى اور البتہ آخرت کا عذاب بہت ہی سخت ہے اور بہت ہی پائیدار ہے، بہت دیر تک باقی رہنے والا ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔ رب بچائے اور محفوظ فرمائے۔ اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ کیا پس ہدایت نہیں ہوئی ان لوگوں کیلئے كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ کتنی ہم نے ہلاک کیں ان سے پہلے جماعتیں۔ نوح علیہ السلام کی قوم، ہود علیہ السلام کی قوم، صالح علیہ السلام کی قوم، لوط علیہ السلام کی قوم، تبع علیہ السلام کی قوم، شعیب علیہ السلام کی قوم بے شمار قومیں ہم نے ہلاک کیں يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ یہ چلتے پھرتے ہیں ان کے ٹھکانوں میں۔ جب شام اور یمن کے علاقے میں تجارت کیلئے جاتے ہیں تو راستے میں یہ تباہ شدہ بستیاں ہیں جہاں سے گذر کر جاتے ہیں اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ بیشک اس میں البتہ کئی نشانیاں ہیں۔

لِّاُولِي النُّهٰى نُهٰی نُهْيَةٌ کی جمع ہے بمعنٰی عقل جو برائی سے روکتی ہے اور عقل کو بھی عقل اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ برائی اور بدی سے روکتی ہے۔ تو معنٰی ہوگا عقلمندوں کیلئے اس میں نشانیاں ہیں۔ لہٰذا سوچ سمجھ کر عمل کرے رب اچھے عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى ﴿۱۲۹﴾ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ﴿۱۳۰﴾ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ۬ لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿۱۳۱﴾ وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ؕ لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ﴿۱۳۲﴾

وَلَوْلَا كَلِمَةٌ اور اگر نہ ہوتا ایک فیصلہ سَبَقَتْ جو پہلے ہو چکا ہے مِنْ رَّبِّکَ آپ کے رب کی طرف سے لَکَانَ البتہ ہوتا ان کا ہلاک ہونا لِزَامًا لازم وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى اور ایک وقت مقرر ہے فَاصْبِرْ پس آپ صبر کریں عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ ان باتوں پر جو وہ کہتے ہیں وَسَبِّحْ اور تسبیح بیان کریں بِحَمْدِ رَبِّکَ اپنے رب کی حمد کی قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ سورج کے طلوع ہونے سے پہلے وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا اور سورج کے غروب ہونے سے پہلے وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ اور رات کے اوقات میں فَسَبِّحْ پس آپ تسبیح بیان کریں وَاَطْرَافَ النَّهَارِ اور دن کے اطراف لَعَلَّکَ تَرْضٰى تاکہ آپ راضی ہو جائیں وَلَا تَمُدَّنَّ اور ہرگز نہ پھیلائیں عَيْنَيْکَ اپنی آنکھیں اِلٰى مَا مَتَّعْنَا اس چیز کی طرف جو ہم نے فائدہ دیا ہے بِهٖۤ اس چیز کیساتھ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ مختلف لوگوں کو ان میں سے زَهْرَةَ

الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا یہ زینت ہے دنیا کی زندگی کی لِنَفْتِنَھُمْ فِیْہِ تاکہ ہم امتحان لیں ان کا اس کے ذریعے وَرِزْقُ رَبِّکَ اور آپ کے رب کا رزق خَیْرٌ بہتر ہے وَّاَبْقٰی اور بہت ہی پائیدار ہے وَاْمُرْ اَھْلَکَ اور حکم دیں آپ اپنے گھر کے افراد کو بِالصَّلٰوۃِ نماز کا وَاصْطَبِرْ عَلَیْھَا اور خود بھی قائم رہو نماز پر لَا نَسْئَلُکَ رِزْقًا ہم نہیں سوال کرتے آپ سے رزق کا نَحْنُ نَرْزُقُکَ ہم ہی آپ کو رزق دیتے ہیں وَالْعَاقِبَۃُ لِلتَّقْوٰی اور اچھا انجام پرہیز گاری کا ہے۔

اس سے پہلے ذکر ہوا کہ کَمْ اَھْلَکْنَا قَبْلَھُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ ''ان سے پہلے ہم نے کتنی جماعتیں ہلاک کیں۔'' تو اس کے جواب میں کافر کہتے تھے کہ جو دھمکی آپ ہمیں دیتے ہیں وہ لے آؤ ہمیں بھی ہلاک کردو تاکہ میدان تمہارے لئے صاف ہو جائے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کا جواب دیتے ہیں۔

رحمتِ خداوندی :

فرمایا وَلَوْلَا کَلِمَۃٌ سَبَقَتْ اور اگر نہ ہوتا ایک فیصلہ جو پہلے ہو چکا ہے مِنْ رَّبِّکَ آپ کے رب کی طرف سے لَکَانَ لِزَامًا تو البتہ ان کا ہلاک ہو جانا لازم ہو چکا تھا۔ وہ فیصلہ کیا ہے؟ اس کے متعلق تفسیروں میں بہت کچھ لکھا ہے۔ ایک بات یہ لکھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعے عرش کے ایک بازو پر لکھوایا ہوا ہے اِنَّ رَحْمَتِیْ سَبَقَتْ عَلٰی غَضَبِیْ ''بیشک میری رحمت سبقت کر چکی ہے میرے غصے پر۔'' یعنی میری رحمت میرے غصے سے بہت زیادہ ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی رحمت نہ ہوتی تو تمہارا بیڑہ غرق ہو چکا ہوتا۔ ایک حدیث پاک میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رحمت کے سو حصے بنائے ہیں

ان میں سے ایک حصہ ساری مخلوق میں تقسیم کیا ہے اور ننانوے حصے اپنے پاس رکھے ہیں۔ اس حصے کا اثر ہے کہ انسان، حیوان، جنات، پرندے وغیرہ ساری مخلوق کی مائیں اپنے بچوں سے پیار کرتی ہیں اور ہر ایک دوسرے سے پیار کرتا ہے یہ اسی رحمت کا اثر ہے۔ اس موقع پر بعض نے کہا کہ اتنی بڑی وسیع رحمت ہے تو پھر انشاءاللہ خیر ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے غیض وغضب کا شکار وہی ہوگا جو مَارِدٌ مُتَمَرِّدٌ سرکش ہے وَاَبٰی اَنْ يَّقُوْلَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور جو لا الٰہ الا اللہ کہنے سے انکار کرتا ہے۔ اس کے مقتضٰی سے گریز کرتا ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک سفر میں کچھ عورتیں بھی ساتھ تھیں روٹی بنانے کا وقت آیا۔ ایک عورت نے پتھر اکٹھے کر کے چولہا بنایا اس پر ہنڈیا رکھی دودھ پیتا بچہ بھی ساتھ تھا کھلی جگہ تھی ہوا کی وجہ سے جس طرف آگ کا شعلہ آئے بچے کو دوسری طرف لے جائے۔ اس کے دل میں خیال آیا کہ میں بچے کی ماں ہوں گوارا نہیں کرتی کہ یہ آگ میں جلے تو کیا اللہ تعالیٰ کی رحمت اس سے زیادہ نہیں ہے جتنی شفقت میرے دل میں ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کے پاس گئی اور کہنے لگی حضرت! میں نے اس طرح آگ جلائی تھی جب آگ کا شعلہ میرے بچے کی طرف آتا تو میں اس کو بچانے کی کوشش کرتی اٹھا کر دوسری طرف لے جاتی تو میرے دل میں خیال آیا کیا اللہ تعالیٰ کی رحمت اتنی بھی نہیں ہوگی جتنی میرے دل میں بچے کو آگ سے بچانے کیلئے ہے کہ میں اس کو آگ میں جلانے کیلئے تیار نہیں ہوں۔ اس موقع پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا اَللّٰهُ اَرْحَمُ لِعِبَادِهٖ مِنَ الْاُمِّ بِوَلَدِهَا فرمایا بیٹی تیری شفقت کیا ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے بنسبت اس کے کہ ماں اپنے بیٹے سے کرتی ہے۔

تو اللہ تعالیٰ کی رحمت نہ ہوتی تو ضرور تم پر عذاب آجاتا۔ دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں

کہ آنحضرت ﷺ کا وجود مبارک عذاب سے مانع ہے۔سورہ انفال آیت نمبر ۳۳ میں ہے مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ’’نہیں ہے اللہ تعالیٰ کہ سزا دے ان کو جبکہ آپ ان میں موجود ہیں۔‘‘ یہ آیت کریمہ اس وقت نازل ہوئی جب ابوجہل وغیرہ نے کہا تھا کہ جس عذاب سے آپ ہمیں ڈراتے ہیں وہ لے آئیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کی موجودگی میں ان پر عذاب نہیں آئے گا کیونکہ آپ نری رحمت ہیں تو یہ نہیں ہوسکتا ہے کہ رب تعالیٰ کی رحمت بھی موجود ہو اور عذاب بھی آجائے۔ہاں ! اگر آپ جہان سے تشریف لے جائیں تو پھر یہ عذاب میں مبتلا ہونگے۔تو یہ بات اور فیصلہ ہو چکا ہے کہ نبی کی موجودگی میں عذاب نہیں آئے گا اگر یہ بات نہ ہو چکی ہوتی تو ان پر عذاب لازم ہو چکا ہوتا۔تیسری بات یہ لکھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر قوم اور ہر فرد کا ایک وقت مقرر ہے لکھا ہوا تھا وہ ابھی ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے اور رب تعالیٰ اس کا وقت لکھ دیتے ہیں فرشتوں کو حکم دیتے ہیں کہ لکھ دو یہ فلاں تاریخ کو فلاں وقت مرے گا۔تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی ہلاکت کا وقت لکھا ہوا نہ ہوتا تو یہ ابھی ہلاک ہو جاتے لیکن رب تعالیٰ کی طرف سے اس کا وقت مقرر ہے اگر وقت مقرر نہ ہوتا تو ان پر عذاب لازم ہو جاتا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى اور ایک وقت مقرر ہے جب وہ آئے گا پھر ٹلے گا نہیں۔ایک لمحے کی بھی مہلت کسی کو نصیب نہیں ہوگی۔

• فرمایا ان کی باتوں میں نہیں آئیں فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ پس آپ صبر کریں ان باتوں پر جو وہ کہتے ہیں۔کافروں نے آنحضرت ﷺ کے بارے میں بہت کچھ کہا۔ سورۃ صٰفٰت آیت نمبر ۳۶ میں ہے اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ’’کیا ہم چھوڑنے والے ہیں اپنے معبودوں کو ایک دیوانے شاعر کی وجہ سے۔‘‘

سورۃ سبا آیت نمبر ۸ اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ’’کیا بنایا ہے اس نے اللہ پر

جھوٹ یا اس کو جنون ہے۔'' اور سورہ صٓ آیت نمبر۴ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ''اور کہا کافروں نے یہ جادوگر ہے جھوٹا ہے۔'' تو آپ ﷺ کو دیوانہ کہا، شاعر کہا، مفتری کہا، جادوگر اور جھوٹا کہا۔ جب کسی کو اتنا کچھ کہا جائے تو وہ بھی چاہتا ہے کہ میں بھی کچھ سناؤں لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ان کی باتوں پر صبر کریں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ان کو کسی ایسی بات کا جواب نہیں دیا ورنہ آپ ﷺ بھی کہہ سکتے تھے تم جھوٹے ہو، تمہارے آباء و اجداد جھوٹے ہیں، تمہاری نسلیں جھوٹی ہیں، کچھ بھی نہیں کہا کیونکہ اگر آپ بھی طعنے دینا شروع کر دیتے تو پھر خلق عظیم پر زد آتی تھی معاملہ برابر ہو جاتا۔ تو فرمایا آپ صبر کریں وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ اور تسبیح بیان کریں اپنے رب کی حمد کی سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ پڑھیں قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ سورج کے طلوع ہونے سے پہلے وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا اور سورج کے غروب ہونے سے پہلے۔

فضائلِ نماز واذکار :

اس میں فجر اور عصر کی نماز آگئی اور ان دونوں نمازوں کا بڑا ثواب ہے۔ اور ایک حدیث پاک میں آتا ہے کہ منافقوں پر دو نمازیں بہت بھاری ہیں ایک فجر کی اور ایک عشاء کی۔ فجر اور عصر کی نماز کے وقت اعمال لکھنے والے فرشتوں کی ڈیوٹیاں تبدیل ہوتی ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرشتوں سے پوچھتے ہیں كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِيْ میرے بندوں کو تم نے کس حالت میں چھوڑا؟ تو فرشتے کہتے ہیں اے پروردگار! ہم عصر کے وقت گئے تھے اس وقت بھی وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب صبح کے وقت ہم آئے ہیں تو اب بھی نماز میں تھے۔ یہ فرشتوں کی سلطانی گواہی ہے۔ محلے کی مسجد کا امام جب عصر کے وقت اللہ اکبر تکبیر تحریمہ کہتا ہے تو اس مسجد کیساتھ جو محلہ وابستہ ہے تمام محلے والوں کی ڈیوٹیاں بدل جائیں

گی دن والے فرشتے گئے اور رات والے آ گئے۔اسی طرح صبح کی نماز کے وقت عصر کی نماز کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا مَنْ فَاتَتْهُ صَلٰوةُ الْعَصْرِ فَكَاَنَّمَا وُتِرَ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ جس کی عصر کی نماز فوت ہوگئی یوں سمجھو کہ اس کے گھر کے سارے افراد مارے گئے اور گھر کا سامان لوٹ لیا گیا۔اس سے خود اندازہ لگالو کہ کتنا نقصان ہے؟ یہ بخاری اور مسلم شریف کی روایت ہے۔فرمایا وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ ۔ اٰنَـآ اِنٌ" کی جمع ہے اس کا معنی ہے وقت۔معنی ہوگا رات کے اوقات میں فَسَبِّحْ پس آپ تسبیح بیان کریں۔اس میں مغرب اور عشاء دونوں نمازیں آگئیں۔نمازوں کے بعد تسبیحات کا خوب اہتمام کرو اس کے علاوہ اوقات میں بھی کوئی ممانعت نہیں ہے لیکن نماز کے بعد زیادہ اہتمام ہونا چاہیے۔

حدیث پاک میں آتا ہے نماز کے بعد ۳۳ دفعہ سبحان اللہ ۳۳ دفعہ الحمد للہ اور ۳۴ دفعہ اللہ اکبر پڑھو۔اور اس کے علاوہ جو تسبیحات پڑھ سکتے ہو پڑھو وَاَطْرَافَ النَّهَارِ اور دن کے اطراف میں، اس میں ظہر کی نماز آ گئی۔مطلب یہ ہے کہ آپ نمازوں کی طرف توجہ دیں، تسبیحات کی طرف توجہ دیں ان کی لایعنی باتوں کی طرف توجہ نہ دیں لَعَلَّكَ تَرْضٰى تاکہ آپ راضی ہو جائیں۔یعنی اس بندگی پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو اجر اور ثواب ملے گا اس پر آپ راضی ہو جائیں گے وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اور نہ پھیلائیں دونوں آنکھوں کو اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ اس چیز کی طرف جو ہم نے فائدہ دیا ہے اس چیز کیساتھ مختلف لوگوں کو اس میں سے۔یہودی ہیں، عیسائی ہیں، مجوسی ہیں، بدھ مت والے ہیں، ہندو ہیں، سکھ ہیں ان سب کافروں کو ہم نے فائدہ دیا ہے زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا یہ زینت ہے دنیا کی زندگی کی۔کوٹھیاں ہیں، کارخانے ہیں، دوکانیں ہیں، باغات ہیں، سونا چاندی ہے ان چیزوں کی طرف توجہ نہ کریں یہ دنیا کی رونق ہے یہ

سب عارضی چیزیں ہیں۔قرآن پاک میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قارون کو اتنا خزانہ دیا تھا کہ اس کے خزانے کی چابیوں کو ایک اچھی خاصی جماعت اٹھاتی تھی۔ جب گھوڑے پر سوار ہو کر باہر نکلتا تو آگے پیچھے نوکر چاکر ہوتے بڑی ٹھاٹھ باٹھ کیساتھ نکلتا جیسے آج کل افسروں کی ہوتی ہے۔کچھ لوگ دنیا پرست ہوتے تھے وہ دیکھ کر کہتے یٰلَیۡتَ لَنَا مِثۡلَ مَاۤ اُوۡتِیَ قَارُوۡنُ [قصص:۷۹] ''کاش کہ ہمارے لئے بھی وہی کچھ ہوتا جو قارون کو دیا گیا ہے ہمیں بھی یہی کچھ مل جائے۔'' کچھ اللہ والے بھی پاس ہوتے تھے انہوں نے کہا وَیۡلَکُمۡ ثَوَابُ اللّٰہِ خَیۡرٌ ''خرابی ہو تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کا اجر عطا کیا ہوا بہتر ہے۔'' یہ بالکل فانی اور عارضی ہے آخرت کی فکر کرو پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو بمع کوٹھی اور خزانوں کے زمین میں دھنسا دیا فَخَسَفۡنَا بِہٖ وَبِدَارِہِ الۡاَرۡضَ [قصص:۸۱] ''پھر ہم نے دھنسا دیا اس قارون اور اس کے گھر کو زمین میں۔'' اس وقت لوگوں نے کہا اچھا ہوا الحمد للہ ! ہمیں کچھ نہیں ملا قارون جیسا ورنہ آج ہمارا بھی وہی حشر ہوتا جو قارون کا ہوا ہے۔تو فرمایا آپ اس کی طرف نہ دیکھیں جو ہم نے ان کو نفع دیا ہے مختلف لوگوں کو یہ دنیا کی رونق ہے زینت ہے لِنَفۡتِنَہُمۡ فِیۡہِ تاکہ ہم امتحان لیں ان کا اس کے ذریعے کون ان میں سے اچھے کام کرتا ہے اور کون برے کاموں میں خرچ کرتا ہے وَرِزۡقُ رَبِّکَ خَیۡرٌ اور آپ کے رب کا رزق بہتر ہے جو آپ کو رب کی طرف سے ملے گا وَّاَبۡقٰی اور بہت ہی پائیدار ہے۔قیامت والے دن اور جنت میں رب تعالیٰ کی طرف سے جو روزیاں ملیں گی پھل ملیں گے وہ بہت ہی بہتر اور بہت ہی پائیدار ہوں گے دنیا کی چیزیں عارضی ہیں ان کو دھیان میں نہ لائیں۔

ہر شخص اپنے اہل خانہ کو نماز کا حکم دینے کا مکلّف ہے :

اور فرمایا وَاۡمُرۡ اَہۡلَکَ بِالصَّلٰوۃِ اور حکم کریں اپنے گھر کے افراد کو نماز کا۔ ہر

آدمی اس بات کا مکلف ہے کہ وہ اپنے گھر کے افراد کو نماز کا حکم دے۔ حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب بچے کی عمر سات سال ہو جائے تو اس کو نماز کا حکم دو۔ دس سال کا ہو جائے اور نماز نہیں پڑھتا تو فَاضْرِبُوْهُ اس کو مارو جب سات سال کے بچے کو نماز کا حکم کرنا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس کو نماز پہلے یاد کرانی چاہیے۔ یاد ہو گی تو پڑھے گا اور آج صورت حال یہ ہے کہ دم درود کیلئے بڑے بڑے بچے آتے ہیں بچیاں آتی ہیں پوچھتا ہوں بیٹا نماز آتی ہے؟ کہتے ہیں نہیں! بیٹی نماز آتی ہے؟ کہتی ہیں نہیں! کونسی کلاس میں ہو چوتھی جماعت میں ہوں، پانچویں جماعت میں ہوں کلاسیں چار پانچ ہو گئیں ہیں اور نماز نہیں آتی۔ یہ سب ماں باپ کی غفلت کا نتیجہ ہے ماں باپ کا فرض ہے کہ سات سال کی عمر سے پہلے بچے کو نماز یاد کرائیں۔ جو چیزیں بچپن میں یاد ہو جاتی ہیں وہ ذہن میں بیٹھ جاتی ہیں۔ عربی کا مشہور مقولہ ہے کہ بچپن میں جو علم آئیگا کَالنَّقْشِ فِی الْحَجَرِ "ایسے سمجھو جیسے پتھر پر لکیر کھینچ دی جائے۔" اور بوڑھا ہو گیا تو یوں سمجھو کَالنَّقْشِ فِی الْمَآءِ "جیسے پانی پر لکیر کھینچ دی جائے۔" وہ کہاں رہے گی بڑے ہو کر کیا یاد ہو گا۔ حیرانگی ہوتی ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں دعائے قنوت یاد نہیں ہے ہم کیا پڑھیں؟ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ بھئی! دعائے قنوت کیوں یاد نہیں ہے؟ دنیا کے سارے کام یاد ہیں اور دعائے قنوت یاد نہیں ہے۔ اور یہ مسئلہ بھی یاد رکھنا! کہ ہم نماز میں جو کچھ پڑھتے ہیں اس کا ترجمہ اور اس کا مفہوم ہر نمازی کو آنا چاہیے۔ سورۃ النساء آیت نمبر ۴۳ میں ہے یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا "اے ایمان والو! لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى نماز کے قریب نہ جاؤ اس حال میں کہ تم نشے میں ہو حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ جب تک کہ تم سمجھ نہ لو جو کچھ تم کہتے ہو۔" تو جو کچھ نماز میں پڑھا ہے اس کا مفہوم آنا چاہیے۔ آج کتنے نمازی ایسے ہیں

کہ ان کو نماز کا ترجمہ نہیں آتا اور دعا قنوت میں ہے اِلَیۡکَ نَسۡعٰی وَنَحۡفِدُ اس کا معنیٰ پوچھو تو شاید پرانے پرانے نمازی نہ بتلا سکیں۔ ان تمام باتوں کو سمجھو اور ان پر عمل کرو تو فرمایا کہ اپنے گھر کے افراد کو نماز کا حکم دیں وَاصۡطَبِرۡ عَلَیۡهَا اور خود بھی قائم رہو نماز پر۔ نماز کبھی نہ چھوڑو۔ آج حالت یہ ہے کہ دنیا کا کوئی کام نہیں چھوٹتا اور نماز چھوٹ جاتی ہے۔ فرمایا لَا نَسۡـَٔلُكَ رِزۡقًا ہم نہیں سوال کرتے آپ سے رزق کا۔ کیوں؟ نَحۡنُ نَرۡزُقُكَ ہم ہی آپ کو رزق دیتے ہیں۔ رب تعالیٰ نے جو رزق لکھا ہے وہ مل کر رہے گا نماز کی پابندی کریں وَالۡعَاقِبَةُ لِلتَّقۡوٰی اور اچھا انجام پرہیزگاری کا ہے۔ رب تعالیٰ ہمیں تقویٰ اور پرہیزگاری نصیب فرمائے۔

وَقَالُوْا لَوْلَا يَأْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِى الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿۱۳۳﴾ وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى ﴿۱۳۴﴾ قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى ﴿۱۳۵﴾ ع ۸ ۱۷

وَقَالُوْا اور کہا کافروں نے لَوْ لَا يَاْتِيْنَا کیوں نہیں لاتا ہمارے پاس بِاٰيَةٍ کوئی نشانی مِنْ رَّبِّهٖ اپنے رب کی طرف سے اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ کیا نہیں آتی ان کے پاس بَيِّنَةُ واضح چیز مَا اس چیز سے فِى الصُّحُفِ الْاُوْلٰى جو پہلے صحیفوں میں درج ہے وَلَوْ اَنَّآ اور اگر بیشک ہم اَهْلَكْنٰهُمْ ان کو ہلاک کر دیتے بِعَذَابٍ عذاب میں مِنْ قَبْلِهٖ اس سے پہلے لَقَالُوْا البتہ وہ کہتے رَبَّنَا اے ہمارے رب لَوْ لَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا کیوں نہ بھیجا آپ نے ہماری طرف رسول فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ ہم پیروی کرتے آپ کی آیات کی مِنْ قَبْلِ پہلے اس سے اَنْ نَّذِلَّ کہ ہم ذلیل ہوتے وَنَخْزٰى اور ہم رُسوا ہوتے قُلْ آپ کہہ دیں كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ سب کے سب منتظر ہیں فَتَرَبَّصُوْا پس تم بھی انتظار کرو فَسَتَعْلَمُوْنَ پس عنقریب تم جان لوگے مَنْ اس کو اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ جو سیدھے راستے والے ہیں وَمَنِ اهْتَدٰى اور جو ہدایت یافتہ ہے۔

معجزات کا ذکر :

اللہ تبارک وتعالیٰ نے پیغمبروں کی صداقت کیلئے ان کے ہاتھ پر معجزات ظاہر فرمائے۔ معجزہ اس فعل کو کہتے ہیں جو دوسروں کو عاجز کر دے دوسرے لوگ وہ فعل نہ کر سکیں۔ اور معجزہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے اور نبی کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے ذاتی طور پر نبی کا اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا۔ سورہ انعام آیت نمبر ۱۰۹ میں ہے اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰہِ ''بیشک نشانیاں اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔'' یہ معجزات، نشانیاں رب تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ اسی طرح کرامت بھی حق ہے وہ ولی کے ہاتھ پر صادر ہوتی ہے۔ فعل رب تعالیٰ کا ہوتا ہے ولی کا ذاتی طور پر اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا۔ بعض معجزہ مانگنے والے ایسے بھی تھے جو محض تصدیق قلبی چاہتے تھے کہ ہمارا دل مطمئن ہو جائے، ضدی نہیں تھے ان لوگوں کو ہدایت نصیب ہوئی۔ ترمذی شریف اور مسند احمد میں روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ صحابہ کرام ﷺ کیساتھ بیٹھے تھے۔ ایک شخص آیا اس نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تم نبی ہو نبوت کا دعویٰ کرتے ہو۔ فرمایا ہاں! رب تعالیٰ نے مجھے نبوت عطا فرمائی ہے۔ کھجور کا ایک لمبا درخت تھا اس پر کھجور کے خوشے لٹک رہے تھے کہنے لگا کہ اگر آپ نبی ہیں تو کھجور کا خوشہ اتر کر آپ کی گود میں آ جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ کام رب کا ہے میرا ذاتی طور پر اس میں کوئی دخل نہیں لیکن اگر اللہ تعالیٰ میری تصدیق فرما دے تو آپ مان لیں گے؟ کہنے لگا ہاں! مان لونگا۔ آپ ﷺ نے اشارہ کیا تو وہ خوشہ ٹوٹ کر آپ کی گود میں آ گرا۔ اس نے فوراً کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا کیونکہ وہ ضدی نہیں تھا محض اپنی تسلی چاہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت آپ ﷺ نے پھر اشارہ کیا تو وہ خوشہ اسی جگہ جا کر جڑ گیا۔ اب عقل تو ان چیزوں کو نہیں مانتی مگر ایمان تسلیم کرتا ہے اور ضدی کا کوئی علاج نہیں ہے۔ دیکھو! چاند کی چودھویں کی رات

تھی آنحضرت ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیساتھ بیٹھے ہوئے تھے حرم میں ۔ صنادید قریش یعنی سرداران قریش نے آپ کو تنگ کرنے کا منصوبہ بنایا چھیڑ خانی کیلئے آپ ﷺ کے پاس آ کر بیٹھ گئے ۔ کہنے لگے کہ آپ کہتے ہیں میں اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہوں اور یہ بھی کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ کر سکتا ہے تو آپ اپنے رب کو کہیں کہ چاند کو دو ٹکڑے کر دے ۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ کام رب تعالیٰ کا ہے وہ کر سکتا ہے اگر وہ میری تائید کیلئے ایسا کر دے تو تم مان جاؤ گے میرا کلمہ پڑھ لو گے ۔ کہنے لگے کیوں نہیں ۔ آپ ﷺ نے اشارہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا ۔ ایک ٹکڑا جبل ابو قبیس پر جو کعبۃ اللہ سے مشرق کی طرف ہے اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے دنیا میں اللہ تعالیٰ نے جبل ابو قبیس پیدا فرمایا ۔ اب اس پہاڑ کے نیچے ایک سرنگ نکالی گئی ہے منٰی کی طرف جانے کیلئے ، اس میں بسیں بھی چلتی ہیں ۔ اور دوسرا ٹکڑا مغرب کی طرف جبل قیقعان پر چلا گیا ۔ مشرک ایک دوسرے سے پوچھتے تھے کہ تجھے بھی دو ٹکڑے نظر آ رہے ہیں؟ وہ کہتے ہاں! دو ہی نظر آ رہے ہیں ۔ کافی دیر تک چاند دو ٹکڑوں میں رہا ۔ سورۃ القمر میں ہے اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ’’قریب آ گئی ہے قیامت اور پھٹ گیا ہے چاند ۔‘‘ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی تھی کہ چاند دو ٹکڑے ہو گا ۔ یہ بعیدہ نشانیوں میں سے تھی اور قریب والی نشانیوں بھی ظاہر ہو رہی ہیں ۔ تو خیر سب نے آنکھوں کیساتھ دیکھا کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا ہے مگر ان ضدی لوگوں میں سے ایک بھی ایمان نہ لایا ۔ کہنے لگے سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ’’یہ جادو ہے جو مسلسل چلا آ رہا ہے وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْا اَهْوَاءَهُمْ اور جھٹلایا انہوں نے اور پیروی کی اپنی خواہشات کی ۔‘‘ تو اس ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے ۔ ایسے ضدی لوگوں کا ذکر ہے ۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَقَالُوْا اور کہا ان کافروں نے لَوْ لَا يَأْتِيْنَا بِاٰيَةٍ کیوں نہیں لاتا ہمارے پاس کوئی نشانی مِّنْ رَّبِّهٖ اپنے رب کی طرف سے۔ آیت کا معنٰی معجزہ بھی ہے اور آیت کا معنٰی قرآن کریم کی آیت بھی۔ اگر آیت کا معنٰی معجزہ ہو تو ان کے مطالبات کا ذکر سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۹۱-۹۰ میں مذکور ہے وَقَالُوْا'' اور کہا کافروں نے لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْبُوْعًا ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے آپ پر یہاں تک کہ آپ جاری کردیں ہمارے لئے زمین سے چشمے اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ یا ہو آپ کیلئے باغ کھجوروں کا وَعِنَبٍ اور انگوروں کا فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا پس چلائیں آپ نہروں کو ان کے درمیان چلانا'' اس وقت مکہ مکرمہ میں صرف زم زم کا پانی ہوتا تھا یا قریب کچھ چھوٹے چشمے ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ جزاء خیر عطا فرمائے زبیدہ رحمۃ اللہ علیہا کو اس نے مکے والوں کیلئے نہر زبیدہ نکالی ورنہ پانی کی بڑی دقت ہوتی تھی۔

تو مشرکوں نے آپ سے یہ معجزے طلب کئے اگر آپ یہ نہیں کر سکتے تو اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا ''یا آپ گرادیں آسمان جیسا کہ آپ خیال کرتے ہیں کوئی ٹکڑا۔'' ہمیں عذاب کی دھمکی جو دیتے ہو پھر ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرادو اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ''یا آپ لائیں اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کو سامنے اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ یا ہو آپ کیلئے گھر جس کی دیواریں سونے کی ہوں چھت اور دروازے سونے کے ہوں اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ یا چڑھ جائیں آپ آسمان پر ہمارے سامنے اڑ کر وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ اور ہم ہرگز نہیں ایمان لائیں گے آپ کے اوپر چڑھ جانے سے حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا یہاں تک کہ اتار دیں ہمارے اوپر ایک کتاب نَّقْرَؤُهٗ جس کو ہم

پڑھیں۔" یہ مطالبے پورے کرو تو پھر ہم مانیں گے۔" اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا قُلْ " آپ کہہ دیں سُبْحَانَ رَبِّیْ پاک ہے میرا پروردگار ہر کمزوری اور عیب سے ،وہ سب کام کرسکتا ہے هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلاً نہیں ہوں میں مگر بشر ہوں رسول ہوں۔" یہ معجزات میرے اختیار میں نہیں ہیں۔ کیونکہ بشر کو رب تعالیٰ نے خدائی طاقتیں نہیں دیں۔ ان کے اس طرح کے مطالبات کا ذکر سورۃ الانعام ساتویں پارے میں بھی ہے۔ تو فرمایا کہ کافروں نے کہا کیوں نہیں لاتا ہمارے پاس کوئی نشانی اپنے رب کی طرف سے۔

تاریخ فرشتہ :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ کیا نہیں آئی ان کے پاس واضح بات کہ ان کی فرمائش پر چاند دو ٹکڑے ہو گیا اور سب نے آنکھوں کیساتھ دیکھا مگر ایمان نہیں لائے۔ اس ضد کا بھی کوئی علاج ہے دنیا میں اور جن کی طبیعت سلیم ہو وہ مان جاتے ہیں چنانچہ "تاریخ فرشتہ" نامی کتاب بڑی نایاب تھی اس کا ایک نسخہ میرے پاس تھا اور ایک نسخہ پنجاب یونیورسٹی کے پاس تھا۔ اب اکوڑہ خٹک والوں نے طبع کرا دی ہے۔ یہ فارسی زبان میں تھی اب اس کا اردو ترجمہ بھی ہو گیا ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ بمبئی کے پاس ایک ریاست ہے جس کا نام مالابار اور ملیبار بھی کہتے ہیں۔ اس ریاست کا راجہ ہندو تھا رات کے وقت اس کے وزیر، مشیر، بیگمات، سب اس کے پاس تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا ہے۔ پڑھے لکھے لوگ تھے انہوں نے وہ تاریخ اپنی کاپیوں میں، رجسٹروں میں اور ڈائریوں میں لکھ لی کہ فلاں تاریخ کو چاند دو ٹکڑے ہوا ہے اور اس کی تحقیق کرنا شروع کی۔ ۹۴ھ کے قریب قریب کچھ عربی تاجر جن کے نام بھی تاریخ فرشتہ والے نے بتائے ہیں مثلاً

مالک بن دینار وغیرہ۔ یہ اس ریاست میں تجارت کیلئے آئے۔اس ریاست کے لوگوں نے ان کے سامنے رجسٹر نکال کر بتایا کہ اس تاریخ کو ہم نے یہاں دیکھا کہ چاند دو ٹکڑے ہوا ہے کیا وہاں بھی ہوا تھا اور اس کی حقیقت کیا ہے؟ تو ان عربی تاجروں نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغمبر بھیجا اور اس کی تائید کیلئے وہاں لوگوں کے مطالبے پر چاند کو دو ٹکڑے فرمایا۔تو ریاست مالیبار کے لوگ مسلمان ہو گئے اور اب تک مسلمان چلے آرہے ہیں۔ دیکھو! جنہوں نے ماننا تھا ہزاروں میل دور ہوتے ہوئے بھی مان گئے اور جنہوں نے نہیں ماننا تھا قریب ہوتے ہوئے بھی نہیں مانا اور کہا کہ یہ جادو ہے بڑا طاقتور۔تو فرمایا کیا نہیں آتی ان کے پاس واضح چیز مَا فِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی جو پہلے صحیفوں میں درج ہے۔ پہلے صحیفوں میں آپ کی نشانیاں لکھی ہوئی ہیں چاند کا دو ٹکڑے ہونا انہوں نے آنکھوں سے دیکھا ہے معراج کا واقعہ ان کے سامنے ہے اور بہت سارے معجزات ہیں۔ مسلم شریف میں روایت ہے آپ ﷺ کو قضاء حاجت کی ضرورت پیش آئی اور احادیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ لوگوں کے سامنے نہیں بیٹھتے تھے دور تشریف لے جاتے تھے اور اتنا دور تشریف لے جاتے تھے کہ حتّٰی لَا یَرَاہ اَحَدٌ یہاں تک کہ آپ ﷺ کو کوئی نہیں دیکھتا تھا۔آپ ﷺ پر کسی کی نگاہ نہیں پڑتی تھی۔ کھلا میدان تھا میدان کے ایک کنارے ایک درخت تھا اور دوسرے کنارے دوسرا درخت تھا آپ ﷺ نے اشارہ فرمایا دونوں درخت دوڑتے ہوئے زمین کو چیرتے ہوئے آئے اور اکٹھے ہو گئے اور پردہ ہو گیا۔ جب آپ ﷺ فارغ ہوئے تو دونوں درخت اپنی اپنی جگہ چلے گئے۔اور بہت سارے معجزات ہیں جو لوگوں نے آنکھوں سے دیکھے اور جادو کہہ کر ٹال دیتے۔تو ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ اور اگر بیشک ہم ان کو ہلاک کر دیتے

بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ عذاب میں آنحضرت ﷺ کی آمد سے پہلے لَقَالُوْا تو وہ کہتے رَبَّنَا اے ہمارے رب لَوْ لَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلاً کیوں نہ بھیجا آپ نے ہماری طرف رسول فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ پس ہم پیروی کرتے آپ کی آیات کی مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ پہلے اس سے کہ ہم ذلیل ہوتے وَنَخْزٰى اور ہم رُسوا ہوتے عذاب میں۔ جب اللہ تعالیٰ نے پیغمبر مبعوث کیا تو انہوں نے انکار کر دیا اور یہودی تو آنحضرت ﷺ کی آمد سے پہلے بھی علامات سے اور اپنے پیغمبروں کی پیش گوئیوں سے آپ ﷺ کو پہچانتے تھے۔ چنانچہ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۸۹ میں ہے وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ''اور تھے وہ اس سے پہلے کافروں پر فتح طلب کرتے تھے۔'' یعنی آنحضرت ﷺ کے وسیلے سے دعا کرتے تھے کہ اے پروردگار! نبی آخر الزمان ﷺ کے طفیل اور وسیلے کیساتھ ہمیں فتح عطا فرما۔ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ پس جب وہ ان کے پاس آئے تو انکار کر دیا۔'' اس ضد کا دنیا میں کیا علاج ہے؟

مسئلہ وسیلہ :

وسیلے کے متعلق بات سمجھ لیں۔ میں نے اپنی کتاب ''تسکین الصدور'' کے ساتویں باب میں بڑی تفصیل کیساتھ اس مسئلے پر بحوالہ بحث کی ہے۔ اتنی تفصیل اکٹھی تمہیں کسی اور کتاب میں نہیں ملے گی تفصیل تو وہاں دیکھ لینا مختصر یہ کہ توسل کی ایک قسم تو خالص شرک ہے اور ایک جائز ہے۔ اگر کسی بزرگ کا وسیلہ اس نظریہ اور عقیدے کیساتھ دیتا ہے کہ وہ حاضر و ناظر ہیں، عالم الغیب ہیں اور متصرف فی الامور ہیں اور وہ بات سن رہے ہیں تو یہ خالص شرک ہے اور مشرک لوگ اسی شق پر عمل کرتے ہیں۔ طفیل، وسیلہ، صدقہ، برکت، حرمت جاہ کوئی بھی لفظ ہو سب کا مفہوم ایک ہی ہے۔ اور اگر اس نظریہ اور عقیدہ کیساتھ ہو

کہ مومنوں کا آنحضرت ﷺ پر ایمان ہے اور آپ ﷺ کیساتھ محبت ہے اور آپ ﷺ پر ایمان اور آپ ﷺ کیساتھ محبت ایک نیک عمل ہے۔ اور جو آنحضرت ﷺ اور اس کے نیک بندوں کیساتھ محبت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر رحمت نازل کرتا ہے اور اس رحمت کے بدلے اللہ تعالیٰ میری دعا قبول کرلے۔ اور کہتا ہے اے پروردگار! آنحضرت ﷺ کے اس وسیلے کہ میرا ان کیساتھ تعلق ہے میرا کام کردے، آپ ﷺ کے طفیل کیساتھ کردے، آپ ﷺ کے صدقے سے کردے تو یہ وسیلہ جائز اور صحیح ہے۔ تو فرمایا اگر ہم ان کو آپ ﷺ کی آمد سے پہلے عذاب کے ذریعے ہلاک کردیتے تو کہتے اے پروردگار! آپ نے ہماری طرف رسول کیوں نہیں بھیجا کہ ہم آپ کی آیات کی پیروی کرتے۔

اب اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تشریف لائے تو یہ بگڑ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا قاعدہ اور اصول ہے کہ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا [بنی اسرائیل: ۱۵] ''اور ہم نہیں عذاب دیتے یہاں تک کہ ہم رسول بھیج دیں۔'' اتمام حجت کرنے کے بعد عذاب نازل کرتے ہیں لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ [النساء: ۱۶۵] ''تاکہ نہ ہو لوگوں کیلئے اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی حجت رسولوں کے بھیجنے کے بعد۔'' تاکہ بہانہ نہ بنا سکیں کہ ہمیں تو معلوم نہیں تھا کہ کون سی چیز جائز ہے کون سی چیز ناجائز ہے۔ جب پورے طور پر حجت ہوجاتی ہے تو پھر عذاب آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ سب کے سب منتظر ہیں فَتَرَبَّصُوْا پس تم بھی انتظار کرو فَسَتَعْلَمُوْنَ پس عنقریب تم جان لوگے مَنْ اس کو اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ جو سیدھے راستے والے ہیں۔ عنقریب پتہ چل جائے گا کہ سیدھے راستے پر کون ہیں وَمَنِ اهْتَدٰى اور جو ہدایت یافتہ ہے۔ بس آنکھیں بند ہونے

کی دیر ہے جنت دوزخ سامنے ہوگی مَنْ مَاتَ قَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهُ ''جو مرا اس کی قیامت قائم ہوگئی۔''

آج بروز منگل دو ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ بمطابق ۸/ مارچ ۲۰۱۱ء

سورت طٰہٰ مکمل ہوئی۔

والحمد للہ علی ذلک

(مولانا) محمد نواز بلوچ

مہتمم: مدرسہ ریحان المدارس، جناح روڈ، گوجرانوالا۔

سُوْرَةُ الْاَنْبِيَاءِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّاثْنَتَا عَشْرَةَ اٰيَةً وَّسَبْعُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۝۱ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ ۝۲ لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاَسَرُّوا النَّجْوَى ۖ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ۝۳ قٰلَ رَبِّيْ يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۫ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝۴ بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۚۖ فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ۝۵ مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ۚ اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ ۝۶ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۷

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ قریب آگیا ہے لوگوں کے لئے حِسَابُهُمْ ان کا حساب وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ اور وہ غفلت میں ہیں مُّعْرِضُوْنَ اعراض کرنے والے مَا يَاْتِيْهِمْ نہیں آتی ان کے پاس مِّنْ ذِكْرٍ کوئی نصیحت مِّنْ رَّبِّهِمْ ان کے رب کی طرف سے مُّحْدَثٍ تازہ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ مگر وہ سنتے ہیں اس کو وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ اور وہ کھیل میں لگے ہوئے ہیں لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ غفلت میں ہیں دل ان کے وَاَسَرُّوا النَّجْوَى اور مخفی کی ہے ان لوگوں نے سرگوشی الَّذِيْنَ

ظَلَمُوا جنہوں نے ظلم کیا ہے هَلْ هٰذَآ نہیں ہے یہ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ مگر بشر تمہارے جیسا اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ کیا پس تم پھنستے ہو جادو میں وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ حالانکہ تم دیکھ رہے ہو قٰلَ فرمایا پیغمبر نے رَبِّیْ یَعْلَمُ الْقَوْلَ میرا پروردگار ہی جانتا ہے بات کو فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ آسمان میں اور زمین میں وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ اور وہی سننے والا جاننے والا ہے بَلْ قَالُوْآ بلکہ کہا انہوں نے اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ پریشان خیالات ہیں بَلِ افْتَرٰهُ بلکہ گھڑ کے لایا ہے اس کو بَلْ هُوَ شَاعِرٌ بلکہ یہ شاعر ہے فَلْیَاْتِنَا پس چاہیے کہ لائے ہمارے پاس بِاٰیَةٍ کوئی نشانی كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ جیسا کہ بھیجے گئے ہیں پہلے مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ نہیں ایمان لائے ان سے پہلے مِّنْ قَرْیَةٍ کسی بستی والے اَهْلَكْنٰهَا جن کو ہم نے ہلاک کیا اَفَهُمْ یُؤْمِنُوْنَ کیا پس یہ ایمان لے آئیں گے وَمَآ اَرْسَلْنَا اور نہیں بھیجا ہم نے قَبْلَكَ آپ سے پہلے اِلَّا رِجَالًا مگر مردوں کو نُّوْحِیْٓ اِلَیْهِمْ وحی بھیجی ہم نے ان کی طرف فَسْئَلُوْآ اَهْلَ الذِّكْرِ پس سوال کرو اہل علم سے اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اگر تم نہیں جانتے۔

سورۃ انبیاء کی وجہ تسمیہ اور نبی کا معنٰی :

اس سورۃ کا نام سورۃ الانبیاء ہے۔ انبیآء، نَبِیٌّ کی جمع ہے۔ نبی کا معنٰی ہے خبر دینے والا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام کی مخلوق کو خبر دیتا ہے۔ ان خبروں میں اہم خبر توحید کی ہے، اللہ تعالیٰ کے وحدہ لاشریک ہونے کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جتنے پیغمبر بھیجے ہیں سب کا عقیدۂ توحید پر اتفاق ہے یہ اتنا اہم مسئلہ ہے کہ کسی پیغمبر کا دوسرے پیغمبر کے ساتھ کوئی

اختلاف نہیں ہے۔یعنی وہ سورت جس میں نبیوں نے توحید کا بنیادی عقیدہ بیان کیا ہے۔
یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے، بہتر سورتیں اس سے پہلے نازل ہو چکی تھیں اس کا تہتر واں نمبر ہے۔اس کے سات رکوع اور ایک سو بارہ آیات ہیں۔

لوگ آخرت سے غافل ہیں :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ قریب آ گیا ہے لوگوں کے لئے ان کا حساب وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ اور وہ غفلت میں ہیں مُّعْرِضُوْنَ اعراض کرنے والے، روگردانی کرنے والے ہیں۔دنیا میں مختلف شعبوں کے جو نصاب مقرر ہیں ان کے امتحانات جوں جوں قریب آتے ہیں پڑھنے والوں کو فکر ہوتی ہے، ماں باپ اور اساتذہ کو فکر ہوتی ہے وہ تیاری کی تاکید کرتے ہیں امتحان دینے والے بڑی محنت کرتے ہیں دن میں تیاری کرتے ہیں راتوں کو جاگتے ہیں، تکرار کرتے ہیں، دہراتے ہیں۔کوئی مغفّل ہو گا، بے پرواہو گا جو تیاری نہ کرے ورنہ ہر آدمی امتحان کے دنوں میں تیاری کرتا ہے۔مگر یہ دنیا کے امتحان آخرت کے امتحان کے مقابلہ میں کیا ہیں؟ کچھ بھی نہیں ہیں۔ان کی اتنی بھی حیثیت نہیں ہے جتنی کھیل کی ہوتی ہے۔تو آخرت کے امتحان کی کتنی تیاری ہونی چاہیے؟ رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حساب لوگوں کا قریب آ گیا ہے اور وہ غفلت میں اعراض کر رہے ہیں کوئی تیاری نہیں کرتے موت واقع ہونے کی دیر ہے حساب شروع۔لوگ سمجھتے ہیں موت صرف بوڑھوں کے لیے ہیں۔ایسی بات نہیں ہے موت سب کے لیے ہے نوجوانوں کے لیے بھی، بوڑھوں کے لیے بھی، بچوں کے لیے بھی، مردوں اور عورتوں کے لیے بھی ہے۔کوئی شخص یہ سمجھے کہ میں بوڑھا ہو کر مروں گا تو وہ غلط فہمی کا شکار ہے۔کوئی یہ خیال کرے کہ میں تندرست ہوں بیمار ہو کر مروں گا تو اس کا یہ خیال غلط ہے۔تندرست بھی

مرتے ہیں بیمار بھی مرتے ہیں۔آخرت کی ہر وقت تیاری ہونی چاہئے۔اسی لیے حدیث پاک میں آتا ہے صَلِّ صَلٰوۃَ مُوَدِّعٍ ''جب تو نماز پڑھے تو یہ سمجھ کر پڑھ کہ یہ میری آخری نماز ہے۔''ہوسکتا ہے کہ اس کے بعد مجھے موقع نہ ملے۔''تو فرمایا لوگ غفلت میں اعراض کر رہے ہیں کوئی تیاری نہیں کی مَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ نہیں آتی ان کے پاس کوئی نصیحت مِّنْ رَّبِّهِمْ ان کے رب کی طرف سے مُّحْدَثٍ تازہ۔قرآن پاک کا کوئی نیا حکم نہیں آتا اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ مگر وہ اس کو سنتے ہیں اس کی طرف کان لگاتے ہیں وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ اور وہ کھیل میں لگے ہوئے ہیں۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو تازہ حکم آتا ہے اس کو سن کر اس کا مذاق اڑاتے ہیں دل لگی کرتے ہیں مانتے نہیں لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ غفلت میں ہیں دل ان کے۔ان کے دل غفلت میں مبتلا ہیں وَاَسَرُّوا النَّجْوَى اور مخفی کی ہے ان لوگوں نے سرگوشی۔کون سے لوگوں نے مخفی سرگوشی کی ہے؟فرمایا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا جنہوں نے ظلم کیا ہے،جو ظالم ہیں انہوں نے مخفی طور پر مشورہ کیا ہے۔کہنے لگے هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ نہیں ہے یہ پیغمبر مگر بشر تمہارے جیسا۔

ہر زمانے میں مشرکوں نے نبی کی بشریت کا انکار کیا :

حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے سے لے کر آنحضرت ﷺ کے دور تک مشرکوں کا یہی خیال رہا ہے کہ پیغمبر کو بشر نہیں ہونا چاہیے۔یہ نہیں ہوسکتا کہ بشر ہو پھر نبی ہو۔وہی بات انہوں نے کی کہ یہ بشر ہے اس کو نبوت کہاں سے مل گئی؟شروع سے مشرکوں نے اس باطل نظریے کی ترویج کی ہے کہ پیغمبری اور بشریت اکٹھی نہیں ہوسکتیں۔اصل بات یہ ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو بشر سمجھا اور اپنی کمزوریاں سامنے رکھیں اور سمجھا کہ پیغمبر بھی ہمارے جیسا بشر ہے اور ہمارے جیسی کمزوریاں ان میں ہیں (معاذ اللہ تعالیٰ) تو پھر ہم میں

اور اس میں کوئی فرق نہ ہوا۔ حالانکہ بشریت، آدمیت اور انسانیت بہت بلند چیز ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ہم بندے نہیں ہیں۔ صحیح معنٰی میں بندے اور بشر ہیں ہی پیغمبر، صحیح معنٰی میں انسان وہ ہیں۔ تو اصل بشر اور انسان پیغمبر ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھنے والوں نے پوچھا ''اے امی جان! آپ ﷺ کی گھر سے باہر کی زندگی تو ہمارے سامنے ہے مسجد میں، میدان جہاد میں، سفر میں، حج میں، عمرے میں جو کچھ آپ ﷺ نے کیا ہے وہ تو ہمارے سامنے ہے۔ آپ یہ بتائیں کہ جب آپ ﷺ گھر تشریف لے جاتے ہیں تو اس وقت آپ ﷺ کیا کرتے ہیں؟ تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کَانَ بَشَرًا مِّنَ الْبَشَرِ ''آپ ﷺ بشر تھے یَفْلِیْ ثَوْبَهٗ وَیَحْلِبُ شَاتَهٗ وَفِیْ رِوَایَةٍ یَکْنِسُ بَیْتَهٗ وَیَخْصِبُ نَعْلَیْهِ آپ کسی وقت کپڑے اتار کر جوئیں تلاش کر لیتے تھے، بکری کا دودھ اپنے ہاتھ سے دوہ لیتے تھے اور ایک روایت میں ہے (کہ اگر مجھے کوئی تکلیف ہوتی تو) گھر میں جھاڑو بھی پھیر لیتے تھے اور جوتا مبارک بھی اپنے ہاتھ سے گانٹھ لیتے تھے۔'' جو کام انسان کرتے ہیں وہ سب آپ کرتے تھے۔ ہاں! رب تعالیٰ نے ان کو درجہ دیا ہے پیغمبروں کا سردار بنایا، سید الاولین و آخرین بنایا، امام الانبیاء والمرسلین بنایا مگر تھے بشر، آدمی اور انسان۔

تو کافروں نے یہ بات کہہ کر نصیحت ٹرخا دی کہ یہ نہیں ہے مگر ہمارے جیسا بشر اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ کیا پس تم پھنستے ہو جادو میں وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ حالانکہ تم دیکھتے ہو کہ بشر ہے کھاتا پیتا ہے بیویاں ہیں بچے ہیں سارے بشری لوازمات اس کیساتھ ہیں یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے تم پھنستے ہو۔ قٰلَ فرمایا پیغمبر علیہ السلام نے رَبِّیْ یَعْلَمُ الْقَوْلَ میرا رب جانتا ہے بات فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ آسمانوں میں اور زمین میں۔ مشرکوں کا اس

وقت بھی یہ نظریہ تھا اور آج بھی یہی نظریہ ہے کہ ہمارے معبود علم غیب جانتے ہیں اور وہ ہماری باتیں سنتے ہیں نزدیک سے بھی اور دور سے بھی۔ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ صرف میرا رب جانتا ہے آسمانوں اور زمین کی بات۔ دیکھو! یَعْلَمُ فعل ہے، قاعدے کے مطابق رَبِّیْ بعد میں آنا چاہیے تھا لیکن لفظ ربی کو پہلے لائے ہیں حصر پیدا کرنے کے لیے۔ معنٰی ہوگا میرا رب ہی جانتا ہے بات آسمانوں کی اور زمین کی۔ اس میں ان کے عقیدے کا رد ہے کہ تمہارے معبود نہیں جانتے صرف میرا رب جانتا ہے وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ اور وہی سننے والا جاننے والا ہے۔ اس سے مشرکوں کے عقیدے پر ضرب لگی تو انہوں نے کہا پھر ہمارے بزرگ کدھر گئے، ہمارے الٰہ کدھر گئے؟ وہ نہیں سنتے، وہ نہیں جانتے؟ یہ بات تھی جس کی بنا پر انہوں نے شور مچا دیا کبھی کچھ کہا اور کبھی کچھ کہا۔

عقیدۂ حاضر و ناظر کفریہ ہے :

آج بھی جاہل قسم کے لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر، ولی حاضر ناظر ہیں اور سب کچھ جانتے ہیں۔ یہ کفریہ عقیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے فقہاء کرامؒ کو جنہوں نے لوگوں کے عقائد کی حفاظت کیلئے صاف صاف لفظوں میں احکام بیان فرمائے ہیں۔ فتاویٰ بزازیہ، البحر الرائق اور مجموعہ فتاویٰ میں ہے **مَنْ قَالَ اَرْوَاحُ الْمَشَائِخِ حَاضِرَةٌ تَعْلَمُ يَكْفُرُ** ''جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ ہمارے بزرگوں کی روحیں ہمارے پاس حاضر ہیں اور ہمارے حالات کو جانتی ہیں پکا کافر ہے۔'' تو جب یہ کہا جاتا ہے کہ رب ہی جانتا ہے، رب ہی سنتا ہے ہر جگہ صرف رب ہی ہے **وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ** [الحدید:۴] ''اور وہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو۔'' تو ان کے عقیدے پر زد پڑتی تھی اس لیے چیختے چلاتے تھے۔ یہ معمولی مسائل نہیں ہیں یہ بنیادی مسائل ہیں ان کو فروعی مسائل نہ سمجھنا

ان پر ایمان کا مدار ہے۔ بَلْ قَالُوْآ بلکہ انہوں نے کہا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ پریشان خیالات ہیں بَلِ افْتَرٰهُ بلکہ یہ نبی اس قرآن کو گھڑ کے لایا ہے بَلْ هُوَ شَاعِرٌ بلکہ یہ شاعر ہے۔ جو جس کے منہ میں آیا اس نے کہا۔ اَضْغَاث ضِغْثٌ کی جمع ہے ضِغْثٌ کا معنٰی ہے گھاس کی مٹھی، گھاس کا دستہ، اس میں کوئی تنکا لمبا ہوتا ہے، کوئی چھوٹا ہوتا ہے، کوئی موٹا ہوتا ہے، کوئی باریک ہوتا ہے، کوئی ہرا، کوئی خشک، مختلف ہوتے ہیں۔ پریشان کا معنٰی ہے بکھرے ہوئے، پریشان ہیں اور اَحْلَام حُلُمٌ کی جمع ہے۔ لام پر ضمہ بھی آتا ہے اور سکون بھی آتا ہے۔ اس کا معنٰی ہے خیال۔ تو کہنے لگے یہ قرآن پریشان خیالات ہیں۔ کبھی کوئی واقعہ شروع کر دیتے ہیں کبھی کوئی قصہ شروع کر دیتے ہیں۔ کبھی آدم اور حوا علیہما السلام ، کبھی فرعون کا، کبھی جنت کا، کبھی دوزخ کا، کبھی ہود علیہ السلام، کبھی صالح علیہ السلام کا۔ حالانکہ رب تعالیٰ نے جو واقعات بیان فرمائے ہیں وہ غور و فکر کرنے کے لیے بیان فرمائے ہیں۔ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۷۶ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ''آپ بیان کریں واقعات تاکہ یہ لوگ غور و فکر کریں کہ نیکوں کا یہ بنا اور بروں کا یہ نتیجہ نکلا مگر کافروں نے کہا کہ پریشان خیالات ہیں بکھرے ہوئے خیالات ہیں۔ کبھی کہا کہ اپنے پاس سے گھڑ لایا ہے۔ اس کا جواب تفصیلاً سن چکے ہو۔

قرآن کا چیلنج آج تک کسی نے قبول نہیں کیا :

اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ ان کو کہہ دیں لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ [بنی اسرائیل:۸۸] ''البتہ اگر اکٹھے ہو جائیں انسان اور جنات سارے اس بات پر کہ وہ لائیں اس قرآن کے مثل تو نہیں لا سکیں گے اس کے مثل۔'' ان کو کہو میرا چیلنج ہے فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ [ہود:۱۳]

''لاؤدس سورتیں اس جیسی گھڑی ہوئی وَادۡعُوۡا مَنِ اسۡتَطَعۡتُمۡ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اور بلالو جس کو تم طاقت رکھتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا فرشتوں کو بھی ساتھ ملا'' اور آخر میں فرمایا فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَةٍ مِّنۡ مِّثۡلِهٖ ''پس لاؤ تم ایک سورت اس کے مثل وَادۡعُوۡا شُهَدَآءَ كُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ [بقرہ:۲۳] ''اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر باقی جتنے امدادی تمہیں مل سکتے ہیں ان کو بلا لو'' یہ نہ کرسکنے کے باوجود یہ رٹ لگائے رکھنا یہ قرآن کو گھڑ کے لایا ہے تو یہ غلط بات ہے۔ کبھی کہتے شاعر ہے یہ بات بھی غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ یٰسین میں فرمایا وَمَا عَلَّمۡنٰهُ الشِّعۡرَ وَمَا يَنۡۢبَغِىۡ لَهٗ ''اور ہم نے نبی کو شعر و شاعری نہیں سکھائی اور وہ ان کی شان کے لائق بھی نہیں۔ شاعروں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وانهم يقولون ما لا يفعلون [شعراء:۲۲۶] ''اور بیشک وہ کہتے ہیں جو کرتے نہیں۔'' یہاں تو اقبال مرحوم جیسے لوگ بھی کہہ گئے......

؎ گفتار کا یہ غازی تو بنا
کردار کا غازی بن نہ سکا

ہمارے اس دور کے بڑے شاعر ہیں لیکن گفتار کے ہیں کردار کے نہیں ہیں۔ کاش کہ کردار بھی ساتھ ہوتا تو اس دور کا ولی ہوتا۔ اب تو صرف شاعر مشرق ہی ہے۔ شاعر تو ہر وادی میں سر مارتے پھرتے ہیں۔ شعر و شاعری پیغمبروں کی شان کے لائق نہیں ہے۔ فَلۡيَاۡتِنَا بِاٰيَةٍ پس لائے ہمارے پاس کوئی نشانی كَمَاۤ اُرۡسِلَ الۡاَوَّلُوۡنَ جیسا کہ بھیجے گئے ہیں پہلے۔ یعنی پہلے پیغمبروں کو جو معجزات ملے ہیں ایسا کوئی معجزہ ہمیں دکھائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا مَاۤ اٰمَنَتۡ قَبۡلَهُمۡ مِّنۡ قَرۡيَةٍ نہیں ایمان لائے ان سے پہلے کسی بستی والے اَهۡلَكۡنٰهَا جس بستی کو ہم نے ہلاک کیا اَفَهُمۡ يُؤۡمِنُوۡنَ کیا پس یہ ایمان

لائیں گے۔ کیا ان لوگوں نے حضرت ہود علیہ السلام کے معجزات، حضرت صالح علیہ السلام کا اونٹنی والا معجزہ، موسیٰ علیہ السلام کے معجزے آنکھوں کے ساتھ نہیں دیکھے تھے؟ کیا وہ مان گئے تھے؟ کیا انہوں نے شق قمر کا معجزہ نہیں دیکھا؟ طاقتور جادو کہہ کر جھٹلا دیا۔ یہ صرف ان کی باتیں ہیں شوشے چھوڑتے ہیں۔

پیغمبر جتنے بھی آئے مرد ہی آئے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْهِمْ اور نہیں بھیجا ہم نے آپ سے پہلے مگر مردوں کو وحی کی ہم نے ان کی طرف۔ پیغمبر جتنے بھیجے مرد بھیجے عورت کا بھیجنا صحیح نہیں تھا۔ کیونکہ پیغمبر شکل وصورت، عقل وصحت ہر لحاظ سے اعلیٰ ہوتا ہے اگر عورت بھیجتے تو وہ بھی ایسی ہی ہوتی اور عورت کے پیچھے تو لوگ ویسے لگے رہتے ہیں۔ اور پیغمبر دن کو تبلیغ کرتا ہے رات کو تبلیغ کرتا ہے، تنہائی میں جاتا، نیکوں کے پاس بھی بروں کے پاس بھی، کیا عورت ایسا کر سکتی تھی؟ ہرگز نہیں! عورت کا نبی بنانا حکمت کے خلاف تھا لہٰذا کوئی عورت نبی نہیں قطعاً نہیں! اور نہ عورت کی حکمرانی جائز ہے۔

عورت جائز کام کر سکتی ہے:

ہاں! جو کام عورتوں کے لیے جائز ہیں وہ کریں۔ عورتوں کیلئے زنانہ کالج ہیں وہ جہاں تک پڑھیں پڑھائیں کوئی پابندی نہیں ہے عورتیں عورتوں کا فیصلہ کریں، جج بھی عورت ہو، وکیل بھی عورت ہو، عورتیں مقدمہ لڑیں کوئی پابندی نہیں ہے۔ عورتوں کے ہسپتال ہوں وہاں عورتیں جائیں عورتوں کے آپریشن عورتیں کریں کوئی پابندی نہیں۔ یہ جو کہتے ہیں کہ مولوی تنگ نظر ہیں ہرگز نہیں! ہم یہ کہتے ہیں کہ جو کام مردوں کے ہیں وہ مرد کریں اور جو عورتوں کے ہیں وہ عورتیں کریں۔ مولانا سمیع الحق صاحب نے بات تو ٹھیک

کہی تھی کہ کسی عورت کی حکمرانی جائز نہیں چاہے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیوں نہ ہوں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیوں نہ ہوں۔ مگر سب صحافی ان کے پیچھے پڑ گئے کہ اس نے غلط بات کہی ہے، مولوی جاہل ہیں۔ خدا جانے ان کو کیا کچھ کہا حالانکہ انہوں نے بات ٹھیک کہی تھی عورت کی بادشاہی نہیں دھکے شاہی ہے۔ دھکے شاہی اور چیز ہے اور بادشاہی اور چیز ہے۔ اپنا ایمان نہ ضائع کرو ہم کرتو کچھ نہیں سکتے مگر جائز کو جائز اور ناجائز کو ناجائز تو کہہ سکتے ہیں۔

تو فرمایا ہم نے آپ سے پہلے صرف مرد پیغمبر بھیجے ہیں جن کی طرف ہم نے وحی کی۔ فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اے لوگو! تم اہل علم سے پوچھو اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اگر تم نہیں جانتے۔ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی کو مسئلے کا علم نہیں ہے تو وہ اہل علم سے پوچھے رب تعالیٰ کا حکم ہے۔ اہل حدیث مسلک کے بڑے بزرگ عالم گذرے ہیں مولانا نذیر حسین صاحب دہلوی۔ وہ اپنی کتاب ''معیار الحق'' میں لکھتے ہیں کہ جو آدمی خود مسائل نہیں جانتا وہ قرآن کے حکم سے پابند ہے اہل علم سے پوچھنے کا۔ پھر فرماتے ہیں کہ آدمی اس کا مکلّف نہیں ہے کہ سب علماء سے پوچھے، ایک مولوی سے پوچھ لے گا تو کافی ہو جائے گا۔ بھئی! ہم اسی کو تقلیدِ شخصی کہتے ہیں کہ ایک ثقہ قابل اعتماد عالم سے پوچھو گے تو قرآن پاک کی آیت پر عمل ہو جائے گا اور تم عہدہ برا ہو جاؤ گے۔ تم اس کے مکلّف نہیں ہو کہ یہاں سے لے کر کراچی تک کے علماء سے پوچھتے رہو یا ادھر پشاور تک چلے جاؤ اور پوچھتے رہو۔ ایک ثقہ اور قابلِ اعتماد عالم سے پوچھ لو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اہل علم سے پوچھو اگر تم خود نہیں جانتے۔

وَمَا جَعَلْنٰهُمْ

جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ۝ ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَمَنْ نَّشَآءُ وَاَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ ۝ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ۝ فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ۝ؕ لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْــَٔلُوْنَ ۝ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ۝ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ۝ لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ ۖۗ اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ۝ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ؕ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ ۝

وَمَا جَعَلْنٰهُمْ اور نہیں بنایا ہم نے ان (رسولوں) کو جَسَدًا ایسے جسم لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ کہ نہ کھائیں وہ کھانا وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ اور نہیں تھے وہ ہمیشہ رہنے والے ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ پھر ہم نے سچا کیا ان کے ساتھ وعدہ فَاَنْجَيْنٰهُمْ پس ہم نے ان کو نجات دی وَمَنْ نَّشَآءُ اور جس کو ہم نے چاہا وَاَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ اور ہم نے ہلاک کیا حد سے بڑھنے والوں کو لَقَدْ اَنْزَلْنَآ

اِلَیۡکُمۡ البتہ تحقیق ہم نے نازل کی تمہاری طرف کِتٰبًا کتاب فِیۡهِ ذِكۡرُكُمۡ
جس میں تمہارے لیے نصیحت ہے اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ کیا پس تم نہیں سمجھتے وَكَمۡ
قَصَمۡنَا مِنۡ قَرۡيَةٍ اور کتنی ہی پیس ڈالی ہم نے بستیاں كَانَتۡ ظَالِمَةً جو تھیں ظلم
کرنے والی وَّاَنۡشَاۡنَا بَعۡدَهَا اور ہم نے پیدا کیں ان کے بعد قَوۡمًا اٰخَرِيۡنَ
دوسری قومیں فَلَمَّاۤ اَحَسُّوۡا پس جس وقت انہوں نے محسوس کیا بَاۡسَنَاۤ ہمارا
عذاب اِذَا هُمۡ مِّنۡهَا يَرۡكُضُوۡنَ اچانک وہ ان بستیوں سے بھاگنے لگے
لَا تَرۡكُضُوۡا نہ بھاگو وَارۡجِعُوۡۤا اور لوٹو اِلٰى مَاۤ ان چیزوں کی طرف اُتۡرِفۡتُمۡ
فِيۡهِ جن میں تمہیں آسودگی دی گئی تھی وَمَسٰكِنِكُمۡ اور اپنے گھروں کی طرف لوٹو
لَعَلَّكُمۡ تُسۡـَٔـلُوۡنَ تاکہ تم سے سوال کیا جائے قَالُوۡا انہوں نے کہا
يٰوَيۡلَنَاۤ ہائے افسوس ہمارے اوپر اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيۡنَ بیشک ہم ظالم تھے فَمَا
زَالَتۡ تِّلۡكَ دَعۡوٰٮهُمۡ پس ہمیشہ رہی یہی ان کی پکار حَتّٰى جَعَلۡنٰهُمۡ
یہاں تک کہ ہم نے کر دیا ان کو حَصِيۡدًا کاٹی ہوئی کھیتی خٰمِدِيۡنَ بجھی ہوئی
آگ وَمَا خَلَقۡنَا السَّمَآءَ اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمان کو وَالۡاَرۡضَ اور
زمین کو وَمَا بَيۡنَهُمَا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے لٰعِبِيۡنَ کھیلتے ہوئے لَوۡ
اَرَدۡنَاۤ اگر ہم ارادہ کرتے اَنۡ نَّـتَّخِذَ لَهۡوًا کہ ہم بنائیں کوئی تماشا لَّاتَّخَذۡنٰهُ
مِنۡ لَّدُنَّاۤ البتہ ہم بناتے اپنے پاس سے اِنۡ كُنَّا فٰعِلِيۡنَ اگر ہم کرنے والے
ہوتے بَلۡ نَقۡذِفُ بِالۡحَـقِّ بلکہ ہم پھینکتے ہیں حق کو عَلَى الۡبَاطِلِ باطل پر

فَیَدْمَغُهٗ پس وہ اس کے دماغ کو پھاڑ دیتا ہے فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ پس اچانک وہ اڑنے والا ہوتا ہے وَلَكُمُ الْوَیْلُ اور تمہارے لیے خرابی ہے مِمَّا تَصِفُوْنَ ان چیزوں کی وجہ سے جو تم بیان کرتے ہو۔

تمام پیغمبر بشر تھے :

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تک جتنے پیغمبر بھیجے ہیں سب کے سب انسان تھے، بشر تھے، آدمی تھے اور مشرکوں نے شروع ہی سے کہا کہ بشر نبی کیسے بن گیا۔ کل کے سبق میں تم پڑھ چکے ہو کہ ظالموں کافروں نے کہا یہ بشر ہے تم اس کے جادو کے پھندے میں کیوں آتے ہو؟ اور کافر یہ بھی کہتے تھے کہ یہ پیغمبر کھاتے پیتے کیوں ہیں اور مکے والوں نے بھی یہی بات آنحضرت ﷺ کے بارے میں کہی مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ یَاْكُلُ الطَّعَامَ وَیَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ [فرقان: ۷] کیا ہے اس رسول کو کھانا کھاتا ہے اور چلتا ہے بازاروں میں۔" اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے نظریے کا رد فرمایا۔

ارشاد ربانی ہے وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا یَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ اور ہم نے نہیں بنائے نہیں دیئے پیغمبروں کو ایسے جسم کہ وہ کھانا نہ کھائیں۔ جب انسان ہیں، بشر ہیں، آدمی ہیں، آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ تو جو ضرورتیں آدم علیہ السلام کی اولاد کی ہیں وہ تمام ان کی بھی ہیں۔ کھانا بھی کھائیں گے، پانی بھی پئیں گے، گرمی سردی بھی لگے گی، بھوک پیاس بھی لگے گی، بیمار بھی ہونگے۔ آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے کسی کو کھانے پینے کا استغنیٰ حاصل نہیں ہے۔ یہ الگ بات ہے ہم تم حلال بھی کھا جاتے ہیں حرام بھی الا ماشاء اللہ۔ مگر انبیاء کرام علیہم السلام کو حکم ہے یٰاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا

صَالِحًا [مومنون:۵۱] "اے رسولو! پاکیزہ کھانے کھاؤ اور نیک عمل کرو۔" اور ہم اناپ شناپ کھا جاتے ہیں۔ تو انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی بھوک لگتی ہے۔ خندق کے موقع پر صحابہ کرام ﷺ نے آپ ﷺ کے سامنے شکوہ کیا کہ ہم بھوکے ہیں پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے ہیں کہ انتڑیاں نہ جھکیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے ایک پتھر باندھا ہوا ہے میں نے دو پتھر باندھے ہوئے ہیں۔ ترمذی شریف اور شمائل ترمذی کی روایت ہے، ایک موقع پر آنحضرت ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے، آگے ابوبکر صدیق ﷺ ملے۔ سلام کے بعد فرمایا ابوبکر کیسے باہر آئے ہو؟ انہوں نے بات نہ بتلائی کہ آپ ﷺ کو تکلیف ہوگی دراصل بھوک باہر لائی تھی۔ باتیں کر رہے تھے حضرت عمر ﷺ بھی آگئے، سلام کیا۔ فرمایا عمر کیسے آئے ہو؟ صاف بات کہہ دی حضرت! بھوک لگی ہوئی ہے کچھ ہے کھانے کو؟ فرمایا کچھ نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مجھے بھی بھوک نے گھر سے نکالا ہے ابوبکر ﷺ نے کہا حضرت! میرا بھی یہی معاملہ ہے۔ یہ تینوں بزرگ ابوالہیثم انصاری ﷺ کے گھر گئے۔ ان کے بیوی بچے گھر تھے خود پانی لینے گئے ہوئے تھے، بیٹھ گئے۔ کچھ دیر کے بعد وہ پانی لے کر آئے تو کھجور کے گچھے لاکر آگے رکھ دیئے۔ بکری ذبح کرنے کے لیے چھری پکڑی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اِیَّاکَ وَالْحَلُوْبَ "دودھ والی بکری ذبح نہ کرنا کیونکہ اس سے دودھ کی قلت پیدا ہوتی ہے۔" چنانچہ انہوں نے ایک بکری ذبح کر کے پکا کر سامنے رکھی۔ جب سارے حضرات سیر ہو گئے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ جو آپ نے بکری کھائی ہے اور ٹھنڈا پانی پیا ہے اس کے متعلق پوچھا جائے گا۔ تو پیغمبر کھاتے پیتے بھی ہیں اور دنیا سے رخصت بھی ہوتے ہیں۔

وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ اور نہیں تھے وہ ہمیشہ رہنے والے۔

اہل حق کے عقیدے کے مطابق تقریباً دو ہزار سال ہو چکے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ

السلام دوسرے آسمان پر زندہ ہیں قیامت کے قریب اتریں گے چالیس سال حکومت کریں گے پھر وفات ہوگی۔ ہمیشہ کی زندگی کسی کے لیے نہیں ہے صرف رب تعالیٰ کی ذات باقی رہے گی وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلٰلِ وَالْاِكْرَام [سورہ رحمٰن] "اور باقی رہے گی تیرے پروردگار کی ذات جو بزرگی اور عظمت والا ہے۔" مخلوق میں سے کوئی باقی نہیں رہے گا۔ فرشتے بھی سارے ختم ہو جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ پھر ہم نے سچا کیا ان کے ساتھ وعدہ فَاَنْجَيْنٰهُمْ پس ہم نے ان کو نجات دی وَمَنْ نَّشَآءُ اور جس کو ہم نے چاہا۔ وہ مومن تھے پیغمبروں کے ساتھی تھے ان کو بھی نجات دی۔ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا [مومن:۵۱] "بیشک ہم مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے۔" یہ وعدہ اللہ تعالیٰ نے پورا کر دیا۔ وَاَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ اور ہم نے ہلاک کر دیا حد سے بڑھنے والوں کو۔ جو رب تعالیٰ کے نافرمان تھے، مسرف تھے ان سب کو ہلاک کر دیا۔ تو جس طرح پہلی قوموں کی طرف پیغمبر بھیجے، کتابیں نازل کیں اسی طرح لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا البتہ تحقیق ہم نے نازل کی آپ کی طرف کتاب فِيْهِ ذِكْرُكُمْ جس میں تمہارے لیے نصیحت ہے۔

اب نجات صرف آخری پیغمبر کی شریعت میں بند ہے :

قرآن پاک اول تا آخر نصیحت ہے اس کا نام ہی ذکر ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ "بیشک ہم نے نازل کیا ذکر کو نصیحت کو اور بیشک ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔" عقائد اس کیساتھ بنتے ہیں، اعمال اس کے ساتھ سنورتے ہیں، دنیا و آخرت اس کیساتھ بنتی ہے مگر اس کے لئے جو اس کو سمجھے اور حلال و حرام کی تمیز کرے اور اگر

نہ سمجھے تو کچھ بھی نہیں ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے تشریف لانے اور آپ ﷺ پر قرآن پاک نازل ہونے کے بعداب نجات آپ ﷺ پر ایمان لانے اور آپ کی شریعت پر عمل کرنے پر موقوف ہے۔ اس وقت جو قومیں دوسرے پیغمبروں کی قائل ہیں موسیٰ علیہ السلام کے قائل ہیں، عیسیٰ علیہ السلام کے قائل ہیں ان کے لئے نجات نہیں ہے۔ اس کو آپ حضرات اس طرح سمجھیں کہ رات کو لوگ چاند کی روشنی سے بھی فائدہ اٹھاتے ہیں ستاروں کی روشنی سے بھی فائدہ اٹھاتے ہیں لیکن سورج طلوع ہونے کے بعد نہ چاند کی روشنی کی ضرورت ہے نہ ستاروں کی روشنی کی۔ آنحضرت ﷺ آفتابِ نبوت ہیں آپ ﷺ کی آمد کے بعد کسی پیغمبر سے روشنی حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو آپ پر ایمان لائے اور قرآن کریم کو پڑھتے اور سمجھتے ہیں، اسکو ہاتھ لگاتے ہیں، اس کو دیکھتے ہیں، اس کا پڑھنا ثواب، اس کا سمجھنا ثواب، اس کا دیکھنا ثواب اس کو ہاتھ لگانا ثواب۔ میں کئی دفعہ عرض کر چکا ہوں کہ ایک آدمی عشاء کی نماز کے بعد طلوع فجر تک نفل پڑھے ذکر کرے اور دوسرا آدمی قرآن کریم کی ایک آیت کو ترجمہ کیساتھ سیکھے تو اس کا ثواب ساری رات بیدار رہنے والے سے زیادہ ہے۔ مگر ہم نے قرآن پاک کو، اللہ تعالیٰ کی کتاب کو قل شریف کے لیے رکھا ہوا ہے یا پھر قسم اٹھانے کے لیے رکھا ہوا ہے۔ کہتے ہیں کہ میں پیسے قرآن پاک پر رکھتا ہوں وہاں سے اٹھالو۔ یہ رب تعالیٰ کی کتاب ہدایت ہے اس کو پڑھو سمجھو باقی ورد وظیفے بھی اپنے اپنے درجے میں ہیں مگر قرآن کریم کی تلاوت سے بڑا وظیفہ کوئی نہیں ہے قرآن پاک کا درجہ سب سے زیادہ ہے۔ بعض لوگ صرف مطلب کے لیے پڑھتے ہیں کہ سورۃ یٰسین مبینوں کیساتھ پڑھو تو تمہارا کام ہو جائے گا اس لیے پڑھ رہا ہے۔ مطلب کے لیے پڑھنا بھی گناہ نہیں ہے مگر تم اس کو رب تعالیٰ کی کتاب سمجھ کر پڑھو

وہ تمہارے مسائل بھی حل کرے گا۔ مطلب کے لیے پڑھی پھر چھوڑ دی یہ تو مطلب پرستی ہوئی۔ کسی بزرگ نے کسی موقع پر سوالاکھ مرتبہ پڑھی ہوگی رب تعالیٰ نے اثر ظاہر کیا ہوگا اب لوگوں نے اس بات کو پلے باندھ لیا ہے کہ سوالاکھ مرتبہ پڑھے تو کام ہو جائے گا۔ پھر اس کے لیے بڑے چھوٹوں کو زبردستی چائے کی پیالی پر جمع کرتے ہیں۔ پھر بچے کیا کرتے ہیں ایک مرتبہ پڑھنے پر چار دانے گراتے ہیں۔ بھئی! اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اخلاص کے بغیر سارے دانے گرانے سے بھی کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے کوئی نہیں بچ سکتا :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا پس تم نہیں سمجھتے وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ قاف صاد کیساتھ قصم ہو تو اس کا معنیٰ ہے پیس ڈالنا۔ جیسے چکی میں دانے پیستے ہیں۔ معنیٰ ہوگا اور کتنی ہی پیس ڈالیں ہم نے بستیاں كَانَتْ ظَالِمَةً جو ظلم کرنے والی تھیں۔ ان بستیوں کے رہنے والے ظالم تھے مجرم تھے، رب تعالیٰ کے حقوق ضائع کرنے والے تھے، بندوں کے حقوق ضائع کرنے والے تھے اس لیے ہم نے انکو پیس ڈالا وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ اور ہم نے پیدا کیں ان کے بعد دوسری قومیں۔ جس وقت ان ظالموں پر ہمارا عذاب آیا فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ پس جس وقت انہوں نے محسوس کیا ہمارا عذاب، ہماری پکڑ کبھی زلزلے کی شکل میں، کبھی پتھروں کی شکل میں، کبھی کسی اور شکل میں۔ تو اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ اچانک وہ ان بستیوں سے بھاگنے لگے۔ جس طرح آج کل زلزلہ آئے تو لوگ جوتا پہنے بغیر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں کہ ہم پر مکان نہ گر جائے، دکان نہ گر جائے حالانکہ یہ تو رب تعالیٰ کی طرف سے معمولی تنبیہات ہیں۔ قیامت کی نشانیوں میں سے زلزلوں کا کثرت سے آنا، سیلاب کی کثرت ہوگی، مصائب کثرت سے ہونگے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا الھرج الھرج الھرج ۔صحابہ کرام ؓ نے سوال کیا حضرت! ھرج کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا القتل القتل القتل کثرت سے قتل ہونگے۔نہ مارنے والے کو معلوم ہوگا کہ میں کیوں ماررہا ہوں اور نہ مرنے والے کو معلوم ہوگا کہ مجھے کیوں قتل کیا گیا ہے۔جوں جوں قیامت قریب آئے گی توں توں برائیاں بڑھتی جائیں گی اس دور میں ایمان بچانا مشکل ہوجائے گا بڑا کامیاب مومن ہوگا جو اس دور میں ایمان لے کر دنیا سے چلا جائے گا۔کوٹھیاں بن جائیں گی،کارخانے بن جائیں گے،باغات لگ جائیں گے ایمان بچانا مشکل ہوگا۔اور یہ بڑی بات ہے۔تو انہوں نے جب رب تعالیٰ کا عذاب محسوس کیا تو بھاگنا شروع کیا۔رب تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی لَا تَرْكُضُوْا نہ بھاگو وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ اور لوٹو ان چیزوں کی طرف جن میں تمہیں آسودگی دی گئی تھی۔اپنی کرسی،صوفے اور پلنگ کی طرف آؤ۔جہاں قالین بچھے ہوئے ہیں وہاں آؤ تکبرانہ انداز میں ٹیک لگا کر بیٹھو۔بھاگتے کیوں ہو؟ وَمَسٰكِنِكُمْ اور اپنے گھروں کی طرف لوٹو لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ تاکہ تمہارے سے سوال کیا جائے کہ تم یہاں کیا کرتے تھے۔جس طرح تم نوکروں اور ملازموں سے پوچھتے تھے کہ آج کیا کیا ہے؟ اب تمہارے سے پوچھا جائے گا قَالُوْا انہوں نے کہا يٰوَيْلَنَآ ہائے افسوس ہمارے اوپر اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ بیشک ہم ظالم تھے لیکن......

؎ اب پچھتائے کیا ہوت
جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

اب عذاب بھگتو بچ نہیں سکتے۔ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ پس ہمیشہ رہی ان کی یہی پکار،ہائے افسوس ہم پر،ہم بڑے ظالم ہیں حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا یہاں تک کہ ہم

نے کردیا ان کو کٹی ہوئی کھیتی، ایسے ہوگئے خَامِدِيْنَ بجھی ہوئی آگ۔ نہ کوئی شعلہ نہ کوئی بھڑک نہ کوئی روشنی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمان کو اور زمین کو وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے لٰعِبِيْنَ کھیلتے ہوئے۔ یہ کھیل نہیں ہے اس کے پیدا کرنے کا مقصد ہے۔ اس کو تم اس طرح سمجھو کہ سکول، کالج، یونیورسٹی قائم کی جاتی ہے اس کا نصاب ہوتا ہے۔ تو کہا جاتا ہے کہ یہ ادارہ تمہارے لیے بنایا ہے تاکہ تم اس کا نصاب پڑھو۔ اسی طرح رب تعالیٰ نے یہ زمین آسمان بنائے ہیں اور ہمارے ذمہ ایک نصاب لگایا ہے جس میں عقائد ہیں اعمال ہیں حقوق اللہ، حقوق العباد ہیں ان کو پڑھنا ہے عمل کرنا ہے۔ یہ آسمان، زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کھیل کے طور پر نہیں پیدا فرمایا۔

انسان کے لیے دنیا میں ایک نصاب ہے :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا اگر ہم ارادہ کرتے کہ ہم بنائیں کوئی تماشا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ البتہ ہم بناتے اپنے پاس سے اپنی کسی چیز کا جو حادث اور فنا ہونے والی نہ ہوتی۔ اپنی کسی قدیم صفت کیساتھ بناتے۔ صفت علم ہے، قدرت ہے، ارادہ ہے اور مشیت ہے۔ تو اپنی کسی صفت کیساتھ تماشا کرتے۔ زمین آسمان تو حادث ہیں حادث اور فنا ہونے والی چیز کیساتھ تماشا کرنے کی کیا ضرورت ہے اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ اگر ہم کرنے والے ہوتے۔ تماشا کرنا ہوتا یہ زمین آسمان جو تمہارے لیے پیدا کیے ہیں۔ تو یہاں کچھ نصاب ہے تمہارے ذمہ کچھ پروگرام ہے یہ اس کی تفصیل ہے۔ فرمایا بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ بلکہ ہم پھینکتے ہیں حق کا گولہ باطل پر فَيَدْمَغُهٗ پس وہ اس کے دماغ کو پھاڑ دیتا ہے وہ اس کا بھیجا نکال دیتا ہے فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ پس اچانک وہ

باطل جانے والا ہوتا ہے۔ پہلے باطل نے قدم خوب جما لیے ہوتے ہیں لیکن حق کا گولہ جب اس پر آ کر پڑتا ہے تو وہ ایسے ختم ہو جاتا ہے کہ کسی کے تصور میں بھی نہیں ہوتا۔ مدینہ طیبہ میں یہود بنو قریظہ، بنو نضیر، بنو قینقاع صدیوں سے رہ رہے تھے کسی کے تصور میں بھی نہیں تھا کہ وہ یہاں سے جائیں گے مگر جب وہ شرارتوں سے باز نہ آئے تو ان پر حق کا گولہ پڑا۔ پہلے خیبر کی طرف جلاوطن ہوئے پھر حضرت عمرؓ کے زمانے میں خیبر سے ازرحاء اور تیما کے علاقے کی طرف جلاوطن کیے گئے۔ یہی حال مشرکین مکہ کا ہے۔ کیا مشرکوں کے تصور میں بھی یہ بات آ سکتی تھی کہ ہمارے عقیدے ختم ہو جائیں گے اور ہمارے تین سو ساٹھ معبود ختم ہو جائیں گے۔ لیکن حق کا گولہ پڑا تو اس نے ہر شے کا صفایا کر دیا وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ اے کافرو! مشرکو! تمہارے لیے خرابی ہے ان چیزوں کی وجہ سے جو تم بیان کرتے ہو۔ رب کا شریک بناتے ہو، رب تعالیٰ کا بیٹا بناتے ہو۔ کوئی رب تعالیٰ کی بیٹیاں بناتا ہے کوئی کسی چیز کو شریک کرتا ہے کوئی کسی چیز کو شریک کرتا ہے حالانکہ وہ وحدہٗ لاشریک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

وَلَهٗ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ
وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾
يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ﴿۲۰﴾ اَمِ اتَّخَذُوْۤا اٰلِهَةً
مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ ﴿۲۱﴾ لَوْ كَانَ فِيْهِمَاۤ اٰلِهَةٌ
اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۲۲﴾
لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ ﴿۲۳﴾ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ
دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ۚ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِىَ
وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِىْ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ الْحَقَّ
فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ
اِلَّا نُوْحِىْۤ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴿۲۵﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ
الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ
بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ
وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ
خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّىْۤ اِلٰهٌ مِّنْ
دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾ ع

وَلَهٗ اور اسی کے لیے مَنْ وہ مخلوق فِى السَّمٰوٰتِ جو آسمانوں میں ہے
وَالْاَرْضِ اور جو زمین میں ہے وَمَنْ عِنْدَهٗ اور جو اس کے پاس ہے
لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ وہ تکبر نہیں کرتے عَنْ عِبَادَتِهٖ اس کی عبادت سے

وَلَا یَسْتَحْسِرُوْنَ اور نہ وہ تھکتے ہیں یُسَبِّحُوْنَ الَّیْلَ پاکیزگی بیان کرتے ہیں رات کو وَالنَّهَارَ اور دن کو لَا یَفْتُرُوْنَ وہ سستی نہیں کرتے اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً کیا انہوں نے بنا لیے ہیں معبود مِّنَ الْاَرْضِ زمین سے هُمْ یُنْشِرُوْنَ وہ ان کو اٹھائیں گے لَوْ كَانَ فِیْهِمَآ اگر ہوتے آسمان اور زمین میں اٰلِهَةٌ معبود اِلَّا اللّٰهُ اللہ تعالیٰ کے سوا لَفَسَدَتَا البتہ آسمان اور زمین کا نظام درہم برہم ہو جاتا فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ پس اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے رَبِّ الْعَرْشِ جو عرش کا رب ہے عَمَّا یَصِفُوْنَ ان چیزوں سے جو یہ بیان کرتے ہیں لَا یُسْئَلُ اس سے سوال نہیں کیا جا سکتا عَمَّا یَفْعَلُ اس چیز کے متعلق جو وہ کرتا ہے وَهُمْ یُسْئَلُوْنَ اور ان سے سوال کیا جائے گا اَمِ اتَّخَذُوْٓا کیا انہوں نے بنا لیے ہیں مِنْ دُوْنِهٖٓ اللہ تعالیٰ کے سوا اٰلِهَةً معبود قُلْ آپ کہہ دیں هَاتُوْا لاؤ بُرْهَانَكُمْ اپنی دلیل هٰذَا یہ قرآن ذِكْرُ مَنْ مَّعِیَ دلیل ہے ان کی جو میرے ساتھ ہیں وَ ذِكْرُ مَنْ قَبْلِیْ اور دلیل ہے ان کی جو میرے سے پہلے گزرے ہیں بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ بلکہ ان کے اکثر نہیں جانتے الْحَقَّ حق کو فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ پس وہ اعراض کرنے والے ہیں وَمَآ اَرْسَلْنَا اور نہیں بھیجا ہم نے مِنْ قَبْلِكَ آپ سے پہلے مِنْ رَّسُوْلٍ کوئی رسول اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْهِ مگر ہم نے وحی بھیجی اس کی طرف اَنَّهٗ بیشک شان یہ ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا نہیں کوئی معبود مگر میں فَاعْبُدُوْنِ پس تم میری عبادت کرو وَقَالُوا اور کہا انہوں نے اتَّخَذَ

الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ٹھہرالی ہے رحمٰن نے اولاد سُبْحٰنَهٗ اس کی ذات پاک ہے بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ بلکہ بندے ہیں باعزت لَا يَسْبِقُوْنَهٗ نہیں سبقت کرتے اس سے بِالْقَوْلِ گفتگو میں وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ اور وہ اس کے حکم کے مطابق عمل کرتے ہیں يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے وَمَا خَلْفَهُمْ اور جو ان کے پیچھے ہے وَلَا يَشْفَعُوْنَ اور وہ سفارش نہیں کرتے اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى مگر اس کے لیے جس سے رب راضی ہے وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ اور وہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے ڈرنے والے ہیں وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اور جو کہے ان میں سے اِنِّيْٓ اِلٰهٌ بیشک میں معبود ہوں مِّنْ دُوْنِهٖ اللہ تعالیٰ سے نیچے فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ پس ایسے شخص کو ہم بدلہ دیں گے جہنم ۔ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں ظالموں کو۔

دنیا میں اکثریت مشرکوں کی ہے :

دنیا میں اکثریت شرک کرنے والوں کی رہی ہے، اب بھی ہے اور قیامت تک رہے گی۔ کافروں کا ایک طبقہ تو رب تعالیٰ کے وجود کا بھی قائل نہیں ہے۔ یہ کمیونسٹ وغیرہ کہتے ہیں کہ رب ہے ہی نہیں معاذ اللہ تعالیٰ۔ اور جو رب تعالیٰ کو مانتے ہیں ان میں دو طبقے ہیں۔ ایک توحید کا قائل ہے کہ رب تعالیٰ اپنی ذات وصفات میں وحدہٗ لاشریک ہے اور وہ اکیلا تمام نظام کائنات کو چلا رہا ہے۔ اور دوسرا طبقہ مشرکوں کا ہے جو کہتا ہے کہ رب تعالیٰ نے نبیوں ولیوں کو اختیارات دیئے ہیں وہ یہ کر سکتے ہیں وہ کر سکتے ہیں، فلاں نے یہ کیا فلاں نے یہ کیا۔ یوں سمجھو کہ انہوں نے رب تعالیٰ سے نیچے چھوٹے چھوٹے رب بنائے

ہوئے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کی تردید فرماتے ہیں۔

ارشادِ ربانی ہے وَلَهٗ اور اسی رب تعالیٰ کے لیے ہے مَنْ وہ مخلوق فِی السَّمٰوٰتِ جو آسمانوں میں ہے وَالْاَرْضِ اور جو زمین میں ہے۔آسمانوں کی مخلوق فرشتے بھی اسی کے پیدا کیے ہوئے ہیں اور ان پر رب تعالیٰ کا تصرف ہی چلتا ہے۔زمین میں جو مخلوق ہے یہ بھی اسی کی پیدا کی ہوئی ہے اور اس پر بھی اسی کا تصرف چلتا ہے وَمَنْ عِنْدَهٗ اور وہ فرشتے جو رب تعالیٰ کے پاس ہیں،رب تعالیٰ کے عرش کے پاس ہیں،حاملین عرش لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وہ تکبر نہیں کرتے رب تعالیٰ کی عبادت سے وَلَا یَسْتَحْسِرُوْنَ اور نہ وہ تھکتے ہیں۔انسان مشقت والا کام کرنے سے تھک جاتا ہے کیونکہ یہ مٹی،پانی،آگ اور ہوا سے مرکب ہے۔بدن میں تھکاوٹ ہو جاتی ہے۔فرشتے نوری مخلوق ہے ان کو قطعاً کسی قسم کی تھکاوٹ نہیں ہوتی یُسَبِّحُوْنَ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ پاکیزگی بیان کرتے ہیں رات کو اور دن کو۔فرشتوں کی تسبیح ہے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ۔مستدرک میں حدیث ہے کہ اس تسبیح کی برکت سے اللہ تعالیٰ رزق کا دروازہ کشادہ فرماتے ہیں۔آپ ﷺ کا یہ فرمان بالکل حق ہے کہ اس تسبیح سے اللہ تعالیٰ مخلوق پر رزق کا دروازہ کھول دیتے ہیں۔لیکن یہ اس کی مرضی ہے کہ جلدی کھول دے یا دیر سے۔لیکن ہم لوگ بڑے جلد باز ہیں ہم دو چار دن ورد وظیفہ کرتے ہیں رزق نہیں بڑھتا تو کہتے ہیں کہ رزق بڑھا کیوں نہیں؟ بھئی! یہ چیز تو رب تعالیٰ جانتے ہیں کہ تم نے اس کی مرضی کے مطابق پڑھا بھی ہے یا نہیں؟ پھر تمہارے پڑھنے کو اس نے قبول بھی کیا ہے یا نہیں۔تو ہمیں کمزوریوں کو سامنے رکھنا چاہیے۔

عبادت کو غرض کے ساتھ معلق نہیں کرنا چاہیے :

اور اولاً تو یہ بات ملحوظ رکھنی چاہیے کہ عبادت کو کسی شے کیساتھ معلق نہیں کرنا چاہیے۔رب تعالیٰ دے یا نہ دے ہمیں اس کا ذکر اور عبادت ضرور کرنی چاہیے۔اسی لیے شریعت نے نذر اور منت کو پسند نہیں کیا۔نذر منت یہ کہ آدمی کہے اے پروردگار! میرا فلاں کام ہو گیا تو میں اتنے نفل پڑھوں گا یا تیرے راستے میں دیگ دونگا یا بکرا چھترا دونگا۔ شریعت اس کو پسند نہیں کرتی کہ عبادت کو غرض کیساتھ معلق کیا جائے۔رب تعالیٰ کی عبادت بغیر کسی غرض اور مطلب کے کرنی چاہیے۔جو آدمی یہ کہتا ہے کہ اے پروردگار! مجھے شفا دے دے تو میں یہ کرونگا وہ کرونگا یہ تو رب تعالیٰ کیساتھ سودا بازی ہوئی۔بھئی! ہم تو اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں وہ کرے یا نہ کرے ہمیں تو اس کی عبادت کرنا ہے۔لیکن اگر کسی کی منت پوری ہوگی اس کا کام ہو گیا تو اب اس کا ادا کرنا واجب ہے۔تو فرمایا فرشتے نہ تکبر کرتے ہیں اور نہ اس کی عبادت سے تھکتے ہیں یُسَبِّحُونَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ تسبیح بیان کرتے ہیں رات کو اور دن کو لَا يَفْتُرُونَ وہ سستی نہیں کرتے۔کام کے درمیان میں جو سستی ہوتی ہے اس کو فطور کہتے ہیں۔آپ نے مزدوروں کو کام کرتے دیکھا ہوگا کہ مالک پاس ہو تو کام جلدی جلدی کرتے ہیں چلا جائے تو سست ہو جاتے ہیں واپس آجائے تو جلدی جلدی ہاتھ پاؤں مارتے ہیں کہ اس کو پتا چلے کہ ہم صحیح کام کر رہے ہیں ڈیوٹی دے رہے ہیں لیکن فرشتے ایسا نہیں کرتے وہ عبادت کے درمیان سستی نہیں کرتے کیونکہ فرشتے خیانت اور بد دیانتی سے پاک ہیں، معصوم ہیں۔

مسئلہ سمجھ لیں کہ جتنا انسان کے بس میں ہے اتنا کام ضرور کرے اگر اس میں کوتاہی کرے گا تو اس کی کمائی حلال کی نہیں ہوگی اور ایسی کمائی جب اولاد کھائے گی تو اس پر نیکی کا

کیا اثر ہوگا۔اسی طرح جو کمائی ہم نمازیں چھوڑ کر کریں گے، روزے چھوڑ کر کریں گے تو ان کمائیوں کا ہم پر کیا اثر ہوگا؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ کیا ان لوگوں نے بنا لیے ہیں معبود زمین سے۔کوئی لات کو معبود بنائے پھرتا ہے، کوئی منات کو، کوئی عزّیٰ کو، کوئی کسی کو کوئی کسی کو هُمْ يُنْشِرُوْنَ یہ معبودان کے ان کو اٹھائیں گے قبروں سے۔قبروں سے اٹھانا ان کا کام ہے؟ بالکل نہیں۔جب ان کے اختیار میں کچھ نہیں ہے وہ کر کچھ نہیں سکتے تو معبود کس وجہ سے بن گئے؟

توحید کی دلیل :

اس کے بعد رب تعالیٰ فرماتے ہیں لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اگر ہوتے زمین آسمان میں کئی معبود اِلَّا اللّٰهُ سوائے اللہ تعالیٰ کے لَفَسَدَتَا البتہ زمین آسمان کا نظام درہم برہم ہو جاتا۔کیونکہ جب ایک سے زائد خدا ہوتے اور ان کی قوت اور طاقت بھی برابر کی ہوتی تو اولاً تو زمین آسمان بنتے ہی نہ۔کیونکہ ایک کہتا میں نے بنانے ہیں دوسرا کہتا میں نے نہیں بننے دینے اور اگر ان کی صلح ہو جاتی تو ایک کہتا میں نے بنانے ہیں دوسرا کہتا میں نے بنانے ہیں۔پھر اس پر جھگڑا ہوتا کہ ایک کہتا میں نے فلاں کو مارنا ہے دوسرا کہتا میں نے زندہ رکھنا ہے۔ایک کہتا میں نے فلاں کو مالدار بنانا ہے خزانہ دینا ہے دوسرا کہتا میں نے اس کو بھوکا رکھنا ہے۔ایک کہتا میں نے بارش برسانی ہے دوسرا کہتا میں نے ایک بوند بھی نہیں گرنے دینی تو نظام کس طرح چل سکتا تھا۔دونوں الٰہوں کی آپس میں ٹکر ہوتی ، کشتی ہوتی یہ سارا نظام درہم برہم ہو جاتا۔ہمارے ملک میں دو پارٹیاں برسر اقتدار آئیں ایک دوسرے کو تسلیم نہیں کیا ملک دو ٹکڑے ہو گیا۔اور اب بھی کم بخت سیاسی پارٹیاں جو تماشا کر رہی ہیں اس کا نتیجہ بھی سامنے آجائے گا۔ہم چھوٹے چھوٹے ہوتے تھے کچھ بچوں نے

باڈی کھیلنے کے لئے لکیریں لگائی ہوتی تھیں۔ دوسرے آتے کہتے ہم نے بھی کھیلنا ہے۔ پہلے کہتے ہم نے تمہیں نہیں کھیلنے دینا تو وہ پاؤں مار کر لکیریں ختم کر دیتے تھے۔ تو برابر کے ایک دوسرے کو کھیلنے نہیں دیتے، ایک پاور اور طاقت کے خدا کیسے نظام چلنے دیں گے۔ تو فرمایا اگر ہوتے زمین آسمان میں کئی الٰہ تو یہ نظام درہم برہم ہو جاتا فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ پس پاک ہے اللہ تعالیٰ کی ذات تمام عیوب سے، اولاد سے، شریکوں سے رَبِّ الْعَرْشِ عرش کا مالک ہے، پاک ہے عَمَّا يَصِفُوْنَ ان چیزوں سے جو یہ بیان کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ کے ساتھ اوروں کو برابر کرتے ہیں رب تعالیٰ کے شریک بناتے ہیں۔ فرمایا لَا يُسْئَلُ اللہ تعالیٰ سے سوال نہیں کیا جا سکتا عَمَّا يَفْعَلُ اس چیز کے بارے میں جو رب کرتا ہے وَ هُمْ يُسْئَلُوْنَ اور ان سے سوال کیا جائے گا۔ مخلوق سے سوال ہوگا اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے بڑا کوئی نہیں ہے مگر آپ ﷺ سے بھی اللہ تعالیٰ نے پوچھا۔ وہ اس طرح کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے خانگی حالات درست کرنے کے لیے صرف اپنی ذات کے لیے شہد حرام کیا تھا امت کے لیے نہیں، صحابہ کرام ؓ کے لیے نہیں، گھر کے افراد کے لیے نہیں، صرف اپنی ذات کے لیے، اللہ تعالیٰ نے سورہ تحریم نازل فرمائی يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ”اے نبی کریم ﷺ! آپ کیوں حرام قرار دیتے ہیں اس چیز کو جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے حلال ٹھہرائی ہے کیا آپ چاہتے ہیں خوشنودی اپنی بیویوں کی۔“ تو رب پوچھنے والا ہے۔

غزوہ تبوک :

ہجرت کے نویں سال غزوہ تبوک کے لیے ایک مہینے کا لمبا سفر تھا گرمی کا موسم تھا فصلیں پکی ہوئی تھیں رومیوں کی آزمودہ اور تجربہ کار فوج کے ساتھ مقابلہ تھا اس میں چند

گنے چنے منافقوں کے علاوہ کوئی منافق شریک نہیں ہوا۔مختلف بہانے کر کے آپ ﷺ سے اجازت لے لی ۔مثلاً کسی نے کہا حضرت ! میری ماں بالکل قریب المرگ ہے اور گھر دفنانے والا بھی کوئی نہیں ہے کسی نے کہا حضرت! میرا مزدور بھاگ گیا ہے میرے جانوروں کو، اونٹوں کو، بکریوں کو چرانے والا پانی پلانے والا کوئی نہیں ہے، فصل بالکل تیار ہے کوئی کاٹنے والانہیں ہے، ضائع ہو جائے گی، عجیب قسم کے بہانے کئے۔آپ ﷺ نے ان کواجازت دے دی۔اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کواس پر تنبیہ فرمائی۔سورہ توبہ آیت نمبر ۴۳ میں ہے عَفَا اللّٰہُ عَنکَ ''اللہ تعالیٰ نے یہ آپ کی لغزش معاف کردی لِمَ اَذِنْتَ لَھُمْ آپ نے ان کو کیوں اجازت دی۔''انہوں نے جانا تو تھا نہیں اگر آپ اجازت نہ دیتے تو ان کا جھوٹ سچ ظاہر ہو جاتا اب وہ اجازت لے کر بیٹھ گئے۔تو رب پوچھنے والا ہے ایسی بہت سی مثالیں ہیں کہ رب تعالیٰ نے پوچھا ہے مگر اللہ تعالیٰ کو کوئی پوچھنے والا نہیں ہے اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖۤ اٰلِھَةً کیا انہوں نے بنالیے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا معبود قُلْ ھَاتُوْا بُرْھَانَکُمْ آپ کہہ دیں لاؤ اپنی دلیل اپنے معبودوں کے معبود ہونے پر، دلیل کے بغیر دعوے کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور میری دلیل سننا چاہتے ہو تو سنو! ھٰذَا ذِکْرُ مَنْ مَّعِیَ یہ قرآن پاک دلیل ہے ان کی جو میرے ساتھ ہیں ابوبکر، عمر، عثمان، علی ﷺ وَ ذِکْرُ مَنْ قَبْلِیْ اور ان کی دلیل ہے جو پیغمبر مجھ سے پہلے گزرے ہیں۔ان کی دلیل ابھی پچھلی آیات میں بیان ہوئی ہے لَوْ کَانَ فِیْھِمَآ اٰلِھَةٌ اِلَّا اللّٰہُ لَفَسَدَتَا تم اپنی دلیل بیان کرو جس سے ثابت ہو کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ کوئی اور بھی معبود ہے۔دلیل نہیں پیش کر سکتے بَلْ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ الْحَقَّ بلکہ ان کی اکثریت حق کونہیں جانتی فَھُمْ مُّعْرِضُوْنَ پس وہ اعراض کرنے والے ہیں۔سمجھدار لوگ دنیا میں بہت کم ہیں۔بخاری

شریف میں حدیث پاک ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ایسی اونٹنی یا اونٹ جو سفر میں پورا ساتھ دے سو میں سے ایک ہوگا۔ اسی طرح فرمایا لوگوں میں سو میں سے ایک صاحب بصیرت اور سمجھدار ہوگا۔ سچ فرمایا ہے۔ کسی میں کوئی خامی، کسی میں کوئی خامی، کسی میں کوئی خامی، کسی میں کوئی کمی، صحیح معنٰی میں انسان سو میں سے ایک ہی ہوتا ہے اکثر سطحی قسم کے لوگ ہوتے ہیں حق کو نہیں سمجھتے۔

تمام پیغمبروں کا مشن توحید ہے :

فرمایا وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَّسُوْلٍ اور نہیں بھیجا ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْہِ مگر ہم نے وحی بھیجی اس کی طرف اَنَّـهٗ لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنَا بیشک شان یہ ہے نہیں ہے کوئی معبود مگر میں فَاعْبُدُوْنِ پس میری ہی عبادت کرو۔ جتنے بھی پیغمبر تشریف لائے ان کا سبق یہیں سے شروع ہوا یٰـقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَالَكُمْ مِنْ اِلٰـهٍ غَيْرُهٗ [سورہ ہود] ''اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارے لیے اس کے سوا کوئی معبود۔ یہ تمام پیغمبروں کا متفقہ عقیدہ ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ پیغمبروں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک آدمی کی اولاد ہو مختلف عورتوں سے، تو ان کی مائیں الگ الگ ہونگی اور باپ ایک ہی ہوگا۔ فرمایا سب پیغمبروں کا دین ایک ہے توحید، رسالت، قیامت وَاُمَّهَاتُهَا شَتّٰی اور مائیں علیحدہ علیحدہ ہیں یعنی شریعتیں الگ الگ ہیں۔ ہمارے لیے پانچ نمازیں ہیں بنی اسرائیل کے لیے دو تھیں۔ ہماری شریعت میں زکوٰۃ چالیسواں حصہ ہے، ان کی شریعت میں زکوٰۃ چوتھا حصہ تھا۔ ہماری شریعت میں تیمم کی اجازت ہے ان کی شریعت میں تیمم کی اجازت نہیں تھی ہمارے لیے مال غنیمت حلال ہے ان کے لیے کھانا حرام تھا۔ لیکن اصول سب کے ایک ہے کہ رب تعالیٰ کے سوا اللہ کوئی نہیں ہے، رسالت حق

ہے، قیامت حق ہے۔ وَقَالُوا اور کہا ان احمقوں نے اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ٹھہرائی ہے رحمٰن نے اولاد۔ یہ ان لوگوں کا رد ہے جو فرشتوں کو رب تعالیٰ کی بیٹیاں بناتے ہیں سُبْحٰنَهٗ رب تعالیٰ کی ذات پاک ہے نہ اس کے بیٹے ہیں اور نہ بیٹیاں ہیں بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ بلکہ بندے ہیں باعزت۔ فرشتے رب تعالیٰ کے باعزت بندے ہیں لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ نہیں سبقت کرتے اس سے گفتگو میں، بڑے باادب ہیں رب تعالیٰ اجازت دیتے ہیں تو بولتے ہیں وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ اور وہ رب کے حکم کے مطابق عمل کرتے ہیں يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ رب تعالیٰ جانتا ہے جو ان کے آگے ہے وَمَا خَلْفَهُمْ اور جو ان کے پیچھے ہے وَلَا يَشْفَعُوْنَ اور وہ فرشتے سفارش نہیں کرتے اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى مگر اس کے لیے جس سے رب راضی ہے وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ اور وہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے ڈرنے والے ہیں۔ فرشتے اب بھی مومنوں کے لیے رب کے حضور سفارش کرتے رہتے ہیں۔ سورۃ المومن آیت نمبر ۷ میں ہے "وہ جو اٹھا رہے ہیں عرش کو اور جو اس کے اردگرد ہیں وہ تسبیح بیان کرتے ہیں، اپنے رب کی حمد کرتے ہیں اور ایمان رکھتے ہیں اس پر وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور بخشش طلب کرتے ہیں ان کے لیے جو ایمان لائے اور کہتے ہیں رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً اے ہمارے پروردگار! وسیع ہے ہر چیز پر تیری رحمت وَعِلْمًا اور علم۔ آپ وسیع ہیں ہر شے کو رحمت کے لحاظ سے اور علم کے لحاظ سے۔ اے پروردگار! فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا پس بخش دے ان لوگوں کو جنہوں نے توبہ کی اور تیرے راستے پر چلے وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ اور ان کو بچا آگ کے عذاب سے رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ اے ہمارے پروردگار! اور داخل کر ان کو ہمیشگی کے باغوں میں الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وہ جو آپ نے ان کے ساتھ وعدہ کیا ہے

وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ اوران کو بھی جو نیک ہوں ان کے آباءاجداد میں سے
وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ اوران کی بیویوں اوراولاد میں سے اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ
الْحَكِيْمُ بیشک آپ غالب حکمت والے ہیں وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ اور بچاان کو برائیوں
سے وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ اور جس کو آپ بچائیں برائیوں سے اس دن فَقَدْ
رَحِمْتَهٗ پس بیشک تو نے اس پر مہربانی فرمائی وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ اور یہ ہے وہ
بڑی کامیابی۔تو اللہ تعالیٰ کے معصوم فرشتے ان الفاظ کے ساتھ سفارشیں اوردعائیں کرتے
ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اور جو کہے ان فرشتوں میں سے بالفرض
اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ بیشک میں معبود ہوں اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ
جَهَنَّمَ پس ایسے شخص کو ہم بدلہ دیں گے دوزخ،اس کو دوزخ میں ڈالیں گے۔یہ جملہ
شرطیہ فرضیہ ہے۔اگر بالفرض کوئی کہے ان میں سے کہ میں الٰہ ہوں تو وہ بھی دوزخ میں
پھینکا جائے گا ہماری سزااور گرفت سے نہیں بچ سکے گا كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ اسی
طرح ہم بدلہ دیتے ہیں ظالموں کو۔اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے اور شرک سے بچائے۔

اَوَ لَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ؕ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَ جَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ ۪ وَ جَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَ جَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ۚۖ وَّ هُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ وَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؕ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَ مَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ؕ اَفَا۟ئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ﴿۳۴﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَ نَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَ الْخَيْرِ فِتْنَةً ؕ وَ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَ اِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ ۚ وَ هُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۶﴾

اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ اور کیا نہیں دیکھا ان لوگوں نے كَفَرُوْٓا جو کافر ہیں اَنَّ السَّمٰوٰتِ بیشک آسمان وَالْاَرْضَ اور زمین كَانَتَا رَتْقًا تھے دونوں بند فَفَتَقْنٰهُمَا پس ہم نے کھول دیا ان کو وَجَعَلْنَا اور کی ہم نے مِنَ الْمَآءِ پانی سے كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ہر چیز زندہ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ کیا پس وہ ایمان نہیں لاتے وَجَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ اور بنائے ہم نے زمین میں رَوَاسِيَ مضبوط پہاڑ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ تاکہ ان کو لے کر جھک نہ پڑے وَجَعَلْنَا فِيْهَا اور بنائے ہم نے

زمین میں فِجَاجًا کشادہ سُبُلًا راستے لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ تاکہ وہ راہنمائی حاصل کریں وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ اور بنایا ہم نے آسمان کو سَقْفًا چھت مَّحْفُوْظًا محفوظ وَّهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا اور وہ ان کی نشانیوں سے مُعْرِضُوْنَ اعراض کرتے ہیں وَهُوَ الَّذِىْ اور وہی ذات ہے خَلَقَ الَّيْلَ جس نے پیدا کیا رات کو وَالنَّهَارَ اور دن کو وَالشَّمْسَ اور سورج کو وَالْقَمَرَ اور چاند کو كُلٌّ ہر ایک فِىْ فَلَكٍ اپنے دائرے میں يَّسْبَحُوْنَ تیرتے ہیں وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ اور نہیں بنایا ہم نے کسی بشر کے لیے مِّنْ قَبْلِكَ آپ سے پہلے الْخُلْدَ ہمیشہ زندہ رہنا اَفَائِنْ مِّتَّ کیا پس اگر آپ فوت ہو جائیں فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ پس یہ ہمیشہ زندہ رہنے والے ہیں كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ہر نفس نے موت کو چکھنا ہے وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ اور ہم تمہارا امتحان لیں گے تکلیف کیساتھ وَالْخَيْرِ اور راحت پہنچا کر فِتْنَةً آزمائش کے لیے وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ اور ہماری طرف ہی تم لوٹائے جاؤ گے وَاِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ اور جب دیکھتے ہیں آپ کو وہ لوگ كَفَرُوْٓا جو کافر ہیں اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ نہیں بناتے وہ آپ کو اِلَّا هُزُوًا مگر ٹھٹھا (اور کہتے ہیں) اَهٰذَا الَّذِىْ کیا یہ وہ شخص ہے يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ جو ذکر کرتا ہے تمہارے اِلٰہوں کا وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ حالانکہ وہ رحمٰن کے ذکر کے منکر ہیں۔

اس سے پہلے رکوع میں پڑھ چکے ہو اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ''اگر اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ زمین آسمان میں اور معبود ہوتے تو زمین

آسمان کا نظام درہم برہم ہو جاتا۔" اس کا صحیح چلنا اور قائم رہنا اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے۔ اب اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کی دلیلیں پیش کرتے ہیں کہ اس کی قدرت، اس کی طاقت اور پاور کا اندازہ لگانے کے لیے ان چیزوں پر غور کرو۔ فرمایا اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ۔ رُؤیۃ کا معنیٰ عربی لغت میں دیکھنے کا بھی آتا ہے اور جاننے کا بھی آتا ہے۔ تو مفسرین کرام "معنیٰ کرتے ہیں کیا نہیں جانتے وہ لوگ کَفَرُوْا جو کافر ہیں اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا بیشک آسمان اور زمین تھے دونوں بند۔

مشرک بھی خالق و مالک رب تعالیٰ کو مانتے تھے :

نزول قرآن کریم کے وقت جو لوگ سرزمین عرب میں تھے ان کا عقیدہ تھا کہ زمین آسمان کا خالق مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ چاند سورج کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ کو مانتے تھے۔ سورہ عنکبوت میں ہے وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَابِهِ الْاَرْضَ مِنْ ۢبَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ "اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ کس نے اتارا آسمان سے پانی پھر زندہ کیا اس کے ساتھ زمین کو اس کے مرنے یعنی خشک ہونے کے بعد تو ضرور کہیں گے اللہ تعالیٰ نے۔" تو مشرکین عرب کا عقیدہ تھا کہ بارش برسانے والا اور اس کے ذریعے خشک اور مردہ زمین کو سرسبز کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ روزی دینے والا، کان آنکھ کا مالک بھی رب تعالیٰ کو مانتے تھے سب کاموں کی تدبیر کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ کو مانتے تھے۔ زمین پر رہنے والی تمام مخلوق کا مالک صرف اللہ تعالیٰ کو مانتے تھے بلکہ سات آسمانوں اور عرش عظیم کا مالک بھی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کو مانتے تھے۔ بڑے لطف کی بات ہے کہ ساری چیزوں کا اختیار رکھنے والا بھی محض اللہ تعالیٰ کی ذات کو مانتے تھے مگر اس کے باوجود وہ مشرک تھے کیوں؟ اس لیے کہ یہ سب کچھ ماننے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے نیچے اور

اس سے ورے دوسری مخلوق کو الٰہ مانتے تھے اور ان کی عبادت کرتے تھے جس کی وجہ سے وہ مشرک قرار پائے۔ اور یہ عقیدہ بھی آنحضرت ﷺ کی ولادت باسعادت سے اڑھائی سو سال پہلے ان میں آیا ورنہ اس سے پہلے سب لوگ موحد تھے اور اور شرکیہ نظریہ آنے کے بعد بھی بہت سے لوگ موحد تھے۔ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں زید بن عمرو بن نفیل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے چچا زمانہ جاہلیت کے موحدین میں سے تھے اور شرک کی بہت تردید کرتے تھے آپ ﷺ کی بعثت سے چند دن پہلے فوت ہو گئے اگر وہ زندہ ہوتے تو کھل کر آنحضرت ﷺ کی حمایت کرتے۔ تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں کیا نہیں جانتے اور سمجھتے کہ بیشک آسمان اور زمین بند تھے فَفَتَقْنٰهُمَا پس ہم نے ان کو کھول دیا۔

فَفَتَقْنٰهُمَا کی تفسیر :

بند ہونے کی ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ آسمان اور زمین آپس میں جڑے ہوئے تھے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کیساتھ آسمانوں کو اوپر اٹھالیا اور ایک دوسرے سے الگ کر دیئے۔ سات آسمان بنا دیئے اور زمین کو نیچے رکھا اور سات زمینیں بنائیں اور اپنے اپنے مرکز پر زمینوں کو چھوڑ دیا تھا اور دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ آسمان بند تھے کہ ان سے بارش نہیں ہوتی تھی اور زمین بند تھی کہ اس سے کوئی چیز پیدا نہیں ہوتی تھی اللہ تعالیٰ نے آسمان کا منہ کھول دیا کہ بارشیں شروع ہو گئیں اور زمین کا منہ کھول دیا کہ فصلیں وغیرہ پیدا ہونی شروع ہو گئیں وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ اور کی ہم نے پانی سے ہر چیز زندہ۔ حیوانات نباتات وغیرہ عالم اسباب میں پانی کے محتاج ہیں باقی حجریات جمادات ہیں ان کو پانی کی ضرورت نہیں ہے۔ تو ان چیزوں کو دیکھ کر حق تعالیٰ کی قدرت پر ایمان لانا چاہیے تھا اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ کیا پس وہ ایمان نہیں لاتے۔ اور سنیں! وَجَعَلْنَا فِي

الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اور بنائے ہم نے زمین میں مضبوط پہاڑ۔ رَوَاسِیَ وَاسِیَۃ کی جمع ہے مضبوط پہاڑ کو کہتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے زمین پیدا فرمائی تو ہلتی تھی ظاہر بات ہے کہ اگر ایسے ہی رہتی تو اس میں لوگوں کا رہنا مشکل تھا۔ دیکھو! آج معمولی سا زلزلے کا جھٹکا لگتا ہے تو لوگ نہ جوتا دیکھتے ہیں نہ پگڑی کہ کہاں ہے، بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو اگر زمین ہلتی رہتی تو اس میں مکان کس طرح بنتے، کارخانے کس طرح بنتے تو اس میں بودوباش کس طرح ہوسکتی تھی؟ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو میخ کی طرح زمین میں ٹھونک دیا۔ سورہ نبا میں ہے وَالْجِبَالَ اَوْتَادًا ''اور کیا پہاڑوں کو زمین میں کیل کی طرح نہیں گاڑ دیا۔''

پہلا پہاڑ جبل ابوقبیس ہے:

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ پہلا پہاڑ جبلِ قبیس ہے جو کعبۃ اللہ کے دروازے کے سامنے ہے اس کے نیچے سعودیہ والوں نے سرنگیں نکال لیں ہیں جو منیٰ کی طرف جارہی ہیں۔ اسی پہاڑ کے اوپر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حج کی صدا لگائی تھی جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْکَ رِجَالًا وَّعَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ [حج: ۲۷] ''اور اعلان کرو لوگوں میں حج کا آئیں گے وہ تمہاری طرف پیدل اور پتلی دبلی اونٹنیوں پر۔'' جبل ابوقبیس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مشرق، مغرب، شمال، جنوب کی طرف چہرہ کرکے آواز دی اے لوگو! جن کے پاس مال ہے ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حج فرض ہے لہٰذا تم حج کے لیے آؤ۔ آج جو حاجی لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ کہتے ہوئے وہاں پہنچتے ہیں یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آواز کا جواب ہے۔ تو فرمایا ہم نے بنائے، رکھے زمین میں مضبوط پہاڑ اَنْ

تَمِیْدَ بِهِمْ تاکہ ان کو لے کر جھک نہ پڑے۔ یہاں لا لفظوں میں نہیں ہے لیکن مقدر ہے۔ عربی قاعدے کے مطابق لِئَلَّا تَمِیْدَ بِهِمْ ہے۔ مگر یہ بات استاد کے بغیر سمجھ نہیں آ سکتی جب استاد کے بغیر ترجمہ پڑھے گا تو حیران ہوگا کہ نہیں کس لفظ کا ترجمہ ہے؟ تو بغیر استاد کے کوئی چیز سمجھ نہیں آتی۔ فرمایا وَجَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا اور بنائے ہم نے زمین میں کشادہ راستے۔ کشادہ راستے کی قدر اس وقت ہوتی ہے جب آدمی تنگ راستے میں پھنس جاتا ہے۔ بسا اوقات آدمی تنگ راستے میں پھنس جاتا ہے کہ خوشی غمی میں شریک ہونے سے رہ جاتا ہے جنازے میں شریک نہیں ہوسکتا۔ تو کشادہ راستہ بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں میں اس کا ذکر فرمایا ہے لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ تاکہ وہ راہنمائی حاصل کریں اپنی منزل مقصود تک پہنچنے کے لیے وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا اور بنایا ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بغیر کسی ستون اور دیوار کے۔

نظامِ قدرت کی پائیداری :

ہم چھوٹی سی چھت بناتے ہیں تو اس کے نیچے دیواریں اور ستون کھڑے کرتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی بہت بڑی نشانی ہے کہ آسمان والی چھت بغیر کسی دیوار اور ستون کے محفوظ ہے۔ زلزلے آئیں یا جو کچھ بھی ہو اس پر کوئی اثر انداز نہیں ہوسکتا وَهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ اور وہ ان کی نشانیوں سے اعراض کرتے ہیں۔ آسمان کتنا بلند ہے؟ پھر اس میں چاند، سورج، ستارے ہیں ان میں کچھ ثوابت ہیں جو اپنی جگہ قائم رہتے ہیں اور کچھ سیارے ہیں جو حرکت کرتے ہیں اور اتنی تیز حرکت کہ ایک منٹ میں لاکھوں کروڑوں میل طے کرتے ہیں کوئی مشرق کی طرف جاتا ہے کوئی مغرب کی طرف، کوئی شمال

کی طرف، کوئی جنوب کی طرف اور آپس میں ٹکراتے بھی نہیں ہیں حالانکہ دنیا میں گاڑی گاڑی کیساتھ ٹکرا جاتی ہے، تانگا تانگے کے ساتھ ٹکرا جاتا ہے، جانور جانور کے ساتھ ٹکرا جاتا ہے، آدمی آدمی کے ساتھ ٹکرا جاتے ہیں لیکن آج تک کسی نے نہیں سنا ہوگا کہ ستارہ ستارے کیساتھ ٹکرا گیا ہے۔ کیوں؟ ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ [یٰسٓ:۳۸] "یہ اندازہ ٹھہرایا ہوا ہے زبردست علم والے کا۔" یہ اس خالق کا نظام ہے جو سب پر حاوی ہے۔ تو فرمایا یہ اس کی نشانیوں سے اعراض کرتے ہیں۔

جب آدمی کی عقل ماری جائے تو غیر اللہ کی پوجا کرتا ہے:

وَھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ الَّیْلَ اور اللہ تعالیٰ کی ذات وہی ہے جس نے پیدا کیا رات کو وَالنَّھَارَ اور دن کو وَالشَّمْسَ اور سورج کو وَالْقَمَرَ اور چاند کو۔ ان سب چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے مگر ایسے بے وقوف لوگ بھی ہیں، جو چاند سورج کی پوجا کرتے ہیں، درختوں کی پوجا کرتے ہیں ان کے خالق کی پوجا نہیں کرتے جب انسان کی عقل ماری جائے تو پھر یہی کچھ ہوتا ہے۔ اگر ہوش وحواس قائم ہوں تو سوچے کہ چاند، سورج، ستارے تو انسان سے زیادہ بے بس ہیں مجبور ہیں۔ جتنے اختیارات اللہ تعالیٰ نے انسان کو دیئے ہیں وہ تو ان میں سے کسی کو حاصل نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اختیار دیا ہے بیٹھنے کا اٹھنے کا جب جی چاہے اٹھتا بیٹھتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے چلنے کا آہستہ چلے تیز چلے، آگے جائے پیچھے مڑ جائے اختیار ہے۔ دائیں بائیں مڑنے کا اختیار ہے چاند سورج کو تو ان میں سے کوئی بھی اختیار نہیں ہے کہ وہ آہستہ چلیں یا تیز چلیں یا دائیں بائیں مڑ سکیں نہ ستاروں کو یہ اختیار حاصل ہے۔ اس چھوٹے سے قد والے کو بڑے اختیارات دیئے گئے ہیں تو یہ بے وقوف اتنے اختیار والا ہو کر جھکتا ہے چاند، سورج، ستاروں کے آگے محض ان

کی چمک دمک دیکھ کر، یہ نری حماقت ہے اور مشرکوں کی حماقت کا واقعہ قرآن پاک میں ذکر کیا گیا ہے۔ چاند سورج کی پجارن ملکہ سبا کے آنے سے پہلے حضرت سلیمان علیہ السلام نے محل کے صحن میں ایسے انداز سے شیشہ لگوایا کہ وہ پانی محسوس ہوتا تھا جب وہ محل میں داخل ہونے کے لیے چلی تو ٹانگوں سے کپڑا اونچا کرلیا کہ پانی سے گزرنا ہے کہیں میری شلوار بھیگ نہ جائے سورہ نمل آیت نمبر ۴۴ میں ہے قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ''کہا گیا اس عورت سے داخل ہو جا محل میں فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً جب دیکھا اس کو تو گمان کیا اس کو پانی کی موج وَكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا اور اس نے اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھایا قَالَ سلیمان علیہ السلام نے فرمایا صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ یہ ایک محل ہے جس میں شیشے جڑے ہوئے ہیں۔'' اس سے سلیمان علیہ السلام اس کو بتانا چاہتے تھے کہ تمہاری عقل اتنی ہے کہ تم یہ بھی نہیں سمجھ سکی کہ یہ شیشہ ہے یا پانی ہے۔ پانی سمجھ کر تو نے پنڈلیاں ننگی کرلی ہیں شیشے کی چمک دمک کو تو نے پانی سمجھ لیا ہے اور سورج کی چمک کو دیکھ کر اس کو الٰہ بناتی رہی ہے۔ اس کو عقل کی خامی بتلائی۔ ایسا نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے سنا تھا کہ اس کی پنڈلیوں پر بال ہیں اور وہ بال دیکھنے کے لیے یہ تدبیر کی۔ حاشا وکلا ایسی کوئی بات نہیں ہے بس اس کو بتانا چاہتے تھے کہ تمہاری اتنی عقل ہے کہ تم پانی اور شیشے میں فرق نہیں کر سکی۔ فرمایا كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ہر ایک اپنے دائرے میں تیرتے ہیں۔ سورج اپنے مدار میں چلتا ہے، چاند اپنے مدار میں چلتا ہے، ستارے اپنے مدار میں چلتے ہیں کیا مجال ہے کہ اپنی رفتار میں کمی بیشی کر سکیں یا دائیں بائیں ہو جائیں حاشا وکلا۔ آنحضرت ﷺ کی کھری باتیں سن کر کافر کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اس سے ہماری جان چھڑا دے اس نے ہمارے خداؤں کو ذلیل وخوار کر کے رکھ دیا ہے ہمارا سکون

برباد کر دیا ہے، لڑائیاں شروع کرادیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنَ قَبْلِكَ الْخُلْدَ اورنہیں بنایا ہم نے کسی بشر کے لیے آپ سے پہلے ہمیشہ زندہ رہنا۔ ہمیشہ کی زندگی ہم نے کسی کو نہیں دی اَفَائِنْ مِّتَّ کیا پس اگر آپ وفات پاجائیں فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ پس یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ کسی کے فوت ہوجانے سے خوشی تو تب ہو کہ اس نے زندہ رہنا ہو۔ موت تو سب کیلئے ہے کوئی کل گیا کوئی آج گیا کوئی کل چلا جائے گا ۔لیکن اپنی اپنی سوچ ہے ان کا خیال تھا کہ اس نے ہمیں بے آرام کیا ہوا ہے ہر وقت لا الٰہ الا اللہ، لا الٰہ الا اللہ ہی سناتا رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود، مشکل کشا نہیں ہے یہ فوت ہوجائیگا تو ہماری جان چھوٹ جائے گی۔ رب تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا یہ فوت ہوگیا تو تم زندہ رہو گے؟ سب نے مرنا ہے۔

قادیانیوں کا غلط استدلال :

قادیانی اس آیت کریمہ سے استدلال کرتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام وفات پاگئے ہیں کیونکہ رب تعالیٰ فرماتے ہیں اے نبی کریم ﷺ! ہم نے آپ سے پہلے کسی انسان کے لیے ہمیشگی نہیں بنائی۔ تو قادیانیوں کا اس آیت سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ آیت کریمہ میں ہمیشگی کی نفی ہے اور کوئی بھی مسلمان اس کا قائل نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہمیشگی حاصل ہے اور ان پر موت نہیں آئے گی۔ بلکہ مسلمانوں کا نظریہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں سے نازل ہونگے چالیس سال حکومت کریں گے اس کے بعد فوت ہونگے اور آنحضرت ﷺ کے روضہ مبارک میں ان کو دفن کیا جائے گا۔ تو خلد کے معنیٰ ہمیشگی کے ہیں اور ہمیشگی کسی کے لیے نہیں ہے۔ شیطان کو دیکھ لو ہزار ہا سال سے زندہ چلا آرہا ہے جنات کی تخلیق آدم علیہ السلام سے دو ہزار سال پہلے ہوئی ہے اور مورخین

بتاتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کی تخلیق کو سات ہزار سال ہو چکے ہیں۔ جو لوگ لاکھوں کروڑوں کہتے ہیں یہ خرافات ہیں سات ہزار سال ہوئے ہیں اور دو ہزار سال پہلے کے، تو نو ہزار سال سے شیطان زندہ ہے لیکن وہ بھی اپنے وقت پر مرے گا۔ فرشتے جنات سے بھی پہلے کی مخلوق ہے ان پر بھی موت آئے گی حتیٰ کہ جان نکالنے والا فرشتہ بھی مرے گا بقا کسی کے لیے نہیں ہے بجز پروردگار کے وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَام [سورہ رحمٰن]

تو فرمایا كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ہر نفس نے موت کو چکھنا ہے۔ موت سے کسی کو چارہ نہیں ہے وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً اور ہم تمہارا امتحان لیں گے تکلیف کیساتھ اور راحت پہنچا کر آزمائش کیلئے۔ کبھی انسان بیمار ہو جاتا ہے، کبھی مال کی قلت ہو جاتی ہے، کبھی اولاد کی پریشانی ہوتی ہے، کبھی راحت آرام ہوتا ہے مال اولاد کی فراوانی ہوتی ہے۔ یہ سب انسان کے لیے امتحانات ہیں۔ مومن وہ ہے جو ہر حال میں اپنا تعلق رب تعالیٰ کے ساتھ قائم رکھتا ہے اور ہر حال میں خدا کا شکر ادا کرتا ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب فرشتے کسی کے بیٹے کی روح قبض کر کے لے جاتے ہیں تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے کے بیٹے کی تم نے روح قبض کی تو اس نے کیا کہا تھا تو فرشتے کہتے ہیں پروردگار! اس نے کہا تھا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرے اس بندے کے لیے جنت میں ایک محل بنا دو اور اس کا نام رکھو "بیت الحمد" اور اس بات پر گواہ رہو کہ اس نے اس حال میں بھی میری تعریف کی ہے وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ اور ہماری ہی طرف تم لوٹائے جاؤ گے، آنا ہمارے پاس ہی ہے۔ فرمایا وَاِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اور جب دیکھتے ہیں آپ کو وہ لوگ جو کافر ہیں

اِنْ یَّتَّخِذُوْنَکَ اِلَّا ھُزُوًا نہیں بناتے وہ آپ کو مگر ٹھٹھا۔ جب آپ ﷺ کسی گلی سے گزرتے تھے یا بازار جاتے تھے تو مشرک ایک دوسرے کی طرف اشارہ کر کے کہتے تھے اَھٰذَا الَّذِیْ یَذْکُرُ اٰلِھَتَکُمْ کیا یہ وہ شخص ہے جو ذکر کرتا ہے تمہارے خداؤں کا۔ یہ تمہارے اِلٰہوں کی تردید اور رد کرتا ہے۔ مذاق اڑاتے تھے وہ اپنے اِلٰہوں کو نہیں بھولتے وَھُمْ بِذِکْرِ الرَّحْمٰنِ ھُمْ کٰفِرُوْنَ حالانکہ وہ رحمٰن کے ذکر کے منکر ہیں۔ رب کے ذکر سے غافل ہیں اس کے احکامات کو ٹالتے ہیں اس کا کوئی خیال نہیں ہے۔ انسان کی عادت ہے کہ اپنا عیب نظر نہیں آتا دوسروں کی طرف دھیان کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔

۞۞۞

خُلِقَ الۡاِنۡسَانُ مِنۡ عَجَلٍ ؕ سَاُورِيۡكُمۡ اٰيٰتِىۡ فَلَا تَسۡتَعۡجِلُوۡنِ ۝۳۷ وَيَقُوۡلُوۡنَ مَتٰى هٰذَا الۡوَعۡدُ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ۝۳۸ لَوۡ يَعۡلَمُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا حِيۡنَ لَا يَكُفُّوۡنَ عَنۡ وُّجُوۡهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنۡ ظُهُوۡرِهِمۡ وَلَا هُمۡ يُنۡصَرُوۡنَ ۝۳۹ بَلۡ تَاۡتِيۡهِمۡ بَغۡتَةً فَتَبۡهَتُهُمۡ فَلَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ رَدَّهَا وَلَا هُمۡ يُنۡظَرُوۡنَ ۝۴۰ وَلَقَدِ اسۡتُهۡزِئَ بِرُسُلٍ مِّنۡ قَبۡلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيۡنَ سَخِرُوۡا مِنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا بِهٖ يَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ۝۴۱ قُلۡ مَنۡ يَّكۡلَؤُكُمۡ بِالَّيۡلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحۡمٰنِ ؕ بَلۡ هُمۡ عَنۡ ذِكۡرِ رَبِّهِمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ ۝۴۲ اَمۡ لَهُمۡ اٰلِهَةٌ تَمۡنَعُهُمۡ مِّنۡ دُوۡنِنَا ؕ لَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ نَصۡرَ اَنۡفُسِهِمۡ وَلَا هُمۡ مِّنَّا يُصۡحَبُوۡنَ ۝۴۳

خُلِقَ الۡاِنۡسَانُ پیدا کیا گیا انسان مِنۡ عَجَلٍ جلد باز سَاُورِيۡكُمۡ عنقریب میں دکھاؤں گا تم کو اٰيٰتِىۡ اپنی نشانیاں فَلَا تَسۡتَعۡجِلُوۡنِ پس تم جلدی نہ کرو مجھ سے وَيَقُوۡلُوۡنَ اور کہتے ہیں یہ لوگ مَتٰى هٰذَا الۡوَعۡدُ کب ہوگا یہ وعدہ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ اگر ہو تم سچے لَوۡ يَعۡلَمُ الَّذِيۡنَ اگر جان لیں وہ لوگ كَفَرُوۡا جو کافر ہیں حِيۡنَ لَا يَكُفُّوۡنَ جس وقت نہیں روک سکیں گے عَنۡ وُّجُوۡهِهِمُ اپنے چہروں سے النَّارَ آگ کو وَلَا عَنۡ ظُهُوۡرِهِمۡ اور نہ اپنی

پشتوں سے وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ اور نہ ان کی مدد کی جائے گی بَلْ تَأْتِيهِم بلکہ آئے گی ان کے پاس بَغْتَةً اچانک فَتَبْهَتُهُمْ پس ان کو حیران کر دے گی آگ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ رَدَّهَا پس وہ طاقت نہیں رکھیں گے اس کو رد کرنے کی وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ اور البتہ تحقیق ٹھٹھا کیا گیا بِرُسُلٍ کئی رسولوں کیساتھ مِّن قَبْلِكَ آپ سے پہلے فَحَاقَ پس گھیر لیا بِالَّذِينَ ان لوگوں کو سَخِرُوا مِنْهُم جنہوں نے ٹھٹھا کیا تھا ان میں سے مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ اس عذاب نے جس کیساتھ وہ ٹھٹھا کرتے تھے قُلْ آپ کہہ دیں مَن يَكْلَؤُكُم کون حفاظت کرتا ہے تمہاری بِاللَّيْلِ رات کو وَالنَّهَارِ اور دن کو مِنَ الرَّحْمَٰنِ رحمٰن کی گرفت سے بَلْ هُمْ عَن ذِكْرِ رَبِّهِم بلکہ وہ اپنے رب کے ذکر سے مُّعْرِضُونَ اعراض کرتے ہیں أَمْ لَهُمْ آلِهَةٌ کیا ان کے معبود ہیں تَمْنَعُهُم جو ان کو بچائیں گے مِّن دُونِنَا ہماری گرفت کے سامنے لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَ أَنفُسِهِمْ نہیں طاقت رکھتے وہ اپنی جانوں کی مدد کی وَلَا هُم مِّنَّا يُصْحَبُونَ اور نہ وہ ہماری گرفت سے بچائے جاسکتے ہیں۔

رسولوں کے ساتھ ٹھٹھا کرنے والوں کا انجام :

کل کے درس میں تم نے پڑھا وَإِذَا رَآكَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِن يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُوًا ”اے نبی کریم ﷺ! یہ کافر جب آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ کے ساتھ مسخرہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کیا یہ وہ شخص ہے جو تمہارے معبودوں کی تردید کرتا ہے۔“ آگے رب تعالیٰ فرماتے ہیں ان کو سوچنا چاہیے، غور وفکر کرنی چاہیے کہ آپ سے پہلے رسولوں کیساتھ ٹھٹھا

کرنے والوں کا کیا انجام ہوا۔ یہ اس کے لیے جلد بازی نہ کریں، باقی انسان ہے جلد باز۔

جلد بازی اچھی چیز نہیں :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ پیدا کیا گیا ہے انسان جلد باز۔ انسان ہر چیز میں جلدی کا خواہشمند ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے اَلتَّؤُدَةُ مِنَ الرَّحْمٰنِ وَالْعُجْلَةُ مِنَ الشَّیْطٰنِ ''بردباری اور تحمل کیساتھ کام کرنا رب تعالیٰ کی طرف سے ایک صفت ہے اور جلد بازی یہ شیطان کی طرف سے ہوتی ہے۔'' کسی قول فعل میں جلد بازی نہیں کرنی چاہیے۔

لطیفہ :

کہتے ہیں کہ ایک آدمی کا نام تھا خدا بخش۔ یہ کسی مسجد میں گیا تو کسی نے اس سے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے ابھی خدا کا لفظ منہ سے نکالا تو اس نے ڈنڈا مار دیا کہ تو خدا بنا پھر رہا ہے۔ تو اس جلد باز نے بخش کہنے ہی نہیں دیا اس سے پہلے اس کا سر پھوڑ دیا۔ تو جلد بازی بہت بری چیز ہے۔ اسی لیے حدیث پاک میں آتا ہے لَا تَکَلَّمْ بِکَلَامٍ تَعَذَّرُ مِنْهُ غَدًا ''ایسی بات نہ کرو کہ کل اس پر معذرت کرنا پڑے، پچھتانا پڑے۔'' پہلے سوچو پھر بولو۔ جلد بازی قول میں ہو یا فعل میں ہو مذموم ہے۔ یہ سبق کے طور پر یاد رکھنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سَاُورِیْکُمْ اٰیٰتِیْ عنقریب میں دکھاؤں گا تم کو اپنی نشانیاں فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ پس تم جلدی نہ کرو مجھ سے ان کا مطالبہ۔ تم جو کہتے ہو کہ اگر آپ سچے ہیں اور ہم جھوٹے ہیں ہمارا مذہب جھوٹا ہے تو پھر ہم آپ کے رب کو کہتے ہیں فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ [الانفال:٣٢] ''پھر برسا دے ہم پر پتھر آسمان کی طرف سے یا لے آ ہمارے پاس کوئی دردناک عذاب۔'' فرمایا تم

مجھ سے جلدی نہ کرو میں تمہیں عنقریب اپنی نشانیاں دکھاؤں گا پھر تم پچھتاؤ گے۔

حضور ﷺ کی بددعا :

جب کافروں نے آنحضرت ﷺ کی بات نہ مانی اور ظلم وجور کی انتہا کردی تو آپ ﷺ نے بددعا فرمائی اے پروردگار! ان پر اس طرح کے سال مسلط فرما قحط سالی کے جسطرح کے حضرت یوسف علیہ السلام کے دور میں تھے۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر قحط سالی مسلط فرمائی حَتّٰی اَکَلُوا الْمَیْتَۃَ وَالْجُلُوْدَ وَالْعِظَامَ '' یہاں تک کہ انہوں نے مردار کھائے، چمڑے کھائے اور ہڈیاں کھائیں۔'' چمڑے پانی میں بھگو بھگو کر کھاتے تھے اور ہڈیاں پیس کر پھانکتے تھے۔ آنکھیں کھولتے تھے تو بھوک کی وجہ سے اندھیرا اندھیرا نظر آتا تھا اور بخاری شریف کی اسی روایت میں ہے کہ ابوسفیان جو اس وقت رضی اللہ عنہ نہیں ہوئے تھے آنحضرت ﷺ کے پاس آئے۔ کہنے لگے یا محمد (ﷺ) آپ نے پاک جگہ میں بددعا کی ہے قحط سالی کی جس کی وجہ سے آپ کی برادری بھوکی مر رہی ہے۔ ان کے لیے دعا کریں کہ رب تعالیٰ ان کو خوب سیر کر کے روٹی دے۔ فرمایا چچا جی! ان کو کہو اللہ تعالیٰ کی توحید قبول کرلیں، میری رسالت مان لیں، قیامت کا اقرار کریں۔ ابوسفیان نے کہا نہ، یہ بات نہ کریں۔ اب اس ضد کا دنیا میں کوئی علاج ہے؟ یہ لوگ دنیا کے اعتبار سے بڑے سمجھدار تھے مگر دین کے معاملے میں ضد نے ان کو دور رکھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر اعتراض کا جواب :

ان کے ضدی ہونے کا اندازہ یہاں سے لگاؤ کہ ٦ھ میں جب صلح حدیبیہ کی شرائط لکھنا تھیں۔ آپ ﷺ نے لکھوایا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ کہنے لگے یہ نہیں لکھنا کیونکہ یہ تمہارا عقیدہ ہے۔ ہم اس طرح لکھوائیں گے بِاسْمِکَ اللّٰھُمَّ۔ تو بسم اللہ کو مٹا کر یہ

لکھنا پڑا۔اور جب یہ جملہ لکھا هٰذَا مَا قَاضٰی عَلَيْهِ محمد رسول صلی الله علیه وسلم۔ تو قریش کے نمائندے سہیل ابن عمرو نے کہا اگر ہم آپ کو رسول اللہ مان لیں تو پھر جھگڑا کس چیز کا ہے۔رسول اللہ کے لفظ کو مٹاؤ۔ حضرت علی ﷛ لکھ رہے تھے کیونکہ حضرت علی ﷛ زود نویس بھی تھے اور خوش نویس بھی۔آپ ﷺ نے فرمایا یَا عَلِیُّ اُمْحُ رسول اللّٰه ﷺ ''اے علی! رسول اللہ کا لفظ مٹادو۔''اس کی جگہ لکھو مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ۔ حضرت علی ﷛ نے قسم اٹھا کر کہا وَاللّٰهِ لَا اَمْحُ اَبَدًا ''اللہ تعالیٰ کی قسم ہے میں کبھی نہیں مٹاؤں گا۔'' اب ہم رافضیوں،شیعوں سے پوچھتے ہیں کہ حضرت علی ﷛ نے آنحضرت ﷺ کی بات اور حکم نہیں مانا۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ مٹادو ''رسول اللہ'' کا لفظ اور حضرت علی ﷛ نے قسم اٹھا کر کہا کہ میں اس لفظ کو کبھی نہیں مٹاؤں گا۔تو حضرت علی ﷛ پر کوئی فتویٰ لگانا چاہیے کہ نہیں؟ کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کے حکم کی مخالفت کی ہے۔یا یہ فتویٰ صرف حضرت عمر ﷛ کے لیے ہے۔وہ اس طرح کہ آپ ﷺ بیمار تھے اور آپ ﷺ کو تکلیف بہت زیادہ تھی آپ ﷺ نے فرمایا قلم دوات لاؤ میں تمہیں کچھ لکھ کر دینا چاہتا ہوں کہ میرے بعد جھگڑا نہ کرنا۔اس موقع پر حضرت عمر ﷛ نے کہا حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ ''اللہ تعالیٰ کی کتاب ہمارے پاس ہے۔'' (اور اس میں ہے وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا '' اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی کیساتھ پکڑلو اور تفرقہ نہ ڈالو۔'') یہ واقعہ پیش کر کے رافضی کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے حکم دیا تھا قلم دوات لانے کا اور عمر ﷛ نے روک دیا،لانے نہیں دیا۔لہٰذا آپ ﷺ کے حکم کی مخالفت کی وجہ سے کافر ہو گئے۔سوال یہ ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت عمر ﷛ کو تو حکم نہیں دیا کہ اے عمر ﷛! قلم دوات لاؤ۔آپ ﷺ کو تکلیف زیادہ تھی حضرت عمر ﷛ نے یہ لفظ فرمائے حسبنا کتاب اللّٰه ''ہمیں اللہ تعالیٰ

کی کتاب کافی ہے۔'' تو تم حضرت عمرؓ پر ارتداد کا فتویٰ لگاتے ہو اور وہاں تو آپ ﷺ نے نام لے کر فرمایا اے علی! ''رسول اللہ'' کا لفظ مٹادو۔ اور انہوں نے کہا اللہ کی قسم! میں یہ لفظ کبھی نہیں مٹاؤں گا۔ تو یہاں فتویٰ کیوں نہیں لگاتے کہ حضرت علیؓ نے آپ ﷺ کی مخالفت کی ہے۔ ہمارے نزدیک تو نہ حضرت عمرؓ پر کوئی فتویٰ ہے اور نہ حضرت علیؓ پر کوئی فتویٰ ہے دونوں نے محبت کی وجہ سے کہا۔ حضرت عمرؓ نے بھی محبت کی بنا پر فرمایا کیونکہ آپ ﷺ کو اس وقت تکلیف بہت زیادہ تھی۔ فرمایا حضرت! پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے اللہ تعالیٰ کی کتاب ہمارے پاس موجود ہے ہم اس پر عمل کریں گے اور حضرت علیؓ نے بھی محبت کی بنا پر کہا کہ کافروں کے نمائندہ کے سامنے دل گوارا نہیں کرتا کہ ''رسول اللہ'' کا لفظ کاغذ سے مٹاؤں۔ حقیقت اتنی ہی ہے مگر ضد کی وجہ سے حضرت عمرؓ پر اعتراض کرتے ہیں۔

اذان میں ترجیع کی وجہ :

ضد کی ایک اور مثال سمجھ لو۔ یہ جو غیر مقلد ہیں یہ شہادتین میں ترجیع کرتے ہیں۔ دو دو مرتبہ آہستہ آہستہ اور دو دو مرتبہ زور زور سے۔ یہ بھی ضد کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں ورنہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ اصل واقعہ اس طرح ہے کہ ۸ ھ میں مکہ فتح ہوا اذانیں شروع ہوئیں بچوں نے اذان کی نقل اتارنا شروع کی۔ بچوں کی عادت ہے نقالی کرنا۔ ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، مسند احمد میں روایت ہے آنحضرت ﷺ بچوں کی ایک جماعت کے پاس سے گزرے جو اذان کی نقل اتار رہے تھے ان میں حضرت ابومحذورہؓ بھی تھے۔ جن کا نام ثمرہ بن مُعیر تھا یہ دیگر بچوں سے زیادہ عمر والے تھے اور آواز بھی سریلی تھی۔ آپ ﷺ نے اس کو پکڑ کر کہا کہو کیا کہتے تھے۔ اس نے اللہ اکبر، اللہ اکبر زور سے کہا کیونکہ اس جملہ کے

سبب سے اس کے عقیدہ پر زد نہیں پڑتی تھی لیکن جب شہادتین کے جملوں پر آیا تو وہ آہستہ آہستہ کہے کیونکہ عقیدہ پر زد پڑتی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اِرْجِعْ فَامْدُدْمِنْ صَوْتِکَ ''پھر کہو اور اونچی کہو۔'' اللہ تعالیٰ نے ان کو توفیق دی مسلمان ہو گئے۔ پھر انہوں نے کہا کہ حضرت! مجھے موذّن مقرر کر دو۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم موذّن ہو۔ تو وہ دوہری اذان کہتے تھے کیونکہ انہوں نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ ایک دفعہ میں نے آپ ﷺ کے سامنے آہستہ کہا اور ایک دفعہ آپ ﷺ نے بلند کہلوایا۔ حالانکہ یہاں تعلیم اذان نہ تھی بلکہ اس کے دل میں شہادتین سے جو نفرت تھی اسے کم کرنا تھا باقی مدینہ طیبہ میں کسی نے دوہری اذان نہیں دی۔ نہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے نہ حضرت عبداللہ ابن زید بن عبدربہ رضی اللہ عنہ نہ ابن مکتوم رضی اللہ عنہ نے اور حضرت زیاد بن حارث رضی اللہ عنہ وغیرہ جو آپ ﷺ کے مدینہ میں موذن تھے آنحضرت ﷺ کے سامنے مدینہ طیبہ میں کبھی دوہری اذان نہیں ہوئی۔ ان تمام دلائل کے ہوتے ہوئے بھی وہ ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اب اس ضد کا کیا علاج ہے؟

فرمایا تم مجھ سے جلدی کا مطالبہ نہ کرو میں خود تمہیں اپنی نشانیاں دکھاؤں گا وَيَقُوْلُوْنَ اور کہتے ہیں مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ یہ وعدہ کب پورا ہوگا اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر ہو تم سچے تو عذاب کا وعدہ پورا کرو، عذاب لاؤ۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اگر جان لیں وہ لوگ جو کافر ہیں حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ جس وقت نہیں روک سکیں گے عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ اپنے چہروں سے آگ کو وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ اور نہ اپنی پشتوں سے وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔ اس وقت پتا چلے گا کہ کون سا عذاب مانگتے تھے۔ نہ جنت دور ہے نہ دوزخ دور ہے آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے اَلْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ اَوْ حُفْرَةٌ مِّنْ حُفَرِ النِّيْرَانِ ''قبر جنت کے باغوں میں

سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔'' تو اتنی جلدی کی کیا ضرورت ہے بَلْ تَاْتِیْهِمْ بَغْتَةً بلکہ آئے گی ان کے پاس اچانک۔ موت کا وقت کسی کو معلوم نہیں ہے۔ اچانک جب تمہاری موت آئے گی فَتَبْهَتُهُمْ پس ان کو حیران کردے گی آگ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ رَدَّهَا پس نہیں طاقت رکھیں گے اس کے رد کرنے کی۔ رد تو وہ کر سکتا ہے جو معاذ اللہ تعالیٰ رب سے طاقتور ہو وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔ فوراً عذاب کا تعلق ان کے ساتھ قائم کر دیا جائے گا۔ آگے اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو تسلی دیتے ہیں کہ اگر یہ لوگ آپ کے ساتھ استہزاء کرتے ہیں تو کوئی نئی بات نہیں ہے اور نہ گھبرانے کی ضرورت ہے وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ اور البتہ تحقیق ٹھٹھا کیا گیا کئی رسولوں کیساتھ آپ سے پہلے فَحَاقَ بِالَّذِیْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ پس گھیر لیا ان لوگوں کو جنہوں نے ٹھٹھا کیا تھا ان میں سے مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ اس عذاب نے جس کے ساتھ وہ ٹھٹھا کرتے تھے کہ ہم پر پتھر برساؤ نا، آگ لاؤ نا، جو عذاب لانا ہے لاؤ۔ تو اس عذاب میں وہ پکڑے گئے دنیا میں اور آخرت کا عذاب الگ ہے۔ آگے رب تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں مَنْ یَّكْلَؤُكُمْ بِالَّیْلِ کون حفاظت کرتا ہے تمہاری رات کو وَالنَّهَارِ اور دن کو مِنَ الرَّحْمٰنِ رحمٰن کے عذاب سے رب تعالیٰ کی گرفت سے کون بچاتا ہے۔ رحمان ہی تو ہے جو تمہاری حفاظت کرتا ہے اس نے تمہاری حفاظت کے لیے دس فرشتے دن کو اور دس فرشتے رات کو مقرر کیے ہیں جب تک حفاظت رب تعالیٰ کو منظور ہوتی ہے۔ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ بلکہ وہ اپنے رب کے ذکر سے اعراض کرتے ہیں اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ کیا ان کے معبود ہیں۔ حاجت روا ہیں، مشکل کشا ہیں، فریاد رس ہیں، دستگیر ہیں تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا جو ان کو بچائیں گے ہماری گرفت کے سامنے۔

لات، منات، عزیٰ، کوئی پیر فقیر ہے؟ رب تعالیٰ کی گرفت سے کون بچا سکتا ہے؟

اختیارات سارے اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں :

دیکھو! کائنات میں آنحضرت ﷺ سے بڑی ہستی کوئی نہیں ہے۔

؎ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

آنحضرت ﷺ نے اپنے سارے خاندان کو جمع کیا اپنی پھوپھی کو بھی، اپنی بیٹی کو بھی اور فرمایا اَنْقِذُوْا اَنْفُسَکُمْ مِنَ النَّارِ فَاِنِّیْ لَا اَمْلِکُ لَکُمْ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا ''اپنی جانوں کو آگ سے بچالو، اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچالو میں تمہیں رب تعالیٰ کی گرفت سے نہیں بچا سکتا۔'' فرمایا میری بیٹی سَلِیْنِیْ مِنْ مَّالِیْ مَا شِئْتِ ''میرے پاس جو مال ہے مجھ سے مانگو میں دونگا دریغ نہیں کرونگا لیکن اَنْقِذِیْ نَفْسَکِ مِنَ النَّارِ ''تمہیں اپنے آپ کو دوزخ سے بچانا ہے دوزخ کے عذاب سے میں نہیں بچا سکوں گا۔'' یہ بخاری شریف کی روایت ہے۔ جب آنحضرت ﷺ کسی کو نہیں بچا سکتے اور کون ہے جو بچا سکے کسی کو یا بچائے گا۔ عبد اللہ ابن ابی رئیس المنافقین فوت ہوگیا۔ آپ ﷺ نے اپنا کرتہ مبارک اس کو بطور کفن کے پہنایا، اپنا لعاب مبارک اس کے بدن پر ملا، اس کا جنازہ پڑھایا جس میں اس کے لیے مغفرت کی دعا کی۔ آپ ﷺ کی اقتدا میں سب صحابہ کرام تھے ؓ۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے کہ معصوم پیغمبر جنازہ پڑھائے صحابہ کرام ؓ جنازہ پڑھیں اور کہیں اے پروردگار! اس کو بخش دے اور رب تعالیٰ قرآن پاک میں فرمائیں کہ ایک دفعہ نہیں ستر مرتبہ بھی استغفار کریں میں نہیں بخشوں گا۔ جو لوگ غیر اللہ کے پیچھے دوڑے پھرتے ہیں انہوں نے خدا کو سمجھا ہی نہیں ہے اور نہ ہی خدائی اختیارات کو سمجھا ہے۔ یہ ملنگوں کے خورجے سمجھتے ہیں جسکو تقسیم کر کے دے دیں۔ رب، رب ہے اس نے اپنے اختیارات کسی کو نہیں دیئے۔

تو فرمایا کیا ان کے پاس الٰہ ہیں جو ان کو ہمارے عذاب سے بچائیں گے لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ نہیں طاقت رکھتے وہ ان کے الٰہ اپنی جانوں کی مدد کی۔ جن کو یہ الٰہ سمجھتے ہیں وہ اپنی جانوں کی حفاظت نہیں کر سکتے۔ دیکھو! عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کو الٰہ مانتے ہیں، مشکل کشا مانتے ہیں، منجی مانتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جب سولی پر چڑھایا گیا تو انہوں نے کہا اِیْلِی اِیْلِی لِمَا سَبَقْتَنِی ''اے میرے رب، اے میرے رب، آپ نے مجھے ان کے ہاتھوں کیوں پھنسا دیا ہے۔'' اب سوال یہ ہے جو اپنے آپ کو نہیں بچا سکتا وہ تمہیں کیا بچائے گا اور وہ تمہارا منجی کیسے بنے گا؟ کیونکہ عیسائیوں کا یہ بھی نظریہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ہمارے گناہوں کا کفارہ ہیں۔ ان سے کوئی پوچھے او بے ایمانو! گناہ تم کرو دو ہزار سال بعد اور ان کا کفارہ ہو جائے دو ہزار سال پہلے۔ الٹی منطق ہے۔ فرمایا وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ اور نہ وہ ہماری گرفت سے بچائے جا سکتے ہیں۔ نہ وہ تمہارے مالک ہیں نہ وہ اپنی جانوں کے مالک ہیں۔ مالک صرف رب تعالیٰ کی ذات ہے۔

بَلْ مَتَّعْنَا هٰۤؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُؕ اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَاؕ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ۝۴۴ قُلْ اِنَّمَاۤ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ ۖ٘ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ۝۴۵ وَلَئِنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ۝۴۶ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔاؕ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَاؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ۝۴۷ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ۝۴۸ لا الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ۝۴۹ وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُؕ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ۝۵۰ ع

بَلْ مَتَّعْنَا بلکہ ہم نے فائدہ دیا هٰۤؤُلَآءِ ان لوگوں کو وَاٰبَآءَهُمْ اور ان کے آباء واجداد کو حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ یہاں تک کہ لمبی ہوگئی ان کی عمر اَفَلَا يَرَوْنَ کیا پس یہ دیکھتے نہیں ہیں اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ بیشک ہم چلے آتے ہیں زمین پر نَنْقُصُهَا ہم اس کو گھٹاتے ہیں مِنْ اَطْرَافِهَا اس کے کناروں سے اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ کیا پس یہ غالب آئیں گے قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّمَآ پختہ بات ہے اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ میں تمہیں ڈراتا ہوں وحی کیساتھ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ

الـدُّعَآءَ اورنہیں سنتے بہرے لوگ پکار کو اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ جس وقت ان کوڈرایا جائے وَلَـئِـنْ مَّسَّتْهُـمْ اور اگر پہنچےان کو نَـفْحَةٌ ایک جھونکا مِّنْ عَـذَابِ رَبِّكَ تیرے رب کے عذاب کا لَيَقُوْلُنَّ البتہ ضرور کہیں گے يٰوَيْلَـنَآ ہائے افسوس ہم پر اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ بیشک ہم ظالم تھے وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ اور ہم رکھیں گے ترازو انصاف کے لِيَـوْمِ الْقِيٰمَةِ قیامت والے دن فَلَا تُـظْـلَمُ نَـفْسٌ شَيْئًا پس نہیں ظلم کیا جائے گا کسی نفس پر کسی شے کا وَ اِنْ كَانَ اور اگر ہوگا عمل مِثْقَالَ حَبَّةٍ ایک دانے کے برابر مِّنْ خَرْدَلٍ رائی کے اَتَيْـنَا بِهَا ہم لائیں گے اس کو وَكَفٰى بِنَا حَاسِبِيْنَ اور ہم کافی ہیں حساب لینے والے وَلَقَدْ اٰتَيْـنَا اور البتہ تحقیق دی ہم نے مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ موسیٰ علیہ السلام کو اور ہارون علیہ السلام کو الْفُرْقَانَ فیصلہ کن چیز وَضِيَآءً اور روشنی وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ اور نصیحت پرہیزگاروں کے لیے الَّذِيْنَ وہ لوگ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے بِـالْغَيْبِ بن دیکھے وَهُـمْ مِّنَ السَّاعَةِ اور وہ قیامت سے مُشْفِقُوْنَ خوف رکھتے ہیں وَهٰـذَا ذِكْرٌ اور یہ قرآن پاک ایسی کتاب ہے مُّبٰـرَكٌ برکت والی اَنْـزَلْـنٰـهُ ہم نے اس کو نازل کیا اَفَـاَنْتُمْ کیا پس تم لَهٗ مُنْكِرُوْنَ اس کا انکار کرتے ہو۔

کل کے سبق میں آپ حضرات نے پڑھا تھا اَمْ لَهُـمْ اٰلِهَةٌ تَـمْنَعُهُمْ مِنْ دُوْنِنَا ''کیا ان کے لیے اور الٰہ ہیں جو ان کی حفاظت کرتے ہیں ہمارے سوا۔'' ان کی حاجات پوری کرتے ہیں ہمارے سوا، مشکلات حل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ بات نہیں

ہے بَلْ مَتَّعْنَا هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ بلکہ ہم نے فائدہ دیا ان لوگوں کو۔ جو اس وقت موجود ہیں ان سب کو ہم نے فائدہ دیا، بدن دیا، بدن کے اعضاء دیئے، خوراک دی، لباس دیا ظاہری، باطنی نعمتیں ہم نے ان کو دیں وَاٰبَآءَهُمْ اور ان کے آباؤ اجداد کو۔ جو ان سے پہلے تھے ان کو بھی ہم نے نفع دیا۔ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کون داتا ہے؟ دینے والا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہے۔ داتا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ حَتّٰی طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ یہاں تک کہ لمبی ہوگئی ان کی عمر۔ ان لوگوں کی عمریں زیادہ تھیں لمبی عمروں میں انہوں نے رب تعالیٰ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھایا اَفَلَا يَرَوْنَ کیا پس یہ کافر دیکھتے نہیں ہیں اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ بیشک ہم چلے آتے ہیں زمین پر، زمین کی طرف نَنْقُصُهَا ہم اس کو گھٹاتے ہیں مِنْ اَطْرَافِهَا اس کے کناروں سے اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ کیا پس یہ غالب آئیں گے۔

تھوڑے سے عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غالب فرمایا :

مسلمانوں کے پاس زمین کم تھی کافروں کے پاس بہت زیادہ تھی۔ ساری دنیا میں کفر ہی کفر تھا الا ماشاء اللہ۔ مدینہ طیبہ میں معیشت اور سیاست کے اعتبار سے یہودی غالب تھے۔ آنحضرت ﷺ جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو اللہ تعالیٰ نے تھوڑے عرصہ میں حق کو غالب فرمایا اور پورے مدینہ طیبہ پر کنٹرول حاصل ہوگیا۔ اس سے یہودی بڑے خائف ہوئے اور آپ ﷺ کیخلاف ہر قسم کے منصوبے بنائے یہاں تک کہ قتل کا منصوبہ بھی تیار کیا لیکن جس کو رب رکھے اس کو کون چکھے۔ آپ ﷺ نے پہلے مدینہ طیبہ میں اللہ تعالیٰ کے احکام نافذ کیے پھر اللہ تعالیٰ نے ارد گرد کی بستیوں پر کنٹرول عطا کیا۔ ہجرت کے ساتویں سال خیبر فتح ہوا اور اس کے ساتھ ہی یہودیوں کی کمر ٹوٹ گئی ہجرت کے آٹھویں سال مکہ مکرمہ فتح ہوا جس سے مشرکوں کی کمر ٹوٹ گئی۔ پھر طائف فتح ہوا، اوطاس فتح ہوا پھر

نجران فتح ہوا اور تقریباً ساری سرزمینِ عرب پر اسلام کا جھنڈا لہرا دیا گیا۔ حضرت عثمان ﷺ کے دور میں قبرص کا علاقہ فتح ہوا اور حضرت عمر ﷺ کے زمانہ میں شام، عراق، مصر، ایران، افغانستان فتح ہوا۔ وہ وقت بھی آیا کہ کاشغر تک جو کہ چین کا صوبہ ہے اور اس وقت بھی تقریباً دس کروڑ مسلمان وہاں موجود ہیں۔ اس طرح کافروں کی زمین گھٹتی چلی گئی اور مسلمانوں کی زمین بڑھتی چلی گئی۔ سرزمین عرب پر دوسرے نمبر پر یہودیوں کی آبادی تھی، عیسائی بھی تھے، مجوسی بھی تھے اور ایک فرقہ صائبین کا بھی تھا مگر ان کی تعداد کم تھی اور کنٹرول سب پر اسلام کا تھا۔ لیکن یہودی انتہائی قسم کے سازشی تھے ان میں سب سے زیادہ پیش پیش عبداللہ ابن سبا یمنی یہودی تھا۔ مسلمان ہو کر اس نے وہ کچھ کیا کہ خدا پناہ! یہ جتنے باطل اور غلط نظریات ہیں سب اسی کے اختراع کیے ہوئے ہیں۔ یہ یہود و نصاریٰ بہت خطرناک ہیں۔ اسلام کے خلاف ہر وقت سازشیں کرتے رہتے ہیں۔ اسی لیے آنحضرت ﷺ نے فرمایا اَخْرِجُوا الْیَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی مِنْ جَزِیْرَةِ الْعَرَب ''یہود و نصاریٰ کو عرب کے جزیرہ سے نکال دینا۔'' یہ تمہیں سکھ کا سانس نہیں لینے دیں گے۔ آپ ﷺ نے بالکل سچ فرمایا ہے یہ قومیں مسلمانوں کی ازلی دشمن ہیں۔

یہود و نصاریٰ کی چال :

اس وقت یہودی تجارت کے ذریعے ساری دنیا پر قابض ہیں۔ امریکہ بھی ان کے سامنے مجبور ہے۔ سب فیکٹریاں کارخانے یہودیوں کے ہیں اور عیسائی مشنریاں پوری دنیا میں عیسائیت پھیلانے اور مسلمانوں کو مٹانے پر لگی ہوئی ہیں۔ اس وقت دیکھو صومالیہ میں کیا ہو رہا ہے۔ صومالیہ میں سوا کروڑ آبادی ہے اور اٹھانوے فیصد مسلمان ہیں پختہ قسم کے۔ ان کی پختگی کا اندازہ یہاں سے لگاؤ کہ پورے چالیس سال عیسائی مشنریاں وہاں کام کرتی

رہی ہیں اور چالیس سالوں میں ایک آدمی بھی عیسائی نہیں بنا سکے۔ امریکہ نے اپنے پادریوں کی سرزنش کی کہ ہم نے تم پر اتنا روپیہ خرچ کیا ہے تم نے چالیس سالوں میں ایک آدمی بھی عیسائی نہیں بنایا۔ ایک رپورٹ کے مطابق اب وہاں سے اپنی مشنریاں نکال رہے ہیں واللہ اعلم بالصواب۔ اب وہاں دوسرے طریقے سے حملہ آور ہو رہے ہیں۔ وہاں تیل کے چشمے اتنے ہیں کہ اگر سارے نکل آئیں تو سعودیہ سے بھی وہاں تیل زیادہ ہے اور صومالیہ کے ساتھ سوڈان لگتا ہے۔ سوڈان کے حکمران نے بڑے احسن طریقے سے تھوڑی تھوڑی کر کے اسلامی اصطلاحات نافذ کی ہیں۔ کل تک جو بھوکے مرتے تھے اب کافی حد تک گندم میں وہ خود کفیل ہو گئے ہیں۔ امریکہ چونکہ اسلام سے خائف ہے ان کے خلاف سازشوں میں مصروف ہے اپنی خواہش کو پورا کرنے کے لیے اقوام متحدہ کو استعمال کر رہا ہے۔ اب وہاں سات ہزار پاکستانی فوج بھیجی گئی ہے اپنوں کے ساتھ لڑنے کے لیے۔ شروع شروع میں چار پانچ امریکی مرے ہیں اور بس۔ اب پاکستانی فوج آگے آگے ہے اور بھارت کے فوجیوں کو ہسپتالوں پر لگایا ہوا ہے وہ زخمیوں کی مرہم پٹی کرتے ہیں اور یہ لڑتے ہیں۔ وہ بھی نمازیں پڑھتے ہیں اور یہ بھی نمازیں پڑھ کر ان پر حملہ کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں پاکستانیوں تم ہمارے ساتھ کیوں لڑتے ہو تم ہمیں امریکہ کے ساتھ لڑنے دو ہم اس کے ساتھ نمٹ لیں گے مگر یہ ہمارے سارے لگو ہیں ان کے ہاتھوں استعمال ہو رہے ہیں۔ یہ بڑی خبیث قومیں ہیں ان سے رب بچائے۔ یہ نہیں چاہتے کہ دنیا کے کسی بھی خطے میں مسلمان اسلام پر قائم رہیں ہر جگہ ان خبیث قوموں نے ٹانگیں اڑائی ہوئی ہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ سارے مسلمان ہمارے دست نگر بن کے رہیں اور کنٹرول ان کے پاس رہے۔ علماء چیختے چلاتے ہیں لیکن ان کی کوئی شنوائی نہیں ہوتی جو کچھ امریکہ کہتا ہے وہ کچھ

کرتے ہیں وہاں کے علماء نے ہمارے ساتھیوں کے ساتھ رابطہ کیا۔ ملک عبدالروف صاحب نصرۃ العلوم کے فارغ ہیں اور متحدہ علماء کونسل کے ممبر ہیں انہوں نے کہا کہ تم اپنا وفد بھیجو اور ہمارے حالات معلوم کرو اور ہمیں بتاؤ کہ پاکستانی فوج ہمارے ساتھ کیوں لڑتی ہے۔ یہاں سے وفد گیا جس میں زاہد (مولانا زاہد الراشدی صاحب) بھی گیا تھا۔ اسی سوموار کو واپس آئے ہیں۔ حالات سن کر بڑی حیرانی ہوتی ہے۔ نیروبی گئے تھے وہ کہتے ہیں کہ تم مسلمان ہو کر ہم مسلمانوں پر گولیاں چلاتے ہو نمازیں پڑھ کر۔ ہمیں امریکہ کے مقابلہ میں چھوڑ دو۔ مگر امریکہ نے اپنے مقاصد کے لیے پاکستانیوں کو آگے کیا ہوا ہے۔ یہ بڑی خبیث قومیں ہیں۔ جب افغانستان میں طالبان کو کامیابی ملی تھی میں نے اس وقت کہا تھا کہ اب امریکہ ان کو آپس میں لڑائے گا۔ کبھی حکمت یار کے ساتھ لڑائی ہو جاتی ہے کبھی مسعود شاہ کے ساتھ، آپس میں لڑائی ہو رہی ہے اور لڑ مر رہے ہیں۔ تو فرمایا کیا یہ نہیں دیکھتے کہ ہم زمین پر چلے آتے ہیں اور ہم زمین کو گھٹاتے ہیں اطراف سے کافروں کے قبضے سے نکالتے ہیں اور اسلام کے نیچے لاتے ہیں۔ کیا یہ کافر غالب آئیں گے۔ قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّمَآ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ پختہ بات ہے میں تمہیں ڈراتا ہوں وحی کیساتھ۔ اپنے پاس سے کچھ نہیں کہتا رب تعالیٰ کا جو حکم آتا ہے وہ میں تم کو سنا دیتا ہوں لیکن وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ اور نہیں سنتے بہرے لوگ پکار کو جس وقت ان کو ڈرایا جائے۔ ظاہری کان تو ہیں لیکن دل کے کانوں سے بہرے ہیں صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ ''بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں۔'' حق کی بات نہیں سنتے، حق کہنے کے لیے تیار نہیں ہیں ویسے بڑے باتونی ہیں حق کی بات زبان سے نہیں نکالتے۔ مثلاً دیکھو اقوام متحدہ میں یہ بات طے شدہ ہے کہ کشمیر کا مسئلہ استصواب رائے کیساتھ حل کیا جائے گا۔ وہاں کے

لوگوں کی رائے کیساتھ ان کی مرضی کے مطابق حل ہوگا۔لیکن یہ بات ایجنڈے میں نہیں لاتے کبھی ادھر بھاگ جاتے ہیں کبھی ادھر بھاگ جاتے ہیں، کبھی کوئی شوشہ چھوڑتے ہیں کبھی کوئی شوشہ چھوڑتے ہیں حق بات سننے کے لیے کوئی تیار ہی نہیں ہے۔دونوں کشمیر ملا کر ایک کروڑ بیس لاکھ کی آبادی ہے مقبوضہ کشمیر اور آزاد کشمیر۔ہزاروں کی تعداد میں بیچارے شہید ہوئے ہیں اور ہورہے ہیں مگر کوئی ان کی پکار کو سننے کے لیے تیار نہیں ہے بہرے ہیں ۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَئِنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ اور اگر ان کو پہنچے ایک جھونکا مِنْ عَذَابِ رَبِّكَ آپ کے رب کے عذاب کا۔پنکھے کو ایک دفعہ ہلانے سے جو ہوا آتی ہے اس کو عربی میں نفحہ کہتے ہیں اردو میں جھونکا۔تو ان کو اگر رب تعالیٰ کے عذاب کا ایک جھونکا آ جائے لَيَقُوْلُنَّ البتہ ضرور کہیں گے يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ہائے افسوس ہم پر بیشک ہم ظالم تھے وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ اور رکھیں گے ہم ترازو انصاف کے لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ قیامت والے دن فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا پس نہیں ظلم کیا جائے گا کسی نفس پر کسی شے کا۔اعمال کا تلنا حق ہے نیکیاں بھی تلیں گی اور بدیاں بھی تلیں گی دو طبقے دو گروہوں کا حساب کتاب نہیں ہوگا۔ایک ایسے مومن جن کی نیکیاں ہی نیکیاں ہوں گی ان کا کوئی حساب کتاب نہیں ہوگا۔ان کی تعداد بخاری شریف کی روایت کے مطابق ستر ہزار آئی ہے اور دیگر صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان ستر ہزار میں سے ہر ہر آدمی کیساتھ ستر ستر ہزار ہونگے۔یہ بڑی تعداد بن جاتی ہے جن کا حساب نہیں ہوگا۔دوسرا طبقہ کافروں کا ہے مشرکوں کا ہے جن کا کوئی حساب کتاب نہیں ہوگا۔سورۃ الکہف آیت نمبر ۱۰۵ میں ہے فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ''پس ہم نہیں قائم کریں گے قیامت والے دن ان کے لئے ترازو۔

اعمال کے تلنے کی حقیقت :

تو اعمال کا تولا جانا حق ہے۔ ان دو طبقوں کے علاوہ دوسروں کی نیکیاں بھی تلیں گی اور بدیاں بھی تلیں گی اس کے متعلق زندیقوں نے بہت کچھ کہا ہے کہ اعمال کیسے تلیں گے۔ یہ انسان کی صفت ہیں بات زبان سے نکلتی ہے کوئی عمل ہاتھ سے ہوتا ہے کوئی پاؤں سے ہوتا ہے اس کی اپنی کوئی صورت نہیں ہے اس کا ظاہری کوئی جسم نہیں ہے یہ کیسے تُلیں گے؟ لیکن یاد رکھنا! اُس جہان میں ان اعمال کے باقاعدہ جسم ہونگے باتوں کا بھی جسم ہوگا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ معراج والی رات جب آنحضرت ﷺ کی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ملاقات ہوئی ساتویں آسمان پر تو ابراہیم علیہ السلام نے آپ ﷺ کو امت کے لیے ایک تو سلام بھیجا کہ میری طرف سے اپنی امت کو سلام دے دینا عَلَيْهِ وَعَلٰى نَبِيِّنَا الصَّلٰوةُ والسلامُ اور ایک پیغام بھیجا۔ فرمایا اپنی امت کو میری طرف سے کہہ دینا جنت کی زمین بڑی زرخیز ہے مگر اس پر پودے وہاں سے لگا کر لانے ہیں۔ ایک دفعہ سبحان اللہ کہنے سے جنت میں درخت لگ جائے گا۔ ایک دفعہ الحمد للہ کہنے سے درخت لگ جائے گا اللہ اکبر کہنے سے درخت لگ جائے گا لا الٰہ الا اللہ کہنے سے درخت لگ جائے گا۔ یہاں کی نیکیاں ہی وہاں کے گھنے باغ ہونگے۔ تو نیکیوں اور بدیوں کا باقاعدہ جسم ہوگا ترازو میں تلیں گی اور یہ بات عقائد میں سے ہے اَلْمِيْزَانُ حَقٌّ "ترازو میں نیکیوں اور بدیوں کا تلنا حق ہے اَلصِّرَاطُ حَقٌّ پل صراط سے گزرنا حق ہے، میدان محشر میں حق تعالیٰ کی عدالت کا لگنا حق ہے، جنت حق ہے، دوزخ حق ہے، جو کچھ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے وہ حق ہے اور امت اس کو مانتی چلی آ رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَ اِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ اور اگر ہوگا عمل ایک دانے کے برابر مِنْ خَرْدَلٍ رائی کے اَتَيْنَا بِهَا ہم لائیں گے اس کو، وزن ہوگا اس کا۔ سورۃ زلزال میں ہے فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ''اور جس نے ایک ذرہ برابر بھی نیکی کی ہوگی اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ایک ذرہ برابر بھی برائی کی ہوگی اس کو دیکھ لے گا۔'' وَكَفٰى بِنَا حَاسِبِيْنَ اور ہم کافی ہیں حساب لینے والے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ اور البتہ تحقیق دی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اور ہارون علیہ السلام کو الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً فیصلہ کن چیز اور روشنی وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ اور نصیحت پرہیزگاروں کے لیے۔ تین چیزیں عطا فرمائیں۔ فرقان سے مراد عصا مبارک والا معجزہ ہے کہ اس کو ڈالتے تھے تو اژدھا بن جاتا تھا جس کے متعلق تفصیل سن چکے ہو کہ بہتر ہزار جادوگروں کے ساتھ مقابلہ میں سب کے سانپوں کو نگل گیا فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ [اعراف:۱۱۸] جادوگر سمجھ گئے اور کہنے لگے اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى [طٰہٰ:۷۰] ''ہم ایمان لائے ہارون علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے رب پر۔'' اور ضیاء سے مراد ہاتھ کا سفید ہونے والا معجزہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اپنے ہاتھ کو گریبان میں ڈالتے تھے وہ سورج کی طرح روشن ہو جاتا تھا اور ذکر سے مراد تورات ہے جو قرآن کریم کے بعد تمام آسمانی کتابوں میں بڑی اہم تھی۔ چھٹے پارے میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر، علماء اور مشائخ صدیوں اس پر چلتے آئے۔

آگے اللہ تعالیٰ نے متقی لوگوں کی دو موٹی علامتیں بیان فرمائی ہیں الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وہ لوگ جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے بن دیکھے۔ رب تعالیٰ کو دیکھا نہیں غائبانہ طور پر اس سے ڈرتے ہیں کہ رب کا عذاب بڑا سخت ہے۔ تنہائی میں بھی

رب تعالیٰ کا خوف ان پر ہوتا ہے۔ بندوں کے سامنے کون گناہ کرتا ہے۔ مجلس میں گناہ نہ کرنا تو کوئی کمال نہیں ہے کمال یہ ہے کہ بندہ تنہائی میں سمجھے کہ میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے چاہے اور کوئی نہ بھی دیکھ رہا ہو۔ دوسری علامت: وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ اور وہ قیامت سے خوف رکھتے ہیں کہ قیامت آئے گی حساب ہوگا قیامت حق ہے۔ اور فرمایا جس طرح ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو کتاب دی وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اور یہ قرآن پاک ایسی کتاب ہے جو نصیحت ہے اور برکت والی ہے اَنْزَلْنٰهُ ہم نے اس کو نازل کیا ہے۔ کیسی شان والی وہ آنکھیں ہیں جو اس کو دیکھتی ہیں اور وہ زبانیں جو پڑھتی ہیں اور وہ ذہن جو اس کو سمجھتے ہیں۔ اول تا آخر برکت ہی برکت ہے۔ مگر اس برکت والی کتاب کو یا تو ہم نے ختموں کے لیے رکھا ہوا ہے یا قسموں کے لیے رکھا ہوا ہے۔ نہ سمجھنے کے لیے اور نہ عمل کرنے کے لیے اور نہ اس کے مطابق عقیدہ بنانے کے لیے۔ فرمایا اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ کیا پس تم اس کا انکار کرتے ہو۔ اس کا انکار نہ کرو یہ اللہ تعالیٰ کی سچی کتاب ہے اس کو مانو، پڑھو، سمجھو اور اس پر عمل کرو۔ رب تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

۞ ۞ ۞

وَلَقَدْ اٰتَیْنَآ اِبْرٰهِیْمَ رُشْدَهٗ
مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِیْنَ ﴿۵۱﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ وَقَوْمِهٖ مَا
هٰذِهِ التَّمَاثِیْلُ الَّتِیْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا
وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِیْنَ ﴿۵۳﴾ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ
وَاٰبَآؤُكُمْ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۵۴﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ
مِنَ اللّٰعِبِیْنَ ﴿۵۵﴾ قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
الَّذِیْ فَطَرَهُنَّ ۖ وَاَنَا عَلٰی ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ ﴿۵۶﴾ وَتَاللّٰهِ
لَاَكِیْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِیْنَ ﴿۵۷﴾ فَجَعَلَهُمْ
جُذٰذًا اِلَّا كَبِیْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَیْهِ یَرْجِعُوْنَ ﴿۵۸﴾ قَالُوْا مَنْ
فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۵۹﴾ قَالُوْا سَمِعْنَا
فَتًی یَّذْكُرُهُمْ یُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِیْمُ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓی
اَعْیُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَشْهَدُوْنَ ﴿۶۱﴾

وَلَقَدْ اٰتَیْنَآ اور البتہ تحقیق دی ہم نے اِبْرٰهِیْمَ ابراہیم علیہ السلام کو رُشْدَهٗ ان کی سمجھ مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِیْنَ اور ہم اس کو جاننے والے تھے اِذْ قَالَ جس وقت فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے لِاَبِیْهِ اپنے باپ سے وَقَوْمِهٖ اور اپنی قوم سے مَا هٰذِهِ التَّمَاثِیْلُ کیا ہیں یہ مورتیاں الَّتِیْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ جن کے سامنے تم جھکے ہوئے ہو قَالُوْا انہوں نے کہا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا

پایا ہم نے اپنے آباءاجداد کو لَھَا عٰبِدِیْنَ ان کی عبادت کرنے والے قَالَ فرمایا لَقَدْ کُنْتُمْ اَنْتُمْ البتہ تحقیق ہوتم بھی وَاٰبَآؤُکُمْ اورتمہارے باپ دادا بھی فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ کھلی گمراہی میں قَالُوْآ انہوں نے کہا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ کیالائیں ہیں آپ ہمارے پاس حق کو اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِیْنَ یا آپ کھیل کرنے والوں میں سے ہیں قَالَ فرمایا بَلْ رَّبُّکُمْ بلکہ تمہارارب رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آسمانوں کارب ہےاورزمین کا الَّذِیْ فَطَرَھُنَّ جس نے ان کو پیدا کیا ہے وَاَنَا عَلٰی ذٰلِکُمْ مِّنَ الشّٰھِدِیْنَ اورمیں اس بات پر گواہوں میں سے ہوں وَتَاللّٰہِ اوراللہ تعالیٰ کی قسم لَاَکِیْدَنَّ البتہ ضرور میں تدبیر کرونگا اَصْنَامَکُمْ تمہارے بتوں کے بارے میں بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا بعداس کے کہ تم چہرے پھیروگے مُدْبِرِیْنَ پشت دکھاتے ہوئے فَجَعَلَھُمْ جُذٰذًا پس حضرت ابراہیم نے کردیا ان کوٹکڑے ٹکڑے اِلَّا کَبِیْرًا لَّھُمْ مگرجوان کابڑاتھا لَعَلَّھُمْ اِلَیْہِ یَرْجِعُوْنَ تاکہ وہ اس کی طرف رجوع کریں قَالُوْا انہوں نے کہا مَنْ فَعَلَ ھٰذَا کس نے کی ہے یہ کاروائی بِاٰلِھَتِنَآ ہمارے معبودوں کیساتھ اِنَّہٗ لَمِنَ الظّٰلِمِیْنَ البتہ بیشک وہ ظالموں میں سے ہے قَالُوْا کہنے لگے سَمِعْنَا فَتًی سناہےہم نے ایک نوجوان یَّذْکُرُھُمْ جوان بتوں کاذکرکرتا ہے یُقَالُ لَہٗٓ اِبْرٰھِیْمُ کہاجاتا ہے اس کوابراہیم قَالُوْا کہنے لگے فَاْتُوْا بِہٖ پس لاؤتم اس کو عَلٰٓی اَعْیُنِ النَّاسِ لوگوں کی آنکھوں کے سامنے لَعَلَّھُمْ یَشْھَدُوْنَ تاکہ وہ گواہی دیں اوردیکھ

لیں۔

تمام مخلوقات میں پہلا درجہ آنحضرت ﷺ کا ہے :

پچھلے رکوع کے آخر میں موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا ذکر تھا کہ ہم نے ان کو فرقان، ضیاء اور ذکر عطا کیا پرہیز گاروں کے لئے۔ اب ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہے۔ پروردگار فرماتے ہیں وَلَقَدْ اٰتَیْنَآ اِبْرٰھِیْمَ رُشْدَهٗ اور البتہ تحقیق دی ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو ان کی سمجھ مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام سے پہلے۔ کیونکہ ان سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کا دور تھا۔ سمجھ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔ بعض آدمیوں کا قد کاٹھ بڑا ہوتا ہے ان کی شکل وصورت، قد وقامت کو دیکھ کر آدمی بڑا مرعوب ہوتا ہے اور جب وہ بات کرتا ہے تو ایسی نکمی کہ آدمی حیران ہو جاتا ہے کہ اس نے کہا کیا ہے۔ تو عقل وسمجھ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمتوں میں سے ہے۔ محض قد کاٹھ کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ تو فرمایا ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو سمجھ عطا فرمائی وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِیْنَ اور ہم اس کو جاننے والے تھے۔ اہل حق کا نظریہ اور عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں پہلا درجہ اور مقام حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے۔ دوسرا درجہ ابراہیم علیہ السلام کا ہے اور تیسرا درجہ موسیٰ علیہ السلام کا ہے۔ اندازہ لگاؤ کہ کتنا بڑا مقام اور درجہ کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں انسان بھی ہیں، جنات بھی ہیں، فرشتے بھی ہیں، ذوالعقول اور غیر ذوالعقول بھی ہیں۔ کتنی تعداد آچکی ہے اور کتنی تعداد قیامت تک آئے گی۔ ساری مخلوق میں پہلا درجہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا اور دوسرا درجہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔

بت گر کے گھر بت شکن پیدا فرمایا :

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا علاقہ عراق تھا اس وقت وہاں کلدانیوں کی حکومت تھی

کلدانی بڑا خاندان تھا نمرود ابن کنعان انہی کا فرد تھا بڑا ظالم جابر بادشاہ تھا عقیدے کے لحاظ سے بڑا مشرک تھا۔ کوثٰی بروزن طوبیٰ شہران کا دارالخلافہ تھا۔ آج کے جغرافیہ میں اس کا نام اُر لکھتے ہیں۔ آج کل یہ چھوٹا سا قصبہ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر تھا جیسا کہ سورۃ الانعام آیت نمبر ۷۴ میں مذکور ہے وَاِذْقَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ ''اور جب کہا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر کو'' جو لوگ اس کی تاویل کرتے ہیں کہ چچا تھا بالکل غلط ہے۔ رب تعالیٰ سے زیادہ سچی بات کس کی ہو سکتی ہے۔ آزر بت ساز کو کہتے ہیں۔ یہ مذہبی امور اور محکمہ اوقاف کا وزیر تھا اس کا کام تھا بت خانے بنانا اور بت بنا کر ان کی ضرورت پوری کرنا۔ رب تعالیٰ کو منظور ہوا کہ بت ساز کے گھر بت شکن پیدا کرے، والد بت بنائے اور بیٹا توڑے، ڈھائے اور گرائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بڑی سمجھ عطا فرمائی تھی۔ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ جس وقت فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے وَقَوْمِهٖ اور اپنی قوم سے مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ کیا ہیں یہ مورتیاں۔ تماثیل تمثال کی جمع ہے بمعنٰی بت، صورت اور مورت۔ یہ بت کیا ہیں الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ جن کے سامنے تم جھکے ہوئے ہو۔ کوئی ان کو سجدہ کر رہا ہے، کوئی عطر مل رہا ہے، کوئی ہاتھ جوڑ کے کھڑا ہے، کوئی رکوع کر رہا ہے، کوئی طواف کر رہا ہے، کوئی چادر ڈال رہا ہے۔ یہ جو تم سارا دن ان کے سامنے کھڑے رہتے ہو یہ کیا ہیں؟ قَالُوْا انہوں نے جواب دیا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ پایا ہم نے اپنے باپ دادا کو ان کی عبادت کرنے والے۔ ہمارے پاس سو دلیلوں کی ایک دلیل ہے کہ ہمارے آباؤ اجداد ان کی پوجا کرتے تھے ہم بھی کرتے ہیں۔ قَالَ فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ البتہ تحقیق ہو تم بھی اور تمہارے آباؤ اجداد بھی تھے فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ کھلی گمراہی میں۔ تم بھی

گمراہ ہو اور تمہارے باپ دادا بھی گمراہ تھے جو ان کی پوجا پاٹ کرتے تھے قَالُوْٓا انہوں نے کہا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِیْنَ کیا لائے ہیں آپ ہمارے پاس حق کو یا آپ کھیل کرنے والوں میں سے ہیں۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ آدمی کے دل میں اور بات ہوتی ہے محض دل لگی، مذاق اور چھیڑ خانی کے لیے اور بات کرتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ آپ جو ہمیں اور ہمارے باپ دادا کو گمراہ کہہ رہے ہو اس کو تم حق سمجھتے ہو یا ویسے ہی ہمارے ساتھ دل لگی کر رہے ہو، مذاق کر رہے ہو۔ تو قَالَ فرمایا میں تمہارے ساتھ دل لگی نہیں کر رہا بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بلکہ تمہارا رب وہ ہے جو آسمانوں کا رب ہے اور زمینوں کا رب ہے۔ میں تمہیں حقیقت بتا رہا ہوں کہ جن کو تم الٰہ اور رب سمجھ رہے ہو یہ تمہارے رب نہیں ہیں تمہارا رب وہ ہے جو آسمانوں کا پیدا کرنے والا ہے اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے الَّذِیْ فَطَرَهُنَّ جس نے ان کو پیدا کیا ہے وَاَنَا عَلٰی ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ اور میں اس بات پر گواہوں میں سے ہوں کہ رب رب ہے یہ کچھ نہیں ہیں۔ میری بات کو مذاق اور دل لگی نہ سمجھو میں تمہارے ساتھ کھری کھری بات کر رہا ہوں وَتَاللّٰهِ حرف واؤ قسم کے لیے ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی قسم ہے لَاَكِیْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ البتہ ضرور میں تدبیر کرونگا تمہارے بتوں کے بارے میں۔ میں ان کی درگت بناؤں گا مگر کب؟ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِیْنَ بعد اس کے کہ تم چہرے پھیرو گے پشت دکھاتے ہوئے، جب تم چلے جاؤ گے کیونکہ میں اکیلا ہوں اور تم زیادہ ہو جب تم پشت پھیر کر چلے جاؤ گے پھر میں ان کی درگت بناؤں گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ عید کا دن تھا جو ان کے ہاں عید ہوتی تھی۔ بت خانے کو انہوں نے خوب رنگ روغن کر کے چمکایا ہوا تھا کیونکہ عید والے دن نمرود ابن کنعان آکر ان کی پوجا کرتا تھا۔ بت خانے میں بہتر (۷۲) بت تھے۔

لوگوں نے کسی کے سامنے سویاں لاکر رکھیں کسی کے آگے حلوا کسی کے آگے قورما کسی کے آگے روٹیاں، تاکہ ان میں برکت پڑ جائے۔ کیونکہ بتوں نے تو نہیں کھانا تھا برکت پڑ جائے گی ہمارے بچے کھائیں گے بابرکت ہو جائیں گے۔ پہلے باہر سیر کے لیے جاتے پھر بت خانے میں آتے۔ اتفاق کی بات ہے کہ مجاور بھی سارے سیر کے لیے نکلے ہوئے تھے کیونکہ کوئی خطرہ تو تھا نہیں۔ کیونکہ سارے لوگ بت خانے کو عقیدت کی نگاہ سے دیکھتے تھے ان کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ یہاں کوئی کاروائی ہوگی اور ان کی کوئی بے حرمتی کر سکتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام لکڑیاں کاٹنے والی چھوٹی سی کلہاڑی لے کر آئے۔ پہلے تو بتوں کیساتھ مذاق کیا سورۃ الصّٰفّٰت آیت نمبر ۹۱-۹۲ میں ہے فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ''پس کہنے لگے کیا تم کھاتے نہیں۔'' حلوا پڑا ہوا ہے یہ تمہارے سامنے سویاں پڑی ہیں، کھیر پڑی ہے، یہ کھانے پینے کی چیزیں تم کھاتے کیوں نہیں ہو؟ مگر کس نے کھانا تھا؟ پھر فرمایا مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ''کیا ہے کہ تم بولتے نہیں ہو'' سرکار بولو تو سہی جواب تو دو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کلہاڑی پکڑی ان میں سے اکہتر بتوں کو توڑا اور ایک کو چھوڑ دیا جو ان کا بڑا تھا۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ ادب واحترام کے لحاظ سے بڑا تھا اس کا جسم اتنا بڑا تھا بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ آدمی جسم اور قد کے لحاظ سے چھوٹا ہوتا ہے مگر رتبے عہدے کے اعتبار سے بڑا ہوتا ہے۔ اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ جسم کے لحاظ سے بڑا تھا فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا پس حضرت ابراہیم نے کر دیا ان کو ٹکڑے ٹکڑے۔ جُذٰذًا جُذا ذۃٌ کی جمع ہے بمعنی ٹکڑا۔ اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ مگر جوان کا بڑا تھا اس کو چھوڑ دیا۔ اس کو کیوں چھوڑا؟ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ تاکہ وہ اس کی طرف رجوع کریں۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اِلَيْهِ کی ضمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف لوٹتی ہے کہ اس کو چھوڑ دیا کہ تحقیق کے بعد

جب مجھے طلب کریں گے اور مجھ سے پوچھیں گے تو میں کہوں گا اس بڑے سے پوچھ لو کہ یہ کس نے کیا ہے۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اِلَیْہِ کی ضمیر کبیر کی طرف لوٹتی ہے۔ معنٰی ہوگا تا کہ اس بڑے کی طرف رجوع کریں کہ جب مجھ سے سوال جواب ہونگے تو میں کہوں گا یہ بڑا گرو گھنٹال ہے اس سے پوچھو یہ کس نے کیا ہے۔ یہ خودرہ گیا ہے اور باقیوں کو اڑادیا گیا ہے۔ جس وقت مجاور اور پجاری آئے اور اپنے بتوں کی درگت بنی ہوئی دیکھی تو ان کے کلیجے جل گئے کہ ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کاروائی کس نے کی ہے۔ عقیدہ عقیدہ ہوتا ہے چاہے جھوٹا ہی کیوں نہ ہو۔ قَالُوْا کہنے لگے مَنْ فَعَلَ ھٰذَا بِاٰلِھَتِنَآ کس نے کی ہے یہ کارروائی ہمارے معبودوں کے ساتھ اِنَّہٗ لَمِنَ الظّٰلِمِیْنَ البتہ بیشک وہ ظالموں میں سے ہے۔ جس نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ کاروائی کی ہے وہ ظالم ہے قَالُوْا کہنے لگے سَمِعْنَا فَتًی سنا ہے ہم نے ایک نوجوان یَّذْکُرُھُمْ جوان بتوں کو یاد کرتا ہے یُقَالُ لَہٗ اِبْرَاھِیْمُ کہا جاتا ہے اس کو ابراہیم۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بڑا مقام عطا فرمایا۔ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۳۰ وَلَقَدِ اصْطَفَیْنٰہُ فِی الدُّنْیَا وَاِنَّہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ "اور البتہ تحقیق ہم نے چنا ابراہیم علیہ السلام کو دنیا میں اور بیشک وہ آخرت میں نیکوکاروں میں سے ہونگے۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام تمام مذاہب میں مسلم شخصیت :

حضرت ابراہیم علیہ السلام تمام مذاہب میں مسلم شخصیت تھے۔ مسلمانوں کے تو خیر عقیدے کا حصہ ہیں۔ یہودی، عیسائی، صابی سب ان کو اچھی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ہندوستان میں بوہما مہاراج ہیں ان کے متعلق مشہور صوفی عبدالکریم جیلی جو بڑے اکابر اولیاء اللہ میں سے گزرے ہیں۔ تصوف کے موضوع پر ان کی کتاب ہے "الانسان الکامل"

اس میں وہ لکھتے ہیں کہ ہندو جن کو برہما کہتے ہیں اس سے مراد ابراہیم علیہ السلام ہی ہیں۔ پھر وہ اس پر دلیل پیش کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا [بقرۃ:۱۲۴] ''بیشک میں بنانے والا ہوں آپ کو لوگوں کا امام، پیشوا، مقتداء۔'' تو فرماتے ہیں کہ ہندوستان میں رہنے والے بھی تو لوگ ہی ہیں ان کا بھی ان کو پیشوا ہونا چاہیے۔ حضرت کی دلیل بڑی وزنی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام کی قدر کرنے والوں میں وہ بھی تھے بعد والوں نے ان کی تعلیمات کو بگاڑ دیا جیسا کہ عرب کے مشرکوں نے ابراہیم علیہ السلام کی توحید کو بگاڑ دیا اور وہ گھر جو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے تھا اس میں انہوں نے تین سو ساٹھ بت رکھ دیئے۔

ابن عساکر بہت بڑے محدث ہوئے ہیں ان کی کتاب ہے ''ابن عساکر'' پہلے نایاب تھی اب طبع ہو چکی ہے۔ اس میں انہوں نے کچھ روایات نقل کی ہیں کہ آدم علیہ السلام بھی سب سے پہلے ہندوستان تشریف لائے تھے۔ تو کہنے لگے ہم نے ایک نوجوان کو سنا ہے وہ ان کا ذکر بہت کرتا ہے اس کو ابراہیم کہا جاتا ہے۔ قَالُوْا کہنے لگے فَاْتُوْا بِہٖ عَلٰٓی اَعْیُنِ النَّاسِ لاؤ تم اس کو لوگوں کی آنکھوں کے سامنے لَعَلَّھُمْ یَشْھَدُوْنَ تاکہ وہ گواہی دیں اور دیکھ لیں کہ واقعی یہ نوجوان تھا جس نے کہا تھا تَاللّٰہِ لَاَکِیْدَنَّ اَصْنَامَکُمْ اللہ تعالیٰ کی قسم ہے میں ضرور تمہارے بتوں کی درگت بناؤں گا۔ زندگی رہی تو باقی واقعہ کل آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا یٰۤاِبْرٰهِیْمُ ﴿۶۲﴾ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِیْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا یَنْطِقُوْنَ ﴿۶۳﴾ فَرَجَعُوْۤا اِلٰۤى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْۤا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾ ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰۤؤُلَآءِ یَنْطِقُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُكُمْ شَیْــٴًـا وَّ لَا یَضُرُّكُمْ ﴿۶۶﴾ اُفٍّ لَّكُمْ وَ لِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾ قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَ انْصُرُوْۤا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِیْنَ ﴿۶۸﴾ قُلْنَا یٰنَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِیْمَ ﴿۶۹﴾ وَ اَرَادُوْا بِهٖ كَیْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِیْنَ ﴿۷۰﴾ وَ نَجَّیْنٰهُ وَ لُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا لِلْعٰلَمِیْنَ ﴿۷۱﴾

قَالُوْآ کہنے لگے لوگ ءَ اَنْتَ کیا آپ نے فَعَلْتَ هٰذَا کی ہے یہ کاروائی بِاٰلِهَتِنَا ہمارے معبودوں کیساتھ یٰۤاِبْرٰهِیْمُ اے ابراہیم علیہ السلام قَالَ فرمایا بَلْ فَعَلَهٗ كَبِیْرُهُمْ هٰذَا بلکہ کی ہوگی یہ کاروائی ان کے اس بڑے نے فَسْـَٔلُوْهُمْ تم ان سے سوال کرو اِنْ كَانُوْا یَنْطِقُوْنَ اگر یہ بولتے ہیں فَرَجَعُوْآ اِلٰى اَنْفُسِهِمْ پس لوٹے وہ اپنی جانوں کی طرف فَقَالُوْآ پس کہنے لگے اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ بیشک تم ظالم ہو ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ پھر اندھے کیے گئے اپنے سروں کے بل لَقَدْ عَلِمْتَ البتہ تحقیق آپ جانتے ہیں مَا هٰۤؤُلَآءِ یَنْطِقُوْنَ نہیں ہیں یہ گفتگو کرتے قَالَ فرمایا اَفَتَعْبُدُوْنَ کیا پس تم

عبادت کرتے ہو مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے مَا لَا یَنۡفَعُکُمۡ شَیۡئًا اس مخلوق کی جو نہیں نفع دے سکتی تمہیں کچھ بھی وَّ لَا یَضُرُّکُمۡ اور نہ تمہیں نقصان دے سکتی ہے اُفٍّ لَّکُمۡ ہلاکت ہے تمہارے لیے وَلِمَا اور ان کے لیے تَعۡبُدُوۡنَ جن کی تم عبادت کرتے ہو مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کے سوا اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ کیا پس تم عقل نہیں رکھتے قَالُوۡا کہنے لگے حَرِّقُوۡہُ جلاؤ اس کو وَانۡصُرُوۡۤا اٰلِہَتَکُمۡ اور مدد کرو اپنے معبودوں کی اِنۡ کُنۡتُمۡ فٰعِلِیۡنَ اگر ہو تم کرنے والے قُلۡنَا ہم نے کہا یٰنَارُ کُوۡنِیۡ اے آگ ہو جا بَرۡدًا ٹھنڈی وَّسَلٰمًا اور سلامتی والی عَلٰۤی اِبۡرٰہِیۡمَ ابراہیم علیہ السلام پر وَاَرَادُوۡا بِہٖ کَیۡدًا اور انہوں نے ارادہ کیا ان کے بارے میں تدبیر کرنے کا فَجَعَلۡنٰہُمُ الۡاَخۡسَرِیۡنَ پس کر دیا ہم نے ان کو بہت زیادہ نقصان اٹھانے والے وَنَجَّیۡنٰہُ اور ہم نے نجات دی ابراہیم علیہ السلام کو وَلُوۡطًا اور لوط علیہ السلام کو اِلَی الۡاَرۡضِ الَّتِیۡ اس زمین کی طرف بٰرَکۡنَا فِیۡہَا جس میں ہم نے برکت رکھی لِلۡعٰلَمِیۡنَ جہان والوں کے لیے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بتوں کی درگت بنانا :

کل کے سبق میں تم نے یہ بات سنی ہے کہ نمرود بن کنعان جو بڑا ظالم، جابر اور مشرک بادشاہ تھا۔ اس کے شاہی بت خانے میں بہتر بت رکھے ہوئے تھے جن کے متعلق ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا کہ میں ضرور ان کی درگت بناؤں گا۔ عید کا دن تھا لوگوں نے بتوں کو خوشبوؤں کیساتھ خوب سجایا ہوا تھا اور کھانے پینے کی چیزیں ان کے سامنے لا کر

رکھیں تھیں۔ان کے مجاور سیر و سیاحت کے لیے گئے ہوئے تھے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے موقع پا کر پہلے تو ان کے ساتھ مذاق کیا کہ یہ تمہارے سامنے کھانے رکھے ہوئے ہیں کھاتے کیوں نہیں ہو؟ باتیں کیوں نہیں کرتے؟ کلہاڑی سے ان کو توڑ پھوڑ دیا سوائے بڑے کے اور خوب ان کی ورگت بنائی۔جب ان لوگوں نے آ کر یہ منظر دیکھا تو ان کے کلیجے پھٹ گئے کہ یہ ہمارے ساتھ کیا ہوا ہے یہ کارروائی کس نے کی ہے؟ کہنے لگے ایک نوجوان ہے جس کو ابراہیم کہتے ہیں یہ اس کی کارروائی ہے۔کہنے لگے اس کو لوگوں کے سامنے لاؤ تاکہ لوگ گواہی دیں کہ واقعی اس نے یہ لفظ کہے تھے لَاَکِیْدَنَّ اَصْنَامَکُمْ ''میں ضرور درگت بناؤں گا تمہارے معبودوں کی۔'' چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لایا گیا اور عدالت قائم ہوئی،اس کا ذکر ہے۔

قَالُوْٓا کہا ان افسروں نے جو تحقیق کے لیے مقرر تھے ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا کیا آپ نے یہ کارروائی کی ہے بِاٰلِهَتِنَا یٰٓاِبْرٰهِيْمُ ہمارے معبودوں کیساتھ اے ابراہیم علیہ السلام کہ ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے قَالَ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ بلکہ یہ کاروائی کی ہوگی ان کے اس بڑے نے جو کھڑا ہوا ہے پس تم ان سے پوچھو تو سہی کہ یہ کس نے کیا ہے اگر یہ گفتگو کرتے ہیں۔ دنیا میں مشاہدے کی بات ہے کہ بڑی مچھلیاں چھوٹی مچھلیوں کو کھا جاتی ہیں، بڑے اژدھا چھوٹے سانپوں کو کھا جاتے ہیں، بڑی حکومتیں چھوٹی حکومتوں کو کھا جاتی ہیں ان سے پوچھو شاید یہ جو بڑا کھڑا ہے اس نے یہ کاروائی کی ہو۔اگر باتیں کرتے ہیں تو ان سے پوچھو۔ تحقیق کرنے والے افسر نے فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ پس رجوع کیا اپنی جانوں کی طرف،فکر کیا،غور کیا فَقَالُوْٓا پس کہنے لگے اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ بیشک تم ظالم ہو۔جو

اپنے آپ کو نہ بچا سکے اور اب عدالت کو بھی نہیں بتا سکتے کہ ہمارے ساتھ یہ کاروائی کس نے کی ہے ان کے ساتھ امیدیں رکھنا ہماری غلطی ہے۔ جمہور ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی غلطی کو مان لیا کہ جو اپنے آپ کو نہیں بچا سکے وہ اوروں کو کیا بچائیں گے اور جو انکوائری اور تحقیق کے موقع پر بات نہیں کر سکتے وہ ہمارے کیا کام آئیں گے۔ اور بعض مفسرینؒ یہ تفسیر کرتے ہیں کہ یہ بات تحقیق کرنے والے افسروں نے مجاوروں کو کہی کہ بیشک تم ظالم ہو کہ اتنے ملازم ہو کر سارے باہر چلے گئے تمہاری ڈیوٹی تھی تم نے ڈیوٹی میں کوتاہی کر کے ظلم کیا ہے۔ چلو اگر جانا ہی تھا تو ایک آدھ چلا جاتا تم سارے چلے گئے لہٰذا تم مجرم ہو ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ پھر انہوں نے سر جھکا لیے نگاہیں نیچی کر لیں اور ابراہیم علیہ السلام کو کہنے لگے لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ گفتگو نہیں کرتے یہ بولتے نہیں ہیں قَالَ فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کیا پس تم عبادت کرتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے ورے ورے ان کی عبادت کرتے ہو مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَّ لَا يَضُرُّكُمْ جو نہ تمہیں نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان دے سکتے ہیں اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ہلاکت ہے تمہارے لیے اور ان کے لیے جن کی تم عبادت کرتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا۔ تمہارے اوپر اُف ہے تمہارے اوپر تف ہے اور تمہارے معبودوں پر بھی جن کی تم پوجا کرتے ہو۔ جو اپنے آپ کو نہیں بچا سکے اور تحقیق کے موقع پر کچھ بتا نہیں سکے اور تم نے خود اقرار کیا ہے کہ یہ گفتگو نہیں کرتے یہ مفت میں تمہارے الٰہ بن گئے ہیں اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا پس تم عقل نہیں رکھتے۔ اتنی بات تمہیں سمجھ نہیں آتی۔

دنیا میں ضد کا کوئی علاج نہیں :

انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ ابراہیم علیہ السلام کی گفتگو کو سن کر جو مدلل تھی اوران کی کاروائی کو دیکھ کر عبرت حاصل کرتے مگر ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ الٹا کہنے لگے کہ اس نے ہمارے کلیجے جلائے ہیں ہمارے بت توڑ کر قَالُوا کہنے لگے حَرِّقُوْهُ جلاؤ اس کو تا کہ ہمارے دل ٹھنڈے ہوں۔ چنانچہ بادشاہ نے اعلان کر دیا کہ فلاں مقام پر ہم نے آگ کا بھٹا گرم کرنا ہے جس میں سب کے سامنے ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنا ہے۔

گالیاں دینے اور رد کرنے میں فرق ہے :

تاریخ اور تفسیر کی کتابوں میں بڑے عجیب قسم کے واقعات آئے ہیں کہ بوڑھی بوڑھی عورتیں جو سیدھی ہو کر چل نہیں سکتی تھیں پیٹھ پر لکڑیوں کا گٹھا ہاتھ میں لاٹھی کبڑی ہو کر جا رہی تھیں۔ پوچھا گیا بی بی! کہاں جا رہی ہے اتنی مشقت کے ساتھ؟ تو کہتی تمہیں معلوم نہیں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو جلانا ہے بھٹے کیلئے ایندھن لے کر جا رہی ہوں۔ کیونکہ ان کے عقیدے پر بڑی کاری ضرب آئی تھی اور عقیدہ عقیدہ ہی ہوتا ہے چاہے صحیح ہو یا غلط ہو۔ اسی لیے رب تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے وَ لَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا ۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ [انعام:۱۰۸] ”تم گالیاں نہ دو ان کو جن کی یہ پرستش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا پس وہ گالیاں دیں گے اللہ تعالیٰ کو تجاوز کرتے ہوئے جہالت کی وجہ سے۔“ گالیاں دینے اور رد کرنے میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ مثلاً یہ کہنا کہ لات، منات، عزّیٰ وغیرہ خالق، مالک، رازق نہیں ہیں، عالم الغیب والشہادہ نہیں ہیں، حاضر و ناظر نہیں ہیں ان کے پاس خدائی اختیارات نہیں ہیں، یہ حق ہے اور فریضہ

ہے۔ مگراس طرح کہنا کہ تمہارے لات کی ایسی کی تیسی منات کی ایسی کی تیسی العیاذ باللہ اگر تم اس طرح کرو گے تو وہ تمہارے سچے خدا کو گالیاں دیں گے۔ تو گالی اور چیز ہے اور رد کرنا اور چیز ہے۔ ہاں! اگر کوئی اپنے غلط نظریات کی تردید کو توہین سمجھے تو یہ بات الگ ہے بیشک سمجھتے رہیں باطل کی تردید کرنا ہے۔

مہاجرین حبشہ کی استقامت :

احادیث اور تاریخ کی کتابوں میں ذکور ہے کہ مشرکین مکہ نے جب مسلمانوں پر مظالم کی انتہاء کردی تو چوہتر کے قریب مسلمانوں نے حبشہ ہجرت کی مگر مکے والوں کو پھر بھی سکون نہ آیا۔ مہاجرین کے تعاقب کے لیے ایک وفد حبشہ بھیجا جس میں عمرو ابن العاص اور عبداللہ ابن ربیعہ شامل تھے۔ یہ بڑے ہوشیار، چالاک اور سمجھدار آدمی تھے۔ انہوں نے بادشاہ کو کہا کہ کچھ لوگ ہمارے ملک سے بھاگ کر تمہارے ملک میں آئے ہیں ان کو ہمارے ساتھ بھیج دو۔ بادشاہ نجاشی بڑا عقلمند تھا اس نے کہا کہ میں دوسروں کی بھی بات سنوں گا یک طرفہ کاروائی نہیں کرونگا اور یہ بہترین اصول ہے کہ دونوں طرف سے بات سنو اور پھر فیصلہ کرو۔ حضرت علی ﷜ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے مجھے ایک علاقے کا گورنر بنا کر بھیجنا چاہا تو میں نے کہا حضرت! میں نوعمر ہوں اور تجربہ کوئی نہیں ہے بڑے مشکل مسائل اور مقدمے آئیں گے تو میں کیسے فیصلہ کروں گا؟ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے میری چھاتی پر ہاتھ مارا اور فرمایا میں تجھے گر کی بات بتا دیتا ہوں۔ وہ یہ کہ جب تمہارے سامنے ایک فریق اپنا موقف پیش کرے تو فیصلہ نہیں کرنا جب تک دوسرے فریق کا موقف نہ سن لینا۔ فرماتے ہیں فَمَا زِلْتُ قَاضِیًا "میں جج بن گیا۔" تو نجاشی نے کہا کہ میں ان کی بھی بات سنوں گا۔ کہنے لگے ان کی بات سننے کی کیا ضرورت ہے وہ ایسے

ہیں ویسے ہیں۔ ہمارے قرضی (مقروض) ہیں ہمارے غلام ہیں ہمارے ساتھ بھیج دو۔ فرمایا ایسے نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ صحابہ کرام ﷡ کو بھی وقت دیا گیا۔ حضرت جعفر طیار ﷛ مہاجرین کے نمائندے تھے، ان کی باتیں سنیں اور فرمایا حضرت! واقعی یہ چار پانچ پہلے ان کے غلام تھے اب نہیں ہیں اب یہ رقم دے کر آزاد ہو گئے ہیں۔ رہا مسئلہ قرضے کا تو اکثر تو ادا کر چکے ہیں اگر ایک آدھ کا ہوگا تو وہ کھاتے نہیں ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ ادا کر دیں گے۔

جب مشرکوں کے وفد سے بات نہ بنی تو پینترا بدلا۔ کہنے لگے کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کرتے ہیں ان کو ابن اللہ نہیں مانتے۔ نجاشی نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق تمہارا کیا نظریہ ہے؟ حضرت جعفر طیار ﷛ نے پچیسویں پارے کی آیات پڑھیں جن میں یہ الفاظ بھی آتے ہیں اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ [زخرف:۵۹] "نہیں ہے وہ عیسیٰ علیہ السلام مگر ایک بندہ جس پر ہم نے انعام کیا اور بنایا ہم نے اس کو نمونہ بنی اسرائیل کے لیے۔" جب یہ آیت کریمہ پڑھی تو عمرو بن العاص نے کہا دیکھو جی! توہین کر گیا بندہ کہا ہے۔ نجاشی نے ایک تنکا اٹھایا اور اس کا کنارہ سامنے کر کے کہا کہ اتنی بھی توہین نہیں ہوئی واقعی عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔ اپنے ذہن میں کوئی توہین سمجھے تو سمجھے بلکہ حقیقت یہی ہے۔ جیسے آج کل کے جاہل کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو بندہ کہنے میں آپ ﷺ کی توہین ہوتی ہے لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اگر اس میں توہین ہے تو پھر معاذ اللہ تعالیٰ ہم ہر نماز میں توہین کے مرتکب ہوتے ہیں کیونکہ التحیات کے بغیر تو نماز پوری نہیں ہوتی اور التحیات میں ہے اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اور اگر لفظ عبد میں توہین ہوتی تو رب تعالیٰ ہمیں کبھی یہ پڑھنے کا سبق نہ دیتا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص بزرگوں کو حاضر و ناظر نہ

سمجھے، مختارکل نہ سمجھے، رزاق نہ سمجھے تو اہل بدعت کہتے ہیں کہ یہ بزرگوں کی توہین کرتا ہے۔
یہ ان کی سمجھ ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ انبیاء، اولیاء، فرشتوں کے اپنے اپنے درجے ہیں نہ
ان میں کوئی خالق ہے، نہ مالک ہے، نہ حاضر ناظر ہے، نہ مختارکل ہے، نہ کوئی عالم الغیب
ہے۔ ان صفات کی ان سے نفی کرنا اور اچھے طریقے سے ان کی تردید کرنا اہل حق کا فریضہ
ہے اور یہ گالی نہیں ہے۔

منجنیق تیار کرنے والے انجینئر کا نام :

چنانچہ آگ کا بہت بڑا بھٹا (الاؤ) تیار کیا گیا اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو
پھینکنے کیلئے ھیزن نامی انجینئر نے آلہ منجنیق تیار کیا کہ اس کے ذریعے درمیان میں پھینکیں
کہ ابراہیم علیہ السلام باہر نہ آ جائیں اور ''دارمی شریف'' جو حدیث کی کتاب ہے اس میں
ہے کہ جُرِّدَ عَنِ الثِّیَابِ ''ابراہیم علیہ السلام کے سارے کپڑے انہوں نے اتار دیئے۔''
ننگا کر کے رسیوں میں جکڑ کر منجنیق میں بٹھا کر آگ کے درمیان میں پھینک دیا۔ اس کا ذکر
ہے کہ انہوں نے کہا کہ اس کو جلا ڈالو وَانْصُرُوْآ اٰلِھَتَکُمْ اور مدد کرو اپنے معبودوں کی اِنْ
کُنْتُمْ فٰعِلِیْنَ اگر ہو تم کچھ کرنے والے۔ جب انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں
ڈال دیا تو اللہ تعالیٰ نے آگ کو حکم دیا فرمایا قُلْنَا یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا کہا ہم نے
اے آگ ہو جا ٹھنڈی اور سلامتی والی عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ ابراہیم علیہ السلام پر۔ حافظ ابن کثیر
نقل فرماتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام جب بھٹے سے بالکل صحیح سالم باہر آ گئے تو ان کو
باپ نے یہ الفاظ کہے نِعْمَ الرَّبُّ رَبُّکَ یَا اِبْرَاھِیْمُ ''اے ابراہیم تیرا رب بڑا
خوبصورت ہے بہت اچھا ہے۔'' مگر ایمان پھر بھی نہیں لایا۔ اپنا دھڑا نہیں چھوڑا۔ اللہ تعالیٰ
فرماتے ہیں وَاَرَادُوْا بِہٖ کَیْدًا اور انہوں نے ارادہ کیا ان کے بارے میں تدبیر کرنے

کا۔ یعنی ان کو جلانے کی تدبیر کی فَجَعَلۡنٰهُمُ الۡاَخۡسَرِيۡنَ پس کر دیا ہم نے ان کو بہت زیادہ نقصان اٹھانے والے۔ لکڑیاں جمع کرتے کرتے ہاتھ پاؤں تھکائے وہ جل کر راکھ ہوگئیں حاصل کچھ بھی نہ ہوا۔

چھپکلی مارنے کا ثواب :

اس مقام پر بعض سیرت نگار اور تاریخ والے لکھتے ہیں بخاری شریف میں روایت ہے کہ گھروں میں جو چھپکلی ہوتی ہے یہ پھونک مارتی تھی کہ آگ تیز ہو۔ بھئی! تیری پھونک مارنے سے کیا ہوگا؟ پہلے آگ کے شعلے آسمان کے ساتھ باتیں کر رہے ہیں مگر وہ اپنا خبث باطن ظاہر کر رہی تھی۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو اس کو ایک ہی ضرب سے مارے گا اس کو سو نمبر کا ثواب ملے گا اور جو دو ضربوں کیساتھ مارے گا تو پھر بھی اتنا ہی ثواب ملے گا اور جو تین ضربوں کیساتھ مارے گا تو اس کو دس نمبر کا ثواب ملے گا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جن دنوں میں نماز نہیں پڑھتی تھیں چھڑی لے کر ان کے پیچھے لگی رہتی تھیں اور تاریخ میں یہ لکھا ہے کہ کالی کات اور بعض نے بلبل کا کہا ہے کہ یہ قطرہ پانی کا لے کر بہت بلندی پر گئی اور اس بھٹے پر پانی کا قطرہ گرایا پرندوں نے مذاق کیا کہ تیرے اس چونچ والے قطرے سے بھٹا بجھ جائے گا؟ اس نے کہا کہ میں بجھا تو نہیں سکتی مگر اللہ تعالیٰ کے خلیل کی تائید میں ایک قطرہ پانی کا تو گرا سکتی ہوں۔

فرمایا وَنَجَّيۡنٰهُ اور ہم نے ان کو نجات دی وَلُوۡطًا اِلَى الۡاَرۡضِ الَّتِىۡ بٰرَكۡنَا فِيۡهَا لِلۡعٰلَمِيۡنَ اور لوط علیہ السلام کو بھی جو ان کے سگے بھتیجے تھے اس زمین کی طرف جس میں ہم نے برکت رکھی جہان والوں کے لیے۔ اس زمین سے مراد شام کا علاقہ ہے۔ اس وقت اردن، لبنان، موجودہ شام اور اسرائیل یہ سارا علاقہ شام کہلاتا تھا۔ اب ان باطل

قوتوں نے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے اور مسلمان سربراہوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے بارے میں ایسی نفرت بھری ہے کہ وہ کافروں کیساتھ تو صلح کر سکتے ہیں مگر آپس میں مل کر نہیں بیٹھ سکتے۔ اللہ تعالیٰ ان کو سمجھ عطا فرمائے۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام شام کی طرف ہجرت کر گئے۔

وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحٰقَ
وَيَعْقُوبَ نَافِلَةً ۖ وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِينَ ۝ وَجَعَلْنٰهُمْ أَئِمَّةً
يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَإِقَامَ الصَّلٰوةِ
وَإِيتَاءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوا لَنَا عٰبِدِينَ ۝ وَلُوطًا آتَيْنٰهُ حُكْمًا
وَعِلْمًا وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ تَعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ ۗ
إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِينَ ۝ وَأَدْخَلْنٰهُ فِي رَحْمَتِنَا ۖ إِنَّهُ
مِنَ الصّٰلِحِينَ ۝ وَنُوحًا إِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ
فَنَجَّيْنٰهُ وَأَهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ ۝ وَنَصَرْنٰهُ مِنَ
الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيٰتِنَا ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمَ سَوْءٍ فَأَغْرَقْنٰهُمْ
أَجْمَعِينَ ۝

وَوَهَبْنَا لَهُ اور بخشا ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو اِسْحٰقَ اسحاق وَ
يَعْقُوْبَ اور یعقوب علیہ السلام نَافِلَةً انعام میں وَكُلًّا اور ہر ایک کو جَعَلْنَا بنایا
ہم نے صٰلِحِيْنَ نیک وَجَعَلْنٰهُمْ اور ہم نے بنایا ان کو اَئِمَّةً پیشوا يَهْدُوْنَ
بِاَمْرِنَا راہنمائی کرتے تھے ہمارے حکم کے مطابق وَاَوْحَيْنَا اِلَيْهِمْ اور ہم نے
وحی کی ان کی طرف فِعْلَ الْخَيْرٰتِ اچھے کام کرنے کی وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ اور نماز
قائم کرنے کی وَاِيْتَاءَ الزَّكٰوةِ اور زکوٰۃ ادا کرنے کی وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ اور
تھے وہ ہماری ہی عبادت کرنے والے وَلُوْطًا اور لوط علیہ السلام کو اٰتَيْنٰهُ

حُكْمًا دیا ہم نے حکم وَّعِلْمًا اور علم وَّنَجَّيْنٰهُ اور نجات دی ہم نے ان کو مِنَ الْقَرْيَةِ اس بستی سے الَّتِیْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ جس کے باشندے برے عمل کرتے تھے اِنَّهُمْ بیشک وہ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ بری قوم تھے فٰسِقِيْنَ نافرمان وَاَدْخَلْنٰهُ اور داخل کیا ہم نے لوط علیہ السلام کو فِیْ رَحْمَتِنَا اپنی رحمت میں اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ بیشک وہ نیکوں میں سے تھے وَنُوْحًا اور نوح علیہ السلام کو اِذْ نَادٰى جس وقت اس نے پکارا مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ پس ہم نے قبول کیا اس کی دعا کو فَنَجَّيْنٰهُ پس ہم نے نجات دی اس کو وَاَهْلَهٗ اور اس کے گھر والوں کو مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ بڑی پریشانی سے وَنَصَرْنٰهُ اور ہم نے مدد کی اس کی مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ اس قوم کے مقابلے میں كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اِنَّهُمْ كَانُوْا بیشک وہ تھی قَوْمَ سَوْءٍ بری قوم فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ پس ہم نے ان سب کو غرق کر دیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ اوپر سے چلا آ رہا ہے۔ کل آپ حضرات نے تفصیل سے سنا کہ ان ظالموں نے جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ کے الاؤ میں ڈالا تو اللہ تعالیٰ نے آگ کو حکم دیا وہ گل وگلزار ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو باغ و بہار بنا دیا آگ نے صرف رسیاں جلائیں جن سے ابراہیم علیہ السلام کو باندھا گیا تھا۔ جب آگ سے باہر تشریف لائے تو والد نے کہا نِعْمَ الرَّبُّ رَبُّكَ يَا اِبْرَاهِيْمُ ''اے ابراہیم آپ کا رب بہت اچھا ہے۔'' مگر دھڑا انہیں چھوڑا، ایمان نہیں لایا۔ پھر ابراہیم علیہ السلام اپنی اہلیہ محترمہ حضرت سارہ علیہا السلام اور بھتیجے لوط علیہ السلام کے ہمراہ یہاں سے شام ہجرت کر گئے۔

راستے میں یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ ایک ظالم بادشاہ نے بی بی پر ہاتھ ڈالنا چاہا مگر رب تعالیٰ نے اس کو کامیابی نہ دی۔ آخر پیغمبر کی بیوی تھی بلکہ اس نے اپنے پاس سے ایک لونڈی حضرت ہاجرہ علیہا السلام ابراہیم علیہ السلام کو دی جن کے بطن سے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام عمر میں اسحاق علیہ السلام سے بڑے ہیں۔ حضرت اسحاق علیہ السلام کی والدہ حضرت سارہ علیہا السلام ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کے انعامات :

تو اس مقام پر ارشاد ہے وَوَهَبْنَا لَهٗ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ نَافِلَةً اور بخشا ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق اور یعقوب علیہا السلام پوتا انعام میں۔ عربی زبان میں نَافِلَةً کے معنٰی زیادتی کے بھی آتے ہیں۔ اور نفلوں کو نفل اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ فرضوں سے زائد ہوتے ہیں۔ تو ابراہیم علیہ السلام نے اولاد مانگی رب تعالیٰ نے ان کو اولاد بھی دی اور ان کی زندگی میں پوتا بھی دیا اور اسحاق علیہ السلام اس بیوی سے ہوئے جسکو اولاد کی امید بھی نہیں تھی۔ سورہ ہود آیت نمبر ۷۲ میں ہے کہ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے خوشخبری سنائی تو حضرت سارہ علیہا السلام کہنے لگیں یٰوَیْلَتٰٓی ءَ اَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّھٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عَجِیْبٌ ''ہائے افسوس مجھ پر کیا میں بچہ جنوں گی حالانکہ میں بوڑھی ہوں اور یہ میرا خاوند بوڑھا ہے بیشک البتہ یہ تو عجیب بات ہے۔ میری عمر ننانوے سال ہے اور میرے خاوند کی عمر ایک سو بیس سال ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتے نے کہا اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ''کیا آپ تعجب کرتی ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم پر۔'' تو اللہ تعالیٰ نے بیٹا بھی دیا اور پوتا بھی دیا وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِیْنَ اور ہر ایک کو بنایا ہم نے نیک۔ حضرت اسحاق علیہ السلام پیغمبر ہیں پیغمبر سے زیادہ کون نیک ہوسکتا ہے۔ یعقوب علیہ

السلام بھی پیغمبر ہیں پھر ان کے بیٹے یوسف علیہ السلام بھی پیغمبر ہیں۔

؎ ایں خانہ ہمہ آفتاب است

وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً اور ہم نے بنایا ان کو امام اور پیشوا یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وہ راہنمائی کرتے تھے ہمارے حکم کے مطابق اپنے حق میں نیک اور دوسرے لوگوں کی اصلاح کرتے تھے۔

دوسروں کے اصلاح کی فکر کرنا چاہیے :

دیکھو! بیشک خود نیک ہونا بڑی بات ہے لیکن حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے حضرت علی ؓ کو خطاب کر کے فرمایا لَاَنْ يَّهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا وَّاحِدًا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ حُمُرِ النَّعَمِ "یاد رکھو! آپ کی وجہ سے ایک آدمی کو بھی ہدایت نصیب ہو جائے تو سرخ رنگ کے اونٹوں سے آپ کے لیے بہتر ہے۔" یعنی عرب میں سرخ رنگ کے جتنے بھی قیمتی اونٹ ہیں ان سب کو تم صدقہ کر دو تو اتنا ثواب نہیں ملے گا جتنا ایک شخص کے ہدایت یافتہ ہونے کا ملے گا۔ جو اصل تڑپ تھی تبلیغ والی وہ ہم چھوڑ بیٹھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے مولانا محمد الیاس ؒ کو انھوں نے کھوئے ہوئے سلسلے کو دوبارہ زندہ کر دیا۔ الحمد للہ! اس وقت پوری دنیا میں تبلیغی ساتھی موجود ہیں ہم سب کو فکر کرنی چاہیے۔ پہلے اپنے گھر کے افراد کی اصلاح کرنے کی پھر اپنے محلے اور برادری کی اور یہ نہ سمجھو کہ یہ فکر صرف مولوی نے کرنی ہے اور ہم مزے کرتے رہیں۔ سب کو فکر مند ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ "تم بہترین امت ہو تمہیں لوگوں کے لیے پیدا کیا گیا ہے نیکی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو۔" فرمایا کہ ہم نے ان کو پیشوا بنایا راہنمائی کرتے تھے ہمارے حکم کے مطابق وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ اور ہم نے وحی کی ابراہیم علیہ السلام،

اسحاق علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام اور اوپر موسیٰ علیہ السلام کا بھی ذکر ہوا ہے، کی طرف اچھے کام کرنے کی وَاِقَامَ الصَّلٰوۃِ اور نماز قائم کرنے کی وَاِیْتَآءَ الزَّکٰوۃِ اور زکوٰۃ ادا کرنے کی۔ یہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو خطاب کر کے ان کی امتوں کو سبق دیا ہے۔ دنیا میں نیکی کرنے اور موت وحیات کا سلسلہ اللہ تعالیٰ نے اسی لیے بنایا ہے تا کہ وہ تمہارا امتحان لے خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً [ملک:۲] ''رب تعالیٰ نے موت کو پیدا فرمایا اور زندگی بنائی تا کہ تمہارا امتحان لے کہ تم میں سے کون اچھے کام کرتا ہے۔'' ہر آدمی کو یہ عزم کر لینا چاہیے حتی الوسع جو نیکی میری توفیق میں ہوگی وہ نہیں چھوڑوں گا اور برائی نہیں کروں گا۔ یہ اختیاری چیز ہے۔ جتنا کسی کے اختیار میں ہے اتنا کرے۔ ایمان کے بعد تمام عبادتوں میں نماز سرفہرست ہے قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کے حقوق میں سے سب سے پہلے نماز کا سوال ہوگا اور قرآن پاک میں آتا ہے دوزخی لوگ ایک دوسرے سے پوچھیں گے مَا سَلَکَکُمْ فِیْ سَقَرَ [سورۃ المدثر] ''تمہیں دوزخ میں کس چیز نے ڈالا ہے۔'' وہ کہیں گے لَمْ نَکُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ ''ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہیں تھے۔'' تو پہلا جرم یہ بتلائیں گے کہ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے۔ نماز ایک ایسی عبادت ہے جو تمام عبادتوں کا مجموعہ ہے۔ بدنی، مالی، زبانی سب اس میں آ جاتی ہیں اور نماز کے بغیر اسلام کا کوئی تصور نہیں ہے اَلصَّلٰوۃُ عِمَادُ الدِّیْنِ ''نماز دین کا ستون ہے۔'' ستون کے بغیر عمارت کھڑی نہیں ہو سکتی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ہم مومن اور کافر کے درمیان فرق صرف نماز سے سمجھتے تھے۔ پڑھتا ہے تو مومن ہے نہیں پڑھتا تو کافر ہے۔

فرمایا ہم نے ان انبیاء کرام علیہم السلام کی طرف وحی بھیجی اچھے کام کرنے کی، نماز

قائم کرنے کی زکوٰۃ ادا کرنے کی وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ اور تھے وہ ہماری عبادت کرنے والے۔ ہمارے علاوہ کسی کی عبادت نہیں کرتے تھے وَلُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا اور لوط علیہ السلام کو دیا ہم نے حکم اور علم۔ حکم سے مراد ہے کہ ہم نے ان کو نبی بنایا اور حکم دیا کہ لوگوں کی اصلاح کریں اور علم عطا فرمایا جو ان کی شان کے لائق اور مناسب تھا وَّنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ اور ہم نے ان کو نجات دی اس بستی سے الَّتِيْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ جس کے باشندے برے کام کرتے تھے۔

ہم جنسی کے مرض کی ابتدا :

اس بستی کا نام سدوم تھا۔ یہ اس علاقے کی بڑی بستی تھی اور اس کی کافی آبادی تھی اس کے آس پاس چھوٹی چھوٹی بستیاں تھیں ۔ اس بستی کے رہنے والے پہلے مجرم ہیں اس گناہ کے کہ وہ مردوں کے ساتھ شہوت رانی کرتے تھے۔ سورہ عنکبوت آیت نمبر ۲۸ میں ہے مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ”نہیں سبقت کی اس بے حیائی کے ساتھ تم سے پہلے کسی ایک نے جہان والوں میں سے۔“ نہ بوڑھے کو دیکھتے تھے نہ جوان نہ بچے کو۔ کبوتر اڑاتے ، ایک دوسرے پر پتھر پھینکتے ، ایک دوسرے پر تھوکنا ، گوز بازی یعنی ہوا خارج کرنے کا مقابلہ کرنا کہ کس کا دھما کا زیادہ ہوتا ہے۔ تَطْرِيْفُ الْاَصَابِعِ انگلیوں کے ناخنوں کو رنگنا ، جیسے آج کل ناخن پالش لگاتے ہیں۔ یہ تمام جرائم ان میں تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو بڑا سمجھایا مگر وہ باز نہیں آئے۔ جب کوئی آدمی ضد پر اڑ جائے تو اس کو کوئی بات سمجھ نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس قوم پر چار قسم کا عذاب آیا۔

ان کی آنکھوں کی بینائی ختم کر دی گئی۔ سورۃ القمر میں ہے فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ ”ہم نے مٹا دیں ان کی آنکھیں۔“ پھر ان کے سروں پر پتھر برسائے ، پھر ایسی ڈراونی آواز آئی

کہ ان کے کلیجے پھٹ گئے، پھر جبرائیل علیہ السلام نے سارے علاقے کو پر پر اٹھا کر الٹا دیا جَعَلْنَا عَالِیَهَا سَافِلَهَا [سورۃ ہود:۸۲] ''ہم نے کر دیا اوپر والے حصے کو نیچے۔'' اللہ تعالیٰ نے ان قوموں کے واقعات ہمارے سامنے اس لیے بیان فرمائے ہیں کہ جن جرائم کی وجہ سے وہ قومیں تباہ ہوئی ہیں ہم ان سے بچ جائیں۔ مگر آج حالت یہ ہے کہ جو گناہ ایک ایک قوم کرتی تھی وہ سارے اس قوم میں موجود ہیں۔ دفعتاً ہلاک نہ ہونے کی وجہ آنحضرت ﷺ کی دعا ہے ورنہ ان میں ایک ایک عیب تھا ہمارے اندر سارے عیب ہیں۔ فرمایا اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِیْنَ بیشک وہ بری قوم تھے نافرمان وَاَدْخَلْنٰهُ فِیْ رَحْمَتِنَا اور داخل کیا ہم نے لوط علیہ السلام کو اپنی رحمت میں اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ بیشک وہ نیکوں میں سے تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام کی دو بیٹیاں تھیں بعض روایات میں تین کا بھی ذکر آتا ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی نے ان کا ساتھ نہیں دیا بیٹیاں مومن تھیں اور چند اور مومن تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ آپ یہاں سے چلیں جائیں ہم نے اس علاقے کو الٹ کر پھینک دینا ہے۔

وَنُوْحًا اِذْ نَادٰی مِنْ قَبْلُ اور نوح علیہ السلام کو ہم نے نجات دی جب پکارا اس نے اس سے پہلے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا زمانہ حضرت ابراہیم علیہ السلام، اسحاق علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام، لوط علیہ السلام سے پہلے ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال قوم کو وعظ، تبلیغ کی۔ دن کو، رات کو، کھلے لفظوں میں، چھت پر چڑھ کر اعلان کیا یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ [اعراف:۵۹] ''اے میری قوم! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔'' اور پوشیدہ طور پر بھی توحید کی دعوت دی یعنی ایک ایک کے کان میں کہا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں

ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لانے والوں کی تعداد :

سورۂ نوح میں پوری تفصیل موجود ہے۔سورہ ہود آیت نمبر ۴۰ میں ہے وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ ''اور نہیں ایمان لائے ان کے ساتھ مگر بہت تھوڑے۔''بعض تفسیروں میں ۸۰ کا ذکر آتا ہے بعض میں چوراسی کا،سوآدمی پورا نہیں ہوا،بیوی ایمان نہیں لائی،ایک بیٹا ایمان نہیں لایا کنعان اس کا نام تھا۔تو نوح علیہ السلام نے پکارا ستائیسواں پارہ سورۃ القمر میں ہے فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ''پس دعا کی نوح علیہ السلام نے اپنے رب سے بیشک میں عاجز ہوں پس میرا بدلہ لے۔'' ساڑھے نوسو سال مقابلہ کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ پس ہم نے قبول کیا اس کی دعا کو فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ پس ہم نے نجات دی اس کو اور اس کے اہل کو جو مومن تھے مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ بڑی پریشانی سے۔کرب عظیم سے مراد وہ دکھ ہے جو غیر اللہ کی عبادت کرتے ہوئے لوگوں کو دیکھتے تھے تو ان کو ہوتا تھا۔اللہ تعالیٰ نے غیر اللہ کی پوجا بھی ختم کی اور غیر اللہ کے پوجا کرنے والے بھی ختم کیے۔اور بعض کرب عظیم سے وہ غرقابی مراد لیتے ہیں جس میں ساری قوم غرق ہوئی۔رب تعالیٰ نے نوح علیہ السلام اور جو ان کے ساتھ کشتی میں سوار تھے ان کو نجات دی۔ وَنَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا اور ہم نے مدد کی ان کی اس قوم کے مقابلے میں جنہوں نے جھٹلایا بِاٰيٰتِنَا ہماری آیتوں کو اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ بیشک وہ بری قوم تھے فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ پس ہم نے ان سب کو غرق کر دیا سیلاب میں۔یہ واقعات اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے اس لیے بیان کئے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے نقش

قدم پر چلو اور کافر قوموں کے طریقے نہ اپناؤ۔

وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِى الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ﴿۷۸﴾ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ۫ وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ؕ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۷۹﴾ وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖۤ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ﴿۸۲﴾

وَدَاوٗدَ اور آپ یاد کریں تذکرہ داؤد علیہ السلام کا وَسُلَيْمٰنَ اور سلیمان علیہ السلام کا اِذْ يَحْكُمٰنِ جس وقت انہوں نے فیصلہ کیا فِى الْحَرْثِ کھیتی کے بارے میں اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ جس وقت رات کو جا پڑیں اس میں غَنَمُ الْقَوْمِ ایک قوم کی بھیڑ بکریاں وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ اور تھے ہم ان کے فیصلے کے گواہ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ پس ہم نے سمجھا دیا وہ معاملہ سلیمان علیہ السلام کو وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا اور ہر ایک کو ہم نے حکم دیا وَّعِلْمًا اور علم دیا وَّسَخَّرْنَا اور ہم نے مسخر کیے مَعَ دَاوٗدَ داؤد علیہ السلام کے ساتھ الْجِبَالَ پہاڑ يُسَبِّحْنَ وہ تسبیح پڑھتے تھے وَالطَّيْرَ اور پرندے وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ اور ہم کرنے

والے تھے وَعَلَّمْنٰهُ اور ہم نے تعلیم دی ان کو صَنْعَةَ بنانے کی لَبُوْسٍ زرہ لَّكُمْ تمہارے لیے لِتُحْصِنَكُمْ تاکہ وہ بچائے تمہیں مِّنْۢ بَاْسِكُمْ تمہاری لڑائی میں فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ پس کیا تم شکرادا کرتے ہو وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ اور سلیمان علیہ السلام کے لیے ہم نے مسخر کیا ہوا کو عَاصِفَةً بڑی تیز چلتی تھی تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖٓ چلتی تھی ان کے حکم سے اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ اس زمین کی طرف بٰرَكْنَا فِيْهَا جس میں ہم نے برکت رکھی ہے وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ اور ہم ہر چیز کو جاننے والے ہیں وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ اور جنات میں سے ہم نے تابع کیے مَنْ وہ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ جو غوطہ لگاتے تھے ان کے لیے وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا اور عمل کرتے تھے عمل کرنا دُوْنَ ذٰلِكَ اس کے علاوہ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ اور تھے ہم ان کے نگران۔

شرعی طور پر وکیل کی کوئی ضرورت نہیں :

حضرت داؤد علیہ الصلاۃ والسلام خلیفۃ اللہ فی الارض کو اللہ تعالیٰ نے نبوت عطا فرمائی اور زبور کتاب عطا فرمائی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے انیس بیٹے تھے۔ ان میں سے ایک پیغمبر حضرت سلیمان علیہ السلام تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس علاقے کا بادشاہ بنایا۔ ایک دن اپنی عدالت میں فصل خصومات یعنی مقدمات سننے کے لیے بیٹھے ہوئے تھے کہ کچھ لوگ پریشان ہو کر آئے۔ اس زمانے میں ججوں اور قاضیوں کیساتھ براہ راست گفتگو ہو سکتی تھی۔ آج وکیل کے بغیر جج کیساتھ گفتگو نہیں کر سکتے اور اسلامی قانون کے مطابق تمہیں جج کو ملنے کے لیے کسی وکیل کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں! اگر تم

مناسب سمجھو کہ اپنے مقدمے کی اچھی طرح پیروی نہیں کر سکتے یا جج اور قاضی کی زبان تم نہیں جانتے تو گنجائش ہے کہ اپنا وکیل مقرر کرلو ورنہ تمہیں شرعی طور پر کسی وکیل کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی درخواست دینے کے لیے کسی کورٹ فیس ٹکٹ کی ضرورت ہے۔ آج تو اپنا مقدمہ لڑنے کا حال ہی کوئی نہیں ہے۔

تو خیر کچھ لوگ اپنا مقدمہ لے کر حضرت داؤد علیہ السلام کی عدالت میں آئے۔ کہنے لگے حضرت! ہم نے بڑی محنت کیساتھ کھیتی کاشت کی، اس کی گوڈی (نلائی) کی، پانی لگایا اور اس کھیتی کے علاوہ عالم اسباب میں ہمارا اور کوئی گزر اوقات بھی نہیں ہے۔ اور ہمارے ہمسائیوں کی بے شمار بھیڑ بکریاں رات کو کھیتی میں جا پڑیں اور صفایا کر دیا۔ حضرت! بیشک خود تشریف لے جا کر معاینہ کرلیں یا اپنا نمائندہ بھیج کر تحقیق کرلیں ہمارا بڑا نقصان ہوا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے تحقیق کی تو واقعتاً بات ٹھیک تھی دوسرے لوگوں کی کھیتیاں بڑی اونچی اونچی تھیں اور ان کے ہاں ایک پودا بھی نظر نہیں آتا تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے کچھ سمجھدار آدمیوں سے جو کھیتی کے فن کو جانتے تھے مشورہ کیا ان کا کتنا نقصان ہوا ہے؟ مثال کے طور پر انہوں نے بتایا کہ ان کا پانچ ہزار کا نقصان ہوا ہے۔ منشی کو فرمایا کہ لکھ لو مدعی کا پانچ ہزار کا نقصان ہوا ہے۔ بھیڑ بکریوں والوں سے پوچھا کہ تم نقد کی صورت میں ان کا یہ نقصان ادا کر سکتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس تو صرف یہی ریوڑ ہے۔ جب ریوڑ کی قیمت لگائی تو بھی پانچ ہزار بنتی تھی۔ فرمایا یہ بھیڑ بکریاں کھیتی والے کے حوالے کر دو۔ یہ فیصلہ سنا دیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام بھی مقدمہ سن رہے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں القاء کیا۔ کہنے لگے ابا جی! میں بھی کوئی بات کر سکتا ہوں؟ فرمایا کیوں نہیں! کہنے لگے ابھی کھیتی کی جڑیں موجود ہیں یہ ریوڑ والے کے حوالے کرو وہ اس کو پانی دے، گوڈی

کرے، اس کی حفاظت کریں اوران کا ریوڑ کھیتی والے کے حوالے کر دیں وہ ان کا دودھ نکال نکال کر پئیں۔ جب کھیتی جوان ہو جائے تو کھیتی کھیتی والوں کے حوالے کر دی جائے اور ریوڑ ریوڑ والوں کے حوالے کر دیا جائے۔ نہ ان کا نقصان ہو اور نہ ان کا نقصان ہو۔ اس کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَدَاوٗدَ وَ سُلَیۡمٰنَ اور آپ ذکر کریں داؤد علیہ السلام کا اور سلیمان علیہ السلام کا اِذۡ یَحۡکُمٰنِ فِی الۡحَرۡثِ جس وقت انہوں نے فیصلہ کیا کھیتی کے بارے میں اِذۡ نَفَشَتۡ فِیۡهِ غَنَمُ الۡقَوۡمِ جس وقت رات کو جا پڑیں اس میں ایک قوم کی بھیڑ بکریاں وَکُنَّا لِحُکۡمِهِمۡ شٰهِدِیۡنَ اور تھے ہم ان کے فیصلے کے گواہ فَفَهَّمۡنٰهَا سُلَیۡمٰنَ پس ہم نے سمجھا دیا وہ معاملہ سلیمان علیہ السلام کو۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا فیصلہ بھی حق تھا اور سلیمان علیہ السلام کا فیصلہ بھی حق تھا۔

معصوموں کی رائے میں اختلاف ہو سکتا ہے تو اماموں کی رائے میں کیوں نہیں ہو سکتا :

اس سے معلوم ہوا کہ معصوموں کے فیصلے میں بھی اختلاف ہو سکتا ہے۔ کیونکہ دونوں پیغمبر ہیں اور پیغمبر معصوم ہوتا ہے۔ تو جب معصوموں کی رائے میں اختلاف ہو سکتا ہے اور دونوں کی رائے صحیح ہے ایک کی زیادہ صحیح ہے اور ایک کی اس سے ذرا کم۔ تو اماموں کی رائے میں اختلاف کیوں نہیں ہو سکتا جب کہ ہم اماموں اور مجتہدین کو معصوم بھی نہیں سمجھتے۔ بات ہے ائمہ مجتہدین کی جو واقعتاً مجتہد ہیں۔ ویسے کوئی یونہی اعتراض کرے تو اس کی بات ہم نہیں کرتے۔ لہٰذا ائمہ مجتہدین کے فیصلے اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں، ثابت ہیں چاہے ایک دوسرے سے ٹکراتے کیوں نہ ہوں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ مجتہد سے غلطی بھی ہو جائے تو پھر بھی رب تعالیٰ اس کو اجر دے گا اور اگر صحیح بات کو پہنچ گیا تو دوہرا اجر ملے گا۔ تو

رائے کا اختلاف ہو سکتا ہے۔

دینی مجلس کی فضیلت :

بخاری شریف اور مسلم شریف میں روایت ہے جہاں کوئی اچھی مجلس ہوتی ہے مثلاً قرآن پاک کے درس کی مجلس ہے، حدیث شریف کے درس کی مجلس ہے، کہیں دین کی باتیں ہو رہی ہوتی ہیں، اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو رہا ہے، غرض کہ جو بھی نیکی کی مجلس ہو وہاں پر فرشتوں نے ان لوگوں کے سروں سے لے کر آسمان تک فضا کو گھیرا ہوتا ہے پھر اللہ تعالیٰ کو جا کر سناتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کو سب کچھ معلوم ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھتے ہیں کَیْفَ تَرَکْتُمْ عِبَادِی ''میرے بندوں کو تم نے کس حال میں چھوڑا ہے۔'' کہتے ہیں اے پروردگار! آپ کی رضا کے لیے اکٹھے ہوئے تھے آپ کے دین کی باتیں اور احکام سنتے تھے۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں فرشتو! گواہ ہو جاؤ میں نے ان کو بخش دیا ہے۔ ان میں سے ایک فرشتہ کہتا ہے اے پروردگار! ایک آدمی بخشنے کے قابل نہیں ہے وہ مجلس میں شریک نہیں تھا اس کو مجلس والوں میں سے کسی کے ساتھ کام تھا مثلاً چابی لینے آیا تھا یا کوئی پیغام دینے آیا تھا یا کسی سے کچھ پوچھنے کے لیے آیا تھا۔ اس فرشتے کی رائے تھی کہ اس کی بخشش نہیں ہونی چاہیے۔ باقی فرشتوں کی رائے تھی کہ سب کی بخشش ہونی چاہیے۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اس مجلس کی برکت سے سب کو بخش دیا۔ تو فرشتوں کی رائے میں اختلاف موجود ہے۔

بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ پہلی امتوں میں سے ایک آدمی نے ننانوے قتل کیے پھر دل میں خیال پیدا ہوا کہ میں نے بڑے گناہ کیے ہیں بڑا مجرم ہوں کسی عالم سے مسئلہ پوچھوں کہ میرے لیے توبہ کی کوئی صورت ہے؟ اس کو بتلایا گیا کہ فلاں گاؤں

میں ایک بہت بڑے عالم ہیں ان سے جا کر مسئلہ پوچھو۔ ان کے پاس گیا اور کہنے لگا میں ننانوے آدمیوں کا قاتل ہوں ھل لی توبۃ ''کیا میرے لیے کوئی توبہ ہے؟'' اس نے کہا کہ ننانوے آدمیوں کا تو قاتل ہے تیرے لئے توبہ کہاں سے ہوگی؟ وہ جذباتی آدمی تھا اس نے اس عالم پادری کو بھی قتل کر دیا اب سو پورے ہوگئے۔ پھر پوچھا کہ اس علاقے میں کوئی عالم ہے جو میرا مسئلہ حل کر دے؟ لوگوں نے بتلایا کہ فلاں علاقے میں ایک بڑے پادری ہیں۔ ادھر جاتے ہوئے راستے میں فوت ہوگیا اور اس نے مرتے ہوئے بھی اپنے آپ کو اس بستی کی طرف گھسیٹا۔ بخاری شریف میں روایت ہے عذاب والے فرشتے آگئے کہ یہ سو آدمیوں کا قاتل ہے ہم نے اس کو دوزخ میں لے جانا ہے۔ اور رحمت والے فرشتے بھی آگئے کہ یہ توبہ کی نیت سے جا رہا تھا ہم نے اس کو جنت میں لے جانا ہے۔ اب فرشتوں میں اختلاف ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم پیمائش کر لو کہ توبہ کے لیے جس گاؤں کی طرف جا رہا تھا اگر وہ قریب ہے تو رحمت والے فرشتے لے جائیں اور اگر جدھر سے آیا ہے وہ سفر کم ہے تو عذاب والے فرشتے لے جائیں۔ پیمائش ہوئی تو جدھر جا رہا تھا اس طرف کی مسافت ایک بالشت کم نکلی۔ فرمایا رحمت کے فرشتے لے جائیں۔ دیکھو! اختلاف تو معصوم فرشتوں کی رائے میں بھی ہوگیا البتہ اس میں ایک بڑا اشکال ہے اور محدثین بڑے پریشان ہیں کہ سو آدمیوں کا قاتل کیسے جنت میں چلا گیا؟ قتل تو ایک بھی بڑا گناہ ہے۔ شارح حدیث، محدثین، فقہاء اس سلسلے میں بڑے پریشان ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی ؒ نے جو آخری بات فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اصحاب حقوق کے حقوق پورے کر دے گا ان کو راضی کر دے گا۔ کیونکہ حقوق العباد ضروری ہیں اور اصل بات یہ ہے کہ جب رب تعالیٰ راضی ہو تو پھر سب راضی ہیں وہ خود انتظام کرے گا۔

تو فرمایا ہم نے سلیمان علیہ السلام کو سمجھا دیا وَ کُلًّا اٰتَیۡنَا حُکۡمًا وَّعِلۡمًا اور ہر ایک کو ہم نے حکم دیا اور علم دیا۔ داؤد علیہ السلام بھی پیغمبر ہیں اور سلیمان علیہ السلام بھی پیغمبر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو خلیفۃ اللہ فی الارض بنایا اور جو ان کی شان کے لائق علم تھا عطا فرمایا۔ وَّسَخَّرۡنَا مَعَ دَاوٗدَ الۡجِبَالَ اور ہم نے مسخر کیے داؤد علیہ السلام کے ساتھ پہاڑ، تابع کیے۔ کیسے تابع کیے یُسَبِّحۡنَ وہ تسبیح پڑھتے تھے۔ مثلاً حضرت داؤد علیہ السلام کہتے سبحان اللہ! تو ساتھ پہاڑ بھی کہتے سبحان اللہ! وہ کہتے الحمد للہ! ساتھ پہاڑ بھی کہتے الحمد للہ!

منکرین معجزات کی خرافات :

وہ لوگ جو معجزات اور کرامات کے منکر ہیں ان کی خرافات بھی سن لو۔ وہ کہتے ہیں کہ بات یہ تھی کہ جب داؤد علیہ السلام پہاڑ کے دامن میں کھڑے ہو کر کہتے تھے سبحان اللہ! تو پہاڑوں سے جو واپسی آواز آتی ہے جس کو صدائے بازگشت کہتے ہیں یہ پہاڑوں کی تسبیح تھی۔ بھئی! اگر یہ معنیٰ ہو تو پھر سَخَّرۡنَا کا کیا معنیٰ ہے کہ ہم نے مسخر کیے داؤد علیہ السلام کے ساتھ پہاڑ؟ اگر ان کی بات مان لی جائے تو پھر تو میرے جیسا گنہگار، بلغم کا مارا ہوا بھی پہاڑ کے دامن میں جا کر کہے سبحان اللہ! تو واپسی کی آواز آئے گی۔ پھر داؤد علیہ السلام کی خصوصیت کیا ہوئی؟ میری بات کچھ سمجھ آ رہی ہے نا؟ لہٰذا حقیقتاً پہاڑ داؤد علیہ السلام کے ساتھ تسبیح پڑھتے تھے وَالطَّیۡرَ اور پرندے بھی ہم نے مسخر کیے۔ پرندے بھی داؤد علیہ السلام کے ساتھ سبحان اللہ! الحمد للہ! پڑھتے تھے جو ان کے آس پاس ہوتے تھے۔ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے انکار نہ کرنا، شک نہ کرنا کیوں؟ وَ کُنَّا فٰعِلِیۡنَ اور ہم کرنے والے تھے۔ اگر آواز ہی واپس آنی تھی تو رب تعالیٰ کو یہ الفاظ فرمانے کی کیا ضرورت تھی؟ فرمایا

وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ اور ہم نے ان کو تعلیم دی زرہ بنانے کی تمہارے لیے۔ لَبُوْسٍ زرہ کو کہتے ہیں۔لڑائی کے وقت لوہے کا جوکوٹ پہنتے ہیں جس پر تیر تلوار اثر نہیں کرتی اور سر پر جو ٹوپی پہنتے ہیں لوہے کی اس کو خود کہتے ہیں لِتُحْصِنَكُمْ تاکہ وہ زرہ تمہیں بچائے مِّنْ بَاْسِكُمْ تمہاری لڑائی میں۔میدان جنگ میں زرہ پہن لو دشمن کا تیر، تلوار، نیزہ تمہارے بدن پر اثر نہیں کرے گا فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ پس کیا تم شکر ادا کرتے ہو اپنے رب کی نعمتوں کا۔حقیقت یہ ہے کہ انسان بڑا ناشکرا ہے دیکھو! انسان کی نبض چلتی ہے اور اس سے دل حرکت کرتا ہے اور حیات باقی رہتی ہے۔تو انسان اس نبض کے حرکت کرنے کا شکر ادا نہیں کرسکتا، سانس کا شکر ادا نہیں کرسکتا۔باقی رب تعالیٰ کی نعمتوں کا تو شمار ہی نہیں ہے وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا [ابراہیم:۳۴] ''اور اگر تم شمار کرو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو تو شمار نہیں کرسکتے۔فرمایا وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ اور ہم نے مسخر کیا سلیمان علیہ السلام کے لیے ہوا کو عَاصِفَةً بڑی تیز چلتی تھی تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ چلتی تھی ان کے حکم کے ساتھ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا اس زمین کی طرف جس میں ہم نے برکت رکھی ہے۔اب جوز ائغین اور کج رو ہیں انہوں نے یہاں بھی تاویل کی ہے۔کہتے ہیں کہ سلیمان علیہ السلام کی بڑی بڑی کشتیاں تھیں تیز ہوا ان کو دھکیلتی ہوئی چلتی تھی۔سوال یہ ہے کہ وہ ہوا آج بھی چلتی ہے پہلے بھی چلتی تھی پھر سلیمان علیہ السلام کے لیے ہوا کے مسخر کرنے کا کیا معنیٰ ہے؟ ان تاویلوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے حق یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا ایک بڑا تخت تھا اس میں سیٹیں تھیں جیسے جہاز میں ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوا آتی تھی تخت کو اٹھا کر بلندیوں پر چلتی تھی اور جہاں حکم ہوتا تھا وہاں رکھ دیتی تھی۔یہاں عَاصِفَةً کا لفظ ہے تیزی کے ساتھ۔اور تیئیسویں پارہ میں سورۃ ص

میں رُخَــآءً کا لفظ ہے آہستہ چلتی تھی۔اس کی تطبیق یوں دیتے ہیں کہ سلیمان علیہ السلام کو جلدی ہوتی تھی تو تیز چلتی تھی اور اگر جلدی نہیں ہوتی تھی تو آہستہ چلتی تھی۔جیسے ریل گاڑیاں، بسیں وغیرہ ہیں ڈرائیور تیز چلائیں تو تیز چلتی ہیں آہستہ چلائیں تو آہستہ چلتی ہیں ۔صبح سے لے کر دوپہر تک ایک مہینے کا سفر ہوتا تھا اور دوپہر سے لے کر شام تک ایک مہینے کا سفر ہوتا تھا۔سورہ سبا آیت نمبر ۱۲ میں ہے غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ''اس کا پہلا پہر ایک ماہ کی مسافت طے کرتا تھا اور پچھلا پہر بھی ایک ماہ کی۔''یعنی لوگ طبعی طور پر ایک ماہ میں جتنا سفر کرتے ہیں مثلاً اُستُخر ایک مقام ہے ایران میں وہاں سے کابل کا ایک مہینے کا سفر ہے۔تو ایک مہینے کا سفر صبح سے دوپہر تک ہوتا ہے۔رب تعالیٰ نے ہوا کو ان کے تابع کیا تھا وہ ان کے حکم کے ساتھ چلتی تھی کسی شک،شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔برکت والی زمین سے مراد شام کا علاقہ ہے آج کا شام، اردن، لبنان، فلسطین اور جو علاقہ اسرائیل کے پاس ہے یہ سارا شام بھی کہلاتا تھا اور کنعان بھی کہلاتا تھا اب ان مغربی باطل قوتوں نے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے کہ یہ آپس میں سر جوڑ کر بیٹھنے کیلئے بھی تیار نہیں ہیں۔

دشمنان دین کی سازش :

یہ ایسی خبیث قومیں ہیں کہ حضرت مدنیؒ فرماتے تھے کہ اگر فضا میں دو پرندے لڑتے ہوں تو ہمیں خدشہ ہوتا ہے کہ اس میں بھی برطانیہ کا ہاتھ ہوگا اور اگر سمندر میں دو مچھلیاں لڑتی ہوں تو ہم کہتے ہیں کہ اس میں بھی اس شیطان کا ہاتھ ہوگا۔وہ اسلام اور مسلمان کے نام سے جلتے ہیں لیکن مسلمانوں کیساتھ ان کے مفاد بھی ہیں۔تیل مسلمانوں کے پاس ہے،سونا ان کے پاس ہے دنیا کا نصف سے زیادہ حصہ مسلمانوں کے پاس ہے جس میں ہر قسم کی پیداوار ہوتی ہے مگر افسوس ہے کہ مسلمان ابھی تک سنبھلے نہیں ہیں غفلت

کی نیند سوئے ہوئے ہیں۔ چین پاکستان سے دو سال بعد آزاد ہوا ہے اس نے ایٹم بم، ہائیڈروجن بم بنالیے ہیں ہم ٹینکوں میں اس کا مقابلہ نہیں کرسکتے ابھی تک کوئی جہاز نہیں بنا سکے ہم آپس میں لڑتے ہیں کوٹھیاں بناتے ہیں وغیرہ۔ پبلک کے لیے کچھ نہیں کرتے اپنے پیٹ کیلئے کرتے ہیں۔ اپنی برادری، عزیز رشتہ داروں کو خوب نوازتے ہیں ملک وقوم کے لیے کچھ نہیں کرتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ اور ہم ہر چیز کو جاننے والے ہیں وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ اور جنات میں سے ہم نے تابع کیے سلیمان علیہ السلام کے، جنات پر ان کی حکمرانی تھی مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ جو غوطہ لگاتے تھے ان کے لیے سمندروں میں، دریاؤں میں ہیرے اور موتی نکالتے تھے وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ اور عمل کرتے تھے عمل اس کے علاوہ۔ عمارتیں بناتے تھے، مسجد اقصیٰ کی تعمیر میں جنات کا کافی حصہ ہے، قلعے بناتے تھے وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ اور تھے ہم ان کے نگران۔ ہمیں سمجھتے ہو کہ نہیں؟ یہ نہ سمجھنا کہ جنات انسان کے تابع ہوگئے ہم حفاظت کرنے والے تھے۔ انکار کی کوئی بات نہیں ہے۔

۞۞۞

وَ اَیُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗۤ اَنِّیْ
مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ۚۖ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا
مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّ اٰتَیْنٰهُ اَهْلَهٗ وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً
مِّنْ عِنْدِنَا وَ ذِكْرٰی لِلْعٰبِدِیْنَ ۝ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِدْرِیْسَ
وَ ذَا الْكِفْلِ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِیْنَ ۚۖ وَ اَدْخَلْنٰهُمْ فِیْ رَحْمَتِنَا ؕ
اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝ وَ ذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ
اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَیْهِ فَنَادٰی فِی الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ
سُبْحٰنَكَ ۗ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۚۖ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَ نَجَّیْنٰهُ
مِنَ الْغَمِّ ؕ وَ كَذٰلِكَ نُـْۨجِی الْمُؤْمِنِیْنَ ۝

وَ اَیُّوْبَ اور ذکر کریں ایوب علیہ السلام کا اِذْ نَادٰی رَبَّهٗۤ جس وقت پکارا اس نے اپنے رب کو اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ بیشک مجھے پہنچی ہے تکلیف وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ اور آپ سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ پس ہم نے قبول کی اس کی دعا فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ پس ہم نے دور کی جو اس کی تکلیف تھی وَّ اٰتَیْنٰهُ اور ہم نے دیئے ان کو اَهْلَهٗ ان کے گھر کے افراد وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ اور ان جیسے اور بھی ان کے ساتھ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا رحمت کرتے ہوئے اپنی طرف سے وَ ذِكْرٰی لِلْعٰبِدِیْنَ اور نصیحت ہے عبادت کرنے والوں کے لیے وَ اِسْمٰعِیْلَ اور ذکر کریں اسماعیل علیہ السلام کا

وَاِدْرِیْسَ اورادریس علیہ السلام کا وَذَاالْکِفْلِ اورذوالکفل علیہ السلام کا کُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِیْنَ سب کے سب صبر کرنے والوں میں سے تھے وَاَدْخَلْنٰھُمْ اور داخل کیا ہم نے ان کو فِیْ رَحْمَتِنَا اپنی رحمت میں اِنَّھُمْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ بیشک وہ نیکوں میں سے تھے وَذَاالنُّوْنِ اورمچھلی والے کا بھی ذکر کرو اِذْ ذَّھَبَ جس وقت وہ گیا مُغَاضِبًا ناراض ہوکر فَظَنَّ پس اس نے خیال کیا اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَیْہِ یہ کہ ہم اس پر تنگی نہیں کریں گے فَنَادٰی فِی الظُّلُمٰتِ پس پکارا اس نے اندھیروں میں اَنْ لَّآ اِلٰـہَ یہ کہ نہیں ہے کوئی حاجت روااور مشکل کشا اِلَّآ اَنْتَ مگرآپ ہی سُبْحٰنَکَ آپ کی ذات پاک ہے اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ بیشک میں تھا ظالموں میں سے فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ پس ہم نے قبول کیا اس کی دعا کو وَنَجَّیْنٰہُ مِنَ الْغَمِّ اورہم نے نجات دی اس کو پریشانی سے وَکَذٰلِکَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ اوراسی طرح ہم نجات دیتے ہیں مومنوں کو۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی اولاد اور مال کا ذکر :

اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبروں کا ذکراور حال چلا آرہا ہے۔ پہلے نوح علیہ السلام کا پھر داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کا۔ اب ایوب علیہ السلام کا ذکر ہے ان کا علاقہ ایشیائے کوچک ہے جو اس وقت ترکوں کے پاس ہے ان کے والد محترم کا نام عیش تھا۔ ایوب بن عیش علیہما الصلوٰۃ والسلام۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو نبوت ورسالت عطا فرمائی اوراس کے ساتھ ساتھ دنیا، مال ودولت سے بھی نوازا۔ ’’ایوب‘‘ مستقل کتاب ہے بائبل میں۔ اس میں تصریح ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے سات لڑکے اور تین لڑکیاں عطا فرمائیں۔ سب

کے سب جوان ہوئے اور ان کی شادیاں کر دیں۔ ان کی اہلیہ محترمہ کا نام تھا رحمت بنت فراثیم رحمہا اللہ تعالیٰ۔ تین ہزار اونٹ، سات ہزار بھیڑ بکریاں، پانچ سو جوڑی بیلوں کی ان کے پاس تھی بڑا عجیب قسم کا منظر تھا لنگر ہر وقت جاری رہتا تھا، مہمانوں کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ حضرت ایوب علیہ السلام ان کے سامنے دین کا صحیح نقشہ پیش فرماتے کہ توحید کو قبول کرو رسالت اور قیامت کو تسلیم کرو۔ وہ کھانا کھاتے، تقریر سنتے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کا ابتلا :

تفسیروں میں بہت ساری باتیں لکھی ہوئی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایک دفعہ ایوب علیہ السلام کے ذہن میں خیال آیا کہ اس علاقہ میں مجھ سے بڑا مالدار کوئی نہیں ہے یعنی اپنے مال پر تھوڑا سا ناز کیا یہ رب تعالیٰ کو پسند نہ آیا رب تعالیٰ نے امتحان میں مبتلا کر دیا۔ اور یہ وجہ بھی لکھی ہے کہ کسی جگہ جا رہے تھے راستے میں ایک مظلوم نے اپنی مظلومیت بیان کی اور مدد مانگی ان کو جلدی تھی چلے گئے اور اس کی مدد نہ کی اور تیسری وجہ یہ لکھی ہے کہ ایک دن ایوب علیہ السلام نے اپنے اہل خانہ کو فرمایا کہ بکری ذبح کر کے بھونو۔ خود بھی کھاؤ اور مجھے بھی کھلاؤ۔ پہلے پڑوسیوں کو دینے کی عادت تھی اس دن بھول گئے اللہ تعالیٰ کو یہ پسند نہ آیا۔ کوئی بھی وجہ ہو یہ بات حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو انانیت پسند نہیں ہے، فخر و ناز پسند نہیں ہے، تواضع اور عاجزی پسند ہے۔ ایک دن ایسا ہوا کہ ایک لڑکے نے سب بہن بھائیوں کی دعوت کی والدین سمیت۔ والدہ رحمت بی بی رحمہا اللہ اور والد ایوب علیہ السلام نے کہا کہ سارے مکان کو بند کر کے جانا مشکل ہے۔ بہت بڑا مکان تھا کوئی کتا بلا اندر نہ آجائے تم سارے جا کر کھا کر فارغ ہو کر آجاؤ پھر ہم جا کر کھالیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ رب تعالیٰ کی قدرت کھانا کھا رہے تھے کہ مکان گرا سب نیچے آ کر دب کے مر گئے۔ بیٹے

بیٹیاں، داماد، بہوئیں، بڑے چھوٹے کوئی ایک بھی نہ بچا۔ حضرت ایوب علیہ السلام کے لیے بہت بڑا صدمہ تھا۔ دیکھو! آج گھر میں ایک فرد فوت ہو جائے تو کتنا صدمہ ہوتا ہے؟ آخر وہ بھی انسان تھے ان کے کفن دفن کا انتظام کیا صدمے کا کوئی حساب نہیں تھا۔ ملازموں سے کہا یہ مال ڈنگر تمہارا ہے اب مجھے ان کا کیا کرنا ہے۔ ملازموں کے علاوہ دوسرے لوگوں نے بھی غلط فائدہ اٹھایا کچھ ملازم لے گئے کچھ دوسرے لوگ لے گئے حتیٰ کہ وہ وقت بھی آیا کہ بی بی! گھروں میں جا کر کام کرتی اور روٹی وغیرہ لے کر آتی۔ جہاں ہر وقت دیگیں پکتی ہوں وہاں یہ حال ہو جائے کہ کسی کے گھر جھاڑو پھیر کر روٹی لائے بہت بڑا امتحان ہے۔ یہ حالت کتنا عرصہ رہی؟ تین سال، سات سال، تیرہ سال اور اٹھارہ سال بھی لکھے ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ بڑے بلند پائے کے محدث ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ سند کے لحاظ سے تیرہ سال والی روایت قوی ہے۔ آج تو بندہ ایک دن کی تکلیف گوارا نہیں کر سکتا۔ تین، سات سال بھی کیا کم ہیں؟ پہلے جو لوگ آتے جاتے، کھاتے اور مونچھیں تر کر کے جاتے تھے اب وہ قریب بھی نہیں لگتے۔ یہ دنیا کا وطیرہ ہے جب رب تعالیٰ کسی کو مال و دولت دے تو سارے رشتہ دار بن جاتے ہیں کہ میرا یہ رشتہ ہے میرا یہ رشتہ ہے۔ غریب کے قریب کوئی نہیں آتا۔ یہاں بعض تفسیروں میں کہاوتیں لکھی ہیں جو صحیح نہیں ہیں کہ ان کے بدن میں کیڑے پڑ گئے تھے، یہ تھا اور وہ تھا یہ نری خرافات ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں کو ایسی بیماری سے محفوظ رکھتا ہے جو لوگوں کی نفرت کا سبب ہو۔ کوئی پیغمبر گنجا نہیں تھا، کانا نہیں تھا، کوئی کوڑھ والا نہیں تھا۔ البتہ جسم کے اندر درد، پیٹ درد، بخار، صدمہ وغیرہ یہ چیزیں نبوت کے خلاف نہیں ہیں۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی باوفا بیوی کا ذکر :

بہر حال بی بی! بڑی وفادار تھی۔ محنت مشقت کر کے لاتی خود بھی کھاتی ان کو بھی کھلاتی اس نے ساتھ نہیں چھوڑا۔ ایک دن ایسا ہوا کہ واپس گھر آ رہی تھی ایک جگہ مجمع لگا ہوا تھا اس میں ایک حکیم کھڑا تھا لوگوں کو گولیاں اور پڑیاں دے رہا تھا یہ بھی جا کر کھڑی ہو گئیں اور کہا کہ میرا خاوند بیمار ہے اور میرے پاس پیسہ دھیلا بھی کوئی نہیں ہے۔ اس نے کہا تمہارا کیا نام ہے؟ انہوں نے کہا رحمت بی بی بنت فرائیم۔ خاوند کا کیا نام ہے؟ ایوب بن عیش علیہ السلام۔ کہنے لگا بی بی! میں نے کوئی پیسہ نہیں لینا یہ دوائی مفت لے جاؤ مگر اتنی بات کہہ دینا کہ حکیم نے شفا دیدی، حکیم نے شفا دے دی۔ وہ بناوٹی حکیم ابلیس لعین تھا۔ بی بی پڑیاں لے کر گھر گئی اور کہا کہ حکیم نے دوائی مفت میں دی ہے اور کہا ہے کہ بس اتنا کہہ دینا کہ حکیم نے شفا دی ہے۔ یہ شرکیہ جملہ تھا اگرچہ اس کی تاویل ہو سکتی تھی کہ حکیم شفا کا سبب بنا ہے شفا تو اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔

دوا اِس سے شفا اُس سے نہ دوسرا شافی پایا
حکیموں کے بھی نسخوں پر ھوالشافی لکھا پایا

پہلے جو حکیم تھے نسخہ لکھتے تھے تو کنارے پر ھوالشافی لکھتے تھے۔ اب تو اللہ تعالیٰ کا نام لینے والے بھی کم ہو گئے ہیں۔ بہر حال حضرت ایوب علیہ السلام کو اس جملے پر غصہ آیا کہ کہہ دینا حکیم نے شفا دی ہے۔ فرمایا میں تجھے سو لاٹھیاں ماروں گا ابلیس کو اتنی جرأت ہو گئی ہے کہ وہ میرے ایمان پر ڈاکا ڈالتا ہے۔ یہ لاٹھیوں کا ذکر سورۃ ص میں ہے۔ ایک دن رب تعالیٰ کی رحمت نے جوش مارا حضرت ایوب علیہ السلام کو فرمایا اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ اپنے پاؤں کو زمین پر مارو هٰذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ [ص:۴۲] ''یہ ایک چشمہ ہے نہانے کے

لیے ٹھنڈا اور پینے کے لیے۔'' حضرت ایوب علیہ السلام جوان کی طرح ہو گئے۔ حضرت رحمت بی بی! رحمہا اللہ تعالیٰ لوگوں کے گھروں میں کام کر کے واپس آئی تو پہچان نہ سکی۔ کہنے لگی یہاں میرے بیمار کمزور خاوند تھے۔ فرمایا میں ہی ہوں۔ بیوی نے کہا میرے ساتھ مسخرہ نہ کرو میں پیغمبر کی بیوی ہوں۔ فرمایا میں ہی ایوب پیغمبر ہوں اللہ تعالیٰ نے تندرستی دی ہے۔ پھر آگے دو روایتیں ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اسی اولاد کو زندہ کیا اور اتنے بچے اور دیئے اور یہ خدا کی قدرت سے بعید نہیں ہے۔

اور دوسری روایت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو صحت دی پہلے سات بیٹے تھے اب چودہ بیٹے عطا فرمائے۔ تین بیٹیاں تھیں اب چھ دیدیں۔ حضرت ایوب علیہ السلام غسل کر رہے تھے تو اوپر سے سونے کی ٹیڈیاں گر رہی تھیں، ڈھیر لگ گیا۔ ایوب علیہ السلام نے جلدی جلدی کپڑے سے لپیٹنا شروع کیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی یَا اَیُّوْبُ اَلَمْ اَکُنْ اُغْنِیْکَ ''اے ایوب میں نے تجھے غنی نہیں کیا مال کے ساتھ۔'' کہنے لگے اے پروردگار! جب آپ دینے والے ہیں تو پھر میں کیوں نہ لوں؟ یہ روایت بخاری شریف کی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاَیُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّہٗ اور ذکر کریں ایوب علیہ السلام کا جس وقت پکارا اس نے اپنے رب کو اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ بیشک مجھے پہنچی ہے تکلیف وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ اور آپ سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں فَاسْتَجَبْنَا لَہٗ پس ہم نے قبول کیا اس کی دعا فَکَشَفْنَا مَابِہٖ مِنْ ضُرٍّ پس ہم نے دور کر دیا اس کو جو ان کو تکلیف تھی وَّاٰتَیْنٰہُ اَھْلَہٗ اور ہم نے دیئے ان کو ان کے گھر کے افراد وَمِثْلَھُمْ مَّعَھُمْ اور ان جیسے اور بھی ان کے ساتھ۔ سات بیٹے پہلے تھے اب چودہ ہو گئے پہلے تین بیٹیاں

تھیں اب چھ ہوگئیں رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا رحمت کرتے ہوئے اپنی طرف سے وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ اور نصیحت ہے عبادت کرنے والوں کے لیے کہ جو رب کے پجاری ہیں رب تعالیٰ ان کو محروم نہیں کرتے۔ وَاِسْمٰعِيْلَ اور ذکر کریں اسماعیل علیہ السلام کا جو فرزند تھے ابراہیم علیہ السلام کے وَاِدْرِيْسَ اور ادریس علیہ السلام کا جو نوح علیہ السلام کے پردادا تھے وَذَا الْكِفْلِ اور ذاالکفل علیہ السلام کا ذکر کریں جن کا نام بشر تھا اور وہ ایوب علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو نبوت عطا فرمائی اور ان کو ذوالکفل اس لیے کہتے ہیں کہ ستر (۷۰) پیغمبر اپنے اپنے علاقے سے ہجرت کر کے ان کے پاس رہتے تھے جن کو ان کی ظالم قوموں نے نہیں چھوڑا تھا۔ انہوں نے ان کی کفالت کی تھی اس لیے ان کو ذوالکفل کہا جاتا ہے۔ نام بشر ابن ایوب بن عیش تھا۔ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ یہ سب کے سب صبر کرنے والے تھے وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِيْ رَحْمَتِنَا اور ہم نے ان کو داخل کیا اپنی رحمت میں اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ بیشک وہ نیکوں میں سے تھے وَذَا النُّوْنِ اور مچھلی والے کا بھی ذکر کرو، یونس بن متّٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ :

ملک عراق کے صوبہ موصل میں نینوا شہر تھا ایک لاکھ بیس ہزار کے قریب آبادی تھی حضرت یونس علیہ السلام کو ان کی نصیحت کے لیے بھیجا گیا۔ حضرت یونس علیہ السلام نے شادی کی اللہ تعالیٰ نے ان کو دو لڑکے عطا فرمائے۔ ایک کی عمر آٹھ سال ہوگئی اور دوسرے کی گیارہ سال کے قریب۔ اتنی بڑی آبادی میں سے ایک آدمی نے بھی کلمہ نہ پڑھا، ایک آدمی بھی ایمان نہ لایا اللہ تعالیٰ نے دھمکی دی کہ اگر تم ایمان نہیں لاؤ گے تو میں تم پر عذاب نازل کروں گا۔ حضرت یونس علیہ السلام نے ایک دن وعظ کرتے ہوئے فرمایا اگر تم حق کو

قبول نہیں کروں گے تو عذاب آئے گا۔ کسی نے پوچھا کتنے دنوں میں آئے گا۔ آگے مختلف روایتیں ہیں تین دنوں میں، چالیس دنوں میں، یہ دنوں کی تعیین رب تعالیٰ کی طرف سے نہیں تھی انہوں نے اپنے اجتہاد کے ساتھ کی۔ جس وقت دن قریب آنے لگے بیوی بچے لیے اور چل پڑے کہ ان لوگوں پر تو عذاب آنا ہی ہے ہم یہاں کیوں رہیں۔ اور یہ تفسیر بھی شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ سے نقل کی گئی ہے کہ خیال ہوا کہ میری زبان سے تین کا لفظ یا چالیس دنوں کا لفظ نکلا ہے رب تعالیٰ تو میری زبان کا پابند نہیں ہے خدانخواستہ اگر عذاب نہ آیا تو قوم مجھے شرمندہ کرے گی میں چلا ہی جاؤں تو بہتر ہے۔ چلتے ہوئے راستے میں ایک قافلہ نظر آیا قافلے والوں نے کہا کہ یہ بی بی کون ہے کہاں لے جارہے ہو؟ فرمایا یہ میری بیوی ہے یہ میرے بچے ہیں وہ زیادہ تھے ان سے بیوی چھین لی۔ آگے ایک نہر آئی ایک بچے کو نہر کے کنارے بٹھایا دوسرے کو کندھے پر بٹھایا کہ اس کو عبور کرا کے دوسرے کو لے جاؤں گا۔ نہر تیز چل رہی تھی درمیان میں پہنچے تو اُس بچے کو بھیڑیے نے اٹھالیا جس کو کنارے بٹھا کر گئے تھے گھبرائے تو دوسرا بھی گر گیا۔ ایک کو بھیڑیا لے گیا دوسرے کو نہر لے گئی بڑی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوئے۔ آگے دریائے دجلہ یا فرات تھا۔ علامہ آلوسیؒ فرات کا نام لیتے ہیں کشتی لوگوں سے بھری ہوئی تھی یہ بھی ساتھ سوار ہو گئے لوگوں کے ساتھ جارہے ہیں کچھ سمجھ نہیں آرہی کہ کیا کرنا ہے۔ کشتی تھوڑی سی چلی اور رک گئی۔ ملاحوں نے کہا کہ ہمارا تجربہ ہے کہ جب کوئی غلام آقا سے بھاگ کر آتا ہے تو کشتی نہیں چلتی۔ قرعہ اندازی ہوئی تو ان کا نام آیا ان کو دریا میں گرادیا گیا اور مچھلی نے نگل لیا۔ کتنا عرصہ مچھلی کے پیٹ میں رہے؟ تین دن، دس دن، چالیس دن بھی لکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مچھلی سے فرمایا یہ تمہاری خوراک نہیں ہے بلکہ تمہارا پیٹ ان کے لیے جیل ہے۔

تو فرمایا آپ ذکر کریں مچھلی والے کا اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا جس وقت وہ گیا ناراض ہوکر فَظَنَّ پس اس نے خیال کیا اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ یہ کہ ہم اس پر تنگی اور سختی نہیں کریں گے فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ پس پکارا اس نے اندھیروں میں۔ مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا، دریا کی گہرائی کا اندھیرا۔ بعض فرماتے ہیں کہ تیسرا اندھیرا بادل کا تھا اور بعض فرماتے ہیں تیسرا اندھیرا رات کا تھا۔ تو ان اندھیروں میں پکارا اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ یہ کہ نہیں ہے کوئی حاجت روا اور مشکل کشا، فریادرس، دستگیر مگر آپ ہی ہیں۔ اے پروردگار! تیری ذات پاک ہے بیشک میں ہی تھا ظالموں میں سے کہ مجھ سے خطا ہوئی ہے کہ میں اپنی رائے سے دن متعین کر کے چل پڑا آپ کی اجازت کے بغیر یہ میری غلطی تھی۔ سورہ صٰفّٰت آیت نمبر ۱۴۴ فَلَوْ لَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ لَلَبِثَ فِىْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ”پس اگر یہ بات نہ ہوتی کہ وہ تسبیح پڑھنے والوں میں سے ہوتے تو البتہ وہ ٹھہرتے مچھلی کے پیٹ میں لوگوں کو دوبارہ اٹھائے جانے کے دن تک۔“ اس دعا کے بعد مچھلی نے ان کو کنارے پر ڈال دیا۔ ہل جل نہیں سکتے تھے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے کدو کی بیل کو درخت بنا دیا وہ ان پر چھا گیا سایہ کیا تاکہ دھوپ نہ لگے اور رب تعالیٰ کی قدرت کہ ایک ہرنی آتی ان کو دودھ پلا جاتی تھی جسم میں قوت وطاقت آئی چل پڑے دیکھا تو ایک قافلہ آ رہا ہے ان کے پاس ان کا لڑکا تھا۔ فرمایا یہ لڑکا میرا ہے۔ وہ کہنے لگے کہ ہم بھی اس کے وارث کی تلاش میں تھے ہم نے اس کو بھیڑیئے سے چھینا ہے۔ فرمایا میرا ایک اور بچہ نہر میں بہہ گیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ فلاں جگہ ایک ڈیرا ہے ان کے پاس اسی لڑکے کی شکل کا ایک لڑکا ہے۔ انہوں نے ہمیں کہا تھا کہ اگر کوئی اس کا وارث مل جائے تو ہمارے پاس بھیج دینا۔ وہاں گئے تو دوسرا بچہ بھی مل گیا دونوں بچے مل گئے بڑے

خوش ہوئے۔ وہ قافلے والے جنہوں نے بیوی چھینی تھی وہ فرشتے تھے رب تعالیٰ کی طرف سے امتحان تھا انہوں نے کہا کہ لو یہ تمہاری بیوی ہے اپنی امانت لے لو ہم فرشتے ہیں ہمیں رب تعالیٰ کا حکم تھا۔ اِدھر یہ کاروائی ہوئی اُدھر قوم مِن حیث القوم سب نے توبہ کی، استغفار کیا، مسلمان ہو گئے۔ اس شہر میں ایک آدمی بھی بغیر کلمے کے نہ رہا۔ اس کے بعد دنیا کی تاریخ میں تین قومیں من حیث القوم مسلمان ہوئی ہیں۔ پہلے عربی، دوسرے ترکی اور تیسرے افغانی۔ عربی جب مسلمان ہوئے تو کوئی عربی غیر مسلم نہ رہا۔ ترکی جب عثمان اول کے زمانے میں مسلمان ہوئے تو ان میں کوئی غیر مسلم نہ رہا۔ افغانی جب مسلمان ہوئے تو ان میں بھی کوئی غیر مسلم نہ رہا۔ اب روس، امریکہ، برطانیہ، جرمنی، فرانس، ان باطل اور خبیث قوموں نے مسلمانوں کے ذہن بگاڑ دیئے ہیں۔

تو یونس علیہ السلام کی ساری قوم مسلمان ہوگئی اور ان کی تلاش میں نکلے کہ وہ اللہ کا بندہ ہمیں ملے تو ہم اس سے معافی مانگیں، اس کے پاؤں پکڑیں، پاؤں دھوئیں۔ ادھر سے یہ بھی جا پہنچے قوم نے استقبال کیا اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ہمارے سروں پر آ گیا تھا ہم نے توبہ کی اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ پس ہم نے قبول کیا اس کی دعا کو اور ہم نے نجات دی اس کو پریشانی سے وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ اور اسی طرح ہم نجات دیتے ہیں مومنوں کو۔

پریشان حال آدمی کے لیے دعا :

ایک بات سمجھ لیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے۔ دَعْوَةُ الْمَكْرُوْبِ دَعْوَةُ ذُوالنُّوْنِ "جو آدمی پریشان ہو وہ، وہ دعا کرے جو مچھلی والے پیغمبر نے کی تھی۔" لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ اخلاص اور توجہ کے ساتھ ایک

دفعہ بھی ذکر کرو تو کافی ہے۔ کسی موقع پر کسی بزرگ نے سوا لاکھ مرتبہ اس کا ورد کیا اب لوگوں نے اس کو پلے باندھ لیا ہے۔ قطعاً اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے ویسے ہی لوگوں کو مجبور کرتے ہیں۔ عورتوں بچوں کو اکٹھا کرتے ہیں وہ ایک گٹھلی کی جگہ چار گراتے ہیں اور سارا دھیان رس گلوں کی طرف ہوتا ہے۔ اس دعا کا کیا اثر ہوگا؟ اخلاص کے ساتھ ایک دفعہ پڑھو اثر ہوگا اخلاص کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہوتا اخلاص دعا کا جز ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے لَا یَقْبَلُ اللّٰہُ الدُّعَآءَ مِنْ قَلْبٍ غَافِلٍ ''اللہ تعالیٰ غافل دل کی دعا قبول نہیں فرماتے۔'' اللہ تعالیٰ سے مانگو ایمان کے ساتھ، اخلاص کے ساتھ اور پورے یقین کے ساتھ تو قبول ہوگی۔ خواہ مخواہ قیدیں لگانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ بچیوں بچوں کو تلاش کرو، یہ سب خرافات ہے۔

وَ زَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ

رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۸۹﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَ وَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَ اَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَ يَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّ رَهَبًا ؕ وَ كَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ﴿۹۰﴾ وَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَ جَعَلْنٰهَا وَ ابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۱﴾ اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖؗ وَّ اَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ﴿۹۲﴾ وَ تَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ ؕ كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ ﴿۹۳﴾

وَزَكَرِيَّآ اور زکریا علیہ السلام کا قصہ بھی بیان کرو اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ جس وقت پکارا اس نے اپنے رب کو رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ اے میرے رب نہ چھوڑیں آپ مجھ کو فَرْدًا اکیلا وَّ اَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ اور آپ سب سے بہتر وارث ہیں فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ پس ہم نے قبول کر لی اس کی دعا وَ وَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى اور عطا کیا ہم نے اس کو یحیٰی علیہ السلام وَ اَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ اور ہم نے درست کر دی اس کے لیے اس کی بیوی اِنَّهُمْ بیشک وہ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ تھے جلدی کرتے فِي الْخَيْرٰتِ اچھے کاموں میں وَيَدْعُوْنَنَا اور ہمیں پکارتے تھے رَغَبًا شوق کرتے ہوئے وَّرَهَبًا اور ڈرتے ہوئے وَكَانُوْا لَنَا اور وہ تھے ہمارے سامنے خٰشِعِيْنَ عاجزی کرنے والے وَالَّتِيْٓ اور اس عورت کا بھی ذکر کریں اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا جس نے حفاظت کی اپنے ناموس کی فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ

رُّوۡحِنَا پس پھونکی ہم نے اس بی بی کے بدن میں اپنی طرف سے روح وَجَعَلۡنٰهَا اور ہم نے بنایا اس کو وَابۡنَهَاۤ اور اس کے بیٹے کو اٰيَةً نشانی لِّلۡعٰلَمِيۡنَ جہان والوں کے لیے اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمۡ بیشک یہ لوگ ہیں تمہارا گروہ اُمَّةً وَّاحِدَةً ایک ہی گروہ وَّاَنَا رَبُّكُمۡ اور میں تمہارا رب ہوں فَاعۡبُدُوۡنِ پس میری ہی عبادت کرو وَتَقَطَّعُوۡۤا اَمۡرَهُمۡ بَيۡنَهُمۡ اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیا لوگوں نے اپنا معاملہ آپس میں كُلٌّ اِلَيۡنَا رٰجِعُوۡنَ سب کے سب ہماری طرف ہی لوٹ کر آنے والے ہیں۔

اس سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر ہوا پھر حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کا پھر حضرت ایوب علیہ السلام کا پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت ادریس علیہ السلام حضرت ذوالکفل علیہ السلام کا پھر مچھلی والے حضرت یونس علیہ السلام کا۔ ان تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے نام اسی رکوع میں آتے ہیں۔

حضرت زکریا علیہ السلام کا واقعہ :

اس کے ساتھ رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَزَكَرِيَّاۤ اور آپ ان کے سامنے زکریا علیہ السلام کا ذکر کریں اِذۡ نَادٰى رَبَّهٗ جس وقت پکارا زکریا علیہ السلام نے اپنے رب کو یہ فرماتے ہوئے رَبِّ لَا تَذَرۡنِىۡ فَرۡدًا اے میرے پروردگار! نہ چھوڑیں آپ مجھ کو اکیلا وَّاَنۡتَ خَيۡرُ الۡوٰرِثِيۡنَ اور آپ تمام وارثوں میں بہتر وارث ہیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام کا علاقہ بھی شام تھا۔ واقعہ اس طرح ہوا کہ دو بہنیں تھیں ایک حنّہ بنت فاقوذ اور دوسری تھیں عشاعہ بنت فاقوذ۔ حنّہ بنت فاقوذ حضرت عمران رحمہ اللہ تعالیٰ کے نکاح میں تھیں جو

مسجد اقصیٰ کے امام اور خطیب تھے۔ بڑے نیک طبع آدمی تھے ان کو رب تعالیٰ نے ایک لڑکا عطا فرمایا جس کا نام تھا ہارونؒ۔ اس کی جوانی ہی میں اس کے تذکرے ہوتے تھے اور یہ جوانی میں ہی فوت ہو گیا اور کوئی اولاد نہ ہوئی تو حضرت حَنَّہ نے دعا کی اے پروردگار! مجھے اولاد عطا فرما تاکہ وہ آپ کے گھر کی خدمت کرے۔ اللہ تعالیٰ نے لڑکے کی بجائے لڑکی عطا فرمائی حضرت مریم علیہا السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ۔ دوسری بہن عشاعہ بنت فاقوذ کا نکاح حضرت زکریا علیہ السلام کے ساتھ ہوا۔ اس وقت حضرت زکریا علیہ السلام کی عمر مبارک پچیس سال تھی۔ شادی کے بعد پچانوے سال گزر گئے حضرت زکریا علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس سال ہوگئی بیوی کی عمر ننانوے سال لکھی ہے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے دعا کی اے پروردگار! وارث عطا فرما یہ نیکی کا کام چلتا رہے۔ اس کا ذکر ہے اِذْ نَادٰی رَبَّہٗ جس وقت پکارا اس نے اپنے رب کو رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْوٰرِثِیْنَ اے میرے رب نہ چھوڑیں آپ مجھ کو اکیلا اور آپ سب سے بہتر وارث ہیں۔

پیغمبر کی وراثت علمی ہوتی ہے نہ کہ مالی :

اس وراثت سے مراد دینی اور علمی وراثت ہے کہ یہ اچھا کام چلتا رہے دین کی خدمت ہمارے خاندان میں رہے۔ جن نادانوں نے یہ سمجھا ہے کہ مال کا وارث مانگا تھا انہوں نے غلط سمجھا ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کے ہاں مال کی حیثیت کیا ہے؟ اگر دعا مانگنے والے ہم ہوتے تو بات علیحدہ تھی۔ اللہ تعالیٰ کے معصوم پیغمبر کو مال کے ساتھ اتنی محبت ہوتی ہے جتنی ہمیں ہے؟ قطعاً نہیں!

دوسری بات یہ ہے کہ زکریا علیہ السلام کے پاس کتنا مال تھا؟ تیشہ آری چلا کر اپنا وقت گزارتے تھے۔ مسلم شریف کی روایت میں ہے کَانَ عَبۡدًا نَجَّارًا ''ترکھان تھے۔'' پھر مشینی دور بھی نہیں تھا کہ بٹن دبایا اور بہت کچھ ہو گیا۔ نمازیں بھی پڑھنی ہیں، تبلیغ کا کام بھی کرنا ہے اور دین کے کام بھی کرنے ہیں، مہمانوں کو بھی بھگتانا ہے۔ ایک جان ہے گھر میں اور کوئی ہے بھی نہیں۔ تو تیشے آری سے کتنی دولت انہوں نے کمائی ہو گی جس کی فکر تھی کہ وارث مانگ رہے تھے۔ اور سورۃ مریم آیت نمبر ۶ میں تم پڑھ چکے ہو یَرِثُنِیۡ وَ یَرِثُ مِنۡ اٰلِ یَعۡقُوۡبَ ''وہ میرا وارث ہو اور آل یعقوب کا وارث ہو۔'' اگر مال کی وراثت مراد ہو تو حضرت زکریا علیہم السلام کی وراثت تو مل سکتی ہے یعقوب علیہ السلام کے سارے خاندان کی وراثت اس کو کیسے مل سکتی ہے؟

مثال کے طور پر یوں سمجھو کہ اس وقت کوئی سید دعا کرے کہ اے پروردگار! مجھے بیٹا دے جو میرا بھی وارث بنے اور سب سیدوں کا وارث بنے، کوئی جاٹ برادری کا دعا کرے کہ اے پروردگار! مجھے بیٹا عطا فرما جو میرا بھی وارث بنے اور سب جاٹوں کا وارث بنے۔ بھئی! تیرا بیٹا تیرا تو وارث بنے گا باقیوں کا کیسے وارث بنے گا؟ یہ الفاظ خود بتلا رہے ہیں کہ رسالت کی وراثت، دین کی وراثت، شریعت کی وراثت مراد ہے۔ یہ کس موقع پر دعا کی؟ حضرت مریم علیہا السلام ان کی کفالت میں تھیں ابھی بالغ بھی نہیں ہوئی تھیں جالی دار کمرہ تھا تازہ ہوا آتی رہتی تھی حضرت زکریا علیہ السلام جب جاتے تھے تو تالا لگا کر جاتے تھے اور چابی اپنے پاس رکھتے تھے۔ جب واپس آتے تو ان کے پاس پھلوں کا ڈھیر لگا ہوا دیکھتے قَالَ ''فرمانے لگے یٰمَرۡیَمُ اَنّٰی لَکِ هٰذَا اے مریم! یہ روزی کہاں سے آتی ہے قَالَتۡ هُوَ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ [آل عمران: ۳۷] فرمانے لگیں یہ رب تعالیٰ کی طرف سے

ہے۔'' حضرت مریم علیہا السلام کی کرامت تھی۔ نبی کا معجزہ ہوتا ہے امت کی کرامت ہوتی ہے۔ پھر وہ بے موسم کا پھل ہوتا تھا یہ دیکھ کر زکریا علیہ السلام کے دل میں رقت پیدا ہوئی کہ جو پروردگار ان کو بے موسم کے پھل دے سکتا ہے تو مجھے بھی بغیر موسم کے پھل دے سکتا ہے هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ اسی کمرے میں کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور دعا کی اے پروردگار! اگر چہ میری عمر تو نہیں ہے ایک سو بیس سال میری عمر ہے وَامْرَاَتِیْ عَاقِرًا اور بیوی میری بانجھ ہے، مجھے بغیر موسم کے پھل عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی ابھی نماز میں تھے کہ جبرائیل علیہ السلام آگئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری دعا قبول فرمالی ہے اللہ تعالیٰ آپ کو لڑکا دے گا اور اس کا نام بھی خود رکھا ہے یحییٰ علیہ السلام۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے تعجب کا اظہار کیا اَنّٰی یَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ ''میرے ہاں بچہ کیسے ہوگا بڑھاپے کی وجہ سے میری کمر ٹیڑھی ہوگئی ہے وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَیْبًا سر کے بال سفید ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتے نے کہا رب تعالیٰ کے لیے کوئی کام مشکل نہیں ہے قَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَیْئًا [مریم:۹] تحقیق میں نے تجھے پیدا کیا اس سے پہلے اور نہیں تھے آپ کوئی چیز۔'' حضرت زکریا علیہ السلام نے کہا کہ مجھے کوئی نشانی بتلاؤ کہ جس سے میں سمجھ جاؤں کہ میری بیوی با امید ہوگئی ہے۔ فرمایا نشانی یہ ہے کہ اَنْ لَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَیَالٍ سَوِیًّا [مریم:۱۰] تین راتوں کا ذکر بھی ہے اور تین دنوں کا ذکر بھی ہے کہ آپ لوگوں سے بات کرنا چاہیں گے تو آپ کی زبان نہیں چلے گی۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی اور ہوگی بھی زبان ٹھیک کسی تکلیف یا بیماری کی وجہ سے رکاوٹ نہیں بنے گی۔ چنانچہ حضرت یحییٰ علیہ السلام پیدا ہوئے جوان کے صحیح جانشین بنے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ پس ہم نے قبول کی اس کی دعا وَوَهَبْنَا

لَهٗ یَحْیٰی اور ہم نے عطا کیا زکریا علیہ السلام کو یحیٰ علیہ السلام وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ اور ہم نے درست کردی، ٹھیک کردی ان کی بیوی۔ جو بانجھ پن کی وجہ سے نقص تھا وہ دور کر دیا۔ جائز عملیات کی کتابوں میں ہے کہ جو شخص اخلاص کیساتھ اس دعا کو پڑھے رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْنَ اگر رب تعالیٰ کی طرف سے اولاد کی منظوری ہوگئی تو اولاد ملے گی اور اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے منظوری نہ ہوئی تو پھر کچھ بھی نہیں ہوگا اولاد رب تعالیٰ ہی نے دینی ہے۔ سورۃ شوریٰ آیت نمبر ۴۹-۵۰ میں ہے یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا ”بخشتا ہے جس کو چاہتا ہے بیٹیاں وَیَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّكُوْرَ اور بخشتا ہے جس کو چاہتا ہے بیٹے اَوْ یُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا یا جوڑے جوڑے دیتا ہے بیٹے بیٹیاں وَ یَجْعَلُ مَنْ یَّشَآءُ عَقِیْمًا اور بنا دیتا ہے جس کو چاہتا ہے بانجھ۔“ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طبعی خواہش تھی کہ رب تعالیٰ مجھے کوئی اولاد دے مگر رب تعالیٰ کی طرف سے مقدر نہیں تھی نہیں ملی۔ حالانکہ امام الانبیاء اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے اعلیٰ شخصیت کی بیوی ہیں۔ تو مقدر نہیں تو کچھ بھی نہیں ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کی طبعی خواہش تھی اللہ تعالیٰ مجھے اولاد دے :

ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے بھانجے عبداللہ ابن زبیر جو حضرت اسماء بنت صدیق اکبرؓ کے لڑکے ہیں کو گود میں بٹھایا ہوا تھا۔ فرمانے لگیں رب تعالیٰ مجھے بھی کوئی بچہ دیتا تو میں بھی خوشی کرتی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ تیرا بھانجا ہے یہ بھی تیرا بچہ ہے اس کو بیٹا بنالو۔ تو انہوں نے عبداللہ بن زبیرؓ کو بیٹا بنالیا اور انہی کی نسبت سے ان کی کنیت ہے اُمّ عبداللہ۔ آدمی ان کی کنیت پڑھ کے حیران ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تو اولاد نہیں تھی وہ اُمّ عبداللہ کیسے ہوگئیں؟ وہ اصل

میں بھانجے ہیں اور حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بیٹے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ تمہارا بیٹا ہے۔ رب تعالیٰ کی حکمتیں ہیں ہم آپ نہیں سمجھ سکتے۔

تو اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کو قبول فرمایا بیوی کو ٹھیک کر دیا اور یحییٰ علیہ السلام عطا فرمائے۔ کیوں؟ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ بیشک وہ تھے جلدی کرتے نیک کاموں میں۔ ہم تو دنیا کے کاموں میں دنیا کمانے میں جلدی کرتے ہیں اور دین کے بارے میں بڑے لاپرواہیں۔ وہ دین کے کاموں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے تھے حالانکہ ہمیں حکم ہے فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ [سورۃ البقرہ] ''نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔'' وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا اور ہمیں پکارتے تھے شوق کرتے ہوئے اور ڈرتے ہوئے۔ خوشی اور غمی میں ہمیں ہی پکارتے تھے۔ ایسے نہیں کہ غمی آئے تو کوئی اور حاجت روا، مشکل کشا اور دستگیر ہو جائے اور خوشی اور راحت آجائے تو کسی اور جگہ دیگیں چڑھانے لگ جائیں۔ وہ ہر حال میں اپنے رب ہی کو پکارتے تھے وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ اور وہ تھے ہمارے سامنے عاجزی کرنے والے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی سے نہیں ڈرتے تھے وَالَّتِيْٓ اور اس بی بی کا بھی ذکر کرو اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا جس نے حفاظت کی اپنے ناموس کی، اپنی شرمگاہ کو محفوظ رکھا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا پس پھونکی ہم نے اس بی بیؑ کے بدن میں اپنی طرف سے روح وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ اور ہم نے بنایا اس کو اور اس کے بیٹے کو نشانی جہان والوں کے لیے۔

یہ تفصیل آپ حضرات سورۃ مریم میں سن چکے ہیں کہ حضرت مریم علیہا السلام جب جوان ہوئیں سولہ سترہ سال کی عمر تھی مکان کے شرقی کونے میں دو دیواروں کیساتھ کپڑا لٹکا

کر غسل کیا سادہ زمانہ تھا غسل کے بعد کپڑے پہنے تو دیکھا کہ ایک صحت مند نوجوان کھڑا ہے، گھبرا گئیں۔ فرمانے لگیں اِنِّیْ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْکَ اِنْ کُنْتَ تَقِیًّا [مریم:۱۸] ''میں پناہ لیتی ہوں رحمان کے ساتھ تجھ سے اگر تو ڈرنے والا ہے۔'' تو یہاں سے چلا جا۔ خیال گزرا کہ تنہائی میں کسی برے ارادے سے آیا ہے۔ وہ حقیقت میں حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ''وہ متمثل ہوئے ان کے سامنے ایک پورے انسان کی شکل میں۔'' فرمایا بی بی! ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّکِ ''میں تو آپ کے رب کا بھیجا ہوا فرشتہ ہوں جبرائیل علیہ السلام۔'' تا کہ آپ کو لڑکا دوں اور لڑکا اس طرح دوں گا کہ میں بدن میں پھونک ماروں گا رب تعالیٰ آپ کے بدن میں بچے کا وجود بنادے گا۔ حضرت مریم علیہا السلام نے کہا اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا [مریم:۲۰] ''کہاں سے ہوگا میرے لیے لڑکا اور نہیں چھوا مجھے کسی انسان نے اور نہیں ہوں میں بدکار۔'' میری شادی نہیں ہوئی کہ جائز طریقے سے ہو اور میں نے ناجائز بھی کوئی حرکت نہیں کی۔ یہی دو طریقے ہیں بچہ ہونے کے۔ اللہ تعالیٰ کے معصوم فرشتے نے کہا كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ [آل عمران:۴۷] ''اسی طرح اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے۔'' حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر والد کے پیدا ہوئے ہیں چونکہ ان کا والد کوئی نہیں ہے اس لیے رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ اور بنایا ہم نے مریم علیہا السلام اور اس کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام کو نشانی جہان والوں کے لیے کہ بی بی کو بغیر خاوند کے بیٹا ملا اور بیٹا بغیر باپ کے پیدا ہوا۔

عیسائیوں کے غلط نظریہ کا رد:

بات سمجھ لیں کہ عیسائی کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ چنانچہ

ہجرت کے نویں سال رجب کے مہینے میں نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد آنحضرت ﷺ کے پاس آیا مناظرہ تو نہ ہوا سرسری گفتگو ہوئی، مناظرہ ہی سمجھ لو۔ ایک پادری بولا کہ آپ بتائیں اگر عیسیٰ علیہ السلام کا والد اللہ تعالیٰ نہیں ہے معاذ اللہ تعالیٰ تو پھر کون ہے؟ سورہ آل عمران آیت نمبر ۵۹ میں اس کا جواب ہے۔ اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ ''بیشک عیسیٰ علیہ السلام کی مثال اللہ تعالیٰ کے ہاں ایسی ہے جیسے آدم علیہ السلام خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو مٹی سے۔'' اگر بغیر باپ کے پیدا ہونا دلیل ہے اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہونے کی تو پھر آدم علیہ السلام تو ماں باپ دونوں کے بغیر پیدا ہوئے ہیں ورنہ بتلاؤ آدم علیہ السلام کا باپ کون ہے اور ان کی ماں کون ہے؟ لہٰذا کہونا کہ آدم علیہ السلام رب تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور تم سب رب تعالیٰ کے پوتے پڑپوتے اور نور سے ہوئے معاذ اللہ تعالیٰ۔ کتنی صاف آیتیں ہیں سمجھنے کے لیے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی طرح کلمہ کن سے پیدا فرمایا ہے بغیر باپ کے جس طرح آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا ہے بغیر ماں باپ کے۔

مرزا قادیانی کی زبان درازی :

لیکن ناس ہو جائے قادیانیوں کا اور ان کے جھوٹے نبی کا جس نے عیسیٰ علیہ السلام کا باپ اور بہن بھائی بھی بنا ڈالے۔ مرزا غلام احمد قادیانی اپنی کتاب ''کشتی نوح'' طبع قادیان صفحہ نمبر ۱۶ پر لکھا ہے کہ مولوی بڑی بری چیز ہوتے ہیں۔ پھر مولوی کو حرف تہجی کے لحاظ سے گالیاں دی ہیں الف سے اُلو وغیرہ۔ کہتا ہے کہ یہ مولوی کہتے ہیں میں عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کرتا ہوں میں تو عیسیٰ علیہ السلام کی تعظیم کرتا ہوں، اس کی ماں کی تعظیم کرتا ہوں، ان کے والد یوسف نجار کی تعظیم کرتا ہوں، عیسیٰ علیہ السلام کے چھ بہن بھائیوں کی

تعظیم کرتا ہوں مجھ سے زیادہ احترام کرنے والا کون ہے؟ یہ ہے تعظیم کہ رب تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے بغیر باپ کے پیدا کیا ہے اور یہ لکھتا ہے کہ یوسف نجار والد ہے۔ رب تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اکیلا پیدا کیا اور اس نے چھ بہن بھائی بنا ڈالے اور اس کی ایک کتاب ہے ''تریاق القلوب'' اس میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تین دادیاں اور تین نانیاں زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اس موضوع پر مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے ایک رسالہ لکھا ''الشہاب الثاقب'' ظفر اللہ قادیانی (جو پاکستان کا وزیر خارجہ تھا) نے اس پر پابندی لگوائی تھی۔ بڑا علمی رسالہ ہے علماء کا ایک وفد گورنر پنجاب سردار عبدالرب نشتر کو ملا حوالے پیش کیے کہ اس میں جو کچھ لکھا ہے وہ حقیقت ہے وہ حوالے سن کر رو پڑا اور کہا کہ علماء کی چیخ پکار بالکل صحیح ہے لیکن میں مجبور ہوں ملازم ہوں تم اوپر رابطہ کرو۔ اب مرزائیت کا خطرہ کم ہے چونکہ اس پر بڑا کام ہو چکا ہے اور رافضیت کا خطرہ زیادہ ہے۔ معلوم نہیں ہمارے بادشاہ ایران سے کیا آرڈر لے کر آئے ہیں اس بات کو بھولنا نہیں نوٹ کرلیں کہ پاکستان کے لیے اس وقت سب سے بڑا فتنہ رافضی اور شیعہ ہے۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ بیشک یہ لوگ ہیں تمہارا گروہ اُمَّةً وَّاحِدَةً ایک ہی گروہ۔ یہ جن بزرگوں کا ذکر ہوا ہے نوح علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام، ایوب علیہ السلام، زکریا علیہ السلام، داؤد علیہ السلام، سلیمان علیہ السلام، اسماعیل علیہ السلام وعلی ھذا القیاس یہ سچا گروہ ایک ہی گروہ تھا وَّاَنَا رَبُّكُمْ اور میں تمہارا رب ہوں فَاعْبُدُوْنِ پس تم عبادت میری کرنا ان کی نہ کرنا یہ پیغمبر ہیں خدا نہیں ہیں وَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ اور لوگوں نے اپنا معاملہ آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کرلیا۔ کوئی کچھ بن گیا کوئی کچھ بن گیا صحیح دین پر نہ رہے اور شک نہ کریں كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ سب کے سب ہماری

طرف ہی لوٹ کر آنے والے ہیں ہم ان کے ساتھ نمٹ لیں گے۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ۚ وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ ﴿۹۴﴾ وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۹۵﴾ حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِىَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِىْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۹۷﴾ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ۭ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ﴿۹۸﴾ لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَاۗءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ۭ وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۹۹﴾ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

فَمَنْ يَّعْمَلْ پس جو شخص عمل کرے گا مِنَ الصّٰلِحٰتِ اچھے کاموں کا وَهُوَ مُؤْمِنٌ بشرطیکہ وہ مومن ہو فَلَا كُفْرَانَ پس ناقدری نہیں کی جائے گی لِسَعْيِهٖ اس کی محنت کی وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ اور بیشک ہم اس کو لکھنے والے ہیں وَحَرٰمٌ اور لازم ہو چکا ہے عَلٰى قَرْيَةٍ اس بستی پر اَهْلَكْنٰهَآ جسکو ہم نے ہلاک کیا ہے اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ کہ بیشک وہ نہیں لوٹیں گے حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ یہاں تک کہ جب کھولے جائیں گے یاجوج ماجوج وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ اور وہ ہر اونچی جگہ سے يَنْسِلُوْنَ پھسلتے ہوئے چلے آئیں گے وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ اور قریب ہوگا وعدہ سچا فَاِذَا هِىَ پس قصہ یہ ہوگا شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ کھلی رہ جائیں گی آنکھیں ان لوگوں کی كَفَرُوْا جو کافر

ہیں یٰوَیْلَنَا کہیں گے ہائے افسوس ہمارے اوپر قَدْ کُنَّا فِیْ غَفْلَۃٍ مِّنْ ھٰذَا تحقیق تھے ہم غفلت میں اس چیز کے بارے میں بَلْ کُنَّا ظٰلِمِیْنَ بلکہ ہم ظالم تھے اِنَّکُمْ بیشک تم وَمَا تَعْبُدُوْنَ اور جن کی تم عبادت کرتے ہو مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے حَصَبُ جَھَنَّمَ جہنم کا ایندھن ہونگے اَنْتُمْ لَھَا وَارِدُوْنَ تم اس میں وارد ہونے والے ہو لَوْ کَانَ ھٰٓؤُلَآءِ اٰلِھَۃً اگر ہوتے یہ الہٰ مَّا وَرَدُوْھَا تو نہ وارد ہوتے دوزخ میں وَکُلٌّ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ اور سب کے سب اس میں ہمیشہ رہیں گے لَھُمْ فِیْھَا زَفِیْرٌ ان کے لیے اس جہنم میں گدھے کی آواز ہوگی وَّھُمْ فِیْھَا لَا یَسْمَعُوْنَ اور وہ اس دوزخ میں سنیں گے نہیں۔

کراماً کاتبین کی ڈیوٹیوں کا ذکر :

اس سے پہلی آیت کا آخری جملہ ہے کُلٌّ اِلَیْنَا رٰجِعُوْنَ سب کے سب ہماری طرف لوٹ کر آنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت میں قیامت والے دن پیش ہونا ہے۔ پھر کیا ہوگا؟ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ پس جو شخص عمل کرے گا اچھے کاموں کا اور نرے اچھے کام معتبر نہیں ہیں وَھُوَ مُؤْمِنٌ بشرطیکہ وہ مومن ہو۔ مومن ہے اور اچھے کام کرتا ہے فَلَا کُفْرَانَ لِسَعْیِہٖ پس ناقدری نہیں کی جائے گی اس کی محنت کی بلکہ ایک نیکی کا اجر دس گنا ملے گا اور جو نیکی فی سبیل اللہ کی مد میں ہوگی اس کا اجر سات سو گنا ملے گا وَاِنَّا لَہٗ کٰتِبُوْنَ اور بیشک ہم اس کو لکھنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خود نہیں لکھتے اس کے حکم سے اس کے فرشتے کراماً کاتبین لکھتے ہیں۔ نیکیاں لکھنے والا دائیں کندھے پر بیٹھا ہے اور بدیاں لکھنے والا بائیں کندھے پر بیٹھا ہے عَنِ الْیَمِیْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِیْدٌ [سورۃ ق]

دو فرشتوں کی ڈیوٹی دن کی ہے اور دو کی رات کی ۔ ہے اور ان کی ڈیوٹیاں نماز کے وقت تبدیل ہوتی ہیں مثلاً اب جب تم نے فجر کی نماز شروع کی اور اللہ اکبر کہا تو اس مسجد کے ساتھ جتنے لوگ وابستہ ہیں محلے کے سب فرشتوں کی ڈیوٹی بدل گئی رات کے فرشتے بدل گئے دن کے فرشتوں نے چارج لے لیا۔ مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ [ق:۲۶] ''نہیں بولتا وہ کوئی لفظ مگر اس کے پاس ایک نگران ہوتا ہے تیار۔'' جو فوراً لکھ لیتا ہے۔ نیکی ہے تو فوراً لکھی جاتی ہے برائی ہے تو تھوڑا سا وقفہ کرتے ہیں کہ شاید یہ بندہ توبہ کر لے اگر توبہ کر لے تو پھر نہیں لکھتے پھر توبہ لکھی جاتی ہے اور وہ نیکی ہو گئی۔ تو فرشتے نیکیاں بدیاں لکھتے ہیں۔ قول بھی، فعل بھی آنکھوں کے اشارے بھی اور یہ سارا لکھا ہوا قیامت والے دن سامنے آئے گا اور اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اِقْرَاْ کِتٰبَکَ کَفٰی بِنَفْسِکَ الْیَوْمَ عَلَیْکَ حَسِیْبًا [بنی اسرائیل:۱۴] ''پڑھ اپنی کتاب کافی ہے تیرا نفس آج کے دن تجھ پر محاسبہ کرنے والا۔'' دنیا میں کوئی پڑھنا جانتا ہے یا نہیں جانتا وہاں سارے اپنا اعمال نامہ خود پڑھیں گے سب کو اللہ تعالیٰ ادراک و شعور عطا فرمائے گا۔ تھوڑا سا پڑھے گا رب تعالیٰ فرمائیں گے ذرا ٹھہر جا! اَقَدْ ظَلَمَکَ کَتَبَتِیْ ''کیا میرے فرشتوں نے تیرے ساتھ کوئی زیادتی کی ہے؟'' جو کچھ تو نے کیا اور کہا ہے وہی کچھ لکھا ہے نا۔ کہے گا اے پروردگار! جو کچھ کہا تھا اور جو کچھ کیا تھا وہی لکھا ہے۔ فرمائیں گے اچھا اور پڑھو۔ جب کچھ صفحات پڑھ لے گا رب تعالیٰ فرمائیں گے بتلا بندے میرے فرشتوں نے تیرے ساتھ کوئی زیادتی تو نہیں کی؟ کہے گا نہیں۔ تو بندہ اپنا اعمال نامہ خود پڑھے گا اور یہ جتنی باتیں میں نے کی ہیں سب قرآن پاک میں موجود ہیں۔ تو فرمایا فَلَا کُفْرَانَ لِسَعْیِهٖ اس کی محنت کی ناقدری نہیں کی جائے گی اور بیشک ہم اس کو لکھنے والے ہیں۔

اعمال لکھنے کی وجہ :

کسی سائل نے سوال کیا کہ کیوں لکھتے ہیں؟ فرمایا ایسے لوگ بھی ہوں گے جو اپنے اعمال کا انکار کریں گے۔ جب پہلی پیشی ہوگی کہ بتلاؤ وہ تمہارے شریک ہیں جن کے متعلق تم بڑے دعوے کرتے تھے؟ کہیں گے وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ [انعام:۲۳] ''قسم ہے اللہ تعالیٰ کی جو ہمارا پروردگار ہے نہیں تھے ہم شرک کرنے والے۔'' پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اپنی کتاب پڑھو، تو پھر اقرار کریں گے۔ یہ باتیں مختلف اوقات میں ہوں گی۔ فرمایا وَحَرٰمٌ یہاں حرام کا معنٰی لازم اور واجب ہے۔ اور مقرر اور لازم ہو چکا ہے عَلٰى قَرْيَةٍ ایسی بستی پر اَهْلَكْنٰهَآ جس بستی کو ہم نے ہلاک کیا کہ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ بیشک وہ نہیں لوٹیں گے دنیا کی طرف۔

خرق عادت کے طور پر مردہ دنیا میں آسکتا ہے :

قانون یہی ہے کہ جو اس دنیا سے گیا ہے واپس نہیں آئے گا۔ ہاں! معجزے اور خرقِ عادت کے طور پر مردوں کا زندہ ہونا قرآن پاک میں موجود ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک آدمی کو ناحق قتل کر دیا گیا تھا یہ قضیہ موسیٰ علیہ السلام کے سامنے پیش ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کو کہو ایک بیل ذبح کر کے گوشت کا ٹکڑا مقتول کے بدن پر مارو وہ زندہ ہو کر بتلا دے گا۔ چنانچہ اس نے زندہ ہو کر بتلا دیا کہ میرا قاتل فلاں ہے۔ قرآن پاک میں مذکور ہے کہ وہ زندہ ہوا۔ موسیٰ علیہ السلام ستر آدمیوں کو کوہ طور لے گئے، رب تعالیٰ کا کلام سن کر کہنے لگے ہمیں کیا معلوم کون بول رہا ہے؟ جن بول رہا ہے، فرشتہ بول رہا ہے لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً [بقرہ:۵۵] ''ہم ہرگز آپ کی تصدیق نہیں کریں گے یہاں تک کہ ہم دیکھ لیں اللہ تعالیٰ کو ظاہر۔'' اللہ تعالیٰ نے ان پر بجلی

گرائی وہ ستر کے ستر ہلاک ہو گئے۔ رب تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ان کو زندہ کیا ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ ''پھر اٹھایا ہم نے تم کو تمہاری موت کے بعد۔'' اسی طرح حضرت حِزْقِیل علیہ السلام کی قوم کا واقعہ بھی دوسرے پارے میں آتا ہے۔ ان کی قوم کے ہزاروں لوگوں نے جہاد سے بھاگ کر جنگل میں ڈیرا لگا لیا۔ رب تعالیٰ نے فرمایا سب مر جاؤ۔ آٹھ دن کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کیا اور بتایا کہ جہاد سے کوئی نہیں مرتا جب تک زندگی باقی ہو اور جس نے مرنا ہے وہ گھر میں ہو پھر بھی موت آ جائے گی۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی موت کا واقعہ :

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ موت کے وقت بڑے روتے تھے۔ ساتھی عیادت کے لیے آتے تو کہتے حضرت آپ صحابی ہیں اور جہاد میں بڑے کارنامے سرانجام دیئے ہیں شام کا علاقہ آپ کے ہاتھ پر فتح ہوا ہے آخرت کے لیے بڑا ذخیرہ جمع کیا ہے کیوں روتے ہو؟ فرماتے اس وجہ سے نہیں روتا کہ مجھے کوئی آخرت کی فکر ہے کہ کیا بنے گا؟ روتا اس لیے ہوں کہ میرے سر سے لے کر پاؤں تک کوئی عضو ایسا نہیں ہے جہاں کافر کی تلوار، نیزہ یا تیر نہ لگا ہو مگر میں شہادت سے محروم رہا ہوں اس لیے روتا ہوں۔ غزوہ موتہ میں جب جھنڈا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے پکڑا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا اَخَذَ الرَّايَةَ سَيْفٌ مِنْ سُيُوْفِ اللّٰهِ ''اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے جھنڈا پکڑ لیا ہے اب فتح ہو گی۔'' کیونکہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو آنحضرت ﷺ کی پاک زبان سے سیف اللہ کا لقب ملا تھا تو اس تلوار کو کون توڑ سکتا تھا۔ علماء فرماتے ہیں کہ اسی لیے وہ شہید نہیں ہوئے اگر وہ شہید ہو جاتے تو لوگ کہتے کہ اللہ تعالیٰ کی تلوار کو کافروں نے توڑ دیا ہے۔ تو خیر قاعدہ یہی ہے کہ جس بستی کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا وہ واپس دنیا میں نہیں آئے گی مگر خرق عادت کے طور

پڑے۔

سام، حام کی اولاد :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں حَتّٰی اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ یہاں تک کہ جب کھولے جائیں گے یاجوج ماجوج وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ اور وہ ہر اونچے ٹیلے اور پہاڑی سے یعنی ہر اونچی جگہ سے پھسلتے ہوئے چلے آئیں گے نیچے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے چار بیٹے تھے بیٹی کوئی نہیں تھی۔ ایک کا نام یام تھا اور اسی کا لقب کنعان تھا جو ایمان نہیں لایا تھا باقی تینوں بیٹے حام، سام، یافث مسلمان ہوئے رحمہم اللہ تعالیٰ۔ ان کی آگے نسلیں چلی ہیں۔ سام کی اولاد میں عربی، فارسی اور رومی ہیں اور حام کی اولاد میں حبشی اور سوڈانی ہیں اور یافث کی اولاد میں ترکی، افغانی اور یاجوج ماجوج ہیں۔ یہ چین، روس اور منگولیا کے لوگ یہ سب یاجوج ماجوج کی نسل سے ہیں۔ آج کی دنیا میں سب سے زیادہ آبادی چین کی ہے، ایک ارب سولہ کروڑ۔ اتنی آبادی اور کسی ملک کی نہیں ہے۔ اس کے بعد دوسرے نمبر پر ہندوستان ہے جس کی آبادی نوے (۹۰) کروڑ کے قریب ہے۔ امریکہ کی آبادی چالیس کروڑ ہے اور روس کی آبادی تقریباً بتیس (۳۲) کروڑ ہے۔ باقی ملک چھوٹی چھوٹی آبادیوں والے ہیں بنگالی ہم سے زیادہ ہیں ان کی آبادی پندرہ کروڑ کے قریب ہے اور ہم بارہ کروڑ ہیں۔ تو چین آبادی کے اعتبار سے اس وقت دنیا کا سب سے بڑا ملک ہے چین میں مسلمانوں کی تعداد تقریباً دس کروڑ ہے پہلے ان پر حکومت کی طرف سے پابندیاں تھیں اب تھوڑی تھوڑی رہائی ملی ہے۔ گزشتہ سال چین کے ایک عالم میرے پاس دورہ تفسیر پڑھ کر گئے ہیں انہوں نے وہاں بڑا کام کیا ہے۔ چین کے مسلمان اسلام سے واقف نہیں ہیں بس یہ سمجھتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں حکومت چین نے ان کو دبا کر رکھا ہوا

ہے اور یہی حال روس کا ہے تقریباً چھ کروڑ مسلمان روس میں ہیں۔روسی انقلاب کے بعد وہاں کے بزرگوں نے تہہ خانوں میں چھپ کر ان کو کلمہ سکھایا اور بتلایا کہ ہم مسلمان ہیں۔ اب وہ اتنا جانتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں باقی ان کو حلال حرام کی کوئی تمیز نہیں ہے اللہ کرے کہ وہ لوگ دینی تعلیم سے آراستہ ہو جائیں۔ان باطل قوتوں نے مسلمانوں کو ہر جگہ سے مٹانے کی کوشش کی ہے۔

شاہ ولی اللہ اور علماء دیوبند کا امت پر احسان :

الحمدللہ! دعائیں دو شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے خاندان کو اور علماء دیوبند کو کہ ان لوگوں نے ہندوستان ، پاکستان ، بنگلہ دیش ، افغانستان میں اسلام کی حفاظت کی ہے۔ یقین مانو اگر یہ لوگ نہ ہوتے تو ہمیں صحیح معنٰی میں کلمہ بھی نہ آتا۔اگر آتا بھی تو تمام بدعات میں آلود ہو کر آتا۔خاندان شاہ ولی اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ اور پھر علماء دیوبند کی شاخیں جہاں جہاں تھیں ، دہلی ، سہارن پور ، ڈھابیل وغیرہ میں ان حضرات نے بڑی محنت کی ہے ان حضرات کی خدمات کا اندازہ تو وہ آدمی لگا سکتا ہے جس کو دین کے ساتھ دلچسپی ہو۔تاریخ دیکھے پھر اسے معلوم ہوگا ورنہ ان حضرات کی خدمات کا علم نہیں ہو سکتا۔الحمدللہ! ان علاقوں میں لوگ مستحبات تک کو جانتے ہیں اور دوسرے علاقوں میں لوگوں کو فرائض کا بھی علم نہیں ہے اور یہاں علماء کرام کی محنت کے نتیجے میں ایسے لوگ بھی مستحب پر عمل کر کے حج عمرے کا ثواب کماتے ہیں۔صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھ کر درس سنتے ہیں سورج نکلنے کے پندرہ منٹ بعد اشراق پڑھ کر جاتے ہیں۔

ترمذی شریف میں حدیث ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھے اور بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہے (اور یہ بھی یاد رکھنا کہ محض ذکر سے

قرآن وحدیث کے سننے کا بہت زیادہ ثواب حاصل ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کی عادت ہے کہ ادھر قرآن کا درس ہورہا ہے اور وہ تسبیح گھمار ہے ہوتے ہیں ان کو کچھ سمجھ نہیں آتی۔ اپنی جگہ ذکر بھی بڑی چیز ہے مگر قرآن وحدیث کا سمجھنا بہت زیادہ ثواب ہے۔) جب سورج طلوع ہوجائے تو دو رکعت اشراق کی پڑھے تو اس کو پورے حج اور عمرے کا ثواب ملتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تَـامَّـه تَـامَّـه تَـامَّـه پورے حج عمرے کا، پورے حج عمرے کا، پورے حج عمرے کا۔ امام ترمذیؒ یہ حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں حَدِیْثٌ حَسَنٌ ۔ الحمدللہ! یہ اکابر کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ ہمارے علاقے میں ایسے لوگ بھی ہیں جو مستحبات کی بھی پابندی کرتے ہیں۔

یاجوج ماجوج یافثؒ کی اولاد ہیں :

تو یاجوج ماجوج حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے حضرت یافثؒ کی اولاد میں سے ہیں قیامت کے قریب جب یہ کھولے جائیں گے تو حالات ایسے پیدا ہوجائیں گے کہ مسلمانوں اور عیسائیوں کا آپس میں اتحاد ہوگا ان کا ایک بلاک بنے گا۔ عیسائی دل سے صاف نہیں ہونگے وہ مسلمانوں کو قربانی کا بکرا بنائیں گے پھر ان کی ان کے ساتھ لڑائی ہوگی۔ کسی غلط فہمی میں نہ رہنا کہ روس اس وقت مغلوب ہوگیا ہے ختم ہوگیا ہے ایک وقت آئے گا دو بلاک بنیں گے ایک روسی اور ایک امریکی۔ پھر ان کی آپس میں لڑائی ہوگی اور مسلمان بھی پیش پیش ہونگے۔

یاجوج ماجوج کی آمد پر عیسائیوں اور مسلمانوں کے حالات :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک اونچی جگہ اور علاقہ ہوگا بڑا ٹھنڈا، وہاں باغات ہونگے اس علاقے میں مسلمان اور عیسائی اکٹھے ہونگے مسلمان کہیں گے اسلام کی وجہ سے فتح

ہوئی ہے اور عیسائی کہیں گے صلیب کی وجہ سے فتح ہوئی ہے اور آپس میں لڑ پڑیں گے۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ عیسائی مسلمانوں کے خلاف اسّی (۸۰) ڈویژن فوج استعمال کریں گے۔ جب مطلب نکل جائے گا تو پھر یہ حال ہوگا۔

دیکھو! طالبان جب روس کیخلاف لڑ رہے تھے تو مجاہد تھے، حریت پسند تھے جب امریکہ کا مقصد پورا ہوگیا تو اب وہ دہشت گرد ہیں ان پر مقدمات چلتے ہیں اور وہ جیلوں میں بند ہیں۔ ابھی سینکڑوں کی تعداد میں بحرین، کویت اور سعودیہ کی جیلوں میں پڑے ہیں یہ امریکی خبیث قوم ہے اور یہ سب کچھ دیکھ کر بھی ہماری آنکھیں نہیں کھلتی۔ او بے حیا حکمرانو! تم سے زیادہ بے حیا اور بے غیرت کون ہے کہ ابھی تک ان کے دم چھلا بنے ہوئے ہو جو وہ کہتا ہے کرتے ہو۔ اس وقت بھی یہاں ہماری حکومت نہیں ہے امریکہ کی ہے ہمارا صرف نام ہے ہم اس کے اشارے کے بغیر شلوار قمیص، کوٹ نہیں بدل سکتے۔ میں عوام کی بات نہیں کر رہا حکمران طبقے کی بات کر رہا ہوں۔ تو فرمایا جب یاجوج ماجوج کھولے جائیں گے ہر ٹیلے سے نیچے پھسلتے ہونگے وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ اور قریب ہوگا وعدہ سچا فَاِذَا هِيَ پس قصہ یہ ہوگا شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا کھلی رہ جائیں گی آنکھیں ان لوگوں کی جو کافر ہیں۔ جب رب تعالیٰ کی طرف سے عذاب آئے گا تو آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی اور کہیں گے يٰوَيْلَنَا ہائے ہماری خرابی قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا تحقیق ہم غفلت میں تھے اس چیز کے بارے میں بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ بلکہ ہم ظالم تھے۔ جب قیامت قائم ہوگی اور رب تعالیٰ کی طرف لوٹائے جائیں گے تو پھر ایسے ہی واویلا کریں گے۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ بیشک تم اور جن کی تم عبادت کرتے ہو اللہ تعالیٰ سے ورے ورے حَصَبُ جَهَنَّمَ جہنم کا ایندھن اور

بالن ہونگے اَنۡتُمۡ لَهَا وَارِدُوۡنَ اور تم اس دوزخ میں داخل ہونے والے ہو لَوۡ كَانَ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً اگر ہوتے یہ معبود، مشکل کشا، حاجت روا، فریادرس، دستگیر تو مَّا وَرَدُوۡهَا نہ وارد ہوتے دوزخ میں۔ نہ تم دوزخ میں داخل ہوتے اور نہ تمہارے معبود داخل ہوتے وَكُلٌّ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ سب کے سب اس دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔ لَهُمۡ فِيۡهَا زَفِيۡرٌ ان کے لیے اس دوزخ میں آواز ہوگی گدھے کی وَّهُمۡ فِيۡهَا لَا يَسۡمَعُوۡنَ اور وہ اس دوزخ میں سنیں گے نہیں۔ آوازیں اتنی ہونگی کہ ایک دوسرے کی نہیں سنیں گے۔

نیک لوگ جہنم سے بچالیے جائیں گے :

جس وقت یہ آیتیں نازل ہوئیں تو عبداللہ ابن زبعریٰ کی جو بڑا منہ پھٹ اور پروپیگنڈے کا ماہر تھا بعد میں ﷺ ہو گیا تھا اللہ تعالیٰ کی توفیق سے۔ کہنے لگا دیکھو جی! محمد ﷺ فرماتے ہیں کہ تم بھی اور جن کی تم عبادت کرتے ہو سب کے سب دوزخ میں جاؤ گے تو عبادت تو عزیر علیہ السلام کی بھی ہوئی ہے، مسیح علیہ السلام کی بھی ہوئی ہے، فرشتوں کی بھی ہوئی ہے تو پھر ایسے دوزخ میں جانے کا تو کوئی حرج نہیں ہے جس میں یہ سارے ہونگے۔ اس کا جواب کل کی آیات میں آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ سَبَقَتۡ لَہُمۡ مِّنَّا الۡحُسۡنٰۤی ۙ اُولٰٓئِکَ عَنۡہَا مُبۡعَدُوۡنَ ﴿۱۰۱﴾ لَا یَسۡمَعُوۡنَ حَسِیۡسَہَا ۚ وَ ہُمۡ فِیۡ مَا اشۡتَہَتۡ اَنۡفُسُہُمۡ خٰلِدُوۡنَ ﴿۱۰۲﴾ لَا یَحۡزُنُہُمُ الۡفَزَعُ الۡاَکۡبَرُ وَ تَتَلَقّٰہُمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ ؕ ہٰذَا یَوۡمُکُمُ الَّذِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ ﴿۱۰۳﴾ یَوۡمَ نَطۡوِی السَّمَآءَ کَطَیِّ السِّجِلِّ لِلۡکُتُبِ ؕ کَمَا بَدَاۡنَاۤ اَوَّلَ خَلۡقٍ نُّعِیۡدُہٗ ؕ وَعۡدًا عَلَیۡنَا ؕ اِنَّا کُنَّا فٰعِلِیۡنَ ﴿۱۰۴﴾ وَ لَقَدۡ کَتَبۡنَا فِی الزَّبُوۡرِ مِنۡۢ بَعۡدِ الذِّکۡرِ اَنَّ الۡاَرۡضَ یَرِثُہَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوۡنَ ﴿۱۰۵﴾ اِنَّ فِیۡ ہٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوۡمٍ عٰبِدِیۡنَ ﴿۱۰۶﴾ؕ وَ مَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۰۷﴾ قُلۡ اِنَّمَا یُوۡحٰۤی اِلَیَّ اَنَّمَاۤ اِلٰـہُکُمۡ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ۚ فَہَلۡ اَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ ﴿۱۰۸﴾ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَقُلۡ اٰذَنۡتُکُمۡ عَلٰی سَوَآءٍ ؕ وَ اِنۡ اَدۡرِیۡۤ اَقَرِیۡبٌ اَمۡ بَعِیۡدٌ مَّا تُوۡعَدُوۡنَ ﴿۱۰۹﴾ اِنَّہٗ یَعۡلَمُ الۡجَہۡرَ مِنَ الۡقَوۡلِ وَ یَعۡلَمُ مَا تَکۡتُمُوۡنَ ﴿۱۱۰﴾ وَ اِنۡ اَدۡرِیۡ لَعَلَّہٗ فِتۡنَۃٌ لَّکُمۡ وَ مَتَاعٌ اِلٰی حِیۡنٍ ﴿۱۱۱﴾ قٰلَ رَبِّ احۡکُمۡ بِالۡحَقِّ ؕ وَ رَبُّنَا الرَّحۡمٰنُ الۡمُسۡتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوۡنَ ﴿۱۱۲﴾ؒ ع ۷

اِنَّ الَّذِیۡنَ بیشک وہ لوگ سَبَقَتۡ لَہُمۡ کہ طے ہوچکی ہے ان کے لیے مِّنَّا ہماری طرف سے الۡحُسۡنٰی بھلائی اُولٰٓئِکَ عَنۡہَا وہ لوگ اس دوزخ سے مُبۡعَدُوۡنَ دور رکھے جائیں گے لَا یَسۡمَعُوۡنَ وہ نہیں سنیں گے حَسِیۡسَہَا اس

کی آہٹ وَهُمْ فِيْ مَا اور وہ اس چیز میں اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ جس میں ان کے نفس چاہیں گے خٰلِدُوْنَ ہمیشہ رہیں گے لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ نہیں غم میں ڈالے گی ان کو بڑی پریشانی وَتَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اور ملیں گے ان سے فرشتے اور کہیں گے هٰذَا يَوْمُكُمُ یہ تمہارا دن ہے الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ جس دن ہم لپیٹیں گے آسمان کو كَطَيِّ السِّجِلِّ جیسے لپیٹا جاتا ہے بستہ لِلْكُتُبِ کتابوں پر كَمَا بَدَاْنَا جیسا کہ ہم نے پیدا کیا اَوَّلَ خَلْقٍ ابتداءً مخلوق کو نُعِيْدُهٗ ہم لوٹائیں گے وَعْدًا عَلَيْنَا وعدہ ہے ہمارے ذمے اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ بیشک ہم کرنے والے ہیں وَلَقَدْ كَتَبْنَا اور البتہ تحقیق ہم نے لکھ دیا ہے فِي الزَّبُوْرِ زبور میں مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ نصیحت کے بعد اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا بیشک زمین کے وارث ہونگے عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ میرے نیک بندے اِنَّ فِيْ هٰذَا بیشک اس میں لَبَلٰغًا البتہ پہنچا دینا ہے لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ اس قوم کے لیے جو عبادت کرنے والے ہیں وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ مگر رحمت کرتے ہوئے جہان والوں کے لیے قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّمَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ پختہ بات ہے یہ وحی کی گئی ہے میری طرف اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ پختہ بات ہے الٰہ تمہارا اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ایک ہی الٰہ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ پس کیا تم مسلمان ہونا چاہتے ہو فَاِنْ تَوَلَّوْا پس اگر وہ پھر جائیں فَقُلْ تو آپ کہہ دیں اٰذَنْتُكُمْ میں نے خبردار کر دیا

ہے تم کو عَلٰی سَوَآءٍ برابری پر وَاِنْ اَدْرِیْٓ اور میں نہیں جانتا اَقَرِیْبٌ کیا قریب ہے اَمْ بَعِیْدٌ یا دور ہے مَّا تُوْعَدُوْنَ وہ چیز جس کا وعدہ کیا جارہا ہے تمہارے ساتھ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ بیشک رب ہی جانتا ہے ظاہری مِنَ الْقَوْلِ بات کو وَيَعْلَمُ اور جانتا ہے مَا تَكْتُمُوْنَ وہ چیز جو تم چھپاتے ہو وَاِنْ اَدْرِیْ اور میں نہیں جانتا لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ شاید کہ آزمائش ہو لَّكُمْ تمہارے لیے وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ اور فائدہ ہے ایک وقت تک قٰلَ پیغمبر علیہ السلام نے کہا رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ اے پروردگار فیصلہ کردے حق کیساتھ وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ اور ہمارا رب رحمٰن ہے الْمُسْتَعَانُ جس سے مدد طلب کی جاتی ہے عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ان باتوں پر جو تم بیان کرتے ہو۔

کل کے سبق میں تم نے پڑھا اور سنا کہ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ بیشک تم اور جن کی تم اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے عبادت کرتے ہو وہ جہنم کا ایندھن ہیں۔ اس پر عبداللہ ابن زبعریٰ جو بڑا زبان آور، سینہ زور اور پروپیگنڈا کرنے والا آدمی تھا اس نے مکہ مکرمہ میں پروپیگنڈا شروع کردیا کہ دیکھو! ایک طرف تو محمد ﷺ کہتے ہیں کہ تم عزیر علیہ السلام کی عبادت کرتے ہو، عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت کرتے ہو، فرشتوں کی عبادت کرتے ہو، پیغمبروں اور نیکوں کی عبادت کرتے ہو اور دوسری طرف کہتے ہیں کہ تم بھی اور تمہارے معبود بھی سب دوزخ میں جائیں گے۔ پھر تو مزے ہوگئے کہ عزیر علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام بھی ہمارے ساتھ دوزخ میں ہونگے۔ تو اس پروپیگنڈے کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَھُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤی بیشک وہ لوگ جن کے لیے طے ہو چکی ہے ہماری طرف سے بھلائی اُولٰٓئِکَ عَنْھَا مُبْعَدُوْنَ وہ لوگ اس دوزخ سے دور رکھے جائیں گے۔ کیونکہ وہ نہ تو اس پر راضی تھے اور نہ ہی انہوں نے اپنی عبادت کرنے کا کہا ہے۔ حضرت عزیر علیہ السلام نے کب فرمایا ہے کہ میری عبادت کرو؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کب کہا ہے کہ میری عبادت کرو، فرشتوں نے کب کہا ہے؟ یہ تو اللہ تعالیٰ کے مقبول اور پیارے بندے ہیں اور وہ معبود جنہوں نے اپنی عبادت کروائی ہے، شرک کروایا ہے اور اس پر راضی تھے وہ جہنم میں جائیں گے اور انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظامؒ تو دوزخ سے دور رکھے جائیں گے لَا یَسْمَعُوْنَ حَسِیْسَھَا وہ نہیں سنیں گے دوزخ کی آہٹ، چھوں چھوں۔ تنور یا بھٹی کی آگ تیز ہو تو شوں شوں کی آواز آتی ہے اور جہنم کی آگ تو بڑی تیز ہوگی۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ نہیں سنیں گے جہنم کی آگ کی شوں شوں، اتنے دور ہونگے۔ اور ہونگے کہاں؟ وَھُمْ فِیْ مَا اشْتَھَتْ اَنْفُسُھُمْ اور وہ ان خوشیوں میں ہونگے جو ان کے نفس چاہیں گے خٰلِدُوْنَ ہمیشہ رہیں گے۔ تم خلط مبحث نہ کرو اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو پیارے پیغمبروں کو معبودان باطلہ کیساتھ نہ جوڑو۔

بزرگوں نے کبھی شرک کی تعلیم نہیں دی :

ان بزرگوں نے توحید بتلائی اور سکھائی ہے، رب تعالیٰ کا دین سکھایا ہے۔ یہ تو پچھلوں کی بے وقوفی ہے کہ انہوں نے ان کو رب بنا لیا ہے بزرگوں کا تو کوئی قصور نہیں ہے۔ یہ پاکستان، ہندوستان میں جتنے بزرگ ہیں اصل اسلام تو انہوں نے پہنچایا ہے بادشاہوں نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔ ان بزرگوں کی بڑی علمی دینی خدمات ہیں بڑے کارنامے ہیں لیکن بعد والوں نے گڑ بڑ کی ہے اور ان کی قبروں کو شرک گڑھ (شرک کا مرکز) بنا دیا

ہے۔ آپ لاہور جا کر دیکھیں سید علی ہجویریؒ کی قبر کو جس کو لوگ داتا دربار کہتے ہیں وہاں کتنا شرک ہو رہا ہے اور بدعات ہو رہی ہیں حالانکہ یہ بزرگ ان چیزوں کو مٹانے کے لیے آئے تھے نہ کہ پھیلانے کے لیے۔

فرمایا لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ نہیں غم میں ڈالے گی ان کو بڑی پریشانی، بڑی گھبراہٹ۔ وہ بڑی گھبراہٹ اس وقت ہوگی جب رب تعالیٰ کی عدالت سے فیصلہ ہوگا کہ مجرموں کو دوزخ میں ڈالو اور سب مجرموں کو سب کے سامنے دوزخ میں پھینکا جائے گا تو اس وقت اللہ تعالیٰ ان کو پریشانی سے بچائے گا۔ کیونکہ کسی کو آگ میں پھینکا جائے تو دیکھنے والوں کے بھی ہوش وحواس اڑ جاتے ہیں۔ وَتَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اور ان کے ساتھ فرشتے ملاقات کریں گے اور کہیں گے هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ یہ تمہارا وہ دن ہے جس کا تمہارے ساتھ وعدہ کیا گیا تھا۔ وہاں فرشتے ان سے عقیدت کے ساتھ پیش آئیں گے، سلام کریں گے اور مبارک باد پیش کریں گے۔ یہ لوگ جس وقت جنت کے قریب چلیں جائیں گے تو وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ [زمر:۷۳] ''اور کہیں گے ان کو داروغے سلام ہو تم پر خوش رہو فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ داخل ہو جاؤ جنت میں ہمیشہ رہنے کیلئے۔'' تو اللہ تعالیٰ کے نیک بندے دوزخ سے دور کر دیئے جائیں گے۔

کافر کہتے تھے جب قیامت آئے گی تو یہ اتنے بڑے بڑے پہاڑ کہاں جائیں گے یہ آسمان کہاں جائیں گے؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ جس دن ہم لپیٹیں گے آسمان کو، آسمان کو اکٹھا کریں گے جیسے بستے کو اکٹھا کیا جاتا ہے لِلْكُتُبِ کتابوں پر۔ تو جس طرح پڑھنے کے بعد کتابوں کو بستے میں لپیٹ دیتے ہو ایسے ہی سات آسمانوں کو لپیٹ دیں گے۔ سورۃ الکھف آیت نمبر ۴۷ میں ہے وَيَوْمَ نُسَيِّرُ

الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ''اور جس دن ہم چلائیں گے پہاڑوں کو دیکھے گا تو زمین کو بالکل کھلی ہوئی۔'' اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی کام مشکل نہیں ہے۔ فرمایا کَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ جس طرح ہم نے پیدا کیا مخلوق کو پہلے، ہم لوٹائیں گے اسکو۔ پیدا ہونے کا تو کوئی انکار نہیں کرتا تھا کیونکہ ہر روز پیدا ہوتے اور مرتے دیکھتے تھے۔

مشرک قیامت کے منکر تھے :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جس طرح ہم نے تمہیں پہلی دفعہ پیدا کیا ہے اس طرح دوبارہ بھی لوٹائیں گے مشرک قیامت کے بڑے منکر تھے۔ ایک دفعہ ابوجہل یا عقبہ ابن ابی معیط پرانی کھوپڑی رومال میں لپیٹ کر لایا آنحضرت ﷺ کے پاس۔ کہنے لگا اے محمد ﷺ! اس ہڈی کو ہاتھ لگا کر ذرا دیکھیں۔ آپ ﷺ نے ہاتھ لگایا چونکہ بالکل بوسیدہ تھی ریزہ ریزہ ہو کر بکھرنے لگ گئی۔ قہقہہ لگا کر کہنے لگا مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ''ان بوسیدہ ہڈیوں میں کون جان ڈالے گا ان کو کون زندہ کرے گا؟'' فرمایا قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ [سورۃ یٰسین] ''آپ فرمادیں ان کو وہ زندہ کرے گا جس نے ان کو پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے۔'' وہ پیدا کرے گا جس نے حقیر قطرے سے پیدا کیا ہے، وہ پیدا کرے گا جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے۔ فرمایا وَعْدًا عَلَيْنَا اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ وعدہ ہے ہمارے ذمے بیشک ہم کرنے والے ہیں۔ تم ہماری قدرت کو نہیں مانتے اور یاد رکھنا! وہ رب تعالیٰ کی ذات کے منکر نہیں تھے۔ وہ رب تعالیٰ کو مالک، خالق، رازق اور تمام اختیارات کا مالک مانتے تھے۔ سورۃ المومنون آیت نمبر ۸۸ میں ہے قُلْ آپ ان سے کہہ دیں مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ ''کون ہے جس کے قبضہ قدرت میں ہے اختیار ہر چیز کا وَهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں

پناہ نہیں دی جاسکتی اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اگر ہوتم جانتے سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ تو یہ کہیں گے اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔'' کہتے تھے ہر چیز کا کنٹرول تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے ہاں جزوی اختیارات بزرگوں کو دیئے ہوئے ہیں۔ خدائی صفات بزرگوں کے لیے ثابت کرتے تھے۔

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ اور البتہ تحقیق ہم نے لکھ دیا ہے زبور میں۔ زبور اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو عطا فرمائی تھی چنانچہ سورۃ النساء میں ہے وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ''اور داؤد علیہ السلام کو ہم نے زبور عطا کی۔'' مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ نصیحت کے بعد۔ پہلے ہم نے نصیحت کی حق کی باتیں بتلائیں پھر یہ بات سمجھائی کہ جو نصائح کو قبول کریں گے اور ان پر عمل کریں گے تو اس کا نتیجہ ہوگا اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ بیشک زمین کے وارث ہونگے میرے نیک بندے۔ اس زمین کی اللہ تعالیٰ نے خود قرآن پاک میں وضاحت فرمائی ہے وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا [زمر:۷۳] ''اور چلائے جائیں گے وہ لوگ جو ڈرتے ہیں اپنے پروردگار سے جنت کی طرف گروہ در گروہ حَتّٰى اِذَا جَآءُوْهَا یہاں تک کہ وہ جنت کے پاس پہنچیں گے وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا اور کھولے جائیں گے اس کے دروازے وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا اور کہیں گے ان کو داروغے اس کے سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ سلامتی ہو تم پر خوش رہو فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ پس داخل ہو جاؤ جنت میں ہمیشہ رہنے والے وَقَالُوْا اور جنتی کہیں گے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے صَدَقَنَا وَعْدَهٗ جس نے سچا کیا ہمارے ساتھ اپنا وعدہ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ اور ہمیں وارث بنایا زمین کا نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ ہم ٹھکانا پکڑتے ہیں جنت میں حَيْثُ نَشَآءُ جہاں بھی چاہیں فَنِعْمَ اَجْرُ

الْعٰلِمِیْنَ پس کیا اچھا بدلہ ہے عمل کرنے والوں کا۔'' تو اللہ تعالیٰ نے نیک بندوں کے ساتھ جنت کی زمین کی وراثت کا وعدہ کیا تھا اور وہ پورا کر دیا ہے۔ اب باطل پرستوں نے جو عجیب قسم کی ٹھوکریں کھائی ہیں وہ بھی سن لیں۔

وراثتِ ارضی سے مراد جنت کی وراثت ہے :

ایک تھا علامہ عنایت اللہ مشرقی۔ اس کی کئی کتابیں ہیں ''تذکرہ'' اور ''مقالات'' اور ''مولوی کا غلط مذہب نمبر ا، نمبر ۲ سے لے کر چودہ نمبر'' تک لکھی ہیں کہ مولوی کا مذہب غلط ہے اور میرا اور میرے ساتھیوں کا مذہب صحیح ہے۔ میں نے اس کے ''تذکرہ'' میں اس آیت کے متعلق پڑھا جو اس نے لکھا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ دیکھو! قرآن کہتا ہے کہ نیک لوگ زمین کے وارث ہونگے اور اس وقت زمین کی وراثت تو برطانیہ، روس، امریکہ اور فرانس کے پاس ہے لہٰذا از روئے قرآن یہ مومن اور نیک ہوئے اور یہ جو اپنے آپ کو مومن اور نیک کہتے ہیں اُولٰئِکَ هُمُ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا ''یہی پکے کافر ہیں۔'' کیونکہ ان کے پاس کوئی حکومت نہیں ہے۔ اس لیے میں نے آپ حضرات کو قرآن کریم سورہ زمر کی آیت نمبر ۷۴ نکال کر دکھا دی ہے کہ وراثت ارضی سے مراد اس دنیا والی زمین کی وراثت مراد نہیں ہے بلکہ اس سے جنت کی زمین مراد ہے۔ تا کہ آپ حضرات اس قسم کے باطل پرستوں کے دھوکے میں نہ آئیں۔ تو علامہ مشرقی نے چودہ رسالے نکالے کہ مولوی کا مذہب غلط ہے۔ یہ سب اسلام کے دشمن ہیں اور میری نصیحت کو یاد رکھنا! بھولنا نہ۔ کسی نہ کسی روحانی شخصیت کے ساتھ تعلق جوڑے رکھنا۔ جس شخص کا کسی روحانیت والے بزرگ کے ساتھ تعلق نہیں ہوتا اور جس نے کسی بزرگ کے جوتے نہیں اٹھائے اور ان کے پاؤں نہیں پکڑے وہ ٹھوکریں کھاتا ہے اسلام کے سمجھنے میں۔ اس کو اسلام سمجھ نہیں آتا چاہے کوئی بھی ہو۔

مودودی صاحب نے قدم قدم پر ٹھوکریں کھائیں :

یہی حال مودودی صاحب کا ہے کہ اس نے قدم قدم پر ٹھوکریں کھائی ہیں کچھ کا کچھ کہہ گیا ہے۔ یقین جانو! ہم قرآن کے سمجھنے میں صحابہ کرام ﷺ کے محتاج ہیں، تابعین اور تبع تابعین کے محتاج ہیں، فقہاء کرام اور محدثین عظام کے محتاج ہیں بزرگان دین کے محتاج ہیں۔ از خود کوئی قرآن نہیں سمجھ سکتا چاہے کتنا ہی لائق کیوں نہ ہو۔ الحمدللہ! ثم الحمدللہ! اٹھارہ سال میں نے پڑھا ہے اور چھپن (۵۶) سال مجھے پڑھاتے ہوئے ہو گئے ہیں مگر اب بھی دین کی پوری سمجھ نہیں ہے۔ بزرگوں کے دامن میں آتے ہیں ان کے قدم پکڑتے ہیں تو پھر سمجھ آتی ہے پتا چلتا ہے اور آج چار جماعتیں پڑھ کر صحافی بن جاتا ہے، مجتہد بن جاتا ہے، مجتہد کا بیٹا بن جاتا ہے اور قرآن وحدیث کو لتاڑتا پھرتا ہے۔ دین ایسی چیز نہیں ہے کہ جس میں اپنی رائے کو دخل دیا جائے۔ اپنی رائے پر کبھی بھی اعتماد نہ کرنا گمراہ ہو جاؤ گے۔ دین کے سمجھنے میں بزرگوں پر اعتماد کرنا ہے۔

تو زمین سے مراد جنت کی زمین ہے دنیا کی زمین مراد نہیں ہے۔ فرمایا اِنَّ فِیْ هٰذَا لَبَلٰغًا بیشک اس میں البتہ پہنچا دینا ہے۔ اس قرآن کریم کے ذریعے ہم نے بات پہنچا دی ہے لِّقَوْمٍ عٰبِدِیْنَ اس قوم کے لیے جو عبادت کرنے والی ہیں۔ فرمایا وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اے نبی کریم ﷺ! ہم نے نہیں بھیجا آپ کو اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ مگر رحم کرتے ہوئے جہان والوں پر۔ ہم نے جہان والوں پر رحمت کی ہے کہ آپ جیسا پیغمبر ہم نے ان کو عطا کیا ہے۔ قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّمَا یُوْحٰی اِلَیَّ پختہ بات ہے میری طرف وحی کی جاتی ہے اَنَّمَآ اِلٰهُکُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ پختہ بات ہے الٰہ تمہارا ایک ہی الٰہ ہے، معبود تمہارا ایک ہی معبود ہے فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ پس کیا تم مسلمان ہونا چاہتے ہو، اسلام

لاتے ہو، حق کو مانتے ہو فَاِنۡ تَوَلَّوۡا پس اگر وہ پھر جائیں فَقُلۡ اٰذَنۡتُكُمۡ عَلٰى سَوَآءٍ پس آپ کہہ دیں میں نے خبردار کر دیا ہے برابری پر۔ برابری کا معنیٰ سمجھو۔ برابری کا معنیٰ یہ ہے کہ جس طرح میں جانتا ہوں کہ رب تعالیٰ کے سوا کوئی اور الٰہ اور معبود نہیں ہے اسی طرح میں نے تمہیں بھی بتلا دیا واضح اور صاف لفظوں میں کہ رب تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود اور الٰہ نہیں ہے الٰہ صرف ایک ہے۔ اب میرے بتلانے کے بعد تمہیں بھی علم ہو گیا کہ الٰہ صرف ایک ہے۔ تو اس جاننے میں ہم برابر ہیں مانو یا نہ مانو وہ تمہاری مرضی ہے۔

وَ اِنۡ اَدۡرِىۡۤ اور میں نہیں جانتا اَ قَرِيۡبٌ اَمۡ بَعِيۡدٌ مَّا تُوۡعَدُوۡنَ کیا قریب ہے یا بعید ہے وہ چیز وہ عذاب جس کا وعدہ کیا جا رہا ہے تمہارے ساتھ۔ جس عذاب کی دھمکی میں تمہیں دیتا ہوں اس کے متعلق مجھے معلوم نہیں ہے کہ وہ دور ہے یا نزدیک ہے اِنَّهٗ يَعۡلَمُ الۡجَهۡرَ مِنَ الۡقَوۡلِ بیشک رب ہی جانتا ہے ظاہری بات کو کھلی بات کو وَيَعۡلَمُ مَا تَكۡتُمُوۡنَ اور جانتا ہے وہ چیز جس کو تم چھپاتے ہو۔ ظاہر باطن کو جاننے والا صرف پروردگار ہے علیم بذات الصّدور صرف اللہ تعالیٰ ہے، عالم الغیب والشہادہ صرف پروردگار ہے میں تو اس کا رسول ہوں اس کا بھیجا ہوا ہوں وَاِنۡ اَدۡرِىۡ اور میں نہیں جانتا لَعَلَّهٗ فِتۡنَةٌ لَّكُمۡ شاید کہ تمہارے لیے بڑی آزمائش ہو۔ جو عذاب آئے گا وہ معمولی چیز تو نہیں ہوگی اور قیامت کوئی معمولی چیز تو نہیں ہے وَالسَّاعَةُ اَدۡهٰى وَاَمَرُّ [سورۃ القمر] ''اور قیامت بڑی دہشت ناک اور بڑی کڑوی چیز ہے۔'' جب برپا ہوگی تو معلوم ہوگی وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيۡنٍ اور فائدہ ہے ایک وقت تک۔ دنیا میں کتنا کھا پی لوگے، کب تک زندہ رہوگے؟ دس سال، بیس سال، سو سال، آخر مرنا ہے۔

قٰلَ فرمایا اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے رَبِّ احۡكُمۡ بِالۡحَقِّ اے پروردگار! فیصلہ کر

دے حق کے ساتھ۔ میں ان کو حق سنا اور سمجھا چکا ہوں مگر یہ ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ اور ہمارا رب ہی رحمٰن ہے جس سے مدد طلب کی جاتی ہے عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ ان چیزوں پر، ان باتوں پر جو تم بیان کرتے ہو۔ مجنوں کہتے ہو، جادوگر کہتے ہو، کاہن اور شاعر کہتے ہو، جو تمہارے منہ میں آتا ہے کہتے ہو۔ ان سب چیزوں کے خلاف ہم رب ہی سے مدد مانگتے ہیں وہی ہمارا مستعان ہے۔

آج بروز سوموار ۲۰ جمادی الثانی ۱۴۳۲ھ بمطابق ۲۴ رمئی ۲۰۱۱ء کو

سورۃ الانبیاء مکمل ہوئی۔

والحمد للّٰہ علی ذلک

(مولانا) محمد نواز بلوچ

مہتمم : مدرسہ ریحان المدارس جناح روڈ گوجرانوالہ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سورۃ الحج

(مکمل)

جلد............۱۳

سُوْرَةُ الْحَجِّ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانٌ وَّسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّعَشْرُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِيْمٌ ① يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰی وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰی وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ② وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِی اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ ③ كُتِبَ عَلَيْهِ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَيَهْدِيْهِ اِلٰی عَذَابِ السَّعِيْرِ ④ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ۗ وَنُقِرُّ فِی الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰی وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓی اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا ۗ وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ⑤ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّهٗ يُحْیِ الْمَوْتٰی وَاَنَّهٗ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ⑥

يَـٰٓأَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو! اتَّقُوا رَبَّكُمْ ڈرو تم اپنے پروردگار سے إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ بے شک قیامت کا زلزلہ شَيْءٌ عَظِيمٌ بڑی چیز ہے يَوْمَ تَرَوْنَهَا جس دن تم دیکھو گے زلزلے کو تَذْهَلُ غافل ہو جائے گی كُلُّ مُرْضِعَةٍ ہر دودھ پلانے والی عَمَّآ أَرْضَعَتْ اس بچے سے جس کو وہ دودھ پلا رہی ہوگی وَتَضَعُ اور ڈال دے گی كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ ہر حمل والی حَمْلَهَا اپنے حمل کو وَ تَرَى النَّاسَ سُكَـٰرَىٰ اور آپ دیکھیں گے لوگوں کو نشے میں وَمَا هُم بِسُكَـٰرَىٰ حالانکہ وہ نشے میں نہیں ہونگے وَلَـٰكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ اور لیکن اللہ تعالیٰ کا عذاب سخت ہوگا وَمِنَ النَّاسِ اور لوگوں میں بعض مَن وہ ہیں يُجَادِلُ فِي اللَّهِ جو جھگڑا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں بِغَيْرِ عِلْمٍ علم کے بغیر وَيَتَّبِعُ اور پیروی کرتے ہیں كُلَّ شَيْطَـٰنٍ مَّرِيدٍ ہر شیطان کی جو مردود ہے كُتِبَ عَلَيْهِ اس پر لکھ دیا گیا ہے أَنَّهُ مَن تَوَلَّاهُ کہ بیشک شان یہ ہے کہ جس نے دوستی کی شیطان سے فَأَنَّهُ يُضِلُّهُ پس بیشک وہ اس کو بہکاتا ہے وَيَهْدِيهِ اور اس کی راہنمائی کرتا ہے إِلَىٰ عَذَابِ السَّعِيرِ شعلے مارنے والی آگ کے عذاب کی طرف يَـٰٓأَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو إِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ اگر ہو تم شک میں مِّنَ الْبَعْثِ اُٹھ کر کھڑے ہونے میں فَإِنَّا خَلَقْنَـٰكُم پس بیشک ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے مِّن تُرَابٍ مٹی سے ثُمَّ مِن نُّطْفَةٍ پھر نطفے سے ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ پھر جمے ہوئے خون سے ثُمَّ مِن مُّضْغَةٍ پھر گوشت کے ٹکڑے سے مُّخَلَّقَةٍ جو

پوری ہے وَّغَیْرِ مُخَلَّقَةٍ اور جو ادھوری ہے لِّنُبَیِّنَ لَكُمْ تاکہ ہم بیان کریں تمہارے سامنے وَ نُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ اور ہم ٹھہراتے ہیں رحموں میں مَا نَشَآءُ جو ہم چاہتے ہیں اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ایک مدت مقرر تک ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ پھر ہم نکالتے ہیں تم کو طِفْلًا بچپن کی حالت میں ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا پھر تاکہ تم پہنچ جاؤ اَشُدَّكُمْ اپنی قوت اور جوانی کو وَمِنْكُمْ اور تم میں سے بعض مَّنْ وہ ہیں یُّتَوَفّٰى جو فوت ہو جاتے ہیں جوانی میں وَ مِنْكُمْ اور بعضے وہ ہیں مَّنْ یُّرَدُّ جو لوٹائے جاتے ہیں اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ نکمی عمر کی طرف لِكَیْلَا یَعْلَمَ تاکہ نہ جانے وہ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَیْئًا علم کے بعد کچھ بھی وَتَرَى الْاَرْضَ اور آپ دیکھتے ہیں زمین کو هَامِدَةً دبی ہوئی فَاِذَآ اَنْزَلْنَا پس جب ہم نازل کرتے ہیں عَلَیْهَا الْمَآءَ اس زمین پر بارش اهْتَزَّتْ وہ حرکت کرتی ہے وَرَبَتْ اور پھولتی ہے وَاَنْۢبَتَتْ اور اگاتی ہے مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِیْجٍ ہر قسم کی تروتازہ چیزیں ذٰلِكَ یہ بِاَنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ تعالیٰ هُوَ الْحَقُّ ہی حق ہے وَاَنَّهٗ یُحْیِ الْمَوْتٰى اور بیشک وہ مردوں کو زندہ کرے گا وَاَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اور بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

رب تعالیٰ سے ڈرنے کا مطلب :

اس سورۃ کا نام حج اس لیے ہے کہ اس میں حج کے کچھ مسائل بیان ہوئے ہیں۔ یہ سورت مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے ایک سو دو سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کے دس (۱۰) رکوع اور اٹھتر (۷۸) آیتیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے یَآ اَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو۔ رب تعالیٰ تو بڑا رحمٰن اور رحیم ہے اس سے ڈرنے کا کیا معنٰی ہے؟ اس کی ناراضی اور اس کے عذاب سے ڈرو اس کی مخالفت نہ کرو۔ اگر رب تعالیٰ کی مخالفت کرو گے تو عذاب میں مبتلا ہو گے اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ بے شک قیامت کا زلزلہ بڑی چیز ہے۔ یہ زلزلہ دو دفعہ ہوگا۔ ایک زلزلہ قیامت قائم ہونے سے پہلے ہوگا جیسے شدید قسم کے زلزلے آتے ہیں یہ ان سے بھی شدید ہوگا۔ اس زلزلے کے بعد سورج مغرب سے طلوع ہوگا اور صفا کی چٹان سے دابۃ الارض بیل کی طرح کا ایک جانور نکلے گا۔ قرآن پاک میں ہے کہ وہ لوگوں کے ساتھ گفتگو کرے گا اور لوگ اس کی بات سمجھیں گے۔ جس طرح اب میں تمہارے ساتھ بول رہا ہوں اور تم سمجھ رہے ہو اور لوگ اس کی باتوں پر یقین کریں گے۔ یہ اس بات کی دلیل ہوگی کہ لوگ انسانیت سے نکل کر حیوان ہو گئے ہیں۔ عربی کا مشہور مقولہ ہے......

اَلْجِنْسُ یَمِیْلُ اِلَی الْجِنْسِ

"جنس کو جنس کیساتھ بڑی محبت ہوتی ہے۔" ان کے پاس پیغمبر آئے پیغمبروں کے نائبین آئے، واعظین آئے، ان کو سمجھایا مگر انہوں نے ان کی بات نہیں مانی اور اب جانور کی بات مان رہے ہیں۔ تو انسان صفت نہیں رہیں گے۔ (مزید اس مقام پر تفسیر قرطبی اور تفسیر کبیر کا مطالعہ کرلیں۔ نواز بلوچ)

قیامت کے دن کی سختی کا ذکر :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یَوْمَ تَرَوْنَهَا جس دن تم دیکھو گے زلزلے کو۔ بعض فرماتے ہیں کہ ھا ضمیر زلزلے کی طرف لوٹتی ہے۔ تم اس زلزلے کو دیکھو گے۔ اور بعض فرماتے ہیں

کہ الساعۃ کی طرف لوٹتی ہے یعنی جب تم قیامت کو دیکھو گے۔ دونوں تفسیریں صحیح ہیں۔ فرمایا جب تم دیکھو گے اس قیامت کو تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ غافل ہو جائے گی ہر دودھ پلانے والی عَمَّآ اَرْضَعَتْ اس بچے سے جس کو وہ دودھ پلا رہی ہو گی۔ اللہ تعالیٰ نے ماؤں میں اولاد کے لیے بڑی شفقت اور محبت رکھی ہے۔ اگر یہ شفقت اور محبت نہ ہوتی تو بچوں کی کبھی تربیت نہیں ہو سکتی تھی۔ محبت کے بغیر کون پیشاب پاخانہ صاف کرتا ہے۔ ماں بیمار بھی ہو تو اس کو اپنے سے زیادہ بچوں کی فکر ہوتی ہے کہ بھوکے پیاسے نہ رہیں۔ مگر جب قیامت آئے گی تو دودھ پلانے والی اپنے بچے سے غافل ہو جائے گی کوئی دھیان نہیں ہو گا کہ بچہ کہاں ہے اپنی فکر ہو گی وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا اور ڈال دے گی ہر حمل والی اپنے حمل کو۔ ڈر اور افراتفری کی وجہ سے حمل گر جائے گا۔ قیامت کوئی آسان چیز نہیں ہے۔ نفخہ اولیٰ کے وقت بھی ایسے ہی ہو گا اور ثانیہ کے بعد بھی اسی طرح ہو گا کہ کسی کو کسی کا خیال نہیں ہو گا یہاں تک کہ ماں کو اپنے بچے کا خیال نہیں رہے گا۔ سورہ عبس پارہ نمبر تیس میں ہے يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ "جس دن بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹوں سے۔" کہ مجھ سے کوئی نیکی نہ مانگ لے۔ تفسیروں میں یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ مثلاً ایک آدمی کے پاس پچاس نیکیاں ہونگی اور پچاس بدیاں ہونگی ترازو کا پلہ مساوی ہو گا کسی طرف نہیں جھکے گا۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے اے بندے! ایک نیکی لاؤ تا کہ نیکیوں کا پلہ جھک جائے۔ پہلے تو وہ بڑا خوش ہو گا کہ ایک نیکی کیا ہے۔ وہ جائے گا اپنے دوستوں اور لنگوٹیے یاروں کے پاس اور کہے گا یارو! مجھے ایک نیکی دے دو تا کہ میری نیکیوں کا پلہ بھاری ہو جائے۔ وہ کہیں گے کہ پیچھے ہٹ جا ہم تجھے نیکی دے کر خود کہاں جائیں۔ پھر خیال آئے

گا کہ میرا بھائی ہوتا تھا وہ میرا بازو تھا اس کے پاس جاتا ہوں۔ بھائی کے پاس جائے گا وہ بھی انکار کر دے گا۔ پھر خیال کرے گا کہ میرا باپ مجھ پر بڑا شفیق اور مہربان تھا۔ باپ کے پاس جائے گا وہ بھی انکار کر دے گا۔ آخری مرحلہ یہ ہوگا کہ ماں کے پاس جائے گا کہ وہ مجھ سے بڑی شفقت اور پیار کرتی تھی۔ ماں کے سامنے کھڑا ہو کر کہے گا اَتَعْرِفُنِیْ ''کیا مجھ کو پہچانتی ہے میں کون ہوں؟'' وہ کہے گی ہاں پہچانتی ہوں تم میرے بیٹے ہو میں نے تجھے جنا ہے، پالا ہے۔ کہے گا امی! مجھے ایک نیکی دے دو۔ وہ کہے گی اِلَیْکَ عَنِّیْ ''میرے سے پیچھے ہٹ جا۔'' میں تجھے نیکی دے کر خود کہاں جاؤں؟ سارے میدان محشر میں سے ایک نیکی نہیں ملے گی اور جن کے لیے یہاں تم بڑے پاپڑ بیلتے ہو حلال حرام کی تمیز کیے بغیر الا ماشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے بھی ہیں ان کی بات نہیں ہو رہی عام لوگوں کی بات ہے وہ وہاں ایک نیکی بھی دینے کے لیے تیار نہیں ہونگے۔ وَتَرَی النَّاسَ سُکٰرٰی اور آپ دیکھیں گے لوگوں کو نشے میں۔ جیسے نشئی بدحواس ہوتے ہیں وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى حالانکہ وہ نشے میں نہیں ہونگے وَلٰکِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِیْدٌ اور لیکن اللہ تعالیٰ کا عذاب سخت ہوگا جس سے ایسے بدحواس ہونگے جیسے نشئی ہوتے ہیں وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰهِ اور لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جو جھگڑا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں۔ ایسے بہت سارے لوگ تھے جیسے نضر ابن حارث۔ یہ بڑا منہ پھٹ اور بیباک آدمی تھا اور عقبہ ابن ابی معیط اور ابوجہل وغیرہ یہ ایک دوسرے سے بڑھ کر آپ ﷺ کیساتھ بغض رکھتے تھے۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیتیں نضر ابن حارث کے بارے میں نازل ہوئی ہیں بِغَیْرِ عِلْمٍ بغیر علم کے رب کا شریک بناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لات، منات، عزّیٰ ہمارے کام کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رب تعالیٰ کی اولاد ہے فرشتے رب تعالیٰ کی بیٹیاں

ہیں، اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کا انکار کرتے ہیں اور ان کو ستاتے ہیں، قیامت کا انکار کرتے ہیں۔ یہ سب رب تعالیٰ کے احکام ہیں لہٰذا ان کے متعلق جھگڑا کرنا رب تعالیٰ کے بارے میں جھگڑا کرنا ہے۔ یہ مشرکوں کی بات ہے یہود ونصاریٰ بھی اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد تجویز کرتے ہیں۔ یہودیوں نے عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنایا اور عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنایا وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ اور پیروی کرتے ہیں ہر شیطان کی جو مردود ہے۔ اگر میم کا ضمہ ہو مُرِيْد تو اس کا معنیٰ ہے ارادہ کرنے والا۔ اور اگر میم کا فتح ہو مَـرِيْـد تو اس کا معنیٰ ہے پھٹکارا ہوا۔ ایسے لوگوں کے بارے میں رب کا فیصلہ لکھا ہوا ہے كُتِبَ عَلَيْهِ اس پر لکھ دیا گیا ہے۔ کیا لکھ دیا گیا ہے؟ فرمایا اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ بیشک شان یہ ہے کہ جس نے دوستی کی شیطان کیساتھ فَـاَنَّـهٗ يُضِـلُّـهٗ پس وہ شیطان اس کو بہکاتا ہے وَيَهْدِيْهِ اِلٰى عَـذَابِ السَّعِيْرِ اور اس کی راہنمائی کرتا ہے شعلے مارنے والی آگ کے عذاب کی طرف۔ شیطان کا یہی تو کام ہے کہ لوگوں کے سامنے برے اعمال کو مزین کر کے پیش کرتا ہے اس طرح ان پر اپنا جال ڈال کر دوزخ کی طرف لے جاتا ہے۔

قیامت کے حق ہونے کی دلیلیں :

آگے اللہ تعالیٰ نے قیامت کے حق ہونے پر دو دلیلیں بیان فرمائی ہیں۔ فرمایا يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو! اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ اگر ہو تم شک میں بعث بعد الموت کے بارے میں کہ ہمیں مرنے کے بعد دوبارہ نہیں اٹھایا جائے گا تو سن لو! فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ پس بیشک ہم نے پیدا کیا تم کو مٹی سے۔ تمہارے باپ آدم علیہ السلام کی پیدائش مٹی سے ہوئی ہے خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ [آل عمران:۵۹] ''پیدا کیا اس کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پھر فرمایا اس کو ہو جا پس وہ ہو گیا۔'' اللہ تعالیٰ نے اپنی

قدرت کے ہاتھوں سے پہلے مٹی کو گوندھا پھر ڈھانچا بنایا پھر اس میں روح ڈالی اپنی طرف سے۔آدم علیہ السلام کھڑے ہو گئے پھر آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے حوا علیہا السلام کو نکالا۔تو آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرمایا ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ پھر نطفے سے جو ماں کے رحم میں ٹھہرتا ہے ماں کے نطفے کے ساتھ اشتراک کے بعد ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ پھر جمے ہوئے خون سے۔نطفہ خون بن جاتا ہے ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ پھر گوشت کے ٹکڑے سے۔پھر خون گوشت کا ٹکڑا بن جاتا ہے مُّخَلَّقَةٍ وہ گوشت کا ٹکڑا پورا ہے وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ اور جو ادھورا ہے وہ گوشت کا ٹکڑا پورا نہیں ہے۔

مخلقة وغير مخلقة کی تفسیر :

بعض بچوں کے اعضاء سارے صحیح ہوتے ہیں اور بعض کی ٹانگ نہیں ہوتی ،کان نہیں ہوتے ،آنکھیں نہیں ہوتیں ، یہ غیر مخلقہ ہیں ۔ ماں کے پیٹ میں جب چار ماہ سے کچھ اوپر دن گذرتے ہیں تو پوری انسانی شکل بن جاتی ہے ۔لڑکا ہے،لڑکی ہے، کالا ہے، گورا ہے، پھر رب تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے اس میں روح پھونکتے ہیں اور وہ ماں کے پیٹ میں حرکت کرنے لگ جاتا ہے۔ جان پڑنے کے بعد وہ پانچ ماہ ماں کے پیٹ میں رہتا ہے جہاں نہ ہوا، نہ روشنی ۔آج گرمی کے موسم میں کسی کو کمرے میں بند کر دو تو اس کا سانس بند ہو جائے گا لیکن وہ بغیر سانس کے ماں کے پیٹ میں زندہ رہتا ہے۔رب تعالیٰ کی قدرت سمجھنی ہو تو کوئی مشکل نہیں ہے۔بعض دفعہ دو بچے ماں کے پیٹ میں ہوتے ہیں بعض دفعہ زیادہ بھی ہوتے ہیں۔آج سے دو تین مہینے پہلے کی بات ہے اخبار میں آیا تھا کہ ایک عورت نے بیک وقت پندرہ بچے جنے ہیں۔ ماں اور بچوں کی تصویر بھی آئی تھی۔ خدا کی قدرت سے کس طرح انکار کیا جا سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لِنُبَيِّنَ لَكُمْ تاکہ

ہم بیان کریں تمہارے سامنے اپنی قدرت کاملہ کہ جس ذات نے تمہیں خاک سے پیدا کیا ہے اور حقیر قطرے سے پیدا کیا ہے وہ تمہیں دوبارہ بھی اٹھائے گا انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔فرمایا وَ نُقِرُّ فِی الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اور ہم ٹھہراتے ہیں رحموں میں جو ہم چاہتے ہیں اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی ایک مدت مقرر تک۔عموماً بچے ماں کے پیٹ میں نو ماہ تک رہتے ہیں۔شرعی طور پر حمل کی ادنیٰ مدت چھ ماہ ہے۔شادی کے چھ ماہ بعد جو بچہ پیدا ہوگا وہ حلال ہوگا۔سات ماہ کے بعد بھی پیدا ہوتے ہیں، آٹھ ماہ کے بعد بھی پیدا ہوتے ہیں۔بعض بچے ایک سال ماں کے پیٹ میں اور بعض دو سال ماں کے پیٹ میں رہتے ہیں۔مشہور تابعی حضرت ضحاک ابن مزاحمؒ چار سال ماں کے پیٹ میں رہے۔جب پیدا ہوئے تو دانت بھی تھے اور ٹھاہ! ٹھاہ! کر کے ہنسنا شروع کر دیا اسی لیے ان کا نام ضحاک رکھا، ہنسنے والا۔ تو رب تعالیٰ کی قدرتیں ہیں۔خیر حمل کی ادنیٰ مدت چھ ماہ ہے۔اگر باپ انکار کرے کہ میرا نہیں ہے تو پھر لعان ہوگا جس کی تفصیل سورہ نور میں آئے گی ان شاء اللہ تعالیٰ کہ جج کے سامنے مرد عورت قسمیں کھائیں گے۔مرد کہے گا کہ یہ بچہ میرا نہیں ہے اور عورت کہے گی اسی کا ہے۔بہرحال چھ ماہ بعد پیدا ہونے والا بچہ شرعی طور پر حلال ہوتا ہے ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا پھر ہم نکالتے ہیں تمہیں بچپن کی حالت میں۔کوئی ہوش وحواس نہیں ہوتے ہم تمہیں زندگی دیتے ہیں ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ پھر تاکہ تم پہنچ جاؤ اپنی قوت اور جوانی کو۔ تقریباً تیس سال کی عمر میں انسان کی ساری قوتیں نمایاں ہو جاتی ہیں وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى اور تم میں سے بعض وہ ہیں جو فوت ہو جاتے ہیں جوانی میں، ادھیڑ عمر میں، بچپن میں وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ اور تم میں سے بعضے وہ ہیں جو لوٹائے جاتے ہیں نکمی عمر کی طرف لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا تاکہ نہ جانیں وہ علم کے بعد کچھ بھی۔

ایسے بوڑھے بھی ہوتے ہیں جو بیچارے اپنے گھر کے دروازے کا پوچھتے ہیں کہ ہمارا دروازہ کون سا ہے۔ اپنے پوتوں، پڑپوتوں کے نام نہیں آتے پہچان نہیں ہوتی۔ تو جس رب نے حقیر قطرے سے یہاں تک پہنچایا وہ تمہیں دوبارہ زندہ کرنے پر قدرت نہیں رکھتا؟

اب دوسری دلیل سنیے! وَتَرَى الْاَرْضَ اور اے مخاطب آپ دیکھتے ہیں زمین کو هَامِدَةً دبی ہوئی۔ بارش نہ ہو تو زمین خشک ہو کر دب جاتی ہے فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ پس جب ہم اس پر نازل کرتے ہیں پانی، بارش اهْتَزَّتْ وہ حرکت کرتی ہے وَرَبَتْ اور پھولتی ہے وَاَنْبَتَتْ اور اگاتی ہے مِنْ كُلِّ زَوْجٍ بَهِيْجٍ ہر قسم کی تر و تازہ چیزیں، سبزیاں، کھیت وغیرہ۔ تو جو رب تعالیٰ اس زمین سے تر و تازہ چیزیں اگاتا ہے اور یہ چیزیں تمہارے مشاہدے میں ہیں وہی تمہیں دوبارہ زندہ کرے گا ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ یہ بیشک اللہ تعالیٰ ہی حق ہے وَاَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى اور بیشک وہ مردوں کو زندہ کرے گا۔ شک شبہ کی بات نہیں ہے وَاَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور بیشک وہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بعث بعد الموت پر دو دلیلیں پیش فرمائی ہیں ماننے والے کے لیے کافی ہیں اور نہ ماننے والے کے سامنے دلائل کے انبار بھی لگا دیئے جائیں تو وہ نہیں مانے گا۔

وَّ اَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴿۷﴾ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ لَا هُدًى وَّ لَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ﴿۸﴾ ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّ نُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۹﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۱۰﴾ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ اِطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَ اِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ اِنْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةَ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۱﴾ يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَ مَا لَا يَنْفَعُهٗ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴿۱۲﴾ يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ؕ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَ لَبِئْسَ الْعَشِيْرُ ﴿۱۳﴾

وَ اَنَّ السَّاعَةَ اور بیشک قیامت اٰتِيَةٌ آنے والی ہے لَّا رَيْبَ فِيْهَا اس میں کوئی شک نہیں ہے وَ اَنَّ اللّٰهَ اور بیشک اللہ تعالیٰ يَبْعَثُ اٹھائے گا مَنْ ان کو فِي الْقُبُوْرِ جو قبروں میں ہیں وَ مِنَ النَّاسِ اور بعض لوگ وہ ہیں مَنْ جو يُجَادِلُ فِي اللّٰهِ جھگڑا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں بِغَيْرِ عِلْمٍ بغیر علم کے وَّلَا هُدًى اور ہدایت بھی نہیں وَّ لَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ اور نہ کوئی کتاب ہے روشنی پہنچانے والی ثَانِيَ عِطْفِهٖ موڑنے والے ہیں اپنے پہلو کو لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ تاکہ گمراہ کریں اللہ تعالیٰ کے راستے سے لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ

اس شخص کے لیے دنیا میں رسوائی ہوگی وَّ نُذِیْقُہٗ اور ہم اسکو چکھائیں گے یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ قیامت والے دن عَذَابَ الْحَرِیْقِ جلانے والا عذاب ذٰلِکَ یہ بِمَا قَدَّمَتْ یَدٰکَ اس سبب سے کہ جو بھیجی ہے آگے تیرے دونوں ہاتھوں نے وَاَنَّ اللّٰہَ اور بیشک اللہ تعالیٰ لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ نہیں ہے ظلم کرنے والا بندوں پر وَمِنَ النَّاسِ اور لوگوں میں سے بعض مَنْ وہ ہیں یَّعْبُدُ اللّٰہَ جو عبادت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی عَلٰی حَرْفٍ کنارے پر فَاِنْ اَصَابَہٗ خَیْرُ پس اگر پہنچے اس کو کوئی خیر اِطْمَاَنَّ بِہٖ تو اس پر مطمئن ہو جاتا ہے وَاِنْ اَصَابَتْہُ فِتْنَۃُ اور اگر پہنچے اس کو کوئی مصیبت اِنْقَلَبَ عَلٰی وَجْھِہٖ پلٹ جاتا ہے اپنے چہرے کے بل خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃَ نقصان اٹھایا اس نے دنیا میں اور آخرت میں ذٰلِکَ ھُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ یہی ہے کھلا نقصان یَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ پکارتا ہے اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے مَا اس مخلوق کو لَا یَضُرُّہٗ جو اس کو ضرر نہیں دے سکتی وَمَا اور اس مخلوق کو لَا یَنْفَعُہٗ جو اس کو نفع نہیں دے سکتی ذٰلِکَ ھُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِیْدُ یہی ہے گمراہی دور کی یَدْعُوْا پکارتا ہے لَمَنْ اس کو ضَرُّہٗٓ جس کا ضرر اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِہٖ زیادہ قریب ہے اس کے نفع سے لَبِئْسَ الْمَوْلٰی البتہ برا ہے آقا وَلَبِئْسَ الْعَشِیْرُ اور البتہ برا ہے ساتھی۔

قیامت حق ہے :

سورت کی ابتدا قیامت کے ذکر سے تھی اِنَّ زَلْزَلَۃَ السَّاعَۃِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ کہ

قیامت کا زلزلہ بڑی چیز ہے۔آج کی آیات میں بھی قیامت کے متعلق بیان ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اور بیشک قیامت آنے والی ہے لَّا رَيْبَ فِيْهَا قیامت کے بارے میں کوئی شک نہیں ہے۔ساتھیو! یہ نہ سمجھو کہ ابھی قیامت دور ہے۔وہ تو عالم کبریٰ کی قیامت دور ہے تیری قیامت تو سر پر کھڑی ہے بس آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے۔قبر قیامت ہے، برزخ قیامت ہے، میدان محشر قیامت ہے، مرنے کے بعد آگے لمبا سلسلہ ہے۔کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ میں ابھی جوان اور تندرست ہوں بوڑھا ہوں گا بیمار ہوں گا پھر مروں گا۔اس غلط فہمی کا شکار نہ ہونا موت ہر وقت سر پر کھڑی ہے۔حیرت الہ آبادی نے کیا خوب کہا ہے......

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں
سامان سو برس کے ہیں کل کی خبر نہیں

تو فرمایا قیامت کے بارے میں کوئی شک نہیں ہے وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ بیشک اللہ تعالیٰ اٹھائے گا ان لوگوں کو جو قبروں میں ہیں۔اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جو قبروں میں دفن نہیں کیے جاتے جلا دیئے جاتے ہیں یا جن کو درندے اور پرندے کھا جاتے ہیں وہ نہیں اٹھائے جائیں گے۔سب کے سب دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے۔ چونکہ عرب میں جتنے بھی مذہبی فرقے تھے، مشرک، یہودی، عیسائی، صابی وغیرہ وہ مردوں کو دفن کرتے تھے جلاتے نہیں تھے ان کو سامنے رکھ کر فرمایا ہے کہ جو قبروں میں ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اٹھائے گا۔اٹھائے سارے جائیں گے۔

بخاری شریف اور مسلم شریف کی روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلی امتوں میں ایک شخص بڑا گنہگار تھا اس کے متعلق نباش کے لفظ بھی بخاری شریف میں ہیں کہ مردوں کے

کفن کھینچ لیتا تھا۔ پھر اس کو رب نے بڑا مال اور اولاد دی۔ اس دور کا کلمہ پڑھنے والا تھا۔ بیمار ہوا تو بیٹوں کو بلایا اور کہا کہ میں تمہارا کیسا باپ ہوں تمہارے حق میں کیسے رہا ہوں؟ انہوں نے کہا خَیْـرُ اَبٍ ''ہمارے حق میں بہت بہتر رہے ہیں۔'' اولاد کو جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ سب آپ نے مہیا کی ہیں۔ کہنے لگا مجھے قسم دو کہ میری بات پر عمل کرو گے پھر میں بتلاؤں گا۔ کہنے لگے ابا جی! بغیر قسم کے بھی ہم آپ کی بات پر عمل کریں گے۔ کہا نہیں قسم اٹھاؤ۔ بیٹوں نے قسم اٹھائی تو والد نے کہا کہ جب میں مر جاؤں تو بہت سارا ایندھن اکٹھا کر کے مجھے اس میں رکھ کر آگ لگا دینا (جیسے ہندو جلاتے ہیں) جلانے کے بعد ہڈیاں وغیرہ پیس لینا کچھ راکھ ہوا میں اڑا دینا اور کچھ راکھ سمندر میں بہا دینا۔ بیٹے ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگ گئے۔ یہ کام ان کے لیے بڑا مشکل تھا مثلاً ہمیں یہاں کوئی کہے کہ مجھے جلا دینا تو یہ ہمارے لیے خاصا مشکل ہے کیونکہ جلانے کا طریقہ مسلمانوں کا نہیں ہے اور اپنے معمول سے نکلنا کافی مشکل ہوتا ہے۔ ان قوموں میں بھی مردوں کا جلانا رائج نہیں تھا۔ بہر حال وہ فوت ہو گیا بیٹوں نے باپ کی وصیت پر عمل کیا۔ جلا کر پیس کر آدھی راکھ ہوا میں اڑا دی اور آدھی سمندر میں بہا دی۔ لوگ ان کے پیچھے پڑ گئے کہ تم نے والد کو جلا دیا۔ جب رواج نہ ہو تو یہ باتیں تو ہوتی ہیں۔ منہ چھپاتے پھرتے تھے۔ بخاری شریف کی روایت ہے اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حکم دیا کہ ایک ذرہ نہ ضائع ہو۔ اللہ تعالیٰ نے راکھ کو اکٹھا کر کے انسان بنا دیا جیسے زندگی میں تھا اور فرمایا کہ اے میرے بندے! تو نے یہ کیا کاروائی کی ہے۔ رب تعالیٰ کو تو معلوم تھا پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں تھی مگر حکمتیں ہوتی ہیں۔ اس نے کہا اے پروردگار! آپ جانتے ہیں کہ میں نے زندگی میں کوئی انسانوں والا کام نہیں کیا تو آپ کے ڈر کی وجہ سے ایسا کیا ہے کہ پکڑا گیا تو میرا حشر ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جا

میں نے تجھے بخش دیا ہے۔ تو جو جلا دیئے جاتے ہیں یا جن کو درندے پرندے کھا جاتے ہیں ، مچھلیاں کھا جاتی ہیں سب زندہ کیے جائیں گے۔ یقین جانو! رب تعالیٰ کے لیے کوئی کام مشکل نہیں ہے۔ لوگ ویسے ہی عقلی شوشے چھوڑتے ہیں کہ جس کو جلا دیا جاتا ہے یا جو کو مچھلیاں کھا جاتی ہیں ان کو عذاب کہاں ہوتا ہے۔ جن کو شیر گیڈر کھا جاتے ہیں ان کو کہاں عذاب ہوتا ہے؟ بھئی کچھ بھی ہو اور تم کچھ بھی کہو رب تعالیٰ قادر مطلق ہے۔ جو جہاں بھی ہو گا اس کو سزا ہو گی اور جہاں اس کے جسم کے ذرات ہونگے وہی اس کی قبر ہو گی چاہے جس شکل میں ہو۔ نہ کوئی راحت سے محروم رہے گا اور نہ کسی کو عذاب سے چھٹکارا ہے۔ تو من فی القبور کا لفظ اس لیے فرمایا کہ وہاں جلانے کا رواج نہیں تھا قبروں میں ہی دفناتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰہِ اور بعض لوگ وہ ہیں جو جھگڑا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں بِغَیْرِ عِلْمٍ بغیر علم کے، علم بھی نہیں ہے وَّلَا ھُدًی اور ہدایت بھی نہیں ہے وَّ لَا كِتٰبٍ مُّنِیْرٍ اور نہ کوئی کتاب ہے روشنی پہنچانے والی دلائل کے ساتھ۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا واقعہ :

یہ آیتیں نضر ابن حارث اور ابو جہل کے بارے میں نازل ہوئیں۔ ابو جہل کا نام ابوالحکم عمرو بن ہشام تھا۔ یہ مکہ مکرمہ کا چودھری تھا۔ یہ بڑا مالدار، منہ پھٹ، بے لحاظ آدمی تھا اس کو آنحضرت ﷺ سے بڑی عداوت تھی۔ ایک دفعہ اس نے آنحضرت ﷺ کے بارے میں بڑے نازیبا الفاظ استعمال کیے۔ جس طرح آج کل بھی عیسائی کافر استعمال کرتے رہتے ہیں۔ گوجرانوالہ میں بھی چند عیسائی لڑکوں نے دیواروں پر آنحضرت ﷺ کا نام لکھ کر آگے گالیاں لکھیں۔ پکڑے گئے اور جیل بھیج دیئے گئے اور امریکی سفیر نے رہا کرائے۔ تو

ابو جہل نے آپ ﷺ کے متعلق نازیبا اور برے قسم کے الفاظ استعمال کیے۔ایک لونڈی بھی سن رہی تھی حضرت حمزہ ؓ شکار کر کے آ رہے تھے ان کے پاس کمان اور دو چار خرگوش یا پرندے تھے جو انہوں نے پیچھے لٹکائے ہوئے تھے۔لونڈی دائیں بائیں آگے پیچھے دیکھنے کے بعد کہنے لگی چچا جان میں تم کو ایک بات بتاتی ہوں مگر میرا نام نہ کسی کو بتانا۔آج ابو جہل عمرو ابن ہشام نے آپ کے بھتیجے محمد ﷺ کو بہت بری گالیاں دی ہیں۔میں لونڈی ہوں عورت ذات ہوں مگر مجھے بھی اچھی نہیں لگیں۔حضرت حمزہ ؓ سیدھے ابو جہل کی طرف چل پڑے۔وہ دار الندوہ میں ننگے سر بیٹھا ہوا تھا انہوں نے جا کر تین چار کمانیں اس کے سر پر ماریں۔لوگوں نے کہا حمزہ پاگل ہو گئے ہو کیا بات ہے؟ فرمایا پاگل نہیں ہوں ٹھیک ٹھاک ہوں اس خبیث نے محمد ﷺ کو گالیاں دی ہیں۔مجلس والوں نے کہا کیا تم بھی اس کے طرف دار ہو گئے ہو۔فرمایا ہاں! ہو گیا ہوں۔وہاں سے سیدھے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور مسلمان ہو گئے۔

تو فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑا کرتا ہے بغیر علم، بغیر ہدایت کے اور نہ اس کے پاس کوئی روشن کتاب ہے ثَانِیَ عِطْفِهٖ موڑنے والا ہے اپنے پہلو کو یعنی پہلو تہی کرتا ہے لِیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ تاکہ گمراہ کرے اللہ تعالیٰ کے راستے سے۔ہر وقت لوگوں کے پیچھے پڑا رہتا ہے کہ محمد کی اطاعت نہ کرنا اس کی بات نہ سننا۔فرمایا ہمارا فیصلہ بھی سن لو لَهٗ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ اس شخص کے لیے دنیا میں رسوائی ہوگی۔یہ بدر کے مقام پر انتہائی ذلت کیساتھ مارا گیا وَّ نُذِیْقُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اور ہم اس کو چکھائیں گے قیامت والے دن عَذَابَ الْحَرِیْقِ جلانے والا عذاب ذٰلِکَ بِمَا قَدَّمَتْ یَدٰکَ یہ اس لیے کہ جو بھیجی ہے آگے تیرے دونوں ہاتھوں نے کمائی وَاَنَّ اللّٰهَ اور بیشک اللہ تعالیٰ لَیْسَ بِظَلَّامٍ

لِّلْعَبِيْدِ نہیں ہے ظلم کرنے والا بندوں پر۔ رب تعالیٰ جیسا مہربان کوئی نہیں ہے۔ باقی جو جس نے کہا ہے اس کا پھل پائے گا۔

مطلبی اور مفاد پرست لوگوں کا ذکر :

آگے مطلب پرست، مفاد پرست اور خودغرض لوگوں کا ذکر ہے۔ فرمایا وَمِنَ النَّاسِ مَنْ اور لوگوں میں سے بعض وہ ہیں يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں کنارے پر۔ جس طرح مجلس سے نکلنے والا آدمی کنارے پر بیٹھتا ہے تا کہ مجھے نکلتے وقت کوئی دقت نہ پیش آئے۔ اور جو بات سننے کا ارادہ رکھتا ہے اور پختہ ہوتا ہے وہ قریب بیٹھتا ہے کہ مجھے فائدہ ہو۔ یہ منافق لوگ مجلس کے کنارے پر بیٹھتے تھے تا کہ بھاگنے میں آسانی ہو فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ پس اگر پہنچے ان کو کوئی خیر۔ مال مل جائے زکوٰۃ عشر وغیرہ اِطْمَاَنَّ بِهٖ تو اس پر مطمئن ہو جاتا ہے کہ مال مل گیا ہے۔ پھر خوب مزے اڑاتا ہے وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ اور اگر پہنچے کوئی آزمائش اِنْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ پلٹ جاتا ہے اپنے چہرے کے بل۔ یعنی فائدہ پہنچے ساتھ ہیں اگر تکلیف آ گئی تو پیٹھ پھیر لی۔ بخلاف مخلص مسلمانوں کے کہ تکلیف پہنچے راحت پہنچے، خوشی آئے غمی آئے ہر حال میں وہ دین کے ساتھ جڑے رہتے ہیں۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب کسی کا بیٹا فوت ہو جاتا ہے اور فرشتے جان نکال کر جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قَبَضْتُمْ ثَمَرَةَ فُؤَادَ عَبْدِیْ ''میرے بندے کے بیٹے کی جان تم نے نکال لی۔'' فرشتے کہتے ہیں آپ کا حکم تھا۔ تو میرے بندے نے کیا کہا؟ فرشتے کہتے ہیں پروردگار اس نے کہا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ اس کے بعد کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس کے لیے جنت میں ایک

کوٹھی بنادواور اس کا نام رکھو" بَیْتُ الْحَمْد " کہ اس نے مجھے غمی میں بھی نہیں بھلایا۔ اور جو مطلب پرست ہیں مطلب حاصل ہوا تو مطمئن ہو گئے اور آزمائش پہنچی تو منہ پھیر لیا۔ ایسے لوگ خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃَ نقصان اٹھایا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ذٰلِکَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ یہی ہے کھلا نقصان کہ دنیا میں بھی گھاٹا اور آخرت میں بھی گھاٹا یَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ پکارتا ہے اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے مَا لَا یَضُرُّهٗ وَمَا لَا یَنْفَعُهٗ اس مخلوق کو جو اس کو ضرر نہیں دے سکتی اور اس مخلوق کو جو اس کو نفع نہیں دے سکتی۔

نفع نقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ :

جو خود مخلوق ہے اس کے پاس نفع نقصان کہاں؟ رب تعالیٰ کے سوا کسی کے پاس نفع نقصان کا اختیار نہیں ہے وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ "اور اگر پہنچائے آپ کو اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پس نہیں کھولنے والا دور کرنے والا اس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی وَاِنْ یُّرِدْکَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ [یونس:۱۰۷] اور اگر وہ ارادہ کرے آپ کے ساتھ بھلائی کا تو کوئی رد کرنے والا نہیں ہے اس کے فضل کو۔" دیکھو! عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ وہ ہمارے منجی ہیں ہمیں نجات دینے والے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں، رب تعالیٰ کے شریک ہیں۔ اور ایسے بے وقوف ہیں کہ ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کو سولی پر لٹکایا گیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ جب ان کو سولی پر لٹکایا جا رہا تھا تو وہ کہہ رہے تھے اِیْلِیْ اِیْلِیْ لِمَا سَبَقْتَنِیْ "اے میرے رب! اے میرے رب! تو نے مجھے ان ظالموں کے ہاتھوں پھنسا دیا ہے۔" اب سوال یہ ہے کہ جو اپنے گلے سے پھندا نہ اتار سکے اپنے آپ کو نہ بچا سکے، اپنے آپ کو نجات نہ دے سکے وہ تمہارے کیسے منجی بن گئے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا احترام ہمارے دلوں میں ہے۔ ہمارا ایمان

ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں لیکن وہ نفع نقصان کے مالک نہیں ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ سے قرآن پاک میں اعلان کروایا قُلْ لَّآ اَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّ لَا رَشَدًا [سورۃ جن] ''اے نبی کریم ﷺ! آپ اعلان کر دیں میں تمہارے نفع نقصان کا مالک نہیں ہوں اور یہ بھی اعلان کر دیں لَا اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا [اعراف:۱۸۸] ''میں اپنے نفع نقصان کا بھی مالک نہیں ہوں اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ مگر جو رب چاہتا ہے۔'' اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق میں پہلا نمبر ہے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا۔ جب آپ ﷺ نہ اپنی ذات کے نفع نقصان کے مالک ہیں اور نہ کسی اور کے نفع نقصان کے مالک ہیں تو پھر اور کون ہو سکتا ہے کہ وہ نفع نقصان کا مالک ہو اور اس کو پکارا جائے۔ ذٰلِکَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِیْدُ یہی ہے گمراہی دور کی۔ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو نافع اور ضار سمجھنا اور ان کو حاجات میں پکارنا جبکہ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی نافع ہے نہ کوئی ضار ہے نہ کوئی دافع البلاء ہے۔

درودِ تاج پڑھنے سے سب اعمال برباد ہو جاتے ہیں :

دیکھو! ان لوگوں نے درودِ تاج بنایا ہوا ہے اور اس کو پڑھنا بڑا قابلِ ثواب سمجھتے ہیں۔ اس میں یہ کلمات بھی ہیں دَافِعُ الْبَلَاءِ وَالْوَبَاءِ وَالْقَحْطِ وَالْاَلَمِ ''کہ آنحضرت ﷺ بلائیں ٹالتے ہیں، مصیبتیں ٹالتے ہیں، قحط ٹالتے ہیں اور رنج ٹالتے ہیں۔'' لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ رب تعالیٰ تو فرمائیں کہ اعلان کرو کہ میں تمہارے نفع نقصان کا مالک نہیں ہوں اور یہ لوگ کہیں کہ آپ ﷺ سب کچھ کر سکتے ہیں۔ یہ انہوں نے اپنے پاس سے خرافات بنا کر پیش کی ہیں حاشا وکلا یہ سب شرکیہ الفاظ ہیں دافع البلاء والوباء والقحط والالم ''یہ جو پڑھے گا اس کی نمازیں برباد، روزے برباد ہر چیز برباد

ہو جائے گی۔ اور یہ بیماری زیادہ عورتوں میں ہے۔ درود تاج پڑھو، درود ماہی پڑھو، خدا جانے کیا کیا درود بنائے ہوئے ہیں۔ جو درود آنحضرت ﷺ نے نماز میں پڑھنے کے لیے بتایا ہے درود ابراہیمی اس سے بہتر درود دنیا میں کوئی نہیں ہے۔

فرمایا یَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗٓ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ پکارتا ہے اسکو جس کا ضرر زیادہ قریب ہے اس کے نفع سے کہ جب اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو حاجت روا، مشکل کشا سمجھ کر، فریادرس سمجھ کر، دستگیر سمجھ کر پکارا تو کافر ہو گیا۔ اور کفر سے بڑھ کر کون سا ضرر ہے؟ دیکھو! یہ تم روزمرہ سنتے ہو......

؎ امداد کن امداد کن از رنج وغم آزاد کن
در دین و دنیا شاد کن یا غوث اعظم دستگیر

تو مسئلہ یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو حاجت روا، مشکل کشا سمجھ کر پکارے گا وہ کافر ہو جائے گا۔ اب اس نے اپنے فہم کے مطابق، اپنے خیال کے مطابق ان کو نافع سمجھ کر پکارا کہ وہ مجھے نفع پہنچائیں گے۔ وہ تو نہیں پہنچا مگر کفر کا ضرر ہو گیا کیونکہ یہ کفر ہے۔ یہ کفر اور اسلام کے مسئلے ہیں کوئی معمولی مسئلے نہیں ہیں۔ غیر اللہ کو پکارنے والے کو نفع تو نہیں ہوگا البتہ کفر لازم ہو جائے گا اور وہ مشرک ہوگا۔ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى البتہ برا ہے اس کا آقا جس کے ذریعے کافر ہوا اور مشرک ہوا وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ اور البتہ برا ہے ساتھی۔ رب تعالیٰ کے بغیر نہ کوئی نافع ہے اور نہ کوئی ضار ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ

يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿۱۴﴾ مَنْ كَانَ يَظُنُّ
اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى
السَّمَآءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ ﴿۱۵﴾
وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ ﴿۱۶﴾

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِـِٕيْنَ وَالنَّصٰرٰى
وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۖۗ اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۱۷﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ
اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ
وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ
مِّنَ النَّاسِ ؕ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ؕ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ
فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ۩ ﴿۱۸﴾ هٰذٰنِ خَصْمٰنِ
اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ ؗ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ
نَّارٍ ؕ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ﴿۱۹﴾ يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ
بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ؕ ﴿۲۰﴾ وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ ﴿۲۱﴾ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا
اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ۗ وَذُوْقُوْا عَذَابَ
الْحَرِيْقِ ﴿۲۲﴾ ع ۲ / ۱۲ / ۹

اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ تعالیٰ یُدْخِلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا داخل کرے گا ان لوگوں کو جو ایمان لائے وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور جنھوں نے عمل کیے اچھے جَنّٰتٍ ایسے باغات میں تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ جاری ہیں ان کے نیچے نہریں اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ تعالیٰ یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ کرتا ہے وہ جو ارادہ کرتا ہے مَنْ كَانَ یَظُنُّ جو شخص خیال کرتا ہے اَنْ اس بات کا لَّنْ یَّنْصُرَهُ اللّٰهُ کہ ہرگز نہیں مدد کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی فِی الدُّنْیَا دنیا میں وَالْاٰخِرَةِ اور آخرت میں فَلْیَمْدُدْ بِسَبَبٍ پس چاہیے کہ دراز کرے رسی کو اِلَى السَّمَآءِ آسمان کی طرف ثُمَّ لْیَقْطَعْ پھر کاٹ دے فَلْیَنْظُرْ پس چاہیے کہ وہ دیکھے هَلْ یُذْهِبَنَّ كَیْدُهٗ کیا دور کرتی ہے اس کی تدبیر مَا یَغِیْظُ اس چیز کو جو اس کو غصے میں ڈالتی ہے وَ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اور اسی طرح ہم نے نازل کیا ہے اس کو اٰیٰتٍۢ بَیِّنٰتٍ آیتیں ہیں صاف صاف وَّاَنَّ اللّٰهَ اور بیشک اللہ تعالیٰ یَهْدِیْ مَنْ یُّرِیْدُ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہے اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے وَالَّذِیْنَ هَادُوْا اور وہ لوگ جو یہودی ہیں وَالصّٰبِئِیْنَ اور جو صابی ہیں وَالنَّصٰرٰی اور جو نصرانی ہیں وَالْمَجُوْسَ اور جو مجوسی ہیں وَالَّذِیْنَ اَشْرَكُوْٓا اور وہ لوگ جنھوں نے شرک کیا اِنَّ اللّٰهَ یَفْصِلُ بَیْنَهُمْ بیشک اللہ تعالیٰ فیصلہ کرے گا ان کے درمیان یَوْمَ الْقِیٰمَةِ قیامت والے دن اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے اَلَمْ تَرَ کیا نہیں دیکھا آپ نے اَنَّ

اللّٰہَ بیشک اللہ تعالیٰ یَسْجُدُ لَہٗ سجدہ کرتی ہے اس کو مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وہ مخلوق جو آسمانوں میں ہے وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اور وہ مخلوق جو زمین میں ہے وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ اور سورج اور چاند وَالنُّجُوْمُ اور ستارے وَالْجِبَالُ اور پہاڑ وَالشَّجَرُ درخت وَالدَّوَآبُّ اور جانور وَکَثِیْرٌ مِّنَ النَّاسِ اور بہت سے لوگوں میں سے وَکَثِیْرٌ حَقَّ عَلَیْہِ الْعَذَابُ اور بہت سے ایسے ہیں کہ ثابت ہے ان پر عذاب وَمَنْ یُّھِنِ اللّٰہُ اور جس کو ذلیل کرے اللہ تعالیٰ فَمَا لَہٗ مِنْ مُّکْرِمٍ پس نہیں ہے کوئی اس کو عزت دینے والا اِنَّ اللّٰہَ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ بیشک اللہ تعالیٰ کرتا ہے جو چاہے ھٰذٰنِ یہ دو گروہ ہیں خَصْمٰنِ جھگڑا کرتے ہیں اخْتَصَمُوْا فِیْ رَبِّھِمْ انہوں نے جھگڑا کیا اپنے رب کے بارے میں فَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا پس وہ لوگ جو کافر ہیں قُطِّعَتْ لَھُمْ ثِیَابٌ کاٹے جائیں گے ان کے لیے کپڑے مِّنْ نَّارٍ آگ سے یُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِھِمْ بہایا جائے گا ان کے سروں پر الْحَمِیْمُ گرم پانی یُصْھَرُ بِہٖ نکالا جائے گا اس کے ذریعے مَا فِیْ بُطُوْنِھِمْ جو کچھ ان کے پیٹوں میں ہے وَالْجُلُوْدُ اور ان کی کھالیں اتاری جائیں گی وَلَھُمْ اور ان کے لیے مَّقَامِعُ ہتھوڑے ہونگے مِنْ حَدِیْدٍ لوہے کے کُلَّمَآ اَرَادُوْآ جب کبھی وہ ارادہ کریں گے اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنْھَا کہ وہ نکلیں دوزخ سے مِنْ غَمٍّ غم کی وجہ سے اُعِیْدُوْا فِیْھَا لوٹا دیئے جائیں گے اس کے اندر (اور کہا جائے گا) وَذُوْقُوْا اور چکھو عَذَابَ الْحَرِیْقِ جلانے والے عذاب

کا مزہ۔

پچھلی آیات میں کافروں کا ذکر تھا کہ اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے ایسوں کو پکارتے ہیں جو نہ ان کے نفع کے مالک ہیں اور نہ نقصان کے اور یہ کھلی گمراہی ہے۔ان کے مدمقابل اب مومنوں کا ذکر ہے۔فرمایا اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بے شک اللہ تعالیٰ داخل کرے گا ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے عمل اچھے کیے۔ ایمان بھی لائے اور عمل بھی اچھے کیے۔کہاں داخل کرے گا؟ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ایسے باغات میں کہ بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں۔اس چیز کی قدر ہمیں تو یہاں نہیں ہو سکتی کیونکہ یہاں ہر چیز موجود ہے، باغات بھی ہیں، نہریں بھی ہیں، درخت بھی ہیں۔ اس کی قدر عربوں سے پوچھو کہ ان کو درختوں اور پانی کی کتنی قدر تھی کہ عرب کا علاقہ خشک ہے اور گرمی انتہائی درجے کی۔بیس بیس، تیس تیس میل تک پانی نہیں ملتا تھا اور گرمی کے زمانے میں سر چھپانے کے لیے کوئی سایہ دار درخت نظر نہیں آتا تھا۔ان چیزوں کی قدر ان کو تھی۔تو اللہ تعالیٰ نے ان کو سمجھانے کیلئے فرمایا وہاں باغات ہونگے اور ان کے نیچے نہریں چل رہی ہونگی اور لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا [سورۃ ق:۳۵] ''اور ان کے لیے ہوگا جو وہ چاہیں گے اس میں۔''فرمایا اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ بیشک اللہ تعالیٰ کرتا ہے جو چاہے۔ اس کے ارادے کو کوئی ٹال نہیں سکتا اس کا ارادہ ہی اصل ہے۔

کافروں کی سرزنش :

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مَنْ كَانَ يَظُنُّ جو شخص خیال کرتا ہے اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ اس بات کا کہ اللہ تعالیٰ اس کی یعنی محمد رسول اللہ ﷺ کی مدد نہیں کرے گا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ دنیا اور آخرت میں۔آنحضرت ﷺ جب یہ فرماتے کہ میرا کلمہ پڑھ لو اس میں

تمہاری دنیا و آخرت کی کامیابی ہے۔ایک وقت آئے گا یہ ساری دنیا تمہارے ماتحت ہوگی اور اللہ تعالیٰ نورِ ایمان اور نورِ توحید کو مکمل کرے گا۔ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ [سورۃ صف] ''اور اللہ تعالیٰ پورا کرنے والا ہے اپنے نور کو اگرچہ کافر اس کو ناپسند کریں۔'' تو بعض کافر شوشے چھوڑتے تھے کہ اس کے پاس کیا ہے کہ ساری دنیا اس کے زیر اثر ہو جائے گی۔ یہ چند کمزور آدمی اور غلام بھوکے ننگے دنیا پر فتح پائیں گے۔ یہ ہمیں خواہ مخواہ ورغلاتا ہے اور غلط فہمی میں مبتلا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے گا۔ تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو شخص خیال کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی ہرگز مدد نہیں کرے گا۔ ہٗ ضمیر آنحضرت کی طرف راجع ہے۔ تو جس شخص کا یہ خیال ہے اس کو کیا کرنا چاہیے؟ فَلْیَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَی السَّمَآءِ پس چاہیے کہ دراز کرے، تان لے رسی زمین سے آسمان تک اور لٹکتا لٹکتا وہاں پہنچ جائے جہاں سے رب تعالیٰ کی مدد پیغمبر پر نازل ہوتی ہے۔ ویسے تو نہیں پہنچ سکتا رسی لٹکا لے اور پہنچ جائے ثُمَّ لْیَقْطَعْ پھر کاٹ دے جہاں سے رب کی مدد آرہی ہے وہ دروازہ بند کر آئے۔ اگر اس کے اختیار میں ہے تو ایسا کرلے فَلْیَنْظُرْ ھَلْ یُذْھِبَنَّ کَیْدُہٗ پس چاہیے کہ وہ دیکھے کیا دور کرتی ہے اس کی تدبیر مَا یَغِیْظُ اس کو جو اس کو غصے میں ڈالتی ہے۔ کیا اس کا یہ مکر اور اس کی یہ تدبیر اس کے غصے کو ٹھنڈا کرتی ہے۔ فرمایا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے وَکَذٰلِکَ اَنْزَلْنٰہُ اور اسی طرح ہم نے نازل کیا ہے اس کو۔ جیسے ہم نے پہلے پیغمبروں پر کتابیں نازل کی تھی اسی طرح نازل کی ہیں اٰیٰتٍ بَیِّنٰتٍ آیتیں ہیں صاف صاف۔ اللہ تعالیٰ صاف صاف بیان فرماتے ہیں لیکن ہمارے لیے تو مشکل ہیں۔ تو بھئی ہمارے لیے مشکل اس لیے ہیں کہ عربی ہماری زبان نہیں ہے۔ ان کی زبان عربی تھی وہ اہل لسان تھے، اہل زبان تھے۔ وہ قرآن پاک کی فصاحت اور

بلاغت کو سمجھتے تھے اور دنیا میں اس سے زیادہ کوئی فصیح کتاب نہیں ہے۔ اس کا آج تک کوئی مقابلہ نہیں کر سکا اور نہ قیامت تک کوئی کرے گا۔ اس کو مٹانے کی بڑی کوشش کی گئی ہے لیکن اس کی حفاظت کا ذمہ رب تعالیٰ نے خود لیا ہے۔ ہاں جب قیامت برپا کرنا مقصود ہو گا اس وقت اس کو اٹھا لیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاَنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يُّرِيْدُ اور بے شک اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے اس کو جو ہدایت کا ارادہ کرے۔ زبردستی ہدایت اللہ تعالیٰ کسی کو نہیں دیتا۔

بعثتِ نبوی ﷺ کے وقت عرب میں فرقوں کی تعداد :

آنحضرت ﷺ کی بعثت کے وقت سرزمین عرب پر مومنوں کے علاوہ پانچ فرقے تھے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے۔ دوسرا فرقہ وَالَّذِيْنَ هَادُوْا اور وہ لوگ جو یہودی ہیں وَالصَّابِئِيْنَ اور جو صابی ہیں، یہ تیسرا فرقہ تھا۔ اور چوتھا فرقہ وَالنَّصٰرٰى اور وہ جو نصرانی ہیں وَالْمَجُوْسَ اور وہ جو مجوسی ہیں، یہ پانچواں فرقہ تھا وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اور وہ لوگ جنہوں نے شرک کیا، یہ چھٹا فرقہ ہوا۔ تو اسلام کے علاوہ پانچ فرقے تھے۔ مدینہ طیبہ میں یہودی کافی تعداد میں تھے۔ خیبر کے علاقہ پر تو قبضہ ہی ان کا تھا اور فدک بھی سارا ان کے پاس تھا اور نجران کے علاقے میں نصاریٰ تھے اور اب بھی اِکاڈُکا ہیں۔ اور صابئین کے بارے میں مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ یہ فرقہ نماز روزے کا قائل تھا اور قیامت کے بھی قائل تھے حضرت داؤد علیہ السلام کو مانتے تھے اور زبور کا بڑا احترام کرتے تھے اس کے ساتھ ساتھ ستاروں کی بھی پوجا کرتے تھے۔ اس لیے بعض محدثین کرامؒ فرماتے ہیں کہ یہ حضرت داؤد علیہ السلام کی بگڑی ہوئی امت تھی جیسے عرب کے مشرک کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کے طریقے پر تھے صدیوں

تک اسی طریقے پر رہے۔ عمرو ابن لُحی بن قمع بنوخزاعہ قبیلے کا آدمی تھا جس نے سب سے پہلے عرب میں شرک کی ترویج کی۔ یہ شخص آنحضرت ﷺ سے تقریباً اڑھائی سو سال پہلے گزرا ہے۔ یہ شخص اخلاق میں بھی بڑا گرا ہوا تھا۔ اس زمانے میں لوگ حج عمرے والے بہت تھوڑے ہوتے تھے اب تو خدا پناہ! بے شمار مخلوق ہے۔ اس نے چھڑی کے ساتھ کنڈی بنائی ہوئی تھی جیسے مچھلیاں پکڑنے والی کنڈی ہوتی ہے طواف کرتے ہوئے کسی کے کندھے پر اچھی چادر دیکھتا یا اچھا کمبل دیکھتا کیونکہ عام طواف میں کپڑا رکھ سکتے ہیں تو کنڈی کے ساتھ وہ چادر اور کمبل اٹھا کر اپنے تھیلے میں چھپا لیتا تھا اگر کسی کو خبر ہو جاتی تو کہتا معاف رکھنا بے احتیاطی میں کنڈی کیساتھ لگ گئی ہے۔ اندازہ لگاؤ کہ یہ شخص اخلاق میں کتنا گرا ہوا تھا کہ طواف کرتے ہوئے بھی لوگوں کے کپڑے اڑا لیتا تھا۔ لیکن لوگ اس کے پیچھے بھی چل پڑے۔ آج بعض بے وقوف غلط فہمی کا شکار ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر فلاں آدمی کے پاس کچھ نہیں ہے تو لوگ اس کے پیچھے کیوں لگے ہوئے ہیں؟ دیکھو! لوگوں کا تو یہ حال ہے کہ تم کپڑے اتار کر بازار چلے جاؤ تو کتنی مخلوق تمہارے پیچھے چل پڑے گی۔ تو کسی کے ساتھ لوگوں کا لگ جانا اس کے صحیح ہونے کی دلیل نہیں ہے۔

اور نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ماننے والے ہیں اور مجوسی آگ کی پوجا کرتے ہیں اور مشرک مخلوق کو خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں اِنَّ اللّٰہَ یَفۡصِلُ بَیۡنَہُمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ بیشک اللہ تعالیٰ فیصلہ کرے گا ان سب فرقوں کے درمیان قیامت والے دن۔ یہ عملی فیصلہ ہوگا کہ حق والوں کو جنت میں داخل کرے گا اور باطل فرقوں کو دوزخ میں ڈالے گا ورنہ دلائل کے لحاظ سے حق باطل کا فیصلہ دنیا میں ہو چکا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ شَہِیۡدٌ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے۔ اَلَمۡ تَرَ اے مخاطب! کیا آپ نہیں دیکھتے اَنَّ

اللّٰہَ بیشک اللہ تعالیٰ یَسۡجُدُ لَہٗ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ ہی کو سجدہ کرتی ہے وہ مخلوق جو آسمانوں میں ہے۔ آسمانوں میں فرشتے ہیں وَمَنۡ فِی الۡاَرۡضِ اور وہ مخلوق جو زمین میں ہے اور زمین میں انسان ہیں، فرشتے ہیں، جنات ہیں وَالشَّمۡسُ وَالۡقَمَرُ اور سورج اور چاند بھی سجدہ کرتے ہیں جس طرح ان کی شان کے لائق ہے وَالنُّجُوۡمُ اور ستارے بھی سجدہ کرتے ہیں وَالۡجِبَالُ اور پہاڑ بھی سجدہ کرتے ہیں وَالشَّجَرُ درخت بھی وَالدَّوَآبُّ اور جانور چوپائے بھی سجدہ کرتے ہیں۔ ہر ایک کا سجدہ علیحدہ علیحدہ ہے اپنے اپنے انداز میں وَکَثِیۡرٌ مِّنَ النَّاسِ اور بہت سارے انسان بھی سجدہ کرتے ہیں وَکَثِیۡرٌ حَقَّ عَلَیۡہِ الۡعَذَابُ اور بہت سے ایسے ہیں کہ ثابت ہے ان پر عذاب وہ سجدہ نہیں کرتے۔

سجدے کی کیفیت :

سجدے کے متعلق بھی سمجھ لیں۔ سجدے میں پیشانی بھی زمین پر رکھنی ہے اور ناک بھی۔ حدیث پاک میں آتا ہے لَا صَلٰوۃَ لِمَنۡ لَّمۡ یَمَسَّ اَنۡفُہُ الۡاَرۡضَ ''اس شخص کی نماز نہیں ہے جس کی ناک زمین کیساتھ نہیں لگی۔'' تو حالت صحت میں پیشانی اور ناک دونوں زمین کے ساتھ لگیں۔ ہاں! بیماری کا مسئلہ الگ ہے کہ اگر کسی نے آنکھ کا آپریشن کروایا ہے یا اور کوئی تکلیف ہے اور سر کے ساتھ سجدہ نہیں کر سکتا تو وہ اشارے کیساتھ کرے گا البتہ نماز معاف نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَنۡ یُّہِنِ اللّٰہُ اور جس کو اللہ تعالیٰ ذلیل کرے فَمَا لَہٗ مِنۡ مُّکۡرِمٍ پس نہیں ہے کوئی اس کو عزت دینے والا اِنَّ اللّٰہَ یَفۡعَلُ مَا یَشَآءُ بے شک اللہ تعالیٰ کرتا ہے جو چاہے۔ یہ آیت سجدہ ہے لہٰذا اب تمام پر سجدہ لازم ہو گیا ہے اور یہ بات

کئی دفعہ بیان ہو چکی ہے کہ سجدہ تلاوت کے لیے وہی شرائط ہیں جو نماز کے لیے ہیں۔ کپڑوں کا پاک ہونا، بدن کا پاک ہونا، جگہ کا پاک ہونا، نماز کا وقت ہونا۔ اگر سورج کے طلوع اور غروب ہونے کے وقت اور زوال کے وقت سجدہ کرو گے تو ادا نہیں ہوگا۔ کیونکہ ان تین اوقات میں نماز، سجدہ تلاوت، جنازہ کوئی شے جائز نہیں ہے۔ ہاں! قرآن کریم کی تلاوت کر سکتے ہو، ذکر کر سکتے ہو، فجر کی نماز کے بعد سورج طلوع ہونے سے پہلے نفلی نماز نہیں پڑھ سکتے فرض نماز قضاء کر سکتے ہو۔ اگر اس وقت جنازہ ہو جائے تو جنازہ بھی پڑھ سکتے ہو۔ صبح صادق سے لے کر سورج کے طلوع ہونے تک نفلی نماز مکروہ ہے اور عصر کی نماز کے بعد سورج غروب ہونے تک نفلی نماز مکروہ ہے قضا پڑھ سکتے ہو۔ سجدۂ تلاوت واجب ہے کر سکتے ہو نماز جنازہ فرض کفایہ ہے، پڑھ سکتے ہو۔ تو یہ آیت سجدے والی ہے پڑھنے والے پر بھی اور سننے والوں پر بھی سجدہ لازم ہو گیا ہے۔ اگر کسی کا وضو نہیں ہے یا جس وقت پڑھی وہ سجدے کا وقت نہیں تھا تو اپنے پاس نوٹ کر لے جب نماز کا وقت آئے سجدہ کرے اور سجدہ تلاوت کا طریقہ یہ ہے کہ زبان سے اللہ اکبر کہہ کر سجدے میں چلا جائے تین، پانچ ، سات مرتبہ تسبیح پڑھ کر اللہ اکبر کہہ کر اٹھ جائے۔ اس میں التحیات ہے نہ دائیں بائیں سلام پھیرنا ہے هٰذٰنِ خَصۡمٰنِ یہ دو گروہ ہیں جو آپس میں جھگڑ رہے ہیں۔ ایک گروہ مومنوں کا ہے دوسرا باطل فرقوں کا ہے۔

کافروں کا انجام :

یہودی، عیسائی، صابی، مجوسی اور مشرک اِخۡتَصَمُوۡا فِیۡ رَبِّهِمۡ یہ جھگڑا کر رہے ہیں اپنے رب کے بارے میں فَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا پس وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا قُطِّعَتۡ لَهُمۡ ثِیَابٌ مِّنۡ نَّارٍ کاٹے جائیں گے ان کے لیے کپڑے آگ سے۔ جیسے ہم کپڑے

سلواتے ہیں تو درزی ماپ لے کر کپڑا کاٹتا ہے اور برابر کرتا ہے۔ تو کافروں کے بدن پر آگ کے لباس کو فٹ کیا جائے گا یُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُ وْسِهِمُ الْحَمِيْمُ بہایا جائے گا ان کے سروں پر گرم پانی۔ اتنا گرم ہوگا کہ يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ نکالا جائے گا اس کے ذریعے جو کچھ ان کے پیٹوں میں ہے۔ پاخانے کے راستے سب کچھ نکل جائے گا وَالْجُلُوْدُ اور ان کی جلدیں، چمڑے اتار دیئے جائیں گے۔ اس پانی کے ذریعے چمڑا نیچے گر جائے گا۔ اتنا پانی گرم ہوگا اللہ تعالیٰ بچائے آج ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ آج اگر گرم پانی بدن پر پڑ جائے تو آدمی کے بدن کا حلیہ بگڑ جاتا ہے وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ اور ان کے لیے ہتھوڑے ہونگے لوہے کے۔ فرشتوں کے پاس لوہے کے ہتھوڑے ہونگے كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا جب بھی وہ مجرم ارادہ کریں گے کہ وہ نکلیں دوزخ سے مِنْ غَمٍّ جو غم اور پریشانی کی وجہ سے ہے۔ آگ کے شعلے بلند ہونے کی وجہ سے یہ اوپر آ جائیں گے تھوڑی سی امید لگے گی کہ نکل جائیں کنارے والے فرشتے لوہے کے ہتھوڑے زور سے ماریں گے پھر نیچے چلے جائیں گے۔ اسی طرح آگ کے شعلوں کیساتھ اوپر آتے رہیں گے اور فرشتے ہتھوڑے مار کر نیچے کرتے رہیں گے رب کے عذاب اور دوزخ سے باہر نہیں نکل سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اُعِيْدُوْا فِيْهَا لوٹا دیئے جائیں گے اس کے اندر ہتھوڑے مار کر اور فرشتے کہیں گے وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ اور چکھو جلانے والے عذاب کا مزہ۔ دنیا میں تم نے بڑے مزے اڑائے اب عذاب کا مزہ چکھو۔ اللہ تعالیٰ تمام مومنین، مومنات اور مسلمین، مسلمات کو محفوظ فرمائے۔

(آمین)

إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا ۖ وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ ﴿٢٣﴾ وَهُدُوا إِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ وَهُدُوا إِلَىٰ صِرَاطِ الْحَمِيدِ ﴿٢٤﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِي جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ ۚ وَمَنْ يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٢٥﴾ وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَنْ لَا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ﴿٢٦﴾ وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ﴿٢٧﴾

إِنَّ اللَّهَ بیشک اللہ تعالیٰ يُدْخِلُ داخل کرے گا الَّذِينَ ان لوگوں کو آمَنُوا جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ اور انہوں نے عمل کیے اچھے جَنَّاتٍ باغات میں تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ جاری ہوں گی ان کے نیچے نہریں يُحَلَّوْنَ فِيهَا پہنائے جائیں گے ان جنتوں میں مِنْ أَسَاوِرَ کنگن مِنْ ذَهَبٍ سونے کے وَلُؤْلُؤًا اور موتی وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ اور ان کا لباس جنتوں میں ریشمی ہوگا وَهُدُوا إِلَى الطَّيِّبِ اور ان کو ہدایت دی گئی پاکیزہ مِنَ الْقَوْلِ بات سے وَهُدُوا اور ہدایت دی گئی إِلَىٰ صِرَاطِ الْحَمِيدِ قابل تعریف ذات

کے راستے کی طرف اِنَّ الَّذِیْنَ بیشک وہ لوگ کَفَرُوْا جو کافر ہیں وَیَصُدُّوْنَ اور روکتے ہیں عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کے راستے وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اور مسجد حرام سے الَّذِیْ وہ مسجد حرام جَعَلْنٰہُ جس کو ہم نے بنایا لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے سَوَآءَ نِالْعَاکِفُ فِیْہِ برابر ہے جو وہاں کا مقیم ہے وَالْبَادِ اور جو باہر سے آنے والا ہے وَمَنْ یُّرِدْ فِیْہِ اور جو ارادہ کرے گا حرم میں بِاِلْحَادٍ کج روی کا بِظُلْمٍ زیادتی کرتے ہوئے نُّذِقْہُ ہم چکھائیں گے اس کو مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ دردناک عذاب وَاِذْ بَوَّاْنَا اور جس وقت ہم نے ٹھکانا بتایا لِاِبْرٰھِیْمَ ابراہیم علیہ السلام کو مَکَانَ الْبَیْتِ بیت اللہ کی جگہ اَنْ لَّا تُشْرِکْ بِیْ یہ کہ نہ شریک ٹھہرانا میرے ساتھ شَیْئًا کسی چیز کو وَّطَھِّرْ بَیْتِیَ اور پاک رکھ میرے گھر کو لِلطَّآئِفِیْنَ طواف کرنے والوں کے لیے وَالْقَآئِمِیْنَ اور قیام کرنے والوں کے لیے وَالرُّکَّعِ اور رکوع کرنے والوں کے لیے السُّجُوْدِ سجدہ کرنے والوں کے لیے وَاَذِّنْ اور اعلان کریں فِی النَّاسِ لوگوں میں بِالْحَجِّ حج کا یَاْتُوْکَ رِجَالًا آئیں گے آپ کے پاس پیدل چل کر وَّعَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ اور ہر لاغر اونٹ اونٹنی پر یَّاْتِیْنَ جو آئیں گے مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ہر دور دراز کے راستے سے۔

مومنوں کا انعام :

ان آیات سے پہلے تھا کہ کافروں کو کہا جائے گا کہ جلانے والی آگ کا مزہ چکھو۔

ان کے مدمقابل ان مومنوں کا ذکر ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ جنت میں پہنچا دے گا۔ فرمایا اِنَّ اللّٰہَ بیشک اللہ تعالیٰ یُدۡخِلُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا داخل کرے گا ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں اور خالی ایمان ہی نہیں وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے عمل بھی اچھے کیے۔ نہ ایمان عمل کے بغیر مکمل ہے اور نہ عمل ایمان کے بغیر مکمل ہے۔ کہاں داخل کرے گا؟ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ باغات میں بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں یُحَلَّوۡنَ فِیۡهَا پہنائے جائیں گے ان کو ان باغات میں مِنۡ اَسَاوِرَ مِنۡ ذَهَبٍ۔ اَسَاوِرَ، اَسۡوِرَةٌ کی جمع ہے اور اَسۡوِرَةٌ سَوَارٌ کی جمع ہے۔ اور سَوَارٌ کا معنیٰ ہے کنگن۔ تو معنیٰ ہوگا سونے کے کنگن۔ اس زمانے میں رواج تھا کہ ملک کا بادشاہ اور رئیس اپنے ہاتھوں میں کنگن پہنتا تھا جیسے تم گھڑی کا چین پہنے ہوئے ہو۔

حضرت سراقہ ابن مالک رضی اللہ عنہ جب انعام کے لالچ میں آپ کے پیچھے لگے ہجرت کے موقع پر کہ ان کو شہید کر کے دو سو اونٹ لوں گا۔ بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ گھوڑا دو دفعہ زمین میں دھنس گیا تو اس نے معافی مانگی کہ حضرت! مجھے معاف کر دیں۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا کَیۡفَ بِکَ اِذَا لَبِسۡتَ سَوَارَیۡ کِسۡرٰی "اے سراقہ آج تو آپ دو سو اونٹوں کے لالچ میں میرے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے لگے ہوئے ہیں وہ وقت کیسا ہوگا کہ آپ کسریٰ کے کنگن پہنیں گے۔" کہ اللہ تعالیٰ تجھے ایمان کی دولت سے نوازے گا ایران فتح ہوگا اور کسریٰ کے کنگن مالِ غنیمت میں آئیں گے اور تجھے پہنائے جائیں گے۔ چنانچہ آپ ﷺ کی یہ پیشین گوئی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں پوری ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب کے سامنے تھوڑی دیر کے لیے کسریٰ ایران کے کنگن حضرت سراقہ ابن مالک رضی اللہ عنہ کو پہنائے۔ یہاں سونے کا لفظ ہے اور دوسرے مقام پر چاندی کا لفظ ہے۔

توسونے کے بھی ہونگے اور چاندی کے بھی ہونگے۔

وَّلُؤْلُؤًا اور موتیوں کے وَ لِبَاسُھُمْ فِیْھَا حَرِیْرٌ اور ان کا لباس جنت میں ریشمی ہوگا۔ دنیا میں سونا اور ریشم مردوں کے لیے حرام ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے ہاتھ میں سونے کا ٹکڑا لیا اور دوسرے ہاتھ میں ریشم کا ٹکڑا اور فرمایا اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَھُمَا عَلٰی ذُکُوْرِ اُمَّتِیْ وَاَحَلَّھُمَا عَلٰی اُنَاثِ اُمَّتِیْ ''بیشک اللہ تعالیٰ نے ان دونوں چیزوں کو میری امت کے مردوں کے لیے حرام فرمایا ہے اور عورتوں کے لیے حلال فرمایا ہے۔'' جنت میں دونوں چیزیں جائز ہونگی۔ وَھُدُوْٓا اِلَی الطَّیِّبِ مِنَ الْقَوْلِ اور ہدایت دی گئی ان کو دنیا میں پاکیزہ بات کی۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں طیب من القول سے مراد کلمہ طیبہ ہے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو کلمہ پڑھنے کی توفیق عطا فرمائی وَھُدُوْٓا اِلٰی صِرَاطِ الْحَمِیْدِ قابل تعریف ذات کے راستے کی طرف ہدایت دی۔ اللہ تعالیٰ کی ذات قابل تعریف ہے اور اس کا راستہ صراط مستقیم ہے۔ اس پر چلنے کی توفیق عطا فرمائی۔ صراط مستقیم میں نمازیں بھی ہیں روزے، حج، زکوٰۃ، قربانی، فطرانہ وغیرہ سب شامل ہیں۔ یعنی ایمان کی بھی توفیق دی اور اچھے اعمال کی بھی توفیق دی۔

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بیشک وہ لوگ جو کافر ہیں وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اور روکتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے لوگوں کو کہ ایمان نہ لاؤ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اور مسجد حرام میں آنے سے روکتے ہیں۔ صحابہ کرام ؓ کلمہ پڑھنے کے بعد مسجد حرام میں نماز پڑھنے کی کوشش کرتے تھے تو کافران پر حملہ کر دیتے تھے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود ؓ نے مسجد حرام میں نماز شروع کی کافروں نے آ کر ان کو مارنا پیٹنا شروع کر دیا کہ اے صابی تمہارا

مسجد کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ اس وقت اہل حق کو صابی کہتے تھے جیسے آج کل اہل حق کو وہابی کہتے ہیں۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ مسجد حرام میں نماز پڑھ رہے تھے تو ابو جہل نے دھمکی دی کہ اگر پھر مسجد میں آئے تو میں تمہاری گردن دباؤں گا۔ سورہ اِقرا میں ذکر ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر ابو جہل قریب آتا تو فرشتے اس کی گردن مروڑ دیتے۔ تو فرمایا مسجد حرام میں آنے سے روکتے ہیں حالانکہ الَّذِیْ جَعَلْنٰہُ لِلنَّاسِ مسجد حرام وہ مقام ہے جس کو ہم نے بنایا ہے لوگوں کے لیے سَوَآءَ نِالْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ برابر ہے جو وہاں مقیم ہے اور جو باہر سے آنے والا ہے۔ مسافر اور مقیم سب کے لیے برابر ہے۔ یہ مسجد اہل محلہ نے رب تعالیٰ کی توفیق سے بنائی ہے لیکن اس میں نماز پڑھنے کا سب کو حق ہے۔ محلے والے کسی مسافر کو یہ نہیں کہہ سکتے کہ تم یہاں نماز نہیں پڑھ سکتے تم نے کوئی چندہ دیا ہے۔ ایسا کرنا گناہ ہے اور ہر مسجد کا یہی حکم ہے کہ اس میں جتنا حق مقامیوں کا ہے اتنا ہی حق مسافروں کا ہے۔ ہاں! اگر کوئی شرارت کے لیے آئے تو اس کا مسئلہ علیحدہ ہے وہ چاہے محلّہ دار ہو یا باہر سے آنے والا ہو تو اس کا علاج کیا جائے گا اس کو روکا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَنْ یُّرِدْ فِیْهِ بِاِلْحَادٍ اور جو شخص ارادہ کرے گا حرم میں کج روی کا اور شرارت کا بِظُلْمٍ زیادتی کرتے ہوئے نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ چکھائیں گے اس کو ہم دردناک عذاب۔

نیکی بدی کے بارے میں ضابطہ :

نیکی بدی کے متعلق ضابطہ یہ ہے کہ حدیث پاک میں آتا ہے اور روایت بخاری شریف کی ہے اگر کوئی شخص نیکی کا ارادہ کرے جسکو فقہاء کرامؒ عزم کہتے ہیں تو فرشتہ اس کے لیے ایک نیکی لکھ لیتا ہے مثلاً اگر کوئی شخص ارادہ کرے کہ میں نے ظہر کی نماز جماعت

کے ساتھ پڑھنی ہے جبکہ ظہر کے وقت میں ابھی دیر ہے تو اس کے اس ارادے سے ایک نیکی لکھی جائے گی۔ اگر عصر کا بھی ارادہ کرے تو دوسری نیکی لکھی جائے گی۔ غرض کہ جتنی نیکیوں کا ارادہ کرے گا اتنی نیکیاں لکھی جائیں گی اور جب عملاً نیکی کرے گا تو ایک نیکی پر دس نیکیاں لکھی جائیں گی مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ''جس نے ایک نیکی کی اس کو دس گنا اجر ملے گا۔'' یہ قاعدہ عام نیکیوں کے لیے ہے اور وہ نیکی جو فی سبیل اللہ کی مد میں کی جاتی ہے تو اس کا ادنیٰ ترین بدلہ سات سو نیکیوں کا ہے وَاللّٰهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ''اور اللہ تعالیٰ بڑھا دیتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے۔'' مزید حساب رب تعالیٰ کے پاس ہے ہمارے پاس نہیں ہے اور یہ بات میں کئی دفعہ عرض کر چکا ہوں کہ فی سبیل اللہ کی کئی قسمیں ہیں۔ قرآن و حدیث کا درس سننے کے ارادے سے جو گھر سے چلتا ہے تو یہ بھی فی سبیل اللہ کی مد میں ہے۔ اور ایک قدم پر ادنیٰ ترین نیکی سات سو ہے۔ علم دین حاصل کرنا فی سبیل اللہ کی مد میں ہے اور دین کی ترویج اور تبلیغ کے لیے نکلنا بھی فی سبیل اللہ کی مد میں ہے اور جہاد مع الکفار کے لیے نکلنا بھی فی سبیل اللہ کی مد میں ہے۔ حج کا سفر بھی فی سبیل اللہ کی مد میں ہے۔ ایک آدمی کا عقیدہ صحیح ہے نماز، روزے کا پابند ہے جائز کمائی کے لیے گھر سے نکلتا ہے کہ کما کر خود کھاؤں گا، بیوی بچوں کو کھلاؤں گا، عزیز رشتہ داروں کو کھلاؤں گا تو اس کا ہر ہر قدم فی سبیل اللہ کی مد میں ہے۔ اور برائی کا ارادہ کرنے پر برائی نہیں لکھی جاتی جب تک کرے گا نہیں۔ مثلاً ایک شخص ارادہ کرتا ہے کہ میں فلاں آدمی کو ماروں گا تو جب تک مارے پیٹے گا نہیں اس وقت تک برائی نہیں لکھی جائے گی۔ پھر ایک گناہ پر ایک گناہ ہی لکھا جائے گا دس نہیں لکھے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو تم یہاں سے سمجھ سکتے ہو کہ نیکیاں کمانی کتنی آسان ہیں۔ بیٹھے بیٹھے ایک دفعہ سبحان اللہ، الحمد للہ کہا، اللہ اکبر کہا تو دس

نیکیاں مل گئیں اور ایک صغیرہ گناہ بھی مٹ گیا اور ایک درجہ بھی بلند ہو جائے گا اور ایک درخت بھی جنت میں لگ جائے گا۔ یہ قانون عام جگہوں کے متعلق ہے اور جو شخص مسجد حرام میں کج روی یا شرارت کا ارادہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم اس کو دردناک عذاب چکھائیں گے۔

مسجد حرام کے بانی اور جگہ کی تعیین :

آگے مسجد حرام کے بانی اور اس کی جگہ کی تعیین کا ذکر ہے۔ وَ اِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ اور جس وقت ہم نے ٹھکانا بتایا ابراہیم علیہ السلام کو مَكَانَ الْبَيْتِ بیت اللہ کی جگہ کا۔ حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان کی وجہ سے بیت اللہ شہید ہو گیا تھا اور نام ونشان بھی مٹ گیا تھا۔ ابھرا ہوا ٹیلا سا تھا اور بھی اردگرد ٹیلے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام جب جوان ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے دونوں کو حکم دیا بیت اللہ کو تعمیر کرنے کا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے معمار کا کام کیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے مزدور کا اور مقام ابراہیم والے پتھر نے "گوہ" کا کام دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پتھر کو ابراہیم علیہ السلام کے تابع کر دیا تھا اوپر نیچے دائیں بائیں جدھر کا ارادہ فرماتے یہ پتھر ادھر ہی چل پڑتا تھا نیچے تختے اور بانس لگانے کی ضرورت نہیں تھی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے ہاتھ میں لاٹھی تھی۔ فرمایا میں کعبۃ اللہ کی نشاندہی کے لیے آیا ہوں۔ پھر چاروں دیواروں کی بنیادوں کی نشاندہی فرما دی۔ چوالیس مربع فٹ اور اونچائی پچاس فٹ ہے۔ اور فرمایا کہ اس جگہ اللہ تعالیٰ کا گھر بنانا ہے۔ اس زمانے میں کعبۃ اللہ سے بلند کوئی عمارت نہیں تھی اور اب اتنی بلند بلڈنگیں ہیں کہ کعبۃ اللہ دور سے نظر نہیں آتا۔ اور حجر حطیم جس کو کہتے ہیں یہ بھی کعبۃ اللہ کا حصہ ہے۔ مشرکین کے پاس خالص حلال کی رقم اتنی

نہیں تھی کہ اس پر چھت ڈال سکتے۔ جگہ بتانے کے بعد پہلی بات یہ فرمائی اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْئًا یہ کہ نہ شریک ٹھہرانا میرے ساتھ کسی چیز کو۔ اوظالمو! تم اپنے آپ کو ابراہیمی کہتے ہو اور بیت اللہ کی بیرونی دیواروں پر تین سو ساٹھ بت بھی نصب کیے ہوئے ہیں حالانکہ بیت اللہ کی بنیاد اس پر تھی کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔ لہٰذا تمہارا ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ اور پاک رکھ میرے گھر کو کفر شرک سے اور ظاہری طور پر بھی۔

پاگلوں اور چھوٹے بچوں کو مسجد میں نہ آنے دو :

حدیث پاک میں آتا ہے جَنِّبُوْا مَجَانِيْنَ وَالصِّبْيَانَ ''اپنی مسجدوں میں پاگلوں اور چھوٹے ناسمجھ بچوں کو نہ آنے دو۔'' پیشاب پاخانہ کر دیں مسجد کی بے حرمتی ہو گی۔ پاگل کو ہوش ہی نہیں ہے کہ کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا اور مسجد کی صفائی دین کا حصہ ہے۔ فرمایا میرے گھر کو پاک رکھ لِلطَّآئِفِيْنَ طواف کرنے والوں کیلئے وَالْقَآئِمِيْنَ اور قیام کرنے والوں کیلئے۔ اس میں نماز کے اندر قیام کرنے والے بھی آ گئے باہر سے آ کر ٹھہرنے والے بھی اور جو اعتکاف کیلئے ٹھہرنے والے ہیں سب اس میں آ گئے۔ کیونکہ بیت اللہ اور حرم پاک دنیا بھر کے مسلمانوں کیلئے ہے وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ اور رکوع سجود کرنے والوں کیلئے۔ نماز پڑھنے والوں کیلئے بھی حرم کی طہارت ضروری ہے۔

دوسرا حکم وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ اور اے ابراہیم علیہ السلام! اعلان کریں لوگوں میں حج کا کہ اللہ تعالیٰ کا گھر تعمیر ہو چکا ہے آ ؤ حج کرو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا اے پروردگار! یہاں آبادی تو ہے کوئی نہیں یہاں بے آباد جنگل میں میرے اور اسماعیل علیہ السلام کے سوا اور تو کوئی ہے نہیں اعلان کو سن کر کون آئے گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

آپ کا کام ہے اعلان کرنا۔ اے لوگو! فَقَدْ فَرَضَ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ ”تحقیق فرض کر دیا ہے اللہ تعالیٰ نے تم پر حج کو۔“ اس اعلان کو لوگوں تک پہنچانا میرا کام ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جبل ابوقبیس پر کھڑے ہو کر یہ اعلان کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آواز روئے زمین کے تمام انسانوں تک یہاں تک کہ ماؤں کے رحموں میں جو موجود تھے اور پھر آدم علیہ السلام کی پشت سے ساری نسل انسانی تک پہنچائی اور جس جس نے اس آواز پر لبیک کہی وہ ضرور پہنچے گا حج کے لیے يَأْتُوكَ رِجَالًا آئیں گے آپ کے پاس پیدل چل کر وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ اور ہر لاغر اونٹ اونٹنی پر يَّأْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ جو آئیں گے ہر دور دراز کے راستے سے تاکہ اس فرض کو ادا کریں۔

❀ ❀ ❀

لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ۝۲۸ ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ۝۲۹ ذٰلِكَۗ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖؕ وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِۙ۝۳۰ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖؕ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ۝۳۱ ذٰلِكَۗ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ۝۳۲ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ۝۳۳ ع

لِّيَشْهَدُوْا تاکہ وہ حاضر ہوں مَنَافِعَ لَهُمْ فائدوں کی جگہ پر وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ اور ذکر کریں اللہ تعالیٰ کے نام کا فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ معلوم دنوں میں عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ اس چیز پر جو اللہ تعالیٰ نے ان کو روزی دی ہے مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ چوپائیوں اور مویشیوں میں سے فَكُلُوْا مِنْهَا پس کھاؤ ان جانوروں میں سے وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ اور کھلاؤ پریشان حال فقیر کو ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ پھر چاہیے کہ دور کریں اپنا میل کچیل وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ اور چاہیے کہ پوری کریں اپنی نذریں وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ اور چاہیے کہ طواف کریں

بیت عتیق کا ذٰلِکَ یہی کچھ ہونا چاہیے وَ مَنْ یُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ اور جس نے تعظیم کی اللہ تعالیٰ کی عزت والی جگہوں کی فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ پس وہ اس کے لیے بہتر ہے عِنْدَ رَبِّهٖ اس کے رب کے ہاں وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اور حلال کیے گئے تمہارے لیے مویشی اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ مگر وہ جو تمہیں پڑھ کر سنائے جائیں گے فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ پس بچو تم گندگی سے مِنَ الْاَوْثَانِ جو بت ہیں وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ اور بچو تم جھوٹی بات سے حُنَفَآءَ لِلّٰهِ یکسو ہونے والے ہو اللہ تعالیٰ کے لیے غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ نہ شرک کرنے والے اللہ تعالیٰ کے ساتھ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ اور جس شخص نے شرک کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ فَكَاَنَّمَا خَرَّ پس گویا کہ وہ گرا مِنَ السَّمَآءِ آسمان سے فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ پس اچک لیا اس کو پرندوں نے اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ یا پھینک دیا اس کو ہوا نے فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ کسی گہری جگہ میں ذٰلِكَ ایسے ہی ہے وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ اور بیشک جس نے تعظیم کی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی فَاِنَّهَا پس بیشک ہے یہ تعظیم مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ دل کے تقویٰ کی وجہ سے لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ تمہارے لیے ان جانوروں میں نفع ہے اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ایک مقررہ مدت تک ثُمَّ مَحِلُّهَآ پھر ان کے حلال ہونے کی جگہ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ پرانا گھر ہے۔

کل کے درس میں تم نے یہ بات سنی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ لوگوں میں حج کا اعلان کریں وہ آپ کے پاس آئیں گے پیدل چل کر بھی اور ہر پتلے دبلے اونٹ اونٹنی پر دور دراز کے راستوں سے۔ کیوں آئیں گے؟ اس کا

ذکر ہے۔ لِيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ تا کہ وہ حاضر ہوں فائدوں کی جگہ پر۔

حج کے فوائد و مقاصد :

حج میں بہت سے منافع ہیں دینی بھی دنیوی بھی۔ایک تو دینی نفع ظاہر ہے کہ صحیح معنٰی میں سنت کے مطابق حج ہو تو حاجی کو اللہ تعالٰی بلند مقام عطا فرماتے ہیں۔دوسرا یہ کہ مختلف ممالک اور مختلف علاقوں سے لوگ آئے ہوئے ہوتے ہیں شکلیں مختلف، رنگ مختلف ، زبانیں مختلف، اللہ تعالٰی کی شان اور قدرت سمجھ آتی ہے۔پھر اکٹھا ہونے میں یہ بھی نفع ہے کہ ایک دوسرے سے اسلام کے متعلق حالات معلوم کریں ترجمان کے ذریعے کہ تمہارے ملک میں اسلام کا کیا حال ہے؟ کافروں کی کیا پوزیشن ہے وہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں؟ حج کے مقاصد میں یہ بات شامل تھی کہ مسلمان آپس میں سر جوڑ کر بیٹھیں اور سوچیں اور سمجھیں کہ ہم نے اپنے اپنے ملک اور علاقے میں اسلام کے لیے کیا کرنا ہے؟ مگر آج یہ نکتہ مسلمان بالکل بھول گئے ہیں۔بس گئے اور بھاگے۔عوام تو عوام حکمران بھی اس نکتے کو بھول گئے ہیں ایک آدھ کے علاوہ سب بے دین ہیں۔تو ان بے دینوں نے دین کے متعلق کیا سوچنا ہے؟ ان بے غیرتوں کو اپنی عیاشیوں اور تن آسانی سے کام ہے اور بس! ان کو کوئی فکر ہے کہ اس وقت بوسنیا میں کیا ہو رہا ہے؟ کشمیر میں کیا ہو رہا ہے؟ فلسطین میں کیا ہو رہا ہے اور دیگر ممالک میں مسلمانوں کے ساتھ کیا کچھ ہو رہا ہے؟ غیرت مند مسلمان تو خاموش نہیں رہ سکتا بے غیرتوں کا کیا ہے۔حدیث پاک میں آتا ہے فرمایا مسلمانوں کی مثال کَجَسَدٍ وَاحِدٍ ایک وجود کی طرح ہے ایک عضو میں تکلیف ہو تو سارے اعضاء بے چین ہوتے ہیں انگلی کو درد ہو آنکھ کو درد ہو سارا جسم بے قرار ہو جاتا ہے۔یہ تو نہیں ہو سکتا کہ آنکھ میں درد ہو تو باقی اعضاء کہیں خیر صلا ہے ہمیں تو کوئی تکلیف

نہیں ہے۔ مگر آج کا مسلمان یہ نکتہ بھول چکا ہے۔ اور حج کے منافع میں سے ضمنی طور پر کوئی چیز خریدنا بیچنا بھی ہے۔ مستقل طور پر مقصد تجارت ہوا تو پھر حج تو نہ ہوا ہاں یہ ہے کہ حاجی ضمنی طور پر کوئی چیز خرید بھی سکتا ہے بیچ بھی سکتا ہے۔ دوسرے پارے میں آتا ہے کہ صحابہ کرام ﷺ نے حج کے موقع پر چیزیں خریدنی اور بیچنی پسند نہ کی کہ حج میں فرق نہ آجائے تو اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ [بقرہ:۱۹۸] ”تم پر کوئی گناہ نہیں ہے اس بات میں کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔“ کوئی چیز بیچ کر فائدہ حاصل کرلو کوئی چیز خرید کر فائدہ حاصل کرلو۔ تو مومنوں کے لیے دینی دنیوی دونوں قسم کے منافع ہیں وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ اور ذکر کریں اللہ تعالیٰ کے نام کا فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ معلوم دنوں میں۔

قربانی تین دن ہے :

ان معلوم دنوں کے متعلق حضرت امام ابوحنیفہ، حضرت امام مالک، حضرت امام احمد ابن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قربانی کے تین دن ہیں۔ صحیح روایات بھی اسی پر دلالت کرتی ہیں۔ حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ چوتھے دن بھی قربانی درست ہے لیکن جو روایات پیش کرتے ہیں وہ تین سندوں کے ساتھ ہیں اور تینوں سندیں ضعیف اور کمزور ہیں اور دین کے معاملے میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرو عید والے دن اور دو دن بعد میں یعنی بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرو۔ اور مسئلہ یاد رکھنا! کہ جس طرح یہ مسئلہ ہے کہ نمازی نماز میں الفاظ اتنی آواز سے بولے کہ اس کے کان سنیں ورنہ نماز نہیں ہوگی بشرطیکہ بہرہ نہ ہو۔ اسی طرح جانور ذبح کرتے وقت بھی بسم اللہ اللہ اکبر اتنی آواز سے کہے کہ اس کے اپنے کان سنیں ورنہ جانور حلال نہیں ہوگا۔ ”البحر الرائق“ وغیرہ کتابوں میں

اس کی تفصیل موجود ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں عَلٰی مَا رَزَقَهُمْ جو اللہ تعالیٰ نے ان کو روزی دی ہے مِّنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ۔ بَهِيْمَه کی جمع بهائم آتی ہے۔ بَهِيْمَه چار ٹانگوں والے جانور کو کہتے ہیں۔ پھر اضافت فرمائی انعام کی طرف کہ وہ چار ٹانگوں والے جو انعام کی مد سے ہوں ورنہ چار ٹانگیں تو کتے کی بھی ہوتی ہیں۔

کن کن جانوروں کی قربانی ہوسکتی ہے :

اور اَنعام کی مد میں کون کون سے جانور آتے ہیں؟ ان کا ذکر سورۃ الانعام میں ہے۔ بکرا، بکری، بھیڑ، نر مادہ، گائے، بیل، اونٹ، اونٹنی، ان جانوروں کو اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے۔ بھینس عرب کے علاقے میں نہیں ہوتی تھی کیونکہ یہ ٹھنڈے علاقے کا جانور ہے عرب کی سرزمین میں نہ پانی وافر مقدار میں تھا اور نہ گھاس ہوتا تھا اس لیے وہ لوگ بھینس نہیں رکھتے تھے۔ فقہاء کرام ؒ کا متفقہ فیصلہ ہے کہ اَلْجَامُوْسُ نَوْعٌ مِّنَ الْبَقَرِ "بھینس بھی بقر کی جنس سے ہے۔" اس کا دودھ، گوشت اور گھی حلال ہے اور اس کی قربانی بھی درست ہے۔ غیر مقلدین کے بڑے بزرگ ہیں قاضی شوکانی مرحوم۔ ان سے سوال کیا گیا کہ عقیقہ میں گائے بھینس ذبح کیے جاسکتے ہیں اور ان کی قربانی ہوسکتی ہے؟ تو انہوں نے اپنی کتاب "نیل الاوطار" میں تصریح فرمائی ہے کہ گائے، بھینس، بیل کی قربانی ہوسکتی ہے عقیقہ کا حصہ بھی ان میں رکھا جاسکتا ہے۔ بڑے جانور کے سات حصے ہوتے ہیں مثلاً اگر ایک گھر میں دو بچے پیدا ہوئے ہوں اور تین بچیاں پیدا ہوئی ہوں تو بڑا جانور سب کی طرف سے عقیقہ میں ذبح کر دیا جائے تو جائز ہے۔ لیکن قربانی ایسے جانور کی افضل ہے جس کا گوشت لذیذ ہو۔ ایک ہے افضل ہونا اور ایک ہے جائز ہونا۔ ان دونوں میں فرق ہے۔ قربانی اونٹ کی بھی جائز ہے گائے، بیل، بھینس، بکرا، چھترا وغیرہ انعام میں جو بھی

آتے ہیں سب کی جائز ہے۔ لیکن ان میں سے جس کا گوشت زیادہ لذیذ ہوگا وہ زیادہ افضل ہوگا۔ اور پھر حدیث پاک میں یہ بھی آتا ہے کہ جتنے بال ہوں گے اتنی نیکیاں ملیں گی۔ چھوٹا جانور ایک کی طرف سے اور بڑا جانور سات آدمیوں کی طرف سے ہوگا۔ بھیڑ، دنبے پر بال زیادہ ہوتے ہیں لہٰذا ان کی قربانی افضل ہوگی۔ فَكُلُوا مِنْهَا پس کھاؤ ان جانوروں میں سے قربانی کا گوشت خود بھی کھا سکتے ہیں وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ اور کھلاؤ پریشان حال فقیر کو۔ بعض ایسے فقیر بھی ہوتے ہیں جن کو سارا سال گوشت کوئی زیادہ نصیب ہی نہیں ہوتا ان کو بھی کھلاؤ۔ قربانی کرنے کے بعد تم احرام سے نکل آؤ ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ پھر چاہیے کہ دور کریں اپنا میل کچیل۔ احرام کی حالت میں چونکہ بدن کو رگڑ کر نہانا جائز نہیں ہے کہ بدن سے کوئی بال نہ اکھڑ جائے کیونکہ بال جھڑنے سے اگرچہ احرام تو فاسد نہیں ہوتا مگر مکروہ ہے۔ اب چونکہ احرام سے نکل آئے ہو خوب رگڑ کر بدن کو صاف کرو وَلْيُوفُوا نُذُوْرَهُمْ اور چاہیے کہ پوری کریں اپنی نذریں۔ حج سے پہلے بہت سے لوگ نذریں مانتے ہیں کہ اگر میں وہاں پہنچ گیا تو اتنے طواف کروں گا، اتنے عمرے کروں گا، اتنی قربانی دوں گا، اتنا صدقہ کروں گا، اتنے نفل پڑھوں گا۔ تو جو نذریں مانی ہیں وہ پوری کریں۔

عتیق کے معانی :

وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ اور چاہیے کہ طواف کریں بیت عتیق کا۔ عتیق کے دو معنٰی مشہور ہیں۔ ایک پرانا، چوتھے پارے میں مذکور ہے اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا [آل عمران:۹۶] ''بیشک پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لیے بنایا گیا مکہ مکرمہ میں برکت والا ہے۔'' تو اس لحاظ سے کعبۃ اللہ تمام عمارتوں سے پرانا ہے۔

اور عتیق کا دوسرا معنیٰ ہے آزاد کیا ہوا غلام۔ اس معنیٰ میں کعبۃ اللہ کو عتیق کہنے کا مطلب یہ ہوگا کہ کعبۃ اللہ دشمنوں کے شر سے آزاد کیا ہوا ہے اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ صنعاء کا گورنر ابرہہ بن صباح ہاتھیوں کا لشکر لے کر کعبۃ اللہ کو گرانے کے لیے جب وادی مُحسَّر میں پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے ابابیل پرندوں کا لشکر بھیجا انہوں نے بمباری کی ،مسور کے دانے کے برابر کنکر پھینکتے تھے ہاتھی بھی مر جاتا تھا اور اس پر سوار آدمی بھی مر جاتا تھا۔ چونکہ اس نے بے حرمتی کا ارادہ کیا تھا اس لیے اس کو اللہ تعالیٰ نے تباہ کر دیا۔ آج سے چند سال پہلے کچھ باغیوں نے حکومت پر قبضہ کرنے کے لیے کعبۃ اللہ پر قبضہ کیا تھا مگر وہ بے حرمتی کے لیے نہیں تھا۔ سترہ (۱۷) دن مسجد حرام پر باغیوں کا قبضہ رہا تھا۔ اتنے دن نہ اذان ہوئی اور نہ نماز پڑھی جا سکی۔ اس واقعہ کے بعد مجھے وہاں جانے کا موقع ملا۔ میں نے اس کی وجہ پوچھی تھی لوگوں نے متضاد سی باتیں بتائیں۔ ایک بات یہ بتائی گئی کہ شاہی خاندان میں سے گورنر یا کوئی اور تھا جس نے اقتدار پر قبضہ کرنے کے لیے ان لوگوں کو استعمال کیا تھا واللہ اعلم۔ کسی حد تک یہ روایت صحیح ہے اور یہ بات بھی میں نے سنی کہ کچھ نیک لوگوں کی فکر تھی کہ سعودیہ کا علاقہ اسلام کا منبع اور مرکز ہے یہاں سینما خانے بنے ہوئے ہیں، گانے، گانے، ناچنے کے دھندے ہو رہے ہیں تو ان جذباتی نوجوانوں نے اس کو روکنے کیلئے یہ طریقہ اختیار کیا۔ ان کا مقصد مورچا بنا کر اپنا مقصد حاصل کرنا تھا بے حرمتی مقصد نہیں تھا لیکن ان کا یہ طریقہ غلط تھا۔ اگر حکومت ہی حاصل کرنا مقصد تھا تو اس کے اور طریقے بھی تھے احتجاج کے لیے کوئی اور طریقہ بھی اختیار کیا جا سکتا تھا۔ ذٰلِكَ فرمایا جو ہم نے بیان کیا ہے ایسے ہی ہے وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ اور جو شخص تعظیم کرے گا عزت والی جگہوں کی جن کی حرمت اور عزت اللہ تعالیٰ نے بیان کی ہے فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ پس وہ اس

کے لیے بہت بہتر ہے عِنۡدَ رَبِّهٖ اس کے رب کے ہاں وَاُحِلَّتۡ لَكُمُ الۡاَنۡعَامُ اور حلال کیے گئے تمہارے لیے مویشی اِلَّا مَا يُتۡلٰى عَلَيۡكُمۡ مگر وہ جو تمہیں پڑھ کر سنائے جائیں گے۔

حرام جانور :

چھٹا پارہ نکالو تا کہ تمہیں بات سمجھ آجائے۔

اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

حُرِّمَتۡ عَلَيۡكُمُ الۡمَيۡتَةُ ''حرام کیا گیا تم پر مردار۔ یعنی ایسا جانور جو ذبح نہ کیا جا سکے وَالدَّمُ اور ذبح کرتے وقت جو خون نکلتا ہے وہ بھی حرام ہے وَلَحۡمُ الۡخِنۡزِيۡرِ اور خنزیر کا گوشت بھی وَمَاۤ اُهِلَّ لِغَيۡرِ اللّٰهِ بِهٖ اور وہ جانور جو نامزد کیا گیا ہو غیر اللہ کے تقرب کے لیے۔'' جیسے جاہل لوگ کرتے ہیں کہ یہ بکرا فلاں کا ہے، یہ بھینسا فلاں کا ہے، یہ گائے فلاں کی ہے، یہ حلوا فلاں کا ہے۔ غیر اللہ کے تقرب کے لیے ایسا کرتے ہیں یاد رکھنا! ان پر بسم اللہ اللہ اکبر پڑھنے کے باوجود حلال نہیں ہیں وَالۡمُنۡخَنِقَةُ ''اور جو گلا گھٹنے سے مر گیا۔ زنجیر یا رسی کیساتھ یہ بھی حرام ہے وَالۡمَوۡقُوۡذَةُ اور جو چوٹ لگنے سے ہلاک ہو گیا۔ یہ بھی حلال نہیں ہے وَالۡمُتَرَدِّيَةُ اور جو اونچی جگہ سے گر کر ہلاک ہو گیا وہ بھی حلال نہیں ہے وَالنَّطِيۡحَةُ اور جس کو دوسرے جانور نے سینگ مار کر ہلاک کر دیا وہ حلال نہیں ہے وَمَاۤ اَكَلَ السَّبُعُ اور جس کو درندوں نے کھا لیا ہو۔ ان کا بچا ہوا بھی حلال نہیں ہے اِلَّا مَا ذَكَّيۡتُمۡ مگر وہ جس کو تم نے ذبح کر لیا ہو وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ اور وہ جو ذبح کیا گیا ہو بتوں کے نام پر۔'' یہ سب جانور حرام ہیں۔ فرمایا فَاجۡتَنِبُوا الرِّجۡسَ پس بچو تم گندگی

سے۔وہ کونسی گندگی ہے؟فرمایا مِنَ الْاَوْثَانِ وہ بت ہیں۔ظاہری طور پرتو گندگی نظرنہیں آتی مگرحقیقتاً انتہائی نجس ہیں ان سے بچو وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ اور بچوتم جھوٹی بات سے۔زُوْر کا معنیٰ جھوٹ ہے۔جھوٹی بات نہ کرو حُنَفَآءَ لِلّٰهِ یکسو ہونے والے ہواللہ تعالیٰ کے لیے۔ایسانہیں کہ ایک ٹانگ اسلام کی طرف اوردوسری ٹانگ کفر کی طرف۔

؂ آدھا تیتر آدھا بٹیر

جیسے آج کل ہماراحکمران طبقہ ہے کہ نام اسلام کا لیتے ہیں اور کرتے سارا کفر ہیں۔ غَیْرَ مُشْرِكِیْنَ بِهٖ نہ شرک کرنے والے ہواللہ تعالیٰ کے ساتھ۔

مشرک کا انجام :

نہ رب تعالیٰ کی ذات میں کسی کوشریک ٹھہراؤ اور نہ صفات میں وَمَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ اور جس نے شرک کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کوشریک ٹھہرایا۔اس کی مثال یوں سمجھو فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ پس گویا کہ وہ گرا آسمان سے فَتَخْطَفُهُ الطَّیْرُ پس اچک لیا اس کو پرندوں نے اَوْ تَهْوِیْ بِهِ الرِّیْحُ یاپھینک دیااس کوہوانے فِیْ مَكَانٍ سَحِیْقٍ کسی گہری جگہ میں کہ نکل نہ سکے۔یہ اللہ تعالیٰ نے مشرک کی مثال بیان فرمائی ہے اب تم اس مثال کو سمجھو۔وہ اس طرح کہ رب تعالیٰ نے توحید کو آسمان کے ساتھ تشبیہ دی ہے تو جب شرک کیا تو توحید کی بلندی سے گرا اور دونمبر پیروں اور مولویوں نے پکڑ لیا یا اپنی نفسانی خواہشات نے ایسی جگہ میں گرایا کہ وہاں سے نکل نہیں سکتا۔جیسے پیٹ کا دھندا ہے، تیجا، ساتا، دسواں وغیرہ یہ سب چیزیں خواہشات ہیں۔اللہ تعالیٰ ان سے ساری زندگی محفوظ فرمائے۔ ذٰلِكَ ایسے ہی ہے جیسے ہم نے بیان کیا ہے وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ جس نے تعظیم کی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی۔ شَعَآئِر جمع ہے شَعِیْرَةٌ کی اور شَعِیْرَہ کا معنیٰ

ہے نشانی، علامت۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ اپنی کتاب "حجۃ اللہ البالغۃ" کے اندر فرماتے ہیں شعائر اللہ تو بہت ساری چیزیں ہیں مگر چار کا ان میں سے بہت بلند مقام ہے۔ نبی، کعبہ، قرآن، نماز۔ یہ چار شعائر اللہ میں بڑھ کر ہیں۔ باقی صفا مروہ بھی شعائر اللہ میں سے ہے اور جن جانوروں کے گلے میں پٹے ڈالے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ کی نیاز کے لیے جا رہے ہوتے ہیں وہ بھی شعائر اللہ میں سے ہیں۔ اگلے رکوع میں آ رہا ہے کہ یہ شعائر اللہ ہیں ان کی بیحرمتی نہ کرو۔ مساجد کا خیال رکھو، قرآن کریم کا ادب کرو، پیغمبر کی تعظیم کرو۔ تو جس نے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تعظیم کی فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ پس ہے یہ تعظیم دل کے تقویٰ کی وجہ سے لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ تمہارے لیے ان جانوروں میں منافع ہیں جن جانوروں کا پہلے ذکر ہوا ہے اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ایک مقررہ مدت تک۔ اونٹ پر سوار ہو سکتے ہو اونٹنی کا دودھ پی سکتے ہو اسی طرح دوسرے جانور ہیں۔ اسی طرح گائے، بکری کا دودھ پی سکتے ہو۔ ان کے گلے میں ہار ہونگے ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ پھر ان کے حلال ہونے کی جگہ پرانا گھر ہے۔ حرم کے علاقے میں قربانی کرنا ہے۔

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۗ فَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا ۗ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ ﴿٣٤﴾ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَالصَّابِرِينَ عَلَىٰ مَا أَصَابَهُمْ وَالْمُقِيمِي الصَّلَاةِ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ﴿٣٥﴾ وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُم مِّن شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا صَوَافَّ ۖ فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ۚ كَذَٰلِكَ سَخَّرْنَاهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٣٦﴾ لَن يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَٰكِن يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنكُمْ ۚ كَذَٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ ۗ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِينَ ﴿٣٧﴾ ۞ إِنَّ اللَّهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُورٍ ﴿٣٨﴾

وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ اور ہر امت کے لیے جَعَلْنَا بنائی ہم نے مَنسَكًا قربانی لِيَذْكُرُوا تا کہ وہ ذکر کریں اسْمَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کا نام عَلٰى مَا رَزَقَهُم اس پر جو ہم نے ان کو رزق دیا ہے مِّنْ بَهِيمَةِ چوپائے میں سے الْاَنْعَامِ جو مویشی ہیں فَاِلٰهُكُمْ پس تمہارا معبود اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ایک ہی معبود ہے فَلَهٗ اَسْلِمُوا پس اس کے سامنے جھکو وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ اور خوشخبری سنا دے عاجزی کرنے والوں کو الَّذِيْنَ وہ لوگ ہیں اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ جب ذکر کیا جاتا ہے

اللہ تعالیٰ کا وَجِلَتۡ قُلُوۡبُهُمۡ ڈرجاتے ہیں دل ان کے وَالصّٰبِرِيۡنَ اور صبر کرنے والے عَلٰى مَاۤ ان تکلیفوں پر اَصَابَهُمۡ جو ان کو پہنچتی ہیں وَالۡمُقِيۡمِى الصَّلٰوةِ اور قائم کرنے والے ہیں نماز کو وَمِمَّا اور اس چیز میں سے رَزَقۡنٰهُمۡ جو ہم نے ان کو دی ہے يُنۡفِقُوۡنَ خرچ کرتے ہیں وَالۡبُدۡنَ اور قربانی کا بڑا جانور جَعَلۡنٰهَا لَكُمۡ بنایا ہے ہم نے تمہارے لیے مِّنۡ شَعَآئِرِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے لَـكُمۡ فِيۡهَا خَيۡرٌ تمہارے لیے اس میں خیر ہے فَاذۡكُرُوا اسۡمَ اللّٰهِ عَلَيۡهَا پس یاد کرو اللہ تعالیٰ کا نام ان پر صَوَآفَّ جب وہ تین ٹانگوں پر کھڑے ہوں فَاِذَا وَجَبَتۡ جُنُوۡبُهَا پس جب وہ گر جائیں پہلو کے بل فَكُلُوۡا مِنۡهَا پس کھاؤ ان میں سے وَاَطۡعِمُوا الۡقَانِعَ اور کھلاؤ قناعت کرنے والے کو وَالۡمُعۡتَـرَّ اور بے قرار کو كَذٰلِكَ اسی طرح سَخَّرۡنٰهَا ہم نے تابع کیا ان کو لَـكُمۡ تمہارے لیے لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ تاکہ تم شکر ادا کرو (اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا) لَنۡ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوۡمُهَا ہرگز نہیں پہنچتے اللہ تعالیٰ کو ان کے گوشت وَلَا دِمَآؤُهَا اور نہ ان کے خون وَلٰـكِنۡ يَّنَالُهُ التَّقۡوٰى مِنۡكُمۡ اور لیکن اس کو پہنچتا ہے تمہاری طرف سے تقویٰ كَذٰلِكَ اسی طرح سَخَّرَهَا لَـكُمۡ اللہ تعالیٰ نے تابع بنایا ان جانوروں کو تمہارے لیے لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ تاکہ تم بڑائی بیان کرو اللہ تعالیٰ کی عَلٰى مَا هَدٰٮكُمۡ اس نعمت پر جو اس نے تمہیں ہدایت بخشی ہے وَبَشِّرِ الۡمُحۡسِنِيۡنَ اور خوش خبری سنائیں نیکی کرنے والوں کو اِنَّ اللّٰهَ بے شک

اللہ تعالیٰ یُدٰفِعُ دفاع کرے گا عَنِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ان لوگوں کی طرف سے جو ایمان لائے اِنَّ اللّٰہَ بے شک اللہ تعالیٰ لَا یُحِبُّ محبت نہیں کرتا کُلَّ خَوَّانٍ کسی خیانت کرنے والے کو کَفُوْرٍ ناشکری کرنے والے کو۔

قربانی ہر امت پر تھی :

اوپر ذکر تھا قربانی کا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں جانور دیئے ہیں قربانی کے دنوں میں ان کی قربانی کرنی ہے۔ آگے ارشاد ہے وَ لِکُلِّ اُمَّۃٍ جَعَلْنَا مَنْسَکًا اور ہر امت کے لیے ہم نے قربانی مقرر کی ہے۔ قربانی حضرت آدم علیہ السلام کے دور سے چلی آرہی ہے۔ سورہ مائدہ آیت نمبر ۲۷ میں پڑھ چکے ہو اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا ''جب آدم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں نے قربانی دی۔'' ایک کی قربانی قبول ہوگئی اور دوسرے کی قبول نہ ہوئی۔ تو جب سے آدمیت چلی ہے تب سے قربانی بھی چلی آرہی ہے لیکن ان کی اور ہماری قربانی میں بڑا فرق ہے انہیں قربانی کا گوشت کھانے کی اجازت نہیں تھی وہ قربانی کا جانور کھلے میدان میں رکھ دیتے تھے آگ آتی جلا دیتی تھی۔ سورہ آل عمران آیت نمبر ۱۸۲ میں ہے بِقُرْبَانٍ تَاْکُلُہُ النَّارُ ''ایسی قربانی لائے جس کو آگ کھا جائے۔'' انہیں مال غنیمت کھانے کی بھی اجازت نہیں تھی۔ ہمیں رب تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے وسیلے سے قربانی کا گوشت کھانے کی بھی اجازت دی ہے اور مال غنیمت بھی ہمارے لیے حلال فرمایا ہے۔ قربانی کی کھال بھی استعمال کرنے کی اجازت ہے ہاں! اگر بیچ دی تو پھر رقم کا صدقہ کرنا واجب ہے۔ تو فرمایا ہم نے ہر امت کے لیے قربانی کا طریقہ مقرر کیا ہے لِیَذْکُرُوا اسْمَ اللّٰہِ عَلٰی مَا رَزَقَھُمْ مِّنْ بَھِیْمَۃِ الْاَنْعَامِ تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نام کا ذکر کریں اس چیز پر جو ہم نے ان کو رزق دیا ہے جو چوپائے مویشیوں کی صورت میں ہیں۔ چنانچہ قربانی انہی مویشیوں

کی ہوتی ہے جن کا ذکر سورۃ الانعام آیت نمبر ۱۴۳ میں کیا ہے۔بھیڑوں میں سے نر مادہ، بکریوں میں سے نر مادہ، اونٹوں میں سے نر مادہ، گائے (بھینسوں) میں سے نر مادہ۔یہ ایسے جانور ہیں جو انسان سے زیادہ قریب اور مانوس ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کی فطرت میں انسانوں کی خدمت کا جذبہ رکھا ہے۔جس جانور کے حلق پر چھری رکھ کر اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کیا جائے وہ جانور حلال ہوتا ہے۔اگر اس کے خلاف کیا جائے گا تو جانور حلال نہ ہوگا۔اگر کوئی شخص جانوروں کو قطار میں کھڑا کر کے گولی مار دے یا اوپر سے مشین چلا کر گردن کاٹ دے یا تلوار کا وار کر کے گردن جدا کر دے تو یہ طریقہ صحیح نہیں ہے۔بعض لوگ چھری پر بسم اللہ لکھ کر ذبح کرتے ہیں اور زبان سے بسم اللہ اللہ اکبر ادا نہیں کرتے یہ طریقہ بھی غلط ہے۔ہر جانور کے حلق پر بسم اللہ پڑھ کر چھری چلانا ضروری ہے۔ہاں! اگر کوئی مجبوری ہو جائے تو پھر دوسرے طریقے بھی استعمال کیے جا سکتے ہیں۔مثلاً جانور ایسی جگہ پھنس گیا کہ جہاں حلق پر چھری نہیں چلائی جا سکتی یا ڈر گیا ہے اور قابو میں نہیں آتا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اگر اس کی ران پر بھی زخم لگا دو گے تو وہ جانور حلال ہو جائے گا۔قربانی صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لیے ہے اگر کوئی جانور غیر اللہ کی خوشنودی کیلئے ذبح کیا جائے گا تو وہ حرام ہو جاتا ہے بیشک اس کو بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کیا جائے۔اس لیے جہاں اللہ تعالیٰ نے مردار، خون اور خنزیر کے گوشت کا ذکر فرمایا ہے وہاں وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ [بقرة:۱۷۳] کہہ کر غیر اللہ کے تقرب کے لیے کی جانے والی قربانی کو بھی قطعی حرام قرار دیا ہے۔

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاِلٰـهُكُمْ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ پس تمہارا معبود برحق ایک ہی معبود ہے فَلَهٗۤ اَسْلِمُوْا پس اسی کے سامنے جھکو اور اسی کی فرمانبرداری کرو اور اسی ایک کا

حکم مانو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ اور خوشخبری سنادے عاجزی کرنے والوں کو۔

عاجزی کرنے والوں کی صفات :

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے عاجزی کرنے والوں کی چند صفات بیان فرمائی ہیں۔ فرمایا الَّذِيْنَ وہ لوگ ہیں اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ جب ذکر کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا تو ڈر جاتے ہیں دل ان کے۔ اللہ تعالیٰ بڑی بلند ذات ہے اس کے ذکر سے دل میں خشیت پیدا ہوتی ہے، دل پر اللہ تعالیٰ کے جلال کا اثر ہوتا ہے اور وہ ڈر جاتے ہیں۔

دوسری صفت وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَآ اَصَابَهُمْ اور صبر کرنے والے ہیں ان تکلیفوں پر جو ان کو پہنچتی ہیں۔ حق کے راستے میں، حق پہنچانے سے، حق بیان کرنے سے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے سے جو اندرونی اور بیرونی تکلیفیں آتی ہیں ان پر وہ صبر کرتے ہیں جزع فزع اور واویلا نہیں کرتے، بے صبری کا مظاہرہ نہیں کرتے بلکہ خندہ پیشانی سے قبول کرتے ہیں۔ تیسری صفت وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ اور قائم کرنے والے ہیں نماز کو اپنے وقت پر جماعت کے ساتھ ادا کرتے ہیں ایسے نہیں کہ کبھی پڑھ لی اور کبھی نہ پڑھی اور کبھی جماعت کے ساتھ اور کبھی اکیلے اپنی خواہش کے مطابق۔ بلکہ نماز پر ہمیشگی اختیار کرتے ہیں۔ چوتھی صفت وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ اور اس چیز میں سے جو ہم نے ان کو دی ہے خرچ کرتے ہیں عزیز رشتہ داروں پر، دوست احباب پر، مہمانوں پر غرباء اور مساکین پر، حج، عمرے اور جہاد کے لیے خرچ کرتے ہیں۔

آگے اللہ تعالیٰ قربانی کے جانوروں کے متعلق مزید فرماتے ہیں وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ اور قربانی کا بڑا جانور بنایا ہے ہم نے تمہارے لیے اللہ

تعالیٰ کی نشانیوں میں سے۔

بدن سے مراد :

بُـدُنَ کا لفظ موٹے اور بڑے جانور پر بولا جاتا ہے۔اونٹ چونکہ بڑی کلانی کا جانور ہے اس لیے عام طور پر یہ لفظ اونٹ کے لیے بولا جاتا ہے۔امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ بُدُنَ سے مراد صرف اونٹ ہے۔اور امام ابوحنیفہؒ گائے ،بھینس کو بھی بُدُنَ میں شامل کرتے ہیں۔وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے وَالْـجُـزُوْرُ عَنْ سَبْعَةٍ وَالْبَقَرَةُ عَنْ سَبْعَةٍ ’’ایک اونٹ کی قربانی سات آدمیوں کی طرف سے ہوسکتی ہے اور ایک گائے کی قربانی میں بھی سات آدمی شریک ہوسکتے ہیں۔‘‘لہٰذا یہ بھی بُـدُنَ میں شامل ہے۔البتہ اونٹ کی بڑائی کی وجہ سے اس میں فائدہ زیادہ ہے اس لیے گائے ،بھینس پر اس کو فضیلت حاصل ہے۔فرمایا لَـكُـمْ فِيهَـا خَيْرٌ تمہارے لیے اس میں خیر ہے۔ان کو سواری اور مال برداری کے لیے استعمال کرتے ہو،ان کی پشم بھی استعمال کرتے ہو،ان کی نسل بڑھتی ہے تو تمہاری مالیت بڑھتی ہے۔یہ تو دنیا کی خیر ہوئی اور آخرت کی خیر یہ ہے کہ تمہیں اجر وثواب ملے گا۔ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ۔ صَوَآفَّ صَافٌّ کی جمع ہے۔صـاف اس کو کہتے ہیں کہ جس کی تین ٹانگیں کھلی ہوں اور ایک ٹانگ باندھی ہوئی ہو اور کھڑا کر کے نحر کرتے ہیں۔اونٹ میں نحر مستحب ہے میں نے آج تک دیکھا نہیں ہے مگر اونٹ کی قربانی کا یہی طریقہ ہے۔وَانْـحَـرْ سورہ کوثر میں ہے’’اور نحر کریں۔‘‘اور باقی جانوروں کو زمین پر لٹا کر ذبح کرتے ہیں۔جن کو لٹا کر ذبح کیا جائے اس کو ذبح کہتے ہیں۔ تو فرمایا ذکر کرو تم اللہ تعالیٰ کا نام ان پر جب وہ تین ٹانگوں پر کھڑے ہوں فَـاِذَا وَجَبَـتْ جُـنُـوْبُهَا پس جب وہ گر جائیں پہلو کے بل کہ خون نکل کر بہہ گیا، جان نکل گئی فَـكُـلُوْا

مِنۡهَا پس کھاؤ تم ان میں سے۔

قربانی کے گوشت کا حکم :

خود بھی قربانی کا گوشت کھا سکتے ہیں امیر، غریب، کافر سب کو دے سکتے ہیں۔ سید کو بھی دے سکتے ہیں مگر ذبح کرنے والوں کو معاوضے میں نہیں دے سکتے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب تم جانور ذبح کراؤ تو کھال سری وغیرہ اجرت میں نہ دو اگر ایسا کرو گے تو قربانی ناقص ہوگی۔ اجرت مزدوری علیحدہ دو اور محلے دار مسلمان ہونے کی حیثیت سے گوشت دینا ہے تو وہ الگ دو ان کا بھی حق ہے لیکن وہ خود نہ رکھیں کہ وہ بڑے استاد ہوتے ہیں کہ گوشت کا اچھا حصہ خود رکھ لیتے ہیں اس کی اجازت نہیں ہے یہ تمہاری مرضی پر موقوف ہے کہ جتنا دو اور جہاں سے دو۔ تو خیر قربانی کا گوشت بھی کھا سکتے ہو اور امیر، غریب، سید وغیرہ کو بھی دے سکتے ہو۔ ۹ ھ میں آنحضرت ﷺ نے اعلان فرمایا کہ تین دن سے زیادہ تم گوشت نہیں رکھ سکتے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس سال دور دراز سے کافی مسلمان آئے ہوئے تھے اگر لوگ گھروں میں رکھ لیتے تو مہمانوں کے لیے دشواری ہوتی۔ یہ بخاری شریف اور مسلم شریف کی روایت ہے۔ جب دسواں سال آیا تو صحابہ کرام ﷺ نے پوچھا کہ حضرت! آپ ﷺ نے گزشتہ سال اعلان فرمایا تھا کہ تین دن یعنی عید والا دن اور دوسرا اور تیسرے دن کے بعد گوشت گھر میں نہ رکھنا تو کیا اس سال بھی یہی حکم ہے؟ فرمایا نہیں وہ حکم گزشتہ سال کے لیے تھا لِاَجۡلِ دَافَّةٍ دَفَّتۡ چونکہ باہر سے بہت سارے مسلمانوں کے قافلے آئے ہوئے تھے ان کی خاطر میں نے کہا تھا اب کُلُوۡا وَادَّخِرُوۡا کھاؤ اور ذخیرہ بھی کر سکتے ہو۔ فرمایا وَاَطۡعِمُوا الۡقَانِعَ۔ قناعت سے ہے، صبر کرنے والا۔ بعض محتاج ایسے ہوتے ہیں کہ تھوڑا بھی مل جائے تو صبر کر لیتے ہیں تو قناعت کرنے والے کو بھی کھلاؤ

وَالْمُعْتَرَّ اور معتر اس کو کہتے ہیں جو پیچھے پڑ جائے، بے قرار۔ بعض ایسے ہوتے ہیں کہ دو چار روٹیوں پر صبر نہیں آتا اور مانگتے ہیں اور مانگتے ہیں۔ تو فرمایا جو پیچھے پڑ کر مانگتا ہے اس کا بھی حق ہے۔ کَذٰلِکَ سَخَّرْنٰـھَا لَکُمْ اسی طرح ہم نے تابع کیا ان جانوروں کو تمہارے لیے۔ اونٹ کو اللہ تعالیٰ نے کتنی طاقت دی ہے۔ آدمی کی طاقت اس کے مقابلے میں کیا ہے؟ مگر ہزار اونٹ کی قطار کو ایک بچہ نکیل پکڑ کر لے جا رہا ہوتا ہے۔ یہ رب تعالیٰ نے تمہارے تابع کیے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ ایسا نہ کرتے تو تم خچر، گدھے، گھوڑے کو قابو نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن لوگ تو ہاتھیوں پر بھی سوار ہوتے ہیں یہ رب تعالیٰ نے تابع کیے ہیں لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ تا کہ تم رب تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔

آگے اللہ تعالیٰ نے قربانی کی حکمت بیان فرمائی ہے۔ فرمایا لَنْ یَّنَالَ اللّٰـهَ لُحُوْمُھَا ہرگز نہیں پہنچتے اللہ تعالیٰ کو قربانی کے جانوروں کے گوشت اور نہ ہی وہ اس کا محتاج ہے وَلَا دِمَـآؤُھَـا اور نہ ان کے خون پہنچتے ہیں اور نہ ہی وہ ان کا محتاج ہے۔ یہ ہر چیز تمہارے پاس رہتی ہے وَلٰـکِنْ یَّنَـالُهُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ لیکن پہنچتا ہے اس کو تمہاری طرف سے تقویٰ۔ اللہ تعالیٰ کو تقویٰ مطلوب ہے۔ یہی وجہ تھی کہ ہابیلؒ کی قربانی رب تعالیٰ نے قبول فرمائی کہ اس نے خوب موٹا تازہ دنبہ لا کر رکھا اور قابیل نے باجرے، گندم کے کھائے ہوئے خوشے لا کر رکھے۔ نیت کا پتا یہیں سے لگ گیا۔ آگ آئی اس نے خوشوں کو نہیں چھیڑا دنبے کو جلا کر رکھ دیا۔ عادتاً تو دنبہ جلدی نہیں جلتا خوشے جلدی جل جاتے ہیں۔ تو قابیل کو غصہ آیا کہنے لگا تمہاری قربانی قبول ہوئی میری کیوں نہیں ہوئی؟ تو ہابیلؒ نے فرمایا کہ بھائی اس میں میرا کیا قصور ہے؟ اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ [مائدہ:۲۷] ''بیشک اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے متقیوں سے۔'' تو قربانی کی قبولیت پہلے دن ہی سے متقی سے

ہوئی۔ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو تابع کیا تمہارے لیے لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰكُمْ تاکہ تم بڑائی بیان کرو اللہ تعالیٰ کی اس نعمت پر جو اس نے تمہیں ہدایت بخشی ہے۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا کثرت سے پڑھا کرو رب تعالیٰ نے تمہیں ہدایت جیسی نعمت سے نوازا ہے۔ دنیا میں بڑے بڑے خوبصورت قد کاٹھ والے لوگ بھی موجود ہیں مگر کلمہ نصیب نہیں ہوا، ہدایت نہیں ملی تم رب تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمہیں ہدایت دی ہے کلمہ نصیب فرمایا ہے وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ اور خوشخبری سنا دیں نیکی کرنے والوں کو۔ اللہ تعالیٰ کسی نیک کے اجر کو ضائع نہیں کرتے اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بیشک اللہ تعالیٰ دفاع کرے گا ان لوگوں کا جو ایمان لائے۔ تو مومنوں کی طرف سے دفاع کی شرط ایمان ہے۔ اگر ایمان نہ ہو محض نام کے مسلمان ہوں تو پھر دفاع کیا ہوگا؟

تم لوگ بڑے خوش قسمت ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایمان کی دولت سے نوازا ہے اور دعائیں دو حضرت مجدد الف ثانیؒ کو، حضرت شاہ ولی اللہؒ کو اور علماء دیوبند کو کہ انہوں نے تمہارے ایمان کی حفاظت کی ہے۔ ان علاقوں میں جاؤ جہاں لوگوں کو کلمہ نہیں آتا، نماز نہیں آتی، حلال حرام کو نہیں جانتے، جائز ناجائز کی تمیز نہیں ہے۔ یقیناً ان حضرات نے قربانی دی ہے اپنی جانیں وقف کر کے صحیح دین تمہارے سامنے پیش کیا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت شاہ ولی اللہؒ، علماء دیوبند کی بڑی قربانیاں ہیں کہ ان لوگوں نے اپنی جانوں کو مشکلات میں ڈال کر صحیح ایمان تمہارے تک پہنچایا ہے۔ آج اگر مدافعت نہیں ہو رہی تو سمجھو کہ ہمارے اندر کمی ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ [آل عمران:۱۳۹] ''اور تم بلند ہو اگر ہو تم مومن۔'' اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ

خَوَّانٍ كَفُوْرٍ بیشک اللہ تعالیٰ محبت نہیں کرتا کسی خیانت کرنے والے ناشکری کرنے والے کو۔

ایمان کیساتھ جھوٹ اور خیانت اکٹھے نہیں ہوسکتے :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ یَجْمَعُ الْمَرْءُ مَعَ كُلِّ خَصْلَةٍ اِلَّا الْكِذْبَ وَالْخِيَانَةَ ''مومن میں ہر عیب ہوسکتا ہے جھوٹ اور خیانت نہیں ہوسکتی۔'' اور ہماری سیاست ہی ان دو چیزوں پر چلتی ہے۔ ہماری سیاست کے یہی اصول ہیں خیانت اور جھوٹ۔ اور ہمارا کاروبار ہی ان دو چیزوں کے ساتھ وابستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے اور صحیح معنیٰ میں مومن بننے کی توفیق عطا فرمائے۔

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ
لَقَدِیْرُ ۙ﴿۳۹﴾ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ یَّقُوْلُوْا
رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ
صَوَامِعُ وَبِیَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ یُذْكَرُ فِیْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِیْرًا ؕ
وَلَیَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ یَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ ﴿۴۰﴾ اَلَّذِیْنَ
اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا
بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۴۱﴾ وَاِنْ
یُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ ۙ﴿۴۲﴾ وَ
قَوْمُ اِبْرٰهِیْمَ وَقَوْمُ لُوْطٍ ۙ﴿۴۳﴾ وَّاَصْحٰبُ مَدْیَنَ ۚ وَكُذِّبَ مُوْسٰی
فَاَمْلَیْتُ لِلْكٰفِرِیْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَیْفَ كَانَ نَكِیْرِ ﴿۴۴﴾

اُذِنَ اجازت دی گئی لِلَّذِیْنَ ان لوگوں کو یُقٰتَلُوْنَ جن سے لڑائی کی
جاتی ہے بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا اس لیے کہ وہ مظلوم ہیں وَاِنَّ اللّٰهَ اور بے شک اللہ
تعالیٰ عَلٰی نَصْرِهِمْ ان کی مدد پر لَقَدِیْرُ البتہ قادر ہے اَلَّذِیْنَ وہ لوگ ہیں
اُخْرِجُوْا جو نکالے گئے مِنْ دِیَارِهِمْ اپنے گھروں سے بِغَیْرِ حَقٍّ بغیر حق کے
اِلَّاۤ اَنْ یَّقُوْلُوْا مگر یہ کہ انہوں نے کہا رَبُّنَا اللّٰهُ ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے وَلَوْلَا
دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ اور اگر نہ ہوتا ہٹانا اللہ تعالیٰ کا لوگوں کو بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ بعض کو
بعض کے ذریعے لَّهُدِّمَتْ البتہ گرادیئے جائیں صَوَامِعُ خانقاہیں وَبِیَعٌ اور

گرجے وَّصَلَوٰتٌ اور یہود کے عبادت خانے وَّمَسٰجِدُ اور مسجدیں یُذْکَرُ فِیْهَا اسْمُ اللّٰهِ جن میں ذکر کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا نام کَثِیْرًا کثرت سے وَلَیَنْصُرَنَّ اللّٰهُ اور البتہ اللہ تعالیٰ ضرور مدد کریں گے مَنْ یَّنْصُرُهٗ اس کی جو اس کے دین کی مدد کرتا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ بیشک اللہ تعالیٰ البتہ قوی ہے غالب ہے اَلَّذِیْنَ وہ لوگ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ اگر ہم ان کو اقتدار دیں فِی الْاَرْضِ زمین میں اَقَامُوا الصَّلٰوةَ نماز قائم کریں گے وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ اور زکوٰۃ ادا کریں گے وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ اور حکم کریں گے نیکی کا وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ اور روکیں گے برائی سے وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ اور اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہے اچھا انجام تمام کاموں کا وَاِنْ یُّكَذِّبُوْكَ اور اگر وہ آپ کو جھٹلائیں فَقَدْ كَذَّبَتْ پس تحقیق جھٹلا چکی قَبْلَهُمْ ان سے پہلے قَوْمُ نُوْحٍ نوح علیہ السلام کی قوم وَّعَادٌ اور قوم عاد وَّثَمُوْدُ اور قوم ثمود وَقَوْمُ اِبْرٰهِیْمَ اور قوم ابراہیم وَقَوْمُ لُوْطٍ اور قوم لوط وَّاَصْحٰبُ مَدْیَنَ اور مدین والوں نے وَكُذِّبَ مُوْسٰى اور جھٹلائے گئے موسیٰ علیہ السلام فَاَمْلَیْتُ لِلْكٰفِرِیْنَ پس مہلت دی میں نے کافروں کو ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ پھر میں نے پکڑا ان کو فَكَیْفَ كَانَ نَكِیْرِ پس کیسا تھا میرا انکار کرنا۔

مکہ مکرمہ میں مسلمانوں پر مظالم :

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسالت ملی تو آپ ﷺ

نے تیرہ (۱۳) سال مکہ مکرمہ میں کافروں کی طرف سے مختلف تکالیف اٹھائیں اور ان کو کوئی جواب نہ دیا کیونکہ حکم تھا کُفُّوْا اَیْدِیَکُمْ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ [النساء:۷۷] ''روکو اپنے ہاتھوں کو اور قائم کرو نماز کو۔'' مکہ مکرمہ میں جہاد کا حکم نہیں تھا۔ دشمنوں نے جو بھی تکلیفیں دیں آپ ﷺ نے اور آپ ﷺ کے ساتھیوں نے برداشت کیں۔ یہاں تک کہ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے۔ انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ اب مکے والے آپ ﷺ کا اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کا پیچھا چھوڑ دیتے کہ ہمارا علاقہ چھوڑ کر تین سو گیارہ میل دور چلے گئے ہیں اب اپنا کام کرو لیکن مکے والوں نے وہاں بھی پیچھا نہیں چھوڑا۔ اصل بات یہ ہے کہ دلوں کا بغض اور کینہ انسانوں کو غلط قسم کے جذبات پر ابھارتا ہے مکے والوں نے سوچا کہ ہم نے جو ان کو تکلیفیں دی ہیں وہ ان کو بھلا نہیں سکتے۔ وہاں جب ان کی افرادی قوت مضبوط ہو جائے گی اور مالی پوزیشن صحیح ہو جائے گی تو یہ ہم پر حملہ کر دیں گے اس لیے وہاں بھی ان کو سانس نہ لینے دو۔ چنانچہ کرز بن جابر فہری کافر نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر مدینہ طیبہ کے قریب چراگاہ میں بیت المال کے کچھ اونٹ تھے ان پر حملہ کر دیا، راعی اور محافظ کو شہید کر کے اونٹ لے گیا۔ مدینہ طیبہ کے یہودیوں نے بھی مکے والوں کو خطوط لکھے کہ یہ تمہارے ہمارے مشترکہ دشمن ہیں تم اوپر سے حملہ آور ہو اور ہم مدینہ طیبہ سے اٹھ کھڑے ہونگے تمہارا ساتھ دیں گے اور ان کا صفایا کر دیں گے۔ جب یہودیوں اور مشرکوں کی طرف سے یہ کاروائیاں شروع ہوئیں تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جہاد کی اجازت دیدی۔ مشرکوں کے ساتھ پہلا معرکہ بدر میں ہوا۔ اس کی تیاری کے لیے آپ ﷺ نے مہاجرین اور انصار کو مسجد نبوی میں جمع کیا اور صورت حال سے آگاہ کیا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ جب آپ ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تھے تو انصار نے کہا تھا کہ اگر مدینہ طیبہ پر حملہ

ہوا تو ہم آپ ﷺ کا ساتھ دیں گے اور اگر باہر جا کر لڑنا پڑا پھر ہم تمہارے ساتھ جانے پر مجبور نہیں ہونگے ۔ یہ باتیں آپ ﷺ کے ذہن میں تھیں اور لڑائی سر پر آ کھڑی ہوئی ۔ تو آپ ﷺ نے بڑی حکمت عملی سے کام لیا اور تقریر فرمائی ۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوت و رسالت عطا فرمائی میں نے ان لوگوں کو خدا کا پیغام پہنچایا ۔ ان لوگوں نے ماننے کے بجائے ہمیں تکلیفیں دیں ۔ تیرہ (۱۳) سال ہم نے مکہ میں اس طرح گزارے کہ حارث ابن ابی ہالہ کو کافروں نے شہید کیا، سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو شہید کیا، یاسر ﷛ کو شہید کیا اور کئی مرد عورتیں شہید کی گئیں ہم پر یہ ظلم ڈھائے گئے ہم وطن چھوڑ کر یہاں آئے ہیں یہاں بھی ہمارا پیچھا نہیں چھوڑتے ۔ اس انداز سے آپ ﷺ نے بیان فرمایا تو انصار سمجھ گئے کہ آپ ﷺ ہماری رائے لینا چاہتے ہیں ۔ انصارِ مدینہ کے دو خاندان تھے ، اوس اور خزرج ۔ ایک سردار نے کھڑے ہو کر کہا کہ حضرت ! آپ ہمیں موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح نہیں پائیں گے کہ ان کو جب موسیٰ علیہ السلام نے عمالقہ قوم کے ساتھ لڑنے کا کہا تو انہوں نے جواب دیا فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ [المائدہ:۲۴] ’’اے موسیٰ علیہ السلام ! آپ جائیں اور آپ کا رب جا کر لڑے ہم یہاں بیٹھے ہیں ۔‘‘ حضرت ! رب تعالیٰ کی قسم ہے ہم آپ کے دائیں لڑیں گے بائیں لڑیں گے آگے پیچھے لڑیں گے ۔ دوسرے سردار نے اٹھ کر کہا حضرت ! آپ ہمیں حکم دیں گے تو ہم اپنی پیشانیاں پہاڑوں کے ساتھ ٹکرا دیں گے ، ہمیں آپ حکم دیں گے تو گھوڑے سمندروں میں ڈال دیں گے ۔ آنحضرت ﷺ کا چہرہ اقدس بڑا روشن ہوا ۔ آپ ﷺ بڑے خوش ہوئے جو پریشانی اور خدشہ تھا وہ ٹل گیا کیونکہ کچھ مہاجر حبشہ میں تھے کچھ مظلوم مکے سے نہیں آ سکے تھے ۔ غزوہ بدر میں کل مہاجر چوہتر (۷۴) تھے باقی سب انصار تھے ۔ مدینہ طیبہ سے آپ

ﷺ سمیت کل تین سو تیرہ (۳۱۳) گئے۔ بدر مدینہ طیبہ سے اسّی (۸۰) میل دور تھا۔ کافر ایک ہزار اور ہر طرح کے اسلحہ کے ساتھ مسلح تھے اور تمام تر ضروریات ان کے پاس تھیں اور اِدھر حال یہ تھا کہ بہت سارے صحابہ ننگے پاؤں تھے سر پر ٹوپیاں نہیں تھیں۔ صرف آٹھ تلواریں، چھ زر ہیں کل اسلحہ تھا۔ تو یہ پہلی آیت کریمہ ہے جس میں جہاد کی اجازت دی گئی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اُذِنَ لِلَّذِیْنَ اجازت دی گئی ان لوگوں کو یُقٰتَلُوْنَ جن کے ساتھ لڑائی کی جاتی ہے اور ان کو ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہیں تھی۔ اب ان کو ہاتھ اٹھانے کی اجازت ہے بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا اس لیے کہ وہ مظلوم ہیں وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ بیشک اللہ تعالیٰ ان کی مدد پر البتہ قادر ہے۔ بدر میں ظاہری اسباب کچھ بھی نہیں تھے آٹھ تلواریں مقابلہ میں ہزار تلوار، چھ زر ہیں اور مقابلہ میں ہزار زر ہیں مگر رب تعالیٰ جو قادر مطلق ہے۔ ایسے اسباب پیدا فرمائے کہ مشرکوں کو شکست ہوئی ستر مارے گئے ، ستر قیدی ہوئے باقیوں کو بھاگنے کا راستہ نہیں ملتا تھا۔ فرمایا مظلوم کون ہیں؟ اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وہ ہیں جن کو نکالا گیا اپنے گھروں سے بِغَیْرِ حَقٍّ بغیر حق کے ناجائز۔ ان کا کوئی جرم نہیں تھا اگر ان کا جرم تھا تو صرف یہ کہ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ مگر یہ کہ انہوں نے کہا رب ہمارا اللہ تعالیٰ ہے، لات، منات، عزیٰ میں سے کسی کو ہم رب ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اس جرم کے بدلے میں ان کو یہاں سے نکالا گیا۔

جہاد کا فلسفہ اور حکمت :

آگے اللہ تعالیٰ جہاد کا فلسفہ اور حکمت بیان فرماتے ہیں۔ فرمایا وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ اور اگر نہ ہوتا ہٹانا اللہ تعالیٰ کا لوگوں کو بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ بعض کو بعض کے ذریعے۔

اگر مجاہدین کو حکم نہ ہوتا، کافروں کے مقابلے میں نہ لڑتے لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ۔صَوَامِعُ صَوْمَعَةٌ کی جمع ہے۔آنحضرت ﷺ کی بعثت سے پہلے عیسائی مذہب سچا مذہب تھا۔تو نیک دل عیسائیوں نے کلیاں (جھونپڑیاں) بنائی ہوئی تھیں جنگلات میں ان میں بیٹھ کر وہ اللہ اللہ کرتے تھے۔لوگوں سے تنگ آ کر الگ تھلگ بیٹھ کر وہ اللہ اللہ کرتے تھے۔وہ ان کی خانقاہیں تھیں، ان کو صومعہ کہتے تھے۔البتہ گرادی جائیں خانقاہیں وَبِيَعٌ ، بِيْعَةٌ کی جمع ہے۔اس کا معنٰی گرجا۔آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے عیسائی مذہب بھی سچا تھا اور یہودی مذہب بھی سچا تھا۔تو گرجے گرادیئے جائیں وَّصَلَوٰتٌ اور یہودیوں کے عبادت خانے گرادیئے جائیں۔تو جہاد پہلے بھی تھا اگر جہاد اپنے اپنے دور میں نہ ہوتا تو نیک دل عیسائیوں کی خانقاہیں، گرجے اور یہودیوں کے عبادت خانے گرادیئے جاتے وَّمَسٰجِدُ اور اس دور میں مساجد کو گرادیا جاتا۔زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں اس ستر سال کے اندر اندر وہ علاقے جو دین کے مرکز تھے اور حدیث وفقہ کے امام ان علاقوں میں تھے جیسے امام بخاریؒ، امام ترمذیؒ، امام نسائیؒ، امام ابن ماجہؒ، امام ابوداؤدؒ، یہ صحاح ستہ کے پانچ مصنف سمرقند، بخارا کے علاقہ کے تھے صرف امام مسلم عرب علاقے کے ہیں۔صاحب ہدایہ، قاضی خاں وغیرہ بڑے بڑے علماء اسی علاقے میں گزرے ہیں۔روس نے ان علاقوں کی پچاس ہزار مسجدوں کو شراب خانوں میں تبدیل کردیا۔یہی حال اب اسپین میں ہوا ہے اور یہی حال اب بوسنیا کا ہے کہ وہاں مسلمانوں کا جینا حرام کیا ہوا ہے۔یہاں تک کہ اپنے بچوں کا نام مسلمانوں والا کوئی نہیں رکھ سکتا۔اب اڑھائی تین لاکھ آدمی شہید ہونے کے بعد کچھ بیدار ہوئے ہیں اور ان کو پتا چلا ہے کہ اسلام کس چیز کا نام ہے اور وہ ہم سے کس چیز کا تقاضا کرتا ہے۔لیکن یہ جو کافروں کی بدمعاش حکومتیں ہیں، برطانیہ، امریکہ، فرانس، انہوں

نے ان کا سب کچھ بند کیا ہوا ہے نہ اسلحہ پہنچنے دے رہے ہیں اور نہ خوراک۔ پچھلے دنوں برطانیہ کے وزیراعظم کا بیان آیا تھا کہ ہماری پالیسی ہے کہ اس علاقے سے مسلمانوں کا وجود ختم ہو جائے ان کو کسی قسم کی فوجی اور خوردنی امداد نہیں دینی چاہیے۔ ہمیں سب سے زیادہ خطرہ مسلمانوں سے ہے۔ یہ بدمعاش اسلام کا نام سننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ پاکستان ہی کو دیکھ لو کہ صرف نام ہے کہ یہ اسلامی ملک ہے قانونی طور پر یہاں اسلام نافذ نہیں ہے۔ نہ تو یہاں زانی کو سنگسار کیا جاتا ہے، نہ کوڑے مارے جاتے ہیں، نہ چوروں کے ہاتھ کاٹے جاتے ہیں، نہ ڈاکوؤں کو سولی پر لٹکایا جاتا ہے۔ صرف نماز روزہ کرتے ہیں لیکن اس سے بھی ان کے پیٹ میں مروڑ اٹھتا ہے کہ یہ اسلامی ملک ہے۔ اس لیے ان کو برداشت نہیں ہو رہا اور ہمارے حکمران سب کے سب برطانیہ، امریکہ کے پٹھو ہیں ان سے اسلامی احکامات کے نافذ کرنے کی کوئی امید نہیں ہے۔

تو فرمایا اگر جہاد کا حکم نہ ہوتا تو یہ صومع، گرجے، عبادت خانے اور مسجدیں گرادی جاتیں اور یہ مسجدیں وہ مقام ہیں يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيرًا جن میں ذکر کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا نام کثرت سے اور ان کے عبادت خانوں میں بھی اپنے اپنے دور میں۔ فرمایا وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ اور البتہ اللہ تعالیٰ ضرور مدد کریں گے اس کی جو مدد کرتا ہے اس کے دین کی۔ اس میں لام بھی تاکید کا ہے اور نون بھی تاکید کا ہے، رب تعالیٰ ضرور ان کی مدد کرے گا اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ بیشک اللہ تعالیٰ البتہ قوی ہے غالب ہے۔

مومنوں کی صفت :

مومنوں کی صفت سنو! اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ وہ ہیں اگر ہم ان کو اقتدار دیں، حکومت دیں زمین میں اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وہ نماز کو قائم کریں وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ

اور زکوٰۃ ادا کریں۔ تیسری صفت وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ اور نیکی کا حکم دیں۔ چوتھی صفت وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ اور روکیں برائی سے۔ ہمارے حکمرانوں کو ان میں سے کون سی صفت حاصل ہے؟ کیا یہ نماز کی پابندی کرتے ہیں؟ زکوٰۃ دیتے ہیں؟ کیا نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں؟ بلکہ یہ تو بدی کا حکم دیتے ہیں اور نیکی سے روکتے ہیں۔

حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ نے جب جہاد شروع کیا تو خوشاب کے پہاڑوں سے لے کر ناران کے درے تک چھ ماہ اقتدار ان کے ہاتھ میں آیا تھا۔ شرعی سزائیں نافذ تھیں اور ان علاقوں میں کوئی بے نماز نظر نہیں آتا تھا۔ اگر کسی نے اسلامی نظام کا نفاذ دیکھا ہے تو وہ شاہ احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کے دور میں اس مخصوص علاقے میں دیکھا ہے ''سیرت سید احمد شہیدؒ'' از مولانا ابوالحسن علی ندوی میں تفصیلات موجود ہیں۔ فرمایا وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے اچھا انجام سب کاموں کا۔ سب کچھ رب تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے۔

تسلی رسالت ﷺ :

آگے اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کو تسلی دیتے ہیں وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ اور اگر یہ مکے والے، عرب والے آپ کو جھٹلاتے ہیں تو صبر کریں فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ پس تحقیق جھٹلا چکی ان سے پہلے نوح علیہ السلام کی قوم نوح علیہ السلام کو وَّعَادٌ اور قوم عاد نے جھٹلایا ہود علیہ السلام کو وَّثَمُوْدُ اور ثمود قوم نے جھٹلایا صالح علیہ السلام کو وَقَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ اور ابراہیم علیہ السلام کی قوم نے ابراہیم علیہ السلام کو وَقَوْمُ لُوْطٍ اور لوط علیہ السلام کی قوم نے جھٹلایا لوط علیہ السلام کو وَّاَصْحٰبُ مَدْيَنَ اور مدین والوں نے جھٹلایا شعیب علیہ السلام کو۔ تو پیغمبروں کی تکذیب کوئی نئی بات نہیں ہے یہ نوح علیہ السلام کے

زمانے سے چلی آرہی ہے۔حضرت نوح علیہ السلام معمر تھے انسان میں شرم ہوتو بوڑھے آدمی کا خیال کرتا ہے مگر انہوں نے قطعاً کوئی لحاظ نہیں کیا۔اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو دھکے دے کر مجلس سے باہر نکال دیتے تھے۔سورہ قمر میں ہے وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ ''اور کہا انہوں نے دیوانہ ہے، پاگل ہے اور جھڑک دیا مجلس سے نکال دیا۔'' حضرت صالح علیہ السلام کو کہا هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ''یہ جھوٹا ہے اور منکر ہے شریر آدمی ہے۔'' تو پیغمبروں کی تکذیب کی گئی ہے اگر آپ ﷺ کی یہ تکذیب کرتے ہیں تو کوئی نئی بات نہیں ہے آپ صبر کریں۔ وَكُذِّبَ مُوْسٰى اور تکذیب کی گئی موسیٰ علیہ السلام کی،فرعون، ہامان، قارون وغیرہ نے کی فَاَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ پس ہم نے تھوڑی سی مہلت دی کافروں کو ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ پھر ہم نے ان کو پکڑا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ پس کیسا تھا میرا انکار کرنا۔اگر یہ لوگ آپ کی تکذیب کرتے ہیں تو گھبرائیں نہیں ان کے پکڑنے کا بھی وقت آجائے گا۔بدر پہلا موقع تھا پھر دنیا نے ان کا حشر دیکھا کہ کیا ہوا۔جو بچ گئے ایک ایک سال گھروں میں چھپے رہے کہ ہمارا کوئی منہ نہ دیکھے۔انکار کا کیا نتیجہ نکلا۔

۞۞۞

فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ ﴿۴۵﴾ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ﴿۴۶﴾ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴿۴۷﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا وَاِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿۴۸﴾ قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَآ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۴۹﴾ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۵۰﴾ وَالَّذِيْنَ سَعَوْا فِيْۤ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۵۱﴾

فَكَاَيِّنْ پس کتنی ہیں مِنْ قَرْيَةٍ بستیاں اَهْلَكْنٰهَا جن کو ہم نے ہلاک کیا وَهِيَ ظَالِمَةٌ وہ ظالم تھیں فَهِيَ خَاوِيَةٌ پس وہ گری پڑی ہیں عَلٰى عُرُوْشِهَا اپنی چھتوں کے بل وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ اور کتنے کنویں ہیں جو بیکار پڑے ہیں وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ اور کتنے مضبوط محلات (ویران) ہیں اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ کیا پس یہ لوگ نہیں چلے زمین میں فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ پس ہوتے

ان کے لیے دل يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ وہ ان کے ذریعے سمجھتے اَوْ اٰذَانٌ یا کان ہوتے يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ان کے ساتھ وہ سنتے فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ پس بے شک قصہ یہ ہے کہ نہیں اندھی ہوتیں آنکھیں وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ لیکن اندھے ہوتے ہیں دل الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ جو سینوں میں ہیں وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ اور جلدی مانگتے ہیں آپ سے یہ عذاب وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ اور ہرگز نہیں خلاف ورزی کرے گا اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کی وَاِنَّ يَوْمًا اور بے شک ایک دن عِنْدَ رَبِّكَ آپ کے رب کے ہاں كَاَلْفِ سَنَةٍ ایسے ہی ہے جیسے ایک ہزار سال مِّمَّا تَعُدُّوْنَ اس گنتی کے مطابق جو تم شمار کرتے ہو وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اور بہت سی بستیاں تھیں اَمْلَيْتُ لَهَا جن کو میں نے مہلت دی وَهِيَ ظَالِمَةٌ اور وہ ظلم کرنے والی تھیں ثُمَّ اَخَذْتُهَا پھر میں نے ان کو پکڑا وَاِلَيَّ الْمَصِيْرُ اور میری ہی طرف ہے لوٹنا قُلْ آپ کہہ دیں يٰاَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو اِنَّمَآ پختہ بات ہے اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ میں تمہارے لیے ہوں ڈرانے والا کھول کر فَالَّذِيْنَ پس وہ لوگ اٰمَنُوْا جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے عمل کیے اچھے لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ ان کے لیے بخشش ہے وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ اور باعزت روزی وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ سَعَوْا فِيْٓ اٰيٰتِنَا جو کوشش کرتے ہیں ہماری آیتوں کے بارے میں مُعٰجِزِيْنَ ہرانے کی اُولٰٓئِكَ یہی لوگ ہیں اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ دوزخ والے۔

پیغمبروں کی مخالفت کا انجام :

اس سے پہلے ان قوموں کا ذکر تھا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی تکذیب کی۔قوم نوح،قوم عاد،قوم ثمود وغیرہ۔اب ان کے انجام کا ذکر ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَكَاَيِّنۡ مِّنۡ قَرۡيَةٍ پس کتنی بستیاں ہیں اَهۡلَكۡنٰهَا ہم نے ان کو ہلاک کر دیا۔بستیوں کو ہلاک کرنے کا مطلب ہے وہاں کے رہنے والوں کو ہلاک کیا۔ورنہ دیواروں اور چھتوں نے تو کوئی گناہ نہیں کیا تھا۔ان بستیوں اور شہروں کے رہنے والوں کو ہلاک کیا۔کیوں ہلاک کیا؟ وَ هِىَ ظَالِمَةٌ وہ ظالم تھیں یعنی ان میں رہنے والے ظالم تھے یعنی مشرک تھے کیونکہ سب سے بڑا ظلم شرک ہے۔سورہ لقمان آیت نمبر ۱۳ میں ہے اِنَّ الشِّرۡكَ لَظُلۡمٌ عَظِيۡمٌ "بے شک شرک بڑا ظلم ہے۔" اس کے بعد پھر ظلم کی بڑی قسمیں ہیں۔درجہ بدرجہ اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں ان کو نہ ماننا ظلم ہے،انسانوں کے ساتھ زیادتی کرنا،یہ سب ظلم کی قسمیں ہیں مگر شرک بڑا ظلم ہے۔ فَهِىَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوۡشِهَا پس وہ گری پڑی ہیں چھتوں کے بل۔پہلے چھتیں گری پھر ان پر دیواریں گریں وَبِئۡرٍ مُّعَطَّلَةٍ اور کتنے کنویں ہیں جو بیکار پڑے ہیں۔جہاں پانی لینے والوں کی باری نہیں آتی تھی۔سورہ قصص میں آئے گا کہ موسیٰ علیہ السلام جب مدین پہنچے تو دوپہر کا وقت تھا لوگ ایک بڑے کنویں سے اپنے اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے تھے۔دو بیبیاں اپنی بھیڑ بکریوں کو پیچھے روکے کھڑی تھیں۔موسیٰ علیہ السلام کافی دیر تک یہ دیکھتے رہے پھر ان عورتوں کے پاس گئے اور پوچھا کہ لوگ آتے ہیں اپنے جانوروں کو پانی پلاتے ہیں اور تم اپنے جانوروں کو روک کر کھڑی ہو۔انہوں نے کہا اَبُوۡنَا شَيۡخٌ كَبِيۡرٌ "ہمارا باپ بہت بوڑھا ہے۔" حضرت شعیب علیہ السلام۔دو بہنیں تھیں بھائی کوئی نہیں تھا گزر اوقات کے لیے بھیڑ بکریاں رکھی ہوئی تھیں۔

حضرت شعیب علیہ السلام بہت بوڑھے تھے زیادہ چل پھر نہیں سکتے تھے۔ جب یہ لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا کر چلے جائیں گے تو ان کا بچا کھچا ہم پلائیں گی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ڈول پکڑا اور پانی پلا دیا اور فرمایا جاؤ۔ والد نے پوچھا کہ آج جانوروں کو پانی نہیں پلایا؟ کہنے لگیں پلایا ہے۔ جلدی کیسے آگئیں؟ تو انہوں نے سارا قصہ بتلایا۔ تو ایک وقت تھا پانی پلانے کی باری نہیں آتی تھی اور اب وہ کنویں بیکار پڑے ہیں وَّقَصۡرٍ مَّشِيۡدٍ اور کتنے مضبوط محلات بیکار اور ویران پڑے ہیں کوئی ان میں رہنے والا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آنکھ، کان، دل وغیرہ نعمتیں سب کچھ عطا فرمائی ہیں کافروں کو بھی اور مومنوں کو بھی۔ کافروں نے ان نعمتوں سے دنیا کا فائدہ اٹھایا۔ لیکن آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں نہیں دیکھی، کانوں سے اللہ تعالیٰ کے کلام کو نہیں سنا، دل سے کائنات پر غور وفکر نہیں کیا۔ ایمان نصیب نہیں ہوا، ہدایت نصیب نہیں ہوئی۔ تم خدا کا شکر ادا کرو کہ رب تعالیٰ نے مسلمان بنایا ہے ہدایت دی ہے۔ آنکھوں سے رب کی نشانیاں دیکھتے ہو، کانوں سے رب تعالیٰ کا کلام، رسول اللہ ﷺ کی حدیث سنتے ہو، دل سے جہان میں غور وفکر کرتے ہو۔

بعض اندھے بڑے سمجھدار ہوتے ہیں :

بعض آنکھوں سے اندھے ہونے کے باوجود بڑے سمجھدار ہوتے ہیں۔ لاہور اچھرے میں ایک نابینا حافظ گھڑی ساز تھے۔ جس کی گھڑی خراب ہوتی کہتے حافظ جی کے پاس لے جاؤ۔ وہ خود اپنے ہاتھ سے ٹھیک کرتے تھے۔ مصر میں ایک نابینا ڈرائیور گاڑی چلاتا تھا اس کے ساتھ ایک آدمی بیٹھا ہوتا تھا وہ اس کو بتلاتا۔ خَلَاءٌ خالی ہے، وہ تیز چلاتا تھا۔ وہ کہتا زَحۡمَةٌ بھیڑ ہے تو آہستہ کر لیتا تھا عَلَی الۡیَمِینِ کہتا تو دائیں طرف موڑ لیتا عَلَی الۡیَسَارِ کہتا تو بائیں طرف موڑ لیتا۔ تو بعض آنکھوں سے اندھے بڑے سمجھدار

ہوتے ہیں اور بعض آنکھیں ہوتے ہوئے بھی اندھے ہوتے ہیں۔ اصل اندھا وہ ہے جو دل کا اندھا ہے۔ دل کی آنکھیں اندھی ہو جائیں تو پھر یہ آنکھیں بھی کام نہیں کرتیں، دل کے کان بہرے ہو جائیں تو پھر یہ کان کچھ نہیں کرتے، زبان کچھ نہیں کرتی، یہ تمام اعضاء معطل اور بیکار ہو جاتے ہیں۔ پھر سمجھ عقل بھی سب کی برابر نہیں ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ سو اونٹوں میں سے سواری کے قابل تمہیں ایک دو ہی ملیں گے۔ باقی اونٹ تو سارے ہی ہیں۔ ایسا اونٹ جو سفر میں تمہارا ساتھ دے، تکالیف برداشت کرے وہ سو میں سے ایک ہوگا۔ اسی طرح لوگ ہیں سو میں سے کوئی ایک آدھ ہی نکلے گا باقی سب فضول ہیں ۔تو جن قوموں نے پیغمبروں کو جھٹلایا ان کا نتیجہ کیا نکلا؟ زمین میں چلو پھرو اور تباہ شدہ بستیاں دیکھ کر عبرت حاصل کرو۔ آج لوگ تفریح طبع (سیر و سیاحت) کے لیے جاتے ہیں یورپ اور دوسرے ملکوں کی سیر کرتے ہیں مگر اس نکتہ نگاہ سے سیر کرنے والے بہت کم ہیں

تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا کیا پس انہوں نے سیر نہیں کی فِی الْاَرْضِ زمین میں فَتَكُوْنَ لَهُمْ پس حاصل ہوتے ان کو قُلُوْبٌ دل ایسے يَّعْقِلُوْنَ بِهَا جن کے ساتھ وہ سمجھتے اَوْ اٰذَانٌ یا ایسے کان ہوتے يَّسْمَعُوْنَ بِهَا کہ ان کے ساتھ وہ سنتے فَاِنَّهَا پس بے شک قصہ یہ ہے کہ لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ نہیں اندھی ہوتی یہ آنکھیں وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ لیکن اندھے ہوتے ہیں دل الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ جو سینے میں ہیں۔ جب دل اندھا ہو گیا تو سارے اعضاء بے کار ہو گئے۔ جب آپ ﷺ فرماتے کہ میری نافرمانی نہ کرو ورنہ اللہ تعالیٰ کا عذاب آئے گا تو کافر اکٹھے ہو کر کہتے وہ عذاب جو آپ نے لانا ہے جلدی لاؤ تاکہ میدان آپ کے لیے خالی ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ اور یہ کافر جلدی مانگتے ہیں آپ سے عذاب کہ لاؤ جو

عذاب لانا ہے۔فرمایا وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ اور ہرگز نہیں خلاف ورزی کرے گا اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کی۔اس نے فرمادیا ہے کہ نافرمانوں کو عذاب دونگا ضرور دے گا اور کافروں پر عذاب ضرور آئے گا۔باقی وقت کسی کو نہیں بتلایا وہ حکیم ہے، خبیر ہے اپنی حکمتوں کو وہ خود جانتا ہے۔وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ اور بے شک ایک دن آپ کے رب کے ہاں كَاَلْفِ سَنَةٍ ایسے ہی ہے جیسے ایک ہزار سال مِمَّا تَعُدُّوْنَ اس گنتی کے مطابق جو تم شمار کرتے ہو۔اس مقام پر قیامت کے دن کو ایک ہزار سال کے ساتھ تعبیر کیا ہے اور سورہ معارج میں فرمایا فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ کہ پچاس ہزار سال کا لمبا دن ہوگا۔اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ مومن کے لیے اتنا مختصر ہوگا جیسے ایک نماز کا وقت ہے۔اس کو تم اس طرح سمجھو کہ آج کل راتیں کافی لمبی ہیں ایک صحتمند آدمی خوب پیٹ بھر کر سوئے تو وہ پہلو بھی نہیں بدلے گا اور صبح ہو جائے گی۔وہ کہے گا کہ اتنی جلدی رات ختم ہوگئی اور لمبی ہوتی۔اور ایسا شخص جو کسی درد اور تکلیف میں مبتلا ہو اور ایک لمحہ کے لیے بھی آنکھ نہ لگے اس سے پوچھو تو وہ کہے گا میں نے تو صدیاں گزار دیں۔اب رات تو ایک ہی ہے مگر صحتمند کیلئے مختصر اور جو کبھی جاگتا ہے اور کبھی سوتا ہے اس کے لیے لمبی اور جو تکلیف میں مبتلا ہے اس کے لیے بہت ہی لمبی ہے۔اسی طرح سمجھو کہ جو محض کافر اس کے لیے وہ دن ایک ہزار سال کا ہے اور جو کافر گر اور کافر ساز ہیں ان کے لیے وہ دن پچاس ہزار سال کا ہوگا اور مومنوں کے لیے ایسا ہوگا جیسے ایک نماز کا وقت ہوتا ہے۔مثلاً ظہر کا وقت تقریباً اوسطاً تین یا ساڑھے تین گھنٹے کا ہوتا ہے۔اتنا ہی محسوس ہوگا۔فرمایا وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اور کتنی بستیاں تھیں اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ جن کو میں نے مہلت دی اور وہ ظالم تھیں۔وہاں کے رہنے والے لوگ ظالم تھے۔

رب تعالیٰ مہلت دیتے ہیں تاکہ سمجھ جائیں :

رب تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے ان کو مہلت دی ثُمَّ اَخَذْتُهَا پھر میں نے ان بستیوں کو یعنی ان میں رہنے والوں کو پکڑا وَاِلَیَّ الْمَصِیْرُ اور میری طرف ہی ہے لوٹنا۔ اور کہاں جا سکتے ہیں؟ قُلْ اے نبی کریم ﷺ! آپ ان کو بتادیں یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اے تمام انسانو! آپ ﷺ کا خطاب تمام انسانوں سے ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ سے پہلے جتنے پیغمبر تشریف لائے وہ اپنی اپنی قوم کے لیے ہوتے تھے جیسا کہ آپ حضرات نے کل کے سبق میں سنا (پڑھا) ہے کَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ عَادٌ وَّثَمُوْدُ وَقَوْمُ اِبْرٰهِیْمَ وَقَوْمُ لُوْطٍ۔

عالمگیر نبوت :

لیکن آنحضرت ﷺ کی بعثت ایک دو قوموں کی طرف نہیں ہے بلکہ تمام انسانوں کی طرف ہے۔ آپ ﷺ کا خطاب تمام انسانوں کو ہے۔ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۵۸ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا ''اے لوگو بیشک میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں تم سب کی طرف۔'' اور صرف انسانوں کی طرف ہی نہیں انسانوں کے علاوہ جنات وغیرہ جتنی بھی مخلوق ہے آپ ﷺ تمام کے لیے پیغمبر ہیں۔ سورۃ الفرقان آیت نمبر ایک میں ہے تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ''بابرکت ہے وہ ذات جس نے اتاری وہ کتاب جو فرق کرنے والی ہے اپنے بندے پر تاکہ ہو جائے ڈرانے والا سارے جہانوں کا۔'' تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں کے لیے نذیر بنا کر بھیجا ہے۔

پیغمبروں کا کام سنانا ہے منوانا نہیں :

فرمایا آپ کہہ دیں اے لوگو! اِنَّمَآ اَنَا لَکُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ پختہ بات ہے میں تمہارے لیے ہوں ڈرانے والا کھول کر کہ اگر رب تعالیٰ کی نافرمانی کرو گے تو اللہ تعالیٰ کا عذاب آئے گا دنیا میں بھی، مرنے کے بعد قبر میں بھی، میدان محشر میں بھی اور دوزخ میں بھی۔ بالکل صاف صاف اور کھری کھری باتیں تمہیں سناتا ہوں کوئی لگی لپٹی بات نہیں کرتا اور میرا کام ہے تمہیں سنانا اور آگاہ کرنا، منوانا میرا کام نہیں ہے۔ جتنے بھی پیغمبر تشریف لائے ان کا کام پہنچانا تھا یٰٓاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ [مائدہ:٦٧] ''اے رسول ﷺ! آپ پہنچادیں وہ چیز جو اتاری گئی ہے آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے۔'' منوانا پیغمبروں کے اختیار میں نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ نے بڑی کوشش کی کہ چچا جان عبد مناف ابو طالب مسلمان ہو جائے کیونکہ اس نے آپ ﷺ کی بڑی خدمت کی ہے تقریباً چالیس سال۔ دنیا کی تاریخ میں ایسا کوئی چچا نہیں ہوا دنیا اس کی نظیر نہیں پیش کرسکتی کہ الگ عقیدہ رکھتے ہوئے پوری خدمت کرے اور ہر طرح کا ساتھ دے۔ تو آپ ﷺ کی قلبی خواہش تھی کہ وہ کلمہ پڑھ لے لیکن کلمہ اس کی قسمت میں نہیں تھا آخر دم تک اس نے اپنا دھڑا نہیں چھوڑا۔ بخاری شریف اور مسلم شریف کی روایت ہے وَاَبٰی اَنْ یَّقُوْلَ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ کلمہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰـکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ [قصص:٥٦] ''اے پیغمبر ﷺ! بیشک آپ ہدایت نہیں دے سکتے جس کو چاہیں لیکن اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔'' ہدایت کا راستہ بیان کرنا آپ کا کام ہے۔

فرمایا آپ کہہ دیں میں تمہیں رب تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتا ہوں بات کھول کر

فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا پس وہ لوگ جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے عمل کیے اچھے۔ محض ایمان ہی نہیں ساتھ اعمال بھی اچھے کیے لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ ان کے لیے بخشش ہے۔ یہ رب تعالیٰ کا وعدہ ہے وَّ رِزْقٌ کَرِیْمٌ اور باعزت روزی ملے گی قبر میں بھی، حشر میں بھی، جنت میں بھی۔ مرنے کے بعد قبر میں بھی رزق ملتا ہے ان کی شان کے مطابق ہماری سمجھ میں نہیں آتا یہ مرنے کے بعد سمجھ آئے گا اور مرنے والا ہی سمجھتا ہے کہ اس کے ساتھ کیا ہوتا ہے۔ نیک ہے تو خوشیوں میں بُرا ہے تو دوسری مد میں ہے۔ اسی لیے حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب کسی کی وفات ہو جائے تو بغیر کسی مجبوری کے دفن میں تاخیر نہ کرو کیونکہ اگر نیک ہے تو اس نے جن خوشیوں میں جانا ہے جلدی پہنچاؤ اور اگر دوسری مد کا آدمی ہے تو ایک بلا کو تم نے اپنی گردن سے اتارنا ہے جلدی اتارو۔ وَالَّذِیْنَ سَعَوْا فِیْٓ اٰیٰتِنَا وہ لوگ جو کوشش کرتے ہیں ہماری آیتوں کے بارے میں مُعٰجِزِیْنَ ہرانے کی کہ آیتوں کو ہرانا ہے۔ قرآن کو ناکام بنائیں لوگوں کو حق سے روکیں اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ یہی لوگ ہیں دوزخ والے۔ ان کا ٹھکانا شعلے مارنے والی آگ جحیم میں ہوگا۔ جو حق کی مخالفت کرتے ہیں رب تعالیٰ کی آیات کا مقابلہ کرتے ہیں۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِى الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۲﴾ لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِى الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۵۳﴾ وَّلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۴﴾ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً اَوْ يَاْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيْمٍ ﴿۵۵﴾ اَلْمُلْكُ يَوْمَىِٕذٍ لِّلّٰهِ ۭ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۵۶﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۵۷﴾ ع ۹ | ۱۴

وَمَآ اَرْسَلْنَا اور نہیں بھیجا ہم نے مِنْ قَبْلِكَ آپ سے پہلے مِنْ رَّسُوْلٍ کوئی رسول وَّ لَا نَبِيٍّ اور نہ کوئی نبی اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى مگر یہ کہ جب اس نے پڑھا اَلْقَى الشَّيْطٰنُ ڈال دیا شیطان نے فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ اس کے پڑھنے میں وسوسہ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ پس مٹاتا ہے اللہ تعالیٰ مَا يُلْقِى الشَّيْطٰنُ اس چیز کو جو ڈالتا ہے شیطان ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ پھر مضبوط کرتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی

آیتوں کو وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ علم والے حکمت والے ہیں لِّيَجْعَلَ تاکہ کردے مَا اس چیز کو يُلْقِي الشَّيْطٰنُ جوڑالتا ہے شیطان فِتْنَةً آزمائش لِّلَّذِيْنَ ان لوگوں کے لیے فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ان کے دلوں میں بیماری ہے وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ اور ان کے دل سخت ہیں وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ اور بے شک ظالم لَفِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ البتہ دور کے اختلاف میں مبتلا ہیں وَّلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اور تاکہ جان لیں وہ لوگ اُوْتُوا الْعِلْمَ جن کو علم دیا گیا اَنَّهُ الْحَقُّ بے شک یہ حق ہے مِنْ رَّبِّكَ آپ کے رب کی طرف سے فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ پس اس پر ایمان لائیں فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ پس عاجزی کریں اس کے سامنے ان کے دل وَاِنَّ اللّٰهَ اور بے شک اللہ تعالیٰ لَهَادِ الَّذِيْنَ البتہ راہنمائی کرنے والا ہے ان لوگوں کی اٰمَنُوْٓا جو ایمان لائے اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ سیدھے راستے کی طرف وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ اور ہمیشہ رہیں گے وہ لوگ كَفَرُوْا جنہوں نے کفر اختیار کیا فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ شک میں اس قرآن کے بارے میں حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ یہاں تک کہ آئے ان کے پاس قیامت بَغْتَةً اچانک اَوْ يَاْتِيَهُمْ یا آئے ان کے پاس عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيْمٍ ایسے دن کا عذاب جو نامبارک ہے اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ملک اس دن اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہوگا يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فیصلہ کرے گا ان کے درمیان فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا پس وہ لوگ جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے عمل اچھے کیے فِيْ جَنّٰتِ باغوں میں ہونگے

النَّعِيْمِ نعمت کے وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا اور جھٹلایا ہماری آیتوں کو فَاُولٰٓئِكَ پس وہ لوگ ہیں لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ان کے لیے عذاب ہوگا رسوا کرنے والا۔

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اور نہیں بھیجا ہم نے آپ سے پہلے مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ کوئی رسول اور نہ نبی اِلَّآ مگر یہ بات ان کے ساتھ ہوتی رہی ہے جو آگے آ رہی ہے۔ رسول اور نبی دو لفظ ہیں۔ بعض علماء عربیت تو فرماتے ہیں کہ رسول اور نبی میں معنٰی کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں ہے صرف لفظوں کا فرق ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ رسول اسے کہتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے کتاب اور شریعت عطا کی ہو۔ اور نبی اسے کہتے ہیں جس کو مستقل کتاب نہ ملی ہو جیسے موسیٰ علیہ السلام کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے تورات عطا فرمائی وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اور ہارون علیہ السلام کو علیحدہ کتاب نہیں ملی وہ نبی ہیں۔

اذا تمنی الشیطن کی تفسیر :

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے کوئی رسول اور نبی نہیں بھیجا مگر اِذَا تَمَنّٰى۔ تَمَنّٰى کے معنٰی قَرَءَ کے ہیں۔ جس وقت انہوں نے اپنی قراءت شروع کی، اللہ تعالیٰ کی کتاب کو پڑھنا شروع کیا اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ ڈال دیا شیطان نے اس کے پڑھنے میں وسوسہ لوگوں کے دلوں میں۔ اللہ تعالیٰ کا پیغمبر رب تعالیٰ کا حکم سناتا تھا شیطان لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا تھا۔ مثلاً قرآن کریم کی جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ [بقرہ:۱۷۳] اور آپ ﷺ نے زبان مبارک سے پڑھا حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ'' وہ

جانور جو خود بخود مر جائے وہ تم پر حرام کر دیا گیا ہے۔'' تو شیطان نے لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالے کہ دیکھو! کیا کہہ رہا ہے کہ جس کو رب تعالیٰ مار دے وہ حرام ہے اور جس کو یہ خود ماریں ذبح کریں وہ حلال ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا کہ مارتا دونوں کو اللہ تعالیٰ ہے ہاں! جس جانور پر ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا گیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت سے پاک ہو گیا ہے فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ [انعام:۱۱۸] امام رازیؒ نے اپنے انداز میں سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جانور کے بدن میں جو خون ہے وہ حرام ہے ذبح کرنے سے نکل جاتا ہے اس کے ساتھ زہریلے مادے ہوتے ہیں وہ بھی خارج ہو جاتے ہیں وہ انسان کی صحت کے لیے انتہائی مضر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا تھا کہ جانور کو ذبح کرو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر تو وہ فاسد اور خراب خون بہہ جائے گا باقی تم کھا لو۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح نہیں کیا گیا تو وہ زہریلا مادہ اور خون اندر ہے اور یہ تمہاری صحت کے لیے مضر ہے لہٰذا نہ کھاؤ۔ فرمایا وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ ''اور نہ کھاؤ اس میں سے جس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر نہیں کیا گیا۔'' تو اللہ تعالیٰ نے شیطان کے وسوسے کو دور کر دیا۔

شیطان کا وسوسہ اور اس کا جواب :

اسی طرح جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ اَنْتُمْ لَهَا وَارِدُوْنَ [الانبیاء:۹۸] ''بے شک تم اور جن کی تم عبادت کرتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا سب جہنم کا ایندھن ہیں اور تم اس میں داخل ہونے والے ہو لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا اگر یہ معبود ہوتے تو دوزخ میں نہ داخل ہوتے وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ سارے اس میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ اس میں ان

کے لیے گدھے کی آواز ہوگی وَهُمْ فِيهَا لَا يَسْمَعُونَ اور وہ اس میں نہیں سنیں گے۔"
آپ ﷺ نے جب یہ آیتیں پڑھ کر سنائیں تو شیطان نے لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالا
کہ دیکھو! یہ پیغمبر کہتا ہے کہ تم بھی اور تمہارے معبود بھی دوزخ میں جائیں گے اور عبادت تو
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بھی ہوئی ہے ان کی والدہ کی بھی ہوئی ہے، عزیر علیہ السلام کی بھی
ہوئی ہے، فرشتوں کی بھی ہوئی ہے۔ پھر تو بڑے مزے کی بات ہے کہ یہ سارے وہاں
ہونگے۔ چنانچہ عبداللہ ابن زبعریٰ نام کا ایک شخص تھا اس نے برملا کہا اے محمد ﷺ! آپ یہ
کہتے ہیں تو پھر عیسیٰ علیہ السلام کی پوجا کرنے والے بھی ہیں، عزیر علیہ السلام کی بھی پوجا
ہوئی ہے، فرشتوں کی بھی لوگ پوجا کرتے ہیں۔ تو اگر یہ سارے دوزخ میں ہونگے اور ہم
بھی ہوں گے تو اچھی بات ہے وہ دوزخ ہمارے لیے جنت ہے۔ تو شیطان نے جب یہ
وسوسہ ڈالا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو ایسے رفع فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰى
"بیشک وہ لوگ جن کے لیے طے ہو چکی ہے ہماری طرف سے بھلائی اُولٰٓئِكَ عَنْهَا
مُبْعَدُوْنَ یہ لوگ اس سے دور رکھے جائیں گے۔" ان نیکوں کی بات نہیں ہو رہی لَا
يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا "یہ تو جہنم کی شوں شوں بھی نہیں سنیں گے۔" تو فرمایا جب شیطان
پیغمبر کی قرأت کی وجہ سے وسوسہ ڈالتا ہے لوگوں کے دلوں میں فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي
الشَّيْطٰنُ پس مٹا دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس چیز کو جو ڈالتا ہے شیطان ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ
پھر مضبوط کرتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی آیتوں کو۔ جیسے شیطان نے وسوسہ ڈالا کہ جو خود مریں
حلال اور جو اللہ تعالیٰ مارے حرام۔ اللہ تعالیٰ نے اس شبے کو دور کر دیا کہ جس کو ذبح کیا گیا
ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہے اور جو خود مرا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیا گیا اس
لیے پاک نہیں ہوا۔ باقی مارا دونوں کو رب تعالیٰ نے ہے۔ اور مشرک اور جن کی انہوں نے

پوجا کی ہے وہ سب جہنم میں ہونگے اس پر شیطان نے شبہ ڈالا کہ عبادت تو انبیاء کرام اور فرشتوں کی بھی ہوئی ہے تو کیا وہ بھی دوزخ میں جائیں گے؟ تو اللہ تعالیٰ نے اس شبہ کو دور کردیا کہ جن کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھلائی طے ہو چکی ہے ان کو دوزخ سے دور کر دیا جائے گا۔ اس طرح آیات کو محکم کردیا کہ یہ معبودان باطلہ کی بات ہو رہی ہے وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ علم والے حکمت والے ہیں لِيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً تاکہ کردے اس چیز کو جو شیطان ڈالتا ہے آزمائش لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کے لیے فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ جن کے دلوں میں بیماری ہے کفر شرک کی وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ اور جن کے دل سخت ہیں اور شبہ کو نہیں چھوڑتے اور وضاحت ہو جانے کے باوجود وہی باتیں دہراتے ہیں کہ دیکھو جی! ایک طرف تو کہتا ہے کہ تم اور تمہارے معبود دوزخ میں جائیں گے پھر انبیاء کرام اور فرشتے بھی تو معبود ہیں ان کی عبادت کی گئی ہے ان کو الگ کرتا ہے۔ خدا کا مارا احرام اپنا مارا احلال۔ کافران شبہات کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہیں ان کے دل سخت ہیں وَ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍ ۢبَعِيْدٍ اور بے شک ظالم دور کے اختلاف میں مبتلا ہیں، ان کا حق کیساتھ اختلاف بہت دور کا ہے وَّلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اور تاکہ جان لیں وہ لوگ جن کو علم دیا گیا ہے اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ بے شک یہ قرآن حق ہے آپ کے رب کی طرف سے فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ پس اس پر وہ ایمان لائیں فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ پس عاجزی کریں اس کے سامنے ان کے دل وَاِنَّ اللّٰهَ اور بے شک اللہ تعالیٰ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا راہنمائی کرتا ہے ان لوگوں کی جو ایمان لائے اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ سیدھے راستے کی طرف۔ عقیدہ بھی صحیح ہوگا، نمازیں بھی پڑھیں گے، روزے بھی رکھیں گے، حج بھی کریں گے، حلال حرام کی تمیز بھی کریں گے، اخلاق بھی اچھے ہونگے

، یہ صراط مستقیم کا خلاصہ ہے۔ وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوْا اور ہمیشہ رہیں گے وہ لوگ جو کافر ہیں فِي مِرْيَةٍ مِّنْهُ شک میں اس قرآن کے بارے میں۔

قرآن کو حقیقتاً ماننے والے بہت تھوڑے ہیں :

آج بھی بے شمار مخلوق ہے جو قرآن پاک کو نہیں مانتی اور جو زبانی طور پر ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں انصاف سے دیکھا جائے تو ان میں بھی ماننے والے بہت تھوڑے ہیں جو قرآن پاک کے احکام پر عمل کرنے والے ہیں۔ ایک وراثت کا مسئلہ ہی لے لو۔ کتنے لوگ ہیں جو نمازیں بھی پڑھتے ہیں، روزے بھی رکھتے ہیں، حج کرتے ہیں، زکاتیں دیتے ہیں لیکن ورثاء کا حقِ شرعی نہیں دیتے۔ اور بہت سے مسائل ہیں جن پر عمل کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں تو کیا ماننا ہوا؟ تو کافر لوگ قرآن پاک کے متعلق شک میں رہیں گے حَتّٰى تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً یہاں تک کہ آئے ان کے پاس قیامت اچانک اَوْ يَأْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيمٍ یا آئے ان کے پاس اس دن کا عذاب جو نامبارک ہے۔ عقیم اصل میں بانجھ عورت کو کہتے ہیں جس کی اولاد نہیں ہوتی۔ اس کو بھی لوگ نامبارک سمجھتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تَزَوَّجُوا الْوَدُوْدَ الْوَلُوْدَ فَاِنِّيْ مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْاُمَمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ”ایسے خاندان کی عورتوں سے شادی کرو جو محبت کرنے والیاں ہوں اور بچے زیادہ جننے والیاں ہوں پس بیشک میں فخر کروں گا تمہاری کثرت کی وجہ سے دوسری امتوں پر قیامت والے دن۔“ ایک شخص آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور کہا حضرت! میں غریب آدمی ہوں پیسہ دھیلا میرے پاس کچھ نہیں ہے میں ایک ایسی مطلقہ عورت کے ساتھ شادی کرنا چاہتا ہوں جو بانجھ ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم اس سے گریز کرو۔ گریز کا مطلب یہ ہے کہ تم ایسی عورت سے شادی کرو جس سے تمہاری اولاد ہو اور میں کثرتِ امت پر قیامت

والے دن فخر کروں ۔ تو عقیم کے معنی بانجھ کے ہیں۔ لفظی ترجمہ کرتے ہیں نامبارک ۔ عذاب والے دن کافروں کے لیے کوئی برکت نہیں ہوگی اَلْمُلْکُ یَوْمَئِذٍ لِّلّٰہِ ملک اس دن اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہوگا۔ آج تو کہتے ہیں نا ہمارا ملک ، ہماری حکومت ، ہماری سلطنت، اس دن اعلان ہوگا لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ ''آج ملک کس کا ہے۔'' پھر جواب آئے گا لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ [مومن:۱۶] ''اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو اکیلا ہے دبانے والا ہے۔'' یَحْکُمُ بَیْنَهُمْ فیصلہ کرے گا ان کے درمیان عملی فیصلہ۔ دلائل کے ذریعے تو حق و باطل کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ وہاں یہ فیصلہ ہوگا فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا پس وہ لوگ جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے عمل کیے اچھے فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ نعمتوں کے باغوں میں ہونگے ، خوشی کے باغ ہونگے لیکن اس کے لیے دو چیزیں ضروری ہیں، ایمان اور عملِ صالح۔ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا اور وہ لوگ جو کافر ہیں وَکَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا اور انہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو جیسے ابھی تم نے دو مثالیں سنی ہیں حرام حلال کی اور معبودانِ باطلہ کے دوزخ میں جانے کی فَاُولٰٓئِکَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ پس وہ لوگ ہیں جن کے لیے عذاب ہوگا رسوا کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تمام مومنین اور تمام مومنات کو تمام مسلمین اور مسلمات کو دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھے اور بچائے۔ (آمین)

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۵۸﴾ لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴿۵۹﴾ ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ﴿۶۰﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۶۱﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۶۲﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً ۡ فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴿۶۳﴾ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۶۴﴾ ع ۸ ۱۵

وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ هَاجَرُوْا جنہوں نے ہجرت کی فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں ثُمَّ قُتِلُوْٓا پھر وہ قتل کیے گئے اَوْ مَاتُوْا یا مر گئے لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ ضرور رزق دے گا ان کو اللہ تعالیٰ رِزْقًا حَسَنًا اچھا رزق وَاِنَّ اللّٰهَ اور بے شک اللہ تعالیٰ لَهُوَ البتہ وہی ہے خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ سب سے بہتر رزق دینے والا لَيُدْخِلَنَّهُمْ البتہ ضرور داخل کرے گا ان کو مُّدْخَلًا داخل کرنے کی جگہ يَّرْضَوْنَهٗ جس کو وہ پسند کریں گے وَاِنَّ اللّٰهَ اور بیشک اللہ تعالیٰ لَعَلِيْمٌ البتہ

جاننے والا حَلِیْمٌ تحمل والا ہے ذٰلِکَ یہ ایسے ہی ہوگا وَ مَنْ عَاقَبَ اور جس نے بدلہ لیا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ مثل اس کے جو اس کو تکلیف دی گئی ثُمَّ بُغِیَ عَلَیْهِ پھر اس پر زیادتی کی گئی لَیَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ البتہ ضرور مدد کرے گا اس کی اللہ تعالیٰ اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ تعالیٰ لَعَفُوٌّ بہت معاف کرنے والا ہے غَفُوْرٌ بخشنے والا ہے ذٰلِکَ یہ بِاَنَّ اللّٰهَ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ یُوْلِجُ الَّیْلَ داخل کرتا ہے رات کو فِی النَّهَارِ دن میں وَ یُوْلِجُ النَّهَارَ اور داخل کرتا ہے دن کو فِی الَّیْلِ رات میں وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ بَصِیْرٌ اور بے شک اللہ تعالیٰ ہی سننے والا دیکھنے والا ہے ذٰلِکَ یہ بِاَنَّ اللّٰهَ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ هُوَ الْحَقُّ ہی وہ حق ہے وَاَنَّ مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ اور بے شک وہ جن کو یہ پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے هُوَ الْبَاطِلُ وہ باطل ہیں بیکار ہیں وَاَنَّ اللّٰهَ اور بیشک اللہ تعالیٰ هُوَ الْعَلِیُّ الْکَبِیْرُ ہی بلند شان والا ہے، بڑا ہے اَلَمْ تَرَ کیا نہیں دیکھا آپ نے اَنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ تعالیٰ نے اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ اتارا ہے آسمان سے مَآءً پانی فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ پس ہوگئی زمین مُخْضَرَّةً سرسبز اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ لَطِیْفٌ باریک بین ہے خَبِیْرٌ خبردار ہے لَهٗ اسی کے لیے ہے مَا فِی السَّمٰوٰتِ جو کچھ آسمانوں میں ہے وَمَا فِی الْاَرْضِ اور جو کچھ زمین میں ہے وَاِنَّ اللّٰهَ اور بیشک اللہ تعالیٰ لَهُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ البتہ وہی ہے بے پروا، تعریفوں والا۔

مومنوں کے بعض نیک اعمال کا ذکر :

پچھلے رکوع کی آخری آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل اچھے کیے وہ نعمتوں اور خوشی کے باغوں میں ہونگے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے بعض نیک کام ذکر کیے ہیں اور ہیں وہ مشکل۔ فرمایا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی اللہ تعالیٰ کے راستے میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے۔ ہم تو صرف ہجرت کا لفظ بول سکتے ہیں عملاً ہجرت کریں تو پتا چلے کہ مکانات، دکانیں، زمینیں، باغات، اپنی بودوباش کی سب چیزیں چھوڑ کر نکلنا کیسا ہے؟ کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اور پھر نکلیں بھی صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے۔ بڑا مشکل مسئلہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا مومنوں کے ساتھ وعدہ :

وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ثُمَّ قُتِلُوْآ پھر قتل کر دیئے گئے، شہید کیے گئے۔ بعض مہاجرین کو ظالموں نے راستے ہی میں شہید کر دیا اور بعض کو بعد میں شہادت نصیب ہوئی اَوْ مَاتُوْا یا مر گئے طبعی موت۔ اللہ تعالیٰ کا ان کے ساتھ وعدہ ہے لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ضرور رزق دے گا اللہ تعالیٰ اچھا رزق۔ مرنے کے بعد قبر میں خوراک اور رزق ملتا ہے جو ان کی شان اور برزخ قبر کے حال کے مناسب ہوتا ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے اَلْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ اَوْ حُفْرَةٌ مِّنْ حِفَرِ النِّيْرَانِ "یہ جو قبر گڑھے کی شکل میں نظر آتی ہے یہ یا تو جنت کے باغوں میں باغ بن جاتی ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے گڑھا بن جاتی ہے۔" یہ باغ اور گڑھا دنیا سے بنا کر جانا ہے وہاں کچھ بھی نہیں ہو سکے گا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ وہاں تو مردہ منتظر ہوتا ہے

کہ میرے لیے کوئی دعا کرنے والا ہو وہاں کوئی بس نہیں چلتا۔ اللہ تعالیٰ ضرور ان کو رزق دے گا اور ایسا رزق کہ آج کسی کے خیال میں بھی نہیں آسکتا وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ اور بے شک اللہ تعالیٰ البتہ وہی ہے سب سے بہتر رزق دینے والا۔ مجازی طور پر والد بھی اولاد کو رزق دینے والا ہے، آقا بھی اپنے غلاموں کو کھلاتا ہے، لوگ جانوروں کو بھی چارا ڈالتے ہیں مگر پیدا تو کوئی ایک دانہ بھی نہیں کرسکتا۔ پیدا تو صرف رب تعالیٰ ہی کرتا ہے۔ دوسرا وعدہ لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا البتہ ضرور داخل کرے گا اللہ تعالیٰ ان کو ایسی داخل کرنے کی جگہ میں يَّرْضَوْنَهٗ جس کو وہ پسند کریں گے۔ جنت کا سکھ، چین، آرام آج ہمارے تصور میں بھی نہیں آسکتا۔ آج اگر جنت کا نقشہ سامنے ہو تو سارے اس کی طرف دوڑیں اور جہنم کا نقشہ ہمارے سامنے ہو تو سارے اس سے دور بھاگیں۔ آج ہم لفظی اور زبانی طور پر جنت جنت اور دوزخ دوزخ کہتے ہیں۔

ہم نے نہ موت کو سمجھا ہے نہ قبر حشر کو :

حقیقت یہ ہے کہ نہ ہم نے موت کو سمجھا ہے نہ قبر کو نہ جنت کو نہ دوزخ کو نہ میدان محشر کو۔ جب تک آدمی حقیقت تک نہ پہنچے تو کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ ایک آدمی سارا دن ورد کرتا رہے کہ کھانا بھوک کو ختم کرتا ہے، کھانا بھوک کو ختم کرتا ہے اور کھائے نہ تو کیا بھوک ختم ہو جائے گی؟ ہرگز نہیں! بھوک ختم ہوگی کھانے سے، پیاس بجھے گی پانی پینے سے، لفظوں سے پیاس نہیں بجھے گی کہ پانی پیاس بجھاتا ہے، پانی پیاس بجھاتا ہے۔ صحیح بات یہی ہے کہ ہمارا ایمان زبانی ہے، لفظی ہے، نہ رب تعالیٰ کی حقیقت کو سمجھا ہے اور نہ کوئی سمجھ سکتا ہے اور نہ اس کی صفات پر ہمارا صحیح ایمان ہے۔ قرآن پاک کو زبانی طور پر مانتے ہیں مگر اس کے احکامات پر عمل کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں قبر کے معاملات کا احساس نہیں ہے، قیامت

اور حشر صرف سننے سنانے کی حد تک ہے ان کی سنگینی کا ہمیں احساس نہیں ہے اور نہ ہی اس کی کوئی تیاری ہے۔ ہماری ساری تگ ودو دنیا کے لیے ہے۔ دیکھو کتنی سردی ہے مگر جن لوگوں نے ڈیوٹی پر جانا ہے وہ اپنے وقت پر ڈیوٹی پر پہنچتے ہیں اور جب نماز کی باری آتی ہے منہ رضائی سے باہر نکالنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ پختہ نمازیوں کی بات نہیں کر رہا "چڑک لگو" کی بات کر رہا ہوں جن کی نماز کے لیے اٹھنے کی نیت ہی نہیں ہے۔ تو جس طرح کی نیت ہوگی پھل بھی اس طرح کا ملے گا۔ رب تعالیٰ ایسے تو رحمت سے نہیں نوازے گا کچھ کرو گے تو نوازے گا ورنہ بڑی مشکل بات ہے۔ وَ اِنَّ اللّٰهَ اور بیشک اللہ تعالیٰ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ البتہ جاننے والا تحمل والا ہے۔ اگر وہ فوراً کسی کو سزا نہیں دیتا تو وہ یہ نہ سمجھے کہ میں بچ گیا ہوں وہ رتی رتی کا حساب جانتا ہے۔ جس نے رتی برابر بھی نیکی کی تو اس کا بدلہ ملے گا اور جس نے رتی برابر بھی بدی کی تو سزا پائے گا ذٰلِكَ یہ اسی طرح ہوگا کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو بہتر رزق عطا فرمائیں گے اور ایسی جگہ میں داخل کرے گا جس کو وہ پسند کریں گے۔

بدلہ لینے کی کیفیت :

آگے حکم بیان فرمایا ہے وَ مَنْ عَاقَبَ اور جس نے بدلہ لیا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ مثل اس کے جو اس کو تکلیف دی گئی ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ پھر اس پر زیادتی کی گئی لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ البتہ ضرور مدد کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ بیشک اللہ تعالیٰ البتہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔

اب مسئلہ سمجھ لو۔ اگر کسی آدمی نے کسی آدمی پر زیادتی کی قولاً کہ اس کو گالی گلوچ کیا بُری باتیں کہیں یا عملاً زیادتی کی کہ اس کو مارا پیٹا۔ تو یہ جو مظلوم ہے اس کو اختیار ہے چاہے تو معاف کردے اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کردے گا۔ معاف کر دیا تو

معاملہ طول نہیں پکڑے گا اگر وہ ظالم کچھ شریف ہے تو ضرور نادم ہوگا کہ میں نے اس کے ساتھ زیادتی کی مگر اس نے معاف کر دیا۔ اور اگر بدلہ لینا چاہے تو لے سکتا ہے مگر اتنا کہ جتنی اس کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے۔ مثلاً اگر کسی نے ایک گالی نکالی ہے تو ایک گالی نکال سکتا ہے بلکہ بہتر تو یہ ہے کہ گالی نہ نکالے اور یوں کہے تو نے جو مجھے کہا ہے وہ تم خود ہو۔ زبان کے پلید ہونے سے جھوٹ اور غیبت سے بچ جائے گا۔ گالی گلوچ سے آج ہماری زبانیں پلید ہیں جس کی وجہ سے ہماری دعاؤں میں کوئی اثر نہیں ہے۔ قرآن پاک پڑھتے ہیں تو اس کا اثر نہیں ہوتا۔ ہمارے اعمال برے ہیں نیکی کا کوئی اثر نہیں ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے مَنْ لَّمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَیْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ بِاَنْ یَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ ''جس آدمی نے جھوٹ نہ چھوڑا اور جھوٹا عمل نہ چھوڑا اللہ تعالیٰ کو اس کے بھوکا پیاسا مرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔'' یعنی اس کے روزوں کی اللہ تعالیٰ کو کوئی ضرورت نہیں ہے۔ آج ہمارا سارا کاروبار ہی جھوٹ فریب پر مبنی ہے۔ خدا پناہ! آج ہم اخلاقی لحاظ سے حیوانوں سے بھی گر چکے ہیں۔ جب انسان، انسان ہوتا تھا آدمی ہوتا تھا تو اس کا بڑا بلند مقام تھا۔ آج انسانیت ہم سے شرماتی ہے۔ تو خیر مظلوم اگر درگزر کرے تو بہتر ہے اور اگر بدلہ لینا چاہے تو لے سکتا ہے مگر اتنا لے جتنی اس کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے۔ اگر ظالم نے ایک مکا مارا ہے تو یہ دو نہیں مار سکتا اگر ایک گالی دی ہے تو دو نہیں دے سکتا۔ مگر اس کی پابندی کون کرے گا؟ انسان کو جب غصہ آتا ہے تو اس کا توازن برقرار نہیں رہتا ایسے موقع پر انسان کی انسانیت کو خطرہ ہوتا ہے۔ بہادر شاہ ظفر مرحوم نے کیا خوب کہا ہے

ظفر آدمی اس کو نہ جانیے گا ہو وہ کیسا ہی صاحب فہم و ذکا

جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہا

اس لیے مسئلہ یہ ہے کہ غصے میں کوئی جج اور قاضی فیصلہ نہ کرے۔ اگر کیا تو وہ فیصلہ شرعاً نافذ نہیں ہوگا۔ غصے میں بندے کا دماغی توازن قائم نہیں رہتا کچھ کا کچھ کر جائے گا۔ صرف حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات اور آپ ﷺ سے پہلے جتنے پیغمبر گزرے ہیں وہ مستثنیٰ ہیں کہ پیغمبر غصے کی حالت میں بھی فیصلہ کرے تو وہ حق ہوتا ہے۔ فرمایا جس نے انتقام لیا اتنا جتنی اس کے ساتھ زیادتی کی گئی ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ پھر اس پر زیادتی کی گئی کہ ظالم نے کہا تو میرے مقابلہ میں کھڑا ہو گیا ہے اور مجھ سے بدلہ لیا ہے پھر اس کے ساتھ زیادتی کی تو لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ البتہ ضرور مدد کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اللہ تعالیٰ مظلوم کی مدد کرتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کے ایک صوبے کا گورنر بنا کر بھیجا تو بہت سی ہدایات دیں۔ ان میں ایک ہدایت یہ بھی فرمائی کہ اِتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ "اے معاذ مظلوم کی بددعا سے بچنا فَاِنَّهٗ لَيْسَ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ کیونکہ اس کے درمیان اور اللہ تعالیٰ کے عرش کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہے۔" مظلوم کی بددعا عرش الٰہی کے کنگرو کو جا ہلاتی ہے۔ تو فرمایا اللہ تعالیٰ ضرور اس کی مدد کرے گا اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ بیشک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔ اس لفظ میں یہ ترغیب دی گئی ہے کہ اگر کوئی تمہارے ساتھ زیادتی کرے تو درگزر کرو۔ ذٰلِكَ یہ رب تعالیٰ بخشنے والا ہے کیونکہ وہ قادر ہے۔ اس کی قدرت کی پہلی دلیل بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ بیشک اللہ تعالیٰ داخل کرتا ہے رات کو دن میں۔ گرمی کے موسم میں دن لمبے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ رات کے اجزاء دن میں داخل کر دیتے ہیں وَ يُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ اور داخل کرتا ہے دن کو رات میں۔ سردیوں میں راتیں لمبی ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ دن کے اجزاء رات میں داخل کر دیتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کی قدرت رات دن میں دیکھ سکتے ہو،

مومنوں کے بدلنے میں دیکھ سکتے ہو وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ اور بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا دیکھنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے کوئی شے پوشیدہ نہیں ہے قریب دور سے سننے والی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔

صحابہ کرام ﷺ کا ادب واحترام :

جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ [الحجرات:۲] ''اے ایمان والو نہ بلند کرو اپنی آوازوں کو نبی کی آواز پر۔'' اگر ایسا کرو گے تو تمہارے اعمال برباد ہو جائیں گے اور تمہیں خبر بھی نہیں ہوگی۔ حضرت عمر ﷺ بات اتنی آہستہ کرتے تھے کہ آنحضرت ﷺ سن نہیں سکتے تھے۔ بخاری شریف کی روایت ہے آپ ﷺ فرماتے اے عمر! میں نے نہیں سنا تم نے کیا کہا ہے؟ دیکھو! حضرت عمر ﷺ مجلس میں بولتے ہیں اور آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے نہیں سنا اور آج یہ بدعتی دعویٰ کرتے ہیں کہ ہماری یہاں کی بات آپ ﷺ وہاں سنتے ہیں روضہ مبارک میں۔ پھر دیکھو! قرآن کریم کا حکم ہے کہ آپ ﷺ کی موجودگی میں بآواز بلند بات کرنے سے سب اعمال اکارت ہو جائیں گے اور یہ لوگ آنحضرت ﷺ کو حاضر و ناظر بھی سمجھتے ہیں اور چیختے چلاتے ہیں۔ بھئی! جب تم حاضر ناظر سمجھتے ہو تو چلاتے کیوں ہو؟ تو سمیع وبصیر صرف رب تعالیٰ ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ یہ اس لیے کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہی وہ حق ہے وہی سچا ہے وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ اور بے شک وہ جن کو یہ پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے هُوَ الْبَاطِلُ وہ بیکار ہیں۔ وہ چاہے نبی ہوں، ولی ہوں خدائی اختیارات کسی کے پاس نہیں ہیں۔ خود آنحضرت ﷺ سے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کے اندر اعلان کروایا لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا رَشَدًا [سورۃ جن] ''اے امتیو سن لو! میں تمہارے نفع نقصان کا مالک

نہیں ہوں۔" اورسورۃ الاعراف میں ہے لَا اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا "نہیں ہوں میں مالک اپنے نفع نقصان کا۔" تو جب آنحضرت ﷺ نفع نقصان کے مالک نہیں ہیں تو دنیا میں کون مائی کالال ہے کہ اس کے پاس خدائی اختیارات ہوں؟ بالکل نہیں! وَاَنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْعَلِیُّ الْکَبِیْرُ اور بیشک اللہ تعالیٰ کی ذات ہی بڑی بلند اور بڑی ہے۔ اس کی ذات سے کوئی بلند اور بڑا نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کی دلیل :

اللہ تعالیٰ کی قدرت کی اور دلیل اَلَمْ تَرَ اے مخاطب! آپ نے نہیں دیکھا اَنَّ اللّٰہَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً بیشک اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے آسمان سے پانی، بارش وہ نازل کرتا ہے فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّۃً پس ہوگئی زمین سرسبز۔ وہ ہواؤں کو حکم دیتا ہے وہ بادلوں کو اکٹھا کرتی ہیں پھر اپنی قدرت سے رطوبت بھر کر بارش برساتا ہے۔ بارش کی قدر بارانی علاقوں سے پوچھو بارش نہ ہو تو ان کا کیا حال ہوتا ہے۔ نہری علاقوں پر بھی اثر پڑتا ہے۔ بارشیں نہ ہوں تو زمینی پانی سطح زمین سے نیچے چلا جاتا ہے ٹیوب ویل بھی پورا پانی نہیں دیتے اور بارشوں کو ہمارے اعمال روکتے ہیں۔ یہ تو کہتے ہیں کہ بارشیں نہیں ہو رہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ ہم کیا کر رہے ہیں؟ یقین جانو! ہمارے اعمال کا ان چیزوں کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ مہنگائی کے ساتھ، صنعت کی تباہی کیساتھ، بدامنی اور افراتفری کے ساتھ۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ نزول میں برکات :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونگے دین نافذ ہوگا، دین کی برکات سے ایک ایک انار اتنا بڑا ہوگا کہ اس کے آدھے خول کے نیچے دس آدمی بیٹھ

سکیں گے۔ایک بکری کے دودھ سے کئی خاندانوں کی کفالت ہوگی۔ایک گائے اتنا دودھ دے گی کہ سارا گاؤں سیر ہو جائے گا۔آج یہ برکات نہیں کیونکہ ہمارے اعمال خراب ہیں ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ [روم:۴۱] ''پھیل گیا ہے فساد خشکی اور تری میں اس وجہ سے جو انسانوں کے ہاتھوں نے کمایا ہے۔'' اِنَّ اللّٰهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ بیشک اللہ تعالیٰ باریک بین ہے خبردار ہے لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ اسی کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں۔اسی کا تصرف ہے اسی کی ملک ہے دوسرا نہ کوئی خالق نہ کوئی مالک نہ متصرف،صرف رب العالمین سب کچھ ہے وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ اور بے شک اللہ تعالیٰ بے پرواہے ہماری عبادتوں کا وہ محتاج نہیں ہے یہ ہمارے ہی کام آئیں گی،تعریفوں والا ہے۔وہی قابل تعریف ہے اگر تم رب تعالیٰ کی تعریف نہیں کرو گے تو زمین کا ذرہ ذرہ اور پانی کا ایک ایک قطرہ،شجر وحجر سب اس کی تعریف کرتے ہیں اس کی تسبیح پڑھتے ہیں وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ [بنی اسرائیل:۴۴] ''اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اس کی تعریف کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کرتی ہو لیکن تم اس کی تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے۔''

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ وَ الْفُلْكَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖؕ وَ یُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۶۵﴾ وَ هُوَ الَّذِیْۤ اَحْیَاكُمْ٘ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ یُحْیِیْكُمْؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ ﴿۶۶﴾ لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا یُنَازِعُنَّكَ فِی الْاَمْرِ وَ ادْعُ اِلٰى رَبِّكَؕ اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۶۷﴾ وَ اِنْ جٰدَلُوْكَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۸﴾ اَللّٰهُ یَحْكُمُ بَیْنَكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا كُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۶۹﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِؕ اِنَّ ذٰلِكَ فِیْ كِتٰبٍؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ ﴿۷۰﴾

اَلَمْ تَرَ کیا آپ نے نہیں دیکھا اَنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ نے سَخَّرَ لَكُمْ تابع کر دیا ہے تمہارے مَّا فِی الْاَرْضِ جو زمین میں ہیں وَالْفُلْكَ اور کشتیاں تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ چلتی ہیں سمندر میں بِاَمْرِهٖ اس کے حکم کے ساتھ وَیُمْسِكُ السَّمَآءَ اور اس نے روکا ہے آسمان کو اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ یہ کہ گرے زمین پر اِلَّا بِاِذْنِهٖ مگر اس کے حکم سے اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ البتہ شفقت کرنے والا مہربان ہے وَهُوَ الَّذِیْ اور وہ وہ ذات ہے اَحْیَاكُمْ جس نے تمہیں زندہ کیا ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ

پھر وہ تمہیں مارے گا ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ پھر وہ تمہیں زندہ کرے گا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَکَفُوْرٌ بے شک انسان البتہ ناشکرا ہے لِکُلِّ اُمَّةٍ ہر امت کے لیے جَعَلْنَا مَنْسَکًا بنائی ہم نے قربانی ھُمْ نَاسِکُوْهُ وہ اس کو کرنے والے ہیں فَلَا یُنَازِعُنَّکَ پس ہرگز نہ جھگڑا کریں وہ آپ سے فِی الْاَمْرِ معاملے میں وَادْعُ اِلٰی رَبِّکَ اور آپ دعوت دیں اپنے رب کی طرف اِنَّکَ لَعَلٰی هُدًی بے شک آپ البتہ ہدایت پر ہیں مُّسْتَقِیْمٍ جو سیدھی ہے وَاِنْ جَادَلُوْکَ اور اگر وہ جھگڑا کریں آپ سے فَقُلِ تو آپ کہہ دیں اَللّٰهُ اَعْلَمُ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے بِمَا ان کاروائیوں کو تَعْمَلُوْنَ جو تم کرتے ہو اَللّٰهُ یَحْکُمُ بَیْنَکُمْ اللہ تعالیٰ فیصلہ کرے گا تمہارے درمیان یَوْمَ الْقِیٰمَةِ قیامت والے دن فِیْمَا ان چیزوں میں کُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ جن چیزوں میں تم اختلاف کرتے ہو اَلَمْ تَعْلَمْ کیا آپ نہیں جانتے اَنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ تعالیٰ یَعْلَمُ جانتا ہے مَا فِی السَّمَآءِ جو کچھ آسمان میں ہے وَالْاَرْضِ اور جو کچھ زمین میں ہے اِنَّ ذٰلِکَ فِیْ کِتٰبٍ بیشک یہ سب لکھا ہوا ہے کتاب میں اِنَّ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیْرٌ بیشک یہ بات اللہ تعالیٰ پر آسان ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر دیکھنے والے کو اپنی قدرت دیکھنے کی دعوت دیتے ہیں :

اللہ تبارک وتعالیٰ ہر دیکھنے والے کو دعوت دیتے ہیں۔ اے دیکھنے والے اَلَمْ تَرَ کیا آپ نے نہیں دیکھا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَکُمْ بے شک اللہ تعالیٰ نے تابع کر دیا ہے

تمہارے مَا فِی الْاَرْضِ ان چیزوں کو جو زمین میں ہیں۔حیوان تمہارے تابع ،درخت تمہارے تابع ،نہریں تمہارے تابع ۔مثلاً گھوڑا ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے کتنی طاقت رکھی ہے مگر رب نے تمہارے تابع کیا ہے جیسے چاہو دوڑاؤ اور جدھر چاہو پھیرو۔لیکن تم رب تعالیٰ کے تابع نہیں ہوئے۔اسی لیے آگے فرمایا انسان بڑا ناشکرا ہے۔اے انسان! تجھے سوچنا چاہیے کہ بڑے بڑے قدآور اور طاقتور جانور اللہ تعالیٰ نے تمہارے تابع کیے ہیں جہاں چاہو لے جاؤ، باندھو،کھول دو، ذبح کردو، وہ انکار نہیں کرتے حالانکہ تم ان کے خالق نہیں ہو اور نہ ان کی خوراک کے خالق ہو۔نہ چارا تم نے پیدا کیا ہے اور نہ پانی تم نے پیدا کیا ہے، نہ ہوا تم نے پیدا کی ہے صرف مجازی طور پر تم ان کے مالک ہو وہ تمہاری بات مانتے ہیں اے انسان! تو سوچ تجھے رب تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور تیری ساری ضروریات اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں مگر تم رب تعالیٰ کی کتنی اطاعت کرتے ہو؟ گائے بھینس ایک دو دن دودھ نہ دے تو تم لاٹھی لے کر اس کے پیچھے پڑ جاتے ہو اور خود تم دن رات رب تعالیٰ کی نافرمانی میں گزارتے ہو۔نمازیں نہیں پڑھتے ،روزے نہیں رکھتے ،رب تعالیٰ کی لاٹھی کا بھی پتا ہے کہ کتنی سخت ہے۔رب تعالیٰ کی گرفت سے بچو اور جانوروں سے سبق حاصل کرو۔انسان اگر سوچے تو معمولی باتوں سے بھی نتیجہ اخذ کر سکتا ہے اور نہ سمجھنا چاہے تو اس کا کوئی علاج نہیں ہے اور نہ ہی ضد کا دنیا میں کوئی علاج ہے۔تو فرمایا اے مخاطب! آپ دیکھتے نہیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے کام میں لگا دیا ہے جو کچھ زمین میں ہے وَالْفُلْکَ اور کشتیاں بھی تمہارے تابع کی ہیں تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ جو چلتی ہیں سمندر میں بِاَمْرِہٖ رب تعالیٰ کے حکم کے ساتھ۔اس زمانے میں بادبانی کشتیاں ہوتی تھیں ہوا کے رخ کے مطابق چلتی تھیں اب ترقی ہوگئی ہے بڑے بڑے بحری جہاز تیار ہو گئے ہیں جو اِدھر کا

سامان اُدھر اور اُدھر کا سامان اِدھر لے آتے ہیں۔ رب تعالیٰ نے خشکی کی چیزیں بھی تمہارے تابع کی ہیں اور سمندر کی بھی وَیُمْسِکُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَی الْاَرْضِ اور اس نے روکا ہے آسمان کو اس سے کہ گر پڑے زمین پر۔ آسمان کے نیچے نہ دیوار ہے نہ ستون ہے۔ اتنا بڑا اور وسیع آسمان اس قادر مطلق کے حکم سے رکا ہوا ہے۔ آسمان تو آسمان ہے اگر ایک ستارہ گر پڑے تو دنیا تباہ ہو جائے۔ پچھلے دنوں وہمی قسم کے سائنسدانوں نے یہ شوشہ چھوڑا تھا کہ سال ڈیڑھ سال کے بعد ایک ستارہ زمین پر گرے گا۔ اس سے لوگوں کے ہوش وحواس خطا ہو گئے، بے چاروں کے پاخانے خشک ہو گئے کہ ہمارا کیا بنے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے آسمان کو روکا ہوا ہے زمین پر گرنے سے اِلَّا بِاِذْنِہٖ مگر اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ گرے گا۔ جب قیامت قائم ہوگی اس وقت نہ آسمان رہے گا اور نہ بلند پہاڑ رہیں گے، نہ کوئی ٹیلا رہے گا سب نشیب وفراز ختم ہو جائیں گے۔ زمین ایسی ہموار ہو جائے گی کہ اگر مغرب سے انڈا لڑھکایا جائے تو مشرق تک اس کو کوئی روکنے والی چیز نہ ہوگی۔ فرمایا اِنَّ اللّٰہَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ بیشک اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ البتہ شفقت کرنے والا مہربان ہے۔ اس کی مہربانی ہے کہ نافرمانی کے باوجود اس نے صحت دی ہے، اولاد دی ہے، مال دیا ہے۔ دنیاوی ترقیاں بھی دی ہیں، گرمی سردی کے لوازمات بھی دیئے ہیں وَ هُوَ الَّذِیْٓ اور وہ وہ ذات ہے اَحْیَاكُمْ جس نے تمہیں زندہ کیا۔ جب ماں کے پیٹ میں بچے کا ڈھانچا تیار ہو جاتا ہے، شکل وصورت بن جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتے کو حکم دیتے ہیں کہ اس کے بدن میں روح پھونک دو۔ ماں کی ایک رگ ناف کیساتھ جوڑ دی جاتی ہے جس کے ذریعے اس کو خوراک ملتی ہے اس کے بعد پانچ ماہ تک بچہ ماں کے پیٹ میں زندہ رہتا ہے یہ رب تعالیٰ کی قدرت ہے ورنہ سانس لینے کی جگہ ہی نہیں ہے۔ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ

پھر وہ تمہیں مارے گا لہٰذا موت کو ہر وقت یاد رکھو۔

موت کو کثرت سے یاد کرو اور مراقبے کا بیان :

حدیث پاک میں آتا ہے اَکْثِرُوْا ذِکْرَ ھَاذِمِ اللَّذَّاتِ ''موت کو ہر وقت پیش نظر رکھو۔'' بلکہ بعض بزرگان دین کے بیعت کے جو سلسلے ہیں ان میں ایک مراقبہ موت کا بھی ہے کہ انسان تنہائی میں بیٹھ کر اپنی موت کے متعلق سوچے (کہ میری روح قبض کرنے کے لیے جنتی فرشتے آئیں گے یا جہنمی، قبر میں منکر نکیر آئیں گے یا مبشر بشیر، حشر والے دن نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا یا بائیں ہاتھ میں۔نواز بلوچ) اور یہ نقشہ سامنے لائے اور تصور کرے کہ میرے مرنے کا وقت ہے عزیز رشتہ دار کھڑے ہیں، ڈاکٹر حکیم کھڑے ہیں اور سب بے بس نظر آ رہے ہیں۔فرشتے نے آ کر میری جان نکال لی اور میں بے بس پڑا ہوں مجھے غسل دیا جا رہا ہے کفن پہنایا جا رہا ہے، چار پائی اٹھا کر قبرستان لے جایا جا رہا ہے پھر جنازے کے بعد مجھے دفن کر دیا جائے گا پھر میں ہوں گا اور میرے اعمال ہونگے۔پھر میرے ساتھ میرے اعمال کے مطابق برتاؤ ہوگا نہ میرے پاس ماں ہو گی نہ باپ، نہ بہن بھائی، عزیز رشتہ دار۔اگر آدمی روزانہ یہ مراقبہ کرے تو اعمال صحیح ہو سکتے ہیں۔تو فرمایا پھر وہ تمہیں مارے گا ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ پھر وہ تمہیں زندہ کرے گا قیامت والے دن۔رب تعالیٰ کی نعمتیں تو بے شمار ہیں مگر اِنَّ الْاِنْسَانَ لَکَفُوْرٌ بے شک انسان البتہ ناشکرا ہے۔سورۃ سبا آیت نمبر ۱۳ میں ہے وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ ''اور بہت تھوڑے ہیں میرے بندوں میں شکر کرنے والے۔'' نافرمان ناشکرے بہت ہیں۔

حضور ﷺ نے غیر اللہ کے نام پر ذبح کیے جانور کا گوشت نہیں کھایا :

پہلے قربانی کا مسئلہ گزرا ہے۔اور قربانی کے تین دن ہیں دس، گیارہ، بارہ۔مشرک

غیر اللہ کے نام پر قربانی کرتے تھے لات کے نام کی ، کبھی منات اور کبھی عزیٰ کے نام کی ۔ ایک دفعہ انہوں نے عزیٰ کے نام پر ذبح کیا گوشت محلے میں تقسیم کیا آنحضرت ﷺ کو بھی گوشت دیا ۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ کیسا گوشت ہے ؟ کہنے لگے ہم نے عزیٰ کے نام پر ذبح کیا ہے ۔ فرمایا اٹھالو میں نہیں کھاؤں گا ۔ یہ نبوت ملنے سے پہلے کا واقعہ ہے ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے چچا زید ابن عمرو ابن نُفَیل " زمانہ جاہلیت کے موحدین میں سے تھے ۔ آنحضرت ﷺ کے اظہار نبوت سے پہلے دنیا سے رخصت ہو گئے تھے ان کو لوگ جب غیر اللہ کے چڑھاوے کا گوشت دیتے تھے تو فرماتے اس کو اٹھا کر لے جاؤ میں حرام کھانے کے لیے تیار نہیں ہوں اور جب کوئی غیر اللہ کے چڑھاوے کے لیے بکرا بکری لے جاتے ہوتے تو ان سے پوچھتے بتلاؤ اس بکری کو کس نے پیدا کیا ؟ وہ کہتے اللہ تعالیٰ نے ۔ پھر فرماتے اس کے چلنے پھرنے کے لیے زمین کس نے پیدا فرمائی ؟ وہ کہتے اللہ تعالیٰ نے ۔ پھر فرماتے ہیں اس کے لیے چارا اور پانی کس نے پیدا کیا ؟ وہ کہتے اللہ تعالیٰ نے ۔ پھر فرماتے سانس لینے کے لیے ہوا کس نے پیدا فرمائی ؟ وہ کہتے اللہ تعالیٰ نے ۔ پھر فرماتے او ظالمو ! یہ سب کچھ پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ اور چڑھاوا چڑھاتے ہو غیر اللہ کا تمہیں شرم نہیں آتی ۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لِكُلِّ اُمَّةٍ ہر امت کے لیے جَعَلْنَا مَنْسَكًا بنائی ہم نے قربانی ۔ البتہ پہلی امتوں اور ہماری قربانی میں فرق ہے ۔ قربانی کے مسائل چوتھے پارے میں ذکر ہو چکے ہیں ۔ وہ لوگ قربانی کر کے میدان میں رکھ دیتے تھے آسمان سے آگ آتی تھی اور اس کو جلا دیتی تھی ان کو کھانے کی اجازت نہیں تھی ۔ ہمارے لیے حکم ہے كُلُوْا وَادَّخِرُوْا '' کھاؤ اور ذخیرہ کر کے رکھو ۔ '' تو فرمایا ہر امت کے لیے قربانی بنائی ہم نے هُمْ نَاسِكُوْهُ وہ اس کو کرنے والے ہیں فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْاَمْرِ پس ہرگز نہ جھگڑا کریں آپ سے اس

قربانی کے معاملہ میں۔اس معاملہ میں تمہارے ساتھ جھگڑنے کا کوئی معنٰی ہی نہیں ہے۔

شرک سے روکنا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے :

وَادْعُ اِلٰی رَبِّکَ اور آپ دعوت دیں اپنے رب کی طرف۔یہ آپ کو خطاب کر کے ساری امت کو رب تعالیٰ نے سمجھایا ہے کہ رب تعالیٰ کی توحید کی دعوت دو۔ ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے دعوت الی اللہ اور شرک سے روکنا۔ سورہ آل عمران آیت نمبر ۱۱۰ میں ہے کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ ''تم تمام امتوں میں سے بہتر امت ہو ظاہر کیے گئے ہو لوگوں کے فائدے کے لیے،لوگوں کو کیا فائدہ پہنچاتے ہو،نیکی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو۔''

ہر مسلمان مرد عورت کا فریضہ ہے امر بالمعروف نہی عن المنکر۔اپنے گھر کے افراد کو اس کی دعوت دیں،بچوں،بہن بھائیوں،عزیز رشتہ داروں کو سمجھائیں اور آج کے دور میں تو انتہائی ضروری ہے۔میں عورتوں سے گزارش کروں گا کہ جو ناخن پالش والی عورتیں ملیں ان کو نرمی کے ساتھ سمجھاؤ کہ اس سے وضو نہیں،غسل نہیں ہوتا۔ناخن بڑھے ہوئے ہوں تو ان کو سمجھاؤ کہ ان کے نیچے میل جمع ہو جاتا ہے جس سے وضو غسل نہیں ہوتا لہٰذا ان کو کٹواؤ۔ ورنہ نہ وضو،نہ غسل،نہ نماز،کوئی چیز نہیں ہوگی۔جن عورتوں نے ناک میں کوکے ڈالے ہوئے ہیں ان کو سمجھاؤ کہ کوکا اتار کر پانی ناک کے سوراخ میں نہ پہنچایا تو وضو نہیں ہوگا،نماز نہیں ہوگی۔یہ مسئلے ان کو سمجھاؤ تا کہ ان کی نمازیں ضائع نہ ہوں جہالت کا دور دورہ ہے۔ فرمایا اِنَّکَ لَعَلٰی هُدًی مُّسْتَقِیْمٍ بے شک آپ ہدایت پر ہیں جو سیدھی ہے وَاِنْ جَادَلُوْکَ اور اگر وہ آپ کے ساتھ جھگڑا کریں فَقُلْ تو آپ کہہ دیں اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اس کاروائی کو جو تم کرتے ہو میں نے جھگڑا نہیں کرنا میرا

کام صرف دعوت دینا ہے اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ اللہ تعالیٰ فیصلہ کرے گا تمہارے درمیان يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت والے دن فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ان چیزوں میں جن میں تم اختلاف کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ عملی طور پر فیصلہ کرے گا۔ آج دنیا میں کتنی چیزیں ایسی ہیں کہ ان کی حقیقت عدالتیں بھی واضح نہیں کر سکیں اندر کچھ ہے اور باہر کچھ ہے۔ کتنے ناحق قتل چھپے ہوئے ہیں، کئی لوگوں کے حق دبے ہوئے ہیں، کئی جھوٹے سچے بنے ہوئے ہیں اور سچوں کو جھوٹا بنا دیا گیا ہے۔ دنیا میں دھوکا ہے فراڈ ہے لیکن قیامت والے دن احکم الحٰکمین کی عدالت میں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا کسی شے میں مغالطہ نہیں رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ان کے درمیان عملی طور پر فیصلہ کریں گے۔ اَلَمْ تَعْلَمْ اے مخاطب کیا آپ جانتے نہیں ہیں اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ بیشک اللہ تعالیٰ جانتے ہیں جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے۔ اس پر کوئی چیز مخفی نہیں ہے وہ تمہارے ظاہر و باطن کو، اعمال احوال اور خواہشات کو جانتا ہے۔

جو آدمی اس نکتے کو سمجھ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی شے مخفی نہیں ہے تو وہ بہت سی برائیوں سے بچ جاتا ہے اور جو انسان غافل ہے وہ انسان انسان نہیں بھیڑیا بنا ہوا ہے۔ اس کو انسان کہنا گناہ ہے صرف شکل انسانوں والی ہے۔ کوئی دیانتدار آدمی اخبار نہیں پڑھ سکتا۔ کوئی صفحہ قتل ناحق، ڈکیتی، اغواء، ظلم، زیادتی سے خالی نہیں ہے۔ غنڈا گردی ہے دھاندلی ہے۔ وہ رب کریم ہے جس نے ابھی تک ان کو چھوڑا ہوا ہے ورنہ لوگ دنیا میں رہنے کے قابل نہیں ہیں۔ ہر چیز اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اِنَّ ذٰلِكَ فِيْ كِتٰبٍ بیشک یہ سب کچھ لوح محفوظ میں درج ہے۔ ابتدائے آفرینش سے لے کر دنیا کے فنا ہونے تک جو کچھ ہوا، ہو رہا ہے اور ہوگا سب کچھ لوح محفوظ میں درج ہے اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ

یَسِیۡـــــرٌ بے شک یہ بات یعنی لوح محفوظ میں سب کچھ درج کرنا اللہ تعالیٰ پر آسان ہے۔ ہمارے لیے مشکل ہے رب تعالیٰ کے سامنے کوئی شے مشکل نہیں ہے۔

وَيَعْبُدُوْنَ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّمَا لَيْسَ لَهُمْ
بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿۷۱﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ
اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ؕ يَكَادُوْنَ
يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ؕ قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ
مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ اَلنَّارُ ؕ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَبِئْسَ
ع الْمَصِيْرُ ﴿۷۲﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ
الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا
لَهٗ ؕ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ
الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ﴿۷۳﴾ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۷۴﴾

وَيَعْبُدُوْنَ اور یہ لوگ عبادت کرتے ہیں مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے
نیچے نیچے مَا اس مخلوق کی لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ کہ نہیں اتاری اللہ تعالیٰ نے اس کے
متعلق سُلْطٰنًا کوئی دلیل وَّمَا اور اس مخلوق کی لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ نہیں ہے ان
کو اس بارے میں کچھ علم وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ اور نہیں ہے ظالموں کا کوئی
مددگار وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا اور جب پڑھی جاتی ہیں ان کے سامنے ہماری
آیتیں بَيِّنٰتٍ صاف صاف تَعْرِفُ آپ پہچانتے ہیں فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ ان

لوگوں کے چہروں میں کَفَرُوا جو کافر ہیں الْمُنكَرَ برائی يَكَادُونَ قریب ہوتے ہیں يَسْطُونَ حملہ کردیں بِالَّذِينَ ان لوگوں پر يَتْلُونَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا جو پڑھتے ہیں ان کے سامنے ہماری آیتیں قُلْ آپ کہہ دیں اَفَاُنَبِّئُكُمْ کیا پس میں تم کو بتاؤں بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ اس سے بری چیز اَلنَّارُ دوزخ کی آگ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِينَ وعدہ کیا ہے اس کا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے كَفَرُوا جو کافر ہیں وَبِئْسَ الْمَصِيرُ اور برا ٹھکانا ہے يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو ضُرِبَ مَثَلٌ بیان کی گئی ہے ایک مثال فَاسْتَمِعُوا لَهٗ پس سنو اس کو کان لگا کر اِنَّ الَّذِينَ بے شک وہ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ جن کو تم پکارتے ہو اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے لَنْ يَّخْلُقُوا ذُبَابًا ہرگز نہیں پیدا کرسکتے ایک مکھی بھی وَّلَوِ اجْتَمَعُوا لَهٗ اور اگرچہ سب اکٹھے ہو جائیں اس کے لیے وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ اور اگر چھین لے ان سے مکھی شَيْئًا کوئی چیز لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ تو نہیں چھڑا سکتے اس کو اس سے ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ کمزور ہے طلب کرنے والا اور وہ بھی جن سے طلب کیا جاتا ہے مَا قَدَرُوا اللّٰهَ نہیں قدر کی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حَقَّ قَدْرِهٖ جیسا کہ حق ہے رب تعالیٰ کی قدر کا اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ البتہ قوی ہے غالب ہے۔

دنیا میں اکثریت مشرکوں کی رہی ہے :

حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے سے لے کر اب تک دنیا کے اکثر حصے شرک

میں مبتلا رہے ہیں اور اب بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ سورج، چاند کی پوجا کرنے والے بھی ہیں، درختوں، پہاڑوں، دریاؤں کی پوجا کرنے والے بھی ہیں، انسانوں کی پوجا کرنے والے اب بھی بے شمار ہیں۔ ایسے لوگوں کے بارے میں رب تعالیٰ کا ارشاد ہے وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اور یہ لوگ عبادت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے مَا اس مخلوق کی لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا کہ نہیں اتاری اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل، کوئی سند، کوئی حجت۔ شرک کے جواز پر نہ کوئی پختہ عقلی دلیل ہے نہ نقلی دلیل ہے۔ شبہات اور اوہام ہوتے ہیں ان کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ بایں ہمہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے نیچے دوسری مخلوق کی عبادت کرتے ہیں وَّمَا اور اس مخلوق کی عبادت کرتے ہیں لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ نہیں ہے ان کو اس بارے میں کچھ علم کہ ہماری کون پوجا کرتا ہے اور کیوں کرتا ہے۔ عزیر علیہ السلام کی پوجا کرتے ہیں، عیسیٰ علیہ السلام کی پوجا ہو رہی ہے، اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کی ہو رہی ہے، بے شمار نیک بندوں کی ہو رہی ہے۔ ان کی پوجا کیوں کرتے ہیں، ان کی عبادت کیوں کرتے ہیں؟ عبادت کسے کہتے ہیں؟ سجدہ عبادت ہے، طواف عبادت ہے اگر کوئی کسی قبر کے ارد گرد چکر لگائے گا تو وہ اس قبر کا عبادت کرنے والا شمار ہوگا۔ فقہاء کرامؒ نے تصریح کی ہے کہ اور تو اور آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک کا طواف کرنے والا بھی پکا کافر ہے۔ کیونکہ طواف بھی عبادت ہے، نذر منت عبادت ہے۔ کوئی شخص یوں کہے کہ اگر میرا یہ کام ہو گیا تو میں فلاں بزرگ کی قبر پر چڑھاوا چڑھاؤں گا تو یہ عبادت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لیے جائز نہیں۔ عالمگیری، شامی، درمختار میں ہے کہ نذر عبادت ہے وَالْعِبَادَةُ لَا تَجُوْزُ لِمَخْلُوْقٍ ''اور عبادت مخلوق کے لیے جائز نہیں ہے۔'' اسی طرح کسی کو حاجت روا، مشکل کشا، فریادرس، دستگیر سمجھ کر پکارنا بھی عبادت ہے۔

غیر اللہ کی عبادت کا نام تعظیم رکھ دیا گیا ہے :

حدیث پاک میں ہے اَلدُّعَآءُ هُوَ الْعِبَادَةُ آج کل مشرک لوگ اسی میں لگے ہوئے ہیں جب ان سے پوچھا جائے تو کہتے ہیں کہ ہم تعظیم کرتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر یہ تعظیم ہے تو پھر عبادت کس کو کہتے ہیں؟ ان کے کہنے کی کوئی حیثیت نہیں ہے شریعت جس کو عبادت کہے وہ عبادت ہے۔ جھکنا بھی عبادت ہے جو رکوع کے مشابہ ہو اور کئی دفعہ سن چکے ہو کہ آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا حضرت! دو آدمی آپس میں ملنا چاہیں تو کیا وہ معانقہ کر سکتے ہیں؟ فرمایا ہاں! کر سکتے ہیں۔ حضرت: مصافحہ کر سکتے ہیں؟ فرمایا کر سکتے ہیں اور مصافحہ دو ہاتھوں سے ہے۔ امام بخاریؒ نے بخاری میں باب قائم کیا ہے المصافحة باليدين "مصافحہ دونوں ہاتھوں سے ہے۔" پھر اس پر حدیث پیش کی ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود ﷺ نے فرمایا کہ میں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ مصافحہ کیا اس طرح کہ میرا ہاتھ آنحضرت ﷺ کے دونوں ہاتھوں کے درمیان تھا۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا حضرت! کیا آدمی جھک بھی سکتا ہے؟ فرمایا لَا جھک نہیں سکتا۔ کیونکہ جھکنے سے رکوع والی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور رکوع عبادت ہے اور عبادت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لیے جائز نہیں ہے وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ اور نہیں ہے ظالموں کا کوئی مددگار۔ مشرک سارے ظالم ہیں اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ [سورہ لقمان] "بیشک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔" فرمایا وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا اور جب پڑھی جاتی ہیں ان مشرکوں کے سامنے ہماری آیتیں بَيِّنٰتٍ صاف صاف، جن میں شرک کا رد ہوتا ہے، بدعات کا رد ہوتا ہے تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ اے مخاطب! آپ پہچانتے ہیں ان لوگوں کے چہروں میں جو کافر ہیں برائی۔ ان کے چہروں میں اجنبی اور اوپری چیز دیکھو گے جب

یہ توحید کے دلائل اور شرک کا رد سنتے ہیں تو ان کے چہروں سے پریشانی ظاہر ہوتی ہے یَکَادُوْنَ قریب ہوتے ہیں یَسْطُوْنَ بِالَّذِیْنَ حملہ کردیں ان لوگوں پر یَتْلُوْنَ عَلَیْهِمْ اٰیٰتِنَا جو پڑھتے ہیں ان کے سامنے ہماری آیتیں۔ حملہ کرنے کے بے شمار واقعات ہیں۔ چنانچہ مولانا محمود الحسن صاحبؒ فاضل دیوبند کو لورالائی کوئٹہ میں رمضان المبارک کے مہینہ میں جامع مسجد کے اندر ایک بد بخت ازلی اور شقی القلب نے محض اس لیے شہید کردیا تھا کہ مولانا نے فرمایا تھا کہ علم غیب صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نبی ولی عالم الغیب نہیں ہے۔ اس موضوع پر میں نے مستقل کتاب لکھی ہے ''ازالۃ الریب'' اس کی نسبت بھی میں نے مولانا محمود الحسن صاحبؒ کی طرف کی ہے۔ تو آج بھی ایسے بد بخت دنیا میں موجود ہیں جو اہل حق پر حملہ کر دیتے ہیں قتل کی دھمکیاں دیتے ہیں۔ حق کہنا آسان نہیں ہے بڑا مشکل ہے۔ تو ان کے سامنے جب میری صاف صاف آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو ان کے چہرے بگڑ جاتے ہیں اور قریب ہے آیات کے پڑھنے والوں پر حملہ کردیں قُلْ آپ کہہ دیں اَفَاُنَبِّئُکُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِکُمْ کیا پس میں تم کو بتلاؤں اس سے بری چیز۔ اللہ تعالیٰ کی آیات سن کر تمہیں تکلیف ہوتی ہے تمہارے چہرے بگڑ جاتے ہیں میں تمہیں اس سے بری چیز نہ بتلاؤں جو تمہارے لیے تیار ہے۔ وہ کیا ہے؟ اَلنَّارُ دوزخ کی آگ۔ آج تم رب تعالیٰ کی کھری کھری آیات سننے کی تاب نہیں لاتے تو تمہارے لیے دوزخ کی آگ تیار ہے وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وعدہ کیا ہے اس دوزخ کا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے ساتھ جو کافر ہیں۔ رب تعالیٰ کی آیات نہیں مانتے توحید کو تسلیم نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی باتیں نہیں مانتے اپنی طرف سے دین ایجاد کرتے ہیں ان کے لیے دوزخ کی آگ تیار ہے۔ فرمایا سن لو! وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ اور

بُرا ٹھکانا ہے۔ دوزخ سے زیادہ بُرا ٹھکانا اور کوئی نہیں ہے اللہ تعالیٰ ہر مومن مرد عورت کو دوزخ سے بچائے اور محفوظ رکھے اور یاد رکھنا! جنت دوزخ دور نہیں ہے بس آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے جنت بھی سامنے اور دوزخ بھی سامنے۔

اللہ تعالیٰ کے سوا سارے مل کر ایک مکھی بھی نہیں بنا سکتے :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یَـاَ یُّھَا النَّاسُ اے انسانو! عرب وعجم گورے کالے تمام انسانوں کو خطاب ہے۔ اے انسانو! ضُرِبَ مَثَلٌ بیان کی گئی ہے ایک مثال فَاسْتَمِعُوْا لَـهٗ اِسْتِمَاع کا معنٰی ہے کان لگا کر سننا۔ معنٰی ہوگا پس سنو تم اس مثال کو کان لگا کر اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ بیشک وہ جن کو تم پکارتے ہو اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے اور کہتے ہو یہ حاجت روا، مشکل کشا ہیں، دستگیر اور فریادرس ہیں کان کھول کر سن لو لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا ہرگز ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ اور اگرچہ سب اکٹھے ہو جائیں اس کے لیے۔ وہ مکھی جس کو مارنے کے لیے دوائیں چھڑکتے ہو بیکار سی چیز سمجھی جاتی ہے۔ حکماء کہتے ہیں کہ جس چیز پر بیٹھ جائے وہ کھانے کے قابل نہیں رہتی اسی لیے حدیث پاک میں آیا ہے کہ مکھی کے ایک پَر میں بیماری ہے اور ایک میں شفا ہے۔ مکھی جب بیٹھتی ہے تو بیماری والا پَر ڈبوتی ہے۔ فرمایا تم دوسرا پَر ڈبو کر کھا پی لو کچھ نہیں ہوگا۔ مگر یاد رکھنا! کہ مکھی کسی نجس اور پلید جگہ پر نہ بیٹھی ہو۔ مثال کے طور پر یہ مسجد ہے مکھیاں پھر رہی ہیں یہاں کوئی چائے پیے اور مکھی اس میں بیٹھ جائے تو اس کو ڈبو کر پی لو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ہاں! اگر جگہ ناپاک ہو وہاں سے اٹھ کر چائے شربت میں پڑ جائے تو پھر نہیں پینا۔ اسلام بڑا پاکیزہ مذہب ہے۔ یہ حدیث بخاری شریف کی ہے کہ مکھی ڈبو کر کھا پی لو۔ بعض لوگ اس حدیث کا مذاق اڑاتے ہیں لیکن یاد رکھنا! آنحضرت ﷺ نے جو فرمایا ہے دنیا کی کوئی طاقت

اس کو جھٹلا نہیں سکتی۔تو یہ مکھی جس کو تم حقیر اور ذلیل سمجھتے ہو یہ سارے مل کر یہ مکھی نہیں بنا سکتے جن کو مشکل کشا، حاجت روا سمجھتے ہو وَاِنْ یَّسْلُبْھُمُ الذُّبَابُ شَیْئًا اور اگر چھین لے وہ مکھی ان سے کوئی چیز لَّا یَسْتَنْقِذُوْہُ مِنْہُ تو نہیں چھڑا سکتے اس کو اس سے۔تو جو ایک مکھی نہیں بنا سکتے اور مکھی سے چیز واپس نہیں لے سکتے کہ وہ کہاں اڑیں گے، وہ تمہاری کیا تکلیفیں دور کریں گے اور کیا دادرسی کریں گے؟ اور آپ حضرات مسجدوں سے یہ شعر سنتے رہتے ہو......

؎ امداد کن امداد کن از رنج وغم آزاد کن
در دین ودنیا شاد کن یا غوث اعظم دستگیر

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بدعتی کے پیچھے نماز نہیں پڑھی :

ان لوگوں نے شرک کے ساتھ مساجد کو بھی پلید کر دیا ہے۔ان کے عقائد خراب ہیں ان کے پیچھے نماز قطعاً نہیں ہوتی۔حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے تو بدعتی کے پیچھے نماز نہیں پڑھی تھی۔وہ اس طرح کہ ابن عمرؓ آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے ان کے ساتھ حضرت مجاہد تابعیؒ تھے۔وہ بیان فرماتے ہیں کہ موذن نے اذان کے بعد کہنا شروع کیا اولوگو! جماعت کیساتھ جلدی ملو۔حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا اَخْرِجْ بِنَا مِنْ ھٰذَا الْمُبْتَدِعِ "مجھے اس بدعتی کے ہاں سے لے چلو اس بدعتی کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی۔" اذان کے بعد بلند آواز سے صدا لگانا بدعت ہے۔تو حضرت نے بدعتی کے پیچھے نماز نہیں پڑھی اور تم لوگ مشرکوں کے پیچھے نماز پڑھ لیتے ہو۔اصل بات یہ ہے کہ لوگوں نے نہ توحید وسنت کو سمجھا ہے اور نہ شرک وبدعت کو سمجھا ہے۔نمازیں برباد نہ کرنا ان کے پیچھے قطعاً نماز نہیں ہوتی۔تو فرمایا یہ سارے مل کر مکھی نہیں بنا سکتے اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین کر لے

جائے تو واپس نہیں لے سکتے ضَعُفَ الطَّالِبُ طلب کرنے والا بھی کمزور وَالْمَطْلُوْبُ اور جن سے طلب کیا جاتا ہے وہ بھی کمزور ہیں۔تو یاد رکھنا! اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حاجت روا، مشکل کشا نہیں ہے، کوئی فریاد رس، دستگیر نہیں ہے۔ حاجت روا مشکل کشا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ہم ہر نماز میں پڑھتے ہیں اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ "ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔" اور سلام پھیرنے کے بعد کہنے لگ جاتے ہیں فلاں دستگیر ہے، فلاں یہ ہے فلاں وہ ہے۔ یہ قرآن اصل دستور اور قانون ہے۔ عقیدہ وہی ہے جو قرآن کریم نے بتلایا ہے۔ اپنے ایمان کو برباد نہ کرنا اور نہ ہی کسی سے لڑنا جھگڑنا ہے۔ ان کے پیچھے نمازیں پڑھ کر برباد نہیں کرنی۔ بات پختہ کریں کہ کسی مشرک بدعتی کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ مَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ نہیں قدر کی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی جیسا کہ حق ہے رب تعالیٰ کی قدر کا۔رب تعالیٰ کی قادر مطلق ذات کے ہوتے ہوئے اوروں سے مدد مانگتے ہیں رب تعالیٰ کی قدر کو سمجھتے تو کبھی ایسی حرکت نہ کرتے نہ ایسی حرکتوں میں مبتلا ہوتے اِنَّ اللّٰہَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ بیشک اللہ تعالیٰ البتہ قوی ہے غالب ہے۔سب قوتیں اس کے پاس ہیں اور غلبہ اسی کے پاس ہے۔

۞۞۞

اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۷۵﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۷۶﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَ اسْجُدُوْا وَ اعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَ افْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۩ ﴿۷۷﴾ وَ جَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَ مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ۬ مِنْ قَبْلُ وَ فِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَ تَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ۚۖ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ؕ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿۷۸﴾ ع ۱۰ ۶ ۱۷

السجدۃ عند الامام الشافعی

اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ اللہ تعالیٰ چنتا ہے مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ فرشتوں سے رُسُلًا پیغام پہنچانے والے وَّ مِنَ النَّاسِ اور انسانوں سے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ سَمِيْعٌ سننے والا بَصِيْرٌ دیکھنے والا ہے يَعْلَمُ جانتا ہے مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ جو ان کے آگے ہے وَمَا خَلْفَهُمْ اور جو ان کے پیچھے ہے وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹائے جاتے ہیں تمام معاملات يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو ارْكَعُوْا رکوع کرو وَاسْجُدُوْا اور سجدہ کرو وَ اعْبُدُوْا رَبَّكُمْ اور عبادت کرو اپنے رب کی وَ افْعَلُوا الْخَيْرَ اور اچھے کام کرو

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ تا کہ تم فلاح پا جاؤ وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ اور جہاد کرو اللہ تعالیٰ کے راستے میں حَقَّ جِهَادِهٖ جیسا کہ جہاد کا حق ہے هُوَ اجْتَبٰكُمْ اس نے تمہیں چنا ہے وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ اور نہیں بنایا اس نے تم پر فِي الدِّيْنِ دین کے بارے میں مِنْ حَرَجٍ کوئی حرج، کوئی تنگی مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ یہ ملت ہے تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ اسی نے تمہارا نام رکھا ہے مسلمان مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے وَفِيْ هٰذَا اور اس دین میں بھی لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ تا کہ ہو جائے رسول شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ گواہ تم پر وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ اور ہو جاؤ تم گواہ لوگوں پر فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ پس قائم کرو تم نماز وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ اور زکوٰۃ ادا کرو وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ اور مضبوطی کے ساتھ پکڑو اللہ تعالیٰ کے دین کو هُوَ مَوْلٰىكُمْ وہی تمہارا آقا ہے فَنِعْمَ الْمَوْلٰى پس کیا ہی اچھا آقا ہے وَنِعْمَ النَّصِيْرُ اور کیا ہی اچھا مددگار ہے۔

انبیاء علیہم السلام انسان تھے، جنات ہر زمانہ میں انسانی نبی کے تابع رہے :

اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے انسان، فرشتے اور جنات عقل والی مخلوقات ہیں ان کو ذوالعقول کہتے ہیں۔ ان کے علاوہ بے شمار مخلوقات ہیں جو عقل سے خالی ہیں پیغام رسانی کا معاملہ بڑا اہم ہے اس کے لیے رب تعالیٰ نے فرشتوں میں سے بھی پیغام پہنچانے والوں کا انتخاب کیا ہے جیسے جبرائیل علیہ السلام کہ وحی لاتے تھے اور انسانوں میں سے بھی رب تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے لے کر آنحضرت ﷺ تک پیغمبر منتخب کیے تا کہ رب تعالیٰ کا

پیغام رب تعالیٰ کی مخلوق تک پہنچائیں۔اس پیغام رسانی کے لیے جو استعداد درکار تھی وہ جنات میں نہیں تھی اس لیے جنات میں سے کوئی پیغمبر نہیں ہوا۔ان کی اصلاح اس دور کے انبیاء کرام نے کی جو جس دور میں آئے اور جس علاقے میں آئے۔مثلاً حضرت شعیب علیہ السلام جس علاقے میں تھے وہاں کے جنات پر ان کا اتباع لازم تھا۔آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی کے تشریف لانے کے بعد اب جتنی مخلوق ہے مشرق سے لے کر مغرب تک اور شمال سے لے کر جنوب تک اور زمانے کے اعتبار سے قیامت تک کیا انسان اور کیا جنات سب اس بات کے مکلّف ہیں کہ وہ آپ ﷺ کا کلمہ پڑھیں گے تو نجات ملے گی۔آپ ﷺ کے تشریف لے آنے کے بعد کسی اور نبی کے کلمہ پڑھنے سے نجات نہیں مل سکے گی۔ انسانوں کی طرح جنات میں بھی مومن بھی ہیں اور کافر بھی ہیں وَاَنَّامِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِکَ کُنَّا طَرَائِقَ قِدَدًا [سورۃ جن:۱۱] ''اور بے شک ہم میں نیکوکار بھی ہیں اور اس کے علاوہ یعنی بدکار بھی ہم مختلف راستوں پر بٹے ہوئے تھے۔'' مسلمان بھی کافر بھی نیک بھی بد بھی۔اس کا ذکر ہے۔

اللہ یصطفی من الملئکۃ کی تفسیر :

رب تعالیٰ فرماتے ہیں اَللّٰہُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا اللہ تعالیٰ چنتا ہے فرشتوں سے پیغام پہنچانے والے وَّ مِنَ النَّاسِ اور انسانوں سے بھی۔یہ سلسلہ آدم علیہ السلام سے شروع ہوا یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے۔اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے یہ پیغام سنایا وَمُبَشِّرًا ۭبِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۭ بَعْدِی اسْمُہٗٓ اَحْمَدُ [الصف:۶] ''اور میں خوشخبری دینے والا ہوں ایک رسول کی جو آنے والا ہے میرے بعد جس کا نام احمد ہے (ﷺ)'' آپ کا نام احمد بھی ہے اور محمد بھی ہے ﷺ۔جب

آپ ﷺ تشریف لے آئے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں یہ فیصلہ سنا دیا مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ وَکَانَ اللّٰهُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا [الاحزاب:۴۰] ''نہیں ہیں محمد باپ کسی ایک کے تمہارے مردوں میں سے لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور انبیاء کو ختم کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔'' تو اللہ تعالیٰ چنتا ہے رسول فرشتوں میں سے بھی اور انسانوں میں سے اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ بیشک اللہ تعالیٰ سننے والا ہے قریب سے بھی اور دور سے بھی۔ ہم لوگ قریب کی باتیں سن سکتے ہیں اگر کان بہرے نہ ہوں دور کی نہیں سن سکتے۔ رب تعالیٰ کے لیے قرب وبعد کا کوئی سوال نہیں ہے اگر ساتویں زمین میں کوئی چیونٹی چلتی ہے تو وہ اس کے پاؤں کی آواز بھی سنتا ہے بَصِیْرٌ دیکھنے والا ہے مخلوق کے ہر فعل کو۔ ہم اپنے سامنے سے دیکھ سکتے ہیں پیچھے کیا ہے نہیں دیکھ سکتے، قریب سے دیکھ سکتے ہیں دور سے نہیں دیکھ سکتے۔ اس کے لیے قرب وبعد آگے پیچھے کی حیثیت نہیں ہے وہ ہر چیز کو دیکھتا ہے کوئی شے مخفی نہیں ہے یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ جانتا ہے جو کچھ مخلوق کے سامنے ہے وَمَا خَلْفَهُمْ اور جو ان کے پیچھے ہے اس کو بھی جانتا ہے وہ دلوں کے رازوں اور بھیدوں کو جانتا ہے اس کی صفت ہے عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۔ وَاِلَی اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹائے جائیں گے تمام معاملات کے حساب وکتاب وہاں ہوں گے، نیکی بدی کا پتا چلے گا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے لوگو جو ایمان لائے ہو ارْکَعُوْا وَاسْجُدُوْا رکوع کرو اور سجدہ کرو، نماز جماعت کے ساتھ ادا کرو۔

جماعت کے ساتھ نماز کی اہمیت :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز تنہا پڑھنے سے پچیس درجے

زیادہ ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ ستائیس درجے زیادہ ثواب ہے۔ ہاں! کوئی معذور ہو تو اس کا معاملہ جدا ہے۔ غیر معذور کو جماعت نہیں چھوڑنی چاہیے۔ جماعت کی اتنی تاکید ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں ارادہ کر چکا ہوں کہ جماعت کے لیے کسی اور کو مصلے پر کھڑا کروں اور نماز کھڑی ہونے کے بعد جو لوگ گھروں میں ہیں ان کے گھروں کو آگ لگا کر جلا دوں مگر رکاوٹ یہ ہے کہ گھروں میں عورتیں ہیں بچے ہیں نابالغ اور عورتوں کے لیے مسجد میں آ کر جماعت کیساتھ نماز پڑھنا ضروری نہیں ہے۔ لہٰذا بلاوجہ جماعت کے ساتھ نماز نہ چھوڑنا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ اور عبادت کرو اپنے رب کی۔ ہر طرح کی عبادت صرف رب تعالیٰ کے لیے ہے اور اس کا اقرار ہم ہر نماز میں کرتے ہیں التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبٰتُ "تمام بدنی عبادتیں بھی اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور قولی عبادتیں بھی اور زبانی عبادتیں بھی۔" کسی کو سورنا پکارنا حاجت روا، مشکل کشا سمجھ کر یہ عبادت ہے۔ نذرونیاز یہ عبادت ہے، طواف، رکوع، سجدہ، ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا عبادت ہے رب تعالیٰ کے سوا کسی کے لیے جائز نہیں ہیں۔ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ اور اچھے کام کرو۔ اللہ تعالیٰ نے اچھائی برائی کو سمجھنے کے لیے عقل کیساتھ کتابیں نازل فرمائیں، پیغمبر بھیجے، جنہوں نے حق و باطل کو واضح کیا۔ انبیاء کرام کے نائبین نے صحیح اور غلط کو واضح کیا۔ یہاں ہر آدمی اچھی بری چیز کو سمجھتا ہے خیر اور شر کو سمجھتا ہے بہت کم لوگ مغالطے میں ہیں۔ ہاں وہ علاقے جہاں کافروں نے مسلمانوں کی علامتیں تک ختم کر دی وہ بے چارے اندھیرے میں چلے گئے۔ جیسے روسیوں نے ستر سال مسلمانوں پر ظلم کیا یہاں تک کہ ان کو اسلامی نام رکھنے کی بھی اجازت نہیں تھی بس اتنا جانتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اور بس! آگے کا کچھ علم نہیں ہے۔ تم لوگ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو اسلام کو جانتے ہو، حلال حرام جائز

ناجائز کو سمجھتے ہو۔ ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو مستحبات کی بھی پابندی کرتے ہیں۔ نیکی کے کام کرو لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ تاکہ تم فلاح پاجاؤ وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ اور جہاد کرو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جیسا کہ جہاد کا حق ہے۔

جہاد کا معنیٰ اور جہاد کی قسمیں :

ایک ہے قتال اور ایک ہے جہاد۔ قتال کا معنیٰ ہے ہتھیار لے کر دشمن کے ساتھ لڑنا۔ اور جہاد کا لفظ ہے ہتھیار کے ساتھ لڑنا، مال کے ساتھ لڑنا، زبان کے ساتھ لڑنا، قلم کے ساتھ لڑنا، قرآن کریم کا پڑھنا پڑھانا وغیرہ سب جہاد ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا جَاهِدُوا الْمُشْرِكِيْنَ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَاَمْوَالِكُمْ اَوْ كَمَا قَالَ ''تم جہاد کرو مشرکوں کافروں کے مقابلے میں زبانوں کے ساتھ، اپنی زبان استعمال کرو، توحید بیان کرو شرک کا رد کرو صحیح بات ان کے کانوں تک پہنچاؤ اور غلط کا رد کرو اور اپنے بدن بھی ان کے خلاف استعمال کرو اور اپنے مال بھی ان کے خلاف استعمال کرو۔ ''ابوداؤد صحاح ستہ کی کتاب ہے اس میں یہ حدیث آتی ہے اَفْضَلُ الْجِهَادُ كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانِ الْجَائِرِ ''بہترین جہاد ظالم حکمران کے سامنے حق کی بات کرنا ہے۔'' سورۃ الفرقان آیت نمبر ۵۲ میں ہے وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ''اے نبی کریم ﷺ! آپ ان کیساتھ بڑا جہاد کریں۔'' یہاں جہاد سے مراد قرآن کریم پڑھنا پڑھانا ہے یعنی ان کو قرآن کریم سناؤ، پڑھاؤ، سمجھاؤ۔ تو جو آدمی قرآن شریف سیکھتا ہے، پڑھتا ہے وہ مجاہد ہے اور یہ بات نص سے ثابت ہے۔ عورتیں اپنے گھروں میں رہ کر اپنے نفس کے ساتھ جہاد کر سکتی ہیں کہ شیطان کی بات نہ مانیں، قرآن پڑھیں، نمازوں کی پابندی کریں، دین پر قائم رہیں۔ جہاد ہر جگہ ہو سکتا ہے البتہ قتال محاذوں پر ہے وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

[بقرہ:۱۴۳] اور جہاد عام ہے۔ فرمایا ھُوَ اجۡتَبٰکُمۡ اس نے تمہیں چنا ہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کا کروڑوں مرتبہ شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس نے ہمیں امام الانبیاء ﷺ کا امتی ہونے کا شرف بخشا۔ یہ وہ دولت ہے جس کے لیے پیغمبروں نے آرزوئیں کیں اور ہمیں رب تعالیٰ نے یہ دولت مفت میں دے دی وَمَا جَعَلَ عَلَیۡکُمۡ فِی الدِّیۡنِ مِنۡ حَرَجٍ اور نہیں بنایا اللہ تعالیٰ نے تم پر دین کے بارے میں کوئی حرج، تنگی۔ اللہ تعالیٰ نے دین کے معاملے میں تم پر کوئی تنگی نہیں کی۔ کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتے بیٹھ کر پڑھ لو، بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتے لیٹ کر پڑھ لو، رکوع سجدہ نہیں کر سکتے اشارے کے ساتھ پڑھ لو۔ جس آدمی کے پاس پیسا نہیں ہے اس پر نہ زکوٰۃ ہے نہ قربانی ہے نہ فطرانہ ہے۔ اگر رب تعالیٰ تنگی فرماتے اور حکم دیتے کہ ہر حال میں یہ چیزیں کرنی ہیں چاہے پیسا ہو یا نہ ہو تو ہم کیا کر سکتے تھے؟ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا کہ آسان طریقے بتلائے ہیں کوئی تنگی نہیں فرمائی مِلَّةَ اَبِیۡکُمۡ اِبۡرٰهِیۡمَ یہ طریقہ جس پر تم چلتے ہو ملت ہے تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی ھُوَ سَمّٰکُمُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ انہوں نے تمہارا نام رکھا ہے مسلمان۔ پہلے پارے میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی رَبَّنَا وَاجۡعَلۡنَا مُسۡلِمَیۡنِ لَکَ "اے ہمارے پروردگار! بنا دے مجھے اور اسماعیل کو مسلمان وَمِنۡ ذُرِّیَّتِنَاۤ اُمَّةً مُّسۡلِمَةً لَّکَ "اور ہماری نسل میں سے بھی ایک فرمانبردار امت بنا۔" ہماری نسل میں بھی مسلمان ہوتے رہیں تو ابراہیم علیہ السلام نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔ مُسۡلِم کا معنیٰ ہے جھکنے والا۔ رب کے سامنے جس کی گردن نہیں جھکتی وہ مسلم نہیں ہے اور اگر لوگ اس سے امن میں نہیں ہیں تو وہ مومن نہیں ہے۔ تو فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے مِنۡ قَبۡلُ اس سے پہلے وَ فِیۡ ھٰذَا اور اس دین میں بھی تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔ سورۃ مائدہ آیت نمبر ۳ میں ہے

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ''آج کے دن کامل کر دیا میں نے تمہارے لیے تمہارا دین اور پوری کر دی میں نے تمہارے اوپر اپنی نعمت اور پسند کیا میں نے تمہارے لیے اسلام کو دین۔'' اور اسلام پر چلنے والے کو مسلم کہتے ہیں۔ اور یہ بھی فرمایا وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ [آل عمران: ۸۵] ''اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کو تلاش کرے گا پس اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔'' اب اسلام ہی اللہ تعالیٰ کے ہاں بطور دین کے ہے لِیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِیْدًا عَلَیْکُمْ تاکہ ہو جائے رسول تم پر گواہ وَتَکُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَی النَّاسِ اور ہو جاؤ تم گواہ لوگوں پر۔

نبی کی گواہی کا مطلب :

یہ بات پہلے گزر چکی ہے اور گواہی کا مطلب میں نے اچھی طرح سمجھایا ہے کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کی عدالت میں جب انبیاء کرام علیہم السلام پیش ہونگے اور ان کی قومیں بھی پیش ہونگی۔ اللہ تعالیٰ پیغمبروں سے سوال کریں گے کہ کیا تم نے تبلیغ کی تھی؟ پیغمبر جواب دیں گے ہاں اے پروردگار! ہم نے تبلیغ کی ہے۔ قوموں سے پوچھا جائے گا تو وہ انکار کریں گی کہ انہوں نے ہمیں کوئی تبلیغ نہیں کی۔ پیغمبروں کی حیثیت مدعی کی ہوگی اور قوموں کی مدّعا علیہ کی۔ قاعدہ شرعیہ یہ ہے کہ اَلْبَیِّنَةُ عَلَی الْمُدَّعِیْ وَالْیَمِیْنُ عَلٰی مَنْ اَنْکَرَ ''مدعی کے ذمہ گواہ ہیں اور اگر مدعی گواہ نہ پیش کر سکے تو مدعا علیہ منکر پر قسم لازم ہے۔'' اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام کو فرمائیں گے مَنْ یَّشْهَدُ لَکَ ''آپ کا گواہ کون ہے۔'' فرمائیں گے محمد ﷺ اور آپ کی اُمت۔ آپ ﷺ کی امت کو بلایا جائے گا کہ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ نوح علیہ السلام نے تبلیغ کی ہے؟ یہ امت کہے گی اے پروردگار! ہم

گواہی دیتے ہیں کہ نوح علیہ السلام نے تبلیغ کی اور پورا پورا حق ادا کیا ہے۔ وہ لوگ شوشہ چھوڑیں گے کہ یہ لوگ تو ہم سے ہزاروں سال بعد آئے ہیں یہ ہمارے خلاف کس طرح گواہی دے سکتے ہیں۔ یہ تو موقع کے گواہ ہی نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اس امت سے سنتے ہو یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ یہ امت کہے گی اے پروردگار! بے شک ہم موقع پر نہیں تھے مگر ہم سچے ہیں کیونکہ آپ کی کتاب سچی ہے آپ سچے ہیں آپ کے آخری پیغمبرؐ سچے ہیں۔ ہم نے آپ کی کتاب میں پڑھا ہے وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَالَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ [الاعراف:۵۹] اور آپ کے آخری پیغمبر نے بھی ہمیں بتایا کہ نوح علیہ السلام نے تبلیغ کا حق ادا کیا۔ اے پروردگار! آپ سچے، آپ کی کتاب سچی، آپ کے آخری پیغمبرؐ سچے تو ہم بھی سچے ہیں کہ نوح علیہ السلام نے تبلیغ کا حق ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ حضور پاک ﷺ کو فرمائیں گے کہ آپ کی امت نے گواہی دی ہے کیا آپ ان کی صفائی دیتے ہیں؟ تو آنحضرت ﷺ اپنی امت کی صفائی دیں گے کہ ہاں! میری امت نے صحیح اور سچی گواہی دی ہے۔ اس امت کو اللہ تعالیٰ نے اتنا بڑا شرف عطا فرمایا ہے کہ ان کی گواہی سے پہلی امتوں کی قسمتوں کے فیصلے ہونگے۔

یہ مطلب ہے امت کی گواہی اور آپ ﷺ کی گواہی کا۔ لیکن گواہ کے لیے عدالت شرط ہے کہ گواہ عادل ہوں لہٰذا تمہیں کچھ کام کرنے چاہئیں عدالت کے لیے۔ وہ کام کیا ہیں؟ فرمایا فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ پس قائم کرو تم نماز۔ نماز تمام عبادات میں اہم عبادت ہے اس کو ادا کرو وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ اور دو زکوٰۃ۔ اور مالی عبادات میں زکوٰۃ کا بہت بلند مقام ہے وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ اور مضبوطی کے ساتھ پکڑو اللہ تعالیٰ کے دین کو، شریعت کو۔ مضبوطی کے ساتھ پکڑنے کا یہ مطلب ہے کہ شریعت کا کوئی کام تم سے نہ چھوٹے اور نہ کرنے والے کام

کے قریب نہ جاؤ هُوَ مَوْلٰكُمْ وہ اللہ ہی تمہارا آقا ہے فَنِعْمَ الْمَوْلٰی پس کیسا اچھا آقا ہے وَ نِعْمَ النَّصِيْرُ اور کیسا اچھا مددگار ہے۔اسی سے مدد مانگو۔اللہ تعالیٰ سب کو دین پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

آج بروز بدھ ۲۰ رجب المرجب ۱۴۳۲ھ بمطابق ۲۳ رجون ۲۰۱۱ء کو

سورۃ الحج مکمل ہوئی۔

والحمد للہ علی ذلک

(مولانا) محمد نواز بلوچ

مہتمم : مدرسہ ریحان المدارس جناح روڈ گوجرانوالا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سورۃ المومنون

(مکمل)

جلد............١٣

سُوْرَةُ الْمُؤْمِنُوْنَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّثَمَانَ عَشَرَةَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱﴾ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ﴿۲﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ﴿۳﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ ﴿۴﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ﴿۵﴾ اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ﴿۶﴾ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ﴿۷﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ ﴿۸﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿۹﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿۱۰﴾ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ﴿۱۲﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴿۱۳﴾

قَدْ اَفْلَحَ تحقیق کامیاب ہو گئے اَلْمُؤْمِنُوْنَ ایمان والے اَلَّذِيْنَ وہ مومن هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ وہ لغو سے اعراض کرنے والے ہیں وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ وہ ہیں جو زکوۃ کی ادائیگی کا کام کرتے ہیں وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ اور وہ مومن اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ مگر اپنی بیویوں پر اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ یا ان پر کہ مالک ہیں ان کے دائیں ہاتھ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ پس بے شک وہ ان

میں ملامت نہیں کیے گئے فَمَنِ ابۡتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِکَ پس جو تلاش کرے گا اس
کے سوا کوئی اور راستہ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الۡعٰدُوۡنَ پس یہی لوگ ہیں حدوں کو
پھلانگنے والے وَالَّذِیۡنَ هُمۡ لِاَمٰنٰتِهِمۡ اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں وَعَهۡدِهِمۡ
رٰعُوۡنَ اور اپنے عہد و پیمان کی رعایت کرتے ہیں وَالَّذِیۡنَ هُمۡ عَلٰی
صَلَوٰتِهِمۡ یُحَافِظُوۡنَ اور وہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں اُولٰٓئِکَ هُمُ
الۡوٰرِثُوۡنَ یہی لوگ ہیں جو وارث ہونگے الَّذِیۡنَ یَرِثُوۡنَ الۡفِرۡدَوۡسَ جو وارث
ہونگے جنت الفردوس کے هُمۡ فِیۡهَا خٰلِدُوۡنَ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے
وَلَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ اور البتہ تحقیق ہم نے پیدا کیا انسان کو مِنۡ سُلٰلَةٍ مِّنۡ
طِیۡنٍ مٹی کے خلاصے سے ثُمَّ جَعَلۡنٰهُ نُطۡفَةً پھر بنایا ہم نے اس انسان کو نطفے
کی شکل میں فِیۡ قَرَارٍ مَّکِیۡنٍ ایسی جگہ میں جو ٹکنے والی تھی۔

مومن سے بڑا طاقتور کوئی نہیں :

اس سورۃ کا نام مومنون ہے اور مومنون کا لفظ پہلی آیت ہی میں موجود ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ نازل ہونے کے اعتبار سے اس کا چوہترواں نمبر ہے۔ اس سے پہلے تہتر سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اور اس کی ایک سو اٹھارہ آیات ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ تحقیق فلاح پا گئے، کامیاب ہو گئے جو مومن ہیں۔ ایمان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق اور ربط قائم ہو جاتا ہے اور جس کا تعلق رب تعالیٰ کے ساتھ جڑ گیا اس سے زیادہ قوی اور مضبوط اور کون ہو سکتا ہے؟ کیونکہ رب تعالیٰ کی قدرت پھر رب تعالیٰ ہی کی قدرت ہے۔ اس کو آپ یوں سمجھیں کہ یہ مسجد کی

لائٹیں، پنکھے ہیں، لاؤڈ سپیکر چل رہا ہے کیونکہ ان کا بجلی کے ساتھ کنکشن ہے۔ اگر یہ کنکشن کاٹ دیا جائے تو ہر چیز یہیں رک جائے گی۔ جس کا ایمان نہیں ہے اس کا تعلق رب تعالیٰ کے ساتھ کٹا ہوا ہے اور ایمان والے کا تعلق رب تعالیٰ کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ ایمان بہت بڑی قوۃ اور طاقت ہے۔ جب رب تعالیٰ کیساتھ تعلق قائم ہو گیا تو سب کام سیدھے ہو گئے۔ تو ایمان بہت بڑی قوت ہے بشرطیکہ ایمان، ایمان ہو۔ آگے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی اوصاف اور نشانیاں بیان فرمائی ہیں۔

فلاح پانے والے مومنوں کے اوصاف :

پہلی صفت اور علامت: الَّذِيْنَ هُمْ فِىْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ وہ مومن وہ ہیں جو اپنی نماز میں خشوع اور عاجزی کرتے ہیں۔ خشوع ظاہری بھی ہے اور باطنی بھی۔ خشوع ظاہری یہ ہے کہ آدمی جب قیام میں ہو تو اس کی نگاہ سجدے والی جگہ پر ٹکی ہوئی ہو نہ اِدھر اُدھر دیکھے اور نہ ہی دھیان کرے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایسا کرنے سے نماز میں بڑا خسارہ ہوتا ہے اور شیطان نماز میں لوٹ مار کرتا ہے۔ نماز میں آنکھیں کھلی رہیں آنکھیں بند کرنا مکروہ ہے نہ اپنے بدن کے ساتھ کھیلے نہ کپڑے اور نہ ڈاڑھی کیساتھ کھیلے اور خارش نہ کرے نہ ناک اور کان میں انگلی مارے۔ ہاں! اگر مجبور ہو تو خارش کرنے کی اجازت ہے۔ پوری توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہو۔ ہاتھ، پاؤں، آنکھ، سر سے عاجزی ظاہر ہو یہ ظاہری خشوع ہے۔ اور باطنی خشوع یہ ہے کہ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ ''یہ کہ تو اللہ تعالیٰ کی ایسے عبادت کر کہ گویا کہ تو اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ اگر یہ درجہ حاصل نہ ہو تو یوں سمجھو کہ رب تعالیٰ تجھے دیکھ رہا ہے۔'' نہایت عاجزی اور سکون کیساتھ رکوع سجدہ کرے۔ دونوں پاؤں سجدے میں زمین کیساتھ لگے رہیں پاؤں

کی انگلیاں قبلے کی طرف ہوں۔ اگر سجدے میں تم نے دونوں پاؤں زمین سے اٹھا لیے تو نماز باطل ہو جائے گی۔ ایک پاؤں زمین پر رہا اور دوسرا اٹھا تو نماز مکروہ ہوگی۔ سجدے میں ہاتھ زمین پر ٹکے ہوں بازو اوپر اٹھے ہوئے ہوں اور سجدہ دونوں ہاتھوں کے درمیان کرنا ہے۔ سر نہ ہاتھوں سے آگے ہو نہ پیچھے ہو برابر ہو اور ناک اور پیشانی زمین کے ساتھ لگے ہوئے ہوں اور سجدے میں ران سینے کیساتھ نہ لگے اور نہ بازو چھاتی کے ساتھ لگیں۔ اور نماز پڑھو خشوع و خضوع کے ساتھ۔

مومنوں کی دوسری صفت اور نشانی وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ اور وہ لغو سے اعراض کرتے ہیں۔ لغو قولی بھی ہے اور فعلی بھی ہے۔ لغو قولی جیسے بیہودہ بات، گالی گلوچ، جھوٹ، غیبت، دل آزاری کی باتیں۔ ان باتوں سے وہ پرہیز کرتے ہیں۔ اور لغو فعلی جیسے تاش، لڈو کھیلنا اور ایسے ہی دوسری بے مقصد کھیلیں جو نہ دنیا کے کام کی نہ دین کے کام کی۔ ان میں عمریں برباد کرتے ہیں۔ ایسے کام کرو جن سے ثواب ہو یا اولاد کے لیے رزق کماؤ، ماں باپ کی خدمت کرو، مہمانوں کی خدمت کرو۔ تو مومن لغو قولی اور فعلی دونوں سے اعراض کرتے ہیں۔

مومنوں کی تیسری صفت اور نشانی وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ وہ زکوٰۃ کی ادائیگی کا کام کرتے ہیں۔ زکوٰۃ وقت پر ادا کرتے ہیں۔ یہ بات کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں کہ ہمارے جتنے بھی دینی کام ہیں ان کا تعلق چاند کے ساتھ ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ چاند کی جس تاریخ کو آدمی صاحب نصاب ہوا ہے اگلے سال اسی تاریخ کو اس پر زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے۔ لہٰذا جس چاند کی جس تاریخ کو زکوٰۃ واجب ہوئی ہے وہ تاریخ نوٹ کر لو اور اسی تاریخ کو زکوٰۃ دیا کرو۔ اکثر مفسرین کرامؒ یہاں زکوٰۃ سے مراد زکوٰۃ ہی لیتے ہیں کہ وہ

زکوٰۃ کی ادائیگی کا کام کرتے ہیں لیکن علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ سے تزکیہ نفس بھی مراد ہے کہ وہ اپنے نفس کے تزکیہ کا کام کرتے ہیں۔ پاک باز لوگ ہیں دل کو کفر، شرک، بغض، حسد، تکبر سے پاک رکھتے ہیں دیکھو! اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے ذمہ جو کام لگائے تھے ان میں سے ایک کام تزکیہ بھی تھا وَیُزَکِّیھِمْ وہ ان کے دلوں کو صاف کرتے ہیں۔ اصل میں صاف کرنا رب تعالیٰ کا کام ہے۔ سورہ نور آیت نمبر ۲۱ میں ہے وَلٰـکِنَّ اللّٰـهَ یُزَکِّیْ مَنْ یَّشَآءُ ''اور لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے پاک کرتا ہے۔'' لیکن آنحضرت ﷺ سبب ہیں کہ آپ ﷺ کی تعلیم اور آپ ﷺ نے جو طریقے بتلائے ہیں ان سے صفائی حاصل ہوتی ہے۔

مومنوں کی چوتھی صفت اور نشانی: وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِفُرُوْجِھِمْ حٰفِظُوْنَ اور مومن وہ ہیں جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں اِلَّا عَلٰٓی اَزْوَاجِھِمْ مگر اپنی بیویوں پر اَوْ مَامَلَکَتْ اَیْمَانُھُمْ یا ان پر جن کے ان کے دائیں ہاتھ مالک ہیں فَاِنَّھُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ پس بے شک وہ ان میں ملامت نہیں کیے گئے۔ ان جگہوں پر شہوت پوری کرنے میں ان پر کوئی ملامت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان میں جنسی خواہشات رکھی ہیں نسل انسانی کو باقی رکھنے کے لیے تو اس کو اپنے محل میں رکھنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ بلکہ احادیث میں آتا ہے کہ اپنی بیوی کے ساتھ ہم بستری کرنے میں صدقے کا ثواب ہے۔ آدمی جتنا صدقہ کرے گا اس کو اتنا ثواب ملے گا بشرطیکہ مومن ہو فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِکَ پس جو شخص تلاش کرے گا اس کے سوا کوئی اور راستہ یعنی بیویوں اور لونڈیوں کے علاوہ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْعٰدُوْنَ پس یہی لوگ ہیں حدوں کو پھلانگنے والے۔

امانت کی قسمیں :

مومنوں کی پانچویں اور چھٹی صفت اور نشانی: وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ اور مومن لوگ وہ ہیں جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد و پیان کی رعایت کرتے ہیں، حفاظت کرتے ہیں۔ امانتوں جمع کا صیغہ ہے۔ امانتیں کئی طرح کی ہیں۔ مال کی امانت، علم کی امانت، مشورے کی امانت، بات کی امانت۔ علمی امانت یہ ہے کہ لوگوں کو حق کی بات بتائے صحیح غلط سے لوگوں کو آگاہ کرے۔ اگر لوگوں سے ڈر کی وجہ سے صحیح بات نہیں کرے گا یا لالچ اور طمع کی وجہ سے حق کو چھپائے گا تو یہ علمی خیانت ہوگی یہ علم میں خیانت کرنے والا ہوگا۔ اور امانتِ مشورہ کے متعلق آنحضرت ﷺ نے فرمایا اَلْمُسْتَشَارُ اَمِيْنٌ "جس سے مشورہ طلب کیا جائے وہ امین ہے۔" صحیح مشورہ دینا چاہیے۔ جو تمہاری سوجھ بوجھ میں بات آئے اس کو بتاؤ۔ چھپاؤ نہ، ورنہ خائن بن جاؤ گے۔ اگر اس چیز کے متعلق تمہارا تجربہ نہیں ہے تو صاف کہہ دو کہ میرا اس چیز کے ساتھ کوئی لگاؤ نہیں ہے میں اس کے متعلق نہیں جانتا کسی متعلقہ آدمی سے مشورہ کرو۔ بہت سارے لوگ اس اعتماد پر ہمارے پاس آتے ہیں کہ یہ مسئلے بتاتے ہیں کھرے کھرے اور صاف صاف۔ تو پوچھتے ہیں کہ یہ کام کریں یا نہ کریں تو ہم صاف کہہ دیتے ہیں کہ بھئی! ہمارا تجارت اور کاروبار کے متعلق کوئی تجربہ نہیں ہے کسی ماہر کاروباری سے پوچھو وہ تمہیں بتلائے گا۔ اصول یہی ہے کہ بات کا علم ہے تو بتلا دو علم نہیں ہے صاف کہہ دو کہ مجھے اس کا علم نہیں ہے۔ اور باتیں بھی امانت ہوتی ہیں ابوداؤد شریف میں مستقل باب ہے اَلْمَجَالِسُ بِالْاَمَانَةِ "مجلس کی باتیں امانت ہوتی ہیں۔" مجلس کی باتوں کو باہر بیان کرنا کہ فلاں نے یہ کہا فلاں نے یہ کہا یہ خیانت ہے۔ ہاں! اچھی باتیں اور نیکی کی باتیں بیان کر سکتے ہو کہ فلاں نے یہ نیکی کی

بات بتلائی ہے۔فلاں نے یہ کہا ہے۔یا مثلاً اس مجلس میں کسی کے قتل یا اغواء کا منصوبہ بنا ہے کہیں ڈاکا ڈالنے کا منصوبہ بنا ہے اور کوئی قابل اعتماد شخص ایسا ہے جو ان چیزوں سے روک سکتا ہے تو اس اثر ورسوخ والے آدمی کو بتانے میں کوئی گناہ نہیں ہے بلکہ بیان نہ کرنا گناہ ہوگا۔اگر کوئی معاملہ کسی کے سامنے ہوا ہے تو اس کی گواہی صحیح طریقے سے دے اگر صحیح گواہی نہیں دے گا تو یہ بھی خیانت ہوگی۔لیکن آج حالات ایسے ہیں کہ اس باطل قانون کی وجہ سے کوئی سچی گواہی نہیں دے سکتا۔اگر کوئی جرأت کر کے صحیح گواہی دے تو اس کی جان خطرے میں ہوتی ہے۔یہ سب نحوستیں اسلامی نظام نافذ نہ ہونے کی ہیں۔اگر پاکستان میں اسلامی قانون ہوتا تو اب تک پاکستانی لوگ فرشتہ صفت ہوتے مگر خدا بیڑا غرق کرے حکمران طبقے کا شروع سے لے کر اب تک جتنے بھی آئے ہیں کسی نے بھی اسلام نافذ نہیں کیا اور نہ ہی آئندہ کوئی امید ہے۔تمام محکموں میں بددیانت لوگ بیٹھے ہیں کوئی سو میں سے ایک دیانتدار ہو تو میں کہہ نہیں سکتا۔اور مالی امانت یہ ہے کہ اگر تمہارے پاس کسی نے مال رکھا ہے تو اس کو ضائع نہ کرو اور جو کسی کے ساتھ وعدہ کیا ہے معاہدہ کیا ہے اس کو نبھاؤ، پورا کرو۔

مومنوں کی ساتویں صفت وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ وہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔سب نمازوں کی پابندی کرتے ہیں کیونکہ صَلَوٰت جمع کا صیغہ ہے۔یہ نہیں کہ جمعہ پڑھ لیا، عید پڑھ لی، جمعۃ الوداع پڑھ لیا باقی تمام نمازوں کی چھٹی۔بعض لوگ اس داؤ میں ہوتے ہیں کہ شب برات، لیلۃ القدر کو عبادت کرلیں گے بخشے گئے۔آگے پیچھے نمازوں کی کوئی پروا نہیں ہے۔اس چیز کا انکار نہیں ہے کہ جن راتوں کی فضیلت آئی ہے ان میں بہ نسبت دوسری راتوں کے عبادت زیادہ کرنی چاہیے لیکن اس

کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ باقی نمازوں کی چھٹی ہو جاتی ہے۔ پابندی تمام نمازوں کی مقصود ہے۔ ان صفات والے مومنوں کا نتیجہ کیا ہوگا؟ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ یہی لوگ ہیں جو وارث ہونگے الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ جو وارث ہونگے جنت الفردوس کے۔

جہاد سے متعلق کوئی بھی کام کرنے والا مجاہد ہے :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو جنت الفردوس کا کرو وہ تمام جنتوں میں سے بہترین ہے۔ حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ کو آنحضرت ﷺ نے جنگ بدر کے موقع پر کافروں کی جاسوسی کے لیے بھیجا کہ ہمیں کافروں کے حالات معلوم کر کے بتلاؤ۔ وہ گئے تو کافروں کو بھی شک ہو گیا کہ یہ ہماری جاسوسی کر رہا ہے انہوں نے تیر مار کر شہید کر دیا۔ ان کی والدہ ام حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بڑی بہادر صحابیہ تھیں۔ پریشان ہوئیں آنحضرت ﷺ کے پاس آ کر کہنے لگیں حضرت! میرا بیٹا فوت ہو گیا ہے اگر وہ جنت میں ہے تو میں صبر کرتی ہوں اور اگر دوسری طرف ہے تو دل کھول کر روؤں۔ اصل میں ان کو شبہ ہوا کہ میدان جنگ میں شہید نہیں ہوا جاسوسی کرتے ہوئے شہید ہوا ہے اور اس بات کو نظر انداز کر گئیں کہ جاسوسی کے لیے کس نے بھیجا تھا۔ وہ تو آنحضرت ﷺ کا نمائندہ تھا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائی ہے کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے۔ تو حدیث پاک میں آتا ہے کہ تم جب رب سے مانگو جنت الفردوس مانگو اپنے لیے اور اپنے عزیز رشتہ داروں کے لیے۔ باقی عطا رب تعالیٰ نے کرنی ہے جس کو چاہے دے جس کو چاہے نہ دے۔ ہمارے کہنے سے کسی کو مل نہیں جائے گی نہ کسی سے چھینی جائے گی وہ تو اعمال کے مطابق معاملہ ہوگا مگر تم اظہارِ عقیدت تو کرو تمہیں دعا کا ثواب ملے گا۔ ملے گی تو اپنے اعمال کی بنیاد پر اور ایمان کی بنیاد پر۔ محض دعاؤں سے جنتیں

نہیں ملتیں هُمْ فِيهَا خٰلِدُوْنَ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ جوخوش نصیب جنت میں داخل ہو گیا پھر وہ کبھی وہاں سے نکلے گا نہیں۔ آج ہم جنت کی زندگی کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ہمارے دماغ فیل ہو جائیں گے وہاں کی زندگی کو ہم شمار نہیں کر سکتے لاکھوں کروڑوں ،اربوں، کھربوں سال نہ ختم ہونے والی زندگی ہے۔ دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں صفر ہے۔ کتنا بے وقوف آدمی ہے وہ جو اس فانی زندگی کے مقابلے میں آخرت کو خراب کر لے۔ اور آج حالت یہی ہے لوگ کہتے ہیں......

؎ ایہہ جہان مٹھا او کسے نہ ڈِٹھا

یہ جہان میٹھا ہے آنے والا کسی نے نہیں دیکھا۔ (حالانکہ ہمارے پیارے پیغمبر ﷺ نے معراج والی رات وہ جہان دیکھا ہے اور ہمیں آ کر بتایا ہے اور ہر چیز سے آگاہ کیا ہے۔ تو پھر یہ جملہ کتنا غلط ہے کہ ایہہ جہان مٹھا او کسے نہ ڈِٹھا۔ نواز بلوچ)

تخلیق انسانی :

ہماری ساری تگ ودو، محنت مشقت اسی جہان کے لیے ہے حالانکہ آخرت کے مقابلے میں اس کی حیثیت خاک کی بھی نہیں ہے وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ اور البتہ تحقیق ہم نے پیدا کیا انسان کو مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ مٹی کے خلاصے سے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کے ساتھ اس کا گارا بنایا اس کو گوندھا اور آدم علیہ السلام کا ڈھانچا بنایا۔ فرمایا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ [ص:۷۵] ''میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا۔'' جو ہاتھ رب تعالیٰ کی شان کے لائق ہیں۔ پھر روح پھونکی اور وہ نقل وحرکت کرنے لگ گئے۔ پھر آگے نسل انسانی کیسے چلی؟ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ پھر بنایا ہم نے اس انسان کو نطفے کی شکل میں ایسی جگہ میں جو ٹکنے والی تھی۔ ماں کے رحم میں کہ ماں سمجھ سکتی ہے کہ لڑکا ہے یا

لڑکی ہے نہ باپ سمجھ سکتا ہے۔ ہمیں اپنے جسم کے اعضاء اور رگوں کی کوئی سمجھ نہیں اور خالق کائنات تمام رگیں اور شریانیں جانتا ہے۔ اور کس کا کس کے ساتھ جوڑ ہے۔ کوئی شے خراب ہو جائے تو دنیا کے سارے ڈاکٹر مل کر بھی ویسی نہیں بنا سکتے مگر رب تعالیٰ کی دی ہوئی مفت چیزوں کی ہمیں کوئی قدر نہیں ہے۔ بندہ عاجز اور کمزور ہے۔ اس کے عاجز ہونے کا اندازہ اس سے لگاؤ کہ جب اس کا پیشاب رک جائے تو اس کا کیا حال ہوتا ہے۔ سارے اختیارات رب تعالیٰ قادر مطلق کے پاس ہیں ہمیں اس کی نافرمانی سے بچنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بچائے۔

(آمین)

ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴿۱۴﴾ ؕ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ﴿۱۵﴾ ؕ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷﴾ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ ۖ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۱۹﴾ ۙ وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۱﴾ ۙ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾ ع

ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ پھر بنایا ہم نے نطفے سے عَلَقَةً لوتھڑا فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ پھر بنایا ہم نے لوتھڑے سے مُضْغَةً بوٹی (گوشت) فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا پھر بنائیں ہم نے بوٹی میں ہڈیاں فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا پس پہنایا ہم نے ہڈیوں کو گوشت ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ پھر ہم نے اس کو پیدا کیا خَلْقًا اٰخَرَ ایک اور پیدائش میں فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ پس برکت والا ہے اللہ تعالیٰ جو

سب سے بہتر بنانے والا ہے ثُمَّ اِنَّكُمْ پھر بے شک تم بَعْدَ ذٰلِكَ اس کے
بعد لَمَيِّتُوْنَ البتہ مرنے والے ہو ثُمَّ اِنَّكُمْ پھر بے شک تم يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
قیامت والے دن تُبْعَثُوْنَ کھڑے کیے جاؤ گے وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ اور
البتہ تحقیق ہم نے پیدا کیے ہیں تمہارے اوپر سَبْعَ طَرَآئِقَ سات راستے وَمَا
كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ اور نہیں ہیں ہم مخلوق سے غافل وَاَنْزَلْنَا اور ہم نے
نازل کیا مِنَ السَّمَآءِ آسمان کی طرف سے مَآءً پانی بِقَدَرٍ اندازے کے
ساتھ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ پس ہم نے ٹھہرایا اس کو زمین میں وَاِنَّا اور بے
شک ہم عَلٰى ذَهَابٍ بِهٖ اس کے لے جانے پر لَقٰدِرُوْنَ البتہ قادر ہیں
فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ پس ہم نے پیدا کیا تمہارے لیے بِهٖ اس کے ذریعے جَنّٰتٍ
باغات مِّنْ نَّخِيْلٍ کھجوروں کے وَّاَعْنَابٍ اور انگوروں کے لَكُمْ فِيْهَا
تمہارے لیے ان باغات میں فَوَاكِهُ پھل ہیں كَثِيْرَةٌ بہت سارے وَّمِنْهَا تَاْ
كُلُوْنَ اور انہی میں سے تم کھاتے ہو وَشَجَرَةً اور ہم نے پیدا کیا درخت
تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ جو نکلتا ہے طور سینا پہاڑ سے تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ جو تیل
اگاتا ہے وَصِبْغٍ اور سالن لِّلْاٰكِلِيْنَ کھانے والوں کے لیے وَاِنَّ لَكُمْ اور
بے شک تمہارے لیے فِي الْاَنْعَامِ مویشیوں میں لَعِبْرَةً البتہ عبرت ہے
نُسْقِيْكُمْ ہم پلاتے ہیں تمہیں مِّمَّا اس چیز سے فِيْ بُطُوْنِهَا جو ان کے پیٹوں
میں ہے وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ اور تمہارے لیے ان جانوروں میں بہت

فائدے ہیں وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ اوران میں سے تم کھاتے ہو وَعَلَيْهَا اوران جانوروں پر وَ عَلَى الْفُلْكِ اورکشتیوں پر تُحْمَلُوْنَ تم سوار کیے جاتے ہو۔

مشرکین مکہ قیامت کے منکر تھے :

مشرکین مکہ سختی اور شدت کے ساتھ قیامت کا انکار کرتے تھے۔ کہتے تھے اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ [انعام:۲۹] ''نہیں ہے مگر دنیا کی زندگی اور ہم دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے۔'' اور کبھی کہتے مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ [یٰسین: ۷۸] ''کون زندہ کرے گا ہڈیوں کو حالانکہ وہ بوسیدہ ہو چکی ہونگی۔'' اور کبھی کہتے ءَ اِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّ رُفَاتًا ءَ اِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا [بنی اسرائیل:۹۸] ''کیا جب ہم ہو جائیں گے ہڈیاں اور چورا چورا کیا ہم اٹھائے جائیں گے نئی پیدائش میں۔'' اور کبھی کہتے ءَ اِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ ءَ اِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ [سجدہ:۱۰] ''کیا جب ہم رل مل جائیں گے زمین میں کیا ہم نئی پیدائش میں کیے جائینگے۔'' تو وہ قیامت کا، دوبارہ زندہ ہونے کا شدت کے ساتھ انکار کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا رد فرمایا ہے ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ پھر بنایا ہم نے نطفے سے عَلَقَةً لوتھڑا فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً پس پیدا کیا ہم نے لوتھڑے سے بوٹی کو سخت قسم کی بوٹی بنائی فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا پھر بنائیں ہم نے بوٹی میں ہڈیاں فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا پس پہنایا ہم نے ہڈیوں کو گوشت۔ اپنی قدرت کاملہ کے ساتھ ہڈیوں پر گوشت چڑھایا۔ ماں کے رحم میں چالیس دن تک نطفہ نطفے کی شکل میں رہتا ہے پھر رب تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے ساتھ لوتھڑا بن جاتا ہے پھر چالیس دن کے بعد وہ لوتھڑا سخت قسم کی بوٹی بن جاتا ہے پھر اس کو اللہ تعالیٰ ہڈیوں میں تبدیل کر دیتا ہے، سر، بازو، ٹانگیں، انگلیوں

کی ہڈیاں یہ تقریباً چار ماہ میں ڈھانچا بن جاتا ہے شکل وصورت بن جاتی ہے لڑکا ہو یا لڑکی ہو۔ پھر چار ماہ کے بعد ثُمَّ اَنْشَاْنٰـــهُ خَلْقًا اٰخَرَ پھر پیدا کیا ہم نے اس کو ایک اور پیدائش میں۔ اس میں رُوح پھونکتے ہیں وہ زندہ ہو جاتا ہے۔ او ظالمو! جو خدا یہ کام کر سکتا ہے وہ دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا؟

حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ دنیا میں انسان کے وجود سے زیادہ عجیب چیز کوئی نہیں ہے۔ حقیر قطرے سے اللہ تعالیٰ نے انسان بنا دیا مگر چونکہ انسان روزمرہ پیدا ہوتے رہتے ہیں اس لیے کوئی تعجب نہیں کرتا رب تعالیٰ کی قدرت سمجھنا چاہیں تو اس سے سمجھ سکتے ہیں فَتَبٰـرَکَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ پس برکت والا ہے اللہ تعالیٰ جو سب سے بہتر بنانے والا ہے۔ دنیا صرف تصویریں بنا سکتی ہے، بت اور مورتیاں بنا سکتی ہے ان میں جان نہیں ڈال سکتی۔ پروردگار وہ ہے جس نے جان بھی ڈال دی ہے۔ فرمایا یہ بھی یاد رکھو! ثُمَّ اِنَّکُمْ بَعْدَ ذٰلِکَ لَمَیِّتُوْنَ پھر بے شک تم اس کے بعد مرنے والے ہو۔ اور یہ بھی یاد رکھو! ثُمَّ اِنَّکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ پھر بے شک تم قیامت والے دن اٹھائے جاؤ گے۔ قیامت کا تم کیسے انکار کر سکتے ہو؟ اپنی حقیقت کو دیکھو تم کیا تھے، کیا بنے، کس نے بنایا اور کیا سے کیا بنایا۔ سورہ یٰسین میں فرمایا قُـلْ یُـحْیِیْهَـا الَّـذِیْٓ اَنْشَاَهَا اَوَّلَ مَرَّةٍ ''آپ فرما دیں وہ زندہ کرے گا جس نے اس کو پہلی مرتبہ پیدا فرمایا۔'' رب تعالیٰ کی اور قدرت دیکھو! وَلَـقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَکُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ۔ طرائق طریقہ کی جمع ہے بمعنی راستہ۔ معنیٰ ہوگا اور البتہ تحقیق پیدا کیے ہم نے تمہارے اوپر سات راستے اور مراد آسمان ہیں کیونکہ یہ فرشتوں کے راستے ہیں اور ستاروں کے راستے ہیں سورج چاند کے بھی راستے ہیں۔ اب مطلب ہوگا کہ ہم نے پیدا کیے تمہارے اوپر سات

آسمان۔ پہلے آسمان کو دیکھو جو ہمیں نظر آتا ہے کہ بغیر ستون بغیر کسی سہارے کے اللہ تعالیٰ نے کھڑا کیا ہے۔ جو پروردگار اتنی بلند چیز کو پیدا کر سکتا ہے پھر ایک نہیں سات آسمان ہیں کیا وہ انسان کے چھوٹے سے وجود کو پیدا نہیں کر سکتا؟ تم رب تعالیٰ کی قدرت کا کس طرح انکار کرتے ہو؟ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ اور نہیں ہیں ہم مخلوق سے غافل۔ سب کچھ ہم دیکھ رہے ہیں۔ انسان کی پیدائش سے پہلے رب تعالیٰ جانتا ہے کہ یہ کیا کرے گا اس کے دل میں کیا کیا آئے گا۔ اور رب تعالیٰ کی قدرت دیکھو! وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً اور اتارا ہم نے آسمان کی طرف سے پانی، بارش بِقَدَرٍ اندازے کے ساتھ، حکمت کے مطابق فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ پس ہم نے ٹھہرایا اس کو زمین میں۔ دور جانے کی ضرورت نہیں ہے ہمارا پاکستان چھوٹا سا ملک ہے اس ملک میں ایسے علاقے ہیں کہ لوگوں نے تالاب اور حوض بنائے ہوتے ہیں جہاں بارش کا پانی جمع ہوتا ہے خود پیتے ہیں جانوروں کو پلاتے ہیں اسی سے کپڑے دھوتے ہیں اور دیگر ضروریات پوری کرتے ہیں۔ فصلیں بھی اسی پانی سے سیراب کرتے ہیں۔ تو فرمایا ہم نے اس کو ٹھہرایا زمین میں وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ اور بیشک ہم اس پانی کے لے جانے پر البتہ قادر ہیں۔ زمین کو حکم دیں سارا پانی جذب کر لے ایک قطرہ پانی کا اوپر نہ رہے، ہوا کو حکم دیں کہ سارا پانی اڑا کر لے جائے، سورج کو حکم دیں کہ اپنی حرارت سے سارا پانی خشک کر دے تو اس وقت تم کیا کر سکتے ہو؟ تو ہم نے پانی کو نازل کیا ہے پھر اس کو زمین میں ٹھہرایا ہے تاکہ تم اپنی ضروریات پوری کرو فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ پس ہم نے پیدا کیے تمہارے لیے اس پانی کے ذریعے باغات۔ وہ باغات کس چیز کے ہیں مِّنْ نَّخِيْلٍ کھجوروں کے وَّاَعْنَابٍ اور انگوروں کے ہیں۔ یہ دو چیزیں چونکہ وہاں عام تھیں اور دیر تک رہنے والی تھیں اس لیے ان کا ذکر فرمایا۔

کھجور کئی سال تک پڑی رہتی ہے۔انگور خشک کر کے کشمش اور منقّی بناتے ہیں جو کئی سالوں تک کام آتا ہے۔ان کے علاوہ باقی پھل زیادہ دیر تک نہیں سنبھالے جاسکتے۔ہاں!البتہ آج کل کے سائنسی دور میں دوسرے پھلوں کو بھی سٹور کرلیا جاتا ہے۔اس وقت یہ سلسلہ نہیں تھا۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَكُمْ فِيهَا فَوَاكِهُ كَثِيرَةٌ تمہارے لیے ان باغات میں پھل ہیں بہت سارے۔ہر علاقے میں جدا جدا پھل ہیں وَّمِنْهَا تَأْكُلُونَ اور ان پھلوں میں سے تم کھاتے ہو۔رب تعالیٰ کی قدرت پر تم غور نہیں کرتے کہ زمین کس نے پیدا فرمائی ، بارش کس نے برسائی ، باغات کھیت کس نے اگائے ، پھلوں میں لذت کس نے رکھی؟ ہاں!اگر آدمی آنکھیں بند کر لے تو اسے کچھ نہیں نظر آتا۔

{ انھے نوں بازار پھرایا تھاں تھاں دا انھوں سیر کرایا
جا پوچھیا اس انھے توں آکھے کُجھ نظری نہ آیا۔بلوچ }

زیتون کا تیل طبی لحاظ سے زیادہ مفید ہے :

ایک اور چیز پر غور کرو وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُورِ سَيْنَاءَ اور ہم نے پیدا کیا درخت جو نکلتا ہے طور سینا پہاڑ سے۔اس پہاڑ کو طور سینین بھی کہتے ہیں طور بھی کہتے ہیں وہاں زیتون کے بڑے بڑے درخت ہوتے ہیں ساتھ پھل لگتا ہے تَنْبُتُ بِالدُّهْنِ جو تیل اگاتا ہے۔ہمارے ہاں نہ وہ درخت ہیں اور نہ زیتون کے تیل کو استعمال کرنے کی عادت ہے۔ عرب ممالک میں آج بھی زیتون کا تیل کھانے اور لگانے کے لیے استعمال ہوتا ہے طبی نقطۂ نظر سے انسان کی صحت کے لیے بہ نسبت گھی کے زیادہ مفید ہے۔اصل گھی بھی اگر نصیب ہو جائے تو یہ ان لوگوں کیلئے سونے پر سہاگا ہے جو لوگ محنت کا کام کرتے ہیں ان کے اعضاء حرکت کرتے ہیں اور جو لوگ بیٹھے رہتے ہیں دیسی گھی ان کے اعصاب کو کمزور

کر دیتا ہے۔ اور زیتون کے تیل میں رب تعالیٰ نے یہ خاصیت رکھی ہے کہ وہ مقوی اعصاب ہے، معدے کی زائد رطوبات کو خشک کرتا ہے اور ہم جو اصل گھی کھاتے ہیں وہ گھٹنوں میں بیٹھ جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے احسان کے طور پر فرمایا ہے کہ ہم نے طور سینا میں وہ درخت پیدا فرمایا ہے جو تیل پیدا کرتا ہے وَصِبۡغٍ لِّلۡاٰکِلِیۡنَ اور سالن ہے کھانے والوں کے لیے۔ جیسے ہمارے ہاں بعض علاقوں میں لوگ گھی کے ساتھ کھاتے ہیں بعضے اس میں شکر چینی ڈالتے ہیں اور بعضے نہیں ڈالتے۔ اسی طرح وہ لوگ زیتون کے تیل کے ساتھ روٹی کھاتے تھے تو جس طرح رب تعالیٰ نے زیتون کا درخت پیدا فرمایا اور اس سے تیل نکالا اسی طرح تمہیں دوبارہ زندہ کرے گا وَ اِنَّ لَکُمۡ فِی الۡاَنۡعَامِ لَعِبۡرَۃً اور بے شک تمہارے لیے مال مویشیوں میں البتہ عبرت ہے نُسۡقِیۡکُمۡ مِّمَّا فِیۡ بُطُوۡنِهَا ہم پلاتے ہیں تمہیں اس چیز سے جو ان کے پیٹوں میں ہے دودھ۔ پیٹ میں گھاس چارا ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اس کے دو حصے بن جاتے ہیں ایک حصہ تو بدن کے لیے خون بن جاتا ہے اور دوسرا حصہ جگر کے ذریعے گوبر، پیشاب بن جاتا ہے۔ فضلہ اگر خارج نہ ہو تو نہ حیوان تندرست رہتا ہے نہ انسان۔ اللہ تعالیٰ نے کیسا نظام بنایا ہے۔ وہ خون بنتا ہے رب تعالیٰ اس کو دو حصوں میں تقسیم کر دیتے ہیں۔ ایک حصہ بدن کے کام آتا ہے دوسرا حصہ خون کا دودھ کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ تم نے سبز چارا ڈالا اور سفید دودھ نکل آیا۔ سوکھے ٹکڑے اور بھوسا ڈالا جو انسان کھا نہیں سکتا رب تعالیٰ کی قدرت دیکھو کہ گائے بھینس نے کھایا تو وہ دودھ بن گیا۔ پھر دیکھو! بیل وہی کچھ کھائے بھینسا وہی کچھ کھائے تو دودھ نہیں بنتا، گائے بھینس کھائے تو دودھ بنتا ہے یہ کس کی قدرت سے ہے؟ رب تعالیٰ کی قدرت سے ہے تو دور جانے کی ضرورت نہیں ہے تمہارے جانوروں میں عبرت کا سامان

موجود ہے وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ كَثِيرَةٌ اور تمہارے لیے ان جانوروں میں بہت سے فائدے ہیں۔ ان کی اون استعمال کرتے ہو، بال استعمال کرتے ہو تمہاری مالیت بڑھتی ہے، دودھ پیتے ہو، لسی استعمال کرتے ہو وَّمِنْهَا تَأْكُلُوْنَ اور ان جانوروں میں سے کھاتے بھی ہو۔ جس رب نے یہ سب کچھ تمہارے لیے پیدا فرمایا ہے وہی قیامت لائے گا وَعَلَيْهَا اور ان جانوروں پر۔ عرب کا علاقہ ریگستانی ہے، پتھریلا ہے انسان وہاں بڑی مشکل سے چل سکتا ہے۔ ریت میں تو انسان پاؤں آگے رکھتا ہے پیچھے آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے بڑے بڑے قد والے اونٹ پیدا فرمائے ہیں جن کے چوڑے چوڑے پاؤں ہیں کہ ریت میں دھنستے نہیں ہیں اور لمبے لمبے قدم رکھتے ہیں بعض موسموں میں عرب میں تیز ہوائیں چلتی ہیں ان میں یہ قافلے کے قافلے دوڑتے جاتے ہیں اور سفر بڑی جلدی طے ہوتا ہے۔ تو ان جانوروں پر وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ اور کشتیوں پر تم اٹھائے جاتے ہو یعنی سوار کیے جاتے ہو۔ کشتیاں رب تعالیٰ کی قدرت سے دریاؤں میں چلتی ہیں سمندروں میں چلتی ہیں تم ان پر سوار ہوتے ہو اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر جاتے آتے ہو۔ اور فائدے حاصل کرتے ہو۔ جس رب تعالیٰ کی قدرت سے یہ سب کچھ ہو رہا ہے وہی تمہیں دوبارہ زندہ کرے گا۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ۖۚ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِیْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۴﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۲۵﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِیْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۲۶﴾ فَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ۚ وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۸﴾ وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ وَّاِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِيْنَ ﴿۳۰﴾

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے نوح علیہ السلام کو اِلٰى قَوْمِهٖ ان کی قوم کی طرف فَقَالَ پس انہوں نے فرمایا يٰقَوْمِ اے میری قوم اعْبُدُوا اللّٰهَ عبادت کرو تم اللہ تعالیٰ کی مَا لَكُمْ نہیں ہے تمہارے لیے مِّنْ اِلٰهٍ کوئی معبود غَيْرُهٗ اس کے سوا اَفَلَا تَتَّقُوْنَ کیا پس تم شرک سے بچتے نہیں ہو فَقَالَ الْمَلَؤُا پس کہا جماعت نے الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جو کافر تھے مِنْ قَوْمِهٖ ان کی

قوم میں سے مَا هٰذَآ نہیں ہے یہ نوح علیہ السلام اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ مگر انسان تمہارے جیسا يُرِيْدُ ارادہ کرتا ہے اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ کہ اپنی فضیلت جتلائے تمہارے اوپر وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ اور اگر چاہتا اللہ تعالیٰ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً البتہ نازل کرتا فرشتوں کو مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا نہیں سنی ہم نے یہ بات فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ اپنے پہلے باپ دادوں میں اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌ نہیں ہے یہ مگر ایک آدمی بِهٖ جِنَّةٌ اس کو جنون ہے، پاگل ہے فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ پس تم انتظار کرو اس کا حَتّٰى حِيْنٍ ایک وقت تک قَالَ فرمایا نوح علیہ السلام نے رَبِّ اے میرے رب انْصُرْنِيْ میری مدد کر بِمَا كَذَّبُوْنِ اس لیے کہ انہوں نے مجھے جھٹلایا ہے فَاَوْحَيْنَآ پس ہم نے وحی بھیجی اِلَيْهِ نوح علیہ السلام کی طرف اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ یہ کہ آپ کشتی بنائیں بِاَعْيُنِنَا ہماری آنکھوں کے سامنے وَوَحْيِنَا اور ہماری وحی کے مطابق فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا پس جب آئے گا ہمارا حکم وَفَارَ التَّنُّوْرُ اور جوش مارے گا تندور فَاسْلُكْ فِيْهَا پس سوار کر لینا اس کشتی میں مِنْ كُلٍّ ہر نوع سے زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ دو جوڑے وَاَهْلَكَ اور اپنے اہل کو اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ مگر وہ کہ جن پر طے ہو چکی بات ان میں سے وَلَا تُخَاطِبْنِيْ اور مجھ سے بات نہ کرنا فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ان لوگوں کے بارے میں جو ظالم ہیں اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ بے شک وہ غرق کیے جائیں گے فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ پس جب آپ درست ہو جائیں وَمَنْ مَّعَكَ اور وہ جو آپ کے ساتھ

ہیں عَلَی الْفُلْکِ کشتی پر فَقُلِ پس کہنا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے الَّذِیْ نَجّٰنَا جس نے ہمیں نجات دی مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ظالم قوم سے وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِیْ اور کہنا اے میرے رب ہمیں اتارنا مُنْزَلًا مُّبٰرَکًا ایسی جگہ جو برکت والی ہے وَّاَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ اور آپ ہی بہتر ین اتارنے والے ہیں اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ بے شک اس میں البتہ کئی نشانیاں ہیں وَّ اِنْ کُنَّا لَمُبْتَلِیْنَ اور بے شک ہم آزمائش میں ڈالنے والے ہیں۔

جب سے انسانیت کا سلسلہ شروع ہوا اسی وقت سے نبوت کا سلسلہ شروع ہوا :

انسانیت کی ابتداء آدم علیہ السلام سے ہوئی اور نبوت ورسالت کا سلسلہ بھی آدم علیہ السلام سے شروع ہوا۔ پہلے پیغمبر آدم علیہ السلام تھے ان کے بعد ان کے بیٹے شیث علیہ السلام پھر ادریس علیہ السلام پھر نوح علیہ السلام۔ حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے جتنے لوگ گزرے ہیں ان میں شرک نہیں تھا یہ تقریباً دو ہزار سال کا زمانہ بنتا ہے۔ پہلی قوم جس نے شرک کی ترویج کی وہ نوح علیہ السلام کی قوم تھی ان سے پہلے کوئی شرک نہیں تھا۔ اس قوم کی طرف اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو بھیجا۔

شرک کی ابتداء :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِہٖ اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف۔ نوح علیہ السلام نے تبلیغ شروع کی فَقَالَ پس فرمایا

نوح علیہ السلام نے یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ اے میری قوم! تم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارے لئے کوئی معبود اس کے سوا۔ یٰقَوْمِ اصل میں یٰقَوْمِیْ تھا۔ 'ی' متکلم کی تخفیفاً حذف کر دی گئی۔ خدا کے پیغمبر کا انداز دیکھو! کتنا پیارا ہے۔ یہ خدا کے پیغمبر ہیں مومن ہیں قوم ساری مشرک ہے۔ اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس ذات کے سوا تمہارا کوئی معبود، مشکل کشا نہیں ہے۔ سورہ نوح میں پانچ بزرگوں کے نام آتے ہیں، ود، سواع، یغوث، یعوق، نسر۔ ان پانچ بزرگوں کے انہوں نے بت بنائے ہوئے تھے اور ان کی وہ پوجا کرتے تھے یہ بزرگ کون تھے؟ اس کے متعلق مؤرخین فرماتے ہیں کہ وَدّ حضرت ادریس علیہ السلام کا لقب تھا اور باقی چار ان کے نیک بیٹے اور صحابی تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے اَفَلَا تَتَّقُوْنَ کیا پس تم کفر شرک سے بچتے نہیں ہو، رب تعالیٰ کی نافرمانی سے بچتے نہیں ہو فَقَالَ الْمَلَؤُا پس کہا جماعت نے الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ وہ جماعت جو کافر تھی ان کی قوم میں سے۔ کیا کہا؟ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ نہیں ہیں نوح علیہ السلام مگر بشر انسان تمہارے جیسا۔ بشر ہو کر نبی کیسے بن گیا؟

پہلی مشرک قوم نے ہی پیغمبروں کی بشریت کا انکار کیا :

یہ پہلی قوم تھی جس نے شرک کیا اور پیغمبروں کی بشریت کا انکار کیا کہ بشر پیغمبر نہیں ہو سکتا۔ یہ دونوں عقیدے اُسی دور سے چلے ہیں اور آج تک چلے آ رہے ہیں۔ نہیں ہے یہ مگر بشر تمہارے جیسا۔ یہ بشر ہو کر پیغمبر کیسے ہو گیا اس کو نبوت کیسے مل گئی؟ یُرِیْدُ اَنْ یَّتَفَضَّلَ عَلَیْكُمْ۔ تَفَضَّل باب تفعّل ہے۔ اس میں تکلف کا معنیٰ پایا جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس کو فضیلت حاصل نہیں ہے دھکے سے اپنی فضیلت منوانا چاہتا ہے۔ معنیٰ ہوگا ارادہ

کرتا ہے کہ اپنی فضیلت جتلائے تمہارے اوپر۔اور یہ بھی کہا وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا کہ پیغمبر بھیجنے ہیں تو لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً البتہ نازل کرتا فرشتوں کو۔نوری مخلوق کو پیغمبر بنا کر بھیج دیتا۔فرشتے نوری ہیں۔آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے خُلِقَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ نُّوْرٍ ''فرشتے نور سے پیدا کیے گئے ہیں۔''اس نور سے نہیں جو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے بلکہ مخلوق نور سے۔تو کہنے لگے پیغمبر تو نوری ہونا چاہیے تھا یہ بشر ہو کر نبی کیسے بن گیا مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا نہیں سنی ہم نے یہ بات۔جو یہ کہتا ہے الٰہ ایک ہے اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں ہے فِیْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِیْنَ اپنے پہلے باپ دادوں میں جو وَدّ،سواع،یغوث، یعوق اور نسر کی عبادت کرتے تھے۔ہم نے ان سے نہیں سنا کہ معبود ایک ہی ہے۔حضرت نوح علیہ السلام کے مقابلے میں محکموں میں کمیٹیاں بنائی گئیں اور ان کے ذمہ یہ مشن سپرد کیا گیا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ [سورۃ نوح] ''اپنے الٰہوں کو ہرگز نہ چھوڑنا۔''وَد،سواع، یغوث،یعوق،نسر کو نہ چھوڑنا اس کی بات پر کان نہ دھرو کہ یہ کہتا ہے معبود صرف ایک ہے اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌ نہیں ہے یہ مگر ایک آدمی بِهٖ جِنَّةٌ اس کو جنون ہے،پاگل ہے معاذ اللہ تعالیٰ۔ساری قوم ایک طرف ہے،ود،سواع،یغوث،یعوق،نسر کی پوجا کرنے والی اور یہ اکیلا کہتا ہے کہ ان کی عبادت جائز نہیں ہے الٰہ صرف ایک ہے۔یہ پاگل ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لانے والوں کی تعداد :

حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کوئی نہیں تھا ہاں!کئی صدیوں کے بعد کچھ آدمی ساتھ ملے جس کا ذکر سورۃ ہود آیت نمبر ۴۰ میں ہے وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِیْلٌ ''نہیں ایمان لائے ان کیساتھ مگر بہت تھوڑے۔'' حضرت نوح علیہ السلام کی تبلیغ کی مدت ساڑھے نوسو سال ہے اتنے عرصے میں بھی تھوڑے سے آدمی ایمان لائے۔اگر تورات کا

بیان مان لیں، بائبل کا بیان مان لیں تو صرف سات آدمی مومن تھے۔ چار بہوئیں اور تین بیٹے، نہ بیوی ایمان لائی اور نہ ایک بیٹا ایمان لایا لیکن قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ اور آدمی بھی ساتھ تھے۔ تاریخ بھی بتلاتی ہے کہ کچھ اور آدمی بھی ساتھ تھے۔ کتنے تھے؟ کسی نے ۸۰ لکھے ہیں کسی نے ۸۴ لکھے ہیں کسی نے ۹۰ لکھے ہیں۔ مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے، جوان ملا کر۔ مفسرین کرامؒ تاریخ کے اوراق الٹ پلٹ کر تھک ہار کر بیٹھ گئے سو کی تعداد پوری نہیں ہوئی۔ تو کہنے لگے یہ ایک آدمی ہے پاگل معاذ اللہ تعالیٰ۔ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ پس تم انتظار کرو اس کا حَتّٰى حِيْنٍ ایک وقت تک۔ یہ پاگل خود مر جائے گا۔ حضرت نوح علیہ السلام جہاں کہیں کچھ آدمیوں کو اکٹھا دیکھتے تو رب تعالیٰ کا پیغام سنانے کیلئے وہاں پہنچتے تو مجلس والے کہتے مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ [قمر:۹] یہ پاگل ہے دھکے مار کر نکال دیتے تھے۔ تو نوح علیہ السلام چھت پر چڑھ کر فرماتے يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ثُمَّ اِنِّيْٓ اَعْلَنْتُ لَهُمْ ''پھر بے شک میں نے ان کو علی الاعلان دعوت دی۔'' تاریخ بتاتی ہے کہ لوگ جنگلوں میں لکڑیاں کاٹنے کے لیے جاتے، گھاس چارا کاٹنے کے لیے جاتے تو یہ ساتھ ہو جاتے اور توحید کا پیغام پہنچانا شروع کر دیتے وہ اپنا کام کرتے اور یہ تبلیغ کرتے رہتے تھے۔ واپسی تک یہی سلسلہ شروع رہتا۔ کوئی ہل چلا رہا ہے تو وہاں پہنچ جاتے خوشی غمی کی مجلس ہوتی وہاں پہنچ جاتے، لوگ مردے کو دفن کر رہے ہیں اور یہ بیان فرما رہے ہیں يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ اگر دلہن کی ڈولی لے کر جا رہے ہیں تو یہ ساتھ ہو جاتے اور فرماتے يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ لوگ کہتے یہ پاگلوں کا کام ہے نہ خوشی دیکھتا ہے نہ غمی، کوئی ہل چلا رہا ہے، کوئی چارا کاٹ رہا ہے اس نے اپنی رٹ لگائی ہوتی ہے يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ اے

میری قوم! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔ ساڑھے نوسو سال کا عرصہ اس طرح گزرا تو حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی قَالَ کہا نوح علیہ السلام نے رَبِّ انْصُرْنِیْ اے میرے رب میری مدد کر بِمَا کَذَّبُوْنِ اس لیے کہ انہوں نے مجھے جھٹلا دیا ہے۔ فَاَوْحَیْنَآ اِلَیْہِ پس ہم نے وحی بھیجی نوح علیہ السلام کی طرف اَنِ اصْنَعِ الْفُلْکَ بِاَعْیُنِنَا یہ کہ بناؤ تم کشتی ہماری آنکھوں کے سامنے، ہماری نگرانی میں وَوَحْیِنَا اور ہماری وحی کے مطابق، ہماری ہدایت کے مطابق۔

کشتی نوح علیہ السلام گوپھر کی لکڑی سے تیار کی گئی :

تورات میں ہے کہ گوپھر کے درخت کی لکڑی سے کشتی تیار کی گئی تھی یہ درخت شام کے علاقے میں ہوتا ہے جیسے ہمارے علاقے میں شیشم کی لکڑی اور صوبہ سرحد (خیبر پختون خواہ) کے علاقے میں اخروٹ کی لکڑی بڑی مضبوط ہوتی ہے اس کی لوگ پرات بناتے ہیں آٹا گوندھنے کے لیے اور چمچ بناتے ہیں سالن پکانے کے لیے اور ہندوستان میں ساگوان کی لکڑی جس سے بندوقوں کے دستے، بٹ بناتے ہیں۔ تو کشتی گوپھر درخت کی لکڑی سے بنائی گئی۔ تورات میں ہے کہ یہ کشتی تین سو ہاتھ لمبی تھی یعنی پانچ سو پچاس فٹ اور پچاس ہاتھ چوڑی تھی اکانوے فٹ آٹھ انچ۔ اور تیس ہاتھ اونچی تھی یعنی پچاس فٹ۔ یہ پیمائش ہے کشتی کی۔ اس میں انہوں نے کئی درجے اور خانے بنائے۔ ایک خانے میں کھانے پکانے کی چیزیں اس سے اوپر والی منزل میں جانور اس سے اوپر والی منزل انسانوں کے لیے۔ سورہ ہود آیت نمبر ۳۸ میں ہے کہ جب لوگ نوح علیہ السلام کے پاس سے گزرتے تھے تو سَخِرُوْا مِنْہُ ''ان سے مذاق کرتے تھے۔'' کہتے پہلے تو آپ نبی تھے اب ترکھان بن گئے ہو۔ کوئی کہتا یہ کشتی کہاں چلائے گا؟ دوسرا کہتا ہمارے چھوٹے تالاب میں چلائے

گا۔ مذاق اڑاتے تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ [سورہ ہود] ''اگر تم ٹھٹھا کرتے ہو ہمارے ساتھ پس بے شک ہم بھی تمہارے ساتھ ٹھٹھا کریں گے جیسا کہ تم کرتے ہو ٹھٹھا۔'' ہماری باری بھی آئے گی۔ فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا پس جب آئے گا ہمارا حکم وَفَارَ التَّنُّوْرُ اور جوش مارے گا تندور۔ یہ علامت ہوگی ہمارے عذاب کے ابتداء کی کہ تمہارے گھر والے تندور سے پانی جوش کے ساتھ ابھرے تو آپ اپنی تیاری کرلیں۔ فَاسْلُكْ فِيْهَا پس سوار کرلیں اس کشتی میں مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ ہر نوع سے دو جانور نر مادہ، بیل گائے، گدھا گدھی، بلا بلی، کتا کتیا، خنزیر خنزیرنی وَاَهْلَكَ اور اپنے گھر کے افراد کو ہاں! اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ مگر وہ جن پر ہماری بات طے ہو چکی ہے ان میں سے، کنعان وغیرہ۔ کتا خنزیر بیٹھ سکتے ہیں، مشرک بیٹا نہیں بیٹھ سکتا وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اور نہ مخاطب ہونا میرے ساتھ بات نہ کرنا ان لوگوں کے متعلق جو ظالم ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے پہلے اپنے بیٹے کو فرمایا ہمارے ساتھ سوار ہو جا کافروں کے ساتھ نہ ہو کلمہ پڑھ کے سوار ہو جا۔ بیٹے نے کہا سَاٰوِيْ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ [ہود:۴۳] ''میں پناہ پکڑوں گا پہاڑ کی طرف وہ مجھے پانی سے بچالے گا۔'' پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ جاؤں گا۔ پانی میرا کیا بگاڑ لے گا۔ جب غرق ہونے لگا تو نوح علیہ السلام نے دعا کی، شفقت پدری نے جوش مارا رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ [ہود:۴۰] ''اے میرے رب بے شک میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے اور آپ کا وعدہ سچا ہے۔'' کہ آپ کو آپ کے اہل کو بچالوں گا۔ حالانکہ رب تعالیٰ نے فرمایا تھا اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ مگر وہ جن کے متعلق بات طے ہو چکی ہے ان میں سے۔ لیکن شفقت پدری کی وجہ سے نوح

علیہ السلام کی اس طرف توجہ نہ ہوئی۔اسی لیے رب تعالیٰ نے ناراضی کا اظہار فرمایا فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنِّيْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ [ہود :۴۶] ''نہ مانگیں مجھ سے وہ چیز جس کا آپ کو علم نہیں ہے۔''میں نے پہلے کہہ دیا تھا کہ ظالموں کے بارے میں میرے ساتھ بات نہ کرنا۔یہ آپ کا بیٹا نہیں ہے اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ''بے شک اس کے عمل غیر صالح ہیں۔''میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ ہو جاؤں گے تم نادانوں میں سے۔تو فرمایا ظالموں کے بارے میں میرے ساتھ بات نہ کرنا اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ بے شک وہ غرق کیے جائیں گے فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ پس جب آپ سیدھے ہو کر بیٹھ جائیں وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ اور وہ جو آپ کے ساتھ ہیں وہ بھی کشتی میں بیٹھ جائیں تو فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ پھر کہنا تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے الَّذِيْ نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ جس نے ہمیں نجات دی ظالم قوم سے۔

سیلابِ نوح علیہ السلام ساری دنیا پر آیا :

جمہور کی رائے یہی ہے کہ یہ سیلاب پوری دنیا پر آیا تھا۔بعض لوگوں کو غلط فہمی ہے جو کہتے ہیں کہ زمین کے کچھ حصے پر آیا تھا۔یہ اتنا بڑا سیلاب تھا کہ دنیا کے کسی پہاڑ کی چوٹی نظر نہیں آتی تھی حتیٰ کہ کوہ ہمالیہ دنیا کا سب سے بڑا پہاڑ ہے اس کی چوٹی سے بھی پانی گزر گیا تھا۔بارہویں پارے میں ہے کہ رب تعالیٰ نے آسمان کو حکم دیا کہ بارش بند کر دے اور زمین کو حکم دیا کہ پانی جذب کرنا شروع کر دے۔تورات کے مطابق چھ ماہ سترہ دن یہ کشتی چلتی رہی۔پھر جب ساری زمین سے پانی خشک ہو گیا تو وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ [ہود:۴۴] ''اور وہ کشتی جودی پہاڑ پر رکی۔''یہ عراق کے صوبہ موصل میں ہے۔تورات کے بیان کے مطابق اور آج کے جغرافیہ میں اس کا نام ارارات ہے۔جغرافیہ دان بتلاتے ہیں

کہ یہ پہاڑ سمندر سے سترہ ہزار فٹ کی بلندی پر ہے۔صرف وہی بچے جو کشتی پر سوار تھے انسان اور جانور۔اور فرمایا مجھ سے یہ دعا کرو وَقُلْ اورآپ کہہ دیں رَّبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا اے میرے رب! مجھے اتارنا ایسی جگہ پر جو برکت والی ہے،وہ علاقہ زرخیز ہو وَّاَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ اورآپ ہی بہترین اتارنے والے ہیں۔رب تعالیٰ نے یہ واقعہ بیان کر کے فرمایا اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ بے شک قوم نوح کے قصہ میں کئی نشانیاں ہیں۔حضرت نوح علیہ السلام کا صبر اور حوصلہ دیکھو! ان کے مقابلے میں جو لوگ تھے ان کی عقل ، ان کی شرارت اور گستاخی دیکھو! بدزبانی، بے لحاظی دیکھو پھر انجام دیکھو! اِن کی نجات اور اُن کا غرق ہونا دیکھو! اس میں کئی نشانیاں ہیں وَّ اِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِیْنَ اور بے شک البتہ ہم امتحان میں ڈالنے والے ہیں۔ہم نے اِن کا بھی امتحان لیا اور اُن کا بھی امتحان لیا۔

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِیْنَ ﴿۳۱﴾

فَاَرْسَلْنَا فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ
غَیْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ
كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۙ مَا هٰذَاۤ اِلَّا
بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ یَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَیَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ﴿۳۳﴾ۙ
وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ۙ اَیَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ
اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ﴿۳۵﴾ۙ۠ هَیْهَاتَ هَیْهَاتَ
لِمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۶﴾ۙ۠ اِنْ هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا نَمُوْتُ وَنَحْیَا وَمَا
نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ ﴿۳۷﴾ۙ۠ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ ۨافْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَّ
مَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِیْنَ ﴿۳۸﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِیْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۳۹﴾ قَالَ عَمَّا
قَلِیْلٍ لَّیُصْبِحُنَّ نٰدِمِیْنَ ﴿۴۰﴾ۚ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّیْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ
غُثَآءً ۚ فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۴۱﴾

ثُمَّ اَنْشَاْنَا پھر ہم نے پیدا کیں مِنْۢ بَعْدِهِمْ ان کے بعد قَرْنًا اٰخَرِیْنَ
دوسری جماعتیں فَاَرْسَلْنَا فِیْهِمْ رَسُوْلًا پس بھیجا ہم نے ان کے اندر ایک
رسول مِّنْهُمْ ان میں سے اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ یہ کہ عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی مَا
لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ نہیں ہے تمہارے لیے کوئی معبود اللہ تعالیٰ کے سوا اَفَلَا
تَتَّقُوْنَ کیا پس تم بچتے نہیں ہو وَقَالَ الْمَلَاُ اور کہا جماعت نے مِنْ قَوْمِهٖ ان
کی قوم سے الَّذِیْنَ كَفَرُوْا جو کافر تھے وَ كَذَّبُوْا اور انہوں نے جھٹلایا بِلِقَآءِ

الْاٰخِرَةِ آخرت کی ملاقات کو وَاَتْرَفْنٰهُمْ اور ہم نے ان کو آسودگی دی فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا دنیا کی زندگی میں مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ نہیں ہے یہ مگر بشر تمہارے جیسا یَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ کھاتا ہے وہ چیزیں جو تم کھاتے ہو وَیَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ اور پیتا ہے ان چیزوں کو جو تم پیتے ہو وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اور اگر تم نے اطاعت کی اپنے جیسے انسان کی اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ بے شک تم البتہ اس وقت نقصان اٹھانے والے ہو گے اَیَعِدُكُمْ کیا ڈراتا ہے تمہیں اَنَّكُمْ بے شک تم اِذَا مِتُّمْ جب مر جاؤ گے وَكُنْتُمْ تُرَابًا اور ہو جاؤ گے تم مٹی وَّعِظَامًا اور ہڈیاں اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ بے شک تم نکالے جاؤ گے هَیْهَاتَ هَیْهَاتَ بعید ہے یہ بعید ہے لِمَا تُوْعَدُوْنَ جس کا تمہارے ساتھ وعدہ کیا جاتا ہے اِنْ هِیَ نہیں ہے یہ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا مگر ہماری دنیا کی زندگی نَمُوْتُ وَنَحْیَا ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ اور ہم دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ نہیں ہے یہ مگر ایک مرد افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اس نے افترا باندھا ہے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا وَّمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِیْنَ اور نہیں ہیں ہم اس پر ایمان لانے والے قَالَ فرمایا پیغمبر نے رَبِّ انْصُرْنِیْ اے میرے رب میری مدد فرما بِمَا كَذَّبُوْنِ اس لیے کہ لوگوں نے میری تکذیب کی ہے قَالَ فرمایا پروردگار نے عَمَّا قَلِیْلٍ تھوڑے سے وقت کے بعد لَّیُصْبِحُنَّ البتہ ضرور ہو جائیں گے نٰدِمِیْنَ پشیمان فَاَخَذَتْهُمُ

الصَّيْحَةُ پس پکڑا ان کو ایک چیخ نے بِالْحَقِّ حق کے ساتھ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً پس کر دیا ہم نے ان کو خس وخاشاک فَبُعْدًا پس دوری ہے لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ اس قوم کے لیے جو ظالم تھی۔

کل آپ حضرات نے حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ کافی تفصیل کیساتھ سنا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کو ساڑھے نو سو سال ڈرایا۔ چند گنتی کے خوش نصیب سعادت مند لوگ تھے جنہوں نے نوح علیہ السلام کا کلمہ پڑھا لا الٰه الا الله نوح نجی الله ۔ اللہ تعالیٰ نے تمام مجرموں کو سیلاب میں غرق کر دیا۔ان کی تباہی کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ پھر پیدا کیں ہم نے قوم نوح علیہ السلام کی تباہی کے بعد قَرْنًا اٰخَرِيْنَ دوسری جماعتیں۔نوح علیہ السلام کی قوم کے بعد قوم عاد آئی جن کی طرف اللہ تعالیٰ نے ہود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ان کے علاقے کے متعلق جغرافیہ دان بتاتے ہیں کہ ایک طرف سعودیہ ہے ایک طرف عمان ہے اور ایک طرف حَضَرَ مَوْتُ اور ایک طرف نجران ہے ان کے درمیان کا علاقہ عاد قوم کا تھا۔اس علاقے میں اکثر وبیشتر ریت ہی ریت ہے آبادی بہت کم ہے فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا پس بھیجا ہم نے ان میں ایک رسول مِّنْهُمْ ان میں سے۔ان کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود علیہ السلام کو بھیجا اور ان کو حکم دیا کہ ان کو سبق دو اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ کہ عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں تمہارے لیے کوئی معبود اللہ تعالیٰ کے سوا۔اس کے سوا نہ کوئی معبود نہ کوئی مسجود نہ کوئی حاجت روا نہ کوئی مشکل کشا نہ کوئی فریادرس نہ کوئی دستگیر اَفَلَا تَتَّقُوْنَ کیا پس تم بچتے نہیں کفر شرک سے،اللہ تعالیٰ کی مخالفت سے وَقَالَ الْمَلَاُ اور کہا جماعت نے مِنْ قَوْمِهٖ ہود کی قوم میں سے الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جو کافر تھے وَ كَذَّبُوْا اور انہوں نے جھٹلایا

بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ آخرت کی ملاقات کو کہ آخرت نہیں ہے اور نہ ہی رب تعالیٰ کے ساتھ ملاقات ہونی ہے اور نہ مرنے کے بعد آپس میں ملاقات ہوگی۔ اور قرآن پاک کی تعلیم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ سب کی ملاقات ہوگی سب اس کی عدالت میں پیش ہونگے، رتی رتی کا حساب ہوگا اور ایک دوسرے کے ساتھ بھی ملاقات ہوگی جنتی دوزخی بھی آپس میں ملیں گے۔ لیکن ان کافروں نے کہا کہ قیامت نہیں ہوگی وَاَتْرَفْنٰهُمْ۔ تَرُفه کے معنیٰ ہیں آسودگی۔ معنیٰ ہوگا اور ہم نے ان کو آسودگی دی فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی میں مال دیا، اولاد دی، زمین دی، چشمے باغات دیئے، جانور دیئے، اس زمانے کے لحاظ سے جو بھی تھا اللہ تعالیٰ نے دیا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر پر ایمان لے آتے اور اطاعت کرتے۔ الٹا اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کی مخالفت کی اور کہا مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ نہیں ہے یہ ہود علیہ السلام مگر انسان تمہارے جیسا۔ بشر ہوتے ہوئے نبی کیسے بن گیا اور یہ بات تم پہلے سن چکے ہو کہ جب سے کفر شرک کی ترویج شروع ہوئی ہے اسی وقت سے یہ باطل نظریہ بھی آرہا ہے کہ پیغمبر بشر نہیں ہوسکتا۔

نبی کو بشر ماننے کے بغیر نماز بھی نہیں ہوتی :

آج بھی کئی کلمہ گو جاہل قسم کے لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر کو بشر نہ کہو، بندہ نہ کہو۔ سوال یہ ہے کہ اگر بندہ نہ کہیں تو نماز کیسے پڑھیں؟ ہر نماز میں التحیات پڑھنی ہے اور التحیات میں ہے اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔'' پہلے آپ ﷺ کی عبدیت کا اقرار ہے پھر رسالت کا۔ معاذ اللہ تعالیٰ اگر اس لفظ میں توہین کا شائبہ بھی ہوتا تو اللہ تعالیٰ کبھی نماز میں پڑھنے کا سبق نہ دیتے

۔اگر عبد کہنے میں توہین ہے تو پھر اس کا یہ مطلب ہوا کہ نماز اس وقت قبول ہوگی جب پیغمبر کی توہین کی جائے معاذ اللہ تعالیٰ۔کتنا غلط اور باطل عقیدہ ہے۔اور یہ بات بھی میں کئی دفعہ عرض کر چکا ہوں ان لوگوں کو غلطی یہاں سے لگی ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو بندہ سمجھ لیا ہے بشر اور آدمی سمجھ لیا ہے اور اپنے گناہ اور کوتاہیوں کو سامنے رکھ لیا ہے کہ بندہ وہ ہوتا ہے جو گناہ کرتا ہے لہٰذا پیغمبر کو بشر نہیں ہونا چاہیے۔حالانکہ اپنے آپ کو بشر کہنا اور سمجھنا غلطی ہے۔بشر بڑی اونچی چیز ہے۔آدمیت اور انسانیت کا مقام بہت بلند ہے۔بھائی! تمہارے اوپر بندے کا چھڑا ہے تم بندے کب ہو؟ پیغمبر کو آدمی اور بندہ کہنے میں کوئی توہین نہیں ہے۔رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ اٰدَمَ [اسراء:۷۰] ''ہم نے بنی آدم کو مخلوق پر فضیلت دی ہے۔'' یہ اشرف المخلوقات ہے۔اس نوع کا درجہ فرشتوں سے بھی زیادہ ہے۔

(علامہ اقبال مرحوم نے کیا خوب فرمایا......

ان کی عظمت کی جھلک دیکھ کے معراج کی شب
تب سے جبریل کی خواہش ہے بشر ہو جائے

مرتب)

جو نوح علیہ السلام کی قوم کہہ چکی تھی ہود علیہ السلام کی قوم نے بھی وہی کچھ کہا مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ نہیں ہے یہ مگر تمہارے جیسا بشر انسان يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ کھاتا ہے وہ چیزیں جو تم کھاتے ہو وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ اور پیتا ہے وہ جو تم پیتے ہو۔تو کھانے پینے والا بشر نبی کیسے بن گیا؟ اس کا جواب سورۃ الانبیاء میں ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ ''اور نہیں بنائے ہم نے ان پیغمبروں

کے ایسے جسم کہ وہ کھانا نہ کھائیں۔'' تو جو بات نوح علیہ السلام کی مشرک قوم نے کہی اور ہود علیہ السلام کی مشرک قوم نے کہی بعینہٖ وہی بات مشرکین مکہ نے کہی۔ مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ [فرقان: ۷] ''کیا ہے اس رسول کو یہ کھانا کھاتا ہے اور چلتا ہے بازاروں میں۔'' یہ تو انسان ہے یہ کیسے نبی بن گیا؟ اور یہ بھی انہوں نے کہا وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اور اگر تم نے اطاعت کی اپنے جیسے انسان کی اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ بے شک تم اس وقت نقصان اٹھانے والے ہوگے۔ دینی لحاظ سے بھی کہ تم نے اپنا مسلک چھوڑا۔ تمہارا مسلک یہ ہے کہ پیغمبر نوری ہونا چاہیے۔ کل کے سبق میں تم نے پڑھا کہ نوح علیہ السلام کی قوم نے کہا اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو فرشتہ اتارتا، نوری مخلوق بھیج دیتا یہ بشر کیسے نبی بن گیا؟ اور اس میں یہ بھی ہوسکتا ہے کہ لوگوں کو دھمکی دی ہو کہ اگر تم نے بشر کی اطاعت کی تو ہم تمہارے ساتھ نمٹ لیں گے تم نقصان اٹھاؤ گے۔ پھر یہ پیغمبر بڑی عجیب بات کہتا ہے۔ کیا کہتا ہے؟ اَيَعِدُكُمْ کیا ڈراتا ہے تمہیں۔ کیا یہ تمہارے ساتھ وعدہ کرتا ہے اَنَّكُمْ بیشک تم اِذَا مِتُّمْ جب مر جاؤ گے وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اور ہو جاؤ گے مٹی اور ہڈیاں اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ بے شک تم نکالے جاؤ گے قبروں سے۔ قیامت آئے گی هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ بڑی دوری ہے بڑی دوری ہے لِمَا تُوْعَدُوْنَ جس کا تمہارے ساتھ وعدہ کیا جاتا ہے۔ بڑی دور کی بات ہے یہ نہیں ہوسکتا کہ خاک ہو، بوسیدہ ہڈیاں ہو جاؤ پھر تمہیں دوبارہ قبروں سے نکالا جائے قیامت برپا ہو جائے یہ بات بالکل سمجھ سے بالاتر ہے جھوٹ ہے اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نہیں ہے یہ مگر ہماری دنیا کی زندگی، آگے کچھ نہیں ہے بس اسی دنیا میں نَمُوْتُ وَنَحْيَا مرتے ہیں اور جیتے ہیں۔ کوئی قبر حشر نہیں ہے اور صاف لفظوں میں کہا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ اور ہم دوبارہ نہیں اٹھائے

جائیں گے قبروں سے۔ تین چیزوں کا بڑے زور شور سے انکار کرتے تھے۔ توحید کا، رسالت کا اور معاد یعنی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا۔

مشرکوں کی ضد کی انتہاء

اسی عاد قوم نے کہا تھا حضرت ہود علیہ السلام کو اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا [اعراف: ۷۰] "کیا آپ ہمارے پاس آئے ہیں اس مقصد کے لیے کہ ہم عبادت کریں ایک خدا کی اور ہم چھوڑ دیں اپنے باپ دادا کے الٰہوں کو۔ مشرک کے لیے ایک خدا کی عبادت انتہائی مشکل ہے۔ اور دو چیزوں کے انکار کا ذکر یہاں ہے کہ بشر نبی نہیں بن سکتا اور ہم دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے۔ کہنے لگے اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ نِافْتَرٰى نہیں ہے یہ شخص مگر اس نے افترا باندھا ہے عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نبی بنا کر بھیجا ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو دوبارہ زندہ کرے گا یہ بالکل جھوٹ ہے (معاذ اللہ تعالیٰ) جو خدا کی طرف منسوب کیا گیا ہے وَّمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ اور ہم نہیں ہیں ان پر ایمان لانے والے۔ جب حضرت ہود علیہ السلام ان کے ایمان لانے سے ناامید ہو گئے تو اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ ان پر خشک سالی آئی کھیتیاں برباد، باغات تباہ، جانور پریشان، خود ساری قوم پریشان۔ حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا کہ کہو تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں خشک سالی ختم ہو جائے اللہ تعالیٰ بارش برسائے۔ کہنے لگے اگر آپ کے کہنے سے بارش برسی ہے تو ہمیں ایک قطرے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ اب اس ضد کا دنیا میں کیا علاج ہے؟ ضد کا اگر کوئی علاج ہو سکتا ہے تو یہی ہو سکتا ہے کہ اس ضدی کے مقابلے میں کوئی طاقتور ہو جو اس کی گردن مروڑ دے اور کچھ نہیں۔

مسئلہ کشمیر ہندوؤں کی ضد کی وجہ سے رکا ہوا ہے :

اب دیکھو! کشمیر کے مسئلہ میں ہندو ضد پر اڑا ہوا ہے ورنہ کشمیر کے متعلق بات طے شدہ تھی کہ جموں کشمیر کے لوگ جدھر ملنا چاہیں ان کے ساتھ مل جائیں۔ یعنی مردم شماری ہو ان کی رائے لی جائے۔ اگر وہ ہندوستان کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو ٹھیک ہے مگر اقوام متحدہ میں سب بے ایمان اکٹھے ہیں صحیح بات کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں ورنہ کہیں کہ بھئی! بات طے شدہ ہے اس پر عمل کرو۔ مگر یہ خبیث قومیں، برطانیہ، امریکہ، فرانس، جرمنی وغیرہ مسلمانوں کی ازلی دشمن ہیں۔ مسلمانوں کو مار پڑے تو یہ خوشی سے بھنگڑے ڈالتے ہیں۔ بوسنیا میں مسلمانوں پر ظلم ہو رہا ہے، فلسطینیوں کیساتھ زیادتی ہو رہی ہے، کشمیر میں مسلمانوں پر مظالم ڈھائے جا رہے ہیں اور یہ خبیث قومیں ناچ رہی ہیں۔ ان کا واحد حل یہ ہے کہ ان کے مقابلے میں کوئی قوت ہو جو ان کی گردن مروڑ دے مگر مسلمان تتر بتر ہیں منتشر ہیں اگر آج بھی یہ اکٹھے ہو جائیں تو یہ بہت بڑی طاقت ہیں ان کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ مگر ان خبیث قوموں نے ان کے ایسے ذہن بگاڑ دیئے ہیں مسلمان حکمران ایک دوسرے کو نفرت سے دیکھتے ہیں اور ان کو دین سے دور اور متنفر کر دیا ہے۔ کل میں نے اخبار میں ایک وزیر کا بیان پڑھا کہ ہم نے ان مولویوں کو شکست دی ہے یا نہیں۔ یہ کہتے ہیں پتنگیں نہ اڑاؤ یہ فضول خرچی ہے۔ یہ ہمیں کھیلوں سے روکتے ہیں ہم نے پتنگ میلہ منا کر مولویوں کو شکست دی ہے۔ پرویز مشرف نے بھی یہی کچھ کہا کہ مولوی کون ہوتا ہے کھیلوں سے روکنے والا۔ یہ ان کی ذہنیت ہے۔ کوئی اچھی بات کہو تو ان کو گولی کی طرح لگتی ہے۔ بری باتوں کی طرف دوڑ دوڑ کر جاتے ہیں۔

تو جب قوم ضد پر اڑ گئی اور ہود علیہ السلام ان کے ایمان لانے سے ناامید ہو گئے تو

قَالَ فرمایا رَبِّ انۡصُرۡنِیۡ بِمَا كَذَّبُوۡنِ اے میرے رب میری مدد فرما اس لیے کہ انہوں نے مجھے جھٹلا دیا ہے قَالَ رب تعالیٰ نے فرمایا عَمَّا قَلِيۡلٍ تھوڑے سے وقت کے بعد لَّيُصۡبِحُنَّ نٰدِمِيۡنَ البتہ ضرور ہو جائیں گے یہ پشیمان۔ جب عذاب آئے گا تو یہ کیے پر شرمندہ ہونگے واویلا کریں گے لیکن اس وقت اس واویلے کا فائدہ نہیں ہوگا۔ پھر کیا ہوا؟ فَاَخَذَتۡهُمُ الصَّيۡحَةُ بِالۡحَقِّ پس پکڑا ان کو ایک چیخ نے حق کے ساتھ۔ یہ بڑے بڑے قدآور تھے تند و تیز ہوا نے ان کو اٹھا اٹھا کر میلوں دور پھینک دیا۔ سورہ حاقہ میں ہے كَاَنَّهُمۡ اَعۡجَازُ نَخۡلٍ خَاوِيَةٍ ''گویا کہ وہ کھجور کے تنے ہیں جو اکھاڑ کر پھینک دیئے گئے ہوں۔'' اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ان کا ایک شخص بھی نہ بچا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَجَعَلۡنٰهُمۡ غُثَآءً پس ہم نے کر دیا ان کو خس و خاشاک۔ جیسے تنکے وغیرہ کہ جن کو سیلاب بہا کر لے جاتا ہے فَبُعۡدًا لِّلۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَ پس دوری ہے رب تعالیٰ کی رحمت سے ظالم قوم کے لیے۔ یہ دوسری قوم ہے آگے اور قوموں کا ذکر آئے گا۔

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِیْنَ ﴿۴۲﴾ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَ مَا یَسْتَاْخِرُوْنَ ﴿۴۳﴾ ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ؕ كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّ جَعَلْنٰهُمْ اَحَادِیْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۴﴾ ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی وَ اَخَاهُ هٰرُوْنَ ۙ۬ بِاٰیٰتِنَا وَ سُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ﴿۴۵﴾ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۠ئِهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَ كَانُوْا قَوْمًا عَالِیْنَ ﴿۴۶﴾ فَقَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَیْنِ مِثْلِنَا وَ قَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ﴿۴۷﴾ فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِیْنَ ﴿۴۸﴾ وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ یَهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَ جَعَلْنَا ابْنَ مَرْیَمَ وَ اُمَّهٗۤ اٰیَةً وَّ اٰوَیْنٰهُمَاۤ اِلٰی رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّ مَعِیْنٍ ﴿۵۰﴾ ع ۳

ثُمَّ اَنْشَاْنَا پھر ہم نے پیدا کیں مِنْۢ بَعْدِهِمْ ان کے بعد قُرُوْنًا اٰخَرِیْنَ دوسری جماعتیں مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ نہیں آگے ہوئی کوئی امت اَجَلَهَا اپنی اجل اور میعاد سے وَ مَا یَسْتَاْخِرُوْنَ اور نہ پیچھے ہوئی ہے ثُمَّ اَرْسَلْنَا پھر بھیجے ہم نے رُسُلَنَا اپنے رسول تَتْرَا لگاتار كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً جب کبھی آیا کسی امت کے پاس رَّسُوْلُهَا ان کا رسول كَذَّبُوْهُ انہوں نے اس کو جھٹلا دیا فَاَتْبَعْنَا پس ہم نے پیچھے لگایا بَعْضَهُمْ بَعْضًا ان کے بعض کو بعض کے وَّ جَعَلْنٰهُمْ اور ہم نے کیا ان کو اَحَادِیْثَ قصے کہانیاں فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ پس دوری ہے اس قوم کے

لیے لَّا یُؤْمِنُوْنَ جو ایمان نہیں لاتی ثُمَّ اَرْسَلْنَا پھر ہم نے بھیجا مُوْسٰی وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ موسیٰ اور ان کے بھائی ہارون علیہ السلام کو بِاٰیٰتِنَا اپنی نشانیوں کے ساتھ وَسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ اور کھلی سند کے ساتھ اِلٰی فِرْعَوْنَ فرعون کی طرف وَمَلَا۟ئِهٖ اور اس کی جماعت کی طرف فَاسْتَكْبَرُوْا پس انہوں نے تکبر کیا وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِیْنَ اور تھی وہ قوم سرکشی کرنے والی فَقَالُوْٓا پس انہوں نے کہا اَنُؤْمِنُ کیا ہم ایمان لائیں لِبَشَرَیْنِ مِثْلِنَا دو انسانوں پر جو ہمارے جیسے ہیں وَقَوْمُهُمَا اور ان کی قوم لَنَا عٰبِدُوْنَ ہمارے غلام ہیں فَكَذَّبُوْهُمَا پس انہوں نے جھٹلایا ان دونوں کو فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِیْنَ پس ہو گئے وہ ہلاک کیے ہوؤں میں سے وَلَقَدْ اٰتَیْنَا اور البتہ تحقیق دی ہم نے مُوْسَی موسیٰ علیہ السلام کو الْكِتٰبَ کتاب لَعَلَّهُمْ یَهْتَدُوْنَ تا کہ وہ ہدایت پائیں وَجَعَلْنَا اور بنایا ہم نے اِبْنَ مَرْیَمَ مریم کے بیٹے کو علیہما السلام وَاُمَّهٗٓ اور اس کی ماں کو اٰیَةً نشانی وَّاٰوَیْنٰهُمَآ اور ہم نے ان دونوں کو ٹھکانا دیا اِلٰی رَبْوَةٍ اونچی جگہ کی طرف ذَاتِ قَرَارٍ جو ٹھہرنے والی جگہ تھی وَّ مَعِیْنٍ اور ستھرے پانی والی۔

گزشتہ رکوع میں آپ حضرات نے حضرت ہود علیہ السلام اور ان کی قوم کا واقعہ سنا کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے ان کو توحید کا سبق دیا۔ رسالت کا سبق دیا اور فرمایا کہ قیامت پر یقین رکھو۔ لیکن قوم نے کہا کہ آپ ہمارے جیسے انسان ہیں ہماری طرح کھاتے پیتے ہیں ہم آپ پر ایمان لانے کے لیے تیار نہیں ہیں اور کوئی قیامت نہیں ہے ہمیں دوبارہ نہیں اٹھایا جائے گا۔ آپ نے سب اللہ تعالیٰ پر افترا باندھا ہے اور یہ شوشہ بھی چھوڑا کہ ہم پر اپنی

فضیلت جتلانا چاہتا ہے۔ پھر ان کی اس نافرمانی کا انجام بھی بیان ہوا۔ اب آگے اور قوموں کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ثُمَّ اَنشَأنَا مِنۢ بَعدِهِم پھر ہم نے پیدا کیں ہود علیہ السلام کی قوم کے بعد قُرُونًا اٰخَرِينَ دوسری جماعتیں۔ صالح علیہ السلام کی قوم، لوط علیہ السلام کی قوم، شعیب علیہ السلام کی قوم اور تبع وغیرہ جن کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔ فرمایا مَا تَسبِقُ مِن اُمَّةٍ اَجَلَهَا نہیں آگے ہوئی کوئی امت اپنی میعاد سے۔ جو وقت اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ فلاں قوم فلاں وقت تباہ ہوگی وہ اس سے پہلے تباہ نہیں ہوئی وَمَا يَستَاخِرُونَ اور نہ پیچھے ہوئی ہے۔ جو وقت اللہ تعالیٰ نے اس کی تباہی کا لکھا تھا اسی وقت ہوئی اس سے موخر نہیں ہوئی ثُمَّ اَرسَلنَا رُسُلَنَا تَترَا پھر بھیجے ہم نے اپنے رسول لگاتار۔ تَترَا اصل میں وَترَا ہے۔ وَتر کے معنیٰ ہیں لگاتار۔ اسی تترا کے لفظ سے متواتر ہے۔ واؤ کو تا کے ساتھ بدل دیا۔ معنیٰ ہوگا ہم نے تسلسل کیساتھ پیغمبر بھیجے اور بیک وقت بھی کئی پیغمبر تشریف لائے ہیں۔

ایک دن میں تینتالیس پیغمبر قتل کیے گئے :

حدیث پاک میں آتا ہے اور تمام تفسیروں میں لکھا ہوا ہے کہ ایک علاقے میں مختلف قومیں رہتی تھیں ان کی طرف اللہ تعالیٰ نے تینتالیس پیغمبر بھیجے۔ اس کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے دو قوموں کی طرف ایک پیغمبر بھیجا گیا ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے ہر قوم کی طرف الگ الگ پیغمبر بھیجا گیا ہو۔ لیکن قوموں نے پیغمبروں کے خلاف سازش کی کہ انہوں نے ہمارا سکھ چین برباد کر دیا ہے۔ دن کو بھی یہی رٹ يٰقَومِ اعبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُم مِن اِلٰهٍ غَيرُهٗ اور رات کو بھی یہی رٹ۔ خوشی غمی کے موقع پر بھی یہی تقریر لہٰذا ان کا علاج کرو۔ چنانچہ

انہوں نے صبح سے لے کر دو پہر تک تینتالیس پیغمبر شہید کیے اور ایک سو ستر ان کے ساتھی شہید کیے جو ان کی حمایت کے لیے کھڑے ہوئے تھے۔ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّنَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّ يَقْتُلُونَ الَّذِيْنَ يَأْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ [آل عمران:۲۱] ''اور قتل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے نبیوں کو ناحق اور قتل کرتے ہیں ان لوگوں کو جو حکم دیتے ہیں لوگوں کو انصاف کا لوگوں میں سے۔'' كُلَّمَا جَآءَ أُمَّةً رَّسُوْلُهَا جب کبھی آیا کسی امت کے پاس ان کا رسول كَذَّبُوْهُ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو جھٹلا دیا ایسی بد بخت قومیں بھی تھیں کہ ایک آدمی نے بھی پیغمبر کا ساتھ نہیں دیا۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کے دربار میں ایسے پیغمبر بھی آئیں گے کہ ان کے ساتھ پانچ امتی ہونگے اور ایسے بھی ہوں گے جن کے ساتھ چار آدمی ہونگے، ایسے پیغمبر بھی ہونگے جن کے ساتھ تین امتی ہونگے اور ایسے بھی ہونگے جن کے ساتھ دو امتی ہونگے اور ایسے پیغمبر بھی ہونگے وَيَجِيءُ النَّبِيُّ وَلَيْسَ مَعَهُ اَحَدٌ ''اکیلا پیغمبر آئے گا اس کے ساتھ ایک آدمی بھی نہیں ہوگا۔'' اس سے اندازہ لگاؤ کہ ایمان لانا اور توحید قبول کرنا کتنا مشکل ہے۔ لوگوں کی رسمیں، خرافات اور خانہ ساز عقائد ہیں کہ ان سے نکلنا مشکل ہے۔ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا پس ہم نے پیچھے لگایا ان کے بعض کو بعض کے۔ ایک مجرم قوم کے پیچھے دوسری قوم کو لگا دیا یعنی ایک قوم کو تباہ کیا پھر دوسری قوم نے تکذیب کی ان کو تباہ کیا پھر تیسری قوم نے تکذیب کی ان کو تباہ کیا، پھر چوتھی قوم نے تکذیب کی ان کو تباہ کیا۔ مثلاً نوح علیہ السلام کی قوم تباہ ہوئی پھر ہود علیہ السلام کی قوم تباہ ہوئی پھر صالح علیہ السلام کی قوم تباہ ہوئی پھر لوط علیہ السلام کی قوم تباہ ہوئی پھر شعیب علیہ السلام کی قوم تباہ ہوئی۔ اس طرح تسلسل کیساتھ سلسلہ چلتا رہا وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ۔ اَحَادِيْث اُحْدُوْثَه کی جمع ہے۔ اُحْدُوْثَه کا

معنیٰ ہے کہانی۔ معنیٰ ہوگا اور بنا دیا ہم نے ان کو قصے کہانیاں۔ ان قوموں کے وجود تو ختم ہو گئے قصے کہانیاں رہ گئیں کہ ایک قوم یہاں رہتی تھی وہ ایسی ایسی تھی۔ احادیث، حادیث کی جمع بھی آتی ہے مگر خلاف قیاس۔ اصل میں اُحدُوثَہ کی جمع ہے۔ فَبُعدًا لِقَومٍ لَا یُؤمِنُونَ پس رب تعالیٰ کی رحمت سے دوری ہوئی اس قوم کے لیے جو ایمان نہیں لائی۔ دنیا میں تباہ ہوئی آخرت کا عذاب علیحدہ ہے۔ ثُمَّ اَرسَلنَا پھر ہم نے بھیجا مُوسٰی وَاَخَاہُ ھٰرُونَ موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی ہارون علیہ السلام کو۔ دونوں حقیقی بھائی تھے۔ ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام سے تین سال بڑے تھے مگر درجہ موسیٰ علیہ السلام کا بڑا تھا بِاٰیٰتِنَا ہم نے اپنی نشانیاں دے کر بھیجا۔ قرآن پاک میں نو نشانیاں بیان ہوئی ہیں۔ ان میں سے ایک عصا مبارک تھا کہ لاٹھی پھینکتے تھے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اژدھا بن جاتا تھا جو جادوگروں کی تمام لاٹھیوں کو نگل گیا تھا۔ ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالتے تھے تو سورج کی طرح چمکتا تھا وَسُلطٰنٍ مُّبِینٍ اور کھلی سند جس کے ذریعے موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں پر غلبہ حاصل کیا تھا۔

پہلے تم تفصیل کے ساتھ سن چکے ہو کہ مقابلے میں تقریباً بہتر ہزار جادوگر تھے اور ہر ہر جادوگر نے دو دو سانپ نکالے۔ جب ایک لاکھ چوالیس ہزار سانپ میدان میں آئے نعرے پر نعرے لگنے شروع ہو گئے، فرعون زندہ باد۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب عصا مبارک ڈالا تو وہ اژدھا بن گیا اور ان کے ایک لاکھ چوالیس ہزار سانپوں کو ایسا چگ گیا جیسے مرغی دانے چگتی ہے۔ جادوگر حقیقت کو سمجھ گئے فوراً سجدے میں گر کر کہنے لگے اٰمَنَّا بِرَبِّ ھٰرُونَ وَمُوسٰی "ہم ہارون علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے رب پر ایمان لائے۔" سارے جادوگر ایمان لے آئے اب انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ فرعون بھی ہار مان

کر ایمان لے آتا کیونکہ وکیل ہار گئے ہیں۔لیکن اقتدار بڑی بری چیز ہے الا ماشاء اللہ۔
فرعون نے کہا اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ [شعراء:۴۹] ''تم اس پر ایمان لائے ہو میری اجازت سے پہلے۔'' میں تمہیں سولی پر لٹکاؤں گا۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور مشہور تابعی عبید بن عمیرؒ فرماتے ہیں کہ وہ جو ابھی موسیٰ علیہ السلام کے صحابی بنے تھے سولی پر لٹکنے کیلئے لائن لگی ہوئی تھی اور ہر آدمی سولی پر لٹکنے کے لیے دوڑتا ہوا آتا تھا کہ اب میری باری ہے۔ایک دوسرے سے آگے بڑھتے تھے جیسے ہم چینی لینے کے لیے آگے بڑھتے ہیں۔ستر آدمی جب سولی پر چڑھ گئے تو فرعون گھبرا گیا کہ اگر سب کو سولی پر لٹکا دیا تو پچھلے مجھے نہیں چھوڑیں گے۔تو یہ کہہ کر باقیوں کو چھوڑ دیا کہ ان کو پھر سولی پر لٹکائیں گے۔تو کھلی سند سے مراد عصا مبارک ہے اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ بھیجا ہم نے فرعون اور اس کی جماعت کی طرف فَاسْتَكْبَرُوْا پس انہوں نے تکبر کیا وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ اور تھی وہ قوم سرکشی کرنے والی فَقَالُوْٓا پس فرعون اور اس کی جماعت نے کہا۔سنوان کا جواب اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا کیا ہم ایمان لائیں دو انسانوں پر جو ہمارے جیسے ہیں۔نبی کی بشریت کے انکار والی بات کسی قوم نے نہیں چھوڑی۔ہم جیسے بشر ہیں ان پر ایمان لائیں؟اور پھر وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ اور ان کی قوم بنی اسرائیل ہماری غلام ہے، یہ غلام ہو کر نبی بن گیا۔کیونکہ فرعونیوں نے بنی اسرائیل کو غلام بنایا ہوا تھا۔کھیتی باڑی سے لے کر کپڑے دھونے تک ان سے کام لیتے تھے فَكَذَّبُوْهُمَا پس انہوں نے ان دونوں کو جھٹلایا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ پس ہو گئے وہ فرعون اور اس کی جماعت ہلاک کیے ہوؤں میں سے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی :

اللہ تعالیٰ نے سب کو بحر قلزم میں غرق کر دیا۔ جو اپنے آپ کو رب الاعلیٰ کہتا تھا اس کا یہ حشر ہوا۔ غرق ہوتے ہوئے اس نے بڑا شور کیا اللہ تعالیٰ نے اس کی لاش نکال کر باہر پھینک دی اور آج تک مصر کے عجائب گھر میں پورے طور پر موجود ہے۔ کبھی کبھی اس کا فوٹو اخبار میں آجاتا ہے جسکو دیکھ کر انسان حیران ہوتا ہے کہ یہ تھا جو اپنے آپ کو رب الاعلیٰ کہتا تھا؟ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ اور البتہ تحقیق دی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب تورات۔ کیوں دی؟ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ تاکہ وہ ہدایت حاصل کریں وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗۤ اٰيَةً اور بنایا ہم نے مریم علیہا السلام کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام کو اور اس کی والدہ کو نشانی۔ نشانی یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے اور مریم علیہا السلام کو بغیر خاوند کے بچہ دیا حالانکہ عالم اسباب میں رب تعالیٰ نے نظام بنایا ہے کہ ماں باپ کے ذریعے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ جب فرشتے نے آکر کہا کہ میں تمہیں ایک لڑکے کی خوشخبری دیتا ہوں تو حضرت مریم علیہا السلام نے کہا وَلَمْ يَمْسَسْنِىْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا [مریم :۲۰] ''نہ جائز طریقے سے کوئی مرد میرے قریب آیا ہے اور نہ میں بدکار ہوں۔'' میرے ہاں بچہ کیسے ہوگا؟ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ [آل عمران:۴۷] ''اسی طرح اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے۔'' رب تعالیٰ کے لیے کوئی کام مشکل نہیں ہے۔ نجران کے عیسائیوں نے ۹ ھ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ علمی بحث کی اور ہار گئے۔ انہوں نے اس میں یہ شوشہ بھی چھوڑا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باپ کوئی نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کو بھی باپ نہیں مانتے تو پھر بتلاؤ ان کا باپ کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کے اندر فرمایا اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ [آل عمران:۵۹] ''عیسیٰ علیہ

السلام کی مثال اللہ تعالیٰ کے ہاں ایسے ہی ہے جیسا کہ آدم علیہ السلام کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا فرمایا۔'' نہ ان کا باپ نہ ماں۔ اگر کسی کے ظاہری طور پر ماں باپ نہ ہوں تو اس کا مطلب یہ تھوڑا ہے کہ اس کا ماں باپ اللہ تعالیٰ ہے معاذ اللہ تعالیٰ۔ تو پھر کہو آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور ہم سب اللہ تعالیٰ کے پوتے ہیں۔ تو عیسیٰ علیہ السلام کے ظاہری باپ نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے اللہ تعالیٰ ان کے باپ ہیں۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے جس طرح چاہے پیدا کرے۔ لیکن عیسائی ہیں کہ اس غلط عقیدے پر ڈٹے ہوئے ہیں۔

پچھلے دنوں قومی اسمبلی میں اقلیتی ممبر جے، سالک عیسائی نے تقریر شروع کرنے سے پہلے کہا کہ میں شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ اور اس کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام کے نام کے ساتھ۔ سارے ممبر گونگے ہو کے بیٹھے رہے۔ میرے شاگرد مولوی عبد الرحیم صاحب چترال سے قومی اسمبلی کے ممبر ہیں نے کہا کہ تم یہاں اپنی عیسائیت پھیلاتے ہو۔ اس پر امریکہ ان کے پیچھے لگا ہوا ہے کہ اقلیتوں کو جینے نہیں دیتے۔ وہاں سب کو بولنا چاہیے تھا کہ ہم سب مسلمان ہیں اور یہ مسلمانوں کی اسمبلی ہے یہاں اسلام کے خلاف بات کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ تم اقلیت کی نمائندگی کرو اپنے مذہب کی تبلیغ نہ کرو۔ مگر ایک مولوی کے سوا کوئی نہیں بولا۔ تو فرمایا کہ ہم نے ابن مریم اور مریم علیہما السلام کو نشانی بنایا وَّاٰوَیْنٰهُمَآ اِلٰی رَبْوَةٍ اور ہم نے ان دونوں کو ٹھکانا دیا اونچی جگہ کی طرف۔ اسی ربوہ کے لفظ سے قادیانی دجالوں نے اپنی جگہ کا نام ربوہ رکھا ہے۔ تاکہ آنے والی نسلوں کو دھوکا دیا جا سکے کہ وہ مسیح موعود یہی قادیانی ہے۔ کتنی دجال قومیں ہیں۔ (الحمد للہ! مولانا منظور احمد چنیوٹی کی محنت کے ثمرہ میں اسمبلی نے اس کا نام تبدیل کر دیا ہے اور اب اس جگہ کا نام

چناب نگر ہے۔مرتب) ذَاتَ قَرَارٍ وَّ مَعِیْنٍ وہ اونچی جگہ ٹھہرنے والی جگہ تھی اور ستھرے پانی والی ٹھنڈی جگہ تھی کیونکہ وہ جگہ بیت المقدس سطح سمندر سے پانچ ہزار فٹ کی بلندی پر ہے۔

۞ ۞ ۞

يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝۵۱ۭ وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ۝۵۲ فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ۭ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝۵۳ فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ ۝۵۴ اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ۝۵۵ۙ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۝۵۶ اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ۝۵۷ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ۝۵۸ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ ۝۵۹ۙ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ۝۶۰ۙ اُولٰۗىِٕكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ۝۶۱ وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝۶۲

يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ اے رسولو كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ کھاؤ پاکیزہ چیزوں سے وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اور عمل کرو اچھے اِنِّىْ بے شک میں بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ جو کچھ تم کرتے ہو جاننے والا ہوں وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اور بے شک یہ تمہارا دین اُمَّةً وَّاحِدَةً ایک ہی دین ہے وَّاَنَا رَبُّكُمْ اور میں تمہارا رب ہوں فَاتَّقُوْنِ پس مجھ سے ڈرو فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ پھر پھوٹ ڈال کر کرلیا اپنا کام بَيْنَهُمْ زُبُرًا آپس میں ٹکڑے ٹکڑے كُلُّ حِزْبٍ ہر گروہ بِمَا لَدَيْهِمْ جو کچھ

ان کے پاس ہے فَرِحُوْنَ اس پر خوش ہونے والے ہیں فَذَرْهُمْ پس چھوڑ دیں ان کو فِیْ غَمْرَتِهِمْ ان کی بے ہوشی میں حَتّٰی حِیْنٍ ایک وقت تک اَیَحْسَبُوْنَ کیا وہ گمان کرتے ہیں اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ بے شک یہ جو کچھ ہم ان کی مدد کر رہے ہیں مِنْ مَّالٍ مال سے وَّ بَنِیْنَ اور اولاد سے نُسَارِعُ لَهُمْ ہم ان کے لیے جلدی کرتے ہیں فِی الْخَیْرٰتِ بھلائیوں میں بَلْ لَا یَشْعُرُوْنَ بلکہ وہ شعور نہیں رکھتے اِنَّ الَّذِیْنَ بیشک وہ لوگ هُمْ وہ مِّنْ خَشْیَةِ رَبِّهِمْ اپنے رب کے خوف سے مُّشْفِقُوْنَ ڈرنے والے ہیں وَالَّذِیْنَ هُمْ اور وہ لوگ بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ اپنے رب کی آیتوں پر یُؤْمِنُوْنَ ایمان رکھتے ہیں وَالَّذِیْنَ هُمْ اور وہ لوگ بِرَبِّهِمْ لَا یُشْرِكُوْنَ اپنے رب کے ساتھ شریک نہیں کرتے وَالَّذِیْنَ اور وہ لوگ یُؤْتُوْنَ مَآ دیتے ہیں جو چیز اٰتَوْا وہ دیتے ہیں وَّقُلُوْبُهُمْ اور دل ان کے وَجِلَةٌ ڈرنے والے ہیں اَنَّهُمْ اِلٰی رَبِّهِمْ بے شک وہ اپنے رب کی طرف ہی رٰجِعُوْنَ لوٹنے والے ہیں اُولٰٓئِكَ یہی لوگ ہیں یُسَارِعُوْنَ جو جلدی کرتے ہیں فِی الْخَیْرٰتِ بھلائیوں میں وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ اور وہ اس کے لیے آگے بڑھنے والے ہوتے ہیں وَ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اور ہم نہیں تکلیف دیتے کسی نفس کو۔ اِلَّا وُسْعَهَا مگر اس کی طاقت کے مطابق وَلَدَیْنَا كِتٰبٌ اور ہمارے پاس کتاب ہے یَّنْطِقُ بِالْحَقِّ جو بولتی ہے حق کے ساتھ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

اس سے پہلی آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ہارون علیہ السلام،

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر تھا۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے بندے، اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے، انسان تھے۔ انسانی لوازمات سارے ان کے ساتھ تھے، کھاتے تھے، پیتے تھے۔ اسی کا حکم اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔

تمام پیغمبروں اور مومنوں کو اکلِ حلال کا حکم ہے :

یٰۤاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اے رسولو! کھاؤ پاکیزہ چیزوں سے اور عمل کرو اچھے۔ تمام پیغمبروں کے دین میں یہی ایک ہی حکم رہا ہے۔ حلال کھانا حلال طریقے سے کما کر اور یہی حکم تمام مومنوں کو ہے۔ سورہ طٰہٰ آیت نمبر ۸۱ میں ہے كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ "جو ہم نے تمہیں روزی دی ہے اس میں سے طیب چیزیں کھاؤ۔" حلال بھی ہوں اور طیب بھی ہوں۔ حلال وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہے اور آنحضرت ﷺ نے بیان فرمایا ہے۔ اور طیب وہ ہے کہ اس میں کسی کا حق نہ ہو۔ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے اِنَّ اللّٰهَ طَیِّبٌ لَا یَقْبَلُ اِلَّا طَیِّبًا "اللہ تعالیٰ خود پاک ہے اور وہ صرف پاک چیز کو ہی قبول کرتا ہے۔" حرام مال کا صدقہ خیرات بھی قبول نہیں ہوتا۔ امام حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ کاش مجھے خالص حلال روزی نصیب ہو تو میں اسے ہسپتالوں میں بیماروں میں تقسیم کر دوں۔ کیونکہ حلال خوراک میں اللہ تعالیٰ نے شفا رکھی ہے۔ فرمایا اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ بے شک میں جو کچھ تم کرتے ہو جاننے والا ہوں۔ یعنی یہ بات تمہیں ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ تمام کھلے اور چھپے احوال سے باخبر ہے اسی کے مطابق ہر ایک سے معاملہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً اور بیشک یہ تمہارا دین ایک ہی دین ہے۔ اصول کے اعتبار سے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا دین وملت ایک اور سب کا خدا بھی ایک ہے جس کی نافرمانی سے ہمیشہ

ڈرتے رہنا چاہیے۔فرمایا وَّاَنَا رَبُّكُمۡ فَاتَّقُوۡنِ اور میں تمہارا رب ہوں پس مجھ سے ڈرو میری نافرمانی سے بچتے رہو۔اللہ تعالیٰ نے سارے نبیوں کو یہی حکم دیا اپنے اپنے دور میں مگر بعد میں آنے والے لوگوں کی حالت یہ ہوئی فَتَقَطَّعُوۡۤا اَمۡرَهُمۡ بَيۡنَهُمۡ زُبُرًا پھر پھوٹ ڈال کر کرلیا اپنا کام آپس میں ٹکڑے ٹکڑے۔دین کے بنیادی عقائد کو ترک کر دیا، عقائد خراب کر لیے اور اپنی خواہشات کے مطابق عقیدے بنا لیے، گروہ بندی کر دی، اسلام کے بنیادی اصولوں کو غلط معانی پہنا دیئے اور غلط عقیدے بنا لیے۔اچھے اعمال کو چھوڑ کر غلط رسومات کو اختیار کر لیا، جھوٹے عقائد اور غلط رسومات کو دین سمجھا اور فرقہ بندی کے باوجود كُلُّ حِزۡبٍۢ بِمَا لَدَيۡهِمۡ فَرِحُوۡنَ ہر گروہ جو ان کے پاس ہے اس پر خوش ہونے والے ہیں کہ وہ ٹھیک راستے پر چل رہے ہیں۔سمجھتے ہیں کہ ہم ہی حق پر ہیں اور ہماری ہی راہ سیدھی ہے۔

بگاڑ سے مراد بنیادی عقائد کا بگاڑ ہے :

یہاں ایک بات سمجھ لیں کہ اس بگاڑ سے دین کے بنیادی عقائد کا بگاڑ مراد ہے فروعات مراد نہیں ہیں۔فروعات میں اختلاف کی گنجائش ہوتی ہے۔چنانچہ مشہور مذاہب اربعہ یا محدثین میں جو اختلاف پایا جاتا ہے وہ فرقہ بندی میں داخل نہیں ہے یہ سب لوگ ہدایت پر ہیں۔ہاں عقائد، رسومات اور اعمال میں گڑبڑ ہو تو یہ فرقہ بندی اور گمراہی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَذَرۡهُمۡ فِىۡ غَمۡرَتِهِمۡ حَتّٰى حِيۡنٍ پس چھوڑ دیں ان کو ان کی بے ہوشی میں ایک وقت تک۔ان لوگوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کی متفقہ ہدایات میں رخنے ڈال کر الگ الگ فرقے بنا لیے ہیں اور ہر فرقہ اپنے ہی عقائد و خیالات پر ڈٹا ہوا ہے اور کسی طرح اپنے غلط عقائد اور نظریات کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہے خواہ کتنی ہی

نصیحت کریں۔ اللہ تعالیٰ کا کلام سنائیں لہٰذا آپ بھی زیادہ پریشان نہ ہوں اور ان کے غم میں نہ پڑیں ان کو مہلت دیں کہ اپنی غفلت اور جہالت کے نشے میں ڈوبے رہیں یہاں تک کہ وہ گھڑی آپہنچے کہ ان کی آنکھ کھلے تو موت یا عذابِ الٰہی ان کے سر پر کھڑا ہو۔ اَیَحۡسَبُوۡنَ اَنَّمَا نُمِدُّھُمۡ بِہٖ مِنۡ مَّالٍ وَّ بَنِیۡنَ کیا یہ لوگ گمان کر رہے ہیں کہ ہم ان کی مال واولاد کی صورت میں جو مدد کر رہے ہیں نُسَارِعُ لَھُمۡ فِی الۡخَیۡرٰتِ ہم ان کے لیے جلدی کرتے ہیں بھلائیوں میں۔ جب نافرمانی کے باوجود اللہ تعالیٰ کسی کو مال واولاد میں برکت دیتا تو وہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہے حالانکہ یہ اس کی خام خیالی ہے سَنَسۡتَدۡرِجُھُمۡ مِّنۡ حَیۡثُ لَا یَعۡلَمُوۡنَ [قلم:۴۴] ''ہم بھی ان کو سیڑھی سیڑھی اتاریں گے جہاں سے ان کو پتا بھی نہیں۔'' یعنی ہم ان کو ایسے طریقے سے پکڑیں گے کہ انہیں خبر بھی نہیں ہوگی وَاُمۡلِیۡ لَھُمۡ ''ہم ان کو مہلت دیتے ہیں اِنَّ کَیۡدِیۡ مَتِیۡنٌ اور میری تدبیر بڑی قوی ہے۔'' اگر اس زندگی میں بچ بھی گیا تو آئندہ زندگی میں ضرور گرفت ہوگی۔ یہ لوگ غلط عقائد کو اپنائے ہوئے اور ان پر ڈٹے ہوئے ہیں اور سمجھ رہے ہیں کہ ہم ٹھیک راستے پر جا رہے ہیں۔ نہیں! بَلۡ لَّا یَشۡعُرُوۡنَ بلکہ ان کو تو شعور بھی نہیں ہے کہ یہ مہلت ہمیں کس وجہ سے مل رہی ہے۔

مومنوں کی بعض صفات کا ذکر :

آگے اللہ تعالیٰ نافرمانوں کے مقابلے میں ایمان والوں کی بعض صفتیں بیان فرماتے ہیں اِنَّ الَّذِیۡنَ ھُمۡ مِّنۡ خَشۡیَۃِ رَبِّھِمۡ مُّشۡفِقُوۡنَ بے شک وہ لوگ جو اپنے رب کے خوف سے ڈرنے والے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ ہو جائے جس کی وجہ سے گرفت ہو جائے وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناقدری نہیں کرتے بلکہ ہر نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر

ادا کرتے ہیں وَالَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ یُؤْمِنُوْنَ اور وہ اپنے رب کی آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔ وہ معجزات کو مانتے ہیں، قدرت کی نشانیوں کو مانتے ہیں، تکوینی اور شرعی نشانیوں پر ایمان رکھتے ہیں، احکامات، کتب سماویہ پر ایمان رکھتے ہیں کہ برحق ہیں اور انہی کے اتباع میں زندگی گزارتے ہیں۔ اللہ کے بندوں کی تیسری خصلت یہ ہے وَالَّذِیْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا یُشْرِكُوْنَ وہ اپنے رب کے ساتھ شرک نہیں کرتے۔ نہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں کسی کو شریک بناتے ہیں اور نہ صفات میں، نہ عبادت میں کسی کو شریک بناتے ہیں۔ ان کو یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مشکل کشا، حاجت روا، فریادرس، نہیں ہے، نہ کوئی دستگیر ہے، سارے اختیارات اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں خدائی اختیار اس نے کسی کو نہیں دیا وہ خالص ایمان اور توحید پر قائم ہیں وَالَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا اور وہ لوگ دیتے ہیں جو چیز وہ دیتے ہیں۔ صدقہ خیرات کرتے ہیں یا کوئی بھی نیک عمل کرتے ہیں وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اور دل ان کے ڈرنے والے ہیں کہ معلوم نہیں ہمارا صدقہ خیرات اور نیک عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول ہوا ہے یا نہیں؟ وہ اپنے عمل پر مغرور نہیں ہوتے اَنَّهُمْ اِلٰی رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ بے شک وہ اپنے رب کی طرف ہی لوٹنے والے ہیں۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا کہ حضرت! کیا یُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا میں ہر اچھا برا عمل شامل ہے؟ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا یَا بِنْتَ صِدِّیْق "اے صدیق ؓ کی بیٹی! اس سے برائی کے کام، چوری، ڈاکا، زنا وغیرہ مراد نہیں ہیں۔ بلکہ صرف نیکی کے کام مراد ہیں۔" یعنی یہ ایسے لوگ ہیں کہ نماز، روزہ، صدقہ خیرات کا کام کرنے کے باوجود وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں کہ معلوم نہیں کہ ہماری نیکی قبول ہوئی ہے یا نہیں۔ اور یہ نیکی ہم نے اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق کی ہے یا نہیں اُولٰٓئِكَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ یہی

لوگ ہیں جو جلدی کرتے ہیں بھلائیوں میں۔ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کرتے ہیں وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ اور وہ اس کے لیے آگے بڑھنے والے ہوتے ہیں۔وہ نیکی کے کاموں میں آگے بڑھنے والے ہوتے ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا اور ہم نہیں تکلیف دیتے کسی نفس کو مگر اس کی طاقت کے مطابق۔اللہ تعالیٰ نے جو احکامات اپنے بندوں کو دیئے ہیں وہ ایسے مشکل نہیں ہیں جو انسانی طاقت سے باہر ہوں اور انسان ان کو کر نہ سکے۔پھر یہ سہولت بھی رکھی ہے کہ اگر نماز کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتا تو بیٹھ کر پڑھ لے،اگر بیٹھ کر بھی نہیں پڑھ سکتا تو اشارے سے پڑھ لے۔جس کے پاس پیسے نہیں ہیں اس پر زکوۃ نہیں ہے،جس کو آنے جانے کی استطاعت نہیں ہے اس پر حج نہیں ہے،سفر پر ہو روزہ نہ رکھو بعد میں رکھ لینا لیکن اس کے باوجود اگر لاپرواہی کرو گے بدعملی کا مظاہرہ کرو گے تو اس کا انجام خطرناک ہوگا وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ ہمارے پاس کتاب ہے ایک نوشتہ ہے جو بولتی ہے حق کے ساتھ۔جسے جزاءِ عمل کے وقت سامنے رکھ دیا جائے گا اور ہر شخص سے کہا جائے گا اِقْرَاْ كِتٰبَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا [بنی اسرائیل:۱۴] ''اپنا اعمال نامہ پڑھ کافی ہے تیرا نفس آج کے دن محاسبہ کرنے والا تیرے اوپر۔'' انسان اپنا اعمال نامہ خود پڑھے گا اور کہے گا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّ لَا كَبِيْرَةً اِلَّا اَحْصٰهَا [کہف:۴۹] ''کیا ہو گیا ہے اس کتاب کو اس نے نہ کوئی چھوٹی بات چھوڑی ہے نہ بڑی مگر اس نے اس کا احاطہ کر رکھا ہے۔'' قیامت والے دن جزا سزا کا فیصلہ ہر آدمی کے اپنے اعمال کے مطابق ہوگا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا کہ گناہ تھوڑا ہو اور سزا زیادہ دی جائے یا نیکی زیادہ ہو اور بدلہ تھوڑا دیا جائے ایسا نہیں ہوگا۔

۞۞۞

بَلْ قُلُوْبُهُمْ
فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ﴿۶۳﴾ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَجْـَٔرُوْنَ﴿۶۴﴾ لَا تَجْـَٔرُوا الْيَوْمَ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ﴿۶۵﴾ قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ﴿۶۶﴾ مُسْتَكْبِرِيْنَ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ﴿۶۷﴾ اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ﴿۶۸﴾ اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ﴿۶۹﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ﴿۷۰﴾ وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ﴿۷۱﴾ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ ۖۗ وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ﴿۷۲﴾ وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴿۷۳﴾ وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ﴿۷۴﴾

بَلْ قُلُوْبُهُمْ بلکہ ان کے دل فِيْ غَمْرَةٍ غفلت میں ہیں مِّنْ هٰذَا اس چیز سے وَلَهُمْ اَعْمَالٌ اوران کے لیے عمل ہیں مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ اس کے سوا هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ جن کو وہ کرتے ہیں حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذْنَا یہاں تک کہ جب ہم پکڑتے ہیں مُتْرَفِيْهِمْ ان میں سے آسودہ حال لوگوں کو بِالْعَذَابِ عذاب

میں اِذَا ھُمْ یَجْئَرُوْنَ اچانک وہ گڑگڑاتے ہیں لَا تَجْئَرُوا الْیَوْمَ مت چلاؤ
تم آج کے دن اِنَّکُمْ مِّنَّا بے شک تم ہمارے عذاب سے لَا تُنْصَرُوْنَ مدد نہیں
کیے جاؤ گے قَدْ کَانَتْ اٰیٰتِیْ تحقیق تھیں ہماری آیتیں تُتْلٰی عَلَیْکُمْ پڑھی
جاتی تھیں تم پر فَکُنْتُمْ عَلٰی اَعْقَابِکُمْ پس تم ایڑیوں کے بل تَنْکِصُوْنَ الٹے
پھرتے تھے مُسْتَکْبِرِیْنَ تکبر کرتے ہوئے بِہٖ اس کی وجہ سے سٰمِرًا قصہ گوئی
کرنے والے تَھْجُرُوْنَ چھوڑتے تھے اَفَلَمْ یَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ کیا پس انہوں
نے غور نہیں کیا اس بات میں اَمْ جَآءَ ھُمْ یا آئی ان کے پاس مَّا لَمْ یَاْتِ وہ
بات جو نہیں آئی اٰبَآءَ ھُمُ الْاَوَّلِیْنَ ان کے پہلے آباؤ اجداد کے پاس اَمْ لَمْ
یَعْرِفُوْا رَسُوْلَھُمْ یا انہوں نے نہیں پہچانا اپنے رسول کو فَھُمْ لَہٗ مُنْکِرُوْنَ پس
وہ اس کا انکار کرتے ہیں اَمْ یَقُوْلُوْنَ یا وہ کہتے ہیں بِہٖ جِنَّۃٌ اس کو جنون ہے
بَلْ جَآءَ ھُمْ بِالْحَقِّ بلکہ وہ لایا ہے ان کے پاس حق وَاَکْثَرُھُمْ لِلْحَقِّ
کٰرِھُوْنَ اور ان کے اکثر حق کو ناپسند کرتے ہیں وَلَوِاتَّبَعَ الْحَقُّ اور اگر حق
پیروی کرے اَھْوَآءَ ھُمْ ان کی خواہشات کی لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ
وَالْاَرْضُ البتہ بگڑ جائیں آسمان اور زمین وَمَنْ فِیْھِنَّ اور جو مخلوق ان میں
ہے بَلْ اَتَیْنٰھُمْ بلکہ ہم نے دیا ہے ان کو بِذِکْرِھِمْ ان کا ذکر اور نصیحت فَھُمْ
عَنْ ذِکْرِھِمْ پس وہ اپنی نصیحت سے مُّعْرِضُوْنَ اعراض کرتے ہیں اَمْ
تَسْئَلُھُمْ خَرْجًا کیا آپ ان سے سوال کرتے ہیں چندے کا فَخَرَاجُ رَبِّکَ

پس تیرے رب کا ثواب خَیْرٌ بہتر ہے وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اور بے شک آپ ان کو دعوت دیتے ہیں اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ سیدھے راستے کی طرف وَاِنَّ الَّذِيْنَ اور بے شک وہ لوگ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ نہیں ایمان لاتے آخرت پر عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ راستے سے البتہ اعراض کرتے ہیں۔

نافرمانوں کی کیفیت :

پہلے اللہ تعالیٰ نے مومنوں اور ان کے اوصاف کا ذکر فرمایا کہ وہ اپنے رب کی آیات پر ایمان لاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے نیکی کرتے ہیں تو ڈرتے ہیں شاید ہماری نیکی قبول نہ ہو، نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اب رب تعالیٰ ظالموں اور نافرمانوں کے متعلق فرماتے ہیں بَلْ قُلُوْبُهُمْ بلکہ دل ان مجرموں کے فِيْ غَمْرَةٍ غفلت میں ہیں مِّنْ هٰذَا مومنوں کے اعمال سے جو وہ کرتے ہیں کہ رب تعالیٰ کی آیات پر ایمان لاتے ہیں وغیرہ جن کا ذکر پہلے ہوا ہے۔ ظالموں اور نافرمانوں کے دل ان چیزوں سے بالکل غافل ہیں وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ اور ان ظالموں کے عمل ہیں ان کے علاوہ۔ جو مومن کرتے ہیں جن کا ذکر اوپر ہوا ہے ظالموں کے اعمال ان کے علاوہ ہیں هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ جن کو وہ کرتے ہیں۔ شرک کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہیں، نیکی کے کاموں میں سبقت نہیں کرتے حَتّٰى اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ یہاں تک کہ جب ہم پکڑتے ہیں ان میں سے آسودہ حال لوگوں کو جو مالدار اور اقتدار والے ہیں بِالْعَذَابِ عذاب میں اِذَا هُمْ يَجْـَٔرُوْنَ۔ جَئَرَ کا لفظی معنیٰ ہے گائے یا بچھڑے کا آواز کو بلند کرنا۔ معنیٰ ہوگا یہ اچانک

آوازیں نکالتے ہیں، گڑگڑاتے ہیں، فریادیں کرتے ہیں کہ واقعی ہم ظالم تھے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب آتا ہے لَا تَجْئَرُوا الْيَوْمَ آج آوازیں نہ نکالو، مت چلاؤ، آج واویلا کرنے کا کیا فائدہ اِنَّكُمْ مِنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ بے شک تم ہمارے عذاب سے مدد نہیں کیے جاؤ گے۔ ہماری گرفت سے تمہیں کوئی نہیں بچائے گا آج تمہاری مدد کرنے کے لیے کوئی تیار نہیں ہے قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِىْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ تحقیق تھیں ہماری آیتیں پڑھی جاتی تم پر، تمہارے سامنے تلاوت کی جاتی تھیں فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ پس تم ایڑیوں کے بل الٹے پھرتے ہو۔ قرآن نہیں سنتے واپس آجاتے ہو۔ اسلام کی بڑی عبادتوں میں سے قرآن کریم کا پڑھنا اور سمجھنا ہے اور اس کے مطابق عقیدہ بنانا اور عمل کرنا یہ بہت بڑی نیکیاں ہیں۔ صرف تلاوت کرو گے تو ایک حرف کی دس نیکیاں ملیں گی۔ مثلاً الف، لام، میم تین حرف ہیں اس پر تیس نیکیاں ملیں گی۔ اور جو پڑھنے کا حکم ہے وہی سننے کا حکم ہے۔ اور جو سمجھے گا اس کا ثواب بہت زیادہ ہے۔

فضیلتِ قرآن کریم :

حدیث پاک میں آتا ہے جو شخص قرآن کریم کی ایک آیت محض تلاوت کرے گا اس کو سو نفل پڑھنے کے برابر ثواب ملے گا اور جو ایک آیت کریمہ کو سمجھے گا تو ہزار نفل کے برابر ثواب ملے گا اور رمضان شریف کے مہینے میں ہر نیکی ستر گنا بڑھ جاتی ہے جو رمضان المبارک میں الم پڑھے گا اس کو دو سو دس (۲۱۰) نیکیاں ملیں گی اور جو شخص رمضان میں نفلی عبادت کرے گا اس کو دوسرے مہینے کے فرضوں کے برابر ثواب ملے گا۔ لہٰذا نوجوانو! رمضان المبارک کا مہینہ ہے تن آسانی سے کام نہ لو نفس امارہ کے شر سے بچو اور کھیل کود میں اپنی جوانی ضائع نہ کرو دل جمعی کے ساتھ بیس رکعت تراویح پڑھو یہ سنت مؤکدہ ہے اور

سنت مؤکدہ سے گریز کرنے والے کے بارے میں خطرہ ہے کہ کہیں آنحضرت ﷺ کی شفاعت سے محروم نہ ہو جائے ۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو شخص کسی کا روزہ افطار کرائے گا اس کو اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا روزہ رکھنے والے کو ملے گا ۔ کسی نے سوال کیا حضرت! چاہے کھجور کے ایک دانے پر افطار کرا دے ، پانی کے ایک گھونٹ پر افطار کرا دے ۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمہارا کیا خیال ہے کہ رب تعالیٰ کے خزانے میں کوئی کمی ہے ۔ فرمایا تمہارے سامنے جب آیتیں تلاوت کی جاتی تھیں تو تم ایڑیوں کے بل الٹے پھرتے تھے مانتے نہیں تھے ، توجہ نہیں کرتے تھے مُسْتَكْبِرِيْنَ تکبر کرتے ہوئے ایمان سے اور حق کی باتوں سے گریز کرتے تھے بِهٖ سٰمِرًا اس کی وجہ سے قصہ گوئی کرنے والے ۔ حرم کے اندر قصہ گوئیاں کرتے تھے ۔ عرب کا اس وقت بھی اور آج بھی یہی دستور ہے کہ عموماً وہ دن کو سوتے ہیں اور رات کو جاگتے ہیں ۔ تمہارے بچے جیسے یہاں دن کو کھیلتے ہیں ان کے بچے رات کو کھیلتے ہیں ۔ یہ لوگ جب رات کو کعبۃ اللہ کے آس پاس اکٹھے ہوتے تو قصہ گوئی کرتے اور عجیب عجیب کہانیاں بیان کرتے تھے تَهْجُرُوْنَ ، هَجَرَ يَهْجُرُ هِجْرَةً سے ہے چھوڑ دینا ۔ معنیٰ ہوگا اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو چھوڑتے تھے ، ایمان کو چھوڑتے تھے ، حق کو چھوڑتے تھے اس لیے آج تمہارا یہ حشر ہے اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ کیا پس انہوں نے غور نہیں کیا اس بات میں ۔ قرآن پاک پر غور نہیں کیا اس کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی ۔

ہم نے ایمان اور قرآن کی قدر نہیں کی :

اللہ تعالیٰ کی جتنی کتابیں ہیں ان تمام سے قرآن پاک افضل کتاب ہے ۔ اس کے متعلق پہلے پیغمبر آرزو کرتے رہے کہ اے پروردگار! وہ آخری کتاب ہمیں نصیب فرما ۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے مفت میں عطا فرمائی ہے لیکن ہم نے اس کی قدر نہیں کی اور جو چیز مفت

میں مل جائے اس کی قدر نہیں ہوتی۔ ہم موروثی مسلمان ہیں ہمیں ایمان بھی وراثت میں ملا ، کتاب بھی وراثت میں ملی کہ ہمارے باپ دادا مسلمان تھے۔ ایمان ، قرآن کی قدر ان سے پوچھو جنہوں نے ان کے لیے تکلیفیں برداشت کی ہیں۔ ہم تو اس چیز کا شکر ادا نہیں کر سکتے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں مسلمانوں کے گھر پیدا فرمایا کسی یہودی ، عیسائی ، سکھ ، ہندو کے گھر نہیں پیدا فرمایا۔ اگر ان میں سے کسی کے گھر پیدا فرما دیتا تو ہم کیا کر سکتے تھے۔ اب ہمیں اللہ تعالیٰ صحیح معنیٰ میں مسلمان بننے کی توفیق عطا فرمائے۔

عرب میں شرک کی ترویج کرنے والا پہلا شخص :

فرمایا کیا انہوں نے اس بات پر غور نہیں کیا اَمْ جَآءَ هُمْ یا آئی ان کے پاس مَّا وہ چیز لَمْ يَأْتِ اٰبَآءَ هُمُ الْاَوَّلِيْنَ جو نہیں آئی ان کے پہلے باپ دادوں کے پاس۔ عربوں کی طرف ابراہیم علیہ السلام بھیجے گئے پھر اسماعیل علیہ السلام بھیجے گئے پھر آنحضرت ﷺ تک ان کی طرف کوئی پیغمبر نہیں بھیجا گیا۔ جبکہ اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک کم وبیش چار ہزار پیغمبر تشریف لائے ہیں۔ عرب میں صدیوں تک لوگ صحیح العقیدہ رہے ہیں پہلا بد بخت شخص جس نے عرب میں شرک کی ترویج کی وہ عمرو بن لُحی بن قمع تھا۔ انتہائی گھٹیا اخلاق کا آدمی تھا۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ عمرو بن لُحی طواف کے دوران کنڈی کے ذریعے لوگوں کے کندھوں سے چادریں اٹھا لیتا تھا اگر کسی کو پتا چل جاتا تو کہتا معاف کرنا غلطی سے کنڈی لگ گئی ہے۔ اگر کوئی غافل رہتا تو چادر اپنے تھیلے میں ڈال لیتا۔ اتنا اخلاق کا گرا ہوا آدمی تھا کہ حاجیوں کو بھی لوٹنے سے باز نہیں آتا تھا۔ یہ شخص آنحضرت ﷺ کی ولادت باسعادت سے تقریباً اڑھائی سو سال پہلے گزرا ہے اور بابوں کے نام پر بتوں کے نام پر تقرب کے لیے جانور چھوڑنے کا سلسلہ بھی اسی نے

شروع کیا تھا۔شہر گوجرانوالہ میں تمہیں بہت ساری گائیں گلیوں میں، بازاروں میں پھرتی نظر آئیں گی۔ان کا کوئی مالک نہیں ہوتا جاہل قسم کے لوگوں نے اپنے پیروں کے نام پر چھوڑی ہوئی ہوتی ہیں۔ایسے جانوروں کو اللہ تعالیٰ نے سائبہ کہا ہے مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيْرَةٍ وَّ لَا سَائِبَةٍ [سورۃ مائدہ] ''اللہ تعالیٰ نے نہ کوئی بحیرہ بنایا ہے اور نہ کوئی سائبہ بنایا ہے۔'' ان جانوروں کو لوگ چھیڑتے نہیں ہیں ڈرتے ہیں کہ فلاں بزرگ کی گائے ہے۔تو یہ عمرو بن لُحی بدبخت انسان تھا جس نے شرک کی ترویج کی مکہ مکرمہ میں۔

تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یا آئی ہے ان کے پاس وہ بات جو نہیں آئی ان کے باپ دادوں کے پاس اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ یا انہوں نے اپنے رسول کو نہیں پہچانا فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ پس وہ اس کا انکار کرتے ہیں۔آنحضرت ﷺ ولادت باسعادت کے بعد چالیس سال ان لوگوں میں رہے تمام مرد، عورتیں، بچے، جوان، بوڑھے، غلام، آزاد، آپ ﷺ کی شرافت کے قائل تھے۔جب آپ ﷺ کسی گلی سے گزرتے تھے تو عورتیں کہتی تھیں کہ اس جیسے اخلاق والا نوجوان ہم نے نہیں دیکھا، لونڈیاں غلام اپنی جگہ آپ ﷺ کی شرافت کی باتیں کرتے تھے تو آپ ﷺ نے ساری زندگی ان میں گزاری کیا یہ اپنے رسول کو نہیں پہچانتے؟ ہاں! اگر آپ ﷺ پہلے سے وہاں نہ رہتے ہوتے تو پھر دھوکا ہو سکتا تھا کہ ہم تو اس کو پہچانتے ہی نہیں ہیں یہ کون ہے، کیسے ہے۔

انگریز امام وخطیب کا قصہ :

جیسے بلجیم کا انگریز جس کا جعلی اور فرضی نام کرم شاہ تھا اس کا اصلی نام میں بھول گیا ہوں اس کی بڑی عمدہ ڈاڑھی اور سرخ چہرہ تھا عربی، فارسی، پشتو کا ماہر تھا۔جلال آباد افغانستان کی مسجد کا سولہ سال امام خطیب رہا ہے۔یہ انگریز دور کی بات ہے لوگ اس کو نہیں

جانتے تھے وہ بے ایمان انگریز لوگوں کو نمازیں پڑھاتا رہا لوگ اس کو پیر صاحب پیر صاحب کہتے تھے اور اس کے ہاتھ چومتے تھے لیکن وہ جاسوسی کے لیے وہاں ٹکا ہوا تھا۔ تو ایسے آدمی سے تو بندہ دھوکا کھا سکتا ہے جس کے بارے میں کوئی علم نہ ہو لیکن آنحضرت ﷺ کو تو وہ بچپن سے جانتے تھے نبوت سے پہلے چالیس سال آپ ﷺ نے ان میں گزارے۔ پھر نبوت کے بعد تیرہ سال مکہ مکرمہ میں گزارے وہ تو یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ ہم اس کو نہیں پہچانتے۔ تو فرمایا کیا انہوں نے اپنے رسول کو پہچانا نہیں ہے کیا یہ ان کے لیے اجنبی ہیں؟ اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ کیا یہ کہتے ہیں کہ اس کو جنون ہے، پاگل ہے۔ کافروں نے آنحضرت ﷺ کے متعلق یہ شوشہ بھی چھوڑا کہ معاذ اللہ تعالیٰ کہ یہ پاگل ہے۔

ضماد کے قبول اسلام کا واقعہ :

مکہ مکرمہ سے کافی دور قبیلہ از دشنوءہ آباد تھا۔ اس قبیلے کا ضماد نامی شخص پاگلوں کا علاج کرتا تھا اس کے پاس کوئی دم تھا اللہ تعالیٰ نے بے شمار لوگوں کو شفا عطا فرمائی۔ اس کی فیس بھی کافی تھی۔ اس نے سنا کہ کعبۃ اللہ کے متولیوں میں سے کسی ایک کا بیٹا پاگل ہو گیا ہے معاذ اللہ تعالیٰ اور اس کا کوئی علاج کرانے والا نہیں ہے کہ والد، والدہ، دادا، دادی فوت ہو گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے بھی ضماد نامی شخص کا نام سنا ہوا تھا۔ یہ آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچا۔ کہنے لگا آپ ﷺ نے قبیلہ از دشنوءہ کا نام بھی سنا ہوگا اور اس قبیلے کے ضماد نامی آدمی کا نام بھی سنا ہوگا جو پاگلوں، مجنوں کا بذریعہ دم علاج کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کو شفا دیتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں سنا ہے۔ کہنے لگا وہ میں ہوں، میں نے سنا ہے کہ آپ ﷺ پاگل ہو گئے ہیں معاذ اللہ تعالیٰ۔ میں نے انسانی ہمدردی کے تحت آپ ﷺ کا علاج کرنا ہے فیس نہیں لینی لَعَلَّ اللّٰهَ يَشْفِيْكَ عَلٰى يَدِيْ مسلم شریف کی روایت ہے "شاید کہ اللہ

تعالیٰ آپ کو میرے ہاتھ پر شفا دیدے۔'' آپ ﷺ مسکرائے کہ لوگوں نے کتنی دور تک پروپیگنڈہ کیا ہوا ہے کہ میں پاگل ہوں معاذ اللہ تعالیٰ اور یہ بیچارہ ان کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر کتنی دور سے مجھے دم کرنے کے لیے آیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مجنون نہیں ہوں۔ اس نے کہا لوگ کہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا لوگوں کی زبانیں ان کے منہ میں ہیں وہ جانیں اور ان کا کام جانے۔ ضماد نے کہا آپ کہتے کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے پہلے خطبہ پڑھا جو آپ حضرات جمعہ میں سنتے ہیں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ پھر آپ ﷺ نے سورہ والسماء والطارق پڑھ کر سنائی۔ چونکہ عربی تھا قرآن پاک کی فصاحت و بلاغت کو سمجھ رہا تھا، جیسے جیسے آپ ﷺ پڑھتے گئے اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے گئے۔ جب آپ ﷺ نے سورۃ مکمل پڑھ لی تو وہ کہنے لگا کہ میں خود شاعر ہوں خطیب اور مقرر بھی ہوں لیکن یہ کلام انسانوں کا نہیں ہے یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ میں آپ ﷺ کو شکار کرنے کے لیے آیا تھا خود شکار ہو گیا ہوں۔ کلمہ پڑھ کر واپس گیا اور ﷛ ہو گیا۔

تو فرمایا کیا یہ کہتے ہیں کہ اس کو جنون ہے۔ نہیں بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ بلکہ وہ لایا ہے ان کے پاس حق وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ اور ان کے اکثر حق کو پسند نہیں کرتے۔ حق بات سے گریز کرتے ہیں وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ اور اگر حق پیروی کرے ان کی خواہشات کی کہ حق ان کی مرضی کے مطابق ہو جائے لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ البتہ بگڑ جائیں آسمان اور زمین۔ زمین آسمان خراب ہو جائیں وَ مَنْ فِيْهِنَّ اور جو مخلوق آسمان زمین میں ہے سب ختم ہو جائے۔ مطلب یہ ہے کہ حق کی برکت سے زمین آسمان کا نظام قائم ہے اگر حق نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کو اس نظام کا باقی رکھنا منظور نہیں ہے یہ حق کی بدولت

قائم ہے۔ اگر حق ان کی مرضی کے تحت ہو جائے تو پھر آسمان زمین کا نظام درہم برہم ہو جائے گا اور ان میں جو مخلوق ہے وہ بھی باقی نہیں رہے گی بَلْ اٰتَیْنٰھُمْ بِذِکْرِھِمْ بلکہ ہم نے دیا ہے ان کو ان کا ذکر، نصیحت دی ہے یہ قرآن پاک فَھُمْ عَنْ ذِکْرِھِمْ مُّعْرِضُوْنَ پس وہ اپنی نصیحت کی کتاب سے اعراض کرتے ہیں۔ قرآن پاک کا نام قرآن بھی ہے، فرقان بھی ہے اور ذکر بھی ہے۔ چودھویں پارے میں آتا ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ [حجر:۹] ''بے شک ہم نے اتارا ہے ذکر کو یعنی قرآن کو اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ نوجوانو! عزیزو! یہ عہد کرو کہ ہم نے رمضان المبارک میں روزانہ کم از کم ایک پارہ پڑھنا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ترجمہ سیکھنے کے لیے بھی وقت نکالو۔ اور چیزوں کے لیے تمہارے پاس بڑا وقت ہے مثلاً کھیلوں کے لیے۔ اگر تم دس پندرہ منٹ بھی دے دو تو ترجمہ کلاس شروع ہو جائے گی پہلے کچھ بزرگ پڑھتے رہتے ہیں ان کا قرآن ختم ہو گیا ہے۔ نوجوانو! قبر حشر کی فکر کرو۔ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اس کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ اَمْ تَسْئَلُھُمْ خَرْجًا، خرج کا معنیٰ وظیفہ، نذرانہ، چندہ۔ یا آپ ان سے وظیفہ مانگتے ہیں، چندہ مانگتے ہیں کہ یہ آپ کے قریب نہیں آتے آپ کی بات نہیں مانتے فَخَرَاجُ رَبِّکَ خَیْرٌ پس آپ کے رب کی طرف سے جو وظیفہ ہے، نذرانہ ہے، ثواب ہے، جو اجر ملے گا وہ بہتر ہے۔ آپ ان سے کچھ بھی نہیں مانگتے وَّھُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ اور وہ اللہ تعالیٰ تمام رزق دینے والوں سے بہتر رزق دینے والا ہے۔ باقی تو سب مجازی رزاق ہیں کہ یہی کر سکتے ہیں کہ رزق کما کر دے دیں دانہ تو ایک بھی پیدا نہیں کر سکتے۔ پیدا کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے وَاِنَّکَ لَتَدْعُوْھُمْ اور بے شک آپ ان کو دعوت دیتے ہیں اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ سیدھے راستے کی طرف جو رب تعالیٰ کی

طرف جاتا ہے۔ان کا اخلاقی فریضہ ہے کہ اس کو قبول کریں وَاِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ اور بے شک وہ لوگ جو ایمان نہیں لاتے بِالْاٰخِرَةِ آخرت پر عَنِ الصِّرَاطِ لَنَاکِبُوْنَ وہ سیدھے راستے سے اعراض کرتے ہیں۔سیدھے راستے کو قبول کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔

❁ ❁ ❁

وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ

مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿٧٥﴾ وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿٧٦﴾ حَتّٰۤى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿٧٧﴾ وَهُوَ الَّذِيْۤ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿٧٨﴾ وَهُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿٧٩﴾

وَهُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٨٠﴾ بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ ﴿٨١﴾ قَالُوْۤا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿٨٢﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٨٣﴾ قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٨٤﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٨٥﴾ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿٨٦﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿٨٧﴾

وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ اور اگر ہم ان پر رحم کریں وَكَشَفْنَا اور ہم دور کردیں مَا وہ چیز بِهِمْ جو ان کو ہے مِنْ ضُرٍّ تکلیف لَّلَجُّوْا البتہ وہ اصرار کریں فِيْ طُغْيَانِهِمْ اپنی سرکشی میں يَعْمَهُوْنَ سرگرداں پھریں گے وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ اور البتہ تحقیق ہم نے پکڑا ان کو بِالْعَذَابِ عذاب میں فَمَا اسْتَكَانُوْا پس وہ نہ

دبے لِرَبِّهِمْ اپنے رب کے سامنے وَمَا يَتَضَرَّعُونَ اور نہ وہ گڑگڑائے حَتّٰى إِذَا فَتَحْنَا یہاں تک کہ جب ہم نے کھول دیا عَلَيْهِمْ بَابًا ان پر دروازہ ذَا عَذَابٍ شَدِيدٍ سخت عذاب والا إِذَا هُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ اچانک وہ اس میں نا امید ہوگئے وَهُوَ الَّذِي اور اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے أَنْشَأَ لَكُمُ السَّمْعَ جس نے بنائے تمہارے لیے کان وَالْأَبْصَارَ اور آنکھیں وَالْأَفْئِدَةَ اور دل قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ بہت تھوڑا ہے جو تم شکر ادا کرتے ہو وَهُوَ الَّذِي اور وہ وہی ذات ہے ذَرَأَكُمْ فِي الْأَرْضِ جس نے پھیلایا تمہیں زمین میں وَإِلَيْهِ تُحْشَرُونَ اور اسی کی طرف تم اکٹھے کیے جاؤ گے وَهُوَ الَّذِي اور وہ وہی ذات ہے يُحْيِي جو زندہ کرتی ہے وَيُمِيتُ اور مارتی ہے وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اور اسی کے حکم سے بدلتی ہے رات اور دن أَفَلَا تَعْقِلُونَ کیا پس تم سمجھتے نہیں بَلْ قَالُوا بلکہ کہا انہوں نے مِثْلَ مَا قَالَ الْأَوَّلُونَ جیسے پہلوں نے کہا تھا قَالُوا انہوں نے کہا ءَإِذَا مِتْنَا کیا جب ہم مر جائیں گے وَكُنَّا تُرَابًا اور ہم ہو جائیں گے مٹی وَّعِظَامًا اور ہڈیاں ءَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ کیا بے شک ہم دوبارہ اٹھائے جائیں گے لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ البتہ تحقیق وعدہ کیا گیا ہمارے ساتھ وَآبَاؤُنَا اور ہمارے باپ دادا کے ساتھ هٰذَا اس کا مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے إِنْ هٰذَا نہیں ہے یہ إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ مگر پہلے لوگوں کی کہانیاں قُلْ آپ فرمادیں لِّمَنِ الْأَرْضُ کس کے لیے ہے زمین وَمَنْ فِيهَا اور جو مخلوق اس

زمین میں ہے اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اگر ہوتم جانتے سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ بتاکیدوہ کہیں گے اللہ تعالیٰ کے لیے ہے قُلْ آپ کہہ دیں اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ کیا پس تم نصیحت حاصل نہیں کرتے قُلْ آپ کہہ دیں مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ کون ہے رب سات آسمانوں کا وَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اور مالک عرش عظیم کا سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ بتاکیدوہ کہیں گے اللہ تعالیٰ ہی ہے قُلْ آپ فرمادیں اَفَلَا تَتَّقُوْنَ کیا پس تم شرک سے بچتے نہیں۔

کافروں کی کیفیت :

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان لوگوں کا ذکر فرمایا ہے جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور سیدھے راستے سے اعراض کرتے ہیں۔ان لوگوں کی کیفیت یہ ہے کہ وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ اور اگر ہم ان لوگوں پر اپنی رحمت نازل کریں ، مال دیں ، اولاد دیں ، عزت دیں۔جو بھی دنیا کی ضرورت کی چیزیں ہیں وَ كَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ اور دور کر دیں جو ان کو تکلیف ہے۔ذہنی ہے ، مالی ہے ، بدنی ہے ، یہ سب کچھ کرنے کے باوجود بھی لَّلَجُّوْا البتہ وہ اصرار کریں گے ، ڈٹے رہیں گے فِيْ طُغْيَانِهِمْ اپنی سرکشی میں يَعْمَهُوْنَ سرگرداں پھریں گے۔اگر غور کرو تو ہمارا یہی حال ہے۔ دنیاوی لحاظ سے لوگوں نے کافی ترقی کی ہے مکانات دیکھو ، آمدنی دیکھو ، تنخواہیں دیکھو لیکن رب تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے میں بہت پیچھے رہ گئے ہیں۔آج سے پچاس سال پہلے کے لوگوں کے عقائد میں پختگی ہوتی تھی سادگی اور اخلاص ہوتا تھا آج صرف مفاد کا تعلق ہے رشتہ دار بھی ایک دوسرے کو ملتے ہیں تو مفاد کے ساتھ۔محض رشتہ دار سمجھ کر ملنے والے بہت کم ہیں کہ میرا عزیز ہے ، کمزور ہے اس سے

ہمدردی کرنی چاہیے اس کو ملنے کا اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے ایسے بہت کم ہیں۔تو فرمایا وہ سرکشی میں سرگرداں پھیریں گے وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ اورالبتہ تحقیق ہم نے ان کو پکڑا عذاب میں ان کو سزا دی فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ پس نہ دبے اور جھکے اپنے رب کے سامنے وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ اور نہ وہ گڑگڑائے ، عاجزی اورزاری نہ کی۔

مشرکوں کے لیے آپ ﷺ نے قحط کی بددعا فرمائی :

بخاری شریف میں روایت ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے مکے والوں کے سامنے حق پیش کیا اور انہوں نے قبول کرنے کے بجائے سختی کے ساتھ رد کر دیا تو آپ ﷺ نے بد دعا فرمائی اے پروردگار! ان پر ایسے سال مسلط فرما جیسے یوسف علیہ السلام کے زمانے میں قحط سالی ہوئی تھی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا مکے والوں پر قحط سالی مسلط ہوئی اردگرد کے علاقوں میں قحط سالی ہوئی فصلیں پیدا نہ ہوئیں دانے ناپید ہو گئے ، بارش کا ایک قطرہ تک نہ برسا، جھاڑیاں جھلس گئیں۔ مکے والے مجبور ہو گئے حَتّٰى اَكَلُوْا الْعِظَامَ وَالْجُلُوْدَ وَالْمَيْتَةَ ”یہاں تک کہ انہوں نے ہڈیاں اور چمڑے اور مردار کھائے۔“ ہڈیاں پیس پیس کر کھاتے تھے، چمڑے پانی میں بھگو کر رکھتے پھر ان کو کھاتے ،مردار جانور کھاتے رہے۔ یہ تینوں لفظ بخاری شریف میں موجود ہیں۔ ابوسفیان اس وقت ﷛ نہیں ہوئے تھے۔ لوگوں کا ایک وفد لے کر آپ ﷺ کے پاس مدینہ طیبہ آیا۔ کہنے لگا اے محمد (ﷺ) آپ کی قوم بھوک سے مر رہی ہے یہ آپ کی بددعا کا نتیجہ ہے لوگ بھوک سے مر رہے ہیں اللہ تعالیٰ سے دعا کریں اللہ تعالیٰ حالات بدل دے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا چچا جان! ہر شے رب تعالیٰ کے قبضے میں ہے رب تعالیٰ کی توحید کو تسلیم کر لو مجھے پیغمبر مان لو اللہ تعالیٰ کی کتاب پر ایمان لے آؤ پھر دیکھو رب تعالیٰ کی رحمتیں کیسے تمہارے اوپر نچھاور ہوتی ہیں۔ کہنے لگا اس

بات کو چھوڑ دیں اس چیز کا نام نہ لیں ویسے ہمارے لیے دعا کریں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ایسے تو میں نے دعا نہیں کرنی کہ تم رب تعالیٰ کے نافرمان ہو اور اسی پر ڈٹے ہوئے ہو۔ اسی کا ذکر ہے کہ البتہ تحقیق پکڑا ہم نے مکے والوں کو عذاب میں پس وہ نہیں جھکے اپنے رب کے سامنے نہ انہوں نے عاجزی کی حَتّٰی اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ یہاں تک کہ کھولا ہم نے ان پر بَابًا دروازہ ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ سخت عذاب والا اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ اچانک وہ ناامید ہو گئے۔

واقعہ بدر کی جھلک :

یہ واقعہ بدر کے متعلق ہے کہ کافروں کی تعداد ایک ہزار تھی۔ تلواریں، نیزے، تیر کمان ہر طرح کا اسلحہ ان کے پاس تھا، سریلی آواز والی عورتیں گانے کے لیے ساتھ لائے تھے، اونٹوں پر شراب کی بوتلیں لدی ہوئی تھیں کہ مسلمانوں کا صفایا کر کے شراب کباب کی محفلیں منعقد کریں گے گانے والیاں گائیں گی اردگرد کے قبائل کی بھی دعوت کریں گے۔ بھنگڑے ڈالتے ہوئے اچھلتے کودتے ہوئے مکہ مکرمہ سے چلے اُعْلُ هُبَلُ کے نعرے لگاتے ہوئے ہبل زندہ باد۔ مقابلے میں مسلمانوں کی تعداد تین سو تیرہ، آٹھ تلواریں، چھ زریں تھی۔ انسان تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ آٹھ تلواریں ہزار تلواروں پر غالب آئیں گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ [آل عمران:۱۲۳] ''اور البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد کی بدر کے مقام پر اور تم انتہائی کمزور اور بے سروسامانی کی حالت میں تھے۔'' اللہ تعالیٰ نے بڑی طاقتور جماعت پر فتح عطا فرمائی۔ ستر ایسے کافر مارے گئے جو کفر کی جڑ اور بنیاد تھے اور ستر گرفتار ہوئے اور باقی سب بھاگ گئے اور ان بھاگنے والوں میں وہ بھی تھے جو کئی دنوں تک گھر سے باہر نہیں نکلے کہ کیا منہ دکھائیں گے۔

کفر کی کمر ٹوٹ گئی اور ان کی یہ امید بالکل ختم ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ ہماری مدد کرے گا۔ اسی کا ذکر ہے کہ جب ہم نے کھولا ان پر سخت عذاب کا دروازہ تو اس وقت وہ ناامید ہو گئے۔ ناشکری کرتے ہو رب تعالیٰ کی نعمتوں کو دیکھو وَهُوَ الَّذِيْ اور اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے اَنْشَاَلَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ جس نے بنائے تمہارے لیے کان، آنکھیں اور دل۔ کان کی قدر بہرے سے پوچھو، آنکھ کی قدر اندھے سے پوچھو کہ بہرا بات کرنے والے کی بات سن نہیں سکتا اور اندھا کبھی اس دیوار سے ٹکراتا ہے کبھی اس دیوار سے ٹکراتا ہے۔ دل کی قدر پاگل سے پوچھو شکل بڑی عمدہ لیکن بات کرنے کا ڈھنگ نہیں۔ صرف دل کے علاج پر لاکھوں روپے خرچ آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ ساری نعمتیں مفت میں عطا فرمائی ہیں قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ بہت تھوڑا ہے جو تم شکر ادا کرتے ہو۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ان اعضاء کے اور قویٰ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو دل میں جگہ دیتے۔ کانوں سے خدا رسول کا کلام سنتے، آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں دیکھتے مگر تم نے ان چیزوں کو غلط استعمال کیا وَهُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ اور وہ وہی ذات ہے جس نے پھیلایا تمہیں زمین میں وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ اور اسی کی طرف تم اکٹھے کیے جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کمال حکمت سے انسانی آبادی کو دنیا کے مختلف خطوں میں بکھیر دیا ہے کوئی میدانی علاقے میں کوئی پہاڑی علاقے میں کوئی ٹھنڈے اور کوئی گرم علاقے میں کوئی خشک اور کوئی تر علاقے میں پورے اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں اور ہر ایک اپنے مقام پر خوش ہے اور اپنے اپنے علاقے سے محبت رکھتے ہیں۔

چند بنیادی سوال ہر آدمی سے ہونگے :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ چند بنیادی سوال اللہ تعالیٰ ہر ایک سے کریں گے۔

❁......زندگی کہاں گزاری؟

❁......جوانی کہاں خرچ کی؟

❁......میں نے تجھے مال دیا تھا وہ کہاں خرچ کیا ہے؟

❁......تجھے جو علم دیا تھا اس پر کتنا عمل کیا؟

فرمایا وَهُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ وہ اللہ تعالیٰ ہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ اسی کے حکم سے بدلتی ہے رات اور دن۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے رات دن مختلف ہوتے ہیں رات تاریک ہے دن روشن ہے۔ کبھی رات بڑھ جاتی ہے کبھی دن بڑھ جاتا ہے۔ آج سے ایک مہینہ پہلے دن تقریباً ایک گھنٹہ رات سے چھوٹا تھا اب ایک گھنٹہ بڑھ گیا ہے۔ جوں جوں گرمی آئے گی دن بڑھتا جائے گا اور رات گھٹتی جائے گی۔ یہ سب رب تعالیٰ کے حکم کیساتھ ہے اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا پس تم سمجھتے نہیں رب تعالیٰ کی قدرت کو رب تعالیٰ کی توحید کو بَلْ قَالُوْا بلکہ ان لوگوں نے وہی بات کہی مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ جیسے پہلوں نے کہی تھی۔ پہلے لوگوں نے کیا کہا تھا؟ قَالُوْٓا انہوں نے کہا ءَ اِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہو جائیں گے مٹی وَّعِظَامًا اور ہڈیاں ہو جائیں گے ءَ اِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ کیا ہم دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔ ان لوگوں کا عقیدہ تھا کہ جو مر گیا ہڈیاں بوسیدہ ہو گئیں خاک ہو گیا وہ دوبارہ نہیں اٹھایا جائے گا۔ وہ قیامت کے منکر تھے اسی لیے گناہوں پر جری اور دلیر تھے اور جس آدمی کو یقین ہو کہ قیامت حق ہے اور میں نے رب تعالیٰ کے سامنے پیش ہونا ہے اور پائی پائی کا حساب ہو گا تو وہ سوچ سمجھ کر کام کرے گا اور جس کو قبر یاد نہیں آخرت کی فکر نہیں اور برائیوں سے اس کا دل سیاہ ہو چکا ہے اس کو کسی چیز کی فکر نہیں ہے۔

دل کیسے سیاہ ہوتا ہے :

اور یاد رکھو حدیث پاک میں آتا ہے اِذَا اَذْنَبَ الْعَبْدُ ذَنْبًا تُكْتَبُ عَلٰى قَلْبِهٖ نُكْتَةً سَوْدَآءَ ''جب آدمی گناہ کرتا ہے اس کے دل پر سیاہ دھبا پڑ جاتا ہے جب دوسرا گناہ کرتا ہے دوسرا دھبا پڑ جاتا ہے، تیسرا گناہ کرتا ہے تیسرا دھبا پڑ جاتا ہے۔'' ایک پاؤ کے قریب تو دل کا ٹکڑا ہے یہاں تک کہ اس کے دل پر ایک غلاف چڑھ جاتا ہے كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ [سورۃ مطففین] ''خبردار بلکہ ان کے دل زنگ آلود ہو گئے ہیں۔'' جب دل پر غلاف چڑھ جاتا ہے تو پھر نیکی کی رغبت ختم ہو جاتی ہے۔ اس کی چھوٹی سی علامت یاد رکھو کہ جب بندے کو نیکی کا شوق اور رغبت نہ ہو اور برائی کو برائی نہ سمجھے تو سمجھ لو کہ اس کے دل پر گناہوں کا غلاف چڑھ گیا ہے۔ ایسی حالت میں آدمی کو توبہ کی توفیق بہت کم نصیب ہوتی ہے اور جو توبہ کر کے نہ مرا اس کی آخرت برباد ہو گئی۔ بخلاف اس کے وہ آدمی کہ جس کے دل پر غلاف نہیں چڑھا وہ گناہ کرے گا تو دل اس کو آگاہ کرے گا کہ یہ کام برا ہے۔ اگر کبھی گناہ ہو بھی گیا تو توبہ کرے گا۔

تو فرمایا انہوں نے وہی بات کہی جو پہلوں نے کہی تھی کہ جب ہم مر جائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے اور ہڈیاں ہو جائیں گے کیا ہم دوبارہ اٹھائے جائیں گے لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا هٰذَا البتہ تحقیق وعدہ کیا گیا ہمارے ساتھ اور ہمارے باپ دادا کے ساتھ اس کا کہ تم دوبارہ کھڑے کیے جاؤ گے مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے۔ لیکن وہ ابھی تک قبروں میں ہیں لہٰذا کوئی قیامت نہیں ہے اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ نہیں ہے یہ باتیں مگر پہلوں کی قصے کہانیاں۔ پہلوں کی کہانیاں سناتے رہتے ہو ابھی تک قیامت آئی تو نہیں نہ ہمارا باپ زندہ ہوا نہ دادا قُلْ آپ کہہ دیں لِمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ کس

کے لیے ہے زمین، زمین کو کس نے پیدا کیا ہے اور جو اس میں مخلوق ہے اس کو کس نے پیدا کیا ہے اور کس کے تصرف میں ہے اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اگر ہو تم جانتے تو بتاؤ جس زمین پر چلتے پھرتے ہو جس پر تمہارے مکانات ہیں تمہاری بود و باش، باغات اور کارخانے ہیں یہ کس نے بنائی ہے اور اس میں جو مخلوق ہے وہ کس نے پیدا فرمائی ہے؟ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ بتاکید یہ مشرک کہیں گے اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اسی نے پیدا فرمائی ہے اور اس میں جو مخلوق ہے وہ بھی اسی کی ہے اسی نے پیدا فرمائی ہے۔ پھر ان سے پوچھو اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ کیا پس تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ یہ سب کچھ مان کر بھی رب تعالیٰ کو وحدہ لاشریک لہ تسلیم نہیں کرتے اس کے احکامات کو نہیں مانتے۔

دوسرا سوال قُلْ آپ ان سے کہہ دیں مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ کون رب ہے سات آسمانوں کا، یہ کس نے بنائے ہیں، ان کو سنبھالنے والا کون ہے؟ وَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اور مالک عرش عظیم کا رب اور مالک کون ہے کس نے بنایا ہے کس کے تصرف اور ملک میں ہیں؟ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ بتاکید یہ کہیں گے اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے قُلْ آپ کہہ دیں اَفَلَا تَتَّقُوْنَ کیا پس تم شرک سے بچتے نہیں یہ سب کچھ مان کر بھی۔ مشرک رب تعالیٰ کے وجود کے منکر نہیں تھے رب تعالیٰ کے ساتھ اوروں کو نتھی کرتے تھے جیسے سکھ کہتے ہیں جو رب کرے لالو ٹھور، نانک بابا ٹھور۔ رب کو مان کر پھر بابا نانک کی ٹانگ ساتھ جوڑتے ہیں۔ یہی مشرکوں کا طریقہ تھا رب تعالیٰ کو مان کر اوروں کو ساتھ نتھی کرتے تھے۔ یہ شرک بہت بری چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ شرک کو سمجھنے اور اس سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

۞۞۞

قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۸﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴿۸۹﴾ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۹۰﴾ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۭ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۹۱﴾ عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۹۲﴾ قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ ﴿۹۳﴾ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۹۴﴾ وَاِنَّا عَلٰٓى اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۹۵﴾ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ؕ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ﴿۹۷﴾ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ﴿۹۸﴾ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿۹۹﴾ لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

قُلْ آپ کہہ دیں مَنْۢ بِيَدِهٖ کون ہے جس کے ہاتھ میں ہے مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ ہر چیز کا اختیار وَّهُوَ يُجِيْرُ اور وہی پناہ دیتا ہے وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اور نہیں پناہ دی جاسکتی اس کے مقابلے میں اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اگر ہو تم جانتے سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ بتاکید وہ کہیں گے اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے قُلْ آپ کہہ دیں فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ پس کہاں سے تم پر جادو کیا جارہا ہے بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ

بلکہ ہم نے دیا ہے ان کو حق وَاِنَّھُمْ لَکٰذِبُوْنَ اور بیشک وہ جھوٹے ہیں مَا اتَّخَذَ اللّٰہُ مِنْ وَّلَدٍ نہیں بنائی اللہ تعالیٰ نے کوئی اولاد وَّمَا کَانَ مَعَہٗ مِنْ اِلٰہٍ اور نہیں ہے اس کے ساتھ کوئی اور الٰہ اور معبود اِذًا لَّذَھَبَ اگر تو البتہ لے جاتا کُلُّ اِلٰہٍ ہر الٰہ بِمَا خَلَقَ جو مخلوق اس نے پیدا کی وَلَعَلَا بَعْضُھُمْ عَلٰی بَعْضٍ اور البتہ چڑھائی کر دیتا ان کا بعض بعض پر سُبْحٰنَ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے عَمَّا ان چیزوں سے یَصِفُوْنَ جو وہ بیان کرتے ہیں عٰلِمِ الْغَیْبِ جاننے والا ہے غیب کی چیزوں کو وَالشَّھَادَۃِ اور حاضر کو فَتَعٰلٰی پس بلند ہے عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ان چیزوں سے جن کو اس کے ساتھ شریک بناتے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں رَّبِّ اے میرے رب اِمَّا تُرِیَنِّیْ اگر آپ دکھائیں مجھ کو مَا یُوْعَدُوْنَ وہ چیز جس کا وعدہ کیا جاتا ہے ان کے ساتھ رَبِّ اے میرے رب فَلَا تَجْعَلْنِیْ پس نہ کرنا مجھے فِی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ظالم قوم میں وَاِنَّا اور بے شک ہم عَلٰٓی اَنْ اس بات پر نُّرِیَکَ کہ دکھائیں ہم آپ کو مَا وہ نَعِدُھُمْ جس کی ہم ان کو دھمکی دیتے ہیں لَقٰدِرُوْنَ البتہ ہم قادر ہیں اِدْفَعْ بِالَّتِیْ آپ دفاع کریں ایسے طریقے کے ساتھ ھِیَ اَحْسَنُ جو اچھا ہو السَّیِّئَۃَ برائی کو نَحْنُ اَعْلَمُ ہم خوب جانتے ہیں بِمَا یَصِفُوْنَ اس چیز کو جو وہ بیان کرتے ہیں وَقُلْ رَّبِّ اور آپ کہہ دیں اے میرے رب اَعُوْذُبِکَ میں پناہ لیتا ہوں مِنْ ھَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ شیطانوں کے وساوس سے وَاَعُوْذُبِکَ اور میں پناہ لیتا

ہوں آپ کی رَبِّ اے میرے رب اَنْ یَّحْضُرُوْنِ اس سے کہ وہ میرے پاس حاضر ہوں حَتّٰی اِذَا جَآءَ یہاں تک کہ جب آتی ہے اَحَدَھُمُ الْمَوْتُ ان میں سے کسی ایک کے پاس موت قَالَ کہتا ہے رَبِّ ارْجِعُوْنِ اے میرے رب مجھے دنیا کی طرف لوٹا دے لَعَلِّیْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا تاکہ میں عمل کروں اچھے فِیْمَا تَرَکْتُ اس کے مقابلے میں جو میں چھوڑ آیا ہوں کَلَّا ہرگز نہیں ہوگا اِنَّھَا کَلِمَۃٌ بے شک یہ ایک بات ہے ھُوَ قَآئِلُھَا جس کو وہ کہہ رہا ہے وَمِنْ وَّرَآئِھِمْ بَرْزَخٌ اور ان کے آگے پردہ ہے اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ اس دن تک جس دن ان کو اٹھایا جائے گا۔

ساری بنیادی چیزیں مشرک تسلیم کرتے ہیں :

مشرکین مکہ کے بارے میں بات چلی آرہی ہے کہ قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِیْھَآ آپ ان سے کہیں کہ زمین اور اس میں جو مخلوق ہے وہ کس کی ہے اگر تم جانتے ہو تو بتا کید کہیں گے اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ دوسرا سوال تھا کہ سات آسمانوں کا رب کون ہے؟ اور عرش عظیم کا رب کون ہے؟ تو بتا کید یہ کہیں گے اللہ تعالیٰ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ کیا پھر تم شرک سے نہیں بچتے۔

اب تیسرا سوال قُلْ مَنْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ آپ ان سے کہہ دیں کون ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں جس کے قبضے اور قدرت میں ہے ہر چیز کا اختیار۔ اور دوسری چیز وَّھُوَ یُجِیْرُ وَلَا یُجَارُ عَلَیْہِ اور وہی پناہ دیتا ہے اور نہیں پناہ دی جا سکتی اس کے مقابلے میں۔ بتلاؤ یہ صفت کس کی ہے اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اگر ہو تم جانتے

سَيَقُولُونَ لِلّٰهِ بتاکید کہیں گے کہ یہ صفت بھی اللہ تعالیٰ کی ہے۔اب جب یہ سب باتیں تسلیم کرتے ہیں تو قُلْ آپ کہہ دیں فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ پس کہاں سے تم پر جادو کیا جارہا ہے۔سب کچھ مان کر تم پھر بھی رب تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہو۔

شرک پر مشرکوں کے دلائل :

یاد رکھنا! شرک کے سینگ نہیں ہوتے اور نہ مشرک کے سینگ ہوتے ہیں کہ جو شرک کرے اس کو سینگ لگ جائیں ۔شرک عقیدے اور نظریئے کا نام ہے ۔اور نہ ہی مشرک خدا کا مخالف ہوتا ہے۔مشرک بظاہر جتنا رب تعالیٰ کا ادب کرتا ہے شاید بظاہر اتنا موحد بھی نہ کرتے ہوں ۔مشرک کہتا ہے کہ رب تعالیٰ کی ذات بہت اونچی اور بلند ہے اور ہم بہت پست ہیں ہماری رب تعالیٰ تک رسائی نہیں ہے۔جب تک درمیان میں بزرگوں کی سیڑھیاں نہ لگائیں ۔اب دیکھو! بظاہر کتنا ادب کر رہا ہے۔پھر یہ مثال دیتے ہیں بادشاہ کو ہر آدمی نہیں مل سکتا بادشاہ کو ملنے کے لیے افسروں کے واسطے ہوتے ہیں اور سورۃ الانعام آیت نمبر ۱۳۶ میں ہے کہ جب وہ پیداوار میں سے حصہ نکالتے تھے یا جانوروں میں سے اللہ تعالیٰ کے لیے اور دوسرے معبودوں کے لیے تو ایک ڈھیری اللہ تعالیٰ کی اور دوسری ڈھیری دوسرے معبودوں کی تو ان کے دوسرے معبودوں والی ڈھیری میں سے کچھ دانے اللہ تعالیٰ کی ڈھیری کے ساتھ مل جاتے تو فوراً الگ کر لیتے اور اگر اللہ تعالیٰ کی ڈھیری میں سے کچھ دانے معبودوں کی ڈھیری میں مل جاتے تو الگ نہیں کرتے تھے کہ خدا تو بے پرواغنی ہے وہ محتاج ہیں ضرورت مند ہیں ۔تو اس سے اندازہ لگاؤ اللہ تعالیٰ کے لیے بظاہر کتنی عقیدت تھی ۔رب تعالیٰ کو اپنا خالق بھی مانتے تھے، آسمانوں اور زمین کا خالق بھی مانتے تھے اور سورۃ یونس آیت نمبر ۳۱ میں ہے قُلْ ''آپ کہہ دیں مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ

وَالْاَرْضِ کون رزق دیتا ہے تمہیں آسمان اور زمین سے اَمَّنْ یَّمْلِکُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ کون ہے جو مالک ہے کانوں کا اور آنکھوں کا وَمَنْ یُّخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ اور نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ اور نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے۔'' بعض کافروں سے مومن پیدا کرتا ہے بعض بہت برے ہوتے ہیں ان کو بہت نیک اولاد دیتا ہے۔

دیکھو مروان اچھی شہرت کا مالک نہیں تھا لیکن اس کا پوتا عمر بن عبدالعزیز خلیفہ راشد تھا۔ رب تعالیٰ کی قدرت ہے زندہ انسان سے نطفہ پیدا کرتا ہے، زندہ مرغی سے انڈا پیدا کرتا ہے انڈے سے چوزہ نکالتا ہے۔ نطفہ بے جان سے بچہ پیدا کرتا ہے وَمَنْ یُّدَبِّرُ الْاَمْرَ اور کون ہے جو سب کاموں کی تدبیر کرتا ہے فَسَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰہِ پس یہ بتاکید کہیں گے اللہ تعالیٰ۔ یہ مشرک کہیں گے کہ یہ سارے کام اللہ تعالیٰ کرتا ہے۔ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ کیا پس تم شرک سے نہیں بچتے۔''

یہ مشرکین مکہ کے نظریات کا ذکر ہے۔ اب تم اپنے زمانے کے مشرکوں کا نظریہ بھی سن لو اور پھر یہ نظریہ بیان کرنے والا ان کا کوئی معمولی آدمی نہیں ہے۔ وہ احمد رضا خان کو امام کا درجہ دیتے ہیں۔ وہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے متعلق کہتا ہے......

؎ ذی تصرف بھی ہے ماذون بھی ہے مختار بھی ہے

کارِ عالم کا مدبر بھی ہے عبدالقادر

حدائق بخشش حصہ ۲ صفحہ ۱۹ اور صفحہ ۸ پر لکھتا ہے......

؎ احد سے احمد اور احمد سے تجھ کو

کن اور سب کن مکن حاصل ہے یا غوث

سب کن مکن کے اختیارات شیخ عبد القادر جیلانی کے پاس ہیں۔ اور ظلم کی بات سنو! ''الامن والعلیٰ'' کے صفحہ ۸۵ پر لکھتا ہے...... آفتاب طلوع نہیں کرتا جب تک کہ حضور سیدنا غوث اعظم پر سلام نہ کرے، لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ دیکھو! سیدنا عبد القادر جیلانیؒ کی ولادت ۴۹۵ھ میں ہوئی اور وفات ۵۶۱ھ میں ہوئی ہے۔ سوال یہ ہے ۴۹۵ھ سے پہلے سورج چڑھتا تھا یا نہیں چڑھتا تھا؟ اگر چڑھتا تھا تو کس کو سلوٹ مارتا تھا؟ یاد رکھنا! یہ نظریات بالکل قرآن کے خلاف ہیں اسی لیے میں نے تمہیں سورہ یونس کی آیتیں نکال کر پڑھوائی ہیں تا کہ تم مغالطے میں نہ رہو اور قیامت والے دن یہ نہ کہنا کہ ہمیں کسی نے مسئلہ بتایا نہیں تھا۔

تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں ان سے پوچھیں ہر چیز کا اختیار کس کے قبضہ قدرت میں ہے اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں کوئی پناہ نہیں دے سکتا اگر تم جانتے تو بتا کید یہ کہیں گے یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے ان سے کہیں تم پر کہاں سے جادو ہو گیا ہے کیوں شرک کرتے ہو؟ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ بلکہ ہم نے ان کو دیا ہے حق۔ حق ان کو پہنچا دیا ہے وَ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ اور بے شک شرک کرنے والے جھوٹے ہیں۔

آگے ان کا ذکر ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ نِ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى مَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ [سورۃ توبہ] اور عرب کے مشرک وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ [نحل: ۵۷] کہتے تھے فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ نہیں بنائی اللہ تعالیٰ نے کوئی اولاد۔ اس کی صفت ہے لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ''نہ اس نے کسی کو جنا ہے اور نہ اس کو کسی نے جنا ہے۔'' وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اور نہیں ہے اس کے ساتھ کوئی اور الٰہ، نہ مشکل کشا، نہ حاجت روا،

نہ فریادرس، نہ کوئی دستگیر اور یہاں کیا ہے (بریلویوں کے) خان صاحب تک کہتے ہیں......

امداد کن امداد کن از رنج و غم آزاد کن

در دین و دنیا شاد کن یا غوث اعظم دستگیر

ڈنکے کی چوٹ پر یہ بدعتی مسجد، مسجد میں کہتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا [سورۃ جن] ''اور بے شک مسجدیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں پس مت پکارو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی ایک کو۔'' آج وہ مسجدیں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کیلئے ہیں کفر و شرک کا اڈا بنی ہوئی ہیں۔

بدعتیوں کیساتھ مسائل کا اختلاف اصولی ہے :

یاد رکھنا! انہیں فروعی مسئلے نہ سمجھنا۔ جیسے بہت سارے نادان یہ سمجھتے ہیں کہ جیسے حنفی، شافعی، مالکی وغیرہ فروعی مسائل ہیں یہ بھی ایسے ہی ہیں حَاشَا وَكَلَّا یہ سب کفر ہیں، قرآن وحدیث کے بالکل خلاف ہیں۔ تمام فقہاء ملت کی مخالفت ہے۔ تو فرمایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور کوئی الٰہ نہیں ہے اِذًا اس وقت اگر کوئی اور الٰہ ہوتا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍ البتہ لے جاتا ہر الٰہ بِمَا خَلَقَ جو مخلوق اس نے پیدا کی اس کو اپنے ساتھ کر لیتا وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اور البتہ چڑھائی کر دیتا ان کا بعض بعض پر۔ جیسے آج کل حکومتیں ایک دوسرے پر چڑھائی کرتی ہیں، حملہ کرتی ہیں اسی طرح اگر کوئی اور الٰہ ہوتا رب تعالیٰ کے مقابلے میں تو وہ رب تعالیٰ پر حملہ کر دیتا اور رب اس کا جواب دیتا پھر صلح ہوتی اور نہ جانے وہ صلح کب تک رہتی؟ شاعر کہتا ہے......

؎ صلح کیا ہے مہلت سامان جنگ

صلح تو اس لیے ہوتی ہے کہ ہم اور تیاری کر لیں۔ سُبْحٰنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک

ہے عَمَّا یَصِفُوْنَ ان چیزوں سے جو یہ بیان کرتے ہیں۔ نہ رب تعالیٰ کا بیٹا ہے نہ بیٹی، نہ رب تعالیٰ کا کوئی شریک ہے اس کی ذات ان تمام چیزوں سے پاک ہے۔

مشرکوں کی دلیل کا رد :

مشرک شرک پر دلیل کیا دیتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ مکان کی چھت پر بغیر سیڑھی کے کوئی جا سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ [ق:١٦] ''ہم زیادہ قریب ہیں انسان کے اس کی شاہ رگ سے۔'' لگاؤ نا یہاں سیڑھی۔ سیڑھی تو دور کے لیے لگائی جاتی ہے رب تعالیٰ تو شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے یہاں سیڑھی کی کیا ضرورت ہے؟ اور سورہ حدید میں ہے وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ''وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو۔'' ان لوگوں نے فضول باتیں کر کے لوگوں کا ایمان تباہ کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے عالم الغیب ہونے کا معنیٰ :

عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ نوجوانو! عالم الغیب والشہادہ کا معنیٰ اچھی طرح سمجھ لو۔ عالم الغیب والشہادہ کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ جو چیز اللہ تعالیٰ سے غیب ہے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے رب اس کو جانتا ہے۔ رب تعالیٰ کے تو ہر چیز سامنے ہے وہ ہر چیز کو جانتا ہے اس سے کوئی چیز غائب نہیں ہے۔ یہ ہماری نسبت سے ہے کہ جو چیزیں ہم سے غائب ہیں وہ ان کو بھی جانتا ہے اور جو چیزیں ہمارے سامنے ہیں ان کو بھی جانتا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے دور میں ایک مولوی کا سر پھر گیا اس نے کہنا شروع کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کو عالم الغیب نہ کہو کیونکہ اس سے کوئی چیز غائب نہیں ہے۔ اتنی بات تو صحیح تھی کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز غائب نہیں ہے مگر اس کا یہ کہنا کہ عالم الغیب نہ کہو یہ غلط تھا۔ مقامی علماء نے سمجھایا مگر نہ

سمجھا۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ اپنے دور کے بڑے عالم بڑے ولی اللہ تھے ان کی کتاب ''مکتوبات شریف'' فارسی زبان میں ہے اب ترجمہ ہو چکا ہے نوجوان طبقہ لڑکے لڑکیوں کو ناولوں کے بجائے یہ کتابیں پڑھنی چاہییں ۔ ان کا ایمان بنے ، اعمال بنیں ، آخرت درست ہو۔ دینی کتابیں گھروں میں بہت کم ہیں دو چار ہوئیں تو کیا ہوئیں ؟ اکثریت مذہب سے ناآشنا ہے۔ تو حضرت مجدد الف ثانیؒ کو کسی نے خط دیا کہ ایک مولوی یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو عالم الغیب نہ کہو۔ حضرت عمرؓ کی نسل میں سے تھے۔ جیسے شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ حضرت عمرؓ کی اولاد میں سے ہیں سید ہیں۔ تو فرمایا میں نے خط پڑھا ہے'' بے اختیار رگ فاروقیم در حرکت شد۔ میری رگ فاروقی پھڑک اٹھی ۔'' او ظالم! اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے عالم الغیب و الشھادۃ اور حدیث پاک میں آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا نام عالم الغیب والشہادہ فرمایا ہے۔ اور امت کا اجماع ہے اللہ تعالیٰ عالم الغیب والشہادہ ہے تو کون ہوتا ہے یہ کہنے والا کہ اللہ تعالیٰ کو عالم الغیب والشہادہ نہ کہو؟ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ کے عالم الغیب والشہادہ ہونے کا یہ معنیٰ ہے کہ جو چیز مخلوق سے غائب ہے اس کو بھی جانتا ہے اور جو چیز مخلوق کے سامنے ہے اس کو بھی جانتا ہے فَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ پس بلند ہے ان چیزوں سے جن کو اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں ، دعا کریں رَّبِّ اے میرے رب! اِمَّا تُرِیَنِّیْ مَا یُوْعَدُوْنَ اگر آپ دکھادیں مجھے وہ عذاب جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے کہ ان کی نافرمانی کی وجہ سے عذاب آئے گا رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِیْ فِی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ اے میرے رب! پس نہ کرنا مجھے ظالم قوم میں سے ، مجھے عذاب سے محفوظ رکھنا ، ظالموں کے ساتھ مجھے نہ رکھنا وَاِنَّا عَلٰٓی اَنْ نُّرِیَکَ اور بے شک ہم اس بات پر کہ ہم آپ کو دکھائیں مَا نَعِدُھُمْ وہ

عذاب جس کی ہم ان کو دھمکی دیتے ہیں لَقٰدِرُوْنَ البتہ ہم قادر ہیں کہ آپ کی موجودگی میں ان کو عذاب دیں اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ آپ دفاع کریں ایسے طریقے کے ساتھ جو اچھا ہو السَّیِّئَۃَ برائی کو۔ دیکھو! قرآن میں موجود ہے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کو شاعر کہا معاذ اللہ تعالیٰ مجنون کہا، جادوگر کہا، جادوزدہ کہا، کاہن کہا، مفتری کہا۔ آج تم کسی آدمی کو یہ باتیں کہو تو اس کو طبعی طور پر کتنی ناگوار گزرتی ہیں۔ چاہے کسی کا جتنا بھی حوصلہ ہو دل میں کڑھے گا ضرور کہ میں اچھا بھلا آدمی ہوں مجھے پاگل کہہ رہا ہے۔ سچے آدمی کو جھوٹا کہنے سے اس کو کتنی کوفت ہوتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو سبق دیا کہ جو کہتے ہیں کہتے رہیں آپ ﷺ نے ان کو اس طرح کا جواب نہیں دینا کیونکہ آپ ﷺ کا مقام بہت بلند ہے۔ اس لئے کہ اگر آپ ﷺ نے بھی وہی الفاظ ان کو کہے تو اخلاق غیر اخلاق میں کیا فرق رہا؟ وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ [سورۃ قلم] ''آپ بڑے اخلاق کے مالک ہیں۔'' تو فرمایا دفاع کریں ایسے طریقے سے جو اچھا ہو برائی کو نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَصِفُوْنَ ہم خوب جانتے ہیں جو وہ بیان کرتے ہیں وَقُلْ آپ کہہ دیں رَّبِّ اَعُوْذُبِکَ اے میرے رب میں آپ کی پناہ لیتا ہوں مِنْ ھَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ شیطانوں کے وساوس سے۔ اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَجْرِیْ مِنَ الْاِنْسَانِ مَجْرَی الدَّمِ ''بے شک شیطان انسان میں وہاں تک اثر کرسکتا ہے جہاں تک خون چلتا ہے۔'' وَاَعُوْذُبِکَ اور میں پناہ لیتا ہوں آپ کی رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ اے میرے رب کہ شیطان میرے پاس آئیں اور مجھے ورغلائیں۔

یہ آنحضرت ﷺ کو سبق دے کر ہمیں تعلیم دی ہے کہ یہ دعائیں کر کے شیطان کے وساوس سے ہمیں بچا۔ حَتّٰی اِذَا جَآءَ اَحَدَھُمُ الْمَوْتُ یہاں تک کہ جب آتی ہے ان

میں سے کسی ایک کے پاس موت قَالَ کہتا ہے اس وقت رَبِّ ارْجِعُوْنِ اے میرے رب! مجھے دنیا کی طرف لوٹا دے۔ مرتے وقت منتیں کرتا ہے کہ مجھے تھوڑا سا وقت مل جائے پروردگار لَعَلِّیْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا تا کہ میں عمل کروں اچھے فِیْمَا تَرَکْتُ اس کے مقابلے میں جو میں چھوڑ رہا ہوں۔ اب میں ان اوقات میں نیک کام کروں گا۔ جواب ملے گا کَلَّاؕ ہرگز نہیں مہلت ملے گی اِنَّهَا کَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا بے شک یہ ایک بات ہے جس کو وہ کہہ رہا ہے کہ مجھے تھوڑی سی مہلت مل جائے میں توبہ کروں گا، استغفار کروں گا، اچھے کام کروں گا، برے کام نہیں کروں گا۔ فرمایا یہ ایک بات ہے جو وہ کہہ رہا ہے اس کی حیثیت کوئی نہیں ہے اس کو قبول نہیں کیا جائے گا وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اور ان کے آگے پردہ ہے۔ قبر کو بھی برزخ کہتے ہیں بظاہر قبر ہمارے سامنے مٹی کا ڈھیر ہے مگر اس کے اندر انسان کی جنت بھی ہے اور دوزخ بھی۔ فرمایا اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ اس دن تک جس دن ان کو اٹھایا جائے گا۔ پردہ ہے قیامت تک قبر برزخ میں رہیں گے۔

۞۞۞

فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ یَوْمَىِٕذٍ وَّ لَا یَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَ مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فِیْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَ هُمْ فِیْهَا كٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ اَلَمْ تَكُنْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰى عَلَیْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَیْنَا شِقْوَتُنَا وَ كُنَّا قَوْمًا ضَآلِّیْنَ ﴿۱۰۶﴾ رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ قَالَ اخْسَــٴُـوْا فِیْهَا وَ لَا تُكَلِّمُوْنِ ﴿۱۰۸﴾

فَاِذَا نُفِخَ پس جس وقت پھونکی جائے گی فِی الصُّوْرِ بگل فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ پس نہیں ہوگا رشتہ ناتا ان کے درمیان یَوْمَىِٕذٍ اس دن وَّ لَا یَتَسَآءَلُوْنَ اور نہ ایک دوسرے سے پوچھیں گے فَمَنْ پس وہ شخص کہ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ بھاری ہوں گے اعمال اس کے فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ پس یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے وَمَنْ اور وہ شخص خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ ہلکے ہوں گے اعمال اس کے فَاُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ پس یہی لوگ ہیں خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جنہوں نے خسارے میں ڈالا اپنی جانوں کو فِیْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ جھلس دے گی ان کے چہروں کو النَّارُ آگ وَهُمْ فِیْهَا كٰلِحُوْنَ اور وہ اس دوزخ میں بدشکل ہونگے اَلَمْ تَكُنْ اٰیٰتِیْ کیا

نہیں تھیں میری آیتیں تُتْلٰی عَلَیْکُمْ تلاوت کی جاتی تھیں تم پر فَکُنْتُمْ بِهَا تُکَذِّبُوْنَ پس تم ان کو جھٹلاتے تھے قَالُوْا کہیں گے رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَیْنَا شِقْوَتُنَا اے ہمارے رب غالب آئی ہم پر ہماری بدبختی وَکُنَّا قَوْمًا ضَآلِّیْنَ اور ہم تھے گمراہ قوم رَبَّنَآ اے ہمارے رب اَخْرِجْنَا مِنْهَا ہمیں نکال دے اس دوزخ سے فَاِنْ عُدْنَا پھر اگر ہم لوٹیں گناہوں کی طرف فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ پس بیشک ہم ظالم ہوں گے قَالَ فرمائیں گے اللہ تعالیٰ اِخْسَئُوْا فِیْهَا ذلیل ہو جاؤ دوزخ میں وَلَا تُکَلِّمُوْنِ اور مجھ سے بات نہ کرو۔

قیامت کا منظر :

اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے مسئلہ توحید اور رسالت اور قیامت۔ توحید، رسالت، قیامت حق ہیں۔ قیامت کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ پس جس وقت بگل پھونکی جائے گی۔ جب رب تعالیٰ کو منظور ہوگا دنیا کو فنا کرنا تو اسرافیل علیہ السلام کو حکم دیں گے بگل پھونکو۔ اسرافیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے بگل پھونکیں گے تو مشرق، مغرب، شمال، جنوب، قریب دور کی کوئی چیز باقی نہیں رہے گی۔ سب جاندار چیزیں ختم ہو جائیں گی یہاں تک کہ فرشتے بھی باقی نہیں رہیں گے کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ''ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔'' جبرائیل علیہ السلام، میکائیل علیہ السلام، عزرائیل علیہ السلام، اسرافیل علیہ السلام سب پر موت آئے گی وَیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّکَ ذُوالْجَلٰلِ وَالْاِکْرَام ''صرف رب تعالیٰ کی ذات باقی رہے گی۔'' بخاری شریف کی روایت کے مطابق چالیس سال بعد پھر اللہ تعالیٰ اسرافیل علیہ السلام کو (زندہ کر

کے)حکم دیں گے وہ دوبارہ بگل پھونکیں گے۔ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ''جب ہلادی جائے گی زمین ہلادیا جانا اور زمین اپنے بوجھ باہر نکال دے گی۔''عظیم زلزلہ ہوگا اور لوگ اپنی قبروں سے اور جہاں جہاں کہیں بھی ہوں گے چاہے کسی کو مچھلیوں نے کھایا ہوگا چاہے درندوں اور پرندوں نے یا آگ میں جلادیئے گئے۔اللہ تعالیٰ کی قدرت کے ساتھ سارے اپنے مکمل جسم کے ساتھ باہر نکل آئیں گے۔ تعجب کے مارے کہیں گے مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا هٰذَا [یٰسین:۵۲]''کس نے اٹھایا ہمیں ہماری خوابگاہوں سے۔''جواب آئے گا هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ''وہی ہے جس کا وعدہ کیا تھا رحمٰن نے اور پیغمبروں نے سچ کہا تھا۔''تو دودفعہ صور پھونکا جائے گا۔حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک آدمی نے دریافت کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صور کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ ایک سینگ ہے جس کا منہ ایک طرف سے تنگ ہے اور دوسری طرف سے کشادہ ہے۔تنگ حصہ فرشتے کے منہ میں ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے انتظار میں ہے کہ کب حکم ہو اور وہ اس میں پھونک مار دے۔تو فرمایا جب صور پھونکا جائے گا فَلَاۤ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ پس نہیں ہوگا رشتہ ناتا ان کے درمیان اس دن۔نسبی تعلقات اور خاندانی رشتے ختم ہوجائیں گے۔کوئی رشتہ دار کسی رشتہ دار کے کام نہیں آئے گا تمام تعلقات ختم ہوجائیں گے يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ [عبس:پارہ۳۰]''جس دن بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور بیٹوں سے (کہ کہیں یہ میرے سے کوئی نیکی نہ مانگ لیں۔)ہر آدمی کے لیے اس دن یہی حال ہوگا جو اس کو دوسرے سے بے پرواہ کرے گا۔''ہر ایک کو اپنی مصیبت پڑی ہوگی۔ وَ

لَا یَتَسَآءَ لُوْنَ اور نہ ایک دوسرے سے پوچھیں گے۔کوئی کسی کا پرسان حال نہیں ہوگا۔ یہ کافر مشرکوں کا حال بیان ہورہا ہے۔اہل ایمان ایک دوسرے کا حال پوچھیں گے۔ چنانچہ سورۃ طٰہٰ میں ہے وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ یَّتَسَآءَ لُوْنَ ''اور وہ ایک دوسرے کے سامنے بیٹھیں گے۔''اور سوال جواب بھی ہونگے میدان محشر میں سب جمع ہونگے حساب کتاب ہوگا اعمال تلیں گے فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ پس وہ شخص کہ بھاری ہوں گے اعمال اس کے فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ پس یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ اور وہ شخص جس کے اعمال ہلکے ہوں گے فَاُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ پس یہی لوگ ہیں خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جنھوں نے خسارے میں ڈالا اپنی جانوں کو فِیْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔

اعمال کے تلنے کا ذکر اور مفہوم :

مسئلہ سمجھ لیں۔اعمال کا تلنا حق ہے اور اس کا منکر گمراہ ہے۔ پہلا شخص جس نے اس کا انکار کیا ہے وہ واصل بن عطا تھا۔ یہ مدینہ طیبہ کا باشندہ تھا ۸۰ھ میں پیدا ہوا اور ۱۳۱ھ میں فوت ہوا۔ یہ اوٹ پٹانگ ذہن کا آدمی تھا اس نے بہت ساری چیزوں میں شک پیدا کیا۔ایک بات اس نے یہ کہی کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کا دیدار کسی کو نہیں ہوگا کیونکہ موسیٰ علیہ السلام جو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے وہ اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں کر سکے تو اور کون کر سکتا ہے؟ حالانکہ یہ اس کا نظریہ غلط تھا کیونکہ اس جہان کے احکام الگ ہیں اور اس جہان کے احکام الگ ہیں۔وہ نیکیاں بدیاں تلنے کا بھی منکر تھا۔کہتا تھا کہ تلنے سے مراد عدل ہے کہ عدل وانصاف ہوگا۔ وہ کہتا تھا کہ نیکی بدی انسان کے جسم کے ساتھ قائم ہے اس کا علیحدہ کوئی وجود نہیں ہے۔نہ جسم سے الگ نظر آتی ہیں۔ مثلاً بات نکلتی ہے اسے کیسے تولا جائے

گا؟ وہ یہ بھی کہتا تھا کہ اعمال کے تولنے سے اللہ تعالیٰ کی جہالت لازم آتی ہے کیونکہ تولتا وہ ہے جس کو علم نہ ہو رب تعالیٰ کو تو ہر شے کا علم ہے۔ اس کو تول کر معلوم کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے علماء حق نے اس کی دونوں باتوں کا جواب دیا ہے۔ فرماتے ہیں جہاں تک جہالت کے لازم آنے کا تعلق ہے وہ رب تعالیٰ کی جہالت لازم نہیں آتی بلکہ بندے کی جہالت لازم آتی ہے کیونکہ رب تعالیٰ نے اپنے علم کے لیے نہیں تولنا بلکہ بندوں کو بتانے کے لیے تولنا ہے کہ اے بندے اپنی نیکیاں بھی دیکھ لے اور اپنی بدیاں بھی دیکھ لے۔ رب تعالیٰ کو تو ہر شے کا علم ہے۔ رہا مسئلہ قول وفعل کے وزن کا اور اس کا یہ کہنا کہ ان کا اپنا وجود کوئی نہیں ہے یہ کیسے تلیں گے؟ تو یہ نظریہ بھی اس کا باطل ہے۔ کیونکہ اس جہان میں جو چیزیں قول وفعل کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں اگلے جہان میں ان کا جسم ہوگا یہ اجسام کی شکل میں ہونگی۔ مثال کے طور پر اس حدیث کو سامنے رکھیں۔ ترمذی شریف میں روایت ہے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہ معراج والی رات آنحضرت ﷺ کی تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے ملاقات ہوئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بھی ملاقات ہوئی تو انہوں نے آنحضرت ﷺ کے ذریعے ایک تو آپ ﷺ کی امت کو سلام بھیجا اور ایک پیغام بھیجا اِقْرَأْ مِنِّيْ اُمَّتَکَ السَّلَامَ ''اے محمد ﷺ! میری طرف سے یعنی ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے اپنی امت کو سلام دے۔'' دنیا کے ہر مسلمان مرد عورت کا فریضہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس سلام کا جواب دے عَلَیْهِ وَعَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَآءِ الصَّلٰوتُ وَالتَّسْلِیْمَات۔ اور پیغام دیا فرمایا اپنی امت کو میری طرف سے یہ پیغام دینا کہ جنت کی زمین بڑی زرخیز اور اعلیٰ ہے

طَيِّبَةٌ اوراس کا پانی بڑا عمدہ ہے لیکن ہے سفید۔اگر جنت میں تم نے درخت لگانے ہیں تو دنیا سے لگا کے آؤ۔وہ کس طرح لگیں گے؟ایک دفعہ سبحان اللہ کہنے سے ایک درخت لگ جاتا ہے،ایک دفعہ الحمد للہ کہنے سے ایک درخت لگ جاتا ہے،ایک دفعہ اللہ اکبر کہا تو ایک درخت لگ گیا،ایک دفعہ لا الہ الا اللہ کہا تو ایک درخت لگ گیا۔تو اب دیکھو یہاں ہم نے پڑھا سبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ و لا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر مگر ہمیں ان کی شکل نظر نہیں آئی اوراس جہان میں ان کلمات نے درختوں کی شکل اختیار کرلی۔حدیث پاک میں آتا ہے کہ ترازو میں جو نیکیاں تولی جائیں گی ان میں ایمان،توحید کے بعد سب سے بھاری نیکی خُلُقٌ حَسَنٌ اچھے اخلاق ہونگے۔امام بخاریؒ نے بخاری شریف میں آخری حدیث بیان فرمائی ہے كَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ ''دو کلمے اللہ تعالیٰ کو بڑے پیارے ہیں زبان پر بڑے ہلکے پھلکے ہیں پڑھنے کیلئے کوئی زیادہ زور نہیں لگتا اور قیامت والے دن ان کا بڑا وزن ہوگا ایک کلمہ سبحان اللہ وبحمدہ ہے اور دوسرا کلمہ سبحان اللہ العظیم ہے۔''تواس جہان میں جو چیزیں اعراض کے قبیل سے ہیں اس جہان میں ان کا وجود ہوگا۔

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اس طرح سمجھانے کی کوشش کی ہے۔فرماتے ہیں کہ تمہارا یہ کہنا کہ عمل جسم اور زبان کے ساتھ قائم ہے لہٰذا اس کا وزن کیسے ہوگا؟فرماتے ہیں کہ انسان کو جب بخار ہوتا ہے تو تھرمامیٹر کے ساتھ معلوم ہو جاتا ہے کہ کتنے درجے کا ہے۔سو ہے،ایک سو ایک ہے،ایک سو دو ہے۔تو یہ آلہ تول کر بتا دیتا ہے کہ کتنے درجہ کا ہے۔تو ہمارے پاس جب ایسے آلات ہیں کہ جن کے ساتھ ہم درجہ حرارت کا اندازہ کر

لیتے ہیں تو رب تعالیٰ کے پاس ایسا آلہ اور ترازو ہو کہ اس پر نیکی بدی کا وزن ہو تو اس میں کون سا عقلی اشکال ہے جو سمجھ نہیں آتا؟

حضرت نے دوسری مثال یہ دی ہے کہ روزانہ تم محکمہ موسمیات سے یہ اعلان سنتے ہو کہ بارش ہوگی یا موسم خشک رہے گا۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ اعلان کریں کہ بارش ہوگی لیکن موسم ٹھیک رہے یا وہ یہ سمجھیں کہ موسم ٹھیک رہے گا اور بارش ہو جائے۔ یہ اپنی جگہ مگر وہ آلات کے ذریعے بتلاتے ہیں۔ گرمی کے متعلق بتاتے ہیں کہ اتنے ڈگری پر ہے اور سردی کے متعلق بتاتے ہیں کہ اتنی ڈگری پر ہے۔ مقیاس الحرارت اور مقیاس البرودت آلات ہیں ان کے ذریعے تم گرمی سردی کو ماپ سکتے ہو۔ تو رب تعالیٰ کے پاس کوئی ایسا آلہ ہو جس کے ذریعے نیکیاں اور بدیاں تولی جائیں تو کوئی عقلی اشکال نہیں ہے۔

حضرت نے تیسری مثال یہ دی ہے کہ بسوں ، کاروں ، موٹر سائیکلوں کے ٹائروں میں ہوا بھرواتے ہیں کہ اتنے پونڈ ہوا بھر دو۔ تو ہمارے پاس ہوا کو ماپنے کے آلات ہیں تو رب تعالیٰ کے پاس کوئی ایسا آلہ ہو جس کے ساتھ نیکیاں بدیاں وزن کی جائیں تو اس میں کیا عقلی خرابی ہے؟ ایسے شوشے کمزور ایمان والے لوگ نکالتے ہیں۔ چنانچہ حسن بصریؒ نے اس کو سمجھایا مگر وہ ضد پر اڑا رہا تو حضرت حسن بصریؒ نے اپنے شاگردوں سے فرمایا اِعْتَـزَلَ عَنَّا ''یہ واصل ابن عطا اس نظریہ کے لحاظ سے ہم سے الگ ہو گیا۔'' تو یہاں سے معتزلہ فرقہ چلا ہے یہ اس کا پہلا شخص تھا واصل ابن عطا۔ اس نظریہ کے لوگ آج بھی موجود ہیں جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور عذاب قبر کے بھی منکر ہیں ،شفاعت کے بھی منکر ہیں ، پلصراط کا بھی انکار کرتے ہیں کہ ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ بھئی! ہماری تمہاری سمجھ ہے کیا؟ اور ساری چیزیں کونسی ہماری سمجھ میں آتی ہیں۔ تو فرمایا جن کا پلہ

بھاری ہوا وہ کامیاب ہیں اور جن کا نیکیوں والا پلہ خفیف ہوا ہلکا ہوا یہ وہ لوگ ہیں جنہوں
نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا اور دوزخ میں رہیں گے تَلۡفَحُ وُجُوۡهَهُمُ النَّارُ
جھلس دے گی ان کے چہروں کو آگ۔ اگر مارنا مقصود ہو تو اس کا ایک ہی شعلہ کافی ہے لیکن
اگر مار دیا جائے تو پھر سزا کون بھگتے گا وَهُمۡ فِيۡهَا كَالِحُوۡنَ اور وہ اس دوزخ میں بدشکل
ہونگے۔ ترمذی شریف میں روایت ہے کہ اوپر والا ہونٹ پیشانی کو جا کر لگے گا اور نیچے والا
ہونٹ لٹک کر ناف کو جا لگے گا۔ بڑے بڑے دانت ہونگے اور گدھے جیسی آوازیں نکالیں
گے لَهُمۡ فِيۡهَا زَفِيۡرٌ وَّ شَهِيۡقٌ [ہود:۱۰۶] اور سورہ فاطر آیت نمبر ۳۷ میں ہے وَهُمۡ
يَصۡطَرِخُوۡنَ فِيۡهَا ''اور وہ چلائیں گے اس کے اندر۔'' اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اَلَمۡ تَكُنۡ
اٰيٰتِىۡ تُتۡلٰى عَلَيۡكُمۡ کیا نہیں تھیں میری آیتیں تلاوت کی جاتی تم پر۔ قرآن کریم تمہیں
پڑھ کر نہیں سنایا جاتا تھا فَكُنۡتُمۡ بِهَا تُكَذِّبُوۡنَ پس تم ان کو جھٹلاتے تھے۔ کیا یہ یاد ہے؟
قَالُوۡا وہ کہیں گے رَبَّنَا غَلَبَتۡ عَلَيۡنَا شِقۡوَتُنَا اے رب ہمارے غالب آگئی ہم پر
ہماری بدبختی۔ ہم بدبخت تھے اے پروردگار! ہم اقرار کرتے ہیں وَكُنَّا قَوۡمًا ضَآلِّيۡنَ
ہم گمراہ قوم تھے۔ جب عذاب کی انتہاء ہو جائے گی تو یہ سارے مل جل کر جہنم کے انچارج
فرشتے مالک علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے يٰمٰلِكُ لِيَقۡضِ عَلَيۡنَا
رَبُّكَ ''اے مالک علیہ السلام چاہیے کہ فیصلہ کر دے ہم پر تمہارا پروردگار'' ہمیں فنا کر
دے قَالَ اِنَّكُمۡ مّٰكِثُوۡنَ [زخرف:۷۷] ''وہ کہے گا بے شک تم رہنے والے ہو اسی
مقام پر۔'' اور سورۃ زمر آیت نمبر ۷۱ میں ہے وَقَالَ لَهُمۡ خَزَنَتُهَاۤ اَلَمۡ يَاۡتِكُمۡ رُسُلٌ
مِّنۡكُمۡ يَتۡلُوۡنَ عَلَيۡكُمۡ اٰيٰتِ رَبِّكُمۡ وَيُنۡذِرُوۡنَكُمۡ لِقَآءَ يَوۡمِكُمۡ هٰذَا ''اور کہیں گے
ان کو جہنم کے داروغے کیا نہیں آئے تھے تمہارے پاس رسول تم میں سے جو پڑھتے تھے

تمہارے اوپر تمہارے پروردگار کی آیتیں اور ڈراتے تھے تمہیں اس دن کی ملاقات سے قَالُوْا کہیں گے وہ لوگ بَلٰی وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ کیوں نہیں مگر ثابت ہو گیا عذاب کا کلمہ کافروں پر۔" اور سورہ مومن آیت نمبر ۵۰ میں ہے فَادْعُوْهُ وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ "پس پکارو اور نہیں ہے کافروں کی پکار مگر ناکامی میں۔" رائیگاں جائے گی کوئی نہیں سنے گا۔ مجرم کہیں گے رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا اے ہمارے پروردگار! ہمیں دوزخ سے نکال دے فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ پس اگر ہم پھر لوٹیں گے گناہوں کی طرف، کفر شرک کی طرف پس بے شک ہم ظالم ہونگے۔ پروردگار! ہمیں ایک دفعہ دوزخ سے نکال دے قَالَ رب تعالیٰ فرمائیں گے اِخْسَئُوْا فِيْهَا عربی میں کہتے ہیں خَسَاْتُ الْكَلْبَ جب کتا بھونکے تو اس کو ڈرانے کے لیے۔ جیسے یہاں کوئی "دُھر دُھر" کہتا ہے کوئی "کرے" کہتا ہے۔ تو معنٰی ہو گا ذلیل ہو کر دوزخ میں پڑے رہو وَلَا تُكَلِّمُوْنِ اور مجھ سے بات نہ کرو۔ آگے بات آئے گی کہ یہ کیوں ہو گا؟ اس لیے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بندوں کا مذاق اڑایا اور حق کو قبول نہیں کیا حق والوں کی بات نہیں سنی۔ یقین جانو! آخرت حق ہے، جنت دوزخ حق ہے، پل صراط حق ہے، نیکیوں بدیوں کا تلنا حق ہے اس کے لیے تیاری کرو محض لفظی طور پر حق حق کہنے سے حق نہیں بنتا۔ اس کے لیے تیاری کرو۔

۞۞۞

اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ
اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ
سِخْرِيًّا حَتّٰۤى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنِّيْ
جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْۤا اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ
فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْئَلِ
الْعَآدِّيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱۴﴾
اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱۵﴾
فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ﴿۱۱۶﴾
وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ
عِنْدَ رَبِّهٖ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ
وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ ع

اِنَّهٗ بے شک حال یہ ہے كَانَ فَرِيْقٌ تھا ایک گروہ مِّنْ عِبَادِيْ میرے بندوں میں سے يَقُوْلُوْنَ جو کہتے تھے رَبَّنَآ اٰمَنَّا اے ہمارے رب ہم ایمان لائے فَاغْفِرْ لَنَا پس آپ بخش دیں ہمیں وَارْحَمْنَا اور رحم فرما ہم پر وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ اور آپ سب سے بہتر رحم کرنے والے ہیں فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ پس تم نے بنایا ان کو سِخْرِيًّا ٹھٹھا حَتّٰۤى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ یہاں تک کہ انہوں نے بھلا دیا تمہیں میرا ذکر وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ اور تھے تم ان سے

مذاق کرتے اِنِّیْ جَزَیْتُهُمُ الْیَوْمَ بے شک میں نے ان کو بدلہ دیا ہے آج کے دن بِمَا صَبَرُوْٓا اس وجہ سے کہ انہوں نے صبر کیا اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ بے شک وہ کامیابی پانے والے ہیں قٰلَ رب تعالیٰ فرمائیں گے كَمْ لَبِثْتُمْ کتنی مدت تم ٹھہرے ہو فِی الْاَرْضِ زمین میں عَدَدَ سِنِیْنَ سالوں کی گنتی قَالُوْا وہ کہیں گے لَبِثْنَا یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ ہم ایک دن ٹھہرے ہیں یا دن کا کچھ حصہ فَسْئَلِ الْعَآدِّیْنَ پس آپ پوچھ لیں گنتی والوں سے قٰلَ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا نہیں ٹھہرے تم مگر تھوڑا عرصہ لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ کاش کہ تم جاننے والے ہوتے اَفَحَسِبْتُمْ کیا پس تم خیال کرتے ہو اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ بے شک ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے عَبَثًا بے کار وَّاَنَّكُمْ اور بے شک تم اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ہماری طرف نہیں لوٹائے جاؤ گے فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ پس بلند ہے اللہ تعالیٰ جو سچا بادشاہ ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ نہیں ہے کوئی الٰہ مگر وہی رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِیْمِ وہ عزت والے عرش کا مالک ہے وَ مَنْ یَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اور جو پکارتا ہے اللہ تعالیٰ کیساتھ اِلٰهًا اٰخَرَ اور الٰہ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ جس کی کوئی دلیل نہیں ہے اس کے پاس فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ پس پختہ بات ہے اس کا حساب اس کے رب کے پاس ہے اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ بے شک شان یہ ہے فلاح نہیں پائیں گے کافر لوگ وَ قُلْ اور آپ کہہ دیں رَّبِّ اغْفِرْ اے ہمارے رب آپ بخش دیں وَارْحَمْ اور رحم فرما

وَاَنۡتَ خَیۡرُ الرّٰحِمِیۡنَ اورآپ سب سے بہتر رحم کرنے والے ہیں۔

کل کے سبق میں تم نے یہ بات پڑھی کہ جب مجرموں کو دوزخ میں ڈالا جائے گا تو وہ اقرار کریں گے اور کہیں گے رَبَّنَا غَلَبَتۡ عَلَیۡنَا شِقۡوَتُنَا ''اے ہمارے رب ہم پر ہماری بدبختی غالب آگئی۔'' اور ہم گمراہ لوگ تھے ہمیں دوزخ سے نکال دے۔ پھر اگر ہم کفر شرک کے قریب جائیں تو بڑے ظالم ہونگے۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے کہ تم ذلیل ہو کر دوزخ میں پڑے رہو اور میرے ساتھ بات بھی نہ کرو۔ کیوں؟ اس وجہ سے کہ اِنَّهٗ کَانَ فَرِیۡقٌ مِّنۡ عِبَادِیۡ بے شک ایک گروہ تھا میرے بندوں میں سے یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا جو کہتے تھے اے ہمارے رب ہم ایمان لائے فَاغۡفِرۡ لَنَا پس ہمیں بخش دے، ہمارے گناہ معاف فرمادے وَارۡحَمۡنَا اور ہم پر رحمت نازل فرما وَاَنۡتَ خَیۡرُ الرّٰحِمِیۡنَ اور آپ سب سے بہتر رحم کرنے والے ہیں، سب شفقت کرنے والوں سے بہتر شفقت کرنے والے ہیں۔ تو وہ میرے بندے میری شفقت کے طالب تھے فَاتَّخَذۡتُمُوۡهُمۡ سِخۡرِیًّا پس بنایا تم نے میرے ان بندوں کو ٹھٹھا۔ تم ان کیساتھ مسخرہ کرتے تھے۔ اتنا کہ حَتّٰۤی اَنۡسَوۡکُمۡ ذِکۡرِیۡ یہاں تک کہ انہوں نے بھلا دیا تمہیں میرا ذکر یعنی میرا ذکر بھلانے کا وہ سبب بنے۔ تم ان کے پیچھے پڑے رہے۔

نیک بندوں کیساتھ مذاق خدا کو پسند نہیں ہے :

آج بھی بہت سارے بدبخت لوگ موجود ہیں جو اہل حق کا مذاق اڑاتے ہیں، ان کی ڈاڑھیوں کا مذاق اڑاتے ہیں، ان کی ٹخنوں کا مذاق اڑاتے ہیں، ان کی مونچھوں اور مسواکوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اول تو مذاق ویسے ہی بری چیز ہے پھر اہل حق کے ساتھ مذاق کرنے کا مطلب ہے رب تعالیٰ کے ساتھ مذاق کرنا۔ اس لیے رب تعالیٰ فرمائیں

گے میرے ساتھ گفتگو نہ کرو تمہاری زبانیں دنیا میں میرے بندوں کے خلاف چلتی تھیں پھر تم نے ان کے ساتھ اتنا مسخرہ کیا کہ میری یاد ہی بھول گئے۔ مسخرہ بڑے گناہوں میں سے ہے۔ سورہ حجرات آیت نمبر ۱۱ میں ہے لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ عَسٰى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ ''نہ ٹھٹھا کرے کوئی قوم دوسری قوم سے شاید کہ وہ ان سے بہتر ہوں وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ اور نہ عورتیں دوسری عورتوں سے شاید کہ وہ ان سے بہتر ہوں رب کے ہاں۔'' مثلاً کوئی کسی کے ساتھ رنگ کی وجہ سے مسخرہ کرے کہ تم کالے ہو۔ ہوسکتا ہے اس کا دل روشن ہو ایمان کیساتھ اور اس گورے کا دل کالا ہو کفر شرک کیساتھ۔ خوبصورت، بدصورت کے ساتھ مذاق کرتا ہے۔ ہوسکتا ہے اس کی باطنی صورت اس سے بہتر ہو یا مسخرہ کرتا ہے چھوٹے قد کی وجہ سے، ہوسکتا ہے رب تعالیٰ کے ہاں اس کا درجہ بلند ہو اور بڑے قد والے کا درجہ پست ہو۔ تو مسخرہ بڑا گناہ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے بندوں کیساتھ ٹھٹھا کرنا گندگی ہے اور قرآن پاک کے خلاف ہے۔ تو یہ غضب پر غضب ہے وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ اور اے مجرمو! تم ان کے ساتھ مذاق کرنے کے علاوہ ہنستے بھی تھے انکی غربت دیکھ کر، ڈاڑھیاں اور ٹنڈیں دیکھ کر، شریعت کی چیزیں دیکھ کر۔ کل یا پرسوں کے اخبار میں میں نے پڑھا کہ حکومتی وزراء نے کہا ہے کہ ہم کمیٹی بنانے والے ہیں کہ زنا کے ثبوت کے لیے چار گواہوں کا ہونا ضروری نہیں ہے اس موقع پر کوئی چار گواہ کہاں سے لائے۔ اب قرآن پاک میں ترمیم شروع ہوگئی ہے کیونکہ اربعة شهداء کا لفظ قرآن کریم میں موجود ہے سورہ نور میں۔ تو اربعہ یعنی چار کی قید کو ختم کرنا قرآن کریم میں ترمیم ہے۔ پہلے یہ تھا کہ ہاتھ کاٹنا ظالمانہ کاروائی ہے، رجم کرنا ظلم ہے، کوڑے مارنا انسانیت کی تذلیل ہے، عورت مرد کی گواہی برابر ہے۔ اب کہتے ہیں چار گواہ

ضروری نہیں ہیں یہ تمام قرآن کے مسائل ہیں اے بے ایمانو!۔ساتھیو!یقین جانو اگر بری چیزوں کو دل سے برا نہیں جانو گے تو رتی برابر ایمان نہیں رہے گا۔نہ نمازیں رہیں گی نہ روزے نہ حج نہ زکوٰۃ کا کوئی فائدہ ہوگا۔حدیث پاک میں آتا ہے مَنْ رَاٰی مِنْكُمْ مُنْكَرًا ''جو تم میں سے کوئی بری چیز دیکھے وہ قولی ہو یا فعلی ہو تو اس کو ہاتھ سے روکے اور اگر ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہیں ہے تو زبان سے اس کی تردید کرے اگر زبان سے تردید کرنے کی طاقت نہیں ہے تو دل سے برا سمجھے۔اگر دل سے بھی برا نہیں سمجھتا تو رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں ہے۔'' یہ بخاری شریف کی روایت ہے۔بے شک اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے پھیریں۔

تو فرمایا میرے جن بندوں کے ساتھ مذاق کرتے تھے آج میں نے ان کو بدلہ دیا ہے اِنِّیْ جَزَیْتُهُمُ الْیَوْمَ بے شک میں نے ان کو بدلہ دیا ہے آج کے دن بِمَا صَبَرُوْٓا اس وجہ سے کہ انہوں نے صبر کیا اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ بے شک وہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے کامیابی پانے والے ہیں۔اور اے مذاق کرنے والو!تم دوزخ میں جلتے رہو میرے ساتھ گفتگو نہ کرو۔پھر قٰلَ رب تعالیٰ فرمائیں گے كَمْ لَبِثْتُمْ فِی الْاَرْضِ کتنی مدت تم ٹھہرے ہو زمین میں عَدَدَ سِنِیْنَ سالوں کی گنتی کر کے بتلاؤ۔جواب میں قَالُوْا وہ کہیں گے لَبِثْنَا یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ ہم ایک دن ٹھہرے ہیں یا دن کا کچھ حصہ۔پروردگار کا سوال ہوگا سالوں کی گنتی کر کے بتلاؤ کتنے سال ٹھہرے ہو اور وہ جواب دیں گے دنوں کے لحاظ سے کہ ایک دن یا پورا دن بھی نہیں دن کا کچھ حصہ رہے ہیں فَسْئَلِ الْعَآدِّیْنَ پس آپ اے پروردگار!پوچھ لیں گنتی والوں سے،فرشتوں سے پوچھ لیں۔

دنیا پرستوں سے بڑا بے وقوف کوئی نہیں ہے :

آخرت کے مقابلے میں تو دنیا کی زندگی کی حیثیت کچھ بھی نہیں ہے لیکن اس محدود زندگی کی وجہ سے انسان اپنی آخرت کی ہمیشہ کی زندگی برباد کر لے، کتنی بری بات ہے ۔ کیونکہ نہ جنتیوں کی زندگی ختم ہونے والی ہے اور نہ دوزخیوں کی زندگی ختم ہونے والی ہے۔ تو جو آدمی اس چند سالہ زندگی کے لیے رب تعالیٰ کو ناراض کرے آخرت کی ہمیشہ کی زندگی برباد کرے تو اس جیسا بے وقوف بھی کوئی آدمی نہیں ہے۔ یہ دنیا پرست لوگ اپنے آپ کو بڑا عقلمند تصور کرتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ ان سے بڑا بے وقوف کوئی نہیں ہے کہ عارضی اور فانی زندگی کو حقیقی اور نہ ختم ہونے والی زندگی پر ترجیح دیتے ہیں۔

ایک دفعہ آنحضرت ﷺ چہل قدمی کے لیے مدینہ طیبہ سے باہر تشریف لے گئے ۔ آپ ﷺ کے خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ آپ ﷺ نے قضاء حاجت بھی کی اور اس کے بعد فوراً تیمم کیا کہ پانی پاس نہیں تھا۔ خادم نے کہا حضرت! مدینہ کی دیواریں نظر آرہی ہیں وہاں پہنچ کر وضو کر لینا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے کیا معلوم ہے کہ میں نے کتنی دیر زندہ رہنا ہے ایسا کیوں نہ کروں کہ جتنا وقت ہے وہ طہارت کے ساتھ گزاروں ۔ پیغمبر علیہ السلام نے زندگی کو کتنا عارضی اور فانی سمجھا اور ہم ہیں کہ شیطان نے ہمارے ذہن میں وسوسہ ڈالا ہوا ہے کہ ابھی میری بڑی زندگی ہے پہلے اور لوگ مریں گے پھر ہم مریں گے۔ ساتھیو! اس میں ترمیم کر دیوں کہو کہ پہلے ہم نے مرنا ہے پھر اوروں نے مرنا ہے موت کو کسی وقت نہ بھولو۔

حدیث پاک میں آیا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا اَكْثِرُوْا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ "لذتوں کو ختم کرنے والی چیز موت کو کثرت کے ساتھ یاد کرو۔ موت یقینی چیز

ہے۔رب تعالیٰ نے موت کا نام یقین رکھا ہے وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْن [نحل:۹۹] ''اور عبادت کر اپنے رب کی یہاں تک کہ تجھے موت آجائے۔'' تو مجرم کہیں گے کہ ایک دن یا دن کا کچھ حصہ ٹھہرے ہیں۔اے پروردگار! گنتی کرنے والے فرشتوں سے پوچھ لو قٰلَ رب تعالیٰ فرمائیں گے اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا نہیں ٹھہرے تم دنیا میں مگر بہت تھوڑا۔دن آدھا دن نہیں کچھ سال رہے ہو مگر وہ بہت تھوڑا عرصہ ہے لَّوْ اَنَّکُمْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ کاش کہ تم جان لیتے کہ دنیا کی زندگی فانی ہے اور آخرت کی زندگی باقی ہے۔لیکن یہ عارضی زندگی بھی بے مقصد نہیں ہے۔

انسان کو اللہ تعالیٰ نے بے مقصد پیدا نہیں کیا :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَفَحَسِبْتُمْ کیا پس تم خیال کرتے ہو اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا کہ بے شک ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے بے کار۔تمہارے ذمہ کوئی کام نہیں ہے۔نہ عقائد،نہ اعمال،نہ اخلاق،تم نے کچھ نہیں کرنا تمہاری کوئی ذمہ داری نہیں ہے وَّاَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ اور بیشک تم ہماری طرف نہیں لوٹائے جاؤ گے اور تم جواب دہ نہیں ہو گے اور تمہاری کوئی گرفت نہیں ہوگی،کوئی جزا سزا نہیں ہوگی،یہ کس طرح ہوسکتا ہے۔مثلاً دیکھو! ایک آدمی ملازم ہے کسی کارخانے یا کسی محکمے میں اس کی ڈیوٹی اور ذمہ داری ہے اور اس کے عوض میں اس کی تنخواہ ہے۔اب اگر وہ کام نہ کرے اور تنخواہ لیتا رہے تو مالک کتنی دیر برداشت کرے گا،ہفتہ،مہینہ،پھر اس کے خلاف کاروائی کرے گا یا کان سے پکڑ کر باہر نکال دے گا کہ تم تنخواہ لیتے ہو اور کام نہیں کرتے۔بے کار ملازم کو کون برداشت کرتا ہے۔ انسان کو بھی سوچنا چاہیے کہ تجھے رب تعالیٰ نے پیدا کیا ہے تیرے چلنے پھرنے کے لیے زمین بچھائی ہے چھت کے لیے آسمان بنایا ہے تجھے رزق دیا ہے،غذا دی ہے تیرے لیے

ہوا چلائی ہے، پھل فروٹ عنایت کیے ہیں تنخواہ پوری لیتا ہے اور کام کچھ بھی نہیں کرتا۔ نہ رب تعالیٰ کے متعلق عقیدہ درست رکھتا ہے نہ نماز پڑھتا ہے نہ روزہ رکھتا ہے نہ دوسرے اعمال ہیں تو کیا سمجھتا ہے تجھ سے کوئی باز پرس نہیں ہوگی۔ گائے، بھینس اگر بگڑ جائے دودھ نہ دے تو ڈنڈا لے کر اس کے پیچھے پڑ جاتا ہے اور اپنے بارے میں سوچتا بھی نہیں ہے کہ رب تعالیٰ کی اتنی نعمتیں کھانے کے بعد رب تعالیٰ کے احکام بجا نہیں لاتا۔ زندگی کے مقصد کو بھول گیا ہے لہٰذا تمہارا بھی کچھ حشر ہونا چاہیے یا نہیں؟ کیا تمہیں رب تعالیٰ نے بے مقصد پیدا کیا ہے؟ حاشا وکلا ایسا نہیں ہے فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ پس بلند ہے اللہ تعالیٰ جو سچا بادشاہ ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، نہ کوئی مسجود ہے، نہ کوئی حاجت روا اور مشکل کشا ہے، نہ کوئی فریاد رس ہے اور نہ کوئی نذر و نیاز کے قابل ہے رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ عزت والے عرش کا رب ہے۔ ساری مخلوق سے بڑی مخلوق عرش ہے اس کا بھی وہی مالک ہے وَ مَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ اور جو شخص پکارتا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور الٰہ کو لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ جس کی کوئی دلیل نہیں ہے اس کے پاس۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو الٰہ بنانے پر کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ اس کو الٰہ بنایا جائے فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ پس پختہ بات ہے کہ اس کا حساب اس کے رب کے پاس ہے۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش ہوگا تو پھر پتا چلے گا کہ اس نے دنیا میں جاہلانہ دلیل کی بنا پر شرک کا راستہ اختیار کیا اب دیکھ اس کا انجام کیا ہے۔ لہٰذا یہ سبق اچھی طرح یاد کر لو صرف اللہ تعالیٰ کو الٰہ مانو، اسی کو سجدہ کرو، اسی کے نام کی نذر و نیاز دو، اسی کو حاجت روا، فریاد رس سمجھو، اسی کو مشکل کشا اور دستگیر سمجھو۔ خدائی اختیارات میں سے ایک رتی بھی کسی کے پاس نہیں ہے۔ باقی ہر ایک کا درجہ اپنے اپنے مقام پر ہے۔ پیغمبروں کا اپنا درجہ ہے، صحابہ کا اپنا

درجہ ہے، شہداء کا، اولیاء کا اپنا درجہ ہے، ائمہ کا اپنا مقام ہے، فرشتوں کے اپنے اپنے مقام پر درجات ہیں مگر خدائی اختیارات کسی کے پاس نہیں ہیں۔ مخلوق میں آنحضرت ﷺ سے بڑی ذات کوئی نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں آپ ﷺ سے بھی اعلان کروایا اِنِّیْ لَآ اَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّ لَا رَشَدًا [سورۃ جن] ''اے لوگو! میں تمہارے نفع نقصان کا مالک نہیں ہوں۔'' اور فرمایا یہ بھی اعلان کر کے ان کو سنا دے لَآ اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا [اعراف:۱۸۸] ''میں اپنے نفع نقصان کا بھی مالک نہیں ہوں۔'' تو جب آنحضرت نہ اپنے اور نہ کسی کے نفع نقصان کے مالک ہیں تو اور کون ہو سکتا ہے کہ جس کے پاس نفع نقصان کا اختیار ہو؟ جب اللہ تعالیٰ نے دیا ہی نہیں ہے تو پھر کہاں سے آ گیا؟

فرمایا میرے پاس آئیں گے۔ سب حساب ہو جائے گا اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الْکٰفِرُوْنَ بے شک شان یہ ہے فلاح نہیں پائیں گے کافر لوگ وَ قُلْ اور آپ کہہ دیں رَّبِّ اغْفِرْ اے میرے پروردگار! آپ بخش دیں وَارْحَمْ اور اپنی رحمت ہم پر نازل فرما وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ اور آپ تمام شفقت کرنے والوں میں سے بہتر شفقت کرنے والے ہیں۔ ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرما اور ہم پر اپنی رحمت نازل فرما۔ (امین)

آج بروز جمعرات ۱۱ شعبان ۱۴۳۲ھ بمطابق ۱۳/ جولائی ۲۰۱۱ء کو

سورۃ المومنون مکمل ہوئی۔

والحمد للہ علی ذلک

(مولانا) محمد نواز بلوچ

مہتمم : مدرسہ ریحان المدارس جناح روڈ گوجرانوالا۔

سُوْرَةُ النُّوْرِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَّسِتُّوْنَ اٰيَةً وَّتِسْعُ رُكُوْعَاتٍ

سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَاۤ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱﴾ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۪ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲﴾ اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۫ وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَاۤ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳﴾ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۴﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ اَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵﴾

سُوْرَةٌ یہ سورت ہے اَنْزَلْنٰهَا ہم نے اس کو نازل کیا ہے وَفَرَضْنٰهَا اور اس کے احکام ہم نے فرض کیے ہیں وَاَنْزَلْنَا فِيْهَاۤ اور ہم نے نازل کی ہیں اس سورت میں اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ صاف صاف آیتیں لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ تاکہ تم نصیحت حاصل کرو اَلزَّانِيَةُ زنا کرنے والی عورت وَالزَّانِيْ اور زنا کرنے والا مرد فَاجْلِدُوْا پس تم کوڑے مارو كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا ان میں سے ہر ایک کو

مِائَةَ جَلْدَةٍ سوسوکوڑے وَّ لَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا اور نہ پکڑے تمہیں دونوں کے متعلق رَاْفَةٌ شفقت اور نرمی فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے دین کے بارے میں اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ اگر ہو تم ایمان لاتے بِاللّٰهِ اللہ تعالیٰ پر وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اور آخرت کے دن پر وَلْیَشْهَدْ عَذَابَهُمَا اور چاہیے کہ حاضر ہو ان دونوں کی سزا کے موقع پر طَآئِفَةٌ ایک گروہ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ایمان والوں کا اَلزَّانِیْ زانی مرد لَا یَنْكِحُ نہیں نکاح کرتا اِلَّا زَانِیَةً مگر زانیہ کے ساتھ اَوْ مُشْرِكَةً یا شرک کرنے والی ہے وَّالزَّانِیَةُ اور جو زنا کرنے والی عورت ہے لَا یَنْكِحُهَآ نہیں نکاح کرتا اس کے ساتھ اِلَّا زَانٍ مگر زانی مرد اَوْ مُشْرِكٌ یا مشرک وَحُرِّمَ ذٰلِكَ اور حرام قرار دیا گیا ہے عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ ایمان والوں پر وَالَّذِیْنَ اور وہ لوگ یَرْمُوْنَ جو تہمت لگاتے ہیں الْمُحْصَنٰتِ پاک دامن عورتوں پر ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا پھر وہ نہیں لاتے بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ چار گواہ فَاجْلِدُوْهُمْ پس مارو تم ان کو ثَمٰنِیْنَ جَلْدَةً اسی کوڑے وَّ لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا اور نہ قبول کرو ان کی گواہی کبھی بھی وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ اور یہی لوگ نافرمان ہیں اِلَّا الَّذِیْنَ مگر وہ لوگ تَابُوْا جنہوں نے توبہ کی مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ اس کے بعد وَ اَصْلَحُوْا اور اپنی اصلاح کی فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ پس بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

سورۃ نور کی وجہ تسمیہ :

اس سورت کا نام نور ہے۔ چار رکوع کے بعد آئے گا اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ''اللہ تعالیٰ ہی نور ہے آسمانوں کا اور زمین کا۔'' یعنی آسمانوں اور زمینوں کو روشن کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ پس اس لفظِ نور کی وجہ سے اس کا نام سورہ نور رکھا ہے۔ یہ سورت مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔ ایک سو ایک سورتیں اس سے پہلے نازل ہو چکی تھیں۔ اس کے ۹ رکوع اور چونسٹھ (۶۴) آیات ہیں۔ اس میں سخت احکامات بیان ہوئے ہیں۔ خصوصاً جس کا ایمان کمزور ہے اس کے لیے تو بہت ہی سخت ہیں۔ اس لیے رب تعالیٰ نے شروع سورت میں ہی فرمایا کہ سُوْرَۃٌ اَنْزَلْنٰھَا اس سورت کو ہم نے نازل کیا ہے وَفَرَضْنٰھَا اور اس کے احکام بھی ہم نے فرض کیے ہیں وَاَنْزَلْنَا فِیْھَآ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ اور ہم نے اس سورت میں نازل کی ہیں آیتیں صاف صاف۔ دیکھو! کتنے واضح الفاظ ہیں کہ یہ سورت ہم نے نازل کی ہے اور اس کے احکام ہم نے فرض کیے ہیں۔ جن کی تشریح اور ان میں ترمیم کی ضرورت نہیں ہے لیکن بے دین لوگ ان احکام سے چیختے چلاتے ہیں ترمیم کرنے کے درپے ہیں۔ یہ کون ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کے احکام میں ترمیم کرنے والے؟ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ سورت ہم نے نازل کی ہے اور اس کے احکام بھی ہم نے نازل کیے ہیں لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

پہلا حکم اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا مِائَۃَ جَلْدَۃٍ زانیہ عورت اور زانی مرد پس مارو تم ان میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے۔ یہ حکم ان کے متعلق ہے جو شادی شدہ نہ ہوں وَّلَا تَاْخُذْکُمْ بِھِمَا اور نہ پکڑے تمہیں ان دونوں کے بارے میں رَاْفَۃٌ شفقت اور نرمی فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کے دین کے بارے میں کوئی نرمی اور

شفقت نہ کرو اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ اگر ہوتم اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور آخرت کے دن پر ایمان لاتے ہوتو بالکل نرمی نہیں کرنی۔

رجم کرنے کا ثبوت :

باقی رہا شادی شدہ کا حکم تو اس کے متعلق متواتر احادیث اور اجماع امت ہے۔ ان کے متعلق قرآن پاک کی آیتیں نازل ہوئی تھیں جن کی تلاوت منسوخ ہوگئی لیکن حکم باقی ہے کہ شادی شدہ مرد، عورت بدکاری کریں اور وہ ثابت ہو جائے چار گواہوں سے۔ چار گواہوں کا ذکر آئندہ آیت کریمہ میں آرہا ہے۔ یا وہ خود اقرار کریں کہ کہ واقعی ہم نے یہ کام کیا ہے تو ان کو میدان میں کھڑا کر کے پتھروں کے ساتھ مار مار کر ختم کر دیا جائے گا۔ اس کاروائی کو عربی میں رجم کہتے ہیں جس کا اردو میں ترجمہ سنگسار کرنا ہے۔

ضیاء الحق کے دور میں ہائی کورٹ کے ایک جج نے بڑھک ماری کہ رجم کا مسئلہ یہودیوں سے لیا گیا ہے اور یہ سزا اس روشن زمانے میں نا قابل عمل ہے۔ وہ ڈاکٹر تنزیل غیر مسلم پرویزی ذہن کا جج تھا منکرین حدیث میں سے تھا۔ اس سلسلے میں علمائے کرام نے ہر جگہ احتجاج کیا اور پچاس علماء پر مشتمل ایک وفد جس میں ہر طبقے کے علماء شامل تھے ضیاء الحق کو بھی ملا۔ اس وفد میں مَیں (امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ) بھی شامل تھا۔ اور اس کو خطوط بھی لکھے کہ تم اسلام اسلام کرتے ہو جج کی اس بات کا نوٹس لو کیونکہ ہائی کورٹ کا جج ہے اس کے یہ الفاظ قانون ہیں۔ پھر دوسرے جج اس کو بطور مثال کے پیش کریں گے۔ اگر کوئی سیاسی لیڈر بڑھک مارتا تو ہم سٹیج پر منبروں پر اس کی تردید کر دیتے ، درسوں میں تردید کر دیتے اور ہمارا فرض ادا ہو جاتا۔ اور مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی اسلام کے خلاف بات کرے اور سارے مسلمان خاموش رہیں تو سب گنہگار رہوں گے اور اگر ایک بھی

ذمہ دار اس کی تردید کردے تو فرض کفایہ ادا ہو جائے گا اور سب گنہگار ہونے سے بچ جائیں گے۔

تو ہم نے کہا کہ تمہارے دور میں یہ بات ہو، ٹھیک نہیں ہے۔ چنانچہ ضیاء الحق مرحوم نے اس جج کو فارغ کر دیا۔ پھر اس نے کہا کہ تم اس طرح کرو کہ تین عالم دوان کو ہم نگران مقرر کریں گے جو بھی شرعی مسئلہ ہوگا وہ ان کے سامنے پیش ہوگا کوئی جج ان کے بغیر فیصلہ نہیں کرے گا۔ چنانچہ ہماری طرف سے مولانا تقی عثمانی، بریلویوں کی طرف سے پیر کرم شاہ صاحب اور تیسرے مولوی غلام علی صاحب جو مودودی صاحب کے منشی ہوتے تھے۔ اس کا فائدہ یہ ہوا کہ پھر کسی جج کو کھل کر اسلام کے خلاف بکواس کرنے کا موقع نہ ملا۔ تو شادی شدہ مرد عورت کی سزا رجم ہے۔

حضور کے دور کے سنگسار کرنے کے چند واقعات :

آنحضرت ﷺ کے زمانے میں چند واقعات پیش آئے۔ قبیلہ بنو غامد کے ایک آدمی کی بیوی نے آکر کہا کہ حضرت! مجھ سے یہ فعل سرزد ہوا ہے اور میں شادی شدہ ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا بی بی! تمہارے ہوش وحواس درست ہیں کیا تو نے شراب تو نہیں پی ہوئی وہ بی بی کہنے لگی حضرت! مجھے نہ ٹالیں میرے پیٹ میں بچہ بھی ہے مجھے آپ سزا دیں تاکہ میری آخرت تباہ نہ ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے پیٹ میں بچہ ہے تو قصور تمہارا ہے بچے کا تو نہیں ہے بچے کی پیدائش کے بعد آنا۔ چنانچہ وہ عورت بچے کی پیدائش کے بعد آکر کہنے لگی حضرت! اب وعدہ پورا کریں مجھے سنگسار کر دیں تاکہ میری آخرت برباد نہ ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ دودھ پیتا بچہ ہے اس کا کیا بنے گا؟ تحقیق کی تو بچے کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ فرمایا بچے کو دودھ پلاؤ جب دودھ پلانے کی مدت پوری ہو جائے تو پھر آنا۔ دوسال

بچے کو دودھ پلایا اور وہ چلنے بھی لگ گیا، اب اس بچے کو لے کر آئی اس نے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا پکڑا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے عورت کے سامنے اس بچے کو کہا کہ روٹی کھاؤ۔ اس نے روٹی کھانی شروع کر دی۔ اس عورت نے کہا حضرت دیکھو! یہ بچہ اب روٹی کھانے لگ گیا ہے لہٰذا مجھے پاک کر دیں۔ چنانچہ اس عورت کو رجم کر دیا گیا۔ ایک ساتھی نے کہا کہ اس عورت نے خواہ مخواہ اپنے آپ کو مصیبت میں ڈالا خاموش ہو جاتی تو کیا تھا رب تعالیٰ سے معافی مانگ لیتی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس عورت کی توبہ ایسی ہے کہ مدینہ طیبہ کے تمام گنہگاروں پر تقسیم کر دی جائے تو سب کے گناہ معاف ہو جائیں۔

ایک اور واقعہ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کا ہے۔ وہ بھی خود آنحضرت ﷺ کے پاس تشریف لائے اور کہنے لگے حضرت! میں شادی شدہ ہوں اور برائی کر بیٹھا ہوں آپ ﷺ نے اس سے منہ پھیر لیا۔ وہ دوسری طرف سامنے آ کے کھڑے ہو گئے آپ ﷺ نے پھر چہرہ پھیر لیا، اسی طرح تیسری طرف اور چوتھی طرف آ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ پاگل تو نہیں ہے؟ کہنے لگے حضرت! میں سمجھدار ہوں۔ فرمایا دیکھو اس نے نشہ تو نہیں کیا ہوا؟ معلوم ہوا کہ نہیں، نشہ بھی نہیں کیا ہوا۔ پھر ان کو رجم کیا گیا۔

تو غیر شادی شدہ مرد عورت بدکاری کا ارتکاب کریں تو ان کی سزا سو کوڑے ہیں۔ فرمایا وَّ لَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ اور نہ پکڑے تمہیں ان دونوں کے متعلق شفقت اور نرمی فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے دین کے بارے میں اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اگر ہو تم ایمان لاتے اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر۔ اگر تمہارا اللہ تعالیٰ پر اور آخرت پر ایمان ہے تو سزا دینے میں نرمی نہ کرنا کیونکہ سزا کے بعد دنیا والوں کے لیے عبرت ہوگی اور یہ جرم نہیں کریں گے وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا اور چاہیے کہ حاضر ہو ان دونوں

کی سزا کے موقع پر طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کا ایک گروہ تا کہ وہ آنکھوں سے دیکھیں اور آگے بیان کریں تا کہ سزا کی خوب تشہیر ہو اور لوگ اس سے بچیں اَلزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْ مُشْرِکَةً زانی مرد نہیں نکاح کرتا مگر زانیہ عورت کے ساتھ یا مشرکہ عورت کے ساتھ۔ کیونکہ اس کا طبعی رجحان برائی کی طرف ہوتا ہے وَّالزَّانِیَةُ اور جو زانیہ عورت ہے لَا یَنْکِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِکٌ نہیں نکاح کرتا اس سے مگر زانی مرد یا مشرک مرد وَحُرِّمَ ذٰلِکَ اور یہ زنا حرام کر دیا گیا عَلَی الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں پر۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس عورت نے زنا کر کے غیر کا نطفہ خاوند کے ساتھ ملایا ایسی عورت پر جنت حرام ہے۔ اس لیے کہ اس نے غیر وارث کو وارث بنایا ہے۔ کیونکہ اس کے خاوند کے گھر جو بچہ پیدا ہوگا وہ خاوند ہی کا شمار ہوگا اور اس میں دوسرے ورثاء کی حق تلفی ہوگی۔ خدا کا حکم توڑا، خاوند سے خیانت کی۔ تو زنا ایک گناہ نہیں کئی گناہوں کا مجموعہ ہے۔

حدقذف :

اور حکم سنو! وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ اور وہ لوگ جو تہمت لگاتے ہیں پاک دامن عورتوں پر اور جو عورتوں کا حکم ہے وہی مردوں کا حکم ہے یعنی اگر کوئی پاک دامن مردوں پر تہمت لگائے تو اس کا بھی یہی حکم ہے ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ پھر وہ نہیں لاتے چار گواہ فَاجْلِدُوْهُمْ پس مارو ان تہمت لگانے والوں کو ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً اسی کوڑے وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا اور نہ قبول کرو ان کی گواہی کبھی بھی۔

مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی مرد یا عورت کسی مرد یا عورت پر زنا کی تہمت لگائے کہ یہ زانی ہے یا زانیہ ہے تو تہمت لگانے والے کے ذمہ فرض ہے کہ وہ چار گواہ لائے اگر چار

گواہ نہ لا سکا تین گواہ لا سکا، دو گواہ لا سکا تو تہمت لگانے والے کو اسّی کوڑے لگیں گے اور یہ سزا توبہ سے بھی معاف نہیں ہوگی۔ کسی کو حرامی کہنے پر بھی اسّی کوڑے سزا ہے۔ اور ہم تو حرامی حرامی کی تسبیح پڑھتے ہیں۔

اور شرابی کی سزا آنحضرت ﷺ کے دور میں بخاری شریف کی روایت میں چالیس کوڑے ہے اور اسّی کوڑے بھی ہے۔ جب شرابی کو اسّی کوڑے لگیں گے تو پھر شراب کون پیے گا۔ ان سزاؤں کو شریعت حد کہتی ہے۔ اس آیت کریمہ میں چار مرد گواہ ثابت ہیں عورتیں نہیں۔ گرائمر کے لحاظ سے اَرْبَعَةً کا معنی چار مرد ہیں۔ اگر تا نہ ہوتی تو پھر عورتیں بھی شامل ہوتیں۔ تو قرآن پاک کی نص سے چار مرد ثابت ہیں۔ پہلے تو کہتے تھے کہ چوری کے جرم میں ہاتھ کاٹنا ظلم ہے، ڈاکوؤں کو سزا دینا ظلم ہے۔ اب کہتے ہیں کہ اس زمانے میں زنا کے لیے ایسے چار گواہ کہاں سے لائیں جو متقی ہوں۔ یہ بے ایمان قرآن میں ترمیم کرتے ہیں۔ بھئی! یہ کسی مولوی یا فقیہ کا مسئلہ تو نہیں ہے یہ تو قرآن کا مسئلہ ہے۔ اگر تم چار گواہ نہیں مانتے تو کیا تم نے قرآن کو تسلیم کیا ہے؟ قطعاً نہیں۔ لہٰذا ایسے آدمی کو مسلمان سمجھنے والا خود کافر ہو جائے گا۔ یہ کھلا کفر ہے۔ اس کھلے کافر کو کافر نہ کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔

تو فرمایا جنہوں نے پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائی اور چار گواہ نہ لائے تو ان کو اسّی کوڑے مارو اور ان کی شہادت بھی قبول نہ کرو کبھی بھی وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ اور یہی لوگ نافرمان ہیں۔ ہاں! اگر توبہ کرلیں تو ان سے فسق کا حکم ختم ہو جائے گا لیکن امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ گواہی قبول نہیں ہوگی کیونکہ گواہی کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ابداً کی قید لگائی ہے کہ کبھی بھی قبول نہ کریں۔ فرمایا اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ

کی مِنْ بَعْدِ ذٰلِکَ اس کے بعد وَ اَصْلَحُوْا اوراپنی اصلاح کی فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ پس بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

لفظ زنا بولنے کی قباحت :

ایک بات اچھی طرح سمجھ لیں۔ زنا جیسے الفاظ بھی منہ سے نکالنا بہت برا ہے۔ موطا امام مالک میں روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور تھا۔ دوآدمیوں کا آپس میں جھگڑا ہوا ایک نے دوسرے کو لعن طعن کیا تو اس نے کہا اِنَّ اُمِّیْ وَلَیْسَتْ بِزَانِیَةٍ ''میری ماں کوئی زنا کار تو نہیں تھی۔'' ان الفاظ پر مقدمہ دائر ہوا صحابہ کرامؓ کے ایک گروہ نے کہا کہ اس نے اپنی ماں کی صفائی بیان کی ہے۔ دوسرے گروہ نے کہا کہ صفائی کے لیے اور الفاظ بھی تھے یہ الفاظ کیوں استعمال کیے ہیں؟ ایسے بھی کہہ سکتا تھا اِنَّ اُمِّیْ عَفِیْفَةٌ ''بے شک میری ماں پاک دامن ہے۔'' یہ برے الفاظ کیوں استعمال کیے ہیں؟ اس کو اسی کوڑوں کی سزا ہوئی۔ اب آپ اپنے معاشرے کا اندازہ کرلیں کتنا گندہ ہو چکا ہے۔ کیا مرد، کیا عورتیں، کیا بچے، کیا بوڑھے بلکہ نیک لوگ اِدھر تسبیح پر ورد ہو رہا ہے اور اُدھر گالیوں کی گردان ہو رہی ہے خدا کی پناہ! اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔

۞ ۞ ۞

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ

وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۞ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۞ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۙ۞ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۞ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ۞ اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۞ لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ۞ لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۞

وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ يَرْمُوْنَ جو تہمت لگاتے ہیں اَزْوَاجَهُمْ اپنی بیویوں پر وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اور نہیں ہیں ان کے لیے شُهَدَآءُ گواہ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ مگر ان کی اپنی جانیں فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ پس ان میں سے ایک کی گواہی اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ چار گواہیاں ہیں اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ

بے شک وہ البتہ سچ بولنے والوں میں سے ہے وَالْخَامِسَةُ اور پانچویں اَنَّ
لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ بے شک اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اس پر اِنْ كَانَ مِنَ
الْكٰذِبِيْنَ اگر ہے وہ جھوٹ بولنے والوں میں سے وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اور
دور کردے گا اس عورت سے بھی سزا کو اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ یہ کہ
وہ گواہی دے چار مرتبہ اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ بے شک وہ
البتہ جھوٹ بولنے والوں میں سے ہے وَالْخَامِسَةَ اور پانچویں گواہی اَنَّ
غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ بے شک اللہ تعالیٰ کا غضب ہو اس پر اِنْ كَانَ مِنَ
الصّٰدِقِيْنَ اگر اس کا خاوند سچ کہنے والوں میں سے ہے وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ
عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ اور اگر نہ ہوتا اللہ تعالیٰ کا فضل تم پر اور اس کی مہربانی وَاَنَّ
اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ اور بے شک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا حکمت والا ہے
اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ بے شک وہ لوگ جو لائے بہتان عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ
ایک گروہ ہے تم میں لَا تَحْسَبُوْهُ نہ خیال کرو اس کو شَرًّا لَّكُمْ اپنے حق میں
برا بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ بلکہ وہ تمہارے لیے بہتر ہے لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ ہر
آدمی کے لیے ان میں سے مَّا وہ ہے اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ جو کمایا اس نے
گناہ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ اور وہ شخص جس نے سرپرستی کی اس بہتان کے
بڑے حصے کی مِنْهُمْ ان میں سے لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ اس کے لیے عذاب
ہے بڑا لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ کیوں نہ ہوا جب تم نے سنا اس کو ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ

گمان کرتے مومن مرد وَالْمُؤْمِنٰتُ اور مومن عورتیں بِاَنْفُسِهِمْ اپنی جانوں کے بارے میں خَيْرًا بھلائی کا وَّقَالُوْا اور کہہ دیتے هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ یہ بہتان ہے کھلا لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ کیوں نہیں لاتے وہ اس پر بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ چار گواہ فَاِذْلَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ پس جب وہ نہیں لا سکے گواہ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ پس وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں هُمُ الْكٰذِبُوْنَ وہی جھوٹے ہیں۔

آج جو آیات آپ حضرات کے سامنے پڑھی گئی ہیں ان میں دو قسم کے حکم بیان ہوئے ہیں۔ایک یہ کہ میاں بیوی ایک دوسرے پر بدکاری کا الزام لگائیں تو اس کا حکم لعان ہے۔اور دوسرا یہ کہ ایک آدمی دوسرے آدمی پر بدکاری کا الزام لگاتا ہے اور چار گواہ نہیں پیش کر سکتا تو یہ مدعی جھوٹا کہلائے گا اور اس کو بہتان تراشی کی سزا دی جائے گی۔

لعان کا حکم :

پہلا حکم کہ کوئی مرد اپنی بیوی پر بدکاری کا الزام لگاتا ہے کہ میری بیوی بدکار ہے تو اس کو اس الزام پر چار گواہ پیش کرنا ہوں گے۔اگر اس کے پاس گواہ نہیں ہیں تو پھر لعان ہو گا۔عربی میں لعان بھی کہتے ہیں مُلَاعَنَه بھی کہتے ہیں۔اس کی صورت یہ ہوگی کہ مرد عورت دونوں قاضی اور جج کی عدالت میں پیش ہوں گے۔قاضی یا جج کی عدالت میں مرد چار گواہیاں اس طرح دے گا کہ ہر گواہی کے ساتھ قسم اٹھائے کہ میں قسم اٹھا کر اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ میری بیوی میں یہ گناہ ہے۔پھر دوبارہ کہے کہ میں قسم اٹھا کر گواہی دیتا ہوں کہ میری بیوی بدکار ہے۔پھر تیسری مرتبہ قسم اٹھا کر کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر

گواہی دیتا ہوں کہ میری بیوی بدکار ہے میری بیوی میں واقعی برائی ہے۔ پھر چوتھی مرتبہ قسم اٹھائے کہ میں قسم اٹھا کر اللہ تعالیٰ کا نام لے کر گواہی دیتا ہوں کہ میری بیوی میں برائی ہے۔ یہ چار شہادتیں ان الفاظ کے ساتھ اور پانچویں میں اس لفظ کے ساتھ ہوگی کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ اس کے بعد اگر عورت اپنے عیب کو تسلیم کر لے تو اس کو رجم کر دیا جائے گا کیونکہ شادی شدہ کا یہی حکم ہے۔ لیکن اگر عورت اپنے عیب کو تسلیم نہیں کرتی تو اس کو بھی چار گواہیاں دینا پڑیں گی کہ میں اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر گواہی دیتی ہوں کہ مجھ میں وہ عیب نہیں ہے جو خاوند کہہ رہا ہے۔ پھر دوبارہ کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر گواہی دیتی ہوں کہ مجھ میں وہ عیب نہیں ہے جو خاوند کہہ رہا ہے۔ تیسری دفعہ پھر کہے گی کہ میں اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر گواہی دیتی ہوں کہ میرے خاوند نے مجھ پر جو الزام لگایا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ پھر چوتھی دفعہ گواہی دے گی کہ میں رب تعالیٰ کی قسم اٹھا کر کہتی ہوں کہ مجھ میں یہ برائی نہیں ہے۔ اور پانچویں دفعہ کہے گی کہ مجھ پر رب تعالیٰ کا غضب ہو اگر خاوند سچا ہے اور میں جھوٹی ہوں۔ اس کاروائی کے بعد ان کے درمیان خود بخود تفریق ہو جائے گی۔ نہ وہ اس کا خاوند رہا اور نہ وہ اس کی بیوی رہی اس کو شریعت میں لعان کہتے ہیں۔

اب درحقیقت ان میں سے ایک تو جھوٹا ہے یا خاوند جھوٹا ہے یا بیوی جھوٹی ہے۔ تو ان کا معاملہ اب آخرت کی طرف منتقل ہو گیا وہاں فیصلہ ہوگا کہ کون جھوٹا تھا۔ دنیا کی سزا سے خاوند بھی بچ گیا کہ اس کو اسی کوڑوں کی سزا نہیں ملے گی اور دنیا کی سزا سے عورت بھی بچ گئی کہ رجم نہ ہوئی۔ عورت کے پاس جو بچہ ہے اس کے متعلق اگر خاوند کہے کہ وہ میرا ہے اور اس کی نفی نہیں کرتا تو شرعاً بچہ اس کا ہوگا اور اس کی تعلیم و تربیت کا خرچہ اس کے ذمہ ہوگا اور وراثت وغیرہ کے سارے احکام جاری ہوں گے اور اگر خاوند انکار کر دے اور کہے کہ یہ

بچہ میرا نہیں ہے تو اس کی نسبت خاوند سے ختم ہو جائے گی۔ ماں نے چونکہ جنا ہے تو اس کی نسبت ماں کی طرف کی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ اور وہ لوگ جو تہمت لگاتے ہیں اَزْوَاجَھُمْ اپنی بیویوں پر وَلَمْ یَکُنْ لَّھُمْ شُھَدَآءُ اور نہیں ہیں ان کے لیے گواہ اِلَّآ اَنْفُسُھُمْ مگر ان کی اپنی جانیں فَشَھَادَۃُ اَحَدِھِمْ پس گواہی ان میں سے ایک کی اَرْبَعُ شَھٰدٰتٍ بِاللّٰہِ چار گواہیاں ہیں اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر اِنَّہٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ بے شک وہ البتہ سچ بولنے والوں میں سے ہے کہ بے شک میں جو کہتا ہوں سچ کہتا ہوں وَالْخَامِسَۃُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰہِ عَلَیْہِ اِنْ کَانَ مِنَ الْکٰذِبِیْنَ اور پانچویں یہ کہ بے شک اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اس پر اگر ہے وہ جھوٹ بولنے والوں میں سے وَیَدْرَؤُا عَنْھَا الْعَذَابَ اور دور کر دے گا اس عورت سے بھی سزا کو اَنْ تَشْھَدَ اَرْبَعَ شَھٰدٰتٍ بِاللّٰہِ یہ کہ وہ گواہی دے چار مرتبہ اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر اِنَّہٗ لَمِنَ الْکٰذِبِیْنَ کہ بے شک وہ خاوند اس کا جھوٹ بولنے والوں میں سے ہے وَالْخَامِسَۃَ اور پانچویں قسم یہ کہ اَنَّ غَضَبَ اللّٰہِ عَلَیْھَآ بے شک اللہ تعالیٰ کا غضب ہو اس عورت پر اِنْ کَانَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ اگر اس کا خاوند سچ کہنے والوں میں سے ہو اور میں جھوٹی ہوں اس کو شریعت میں لعان کہتے ہیں۔ اس کے بعد دنیا کی سزا دونوں سے ٹل جائے گی اور ان میں سے جو جھوٹا ہو گا اس کو آخرت میں سزا ہوگی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُہٗ اور اگر نہ ہوتا اللہ تعالیٰ کا فضل تم پر اور اس کی رحمت وَاَنَّ اللّٰہَ تَوَّابٌ حَکِیْمٌ اور بے شک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا ہے حکمت والا ہے۔ ساتھیو! شریعت نے جو اصول بتائے ہیں اگر انسان

ان اصولوں پر چلے تو اس طرح کی نوبت کبھی بھی واقع نہیں ہوسکتی۔ وہ کیا ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے پردے کا حکم دیا ہے عورت پردے میں رہے، کوئی آدمی بغیر اجازت کے کسی کے گھر میں داخل نہ ہو، غیر محرم مرد عورت کا اختلاط نہ ہو، ایک دوسرے کے ساتھ گفتگو اور خط وکتابت نہ ہو، یہ تمام برائی کی باتیں ہیں اگر ان سے بچا جائے تو تہمت کی نوبت کبھی نہیں آئے گی۔

غزوہ بنو المصطلق اور واقعہ اِفک :

ہجرت کا پانچویں سال تھا آنحضرت ﷺ کو اطلاع ملی کہ قبیلہ بنو المصطلق عرب کا مشہور قبیلہ تھا اور اس کے جوان بڑے لڑنے بھڑنے والے تھے اور ان کا دوسرے قبائل کے ساتھ بھی رابطہ تھا وہ مسلمانوں پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس بات کی تحقیق کرو کیونکہ بعض باتیں افواہ ہوتی ہیں اور افواہ پر عمل کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ چنانچہ تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ واقعتاً ان لوگوں کا ارادہ ہے مدینہ طیبہ پر حملہ کرنے کا اور انہوں نے تیاری کی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہم ان کو حملہ نہیں کرنے دیں گے بلکہ ہم خود ان پر حملہ کریں گے۔ آنحضرت ﷺ تقریباً پانچ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر چل پڑے۔ کچھ عورتیں بھی ساتھ تھیں۔ آپ ﷺ کی بیویوں میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ساتھ تھیں۔ عورتوں کا کام تھا کھانا تیار کرنا، زخمیوں کی مرہم پٹی کرنا اور جو عورتوں کے کام ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کامیابی عطا فرمائی قبیلہ بنو المصطلق پر غلبہ نصیب ہوا۔ اس کو غزوہ مریسیع بھی کہتے ہیں۔ مریسیع جگہ کا نام ہے۔

واپسی ہوئی تو مجاہدین کا قافلہ رات کے پچھلے پہر میں ایک مقام پر تھوڑی دیر کے لیے رکا۔ سحری کا وقت تھا آنحضرت ﷺ کے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم تہجد گزار تھے اسی لیے آپ ﷺ

فجر کی نماز صبح صادق کے فوراً بعد پڑھا دیتے تھے کیونکہ سب تیار ہوتے تھے۔آپ ﷺ نے اعلان کیا کہ اب ہم نے نماز پڑھ کر چل پڑنا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خیال کیا کہ قافلہ روانگی کے بعد دوپہر سے پہلے کسی جگہ نہیں ٹھہرے گا تو میں قضائے حاجت سے فارغ ہو جاؤں تا کہ راستے میں رکاوٹ نہ پیدا ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی بڑی ہمشیرہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے موتیوں کا ایک ہار مانگ کر لے گئیں تھیں گلے میں ڈالنے کے لیے کیونکہ ان کے پاس اپنا ہار نہیں تھا۔عورتوں کو زیور کے ساتھ فطری طور پر پیار ہوتا ہے۔قرآن پاک میں آتا ہے اَوَ مَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ [زخرف:۱۷] ''بھلا وہ جس کو نشو ونما دی جاتی ہے زیور میں اور وہ جھگڑا کرنے میں بھی صاف بات نہیں کر سکتی۔'' قضائے حاجت کے لیے تھوڑا سا دور گئیں اندھیرا تھا اور ریتلا علاقہ تھا سوئے اتفاق کہ ہار کا دھاگا ٹوٹ گیا موتی بکھر گئے ہار قیمتی تھا، دانے تلاش کرتے کرتے دیر ہو گئی۔ جو کجاوہ اٹھا کر اونٹ پر رکھتے تھے انھوں نے سمجھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کجاوے میں ہیں کیوں کہ ان کا جسم ہلکا پھلکا تھا انھوں نے کجاوہ اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیا اور سفر شروع ہو گیا کسی کے علم میں نہیں تھا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پیچھے رہ گئی ہیں۔آنحضرت ﷺ بھی ساتھ تھے۔ حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ تمام بڑے بزرگ اکٹھے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جب آئیں تو قافلہ جا چکا تھا سر کیں تو ہوتی نہیں تھیں کہ پیچھے چل پڑتیں۔ ریتلے علاقے میں ہوا چلے تو قدموں کے نشان بھی مٹ جاتے ہیں۔ یہ ان کی دانائی تھی کہ انھوں نے سوچا کہ مجھے راستے کا علم نہیں ہے کدھر جاؤں وہیں لیٹ گئیں کہ یقیناً جب وہ دیکھیں گے کہ میں کجاوے میں نہیں ہوں تو اسی جگہ آئیں گے نوعمری

تھی اس وقت ان کی عمر مبارک تیرہ (۱۳) سال تھی۔ صبح کا ٹھنڈا وقت تھا آنکھ لگ گئی۔

آنحضرت ﷺ کے ایک صحابی تھے حضرت صفوان بن معطل سلمی رضی اللہ عنہ اُن کو حکم تھا کہ انہیں قافلے سے پیچھے رہنا ہے تاکہ قافلے والوں کی کوئی گری پڑی چیز چادر، جوتا، پگڑی وغیرہ کوئی سامان ہو اُسے اٹھانا ہے۔ حضرت صفوان ابن معطل سلمی رضی اللہ عنہ جب وہاں پہنچے تو دیکھا کپڑے میں لپٹی کوئی چیز پڑی ہے جلدی سے آکر چادر ہٹائی تو اس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ کیونکہ پردے کے حکم سے پہلے انہوں نے ان کو دیکھا ہوا تھا۔ پردے کا حکم ۳ھ میں نازل ہوا ہے۔ دیکھا تو منہ سے نکلا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ بندہ جب بھی کوئی پریشانی کی بات سنے تو اس وقت یہ کلمات کہے۔ ایک موقع پر مٹی کا چراغ جل رہا تھا تیز ہوا چلی تو چراغ بجھ گیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یہ کوئی اتنی بڑی مصیبت تو نہیں ہے ابھی ہم دوبارہ جلالیں گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا عائشہ! ہر وہ چیز جو مسلمان کو تکلیف پہنچائے وہاں انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ لینا چاہیے۔ کیونکہ اچانک چراغ کا بجھ جانا بھی پریشانی کا سبب ہے اس لیے میں نے پڑھا ہے۔

حضرت صفوان ابن معطل سلمیؓ نے یہ پڑھا اور اونٹ بٹھایا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سوار ہو گئیں نکیل پکڑی اور چل پڑے دوپہر کے وقت قافلے کے ساتھ جاملے اور مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔

عبداللہ بن ابی کی منافقت :

عبداللہ ابن ابی رئیس المنافقین بڑا شیطان قسم کا آدمی تھا وہ ایسی باتوں کی تلاش میں رہتا تھا کہ آنحضرت ﷺ کے خلاف کوئی بات مل جائے تاکہ وہ اسے بطور ہتھیار ان

کے خلاف استعمال کر سکے۔ اس کو موقع مل گیا اور اس نے کہنا شروع کر دیا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ اس شخص کے تعلقات اچھے نہیں اور اتنا زور دار پروپیگنڈہ کیا کہ تین مخلص صحابی بھی اس کے پروپیگنڈے کا شکار ہو گئے۔ مشہور شاعر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد بھائی مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ اور آنحضرت ﷺ کی سالی اور پھوپھی زاد بہن حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا۔ کہنے لگے نوعمری ہے ایسا گناہ ہو سکتا ہے۔

آنحضرت ﷺ گھر تشریف لائے گلیوں میں یہ باتیں ہو رہی ہیں، بازاروں میں ہو رہی ہیں، اپنے بے گانے کر رہے ہیں، عجیب قسم کا منظر ہے۔ پورا ایک مہینہ گزر گیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن آنحضرت ﷺ میرے پاس بیٹھے تھے فرمایا عائشہ! اگر آپ سے کوئی گناہ ہو گیا ہے تو خدا سے معافی مانگ لو، توبہ کر لو۔ فرماتی ہیں جب آپ ﷺ نے فرمایا تو میرے ہوش وحواس اڑ گئے۔ میں نے کہا آپ بھی یقین کرتے ہیں کہ واقعی کوئی ایسی بات ہوئی ہے۔ میں رو پڑی اور کہا کہ مجھ میں تو ایسا کوئی گناہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ میری صفائی دے گا۔ خیال تھا کہ خواب کے ذریعے میری صفائی بیان کر دی جائے گی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل فرما کر میری صفائی دی۔ اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ سے لے کر لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ تک اٹھارہ آیتیں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائیں جن میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ بے شک وہ لوگ جو بہتان لائے ہیں عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ وہ ایک گروہ ہے تم میں سے۔ منافق تو سارے تھے تین مخلص بھی شکار ہو گئے لَا تَحْسَبُوْهُ نہ خیال کرو تم اس بہتان کو شَرًّا لَّكُمْ اپنے لیے برا بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ بلکہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہے کہ تمہاری صفائی قرآن میں بیان

ہوئی ہے جو قیامت تک پڑھی جائے گی۔ فرمایا لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ ہر آدمی کے لیے ان بہتان تراشوں میں سے مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ وہ ہے جو کمایا اس نے گناہ وَالَّذِیْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ اور وہ شخص جس نے سرپرستی کی ہے اس بہتان کے بڑے حصے کی مِنْهُمْ ان میں سے عبداللہ ابن ابی رئیس المنافقین لَهٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ اس کے لیے بڑا عذاب ہے کہ وہ اس سلسلے کا ــ ہے اور وہی اس کی نشر و اشاعت کرنے والا ہے اور لوگوں کو آمادہ کرنے والا ہے کہ اس کو خوب پھیلاؤ لہٰذا اس کو بڑا عذاب ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَوْلَا اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ کیوں نہ ہوا جب تم نے یہ بہتان سنا تھا ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ گمان کرتے مومن مرد اور مومن عورتیں بِاَنْفُسِهِمْ خَیْرًا اپنی جانوں کے بارے میں بھلائی کا وَّقَالُوْا اور وہ کہتے هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِیْنٌ یہ بہتان ہے کھلا لَوْلَا جَآءُوْ عَلَیْهِ کیوں نہ لائے وہ اس پر بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ چار گواہ اپنے دعوے کے ثبوت پر۔ چار گواہ کیوں نہ لائے کہ زنا کے الزام کو ثابت کرنے کے لیے چار گواہوں کی ضرورت ہوتی ہے جو چشم دید گواہی دیں فَاِذْ لَمْ یَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ پس جب وہ نہیں لا سکے گواہ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ پس یہی لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں جھوٹے ہیں اور ان کا الزام صریح بہتان ہے۔ اس کی یہ سزا پائیں گے۔

❁❁❁

وَلَوْلَا فَضْلُ

اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿١٤﴾ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ﴿١٥﴾ وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ﴿١٦﴾ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٧﴾ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿١٨﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿١٩﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿٢٠﴾ ع

وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ اور اگر نہ ہوتا اللہ تعالیٰ کا فضل عَلَيْكُمْ تم پر وَرَحْمَتُهٗ اور اس کی رحمت فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ دنیا اور آخرت میں لَمَسَّكُمْ البتہ پہنچتا تمہیں فِيْ مَآ اس کے بدلے میں اَفَضْتُمْ فِيْهِ جس میں تم مصروف ہوئے عَذَابٌ عَظِيْمٌ بڑا عذاب اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ جس وقت تم لے رہے تھے اس افک کو بِاَلْسِنَتِكُمْ اپنی زبانوں کے ساتھ وَتَقُوْلُوْنَ اور تم کہتے تھے بِاَفْوَاهِكُمْ اپنے مونہوں کے ساتھ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وہ جس کا تمہیں

علم نہیں تھا وَتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا اور تم اس کو خیال کرتے تھے ہلکی بات وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ اور وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی ہے وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ اور کیوں نہ ہوا جب تم نے اس کو سنا قُلْتُمْ تم کہہ دیتے مَّا يَكُوْنُ لَنَآ کوئی حق نہیں ہمیں اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا کہ ہم کلام کریں اس بہتان کے بارے میں سُبْحٰنَكَ آپ کی ذات پاک ہے هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ یہ بہتان ہے بہت بڑا يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت کرتا ہے اَنْ تَعُوْدُوْا یہ کہ تم لوٹو لِمِثْلِهٖ اس کی مثل کی طرف اَبَدًا کبھی بھی اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اگر ہو تم مومن وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ اور بیان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آیات وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ يُحِبُّوْنَ جو پسند کرتے ہیں اَنْ اس کو تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ کہ پھیل جائے بے حیائی فِي الَّذِيْنَ ان لوگوں میں اٰمَنُوْا جو ایمان لائے ہیں لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ان لوگوں کے لیے عذاب ہوگا دردناک فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ دنیا اور آخرت میں وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اور تم نہیں جانتے وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اور اگر نہ ہوتا اللہ تعالیٰ کا فضل تم پر وَرَحْمَتُهٗ اور اس کی رحمت وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ اور بے شک اللہ تعالیٰ شفقت کرنے والا ہے رَّحِيْمٌ مہربان ہے۔

ربطِ آیات :

کل کے درس میں بقدرِ ضرورت تھوڑی سی تفصیل بیان ہوئی تھی کہ ہجرت کے پانچویں سال آنحضرت ﷺ کو قبیلہ بنوالمصطلق کے ساتھ جہاد کی ضرورت پیش آئی۔ اس جہاد میں آپ کے ساتھ کم وبیش پانچ سو مجاہد اور چند بیبیاں بھی تھیں اور ازواجِ مطہرات میں سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے ساتھ تھیں۔ اس سفر میں دو اہم واقعات پیش آئے۔ ایک جاتے ہوئے اور ایک آتے ہوئے۔

تیمّم کا حکم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا امت پر احسان :

جاتے ہوئے یہ صورت پیش آئی کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنی بڑی ہمشیرہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے ایک موتیوں کا ہار مانگ کر لائی تھیں۔ کیونکہ ان کے پاس زیور کوئی نہیں تھا۔ وہ ہار قیمتی موتیوں کا تھا۔ جاتے ہوئے مجاہدین ایک جگہ ٹھہرے۔ ناتجربہ کاری اور بچپن کی بنا پر دھیان نہ کرسکیں اور وہ ہار گم ہوگیا۔ کیونکہ اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر صرف تیرہ سال تھی فَاَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى الْتِمَاسِهِ وَاَقَامَ النَّاسُ مَعَهٗ "پس آنحضرت ﷺ اس کی تلاش کے لیے ٹھہر گئے اور دوسرے لوگ بھی آپ ﷺ کے ساتھ ٹھہر گئے۔" آپ ﷺ نے بھی اس ہار کو تلاش کرنے کی پوری کوشش کی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی پوری کوشش کی مگر ہار نہ ملا۔ آنحضرت ﷺ تھکے ہوئے تھے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ران مبارک پر سر مبارک رکھا سو گئے۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ نماز کا وقت ہوگیا وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَآءٌ اور کسی کے پاس پانی نہیں تھا اور وہاں اردگرد بھی پانی نہیں تھا لوگ پریشان ہوگئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آگے شکوہ کیا کہ دیکھو! تمہاری صاحبزادی نے قوم کو مصیبت میں ڈال دیا ہے نماز کا وقت ہوگیا ہے اور کسی

کے پاس پانی نہیں ہے اور یہاں بھی پانی نہیں ہے۔ بخاری شریف کی روایت ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ابا جی آئے اور مجھے دو چوکے مارے کہ ساری قوم کو تو مصیبت میں ڈال دیا ہے۔ مجھے بڑی تکلیف ہوئی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میں مر جاؤں گی لیکن مین نے حرکت نہیں کی کہ آنحضرت ﷺ کی نیند میں خلل نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ نے تیمم کا حکم نازل فرما کر یہ مسئلہ حل فرما دیا کہ اگر پانی نہ ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھ لو۔ پھر لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مبارک دینے آئے کہ تمہاری بچی کی وجہ سے امت کے لیے بڑی سہولت پیدا ہوگئی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہم نے یہاں ڈیرا تو نہیں لگانا، جانا بھی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں فَبَعَثْنَا الْبَعِيْرَ الَّذِىْ كُنْتُ عَلَيْهِ فَوَجَدْنَا الْعِقْدَ تَحْتَهُ [نسائی] ''پس جب ہم نے وہ اونٹ اٹھایا جس پر میں سوار تھی تو ہمیں اس کے نیچے سے ہار مل گیا۔''اور بخاری شریف جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 38 پر یہ روایت موجود ہے۔

اب آپ حضرات ایک بات سمجھ لیں۔ آج اہل بدعت کہتے ہیں کہ آپ ﷺ ہر چیز کو قریب دور سے دیکھتے ہیں اور ولی بھی سب کچھ دیکھتے ہیں۔ یہ بخاری شریف کی روایت ہے فَاَقَامَ رسول اللّٰہ ﷺ عَلَى اِلْتِمَاسِهِ ''آنحضرت ﷺ نے بھی اس ہار کو ڈھونڈا وَاَقَامَ النَّاسُ مَعَهٗ اور لوگوں نے بھی ڈھونڈا۔''اور ہر ایک ان میں سے ولی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بڑا کوئی ولی نہیں ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق ہیں، حضرت عمر فاروق ہیں، حضرت عثمان غنی ہیں، حضرت علی حیدر کرار ہیں رضی اللہ عنہم۔ یہ سب اولیاء کے سردار ہیں۔ سب نے تلاش کیا مگر ہار نہ ملا۔ اونٹ اٹھایا تو ہار اس کے نیچے پڑا تھا۔ یہ ہجرت کے پانچویں سال کا واقعہ ہے۔ ہم کیسے مان لیں کہ تمام چیزیں ہر وقت آپ ﷺ کی نگاہ میں ہیں۔ یہ

صفت صرف رب تعالیٰ کی ہے کہ وہ ہر وقت ہر شے کو دیکھ رہا ہے۔تو جاتے ہوئے یہ واقعہ پیش آیا۔اور واپسی پر جو واقعہ پیش آیا وہ کل تم سن چکے ہو کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا قضائے حاجت کے لیے گئی ہوئی تھیں قافلہ روانہ ہو گیا یہ واپس آکر وہیں لیٹ گئیں۔حضرت صفوان ابن معطل سلمی ثم المرادی رضی اللہ عنہ جن کی ڈیوٹی تھی کہ قافلے کی گری پڑی چیز اٹھا کر لائیں۔جب یہاں پہنچے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا لیٹی ہوئی تھیں انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا، یہ اٹھ گئیں، اونٹ پر بٹھایا اور دوپہر کے وقت قافلے سے آکر مل گئے۔

عبداللہ ابن ابی رئیس المنافقین کے ہاتھ بات لگ گئی۔نقل کفر کفر نہ باشد۔اس نے کہا کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس شخص کے ساتھ اچھے تعلقات نہیں ہیں اور اتنا زوردار پروپیگنڈہ کیا کہ تین مخلص صحابی بھی اس کا شکار ہو گئے۔اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ آیات قرآن پاک کی نازل فرمائیں۔کچھ تو آپ حضرات کل سن چکے ہو اور کچھ آج سن لو۔

آیات مذکورہ کی تشریح :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اور اگر نہ ہوتا اللہ تعالیٰ کا فضل تم پر وَرَحْمَتُهٗ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ دنیا اور آخرت میں لَمَسَّكُمْ البتہ پہنچتا تمہیں فِيْ مَآ اس چیز کے مقابلے میں اَفَضْتُمْ فِيْهِ جس میں تم مصروف ہو جس کا تم چرچا کر رہے ہو اس کی وجہ سے تم کو پہنچتا عَذَابٌ عَظِيْمٌ بہت بڑا عذاب یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر جو تم نے بہتان گھڑا ہے اس کی وجہ سے تم پر دنیا اور آخرت میں عذاب نازل ہوتا اگر اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہوتا اور اس کی مہربانی نہ ہوتی اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ جس وقت تم لے دے رہے تھے اس بہتان کو اپنی زبانوں کے

ساتھ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ اورتم کہتے تھے اپنے مونہوں کے ساتھ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وہ جس کا تمہیں علم نہ تھا۔ یعنی ایک دوسرے سے پوچھتے تھے بھئی! بڑے افسوس کی بات ہے مجھے تو بڑا صدمہ ہوا ہے تم نے یہ بات سنی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فلاں شخص کے ساتھ تعلقات تھے۔ وہ اس سے پوچھتا، وہ اس سے پوچھتا، فرمایا تم مونہوں سے وہ بات کر رہے تھے جس کا تمہیں کوئی علم نہ تھا وَتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا اورتم اس کو آسان اور ہلکی بات سمجھ رہے تھے وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ اور وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑی بات تھی کہ جس پر تم الزام لگا رہے تھے۔

مقامِ عائشہ :

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان کا اللہ تعالیٰ کے ہاں کتنا بڑا مقام ہے کتنا بلند مقام ہے۔ پھر وہ بیٹی کس کی ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جو تمام پیغمبروں کے بعد تمام مخلوقات میں پہلے نمبر کے آدمی ہیں۔ پھر وہ بیوی کس کی ہیں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی جو اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں اونچی شان والے ہیں تم نے کچھ بھی خیال نہیں کیا تم نے اس بات کو ہلکا سمجھا ہے وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ اور کیوں نہ ہوا جب تم نے یہ بات سنی قُلْتُمْ فوراً کہہ دیتے مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا کوئی حق نہیں ہمیں کہ ہم کلام کریں اس بہتان کے بارے میں، کوئی لفظ زبان سے نکالیں۔ تمہارا فریضہ تھا کہہ دیتے سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ اے اللہ آپ کی ذات پاک ہے تمام عیوب سے یہ جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف نسبت کی گئی ہے بڑا بہتان ہے يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت کرتے ہیں کہ لوٹو تم اس بات کی مثل کی طرف کبھی بھی اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اگر تم مومن ہو تو پھر کبھی بھی ایسی بات زبان سے نہ نکالنا۔

رافضیوں کا عقیدہ اور حضرت مہدی علیہ السلام :

لیکن بد بخت قوم رافضی آج بھی باز نہیں آتے اور ام المومنین رضی اللہ عنہا کے متعلق زبان درازی کرتے ہیں۔ خمینی نے اپنی کتابوں میں اس پر بڑا زور لگایا ہے اور ملا باقر کی کتابیں پڑھو جو ان کا بڑا محقق، عالم اور مجتہد اعظم ہے۔ خمینی نے اپنی قوم کو ترغیب دی ہے کہ ملا باقر مجلسی کی کتابوں کو تم ضرور پڑھو غور کے ساتھ اور ان پر یقین رکھو۔ چنانچہ ملا باقر مجلسی کی کتاب ہے ''حق الیقین'' اس میں وہ لکھتا ہے کہ جب مہدی علیہ السلام ظاہر ہوں گے۔ یہ ظاہر ہونے والا نظریہ رافضیوں کا ہے۔

اور یہ بات یاد رکھنا! کہ ہمارے نزدیک تو مہدی علیہ السلام پیدا ہوں گے مدینہ طیبہ میں۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہوں گے ان کا نام محمد ہوگا والد کا نام عبداللہ اور والدہ کا نام آمنہ ہوگا۔ اور رافضیوں کے نزدیک ۲۵۵ھ میں ایک غار کے اندر جا کے چھپ گئے تھے وہ غار بغداد سے ساٹھ میل دور ہے اس کا نام ہے سُرّ من رأی۔ رافضی کہتے ہیں کہ وہ قرآن لے کر اس غار میں چھپے ہوئے ہیں۔ تو ملا باقر مجلسی لکھتا ہے کہ جب وہ ظاہر ہوں گے تو ان کا پہلا کام یہ ہوگا کہ وہ آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک پر حاضری دیں گے آنحضرت ﷺ کی قبر پھٹے گی اور آپ ﷺ امام مہدی علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔ دوسرا کام ان کا یہ ہوگا کہ آپ ﷺ کی قبر کے پاس جو دو بت ہیں ان بتوں کو قبروں سے نکال کر دور پھینک دیں گے۔ ایک بت ابوبکر اور دوسرا بت عمر رضی اللہ عنہما معاذ اللہ تعالیٰ۔ اور وہ تیسرا کام یہ کریں گے کہ جنت البقیع کے قبرستان جا کر عائشہ رضی اللہ عنہا کی قبر کے پاس جا کر کھڑے ہوں گے قبر پھٹے گی ان کو قبر سے نکال کر حد جاری کریں گے اور چوتھا کام ان کا یہ ہوگا کہ سنیوں یعنی اہل سنت والجماعت کے علماء کو قتل کریں گے اور ان کا پانچواں کام یہ ہوگا

کہ عام سنیوں کو قتل کریں گے۔ یہ ہے اس مہدی کا نقشہ جو غار میں چھپا ہوا ہے۔ آج ساری دنیا حقوق، حقوق، حقوق کا پروپیگنڈہ کرتی ہے۔ تہران میں پانچ لاکھ سنی آباد ہیں لیکن اہل سنت کی ایک مسجد بھی نہیں ہے۔ ہندوؤں کے مندر ہیں، سکھوں کے گردوارے ہیں، آتش پرستوں کے آتش کدے ہیں، یہودیوں کے معبد خانے ہیں، عیسائیوں کے گرجے ہیں لیکن سنیوں کی ایک مسجد بھی نہیں ہے۔ آج کل اخبارات میں تم نے پڑھا ہوگا احتجاج ہوا تھا کہ خامنائی کے گھر کے پاس ایک مسجد تھی اہل سنت والجماعت کی وہ بھی انہوں نے گرادی اور اس وقت حکومت میں جتنے ہیں بے نظیر سے لے کر تمام اہم عہدوں پر یہی رافضی فائز ہیں۔ اور یہاں اگر علماء کوئی بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں یہ فرقہ واریت ہے۔ بھئی! اس سے بڑا ظلم اور کیا ہوگا کہ پانچ لاکھ کی آبادی کے پاس ایک بھی مسجد نہیں ہے اور ساری دنیا میں حقوق حقوق کی رٹ لگاتے پھرتے ہو۔ اہل سنت پر جتنا ظلم ایران میں ہوا ہے شاید دنیا میں کسی اور جگہ نہ ہوا ہو۔ تو خیر امام مہدی علیہ السلام کا انہوں نے یہ نقشہ کھینچا ہے کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو قبر سے نکال کر ان پر حد جاری کریں گے العیاذ باللہ تعالیٰ۔

بخشے والا کا ایک واقعہ :

پاکستان بننے سے پہلے کا واقعہ ہے غالباً ۱۹۳۸ء یا ۱۹۳۹ء کی بات ہے بخشے والا میں ایک جلسہ تھا ساتھیوں نے مجھے اس کا صدر بنا دیا قاضی نور محمد صاحب "قلعہ دیدار سنگھ" کے رہنے والے تھے۔ ہمارے پیر بھائی اور بڑے محقق علماء میں سے تھے، ان کی تقریر تھی۔ انہوں نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کچھ فضائل بیان فرمائے اور یہ بھی بیان فرمایا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہیں، پاک دامن ہیں، اس واقعہ کے پانچ

سال بعد بھی آپ ﷺ کے نکاح میں رہی ہیں معاذ اللہ تعالیٰ اگر ان میں کوئی ایسی بات ہوتی تو اللہ تعالیٰ کا معصوم پیغمبر ایسی بیوی کو گھر میں نہ رکھتا۔ وہاں کے رافضیوں نے کہا کہ گھروں میں تو چوہیاں بھی ہوتی ہیں۔ یہ ان کا جواب تھا معاذ اللہ تعالیٰ۔

شیعہ مسلمان نہیں ہیں :

یاد رکھنا! شیعہ مسلمان نہیں ہیں رافضی مسلمان نہیں ہیں۔ یہ آج کل اپنے آپ کو جعفری کہتے ہیں جعفری کے لفظ سے دھوکا نہ کھانا یہ کافر ہیں۔ ہمارے سامنے ساری باتیں مانیں گے تقیہ کے طور پر کہیں گے ہم مسلمان ہیں کلمہ پڑھتے ہیں قرآن بھی۔ یہ سب کچھ ہے ظاہر میں اندر کچھ نہیں ہے۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں یَعِظُکُمُ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت فرماتے ہیں کہ تم ایسی بات کرو کبھی بھی اگر تم مومن ہو وَیُبَیِّنُ اللّٰهُ لَکُمُ الْاٰیٰتِ اور بیان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آیات۔ اللہ تعالیٰ اپنی آیتیں تمہارے سامنے بیان کرتا ہے وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ بے شک وہ لوگ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ جو پسند کرتے ہیں کہ شائع ہو، مشہور ہو، پھیلے بے حیائی فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ان لوگوں میں جو مومن ہیں کہ ان مومنوں کے بارے میں بے حیائی کی باتوں کی نشر و اشاعت ہو لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ان کے لیے عذاب ہے دردناک دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اسی اسی کوڑے سب کو لگائے گئے جو حدِ قذف کی چاہے مخلص تھے یا غیر مخلص تھے اور آخرت کی سزا علیحدہ ہے وَاللّٰهُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ اور اگر نہ ہوتا اللہ تعالیٰ کا فضل تم پر وَرَحْمَتُهٗ اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو یہ حقیقت تمہارے

سامنے بیان نہ کرتا وَاَنَّ اللّٰہَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ اور بے شک اللہ تعالیٰ شفقت کرنے والا ہے مہربان ہے۔

❁❁❁

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ ۭ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰي مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۲۱ وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ښ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ۭ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۲۲ اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝۲۳ۙ يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۲۴ يَوْمَىِٕذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ۝۲۵

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے لوگوں جو ایمان لائے ہو لَا تَتَّبِعُوْا نہ پیروی کروتم خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ شیطان کے نقش قدم کی وَمَنْ اور وہ شخص يَّتَّبِعْ جس نے پیروی کی خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ شیطان کے نقش قدم کی فَاِنَّهٗ پس بے شک وہ شیطان يَاْمُرُ حکم کرتا ہے بِالْفَحْشَاۗءِ بے حیائی کا وَالْمُنْكَرِ اور برائی کا وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اور اگر نہ ہوتا فضل اللہ تعالیٰ کا تم پر وَرَحْمَتُهٗ اور اس کی رحمت مَا زَكٰي مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ نہ پاک ہوتا تم میں

سے کوئی بھی اَبَدًا کبھی وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ اور لیکن اللہ تعالیٰ يُزَكِّيْ پاک کرتا ہے مَنْ يَّشَآءُ جس کو چاہے وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ اور اللہ تعالیٰ سننے والا عَلِيْمٌ جاننے والا ہے وَلَا يَاْتَلِ اور قسم نہ اٹھائیں اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ فضیلت والے تم میں سے وَالسَّعَةِ اور مالی وسعت والے اَنْ یہ کہ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى دیں وہ قریبی رشتہ داروں کو وَالْمَسٰكِيْنَ اور مسکینوں کو وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور ان لوگوں کو جنہوں نے ہجرت کی اللہ تعالیٰ کے راستے میں وَلْيَعْفُوْا اور ان کو چاہیے کہ معاف کردیں وَلْيَصْفَحُوْا اور چاہیے کہ درگزر کریں اَلَا تُحِبُّوْنَ کیا تم پسند نہیں کرتے اَنْ اس بات کو يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ کہ اللہ تعالیٰ بخش دے تمہیں وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ يَرْمُوْنَ تہمت لگاتے ہیں الْمُحْصَنٰتِ پاک دامن عورتوں پر الْغٰفِلٰتِ جو گناہوں سے غافل ہیں الْمُؤْمِنٰتِ جو مومن ہیں لُعِنُوْا ایسے لوگوں پر لعنت کی گئی فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ دنیا اور آخرت میں وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ان کے لیے بڑا عذاب ہے يَوْمَ اس دن تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ گواہی دیں گی ان کے خلاف اَلْسِنَتُهُمْ ان کی زبانیں وَاَيْدِيْهِمْ اور ان کے ہاتھ وَاَرْجُلُهُمْ اور ان کے پاؤں بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ اس کے بارے میں جو وہ کرتے رہے يَوْمَئِذٍ اس دن يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ پورا پورا دے گا ان کو اللہ تعالیٰ دِيْنَهُمُ ان کا بدلہ

الْحَقَّ جوحق ہے وَ یَعْلَمُوْنَ اور وہ جان لیں گے اَنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ وہ سچا ہے حق کو کھول کر بیان کرنے والا۔

گزشتہ آیات کا خلاصہ :

اگرچہ تفصیل کے ساتھ یہ واقعہ بیان ہو چکا ہے لیکن ان آیات کو سمجھانے کے لیے میں اس کا پھر خلاصہ عرض کر دیتا ہوں۔ ۵ ھ میں آپ کو اطلاع ملی کہ قبیلہ بنوالمصطلق جو مریسیع کے علاقہ میں آباد ہے مسلمانوں پر حملہ کرنا چاہتا ہے العیاذ باللہ مسلمانوں کا صفایا کرنا چاہتا ہے۔ تحقیق کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ واقعی ان لوگوں کا ارادہ ہے اور تیاری میں ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہم ان کو حملہ کرنے کی مہلت کیوں دیں کہ وہ ہمارے گھروں میں آکر حملہ آور ہوں بلکہ ہم ان پر حملہ کریں گے۔ تقریباً پانچ سو مجاہدین کو لے کر آپ ان کے مقابلے کے لیے تشریف لے گئے۔ اس سفر میں آپ ﷺ کے ساتھ کچھ عورتیں بھی تھیں اور ازواج مطہرات میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی آپ کے ساتھ تھیں۔ پردے کا حکم نازل ہو چکا تھا اونٹ پر جو کجاوہ ہوتا ہے اس میں بیٹھ جاتی تھیں اور کجاوہ اٹھا کر رکھنے والے اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے قبیلہ بنوالمصطلق پر غلبہ عطا فرمایا۔

واپسی کے سفر میں مجاہدین کا قافلہ رات کے پچھلے حصے میں ایک مقام پر تھوڑی دیر کے لیے رکا۔ علی الصبح روانگی کا پروگرام تھا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سوچا کہ قافلہ چلنے کے بعد دوپہر سے پہلے تو نہیں رکے گا میں اپنی ضرورت سے فارغ ہو جاؤں تاکہ راستے میں رکاوٹ نہ پیدا ہو۔ جب قضائے حاجت کے لیے گئیں تو وہ موتیوں والا ہار جو اپنی بڑی ہمشیرہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے عاریتاً لے کر گئی تھیں۔ اس کا دھاگا ٹوٹ گیا موتی بکھر گئے ریتلی زمین اور اندھیرا تھا کوئی تمیز نہ تھی کہ موتی ہے یا ریت کا دانہ ہے تلاش کرنے میں دیر

ہوگئی قافلہ چل پڑا۔ کجاوہ رکھنے والوں نے کجاوہ اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیا۔ خیال تھا کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کجاوے میں ہیں لیکن وہ کجاوہ وزنی تھا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا جسم ہلکا پھلکا تھا عمر تیرہ سال تھی ان کو وہم بھی نہ ہوا کہ اندر نہیں ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا واپس آئیں دیکھا تو قافلہ جا چکا تھا سڑکیں نہیں تھیں کہ سڑک پر چل پڑتیں ریتلا علاقہ تھا صبح کو جب ہوا چلتی ہے تو قدموں کے نشانات بھی مٹا دیتی ہے۔ انہوں نے عقلمندی کی وہیں بیٹھ گئیں کہ جب مجھے نہیں پائیں گے تو واپس یہیں آئیں گے میں کدھر جاؤں۔ صبح کی ٹھنڈی ہوا تھی نیند آ گئی۔

حضرت صفوان بن معطل سلمی رضی اللہ عنہ جن کی ڈیوٹی تھی کہ قافلے سے پیچھے پیچھے رہیں۔ قافلے کی گری پڑی چیز کا اٹھانا ان کی ذمہ داری تھی۔ وہ جب یہاں پہنچے تو دیکھا کہ کوئی آدمی لیٹا ہوا ہے چادر کھینچی تو دیکھا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں کہ پردے کے حکم سے پہلے ان کو دیکھا ہوا تھا کہنے لگے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا کو اونٹ پر بٹھایا اور دوپہر کے وقت قافلے کے ساتھ جا ملے۔ مدینہ طیبہ پہنچے تو عبداللہ ابن ابی رئیس المنافقین کو یہ بات مل گئی اس نے خوب پروپیگنڈہ کیا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس شخص کے ساتھ غلط تعلقات ہیں۔ آنحضرت ﷺ ایک مہینہ پریشان رہے۔ وحی کوئی نہ آئی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو یہ تو یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ مجھے بری فرما دیں گے مگر یہ بات ان کے وہم میں بھی نہ تھی کہ ان کی صفائی میں قرآن کریم نازل ہوگا یہ خیال تھا کہ خواب کے ذریعے یا جبرائیل علیہ السلام آ کر صفائی بیان کر دیں گے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی صفائی میں اٹھارہ آیتیں نازل فرمائیں۔ آج کی آیات بھی اسی سلسلے میں ہیں۔

مذکورہ آیات کی تشریح :

پہلے اللہ تعالیٰ نے منافقوں کو تنبیہ فرمائی کہ تم نے یہ طوفان کیوں برپا کیا؟ اب مومنوں کو تنبیہ فرماتے ہیں یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ نہ پیروی کرو تم شیطان کے نقش قدم کی وَمَنْ یَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اور جس نے پیروی کی شیطان کے قدموں کی فَاِنَّہٗ یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ پس بے شک وہ شیطان حکم کرتا ہے بے حیائی کا وَالْمُنْکَرِ اور برائی کا۔ شیطان نے اچھی بات تو نہیں کرنی تم شیطان کے کہنے پر کیوں آئے؟ کیونکہ تین مخلص صحابی بھی اس پروپیگنڈے کا شکار ہوگئے تھے۔ آپ ﷺ کے شاعر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ، آپ کی سالی اور پھوپھی زاد بہن حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد بھائی مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ، یہ مہاجر بھی تھے اور بدری بھی تھے۔ فرمایا یاد رکھو! وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اور اگر نہ ہوتا اللہ تعالیٰ کا فضل تم پر وَرَحْمَتُہٗ اور اس کی رحمت مَا زَکٰی مِنْکُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا نہ پاک صاف ہوتا تم میں سے کوئی کبھی بھی۔ نہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی صفائی نازل ہوتی نہ کسی دوسرے کی وَّلٰکِنَّ اللّٰہَ یُزَکِّیْ مَنْ یَّشَآءُ لیکن اللہ تعالیٰ پاک کرتا ہے جس کو چاہتا ہے وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔

بخاری شریف میں روایت ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ان دنوں آنحضرت ﷺ بڑے پریشان تھے اور مجھے کوئی علم نہیں تھا کہ میرے بارے میں کیا باتیں ہو رہی ہیں۔ ایک دن میری والدہ اُمّ رومان ان کی کنیت تھی اور زینب ان کا نام تھا رضی اللہ عنہا، یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سگی والدہ تھیں، میرے پاس آئیں اور انہوں نے اس واقعہ کی طرف کچھ اشارہ کیا۔ میں نے کہا کہ اباجی کو بھی اس بات کا علم ہے کہ لوگ میرے اوپر

تہمت لگاتے ہیں۔ والدہ تھوڑا سا روئیں اور کہا کہ ہاں آپ کے والد کو بھی علم ہے اور مدینہ طیبہ کے در و دیوار کو بھی پتا ہے۔ میں نے کہا کہ آنحضرت ﷺ کو بھی خبر ہے کہ لوگوں نے مجھ پر ایسا بہتان باندھا ہے؟ والدہ نے کہا ہاں! تو پھر میں رو پڑی۔

پھر فرماتی ہیں کہ میں اپنی دادی جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خالہ تھیں اور حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں، کے ساتھ باہر گئی۔ نیم چاندنی رات تھی میری دادی نیم اندھیرے میں گر پڑی اور کہا ناس ہو مسطح بن اثاثہ کا، رب کرے مسطح مر جائے۔ فرماتی ہیں میں نے کہا دادی جی! گری تم خود ہو اور بددعا دیتی ہو مسطح کو، اس کا کیا قصور ہے۔ مجھے دادی کہنے لگی یہ لوگ منحوس ہیں جنہوں نے آپ پر تہمت لگائی ہے میرا بیٹا بھی ان تہمت لگانے والوں میں شامل ہے۔ میں نے کہا دادی جی! کیا کہہ رہی ہو؟ انہوں نے کہا کہ میں کہہ رہی ہوں کہ میرا بیٹا بھی ان تہمت لگانے والوں میں شامل ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کا ماہانہ وظیفہ مقرر کیا ہوا تھا جب ان کو اطلاع ملی کہ میری پاک دامن بیٹی پر تہمت لگانے والوں میں مسطح بھی شامل ہے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قسم اٹھائی کہ میں آئندہ مسطح بن اثاثہ پر کچھ نہیں خرچ کروں گا اور غیرت کا تقاضا بھی یہی تھا کہ ان کو خرچہ بند کر دینا چاہیے تھا کہ اس کو اتنا بھی خیال نہ آیا کہ میں کس پر تہمت لگانے والوں میں شامل ہو رہا ہوں۔ جو بیٹی ہیں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی جن کے گھر سے میں کھاتا پیتا ہوں اور وہ بیوی ہیں کائنات کے سردار کی اور خود حضور پاک ﷺ کا بھی خیال نہ آیا۔

تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے وظیفہ بند کرنے پر اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا

وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنكُمْ وَالسَّعَةِ اور قسم نہ اٹھائیں تم میں سے فضیلت والے اور مالی وسعت والے۔ جو فضیلت رکھتے ہیں اور مالی گنجائش رکھتے ہیں یہ قسم نہ اٹھائیں

اَنۡ یہ کہ یُؤۡتُوۡآ اُولِی الۡقُرۡبٰی کہ وہ نہیں دیں گے قریبی رشتہ داروں کو وَالۡمَسٰکِیۡنَ اور مسکینوں کو وَالۡمُھٰجِرِیۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اور ان لوگوں کو جنہوں نے ہجرت کی ہے اللہ تعالیٰ کے راستے میں۔قرآن کریم کی اس نص سے ثابت ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اولوا الفضل فضیلت والوں میں سے ہیں وَلۡیَعۡفُوۡا اور ان کو چاہیے کہ وہ معاف کردیں وَلۡیَصۡفَحُوۡا اور ان کو چاہیے کہ وہ درگزر کریں اَلَا تُحِبُّوۡنَ کیا تم نہیں پسند کرتے اَنۡ یَّغۡفِرَ اللّٰہُ لَکُمۡ یہ کہ معاف کردے اللہ تعالیٰ تمہیں۔اگر تم بندے ہوکر کسی کی غلطی معاف نہیں کرو گے تو رب تعالیٰ قادر مطلق ہے وہ تمہاری غلطی کیوں معاف کرے گا؟اگر تم نرمی کرو گے تو رب تعالیٰ بھی معاف کردے گا اگر تم سختی کرو گے تو رب تعالیٰ کی گرفت میں آجاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ایک واقعہ :

بخاری شریف میں روایت ہے کہ ایک بڑا مال دار آدمی تھا اور عموماً مال کی خاصیت ہے کہ یہ جب کسی کے پاس آجاتا ہے وہ انسان اللہ تعالیٰ سے،دین سے،آخرت سے غافل ہوجاتا ہے۔اسی لیے رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَوۡبَسَطَ اللّٰہُ الرِّزۡقَ لِعِبَادِہٖ لَبَغَوۡا فِی الۡاَرۡضِ [شوریٰ: ۲۷] ''اور اگر اللہ تعالیٰ کشادہ کردے رزق اپنے بندوں کا تو البتہ وہ سرکشی کریں زمین میں۔''لیکن وہ ایک اندازے سے دیتا ہے جو اس کی حکمت کے مطابق ہوتا ہے۔تو ایک بڑا مال دار آدمی تھا۔اس کے بہت سے ملازم تھے،کئی دکانیں تھیں،بڑا وسیع کاروبار تھا وہ فوت ہوگیا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے بندے!کوئی نیکی پیش کرو کہ تمہاری بخشش ہوجائے۔اس نے گردن جھکادی اور رب تعالیٰ کے سامنے اقرار کیا کہ میرے پاس اے پروردگار!کوئی نیکی نہیں ہے اگر ہوتی میں پیش کرتا۔رب تعالیٰ نے

فرمایا سوچو شاید کوئی نیکی ہو جس کی وجہ سے میں تجھے معاف کر دوں۔ اس نے کہا اے پروردگار! مجھے ایک نیکی یاد ہے کہ میں نے اپنے ملازموں کو کہا ہوا تھا جو آدمی تمہارے پاس سودا لینے کے لیے آئے تو دے دینا۔ نقد بھی دے دینا، ادھار بھی دے دینا۔ اگر کسی غریب آدمی کے پاس پیسے نہ ہوں مفت میں دے دینا۔ بس اتنی نیکی مجھے یاد ہے۔ رب تعالیٰ نے فرمایا کہ تم بندے ہو کر معاف کر سکتے ہو میں تو قادر مطلق ہوں میں کیوں نہ معاف کروں۔ جاؤ میں نے تمہیں معاف کیا۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں کیا تم پسند نہیں کرتے کہ رب تعالیٰ تمہیں معاف کر دے۔

بخاری شریف میں روایت ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ **بَلٰی نُحِبُّ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَنَا** ”کیوں نہیں ہم پسند کرتے ہیں کہ رب تعالیٰ ہمارے گناہ معاف فرمائے۔“ چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ کا وظیفہ جاری فرما دیا۔ صرف جاری ہی نہیں فرمایا بلکہ پہلے سے دگنا کر دیا۔ مثلاً پہلے سو دیتے تھے اور اب دو سو کر دیا۔ کیونکہ وہ غریب تھے رب تعالیٰ نے ان کو مسکین فرمایا ہے **والمسکین**. اور ہجرت بھی کر کے آئے تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کپڑے کا کام کرتے تھے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حیرت انگیز حالات :

تاریخ بتلاتی ہے مدینہ طیبہ سے چند میل کے فاصلے پر ’سُنا‘ کے مقام پر کھڈیاں لگائی ہوئی تھیں جن پر کاریگر کام کرتے تھے بُنے ہوئے لے آتے اور پھیری لگا کر بیچتے تھے دکان نہیں تھی۔ دن کے کچھ حصے میں وہ تھان بک جاتے تھے اللہ تعالیٰ نے برکت دی تھی۔ اس سے گھر کا خرچہ بھی چلتا تھا اور غریبوں مسکینوں کے ساتھ ہمدردی بھی کرتے تھے۔ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خلیفۃ الرسول منتخب کیا گیا تو پانچ نمازیں بھی پڑھانی تھیں، لوگوں

کے مقدمات بھی نمٹانے تھے، جمعہ، عیدین بھی پڑھانی تھیں۔ سارا وقت ادھر گزر جاتا کئی دنوں تک پھیری نہ لگا سکے گھر میں فاقے شروع ہو گئے تو ایک دن اہل خانہ نے کہا کہ ہم تو فاقے سے ہیں۔ ایک دن مسجد نبوی میں نماز پڑھانے کے بعد فرمایا کہ کوئی ساتھی جائے نہ، میری بات سن کے جانا۔ سب ساتھی بیٹھے رہے۔ فرمایا تم اچھی طرح جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے میری روزی کا انتظام اس طرح کیا تھا کہ میں پھیری لگا کر گھر کے افراد کی روزی مہیا کرتا تھا اب میرے پاس پھیری لگانے کا وقت نہیں ہے۔ آخر میں انسان ہوں اور میرے بیوی بچے بھی ہیں رب تعالیٰ نے پیٹ لگایا ہے سیدھی سادھی بات یہ ہے کہ یا تو خلافت کی ذمہ داری کسی اور کو دے دو جو غنی اور مال دار ہو یا پھر میرا وظیفہ مقرر کر دو بیت المال سے تاکہ میں اپنا کام جاری رکھوں۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ اہل شوریٰ نے کہا کہ آپ نے بجا فرمایا ہے اور ہمارے علم میں ہے اب آپ اپنا کام نہیں کر سکتے۔ چنانچہ پچیس درہم ماہانہ وظیفہ مقرر ہوا جس سے گزر اوقات ہوتی رہی۔

وفات کے وقت بخاری شریف کی روایت کے مطابق آپ کے پاس دو چادریں تھیں۔ عرب کے علاقے میں اس وقت بھی اور اب بھی گرمی زیادہ ہوتی ہے مگر اب سہولتیں بہت زیادہ ہیں۔ اس وقت ایک چادر نیچے ہوتی تھی جس کو ازار کہتے تھے اور ایک اوپر ہوتی تھی جس کو رِدا کہتے تھے۔ کرتہ وغیرہ گرمی میں بہت کم استعمال کرتے تھے۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک دن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ بیٹی آنحضرت ﷺ کی وفات کس دن ہوئی تھی؟ فرمایا ابا جی! سوموار والے دن۔ بیٹی! آج کون سا دن ہے؟ ابا جی! آج بھی سوموار ہی ہے۔ فرمایا میں آج جانے والا ہوں۔ بیٹی! یہ جو دو چادریں ہیں ان کو دھو لینا اور ایک اور چادر مہیا کر لینا اور مجھے ان تین چادروں میں کفنا

دینا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا ابا جی! بیماریوں سے موت نہیں آتی موت اپنے وقت پر آتی ہے اور اگر موت کا وقت آ گیا تو ہم آپ کے لیے تین نئی چادریں لے لیں گے۔ فرمایا نہیں انہی دو چادروں کو دھونا ہے اور ایک اور چادر مہیا کرنی ہے کیونکہ میں جانتا ہوں کہ میرے گھر میں تین نئی چادروں کی توفیق نہیں ہے اور مرتے وقت میں بیت المال پر اپنے کفن کا بوجھ نہیں ڈالنا چاہتا۔ یہ ہیں خلیفہ راشد۔ خلافت راشدہ بڑی چیز ہے۔ اور آج صدر اور وزیروں کے کھلے دیکھو، مشیروں کے کھلے دیکھو۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فضیلت والے اپنے قریبی رشتہ داروں کو دینے سے نہ رکیں اور اس پر قسم نہ اٹھائیں معاف کر دیں اور درگزر کر دیں۔ کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بخش دے اور معاف کر دے وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ جو تہمت لگاتے ہیں پاک دامن عورتوں پر الْغٰفِلٰتِ جو گناہوں سے غافل ہیں۔ جن کی طرف گناہ کی نسبت کی گئی ہے ان بے چاریوں کو پتا ہی نہیں کہ گناہ کب ہوا کس نے کیا؟ الْمُؤْمِنٰتِ مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ایسے لوگوں پر لعنت کی گئی دنیا اور آخرت میں۔ دنیا میں لعنت ایسے کہ ان کو اسّی کوڑے لگے اور آخرت کا عذاب علیحدہ ہوگا وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ان کے لیے بڑا عذاب ہوگا۔ کس دن ہوگا؟ يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ جس دن گواہی دیں گی ان کے خلاف ان کی زبانیں۔ وَاَيْدِيْهِمْ اور ان کے ہاتھ گواہی دیں گے وَاَرْجُلُهُمْ اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ اس کے بارے میں جو وہ کرتے رہے۔

یہاں اجمال ہے۔ دوسرے مقام پر آتا ہے کہ رب تعالیٰ مجرموں سے پوچھیں گے

کہ تم نے گناہ کیا ہے تو وہ پہلے جھوٹ بولیں گے اور کہیں گے وَاللّٰہِ رَبِّنَا مَا کُنَّا مُشْرِکِیْنَ [الانعام: ۲۳] ''قسم ہے اللہ تعالیٰ کی اے ہمارے رب ہم نے شرک نہیں کیا۔'' پھر کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ ان کی زبانوں پر مہر لگا دیں گے ہاتھ پاؤں بول کر گواہی دیں گے اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰی اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ [یٰسین: ٦٥] ''ہم مہر لگا دیں گے ان کے مونہوں پر اور کلام کریں گے ہمارے ساتھ ہمارے سامنے ان کے ہاتھ اور گواہی دیں گے ان کے پاؤں جو کچھ وہ کماتے تھے۔'' ہاتھ پاؤں بولیں گے، چمڑے بولیں گے اس کے بعد پھر زبان بھی بولے گی۔ اس دن عذاب ہوگا۔ یَوْمَئِذٍ اس دن يُوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ پورا پورا دے گا ان کو اللہ تعالیٰ ان کا بدلہ الْحَقَّ جو سچا ہے وَ يَعْلَمُوْنَ اور وہ جان لیں گے اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ بے شک اللہ تعالیٰ سچا ہے حق کھول کر بیان کرنے والا ہے۔ سب حقیقتیں کھول کر رکھ دے گا۔

❁❁❁

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿٢٦﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿٢٧﴾ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿٢٨﴾ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ﴿٢٩﴾ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ﴿٣٠﴾

اَلْخَبِيْثٰتُ گندی عورتیں لِلْخَبِيْثِيْنَ گندے مردوں کے لیے ہوتی ہیں وَالْخَبِيْثُوْنَ اورگندے مرد لِلْخَبِيْثٰتِ گندی عورتوں کے لیے ہوتے ہیں وَالطَّيِّبٰتُ اور پاکیزہ عورتیں لِلطَّيِّبِيْنَ پاکیزہ مردوں کے لیے ہوتی ہیں وَالطَّيِّبُوْنَ اور پاکیزہ مرد لِلطَّيِّبٰتِ پاکیزہ عورتوں کے لیے ہیں اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ وہ لوگ مبرہ اور منزہ ہیں مِمَّا ان تہمتوں سے يَقُوْلُوْنَ جو وہ کہتے ہیں لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ ان کے لیے بخشش ہے وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ اور عمدہ رزق ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے لوگو جو ایمان لائے ہو لَا تَدْخُلُوْا نہ داخل ہو بُيُوْتًا گھروں میں غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ اپنے گھروں کے علاوہ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا یہاں

تک کہ تم اجازت لے لو وَتُسَلِّمُوْا اور سلام کہہ لو عَلٰى اَهْلِهَا ان گھر والوں پر ذٰلِكُمْ یہی خَيْرٌ لَّكُمْ تمہارے لیے بہتر ہے لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ تاکہ تم نصیحت حاصل کرو فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا پس اگر نہ پاؤ تم ان گھروں میں سے کسی کو فَلَا تَدْخُلُوْهَا پس نہ داخل ہو تم ان گھروں میں حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ یہاں تک کہ تمہیں اجازت دی جائے وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ اور اگر تمہیں کہا جائے ارْجِعُوْا واپس چلے جاؤ فَارْجِعُوْا پس واپس لوٹ جاؤ هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ یہی چیز تمہارے لیے پاکیزہ ہے وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو عَلِيْمٌ خوب جانتا ہے لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ تم پر کوئی گناہ نہیں ہے اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا کہ داخل ہو تم ایسے گھروں میں غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ جو سکونت والے نہیں ہیں فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ان میں تمہارا کچھ سامان ہے وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے مَا تُبْدُوْنَ اس چیز کو جو تم ظاہر کرتے ہو وَمَا تَكْتُمُوْنَ اور اس چیز کو جو تم چھپاتے ہو قُلْ آپ کہہ دیں لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ایمان والے مردوں کو يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ نیچی رکھیں اپنی نگاہیں وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ اور حفاظت کریں اپنی شرم گاہوں کی ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ یہی چیز ان کے لیے ستھری ہے اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ بے شک اللہ تعالیٰ خبردار ہے اس کاروائی سے جو وہ کرتے ہیں۔

آج کے درس کی پہلی آیت کریمہ اَلْخَبِيْثٰتُ سے لے کر رِزْقٌ كَرِيْمٌ تک کا تعلق واقعہ افک کے ساتھ ہے جو تم تفصیل کے ساتھ سن چکے ہو کہ منافقوں نے

ام المومنین پر اتہام لگایا۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے منافقوں کو جھڑکا کہ تم نے اتہام کیوں لگایا، یہ طوفان کیوں گھڑا؟ پھر اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو تنبیہ فرمائی کہ جب تم نے سنا تو یہ کیوں نہ کہا سُبْحٰنَکَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ۔

آخر میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بہتان لگانے والوں اور ان کی تائید کرنے والوں نے یہ بھی نہ سوچا کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگا کر آنحضرت ﷺ کے دامن کو داغ دار کر رہے ہیں۔ کیونکہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان ﷺ کے نکاح میں ہیں اور یہ بات بھی تم تفصیل کے ساتھ سن چکے ہو کہ یہ واقعہ ۵ ھ کا ہے۔ یہ سال بھی پورا گزرا اور پانچ سال اور گزرے تو تقریباً پانچ چھ سال بعد تک آپ ﷺ دنیا میں تشریف فرما رہے اور عائشہ صدیقہؓ بدستور آپ ﷺ کی بیوی رہی ہیں یہاں تک کہ آپ ﷺ کی وفات بھی ان کے حجرے میں ہوئی ہے اور آپ ﷺ دفن بھی ان کے کمرے میں ہوئے ہیں۔ وفات کے وقت آنحضرت ﷺ کو تکلیف تھی آپ ﷺ نے فرمایا عائشہ! مجھے سہارا دو آپ رضی اللہ عنہا پیچھے بیٹھ گئیں اور آپ ﷺ کو اپنی گود میں لے لیا اس وقت آپ ﷺ کا سر مبارک ام المومنین رضی اللہ عنہا کی چھاتی کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ آئے ان کے ہاتھ میں مسواک تھی۔ آپ ﷺ مسواک بہت زیادہ کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام جب بھی میرے پاس آتے ہیں تو دو چیزوں کی بڑی تاکید کرتے ہیں

❀ ایک مسواک کی کہ میں نے مسواک کر کے اپنے مسوڑے چھیل لیے ہیں۔ اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو نماز مسواک کر کے پڑھی جائے اس کا درجہ باقی نمازوں سے ستر گنا بڑھ جاتا ہے۔

❀ ... ہمسائے کے متعلق اتنی تاکید کرتے ہیں کہ مجھے اپنی جگہ وہم ہوا کہ کہیں ایسا نہ

ہو کہ مرنے کے بعد پڑوسی کو وارث بنا دیا جائے۔

تو آپ ﷺ نے عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں مسواک دیکھی آپ ﷺ کمزور تھے زیادہ بول نہیں سکتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں آپ ﷺ کے دیکھنے سے سمجھ گئی کہ آپ ﷺ مسواک کے طالب ہیں میں نے کہا حضرت! آپ مسواک چاہتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہے ہاں! میں نے اپنے بھائی سے مسواک لے کر اس کا سرا تھوڑا سا نرم کیا لیکن ابھی سخت تھا پھر میں نے دانتوں کے ساتھ چبا کر اس کو اچھی طرح نرم کیا اور اٹھی تاکہ دھو کر آپ ﷺ کو دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا عائشہ! دھونے کی ضرورت نہیں ہے ایسے ہی مجھے دے دو۔ اس قدر محبت تھی اپنی اہلیہ سے۔ ظالموں نے کچھ بھی نہ سوچا، کسی شے کا بھی لحاظ نہ کیا اور تہمت لگا دی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلْخَبِيْثٰتُ گندی عورتیں لِلْخَبِيْثِيْنَ گندے مردوں کے لیے ہیں۔ تم نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگاتے ہوئے یہ نہ سوچا کہ وہ کس کے نکاح میں ہیں وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ اور گندے مرد گندی عورتوں کے لیے ہیں وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ اور پاکیزہ اور پاک دامن عورتیں پاک دامن پاکیزہ مردوں کے لیے ہیں وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ اور پاکیزہ اور پاک دامن مرد پاک دامن عورتوں کے لیے ہیں۔ اگر آنحضرت ﷺ پاک دامن ہیں اور یقیناً ہیں تو تمہیں یقین کرنا چاہیے تھا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی پاک دامن ہیں۔ پھر دوسری شق اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ پر بھی غور کرو کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کس کے نکاح میں ہیں؟ جمہور مفسرین آیت کا یہی ترجمہ اور تفسیر کرتے ہیں۔ اور بعض مفسرین کرامؒ یہ معنی بھی کرتے ہیں کہ وہ افعال اور کارنامے جو برے ہیں وہ خبیث مردوں کے لیے ہیں یعنی خبیث مرد خبیث کام کرتے ہیں

اور پاکیزہ افعال اور کام پاکیزہ لوگ کرتے ہیں۔ یعنی اچھے آدمی اچھے کام کرتے ہیں اور برے آدمی برے کام کرتے ہیں اُولٰٓئِکَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا یَقُوْلُوْنَ یہ جو لوگ بزرگ ہیں یہ بالکل بری ہیں ان کاموں سے جو یہ منافق کہہ رہے ہیں۔ منافقوں نے جو تہمت لگائی ہے ام المومنین رضی اللہ عنہا پر ان کے والد اور والدہ پر یہ تمام بزرگ اس سے بری ہیں لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ ان کی بخشش ہو چکی ہے وَرِزْقٌ كَرِيمٌ اور ان کے لیے عمدہ اور نفیس رزق ہے جو انہیں برزخ میں، حشر میں اور جنت میں ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی برأت بیان فرمائی ہے لیکن بد باطن ابھی تک ان کو معاف نہیں کرتے۔

گزشتہ ہفتے کے درس میں آپ نے شیعوں کی کتاب "حق الیقین" کا حوالہ سنا تھا اور لکھنے والا ان کا بہت بڑا مجتہد ہے جس کو یہ اٹھا کر کہتے امام خمینی، امام خمینی۔ وہ اپنے شیعوں کو ترغیب دیتے ہوئے کہتا ہے جب تم نے کتابیں پڑھنی ہوں تو ملا باقر کی پڑھو کیونکہ وہ بڑا محقق اور محدث تھا، شیخ الاسلام تھا۔ تو ان کا شیخ الاسلام لکھتا ہے امام مہدی علیہ السلام غار سے نکل کر مدینہ طیبہ پہنچیں گے۔ آپ ﷺ کی قبر کے پاس کھڑے ہوں گے۔ آنحضرت ﷺ قبر سے نکل کر آپ کی بیعت کریں گے پھر ان کے ساتھ جو دو بت پڑے ہیں ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو نکال کر باہر پھینکیں گے۔

تیسرا کام وہ یہ کریں گے کہ جنت البقیع میں جا کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی قبر کو اکھاڑ کر ان کو قبر سے نکال کر ان پر حد جاری کریں گے۔ یہ ہے ان کا مہدی، جس نے یہ کام کرنے ہیں معاذ اللہ تعالیٰ۔ او ظالمو! کس بات پر حد لگائیں گے؟ آنحضرت ﷺ نے حد کیوں نہ لگائی؟ رب تعالیٰ نے اٹھارہ آیتیں، دو رکوع ان کی صفائی میں کیوں نازل

فرمائے؟ یہ رافضی بہت گندہ ترین اور انتہائی غلیظ فرقہ ہے۔

سورت کے آغاز میں حکم بیان ہوا تھا کہ غیر شادی شدہ مرد عورت اگر زنا کریں تو ان کو سو سو کوڑے مارو۔ پھر زنا کی تہمت لگانے والوں کی حد بیان فرمائی اسّی کوڑے۔ پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ افک بیان فرمایا۔ اور لفظ لفظ میں ان کی صفائی بیان فرمائی۔

زنا کے اسباب :

آگے اللہ تعالیٰ نے زنا کے اسباب بیان فرمائے ہیں۔ عموماً زنا کے اسباب یہی ہیں جو اگلے رکوع میں ہیں۔ یعنی جن چیزوں کے بعد آدمی زنا میں مبتلا ہوتا ہے ان میں سے ایک چیز گھروں میں آنا جانا ہے یعنی مردوں عورتوں کا عام اختلاط ہے۔ پھر بدنظری بھی زنا کا ذریعہ ہے۔ عورت نے مرد کو دیکھا مرد نے عورت کو دیکھا خیالات خراب ہوئے نتیجہ برائی ہوئی۔ لڑکی لڑکے کا دیر تک نکاح نہ کرنا بھی برائی کا سبب ہے۔ ان تمام چیزوں کا ذکر آ رہا ہے۔

☆ پہلا حکم...... یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے لوگو! جو ایمان لائے ہو لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ نہ داخل ہو اپنے گھروں کے سوا دوسروں کے گھروں میں۔ کیونکہ یہ آنا جانا عموماً خرابی کا باعث ہے حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا یہاں تک کہ تم اجازت لے لو۔ کسی کے گھر جاؤ تو اجازت لو وَتُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا اور سلام کہہ لو ان کے گھر والوں پر۔ اجازت لینا اس لیے ضروری ہے کہ عموماً عورتیں گھروں میں پردے کا اہتمام نہیں کرتیں مجبوری ہوتی ہے۔ کسی کا سر ننگا ہوگا، کوئی برتن صاف کر رہی ہوگی، کوئی کپڑے دھو رہی ہوگی، بازو ننگے ہوں گے، کسی کی ٹانگیں ننگی ہوں گی ایسی حالت میں جب غیر محرم آئے گا اس کی نگاہ پڑے

گی خرابی پیدا ہوگی۔ اجازت مانگوگے وہ پردہ کر لے گی کپڑے درست کر لے گی۔ تو بلا اجازت کسی کے گھر میں جانا گناہ ہے اور ایسا کرنے والا قرآن کے حکم کو توڑنے والا ہے اور یہ بھی مسئلہ ہے کہ گلی والے دروازے کے آگے پردہ لٹکاؤ اگر کسی نے گھر کے آگے پردہ نہیں لٹکایا تو وہ گنہگار رہے۔ کیونکہ گلی میں سے نیک، بدسب نے گزرنا ہے گھروں میں عورتوں کی حالتیں مختلف ہوتی ہیں۔ کسی کا سر ننگا، کسی کے بازو ننگے، کوئی کچھ کررہی ہے کوئی کچھ کررہی ہوتی ہے۔ لہٰذا جس نے اپنے گھر کے آگے پردہ نہ لٹکایا وہ گنہگار ہوگا۔

آدابِ ملاقات :

تو پہلا حکم یہ ہے کہ کسی کے گھر میں بلا اجازت مت جاؤ۔ اجازت لو اور اہل خانہ کو سلام کہو ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ یہ تمہارے لیے بہتر ہے لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ تاکہ تم نصیحت حاصل کرو فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِیْهَآ اَحَدًا پس اگر نہ پاؤ تم ان گھروں میں کسی کو کہ وہاں کوئی نہیں ہے فَلَا تَدْخُلُوْهَا پس نہ داخل ہو ان گھروں میں۔ اور یہ معنٰی بھی کرتے ہیں کہ اگر تم نہ پاؤ گھروں میں ایسے شخص کو جس کو تم نے ملنا ہے اور گھر میں عورتیں بچے ہیں پھر داخل نہ ہو۔ کیونکہ جس سے ملاقات کرنی ہے وہ تو گھر میں ہے نہیں تو تمہارے گھر میں داخل ہونے کا کیا مطلب ہے؟ تو فرمایا گھروں میں داخل ہو حَتّٰی یُؤْذَنَ لَکُمْ یہاں تک کہ تمہیں اجازت دی جائے۔ کیونکہ بعض دفعہ ملاقاتی دور سے آتے ہیں انہوں نے لازمی ملنا ہوتا ہے لہٰذا گھر کے افراد اگر تمہیں اجازت دے دیں بیٹھک میں بٹھا دیں تو بیٹھک میں بیٹھ جاؤ لیکن اندر عورتیں ہیں بچے ہیں وہاں تمہیں جانے کی اجازت نہیں ہے۔ اجازت کا یہ مطلب ہے۔ وَاِنْ قِیْلَ لَکُمُ ارْجِعُوْا اور اگر تمہیں کہا جائے کہ واپس چلے جاؤ فَارْجِعُوْا تو پس واپس لوٹ جاؤ هُوَ اَزْکٰی لَکُمْ یہی چیز تمہارے لیے پاکیزہ

ہے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ آپ جس کی ملاقات کے لیے گئے ہیں وہ سویا ہوا ہے، آرام کر رہا ہے اور آپ کہتے ہیں کہ اس کو اُٹھاؤ جی! عربی کا مشہور مقولہ ہے.....

صاحب الغرض مجنون

''غرض مند دیوانہ ہوتا ہے۔'' اس کے سامنے صرف اپنی حاجت ہی ہوتی ہے۔ ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ وہ آرام کر رہا ہے معلوم نہیں وہ کتنا تھکا ماندہ آیا ہے اور آرام کرنا جسم کا حق ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے اِنَّ لِنَفْسِکَ عَلَیْکَ حَقٌّ وَلِعَیْنِکَ عَلَیْکَ حَقٌّ وَلِزَوْجِکَ عَلَیْکَ حَقٌّ ''بے شک آپ کے بدن کا بھی آپ پر حق ہے اور آپ کی آنکھوں کا بھی آپ پر حق ہے اور آپ کی بیوی کا بھی آپ پر حق ہے۔'' اگر بدن کی صحت کا خیال نہیں رکھو گے تو بیمار ہونا تو اپنی جگہ رہا ہی ساتھ گنہگار بھی ہو جاؤ گے۔ اس لیے گنہگار ہو گے کہ تم نے رب تعالیٰ کی امانت کی حفاظت نہیں کی۔ یہ وجود رب تعالیٰ کی امانت ہے اپنا نہیں ہے۔ اگر اپنا ہوتا تو خودکشی جائز ہوتی لیکن خودکشی حرام ہے۔ اور یاد رکھنا! جب سڑک سے گزرو تو احتیاط کے ساتھ گزرو بدن کی حفاظت کرو۔ اگر بے احتیاطی کے ساتھ گزرو گے تو جان الگ ضائع ہو گی اور گناہ الگ ہو گا۔ اس لیے کہ تم نے رب تعالیٰ کی امانت کی حفاظت نہیں کی۔

اسی لیے علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسراف کا ایک معنیٰ ہے کہ بندہ حد سے زیادہ کھائے اور ایک معنیٰ یہ بھی ہے کہ ضرورت سے کم کھائے کہ جس سے صحت برقرار نہ رہ سکے۔ یہ بھی وَلَا تُسْرِفُوْا کی مد میں ہے۔ وَلَا تُسْرِفُوْا کی مد میں لکھتے ہیں کہ اتنا کم کھاتا ہے کہ صحت برقرار نہیں رہتی یا نکمی چیزیں کھاتا ہے کہ صحت برقرار نہیں رہتی تو یہ بھی گناہ ہے کیونکہ جب ٹھیک نہیں ہو گی تو نماز کیسے پڑھو گے، روزہ کیسے رکھو گے، کمائی کیسے کرو

گے ،گھر والوں کی خدمت کیسے کرو گے؟ مذہب اسلام عین فطرت کے مطابق ہے۔تو فرمایا کہ اگر تمہیں کہا جائے کہ واپس چلے جاؤ تو واپس چلے جاؤ۔ یہ بات تمہارے لیے پاکیزہ ہے وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو جانتا ہے لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ نہیں ہے تم پر کوئی گناہ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا یہ کہ داخل ہو تم ایسے گھروں میں غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ جو سکونت والے نہیں ہیں، جہاں عورتیں وغیرہ نہیں ہیں۔ مسافر خانہ ہے، مسجد ہے، ہوٹل وغیرہ ہے ایسے گھروں میں تمہیں داخل ہونے کی اجازت ہے فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ اس میں تمہارا سامان ہو۔ مسجد، مسافر خانہ میں آنے کے لیے اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ ہوسٹل ہے چند ساتھی کمرے میں رہتے ہیں وہاں تمہارا سامان ہے تو تمہیں اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو وَمَا تَكْتُمُوْنَ اور جو تم چھپاتے ہو۔تو پہلا حکم یہ ہوا کہ کسی کے گھر میں بغیر اجازت کے نہ جاؤ اور اس کی پوری تفصیل بیان ہوئی۔

☆ دوسرا حکم...... قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ آپ کہہ دیں مومن مردوں کو يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وہ نیچی رکھیں اپنی نگاہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا یَا عَلِیُّ لَا تَتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظَرَ فَاِنَّ لَکَ الْاُوْلٰی وَ لَیْسَتْ لَکَ الثَّانِیَةُ ”اے علی! دوبارہ نہ دیکھو پہلی دفعہ دیکھنے میں کوئی گناہ نہیں ہے دوسری دفعہ دیکھنے کی اجازت نہیں ہے۔“ آدمی راستے پر جا رہا ہے تو دیکھے گا۔ بندہ ہے، گدھا ہے یا اور کوئی چیز ہے، اس میں عورت پر نگاہ پڑ گئی تو کوئی گناہ نہیں ہے۔ دوبارہ قصداً، ارادے سے نگاہ نہیں اٹھانی وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ اور حفاظت کریں اپنی شرم گاہوں کی ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ یہی چیز ان کے لیے ستھری ہے۔ کیونکہ بدنظری بھی گناہ کا ذریعہ ہے اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا

یَصۡنَعُوۡنَ بے شک اللہ تعالیٰ خبردار ہے اس کاروائی سے جو وہ کرتے ہیں۔کل کے سبق میں عورتوں کے متعلق آئے گا کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔ان شاءاللہ تعالیٰ

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ
مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا
ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۪ وَلَا يُبْدِيْنَ
زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ
اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْۤ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْۤ اَخَوٰتِهِنَّ
اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ
مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۪
وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ؕ وَتُوْبُوْۤا
اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى
مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ؕ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ
يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۲﴾

وَقُلْ اورآپ کہہ دیں لِلْمُؤْمِنٰتِ مومن عورتوں کو یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ پست رکھیں اپنی نگاہوں کو وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ اورحفاظت کریں اپنی شرم گاہوں کی وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اورظاہر نہ کریں اپنی زینت کو اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا مگر وہ جوظاہر ہے اس سے وَلْیَضْرِبْنَ اور چاہیے کہ لٹکائیں بِخُمُرِهِنَّ اپنی چادریں عَلٰی جُیُوْبِهِنَّ اپنے گریبانوں پر وَلَا یُبْدِیْنَ اور ظاہر نہ کریں زِیْنَتَهُنَّ اپنی زینت اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ مگر اپنے خاوندوں کے سامنے

اَوْ اٰبَآئِهِنَّ یا اپنے باپوں کے سامنے اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ یا اپنے خاوندوں کے باپوں کے سامنے اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ یا اپنے بیٹوں کے سامنے اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ یا اپنے خاوند کے بیٹوں کے سامنے اَوْ اِخْوَانِهِنَّ یا اپنے بھائیوں کے سامنے اَوْ بَنِیْٓ اِخْوَانِهِنَّ یا اپنے بھتیجوں کے سامنے اَوْ بَنِیْٓ اَخَوٰتِهِنَّ یا اپنے بھانجوں کے سامنے اَوْ نِسَآئِهِنَّ یا اپنی مسلمان عورتوں کے سامنے اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُنَّ یا وہ جن کے مالک ہیں ان کے داہنے ہاتھ اَوِ التّٰبِعِیْنَ یا خدمت میں مشغول رہنے والوں کے غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَةِ جو خواہش نہیں رکھتے ہیں مِنَ الرِّجَالِ مردوں میں سے اَوِ الطِّفْلِ الَّذِیْنَ یا وہ بچے لَمْ یَظْهَرُوْا عَلٰی عَوْرٰتِ النِّسَآءِ جو مطلع نہیں ہوئے عورتوں کے پردے پر وَلَا یَضْرِبْنَ اور نہ ماریں بِاَرْجُلِهِنَّ اپنے پاؤں لِیُعْلَمَ تاکہ معلوم ہو جائے مَا یُخْفِیْنَ وہ جس کو وہ مخفی رکھتی ہیں مِنْ زِیْنَتِهِنَّ اپنی زینت سے وَتُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰهِ اور توبہ کرو اللہ تعالیٰ کے سامنے جَمِیْعًا سب کے سب اَیُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ اے مومنو! لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ تاکہ تم فلاح پاؤ وَاَنْكِحُوا الْاَیَامٰی مِنْكُمْ اور نکاح کر دو جو تم میں سے بے نکاح ہوں وَالصّٰلِحِیْنَ اور نیک ہیں مِنْ عِبَادِكُمْ تمہارے غلاموں میں سے وَاِمَآئِكُمْ اور لونڈیوں میں سے اِنْ یَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ اگر وہ محتاج ہوں گے یُغْنِهِمُ اللّٰهُ تو غنی کر دے گا اللہ تعالیٰ ان کو مِنْ فَضْلِهٖ اپنے فضل سے وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا جاننے والا ہے۔

کل کے سبق میں تم نے پڑھا کہ وہ کونسے اسباب اور ذرائع ہیں جو برائی میں مبتلا کرتے ہیں ان میں سے ایک ہے گھروں میں آمدورفت اور مردوں اور عورتوں کا اختلاط۔ اس کی تفصیل تم کل سن (اور پڑھ) چکے ہو۔ دوسری چیز بدنظری ہے۔ یہ نظر شیطان کے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو حکم دیا ہے کہ اپنی نگاہوں کو پست رکھو اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو۔ اسی کے متعلق آج عورتوں کو حکم ہے۔

حفاظتِ نظر :

فرمایا وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ اور آپ کہہ دیں مومن عورتوں کو یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ پست رکھیں اپنی نگاہوں کو وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ اور حفاظت کریں اپنی شرم گاہوں کی۔ قصداً اور ارادۃً بری نیت سے مرد کا عورت کو دیکھنا اور عورت کا مرد کو دیکھنا بڑے گناہوں میں سے ہے۔ چلتے چلتے غیر ارادی طور پر نگاہ پڑ جائے تو اس پر کوئی گرفت نہیں ہے لیکن قصداً اور ارادۃً دوبارہ دیکھا تو اس پر گرفت ہوگی۔ آنحضرت ﷺ کی دو بیویاں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا آپ کے کمرے میں تھیں نابینا صحابی حضرت عبد اللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے آ کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ فرمایا کون؟ کہا جی میں ابن ام مکتوم ہوں کوئی بات کرنی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی بیویوں کو فرمایا قُوْمَا فَاحْتَجِبَا "دونوں اٹھو پردے میں ہو جاؤ۔" یہ جانتی تھیں آنے والا نابینا ہے۔ کہنے لگیں حضرت! اَلَيْسَ هُوَ رَجُلٌ اَعْمٰى "کیا یہ شخص اندھا نہیں ہے؟" آنحضرت ﷺ نے فرمایا اَفَعَمْيَاوَانِ اَنْتُمَا "کیا تم بھی اندھی ہو، جاؤ پردے میں چلی جاؤ۔"

اس میں آپ ﷺ نے یہ سبق دیا کہ نہ دیکھنے کا حکم جس طرح م... ... ہے

اسی طرح عورتوں کے لیے بھی ہے۔قرآن کا بھی یہی حکم ہے اور رسول اللہ ﷺ کا بھی یہی حکم ہے کہ مرد اور عورتیں اپنی نگاہیں نیچی رکھیں وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ اور حفاظت کریں اپنی شرم گاہوں کی۔اپنی عفت اور ناموس پر داغ نہ لگنے دیں وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا اور ظاہر نہ کریں اپنی زینت کو مگر وہ جو ظاہر ہے اس سے۔مطلب یہ ہے کہ عورت اپنی بناوٹی زیب وزینت یا بناؤ سنگھار کو غیر محرموں کے سامنے ظاہر نہ کرے یہ چیز فتنے کا باعث بنتی ہے۔مگر وہ زینت جو ظاہر ہو مثلاً انگوٹھی پہنی ہوئی ہے، تِلّے والی جوتی پہنی ہوئی ہے۔اب ظاہر بات ہے کہ چلتے ہوئے تِلّے والی جوتی اور انگوٹھی کو تو نہیں چھپا سکتی۔ اسی طرح بعض عورتوں نے نقش ونگار اور بیل بوٹے والی چادریں اوڑھی ہوتی ہیں تو وہ ان کو تو نہیں چھپا سکتیں۔ان کو کہاں جیب میں ڈالیں گی۔شلوار کے پائینچوں پر کڑھائی کی ہوتی ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ ان کو چھپا نہیں سکتی وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ اور چاہیے کہ لٹکائیں اپنی چادریں۔خُمُرٌ خِمَار کی جمع ہے۔جس کا معنیٰ دوپٹا اور چادر ہے۔لٹکالیں اپنے دوپٹوں کو، چادروں کو عَلٰی جُيُوبِهِنَّ اپنے گریبانوں پر۔ان کی چھاتی اور گلے کا کوئی حصہ ننگا نہ ہو۔اور یہ مسئلہ یاد رکھنا کہ ایسا باریک دوپٹا کہ جس سے بال نظر آئیں وہ عورت کے لیے پہننا صرف حرام ہی نہیں بلکہ قطعاً اور یقیناً اس کے اوڑھنے سے نمازیں بھی نہیں ہوتیں۔

ایک اہم مسئلہ :

مسئلہ اچھی طرح سمجھ لیں۔ایسا باریک لباس کہ جس سے بدن نظر آئے عورت کے لیے پہننا حرام ہے۔جیسے عورتیں ناخن پالش لگالیں تو نہ وضو ہوتا ہے نہ نماز ہوتی ہے نہ ان کا قرآن پاک کو ہاتھ لگانا جائز ہے۔اس حالت میں عورتوں نے جتنی نمازیں پڑھی ہیں وہ

سب ان کی گردن پر ہیں۔ لمبے لمبے ناخنوں کے ساتھ نماز پڑھنا بھی حرام ہے کیونکہ ان کے نیچے میل کچیل جمع ہو جاتا ہے جس سے ناخنوں کے نیچے والی جگہ تر نہیں ہوتی حالانکہ غسل اور وضو میں نیچے والی جگہ کا تر کرنا فرض ہے۔ یہ بظاہر چھوٹے چھوٹے مسئلے ہیں مگر ان پر نمازیں موقوف ہیں، دین موقوف ہے۔ عورت کے ہاتھ کی کلائی، گٹ ستر میں شامل ہے۔ عورت کا سر بھی ستر میں شامل ہے۔ اگر قمیص کلائی سے بقدر دو انگلیاں بھی پیچھے ہوئی تو نماز نہیں ہوگی، کان ننگے ہوئے تو پھر بھی نماز نہیں ہوگی، سر کے بالوں کا چوتھائی حصہ بھی ننگا ہوا تو نماز قطعاً نہیں ہوگی۔ یہ مسائل نہ بھولنا ایسے نہ ہو کہ ٹکریں بھی مارتی رہو اور نمازیں پھر بھی تمہاری گردن پر ہوں۔

اور یہ مسئلہ بھی سمجھ لیں کہ ناک میں جو کوکا ہوتا ہے وضو کرتے وقت کوکے، کے سوراخ میں پانی نہ پہنچے تو وضو نہیں ہوتا، قطعاً نہیں ہوتا۔ اچھی طرح اس سوراخ میں پانی پہنچے گا تو وضو ہوگا۔ غسل کے وقت اگر پانی اس سوراخ میں نہیں پہنچائی گا تو غسل نہیں ہوگا ہرگز نہیں ہوگا۔ اسی طرح کانوں میں بالیوں اور کانٹوں کے لیے جو سوراخ ہیں ضروری غسل میں اگر ان کے اندر پانی نہ گیا تو غسل نہیں ہوگا اور ظاہر بات ہے کہ جب وضو اور غسل نہیں ہوگا تو نماز بھی نہیں ہوگی۔ جہالت کا دور دورہ ہے لوگ دین سے ناواقف ہیں۔ ان مسائل کی اتنی اشاعت کرو کہ ہر ہر بچی کو معلوم ہونے چاہییں تا کہ تمہاری ہماری گرفت نہ ہو۔ تو فرمایا کہ اپنی چادریں اپنے گریبانوں میں ڈال لیں تا کہ گردن کا کوئی حصہ غیر محرم کو نظر نہ آئے وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اور ظاہر نہ کریں اپنے بناؤ سنگار کو اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ۔ بعولہ بعل کی جمع ہے۔ بعل خاوند کو کہتے ہیں مگر اپنے خاوندوں کے سامنے زینت کو ظاہر کریں اَوْ اٰبَآئِهِنَّ یا وہ عورتیں اپنے باپوں کے سامنے۔ باپ ہے، دادا ہے، چچا ہے،

آباءواجداد سارے اس میں آگئے اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ یا اپنے خاوندوں کے باپوں کے سامنے۔ وہ ان کے لیے باپ کے درجے میں ہیں۔ ظاہر بات ہے کہ سسر سے چہرہ کس طرح چھپا سکتی ہے؟ یا وہ زیور جو انہوں نے ڈالے ہیں کس طرح چھپا سکتی ہے اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ یا اپنے بیٹوں کے سامنے بھی اظہار زینت کا کوئی گناہ نہیں ہے اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ یا اپنے خاوند کے بیٹوں کے سامنے جو دوسری بیویوں کے سوتیلے بیٹے ہیں ان سے بھی کوئی پردہ نہیں ہے اَوْ اِخْوَانِهِنَّ یا اپنے بھائیوں کے سامنے چاہے حقیقی بھائی ہوں چاہے باپ کی طرف سے یا ماں کی طرف سے ہوں ان سے بھی کوئی پردہ نہیں ہے اور اظہار زینت کوئی گناہ نہیں ہے اَوْ بَنِیْٓ اِخْوَانِهِنَّ یا اپنے بھائی کے بیٹوں یعنی بھتیجوں کے سامنے زینت ظاہر کرے۔ کانٹے چوڑیاں ظاہر ہوں تو کوئی حرج نہیں ہے اَوْ بَنِیْٓ اَخَوٰتِهِنَّ یا اپنی بہنوں کے بیٹوں یعنی بھانجوں کے سامنے، یہ بھی حرم ہیں ان کے سامنے بھی زینت کا اظہار کر سکتی ہیں اَوْ نِسَآئِهِنَّ یا اپنی عورتوں کے سامنے۔

یہ مسئلہ اچھی طرح یاد رکھنا! کہ خطاب رب تعالیٰ نے مومن عورتوں کو کیا ہے وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ نِسَآئِهِنَّ کی ضمیر بھی مومنات کی طرف لوٹتی ہے۔ تو اپنی عورتوں سے مراد مومن عورتیں ہیں کہ مومن عورتوں کے سامنے بھی اظہار زینت کوئی گناہ نہیں ہے اور غیر مسلم ناپاک ہیں ان سے اسی طرح پردہ ہے جس طرح غیر محرم سے پردہ ہے۔ گھروں میں جو عیسائی عورتیں آتی ہیں ان سے پردہ کرنا ہے ان کے سامنے زینت کا اظہار نہیں کر سکتیں، ان کے سامنے مومن عورتیں سر ننگا نہیں کر سکتیں، بازو ننگے نہیں کر سکتیں اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ یا وہ جن کے مالک ہیں ان کے دائیں ہاتھ۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس کا معنیٰ بیان کرتے ہیں ''نہ غلاموں سے پردہ ہے اور

نہ لونڈیوں سے پردہ ہے۔'' امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''اس سے لونڈیاں مراد ہیں چاہے وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم ہوں آقا اور سیدہ کا ان سے کوئی پردہ نہیں ہے۔ غلام ہوں تو ان سے پردہ ہے۔'' رئیس التابعین حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مَامَلَکَتْ اَیْمَانُھُنَّ سے مراد اَلْاِمَآءُ دُوْنَ الْعَبِیْد ''اس سے لونڈیاں مراد ہیں غلام مراد نہیں ہیں۔'' کیونکہ پردے کی اصل علت یہ ہے کہ اختلاط نہ ہو۔ غلام گھر میں آئے جائے گا خاوند کسی وقت گھر ہوتا ہے اور کسی وقت نہیں ہوتا اور شیطان شیطان ہے۔ لہٰذا غلام سے پردہ ہے۔

اَوِ التَّابِعِیْنَ غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ یا وہ تابع جو حاجت والے نہیں ہیں مردوں میں سے۔ وہ کام کرنے والے، خدمت کرنے والے جوان حدود سے نکل چکے ہیں جو خواہشات کی ہیں یا تم نے شاہ دولے کے چوہے دیکھے ہوں گے جو بے چارے بالکل سیدھے سادھے ہوتے ہیں ان کو کوئی سمجھ نہیں ہوتی۔ ایسے ہوں تو ان سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ یا وہ شخص جس کے ہوش وحواس نہ ہوں اور وہ جنسی خواہش کو نہ سمجھتا ہو اس سے بھی پردہ نہیں ہے اَوِ الطِّفْلِ الَّذِیْنَ یا وہ بچے لَمْ یَظْهَرُوْا عَلٰی عَوْرٰتِ النِّسَآءِ جو عورتوں کے پردے کی جگہوں پر مطلع نہیں ہوئے۔ چار پانچ سال کا بچہ ہے چھ سال کا ہے اس سے کوئی پردہ نہیں ہے لیکن آج کل تو فلمی دور ہے ماشاء اللہ چھوٹے چھوٹے بچے وہ باتیں کرتے ہیں کہ ہم بوڑھوں کو بھی نہیں آتیں، سن کر حیرت ہوتی ہے۔

مغربی تہذیب سے معاشرے میں بگاڑ :

یاد رکھو! اس مغربی تہذیب نے سارا ماحول بدل کر رکھ دیا ہے۔ ایک وہ دور تھا کہ تنہا ترکی نے پانچ سو سال تک سارے یورپ کو آگے لگائے رکھا کیونکہ ایمان اور اخلاق کی

قوت تھی۔ ان خبیث قوموں نے سوچا کہ مسلمانوں کو اس طرح تو دنیا سے نہیں مٹایا جا سکتا ان سے معاہدے کر کے ان کی تہذیب و تمدن کو، اخلاق کو مٹاؤ۔ اس میں وہ فوجی لڑائی سے زیادہ کامیاب ہوئے۔ پاکستان بننے سے لے کر اب تک پاکستان میں جتنے حکمران آئے سب انہی کے ذہن کے ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ وہ گورے انگریز ہیں اور یہ کالے انگریز ہیں۔ ان خبیث قوموں نے مسلمانوں کے ذہن بگاڑ دیے ہیں اور ایک دوسرے کے خلاف اتنی نفرت پیدا کر دی ہے کہ جس کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ اردن کو شام سے نفرت ہے شام کو مصر سے نفرت ہے مصر کو اس سے نفرت ہے حالت یہ ہے کہ یہ کافروں کے ساتھ مل سکتے ہیں آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ نہیں مل سکتے۔ اس نفرت میں کافروں کے اپنے مقاصد ہیں اور ان کافروں نے ذرائع ابلاغ کے ذریعے ہمارا ماحول خراب کر دیا ہے۔ ٹی وی اور وی، سی، آر (کیبل، ڈش وغیرہ) کے ذریعے، کھیلوں کے ذریعے بچوں کے ذہن بگاڑ دیے ہیں۔ ماحول کا بڑا اثر ہوتا ہے عورتیں آ کر کہتی ہیں کہ بچے پڑھتے نہیں ہیں ان کے لیے دعا کرو۔ میں کہتا ہوں کہ دو کام تم کرو تیسرے کے لیے ہم دعا کرتے ہیں۔ ٹی وی توڑ دو، کھیلیں ختم کرو پھر ہم ان کے پڑھنے کے لیے دعا کریں گے۔ بے شک ضرورت کے مطابق کھیل بھی ہے لیکن یہ کہ چوبیس گھنٹے کھیل ہی ہو یہ غلط ہے۔

وَ لَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ اور نہ ماریں عورتیں اپنے پاؤں لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ تا کہ معلوم ہو جائے جس کو وہ مخفی رکھتی ہیں مِنْ زِيْنَتِهِنَّ اپنی زینت سے۔ بعض علاقوں میں عورتیں پازیب پہنتی ہیں جس کو جھانجھر بھی کہتے ہیں۔ پاؤں زور سے مارنے سے ان کی آواز آتی ہے۔ تو زور سے پاؤں نہ ماریں کہ ان کی آواز سے دوسروں کو پتا چلے پازیبوں کا۔ پازیبوں کے متعلق فقہی طور پر مسئلہ یہ ہے کہ اگر اندر سے خالی ہوں اور ان میں

سنگریزے ڈالے ہوئے ہوں جو بجتے ہیں تو ایسی پازیبیں حرام ہیں۔اور اگر اندر سے ٹھوس ہوں لیکن ایک دوسرے کے ساتھ ٹکرانے سے آواز پیدا ہوتی ہوتو یہ جائز ہیں لیکن عورت کو زور سے پاؤں نہیں مارنا چاہیے کہ آواز پیدا ہو۔ وَتُوبُوٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيعًا اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو سب کے سب اَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ اے ایمان والو! لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔

برائی کے اسباب :

یہاں تک ان دو چیزوں کا ذکر تھا جو برائی کا سبب بنتی ہیں۔ایک گھروں میں بے تحاشا آنا جانا اور دوسرا نگاہ کو پست نہ رکھنا۔اللہ تعالیٰ نے ان دونوں چیزوں سے منع فرمایا ہے۔اب تیسری چیز کا ذکر ہے۔بسا اوقات بچی بچے کی بروقت شادی نہ کرنا یہ بھی گناہ کا سبب بن جاتا ہے۔کیونکہ جنسی خواہشات تو اللہ تعالیٰ نے سب میں رکھی ہیں اس لیے حکم ہے کہ بچی بچہ جب جوان ہوں تو فوراً شادی کر دو۔بعض علاقے اس سلسلے میں بہت اچھے ہیں جیسے صوبہ سرحد (اب اس کا نام خیبر پختونخواہ رکھ دیا گیا ہے) چودہ پندرہ سال سے اوپر لڑکی لڑکے کو نہیں جانے دیتے۔اور پنجاب میں یہ بیماری دیکھی ہے کہ بچیوں کی عمریں تمیں تمیں (۳۰، ۳۰) پینتیس پینتیس (۳۵، ۳۵) سال ہوگئی ہیں اور ابھی تک بیٹھی ہیں۔یہ ماں باپ گنہگار ہیں۔لڑکی کے بالغ ہونے کے بعد ماں باپ کو فکر ہونی چاہیے اور جب تک اس فریضہ سے فارغ نہ ہوجائیں نیند نہیں آنی چاہیے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ۔اَيَامٰى اَيِّم کی جمع ہے۔ اَيِّم کا معنی ہے جس کا نکاح نہ ہوا ہو۔یہ مرد پر بھی بولا جاتا ہے اور عورت پر بھی بولا جاتا ہے۔تو معنی ہوگا جن کے نکاح نہیں ہوئے ان کے نکاح فوراً کرادو۔ وَالصّٰلِحِيْنَ

مِنْ عِبَادِكُمْ اور جو نیک ہیں تمہارے غلاموں میں سے یہ نہ خیال کرو کہ یہ غلام ہیں وہ بھی انسان ہیں ان کے بھی نکاح کرا دو تا کہ برائی پیدا نہ ہو وَ اِمَآئِكُمْ اور لونڈیوں میں سے۔ لونڈیوں کے بھی نکاح کرا دو تا کہ برائی پیدا نہ ہو۔ یہ تمام اصول رب تعالیٰ نے ہمیں قرآن پاک میں بتلائے ہیں اگر ہم ان پر عمل کریں تو کبھی برائی کی نوبت نہ آئے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ لڑکے کے پاس کچھ نہیں ہے وہ خود کہاں سے کھائے بیوی کو کہاں سے کھلائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ اگر وہ محتاج ہوں گے جن کا تم نے نکاح کرنا ہے تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ غنی کر دے گا اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل سے۔ ایک تو غیبی سبب ہے اور ایک ظاہری سبب ہے وہ یہ کہ جب تک آدمی پر بوجھ نہ پڑے اہل و عیال کا تو بندہ بے فکر رہتا ہے محنت مزدوری کی طرف توجہ نہیں کرتا اور جب اس کے سر پر بوجھ پڑ جائے شادی ہو جائے تو وہ فکر مند ہو جاتا ہے کہ میں نے کچھ کرنا ہے بشرطیکہ بے غیرت اور ہڈ حرام نہ ہو۔

حضرت لقمان حکیم سے تین سوال :

لقمان حکیم ایک بڑے نیک بزرگ تھے ان کے نام پر قرآن کریم میں ایک سورت ہے سورت لقمان، رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ان سے پوچھا گیا کہ حضرت! آپ ہمارے تین سوالوں کا جواب دیں۔

☆ ایک یہ کہ انسانوں میں سے برا کون ہے؟

• فرمایا انسانوں میں ... وہ ہے جو ہڈ حرام ...

☆ ..... حضرت! یہ بتلائیں کہ انسان کے بدن میں سب سے اچھا عضو کون سا ہے؟ فرمایا زبان۔

☆.....تیسرا سوال یہ ہے کہ انسانی اعضا میں سب سے بُرا عضو کون سا ہے؟ فرمایا زبان۔ تو زبان اچھی بھی ہے اور بری بھی ہے۔ لہذا اگر لڑکا بڈ حرام نہیں ہوگا تو کام کرے گا۔ پھر بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ عورت خوش نصیب ہوتی ہے اس کے ساتھ بھی کچھ مال آجاتا ہے اس کی برکت سے بھی آدمی کا کام چل جاتا ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ غنی کر دے گا اپنے فضل کے ساتھ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا جاننے والا ہے۔ یہ تمام مسائل روزمرہ کے ہیں ان کو یاد کرو، ان کی نشر و اشاعت کرو تاکہ معاشرہ سنور جائے۔

وَلْيَسْتَعْفِفِ
الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ۖۗ وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْۤ اٰتٰىكُمْ ؕ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۴﴾ ع

وَالْيَسْتَعْفِفْ اور چاہیے کہ گناہ سے بچیں الَّذِیْنَ وہ لوگ لَا یَجِدُوْنَ نِکَاحًا جونہیں پاتے نکاح کی طاقت حَتّٰی یُغْنِیَھُمُ اللّٰہُ یہاں تک کہ غنی کردے ان کو اللہ تعالیٰ مِنْ فَضْلِہٖ اپنے فضل سے وَالَّذِیْنَ اور وہ غلام یَبْتَغُوْنَ جو چاہتے ہیں الْکِتٰبَ مکاتبت مِمَّا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ان میں سے جن کے مالک ہیں تمہارے دائیں ہاتھ فَکَاتِبُوْھُمْ پس تم ان کو مکاتب بنالو اِنْ عَلِمْتُمْ فِیْھِمْ خَیْرًا اگر جانتے ہو تم ان میں بھلائی وَّاٰتُوْھُمْ اور دو ان کو مِّنْ مَّالِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کے مال سے الَّذِیْٓ اٰتٰکُمْ وہ جو رب تعالیٰ نے تمہیں دیا ہے وَلَا تُکْرِھُوْا اور مجبور نہ کرو فَتَیٰتِکُمْ اپنی لونڈیوں کو عَلَی الْبِغَآءِ برائی پر اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا جب کہ وہ ارادہ رکھتی ہیں پاک دامنی کا لِتَبْتَغُوْا تاکہ تم تلاش

کرو عَرَضَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا دنیا کی زندگی کا سامان وَ مَنْ یُّكْرِهْهُّنَّ اور جو شخص ان کو مجبور کرے گا فَاِنَّ اللّٰهَ پس بے شک اللہ تعالیٰ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ ان کے مجبور کیے جانے کے بعد غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے وَلَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ اور البتہ تحقیق ہم نے نازل کیں تمہاری طرف اٰیٰتٍ مُّبَیِّنٰتٍ کھلی آیتیں وَّمَثَلًا اور مثال مِّنَ الَّذِیْنَ خَلَوْا ان لوگوں کی جو گزر چکے ہیں مِنْ قَبْلِكُمْ تمہارے سے پہلے وَ مَوْعِظَةً اور نصیحت لِّلْمُتَّقِیْنَ پرہیزگاروں کے لیے۔

اس رکوع کے ابتدائی حصے میں ان اہم اور ضروری چیزوں کا ذکر تھا جو عموماً بدکاری کا سبب بنتی ہیں۔ مرد، عورت کا اختلاط، نگاہ کا غلط اٹھنا، دیر سے نکاح کا کرنا۔ اسی سلسلے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلْیَسْتَعْفِفِ الَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ نِكَاحًا اور چاہیے کہ برائی سے، بدکاری سے، زنا سے بچیں وہ لوگ جو نہیں پاتے نکاح کی طاقت۔ جوان ہیں صحت مند ہیں لیکن ابھی نکاح کا کوئی سبب نہیں بنا ان کو بدکاری سے بچنا چاہیے۔ بچنے کے کئی طریقے ہیں۔

برائی سے بچنے کا طریقہ :

ایک یہ کہ روزہ رکھے۔ حدیث پاک میں آتا ہے فَاِنَّ الصَّوْمَ لَهٗ وِجَآءٌ "پس بے شک روزہ اس کے شہوت کے مادے کو کچل کے رکھ دے گا۔"

عورتوں کے ساتھ اختلاط سے بچے، تانک جھانک سے بچے۔ برائی پر آمادہ ہونے کے جو اسباب ہیں ان سے بچے حَتّٰی یُغْنِیَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ یہاں تک کہ اللہ

تعالیٰ اس کو غنی کر دے اپنے فضل سے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جس مومن نے اپنی ضروریات کے لیے قرضہ لے کر خرچ کر لیا اور وہ قرض واپس کرنے میں مخلص ہے تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اس کے قرض کی ادائیگی کے اسباب پیدا فرمائے گا اور جو شخص گناہ سے بچے اور اخلاص کے ساتھ رب تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہے تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اس کے نکاح کے اسباب پیدا فرمائے گا۔ مگر ہم لوگ بڑے جلد باز ہیں ہم چاہتے ہیں کہ ہماری زبان سے ابھی دعا کے الفاظ ختم نہ ہوں اور مراد پہلے پوری ہو جائے۔ رب، رب ہے ہم نے اسی سے مانگنا ہے۔ اس کے سوا تو اور کوئی دروازہ بھی نہیں ہے۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ اور مثنوی شریف :

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں ۶۰۲ ھ میں ان کی پیدائش ہوئی ہے بلخ کے علاقے میں۔ پھر ہجرت کر کے روم کے قونیہ شہر میں چلے گئے۔ والد فوت ہو گئے تھے یتیم تھے استعداد بہت اچھی تھی۔ علم حاصل کیا اور مثنوی شریف کتاب لکھی کہ فارسی زبان میں اس کی نظیر نہیں ملتی اس میں انہوں نے اخلاقیات، تصوف، علم کلام، علم فقہ وغیرہ تمام علوم کو جمع کر دیا ہے۔ مثنوی شریف میں اٹھائیس ہزار (۲۸۰۰۰) اشعار ہیں، حکایات کے ساتھ سمجھاتے ہیں۔

مومن کی مثال :

ایک جگہ لکھتے ہیں کہ ایک آدمی نے مولانا جلال الدین رومی سے پوچھا کہ حضرت! ہمارا مشاہدہ اور تجربہ ہے کہ نیک لوگوں کو تکلیفیں زیادہ ہوتی ہیں اور بروں کو کم۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ تو مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث کی روشنی میں بات کرتے ہوئے جواب دیا۔ بخاری وغیرہ میں حدیث ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا مومن کی مثال کچی کھیتی کی ہے۔ کچی

فصل پر جب ہوائیں چلتی ہیں تو وہ اسے دائیں بائیں جھکا دیتی ہیں اور کبھی زمین پر لٹا دیتی ہیں اور منافق کی مثال چیڑ کے درخت کی ہے ہوائیں چلیں ، آندھی آئے اس کا کچھ نہیں بگڑے گا۔لیکن طوفان اس کو ایک ہی جھٹکے میں اکھاڑ دے گا۔تو مومن کو طرح طرح کی تکلیفیں آتی ہیں۔بدنی تکلیفیں ، مالی تکلیفیں ، خانگی تکلیفیں ، اولاد کی طرف سے ، برادری کی طرف سے ، محلے والوں کی طرف سے ، ہمسایوں کی طرف سے ، ملکی سطح پر تکالیف میں مبتلا رہتا ہے۔حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت سے پوچھا گیا اَیُّ النَّاسِ اَشَدُّ بَلَآءً '' انسانوں میں سے سب سے زیادہ تکلیفیں کن کو پیش آئی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا انبیائے کرام کو ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ پھر وہ جو رتبے اور مرتبے میں قریب ہیں ان کو تکلیفیں آتی ہیں۔'' یُبْتَلَی الرَّجُلُ عَلٰی قَدْرِ دِیْنِہٖ '' جتنا کسی میں دین ہوتا ہے اتنا ہی اس کا امتحان ہوتا ہے۔'' پھر آگے ایک خاص بات فرماتے ہیں کہ تم نے دیکھا ہوگا کہ طوطے اور بلبل کی آوازیں بہت پیاری ہوتی ہیں ۔لوگوں نے آوازیں سننے کے لیے طوطے اور بلبلیں پنجروں میں رکھی ہوتی ہیں اور کوے اور اُلو کو کسی نے پنجرے میں بند کر کے نہیں رکھا یہی حال مومن کا ہے کہ مومن کی آواز رب تعالیٰ کو بہت پسند ہے جب وہ مشکل میں ہوتا ہے اور کہتا ہے یا اللہ ! اس آواز کے لیے رب تعالیٰ اس کو تکالیف اور پریشانیوں کے پنجرے میں بند کرتا ہے اور ان کی آوازیں سنتا ہے جب وہ عاجزی اور زاری کے ساتھ رب تعالیٰ کے سامنے آوازیں نکالتے ہیں۔منافق اور کافر نے کون سی رب تعالیٰ کے سامنے عاجزی کرنی ہے کہ اس کو تکلیفوں میں مبتلا کرے۔فرمایا اللہ تعالیٰ ان کو غنی کر دے گا اپنے فضل سے وَالَّذِیْنَ یَبْتَغُوْنَ الْکِتٰبَ مِمَّا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ اور جو چاہتے ہیں مکاتبت ان میں سے جن کے مالک ہیں تمہارے ہاتھ۔

غلامی کا مسئلہ :.

بعض مسائل ایسے ہوتے ہیں کہ ان کا ماحول ہو تو آسانی سے سمجھ آتے ہیں اور اگر ماحول نہ ہو تو ان کا سمجھنا ذرا مشکل ہوتا ہے۔ ان میں سے غلامی کا مسئلہ بھی ہے۔ اس لیے کہ ہمارے علم کے مطابق اس وقت دنیا کے کسی خطے میں شرعی غلام اور لونڈی نہیں ہیں۔ تو جب پوری دنیا میں غلام اور لونڈی نہ ہوں اور قرآن وحدیث اور فقہ کی کتابوں میں ان کا ذکر آئے تو پھر ان کا سمجھنا عام آدمی کے لیے ذرا مشکل ہوتا ہے۔ میں سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں کہ غلام اور لونڈی کسے کہتے ہیں؟

اسلامی حکومت قائم ہو اور کافروں کے ساتھ جہاد کی نوبت آئے پھر ظاہر بات ہے کہ جب لڑائی ہوگئی تو طرفین سے آدمی مارے بھی جائیں گے زخمی بھی ہوں گے گرفتار بھی ہوں گے جنگ ختم ہونے کے بعد کافروں کے قیدی ہمارے پاس ہیں اور ہمارے قیدی ان کے پاس ہیں۔ ان کے متعلق ایک صورت تو یہ ہے کہ ہم ان کو کہیں تم ہمارے قیدی رہا کردو ہم تمہارے قیدی رہا کر دیتے ہیں اس کی بھی اجازت ہے۔ سورہ محمد آیت نمبر ۴ میں ہے فَاِمَّا مَنًّا ۢبَعۡدُ وَاِمَّا فِدَآءً ''یا تو احسان ہوگا اس کے بعد یا فدیہ ہوگا۔'' یعنی رقم لے کر بھی چھوڑ سکتے ہو اور مفت میں بھی چھوڑ سکتے ہو۔ آخری صورت یہ ہے کہ اگر تم سمجھتے ہو کہ ان کا رہا کرنا تمہارے لیے مفید نہیں ہے تو ان کو غلام لونڈی بنالو۔ اس کی صورت یہ ہوگی کہ امیر لشکر قیدی کو دائیں ہاتھ سے پکڑے گا اور غازی کے دائیں ہاتھ میں پکڑائے گا اور کہے گا کہ یہ تمہارا غلام ہے یا لونڈی ہے۔ مِلک یمین کا مطلب ہے دائیں ہاتھ کی ملک۔ چونکہ دائیں ہاتھ میں دیا جاتا ہے اس لیے اس کو ملک یمین کہتے ہیں کہ تمہارے دائیں ہاتھ ان کے مالک ہیں۔

آنحضرت ﷺ دائیں ہاتھ کو ترجیح دیتے تھے :

یہاں یہ مسئلہ بھی سمجھ لیں ۔ اگر کسی کو کوئی شے دو یا لو تو دائیں ہاتھ سے دو اور لو۔ آنحضرت ﷺ کَانَ یُحِبُّ التَّیَمُّنَ مَا اسْتَطَاعَ ''آپ دائیں طرف کو ترجیح دیتے تھے۔'' سرمہ لگاتے تھے تو پہلے دائیں آنکھ میں پھر بائیں آنکھ میں، وضو کرتے وقت پہلے دایاں ہاتھ دھوتے تھے پھر بایاں، کرتہ پہنتے تھے تو پہلے دائیں طرف پھر بائیں طرف۔ جوتا بائیں ہاتھ سے پکڑو۔ مسجد سے نکلو تو پہلے بایاں پاؤں باہر رکھو لیکن جوتا پہلے دائیں پاؤں میں پہنو اور مسجد سے نکلتے وقت کی تین دعائیں بھی یاد کرلو۔

۱)...... اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ وَفِیْ رِوَایَۃٍ وَرَحْمَتِکَ

۲)...... درود شریف پڑھنا ہے چاہے مختصر الفاظ کے ساتھ ہو۔

۳)......اور تیسری دعا اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ۔

کیونکہ مسجد سے نکلنے کے بعد بڑے گناہ ہوتے ہیں لہٰذا نکلتے وقت دعائیں کرو کہ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ تو مِلک یمین کا لفظی معنٰی سمجھ لیا ہے تو اب وہ غلام اور لونڈی بن گئے ہیں۔ پھر جو لونڈیاں ہیں اگر وہ اہل کتاب میں سے ہوں، یہودی ہوں یا نصرانی ہوں تو ان کے ساتھ میاں بیوی والا تعلق درست ہے مسلمان ہوں یا نہ ہوں۔ امیر لشکر نے جب لونڈی حوالے کی اور اس نے وصول کی اس کو تم یوں سمجھو کہ مجلس میں ایجاب وقبول کے معنٰی میں ہے۔ لیکن اگر لونڈی اہل کتاب میں سے نہ ہو، ہندو ہو، سکھ ہو، بدھ مت ہو کسی اور فرقے کے ساتھ تعلق ہو تو ملک تو ہوگی لیکن اس کے ساتھ میاں بیوی والا معاملہ درست نہیں ہوگا۔ جیسے کوئی آدمی گدھی خریدتا ہے تو وہ اس کا مالک تو ہوتا ہے لیکن باقی کاروائی درست نہیں ہے۔ اب یہ جو لونڈی اور غلام ہیں اگر یہ مکاتبت چاہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ان کو

مکاتب کرو۔ یہاں کتاب کا لفظ ہے۔ کتاب بھی کہتے ہیں کتابت بھی کہتے ہیں۔اس کا مطلب یہ ہے کہ غلام اپنے آقا کو کہے کہ مجھ سے اتنی رقم لے کر مجھے آزاد کرو یا خود آقا کہے کہ تو مجھے اتنی رقم دے دے تو میں تجھے آزاد کر دیتا ہوں۔اس معاملے کو جب تحریر میں لاتے ہیں تو اس کو کتاب اور کتابت کہتے ہیں اور اس معاملے کو مکاتبت کہتے ہیں۔بعضے غلام خطرناک بھی ہوتے ہیں فائدے کی بجائے نقصان پہنچا سکتے ہیں لہٰذا ایسے غلاموں کو آزاد کر دینا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا پس تم ان کو مکاتب بنادو اگر جانتے ہو تم ان میں بھلائی۔ اگر تم سمجھتے ہو کہ آزاد ہو کر شرافت کی زندگی بسر کریں گے اور بدکاری اور فحاشی کا سبب نہیں بنیں گے تو ان کو آزاد کر دو۔ بلکہ وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ اور دو تم ان کو اس مال میں سے جو تمہیں رب تعالیٰ نے دیا ہے۔وہ مکاتب ہو گئے ہیں رقم کی شرط پر انہوں نے آزادی حاصل کر لی ہے تم مسلمان ہو ان کی مالی امداد بھی کرو۔

شانِ نزول :

مدینہ طیبہ میں ایک منافق تھا عبداللہ ابن ابی رئیس المنافقین۔ یہ وہی شخص ہے جس نے آنحضرت ﷺ کے لیے اَذَلُّ کا لفظ بولا تھا معاذ اللہ تعالیٰ۔ اس سے آپ اندازہ لگائیں کہ جو شخص آنحضرت ﷺ کے لیے اذل کا لفظ استعمال کرے وہ کتنا خبیث ترین آدمی ہوگا۔اس کے پاس خوبصورت جوان لونڈیاں تھیں یہ ان کو مجبور کرتا تھا کہ گیت گا کر برائی کراؤ اتنے پیسے تم نے مجھے روزانہ دینے ہیں۔وہ لونڈیاں اس برائی سے بچنا چاہتی تھیں اور وہ مسلمان بھی ہو گئیں۔ یہ ان کے ساتھ سختی کرتا تھا اور اس برے کام کے لیے مجبور کرتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اور مجبور نہ کرو اپنی باندیوں کو بدکاری پر اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا جب کہ وہ ارادہ رکھتی ہیں پاک دامنی کا۔ اگر چہ وہ چاہیں، ہے تو پھر بھی گناہ لیکن جب وہ پاک دامن رہنا چاہتی ہیں تو تم ان پر جبر کیوں کرتے ہو؟ کیونکہ منافق بھی بظاہر کلمہ پڑھتے تھے اس لیے خطاب کلمہ پڑھنے والے منافقین کو فرمایا کہ خدا سے ڈرو ایسا نہ کرو لِتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا تاکہ تم تلاش کرو دنیا کی زندگی کا سامان وَ مَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ اور جو شخص ان کو مجبور کرے گا فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ پس اللہ تعالیٰ ان کے مجبور کیے جانے کے بعد غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بخش دے گا کیونکہ تم نے ان کو مجبور کیا ہے۔ یہ آیات جب نازل ہوئیں تو ان میں سے بعض رو، رو کے دیوانیاں ہو گئیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ۔وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ اور البتہ تحقیق ہم نے نازل کیں تمہاری طرف آیتیں بالکل صاف صاف وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ اور مثالیں ان لوگوں کی جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں۔ پہلے دو رکوعوں میں تم پڑھ چکے ہو کہ منافقوں خصوصاً رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی صفائی میں دو رکوع نازل فرمائے۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایسی مثالیں پہلے لوگوں میں بھی گزر چکی ہیں کہ ان پر الزام لگا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اس الزام سے پاک کیا۔ جیسے حضرت یوسف علیہ السلام پر زلیخا نے الزام لگایا اپنے خاوند کے سامنے کہ اس نے میری عزت پر حملہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شیر خوار بچے کے ذریعے پاک کر دیا کہ کرتہ آگے سے پھٹا ہوا ہے تو یوسف علیہ السلام کی غلطی ہو گی معاذ اللہ تعالیٰ اور اگر پیچھے سے پھٹا ہوا ہے تو پھر زلیخا کی شرارت ہے۔ جب عزیز مصر نے دیکھا تو کرتہ پیچھے سے پھٹا ہوا تھا تو اس نے کہا کہ بی بی!

تو خطا کار ہے۔ دوسرا واقعہ سورہ مریم میں تفصیلاً پڑھ چکے ہو کہ حضرت مریم علیہا السلام پر یہودی کافروں نے الزام لگایا کہ شادی نہیں ہوئی بچہ کہاں سے آ گیا؟ تو حضرت مریم علیہا السلام نے عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا کہ اس سے پوچھو کہ کہاں سے آئے ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہم اس گود والے بچے سے کیسے پوچھیں یہ کیا بتلائے گا۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قوت گویائی عطا فرمائی اور انہوں نے کہا اِنِّیۡ عَبۡدُ اللّٰہِ ۟ؕ اٰتٰنِیَ الۡکِتٰبَ وَ جَعَلَنِیۡ نَبِیًّا "میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اللہ تعالیٰ مجھے کتاب دے گا اور مجھے نبی بنائے گا۔" تو اللہ تعالیٰ نے الزام کو صاف کر دیا۔ ایسے ہی لوگوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر الزام لگایا اللہ تعالیٰ نے معاملہ صاف کر دیا۔ فرق یہ ہے کہ ان کی صفائی بچوں نے دی اور صدیقہ کائنات کی صفائی خود پروردگار نے اٹھارہ آیتیں نازل فرما کر دی۔ کوئی سمجھے تو بڑی بات ہے۔ تو فرمایا ایسی مثالیں پہلے بھی گزر چکی ہیں وَ مَوۡعِظَۃً لِّلۡمُتَّقِیۡنَ اور نصیحت ہے پرہیز گاروں کے لیے۔

۞۞۞

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِہٖ كَمِشْكٰوةٍ فِیْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَیْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِیَّةٍ وَّ لَا غَرْبِیَّةٍ ۙ یَّكَادُ زَیْتُهَا یُضِیْٓءُ وَ لَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ؕ یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ یَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۳۵﴾ ۙ فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَ یُذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ ۙ یُسَبِّحُ لَهٗ فِیْهَا بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ ﴿۳۶﴾ ۙ رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَیْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِیْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۪ۙ یَخَافُوْنَ یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْهِ الْقُلُوْبُ وَ الْاَبْصَارُ ﴿۳۷﴾ ۙ لِیَجْزِیَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَ یَزِیْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۳۸﴾

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اللہ تعالیٰ روشن کرنے والا ہے آسمانوں کا اور زمین کا مَثَلُ نُوْرِہٖ اس کے نور کی مثال كَمِشْكٰوةٍ جیسے طاقچہ ہے فِیْهَا مِصْبَاحٌ اس طاقچے میں چراغ ہے اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ چراغ شیشے میں ہے اَلزُّجَاجَةُ وہ شیشہ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ گویا کہ وہ ایک ستارہ ہے دُرِّیٌّ چمکتا ہوا یُّوْقَدُ وہ چراغ جلایا جاتا ہے مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ برکت والے درخت کے تیل سے زَیْتُوْنَةٍ جو زیتون کا درخت ہے لَّا شَرْقِیَّةٍ نہ مشرق کی سمت ہے

وَّ لَا غَرْبِيَّةٍ اورنہ مغرب کی سمت ہے يَكَادُ زَيْتُهَا قریب ہے کہ اس کا تیل يُضِيْٓءُ روشن ہوجائے خود بخود وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ اگرچہ نہ پہنچے اس کو آگ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ روشنی پر روشنی ہے يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ہدایت دیتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے نور کے لیے جس کو چاہے وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ اور اللہ تعالیٰ بیان کرتا ہے مثالیں لِلنَّاسِ لوگوں کے لیے وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے فِيْ بُيُوْتٍ ان گھروں میں یہ نور حاصل ہوتا ہے اَذِنَ اللّٰهُ حکم دیا ہے اللہ تعالیٰ نے اَنْ تُرْفَعَ ان کو بلند کیا جائے وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ اور ذکر کیا جائے ان میں اس کا نام يُسَبِّحُ لَهٗ تسبیح بیان کرتے ہیں اس کے لیے فِيْهَا ان گھروں میں بِالْغُدُوِّ پہلے اوقات میں وَالْاٰصَالِ اور پچھلے پہروں میں رِجَالٌ ایسے مرد لَّا تُلْهِيْهِمْ نہیں غافل کرتی ان کو تِجَارَةٌ سوداگری وَّ لَا بَيْعٌ اور نہ بیچنا عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ اور نماز کے قائم کرنے سے وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ اور زکوٰۃ کے ادا کرنے سے يَخَافُوْنَ خوف کرتے ہیں يَوْمًا اس دن کا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ کہ پلٹ جائیں گے اس میں دل وَالْاَبْصَارُ اور آنکھیں لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ تاکہ بدلہ دے ان کو اللہ تعالیٰ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا بہتر ان کاموں کا جو وہ کرتے ہیں وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ اور زیادہ دے ان کو اپنے فضل سے وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ اور اللہ تعالیٰ رزق دیتا ہے جس کو چاہے بغیر حساب کے۔

اللہ تعالیٰ کے نور کی مثال :

اللہ تعالیٰ نے ایک مثال کے ذریعے ایک بات بیان فرمائی ہے توجہ ہوگی تو سمجھ آئے گی۔ کیونکہ بات ذرا پیچیدہ اور مشکل ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اللہ تعالیٰ ہی روشن کرنے والا ہے آسمانوں کا اور زمین کا۔ سورج طلوع ہوتا ہے روشنی ہوتی ہے، چاند طلوع ہوتا ہے تو چاندنی ہوتی ہے، چاند کے غروب ہونے کے بعد ستارے بھی اپنے اپنے انداز سے روشنی دیتے ہیں۔ تو روشنی کے ظاہری اسباب سب اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے ہیں۔ جیسے ایک حدیث میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ۔ حدیث اگرچہ سند کے اعتبار سے کچھ کمزور ہے لیکن مفہوم صحیح ہے۔ ’’میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں ان میں سے جس کی بھی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے۔‘‘ یعنی میرے صحابہ کی مثال آسمان کے ستاروں کے مانند ہے۔ ستاروں سے تم اپنے اپنے انداز سے روشنی حاصل کرتے ہو۔ میرے صحابہ سے بھی ہدایت کی روشنی حاصل کرو اور جیسے ستارے آسمان پر ہیں، بلند ہیں اور ان میں روشنی ہے اسی طرح سمجھو کہ میرے صحابہ کی شان بھی بہت بلند ہے اور ان میں نورِ نبوت کی روشنی ہے وہ نور نبوت سے منور ہیں۔ ان سے اپنی اپنی استعداد کے مطابق تمہیں روشنی حاصل کرنی چاہیے۔

اگلی بات ذرا توجہ سے سمجھیں اللہ تعالیٰ نے حق کو قبول کرنے کی صلاحیت اور استعداد کی مثال بیان فرمائی ہے اور مثال سے سمجھایا ہے مَثَلُ نُوْرِهٖ کَمِشْکٰوۃٍ اس کے نور کی مثال ایسے ہی ہے جیسے طاقچہ ہے فِیْهَا مِصْبَاحٌ اس طاقچے میں چراغ ہے اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ چراغ شیشے میں ہے اَلزُّجَاجَةُ کَاَنَّهَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ ..

شیشہ گویا کہ چمکتا ہوا ستارہ ہے یُّوْقَدُ وہ چراغ جلایا جاتا ہے مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ مبارک درخت کے تیل سے زَيْتُوْنَةٍ جوزیتون کا درخت ہے لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّ لَا غَرْبِيَّةٍ نہ وہ شرق کی سمت ہے اور نہ مغرب کی سمت ہے يَّكَادُ زَيْتُهَا قریب ہے کہ اس کا تیل يُضِيْٓءُ روشن ہو جائے خود بخود وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ اوراگر چہ اس کو آگ نہ پہنچے نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ روشنی پر روشنی ہے۔

مثال کے طور پر ایک دیوار ہے اس میں ایک طاقچہ ہے اور اس طاقچے میں ایک چراغ ہے رکھا ہوا۔ پھر وہ چراغ شیشے میں ہے اور وہ شیشہ بڑا صاف ہے کیونکہ لالٹین کا شیشہ صاف نہ ہو تو روشنی باہر اچھی طرح نہیں آتی۔ وہ شیشہ ایسے صاف ہے جیسے آسمان پر ستارے چمکتے ہیں كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ گویا کہ وہ چمکتا ہوا ستارہ ہے اور اس چراغ میں زیتون کا تیل ڈالا ہوا ہو کہ زیتون کا تیل تمام تیلوں میں بڑا صاف ہوتا ہے اس کا دھواں نہیں ہوتا اور وہ زیتون کے ایسے درخت سے حاصل کیا گیا ہے کہ وہ نہ بالکل مشرق کی سمت میں اور نہ مغرب کی سمت میں عین سنٹر (درمیان) میں ہے کہ پہلے پہر کی دھوپ بھی اس کو لگتی ہے اور پچھلے پہر کی بھی دھوپ لگتی ہے ایسے درخت سے حاصل کیا گیا زیادہ صاف شفاف ہوتا ہے۔ اس چراغ میں ایسے زیتون کا تیل ہو تو وہ خود بخود روشن ہونے کے لیے تیار ہے آگ اس کو نہ بھی پہنچے۔ لیکن جب آگ اس کے قریب ہو گئی تو وہ فوراً روشن ہو جائے گا نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ایک تو وہ خود روشن ہونے کو تیار ہے پھر آگ مل گئی۔

اب بات سمجھیں۔ یہ انسان کا سارا بدن ایک دیوار ہے اس میں جو سینہ ہے یہ طاقچہ ہے اس میں دل رکھا ہوا ہے یہ چراغ ہے اور دل میں جو رب تعالیٰ نے حق کو قبول کرنے اور ہدایت کو قبول کرنے کی جو صلاحیت اور استعداد رکھی ہے وہ زیتون کا تیل سمجھو کہ اگر مبلغ نہ

بھی پہنچے تو فطرت خود بخود تیار ہے ہدایت قبول کرنے کو اور اگر مبلغ پہنچے اس کی آواز پہنچے تو نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ہے وہ دل کا چراغ روشن ہو جاتا ہے یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ہدایت دیتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے نور کے لیے جس کو چاہتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے راہ دکھاتا ہے وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ اور بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ مثالیں لوگوں کو سمجھانے کے لیے وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے یہ بات سمجھائی ہے کہ یہ نور تمہیں مسجدوں سے ملے گا۔ مسجدیں اللہ تعالیٰ کی تجلیات کا مرکز ہیں یہ عظمت والی جگہیں ہیں ان کو پاک صاف رکھنے کا حکم ہے۔ ظاہری گندگی سے بھی اور باطنی گندگی سے بھی یعنی کفر شرک سے۔ اسی لیے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بچوں اور پاگلوں کو مسجدوں سے دور رکھو۔ کیونکہ چھوٹے بچے ناسمجھ ہوتے ہیں بول و براز نہ کر دیں یہی حال پاگلوں کا ہے ان کو بھی مسجد کے احترام کا کوئی علم نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ کے گھروں کی بے حرمتی ہوگی۔

مسجد میں تھوکنا :

آنحضرت ﷺ مدینہ طیبہ کے ایک محلے میں تشریف لے گئے وہاں کے امام نے مسجد کی اُس دیوار پر تھوک دیا جو قبلے کی طرف تھی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تاحکم ثانی یہ آدمی تمہارا امام نہیں بن سکتا۔ مسجد قابل احترام جگہ ہے اس میں تھوکنا اور پھر اس دیوار پر جو جانب قبلہ ہے اور یہ مسئلہ یاد رکھنا! پیشاب کرتے وقت نہ قبلے کی طرف منہ کرو اور نہ پیٹھ کرو۔ بخاری شریف کی روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا لَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ بِغَائِطٍ وَلَا بِبَوْلٍ وَلَا تَسْتَدْبِرُوْهَا ''نہ چہرہ کرو قبلہ کی طرف بول و براز کے وقت اور نہ پیٹھ کرو۔'' دونوں چیزوں سے منع فرمایا۔ چاہے عمارت یا کھلی جگہ ہو۔ جمہور کے مطابق صحیح

احادیث میں یہی حکم ہے۔ اسی طرح غسل کرتے وقت بھی قبلے کی طرف منہ نہ کرو نہ پیٹھ کرو۔ قبلے کا احترام بنیادی چیزوں میں سے ہے۔ تو یہ نورِ ہدایت کہاں سے حاصل ہوگا؟

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فِیۡ بُیُوۡتٍ ان گھروں سے حاصل ہوتا ہے اَذِنَ اللّٰہُ اَنۡ تُرۡفَعَ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ان کو بلند کیا جائے، ان کی شان بلند کی جائے۔ وَیُذۡکَرَ فِیۡہَا اسۡمُہٗ اور ذکر کیا جائے ان گھروں میں اللہ تعالیٰ کا نام یُسَبِّحُ لَہٗ فِیۡہَا تسبیح کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی ان گھروں میں بِالۡغُدُوِّ وَالۡاٰصَالِ پہلے اوقات میں اور پچھلے پہروں میں رِجَالٌ ایسے مرد لَّا تُلۡہِیۡہِمۡ تِجَارَۃٌ نہیں غافل کرتی ان کو سوداگری وَّ لَا بَیۡعٌ اور نہ بیچنا عَنۡ ذِکۡرِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کی یاد سے۔

تجارت اور بیع میں فرق :

تجارت اور بیع میں فرق یہ ہے کہ تجارت تو ایک مستقل پیشہ ہے کام یہی کرتا ہے۔ اور بیع کا مطلب یہ ہے کہ انسان کا کوئی مستقل پیشہ نہیں ہے عارضی طور پر کبھی دودھ بیچ دیتا ہے کبھی گندم بیچ دیتا ہے گھر سے کبھی گھی بیچ دیا، کوئی فصل بیچ دی، اپنی ضرورت کے لیے کوئی شے بیچتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو نہ تجارت غافل کرتی ہے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اور نہ بیع غافل کرتی ہے۔ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ اور نماز قائم کرنے سے یہ چیزیں نہیں روکتیں وہ نماز کو ان چیزوں سے مقدم سمجھتے ہیں وَاِیۡتَآءِ الزَّکٰوۃِ اور زکوٰۃ کے ادا کرنے سے یہ چیزیں نہیں روکتیں۔ یعنی وہ دینی احکامات کو سب چیزوں سے مقدم سمجھتے ہیں۔ لیکن آج کل اکثریت کا یہ حال ہے کہ دینی کاموں کو نظر انداز کرتے ہیں اور دنیا کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھتے ہیں بہت تھوڑے اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہیں جو شرعی احکامات کو دنیاوی مفادات پر مقدم رکھتے ہیں یَخَافُوۡنَ یَوۡمًا یہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے خوف کرتے

ہیں اس دن سے تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْاَبْصَارُ کہ پلٹ جائیں گے اس میں دل اور آنکھیں۔ وہ قیامت کا دن ہے۔ پلٹ کا مطلب یہ ہے کہ دل اوپر کو آجائیں گے جیسے نکل چکے ہیں۔

دیکھو! انسان جب پریشان ہوتا ہے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ دل حلق کی طرف آگیا ہے آنکھیں پتھرا جاتی ہیں، حیران ہو جائیں گے لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا تاکہ بدلہ دے ان کو اللہ تعالیٰ بہتر، ان کاموں کا جو وہ کرتے رہے ہیں۔ جو انہوں نے اچھے اعمال کیے ہوئے ہیں ان کا اللہ تعالیٰ بدلہ دے گا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ اور زیادہ دے ان کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے۔ اس نے ایک نیکی کی نو (۹) اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے دے گا اور اگر فی سبیل اللہ کی مد میں کی ہے تو چھ سو ننانوے اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے دے گا وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ [بقرہ:۲۶۱] ''اور اللہ تعالیٰ بڑھاتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے۔'' لہٰذا تم رزق حاصل کرنے کے لیے، دنیا حاصل کرنے کے لیے آخرت کو نہ چھوڑو، نماز کو نہ چھوڑو، زکوٰۃ ادا کرنے سے نہ رکو وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ اور اللہ تعالیٰ رزق دیتا ہے جس کو چاہتا ہے بغیر حساب کے۔ نمازیں، روزے اللہ تعالیٰ جو رزق دیتا ہے اس میں کمی نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر رزق میں کمی نہیں کرتا بلکہ ان چیزوں کی برکت سے رزق بڑھتا ہے۔ لہٰذا تم مساجد کے ساتھ تعلق جوڑو۔ یہ اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں جن سے ہدایت کے چشمے پھوٹتے ہیں (اور متقیوں کو سیراب کرتے چلے جاتے ہیں)۔

۞۞۞

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ۭ حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـــًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ؀ اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰـىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ۭ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ۭ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ۭ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ؀ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰۗفّٰتٍ ۭ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ؀ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ؀

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اور وہ لوگ جو کافر ہیں اَعْمَالُهُمْ ان کے اعمال كَسَرَابٍ سراب کی مانند ہیں بِقِيْعَةٍ میدان میں يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً خیال کرتا ہے اس کو پیاسا پانی حَتّٰٓي یہاں تک کہ اِذَا جَآءَهٗ جب پہنچا اس سراب کے پاس لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا تو نہیں پاتا وہاں کوئی شے وَّوَجَدَاللّٰهَ عِنْدَهٗ اور پایا اس کافر نے اللہ تعالیٰ کو اس کے پاس فَوَفّٰهُ حِسَابَهٗ پس اللہ تعالیٰ نے پورا پورا کر دیا اس کا حساب وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ اور اللہ تعالیٰ جلدی حساب کرنے والا ہے اَوْ كَظُلُمٰتٍ یا جیسے اندھیرے فِيْ بَحْرٍ سمندر میں لُّجِّيٍّ جو گہرا ہے يَّغْشٰهُ مَوْجٌ جس کو ڈھانپتی ہے ایک موج مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ

اس موج کے اوپر ایک اور موج ہے مِنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ اس کے اوپر بادل ہے ظُلُمٰتٌ اندھیرے ہیں بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ بعض کے اوپر بعض اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ جس وقت نکالتا ہے اپنا ہاتھ لَمْ يَكَدْ يَرٰهَا نہیں قریب کہ دیکھے اپنے ہاتھ کو وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا اور جس شخص کے لیے نہیں بنایا اللہ تعالیٰ نے نور فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ پس اس کے لیے نہیں ہے کوئی نور اَلَمْ تَرَ کیا نہیں دیکھا آپ نے اَنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ يُسَبِّحُ لَهٗ تسبیح بیان کرتی ہے اس کے لیے مَنْ وہ مخلوق فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ اور پرندے پر پھیلائے ہوئے كُلٌّ ہر ایک قَدْ عَلِمَ تحقیق جانتا ہے صَلَاتَهٗ اپنی بندگی کو وَتَسْبِيْحَهٗ اور اپنی تسبیح کو وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِمَا يَفْعَلُوْنَ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اس کو جو وہ کرتے ہیں وَلِلّٰهِ اور اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہے مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ملک آسمانوں کا اور زمین کا وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہی ہے پھر کر جانا۔

کافروں کی تین قسمیں :

پہلے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کا ذکر فرمایا اب ان کے مقابلے میں کافروں کا ذکر ہے۔ دنیا میں تین قسم کے کافر ہیں۔ ایک وہ جو رب تعالیٰ کے وجود کے بھی قائل ہیں، قیامت، حشر نشر کے بھی قائل ہیں، حساب کتاب اور ادلے بدلے کے بھی قائل ہیں لیکن اس کے باوجود کافر ہیں کیونکہ وہ آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان نہیں لائے، آپ ﷺ کے دین کو تسلیم نہیں کیا۔ حالانکہ جس دن آپ ﷺ نے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا

اس کے بعد نجات صرف آپ ﷺ کے کلمہ اور آپ ﷺ کے دین میں ہے۔ تیسرے پارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ [آل عمران: ۸۵] ''اور جس نے تلاش کیا اس کے علاوہ کوئی اور دین پس وہ ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔'' بے شک موسیٰ علیہ السلام سچے پیغمبر تھے اس دور میں ان کا کلمہ نجات کا کلمہ تھا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُوْسٰى كَلِيْمُ اللّٰهِ۔ حضرت داؤد علیہ السلام رب تعالیٰ کے سچے پیغمبر تھے اپنے دور میں ان کا کلمہ تھا لا الٰہ الا اللّٰہ داؤد خلیفة اللّٰہ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے زمانے میں اللہ تعالیٰ کے سچے پیغمبر تھے۔ اس دور میں کلمہ نجات تھا لا الٰہ الا اللّٰہ عیسی روح اللّٰہ۔ آنحضرت ﷺ کے تشریف لانے کے بعد اب نجات صرف آپ ﷺ کے کلمہ میں ہے لَا اِلٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ ۔ جو اس کلمے کو قبول نہیں کرے گا آپ ﷺ کی شریعت کو نہیں مانے گا وہ کافر ہے، کافر ہے چاہے اللہ تعالیٰ کا قائل ہو، قیامت کا قائل ہو، نیکی بدی، حساب کتاب کا قائل ہو۔ دوسرے کافر وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے وجود کے قائل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو خالق مانتے ہیں رازق اور مدبر مانتے ہیں مگر قیامت اور حشر نشر کے قائل نہیں ہیں جیسے مشرکین مکہ۔ اور تیسرے وہ کافر ہیں جو سرے سے اللہ تعالیٰ کے وجود کے ہی قائل نہیں ہیں جیسے دہریے۔

کافر اور مسلمان کی مثال :

تو یہاں اللہ تعالیٰ نے دو مثالیں بیان فرمائی ہیں ان کافروں کی ہے جو قیامت اور حشر نشر کے قائل ہیں اور دوسری مثال ان کافروں کی ہے جو قیامت کے قائل نہیں ہیں۔ تو وہ کافر جو قیامت کے قائل ہیں وہ اچھے کام بھی کرتے ہیں صدقہ، خیرات کرتے ہیں، ہسپتال بنواتے ہیں غریبوں کی ہمدردی کے لیے، سڑکیں بنواتے ہیں، پُل بنواتے ہیں،

پانی کا انتظام کرتے ہیں اور بہت سارے اچھے کام کرتے ہیں۔تو ایسے کافروں کی مثال ایسے ہے جیسے بڑا وسیع چٹیل میدان ہو اور اس میں ریت ہو پھر دوپہر کا وقت اور گرمی کا موسم ہو۔ریت جب چمکتی ہو تو اس کو سراب کہتے ہیں۔اس ریت کو دور سے دیکھنے والے کو پانی کا شبہ ہوتا ہے۔ایک آدمی کو پیاس لگی ہوئی ہے اور وہ پانی کی تلاش میں پھر رہا ہے وہ اس سراب کو دور سے دیکھ کے سمجھتا ہے کہ پانی ہے بھاگ کر وہاں پہنچتا ہے کہ پانی پیوں گا۔جب وہاں پہنچتا ہے تو وہ ریت ہوتی ہے۔چونکہ پیاس کی شدت کی وجہ سے جان بلب ہوتا ہے مرنے کے قریب ہوتا ہے رب تعالیٰ کا حکم پہنچتا ہے جان نکل جاتی ہے۔تو ایسا شخص جو کفر کی حالت میں اچھے عمل کرے اور امید رکھے کہ مجھے ان اچھے کاموں کا اجر ملے گا قیامت والے دن میرے کام آئیں گے تو وہ ایسے ہی دھوکے میں ہے جیسے پیاسا وہ شخص جو چمکتی ہوئی ریت کو دور سے دیکھ کر پانی سمجھتا ہے حالانکہ وہ پانی نہیں ہے۔اسی طرح کافر کو اچھے اعمال آخرت میں کام نہیں آئیں گے چونکہ ایمان نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اور وہ لوگ جو کافر ہیں اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ ان کے اعمال کی مثال ایسے ہی ہے جیسے ریت ہے بِقِيْعَةٍ چٹیل میدان میں يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً خیال کرتا ہے اس کو پیاسا پانی حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ یہاں تک کہ وہ جب اس کے پاس پہنچتا ہے لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا تو نہیں پاتا وہاں کوئی شے۔پانی وانی کچھ نہیں تھا بلکہ دور سے چمکتی ہوئی ریت پر پانی کا دھوکہ ہو رہا تھا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ اور پایا اس کافر نے اس کے پاس اللہ تعالیٰ کو فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ پس اللہ تعالیٰ نے پورا کر دیا اس کا حساب،اس کی جان نکل گئی۔تو کفر کی حالت میں نیکی کے ثواب کی امید رکھنے والا دھوکے میں ہے وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ اور اللہ تعالیٰ جلدی حساب کرنے والا ہے۔

دوسری مثال ان کافروں کی ہے جو قیامت کے قائل نہیں ہیں۔اور ایسے بد بخت بھی ہیں جو رب تعالیٰ کے وجود کے بھی قائل نہیں ہیں وہ کہتے ہیں کہ رب کوئی چیز نہیں ہے۔سوال یہ ہے کہ اگر رب نہیں ہے تو زمینیں کس نے پیدا کی ہیں؟ آسمان کس نے پیدا کیے ہیں، چاند، سورج، ستارے کس نے پیدا کیے ہیں، پہاڑ، دریا، کس نے پیدا کیے ہیں؟ مولانا رومؒ فرماتے ہیں:

ہیچ چیزے خود بخود چیزے نہ شد
ہیچ آہن خود بخود تیغے نہ شد

''دنیا میں کوئی چیز از خود نہیں بن جاتی، کوئی لوہا خود بخود تلوار نہیں بن جاتا۔''
پھر اپنے متعلق فرماتے ہیں:

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلام شمس تبریزے نہ شد

''کہ میں تو ایک سادہ سا مولوی تھا شمس تبریز جیسے کامل سے ملا تو اب لوگ میری قدر کرتے ہیں۔'' شمس تبریزؒ اکابر اولیاء میں سے گزرے ہیں۔مولانا جلال الدین رومیؒ ان کے مرید اور خلیفہ تھے۔ان کی کتاب مثنوی شریف کاش کہ اردو میں طبع ہو جائے (اب اردو میں طبع ہو چکی ہے۔مرتب) اخلاقیات میں بہت اونچی کتاب ہے۔اللہ تعالیٰ کی محبت کو دل میں شعلہ زن کرتی ہے۔یہ کتاب پڑھنی چاہیے مگر افسوس کہ آج ہمیں ناولوں سے فرصت نہیں ہے۔مذہبی کتابیں پڑھنے کا ہمیں شوق ہی نہیں ہے۔تو ایسے کافر بھی ہیں جو رب تعالیٰ کے وجود کے منکر ہیں اور ایسے بھی ہیں جو قیامت کے منکر ہیں، حساب کتاب کے منکر ہیں، جزا سزا کے منکر ہیں۔ایسے کافروں کی یہ مثال ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَوْ کَظُلُمٰتٍ یا جیسے اندھیرے ہیں فِیْ بَحْرٍ ایسے سمندر میں لُّجِّیٍّ جو بڑا گہرا ہے یَّغْشٰهُ مَوْجٌ جس کو ڈھانپتی ہے ایک موج مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ اس کے اوپر ایک اور موج ہے مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ اس کے اوپر بادل ہے یعنی ایک آدمی ایسے سمندر کی تہہ میں ہے جو بڑا گہرا ہے۔ بحراوقیانوس اور بحرالکاہل کی طرح۔ اس کے اوپر پانی کی موج، اس کے اوپر پانی کی ایک اور موج ہے پھر اس پر بادل ہے یہ ایسے اندھیروں کے نیچے بیٹھا ہوا ہے اس کو تو اپنا ہاتھ بھی نظر نہیں آئے گا۔ تو جو کافر رب تعالیٰ کے وجود کے منکر ہیں، قیامت کے قائل نہیں ہیں وہ ایسے اندھیروں میں بیٹھے ہوئے ہیں ان کو کوئی چیز نظر نہیں آتی یہ انکارِ خدا اور کفر شرک کی موجوں کے نیچے دبے ہوئے ہیں ان کو کیا نظر آئے گا؟ کچھ بھی نظر نہیں آئے گا۔ فرمایا ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ اِذَآ اَخْرَجَ یَدَهٗ لَمْ یَكَدْ یَرٰهَا اندھیرے ہیں بعض کے اوپر بعض جس وقت نکالتا ہے اپنا ہاتھ نہیں قریب کہ دیکھے اپنے ہاتھ کو۔ ہاتھ تو تب نظر آئے کہ کچھ روشنی ہو۔ اتنے اندھیروں میں ہاتھ کیا نظر آئے گا۔ فرمایا وَمَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ اور جس شخص کے لیے نہیں بنایا اللہ تعالیٰ نے نور پس اس کے لیے کوئی نور نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نور اس کے لیے بناتا ہے جو نور کا طالب ہوتا ہے اور جو شخص نور کا طالب ہی نہیں ہے اس کو رب تعالیٰ نور عطا نہیں فرماتا۔ بعض آدمیوں کو شروع سے لے کر آخر تک ہدایت نصیب نہیں ہوتی تو ان کے متعلق کیا کہیں گے؟ تو یہ بات بڑی پیچیدہ سی ہے تقدیر کا مسئلہ ہے۔ تو ایسے آدمیوں کے متعلق رب تعالیٰ جانتے تھے رب تعالیٰ کے علم میں تھا کہ یہ ایمان قبول نہیں کریں گے اس لیے ان کو ہدایت نصیب نہیں ہوتی۔ کیونکہ رب تعالیٰ ہر ایک کے متعلق جانتا ہے کہ کون اپنی مرضی اور اختیار کے ساتھ ایمان اختیار کرے گا اور کون اپنی مرضی کے ساتھ کفر اختیار

کرے گا۔لہٰذا اس نے اپنے علم کے مطابق پہلے سے لکھا ہوا ہے کہ فلاں ایمان لائے گا اور فلاں کفر اختیار کرے گا اور ایمان لانے اور کفر اختیار کرنے میں انسان کے اختیار کو دخل ہے۔قرآن کریم میں رب تعالیٰ فرماتے ہیں فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُر [کہف: ۲۹] ''پس جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر اختیار کرے۔'' اپنی مرضی سے تو انسان، ایمان کفر، حق باطل، سچ جھوٹ، نیکی بدی جس پہلو کو اختیار کرنا چاہے رب تعالیٰ نے اختیار دیا ہے۔پھر رب تعالیٰ کا ضابطہ ہے نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى [نساء: ۱۱۵] ''ہم اس کو پھیر دیں گے جس طرف کا اس نے رخ کیا۔'' جس راستے پر بندہ خود چلے رب اس پر چلا دیتا ہے۔نیکی پر چلے یا بدی پر اللہ تعالیٰ اس کو توفیق دے دیتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کا قانون ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ[رعد: ۱۱] ''بے شک اللہ تعالیٰ تبدیل نہیں کرتا کسی قوم کی حالت یہاں تک کہ وہ خود تبدیل کریں جو ان کے نفسوں میں ہے۔'' اپنی حالت بدلنے کی نیت کریں۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

تو جو نورِ ہدایت کا طالب نہیں ہوتا اس کو اللہ تعالیٰ نور عطا نہیں فرماتے اور جو طالب ہوتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ نورِ ہدایت عطا کر دیتے ہیں۔

سرور ونور وجدو حال ہو جائے گا سب پیدا
مگر لازم ہے پہلے تیرے دل میں ہو طلب پیدا
نہ گھبرا کفر کی ظلمت سے اے نور کے طالب
وہی کرے گا دن بھی جس نے کی ہے شب پیدا

بندہ اگر طلب ہی نہ کرے تو اللہ تعالیٰ جبراً نہیں دیتا۔ بندے کی نیت اور ارادہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس پر نتیجہ مرتب فرماتے ہیں۔

تو جو رب تعالیٰ کے وجود کے منکر ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ان بیوقوفوں کو نہیں دیکھا؟ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ کیا نہیں دیکھا آپ نے بے شک اللہ تعالیٰ یُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ تسبیح بیان کرتی ہے اس کے لیے جو مخلوق آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے۔ وہ کتنی مخلوق ہے؟ احادیث میں آتا ہے کہ پہلے آسمان میں ایک بالشت بھی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ کھڑا اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کر رہا ہو۔ اسی طرح دوسرے تیسرے چوتھے پانچویں چھٹے اور ساتویں آسمان میں، ان کے اوپر عرش ہے، اوپر کرسی ہے اور کعبے کے عین محاذات برابر میں ایک مقام ہے جس کا نام بیت المعمور ہے وہ فرشتوں کی طواف گاہ ہے۔ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے اس وقت سے لے کر آج تک روزانہ ستر ہزار فرشتے اس کا طواف کرتے ہیں اور جس نے ایک مرتبہ طواف کر لیا پھر اس کو ساری زندگی دوبارہ موقع نہیں ملتا۔ چوبیس فرشتے تو ہر آدمی کے ساتھ ہیں۔ ایک دائیں کندھے پر اور ایک بائیں کندھے پر۔ دو کی ڈیوٹی دن کی ہے اور دو کی رات کی ہے۔ ان کی ڈیوٹیاں فجر اور عصر کی نماز کے وقت تبدیل ہوتی ہیں۔

اب جب فجر کی نماز یہاں شروع ہوئی تو ڈیوٹی بدل گئی رات والے فرشتے چلے گئے اور دن والے آ گئے۔ پھر جب عصر کا وقت ہوگا تو پھر ڈیوٹی بدل جائے گی دن والے فرشتے چلے جائیں گے اور رات والے آ جائیں گے۔ یہ چار فرشتے تو دن رات میں انسان کی نیکیاں برائیاں لکھنے کے لیے مقرر ہیں۔ اس محکمے کا نام کراماً کاتبین ہے۔ سورۃ الانفطار میں ہے وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ "اور بے شک تمہارے اوپر حفاظت

کرنے والے مقرر ہیں وہ باعزت لکھنے والے ہیں۔'' اور دس فرشتے دن کو اور دس فرشتے رات کے وقت جان کی حفاظت پر مامور ہیں جب تک اس کی جان کی حفاظت منظور ہوتی ہے۔ اور یہ قرآن پاک سے ثابت ہے لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ [رعد:۱۱] ''اس کے لیے آگے پیچھے آنے والے ہیں اس آدمی کے آگے بھی اور پیچھے بھی جو اس کی حفاظت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔'' جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے دس فرشتے دن کو اور دس فرشتے رات کو بندے کی جان کی حفاظت کرتے ہیں۔ تو یہ چوبیس فرشتے دن رات بندے کے ساتھ رہتے ہیں۔ پھر جنات کے ساتھ بھی ہیں۔ جو مکلّف مخلوق ہے ان سب کے ساتھ ہیں۔ اس سے تم فرشتوں کی کثرت کا اندازہ لگا لو۔ تو جتنی مخلوق آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے ساری اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھتی ہے۔ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ اور پرندے پر پھیلائے ہوئے فضا میں، وہ بھی اپنے انداز سے رب تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔

پندرھویں پارے میں پڑھ چکے ہو وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ [بنی اسرائیل: ۴۴] ''کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو رب تعالیٰ کی تسبیح نہ بیان کرتی ہو لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔'' کوئی زبان حال سے اور کوئی زبان قال سے، ساری مخلوق رب تعالیٰ کی تسبیح میں مصروف ہے کُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَ تَسْبِيْحَهٗ ہر ایک شے نے جان لی اپنی بندگی اور اپنی تسبیح وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اس کو جو اس کی مخلوق کرتی ہے۔ نیکی بدی کوئی چیز رب تعالیٰ سے مخفی نہیں ہے وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہے ملک آسمانوں کا اور زمین کا۔ وہی خالق ہے، وہی مالک ہے، وہی مدبر ہے، وہی مصرف ہے اور متصرف

بھی ہے زمینوں اور آسمانوں میں۔ خدائی اختیارات کسی کو حاصل نہیں ہیں۔ اور یاد رکھو! وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہی پھر کر جانا ہے۔ اس کے لیے تیاری کرو کہ کیا لے کر جانا ہے اور تمہارے پاس کیا ہے؟

شاعر کہتا ہے.....

ٹھکانا گور ہے تیرا عبادت کچھ تو کر غافل
کہاوت ہے کہ خالی ہاتھ گھر جانا نہیں اچھا

اور ہمارے پاس تو ٹکٹ بھی نہیں ہے سفر خرچ کہاں ہوگا؟

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ يُزْجِي سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهُ
ثُمَّ يَجْعَلُهُ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهِ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنَ
السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيهَا مِنْ بَرَدٍ فَيُصِيبُ بِهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهُ
عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ؕ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهِ يَذْهَبُ بِالْأَبْصَارِ ﴿۴۳﴾ يُقَلِّبُ اللّٰهُ
الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؕ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ ﴿۴۴﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَ
كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِي عَلٰى بَطْنِهِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ
يَّمْشِي عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِي عَلٰٓى أَرْبَعٍ ؕ يَخْلُقُ اللّٰهُ
مَا يَشَآءُ ؕ إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۴۵﴾ لَقَدْ أَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ؕ
وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَّشَآءُ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿۴۶﴾ وَيَقُولُونَ اٰمَنَّا
بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُولِ وَأَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيقٌ مِّنْهُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ
وَمَآ أُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ﴿۴۷﴾ وَإِذَا دُعُوٓا إِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ
بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُونَ ﴿۴۸﴾ وَإِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَأْتُوٓا
إِلَيْهِ مُذْعِنِينَ ﴿۴۹﴾ أَفِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ أَمِ ارْتَابُوٓا أَمْ يَخَافُونَ
أَنْ يَّحِيفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُولُهُ ؕ بَلْ أُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُونَ ﴿۵۰﴾ ع

اَلَمْ تَرَ کیا نہیں دیکھا آپ نے اَنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ یُزْجِیْ
چلاتا ہے سَحَابًا بادلوں کو ثُمَّ یُؤَلِّفُ بَیْنَهٗ پھر ان کو جوڑتا ہے ثُمَّ یَجْعَلُهٗ
رُكَامًا پھر بنا دیتا ہے ان کو تہہ بہ تہہ فَتَرَی الْوَدْقَ پھر آپ دیکھتے ہیں بارش کو

يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ نکلتی ہے ان کے درمیان سے وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ اور نازل کرتا ہے آسمان کی طرف سے مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا اس میں جو پہاڑ ہیں مِنْ بَرَدٍ اولوں کے فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ پس پہنچاتا ہے وہ اولے جس کو چاہے وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ اور پھیرتا ہے اس کو جس سے چاہے يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ قریب ہے اس کی بجلی کی چمک يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ لے جائے آنکھوں کی روشنی کو يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ بدلتا ہے اللہ تعالیٰ رات وَالنَّهَارَ اور دن کو اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً بے شک اس میں البتہ عبرت ہے لِّاُولِي الْاَبْصَارِ آنکھوں والوں کے لیے وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ اور اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے ہر جانور کو مِّنْ مَّآءٍ پانی سے فَمِنْهُمْ پس ان میں سے مَّنْ وہ ہیں يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ جو چلتے ہیں اپنے پیٹ کے بل وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ اور ان میں سے وہ بھی ہیں جو چلتے ہیں دو پاؤں پر وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى اَرْبَعٍ اور ان میں سے وہ بھی ہیں جو چلتے ہیں چار پاؤں پر يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ پیدا کرتا ہے اللہ تعالیٰ جو چاہے اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے لَقَدْ اَنْزَلْنَآ البتہ تحقیق ہم نے اتاری ہیں اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ آیتیں کھول کر بیان کرنے والیاں وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اور اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ سیدھے راستے کی طرف وَيَقُوْلُوْنَ اور یہ کہتے ہیں اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ہم ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر وَبِالرَّسُوْلِ اور رسول ﷺ

پر وَاَطَعْنَا اور ہم نے اطاعت کی ثُمَّ یَتَوَلّٰی فَرِیْقٌ مِّنْھُمْ پھر پھر جاتا ہے ایک گروہ ان میں سے مِّنْ بَعْدِ ذٰلِکَ اس کے بعد وَمَآ اُولٰٓئِکَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ اور یہ لوگ مومن نہیں ہیں وَاِذَا دُعُوْآ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ اور جس وقت ان کو دعوت دی جاتی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی طرف لِیَحْکُمَ بَیْنَھُمْ تاکہ ان کے درمیان فیصلہ کریں اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْھُمْ مُّعْرِضُوْنَ اچانک ایک گروہ ان میں سے اعراض کرنے والا ہوتا ہے وَاِنْ یَّکُنْ لَّھُمُ الْحَقُّ اور اگر ہو ان کے لیے حق یَاْتُوْآ اِلَیْہِ مُذْعِنِیْنَ تو آتے ہیں حق کی طرف بڑی جلدی سے چل کر اَفِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے اَمِ ارْتَابُوْآ یا انہوں نے شک کیا ہے اَمْ یَخَافُوْنَ یا وہ ڈرتے ہیں اَنْ یَّحِیْفَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ یہ کہ ظلم کرے گا ان پر اللہ تعالیٰ وَرَسُوْلُہٗ اور اللہ تعالیٰ کا رسول بَلْ ہرگز نہیں اُولٰئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ وہی لوگ ظالم ہیں۔

قدرتِ خداوندی :

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن پاک میں مختلف طریقوں سے اپنا قادر ہونا سمجھایا ہے کیونکہ توحید کی بنیاد ہی یہی ہے کہ سب کچھ رب تعالیٰ ہی کرتے ہیں اور سارے اختیارات اسی کے پاس ہیں اس کے سوا مافوق الاسباب کوئی کچھ نہیں کرسکتا۔ نہ زندہ نہ مردہ، نہ کوئی انسان، نہ جن، نہ کوئی فرشتہ، نہ کوئی پیر نہ فقیر، کسی کے پاس خدائی اختیارات نہیں ہیں۔ نہ رب تعالیٰ نے کسی کو دیئے ہیں۔ خدائی اختیارات صرف اس کے اپنے پاس ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سمجھانے کے لیے مختلف طرح کی دلیلیں بیان فرمائی ہیں۔

اس مقام پر ارشاد ہے اَلَمْ تَرَ اے انسان کیا تو نے نہیں دیکھا اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِىْ سَحَابًا بے شک اللہ تعالیٰ چلاتا ہے بادلوں کو، ہواؤں کو حکم دیتا ہے وہ بادلوں کو اڑاتی ہیں، چلاتی ہیں ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ پھر ان کو جوڑتا ہے بادل پہلے جدا جدا ٹکڑے ہوتے ہیں پھر رب تعالیٰ کے حکم سے وہ ٹکڑے اکٹھے ہو جاتے ہیں ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا پھر بنا دیتا ہے ان کو تہہ بہ تہہ۔ پہلے بادل باریک ہوتا ہے پھر اس کو گہرا کر دیتا ہے فَتَرَى الْوَدْقَ پھر آپ دیکھتے ہیں بارش کو يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ نکلتی ہے ان بادلوں کے درمیان سے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سمجھنے کے لیے تو اتنی بات ہی کافی ہے کہ بادل کس نے اکٹھے کیے؛ ہواؤں کو کس نے حکم دیا، پہلے جدا جدا ٹکڑے تھے پھر جڑ گئے، پہلے باریک تھے پھر گہرے ہو گئے پھر ان کے درمیان سے بارش نکلنے لگ گئی وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ اور اتارتا ہے اللہ تعالیٰ آسمان کی طرف سے مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْ بَرَدٍ اس میں جو پہاڑ ہیں اولوں کے۔ ہوائی جہاز پر سفر کرو تو نیچے بادل ایسے محسوس ہوتے ہیں جیسے پہاڑ ہیں۔ گویا یہ جو بادلوں کے پہاڑ ہیں ان سے اولے رب تعالیٰ اتارتے ہیں۔ برد کی 'را' پر اگر جزم ہو تو معنیٰ ہوتا ہے ٹھنڈک۔ اور اگر 'را' پر زبر ہو تو معنیٰ ہے اولے۔ تو آسمان کی طرف سے یا دلوں کے پہاڑوں سے اولے کون اتارتا ہے فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ پس پہنچاتا ہے وہ اولے جس کو چاہے۔ جن لوگوں پر وہ چاہتا ہے اولے پھینکتا ہے۔

سنا ہے پچھلے دنوں اوکاڑے میں ایک ایک پاؤ کا اولا پڑا ہے وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ اور پھیرتا ہے اس کو جس سے چاہتا ہے۔ جہاں نہیں پھینکنے وہاں نہیں پھینکتا۔ اسی بادل سے بارش برستی ہے، اسی بادل سے ژالہ باری ہوتی ہے۔ یہ کون کرتا ہے؟ حیرت ہے ان لوگوں پر جو رب تعالیٰ کے وجود کے منکر ہیں۔

اہل حق کا دہریے سے مناظرہ :

ایک حکایت بیان کرتے ہیں کہ ایک اہل حق کا ایک دہریے سے مناظرہ ہوگیا۔ دہریہ کہتا ہے کہ رب کوئی چیز نہیں ہے معاذ اللہ تعالیٰ اور حق والے نے رب تعالیٰ کا وجود ثابت کرنا ہے۔ دن اور وقت کا تعین ہوگیا، لوگ جمع ہوگئے دہریہ بھی پہنچ گیا لیکن حق پرست نے جان بوجھ کر تاخیر کی۔ جب پہنچا تو دہریے نے کہا کہ آپ نے وعدے کی خلاف ورزی کی ہے دیر سے آئے ہو۔ حق پرست نے کہا کہ راستے میں نالے تھے بارش کی وجہ سے ان میں پانی زیادہ تھا عبور نہیں کرسکتا تھا پانی کم ہوا تو پہنچ گیا ہوں۔ دہریے نے کہا بے وقوف بادل تو تھا نہیں بارش کہاں سے آگئی؟ حق پرست نے کہا میرا دعویٰ ثابت ہوگیا ہے کہ اگر بادل کے بغیر بارش نہیں ہوسکتی تو یہ زمین اور آسمان خالق کے بغیر کیسے ہوگئے اور ان کا نظام رب تعالیٰ کے بغیر کون چلا رہا ہے؟ آپ بادل کے بغیر بارش کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں میں خالق کے بغیر زمین، آسمان، پہاڑ، دریا کیسے مان لوں؟ اور کیسے مان لوں کہ ان کا نظام خود بخود چل رہا ہے اور کوئی چلانے والا نہیں ہے۔ کل ہی آپ حضرات نے مولانا رومؒ کا بیان سنا کہ

؎ ہیچ چیزے خود بخود چیزے نہ شد
ہیچ آہن خود بخود تیغے نہ شد

''کوئی چیز خود بخود نہیں بنی، بنانے والے نے بنائی ہے۔'' حافظ ابن کثیرؒ اپنی تفسیر میں واقعہ نقل کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کشتی میں سوار تھے ایک دہریہ بھی کشتی سوار ہوا۔ پوچھا کہ یہ بزرگ کون ہیں معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہؒ ہیں جن کا نام نعمان والد صاحب کا نام ثابت اور دادا کا نام زوطہ تھا ایرانی النسل تھے جیسے امام بخاری بھی ایرانی النسل ہیں رحمہم اللہ تعالیٰ

اجمعین ۔ وہ دہریہ امام صاحب کے پاس آ کر کہنے لگا کہ سنا ہے تم بڑے امام ہو۔ امام صاحب نے فرمایا کہ سنی سنائی بات غلط بھی ہو سکتی ہے۔ کہنے لگا میں نے آپ کی بڑی شہرت سنی ہے میں آپ سے اللہ تعالیٰ کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا وجود ہے یا نہیں؟ امام صاحب نے اس سے کہا کہ میں اس وقت عجیب وغریب کیفیت میں ہوں ۔ بڑا عجیب واقعہ میرے پیش نظر ہے۔ اس میں متفکر ہوں اس کے بعد میں آپ کو کچھ کہہ سکتا ہوں۔ وہ اس طرح کہ میں نے دیکھا کہ دریا کے کنارے ایک پودا خود بخود اُگ گیا اور بڑا درخت بن گیا پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ خود بخود کٹ گیا اور اس کے تختے بن گئے پھر وہ تختے خود بخود جڑ گئے اور کشتی تیار ہوگئی۔ اب وہ کشتی بغیر کسی ملاح کے خود بخود لوگوں کو ادھر ادھر لے جاتی ہے اور خود کرایہ وصول کرتی ہے۔ دہریے نے کہا کہ میں نے تو سنا ہے کہ آپ بڑے عقل مند ہیں لیکن آپ تو بڑے بے وقوف ثابت ہوئے ہو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ درخت خود بخود اُگ کے بڑا ہو گیا پھر اس کے تختے بن کر کشتی تیار ہوگئی اور خود بخود لوگوں کو آر پار لے جانے لگی اس کو کوئی چلانے والا نہیں ہے۔ یہ بات میں کیسے مان لوں؟ امام صاحب نے فرمایا کہ میں نے تجھے مسئلہ سمجھا دیا ہے رب تعالیٰ کے وجود کا۔ تجھے ایک کشتی سمجھ نہیں آرہی کہ وہ خود بخود بن گئی اور خود بخود چل سکتی ہے تو میں یہ کیسے مان لوں کہ یہ زمین آسمان کا نظام بغیر کسی چلانے والے کے چل رہا ہے اور یہ خود بخود بن گیا ہے۔ کوئی آدمی سمجھنا چاہے تو آسانی سے سمجھ سکتا ہے مگر ضدی کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔

فرمایا یہ رب تعالیٰ کی قدرتیں ہیں یَکَادُ سَنَا بَرْقِهٖ قریب ہے اس کی بجلی کی چمک یَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ لے جائے آنکھوں کو۔ حکماء لکھتے ہیں کہ جب بجلی چمکے تو اس کو نہیں دیکھنا چاہیے۔ یا تو آدمی اندھا ہو جائے گا یا بینائی متاثر ہوگی۔ اسی طرح سورج گرہن

کے وقت بھی سورج کو نہیں دیکھنا چاہیے بینائی متاثر ہوگی یا بالکل چلی جائے گی۔ اسی طرح تیز روشنی کو دیکھنا بھی بینائی کو متاثر کرتا ہے یُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ بدلتا ہے اللہ تعالیٰ رات اور دن کو۔ آج سے ایک مہینہ پہلے رات ایک گھنٹہ زیادہ تھی بہ نسبت دن کے اور اب رات چھوٹی ہوتی جا رہی ہے اور دن بڑھتا جا رہا ہے۔ یہ گھٹانے بڑھانے والا کون ہے؟ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ بے شک اس میں عبرت ہے آنکھوں والوں کے لیے۔

تیسری دلیل: وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ اور اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے ہر جانور کو مخصوص قسم کے پانی سے جو اس نوع کا نطفہ ہے۔ انسان کو انسان کے نطفے سے، گدھے کو گدھے کے نطفے سے علیٰ ہذا القیاس باقی جانور ہیں۔ تو یہ ہر نوع کے جانور کو پیدا کرنے والا کون ہے؟ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِیْ عَلٰى بَطْنِهٖ پس ان میں سے بعض وہ ہیں جو چلتے ہیں پیٹ کے بل جیسے سانپ وغیرہ اور اتنے تیز چلتے ہیں کہ بعض ٹانگوں والے بھی ان کو نہیں پہنچ سکتے وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِیْ عَلٰى رِجْلَيْنِ اور بعضے ان میں سے وہ ہیں جو چلتے ہیں دو پاؤں پر جیسے انسان ہیں، مرغیاں ہیں، پرندے ہیں وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِیْ عَلٰى اَرْبَعٍ اور ان میں سے وہ ہیں جو چلتے ہیں چار ٹانگوں پر، گائے، بھینس، اونٹ وغیرہ۔ ان سب کو پیدا کرنے والا کون ہے يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ پیدا کرتا ہے اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے۔ ایک جانور ہے کن کھجورہ اس کی چوالیس ٹانگیں ہیں۔ بائیس ایک طرف اور بائیس ایک طرف۔ اور ایک جانور ہے اس کو ہزار پائے کہتے ہیں پانچ سو ٹانگ ایک طرف اور پانچ سو ٹانگ دوسری طرف، پوری ریل گاڑی ہے۔ ان سب کو پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ رب تعالیٰ کو

سمجھنا چاہو تو اپنے وجود کو دیکھ کر غور و فکر کر کے سمجھ سکتے ہو۔ جانوروں کو دیکھ کر سمجھ سکتے ہو۔ بارش اور اولوں کو دیکھ کے سمجھ سکتے ہو لیکن ضد اور عناد ہو تو اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ فرمایا لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰیٰتٍ مُّبَیِّنٰتٍ البتہ تحقیق ہم نے نازل کی ہیں آیتیں کھول کر بیان کرنے والیاں، حقیقت کو کھول کے رکھ دیتی ہیں وَاللّٰهُ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ اور اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف۔ اور ہدایت دیتا کس کو ہے؟ جو طالب ہوتا ہے ہدایت حاصل کرنے کی نیت کرے۔ جبراً اللہ تعالیٰ ہدایت کسی کو نہیں دیتا۔

منافق کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ :

آگے منافقوں کا ایک واقعہ بیان فرمایا۔ اس سے قبل پانچویں پارے میں بھی بیان ہوا ہے۔ بشیر نامی منافق کا ایک یہودی سے جھگڑا ہو گیا ایک زمین کے متعلق۔ یہودی کہتا تھا زمین میری ہے اور منافق کہتا تھا یہ زمین میری ہے وہ سادہ زمانہ تھا اس وقت رجسٹریاں انتقال تو ہوتے نہیں تھے۔ آج بھی بعض پرانے لوگوں کے مکانات کی رجسٹریاں نہیں ہیں لیکن سارے لوگ جانتے ہیں کہ یہ ان کے ہیں۔ تو اس زمانے میں بھی رجسٹریاں نہیں ہوتی تھیں اور اس دعویٰ میں یہودی سچا تھا۔ منافق نے ناجائز قبضہ کیا ہوا تھا، ایک محلے میں رہتے تھے۔ یہودی نے کہا کہ آپ کے پیغمبرؐ سے فیصلہ کروا لیتے ہیں جس کا تم کلمہ پڑھتے ہو۔ منافق ظاہری طور پر تو مسلمانوں میں شامل ہوتا ہے نفاق تو اللہ تعالیٰ ظاہر فرماتے ہیں۔ منافق نے یہودی سے کہا کہ تم نے ہمارے نبی کا کلمہ نہیں پڑھا لہٰذا ان کے پاس نہیں جانا بلکہ تمہارے مولوی کعب ابن اشرف کے پاس جاتے ہیں۔ یہ یہودیوں کا بڑا راشی مولوی تھا اس کو جو اشارہ کر دیتا کہ تجھے کچھ ملے گا تو ڈگری اس کے حق میں کر دیتا تھا۔ محلے

والوں کے مجبور کرنے پر آنحضرت ﷺ کے پاس گئے۔ آپ ﷺ نے دونوں کی گفتگو سنی دلائل سنے اور یہودی کے حق میں فیصلہ کر دیا کہ یہ زمین یہودی کی ہے۔ منافق کو بڑی تکلیف ہوئی کہ میں جھوٹا بھی ہوا اور زمین بھی ہاتھ سے نکل گئی۔

چنانچہ اس پر بدبختی کا غلبہ ہوا اور کہنے لگا کہ چلو عمر رضی اللہ عنہ سے بھی فیصلہ کروا لیتے ہیں۔ اس کا خیال تھا کہ عمر رضی اللہ عنہ کافروں کے متعلق بڑے سخت ہیں جب ان کو علم ہوگا کہ میں کلمہ پڑھنے والا ہوں اور یہ یہودی ہے تو میری رعایت کریں گے یہ اس کا وہم تھا یہودی بڑا سمجھ دار تھا اس نے کہا ٹھیک ہے چلو۔ وہ جانتا تھا کہ بڑی عدالت کے فیصلے کے بعد چھوٹی عدالت کیا کرے گی۔ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ ﷺ نے فیصلہ کرنے کا حق دیا ہوا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ وغیرہ کو کہ محلوں سے جو چھوٹے موٹے مقدمات آتے ہیں سن کر فیصلہ کر دیا کرو۔ کیونکہ میرے پاس اتنا وقت نہیں ہوتا۔ دونوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اپنا مقدمہ ان کے سامنے رکھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے مجھے فیصلہ کرنے کا حق ہے مگر یہاں دو قوموں کا مسئلہ ہے ایک یہودی ہے اور ایک مسلمان ہے اگر کوئی کمی بیشی مجھ سے ہوگئی تو دو قوموں کے ساتھ نبھانا بڑا مشکل ہو جاتا ہے دونوں مسلمان ہوتے تو میں فیصلہ کر دیتا لہٰذا مقدمہ مجھ سے بڑا ہے تم آنحضرت ﷺ کے پاس جاؤ۔ یہودی کہنے لگا وہاں سے تو ہو آئے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ انہوں نے کیا فیصلہ کیا ہے؟ یہودی نے کہا کہ ان کا فیصلہ میرے حق میں ہوا ہے۔ بشیر نامی منافق سے پوچھا کہ واقعی آنحضرت ﷺ نے یہ فیصلہ فرمایا ہے؟ اس نے کہا ہاں! فرمایا پھر ٹھہر جاؤ میں بھی فیصلہ کرتا ہوں۔ اندر گئے جو بڑی تیز تلوار تھی لے کر آئے اور منافق کا سر اتار دیا کہ جو آنحضرت ﷺ کا فیصلہ نہیں مانتا پھر اس کا فیصلہ

میری تلوار ہی کرے گی۔ایک قول کے مطابق اس دن سے حضرت عمرؓ کا فاروق لقب پڑا۔حق اور باطل کے درمیان عملاً فیصلہ کرنے والا۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَيَقُولُونَ آمَنَّا بِاللّٰهِ اور یہ کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر وَبِالرَّسُولِ اور رسول ﷺ پر ایمان لائے وَأَطَعْنَا اور ہم نے اطاعت کی کہ ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کے قائل ہیں ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيقٌ مِّنْهُمْ پھر پھر جاتا ہے ایک گروہ ان میں سے مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ اس کے بعد۔آج ساری پاکستانی قوم بمع حکمرانوں کے،الاماشاءاللہ، کہتے ہیں کہ ہم مومن ہیں زبان سے دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم مومن ہیں لیکن قرآنی احکامات کی طرف بلاؤ تو نہیں آتے۔ان میں ترمیمیں کرتے ہیں۔ یہ آیات ان پر صادق اور فٹ آتی ہیں وَمَا أُولٰئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ یہ لوگ مومن نہیں ہیں۔یہ صرف زبان سے ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں۔ان آیات کو بار بار پڑھو اور ان پر غور وفکر کرو کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر اس کے رسول ﷺ پر اور ان کے اطاعت گزار ہیں لیکن عملی طور پر پھر جاتے ہیں یہ اپنے دعویٰ میں بالکل جھوٹے ہیں۔

وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهِ اور جب ان کو دعوت دی جاتی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی طرف لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کریں إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُونَ اچانک ایک گروہ ان میں سے اعراض کرنے والا ہوتا ہے۔یہی حالت ہمارے حکمران طبقے کی ہے۔دعویٰ ایمان کا ہے اور قرآن کے احکام میں ترمیم کرنے کے درپے ہیں ان میں ہیرا پھیری کرتے ہیں۔علامہ اقبال مرحوم نے کیا اچھا کہا ہے.....

؎ خویش را تاویل کن نے ذکر را

اپنے آپ کو پھیر دو قرآن پاک کو نہ ہلاؤ اپنی جگہ سے۔ اپنے غلط نظریات کو بدل لو قرآن کو نہ بدلو۔ وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ اور اگر ہو ان کے لیے حق کہ ان کو ملے گا يَاْتُوْٓا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ تو آتے ہیں حق کی طرف بڑی جلدی سے چل کر۔ جب ان کو پتا چلتا ہے کہ ہمیں آنحضرت ﷺ سے کچھ ملے گا تو بھاگے بھاگے آتے ہیں اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے اَمِ ارْتَابُوْٓا یا شک کرتے ہیں اَمْ يَخَافُوْنَ یا خوف کرتے ہیں اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ یہ کہ ظلم کرے گا ان پر اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کا رسول، حاشا وکلا بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ہرگز نہیں وہی لوگ ظالم ہیں۔ اسی لیے رب تعالیٰ کے احکامات سے گریز کرتے ہیں۔

اِنَّمَا

كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ؕ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ۚ طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۳﴾ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۵۴﴾

اِنَّمَا پختہ بات ہے كَانَ ہے قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ بات ایمان والوں کی اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جس وقت ان کو دعوت دی جاتی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف وَرَسُوْلِهٖ اور اس کے رسول کی طرف لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ تا کہ وہ فیصلہ کریں ان کے درمیان اَنْ يَّقُوْلُوْا تو وہ کہتے ہیں سَمِعْنَا ہم نے سن لیا وَاَطَعْنَا اور ہم نے اطاعت کی وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ اور یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ اور جو شخص اطاعت کرے گا اللہ تعالیٰ کی وَرَسُوْلَهٗ اور اس کے رسول کی وَيَخْشَ اللّٰهَ اور ڈرے گا اللہ تعالیٰ سے وَيَتَّقْهِ اور بچے گا (اس کی نافرمانی سے) فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ پس یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰہِ اوران لوگوں نے قسمیں اٹھائیں اللہ تعالیٰ کی جَھْدَ اَیْمَانِھِمْ مضبوط قسمیں لَئِنْ اَمَرْتَھُمْ البتہ اگر آپ ان کو حکم دیں گے لَیَخْرُجُنَّ تو وہ ضرور نکلیں گے قُلْ آپ کہہ دیں لَا تُقْسِمُوْا تم قسمیں مت اٹھاؤ طَاعَۃٌ مَّعْرُوْفَۃٌ دستور کے مطابق اطاعت ہے اِنَّ اللّٰہَ بے شک اللہ تعالیٰ خَبِیْرٌ خبردار ہے بِمَا اس کاروائی سے تَعْمَلُوْنَ جو تم کرتے ہو قُلْ آپ کہہ دیں اَطِیْعُوا اللّٰہَ اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ اور اطاعت کرو رسول کی فَاِنْ تَوَلَّوْا پس اگر تم نے روگردانی کی فَاِنَّمَا پس پختہ بات ہے عَلَیْہِ پیغمبر کے ذمہ مَا وہ چیز ہے حُمِّلَ جو ان کو اٹھوائی گئی ہے وَعَلَیْکُمْ اور تمہارے اوپر مَّا وہ چیز ہے حُمِّلْتُمْ جو تمہیں اٹھوائی گئی ہے وَاِنْ تُطِیْعُوْہُ اور اگر تم اطاعت کرو گے اس کی تَھْتَدُوْا تو ہدایت پالو گے وَمَا عَلَی الرَّسُوْلِ اور نہیں ہے رسول کے ذمے اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ مگر پہنچا دینا کھول کر۔

ربطِ آیات :

کل کے سبق میں آپ حضرات نے سنا (پڑھا) کہ جب منافقوں کو دعوت دی جاتی ہے اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی کہ وہ تمہارے درمیان فیصلہ کریں تو ایک فریق ان میں اعراض کرتا ہے۔اب ان کے بالمقابل مومنوں کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّمَا پختہ اور یقینی بات ہے کَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِیْنَ ہے بات ایمان والوں کی۔کب؟ اِذَا دُعُوْآ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ جب ان کو دعوت دی جاتی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لِیَحْکُمَ بَیْنَھُمْ تاکہ اللہ تعالیٰ اور

اس کا رسول ﷺ ان کے درمیان فیصلہ کریں۔اس کے مومنوں کی بات یہ ہوتی ہے اَنْ یَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا بلا قیل وقال کہتے ہیں کہ ہم نے حکم سن لیا اور مان لیا۔کوئی حیلہ بہانہ نہیں کرتے۔

جذبہ جہاد :

جنگ احد کا موقع تھا آنحضرت ﷺ نے منادی کرائی کہ جو مسلمان جس حالت میں ہے آ جائے۔حضرت حنظلہ ؓ کی نئی نئی شادی ہوئی تھی میاں بیوی آپس میں ملے تھے۔ آواز سنی کہ جس حالت میں ہو نکل آؤ۔انہوں نے خیال کیا کہ اگر میں غسل کروں گا تو آپ ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی ہوگی اسی حالت میں آ گئے۔جنگ میں شریک ہوئے اور شہید ہو گئے۔چونکہ غسل واجب تھا اور اسی حالت میں شہید ہو گئے۔لوگوں نے آنکھوں سے دیکھا کہ شہید ہونے کے بعد فرشتوں نے ان کو تختے پر لٹا کر غسل دیا اسی لیے ان کا لقب ہے غَسِیْلُ الملئکة کہ فرشتوں نے ان کو غسل دیا۔

تین گھروں میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے :

اور ایک مسئلہ بھی سمجھ لیں اور اس کو یاد بھی رکھنا کہ تین گھروں میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔رحمت کے فرشتوں کا الگ محکمہ ہے جو مومنوں کے گھروں میں جا کر رحمت کی دعا کرتے ہیں کہ اے پروردگار! ان گھر والوں پر رحمت نازل فرما۔اس وجہ سے ان کو رحمت کے فرشتے کہتے ہیں۔

☆.....تو جس گھر میں کتا ہو اس گھر میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔البتہ تین قسم کے کتے شریعت نے مستثنیٰ کیے ہیں۔

۱).....شکاری کتا اور اس سے شکار کھیلتے ہوں۔محض شکاری ہونا کافی نہیں ہے۔

۲)......وہ کتا جو جانوروں کی حفاظت کے لیے رکھا ہوا ہو۔

۳)......وہ کتا جو کھیتی کی حفاظت کے لیے رکھا ہو۔

ان تین قسموں کے علاوہ اور کوئی کتا گھر میں ہوگا تو اس گھر میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

☆......اور اس گھر میں بھی رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے جس میں جاندار کی تصویر سامنے نظر آتی ہو۔ اگر نظر نہیں آتی مثلاً کتاب میں ہے، نوٹوں پر ہے اور نوٹ جیب میں ہیں تو پھر جدا بات ہے۔ کیونکہ فرشتے غیب نہیں جانتے

☆......اور تیسرا اس گھر میں بھی فرشتے داخل نہیں ہوتے کہ میاں بیوی پر غسل واجب ہو اور وہ غسل کے بغیر چلیں پھریں کہ ایسے جسم سے ایک خاص قسم کی بو آتی ہے اور فرشتوں کو بو سے نفرت ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ہونٹوں کے قریب فرشتے ہوتے ہیں جو باری باری درود شریف پہنچاتے ہیں اور جو آدمی ذکر واذکار کرتا ہے سبحان اللہ وغیرہ وہ پہنچاتے ہیں۔ مگر جب آدمی جھوٹ بولتا ہے تو جھوٹ کی بو کی وجہ سے ایک میل دور بھاگ جاتے ہیں۔ مگر ہمارا تو مشغلہ ہے روزمرہ جھوٹ بولنا۔ اور ہمیں بو محسوس بھی نہیں ہوتی کیونکہ ہماری حس مری ہوتی ہے۔ تو مومنوں کو جب بلایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف تا کہ ان کے درمیان فیصلہ کیا جائے تو وہ بلا قیل و قال کہتے ہیں ہم نے سن لیا اور مان لیا۔ اور منافقوں کے دل میں نہ اللہ تعالیٰ کی عظمت ہوتی ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کے رسول کی ﷺ۔ اس لیے زبانی طور پر تو مانتے ہیں اور دل سے منکر ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وہ دل و جان سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں وَاُولٰٓـئِکَ هُـمُ

اَلْمُفْلِحُوْنَ اور یہی لوگ کامیاب ہیں وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اور جو اطاعت کرے گا اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی وَیَخْشَ اللّٰهَ وَیَتَّقْهِ اور ڈرے گا اللہ تعالیٰ سے اور بچتا رہے گا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ پس یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے۔

مومنوں کے ذکر کے بعد اللہ تعالیٰ نے پھر منافقوں کا ذکر کیا ہے۔ یہ منافق زبان چلانے کے بڑے ماہر تھے گفتگو بڑے انداز سے کرتے تھے اور قسموں کے ساتھ اس کو مضبوط کر کے آدمی کو قائل کر لیتے اور جھوٹ کو ایسے انداز میں پیش کرتے کہ سننے والا اس کو سچ سمجھتا تھا۔ چنانچہ ٦ ھ میں آنحضرت ﷺ غزوہ بنی مصطلق سے واپس آ رہے تھے کہ راستے میں ایک مہاجر اور ایک انصاری کا جھگڑا ہو گیا۔ مہاجر نے انصاری کے سر پر کوئی چیز دے ماری جس سے وہ زخمی ہو گیا۔ انصاری نے زور سے نعرہ بلند کیا یا للا نصارُ اے انصاریو! میری مدد کو پہنچو اس مہاجر نے مجھے زخمی کر دیا ہے۔ ادھر مہاجر نے بھی یا للمهاجرون کا نعرہ لگا دیا کہ مجھے انصاریوں سے بچاؤ۔ جب آنحضرت ﷺ کو علم ہوا تو فرمایا ما بال دعوی الجاهلية لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ جاہلیت کے نعرے لگا رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ان کو چھوڑ دو اِنَّهَا مُنْتِنَه یہ تو بدبودار نعرے ہیں۔ اس سفر میں عبداللہ ابن ابی رئیس المنافقین بھی شامل تھا کچھ اور منافق بھی تھے۔ یہ رات کو ایک خیمے میں اکٹھے ہوئے اور واہی تباہی باتیں کیں آنحضرت ﷺ کے متعلق کہ کوئی مسلمان سن نہیں سکتا۔ جن میں سے ایک بات یہ بھی تھی لَیُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ [منافقون:۸] "ضرور نکال دے گا عزت والا اس میں سے ذلت والوں کو۔" رئیس المنافقین نے یہ بات کہی وہ اپنے آپ کو مدینہ طیبہ کا بڑا معزز سمجھتا تھا کہ ہم واپس جا کر اس ذلیل ترین انسان کو نکال دیں گے معاذ

اللہ تعالیٰ۔ یہ جملہ اس کمینے نے آنحضرت ﷺ کے بارے میں کہا۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نوعمر صحابی تھے قریب سے ان کی باتیں سن رہے تھے رات کے اندھیرے کی وجہ سے ان کو خبر نہ ہوئی۔ صبح ہوئی تو یہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہنے لگے حضرت! ضمیر تو گوارا نہیں کرتا دل بھی نہیں چاہتا مگر حضرت مجبوراً کچھ باتیں کہنی پڑتی ہیں۔ حضرت! رات میرا خیمہ ان لوگوں کے قریب تھا۔ حضرت! انہوں نے بہت اوٹ پٹانگ باتیں کی ہیں آپ کے بارے میں۔ ان باتوں میں سے کچھ بتائیں بھی۔ آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں کو بلایا فرمایا تم نے رات یہ باتیں کی ہیں کہنے لگے جی توبہ توبہ! ہم ایسی باتیں کر سکتے ہیں۔ ہماری زبانیں نہ جل جائیں، ہمارے ہونٹ نہ ختم ہو جائیں کہ آپ کے متعلق ایسی باتیں کریں اس کو کہو گواہ لائے۔ وہاں گواہ کہاں تھے۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ ان خبیثوں نے اتنے اعتماد سے بات کی اور یقین دلایا کہ حضرت زید ابن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں فَكَذَّبَنِىْ وَصَدَّقَهُمْ ''پس آنحضرت ﷺ نے مجھے جھوٹا قرار دیا اور ان کو سچا مان لیا اور مجھ سے سخت ناراض ہوئے۔'' کہ تم نے خواہ مخواہ سچے لوگوں کو جھوٹا بنانے کے لیے یہ کہانی بنائی ہے۔ فرماتے ہیں میرے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ میں روتا ہوا واپس آ گیا۔ میرے چچا میرے ساتھ تھے۔ اس نے پوچھا کیا بات ہوئی ہے؟ میں نے بتایا تو کہا آنحضرت ﷺ نے تجھے جھوٹا کہا ہے اب تجھے سچا کون کہے گا؟ میں روتا تھا میرے چچا نے مجھے جھڑکا کہ تم نے ایسی حرکت کیوں کی ہے؟ میں نے کہا کہ میں نے غلط بیانی نہیں کی بلکہ یہ سب باتیں ہوئی ہیں۔ تھوڑا سا وقت گزرا تو آنحضرت ﷺ کا قاصد آیا اَجِبْ رسول اللہ ﷺ۔ اے زید! آپ کو آنحضرت ﷺ بلا رہے ہیں فوراً پہنچو۔ میں سہما سہما ڈرتا ڈرتا ہوا پہنچا کہ کہیں مجھے آپ ﷺ سزا نہ دیں۔ لیکن دیکھا تو آنحضرت ﷺ کا چہرہ بڑا روشن

تھا۔فرمایا اے زید! قَدْ صَدَّقَکَ اللّٰہ تعالیٰ "اللہ تعالیٰ نے تجھے سچا قرار دیا ہے اور وہ جھوٹے ہیں۔پھر سورہ منافقون پڑھ کر سنائی اِذَا جَاءَکَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْھَدُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُ اللّٰہِ "جب آتے ہیں آپ کے پاس منافق تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُہٗ اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ بے شک آپ ﷺ البتہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں وَاللّٰہُ یَشْھَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَکٰذِبُوْنَ اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے بے شک منافق البتہ جھوٹ بولتے ہیں۔ یہ سب کچھ انہوں نے کہا ہے جو زید نے آپ ﷺ کو بتایا ہے۔تو یہ منافق جب آپ کے پاس آتے تھے تو بڑے زوردار الفاظ میں قسمیں اٹھاتے تھے۔حضرت!رب کی قسم ہے جب آپ ہمیں جہاد کا حکم دیں گے تو ہم دوسروں سے پہلے نکلیں گے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰہِ اور انہوں نے قسمیں اٹھائیں اللہ تعالیٰ کا نام لے کر جَھْدَ مضبوط اَیْمَانِھِمْ اپنی قسمیں لَئِنْ اَمَرْتَھُمْ البتہ اگر آپ ان کو حکم دیں گے لَیَخْرُجُنَّ البتہ ضرور نکلیں گے جہاد کے لیے قُلْ آپ کہہ دیں لَا تُقْسِمُوْا تم مت قسمیں اٹھاؤ طَاعَۃٌ مَّعْرُوْفَۃٌ دستور کے مطابق اطاعت ہے ہم تمہاری اطاعت کو جانتے ہیں اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بے شک اللہ تعالیٰ خبردار ہے اس کاروائی سے جو تم کرتے ہو۔تم جھوٹے لوگ ہو ایسے ہی خواہ مخواہ جھوٹی قسمیں اٹھاتے ہو قُلْ آپ کہہ دیں اَطِیْعُوا اللّٰہَ صحیح معنٰی میں سچ مچ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرو صحیح معنٰی میں فَاِنْ تَوَلَّوْا پس اگر تم نے روگردانی کی اور اطاعت سے پھر گئے فَاِنَّمَا عَلَیْہِ بے شک نبی کے ذمہ ہے مَا حُمِّلَ وہ بات جو ان پر ڈالی گئی ہے۔جس کے وہ مکلف ہیں اس کا سوال ان سے ہوگا وَعَلَیْکُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ اور تمہارے ذمہ ہے جو تم پر

ڈالی گئی ہے۔ پہلے پارے میں رب تعالیٰ نے فرمایا وَلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ اے نبی کریم ﷺ! آپ سے دوزخیوں کے متعلق سوال نہیں ہوگا۔'' کہ یہ دوزخ میں کیوں گئے ہیں اور یہ سوال چند وجوہات کی بنیاد پر ہوسکتا ہے۔ پہلی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ آپ ﷺ نے پیغام پہنچانے میں کوتاہی کی ہو اور اس کوتاہی کی وجہ سے وہ دوزخ میں چلے گئے ہوں۔ حالانکہ کسی بھی پیغمبر نے فریضۂ رسالت کی ادائیگی میں قطعاً کوئی کوتاہی نہیں کی اور وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ ہدایت دینا آپ ﷺ کے بس میں ہوتا تو پھر سوال ہوتا کہ آپ ﷺ کو ہدایت دینے کا اختیار تھا پھر یہ دوزخ میں کیوں گئے ہیں؟ حالانکہ یہ بھی نبی کے اختیار میں نہیں ہے اِنَّکَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ ''بے شک آپ ہدایت نہیں دے سکتے اس کو جس کے ساتھ آپ کی محبت ہے لیکن اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔'' آپ ﷺ ہادی ہیں ہدایت کا راستہ بتانا آپ کا کام ہے ہدایت دینا رب تعالیٰ کا کام ہے۔ تو فرمایا نبی کے ذمہ وہ ہے جو بوجھ ان پر ڈالا گیا ہے جس کے وہ مکلّف ہیں اس کا سوال ان سے ہوگا اور تمہارے ذمہ وہ چیز ہے جو تم پر عائد کی گئی ہے، اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے رسول کی اطاعت وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا اور اگر تم اطاعت کرو گے اللہ تعالیٰ کے رسول کی ہدایت پاؤ گے۔ اور فرمایا سن لو وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ اور نہیں ہے رسول کے ذمے مگر بات کو پہنچا دینا کھول کر۔ تسلیم کرانا پیغمبر کے فریضہ میں داخل نہیں ہے پیغمبر اپنا فریضہ ادا کر چکے ہیں۔ اب تم ہدایت حاصل کرو گے تو فلاح پاؤ گے۔

❁❁❁

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـــًٔا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۵۶﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۵۷﴾ ع

وَعَدَ اللّٰهُ وعدہ کیا اللہ تعالیٰ نے الَّذِيْنَ ان لوگوں سے اٰمَنُوْا جو ایمان لائے مِنْكُمْ تم میں سے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اورانہوں نے عمل کیے اچھے لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ البتہ ضرور خلیفہ بنائے گا ان کو فِي الْاَرْضِ زمین میں كَمَا جیسے اسْتَخْلَفَ خلیفہ بنایا الَّذِيْنَ ان لوگوں کو مِنْ قَبْلِهِمْ جو ان سے پہلے تھے وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ اور البتہ ضرور قدرت دے گا ان کو دِيْنَهُمْ ان کے دین کو الَّذِي وہ دین ارْتَضٰى لَهُمْ جو پسند کیا ہے ان کے لیے وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ اور البتہ ضرور بدل دے گا ان کے لیے مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ان کے خوف کے بعد امن کو يَعْبُدُوْنَنِيْ وہ میری عبادت کریں گے لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـــًٔا نہیں شریک کریں گے میرے ساتھ کسی شے کو وَمَنْ كَفَرَ اور جس نے کفر کیا بَعْدَ ذٰلِكَ اس کے بعد فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ پس یہی لوگ نافرمان ہیں

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ اورقائم کرونماز وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ اورادا کروزکوۃ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ اوراطاعت کرورسول کی (ﷺ) لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ تاکہ تم پررحم کیا جائے لَاتَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ ہرگز نہ گمان کریں آپ ان لوگوں کے بارے میں کَفَرُوْا جوکافر ہیں مُعْجِزِیْنَ فِی الْاَرْضِ وہ عاجز کرنے والے ہیں زمین میں وَمَاْوٰھُمُ النَّارُ اوران کا ٹھکانا دوزخ ہے وَلَبِئْسَ الْمَصِیْرُ اورالبتہ وہ براٹھکانا ہے۔

مسئلہ خلافت :

آج میں نے آپ حضرات کے سامنے تین آیتیں پڑھی ہیں۔ان میں سے پہلی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے خلافت کا مسئلہ بیان فرمایا ہے۔قرآن کریم کے نزول کے وقت مخاطب صرف صحابہ کرام ہیں ﷺ۔دوسری امت اس کی مخاطب نہیں ہے کیونکہ موجود ہی نہیں ہے۔نہ تابعین موجود تھے نہ تبع تابعین موجود تھے نہ ان سے بعد کے لوگ۔اللہ تعالیٰ کا یہ خطاب ان لوگوں سے ہے جو نزول قرآن کے وقت موجود تھے وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وعدہ کیا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے تم میں سے، جو نزول قرآن کے وقت موجود ہیں صحابہ کرام ﷺ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اورجنھوں نے عمل کیے اچھے۔اچھے عمل کرنے والے مومنوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اس بات کا کہ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ البتہ ضرور خلیفہ بنائے گا ان کو فِی الْاَرْضِ زمین میں۔گرائمر کے لحاظ سے لام بھی تاکید کا ہے اورنون بھی تاکید کا ہے۔تاکید درتاکید کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے البتہ ضروران کوخلیفہ بنائے گا زمین میں کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ

جیسا کہ اس نے خلافت بخشی ان لوگوں کو جو ان سے پہلے تھے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے پہلی امتوں میں خلفاء بنائے تم میں سے بھی ضرور بنائے گا وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمْ اور البتہ ضرور قدرت دے گا جما دے گا ان کے لیے ان کے دین کو۔ یہاں بھی دو تاکیدیں ہیں لام بھی تاکید کا نون بھی تاکید کا، البتہ ضرور ان کے ذریعے دین کو چمکائے گا، پھیلائے گا الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ جو دین اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے پسند کیا ہے۔ یہ قرآن کریم کی نزول کے اعتبار سے جو آخری آیت ہے اس کا حصہ ہے اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا [مائدہ:۳] ''آج کے دن کامل کر دیا تمہارے لیے تمہارے دین کو اور پوری کر دی میں نے تم پر اپنی نعمت اور پسند کیا ہے میں نے تمہارے لیے اسلام کو دین۔'' تو جو دین رب تعالیٰ نے پسند کیا ہے اس دین کو ان کے ذریعے پھیلائے گا، چمکائے گا۔ ان کے ذریعے اس دین کو خوب وقعت حاصل ہو گی وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا اور البتہ ضرور تبدیل کر دے گا اللہ تعالیٰ ان کے لیے خوف کے بعد امن کو۔ یہاں بھی دو تاکیدیں ہیں، لام بھی تاکید کا اور نون بھی تاکید کا۔ تاکید در تاکید کے ساتھ رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ خلافت کے دور میں خوف کے بعد امن ہو گا۔ پھر کیا ہو گا؟ يَعْبُدُوْنَنِيْ وہ میری عبادت کریں گے لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔

خلفائے راشدین :

قرآن پاک کی اس نص قطعی کے تحت حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ خلفائے برحق ہیں۔ یہ ساری خوبیاں اسلام کو ان کے دور میں حاصل ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے دین کو خوب پھیلایا اور چمکایا۔ مسند احمد اور

مستدرک حاکم حدیث کی کتابیں ہیں۔ان میں روایت ہے(آپ ﷺ کے دور میں مسجد نبوی کی تعمیر دو دفعہ ہوئی ہے پہلی دفعہ جب آپ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے ۔دوبارہ تعمیر سات ہجری کے بعد ہوئی ہے۔ پہلے بھی کچی تھی دوبارہ بھی کچی تھی۔دوبارہ جب تعمیر ہوئی اور بنیادیں نکالی گئیں روایت میں ہے) کہ پہلا پتھر آنحضرت ﷺ نے رکھا دوسرا پتھر آنحضرت ﷺ کے حکم سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رکھا اور تیسرا پتھر آپ کے حکم سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رکھا، چوتھا پتھر آپ ﷺ کے حکم سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے رکھا۔اس موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کافی تعداد موجود تھی۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا هٰـؤُلَآءِ وُلَاةُ الْاَمْرِ مِنْ بَعْدِیْ ''یہ جس ترتیب سے انہوں نے پتھر رکھے ہیں اسی ترتیب سے یہ میرے بعد خلفاء ہوں گے۔'' صحیح روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خواب دیکھا اور پیغمبر کا خواب حقیقت ہوتا ہے۔فرمایا میں نے دیکھا ایک کنواں ہے اس میں بڑا پانی ہے میں اس کنویں سے پانی نکال کر لوگوں کو پلا رہا ہوں۔ میرے بعد ڈول ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پکڑ لیا اور پانی نکال کر لوگوں کو پلایا۔اس کے بعد ڈول عمر رضی اللہ عنہ نے پکڑ لیا اور دیکھتے دیکھتے وہ ڈول بڑا ہوگیا۔فرمایا لَـمْ اَرَ عَبْـقَـرِیًّـا یَـفْرِیْ فَرِیَّهٗ ''ایسی قوت کے ساتھ پانی نکالنے والا قوی آدمی میں نے نہیں دیکھا۔'' نکالتے گئے پلاتے گئے پہلے لوگ اپنے جانوروں کو کنویں کے پاس لا کر پانی پلاتے تھے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ڈول پکڑا تو جانوروں کے باڑوں تک پانی پہنچ گیا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بائیس لاکھ مربع میل رقبہ فتح ہوا۔پورا مصر،عراق، شام،ایران،افغانستان،کاشغر کی سرحد تک سارا علاقہ اور روم کا کافی حصہ فتح ہو گیا تھا تھوڑا سارہ گیا تھا بعد میں وہ بھی مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا۔اور انہوں نے لوگوں کے گھروں تک وظائف پہنچائے۔

۳)......نمبر تین آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا کہ آسمان کی طرف سے ایک ترازو اُتری۔ اس کے ایک پلڑے میں مجھے بٹھایا گیا دوسرے پلڑے میں دوسرے لوگوں کو، میرا پلڑا بھاری ہوگیا۔ پھر میری جگہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بٹھایا گیا تو ان کا وزن بھاری تھا پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ کی جگہ عمر رضی اللہ عنہ کو بٹھایا گیا تو ان کا وزن زیادہ تھا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جگہ عثمان رضی اللہ عنہ کو بٹھایا گیا جب تولا گیا تو اوپر سے رسی ٹوٹ گئی۔ یہ اشارہ تھا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی طرف کہ ان کے آخری دور میں عبداللہ ابن سبا یمنی یہودی کی ناپاک سازشوں کے تحت بہت کچھ ہوا۔ یہاں تک کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا۔

خلیفہ اول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں :

آنحضرت ﷺ نے خلفاء متعین تو نہیں فرمائے لیکن قرائن سے بتا دیا کہ یہ حضرات میرے خلفاء ہیں۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کو بڑی تکلیف تھی ایک عورت مقدمہ لے کر آئی کہ میں نے آپ سے فیصلہ کرانا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا بی بی! مجھے اس وقت تکلیف زیادہ ہے پھر آجانا۔ کہنے لگی حضرت میں دوبارہ آؤں اِنْ لَّمْ اَجِدْکَ تَعْنِی الْمَوْتَ "اگر میں آپ کو نہ پاؤں مراد اس کی موت تھی (یعنی آپ ﷺ کا وصال ہوجائے)، پھر میں کس کے پاس جاؤں؟" آنحضرت نے فرمایا فَأْتِیْ اَبَا بَکْرٍ "ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آنا وہ تیرا فیصلہ کریں گے۔" کتنی واضح بات ہے کہ اگر میں نہ ہوں تو پھر فیصلہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کریں گے۔ تو یاد رکھنا! قرآن پاک کی اس نص قطعی سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ خلفاء ہیں۔ ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے دین کو چمکایا اور پھیلایا۔ ان میں پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بڑی عظمت اور شان عطا فرمائی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے بابا! میرے ساتھ سودا کرلو اپنی

دو نیکیاں مجھے دے دو اور میری ساری نیکیاں لے لو۔ ایک غار ثور والی رات کی نیکی اور دوسری آنحضرت ﷺ کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد استقامت والی نیکی۔ مشکوۃ شریف اور دیگر کتابوں میں روایت ہے کہ رات صاف تھی سب ستارے نظر آ رہے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا حضرت! کوئی ایسا بندہ ہے جس کی نیکیاں آسمان کے تاروں کے برابر ہوں؟ دیکھو! کیا ذہن تھا۔ آج کل کی بیوی، بیٹی، ماں، بہن ہوتی تو سوال کرتی کہ کوئی آدمی ایسا ہوگا جس کے پاس اتنے پیسے ہوں جتنے آسمان پر تارے ہیں؟ ماحول کا بڑا اثر ہوتا ہے طبعی طور پر جس طرح گرمی سردی کا اثر ہوتا ہے اسی طرح نیکی کے ماحول کا بھی اثر ہوتا ہے اور بدی کے ماحول کا بھی اثر ہوتا ہے۔ نیکی کی رفتار چیونٹی کی طرح ہے اور بدی کی رفتار گھوڑے کی طرح ہے۔

تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ حضرت! کسی کی اتنی نیکیاں بھی ہوں گی جتنے آسمان پر تارے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! عمر ہے رضی اللہ عنہ۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا حضرت! میرے ابا جی کی نیکیاں؟ فرمایا عمر کی ساری نیکیاں اور ابو بکر کی ایک نیکی۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ابا جی! مجھ سے سودا کر لو۔ اپنی دو نیکیاں مجھے دے دو اور میری ساری نیکیاں لے لو۔ ایک نیکی ہجرت کے سفر والی کہ جان ہتھیلی پر رکھ کر آپ ﷺ کے ساتھ غارِ ثور میں پہنچے پھر وہاں سے مدینہ طیبہ پہنچے۔ کافروں نے اعلان کیا ہوا تھا کہ جو ان کو زندہ پکڑ کر لائے گا اس کو دو سو اونٹ انعام میں ملیں گے۔ یا ان کے سر اتار کر لائے تو بھی دو سو اونٹ ملیں گے۔ انعام کی خاطر لوگ پاگلوں کی طرح ٹکریں مارتے تھے۔ اس حالت میں ساتھ دینا کوئی معمولی بات نہیں ہے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جان ہتھیلی پر رکھ کر ساتھ دیا ہے۔

حضور ﷺ جب دنیا سے رخصت ہوئے تو سات محاذ بن گئے :

آنحضرت ﷺ جب دنیا سے رخصت ہوئے تو سات محاذ بن گئے۔

۱)...... مسیلمہ کذاب نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر دیا اور ایک محاذ کھول لیا۔

۲)...... اسود عنسی نے نبوت کا دعویٰ کر دیا اور محاذ کھول لیا۔

۳)...... طلیحہ بن خویلد نے نبوت کا دعویٰ کیا اور محاذ کھول لیا۔

۴)...... ان کو دیکھ کر ایک نوجوان لڑکی جس کا نام سجاح تھا اس نے بھی نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ کچھ لوگ اس کے ساتھ بھی ہو گئے۔ یہ بھی ایک محاذ تھا۔

۵)...... کچھ لوگ جو نئے نئے مسلمان ہوئے تھے مرتد ہو گئے تھے۔ یہ بھی ایک محاذ تھا۔

۶)...... ایک گروہ نے کہا کہ ہم باقی تمام کام کریں گے مگر زکوٰۃ نہیں دیں گے کیونکہ رب تعالیٰ کا ارشاد ہے خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً [سورہ توبہ] ''اے نبی کریم ﷺ! آپ ان کے مالوں سے زکوٰۃ وصول کریں۔'' آپ ﷺ کو زکوٰۃ لینے کا حکم تھا چونکہ آپ اب نہیں ہیں تو اور کسی کو ہم زکوٰۃ نہیں دیں گے۔ ایک محاذ یہ ہو گیا۔

۷)...... اور ایک محاذ موتہ کے مقام پر تھا جو آپ ﷺ نے خود نامزد کیا تھا۔

ان تمام محاذوں پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مقابلہ تھا۔ صرف ایک محاذ پر یمامہ کے مقام پر تین دن میں سات سو حفاظ کرام شہید ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت! یہ جو زکوٰۃ نہیں دیتے کلمہ پڑھتے ہیں نمازیں پڑھتے ہیں فی الحال ان کے ساتھ نہ لڑو۔ فرمایا عمر! اَجَبَّارٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَخَوَّارٌ فِي الْإِسْلَامِ ''جب کافر تھے تو بڑے بہادر اور دلیر تھے اب آپ ڈھیلی ڈھالی باتیں کرتے ہو اَيَنْقُصُ دِيْنٌ وَاَنَا حَيٌّ میرے سامنے دین کم ہوتا جائے اور میں تماشا دیکھتا رہوں۔ خدا کی قسم! اگر یہ وہ رسی بھی نہیں دیں گے جو زکوٰۃ

کے جانور کے ساتھ ہوتی ہے تو میں ان کے ساتھ لڑوں گا۔''

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت اور رافضیوں کا رفض :

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سات محاذوں پر جہاد کیا اور اللہ تعالیٰ نے کامیاب فرمایا اور دین کی حفاظت فرمائی۔ ان حضرات نے دین کو چمکایا ہے۔ یہ خلفاء ہیں آنحضرت ﷺ کے۔ ''نھج البلاغہ'' شیعہ کی کتاب ہے اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خط موجود ہے جو انہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو لکھا۔ فرمایا میری بات ٹھنڈے دل سے سن لو۔ تمہیں علم ہے کہ اسلام سچا مذہب ہے اور قرآن حق ہے۔ آنحضرت ﷺ پر تم بھی ایمان رکھتے ہو اور ہم بھی ایمان رکھتے ہیں آنحضرت ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد انہی مومنوں اور شوریٰ کے لوگوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا۔ ان کے خلیفہ برحق ہونے کو تم بھی مانتے ہو اور ہم بھی مانتے ہیں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ برحق تھے ہم بھی مانتے ہیں اور تم بھی مانتے ہو۔ ان کے بعد انہی لوگوں نے اور شوریٰ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا۔ وہ خلیفہ برحق تھے ہم بھی مانتے ہیں اور تم بھی مانتے ہو۔ اور انہی لوگوں نے مجھے خلیفہ بنایا پھر تم کیوں نہیں مانتے؟ مطلب یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سب کو خلیفہ برحق مانتے ہیں یہ جو رافضی نے تفریق ڈالی ہوئی ہے خدا پناہ! اور اس تفریق کو تازہ کیا ہے خمینی نے۔ اس وقت دنیا میں تقریباً ایک ارب چالیس کروڑ مسلمان کہلانے والے ہیں جن میں رافضیوں کی تعداد دس کروڑ ہے۔ یہ ایران، عراق اور دوسرے علاقوں میں بھی ہیں اور ان کے نشر و اشاعت اور پھیلنے کی وجہ دولت ہے۔ چند عقائد ہیں اور متعہ اور تقیہ کے بل بوتے پر یہ چلتے ہیں۔ اسی طرح کچھ قادیانی ہیں، کچھ بابی ہیں، کچھ بہائی ہیں۔ باقی سنیوں میں کچھ کام کے سنی ہیں اور کچھ نام کے سنی ہیں۔ اور یہ باطل فرقے اتنے تیز ہیں کہ ان کے

چھوٹے بچے سے بھی کچھ پوچھو تو وہ تمہیں بتائے گا۔ اور ہمارا پڑھا لکھا آدمی بھی کچھ نہیں بتا سکتا۔

تو اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ان لوگوں سے کہ جو تم میں سے ایمان لائے ہیں صحابہ کرام ﷡ اور جنہوں نے عمل کیے اچھے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ضرور خلیفہ بنائے گا جیسا کہ خلفاء بنائے اللہ تعالیٰ نے ان سے پہلوں میں۔ اور اللہ تعالیٰ ضرور ان کو قدرت دے گا اور ان کے ذریعے دین کو پھیلائے گا اور چمکائے گا جس دین کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے پسند کیا ہے اور ضرور بدل دے گا ان کے خوف کو امن کے ساتھ۔

حضرت عمر ﷛ کا دور خلافت :

حیرہ عراق میں ایک بہت بڑا مقام ہے۔ یہ بین الاقوامی منڈی تھی۔ حضرت عمر ﷛ کے دور میں حیرہ کے علاقے سے زیورات سے لدی ہوئی عورت جاتی تھی اور اس کی طرف کوئی نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھتا تھا۔ بخاری شریف کی روایت ہے ایسا امن تھا کسی کو نہ مال کا خطرہ اور نہ جان کا خطرہ ہوتا تھا۔ فرمایا وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک محاذ پر لڑائی زوروں پر تھی اور حضرت عمر ﷛ نے حضرت خالد بن ولید ﷛ کو معزول کر کے حضرت ابوعبیدہ بن جراح ﷛ کو کمانڈر بنا دیا۔ لوگوں نے حضرت عمر ﷛ پر اعتراض کیا اور کہا کہ ہم کر تو کچھ نہیں سکتے مگر آپ کا یہ اقدام ہمارے خیال کے مطابق غلط ہے ایسے قابل جرنیل کو عین لڑائی کے موقع پر معزول کر دیا اور ہو سکتا ہے کہ خالد ﷛ جذبات میں آ کر کافروں کے ساتھ مل جائے۔ جذبات میں آ کر آدمی کچھ بھی کر سکتا ہے۔ حضرت عمر ﷛ نے فرمایا کہ تمہاری ان باتوں نے مجھے مجبور کیا

ہے معزول کرنے پر کہ کہتے ہو خالد نے مورچا فتح کیا، خالد کے ذریعے مورچا فتح ہوا۔ میں قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ خالد کوئی چیز نہیں ہے ربِ خالد سب کچھ کرتا ہے۔ اب دیکھنا اس مورچے پر خالد جرنیل نہیں ہوگا پھر بھی اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائیں گے۔ رہی دوسری بات تو خالد اتنا کچا آدمی نہیں ہے کہ عہدے سے معزول ہونے کے بعد وہ اسلام چھوڑ دے گا۔

تو فرمایا وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور ان ساری نعمتوں کو دیکھنے کے بعد بھی جو کفر اختیار کرے گا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ اور جس نے کفر کیا اس کے بعد فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ پس یہی لوگ نافرمان ہیں۔ اور ایمان کے ساتھ اچھے اعمال کا بھی ذکر تھا۔ تو اچھے اعمال میں سرفہرست تین عمل ہیں۔

۱)...... پہلا وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اور قائم کرو نماز کو

۲)...... وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ اور زکوٰۃ ادا کرو۔ یہ حقوق العباد کے سلسلے میں سے ہے اور

۳)...... تیسرا عمل وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ اور اطاعت کرو رسول کریم ﷺ کی ہر ہر چیز میں لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ تاکہ تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوں لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اے مخاطب ہرگز نہ خیال کر ان لوگوں کے بارے میں جو کافر ہیں کہ مُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ وہ عاجز کرنے والے ہیں زمین میں کہ رب تعالیٰ کے فیصلوں کو ٹال سکیں۔ یہ کافر دین کو ہرانا چاہتے ہیں رب تعالیٰ کے فیصلوں کو ٹالنا چاہتے ہیں یہ ایسا ہرگز نہیں کر سکتے وَمَاْوٰهُمُ النَّارُ اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ اور البتہ بہت برا ٹھکانا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مومن مرد عورت کو اپنے فضل سے دوزخ سے بچائے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ
لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ
وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ
الْعِشَآءِ ؕ۫ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ
بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ
اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۸﴾ وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ
الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذٰلِكَ
يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۹﴾ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ
الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ
غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِيْنَةٍ ؕ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ
عَلِيْمٌ ﴿۶۰﴾

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو لِيَسْتَاْذِنْكُمُ چاہیے کہ اجازت طلب کریں تم سے الَّذِيْنَ وہ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ جن کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک ہیں وَالَّذِيْنَ اور وہ بچے لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ جو نہیں پہنچے بلوغت کو مِنْكُمْ تم میں سے ثَلٰثَ مَرّٰتٍ تین دفعہ (تین اوقات میں تم سے اجازت طلب کریں) مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ فجر کی نماز سے پہلے وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ اور جس وقت تم اتارتے ہو اپنے کپڑے مِّنَ

الظَّهِيْرَةِ دوپہر کے وقت وَمِنْ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ اورعشا کی نماز کے بعد ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ یہ تین اوقات تمہارے پردے کے ہیں لَيْسَ عَلَيْكُمْ نہیں ہے تم پر وَلَا عَلَيْهِمْ اور نہ ان پر جُنَاحٌ کوئی گناہ بَعْدَهُنَّ ان تین اوقات کے بعد طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ پھرنے والے تم پر بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ بعض تمہارے بعض پر كَذٰلِكَ اسی طرح يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آیات وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ اور جس وقت پہنچ جائیں بچے مِنْكُمْ تمہارے الْحُلُمَ بلوغت کو فَلْيَسْتَاْذِنُوْا پس چاہیے کہ وہ اجازت طلب کریں كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ جیسا کہ اجازت طلب کی ہے ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے كَذٰلِكَ اسی طرح يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ بیان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اپنی آیتیں وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ اور وہ عورتیں جو بیٹھنے والی ہیں الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا جو نہیں امید رکھتیں نکاح کی فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ پس نہیں ہے ان پر کوئی گناہ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ کہ وہ اتاریں اپنے کپڑے غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍ بِزِيْنَةٍ اس حال میں کہ وہ نہ ظاہر کرنے والی ہوں زینت کو وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ اور اگر وہ بچ کر رہیں تو خَيْرٌ لَّهُنَّ ان کے لیے بہت ہی بہتر ہے وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔

ربط آیات :

اس سے چار رکوع پہلے پارے کے دسویں رکوع کی ابتدا میں تم نے پڑھا یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَدۡخُلُوۡا بُیُوۡتًا غَیۡرَ بُیُوۡتِکُمۡ حَتّٰی تَسۡتَاۡنِسُوۡا ''اے ایمان والو! تم دوسروں کے گھروں میں داخل نہ ہو یہاں تک کہ اجازت نہ طلب کرلو۔ بغیر اجازت کے کسی کے گھر میں داخل ہونا گناہ ہے۔ اجازت طلب کرو اور جو گھر میں رہتے ہیں ان کو سلام کہو۔'' درمیان میں اور مسائل بیان ہوئے۔ اب دوبارہ اسی مسئلے کو بیان فرماتے ہیں یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو لِیَسۡتَاۡذِنۡکُمُ الَّذِیۡنَ مَلَکَتۡ اَیۡمَانُکُمۡ چاہیے کہ اجازت طلب کریں تم سے وہ جن کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک ہیں۔ تمہارے غلام اور لونڈیاں تم سے اجازت لے کر تمہارے پاس آئیں۔ غلام اور لونڈیوں نے خدمت کرنا ہوتی ہیں مگر ان کو بھی خاص اوقات میں پابند کر دیا گیا کہ وہ بلا اجازت اپنے مالک کی خلوت میں داخل نہ ہوں۔ غلاموں کے علاوہ فرمایا وَالَّذِیۡنَ لَمۡ یَبۡلُغُوا الۡحُلُمَ مِنۡکُمۡ اور وہ بچے بھی اجازت لے کر آئیں جو ابھی سن بلوغ کو نہیں پہنچے۔ امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ بعض محدثین اور بزرگان دین نے فرمایا ہے کہ چار سال کے بچے کو بھی سکھادو کہ اگر اس کے والدین بھی علیحدہ کمرے میں ہوں تو بغیر اجازت کے وہاں نہ جائے۔ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ تین دفعہ۔ تین اوقات میں تم سے اجازت طلب کریں۔ وہ تین اوقات کون سے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے پابندی لگائی ہے۔ فرمایا مِنۡ قَبۡلِ صَلٰوۃِ الۡفَجۡرِ فجر کی نماز سے پہلے یعنی رات کے پچھلے پہر بلا اجازت مت داخل ہوں۔ غلام اور لونڈی اور نابالغ بچے بھی۔ دوسرا وقت وَحِیۡنَ تَضَعُوۡنَ ثِیَابَکُمۡ مِّنَ الظَّهِیۡرَۃِ اور جس وقت تم اتارتے ہو اپنے کپڑے دوپہر کے وقت آرام کرنے کے لیے۔ خصوصاً گرمی کے

زمانے میں کہ لوگ صرف دھوتی (تہبند) پہن کر آرام کرتے ہیں۔ اور تیسرا ممنوعہ وقت وَمِنْ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ اور عشا کی نماز کے بعد بھی ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ یہ تین اوقات تمہارے پردے کے ہیں۔ لہٰذا ان تین اوقات میں نہ جائیں کہ معلوم نہیں کہ انسان بے فکری میں اپنے گھر میں کس حالت میں ہو لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ بَعْدَهُنَّ نہیں ہے تم پر اور نہ ان پر ان تین اوقات کے بعد۔ یعنی لونڈی، غلام اور چھوٹے بچے کو ان اوقات کے علاوہ اجازت مانگنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس اجازت کی وجہ یہ ہے طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ پھرنے والے تم پر بعض تمہارے بعض پر۔ تم میں سے بعض تم پر چکر لگانے والے ہیں ان کو کام کاج کے لیے ہر وقت آنا جانا ہوتا ہے لہٰذا ان تین اوقات کے علاوہ انہیں اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔

شانِ نزول :

اس آیت کا شانِ نزول یہ بیان کرتے ہیں کہ ایک موقع پر آنحضرت ﷺ نے ایک لڑکے کو بلا کر فرمایا کہ جاؤ حضرت عمر کو بلا کر لاؤ۔ دوپہر کا وقت تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تہبند باندھ رکھا تھا اور آرام کر رہے تھے ستر کا کچھ حصہ کھلا ہوا تھا وہ لڑکا اسی حالت میں بلا اطلاع اندر چلا گیا جس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں خیال آیا کہ کتنا اچھا ہو کہ ایسے حالات میں آنے جانے پر پابندی عائد کر دی جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دعا قبول فرمائی۔

مسئلہ یہ ہے کہ برہنہ حالت میں کسی محرم کو بھی دیکھنا جائز نہیں ہے۔ حالانکہ محرم سے تو پردہ نہیں ہے مگر محرم کو صرف چہرہ، سر، گردن، بازو اور پنڈلی دیکھنے کی اجازت ہے۔ ماں بیٹی، بہن سب کے لیے یہی مسئلہ ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں روایت ہے۔ حضرت عبداللہ ابن

عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ تین آیتوں پر عموماً لوگوں نے عمل چھوڑ دیا ہے۔

☆......ایک تو یہی آیت ہے۔

☆......اور ایک سورۃ النساء کی آیت ہے وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ

☆......اور سورۃ حجرات کی آیت اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ .

شیطان لوگوں پر چھا گیا ہے اور ان آیتوں سے انہیں غافل کر دیا ہے۔ گویا کہ ان پر ایمان ہی نہیں ہے۔ میں نے تو اپنی لونڈی سے بھی کہہ رکھا ہے کہ ان تین وقتوں میں بے جا ہرگز نہ آئے۔ پہلی آیت میں ان تین وقتوں میں لونڈی، غلام اور نابالغ بچوں کو بھی اجازت لینے کا حکم ہے اور دوسری آیت میں ورثے کی تقسیم کے وقت جو قرابت دار اور یتیم مسکین آ جائیں انہیں خدا کے نام پر کچھ دے دینے کا اور ان کے ساتھ نرمی کے ساتھ بات کرنے کا اور تیسری آیت میں حسب نسب پر فخر نہ کرنے کا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔ تو فرمایا کہ ان تین اوقات کے علاوہ تمہیں اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آیات تاکہ تمہیں مسائل کا ٹھیک ٹھیک علم ہو جائے وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے۔ اس نے اپنے علم اور حکمت کی بنیاد پر یہ قوانین نازل فرمائے ہیں۔ فرمایا وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ اور جس وقت پہنچ جائیں بچے تمہارے بلوغت کو۔ جب تمہارے بچے بالغ ہو جائیں فَلْيَسْتَاْذِنُوْا پس چاہیے کہ وہ اجازت طلب کریں كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ جیسا کہ اجازت طلب کی ہے ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے۔ یعنی بچے جب بلوغت کو پہنچ جائیں پھر انہیں ان تین وقتوں کے علاوہ اور وقتوں میں بھی اجازت طلب کرنی چاہیے۔ چھوٹے بچوں کو گھر میں

اپنے ماں باپ کے پاس جانے کے لیے بھی ان تین وقتوں میں جن کا اوپر ذکر ہوا ہے اجازت مانگنی چاہیے لیکن بعد از بلوغت تو ہر وقت اطلاع کر کے جانا چاہیے۔ جیسا کہ اور بڑے لوگ اجازت مانگ کر آتے ہیں خواہ اپنے ہوں یا پرائے۔ سن بلوغت کے متعلق فقہاء میں قدرے اختلاف پایا جاتا ہے۔ صحیح تعیین یہ ہے کہ جب لڑکی کو حیض آنے لگ جائے اور لڑکے کو احتلام ہو جائے تو وہ بالغ ہو جاتے ہیں۔ مگر بعض اوقات ان علامات کا پتا نہیں چلتا تو ایسی صورت میں امام شافعیؒ، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا مسلک یہ ہے کہ سولہ سال کا لڑکا اور پندرہ سال کی لڑکی بالغ سمجھے جائیں گے۔ البتہ امام ابو حنیفہؒ کے مطابق لڑکے اور لڑکی کا سن بلوغت علی الترتیب اٹھارہ اور سترہ سال ہے۔ فرمایا کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمْ اٰیٰتِہٖ اسی طرح بیان فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اپنی آیتیں وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے۔ اس کے تمام احکام حکمت پر مبنی ہیں۔ اسی اجازت طلب کرنے کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے بوڑھی عورتوں کے متعلق فرمایا ہے وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا یَرْجُوْنَ نِکَاحًا اور وہ عورتیں جو بیٹھنے والی ہیں جو نہیں امید رکھتیں نکاح کی یعنی جو عمر کے اس حصے میں پہنچ گئی ہیں کہ اب ان میں نکاح کی خواہش باقی نہیں ہے فَلَیْسَ عَلَیْھِنَّ جُنَاحٌ پس نہیں ہے ان پر کوئی گناہ اَنْ یَّضَعْنَ ثِیَابَھُنَّ کہ وہ اتاریں اپنے زائد کپڑے۔ مطلب یہ ہے جو بوڑھی عورتیں اس عمر کو پہنچ جائیں کہ انہیں مرد کی خواہش نہیں ہے اور وہ گھر میں بیٹھی ہیں تو اپنے زائد کپڑے برقع چادر وغیرہ اتار سکتی ہیں۔ کیونکہ گھر میں تو ہلکا پھلکا دوپٹا ہی کافی ہے مگر اس کے ساتھ شرط یہ ہے غَیْرَ مُتَبَرِّجٰتٍ بِزِیْنَۃٍ اس حال میں کہ وہ نہ ظاہر کرنے والی ہوں زینت کو۔ اگر فالتو کپڑے اتار دینے سے زینت ظاہر نہیں ہوتی تو پھر اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ سن رسیدہ عورتیں اگر گھر میں تھوڑے کپڑے بھی استعمال کریں تو درست ہے لیکن اگر پردے کا پورا اہتمام کریں تو یہ ان کے لیے بہتر ہے۔

فرمایا وَاَنْ یَّسْتَعْفِفْنَ خَیْرٌ لَّھُنَّ اور یہ کہ وہ بچ کر رہیں تو ان کے لیے بہت ہی بہتر ہے کہ وہ اپنی عصمت اور عفت کو بچا کر رکھیں یعنی پردے کا پورا خیال رکھیں تو یہ ان کے لیے زیادہ بہتر ہے وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے ہر بات کو۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ اَوْ صَدِيْقِكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ؕ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۱﴾

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ نہیں ہے اندھے پر کوئی گناہ وَّ لَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ اور نہ لنگڑے پر کوئی گناہ ہے وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ اور نہ بیمار پر کوئی گناہ ہے وَّ لَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اور نہ تمہاری اپنی جانوں پر اَنْ تَاْكُلُوْا کہ کھاؤ تم مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اپنے گھروں سے اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ یا اپنے باپ دادا کے گھروں سے اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ یا اپنی ماؤں کے گھروں سے اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ یا اپنی بہنوں کے گھروں سے اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ یا ان کے گھروں سے جن کی کنجیوں کے تم مالک ہو

اَوْ صَدِيْقِكُمْ یا اپنے دوستوں کے گھروں سے لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ نہیں ہے تم پر کوئی گناہ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا کہ کھاؤ تم اکٹھے اَوْ اَشْتَاتًا یا الگ الگ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا پس جب تم داخل ہو گھروں میں فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ پس سلام کرو اپنے لوگوں پر تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ دعائے خیر ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مُبٰرَكَةً جو بابرکت ہے طَيِّبَةً اور پاکیزہ ہے كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ لَكُمُ الْاٰيٰتِ تمہارے لیے آیتیں لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ تاکہ تم سمجھو۔

قرآنی آیات آپس میں مربوط ہیں یا نہیں؟ دو نظریات :

قرآن کریم میں جو لمبی آیات ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بہت سارے مسائل بیان فرمائے ہیں۔ یہاں ایک ضروری بات سمجھ لیں وہ یہ کہ قرآن کریم کی سورتوں کا سورتوں کے ساتھ، پاروں کا پاروں کے ساتھ، رکوعوں کا رکوعوں کے ساتھ، آیت کا آیت کے ساتھ ربط ہے یا نہیں۔ اس بارے میں مفسرین کے دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ یہ شاہی احکام ہیں ان کا آپس میں ربط ضروری نہیں ہے۔ بادشاہ، وزیر داخلہ کو حکم دے گا کہ آپ یہ کام کریں وزیر خارجہ کو کہے گا آپ یہ کام کریں۔ آج آپ کی یہ ڈیوٹی ہے۔ باورچی کو اس کے مطابق حکم دے گا، دھوبی کو اس کے متعلق حکم دے گا، کسی ملازم کو کہے گا تم بازار سے یہ چیز لے کر آؤ۔ تو ان احکامات کا آپس میں باربط ہونا ضروری نہیں ہے جس کے متعلق جو مناسب حکم تھا دے دیا۔

دوسرا گروہ کہتا ہے کہ قرآن کریم باوجود شاہی حکم ہونے کے آپس میں باربط ہے۔

جو حضرات ربط کے قائل ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ان آیات کا پچھلی آیات کے ساتھ ربط یہ ہے کہ پہلے حکم تھا کہ تم لوگوں کے گھروں میں بغیر اجازت کے نہ جاؤ اور کل کے سبق میں تم نے پڑھا ہے کہ بچے بھی جب بالغ ہو جائیں تو وہ بھی بغیر اجازت کے داخل نہ ہوں۔ تو جب گھروں میں آنا جانا ہوتا ہے تو کبھی آدمی کھانے کے وقت بھی کسی کے گھر جاتا ہے تو بعض آدمی کھانا کھانے سے گریز کرتے ہیں۔ خصوصاً نابینے اور لنگڑے مریض یہ سمجھتے تھے کہ ہم کما تو سکتے نہیں کسی کو کھلا تو سکتے نہیں تو کسی کے گھر سے کیوں کھائیں وہ دوسروں کے گھروں سے کھاتے ہوئے شرماتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اجازت دی کہ جب تم کسی کے گھر جاؤ اور کھانے کا وقت ہو اور وہ بخوشی تمہیں کھلائیں تو کھا سکتے ہو کوئی حرج نہیں ہے۔

معذورین کا اپنے عزیز رشتہ داروں سے کھانا :

فرمایا لَیۡسَ عَلَی الۡاَعۡمٰی حَرَجٌ اندھے پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ بھئی اللہ تعالیٰ نے تمہیں نابینا پیدا کیا ہے اور روٹی کھانے کا وقت ہے کھالے کوئی عیب والی بات نہیں ہے وَّ لَا عَلَی الۡاَعۡرَجِ حَرَجٌ لنگڑے پر بھی کوئی گناہ نہیں ہے وَّلَا عَلَی الۡمَرِیۡضِ حَرَجٌ اور بیمار پر بھی کوئی حرج نہیں ہے کہ کھانے کے وقت عزیز رشتہ داروں کے پاس گیا ہے اور وہ کھانا پیش کرتے ہیں تو کھالے کوئی گناہ نہیں ہے وَّ لَا عَلٰۤی اَنۡفُسِکُمۡ اور نہ تمہاری جانوں پر کوئی گناہ ہے اَنۡ تَاۡکُلُوۡا مِنۡۢ بُیُوۡتِکُمۡ کہ کھاؤ تم اپنے گھروں سے۔ مفسرین کرامؒ کا ایک گروہ کہتا ہے کہ مِنۡۢ بُیُوۡتِکُمۡ سے مراد اپنے بیٹوں کے گھر ہیں کہ بیٹوں کے گھر اپنے گھر ہوتے ہیں۔ ایک آدمی نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ میرے والد صاحب مجھ سے کھانے کی چیزیں مانگتے ہیں تو میں کیا کروں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اَنۡتَ وَمَالُکَ لِاَبِیۡکَ ''تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔'' اگر وہ نہیں کھائے گا تو اور

کون کھائے گا اور بیٹا ہو کر ماں باپ کو نہیں کھلائے گا تو اور کون کھلائے گا؟ اسلام نے بہت اچھی تعلیم دی ہے اور بہت کچھ سمجھایا ہے۔ اور یورپی قوموں کے ہاں جب بچہ بالغ ہو جائے، سولہ سترہ سال کا ہو جائے تو اس کا سلسلہ الگ اور ماں باپ کا الگ ہو جاتا ہے۔

انگلستان کا ایک واقعہ :

میں نے انگلستان میں ایک بوڑھی عورت دیکھی۔ میرے خیال کے مطابق اس کی عمر ایک سو پچیس سال کے لگ بھگ ہوگی۔ وہ سبزی پکڑے ہوئے جا رہی تھی دو قدم چلتی بیٹھ جاتی پھر دو قدم چلتی بیٹھ جاتی، بڑی مشقت کے ساتھ اپنے گھر کی طرف جا رہی تھی۔ میں نے ساتھی سے پوچھا کہ یہ بے چاری اس حالت میں سبزی لے کر جا رہی ہے اس کے گھر میں اور کوئی فرد نہیں ہے؟ ساتھی نے بتایا کہ اس کے بیٹے، پوتے، پڑپوتے اور بڑا کچھ ہے مگر یہ اکیلی رہتی ہے اس کے ساتھ کوئی نہیں رہتا۔ اور اسلام نے یہ سبق دیا ہے کہ جب ماں باپ بوڑھے ہو جائیں تو ان کا خاص خیال رکھو، ان کی خدمت کرو۔ یاد رکھو اسلامی تعلیم ایسی زبردست ہے کہ اگر یہ عام ہو جائے تو کسی کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ تو یورپ میں بوڑھوں کے الگ فارم ہیں باوجود اولاد ہونے کے یہ ان کی تعلیم ہے کہ جب تم بالغ ہو جاؤ تو ان کو پھینک دو۔ اور اسلامی تعلیم یہ ہے کہ جب تمہارے ماں باپ بوڑھے ہو جائیں تو ان کی خدمت کرو اور ان سے دعائیں لو۔ تو فرمایا کہ تم اپنے گھروں یعنی بیٹوں کے گھروں سے کھا سکتے ہو اور جس طرح بیٹوں کے گھروں سے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے اَوْ بُیُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اپنے باپ دادا کے گھروں سے کھاؤ تو بھی کوئی حرج نہیں ہے اَوْ بُیُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ یا اپنی ماؤں کے گھروں سے کھاؤ کہ تم الگ رہتے ہو اور تمہاری ماں الگ رہتی ہے کھانے کا وقت ہے وہ تمہیں کھانا پیش کرتی ہے گریز نہ کرو کھا لو اَوْ بُیُوْتِ اِخْوَانِكُمْ یا

اپنے بھائیوں کے گھروں سے کھاؤ اَوْ بُیُوْتِ اَخَوٰتِکُمْ یا اپنی بہنوں کے گھروں سے۔ کھانے کا وقت ہے تم بہن بھائی کے گھر گئے ہو وہ کھانا پیش کرتے ہیں تو کھالو کوئی حرج نہیں ہے اَوْ بُیُوْتِ اَعْمَامِکُمْ یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے کھاؤ۔ چچے تائے ایک ہی بات ہے۔ اَوْ بُیُوْتِ عَمّٰتِکُمْ یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے کھاؤ اَوْ بُیُوْتِ اَخْوَالِکُمْ یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے کھاؤ اَوْ بُیُوْتِ خٰلٰتِکُمْ یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے کھاؤ۔ کھانے کے وقت ان کے گھر ہو وہ کھانا پیش کرتے ہیں کھا سکتے ہو کوئی حرج نہیں ہے اَوْ مَا مَلَکْتُمْ مَّفَاتِحَهٗ یا ان کے گھروں سے کہ ان کی کنجیوں کے تم مالک ہو۔ مثال کے طور پر تمہارا منشی ہے، تمہارا خادم ہے وہ تمہارے کارخانے میں بیٹھتا ہے تمہاری دکان پر بیٹھتا ہے چابیاں اس کے پاس ہیں مگر مالک تم ہو وہ تمہارا امین ہے اس کے گھر تم کسی کام کے لیے گئے ہو کھانے کا وقت ہے وہ تمہیں کھانے کا کہے تو کھالو۔ یہ خیال نہ کرو کہ میں تو کارخانہ دار ہوں اور یہ چوکیدار ہے میرا ملازم ہے میں اس کے گھر سے کیوں کھاؤں؟ تکبر نہ کرو۔ ٹھیک ہے تمہارا کھانا اعلیٰ معیار کا ہوگا اور اس کا کم درجے کا ہوگا لیکن تم اس کے گھر سے کھالو کوئی حرج نہیں ہے اَوْ صَدِیْقِکُمْ یا اپنے دوست کے گھر سے کھاؤ تو کوئی حرج نہیں ہے۔

کھانے پینے کے متعلق شریعت کی چند ہدایات :

کھانے کے متعلق شریعت کی چند ہدایات ہیں وہ بھی سمجھ لیں۔

۱)...... آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کھانا شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھو۔ ملا علی قاریؒ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ اگر تم صرف لفظ بسم اللہ کہہ لو مکمل بسم اللہ نہ بھی پڑھو تو کافی ہے۔ کھانے سے پہلے بھی اور وضو سے پہلے بھی یہی حکم ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ

مکمل بسم اللہ پڑھو، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

۴)......کھانا دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ اگر کوئی اشد ضرورت اور مجبوری ہو تو بائیں ہاتھ سے بھی کھا سکتے ہو۔ اور پیو بھی دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ سے پانی بھی نہ پیو فَاِنَّ الشَّیْطٰنَ یَاْکُلُ بِشِمَالِہٖ وَیَشْرَبُ بِشِمَالِہٖ ''بے شک شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے اور بائیں ہاتھ سے پیتا ہے۔'' تم شیطان کے بھائی نہ بنو۔ کچھ لوگ اس طرح کرتے ہیں کہ چائے پیتے وقت پیالی دائیں ہاتھ میں پکڑتے ہیں اور پرچ بائیں ہاتھ میں اور پیتے ہیں۔ ایسا نہ کرو۔ ڈالو بھی دائیں ہاتھ سے اور پیو بھی دائیں ہاتھ سے۔ اور یہ بات تم سن چکے ہو کہ کوئی چیز کسی کو دو تو دائیں ہاتھ سے اور لو تو پکڑو دائیں ہاتھ سے۔ اور کھاؤ بھی بیٹھ کر اور پیو بھی بیٹھ کر۔ آنحضرت ﷺ نے کھڑے ہو کر کھانے پینے سے منع فرمایا ہے صرف دو پانی مستثنیٰ ہیں۔

☆......ایک آبِ زم زم کہ وہ کھڑے ہو کر پینا مستحب ہے اور قبلہ رو ہو کر پیو اور یہ دعا کرو اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ عِلْمًا نَافِعًا وَرِزْقًا وَاسِعًا وَشِفَاءً مِنْ کُلِّ دَاءٍ۔ یہاں پیو یا وہاں پیو طریقہ یہی ہے۔

☆......دوسرا وضو سے بچا ہوا پانی بھی کھڑے ہو کر پینا مستحب ہے۔ وہ بھی وضو کی وجہ سے برکت والا ہے۔

پہلے لوٹے ہوتے تھے اب ٹونٹیاں ہیں۔ وضو کے بعد ٹونٹی سے تھوڑا سا پانی کھڑے ہو کر پی لے تو اس کو ثواب ملے گا۔ مسلم شریف اور ترمذی شریف کی روایت ہے حضرت انس ﷺ سے پوچھا گیا کہ حضرت آپ نے یہ روایت بیان فرمائی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے تو حضرت یہ فرماؤ کہ کھڑے ہو کر کھانا کیسا

ہے؟ ترمذی شریف کی روایت ہے فرمایا ذٰلِکَ اَشَدُّ ''یہ تو اور سخت ہے۔'' اس کا گناہ تو اس سے بھی سخت ہے۔ اور مسلم شریف کی روایت میں ہے ذٰلِکَ اَشَرُّ ''یہ تو بہت ہی برا ہے۔'' آج کل عموماً لوگ شادیوں میں کھڑے ہو کر کھانے کا انتظام کرتے ہیں۔ یہ سنت کے خلاف ہے۔ مگر آنحضرت ﷺ نے فرمایا لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ ''تم سے جو پہلے جو قومیں گزری ہیں تم ضرور ان کی نقالی کرو گے ہر چیز میں۔'' بخاری شریف کی روایت ہے حضرت! اَلْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی ہم سے پہلے جو قومیں گزری ہیں وہ یہودی اور عیسائی ہیں؟ فرمایا اور کون ہیں۔ تم یہود و نصاریٰ کی ہر ہر چیز میں پیروی کرو گے۔ کیا شکل وصورت، کیا لباس اور کیا کھانے پینے میں۔ تین چار جگہوں میں میں بھی اس مسئلے میں مبتلا ہوا ہوں۔ ایک جگہ سے تو میں واپس آ گیا۔ لوگ میرے پیچھے بھاگ کر آئے مگر میں نے کہا کہ تم ناراض ہوتے ہو تو ہو جاؤ میں نے رب تعالیٰ کو ناراض نہیں کرنا اور کھانے کے بغیر واپس آ گیا۔ ایک جگہ پر میں نے کہا کہ بھائی مجھے بٹھا کر کھلا دو اگر تمہارے پاس کپڑا نہیں ہے تو میرے پاس اپنا رومال ہے میں اس پر بیٹھ جاؤں گا۔ ایک جگہ انہوں نے کہا کہ یہ میز کرسی ہے آپ یہاں بیٹھ کر کھا لیں ہمارے پاس متبادل انتظام نہیں ہے۔ اور جب کھانے سے فارغ ہو جاؤ تو یہ دعا کرو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ. لیکن افسوس ہے کہ کھانے تو تمہیں سارے آتے ہیں مگر کھانے پینے کی دعائیں نہیں آتیں۔

فرمایا لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْکُلُوْا جَمِیْعًا اَوْ اَشْتَاتًا نہیں ہے تم پر کوئی گناہ کہ کھاؤ تم اکٹھے ہو کر یا الگ الگ۔ ایسے لوگ بھی تھے کہ اکیلے نہیں کھاتے تھے جب ان کو روٹی دی جاتی تو رکھ کر انتظار کرتے کہ کوئی آئے گا تو کھائیں گے۔ ایسے لوگوں میں

سے عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی تھے کہ سارے کھانا کھا لیتے اور وہ انتظار کرتے رہتے کہ کوئی آئے گا تو مل کر کھائیں گے۔اس سے گھر والوں کو بھی تکلیف کہ انہوں نے برتن بھی دھونے ہیں اور سونا بھی ہے اور کام بھی کرنے ہیں اور ایک آدمی اس لیے بیٹھا ہے کہ کوئی آئے گا تو کھائیں گے۔اتنا تشدد نہیں ہونا چاہیے اگر کوئی ساتھی ہو تو مل کر کھا لو ورنہ اکیلے کھا لو۔اکٹھے کھاؤ اکیلے کھاؤ دونوں طرح جائز ہے فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ پس جب تم گھروں میں داخل ہو تو اپنے لوگوں پر سلام کہا کرو۔دوسروں کے گھروں میں داخل ہونے کا حکم پہلے بیان ہو چکا ہے کہ کسی کے گھر میں بغیر اجازت کے داخل نہ ہو اور اہل خانہ کو سلام کہو۔یہاں اپنے گھر کے متعلق حکم ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تم گھروں میں جاؤ تو اللہ تعالیٰ کا سکھایا ہوا بابرکت سلام کہو۔فرماتے ہیں کہ میں نے تو آزمایا ہے کہ یہ سراسر برکت ہے۔فرمایا تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دعائے خیر ہے مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً جو کہ بابرکت ہے اور پاکیزہ ہے۔لہٰذا اپنے گھروں میں داخلے کے وقت سلام کر کے داخل ہو كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ اسی طرح بیان کرتے ہیں اللہ آیتیں تمہارے لیے لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ تاکہ تم سمجھو اور ان میں غور و فکر کرو اور ان پر عمل کرو۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰۤى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ یَذْهَبُوْا حَتّٰى یَسْتَاْذِنُوْهُؕ-اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖۚ-فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَؕ-اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ(۶۲) لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًاؕ-قَدْ یَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ یَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًاۚ-فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِیْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ یُصِیْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ(۶۳) اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ-قَدْ یَعْلَمُ مَاۤ اَنْتُمْ عَلَیْهِؕ-وَ یَوْمَ یُرْجَعُوْنَ اِلَیْهِ فَیُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْاؕ-وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ(۶۴) ع ۱۵

اِنَّمَا پختہ بات ہے اَلْمُؤْمِنُوْنَ ایمان والے اَلَّذِیْنَ وہ ہیں اٰمَنُوْا جو ایمان لائے ہیں بِاللّٰهِ اللہ تعالیٰ پر وَرَسُوْلِهٖ اور اس کے رسول ﷺ پر وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ اور جب وہ ہوتے ہیں رسول اللہ کے ساتھ عَلٰۤى اَمْرٍ جَامِعٍ کسی اجتماعی معاملے میں لَّمْ یَذْهَبُوْا تو وہ نہیں جاتے حَتّٰى یَسْتَاْذِنُوْهُ یہاں تک کہ وہ آپ سے اجازت لے لیں اِنَّ الَّذِیْنَ بے شک وہ لوگ یَسْتَاْذِنُوْنَكَ جو آپ سے اجازت لیتے ہیں اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ یہی وہ لوگ ہیں یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ جو ایمان لاتے ہیں اللہ تعالیٰ پر وَرَسُوْلِهٖ اور اس کے رسول ﷺ پر فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ پس جب وہ اجازت طلب کریں

آپ سے اپنے کسی ذاتی کام کے لیے فَاْذَنْ پس آپ اجازت دیں لِمَنْ شِئْتَ جس کو چاہیں مِنْهُمْ ان میں سے وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ اور معافی مانگیں ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بخشنے والا مہربان ہے لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ نہ بناؤ رسول اللہ ﷺ کے بلانے کو بَيْنَكُمْ اپنے درمیان كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا جیسا کہ تمہارا بلانا ہے بعض کا بعض کو قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ تحقیق جانتا ہے اللہ تعالیٰ الَّذِيْنَ ان لوگوں کو يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ جو کھسک جاتے ہیں تم میں سے لِوَاذًا آڑ بنا کر فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ پس چاہیے کہ ڈریں وہ لوگ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ جو مخالفت کرتے ہیں آپؐ کے حکم کی اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ یہ کہ پہنچے انہیں کوئی فتنہ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ یا پہنچے ان کو عذاب دردناک اَلَآ خبردار اِنَّ لِلّٰهِ بے شک اللہ تعالیٰ کے لیے ہے مَا فِي السَّمٰوٰتِ جو کچھ ہے آسمانوں میں وَالْاَرْضِ اور زمین میں قَدْ يَعْلَمُ تحقیق اللہ تعالیٰ جانتا ہے مَآ اس حالت کو اَنْتُمْ عَلَيْهِ جس پر تم ہو وَيَوْمَ يُرْجَعُوْنَ اِلَيْهِ اور جس دن لوٹائے جائیں گے اس کی طرف فَيُنَبِّئُهُمْ پس وہ ان کو خبر دے گا بِمَا عَمِلُوْا اس کی جو وہ انہوں نے کیا ہے وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے۔

صحیح ایمان کی خوبیاں :

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس مقام پر صحیح ایمان کی خوبیاں بیان فرمائی ہیں کہ مومن

کہلانے کا مستحق کون ہے؟ اللہ تعالیٰ کے ہاں کسے مومن کہا جاتا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ پختہ اور یقینی بات ہے کہ صحیح مومن وہ ہیں اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ جو حقیقتاً ایمان لائے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر۔ محض ایمان کے دعوے سے کچھ نہیں بنتا۔ آنحضرت ﷺ نے تین دفعہ قسم اٹھا کر فرمایا وَاللّٰهِ لَا یُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا یُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا یُؤْمِنُ ''رب کی قسم وہ مومن نہیں ہے، رب کی قسم وہ مومن نہیں ہے، رب کی قسم وہ مومن نہیں ہے۔'' صحابہ کرام ﷺ نے سوال کیا کہ حضرت کس کے متعلق فرما رہے ہیں کہ وہ مومن نہیں ہے؟ فرمایا اَلَّذِی لَا یَاْمَنُ جَارُهٗ عَنْ بَوَائِقِهٖ ''وہ شخص مومن نہیں ہے جس کا پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہیں ہے۔'' یہ بخاری شریف کی روایت ہے۔ از روئے قرآن وحدیث ہم میں سے ایک یا دو فیصد مسلمان ہوں گے۔ اگر آپ بغیر قسم اٹھانے کے بھی فرما دیتے تو کافی تھا لیکن تین دفعہ قسم اٹھا کر فرمایا۔ اس سے اندازہ لگاؤ۔ ایک اور حدیث بخاری شریف میں اس طرح آتی ہے لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْهِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِهٖ ''تم میں سے کوئی آدمی مومن نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ اپنے بھائی کے لیے وہ شے پسند کرے جو اپنی ذات کے لیے پسند کرتا ہے۔'' اس حدیث میں بھی جو معیار بیان ہوا ہے اس کے مطابق بھی ہم مومن نہیں ہیں محض دعوے سے کچھ نہیں بنتا۔

آنحضرت ﷺ کی مجلس سے بغیر اجازت جانا :

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں پختہ بات ہے کہ مومن وہ ہیں جو حقیقتاً ایمان لائے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول ﷺ پر وَاِذَا کَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓی اَمْرٍ جَامِعٍ اور جب وہ ہوتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسی اجتماعی معاملے میں لَمْ یَذْهَبُوْا نہیں جاتے حَتّٰی

یَسْتَاْذِنُوْہُ یہاں تک کہ وہ آپ سے اجازت لیتے ہیں۔ بعض دفعہ آنحضرت ﷺ اہم کاموں کے لیے چیدہ چیدہ لوگوں کو دعوت دیتے تھے اور قرآن پاک کے اس حکم کی تعمیل کرتے تھے وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ [آل عمران:۵۹] ''اور مشورہ کریں ان سے معاملے میں۔'' کہ ان کی دل جوئی بھی ہو جائے اور رائے بھی آ جائے گی۔ پھر بسا اوقات مجلس لمبی بھی ہو جاتی تھی تو جلد باز قسم کے لوگ بغیر اجازت کے چلے جاتے تھے اس طرح جانا مناسب نہیں تھا۔ کیونکہ ظاہر بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے بلایا ہے آپ کا بلانا کوئی معمولی بات تو نہیں ہے۔ ہاں اگر کسی کو کوئی ضروری کام ہے تو آپ کے کان میں آ کر کہہ دے حضرت! مجھے ضروری کام ہے میں جانا چاہتا ہوں بغیر اجازت کے نہیں جانا چاہیے۔ علامہ آلوسیؒ بہت بڑے مفسر ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی مجلس سے تو بغیر اجازت کے جانا حرام تھا اور یہ نص قرآن سے ثابت ہے اور یہ بات قیاس سے ثابت ہے کہ اگر کوئی مسلمان لیڈر اور قائد یا نمائندہ بلائے تو پھر بھی بغیر اجازت کے جانے کا حق نہیں ہے۔ ہاں! جن کو بلایا نہیں گیا اور اپنے طور پر آ گئے ہیں شوقیہ طور پر، تو وہ بغیر اجازت کے جا سکتے ہیں۔ فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ بے شک وہ لوگ جو اجازت مانگتے ہیں آپ سے اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ یہی لوگ ہیں جو ایمان لائے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول ﷺ پر فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ پس جب وہ اجازت مانگیں آپ سے لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ اپنے کسی ذاتی کام کے لیے فَاْذَنْ آپ اجازت دے دیں لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ ان میں سے جس کو چاہیں وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ اور بخشش مانگیں ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے کہ اے اللہ اس مجلس کو چھوڑ کر گئے ہیں ان کو معاف کر دے۔ کیونکہ اجازت مانگنے والا جس کام کے لیے گیا ہے یا تو وہ دنیا کا کام ہو گا اور آپ کی مجلس دینی

امور کے متعلق ہے تو اس نے دنیا کے کام کو دین کے کام پر ترجیح دی ہے اور یہ گناہ ہے اس کے لیے ان کے لیے معافی مانگیں اور اگر وہ بھی دین کا کام ہے تو پھر کوتاہی یہ ہوئی کہ آپ کی مجلس میں بیٹھنا زیادہ اہم اور ضروری تھا اس لیے آپ ان کے لیے معافی مانگیں اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

آنحضرت ﷺ کو بلانے سے متعلق آداب :

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا نہ بناؤ رسول اللہ ﷺ کے بلانے کو اپنے درمیان ایک دوسرے کے بلانے کی طرح۔

اس آیت کریمہ کی مفسرین کرام نے تین تفسیریں کی ہیں۔ایک تفسیر یہ ہے کہ جب تم آنحضرت کو ﷺ بلاؤ تو اس طرح نہ بلاؤ جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو یَا خَالِدُ یَا زَیْدُ یَا بَکْرُ یَا فُلَانُ یَا فُلَانُ۔ مطلب یہ ہے کہ یا محمد! کہہ کر نہ پکارو ﷺ۔ بلکہ ادب کے ساتھ، القاب کے ساتھ یا رسول اللہ ، یا نبی اللہ ، یا حَبِیْبَ اللّٰہ ﷺ کہہ کر پکارو۔ کیونکہ عرف میں خالی نام کے ساتھ یا تو بڑا چھوٹے کو بلاتا ہے یا ہم عمر ایک دوسرے کو نام کے ساتھ بلاتے ہیں اور چھوٹے اگر بڑے کو نام کے ساتھ پکاریں تو ایک قسم کی گستاخی اور بے ادبی ہے اور توہین سمجھی جاتی ہے۔ بڑا اگر چھوٹے کو نام لے کر بلائے تو گستاخی نہیں ہوتی۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بلانے کو آپس میں تم ایک دوسرے کے بلانے کی طرح نہ سمجھو کہ تم ایک دوسرے کو دعوت نامے بھیجتے ہو کوئی آئے نہ آئے اس کی مرضی۔ آپ ﷺ کے بلانے کو اس طرح نہ سمجھو۔ آپ ﷺ کے دعوت نامے کو قبول کرو اور حاضری دو۔ اگر نہیں آؤ گے تو گنہگار ہو گے۔ تیسری تفسیر یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی دعاؤں کو اپنی دعاؤں کی طرح نہ سمجھو کہ قبول ہوئیں یا نہیں۔ اللہ تعالیٰ

چاہے تو قبول کرے اپنے فضل سے ورنہ ہمارے اندر دعا کی قبولیت کی شرطیں تو ہیں نہیں۔ میرے خیال میں ہزار میں سے کوئی ایک آدھ آدمی ہوگا جو پورا اترے اور یہ بھی بڑی خوش قسمتی ہے۔

دعا کے قبول ہونے کی شرائط :

❀......دعا کے قبول ہونے کی پہلی شرط یہ ہے کہ آدمی کا عقیدہ صحیح ہو وہ مومن ہو وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ [رعد:۱۴] "اور نہیں ہے پکار کافروں کی مگر گمراہی میں۔"

❀......دوسری شرط یہ ہے کہ بالغ ہونے سے لے کر دعا کے وقت کہ جب دعا کر رہا ہے کوئی فرض واجب اس کے ذمہ نہ ہو۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ، قربانی، عشر، فطرانہ وغیرہ جو بھی اس کے ذمہ ہیں ادا کر چکا ہو کوئی اس کے ذمہ باقی نہ ہو۔ اب بتاؤ ایسا کون آدمی ہے؟

❀......تیسری شرط یہ ہے کہ حرام کا لقمہ نہ کھاتا ہو۔ کئی مرتبہ سن چکے ہو جو آدمی ایک لقمہ حرام کا کھائے گا تو چالیس دن اور چالیس راتیں دعا کی قبولیت سے محروم ہو جائے گا۔ اور حال یہ ہے کہ ہمارے تو پیٹ حرام سے بھرے ہوئے ہیں ہماری دعائیں کیسے قبول ہوں گی؟

❀......اور چوتھی شرط یہ ہے کہ دعا پوری توجہ کے ساتھ کرے کہ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ الدُّعَآءَ مِنْ قَلْبٍ غَافِلٍ "اللہ تعالیٰ اس دل کی دعا قبول نہیں کرتا جو پوری توجہ کے ساتھ نہ کرے۔" زبان کسی طرف ہو خیالات کسی طرف ہوں۔ جب اللہ تعالیٰ سے مانگو تو پوری دل جمعی کے ساتھ مانگو۔ ہمارے اندر دعا قبول ہونے کی کتنی شرطیں ہیں خود سوچ لو۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ دعا مانگنا ہی چھوڑ دو۔ اگر اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگنا تو اور کس سے مانگنا ہے۔ ان کوتاہیوں کو دور کرنے کی کوشش کرو اور اللہ تعالیٰ سے مانگتے رہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ تحقیق اللہ تعالیٰ جانتا ہے ان لوگوں

کو یَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا جو کھسک جاتے ہیں تم میں سے آڑ بنا کر۔ مثلاً ایک آدمی نے رخصت مانگی کہ حضرت! مجھے کام ہے۔ آپ ﷺ نے اس کو اجازت دے دی دوسرا اس کی آڑ میں بغیر اجازت کے نکل گیا تو فرمایا ایسوں کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ پس چاہیے کہ ڈریں وہ لوگ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ جو مخالفت کرتے ہیں آپ ﷺ کے حکم کی۔ کس بات سے ڈریں؟ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ کہ پہنچے ان کو کوئی فتنہ۔ کوئی آزمائش آ جائے جیسا کہ قرآن پاک میں مذکور ہے کہ احد کے موقع پر کچھ صحابہ ﷺ غلط فہمی کا شکار ہو کر آپ ﷺ کے حکم کی مخالفت کر بیٹھے جس کے نتیجے میں ستر آدمی شہید ہوئے اور بہت سارے زخمی ہوئے اور فتح شکست کی صورت میں بدل گئی۔ کبھی آدمی عُجب کے فتنے میں مبتلا ہو جاتا ہے اس کا نتیجہ بھی اچھا نہیں نکلتا جیسا کہ حنین کا واقعہ بھی قرآن پاک میں موجود ہے وَيَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا [توبہ:۲۵] ''اور حنین کی لڑائی کے دن جب تعجب میں ڈالا تمہیں تمہاری کثرت نے کثرت تمہارے کچھ کام بھی نہ آئی۔'' جب کوئی مصیبت آئے تو اس آدمی کو سمجھنا چاہیے کہ یہ میرے اعمال کی شامت ہے لیکن حال یہ ہے کہ عوام ہر شے کا تعلق مادی چیز کے ساتھ جوڑتے ہیں۔

اب دیکھو! آنحضرت ﷺ کے اس حکم کی مخالفت کی وجہ سے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ عورت کو حکمران نہ بناؤ۔ جو مصیبتیں ہمارے اوپر آ رہی ہیں وہ تمہارے سامنے ہیں۔ بجلی مہنگی، گیس مہنگی، آٹا مہنگا، معلوم نہیں کیا کیا مہنگا ہو گا؟ روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ یہ سب عورت کی حکمرانی کی نحوست ہے کسی کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا۔ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ یا پہنچے ان کو دردناک عذاب۔ آسمان کی طرف سے عذاب آئے اور اس میں سب تباہ و برباد ہو جائیں اَلَآ خبردار اِنَّ لِلّٰهِ بے شک اللہ تعالیٰ کے لیے ہے مَا فِي السَّمٰوٰتِ

وَالْاَرْضِ جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ زمینوں میں ہے۔ پیدا بھی اس نے کیا ہے ملک بھی اسی کا ہے اور اس میں تصرف بھی اسی کا ہے۔ اس کے سوا نہ کوئی خالق ہے، نہ مالک ہے، نہ مدبر ہے آسمانوں اور زمینوں کا قَدْ يَعْلَمُ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ تحقیق وہ جانتا ہے اس حالت کو جس پر تم ہو۔ نیکی بدی جس حالت پر ہو سب اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے وَيَوْمَ يُرْجَعُوْنَ اِلَيْهِ اور جس دن لوٹائے جائیں گے اللہ تعالیٰ کی طرف فَيُنَبِّئُهُمْ پس وہ ان کو خبر دے گا بِمَا عَمِلُوْا جو انہوں نے عمل کیے ہیں وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے۔

تفسیر

سورۃ الفرقان

(مکمل)

جلد............۱۴

سورۃ الفرقان مکیۃ وھی سبع وسبعون اٰیۃ وست رکوعات بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرَا ۙ﴿۱﴾ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَ خَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا ﴿۲﴾ وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا یَخْلُقُوْنَ شَیْـٴًـا وَّ هُمْ یُخْلَقُوْنَ وَ لَا یَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا وَّ لَا یَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّ لَا حَیٰوةً وَّ لَا نُشُوْرًا ﴿۳﴾ وَ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اِفْكُ اِۨفْتَرٰىهُ وَ اَعَانَهٗ عَلَیْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۛۚ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّ زُوْرًا ۚ﴿۴﴾ وَ قَالُوْۤا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِیَ تُمْلٰی عَلَیْهِ بُكْرَةً وَّ اَصِیْلًا ﴿۵﴾ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِیْ یَعْلَمُ السِّرَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۶﴾

تَبٰرَكَ الَّذِیْ برکت والی ہے وہ ذات نَزَّلَ جس نے تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا الْفُرْقَانَ قرآن کریم عَلٰی عَبْدِهٖ اپنے بندے پر لِیَكُوْنَ تاکہ ہو جائے لِلْعٰلَمِیْنَ تمام جہان والوں کے لیے نَذِیْرًا ڈرانے والا الَّذِیْ وہ اللہ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ اسی کے لیے ہے ملک آسمانوں کا وَ الْاَرْضِ اور زمین کا وَ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا اور نہیں بنائی اس نے اولاد وَّ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ اور نہیں ہے اس کا کوئی شریک ملک میں وَ خَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ اور اس

نے پیدا کیا ہر چیز کو فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا پس مقرر کی اس نے ہر چیز کی تقدیر
وَاتَّخَذُوْا اور انہوں نے بنا لیے مِنْ دُوْنِهٖٓ اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے اٰلِهَةً معبود
لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وہ نہیں پیدا کرتے کسی چیز کو وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ اور وہ خود پیدا
کیے جاتے ہیں وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ اور وہ نہیں مالک اپنی جانوں کے
لیے ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا نقصان کے اور نہ نفع کے وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا اور وہ نہیں
مالک موت کے وَّلَا حَيٰوةً اور نہ زندگی وَّلَا نُشُوْرًا اور نہ اٹھ کر کھڑے
ہونے کے وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اور کہا ان لوگوں نے جو کافر ہیں اِنْ هٰذَآ
نہیں ہے یہ قرآن اِلَّآ اِفْكُ مگر جھوٹ افْتَرٰىهُ نبی نے اس کو گھڑا ہے
وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ اور امداد کی ہے اس کی اس قرآن پر قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ دوسرے لوگوں
نے فَقَدْ جَآءُوْ پس تحقیق لائے ہیں یہ لوگ ظُلْمًا ظلم وَّزُوْرًا اور جھوٹ
وَقَالُوْٓا اور کہا ان لوگوں نے اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ یہ پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں
ہیں اِكْتَتَبَهَا جو اس پیغمبر نے لکھے ہیں فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ پس وہ املاء کرائی
جاتی ہے اس کے سامنے بُكْرَةً صبح وَّاَصِيْلًا اور پچھلے پہر قُلْ آپ فرما دیں
اَنْزَلَهُ الَّذِيْ اتارا ہے اس کو اس ذات نے يَعْلَمُ السِّرَّ جو جانتی ہے چھپی چیز کو
فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں وَالْاَرْضِ اور زمین میں اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا
رَّحِيْمًا بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

وجہ تسمیہ :

اس سورت کا نام سورۃ الفرقان ہے۔ پہلی آیت کریمہ ہی میں لفظ فرقان موجود ہے۔ یہ سورت مکی ہے یعنی مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس کے چھ (۶) رکوع اور ستتر (۷۷) آیتیں ہیں۔ قرآن کریم کا نام ذکر بھی ہے اور قرآن کریم کا نام فرقان بھی ہے۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرقان کے نام کے ساتھ ذکر فرمایا ہے تَبٰرَكَ الَّذِیْ برکت والی ہے وہ ذات نَزَّلَ الْفُرْقَانَ جس نے تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا قرآن کریم کو۔ فرقان کا معنٰی ہے فرق کرنے والا۔ قرآن کریم ایمان اور کفر میں فرق کرنے والا ہے، توحید اور شرک میں فرق کرنے والا ہے، حلال اور حرام میں فرق کرنے والا ہے، جائز اور ناجائز میں فرق کرنے والا ہے، سچ اور جھوٹ میں فرق کرنے والا ہے۔ قرآن قَرَاَ سے بھی ہے مَقْرُوْءٌ کے معنٰی میں، پڑھی جانے والی کتاب۔ دنیا میں جتنی تلاوت قرآن کریم کی ہوئی ہے اتنی اور کسی کتاب کی نہیں ہوئی۔ ہر جگہ اور ہر ملک میں لوگ پڑھتے ہیں لیکن کاش! پڑھنے کے ساتھ ساتھ سمجھتے بھی۔ افسوس کہ قرآن کریم کو سمجھنے والے بہت کم ہیں اور اس پر عمل کرنے والے اور کم ہیں اگر سارے لوگ قرآن کریم کو سمجھیں اور اس پر عمل کریں تو دنیا میں کوئی فتنہ، فساد، چوری، ڈاکا نہ ہو اور بدمعاشی نہ ہو یہ جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے سب قرآن کریم سے دوری کا نتیجہ ہے۔ نَزَّلَ کا معنٰی ہے تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا۔ قرآن کریم تیئس (۲۳) سال میں مکمل ہوا ہے۔ تیرہ (۱۳) سال مکہ مکرمہ اور (۱۰) دس سال مدینہ منورہ میں نازل ہوتا رہا۔ تو برکت والی ذات نے قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا عَلٰی عَبْدِہٖ اپنے بندے پر۔

عبدیت بہت بلند مقام ہے :

عبدیت بہت بلند مقام ہے مگر آج کل جاہل قسم کے لوگ کہتے ہیں آنحضرت ﷺ کو بندہ کہنے میں توہین ہوتی ہے۔ اگر توہین ہوتی تو اللہ تعالیٰ عزت کے مقام پر آپ ﷺ کو عبد فرماتے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے عزت کے مقام پر فرمایا کہ فرقان نازل کیا اپنے بندے پر اور معراج کے موقع پر بھی فرمایا سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ ''پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو۔'' سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچنے کے بعد آپ بندے ہی رہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَاَوۡحٰۤی اِلٰی عَبۡدِہٖ مَاۤ اَوۡحٰی [سورۃ نجم] ''پس (اللہ تعالیٰ نے) وحی کی اپنے بندے کی طرف جو وحی کی۔'' پھر واپس زمین پر تشریف لائے اور تحفہ لے کر آئے۔ اس میں بھی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عبد ہی فرمایا ہے اَشۡھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ ''میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک محمد اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔'' گویا عبدیت کسی مقام پر بھی آپ ﷺ سے جدا نہیں ہوئی۔ اگر لفظ عبد میں توہین ہوتی معاذ اللہ تعالیٰ تو رب تعالیٰ کبھی بھی آپ ﷺ کو عبد نہ فرماتے کہ جاہلوں کا خیال ہے کہ بندہ کہنے میں آپ ﷺ کی توہین ہے۔ تو یاد رکھنا بندہ ہونا، بشر ہونا، انسان ہونا بڑی بات ہے اور یہ بڑا بلند مقام ہے۔ یہ قرآن اپنے بندے پر کیوں نازل فرمایا لِیَکُوۡنَ لِلۡعٰلَمِیۡنَ نَذِیۡرًا تاکہ ہو جائے تمام جہان والوں کے لیے ڈرانے والا رب تعالیٰ کے عذاب سے۔ اللہ تعالیٰ نے عالمین جمع کا صیغہ بولا ہے کہ اس جہان میں کئی جہان ہیں، کئی عالم ہیں۔ انسانوں کا عالم ہے، جنات کا عالم ہے، فرشتوں کا عالم ہے، حیوانات کا عالم ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ کیا آپ ﷺ فرشتوں کے بھی پیغمبر ہیں یا نہیں۔ تو امام حموی، امام رازی وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ فرشتے چونکہ معصوم ہیں اس لیے آپ ﷺ کی بعثت ان کے لیے نہیں

ہے آپ ﷺ کی بعثت انسانوں اور جنوں کے لیے ہے جو مکلّف ہیں نیکی بدی کا ان میں مادہ ہے۔ جبکہ امام سبکی اور امام زرقانی وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں عالمین چونکہ جمع کا صیغہ ہے اور فرشتوں کا بھی عالم ہے لہٰذا آپ ﷺ ان کے لیے بھی پیغمبر ہیں گو وہ مکلّف نہیں ہیں وہ معصوم ہیں لیکن فرشتوں پر بھی آپ ﷺ کا ادب و احترام لازم ہے۔ تو آپ تمام جہانوں کے لیے نذیر بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ بعض ملحد قسم کے لوگ کہتے ہیں (ان میں نیاز فتح پوری بھی ہے۔) کہ آنحضرت ﷺ شریف الطبع آدمی تھے انؐ کی نبوت ہمارے لیے نہیں ہے یہ قرآن عرب کے جاہل بدوؤں کے لیے ہے۔ ہاں! اس میں جو اچھی بات ہمیں مل جائے تو وہ ہم لے لیں۔ یہ ہیں ان لوگوں کے خیالات اور عقائد۔ یاد رکھو نوجوانو! آج کل جتنے صحافی ہیں خدا پناہ! اپنی صحافت کے زور پر الحاد پھیلا رہے ہیں۔ لوگ ان کو بڑا مقام دیتے ہیں۔ مرے ہوئے کے بارے میں کچھ کہنا تو نہیں چاہیے مگر حقیقت سے آگاہ کرنے کے لیے بتا رہا ہوں کہ یہی باطل نظریہ کوثر نیازی کا تھا۔ اب وہ پہنچ گیا ہے جہاں پہنچنا تھا۔ اس نے بخاری شریف کی روایت کو اس طرح خلط ملط کیا اور اس کا مذاق اڑایا کہ کچھ حد نہیں۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کو کہ انہوں نے فریضہ ادا کیا اور اس کی تردید کی۔ یہ سب باطل پرست لوگ ہیں۔

یہ قرآن کس ذات نے اتارا ہے الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وہ اللہ اسی کے لیے ہے ملک آسمانوں کا اور زمین کا۔ زمین اور آسمانوں کا خالق بھی وہی ہے مالک بھی وہی ہے اور ان میں تصرف بھی اسی کا ہے وَلَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا اور نہیں بنائی اس نے اولاد۔ اس میں رد ہوا یہود و نصاریٰ کا اور دوسری مشرک قوموں کا۔ وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ عُزَیْرُ بْنُ اللّٰهِ اور عیسائیوں نے کہا عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ اور دوسری

مشرک قومیں جن میں عربی بھی ہیں وَيَجۡعَلُوۡنَ لِلّٰهِ الۡبَنٰتِ ”وہ کہتے ہیں کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔“ تو اللہ تعالیٰ نے ان سب کا رد فرمایا ہے کہ اس نے اپنے لیے کوئی اولاد نہیں بنائی۔ اور ساتویں پارے میں آتا ہے وَلَمۡ تَكُنۡ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ”اور نہیں ہے اس کی بیوی۔“ اس کی صفت ہے لَمۡ يَلِدۡ وَلَمۡ يُوۡلَدۡ ”نہ اس نے کسی کو جنا ہے اور نہ اس کو کسی نے جنا ہے۔“ وَلَمۡ يَكُنۡ لَّهٗ شَرِيۡكٌ فِى الۡمُلۡكِ اور نہیں ہے اس کا کوئی شریک ملک میں۔ نہ آسمانوں میں اس کا کوئی شریک ہے اور نہ زمین میں، نہ پیدا کرنے میں، نہ اولاد دینے میں، نہ رزق دینے میں اس کا کوئی شریک ہے، نہ تکلیفیں دور کرنے میں اس کا کوئی شریک ہے، کسی چیز میں رب تعالیٰ کا قطعاً کوئی شریک نہیں ہے۔ یہی مفہوم ہے وَلَمۡ يَكُنۡ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ کا۔

مسئلہ تقدیر:

وَخَلَقَ كُلَّ شَىۡءٍ اور اس رب نے تقدیر مقرر فرمائی۔ تقدیر کے انکار پر منکرین حدیث نے بڑے رسالے لکھے ہیں۔ کہتے ہیں کہ تقدیر کا مسئلہ مولویوں کا اپنا بنایا ہوا ہے پہلے سے کوئی چیز لکھی ہوئی نہیں ہے۔ بس بندہ جو کرتا ہے وہ لکھا جاتا ہے۔ غلام احمد پرویز کہتا ہے کہ یہ عجمیوں کی سازش ہے۔ عجمیوں کی سازش کا کیا معنیٰ ہے؟ کتنا بڑا خبیث ہے، یہ کہہ کر اس نے کن پر تنقید کی ہے؟ صحاح ستہ کے مصنفین پر، رحمہم اللہ تعالیٰ۔ کیونکہ امام بخاریؒ نے تقدیر کی احادیث بخاری شریف میں نقل فرمائی ہیں اور یہ ایرانی النسل ہیں عجمی ہیں۔ امام ابوداؤد سجستانی ہیں انہوں نے کتاب الایمان میں تقدیر کی روایتیں نقل فرمائی ہیں اور یہ بھی عجمی ہیں۔ امام ترمذی ترمذ کے ہیں وہ بھی عجمی ہیں۔ امام نسائی بھی عجمی ہیں اور امام ابن ماجہ بھی عجمی ہیں، رحمہم اللہ تعالیٰ۔ تو صحاح ستہ کے پانچ مصنفین عجمی ہیں تو

عجمیوں کی سازش کہہ کر ان حضرات پر طعن کیا ہے۔صرف امام مسلم بن حجاج قُشیری عربی ہیں۔چونکہ ان بزرگوں نے اپنی کتابوں میں تقدیر کے متعلق روایات بیان فرمائی ہیں۔تو غلام احمد پرویز کہتا ہے کہ یہ عجمی سازش ہے ان عجمیوں نے مل جل کر اپنی طرف سے یہ حدیثیں بنائی ہیں اور لوگوں کو تقدیر کا قائل کیا ہے اور حقیقت میں تقدیر کچھ نہیں ہے۔تم اس کی جہالت کا اندازہ لگاؤ کہ کہتا ہے اگر تقدیر کوئی چیز ہوتی تو اس کا ذکر قرآن میں ہوتا۔میں نے اپنی کتاب ''انکار حدیث کے نتائج'' میں اس پر بڑی تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔میں نے کہا تم قرآن کو کیا جانتے ہو اور کب مانتے ہو؟ اگر تم قرآن پڑھتے تو یہ آیت کریمہ تمہارے سامنے نہ آتی۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيرًا ''ہر چیز کو رب تعالیٰ نے پیدا فرمایا اور ہر چیز کی تقدیر بھی رب نے مقرر کی ہے۔'' یاد رکھنا! تقدیر کا مسئلہ حق ہے۔قرآن کریم میں بھی ہے اور احادیث میں بھی ہے۔مگر یہ لوگ بڑے بے حیا ہیں صرف ادب کے زور پر یعنی ادیبانہ کلام کی وجہ سے نوجوانوں کو خراب کرتے ہیں۔ نوجوان ان کے ادبی ذوق کے پیچھے پڑے ہوتے ہیں ایمان خراب کر بیٹھتے ہیں۔یاد رکھنا! تقدیر کا مسئلہ بنیادی مسائل میں سے ہے۔ وَاتَّخَذُوا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً اور بنا لیے ان بے وقوفوں نے اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے معبود۔کسی کا لات خدا ہے، کسی کا منات خدا ہے، کسی کا عزّیٰ وغیرہم۔فرمایا سن لو لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وہ جن کو انہوں نے معبود بنایا ہے وہ کسی چیز کے خالق نہیں ہیں انہوں نے کوئی چیز پیدا نہیں کی وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ اور وہ خود پیدا کیے جاتے ہیں۔مخلوق ہیں عبادت کے لائق تو خالق ہے مخلوق عبادت کے لائق نہیں ہے۔ جن کی یہ پوجا کرتے ہیں پیغمبر ہوں، فرشتے ہوں، شہید ہوں، ولی ہوں، امام بھی مخلوق ہیں۔تو یہ عبادت کے لائق کس طرح ہو گئے۔فرمایا ان کا حال یہ ہے کہ وَلَا يَمْلِكُوْنَ

لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اور وہ نہیں مالک اپنی جانوں کے لیے نقصان کے اور نہ نفع کے۔ جو اپنی جانوں کے نفع نقصان کے مالک نہ ہوں وہ کسی کو نفع نقصان کیا پہنچا سکتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی سے بڑی شخصیت تو کوئی نہیں ہے آپ ﷺ سے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں دو اعلان کروائے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں اِنِّیْ لَا اَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا [جن: ۲۱] "بے شک میں نہیں مالک تمہارے نقصان کا اور نہ نفع کا۔" اور دوسرا اعلان سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۸۸ میں ہے۔ فرمایا قُلْ آپ کہہ دیں لَا اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا "میں اپنے لیے بھی نفع نقصان کا مالک نہیں ہوں۔" تو جب آپ ﷺ نفع نقصان کے مالک نہیں ہیں تو اور کسی کی کیا حیثیت ہے کہ وہ نفع نقصان کا مالک ہو۔ فرمایا وَّلَا یَمْلِکُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَیٰوۃً اور وہ نہیں مالک اپنی موت کے اور نہ حیات کے۔

؎ لائی حیات آئے، قضا لے چلی چلے
نہ اپنی خوشی سے آئے نہ اپنی خوشی چلے

وَّلَا نُشُوْرًا اور نہ قیامت والے دن اٹھ کر کھڑے ہونے کے مالک ہیں نہ اور کسی کو اٹھا سکتے ہیں کسی کے پاس کسی شے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ پہلے قرآن پاک کا ذکر تھا۔ آگے قرآن پاک پر کافروں نے جو اعتراض کیے ان کا رد ہے۔

قرآن پاک پر کافروں کے اعتراضات :

وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اور کہا ان لوگوں نے جو کافر ہیں اِنْ ھٰذَآ نہیں ہے یہ قرآن کریم اِلَّآ اِفْکُ مگر جھوٹ افْتَرٰہُ جس کو اس شخص نے گھڑا ہے وَاَعَانَہٗ عَلَیْہِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ اور اس کی امداد کی ہے اس قرآن کے بنانے پر دوسرے لوگوں نے۔ بقول

کافروں کے معاذ اللہ تعالیٰ یہ قرآن نبی نے اپنی طرف سے بنایا ہے خود بنایا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے اور اس بنانے میں ایک اور قوم نے اس کی مدد کی ہے۔ وہ قوم کون ہے؟ چودھویں پارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ [نحل:۱۰۳] "اور البتہ تحقیق ہم جانتے ہیں کہ بے شک یہ لوگ کہتے ہیں کہ سکھلاتا ہے اس کو ایک انسان اس شخص کی زبان جس کی طرف یہ منسوب کرتے ہیں عجمی ہے اور یہ قرآن صاف عربی زبان میں ہے۔" عداس نامی ایک غلام تھا جو آپ ﷺ کے پاس اٹھتا بیٹھتا تھا کہتے تھے کہ یہ اس کو قرآن سکھاتا ہے کہ قرآن بنانے میں وہ معاونت کرتے ہیں اس سے یہ مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ کہ جس کی طرف یہ نسبت کرتے ہیں وہ تو عجمی ہے اور قرآن کریم تو بڑی واضح عربی میں ہے۔ وہ بے چارہ تو اچھی طرح عربی بول بھی نہیں سکتا وہ کیا سکھائے گا؟ کم از کم کسی پڑھنے لکھنے والے کی طرف نسبت کرتے تو بات تھی مگر دنیا نے شوشے تو چھوڑنے ہیں۔ تو فرمایا کہ یہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن اس نے خود گھڑا ہے اور اس پر دوسروں نے مدد کی ہے۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا پس تحقیق لائے ہیں یہ لوگ ظلم اور جھوٹ وَقَالُوْٓا اور انہوں نے کہا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ۔ اسطورہ کی جمع ہے۔ اسطورہ کا معنیٰ ہے ناول، قصہ، کہانی۔ کافروں نے کہا یہ قرآن پاک قصے، کہانیاں ہیں پہلے لوگوں کی اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ قرآن پاک میں نیکوں کے قصے بھی ہیں اور بروں کے قصے بھی ہیں مگر وہ محض قصے نہیں ہیں بلکہ ان میں نصیحت اور عبرت ہے۔ اِكْتَتَبَهَا کہتے ہیں کہ نبی نے یہ قصے لکھ لیے ہیں فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ پس وہ اس کو قصے املاء کروائے جاتے ہیں بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا پہلے پہر اور پچھلے پہر۔ اس کا اجمالی

جواب تو یہاں ہے اور تفصیلی جواب اکیسویں پارے میں ہے وَمَا کُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِہٖ مِنْ کِتٰبٍ وَّ لَا تَخُطُّہٗ بِیَمِیْنِکَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ [العنکبوت:۴۸] ''اور آپ نہیں تھے پڑھتے اس سے پہلے کوئی کتاب اور نہ لکھتے تھے اس کو اپنے دائیں ہاتھ سے اس وقت البتہ شک کرتے باطل پرست لوگ۔'' سب جانتے تھے کہ آپ نہ لکھنا جانتے ہیں نہ پڑھنا۔ جب آپ لکھنا پڑھنا ہی نہیں جانتے تو آپ کو املا کیسے کرائی جاتی ہے مگر شوشے چھوڑنے سے دنیا باز نہیں آتی۔ قُلْ آپ کہہ دیں اَنْزَلَہُ الَّذِیْ اتارا ہے قرآن کو اس ذات نے یَعْلَمُ السِّرَّ جو جانتی ہے مخفی چیز کو فِی السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں وَالْاَرْضِ اور زمین میں۔ یہ بندوں کا بنایا ہوا اور گھڑا ہوا نہیں ہے حضرت جبرائیل علیہ السلام لائے ہیں رب کی طرف سے آیا ہے اِنَّہٗ کَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ جس کی وجہ سے تم بچے آرہے ہو ورنہ اگر تمہاری زیادتیوں کو دیکھ کر سزا دے تو تم ایک لمحہ بھی زندہ نہیں رہ سکتے۔

وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ

الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ۭ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ

مَعَهٗ نَذِيْرًا ﴿۷﴾ اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ۭ وَ

قَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ﴿۸﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا

لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ﴿۹﴾ تَبٰرَكَ الَّذِيْٓ اِنْ

شَاۗءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ

وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ﴿۱۰﴾ بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ ۣ وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ

بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا ﴿۱۱﴾ اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا

وَّزَفِيْرًا ﴿۱۲﴾ وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ﴿۱۳﴾

لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ﴿۱۴﴾ قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ

اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ كَانَتْ لَهُمْ جَزَاۗءً وَّمَصِيْرًا ﴿۱۵﴾

لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَاۗءُوْنَ خٰلِدِيْنَ ۭ كَانَ عَلٰي رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْـُٔوْلًا ﴿۱۶﴾

وَقَالُوْا اور کہا کافروں نے مَا کیا ہوگیا ہے لِ هٰذَا الرَّسُوْلِ اس

رسول کو يَاْكُلُ الطَّعَامَ کھاتا ہے کھانا وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ اور چلتا ہے

بازاروں میں لَوْ لَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ کیوں نہیں اتارا گیا اس کی طرف مَلَكٌ فرشتہ

فَيَكُوْنَ مَعَهٗ پس ہوتا وہ فرشتہ اس کے ساتھ نَذِيْرًا ڈرانے والا اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ

كَنْزٌ یا کیوں نہیں ڈالا جاتا اس کی طرف خزانہ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ یا کیوں نہیں

اس کے لیے باغ یَاْکُلُ مِنْهَا کھاتا اس باغ سے وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اور کہا
ظالموں نے اِنْ تَتَّبِعُوْنَ تم نہیں پیروی کرتے اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا مگر ایسے
آدمی کی جس پر جادو کیا ہوا ہے اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ دیکھ کیسے
بیان کرتے ہیں آپ کے لیے مثالیں فَضَلُّوْا پس گمراہ ہوگئے فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ
سَبِيْلًا پس نہیں طاقت رکھتے راستے کی تَبٰرَكَ الَّذِيْٓ برکت والی ہے وہ
ذات اِنْ شَآءَ اگر وہ چاہے جَعَلَ لَكَ بنادے آپ کے لیے خَيْرًا مِّنْ
ذٰلِكَ بہتر اس سے جَنّٰتٍ باغات تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ جاری ہوں
ان کے نیچے نہریں وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا اور بنادے آپ کے لیے کوٹھیاں
اور محل بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ بلکہ جھٹلایا انہوں نے قیامت کو وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ
كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ اور تیار کیا ہم نے اس کے لیے جس نے جھٹلایا قیامت کو
سَعِيْرًا شعلہ مارنے والا عذاب اِذَا رَاَتْهُمْ جب دیکھے گی ان کو دوزخ مِّنْ
مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ دور کی جگہ سے سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا سنیں گے اس کا جوش
اور آواز وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا اور جب ڈالے جائیں گے اس دوزخ میں مَكَانًا
ضَيِّقًا تنگ جگہ میں مُقَرَّنِيْنَ جکڑے ہوئے بیڑیوں میں دَعَوْا هُنَالِكَ
ثُبُوْرًا مانگیں گے وہاں ہلاکت کو لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا نہ مانگو تم آج
کے دن ایک ہلاکت وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا اور مانگو تم ہلاکتیں بہت زیادہ
قُلْ آپ کہہ دیں اَذٰلِكَ خَيْرٌ کیا یہ بہتر ہے اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ یا ہمیشہ رہنے

کے باغ اَلَّتِیۡ وُعِدَ الۡمُتَّقُوۡنَ جن کا وعدہ کیا گیا ہے متقیوں کے ساتھ کَانَتۡ لَهُمۡ جَزَآءً ہوگی ان کے لیے بدلہ وَّمَصِيۡرًا اور لوٹنے کی جگہ لَهُمۡ فِيۡهَا ان کے لیے اس جنت میں مَا يَشَآءُوۡنَ وہ ہوگا جو وہ چاہیں گے خٰلِدِيۡنَ ہمیشہ رہیں گے كَانَ عَلٰى رَبِّكَ ہے آپ کے رب کے ذمے وَعۡدًا مَّسۡئُوۡلًا وعدہ جس کا سوال کیا جائے گا۔

بشریتِ انبیاء :

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آنحضرت ﷺ تک جتنے بھی پیغمبر بھیجے گئے مخلوق کی ہدایت کے لیے سب کے سب انسان تھے، آدمی تھے، بشر تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام پہلے اور آنحضرت ﷺ آخری پیغمبر ہیں۔ بشری تقاضے تمام میں موجود تھے، بھوک پیاس بھی لگتی تھے، گرمی سردی بھی محسوس ہوتی تھی، جنسی خواہشات بھی تھیں اسی لیے بیویاں بھی تھیں۔ بہرحال جتنے تقاضے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے ساتھ لگائے ہیں وہ سب پیغمبروں میں تھے فرق صرف اتنا ہے کہ عام انسان اپنے تقاضے جائز اور ناجائز طریقے سے پورے کرتے ہیں، حلال حرام طریقے اختیار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے حرام اور ناجائز طریقہ کبھی نہیں اختیار کیا دوسرے پیغمبروں کی طرح آنحضرت ﷺ بھی کھاتے پیتے تھے نبوت ملنے سے پہلے آپ ﷺ تجارت کا کام بھی کرتے تھے۔ ابوداؤد شریف میں روایت ہے کہ نبوت ملنے سے پہلے ایک شخص جس کا نام عبداللہ ابن ابی الحمساء تھا جو بعد میں صحابی ہوئے ﷺ، نے آپ ﷺ کے ساتھ کوئی سودا کیا رقم اس کے پاس نہیں تھی اس نے کہا میں جلدی آپ کو رقم لا کر دیتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہارے آنے تک یہیں رہوں گا۔ وہ کاروباری آدمی تھا بھول گیا اور دوسرے کاموں میں لگ گیا۔ آنحضرت ﷺ

تین دن اور تین راتیں وہیں ٹھہرے رہے۔ تین دن کے بعد وہ آیا بڑا شرمندہ ہوا معذرت کی اور کہا حضرت مجھے معاف کر دیں مجھے یاد نہیں رہا تھا۔ آپ ﷺ نے صرف اتنے الفاظ فرمائے لَقَدْ شَقَقْتَ عَلَيَّ يَا عَبْدَ اللّٰهِ اَنَا هٰهُنَا مُنْذُ ثَلٰثٌ اے عبداللہ! تیری وجہ سے مجھے تکلیف ہوئی ہے میں تین دنوں سے یہیں ہوں۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ایک غلام بیچا ہوذہ ﷺ بن خالد کو۔ اس نے کہا حضرت مجھے رسید چاہیے۔ اس وقت بھی رسید کی ضرورت ہوتی تھی لوگ دور دراز جاتے تھے تو لوگ پوچھتے تھے۔ فرمایا بالکل ٹھیک ہے۔ آپ ﷺ خود تو لکھنا نہیں جانتے تھے اس مجلس میں لکھنے والا تھا آپ ﷺ نے اس کو فرمایا لکھ دو ہوذہ بن خالد نے محمد رسول اللہ ﷺ سے ایک غلام خریدا ہے۔ تو آپ ﷺ نے باقاعدہ رسید لکھوا کر دی۔ تو آپ ﷺ بازار بھی جاتے تھے ضرورت کے لیے۔

کافروں نے یہ بھی اعتراض کیا وَقَالُوْا اور کہا کافروں نے مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ کیا ہو گیا ہے اس رسول کو يَاْكُلُ الطَّعَامَ کھاتا ہے کھانا وَيَمْشِىْ فِى الْاَسْوَاقِ اور چلتا ہے بازاروں میں اور یہ بھی کہتا ہے کہ میں نبی ہوں اس کا جواب رب تعالیٰ نے سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۷ میں دیا وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ''اور نہیں بنائے ہم نے پیغمبروں کے ایسے جسم کہ وہ کھانا نہ کھائیں اور نہ وہ ہمیشہ رہنے والے تھے۔'' جب وہ بشر ہیں انسان ہیں تو سارے بشری تقاضے بھی ہیں۔ اور یہ بھی کہا لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ کیوں نہیں اتارا گیا اس کی طرف فرشتہ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا پس وہ ہوتا اس کے ساتھ ساتھ ڈرانے والا۔ وہ فرشتہ اس نبی کے ساتھ ہوتا اور راستہ صاف کرتا لوگوں کو کہتا ہٹ جاؤ اللہ تعالیٰ کا پیغمبر آ رہا ہے۔ آج ایک معمولی افسر کے ساتھ آگے پیچھے گارڈ ہوتے ہیں جو راستہ صاف کراتے ہیں۔ یہ کہتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا نائب ہوں

ساری مخلوق کے لیے احکامات اللہ تعالیٰ سے لیتا ہوں اور مخلوق کو پہنچاتا ہوں۔اتنے بڑے منصب کا دعویدار ہے اور اس کے ساتھ ایک بھی فرشتہ نہیں ہے اَوْ یُلْقٰٓی اِلَیْهِ کَنْزٌ یا ڈالا جاتا اس کی طرف خزانہ۔اس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔بخاری شریف میں روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کُنْتُ اَرْعٰی لِاَهْلِ مَکَّةَ عَلٰی قَرَارِیْطَ "میں چند ٹکوں پر اہل مکہ کی بکریاں چراتا تھا۔" یہ کیسا پیغمبر ہے کہ مزدوریاں کرتا پھرتا ہے اس کے لیے تو خزانوں کے ڈھیر اترنے چاہیے تھے خود کھاتا اوروں کو کھلاتا۔ظاہر بینوں کی نگاہیں تو انہی چیزوں کی طرف ہوتی ہیں اَوْ تَکُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ یا ہوتا اس کا باغ یَّاْکُلُ مِنْهَا کھاتا اس سے پھل۔اس کے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اور کہا ظالموں نے اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا نہیں پیروی کرتے تم مگر ایسے آدمی کی جس پر جادو کیا گیا ہے۔جس پر جادو کیا گیا ہو اس کا دماغ کام نہیں کرتا تم پاگل کے پیچھے لگے ہوئے ہو۔(معاذ اللہ تعالیٰ) اور سورت صٰفّٰت آیت نمبر ۳۶ میں ہے اَئِنَّا لَتَارِکُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ "کیا ہم چھوڑنے والے ہیں اپنے معبودوں کو ایک دیوانے شاعر کی وجہ سے (معاذ اللہ تعالیٰ)۔" اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اُنْظُرْ کَیْفَ ضَرَبُوْا لَکَ الْاَمْثَالَ آپ دیکھیں کیسی کیسی مثالیں آپ کے سامنے بیان کرتے ہیں۔کیسی کیسی باتیں آپ کے متعلق کرتے ہیں۔کبھی کہتے ہیں کھاتا پیتا کیوں ہے،کبھی کہتے ہیں بازار کیوں جاتا ہے، کبھی کہتے ہیں اس کے ساتھ فرشتہ کیوں نہیں ہے،کبھی کہتے ہیں کہ اس پر خزانہ کیوں نہیں اترتا،کبھی کہتے ہیں اس کے پاس باغ کیوں نہیں ہے فَضَلُّوْا پس گمراہ ہوگئے سب کے سب فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ سَبِیْلًا پس نہیں طاقت رکھتے راستے کی۔یعنی سیدھے راستے پر چلنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ان کا دماغ ہی بہت خراب ہے۔اگلی آیت کریمہ کو سمجھنے کے

لیے ساتویں پارے کی ایک آیت کریمہ کا مفہوم سمجھ لیں پھر اس کا سمجھنا آسان ہو جائے گا۔

مشرکین مکہ کا ایک نمائندہ وفد :

اس کا مضمون اس طرح ہے کہ مشرکین مکہ کے سرداروں کا ایک نمائندہ وفد آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کہنے لگے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں تو یہ صفا پہاڑی اور مروہ پہاڑی سونے کی بنا دیں تو ہم اپنے اپنے قبیلے کے سردار کی حیثیت سے ذمہ داری لیتے ہیں کہ ہماری ساری قوم مسلمان ہو جائے گی۔ آپ ﷺ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا ہو گا کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو ساری دنیا کے پہاڑوں کو سونا بنا دے وہ قادر مطلق ہے اس کے لیے ان چھوٹی چھوٹی چٹانوں کا سونا بنانا کیا مشکل ہے اور یہ مسلمان ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ [انعام: ۳۵] ''اور اگر ہے آپ پر شاق ان لوگوں کا اعراض کرنا پس اگر آپ طاقت رکھتے ہیں کہ تلاش کر لیں سرنگ زمین میں یا کوئی سیڑھی لگالیں آسمان میں پس لے آئیں ان کے پاس کوئی نشانی۔'' ہم تو ایسا کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ رب تعالیٰ کی حکمتیں بے شمار ہیں بعض محدثین کرامؒ فرماتے ہیں کہ لوگ بڑے سطحی ہوتے ہیں مثلاً اگر صفا مروہ پہاڑیاں سونے کی بن جائیں تو لوگ یہ سمجھتے کہ آپ ﷺ کے پاس چونکہ سونا ہے اس لیے لوگ آپ ﷺ کے ساتھ ہیں۔ تو رب تعالیٰ نے غریب اور بھوکا رکھ کر قرآن کی صداقت دکھلائی، پیغمبر علیہ السلام کے اخلاق دکھائے کہ لوگ قرآن کی صداقت اور پیغمبر کے اخلاق کریمہ کی وجہ سے اسلام قبول کر لیں۔ تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں تَبٰرَكَ الَّذِيْٓ بڑی برکت والی ہے وہ ذات اِنْ شَآءَ اگر وہ چاہے جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ تو بنا دے آپ کے لیے بہتر اس سے جو باغ وغیرہ

ان کے ذہن میں ہے جَنّٰتٍ کئی باغ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ بہتی ہوں ان کے نیچے نہریں وَیَجۡعَلۡ لَّکَ قُصُوۡرًا۔قُصُوۡرا قَصر کی جمع ہے بمعنیٰ محل، کوٹھی۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے لیے کوٹھیاں بنا دے۔ وہ ایسا کرسکتا ہے مگر ایسا کرنا حکمت کے خلاف ہے عوام تو مال ودولت کی وجہ سے آپ ﷺ کے قریب آئیں گے پھر قرآن اور آپ ﷺ کی صداقت تو واضح نہیں ہوگی اور نہ آپ ﷺ کے اخلاق حسنہ ان پر ظاہر ہوں گے۔ بَلۡ کَذَّبُوۡا بِالسَّاعَةِ بلکہ ان لوگوں نے قیامت کو جھٹلایا ہے کہتے ہیں قیامت کوئی چیز نہیں ہے وَاَعۡتَدۡنَا لِمَنۡ کَذَّبَ بِالسَّاعَةِ اور ہم نے تیار کیا ہے اس کے لیے جو جھٹلاتا ہے قیامت کو سَعِیۡرًا شعلے مارنے والی آگ کا عذاب۔ یہ دنیا کی آگ میں لوہا پگھل جاتا ہے بعض دھاتیں بالکل جل جاتی ہیں اور وہ آگ اس سے انہتر گنا تیز ہوگی آج ہم اس کا تصور بھی نہیں کرسکتے اِذَا رَاَتۡهُمۡ جب وہ آگ ان کو دیکھے گی اور یہ لوگ آگ کو دیکھیں گے مِّنۡ مَّکَانٍ بَعِیۡدٍ دور کی جگہ سے سَمِعُوۡا لَهَا تَغَیُّظًا وَّزَفِیۡرًا سنیں گے اس کا جوش اور آواز۔ جیسے تنور یا بھٹی وغیرہ میں آگ تیز ہو تو شوں شوں کی آواز نکلتی ہے ایسے ہی اس آگ کی آواز ہوگی اور دوزخی چنگاڑے ماریں گے لَهُمۡ فِیۡهَا زَفِیۡرٌ وَّشَهِیۡقٌ [ہود: ۱۰۶] ’’ان کے لیے چیخنے چلانے کی آوازیں ہوں گی۔‘‘ زفیر گدھے کی اس آواز کو کہتے ہیں جو وہ شروع میں زور سے نکالتا ہے اور شھیق اس آواز کو کہتے ہیں جو آخر میں مدہم سی ہوتی ہے۔ تو ان کی گدھے کی طرح آوازیں ہوں گی اور گدھے کی آواز کے بارے میں آتا ہے اِنَّ اَنۡکَرَ الۡاَصۡوَاتِ لَصَوۡتُ الۡحَمِیۡرِ [لقمان: ۱۹] ’’تمام آوازوں سے بری آواز گدھے کی آواز ہے۔‘‘ وَاِذَآ اُلۡقُوۡا مِنۡهَا اور جس وقت وہ دوزخ میں ڈالیں جائیں گے مَکَانًا ضَیِّقًا تنگ جگہ میں مُّقَرَّنِیۡنَ جکڑے ہوئے ہاتھ بھی اور پاؤں بھی کہ حرکت بھی نہ کر

سکیں۔پھر کیا کریں گے دَعَوْا هُنَا لِکَ ثُبُوْرًا وہاں اپنے لیے ہلاکت مانگیں گے کہ ہم مرجائیں اور عذاب سے چھٹکارا ہو جائے۔رب تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوگا لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا نہ مانگو تم آج کے دن ایک ہلاکت وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا بہت سی ہلاکتیں مانگو۔مگر وہاں تو یہ ہوگا لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى [سورۃ الاعلیٰ] ''دوزخی نہ دوزخ میں مریں گے نہ جئیں گے۔''اور سورہ زخرف آیت نمبر ۷۷ میں ہے وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ''اور دوزخ والے پکاریں گے اے مالک علیہ السلام! چاہیے کہ فیصلہ کر دے ہم پر آپ کا پروردگار۔'' ہمیں مار ہی دے۔رب تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوگا اِخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنَ [مومنون: ۱۰۸] ''ذلیل ہو جاؤ اسی دوزخ میں اور مجھ سے بات نہ کرو۔'' ذلیل ہو کر دوزخ میں پڑے رہو۔میرے پیغمبر تمہارے پاس پہنچے، مبلغ پہنچے، میں نے تمہیں عقل دی، کتابیں نازل کیں مگر تم نے ضد نہ چھوڑی۔اب سزا بھگتو قُلْ آپ کہہ دیں اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ کیا یہ بہتر ہے یا ہمیشہ رہنے کے باغ جن کا وعدہ کیا گیا ہے پرہیزگاروں کے ساتھ۔آگ کے شعلوں میں یا یہ ہیشگی کے باغات بہتر ہیں كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّمَصِيْرًا یہ ان کے لیے بدلہ ہوگا اور لوٹ کر جانے کی جگہ۔جنتیں آٹھ ہیں۔سب سے افضل اور بہتر جنت الفردوس ہے۔حدیث پاک میں آتا ہے اپنے لیے مانگو یا اپنے کسی عزیز کے لیے مانگو تو جنت الفردوس مانگو۔ملے گا وہی جو تمہاری قسمت میں ہوگا تمہارے اعمال کے مطابق۔یہ ضروری نہیں کہ جو مانگا مل گیا لیکن تم طلب فردوس کو ہی کرو۔فرمایا لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ ان کے لیے ان جنتوں میں وہ کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے۔مثال کے طور پر اگر جنتی خواہش کرے گا کہ میں اڑ کر اپنے فلاں ساتھی کے پاس پہنچ جاؤں اور اس کا

ساتھی فرض کرو اتنا دور ہو جتنا یہاں سے امریکہ ہے تو ایک منٹ میں اس کے پاس پہنچ جائے گا۔ اڑتے ہوئے پرندے کو دیکھ کر خواہش کرے گا کہ یہ میری خوراک بن جائے تو ایک منٹ میں پلیٹ میں بھنا ہوا سامنے آ جائے گا، کسی پھل کی خواہش کرے گا تو وہ پھل لٹکتا ہوا سامنے آ جائے گا اور پھر خٰلِدِیْنَ ہمیشہ رہنے والے ہوں گے۔ جو خوش نصیب جنت میں داخل ہو گیا وہ وہاں سے نکالا نہیں جائے گا کَانَ عَلٰی رَبِّکَ وَعْدًا مَّسْئُوْلًا ہے آپ کے رب کے ذمے متقیوں کے لیے جنت میں داخلے کا وعدہ جس کا سوال کیا جائے گا۔ پروردگار! آپ نے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا کر دیں۔ رب اپنا وعدہ پورا کرے گا۔ رب تعالیٰ سے بڑھ کر اور کون ہے وعدے کو پورا کرنے والا۔

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ فَيَقُولُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰۤؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ ﴿۱۷﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ ۚ وَكَانُوْا قَوْمًاۢ بُوْرًا ﴿۱۸﴾ فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَا تَقُوْلُوْنَ ۙ فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا وَّلَا نَصْرًا ۚ وَمَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا ﴿۱۹﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ؕ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ﴿۲۰﴾ ع ۱۱/۱۷

وَ يَوْمَ يَحْشُرُهُمْ اور جس دن اللہ تعالیٰ ان کو اکٹھا کرے گا وَمَا يَعْبُدُوْنَ اور ان کو جن کی یہ عبادت کرتے ہیں مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے فَيَقُوْلُ پس فرمائے گا ءَ اَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰۤؤُلَآءِ کیا تم نے گمراہ کیا میرے ان بندوں کو اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ یا وہ خود راہ سے بھٹک گئے قَالُوْا وہ کہیں گے سُبْحٰنَكَ آپ کی ذات پاک ہے مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَا نہیں تھا مناسب ہمارے لیے اَنْ نَّتَّخِذَ یہ کہ ہم بنائیں مِنْ دُوْنِكَ آپ سے نیچے نیچے مِنْ اَوْلِيَآءَ کارساز وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ اور لیکن آپ نے ان کو فائدہ پہنچایا وَاٰبَآءَهُمْ اور ان کے آباؤ اجداد کو حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ یہاں تک کہ وہ بھول گئے نصیحت وَكَانُوْا قَوْمًاۢ بُوْرًا اور تھے یہ لوگ ہلاک ہونے والے فَقَدْ

كَذَّبُوْكُمْ پس تحقیق انہوں نے جھٹلا دیا تم کو بِمَا تَقُوْلُوْنَ ان باتوں میں جو تم کہتے ہو فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ پس تم طاقت نہیں رکھتے صَرْفًا پھرنے کی وَّلَا نَصْرًا اور نہ مدد کرنے کی وَمَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ اور جس نے ظلم کیا تم میں سے نُذِقْهُ ہم چکھائیں گے اس کو عَذَابًا كَبِيْرًا عذاب بڑا وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اور نہیں بھیجے ہم نے آپ سے پہلے مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ پیغمبر اِلَّآ اِنَّهُمْ مگر بے شک وہ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ البتہ وہ کھانا کھاتے تھے وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ اور چلتے تھے بازاروں میں وَ جَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً اور بنایا ہم نے تم میں سے بعض کو بعض کے لیے آزمائش اَتَصْبِرُوْنَ کیا تم صبر کرتے ہو وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا اور ہے آپ کا رب دیکھنے والا۔

میدان محشر اور شرک کی تردید :

محشر کا معنی ہے جمع کرنے کی جگہ۔ جس مقام پر اللہ تعالیٰ بندوں کو جمع کریں گے اس کا نام ہے محشر۔ میدان محشر بپا ہوگا اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت قائم ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق جتنا ظہور ہوگا وہ اس شان کے ساتھ جلوہ افروز ہوں گے اور سب سے حساب لیں گے۔ اس دن مشرکوں اور جن کی انہوں نے پوجا کی ہے کا بھی حساب ہوگا۔ اسی کا ذکر ہے۔ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ اور جس دن جمع کرے گا اللہ تعالیٰ مشرکوں کو وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اور اس مخلوق کو بھی جس کی یہ مشرک عبادت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے اکٹھا کر کے فَيَقُوْلُ پس فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ سوال کرے گا ان سے جن کی عبادت کی گئی ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ کیا تم نے گمراہ کیا میرے ان بندوں

کو۔تم نے کہا تھا کہ ہمیں معبود بنالو اور یہ تمہارے عابد ہو جائیں اور تم معبود ہو جاؤ اَمْ هُـمْ ضَـلُّـوا السَّبِيْـلَ یا وہ خود گمراہ ہوئے ہیں راستے سے اور تمہارا کوئی دخل نہیں ہے۔اپنی پوزیشن واضح کرو قَالُوْا وہ جواب دیں گے سُبْحٰنَکَ آپ کی ذات پاک ہے مَا کَانَ یَنْبَغِیْ لَنَآ نہیں تھا مناسب ہمارے لیے۔ہمیں یہ حق نہیں تھا اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِکَ مِـنْ اَوْلِيَـآءَ یہ کہ ہم بنائیں آپ سے نیچے نیچے کارساز، حاجت روا، مشکل کشا، فریادرس بنائیں ہمیں یہ حق نہیں تھا وَلٰـكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ اور لیکن آپ نے ان کو فائدہ پہنچایا وَاٰبَآءَ هُمْ اور ان کے باپ دادا کو حَتّٰـى نَسُـوا الذِّكْـرَ یہاں تک کہ وہ بھول گئے نصیحت کو وَكَـانُوْا قَوْمًا ۢبُوْرًا۔ بُـوْرًا بَائِرٌ کی جمع ہے اور بائر کا معنیٰ ہے ہلاک ہونا۔اور تھے یہ لوگ ہلاک ہونے والے۔شرک کے شیدائی اہل بدعت عموماً یہ کہا کرتے ہیں کہ شرک تو یہ ہے کہ بتوں کی پوجا کی جائے ہم تو بتوں کی پوجا نہیں کرتے ہم تو نبیوں ولیوں کو سورتے پکارتے ہیں۔قرآن کریم نے ان کے اس مغالطے کو رد کر کے رکھ دیا ہے اور آنحضرت ﷺ کی احادیث نے اس باطل خیال کی دھجیاں اڑا کر رکھ دی ہیں۔قیامت والے دن اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کریں گے وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ [مائدہ] "اور جب فرمائے گا اللہ تعالیٰ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے (علیہ السلام) کیا آپ نے کہا تھا لوگوں کو کہ بناؤ مجھے اور میری والدہ کو الٰہ اللہ کے نیچے۔قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِیْ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ بِحَقٍّ عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے آپ کی ذات پاک ہے مجھ کو لائق نہیں کہ کہوں میں ایسی بات جس کا مجھے حق نہیں ہے اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ اگر میں نے ایسا کہا ہوگا تو آپ کو ضرور معلوم ہوگا تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَا اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِكَ آپ جانتے ہیں جو

میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو آپ کے جی میں ہے اَنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ بے شک آپ ہی چھپی چیزوں کو جاننے والے ہیں مَا قُلْتُ لَھُمْ اِلَّا مَا اَمَرْتَنِیْ میں نے نہیں کہی ان لوگوں سے مگر وہی بات جس کا آپ نے مجھے حکم دیا ہے اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ رَبِّیْ وَ رَبَّکُمْ کہ عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔" اگر شرک فقط بتوں کی پوجا کا نام ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہ سوال کیوں؟ نہ عیسیٰ علیہ السلام بت ہیں اور نہ ان کی والدہ ماجدہ بت ہیں۔ اگر شرک بتوں کی پوجا کا نام ہے بقول ان جاہلوں کے تو ان سے سوال کیوں؟ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے اے پروردگار! آپ کی ذات پاک ہے میں نے ایسی کوئی بات نہیں کہی۔ اگر بالفرض والمحال ایسی بات ہوئی ہوتی آپ کو معلوم ہوتا کہ آپ غیب دان ہیں میں غیب نہیں جانتا۔ پھر سمجھ لیں کہ سوال یہ ہے کہ شرک اگر صرف بت پرستی کا نام ہے تو عیسیٰ علیہ السلام سے کیوں پوچھا جائے گا کہ کیا آپ نے یہ سبق دیا ہے؟ اور بائیسویں پارے میں ہے وَ یَوْمَ یَحْشُرُھُمْ جَمِیْعًا "اور جس دن جمع کرے گا ان سب کو ثُمَّ یَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِکَةِ ھٰٓؤُلَآءِ اِیَّاکُمْ کَانُوْا یَعْبُدُوْنَ پھر فرمائے گا فرشتوں کو کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کیا کرتے تھے قَالُوْا سُبْحٰنَکَ اَنْتَ وَلِیُّنَا مِنْ دُوْنِھِمْ پاک ہے آپ کی ذات آپ ہی ہمارے کارساز ہیں۔" [سبا: ۴۰]

تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے سوال کریں گے کہ یہ جو تمہاری پوجا کرتے تھے یا جبرائیل یا میکائیل یا عزرائیل یا اسرافیل علیہم السلام کہتے اور لکھتے تھے۔ یہ سبق تم نے ان کو دیا تھا؟ تو اللہ تعالیٰ کے معصوم فرشتے کہیں گے اے پروردگار! آپ کی ذات پاک ہے ہم نے ان کو یہ سبق نہیں دیا۔ تو سب جاہلوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ شرک

صرف بت پرستی کا نام ہے غلط کہتے ہیں۔ یہاں عیسیٰ علیہ السلام کی اور ان کی والدہ کی پوجا کا نام بھی شرک ہے اور فرشتوں کی پوجا کا نام بھی شرک ہے۔ اور سورۃ توبہ آیت نمبر ۳۱ میں اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ''ان لوگوں نے اپنے مولویوں اور پیروں کو رب بنالیا اللہ تعالیٰ کے سوا وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ اور مسیح ابن مریم کو رب بنا لیا۔'' سوال یہ ہے کہ یہ مولوی اور پیر بت تھے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام بت تھے؟ معاذ اللہ تعالیٰ۔

پھر یہ بات بھی سمجھ لیں کہ دنیا میں کوئی بھی قوم ایسی نہیں گزری کہ جس نے محض لکڑی، پتھر اور اینٹ کی بے جان مورت کو خدا یا الٰہ بنایا ہو۔ بلکہ بت، تصویر اور مجسمہ جب بھی بنایا گیا کسی جاندار مخلوق بلکہ بزرگوں اور پیغمبروں اور نیک بندوں کے نام اور شکل پر ہی بنایا گیا اور بتوں سے وہ کام لیا گیا یا نا اہل لوگوں نے تصور شیخ سے یا غالی لوگوں نے فوٹو اور تصویر سے لیا۔ دیکھو! ایک من کی لکڑی کی کوئی ہندو پوجا نہیں کرتا جب وہ لکڑی گھڑتے گھڑتے دس سیر باقی رہ جاتی اور کسی بزرگ سیتا جی، رام چندر، کرشن جی، بدھ کی شکل بن گئی تو اب اس کی پوجا شروع ہوگئی۔ تو پوجا تو اس بزرگ کی ہوئی جس کی شکل پر اس کو بنایا گیا۔ ود، سواع، یغوث، یعوق، نسر، یہ پانچ بزرگ ہیں جو حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں تھے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ، شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ود حضرت ادریس علیہ السلام کا لقب تھا باقی چار نیک بزرگ ان کے صحابی تھے۔ تو اصل عقیدت ان کے ساتھ تھی جن کی شکل اور نام پر بت گھڑے گئے تھے محض لکڑی اور پتھر کی پوجا کسی نے نہیں کی۔ میری کتاب ''گلدستہ توحید'' ضرور ایک دفعہ پڑھو ساری بات سمجھ آجائے گی اور

توحید اور شرک کا فرق سمجھ آ جائے گا۔ اور یہ کہنا کہ شرک صرف بت پرستی کا نام ہے غلط ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کی پوجا بھی شرک ہے اور ان کی والدہ کی پوجا بھی شرک ہے، فرشتوں کی پوجا بھی شرک ہے، مولویوں، پیروں کی پوجا بھی شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا جس کی بھی کسی نے پوجا کی اللہ تعالیٰ نے اس کو مشرک کہا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ ان کو کہیں گے جن کی پوجا کی گئی کہ میرے ان بندوں کو تم نے گمراہ کیا تھا؟ وہ کہیں گے اے پروردگار! آپ کی ذات پاک ہے ہمارے لیے مناسب نہیں تھا کہ ہم آپ کے سوا کسی اور کو الٰہ بنائیں۔ تو ہم کب کہہ سکتے تھے کہ تم ہمیں الٰہ بنالو۔ آپ نے ان کو اور ان کے باپ دادا کو فائدہ پہنچایا اور یہ نصیحت کو بھول گئے اور یہ ہلاک ہونے والے لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان مشرکوں سے کہیں گے فَقَدْ كَذَّبُوكُمْ بِمَا تَقُولُونَ پس تحقیق انہوں نے جھٹلا دیا تم کو ان باتوں میں جو تم کہتے ہو۔ جن کو تم حاجت روا، مشکل کشا، فریاد رس اور دستگیر سمجھتے تھے انہوں نے تو تمہیں جھٹلا دیا ہے کہ ہم نے تو ان کو یہ سبق قطعاً نہیں دیا فَمَا تَسْتَطِيعُونَ صَرْفًا پس تم طاقت نہیں رکھتے عذاب کو ہٹانے کی جو تم پر ہے وَّلَا نَصْرًا اور نہ ایک دوسرے کی مدد کی طاقت رکھتے ہو۔

فرمایا وَمَنْ يَظْلِمْ مِنْكُمْ اور جو ظلم کرے گا تم میں سے نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيرًا ہم اس کو چکھائیں گے بڑا عذاب۔ بعض مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ اس جگہ ظلم سے مراد شرک ہے کیونکہ سورت لقمان میں آتا ہے اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ "بے شک شرک بڑا ظلم ہے۔" تو معنیٰ ہوگا جو شرک کرے گا ہم اس کو بڑا عذاب چکھائیں گے اور اکثر مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ ظلم سے مراد عام ظلم ہے شرک ہو یا دوسرا ظلم ہو۔ اللہ تعالیٰ ظالموں کو بڑا عذاب چکھائیں گے۔

بشریتِ رسول :

اس سے پچھلے رکوع میں تم نے پڑھا کہ کافروں کا یہ بھی اعتراض تھا کہ اس رسول کو کیا ہو گیا ہے یَاْکُلُ الطَّعَامَ وَیَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ ''کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے، خرید و فروخت کرتا ہے۔'' رب تعالیٰ اس کا جواب دیتے ہیں وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ اور نہیں بھیجے ہم نے آپ سے پہلے پیغمبر اِلَّآ اِنَّھُمْ مگر بے شک وہ لَیَاْکُلُوْنَ الطَّعَامَ البتہ وہ کھانا کھاتے تھے وَیَمْشُوْنَ فِی الْاَسْوَاقِ اور چلتے پھرتے تھے بازاروں میں۔ جب انبیائے کرام علیہم السلام انسان اور بشر تھے، آدمی تھے تو تمام بشری تقاضے سوائے معصیت کے ان کے ساتھ لگے ہوئے تھے۔ ان کو بھوک پیاس بھی لگتی تھی، گرمی سردی بھی محسوس ہوتی تھی۔

غزوہ خندق کے موقع پر آنحضرت ﷺ نے بھوک کی وجہ سے پیٹ پر دو پتھر باندھے ہوئے تھے۔ ایک مقام پر آپ ﷺ کو پیاس لگی تو آپ نے ساتھیوں سے پوچھا کہ تمہارے پاس پانی ہے تو ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں حضرت! میرے پاس پانی ہے تو اس سے آپ ﷺ نے پانی لے کر پیا۔ ایک دن آنحضرت ﷺ کو سخت بھوک لگی ہوئی تھی کسی بیوی کے پاس کھانے کے لیے کچھ نہیں پکا تھا۔ گھر سے باہر تشریف لے گئے تو راستے میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مل گئے وہ بھی اسی مصیبت میں مبتلا تھے۔ فرمایا ابوبکر کیسے؟ عرض کیا حضرت گھر سے نکل آیا ہوں۔ وہ بھی ساتھ چل پڑے۔ آگے گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ مل گئے پوچھا عمر کیسے؟ کہا حضرت بھوک نے بڑا ستایا ہے ابوبکر رضی اللہ عنہ مسکرائے کہ میں بھی اسی وجہ سے نکلا ہوں مگر میں بتا نہیں سکا عمر رضی اللہ عنہ نے بات بتا دی ہے۔ فرمایا ابوالہیثم بن تیہان رضی اللہ عنہ کے گھر چلو (یہ صاحب حیثیت تھے ان کا باغ بھی تھا اور بکریاں بھی تھیں۔) ان شاء اللہ تعالیٰ

ہمیں کھانا ملے گا۔ اتفاق کی بات کہ وہ گھر نہیں تھے پانی لینے گئے ہوئے تھے بیوی گھر تھی جب اس نے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ ہیں، ابوبکر ؓ ہیں اور عمر ؓ ہیں تو بڑی خوش ہوئی۔ ایک چارپائی پر چادر ڈال کر اس پر ان حضرات کو بٹھایا اتنے میں خاوند بھی آ گیا اس کو بھی بڑی خوشی ہوئی کہ آنحضرت ﷺ صاحبین کے ساتھ گھر تشریف لائے ہیں۔ بیوی کو کہا روٹی پکاؤ۔ تازہ کھجوریں لا کر رکھیں حضرت! یہ کھاؤ اور کھانا کھائے بغیر آپ حضرات نے نہیں جانا بکری ذبح کرنے کے لیے جانے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا اِیَّاکَ وَالْحَلُوْبَ ''دودھ والی بکری ذبح نہ کرنا کہ دودھ کی قلت پیدا ہو جائے گی۔'' اسلام نے سب چیزوں کا خیال رکھا ہے۔

ایک مسئلہ :

اس حدیث کی روشنی میں فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ ایسا جانور جو دودھ دیتا ہو یا جس کے پیٹ میں بچہ ہو اس کی قربانی درست نہیں ہے اس لیے کہ اگر لوگ دودھ والے جانوروں کی قربانی شروع کر دیں گے تو لاکھوں قربانیاں ہوتی ہیں دودھ کی قلت پیدا ہو جائے گی اور اگر بچے والی ہے تو ماں کے ساتھ بچہ بھی ختم ہو جائے گا کیونکہ وہ اس کے پیٹ میں ہے۔ تو پیغمبروں کے ساتھ سارے بشری تقاضے ہوتے ہیں وَ جَعَلْنَا بَعْضَکُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَۃً اور بنایا ہم نے تم میں سے بعض کو بعض کے لیے فتنہ، آزمائش۔ کسی کو امیر، کسی کو غریب، کسی کو کوئی شکل دی، کسی کو کوئی شکل دی۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرتیں ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ کھانا پینا، خرید و فروخت پیغمبر کے منصب کے خلاف نہیں ہے بلکہ سورۃ المومنون آیت نمبر ۵۱ میں ہے یٰۤاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ''اے رسولو! کھاؤ پاکیزہ چیزوں سے اور اچھے عمل کرو۔'' فرمایا اَتَصْبِرُوْنَ اے مسلمانو! تم

کافروں کی ان باتوں پر صبر کرو گے یعنی تمہیں صبر کرنا چاہیے۔ ظاہر بات ہے کہ کافروں کے شوشوں سے جو کافر کبھی رب تعالیٰ کی توحید کے متعلق اور کبھی پیغمبروں کے متعلق اور کبھی مومنوں کے متعلق چھوڑتے ہیں۔ مومنوں کو صدمہ تو ہوتا ہے۔ تو فرمایا کیا تم صبر کرو گے یعنی تمہیں صبر کرنا چاہیے وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا اور ہے آپ کا رب دیکھنے والا۔ اس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے ہر آدمی کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ ملے گا۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ؕ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ﴿۲۱﴾ يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۲۲﴾ وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴿۲۳﴾ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا ﴿۲۴﴾ وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ﴿۲۵﴾ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ ٍۨالْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ؕ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ﴿۲۶﴾ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِى اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ﴿۲۷﴾ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِىْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ﴿۲۸﴾ لَقَدْ اَضَلَّنِىْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِىْ ؕ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿۲۹﴾ وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِى اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿۳۰﴾

وَقَالَ الَّذِيْنَ اور کہا ان لوگوں نے لَا يَرْجُوْنَ جو نہیں امید رکھتے لِقَآءَنَا ہماری ملاقات کی لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا کیوں نہیں اتارے گئے ہم پر الْمَلٰٓئِكَةُ فرشتے اَوْ نَرٰى رَبَّنَا یا ہم کیوں نہیں دیکھتے اپنے رب کو لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا البتہ تحقیق تکبر کیا انہوں نے فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ اپنی جانوں میں وَ عَتَوْ اور انہوں نے سرکشی کی عُتُوًّا كَبِيْرًا بڑی سرکشی يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ جس دن دیکھیں گے وہ فرشتوں کو لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ نہیں خوشخبری ہوگی اس دن

لِّلْمُجْرِمِيْنَ مجرموں کے لیے وَ يَقُوْلُوْنَ اور وہ کہیں گے حِجْرًا پردہ ہو
مَّحْجُوْرًا روکا ہوا وَقَدِمْنَآ اور ہم اقدام کریں گے اِلٰى مَا عَمِلُوْا اس چیز کی
طرف جو انہوں نے کی ہے مِنْ عَمَلٍ عمل سے فَجَعَلْنٰهُ پس ہم اس کو کردیں
گے هَبَآءً غبار مَّنْثُوْرًا بکھیرا ہوا اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ جنت والے يَوْمَئِذٍ اس
دن خَيْرٌ بہتر ہوں گے مُّسْتَقَرًّا ٹھکانے کے لحاظ سے وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا اور
بہت بہتر ہوں گے دوپہر کے آرام کی جگہ کے لحاظ سے وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ
اور جس دن پھٹ جائے گا آسمان بِالْغَمَامِ بادلوں کے ساتھ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ
اور اتارے جائیں گے فرشتے تَنْزِيْلًا اتارے جانا اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِنِ الْحَقُّ
سچا ملک اس دن لِلرَّحْمٰنِ رحمٰن کے لیے ہوگا وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ
عَسِيْرًا اور ہوگا وہ دن کافروں پر سخت وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ اور جس دن کاٹے
گا ظالم عَلٰى يَدَيْهِ اپنے ہاتھوں کو يَقُوْلُ کہے گا يٰلَيْتَنِي کاش میں اتَّخَذْتُ
مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا بنالیتا رسول کے ساتھ راستہ يٰوَيْلَتٰى ہائے افسوس مجھ پر
لَيْتَنِيْ کاش میں لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا نہ بناتا فلاں کو دوست لَقَدْ
اَضَلَّنِيْ البتہ تحقیق اس نے گمراہ کیا مجھے عَنِ الذِّكْرِ قرآن سے بَعْدَ اِذْ
جَآءَنِيْ بعد اس کے کہ وہ نصیحت آگئی میرے پاس وَكَانَ الشَّيْطٰنُ اور ہے
شیطان لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا انسان کو رسوا کرنے والا وَقَالَ الرَّسُوْلُ اور فرمایا
رسول اللہ ﷺ نے يٰرَبِّ اے میرے رب اِنَّ قَوْمِي بے شک میری قوم نے

اِتَّخَذُوْا بنالیا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ اس قرآن پاک کو مَھْجُوْرًا چھوڑا ہوا۔

کافروں نے آنحضرت ﷺ کے بارے میں جو شوشے چھوڑے تھے اور اعتراض کیے تھے ان کا ذکر چلا آرہا ہے جیسا کہ کل کے سبق میں تم نے پڑھا کہ کافروں نے کہا اس رسول کو کیا ہے یہ کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا کہ وَمَا اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّآ اَنَّھُمْ لَیَاْکُلُوْنَ الطَّعَامَ وَیَمْشُوْنَ فِی الْاَسْوَاقِ ''ہم نے آپ سے پہلے جتنے بھی پیغمبر بھیجے ہیں وہ سارے کھاتے بھی تھے اور بازاروں میں بھی چلتے پھرتے تھے۔

کفار کے اعتراضات اور ان کے جوابات :

اب ان کافروں کا ایک اور اعتراض ہے وَقَالَ الَّذِیْنَ اور کہا ان لوگوں نے لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَ نَا جو امید نہیں رکھتے ہماری ملاقات کی یعنی وہ قیامت کے منکر ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ نہ قیامت ہے نہ میدان محشر ہے نہ اللہ تعالیٰ کی عدالت ہوگی۔ انہوں نے کہا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْنَا الْمَلٰٓئِکَۃُ کیوں نہیں اتارے گئے ہم پر فرشتے۔ اس کے پاس فرشتے آتے ہیں ہمارے پاس کیوں نہیں آتے؟ ہم نے ان کا کیا بگاڑا ہے کہ ہماری طرف نہیں آتے؟ اور کافروں نے یہ بھی کہا لَوْ لَا نُزِّلَ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ [زخرف: ۳۱] ''کیوں نہیں اتارا گیا یہ قرآن کسی بڑے آدمی پر دو بستیوں میں سے۔'' اس یتیم پر کیوں اترا ہے؟ دو شہروں سے مراد مکہ مکرمہ ہے اور طائف ہے۔ اس وقت جدہ کا وجود نہیں تھا۔ مکہ مکرمہ میں سب سے بڑا سردار ولید بن مغیرہ تھا اور طائف میں عروہ بن مسعود ثقفی تھا۔ یہ قرآن ان پر کیوں نازل نہیں ہوا؟ دوسری بات یہ کہی اَوْ نَرٰی رَبَّنَا یا ہم کیوں نہیں دیکھتے اپنے رب کو۔ یہ کہتا ہے کہ میرا رب تعالیٰ کے ساتھ رابطہ ہے ہم

نے رب کا کیا بگاڑا ہے ہمیں کیوں نہیں نظر آتا۔ یہاں رب تعالیٰ نے اجمالی طور پر جواب دیا ہے لَقَدِ اسْتَکْبَرُوْا فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ البتہ تحقیق انہوں نے تکبر کیا اپنی جانوں میں اپنے دلوں میں وَ عَتَوْ عُتُوًّا کَبِیْرًا اور سرکشی کی بڑی سرکشی۔ یہ باتیں ان کی تکبر اور سرکشی کی ہیں۔

مسئلہ رؤیت باری تعالیٰ :

اس دنیا میں رب تعالیٰ کو دیکھنا آسان بات نہیں ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں تیسرے نمبر کی شخصیت ہیں۔ پہلا نمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے دوسرا نمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہم کلام ہوتے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْکَ ''اے میرے رب دکھا تو مجھ کوتا کہ میں دیکھوں تیری طرف قَالَ لَنْ تَرٰنِیْ [اعراف: ۱۴۳] فرمایا رب تعالیٰ نے لَنْ تَرٰنِیْ تو ہرگز نہیں دیکھ سکے گا مجھے اس وقت جب اس پہاڑ پر تجلی ڈالوں گا۔ اگر طور پہاڑ اپنی جگہ پر کھڑا رہا تو فَسَوْفَ تَرٰنِیْ پھر آپ مجھے دیکھ لیں گے۔'' احادیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہاتھ کی چھوٹی انگلی کے ایک پورے کے نصف حصے کا نور پہاڑ پر ڈالا وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش آیا تو کہا سُبْحٰنَکَ تُبْتُ اِلَیْکَ ''آپ کی ذات پاک ہے میری توبہ۔'' تو موسیٰ علیہ السلام کو اس جہان میں دیدار نہ ہوا تم کون ہوتے ہو تمہاری کیا حیثیت ہے یہ کہنے کی کہ ہمیں رب نظر کیوں نہیں آتا؟ باقی اس جہان کا مسئلہ علیحدہ ہے اور آخرت کے جہان کا علیحدہ۔ اس سے یہ ثابت کرنا کہ موسیٰ علیہ السلام اس جہان میں دیدار نہیں کر سکے تو قیامت والے دن بھی رب تعالیٰ کا دیدار نہیں ہوگا۔ یہ قیاس غلط ہے۔ آخرت کی چیزیں ہمیں یہاں سمجھ نہیں آ

سکتیں۔کیاوہاں کی ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی کسی کے سمجھ میں آتی ہے۔جنت میں ایک درخت کا سایہ اتنالمبا ہوگا کہ آدمی گھوڑے پر سوار ہو کر چلے تو اس کی انتہا کو نہ پہنچ سکے،کوئی سمجھ میں آنے والی بات ہے۔درخت سے پھل توڑتے ہی فوراًدوبارہ لگ جائے۔ایک بلند ٹہنی پر لگے پھل کو کھانے کودل کرے اور وہ ٹہنی فوراًاس کے سامنے آجائے کیا یہ باتیں یہاں سمجھ آنے والی ہیں؟اور دوزخ میں دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز آگ کے شعلے بھی ہوں اور اس میں آدمی نہ مریں،سانپ،بچھواور درخت بھی اس میں ہوں یہ باتیں یہاں کس کوسمجھ آسکتی ہیں؟

مومن اور کافر کی روح کے احوال :

فرمایا یَوْمَ یَرَوْنَ الْمَلٰٓئِکَۃَ جس دن دیکھیں گے وہ فرشتوں کو لَا بُشْرٰی یَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِیْنَ اس دن خوش خبری نہیں ہوگی مجرموں کے لیے وَ یَقُوْلُوْنَ اور وہ کہیں گے حِجْرًا رکاوٹ ہو ہمارے اور فرشتوں کے درمیان مَّحْجُوْرًا بڑی مضبوط رکاوٹ ہو۔حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب جان قبض کرنے والے فرشتے آتے ہیں تو مرنے والے کوملک الموت بھی نظر آتا ہےاوراس کے ساتھ جو معاون فرشتے ہوتے ہیں وہ بھی نظر آتے ہیں۔مرنے والا اگر مومن ہوتو فرشتوں کے پاس جنت کا کفن اور جنت کی خوشبوئیں ہوتی ہیں جس میں اس کی روح کو لپیٹ کرلے جاتے ہیں۔اور اگر کافر مترف ہے بُرا ہےتو اس کے پاس جہنم کاٹاٹ اور بدبوئیں ہوتی ہیں جن میں وہ لپیٹ کرلے جاتے ہیں۔وہ فرشتے صرف مرنے والے کونظر آتے ہیں اوروں کونظر نہیں آتے اگر دوسروں کونظر آئیں تو ایمان بالغیب نہیں رہتا۔فرشتے جس وقت مومن کی روح کوآسمانِ دنیا تک لے جاتے ہیں تو ہر طرف خوشبوئیں ہی خوشبوئیں پھیل جاتی ہیں۔جب وہ دروازے کے قریب

پہنچتے ہیں تو دربان فرشتے کہتے ہیں اس کو اس دروازے سے لے جاؤ، دوسرے دروازے والے فرشتے کہتے ہیں یہاں سے لے جاؤ، تیسرے دروازے والے فرشتے کہتے ہیں کہ یہاں سے لے جاؤ۔ سب شائق ہوتے ہیں کہ نیک روح ہمارے دروازے سے گزرے اور اگر بُرا ہے تو لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ [اعراف: ۴۰] ''نہیں کھولے جائیں گے اس کے لیے دروازے آسمان کے۔'' ساتویں زمین کے نیچے ایک مقام ہے سجّین، وہاں پہنچاتے ہیں۔ تو فرمایا یہ کہتے ہیں کہ ہمارے اوپر فرشتے کیوں نہیں نازل ہوتے۔ اور جس دن فرشتے نظر آئیں گے تو اس دن مجرم کہیں گے ہمارے اور ان کے درمیان مضبوط آڑ ہو وَقَدِمْنَآ اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ اور ہم اقدام کریں گے اس طرف جو انہوں نے عمل کیا ہے فَجَعَلْنٰهُ پس ہم اس کو کر دیں گے هَبَآءً غبار مَّنْثُوْرًا بکھیرا ہوا۔ جیسے باریک غبار کو ہوا اڑاتی ہے۔ حالت کفر میں کافروں کے اعمال کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ آج بھی دنیا میں کافر بڑے بڑے اچھے کام کرتے ہیں سڑکیں بناتے ہیں، پلیں تعمیر کراتے ہیں، مسافر خانے اور ہسپتال بناتے ہیں، غریبوں کے ساتھ ہمدردی کرتے ہیں۔ مجموعی حیثیت سے ظاہری طور پر وہ مسلمانوں سے زیادہ لوگوں کے خیر خواہ ہیں لیکن اعمال کی قبولیت کی شرطیں ان میں نہیں ہیں۔

اعمال کی قبولیت کی تین شرطیں :

اعمال کی قبولیت کی تین شرطیں ہیں۔

❀......ایمان ❀......اخلاص ❀......اتباعِ سنت

چونکہ وہ ایمان کی دولت سے محروم ہیں اس لیے فرمایا کہ ہم اقدام کریں گے اس چیز کی طرف جو انہوں نے عمل کیے ہیں اور ہم کر دیں گے اس کو غبار بکھیرا ہوا۔ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ

یَوْمَئِذٍ جنت والے اس دن خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا بہت بہتر ہوں گے ٹھکانے کے لحاظ سے وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا۔ قیلولہ سے ہے۔ نیک آدمیوں کی عادت ہے دو پہر کو سونا۔ معنٰی ہوگا بہت بہتر ہوں گے دو پہر کے آرام کی جگہ کے لحاظ سے۔

حدیث پاک میں آتا ہے مِنْ دَأْبِ الصّٰلِحِيْنَ قَيْلُوْلَة ''نیک آدمیوں کی عادت سے ہے دو پہر کو سونا۔'' یہ سونا فی نفسہ مقصود نہیں ہے بلکہ رات کو جاگنے کی تمہید ہے۔ جو آدمی دو پہر کو تھوڑی دیر کے لیے سو جائے اس کو سحری کے وقت تہجد کے نوافل کے لیے اُٹھنا آسان ہوتا ہے۔ فرمایا وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ اور جس دن پھٹ جائے گا آسمان بادلوں کے ساتھ۔ آسمان کے نیچے بادل ہوں گے اور وہ پھٹ جائیں گے وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا اور اتارے جائیں گے فرشتے اتارے جانا۔ رب تعالیٰ کی عدالت قائم ہوگی میدان محشر میں اور فرشتے آسمانوں سے ایسے اتریں گے جیسے بادلوں سے جہاز نیچے اترتا ہے ایسے فرشتے اتریں گے۔ اور جو پہلے سے زمین پر ہوں گے وہ زمین ہی میں رہیں گے اس دن سب کو معلوم ہو جائے گا کہ فرشتے آگئے ہیں اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِنِ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ سچا ملک اس دن رحمٰن کے لیے ہوگا۔ آج تو دنیا دعوے کرتی ہے ہمارا ملک، ہماری حکومت، ہماری بادشاہی، ہماری صدارت، ہماری وزارت، وہاں پر ہماری تمہاری کچھ نہیں ہوگی اعلان ہوگا لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ [مومن:۱۶] ''کس کے لیے ہے بادشاہی آج کے دن۔'' دنیا میں دعوے کرنے والو بتاؤ ملک آج کس کا ہے؟ پھر یہی صدا بلند ہوگی لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ''اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو اکیلا ہے اور دباؤ والا ہے۔'' وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا اور ہے وہ دن کافروں پر بڑا سخت اور مشکل۔ وہ بڑی تنگی کا دن ہوگا۔

شانِ نزول :

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ اور جس دن کاٹے گا ظالم اپنے ہاتھوں کو۔اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں ایک کافر تھا جس کا نام تھا عقبہ ابن ابی معیط۔یہ بڑا ہتھ چھٹ اور منہ پھٹ آدمی تھا۔اس شخص نے آنحضرت ﷺ کے گلے میں رسی ڈال کر دبانے کی کوشش کی تھی اور حضرت صدیق اکبر ؓ نے اس کو دھکا دے کر آپ ﷺ کو چھڑایا اور فرمایا تھا اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ "او ظالمو! اس لیے اس کو شہید کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے میرا رب صرف اللہ ہے۔" اسی شخص نے آنحضرت ﷺ پر سجدے کی حالت میں اوجھڑی لا کر آپ ﷺ کی گردن پر رکھ دی تھی حضرت فاطمہ ؓ نے اتاری تھی۔ایک موقع پر اس کو خیال آیا کہ محمد ﷺ سچے ہیں اور ہم ان پر زیادتی کر رہے ہیں اور قرآن بھی سچا ہے ہمیں سچائی قبول کر لینی چاہیے۔چنانچہ اس نے حق کو قبول کر لیا۔اس کا بڑا گہرا دوست تھا امیہ بن خلف۔اس کو معلوم ہوا تو وہ دوڑتا ہوا آیا کہنے لگا عقبہ! میں نے سنا ہے کہ تو صابی ہو گیا ہے؟ اس وقت اہل حق کو صابی کہتے تھے۔عقبہ نے کہا کہ میرا دل مطمئن ہے محمد ﷺ جو کچھ کہتے ہیں سچ کہتے ہیں۔امیہ نے کہا کہ دھڑا نہیں چھوڑنا۔بہر حال اس برے ساتھی نے اس سے کلمہ چھڑا دیا۔قیامت کا دن ہوگا عقبہ اپنے ہاتھ کاٹے گا يَقُوْلُ کہے گا يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا کاش! کہ میں بنا لیتا رسول کے ساتھ راستہ يٰوَيْلَتٰى اے خرابی! لَيْتَنِيْ کاش لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا میں نے نہ بنایا ہوتا فلاں کو دوست۔امیہ بن خلف میرا دوست نہ ہوتا۔

شان نزول تو یہ ہے مگر قیامت تک آنے والے کافر اس میں داخل ہیں۔جو بھی کسی برے کے کہنے کی وجہ سے غلط راستے پر چلے گا وہ اسی طرح ہاتھ کاٹے گا۔حدیث پاک میں

آتا ہے کہ جب تم کسی کے ساتھ دوستی کرنا چاہو تو اس کی سوسائٹی دیکھو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں عقل و سمجھ دی ہے پوچھنے کی ضرورت نہیں سوسائٹی دیکھ کر سمجھ جاؤ کہ کیسا آدمی ہے۔ مَنْ یُّخَالِلُ ''اس کے دوست کون ہیں۔ تمہیں خود بخود اندازہ ہو جائے گا کہ یہ کیسا ہے فَاِنَّ الْمَرْءَ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ بے شک آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔'' اور بُری مجلسوں سے بچنا چاہیے، بُرے ساتھی سے بچنا چاہیے۔

؎ یار بد از مار بد بسیار بد

فارسی کا مقولہ ہے بُرا یار سانپ سے بھی بُرا ہوتا ہے بہت زیادہ بُرا ہوتا ہے۔ سپیرے بتاتے ہیں کہ سانپوں کی بتیس ہزار (۳۲۰۰۰) قسمیں ہیں۔ بعض سانپ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے ڈسنے سے آدمی مرتا نہیں ہے اور بعض سانپ ایسے ہیں کہ صرف آدمی کی طرف دیکھیں تو آدمی اندھا ہو جاتا ہے۔ بخاری شریف کی روایت میں بھی ہے کہ ابتر سانپ کی ایک قسم ہے کہ جب وہ بندے کو دیکھے اور بندہ اس کو دیکھے تو بندہ نابینا ہو جاتا ہے۔ حاملہ عورت ہو یا گائے بھینس ہو تو اس کا حمل گر جاتا ہے۔

تو اس وقت ہاتھ کاٹے گا اور کہے گا کہ کاش میں فلاں کو دوست نہ بناتا لَقَدْ اَضَلَّنِیْ عَنِ الذِّکْرِ البتہ تحقیق اس دوست نے مجھے بہکایا قرآن سے بَعْدَ اِذْ جَآءَ نِیْ بعد اس کے کہ قرآن میرے پاس آچکا۔ مگر اس وقت واویلا کس کام کا وَکَانَ الشَّیْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا اور ہے شیطان انسان کو ذلیل کرنے والا۔ قیامت والے دن رسوا کر کے چھوڑے گا وَقَالَ الرَّسُوْلُ اور کہا رسول اللہ ﷺ نے بطور شکوے کے یٰرَبِّ اے میرے رب! اِنَّ قَوْمِی بے شک میری قوم نے اِتَّخَذُوْا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ مَھْجُوْرًا بنالیا اس قرآن کو چھوڑا ہوا۔ انہوں نے اس قرآن کو چھوڑ دیا ہے یہ ظالم نہیں مانتے حالانکہ قرآن

پاک کی فصاحت و بلاغت کے قائل ہیں۔اس کی ایک چھوٹی سی سورت کی نظیر بھی نہیں لا سکے۔قرآن کریم کا اثر بھی مانتے تھے کہتے تھے جادو کی طرح اثر کرتا ہے مگر پھر بھی نہیں مانتے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا ﴿۳۱﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ﴿۳۲﴾ وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ﴿۳۳﴾ ؕ اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۳۴﴾ ع وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنَا مَعَهٗٓ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِيْرًا ﴿۳۵﴾ ۚ فَقُلْنَا اذْهَبَآ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا ﴿۳۶﴾ ؕ وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۳۷﴾ ۚ وَّعَادًا وَّثَمُوْدَا۠ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ﴿۳۸﴾ وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ؗ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ﴿۳۹﴾

وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ بنائے ہم نے ہر نبی کے لیے عَدُوًّا دشمن مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ مجرموں میں سے وَكَفٰى بِرَبِّكَ اور کافی ہے آپ کا رب هَادِيًا ہدایت دینے والا وَّنَصِيْرًا اور مدد کرنے والا وَقَالَ الَّذِيْنَ اور کہا ان لوگوں نے كَفَرُوْا جو کافر ہیں لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ کیوں نہیں اتارا گیا اس پر قرآن پاک جُمْلَةً وَّاحِدَةً اکٹھا ایک ہی دفعہ كَذٰلِكَ اسی طرح لِنُثَبِّتَ بِهٖ تا کہ ثابت رکھیں ہم اس کے ساتھ

فُؤَادَکَ آپ کے دل کو وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِیْلاً اور ہم نے اس کو تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا ہے تھوڑا تھوڑا کر کے اتارنا وَلَا یَاْتُوْنَکَ بِمَثَلٍ اور نہیں لائیں گے آپ کے پاس یہ کوئی مثال اِلَّا جِئْنٰکَ بِالْحَقِّ مگر ہم لائیں گے آپ کے پاس حق وَاَحْسَنَ تَفْسِیْرًا اور اچھی تفسیر اَلَّذِیْنَ وہ لوگ یُحْشَرُوْنَ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ جو اٹھائے جائیں گے چہرے کے بل اِلٰی جَهَنَّمَ جہنم کی طرف اُولٰٓئِکَ شَرٌّ مَّکَانًا یہ لوگ برے ہیں جگہ کے لحاظ سے وَّاَضَلُّ سَبِیْلاً اور گمراہ ہیں راستے کے اعتبار سے وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ اور البتہ تحقیق دی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب وَ جَعَلْنَا مَعَهٗ اور بنایا ہم نے اس کے ساتھ اَخَاهُ هٰرُوْنَ اس کے بھائی ہارون کو وَزِیْرًا معاون فَقُلْنَا پس کہا ہم نے اذْهَبَآ جاؤ تم دونوں اِلَی الْقَوْمِ الَّذِیْنَ اس قوم کی طرف کَذَّبُوْا جنہوں نے جھٹلایا ہے بِاٰیٰتِنَا ہماری آیتوں کو فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِیْرًا پس ہم نے ہلاک کیا ان کو ہلاک کرنا وَ قَوْمَ نُوْحٍ اور نوح علیہ السلام کی قوم کو لَّمَّا کَذَّبُوا الرُّسُلَ جس وقت جھٹلایا انہوں نے رسولوں کو اَغْرَقْنٰهُمْ ہم نے ان کو غرق کر دیا وَجَعَلْنٰهُمْ اور ہم نے بنایا ان کو لِلنَّاسِ لوگوں کے لیے اٰیَةً نشانی وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ اور تیار کیا ہے ہم نے ظالموں کے لیے عَذَابًا اَلِیْمًا دردناک عذاب وَّعَادًا وَّثَمُوْدَا اور عاد کو اور ثمود کو وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ اور کنوئیں والوں کو وَقُرُوْنًا بَیْنَ ذٰلِکَ اور بہت سی جماعتوں کو اس کے درمیان کَثِیْرًا کثرت کے ساتھ وَکُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ

اور ہر ایک کے لیے ہم نے بیان کیں اَلۡاَمۡثَالَ مثالیں وَ کُلًّا تَبَّرۡنَا اور ہر ایک کو ہم نے ہلاک کیا تَتۡبِیۡرًا ہلاک کرنا۔

مشرکین کی تکالیف پر اللہ تعالیٰ کا حضور ﷺ کو تسلی دینا :

مشرکین مکہ نے آپ ﷺ کو بڑی تکلیفیں پہنچائیں، زبانی بھی اور بدنی بھی اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کو بھی۔ جو بھی آپ ﷺ کا کلمہ پڑھتا تھا تختۂ مشق بن جاتا تھا۔ آپ ﷺ کو تین سال نظر بند بھی رکھا قتل تک کا منصوبہ بنایا، آخر آپ ﷺ بھی انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تسلی دی کہ آپ ﷺ کے ساتھ ان کی دشمنی کوئی نئی بات نہیں ہے۔ فرمایا وَكَذٰلِكَ جَعَلۡنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا اور اسی طرح ہم نے بنائے ہر نبی کے دشمن مِّنَ الۡمُجۡرِمِيۡنَ مجرموں میں سے۔ مطلب یہ ہے کہ حق کی مخالفت کرنے والی صرف آپ ہی کی قوم نہیں ہے بلکہ آپ کی طرح ہر نبی کی قوم نے اپنے پیغمبر کی تکذیب کی۔ اسے ساحر اور مجنوں کہا، اس کو مختلف قسم کی تکلیفیں پہنچائیں، بعض کو ہجرت پر مجبور کیا تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے لہٰذا آپ پریشان نہ ہوں بلکہ تسلی رکھیں بالآخر کامیابی آپ ہی کے حصے میں آئے گی وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا اور کافی ہے آپ کا رب ہدایت دینے والا وَّ نَصِيۡرًا اور مدد کرنے والا۔ ہدایت رب نے دینی ہے اس کے متعلق اس کا ضابطہ ہے وَالَّذِيۡنَ جَاهَدُوۡا فِيۡنَا لَنَهۡدِيَنَّهُمۡ سُبُلَنَا [العنکبوت:۶۹] ”جنہوں نے کوشش کی ہمارے لیے ہماری ہدایت کے لیے قدم اٹھایا ہم ضرور ان کو ہدایت دیں گے اپنے راستوں کی طرف۔“ اور جو ہدایت کا طالب ہی نہ ہو تو زبردستی اللہ تعالیٰ ہدایت کسی کو نہیں دیتے۔ اس نے انسان کو خیر اور شر کے اختیار کرنے کا اختیار دیا ہے فَمَنۡ شَآءَ فَلۡيُؤۡمِنۡ وَّمَنۡ شَآءَ فَلۡيَكۡفُرۡ [کہف: ۲۹] ”پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے۔“

اور اللہ تعالیٰ اپنے دین کی اور اپنے پیغمبروں کی مدد کرنے والا ہے۔

تیئس سال میں نزول قرآن کی حکمت :

آگے کافروں کا ذکر ہے وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور کہا ان لوگوں نے جو کافر ہیں لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً کیوں نہیں اتارا گیا اس پر قرآن پاک ایک ہی دفعہ اکٹھا۔ یہ کیا ہوا کہ تھوڑا تھوڑا کر کے اترتا ہے اگر رب تعالیٰ کی کتاب ہے تو ایک ہی بار کیوں نہیں نازل ہوتی ؟ عرب میں چونکہ یہودی بھی تھے اور عیسائی بھی تھے اور یہ لوگ ان کے جلسوں میں اور مجلسوں میں اٹھتے بیٹھتے تھے اور یہودی سناتے تھے کہ موسیٰ علیہ السلام پر تورات اکٹھی نازل ہوئی تھی۔ اس کے پیش نظر انہوں نے کہا کہ یہ کتاب قرآن کریم اکٹھی کیوں نہیں نازل کی جاتی ؟ قرآن کریم تیئس سالوں میں نازل ہوا ہے۔ سورۃ العلق کی پہلی آیات اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ سے لے کر عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ تک یہ پانچ آیات جبل نور کی چوٹی پر غار حرا میں نازل ہوئیں اور آخری آیت اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا [مائدہ: ۳] یہ عرفات کے میدان میں نو ذوالحجہ جمعہ المبارک عصر کے وقت نازل ہوئی۔ تیرہ (۱۳) سال مکہ مکرمہ میں اترتا رہا اور دس سال مدینہ منورہ میں اترتا رہا۔ کافروں نے کہا اکٹھا کیوں نہیں اترتا؟ فرمایا كَذٰلِكَ ہم نے اسی طرح تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا ہے کیوں؟ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ تاکہ ثابت رکھیں ہم اس کے ساتھ آپ کے دل کو۔ تھوڑا تھوڑا اترتا گیا آپ ﷺ یاد کرتے گئے اور اس پر عمل بھی ہوتا گیا اور جب کافر اعتراض کرتے تھے تو ساتھ ساتھ جواب بھی اترتا گیا تاکہ آپ کا دل ثابت رہے اور جو کام آہستہ آہستہ ہو وہ بہتر ہوتا ہے۔ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا اور ہم نے اس کو تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا ہے

تھوڑا تھوڑا کر کے اتارنا۔'' کبھی کوئی سورت نازل ہوتی، کبھی ایک آیت نازل ہوتی، کبھی زیادہ آیتیں نازل ہوتیں جس طرح اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا۔ ایک موقع پر ایک ہی جملہ نازل ہوا مِنَ الْفَجْرِ۔ جب یہ آیت نازل ہوئی كُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ [بقرۃ: ۱۸۷] ''کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ صاف ظاہر ہو جائے تمہارے لیے سفید دھاگا سیاہ دھاگے سے۔'' بعض صحابہ کرام ﷺ تو سمجھ گئے سفید دھاگے سے مراد صبح صادق ہے۔ پہلے افق پر سیاہی ہوتی ہے پھر سفیدی ہوتی ہے اور بعض نہ سمجھ سکے۔ انہوں نے ٹانگوں کے ساتھ کالے اور سفید دھاگے باندھ لیے۔ کھاتے پیتے رہتے جب کالا اور سفید دھاگا الگ الگ نظر آتا چھوڑ دیتے۔ اس بات کا آنحضرت ﷺ کے سامنے ذکر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا تم بھی عجیب ہو۔ اس وقت مـن الـفـجـر کا لفظ نازل ہوا کہ دھاگے سے مراد افق کا دھاگا ہے تمہارے دھاگے مراد نہیں ہیں۔ تو قرآن پاک ضرورت کے مطابق وقتاً فوقتاً اترتا رہا ہے۔ فرمایا وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اور یہ نہیں لائیں گے آپ کے پاس کوئی مثال آپ پر اعتراض کرنے کے لیے اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ مگر ہم لائیں گے آپ کے پاس حق وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا اور اچھی تفسیر۔ یہ جو اعتراض کریں گے ان کو اس کا جواب ملے گا۔ یہ جو شوشہ چھوڑیں گے ہم آپ کو حق دیں گے اور اچھی تفسیر کے ساتھ ان کے شکوک کا رد کریں گے۔

تین گروہ :

اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ وہ لوگ جو اٹھائے جائیں گے چہروں کے بل، چلائے جائیں گے چہروں کے بل۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کی عدالت سے جب جنت اور دوزخ کی طرف لوگ لے جائے جائیں گے۔ تو

اصولی طور پر تین گروہ ہوں گے۔ جو اعلیٰ درجے کے مومن ہوں گے وہ سوار ہو کر پل صراط سے گزریں گے اور جنت میں پہنچیں گے۔ وہ مومن جن کے اعمال میں کمی ہوگی وہ پیدل جائیں گے اور کافروں کی ٹانگیں اوپر ہوں گی اور سر نیچے ہوں گے۔ آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا کہ حضرت سر کے بل کیسے چلیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جس رب نے پاؤں پر چلایا ہے وہ سر کے بل بھی چلائے گا اور ایسے بھاگیں گے جیسے پاؤں والے بھاگتے ہیں اور یہ علامت ہوگی کہ دنیا میں ان کی کھوپڑی الٹی تھی اِلٰی جَهَنَّمَ جہنم کی طرف چلائے جائیں گے اُولٰٓئِکَ شَرٌّ مَّکَانًا یہ لوگ برے ہیں جگہ کے لحاظ سے۔ دوزخ سے زیادہ بُری جگہ اور کون سی ہے وَّاَضَلُّ سَبِیْلًا اور گمراہ ہیں راستے کے اعتبار سے۔ آج تو یہ لوگ مومنوں کو کہتے ہیں کہ تم گمراہ ہو گئے ہو کہ باپ دادا کا راستہ چھوڑ دیا ہے۔ قیامت والے دن معلوم ہو جائے گا کہ گمراہ کون ہے اور سیدھے راستے پر کون ہے۔ ان دو رکوعوں میں تم نے کافی اعتراضات پڑھے جو کافروں نے آنحضرت ﷺ پر کیے۔ ظاہر بات ہے کہ ان چیزوں کو سن کر طبعی طور پر آپ ﷺ کو کوفت ہوتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی تسلی کے لیے آگے چند واقعات بیان فرمائے ہیں کہ یہ کوئی نئی باتیں نہیں پہلے پیغمبروں پر بھی اعتراض ہوئے ہیں۔

تسلی رسول ﷺ :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ اور البتہ تحقیق دی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب تورات وَ جَعَلْنَا مَعَهٗٓ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِیْرًا اور بنایا ہم نے اس کے ساتھ اس کے بھائی ہارون کو وزیر اور معاون فَقُلْنَا اذْهَبَآ پس ہم نے کہا جاؤ تم دونوں بھائی اِلَی الْقَوْمِ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا اس قوم کی طرف جس نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو

ان کے پاس جا کر حق کی بات سناؤ۔ اس کا نتیجہ کیا نکلا؟ انہوں نے حق کو تسلیم نہ کیا فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا پس ہم نے ان کو ہلاک کیا ہلاک کرنا۔ تو موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں بھی حق کو جھٹلانے والے تھے اور آج بھی ہیں۔ جو انجام اُن کا ہوا سو اِن کا ہوگا، وہ بھی برباد ہوئے یہ بھی برباد ہوں گے وَ قَوْمَ نُوْحٍ اور نوح علیہ السلام کی قوم لَمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ جب جھٹلایا انہوں نے رسولوں کو۔ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں اور کوئی رسول نہیں آیا مگر ایک نبی کو جھٹلانا سب کو جھٹلانا ہے۔ اَغْرَقْنٰهُمْ ہم نے ان کو غرق کر دیا۔ تو اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی تکذیب اس وقت بھی ہوئی وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً اور بنا دیا ہم نے ان کو لوگوں کے لیے نشانی تاکہ پچھلوں کو معلوم ہو جائے کہ پیغمبروں کو جھٹلانے والوں کا، توحید کا انکار کرنے والوں کا، حق کو جھٹلانے والوں کا یہ حشر ہوا کرتا ہے وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا اور تیار کیا ہے ہم نے ظالموں کے لیے دردناک عذاب۔ یہ تو دنیا کی سزا تھی آخرت کا عذاب ہم نے ان کے لیے تیار کیا ہے وَّعَادًا وَّثَمُوْدَا اور عاد اور ثمود قوم کو ہلاک کیا۔ عاد ہود علیہ السلام کی قوم تھی اور ثمود صالح علیہ السلام کی قوم تھی۔ ان سب کو تباہ اور برباد کر دیا۔

کنوئیں والوں کا ذکر :

وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ اور کنوئیں والوں کو بھی ہم نے ہلاک کیا۔ علامہ بغویؒ اپنی تفسیر ''معالم التنزیل'' میں لکھتے ہیں، یہ بڑی معتبر تفسیر ہے اور دیگر مفسرین کرام نے بھی لکھا ہے، حضرموت عرب میں ایک علاقے کا نام ہے آج بھی وہ علاقہ پورا صوبہ ہے۔ اس صوبے میں حاصورآء نامی ایک بڑا شہر تھا اس شہر میں اللہ تعالیٰ نے حضرت حنظلہ بن صفوان علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے کافی عرصہ تک تبلیغ کی۔ ایک کالے رنگ

کے حبشی غلام کے علاوہ کوئی ایک آدمی بھی مسلمان نہ ہوا۔ نہ بیوی، نہ اولاد، نہ بھائی، نہ عزیز رشتہ دار کوئی ایمان لایا۔ تمام شہر والوں نے مشورہ کیا کہ یہ ہر وقت ہمیں ستاتا رہتا ہے یٰـاَیُّھَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ''اے لوگو! کہو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے۔'' یٰـقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ''اے میری قوم! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اس کے سوا تمہارا کوئی الٰہ نہیں ہے۔'' دن رات اس کی یہی رٹ ہے، نہ جنازے کی مجلس چھوڑتا ہے، نہ شادی کی محفل کی پروا کرتا ہے، بازار میں جاؤ تو وہاں بھی اس کا یہی وعظ ہے لہٰذا اس سے جان چھڑاؤ۔

شہر سے ایک یا دو میل کی مسافت پر ایک گہرا کنواں تھا۔ ہمارے ہاں تو پانی بڑی جلدی آجاتا ہے پاکستان میں بعض علاقے ایسے بھی ہیں کہ پانچ چھ سو فٹ کے بعد پانی نکلتا ہے۔ وہ بھی بڑا گہرا کنواں تھا جنگل میں۔ سب لوگوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ اس کو اس کنوئیں میں پھینک دو۔ چنانچہ ان ظالموں نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر حضرت حنظلہ بن صفوان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس کنوئیں میں ڈال دیا اور اوپر بھاری بھرکم چٹان رکھ دی کہ وہ حبشی رسا لٹکا کر نکال نہ سکے۔ وہ غلام بے چارہ رات کی تاریکی میں جاتا، سلام کرتا اور سوراخ سے روٹی نیچے لٹکا دیتا لیکن پتھر کو ہٹا نہیں سکتا تھا۔ ایک دن کہنے لگا حضرت! مجھے حکم ہو تو میں بھی کسی کنوئیں میں چھلانگ لگا دوں؟ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے فرمایا کہ میں نے خود چھلانگ نہیں لگائی مجھے تو ظالموں نے ڈالا ہے تم ایسا نہ کرنا خودکشی حرام ہے۔

کئی دنوں کے بعد ظالم بھنگڑے ڈالتے ہوئے گئے کہ دیکھیں مر چکا ہوگا۔ چٹان اٹھائی اور آواز دی کَیْفَ بِکَ یَا حَنْظَلَۃُ ''حنظلہ تمہارا کیا حال ہے؟'' اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے کنوئیں سے آواز دی یٰـقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ظالموں نے

کہا کہ بڑا سخت جان ہے ابھی مرا نہیں ہے اور نہ ہی اپنی رائے چھوڑی ہے۔ پھر تفسیروں میں آتا ہے کہ ان ظالموں نے کنوئیں میں پتھر پھینکے، مٹی پھینکی اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو زندہ دفن کر دیا۔ کنوئیں کو ریت، مٹی، پتھروں سے بند کرنے کے بعد اوپر بھنگڑے ڈال رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آگ آئی اس نے سب کو جلا کر راکھ کر دیا۔ تو فرمایا ہم نے کنوئیں والوں کو بھی ہلاک کیا وَقُرُوْنًا بَیْنَ ذٰلِکَ کَثِیْرًا اور بہت سی جماعتوں کو اس کے درمیان کثرت کے ساتھ۔ نوح علیہ السلام کے زمانے سے لے کر پچھلے پیغمبروں تک کئی جماعتیں ہم نے ہلاک کر دیں۔ تو آپ ﷺ گھبرائیں نہیں تکذیب کرنے والے پہلے بھی گزرے ہیں وَکُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ اور ہر ایک کے لیے ہم نے بیان کیں مثالیں۔ سب کے سامنے حق کو مثالوں کے ساتھ بیان کیا کہ مثال کے ساتھ بات جلدی سمجھ آ جاتی ہے مگر انہوں نے نہ مانا وَکُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِیْرًا اور سب کو ہم نے ہلاک کر دیا ہلاک کرنا۔ لہٰذا آپ ﷺ پریشان نہ ہوں تکذیب کرنے والوں کا یہی انجام ہوگا جو پہلوں کا ہوا۔

وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْٓ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ؕ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا ﴿۴۰﴾ وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ﴿۴۱﴾ اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْلَآ اَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا ؕ وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۴۲﴾ اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ﴿۴۳﴾ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ ؕ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۴۴﴾ اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا ﴿۴۵﴾ ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا ﴿۴۶﴾ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا ﴿۴۷﴾

وَلَقَدْ اَتَوْا اور البتہ تحقیق آچکے ہیں یہ (مکے والے) عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْ اس بستی پر اُمْطِرَتْ جس پر برسائی گئی مَطَرَ السَّوْءِ بری بارش اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا کیا پس نہیں دیکھا انہوں نے اس بستی کو بَلْ بلکہ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا یہ لوگ نہیں امید رکھتے مر کر دوبارہ اٹھنے کی وَاِذَا رَاَوْكَ اور یہ جب دیکھتے ہیں آپ کو اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ نہیں بناتے یہ لوگ آپ کو اِلَّا هُزُوًا مگر ٹھٹھا کیا ہوا اَهٰذَا الَّذِيْ کیا یہ وہ شخص ہے بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا جس کو اللہ تعالیٰ

نے رسول بنا کر بھیجا ہے اِنْ كَادَ بے شک تحقیق قریب تھا لَيُضِلُّنَا البتہ ہمیں گمراہ کر دیتا عَنْ اٰلِهَتِنَا ہمارے معبودوں سے لَوْلَآ اَنْ صَبَرْنَا اگر ہم نہ ڈٹے رہتے عَلَيْهَا ان معبودوں پر وَ سَوْفَ يَعْلَمُوْنَ وہ عنقریب جان لیں گے حِيْنَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ جس وقت وہ دیکھیں گے عذاب کو مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلاً کون زیادہ گمراہ ہے راستے کے اعتبار سے اَرَءَيْتَ کیا آپ نے دیکھا ہے مَنِ وہ شخص اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ جس نے بنایا اپنا معبود هَوٰهُ اپنی خواہش کو اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلاً کیا پس آپ اس کے ہیں وکیل اَمْ تَحْسَبُ کیا آپ خیال کرتے ہیں اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ بے شک اکثریت ان کی سنتی ہے اَوْ يَعْقِلُوْنَ یا سمجھتی ہے اِنْ هُمْ نہیں ہیں وہ اِلَّا مگر كَالْاَنْعَامِ مویشیوں کی طرح بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلاً بلکہ وہ زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں ان سے راستے کے لحاظ سے اَلَمْ تَرَ کیا آپ نے نہیں دیکھا اِلٰى رَبِّكَ اپنے رب کی طرف كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ کیسے پھیلایا ہے سائے کو وَلَوْ شَآءَ اور اگر وہ چاہتا لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا البتہ اس کو کر دیتا ٹھہرا ہوا ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ پھر بنایا ہم نے سورج کو اس پر دَلِيْلاً دلیل ثُمَّ قَبَضْنٰهُ پھر ہم نے سمیٹ لیا اس سائے کو اِلَيْنَا اپنی طرف قَبْضًا يَّسِيْرًا سمیٹنا آہستہ آہستہ وَ هُوَ الَّذِىْ اور وہ وہی ذات ہے جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا بنائی اس نے تمہارے لیے رات لباس وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا اور نیند آرام کا ذریعہ وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا اور بنایا اس نے دن کو باہر نکلنے کا ذریعہ۔

ماقبل سے ربط اور بستی سدوم پر عذاب کی مختلف صورتیں :

اس سے پہلے نافرمان قوموں کی تباہی کا ذکر ہوا کہ ان سب کو اللہ تعالیٰ نے مثالوں کے ساتھ سمجھایا لیکن وہ کفر شرک سے باز نہ آئے ، نتیجتاً وہ تباہ و برباد ہو گئے ۔ اور یہ مکہ والے ان علاقوں ، ان کی بستیوں کے پاس سے گزرتے ہیں کیا یہ ان بستیوں کو نہیں دیکھتے کہ ان سے عبرت حاصل کریں ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ اَتَوْا اور البتہ تحقیق آچکے ہیں ، مکے والے عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْٓ اس بستی پر اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ جس پر بُری طرح کی بارش برسائی گئی اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا کیا پس نہیں دیکھا انہوں نے اس بستی کو ۔ مراد بستی سدوم ہے جہاں حضرت لوط علیہ السلام رہتے تھے جب یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے باز نہ آئے تو ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے چار قسم کا عذاب نازل ہوا ۔

❀ ...... ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اندھا کر دیا فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ [سورۃ القمر]

❀ ...... دوسرا عذاب کہ ان پر آسمان کی طرف سے پتھر برسائے گئے ۔ پہلے اندھا کیا کہ کہیں دوڑ نہ سکیں کہ آنکھوں والا بھاگتا دوڑتا ہے ۔ پھر پاؤ پاؤ سیر سیر کے پتھر ان پر برسائے گئے ۔

❀ ...... تیسرا عذاب ڈراؤنی آواز کہ اس سے ان کے کلیجے پھٹ گئے ۔

❀ ...... چوتھا عذاب فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا "پس ہم نے اس کو تہہ و بالا کر دیا ، اس بستی کو الٹ کر رکھ دیا ۔" تو یہ مکے والے تاجر پیشہ لوگ اس بستی کے پاس سے گزر کر جاتے ہیں کیا انہوں نے اس بستی کو نہیں دیکھا بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا بلکہ یہ لوگ امید نہیں رکھتے مر کر دوبارہ اٹھنے کی ۔ قیامت کے منکر ہیں اس لیے نافرمانیوں میں جری ہیں وَاِذَا رَاَوْكَ اور اے نبی کریم ﷺ ! یہ جب آپ کو دیکھتے ہیں اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا

هُـزُوًا نہیں بناتے آپ کو مگر مسخرہ۔جب آپ کے سامنے سے گزرتے ہیں آپ سے ٹھٹھا کرتے ہیں۔کیا کہتے ہیں؟ اَهٰـذَا الَّـذِیْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا کیا یہ وہ شخص ہے جس کو رب تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے اور اس سے پہلے تم یہ بات بھی پڑھ چکے ہو کہ کافروں نے کہا تھا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَ يَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ ''کیا ہے اس رسول کو کہ یہ کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے، کیوں نہیں نازل کیا گیا اس کی طرف فرشتہ جو لوگوں کو خبردار کرتا کہ ایک طرف ہو جاؤ اللہ تعالیٰ کا نبی آ رہا ہے، اس پر خزانہ کیوں نہیں نازل کیا گیا یا ہوتا اس کے لیے باغ کہ یہ اس سے کھاتا۔اللہ تعالیٰ کو نبوت کے لیے یہ یتیم ملا تھا مکہ اور طائف کے شہروں میں سے کسی بڑے آدمی پر قرآن کیوں نہیں نازل کیا گیا۔'' ولید بن مغیرہ پر جو کہ حضرت خالد بن ولید ﷺ کے والد تھے اور عروہ بن مسعود ثقفی پر جو طائف کا بڑا چودھری تھا۔رب تعالیٰ کو یہ بے سہارا آدمی نبوت کے لیے ملا تھا؟

پھر کافر کہتے تھے اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا بے شک شان یہ ہے کہ قریب تھا کہ یہ ہمیں ہمارے معبودوں سے گمراہ کر دیتا، پھیر دیتا لَوْلَاۤ اَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا اگر ہم اپنے الٰہوں پر ڈٹے نہ رہتے۔اس کی زبان بڑی نرم اور میٹھی ہے بڑے طریقے کے ساتھ سمجھاتا ہے قریب تھا کہ یہ ہمیں ہمارے خداؤں لات، منات، عزیٰ سے پھیر دیتا (معاذ اللہ تعالیٰ) اگر ہم ڈٹے نہ رہتے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں آج تو آپ ﷺ کے متعلق یہ کہہ رہے ہیں یہ ہمیں گمراہ کرتا ہے معاذ اللہ تعالیٰ وَ سَوْفَ يَعْلَمُوْنَ اور عنقریب یہ جان لیں گے حِيْنَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ جس وقت دیکھیں گے یہ عذاب کو اس وقت جان لیں گے مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا کون گمراہ ہے راستے کے لحاظ سے۔جب جان نکالنے والے فرشتے آئیں گے اور يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ اَدْبَارَهُمْ [انفال:۵۰] ''ماریں گے ان

کے مونہوں پر اور پشتوں پر۔‘‘ اور یہ چیخیں ماریں گے اور فرشتے کہتے ہیں اَیْنَ مَا کُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ ’’کہاں ہیں وہ جن کو تم پکارتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا قَالُوْا کہیں گے ضَلُّوْا عَنَّا وہ ہم سے گم ہوگئے ہیں وَشَهِدُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ اور گواہی دیں گے اپنے نفسوں کے خلاف کہ بے شک وہ کافر تھے۔‘‘ [اعراف: ۳۷] یہ فرشتوں کی مار پیٹ موت کے وقت بھی ہوگی، پھر قبر میں بھی ہوگی، پھر میدان محشر میں مکے مار مار کر اللہ تعالیٰ کی عدالت کی طرف لے جائیں گے پھر دوزخ کی سزا ہوگی۔ تو ان کو معلوم ہو جائے گا کہ کون گمراہ ہے راستے کے لحاظ سے۔

خلافِ شریعت خواہش بھی شرک ہے :

آگے رب تعالیٰ فرماتے ہیں اَرَءَيْتَ آپ بتلائیں، خبر دیں اور یہ معنیٰ بھی کرتے ہیں کیا آپ نے دیکھا ہے مَنْ اس شخص کو اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰهُ جس نے بنالیا الٰہ اپنی خواہش کو۔ قرآن کریم کی یہ آیت بتلا رہی ہے کہ جو شخص اپنی ایسی خواہش پر چلتا ہے جس کا ثبوت شریعت سے نہیں ہے یعنی جو خواہش شریعت سے ٹکراتی ہے تو یہ بھی شرک کے قبیلے سے ہے۔ ایک وہ خواہش ہے کہ اس پر چلنا شریعت کے قاعدے کے مطابق ہے اگرچہ وہ بھی بشری تقاضا ہے اس پر کوئی گناہ نہیں ہے مثلاً اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں بھوک پیاس کا مادہ رکھا ہے، کھانے پینے کی خواہش رکھی ہے اگر شرعی قاعدے کے مطابق خواہشات کو پورا کرتا اور جنسی خواہشات کو بھی شرعی قاعدے کے مطابق پورا کرتا ہے تو کوئی گناہ نہیں ہے۔ بلکہ اگر اس خواہش کو ترک کرے گا تو گناہ ہے۔ ایک موقع پر تین صحابیوں نے مل کر مشورہ کیا۔ ایک نے کہا کہ میں ساری رات عبادت کروں گا اور ایک لحہ بھی نہیں سوؤں گا۔ دوسرے نے کہا کہ میں بارہ مہینے روزے رکھوں گا، تیسرے نے کہا کہ میں

ساری زندگی نکاح نہیں کروں گا۔ آنحضرت ﷺ کو ان کی خبریں پہنچیں بخاری شریف کی روایت ہے آپ ﷺ نے تینوں کو طلب کیا اور فرمایا بَلَغَنِیْ عَنْکُمْ کَذَا وَ کَذَا ''مجھ تک تمہاری یہ یہ باتیں پہنچی ہیں۔'' فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ میں رات کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں وَتَزَوَّجْتُ النِّسَآءَ اور میری بیویاں بھی ہیں۔ خدا کی قسم! میں تم سب سے زیادہ متقی ہوں مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ ''جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ میرا نہیں ہے۔'' تو خواہشات کی جائز طریقے سے تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھیجا ہے۔ ہاں! جو خواہش شریعت سے ٹکراتی ہو اس خواہش پر چلتا ہے تو یہ شرک کی ایک قسم ہے۔ علامہ اقبال مرحوم نے اسی آیت کا ترجمہ کیا ہے۔

؎ دہریت کیا ہے بندہ حرص و ہوا ہونا
قیامت ہے مگر اوروں کو سمجھا دہریا تم نے
زباں سے گر کیا توحید کا دعویٰ تو کیا حاصل
بنایا ہے بتِ پندار کو اپنا خدا تم نے

فرمایا اَفَاَنْتَ تَکُوْنُ عَلَیْہِ وَکِیْلاً کیا پس آپ اس کے وکیل ہیں۔ جس نے اپنی خواہش کو الٰہ بنالیا ہے اپنی مرضی پر چلتا ہے آپ اس کے وکیل بنیں گے کیا؟ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَکْثَرَھُمْ کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ بے شک اکثر ان کے یَسْمَعُوْنَ سنتے ہیں یعنی مانتے ہیں اَوْ یَعْقِلُوْنَ یا وہ سمجھتے ہیں اِنْ ھُمْ اِلَّا کَالْاَنْعَامِ نہیں ہیں یہ مگر جانوروں کی طرح بَلْ ھُمْ اَضَلُّ سَبِیْلاً بلکہ جانوروں سے بھی زیادہ بہکے ہوئے ہیں۔ مثلاً دیکھو! جو آدمی نہ سمجھے اس کو کہتے ہیں گدھا۔ کیونکہ تمام جانوروں سے زیادہ احمق ہے۔ مگر گدھا بھی اپنے مالک کی آواز پر چلتا اور رکتا ہے اور اے بندو! تم گدھے سے بھی بُرے ہو کہ اپنے

حقیقی آقا کی بات کو نہیں مانتے جو تمہارا مالک خالق ہے۔اس کی طرف سے آواز آتی ہے
حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ نماز کی طرف آؤ فلاح کی طرف آؤ۔تو جو اپنی
خواہشات پر چلتے ہیں اور حقیقی آقا کی بات پر لبیک نہیں کہتے وہ گدھے سے بھی بدتر ہیں
اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کیا نہیں دیکھا اپنے رب کی طرف کَیْفَ مَدَّ الظِّلَ کیسے پھیلایا
ہے سائے کو زمین پر وَلَوْشَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا اگر وہ چاہتا تو اس کو کر دیتا ٹھہرا ہوا، ساکن
کر دیتا۔

وقوفِ شمس :

ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا پھر بنایا ہم نے سورج کو اس سائے
پر دلیل۔سورج کی روشنی کی وجہ سے چیزوں کے سائے بنتے اور آگے پیچھے ہوتے ہیں۔
گویا سائے کا گھٹنا بڑھنا سورج پر موقوف ہے۔جب سورج طلوع ہوتا ہے تو ہر چیز کا سایہ
مغرب کی جانب پھیلتا ہے پھر جوں جوں سورج اوپر کی جانب آتا ہے سایہ گھٹتا چلا جاتا ہے
حتی کہ عین دوپہر کے وقت سایہ اپنے اصل کے ساتھ مل جاتا ہے۔پھر جب سورج مغرب
کی طرف سفر شروع کرتا ہے تو سایہ مشرق کی طرف پھیلنا شروع ہو جاتا ہے اور غروب شمس
کے ساتھ ہی سایہ غائب ہو جاتا ہے۔غرضیکہ سائے کا وجود سورج کے ساتھ متعلق ہے۔
اگر اللہ تعالیٰ سورج کو حکم دے کہ کھڑے رہو تو سایہ بھی کھڑا ہو جائے گا۔حضرت یوشع بن
نون علیہ السلام کے دور میں سورج رک گیا تھا۔بخاری شریف کی روایت ہے۔کتنی دیر رکا
رہا یہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تو چل پڑا۔اور قیامت کی نشانیوں
میں سے ہے سورج کا مغرب کی طرف سے طلوع ہونا۔آدھے آسمان تک آئے گا پھر حکم ہو
گا کہ ضابطے کے مطابق چلو۔اس نشانی کے بعد کسی کا ایمان قبول نہیں ہوگا اور اس کے بعد

جو نیکی میں اضافہ کرے گا اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا ہاں! پہلے سے جو نیکیاں کرتا ہوگا ان کا اعتبار ہوگا اور پہلے سے جو مومن چلے آرہے ہوں گے ان کا ایمان بھی معتبر ہوگا۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اس کی وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ نزع کے وقت کا ایمان معتبر نہیں ہے تو سورج کا مغرب کی طرف سے طلوع ہونا یہ سارے جہان کی نزع ہے اور نزع کے وقت کا ایمان معتبر نہیں ہے۔ ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا پھر ہم نے سمیٹ لیا اس سائے کو اپنی طرف سمیٹنا آہستہ آہستہ۔ جیسے جیسے سورج چڑھتا جاتا ہے سایہ کم ہوتا جاتا ہے عین دوپہر کے وقت ہر چیز کا سایہ اصل رہ جاتا ہے وَهُوَ الَّذِيْ اور اللہ تعالیٰ کی ذات وہی ہے جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا جس نے بنایا ہے تمہارے لیے رات کو بمنزلہ لباس کے۔ لباس سے انسان کی پردہ پوشی ہوتی ہے اور باعثِ زینت بھی ہے۔ ننگا آدمی جانوروں کی طرح ہوتا ہے گویا جس طرح انسان لباس پہن کر آرام پکڑتے ہیں اسی طرح رات بھی لوگوں کے لیے آرام و سکون کا باعث ہوتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے نیند کے متعلق فرمایا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا اور نیند کو ذریعہ آرام بنایا۔ انسانی صحت کے لیے نیند بہت ضروری ہے۔ اگر کئی دنوں تک نیند نہ آئے تو انسان پاگل ہو جاتا ہے اور جب نیند آجاتی ہے تو تازہ دم ہو کر دوبارہ کام کاج کے قابل ہو جاتا ہے وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا اور بنایا اس نے دن کو باہر نکلنے کا ذریعہ۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے دلائل ہیں۔ اگر انسان ان پر غور کرے تو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت سمجھ میں آسکتی ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ پورا نظام اللہ تعالیٰ کا قائم کردہ ہے اور اس میں کسی اور کا کوئی دخل نہیں ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْۤ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۚ
وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ﴿۴۸﴾ لِّنُحْيِۦَ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا وَّنُسْقِيَهٗ
مِمَّا خَلَقْنَاۤ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِيَّ كَثِيْرًا ﴿۴۹﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ
لِيَذَّكَّرُوْا ۖ فَاَبٰۤى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۵۰﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِيْ
كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا ﴿۵۱﴾ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ﴿۵۲﴾
وَهُوَ الَّذِيْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ
وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۵۳﴾ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ
الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ۗ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا ﴿۵۴﴾ وَيَعْبُدُوْنَ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ ۗ وَكَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ
ظَهِيْرًا ﴿۵۵﴾ وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۵۶﴾ قُلْ مَاۤ اَسْــَٔلُكُمْ عَلَيْهِ
مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۵۷﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَى
الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ۗ وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ
خَبِيْرًا ﴿۵۸﴾

وَهُوَ الَّذِيْ اور اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے اَرْسَلَ جس نے بھیجا الرِّيٰحَ
ہواؤں کو بُشْرًا خوش خبری سناتی ہیں بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ اس کی رحمت سے
پہلے وَاَنْزَلْنَا اور ہم نے نازل کیا مِنَ السَّمَآءِ آسمان سے مَآءً پانی
طَهُوْرًا پاک کرنے والا لِنُحْيِۦَ بِهٖ تاکہ ہم زندہ کریں اس پانی کے ذریعے
بَلْدَةً اس شہر کو مَّيْتًا جو مردہ ہے وَّنُسْقِيَهٗ اور تاکہ ہم پلائیں مِمَّا خَلَقْنَآ اس

مخلوق کو جو ہم نے پیدا کی ہے اَنۡعَامًا مال اور مویشی وَّاَنَاسِیَّ کَثِیۡرًا اور بہت
سارے انسان وَلَقَدۡ صَرَّفۡنٰهُ اور البتہ تحقیق ہم نے پھیرا پانی کو بَیۡنَهُمۡ ان
کے درمیان لِیَذَّکَّرُوۡا تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں فَاَبٰۤی اَکۡثَرُ النَّاسِ پس
انکار کیا اکثر لوگوں نے اِلَّا کُفُوۡرًا مگر نہ ماننے کا وَلَوۡ شِئۡنَا اور اگر ہم چاہتے
لَبَعَثۡنَا البتہ ہم بھیج دیتے فِیۡ کُلِّ قَرۡیَةٍ ہر بستی میں نَّذِیۡرًا ڈرانے والا فَلَا
تُطِعِ الۡکٰفِرِیۡنَ پس آپ نہ اطاعت کریں کافروں کی وَجَاهِدۡهُمۡ بِهٖ اور جہاد
کریں ان کافروں سے اس قرآن پاک کے ذریعے جِهَادًا کَبِیۡرًا بڑا جہاد
وَهُوَ الَّذِیۡ اور وہ وہ ذات ہے مَرَجَ الۡبَحۡرَیۡنِ جس نے چلائے دو دریا هٰذَا
عَذۡبٌ یہ میٹھا ہے فُرَاتٌ خوشگوار ہے یعنی پیاس بجھانے والا ہے وَّهٰذَا مِلۡحٌ
اور یہ دوسرا نمکین ہے اُجَاجٌ کڑوا ہے وَجَعَلَ بَیۡنَهُمَا اور بنایا ان دونوں کے
درمیان بَرۡزَخًا پردہ وَّحِجۡرًا آڑ مَّحۡجُوۡرًا روکی ہوئی وَهُوَ الَّذِیۡ اور وہ وہ
ذات ہے خَلَقَ جس نے پیدا کیا مِنَ الۡمَآءِ خاص قسم کے پانی سے بَشَرًا
انسان کو فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّ صِهۡرًا پس بنایا اس کے لیے نسب اور سسرال وَکَانَ
رَبُّکَ قَدِیۡرًا اور ہے آپ کا رب قدرت رکھنے والا وَ یَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ
اور عبادت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے مَا اس مخلوق کی لَا یَنۡفَعُهُمۡ جو نہیں
دے سکتی ان کو نفع وَلَا یَضُرُّهُمۡ اور نہ نقصان پہنچا سکتی ہے وَکَانَ الۡکَافِرُ اور
ہے کافر عَلٰی رَبِّهٖ اپنے رب کی طرف ظَهِیۡرًا پیٹھ پھیرنے والا وَمَآ

اَرْسَلْنٰکَ اورنہیں بھیجا ہم نے آپ کو اِلَّا مُبَشِّرًا مگرخوش خبری دینے والا وَّنَذِيْرًا اورڈرانے والا قُلْ آپ کہہ دیں مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ نہیں مانگتا میں تم سے اس تبلیغ پر مِنْ اَجْرٍ کوئی معاوضہ اِلَّا مَنْ شَآءَ مگر جو چاہے اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا یہ کہ بنالے اپنے رب کی طرف راستہ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ اور بھروسا کرزندہ ذات پر الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وہ نہیں مرے گی وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ اورآپ تسبیح بیان کریں اللہ تعالیٰ کی تعریف کی وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ اوروہ کافی ہے اپنے بندوں کے گناہوں کے لیے خَبِيْرًا خبر رکھنے والا۔

قدرت کی نشانیاں :

اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں اوردلیلیں بیان ہورہی ہیں۔کل کے سبق میں تم نے پڑھا کہ کیا نہیں دیکھا آپ نے کہ اللہ تعالیٰ کیسے سائے کو پھیلاتا ہے اور سمیٹتا ہے۔رات کو بمنزلہ لباس کے بنایا،نیندکوآرام کاذریعہ بنایا،دن باہر نکلنے کے لیے بنایا کہ تم کمائی کرو۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَهُوَ الَّذِيْ اوروہ وہی ذات ہے اَرْسَلَ الرِّيٰحَ جس نے بھیجا ہواؤں کو بُشْرًا خوش خبری سناتی ہیں بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ اس کی رحمت سے پہلے۔رحمت سے مراد یہاں بارش ہے جو اللہ تعالیٰ کی رحمتوں میں سے ایک رحمت ہے۔زیادہ دیر اگر بارش نہ ہوتو علاقہ خشک ہوجاتا ہے۔اللہ تعالیٰ کا نظام ہے کہ بارش سے پہلے ایک قسم کی ٹھنڈی ہوائیں چلتی ہیں جس سے سمجھ دار آدمی اندازہ لگالیتے ہیں کہ بارش ہوگی۔ان ہواؤں کو چلانے والا کون ہے؟پھر فرمایا وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا اوراتارا ہم نے آسمان کی طرف سے پانی جو پاک کرنے والا ہے ہر چیز کا۔رب تعالیٰ کی ذات کے بغیر

یہ کون کرسکتا ہے؟

پاکستان بننے سے پہلے کی بات ہے کہ بھڑی شاہ رحمٰن کے میلے کے موقع پر (بھڑی شاہ رحمان ضلع گوجرانوالہ میں ایک جگہ کا نام ہے وہاں غالباً جیٹھ کے مہینے میں میلہ لگتا ہے) دو آدمی آپس میں باتیں کر رہے تھے ایک نے کہا تمہیں معلوم ہے کہ آج کل یہ ہوا کیوں چلتی ہے؟ دوسرے نے کہا تم بتاؤ۔ پہلے نے کہا کہ ساتھ گاجر گولہ میں (گاجر گولہ بھی ایک جگہ کا نام ہے۔) فلاں بزرگ ہیں وہ چراغ جلاتے تھے اور شاہ رحمان ہوائیں چلا کر اس کے چراغ کو بجھا دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے حافظ اللہ داد صاحب مرحوم کو جب اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے اس کی خوب تردید فرمائی۔ قرآن پاک کی آیات سنائیں کہ ہوائیں چلانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ ہوائیں صدیوں سے اس موسم میں اسی طرح چلتی ہیں ان کے پیدا ہونے سے پہلے بھی اور اب بھی۔ جہاں یہ بزرگ نہیں ہیں وہاں بھی اسی طرح چلتی ہیں۔ جہاں چراغ جلانے والا بھی کوئی نہیں ہے تو وہاں کون جلاتا ہے؟ یہ لوگ آپس میں مسخرہ کرتے ہیں ایک چراغ جلاتا ہے دوسرا بجھاتا ہے۔ بھائی لوگوں کا بھوسا کیوں اڑاتے ہو؟ کیسے غلط نظریات رکھنے والے لوگ ہیں۔ تو ہوائیں اللہ تعالیٰ کی ذات چلاتی ہے اور وہی بارش برساتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لِنُحْيِۦَ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا تاکہ ہم زندہ کریں، سرسبز کریں ایسے شہر اور علاقے کو جو مردہ ہے۔ بارانی علاقوں میں فصلوں کا سارا انتظام بارشوں کے ساتھ ہے پچھلے دنوں بارشیں کم ہوئی ہیں ان علاقوں میں فصلیں بھی کم ہوئی ہیں وَّ نُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا اور ہم پلاتے ہیں وہ پانی اس مخلوق کو جو ہم نے پیدا کی ہے مویشی وَّاَنَاسِیَّ كَثِيْرًا انسان کی جمع ہے اصل میں اناسین تھا نون کو یا کیا اور یا کا یا میں ادغام کر دیا اَنَاسِیَّ ہو گیا، اور بہت سارے انسانوں

کو۔ پاکستان میں ایسے علاقے آج بھی موجود ہیں جہاں انسان بھی بارشی پانی پیتے ہیں اور جانور بھی۔ دوسرے ممالک میں بھی ایسے علاقے ہیں کہ لوگ بارشی پانی کو ذخیرہ کر لیتے ہیں۔ خود بھی پیتے ہیں اور اپنے جانوروں کو بھی پلاتے ہیں۔ تو پانی کی ایک صفت یہ بیان فرمائی کہ وہ پاک کرنے والا ہے۔ دوسری یہ کہ خشک علاقوں کو سرسبز کر دیتا ہے۔ تیسری یہ کہ جانور اور بہت سارے انسان پیتے ہیں۔ یہ بارش برسانے والا کون ہے؟ اللہ تعالیٰ۔ وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ اور البتہ تحقیق ہم نے پھیرا ہے اس پانی کو، تقسیم کیا ہے کہ کبھی یہاں کبھی وہاں بارش ہوتی ہے ان کے درمیان لِيَذَّكَّرُوْا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا پس انکار کیا اکثر لوگوں نے مگر ناشکری۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے والے بہت تھوڑے ہیں اور نافرمان زیادہ ہیں۔ پہلے توحید کا مسئلہ بیان ہوا اللہ تعالیٰ کی قدرتیں بیان ہوئیں اور اب رسالت کے مسئلہ کا بیان ہے۔

مسئلہ رسالت :-

فرمایا وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا اور اگر ہم چاہتے تو بھیجتے ہر بستی میں ڈرانے والا۔ مگر حکمت کا تقاضا یہ ہے بڑی بستی مکہ مکرمہ جس کا نام اُم القریٰ بھی ہے، میں نبی آخر الزمان ﷺ کو بھیج دیا اور باقی تمام بستیوں کو اس کے تابع کر دیا فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ اے نبی کریم ﷺ! پس آپ کافروں کی اطاعت نہ کریں۔ ظاہر بات ہے کہ آپ ﷺ نے کب کافروں کی اطاعت کرنی ہے آپ تو معصوم ہیں؟ یہ آپ کو خطاب کر کے ہمیں سمجھایا جا رہا ہے، امت کو سمجھایا جا رہا ہے کہ کافروں کی اطاعت بالکل نہ کریں اور آپ نے کیا کرنا ہے وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا اور جہاد کریں ان کافروں کے ساتھ اس قرآن پاک کے ذریعے بڑا جہاد۔ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ہے اس وقت

جہاد بالسیف فرض نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ سورۃ الفرقان مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے اور جہاد کا حکم ہجرت کے دوسرے سال مدینہ طیبہ میں نازل ہوا ہے اور مکی سورت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ان کافروں کے ساتھ جہاد کریں۔ مطلب یہ ہے کہ ان کافروں کو قرآن سنائیں اور سمجھائیں، قرآن کی دعوت دیں یہ بہت بڑا جہاد ہے۔

میٹھا اور کڑوا دریا :

وَهُوَ الَّذِىْ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ جس نے دو دریا چلائے هٰذَا عَذْبٌ یہ ایک دریا میٹھا ہے فُرَاتٌ خوشگوار ہے۔ اس کو منہ میں ڈالو اپنی مٹھاس کی وجہ سے آسانی سے حلق سے نیچے اتر جاتا ہے وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ اور یہ دوسرا نمکین اور کڑوا ہے وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا اور بنایا ہے ان دونوں کے درمیان پردہ وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا اور روکی ہوئی۔

حضرت تھانویؒ بیان القرآن میں فرماتے ہیں کہ بنگال میں دو مشہور جگہیں ہیں روٹان اور چاٹگام۔ ان کے درمیان دو بڑے دریا چلتے ہیں اکٹھے۔ ان دونوں کے درمیان ایک دھاری سی نظر آتی ہے اس سے دائیں طرف کا دریا میٹھا ہے اور بائیں طرف کا کڑوا ہے حالانکہ پانی کی حقیقت سیال ہے ان دونوں پانیوں کو آپس میں گڈ مڈ ہونا چاہیے تھا مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ پانی میں پانی کی دیوار بنی ہوئی ہے کہ آپس میں خلط ملط نہیں ہوتے۔ یہ درمیان میں رب تعالیٰ کے سوا پردہ کرنے والا کون ہے؟ وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا اور اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے پیدا کیا ایک خاص قسم کے پانی سے بشر کو۔ حضرت مولانا سید انور شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ انسان سے بڑھ کر کوئی شے عجیب نہیں ہے۔ ایک حقیر قطرے سے رب تعالیٰ نے انسان کو بنایا جو شہوت کے ساتھ بدن

سے نکلا۔ اگر وہ کپڑے کے ساتھ لگ جائے تو کپڑا پلید ہو جاتا ہے جسم ناپاک ہو جاتا ہے۔ الماء مھین، بے قدرے پانی سے انسان کو پیدا کیا، اس کو خوبصورت شکل عطا فرمائی اور اس میں کتنی خوبیاں رکھیں فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّ صِهْرًا پس بنایا اس کا نسب اور سسرال۔ اپنا خاندان بھی ہے اور سسرال بھی ہیں۔ یہ سلسلہ دنیا میں چل رہا ہے اے انسان تو اپنی حقیقت کو دیکھ کہ تو کیا تھا اور رب تعالیٰ نے کیا بنا دیا وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا اور ہے آپ کا رب قدرت رکھنے والا۔ جس طرح وہ پہلے پیدا کرنے پر قادر ہے اسی طرح دوبارہ اٹھانے پر بھی قادر ہے۔ کافر منہ بھر کے کہتے تھے وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ [مومنون: ۳۷] ''ہم نہیں اٹھائے جائیں گے۔'' ءَ اِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ذٰلِكَ رَجْعٌ ۢ بَعِيْدٌ [ق: ۳] ''کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہو جائیں گے مٹی یہ لوٹ کر آنا تو بہت بعید ہے۔'' اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو ذات تمہیں ایک حقیر قطرے سے پیدا کر سکتی ہے وہ تمہیں دوبارہ اٹھانے پر قادر نہیں ہے؟

دلائلِ قدرت :

وہ سب کچھ کر سکتا ہے، ساری قدرتیں اسی کے پاس ہیں لیکن وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اور یہ احمق اور بے وقوف لوگ عبادت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے مَا اس مخلوق کی لَا يَنْفَعُهُمْ جو ان کو نفع نہیں دے سکتی وَلَا يَضُرُّهُمْ اور نہ ان کو نقصان پہنچا سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے اختیار میں کوئی شے نہیں ہے۔ سورج کا طلوع کرنا کسی کے بس میں نہیں ہے، آسمانوں، زمینوں کا بنانا کسی کے اختیار میں نہیں، ان کا انتظام کرنا کسی کے اختیار میں نہیں ہے، بارش کا برسانا، ہواؤں کا چلانا کسی کے اختیار میں نہیں ہے، اولاد کا دینا کسی کے اختیار میں نہیں ہے۔ دیکھو! مخلوق میں پیغمبر سے بڑی تو کوئی ہستی

نہیں ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام کی جب شادی ہوئی تو ان کی عمر مبارک اس وقت تقریباً پچیس سال تھی ایک سو بیس سال عمر ہوگئی، بال سفید ہوگئے، کمر ٹیڑھی ہوگئی اور دعا کرتے ہیں رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْوٰرِثِیْنَ [الانبیاء:۸۹] ''اے میرے پروردگار! نہ چھوڑ مجھے اکیلا اور آپ سب سے بہتر وارث ہیں۔'' اگر زکریا علیہ السلام کے اختیار میں ہوتا تو کبھی کا اپنا بیٹا بنا لیتے لیکن وہ بھی رب تعالیٰ سے مانگ رہے ہیں۔ عورتوں کو طبعی طور پر اولاد کی خواہش ہوتی ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نو سال نکاح کے بعد آپ کے ساتھ رہی ہیں مگر رب تعالیٰ نے اولاد نہیں دی۔ جب کوئی بچہ دیکھتی تھیں تو اس کو گود میں بٹھا لیتی تھیں عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ حضرت اسماء بنت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بیٹے تھے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سگے بھانجے تھے۔ ایک موقع پر ان کو دیکھ کر کہنے لگیں اگر میرا بھی کوئی بچہ ہوتا تو میں بھی ام فلاں کہلاتی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم اُمِ عبداللہ ہو یہ بھی تمہارا بچہ ہے، تمہارا بھانجا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کنیت اُم عبداللہ تھی یہ عبداللہ بن زبیر کی نسبت سے تھی اپنا تو کوئی بیٹا نہیں تھا۔ یہ سب رب تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ وَکَانَ الْکَافِرُ عَلٰی رَبِّهٖ ظَهِیْرًا اور ہے کافر اپنے رب کی طرف پیٹھ پھیرنے والا، رب تعالیٰ کے احکام کا باغی اور نافرمان ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کی ذمہ داری بتاتے ہیں۔ فرمایا وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر خوش خبری سنانے والا اور عذاب سے ڈرانے والا۔ جو احکام مانتے جائیں ان کو خوش خبری سناتے جاؤ کہ رب تعالیٰ تمہارے سے راضی ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمتیں تم پر نازل ہوں گی، جنت میں داخل ہوگے اور اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہو گے۔ اور جو نہ مانیں ان کو رب تعالیٰ کے عذاب سے ڈراؤ کہ دنیا میں بھی رب تعالیٰ کی

گرفت میں آؤ گے، مرتے وقت بھی ذلیل ہوگے، قبر میں عذاب ہوگا، محشر میں بھی ہوگا، پل صراط سے گزرتے ہوئے بھی ہوگا اور پھر ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہو گے۔ میں تمہارا خیر خواہ ہوں تمہاری خدمت کر رہا ہوں۔ قُلْ آپ کہہ دیں مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ میں نہیں سوال کرتا تمہارے سے اس تبلیغ پر کسی معاوضے کا اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا مگر جو چاہے بنا لے اپنے رب کی طرف راستہ۔ میں رب تعالیٰ کے راستے کی طرف دعوت دیتا ہوں اور تمہارے اوپر کوئی بوجھ بھی نہیں ہوں۔

توکل کا بیان :

اور آپ نے کیا کرنا ہے وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِىْ لَا يَمُوْتُ اور توکل کریں اس زندہ ذات پر جو کبھی نہیں مرے گی۔ توکل کا مطلب ہے ظاہری اسباب اختیار کر کے ان کا نتیجہ رب تعالیٰ کے حوالے کر دینا۔ اگر ظاہری اسباب اختیار نہ کیے تو اس کو تعطل کہتے ہیں یہ توکل نہیں ہے۔ شاعر نے کیا ہی اچھا کہا ہے......

؎ توکل کا یہ مطلب ہے کہ خنجر تیز رکھ اپنا

انجام اس کی تیزی کا مقدر کے حوالے کر

جو تجھ سے ہو سکتا ہے وہ کر اس کا نتیجہ رب تعالیٰ پر چھوڑ دے۔ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ اور تسبیح بیان کر اس کی تعریف کی۔ حدیث پاک میں آتا ہے اَفْضَلُ الْكَلَامِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ یہ بخاری شریف کی آخری حدیث ہے۔ فرمایا دو کلمے اللہ تعالیٰ کو بہت پیارے ہیں۔ وہ زبان پر بڑے ہلکے پھلکے ہیں اور قیامت والے دن جب ترازو میں تولے جائیں گے تو ان کا وزن بڑا ہوگا ایک سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ ہے اور دوسرا سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ ہے۔ وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا اور وہ اللہ تعالیٰ

کافی ہے اپنے بندوں کے گناہوں سے خبر رکھنے والا۔ بندے جو کچھ کرتے ہیں وہ جانتا ہے اس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے۔

۞۞۞

الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚۛ اَلرَّحْمٰنُ فَسْــٴَـلْ بِهٖ خَبِیْرًا ﴿۵۹﴾ وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَ مَا الرَّحْمٰنُ ۗ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَ زَادَهُمْ نُفُوْرًا ﴿۶۰﴾ تَبٰرَكَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ جَعَلَ فِیْهَا سِرٰجًا وَّ قَمَرًا مُّنِیْرًا ﴿۶۱﴾ وَ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿۶۲﴾ وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿۶۳﴾ وَ الَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِیَامًا ﴿۶۴﴾ وَ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖۗ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿ۗۖ۶۵﴾ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا ﴿۶۶﴾ وَ الَّذِیْنَ اِذَاۤ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَ لَمْ یَقْتُرُوْا وَ كَانَ بَیْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿۶۷﴾

اَلَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو وَمَا بَیْنَهُمَا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ چھ دنوں میں ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ پھر وہ مستوی ہوا عرش پر اَلرَّحْمٰنُ رحمٰن ہے فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِیْرًا پس آپ سوال کریں اس کے متعلق خبردار سے وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ اور جس وقت کہا جاتا ہے ان کو اُسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ سجدہ کرو رحمان کو قَالُوْا کہتے ہیں وَمَا الرَّحْمٰنُ کیا چیز ہے رحمان

اَنَسۡجُدُ کیا ہم سجدہ کریں لِمَا اس کو تَاۡمُرُنَا جس کا آپ ہمیں حکم کرتے ہیں
وَزَادَهُمۡ نُفُوۡرًا وہ بات زیادہ کرتی ہے ان کی نفرت کو تَبٰرَكَ الَّذِيۡ برکت
والی ہے وہ ذات جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوۡجًا جس نے بنائے آسمان میں برج
وَّ جَعَلَ فِيۡهَا اور بنایا اس آسمان میں سِرٰجًا چراغ وَّقَمَرًا اور چاند مُّنِيۡرًا روشنی
کرنے والا وَهُوَالَّذِيۡ اور وہ وہ ذات ہے جَعَلَ الَّيۡلَ جس نے بنائی رات
وَالنَّهَارَ اور دن خِلۡفَةً ایک دوسرے کے خلیفہ اور نائب لِّمَنۡ اس کے لیے
اَرَادَ جو ارادہ کرتا ہے اَنۡ يَّذَّكَّرَ کہ وہ نصیحت حاصل کرے اَوۡ اَرَادَ شُكُوۡرًا یا
ارادہ کرے شکریے کا وَعِبَادُ الرَّحۡمٰنِ اور رحمان کے بندے الَّذِيۡنَ وہ ہیں
يَمۡشُوۡنَ عَلَى الۡاَرۡضِ جو چلتے ہیں زمین پر هَوۡنًا وقار کے ساتھ وَّاِذَا
خَاطَبَهُمُ الۡجٰهِلُوۡنَ اور جب ان سے خطاب کرتے ہیں نادان لوگ قَالُوۡا
کہتے ہیں سَلٰمًا سلامتی والی بات وَالَّذِيۡنَ اور وہ لوگ ہیں يَبِيۡتُوۡنَ جو رات
گزارتے ہیں لِرَبِّهِمۡ اپنے رب کے سامنے سُجَّدًا سجدہ کرتے ہوئے
وَّقِيَامًا اور قیام میں وَالَّذِيۡنَ اور وہ لوگ يَقُوۡلُوۡنَ جو کہتے ہیں رَبَّنَا اصۡرِفۡ
عَنَّا اے ہمارے رب پھیر دے ہم سے عَذَابَ جَهَنَّمَ جہنم کا عذاب اِنَّ
عَذَابَهَا بے شک جہنم کا عذاب كَانَ غَرَامًا ہے جرمانہ اور تاوان اِنَّهَا بے شک
وہ دوزخ سَآءَتۡ بری ہے مُسۡتَقَرًّا ٹھکانے کے لحاظ سے وَّمُقَامًا اور رہائش
کے لحاظ سے وَالَّذِيۡنَ وہ لوگ ہیں اِذَآ اَنۡفَقُوۡا جب وہ خرچ کرتے ہیں لَمۡ

یُسْرِفُوْا تو اسراف نہیں کرتے وَلَمْ یَقْتُرُوْا اور نہ کمی کرتے ہیں وَکَانَ بَیْنَ ذٰلِکَ قَوَامًا اور ہوتا ہے اس کے درمیان ان کا گذران۔

تخلیق ارض وسماء :

کل کے سبق میں تم نے پڑھا کہ تَوَکَّلْ عَلَی الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ ''آپ توکل کریں اس ذات پر جو زندہ ہے اور اس کو کبھی موت نہیں آئے گی۔'' اسی ذات کی خوبیوں کا بیان ہے اَلَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وہ ذات ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو وَمَا بَیْنَھُمَا اور جو کچھ آسمانوں اور زمین کے درمیان ہے اس کو بھی اسی نے پیدا کیا ہے فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ چھ دنوں میں۔ چھ دنوں سے چھ دن کا وقفہ مراد ہے۔ کیونکہ اس وقت نہ سورج تھا، نہ چاند تھا، نہ دن تھا، نہ رات تھی۔ چھ دنوں کے وقت میں پیدا کرنے کا مقصد مفسرین کرامؒ یہ بیان فرماتے ہیں کہ اس سے مخلوق کو بتلانا مقصود ہے کہ قادر ہو کر میرا کام آہستہ آہستہ ہے لہٰذا تمہارے کام بھی تدریجاً آہستہ آہستہ ہونے چاہئیں۔ ورنہ اللہ تعالیٰ ایک لمحے میں پیدا کرسکتا تھا اس کی شان ہے اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنَ [سورہ یٰسین] ''جب ارادہ کرتا ہے کسی شے کا تو کہتا ہے اس کو ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے۔'' ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ پھر مستوی ہوا وہ عرش پر، قائم ہوا عرش پر۔ مستوی ہونے کے بارے میں ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ حضرت امام مالکؒ سے شاگردوں نے پوچھا کہ حضرت! استوىٰ علی العرش کا کیا مفہوم ہے؟ فرمایا بیٹو! اَلْاِیْمَانُ بِهٖ وَاجِبٌ وَکَیْفِیَّتُهٗ مَجْھُوْلَةٌ وَالسَّوَالُ عَنْهُ بِدْعَةٌ ''اس پر ایمان لانا واجب ہے، فرض ہے کہ رحمٰن عرش پر مستوی ہے مگر اس کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں ہے کہ وہ کس طرح بیٹھا ہے اور اس کے متعلق سوال کرنا بدعت ہے۔'' جیسے آپ حضرات قالینوں پر بیٹھے ہیں، میں

مصلّے پر بیٹھا ہوں ، کوئی کرسی پر بیٹھتا ہے ، کوئی پلنگ پر بیٹھتا ہے ، کوئی چٹائی پر بیٹھتا ہے ، تو ہم کسی کے ساتھ تشبیہ نہیں دے سکتے ۔ بس اتنا کافی ہے کہ جو استویٰ اس کی شان کے لائق ہے اور جس طرح اِستویٰ علی العرش ماننا ہے اسی طرح یہ بھی ماننا ہے وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ”اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو۔“ اور کس قدر ساتھ ہے؟ فرمایا نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ”ہم انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں ۔“ دل سے ایک رگ جاتی ہے دماغ کی طرف اس کو عربی میں ورید کہتے ہیں اور فارسی میں رگِ جان کہتے ہیں ۔ اس کا دل و دماغ کے ساتھ براہِ راست رابطہ ہے ۔ تو جیسے شہ رگ تمہارے زیادہ قریب ہے فرمایا ہم اس سے بھی زیادہ قریب ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نظر نہیں آتا ۔ تو جس طرح استویٰ علی العرش ماننا ہے اسی طرح یہ بھی ماننا ہے کہ وہ تمہارے ساتھ ہے علم کے لحاظ سے ، قدرت کے لحاظ سے اور جیسے اس کی شان ہے ۔ دونوں باتوں کا ذکر قرآن میں ہے ۔ اَلرَّحْمٰنُ وہ رحمان ہے فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا پس آپ سوال کریں اس کے متعلق کسی خبردار سے ۔ مسئلہ یہی ہے کہ جس کو خود کسی چیز کا علم نہ ہو تو وہ کسی خبردار سے پوچھے ۔ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اور جس وقت ان کافروں سے کہا جاتا ہے اُسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ سجدہ کرو رحمان کو ۔

من اور ما کا فرق :

تو قَالُوْا وہ کہتے ہیں وَمَا الرَّحْمٰنُ کیا ہے رحمان ۔ رحمان کیا چیز ہوتی ہے؟ دیکھو! ما کا لفظ بولتے ہیں جو غیر ذوالعقول کے لیے ہوتا ہے اور من کا لفظ ذوالعقول کے لیے بولا جاتا ہے ۔ مَن کا لفظ بولتے تو معنٰی ہوتا کون ہے رحمٰن ؟ چونکہ یہ انداز مسلمانوں کا تھا اس لیے نہیں مانتے تھے ورنہ رحمان کے لفظ سے وہ واقف تھے ۔ یہ لفظ عربی زبان کا ہے

زمانہ جاہلیت میں بھی عبدالرحمٰن نام تھے اگرچہ تھوڑے تھے۔حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ کا یہ نام پہلے سے ہے۔

۶ھ ذوالقعدہ کے مہینے میں صلح حدیبیہ ہوئی تو آپ ﷺ نے اپنے کاتب، اپنے منشی حضرت علی ؓ سے فرمایا اے علی! لکھو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ جلدی لکھنے والے تھے لکھ دیا۔کافروں کے نمائندے سہیل بن عمرو جو بعد میں ؓ ہوگئے۔ کہنے لگے حضرت! یہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تمہاری علامت ہے، تمہاری شان ہے ہم نے نہیں لکھنی۔آپ ﷺ نے فرمایا تم رحمان کو نہیں مانتے؟ کہنے لگا ماننے نہ ماننے کی بات چھوڑ دیں۔نہیں لکھنے دیا۔ بخاری اور مسلم کی روایت ہے۔بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے لفظ کاٹے گئے اور بِـاِسْمِکَ اللّٰھُمَّ لکھوایا گیا۔اے اللہ! تیرے نام کے ساتھ لکھتا ہوں۔آپ ﷺ نے فرمایا ہمیں اس نام سے بھی کوئی نقصان نہیں ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔کہتے ہیں اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا کیا ہم سجدہ کریں اس کو جس کا آپ ہمیں حکم دیتے ہیں وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا اور یہ قول ان کی نفرت کو زیادہ کر دیتا ہے۔رحمان کو سجدہ کرنے کا حکم دینے سے ان کی نفرت اور بڑھ جاتی ہے کیونکہ ان میں کفر اور شرک ہے۔یہ آیت سجدہ ہے جس جس نے سنی ہے اس پر سجدہ واجب ہوگیا ہے۔اللہ تعالیٰ کی اور کیا صفات ہیں؟

آسمان کی منزلیں :

تَبٰـرَكَ الَّذِىْ جَعَلَ فِى السَّمَآءِ بُرُوْجًا برکت والی ہے وہ ذات جس نے بنائے ہیں آسمان میں برج۔ برج سورج کی منزلیں ہیں جن کو وہ طے کرتا ہے۔اس کو تم اس طرح سمجھو کہ جیسے کراچی سے گاڑی چلتی ہے پشاور کے لیے تو پہلے وہ صوبہ سندھ کو طے کرتی ہے پھر صوبہ پنجاب کو پھر صوبہ سرحد میں داخل ہوئی اور پشاور پہنچتی ہے۔اور جو گاڑی

ملتان سے چلے گی پہلے خانیوال پھر ضلع ساہیوال پھر اوکاڑہ پھر لاہور پہنچے گی پھر گوجرانوالہ پھر گجرات، جہلم اور پنڈی پہنچے گی۔ یہ درمیان کے اضلاع گاڑی کی منزلیں ہیں۔ اسی طرح آسمانوں میں سورج کی منزلیں ہیں جن کو وہ طے کرتا ہے ان کو برج کہتے ہیں اور برج کا معنیٰ قلعہ بھی ہے۔ آسمانوں میں جگہ جگہ قلعے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ کے فرشتے نگرانی کے لیے موجود ہیں اگرچہ کوئی خطرہ نہیں ہے لیکن رب تعالیٰ کا نظام ہے اس نظام کے مطابق چلتے ہیں وَّ جَعَلَ فِيهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيرًا اور بنایا اس نے آسمان میں چراغ اور چاند روشنی کرنے والا۔ چراغ سے مراد سورج ہے جو ساری دنیا کو روشنی اور حرارت پہنچا رہا ہے اور چاند کو روشن کرنے والا ہے۔ چاند اور سورج دونوں بڑے سیارے ہیں جن کا تعلق براہِ راست مخلوق کے ساتھ ہے۔ رات کے وقت چاند کی مدہم روشنی اور ستاروں کی ادلی بدلی مسافروں کے لیے راہنمائی کا کام دیتی ہے جب سے اللہ تعالیٰ نے چاند سورج کو پیدا فرمایا یہ برابر اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں اور قیامت تک چلتے رہیں گے۔ یہ سب رب تعالیٰ کے پیدا کردہ ہیں۔ تو جو ذات ان صفات کی مالک ہے سجدے کی مستحق وہی ذات ہے۔

دلائل قدرت :

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً اور وہ وہ ذات ہے جس نے بنائی رات اور دن ایک دوسرے کے خلیفہ اور نائب آگے پیچھے آنے والے۔ رات گئی تو دن ظاہر ہو گیا دن ختم ہوا تو رات کی تاریکی چھا گئی اللہ کی قدرت کی یہ نشانیاں اس شخص کے لیے ہیں لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ جو ارادہ کرتا ہے نصیحت حاصل کرنے کا اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا یا جو ارادہ کرتا ہے شکریے کا۔ جو شخص مناظرِ قدرت میں غور وفکر کرے گا آخرکار

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا قائل ہو جائے گا مگر وہ شخص جوان کے بارے میں دھیان ہی نہیں کرتا سوچتا سمجھتا ہی نہیں ہے وہ نہ تو ان سے نصیحت حاصل کر سکتا ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے۔ اب صورت حال یہ ہے کہ ان یورپین قوموں نے ہمارا ماحول ہی خراب کر دیا ہے ٹی وی، وی. سی. آر، انٹرنیٹ، ناولوں سے فرصت نہیں ملتی۔ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں پہ کون غور وفکر کرے گا؟ دیکھو! ایک بزرگ نے بیان کیا آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے کہ جس گھر میں جان دار چیز کی تصویر نظر آتی ہو اور جس گھر میں کتا ہو اور جس گھر میں بغیر غسل کے مرد ہو یا بغیر غسل کے عورت ہو اس گھر میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ تو ایک آدمی نے کہا کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اتنی مفید چیز سے منع کیا گیا ہے یعنی کتے سے۔ وہ بزرگ بڑے ذہین تھے فوراً فرمایا کہ فلاں انگریز نے لکھا ہے کہ کتا اس لیے بُرا ہے کہ اپنی جنس کا دشمن ہے۔ کتا کتے کو دیکھے تو بھونکتا ہے۔ وہ شخص کہنے لگا اب بات سمجھ آئی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کے ارشادات تو آپ کو سمجھ نہ آئے اور میں نے جب انگریز کا نام لیا تو تجھے سمجھ آ گئی۔ ماحول ہی سارا خراب ہو گیا ہے۔ انگریز ہمارے دل و دماغ پہ چھا گیا ہے بس انگریز کا نام لے دو تو سب کچھ سمجھ آ جاتا ہے۔ آج ہمارے سر پر بیرونی ممالک بیٹھے ہیں حکومت ان کی ہے ہمارے حکمران تو ان کے نمائندے ہیں۔ بات ان کی چلتی ہے، سکہ ان کا چلتا ہے، ڈالر کی قیمت ہے روپے کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ آپ کسی ملک میں چلے جائیں اور اپنا نوٹ نکال کر دیں تو عام آدمی نہیں لے گا جو خاص لوگ بیٹھے ہیں تبدیل کر کے دینے والے بس وہی لیں گے۔ اور اگر ڈالر پاؤنڈ تمہارے پاس ہو تو جس ملک میں جاؤ وہ لے لیں گے۔ ان خبیثوں کا سکہ پوری دنیا میں چلتا ہے۔ پاکستان تو ان کا غلام اور لونڈی ہے۔ اب دیکھو! یہ معین الدین قریشی آیا ہے یہ کیا گل کھلاتا ہے اور ان کے کان میں

کیا پھونک مارتا ہے جو وہ ان کے کان میں پھونک مارے گا اس کے مطابق بجٹ بنے گا۔ وہ تو پھونک مار کر چلا جائے گا پھر دیکھو کیا حالات پیدا ہوتے ہیں۔ یہ جو ہمارے بڑے ہیں صدر، وزیراعظم وغیرہ یہ تو ان کی مرضی کے بغیر پتلون نہیں بدل سکتے۔ کہنا یہ چاہتا ہوں کہ ماحول کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ تم اپنا ماحول دینی بنالو۔ موجودہ ماحول میں نمازی بہت مشکل سے بنیں گے۔ تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے رات بنائی، دن بنایا ایک دوسرے کے خلیفہ۔ یہ اس کے لیے ہے جو ارادہ کرے سمجھنے کا یا شکر ادا کرنے کا۔ دن کو پائے تو دن کو شکر ادا کرے، رات کو پائے تو رات کو شکر ادا کرے۔ اوپر رحمان کا ذکر تھا آگے عباد الرحمٰن کا ذکر ہے۔

عباد الرحمٰن کی صفات :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ رحمان کے بندوں کی پہلی صفت: الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا جو چلتے ہیں زمین پر وقار کے ساتھ۔ نہ اکڑ کر چلتے ہیں اور نہ پاؤں گھسیٹتے ہوئے چلتے ہیں بڑے وقار اور ادب کے ساتھ چلتے ہیں۔

دوسری صفت اور خوبی: وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا اور جب جاہل قسم کے لوگ ان سے خطاب کرتے ہیں، گفتگو کرتے ہیں تو اللہ کے بندے ان کے ساتھ سلامتی کی بات کرتے ہیں جھگڑے فساد کی بات نہیں کرتے۔ بڑے حوصلے کی بات ہے کہ ایک شخص دوسرے کو کہے تم پاگل ہو اور وہ اس کے جواب میں خاموش ہو جائے۔ ورنہ عموماً یہ ہوتا ہے کہ تم کسی کو پاگل کہو تو وہ کہے گا تمہاری سات پشتیں پاگل ہیں۔ یہ عباد الرحمٰن کا حوصلہ ہے کہ ان کو جو کچھ بھی کہو ان کے منہ سے سلامتی کی بات نکلے گی۔

تیسری خوبی: وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ اور عباد الرحمٰن وہ ہیں جو رات گزارتے

ہیں اپنے رب کے سامنے سُجَّدًا ساجِدٌ کی جمع ہے سجدہ کرتے ہوئے وَّقِيَامًا اور کھڑے ہونے کی حالت میں۔ کبھی کھڑے ہوتے ہیں کبھی سجدے میں گر پڑتے ہیں۔ ہمارے لیے تو صبح کی نماز کے لیے اٹھنا بھی بڑا مشکل ہے۔ عبادالرحمٰن بننا آسان کام نہیں ہے۔ ساتھیو! عادت بنالو خصوصاً بزرگ حضرات۔ پہلے زمانے میں جب کسی کی ڈاڑھی یا سر میں ایک بال بھی سفید ہو جاتا تھا تو وہ سب سے پہلے تہجد کا سوچتا تھا کہ اب میں موت کے قریب ہو گیا ہوں مجھے تہجد نہیں چھوڑنی چاہیے۔ صبح صادق سے آدھ گھنٹہ پہلے اٹھ کر تہجد پڑھے، کوئی مشکل کام نہیں ہے صرف شیطان، نفس امارہ ہمیں نہیں چھوڑتا۔ ٹائم پیس رکھو، الارم لگالو کچھ دنوں کے بعد عادت بن جائے گی۔

عبادالرحمٰن کی اور خوبی: وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ اور عبادالرحمٰن وہ ہیں جو کہتے ہیں رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ اے رب ہمارے پھیر دے، دور رکھ ہم سے دوزخ کا عذاب۔ دوزخ کے عذاب سے ہمیں بچا۔ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا بے شک جہنم کا عذاب تاوان ہے، چٹی ہے، بہت مشکل ہے۔ آج تم دنیا کی آگ میں انگلی ڈالو آدھ منٹ میں جل جائے گی اور جہنم کی آگ تو اس سے انہتر گنا تیز ہے۔ اس لیے پناہ مانگتے تھے حقیقت یہ ہے کہ ہمارا ذہن صرف دنیا تک ہی ہے نہ ہمیں قبر کی فکر ہے نہ موت کا خیال ہے نہ میدان محشر کا خیال ہے نہ حساب کتاب کا احساس ہے نہ رب تعالیٰ کی سچی عدالت کے قائم ہونے کا خیال ہے نہ دوزخ کا ڈر ہے نہ جنت کی طلب ہے۔ طلب ہے تو ڈالروں کی، روپیوں کی۔ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا بے شک وہ جہنم بری ہے ٹھکانے کے لحاظ سے اور رہائش کے لحاظ سے۔ مستقر عارضی ٹھکانے کو کہتے ہیں جہاں آدمی نے دو چار دن دس دن رہنا ہو اور مقام مستقل رہائش گاہ کو کہتے ہیں۔ جہنم عارضی طور پر بھی بُری ہے اور

مستقل رہائش کے طور پر بھی۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو بچائے۔

عبادالرحمان کی اور خوبی: وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا وہ ایسے لوگ ہیں جس وقت خرچ کرتے ہیں گھر میں یا باہر لَمْ يُسْرِفُوْا اسراف نہیں کرتے وَلَمْ يَقْتُرُوْا اور کمی بھی نہیں کرتے ہیں۔ ضرورت سے زیادہ بھی نہیں خرچ کرتے اور ایسا بھی نہیں کرتے کہ گھر والے ترستے رہیں اور وہ پیسے کو جمع کر کے رکھتے ہیں وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا اور ہے اس کے درمیان اِن کا گذران۔ نہ اسراف نہ کمی، بین بین۔ مزید خوبیاں بیان ہوں گی پھر نتیجہ آئے گا کہ اس کا نتیجہ کیا ہے؟

وَالَّذِيْنَ

لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿۶۸﴾ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ﴿۶۹﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۰﴾ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴿۷۱﴾ وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ﴿۷۲﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ﴿۷۳﴾ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ﴿۷۴﴾ اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ﴿۷۵﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿۷۶﴾ قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَاۗؤُكُمْ ۚ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا ﴿۷۷﴾ ع ۱۷

وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ لَا يَدْعُوْنَ جو نہیں پکارتے مَعَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اِلٰهًا اٰخَرَ کسی اور کو حاجت روا مشکل کشا وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ اور نہیں قتل کرتے نفس کو الَّتِيْ وہ نفس حَرَّمَ اللّٰهُ کہ حرام کیا ہے اللہ تعالیٰ نے اِلَّا بِالْحَقِّ مگر حق کے ساتھ وَلَا يَزْنُوْنَ اور وہ زنا نہیں کرتے وَمَنْ يَّفْعَلْ

ذٰلِكَ اور جو شخص یہ کرے گا یَلْقَ اَثَامًا ملے گا گناہ کو یُضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ دگنا کیا جائے گا اس کے لیے عذاب یَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت والے دن وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا اور ہمیشہ رہے گا اس عذاب میں ذلیل وخوار کیا ہوا اِلَّا مَنْ تَابَ مگر وہ شخص جس نے توبہ کی وَاٰمَنَ اور ایمان لایا وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا اور عمل کیا عمل کرنا اچھا فَاُولٰٓئِكَ پس یہی لوگ ہیں يُبَدِّلُ اللّٰهُ بدل دے گا اللہ تعالیٰ سَيِّاٰتِهِمْ ان کی برائیوں کو حَسَنٰتٍ بھلائیوں میں وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا بخشنے والا مہربان وَمَنْ تَابَ اور جس شخص نے توبہ کی وَعَمِلَ صَالِحًا اور اس نے عمل کیا اچھا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ پس بے شک وہ رجوع کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف مَتَابًا رجوع کرنا وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ اور وہ جب گزرتے ہیں بیہودہ چیزوں کے پاس سے مَرُّوْا كِرَامًا گزر جاتے ہیں شریفانہ وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ اِذَا ذُكِّرُوْا جب ان کو یاد دلائی جاتی ہیں بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ اپنے رب کی آیتیں لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا نہیں گرتے ان پر صُمًّا بہرے ہو کر وَّعُمْيَانًا اور اندھے ہو کر وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ يَقُوْلُوْنَ جو کہتے ہیں رَبَّنَا اے ہمارے رب هَبْ لَنَا دے ہمیں مِنْ اَزْوَاجِنَا ہماری بیویوں سے وَذُرِّيّٰتِنَا اور ہماری اولادوں سے قُرَّةَ اَعْيُنٍ آنکھوں کی ٹھنڈک وَّاجْعَلْنَا اور بنا دے ہمیں لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا پرہیزگاروں کا امام اُولٰٓئِكَ یہی لوگ ہیں

یُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ جن کو بدلہ دیا جائے گا بالائی منزلوں کا بِمَا صَبَرُوْا ان کے صبر کی وجہ سے وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا اور وہ دیئے جائیں گے ان بالائی منزلوں میں تَحِيَّةً آؤ بھگت وَّسَلٰمًا اور سلام خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ہمیشہ رہیں گے ان منزلوں میں حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا بہت اچھی ہے وہ ٹھہرنے کی جگہ وَّمُقَامًا اور مستقل رہائش گاہ قُلْ آپ کہہ دیں مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ نہیں پروا کرتا تمہاری میرا رب لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ اگر نہ ہو تمہارا پکارنا فَقَدْ كَذَّبْتُمْ پس تحقیق تم جھٹلا چکے ہو فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا پس عنقریب ہوگا عذاب لازم۔

بات ہو رہی تھی عباد الرحمن کی کہ رحمان کے بندے کون ہیں؟ عباد الرحمن مبتدا ہے اور اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ یہ اس کی خبر ہے۔ درمیان میں عباد الرحمان کے اوصاف اور علامتیں بیان ہوئی ہیں کہ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا ''وہ زمین پر بڑے وقار کے ساتھ چلتے ہیں۔'' جب جاہلوں کے ساتھ ہم کلام ہوتے ہیں تو سلامتی کی بات کرتے ہیں۔ وہ راتیں اپنے رب کے سامنے سجدے اور قیام میں گزارتے ہیں۔ وہ لوگ دعا کرتے ہیں اے ہمارے رب! جہنم کے عذاب کو ہم سے پھیر دے بے شک وہ عذاب بڑا تاوان ہے بڑا ٹھکانا اور بری جگہ ہے۔ اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو اسراف نہیں کرتے اور کمی بھی نہیں کرتے اس کے درمیان درمیان ان کا گزران ہے۔

مزید عباد الرحمٰن کی خوبیاں :

مزید ان کی خوبیاں یہ ہیں وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وہ ہیں جو

نہیں پکارتے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو حاجت روا، مشکل کشا، فریادرس، دستگیر سمجھ کر۔ وہ اپنی سب حاجتیں رب تعالیٰ سے مانگتے ہیں وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ اور وہ نہیں قتل کرتے کسی نفس کو الَّتِيْ وہ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ جس کے قتل کرنے کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے مگر حق کے ساتھ۔

قتل حق کی صورتیں :

شریعت میں قتل حق کی تین صورتیں ہیں۔

☆......پہلی صورت؛ اگر کوئی شخص معاذ اللہ تعالیٰ مرتد ہو جائے تو اس کو تین دن کی مہلت دی جائے گی اس کے شبہات دور کرنے کے لیے کہ تم نے اسلام کیوں چھوڑا ہے؟ اگر وہ ضد سے باز نہ آیا تو تین دن کے بعد اسے قتل کر دیا جائے گا۔ یہ قتل بالحق ہے۔ مسئلہ یہی ہے مگر ہماری حکومت نہیں مانتی کہ امریکہ ناراض ہو جائے گا۔

☆......دوسری صورت؛ قتل حق کی یہ ہے کہ العیاذ باللہ کوئی مرد عورت شادی شدہ ہوں اور زنا کا ارتکاب کریں تو ان کو رجم کیا جائے گا۔ یہ رجم کرنا بھی قتل بالحق ہے۔ حکومت اس کی بھی قائل نہیں ہے۔ بے نظیر بھٹو نے کہا تھا کہ یہ بڑا ظلم ہے۔

☆......قتل حق کی تیسری صورت قصاص ہے۔ اگر کوئی شخص کسی کو ناحق قتل کر دے تو اس کو اس کے عوض میں قتل کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ کسی جان کو قتل کرنا چاہے وہ مسلم ہے یا غیر مسلم، حرام ہے۔ اور آج تو حالت یہ ہے کہ مسجدوں میں نمازیوں کو نہیں چھوڑتے۔ کسی کی جان محفوظ نہیں ہے۔ آج تو آدمی جب گھر آئے حوادثات سے بچ کر، چور ڈاکوؤں سے بچ کر تو اس کو دو نفل شکرانے کے پڑھنے چاہئیں کہ اے پروردگار! تیرا شکر ہے کہ میں خیر و عافیت سے گھر آ گیا ہوں۔ فرمایا وَلَا يَزْنُوْنَ اور وہ زنا نہیں کرتے۔ یہ بھی عباد الرحمان

کی خوبی ہے وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ اور جس نے یہ کاروائی کی جو اوپر مذکور ہوئی ہے يَلْقَ اَثَامًا وہ ملے گا گناہ کو۔ اور اثام جہنم میں ایک طبقے کا نام بھی ہے تو ان لوگوں کو اس طبقے میں ڈالا جائے گا يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ دگنا کیا جائے گا اس کے لیے عذاب يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت والے دن وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا اور ہمیشہ رہے گا اس عذاب میں ذلیل اور رسوا کیا ہوا۔ ظاہر بات ہے دوزخ کے عذاب میں کہاں عزت ہوگی؟ فرمایا اِلَّا مَنْ تَابَ مگر جس نے توبہ کی کفر شرک اور گناہوں سے۔ پہلے کافر تھا وَاٰمَنَ اور ایمان لے آیا وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا اور عمل کیا اچھا فَاُولٰٓئِكَ پس یہی لوگ ہیں يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ بدل دے گا اللہ تعالیٰ ان کی برائیوں کو نیکیوں کے ساتھ۔

برائیوں کو نیکیوں سے بدلنا :

اس کی ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ پہلے جن اوقات میں برے کام کرتے تھے اب ان اوقات میں نیکیاں کرتے ہیں پہلے وقت گناہوں میں گزرتا تھا اب نیکیوں میں گزرتا ہے۔ اور یہ معنیٰ بھی کرتے ہیں مفسرین کرام ؒ کہ پہلے ان کا ملکہ اور عادت بُری تھی اب بدل کر نیکی کا ملکہ اور عادت کر دی۔ پہلے ان کے لیے برائی آسان تھی اب ان کے لیے نیکی آسان ہوگئی ہے۔ اور ایک تفسیر یہ بھی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی برائیوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دے گا۔ یعنی پہلے جرائم معاف کر کے ان کی جگہ نیکیاں لکھ دی جائیں گی۔

حضرت ابوذر غفاری ؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ ایک بندے کو حاضر کرنے کا حکم دیں گے۔ جب وہ حاضر ہوگا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اس کے چھوٹے چھوٹے گناہوں کو شمار کیا جائے۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے اے بندے! تجھے یاد ہے تم نے فلاں گناہ کیا۔ ایسے گناہ پروردگار ذکر فرمائیں گے جن

کو بندہ گناہ بھی نہیں سمجھتا تھا۔ مثلاً رب تعالیٰ فرمائیں گے اے بندے تو نے مسجد سے نکلتے ہوئے سیڑھیوں پہ تھوکا تھا، تو نے کیلا کھا کر چھلکا سڑک پر پھینک دیا تھا، تو نے اپنے گھر سے مکڑی کے جالوں کو نہیں اتارا تھا۔ اے بندے! تیرے گھر میں صفائی نہیں تھی۔ تو اس بندے کے طوطے اڑ جائیں گے۔ وہ آدمی اقرار کرے گا اور ڈرے گا کہ کہیں اللہ تعالیٰ بڑے گناہوں کے متعلق نہ پوچھ لیں۔ پھر حکم ہوگا جاؤ ہم نے تمہارے یہ چھوٹے چھوٹے گناہ معاف کر دیئے اور ان کے بدلے میں ایک ایک نیکی دے دی ہے۔ وہ شخص دلیر ہو جائے گا کہ گناہوں کے بدلے میں نیکیاں مل رہی ہیں تو کیوں نہ بڑے بڑے گناہوں کا تذکرہ ہو جائے تاکہ ان کے بدلے بھی نیکیاں مل جائیں۔ پھر وہ عرض کرے گا اے مولا کریم! ابھی میرے بعض گناہوں کا ذکر نہیں ہوا۔ یہ بیان کرتے ہوئے آنحضرت ﷺ نے تبسم فرمایا کہ دیکھو! یہ شخص پہلے تو اپنے گناہوں سے خائف تھا مگر اب اللہ تعالیٰ کی مہربانی دیکھ کر اتنا دلیر ہو گیا ہے کہ خود ان کا تذکرہ کر رہا ہے۔ بہر حال بعض آدمیوں پر اللہ تعالیٰ اس قدر راضی ہوگا کہ ان کے گناہوں کی جگہ نیکیاں لکھ دے گا۔ یہ ہر آدمی کے لیے نہیں ہوگا یہ اس کے لیے ہوگا جو صحیح العقیدہ مسلمان ہوگا اور اس کی نیکیوں کا بڑا انبار ہوگا، بڑا ڈھیر لگا ہوا ہوگا اور بہت دفعہ عرض کر چکا ہوں کہ محض نیکیوں کے انبار پر ہی نہ رہنا ان کو بچانے کی بھی فکر کرنا۔ بعض لوگ ایسے بھی ہوں گے کہ میدان محشر میں ان کی نیکیوں کے بڑے بڑے انبار لگے ہوں گے۔ وہ کہیں گے الحمد للہ خیر سلا ہے۔ مگر جب حساب کتاب شروع ہوگا تو ایک آدمی کہے گا یا اللہ! اس نے میرا حق دینا ہے۔ اُس کے حق کے مطابق اِس کی نیکیاں اٹھا کر اس کو دے دی جائیں گی۔ دوسرا آئے گا یا اللہ! اس نے میرا حق دینا ہے۔ اُس کو اس کی نیکیاں دی جائیں گی۔ ایک آکر کہے گا یا اللہ! اس نے مجھے گالی دی تھی۔ ایک نیکی گالی پر

دی جائے گی۔ایک کہے گا اے پروردگار! اس نے مجھے گھورا تھا بلا وجہ۔اس کو اس کی نیکی دی جائے گی۔ایک کہے گا اے پروردگار! اس نے مجھے مکا مارا تھا، اس نے میرے ساتھ دھوکا کیا تھا، اس نے میرے ساتھ جھوٹ بولا تھا، اس نے میری غیبت کی تھی۔ یہاں تک کہ اس کی ساری نیکیاں ختم ہو جائیں گی۔حقوق والے لوگ باقی رہ جائیں گے تو ان کے گناہ اٹھا کر اس کے سر پر رکھ دیئے جائیں گے اور اٹھا کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔تو یاد رکھنا! نیکی کرنی بھی بڑی مشکل ہے لیکن نیکی کا تحفظ کرنا اور اپنے حق میں محفوظ رکھنا مشکل ترین کام ہے۔ہم تو دنیا میں کسی کا حق کھا جانے کو چالاکی سمجھتے ہیں، کسی کو مکا مار دینے کو بہادری سمجھتے ہیں لیکن ان چیزوں کا پتا قیامت والے دن لگے گا جب نتیجہ سامنے آئے گا۔

تو فرمایا جس نے توبہ کی اور عمل اچھا کیا اللہ تعالیٰ ان کی برائیوں کو نیکیوں کے ساتھ بدل دے گا وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا اور ہے اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان۔فرمایا وَمَنْ تَابَ اور جس نے توبہ کی سچے دل سے وَعَمِلَ صَالِحًا اور عمل کیا عمل کرنا اچھا۔توبہ کے بعد نیک کام کیے فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا پس بے شک وہ توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرنا۔اس کا رجوع رب تعالیٰ کی طرف ہے۔عباد الرحمان کی اور خوبی وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وہ لوگ ہیں جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔جان جاتی ہے جائے جھوٹی گواہی نہیں دینی۔آج سچی گواہی دینا بہت مشکل کام ہے۔اور یہ معنیٰ بھی کرتے ہیں کہ وہ جھوٹی مجالس میں حاضر نہیں ہوتے۔یعنی زُور کا معنیٰ جھوٹی مجالس۔جہاں شریعت کے خلاف باتیں ہوں وہ وہاں نہیں جاتے۔مثلاً ماتم کی مجلس ہوگئی، بدعات رسومات کی مجالس ہوگئیں ان میں قطعاً نہیں جانا۔

مزید خوبیاں :

اورخوبی وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا کِرَامًا وہ جب گزرتے ہیں بیہودہ مجالس سے تو گزر جاتے ہیں شریفانہ۔کوئی جوا کھیل رہا ہے، کوئی تاش کھیل رہا ہے، کوئی کسی اور کھیل میں لگا ہوا ہے اللہ کے بندوں کو ان سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔ وہ کیا کرتے ہیں؟ ان سے الجھتے نہیں ہیں بلکہ آرام سے وہاں سے گزر جاتے ہیں۔بعض ساتھی جذباتی ہوتے ہیں الجھ پڑتے ہیں اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا بلکہ وہ لوگ گناہ میں اور پختہ ہو جاتے ہیں۔ ہاں! اگر کوئی ایسا قرینہ ہو کہ میں ان کو سمجھاؤں تو یہ لوگ سمجھ جائیں گے تو پھر نرمی کے ساتھ ان کو سمجھادو۔لیکن جب وہ اپنے پتوں میں لگے ہوتے ہیں تو اس وقت ان پر شیطان سوار ہوتا ہے سمجھنے والی کوئی بات نہیں ہوتی۔اس وقت وہ تمہاری ڈاڑھیاں سنائیں گے تمہاری نماز اور روزے سنائیں گے کہ جاؤ دیندارو! نمازیو! ڈاڑھی والو! لہٰذا شریفانہ طور پر گزر جانا چاہیے۔

عبادالرحمان کی اور خوبی وَالَّذِیْنَ اِذَا ذُکِّرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ اور وہ لوگ ہیں جب ان کو یاد دلائی جاتی ہیں اپنے رب کی آیتیں۔رب تعالیٰ کی آیتیں ان کے سامنے پڑھی جاتی ہیں ان کے ذریعے ان کو سمجھایا جاتا ہے تو لَمْ یَخِرُّوْا عَلَیْهَا نہیں گرتے ان پر صُمًّا بہرے ہوکر وَّعُمْیَانًا اور اندھے ہوکر۔بلکہ وہ غور کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی آیات کو سنتے ہیں سمجھتے ہیں اور عبرت حاصل کرتے ہیں۔

اورخوبی وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ اور وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! دے ہمیں ہماری بیویوں سے اور ہماری اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک۔اولاد نمازی، دین دار ہو تو مومن کی آنکھ ٹھنڈی ہوگی۔بے نماز

اور بے دین ہو تو اس سے بڑا صدمہ کوئی نہیں ہوگا۔ پیسے کی خاطر جو لوگ بیرون ملک جاتے ہیں جائز طریقہ سے کمائی کرنا گناہ نہیں ہے مگر ان میں اصولاً دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جو مومن، متقی، پرہیز گار ہیں، نماز روزے کے پابند ہیں وہ وہاں بھی نماز روزے کے پابند ہوتے ہیں۔ لیکن ان کی اولاد وہاں بگڑ جاتی ہے اور یہ لوگ اپنی اولاد کی وجہ سے بڑے پریشان ہوتے ہیں چاہے وہ کسی بھی یورپی ملک میں ہیں امریکہ، برطانیہ، فرانس وغیرہ کسی بھی ملک میں ہیں پریشان ہیں اور پریشانی اس لیے ہے کہ وہ اپنے بچے کو تھپڑ تک نہیں مار سکتے کہ تم نے نماز کیوں نہیں پڑھی۔ مقدمہ بن جاتا ہے۔ اپنے بچوں کو کچھ نہیں کہہ سکتے۔ وہاں کا ماحول اتنا گندہ ہے کہ خدا کی پناہ! کوئی شرم وحیا نہیں ہے دن دیہاڑے سڑکوں پر میں نے جو کچھ دیکھا ہے اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے۔ اور نوجوان طبقہ ایسی چیزوں سے بہت جلد متاثر ہوتا ہے۔ برطانیہ میں ڈارم کے علاقے میں ایک جگہ میری تقریر تھی تقریر کے بعد گجرات کے علاقہ کے ایک بزرگ آ کر میرے ساتھ چمٹ کر رونے لگ گئے اور کافی دیر تک روتے رہے۔ میں نے پوچھا کیا بات ہے؟ کہنے لگے کیا بتلاؤ ہماری پیدائش تو پاکستان کی تھی روزی اللہ تعالیٰ نے یہاں رکھی تھی یہاں ہماری حالت یہ ہے کہ ہم جب نماز پڑھتے ہیں روزے رکھتے ہیں تو ہماری اولاد ہمارے ساتھ مذاق کرتی ہے عیسائیوں اور غیر مذہبوں کے ساتھ ان کا اٹھنا بیٹھنا ہے ہم جب منع کرتے ہیں کہ ان کے ساتھ نہ چلو پھرو تو ہمیں گھورتے ہیں۔ ہم کچھ نہیں کہہ سکتے ایمان بھی خطرے میں ہے۔

بھئی! کیا کرلو گے؟ چار دن کھا پی کر جانا دوزخ میں ہے تو ایسے کھانے پینے کا کیا فائدہ؟

اور دوسرے قسم کے لوگ وہ ہیں جن کو نہ یہاں ایمان عمل کا علم ہے نہ وہاں۔ یہ خود بھی برباد اور ان کی اولاد بھی برباد۔ ہمارا تجربہ یہ ہے کہ جو پختہ ذہن کے مسلمان وہاں گئے

ہیں وہ وہاں بھی پختہ ہیں اور جو ڈانواں ڈول ، کچے ہیں وہ وہاں بھی کچے ہیں ۔ اور اولاد وہاں سب کی کچی ہے الا ماشاء اللہ۔ ہزار میں سے ایک ہوگا جو صحیح ہوگا۔ تو عباد الرحمان کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب عطا کر ہمیں بیویوں سے اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا اور بنا دے ہمیں پرہیزگاروں کا راہنما۔ ظاہر بات ہے کہ جو پرہیزگاروں کا امام ہوگا وہ کتنا زیادہ نیک ہوگا اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ یہی لوگ ہیں جن کو بدلہ دیا جائے گا بالائی منزلوں کو۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جنت میں سو سو منزلیں ہیں بِمَا صَبَرُوْا ان کے صبر کی وجہ سے۔ انہوں نے تکالیف، مصائب، پریشانیوں پر صبر کیا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا اور وہ دیئے جائیں گے ان بالائی منزلوں میں آؤ بھگت اور سلام۔ تَحِيَّه کہتے ہیں خوش آمدید، پنجابی میں کہتے ہیں جی آیاں نوں، پشتو میں کہتے ہیں ہر کلہ راشہ۔ اسی طرح وہاں دعائیں ہوں گی اور سلام ہوگا۔ فرشتے بھی کہیں گے مرحبا، خوش آمدید۔ حوریں بھی کہیں گی جی آیاں نوں۔ جھگڑے، فتنے اور شرارت کی وہاں کوئی بات نہیں ہوگی خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ہمیشہ ہمیشہ ان بالائی منزلوں میں رہیں گے حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ان کا عارضی طور پر جو ٹھکانا ہوگا وہ بھی اچھا ہوگا اور جو مستقل ہوگا وہ بھی اچھا ہوگا۔ عارضی طور پر اس طرح سمجھو کہ تم اپنے عزیز رشتہ داروں کو ملنے کے لیے جاتے ہو وہاں دو چار دن، ہفتہ ٹھہرتے ہو پھر واپس گھر آجاتے ہو یہ عارضی ٹھکانہ ہے۔ جنت میں بھی اپنے دوست، عزیز رشتہ داروں کو ملنے کے لیے جائیں گے تو وہ عارضی قیام گاہ بہت اچھی ہوگی اور جو مستقل رہائش گاہ ہوگی وہ بھی بہت عمدہ ہوگی۔ قُلْ آپ کہہ دیں ان کو مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ نہیں میرا رب تمہاری کوئی پروا نہیں کرتا لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ اگر تمہاری دعائیں نہ ہو۔ اگر تم

دعائیں نہ کرو اور تمہارا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ نہ ہو تو رب تمہاری کوئی پرواہ نہ کرے فَقَدْ كَذَّبْتُمْ پس تحقیق او ظالمو! تم جھٹلا چکے ہو رب تعالیٰ کے احکام فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا پس عنقریب عذاب تم پر لازم ہے۔ جو رب تعالیٰ کے بندے نہیں بنتے سمجھ لو کہ ان پر عذاب لازم ہے دنیا کا بھی اور آخرت کا بھی۔ اللہ تعالیٰ بچائے اور محفوظ رکھے۔

تفسیر

سورۃ الشعراء

(مکمل)

جلد............۱۴

سُوْرَةُ الشُّعَرَآءِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ مِائَتَانِ وَّ ... بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ... سَبْعٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً ... اَحَدَ عَشَرَ رُكُوْعًا

طٰسٓمّٓ ﴿۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۲﴾ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۳﴾ اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ﴿۴﴾ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ ﴿۵﴾ فَقَدْ كَذَّبُوْا فَسَيَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۶﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ﴿۷﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۸﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۹﴾ ع ۵

طٰسٓمّٓ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ یہ آیتیں ہیں کھول کر بیان کرنے والی کتاب کی لَعَلَّكَ شاید کہ آپ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ ضائع کردیں اپنی جان کو اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ اس بات سے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ اگر ہم چاہیں تو اتار دیں ان پر مِّنَ السَّمَآءِ آسمان سے اٰيَةً کوئی نشانی فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ پس ہو جائیں ان کی گردنیں لَهَا اس کے سامنے خٰضِعِيْنَ جھکنے والی وَمَا يَاْتِيْهِمْ اور نہیں آتی ان کے پاس مِّنْ ذِكْرٍ کوئی نصیحت مِّنَ الرَّحْمٰنِ رحمان کی طرف سے مُحْدَثٍ تازہ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مگر ہوتے ہیں وہ اس سے مُعْرِضِيْنَ اعراض کرنے والے فَقَدْ كَذَّبُوْا پس تحقیق یہ جھٹلا چکے ہیں فَسَيَاْتِيْهِمْ پس عنقریب آئے گی ان کے پاس اَنْۢبٰٓؤُا حقیقت مَا اس چیز

کی کَانُوۡا بِہٖ یَسۡتَھۡزِءُوۡنَ تھے جس کے ساتھ یہ مذاق کرتے اَوَلَمۡ یَرَوۡا کیا نہیں دیکھا انہوں نے اِلَی الۡاَرۡضِ زمین کی طرف کَمۡ اَنۡۢبَتۡنَا فِیۡھَا کتنی اُگائیں ہم نے اس میں مِنۡ کُلِّ زَوۡجٍ کَرِیۡمٍ ہر قسم کی سبزیاں جوڑا جوڑا عمدہ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ بے شک اس میں لَاٰیَۃً البتہ نشانی ہے وَمَا کَانَ اَکۡثَرُھُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ اور نہیں ہیں ان کے اکثر ایمان لانے والے وَاِنَّ رَبَّکَ اور بے شک آپ کا رب لَھُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ البتہ وہ غالب ہے مہربان۔

مضامین سورت :

اس سورت کا نام سورۃ الشعراء ہے۔ اس میں شاعروں کی حیثیت کو واضح کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ شاعر نہیں ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ مکہ اور عرب کے مشرکوں نے آنحضرت ﷺ کے متعلق یہ شوشہ چھوڑا کہ یہ شاعر ہیں اور نہ صرف یہ کہ شاعر ہیں بلکہ کہا معاذ اللہ تعالیٰ یہ مجنون اور پاگل بھی ہیں۔ عوام بڑے سطحی ہوتے ہیں ان میں حقیقت شناس بہت کم ہوتے ہیں۔ شوشوں کے پیچھے لگ جاتے ہیں تحقیق نہیں کرتے۔ سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۵ دیکھو! تاکہ تمہیں قرآن کریم کے ساتھ تھوڑی بہت نسبت ہو جائے۔ بَلۡ قَالُوۡۤا اَضۡغَاثُ اَحۡلَامٍۭ بَلِ افۡتَرٰىہُ بَلۡ ھُوَ شَاعِرٌ ’’بلکہ ان لوگوں نے کہا یہ تو پریشان خواب ہیں (جو یہ پیش کرتا ہے۔) بلکہ اس کو گھڑ کر لایا ہے بلکہ یہ تو شاعر ہے۔‘‘ سورۃ صفّت کی آیت نمبر ۳۶ نکالو۔ وَیَقُوۡلُوۡنَ اَئِنَّا لَتَارِکُوۡۤا اٰلِھَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجۡنُوۡنٍ ’’اور وہ کہتے ہیں کیا ہم چھوڑنے والے ہیں اپنے معبودوں کو ایک دیوانے شاعر کی وجہ سے۔‘‘ تو کافر آپ ﷺ کو دیوانہ، شاعر کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اس سورت

میں بتلائیں گے کہ شاعروں کو آپ ﷺ کے ساتھ کیا نسبت ہے وَاَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ ''اور بے شک وہ کہتے ہیں وہ جو کرتے نہیں ہیں۔'' اور آپ ﷺ تو جو کہتے ہیں وہ کرتے ہیں۔ وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ''شاعروں کی پیروی تو گمراہ لوگ کرتے ہیں۔'' ان کی مجلس میں آزاد خیال لوگ ہوتے ہیں کردار کی کوئی چیز ان میں نہیں ہوتی۔ اور آپ ﷺ کی مجلس میں تو بڑے ہدایت یافتہ، پرہیز گار اور متقی لوگ ہوتے ہیں۔ اور شاعروں کا ظاہر کچھ ہوتا ہے باطن کچھ ہوتا ہے اور آپ ﷺ کی جو زبان پر ہے وہی دل میں ہے یہاں کوئی دورنگی نہیں ہے۔

یہ سورت مکہ مکرمہ میں سنتالیسویں نمبر پر نازل ہوئی ہے۔ اس میں گیارہ رکوع اور دوسوستائیس آیات ہیں۔ طٰسٓمٓ یہ حروف مقطعات ہیں اور قرآن کریم کی انتیس سورتیں ہیں جن کے شروع میں ایسے حروف آئے ہیں۔ کسی میں الم، کسی میں الر ہے، کسی میں حم ہے، کسی میں طس ہے۔ ان کے متعلق حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں هِيَ مِنْ اَسْمَآءِ اللّٰهِ تَعَالٰى یہ حروف اللہ تعالیٰ کے ناموں کی طرف اشارہ ہیں۔ ط سے مراد طَيِّبٌ ہے جو اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ اور س سے مراد سَمِيْعٌ ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کا نام ہے وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْم۔ میم سے مراد مالک ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کا نام ہے مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ اسی طرح باقی حروف بھی اللہ تعالیٰ کے کسی نہ کسی نام کی طرف اشارہ ہے۔ فرمایا تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ یہ جو تمہارے سامنے پڑھی جارہی ہیں یہ اس کتاب کی آیتیں ہیں جو حقیقت کو کھول کر بیان کرتی ہے۔ چونکہ ہماری زبان عربی نہیں ہے اس لیے ہم قرآن پاک کی فصاحت اور بلاغت کو نہیں سمجھتے۔ قرآن پاک عربی زبان میں نازل ہوا دنیا آج تک اس کی مثال، اس کی نظیر نہیں پیش کر سکی۔ سارا قرآن تو درکنار ایک

چھوٹی سی سورت کی مثال نہیں پیش کر سکی۔ محض دعووں سے تو کچھ نہیں بنتا کہ کوئی دعویٰ کرے کہ میں نے قرآن جیسی سورۃ بنائی ہے اس کی فصاحت بلاغت اور مفہوم کو دیکھنا ہے کہ کیا مقابلہ کر سکتی ہے؟ مثلاً علامہ اقبال مرحوم جن کا شاعری میں بہت بلند مقام ہے۔ جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ کیا فارسی میں اور کیا اردو میں۔ ان کے اردو اشعار کی مشہور کتاب ہے بانگ درا۔ گجرات میں ایک پاگل شاعر تھا امام دین۔ یہ قادیانی تھا بالکل اوٹ پٹانگ اس کا ذہن تھا۔ اس نے بانگ درا کے مقابلہ میں ''بانگ دُہل'' لکھی۔ جس کو پڑھ کر آدمی سارا دن ہنستا رہتا ہے۔ اس میں وہ لکھتا ہے......

اگر ہو تم کو کچھ قبض کی شکایت تو کھالو مولیاں مٹر امام دینا
جنت کی سیٹیں تو پُر ہو چکی ہیں جہنم میں بے خوف وڑ امام دینا

حکومت سے کہہ دو جہازوں کو روکے
یہ راتوں کو میرا تراہ نکالتے ہیں

یہ بانگ درا کا مقابلہ ہو رہا ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ، کیا مقابلہ ہے۔ تو قرآن کریم کی ایک چھوٹی سی سورت جیسی سورت بھی آج تک کوئی نہیں لا سکا اور نہ قیامت تک لا سکے گا اور یہ وہ کتاب ہے جو حقیقت کو کھول کر رکھ دیتی ہے لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ شاید آپ اپنی جان کو ضائع کر دیں اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ اس بات سے کہ یہ ایمان نہیں لاتے۔ آپ ﷺ لوگوں کے ایمان کے بارے میں بہت حریص تھے۔ یہ صفت آپ ﷺ کی اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بیان فرمائی ہے۔ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ ''وہ تم پر حریص ہیں۔'' آپ ﷺ دنیا کے حریص نہیں تھے بلکہ اس بات کی حرص تھی کہ لوگ زیادہ سے زیادہ ایمان لے آئیں، زیادہ سے زیادہ لوگوں کو ہدایت نصیب ہو۔ آپ ﷺ لوگوں کو قرآن سناتے، تبلیغ کرتے اور

ان سے کچھ لیتے بھی نہیں تھے۔فرمایا وَمَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ [شعراء: ۱۰۹] ''اور میں نہیں مانگتا تم سے اس پر کوئی مزدوری نہیں ہے میری مزدوری مگر اللہ تعالیٰ کے ذمے۔'' اب ظاہر بات ہے کہ ایک آدمی لوگوں کے فائدے کی بات کرے اور کرے بھی انہی کی زبان میں اور کرے بھی مفت اور ان کے گھروں میں جا جا کر سمجھائے، ان کے محلوں میں سمجھائے، بازاروں میں سمجھائے اور وہ سمجھنے کی بجائے مجنوں اور شاعر کہیں، ساحر اور کاہن کہیں اور جوان کے منہ میں آئے کہیں تو دکھ تو ہوتا ہے، طبعی طور پر کوفت تو ہوتی ہے۔

مشرکین مکہ آنحضرت ﷺ کے پروگرام کی تکذیب کرتے تھے :

آپ ﷺ کی ذات کو تو وہ نہیں جھٹلاتے تھے بلکہ آپ ﷺ کے پروگرام کو جھٹلاتے تھے۔ایک موقع پر ابوجہل نے بازار میں آپ ﷺ کا بازو پکڑ لیا اور کہا کہ یا محمد (ﷺ) لَا نُكَذِّبُكَ وَلٰكِنْ نُكَذِّبُ بِمَا جِئْتَ بِهٖ ''ہم آپ کی تکذیب نہیں کرتے لیکن ہم اس چیز کی تکذیب کرتے ہیں جو آپ لے کر آئے ہیں۔'' یہ جو آپ ﷺ کہتے ہیں لا الٰہ الا اللہ یہ ہمیں قابل قبول نہیں ہے۔تو ان باتوں سے آپ ﷺ کو دکھ ہوتا تھا اور آپ ﷺ مغموم رہتے تھے۔اور قاعدہ یہ ہے کہ غمگین آدمی جلد بوڑھا ہو جاتا ہے۔اس کے قُویٰ جلد جواب دے جاتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ آخری دور میں نفل نماز بیٹھ کر پڑھتے تھے فرض نہیں، کمزوری کی وجہ سے۔حالانکہ آپ ﷺ کی عمر مبارک کوئی زیادہ نہیں تھی۔کل عمر ترسٹھ سال تھی۔بعض صحابہ ﷺ نے کہا حضرت! اِشْبْتَ ''آپ وقت سے پہلے بوڑھے ہو گئے ہیں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا شَيَّبَتْنِيْ هُوْدٌ وَاَخَوَاتُهَا ''مجھے بوڑھا کر دیا سورۃ ہود اور اس جیسی سورتوں نے۔'' سورت ہود میں اللہ تعالیٰ نے مجرم قوموں پر عذاب کا ذکر فرمایا ہے۔

نوح علیہ السلام کی قوم، ہود علیہ السلام کی قوم، صالح علیہ السلام کی قوم، شعیب علیہ السلام کی قوم اور بے شمار پیغمبروں کی قوموں کی تباہی کا ذکر ہے۔ پھر فرمایا وَ کَذٰلِکَ اَخۡذُ رَبِّکَ اِذَآ اَخَذَ الۡقُرٰی ''اور اسی طرح ہے تیرے رب کی پکڑ جس وقت کہ وہ پکڑتا ہے بستیوں کو۔'' تو ان الفاظ سے آپ ﷺ پریشان ہوئے کہ کہیں میری امت نہ پکڑی جائے۔ تو غم کی وجہ سے انسان کا بدن کمزور ہو جاتا ہے، اعضاء جواب دے جاتے ہیں۔

تاریخ کی کتابوں میں ہے کہ ایران کے ایک بادشاہ کا جسم روز بروز موٹا ہوتا جا رہا تھا بڑے ڈاکٹروں، حکیموں نے علاج کیا مگر کوئی فرق نہ پڑا۔ جوں جوں اس کا علاج کرتے وہ اور موٹا ہوتا جاتا۔ کھانا بھی کم کیا مگر موٹاپے میں کمی نہ آئی۔ ایک پرانا بوڑھا حکیم تلاش کیا اس نے کہا کہ میں علاج کروں گا ذرا ستارہ دیکھ لوں کہ شفا ہوگی بھی یا نہیں۔ یہ حکیم نجومی بھی تھا۔ چنانچہ حساب کا ڈرامہ رچا کر اس نے کہا کہ یہ چالیس دن کے بعد مر جائے گا۔ اگر یہ نہ مرے تو مجھے پھانسی پر لٹکا دینا۔ چالیس دن پورے ہوگئے اور وہ کھاتے پیتے بھی کمزور ہو گیا، جسم دبلا پتلا ہو گیا مگر مرا نہ۔ بادشاہ نے حکیم کو بلا کر پوچھا کہ تم تو کہتے تھے کہ میں مر جاؤں گا میں تو نہیں مرا؟ حکیم نے کہا کہ بادشاہ سلامت! یہ تو میں نے علاج کیا ہے۔

تو رب تعالیٰ نے فرمایا کہ شاید آپ اپنی جان ضائع کر دیں کہ یہ ایمان نہیں لاتے ان کے ایمان نہ لانے پر آپ پریشان نہ ہوں اِنۡ نَّشَاۡ نُنَزِّلۡ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ السَّمَآءِ اٰیَۃً اگر ہم چاہیں تو اتار دیں ان پر آسمان سے کوئی نشانی فَظَلَّتۡ اَعۡنَاقُہُمۡ خٰضِعِیۡنَ لَہَا پس ہو جائیں ان کی گردنیں اس نشانی کے سامنے جھکنے والیاں۔ ہم ان کو مجبور کر دیں جیسے بنی اسرائیل پر طور پہاڑ کو اٹھایا تھا وَرَفَعۡنَا فَوۡقَکُمُ الطُّوۡرَ خُذُوۡا مَآ اٰتَیۡنٰکُمۡ

بِقُوَّۃٍ [بقرہ:۶۳] ''اور اٹھایا ہم نے تم پر طور کو کہ پکڑو جو کچھ ہم نے دیا ہے تمہیں مضبوطی کے ساتھ۔'' تو رب تعالیٰ ایسی نشانیاں بھی نازل کرسکتا ہے۔ فرمایا وَمَا یَاْتِیْھِمْ مِّنْ ذِکْرٍ اور نہیں آتی ان کے پاس کوئی نصیحت مِّنَ الرَّحْمٰنِ رحمان کی طرف سے مُحْدَثٍ تازہ۔ جو چیز رب تعالیٰ کی طرف سے تازہ بہ تازہ آتی ہے اِلَّا کَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِیْنَ مگر یہ اس سے اعراض کرتے ہیں۔ جو رب تعالیٰ کی طرف سے آیات نازل ہوتی ہیں، نصیحتیں اترتی ہیں یہ نہیں مانتے فَقَدْ کَذَّبُوْا پس تحقیق یہ جھٹلا چکے ہیں فَسَیَاْتِیْھِمْ اَنْبٰٓؤُا مَا کَانُوْا بِهٖ یَسْتَھْزِءُوْنَ پس عنقریب آئے گی ان کے پاس حقیقت اس چیز کی جس کے ساتھ یہ ٹھٹھا کرتے ہیں۔ آج تو یہ عذاب کے ساتھ مسخرہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ [اعراف:۷۰] ''لے آ ہمارے پاس وہ عذاب جس سے ہمیں ڈراتا ہے۔'' کبھی کہتے مَتٰی ھٰذَا الْوَعْدُ ''کب ہوگا یہ وعدہ؟'' فرمایا جب آئے گا حقیقت کھل جائے گی اور اس وقت پتا چل جائے گا توحید کیا ہے اور شرک کیا ہے، سچ کیا ہے اور جھوٹ کیا ہے، سنت کیا ہے بدعت کیا ہے؟ اگر رب تعالیٰ کی قدرت کو سمجھنا ہو تو اس کی صنعت کو دیکھو سمجھ آ جائے گی۔ فرمایا اَوَلَمْ یَرَوْا اِلَی الْاَرْضِ کیا انہوں نے نہیں دیکھا زمین کی طرف کَمْ اَنْبَتْنَا فِیْھَا مِنْ کُلِّ زَوْجٍ کَرِیْمٍ کتنی اگائیں ہم نے اس میں ہر قسم کی سبزیاں جوڑا جوڑا عمدہ۔ درختوں کی شکلوں کو دیکھو، ان کے پھلوں کو دیکھو، کتنے قسم قسم کے پھل ہیں۔ کوئی درخت بڑا ہے کوئی چھوٹا ہے ان میں نر بھی ہیں مادہ بھی ہین۔ خربوز کئی قسم کا، تربوز کئی قسم کا، آم کئی قسم کا، سیب کئی قسم کا، گندم، جو، چنے، کئی قسم کے، کئی چیزیں میٹھی ہیں کئی چیزیں کڑوی ہیں۔ آم میٹھا ہے تُمّہ کڑوا ہے۔ اگر کوئی خدا کی قدرت کو سمجھنا چاہے تو کوئی مشکل بات نہیں ہے اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً بے شک اس میں رب کی

قدرت کی نشانیاں ہیں وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اور نہیں ہیں اکثر ان کے ایمان لانے والے۔اس وقت تقریباً پانچ ارب انسان دنیا میں موجود ہیں ان میں پانچواں حصہ مسلمانوں کا ہے جو اپنے آپ کو مسلمان کہلواتے ہیں۔ پھر ان میں صحیح معنٰی میں مسلمان بہت تھوڑے ہیں ساری دنیا کفر کے ساتھ بھری پڑی ہے وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ بے شک آپ کا رب غالب ہے مہربان ہے۔ غالب ہے چاہے تو ایک منٹ میں سب کو تباہ کردے مگر مہربان ہے تمہیں موقع دیتا ہے توبہ استغفار کا۔

❁❁❁

وَاِذْ نَادٰی رَبُّكَ

مُوْسٰۤی اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَۙ۝۱۰ قَوْمَ فِرْعَوْنَؕ اَلَا یَتَّقُوْنَ۝۱۱ قَالَ رَبِّ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِؕ۝۱۲ وَ یَضِیْقُ صَدْرِیْ وَ لَا یَنْطَلِقُ لِسَانِیْ فَاَرْسِلْ اِلٰی هٰرُوْنَ۝۱۳ وَ لَهُمْ عَلَیَّ ذَنْۢبٌ فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِۚ۝۱۴ قَالَ كَلَّاۚ فَاذْهَبَا بِاٰیٰتِنَاۤ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ۝۱۵ فَاْتِیَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَاۤ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَۙ۝۱۶ اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَؕ۝۱۷ قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِیْنَا وَلِیْدًا وَّ لَبِثْتَ فِیْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِیْنَۙ۝۱۸ وَ فَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِیْ فَعَلْتَ وَ اَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ۝۱۹ قَالَ فَعَلْتُهَاۤ اِذًا وَّ اَنَا مِنَ الضَّآلِّیْنَؕ۝۲۰ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِیْ رَبِّیْ حُكْمًا وَّ جَعَلَنِیْ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ۝۲۱ وَ تِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَیَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَؕ۝۲۲

وَاِذْ نَادٰی اور جب پکارا رَبُّکَ آپ کے رب نے مُوْسٰی موسیٰ علیہ السلام کو اَنْ یہ کہ اِئْتِ آپ آئیں اَلْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ظالم قوم کے پاس قَوْمَ فِرْعَوْنَ جو فرعون کی قوم ہے اَلَا یَتَّقُوْنَ وہ کیوں نہیں بچتے کفر شرک سے قَالَ کہا موسیٰ علیہ السلام نے رَبِّ اے میرے رب اِنِّیْٓ اَخَافُ بے شک میں خوف کرتا ہوں اَنْ اس بات کا یُّکَذِّبُوْنِ کہ وہ مجھے جھٹلا دیں گے وَیَضِیْقُ صَدْرِیْ اور میرا سینہ تنگ ہوگا وَلَا یَنْطَلِقُ لِسَانِیْ اور نہیں چلتی میری زبان

روانی کے ساتھ فَاَرْسِلْ اِلٰی هٰرُوْنَ پس آپ نبوت کا پیغام بھیجیں ہارون کی طرف بھی (علیہ السلام) وَلَهُمْ عَلَیَّ ذَنْبٌ اوران لوگوں کا میرے ذمے ایک گناہ ہے فَاَخَافُ پس میں خوف کرتا ہوں اَنْ یَّقْتُلُوْنِ یہ کہ مجھے قتل کردیں گے قَالَ فرمایا پروردگار نے كَلَّا ہرگز نہیں فَاذْهَبَا پس جاؤ تم دونوں بِاٰیٰتِنَآ ہماری نشانیاں لے کر اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ بے شک ہم تمہارے ساتھ سننے والے ہیں فَاْتِیَا فِرْعَوْنَ پس جاؤ تم دونوں فرعون کے پاس فَقُوْلَآ پس دونوں اس سے کہو اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ بے شک ہم رب العالمین کے رسول ہیں اَنْ اَرْسِلْ یہ کہ بھیج دے مَعَنَا ہمارے ساتھ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ بنی اسرائیل کو قَالَ فرعون نے کہا اَلَمْ نُرَبِّكَ کیا ہم نے تجھ کو پالا نہیں فِیْنَا اپنے اندر وَلِیْدًا جبکہ آپ بچے تھے وَّلَبِثْتَ فِیْنَا اور آپ ٹھہرے ہمارے اندر مِنْ عُمُرِكَ اپنی عمر سے سِنِیْنَ کئی سال وَفَعَلْتَ اور کیا تم نے فَعْلَتَكَ اپنا کام الَّتِیْ فَعَلْتَ جو تم نے کیا وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ اور آپ ناشکری کرنے والوں میں سے ہیں قَالَ فرمایا فَعَلْتُهَآ اِذًا کیا میں نے وہ کام اس وقت وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّیْنَ اور میں خطا کاروں میں سے تھا فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ پس میں بھاگ گیا تم سے لَمَّا خِفْتُكُمْ جب میں نے تم سے خوف کیا فَوَهَبَ لِیْ رَبِّیْ پس مجھے عطا کیا میرے رب نے حُكْمًا حکم وَّ جَعَلَنِیْ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ اور بنایا مجھے پیغمبروں میں سے وَتِلْكَ نِعْمَةٌ اور یہ احسان ہے تَمُنُّهَا عَلَیَّ جو تو نے احسان جتلایا

ہے مجھ پر اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِیْٓ اِسْرَآءِ یْلَ کہ تم نے غلام بنا رکھا ہے بنی اسرائیل کو۔

انبیاء کرام علیہم السلام کے واقعات سنا کر ایک تو آپ ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ یہ آج اگر آپ ﷺ کو جھٹلا رہے ہیں تو کوئی نئی بات نہیں ہے آپ سے پہلے پیغمبروں کو بھی انہوں نے جھٹلایا ہے۔ پھر ان کا انجام یہ ہے کہ جھٹلانے والے ناکام ہوئے اور انبیائے کرام اور ان کے متبعین کامیاب ہوئے اور ساتھ ساتھ جھٹلانے والوں کو بھی سمجھایا گیا ہے کہ جیسے ان لوگوں پر عذاب آیا جنہوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا تم پر بھی آ سکتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ پہلے اس لیے بیان فرمایا کہ سرزمین عرب پر آبادی کے لحاظ سے مشرکوں کے بعد یہود کا نمبر تھا اور یہ مشرکین ان کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے تھے ان سے سودا سلف خریدتے تھے ایک دوسرے کے حالات سے آگاہ ہوتے تھے۔

موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سن لو! وَاِذْ نَادٰی رَبُّکَ مُوْسٰٓی اور جب پکارا آپ کے رب نے موسیٰ علیہ السلام کو اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ یہ کہ آپ جائیں ظالم قوم کے پاس۔ اس مقام پر اجمال ہے اور دوسرے مقام پر تفصیل ہے۔ وہ تفصیل اس طرح ہے کہ موسیٰ علیہ السلام دس سال مدین میں رہے حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس اور ان کی بڑی صاحبزادی حضرت صفورا کے ساتھ نکاح ہوا۔ مدین سے مصر کا سفر تقریباً آٹھ دس دن کا تھا۔ دس سال کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام سے اجازت مانگی کہ میں اب اپنے آبائی گھر مصر جانا چاہتا ہوں اہل وعیال کے ساتھ کہ مجھ سے اتفاقاً ایک آدمی مر گیا تھا جا کر حالات کا جائزہ لیتا ہوں کہ وہ بات ان کے ذہنوں سے نکل گئی ہے یا نہیں۔ اگر ان کے ذہنوں سے نکل گئی ہے تو خیر ہے اور اگر ان کے ذہنوں میں ہے اور وہ

میری تلاش میں ہیں تو پھر میں واپس آ جاؤں گا۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی اہلیہ نے اجازت دی کہ ٹھیک ہے چلے جاؤ کہ وہاں آپ کے والدین ہیں، بہن بھائی ہیں ان کا بھی حق ہے۔ سفر شروع ہوا پیدل سفر تھا رات کی تاریکی تھی راستہ بھول گئے۔ موسم بھی سردی کا تھا۔ وادی طویٰ کے مقام پر جب پہنچے تو اہل خانہ سے کہا اِنِّیْ اٰنَسْتُ نَارًا [طٰہٰ: ۱۰] ''تم ذرا یہاں ٹھہرو مجھے آگ نظر آ رہی ہے'' میں وہاں جا کر راستہ بھی پوچھتا ہوں اور آگ بھی لاتا ہوں تا کہ تم سیکو۔ وہاں جب پہنچے تو وہ حقیقی آگ تو نہیں تھی وہ تو اللہ تعالیٰ کے نور کی تجلیات تھیں۔ وہاں رب تعالیٰ نے پکارا، آواز دی۔ اس کا ذکر ہے وَاِذْ نَادٰی رَبُّكَ مُوْسٰٓی اور جب آواز دی آپ کے رب نے موسیٰ علیہ السلام کو اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ یہ کہ آپ جائیں ظالم قوم کے پاس اور ان کی اصلاح کریں۔ وہ ظالم قوم کون ہے؟ قَوْمَ فِرْعَوْنَ فرعون کی قوم۔ فرعون مصر کے بادشاہ کا لقب ہوتا تھا جیسے ہمارے ملک کے سربراہ کو صدر کہتے ہیں نام جو بھی ہو صدر پاکستان کہتے ہیں۔ تو صدر اور فرعون کا مفہوم ایک ہی ہے۔ نام الگ الگ ہوتے تھے موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جو فرعون تھا اس کا نام ولید بن مصعب بن ریان تھا۔ یہ بڑا ہوشیار چالاک آدمی تھا جیسے آج کل کے لیڈر ہیں اسی طرح کا آدمی تھا۔ تو قومِ فرعون کے پاس جائیں اور ان سے کہیں اَلَا یَتَّقُوْنَ کیا وہ بچتے نہیں ہیں کفر شرک سے، رب تعالیٰ کی نافرمانی سے۔ جب موسیٰ علیہ السلام کو رب تعالیٰ نے یہ پیغام دیا تو قَالَ موسیٰ علیہ السلام نے کہا رَبِّ اے میرے رب اِنِّیْٓ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ بے شک میں خوف کرتا ہوں اس بات کا کہ وہ مجھے جھٹلا دیں گے وَیَضِیْقُ صَدْرِیْ اور میرا سینہ تنگ ہوگا وَلَا یَنْطَلِقُ لِسَانِیْ اور میری زبان بھی روانی کے ساتھ نہیں چلتی فَاَرْسِلْ اِلٰی هٰرُوْنَ پس آپ بھیجیں نبوت کا پیغام ہارون کی طرف۔ میرے

بھائی ہارون کو بھی رسول بنائیں تاکہ وہ میرا معین ومددگار ہو۔ سولہویں پارے میں پڑھ چکے ہو کہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے ان کو صندوق میں رکھ کر بحر قلزم میں ڈال دیا اور وہ بہتا ہوا فرعون کے باغ میں جو تالاب تھا وہاں پہنچا تو باغ کے مالی یا فوجی نے اٹھا کر آسیہ بنت مزاحم ؒ کے حوالے کر دیا جو بڑی نیک خاتون تھی۔ فرعون نے کہا کہ اس بچے کو قتل کر دیں یہ وہی خطرناک بچہ ہو سکتا ہے جس کی وجہ سے میں نے بارہ ہزار بچے قتل کرائے ہیں۔ بیوی اڑ گئی کہ اس کو قتل نہیں کرنا عَسٰی اَنْ یَّنْفَعَنَا اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا [سورۃ القصص] ''اس کو قتل نہ کرو ہو سکتا ہے اس سے ہمیں فائدہ ہو یا اس کو ہم اپنا بیٹا بنا لیں۔'' فرعون نے کہا کہ تجھے کوئی فائدہ معلوم ہوتا ہوگا مجھے تو کوئی فائدہ نظر نہیں آتا۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ ''اعمال کا دار ومدار نیتوں پر ہے۔'' آسیہ ؒ کی نیت اچھی تھی اس کو اللہ تعالیٰ نے ایمان جیسا فائدہ پہنچایا اور آخرت بن گئی۔ فرعون بدنیت تھا اس کو کچھ نہ ملا۔ اللہ تعالیٰ نے ماں کی طرف لوٹا کر دودھ کا انتظام بھی کر دیا۔ فرعون موسیٰ علیہ السلام کو اٹھاتا تو وہ عجیب عجیب حرکتیں کرتے۔ کبھی اس کی ناک میں انگلیاں ڈال دیتے، کبھی آنکھوں میں، کبھی منہ پر تھپڑ مار دیتے۔ فرعون نے کہا کہ یہ بچہ خطرناک ہے آسیہ ؒ بنت مزاحم ؒ نے کہا کہ نہیں بچے ایسی ویسی حرکتیں کرتے ہیں نا سمجھ بچہ ہے اس کو کیا پتا؟ فرعون نے کہا کہ اتنا تو میں بھی سمجھتا ہوں کہ بچہ ہے مگر وہ بچے اور ہوتے ہیں یہ بچہ اس طرح کا نہیں ہے۔ کہنے لگے امتحان لیتے ہیں۔ ایک پلیٹ میں ہیرا رکھ دیا اور دوسری طرف جلتا ہوا انگارا رکھ دیا کہ دیکھو یہ ہیرا اٹھاتا ہے یا انگارا۔ چھوٹے بچوں کی عادت ہوتی ہے کہ جو چیز ہاتھ لگے منہ میں ڈال لیتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے جلتا ہوا انگارا اٹھایا اور زبان پر رکھ دیا جس سے زبان متاثر ہوگئی۔ بعض دفعہ بولتے ہوئے الفاظ کی ادائیگی صحیح نہیں ہوتی تھی۔ موسیٰ علیہ السلام اس کا حوالہ دے رہے

ہیں کہ میری زبان روانی کے ساتھ نہیں چلتی ہارون کو بھی نبی بنا دیں۔ اور دوسری بات یہ ہے وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ اوران کا میرے ذمے ایک گناہ ہے فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ پس میں خوف کرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔ اس کا ذکر آگے سورۃ القصص میں آئے گا کہ دو آدمی لڑ رہے تھے ایک فرعون کے باورچی خانے کا انچارج تھا قاب اس کا نام تھا۔ دوسرا ایک مزدور تھا جس پر وہ ظلم کر رہا تھا۔ مزدور نے اپنی امداد کے لیے موسیٰ علیہ السلام کو بلایا۔ انہوں نے اس انچارج افسر کو سمجھایا مگر وہ نہ سمجھا تو اس کو مکا مار دیا۔ وہ موسیٰ علیہ السلام کا مکا برداشت نہ کر سکا اور ڈھیر ہو گیا، مر گیا۔ اسی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام وہاں سے مدین چلے گئے۔ اس کا حوالہ دے رہے ہیں کہ ان لوگوں کا میرے ذمے ایک گناہ ہے اور مجھے خوف ہے کہ اس گناہ کے بدلے مجھے قتل نہ کر دیں قَالَ رب تعالیٰ نے فرمایا كَلَّا ہرگز نہیں قتل کر سکتے فَاذْهَبَا پس تم دونوں بھائی موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام جاؤ بِاٰيٰتِنَآ میری نشانیاں لے کر اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ بے شک ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ ہماری مدد اور نصرت تمہارے ساتھ ہے اور سننے والے ہیں۔ وہ کیا کہتے ہیں اور کیا کرتے ہیں فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ پس تم دونوں جاؤ فرعون کے پاس فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ پس دونوں جا کر کہو ہم رب العالمین کی طرف سے بھیجے ہوئے ہیں۔ اس جملے میں دو بنیادی چیزوں کا ذکر ہو گیا۔ رب العٰلمین میں رب تعالیٰ کی توحید آ گئی اور رسول کے لفظ میں رسالت آ گئی اور سولہویں پارے میں قیامت کا بھی ذکر ہے۔ تو پہلی آیت میں موسیٰ علیہ السلام نے توحید بھی پیش کی اور رسالت کا مسئلہ بھی بیان فرمایا اور قیامت کا بھی فرمایا اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ یہ کہ بھیج دے ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو، ان کو آزاد کر دے۔

واقعہ اس طرح ہوا کہ یوسف علیہ السلام پہلے کچھ عرصہ مصر کے وزیر خزانہ رہے۔ اس وقت جو فرعون تھا اس کا نام تھاریان بن ولید۔ بڑا نیک دل اور صحیح الفطرت انسان تھا اس کے صحیح الفطرت ہونے کا اندازہ یہاں سے لگاؤ کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کے سامنے حق کی بات پیش کی تو اس نے بغیر کسی قیل وقال کے فوراً اس کو قبول کر لیا۔ پھر حق کو قبول کرنے کے بعد تاج شاہی اتار کر یوسف علیہ السلام کے سر پر رکھ دیا۔ شاہی قلم جس کے ساتھ دستخط کرتا تھا اور مہر وغیرہ سب کچھ یوسف علیہ السلام کے حوالے کر دیئے اور کہا کہ آج کے بعد آپ ملک مصر کے بادشاہ ہیں میں نہیں ہوں۔ آج کسی چپڑاسی کو کہو کہ عہدہ چھوڑ دے، چھوڑے گا نہیں اور آج ہمارے ملک میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ بھی تمہارے سامنے ہے خدا کی پناہ! ایسا کسی ملک میں نہیں ہو رہا۔ حالانکہ یہ ملک اسلام کے نام پر لیا گیا ہے اور حال یہ ہے کہ لوٹ مار، بددیانتی اور ناانصافی سے کوئی محکمہ خالی نہیں ہے۔ قتل، اغوا، زنا کے واقعات سے اخبارات بھرے ہوئے ہیں۔ اسلم بیگ بڑا اچھا آدمی ہے مگر اس کے متعلق بھی اخبارات میں آیا ہے کہ وہ بھی بنک کے سلسلے میں سولہ کروڑ میں آلودہ ہے۔ بچا ہوا کوئی بھی نہیں ہے اوپر سے لے کر نیچے تک سب کا ایک ہی حال ہے۔ تو خیر ریان بن ولید بڑا نیک دل بادشاہ تھا بادشاہی یوسف علیہ السلام کے حوالے کر دی اور کہا کہ میرا تعاون تمہارے ساتھ رہے گا۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ بادشاہ تم ہو۔ حق کو آپ نے قبول کر لیا ہے میرا کلمہ پڑھ لیا ہے۔ کہنے لگا حضرت! ایسا ہرگز نہیں ہوگا کہ میں کلمہ تمہارا پڑھوں اور بادشاہ رہوں یہ نہیں ہو سکتا۔ حکومت دے دی۔ اس میں نہ کوئی جھگڑا ہوا نہ احتجاج ہوا اس وقت یوسف علیہ السلام نے اپنے اہل خانہ کو مصر بلا لیا تھا اور سب وہاں آ کر آباد ہو گئے اور وہاں ان کی نسل خوب پھیلی۔ لیکن بعد کے جو فرعون تھے انہوں نے ان کو اپنا بیگاری بنا لیا

ان سے بیگار لیتے تھے۔اول تو پیسے نہیں دیتے تھے اور دیتے تو برائے نام۔ چونکہ پیغمبروں کی اولاد میں سے تھے ان میں اچھے بھی تھے برے بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ ان کو آزادی ملے تو موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور انہوں نے مطالبہ کیا کہ اے فرعون! بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج ،ان کو آزادی دے۔ میں نے ان کو اپنے آبائی علاقہ ارض مقدس لے جانا ہے جہاں سے یہ آئے تھے۔اس سے معلوم ہوا کہ مظلوموں کو آزادی دلانا بھی دین کا حصہ ہے بشرطیکہ صحیح ہو۔

قَالَ کہا فرعون نے اَلَمْ نُرَبِّکَ فِیْنَا وَلِیْدًا اے موسیٰ علیہ السلام کیا ہم نے آپ کو پالا نہیں اپنے اندر جبکہ آپ بچے تھے وَّلَبِثْتَ فِیْنَا مِنْ عُمُرِکَ سِنِیْنَ اور آپ ٹھہرے ہمارے اندر اپنی عمر سے کئی سال۔ تیس سال آپ ہمارے ہاں کھاتے پیتے رہے ہو ہم نے تمہاری پرورش کی ہے آج ہمیں کافر مشرک بنانے آگئے ہو اور آپ یہ بات بھول گئے ہو ہمیں یاد ہے۔ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَکَ الَّتِیْ فَعَلْتَ اور آپ نے کی وہ کاروائی جو آپ نے کی کہ بندہ مار کر بھاگ گئے۔آج الٹا ہمیں نصیحت کرنے آگئے ہو وَاَنْتَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ اور آپ بڑے ناشکرے ہیں۔تمہارا تو فریضہ تھا کہ تم ہماری خدمت کرتے ہمارا شکریہ ادا کرتے کہ میں تمہارا بڑا مشکور ہوں کہ تیس سال تم نے مجھے کھلایا پلایا خدمت کی مجھ سے اتفاقاً بندہ مر گیا تھا مجھے معاف کر دو، بادشاہ ہو رحم کی اپیل کرنے آیا ہوں، تجھے تو یہ کہنا چاہیے تھا۔الٹا آپ ہمیں نصیحت کرنے آگئے ہیں یہ سب کچھ بھول گئے ہو قَالَ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا فَعَلْتُهَآ اِذًا کی میں نے وہ کاروائی اس وقت وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّیْنَ اور میں خطا کاروں میں سے تھا۔ میں نے ارادۂ قتل سے نہیں مارا تھا۔مکا کوئی آلۂ قتل تھوڑا ہی ہے۔مکّے سے عادتاً آدمی نہیں مرتے۔محمد علی کلے کی ساری کمائی ہی مکّے بازی کی ہے مکے

مار مار کر اور مکے کھا کھا کر اس نے دولت اکٹھی کی ہے۔ اگر مکوں سے آدمی مرتے تو وہ کتنوں کا قاتل ہوتا اور خود بھی مر چکا ہوتا۔ میں اپنی خطا مانتا ہوں اور میرے رب نے وہ میری خطا معاف کر دی ہے۔ اس کا ذکر آگے سورۃ القصص میں آئے گا۔ کیونکہ عمد اور خطا کا بڑا فرق ہے۔ یہ نیت پر مبنی ہے۔

عمد اور خطا میں فرق :

اس کو آپ اس طرح سمجھیں کہ ایک آدمی قرآن کریم اٹھانے لگا صحیح پکڑ نہیں سکا نیچے گر گیا یہ خطا ہے۔ اس پر مسلمان کتنا پریشان ہوتا ہے، استغفار کرتا ہے۔ اور ایک یہ ہے کہ جان بوجھ کر ارادتاً نیچے گرا دے تو یہ قرآن کی توہین ہے اور کفر ہے ایسا کرنے والا کافر ہے۔ دیکھو! کھیالی گوجرانوالہ میں اس قسم کا ایک واقعہ پیش آیا ہے۔ اس کی پوری حقیقت تو مجھے معلوم نہیں ہے اخبارات میں ہی پڑھا ہے بظاہر بڑا ظلم ہے کہ حافظ قرآن نے قرآن کی توہین کی ہے۔ لیکن لگتا یوں ہے کہ حافظ قرآن کی کسی کے ساتھ ناچاقی ہوگی اور اس نے اس طرح بدلہ لیا ہے۔ دنیا میں عداوتیں بھی ہوتی ہیں کیونکہ حافظ قرآن کا قرآن کی بے حرمتی کرنا بظاہر سمجھ میں نہیں آتا۔ کوئی نشئی (نشہ باز) ہوتا، بے دین ہوتا اس کے بارے میں مانا جا سکتا تھا لیکن دین دار گھرانہ ہو باپ بڑا نیک ہو اور خود حافظ قرآن ہو اور قرآن کی توہین کرے یہ بات بالکل عقل کے خلاف ہے۔ اور جن ظالموں نے انتقام لینا تھا لے لیا۔ مسلمان چاہے کتنا ہی گنہگار کیوں نہ ہو وہ دو چیزوں کے بارے میں بڑا احساس ہے۔ قرآن پاک کے احترام میں اور آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی کے بارے میں۔ دیکھو! منظور مسیح نے آنحضرت ﷺ کے بارے میں دیوار پر توہین آمیز کلمات لکھے تو اس دیہات کے لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور اسے کیفر کردار تک پہنچا کر چھوڑا۔

تو فرمایا کہ میں نے ارادہ تو قتل کا نہیں کیا تھا خطا ہو گئی تھی اللہ تعالیٰ نے مجھے معاف کر دیا ہے۔ جب تم نے میرے قتل کے منصوبے بنانے شروع کیے جن کی اطلاع مجھے میرے ایک خیر خواہ نے دی فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ پس میں تم سے بھاگ گیا لَمَّا خِفْتُكُمْ جب کہ میں نے تمہاری طرف سے خوف محسوس کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر مہربانی فرمائی فَوَهَبَ لِي رَبِّي حُكْمًا پس مجھے عطا کیا میرے رب نے حکم وَّ جَعَلَنِي مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اور بنایا مجھے رسولوں میں سے یعنی میرے سر پر تاج نبوت رکھا۔ اب میں رسول بن کر تمہارے پاس آیا ہوں تم نے میری پرورش کا مجھ پر احسان جتلایا ہے وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ اور یہ ایک احسان ہے جو تو نے احسان جتلایا ہے مجھ پر مگر حقیقت یہ ہے کہ میری پرورش بھی تیرے ہاں تیرے ظلم کی ہی وجہ سے ہوئی ہے تم نے بنی اسرائیل پر ظلم و ستم کے پہاڑ ڈھائے، ان کے بچوں کو پیدا ہوتے ہی قتل کروا دیتا تھا تیرے ظلم کے ڈر سے ہی میری والدہ نے مجھے صندوق میں بند کر کے دریا میں بہا دیا اللہ تعالیٰ کو اسی طرح منظور تھا کہ وہ صندوق تمہارے محل میں پہنچ گیا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے قتل سے بچا لیا۔ اس نے مجھے زندہ رکھنا تھا اور بڑا کام لینا تھا۔ تو اگر میں تمہارے گھر میں پلا ہوں تو تمہارے ظلم کے نتیجے میں پلا ہوں میرے اور بہن بھائی نہیں تھے وہ اپنے گھر میں نہیں ہیں؟ تو یہ تمہارا مجھ پر کوئی احسان نہیں ہے۔ کیا یہی تمہارا احسان ہے اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ کہ تو نے ساری قوم بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے۔ ایک فرد کی پرورش کر کے لاکھوں افراد کو غلام بنانا اور ان سے مشقت لینا کہاں کا انصاف ہے؟ خواہ مخواہ یہ احسان جتلا رہے ہو۔ مزید واقعہ آگے آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

۞۞۞

قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۳﴾ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴿۲۴﴾ قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗۤ
اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ﴿۲۵﴾ قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآىِٕكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۶﴾ قَالَ
اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِیْۤ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۲۷﴾ قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ
وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾ قَالَ لَىِٕنِ اتَّخَذْتَ
اِلٰهًا غَيْرِیْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ
بِشَیْءٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۰﴾ قَالَ فَاْتِ بِهٖۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۳۱﴾
فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿۳۲﴾ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا
هِیَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۳۳﴾ قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗۤ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ
عَلِيْمٌ ﴿۳۴﴾ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ ۖۗ فَمَاذَا
تَاْمُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ قَالُوْۤا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِی الْمَدَآىِٕنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۳۶﴾
يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ ﴿۳۷﴾ فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۳۸﴾

قَالَ فِرْعَوْنُ کہا فرعون نے وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ اور کیا حقیقت ہے
رب العالمین کی قَالَ فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے رَبُّ السَّمٰوٰتِ جو آسمانوں کا
رب ہے وَالْاَرْضِ اور زمین کا وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو کچھ آسمانوں اور زمین کے
درمیان ہے اس کا رب ہے اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ اگر ہو تم یقین کرنے والے
قَالَ کہا فرعون نے لِمَنْ ان لوگوں کو حَوْلَهٗ جو اس کے اردگرد تھے

اَلاَ تَسۡتَمِعُوۡنَ کیا تم سنتے نہیں قَالَ فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے رَبُّکُمۡ وہ تمہارا
رب ہے وَ رَبُّ اٰبَآئِکُمُ الۡاَوَّلِیۡنَ اور تمہارے پہلے آباؤاجداد کا رب ہے قَالَ
کہا فرعون نے اِنَّ رَسُوۡلَکُمُ بے شک تمہارا رسول الَّذِیۡۤ اُرۡسِلَ اِلَیۡکُمۡ جو
تمہاری طرف بھیجا گیا ہے لَمَجۡنُوۡنٌ البتہ دیوانہ ہے قَالَ فرمایا موسیٰ علیہ السلام
نے رَبُّ الۡمَشۡرِقِ وَالۡمَغۡرِبِ وہ رب ہے مشرق کا اور مغرب کا وَمَا بَیۡنَہُمَا
اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اِنۡ کُنۡتُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ اگر تم عقل رکھتے ہو قَالَ کہا
فرعون نے لَئِنِ اتَّخَذۡتَ البتہ اگر بنایا آپ نے اِلٰـهًا غَیۡرِیۡ کسی کو الٰہ میرے
سوا لَاَجۡعَلَنَّکَ البتہ میں تجھے کروں گا مِنَ الۡمَسۡجُوۡنِیۡنَ قیدیوں میں سے
قَالَ فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے اَوَلَوۡ جِئۡتُکَ اگرچہ میں تیرے پاس لاؤں
بِشَیۡءٍ مُّبِیۡنٍ ایسی بات جو کھلی ہو قَالَ فرعون نے کہا فَاۡتِ بِہٖۤ پس لاؤ تم اس کو
اِنۡ کُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِیۡنَ اگر ہو تم سچے لوگوں میں سے فَاَلۡقٰی عَصَاہُ پس ڈالا
موسیٰ علیہ السلام نے اپنا ڈنڈا فَاِذَا ھِیَ ثُعۡبَانٌ پس وہ اچانک اژدھا بن گیا
مُّبِیۡنٌ کھلا وَّنَزَعَ یَدَہٗ اور نکالا اپنا ہاتھ فَاِذَا ھِیَ پس اچانک وہ بَیۡضَآءُ سفید
تھا لِلنّٰظِرِیۡنَ دیکھنے والوں کے لیے قَالَ کہا فرعون نے لِلۡمَلَاِ اس جماعت کو
حَوۡلَہٗۤ جو اس کے اردگرد تھی اِنَّ ھٰذَا بے شک یہ لَسٰحِرٌ عَلِیۡمٌ البتہ جادوگر ہے
بڑا جاننے والا یُّرِیۡدُ ارادہ کرتا ہے اَنۡ یُّخۡرِجَکُمۡ یہ کہ نکال دے تمہیں مِّنۡ
اَرۡضِکُمۡ تمہاری زمین سے بِسِحۡرِہٖ اپنے جادو کے زور سے فَمَاذَا

تَاْمُرُوْنَ پس تم کیا حکم دیتے ہو، کیا مشورہ دیتے ہو قَالُوْآ کہنے لگے وہ اَرْجِهْ مہلت دے اس کو وَاَخَاهُ اور اس کے بھائی کو وَابْعَثْ اور بھیج فِی الْمَدَآئِنِ حٰشِرِیْنَ شہروں میں اکٹھے کرنے والے یَاْتُوْکَ لائیں گے وہ تمہارے پاس بِکُلِّ سَحَّارٍ ہر ایک بڑے جادوگر کو عَلِیْمٍ جو جاننے والا ہو گا فن کو فَجُمِعَ السَّحَرَةُ پس جمع کیے گئے جادوگر لِمِیْقَاتِ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ایک معلوم دن کے مقرر وقت کے اندر۔

کل کے درس میں تم نے یہ بات سنی کہ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نبی بنا کر حکم دیا کہ فرعون کو جا کر تبلیغ کرو۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام دونوں فرعون کے دربار میں پہنچے۔ فرعون کا بہت بلند تخت تھا اور تخت کے اوپر کرسی تھی جس پر وہ تاج پہن کر بیٹھا تھا اور اس کے دائیں بائیں سامنے وزیر مشیر وغیرہ بڑا عملہ موجود تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہم رب العالمین کے رسول ہیں۔ فرعون نے اس جملے پر گرفت کرتے ہوئے قَالَ فِرْعَوْنُ کہا فرعون نے وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ۔ عربی میں مَنْ کا لفظ ذوالعقول کے لیے بولا جاتا ہے مَنْ کا معنیٰ ہے کون؟ اور مَا کا معنیٰ ہے کیا چیز؟ معنیٰ ہو گا رب العالمین کیا چیز ہے، رب العالمین کیا شے ہے؟ قَالَ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رب العالمین وہ ہے جو رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا۔ آسمانوں کی تربیت کرنے والا زمین کی تربیت کرنے والا وَمَا بَیْنَهُمَا اور جو کچھ آسمانوں اور زمین کے درمیان ہے سب کا رب صرف وہی ہے اِنْ کُنْتُمْ مُّوْقِنِیْنَ اگر ہو تم یقین کرنے والے۔ قَالَ کہا فرعون نے لِمَنْ حَوْلَهٗ ان لوگوں کو جو اس کے ارد گرد تھے وزیر، مشیر اور دیگر عملہ اور کابینہ کے افراد اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ کیا تم سنتے

نہیں یہ کیا کہہ رہا ہے۔

اس کے متعلق تفسیروں میں دو باتیں منقول ہیں اور وہ خوب سمجھنے والی ہیں۔ایک یہ کہ فرعون نے کہا کہ اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی [سورۃ النازعات] ''تمہارا بڑا رب تو میں ہوں۔'' میری موجودگی میں یہ اور رب کہاں سے نکال لایا ہے تم سنتے ہو یہ کیا کہہ رہا ہے؟ یہ کہتا ہے اور بھی کوئی رب ہے۔اور آگے آ رہا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو بھی کہا کہ میرے سوا آپ نے کوئی اور الٰہ بنایا تو میں تجھے قید کردوں گا۔ قَالَ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا رَبُّکُمْ وَ رَبُّ اٰبَآئِکُمُ الْاَوَّلِیْنَ وہ تمہارا بھی رب ہے اور تمھارے آباؤ اجداد کا بھی رب ہے جو پہلے گزر چکے ہیں۔آسمانوں کا رب، زمینوں کا رب، فضا کا رب، تمہارا رب اور تم سے پہلوں کا رب ہے۔

اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ حرف مَا عربی گرائمر کے لحاظ سے کسی چیز کی حقیقت معلوم کرنے کے لیے آتا ہے۔مزید یہ بات بھی سمجھ لیں کہ ایک شے کی حقیقت ہوتی ہے ایک اس کی صفت ہوتی ہے۔مثلاً ایک شخص کا نام محمد عبداللہ ہے اور وہ حافظ بھی ہے، قاری بھی ہے، منشی بھی ہے، سخی بھی ہے، تو یہ اس کی صفات ہیں۔نام اس کا عبداللہ ہے۔تو مــا کے ساتھ حقیقت کے متعلق سوال ہوتا ہے۔فرعون نے کہا ما رب العالمین یہ بتلاؤ کہ رب العالمین کی حقیقت کیا ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے رب کی حقیقت نہیں بتلائی صفات بیان فرمائیں، وہ آسمانوں کا پالنے والا ہے، زمینوں کا پالنے والا ہے، تمہارا پالنے والا ہے، تمہارے باپ دادوں کا پالنے والا ہے۔تو قَالَ کہا فرعون نے اِنَّ رَسُوْلَکُمُ الَّذِیْٓ اُرْسِلَ اِلَیْکُمْ لَمَجْنُوْنٌ بے شک تمہارا رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے البتہ دیوانہ ہے نرا پاگل ہے۔میں سوال کرتا ہوں رب کی حقیقت کے بارے میں اور وہ جواب دیتا ہے

اس کی صفات کے بارے میں ۔کوئی مطابقت نہیں ہے۔ بڑا گہرا منطقی تھا آخر بادشاہ تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رب تعالیٰ کی حقیقت کیوں نہیں بیان فرمائی ؟ تو اسی مقام پر مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ رب تعالیٰ کی حقیقت کو جانتا کون ہے؟ کوئی نہیں جانتا۔رب تعالیٰ کو جانتے ہیں اس کی صفات کے ساتھ کہ وہ خالق ہے، مالک ہے، رازق ہے، حاضر ناظر ہے، عالم الغیب والشہادہ ہے، مختار کل ہے، زندہ کرنے والا ہے، مارنے والا ہے، شفا دینے والا ہے۔

؎ دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا

بس جان گیا میں کہ تیری پہچان یہی ہے

تو رب کی حقیقت کو کون سمجھ سکتا ہے۔اس لیے موسیٰ علیہ السلام نے حقیقت نہیں بیان فرمائی صفات بیان فرمائیں ۔تو فرعون نے کہا کہ میں حقیقت پوچھتا ہوں یہ صفات بیان کرتا ہے رسول تمہارا دیوانہ ہے معاذ اللہ تعالیٰ ،سوال جواب میں مطابقت نہیں سمجھتا۔ موسیٰ علیہ السلام پھر بول پڑے قَالَ فرمایا رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وہ رب ہے مشرق کا اور مغرب کا وَمَا بَيْنَهُمَا اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ اور ان کے درمیان جو کچھ ہے اگر تمہیں کوئی عقل و سمجھ ہے۔فرعون آخر بادشاہ تھا اقتدار کا ڈنڈا اس کے پاس تھا اور تھا بھی ظالم جابر قَالَ فرعون نے کہا لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ اگر آپ نے بنایا الہ میرے علاوہ کسی اور کو لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ تو میں ضرور تجھے قیدیوں میں سے کر دوں گا میرے سوا یہاں اور کوئی الہ نہیں ہے قَالَ فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَیْءٍ مُّبِيْنٍ کیا اگرچہ میں لاؤں تیرے ایسی بات جو کھلی ہو۔کھلی نشانی لاؤں، معجزہ دکھاؤں پھر بھی نہیں مانو گے قَالَ فرعون نے کہا فَاْتِ بِهٖ پس لاؤ تم اس کو جو چیز تم دکھلانا چاہتے ہو

اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ اگر ہیں آپ سچوں میں سے۔ یہ پہلا موقع ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اپنے معجزے دکھانے لگے ہیں فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ پس ڈالی موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی پس اچانک وہ اژدہا بن گیا۔

یہاں تفسیروں میں اس موقع کا عجیب نقشہ پیش کیا گیا ہے۔ کہتے ہیں کہ فرعون اپنے بلند تخت پر بیٹھا ہوا تھا جو کہ موتیوں سے جوڑا ہوا تھا تاج شاہی اس کے سر پر تھا کابینہ کے تمام افراد موجود تھے بڑا وسیع ہال تھا۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا مبارک ڈالا تو وہ اژدھا بن گیا اور اس نے فرعون کی طرف رخ کیا تو فرعون بدحواس ہو کر کرسی سے نیچے گر پڑا کرسی اس کے اوپر۔ تاج کہیں جا پڑا اور کابینہ کے افراد میں افراتفری پھیل گئی۔ چونکہ فرعون بڑا ظالم جابر تھا ہال سے باہر تو کوئی نہ نکلا کناروں کے ساتھ لگ کر کھڑے ہو گئے اور کانپ رہے تھے۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے اژدھا پر ہاتھ رکھا تو وہ لاٹھی بن گیا۔ دوسرا معجزہ اپنا ہاتھ مبارک گریبان میں ڈال کر نکالا تو وہ سورج کی روشنی کو بھی ماند کر رہا تھا۔ اب انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ فرعون مان لیتا، ایمان لے آتا کیونکہ اس نے کہا تھا کہ کرشمہ دکھاؤ لیکن نہیں مانا کیونکہ اقتدار چھوڑنا، کرسی چھوڑنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ سورۃ نمل آیت نمبر ۱۴ میں ہے وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ''حالانکہ یقین کیا اس کے بارے میں ان کی جانوں نے۔'' فرعون، ہامان، قارون وغیرہ کے دل میں یقین تھا کہ واقعی یہ معجزے ہیں اور یہ پیغمبر ہے مگر نہیں مانے ظُلْمًا وَّ عُلُوًّا ''ظلم اور تکبر کی بنا پر۔'' بہت سے کافر دنیا میں ایسے ہیں جو حق کو سمجھتے ہیں مگر پھر بھی نہیں مانتے۔ قرآن پاک میں یہود کے متعلق آتا ہے کہ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ [بقرہ: ۱۴۶] ''حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں۔'' لیکن اس کے باوجود نہیں

مانتے۔

فرمایا وَنَزَعَ یَدَهٗ اور نکالا اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر فَاِذَا هِیَ بَیْضَآءُ لِلنّٰظِرِیْنَ پس اچانک وہ سفید تھا دیکھنے والوں کے لیے قَالَ کہا فرعون نے لِلْمَلَاِ اس جماعت کو حَوْلَهٗ جو اس کے اردگرد تھی۔کابینہ کے افراد، وزیر، مشیر وغیرہ نے کیا کہا اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِیْمٌ بے شک یہ موسیٰ علیہ السلام البتہ جادوگر ہے جاننے والا ہے فن کا۔ دیکھتے ہیں کیا کرتا ہے یُرِیْدُ اَنْ یُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ ارادہ کرتا ہے کہ نکال دے تمہیں تمہاری زمین سے اپنے جادو کے زور کے ساتھ۔ یہ سارا دھندا اس کا اقتدار کے لیے ہے۔سورت یونس آیت نمبر ۷۹ میں ہے کہ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِیَآءُ فِی الْاَرْضِ ’’اور ہو جائے تم دونوں کے لیے بڑائی زمین میں۔‘‘ تم ہمارے سے حکومت لینا چاہتے ہو۔

تو کہنے لگا کابینہ کو کہ یہ ہمارے سے اقتدار چھیننا چاہتا ہے فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ پس تم کیا حکم کرتے ہو، کیا مشورہ دیتے ہو قَالُوْٓا انہوں نے کہا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ مہلت دے اس کو اور اس کے بھائی کو ان کے ساتھ۔ایک وقت مقرر کرو ہم مقابلہ کریں گے وَابْعَثْ فِی الْمَدَآئِنِ حٰشِرِیْنَ اور بھیج دو شہروں میں جمع کرنے والوں کو یَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِیْمٍ لائیں گے وہ آپ کے پاس ہر ایک بڑے جادوگر کو۔موسیٰ علیہ السلام نے وقت مقرر کیا یَوْمُ الزِّیْنَه عید کا دن وَاَنْ یُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًی [طٰہٰ:۹۵] ’’اور یہ کہ لوگ چاشت کے وقت جمع ہوں‘‘ تقریباً گیارہ بجے کیونکہ عید کے دن چھٹی ہوتی ہے اور گیارہ بجے کا وقت قریب و دور سب کے لیے موزوں وقت ہوتا ہے تا کہ زیادہ سے زیادہ لوگ جمع ہو جائیں اور حقیقت کو دیکھ لیں۔ بہت بڑا، وسیع میدان تھا اس میں فرعون کا تخت

لگا کر اس پر کرسی رکھی گئی اس کے پیچھے اس کے وزیر اعظم ہامان کی کرسی بچھائی گئی درجہ بہ درجہ سب کی کرسیاں رکھ دی گئیں۔فوج پولیس بھی آ گئی، عوام بھی آ گئے، مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے، مخلوق کتنی ہوگی اس کا اندازہ تم اس سے لگاؤ کہ بہتر ہزار تو صرف جادوگر تھے۔ دوسری طرف موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام اور چند کمزور آدمی سادہ لباس میں، موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں عصا مبارک تھا عوام بڑے سطحی ہوتے ہیں وہ مذاق اڑاتے تھے کہ ان چند ملنگوں نے بادشاہی کا مقابلہ کرنا ہے گانے والے گا رہے ہیں اور نعرے مارنے والے نعرے لگا رہے ہیں۔فرعون کے غلبے کی قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ ہم غالب آئیں گے۔

جب میدان سج گیا تو جادوگروں نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا تم نے پہل کرنی ہے یا ہم نے پہل کرنی ہے۔موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اَلْقُوْا مَا اَنْتُمْ مُلْقُوْنَ ''ڈالو تم جو کچھ ڈالنے والے ہو۔'' نکالو جو تم نے سانپ نکالنے ہیں۔چنانچہ ہر ایک نے ایک ایک لاٹھی اور ایک ایک رسی ڈالی۔ایک لاکھ چوالیس ہزار سانپ نظر آنے لگے۔ایک سانپ نکل آئے تو لوگوں کے ہوش اڑ جاتے ہیں کوئی اِدھر کو بھاگ رہا ہے کوئی اُدھر کو بھاگ رہا ہے نعرے لگ رہے ہیں۔جادوگر بھی خوش، فرعون بھی خوش کہ آج ہمارا غلبہ ہوگا۔

موسیٰ علیہ السلام نے اپنا ڈنڈا ڈالا۔اس نے ان کو ایک ایک کر کے ایسے نگلا جیسے مرغی دانے چگ لیتی ہے۔ایک سانپ بھی نہ رہا میدان صاف ہو گیا صرف موسیٰ علیہ السلام کا اژدھا نظر آ رہا تھا۔جادوگر اپنے فن کے ماہر تھے وہ سمجھ گئے کہ یہ جادو نہیں ہے حقیقت ہے۔سرسجدے میں ڈال دیئے اور کہنے لگے اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ''ہم ایمان لائے رب العالمین پر۔'' انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ فرعون بھی مان لیتا کیونکہ اس کے وکیل

جادوگر مقدمہ ہار چکے تھے مگر اس نے دھمکیاں دینا شروع کر دیں کہ میں تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹوں گا تمہیں سولی پر لٹکاؤں گا اور ستر (۷۰) کے قریب جادوگر اس نے سولی پر لٹکائے بھی۔فرمایا فَجُمِعَ السَّحَرَةُ پس جمع کیے گئے جادوگر لِمِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ایک معلوم دن کے مقرر وقت کے اندر۔باقی کچھ حصہ کل کے سبق میں آئے گا۔

ان شاء اللہ تعالیٰ

وَّقِيْلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ ﴿۳۹﴾ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۴۰﴾ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۴۱﴾ قَالَ نَعَمْ وَ اِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۴۲﴾ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰۤى اَلْقُوْا مَاۤ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿۴۳﴾ فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَ عِصِيَّهُمْ وَ قَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿۴۵﴾ فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿۴۶﴾ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۷﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ﴿۴۸﴾ قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّ لَاُوصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۹﴾ قَالُوْا لَا ضَيْرَ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۵۰﴾ اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰيٰنَاۤ اَنْ كُنَّاۤ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۱﴾ ع ۳

وَّقِيْلَ لِلنَّاسِ اورکہا گیالوگوں کو هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ کیاتم اکٹھے ہو گے لَعَلَّنَا تاکہ ہم نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ پیروی کریں جادوگروں کی اِنْ كَانُوْا اگر ہوں وہ هُمُ الْغٰلِبِيْنَ غلبہ پانے والے فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ پس جس وقت آئے جادوگر قَالُوْا کہا انہوں نے لِفِرْعَوْنَ فرعون کو اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا کیا بے شک ہمارے لیے کوئی معاوضہ بھی ہوگا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ اگر ہوئے ہم غلبہ پانے والے قَالَ کہا فرعون نے نَعَمْ ہاں وَاِنَّكُمْ اِذًا اور بے شک تم اس

وقت لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ مقرب لوگوں میں سے ہو گے قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى فرمایا
ان جادوگروں سے موسیٰ علیہ السلام نے اَلْقُوْا ڈالو تم مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ جو تم
ڈالنے والے ہو فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ پس ڈالی انہوں نے اپنی رسیاں وَعِصِيَّهُمْ
اور اپنی لاٹھیاں وَقَالُوْا اور انہوں نے کہا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ قسم ہے فرعون کے غلبے
کی اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ بے شک ہم غالب ہوں گے فَاَلْقٰى مُوْسٰى پس ڈالا
موسیٰ علیہ السلام نے عَصَاهُ اپنی لاٹھی کو فَاِذَا هِيَ پس اچانک وہ تَلْقَفُ نگلتی
تھی مَا اس چیز کو يَاْفِكُوْنَ جو انہوں نے بنایا تھا فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ پس ڈال
دیئے گئے جادوگر سٰجِدِيْنَ سجدہ کرنے والے قَالُوْٓا کہنے لگے اٰمَنَّا بِرَبِّ
الْعٰلَمِيْنَ ہم ایمان لائے رب العالمین پر رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ جو رب ہے
موسیٰ علیہ السلام کا اور ہارون علیہ السلام کا قَالَ کہا فرعون نے اٰمَنْتُمْ لَهٗ ایمان
لائے ہو تم اس پر قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ پہلے اس سے کہ میں تم کو اجازت دیتا اِنَّهٗ
بے شک یہ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ البتہ تمہارا بڑا ہے جس نے عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ
تمہیں جادو سکھایا ہے فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ پس البتہ عنقریب تم جان لوگے
لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ البتہ میں ضرور کاٹوں گا تمہارے ہاتھوں کو وَاَرْجُلَكُمْ اور
تمہارے پاؤں کو مِّنْ خِلَافٍ الٹے وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ اور البتہ ضرور
سولی پر لٹکاؤں گا سب کو قَالُوْا کہا انہوں نے لَا ضَيْرَ کوئی ضرر نہیں اِنَّآ اِلٰى
رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ بے شک ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں اِنَّا نَطْمَعُ بے

شک ہم طمع کرتے ہیں اَنْ اس بات کا یَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا بخش دے گا ہمیں ہمارا رب خَطٰیٰنَآ ہماری خطائیں اَنْ کُنَّآ اس لیے کہ ہم ہوئے اَوَّلَ الْمُؤْمِنِیْنَ ایمان لانے والوں میں سے پہلے۔

پہلے سے موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا قصہ چلا آ رہا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نبوت دے کر فرعون اور اس کی ظالم قوم کی طرف بھیجا اور دو معجزے عطا فرمائے۔ ایک لاٹھی کا اژدھا بن جانا اور اور پھر لاٹھی بن جانا اور دوسرا ہاتھ مبارک کا سورج کی طرح چمکنا۔ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام دونوں بھائی فرعون کے دربار میں پہنچے اور اس کو بتایا کہ ہم رب العالمین کے بھیجے ہوئے ہیں اور اس کو توحید ورسالت سے آگاہ کیا۔ اس پر فرعون نے دھمکی دی کہ اگر میرے سوا کسی اور کو الٰہ مانا تو میں تمہیں جیل میں ڈال دوں گا۔ اس پر موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر میں کھلی نشانی دکھاؤں پھر بھی تو ایسا کرے گا۔ تو فرعون نے کہا کہ نشانی دکھاؤ اگر تم سچے ہو۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا مبارک ڈالا تو وہ اژدھا بن گیا اور اس کا رخ فرعون کی طرف تھا فرعون بدحواس ہو کر کرسی سے نیچے گر پڑا۔ ہوش ٹھکانے آیا تو مشیروں سے مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہیے اپنی رائے دو۔ وزیروں مشیروں نے کہا کہ جادوگر اکٹھے کر کے اس کے ساتھ مقابلہ کریں گے۔ موسیٰ علیہ السلام کو کہنے لگے ہمارے ساتھ دن اور وقت مقرر کرو۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا عید کے دن چاشت کے وقت مقابلہ ہوگا۔ چنانچہ فرعون نے تمام شہروں میں چپڑاسی اور کارندے بھیج کر جادوگر اکٹھے کیے۔ حافظ ابن کثیرؒ نے بہتر ہزار تک تعداد نقل کی ہے۔

جب دن اور وقت مقرر کرلیا گیا تو وَقِیْلَ لِلنَّاسِ اور کہا گیا لوگوں کو هَلْ اَنْتُمْ

مُّجْتَمِعُوْنَ کیا تم اکٹھے ہوگے عید والے دن چاشت کے وقت فلاں میدان میں لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ۔ سَحَرَةٌ سَاحِرٌ کی جمع ہے۔تا کہ ہم پیروی کریں جادوگروں کی اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ اگر ہوں وہ جادوگر غلبہ پانے والے یعنی اگر ہمارے جادوگروں نے ان کو شکست دے دی تو پھر ہم اپنے موجودہ طریقے پر قائم رہتے ہوئے انہی کی پیروی کرتے رہیں گے اور ہمیں اپنا دین تبدیل نہیں کرنا پڑے گا فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ پس جس وقت جادوگر آئے وقت مقرر پر تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ فرعون بڑا ظالم ہے پہلے اس سے اپنا خرچہ طے کرلو کہ ہم دور دراز سے خرچہ کر کے آئے ہیں کوئی پچاس میل سے کوئی سو میل سے کوئی دو سو میل سے کوئی تین سو میل سے یا اس سے کم وبیش۔کسی کے ساتھ دو ملازم ہیں کسی کے ساتھ تین ملازم ہیں کسی کے ساتھ دو سواریاں ہیں کسی کے ساتھ تین سواریاں ہیں ان کا کیا بنے گا؟ اس سے خرچہ منوالو کہ ہمیں خرچہ بھی ملے گا یا ویسے ہی ٹرخا دو گے۔چنانچہ جادوگروں کا اس پر اتفاق ہوگیا کہ معاوضے کی بات کرو۔اس کا ذکر ہے قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ کہا انہوں نے فرعون کو اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا کیا بے شک ہمیں کوئی معاوضہ بھی ملے گا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ اگر ہوگئے ہم غلبہ پانے والے قَالَ فرعون نے کہا نَعَمْ ہاں! تمہیں باقاعدہ خرچہ بھی ملے گا اور اس کے علاوہ وَاِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ اور بے شک تم اس وقت جب تم غالب آگئے مقرب لوگوں میں سے ہوگے۔ ہر حکومت اپنے وفادار لوگوں کو انعام کے ساتھ ساتھ القاب بھی دیتی ہے۔سر کا خطاب، ذیلدار صاحب ،فلاں صاحب ،فلاں صاحب۔تو تمہیں سرکاری طور پر القاب بھی ملیں گے۔ایک طرف بہتر ہزار جادوگر، لاکھوں کی تعداد میں تماشائی لوگ جمع ہیں اور دوسری طرف موسیٰ علیہ السلام، ہارون علیہ السلام اور ان کے ساتھ تھوڑے سے آدمی ہیں۔لوگوں نے باتیں کیں

کہ یہ کیا مقابلہ کریں گے بادشاہ کا۔ سورۃ طٰہٰ آیت نمبر ۶۵ میں ہے جادوگروں نے کہا اے موسیٰ! اِمَّا اَنْ تُلْقِیَ وَاِمَّا اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى یا تو آپ ڈالیں پہلے یا ہم ہوں پہلے ڈالنے والے۔ اس کا ذکر ہے قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے ان جادوگروں کو اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ڈالو جو تم ڈالنا چاہتے ہو جو تم نے سانپ نکالنے ہیں نکالو فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِیَّهُمْ پس ڈالی انہوں نے اپنی رسیاں اور اپنی لاٹھیاں۔ حِبَال حَبْل کی جمع ہے جس کا معنٰی رسی ہے اور عَصِیٌّ عصا کی جمع ہے جس کا معنٰی لاٹھی ہے انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈالیں ہر ہر جادوگر نے دو دو سانپ نکالے اور یہ جادو کے ذریعے ہوسکتا ہے۔

جادو کے متعلق اہل سنت والجماعت کا نظریہ :

امام رازیؒ ہاروت ماروت کی تفسیر میں لکھتے ہیں تفسیر کبیر میں کہ اہل سنت والجماعت کا یہ نظریہ ہے کہ جادو کے ذریعے بندے کو گدھا اور گدھے کو بندہ بنایا جا سکتا ہے یعنی جادو کی بعض ایسی قسمیں بھی ہیں ان کا اتنا اثر ہے کہ بندے کو گدھا بنا دیں یا گدھے کو بندہ بنا دیں اور پھر یہ اہل سنت والجماعت کا مسلک بتاتے ہیں۔

تو انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈالیں وَقَالُوْا اور کہا ان جادوگروں نے بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ بِ با قسم کی ہے۔ قسم ہے فرعون کے غلبہ کی البتہ ہم غالب ہونے والے ہیں۔ ہم نے اتنے سانپ نکال دیئے ہیں کون مقابلہ کرے گا اور کیا مقابلہ کرے گا فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ پس ڈالا موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا مبارک ان کے سانپ نکالنے کے بعد لاٹھی جب ڈالی فَاِذَا هِیَ ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ پس وہ اچانک اژدھا بن گئی کھلا فَاِذَا هِیَ تَلْقَفُ مَا یَاْفِكُوْنَ پس اچانک وہ لاٹھی نگلنے لگ گئی جو کچھ انہوں

نے بنایا تھا۔ اِفک کا معنیٰ ہوتا ہے جھوٹ۔ جو انہوں نے جھوٹ بنایا تھا سانگ رچایا تھا حق کے مقابلے میں، لاٹھی نے نگلنا شروع کر دیا اور سب کو نگل گئی۔ جس طرح مرغیوں کو دانے ڈالتے ہیں تو وہ جلدی جلدی چگ کر صاف کر دیتی ہیں۔ اس طرح ان کے سانپوں کو صاف کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس پر ہاتھ رکھا تو وہ دوبارہ لاٹھی بن گئی۔ جادوگر جو اپنے فن کے ماہر تھے وہ سمجھ گئے کہ یہ جادو نہیں ہے کیونکہ جادو میں اتنا اثر نہیں ہے کہ وہ آناً فاناً سب کو نگل جائے اور پھر دوبارہ لاٹھی بن جائے۔ لہٰذا سب کے سب مسلمان ہو گئے۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں فَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سٰجِدِیْنَ پس ڈال دیئے گئے جادوگر سجدے میں۔ تمام جادوگروں نے سجدے میں گر کر کہا قَالُوْآ کہا انہوں نے اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہم ایمان لائے رب العالمین پر۔ کون رب؟ رَبِّ مُوْسٰی وَهٰرُوْنَ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا رب۔ ہم اس پر ایمان لائے ہیں۔ انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ جب جادوگر ایمان لے آئے تھے تو فرعون بھی ایمان لے آتا کیونکہ جادوگر اس کے وکیل تھے اور جب وکیل مقدمہ ہار جاتا ہے تو مؤکل بھی ہارا ہوا ہوتا ہے۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ وکیل ہارا ہے مؤکل تو نہیں ہارا۔ جب جادوگر ہار گئے تو فرعون بھی ہار گیا۔ جادوگر ایمان لے آئے انصاف کا تقاضا تھا کہ یہ ایمان لے آتا مگر اقتدار بڑی بُری چیز ہے اس کو چمٹا رہا اور قَالَ کہا فرعون نے جادوگروں کو اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ایمان لائے ہو تم اس پر پہلے اس سے کہ میں تمہیں اجازت دیتا۔ کس کی اجازت سے تم ایمان لائے ہو بلایا تمہیں میں نے ہے، مہمان تم میرے ہو، خرچہ تمہیں میں نے دینا ہے اور میری اجازت کے بغیر ایمان لے آئے ہو اس کا مطلب یہ ہے کہ اِنَّهٗ لَكَبِیْرُكُمُ الَّذِیْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ بے شک موسیٰ علیہ السلام تمہارا بڑا ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے۔ معلوم ہوتا

ہے یہ تمہارا استاد ہے تم اس کے شاگرد ہو تم حکومت کو دھوکا دیتے ہو فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ پس البتہ عنقریب تم جان لوگے۔کیا جان لوگے؟ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ البتہ ضرور میں تمہارے ہاتھ کاٹوں گا اور تمہارے پاؤں کاٹوں گا مِّنْ خِلَافٍ الٹے۔یعنی دایاں ہاتھ بایاں پاؤں اور مِنْ کو تعلیلیہ بناؤ تو پھر مطلب یہ ہوگا لِاَجْلِ خِلَافِكُمْ چونکہ تم نے میری مخالفت کی ہے اس لیے میں تمہارے دونوں ہاتھ پاؤں کاٹ دوں گا۔ یہ دونوں تفسیریں بیان کی گئی ہیں۔ وَّلَاُ وصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ اور میں تم سب کو سولی پر لٹکاؤں گا۔

حافظ ابن کثیرؒ اپنی تفسیر میں نقل فرماتے ہیں اور معالم التنزیل وغیرہ میں بھی ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں اور عبید بن عمیرؒ جو بڑے بلند طبقے کے تابعین میں سے ہیں بھی فرماتے ہیں کہ فرعون نے اعلان کرنے کے بعد کہا کہ تم میں سے جو ماہر اور بڑے جادوگر ہیں وہ آگے آجائیں۔تو سب نے لائن لگا لی ایک بھی نہیں بھاگا۔سبعین رجلاً ستر جادوگر جو اب مومن ہو چکے تھے ان کو اس نے سولی پر لٹکا دیا، فرعون نے دیکھا کہ یہ تو پیچھے لائن لگی ہوئی ہے اور بھاگنے کا کوئی نام بھی نہیں لے رہا میں نے تو سوچا تھا کہ یہ ڈر کر بھاگ جائیں گے۔تاریخ بتلاتی ہے کہ ایک سے ایک آگے بڑھتا تھا اور کہتا تھا کہ پھانسی میں میرا پہلا نمبر آئے۔تو بدنامی سے بچنے کے لیے باقیوں کو اس نے چھوڑ دیا۔ایمان کا بڑا جذبہ اور طاقت ہوتی ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کی قوت ایمانی اور رافضی نظریہ :

یہ تو ہمارے سامنے کی بات ہے۔ ۱۹۵۳ء میں جب ختم نبوت کی تحریک چلی تو لاہور میں جنرل اعظم نے دس ہزار نوجوانوں کو بھون ڈالا تھا وہ نوجوان چھاتی کھول کر

سامنے آتے تھے کہ مارو ہمیں ۔ دیکھو! یہ لوگ پہلے جادوگر تھے ایمان لائے ہیں ابھی تک انہوں نے نہ کوئی نماز پڑھی ہے اور نہ کوئی روزہ رکھا ہے یوں سمجھو کہ گیارہ بجے ایمان لائے اور ایک بجے سے پہلے پہلے سولی پر لٹکا دیئے گئے ان کی نماز کا وقت ہی کوئی نہیں تھا۔ بات ساری ایمانی قوت کی ہے۔ ایمان نہیں چھوڑا سولی پر لٹک گئے ۔ یہ تو موسیٰ علیہ السلام کے امتی تھے اور آنحضرت ﷺ کے امتی تو تمام امتوں میں اعلیٰ اور افضل ہیں ان کا ایمان کتنا قوی اور مضبوط ہوگا۔ مگر رافضی کہتے ہیں آنحضرت ﷺ جب دنیا سے رخصت ہوئے......

ہمہ مرتد گشتند الا سہ و چہار کس

تین چار کے علاوہ سب مرتد ہو گئے تو اس کا مطلب یہ نکلا کہ موسیٰ علیہ السلام کی امت بہادر نکلی اور آنحضرت ﷺ کی امت بہت بزدل نکلی کہ تیئیس (۲۳) سال آپ نے ان کو تعلیم دی مسجد میں، میدان میں، گلیوں میں، بازاروں میں اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تین چار کے سوا سارے مرتد ہو گئے معاذ اللہ تعالیٰ ،العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ۔ پھر تو آپ ﷺ دنیا میں ناکام معلم رہے۔ ایسا کہنا نرا کفر ہے۔

آنحضرت ﷺ کے صحابہ کا ایمان اتنا پختہ تھا کہ وہ ہر طرح کی تکلیف جھیل گئے مگر ایمان نہیں چھوڑا، شہید ہو گئے، پکوڑے بنا دیئے گئے مگر ایمان نہیں چھوڑا۔ زاد المعاد وغیرہ میں حضرت خبیب بن عدی ؓ کا واقعہ مفصل موجود ہے اور اصل واقعہ بخاری شریف میں بھی موجود ہے ان کو جب سولی پر لٹکانے کے لیے حرم سے باہر لایا گیا تو ابوسفیان نے کہا یہ اس وقت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں ہوئے تھے کہ اے خبیب بن عدی تو صرف اتنا کہہ دے آج میری جگہ محمد ﷺ کو لٹکایا جاتا تو میں تیری رہائی کا ذمہ دار ہوں ۔ کرتا دھرتا بھی وہی تھا خبیب بن عدی ؓ نے فرمایا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں

میری جان ہے یہ لفظ تو بہت بڑے ہیں خدا کی قسم میں تو یہ بھی کہنے کے لیے تیار نہیں ہوں کہ میری سولی کے بدلے میں آنحضرت ﷺ کے پاؤں میں کانٹا چبھے۔

فَلَسْتُ اُبَالِیْ حِیْنَ اُقْتَلُ مُسْلِمًا

مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے کہ میں اسلام کی حالت میں قتل کیا جاؤں

حالانکہ اکراہ کے موقع پر ایسے الفاظ کہنے کی شرعاً اجازت ہے۔سورۃ النحل آیت نمبر ۱۰۶ میں ہے الَّا مَنْ اُکْرِہَ وَقَلْبُہٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِیْمَانِ ”مگر وہ شخص جو مجبور کیا گیا اور اس کا دل مطمئن تھا ایمان کے ساتھ۔“ لیکن ان کے ایمان نے یہ الفاظ کہنے کی اجازت نہیں دی۔ کتنا مضبوط ایمان ہے آنحضرت ﷺ کے فدائیوں کا۔ دنیا میں نظیر نہیں مل سکتی۔ تو فرعون نے کہا میں تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹ کر ضرور سولی پر لٹکاؤں گا قَالُوْا وہ کہنے لگے لَا ضَیْرَ کوئی ضرر نہیں اِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ بے شک ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں اِنَّا نَطْمَعُ بے شک ہم طمع کرتے ہیں اَنْ یَّغْفِرَلَنَا رَبُّنَا خَطٰیٰنَآ یہ کہ معاف کر دے ہمارا رب ہماری خطائیں اس لیے کہ اَنْ کُنَّآ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِیْنَ کہ ہم ہوئے ایمان لانے والوں میں سے پہلے۔ اس مقام پر سب سے پہلے ہم ایمان لائے ہیں۔ چنانچہ جانیں دے دیں ایمان نہیں چھوڑا۔ ایمان کی بڑی قوت ہے مگر کوئی ایمان کو سمجھ لے تو، ورنہ کچھ بھی نہیں ہے۔

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى

اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْٓ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۵۲﴾ فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِى الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۵۳﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۵۷﴾ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿۵۸﴾ كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۵۹﴾ فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ كَلَّا اِنَّ مَعِىَ رَبِّىْ سَيَهْدِيْنِ ﴿۶۲﴾ فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ﴿۶۳﴾ وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ﴿۶۴﴾ وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿۶۵﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۶۶﴾ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۶۷﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۶۸﴾ ع ۱۷ ۸

وَاَوْحَيْنَآ اور ہم نے وحی بھیجی اِلٰى مُوْسٰٓى موسیٰ علیہ السلام کی طرف اَنْ اَسْرِ کہ لے کر چلیں رات کو بِعِبَادِيْٓ میرے بندوں کو اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ بے شک تمہارا تعاقب کیا جائے گا فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ پس بھیجا فرعون نے فِى الْمَدَآئِنِ شہروں میں حٰشِرِيْنَ جمع کرنے والوں کو اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ بے شک یہ لَشِرْذِمَةٌ ایک گروہ ہے قَلِيْلُوْنَ تھوڑا سا وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ اور بے شک

یہ ہمیں بہت غصہ دلاتے ہیں وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ اور بے شک ہم البتہ سب مسلح اور با اختیار ہیں فَاَخْرَجْنٰهُمْ پس ہم نے نکالا ان کو مِّنْ جَنّٰتٍ باغوں سے وَّ عُيُوْنٍ اور چشموں سے وَّكُنُوْزٍ اور خزانوں سے وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ اور عمدہ جگہوں سے كَذٰلِكَ یہ ایسے ہی ہوا وَاَوْرَثْنٰهَا اور ہم نے وارث بنایا ان چیزوں کا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ بنی اسرائیل کو فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ پس وہ ان کے پیچھے لگے سورج چڑھتے ہوئے فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ پس جس وقت آمنے سامنے ہوئیں دونوں جماعتیں قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى کہا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ بے شک البتہ ہم پکڑے گئے قَالَ فرمایا كَلَّا ہرگز نہیں اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ بے شک میرے ساتھ میرا رب ہے سَيَهْدِيْنِ بہ تاکید وہ میری راہنمائی کرے گا فَاَوْحَيْنَآ پس ہم نے وحی بھیجی اِلٰى مُوْسٰٓى موسیٰ علیہ السلام کی طرف اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ یہ کہ ماریں اپنی لاٹھی الْبَحْرَ سمندر پر فَانْفَلَقَ پس وہ پھٹ گیا فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ پس ہو گیا ہر ایک حصہ كَالطَّوْدِ جیسے پہاڑ الْعَظِيْمِ بڑا وَاَزْلَفْنَا اور ہم نے قریب کر دیا ثَمَّ اس مقام میں الْاٰخَرِيْنَ دوسروں کو وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى اور ہم نے نجات دی موسیٰ علیہ السلام کو وَمَنْ مَّعَهٗ اور ان کو جو ان کے ساتھ تھے اَجْمَعِيْنَ سب کو ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ پھر ہم نے غرق کیا دوسروں کو اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً بے شک اس میں البتہ نشانی ہے وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اور ان میں سے اکثر ایمان لانے

والے نہیں ہیں وَاِنَّ رَبَّکَ اور بے شک آپ کا رب لَھُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ البتہ وہی ہے غالب، مہربان ہے۔

پہلے سے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا قصہ چلا آرہا ہے۔ فرعون موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں بہتر (۷۲) ہزار جادوگر لایا۔ انہوں نے اپنی لاٹھیاں اور رسیاں ڈالیں وہ سانپ بن گئیں۔ انہوں نے خوشی میں بھنگڑے ڈالنے شروع کر دیئے اور کہا کہ ہم غالب آئیں گے۔ موسیٰ علیہ السلام نے رب تعالیٰ کے حکم سے لاٹھی ڈالی اس نے اژدھا بن کر سب کو نگل لیا اور پھر لاٹھی کی لاٹھی۔ جو حقیقت شناس جادوگر تھے وہ سجدے میں گر گئے اور کہنے لگے کہ ہم موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے رب پر ایمان لائے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ فرعون نے کہا کہ تم میری اجازت سے پہلے ایمان لائے ہو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمہارا بڑا ہے تمہارا استاد ہے اندر سے تم ایک ہو حکومت کے خلاف سازش کرتے ہو۔

بنی اسرائیل کی ہجرت :

جب ان لوگوں پر اتمام حجت ہوگئی دلائل سے حق سمجھا دیا گیا تو پھر وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰی اور ہم نے وحی بھیجی موسیٰ علیہ السلام کی طرف، حکم بھیجا، پیغام بھیجا اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِیْٓ کہ لے چلیں رات کو میرے بندوں کو۔ اِسْرا کا معنٰی ہے رات کو لے جانا۔ میرے وہ بندے جو ایمان لا چکے ہیں ان کو رات کے وقت یہاں سے لے چلو ہجرت کر جاؤ۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے سب کو بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے ہم نے یہاں سے چلے جانا ہے بنی اسرائیل کافی تعداد میں تھے جن میں مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے، جوان تھوڑے سے آدمی بھی گھر سے نکلیں تو شور ہوتا ہے یہ تو بہت بڑی تعداد تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

رات کو چلنا ہے اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ بے شک تمہارا پیچھا کیا جائے گا۔ فرعون اور اس کی فوجیں تمہارا پیچھا کریں گی گھبرانا نہیں ہے۔ چنانچہ جس وقت فرعون کو معلوم ہوا تو اس نے ہنگامی حالت کا اعلان کر دیا کہ یہ جا رہے ہیں ان کو پکڑنا ہے کیونکہ اِنہی کے خون پسینے سے تو اُن کا گزارا ہوتا تھا۔ کوئی کھیتی باڑی کرتا تھا، کوئی مالی تھا، کوئی دھوبی تھا، کوئی مزدور تھا اور مزدور کے بغیر کوئی ملک قائم نہیں رہ سکتا۔ سارے مزدور جا رہے ہیں کام کون کرے گا؟ فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِی الْمَدَآئِنِ پس بھیجا فرعون نے شہروں میں حٰشِرِیْنَ جمع کرنے والوں کو۔ مصر کے اردگرد بہت سی بستیاں تھیں جن میں ہزاروں کی تعداد میں لوگ رہتے تھے۔ فرعون نے آدمی بھیجے کہ فوراً ان کو جمع کرو۔ چنانچہ جس وقت وہ لوگ جمع ہو گئے تو فرعون نے کہا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ۔ شِرْذِمَه کا معنٰی ہے گروہ، ٹولا، طبقہ، یہ جو بنی اسرائیل کے لوگ ہیں یہ ایک گروہ ہے جو ہماری نسبت تھوڑے ہیں اور تھا بھی ایسے ہی بنی اسرائیلیوں کی تعداد فرعونیوں کے مقابلے میں بالکل تھوڑی تھی۔ تو یہ تھوڑے آدمی ہیں وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ اور بے شک انہوں نے ہمیں غصے میں ڈالا ہے ہر کام ہمارے خلاف ہے ہر جگہ ہمارے ساتھ مقابلہ، انہوں نے ہمارے کلیجے جلا دیئے ہیں۔ اور دیکھو! وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ ۔ حاذر کا معنٰی مسلح، باہتھیار۔ اور بے شک ہم سب کے سب مسلح ہیں۔ اور حذر کا معنٰی ڈرنے کے بھی ہیں۔ تو پھر معنٰی یہ ہوگا کہ ہیں تو یہ تھوڑے سے مگر ہم ان کی فتنہ انگیزی سے ڈرتے ہیں۔ حکومت کی بڑی قوت ہوتی ہے مگر پبلک جب باہر نکل آئے، احتجاج کرے، جلوس نکالے تو حکومت گھبرا جاتی ہے اس کا انکار بھی کوئی نہیں کر سکتا۔ تو کہنے لگے کہ یہ تھوڑے سے ہیں لیکن ہم پھر بھی ان سے خدشہ رکھتے ہیں کہ وہ کوئی نہ کوئی فتنہ برپا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ

وَّ عُیُوۡنٍ پس ہم نے نکالا فرعونیوں کو باغوں اور چشموں سے وَّ کُنُوۡزٍ اور خزانوں سے وَّمَقَامٍ کَرِیۡمٍ اور ان جگہوں سے جو بڑی عمدہ تھیں، عزت والی تھیں۔ کوٹھیوں میں قالین بچھے ہوئے تھے بڑے آرام دہ مکان تھے ان کوٹھیوں اور باغوں کو چھوڑ کر بنی اسرائیلیوں کا تعاقب کیا۔ کَذٰلِکَ رب تعالیٰ فرماتے ہیں یہ ایسے ہی ہوا وَ اَوۡرَثۡنٰهَا بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اور وارث بنایا ہم نے ان باغات کا، کوٹھیوں کا، چشموں کا، خزانوں کا بنی اسرائیل کو۔ اس وقت نہیں بلکہ کچھ عرصہ کے بعد۔ تو موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر چل پڑے۔ پھر کیا ہوا؟ فَاَتۡبَعُوۡهُمۡ مُّشۡرِقِیۡنَ پس وہ ان کے پیچھے لگے سورج چڑھتے ہوئے۔ فرعونی حضرت موسیٰ علیہ السلام، ہارون علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے پیچھے گئے مُشۡرِقٌ قاف قندھاری سے ہو تو اس کا معنیٰ ہے سورج چڑھ رہا تھا یعنی جس وقت سورج طلوع ہو رہا تھا اس وقت پیچھے جا پہنچے۔ موسیٰ علیہ السلام قوم کے ہمراہ بحر قلزم کے کنارے پہنچ چکے تھے۔ بحر قلزم بڑا سمندر ہے ان کے پاس نہ کشتی تھی اور نہ کوئی متبادل راستہ تھا کہ آگے چلے جائیں۔ پیچھے فرعون کی فوجیں نعرے مارتے ہوئے، ڈھول پیٹتے ہوئے بجاتے ہوئے آرہی ہیں اور آگے سمندر ہے فَلَمَّا تَرَآءَ الۡجَمۡعٰنِ پس جب آمنے سامنے ہوئیں فوجیں۔ اُنہوں نے اِن کو دیکھا اور اِنہوں نے اُن کو دیکھا قَالَ اَصۡحٰبُ مُوۡسٰۤی موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے کہا حضرت! اِنَّا لَمُدۡرَکُوۡنَ بے شک البتہ ہم پکڑے گئے کہ ہم طاقت کے اعتبار سے بھی اور افراد کے اعتبار سے بھی ان سے تھوڑے ہیں۔ تاریخ میں آتا ہے کہ پہلے فرعون آگے تھا جب قریب پہنچے تو ہامان کو آگے کر دیا اس کے پیچھے فوج اور خود فوج کے پیچھے ہو گیا تھا۔ اتنی بڑی فوج ہو تو طبعی طور پر گھبراہٹ تو ہوتی ہے۔ تو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے کہا ہم تو گرفتار ہو گئے ان ظالموں نے ہمیں چھوڑنا نہیں ہے۔ فرعون بڑا ظالم

تھا پہلے بنی اسرائیلیوں کے بچے ذبح کرتا رہا پھر ستر وہ جادوگر جو مسلمان ہوئے تھے ان کو سولی پر لٹکا دیا تھا وَفِرْعَوْنَ ذِی الْاَوْتَادِ [سورۃ الفجر] ''فرعون میخوں والا'' یعنی فرعون جب سزا دیتا تھا تو ہاتھ پاؤں میں میخیں ٹھونک دیتا تا کہ وہ ہل نہ سکے۔ اور سورۃ الدخان آیت نمبر ۱۳ میں ہے اِنَّهٗ كَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ ''بے شک فرعون بڑا سرکش، باغی، حد سے بڑھنے والا تھا'' فرعون کے سارے حالات ان کے سامنے تھے تو گھبرائے اور کہا کہ ہم تو پکڑے گئے قَالَ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا كَلَّا ہرگز نہیں! یہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا کیوں؟ اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ بے شک میرے ساتھ میرا رب ہے اس کی مدد اور نصرت میرے ساتھ ہے فرعون کی کیا حیثیت ہے؟ دنیا میں ہزاروں فرعون آئے اور آتے رہیں گے میرا رب وہ قادر مطلق ہے جو ایک لمحے میں ہزاروں جہان آباد کر دے اور ہزاروں جہان فنا کر دے اس فرعون کی کیا حیثیت ہے میرے ساتھ میرا رب ہے سَيَهْدِيْنِ وہ ضرور میری راہنمائی کرے گا اس کے حکم سے ہم گھروں سے نکلے ہیں اس کی تائید ہمیں حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى پس ہم نے وحی بھیجی موسیٰ علیہ السلام کی طرف اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ یہ کہ مار اپنی لاٹھی کو سمندر پر۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا مبارک جب سمندر پر مارا تو بارہ راستے بن گئے تفسیروں میں لکھا ہے اور اس کی اصل قرآن پاک میں موجود ہے کہ یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے ہر ہر بیٹے کا علیحدہ خاندان تھا انتظامی طور پر علیحدہ علیحدہ رہتے تھے وادی تیہ جس کو آج کل وادی سینائی کہا جاتا ہے میں بھی جب پانی کی ضرورت پڑی تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا کہ پتھر پر لاٹھی مارو جب انہوں نے لاٹھی ماری تو بارہ چشمے جاری ہو گئے ہر ایک کے لیے الگ الگ چشمہ متعین کر دیا گیا۔ اس موقع پر بھی جب موسیٰ علیہ السلام

نے لاٹھی کے ساتھ اشارہ کیا تو بارہ راستے بن گئے ان راستوں سے بنی اسرائیل سارے کے سارے سمندر عبور کر گئے کیا مرد اور کیا عورتیں، کیا چھوٹے اور کیا بڑے، بیمار تندرست سب نے سمندر عبور کر لیا اور فرعونی سارے سمندر میں داخل ہو گئے۔ آگے وزیر اعظم ہامان پیچھے فوجیں اور فوجوں کے پیچھے فرعون۔ ان احمقوں نے سمجھا کہ یہ راستے ہمارے لیے بنے ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے پانی برابر ہو گیا اور چل پڑا فرعون کے علاوہ باقی سارے وہیں سے جہنم رسید ہو گئے کسی کی لاش بھی نہ ملی۔ فرعون بڑا واویلا کرنے لگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْکَ بِبَدَنِکَ لِتَکُوْنَ لِمَنْ خَلْفَکَ اٰیَۃً [یونس:۹۲] ''پس آج کے دن ہم بچالیں گے تیرے بدن کو، تیری لاش کو باہر نکال کر پھینک دیں گے تاکہ پچھلوں کے لیے نشانی ہو جائے۔ لوگ دیکھیں کہ یہ ہے وہ شخص جو کہتا تھا اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی ''میں تمہارا بڑا رب ہوں۔'' [سورۃ النازعات] اور یہ بھی کہتا تھا مَا عَلِمْتُ لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرِیْ [قصص: ۳۸] ''میں نہیں جانتا تمہارے لیے اپنے سوا کوئی اور الٰہ۔'' میرے علاوہ تمہارا اور کوئی الٰہ نہیں ہے تاریخ اس کا ثبوت دیتی ہے کہ فرعون جس کا نام ولید بن مصعب بن ریان تھا اور اس کے علاوہ مزید کئی فرعونوں کی لاشیں آج بھی مصر کے عجائب گھر میں موجود ہیں لوگ دیکھتے ہیں رب تعالیٰ نے عبرت کے لیے ان کو باقی رکھا ہوا ہے کبھی کبھی ان کی تصویریں اخبارات میں آجاتی ہیں تو ان کو دیکھ کر حیرانی ہوتی ہے کہ ان مونہوں کے ساتھ وہ اپنے آپ کو رب الاعلیٰ کہتے تھے۔

فرعون کا غرق ہونا :

ترمذی شریف کی روایت میں آتا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ کو بتلایا کہ حضرت بڑا عجیب موقع تھا فرعون جب پانی میں غوطے کھانے لگا تو اس نے

بڑا واویلا کیا، آہ وزاری کی، میں نے گارا اٹھا کر اس کے منہ میں ٹھونس دیا تھا کہ کہیں رب تعالیٰ اس کی توبہ قبول نہ کر لے۔ اس نے بنی اسرائیل پر بڑے ظلم کیے، پیغمبروں کا مقابلہ کیا، حق کا مقابلہ کیا اب یہ واویلا کرتا ہے۔ فرمایا آپ اپنی لاٹھی ماریں سمندر پر فَانْفَلَقَ پس وہ پھٹ گیا فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيمِ پس ہو گیا ہر حصہ جیسے بڑا پہاڑ ہوتا ہے وَأَزْلَفْنَا ثَمَّ الْآخَرِينَ اور ہم نے قریب کر دیا اس مقام پر دوسروں کو فرعونیوں کو ہم نے قریب کر دیا۔ پھر کیا ہوا؟ وَأَنْجَيْنَا مُوسَىٰ وَمَنْ مَعَهُ أَجْمَعِينَ اور ہم نے نجات دی موسیٰ علیہ السلام کو اور ان کے تمام ساتھیوں کو چاہے وہ مومن تھے یا منافق تھے کیونکہ ان میں سامری بھی تھا حالانکہ وہ منافق تھا۔ جو بھی ساتھ تھے ان کو نجات ملی ثُمَّ أَغْرَقْنَا الْآخَرِينَ پھر ہم نے غرق کر دیا دوسروں کو۔ فرعونیوں کا پتا بھی نہ چلا کہ کہاں گئے ہیں تاریخ میں ان کے قصے ہی قصے رہ گئے ہیں إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً بے شک البتہ اس میں نشانی ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ اور نہیں ہیں ان میں اکثر ایمان لانے والے۔ ہر دور میں اکثریت کافروں کی ہی رہی ہے وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ البتہ بے شک آپ کا رب البتہ وہی ہے غالب اور مہربان۔ اس میں ایک تو آنحضرت ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ اگر آج یہ کافر آپ ﷺ کا مقابلہ کر رہے ہیں تو کوئی نئی بات نہیں ہے پہلے کافر بھی پیغمبروں کا مقابلہ کرتے رہے ہیں اور تباہ اور برباد ہوئے ہیں اور دوسرا کافروں کو سمجھایا گیا ہے کہ دیکھو نافرمانی کا یہ نتیجہ ہے کہ جن قوموں نے پیغمبروں کی مخالفت کی، نافرمانی کی نوح علیہ السلام کی قوم، ابراہیم علیہ السلام کی قوم، لوط علیہ السلام کی قوم، شعیب علیہ السلام کی قوم، صالح علیہ السلام کی قوم، ان کا کیا انجام ہوا اگر تم باز نہ آئے تو تمہارا بھی وہی انجام ہوگا۔ اس قصے کو پہلے اس لیے بیان کیا کہ عرب میں

مردم شماری کے اعتبار سے مشرکوں کے بعد یہود کا نمبر تھا اور یہ لوگ ان کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے تھے۔تو وہ اس واقعہ سے عبرت حاصل کریں۔

وَاتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ

اِبْرٰهِیْمَ ﴿۶۹﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۷۰﴾ قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِیْنَ ﴿۷۱﴾ قَالَ هَلْ یَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ﴿۷۲﴾ اَوْ یَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ یَضُرُّوْنَ ﴿۷۳﴾ قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ یَفْعَلُوْنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ اَفَرَءَیْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿۷۵﴾ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّیْۤ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۷۷﴾ الَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَ یَهْدِیْنِ ﴿۷۸﴾ وَ الَّذِیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَ یَسْقِیْنِ ﴿۷۹﴾ وَ اِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ ﴿۸۰﴾ وَ الَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ ﴿۸۱﴾ وَ الَّذِیْۤ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ خَطِیْٓـَٔتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ ﴿۸۲﴾ رَبِّ هَبْ لِیْ حُكْمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ﴿۸۳﴾ وَ اجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ ﴿۸۴﴾ وَ اجْعَلْنِیْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِیْمِ ﴿۸۵﴾

وَاتْلُ عَلَیْهِمْ اور آپ ان کو سنائیں نَبَاَ اِبْرٰهِیْمَ خبر ابراہیم علیہ السلام کی اِذْ قَالَ جب کہا انہوں نے لِاَبِیْهِ اپنے والد کو وَ قَوْمِهٖ اور اپنی قوم کو مَا تَعْبُدُوْنَ تم کن کی عبادت کرتے ہو قَالُوْا کہنے لگے نَعْبُدُ اَصْنَامًا ہم عبادت کرتے ہیں بتوں کی فَنَظَلُّ لَهَا پس سارا دن ہم ان کے سامنے عٰكِفِیْنَ جھکے رہتے ہیں قَالَ فرمایا هَلْ یَسْمَعُوْنَكُمْ کیا وہ سنتے ہیں تمہاری اِذْ تَدْعُوْنَ جب تم ان کو پکارتے ہو اَوْ یَنْفَعُوْنَكُمْ یا وہ تمہیں نفع دیتے ہیں اَوْ یَضُرُّوْنَ یا

وہ تمہیں نقصان پہنچاتے ہیں قَالُوْا انہوں نے کہا بَلْ وَجَدْنَآ بلکہ پایا ہم نے اٰبَآءَ نَا اپنے باپ دادا کو کَذٰلِکَ یَفْعَلُوْنَ وہ اسی طرح کرتے تھے قَالَ فرمایا اَفَرَ ءَیْتُمْ کیا تم دیکھتے ہو مَّا کُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ جن چیزوں کی تم عبادت کرتے ہو اَنْتُمْ تم وَاٰبَآؤُ کُمُ اور تمہارے آباؤ اجداد الْاَقْدَمُوْنَ جو پہلے گزر چکے ہیں فَاِنَّھُمْ پس بے شک وہ عَدُوٌّلِّیْٓ میرے دشمن ہیں اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ مگر رب العالمین الَّذِیْ خَلَقَنِیْ جس نے مجھے پیدا کیا ہے فَھُوَ یَھْدِیْنِ پس وہی میری راہنمائی کرتا ہے وَالَّذِیْ ھُوَ یُطْعِمُنِیْ اور وہ رب مجھ کو کھلاتا ہے وَیَسْقِیْنِ اور مجھے پلاتا ہے وَاِذَا مَرِضْتُ اور جب میں بیمار ہوتا ہوں فَھُوَ یَشْفِیْنِ پس وہی مجھ کو شفا دیتا ہے وَالَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ اور وہ مجھ کو وفات دے گا ثُمَّ یُحْیِیْنِ پھر مجھے زندہ کرے گا وَالَّذِیْٓ اور وہ ہے اَطْمَعُ میں امید رکھتا ہوں اَنْ یَّغْفِرَلِیْ یہ کہ معاف فرمائے گا خَطِیْٓئَتِیْ میری خطائیں یَوْمَ الدِّیْنِ قیامت کے دن رَبِّ ھَبْ لِیْ حُکْمًا اے میرے رب عطا فرما مجھے حکم وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ملا دے مجھے نیک لوگوں کے ساتھ وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ اور بنا دے میرے لیے سچی زبان فِی الْاٰخِرِیْنَ پچھلوں میں وَاجْعَلْنِیْ اور بنا دے مجھ کو مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِیْمِ اس جنت کے وارثوں میں سے جو خوشی کے باغ ہیں۔

اس سے پہلے تین رکوعوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بڑی تفصیل کے ساتھ بیان ہوا ہے۔ اب اس رکوع میں حضرت ابراہیم علیہ السلام، ان کے والد اور ان کی قوم کا ذکر ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا وَاتْلُ

عَلَیْهِمْ پڑھیں آپ ان پر ان کو سنائیں نَبَاَ اِبْرٰهِیْمَ خبر ابراہیم علیہ السلام کی۔عرب کے لوک عمومی طور پر اور مکے کے لوگ خصوصی طور پر یہ دعویٰ کرتے تھے کہ ہم نسلاً بھی ابراہیمی ہیں یعنی ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور نظریۃً (نظریاتی اعتبار سے) بھی ابراہیمی ہیں یعنی ہمارے عقائد اور اعمال بھی ابراہیم علیہ السلام والے ہیں۔وہ اپنی تمام غلطیوں اور خرافات کو ابرہیم علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے تھے العیاذ باللہ تعالیٰ۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کو ابراہیم علیہ السلام کے حالات پڑھ کر سنائیں تاکہ ان کو معلوم ہو کہ اُن کے کیا نظریات تھے اور وہ کیا کرتے تھے اور کیا کہتے تھے اور تم کیا کہتے ہو اور کرتے ہو۔تمہارا کیا تعلق ہے ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ محض نسبت سے کچھ نہیں بنتا۔

آزر ہی ابراہیم علیہ السلام کا باپ تھا :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ جس وقت کہا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کو جس کا نام آزر تھا۔سورۃ الانعام آیت نمبر ۷۴ میں ہے وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ ''اور جس وقت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد آزر کو کہا۔'' رب تعالیٰ سے زیادہ جاننے والا کون ہے؟ رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آزر، ابراہیم علیہ السلام کا باپ تھا اور کوئی انکار کرے تو اس کی کیا حیثیت ہے۔یقین جانو! آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ہی تھے۔زبردستی ان کو چچا بنانا اور ادھر ادھر کی باتیں کرنا قرآن پاک کی تحریف ہے۔اس وقت کی کلدانی حکومت کا بادشاہ نمرود بن کنعان تھا اور آزر اس حکومت کا وزیر مذہبی امور تھا۔اس کا کام بت خانے بنانا، بت بنانا اور اس محکمے کی نگرانی کرنا تھا۔بت بنانے والے کے گھر رب تعالیٰ نے بت شکن بیٹا پیدا فرمایا۔تو جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد وَ قَوْمِهٖ اور اپنی قوم سے فرمایا مَا تَعْبُدُوْنَ تم لوگ کون سی چیزوں کی عبادت

کرتے ہو؟ تمہارے معبود کون ہیں؟ قَالُوْا وہ کہنے لگے نَعْبُدُ اَصْنَامًا ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ پس ہم سارا دن ان کے سامنے جھکے رہتے ہیں۔ کوئی رکوع میں ہوتا تھا، کوئی سجدے میں، کوئی طواف کر رہا ہوتا تھا، کوئی ان کو خوشبو لگاتا، کوئی چوم رہا ہے جو مشرک قوموں کے طریقے ہوتے ہیں وہ سب کرتے تھے۔ ایک تو وہ بت پرستی کرتے تھے اور دوسری بات ساتویں پارے میں مذکور ہے کہ سورج، چاند، ستاروں میں بھی وہ کرشمے مانتے تھے اور ان کی عبادت کرتے تھے۔ کہتے تھے کہ چاند، سورج اور ستاروں میں بھی خدائی کرشمے ہیں۔ قَالَ فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ کیا وہ تمہاری بات کو سنتے ہیں جب تم ان کو پکارتے ہو اپنی مدد کے لیے، تمہاری فریادیں سنتے ہیں اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ یا وہ تمہیں نفع پہنچاتے ہیں اَوْ يَضُرُّوْنَ یا وہ تمہیں نقصان پہنچاتے ہیں اگر تم ان کی پوجا نہ کرو قَالُوْا ان لوگوں نے کہا بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ بلکہ ہم نے پایا ہے اپنے آباؤ اجداد کو وہ اسی طرح کرتے تھے۔ ہمارے پاس سو دلیلوں کی ایک ہی دلیل ہے کہ ہمارے باپ دادا اسی طرح کرتے تھے ہم ان کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ ایسی تقلید کی قرآن پاک نے سخت تردید کی ہے۔

تقلید کی اہمیت :

اور اہل اسلام جو تقلید کرتے ہیں وہ مطلوب اور مقصود ہے۔ اور تقلید ایسی چیز میں ہوتی ہے جس پر نہ تو قرآن کریم میں صراحت ہو اور نہ حدیث پاک میں۔ وہ چیز خلفائے راشدین سے بھی ثابت نہ ہو اور نہ وہ چیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہو۔ ایسے مسئلہ میں اماموں میں سے کسی امام کی بات مان لینے کا نام تقلید ہے اور ہم امام کی بات کو بھی معصوم سمجھ

کے نہیں مانتے۔ معصوم صرف پیغمبر ہیں حاشا وکلاّ کوئی امام معصوم نہیں ہے اور نہ ہی کوئی حنفی ، مالکی ، حنبلی شافعی اماموں کو معصوم مانتا ہے۔ بلکہ وہ کہتے ہیں کہ امام مجتہد ہیں اور اجتہاد میں غلطی بھی ہوسکتی ہے اور درست بھی ہوسکتا ہے۔ بعض جاہل قسم کے لوگ عوام کو مغالطہ دیتے ہیں کہ ان لوگوں نے اماموں کو نبی کی گدی پر بٹھا دیا ہے۔ یہ گدھے خود بھی اس مسئلے کو نہیں سمجھے۔ نبی کی گدی پر تو تب بٹھاتے کہ اماموں کو معصوم سمجھتے اور کہتے کہ جس طرح نبی کریم ﷺ معصوم ہیں امام بھی اسی طرح معصوم ہیں۔ جبکہ ہم اس کے قائل نہیں ہیں ہم اماموں کو معصوم نہیں سمجھتے۔ البتہ شیعہ اماموں کو معصوم سمجھتے ہیں اور شیعہ کی تکفیر کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔

شیعہ کے کفر کی وجوہ ثلاثہ :

چنانچہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے شیعہ کے کافر ہونے کی تین اصولی وجوہ بیان فرمائی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ تحریفِ قرآن کے قائل ہیں۔ دوسری یہ کہ وہ کہتے ہیں امام معصوم ہوتے ہیں اور تیسری وجہ یہ ہے کہ وہ صحابہ کی تکفیر کرتے ہیں۔ جن کو رب تعالیٰ نے مومن کہا ہے۔ تو اماموں کو معصوم ماننے والوں کو اہل حق کافر کہتے ہیں تو ہم اماموں کو نبی کی گدی پر کس طرح بٹھا سکتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ ہم نے پایا اپنے باپ دادا کو وہ اسی طرح کرتے تھے لہٰذا ہم بھی اسی طرح کرتے ہیں قَالَ فرمایا اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ کیا تم دیکھتے ہو جن کی تم عبادت کرتے ہو اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ تم اور تمہارے باپ دادا جو پہلے گزرے ہیں صاف لفظوں میں مجھ سے سن لو فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْ پس بے شک وہ تمہارے سارے معبود میرے دشمن ہیں میں ان کا دوست نہیں ہوں اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ سوائے رب العالمین کے۔ باقی سب میرے دشمن ہیں۔ بڑی ہمت اور جرأت

کی بات ہے کہ باپ دشمن، عزیز رشتہ دار دشمن، سوائے بیوی اور بھتیجے لوط علیہ السلام کے۔ بادشاہ دشمن، سارا ملک چپڑاسی سے لے کر بادشاہ سب مشرک ہیں۔ اور کتنے صاف لفظوں میں اپنا موقف پیش کر رہے ہیں۔ گھر تشریف لاتے ہیں تو باپ سے ٹکر ہے سولہویں پارے میں تم پڑھ چکے ہو فرمایا یٰاَبَتِ لَا تَعْبُدُ الشَّیْطٰنَ [سورۃ مریم] ''اے ابا جی! نہ عبادت کرو شیطان کی۔'' کتنے پیارے انداز میں باپ کو حق سنایا مگر والد نے کہا اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِیْ یٰاِبْرٰهِیْمُ ''اے ابراہیم میرے الٰہوں سے اعراض کرتے ہو، ان کی تردید کرتے۔'' اگر آپ باز نہ آئے تو میں پتھر مار مار کر تجھے ہلاک کر دوں گا۔ مجھے چھوڑ دو لمبے زمانے تک، زندگی بھر مجھ سے گفتگو نہ کرنا۔ تو سارے ملک کے ساتھ ٹکر ہے اور اپنا موقف واضح اور صاف لفظوں میں بیان فرما رہے ہیں کہ بے شک وہ میرے دشمن ہیں میں ان کا دشمن ہوں سوائے رب العالمین کے۔ کون رب العالمین اَلَّذِیْ خَلَقَنِیْ جس نے مجھے پیدا کیا ہے فَهُوَ یَهْدِیْنِ پس وہی میری راہنمائی کرتا ہے۔ یہ بتلاؤ کہ تمہارے خداؤں نے کس کو پیدا کیا ہے؟ او ظالمو! یہ الٰہ تم نے اپنے ہاتھوں سے تراشے ہیں، بنائے ہیں وہ تمہارے الٰہ کیسے بن گئے اتنی موٹی بات بھی تمہیں سمجھ نہیں آتی۔ یہ چاند، سورج، ستارے جو اپنی مرضی سے کہیں کھڑے نہیں ہو سکتے رب تعالیٰ کے حکم کے مطابق ڈیوٹی دے رہے ہیں یہ رب کیسے بن گئے؟ رب کی ذات وہ ہے جس پر کبھی زوال نہیں ہے اس نے مجھے پیدا کیا ہے اور وہی میری راہنمائی کرتا ہے وَالَّذِیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ اور وہ مجھ کو کھلاتا ہے وَیَسْقِیْنِ اور مجھے پلاتا ہے۔ کھانے پینے کے تمام انتظامات اس نے کیے ہیں تمہارے الٰہوں نے کیا کیا ہے ان کے پاس کیا ہے؟ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے کسی اور کے پاس شفا نہیں ہے۔

انسان کے بیمار ہونے کی وجہ :

پرانے حکیم کاغذ پر نسخہ لکھ کر دیتے تھے تو اس کے اوپر لکھا ہوتا تھا ''ھوالشافی'' شفا صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیماری کی نسبت اپنی طرف کی۔عموماً ایسا ہوتا ہے کہ بیماری میں انسان کی اپنی کوتاہی شامل ہوتی ہے۔زیادہ کھالیا ،بدہضمی ہوگئی ،گرمی سردی سے نہ بچا، بخار ہوگیا، بد پرہیزی کرتے ہیں نقصان ہوتا ہے۔ عرب کا مشہور حکیم تھا حارث بن کلدہ بڑا سمجھ دار تھا لوگ اس کے پاس جاتے کہ ہمیں علاج کے طریقے بتلاؤ۔وہ کہتا رَأْسُ الدَّوَاءِ الحَمِيَّةُ وَرَأْسُ الدَّاءِ البِطْنَة ''سب سے بڑا علاج پرہیز ہے اور پیٹ بھر لینا سب بیماریوں کی ماں ہے، سب بیماریوں کی جڑ ہے۔''فرمایا وَالَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ اور وہ جو مجھے وفات دے گا ثُمَّ یُحْیِیْنِ پھر مجھے زندہ کرے گا۔کیونکہ قیامت بھی حق ہے جس میں کوئی شک شبہ نہیں ہے وَالَّذِیْٓ اور میرا رب وہ ہے اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَلِیْ خَطِیْٓئَتِیْ کہ میں امید رکھتا ہوں یہ کہ معاف فرمائے گا میری خطائیں یَوْمَ الدِّیْنِ بدلے والے دن، قیامت والے دن۔سورہ آل عمران آیت نمبر ۱۳۵ میں ہے وَ مَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰہ ''اللہ تعالیٰ کے سوا گناہ کون معاف کر سکتا ہے۔'' میرے الٰہ کی یہ خوبیاں ہیں او ظالمو! تمہارے الٰہ تو تمہارے ہاتھوں کے تراشے ہوئے ہیں ان کی تم عبادت کرتے ہو۔فرمایا رَبِّ ھَبْ لِیْ حُکْمًا اے رب مجھ کو مجھے حکم عطا فرما وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ اور ملادے مجھ کو نیکوں کے ساتھ۔حکم سے کیا مراد ہے؟ مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ہے کہ مجھے ہجرت کا حکم دیں۔ساٹھ سال تک تبلیغ کی بلکہ بعض نے اسّی سال بھی لکھے ہیں۔اتنے عرصے میں صرف ایک عورت نے ساتھ دیا پروردگار! مجھے ہجرت کا حکم دے اس علاقے کو چھوڑ کر چلا جاؤں اور ایسے

علاقے میں پہنچا جہاں نیک بندے ہوں میری بات کو سن لیں۔اور پروردگار! وَاجْعَل لِّي لِسَانَ صِدْقٍ اور بنا میرے لیے سچائی کی زبان فِي الْآخِرِينَ پیچھے والوں میں یعنی بعد میں جو لوگ آئیں وہ اچھی زبان سے میرا تذکرہ کریں۔ میرے اچھے کام وہ بھی کریں۔پیغمبر محض شہرت نہیں چاہتے ہم آپ شہرت پر خوش ہوتے ہیں اخبار میں نام آ گیا، اشتہار میں نام آ گیا تو بڑے خوش ہوتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے پیغمبران تمام چیزوں سے مبرا ہوتے ہیں وہ نام اس لیے چاہتے ہیں کہ جو کام انہوں نے کیے وہ باقی لوگ بھی کریں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے والد کے سامنے حق پیش کیا،قوم کے سامنے پیش کیا، ظالم جابر بادشاہ نمرود بن کنعان کے سامنے پیش کیا اور بڑا طویل عرصہ مگر کمزوری نہیں دکھائی۔ بالآخر ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے اور دعا کی کہ اے پروردگار! میرا نام پیچھے والوں میں رہے ان کے لیے سبق ہو اس سچی زبان سے جو نکلا ہے پیچھے والے لوگوں میں یادگار رہے وَاجْعَلْنِي مِن وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيمِ اور بنا دے مجھ کو اس جنت کے وارثوں میں سے جو خوشی کے باغ ہیں۔بقیہ مضمون کل آئے گا۔ان شاء اللہ تعالیٰ

وَاغْفِرْ لِاَبِیْٓ

اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۸۶﴾ وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۸۷﴾ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿۸۹﴾ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۹۰﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ ﴿۹۱﴾ وَقِيْلَ لَهُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿۹۲﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿۹۳﴾ فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ ﴿۹۴﴾ وَجُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ ﴿۹۵﴾ قَالُوْا وَهُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۹۶﴾ تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۹۷﴾ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَمَاۤ اَضَلَّنَاۤ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۹۹﴾ فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۴﴾ ع

وَاغْفِرْ لِاَبِیْٓ اور بخش دے میرے باپ کو اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ بے شک وہ گمراہوں میں سے ہے وَلَا تُخْزِنِيْ اور مجھے رسوا نہ کریں يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ جس دن کہ کھڑے کیے جائیں گے يَوْمَ وہ دن ہوگا لَا يَنْفَعُ مَالٌ نہیں نفع دے گا مال وَّلَا بَنُوْنَ اور نہ بیٹے اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ مگر وہ شخص جو آیا اللہ تعالیٰ کے پاس بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ قلب سلیم کے ساتھ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ اور قریب کر دی جائے گی جنت لِلْمُتَّقِيْنَ پرہیزگاروں کے لیے وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ اور ظاہر کر

دی جائے گی جہنم لِلۡغٰوِيۡنَ گمراہوں کے لیے وَقِيۡلَ لَهُمۡ اور کہا جائے گا ان کو
اَيۡنَمَا كُنۡتُمۡ تَعۡبُدُوۡنَ کہاں ہیں وہ جن کی تم عبادت کرتے تھے مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ
اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے هَلۡ يَنۡصُرُوۡنَكُمۡ کیا وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں اَوۡ
يَنۡتَصِرُوۡنَ یا وہ بدلہ لے سکتے ہیں فَكُبۡكِبُوۡا فِيۡهَا پس الٹے کر کے ڈالے
جائیں گے دوزخ میں هُمۡ وَالۡغَاوٗنَ وہ بھی اور دوسرے گمراہ بھی وَ جُنُوۡدُ
اِبۡلِيۡسَ اَجۡمَعُوۡنَ اور ابلیس کے تمام لشکروں کو بھی قَالُوۡا وہ کہیں گے وَ هُمۡ
فِيۡهَا يَخۡتَصِمُوۡنَ اور وہ دوزخ میں جھگڑ رہے ہوں گے تَاللّٰهِ اللہ کی قسم ہے اِنۡ
كُنَّا لَفِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ بے شک ہم تھے البتہ کھلی گمراہی میں اِذۡ نُسَوِّيۡكُمۡ جس
وقت ہم تمہیں برابر کرتے تھے بِرَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ رب العالمین کے ساتھ وَمَاۤ
اَضَلَّنَاۤ اِلَّا الۡمُجۡرِمُوۡنَ اور نہیں بہکایا ہمیں مگر مجرموں نے فَمَا لَنَا مِنۡ
شَافِعِيۡنَ پس نہیں کوئی ہماری سفارش کرنے والا وَلَا صَدِيۡقٍ حَمِيۡمٍ اور نہ کوئی
مخلص دوست فَلَوۡ اَنَّ لَنَا كَرَّةً پس کاش بے شک ہمارے لیے دنیا کی طرف
لوٹنا ہو فَنَكُوۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ پس ہم ہو جائیں مومنوں میں سے اِنَّ فِىۡ
ذٰلِكَ لَاٰيَةً بے شک اس میں البتہ نشانی ہے وَمَا كَانَ اَكۡثَرُهُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ اور
نہیں ہیں اکثر ان میں سے ایمان لانے والے وَاِنَّ رَبَّكَ اور بے شک آپ کا
رب لَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الرَّحِيۡمُ البتہ وہی غالب ہے مہربان ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ چلا آ رہا ہے۔ مشرکین عرب اپنا تعلق ابراہیم علیہ
السلام کے ساتھ جوڑتے تھے کہ ہم ابراہیمی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبر حضرت محمد

رسول اللہ ﷺ کو فرمایا کہ آپ ان کو ابراہیم علیہ السلام کے حالات سنائیں کہ ان کے عقائد ونظریات کیا تھے اور تمہارے کیا ہیں؟ وہ موحد تھے۔کل کے سبق میں گزر چکا ہے کہ انہوں نے اپنے باپ کو بھی سمجھایا، برادری کو بھی سمجھایا کہ جن کی تم عبادت کرتے ہو کیا وہ تمہاری پکار کو سنتے ہیں کیا وہ تمہیں نفع نقصان پہنچا سکتے ہیں۔اس کا انہوں نے صرف یہ جواب دیا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا کرتے ہوئے پایا ہے۔تو ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ جن کی تم عبادت کرتے ہو اور تمہارے پہلے باپ دادا عبادت کرتے تھے وہ میرے دشمن ہیں سوائے رب العالمین کے۔پھر رب العالمین کی صفتیں بیان فرمائیں کہ اس نے مجھے پیدا کیا ہے اور میری راہنمائی کرتا ہے، وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے، جب میں بیمار ہو جاؤں تو مجھے شفا دیتا ہے، وہ مجھے مارے گا پھر زندہ کرے گا اور میں اس سے امید رکھتا ہوں کہ میری خطائیں بدلے والے دن معاف کر دے گا۔اور یہ دعا بھی کی کہ اے پروردگار! مجھے ہجرت کا حکم دے اور نیک لوگوں کے ساتھ ملا اور پچھلے لوگوں میں میرا اچھا نام اور کارنامے ہوں تاکہ وہ ان کی پیروی کریں اور یہ دعا بھی کی کہ مجھے جنت کے وارثوں میں سے بنا دے۔

مشرک کے لیے دعا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام :

اور ایک دعا یہ تھی وَاغْفِرْ لِاَبِیْٓ اے پروردگار! میرے باپ کو بخش دے اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ بے شک وہ گمراہوں میں سے ہے۔یہاں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ مشرک کے لیے تو مغفرت کی دعا جائز نہیں ہے ابراہیم علیہ السلام نے کیوں کی؟ چنانچہ سورہ توبہ آیت نمبر ۱۱۳ میں ہے مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ ”نہیں لائق نبی کے اور ان لوگوں کے جو ایمان لائے ہیں کہ وہ بخشش طلب کریں مشرکوں کے لیے وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ

اگر چہ وہ ان کے قرابت دار ہی کیوں نہ ہوں بعد اس کے کہ واضح ہوگیا ان کے لیے کہ وہ جہنمی ہیں۔'' ابراہیم علیہ السلام تو اللہ تعالیٰ کے سچے پیغمبر تھے انہوں نے اپنے مشرک باپ کے لیے کیوں دعا کی؟ اگلی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اس کا خود جواب دیا کہ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَا اِيَّاهُ ''اور نہیں تھا ابراہیم علیہ السلام کا بخشش مانگنا اپنے باپ کے لیے مگر ایک وعدے کی بنا پر جو وعدہ انہوں نے اس سے کیا تھا فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ پس جب واضح ہوگیا کہ ان کا باپ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے، کافر اور مشرک ہے تو بیزاری کا اعلان کیا۔'' اور پھر کبھی باپ کے لیے دعا نہیں کی۔ ابراہیم علیہ السلام نے یہ بھی دعا کی وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ اور مجھے رسوا نہ کریں جس دن کھڑے کیے جائیں گے لوگ۔

قیامت کے دن کافروں کا انجام :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ قیامت والے دن ابراہیم علیہ السلام کی اپنے والد سے ملاقات ہوگی آپ دیکھیں گے کہ اس کا منہ ذلت اور گرد وغبار سے سے آلودہ ہو رہا ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے کہ پروردگار آپ کا مجھ سے وعدہ ہے کہ مجھے قیامت کے دن رسوا نہ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے سن لو! جنت تو کافر پر قطعاً حرام ہے اور ایک روایت میں ہے ابراہیم علیہ السلام بارگاہ رب العزت میں عرض کریں گے پروردگار! تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ اس دن مجھے رسوا نہ کرے گا۔ مگر اس سے بڑھ کر کیا رسوائی ہوگی کہ میرا باپ اس طرح رحمت سے دور ہو۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میرے خلیل! میں نے جنت کافروں پر حرام کر دی ہے۔ پھر حکم ہوگا ابراہیم دیکھ! تیرے پیروں کے تلے کیا ہے؟ ابراہیم علیہ السلام دیکھیں گے کہ ایک بدصورت بجو کیچڑ میں لتھڑا

کھڑا ہے جس کو پاؤں سے پکڑ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ یہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ ہوں گے جن کی شکل تبدیل کردی جائے گی۔ فرمایا قیامت کا دن ایسا ہوگا یَوۡمَ لَا یَنۡفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوۡنَ جس دن نہیں نفع دے گا مال اور نہ بیٹے اِلَّا مَنۡ اَتَی اللّٰہَ بِقَلۡبٍ سَلِیۡمٍ مگر وہ شخص جو آیا اللہ تعالیٰ کے پاس قلب سلیم کے ساتھ وہ کامیاب ہوگا۔ قلب سلیم وہ ہے جو کفر، شرک، نفاق سے پاک ہو وَاُزۡلِفَتِ الۡجَنَّۃُ لِلۡمُتَّقِیۡنَ اور قریب کردی جائے گی جنت پرہیز گاروں کے کہ جنتی وہاں قریب پہنچ جائیں گے وَبُرِّزَتِ الۡجَحِیۡمُ لِلۡغٰوِیۡنَ اور ظاہر کردی جائے گی جہنم گمراہوں کے لیے، سامنے نظر آرہی ہوگی۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ جہنم میں سے ایک گردن نکلے گی جو گنہگاروں کی طرف غضب ناک تیوروں سے دیکھے گی اور ایسا شور مچائے گی کہ دل اڑ جائیں گے، کلیجے ہل جائیں گے۔ تو گمراہوں کو دوزخ نظر آرہی ہوگی۔ اس میں سانپ اور بچھو بھی نظر آئیں گے اور بہت کچھ نظر آئے گا اور وہ دیکھ کر ڈریں گے وَقِیۡلَ لَھُمۡ اور کہا جائے گا ان مجرموں سے اَیۡنَمَا کُنۡتُمۡ تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ کہاں ہیں وہ جن کی تم عبادت کرتے تھے اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے۔ وہ کہاں ہیں دکھاؤ! ھَلۡ یَنۡصُرُوۡنَکُمۡ کیا وہ تمہاری مدد کرتے ہیں اَوۡ یَنۡتَصِرُوۡنَ یا وہ انتقام لے سکتے ہیں۔ جب تمہارے ان باطل معبودوں کو سزا ہوگی کیا وہ ہم سے بدلہ لے سکتے ہیں؟ دنیا میں یہی کچھ ہوتا ہے اگر کوئی کسی کے ساتھ زیادتی کرتا ہے کوئی کسی کو گالی دیتا ہے تو قوت والا آدمی بدلہ لیتا ہے۔ ابھی ان باطل معبودوں کی سزا شروع ہونے والی ہے اور تمہیں بھی سزا ہونے والی ہے کیا وہ اپنا دفاع کر سکتے ہیں یا ہم سے بدلہ لے سکتے ہیں یا تمہاری مدد کر سکتے ہیں فَکُبۡکِبُوۡا فِیۡھَا پس الٹے کر کے پھینک دیئے جائیں گے جہنم میں ھُمۡ وَالۡغَاوٗنَ وہ بھی اور دوسرے گمراہ بھی۔ ٹانگیں اوپر ہوں گی

اور سر نیچے ہوں گے۔ آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا حضرت! سر کے بل کیسے چلیں گے؟ فرمایا جس رب نے پاؤں کے بل چلایا ہے سر کے بل بھی چلائے گا۔ یہ علامت ہوگی کہ ان کے مغز اور کھوپڑیاں الٹی تھیں۔ حق کسی طرف تھا اور یہ کسی اور طرف تھے۔ جس وقت دوزخ کے قریب پہنچیں گے تو فرشتے دھکے مار کر دوزخ میں پھینک دیں گے وَ جُنُوْدُ اِبْلِیْسَ اَجْمَعُوْنَ اور ابلیس کے سارے لشکروں کو بھی دوزخ میں پھینک دیا جائے گا قَالُوْا کہیں گے وَ هُمْ فِیْهَا یَخْتَصِمُوْنَ اور وہ آپس میں جھگڑ رہے ہوں گے۔ عبادت کرنے والے اور جن کی عبادت کی گئی ہے، گمراہ ہونے والے اور جنہوں نے گمراہ کیا تھا۔ سورہ ابراہیم آیت نمبر ۲۲ میں ہے فَلَا تَلُوْمُوْنِیْ وَلُوْمُوْا اَنْفُسَكُمْ "پس مجھے ملامت نہ کرو اپنے آپ کو ملامت کرو۔" یہ شیطان اس وقت کہے گا جب جہنمی مل جل کر ابلیس کے پاس جائیں گے کہ دنیا میں ہمیں بڑے سبز باغ دکھاتا تھا آج کچھ کرنا! ہمیں تو نے ذلیل کروادیا ہے۔ ابلیس کو برا بھلا کہیں گے تو ابلیس کہے گا وَمَا كَانَ لِیَ عَلَیْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ "اور نہیں تھا میرا تمہارے اوپر کوئی غلبہ، کوئی زور اِلَّا اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِیْ مگر یہ کہ میں نے تمہیں دعوت دی تو تم نے میری بات قبول کرلی۔" آج تم میرے پیچھے پڑ گئے ہو میں نے کوئی تمہیں پکڑ کر گمراہ کیا تھا مَا اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَا اَنْتُمْ بِمُصْرِخِیَّ "نہ میں تمہیں چھڑا سکتا ہوں اور نہ تم مجھے چھڑا سکتے ہو۔" اسی طرح لوگوں نے جو جھوٹے معبود بنائے ہوئے تھے ان کے ساتھ بھی جھگڑا کریں گے اور رب تعالیٰ سے کہیں گے رَبَّنَا اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَ كُبَرَآءَنَا "اے ہمارے رب ہم نے اطاعت کی اپنے سرداروں کی اور اپنے بڑوں کی۔" یہ ہمارے مذہبی پیشوا اور سیاسی لیڈر ہیں فَاَضَلُّوْنَا السَّبِیْلَا "انہوں نے ہمیں گمراہ کردیا سیدھے راستے سے رَبَّنَا اٰتِهِمْ ضِعْفَیْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ

لَعۡنًا كَبِيۡرًا [احزاب:۶۸] اے ہمارے رب ان کو دگنا عذاب دے اور ان پر بڑی لعنت کر کہ یہ نہ ہوتے تو ہم غلط راستے پر نہ چلتے۔'' وہ کہیں گے ہم نے تم پر کوئی جبر کیا تھا؟ ہم خود گمراہ تھے ہماری بات مان کر تم بھی گمراہ ہوئے تم نے ہماری بات کیوں مانی تھی؟ عموماً انسان کا مزاج ہے کہ چند آدمی مل کر کوئی کام کریں اور اس میں کامیابی حاصل ہو جائے تو ہر آدمی اس کام کا سہرا اپنے سر باندھتا ہے کہ میری وجہ سے ہوا ہے اور اگر وہ کام خراب ہو جائے تو دوسرے کے سر ڈالتا ہے۔ یہی حال ہوگا دوزخیوں کا ایک دوسرے کے ذمے لگائیں گے کہ تیری وجہ سے ہم ذلیل ہوئے۔ معبودانِ باطلہ عابدین کو کہیں گے کہ تم نے ہماری بات کیوں مانی تھی؟ اور وہ کہیں گے کہ تم نے ہمیں کیوں گمراہ کیا تھا؟ یہ ان کا جھگڑا وہاں دوزخ میں ہوگا۔ تَاللّٰهِ خدا کی قسم ہے اِنۡ كُنَّا لَفِيۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ بے شک تھے ہم البتہ کھلی گمراہی میں اِذۡ نُسَوِّيۡكُمۡ بِرَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ جس وقت ہم تمہیں برابر کرتے تھے رب العالمین کے۔ ہم اس کو الٰہ سمجھتے تھے اور تمہیں بھی الٰہ سمجھتے تھے۔ وہ بھی حاجت روا تم بھی حاجت روا، وہ بھی مشکل کشا اور تم بھی مشکل کشا، وہ بھی دستگیر تم بھی دستگیر، تمہیں ہم رب تعالیٰ کی صفات میں شریک کرتے تھے یہ ہماری کھلی گمراہی تھی وَمَاۤ اَضَلَّنَاۤ اِلَّا الۡمُجۡرِمُوۡنَ اور ہمیں نہیں بہکایا مگر مجرموں نے فَمَا لَنَا مِنۡ شَافِعِيۡنَ پس نہیں ہے ہمارے پاس کوئی سفارشی جو خدا سے ہمیں چھڑا سکے۔ کافروں کے حق میں کوئی سفارش نہیں ہے اور اگر کوئی کرے گا تو قبول نہیں ہوگی۔

حضور ﷺ کا ابو طالب کے لیے دعا کرنا :

آنحضرت ﷺ نے اپنے چچا ابو طالب کے لیے دعائے مغفرت کی تو رب تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡ يَّسۡتَغۡفِرُوۡا لِلۡمُشۡرِكِيۡنَ

وَلَوْ كَانُوْا اُولِىْ قُرْبٰى [سورۃ توبہ] ''نہ نبی کو حق پہنچتا ہے اور نہ ایمان والوں کو کہ استغفار کریں مشرکوں کے لیے اگر چہ قریبی رشتہ دار کیوں نہ ہوں۔'' حالانکہ تاریخی طور پر ثابت ہے کہ دنیا میں اتنا مہربان چچا شاید کسی کو نصیب نہ ہو۔ آپ کے دادا کے انتقال کے بعد اڑتیس (۳۸) سال یا ایک روایت کے مطابق بیالیس (۴۲) سال اس نے خود بھوکے رہ کر آپ ﷺ کی خدمت کی ہے کلمہ نہ پڑھنے کے باوجود اگر کوئی آپ ﷺ کے خلاف بات کرتا تو اس کے پیچھے پڑ جاتا تھا۔ تو مجرم کہیں گے کہ آج ہمارا کوئی سفارشی نہیں ہے وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ اور نہ کوئی مخلص دوست ہے کہ ہمارے کام آئے۔ بلکہ سورۃ زخرف آیت نمبر ۶۷ میں ہے اَلْاَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ''دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔'' مگر متقین کی دوستی وہاں بھی برقرار رہے گی۔

متقین کی سفارش :

بخاری شریف کی روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک آدمی جو کہ مومن ہوگا اور گناہ زیادہ ہونے کی وجہ سے دوزخ میں چلا جائے گا اس کے ساتھی جو اس کے ساتھ نمازیں پڑھتے تھے روزے رکھتے تھے وہ رب تعالیٰ کے ہاں اپیل کریں گے کہ فلاں فلاں ہمارے ساتھ نمازیں پڑھتے تھے، ہمارے ساتھ اکٹھے روزے رکھتے تھے۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے ان کے گناہ زیادہ ہیں اس لیے دوزخ میں بھیجا ہے سزا بھگت کر آجائیں گے تم جنت میں چلے جاؤ۔ یہ کہیں گے پروردگار! ہم دوستوں کے بغیر جنت میں نہیں جائیں گے ایسا احتجاج کریں گے کہ رب تعالیٰ فرمائیں گے دوزخ میں چلے جاؤ تمہارے لیے دوزخ دوزخ نہیں رہے گی بَرْدًا وَّسَلَامًا ہو جائے گی۔ ان کو وہاں سے نکال کر جنت میں لے آؤ۔ تو متقیوں کی دوستی وہاں بھی رہے گی۔ کافروں کا کوئی دوست نہیں ہوگا۔ کہیں گے فَلَوْ اَنَّ

لَنَا كَرَّةً پس کاش بے شک ہمارے لیے دنیا کی طرف لوٹنا ہو فَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ پس ہو جائیں ہم مومنوں میں سے۔ مگر وہاں واویلا کرنے کا کیا معنیٰ ؟ آخرت سے دنیا کی طرف کسی نے نہیں آنا۔ مولانا رومیؒ فرماتے ہیں......

کارِ خود کن کارِ بیگانہ مکن
در زمین دیگراں خانہ مکن

''اپنا کام کر بیگانہ کام نہ کر۔ دوسروں کی زمین میں اپنا مکان نہ بنا۔'' اپنا کام کرو یہ جو تم مکان بناتے پھرتے ہو وہ تو تمہارے وارثوں کے ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً بے شک اس واقعہ میں البتہ نشانی ہے جو واقعہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کا بیان فرمایا ہے لیکن وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اور نہیں ہے اکثریت ایمان لانے والی۔ نوح علیہ السلام کے زمانے سے لے کر آج تک اکثریت گمراہوں کی ہے ایمان لانے والے بہت تھوڑے ہیں پھر جو مومن کہلاتے ہیں ان میں صحیح معنیٰ میں مومن بہت تھوڑے ہیں۔ دعویٰ اور چیز ہے حقیقت اور چیز ہے وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ اور بے شک آپ کا رب وہی ہے غالب، مہربان۔ یہ پروردگار نے ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ بیان فرما کر سمجھایا ہے۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ

الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٠٥﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٠٦﴾ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿١٠٧﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿١٠٨﴾ وَ مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿١٠٩﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿١١٠﴾ قَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَ اتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ﴿١١١﴾ قَالَ وَ مَا عِلْمِیْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿١١٢﴾ اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰی رَبِّیْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ﴿١١٣﴾ وَ مَاۤ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿١١٤﴾ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿١١٥﴾ قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ یٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِیْنَ ﴿١١٦﴾ قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِیْ كَذَّبُوْنِ ﴿١١٧﴾ فَافْتَحْ بَیْنِیْ وَ بَیْنَهُمْ فَتْحًا وَّ نَجِّنِیْ وَ مَنْ مَّعِیَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿١١٨﴾ فَاَنْجَیْنٰهُ وَ مَنْ مَّعَهٗ فِی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿١١٩﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِیْنَ ﴿١٢٠﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿١٢١﴾ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿١٢٢﴾ ع

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ جھٹلایا نوح علیہ السلام کی قوم نے الْمُرْسَلِیْنَ پیغمبروں کو اِذْ قَالَ لَھُمْ جس وقت کہا ان کو اَخُوْھُمْ نُوْحٌ ان کے بھائی نوح علیہ السلام نے اَلَا تَتَّقُوْنَ کیا تم بچتے نہیں ہو کفر شرک سے اِنِّیْ لَكُمْ بے شک میں تمہارے لیے رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ رسول ہوں امانت دار فَاتَّقُوا اللّٰہَ پس ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے وَاَطِیْعُوْنِ اور تم میری اطاعت کرو وَمَآ اَسْئَلُكُمْ اور میں نہیں

سوال کرتا تم سے عَلَيْهِ اس تبلیغ پر مِنْ اَجْرٍ کسی معاوضے کا اِنْ اَجْرِیَ نہیں ہے میرا اجر اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ مگر رب العالمین کے ذمے فَاتَّقُوا اللّٰهَ پس ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے وَاَطِيْعُوْنِ اور میری اطاعت کرو قَالُوْٓا کہا انہوں نے اَنُؤْمِنُ لَكَ کیا ہم آپ پر ایمان لائیں وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ حالانکہ پیروی کی ہے آپ کی کمی لوگوں نے قَالَ فرمایا نوح علیہ السلام نے وَمَا عِلْمِیْ اور مجھے کیا علم ہے بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ان کاموں کا جو وہ کرتے ہیں اِنْ حِسَابُهُمْ نہیں ہے ان کا حساب اِلَّا عَلٰی رَبِّیْ مگر میرے رب کے ذمے لَوْ تَشْعُرُوْنَ کاش کہ تم سمجھ لو وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ اور نہیں ہوں میں مجلس سے نکالنے والا الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کو اِنْ اَنَا نہیں ہوں میں اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ مگر ڈرانے والا کھول کر قَالُوْا انہوں نے کہا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ البتہ اگر آپ باز نہ آئے يٰنُوْحُ اے نوح علیہ السلام لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ البتہ ضرور ہوں گے سنگسار کیے ہوؤں میں سے قَالَ کہا نوح علیہ السلام نے رَبِّ اے میرے رب اِنَّ قَوْمِیْ كَذَّبُوْنِ بے شک میری قوم نے مجھے جھٹلایا ہے فَافْتَحْ بَيْنِیْ وَ بَيْنَهُمْ پس فیصلہ کر میرے اور ان کے درمیان فَتْحًا واضح فیصلہ وَّنَجِّنِیْ اور نجات دے مجھے وَمَنْ مَّعِیَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اور ان کو جو میرے ساتھ ایمان والے ہیں فَاَنْجَيْنٰهُ پس ہم نے نجات دی ان کو وَ مَنْ مَّعَهٗ اور ان کو جو اس کے ساتھ تھے فِی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ بھری ہوئی کشتی میں ثُمَّ اَغْرَقْنَا پھر ہم

نے غرق کردیا بعد ان کو نجات دینے کے بَعْدُ الْبٰقِیْنَ باقیوں کو اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً بے شک اس میں نشانی ہے وَمَا کَانَ اَکْثَرُھُمْ مُّؤْمِنِیْنَ اور نہیں ہیں اکثر ان کے ایمان لانے والے وَاِنَّ رَبَّکَ لَھُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ اور بے شک آپ کا رب ہی ہے غالب، مہربان۔

اس سے قبل موسیٰ علیہ السلام، فرعون اور ان کی قوم کا ذکر تھا کہ موسیٰ علیہ السلام نے رب تعالیٰ کی توحید پہنچائی مگر وہ ضد پر اُتر آئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے سب کو غرق کر دیا۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر تھا کہ انہوں نے توحید کے مسئلے پر اپنے باپ، قوم اور بادشاہ سے ٹکر لی اور مقابلہ کیا آخر دم تک حق بیان کرتے رہے بالآخر ہجرت کر کے شام تشریف لے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر زلزلے اور طوفان بھیجے جس سے وہ قوم تباہ ہوگئی۔

اب تیسرا واقعہ نوح علیہ السلام کا ہے۔ ارشاد ربانی ہے کَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ نِالْمُرْسَلِیْنَ جھٹلایا نوح علیہ السلام کی قوم نے پیغمبروں کو۔ سوال یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں اور کوئی پیغمبر نہیں تھا پھر رب تعالیٰ نے جمع کا صیغہ کیوں بولا ہے؟ اس کے جواب میں مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ ایک نبی کو جھٹلانا تمام نبیوں کی تکذیب کو لازم ہے۔ کیونکہ اصول میں سب پیغمبر متفق ہیں۔ تو گویا ایک نہیں سب کو جھٹلایا ہے اِذْقَالَ لَھُمْ اَخُوْھُمْ نُوْحٌ جب کہا اس قوم کو ان کے بھائی نوح علیہ السلام نے۔ بھائی اس لیے فرمایا کہ نوح علیہ السلام اسی قوم کے ایک فرد تھے اَلَا تَتَّقُوْنَ کیا تم کفر شرک سے بچتے نہیں ہو۔

پہلے یہ بات تفصیل کے ساتھ گزر چکی ہے کہ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو فرمایا

یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ [اعراف:۵۹] ''اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے کوئی تمہارے لیے معبود اس کے سوا'' اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ بے شک میں تمہارے لیے رسول ہوں امانت دار۔ جو کچھ مجھے رب بتلاتا ہے اتنا ہی بتلاتا ہوں اپنی طرف سے کمی بیشی نہیں کرتا فَاتَّقُوا اللّٰهَ پس ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے وَاَطِیْعُوْنِ اور میری اطاعت کرو۔ اصل میں اَطِیْعُوْنِیْ تھا'یا' متکلم کی تخفیفًا حذف کر دی گئی۔ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچو میری اطاعت کرو۔ یہ بھی قوم کو خطاب ہے وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اور میں نہیں سوال کرتا تم سے اس تبلیغ پر کسی معاوضے کا۔ میں تبلیغ کر کے تم سے کوئی نذرانہ، کوئی چندہ وصول کروں حاشا وکلا میں تمہیں بالکل مفت تبلیغ کرتا ہوں اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ نہیں ہے میرا اجر مگر اس رب کے ذمے جو پالنے والا ہے سارے جہانوں کا۔ پہلے بھی یہ بات گزر چکی ہے اور آئندہ بھی آئے گی کہ پیغمبروں نے اپنی قوموں کو تبلیغ سے پہلے کہہ دیا تھا کہ ہم دنیوی فائدے اور مفاد کے لیے تبلیغ نہیں کرتے تمہاری خیر خواہی مقصود ہے۔ پیغمبروں نے تبلیغ پر کوئی معاوضہ نہیں لیا ہاں ویسے کوئی پیغمبروں کو تحفہ تحائف دیتا تھا تو رد نہیں کرتے تھے کوئی اپنا دیتا یا بیگانہ فَاتَّقُوا اللّٰهَ پس ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے اس کی مخالفت نہ کرو وَاَطِیْعُوْنِ اور میری اطاعت کرو۔ لوگوں نے کیا جواب دیا قَالُوْٓا انہوں نے کہا اَنُؤْمِنُ لَكَ کیا ہم آپ پر ایمان لائیں آپ کی تصدیق کریں وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ اور آپ کی پیروی کی ہے ان لوگوں نے جو کمی ہیں، ذلیل اور گھٹیا ہیں۔ اَرْذَلُوْنَ کی تشریح میں تفسیروں میں آتا ہے کہ کچھ بیچارے لوہار تھے، کچھ ترکھان تھے، کچھ موچی اور دھوبی تھے، کچھ جولاہے تھے اور ابتدا میں پیغمبروں کا ساتھ بھی ہمیشہ غریب لوگوں نے دیا ہے۔

بخاری شریف میں روایت ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت دحیہ ابن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اسلام کا دعوت نامہ ہرقل روم کے پاس بھیجا۔ اس پر آپ ﷺ کی مہر لگی ہوئی تھی۔ روم کے بادشاہ نے دریافت کیا کہ یہاں کوئی لوگ عرب سے آئے ہوئے ہیں؟ تو اسے بتلایا گیا کہ ہاں آئے ہوئے ہیں۔ اس نے ان کو طلب کیا اتفاق سے ان میں ابوسفیان بھی تھے جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ ہرقل روم نے کہا اَیُّکُمْ اَقْرَبُ نَسَبًا بِھٰذَا لِرُّجُلِ ''میرے پاس مکہ مکرمہ سے ایک خط آیا ہے محمد کی طرف سے (ﷺ) تم میں سے رشتے کے اعتبار اس کے زیادہ قریب کون ہے؟ ابوسفیان نے کہا کہ میں اس کا قریبی رشتہ دار ہوں برادری کے اعتبار سے اس کا چچا بھی لگتا ہوں اور میری لڑکی ام حبیبہ بھی اس کے نکاح میں ہے۔ ہرقل روم نے کہا کہ اس آدمی کی کرسی میرے سامنے بچھا دو اور باقیوں کو پیچھے ہٹا دو کہ میں نے اس سے کچھ سوال کرنے ہیں۔ اگر اس نے غلط بیانی کی تو تمہارا اخلاقی فرض ہوگا کہ مجھے بتلانا کہ اس نے یہ بات غلط کی ہے۔

ہرقل روم اور ابوسفیان کے مابین مکالمہ :

☆ ہرقل نے کہا کہ جس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اس کا نسب اور خاندان کیسا ہے؟

☆ ابوسفیان نے کہا کہ بڑے اونچے خاندان اور نسب کا ہے۔

☆ پھر ہرقل روم نے سوال کیا کہ اس کے آباؤ اجداد میں کوئی بادشاہ بھی گزرا ہے؟

☆ ابوسفیان نے کہا نہیں گزرا۔

☆ دعویٰ نبوت سے پہلے اس نے تمہارے ساتھ کبھی جھوٹ بولا ہو کسی بات میں، کسی معاملے میں؟

☆ کہا نہیں کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

☆بولا یہ بتلاؤ کہ اس کے ساتھی امیر لوگ زیادہ ہیں یا غریب لوگ زیادہ ہیں؟

☆ کہنے لگا غریب لوگ زیادہ ہیں۔

☆یہ بتلاؤ کہ اس نے تمہارے ساتھ لڑائی بھی کی ہے؟

☆ کہنے لگا ہاں!

☆نتیجہ کیا نکلا؟

☆ کہا کہ کبھی وہ غالب آجاتے ہیں کبھی ہم غالب آجاتے ہیں۔

☆پھر اس نے سوال کیا کہ اس پر جو ایمان لائے ہیں ان میں سے کوئی مرتد بھی ہوا ہے؟

☆ابوسفیان نے کہا نہیں!

☆پھر بادشاہ نے کہا کہ اس کے ساتھی گھٹتے ہیں یا بڑھتے ہیں؟

☆ابوسفیان نے کہا روز بروز بڑھتے جاتے ہیں۔

☆وہ تمہیں کیا کہتا ہے؟

☆ابوسفیان نے کہا کہ کہتا ہے صرف رب تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، نمازیں پڑھو، روزے رکھو، نیکی کرو، سچ بولو، نگاہ اور دل کو پاک رکھو۔

ہرقل روم نے کہا کہ اب خط کھولو۔ خط پڑھ کر اس نے کہا کہ یقین جانو وہ رب تعالیٰ کا سچا پیغمبر ہے۔ پیغمبر قوم کا اعلیٰ فرد ہوتا ہے تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ ہم کمّی کی اتباع کیوں کریں۔ پیغمبر کے ساتھ ہمیشہ کمزور اور غریب ہوتے ہیں اور بڑھتے جاتے ہیں اور یہ باتیں جو تو نے بتلائی ہیں واقعی پیغمبروں کی ہیں اگر یہ باتیں سچی ہیں تو پھر میرا فیصلہ سن لو۔ یہ جو میرے قدموں والی جگہ ہے اس کا وہ مالک ہو کر رہے گا اور اگر میں اس کے پاس پہنچ جاؤں لَغَسَلْتُ عَنْ قَدَمَیْهِ تو میں اپنے ہاتھوں سے اس کے پاؤں دھوؤں۔ لیکن کرسی، اقتدار،

امارت بُری چیز ہے۔ بخاری شریف کی روایت ہے آخر جس وقت اس نے سمجھا کہ میری بادشاہی ہاتھ سے چلی جائے گی تو اپنے عیسائیوں کو اس نے کہا کہ یہ باتیں تو میں نے ویسے ہی کہی تھیں۔

تو پیغمبروں کا ساتھ دینے والے ہمیشہ غریب لوگ ہوتے ہیں اسی واسطے آنحضرت ﷺ نے فرمایا بَدَأَ الْإِسْلَامُ غَرِيْبًا وَسَيَعُوْدُ غَرِيْبًا فَطُوْبٰى لِلْغُرَبَآءِ ''اسلام کی ابتدا بھی غریبوں سے ہوئی ہے اور رہے گا بھی غریبوں میں، فرمایا میری طرف سے غریبوں کو مبارک باد ہو۔'' امیر لوٹے کی طرح گھومتے ہیں ان کو دین کے ساتھ کوئی غرض نہیں ہوتی۔ صرف اقتدار کے لیے سب کچھ کرتے ہیں اور غریب دین کے لیے جان تک قربان کر دیتا ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ ہم آپ پر ایمان لائیں جبکہ آپ کی پیروی کمی رذیل لوگوں نے کی ہے؟ قَالَ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا وَمَا عِلْمِيْ اور مجھے کیا معلوم ہے بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ یہ لوگ کیا عمل کرتے ہیں۔ دیکھو! تقریباً پچاس سال سے زیادہ عرصہ مجھے یہاں ہو گیا ہے سوائے چند حضرات کے کہ جن کے متعلق مجھے معلوم ہے کہ وہ ملازم تھے اب ریٹائر ہو گئے ہیں یا فلاں فلاں ساتھی کاشت کاری کرتے ہیں، ان چند کے علاوہ جو ساتھی درس سنتے ہیں یا جمعہ میں آتے ہیں مجھے کسی کے پیشے کا علم نہیں ہے کہ وہ کیا کرتے ہیں اور کبھی پوچھنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی۔ تو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے فرمایا کہ مجھے کیا معلوم یہ کیا کرتے ہیں میرا ان کے پیشوں کے ساتھ کیا تعلق ہے میرا تو کام ہے ان کو رب تعالیٰ کا پیغام سنانا اور سمجھانا اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى رَبِّيْ نہیں ہے ان کا حساب مگر میرے رب کے ذمے۔ یہ جائز کام کرتے ہیں یا ناجائز وہ حساب ان کا رب کے ساتھ ہے میرے پاس آ کر انہوں نے حق کو قبول کیا ہے لَوْ تَشْعُرُوْنَ کاش کہ تم سمجھو۔

تفسیروں میں مذکور ہے کہ نوح علیہ السلام کی قوم کے بڑے لوگوں نے مشورہ کر کے نوح علیہ السلام کو کہا ہم ان کمیوں کے ساتھ آپ کی مجلس میں نہیں بیٹھ سکتے ان کو یہاں سے اٹھائیں تو پھر ہم آپ کی بات سنیں گے۔ اور آج کلمہ پڑھنے والے مسلمانوں کا بھی یہی حال ہے کہ یہ بڑے لوگ غریب کے ساتھ بیٹھنا پسند نہیں کرتے۔

چنانچہ چند دنوں کی بات ہے کہ ایک فوجی کرنل نے کہا ہم نے آپ کی دعوت کرنی ہے۔ میں نے معذرت کی کہ میں مصروف آدمی ہوں۔ اس نے کہا کہ ہمارے اہل خانہ کی خواہش ہے کہ آپ ضرور ہمارے گھر تشریف لائیں۔ میں آپ کو گاڑی پر لے جاؤں گا اور واپس پہنچا جاؤں گا۔ خیر وہ ڈرائیور کے ساتھ خود آیا ہم ان کے گھر پہنچے۔ چھوٹے چھوٹے بچے دم کرانے کے لیے لائے، عورتوں نے مسائل پوچھے، چائے کے وقت ڈرائیور باہر بیٹھا رہا میں نے کہا کہ اس کو بلاؤ ہمارے ساتھ چائے پئے۔ ساتھیوں نے کہا حضرت! وہ ڈرائیور ہے اس کو جرأت نہیں ہے کہ اپنے افسر کے ساتھ بیٹھ کر چائے پئے اور افسر میں بھی ایثار کا مادہ نہیں ہے کہ اس کو کہے آؤ ہمارے ساتھ بیٹھ کر چائے پی لو۔ تو وہ ذہن آج بھی موجود ہے۔

تو ان کی قوم کے بڑوں نے کہا کہ ان کو مجلس سے نکال دیں تو ہم بیٹھیں گے۔ نوح علیہ السلام نے اس کا جواب دیا وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ اور نہیں ہوں میں مجلس سے نکالنے والا مومنوں کو۔ میں ان کو مجلس سے کیوں نکالوں؟ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ نہیں ہوں میں مگر ڈرانے والا کھول کر۔ میں تمہیں رب تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتا ہوں کہ اگر تم نے میری بات نہ مانی شرک کو نہ چھوڑا دنیا میں بھی عذاب آئے گا، قبر برزخ میں بھی اور قیامت والے دن بھی اور دوزخ میں بھی قَالُوْا کہنے لگے لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ البتہ اگر

آپ باز نہ آئے اے نوح علیہ السلام تو یاد رکھنا لَتَكُونَنَّ مِنَ الْمَرْجُومِينَ البتہ ضرور ہوں گے آپ سنگسار کیے ہوؤں میں سے۔ رجم کا معنیٰ ہے پتھر مار مار کر ہلاک کر دینا۔ تم ہوتے کون ہو ہمارے کلیجے جلانے والے ہم تمہیں پتھروں کے ساتھ رجم کر دیں گے قَالَ فرمایا نوح علیہ السلام نے رَبِّ اے میرے رب اِنَّ قَوْمِیْ كَذَّبُوْنِ بے شک میری قوم نے مجھے جھٹلایا ہے۔ یہ بات تم بہت دفعہ سن چکے ہو نوح علیہ السلام نے کوئی ایک دن، ایک ہفتہ، ایک مہینہ یا ایک سال تبلیغ نہیں کی بلکہ ساڑھے نو سو سال تبلیغ کی ہے۔ اور ان نو سو پچاس سالوں میں کئی پیدا ہوئے اور کئی مرے مگر اپنی ضد نہیں چھوڑی، شرک سے باز نہیں آئے مگر تھوڑے سے آدمی۔ اسّی اور بعض تفسیروں میں چوراسی کا عدد آتا ہے۔ بہر حال سو کی تعداد پوری نہیں تھی۔ پھر جب رب تعالیٰ نے بتلا دیا کہ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ [ہود:۳۶] ''اے نوح علیہ السلام! آپ کی قوم میں سے جو ایمان لا چکے ہیں لا چکے ہیں اور کسی نے ایمان نہیں لانا۔'' تو پھر نوح علیہ السلام نے دعا کی فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَ بَيْنَهُمْ فَتْحًا پس فیصلہ فرما دیں میرے اور ان کے درمیان واضح فیصلہ وَّنَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اور نجات عطا فرما مجھے اور ان کو جو میرے ساتھ ہیں ایمان والے۔ اور سورۃ نوح میں ہے رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ''اے میرے رب زمین پر کسی کافر کو بسنے والا نہ رہنے دے۔'' جب انہوں نے ایمان نہیں لانا تو پھر ان کو نہ چھوڑ تباہ کر دے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاَنْجَيْنٰهُ پس ہم نے نوح علیہ السلام کو نجات دی وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ اور ان کو جو ان کے ساتھ تھے بھری ہوئی کشتی میں۔ سورہ ہود میں یہ واقعہ کافی تفصیل کے ساتھ آیا ہے۔ وہاں یہ بھی ہے کہ جب طوفان آیا تو نوح علیہ السلام نے اپنے کافر بیٹے سے فرمایا يٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا

''اے میرے پیارے بیٹے! اور پنجابی میں اس کا ترجمہ ہے اے مری پتری! میرے ساتھ سوار ہو جاؤ۔'' کلمہ پڑھ کر بچ جاؤ گے۔ اس نے بڑے غرور سے اور تکبرانہ انداز میں کہا سَاٰوِیْٓ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ ''میں پناہ کروں گا اس پہاڑ کی طرف میں پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ جاؤں گا پانی میرا کیا بگاڑے گا۔'' فرمایا لَا عَاصِمَ الْیَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ''بیٹے! نہیں ہے کوئی بچانے والا آج کے دن اللہ کے حکم سے مگر وہ جس پر رحم کیا اس اللہ تعالیٰ نے۔'' چنانچہ سب کے سب تباہ ہو گئے۔ نوح علیہ السلام اور ان کے مومن ساتھیوں کو اللہ تعالیٰ نے نجات دی ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِیْنَ پھر ہم نے غرق کر دیا اس کے بعد دوسروں کو۔ باقی جتنے بچے تھے ان سب کو طوفان نوح میں تباہ کر دیا اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً بے شک اس میں البتہ نشانی ہے رب تعالیٰ کی قدرت کی۔ نافرمانوں کے لیے عبرت ہے بعد والے لوگوں کے لیے سبق ہے کہ پہلے بھی قوموں نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو جھٹلایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ تباہ و برباد ہوئے تم بھی اگر جھٹلانے سے باز نہ آئے تو تمہارا حشر بھی ویسا ہی ہوگا وَمَا کَانَ اَکْثَرُھُمْ مُّؤْمِنِیْنَ اور نہیں ہیں اکثر ان کے ایمان لانے والے۔ آج بھی اکثریت کافروں کی ہے۔ بتلانے والے بتلاتے ہیں کہ دنیا کی آبادی اس وقت پانچ ارب سے زیادہ ہے ان میں سے ایک ارب کے قریب کلمہ پڑھنے والے ہیں جو مسلمان کہلاتے ہیں مسلمانوں کے تمام فرقے ملا کر جن میں دس کروڑ تو شیعہ رافضی ہیں اور بہائی، بابی، ذکری، غالی قسم کے مشرک اور منکرین حدیث الگ ہیں یہ سب ملا کر ایک ارب کے قریب ہیں۔ عام لوگوں کے نزدیک کلمہ پڑھنے والا مسلمان ہوتا ہے حالانکہ حقیقت اس طرح نہیں ہے۔ یاد رکھنا! کلمہ پڑھنا اور اسلام میں داخل ہونے کے بعد اس کے کچھ تقاضے بھی ہیں اور وہ تقاضے پورے نہ ہوئے تو مسلمان نہیں ہیں۔ بے

شک اپنے آپ کو مسلمان کہتے پھریں۔ یادرکھنا! نہ بابی مسلمان ہیں نہ بہائی مسلمان ہیں نہ قادیانی اور نہ ذکری مسلمان ہیں نہ رافضی مسلمان ہیں اور نہ غالی مشرک مسلمان ہیں نہ منکرین حدیث مسلمان ہیں۔ مسلمان بننا کافی مشکل ہے۔ فرمایا وَاِنَّ رَبَّکَ لَھُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ اور بے شک آپ کا رب البتہ غالب ہے، مہربان ہے۔ وہ جب چاہے قوموں کو تباہ کردے اور اگر مہلت دیتا ہے تو یہ اس کی رحمت کا نتیجہ ہے۔

كَذَّبَتْ عَادُ

الْمُرْسَلِينَ ﴿١٢٣﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ هُودٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٢٤﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٢٥﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٢٦﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٢٧﴾ أَتَبْنُونَ بِكُلِّ رِيعٍ آيَةً تَعْبَثُونَ ﴿١٢٨﴾ وَتَتَّخِذُونَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُونَ ﴿١٢٩﴾ وَإِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِينَ ﴿١٣٠﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٣١﴾ وَاتَّقُوا الَّذِي أَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُونَ ﴿١٣٢﴾ أَمَدَّكُمْ بِأَنْعَامٍ وَبَنِينَ ﴿١٣٣﴾ وَجَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿١٣٤﴾ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٣٥﴾ قَالُوا سَوَاءٌ عَلَيْنَا أَوَعَظْتَ أَمْ لَمْ تَكُنْ مِنَ الْوَاعِظِينَ ﴿١٣٦﴾ إِنْ هَٰذَا إِلَّا خُلُقُ الْأَوَّلِينَ ﴿١٣٧﴾ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِينَ ﴿١٣٨﴾ فَكَذَّبُوهُ فَأَهْلَكْنَاهُمْ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١٣٩﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٤٠﴾ ع ۱۸

كَذَّبَتْ عَادُ ۨالْمُرْسَلِيْنَ جھٹلایا عاد قوم نے اللہ کے رسولوں کو اِذْ قَالَ لَهُمْ جب کہا ان کو اَخُوْهُمْ هُوْدٌ ان کے بھائی ہود علیہ السلام نے اَلَا تَتَّقُوْنَ کیا تم بچتے نہیں ہو کفر شرک سے اِنِّیْ لَكُمْ بے شک میں تمہارے لیے رَسُوْلٌ رسول ہوں اَمِیْنٌ امانت دار فَاتَّقُوا اللّٰهَ پس تم ڈرو اللہ تعالیٰ سے وَاَطِیْعُوْنِ اور اطاعت کرو میری وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَیْهِ اور میں نہیں سوال کرتا تم

سے اس تبلیغ پر مِنْ اَجْرٍ کوئی معاوضہ اِنْ اَجْرِیَ نہیں ہے میرا اجر اِلَّا عَلٰی
رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ مگر رب العالمین کے ذمے اَتَبْنُوْنَ کیا تم بناتے ہو بِکُلِّ رِیْعٍ
ہر اونچی جگہ پر اٰیَۃً نشانی تَعْبَثُوْنَ کھیلتے ہو وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ اور بناتے ہو
کاری گریاں لَعَلَّکُمْ تَخْلُدُوْنَ شاید کہ تم نے ہمیشہ رہنا ہے وَاِذَا بَطَشْتُمْ اور
جب تم پکڑتے ہو بَطَشْتُمْ جَبَّارِیْنَ پکڑتے ہو تم جبر اور قہر کرتے ہوئے فَاتَّقُوا
اللّٰہَ پس ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے وَاَطِیْعُوْنِ اور میری اطاعت کرو وَاتَّقُوا الَّذِیْ
اور ڈرو تم اس ذات سے اَمَدَّکُمْ جس نے تمہاری امداد کی ہے بِمَا تَعْلَمُوْنَ
اس چیز کے ساتھ جو تم جانتے ہو اَمَدَّکُمْ جس نے تمہاری امداد کی ہے بِاَنْعَامٍ
مال مویشی کے ساتھ وَّبَنِیْنَ اور بیٹوں کے ساتھ وَجَنّٰتٍ اور باغات کے ساتھ
وَّعُیُوْنٍ اور چشموں کے ساتھ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ بے شک میں خوف کرتا
ہوں تم پر عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ بڑے دن کے عذاب کا قَالُوْا ان لوگوں نے کہا
سَوَآءٌ عَلَیْنَآ برابر ہے ہم پر اَوَعَظْتَ آیا آپ وعظ کریں اَمْ لَمْ تَکُنْ مِّنَ
الْوٰعِظِیْنَ یا آپ نہ ہوں وعظ کرنے والوں میں سے اِنْ ھٰذَآ نہیں ہے یہ اِلَّا
خُلُقُ الْاَوَّلِیْنَ مگر عادت پہلے لوگوں کی وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ اور نہیں ہم ایسے
کہ سزا دیے جائیں فَکَذَّبُوْہُ پس جھٹلایا انہوں نے ان کو فَاَھْلَکْنٰھُمْ پس ہم
نے ان کو ہلاک کیا اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً بے شک اس میں نشانی ہے وَمَا کَانَ
اَکْثَرُھُمْ مُّؤْمِنِیْنَ اور نہیں ہیں ان میں اکثر ایمان لانے والے وَاِنَّ رَبَّکَ

لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ اور بے شک آپ کا رب البتہ وہی ہے غالب، مہربان۔

اس سے پہلے موسیٰ علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام اور ان کی قوموں کا ذکر ہو چکا ہے۔ اب ہود علیہ السلام کی قوم کا بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں كَذَّبَتْ عَادُ ۨالْمُرْسَلِيْنَ جھٹلایا عاد قوم نے اللہ کے رسولوں کو۔ یہ عاد قوم ارم کی نسل سے تھی۔ عاد بن ارم بن سام بن نوح۔ عاد حضرت نوح علیہ السلام کا پڑپوتا تھا۔ پھر عاد سے آگے اتنی نسل چلی کہ مستقل خاندان بن گیا۔ بڑے بڑے بلند قد والے تھے۔ سورۃ الفجر تیسویں پارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ "وہ عاد کہ نہیں پیدا کیا ان کے مثل شہروں میں۔" اس قوم کے علاقے کے متعلق تاریخ والے بتاتے ہیں کہ ایک طرف نجران دوسری طرف عمان تیسری طرف مغربی یمن اور چوتھی طرف حَضَرَ مَوت ہے۔ اس کے درمیان ان کا علاقہ تھا آج کل کے جغرافیہ میں رُبع خالی دہنا بھی کہتے ہیں، ریتلا علاقہ ہے۔ اس قوم کی طرف اللہ تعالیٰ نے ہود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ ایک پیغمبر کو جھٹلانا سب پیغمبروں کو جھٹلانا ہے اس لیے جمع کا صیغہ بولا گیا ہے۔ کیونکہ تمام پیغمبروں کے بنیادی اصول ایک ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ جب کہا ان کو ان کے بھائی ہود علیہ السلام نے۔ بھائی اس لیے فرمایا کہ وہ قوم کے ایک فرد تھے۔ فرمایا اَلَا تَتَّقُوْنَ کیا تم بچتے نہیں ہو کفر شرک سے اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ بے شک میں تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں امانت دار۔ جو کچھ اور جتنا میرا رب مجھے بتلاتا ہے میں اتنا ہی تمہیں بتلا دیتا ہوں اپنی طرف سے کمی بیشی نہیں کرتا فَاتَّقُوا اللّٰهَ پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور وَاَطِيْعُوْنِ اور میری اطاعت کرو۔ اس کے بعد ہود علیہ السلام نے وہی بات فرمائی جو سارے پیغمبر کہتے آئے ہیں وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ

اَجْرٍ اور میں نہیں سوال کرتا تم سے اس تبلیغ پر کوئی معاوضہ اور بدلہ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ نہیں ہے میرا اجر مگر رب العالمین کے ذمے۔ تمہارے سے صرف یہی مطالبہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو تسلیم کرو۔ اس قوم میں ظلم وستم، کفر وشرک کے علاوہ اسراف کی بیماری عام تھی۔ ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ کیا تم بناتے ہو ہر اونچی جگہ پر نشانی کھیلتے ہو وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ اور بناتے ہو تم کاری گریاں۔ تم عالی شان عمارات بنا کر اور اس میں نقش ونگار کر کے فضول خرچی کر رہے ہو لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ گویا کہ تم نے یہاں ہمیشہ رہنا ہے۔

تفسیر مظہری میں آنحضرت ﷺ کا فرمان نقل کیا گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے بارے میں برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی دولت کو مٹی اور گارے میں لگا دیتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کا یہ بھی فرمان ہے کہ کُلُّ بِنَاءٍ وَبَالٌ عَلٰی صَاحِبِهٖ اِلَّا مَالَا اِلَّا مَالَا ’’ہر عمارت اپنے بنانے والے کے لیے باعثِ وبال ہوگی سوائے اس کے جو ضروری ہے اور جس میں رہائش مقصود ہو۔ حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں اور میری والدہ اپنی جھونپڑی مرمت کر رہے تھے کہ آنحضرت ﷺ کا ہمارے پاس سے گزر ہوا۔ آپ نے فرمایا عبداللہ! کیا کر رہے ہو؟ میں نے عرض کیا حضور! جھونپڑی ٹھیک کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اَلْاَمْرُ اَعْجَلُ مِنْ ذٰلِکَ ’’معاملہ تو اس سے بھی جلدی کا ہے۔‘‘ تمہیں کیا معلوم کہ اس کی درستگی کے بعد اس میں رہنا بھی نصیب ہو یا نہ ہو۔ کیا پتہ کہ موت کس وقت آجائے۔

تو ہود علیہ السلام نے فرمایا کہ تم ہر اونچی جگہ پر نشانی بناتے ہو کھیلنے کے لیے اور کاری گریاں بناتے ہو گویا کہ تم نے ہمیشہ رہنا ہے وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ اور

جب تم پکڑتے ہو دشمن کو تو پکڑتے ہو بڑا جبر اور قہر کرتے ہوئے۔ بڑا ظلم و ستم ڈھاتے ہو۔ عاد قوم کے لوگ اپنے اردگرد کے لوگوں پر بڑا ظلم کرتے تھے۔ یہ بڑی طاقتور قوم تھی۔ دوسری قوموں کو للکارتے تھے اور نعرے مارتے تھے مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ''ہم سے زیادہ طاقتور کون ہے۔'' یہ ایسے طاقتور تھے کہ کسی آدمی کی کھوپڑی پر ہاتھ ڈالتے تھے تو اس کا بالکل بھیجا نکال دیتے تھے ایسے مضبوط ہاتھ ڈالتے تھے کہ آدمی کی پسلیاں توڑ ڈالتے تھے۔ فرمایا فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ ان کاموں سے باز آجاؤ میں جو ٹھیک احکام تمہیں پہنچا رہا ہوں ان کو تسلیم کرو اور ان پر عمل کرو میں اللہ تعالیٰ کا امانت دار رسول ہوں وَاتَّقُوا الَّذِيْٓ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ اور ڈرو تم اللہ تعالیٰ کی ذات سے جس نے تمہاری امداد کی ہے ان چیزوں کے ساتھ جو تم جانتے ہو۔ تمہیں کتنے بڑے بڑے وجود عطا فرمائے بدنی طور پر تمہیں کتنی قوت عطا فرمائی اور اس وجود کے ساتھ تعلق رکھنے والی کتنی نعمتیں ہیں اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ امداد دی تمہیں مال اور مویشی کے ساتھ۔ مویشیوں کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانعام آیت نمبر ۱۴۲ میں فرمایا۔ بھیڑوں میں سے نر مادہ، بکریوں میں سے نر مادہ، اونٹوں میں سے نر مادہ، گائے بھینس میں سے نر مادہ ان کا گوشت کھاتے ہو، دودھ پیتے ہو، بعضوں سے بار برداری کا کام لیتے ہو، بعضے جانور سواری کے لیے پیدا فرمائے وَّبَنِيْنَ اور امداد دی تمہیں بیٹوں کے ساتھ۔ بیٹے بیٹیاں سب اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں۔ مگر بیٹوں کا ذکر اس لیے فرمایا کہ یہ انسان کے لیے زیادہ مفید ہوتے ہیں مشقت کے سارے کام بیٹے کرتے ہیں مال جان کی حفاظت کے ذمہ دار ہوتے ہیں اور انسان کی نسل بھی انہی سے چلتی ہے۔ بیٹیاں فطرتاً پردہ نشین ہوتی ہیں ان سے بھاری کام نہیں لیے جاسکتے اس لیے بیٹوں کا ذکر فرمایا ہے وَجَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ اور

باغوں اور چشموں کے ساتھ امداد دی۔ اللہ تعالیٰ نے چشموں اور نہروں کے ذریعے آبپاشی کا نظام قائم کیا ہے جس سے تمہارے باغات اور کھیتیاں پیدا ہوئیں اور تمہاری خوراک اور پھل پیدا ہوئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے خصوصی انعامات ہیں جن کا شکر ادا کرنا ضروری ہے اور تم شکر کی بجائے الٹا ناشکری کرتے ہو۔ اس کے ساتھ مخلوق کو شریک ٹھہراتے ہو اور اس کی دی ہوئی نعمتوں کو بے جا خرچ کرتے ہو اور اسراف کرتے ہو۔ فرمایا اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ بے شک میں خوف کرتا ہوں تم پر بڑے دن کے عذاب کا کہ تم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے گرفت آئے اور تم تباہ و برباد ہو جاؤ لہٰذا تم اب بھی سنبھل جاؤ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ ہود علیہ السلام کے اس وعظ و نصیحت کے جواب میں قوم نے یہ کہا قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَیْنَآ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَکُنْ مِّنَ الْوٰعِظِیْنَ کہنے لگے کہ ہمارے لیے برابر ہے آپ ہمیں وعظ کریں یا نہ ہوں وعظ نصیحت کرنے والوں میں سے۔ مطلب یہ ہے کہ اے ہود علیہ السلام آپ جو مرضی کہتے رہیں تمہارے وعظ و نصیحت کا ہم پر کچھ اثر نہیں ہوتا ہم تمہاری بات ماننے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہیں۔ اور سورہ ہود آیت نمبر ۵۳ میں ہے قَالُوْا یٰھُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَیِّنَۃٍ ''انہوں نے کہا کہ آپ ہمارے پاس کوئی واضح چیز لے کر نہیں آئے۔'' لہٰذا ہمیں تمہاری باتوں پر یقین نہیں آتا بلکہ ہم تو آپ کے متعلق یہ سمجھتے ہیں کہ اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰکَ بَعْضُ اٰلِھَتِنَا بِسُوْٓءٍ [آیت ۵۴] ''ہم کہتے ہیں کہ ہمارے بعض معبودوں نے تمہیں برائی پہنچائی ہے۔'' تمہارا دماغ ٹھیک نہیں رہا نعوذ باللہ تعالیٰ۔ تم بہکی بہکی باتیں کرتے ہو اِنْ ھٰذَآ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِیْنَ نہیں ہے یہ مگر پہلے لوگوں کی عادت ہے جو تم پیش کر رہے ہو۔ پہلے بھی لوگ اسی طرح ڈرایا کرتے تھے جس طرح تم ہمیں عذاب سے ڈرا رہے ہو۔ اور یہ مطلب بھی بیان کرتے ہیں کہ جو کچھ آج ہم

کررہے ہیں یہی کچھ ہمارے پرانے آباؤ اجداد بھی کیا کرتے تھے مگر تم ہمیں ان کے راستے سے ہٹانا چاہتے ہو لہٰذا ہم تمہاری بات ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں اور نہ ہم تمہاری دھمکی سے ڈرتے ہیں وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ اور نہیں ہم کہ ہمیں سزا دی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَكَذَّبُوْهُ پس انہوں نے جھٹلا دیا ہود علیہ السلام کو۔ تھوڑے سے لوگ مسلمان ہوئے باقی کسی نے تسلیم نہیں کیا جس کا نتیجہ یہ نکلا فَاَهْلَكْنٰهُمْ پس ہم نے ان کو ہلاک کر دیا۔ ان علاقوں میں ریت کے ٹیلے تھے جن علاقوں میں یہ رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو سزا دی کہ بارش روک لی۔ خشک علاقہ تھا نہری علاقوں میں بھی بارشیں نہ ہوں تو ان پر بھی اثر ہوتا ہے اور جو علاقے ہوں ہی بارانی ان کا تو بُرا حال ہو جاتا ہے۔ بارشیں نہ ہونے کا نتیجہ یہ ہوا کہ چشمے خشک ہو گئے، کنوئیں ختم ہو گئے، کھیت تباہ ہو گئے، درخت خشک ہو گئے، پانی کی قلت کی وجہ سے۔ حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا تم مجھ پر ایمان لے آؤ اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر لگاتار بارشیں برسائے گا حالات تمہارے ٹھیک ہو جائیں گے۔ کہنے لگے اگر آپ کی وجہ سے بارش ہونی ہے تو پھر ہمیں پانی کے ایک قطرے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ آپ مختلف طریقوں سے اپنا بنانا چاہتے ہیں ہم آپ کی بات ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ سورۃ الاحقاف آیت نمبر ۲۲ میں کہنے لگے فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ”پس آپ لے آئیں وہ چیز جس سے آپ ہمیں ڈراتے ہیں اگر ہیں آپ سچوں میں سے فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ پس جب دیکھا انہوں نے اس عذاب کو بادل کی شکل میں جو ان کی وادیوں کے سامنے سے آرہا تھا قَالُوْا کہنے لگے هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا یہ بادل ہے جو ہم پر بارش برسائے گا۔“ اور ہمارے حالات ٹھیک ہو جائیں گے۔ وہ بادل کا ٹکڑا جس وقت ان کے سروں کے قریب پہنچا تو اس سے آواز آئی رِمَادًا رِمَادًا

لَاتَذَرُ مِنْ عَادٍ اَحَدًا ترمذی شریف کی روایت ہے" ان کو راکھ اور خاک کر کے رکھ دے کسی ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑنا۔" لیکن انہوں نے اس سے بھی کوئی سبق حاصل نہ کیا وہ بادل جب ان کے قریب آیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس میں ایک تند و تیز ہوا نکلی کہ اس نے ان کو اٹھا اٹھا کر زمین پر دے مارا حالانکہ ان کے بڑے لمبے لمبے قد تھے اور بڑے طاقتور تھے مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً کے نعرے مارتے تھے کہ ہم سے زیادہ طاقتور کون ہے؟ ہوا نے اٹھا اٹھا کر کسی کو ایک میل دور پھینکا کسی کو دو میل دور پھینکا۔ لاشیں اس طرح پڑی تھیں کَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ [القمر:۲۰] "جیسا کہ وہ تنے ہیں اکھڑی ہوئی کھجوروں کے۔" ایک شخص بھی زندہ نہ بچا۔ ان پر سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل ہوا چلتی رہی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَهَلْ تَرٰی لَهُمْ مِّنْ بَاقِيَةٍ [الحاقہ:۸] "اے مخاطب تم ان میں سے کسی ایک فرد کو بھی زندہ دیکھتے ہو، کوئی باقی بچا ہے۔" ہود علیہ السلام اور ان کے چند ساتھیوں کے علاوہ باقی سب تباہ ہو گئے۔ فرمایا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً بے شک اس واقعہ میں نشانی ہے عبرت حاصل کرنے والوں کے لیے کہ مشرکوں کا، منکروں کا بالآخر یہی انجام ہوتا ہے۔ لیکن وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اور نہیں ہیں ان میں اکثر ایمان لانے والے۔ تاریخ شاہد ہے کہ ہر دور میں کثرت نافرمانوں کی رہی ہے اور اہل ایمان ہمیشہ قلت میں ہی رہے ہیں۔ فرمایا وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ اور بے شک آپ کا پروردگار البتہ وہی غالب ہے مہربان۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۴۲﴾ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿۱۴۳﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿۱۴۴﴾ وَ مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۴۵﴾ اَتُتْرَكُوْنَ فِیْ مَا هٰهُنَاۤ اٰمِنِیْنَ ﴿۱۴۶﴾ فِیْ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ ﴿۱۴۷﴾ وَّ زُرُوْعٍ وَّ نَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِیْمٌ ﴿۱۴۸﴾ وَ تَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا فٰرِهِیْنَ ﴿۱۴۹﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿۱۵۰﴾ وَ لَا تُطِیْعُوْۤا اَمْرَ الْمُسْرِفِیْنَ ﴿۱۵۱﴾ الَّذِیْنَ یُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ وَ لَا یُصْلِحُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ قَالُوْۤا اِنَّمَاۤ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِیْنَ ﴿۱۵۳﴾ مَاۤ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚۖ فَاْتِ بِاٰیَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۱۵۴﴾ قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّ لَكُمْ شِرْبُ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۱۵۵﴾ وَ لَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَیَاْخُذَكُمْ عَذَابُ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۵۶﴾ فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِیْنَ ﴿۱۵۷﴾ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۵۸﴾ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۵۹﴾ ع ۸ ۱۹ ۱۲

كَذَّبَتْ جھٹلایا ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِیْنَ ثمود قوم نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو اِذْ قَالَ لَهُمْ جب کہا ان کو اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ ان کے بھائی صالح علیہ السلام نے اَلَا تَتَّقُوْنَ کیا تم بچتے نہیں ہو اِنِّیْ لَكُمْ بے شک میں تمہارے لیے رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ رسول ہوں امانت دار فَاتَّقُوا اللّٰهَ پس ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے وَ اَطِیْعُوْنِ اور میری اطاعت کرو وَ مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ اور میں نہیں سوال کرتا تم سے عَلَیْهِ اس تبلیغ پر

مِنۡ اَجۡرٍ کسی معاوضے کا اِنۡ اَجۡرِیَ نہیں ہے میرا اجر اِلَّا عَلٰی رَبِّ
الۡعٰلَمِیۡنَ مگر رب العالمین کے ذمے اَتُتۡرَکُوۡنَ کیا تم چھوڑ دیئے جاؤ گے
فِیۡ مَا هٰهُنَاۤ یہاں اٰمِنِیۡنَ امن میں فِیۡ جَنّٰتٍ باغوں میں وَّ عُیُوۡنٍ اور
چشموں میں وَّزُرُوۡعٍ اور کھیتوں میں وَّ نَخۡلٍ اور کھجوروں میں طَلۡعُهَا هَضِیۡمٌ
جن کے خوشے نہایت ہی ملائم ہیں وَ تَنۡحِتُوۡنَ مِنَ الۡجِبَالِ اور تراشتے ہو تم
پہاڑوں میں بُیُوۡتًا گھر فٰرِهِیۡنَ تکلف سے فَاتَّقُوا اللّٰهَ پس ڈرو تم اللہ تعالیٰ
سے وَ اَطِیۡعُوۡنِ اور اطاعت کرو میری وَلَا تُطِیۡعُوۡۤا اور نہ اطاعت کرو اَمۡرَ
الۡمُسۡرِفِیۡنَ اسراف کرنے والوں کے حکم کی الَّذِیۡنَ یُفۡسِدُوۡنَ جو فساد کرتے
ہیں فِی الۡاَرۡضِ زمین میں وَلَا یُصۡلِحُوۡنَ اور اصلاح نہیں کرتے قَالُوۡۤا کہا
انہوں نے اِنَّمَاۤ پختہ بات ہے اَنۡتَ مِنَ الۡمُسَحَّرِیۡنَ آپ سحر زدہ لوگوں میں
سے ہیں مَاۤ اَنۡتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُنَا نہیں ہیں آپ مگر انسان ہمارے جیسے فَاۡتِ
بِاٰیَةٍ پس لائیں کوئی نشانی اِنۡ کُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِیۡنَ اگر ہیں آپ سچوں میں
سے قَالَ فرمایا صالح علیہ السلام نے هٰذِهٖ نَاقَةٌ یہ اونٹنی ہے لَّهَا شِرۡبٌ اس
کے لیے پانی پینے کی باری ہے وَّلَكُمۡ شِرۡبُ یَوۡمٍ مَّعۡلُوۡمٍ اور تمہارے لیے بھی
پانی پینے کی باری ہے ایک دن مقرر پر وَلَا تَمَسُّوۡهَا بِسُوۡٓءٍ اور اس کو ہاتھ نہ
لگانا تکلیف دینے کے لیے فَیَاۡخُذَكُمۡ عَذَابُ یَوۡمٍ عَظِیۡمٍ پس پکڑے گا
تمہیں بڑے دن کا عذاب فَعَقَرُوۡهَا پس انہوں نے ٹانگیں کاٹ دیں اونٹنی کی

فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِیْنَ پس ہو گئے وہ پشیمان فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ پس پکڑا ان کو عذاب نے اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً بے شک اس میں نشانی ہے وَمَا کَانَ اَکْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ اور نہیں ہیں اکثر لوگ ان میں ایمان لانے والے وَاِنَّ رَبَّکَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ اور بے شک آپ کا رب البتہ وہی ہے غالب، مہربان۔

اس سے پہلے چار پیغمبروں کے واقعات بیان ہو چکے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام، نوح علیہ السلام، ہود علیہ السلام۔ اب صالح علیہ السلام اور ان کی قوم کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِیْنَ جھٹلایا ثمود قوم نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو۔ چونکہ تمام پیغمبروں کا پروگرام ایک ہی تھا اس لیے ایک پیغمبر کو جھٹلانا سب پیغمبروں کو جھٹلانا ہے اِذْقَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ جب کہا ان کو ان کے بھائی صالح علیہ السلام نے۔ بھائی اس لیے کہ یہ ان کی قوم کے ایک فرد تھے۔ یہ قوم وادی القریٰ میں آباد تھی۔ یہ مشہور علاقہ ہے خیبر اور تبوک کے درمیان۔ اس علاقے کو حجر کہتے ہیں اس میں بڑی بڑی چٹانیں ہیں ان لوگوں نے ان چٹانوں کو تراش تراش کر مکان بنائے ہوئے تھے۔ قوم عاد کے بعد قوم ثمود نے بڑی ترقی کی تھی۔ یہ بھی سام بن نوح کی اولاد میں سے تھے۔ صالح علیہ السلام نے فرمایا اَلَا تَتَّقُوْنَ کیا تم بچتے نہیں ہو کفر شرک سے اور معاصی سے اِنِّیْ لَکُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ بے شک میں تمہارے لیے رسول ہوں اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے امانت دار ہوں۔ اور جو کچھ اور جتنا میرا رب مجھے بتلاتا ہے میں اتنا ہی تمہیں بتلا دیتا ہوں اپنی طرف سے کوئی کمی بیشی نہیں کرتا فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ پس ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے اس کے قہر اور غضب سے اور میری اطاعت کرو

وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اور میں نہیں سوال کرتا تم سے اس تبلیغ پر کسی معاوضے کا اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ نہیں ہے میرا اجر مگر رب العالمین کے ذمے۔تمام پیغمبروں اور رسولوں نے یہی بات کہی کہ تبلیغ حق کے سلسلے میں ہمارا کوئی ذاتی مفاد نہیں ہے صراط مستقیم کی راہنمائی کرنے کے لیے کوئی معاوضہ نہیں طلب کرتے۔ ہود علیہ السلام نے قوم سے فرمایا اَتُتْرَكُوْنَ فِيْ مَا هٰهُنَآ اٰمِنِيْنَ کیا تم چھوڑ دیئے جاؤ گے یہاں امن میں۔تم کیا سمجھتے ہو کہ تم یہاں ہمیشہ اسی طرح خوشحالی کی زندگی بسر کرتے رہو گے اور تمہیں کبھی زوال نہیں آئے گا اور تم یہاں امن میں رہو گے فِيْ جَنّٰتٍ باغوں میں وَّ عُيُوْنٍ اور چشموں میں۔ یہ تمہارے باغات اور ان کو سیراب کرنے والے چشمے اور نہریں اسی طرح جاری رہیں گی اور کیا تم اس خام خیالی میں مبتلا ہو کہ وَّزُرُوْعٍ وَّ نَخْلٍ کھیتوں میں اور کھجوروں میں رہو گے۔ کھجوروں کے وہ درخت طَلْعُهَا هَضِيْمٌ کہ ان کے خوشے بڑے ہی ملائم ہیں۔قوم ثمود کے پاس کھجوروں کے بڑے بڑے باغ تھے جس کی وجہ سے وہ بڑے خوشحال لوگ تھے۔فرمایا وَ تَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ اور تم تراشتے ہو پہاڑوں میں پُر تکلف مکانات۔ثمود قوم فن تعمیر کی بڑی ماہر تھی ۔ یہ لوگ پہاڑوں کو تراش تراش کر ان کے اندر ہی نہایت خوبصورت نقش و نگار والے مکانات بناتے تھے کیونکہ انہوں نے سن رکھا تھا کہ جب زلزلہ آتا ہے تو مکان گر جاتے ہیں اور اینٹ پتھر علیحدہ علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ چٹان اندر سے کرید کرید کر مکان بنایا جائے تو پھر کون سی دیوار پھٹے گی۔تو ان چٹانوں میں انہوں نے بڑے بڑے کمرے بنائے ہوئے تھے۔ ہال کمرہ، ناچ کمرہ، مہمان خانہ، غسل خانہ، باورچی خانہ۔

ہمارے ایک شاگرد نصرۃ العلوم سے فارغ ہو کر مدینہ یونیورسٹی میں داخل ہوئے۔

انہوں نے بتایا کہ یونیورسٹی کے طلبہ نے پروگرام بنایا کہ وہ علاقہ دیکھنا چاہیے۔ ہم نے اپنے پرنسپل سے اجازت مانگی تو اس نے کہا کہ تم لوگ وہاں جا کر کیا کرو گے؟ ہم نے کہا کہ بس ہمارا شوق ہے۔ اجازت مل گئی۔ بس کا انتظام ہوا جب وہاں قریب پہنچے تو وہاں چرواہے جانور چرا رہے تھے۔ ان میں کچھ جوان اور کچھ بوڑھے تھے۔ انہوں نے ہمارے سے پوچھا کہ تم کہاں جا رہے ہو تو ہم نے کہا حجر کے علاقے میں۔ انہوں نے کہا لَاتَذْهَبُوْا وہاں نہ جاؤ خدا کا عذاب آئے گا۔ بہر حال ہم وہاں پہنچے دوسو کے قریب ہم نے چٹانیں دیکھی جن میں کمرے بنے ہوئے تھے مگر رہنے والا کوئی نہیں تھا۔ حضرت صالح علیہ السلام نے ان کے اس عمل پر تنقید کی کہ اپنا قیمتی وقت ضائع نہ کرو ضرورت کے مطابق مکان بناؤ یہ جو تم مکان بناتے ہو اس پر تم ستر ستر سال، اسّی اسّی سال لگا دیتے ہو۔ زندگی تمہاری ان کاموں میں صرف ہو رہی ہے۔ دیکھو! مکان بھی انسان کی ضرورت ہے اس سے شریعت روکتی نہیں ہے مگر اپنی ضرورت کے مطابق بناؤ۔ تو حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ ان چیزوں میں وقت ضائع نہ کرو حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کرو فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ پس تم اللہ تعالیٰ کی گرفت سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ میں تمہیں سچی بات بتاتا ہوں آخرت کی فکر کرو یہ دنیا اور اس کی تمام رونقیں جلد ختم ہونے والی ہیں اگر غلط کاموں سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ کی گرفت سے نہیں بچ سکو گے۔ فرمایا وَلَا تُطِيْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ اور اسراف کرنے والوں کا حکم نہ مانو۔ عاد قوم کی طرح ثمود قوم میں بھی یہ بیماری پائی جاتی تھی کہ فضول رسم ورواج اور لہو ولعب میں بے دریغ روپیہ صرف کرتے تھے۔ فرمایا مسرف لوگ وہ ہیں الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ جو زمین میں فساد برپا کرتے ہیں وَلَا يُصْلِحُوْنَ اور اصلاح نہیں کرتے۔ قوانین خداوندی کی خلاف ورزی

ہی فساد فی الارض ہے۔ مشرک، کافر اور منافق قسم کے لوگ فساد فی الارض کے مرتکب ہو تے ہیں۔ قوم نے بات ماننے کی بجائے جواب دیا۔ قَالُوْٓا کہنے لگے اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِیْنَ بے شک آپ سحر زدہ لوگوں میں سے ہیں جس کی وجہ سے بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا نہیں ہیں آپ مگر ہمارے جیسے ہی انسان۔ تمہیں ہم پر کون سی فوقیت حاصل ہے ہم تمہیں پیغمبر مان لیں۔ ہر زمانے کے مشرکوں نے یہ بات کہی کہ بشر کیسے پیغمبر بن گیا؟ وہ بشریت کو نبوت کے منافی سمجھتے تھے۔ پہلے بشریت کا انکار کیا پھر کہنے لگے فَاْتِ بِاٰیَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ پس لے آئیں آپ کوئی نشانی اگر ہیں آپ سچے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ تم کیسی نشانی چاہتے ہو؟ ایک بڑی چٹان کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے کہ اس چٹان سے اونٹنی نکلے اور ساتھ بچہ بھی ہوتو اس فرمائش کے پورے ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کہ پتھروں اور چٹانوں سے کیا اونٹنیاں پیدا ہوتی ہیں اور پھر فوراً بچہ بھی جن دے۔ اور یہ بھی انہوں نے کہا کہ اس اونٹنی کے بال بھی گھنے اور خوبصورت ہوں۔ چنانچہ اس کے لیے ایک دن مقرر کیا گیا۔ شہروں دیہاتوں میں ڈھنڈورا پیٹا گیا کہ او بھئی! فلاں دن پتھر سے اونٹنی پیدا ہونی ہے۔ مذاق اڑاتے تھے مرد، عورتیں، بوڑھے، بچے اور جوان اکٹھے ہوئے۔ عجیب قسم کا منظر تھا ایک میلہ لگا ہوا تھا۔ حضرت صالح علیہ السلام نے اشارہ کیا کہ اس چٹان سے اونٹنی نکلے۔ سب نے آنکھوں سے دیکھا کہ اسی چٹان سے اونٹنی نکلی اور ساتھ ہی بچہ جن دیا۔ اس کا ذکر ہے قَالَ فرمایا حضرت صالح علیہ السلام نے هٰذِهٖ نَاقَةٌ یہ اونٹنی ہے جو تم نے طلب کی تھی لَّهَا شِرْبٌ اس کے لیے پانی پینے کی باری ہے وَّلَكُمْ شِرْبُ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ اور تمہارے لیے بھی پانی پینے کی ایک باری ہے ایک دن مقرر پر۔ ایک دن چشمے سے یہ اونٹنی پانی پیا کرے

گی اور دوسرے دن تم اپنے جانوروں کو پانی پلایا کرو۔ چنانچہ دن مقرر کر لیے گئے۔ ایک دن اکیلی اونٹنی پانی پیتی تھی اور دوسرے دن باقی جانور۔ یہ سلسلہ کچھ عرصہ تک چلتا رہا اس دوران کچھ لوگوں کو خیال پیدا ہوا کہ یہ اونٹنی تو ہمارے لیے عذاب بن گئی ہے۔ ایک دن یہ سارا پانی پی جاتی ہے اور ہمارے جانور اسے دیکھ کر ڈر جاتے ہیں کسی طرح اس سے چھٹکارا حاصل کیا جائے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے لوگوں کو خبردار کیا وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ اور اس کو ہاتھ نہ لگاؤ تکلیف دینے کے لیے۔ ہاں! یہ سمجھتے ہو کہ پتھر سے عجیب طریقے سے نکلی ہے برکت کے لیے ہاتھ لگاؤ تو کوئی بات نہیں ہے لیکن تکلیف دینے کے لیے ستانے کے لیے ہاتھ نہ لگاؤ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ پس پکڑے گا تمہیں بڑے دن کا عذاب۔ سورہ نمل آیت نمبر ۴۸ میں ہے وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ''اور تھے شہر میں نو آدمی جو فساد کرتے تھے زمین میں اور اصلاح نہیں کرتے تھے۔'' حجر شہر میں نو غنڈے تھے انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہم نے صالح علیہ السلام اور ان کے سارے اہل خانہ کو قتل کرنا ہے دودھ پیتا بچہ بھی نہیں چھوڑنا اور اس سے پہلے اونٹنی کو بھی۔ چنانچہ انہوں نے اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ دیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر زلزلہ مسلط ہوا اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے ایسی ڈراونی آواز ان پر مسلط کی کہ ان کے کلیجے پھٹ گئے۔ رب تعالیٰ کے عذاب سے کون بچا سکتا ہے؟ حضرت صالح علیہ السلام اور انکے مومن ساتھی زندہ رہے اور ان کے گھر کے افراد بھی اور باقی مجرم سب کے سب تباہ و برباد ہو گئے۔ فرمایا فَعَقَرُوْهَا پس انہوں نے اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ دیں فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ پس ہو گئے وہ پشیمان۔ مگر اب پشیمان ہونے کا کیا فائدہ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ پس پکڑا ان کو عذاب نے۔ زلزلہ بھی آیا اور ڈراونی آواز بھی آئی اِنَّ

فِـــیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَةً بے شک اس میں نشانی ہے مجرموں کے لیے جو رب تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں پیغمبروں کی نافرمانی کرتے ہیں وَمَا کَانَ اَکۡثَرُهُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ اور نہیں ہیں اکثر انسانوں میں ایمان لانے والے۔ بایں ہمہ وَاِنَّ رَبَّکَ لَهُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ اور بے شک آپ کا رب غالب، مہربان ہے۔ جب چاہے جس طرح چاہے سزا دے اور اگر فوری سزا نہیں دیتا تو یہ اس کی رحمت کا نتیجہ ہے۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ ِۨالْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٦٠﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٦١﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿١٦٢﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٦٣﴾ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٦٤﴾ اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٦٥﴾ وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ ﴿١٦٦﴾ قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ ﴿١٦٧﴾ قَالَ اِنِّيْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِيْنَ ﴿١٦٨﴾ رَبِّ نَجِّنِيْ وَاَهْلِيْ مِمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٦٩﴾ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿١٧٠﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿١٧١﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿١٧٢﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿١٧٣﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٧٤﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٧٥﴾ ع ١٦ ١٣

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ ِۨالْمُرْسَلِيْنَ جھٹلایا لوط علیہ السلام کی قوم نے پیغمبروں کو اِذْ قَالَ لَهُمْ جب کہا ان کو اَخُوْهُمْ ان کے بھائی لُوْطٌ لوط علیہ السلام نے اَلَا تَتَّقُوْنَ کیا تم بچتے نہیں ہو اِنِّيْ لَكُمْ بے شک میں تمہارے لیے رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ رسول ہوں امانت دار فَاتَّقُوا اللّٰهَ پس ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے وَاَطِيْعُوْنِ اور میری اطاعت کرو وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اور میں نہیں سوال کرتا تم سے اس تبلیغ پر مِنْ اَجْرٍ کسی معاوضے کا اِنْ اَجْرِيَ نہیں ہے میرا اجر اِلَّا عَلٰي

رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ مگررب العالمین کے ذمے اَتَاْتُوْنَ الذُّکْرَانَ کیادوڑتے ہوتم
مردوں پر مِنَ الْعٰلَمِیْنَ جہان والوں میں سے وَ تَذَرُوْنَ اورچھوڑتے ہو مَا
اس مخلوق کو خَلَقَ لَکُمْ رَبُّکُمْ جو پیدا کی تمہارے لیے تمہارے رب نے مِّنْ
اَزْوَاجِکُمْ تمہاری بیویاں بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ بلکہ تم قوم ہو حد سے بڑھنے
والی قَالُوْا کہا انہوں نے لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ البتہ اگر آپ باز نہ آئے یٰلُوْطُ اے لوط
علیہ السلام لَتَکُوْنَنَّ البتہ آپ ضرور ہو جائیں گے مِنَ الْمُخْرَجِیْنَ نکالے
ہوئے لوگوں میں سے قَالَ فرمایا لوط علیہ السلام نے اِنِّیْ لِعَمَلِکُمْ بے شک
میں تمہارے عمل کو مِّنَ الْقَالِیْنَ بغض کے ساتھ دیکھنے والا ہوں رَبِّ نَجِّنِیْ اے
میرے رب مجھ کو نجات دے وَاَهْلِیْ اور میرے اہل کو مِمَّا یَعْمَلُوْنَ اس
کاروائی سے جو یہ کرتے ہیں فَنَجَّیْنٰهُ پس ہم نے نجات دی اس کو وَاَهْلَهٗ اور
اس کے ساتھ اہل کو اَجْمَعِیْنَ سب کو اِلَّا عَجُوْزًا مگر بڑھیا فِی الْغٰبِرِیْنَ جو
پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِیْنَ پھر ہم نے ہلاک
کیا دوسروں کو وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًا اور برسائی ہم نے ان پر ایک قسم کی بارش
فَسَآءَ پس بُری تھی مَطَرُ الْمُنْذَرِیْنَ بارش ڈرائے ہوؤں کی اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ
لَاٰیَةً بے شک البتہ اس میں نشانی ہے وَمَا کَانَ اَکْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ اور نہیں ہیں
اکثر لوگ ان میں سے ایمان لانے والے وَاِنَّ رَبَّکَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ
اور بے شک آپ کا رب البتہ وہی ہے غالب، مہربان۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے متعدد نافرمان قوموں کا ذکر اور ان کی تباہی کا بیان فرمایا

ہے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم ،حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم ،حضرت نوح علیہ السلام کی قوم ،حضرت ہود اور حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کے حالات بیان ہوئے ہیں۔آج کے سبق اور درس میں لوط علیہ السلام کی قوم کا ذکر ہے۔

لوط علیہ السلام کا قصہ :

حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سگے بھتیجے تھے۔لوط بن حاران بن آزر۔ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام بھی آزر تھا۔ساتویں پارے میں ہے وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ ۔ بعض تاریخ کی کتابوں میں آتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تارخ تھا لیکن حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ قرآن کے مقابلے میں تاریخ کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔پھر اگر مان بھی لیں تو پھر اس طرح ہوگا کہ تارخ ان کا لقب تھا اور نام قطعی اور یقینی طور پر آزر ہی تھا۔رب تعالیٰ سے زیادہ جاننے والا کون ہے۔اصل ان کا ملک عراق تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرصہ دراز تک تبلیغ کی۔ساٹھ (۶۰) سال، ستر (۷۰) سال اور اسّی (۸۰) سال بھی لکھے ہیں۔بہر حال اس سے کم وبیش تبلیغ کی مگر اہلیہ سارہ کے سوا کسی نے ساتھ نہ دیا۔پھر یہاں سے ہجرت کر کے شام چلے گئے۔ہجرت میں آپ کے ساتھ بیوی سارہ علیہا السلام اور بھتیجا لوط علیہ السلام تھے۔اللہ تعالیٰ نے شام کا علاقہ ،دمشق وغیرہ آپ کے سپرد کیا کہ یہاں کے لوگوں کو تبلیغ کرنی ہے۔حضرت لوط علیہ السلام کو حکم دیا کہ سدوم جو بہت بڑا شہر اور منڈی تھا کہ آپ نے یہاں کام کرنا ہے۔

حضرت لوط علیہ السلام نے وہاں تبلیغ کا کام شروع کر دیا۔وہاں کے لوگوں نے لوط علیہ السلام کا اخلاق ،وضع قطع ،شکل وصورت سے متاثر ہو کر رشتہ بھی دے دیا۔حالانکہ دنیا میں رشتے کا مسئلہ بھی کافی پریشان کن ہے۔قوم بھی دوسری ،ملک بھی دوسرا اور سب سے

بڑھ کر یہ کہ عقیدہ بھی نہیں ملتا تھا۔اس عورت نے آخری دم تک آپ کا کلمہ نہیں پڑھا۔اس زمانے میں مومن کافر کا رشتہ جائز تھا اور ہماری شریعت میں بھی کم وبیش سولہ سال تک کافر کے ساتھ نکاح جائز تھا۔آپ ﷺ کی تین بیٹیاں کافروں کے نکاح میں تھیں۔حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا ابولہب کے دو بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کے نکاح میں تھیں اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا ابوالعاص بن ربیع جن کا نام مِکْسَم تھا کے نکاح میں تھیں، تینوں کافر تھے۔اسی طرح بہت سارے صحابہ کرام ﷺ کے نکاح میں کافر عورتیں تھیں۔حضرت ابوبکر صدیق ﷺ کا نکاح ام بکر سے ہوا تھا اس سے لڑکا پیدا ہوا جس کا نام بکر تھا اسی بیٹے کی نسبت سے آپ کی کنیت ابوبکر تھی۔حضرت ابوبکر صدیق ﷺ نے کافی زور لگایا مگر ام بکر نے کلمہ نہیں پڑھا پھر طلاق دے دی کہ اس کا میرے گھر پر اثر پڑے گا دینی لحاظ سے۔تو ابتدائے اسلام میں کافروں کے ساتھ رشتہ جائز تھا۔ ۳ھ میں اللہ تعالیٰ نے منع فرمادیا۔یہ آیت کریمہ نازل ہوئی لَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ''مشرک عورتوں کے ساتھ نکاح نہ کرو یہاں تک کہ وہ مومن ہوجائیں وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا اور مشرکوں کو نکاح کرکے بھی نہ دو یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں۔''تو تقریباً سولہ سال اسلام میں بھی مسلمان اور کافر کا رشتہ جائز تھا۔

تو اللہ تعالیٰ نے سدوم شہر اور اس کے ارد گرد بستیوں کی طرف حضرت لوط علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔اس کا ذکر ہے كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ ۨالْمُرْسَلِيْنَ جھٹلایا لوط علیہ السلام کی قوم نے پیغمبروں کو۔ان کی طرف تنہا لوط علیہ السلام ہی گئے تھے مگر اللہ تعالیٰ کے ایک پیغمبر کو جھٹلانا تمام پیغمبروں کو جھٹلانا ہے۔اس لیے کہ تمام پیغمبر اصول میں متفق ہیں۔ فرمایا اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ جب کہا ان کو ان کے بھائی لوط علیہ السلام نے۔

انسان ہونے کے لحاظ سے بھائی فرمایا ہے اور اس لحاظ سے کہ یہ ان کی طرف مبعوث ہوئے تھے ورنہ وہ کافر ہیں یہ مومن ہیں وہ مشرک ہیں یہ موحد پیغمبر ہیں۔ فرمایا اَلَا تَتَّقُوْنَ کیا تم بچتے نہیں ہو کفر شرک سے، رب تعالیٰ کی نافرمانی سے، حق کی مخالفت سے اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ بے شک میں تمہاری طرف رسول ہوں امانت دار۔ جو رب تعالیٰ بتلاتے ہیں میں اس میں ایک حرف کی کمی بیشی نہیں کرتا پوری امانت کے ساتھ تمہیں بتلا دیتا ہوں فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ پس تم ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور میری اطاعت کرو میرا حکم مانو وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اور میں نہیں سوال کرتا تم سے اس تبلیغ پر کسی معاوضے کا۔ کوئی تنخواہ، کوئی نذرانہ، کسی چیز کا طالب نہیں ہوں حاشا وکلا اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ نہیں ہے میرا اجر مگر رب العالمین کے ذمے۔ یہ سب سے پہلی قوم تھی جس نے اپنی شہوت رانی مردوں پر کی ہے۔ اس پر گرفت کرتے ہوئے حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِیْنَ کیا دوڑتے ہو تم مردوں پر جہان والوں میں سے۔ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۸۰ میں ہے مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ "اس برائی میں تم سے پہلے کوئی شخص سبقت نہیں لے گیا۔" یہ پہلی قوم تھی جس نے غلط راستہ اختیار کیا وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ اور چھوڑتے ہو ان کو جو پیدا کی ہیں تمہارے لیے تمہارے رب نے مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ تمہاری بیویاں۔ عورتوں کی طرف تمہاری کوئی توجہ نہیں ہے اور اس خرابی میں مبتلا ہو بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ بلکہ تم قوم ہو حد سے بڑھنے والی۔ رب تعالیٰ نے حدیں مقرر فرمائی ہیں جائز اور ناجائز کی، حلال حرام بتلایا ہے کہ یہ کارِ ثواب ہے اور یہ کارِ عتاب ہے۔ تم رب کی حدیں نہ پھلانگو۔ عرصہ دراز تک سمجھاتے رہے قَالُوْا ان لوگوں نے کہا۔ کیا کہا؟ ان کا جواب سنو! کہنے لگے لَئِنْ لَّمْ

تَنْتَهِ يٰلُوْطُ البتہ اگر آپ باز نہ آئے اے لوط علیہ السلام اپنی تبلیغ سے لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ تو ہو جاؤ گے ان لوگوں میں سے جن کو شہر سے نکال دیا جاتا ہے۔ تمہیں دیس نکالا دیا جائے گا۔ الٹی منطق ہے دنیا میں جب بدمعاشوں کا راج ہو تو نیک لوگوں پر عرصہ حیات تنگ ہو جاتا ہے قَالَ حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا اِنِّيْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِيْنَ بے شک میں تمہارے عمل کو بغض کی نگاہ سے دیکھنے والوں میں سے ہوں۔ قَلٰى يَقْلِيْ کا معنیٰ ہوتا ہے بغض رکھنا۔ سورہ ضحیٰ میں ہے مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ” نہیں چھوڑا آپ کو آپ کے رب نے اور نہ آپ کے ساتھ بغض کیا ہے۔“

ابوداؤد وغیرہ میں ہے حضرت ابوذر غفاری ﷜ سے روایت ہے عرض کیا حضرت ارشاد فرمائیں اَيُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ ”کون سا عمل بہتر ہے قَالَ آپ نے فرمایا اَلْحُبُّ فِيْ اللّٰهِ وَالْبُغْضُ فِيْ اللّٰهِ محبت ہو تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے عداوت ہو تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے۔“ کسی نیک آدمی کے ساتھ محبت کرنا اچھے اعمال میں سے ہے۔ تو دراصل محبت تو اچھے اعمال سے ہوئی اگر کوئی آدمی بُرے کام کرتا ہے تو اس کے ساتھ بغض رکھنا بھی اچھے اعمال میں سے ہیں اور دراصل عداوت بُرے کاموں کے ساتھ ہوئی مگر وہ کام کرنے والے بندے ہوتے ہیں برے ہوں یا اچھے۔ اچھے کام کرنے والوں کے ساتھ محبت اور بُرے کام کرنے والوں کے ساتھ عداوت ایمان کی علامتوں میں سے بڑی علامت ہے۔

آخرت میں انسان اپنے محبوب کے ساتھ اٹھایا جائے گا :

ایک شخص آنحضرت ﷺ کے پاس آ کر کہنے لگا حضرت! مَتَى السَّاعَةُ ”قیامت کب آئے گی؟“ بخاری شریف کی روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا مَا اَعْدَدْتَّ

لَهَا ''تم نے قیامت کے لیے کیا تیاری کی ہے؟'' بے چارہ شرمندہ ہوا سر جھکا کر کہنے لگا حضرت! میرے پاس اور تو کچھ نہیں ہے اِلَّا اِنِّیْ اُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ''مگر بے شک میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ ''تو ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن کے ساتھ تیری محبت ہے۔'' حضرت انس رضی اللہ عنہ یہ روایت بیان کر کے فرماتے ہیں گواہ ہو جاؤ کہ میرا عمل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے برابر نہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسا نہیں ہے مگر ان کے ساتھ میری محبت ان شاء اللہ تعالیٰ ان کے قدموں تک پہنچا دے گی۔ امام بیہقیؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو فرمایا کہ جا کر فلاں بستی کو الٹ دو۔ قَالَ بِمَنْ فِيْهَا ''کیا اس بستی میں جو رہتے ہیں سب پر بستی کو الٹ دوں؟'' قَالَ بِمَنْ فِيْهَا ''فرمایا ہاں! سب پر الٹ دے۔'' حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا پروردگار! اس بستی میں آپ کا ایک بندہ ہے لَمْ يَعْصِكَ طَرْفَةَ عَيْنٍ ''اس نے آنکھ جھپکنے کے برابر بھی آپ کی نافرمانی نہیں کی۔'' پروردگار! اس پر بھی بستی الٹ دوں؟ فرمایا اس پر بھی الٹ دے۔ اس لیے کہ اس بستی میں لوگ زنا کرتے ہیں مگر اس کی پیشانی پر بل نہیں پڑتا تھا۔ بے شک خود نیکی کرتا ہے لیکن برائی کو دیکھ کر اس کی پیشانی پر بل نہیں پڑتا یاد رکھنا! ہم سے اور تو کچھ نہیں ہو سکتا مگر کم از کم اتنا تو کر سکتے ہیں کہ بُرے کام کو بُرے بندے کو بُرا سمجھیں۔

حضور ﷺ کا امت کے لیے راہنما اصول :

آنحضرت ﷺ نے امت کو ایک راہنما اصول دیا ہے۔ فرمایا مَنْ رَاٰى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ ''جو آدمی تم میں سے بُرا کام دیکھے اس کو طاقت اور اقتدار کے ساتھ روکے وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ اور جو ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہیں رکھتا تو وہ

زبان کے ساتھ روکے۔ اور اگر زبان کے ساتھ بھی نہیں روک سکتا فَبِقَلْبِهٖ تو دل سے اس کو بُرا سمجھے وَلَيْسَ وَرَآئَهٗ حَبَّةُ خَرْدَلٍ مِّنَ الْاِيْمَانِ اور جو شخص برائی کو دل سے بھی برائی نہیں سمجھتا اس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں ہے۔'' یہ بخاری شریف اور مسلم شریف کی روایت ہے۔ مگر ایک بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ عداوت کسی کی ذات کے ساتھ نہیں ہے اس کے بُرے وصف کے ساتھ ہے۔ اصل بُرائی اس کے بُرے کام کی ہے۔ اس کو آپ اس طرح سمجھو کہ کسی کا بچہ گندے چھپڑ (جوہڑ) میں گر جائے یا غلاظت کے ڈھیر میں گر پڑے تو جو غلاظت اس کے بدن اور کپڑوں کے ساتھ لگی ہے اس سے آپ نفرت کریں گے اس کو دھوئیں گے کپڑوں کو صاف کریں گے اس آدمی اور بچے سے نفرت نہیں کریں گے۔

تو حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تمہاری اس برائی کو بُری نگاہوں سے دیکھتا ہوں مجھے عداوت ہے تمہارے اس کام کے ساتھ۔ پھر دعا کی رَبِّ نَجِّنِيْ وَاَهْلِيْ مِمَّا يَعْمَلُوْنَ اے میرے رب مجھے نجات دے اور میرے گھر والوں کو اس کاروائی سے جو یہ کرتے ہیں۔ لوط علیہ السلام کی دو بیٹیاں تھیں اور بعض روایات میں تین بیٹیوں کا ذکر آتا ہے۔ انہوں نے لوط علیہ السلام کا ساتھ دیا اور چند گنے چنے مسلمان تھے۔ سورۃ ذاریات میں ہے فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ''پس نہ پایا ہم نے اس جگہ سوائے ایک گھر کے مسلمانوں کا۔'' ایک حویلی تھی اس میں چند کمرے تھے۔ ایک میں لوط علیہ السلام اور دوسروں میں دوسرے رہتے تھے۔ تو سدوم کے علاقے میں مسلمانوں کا صرف ایک ہی گھر تھا۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ پس ہم نے نجات دی لوط علیہ السلام کو اور ان کے تمام اہل کو یعنی ان کے تمام ماننے والوں کو اِلَّا

عَجُوْزًا فِی الْغٰبِرِیْنَ مگرایک بڑھیا جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی۔ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی جس کا نام واعلہ تھا۔ حضرت لوط علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ [حجر:۶۵] ''پس اپنے گھر والوں کو لے کر نکل جائیں رات کو اور آپ ان کے پیچھے رہیں اور نہ پلٹ کر دیکھے تم میں سے کوئی بھی۔'' یعنی جس علاقے کو الٹا کرنا ہے اس سے نکل جاؤ۔ تو حضرت لوط علیہ السلام اپنی بیٹیوں اور جو تھوڑے سے مسلمان تھے ان کو لے کر یہاں سے چلے گئے مگر بوڑھی بیوی ساتھ نہیں گئی۔

قوم لوط پر چار عذاب :

اس قوم پر چار قسم کے عذاب آئے ہیں۔ ان لوگوں کی بینائی ختم کر دی گئی۔ سب کو اندھا کر دیا گیا۔ دوسرا عذاب: ان پر پتھروں کی بارش کی گئی۔ تیسرا عذاب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایک ڈراؤنی آواز نکالی جس سے ان سب کے کلیجے پھٹ گئے۔ چوتھا عذاب: ان کو تہہ وبالا کر دیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان کی بستیوں کو اوپر اٹھا کر الٹا کر کے پھینک دیا۔ پہلے اندھا کیا بھاگیں گے کہاں پھر پتھروں کی بارش ہوئی پھر چیخ سے کلیجے پھٹ گئے پھر سارا علاقہ الٹا کر کے پھینک دیا گیا۔ تو فرمایا ایک بڑھیا پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ پھر ہم نے ہلاک کیا دوسروں کو جو پیچھے رہ گئے تھے وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا اور ہم نے برسائی ان پر ایک قسم کی بارش وہ پتھروں کی تھی فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ پس بُری تھی بارش ڈرائے ہوؤں کی۔ جن کو رب تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا گیا اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً بے شک اس میں نشانی ہے، سبق ہے مجرموں کو آگاہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی نافرمانی کا یہ نتیجہ ہوتا ہے۔ اور اس

میں آنحضرت ﷺ کے لیے تسلی ہے کہ اگر آج مکے والے آپ ﷺ کی مخالفت کر رہے ہیں تو گھبرائیں نہیں پہلے مکذب بھی نہیں رہے یہ بھی نہیں رہیں گے وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اور نہیں ہے اکثریت ان کی ماننے والی۔ نہ اس وقت اکثریت ایمان لائی نہ اب ہے اور نہ قیامت تک ہوں گے وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ اور بے شک آپ کا رب البتہ وہی ہے غالب، مہربان۔

۞ ۞ ۞

كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۷۶﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ اِنِّىْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۷۸﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ﴿۱۷۹﴾ وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۰﴾ اَوْفُوا الْكَيْلَ وَ لَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ﴿۱۸۲﴾ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۱۸۳﴾ وَاتَّقُوا الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۸۴﴾ قَالُوْۤا اِنَّمَاۤ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿۱۸۵﴾ وَمَاۤ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۱۸۶﴾ فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۷﴾ قَالَ رَبِّىْۤ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۸۹﴾ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹۰﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۹۱﴾ ع ۱۰ / ۱۴

كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ جھٹلایا جنگل والوں اَلْمُرْسَلِيْنَ پیغمبروں کو اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ جب کہا ان کو شعیب علیہ السلام نے اَلَا تَتَّقُوْنَ کیا تم بچتے نہیں ہو اِنِّىْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ بے شک میں تمہارے لیے رسول ہوں امانت دار فَاتَّقُوا اللّٰهَ پس ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے وَاَطِيْعُوْنِ اور میری اطاعت کرو وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اور میں نہیں سوال کرتا تمہارے سے کسی معاوضے کا اِنْ

اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ نہیں ہے میرا اجر مگر رب العالمین کے ذمے
اَوْفُوا الْکَیْلَ پورا کرو ماپ کو وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِیْنَ اور نہ ہو تم کمی
کرنے والوں میں سے وَزِنُوْا اور تم تولو بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِ سیدھی
ترازو کے ساتھ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَ هُمْ اور نہ کم دو لوگوں کو ان کی
چیزیں وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ اور نہ چلو زمین میں فساد کرتے ہوئے
وَاتَّقُوا الَّذِیْ خَلَقَکُمْ اور ڈرو تم اس سے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے وَالْجِبِلَّةَ
الْاَوَّلِیْنَ اور پہلی مخلوق کو قَالُوْآ قوم نے کہا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِیْنَ پختہ
بات ہے آپ ان لوگوں میں سے ہیں جن پر جادو کیا گیا ہے وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ
مِّثْلُنَا اور نہیں ہیں آپ مگر بشر ہمارے جیسا وَاِنْ نَّظُنُّکَ لَمِنَ الْکٰذِبِیْنَ اور
بے شک ہم آپ کے بارے میں خیال کرتے ہیں جھوٹوں میں سے ہے فَاَسْقِطْ
عَلَیْنَا پس گرا ہم پر کِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ ٹکڑا آسمان سے اِنْ کُنْتَ مِنَ
الصّٰدِقِیْنَ اگر ہیں آپ سچوں میں سے قَالَ رَبِّیْٓ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ فرمایا
شعیب علیہ السلام نے میرا رب خوب جانتا ہے جو کام تم کرتے ہو فَکَذَّبُوْهُ پس
جھٹلایا ان لوگوں نے شعیب علیہ السلام کو فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ یَوْمِ الظُّلَّةِ پس
پکڑا ان کو سائے والے دن کے عذاب نے اِنَّهٗ کَانَ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ بے
شک وہ بڑے دن کا عذاب تھا اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً بے شک اس میں نشانی ہے
وَمَا کَانَ اَکْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ اور نہیں ہے اکثر ان کے ماننے والے وَاِنَّ

رَبَّکَ لَھُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ اور بے شک آپ کا رب البتہ وہی ہے غالب، مہربان۔

جن قوموں پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا ہے ان میں سے ایک حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم بھی تھی۔ اس قوم کی تاریخ اس طرح ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پانچ بیٹے تھے بیٹی کوئی نہیں تھی۔ ان میں سے دو کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام۔ باقی تین بیٹوں کا ذکر تورات اور تاریخ کی کتابوں میں موجود ہے۔ ایک کا نام مدین، ایک کا نام مدائن اور ایک کا نام قیدار تھا رحمہم اللہ تعالیٰ۔ حضرت مدین کی اولاد قوم مدین کہلائی اور وہ جس علاقے میں آباد تھے اس کا نام مدین رکھا۔ تو یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند مدین کی نسل تھی۔ جس طرح بنی اسرائیل کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں کی اولاد ہیں۔ اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب تھا۔ مدین شہر قوم مدین نے آباد کیا تھا۔ یہ اس زمانے میں بہت بڑی منڈی تھی اور مدین شہر کے حدود اربعہ میں بڑے بڑے وسیع جنگلات تھے اسی وجہ سے ان کو اصحابِ ایکہ بھی کہا جاتا ہے، جنگل والے یعنی جو جنگل کے درمیان میں رہتے ہیں۔ چونکہ مدین بین الاقوامی منڈی تھی تاجر دور دراز سے سامان یہاں لاتے، خرید و فروخت کرتے بہت کچھ سلسلہ تھا۔ دوسری قوموں کی طرح یہ قوم بھی مشرک تھی۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے اس قوم کو کہا یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰـہٍ غَیْرُہٗ [اعراف: ۵۸] ''اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی کوئی نہیں ہے تمہارا معبود اس کے سوا۔'' اس قوم میں یہ خرابی بھی تھی کہ ناپ تول میں کمی بیشی کرتے تھے۔ لینے والا پیمانہ اور ہوتا تھا اور دینے والا اور ہوتا تھا۔ مثلاً جب لوگوں سے کوئی جنس لیتے تھے تو چھ

سیر والے پیمانے سے لیتے تھے اور دیتے تھے تو پانچ سیر والے پیمانے سے۔ اور تولنے میں بھی ان کے باٹ بڑے چھوٹے ہوتے تھے۔ جیسے سیر کا وزن کچھ کم اور کلو کا کچھ زیادہ ہوتا ہے۔ یہ غریب لوگ نہیں تھے بڑے آسودہ حال لوگ تھے غریب آدمی ایسی خساست کرے تو اس کا معنیٰ کچھ اور ہوتا ہے کہ چلو کمزور آدمی تھا ڈنڈی مار گیا۔ لاکھ اور کروڑ پتی لوگ اس قسم کی خساست کریں تو یہ انتہائی بُری ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کَذَّبَ اَصۡحٰبُ لۡئَیۡکَۃِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ جھٹلایا جنگل والوں نے پیغمبروں کو ان کے پاس گئے تو شعیب علیہ السلام ہی تھے مگر ایک نبی کو جھٹلانا سب نبیوں کو جھٹلانا ہے اِذۡ قَالَ لَهُمۡ شُعَیۡبٌ جب فرمایا شعیب علیہ السلام نے قوم کو اَ لَا تَتَّقُوۡنَ کیا تم بچتے نہیں ہو کفر شرک سے، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے اِنِّیۡ لَکُمۡ رَسُوۡلٌ اَمِیۡنٌ بے شک میں تمہارے لیے رسول ہوں امانت دار۔ جو کچھ میں کہتا ہوں اس میں کسی قسم کی خیانت نہیں ہے۔

جماعتوں میں اختلاف کی وجہ :

جس طرح مال میں خیانت ہوتی ہے اسی طرح علم میں بھی خیانت ہوتی ہے، گفتگو میں بھی خیانت ہوتی ہے۔ آج مختلف پارٹیوں اور جماعتوں میں جھگڑے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ بات کرنے والا کچھ کہتا ہے اور آگے بتانے والا کچھ بتاتا ہے جس سے غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں (اور تصدیق کی بھی زحمت کوئی گوارا نہیں کرتا اور حالات خراب سے خراب تر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ بلوچ) بہت کم اس کے ازالے کی کوشش ہوتی ہے۔ اگر جتنی بات صحیح ہو اتنی ہی بیان کی جائے غلط فہمیاں کم پیدا ہوں۔ یہ صحافی لوگ بڑے عجیب قسم کے لوگ ہوتے ہیں بات کچھ ہوتی ہے اور بنا کچھ دیتے ہیں۔ تو فرمایا میں پیغمبر ہوں امانت دار

ہوں جو کچھ کہوں گا حق کہوں گا جتنی بات مجھے رب تعالیٰ نے بتلائی ہے اس میں خیانت نہیں کرتا فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوْنِ پس ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے اس کے احکام مان لو اور میری اطاعت کرو۔ اور اے میری قوم! وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اور میں نہیں مانگتا تم سے اس تبلیغ پر کوئی معاوضہ کہ تم کوئی تنخواہ، نذرانہ اور تحفہ مجھے دو اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ نہیں ہے میرا اجر مگر رب العالمین کے ذمے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کا بیٹا کوئی نہیں تھا صرف دو بیٹیاں تھیں جن کا ذکر آگے بیسویں پارے میں آئے گا۔ اپنی ضرورت کے لیے بکریاں رکھی ہوئی تھیں اور وہ بکریاں بھی یہ بیٹیاں ہی چراتی تھیں خود بوڑھے بھی تھے اور دینی مشاغل بھی تھے بڑی بیٹی کا نام صفوراؒ تھا جس کا نکاح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوا تھا جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔ تو اپنی ضروریات کے لیے بکریاں رکھی ہوئی تھیں اس طرح گزر اوقات ہوتا تھا۔

فرمایا اے میری قوم اَوْفُوا الْكَیْلَ پورا کرو ماپ کو۔ جب پیمانے سے ماپ کرو تو پورا دو وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِیْنَ اور نہ ہو تم کمی کرنے والوں میں سے۔ جو بھی پیمانہ ہے ٹوپہ، صاع وغیرہ اس سے پورا پورا ماپ کر دو کمی نہ کرو۔ وَزِنُوْا واؤ عاطفہ ہے اور زنوا جمع امر کا صیغہ ہے۔ اور تولو بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِ سیدھی ترازو کے ساتھ۔ ایسی ترازو کے ساتھ جو بالکل سیدھی ہو۔ چونکہ یہ لوگ بڑی منڈی والے تھے اور وزن میں کمی بیشی کرتے تھے۔

آج بھی کوئی دیانت دار ہوگا ورنہ اکثر اسی بیماری کا شکار ہیں۔ مثال کے طور پر بوری میں گندم پوری ہو، ٹرالی میں مٹی پوری ہو، ریت پوری ہو اور صاف ہو اس میں مٹی نہ ہو۔ اللہ کے نیک بندے ہیں لیکن نسبتاً کم ہیں یورپی لوگ اگرچہ کافر ہیں مگر ان میں دیانت

داری ہے۔ میں نے کچھ دن برطانیہ میں رہ کر دیکھا ہے اگر وہ لوگ مسلمان ہوں اور ان میں بے حیائی نہ ہوتو میرا اندازہ ہے کہ وہ ان شاء اللہ العزیز سیدھے جنت میں جائیں۔ لین دین، اٹھنے بیٹھنے میں، معاملات میں کیا مجال ہے کہ گڑبڑ ہو۔ وہ کام جو مسلمانوں کو کرنے چاہئیں تھے وہ کافر کر رہے ہیں۔ دیکھو! ان کی دوائی کے نسخے پر جو لکھا ہوگا اندر بھی وہی ہوگا اور یہاں لکھا ہوا کچھ ہوتا ہے اور اندر کچھ ہوتا ہے۔ یہاں زہر بھی خالص نہیں ملتا۔

بھئی! جو بات زبان سے کہی ہے پوری کرو گھوڑا ہے، گدھا ہے، خچر ہے جس کا سودا کیا ہے وہ دو۔ معمولی چیزوں کی خرید وفروخت پر نہ گواہ کی ضرورت ہے نہ تحریر کی شرط ہے۔ ایک نے کہا کہ یہ چیز میں نے تجھے اتنے میں بیچ دی ہے۔ دوسرے نے کہا کہ میں نے خرید لی بس بیع ہوگئی۔ ہاں تیسرے پارے میں ہے کہ جب کوئی اہم چیز ادھار ہو تو اس کو لکھ لیا کرو تاکہ بعد میں جھگڑا نہ ہو اور جتنی شے کہی ہے اس کا حق پورا دو۔ بسا اوقات بظاہر دو پیمانے ایک جیسے نظر آتے ہیں لیکن ان میں فرق ہوتا ہے جس کو ہر آدمی نہیں سمجھ سکتا۔ جیسے دیہات میں رہنے والے پرانے لوگ سیر اور کلو کا فرق نہیں سمجھتے اور دکان دار بھاؤ تو کلو کا بتاتا ہے اور تول کے سیر کے ساتھ دیتا ہے اس طرح کا بہت کچھ ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے۔

تو فرمایا وَلَا تَبۡخَسُوا النَّاسَ اَشۡيَآءَ هُمۡ اور نہ کم دو لوگوں کو ان کی چیزیں وَلَا تَعۡثَوۡا فِى الۡاَرۡضِ مُفۡسِدِيۡنَ اور نہ چلو زمین میں فساد کرتے ہوئے۔ ان لوگوں میں سے کچھ نے ایجنٹ رکھے ہوتے تھے جو سوداگروں سے معلومات حاصل کرتے تھے کہ ان کے پاس کون کون سی قیمتی چیزیں ہیں؟ سونا چاندی، زعفران وغیرہ۔ پھر یہ اپنے ڈاکو ساتھیوں کو اطلاع دیتے تھے جو ان جنگلات میں چھپے ہوتے تھے فلاں قافلہ آرہا ہے ان کے پاس یہ یہ

چیزیں ہیں جب وہ قافلہ ان جنگلات سے گزرتا تو وہ اس پر حملہ کر کے لوٹ لیتے۔ اگر کوئی مزاحمت کرتا تو اس کو مار دیتے تھے۔ ڈکیتیاں بھی کرتے اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے کہ مدین شہر میں ایک بوڑھا بابا ہے اس کا یہ حلیہ ہے اس کی بات نہ سننا۔ وہ بابا جی شعیب علیہ السلام تھے۔ ڈکیتی بھی کرتے اور راہ حق سے بھی روکتے تھے۔ شعیب علیہ السلام نے فرمایا اے میری قوم! وَاتَّقُوا الَّذِیْ خَلَقَکُمْ اور ڈرو اس ذات سے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے وَالْجِبِلَّۃَ الْاَوَّلِیْنَ۔ جِبِلَّہ جِبِیْل کی جمع ہے بمعنٰی مخلوق۔ تو جبلہ کا معنٰی ہوگا خلائق۔ اور تم سے پہلی مخلوقات کو بھی رب نے پیدا کیا ہے۔ انسان بھی، حیوان بھی، جنات اور فرشتے بھی، پھر انسانوں میں مختلف خاندان ہیں اور مختلف شکلیں اور صورتیں ہیں تمام کو پیدا کرنے والا رب ہے۔ اس پر قوم نے کہا، جواب دیا قَالُوْٓا قوم نے کہا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِیْنَ پختہ بات ہے آپ ان لوگوں میں سے ہیں جن پر جادو کیا گیا ہے۔ ان کا دماغ کام نہیں کرتا پاگل ہو جاتے ہیں معاذ اللہ تعالیٰ تم پاگل ہو۔ تمہاری بیوی، دو بیٹیاں، تین چار اور آدمی تم سچے اور باقی سارا شہر جھوٹا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے تم پر جادو کیا گیا ہے تمہارے ہوش وحواس صحیح نہیں ہیں۔ وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا اور نہیں ہیں آپ مگر انسان ہمارے جیسے۔ بھلا بشر ہو کر نبی کیسے بن گیا؟

حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے سے لے کر آنحضرت ﷺ کے دور تک مشرکوں کا یہی عقیدہ رہا ہے کہ بشر نبی نہیں ہوسکتا۔ کھانے پینے والا کیسے نبی بن گیا؟ آنحضرت ﷺ کے بارے میں مشرکوں نے کہا مَالِ ھٰذَا الرَّسُوْلِ یَاْکُلُ الطَّعَامَ وَیَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ [الفرقان: ۷] ''کیا ہے اس رسول کو کہ یہ کھانا کھاتا ہے اور چلتا ہے بازاروں میں سودا خریدنے اور بیچنے کے لیے اور کہتا ہے میں نبی ہوں اور سورہ مومنوں آیت نمبر ۲۴

میں ہے وَلَوْشَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ”اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو اتارتا فرشتوں کو۔“ نوری مخلوق ہوتے، نہ کھاتے پیتے اور نہ ان میں جنسی خواہشات ہوتیں۔اس جواب اللہ تعالیٰ نے پندرھویں پارے میں دیا لَوْكَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا [بنی اسرائیل:۹۵] ”اگر ہوتے زمین میں فرشتے چلتے بسنے والے تو یقیناً ہم اتارتے ان پر آسمان کی طرف سے فرشتے رسول بنا کر۔“ اگر زمین کی خلافت ہم نے فرشتوں کو دی ہوتی زمین میں آبادی فرشتوں کی ہوتی تو ان کی اصلاح کے لیے ہم فرشتے رسول بنا کر بھیجتے۔تو خلافت انسان کے پاس ہے زمین میں انسان آباد ہیں تو ان کی اصلاح کے لیے بشر ہی رسول بنا کر بھیجتے ہیں۔تو ان لوگوں نے کہا کہ آپ ہمارے جیسا انسان ہو کر نبی کیسے بن گئے وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ اور بے شک ہم آپ کے بارے میں خیال کرتے ہیں کہ آپ جھوٹوں میں سے ہیں معاذ اللہ تعالیٰ۔کتنے سخت الفاظ ہیں پیغمبر کے بارے میں یہ بھی نہیں خیال کیا کہ معمر آدمی ہیں۔لوگ اختلاف کے باوجود عمر کا لحاظ کرتے ہیں انہوں نے تو کسی شے کا بھی خیال نہ کیا۔نہ آپ کی نبوت کا، نہ عمر کا، نہ شرافت کا، کتنے صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ بے شک ہم گمان کرتے ہیں کہ آپ جھوٹوں میں سے ہیں۔پھر کہنے لگے کہ آپ جو ہمیں ڈراتے ہیں کہ نافرمانی کی تو آسمان سے تم پر عذاب آئے گا دھمکیاں کیوں دیتے ہو فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ۔ كِسَفًا كِسْفَةٌ کی جمع ہے۔جس کا معنیٰ ہے ٹکڑا۔تو معنیٰ ہوگا آپ ہم پر آسمان سے ٹکڑے گرا دیں کہ ہم ختم ہو جائیں۔میدان آپ کے لیے خالی ہو جائے گراؤ نا ہم پر! اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ اگر ہیں آپ سچوں میں سے قَالَ فرمایا شعیب علیہ السلام نے رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ میرا رب خوب جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔دوسرے

مقام پر تفصیل ہے کہ میرے بس میں نہیں ۔آنحضرت ﷺ نے بھی مکے والوں کو یہی جواب دیا مَاعِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ [انعام:۵۷] ''نہیں ہے میرے پاس وہ چیز جس کو تم جلدی طلب کرتے ہو۔'' عذاب لانا اور راحت لانا ہمارے بس میں نہیں ہے۔ پھر کیا ہوا؟ فَكَذَّبُوْهُ پس ان لوگوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کو جھٹلایا فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ پس پکڑا ان کو سائے والے دن کے عذاب نے۔ وہ کیا تھا؟ سخت گرمی کا موسم تھا لوگوں کے لیے سانس لینا مشکل ہو گیا۔ کیا مرد اور کیا عورتیں، کیا بوڑھے اور کیا بچے سب پریشان تھے پانی پینے کے بعد بھی سانس رکتا تھا سوائے شعیب علیہ السلام اور ان کے مومن ساتھیوں کے اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ ان کا سانس معمول کے مطابق تھا۔ حالانکہ فضا وہی تھی ان کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی تھی معمول کے مطابق سانس لیتے تھے اور مخالفوں کو سانس صحیح نہیں آتا تھا۔ ایک بادل کا ٹکڑا نظر آیا چند لوگ جا کر اس کے نیچے کھڑے ہوئے ان کو راحت محسوس ہوئی سانس بھی صحیح آنے لگ گیا۔ انہوں نے دوسروں کو بلایا کہ یہاں بڑا سکون ہے۔

موت سے بچنے کے لیے آدمی بہت کچھ کرتا ہے۔ زلزلہ آئے تو لوگ قیمتی چیزیں گھر میں چھوڑ کر باہر بھاگ جاتے ہیں کہ ہم بچ جائیں۔ تو اس بادل کے نیچے سب جمع ہو گئے اور بھنگڑے ڈالنے لگے۔ کوئی مجرم بھی پیچھے نہ رہا اور ایک دوسرے کا شکریہ ادا کرتے تھے کہ تمہارا شکریہ کہ تم نے ہمیں یہاں بلا لیا ہمارا تو دم نکل رہا تھا۔ پھر کیا ہوا؟ اس بادل سے آگ کے شعلے ان پر برسے اور سب کے سب ختم ہو گئے ایک بھی زندہ نہ رہا۔ وہ سائبان کی شکل میں جو بادل آیا تھا اس میں ان کی ہلاکت اور بربادی تھی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انہوں نے شعیب علیہ السلام کو جھٹلایا پس پکڑا ان کو سائے

والے دن کے عذاب نے اِنَّـهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ بے شک تھا وہ بڑے دن کا عذاب تھا۔ جس پر مصیبت آتی ہے اس کو پتا چلتا ہے کہ تکلیف اور مصیبت کیا ہوتی ہے۔ دوسروں کو کیا محسوس ہونا ہے۔ عذاب بھگتنے والوں سے کوئی پوچھے کہ کیا گزری ہے؟ ساری کی ساری مجرم قوم تباہ اور برباد ہوگئی اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً بے شک اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے۔ وہ قادر مطلق ہے جس رنگ میں چاہے عذاب بھیج دے۔ سیلاب کے ذریعے تباہ کر دے، ہوا کے ساتھ تباہ کر دے، حالانکہ یہ دونوں انسان کی زندگی کا سبب ہیں جب یہی حد سے آگے نکل جائیں تو عذاب بن جاتی ہیں۔ یہی زمین ہے جس پر چلتے پھرتے ہیں زلزلہ آئے تو ہلاکت کا باعث بن جاتی ہے۔ وہ قادر مطلق ہے انہی چیزوں کو عذاب کی شکل میں مسلط کر دیتا ہے وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اور نہیں ہے اکثریت ان کی ایمان لانے والی وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ اور بے شک آپ کا رب البتہ وہی ہے غالب، مہربان۔

۞۞۞

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٩٢﴾ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ﴿١٩٣﴾ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿١٩٤﴾ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ﴿١٩٥﴾ وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٩٦﴾ اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿١٩٧﴾ وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ ﴿١٩٨﴾ فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿١٩٩﴾ كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٢٠٠﴾ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿٢٠١﴾ فَيَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٢٠٢﴾ فَيَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ ﴿٢٠٣﴾ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿٢٠٤﴾ اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ ﴿٢٠٥﴾ ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿٢٠٦﴾ مَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ ﴿٢٠٧﴾ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ ﴿٢٠٨﴾ ذِكْرٰى ۛ وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿٢٠٩﴾

وَاِنَّهٗ اور بے شک یہ قرآن لَتَنْزِيْلُ البتہ اتارا ہوا ہے رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ رب العالمین کی طرف سے نَزَلَ بِهِ لے کر اترا ہے اس کو الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ روح الامین جبرائیل علیہ السلام عَلٰى قَلْبِكَ آپ کے دل پر لِتَكُوْنَ تا کہ ہو جائیں آپ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ڈرانے والوں میں سے بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ ہے عربی زبان میں مُّبِيْنٍ کھول کر بیان کرنے والا وَاِنَّهٗ اور بے شک اس قرآن کا تذکرہ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ البتہ پہلی کتابوں میں بھی ہے اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً کیا نہیں ہے ان کے لیے نشانی اَنْ يَّعْلَمَهٗ کہ جانتے ہیں اس کو عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ بنی اسرائیل کے علماء وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ اور اگر ہم اتارتے اس کو عَلٰى بَعْضِ

الْاَعْجَمِیْنَ عجمیوں میں سے کسی پر فَقَرَاَهٗ عَلَیْهِمْ پس وہ پڑھتا اس قرآن کو ان عربیوں پر مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِیْنَ نہیں تھے یہ اس پر ایمان لانے والے كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ اسی طرح ہم نے چلائی یہ بات فِیْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِیْنَ مجرموں کے دلوں میں لَا یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ نہیں ایمان لائیں گے اس پر حَتّٰی یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ یہاں تک کہ وہ دیکھ لیں دردناک عذاب فَیَاْتِیَهُمْ بَغْتَةً پس وہ آئے گا ان کے پاس اچانک وَّهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ اور ان کو شعور بھی نہیں ہو گا فَیَقُوْلُوْا پس کہیں گے هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ کیا ہمیں مہلت مل سکتی ہے اَفَبِعَذَابِنَا یَسْتَعْجِلُوْنَ کیا پس ہمارے عذاب کا وہ جلدی مطالبہ کرتے ہیں اَفَرَءَیْتَ کیا پس آپ بتلائیں اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ اگر ہم ان کو فائدہ پہنچائیں سِنِیْنَ کئی سال تک ثُمَّ جَآءَهُمْ پھر آئے ان کے پاس مَّا كَانُوْا یُوْعَدُوْنَ وہ چیز جس کا وعدہ ان کے ساتھ کیا جارہا ہے مَآ اَغْنٰی عَنْهُمْ نہیں کفایت کرے گی ان سے مَّا كَانُوْا یُمَتَّعُوْنَ جس چیز کا ان کو فائدہ دیا جارہا ہے وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْیَةٍ اور نہیں ہلاک کیا ہم نے کسی بستی کو اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ مگر اس بستی کے لیے ڈرانے والے تھے ذِكْرٰی نصیحت کے لیے وَمَا كُنَّا ظٰلِمِیْنَ اور نہیں ہیں ہم ظلم کرنے والے۔

ماقبل سے ربط :

اس سورت کے شروع میں فرمایا کہ یہ آیتیں ہیں کھول کر بیان کرنے والی کتاب کی

شاید کہ آپ اپنی جان کو ضائع کر دیں اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْن اس وجہ سے کہ یہ لوگ ایمان قبول نہیں کرتے۔ پھر کئی پیغمبروں کے حالات بیان فرمائے کہ ان پر بھی اکثریت ایمان نہیں لائی لہٰذا آپ پریشان نہ ہوں اور نہ غمگین ہوں۔ آپ کے مشن اور پروگرام میں کوئی شک نہیں ہے وَاِنَّهٗ لَتَنْزِیْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اور بے شک یہ قرآن اتارا ہوا ہے رب العالمین کی طرف سے نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ لے کر اترا ہے اس کو روح الامین جبرائیل علیہ السلام۔ جس طرح جان دار چیزوں کی زندگی روح کے ساتھ ہوتی ہے اسی طرح قوموں کی روحانی زندگی وحی الٰہی کے ساتھ ہوتی ہے۔ اگر باطنی اور خدائی علم نہ ہوتو انسان حیوان ہو جائیں بلکہ حیوانوں سے بھی بدتر۔ اور یہ وحی لے کر آنے والے حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں عَلٰی قَلْبِکَ آپ کے دل پر۔ شروع شروع میں جبرائیل علیہ السلام وحی لاتے تو آپ ﷺ ان کے ساتھ ساتھ پڑھتے تھے کہ میں یاد کرلوں بھول نہ جاؤں۔ سورۃ القیامہ آیت نمبر ۹۲ میں ہے لَا تُحَرِّکْ بِهٖ لِسَانَکَ لِتَعْجَلَ بِهٖ اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ”بے شک ہمارے ذمہ ہے اس قرآن کا آپ کے دل میں جمع کرنا اور اس کا پڑھانا آپ زبان کو حرکت نہ دیں۔“ تو جبرائیل علیہ السلام قرآن پاک لاتے تھے آپ ﷺ سنتے تھے تو فوراً آپ ﷺ کے دل میں اُتر جاتا تھا۔ پھر ہر سال رمضان مبارک میں جبرائیل علیہ السلام آکر آپ ﷺ کے ساتھ دور بھی کرتے تھے تاکہ قرآن پاک میں کسی قسم کی غلطی نہ رہے۔

حضور ﷺ کی وفات کی علامت :

جس سال آپ ﷺ کی وفات ہوئی ہے اس سال رمضان میں جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کے ساتھ دو دفعہ دور کیا ہے جس سے آپ ﷺ نے سمجھا کہ شاید میری وفات کا

وقت قریب آ گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اِقْتَرَبَ اَجَلِیْ ''میری وفات کا وقت قریب آ گیا ہے۔'' پوچھنے والوں نے پوچھا حضرت! اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی اشارہ ہوا ہے۔ فرمایا ہر سال جبرائیل علیہ السلام رمضان مبارک میں ایک دفعہ دور کرتے تھے قرآن شریف کا اور اس دفعہ دو مرتبہ دور کیا ہے۔ اس سے میں سمجھا ہوں کہ میرا وقت قریب آ گیا ہے۔ قرآن کیوں اتارا گیا ہے آپ کے دل مبارک پر لِتَکُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ تاکہ آپ ہو جائیں ڈرانے والوں میں سے۔ اللہ تعالیٰ کے تمام پیغمبر مُنْذِر بھی تھے اور بشیر بھی تھے۔ مُنْذِر کا معنٰی ہے ڈرانے والا۔ اے لوگو! اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چھوڑ دو ورنہ تم پر عذاب آئے گا دنیا میں بھی، قبر حشر میں بھی، میدان محشر میں بھی اور دوزخ میں بھی عذاب ہوگا۔ اور مبشر کا معنٰی ہے خوش خبری سنانے والا۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کے احکامات کو تسلیم کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر راضی ہوگا دنیا میں سکون ہوگا، قبر حشر میں راحت ہوگی، محشر میں بھی سکون ہوگا اور بالآخر جنت میں رہو گے۔ اور یہ قرآن بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ عربی زبان میں ہے مُّبِیْنٍ کھول کر بیان کرنے والا بالکل واضح۔ حقیقت یہ ہے کہ جتنی فصاحت و بلاغت عربی زبان میں ہے اتنی کسی زبان میں نہیں ہے۔

آقا کا بشر ہونا آقا کی زبان سے :

مکلف مخلوقات دو ہیں انسان اور جن۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے مخلوق میں سے افضل مخلوق انسانوں میں پیدا فرمایا۔ پھر انسانوں کے دو طبقے تھے عربی اور عجمی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بہترین طبقہ عربیوں میں پیدا فرمایا۔ پھر عربیوں میں جو بہترین خاندان تھا قریش، رب تعالیٰ نے مجھے ان میں پیدا فرمایا۔ پھر قریش کی شاخ بنو ہاشم جن کو لوگ قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اللہ تعالیٰ نے مجھے ان میں پیدا فرمایا۔ تو پیغمبر بھی

عربی ہے فصیح و بلیغ اور قرآن کریم بھی عربی ہے فصیح و بلیغ وَاِنَّـهٗ لَفِىْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ اور بے شک اس قرآن پاک کا تذکرہ پہلی کتابوں میں بھی ہے۔پہلی کتابوں سے مراد تورات ،انجیل ،زبور اور دیگر آسمانی صحیفے ۔ان تمام میں قرآن پاک کا ذکر ہے باوجود اس کے کہ پادری صاحبان نے تحریف کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے لیکن پھر بھی اس سلسلے کی بعض چیزیں موجود ہیں۔مثلاً آج بھی بائبل میں یہ آیت موجود ہے کہ'' آنے والا جو آئے گا اس پر رب تعالیٰ کا کلام اترے گا کچھ یہاں کچھ وہاں۔''یعنی کچھ مکے میں کچھ مدینے میں اور اس میں جو چیزیں ہوں گی وہ رب نے ان کی زبان میں ڈالی ہوں گی ۔وہ خود اپنی طرف سے نہیں کہے گا۔سورہ نجم میں ہے وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْىٌ يُّوْحٰى ''اور نہیں بولتا وہ نفس کی خواہش سے نہیں ہے مگر وہ وحی جو اس کی طرف بھیجی جاتی ہے۔'' اور یہ بھی بائبل میں ہے کہ ان کی شریعت آتشیں ہوگی یعنی اس میں جہاد بھی ہوگا مجرموں کو سزائیں بھی دی جائیں گی۔تو یہ اشارات پہلی کتابوں میں آج بھی موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً کیا یہ ان کے لیے نشانی نہیں ہے اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ کہ جانتے ہیں اس رسول کو بنی اسرائیل کے علماء اور اس کتاب کو بھی۔سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۵۷ میں ہے اَلَّذِىْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِى التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ''وہ جس کو وہ پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے پاس تورات اور انجیل میں۔'' انجیل یوحنا میں اب بھی موجود ہے عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے شاگردوں اور صحابیوں کو فرمایا اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں (باب ۱۵،آیت ۳۰) جتنی خوبیاں ،کمالات اور فضائل رب تعالیٰ نے اس کو دیئے ہیں وہ مجھے نہیں دیئے۔

عیسائیوں کی تحریف کا ایک عجیب واقعہ :

میں نے کتاب لکھی ''عیسائیت کا پس منظر'' اس میں میں نے یہ بشارت بھی لکھی تھی۔سردی کا زمانہ تھا کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔میں نے بچے کو کہا دیکھو کون صاحب ہیں۔ بچے نے بتلایا کہ پتلون والے دو آدمی ہیں۔میں نے کہا ان کو بیٹھک میں بٹھا کر چائے پلاؤ،ان کی خدمت کی اور پوچھا کہ تم کون ہو کہاں سے تشریف لائے ہو۔ایک کا نام پطرس گل تھا دوسرے کا نام مجھے یاد نہیں ہے ڈائری میں لکھا ہوا ہے۔کہنے لگے ہم انارکلی لاہور سے آئے ہیں وہاں کے گرجے کے ہم ذمہ دار افراد ہیں ہم نے آپ کی کتاب عیسائیت کا پس منظر پڑھی ہے اس میں آپ نے مسلمانوں کو یہ تاثر دیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے جس دنیا کے سردار کی خوش خبری سنائی ہے وہ تمہارے پیغمبر محمد ﷺ کے بارے میں ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔میں نے کہا پادری صاحب دنیا کے سردار سے تمہاری کیا مراد ہے۔کہنے لگا اس سے مراد شیطان ہے۔اندازہ لگاؤ!اس کی تاویل کا۔

میں نے کہا پادری صاحب بات کرو کوئی کرنے والی۔شیطان کس نعمت کا نام ہے ۔وہ کون سی دولت ہے کہ جس کے متعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے حواریوں کو خوش خبری دے رہے ہیں کہ میں جاؤں گا اور وہ میرے بعد آئے گا۔تو کیا شیطان حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے دنیا میں موجود نہیں تھا۔حضرت آدم اور حوا علیہما السلام کو جنت سے کس نے نکالا تھا۔شیطان کی خرابیاں جو تمہاری کتابوں میں بیان کی گئی ہیں اس وقت شیطان کہاں تھا اور کیا تم شیطان کو دنیا کا سردار مانتے ہو؟ اور کیا شیطان کے متعلق اللہ تعالیٰ کا پیغمبر اپنے حواریوں کو،شاگردوں کو خوش خبری سناتا ہے کہ میں اب جا رہا ہوں دنیا کا سردار آئے گا اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں ہے یعنی جتنی خوبیاں اس میں ہوں گی وہ مجھ میں نہیں ہیں۔میں نے

کہا انجیل متی میں ہے عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں آنے والے کی جوتیاں اٹھانے کے قابل نہیں ہوں۔ تو کیا آپ کے خیال کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام اس سے بھی قاصر ہیں کہ شیطان کی جوتیاں اٹھائیں۔ شیطان کو جوتیاں مارنی ہیں یا اس کی جوتیاں اٹھانی ہیں بالآخر آئیں بائیں شائیں کر کے چلے گئے۔ تاویل دنیا میں ہر آدمی کرتا ہے۔ تاویل سے حقیقت تو نہیں جھٹلائی جا سکتی۔ حقیقت اپنی جگہ حقیقت ہوتی ہے۔ فرمایا وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ اور اگر ہم اتارتے اس قرآن پاک کو عجمیوں میں سے بعض پر، کسی عجمی شخص پر اتارتے فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ پھر وہ پڑھتا اس قرآن کو عربیوں پر مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ یہ عربی نہیں تھے اس پر ایمان لانے والے۔ کہتے ہم تو عربی ہیں اور ہمارے لیے جو ہدایت نامہ آیا ہے وہ عجمی ہے یہ کیا جوڑ ہوا۔ اسی لیے رب تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ [ابراہیم:۴] "اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اس کی قوم کی زبان میں۔" تاکہ قوم کو یہ کہنے کا موقع ہی نہ ملے کہ بات کو سمجھے ہی نہیں۔ زبان کے پیچ پیچ (نزاکتوں اور بلاغتوں) کو زبان والا ہی سمجھتا ہے دوسرا نہیں سمجھتا۔

پاکستان بننے سے پہلے کی بات ہے ہمارے ساتھ ایک ساتھی پڑھتا تھا بڑا مسخرہ تھا۔ اس سے ایک غلطی ہوگئی جس کی وجہ سے اس کی پیشی ہوئی۔ قسم اٹھا کر بری ہوگیا۔ ساتھیوں نے کہا کہ تو نے غلط قسم اٹھائی ہے کیونکہ تو نے یہ غلطی کی ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے کوئی اللہ کی قسم تو نہیں اٹھائی میں نے تو اَلاں کی قسم اٹھائی ہے۔ اَلاں لمبے کدو کو کہتے ہیں۔ اب اس بات کو پنجابی تو سمجھ سکتے تھے بلوچستانی اور سرحد والے تو نہیں سمجھ سکتے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے پیغمبر قومی زبان میں بھیجے ہیں تاکہ بات آسانی کے ساتھ سمجھا سکیں۔

تو فرمایا کہ اگر ہم قرآن پاک عجمیوں میں سے کسی پر نازل کرتے تو یہ نہ مانتے۔ فرمایا کَذٰلِکَ سَلَکْنٰهُ فِیْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِیْنَ اسی طرح ہم نے چلائی یہ بات مجرموں کے دلوں میں ایمان نہ لانے کی کیونکہ انہوں نے ارادہ کیا ایمان نہ لانے کا۔ اور اللہ تعالیٰ کا ضابطہ ہے نُوَلِّهٖ مَاتَوَلّٰی ''ہم پھیر دیتے ہیں اسی طرف جس طرف کوئی پھرتا ہے۔ جس طرف کا کوئی ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اسی طرف پھیر دیتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دونوں راستے دکھا کر اختیار دیا ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ [سورۃ الکھف] ''پس جو چاہے اپنی سے ایمان لائے اور جو چاہے اپنی مرضی سے کفر اختیار کرے۔'' جبراً اللہ تعالیٰ کسی کو نہ ہدایت دیتے ہیں اور نہ گمراہ کرتے ہیں۔ یہ چونکہ کفر پر ڈٹے ہوئے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان مجرموں کے دلوں میں یہ بات چلائی لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ کہ وہ اس قرآن پر ایمان نہیں لائیں گے حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ یہاں تک کہ وہ دیکھیں دردناک عذاب کو۔ اور عذاب دیکھنے کے بعد ایمان مفید نہیں ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام نے پورا زور خرچ کیا فرعون کو سمجھانے کے لیے بڑا ہوشیار آدمی تھا جانتا تھا لیکن مانا نہیں اور ایمان جاننے کا نام نہیں ہے ماننے کا نام ہے۔ رب تعالیٰ نے قرآن پاک میں یہودیوں کے متعلق فرمایا ہے يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ''یہ اس پیغمبر کو اسی طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں'' لیکن ایمان نہیں لائے۔ سورہ نمل میں آئے گا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ''یقین کیا ان نشانیوں کے بارے میں ان کی جانوں نے۔'' فرعون اور اس کی قوم نے یقین کیا کہ موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں اور یہ نشانیاں حق ہیں لیکن ظلم اور سرکشی اختیار کرتے ہوئے ایمان نہیں لائے۔ تو ایمان جاننے کا نام نہیں ہے ماننے کا نام ہے۔

پھر جب غرق ہونے لگا تو کہا کہ میں ایمان لایا کہ اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ''اور میں فرماں برداروں میں سے ہوں۔'' ادھر سے ارشاد ہوا آٰلْئٰنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ [یونس:۹۱] ''اب ایمان لاتے ہو اور اب تک کفر کرتے رہے ہو۔'' اب تمہارا کوئی ایمان نہیں ہے۔

تو فرمایا عذاب دیکھ کر ایمان لائیں گے فَیَاْتِیَهُمْ بَغْتَةً پس وہ عذاب ان کے پاس آئے گا اچانک وَّهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ اور ان کو شعور بھی نہیں ہوگا۔ سیلاب کی شکل میں لے ۔قحط سالی کی صورت میں لائے ،زلزلے کی شکل میں لائے ،آسمان سے پتھر برسائے ،دشمن سے حملہ کرادے ،بے شمار قسم کے عذاب ہیں جب اللہ تعالیٰ لاتا ہے تو پتا نہیں چلتا فَیَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ پس کہیں گے کیا ہمیں مہلت مل سکتی ہے۔ کیا ہمیں توبہ کی مہلت ملے گی اَفَبِعَذَابِنَا یَسْتَعْجِلُوْنَ کیا پس یہ ہمارے عذاب کے بارے میں جلدی مطالبہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ [انفال:۳۲] ''پس برسا ہم پر پتھر آسمان کی طرف سے یا لے آ ہمارے پاس کوئی درد ناک عذاب۔''

اَفَرَءَیْتَ کیا پس آپ بتلائیں تو سہی اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِیْنَ اگر ہم ان کو فائدہ دے دیں کئی سال یعنی یہ کئی سال زندہ رہیں ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا یُوْعَدُوْنَ پھر آئے ان کے پاس وہ چیز جس کا ان کے ساتھ وعدہ کیا جاتا ہے مَآ اَغْنٰی عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یُمَتَّعُوْنَ نہیں کفایت کرے گی ان سے وہ چیز جس کا ان کو فائدہ دیا جا رہا ہے۔ جتنے سال زندہ رہیں ،پچاس سال ،سو سال ،ہزار سال ،جب عذاب آئے گا تو ان کو نہ دولت بچا سکے گی ،نہ کوٹھیاں بچا سکیں گی ،نہ لاؤ لشکر بچا سکیں گے وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْیَةٍ

اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ اورنہیں ہلاک کیا ہم نے کسی بستی کومگر اس بستی کے لیے ڈرانے والے تھے ذِكْرٰى نصیحت کی بات ہماری طرف سے پوری ہوئی وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ اورنہیں ہیں ہم ظلم کرنے والے کہ بے خبری میں ان لوگوں کو ماردیں ہم نے ان کو استعداد دی اور ان تک حق کو پہنچایا، پیغمبروں کے ذریعے ان کو آگاہ کیا جب نہیں مانے ضد پر اڑے رہے پھر ہلاک کیا۔

وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ﴿۲۱۰﴾ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۲۱۱﴾ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ﴿۲۱۲﴾ فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ﴿۲۱۳﴾ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴿۲۱۴﴾ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۱۵﴾ فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۱۶﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ﴿۲۱۷﴾ الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿۲۱۸﴾ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ﴿۲۱۹﴾ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۲۲۰﴾ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ ﴿۲۲۱﴾ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ﴿۲۲۲﴾ يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ﴿۲۲۳﴾ وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿۲۲۴﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ﴿۲۲۵﴾ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۲۲۶﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ؕ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ﴿۲۲۷﴾ ع ۱۵

وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ اورنہیں اتار کر لائے اس قرآن کو شیاطین وَمَا يَنْبَغِيْ لَهُمْ اورنہیں لائق ان کے وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ اور نہ وہ طاقت رکھتے ہیں اِنَّهُمْ بے شک وہ عَنِ السَّمْعِ اس کے سننے سے لَمَعْزُوْلُوْنَ البتہ الگ رکھے ہوئے ہیں فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ پس آپ نہ پکاریں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو حاجت روا، مشکل کشا فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ پس ہو جائیں گے آپ سزا یافتہ لوگوں میں سے وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ اور آپ ڈرائیں

اپنی برادری کو الْاَقْرَبِیْنَ جو قریبی ہیں وَاخْفِضْ جَنَاحَکَ اور آپ نرم کریں
اپنے بازو کو لِمَنِ اتَّبَعَکَ ان کے لیے جنہوں نے آپ کی پیروی کی ہے مِنَ
الْمُؤْمِنِیْنَ مومنوں میں سے فَاِنْ عَصَوْکَ پس اگر یہ کافر آپ کی نافرمانی
کریں فَقُلْ پس آپ کہہ دیں اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ بے شک میں بیزار ہوں مِّمَّا
تَعْمَلُوْنَ ان کاموں سے جو تم کرتے ہو وَ تَوَکَّلْ عَلَی الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ اور
آپ توکل کریں اس ذات پر جو غالب ہے مہربان ہے الَّذِیْ وہ ذات
یَرٰکَ جو آپ کو دیکھتی ہے حِیْنَ تَقُوْمُ جب آپ کھڑے ہوتے ہیں
وَتَقَلُّبَکَ اور آپ کا پلٹنا فِی السّٰجِدِیْنَ نمازیوں میں اِنَّہٗ بے شک وہ ھُوَ
السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وہ سننے والا اور جاننے والا ہے ھَلْ اُنَبِّئُکُمْ کیا میں تمہیں خبر
دوں عَلٰی مَنْ تَنَزَّلُ الشَّیٰطِیْنُ جس پر اترتے ہیں شیاطین تَنَزَّلُ اترتے ہیں
عَلٰی کُلِّ اَفَّاکٍ ہر جھوٹے اَثِیْمٍ گنہگار پر یُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وہ ڈالتے ہیں سنی
ہوئی بات کو وَاَکْثَرُھُمْ کٰذِبُوْنَ اور اکثر ان کے جھوٹے ہیں وَالشُّعَرَآءُ اور جو
شاعر لوگ ہیں یَتَّبِعُھُمُ الْغَاوٗنَ ان کی پیروی کرتے ہیں گمراہ لوگ اَلَمْ تَرَ کیا
آپ نہیں دیکھتے اَنَّھُمْ بے شک وہ شاعر فِیْ کُلِّ وَادٍ ہر وادی میں یَّھِیْمُوْنَ
سرگردان پھرتے ہیں وَاَنَّھُمْ اور بے شک وہ شاعر یَقُوْلُوْنَ کہتے ہیں مَا لَا
یَفْعَلُوْنَ وہ جو کرتے نہیں ہیں اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مگر وہ لوگ جو ایمان لائے وَ
عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کیے اچھے وَذَکَرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا اور یاد کیا اللہ تعالیٰ

کو بہت وَّ انۡتَصَرُوۡا اورانہوں نے بدلہ لیا مِنۡۢ بَعۡدِ مَا ظُلِمُوۡا بعداس کے کہ ان پرظلم کیا گیا وَ سَیَعۡلَمُ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡۤا اورعنقریب جان لیں گے وہ لوگ جو ظالم ہیں اَیَّ مُنۡقَلَبٍ یَّنۡقَلِبُوۡنَ کہ کون سے پہلو پر وہ پلٹتے ہیں۔

بعض کافر قرآن کوسحر سے تعبیر کرتے تھے اور بعض اس کوشعر وشاعری کی ایک قسم پر محمول کرتے تھے۔ بعض یہ بھی کہتے تھے کہ جنات اور شیاطین آ کر یہ قرآن اس کوسکھاتے ہیں۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ دو تین دن وحی نازل نہ ہوئی اور آنحضرت ﷺ کو شدید بخار ہوگیا کہ آپ ﷺ مسجد میں نہ آسکے تو آپ ﷺ کی چچی ابولہب کی بیوی نے کہا قَدۡ تَرَکَکَ شَیۡطَانُکَ ''وہ شیطان جوتمہیں آ کر باتیں بتاتا تھا وہ تجھے چھوڑ گیا ہے۔''تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی تردید فرماتے ہیں وَمَا تَنَزَّلَتۡ بِهِ الشَّیٰطِیۡنُ اورنہیں اتار کے لائے اس قرآن کوشیاطین وَمَا یَنۡۢبَغِیۡ لَهُمۡ اورنہیں لائق ان کے وَمَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ اور نہ وہ طاقت رکھتے ہیں۔ تَنۡزِیۡلٌ مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ''یہ تو رب العالمین کی طرف سے نازل ہوا ہے۔'' جبرائیل علیہ السلام لے کر آئے ہیں اور شوشے لوگ دنیا میں چھوڑتے رہتے ہیں اِنَّهُمۡ عَنِ السَّمۡعِ لَمَعۡزُوۡلُوۡنَ بےشک وہ اس کے سننے سے الگ رکھے ہوئے ہیں۔ احادیث میں آتا ہے کہ فضا میں فرشتے ایک دوسرے سے گفتگو کرتے ہیں کہ آج رب العالمین کی طرف سے یہ وحی اتری ہے، آج فلاں کے بارے میں یہ فیصلہ ہوا ہے اور فلاں کے بارے میں یہ فیصلہ ہوا ہے۔ یہ شیاطین فرشتوں کی باتیں سننے کے لیے اوپر چڑھتے ہیں تو چمکدار ستارہ ان پر ٹوٹ پڑتا ہے شِهَابٌ مُّبِیۡنٌ۔ جس کی وجہ سے کوئی جل جاتا ہے کوئی زخمی ہو جاتا ہے اور کوئی مر جاتا ہے اور کوئی بچ جاتا ہے لیکن وہ اپنی مہم کو نہیں چھوڑتے۔ تو فرمایا شیاطین پر تو پابندی ہے یہ تو سن نہیں سکتے یہ کیسے اتاریں گے؟

فرمایا کہ کافروں کی بات میں نہ آنا۔ یہ آپ ﷺ کو خطاب کر کے امت کو سمجھایا ہے فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ پس آپ نہ پکاریں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو حاجت روا، مشکل کشا، فریادرس، دستگیر معاذ اللہ اگر آپ ایسا کریں گے فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ تو ہو جائیں گے سزا یافتہ لوگوں میں سے۔ یہ آپ ﷺ کو خطاب کر کے امت کو سمجھایا ہے کہ رب تعالیٰ کے سوا کسی کو حاجت روا، مشکل کشا، فریادرس نہ بنائیں وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ اور آپ ڈرائیں اپنی قریبی برادری کو۔

اعلان نبوت :

۵ ھ نبوت کو جب یہ سورت نازل ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے صفا کی چٹان پر کھڑے ہو کر آواز دی اور چادر ہلائی۔ سفید چادر کو ہلانا اس بات کی علامت ہوتا تھا کہ کسی دشمن نے حملہ کر دیا ہے۔ اس وقت یہ بلڈنگیں اور بلند عمارتیں نہیں ہوتی تھیں دور سے کعبۃ اللہ نظر آتا تھا۔ مرد، عورتیں، بوڑھے، جوان، بچے، سب لوگ اکٹھے ہو گئے۔ ان دنوں یہ افواہ پھیلی ہوئی تھی سراقہ بن مالک حملہ کرنے والا ہے۔ سراقہ بن مالک کنعانی مشہور خاندان بنو کنعانہ کا سردار تھا اور اس خاندان کی مکے والوں کے ساتھ عداوت اور دشمنی تھی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں تمہیں یہ کہوں کہ جبل ابوقبیس کے دوسری طرف ایک فوج ہے جو تم پر حملہ کرنا چاہتی ہے کیا تم میری بات مان لو گے یا نہیں؟ کئی قسم کی روایتیں موجود ہیں۔ ان میں سے یہ بھی ہے کہ مکے والوں نے کہا مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ كَذِبًا ''ہم نے آج تک آپ سے جھوٹ نہیں سنا۔'' یہ نبوت کا پانچواں سال تھا اور چالیس سال نبوت سے پہلے گزر چکے تھے۔ اور ایک روایت میں آتا ہے مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ اِلَّا صِدْقًا ''ہم نے آپ سے سچی بات ہی سنی ہے۔'' اگر ہمیں لشکر نظر نہ بھی آ رہا ہو تو ہم یہی کہیں گے کہ

ہماری آنکھوں کی کمزوری ہے ہماری بینائی کام نہیں کررہی آپ یقیناً سچے ہیں۔اس تمہید کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا مکے والو! قُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْنَ ''لا الٰہ الا اللہ پڑھ لو کامیاب ہو جاؤ گے۔'' ورنہ یوں سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے فرشتے پہاڑ کے پیچھے ہیں وہ تمہیں زندگی میں بھی پریشان کریں گے اور مرتے وقت بھی پٹائی کریں گے اور وہ جہان جو آگے ہے وہ الگ ہے۔جب آپ نے یہ بات فرمائی تو آپ کا چچا ابولہب جس کا نام عبدالعزّٰی تھا نے آپ ﷺ کے منہ کے قریب آکر ہاتھ آگے کر کے کہنے لگا تَبًّا لَکَ سَائِرَ الْاَیَّامِ اَلِھٰذَا جَمَعْتَنَا ''ہلاکت تمہارے لیے یہ لا الٰہ الا اللہ سنانے کے لیے ہمیں جمع کیا تھا۔'' ہم نے تو یہ سمجھا تھا کہ کسی دشمن کا ہم پر حملہ ہونے والا ہے۔اس سے آگاہ کرنے کے لیے ہمیں بلایا ہے۔اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَھَبٍ وَّتَبَّ ''ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہو گئے اور وہ خود بھی ہلاک ہو گیا۔'' تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ اور آپ ڈرائیں اپنی برادری کو جو قریبی ہے وَاخْفِضْ جَنَاحَکَ اور پست رکھیں اپنے بازو لِمَنِ اتَّبَعَکَ ان کے لیے جنھوں نے آپ کی پیروی کی ہے مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ایمان والوں سے۔بازو پست کرنے کا مطلب ہے نرمی۔چھوٹے بچوں کو آپ نے دیکھا ہو گا جب ان کو کوئی کام کہے اور ان کا ارادہ ہو کام کرنے کا تو وہ بازو کو ڈھیلا چھوڑ دیتے ہیں اور اگر کام نہ کرنے کا ارادہ ہو تو زبان کے ساتھ کندھا بھی اوپر کو ہلاتے ہیں۔یہ انکار کی علامت ہوتی ہے۔مطلب یہ ہے کہ اپنے مومن ساتھیوں کے ساتھ نرمی کریں۔

سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۵۹ میں ہے فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ''پس اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وجہ سے آپ ان کے لیے نرم ہیں وَلَوْ کُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ

لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ اوراگرآپ سخت مزاج اور تنگ دل ہوتے تو یہ لوگ منتشر ہو جاتے آپ کے اردگرد سے۔'' جو آدمی سخت مزاج ہوتا ہے لوگ اس کے قریب نہیں آتے فَاِنْ عَصَوْكَ پس اگر یہ مکے والے آپ کی نافرمانی کریں فَقُلْ پس آپ کہہ دیں اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ بے شک میں بیزار ہوں ان کاموں سے جو تم کرتے ہو، کفر،شرک،نافرمانی وَ تَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ اور توکل کریں اس ذات پر جو غالب ہے مہربان ہے۔آپ ﷺ کے مخالف آپ ﷺ کو دھمکی دیتے تھے کہ آپ ﷺ کے ساتھ کتنے آدمی ہیں کہ آپ ﷺ ان کو لے کر سارے عرب کے خلاف کاروائی کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ اس ذات پر توکل کریں جو غالب اور مہربان ہے۔ چند سال کے بعد معلوم ہو جائے گا کہ غلبہ کس کو حاصل ہوا ہے؟ ان کو ہوا ہے یا آپ ﷺ کو۔آپ ﷺ اس غالب مہربان ذات پر توکل کریں۔

الَّذِیْ یَرٰىكَ حِیْنَ تَقُوْمُ جو دیکھتی ہے آپ کو جس وقت آپ کھڑے ہوتے ہیں۔کھڑے ہونے کی ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ آپ جب تبلیغ کے لیے کھڑے ہوتے ہیں اس وقت رب آپ کو دیکھتا ہے۔اور یہ تفسیر بھی کرتے ہیں کہ جب آپ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں اور یہ تفسیر بھی ہے کہ جب آپ تہجد کے لیے کھڑے ہوتے ہیں وَتَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ اور آپ کا پلٹنا نمازیوں میں۔آپ کا رب آپ کو دیکھتا ہے جب آپ نمازیوں کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں، رکوع میں ہوتے ہیں، کبھی سجدے میں ہوتے ہیں اور نمازیوں میں آپ کا اٹھنا بیٹھنا رب تعالیٰ کے سامنے ہے اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ بے شک وہی اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے۔قریب کی بات بھی اور دور کی بات بھی، بلند بھی اور آہستہ بھی۔اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے، ظاہر و باطن کو جانتا ہے،

نیت اور ارادوں کو جانتا ہے۔ کافروں نے یہ شوشہ چھوڑا تھا کہ شیطان اس کے لیے وحی لاتا ہے پہلے اللہ تعالیٰ نے تردید فرمائی اور کہا کہ یہ قرآن نہ شیطانوں نے اتارا ہے اور نہ ان کے مناسب ہے۔ اب اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ کیا میں تمہیں خبر دوں جس پر اترتے ہیں شیطان تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ اترتے ہیں ہر جھوٹے گنہگار پر اور آپ ﷺ کی ذات تو وہ ہے جن کے متعلق مکے والے خود کہتے تھے کہ ہم نے آپ ﷺ کی زبان سے کبھی جھوٹ نہیں سنا۔

حضور ﷺ کا سب سے بڑا مخالف :

مکہ مکرمہ میں آپ ﷺ کا سب سے بڑا مخالف ابو جہل تھا اور ابو جہل کا یہ مقولہ ترمذی شریف، مستدرک حاکم، مسند احمد احادیث کی کتابوں میں موجود ہے يَامُحَمَّدُ (ﷺ) لَانُكَذِّبُكَ وَلٰكِنْ نُكَذِّبُ بِالَّذِيْ جِئْتَ بِهٖ ''اے محمد ﷺ! ہم آپ کو نہیں جھٹلاتے لیکن ہم اس کو جھٹلاتے ہیں جو آپ لے کر آئے ہیں۔'' لا الٰہ الا اللہ بس ہمیں یہ گوارا نہیں ہے۔ آپ ﷺ کا سب سے بڑا دشمن بھی آپ ﷺ کی سچائی کو مانتا تھا۔ تو سچے لوگوں کے پاس تو شیطان نہیں آتا شیطان تو جھوٹے اور گنہگار لوگوں پر اترتے ہیں يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ ڈالتے ہیں وہ لوگوں کے کانوں میں سنی ہوئی باتیں وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ اور اکثر ان کے جھوٹے ہیں۔ اور جن کے ساتھ شیطانوں کا ربط ہوتا ہے وہ بھی جھوٹے ہوتے ہیں۔

وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ اور جو شاعر لوگ ہیں ان کی پیروی کرتے ہیں گمراہ لوگ۔ کافر آپ ﷺ کو شاعر بھی کہتے تھے اور ساتھ مجنون کا لفظ بھی ملاتے تھے کہ ہم شاعر اور مجنون کی بات مان لیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کرتے ہیں۔

شاعروں کے چیلے چانٹے اوران کی مجلس والے شرابی ہوتے ہیں بس صرف ذہنی عیاشی کے لیے لوگ شاعروں کے پاس جاتے ہیں۔ اکثر میں خداخوفی نہیں ہوتی اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں بیٹھنے والے تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہادین مہدیین ہیں۔ خود ہدایت یافتہ اور دوسروں کی راہنمائی کرنے والے۔

اسی لیے ایک روایت میں آتا ہے اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ ''میرے صحابہ چاند کے ستاروں کی طرح ہیں ان میں سے جس کی اقتدا کروگے ہدایت پاؤ گے۔'' جس سے چاہو روشنی حاصل کرو تمام صحابہ ہدایت کے روشن ستارے ہیں۔ اسی لیے تمام فقہاء، محدثین، مفسرین، مؤرخین رحمہم اللہ تعالیٰ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اَلصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عَدُوْلٌ ''سب کے سب صحابہ عادل ہیں۔'' کسی صحابی پر تنقید نہیں ہو سکتی۔ تنقید کا مطلب یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ فلاں صحابی ثقہ ہے اور فلاں ضعیف ہے، یہ نہیں کہہ سکتے۔ تمام کے تمام ثقہ ہیں عادل ہیں۔ جب تابعین کی باری آئے گی تو ان پر بحث ہو سکتی ہے کہ فلاں تابعی ثقہ ہے اور فلاں ضعیف ہے اور صحابی کے بارے میں کوئی دوسری رائے نہیں ہے بس اس کا صحابی ہونا ثابت ہو جائے تو وہ ثقہ اور عادل ہے اور بس۔

تو فرمایا کہ شاعر لوگوں کی پیروی گمراہ لوگ کرتے ہیں ان کی مجلس میں گمراہ لوگ اٹھتے بیٹھتے ہیں اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ كُلِّ وَادٍ یَّهِیْمُوْنَ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ وہ شاعر ہر خیالی وادی میں سرگرداں پھرتے ہیں سر مارتے پھرتے ہیں۔ شاعروں کی خیالی باتوں کی وجہ سے لوگ سر ہلاتے ہیں۔ حارث بھنگوی بڑے بزرگ گزرے ہیں ان کا بیٹا شاعروں میں اٹھتا بیٹھتا تھا۔ انہوں نے کہا بیٹا! میری نصیحت یاد رکھو! شعر و شاعری میں نہ پڑو جتنا جھوٹا شعر ہوگا اتنی اس کی لذت زیادہ ہوگی اور شعر جتنا خلافِ واقعہ ہوگا اتنا ہی باکمال نظر

آئے گا (گویا مبالغے کو شعر کا حسن قرار دیا جاتا ہے) اور پھر ان میں یہ نقص بھی ہے وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ اور بے شک وہ کہتے ہیں وہ جو کرتے نہیں ہیں۔ شاعر کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں۔ ہمارے دور کے بہت بڑے شاعر ہیں علامہ اقبال مرحوم۔ اس دور میں فارسی اردو کا اتنا بڑا شاعر کوئی نہیں پیدا ہوا۔ وہ خود اپنے بارے میں اقرار کرتے ہیں

؎ اقبالؔ بڑا اپدیشک ہے، من باتوں میں موہ لیتا ہے
گفتار کا یہ غازی تو بنا، کردار کا غازی بن نہ سکا

اگر گفتار کے ساتھ کردار بھی ہوتا تو علامہ وقت کا بہت بڑا ولی ہوتا۔ تو محض شعر و شاعری سے کچھ نہیں بنتا ساتھ کردار بھی ہونا چاہیے۔ حضرات سلف کہتے کم تھے کرتے زیادہ تھے اور ہم لوگ کرتے کم ہیں اور کہتے زیادہ ہیں۔

متنبّی کا دعویٰ نبوت :

مشہور شاعر تھا متنبّی جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ اس کے پاس جادو کے دو کرشمے تھے۔ چاول کے ایک دانے پر پوری بسم اللہ اور سورہ اخلاص لکھ لیتا تھا اور پڑھی بھی جاتی تھیں۔ اور شیشی کا منہ چاہے جتنا تنگ ہوتا اس میں انڈا داخل کر دیتا تھا اور کہتا تھا کہ اگر میں نبی نہیں ہوں تو تم کر کے دکھا دو۔ اس وقت اسلامی حکومت تھی گو کہ خلافت راشدہ نہیں تھی مگر بہر حال اسلام کی قدر و منزلت تھی۔ متنبّی کے خلاف مقدمہ دائر ہو گیا اس کو عدالت میں پیش کیا گیا۔ اس سے پہلے اس نے لوگوں سے کہا، اپنے دوستوں اور شاگردوں کو کہا کہ میرا لقب 'لا' ہے تم مجھے 'لا' کہا کرو۔ لا صاحب آئے ہیں، لا صاحب گئے ہیں لا صاحب بیٹھے ہیں، لا صاحب نے کھایا ہے، لا صاحب نے پیا ہے۔ جج صاحب نے کہا کہ تم نے

نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟ متنبّی نے کہا ہاں کیا ہے۔ جج نے کہا کہ نبی تو کوئی معجزہ بھی دکھاتے ہیں۔ کہنے لگا خشک چاول کا دانہ لاؤ۔ عدالت میں جج کے سامنے، قاضی کے سامنے اس نے چاول کے دانے پر پوری بسم اللہ اور سورۃ اخلاص لکھ دی اور کہنے لگا اگر میں نبی نہیں ہوں تو تم میں سے کوئی ایسا کر دے۔ تنگ منہ والی شیشی منگوائی اس میں انڈا داخل کر دیا۔

قاضی بڑا سمجھدار تھا اس نے کہا کہ تم آنحضرت ﷺ پر ایمان رکھتے ہو کہ نہیں۔ کہنے لگا ہاں! میں آپ ﷺ پر ایمان رکھتا ہوں اور آپ ﷺ کی نبوت کے طفیل سے، برکت سے نبی بنا ہوں۔ قاضی صاحب نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ ''میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔'' تم کیسے نبی بن گئے ہو؟ متنبّی نے کہا یہی حدیث تو میری نبوت کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ لا میرے بعد نبی ہوگا اور میں لا ہوں۔ لوگوں سے پوچھو میرا لقب لا ہے۔ عدالت میں جانے سے پہلے کیسی تمہید باندھی تھی اندازہ لگاؤ۔ جج نے کہا کہ جو طاقتور جلاد ہے اس کو بلاؤ۔ بلایا گیا اور لا صاحب کو لٹا کے جب چند درے لگے تو کان پکڑ کر کہنے لگا میری نانی کی بھی توبہ ہے میں نبی نہیں ہوں۔ ایک مقام پر جا رہا تھا کہ دشمنوں کے گھیرے میں آگیا۔ ساتھیوں میں سے ایک شاگرد نے کہا استاد جی! یہ آپ کا شعر ہے......

فَالخیل وَالابل والبغال تعرفُنی

والارض والغرب والقرطاس

''میں وہ بہادر ہوں گھوڑے، اونٹ اور خچر مجھے جانتے ہیں، میدان جنگ اور نیزے اور قلعے مجھے جانتے ہیں۔'' تو حضرت لا صاحب! بھاگتے کیوں ہو؟

تو شاعر لوگ کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سارے ایسے

نہیں ہیں اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل اچھے کیے وہ شاعر صحیح ہیں۔ جیسے حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے شاعر تھے۔ کافر جب آپ ﷺ کی ہجو اور مذمت کرتے تھے شعر و شاعری میں تو آنحضرت ﷺ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو فرماتے کہ ان کا جواب دو۔ تو حضرت حسان رضی اللہ عنہ شعر و شاعری میں ان کا رد کرتے تھے۔ اور مسئلہ یہ ہے کہ قرآن کے خلاف، حدیث کے خلاف، آنحضرت ﷺ کے خلاف، حق کے خلاف اگر کوئی بات کرے تو مسلمانوں میں ضرور کوئی نہ کوئی طبقہ ہونا چاہیے جو ان کا رد کرے۔ اگر کوئی بھی رد نہیں کرے گا تو سب گنہگار ہوں گے۔ اگر باطل کی ایک ثقہ آدمی بھی تردید کر دے گا تو سب کی طرف سے فرض ادا ہو جائے گا کیونکہ باطل کی تردید کرنا فرض کفایہ ہے۔ کیونکہ اگر کوئی بھی تردید نہیں کرے گا تو عوام بڑے سطحی ہوتے ہیں وہ اس کی بات کو صحیح سمجھ لیں گے اس لیے اس کی غلط بات کی تردید کرنا ضروری ہے۔ تو حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ شعر و شاعری میں کافروں کا رد کرتے تھے اور بھی بے شمار شاعر گزرے ہیں جو حق کی ترجمانی کرنے والے تھے۔

مولانا جلال الدین رومیؒ کی کتاب ہے ''مثنوی شریف'' اس میں فارسی زبان کے اشعار ہیں۔ اس کا بڑا بہترین ترجمہ حضرت تھانویؒ نے کیا ہے۔ اس کو فارغ اوقات میں ضرور پڑھیں۔ اس میں تمہیں توحید ملے گی، رسالت ملے گی، قیامت کا ذکر ملے گا، اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق ملے گا، دنیا کی بے ثباتی ملے گی اور وہ جس کو صحیح معنیٰ میں تصوف کہتے ہیں وہ ملے گا۔ نہایت دقیق کتاب ہے ہر آدمی کو بغیر شرح کے سمجھ بھی نہیں آسکتی۔

تو فرمایا جو لوگ ایمان لائے اور عمل کیے اچھے وَ ذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيۡرًا اور یاد کیا اللہ تعالیٰ کو بہت وَّ انۡتَصَرُوۡا اور انتقام لیا دشمنوں سے مِنۡۢ بَعۡدِ مَا ظُلِمُوۡا بعد اس کے

کہ ان کے ساتھ زیادتی کی گئی۔ اگر کافر شعروشاعری میں اسلام کے خلاف، مسلمانوں کے خلاف کوئی بات کرتے ہیں اور یہ شعروشاعری میں انتقام لیتے ہیں، بدلہ لیتے ہیں، اس کا رد کرتے ہیں تو ایسے لوگ مستثنیٰ ہیں وَ سَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اور عنقریب جان لیں گے وہ لوگ جو ظالم ہیں اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ کہ کون سے پہلو پر پلٹتے ہیں۔ جنت کی طرف یا دوزخ کی طرف جاتے ہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا۔

تفسیر

سورۃ النمل

(مکمل)

جلد............۱۴

سُوْرَةُ النَّمْلِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَلٰثٌ وَّتِسْعُوْنَ اٰيَةً وَّسَبْعُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

طٰسٓ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱﴾ هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲﴾ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ﴿۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۴﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ﴿۵﴾ وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ ﴿۶﴾ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖٓ اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا ؕ سَاٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِيْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ﴿۷﴾ فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِيَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸﴾

طٰسٓ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ یہ آیتیں ہیں قرآن کریم کی وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ اور کھول کر بیان کرنے والی کتاب کی هُدًى ہدایت ہے وَّ بُشْرٰى اور خوشخبری ہے لِلْمُؤْمِنِيْنَ ایمان والوں کے لیے الَّذِيْنَ مومن وہ ہیں يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ جو قائم رکھتے ہیں نماز کو وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ اور دیتے ہیں زکوٰۃ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ اور وہ آخرت پر هُمْ يُوْقِنُوْنَ یقین رکھتے ہیں اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ لَا يُؤْمِنُوْنَ جو ایمان نہیں لاتے بِالْاٰخِرَةِ آخرت پر زَيَّنَّا لَهُمْ ہم نے مزین کیے ہیں ان کے لیے اَعْمَالَهُمْ ان کے اعمال فَهُمْ يَعْمَهُوْنَ پس وہ

سرگرداں پھرتے ہیں اُولٰٓـئِکَ الَّـذِیۡـنَ یہی وہ لوگ ہیں لَھُـمۡ سُـوۡٓءُ الۡعَذَابِ ان کے لیے بُرا عذاب ہے وَھُـمۡ فِی الۡاٰخِرَۃِ ھُمُ الۡاَخۡسَرُوۡنَ اور وہ آخرت میں بہت زیادہ نقصان اٹھانے والے ہیں وَاِنَّکَ اور بے شک آپ کو لَتُلَـقَّی الۡقُرۡاٰنَ البتہ دیا جاتا ہے قرآن مِنۡ لَّدُنۡ حَکِیۡمٍ حکمت والے کی طرف سے عَلِیۡمٍ علیم کی طرف سے اِذۡ قَالَ مُوۡسٰی جس وقت فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے لِاَھۡلِہٖۤ اپنے گھروالوں سے اِنِّیۡۤ اٰنَسۡتُ نَارًا بے شک میں نے محسوس کی ہے آگ سَـاٰتِیۡکُمۡ مِّنۡھَـا میں عنقریب لاؤں گا تمہارے پاس اس آگ سے بِـخَبَرٍ کوئی خبر اَوۡ اٰتِیۡکُمۡ یا لاؤں گا تمہارے پاس بِشِھَابٍ شعلہ قَبَسٍ سلگا کر لَّعَلَّکُمۡ تَصۡطَلُوۡنَ تاکہ تم آگ سیکو فَلَمَّا جَآءَ ھَا پس جب آئے موسیٰ علیہ السلام آگ کے پاس نُوۡدِیَ آواز دی گئی اَنۡۢ بُـوۡرِکَ یہ کہ برکت ڈالی گئی ہے مَـنۡ فِی النَّارِ اس پر جو آگ میں ہے وَ مَنۡ حَوۡلَھَا اور جو اس کے اردگرد ہے وَسُبۡحٰنَ اللّٰہِ اور اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے رَبِّ الۡـعٰلَمِیۡنَ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

وجہ تسمیہ :

اس سورت کا نام سورۃ النمل ہے۔ نَـمۡـل نـملۃٌ کی جمع ہے اور نملہ کا معنیٰ ہے چیونٹی۔ تو نَـمۡـلٌ کا معنیٰ ہوگا چیونٹیاں۔ چونکہ اس سورت میں چیونٹیوں کا ذکر ہے جس کی تفصیل آگے دوسرے رکوع میں آرہی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے فوجی لشکر کو لے کر جارہے تھے کہ آگے چیونٹیوں کی بستی تھی۔ ان میں سے ایک نے دوسریوں کو کہا

کہ اپنی اپنی بلوں میں گھس جاؤ خواہ مخواہ روندی نہ جاؤ۔ یعنی وہ سورت جس میں چیونٹیوں کا ذکر ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے سنتالیس (۴۷) سورتیں اس سے پہلے نازل ہو چکی تھیں اس کا اڑتالیسواں (۴۸) نمبر ہے۔ نزول کے اعتبار سے اس کے سات رکوع ہیں اور ترانوے آیتیں ہیں۔

حروف مقطعات :

طٰسٓ یہ حروف مقطعات میں سے ہے۔ کئی دفعہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ قرآن کریم کی انتیس (۲۹) سورتوں کے شروع میں ایسے حروف واقع ہوئے ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے ناموں کو مخفف طریقے سے لکھا گیا ہے۔ مثلاً ط سے مراد طیب ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ اور س سے مراد سمیع ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے سَمِیْعٌ بَصِیْرٌ۔ تِلْکَ اٰیٰتُ الْقُرْاٰنِ یہ آیتیں ہیں قرآن کریم کی۔ یہ جو پڑھی جا رہی ہیں یہ قرآن پاک کی آیات ہیں وَ کِتَابٍ مُّبِیْنٍ اور اس کتاب کی آیتیں ہیں جو حقیقت کو کھول کر بیان کرنے والی ہے۔ ہماری زبان چونکہ عربی نہیں ہے اس لے ہم اس کی عظمت کو نہیں پاتے۔ جن لوگوں کی زبان عربی ہے وہ پڑھ کر خوب اندازہ لگا سکتے ہیں کہ رب تعالیٰ نے جس چیز کو بیان کیا ہے اس میں کوئی شک شبہ نہیں ہے ھُدًی ہدایت ہے وَّ بُشْرٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ اور خوش خبری ہے ایمان والوں کے لیے۔ قرآن پاک مجسم ہدایت ہے زندگی کے ہر موڑ کے لیے اس میں ہدایت موجود ہے اور ماننے والوں کو خوشخبری دیتا ہے اللہ تعالیٰ کی رضا کی، آخرت کی فلاح کی اور کامیابی کی، قبر حشر کی راحت کی اور جنت میں داخلے کی۔

ایمان والوں کے اوصاف :

ایمان والوں کی اوصاف کیا ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ ایمان والے وہ ہیں جو نماز کو قائم رکھتے ہیں۔ قائم رکھنے کا مطلب ہے کہ اس کو وقت پر باجماعت ادا کرتے ہیں پورے فرائض اور واجبات کے ساتھ۔ نماز سکون اور اطمینان کے ساتھ پڑھنی چاہیے۔ ایک شخص نے آنحضرت ﷺ کے سامنے نماز پڑھی اور نماز کے بعد آپ ﷺ کو سلام کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اِرْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّکَ لَمْ تُصَلِّ ''پھر جاکر نماز پڑھ پس بے شک تو نے نماز نہیں پڑھی۔'' اس نے دوبارہ نماز پڑھی اور آپ ﷺ کے پاس آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھر جاکر نماز پڑھ تو نے نماز نہیں پڑھی۔ وہ پھر پڑھ کر آیا۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا جاکر نماز پڑھ تو نے نماز نہیں پڑھی۔ اس نے کہا حضرت! بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ میرے ماں باپ آپ پر قربان مجھے جو طریقہ آتا ہے میں نے اس طرح نماز پڑھی ہے اب آپ ﷺ مجھے سمجھائیں کہ میں نے کس طرح پڑھنی ہے تاکہ میں اس طرح پڑھوں۔ پھر آنحضرت ﷺ نے اس کو وضو سے لے کر آخر تک سارا نماز کا طریقہ بتلایا اور سمجھایا۔ احادیث کی تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص رکوع، سجود، قعود، قومہ، جلسہ، اطمینان کے ساتھ نہیں کرتا تھا۔ رکوع میں جاتا تو جھکتے ہی سر اٹھالیتا تھا۔ یاد رکھنا! رکوع کی ادنیٰ تسبیحات تین ہیں یعنی کم از کم تین مرتبہ سبحان ربی العظیم پڑھنا ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ امام کے لیے مناسب ہے کہ وہ پانچ تسبیحات پڑھے تاکہ مقتدی تین دفعہ پڑھ لیں۔ الحمدللہ! اپنا معمول بھی یہی ہے کہ میں رکوع میں پانچ مرتبہ تسبیح پڑھتا ہوں اور سجدے میں بھی۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ کم از کم تین ہیں زیادہ بھی پڑھ سکتے ہیں۔ تو اس شخص نے نماز پڑھی اور رکوع سجود میں اعتدال نہ کیا۔ رکوع سے سر اٹھایا جلدی سے

سجدے میں چلا گیا۔ جب صحابی کی نماز مسجد میں تین دفعہ پڑھی ہوئی نہیں ہوئی تو ہماری کیسے ہو جائے گی۔

نماز میں گھٹنوں کا ننگا رکھنا :

اور یہ بات بھی تم کئی دفعہ سن چکے ہو کہ ایک آدمی کی لنگی ٹخنوں سے نیچے تھی اس کو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دوبارہ جا کر وضو کر اور نماز پڑھ۔ اس نے کہا حضرت! میرا وضو بھی ہے اور میں نے نماز آپ ﷺ کے ساتھ پڑھی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تیری نماز نہیں ہوئی۔ اس نے کہا حضرت! وجہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا اَسْبَلْتَ اِزَارَکَ ''تو نے اپنی لنگی ٹخنوں سے نیچے لٹکائی ہوئی ہے۔ یہ ابوداؤد شریف کی روایت ہے صحیح سند کے ساتھ۔ چونکہ ہم ان چیزوں کی پرواہ نہیں کرتے اس لیے ہماری نمازوں کا کوئی اثر نہیں ہے۔ اگر حقیقت میں نماز ہو تو رب تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ [العنکبوت: ۴۵] ''بے شک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔''

مومنوں کی دوسری صفت: وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ اور وہ دیتے ہیں زکوٰۃ۔ بدنی عبادتوں میں نماز سرفہرست ہے اور مالی عبادتوں میں زکوٰۃ۔ تو وہ مالی عبادتوں میں زکوٰۃ پابندی کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ اور ان کی تیسری صفت وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ ظاہر بات ہے کہ جو آخرت پر یقین رکھے گا اس کے لیے تیاری بھی کرے گا۔ ایک آدمی سکول کالج میں داخل ہو جاتا ہے نہ کتابیں خریدتا ہے نہ حاضری دیتا ہے نہ تیاری کرتا ہے صرف اتنا کہتا ہے کہ میں نے امتحان دینا ہے، امتحان دینا ہے تو کیا وہ کامیاب ہو جائے گا؟ بھئی! تم نے کتابیں خریدی نہیں سکول حاضری نہیں دیتے، مضمون پڑھا نہیں، دہرایا نہیں، امتحان کیا دو گے۔ اسی طرح صرف یہ کہہ دینا کہ

قیامت آئے گی، قیامت آئے گی اور اس کے لیے تیاری کچھ بھی نہیں کرتا تو اس کا قیامت پر کہاں یقین ہے؟ جن کو قیامت پر یقین ہے وہ قیامت کی تیاری کرتے ہیں۔

اب مومنوں کے مدمقابل جو دوسرے لوگ ہیں ان کا حال بھی سن لو۔ فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ بے شک وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے زَیَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ ہم نے مزین کیے ہیں ان کے لیے ان کے اعمال فَهُمْ یَعْمَهُوْنَ پس وہ سرگردان پھرتے ہیں۔ انھوں نے اپنے لیے برے عمل اختیار کیے ہیں اور دیوانوں کی طرح دنیا میں لگے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو انہی راستوں پر چلا دیا جن کو وہ اچھا سمجھ رہے ہیں۔ کیونکہ قاعدہ ہے پروردگار کا نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی [نساء:۱۱۵] ''ہم اس کو پھیر دیتے ہیں اسی طرف جس طرف کا اس نے رخ کیا۔'' جس طرف کوئی جانا چاہتا ہے رب تعالیٰ اس کو اس طرف پھیر دیتے ہیں اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ یہی لوگ ہیں جن کے لیے برا عذاب ہے۔ مرتے وقت جب فرشتے جان نکالتے ہیں یَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ [انفال:۵۰] ''مارتے ہیں ان کے مونہوں پر اور پیٹھوں پر۔'' پھر قبر میں عذاب ہوگا، پھر میدان محشر میں، پھر پل صراط سے گزرتے ہوئے، پھر دوزخ میں ہوگا اور کبھی ختم نہیں ہوگا وَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ اور وہ لوگ آخرت میں بہت زیادہ نقصان اٹھانے والے ہیں۔ اَخْسَرَ اسم تفضیل ہے، بہت زیادہ خسارے والے ہوں گے۔ سورۃ الفرقان آیت نمبر ۲۷-۲۸ میں ہے وَیَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیْهِ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِی اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلًا ''اور جس دن کاٹیں گے ظالم اپنے ہاتھوں کو اور کہیں گے کاش کہ میں نے پکڑ لیا ہوتا رسول کے ساتھ راستہ یٰوَیْلَتٰی لَیْتَنِیْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِیْلًا اے خرابی کاش کہ میں نے فلاں کو اپنا دوست نہ بنایا ہوتا۔'' لیکن

اس دن افسوس اور واویلا کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ جو اس دنیا میں کر کے گیا ہے اس کا پھل پائے گا۔ اور یہ بھی احادیث میں آتا ہے کہ روئے گا اور اتنے آنسو بہائے گا کہ ان میں کشتی چلائی جاسکے گی اور رورو کے رخساروں میں گڑھے پڑ جائیں گے مگر اس وقت کا واویلا کس کام کا؟ وَاِنَّکَ لَتُلَقَّی الْقُرْاٰنَ اور بے شک آپ کو البتہ دیا جاتا ہے قرآن مِنْ لَّدُنْ حَکِیْمٍ عَلِیْمٍ اس ذات کی طرف سے جو حکمت والی ہے جاننے والی ہے۔ بار بار یہ بات سمجھائی جارہی ہے کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّیٰطِیْنُ [سورۃ الشعراء] "اس قرآن کو شیاطین نے نہیں اتارا اور نہ ان کے مناسب تھا اور نہ وہ طاقت رکھتے تھے۔" یہ قرآن رب العالمین کی طرف سے حکیم علیم کی طرف سے ہے۔

آنحضرت ﷺ کو طبعاً بڑا صدمہ ہوتا تھا کہ میں ان کو ان کی زبان میں خیر خواہی کی باتیں بتاتا ہوں اور وہ بھی بغیر کسی اجرت اور معاوضے کے اور یہ مانتے نہیں ہیں الٹا مجھے معاذ اللہ تعالیٰ مجنون، شاعر، کاہن اور مفتری کہتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی تسلی کے لیے موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بیان فرمایا ہے کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو رسول بنایا مگر فرعون، ہامان، قارون اور ان کی قوم نے نہیں مانا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِذْ قَالَ مُوْسٰی لِاَهْلِهٖٓ جب فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے اپنے گھر والوں کو اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا بے شک میں نے محسوس کی ہے آگ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام دس سال مدین شہر میں رہے حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی حضرت صفوراؒ کے ساتھ نکاح ہوا اور ان سے ایک بچہ بھی پیدا ہوا۔ دس سال کے بعد اجازت مانگی کہ میں اپنے بیوی بچوں کو مصر لے جانا چاہتا ہوں اگر حالات سازگار ہوئے تو کچھ عرصہ رہ کر واپس آجاؤں گا اگر سازگار نہ ہوئے تو اہل وعیال کو

چھوڑ کر جلدی واپس آ جاؤں گا، اجازت مل گئی۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام بیوی، بچہ، ایک خادم بھی ساتھ تھا اور بعض روایات میں آتا ہے کہ شعیب علیہ السلام نے بکریاں بھی دی تھیں ضرورت کے لیے کہ راستے میں ان کا دودھ پیتے جانا۔ موسیٰ علیہ السلام ان کو لے کر چل پڑے۔ جب طویٰ کے مقام پر پہنچے رات کا وقت تھا راستہ بھول گئے۔ اس وقت آج کل کی طرح کشادہ سڑکیں تو نہیں ہوتی تھیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے اہل خانہ کو کہا کہ بے شک میں نے آگ محسوس کی ہے مجھے آگ نظر آ رہی ہے میں جاتا ہوں سَاٰتِیْکُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ میں عنقریب لاؤں گا تمہارے پاس اس آگ سے کوئی خبر۔ یقیناً کوئی نہ کوئی بندہ بھی وہاں ہوگا اس سے مصر کا راستہ پوچھوں گا اَوْ اٰتِیْکُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ یا لاؤں گا تمہارے پاس شعلہ سلگا کر لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ تاکہ تم سیکو۔ ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ سردی کا موسم تھا۔ بعض تفسیروں میں یہ بھی لکھا ہے کہ اہلیہ محترمہ کے ہاں بچی بچہ پیدا ہونے والا تھا۔ ایسے موقع پر طبی نقطہ نظر سے گرمائش اچھی ہوتی ہے نہ ٹھنڈی جگہ ہو اور نہ ٹھنڈی چیزیں کھائے۔ اس لیے فرمایا کہ میں آگ سلگا کر لاتا ہوں فَلَمَّا جَآءَ هَا پس جس وقت موسیٰ علیہ السلام آگ کے پاس پہنچے تو وہ دنیا کی آگ تو نہیں تھی وہ تو اللہ تعالیٰ کے نور کی تجلی تھی۔ آگے درخت کا ذکر بھی آئے گا یہ بھی آتا ہے کہ وہ بیری کا درخت تھا، انار کے درخت کا ذکر بھی آتا ہے اور یہ جو کیکر یا بیری کے درخت پر جڑیں چڑھی ہوتی ہیں پیلے پیلے رنگ کی اُردو والے اس کو اکاس کہتے ہیں۔ ان کو عربی میں علیق کہتے ہیں۔ تم اپنی بولی میں کیا کہتے ہو؟ (سامعین سے پوچھا تو انہوں نے جواب دیا) نرادھار۔ تو نرادھار بھی لکھا ہے۔ اور بعض تفسیروں میں ان بیریوں کا بھی لکھا ہے جو زمین پر بچھی ہوئی ہوتی ہیں اور ان کو کالے کالے دانے لگتے ہے۔ بہرحال وہ ظاہری آگ نہیں تھی بلکہ اللہ تعالیٰ کے نور کی تجلی

تھی۔جب موسیٰ علیہ السلام اس کے پاس پہنچے نُوۡدِیَ آواز دی گئی اَنۡ بُوۡرِکَ مَنۡ فِی النَّارِ یہ کہ برکت ڈالی گئی ہے اس پر جو آگ میں ہے وَ مَنۡ حَوۡلَهَا اور جو ارد گرد ہے۔موسیٰ علیہ السلام آگ کے پاس تھے وہ بھی برکت والے اور ارد گرد جو فرشتے کھڑے ہیں ان پر بھی رب تعالیٰ کی برکتیں ہیں۔فرمایا وَسُبۡحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ اور اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔آگے ذکر آئے گا کہ میں جو بول رہا ہوں رب العالمین ہوں۔

يٰمُوْسٰۤى اِنَّهٗۤ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۙ﴿۹﴾ وَاَلْقِ عَصَاكَ ۭ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَاۗنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ۭ يٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ ۣ اِنِّيْ لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۰﴾ۖ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًۢا بَعْدَ سُوْۗءٍ فَاِنِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱﴾ وَاَدْخِلْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاۗءَ مِنْ غَيْرِ سُوْۗءٍ ۣ فِيْ تِسْعِ اٰيٰتٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۱۲﴾ فَلَمَّا جَاۗءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۳﴾ۚ وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَاۗ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ۭ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۴﴾ۧ

يٰمُوْسٰى اے موسیٰ علیہ السلام اِنَّهٗ بے شک شان یہ ہے کہ اَنَا اللّٰهُ میں اللہ ہوں الْعَزِيْزُ غالب الْحَكِيْمُ حکمت والا وَاَلْقِ عَصَاكَ اور ڈال دیں اپنی لاٹھی کو فَلَمَّا رَاٰهَا پس دیکھا اس نے لاٹھی کو تَهْتَزُّ حرکت کر رہی ہے كَاَنَّهَا جَاۗنٌّ گویا کہ وہ پتلا سانپ ہے وَّلّٰى مُدْبِرًا پھرے موسیٰ علیہ السلام پشت دکھا کر وَّلَمْ يُعَقِّبْ اور نہ مڑ کر دیکھا يٰمُوْسٰى اے موسیٰ علیہ السلام لَا تَخَفْ خوف نہ کریں اِنِّيْ بے شک میں لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُوْنَ نہیں خوف کرتے میرے پاس پیغمبر اِلَّا مَنْ ظَلَمَ مگر وہ جس نے ظلم کیا ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًا پھر بدل دیا اس کو نیکی کے ساتھ بَعْدَ سُوْۗءٍ برائی کے بعد فَاِنِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ پس بے شک میں بخشنے والا مہربان ہوں وَاَدْخِلْ يَدَكَ اور داخل کر

اپنے ہاتھ کو فِیۡ جَیۡبِکَ اپنے گریبان میں تَخۡرُجۡ نکلے گا بَیۡضَآءَ سفید مِنۡ غَیۡرِ سُوۡٓءٍ بغیر کسی تکلیف کے فِیۡ تِسۡعِ اٰیٰتٍ یہ نو نشانیوں میں ہے اِلٰی فِرۡعَوۡنَ فرعون کی طرف جائیں وَ قَوۡمِہٖ اور اس کی قوم کی طرف اِنَّھُمۡ بے شک وہ کَانُوۡا قَوۡمًا فٰسِقِیۡنَ نافرمان قوم ہے فَلَمَّا جَآءَتۡھُمۡ اٰیٰتُنَا پس جب آئیں ان کے پاس ہماری نشانیاں مُبۡصِرَۃً بصیرت پیدا کرنے والی قَالُوۡا انہوں نے کہا ھٰذَا سِحۡرٌ مُّبِیۡنٌ یہ جادو ہے کھلا وَ جَحَدُوۡا بِھَا اور انہوں نے انکار کر دیا ان نشانیوں کا وَاسۡتَیۡقَنَتۡھَآ اَنۡفُسُھُمۡ حالانکہ یقین کر لیا تھا ان نشانیوں کا ان کے نفسوں نے ظُلۡمًا وَّ عُلُوًّا ظلم کرتے ہوئے اور سرکشی کرتے ہوئے فَانۡظُرۡ پس آپ دیکھیں کَیۡفَ کَانَ کیسا تھا عَاقِبَۃُ الۡمُفۡسِدِیۡنَ انجام فساد کرنے والوں کا۔

ربط آیات :

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ کچھ کل بیان ہوا تھا کہ مدین سے جب واپس مصر جا رہے تھے بیوی، بچہ اور خادم بھی ساتھ تھا راستہ بھول گئے اور بیوی کو درد زِہ شروع ہو گیا۔ سردی کا موسم تھا آگ کا بھی کوئی انتظام نہیں تھا اپنے اہل خانہ سے فرمایا کہ تم یہاں ٹھہرو مجھے آگ نظر آ رہی ہے راستے کا بھی پتہ چل جائے گا آگ کا شعلہ بھی لے آؤں گا جب وہاں پہنچے تو آواز دی گئی جو آگ میں ہے اس پر بھی رب تعالیٰ کی برکت ہے اور جو اردگرد ہے اس پر بھی برکت ہے وَسُبۡحٰنَ اللّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ''اور اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے جو پالنے والا ہے سارے جہان کا۔'' اسی مقام پر رب تعالیٰ نے آواز دی

یٰمُوْسٰی اے موسیٰ علیہ السلام اِنَّهٗ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ بے شک شان یہ ہے کہ جو آپ کے ساتھ گفتگو کر رہا ہے میں اللہ ہوں جَلَّ جَلاَلُهٗ ، غالب ہے تمام چیزوں پر حکمت والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر بات واضح کر دی تا کہ وہ مغالطے میں نہ رہیں کہ میرے ساتھ کون گفتگو کر رہا ہے؟ فرشتہ بول رہا ہے، جن بول رہا ہے یا خدا کی کوئی اور مخلوق میرے ساتھ بات کر رہی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس لاٹھی ہوتی تھی جس کے ذریعے وہ اپنی بھیڑ بکریوں کے لیے درختوں سے پتے جھاڑتے تھے سہارا لگا کر کھڑے بھی ہو جاتے تھے اور بھی کئی کام اس سے لیتے تھے مثلاً سامان لاٹھی کے ساتھ باندھ کر کندھے پر رکھ لیتے تھے وغیرہ وغیرہ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا وَاَلْقِ عَصَاكَ اے موسیٰ علیہ السلام اپنی لاٹھی ڈال دے اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔ موسیٰ علیہ السلام نے لاٹھی پھینکی وہ سانپ بن گئی فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ پس جس وقت دیکھا موسیٰ علیہ السلام نے اس لاٹھی کو حرکت کر رہی ہے كَاَنَّهَا جَآنٌّ گویا کہ وہ پتلا سانپ ہے۔ پتلا سانپ پھرتیلا ہوتا ہے سورہ طٰہٰ آیت نمبر ۲۰ میں ہے فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى "پس اچانک وہ لاٹھی سانپ بن کر دوڑنے لگ گئی۔" وَلّٰى مُدْبِرًا پھرے موسیٰ علیہ السلام پشت دکھا کر۔ سانپ کی طرف پشت کر کے بھاگنا شروع کر دیا وَلَمْ يُعَقِّبْ اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے خیال فرمایا یہ سانپ ہے موذی چیز ہے نقصان نہ ہو اور یاد رکھنا! موذی چیز سے طبعی طور پر خوف ایمان کے خلاف نہیں ہے۔ آدمی شیر، چیتا، سانپ، بچھو سے ڈرتا ہے اس سے ایمان پر کوئی زد نہیں پڑتی۔ حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ سفر پر تھے ایک جگہ بڑا نرم ملائم گھاس تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہاں تم چادر ڈال دو میں آرام کر لیتا ہوں۔ اس گھاس سے بچھو نے نکل کر آپ کو ڈنگ مار دیا۔ ابو داؤد شریف کی روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا

لَعَنَ اللّٰهُ عَقْرَبًا لَا یَدْرِیْ نَبِیًّا اَوْ غَیْرَهٗ او کما قال ''اللہ تعالیٰ لعنت کرے بچھو پر یہ نبی اور غیر نبی کو نہیں جانتا بس اس کا کام ڈنگ مارنا ہے۔'' پھر آپ ﷺ نے یہ کلمات اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ پڑھ کر پھونک ماردی۔ سانپ بچھو ڈس جائے، شہد کی مکھی یا بھڑ ڈس جائے یا ان جیسی اور کوئی موذی شے ڈس جائے تو یہ اس کا دم ہے۔ آپ ﷺ یہ دعا پڑھ کر پھونک مارتے تھے ہاتھ بھی ملتے تھے شفا ہو جاتی تھی۔ ان کلمات میں آج بھی شفا ہے اور قیامت تک رہے گی اگر کمی ہے تو ہمارے اندر۔ ہماری زبانوں میں شفا نہیں ہے۔ قرآن پاک کی آخری دو سورتیں جو معوذتین کہلاتی ہیں جادو کے توڑ کے لیے اتری ہیں پڑھ کر پھونک مارنے کی دیر ہوتی تھی جادو کا اثر ختم ہو جاتا تھا۔ ان میں یہ اثر آج بھی موجود ہے اور قیامت تک رہے گا۔ اگر ہم پڑھ کر دم کریں اور اثر نہ ہو تو اس کی وجہ ہماری خوراک صحیح نہیں ہے، ہمارے عقائد صحیح نہیں ہیں، ہماری نگاہیں اور ہماری زبان صحیح نہیں ہے۔ انہی زبانوں سے ہم جھوٹ بولتے ہیں، گالیاں نکالتے ہیں ،غیبت کرتے ہیں، دل آزاری کی باتیں کرتے ہیں لایعنی اور فضول باتیں کرتے ہیں جو شرعی طور پر ناجائز اور گناہ ہیں تو پھر اثر کس طرح ہوگا؟ تو جب لاٹھی سانپ بنا تو موسیٰ علیہ السلام نے اس سے منہ پھیر لیا اور مڑ کر نہ دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یٰمُوْسٰی لَا تَخَفْ اے موسیٰ علیہ السلام خوف نہ کریں۔ سورۃ طٰہٰ آیت نمبر ۲۱ میں ہے قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِیْدُهَا سِیْرَتَهَا الْاُوْلٰی ''فرمایا اللہ تعالیٰ نے آپ اس کو پکڑ لیں اور ڈریں نہ ہم اس کو پلٹ دیں گے اس کی پہلی حالت پر۔'' یہ آپ نے لاٹھی پھینکی تھی ہمارے حکم کے ساتھ سانپ بن گیا اب اس پر ہاتھ رکھنا آپ کا کام پھر اس کو لاٹھی بنانا ہمارا کام ہے۔ اس سے یہ مسئلہ بھی ثابت ہوا کہ معجزہ نبی کے اختیار میں نہیں ہوتا۔ اگر اپنے اختیار میں ہوتا تو

موسیٰ علیہ السلام بھاگتے کیوں ،خوف کیوں کرتے ؟ ان کو علم ہوتا کہ میں نے اس کو سانپ بنایا ہے پھر لاٹھی بنادوں گا مگر انہوں نے سمجھا کہ یہ موذی شے بن گئی ہے اس سے جان بچانا فرض ہے۔تو فرمایا آپ ڈریں نہ اِنِّیْ لَا یَخَافُ لَدَیَّ الْمُرْسَلُوْنَ بے شک میں نہیں خوف کھاتے میرے پاس پیغمبر رسول یعنی ان چیزوں سے۔ باقی اللہ تعالیٰ کا خوف تو بڑی شے ہے۔ہاں! خوف اس کو کرنا چاہیے اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًا بَعْدَ سُوْٓءٍ مگر جس نے ظلم کیا پھر بدل دیا اس کو اچھائی میں برائی کے بعد فَاِنِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ پس بے شک میں بخشنے والا مہربان ہوں۔

من ظلم کے معانی :

مَنْ ظَلَمَ سے کیا مراد ہے؟ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ظلم سے مراد شرک ہے اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ''بے شک شرک بڑا ظلم ہے۔'' تو مطلب ہوگا کہ جس نے شرک کیا پھر اس سے توبہ کی موحد بن گیا تو اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے بخش دے گا۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ظلم سے مراد عام گناہ ہیں کہ جس نے کوئی گناہ کیا رب تعالیٰ کا حق ضائع کیا یا بندے کا حق مارا پھر توبہ کرلی ، ادا کردیا تو اللہ تعالیٰ معاف فرمادیں گے۔ مثلاً کسی نے شراب پی لی ،شراب پینا بھی ظلم ہے، اس کے بعد اس نے سچے دل سے توبہ کرلی تو یہ حُسنا ہے، نیکی ہے اللہ تعالیٰ معاف کردے گا۔ یا کسی بندے کا حق کھایا ہے تو اس ظلم کی تبدیلی اس طرح ہوگی کہ یا تو اس سے معاف کرائے یا اس کو ادا کرے کہ بھئی! میں نے آپ کا اتنا حق کھایا ہے یا مارا ہے آپ میرے سے وصول کرلیں اور مجھے معاف کردیں۔ یا یوں کہے کہ میں ادا کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں مجھے معاف کردیں اور وہ معاف کر دے اللہ تعالیٰ بھی معاف کردیں گے۔ اس بات میں فقہاء کرامؒ کا اختلاف ہے کہ اس کو

تفصیل بتانی چاہیے یا اجمال ہی کافی ہے۔ تفصیل کا مطلب یہ ہے کہ بتلائے کہ میں نے تمہارے اتنے پیسے اس اس طریقے سے کھائے ہیں اور اجمال کا مطلب یہ ہے کہ کہے کہ میں نے آپ کا جو بھی اور جتنا بھی حق کھایا ہے آپ مجھے معاف کر دیں۔ ایک طبقہ کہتا ہے کہ تفصیل بتانی چاہیے کہ میں نے آپ کی اتنی رقم اس اس طریقے سے کھائی ہے یا ماری ہے آپ مجھے معاف کر دیں یا لے لیں۔ اور محدثین کی اکثریت یہ کہتی ہے کہ تفصیل بتانے کی ضرورت نہیں ہے بس اجمالاً کہہ دے کہ مجھ سے غلطی ہوئی ہے آپ کے پیسے میں نے کھائے ہیں، مارے ہیں وہ جتنے بھی ہیں آپ مجھے معاف کر دیں اور اگر لینا چاہتے ہیں تو لے لیں۔ یاد رکھنا! بندے کا حق اس وقت معاف ہوگا جب وہ بندہ خود حق معاف کرے گا یا اس کو ادا کر دیا جائے۔ تو اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے معاف کر دے گا۔

سانپ اور اژدھا کا فرق :

یہاں پتلے سانپ کا ذکر ہے اور دوسرے مقام پر ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ کا لفظ آتا ہے بڑا اژدھا۔ تو پتلا سانپ اور ہوتا ہے اور اژدھا اور ہوتا ہے۔ تو بظاہر قرآن پاک میں تعارض معلوم ہوتا ہے تو اس کے متعلق مفسرینؒ فرماتے ہیں کہ یہ علیحدہ علیحدہ جگہ کی بات ہے۔ جب موسیٰ علیہ السلام کو نبوت ورسالت ملی وادی طویٰ میں اس وقت پتلا سانپ بنا اور اژدھا بنا جب فرعون کے دربار میں گئے۔ تو جب وقت بھی ایک نہ ہو اور جگہ بھی ایک نہ ہو تو تعارض کیسا؟ کوئی تعارض نہیں ہے۔ تعارض تو تب ہو کہ جگہ بھی ایک ہو اور وقت بھی ایک ہو۔ ایک آدمی بیک وقت تندرست بھی ہو اور بیمار بھی ہو یہ تو تعارض ہے۔ اور کل بیمار تھا آج تندرست ہے یا کل تندرست تھا اور آج بیمار ہے تو یہ تو کوئی تعارض نہیں ہے۔ اس پر دونوں حالتیں طاری ہو سکتی ہیں۔

دوسرا معجزہ وَاَدْخِلْ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ اور داخل کر اپنے ہاتھ اپنے گریبان میں تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ یہ نکلے گا سفید بغیر کسی تکلیف کے۔ ہاتھ اس طرح روشن ہوگا جیسے ہمیں یہ ٹیوبیں جلتی نظر آ رہی ہیں لیکن ہاتھ میں نہ سوزش ہوگی نہ تپش ہوگی۔ روشنی ہوگی تکلیف نہیں ہوگی۔ یہ دو معجزے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو طور کے مقام طویٰ میں عطا فرمائے۔

نو نشانیاں موسیٰ علیہ السلام کی :

فرمایا فِي تِسْعِ اٰيٰتٍ یہ نو نشانیوں میں سے دو ہیں۔ چھ نشانیوں کا ذکر سورۃ الاعراف میں ہے اور ایک نشانی کا ذکر سورۃ یونس میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ ''پھر بھیجا ہم نے ان پر طوفان اور ٹڈی دل مکڑیاں اور جوئیں اور مینڈک اور خون جدا جدا نشانیاں۔'' طوفان سے مراد سیلاب بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بارشیں زیادہ ہوئیں سیلاب آیا جس میں ان کا بڑا نقصان ہوا۔ جراد مکڑی کھیتوں کو کھا جاتی ہے جب اس کا طوفان آتا ہے تو حکومت مارنے کے لیے دوائیں چھڑکتی ہے۔ بعض دفعہ جہاز اور فوج بھی استعمال کرتے ہیں۔ ایک یہ عذاب تھا کہ مکڑیوں نے ان لوگوں کی فصلیں اور سبز پودے سب کھا لیے اور جوؤں کا عذاب بھیجا سر میں، بدن میں جوئیں پڑ گئیں کثرت کیساتھ۔ ہر وقت خارش ہی کرتے رہتے تھے لکڑیوں کے ساتھ اور جسم کو دوسرے کے جسم کے ساتھ رگڑتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان پر مینڈک مسلط کیے۔ عمدہ سے عمدہ کھانا تیار کرتے اس میں مینڈک گھس جاتے۔ پانی سامنے رکھا، شربت سامنے رکھا، اس میں مینڈک گھس جاتا، منہ کھولتے مینڈک چھلانگ لگا کر منہ میں چلا جاتا اور خون کا عذاب، روٹی، سالن، پانی

خون بن جاتے دودھ رکھا خون بن جاتا خدا کی قدرت سے۔آج ہم غریب لوگ ہانڈی میں ہلدی ڈالتے ہیں وہ لوگ ہلدی کی جگہ زعفران ڈالتے تھے۔عمدہ ہانڈی تیار کر کے رکھی خون بن گیا۔اورنویں نشانی کا ذکر سورہ یونس آیت نمبر ۸۸ میں ہے رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰی اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ "اے پروردگار! ان لوگوں نے اتنے معجزے دیکھ کر بھی حق کو قبول نہیں کیا نہ قبول کرنے کی وجہ ان کا مال ہے اے پروردگار! ان کے مالوں کو مٹا دے اوران کے دلوں کوسخت کر دے۔" چنانچہ پروردگار نے ان کے پاس جوسونا چاندی تھا سونے کے دینار اور چاندی کے درہم تھے سب پتھر بنا دیئے۔تو یہ نونشانیاں رب تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کودیں اور فرمایا اِلٰی فِرْعَوْنَ وَ قَوْمِهٖ فرعون اوراس کی قوم کی طرف جا اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ بے شک وہ نافرمان قوم ہے فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا پس جب فرعونیوں کے پاس ہماری نشانیاں آئیں مُبْصِرَةً بصیرت پیدا کرنے والی روشن نشانیاں۔ ایک ایک نشانی انہوں نے آنکھوں سے دیکھی قَالُوْا کہنے لگے هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ یہ جادو ہے کھلا وَجَحَدُوْا بِهَا اورانہوں نے انکار کر دیا نشانیوں کا۔سوال یہ ہے کہ کیا یہ انکار غلط فہمی کی وجہ سے تھا؟ نہیں وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ حالانکہ یقین کرلیا تھا ان نشانیوں کا ان کے نفسوں نے۔ان کے دلوں میں یقین تھا کہ موسیٰ علیہ السلام واقعی اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں اور یہ نشانیاں رب تعالیٰ کی طرف سے معجزات ہیں لیکن جب ضد اور انکار ہوتو کوئی نہ کوئی بات تو بنانی ہوتی ہے خاموش تو دنیا میں کوئی نہیں رہتا۔

حضور ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ :

آنحضرت ﷺ کے دور کے کافروں ظالموں نے سب معجزے دیکھے اور کہا کہ جادو ہے۔آنحضرت ﷺ کا پہلا معجزہ اور سب سے بڑا معجزہ قرآن حکیم ہے جس کے متعلق رب

تعالیٰ نے چیلنج دیا کہ جن وانس مل کر اس جیسی کتاب لاؤ ورنہ دس سورتیں لاؤ اور اگر دس سورتیں بھی نہیں لا سکتے تو فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ "ایک سورۃ اس جیسی لاؤ۔" نہیں لا سکے۔ وہ قرآن پاک کا اثر مانتے تھے، فصاحت بلاغت مانتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ جادو ہے۔ ان ظالموں نے آنکھوں سے دیکھا کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا ہے کہنے لگے یہ جادو ہے سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ بڑا مضبوط جادو ہے۔ تو فرعونی سمجھتے تھے کہ یہ معجزات ہیں۔ جادو کہہ کر ٹال دیتے تھے ظُلْمًا وَّ عُلُوًّا ظلم زیادتی اور غرور تکبر کی بنا پر معجزات کا انکار کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ پس آپ دیکھیں کیسا تھا انجام فساد کرنے والوں کا کہ اللہ تعالیٰ نے سب کو پانی میں غرق کر دیا اور فرعون کی لاش کو عبرت کے لیے باقی رکھا۔

وَ لَقَدۡ اٰتَیۡنَا

دَاوٗدَ وَ سُلَیۡمٰنَ عِلۡمًا ۚ وَ قَالَا الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ فَضَّلَنَا عَلٰی کَثِیۡرٍ مِّنۡ عِبَادِہِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۵﴾ وَ وَرِثَ سُلَیۡمٰنُ دَاوٗدَ وَ قَالَ یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ عُلِّمۡنَا مَنۡطِقَ الطَّیۡرِ وَ اُوۡتِیۡنَا مِنۡ کُلِّ شَیۡءٍ ؕ اِنَّ ہٰذَا لَہُوَ الۡفَضۡلُ الۡمُبِیۡنُ ﴿۱۶﴾ وَ حُشِرَ لِسُلَیۡمٰنَ جُنُوۡدُہٗ مِنَ الۡجِنِّ وَ الۡاِنۡسِ وَ الطَّیۡرِ فَہُمۡ یُوۡزَعُوۡنَ ﴿۱۷﴾ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَتَوۡا عَلٰی وَادِ النَّمۡلِ ۙ قَالَتۡ نَمۡلَۃٌ یّٰۤاَیُّہَا النَّمۡلُ ادۡخُلُوۡا مَسٰکِنَکُمۡ ۚ لَا یَحۡطِمَنَّکُمۡ سُلَیۡمٰنُ وَ جُنُوۡدُہٗ ۙ وَ ہُمۡ لَا یَشۡعُرُوۡنَ ﴿۱۸﴾ فَتَبَسَّمَ ضَاحِکًا مِّنۡ قَوۡلِہَا وَ قَالَ رَبِّ اَوۡزِعۡنِیۡۤ اَنۡ اَشۡکُرَ نِعۡمَتَکَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتَ عَلَیَّ وَ عَلٰی وَالِدَیَّ وَ اَنۡ اَعۡمَلَ صَالِحًا تَرۡضٰىہُ وَ اَدۡخِلۡنِیۡ بِرَحۡمَتِکَ فِیۡ عِبَادِکَ الصّٰلِحِیۡنَ ﴿۱۹﴾

وَلَقَدۡ اٰتَیۡنَا اور البتہ تحقیق دیا ہم نے دَاوٗدَ وَسُلَیۡمٰنَ عِلۡمًا داؤد اور سلیمان کو علم وَقَالَا اور کہا ان دونوں نے اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے الَّذِیۡ وہ فَضَّلَنَا جس نے ہمیں فضیلت دی عَلٰی کَثِیۡرٍ مِّنۡ عِبَادِہِ اپنے بہت سارے بندوں پر الۡمُؤۡمِنِیۡنَ جو مومن ہیں وَوَرِثَ سُلَیۡمٰنُ دَاوٗدَ اور وارث ہوئے سلیمان علیہ السلام داؤد علیہ السلام کے وَقَالَ اور فرمایا یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اے لوگو عُلِّمۡنَا مَنۡطِقَ الطَّیۡرِ ہمیں تعلیم دی گئی ہے پرندوں کی بولی کی وَاُوۡتِیۡنَا

مِنْ كُلِّ شَیْءٍ اور دیئے گئے ہیں ہم ہر چیز اِنَّ هٰذَا بے شک یہ لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِیْنُ البتہ یہ فضیلت ہے کھلی وَحُشِرَ اور جمع کیے گئے لِسُلَیْمٰنَ سلیمان علیہ السلام کے لیے جُنُوْدُهٗ ان کے لشکر مِنَ الْجِنِّ جنات کے وَالْاِنْسِ اور انسانوں کے وَالطَّیْرِ اور پرندوں کے فَهُمْ یُوْزَعُوْنَ پس ان کو تقسیم کیا جاتا تھا حَتّٰۤی اِذَاۤ اَتَوْا یہاں تک کہ جب آئے عَلٰی وَادِ النَّمْلِ چیونٹیوں کی وادی پر قَالَتْ کہا نَمْلَةٌ ایک چیونٹی نے یٰۤاَیُّهَا النَّمْلُ اے چیونٹیو اُدْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ داخل ہو جاؤ اپنے بلوں میں لَا یَحْطِمَنَّكُمْ نہ کچل دے تمہیں سُلَیْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ سلیمان علیہ السلام اور ان کا لشکر وَهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ اور ان کو سمجھ بھی نہیں آئے گی فَتَبَسَّمَ پس وہ مسکرائے ضَاحِكًا ہنستے ہوئے مِّنْ قَوْلِهَا اس چیونٹی کی بات کی وجہ سے وَقَالَ اور کہا رَبِّ اے میرے پروردگار اَوْزِعْنِیْۤ مجھے توفیق عطا فرما اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ کہ میں شکر ادا کروں تیری نعمت کا الَّتِیْۤ وہ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ جو آپ نے مجھ پر انعام کی ہے وَعَلٰی وَالِدَیَّ اور میرے ماں باپ پر انعام کی ہیں وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا اور یہ کہ میں ایسا نیک کام کروں تَرْضٰىهُ جس کو آپ پسند کریں وَاَدْخِلْنِیْ اور داخل کر مجھ کو بِرَحْمَتِكَ اپنی مہربانی کے ساتھ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ اپنے نیک بندوں میں۔

اس سے پہلی آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعونیوں کا ذکر تھا اور آج کی آیات میں حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کے والد حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر ہے۔ یہ انبیاء بنی اسرائیل میں سے تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے زبور کتاب عطا

فرمائی تھی اور دونوں کی شان کے لائق جو علم تھا وہ بھی عطا فرمایا اسی کا ذکر وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ عِلْمًا اور دیا ہم نے داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کو علم۔ جو علم داؤد علیہ السلام کے لائق تھا ان کو دیا اور جو سلیمان علیہ السلام کے لائق تھا ان کو دیا وَقَالَا اور دونوں بزرگوں نے فرمایا الْحَمْدُ لِلّٰهِ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے الَّذِیْ وہ اللہ فَضَّلَنَا عَلٰی كَثِیْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِیْنَ جس نے ہمیں فضیلت بخشی اپنے بہت سے مومن بندوں پر۔ باپ بیٹا دونوں پیغمبر ہیں بڑی عظمت ہے مگر اللہ تعالیٰ نے بعض پیغمبروں کو بعض پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔ تیسرے پارے کی پہلی آیت کریمہ ہے تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ "یہ سب اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔" ہم نے فضیلت بخشی ہے بعض کو بعض پر۔" اور سورۃ الاسراء آیت نمبر ۵۵ میں ہے وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِیّٖنَ عَلٰی بَعْضٍ "اور البتہ تحقیق ہم نے فضیلت بخشی ہے بعض نبیوں کو بعض پر۔" حضرت داؤد علیہ السلام صاحب کتاب اور صاحب شریعت پیغمبر تھے لیکن موسیٰ علیہ السلام کا درجہ ان سے زیادہ ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا زیادہ ہے۔ اور حضرت ابراہیم اور اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوقات میں سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا درجہ زیادہ ہے۔ تو فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اس نے ہمیں اپنے بہت سارے بندوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے وَوَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ اور وارث ہوئے سلیمان علیہ السلام داؤد علیہ السلام کے علم میں، دین اور شریعت میں۔ کیونکہ پیغمبر درہم و دینار کے وارث نہیں ہوتے۔

انبیاء کی وراثت :

اس بات پر تمام اہل حق، صحابہ کرام ﷺ، تابعین، تبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ، ائمہ

دین، فقہاء کرام، محدثین عظام رحمہم اللہ تعالیٰ کا اتفاق ہے کہ پیغمبروں کی مالی وراثت نہیں چلتی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر لَمْ يُوَرِّثُوا دِرْهَمًا وَلَا دِينَارًا وَإِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ وَ مَنْ اَخَذَهٗ اَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ ''نہیں وارث ہوتے درہم اور دینار کے بے شک وہ تو وارث ہوتے ہیں علم کے۔'' جس نے علم دین حاصل کیا اس نے پیغمبروں کی وراثت میں سے بڑا حصہ پایا۔ رافضی شیعہ کہتے ہیں کہ پیغمبروں کی وراثت تقسیم ہوتی ہے ان کا یہ خیال بالکل باطل ہے۔ حضرت ابوبکر ﷺ کو جب خلیفہ منتخب کیا گیا تو حضرت عباس ﷺ، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور بعض ازواج مطہرات ؓ کی طرف سے یہ اپیل آئی کہ آنحضرت ﷺ نے جو کچھ چھوڑا ہے وہ شرعی وارثوں کو ملنا چاہیے۔ کیونکہ ان کو مسئلے کا علم نہیں تھا اس لیے انہوں نے یہ اپیل کی۔ حضرت ابوبکر ﷺ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے نَحْنُ مَعْشَرُ الْاَنْبِيَاءِ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ ''ہم جو انبیاء کی جماعت ہیں ہماری مالی وراثت نہیں ہوتی جو کچھ ہم نے چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے۔'' لہٰذا میں آپ ﷺ کی مخالفت نہیں کرسکتا۔ چنانچہ اس کے بعد ان بزرگوں میں سے کسی نے مطالبہ نہیں کیا اور یہ حدیث بہت سارے صحابہ سے مروی ہے صرف ابوبکر صدیق ﷺ سے ہی نہیں۔ اگر آپ ﷺ کی وراثت تقسیم ہوتی تو مسئلہ چوبیس (۲۴) سے بنتا یعنی کل مال کے چوبیس (۲۴) حصے کیے جاتے ان میں سے بارہ حصے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ملتے کیونکہ قرآن کا حکم ہے کہ ایک بیٹی ہو تو اس کو کل مال کا نصف دو۔ بیوی ایک ہو، دو ہوں، تین ہوں، چار ہوں تو ان کا آٹھواں حصہ ہے اور چوبیس کا آٹھواں تین ہے۔ تو تین حصے ازواج مطہرات کو مل جاتے۔ باقی نو حصے تھے وہ حضرت عباس ﷺ کو مل جاتے۔ رافضی شیعہ کہتے ہیں کہ چونکہ ابوبکر ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حصہ نہیں دیا

وراثت نہیں دی لہٰذا وہ ظالم ہیں معاذ اللہ تعالیٰ۔ خمینی کی کتاب ہے ''کشف الاسرار'' یہ کتاب ایرانیوں نے بڑی تعداد میں چھپوا کر پاکستان میں مفت تقسیم کی ہے۔ چونکہ ان کے پاس پیسہ وافر ہے بہت زیادہ، اس کے علاوہ اتنا لٹریچر شائع کر رہے ہیں کہ آپ اندازہ ہی نہیں کر سکتے۔ اس کے مقابلہ میں ہمارا لٹریچر دسواں حصہ بھی نہیں ہے ہمارے پاس وسائل نہیں ہیں ایک کتاب کا خرچہ بھی پورا نہیں ہوتا۔ تو خمینی نے ''کشف الاسرار'' میں لکھا ہے کہ قرآن کا پہلا منکر ابوبکر ہے۔ کیونکہ قرآن کہتا ہے بیٹیوں کو حصہ دو اور ابوبکر نے نہیں دیا۔ اور قرآن پاک کا دوسرا منکر عمر ہے اور اس نے حضرت عمرؓ کو ملحد اور زندیق بھی لکھا ہے۔ یہ ان کا امام ہے۔ اگر کوئی مولوی بات کرتا ہے تو حکومت کہتی ہے کہ تم فرقہ واریت پھیلاتے ہو اور وہ جو کچھ صحابہ کرامؓ کو کہیں ان کو کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ سوال یہ ہے ان کی یہ کتابیں جو صحابہ دشمنی سے بھری ہوئی ہیں اور اتنے گھٹیا الفاظ تحریر کیے گئے ہیں۔ یہ دھڑا دھڑ چھپیں اور تقسیم ہوں تو کوئی نہ پوچھے اور کسی کو تکلیف نہ ہو اور اس پر کوئی صدائے احتجاج بلند کرے تو تمہیں تکلیف ہوتی ہے۔

تو اہل حق یہ کہتے ہیں کہ پیغمبروں کی مالی وراثت نہیں چلتی، علمی وراثت چلتی ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام داؤد علیہ السلام کے دینی اور علمی وارث بنے کیونکہ مالی وراثت صرف سلیمان علیہ السلام کو تو نہیں ملنی تھی اس کے دوسرے بیٹے بھی حقدار تھے۔ خود شیعوں کی کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے اٹھارہ بھائی تھے یہ انیسویں تھے۔ اگر مالی وراثت مراد ہوتی تو آیت کریمہ یوں ہونی چاہیے تھی وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ وَاِخْوَتُهٗ دَاوٗدَ ''اور وارث ہوا سلیمان اور اس کے بھائی داؤد علیہ السلام کے۔'' لہٰذا یہ مالی وراثت نہیں۔ سلیمان علیہ السلام نبوت میں، علم میں، دین میں وارث ہوئے وَقَالَ اور سلیمان

علیہ السلام نے فرمایا یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اے لوگو عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ ہمیں تعلیم دی گئی ہے پرندوں کی بولی کی۔ پرندوں کی بھی بولیاں ہیں خوش ہوں تو آواز اور ہوتی ہے خطرے کی آواز اور ہوتی ہے ہمیں سمجھ نہیں آتیں۔ اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کو پرندوں کی بولیاں سکھائی تھیں یہ ان کا معجزہ تھا۔ فرمایا وَاُوْتِیْنَا مِنْ کُلِّ شَیْءٍ اور ہمیں دی گئی ہے ہر شے جو ان کی شان کے لائق تھی۔ یہ نہیں کہ ان کو قرآن بھی دیا گیا تھا اور ان کو ختم نبوت بھی مل گئی تھی۔ آنحضرت ﷺ کے صحابہ بھی ان ول ئے تھے۔ کل شیء ... شے ہے جو ان کے حال کے مناسب تھی مل گئی۔ اِنَّ ھٰذَا لَھُوَ الْفَضْلُ الْمُبِیْنُ بے شک یہ رب کی مہربانی ہے بڑی وَحُشِرَ لِسُلَیْمٰنَ جُنُوْدُہٗ اور جمع کیے گئے سلیمان علیہ السلام کے لیے لشکر مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ جنات کے اور انسانوں کے وَالطَّیْرِ اور پرندوں کے فَھُمْ یُوْزَعُوْنَ ان کو الگ الگ جماعتوں میں تقسیم کیا جاتا تھا جیسے فوج میں الگ الگ پلٹونیں ہوتی ہیں اس طرح انہوں نے انتظامی امور کے لیے ان کو الگ الگ تقسیم کیا ہوا تھا۔ بڑا نظم و نسق تھا ایک موقع پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے فوج کو حکم دیا کہ ہم نے علاقے میں مارچ کرنی ہے پہنچنا ہے۔ بعضے کہتے ہیں کہ طائف کے علاقے میں پہنچنا تھا لیکن اکثر حضرات فرماتے ہیں کہ شام کا علاقہ تھا حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی قیادت میں لشکر لے کر چل پڑے حَتّٰیٓ اِذَآ اَتَوْا عَلٰی وَادِ النَّمْلِ یہاں تک کہ پہنچے چیونٹیوں کی ایک وادی میں۔ ایسے میدان میں پہنچے کہ وہاں چیونٹیاں بہت زیادہ تھیں قَالَتْ نَمْلَۃٌ ایک چیونٹی بولی یٰٓاَیُّھَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰکِنَکُمْ اے چیونٹیو! داخل ہو جاؤ اپنے اپنے گھروں، سوراخوں میں، بلوں میں۔ کیوں؟ لَا یَحْطِمَنَّکُمْ سُلَیْمٰنُ وَ جُنُوْدُہٗ نہ کچل دے تمہیں سلیمان علیہ السلام اور ان کا لشکر وَھُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ اور ان کو خبر

بھی نہ ہو۔ ان کو تمہارے ساتھ کوئی عداوت نہیں ہے تمہارا چھوٹا سا وجود ہے وہ اپنی لے میں جا رہے ہوں گے تم ان کے پاؤں کے نیچے کچلی جاؤ گی فوراً اپنا انتظام کر لو۔ اس چیونٹی کا نام بعض نے طاخیہ لکھا ہے۔ بعض مفسرین مُنذِرَۃ بتلاتے ہیں۔ یہ ان چیونٹیوں کی سردار اور لنگڑی تھی۔ کاش! انسانوں میں انسانوں کے لیے اتنی ہمدردی، جذبہ اور خیر خواہی پیدا ہو جائے جتنی ہمدردی، جذبہ اور خیر خواہی اس لنگڑی چیونٹی میں اپنی قوم کے لیے تھی۔ پھر دیکھو! چیونٹی کو اتنا احساس اور شعور ہے کہ سلیمان علیہ السلام بزرگ ہیں پھر نام بھی لیتی ہے اور یہ بھی سمجھتی ہے کہ وہ اپنی لے میں جا رہے ہیں ان کی بے خبری میں تم ماری جاؤ گی لہٰذا فوراً اپنی بلوں میں گھس جاؤ۔ جتنی خیر خواہی ہے قوم کی کم از کم اتنی خیر خواہی ہمیں بھی ہونی چاہیے کہ دوسرے انسانوں کو رب تعالیٰ کے عذاب سے بچانے کی ترکیب سوچنی چاہیے مگر آج مصیبت یہ ہے کہ دنیا کی قدر ہے دین کی قدر نہیں ہے۔ کوئی دو چار روپے دے دے تو اس کی تعریف کرتے ہوئے زبان خشک نہیں ہوتی اور کوئی سارا دین سکھا دے تو اس کی کوئی قدر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان فقہاء کرام، محدثین عظام، اولیاء کرام اور بزرگان دین پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے جنہوں نے یہ دین کی امانت صحیح شکل میں ہم تک پہنچائی ہے۔ ان کی بڑی قربانیاں ہیں انہوں نے ہمیں توحید و رسالت سمجھائی، قرآن سنت کی تعلیم دی، فقہ اسلامی سمجھائی، حلال حرام کی چیزیں بتلائیں۔ تو چیونٹی نے کہا کہ اپنی بلوں میں گھس جاؤ کچل نہ دے تمہیں سلیمان علیہ السلام اور ان کا لشکر اور ان کو شعور بھی نہیں ہوگا۔

علم اور شعور میں فرق :

ایک ہوتا ہے علم اور ایک ہوتا ہے شعور۔ علم عقل مند مخلوق کو ہوتا ہے جیسے انسان ہے

جن اور فرشتے ہیں۔ شعور حیوانات میں بھی ہوتا ہے۔ شعور کا معنیٰ آپ اس طرح سمجھیں کہ آواز کا سننا، گرمی سردی کا محسوس ہونا، بھوک پیاس کا لگنا یہ ظاہر حواس کے ساتھ جو چیزیں سمجھ آتی ہیں ان کو حیوان بھی سمجھ سکتا ہے۔ تو کہنے لگی ان کو شعور بھی نہیں ہوگا۔ ظاہری اعضاء کے ساتھ بھی نہیں سمجھ سکیں گے کہ ہم چیونٹیاں مار رہے ہیں فَتَبَسَّمَ پس سلیمان علیہ السلام مسکرائے ضَاحِكًا ہنستے ہوئے۔ ہنسنے کا معنیٰ ہے اپنے کان سنیں مِنْ قَوْلِهَا اس چیونٹی کی بات کی وجہ سے کہ اس کو قوم کا کتنا احساس ہے وَقَالَ اور فرمایا سلیمان علیہ السلام نے رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ اے میرے پروردگار! مجھے توفیق دے، میری قسمت میں کر دے، میرے نصیب میں کر دے کہ میں آپ کی نعمتوں کا شکر ادا کروں الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وہ نعمتیں جو آپ نے مجھ پر انعام کی ہیں۔ مجھے انسان بنایا، نبوت عطا فرمائی، مجھے بادشاہی اور اقتدار دیا، پرندوں کی بولیاں سکھائیں، انسانوں، جنوں، پرندوں پر حکومت کا حق دیا وَعَلٰى وَالِدَيَّ اور وہ نعمتیں جو آپ نے میرے ماں باپ کو عطا فرمائیں انہوں نے اپنا شکریہ ادا کیا مگر میں بھی ان کا بیٹا ہوں مجھے بھی ان نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے کی توفیق عطا فرما وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا اور یہ کہ میں عمل کروں اچھے۔ مجھے اچھے عمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔

اچھا عمل کون سا ہے :

کون سے اچھے عمل؟ تَرْضٰىهُ جن کو آپ پسند کرتے ہیں۔ بعض دفعہ انسان ایک کام کرتا ہے اور دل میں خوش ہوتا ہے کہ میں نے اچھا کام کیا ہے مگر اس میں رب تعالیٰ کی رضا نہیں ہوتی کیونکہ وہ کام رب تعالیٰ کے حکم کے مطابق نہیں ہوتا۔ مثلاً اس وقت کوئی آدمی نفلی نماز شروع کر دے اور وہ یہ سمجھے کہ میں اچھا کام کر رہا ہوں نفلی نماز پڑھ رہا ہوں

لیکن اس پر رب راضی نہیں ہے اس لیے کہ صبح صادق سے لے کر طلوع آفتاب تک نفلی نماز نہیں پڑھ سکتا اجازت نہیں ہے یہ اس کو نیکی سمجھ رہا ہے مگر اللہ تعالیٰ کے ہاں نیکی نہیں ہے۔ اہل بدعت جو کام کرتے ہیں وہ بے چارے اپنے خیال سے ان کو نیکی سمجھتے ہیں مگر چونکہ ان پر شریعت کی مہر نہیں ہوتی اس لیے وہ نیکی نہیں ہو سکتی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس ایک شخص نے چھینک مار کر کہا **الحمد لِلّٰہِ والسلام علٰی رسول اللّٰہ** ''تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے اور سلامتی آنحضرت ﷺ پر۔'' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس کا بازو پکڑا اور فرمایا سنو! **وَاَنَا اَقُوْلُ** میں بھی **والسلام علٰی رسول لِلّٰہ** کا قائل ہوں مگر اس مقام پر آنحضرت ﷺ نے یہ الفاظ نہیں بتلائے تم نے یہ کیوں پڑھا ہے؟

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب کوئی چھینک مارے تو الحمد للہ! کہے۔ اور یہ الفاظ بھی آتے ہیں **الحمد لِلّٰہ علٰی کلّ حالٍ**۔ اب دیکھو! اس بے چارے نے درود ہی تو پڑھا تھا مگر وہ اس کا موقع نہیں تھا دین میں محض رائے کو کوئی دخل نہیں ہے اور آج تو لوگوں کی اپنی رائیں ہی رہ گئیں ہیں۔ جی! اس میں کیا حرج ہے، اس میں کیا گناہ ہے؟ اس میں گناہ یہ ہوتا ہے کہ اس پر خدا رسول کی مہر نہیں ہوتی اور تمہاری ہماری رائے کا نام دین نہیں ہے۔ فرمایا **وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِکَ** اور داخل کر مجھ کو اپنی رحمت کے ساتھ **فِیْ عِبَادِکَ الصّٰلِحِیْنَ** اپنے نیک بندوں میں۔ میرا شمار آپ کے نیک بندوں میں ہو۔ یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا ہے۔

❁ ❁ ❁

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَا أَرَى الْهُدْهُدَ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ ﴿٢٠﴾ لَأُعَذِّبَنَّهُ عَذَابًا شَدِيدًا أَوْ لَأَذْبَحَنَّهُ أَوْ لَيَأْتِيَنِّي بِسُلْطَانٍ مُبِينٍ ﴿٢١﴾ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيدٍ فَقَالَ أَحَطْتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَإٍ بِنَبَإٍ يَقِينٍ ﴿٢٢﴾ إِنِّي وَجَدْتُ امْرَأَةً تَمْلِكُهُمْ وَأُوتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ ﴿٢٣﴾ وَجَدْتُهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُونَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُونَ ﴿٢٤﴾ أَلَّا يَسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُونَ وَمَا تُعْلِنُونَ ﴿٢٥﴾ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ﴿٢٦﴾ قَالَ سَنَنْظُرُ أَصَدَقْتَ أَمْ كُنْتَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ﴿٢٧﴾ اذْهَبْ بِكِتَابِي هَٰذَا فَأَلْقِهْ إِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُونَ ﴿٢٨﴾ قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ إِنِّي أُلْقِيَ إِلَيَّ كِتَابٌ كَرِيمٌ ﴿٢٩﴾ إِنَّهُ مِنْ سُلَيْمَانَ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ ﴿٣٠﴾ أَلَّا تَعْلُوا عَلَيَّ وَأْتُونِي مُسْلِمِينَ ﴿٣١﴾ ع ۲ / ۱۷

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ اور حاضری لی سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کی فَقَالَ پس فرمایا مَالِيَ مجھے کیا ہو گیا ہے لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ میں نہیں دیکھ رہا ہد ہد کو اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ کیا وہ غائب ہے لَأُعَذِّبَنَّهُ البتہ میں ضرور سزا دوں گا اس کو عَذَابًا شَدِيْدًا سخت سزا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗ یا میں اس کو ذبح کروں گا اَوْ

لَیَاْتِیَنِّیْ یا البتہ ضرور لائے گا میرے پاس بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ کوئی روشن دلیل فَمَكَثَ پس ٹھہرا غَیْرَ بَعِیْدٍ تھوڑی دیر فَقَالَ پس کہا ہد ہد نے اَحَطْتُّ میں احاطہ کر کے آیا ہوں بِمَا اس چیز کا لَمْ تُحِطْ بِهٖ جس کا آپ احاطہ نہیں کر سکے وَجِئْتُكَ اور میں لایا ہوں آپ کے پاس مِنْ سَبَاٍ ملک سبا سے بِنَبَاٍ ایک خبر یَّقِیْنٍ یقینی اِنِّیْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً بے شک میں نے پایا ایک عورت کو تَمْلِكُهُمْ جوان کی حکمران بنی ہوئی ہے وَاُوْتِیَتْ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ اور اس کو دی گئی ہے ہر شے وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِیْمٌ اور اس کا تخت ہے بڑا وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا اور پایا میں نے اس کو اور اس کی قوم کو یَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ سجدہ کرتے ہیں سورج کو مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے نیچے وَزَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اور مزین کیے ہیں ان کے لیے شیطان نے اَعْمَالَهُمْ ان کے اعمال فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِیْلِ پس روکا ہے ان کو شیطان نے راستے سے فَهُمْ لَا یَهْتَدُوْنَ پس وہ ہدایت نہیں پاتے اَلَّا یَسْجُدُوْا لِلّٰهِ کیوں نہیں وہ سجدہ کرتے اللہ تعالیٰ کو الَّذِیْ یُخْرِجُ الْخَبْءَ وہ جو نکالتا ہے چھپی ہوئی چیز کو فِی السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں وَالْاَرْضِ اور زمین میں وَیَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ اور وہ جانتا ہے اس چیز کو جس کو تم چھپاتے ہو وَمَا تُعْلِنُوْنَ اور جس چیز کو تم ظاہر کرتے ہو اَللّٰهُ اللہ تعالیٰ ہی ہے لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ نہیں کوئی معبود مگر وہی رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ وہ بڑے عرش کا مالک ہے قَالَ فرمایا سلیمان علیہ السلام نے سَنَنْظُرُ بتاکید ہم دیکھیں گے

اَصَدَقْتَ کیا تم سچ کہتے ہو اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ یا ہو تم جھوٹوں میں سے اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا لے جاؤ تم یہ میرا خط فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ پس ڈالو تم اس کو سبا والوں کے پاس ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ پھر تم پھر جاؤ ان سے فَانْظُرْ پس تم دیکھو مَاذَا يَرْجِعُوْنَ وہ کیا جواب دیتے ہیں قَالَتْ ملکہ نے کہا يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اے دربار والو اِنِّيْۤ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ بے شک میری طرف ڈالا گیا ہے ایک خط كَرِيْمٌ بہت عزت والا اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ بے شک وہ سلیمان (علیہ السلام) کی طرف سے ہے وَاِنَّهٗ اور بے شک شان یہ ہے کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ یہ کہ نہ سرکشی کرو میرے مقابلے میں وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ اور آجاؤ میرے پاس مسلمان ہو کر۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا واقعہ چلا آرہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو انسانوں، جنات، پرندوں پر حکمرانی عطا فرمائی تھی۔ ایک موقع پر انہوں نے اپنے فوجیوں کی حاضری لی تو ہدہد کو حاضر نہ پایا۔ اس کا ذکر ہے وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ۔ تَفَقَّدَ کا معنیٰ ہے تلاش کرنا، دیکھنا، کون حاضر ہے، کون غیر حاضر ہے۔ تو معنیٰ ہوگا حاضری لی سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کی۔ باقی پرندے موجود تھے ہدہد نہیں تھا جس کا نام یعقور تھا۔ فَقَالَ فرمایا سلیمان علیہ السلام نے مَالِيَ مجھے کیا ہو گیا ہے لَاۤ اَرَى الْهُدْهُدَ میں ہدہد کو نہیں دیکھ رہا، ہدہد مجھے نظر نہیں آرہا اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ یا ہے وہ غائب۔ مجھے نظر نہیں آرہا یا ہے ہی غیر حاضر۔ بلند آواز سے فرمایا لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا البتہ میں اس کو ضرور سزا دوں گا

سخت سزا۔ مثلاً اس کے پر اتار دوں گا اس کی پٹائی کروں گا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗ یا میں اس کو ضرور ذبح کروں گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ڈیوٹی سے غیر حاضر ہونا بڑی بُری شے ہے کہ اللہ تعالیٰ کا معصوم پیغمبر ایک پرندے کو اتنی سخت سزا دینے پر آمادہ ہے اور دیانت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جو ڈیوٹی کسی کے ذمہ لگی ہے اس کو نبھائے بشرطیکہ وہ کام ناجائز نہ ہو اَوْ لَيَاْتِيَنِّیْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ یا البتہ لائے وہ میرے پاس کوئی دلیل کھلی۔ اپنی غیر حاضری کی کوئی معقول وجہ بتائے تو پھر میں سزا نہیں دوں گا۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ پس ٹھہرے سلیمان علیہ السلام تھوڑی دیر۔ زیادہ وقت نہیں گزرا تھا باتیں ہو رہی تھیں فوراً فَقَالَ پس کہا ہد ہد نے سلیمان علیہ السلام اَحَطْتُّ میں احاطہ کر کے آیا ہوں معلوم کر کے آیا ہوں بِمَا ایسی چیز کا اے سلیمان علیہ السلام لَمْ تُحِطْ بِهٖ جس کا آپ کو علم نہیں ہے۔ وہ کیا ہے؟ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ میں لایا ہوں ملک سبا سے ایک یقینی خبر۔ حضرت سلیمان علیہ السلام شام کے علاقے میں رہتے تھے وہاں سے سبا کا علاقہ ایک مہینے کی مسافت پر تھا۔ وہ یقینی خبر کیا ہے؟ اِنِّیْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ بے شک میں نے دیکھا ایک عورت کو وہ ان کی حکمران بنی ہوئی ہے۔ اس کا نام بلقیس تھا۔ گویا کہ عورت کا حکمران ہونا اتنا معیوب ہے اتنا عجیب ہے کہ ہد ہد پرندہ بھی حیران ہو رہا ہے۔ اور ہم کیسے خلاف فطرت چل رہے ہیں کہ عورت کی حکمرانی پر خوش ہیں۔ بلقیس بنت شراحیل بن ریان بن مالک کافی سمجھدار عورت تھی لیکن کافر تھی۔ ساری قوم چونکہ کفر شرک میں مبتلا تھی اس لیے وہ بھی کفر شرک میں مبتلا تھی۔ سورج کی بھی پوجا کرتے تھے وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ اور اس کو ہر چیز دی گئی ہے۔ ہر چیز سے مراد یہ ہے کہ اس کی بادشاہی کے مناسب جو چیزیں ہیں وہ ساری اس کو حاصل ہیں۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کو مرد کی داڑھی بھی ملی ہوئی ہے اور

بھی کچھ ملا ہوا ہے۔ جو چیزیں اس کے حال کے مناسب ہیں وہ اس کو دی گئی ہیں وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ اور اس کا بہت بڑا تخت ہے۔ اس کے متعلق تفسیروں میں بہت کچھ لکھا ہے کہ اتنا لمبا (اسّی ہاتھ) تھا، اتنا چوڑا (پچاس ہاتھ) تھا، اتنا اونچا (چالیس ہاتھ) تھا اس میں سونا، موتی، یاقوت، زمرد جڑے ہوئے تھے ساتھ سیڑھی لگی ہوئی تھی۔ حضرت! وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ میں نے پایا اس ملکہ کو اور اس کی قوم کو کہ وہ سورج کو سجدہ کرتے ہیں۔ دیکھو! شرک کتنی بری شے ہے کہ حیوان ہد ہد کو بھی اس پر تعجب ہو رہا ہے۔ سورج کو سجدہ کرتے ہیں مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے نیچے۔ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہیں۔ پہلی نرالی بات تو یہ ہے کہ عورت حکمران بنی ہوئی ہے پھر ان کی حماقت کہ سورج کی پوجا کرتے ہیں وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ اور مزین کیے ہیں ان کے لیے شیطان نے اعمال۔ یہ کاروائی ان کے لیے شیطان نے مزین کی ہے۔ ہد ہد بھی سمجھتا ہے کہ شیطان بھی کوئی بلا ہے یہ شیطان کے راستے پر لگے ہوئے ہیں فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ پس اس شیطان نے ان کو روک دیا ہے راستے سے سیدھے راستے سے فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ پس وہ ہدایت نہیں پاتے۔ حد حد نے مزید کہا اَلَّا يَسْجُدُوْا کیوں نہیں سجدہ کرتے لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ اللہ تعالیٰ کو جو نکالتا ہے چھپی ہوئی چیز کو فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آسمانوں اور زمین میں۔ یہ بے وقوف رب تعالیٰ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چاند اور سورج سے زیادہ اختیار انسان کو دیا ہے چاہے اس کا وجود چھوٹا سا ہے۔ یہ اپنی مرضی سے کھاتا پیتا ہے، چلتا پھرتا ہے، اٹھتا بیٹھتا ہے، سوتا جاگتا ہے، چاند سورج میں یہ اختیارات کہاں ہیں؟ پھر ہر چیز اللہ تعالیٰ کے قبضے اور کنٹرول میں ہے چاند سورج اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں جس رفتار اور جس

لائن میں اللہ تعالیٰ نے چلا دیا ہے اس سے اِدھر اُدھر نہیں جا سکتے۔ ان کو روشنی اللہ تعالیٰ نے دی ہے رب تعالیٰ جب چاہتا ہے ان سے روشنی چھین لیتا ہے سورج گرہن اور چاند گرہن لگ جاتا ہے۔ جب تک رب تعالیٰ کو منظور ہے سورج اسی طرح چلتا رہے گا قیامت کے قریب سورج مغرب سے طلوع کرے گا آدھے آسمان تک آئے گا پھر حکم ہوگا واپس لوٹ جا۔ وہ بے چارہ تو مجبور ہے اللہ تعالیٰ کے حکم کا پابند ہے۔ بخاری شریف میں روایت ہے جمعہ کا دن تھا یوشع بن نون علیہ السلام دشمنوں کے ساتھ جنگ کر رہے تھے فتح قریب تھی مگر سورج غروب ہونے کا وقت آ گیا ہفتے والے دن ان کے لیے لڑائی ممنوع تھی جس طرح ہمارے لیے جمعہ کی اذان سے لے کر امام کے سلام پھیرنے تک ہر وہ کام حرام ہے جس کا تعلق جمعہ کے ساتھ نہیں ہے۔ اگر لڑائی بند کرتے ہیں تو دشمن کو تیاری کا موقع مل جائے گا۔ سورج کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے اِنَّکِ مَامُوْرَۃٌ "اے سورج تجھے چلنے کا حکم ہے اور مجھے لڑنے کا حکم ہے۔"

پھر فرمایا اے پروردگار! اس سورج کو روک دے تا کہ ہم آج ان پر فتح پالیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورج کو روک دیا جب انہوں نے دشمن پر قابو پالیا تو پھر اللہ تعالیٰ نے سورج کو حکم دیا کہ اب تو اپنی لیٹ نکال لے۔ تو سورج مجبور ہے اس کو کیوں سجدہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کو سجدہ کیوں نہیں کرتے جو چھپی ہوئی چیزوں کو نکالنے والا ہے آسمانوں اور زمین میں وَ یَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ اور جانتا ہے وہ اس چیز کو جس کو تم چھپاتے ہو اور جس چیز کو تم ظاہر کرتے ہو۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مسجود و معبود نہیں ہے، نہ کوئی حاجت روا ہے، نہ کوئی مشکل کشا ہے، نہ کوئی فریاد رس اور دستگیر ہے۔ اس کا تخت چاہے کتنا ہی بلند کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ کے عرش کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں ہے اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ رَبُّ

الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اللہ تعالیٰ ہی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ عرش عظیم کا مالک ہے ۔سات زمینیں ہیں، سات آسمان ہیں ان کے اوپر عرش ہے۔ فرمایا آسمانوں اور زمینوں کی نسبت عرش کے ساتھ ایسے ہیں جیسے ایک بہت بڑے میدان میں ایک کڑا پڑا ہو، حجم کے لحاظ سے اتنا بڑا ہے۔ ہدہد نے یہ بیان کیا حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے مگر حضرت سلیمان علیہ السلام کو ابھی تک یقین نہیں آیا قَالَ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ بتاکید ہم غور کریں گے، دیکھیں گے، تحقیق کریں گے اے ہدہد! تم نے سچ کہا ہے اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ یا ہو تم جھوٹوں میں سے۔ کیونکہ غیر حاضر آدمی غیر حاضری کی کوئی نہ کوئی وجہ تو بیان کرتا ہے سچی ہو یا جھوٹی۔ فرمایا ہم تحقیق کریں گے کہ واقعتاً آپ سچ کہہ رہے ہیں کہ ملک سبا میں عورت حکمران ہے اور وہ سورج کی پوجا کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی کابینہ کے افراد سے پوچھا کہ کیا تم نے سنا ہے کہ ملک سبا میں عورت حکمران ہے اور وہ سورج کے پجاری ہیں۔ کہنے لگے جی ہاں! ہم نے تاجروں سے سنا ہے کہ وہاں عورت حکمران ہے اور وہ سورج کے پجاری ہیں۔ چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے خط لکھ کر ہدہد کو دیا کہ میرا خط اس کے پاس پہنچاؤ اور دیکھو کیا جواب دیتی ہے۔ فرمایا اِذْهَبْ بِّكِتٰبِیْ هٰذَا لے جاؤ تم یہ میرا خط فَاَلْقِهْ اِلَیْهِمْ پس ڈالو تم اس کو سبا والوں کے پاس۔ چونچ سے پکڑ کر لے جاؤ اور بلقیس اور اس کی کابینہ کے پاس پہنچاؤ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ پھر پیچھے ہٹ کر بیٹھ جانا فَانْظُرْ مَاذَا یَرْجِعُوْنَ پس تم دیکھو وہ کیا جواب دیتے ہیں۔

تفسیروں میں آتا ہے کہ دوپہر کا وقت تھا بلقیس اپنے مخصوص پلنگ پر لیٹی ہوئی تھی کمرہ بند تھا روشن دان کھلے ہوئے تھے ہدہد روشن دان میں بیٹھ گیا۔ ملکہ نے دیکھا کہ ہدہد

نے چونچ میں کوئی چیز پکڑی ہوئی ہے۔کافی دیر تک اس کی طرف دیکھتی رہی اور وہ خاموش بیٹھا رہا جس وقت ملکہ کو غنودگی آئی تو ہدہد نے خط ملکہ کی چھاتی پر رکھ دیا اور پھر روشن دان میں جا کر بیٹھ گیا۔ چنانچہ ملکہ نے دیکھا کہ سلیمان علیہ السلام کی طرف سے خط ہے کیونکہ اوپر مہر سلیمان علیہ السلام کی لگی ہوئی تھی۔خط پڑھ کر گھبرا گئی اور فوراً کابینہ کا ہنگامی اجلاس بلا لیا اور کابینہ سے کہا قَالَتْ کہا بلقیس نے یٰٓاَیُّھَا الْمَلَؤُا اے میری جماعت کے ساتھیو! کابینہ کے افراد اِنِّیْٓ اُلْقِیَ اِلَیَّ کِتٰبٌ کَرِیْمٌ بے شک میری طرف ایک خط ڈالا گیا ہے بڑا عمدہ۔یہ خط کس کی طرف سے ہے؟ اِنَّہٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ بے شک شان یہ ہے کہ وہ خط حضرت سلیمان (علیہ السلام) کی طرف سے ہے۔حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ جب بادشاہوں اور سرداروں کو خط لکھتے تھے تو شروع میں اللہ تعالیٰ کا نام لکھتے تھے۔بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنا بھی ثابت ہے اور بِاسْمِکَ اللّٰھُمَّ بھی ثابت ہے۔پھر لکھتے مِنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ ''یہ خط محمد رسول اللہ کی طرف سے ہے ﷺ اِلٰی فُلَانٍ وَفُلَانٍ فلانے فلانے کی طرف ہے۔''تو خط کا مسنون طریقہ یہی ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا نام لکھو۔اگر صرف اتنے لفظ لکھو بِاسْمِہٖ ، سُبْحٰنَہٗ تَعَالٰی تو بھی کافی ہے بِاسْمِکَ اللّٰھُمَّ لکھنا بھی بہت اچھا ہے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھو تو نورٌ علٰی نور ہے۔پھر اپنا ذکر کرے کہ یہ خط فلاں کی طرف سے ہے۔تو ملکہ نے لکھا کہ یہ خط سلیمان علیہ السلام کی طرف سے ہے وَاِنَّہٗ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اور بے شک شان یہ ہے کہ یہ خط اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ لکھ رہا ہوں جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

رحمٰن اور رحیم میں فرق :

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلویؒ لفظ رحمٰن اور لفظ رحیم کا فرق بیان کرتے ہیں۔فرماتے ہیں کہ رحمٰن وہ ہے جو بن مانگے دیتا ہے رحیم وہ ہے کہ جو مانگنے پر دیتا ہے۔ بہت سی چیزیں ہیں جو انسان نے مانگی نہیں ہیں از خود اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہیں۔اللہ تعالیٰ نے انسان کو ٹانگیں دیں، ہاتھ پاؤں دیئے، آنکھ، کان، زبان دی، تمام اعضاء دیئے، بغیر مانگے دیئے۔ کیونکہ جب یہ پیدا ہوا اس وقت تو اس کو کوئی شد بد نہیں تھی۔اور بہت ساری چیزیں ہیں جو بندے کو مانگنے سے ملتی ہیں مگر دیتا ہے اپنی مرضی اور حکمت کے مطابق۔

؎ اسی سے مانگ جو کچھ مانگنا ہوا ے اکبر
یہی وہ در ہے جہاں ذلت نہیں سوال کے بعد

اور مضمون یہ ہے اَلَّا تَعْلُوْا عَلَیَّ وَاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ اے ملک سبا والو! میرے مقابلے میں سرکشی نہ کرنا میری مان لینا اور دوسرا جملہ ہے اور آجاؤ میرے پاس مسلمان ہو کر۔ میں ملک نہیں مانگتا صرف تمہارا مسلمان ہونا چاہتا ہوں۔صرف یہ دو جملے ہیں خط کے۔ باقی ذکر آئے گا۔ان شاء اللہ تعالیٰ

۞ ۞ ۞

قَالَتْ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِیْ فِیْۤ اَمْرِیْۚ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ﴿۳۲﴾ قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّ اُولُوْا بَاْسٍ شَدِیْدٍ ﳔ وَّ الْاَمْرُ اِلَیْكِ فَانْظُرِیْ مَا ذَا تَاْمُرِیْنَ ﴿۳۳﴾ قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَةً اَفْسَدُوْهَا وَ جَعَلُوْۤا اَعِزَّةَ اَهْلِهَاۤ اَذِلَّةًۚ وَ كَذٰلِكَ یَفْعَلُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَ اِنِّیْ مُرْسِلَةٌ اِلَیْهِمْ بِهَدِیَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ یَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا جَآءَ سُلَیْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ٘ فَمَاۤ اٰتٰىنَِۧ اللّٰهُ خَیْرٌ مِّمَّاۤ اٰتٰىكُمْۚ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِیَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ ﴿۳۶﴾ اِرْجِعْ اِلَیْهِمْ فَلَنَاْتِیَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَ لَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَاۤ اَذِلَّةً وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ قَالَ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا اَیُّكُمْ یَاْتِیْنِیْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ یَّاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ ﴿۳۸﴾ قَالَ عِفْرِیْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَۚ وَ اِنِّیْ عَلَیْهِ لَقَوِیٌّ اَمِیْنٌ ﴿۳۹﴾

قَالَتْ ملکہ نے کہا یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا اے درباریو اَفْتُوْنِیْ مجھے بتلاؤ فِیْۤ اَمْرِیْ میرے معاملے میں مَا كُنْتُ قَاطِعَةً میں نہیں ہوں قطعی فیصلہ کرنے والی اَمْرًا کسی معاملے میں حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ یہاں تک کہ تم حاضر ہو قَالُوْا کہنے لگے نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ ہم قوت والے ہیں وَّ اُولُوْا بَاْسٍ شَدِیْدٍ اور سخت لڑائی لڑنے والے ہیں وَّ الْاَمْرُ اِلَیْكِ اور معاملہ آپ کے سپرد ہے فَانْظُرِیْ پس تم دیکھو مَا ذَا تَاْمُرِیْنَ کیا حکم کرتی ہو قَالَتْ اس نے کہا اِنَّ الْمُلُوْكَ بے شک

بادشاہ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَۃً جب داخل ہوتے ہیں کسی بستی میں اَفْسَدُوْھَا اس کو برباد کردیتے ہیں وَجَعَلُوْا اَعِزَّۃَ اَھْلِھَا اَذِلَّۃً اور کردیتے ہیں وہاں کے عزت والے لوگوں کو ذلیل وَکَذٰلِکَ یَفْعَلُوْنَ اور ایسا ہی یہ کریں گے وَ اِنِّیْ مُرْسِلَۃٌ اور میں بھیجنے والی ہوں اِلَیْھِمْ ان کی طرف بِھَدِیَّۃٍ تحفہ فَنٰظِرَۃٌ پس دیکھنے والی ہوں بِمَ یَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ کس چیز کے ساتھ لوٹ کر آتے ہیں بھیجے ہوئے فَلَمَّا جَآءَ سُلَیْمٰنَ پس جس وقت آئے حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس قَالَ فرمایا سلیمان علیہ السلام نے اَتُمِدُّوْنَنِ کیا تم میری امداد کرتے ہو بِمَالٍ مال کے ساتھ فَمَآ اٰتٰنِ ۦَ اللّٰہُ پس جو کچھ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو دیا ہے خَیْرٌ مِّمَّآ اٰتٰکُمْ بہتر ہے اس سے جو تم کو دیا ہے بَلْ اَنْتُمْ بِھَدِیَّتِکُمْ تَفْرَحُوْنَ بلکہ اپنے ہدیے اور تحفے پر خوش رہو اِرْجِعْ اِلَیْھِمْ تم لوٹو ان کی طرف فَلَنَاْتِیَنَّھُمْ پس البتہ ہم ضرور لائیں گے ان کے پاس بِجُنُوْدٍ ایسے لشکر لَّاقِبَلَ لَھُمْ بِھَا نہیں طاقت ہوگی ان کو ان کے مقابلے میں وَلَنُخْرِجَنَّھُمْ اور البتہ ہم ضرور نکال دیں گے ان کو مِّنْھَآ اس بستی سے اَذِلَّۃً بے عزت کرکے وَّھُمْ صٰغِرُوْنَ اور وہ ذلیل ہوں گے قَالَ فرمایا سلیمان علیہ السلام نے یٰٓاَیُّھَا الْمَلَؤُا اے دربار والو اَیُّکُمْ یَاْتِیْنِیْ کون تم میں سے لائے گا میرے پاس بِعَرْشِھَا اس کے تخت کو قَبْلَ اَنْ یَّاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ پہلے اس سے کہ وہ آئیں میرے پاس مسلمان ہوکر قَالَ عِفْرِیْتٌ مِّنَ الْجِنِّ کہا ایک بہت بڑے جن

نے اَنَا اٰتِیۡکَ بِہٖ میں لاتا ہوں آپ کے پاس اس تخت کو قَبۡلَ اَنۡ تَقُوۡمَ پہلے اس سے کہ آپ کھڑے ہوں مِنۡ مَّقَامِکَ اپنی مجلس سے وَاِنِّیۡ عَلَیۡہِ لَقَوِیٌّ اَمِیۡنٌ اور بے شک میں اس پر قوی ہوں امین ہوں۔

ربط آیات :

حضرت سلیمان علیہ السلام اور ملکہ سبا کا قصہ چلا آرہا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کے ذریعے خط بھیجا کہ میرے مقابلے میں سرکشی نہ کرنا اور مسلمان ہو کر میرے پاس آجاؤ میں تمہارے سے کسی اور چیز کا طالب نہیں ہوں صرف تمہارا اسلام مطلوب ہے۔ ملکہ سبا نے خط پڑھ کر ہنگامی اجلاس طلب کیا اور کابینہ سے گفتگو کی قَالَتۡ یٰۤاَیُّھَا الۡمَلَؤُا کہا بلقیس نے جو ملک سبا کی حکمران تھی اے میری جماعت والو! اے کابینہ کے افراد! میرے پاس ایک خط آیا ہے۔ سلیمان علیہ السلام کی طرف سے جس میں انہوں نے مطالبہ کیا ہے کہ میرے خلاف سرکشی نہ کرنا اور مسلمان ہو کر میرے پاس آجاؤ اَفۡتُوۡنِیۡ فِیۡۤ اَمۡرِیۡ مجھے بتلاؤ میرے معاملے میں مَا کُنۡتُ قَاطِعَۃً اَمۡرًا میں نہیں ہوں قطعی فیصلہ کرنے والی کسی معاملے میں۔ میں کوئی بات طے نہیں کرتی حَتّٰی تَشۡھَدُوۡنِ یہاں تک کہ تم حاضر ہو لہٰذا اپنی رائے دو کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے اور کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے قَالُوۡا نَحۡنُ اُولُوۡا قُوَّۃٍ کہا بلقیس کی کابینہ کے افراد نے ہم قوت والے ہیں وَّ اُولُوۡا بَاۡسٍ شَدِیۡدٍ اور سخت لڑائی لڑنے والے ہیں۔ ہمارے پاس فوج ہے، جوان ہیں، اسلحہ ہے، لڑائی لڑنا ہم جانتے ہیں گویا کہ انہوں نے ان دو جملوں میں اس بات کا اشارہ دیا کہ ہمیں ان کے ساتھ لڑنا چاہیے لیکن لڑائی کے نتائج سے وہ واقف تھے۔ کیونکہ لڑائی آخر لڑائی ہوتی ہے کھیل تو نہیں ہوتا خدانخواستہ اگر ہمیں شکست ہوگئی تو ملکہ کہے گی تمہارے کہنے پر لڑی تھی

اس لیے ساتھ یہ بھی کہا وَالْاَمْرُ اِلَیْکِ اور معاملہ تمہارے سپرد ہے۔ آخری رائے تمہاری ہے فَانْظُرِیْ مَاذَا تَاْمُرِیْنَ پس تم دیکھو کیا حکم کرتی ہو۔ پس تم غور وفکر کرو جو حکم دوگی ہم اس پر عمل کریں گے۔ ملکہ کافی سمجھدار تھی سمجھ گئی کہ یہ لڑائی کے حق میں ہیں مگر ذمہ داری سے بچنے کے لیے معاملہ میرے سپرد کر رہے ہیں قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْکَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَۃً اَفْسَدُوْھَا کہنے لگی بے شک بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو برباد کر دیتے ہیں وَجَعَلُوْا اَعِزَّۃَ اَھْلِھَا اَذِلَّۃً اور کر دیتے ہیں وہاں کے عزت والے اور غالب لوگوں کو ذلیل۔ جس علاقے پر قابض ہوتے ہیں تو وہاں کے طاقت ور عزت والے لوگوں کو قتل کر دیتے ہیں، قید کر دیتے ہیں، جلا وطن کر دیتے ہیں۔ اگر یہ طاقتور ہیں تو کسی بھی وقت قدم اٹھا سکتے ہیں قبضہ قائم کرنے کے لیے یہ سب کچھ کرتے ہیں۔

انقلابِ روس :

روس میں جب انقلاب آیا اور سٹالن نے فیصلہ کیا کہ زمینوں کے مالک یہ قابض لوگ نہیں ہیں بلکہ حکومت مالک ہے تو جن لوگوں کے پاس جدی پشتی زمین چلی آرہی تھی وہ کاشت کرتے تھے کھاتے پیتے تھے انہوں نے مزاحمت کی تین کروڑ آدمی کو قتل کیا گیا پھر جا کر زمین پر قبضہ ہوا۔ اور تاریخ بتلاتی ہے کہ چین میں ڈیڑھ کروڑ آدمیوں کو قتل کر کے حکومت چین نے لوگوں کی زمینوں پر قبضہ کیا۔ تو روس اور چین میں انسانیت کے ساتھ یہ سلوک کیا گیا۔ اب سنا ہے کہ گورباجوف نے لوگوں کو کچھ تھوڑی سی آزادی دی ہے۔ واللہ اعلم کس حد تک بات صحیح ہے۔ جب گورباجوف صدر بنا تو اخبارات میں فاطمہ نامی ایک عورت کا بیان شائع ہوا تھا کہ گورباجوف میرا بھائی ہے اور ہمارے والد کا نام اکبر علی ہے اور ہم ترکی النسل ہیں۔ ہم بچپن میں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے تھے یہ ادھر چلا گیا اور میں

ادھر آ گئی۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو پھر قوی بات یہ ہے کہ ان کے آباؤ اجداد مسلمان تھے اور آباؤ اجداد کا کچھ نہ کچھ اثر تو ہوتا ہے اسی کے اثر کی وجہ سے اس نے کچھ آزادی دی ہے۔ اب وہاں پہلے والی سختی نہیں ہے۔ پہلے تو سختی کا یہ عالم تھا کہ ایک کاشتکار سارا دن محنت کرتا مزدوری کرتا، فصل تیار ہو جاتی تو وہ اس سے چکھ بھی نہیں سکتا تھا مثلاً مولیاں تیار ہو گئیں تو وہ ایک مولی بھی نہیں کھا سکتا تھا جب تک اس علاقے کے افسر مجاز سے اجازت نہیں لیتا تھا۔

تو کہنے لگی کہ بادشاہ جب کسی علاقے میں داخل ہوتے ہیں تو وہاں کے باعزت لوگوں کو ذلیل کر دیتے ہیں وَ كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ اور ایسا ہی یہ کریں گے اور ہمارے ملک کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے لہٰذا میں لڑائی کے حق میں نہیں ہوں اور میں چاہتی ہوں وَ اِنِّیْ مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ اور بے شک میں بھیجنے والی ہوں ان کی طرف تحفہ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ پس دیکھنے والی ہوں پس کس چیز کے ساتھ لوٹ کر آتے ہیں بھیجے ہوئے۔ ہمارے قاصد کیا جواب لے کر آتے ہیں۔ آخر کوئی نہ کوئی تو جواب ان کو دیں گے۔

بلقیس کے قاصد سلیمان علیہ السلام کے دربار میں :

یہاں تفسیروں میں بہت کچھ لکھا ہے کہ اس نے تحفے میں بڑے غلام، لونڈیاں، سونے چاندی کی اینٹیں، ہیرے موتی، جواہرات، کستوری، عنبر، زعفران اور ریشمی کپڑے بھیجے اور یہ کچھ بعید نہیں ہے کیونکہ آخر ملکہ تھی اپنی حیثیت کے مطابق اس نے تحفے بھیجے تھے۔ چنانچہ اس نے ایک بہت بڑا قافلہ بھیجا یہ تحائف دے کر۔ اب یہ سبا سے دمشق کی طرف چلے۔ اس زمانے میں یہ ایک مہینے کا سفر تھا بائیسویں پارے میں اس کا ذکر ہے۔ جب وہاں پہنچے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان کی خاطر تواضع کی اس لیے کہ مہمان کی

عزت واحترام ایمان کا حصہ ہے۔حدیث پاک میں آتا ہے مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ ''جو شخص تم میں سے اللہ تعالیٰ پر اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے پس چاہیے کہ وہ مہمان کی عزت کرے جَائِزَتُهٗ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ خاص قسم کا کھانا ایک دن ہے وَالضِّيَافَةُ ثَلٰثَةُ اَيَّامٍ اور عام مہمانی تین دن ہے۔''اس میں مہمان کو ہدایت ہے کہ اچھے کھانے دیکھ کر وہاں ڈیرے نہ ڈال لے۔بہر حال پیغمبر سے بڑھ کر بااخلاق کون ہوسکتا ہے اور کس کو قوی ایمان حاصل ہوگا۔خوب ان کی خاطر تواضع کی قافلے کے امیر نے سامان کی فہرست پیش کی فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمٰنَ پس جب آیا بلقیس کا قاصد حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس اور تمام تحفے تحائف پیش کر دیئے تو قَالَ فرمایا سلیمان علیہ السلام نے اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ کیا تم میری امداد کرتے ہو مال کے ساتھ۔یہ مال بھیج کر تم مجھے مرعوب کرنا چاہتے ہو فَمَآ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ پس وہ چیز جو رب نے مجھے دی ہے بہتر ہے اس سے جو رب نے تمہیں دی ہے۔تم سونے چاندی کی اینٹیں اور ہیرے موتی، کستوری، عنبر، زعفران کو دیکھ کر بہت خوش ہو رب تعالیٰ نے مجھے مال کے ساتھ ساتھ جنات پر، انسانوں پر، پرندوں پر حکومت کا حق دیا ہے بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ بلکہ تم اپنے تحفوں اور ہدیوں پر خوش رہو ان کو واپس لے جاؤ ہمیں ان کی ضرورت نہیں ہے۔صرف یہ ہی نہیں کہ ان کے تحفے واپس بھیجے بلکہ تفسیروں میں یہاں تک لکھا ہے کہ جتنا کچھ انہوں نے بھیجا تھا اس سے تین چار گنا مزید دے کر ان کو بھیجا تاکہ ان کو معلوم ہو جائے کہ یہ اسبابِ دنیا ہمارے پاس ان سے زیادہ ہیں۔عموماً لوگ تحفے رد نہیں کرتے اور کرنے بھی نہیں چاہئیں۔آنحضرت ﷺ حتی الوسع کسی کا تحفہ رد نہیں کرتے تھے چاہے کافر کا ہی ہوتا مگر یہاں محض تحفہ نہیں تھا بلکہ اس میں کچھ مقصد تھا کہ تم ہمارے تحفوں پر

خوش ہو جاؤ اور ہم سے اسلام کا مطالبہ نہ کرو۔ اس لیے حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان کے تحائف واپس کر دیئے کہ تم تحفے دے کر اسلام سے گریز کرنا چاہتے ہو لہٰذا تحفے واپس لے جاؤ اور مطالبہ پورا کرو کہ مسلمان ہو کر میرے پاس آؤ اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ واپس جاؤ ان کے پاس فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا پس ہم ضرور لائیں گے ان کے پاس ایسے لشکر کہ نہیں طاقت ہو گی ان کو ان کے مقابلے کی وہ ان کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ پہلی بات تو یہ ہے مومنوں کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا ایمان بڑی قوت ہے۔ تو حضرت سلیمان علیہ السلام کے انسان صحابی ایمانی قوت کے ساتھ جذبہ رکھنے والے پھر جنات کا لشکر جن تو ایک ہی بہت بڑی بلا ہے، پھر پرندوں کا لشکر۔ ان لشکروں کا مقابلہ کرنے کی ان میں صلاحیت نہیں ہے جا کر ان کو کہہ دو وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَآ اَذِلَّةً وَّهُمْ صَاغِرُوْنَ اور ہم ان کو ضرور نکالیں گے اس بستی سے، اس ملک سے کمزور اور عاجز کر کے اور وہ ذلیل ہوں گے۔ ظاہر بات ہے کہ گھر کے مالک گھروں کو چھوڑ کر ضرورت کی چیزیں اٹھا کر اور باقی سب کچھ چھوڑ کر بھاگیں تو اس سے زیادہ ذلت کیا ہو گی۔

تختِ بلقیس :

تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان کو دھمکی دے کر روانہ کر دیا اور اپنی کابینہ کے افراد سے قَالَ کہا يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اے میرے درباریو! کابینہ کے افراد! اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ کون تم میں سے لائے گا میرے پاس اس کے تخت کو پہلے اس سے کہ وہ آئیں میرے پاس مسلمان ہو کر۔ یہ ایک مہینے کا سفر تھا واپس گئے صورت حال سے آگاہ کیا ملکہ نے اپنے درباری بلائے اور مسلمان ہو گئی۔ اب وہ وفاداری کا ثبوت دینے کے لیے وہاں سے چلی۔ جب قریب آ گئی تو سلیمان علیہ السلام نے فرمایا

کہ تم میں سے کون ہے جو اس کا تخت لے کر آئے اس کے آنے سے پہلے۔ تخت بہت بڑا تھا اس میں سونے چاندی کا کام کیا ہوا تھا جواہرات جڑے ہوئے تھے قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ۔ عفریت کا معنی ہے بڑا قد آور۔ جنات میں سے ایک بڑے قد آور جن نے کہا اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ حضرت میں اس کا تخت لاؤں گا آپ کے پاس پہلے اس سے کہ آپ کھڑے ہوں اپنی مجلس سے۔ مثلاً حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے دفتر میں صبح آٹھ بجے پہنچتے تھے اور بارہ بجے تشریف لے جاتے تھے۔ یہ میں سمجھانے کے لیے کہہ رہا ہوں باقی ان کا وقت ہوگا جو ہوگا۔ تو آپ کے اس مجلس سے اٹھنے سے پہلے میں لے آؤں گا اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ اور بے شک میں اس پر قوی ہوں۔ وہ بڑا قد آور جن تھا اور امین بھی ہوں اس میں کوئی خیانت نہیں ہوگی کوئی چیز تخت کی اپنی جگہ سے ہلے گی نہیں۔ باقی واقعہ آگے آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

۞ ۞ ۞

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ

اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ ۫ لِیَبْلُوَنِیْۤ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ؕ وَ مَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا یَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ كَرِیْمٌ ﴿۴۰﴾ قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِیْۤ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِیْنَ لَا یَهْتَدُوْنَ ﴿۴۱﴾ فَلَمَّا جَآءَتْ قِیْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ ؕ قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ ۚ وَ اُوْتِیْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَ كُنَّا مُسْلِمِیْنَ ﴿۴۲﴾ وَ صَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِیْنَ ﴿۴۳﴾ قِیْلَ لَهَا ادْخُلِی الصَّرْحَ ۚ فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّ كَشَفَتْ عَنْ سَاقَیْهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِیْرَ ؕ قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَ اَسْلَمْتُ مَعَ سُلَیْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۴۴﴾ ع۳ ۱۸

قَالَ الَّذِیْ کہا اس شخص نے عِنْدَهٗ جس کے پاس عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ علم تھا کتاب کا اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ میں لا دیتا ہوں آپ کو وہ تخت قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ پہلے اس سے کہ لوٹے آپ کی طرف طَرْفُكَ آپ کی نگاہ فَلَمَّا رَاٰهُ پس جب دیکھا سلیمان علیہ السلام نے اس تخت کو مُسْتَقِرًّا رکھا ہوا عِنْدَهٗ اپنے پاس قَالَ فرمایا هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ یہ میرے رب کی مہربانی ہے لِیَبْلُوَنِیْ تاکہ وہ میرا امتحان لے ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ کیا میں شکر ادا کرتا ہوں یا میں ناشکری کرتا ہوں وَ مَنْ شَكَرَ اور جو شخص شکر کرتا ہے فَاِنَّمَا یَشْكُرُ

لِنَفْسِهٖ پس بے شک وہ شکرادا کرتا ہے اپنی ذات کے لیے وَمَنْ كَفَرَ اور جو شخص ناشکری کرتا ہے فَاِنَّ رَبِّیْ پس بے شک میرا رب غَنِیٌّ بے پرواہ ہے كَرِيْمٌ عزت والا ہے قَالَ فرمایا سلیمان علیہ السلام نے نَكِّرُوْا لَهَا تبدیل کر دو اس عورت کے لیے عَرْشَهَا اس کا تخت نَنْظُرْ ہم دیکھتے ہیں اَتَهْتَدِیْٓ کیا وہ ہدایت پاتی ہے اَمْ تَكُوْنُ یا ہوتی ہے مِنَ الَّذِيْنَ ان لوگوں میں سے لَا يَهْتَدُوْنَ جو نہیں سمجھتے فَلَمَّا جَآءَتْ پس جس وقت وہ آئی قِيْلَ کہا گیا اَهٰكَذَا عَرْشُكِ کیا ایسا ہی ہے تیرا تخت قَالَتْ کہنے لگی كَاَنَّهٗ هُوَ گویا کہ یہ وہی ہے وَاُوْتِيْنَا الْعِلْمَ اور دیئے گئے ہم علم مِنْ قَبْلِهَا اس سے پہلے وَكُنَّا مُسْلِمِيْنَ اور تھے ہم مسلمان وَ صَدَّهَا اور روکا اس کو مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ اس چیز نے کہ جس کی وہ عبادت کرتی تھی مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے اِنَّهَا كَانَتْ بیشک وہ تھی مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ کافر قوم سے قِيْلَ لَهَا کہا گیا اس کو اُدْخُلِی الصَّرْحَ داخل ہو محل میں فَلَمَّا رَاَتْهُ پس جس وقت دیکھا اس نے اس محل کو حَسِبَتْهُ خیال کیا اس کو لُجَّةً گہرا پانی وَّكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا اور ننگی کی اس نے اپنی دونوں پنڈلیاں قَالَ فرمایا اِنَّهٗ صَرْحٌ بے شک یہ محل ہے مُّمَرَّدٌ مزین کیا گیا مِّنْ قَوَارِيْرَ شیشوں سے قَالَتْ کہنے لگی رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ اے میرے رب میں نے ظلم کیا اپنی جان پر وَاَسْلَمْتُ اور میں اسلام لائی مَعَ سُلَيْمٰنَ سلیمان علیہ السلام کے ساتھ لِلّٰهِ اللہ تعالیٰ پر

رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ جو پالنے والا ہے تمام جہانوں کا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام اور بلقیس کا واقعہ چلا آ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو بڑی شاہی عطا فرمائی تھی۔ انسانوں، جنوں اور پرندوں پر ان کی حکومت تھی۔ ایک موقع پر انہوں نے حاضری لگائی تو ہدہد کو غیر حاضر پایا۔ اس کا نام تفسیروں میں یعقور لکھا ہے۔ فرمایا مجھے ہدہد نظر نہیں آ رہا۔ یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ ہدہد آ گیا۔ فرمایا تو کہاں تھا؟ اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کو پرندوں کی بولیاں سکھائی تھیں۔ ہدہد نے کہا کہ میں ملک سبا گیا تھا وہاں میں نے ایک عورت کو پایا کہ وہ حکمرانی کرتی ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو ضرورت کی ہر چیز عطا فرمائی ہے مگر وہ اور اس کی قوم سورج کی پوجا کرتی ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم غور کریں گے کیا تو نے سچ کہا ہے یا جھوٹوں میں سے ہے یہ میرا خط اس کو پہنچاؤ کہ وہ کیا جواب دیتی ہے۔ ملکہ بلقیس نے کابینہ کی رائے لینے کے بعد طے کیا ہم نے ان کے ساتھ جنگ نہیں کرنی بڑے تحائف بھیج کر عندیہ معلوم کرنا چاہتی تھی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کے تمام تحائف واپس کر دیئے اور ساتھ ساتھ اس سے دگنے چگنے اور بھیج دیئے اور ان کو بتا دیا کہ ہم مال کے طالب نہیں ہیں صرف تمہارے اسلام کے طالب ہیں، جس وقت وفد واپس پہنچا تو سمجھ گئی کہ بہتری اسلام قبول کرنے میں ہے۔ چنانچہ کابینہ کے افراد سے کہا کہ کلمہ پڑھ لو بہتر یہی ہے۔ کلمہ پڑھ کر وہاں سے چل پڑے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ساتھیوں سے فرمایا کہ ان کے آنے سے پہلے مجھے ان کا تخت یہاں چاہیے۔ ایک بڑے قد آور جن نے کہا کہ میں تمہاری مجلس کے ختم ہونے سے پہلے پہلے لا کر دے دیتا ہوں۔ جو دفتری ٹائم تھا دو چار گھنٹے۔ انسان صحابیوں میں سے ایک نے کہا جس کا نام آصف برخیا تھا رحمہ اللہ تعالیٰ، کہ آپ نگاہ اٹھا کر

نیچے دیکھیں تو تخت تمہارے پاس پڑا ہوگا۔اس کا ذکر ہے قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ کہا اس شخص نے جس کے پاس کتاب کا علم تھا پڑھا لکھا آدمی تھا اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ میں لا کر دوں گا آپ کو وہ تخت قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ پہلے اس سے کہ لوٹے آپ کی طرف آپ کی نگاہ۔یعنی چشم زدن میں تخت لا کر دے دوں گا۔ یہ کرامت ہے اور ولی کی کرامت برحق ہے اور نبی کا معجزہ بھی برحق ہے۔ولی کی کرامت پیغمبر کی اتباع کی وجہ سے ہوتی ہے فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ جب دیکھا سلیمان علیہ السلام نے اس تخت کو رکھا ہوا اپنے پاس۔ان کے سامنے ٹکا ہوا تھا قَالَ فرمایا حضرت سلیمان علیہ السلام نے هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ یہ میرے رب کا فضل و کرم ہے کہ اتنا بڑا تخت جس میں سونا چاندی ہیرے موتی وغیرہ جڑے ہوئے تھے ایک مہینے کی مسافت سے میں آناً فاناً لے آیا ہوں یہ میرے رب کا فضل و کرم ہے۔اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ معجزہ کی طرح کرامت بھی فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے جو ولی کے ہاتھ پر خلاف معمول اور خارق عادت کے طور پر ظاہر کیا جاتا ہے۔پس جس اللہ تعالیٰ کی قدرت سے سورج ایک لمحہ میں ہزاروں میل کی مسافت طے کر لیتا ہے اس کے لیے کیا مشکل تھا کہ وہ تخت بلقیس کو پلک جھپکنے میں ملک سبا سے شام پہنچا دے۔

اسم اعظم کی برکت :

علامہ جلال الدین ؒ تفسیر جلالین میں لکھتے ہیں کہ جس وقت حضرت سلیمان علیہ السلام نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی تو آصف برخیاؒ نے اس وقت اسم اعظم سے دعا کی کہ یا اللہ وہ تخت لا دے۔چنانچہ وہ خدا کی قدرت سے زمین کے نیچے سے چلتا ہوا حضرت سلیمان علیہ السلام کی کرسی کے پاس آ نکلا۔اس سے معلوم ہوا کہ آصف ؒ کا لانا یعنی ان کا

لانے کی نسبت اپنی طرف کرنا بایں معنیٰ تھا کہ انہوں نے اسم اعظم کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی تھی ۔ اس کرامت کے اظہار میں آصف ؒ کا صرف یہ کام تھا کہ اس نے اللہ تعالیٰ سے اسم اعظم کے ساتھ دعا کی ۔ رہا تخت کو حقیقتاً سامنے لاکر رکھنا تو یہ صرف اللہ تعالیٰ کا کام تھا اور اسی کو حضرت سلیمان علیہ السلام یوں تعبیر فرماتے ہیں ھٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ یہ میرے پروردگار کا فضل وکرم ہے لِیَبْلُوَنِیْٓ تاکہ اللہ تعالیٰ میرا امتحان لے ءَاَشْکُرُ اَمْ اَکْفُرُ کیا میں شکر ادا کرتا ہوں یا میں ناشکری کرتا ہوں۔ رب تعالیٰ کو تو ہر چیز کا علم ہے یہ امتحان بندوں کے سامنے حقیقت واضح کرنے کے لیے ہوتا ہے وَمَنْ شَکَرَ اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا فَاِنَّمَا یَشْکُرُ لِنَفْسِہٖ پس پختہ بات ہے وہ شکر ادا کرتا ہے اپنی ذات کے لیے کہ اس کا ثواب اور اجر اس کو ملے گا وَمَنْ کَفَرَ اور جس نے ناشکری کی تو اس سے خدا کا کچھ نہیں بگڑے گا فَاِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ کَرِیْمٌ پس بے شک میرا پروردگار بے پرواہ ہے عزت والا ہے ۔ وہ ہمارے شکر کا محتاج نہیں ہے وہ ہر وقت قابل تعریف ہے کوئی اس کی تعریف کرے یا نہ کرے ۔ ایک ایک ذرہ آسمانوں کا ایک ایک ذرہ زمینوں کا اس کی تسبیح بیان کر رہا ہے ۔ ریت کا ایک ایک ذرہ، پانی کا ایک ایک قطرہ اس کی تعریف کر رہا ہے قَالَ فرمایا نَکِّرُوْا لَھَا عَرْشَھَا اس کے تخت کو بدل دو اس کا حلیہ اور شکل بگاڑ دو ہیرے موتی نکال دو نَنْظُرْ اَتَھْتَدِیْٓ ہم دیکھتے ہیں کیا وہ اپنے تخت کو پہچان سکتی ہے اَمْ تَکُوْنُ مِنَ الَّذِیْنَ لَا یَھْتَدُوْنَ یا ہوتی ہے ان لوگوں میں سے جو نہیں سمجھتے حقیقت کو ۔ اس تخت میں انہوں نے بڑا تغیر کیا ۔ یہاں کی چیز نکال کر وہاں لگا دی وہاں کی یہاں لگا دی ۔ کچھ چیزیں ویسے نکال دیں لیکن وہ بڑی سمجھدار تھی ۔

ملکہ بلقیس سلیمان علیہ السلام کے دربار میں :

فَلَمَّا جَآءَتْ پس جب آئی ملکہ بلقیس اپنے عملے سمیت قِيْلَ کہا گیا اَهٰكَذَا عَرْشُكِ کیا ایسا ہی ہے تیرا تخت۔ہم نے سنا ہے تیرا تخت بہت بڑا ہے کیا وہ ایسا ہی ہے جیسے یہ ہے قَالَتْ کہنے لگی كَاَنَّهٗ هُوَ گویا کہ یہ وہی ہے۔یہ میرا تخت ہی تو ہے اس میں تھوڑا بہت تغیر ہوا ہے لیکن ہے وہی وَاُوْتِيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا اور دیا گیا ہمیں علم اس سے پہلے کہ سلیمان علیہ السلام کے ہاتھ بڑے بڑے معجزے ظاہر ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ہر چیز پر حکومت عطا فرمائی ہے ہمیں آپ کے کمالات کا علم وفد کے ذریعے ہو گیا تھا وَكُنَّا مُسْلِمِيْنَ اور تھے ہم مسلمان۔ہم وہاں سے مسلمان ہو کے چلے ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اور روکا تھا اس کو رب تعالیٰ کی عبادت کرنے سے اس چیز نے جس کی وہ عبادت کرتی تھی اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے۔سورج کی عبادت کرتی تھی اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ بے شک وہ کافر قوم کی ایک فرد تھی اس لیے وہ غیر اللہ کی عبادت میں لگی ہوئی تھی ورنہ وہ سمجھدار تھی۔حضرت سلیمان علیہ السلام نے جس محل میں اس کو ٹھہرانا تھا اس کے صحن میں شیشے ایسے انداز سے جڑائے کہ خیال گزرتا تھا کہ یہ گہرا پانی ہے۔بلقیس باوجود سمجھ دار ہونے کے نہ سمجھ سکی کہ یہ شیشے کا فرش بنا ہوا ہے جب وہاں سے گزرنے لگی تو اپنی پنڈلیاں ننگی کر لیں کہ میری شلوار نہ بھیگ جائے قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ اس کو کہا گیا داخل ہو جا محل میں فَلَمَّا رَاَتْهُ پس جس وقت اس نے دیکھا اس محل کو حَسِبَتْهُ لُجَّةً خیال کیا اس کو گہرا پانی وَّكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا اور ننگی کیں اس نے اپنی دونوں پنڈلیاں قَالَ فرمایا سلیمان علیہ السلام نے اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ بے شک یہ محل مزین کیا گیا ہے شیشوں سے۔یہ شیشے کا محل ہے پانی نہیں ہے۔

سوال :

اب سوال یہ ہے کہ ایسا کرنے میں کیا حکمت تھی۔ تفسیروں میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ سلیمان علیہ السلام اس کے ساتھ نکاح کرنا چاہتے تھے اور انہوں نے سن رکھا تھا کہ اس کی پنڈلیوں پر بال بہت زیادہ ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ جس عورت کی پنڈلیوں پر بال ہوں وہ خطرناک ہوتی ہے۔ حقیقت رب تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ بہر حال انہوں نے یہ حکمت عملی اختیار کی تاکہ اس کی پنڈلیوں کو دیکھ لیں۔ لیکن یہ حقیقت نہیں ہے۔ حقیقت وہ ہے جس کو امام رازیؒ وغیرہ نے بیان فرمایا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اس کی عقل کی خامی کو واضح کرنا چاہتے تھے کہ باوجود سمجھ ہونے کے عقل پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ شیشے کو پانی سمجھ لیا ہے ایسے ہی سورج کی چمک دیکھ کر اس کو الٰہ سمجھ بیٹھی ہے۔ جس وقت سورج چڑھتا وہ قوم ہاتھ باندھ کر سورج کے سامنے کھڑے ہو جاتے تھے۔

غیر اللہ کے پجاری :

آج بھی چاند، سورج اور ستاروں کی پوجا کرنے والی قومیں دنیا میں موجود ہیں۔ چاند سورج تو درکنار درختوں کی پوجا کرنے والے، سانپوں، بچھوؤں کی پوجا کرنے والے بھی ہندوستان میں موجود ہیں۔ بلکہ ہندوؤں میں ایک قوم ہے وام مارگی، اب بھی ہندوستان میں کافی تعداد میں موجود ہیں۔ وہ شرم گاہ کی پوجا کرتے ہیں۔ مرد عورتیں بالکل ننگے ہو کر ایک دوسرے کے سامنے کھڑے ہو جاتے ہیں ہاتھ باندھ کر۔ مرد عورتوں کی شرم گاہوں کی پوجا کرتے ہیں اور عورتیں مردوں کی شرمگاہوں کی پوجا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ دنیا کی جڑ اور منبع ہے۔ جب عقل پر پردہ پڑ جائے تو پھر یہی کچھ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ عقل سلیم عطا فرمائے تو آدمی بہت کچھ سمجھ سکتا ہے۔ تو جب اس نے پنڈلیاں ننگی کیں تو

سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ ایک محل ہے جس میں شیشے جڑے ہوئے ہیں یہ پانی نہیں ہے قَالَتْ کہنے لگی رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ اے میرے پروردگار! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا کہ اب تک کفر شرک میں مبتلا رہی اور حقیقت کو نہیں سمجھ سکی۔ جس طرح یہاں نہیں سمجھ سکی وہاں بھی نہیں سمجھ سکی وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَیْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اور میں اسلام لائی ہوں سلیمان علیہ السلام کے ساتھ، مسلمان ہو چکی ہوں جو پالنے والا ہے سارے جہانوں کا۔ اب رب تعالیٰ کے سامنے جھکنا ہے سورج کی پوجا نہیں کرنی نہ کسی اور چیز کی پوجا کرنی ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ فَرِيْقٰنِ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۵﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۶﴾ قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَ بِمَنْ مَّعَكَ قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَ كَانَ فِى الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿۴۸﴾ قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَ اَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۰﴾ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۱﴾ فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۳﴾

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے اِلٰى ثَمُوْدَ قوم ثمود کی طرف اَخَاهُمْ ان کے بھائی صٰلِحًا صالح علیہ السلام اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ (انہوں نے کہا) کہ تم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی فَاِذَا هُمْ پس اچانک وہ فَرِيْقٰنِ دو گروہ بن گئے يَخْتَصِمُوْنَ لڑنے جھگڑنے لگ گئے قَالَ فرمایا صالح علیہ السلام نے يٰقَوْمِ اے میری قوم لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ کیوں جلدی طلب کرتے ہو بِالسَّيِّئَةِ تکلیف کو قَبْلَ الْحَسَنَةِ راحت اور آرام سے پہلے لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ کیوں نہیں معافی مانگتے اللہ تعالیٰ سے لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ تاکہ تم پر رحم کیا

جائے قَالُوا کہنے لگے اِطَّيَّرْنَا بِکَ ہمارے لیے بُرا شگون ہے تمہاری وجہ سے وَ بِمَنْ مَّعَکَ اوران کی وجہ سے جوآپ کے ساتھ ہیں قَالَ فرمایا طٰٓئِرُکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ تمہاری نحوست اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ بلکہ تم ایسی قوم ہو تُفْتَنُوْنَ جو فتنے میں ڈال دی گئی ہے وَكَانَ فِی الْمَدِیْنَةِ اور تھے اس شہر میں تِسْعَةُ رَهْطٍ نوافراد یُّفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ فساد مچاتے تھے زمین میں وَلَا یُصْلِحُوْنَ اوراصلاح نہیں کرتے تھے قَالُوْا کہنے لگے تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ قسم کھاؤ اللہ کے نام کی لَنُبَیِّتَنَّهٗ البتہ ہم رات کوحملہ کریں گے صالح علیہ السلام پر وَاَهْلَهٗ اوراس کے گھر والوں پر ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ پھر ہم ضرور کہیں گے لِوَلِیِّهٖ اس کے وارثوں کو مَا شَهِدْنَا ہم حاضر نہیں تھے مَهْلِکَ اَهْلِهٖ اس کے گھر کے افراد کی ہلاکت کے وقت وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ اور بے شک البتہ ہم سچے ہیں وَمَكَرُوْا اورانہوں نے تدبیر کی مَكْرًا تدبیر کرنا وَّ مَكَرْنَا مَكْرًا اور ہم نے بھی تدبیر کی تدبیر کرنا وَّ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ اور وہ شعور نہیں رکھتے تھے فَانْظُرْ پس دیکھو كَیْفَ كَانَ کیسے تھا عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ ان کی تدبیر کا انجام اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ بے شک ہم نے ان کو ہلاک کر دیا وَ قَوْمَهُمْ اَجْمَعِیْنَ اوران کی ساری قوم کو فَتِلْکَ بُیُوْتُهُمْ پس یہ ان کے گھر ہیں خَاوِیَةً خالی بِمَا ظَلَمُوْا اس وجہ سے کہ انہوں نے ظلم کیا اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً بے شک اس میں نشانی ہے لِّقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ اس قوم کے لیے جو جانتی ہے وَاَنْجَیْنَا الَّذِیْنَ اورنجات دی ہم نے ان لوگوں کو اٰمَنُوْا جو

ایمان لائے وَكَانُوا يَتَّقُوْنَ اور وہ تھے بچتے۔

گزشتہ قوموں کے احوال بیان کرنے کی وجہ :

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آنے والی نسلوں کی اصلاح کے لیے پہلی تباہ شدہ نافرمان قوموں کے حالات بیان فرمائے ہیں کہ نافرمانی کی وجہ سے وہ دنیا میں کیسے تباہ ہوئیں۔قبر حشر کا عذاب اور آخرت کا عذاب علیحدہ ہے لہٰذا تم ان نافرمانیوں سے بچ جاؤ۔حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے بعد قوم عاد تھی۔ان کی طرف پیغمبر حضرت ہود علیہ السلام بھیجے گئے۔

قومِ صالح علیہ السلام کا واقعہ :

عاد قوم کے بعد ثمود قوم تھی جن کی طرف حضرت صالح علیہ السلام بھیجے گئے ان کا علاقہ حجر تھا۔یہ علاقہ اب سعودیہ میں ہے خیبر سے کافی دور ہے آج بھی بڑی بڑی چٹانوں میں بنے ہوئے مکانات وہاں موجود ہیں مگر ان میں رہنے والا کوئی نہیں ہے۔ان لوگوں نے حضرت صالح علیہ السلام کی بڑی مخالفت کی یہاں تک کہ ان کو بمع اہل خانہ شہید کرنے کا منصوبہ بنایا جس کا ذکر ابھی آئے گا۔آخر دم تک وہ لوگ کفر شرک پر ڈٹے رہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اور البتہ تحقیق ہم نے رسول بنا کر بھیجا اِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ثمود قوم کی طرف ان کے بھائی صالح علیہ السلام کو۔بھائی اس لیے فرمایا کہ وہ بھی اس قوم کے ایک فرد تھے ورنہ یہ پیغمبر ہیں مومن ہیں قوم کافر ہے۔جیسے ہم پاکستان میں رہنے والوں کو کہیں برادران وطن۔برادران وطن میں عیسائی ہیں، ہندو، سکھ ، پارسی، یہودی بھی ہیں وہ سب اس میں آجائیں گے۔البتہ برادران ملت کہنے میں صرف مسلمان آئیں گے ہندو، سکھ، عیسائی وغیرہ شامل نہیں ہوں گے۔اللہ تبارک وتعالیٰ کے پیغمبر نے تعلیم شروع کی قوم کو خطاب کیا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ یہ کہ عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اور

جتنے بھی پیغمبر تشریف لائے ہیں ان کا پہلا سبق یہی تھا یٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمۡ مِّنۡ اِلٰہٍ غَیۡرُہٗ ''اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اس کے سوا تمہارا کوئی الٰہ نہیں ہے۔'' مشکل کشا، حاجت روا نہیں ہے، فریادرس، دستگیر، حاکم، مقنن نہیں ہے فَاِذَا ھُمۡ فَرِیۡقٰنِ پس وہ دو فریق بن گئے پیغمبر کے آنے کے بعد یَخۡتَصِمُوۡنَ آپس میں لڑنے جھگڑنے لگ گئے۔ دو گروہوں سے مراد یہ ہے کہ ایک گروہ وہ جس نے پیغمبر کا کلمہ پڑھا اور دوسرا گروہ وہ جنہوں نے کلمہ نہیں پڑھا مخالف تھے۔ اور طبعی بات ہے کہ جب نظریات اور عقائد مختلف ہوں تو جھگڑا ہوتا ہے۔ کچھ تھوڑے سے لوگ حضرت صالح علیہ السلام کے ساتھ بھی تھے ان کا کافروں مشرکوں کے ساتھ جھگڑا ہوتا تھا اور عجیب بات یہ تھی کہ گھر کے افراد میں سے ایک بھائی نے کلمہ پڑھا اور دوسرے نے نہیں پڑھا، باپ نے نہیں پڑھا بیٹے نے پڑھا۔ حضرت صالح علیہ السلام نے جب ان کو نافرمانی پر کفر وشرک پر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا تو کہنے لگے کہ جس عذاب کی آپ ہمیں دھمکی دیتے ہیں دیر کس چیز کی ہے جلدی لاؤ وہ عذاب ہم تو آپ کی بات ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کے معصوم پیغمبر حضرت صالح علیہ السلام نے قَالَ فرمایا یٰقَوۡمِ لِمَ تَسۡتَعۡجِلُوۡنَ بِالسَّیِّئَۃِ اے میری قوم کیوں جلدی طلب کرتے ہو برائی، عذاب کیوں مانگتے ہو قَبۡلَ الۡحَسَنَۃِ بھلائی سے پہلے، راحت سے پہلے۔ رب تعالیٰ سے راحت رحمت مانگو تکلیف اور عذاب نہ مانگو۔

اللہ تعالیٰ سے ہر حال میں بھلائی مانگنی چاہیے :

ابوداؤد شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ایک نوجوان صحابی تھے بڑے مستعد، پھرتیلے کام بڑی تیزی کے ساتھ کرتے تھے۔ وہ چند دن آنحضرت ﷺ کو نظر نہ

آئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا فلاں جوان نظر نہیں آرہا کہاں ہے؟ ساتھیوں نے کہا کہ حضرت ہم معلوم کر کے بتائیں گے اس کے گھر جا کر معلوم ہوا کہ وہ بیمار ہے اور بیماری کی وجہ سے بہت کمزور ہو گیا ہے ابوداؤد شریف میں كَأَنَّهُ فَرْخٌ کے لفظ آتے ہیں گویا کہ چڑیا کا بچہ ہے جس کے ابھی پر نہیں اُگے۔ ساتھیوں نے آکر بتلایا کہ حضرت! وہ اتنا بیمار ہے کہ کروٹ نہیں بدل سکتا۔ آنحضرت ﷺ اس کی تیمارداری کے لیے تشریف لے گئے دیکھا تو وہ واقعی کمزور ہو چکا تھا۔ فرمایا سبحان اللہ! تجھے کیا ہوا ہے؟ کہنے لگا حضرت! میں نے دعا کی ہے کہ اے پروردگار! جو سزا آپ نے مجھے مرنے کے بعد دینی ہے وہ مجھے دنیا میں ہی دے دیں تاکہ مرنے کے بعد میری زندگی صاف ستھری ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا سبحان اللہ! تو نے اللہ تعالیٰ سے تکلیف مانگی ہے راحت مانگنی چاہیے تھی هَلَّا قُلْتَ ''آپ نے ایسی دعا کیوں نہیں کی رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ [سورۃ البقرہ] ''اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور بچا ہمیں آگ کے عذاب سے۔''

تو جب ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر سے کہا کہ آپ جس عذاب کی دھمکی دیتے ہیں وہ لاتے کیوں نہیں تو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے فرمایا اے میری قوم! کیوں جلدی مانگتے ہو برائی اور تکلیف بھلائی سے پہلے لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ کیوں نہیں معافی مانگتے اللہ تعالیٰ سے کفر شرک سے باز آجاؤ اور رب تعالیٰ سے معافی مانگو لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ قَالُوا لوگوں نے کہا اِطَّيَّرْنَا بِكَ اصل میں تھا تَطَيَّرْنَا۔ تا کو طا کیا اور پھر تا کا طا میں ادغام کر دیا۔ پہلے حرف ساکن تھا تو ہمزہ وصلی لے آئے اِطَّيَّرْنَا ہو گیا تَطَيَّرَ کا معنٰی ہوتا ہے پرندے اڑانا۔ ان لوگوں کا طریقہ یہ تھا کہ جب کسی کام کے لیے

صبح سویرے گھر سے نکلتے جو قریب درخت ہوتا اس پر پتھر مارتے اس پر جو پرندے ہوتے اگر وہ دائیں طرف اڑتے تو کہتے میرا کام ہو گیا اور اگر پرندے بدحواس ہو کر بائیں طرف اڑتے تو کہتے میرا کام نہیں ہو گا۔ تو وہ پرندوں کو اڑا کر نیک فالی اور بدفالی حاصل کرتے تھے۔ بھئی! پرندوں کے اڑنے کے ساتھ تمہارے کام کا کیا تعلق ہے۔ کوئی عقلی طور پر یا نقلی طور پر عارضی یا عادی طور پر کوئی تعلق ہے پرندوں کے اڑنے کا تیرے کام کے ساتھ۔ جب ان کو پتھر مارو گے تو وہ بدحواس ہو کر یا دائیں اڑیں گے یا بائیں اڑیں گے۔ تو وہ پرندے اڑاتے تھے نیک فالی یا بدفالی حاصل کرنے کے لیے جیسے آج کل بھی بعض جاہلوں میں یہ بات ہے کہ کوا بولا تو کہتے ہیں کہ مہمان آئے گا۔

؎ منگل بدھ نہ جاویں پہاڑ جیتی بازی آویں ہار

کہ منگل اور بدھ کو پہاڑی سفر نہ کرو کیونکہ اگر تم کامیاب بھی ہو تو ناکام ہو کر آؤ گے۔ حالانکہ بھائی حقیقت یہ ہے کہ دنوں میں نہ نحوست ہے نہ سعادت ہے۔ نحوست اور سعادت ہمارے اعمال میں ہے۔ کہنے لگے ہم نے تمہاری وجہ سے بدفالی حاصل کی ہے۔ وہ نحوست کیا تھی؟ بارش کا نہ ہونا تھا۔ تو ان کے کفر اور شرک کی وجہ سے، پیغمبر کی مخالفت کی وجہ سے لیکن الٹی گنگا کہ ذمہ داری حضرت صالح علیہ السلام پر ڈال دی اور ان کے مومن ساتھیوں پر کہ ان کی وجہ سے بارشیں نہیں ہو رہیں۔ کہنے لگے ہم نے بدفالی حاصل کی ہے بِکَ آپ کی وجہ سے وَ بِمَنْ مَّعَکَ اور ان کی وجہ سے جو آپ کے ساتھ ہیں قَالَ فرمایا طٰٓئِرُکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ تمہاری نحوست اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تمہارے کفر، شرک اور نافرمانی کی وجہ سے ہماری توحید کی وجہ سے نہیں، رسالت پر یقین رکھنے کی وجہ سے نہیں، آخرت کا عقیدہ ماننے کی وجہ سے نہیں بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ بلکہ تم

ایسی قوم ہو جو فتنے میں مبتلا کی گئی ہو۔تم اپنے گناہ اور قصور کو نہیں دیکھتے الٹا ہمارے ذمے لگاتے ہو وَ كَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ اور تھے حجر شہر میں۔اس شہر کا نام حجر تھا اور اسی نسبت سے سارے علاقے کو حجر کہتے تھے۔تو اس حجر شہر میں تِسْعَةُ رَهْطٍ نو افراد تھے يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ فساد مچاتے تھے زمین میں وَلَا يُصْلِحُوْنَ اور اصلاح نہیں کرتے تھے۔یہ نو غنڈے بدمعاش تھے ان کے سردار کا نام قیدار بن ثعلب تھا۔قذار بھی لکھ دیتے ہیں۔ درمیانے قد کا گربہ چشم تھا بلی جیسی آنکھوں والا بڑا شریر آدمی تھا اس کے آٹھ آدمی اور تھے۔ یہ نو غنڈوں کی،بدمعاشوں کی جماعت تھی وہاں ایک بیوہ عورت تھی جس کا نام عنیزہ بنت غنم تھا۔اس کی جوان لڑکیاں تھیں اس کے پاس کافی تعداد میں بھیڑ بکریاں اور اونٹ تھے وہاں ایک پانی کا چشمہ تھا ان لوگوں کے مطالبے پر جو اللہ تعالیٰ نے چٹان سے اونٹنی نکالی تھی حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ ''یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اونٹنی ہے۔''ایک دن چشمے سے پانی یہ پیے گی اور ایک دن تمہارے جانور۔ان لوگوں کے جانور کافی تھے۔عنیزہ بی بی کے بھی کافی جانور تھے جب ان کی باری ہوتی تھی عنیزہ کے کچھ جانور پیاسے رہ جاتے تھے۔اس نے قیدار بن ثعلب کو کہا کہ میری جوان لڑکیوں میں سے جس کا چاہو رشتہ لے لو مگر صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو راستے سے ہٹاؤ۔اس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مشورہ کیا۔کہنے لگے پہلے صالح علیہ السلام کو اہل خانہ سمیت قتل کرو پھر اونٹنی کو ختم کرنا ہے۔دوسروں نے کہا نہیں پہلے اونٹنی کو کاٹو پھر صالح علیہ السلام کا کام کریں گے۔تو فرمایا تھے شہر میں نو آدمی جو فساد مچاتے تھے زمین میں اور اصلاح نہیں کرتے تھے قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ ان غنڈوں نے کہا قسمیں اٹھاؤ اللہ تعالیٰ کی لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ کہ ہم رات کے وقت صالح علیہ السلام اور اس کے گھر والوں پر حملہ کر کے ہلاک کر دیں گے ثُمَّ

لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِیِّهٖ پھر ان کے وارثوں کو کہیں گے مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ ہم حاضر نہیں تھے اس کے گھر کے افراد کی ہلاکت کے وقت وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ اور بے شک ہم سچے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَكَرُوْا مَكْرًا اور انہوں نے تدبیر کی تدبیر کرنا۔ حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو شہید کرنے کی وَّ مَكَرْنَا مَكْرًا اور ہم نے بھی تدبیر کی تدبیر کرنا وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ اور ان کو شعور بھی نہیں تھا۔ انہوں نے پہلے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی ٹانگیں کاٹیں۔ تفسیروں میں آتا ہے کہ جس وقت انہوں نے اونٹنی کی ٹانگیں کاٹیں تو اونٹنی نے آسمان کی طرف سر اٹھایا اور بڑبڑائی، آواز نکالی۔ حضرت صالح علیہ السلام نے آواز سنی تو دوڑتے ہوئے آئے۔ دیکھا تو اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ دی گئیں تھیں۔ قوم سے فرمایا دیکھو! رب تعالیٰ نے تمہیں تین دن کی مہلت دی ہے تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ [ہود:٦٥] "فائدہ اٹھالو اپنے گھروں میں تین دن تک یہ ایسا وعدہ ہے جو جھوٹا نہیں ہوگا مثلاً آج جمعرات کا دن ہے فرمایا آج کے دن تمہارے چہرے سیاہی مائل ہوں گے کل بالکل سیاہ ہو جائیں گے پرسوں بالکل شکلیں بدل جائیں گی اور چوتھے دن تباہ ہو جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو تین دن کی مہلت دی توبہ کرلیں مگر جب انسان کا دل سیاہ ہو جائے تو خیر کی بات دل میں نہیں آتی۔ خدا کرے کسی کا دل کالا نہ ہو۔ حجر اسود کے بارے میں احادیث کے اندر آتا ہے يَاقُوْتٌ مِّنْ يَوَاقِيْتِ الْجَنَّةِ "ترمذی شریف کی روایت ہے کہ جنت کے موتیوں میں سے موتی ہے۔" یہ دودھ سے زیادہ سفید تھا سورج کی طرح اس کی چمک تھی سَوَّدَتْهُ خَطَايَا بَنِيْ اٰدَمَ بنی آدم کی خطاؤں نے اس کو کالا کر دیا ہے۔" اور جامع الصغیر کی روایت میں ہے سَوَّدَتْهُ خَطَايَا الْمُشْرِكِيْنَ "مشرکین کی خطاؤں نے اس کو کالا کر دیا ہے۔" حجر اسود

خطاؤں سے کالا ہوگیا ہے ہمارا دل گناہوں سے کالا کیوں نہیں ہوگا؟

گناہ کی نحوست :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب بندہ گناہ کرتا ہے تو اس کی وجہ سے دل پر ایک سیاہ نکتہ پڑ جاتا ہے۔ دوسرا گناہ کیا دوسرا نکتہ، تیسرا گناہ کیا تیسرا نکتہ پڑ گیا، یہ گناہ کرتا گیا کالے نکتے پڑتے گئے یہاں تک کہ سارا دل سیاہ ہو جاتا ہے دل پر زنگ چڑھ جاتا ہے۔ اس کی علامت یہ ہوتی ہے کہ نیکی کی رغبت ختم ہو جاتی ہے اور برائی کی طرف میلان ہوتا ہے۔ پھر تین دن کے بعد ان پر عذاب نازل ہوا۔ رجفہ کا لفظ بھی آتا ہے زلزلہ آیا اور صیحہ کا لفظ بھی آتا ہے، آواز۔ جرائیل علیہ السلام نے ایک ڈراؤنی سی آواز نکالی وہ جہاں جہاں تھے ان کے کلیجے پھٹ گئے اور زلزلے میں تباہ ہو گئے مجرم قوم کا ایک فرد بھی نہ بچا۔ فرمایا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ پس دیکھو کیسا تھا ان کی تدبیر کا انجام اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَ قَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ بے شک ہم نے ان کو ہلاک کر دیا اور ان کی ساری قوم کو فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةً پس یہ ان کے گھر ہیں خالی ان میں بسنے والا کوئی نہیں ہے بِمَا ظَلَمُوْا اس وجہ سے کہ انہوں نے ظلم کیا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً بے شک اس میں نشانی ہے لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ اس قوم کے لیے جو جانتی ہے وَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور ہم نے نجات دی ان لوگوں کو جو ایمان لائے وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ اور وہ تھے بچتے شرک سے، کفر سے، خدا کی نافرمانی سے۔

۞۞۞

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ

لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَ اَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۴﴾ اَىِٕنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ
شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۵۵﴾ فَمَا كَانَ جَوَابَ
قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَخْرِجُوْۤا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْیَتِكُمْۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ
یَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَاَنْجَیْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ٘ قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِیْنَ ﴿۵۷﴾
وَ اَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًاۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِیْنَ ﴿۵۸﴾ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ
وَ سَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰىؕ ءٰٓاللّٰهُ خَیْرٌ اَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ اَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءًۚ
فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآىِٕقَ ذَاتَ بَهْجَةٍۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَاؕ
ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ یَّعْدِلُوْنَ ﴿۶۰﴾ اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ
قَرَارًا وَّ جَعَلَ خِلٰلَهَاۤ اَنْهٰرًا وَّ جَعَلَ لَهَا رَوَاسِیَ وَ جَعَلَ بَیْنَ
الْبَحْرَیْنِ حَاجِزًاؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۶۱﴾

وَلُوْطًا اور بھیجا ہم نے لوط علیہ السلام کو رسول بنا کر اِذْ قَالَ جب فرمایا
لوط علیہ السلام نے لِقَوْمِهٖ اپنی قوم کو اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ کیا تم کرتے ہو بے
حیائی وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ اور تم دیکھتے ہو اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً تم
دوڑتے ہو مردوں پر شہوت رانی کے لیے مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ عورتوں کو چھوڑ کر
بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ بلکہ تم قوم ہو جاہل فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖ پس نہیں

تھا جواب ان کی قوم کا اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا مگر یہ کہ کہا انہوں نے اَخْرِجُوْٓا اٰلَ لُوْطٍ
نکال دو لوط علیہ السلام کے گھرانے کو مِّنْ قَرْيَتِكُمْ اپنی بستی سے اِنَّهُمْ اُنَاسٌ
بے شک یہ لوگ يَّتَطَهَّرُوْنَ ستھرے بنتے ہیں فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ پس ہم نے
نجات دی لوط علیہ السلام کو اور ان کے گھر والوں کو اِلَّا امْرَاَتَهٗ سوائے ان کی بیوی
کے قَدَّرْنٰهَا مقدر کر دیا تھا ہم نے اس کے بارے میں مِنَ الْغٰبِرِيْنَ کہ وہ پیچھے
رہنے والوں میں ہوگی وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا اور برسائی ہم نے ان پر بارش
فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ پس بری ہوئی بارش ان لوگوں کی جو ڈرائے ہوئے تھے
قُلْ آپ کہہ دیں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں وَسَلٰمٌ اور
سلام ہے عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اللہ تعالیٰ کے ان بندوں پر جن کو اس
نے ۔ ءٰٓاللّٰهُ خَيْرٌ کیا اللہ تعالیٰ بہتر ہے اَمَّا يُشْرِكُوْنَ یا وہ جن کو وہ
شریک کرتے ہیں اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کون ہے جس نے پیدا کیا
آسمانوں کو اور زمین کو وَاَنْزَلَ لَكُمْ اور اتارا اس نے تمہارے لیے مِّنَ
السَّمَآءِ مَآءً آسمان کی طرف سے پانی فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ پس اگائے ہیں ہم نے اس
کے ساتھ حَدَآئِقَ باغات ذَاتَ بَهْجَةٍ بارونق مَا كَانَ لَكُمْ تمہارا کام نہیں
ہے اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا کہ تم اگاؤ باغات کے درخت ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ کیا اللہ
تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور الٰہ ہے بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ بلکہ یہ لوگ انحراف کرتے
ہیں اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا بھلا کون ہے جس نے بنایا ہے زمین کو قرار گاہ وَّ

جَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا اور بنائی ہیں زمین کے درمیان نہریں وَّ جَعَلَ لَهَا رَوَاسِیَ اور رکھے ہیں ان میں بوجھل پہاڑ وَجَعَلَ اور بنایا ہے بَیْنَ الْبَحْرَیْنِ حَاجِزًا دو دریاؤں کے درمیان پردہ ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ کیا کوئی الہ ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ بلکہ ان کی اکثریت نہیں جانتی۔

لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کا تذکرہ :

حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حقیقی بھتیجے تھے۔ یہ عراق کے دارالخلافہ میں رہتے تھے۔ اس وقت اس جگہ کا نام کوثی بروزن طوبیٰ تھا۔ آج کل کے جغرافیہ میں اس کا نام بابل ہے۔ اب یہ چھوٹا سا قصبہ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد بھی یہی رہتے تھے۔ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا ہی نام ہے۔ کچھ لوگوں نے ویسے ہی تاویلیں کی ہیں اور تاویلیں کس کس جگہ کریں گے؟ قرآن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر ہے حدیث میں نام آزر ہے۔ تو آزر کے ایک بیٹے ابراہیم علیہ السلام تھے اور دوسرے بیٹے کا نام حاران تھا، ’ح‘ حلوے والی۔ لوط علیہ السلام حاران کے بیٹے تھے۔ اس علاقے میں صرف یہ تین بزرگ حق پر تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت لوط علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ حضرت سارہ علیہا السلام۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نبوت ملنے کے بعد تقریباً اسّی سال قوم میں گزارے اور بڑی تکلیفیں برداشت کیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم آیا کہ تم عراق سے شام کی طرف ہجرت کر جاؤ اور دمشق میں لوگوں کو تبلیغ کرو۔ راستے میں کسی جگہ پر حضرت لوط علیہ السلام کو نبوت ملی اور حکم ہوا کہ بستی سدوم میں جا کر لوگوں کو تبلیغ کرو۔ سدوم بڑا شہر تھا یہ دس میل میں پھیلا ہوا تھا آج کل اس کی جگہ بحر میت ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلُوْطًا اور یاد کرو لوط علیہ السلام کا قصہ اور بھیجا ہم نے لوط علیہ السلام کو رسول بنا کر اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ جس وقت کہا انہوں نے اپنی قوم کو وہ قوم جس کی طرف ان کو رسول بنا کر بھیجا گیا جن کا مرکزی شہر سدوم تھا۔ کیا کہا قوم کو؟ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ کیا تم کرتے ہو بے حیائی وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ اور تم دیکھتے بھی ہو یعنی تم سمجھتے بھی ہو کہ یہ بُرا کام ہے پھر بھی اس کا ارتکاب کرتے ہو۔ وہ بے حیائی کیا تھی؟ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ بے شک تم دوڑتے ہو مردوں پر شہوت رانی کرتے ہوئے اپنی شہوت مردوں پر پوری کرتے ہو عورتوں کو چھوڑ کر۔ اللہ تعالیٰ نے مرد بھی پیدا فرمائے ہیں اور عورتیں بھی اور نسل انسانی کو باقی رکھنے کے لیے نکاح کا حکم فرمایا ہے کہ جائز طریقے سے تم اپنی شہوت کو پورا کرو لیکن وہ قوم اس سے ہٹ کر ہم جنس پرستی میں مبتلا ہوگئی تھی۔ حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو سمجھایا کہ تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرو۔

ہم جنس پرستی :

حدیث پاک میں آتا ہے اُقْتُلُوا الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُوْلَ "جو مرد آپس میں بے حیائی کریں دونوں کو قتل کر دو۔" اور حال یہ ہے کہ یورپ کے بعض ممالک میں یہ قانون پاس ہو چکا ہے کہ مرد مرد سے نکاح کر سکتا ہے اور بعض علاقوں والے اس قانون کے پاس کرانے کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ ان بے حیا قوموں میں انسانیت ختم ہوگئی ہے اور کہتے ہیں کہ اس میں حرج کیا ہے؟

فرمایا بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ بلکہ تم قوم ہو جاہل۔ بے سمجھ لوگ ہو اللہ تعالیٰ نے شہوت رانی کے لیے دوسری جنس بنائی ہے عورتیں پیدا فرمائی ہیں مگر تم یہ کام مردوں کے ساتھ کرتے ہو۔ اور سورۃ الشعراء آیت نمبر ۱۶۸ میں۔ اِنِّیْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِيْنَ

''بے شک میں تمہارے اس فعل سے نفرت کرتا ہوں۔'' قرآن پاک میں زنا اور لواطت دونوں کو فحش کہا گیا ہے بلکہ لواطت زنا سے بھی قبیح فعل ہے۔ یہ خلاف فطرت ہے۔ یہ اتنا برا فعل ہے کہ سوائے بندروں کے کوئی دوسرا جانور بھی پسند نہیں کرتا۔ بندر کو اسی وجہ سے ذلیل جانور کہا گیا ہے۔ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ پس نہیں تھا جواب لوط علیہ السلام کی قوم کا اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا مگر یہ کہ کہا انہوں نے اَخْرِجُوْٓا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ نکال دو لوط علیہ السلام کے گھرانے کو اپنی بستی سے۔ اسی کو کہتے ہیں الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ مجرموں کو نکالنا چاہیے یا نیکوں کو؟ مگر جب مجرم زیادہ ہو جائیں تو نیکوں پر سختیاں ہو جاتی ہیں۔ کیوں نکالو؟ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ بے شک یہ لوگ ہیں جو پاک بنتے ہیں۔ انداز گفتگو دیکھو! کہ یہ پاک بنتے پھرتے ہیں۔ بھئی! یہ پاک بنتے نہیں پھرتے بلکہ وہ حقیقتاً پاک ہیں فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ پس ہم نے نجات دی لوط علیہ السلام کو اور ان کے گھر والوں کو اِلَّا امْرَاَتَهٗ مگر اس کی بیوی کو نجات نہیں ملی۔ حضرت لوط علیہ السلام بیوی پیچھے سے تو نہیں لائے تھے اسی قوم میں شادی ہوئی مگر وہ اسلام نہیں لائی۔ اس وقت مسلمان کا نکاح کافر کے ساتھ جائز تھا بلکہ آنحضرت ﷺ کی بعثت سے سولہ سال بعد تک کافروں کے ساتھ نکاح جائز رہا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی تین بیٹیاں پہلے کافروں کے نکاح میں تھیں۔ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا ابولہب کے بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کے نکاح میں تھیں اور حضرت زینب ابوالعاص بن ربیع کے نکاح میں تھیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں ایک عورت تھی اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کی وجہ سے ان کی کنیت ام بکر پڑی اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ابوبکر کہلائے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بڑی کوشش کی مگر وہ مسلمان نہیں ہوئی۔ کہتی تھی رب مجھے اسلام سے بچائے۔ جب دوسرے پارے کی یہ آیات نازل

ہوئیں وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ''اور مشرک عورتوں سے نکاح نہ کر یہاں تک کہ وہ ایمان لائیں وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ اور البتہ مومن لونڈی بہتر ہے مشرک عورت سے وَلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ چاہے وہ تم کو کتنی اچھی معلوم ہو وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا اور نہ نکاح کرو مسلمان عورتوں کا مشرکوں کے ساتھ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ اور البتہ مومن غلام بہتر ہے مشرک سے وَلَوْ اَعْجَبَكُمْ چاہے وہ تمہیں اچھا معلوم ہو۔'' اس آیت کریمہ کے نازل ہونے کے بعد مشرکوں سے نکاح منسوخ ہو گیا۔

رشتہ کرنے میں احتیاط کرنی چاہیے :

یاد رکھنا! رشتہ کرتے وقت پہلے عقیدہ دیکھو! بچہ بچی مشرک تو نہیں کافر تو نہیں تاکہ اولاد کا ایمان خراب نہ ہو۔ لیکن اب حالت یہ ہے کہ ہم شکل دیکھتے ہیں، کوٹھیاں کاریں دیکھتے ہیں، مال دیکھتے ہیں، دنیاوی تعلیم دیکھتے ہیں، عقیدے کی طرف نگاہ کرنے والے لوگ بہت کم ہیں۔ آخرت کی فکر کرو دنیا تو گزر ہی جائے گی۔

حضرت ابوالدرداء مشہور صحابی ہیں ان کی لڑکی جوان ہو گئی رشتہ داروں نے رشتہ تلاش کیا اور کہا حضرت آپ لڑکی فلاں جگہ دے دیں۔ فرمایا میں لڑکی وہاں نہیں دوں گا۔ رشتہ داروں نے کہا حضرت کیوں؟ کیا وجہ ہے؟ کیا لڑکے کی شکل اچھی نہیں بیکار ہے؟ فرمایا نہیں شکل عقل اچھی ہے پڑھا لکھا دین دار پرہیز گار ہے سارا گھرانہ دین دار ہے مگر ان کے گھر میں لونڈیاں کام کرتی ہیں میری بیٹی کو ساس کی خدمت کا موقع میسر نہیں ہوگا جس سے اس کی آخرت ماری جائے گی اس لیے میں بیٹی وہاں دینے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ آخرت کا کتنا فکر ہے؟ آج تو ایسے لوگ بھی ہیں جو رشتہ کرتے وقت کہتے ہیں ہماری لڑکی

روٹی نہیں پکائے گی، کپڑے نہیں دھوئے گی، جھاڑو نہیں پھیرے گی۔ اس کوٹرے میں تیار روٹی ملنی چاہیے۔

یاد رکھنا! اور عورتیں اس مسئلہ کو اچھی طرح یاد رکھیں۔ یہ جو گھر کے کام کاج ہیں مثلاً بچوں کو نہلانا، تیار کرنا، کپڑے دھونا، روٹی پکانا اور کھلانا، جھاڑو پھیرنا، ان کا ثواب نفلی نماز روزے سے زیادہ ہے۔ تو فرمایا ان کی بیوی کو نجات نہ ملی قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِيْنَ مقدر کر دیا تھا ہم نے اس کے بارے میں کہ وہ پیچھے رہنے والوں میں سے ہوگی۔ حضرت لوط علیہ السلام کو حکم تھا کہ آپ جلدی سے یہاں سے چلے جائیں کہ آپ کے چلے جانے کے بعد ہم نے اس علاقے کو الٹا دینا ہے۔ وہ تشریف لے گئے اور یہ پیچھے رہ گئی معذبین میں۔ اس قوم پر چار قسم کے عذاب آئے۔

پہلا عذاب: فَطَمَسْنَا اَعْيُنَهُمْ [سورۃ القمر] ''ہم نے ان کی آنکھیں مٹا دیں۔'' آنکھوں کی بینائی ختم کر دی۔ دوسرے عذاب کا ذکر اس آیت کریمہ میں ہے وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا اور برسائی ہم نے ان پر بارش پتھروں کی فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ پس بری ہوئی بارش ان لوگوں کی جو ڈرائے ہوئے ہیں۔ تیسرا عذاب: ڈراؤنی آواز تھی۔ چنانچہ سورۃ النحل میں صیحہ کے لفظ آتے ہیں اور چوتھا عذاب: فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا [سورۃ ہود] ''پس ہم نے بستی کو الٹ کر اوپر نیچے کر دیا۔'' اس مقام پر بحیرہ مردار ہے وہاں پر کسی قسم کی مچھلی یا دریائی جانوروں کی قسم کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ حالانکہ چھوٹے چھوٹے تالابوں میں بھی کیڑے مچھلیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ اے پیغمبر! آپ کہہ دیں تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ نافرمانوں کی تباہی کا حال بیان کر کے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی نصیحت کی گئی ہے کہ اچھا ہوا یہ لوگ

اپنے انجام کو پہنچ گئے ورنہ دنیا میں مزید فتنہ فساد کا سبب بنتے جیسا کہ سورۃ الانعام آیت نمبر ۴۵ میں ہے فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ”پس ظالموں کی جڑ کاٹ دی گئی اور سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔“ پہلی بات اللہ تعالیٰ کی تعریف اور دوسری یہ کہ ہر اہم کام کی ابتداء سے پہلے وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اور سلام ہے اللہ تعالیٰ کے ان بندوں پر جن کو اس نے چنا ہے۔ حمد و سلام کے بعد فرمایا ءٰاللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اللہ تعالیٰ بہتر ہے یا وہ جن کو یہ لوگ اس کے ساتھ شریک بناتے ہیں۔

وحدانیت باری تعالیٰ پر عقلی دلائل :

آگے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے عقلی دلائل ہیں جن پر غور کر کے انسان اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو پہچان سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وہ کون ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے۔ آسمان و زمین اور ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ دہریوں کی قلیل تعداد کے علاوہ ہر مذہب کے لوگ صرف اللہ تعالیٰ کو خالق مانتے ہیں۔ سورہ زمر آیت نمبر ۶۲ میں ہے اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ”ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے۔“ باقی سب مخلوق ہے۔ عرش سے لے کر فرش تک، ملائکہ سے لے کر جنات تک ہر چیز مخلوق ہے۔ تو فرمایا بتلاؤ ارض و سماء کا خالق کون ہے؟ دوسری دلیل بیان کرتے ہوئے فرمایا اچھا یہ بتلاؤ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً اور اتارا اس نے آسمان کی طرف سے پانی۔ تمہارے لیے بارش کون برساتا ہے بارش برسانا بھی مخلوق کے بس میں نہیں ہے۔ پھر خود ہی فرمایا بارش کے نتیجے میں فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ پس اگائے ہیں ہم نے اس پانی کے ذریعے باغات بارونق۔ حدیقہ اس باغ کو کہتے ہیں جس

کے ارد اگرد دیوار یا جھاڑیوں کی باڑ ہو ورنہ عام باغ کو بستان کہتے ہیں۔ فرمایا مَا کَانَ لَکُمْ اَنْ تُنْبِتُوْا شَجَرَهَا تمہارے بس کی بات نہیں ہے کہ باغات کے درختوں کو اگا سکو یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کرشمے ہیں۔ فرمایا جب ان میں سے کوئی چیز بھی کسی کے اختیار میں نہیں ہے تو پھر بتلاؤ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود ہے جس نے ان میں سے کوئی کام کیا ہو؟ نہیں ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کیوں بناتے ہو؟ کبھی اللہ تعالیٰ کی صفت میں دوسروں کو شریک کرتے ہو اور کبھی عبادت میں شریک کرتے ہو۔ ایسا کیوں کرتے ہو؟ فرمایا حقیقت یہ ہے بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ بلکہ یہ لوگ انحراف کرتے ہیں حقائق سے اعراض کرتے ہیں اور یَعْدِلُوْن کا معنٰی دوسروں کو برابر کرنا بھی ہے گویا کہ یہ لوگ بڑے ظالم اور ناانصاف ہیں کہ اتنی واضح دلیلوں کے باوجود اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو برابر ٹھہراتے ہیں۔ فرمایا زمین کی تخلیق کے بعد اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا بھلا کون ہے جس نے بنایا زمین کو قرارگاہ یعنی ٹھہرنے کی جگہ کس نے بنایا۔ نہ تو اتنی سخت ہے کہ اُکھاڑی نہ جاسکے اور نہ اتنی نرم ہے کہ انسان اس میں دھنس جائے وَّ جَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا اور بنائیں اس زمین کے درمیان نہریں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا نظام بنایا ہے کہ پہاڑوں پر بارش ہوتی ہے اور دریاؤں ندیوں کی صورت میں میدانی علاقوں کو سیراب کرتی ہے وَّ جَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ اور زمین پر بوجھل پہاڑ رکھ دیئے تاکہ زمین ڈولنے نہ پائے۔ زمین پر پہاڑ اسی نے ٹکائے ہیں وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا اور بنایا دو دریاؤں کے درمیان پردہ۔ آڑ پیدا کر دی ہے جس کی وجہ سے میٹھا کڑوا پانی آپس میں خلط ملط نہیں ہوتے۔ یہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی دلیل ہیں تو بھلا بتاؤ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا کوئی اور الٰہ ہے جو ان میں سے کوئی کام کر

سکے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ کے سوا معبود تو کوئی نہیں ہے بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ بلکہ ان کی اکثریت نہیں جانتی۔ اکثر لوگ بے علم اور بے سمجھ ہیں جو ان تمام دلائل کے باوجود شرک کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو سمجھ عطا فرمائے۔

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَ یَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَ یَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِؕ قَلِیْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۶۲﴾ اَمَّنْ یَّهْدِیْكُمْ فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ مَنْ یُّرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًۢا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۶۳﴾ اَمَّنْ یَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ وَ مَنْ یَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۶۴﴾ قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُؕ وَ مَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ ﴿۶۵﴾ بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ قف بَلْ هُمْ فِیْ شَكٍّ مِّنْهَا قف بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ ع

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ بھلا کون ہے وہ ذات جو قبول کرتی ہے مجبور اور بے کس کی دعا کو اِذَا دَعَاهُ جب وہ اس سے دعا کرتا ہے وَ یَكْشِفُ السُّوْٓءَ اور دور کرتا ہے تکلیف کو وَ یَجْعَلُكُمْ اور بناتا ہے تمہیں خُلَفَآءَ الْاَرْضِ زمین میں خلیفہ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ کیا ہے کوئی دوسرا الٰہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ قَلِیْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ بہت کم تم نصیحت حاصل کرتے ہو اَمَّنْ یَّهْدِیْكُمْ فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ بھلا کون ہے وہ ذات جو راہنمائی کرتی ہے تمہاری خشکی کے اندھیروں میں وَ الْبَحْرِ اور سمندر کے اندھیروں میں وَ مَنْ یُّرْسِلُ الرِّیٰحَ اور کون ہے جو چلاتا ہے ہواؤں کو بُشْرًۢا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ جو خوشخبری سناتی ہیں اس کی رحمت سے

پہلے ءَاِلٰـہٌ مَّعَ اللّٰہِ کیا ہے کوئی دوسرا الٰہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تَعٰلَی اللّٰہُ عَمَّا یُشْــرِکُــوْنَ بلند ہے اللہ تعالیٰ کی ذات ان چیزوں سے جن کو یہ اس کا شریک بناتے ہیں اَمَّـنْ یَّبْـدَؤُا الْـخَلْقَ بھلا کون ہے جو ابتداء کرتا ہے پیدائش کی ثُمَّ یُعِیْدُہٗ پھر وہ اس کو لوٹائے گا وَمَنْ یَّرْزُقُکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ اور کون ہے جو رزق دیتا ہے تمہیں آسمان سے وَالْاَرْضِ اور زمین سے ءَاِلٰـہٌ مَّعَ اللّٰہِ کیا اور کوئی الٰہ ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ قُلْ آپ کہہ دیں ھَاتُوْا بُرْھَانَکُمْ لاؤ اپنی دلیل اِنْ کُـنْتُـمْ صٰـدِقِیْـنَ اگر ہو تم سچے قُـلْ آپ کہہ دیں لَّا یَـعْـلَـمُ مَنْ فِـی السَّـمٰوٰتِ نہیں جانتے وہ جو آسمانوں میں ہیں وَالْاَرْضِ اور جو زمین میں ہیں الْغَیْبَ غیب کو اِلَّا اللّٰہُ سوائے اللہ تعالیٰ کے وَمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ اور وہ شعور نہیں رکھتے کس دن ان کو کھڑا کیا جائے گا بَلِ ادّٰرَکَ عِلْمُھُمْ بلکہ گر گیا ہے ان کا علم فِـی الْاٰخِـرَۃِ آخرت کے بارے میں بَـلْ ھُمْ فِیْ شَکٍّ مِّنْھَا بلکہ وہ شک میں ہیں قیامت کے بارے میں بَلْ ھُمْ مِّنْھَا عَمُوْنَ بلکہ وہ قیامت سے اندھے ہیں۔

اثباتِ توحید وتردید شرک :

اس رکوع میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے پرزور الفاظ میں توحید کا اثبات کیا ہے اور شرک کا رد کیا ہے۔ یاد رکھنا! تمام نیکیوں میں سب سے بڑی نیکی توحید ہے اور تمام گناہوں میں سب سے بڑا گناہ شرک ہے۔ گذشتہ آیات میں بھی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے دلائل کا ذکر تھا کہ آسمان زمین کس نے بنائے، بارش کس نے نازل کی ہے، باغات کے درخت کس

نے اگائے ہیں زمین کو جائے قرار کس نے بنایا ہے، زمین میں پہاڑ کس نے بنائے ہیں، دو دریاؤں کے درمیان پردہ کس نے بنایا ہے؟ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ہے جو یہ کام کر سکے؟ اور کوئی ذات نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ بھلا وہ کون ذات ہے جو قبول کرتی ہے مجبور اور بے کس کی دعا کو اِذَا دَعَاهُ جب وہ اس سے دعا کرتا ہے۔ انسان جب ظاہری اسباب سے ناامید اور مایوس ہو جاتا ہے تو پھر وہ رب تعالیٰ کے سامنے جھکتا اور پکارتا ہے چاہے وہ کافر مشرک ہی کیوں نہ ہو۔ کافر جب سمندر کا سفر کرتے تھے اور سمندر کی موجوں میں پھنستے تھے تو اس وقت صرف رب تعالیٰ کو پکارتے تھے۔ سورۃ العنکبوت آیت نمبر ۶۵ میں ہے فَاِذَا رَكِبُوْا فِی الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ''پس جب یہ سوار ہوتے ہیں کشتی پر تو پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ کو خالص۔'' اس کی اطاعت کا عقیدہ رکھتے ہوئے کہتے ہیں اس مقام پر اے پروردگار! تیرے سوا کوئی نہیں بچا سکتا۔ تو فرمایا مضطرّ انتہائی بے کس اور بے بس، لاچار کی دعا کو کون قبول کرتا ہے جس وقت وہ اس کو پکارتا ہے وَیَكْشِفُ السُّوْٓءَ اور دور کرتا ہے اس کی تکلیف کو تو بتلاؤ حاجت روا، مشکل کشا، فریادرس، دستگیر اور کون ہے؟ وَیَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ اور بناتا ہے تمہیں زمین میں خلیفہ۔ تم اپنے بڑوں کے نائب ہو تم دنیا سے چلے جاؤ گے تو تمہاری اولاد تمہارا خلیفہ بنے گی ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور حاجت روا، مشکل کشا ہے، کوئی فریادرس، دستگیر ہے؟ کون ہے تمہیں خلیفہ بنانے والا قَلِیْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ بہت کم تم نصیحت حاصل کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دعاؤں کو قبول کرنے والا نہیں ہے نہ کوئی تکلیف دور کرنے والا ہے۔ سورۃ الانعام آیت نمبر ۱۷ میں ہے وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا

کَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ''(اے انسان اچھی طرح سن اور سمجھ) اور اگر پہنچائے اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی تکلیف پس نہیں ہے اس کو دور کرنے والا سوائے اس کے۔'' اللہ تعالیٰ کے سوا ساری مخلوق جمع ہو کر بھی اس کو دور نہیں کر سکتی وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ''اور اگر وہ پہنچائے آپ کو کوئی بھلائی پس وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔'' اور سورۃ یونس آیت نمبر ۱۰۷ میں ہے وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ''اور اگر اللہ تعالیٰ ارادہ کرے آپ کے ساتھ بھلائی کا پس کوئی نہیں رد کر سکتا اس کے فضل کو۔'' نافع بھی وہی ہے اور ضار بھی وہی ہے۔ نفع نقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ جیسی ذات گرامی کو حکم دیا قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ''اے پیغمبر آپ کہہ دیں نہیں مالک میں اپنے نفس کے لیے نفع کا اور نہ نقصان کا اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ مگر جو اللہ چاہے۔'' اور سورۃ جن میں فرمایا قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ''آپ کہہ دیں میں تمہارے ضرر اور نفع کا مالک نہیں ہوں۔'' جب آنحضرت ﷺ جیسی ذات گرامی کسی کے نفع نقصان کی مالک نہیں ہے تو اور کسی کی کیا حیثیت ہے اور سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۸۸ میں ہے وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ''اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو زیادہ کرتا بھلائی سے اور نہ پہنچتی مجھ پر کوئی برائی کوئی تکلیف۔'' مجھے پہلے سے علم ہوتا کہ اس شخص نے مجھ پر اس طرح حملہ کرنا ہے تو میں پہلے اپنا بچاؤ کر لیتا۔ احد کے مقام پر آپ ﷺ اپنے دھیان میں تھے کہ عتبہ بن ابی وقاص نے پتھر مارا جس سے آپ ﷺ کا ہونٹ مبارک اور نیچے والا دانت شہید ہو گیا۔ پہلے سے اگر آپ ﷺ کو علم ہوتا تو آپ ﷺ دفاع نہ کرتے۔ عبداللہ بن قمیہ کافر نے تلوار کا وار کیا جس نے آپ ﷺ کا خود کاٹا آپ ﷺ کا چہرہ مبارک زخمی ہوا خون کا فوارہ پھوٹا

علم ہوتا تو پہلے سے دفاع نہ کرتے۔ اگر آپ ﷺ کو پہلے سے علم ہوتا تو خیبر میں آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کو زہر دی جاتی اور کیا آپ ﷺ اس کو کھاتے۔

واقعہ بیرِ معونہ :

ہجرت کا تیسرا یا چوتھا سال تھا رعل، ذکوان، عصی قبیلوں کے لوگ وفد کی شکل میں آپ کے پاس آئے مدینہ طیبہ میں اور کہنے لگے کہ ہماری برادریاں بہت سارے علاقوں میں پھیلی ہوئی ہیں انہیں اسلام کی بڑی طلب ہے مگر ان کو اسلام سمجھانے والا کوئی نہیں ہے حضرت! آپ اپنے سارے ساتھیوں کو بھیج دیں تبلیغ کے لیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سارے تو نہیں جاسکتے ان میں کوئی زراعت پیشہ ہیں کوئی تاجر پیشہ ہیں کسی نے جانور رکھے ہوئے ہیں ان کو چارہ ڈالنا ہے دودھ نکالنا ہے یہ میرے پاس اصحاب صفہ ہیں طالب علم ان کو لے جاؤ۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ستر آدمی ان کے ساتھ بھیج دیئے جس وقت یہ ان کی بستیوں کے قریب پہنچے تو ان کی بولیاں بدل گئیں۔ ان میں ایک کعب بن یزید رضی اللہ عنہ لنگڑے صحابی تھے وہ کسی غار میں چھپ گئے باقی سب کو انہوں نے دھوکے کے ساتھ شہید کر دیا۔ آپ کئی دن مسجد میں پریشان رہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ہم نے آپ ﷺ کو اتنا غمگین کبھی نہیں دیکھا جتنا بیرِ معونہ کے واقعہ پر دیکھا اگر آپ ﷺ کو علم ہوتا کہ انہوں نے ایسے دغا بازی کرنی ہے تو آپ ﷺ ان کے ساتھ ساتھیوں کو بھیجتے؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَمَّنْ یَّهْدِیْكُمْ بھلا کون ہے جو تمہاری راہنمائی کرتا ہے فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ خشکی کے اندھیروں میں وَالْبَحْرِ اور سمندر کے اندھیروں میں۔ آسمان پر ستارے کس نے بنائے ہیں جن کو دیکھ کر تم اپنی منزل تک پہنچتے ہو وَبِالنَّجْمِ هُمْ یَهْتَدُوْنَ [النحل:۱۶] ''اور ستاروں کے ذریعے بھی یہ لوگ راہ پاتے ہیں۔'' کون ہے جو تمہاری راہنمائی کرتا ہے خشکی کے

اندھیروں میں اور سمندر کے اندھیروں میں وَ مَنۡ یُّرۡسِلُ الرِّیٰحَ اور کون ہے جو چلاتا ہے ہواؤں کو بُشۡرًۢا بَیۡنَ یَدَیۡ رَحۡمَتِہٖ جو خوشخبری سناتی ہیں اس کی رحمت سے پہلے۔ بارش سے پہلے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چلتی ہیں جس سے سمجھدار لوگ سمجھ جاتے ہیں کہ اب رحمت کی بارش ہوگی ءَ اِلٰـہٌ مَّعَ اللّٰہِ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور الٰہ ہے تَعٰلَی اللّٰہُ عَمَّا یُشۡرِکُوۡنَ اللہ تعالیٰ کی ذات بلند ہے ان چیزوں سے جن کو یہ خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں اَمَّنۡ یَّبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ بھلا کون ہے جو ابتداء کرتا ہے پیدائش کی۔ ابتداءً مخلوق کو پیدا کرنے والا کون ہے ثُمَّ یُعِیۡدُہٗ پھر وہ اس مخلوق کو لوٹائے گا قیامت برپا ہوگی تمام انسان، تمام جنات، حیوانات، حشرات الارض میدان محشر میں جمع ہونگے۔ بتلاؤ یہ دوبارہ لوٹانے والا کون ہے؟ وَمَنۡ یَّرۡزُقُکُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الۡاَرۡضِ اور کون ہے جو تمہیں روزی دیتا ہے آسمان اور زمین سے۔ آسمان کی طرف سے بارش برستی ہے بارش کے ساتھ فصلوں کا تعلق ہے سورج کی کرنیں فصلوں پر پڑتی ہیں چاند کی چاندنی اور ستاروں کی دھیمی روشنی کا بھی فصلوں کے ساتھ تعلق ہے اور ہوا کا بھی۔ تو تمہارے رزق کا سارا انتظام کرنے والا کون ہے؟ ءَ اِلٰـہٌ مَّعَ اللّٰہِ کیا ہے کوئی اور الٰہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ قُلۡ آپ کہہ دیں ھَاتُوۡا بُرۡھَانَکُمۡ لاؤ کوئی اپنی دلیل اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ اگر ہو تم سچے۔ اَمَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ سے لے کر وَ مَنۡ یَّرۡزُقُکُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الۡاَرۡضِ تک جتنی چیزیں بیان ہوئی ہیں ان کے بنانے اور پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی الٰہ ہے تو اس پر دلیل لاؤ۔ اتنی واضح آیات کے بعد بھی کوئی مشرک ہے تو اس کے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

علم غیب خاصہ خداوندی ہے :

صفت تخلیق کے بعد صفت علم کا ذکر ہے قُلْ آپ فرمادیں لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ نہیں جانتے وہ جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں غیب کو اللہ تعالیٰ کے سوا۔ آسمانوں اور زمین کا غیب صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ آسمانوں میں مخلوق ہے فرشتے اور زمین میں انسان، جنات اور فرشتے وغیرہ کوئی مخلوق غیب کو نہیں جانتی اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ۔ اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو غیب کی خبریں بتلائی ہیں غیب نہیں دیا۔ سورۃ آل عمران آیت نمبر ۴۴ میں ہے ذٰلِکَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْکَ ''یہ غیب کی خبروں میں سے ہے ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔ بعض جاہل قسم کے لوگ اَنْبَآءِ الْغَیْب اور علم غیب میں فرق نہیں جانتے۔ چند غیب کی خبریں رب تعالیٰ نے بتلائیں ہیں پھر ان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ خبریں ہم نے آپ کو بتلائی ہیں۔ سورہ ہود آیت نمبر ۴۹ میں ہے مَا کُنْتَ تَعْلَمُهَا اَنْتَ وَلَا قَوْمُکَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ''نہ آپ جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم جانتی تھی اس سے پہلے۔'' یعنی ہمارے بتلانے سے پہلے۔ علم غیب خاصہ خداوندی ہے یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اس میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے اس صفت میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

عباسیوں کا پہلا خلیفہ ابو جعفر منصور بڑا زیرک آدمی تھا۔ ترپین (۵۳) لاکھ مربع میل کا حکمران تھا۔ عرب سے لے کر کاشغر تک۔ اس کی خواب میں ملک الموت سے ملاقات ہوئی اور خواب میں کوئی پیغمبر یا فرشتہ نظر آئے تو وہ پیغمبر اور فرشتہ ہی ہوتا ہے۔ چونکہ انبیاء کرام بھی معصوم ہیں اور فرشتے بھی معصوم ہیں۔ تو ان معصوموں کی شکل میں شیطان نہیں آسکتا۔ تو انہوں نے عزرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ خوش قسمتی سے آپ کے

ساتھ ملاقات ہوگئی ہے مجھے یہ بتلاؤ کہ میری زندگی کتنی باقی ہے؟اس نے پنجہ کھڑا کر کے دکھادیا بس!اور کچھ نہیں کیا۔صبح ہوئی تو خلیفہ نے تعبیر بتلانے والے بلائے اور ان کو خواب سنایا تو کسی نے کہا کہ آپ کی زندگی کے پانچ دن رہ گئے ہیں کسی نے کہا پانچ مہینے رہ گئے ہیں کسی نے پانچ سال کہا لیکن وہ مطمئن نہ ہوا اور کہا نعمان بن ثابت کو بلاؤ۔ یہ نام ہے امام اعظم ابوحنیفہؒ کا۔امام صاحب کو بلایا گیا ان کو اپنا خواب سنایا کہ خواب میں میری ملاقات عزرائیل علیہ السلام سے ہوئی تو میں نے ان سے اپنی زندگی کے متعلق سوال کیا کہ میری کتنی زندگی باقی ہے تو انہوں نے مجھے اس طرح پنجہ کھڑا کر کے دکھایا ہے اس کی تعبیر بتلاؤ کسی نے مجھے پانچ دن کی تعبیر بتلائی ہے، کسی نے پانچ مہینے کی، کسی نے پانچ سال کی آپ بتلائیں۔امام اعظم ابوحنیفہؒ نے فرمایا کَذَبَ کُلُّھُمْ سب نے جھوٹ بولا ہے، غلط کہا ہے۔ملک الموت نے پنجہ سامنے کر کے یہ بتلایا ہے کہ موت ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔سورہ لقمان کے آخر میں ان پانچ چیزوں کا ذکر ہے اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَافِي الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ”بے شک اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم اور اتارتا ہے وہ بارش اور جانتا ہے جو کچھ ہے رحموں میں اور نہیں جانتا کوئی نفس کہ وہ کل کیا کمائے گا اور نہیں جانتا کوئی نفس کہ کس سرزمین پر وہ مرے گا بے شک اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔“تو غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ یہ چھوٹے مسائل نہیں ہیں یہ عقائد کے مسئلے ہیں عام لوگ ان مسائل کی پرواہ نہیں کرتے ۔فقہاء کرامؒ جیسا محتاط طبقہ کوئی نہیں ہے۔وہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ آنحضرت ﷺ حاضر وناظر ہیں تو وہ کافر ہے

اور جو یہ کہے کہ آپ ﷺ غیب جانتے ہیں وہ بھی کافر ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے سوا غیب نہیں جانتے جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں وَمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ اور وہ شعور نہیں رکھتے کہ کس دن ان کو کھڑا کیا جائے گا۔ قیامت کے متعلق نہیں جانتے کہ کب آئے گی۔ آنحضرت ﷺ کی وفات سے ایک مہینہ پہلے پوچھنے والوں نے پوچھا کہ حضرت! قیامت میں کتنا وقت رہ گیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ غیب ہے وَمَا یَعْلَمُ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہَ ''اور غیب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔'' قیامت آنی ہے مگر یہ معلوم نہیں کہ کب آنی ہے جیسے ہم تم سب جانتے ہیں کہ مرنا ہے مگر کسی کو یہ معلوم نہیں کہ کب مرنا ہے کس وقت مرنا ہے؟

؎ آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں
سامان سو برس کا پل کی خبر نہیں

بَلِ ادّٰرَکَ عِلْمُهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ بلکہ تھک کر گر گیا ہے ان کا علم آخرت کے بارے میں۔ بڑے بڑے محقق تحقیق کرتے گئے آخرت کے بارے میں مگر رب تعالیٰ نے کسی کو کوئی دلیل نہیں بتلائی بَلْ هُمْ فِیْ شَکٍّ مِّنْهَا بلکہ وہ قیامت کے بارے میں شک میں ہیں بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ بلکہ وہ قیامت کے بارے میں اندھے ہیں۔ قیامت کے منکر بھی ہیں اور اندھے بھی ہیں۔ اندھے نہ ہوتے تو تیاری نہ کرتے۔ آج معمولی سا امتحان ہوتا ہے اس کے لیے پوری تیاری ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو آنکھیں دے اور آخرت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

۞۞۞

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَآؤُنَآ اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ﴿٦٧﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٦٨﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٦٩﴾ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿٧٠﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٧١﴾ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿٧٢﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿٧٣﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿٧٤﴾ وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿٧٥﴾ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿٧٦﴾ وَاِنَّهٗ لَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٧٧﴾ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ﴿٧٨﴾

وَقَالَ الَّذِيْنَ اور کہا ان لوگوں نے كَفَرُوْٓا جو کافر ہیں ءَاِذَا كُنَّا کیا جس وقت ہم ہو جائیں گے تُرٰبًا مٹی وَّاٰبَآؤُنَآ اور ہمارے باپ دادا اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ کیا بے شک ہم نکالے جائیں گے (قبروں سے) لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ البتہ تحقیق وعدہ کیا گیا اس چیز کا ہمارے ساتھ وَاٰبَآؤُنَا اور ہمارے

آباؤاجداد کے ساتھ بھی مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے اِنْ ھٰذَآ نہیں ہے یہ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ مگر پہلے لوگوں کی کہانیاں قُلْ آپ کہہ دیں سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ سیر کرو زمین میں فَانْظُرُوْا پس دیکھو کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِیْنَ کیسا تھا انجام مجرموں کا وَلَا تَحْزَنْ عَلَیْھِمْ اورآپ غمگین نہ ہوں مجرموں پر وَلَا تَکُنْ فِیْ ضَیْقٍ اور نہ ہوں آپ تنگی میں مِمَّا یَمْکُرُوْنَ اس چیز سے جو وہ تدبیر کرتے ہیں وَ یَقُوْلُوْنَ اور کہتے ہیں مَتٰی ھٰذَا الْوَعْدُ کب ہوگا یہ وعدہ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ اگر ہو تم سچے قُلْ آپ کہہ دیں عَسٰٓی ممکن ہے اَنْ یَّکُوْنَ رَدِفَ لَکُمْ یہ کہ ہو پیچھے لگی ہوئی تمہارے بَعْضُ الَّذِیْ بعض وہ چیز تَسْتَعْجِلُوْنَ جس کی تم جلدی کرتے ہو وَاِنَّ رَبَّکَ اور بے شک آپ کا رب لَذُوْفَضْلٍ البتہ فضل کرنے والا ہے عَلَی النَّاسِ لوگوں پر وَلٰکِنَّ اَکْثَرَھُمْ اور لیکن اکثر ان کے لَا یَشْکُرُوْنَ شکر ادا نہیں کرتے وَاِنَّ رَبَّکَ اور بے شک آپ کا رب لَیَعْلَمُ البتہ جانتا ہے مَا تُکِنُّ صُدُوْرُھُمْ جس کو چھپاتے ہیں ان کے سینے وَمَا اور اس چیز کو یُعْلِنُوْنَ جس کو وہ ظاہر کرتے ہیں وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ اور نہیں ہے کوئی چیز غائب فِی السَّمَآءِ آسمان میں وَالْاَرْضِ اور زمین میں اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ مگر وہ ایک روشن کتاب میں درج ہے اِنَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ بے شک یہ قرآن یَقُصُّ بیان کرتا ہے عَلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ بنی اسرائیل پر اَکْثَرَ الَّذِیْ اکثر وہ چیزیں ھُمْ فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ کہ وہ ان میں

اختلاف کرتے ہیں وَاِنَّهٗ اور بے شک یہ قرآن لَهُدًى البتہ ہدایت ہے وَّرَحْمَةٌ اور رحمت ہے لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ایمان والوں کے لیے اِنَّ رَبَّكَ بے شک آپ کا رب يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ فیصلہ کرے گا ان کے درمیان بِحُكْمِهٖ اپنے حکم کے مطابق وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ اور وہ غالب ہے جاننے والا ہے۔

بعث بعد الموت :

کل کے سبق کی آخری آیت کریمہ میں تھا بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ ''بلکہ گر گیا ہے ان کا علم آخرت کے بارے میں۔'' مشرکوں کی اکثریت قیامت اور حشر کی قائل نہیں تھی۔ کچھ لوگ قائل بھی تھے اور عرب کے مشرک قیامت کے منکر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا مقولہ نقل فرمایا ہے وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْآ اور کہا ان لوگوں نے جو کافر ہیں۔ کیا کہا؟ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا کیا جس وقت ہم ہو جائیں گے مٹی وَّ اٰبَآؤُنَآ اور ہمارے باپ دادا بھی اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ کیا بے شک ہم نکالے جائیں گے قبروں سے۔ اور سورہ مومنون آیت نمبر ۳۶ میں ہے هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ''بعید ہے یہ بات بعید ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے'' کہ ریزہ ریزہ ہو کر مٹی کے اجزا میں مل جل کر دوبارہ نکالے جائیں گے۔ اور سورہ یٰسین میں ان کا مقولہ اس طرح نقل کیا گیا ہے مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَ هِيَ رَمِيْمٌ ''کون زندہ کرے گا ان بوسیدہ ہڈیوں کو۔'' لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ البتہ تحقیق وعدہ کیا گیا اس چیز کا ہمارے ساتھ وَاٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ اور ہمارے باپ دادا کے ساتھ بھی اس سے پہلے کہ تم قبروں سے اٹھو گے مگر ابھی تک تو کوئی چیز قبروں سے نہیں نکلی لہٰذا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ [مومنون: ۳۷] ''اور ہم دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے۔'' بس یہی دنیا کی زندگی ہے ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں۔'' پھر انہوں نے یہ بھی کہا اِنْ هٰذَآ

اِلَّآ اَسَاطِیۡرُ الۡاَوَّلِیۡنَ نہیں ہیں یہ مگر پہلے لوگوں کی کہانیاں۔ بے شک قرآن کریم میں پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ ہے، حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ ہے، حضرت ہود علیہ السلام اور ان کی قوم کا قصہ ہے، حضرت صالح علیہ السلام اور ان کی قوم کے حالات ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ ہے، حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کی قوم کے حالات ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کا قصہ ہے اور پیغمبروں کے واقعات ہیں مگر یہ قصے محض قصے نہیں ہیں کہ ان میں صرف ذہنی عیاشی ہو کہ چلو ایک اجنبی چیز کا علم ہو گیا اور وقتی طور پر خوش ہو گئے وقت پاس ہو گیا۔ قرآن پاک میں جو قصے بیان کیے گئے ہیں وہ تو بڑے عبرت اور سبق آموز ہیں کہ ان میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو تسلی دی ہے کہ اگر یہ لوگ آج حق کا انکار کر رہے ہیں تو کوئی نئی بات نہیں ہے پہلے بھی لوگوں نے حق کا انکار کیا جو حشر ان کا ہوا ان کا بھی وہی ہو گا جیسے ان پر عذاب آیا ان پر بھی آئے گا۔ قرآن کریم کا ہر واقعہ اپنے اندر ایک حقیقت رکھتا ہے وہ محض قصہ نہیں ہے وہ محض ذہن کی عیاشی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلۡ آپ کہہ دیں سِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ چلو پھرو زمین میں فَانۡظُرُوۡا کَیۡفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الۡمُجۡرِمِیۡنَ دیکھو کیا انجام ہوا مجرموں کا جو حق کو مٹانا چاہتے تھے ایمان اور توحید والوں کے دشمن تھے اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی مخالفت کرتے تھے آج ان کا نام ونشان مٹ چکا ہے، ان کی اجڑی ہوئی بستیاں اور کھنڈرات تمہارے راستے میں ہیں۔ کیونکہ مکہ مکرمہ میں نہ باغات تھے نہ کھیت تھے پہاڑ ہی پہاڑ تھے زمین بھی پتھریلی تھی وہاں پر کچھ نہیں ہوتا تھا روحانی برکات تھیں، ہیں اور رہیں گی۔ مکہ مکرمہ کے لوگ تاجر پیشہ تھے سال میں دو سفر کرتے تھے رِحۡلَۃَ الشِّتَآءِ وَالصَّیۡفِ ”سردی کے موسم میں اور گرمی کے موسم میں سفر کرنا۔“ گرمی کے زمانے میں شام کا سفر کرتے تھے کیونکہ وہ ٹھنڈا

علاقہ تھا اور سردی کے زمانے میں یمن کے علاقے کا سفر کرتے تھے کہ وہ گرم علاقہ تھا ان دو سفروں میں یہ سال کا خرچہ نکال لیتے تھے۔ مکے والوں کی وہ بڑی قدر کرتے تھے کہ مکہ مکرمہ سے آئے ہیں ان کو چارپائیاں بچھا کے دیتے تھے کھانا مفت کھلاتے تھے ان سے چیزیں مہنگی خریدتے تھے اور ان کو چیزیں سستی دیتے تھے کہ یہ بیت اللہ کے پاس رہنے والے ہیں تو یہ آتے جاتے ان تباہ شدہ بستیوں کو دیکھتے تھے۔ تو فرمایا کہ ان سے عبرت حاصل کرو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ اور آپ غم نہ کھائیں ان پر اور نہ ہوں تنگی میں اس چیز سے جو وہ پوشیدہ تدبیریں کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خود ان سے نمٹ لے گا یہ اپنی سازشوں میں کامیاب نہیں ہوں گے آپ اپنا فریضہ تبلیغ ادا کرتے رہیں۔ فرمایا ان لوگوں کا حال یہ ہے وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اور کہتے ہیں کافر یہ قیامت کا وعدہ کب پورا ہو گا جس قیامت سے ہمیں ڈراتے ہو وہ کب آئے گی بتاؤ اگر تم سچے ہو تو ہمیں اس کا وقت بتلاؤ۔ کل کے سبق میں گزر چکا ہے قُلْ "آپ کہہ دیں لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ اللہ تعالیٰ کی ذات کے بغیر علم غیب کوئی نہیں جانتا۔" اور قیامت غیب میں سے ہے اس کا صحیح علم اور صحیح وقت اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں بتلایا يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ "اے نبی کریم ﷺ! یہ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ کب آئے گی؟" فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا [سورۃ النازعات] "آپ کو اس کے ذکر سے کیا واسطہ۔"

علم قیامت :

صحیح حدیث میں ہے کہ معراج کی رات جب آپ کی پیغمبروں کے ساتھ ملاقات

ہوئی علیہم الصلوٰۃ والسلام فَتَذَاکَرُوْا فِیْمَا بَیْنَھُمْ عِلْمَ السَّاعَۃِ ''تو قیامت کے علم کا مسئلہ چل پڑا کہ قیامت کب آنی ہے، کتنی صدیاں رہ گئی ہیں، کتنے سال رہ گئے ہیں، کتنے مہینے باقی ہیں؟'' تمام پیغمبروں نے کہا کہ ابراہیم علیہ السلام بڑی شخصیت ہیں یہ خلیل اللہ ہیں ان سے پوچھو شاید ان کے پاس کوئی راز ہو۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا لَا عِلْمَ لِی مجھے کوئی علم نہیں ہے۔ پھر پیغمبروں نے مشورہ کر کے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام سے پوچھو کہ حضرت! قیامت کب آئے گی قَالَ موسیٰ علیہ السلام نے کہا لَا عِلْمَ بِھَا مجھے کوئی علم نہیں ہے۔ پھر سب نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھو کہ یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہیں کہ قیامت ان کے نزول کے بعد آنی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا فَلَا یَعْلَمُھَا اِلَّا اللّٰہ اس کی صحیح گھڑی کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے پاس نہیں۔ مجھے صرف اتنا رب تعالیٰ نے بتلایا ہے کہ میں قیامت سے پہلے آسمان سے زمین پر اتروں گا دجال لعین کو قتل کروں گا اس کے بعد اپنی ہمت کے مطابق دین کی خدمت کروں گا۔ روایات میں آتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونے کے بعد چالیس سال تک حکمران کریں گے اور قرآن کے مطابق فیصلے کریں گے، حدیث کے مطابق فیصلے کریں گے۔ یوں سمجھو کہ عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت کے ایک وفادار جرنیل کی حیثیت سے تشریف لائیں گے اور آپ کی شریعت کو ہی نافذ کریں گے ان کی انجیل والی شریعت منسوخ ہوگی لَا یَبْقٰی اِلَّا مِلَّۃٌ وَّاحِدَۃٌ جس علاقے میں ہوں گے وہاں نہ کوئی یہودی ہوگا اور نہ کوئی عیسائی وغیرہ ہوں گے صرف اسلام ہوگا سب مسلمان ہوں گے البتہ دوسرے علاقوں میں ہوں گے۔ تو قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ کسی کو نہیں ہے۔

یہ پوچھتے ہیں قیامت کب ہوگی؟ قُلْ آپ کہہ دیں عَسٰی ممکن ہے اَنْ

یَکُوْنَ رَدِفَ لَکُمْ یہ کہ ہو پیچھے لگی ہوئی تمہارے بَعْضُ الَّذِیْ بعض وہ چیز تَسْتَعْجِلُوْنَ جس کی تم جلدی کرتے ہو یعنی جس قیامت کا تم مطالبہ کرتے ہو یہ تمہارے پیچھے لگی ہو اور قیامت دور نہیں ہے بس آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے فرشتے بھی نظر آئیں گے جنت دوزخ بھی نظر آئے گی اور کوئی آدمی اس غلط فہمی کا شکار نہ ہو کہ میں جوان ہوں تندرست ہوں میری موت دور ہے۔ نہ، موت سب کے لیے ہے پھر آج کل کا دور تو حادثاتی دور ہے کچھ پتہ نہیں تھوڑی دیر بعد کیا ہوگا۔ جو آدمی گھر سے باہر جائے اور رات کو خیر خیریت سے گھر آ جائے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرے کہ میں خیر خیریت سے گھر پہنچ گیا ہوں۔ وَاِنَّ رَبَّکَ لَذُوْفَضْلٍ عَلَی النَّاسِ اور بے شک آپ کا رب البتہ فضل کرنے والا ہے لوگوں پر وَلٰـکِنَّ اَکْثَرَهُمْ لَا یَشْکُرُوْنَ اور لیکن اکثر ان کے شکر ادا نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں اور انہی کی برکت سے یہ سلسلہ چل رہا ہے اگر اللہ تعالیٰ کے وہ نیک بندے نہ ہوں تو ہم ایک لمحہ بھی زندہ رہنے کے قابل نہیں ہیں۔ اور سورہ شعراء میں ہے وَمَا کَانَ اَکْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ''اور ان کی اکثریت مومن نہیں ہے۔'' وَاِنَّ رَبَّکَ لَیَعْلَمُ اور بے شک آپ کا رب جانتا ہے مَا تُکِنُّ صُدُوْرُهُمْ ان چیزوں کو جن کو چھپاتے ہیں ان کے سینے وَمَا یُعْلِنُوْنَ اور ان چیزوں کو جن کو وہ ظاہر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ظاہر باطن کو جانتا ہے دل میں جو خیالات اور وساوس پیدا ہوتے ہیں ان کو بھی جانتا ہے اور وہ خیالات جو ابھی پیدا نہیں ہوئے ان کو بھی جانتا ہے وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اور نہیں ہے کوئی چیز غائب آسمانوں میں اور زمین میں اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ مگر وہ لکھی ہوئی ہے ایسی کتاب میں جو روشن ہے جس کا نام لوح محفوظ ہے۔ جب سے اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا پیدا کی ہے اس

وقت سے لے کر جنت میں داخل ہونا اور دوزخ میں داخل ہونے کے بعد ابد الآباد کے سب حالات درج ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے علم کا کروڑواں حصہ بھی نہیں ہیں اِنَّ ھٰـذَا الْقُرْاٰنَ بے شک یہ قرآن جس کو تم پہلے لوگوں کی کہانیاں کہہ کر ٹرخا دیتے ہو یَقُصُّ عَلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ بیان کرتا ہے بنی اسرائیل پر اَکْثَرَ الَّذِیْ ھُمْ فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ اکثر وہ چیزیں جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ یہود و نصاریٰ نے اپنے دین کا نقشہ بدل دیا۔

ناجی فرقہ :

آنحضرت نے فرمایا یہودی اکہتر (۷۱) فرقوں میں بٹ گئے نصاریٰ نے بہتر (۷۲) فرقے بنائے اور میری امت کے تہتر فرقے بنیں گے کُلُّھُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّۃً وَّاحِدًا ان میں بہتر فرقے جہنم میں جائیں گے ایک جنت میں داخل ہوگا قِیْلَ پوچھا گیا حضرت جو جنت میں جائے گا وہ کون ہوگا؟ آنحضرت ﷺ نے موٹی علامت بتلائی مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقے پر چلے گا وہ ناجی فرقہ ہے جنت میں داخل ہونے والا۔ آپ ﷺ نے اصول بیان فرمادیا کہ نجات پانے والا فرقہ وہ ہے جو میرے راستے پر ہوگا اور میرے صحابہ کے راستے پر ہوگا۔ اب اس اصول کو سامنے رکھ کر دیکھ لو کہ نجات پانے والا فرقہ کون سا ہے۔ اور لوگوں نے جو یہ بدعات اور رسومات کو دین بنالیا ہے یہ آپ کے زمانے میں کب تھیں؟ یہ تعزیے تابوت کہاں تھے؟ یہ خرافات کب تھیں؟ یہ جلوس اور تعزیے والی بدعت تیمور لنگ کے زمانے میں نکلی ہے اور اب یہ دین کا حصہ بن گئی ہے۔ یہ وہ چیزیں ہیں جن کا دین کے ساتھ تعلق ہی نہیں ہے۔ پھر عجب یہ ہے کہ ایران جہاں شیعہ حکومت ہے وہاں یہ چیزیں نہیں ہیں نہ تعزیہ ہے نہ جلوس ہے اور یہاں اس پر پورا زور لگتا ہے پوری حکومت ساتھ ہوتی ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی

العظیم۔ اور یہی حال میلاد والے جلوس کا ہے۔ یہ جو بڑی عمر والے بزرگ بیٹھے ہیں ان سے پوچھو ۱۹۲۹ء میں ہمارے سامنے تین آدمیوں نے یہ جلوس نکالا تھا اور اس کا بانی ابھی تک زندہ ہے۔ شیخ عنایت اللہ قادری اور ایک اس کا دست راست تھا مولوی عبد المجید صاحب پٹی والے اور تیسرا لاہور کا جو میسرّ تھا شجاع، اس کا والد عبد القادر۔ ان تین آدمیوں نے میلاد کے جلوس کی بنیاد رکھی تھی۔ آج بھی اگر کشمیری بازار لاہور جانا ہو تو دیکھ لینا شیخ عنایت اللہ قادری کے مکان کے ماتھے پر لکھا ہوا ہے حاجی شیخ عنایت اللہ قادری بانی جلوس میلاد النبی۔ یہ پہلے ہندو تھا پھر مسلمان ہوا۔ جو کام کرنے والے ہیں ان کو مسلمان کرتے نہیں ہیں اور خرافات کو سنبھال کر ڈکا کے سینے کے ساتھ لگایا ہوا ہے۔

تو فرمایا یہ قرآن پاک بیان کرتا ہے بنی اسرائیل کی اکثر وہ چیزیں جن میں اختلاف کرتے ہیں وَاِنَّـهٗ لَهُدًى وَّرَحْـمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ اور بے شک یہ قرآن البتہ ہدایت ہے اور رحمت ہے ایمان والوں کے۔ یہ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِىْ بَيْنَهُمْ بے شک آپ کا رب فیصلہ کرے گا ان کے درمیان بِحُكْمِهٖ اپنے حکم کے مطابق۔ ان کے متعلق جو قرآن کو قصے کہانیاں کہتے ہیں اور توحید و رسالت کے منکر ہیں اور خرافات کو دین بنائے ہوئے ہیں وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ اور وہی غالب ہے اور جاننے والا ہے اس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔

۞۞۞

فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّكَ عَلَى
الْحَقِّ الْمُبِيْنِ ۝۷۹ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ
اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ۝۸۰ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِى الْعُمْىِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ
اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝۸۱ وَاِذَا وَقَعَ
الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ ۙ اَنَّ
النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ ۝۸۲ ع وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ
فَوْجًا مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ۝۸۳ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْ
قَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِىْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا اَمَّاذَا كُنْتُمْ
تَعْمَلُوْنَ ۝۸۴ وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ ۝۸۵

فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ پس آپ بھروسہ کریں اللہ تعالیٰ پر اِنَّكَ بے شک آپ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ واضح حق پر ہیں اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى بے شک آپ نہیں سنا سکتے مردوں کو وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اور آپ نہیں سنا سکتے بہروں کو پکار اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ جس وقت وہ پھر جائیں پشت پھیر کر وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِى الْعُمْىِ اور آپ نہیں ہدایت دے سکتے اندھوں کو عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ان کی گمراہی سے اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا آپ نہیں سنا سکتے مگر ان کو جو ایمان لاتے ہیں ہماری آیتوں پر فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ پس وہ مسلمان ہیں وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ اور جس وقت واقع ہو جائے گی بات عَلَيْهِمْ ان پر اَخْرَجْنَا لَهُمْ

ہم نکالیں گے ان کے لیے دَآبَّۃً ایک جانور مِّنَ الْاَرْضِ زمین سے تُکَلِّمُھُمْ جو ان کے ساتھ گفتگو کرے گا اَنَّ النَّاسَ کَانُوْا بے شک لوگ تھے بِاٰیٰتِنَا لَا یُوْقِنُوْنَ ہماری آیتوں پر یقین نہیں رکھتے تھے وَیَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ کُلِّ اُمَّۃٍ اور جس دن ہم جمع کریں گے ہر امت سے فَوْجًا ایک فوج مِّمَّنْ یُّکَذِّبُ بِاٰیٰتِنَا ان میں سے جو جھٹلاتے ہیں ہماری آیتوں کو فَھُمْ یُوْزَعُوْنَ پس ان کو گروہ در گروہ بنا دیا جائے گا حَتّٰٓی اِذَا جَآءُوْ یہاں تک کہ وہ جب آئیں گے قَالَ فرمائے گا اللہ تعالیٰ اَکَذَّبْتُمْ بِاٰیٰتِیْ کیا جھٹلایا تم نے میری آیتوں کو وَلَمْ تُحِیْطُوْا بِھَا عِلْمًا اور تم احاطہ نہ کر سکے ان آیتوں کا علم کے ساتھ اَمَّا ذَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ کیا کچھ تم کرتے تھے وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْھِمْ اور واقع ہو جائے گی بات ان پر بِمَا ظَلَمُوْا ان کے ظلم کی وجہ سے فَھُمْ لَا یَنْطِقُوْنَ پس وہ بول نہیں سکیں گے۔

ماقبل سے ربط :

اس سے پہلی آیت کریمہ میں ہے کہ آپ کا رب ان کے درمیان فیصلہ کرے گا اپنے حکم کے ساتھ وہ غالب بھی ہے اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ اب آنحضرت ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرماتے ہیں فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ پس آپ بھروسہ کریں اللہ تعالیٰ کی ذات پر یہود و نصاریٰ کی مخالفت کی پرواہ نہ کریں، نصاریٰ کے اختلاف کی پرواہ نہ کریں، مشرکین کی جھگڑے بازی سے نہ ڈریں سب سے بے نیاز ہو کر اپنے رب کی ذات پر بھروسہ کریں اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے حالات ساز گار کر دے گا اِنَّکَ عَلَی الْحَقِّ الْمُبِیْنِ بے

شک آپ حق پر ہیں جو بڑا واضح ہے۔اس میں کسی قسم کا اشتباہ نہیں ہے اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی بے شک آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اور آپ نہیں سنا سکتے بہروں کو پکار اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ جس وقت وہ پھر جائیں پشت پھیر کر۔

مسئلہ سماع موتی :

اس مقام پر ایک بڑا طویل الذیل مسئلہ چلا آ رہا ہے۔وہ یہ کہ آیا مردے سنتے ہیں یا نہیں؟ اس مسئلے کی دو شقیں ہیں۔ایک عام مردوں کا سماع اور ایک ہے انبیاء کرام علیہم السلام کا سماع۔اگر کوئی آدمی انبیاء کرام علیہم السلام کی قبروں سے دور صلوٰۃ وسلام پڑھے اور یہ سمجھے کہ وہ سن رہے ہیں تو یہ اسلام کی روح کے خلاف ہے۔اس کو فقہاء کرام ؒ تسلیم نہیں کرتے۔ایک ہے قبر مبارک کے پاس صلوٰۃ وسلام پڑھنا اور آپ سے استشفاع کرنا، یہ بالکل حق ہے اس میں امت کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔حضرت گنگوہیؒ ''فتاویٰ رشیدیہ'' میں فرماتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ امداد الفتاویٰ میں فرماتے ہیں یہ مسئلہ اتفاقی ہے اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔اس مسئلے میں پہلا شخص اختلاف پیدا کرنے والا سید عنایت اللہ شاہ بخاری گجراتی ہے۔ان سے پہلے امت میں مشرق سے لے کر مغرب تک شمال سے لے کر جنوب تک اس مسئلہ میں کسی نے اختلاف نہیں کیا۔سید عنایت اللہ شاہ بخاری کہتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنی قبر مبارک کے پاس بھی پڑھا ہوا صلوٰۃ وسلام نہیں سنتے۔ہم اٹھارہ سال اکٹھے رہے ہیں جلسوں میں مناظروں میں یہاں بھی آتے رہے ہیں تقریریں کرتے رہے ہیں۔جس وقت انہوں نے اس مسئلے میں غلو کیا تو میں نے علیحدگی اختیار کر لی۔تو انبیاء کرام علیہم السلام کے عند القبور سننے میں امت کا کوئی اختلاف نہیں ہے حنفی ،شافعی

حنبلی ، مالکی ، مقلد ، غیر مقلد سب مانتے ہیں ہاں عام مردوں کے سماع کے بارے میں اختلاف ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نہیں سنتے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور جمہور صحابہ کرام ﷺ فرماتے ہیں کہ سنتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی آخری عدالت ہیں آپ ﷺ کے فیصلے کے بعد کسی کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں باب قائم کیا ہے باب اِنَّ الْمَیِّتَ لَیَسْمَعُ خَفْقَ النِّعَالِ چلتے وقت جوتوں کی جو آواز ہوتی ہے اس کو خفق کہتے ہیں کہ مردے کو جب دفنا کر جا رہے ہوتے ہیں تو وہ اس وقت واپس جانے والوں کے پاؤں کی آواز سنتا ہے۔ یہ باب قائم کر کے امام بخاریؒ نے حدیث بیان فرمائی ہے کہ بندہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی اس سے چلے جاتے ہیں حَتّٰی اَنَّہٗ یَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ اَتَاهُ مَلَكَانِ ''ابھی وہ ان جانے والوں کی جوتیوں کی کھٹکھٹاہٹ ہی سن رہا ہوتا ہے کہ اچانک اس کے پاس دو فرشتے آجاتے ہیں۔ (بخاری صفحہ ۱۷۸، جلد ۱) اور یہ روایت مسلم شریف اور ابو داؤد شریف میں بھی ہے۔ تو یہ لوگ صحیح احادیث کا انکار کرتے ہیں اور یہ بھی ہے کہ جب کوئی آدمی قبر کے پاس سلام کہتا ہے تو مردے سلام کو سنتے ہیں۔ یہ اس کا بھی انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مردے نہیں سنتے۔ پہلے حضرات میں سے جنہوں نے سماع موتی کا انکار کیا ہے ان دو چیزوں کو وہ بھی مانتے ہیں کہ مردہ جوتوں کی کھٹکھٹاہٹ سنتا ہے اور سلام بھی سنتا ہے۔ ان میں ایک حافظ ابن ہمامؒ ہیں جو بڑے چوٹی کے فقیہ ہیں وہ کہتے ہیں کہ مردے نہیں سنتے ہاں! جوتوں کی آہٹ اور سلام سنتے ہیں اس کے علاوہ تم انہیں کچھ اور نہ سناؤ۔ شاہ محمد اسحاق نے اپنی کتاب ''مائة مسائل'' میں باب قائم کیا ہے اِنَّ الْمَوْتٰی لَا تَسْمَعُ ''بے شک مردے نہیں سنتے۔'' پھر فرماتے ہیں ہاں! سلام سنتے ہیں۔ تو جن حضرات نے انکار کیا

ہے انہوں نے بھی کلیۃً انکار نہیں کیا۔ باقی اس آیت کریمہ کا سماع موتی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے اور اس سے ثابت کرنا کہ مردے نہیں سنتے غلط ہے۔ کیونکہ اس میں تو نفی ہے کہ آپ ان کو نہیں سنا سکتے۔ آپ ﷺ کے سنانے کی نفی ہے تو آپ ﷺ تو نہیں سناتے سناتا تو رب ہے سنانا تو رب تعالیٰ کا کام ہے۔ جیسے دوسرے مقام پر فرمایا اِنَّکَ لَاتَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ [قصص:۵۶] ''اے پیغمبر علیہ السلام بے شک آپ ہدایت نہیں دے سکتے جس کو چاہیں مگر اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔'' اور سورۃ فاطر آیت نمبر ۲۲ میں ہے اِنَّ اللّٰہَ یُسْمِعُ مَنْ یَّشَآءُ ''بے شک اللہ تعالیٰ سناتا ہے جس کو چاہے وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ اور آپ نہیں سنانے والے ان کو جو قبروں میں پڑے ہیں۔''

تو فرمایا بے شک آپ نہیں سنا سکتے مردوں کو اور نہ بہروں کو سنا سکتے ہیں پکار جب کہ وہ پشت پھیر کر جا رہے ہوں تو بھاگنے والوں کو کون سنا سکتا ہے وَمَآ اَنْتَ بِھٰدِی الْعُمْیِ اور آپ ہدایت نہیں دے سکتے اندھوں کو عَنْ ضَلٰلَتِھِمْ ان کی گمراہی سے۔ جو دل کے گمراہ ہیں آپ ان کو ہدایت نہیں دے سکتے اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا آپ نہیں سنا سکتے مگر ان کو جو ایمان لاتے ہیں ہماری آیتوں پر۔ اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ کافر نہیں سنتے اور مومن سنتے ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس سے مراد سماع قبول ہے کہ ایسا نہیں سنتے جس سے وہ قبول کریں۔ تو جب قبول نہ کیا تو پھر سننا نہ سننا برابر ہے۔ وہ سنتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں فَھُمْ مُّسْلِمُوْنَ پس وہ مسلمان ہیں، حکم مانتے ہیں گردن جھکاتے ہیں۔ یہ حق و باطل کا اختلاف چلتا رہے گا پھر ایک وقت آئے گا وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْھِمْ اور جس وقت بات واقع ہو جائے گی ان پر، بات ان پر واضح ہو

جائے گی حکم خداوندی آپہنچے گا۔

دابۃ الارض :

اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ ہم نکالیں گے ان کے لیے ایک جانور زمین سے۔تفسیر معالم التنزیل وغیرہ میں بڑی تفصیل ہے کہ صفا کی چٹان پھٹے گی اور بیل کی طرح کا ایک جانور نکلے گا اس کی شکل اور حلیہ بیل کی طرح ہوگا اور ایسی تقریر کرے گا کہ کوئی پروفیسر بھی ایسی تقریر نہ کر سکے گا۔لوگ اس کے ارد گرد اکٹھے ہوں گے اور اس کی تقریر سنیں گے اور ایک دوسرے کو کہیں گے کہ دیکھو بیل کیسی معقول بات کر رہا ہے۔اس وقت لوگوں کی شکلیں تو انسانوں والی ہوں گی مگر حیوان صفت ہوں گے۔عربی کا مقولہ ہے......

اَلْجِنْسُ يَمِيْلُ اِلَى الْجِنْسِ

"جنس کو جنس کے ساتھ پیار ہوتا ہے۔" یہ بتلانا مقصود ہوگا کہ انسان تمہیں وعظ نصیحت کرتے تھے مگر تم نہیں مانتے تھے اب تم بیل کی بات مان رہے ہو کیونکہ اب تم اس حالت پر پہنچ گئے ہو۔

ایک حکایت :

مولانا رومؒ بڑے عجیب بزرگ گزرے ہیں۔ان کی مثنوی شریف حکایات کی شکل میں ہے اور بڑی عبرت والی کتاب ہے۔وہ فرماتے ہیں کہ ایک چھوٹا سا مکان تھا اس پر مکان والوں نے خشک کرنے کے لیے دانے ڈالے ہوئے تھے۔اوپر جاتے دانوں پر پاؤں مارتے کہ خشک ہو جائیں۔خاوند بیوی اور ایک دودھ پیتا بچہ تھا اوپر گئے کہ دیکھیں دانے خشک ہو گئے ہیں یا نہیں،بوریوں میں ڈالیں یا نہیں۔بچہ بھی ساتھ لے گئے بچہ پرنالے میں چلا گیا یہ پریشان ہو گئے کہ پرنالہ ٹوٹا تو یہ نیچے گر جائے گا اور گلی میں پتھر ہیں۔

وہ بچے کو لینے کے لیے آگے ہوتے تو بچہ پرنالے میں نخرے کرتا۔ کسی سمجھدار نے ان کو کہا کہ اگر تمہیں بچے کی جان کی ضرورت ہے تو جلدی سے اس طرح کا بچہ لے آؤ اور اس کو مکان پر بٹھاؤ یہ اس کو دیکھ کر فوراً پرنالے سے نکل آئے گا۔ وہ پڑوسیوں کا بچہ لے کر آئے تو وہ بچہ پرنالے سے نکل آیا۔ مولانا رومؒ یہ حکایت نقل کر کے فرماتے ہیں کہ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے پیغمبر انسانوں کی جنس سے بھیجے ہیں کہ یہ ان کی طرف مائل ہو کر گمراہی سے باہر آ جائیں۔

یہ دابۃ الارض بالکل آخر میں آئے گا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب سورج مغرب کی طرف سے طلوع کرے گا اسی دن یہ نکل آئے گا اور اگر دابۃ الارض پہلے نکل آیا تو اسی دن سورج مغرب سے طلوع ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ یہ دونوں باتیں ایک ہی دن ہوں گی۔ مسلم شریف میں روایت ہے کہ سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کے بعد کسی کا ایمان قبول نہیں ہوگا اور یہ بات قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ نئے نیک اعمال بھی قبول نہیں ہوں گے۔ ہاں! جو پہلے سے چلے آرہے ہیں وہ چلتے رہیں گے وہ سفیر ہوں گے۔ اس کو اس طرح سمجھو کہ جس طرح نزع کے عالم میں ایمان قبول نہیں ہے۔ تُكَلِّمُهُمْ وہ جانور لوگوں کے ساتھ بات کرے گا، گفتگو کرے گا اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ بے شک لوگ ہماری آیتوں پر یقین نہیں کرتے تھے۔ دیکھو! پیغمبر بیان کرتے رہے ان کے نائبین بیان کرتے رہے لیکن لوگوں نے یقین نہ کیا۔ علماء صالحین نے بیان کیا مگر ان لوگوں نے یقین نہ کیا۔ بیل بیان کرے گا تو سارے کہیں گے جی ہاں! بالکل ٹھیک ہے۔ اس لیے کہ لوگ انسانیت سے گر کر حیوانیت کو پہنچ چکے ہوں گے اور جنس جنس کی طرف مائل ہوتی ہے۔ تو قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے دابۃ الارض کا نکلنا، ایک نشانی ہے

یا جوج ماجوج کا نکلنا ،ایک نشانی ہے سورج کا مغرب کی طرف سے طلوع ہونا۔لیکن نشانیوں سے پہلے امام مہدی علیہ السلام کا ظہور ہوگا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا، یہود ونصاریٰ کے ساتھ جنگیں ہوں گی۔جس علاقے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے وہاں نہ کوئی یہودی ہوگا نہ عیسائی نہ اور کوئی کافر ہوگا وہاں صرف اسلام ہی اسلام ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے مجاہد ساتھی کسی کافر کو نہیں چھوڑیں گے قیامت سے پہلے لوگوں پر قحط سالی کے سال آئیں گے بارشیں نہیں ہوں گی لوگ سخت پریشان ہوں گے یُصَدَّقُ فِیْهِ الْکَاذِبُ ''جھوٹے کو سچا کہا جائے گا وَ یُکَذَّبُ فِیْهِ الصَّادِقُ اور سچے کو جھوٹا کہا جائے گا۔''اور رُوَیبِضَہ قسم کے لوگ ان کے لیڈر ہوں گے۔پوچھا گیا حضرت! رویبضہ کیا ہیں؟فرمایا وہ لوگ جو نہ رب کی قدر کریں گے نہ دین کی مدد کریں گے نہ شریعت کی پرواہ کریں گے۔آج اقتدار ان لوگوں کے پاس ہے جو پرلے درجے کے کمینے اور بے دین ہیں فاسق ،فاجر اور عیاش ،صبح کو کچھ اور شام کو کچھ۔اس دن سب کی حقیقت واضح ہو جائے گی جس دن وَیَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ کُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا اور جس دن ہم اکٹھا کریں گے ہر امت میں سے ایک فوج مِّمَّنْ یُّکَذِّبُ بِاٰیٰتِنَا ان میں سے جو جھٹلاتے ہیں ہماری آیتوں کو۔یعنی ہر امت میں ماننے والے بھی ہیں اور جھٹلانے والے بھی ہیں۔تو جو ہماری باتوں کو جھٹلانے والے ہیں،ہم ان کو جمع کریں گے فوج کر کے فَهُمْ یُوْزَعُوْنَ پس ان کو گروہ در گروہ بنا دیا جائے گا۔مثلاً ایک نمبر کے جھٹلانے والے الگ ہوں گے،دو نمبر والے الگ ہوں گے،تین نمبر والے الگ ہوں گے،چار نمبر والے الگ ہوں گے،ہوتے ہوتے دس نمبر والے الگ ہوں گے جس طرح ان کے درجات بنیں گے اسی طرح اہل حق کے بھی درجات قائم ہوں گے۔سورۃ زمر آیت نمبر ۷۳ میں ہے وَسِیْقَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَی

الْجَنَّةِ زُمَرًا ''اور چلائے جائیں گے وہ لوگ جو ڈرتے ہیں اپنے پروردگار سے جنت کی طرف گروہ در گروہ۔'' مجاہدین الگ ہوں گے، شہداء الگ ہوں، صالحین الگ ہوں گے۔ اکثریت جہنمیوں کی ہوگی۔

بخاری شریف میں روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہزار میں سے ایک جنتی ہوگا نوسو ننانوے (۹۹۹) جہنمی ہوں گے۔ جس وقت یہ لفظ صحابہ کرام ﷺ نے سنے تو پریشان ہو کر کہنے لگے حضرت! پھر تو بڑی مشکل ہوگی؟ فرمایا پریشان نہ ہو اللہ تعالیٰ کی مخلوق بڑی ہے یاجوج ماجوج ہیں، اس وقت چین کی آبادی ایک ارب تیس کروڑ ہے اس میں مسلمان صرف چار پانچ لاکھ کے قریب ہیں۔ انڈیا کی آبادی نوّے کروڑ ہے اس میں انڈیا کے بیان کے مطابق مسلمان پچیس کروڑ ہیں واللہ اعلم کہاں تک بات صحیح ہے۔ اور یقین جانو! ہم سے وہ اچھے مسلمان ہیں باوجود یہ کہ وہ کافروں کے ملک میں رہتے ہیں اور ہم مسلمانوں کے ملک میں رہتے ہیں جو انگریزوں کے خلاف بنا تھا اور جس کی بنیاد لا الٰہ الا اللہ ہے۔

تو فرمایا مکذبین گروہ در گروہ کیے جائیں گے حَتّٰیٓ اِذَا جَآءُوْ یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں جائیں گے قَالَ رب تعالیٰ فرمائیں گے اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِيْ کیا تم نے میری آیتوں کو جھٹلا دیا تھا وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا اور تم احاطہ نہ کر سکے ان آیتوں کا علم کے ساتھ۔ تم نے توجہ ہی نہیں کی سمجھا ہی نہیں ویسے ہی جھٹلا دیا اَمَّا ذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ یا کیا کچھ تم کرتے رہے بولو تو سہی۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں کیا بولیں گے وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا اور لازم ہو جائے گی بات ان پر ظلم کی وجہ سے فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ پس وہ بول نہیں سکیں گے۔ پھر ہاتھ پاؤں بولیں گے دوسرے اعضاء بولیں گے وہ جگہ بولے گی جہاں بیٹھ کر انہوں نے برائیاں کی ہوں گے انتہائی ذلیل ورسوا ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے اور اپنے عذاب سے بچائے۔

اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًاؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۸۶﴾ وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُؕ وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِیَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِؕ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِیْۤ اَتْقَنَ كُلَّ شَیْءٍؕ اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۸۸﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَاۚ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ ﴿۸۹﴾ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِی النَّارِؕ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّمَاۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِیْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَیْءٍ٘ وَّاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۹۱﴾ۙ وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖۚ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۹۲﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَاؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ ع ۷ / ۲

اَلَمْ يَرَوْا کیا نہیں دیکھا انہوں نے اَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ بے شک بنایا ہم نے رات کو لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ تا کہ وہ آرام کریں اس میں وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا اور دن بنایا ہم نے روشن اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ بے شک اس میں لَاٰيٰتٍ البتہ نشانیاں ہیں لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ اس قوم کے لیے جو ایمان لاتی ہے وَيَوْمَ يُنْفَخُ اور جس دن

پھونکا جائے گا فِی الصُّوۡرِ بگل فَفَزِعَ پس گھبرا جائیں گے مَنۡ جو ہیں فِی السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں وَمَنۡ فِی الۡاَرۡضِ اور جو ہیں زمین میں اِلَّا مَنۡ شَآءَ اللّٰهُ مگر جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ چاہے گا وَ كُلٌّ اور سب کے سب اَتَوۡهُ آئیں گے اللہ تعالیٰ کے پاس دٰخِرِيۡنَ ذلیل ہوکر وَ تَرَى الۡجِبَالَ اور دیکھیں گے آپ پہاڑوں کو تَحۡسَبُهَا جَامِدَةً آپ گمان کریں گے ان پہاڑوں کے بارے میں کہ ٹکے ہوئے ہیں وَّهِىَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ اور وہ چلیں گے جیسے پہاڑ چلتے ہیں صُنۡعَ اللّٰهِ کاریگری ہے اللہ تعالیٰ کی الَّذِىۡۤ اَتۡقَنَ كُلَّ شَىۡءٍ جس نے مضبوط کیا ہے ہر چیز کو اِنَّهٗ خَبِيۡرٌ بِمَا تَفۡعَلُوۡنَ بے شک وہ خبردار ہے ان کاموں سے جو تم کرتے ہو مَنۡ جَآءَ بِالۡحَسَنَةِ جو شخص لایا نیکی فَلَهٗ خَيۡرٌ مِّنۡهَا پس اس کے لیے اس سے بہتر ہوگا وَ هُمۡ مِّنۡ فَزَعٍ يَّوۡمَئِذٍ اور وہ اس دن کی گھبراہٹ سے اٰمِنُوۡنَ امن میں ہوں گے وَ مَنۡ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ اور جو شخص لائے گا برائی فَكُبَّتۡ وُجُوۡهُهُمۡ پس الٹے کیے جائیں ان کے چہرے فِى النَّارِ دوزخ کی آگ میں هَلۡ تُجۡزَوۡنَ (ان سے کہا جائے گا) نہیں بدلہ دیا جائے گا تمہیں اِلَّا مَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ مگر اس چیز کا جو تم کرتے ہو اِنَّمَاۤ اُمِرۡتُ پختہ بات ہے مجھے حکم دیا گیا ہے اَنۡ اَعۡبُدَ یہ کہ میں عبادت کروں رَبَّ هٰذِهِ الۡبَلۡدَةِ اس شہر کے رب کی الَّذِىۡ حَرَّمَهَا جس نے اس شہر کو عزت والا بنایا ہے وَلَهٗ كُلُّ شَىۡءٍ اور اسی کے لیے ہے ہر چیز وَّاُمِرۡتُ اور مجھے حکم دیا گیا ہے

اَنْ اَکُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ کہ ہوجاؤں میں مسلمانوں میں سے وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ اور یہ کہ میں تلاوت کروں قرآن کی فَمَنِ اهْتَدٰی پس جو شخص ہدایت حاصل کرے گا فَاِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ پس پختہ بات ہے ہدایت حاصل کرے گا اپنے نفس کے لیے وَ مَنْ ضَلَّ اور جو گمراہ ہوگا فَقُلْ اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ پس آپ کہہ دیں میں ڈرانے والوں میں سے ہوں وَ قُلْ اور آپ کہہ دیں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں سَیُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ عنقریب وہ تمہیں دکھائے گا اپنی نشانیاں فَتَعْرِفُوْنَهَا پس تم ان کو پہچانو گے وَمَا رَبُّكَ اور نہیں ہے آپ کا رب بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ غافل ان کاموں سے جو تم کرتے ہو۔

قدرت کی نشانیاں :

اس سے پہلے قیامت کا ذکر تھا منکرین قیامت قیامت کو بہت بعید اور نرالی چیز سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی نشانیاں بیان کر کے سمجھایا کہ رب تعالیٰ کی قدرت کو تم روزمرہ دیکھتے ہو یہی رب قیامت برپا کرے گا۔ فرمایا اَلَمْ یَرَوْا کیا نہیں دیکھا انہوں نے اَنَّا جَعَلْنَا الَّیْلَ بے شک ہم نے بنایا رات کو لِیَسْكُنُوْا فِیْهِ تاکہ وہ آرام کریں اس میں وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا اور دن کو بنایا روشن۔ یہ رب تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں اور اس سے ہر آدمی سمجھ سکتا ہے جو پروردگار رات لاتا ہے دن کو روشن کرتا ہے وہی قیامت برپا کرے گا یہ رات دن کی نشانیاں تمہارے سامنے ہیں اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ بے شک اس میں البتہ نشانیاں ہیں رب تعالیٰ کی قدرت کی لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ اس قوم کے لیے جو

ایمان لاتی ہے کہ رات کالانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے دن کو روشن کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور ہر چیز کی حقیقت کھل کر اس دن سامنے آ جائے گی۔

جب صور پھونکا جائے گا :

وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ اور جس دن پھونکا جائے گا بگل۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق بگل اپنے منہ میں لیے کبڑے آدمی کی شکل میں رکوع کی حالت میں اس طرح کھڑے ہیں کہ ایک کان اوپر کیے ہوا ہے اور ایک نیچے رب تعالیٰ کے حکم کے منتظر ہیں کہ کب اللہ تعالیٰ کا حکم ہو اور میں بگل میں پھونک ماروں جب بگل بجے گا تو اس کی آواز قریب دور والے یکساں سنیں گے۔ مشرق سے مغرب تک شمال سے جنوب تک کوئی ایسی جگہ نہیں ہوگی جہاں بگل کی آواز نہ جائے۔ بگل میں یہ پھونک دو دفعہ ماری جائے گی۔ نفخہ اولیٰ میں ساری کائنات فنا ہو جائے گی چالیس سال کے وقفے کے بعد دوبارہ بگل پھونکی جائے گی اور ہر شے زندہ ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کی عدالت قائم ہوگی نیک کو نیکی اور بُرے کو برائی کا صلہ ملے گا۔ تو فرمایا جس دن پھونکا جائے گا صور فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ پس گھبرا جائیں گے جو ہیں آسمانوں میں وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اور جو ہیں زمین میں اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ مگر جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ چاہے گا وہ گھبراہٹ سے محفوظ ہوں گے۔ اکثر مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ اس سے حضرت جبرائیل علیہ السلام، حضرت میکائیل علیہ السلام، حضرت عزرائیل علیہ السلام، حضرت اسرافیل علیہ السلام مراد ہیں کہ یہ نہیں گھبرائیں گے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ سے مراد اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اور شہداء ہیں کہ جس وقت بگل پھونکی جائے گی سب گھبرا جائیں

گے مگر انبیاء کرام علیہم السلام اور شہداء رحمہم اللہ تعالیٰ پر کوئی گھبراہٹ نہیں ہوگی۔ بعض حضرات نے حوریں مراد لی ہیں کہ وہ نہیں گھبرائیں گی پھر اس کے بعد ایک وقت آئے گا کہ جبرائیل علیہ السلام، میکائیل علیہ السلام، اسرافیل علیہ السلام حتیٰ کہ عزرائیل کی بھی جان قبض ہو جائے گی اور کوئی جاندار زندہ نہیں رہے گا کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ. [سورۃ آل عمران] "ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات باقی رہے گی جو حی و قیوم ہے۔ وَ كُلٌّ اَتَوْهُ دَاخِرِيْنَ اور سب کے سب آئیں گے اللہ تعالیٰ کے پاس عاجز ہو کر۔ سورہ طٰہٰ آیت نمبر ۱۰۸ میں ہے لَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا "نہیں سنے گا تو مگر ہلکی آواز۔" اللہ تعالیٰ کی عدالت کی طرف جب جائیں گے تو پاؤں کی آواز کے علاوہ کوئی آواز نہیں ہوگی۔ دنیا میں چند آدمی اکٹھے ہوں تو کتنا شور ہوتا ہے؟ لیکن سکوت ہوگا۔ سورۃ مریم آیت نمبر ۹۸ میں ہے اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ اِلَّا رِكْزًا "یا سنتا ہے تو ان کے لیے ہلکی سی آواز۔" کوئی آہستہ آواز بھی نہیں نکال سکے گا خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ [معارج: ۴۴] "آنکھیں ان کی جھکی ہوئی ہوں گی" اور عاجز ہو کر رب تعالیٰ کی عدالت کی طرف جا رہے ہوں گے وَ تَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً اور دیکھیں گے آپ پہاڑوں کو آپ گمان کریں گے ان پہاڑوں کے بارے میں کہ ٹکے ہوئے ہیں وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ حالانکہ وہ چلیں گے جیسے پہاڑ چلتے ہیں۔ سورۃ الواقعہ میں ہے وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا "ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے پہاڑ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا پس ہو جائیں گے وہ غبار اڑا ہوا۔" کوئی پہاڑ زمین پر نظر نہیں آئے گا کوئی پستی اور بلندی زمین میں نہیں رہے گی ساری زمین ہموار ہو جائے گی۔ فرمایا صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ کاری گری ہے اللہ تعالیٰ کی جس نے مضبوط کیا ہے ہر چیز کو۔ پہاڑوں کو زمین کو اسی نے مضبوط کیا ہے سارے نظام کو

اسی نے مستحکم کیا ہے اِنَّهٗ خَبِیْرٌ بِمَا تَفْعَلُوْنَ بے شک وہ خبردار ہے ان کاموں سے جو تم کرتے ہو۔ پھر کیا ہوگا؟ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَیْرٌ مِّنْهَا پس جو شخص لایا نیکی پس اس کے لیے اس سے بہتر ہوگا۔ سورۃ الانعام آیت نمبر ۱۶۰ میں ہے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ''جو شخص نیکی کرے گا اس کو اس کا دس گنا اجر ملے گا۔''

نیکی کی بنیادی شرائط :

مگر اس کے لیے بنیادی شرط ایمان ہے اور ایمان بھی پوری شرائط کے ساتھ کہ جن چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے ان پر ایمان لائے۔ دوسری شرط اخلاص ہے۔ ریا کاری اور دکھاوے کے طور پر کرتا ہے تو کچھ حاصل نہ ہوگا اور تیسری شرط اتباع سنت ہے ہر نیکی سنت کے مطابق ہے۔ اگر سنت کے مطابق نہیں ہے چاہے وہ کتنی بڑی نیکی ہو اس کا کوئی اجر نہیں ہے۔ کئی دفعہ سن چکے ہو کہ عید کا دن تھا اچھا زمانہ تھا لوگ جوق در جوق عید گاہ کی طرف آ رہے تھے حضرت علی ﷛ عید گاہ پہنچے تو دیکھا کہ ایک صوفی قسم کے آدمی نے نماز شروع کی ہوئی ہے۔ حضرت علی ﷛ نے خادم کو بھیجا کہ جاؤ اس آدمی کو کہو کہ عید والے دن عید گاہ میں عید کی نماز کے علاوہ اور کوئی نماز نہیں ہے بلکہ عید والے دن اشراق کی نماز بھی نہیں ہے نہ گھر میں نہ عید گاہ میں۔ البتہ چاشت کی نماز پڑھ سکتا ہے لیکن وہ بھی عید گاہ میں نہیں واپس گھر آ کر پڑھے یا مسجد میں پڑھے۔ تو وہ صوفی باز نہ آیا۔ حضرت علی ﷛ خود اٹھے جا کر اس کا کندھا پکڑا اور جھنجھوڑ کر فرمایا سنتے نہیں ہو کہ عید والے دن نفل نہیں ہیں۔ اس نے کہا کہ میں کون سا گناہ کر رہا ہوں نماز ہی تو پڑھ رہا ہوں۔ حضرت علی ﷛ نے فرمایا گناہ کر رہے ہو۔ ہم آنحضرت ﷺ کی خدمت میں رہے ہیں نہ آپ ﷺ نے یہ نماز پڑھی نہ حکم دیا ہے۔ تو جو چیز سنت کے مطابق نہ ہو وہ چاہے نماز ہی کیوں نہ ہو وہ گناہ ہے کوئی نیکی نہیں

ہے۔تو جس شخص کا عقیدہ صحیح ہو اور اخلاص کے ساتھ نیکی کرے اور سنت کے مطابق ہو تو
عام حالات میں دس گنا اجر ملے گا اور اگر فی سبیل اللہ کی مد میں ہو گا تو سات سو گنا ملے گا
وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ''اور اللہ تعالیٰ دگنا کرتا ہے بڑھاتا ہے جس کے لیے
چاہے۔''ایک دفعہ سبحان اللہ کہنے سے دس نیکیاں ملتی ہیں۔کسی مسلمان بھائی کو السلام علیکم
کہا دس نیکیاں مل گئیں وعلیکم السلام کہا دس نیکیاں مل گئیں ایک صغیرہ گناہ بھی معاف ہو جاتا
ہے اور ایمان میں ایک درجہ بھی بڑھے گا۔ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ اور وہ اس
دن کی گھبراہٹ سے امن میں ہوں گے۔اور سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۱۰۳ میں ہے لَا
يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ ''نہیں غم میں ڈالے گی ان کو گھبراہٹ۔''اور اس کے برخلاف
وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ اور جو شخص لایا برائی۔متعدد مقامات میں ہے کہ برائی کا بدلہ برائی ہے
اس کے مثل، زیادہ نہیں۔تو فرمایا جو شخص برائی لایا فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِى النَّارِ پس وہ
اوندھے منہ ڈالے جائیں گے دوزخ کی آگ میں۔ان کو الٹا کر کے دوزخ میں پھینکا
جائے گا۔آج جس طرح آدمی پاؤں کے بل چلتے ہیں اسی طرح وہاں سر کے بل چلے گا۔
ایک آدمی نے سوال کیا حضرت! سر کے بل کیسے چلے گا؟ فرمایا جس رب نے پاؤں پر چلایا
ہے وہ سر کے بل بھی چلا سکتا ہے۔یہ الٹا کر کے پھینکنا اس بات کی علامت ہو گی کہ دنیا میں
ان کی کھوپڑیاں الٹی تھیں۔سورہ ملک میں ہے اَفَمَنْ يَّمْشِىْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖٓ اَهْدٰٓى
اَمَّنْ يَّمْشِىْ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ''بھلا وہ آدمی ہدایت والا ہے جو اوندھے
منہ چل رہا ہے یا وہ جو سیدھا چلتا ہے۔''فرمایا هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ
نہیں بدلہ دیا جائے گا تمہیں مگر اس چیز کا جو تم کرتے ہو۔یہ جس وقت الٹے کر کے پھینکے
جائیں گے اس وقت کہا جائے گا۔

حرمت کعبہ :

آنحضرت ﷺ کو حکم ہے کہ آپ کہہ دیں اِنَّمَآ اُمِرْتُ پختہ بات ہے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ ھٰذِہِ الْبَلْدَةِ کہ عبادت کروں میں اس شہر کے رب کی۔ شہر سے مراد مکہ مکرمہ ہے کیونکہ یہ سورۃ نمل مکی ہے ہجرت سے پہلے نازل ہوئی ہے۔ کون رب؟ الَّذِیْ حَرَّمَھَا جس نے اس شہر کو عزت والا بنایا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں بھی جب لوگ کافر مشرک تھے حرم کے اندر کسی قسم کے جرم کو گناہ سمجھتے تھے۔ اگر کسی بات پر آپس میں تلخی ہو جاتی تو حرم میں نہیں لڑتے تھے کہتے تھے حرم سے باہر چلو۔ اسی طرح چوری ڈکیتی وغیرہ بھی حرم میں نہیں کرتے تھے۔ ہاں! کوئی بڑا ہی بد بخت انسان ہوتا جو کرتا۔ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے بھی حرم کا احترام کرتے تھے ہتھیار ساتھ ہونے کے باوجود کچھ نہیں کرتے تھے۔ آج بعض جاہل قسم کے لوگ وہاں ایک دوسرے سے الجھتے ہیں کہ وہاں کے لوگ کہتے ہیں الحاج حرم الحاج حرم ''حاجی یہ حرم ہے یہاں جھگڑا وغیرہ نہیں کرنا۔'' اور تم پہلے یہ بات سن چکے ہو کہ وَمَنْ یُّرِدْ فِیْهِ بِاِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ [حج: ۲۵] ''اور جو کوئی ارادہ کرے گا اس کے اندر کجروی کے ساتھ ظلم کا تو ہم چکھائیں گے اس کو دردناک عذاب۔'' حرم میں اگر کوئی آدمی برائی کا ارادہ بھی کرے تو وہ برائی ہے اور حرم سے باہر ایسا نہیں ہے حرم سے باہر جب تک انسان لفظ زبان سے بولتا نہیں یا عملاً برائی کرتا نہیں تو وہ لکھی نہیں جاتی لیکن حرم میں اگر برائی کا ارادہ بھی کیا تو لکھی جائے گی۔ اس لیے کہ حرم کا مقام بہت بلند ہے۔ تو فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا کہ میں عبادت کروں اس شہر کے رب کی جس نے اس کو عزت والا بنایا ہے وَلَهٗ كُلُّ شَیْءٍ اور اسی کے لیے ہے ہر شے۔ آسمان اس کے زمین اس کی، چاند، سورج، ستارے اس کے، پہاڑ، دریا اس کے،

انسان، حیوان، جنات، فرشتے اس کے وَّاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ ہو جاؤں میں مسلمانوں میں سے۔ مسلمان کا معنٰی ہے فرمانبردار حکم ماننے والا۔ مجھے حکم ہے کہ میں رب تعالیٰ کے احکام مانوں۔ سب سے پہلے آپ ﷺ نے ہی رب تعالیٰ کے احکام مانے ہیں جب وحی نازل ہوئی اگر آپ نہ مانتے تو تبلیغ کیسے کرتے اور یہ بات بھی تم کئی دفعہ سن چکے ہو کہ اسلام کا مادہ ہے سَلِمَ . اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ ''مسلمان وہ ہے کہ دوسرے مسلمان اس کی زبان اور ہاتھ سے محفوظ ہوں۔''

تلاوتِ قرآن :

فرمایا اور مجھے حکم دیا گیا ہے وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ اور یہ کہ میں تلاوت کروں قرآن پاک کی۔ چونکہ آپ کے اولین مخاطبین عربی لوگ تھے۔ وہ قرآن پاک کی تلاوت سے ہی اکثر باتیں سمجھ جاتے تھے ہماری زبان چونکہ عربی نہیں ہے اس لیے ہم محض تلاوت سے نہیں سمجھ سکتے۔ ہاں! جن کا تھوڑا بہت مطالعہ ہے وہ کچھ سمجھیں گے۔ باقیوں کو سمجھنا پڑے گا اور بڑی نیکیوں میں سے ہے قرآن مجید کا سیکھنا اور سکھانا۔ بخاری شریف اور مسلم شریف میں حدیث ہے خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَ عَلَّمَهٗ ''تم میں سے بہتر شخص وہ ہے جو قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرے اور دوسروں کو تعلیم دے۔'' اور یہ تمہارے فریضہ میں داخل ہے کہ اپنے بچوں کو تعلیم دو اگر تمہیں ایک آیت بھی آتی ہے تو وہ انہیں سناؤ اور سمجھاؤ۔ قرآن کریم صرف مولویوں کے لیے نہیں ہے کہ بس یہ پڑھتے پڑھاتے رہیں یہ تمہارا بھی فریضہ ہے اور قرآن پاک کی تلاوت بڑا ورد اور وظیفہ ہے اور ساتھ ساتھ اس کا ترجمہ بھی آئے تو نورٌ علٰی نور ہے۔ فرمایا فَمَنِ اهْتَدٰى پس جو شخص ہدایت حاصل کرے گا۔

یعنی جب میں پڑھوں گا تلاوت کروں گا سن کر جو ہدایت حاصل کرے گا فَاِنَّمَا يَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ پس پختہ بات ہے وہ ہدایت حاصل کرے گا اپنے نفس کے لیے وَ مَنْ ضَلَّ اور جو گمراہ ہوگا فَقُلْ اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ پس آپ کہہ دیں میں ڈرانے والوں میں سے ہوں منوانے والوں میں سے نہیں ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق میں سے کسی کو یہ اختیار نہیں دیا کہ وہ دل میں تصرف کرے، ایمان رکھ دے اور کفر نکال دے۔ یہ کام صرف اللہ تعالیٰ کا ہے پیغمبروں کا کام ہے سیدھا راستہ بتلانا حق کی بات واضح کرنا۔ تو فرمایا میں ڈرانے والوں میں سے ہوں منانا میرے فریضہ میں داخل نہیں ہے وَ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ اور آپ کہہ دیں سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ ہم نے توحید، رسالت، قیامت وغیرہ صاف صاف تمہیں بتلا دیا ہے سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں دکھائے گا اپنی قدرت کی نشانیاں فَتَعْرِفُوْنَهَا پس تم ان کو پہچان لوگے دیکھ کر۔ رب تعالیٰ کو کوئی سمجھنا چاہے تو اس کی قدرت کی نشانیوں سے سمجھ سکتا ہے وہ نشانیاں رب تعالیٰ کی رحمت کی بھی ہو سکتی ہیں اور عذاب کی بھی ہو سکتی ہیں۔ یہ موسم کی تبدیلیاں وغیرہ بھی رب تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں اور یاد رکھو وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ اور نہیں ہے آپ کا رب غافل ان کاموں سے جو تم کرتے ہو۔ نیکی بدی سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے رب تعالیٰ کی عدالت میں ہر چیز سامنے آجائے گی۔

آج بروز بدھ ۱۷ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ بمطابق ۱۰ فروری ۲۰۱۲ء

سورۃ النمل مکمل ہوئی۔

والحمدللہ علی ذلک

(مولانا) محمد نواز بلوچ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر

سورۃ القصص

(مکمل)

جلد............۱۵

سُوْرَةُ الْقَصَصِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانٌ وَّثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّتِسْعُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

طٰسٓمّٓ ۝۱ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝۲ نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝۳ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِى الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝۴ وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِى الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ۝۵ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِى الْاَرْضِ وَنُرِىَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ۝۶ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ وَلَا تَخَافِىْ وَلَا تَحْزَنِىْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝۷

طٰسٓمّٓ ۔ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ یہ آیتیں ہیں کھول کر بیان کرنے والی کتاب کی نَتْلُوْا عَلَيْكَ ہم پڑھ کر سناتے ہیں آپ کو مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى حال موسیٰ علیہ السلام کا وَفِرْعَوْنَ اور فرعون کا بِالْحَقِّ حق کے ساتھ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ اس قوم کے لیے جو ایمان لاتی ہے اِنَّ فِرْعَوْنَ بے شک فرعون

عَلَا اس نے سرکشی کی فِی الْاَرْضِ زمین میں وَ جَعَلَ اَھْلَھَا شِیَعًا اور کر دیا وہاں کے رہنے والوں کو گروہ در گروہ یَسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً کمزور بنا دیا اس نے ایک گروہ کو مِّنْھُمْ ان میں سے یُذَبِّحُ اَبْنَآءَ ھُمْ ذبح کرتا تھا ان کے بیٹوں کو وَ یَسْتَحْیٖ نِسَآءَ ھُمْ اور زندہ چھوڑتا تھا ان کی عورتوں کو اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ بے شک وہ فسادیوں میں سے تھا وَ نُرِیْدُ اور ہم ارادہ کرتے ہیں اَنْ نَّمُنَّ اس بات کا کہ ہم احسان کریں عَلَى الَّذِيْنَ ان لوگوں پر اسْتُضْعِفُوْا جن کو کمزور بنا دیا گیا ہے فِی الْاَرْضِ زمین میں وَ نَجْعَلَھُمْ اَئِمَّةً اور یہ کہ ہم بنائیں ان کو پیشوا وَّنَجْعَلَھُمُ الْوٰرِثِيْنَ اور بنا دیں ہم ان کو وارث وَ نُمَكِّنَ لَھُمْ اور ہم ان کو قدرت دیں فِی الْاَرْضِ زمین میں وَ نُرِیَ فِرْعَوْنَ اور دکھائیں ہم فرعون کو وَ ھَامٰنَ اور ہامان کو وَ جُنُوْدَھُمَا اور ان دونوں کے لشکر کو مِنْھُمْ ان کمزوروں سے مَا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ وہ چیز جس سے وہ خوف کرتے تھے وَاَوْحَيْنَا اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰى اور ہم نے وحی کی موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرف اَنْ اَرْضِعِيْهِ یہ کہ تم اس کو دودھ پلاتی رہو فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ پھر جب تم خوف کھاؤ اس پر فَاَلْقِيْهِ فِی الْيَمِّ پس تم اس کو ڈال دو دریا میں وَلَا تَخَافِیْ اور خوف نہ کرنا وَلَا تَحْزَنِیْ اور نہ غمگین ہونا اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ بے شک ہم اس کو لوٹائیں گے آپ کی طرف وَ جَاعِلُوْهُ اور ہم اس کو بنانے والے ہیں مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ رسولوں میں سے۔

سورۃ قصص کی وجہ تسمیہ :

اس سورت کا نام سورۃ القصص ہے۔ قصص کا لغوی معنیٰ ہے حال، سرگزشت۔ اس سورت میں آگے آئے گا کہ جب موسیٰ علیہ السلام مصر سے بھاگ کر مدین حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس پہنچے تو قَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ ''اپنا حال ان کے سامنے بیان کیا کہ میں کون ہوں، کہاں سے آیا ہوں اور کیوں آیا ہوں؟'' تو اس لفظ قصص کی وجہ سے اس سورۃ کا نام سورۃ القصص ہے۔ یہ سورۃ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے اڑتالیس (۴۸) سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس سورۃ کے نو (۹) رکوع اور اٹھاسی (۸۸) آیتیں ہیں۔

حروفِ مقطعات کی وضاحت :

طسم کے متعلق پہلے بیان ہو چکا ہے کہ یہ حروف مقطعات ہیں۔ ان کے متعلق حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ ط سے مراد طیب ہے، س سے مراد سمیع ہے اور م سے مراد مالک ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام لفظ اللہ ہے باقی سب صفاتی ہیں۔ جیسے رحمٰن ہے، رحیم ہے، جبار ہے، قہار ہے، نور ہے، ہادی ہے، وکیل ہے، رشید ہے، صبور ہے، اٹھانوے نام صفاتی مشہور ہیں ان کے علاوہ اور بھی ہیں جو پہلی کتابوں میں آئے ہیں جن کی تعداد پانچ ہزار ہے۔ فرمایا تِلْكَ آيٰتُ الْكِتٰبِ یہ جو تمہارے سامنے پڑھی جارہی ہیں یہ اس کتاب کی آیتیں ہیں الْمُبِيْنِ جو کھول کر بیان کرنے والی ہے۔ ہماری زبان چونکہ عربی نہیں ہے اس لیے ہم عربی کی فصاحت و بلاغت کو نہیں سمجھ سکتے۔ ان لوگوں کی مادری زبان عربی تھی وہ سنتے تھے، سمجھتے تھے، متاثر ہوتے تھے حق والے کہتے تھے کہ یہ حق کا اثر ہے اور باطل والے کہتے تھے یہ سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ''یہ کھلا جادو ہے۔'' اثر دونوں مانتے تھے۔ تو جو کچھ بیان کرتا

ہے کھول کر بیان کرتا ہے نَتۡلُوۡا عَلَیۡکَ ہم پڑھ کر سناتے ہیں آپ کو مِنۡ نَّبَاِ مُوۡسٰی وَ فِرۡعَوۡنَ حال موسیٰ علیہ السلام کا اور فرعون کا بِالۡحَقِّ حق کے ساتھ لِقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ اس قوم کے لیئے جو ایمان لانا چاہے، اس واقعہ سے عبرت حاصل کرے۔ مصر کے بادشاہ کا لقب فرعون ہوتا تھا، نام علیحذہ علیحدہ ہوتے تھے جیسے ہمارے ملک کے صدر کا نام فاروق احمد لغاری ہے اس سے پہلے اور صدر ہوئے، آگے اور ہوں گے۔ تو یہاں جیسے صدر کا لفظ ہے ایسے ہی مصر کے بادشاہوں کا لقب فرعون ہوتا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے کے فرعون کا نام ریان بن ولید تھا۔ بڑا نیک فطرت آدمی تھا بالآخر مسلمان ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے فرعون کا نام ولید بن مصعب تھا بڑا شاطر اور شیطان آدمی تھا جیسے آج کل ہمارے لیڈر ہیں۔ رب تعالیٰ کے ساتھ بھی دھوکا اور رب تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ بھی دھوکا، دھوکا ہی دھوکا، باتونی اتنے کہ کسی کو بات کرنے کا موقع ہی نہیں دیتے۔

بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کرنے کی وجہ :

تفسیروں میں آتا ہے کہ فرعون نے خواب دیکھا کہ بیت المقدس کی طرف سے آگ آئی ہے میری طرف اور اس نے قبطیوں کے مکانوں کو جلا دیا ہے۔ اس وقت مصر میں اصولی طور پر دو خاندان تھے......

۱) بنی اسرائیلی، جو موسیٰ علیہ السلام کا خاندان تھا اور ۲) قبطی، جو فرعون کا خاندان تھا۔

تو فرعون نے نجومیوں سے اس کی تعبیر پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ بنی اسرائیل میں ایک بچہ پیدا ہوگا جو تیری حکومت اور قوم کی تباہی کا سبب بنے گا۔ اس پر فرعون نے بنی اسرائیلیوں کے بچے ذبح کرانے شروع کیے، غنڈہ گردی پر اتر آیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ فِرۡعَوۡنَ عَلَا فِی الۡاَرۡضِ بے شک فرعون نے سرکشی کی زمین میں وَ جَعَلَ اَهۡلَهَا شِيَعًا اور اس نے کر دیا زمین کے رہنے والوں کو گروہ در گروہ۔ ایک وقت تھا کہ انگریز کا بے شمار ممالک پر اقتدار تھا اس زمانے میں یہ مقولہ مشہور تھا کہ پبلک کو آپس میں لڑاؤ اور حکومت کرو۔ یہ فلسفہ برطانیہ کے انگریز نے فرعون سے سیکھا۔ فرعون نے وہاں کے لوگوں کو گرہ در گروہ بنا دیا تھا وہ آپس میں لڑتے رہتے تھے اور حکومت کی طرف رخ نہیں کرتے تھے۔ اور ہر باطل حکومت اس دستور پر آج تک عمل کرتی آرہی ہے۔ وہ اپنی ضرورت کے تحت فرقہ واریت پھیلاتے رہتے ہیں لیکن الزام مولویوں کے سر لگا دیتے ہیں کہ انہوں نے فرقہ واریت پھیلائی ہے۔ حالانکہ علمائے سوء حکومت کے گماشتے ہوتے ہیں اور شیعان بدکرداران کو کافی رقم دے کر آگے کر دیتے ہیں وہ لوگوں کو بھڑکاتے اور فرقہ واریت پھیلاتے ہیں۔ دوسرے لوگ بے چارے سادے ہوتے ہیں وہ دین پر اپنی جان اور مال قربان کر دیتے ہیں ان کی سادگی اور اخلاص سے یہ لوگ غلط فائدہ اٹھاتے ہیں اور ان کے ذمہ لگا دیتے ہیں کہ انہوں نے یہ کیا ہے اور وہ کیا ہے۔ تو ان لوگوں نے یہ فلسفہ فرعون سے لیا ہے کہ اس نے زمین کے رہنے والوں کو گروہ در گروہ کر دیا تھا۔ يَسۡتَضۡعِفُ طَآئِفَةً مِّنۡهُمۡ کمزور بنا دیا اس نے ایک گروہ جو موسیٰ علیہ السلام کا خاندان تھا۔ کمزور اس طرح بنایا کہ يُذَبِّحُ اَبۡنَآءَهُمۡ ذبح کرتا تھا ان کے بیٹوں کو وَ يَسۡتَحۡيٖ نِسَآءَهُمۡ اور زندہ چھوڑتا تھا ان کی عورتوں کو۔ کیونکہ عورتوں سے خطرہ کوئی نہیں تھا اس لیے ان کو قتل نہیں کرتا تھا۔ دوسرا اس طرح کمزور کیا کہ بنی اسرائیلیوں سے مزدوری کرواتے کہ ان کو اجرت پوری نہیں دیتے تھے۔ جس طرح آج کل ہمارے ملک میں کارخانہ دار کرتے ہیں کہ یہ مزدور کو دیانت داری کے ساتھ اس کا جو حق بنتا ہے وہ نہیں دیتے بلکہ سننے

میں آیا ہے کہ بعض ایسے کارخانہ دار بھی ہیں جو مزدور کو پکا نہیں ہونے دیتے کہ اگر یہ پکا ہو گیا تو اس کو سارے حقوق دینے پڑیں گے۔ دو چار ماہ کے بعد اس کو نکال کر دوسرا رکھ لیتے ہیں۔ یہ سب دھوکا اور فراڈ کرتے ہیں۔ تو فرعون نے بنی اسرائیل کو مزدوری والے کاموں پر لگایا ہوا تھا۔ مصر چونکہ زرعی علاقہ تھا کاشت کاری ان سے کرواتے تھے، باغات کی نگہبانی ان کے ذمہ ہوتی تھی، مکانات، سڑکیں ان سے بنواتے اور پوری مزدوری نہیں دیتے تھے اور زیادہ تر بیگار لیتے، روٹی کھلا کر چلتا کرتے، کام بھی لیتے اور ساتھ ظلم بھی کرتے اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ بے شک فرعون فسادیوں میں سے تھا۔ بارہ ہزار بچوں کو قتل کرایا یہ کوئی معمولی بات تو نہیں۔ لوگوں سے بیگار لیتا اور اس کا لقب ذوالاوتاد بھی تھا۔ سزا دیتا تھا اس طرح کہ ہاتھ پاؤں میں میخیں ٹھونک دیتا کہ آدمی ہل جل نہ سکے اور یہ تم پڑھ چکے ہو موسیٰ علیہ السلام پر جو جادوگر ایمان لائے تھے موسیٰ علیہ السلام کے صحابی، ان کو اس نے سولی پر لٹکایا ان کے بدنوں میں میخیں ٹھونک دیں۔ بڑا جابر، ظالم قسم کا آدمی تھا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ اس کی جسم آج تک مصر کے عجائب گھر میں پڑا ہوا ہے تاکہ لوگ دیکھ کر عبرت حاصل کریں کہ یہ ہے وہ جو اپنے آپ کو رب الاعلیٰ کہتا تھا۔ اس کا فوٹو کبھی اخبار میں آ جاتا ہے عجیب قسم کا نمونہ معلوم ہوتا ہے اس کو دیکھ کر انسان حیران ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو ظاہری اسباب نہیں روک سکتے :

فرمایا وَ نُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ اور ہم ارادہ کرتے ہیں کہ ہم احسان کریں عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِى الْاَرْضِ ان لوگوں پر جن کو کمزور بنا دیا گیا ہے زمین میں وَ نَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً اور ہم ارادہ کرتے ہیں کہ ہم ان کو پیشوا بنائیں۔ اپنے وقت میں وہ اپنی قوم کے پیشوا اور رہنما بنیں وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ اور ہم بنائیں ان کو وارث زمینوں کا، مکانوں کا،

باغات کا۔ وہ بنے بنائے مکان ان مظلوموں کے قبضے میں آئیں گے۔ ظاہری حالات کچھ بھی ہوں اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کے متعلق فیصلہ کر لیتے ہیں تو اس کے لیے کوئی مشکل نہیں ہے وَ نُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ اور ہم ان کو قدرت دیں زمین میں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرعون کی غرقابی کے بعد موسیٰ علیہ السلام، ہارون علیہ السلام کو اقتدار دیا ان کے بعد اور بادشاہ آئے اور صدیوں تک اقتدار ان کے پاس رہا وَ نُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ اور ہم دکھائیں فرعون کو اور ہامان کو۔ یہ فرعون کا وزیر اعظم تھا فرعون کی طرح یہ بھی بڑا ہوشیار اور چالاک تھا فرعون کے قدم بقدم رکھنے والا تھا اس کے ہر حکم کی تعمیل کرتا تھا بڑا مستعد تھا ایک لمحے کی تاخیر نہیں کرتا تھا وَ جُنُوْدَهُمَا اور ان کے لشکروں کو دکھائیں مِنْهُمْ ان کمزوروں سے ان کو دکھانا چاہتے ہیں مَا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ وہ چیز جس سے وہ خوف کرتے تھے کہ بنی اسرائیل میں لڑکا پیدا ہوگا جو ہمارے اقتدار کے زوال کا سبب بنے گا کیونکہ جب نجومیوں نے علم نجوم کے زور پر یہ بات بتلائی تھی یا فرعون نے خواب دیکھا اور اس کی تعبیر سامنے آئی تو اس کے بعد فرعون کی نیند حرام ہوگئی تھی۔ کرسی والے جتنے پریشان ہوتے ہیں ہم نہیں ہیں کہ ان کو ڈر ہوتا ہے اقتدار چھن جانے کا اور مال دار جتنا پریشان ہوتا ہے اتنا غریب نہیں ہوتا۔ تو ان کو جس چیز کا خوف تھا وہ رب تعالیٰ نے ان کو دکھا دیا۔

اُمِ موسیٰ کی طرف وحی کا مطلب :

وَ اَوْحَيْنَا اِلٰى اُمِّ مُوْسٰى اور ہم نے وحی کی موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرف۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کا نام عربی والے یوخابذ اور اُردو والے یوکابد لکھتے ہیں رحمہا اللہ تعالیٰ۔ بڑی نیک پارسا تھیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد گرامی کا نام عمران تھا، عمران بن جسر بن لاوی بن یعقوب علیہ السلام۔ پیغمبروں کی نسل سے تھے بڑے

نیک اور پارسا تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرف وحی کی۔ اس وحی سے کیا مراد ہے؟ اس کے متعلق مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا اختلاف ہے۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ خواب میں اشارہ ہوا تھا دوسرا گروہ کہتا ہے الہام ہوا تھا تیسرا گروہ کہتا ہے کہ فرشتہ آیا تھا۔ اگر فرشتہ بھی آیا ہو اور اس نے رب تعالیٰ کا حکم سنایا ہو تو اس سے نبوت ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ کوئی عورت نبیہ نہیں ہوئی۔ چودھویں پارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْ اِلَیْهِمْ [نحل:۴۳] ''اور نہیں بھیجے ہم نے آپ سے پہلے مگر مرد جن کی طرف ہم نے وحی بھیجی۔'' یعنی ہم نے جتنے پیغمبر بھیجے ہیں مرد ہی بھیجے ہیں کوئی عورت نبیہ بنا کر نہیں بھیجی۔ تو یہ وحی اگر فرشتہ بھی لایا ہے تو ذاتی طور پر پیغام پہنچایا ہے اس وحی سے نبوت لازم نہیں ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم آیا اَنْ اَرْضِعِیْهِ کہ آپ ان کو دودھ پلاتی رہیں فَاِذَا خِفْتِ عَلَیْهِ فَاَلْقِیْهِ فِی الْیَمِّ پھر جب تم خوف کھاؤ اس پر پس تم اس کو ڈال دو دریا میں۔ جب تمہیں خوف ہو کہ سرکاری کارندے آرہے ہیں کیونکہ گھروں میں عورتیں بھی پھرتی تھیں مرد بھی تلاشی لیتے تھے چیک کرتے تھے۔ تو فرمایا کہ جب تم خوف محسوس کرو تو اس کو دریا میں ڈال دو دریا میں ڈالنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اٹھا کر دریا میں ڈال دو۔ سورہ طٰہٰ میں تم پڑھ چکے ہو فِی التَّابُوْتِ صندوق میں موسیٰ علیہ السلام کو لٹا کر صندوق دریا کے حوالے کر دو۔ ان کا گھر بحر قلزم کے کنارے تھا صندوق کو دریا میں ڈال کر موسیٰ علیہ السلام کی بڑی ہمشیرہ جس کا نام کلثوم تھا کو فرمایا کہ بیٹی کنارے پر مخلوق چلتی پھرتی رہتی ہے لوگ سیر و سیاحت کے لیے بھی آتے جاتے رہتے ہیں تم اس کے ساتھ ساتھ چلتی رہو اور احتیاط کے ساتھ اس کو دیکھتی رہو کسی کو یہ بھی محسوس نہ ہو تم اس صندوق کے ساتھ ہو دیکھو کدھر جاتا ہے۔ فرعون کے مالی یا مچھیرے نے یا دھوبی

نے دیکھا کہ صندوق بہتا ہوا آرہا ہے اس کو پکڑا تو اس میں بچہ تھا وہ لے گیا۔آگے آرہا ہے کہ فرعون نے کہا کہ اس کو قتل کر دو یہ وہی خطرناک بچہ ہوسکتا ہے۔ بیوی مضبوط تھی آسیہ بنت مزاحم بن ہدیرۃ بن ریان بن ولید۔ اس نے کہا کہ اس کو قتل نہیں کرنا ممکن ہے ہم اس سے فائدہ اٹھائیں یا ہم اس کو اپنا بیٹا بنالیں کیا خوبصورت بچہ ہے اس کو قتل نہیں کرنا فرعون نے کہا کہ تجھے کوئی فائدہ نظر آتا ہوگا مجھے تو کوئی فائدہ نظر نہیں آتا۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّات ''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔''اس کی نیت صاف تھی اللہ تعالیٰ نے اس کو فائدہ دیا کہ اس کو کلمہ ایمان نصیب ہوا ایمان سے بڑا کوئی فائدہ نہیں ہے۔تو فرمایا دریا میں ڈال دینا وَلَا تَخَافِیْ وَلَا تَحْزَنِیْ اور نہ خوف کرنا اس کے ڈوب جانے کا،غرق ہونے کا اور نہ غم کرنا اس کی جدائی کا اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ بے شک ہم اس کو لوٹائیں گے آپ کی طرف۔چند گھنٹوں کی بات ہے،ہم اس کو آپ کی طرف لوٹا دیں گے۔ وَ جَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اور ہم اس کو بنانے والے ہیں رسولوں میں سے۔باقی قصہ آگے آئے گا۔

ان شاءاللہ تعالیٰ

۞ ۞ ۞

فَالْتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِیَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّ حَزَنًاؕ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ وَ جُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِـٕیْنَ۸ وَ قَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَیْنٍ لِّیْ وَ لَكَؕ لَا تَقْتُلُوْهُ ۖۗ عَسٰۤى اَنْ یَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ۹ وَ اَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًاؕ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِیْ بِهٖ لَوْ لَاۤ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ۱۰ وَ قَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّیْهِ٘ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ۱۱ۙ وَ حَرَّمْنَا عَلَیْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰۤى اَهْلِ بَیْتٍ یَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَ هُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ۱۲ فَرَدَدْنٰهُ اِلٰۤى اُمِّهٖ كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا وَ لَا تَحْزَنَ وَ لِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۱۳ؒ ع

فَالْتَقَطَهٗ اٰلُ فِرْعَوْنَ پس اٹھالیا اس کو فرعون کے خادموں نے لِیَكُوْنَ لَهُمْ تاکہ ہوجائے ان کے لیے عَدُوًّا دشمن وَّ حَزَنًا اور پریشانی اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ بے شک فرعون اور ہامان وَ جُنُوْدَهُمَا اور ان کے لشکر كَانُوْا خٰطِئِیْنَ خطاکار تھے وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ اور کہا فرعون کی بیوی نے قُرَّتُ عَیْنٍ لِّیْ یہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے وَلَكَ اور تمہاری آنکھوں کی بھی لَا تَقْتُلُوْهُ اس کو قتل نہ کرو عَسٰی قریب ہے اَنْ یَّنْفَعَنَاۤ یہ کہ نفع دے ہمیں اَوْ نَتَّخِذَهٗ

وَلَدًا یا ہم بنالیں اس کو بیٹا وَّھُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ اور وہ کچھ شعور نہیں رکھتے تھے وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰی اور ہو گیا موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا دل فٰرِغًا خالی اِنْ کَادَتْ بے شک قریب تھا لَتُبْدِیْ بِہٖ کہ وہ ظاہر کردیتی اس کو لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰی قَلْبِهَا اگر ہم مضبوط نہ کرتے اس کے دل کو لِتَکُوْنَ تاکہ ہو جائے وہ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ایمان والوں میں سے وَقَالَتْ اور کہا موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے لِاُخْتِهٖ موسیٰ علیہ السلام کی بہن کو قُصِّیْهِ اس کا سراغ لگاؤ فَبَصُرَتْ بِهٖ پس وہ اس کو دیکھتی رہی عَنْ جُنُبٍ دور سے وَّھُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ اور ان کو شعور نہیں تھا وَحَرَّمْنَا عَلَیْهِ الْمَرَاضِعَ اور ہم نے حرام کردیں موسیٰ علیہ السلام پر دودھ پلانے والیاں مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے فَقَالَتْ پس کہا موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے هَلْ اَدُلُّکُمْ کیا میں تمہیں بتلاؤں عَلٰٓی اَهْلِ بَیْتٍ ایک گھر والے یَّکْفُلُوْنَهٗ وہ کفالت کریں گے اس کی لَکُمْ تمہارے لیے وَھُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ اور وہ اس کے لیے خیر خواہ ہوں گے فَرَدَدْنٰهُ پس ہم نے لوٹا دیا اس کو اِلٰٓی اُمِّهٖ اس کی ماں کی طرف کَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا تاکہ اس کی آنکھ ٹھنڈی ہو وَلَا تَحْزَنَ اور غم نہ کھائے وَلِتَعْلَمَ اور تاکہ جان لے کہ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے وَّلٰکِنَّ اَکْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ اور لیکن اکثر ان کے نہیں جانتے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ چلا آ رہا ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے فرشتہ بھیجا کہ جب خوف کریں تو اس کو دریا میں ڈال دیں اور

پریشان نہ ہوں ہم اس کو واپس آپ کے پاس لوٹا دیں گے اور ہم اس کو رسولوں میں سے بنانے والے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے موسیٰ علیہ السلام کو صندوق میں لٹا کر بحر قلزم میں ڈال دیا فَالْتَقَطَهٗٓ اٰلُ فِرْعَوْنَ پس اٹھالیا اس کو آل فرعون نے۔ صندوق دریا میں بہتا ہوا جارہا تھا بعض کہتے ہیں کہ آگے دھوبی تھا بعض کہتے ہیں مالی تھا بعض کہتے ہیں کہ مچھیرا تھا وہ فرعون کا آدمی تھا۔ بہرحال فرعون کے کارندوں میں سے کسی نے اٹھالیا لِيَكُوْنَ لَهُمْ تاکہ ہوجائیں موسیٰ علیہ السلام ان کے لیے عَدُوًّا دشمن۔ یعنی نتیجہ یہ ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام ان کے لیے دشمن بنے وَّ حَزَنًا اور پریشانی کا ذریعہ بنے اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ بے شک فرعون اور ہامان اس کا وزیر اعظم وَ جُنُوْدَهُمَا اور ان کے لشکر كَانُوْا خٰطِئِيْنَ خطا کار تھے، گنہگار تھے کہ بارہ ہزار بچے فرعون کے حکم سے ہامان نے فوجیوں کے ذریعے قتل کرائے۔ فرعون بھی مجرم، ہامان بھی مجرم، ان کے لشکر بھی مجرم۔ جس کے لیے اتنے بچے قتل کیے وہ گھر میں پل رہا ہے۔

حماقتِ فرعون :

مولانا رومؒ نے فرعون کی حماقت ایک حکایت کے ذریعے سمجھائی ہے۔ وہ مثنوی شریف میں بڑی بڑی حکایتیں بیان فرماتے ہیں۔ سمجھانے کے لیے فرماتے ہیں کہ ایک بڑا امیر آدمی تھا۔ سونا، چاندی، ہیرے، موتی، جواہرات، بڑا کچھ اس کے پاس تھا۔ چوروں نے اس کو لوٹنے کا پروگرام بنایا اس کا مکان بڑا بلند قلعہ نما تھا۔ اس زمانے میں بنک تو نہیں ہوتے تھے لوگ دولت گھروں میں رکھتے تھے۔ چوروں نے مشورہ کیا کہ اس کو کس طرح لوٹیں اور اس کے مکان میں کس طرح داخل ہوں؟ طے یہ پایا کہ دن کو غفلت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک آدمی اندر جاکر کہیں پلنگ وغیرہ کے نیچے چھپ جائے اور رات کو

جب فلاں ستارہ طلوع ہوتو وہ دروازہ کھول دے پھر باقی ساتھی داخل ہو جائیں گے اور اپنا کام کریں گے۔ چنانچہ وہ ان کی غفلت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اندر جا کر چھپ گیا۔ جب وہ ستارہ طلوع ہوا تو اٹھا اور کنڈی کھولی صاحب خانہ کی آنکھ کھل گئی چور پھر چھپ گیا صاحب خانہ نے اٹھ کر کنڈی لگا دی اس خیال سے کہ کوئی کنڈی کھول کر باہر نکل گیا ہے۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں......

؎ در بہ بند د دزد اندر خانہ بود

''اس نے دروازہ بند کر دیا اور چور اندر ہی تھا۔'' یہی حال فرعون کا تھا۔

؎ حیلہ فرعون زیں افسانہ بود

''فرعون کی کارروائی بھی نری افسانہ تھی۔'' ظالم نے بارہ ہزار بچے قتل کروائے کہ کہیں میرا اقتدار نہ چھن جائے اور جس سے خطرہ تھا وہ گھر میں پل رہا ہے۔ خواہ مخواہ بے گناہوں کو قتل کرتا رہا، مجرم تھا۔ وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ اور کہا فرعون کی بیوی نے جس کا نام آسیہ بنت مزاحم بن ہدیر بن ریّان بن ولید تھا۔ یہ ریّان بن ولید حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں عزیز مصر تھا بڑا نیک صفت انسان تھا۔ کیا کہا قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ یہ تو میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے وَلَكَ اور تمہاری آنکھوں کی بھی لَاتَقْتُلُوْهُ اس کو قتل نہ کرو۔ فرعون اس کو قتل کرنا چاہتا تھا کہ کہیں یہ وہ بچہ نہ ہو جس سے مجھے خطرہ ہے۔ تو بیوی نے کہا کہ اس کو قتل نہ کرو عَسٰۤى اَنْ يَّنْفَعَنَآ قریب ہے کہ یہ ہمیں نفع دے۔ ہوسکتا ہے اس سے ہمیں نفع حاصل ہو اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا یا ہم اس کو بنالیں بیٹا چونکہ اولاد نہیں تھی وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ اور وہ کچھ شعور نہیں رکھتے تھے کہ رب تعالیٰ کی ذات کیا کر رہی ہے کہ رب تعالیٰ نے عالم اسباب میں آسیہ بنت مزاحم جیسی عورت کو آگے کر دیا کہ اس کو قتل نہیں کرنا۔

اس مقام پر تفسیروں میں لکھا ہے کہ فرعون نے کہا کہ تمہیں کوئی فائدہ نظر آتا ہوگا مجھے تو کوئی فائدہ نظر نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ نیتوں کو دیکھتا ہے اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ ''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔'' حسن نیت کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے آسیہؑ کو ایمان کا فائدہ دیا اور ایمان، ہدایت اور دین سے بڑا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اس کے مقابلے میں دنیا کے سب فائدے ہیچ ہیں۔ وہ یہیں رہ جائیں گے یہ ساتھ جائے گا وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰی فٰرِغًا اور ہوگیا موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا دل فارغ اس فکر سے کہ میرے بچے کا کیا بنے گا؟ آخر ماں تھی اِنْ کَادَتْ لَتُبْدِیْ بِهٖ بے شک قریب تھا کہ وہ اس کو ظاہر کر دیتی لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰی قَلْبِهَا اگر ہم اس کے دل کو مضبوط نہ کرتے تو صندوق دریا میں ڈالنے کے بعد ہوسکتا تھا کہ محلے کی عورتوں کے سامنے ذکر کر دیتیں کہ میں نے بچہ اس طرح صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈال دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے والدہ کے دل کو مضبوط کر دیا تا کہ کسی کے سامنے اس کا ذکر نہ کرے لِتَکُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ تا کہ وہ ہو جائے مومنوں میں سے وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ اور کہا موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے موسیٰ علیہ السلام کی بہن کلثوم کو رحمہا اللہ تعالیٰ۔ جس کی عمر بعض گیارہ اور بعض بارہ اور بعض تیرہ سال بتاتے ہیں سمجھ دار بچی تھی اس کو کہا قُصِّیْهِ صندوق کا سراغ لگاؤ کہاں جاتا ہے اور احتیاط کرنا کسی کو معلوم نہ ہو کہ تم اس صندوق کی نگرانی کر رہی ہو وہاں اور لوگ بھی ہوں گے کیونکہ تماشائی کافی ہوتے ہیں تم بھی تماشائی بن کر دیکھتی رہو کیونکہ گھر میں کوئی اور فرد نہیں تھا۔ ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام سے تین سال بڑے تھے تین سال کے بچے نے کیا کرنا تھا؟ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ پس وہ اس کو دیکھتی رہی دور سے تا کہ لوگوں کو محسوس نہ ہو کہ اس کے پاس صندوق کا کوئی راز ہے۔ کبھی صندوق کی طرف دیکھتی آنکھ بچا کر اور کبھی دوسری طرف دیکھتی۔ آگے

چند میل کے فاصلے پر فرعون کی کالونی تھی جس کا نام مُنف تھا۔ وہاں فرعون کا عملہ اور فوجی افسر وغیرہ رہتے تھے فرعون کا جہاں محل تھا وہاں بہت بڑے باغات تھے دریا سے ایک نالا باغات کو سیراب کرنے کے لیے جاتا تھا یہ صندوق دریا سے اس نالے میں چلا گیا۔ آگے اس کا دھوبی یا مچھیرا یا مالی تھا اس نے صندوق کو پکڑ لیا موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ صندوق کو دور سے دیکھتی رہی وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ اور ان کو کچھ شعور نہیں تھا کہ یہ بچی کون ہے اور کیا کر رہی ہے۔ جس وقت یہ فیصلہ ہو گیا کہ اس بچے کو قتل نہیں کرنا تو اس کے بعد بکری کا دودھ ، اونٹنی کا دودھ، گائے، بھینس کا دودھ لایا گیا مگر موسیٰ علیہ السلام نے نہ پیا ارد گرد کی عورتوں کو فوری بلایا گیا دودھ پلانے کے لیے مگر موسیٰ علیہ السلام نے کسی کا دودھ نہ پیا۔

موسیٰ علیہ السلام دوبارہ اپنی والدہ کے پاس :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ اور ہم نے حرام کر دیں موسیٰ علیہ السلام پر دودھ پلانے والیاں اس سے پہلے۔ رب تعالیٰ نے تکوینی طور پر کسی عورت کا دودھ پینے ہی نہیں دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے والدہ کے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ ہم اس کو واپس آپ کے پاس پہنچا دیں گے۔ صندوق اٹھانے کے بعد جب مرد عورتوں کا ہجوم اکٹھا ہوا تو موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ بھی ان میں شامل ہو گئی تھی سب کچھ دیکھ رہی تھی فَقَالَتْ پس اس نے کہا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ کیا میں تمہیں بتلاؤں ایک گھر والے وہ اس کی کفالت کریں گے تمہارے لیے وَهُمْ لَهٗ نَاصِحُوْنَ اور وہ اس کے لیے خیر خواہ ہوں گے۔ تم نے کافی عورتوں کا دودھ اس کو پلایا ہے مگر اس نے کسی کا دودھ نہیں پیا ہمارے محلے میں ایک عورت ہے اس کا دودھ اس کو پلاؤ شاید اس کا دودھ پی لے اس کا بچہ ہوا تھا غائب ہو گیا ہے۔ لیکن یہ نہ بتلایا کہ یہ بچہ کون ہے؟ فرعون نے پولیس کو

حکم دیا کہ فوراً اس عورت کو لے آؤ اگر وہ چل کر آسکتی ہے تو ٹھیک ورنہ پالکی کا انتظام کرو۔ انتظام کر کے پولیس موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے پاس پہنچ گئی والدہ نے کہا کہ میں چل کر جاؤں گی مجھے پالکی کی ضرورت نہیں ہے گھر کے کام کاج کی وجہ سے بڑی صحت مند تھیں۔ آج جو عورتیں گھروں میں نکمی بیٹھی رہتی ہیں ان کی صحت خراب ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے بدن کی وضع قطع ایسی بنائی ہے کہ ہاتھ پاؤں حرکت کرتے ہیں تو صحت برقرار رہتی ہے اگر ان اعضاء سے کام نہ لیا جائے تو یہ سست ہو جاتے ہیں اور ان سے قوت ختم ہو جاتی ہے۔ دیکھو! آج جو بوڑھے کام کرنے والے ہیں ان کی صحت بھی اچھی ہے اور نوجوانوں سے طاقتور بھی ہیں۔ تو موسیٰ علیہ السلام کی والدہ چل کر وہاں گئی مخلوق اکٹھی تھی انتظار کر رہے تھے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے اوڑھنی اوپر کر کے موسیٰ علیہ السلام کو چھاتی کے ساتھ لگایا تو انہوں نے دودھ پینا شروع کر دیا۔ سارے خوش ہو گئے کہ مسئلہ حل ہو گیا۔ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو کہا کہ بی بی! یہ جو بچہ تو نے اٹھایا ہے اس کے متعلق میرا تو ارادہ تھا اس کو قتل کرنے کا مگر بیگم صاحبہ نے کہا کہ قتل نہیں کرنا۔ اب ہم نے اس کے قتل نہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے ہم تمہیں یہاں کمرہ دے دیتے ہیں اور تمہاری خوراک وغیرہ کا انتظام کر دیتے ہیں اور اس کے علاوہ ماہانہ وظیفہ بھی تمہیں ملے گا یہیں رہو اور بچے کی خدمت کرو۔ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے کہا کہ بات یہ ہے کہ میرا گھر ہے میرے بچے ہیں میرا خاوند ہے میں نے ان کی خدمت کرنی ہے میں یہاں کسی قیمت پر نہیں رہ سکتی۔ فرعون نے بڑا اصرار کیا مگر بی بی نے اس کی کوئی بات نہ سنی اور کہا کہ اگر تمہیں منظور ہے تو بچے کو میرے ساتھ بھیج دو میں اس کو دودھ پلاتی رہوں گی اور ہفتہ پندرہ دن کے بعد معاینہ کرا دیا کروں گی تاکہ تمہیں تسلی رہے کہ بچہ ٹھیک ہے۔ فرعون نے منشی کو کہا کہ بی بی کے لیے

اتنا وظیفہ مقرر کر دو اور یومیہ اس کی خوراک وغیرہ کا انتظام کر دو اور موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو کہا کہ ایک ہفتہ بعد بچہ لا کر دکھا جایا کرو یہ معاینہ کر لیا کرے گی اور عورتیں اور مرد بھی دیکھ لیا کریں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ان کو لے کر چلی گئیں۔ ان کا گھر فرعون کی کالونی سے تین میل دور تھا بعض چار میل بتاتے ہیں موسیٰ علیہ السلام کی والدہ پیدل چل کر ہی واپس آئیں۔ شیخ الرئیس کہتے ہیں کہ آہستہ چلنا بدن کو رطوبت پہنچاتا ہے اور بدن میں رطوبت ہو تو بیماریوں کا دفاع ہوتا ہے۔ آج کل لوگوں نے بدن سے کام لینا بالکل چھوڑ دیا ہے جس سے صحتیں خراب ہو گئی ہیں۔ دیکھو! یہ نارمل سکول ہے اور یہ کالونی ہے یہاں سے بچے بس پر لٹک کر سکول جاتے ہیں اگر یہاں سے چل کر جائیں تو صحت برقرار رہے۔ بہر حال موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ان کو گھر لے آئیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ پس ہم نے اس کو لوٹا دیا اس کی ماں کی طرف كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا تاکہ ٹھنڈی رہے اس کی آنکھ وَلَا تَحْزَنَ اور اور بچے کی جدائی پر غمگین نہ ہو وَلِتَعْلَمَ اور تاکہ جان لے اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ برحق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا نہ خوف کھاؤ نہ غمگین ہو ہم اس کو واپس آپ کے پاس لوٹا دیں گے۔ یہ وعدہ اللہ تعالیٰ کا برحق تھا وَلٰـكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ اور لیکن اکثر ان کے نہیں جانتے۔ رب تعالیٰ کے اوپر یقین نہیں کرتے اپنے اندازے لگاتے رہتے ہیں رب تعالیٰ کے فیصلوں کو قبول نہیں کرتے اور اپنے نظریات کو مقدم رکھتے ہیں۔

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰٓى اٰتَيْنٰهُ
حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴﴾ وَدَخَلَ
الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا
رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ ۫ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ
الَّذِىْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِىْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى
فَقَضٰى عَلَيْهِ ۫ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ
مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّىْ ظَلَمْتُ نَفْسِىْ فَاغْفِرْ لِىْ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ
اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶﴾ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَىَّ فَلَنْ
اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۷﴾ فَاَصْبَحَ فِى الْمَدِيْنَةِ خَآئِفًا
يَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِى اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ يَسْتَصْرِخُهٗ ؕ قَالَ
لَهٗ مُوْسٰٓى اِنَّكَ لَغَوِىٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۸﴾ فَلَمَّآ اَنْ اَرَادَ اَنْ يَّبْطِشَ
بِالَّذِىْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ قَالَ يٰمُوْسٰٓى اَتُرِيْدُ اَنْ تَقْتُلَنِىْ
كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا بِالْاَمْسِ ۖ اِنْ تُرِيْدُ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا
فِى الْاَرْضِ وَمَا تُرِيْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿۱۹﴾

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ اور جب پہنچے موسیٰ علیہ السلام اپنی قوتوں کو
وَاسْتَوٰٓى اور تمام قوتیں برابر ہوگئیں اٰتَيْنٰهُ دی ہم نے ان کو حُكْمًا دانائی وَّ
عِلْمًا اور علم دیا وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ہم بدلہ دیا
کرتے ہیں نیکی کرنے والوں کو وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ اور داخل ہوئے موسیٰ علیہ

السلام شہر میں عَلٰی حِیْنِ غَفْلَۃٍ غفلت کے وقت مِّنْ اَھْلِھَا وہاں کے رہنے والوں سے فَوَجَدَ فِیْھَا تو پایا اس شہر میں رَجُلَیْنِ دو آدمیوں کو یَقْتَتِلٰنِ جو آپس میں جھگڑ رہے تھے ھٰذَا مِنْ شِیْعَتِہٖ یہ موسیٰ علیہ السلام کی برادری میں سے وَھٰذَا مِنْ عَدُوِّہٖ اور یہ اس کے دشمن میں سے فَاسْتَغَاثَہُ پس مدد طلب کی موسیٰ علیہ السلام سے الَّذِیْ مِنْ شِیْعَتِہٖ اس نے جوان کی برادری میں سے تھا عَلَی الَّذِیْ مِنْ عَدُوِّہٖ اس شخص کے مقابلے میں جو اس کے دشمن سے تھا فَوَکَزَہٗ مُوْسٰی پس مکا مارا موسیٰ علیہ السلام نے اس کو فَقَضٰی عَلَیْہِ پس اس کا کام تمام کر دیا قَالَ فرمایا ھٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ یہ شیطانی کارروائی ہوئی اِنَّہٗ عَدُوٌّ بے شک وہ شیطان دشمن ہے مُّضِلٌّ بہکانے والا مُّبِیْنٌ کھلے طور پر قَالَ کہا موسیٰ علیہ السلام نے رَبِّ اے میرے رب اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ بے شک میں نے ظلم کیا اپنے نفس پر فَاغْفِرْلِیْ پس آپ بخش دیں مجھے فَغَفَرَلَہٗ پس اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف کر دیا اِنَّہٗ بے شک اللہ تعالیٰ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ وہ بخشنے والا مہربان ہے قَالَ کہا موسیٰ علیہ السلام نے رَبِّ اے میرے رب بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ اس وجہ سے کہ آپ نے مجھ پر انعام کیا فَلَنْ اَکُوْنَ پس میں ہرگز نہیں ہوں گا ظَھِیْرًا لِّلْمُجْرِمِیْنَ امداد کرنے والا مجرموں کا فَاَصْبَحَ فِی الْمَدِیْنَۃِ پس صبح کی انہوں نے شہر میں خَآئِفًا خوف کرتے ہوئے یَّتَرَقَّبُ انتظار کر رہے تھے فَاِذَا الَّذِی پس اچانک وہ شخص اسْتَنْصَرَہٗ بِالْاَمْسِ جس

نے کل مدد طلب کی تھی یَسۡتَصۡرِخُهٗ وہ بلا رہا تھا مدد کے لیے قَالَ لَهٗ مُوۡسٰی کہا اس کو موسیٰ علیہ السلام نے اِنَّکَ بے شک تو لَغَوِیٌّ البتہ گمراہ ہے مُّبِیۡنٌ واضح طور پر فَلَمَّاۤ اَنۡ اَرَادَ پس جب ارادہ کیا موسیٰ علیہ السلام نے اَنۡ یَّبۡطِشَ کہ پکڑیں بِالَّذِیۡ. اس شخص کو ہُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا جو دونوں کا دشمن ہے قَالَ کہنے لگا یٰمُوۡسٰۤی اے موسیٰ علیہ السلام اَتُرِیۡدُ کیا تم ارادہ کرتے ہو اَنۡ تَقۡتُلَنِیۡ کہ آپ مجھے قتل کریں کَمَا قَتَلۡتَ نَفۡسًا جیسا کہ آپ نے قتل کیا ایک نفس کو بِالۡاَمۡسِ کل اِنۡ تُرِیۡدُ. آپ نہیں چاہتے اِلَّاۤ مگر اَنۡ تَکُوۡنَ جَبَّارًا یہ کہ ہو جاؤ تم جبر کرنے والے فِی الۡاَرۡضِ زمین میں وَمَا تُرِیۡدُ اور آپ نہیں چاہتے اَنۡ تَکُوۡنَ کہ ہو جاؤ تم مِنَ الۡمُصۡلِحِیۡنَ اصلاح کرنے والوں میں سے۔

کل کے درس میں تم نے سنا کہ موسیٰ علیہ السلام کو ان کی والدہ ماجدہ نے صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈال دیا اور وہ صندوق فرعون کے کسی ملازم نے پکڑ کر فرعون کے پاس پہنچایا تو فرعون نے قتل کرنے کا فیصلہ کیا مگر بیوی آڑے آ گئی اس نے قتل نہ کرنے دیا۔ پھر دودھ پلانے کا مسئلہ پیش آیا تو موسیٰ علیہ السلام نے کسی اجنبی کا دودھ نہ پیا والدہ کا دودھ پی لیا اور والدہ ان کو اپنے ساتھ گھر لے گئیں۔ موسیٰ علیہ السلام جب چلنے پھرنے کے قابل ہوئے شد بد ہوئی تو کبھی فرعون کے گھر رہتے تھے اور کبھی اپنے گھر۔ فرعون اور اس کے ساتھی یہ سمجھتے تھے کہ یہ اس کی رضاعی والدہ ہے اور اس کی اولاد رضاعی بہن بھائی ہیں مگر وہ موسیٰ علیہ السلام کی حقیقی والدہ اور حقیقی بہن بھائی تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ ۔ اَشُدَّ شِدَّةٌ کی جمع ہے اور شِدَّہ کا

معنیٰ قوت ہے۔ تو معنیٰ ہوگا اور جب پہنچے موسیٰ علیہ السلام اپنی قوتوں کو وَاسْتَوٰی اور تمام قوتیں برابر ہوگئیں، تیس سال کے ہو گئے۔ طب والے فرماتے ہیں کہ اگر کوئی ظاہری بیماری نہ ہو تو تیس سے لے کر چالیس سال تک انسان کی تمام قوتیں عروج پر ہوتی ہیں۔ چالیس سال کے بعد پھر آہستہ آہستہ کم ہوتی چلی جاتی ہیں۔ تو موسیٰ علیہ السلام جب اپنی جوانی کی قوت کو پہنچے اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا تو ہم نے ان کو دانائی اور علم دیا۔ یہاں حکم سے مراد دانائی اور قوت فیصلہ ہے کہ جب دو آدمی ان کے سامنے پیش ہوتے تھے تو ان کے درمیان فیصلہ کر دیتے تھے۔ یہاں حکم سے مراد نبوت نہیں ہے کیونکہ نبوت تو اس وقت ملی جب مدین سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے قوت فیصلہ بھی عطا فرمائی اور علم بھی عطا فرمایا نبوت سے پہلے جوان کی شان کے لائق تھا وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ اور اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ کوئی بھی اخلاص کے ساتھ نیکی کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو بدلہ ضرور دے گا۔ مگر وہ بدلہ کب دینا ہے اس کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کیونکہ وہ خبیر ہے۔ لیکن بندے کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ جب میں دعا کروں ابھی میرے ہاتھ نیچے نہ ہوں اور میری مراد پوری ہو جائے۔ لیکن ہر چیز کا ایک وقت ہوتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔

فرعون کی رہائشی کالونی کا نام :

فرعون جس کالونی میں رہتا تھا اس کا نام مُنَف تھا اور موسیٰ علیہ السلام کا آبائی شہر دوسری طرف تھا۔ بعض تفسیروں میں لکھا ہے کہ درمیان میں چھ میل کا فاصلہ تھا طاقت ور آدمی کے لیے چھ، سات میل کا سفر کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ دیہاتی لوگ آج بھی پانچ چھ میل کے سفر کو کچھ نہیں سمجھتے۔ تو موسیٰ علیہ السلام کبھی فرعون کے گھر رہتے تھے اور کبھی اپنی

والدہ کے گھر۔

بنی اسرائیلی اور انچارج باورچی خانہ کی لڑائی کا قصہ :

ایک دفعہ عین دوپہر کے وقت اپنے آبائی گھر سے چل پڑے۔ گرمی کا زمانہ تھا لوگ سورہے تھے۔ صنعت اور کارخانوں کا دور نہیں تھا کہ لوگ دن کو جاگتے رہتے ہیں۔ سادہ زمانہ تھا دوپہر کے وقت لوگ آرام کررہے تھے وَ دَخَلَ الْمَدِيْنَةَ اور داخل ہوئے موسیٰ علیہ السلام شہر میں یعنی مصر میں عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ غفلت کے وقت مِّنْ اَهْلِهَا شہر والے لوگ آرام کررہے تھے قیلولہ کررہے تھے فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ تو پایا شہر میں دو آدمیوں کو۔ شہر کی منڈی کے قریب دو آدمیوں کو دیکھا يَقْتَتِلٰنِ آپس میں جھگڑ رہے ہیں مزید وہاں کوئی اور آدمی نہیں تھا هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ یہ ایک موسیٰ علیہ السلام کی برادری میں سے تھا وہ بنی اسرائیل میں سے سبطی خاندان کا تھا وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ اور یہ دوسرا اس خاندان میں سے تھا جو ان کا دشمن تھا قبطی خاندان میں سے۔ کہتے ہیں کہ فرعون کے باورچی خانے کا انچارج افسر تھا۔ اس کا نام تفسیروں میں قاب بھی آیا ہے اور قانون بھی آیا ہے۔ بعض فیلتون بھی لکھتے ہیں بڑا ہوشیار چالاک ٹکے ٹکے میں بد دیانتی کرنے والا۔ جہاں بادشاہ فرعون ہو اور وزیر اعظم ہامان ہو تو وہاں ماتحت عملہ کہاں ٹھیک ہوسکتا ہے؟ اوپر والے بد دیانت ہوں تو ماتحت کیسے دیانت دار ہوسکتے ہیں۔ جھگڑا کس بات پر تھا؟ اکثر تفسیروں میں یہ لکھا ہے کہ باورچی خانے کے افسر مجاز نے اس سبطی بنی اسرائیلی کو کہا کہ یہ لکڑیوں کا گٹھا اٹھا کر باورچی خانے میں پہنچا۔ اس نے کہا کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ میں کمزور آدمی ہو یہ گٹھا اٹھا نہیں سکتا آپ کسی طاقت ور آدمی سے کہیں وہ پہنچا دے۔ دوسری بات یہ ہے کہ تجھے وہاں سے مزدوری ملتی ہے وہ جیب میں ڈال لیتا ہے اور ہم سے بیگار کے طور پر کام لیتا

ہے لہٰذا میں لکڑیاں نہیں پہنچاؤں گا۔ اُس نے کہا کہ تمہی نے اٹھا کر پہنچانی ہیں۔ اِس نے کہا میں نہیں اٹھا سکتا اور تیرا روز کا معمول بنا ہوا ہے کہ پیسے جیب میں ڈال لیتے ہو جو سرکاری طور پر ملتے ہیں اور وہاں لکھ دیتے ہو کہ اتنا پیسہ مزدوری پر خرچ ہوا ہے۔ اور ضابطہ یہ ہے کہ افسر کی بدیانتی کی حقیقت کھل جائے تو وہ بڑا جوش میں آجاتا ہے۔ اس کو بڑا جوش آیا کہ یہ تو میرا بھیدی ہے میرے کرتوت کو جانتا ہے کہنے لگا تمہی نے لے کر جانا ہے۔ یہ جھگڑا ہو رہا تھا کہ اتفاقاً موسیٰ علیہ السلام وہاں سے گزر کر فرعون کے گھر کی طرف جارہے تھے۔ مزدور نے موسیٰ علیہ السلام کو آواز دی کہ حضرت یہ میرے ساتھ زیادتی کر رہا ہے ہمارے درمیان فیصلہ کر دیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کیا جھگڑا ہے مزدور نے کہا کہ یہ لکڑیوں کا گٹھا دیکھو اور میرا جسم دیکھو کیا میں اس کو اٹھا سکتا ہوں اور یہ مجھے کہتا ہے کہ اس کو اٹھا کر باورچی خانے پہنچاؤ اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ مزدوری بھی نہیں دیتا سرکاری خزانہ سے جو مزدوری ملتی ہے وہ اپنی جیب میں ڈال لیتا ہے اور یہ لوگوں سے بیگار کے طور پر کام لیتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس افسر سے فرمایا کہ مزدور کی بات صحیح ہے وہ کمزور آدمی ہے یہ لکڑیوں کا گٹھا نہیں اٹھا سکتا پھر اس نے یہ بات بھی صحیح کہی ہے کہ سرکاری طور پر تمہیں مزدوری کے پیسے ملتے ہیں وہ تم مزدوروں کو کیوں نہیں دیتے۔ انچارج افسر نے کہا کہ میں یہ سارا انتظام تمہارے پیٹ کے لیے تو کر رہا ہوں اور تم اس کی الٹی سیدھی حمایت کر رہے ہو تمہارا کام تو تھا کہ تم اس کو کہتے اٹھا کر چلو یہ سرکاری افسر ہے اس کی بات مانو۔ تم بھی تو وہیں سے کھانا کھاتے ہو۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے علم نہیں تھا کہ تم اس طرح ظالمانہ طریقے سے کھانا پکاتے ہو میں حسن ظن کی بنا پر یہ سمجھتا تھا کہ تم حلال طریقے پر سارے کام کرتے ہو۔ اس افسر نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بدکلامی کی کہ اچھا اگر یہ نہیں

اٹھا سکتا تو آپ اٹھا کر چلیں ۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ ہماری ڈیوٹی نہیں ہے کسی مزدور کو پیسے دیں اور لے جائیں ۔ اس نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف گھور کر دیکھا تو موسیٰ علیہ السلام نے اس کو مکا رسید کیا اور اس کا کام تمام کر دیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِیْ مِنْ شِیْعَتِهٖ پس مدد طلب کی موسیٰ علیہ السلام سے اس نے جوان کی برادری میں سے تھا عَلَی الَّذِیْ مِنْ عَدُوِّهٖ اس شخص کے مقابلے میں جو اس کے دشمن سے تھا فَوَكَزَهٗ مُوْسٰی فَقَضٰی عَلَیْهِ پس مکا مارا موسیٰ علیہ السلام نے اس کو اور اس کا کام تمام کر دیا۔ بس گدی میں مکا مارنے کی دیر تھی وہ ڈھیر ہو گیا ۔ موسیٰ علیہ السلام کا ارادہ قتل کا نہیں تھا اور نہ ہی عادتاً مکوں سے آدمی مرتے ہیں اگر عادتاً مکے کے ساتھ آدمی مرتا تو پھر مکے بازوں کی کمائیاں نہ ہوتیں ۔ محمد علی کلے امریکہ کا مشہور مکے باز ہے ۔ وہ کس کی کمائی سے چلتا ہے اب اس کا مکا کمزور ہو گیا ہے ۔ غیر شعوری طور پر وہ قتل ہو گیا قَالَ موسیٰ علیہ السلام نے کہا هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ یہ شیطانی کارروائی ہوئی اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِیْنٌ بے شک وہ شیطان ہے دشمن ہے بہکانے والا کھلے طور پر قَالَ کہا موسیٰ علیہ السلام نے رَبِّ اے میرے رب اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ بے شک میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے ۔ قتل کا ارادہ نہیں تھا مگر آدمی ختم ہو گیا ہے فَاغْفِرْ لِیْ پس آپ بخش دیں مجھے فَغَفَرَ لَهٗ پس معاف کر دیا اللہ تعالیٰ نے ان کو کیوں کہ خطا کا معاملہ تھا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ بے شک اللہ تعالیٰ وہ بخشنے والا مہربان ہے قَالَ کہا موسیٰ علیہ السلام نے رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ اے میرے رب اس لیے کہ آپ نے مجھ پر انعام کیا مجھے پیدا کیا مجھے آپ نے قوتیں عطا کیں سمجھ عطا فرمائی فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِیْرًا لِّلْمُجْرِمِیْنَ پس میں ہرگز نہیں ہوں گا مدد کرنے والا مجرموں کا جیسے یہاں میں

نے مزدور مظلوم کی مدد کی ہے ظالم کی نہیں کی آئندہ بھی مجرموں کی مدد نہیں کروں گا۔ اور یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ اگر چہ مزدور بظاہر مجرم نہیں تھا لیکن اس نے شکوہ و شکایت اس انداز سے کیا کہ اس کی وجہ سے نوبت یہاں تک پہنچی کہ آدمی قتل ہو گیا۔ افسر کا قصور تو تھا لیکن اتنا نہیں جتنی سزا اس کو مل گئی۔ تو ان کا آپس میں جھگڑا تھا نوبت قتل تک پہنچ گئی تو آئندہ میں ایسے لوگوں کی امداد نہیں کروں گا۔ فَاَصْبَحَ فِی الْمَدِیْنَۃِ پس صبح کی موسیٰ علیہ السلام نے شہر میں خَآئِفًا خوف کی حالت میں۔ کیونکہ قتل کا معاملہ تھا اور کوئی بھی حکومت قتل کے معاملے کو نظر انداز نہیں کرسکتی۔ اس کی کچھ نہ کچھ تفتیش ہوتی ہے یَتَرَقَّبُ انتظار کر رہے تھے کہ اس طرف سے کوئی پولیس والا تو نہیں آ گیا ادھر سے تو کوئی پولیس والا نہیں آ گیا فَاِذَا الَّذِی اسْتَنْصَرَہٗ بِالْاَمْسِ پس اچانک وہ شخص جس نے کل مدد طلب کی تھی موسیٰ علیہ السلام سے یَسْتَصْرِخُہٗ وہ مدد کے لیے بلا رہا تھا موسیٰ علیہ السلام کو۔ کل موسیٰ علیہ السلام نے جس آدمی کی مدد کی آج پھر وہ کسی سے جھگڑ رہا تھا لڑاکا سا آدمی تھا انسان کی عادت نہیں جاتی۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر تم یہ سنو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہل گیا ہے تو مان لو اور اگر یہ سنو کہ فلاں آدمی نے عادت بدل لی ہے تو تصدیق نہ کرو۔ اگر کوئی آدمی قدرتی طور پر سخت مزاج ہے تو اس سے سختی کبھی نہیں جائے گی اور اگر طبعی طور پر نرم مزاج ہے تو اس کا بھی مزاج نہیں بدلے گا۔ تو عادت نہیں بدلتی اس کا مصرف بدلا جاتا ہے۔

شریعت نے عرب کی عادت نہیں بدلی مصرف بدلا :

شریعت بھی مصرف بدلتی ہے۔ دیکھو! عرب کے لوگوں کی عادت بن گئی تھی لڑنا خاندانی طور پر نسلاً بعد نسلٍ۔ باپ دادا سے لڑتے چلے آرہے تھے اب ان سے کہا جاتا کہ تم نہ لڑو یہ بہت مشکل تھا۔ شریعت نے ان کا مصرف بدلا۔ فرمایا پہلے تم ذاتیات کے لیے

لڑتے تھے اب تم خدا کے لیے لڑو کافروں پرسختی کرو۔ شیطان کے مقابلے میں سخت ہونا ہے غنڈوں، بدمعاشوں پرسختی کرو، ڈاکوؤں پرسختی کرو، نفس امارہ پرسختی کرو۔ تو شریعت نے ان کی عادت نہیں بدلی مصرف بدلا ہے۔

تو وہ آدمی دوسرے دن کسی اور سے الجھا ہوا تھا پھر اس نے موسیٰ علیہ السلام سے مدد طلب کی قَالَ لَهٗ مُوْسٰى فرمایا اس کو موسیٰ علیہ السلام نے اِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُّبِيْنٌ بے شک تو البتہ گمراہ ہے واضح طور پر۔ روزانہ تو لڑتا ہی رہتا ہے میں مکے مار کر لوگوں کو اگلے جہان بھیجتا رہوں؟ آج موسیٰ علیہ السلام مکا نہیں مارنا چاہتے تھے فَلَمَّاۤ اَنْ اَرَادَ اَنْ يَّبْطِشَ بِالَّذِيْ پس جس وقت ارادہ کیا موسیٰ علیہ السلام نے کہ پکڑیں اس شخص کو هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا جو دونوں کا دشمن ہے۔ دشمن برادری کا آدمی تھا اس کو پکڑنے کا ارادہ فرمایا آگے بڑھے قَالَ مزدور نے کہا يٰمُوْسٰۤى اَتُرِيْدُ اَنْ تَقْتُلَنِيْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًۢا بِالْاَمْسِ اے موسیٰ علیہ السلام کیا آپ ارادہ کرتے ہیں کہ مجھے قتل کریں جیسا کہ آپ نے قتل کیا کل ایک آدمی کو۔ بات سمجھنا! موسیٰ علیہ السلام کو بلایا اس مزدور نے جو ان کی برادری کا تھا اور لڑاکا تھا موسیٰ علیہ السلام نے اس کو گھورا اور فرمایا اِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُّبِيْنٌ تو گمراہ ہے واضح طور پر یہ کہہ کر دوسرے کو پکڑنے لگے، یہ سمجھا کہ میری طرف آرہے ہیں چونکہ سخت لفظ کہے تھے اس کو وہ سمجھا کہ آج مکا مار کر مجھے قتل کر دیں گے کیونکہ کل کا نقشہ ان کے ذہن میں تھا۔ کہنے لگا کہ مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں جیسا کہ آپ نے کل ایک آدمی کو قتل کیا ہے اِنْ تُرِيْدُ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِي الْاَرْضِ نہیں آپ ارادہ کرتے مگر یہ کہ ہو جاؤ تم جبر کرنے والے زمین میں۔ تم جبارین میں سے ہونا چاہتے ہو وَمَا تُرِيْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِيْنَ اور آپ نہیں ارادہ کرتے کہ ہو جاؤ تم اصلاح کرنے والوں میں سے۔ تم ہر

روز لوگوں کو مارتے ہو تمہارا بس یہی کام ہے اصلاح نہیں چاہتے۔ باقی قصہ آگے آئے گا۔

ان شاء اللہ تعالیٰ

وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّىْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۰﴾ فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِىْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۱﴾ وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّىْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِىْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۲۲﴾ وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ ۠ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ؕ قَالَتَا لَا نَسْقِىْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ ٚ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ﴿۲۳﴾ فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّىْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَىَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ﴿۲۴﴾ فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِىْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ ؗ قَالَتْ اِنَّ اَبِىْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا ؕ فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ٚ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۵﴾

وَجَآءَ اورآیا رَجُلٌ ایک آدمی مِّنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ شہر کے دوسرے کنارے سے يَسْعٰى دوڑتا ہوا قَالَ اس نے کہا يٰمُوْسٰٓى اے موسیٰ علیہ السلام اِنَّ الْمَلَاَ بے شک فرعون کی کابینہ اوراس کی جماعت يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ مشورہ کر رہی ہے آپ کے بارے میں لِيَقْتُلُوْكَ تاکہ آپ کو قتل کردیں فَاخْرُجْ پس آپ نکل جائیں اِنِّىْ لَكَ بے شک میں تمہارے لیے مِنَ النّٰصِحِيْنَ خیر

خواہوں میں سے ہوں فَخَرَجَ مِنْهَا پس نکل گئے موسیٰ علیہ السلام اس شہر سے خَآئِفًا خوف کرتے ہوئے يَّتَرَقَّبُ دیکھتے جاتے تھے قَالَ کہا رَبِّ اے میرے رب نَجِّنِیْ نجات دے مجھے مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ظالم قوم سے وَلَمَّا تَوَجَّهَ اور جب متوجہ ہوئے موسیٰ علیہ السلام تِلْقَآءَ مَدْيَنَ مدین کی طرف قَالَ کہا عَسٰى رَبِّیْٓ قریب ہے کہ میرا رب اَنْ يَّهْدِيَنِیْ یہ کہ میری رہنمائی کرے گا سَوَآءَ السَّبِيْلِ سیدھے راستے کی وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ اور جب وہ پہنچے مدین کے پانی پر وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً پایا انہوں نے اس پر ایک جماعت کو مِّنَ النَّاسِ لوگوں میں سے يَسْقُوْنَ جو پانی پلاتے تھے وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ اور پایا ان سے ورے امْرَاَتَيْنِ دو عورتوں کو تَذُوْدٰنِ جو اپنے جانوروں کو روک رہی تھیں قَالَ فرمایا مَا خَطْبُكُمَا تمہارا کیا معاملہ ہے قَالَتَا ان دونوں عورتوں نے کہا لَا نَسْقِیْ ہم پانی نہیں پلا سکتیں حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ یہاں تک کہ سارے چرواہے واپس لے جائیں اپنے جانوروں کو وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ اور ہمارا باپ بوڑھا ہے عمر رسیدہ ہے فَسَقٰى لَهُمَا پس انہوں نے ان کے جانوروں کو پانی پلایا ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ پھر پھرے سائے کی طرف فَقَالَ پس کہا رَبِّ اے میرے رب اِنِّیْ بے شک میں لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ جو چیز آپ میری طرف نازل کریں گے مِنْ خَيْرٍ خیر سے فَقِيْرٌ اس کا محتاج ہوں فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا پس آئی ان دو عورتوں میں سے ایک تَمْشِیْ جو چل رہی تھی عَلٰى

اسۡتِحۡیَآءٍ حیا کے ساتھ قَالَتۡ اس نے کہا اِنَّ اَبِیۡ بے شک میرے والد صاحب یَدۡعُوۡکَ آپ کو بلا رہے ہیں لِیَجۡزِیَکَ تا کہ آپ کو بدلہ دیں اَجۡرَ مَا سَقَیۡتَ لَنَا بدلہ اس چیز کا کہ آپ نے ہمارے جانوروں کو پانی پلایا ہے فَلَمَّا جَآءَہٗ پس جب گئے موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس وَ قَصَّ اور بیان کیا عَلَیۡہِ ان کے سامنے الۡقَصَصَ حال قَالَ انہوں نے کہا لَا تَخَفۡ آپ خوف نہ کریں نَجَوۡتَ مِنَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ آپ نے نجات پالی ہے ظالم قوم سے۔

مومن آدمی کا موسیٰ علیہ السلام کو سازش قتل سے آگاہ کرنا :

کل کے درس میں تم نے یہ بات سنی کہ موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں غیر ارادی طور پر ایک آدمی مر گیا اس راز کو اگلے دن اس آدمی نے فاش کر دیا جس نے مدد کے لیے طلب کیا تھا۔ اب عام لوگوں کو بھی پتا چل گیا اور فرعون تک بھی بات پہنچ گئی کہ وہ افسر موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے قتل ہوا ہے۔ اس نے فوراً کابینہ کا اجلاس طلب کر لیا اس لیے کہ وہ موسیٰ علیہ السلام سے پہلے ہی خوف زدہ تھا اور بہانے ڈھونڈ رہا تھا اور اب اس کو بہانہ مل گیا موسیٰ علیہ السلام کو راستے سے ہٹانے کا۔ اس کی کابینہ مشورہ کر رہی تھی کہ وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنۡ اَقۡصَا الۡمَدِیۡنَۃِ اور آیا ایک آدمی شہر کے دوسرے کنارے سے یَسۡعٰی دوڑتا ہوا۔ اور یہ بات تم سن چکے ہو کہ موسیٰ علیہ السلام مصر کے دوسرے کنارے پر رہتے تھے اور فرعون کی کالونی مُنَف دوسری طرف تھی۔ درمیان میں فاصلہ تھا فرعون جہاں رہتا تھا اس کا دفتر اور کچہری وہیں تھی وہاں سے ایک آدمی دوڑتا ہوا موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اس کا نام حزقیل تھا اور یہ فرعون کا چچا زاد بھائی تھا اس کے نام پر آگے سورت مومن ہے۔ اس میں

ہے قَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ [مومن:۲۸] یہاں مومن مرد سے مراد حزقیل ہے رحمہ اللہ تعالیٰ۔ بڑا نیک آدمی تھا۔ یہ فرعون کی کابینہ میں وزیر داخلہ تھا۔ بعض کہتے ہیں وزیر مال تھا۔ بہرحال بڑے عہدے پر تھا۔ یہ شروع ہی سے طبعاً موسیٰ علیہ السلام کا بڑا ہمدرد اور خیر خواہ تھا اس کے متعلق کسی کو گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ یہ جا کر موسیٰ علیہ السلام کو اطلاع کر دے گا۔ وہ کابینہ کے اجلاس سے اچانک کسی بہانے سے نکلا اور دوڑتا ہوا موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا۔ قَالَ اس نے کہا یٰمُوْسٰٓی اے موسیٰ علیہ السلام اِنَّ الْمَلَاَ بے شک جماعت، فرعون کی کابینہ یَاْتَمِرُوْنَ بِکَ مشورہ کر رہی ہے آپ کے بارے میں لِیَقْتُلُوْکَ تاکہ وہ آپ کو قتل کر دیں۔ میں بھی اجلاس میں تھا بہانہ کر کے باہر آیا ہوں فَاخْرُجْ پس آپ فوراً نکل جائیں اِنِّیْ لَکَ مِنَ النّٰصِحِیْنَ بے شک میں آپ کے خیر خواہوں میں سے ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جس وقت سنا فَخَرَجَ مِنْھَا پس موسیٰ علیہ السلام فوراً اس شہر سے نکل گئے جیب میں اس وقت کوئی چیز نہیں تھی نہ گھر گئے کہ دیر ہو جائے گی اور مرد مومن نے کہا تھا کہ فوراً نکل جاؤ خَآئِفًا خوف کرتے ہوئے یَّتَرَقَّبُ پیچھے مڑ کر دیکھتے تھے کہ میرے پیچھے پولیس تو نہیں لگی ہوئی قَالَ کہا۔ ساتھ یہ دعا کی رَبِّ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ اے میرے پروردگار! مجھے نجات دے ظالم قوم سے۔ اس نے بنی اسرائیل کے بارہ ہزار بچے قتل کیے ہیں قصداً اور ارادتاً اور مجھ سے تو یہ آدمی خطأً مارا گیا ہے اور یہ میرے قتل کے درپئے ہو گئے ہیں مجھے اس ظالم قوم سے نجات دے۔ مصر سے مدین اس زمانے میں آٹھ دن کی مسافت پر تھا یعنی طاقت ور آدمی آٹھ دن میں مصر سے مدین پہنچتا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام یہ دعا کر کے شہر سے نکل پڑے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسے راستے پر ڈال دیا جو مدین کی طرف جاتا تھا۔ یہ علاقہ فرعون کی عمل داری سے

باہر تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ اور جب موسیٰ علیہ السلام متوجہ ہوئے مدین کی طرف قَالَ آپ کی زبان سے یہ نکلا عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ قریب ہے کہ میرا رب میری رہنمائی کرے گا سیدھے راستے کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بے سروسامانی کی حالت میں چل پڑے آپ کے پاس کوئی سفر خرچ نہیں تھا راستے میں کھانے کے لیے درختوں کے پتے اور گھاس کے علاوہ کچھ نہیں تھا یا کوئی جنگلی پھل دار درخت ہوں گے مسلسل سفر کرتے مدین کے کنوئیں پر پہنچے۔

موسیٰ علیہ السلام مدین کے کنوئیں پر :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ اور جب پہنچے موسیٰ علیہ السلام مدین کے پانی پر یعنی کنوئیں پر پہنچے وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ پایا موسیٰ علیہ السلام نے اس کنوئیں پر لوگوں کی ایک جماعت کو يَسْقُوْنَ جو جانوروں کو پانی پلا رہی تھی۔ مدین کی بستی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے کے نام پر موسوم تھی۔ اب مدین کی بستی موجود نہیں ہے سیاح اس کے کھنڈر دیکھنے کے لیے جاتے ہیں وہاں دو ویران کنوئیں بھی ہیں۔ ایک کنواں وہ ہے جس سے پانی نکال کر موسیٰ علیہ السلام نے شعیب علیہ السلام کی بکریوں کو پلایا تھا اور اس زمانے کے لوگ پانی کی ضرورت اسی کنوئیں سے پوری کرتے تھے۔ تو موسیٰ علیہ السلام جب اس کنوئیں پر پہنچے تو لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے تھے وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ اور پایا ان لوگوں سے ورے دو عورتوں کو جو اپنے جانوروں، بھیڑ، بکریوں کو روک رہی تھیں پانی پر جانے سے۔ موسیٰ علیہ السلام تو شروع ہی سے کمزوروں کے حامی اور ظالموں کے دشمن تھے یہ حالت دیکھ کر رہ نہ سکے اور ان دونوں عورتوں کی طرف متوجہ ہوئے قَالَ فرمایا مَا خَطْبُكُمَا تمہارا کیا معاملہ ہے کہ تم اپنی بکریوں کو پانی کی

طرف جانے سے روک رہی ہو؟ انہوں نے اپنی مجبوری کا اظہار کیا قَالَتَا دونوں نے کہا لَا نَسْقِیْ حَتّٰی یُصْدِرَ الرِّعَآءُ ہم نہیں پلاسکتیں یہاں تک کہ سارے چرواہے واپس لے جائیں اپنے جانوروں کو۔ یہ چرواہے جب اپنے جانوروں کو پانی پلا کر چلے جائیں گے تو بچا کھچا پانی ہم اپنی بکریوں کو پلائیں گی وَاَبُوْنَا شَیْخٌ کَبِیْرٌ اور ہمارا باپ بوڑھا ہے عمر رسیدہ ہے وہ نہ تو ان جانوروں کو چرا سکتا ہے اور نہ پانی پلا سکتا ہے اور ہمارا بھائی بھی کوئی نہیں ہے تو یہ لوگ جب اپنے جانوروں کو پانی پلا کر چلے جائیں گے تو بچا کھچا پانی ہم اپنے جانوروں کو پلا لیں گی۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کے ساتھ لوگوں کو کتنی عداوت تھی۔ اگر اس قدر شدید عداوت نہ ہوتی تو کم از کم اتنا خیال تو کرتے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹیاں ہیں عورتیں ہیں وہ خود بوڑھے ہیں اور ان کا بھائی ہے نہیں چلو ان کی بکریوں کو پانی پلا کر فارغ کر دو پھر دوسرے پلا لیں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کے ساتھ عداوت انتہاء کو پہنچی ہوئی تھی حضرت شعیب علیہ السلام کے ساتھی بہت تھوڑے تھے اور ان بے چاروں میں بھیڑ بکریوں والے نہیں تھے کوئی جوتیاں سیتا تھا کوئی لوہا کوٹتا تھا لوہار تھا، کوئی بڑھئی تھا لکڑیاں چھیلتا تھا، کوئی مزدوری کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کا ساتھ دینے والے ہمیشہ غریب ہی ہوئے ہیں امیر بہت کم ہوئے ہیں جنہوں نے پیغمبروں کا ساتھ دیا۔ اسی لیے آنحضرت نے فرمایا بَدَاَ الْاِسْلَامُ غَرِیْبًا وَسَیَعُوْدُ اِلَی الْغُرَبَآءِ ''اسلام کی ابتدا غریبوں سے ہوئی ہے اور رہے گا بھی غریبوں میں فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَآءِ تو میری طرف سے غریبوں کو مبارک باد ہے۔'' یہ دین غربت کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے امارت کے ساتھ نہیں۔ لیکن امیری سے مراد تھوڑے اور معمولی پیسے مراد نہیں ہیں بلکہ بڑے بڑے دولت مند مراد ہیں۔ بڑے دھن والوں میں سے بہت کم دین دار

ہوتے ہیں۔ ہزار میں سے کوئی ایک ہوگا جو صحیح معنٰی میں مال دار بھی ہو اور دین دار بھی ہو کہ نماز روزے کا پابند ہو اور مسجد میں غریبوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا گوارا کرے۔ وہ سلسلہ ہی دوسرا ہے۔ تو حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹیوں نے کہا کہ ہمارے والد صاحب کافی بوڑھے ہیں وہ نہیں آسکتے مجبوراً یہ کام ہم خود کرتی ہیں۔ چرواہے اپنے جانوروں کو پانی پلانے کے بعد کنوئیں پر بھاری پتھر رکھ جاتے تھے تاکہ کوئی دوسرا شخص پانی نہ نکال سکے۔ وہ پتھر دس آدمی بھی مل کر بہ مشکل ہٹاتے تھے مگر موسیٰ علیہ السلام نے تن تنہا اس پتھر کو سرکا کر پانی کا ایک ڈول نکال کر بکریوں کو پلایا۔

اور تفسیروں میں یہ بھی آتا ہے کہ اس کنوئیں کے پاس ایک اور کنواں تھا جس پر بھاری چٹان رکھی ہوئی تھی موسیٰ علیہ السلام نے تن تنہا اس چٹان کو اٹھا کر ایک طرف پھینک دیا۔ یہ دیکھ کر ان لوگوں کا منہ لٹک گیا ان میں سے کسی کے اندر بھی اتنی طاقت نہیں تھی۔ وہ لوگ بڑے حیران ہوئے کہ اس پتھر کو تو دس آدمی مل کر بھی نہیں ہٹا سکتے جو اس اکیلے نے ہٹا دیا ہے۔ ان بچیوں کے پاس ڈول اور رسی اپنی تھی اس کے ذریعے پانی نکال کر پلا دیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَسَقٰى لَهُمَا پس موسیٰ علیہ السلام نے ان کے جانوروں کو پانی پلایا ثُمَّ تَوَلّٰى اِلَى الظِّلِّ پھر پھرے سائے کی طرف۔ کیکر کا درخت تھا اس کے سائے کے نیچے بیٹھ گئے اور یہ صدا لگائی فَقَالَ رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ پس کہا اے میرے رب بے شک میں جو چیز آپ میری طرف نازل کریں خیر سے اس کا محتاج ہوں۔ راستے میں ان کے پاس کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں تھی۔ کبھی کسی درخت کے پتے کھا لیتے، کبھی گھاس کھا لیتے، کبھی کسی درخت کی جڑیں نکال کر کھا لیتے۔ آج ہم تو ان چیزوں کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم پر ایسا

وقت بھی آیا کہ ہم کیکر کی پھلیاں کھاتے ، درختوں کے پتے کھاتے ، جڑی بوٹیاں کھاتے تھے اور بکریوں کی طرح مینگنیاں کرتے تھے ۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کیکر کے درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹیاں اپنا ریوڑ لے کر چلی گئیں ۔ چونکہ وہ خلاف معمول جلدی چلی گئی تھیں اس لیے والدہ محترمہ نے پوچھا کہ کیا آج تم نے بکریوں کو پانی نہیں پلایا وقت سے پہلے آگئی ہو؟ انہوں نے کہا نہیں امی جان! ہم نے ان کو پانی پلایا ہے ۔ حضرت شعیب علیہ السلام بھی سن رہے تھے اندر سے باہر تشریف لائے پوچھا کیا بات ہے تم آج جلدی آگئی ہو بھیڑ بکریوں کو پانی نہیں پلایا؟ نہیں ابا جی! پلایا ہے ۔ ابا جی! ایک آدمی تھا اجنبی ، درخت کے سائے کے نیچے بیٹھا کچھ دیر تو وہ منظر دیکھتا رہا ۔ پھر اس نے آکر ہم سے پوچھا کیا بات ہے تم اپنے جانوروں کو پانی کیوں نہیں پلاتیں؟ ہم نے اسے بتایا کہ ہمارے والد صاحب عمر رسیدہ بوڑھے آدمی ہیں ہم نے گزر اوقات کے لیے یہ بکریاں رکھی ہوئی ہیں ہم کنوئیں سے پانی نکال کر نہیں پلاسکتیں ۔ جب یہ لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا کر چلے جائیں گے تو ان کا بچا کھچا پانی ہم پلائیں گی ۔ اس نے ساتھ والے کنوئیں سے چٹان ہٹا کر ہمارے جانوروں کو پانی پلا دیا اور ہم نے یہ الفاظ بھی سنے ہیں کہ وہ دعا کر رہا تھا فَقَالَ رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ قریب کا آدمی نہیں معلوم ہوتا ۔ ایک بچی کو بھیجا کہ بلا کر لاؤ مسافر ہے ہم بھی اس کی کچھ خدمت کر دیتے ہیں فَجَآءَتْهُ اِحْدٰهُمَا پس آئی موسیٰ علیہ السلام کے پاس ان دو عورتوں میں سے ایک تَمْشِیْ عَلَی اسْتِحْیَآءٍ چلتی تھی بڑے حیا کے ساتھ ۔ منہ پر کپڑا ڈالے ہوئے بڑی شرم کے ساتھ چل رہی تھی ۔ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئی قَالَتْ اِنَّ اَبِیْ یَدْعُوْکَ کہنے لگی بے شک میرا باپ آپ کو بلاتا ہے لِیَجْزِیَکَ اَجْرَ مَا

سَقَيۡتَ لَنَا تاکہ وہ آپ کو بدلہ دے اس کا جو آپ نے ہمارے جانوروں کو پانی پلایا ہے۔ هَلۡ جَزَآءُ الۡاِحۡسَانِ اِلَّا الۡاِحۡسَان ''نیکی کا بدلہ نیکی ہے۔'' مگر ہمارے زمانے میں اس کا الٹ ہے۔ نتیجہ اس زمانے میں بھلائی کا برائی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام اس کے ساتھ چل پڑے۔

موسیٰ علیہ السلام شعیب علیہ السلام کی خدمت میں :

تفسیروں میں آتا ہے کہ ہوا بڑی تیز چل رہی تھی۔ بی بی کی شلوار کبھی ٹخنوں سے اوپر ہو جاتی تھی۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہم بڑے شرم وحیا والے خاندان کے لوگ ہیں ہوا تیز چل رہی ہے جس سے کبھی آپ کے ٹخنے ننگے ہو جاتے ہیں لہٰذا میرے پیچھے پیچھے چلو اور دائیں بائیں جدھر مڑنا ہو بتاتے جانا۔ چنانچہ شرم وحیا کی وہ پتلی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لے کر حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس پہنچ گئی۔ فَلَمَّا جَآءَهٗ پس موسیٰ علیہ السلام شعیب علیہ السلام کے پاس پہنچے وَ قَصَّ عَلَيۡهِ الۡقَصَصَ اور بیان کیا ان کے سامنے حال۔ اپنی ساری سرگزشت اور آپ بیتی آغاز ہی میں سنادی کہ فرعون کے حکم سے بنی اسرائیل کے بارہ ہزار بچے قتل کیے گئے۔ میں جب پیدا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے میری والدہ کو وحی کی، اشارہ کیا کہ اس کو صندوق میں ڈال کر دریا میں ڈال دو۔ وہ صندوق فرعونیوں کو ملا۔ میں اس طرح پلتا رہا اور جوان ہوا کبھی فرعون کے گھر اور کبھی اپنے گھر۔ ایک دن اپنے گھر سے فرعون کے گھر کی طرف جا رہا تھا کہ راستے میں دو آدمی لڑ رہے تھے جھگڑا کر رہے تھے۔ ظالم کو میں نے مکا مارا تو مر گیا۔ دوسرے دن راز فاش ہو گیا۔ فرعونیوں کو پتا چل گیا وہ میرے قتل کے درپے ہو گئے۔ میرے ایک خیر خواہ نے مجھے اطلاع دی اور مشورہ کیا کہ آپ اس شہر سے نکل جائیں میں وہاں سے چلتے چلاتے یہاں تک پہنچ گیا ہوں۔ جب

شعیب علیہ السلام نے سارا حال سنایا۔ قَالَ لَا تَخَفْ فرمایا خوف نہ کریں نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ آپ نے ظالم قوم سے نجات پالی ہے۔ یہ علاقہ فرعون کی عمل داری سے باہر ہے۔ مدین کے علاقہ میں فرعون کا کوئی اثر و رسوخ نہیں ہے یہاں رہو۔ باقی قصہ آگے آئے گا کہ پھر کیا بنا؟

قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ﴿۲۶﴾ قَالَ اِنِّيْۤ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ وَمَاۤ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ سَتَجِدُنِيْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾ قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿۲۸﴾ فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖۤ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّيْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْۤ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰۤى اِنِّيْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۰﴾

قَالَتْ کہا اِحْدٰهُمَا ان دو عورتوں میں سے ایک نے يٰۤاَبَتِ اے میرے ابا جان اِسْتَاْجِرْهُ اس کو آپ نوکر رکھ لیں اِنَّ خَيْرَ مَنْ بے شک بہتر شخص اسْتَاْجَرْتَ جس کو آپ ملازم رکھیں الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ جو طاقتور اور ایمان دار ہو قَالَ فرمایا شعیب علیہ السلام نے اِنِّيْۤ اُرِيْدُ بے شک میں ارادہ کرتا ہوں اَنْ اُنْكِحَكَ کہ میں آپ کو نکاح کر کے دے دوں اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کو عَلٰۤى شرط یہ ہوگی اَنْ تَاْجُرَنِيْ کہ آپ خدمت کریں گے میری ثَمٰنِيَ حِجَجٍ آٹھ سال فَاِنْ اَتْمَمْتَ پس اگر آپ پورے

کردیں عَشْرًا دس سال فَمِنْ عِنْدِکَ پس یہ آپ کی نوازش ہوگی وَمَآ اُرِیْدُ اور میں نہیں ارادہ کرتا اَنْ اَشُقَّ عَلَیْکَ کہ میں مشقت ڈالوں آپ پر سَتَجِدُنِیْٓ بہ تاکید آپ پائیں گے مجھے اِنْ شَآءَ اللّٰہُ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا مِنَ الصّٰلِحِیْنَ نیک لوگوں میں سے قَالَ کہا موسیٰ علیہ السلام نے ذٰلِکَ بَیْنِیْ وَ بَیْنَکَ یہ میرے اور آپ کے درمیان بات طے ہوگئی اَیَّمَا الْاَجَلَیْنِ قَضَیْتُ ان دو میعادوں میں جس کو میں پورا کروں فَلَا عُدْوَانَ عَلَیَّ پس مجھ پر کوئی زیادتی نہیں ہوگی وَاللّٰہُ عَلٰی مَا نَقُوْلُ وَکِیْلٌ اور اللہ اس پر جو ہم کہتے ہیں گواہ ہے فَلَمَّا قَضٰی مُوْسَی الْاَجَلَ پس جس وقت پوری کرلی موسیٰ علیہ السلام نے میعاد وَ سَارَ بِاَھْلِہٖ اور چل پڑے اپنے گھر والوں کو لے کر اٰنَسَ محسوس کی مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ طور کے کنارے پر نَارًا آگ قَالَ لِاَھْلِہِ فرمایا اپنے گھر والوں کو امْکُثُوْٓا تم ٹھہرو اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا بے شک میں نے محسوس کی ہے آگ لَّعَلِّیْٓ اٰتِیْکُمْ مِّنْھَا شاید کہ میں لاؤں تمہارے پاس اس آگ سے بِخَبَرٍ کوئی خبر اَوْ جَذْوَۃٍ مِّنَ النَّارِ یا آگ کا شعلہ لَعَلَّکُمْ تَصْطَلُوْنَ تاکہ تم سینکو آگ فَلَمَّآ اَتٰھَا پس جب آئے موسیٰ علیہ السلام آگ کے پاس نُوْدِیَ آواز دی گئی مِنْ شَاطِیءِ الْوَادِ الْاَیْمَنِ اس میدان کے دائیں طرف فِی الْبُقْعَۃِ الْمُبٰرَکَۃِ مبارک خطے میں مِنَ الشَّجَرَۃِ درخت سے اَنْ یّٰمُوْسٰٓی اے موسیٰ علیہ السلام اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰہُ بے شک میں اللہ ہوں رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ تمام جہانوں

کا پالنے والا۔

شعیب علیہ السلام کی بیٹی کی سفارش:

اس سے پہلے سبق میں تم پڑھ چکے ہو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام کی بکریوں کو پانی پلا دیا۔ جب وہ لڑکیاں واپس گئیں اس وقت سے پہلے کہ جس وقت جاتی تھیں تو حضرت شعیب علیہ السلام نے پوچھا کہ تم جلدی کیسے واپس آ گئیں؟ تو انہوں نے بتایا کہ ایک نوجوان نے ہمارے ریوڑ کو پانی پلا دیا اس لیے ہم جلدی آ گئی ہیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام کے کہنے پر ایک بچی موسیٰ علیہ السلام کو بلا کر لائی۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی سرگزشت سنائی تو حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ آپ نجات پاگئے ہیں ظالم قوم سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ قَالَتْ اِحْدٰھُمَا ان دو عورتوں میں سے ایک نے یٰاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ اے میرے ابا جان آپ اس کو نوکر رکھ لیں اِنَّ خَیْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ بے شک بہتر مرد جس کو آپ نوکر رکھیں گے طاقتور بھی ہے اور ایماندار ہے۔ قوت انہوں نے دیکھی تھی کہ جس چٹان کو دس آدمی بہ مشکل اٹھاتے تھے موسیٰ علیہ السلام نے آسانی کے ساتھ وہ چٹان کنوئیں سے ہٹا کر ایک طرف کر دی اور امانت یہاں سے دیکھی کہ جب وہ بلانے کے لیے آئی تو موسیٰ علیہ السلام نے نگاہ نیچی کر لی بی بی کی طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھا۔ جب ساتھ جانے لگے تو فرمایا کہ میں آگے چلتا ہوں تم میرے پیچھے پیچھے آؤ اور دائیں بائیں بتاتے جانا۔ تو کہا ابا جان یہ قوی بھی ہے اور امانتدار بھی ہے آپ اس کو نوکر رکھ لیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام اس بات پر آمادہ ہو گئے مگر یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ میرے گھر جوان سال دو لڑکیاں ہیں اور لوگوں کی میرے ساتھ عداوت بھی کافی ہے اگر انہوں نے شوشہ چھوڑ دیا

کہ گھر میں نوجوان لڑکیاں ہیں اور موٹا تازہ نوکر گھر رکھا ہوا ہے اور وعظ کرتا پھرتا ہے۔ اس لیے شعیب علیہ السلام نے پہلی ہی مجلس میں فرمادیا قَالَ اِنِّیْٓ اُرِیْدُ فرمایا بے شک میں چاہتا ہوں اَنْ اُنْکِحَکَ اِحْدَی ابْنَتَیَّ ھٰتَیْنِ کہ میں نکاح کر کے دے دوں آپ کو اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کو عَلٰٓی شرط یہ ہوگی اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ۔ حِجَجٌ حِجَّۃٌ کی جمع ہے اور حِجَّۃٌ کا معنٰی سال۔ معنٰی بنے گا کہ آپ خدمت کریں میری آٹھ سال۔ اگر آپ کو یہ شرط منظور ہے تو میں اپنی لڑکی کا نکاح کر کے دینے کے لیے تیار ہوں فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا پس اگر آپ پورے کر دیں دس سال فَمِنْ عِنْدِکَ تو یہ آپ کی نوازش ہوگی۔ شرط تو میرے اور آپ کے درمیان آٹھ سال ہے اگر دس سال پورے کر دیں تو آپ کی نوازش ہوگی وَمَآ اُرِیْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَیْکَ اور میں نہیں ارادہ کرتا کہ مشقت ڈالوں آپ پر کسی قسم کی۔ بس گھر کے کام ہیں بھیڑ بکریاں چرانی ہیں ان کو پانی پلانا ہے گھر کے لیے ایندھن وغیرہ لانا ہے مزید کوئی سختی میں نہیں کروں گا سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ بہ تاکید آپ مجھے پائیں گے نیکوں میں سے۔ یہ شعیب علیہ السلام کا مقولہ ہے کہ آپ مجھے نیکوں میں سے پاؤ گے۔

مسئلہ حق مہر :

اس موقع پر ایک مسئلہ بھی سمجھ لیں کہ آیا حق مہر کی جگہ خدمت طے ہو جائے یا تعلیم قرآن ہو جائے تو جائز ہے یا نہیں ہے۔ یعنی ایک آدمی ایک عورت کے ساتھ نکاح کرتا ہے اور حق مہر خدمت ہی ہے نقد پیسے یا سامان نہیں ہے یا حق مہر کی جگہ قرآن پڑھانا کہ تو میرے ساتھ نکاح کر لے میں تجھے قرآن پڑھاؤں گا اور کوئی حق مہر نہیں ہے۔ تو اس مسئلے میں امام شافعیؒ کا موقف یہ ہے کہ مہر میں خدمت اور تعلیم قرآن جائز ہے۔ امام ابو حنیفہؒ

کی تحقیق یہ ہے کہ جائز نہیں ہے بلکہ مہر میں صرف مال ہوگا خدمت اور تعلیم قرآن وغیرہ مہر نہیں بن سکتیں۔ امام ابوحنیفہؒ سورۃ النساء آیت نمبر ۲۴ سے استدلال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ ''اور حلال کردی گئی ہیں تمہارے لیے ان سب عورتوں کے علاوہ (جن کا ذکر پہلے ہوا ہے) یہ کہ تلاش کرو تم اپنے مالوں کے ساتھ۔'' اس سے پہلی آیت کریمہ میں ان عورتوں کا ذکر ہے جن کے ساتھ نکاح حرام ہے ان کے علاوہ تمہارے لیے حلال ہیں اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ کہ تلاش کرو تم اپنے مالوں کے بدلے۔ تو قرآن پاک میں مال کا ذکر ہے نکاح ہوگا مال کے ساتھ۔ نہ خدمت مال ہے اور نہ تعلیم قرآن مال ہے لہٰذا امام ابوحنیفہؒ کا موقف بڑا صحیح ہے۔ یہاں جو فرمایا عَلٰٓى اَنْ تَاْجُرَنِیْ ۔ یہ لفظ علی شرط کے لیے ہے کہ اس شرط پر نکاح کر دیتا ہوں کہ آپ میری آٹھ سال خدمت کرو گے۔ حق مہر الگ ہے۔ اسی چیز کے پیش نظر لوگ حق مہر کے ساتھ کچھ مزید شرائط بھی رکھتے ہیں تاکہ خاوند بیوی کو تنگ نہ کرے۔ امام شافعیؒ اپنی تائید میں یہ روایت پیش کرتے ہیں کہ ایک عورت جس کی کنیت ام شریک تھی نے آنحضرت ﷺ کو آکر کہا وَهَبْتُ نَفْسِیْ لَكَ ''میں نے اپنی ذات آپ کو بخش دی۔'' آپ کے ساتھ نکاح کرنا چاہتی ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے اس کو نفی یا اثبات میں کوئی جواب نہ دیا وہ عورت کافی دیر تک کھڑی رہی۔ صحابہ کرام ﷡ میں سے ایک غریب آدمی تھا اس کے پاس صرف تہ بند تھا جو اس نے باندھا ہوا تھا کرتہ چادر وغیرہ کوئی نہیں تھی۔ کہنے لگا حضرت! اگر آپ کو اس کے ساتھ نکاح کی حاجت نہیں ہے تو میرے ساتھ نکاح کر دیں۔ آنحضرت ﷺ نے اس عورت سے پوچھا کہ اس کا تمہارا ساتھ نکاح کرا دوں؟ کہنے لگی کرا دو۔ آپ ﷺ نے اس ساتھی سے فرمایا مہر کے لیے کوئی چیز لے کر آؤ۔ وہ بے چارہ گیا پھر پھرا کر آگیا

کہنے لگا حضرت! کوئی چیز نہیں ملی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اِلْتَمِسْ وَلَوْ خَاتِمًا مِّنْ حَدِیْدٍ ''تلاش کرو اگر چہ لوہے کی انگوٹھی ہو۔'' اس زمانے میں لوہے کی انگوٹھی جائز تھی بعد میں لوہے کی انگوٹھی مکروہ ہوگئی۔ واپس آکر اس نے کہا حضرت! میرے پاس سوائے اس لنگی کے کوئی شے نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تجھے کچھ قرآن یاد ہے؟ اس نے کہا ہاں حضرت! یاد ہے۔ فرمایا میں نے اس عورت کا نکاح تیرے ساتھ کر دیا بِمَا مَعَکَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ''اس قرآن کی برکت سے جو تیرے سینے میں ہے۔'' امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ یہ قرآن کی تعلیم حق مہر تھا۔ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ مہر تو اس کے ذمہ ہوگا قرآن کی برکت سے نکاح ہوا۔

تو فرمایا کہ اس شرط پر نکاح کر دیتا ہوں کہ آپ آٹھ سال میری خدمت کریں گے قَالَ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ذٰلِکَ بَیْنِیْ وَ بَیْنَکَ یہ بات میرے اور آپ کے درمیان طے ہوگئی میں منظور کرتا ہوں اَیَّمَا الْاَجَلَیْنِ قَضَیْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَیَّ ان دو میعادوں میں سے جو بھی پوری کر دوں آٹھ سال پورے کروں تب دس سال پورے کروں تب مجھ پر کوئی زیادتی نہیں ہوگی وَاللّٰہُ عَلٰی مَا نَقُوْلُ وَکِیْلٌ اور اللہ تعالیٰ اس پر جو ہم کہہ رہے ہیں گواہ ہے۔ حضرت سعید بن جبیرؒ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے شاگرد تھے اور بڑے فاضل آدمی تھے۔ عراق کے علاقے میں حیرہ ایک جگہ تھی یہ بین الاقوامی منڈی تھی جیسے آج کل ہانگ کانگ ہے۔ یہ وہاں تشریف لے گئے ایک پادری نے ان کو دیکھ کر کہا کہ میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ فرمایا پوچھو۔ انہوں نے ان کی تمام باتوں کے جواب بڑے معقول دیئے۔ ایک بات کا جواب نہ دیا۔ وہ بات یہ تھی کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ آٹھ سال میری خدمت کرو گے اگر دس سال

پورے کروتو آپ کی نوازش ہوگی۔سوال یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے آٹھ سال خدمت کی یادس سال۔اس نے جواب میں فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں ہے اپنے استاذ عبداللہ بن عباسؓ سے پوچھ کر بتاؤں گا۔سفر سے واپس آ کر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بتلایا کہ باقی باتوں کا تو میں نے اس پادری کو جواب دے دیا تھا لیکن اس بات کا جواب مجھے معلوم نہیں تھا کہ موسیٰ علیہ السلام نے آٹھ سال پورے کیے یا دس سال۔ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ دس سال پورے کیے تھے۔کیونکہ نبی کی زبان سے دس سال کا جملہ بھی ادا ہوا تھا اور جو بات نبی کی زبان سے نکلتی ہے نبی اس کو پورا کرتا ہے۔تو حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی بڑی بیٹی صفورا کا نکاح موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کر دیا۔دس سال پورے ہو گئے۔تفسیر اور تاریخ کی کتابوں میں ہے کہ اس دوران میں موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بچہ بھی عطا فرمایا۔جب دس سال پورے ہو گئے تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اگر آپ کی اجازت ہو تو میں اپنے بیوی بچوں کو لے کر اپنے آبائی وطن مصر چلا جاؤں؟ اگر حالات سازگار ہوئے تو وہیں رہ جاؤں گا اور آپ کی ملاقات کے لیے آتا جاتا رہوں گا۔اگر حالات سازگار نہ ہوئے تو جلدی واپس آ جاؤں گا۔حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا ٹھیک ہے۔کیونکہ تمہارے ماں باپ، بہن بھائیوں کا بھی حق ہے ان کے حقوق کا بھی خیال ہونا چاہیے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی اہلیہ اور بچے کو ساتھ لیا اور تفسیروں میں آتا ہے کہ ایک خادم بھی تھا کچھ بکریاں بھی تھیں وہ جہیز کے طور پر ہوں یا حق خدمت کے طور پر۔وہاں خوراک کا ذریعہ عموماً یہی تھا کہ دودھ وغیرہ پی لیتے تھے۔

موسیٰ علیہ السلام کی مدین سے واپسی :

مدین سے موسیٰ علیہ السلام مصر کی طرف چل پڑے۔اس کا ذکر ہے فَلَمَّا قَضٰى

مُوْسَی الْاَجَلَ پس جب پوری کی مدت موسیٰ علیہ السلام نے دس سال وَ سَارَ بِاَھْلِہٖ اور چل پڑے گھر کے افراد کو لے کر اور طور پہاڑ کے قریب پہنچے اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا دیکھی طور کے کنارے پر آگ۔ اس وقت سڑکیں تو ہوتی نہیں تھیں راستہ بھی بھول گئے رات کا وقت تھا سردی کا موسم تھا آگ سینکنے کی ضرورت تھی۔ اور تفسیروں میں یہ بھی لکھا ہے کہ بچی بچہ بھی پیدا ہونے والا تھا۔ ایسے موقع پر عورت کو طبی لحاظ سے گرم رکھنا پڑتا ہے ٹھنڈی چیز کا عورت کو نقصان ہوتا ہے قَالَ لِاَھْلِہِ امْکُثُوْآ فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے اپنے گھر والوں سے تم یہاں ٹھہرو اِنِّیْ اٰنَسْتُ نَارًا بے شک میں نے آگ محسوس کی ہے لَّعَلِّیْ اٰتِیْکُمْ مِّنْھَا بِخَبَرٍ شاید کہ میں لے آؤں وہاں سے تمہارے لیے کوئی خبر۔ آگ ہے تو وہاں کوئی آدمی بھی ہوگا اس سے راستہ پوچھ کر آتا ہوں اَوْ جَذْوَۃٍ مِّنَ النَّارِ یا آگ کا شعلہ لے آؤں گا سلگا کر لَعَلَّکُمْ تَصْطَلُوْنَ تاکہ تم آگ سینکو۔ آگ ذرا وہاں سے دور نظر آرہی تھی فَلَمَّآ اَتٰھَا نُوْدِیَ پس جب موسیٰ علیہ السلام آگ کے پاس پہنچے آواز دی گئی۔ اس جگہ کا نام وادی طویٰ تھا بڑی برکت والی جگہ مِنْ شَاطِیئِ الْوَادِ الْاَیْمَنِ اس میدان کے دائیں طرف فِی الْبُقْعَۃِ الْمُبٰرَکَۃِ مِنَ الشَّجَرَۃِ مبارک خطے میں درخت سے۔ اس پاکیزہ مقام پر ایک درخت تھا اور سورۃ طٰہٰ میں ہے فَاخْلَعْ نَعْلَیْکَ اِنَّکَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی ''پس اتار دو اپنے جوتے کو بے شک تم ایک مقدس وادی میں ہو۔''

پاک جگہ آدمی جوتوں سمیت نہ جائے :

مسئلہ یہ ہے کہ پاکیزہ جگہ میں آدمی کو جوتے سمیت نہیں جانا چاہیے۔ ہاں جوتا پاک ہو تو اس کا مسئلہ الگ ہے۔ ہمارے علاقے میں جہاں گلیوں میں نجاستیں ہیں اور

جوتوں کے نیچے والے حصے بھرے ہوئے ہوں اور کوئی نادان کہے کہ میں نے سنت پر عمل کرنا ہے کہ جوتوں سمیت نماز پڑھنی ہے تو اس کو پہلے اپنے دماغ کا علاج کرنا چاہیے۔ بھئی! عرب کا علاقہ صاف ستھرا، ریتلا اور پھر وہاں بارشیں کم ہوتی ہیں وہاں جوتے صاف رہتے ہیں ہمارے علاقے کو اس پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ یہ کون سا درخت تھا؟ تفسیروں میں عموماً تین چیزوں کے نام آتے ہیں۔ ایک عناب کا یہ مشہور درخت ہے اس پر سرخ سرخ رنگ کے دانے لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عناب میں یہ خاصیت رکھی ہے کہ وہ خشک ہونے کے بعد بھی اتنا ہی مفید ہوتا ہے جتنا تازہ ہوتا ہے۔ دوسرا کیکر کا درخت بتاتے ہیں اور تیسرا علیق، یہ پیلے رنگ کی بیل ہوتی ہے جو درختوں کے اوپر چڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ اور بعض تفسیروں میں عوسج کا نام بھی ملے گا۔ اس پاک وادی میں پہنچے تو آواز آئی اَنْ یّٰمُوْسٰی اے موسیٰ علیہ السلام اِنِّیْٓ بے شک میں جو بول رہا ہوں اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ میں اللہ ہوں تمام جہانوں کو پالنے والا۔ موسیٰ علیہ السلام وہاں گئے تو تھے خبر معلوم کرنے یا آگ لینے کے لیے مگر وہاں معاملہ کچھ اور پیش آگیا۔ باقی تفصیل آگے آئے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

۞ ۞ ۞

وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا
رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ؕ يٰمُوْسٰۤى اَقْبِلْ
وَلَا تَخَفْ ۫ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾ اُسْلُكْ يَدَكَ فِىْ جَيْبِكَ
تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ؗ وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ
الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ ؕ
اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّىْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا
فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿۳۳﴾ وَاَخِىْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّىْ لِسَانًا
فَاَرْسِلْهُ مَعِىَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِىْۤ ؗ اِنِّىْۤ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ﴿۳۴﴾
قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا
يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ۚۛ بِاٰيٰتِنَاۤ ۚۛ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ﴿۳۵﴾

وَاَنْ اَلْقِ اور یہ کہ آپ ڈالیں عَصَاکَ اپنی لاٹھی کو فَلَمَّا رَاٰهَا پس جب دیکھا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی کو تَهْتَزُّ حرکت کرتی ہے كَاَنَّهَا جَآنٌّ گویا کہ وہ پتلا سانپ ہے وَّلّٰى مُدْبِرًا بھاگے پشت پھیر کر وَّلَمْ يُعَقِّبْ اور مڑ کر نہ دیکھا يٰمُوْسٰى اے موسیٰ علیہ السلام اَقْبِلْ آگے آئیں وَلَا تَخَفْ اور خوف نہ کر اِنَّکَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ بے شک آپ امن والوں میں سے ہیں اُسْلُکْ يَدَکَ ڈالیں اپنا ہاتھ فِیْ جَيْبِکَ اپنے گریبان میں تَخْرُجْ نکلے گا بَيْضَآءَ سفید مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ بغیر کسی تکلیف کے وَّاضْمُمْ اور ملاؤ

اِلَیۡکَ اپنی طرف جَنَاحَکَ اپنے بازو کو مِنَ الرَّھۡبِ خوف سے فَذٰنِکَ پس یہ دو بُرۡھَانٰنِ دلیلیں ہیں مِنۡ رَّبِّکَ آپ کے رب کی طرف سے اِلٰی فِرۡعَوۡنَ فرعون کی طرف وَمَلَا۠ئِہٖ اور اس کی جماعت کی طرف اِنَّھُمۡ بے شک وہ سب کَانُوۡا قَوۡمًا فٰسِقِیۡنَ ہیں قوم نافرمان قَالَ کہا موسیٰ علیہ السلام نے رَبِّ اے میرے رب اِنِّیۡ قَتَلۡتُ مِنۡھُمۡ بے شک میں نے قتل کیا ان میں سے نَفۡسًا ایک جان کو فَاَخَافُ پس میں خوف کرتا ہوں اَنۡ یَّقۡتُلُوۡنِ یہ کہ وہ مجھے قتل کردیں گے وَاَخِیۡ ھٰرُوۡنُ اور میرا بھائی ہارون علیہ السلام ھُوَ اَفۡصَحُ مِنِّیۡ وہ زیادہ فصیح ہے مجھ سے لِسَانًا زبان کے لحاظ سے فَاَرۡسِلۡہُ پس رسول بنا کر بھیج دیں اس کو مَعِیَ میرے ساتھ رِدۡاً جو میرا مددگار ہو یُّصَدِّقُنِیۡۤ جو میری تصدیق کرے اِنِّیۡۤ اَخَافُ بے شک میں خوف کرتا ہوں اَنۡ یُّکَذِّبُوۡنِ اس بات کا کہ وہ مجھے جھٹلا دیں گے قَالَ فرمایا پروردگار نے سَنَشُدُّ عَضُدَکَ ہم مضبوط کردیں گے آپ کے بازو کو بِاَخِیۡکَ آپ کے بھائی کے ساتھ وَنَجۡعَلُ لَکُمَا سُلۡطٰنًا اور بنائیں گے ہم تم دونوں کے لیے غلبہ فَلَا یَصِلُوۡنَ اِلَیۡکُمَا پس وہ نہیں پہنچ سکیں گے تم دونوں کی طرف بِاٰیٰتِنَاۤ جاؤ ہماری نشانیاں لے کر اَنۡتُمَا تم دونوں وَمَنِ اتَّبَعَکُمَا اور جنہوں نے تمہاری پیروی کی الۡغٰلِبُوۡنَ غالب رہیں گے۔

کل کے درس میں تم نے یہ بات سنی کہ موسیٰ علیہ السلام حضرت شعیب علیہ السلام سے اجازت لے کر اپنی بیوی کے ہمراہ مدین سے مصر جا رہے تھے سردی کا موسم تھا رات

اندھیری تھی راستہ بھول گئے۔ آگ سینکنے کی بھی ضرورت تھی موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دائیں طرف طور پہاڑ کے دامن میں پاکیزہ مقام، وادی طویٰ میں دیکھا تو ایک درخت پر آگ تھی۔ دور سے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کسی نے آگ جلائی ہے قریب پہنچے تو معلوم ہوا درخت جل رہا ہے۔ وہ ظاہری آگ تو نہیں تھی وہ تو اللہ تعالیٰ کے نور کی روشنی تھی۔ قریب پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا جوتے پیچھے اتار کر آؤ آپ پاکیزہ وادی میں ہیں۔ اور اس درخت سے آواز آئی کہ جو آپ کے ساتھ بول رہا ہے میں اللہ رب العالمین ہوں وَاَنْ اَلْقِ عَصَاکَ اور یہ کہ آپ ڈالیں اپنی لاٹھی کو۔ لاٹھی پھینکی فَلَمَّا رَاٰھَا پس جب دیکھا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی کو تَھْتَزُّ حرکت کرتی ہے۔ یہ لاٹھی لاٹھی نہیں رہی وہ تو سانپ بن کر حرکت کر رہی ہے۔

ثوبان اور جان کی وضاحت :

کَاَنَّھَا جَآنٌّ گویا کہ وہ پتلا باریک سانپ ہے۔ اس مقام پر لاٹھی باریک سانپ بنی اور فرعون کے دربار میں جب لاٹھی پھینکی تو ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ [اعراف:۱۰۷] اژدہا بن گئی۔'' باریک سانپ بننے کا مقام الگ ہے اژدہا بننے کا مقام الگ ہے۔ لاٹھی حرکت کرتی ہوئی سانپ نظر آئی وَّلّٰی مُدْبِرًا موسیٰ علیہ السلام بھاگے پشت پھیر کر وَّلَمْ یُعَقِّبْ اور مڑ کر نہ دیکھا۔

طبعی خوف ایمان کے خلاف نہیں :

اس سے معلوم ہوا کہ موذی چیزوں سے ڈرنے سے ایمان پر زد نہیں پڑتی۔ موسیٰ علیہ السلام مومن تو پہلے ہی تھے کیونکہ نبی نبوت سے پہلے بھی مومن ہوتا ہے اور اب نبوت بھی مل چکی ہے نور علی نور ہوگیا، اس کے باوجود سانپ دیکھ کر دوڑ لگادی۔ تو موذی

چیزوں سے طبعی طور پر ڈرنا ایمان کے خلاف نہیں ہے۔ مثلاً کتے سے ڈرنا، شیر سے ڈرنا، سانپ سے ڈرنا بھیڑیئے سے ڈرنا، ڈاکو وغیرہ سے ڈرنا یہ سب موذی چیزیں ہیں ان کے خوف سے ایمان پر زد نہیں پڑتی۔ اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ معجزہ پیغمبر کا اپنا فعل نہیں ہوتا۔ معجزہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے اور نبی کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے۔ اگر معجزہ پیغمبر کا اپنا فعل ہوتا تو موسیٰ علیہ السلام کو ڈرنے کی کیا ضرورت تھی؟ ان کو علم ہونا چاہیے تھا کہ ابھی میں اس پر ہاتھ رکھوں گا تو یہ پھر لاٹھی بن جائے گی اور سورہ طٰہٰ میں ہے سَنُعِيدُهَا سِيرَتَهَا الْأُولَىٰ ''عنقریب ہم اس لاٹھی کو پھیر دیں گے پہلی حالت پر۔'' ہاتھ رکھنا آپ کا کام ہے اور لاٹھی بنانا ہمارا کام ہے۔ تو معجزہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے نبی کا ذاتی طور پر اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا صرف نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے۔

فرمایا يَا مُوسَىٰ أَقْبِلْ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا اے موسیٰ علیہ السلام آگے آئیں لاٹھی کی طرف متوجہ ہوں وَلَا تَخَفْ اور خوف نہ کریں إِنَّكَ مِنَ الْآمِنِينَ بے شک آپ امن والوں میں سے ہیں۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے پشت پھیر کر اس پر ہاتھ رکھا تو اللہ تعالیٰ نے وہی لاٹھی بنا دی جو ان کے ہاتھ میں تھی۔ دوسرا معجزہ اُسْلُكْ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالیں تَخْرُجْ بَيْضَاءَ نکلے گا سفید مِنْ غَيْرِ سُوءٍ بغیر کسی تکلیف کے۔ ہاتھ گریبان میں ڈالتے ہی سفید ہوگا تپش سوزش وغیرہ کسی قسم کی تکلیف بھی نہیں ہوگی آپ کا کام ہے ہاتھ کو گریبان میں ڈالنا اس کو روشن کرنا ہمارا کام ہے۔ فرمایا وَاضْمُمْ إِلَيْكَ جَنَاحَكَ اور ملاؤ اپنی طرف اپنے بازو کو۔ اس سے بظاہر یہ سمجھ آتا ہے کہ کوئی اور نشانی ہے حالانکہ ایسی بات نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تم لاٹھی پھینکتے ہو تو سانپ بن جاتی ہے تو طبعی طور پر خوف تو آتا ہے تو

اس وقت اپنے بازو کو اپنی چھاتی کے ساتھ لگالیں تو خوف ختم ہو جائے گا یہ کوئی اور نشانی نہیں ہے۔ نشانیاں دو ہی ہیں عصا اور ید بیضا۔ تو فرمایا ملاؤ اپنے بازو کو اپنی طرف مِنَ الرَّھْبِ خوف کی وجہ سے۔ بازو کو چھاتی کے ساتھ لگاؤ گے تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ڈر خوف دور ہو جائے گا فَذٰنِکَ بُرْھَانٰنِ مِنْ رَّبِّکَ پس یہ دو دلیلیں ہیں آپ کے رب کی طرف سے۔ ایک عصا اور دوسری ید بیضا۔ یہ گفتگو رب تعالیٰ نے براہ راست کی ہے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَا۠ئِہٖ فرعون اور اس کی جماعت کی طرف جانا ہے۔ کیوں جانا ہے؟ اِنَّھُمْ کَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ بے شک وہ نافرمان قوم ہیں۔

موسیٰ علیہ السلام کی بھائی کے حق میں سفارش :

قَالَ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی رَبِّ اِنِّیْ قَتَلْتُ مِنْھُمْ نَفْسًا اے میرے پروردگار! میں نے تو ان کا ایک آدمی قتل کیا ہے وہ جو مکا مارنے سے ڈھیر ہو گیا تھا فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ پس میں خوف کرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے میں آپ کا پیغام کیسے پہنچاؤں گا تبلیغ کس طرح کروں گا وَاَخِیْ ھٰرُوْنُ ھُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا اور میرا بھائی ہارون علیہ السلام جو موسیٰ علیہ السلام سے تین سال بڑے تھے درجہ موسیٰ علیہ السلام کا زیادہ تھا۔ وہ زیادہ فصیح ہیں میری نسبت زبان کے لحاظ سے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں لکنت تھی اور سولہویں پارے میں تم پڑھ چکے ہو کہ موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تھی وَاحْلُلْ عُقْدَۃً مِّنْ لِّسَانِیْ یَفْقَھُوْا قَوْلِیْ ''اور کھول دے میری زبان کی گرہ کو کہ وہ میری بات سمجھ سکیں۔ میں جب بات کرتا ہوں تو میری زبان اٹک جاتی ہے۔ زبان کیوں رکتی تھی؟ اس کی وجہ پہلے بیان ہو چکی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بچپن میں جب کبھی فرعون اٹھاتا تو یہ اس کی ناک میں انگلی ڈال دیتے کبھی کان اور آنکھوں میں کبھی تھپڑ مار دیتے۔ عجیب

عجیب حرکتیں اس کے ساتھ کرتے۔فرعون نے اپنی بیوی آسیہ بنت مزاحم ؒ سے کہا یہ بچہ بڑا خطرناک معلوم ہوتا ہے یہ وہی بچہ نہ ثابت ہو جس نے میری حکومت کے زوال کا سبب بننا ہے۔ بیوی بڑی سخت تھی اس نے جھڑک دیا اور کہا کہ چھوٹے بچوں کی عادت ہوتی ہے ہاتھ مارنے کی اسے کیا تمیز ہے کہ ہاتھ کہاں لگ رہا ہے۔فرعون نے کہا کہ یہ محض بچہ نہیں ہے کوئی اور شے لگتا ہے۔ چنانچہ امتحان لیا گیا۔ پلیٹ میں ایک طرف ہیرا رکھ دیا اور دوسری طرف جلتا ہوا کوئلہ کہ اگر یہ سمجھ دار ہوا تو ہیرے کی طرف ہاتھ بڑھائے گا اور اگر نا سمجھ ہوا تو کوئلے کو پکڑے گا۔تفسیروں میں آتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے پہلے ہاتھ ہیرے کی طرف بڑھایا۔ جبرائیل علیہ السلام نے ان کا ہاتھ دوسری طرف پھیر دیا انہوں نے کوئلہ پکڑ کر جلدی سے زبان پر رکھ لیا۔ جیسے آپ نے چھوٹے بچوں کو دیکھا ہوگا کہ ان کو جو چیز ملے منہ میں ڈال لیتے ہیں میٹھی کڑوی کی بھی تمیز نہیں کرتے۔تو موسیٰ علیہ السلام نے انگارا اٹھا کر زبان پر رکھ لیا۔ ننھی منّی زبان تھی رگیں متاثر ہوگئیں بولنے میں بعض الفاظ پر زبان رک جاتی تھی۔تو جب اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میری زبان کی گرہ کھول دے اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی بہت سارا حصہ ٹھیک ہو گیا لیکن ایک فیصد یا دو فیصد لکنت رہ گئی تھی۔اور یہ بھی سوال کیا کہ میرے بھائی ہارون کو بھی رسول بنا دیں وہ میری نسبت زیادہ فصیح ہے اور سورہ طٰہٰ میں ہے وَزِیْراً مِّنْ اَھْلِیْ ''میرے گھر کے افراد میں سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنا دیں۔'' اس مقام پر رِدْاً کا لفظ ہے معین ومددگار بنا دے۔ فَاَرْسِلْهُ مَعِیَ رِدْاً پس رسول بنا کر بھیج دیں اس کو میرے ساتھ جو میرا مددگار ہو یُّصَدِّقُنِیْٓ جو میری تصدیق کرے۔میں بیان کروں گا وہ میری تصدیق کرے گا اور ہم دونوں بھائی آپ کے احکام کی تعمیل کریں گے اِنِّیْٓ اَخَافُ اَنْ یُّکَذِّبُوْنِ بے شک میں خوف کرتا ہوں اس بات کا کہ

وہ مجھے جھٹلا دیں گے۔ وہ کہیں گے کہ کل تو آپ نے ایک آدمی کو قتل کیا ہے اور آج واعظ بن گئے ہو۔ اور سورۃ شعراء میں تم یہ بھی پڑھ چکے ہو کہ اَلَمۡ نُرَبِّکَ فِیۡنَا وَلِیۡدًا ''کیا ہم نے آپ کو پالا نہیں ہے اپنے درمیان بچپن میں اور گزارے آپ نے ہم میں کئی سال اپنی عمر کے وَ فَعَلۡتَ فَعۡلَتَکَ الَّتِیۡ فَعَلۡتَ اور کیا آپ نے وہ کام جو کیا تھا'' یعنی بندہ قتل کیا تھا آج ہمیں وعظ کرتے ہو۔ دوسرا یہ کہ زبان میں لکنت کی وجہ سے جو تھوڑی سی رہ گئی ہے مذاق کریں گے لہٰذا میرے بھائی ہارون کو رسول بنا کر میرا معاون بنا دیں قَالَ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سَنَشُدُّ عَضُدَکَ بِاَخِیۡکَ ہم مضبوط کر دیں گے آپ کے بازو کو آپ کے بھائی کے ساتھ۔ ان کو بھی نبوت دیں گے۔ موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے وادی طویٰ میں نبوت عطا فرمائی اور ہارون علیہ السلام کو مصر میں اپنے گھر نبوت ملی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام آنے والے ہیں ان کے ہاتھ پر معجزے صادر ہوں گے تم نے ان کی مدد کرنی ہے میرے دین کی تبلیغ میں ان کا ساتھ دینا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو یہ بھی فرمایا وَنَجۡعَلُ لَکُمَا سُلۡطٰنًا اور بنائیں گے ہم تم دونوں کے لیے غلبہ فَلَا یَصِلُوۡنَ اِلَیۡکُمَا پس نہیں پہنچ سکیں گے آپ کے دشمن فرعون اور اس کی جماعت تم دونوں کی طرف۔ زبانی کلامی جتنی باتیں کریں مگر وہ تمہیں تکلیف نہیں پہنچا سکیں گے تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے تم دونوں تک رسائی نہیں ہوگی بِاٰیٰتِنَآ جاؤ ہماری نشانیاں لے کر۔ سورۃ طٰہٰ آیت نمبر ۴۲ میں ہے اِذۡهَبۡ اَنۡتَ وَاَخُوۡکَ بِاٰیٰتِیۡ جاؤ تم اور تمہارا بھائی میری نشانیوں کے ساتھ۔'' تو یہاں بھی اِذۡهَبَا کا لفظ محذوف ہے۔ عبارت یوں بنے گی اِذۡهَبَا بِاٰیٰتِنَآ جیسا کہ سورہ طٰہٰ آیت نمبر ۴۳ میں ہے اِذۡهَبَاۤ اِلٰی فِرۡعَوۡنَ ''جاؤ تم دونوں بھائی فرعون کی طرف۔'' اور یہ بھی فرمایا فَقُوۡلَا لَهٗ قَوۡلًا لَّیِّنًا ''نرمی کے ساتھ گفتگو کرنا۔''

اندازِ تبلیغ کیسا ہونا چاہیے :

تبلیغ کا انداز رب تعالیٰ نے یہ بتلایا کہ فرعون سرکش ہے باغی ہے اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى کے نعرے لگاتا ہے اس کے سامنے بات نرمی کے ساتھ کرنا۔ یہ قیامت تک آنے والے مبلغین کے لیے ایک سبق ہے کہ تبلیغ کے وقت سختی نہ کریں۔ بات صحیح ہو موقف میں ہیرا پھیری نہ ہو اور لہجہ نرم ہو۔ فرمایا اَنْتُمَا وَ مَنِ اتَّبَعَكُمَا تم دونوں اور جنہوں نے تمہاری پیروی کی جو تمہیں نبی مانیں گے میری توحید کا اقرار کریں گے حق کا ساتھ دیں گے الْغٰلِبُوْنَ غالب رہیں گے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ایک دو دن میں غالب ہو جائیں گے بلکہ مطلب یہ ہے انجام کار تم ہی غالب ہو گے اور جو تمہاری پیروی کریں گے وہ بھی آپ کے ساتھ غلبہ پائیں گے۔

فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ
مُّفْتَرًى وَّمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿٣٦﴾ وَقَالَ
مُوْسٰى رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ وَمَنْ
تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٣٧﴾ وَقَالَ
فِرْعَوْنُ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ فَاَوْقِدْ لِيْ
يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓى
اِلٰهِ مُوْسٰى ۙ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿٣٨﴾ وَاسْتَكْبَرَ هُوَ
وَجُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا
لَا يُرْجَعُوْنَ ﴿٣٩﴾ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ ۚ فَانْظُرْ
كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٤٠﴾ وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى
النَّارِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿٤١﴾ وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ
الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ ﴿٤٢﴾

فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى اور جب آئے موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس
بِاٰيٰتِنَا ہماری نشانیاں لے کر بَيِّنٰتٍ صاف صاف قَالُوْا ان لوگوں نے کہا مَا
هٰذَآ نہیں ہے یہ اِلَّا سِحْرٌ مگر جادو مُّفْتَرًى گھڑا ہوا وَمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا اور
نہیں سنی ہم نے یہ بات فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ اپنے باپ دادا سے جو پہلے گزر
چکے ہیں وَقَالَ مُوْسٰى اور فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے رَبِّيْٓ اَعْلَمُ میرا رب

خوب جانتا ہے بِمَنْ اس کو جَآءَ بِالْهُدٰى جو آیا ہے ہدایت لے کر مِنْ عِنْدِهٖ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وَ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ اور اس کو جس کے لیے ہے اچھا گھر آخرت کا اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ بے شک شان یہ ہے کہ فلاح نہیں پائیں گے ظالم وَقَالَ فِرْعَوْنُ اور کہا فرعون نے يٰۤاَيُّهَا الْمَلَاُ اے جماعت والو مَا عَلِمْتُ لَكُمْ میں نہیں جانتا تمہارے لیے مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ کوئی الٰہ اپنے سوا فَاَوْقِدْ لِيْ پس تم آگ جلاؤ میرے لیے يٰهَامٰنُ اے ہامان عَلَى الطِّيْنِ گارے پر فَاجْعَلْ لِّيْ پس بناؤ میرے لیے صَرْحًا محل لَّعَلِّيْۤ اَطَّلِعُ تاکہ میں جھانک کر دیکھوں اِلٰۤى اِلٰهِ مُوْسٰى موسیٰ علیہ السلام کے الٰہ کو وَ اِنِّيْ اور بے شک میں لَاَظُنُّهٗ البتہ میں خیال کرتا ہوں اس کے بارے میں مِنَ الْكٰذِبِيْنَ جھوٹوں میں سے ہے وَاسْتَكْبَرَ هُوَ اور تکبر کیا فرعون نے وَ جُنُوْدُهٗ اور اس کے لشکر نے فِي الْاَرْضِ زمین میں بِغَيْرِ الْحَقِّ ناحق وَ ظَنُّوْۤا اور انہوں نے خیال کیا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ کہ بے شک وہ ہماری طرف نہیں لوٹائے جائیں گے فَاَخَذْنٰهُ پس ہم نے پکڑا اس کو وَ جُنُوْدَهٗ اور اس کے لشکر کو فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ پس ہم نے پھینک دیا ان کو دریا شور میں فَانْظُرْ پس دیکھ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ کیسا ہوا انجام ظالموں کا وَ جَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً اور ہم نے بنایا ان کو رہنما يَّدْعُوْنَ جو دعوت دیتے ہیں اِلَى النَّارِ آگ کی طرف وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ اور قیامت کے دن لَا يُنْصَرُوْنَ ان کی مدد نہیں کی جائے گی

وَ اَتۡبَعۡنٰهُمۡ اور ہم نے ان کے پیچھے لگائی فِیۡ هٰذِهِ الدُّنۡیَا اس دنیا کی زندگی میں لَعۡنَةً لعنت وَ یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ اور قیامت والے دن هُمۡ مِّنَ الۡمَقۡبُوۡحِیۡنَ وہ ان لوگوں میں سے ہوں گے جن کی برائی بیان کی جاتی ہے۔

موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا فرعون کو تبلیغ کرنا :

کل کے سبق میں آپ حضرات نے یہ بات سنی (اور پڑھی) کہ اللہ تعالیٰ نے مدین سے واپسی پر موسیٰ علیہ السلام کو نبوت عطا فرمائی اور موسیٰ علیہ السلام کے سوال پر اللہ تعالیٰ نے ان کے بھائی ہارون علیہ السلام کو بھی نبوت عطا فرمائی اور موسیٰ علیہ السلام کو دو معجزے بھی عطا فرمائے اور حکم دیا کہ فرعون اور اس کی قوم کے پاس جا کر ان کو سمجھاؤ اور صحیح راستے سے آگاہ کرو۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام مصر پہنچے اپنے گھر تشریف لے گئے بیوی بچوں کو گھر چھوڑا۔ ہارون علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نبی بنایا ہے فرمایا ہاں! میرے علم میں ہے۔ مجھے آپ دونوں کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ہم اس کے احکامات پہنچائیں۔ دفتری اوقات کا انتظار کیا کہ فرعون اور اس کی کابینہ دفتر میں پہنچ جائے پھر جا کر ان کو تبلیغ کریں گے۔ فرعون کا بہت بڑا تخت تھا اس پر شاہی کرسی تھی۔ فرعون جب اقتدار والی کرسی پر آکر بیٹھ گیا اور اس کا سارا عملہ وزیر مشیر دائیں بائیں آگے پیچھے آکر بیٹھ گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام دونوں بھائی بھی پہنچ گئے تیسرا آدمی ان کے ساتھ کوئی نہیں تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اِنَّا رَسُوۡلَا رَبِّكَ فَاَرۡسِلۡ مَعَنَا بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ [طٰہٰ:۴۷] ''بے شک ہم بھیجے ہوئے ہیں تیرے پروردگار کے پس بھیج دے ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو۔'' پہلے رب کی دعوت دی، رب کی توحید کی دعوت دی پھر رسالت کا مسئلہ بتایا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں ہماری رسالت پر یقین کرو قیامت کا

مسئلہ بھی سمجھایا۔توحید، رسالت، قیامت یہ بنیادی مسئلے ہیں۔پھر بنی اسرائیل کی آزادی کا مطالبہ کیا اَرۡسِلۡ مَعَنَا بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ [شعراء:۱۷] ''بنی اسرائیل کوآزادکردے۔'' اَنۡ عَبَّدۡتَّ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ تونے ان کوغلام بنارکھا ہے میں ان کی آزادی کا مطالبہ کرتا ہوں۔مذہبی مطالبے بھی کیے اور سیاسی بھی کیے۔موسیٰ علیہ السلام نے اپنی نبی ہونے پر معجزے دکھائے۔اپنا عصا مبارک زمین پرڈالاتووہ اژدہا بن گیا۔

تفسیروں میں بڑا عجیب منظر لکھا ہے کہ وہ اژدہا جب فرعون کی طرف متوجہ ہواتو فرعون بدحواس ہوکر کرسی سے نیچے گرگیا۔دفتر میں افراتفری مچ گئی۔مگر دفتر سے باہر کوئی نہیں گیا کیونکہ فرعون بڑا ظالم تھاان کومعلوم تھا کہ باہر گئےتو باز پرس ہوگئی کہ تم مشکل وقت میں مجھےچھوڑ گئے وَفِرۡعَوۡنَ ذِی الۡاَوۡتَادِ بدن میں میخیں ٹھونک کرسولی پرلٹکادیتا تھا۔ کچھ دیر بعد جب وہ ہوش میں آئے تو موسیٰ علیہ السلام نے دوسرا معجزہ دکھایا ہاتھ گریبان میں ڈال کرنکالاتووہ سورج کی طرح روشن تھا۔فرعون نے ماننے کے بجائے کہا کہ یہ سب جادو ہے ہم تمہارا مقابلہ کریں گے۔ ہمارے ساتھ کوئی تاریخ مقرر کرو۔اس کی تفصیل سولھویں پارے میں گزرچکی ہے۔قریب ہی ان کاعیدوالادن آنے والاتھا یَوۡمُ الزِّیۡنَہ موسیٰ علیہ السلام نےعید کادن مقرر کیااور چاشت کاوقت طے کیا کہ عید کے دن لوگ فارغ ہوتے ہیں زیادہ سے زیادہ آئیں گے۔اوروقت بھی ایسا مقرر فرمایا کہ قریب ودور کے لوگوں کے لیے آنے جانے میں دقت نہ ہو۔وقت پرپہنچ بھی جائیں اور شام سے پہلے گھروں کوبھی چلے جائیں۔بہت بڑا میدان تھااس میں گھوڑے بھی دوڑتے تھے،فوجی ٹریننگ بھی ہوتی تھی لوگ اس میں خوشی کے موقع پر اپنے رواج کے مطابق کھیل تماشے کرتے تھے۔سولہویں پارے میں اس کی تفصیل گزرچکی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے

میں ستر ہزار ماہر جادوگر آئے موسیٰ علیہ السلام سب پر غالب آگئے جادوگر ناکام ہوئے اور سمجھ گئے کہ موسیٰ علیہ السلام سے جو کچھ ظاہر ہوا ہے وہ جادو نہیں ہے موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اور سجدے میں گر گئے۔لیکن فرعون اور اس کی قوم ایمان نہ لائی۔

فرعون پر تبلیغ کا کوئی اثر نہ ہوا :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَمَّا جَآءَ هُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ پس جب آئے موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس ہماری واضح نشانیاں لے کر قَالُوْا ان لوگوں نے کہا۔فرعون اور اس کی قوم نے مَا هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى نہیں ہے یہ مگر جادو گھڑا ہوا۔یعنی موسیٰ علیہ السلام نے جو معجزے ظاہر کیے ہیں یہ گھڑا ہوا جادو ہے۔انہوں نے معجزات کو جادو کہہ کر انکار کر دیا اور ساتھ یہ بھی کہا کہ نبوت کا دعویٰ کرتا ہے وَمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِىْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ اور نہیں سنی ہم نے یہ بات اپنے باپ دادوں سے جو پہلے گزرے ہیں کہ ساری کائنات کا خدا ایک ہی ہے۔وہی سب کو پیدا کرنے والا ہے اور وہی سارا نظام چلانے والا ہے۔وہ سب کو فنا کر دے گا پھر دوبارہ زندہ کرے گا،حساب کتاب ہوگا،جزائے عمل کا فیصلہ ہوگا۔ہم نے تو ایسی باتیں پہلے کبھی نہیں سنیں وَقَالَ مُوْسٰى اور فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے ان کے جواب میں رَبِّىْٓ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ میرا رب خوب جانتا ہے اس کو جو آیا ہے ہدایت لے کر میں جو کچھ تمہارے سامنے پیش کر رہا ہوں اپنی مرضی سے نہیں اور نہ اس میں میری کوئی ذاتی غرض ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا اسی کا پیغام تمہارے سامنے پیش کر رہا ہوں اور وہی بہتر جانتا ہے وَمَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ کہ آخرت کا اچھا گھر کس کے لیے ہے مگر اتنی بات یقینی ہے اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ بے شک شان یہ ہے کہ فلاح نہیں پائیں گے ظالم، وہ ہمیشہ نامراد رہیں گے۔ظلم میں

سرفہرست کفر اور شرک ہے۔ فرعون پر موسیٰ علیہ السلام کی تبلیغ کا کوئی اثر نہ ہوا کہنے لگا ملک مصر کا بااختیار حاکم تو میں ہوں سیاہ وسفید کا مالک میں ہوں ملک زرخیز ہے اس میں نہریں چل رہی ہیں ڈیم بنے ہوئے ہیں یہ سارا نظام میں چلا رہا ہوں اور موسیٰ علیہ السلام کسی اور الٰہ کی بات کر رہے ہیں وَقَالَ فِرْعَوْنُ اور کہا فرعون نے یٰٓاَیُّھَا الْمَلَاُ اے جماعت والو! اے اہل دربار! مَا عَلِمْتُ لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرِیْ میں نہیں جانتا تمہارے لیے کوئی الٰہ اپنے سوا۔

فرعونیتِ فرعون :

اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے وجود کا قائل نہیں تھا۔ وہ پاگل نہیں تھا بڑا سمجھ دار تھا وہ سمجھتا تھا میں پیدا ہوا ہوں میرے باپ دادا پیدا ہوئے ہیں اور ملک پہلے سے آباد اور چلا آ رہا ہے۔ بلکہ اس کا موقف یہ تھا کہ میں اس ملک کا مطلق العنان بادشاہ ہوں مصر کا ملک میرا ہے اس ملک میں میری بات چلتی ہے یہاں اور کسی کی بات نہیں چلتی، یہاں میرے سوا کوئی بادشاہ نہیں ہے۔ خدا کے وجود کا وہ قائل تھا اپنے سوا کسی کی حکمرانی کا قائل نہیں تھا۔ یہاں کسی اور کی حکمرانی نہیں ہے یہاں میں ہی ہوں۔ پھر کہنے لگا فَاَوْقِدْ لِیْ یٰھَامٰنُ عَلَی الطِّیْنِ ہامان فرعون کا وزیر اعظم تھا۔ یہ بھی فرعون جیسا تھا۔ مشہور محاورہ ہے.....

جیسی روح ویسے فرشتے

تو فرعون نے ہامان کو کہا پس تم آگ جلاؤ میرے لیے اے ہامان! گارے پر۔ گارے پر آگ جلانے کا مطلب یہ ہے کہ بھٹے میں پکی اینٹیں تیار کرو میرے لیے فَاجْعَلْ لِّیْ صَرْحًا پھر میرے لیے محل بناؤ بہت بڑا۔ کیوں؟ لَّعَلِّیْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓی اِلٰہِ مُوْسٰی تاکہ

میں جھانک کر دیکھوں موسیٰ علیہ السلام کے الٰہ کو محل پر چڑھ کر کہ موسیٰ علیہ السلام کا الٰہ کیسا ہے؟ بعض حضرات تو کہتے ہیں کہ یہ اس نے مذاق کیا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ حقیقت ہے۔

تفسیر مدارک وغیرہ میں لکھا ہے کہ ہامان نے ملک سے پچاس ہزار مستری بلوائے اور ان کو بلڈنگ کا نقشہ دیا کہ اس طرح کا محل بنانا ہے جس میں اس طرح سیڑھیاں اوپر جاتی ہیں۔ تفسیر مدارک والے فرماتے ہیں کہ شاید دنیا میں کسی نے اتنی بلند بلڈنگ بنائی ہو۔ جب عمارت تیار ہوگئی تو جبرائیل علیہ السلام نے آکر ایک پر مارا تو اس کا ایک حصہ سمندر میں جا گرا۔ دوسرا پَر مارا تو دوسرا حصہ فرعون کی فوجوں پر جا گرا۔ جب تیسری دفعہ پَر مارا تو ساری عمارت زمین بوس ہوگئی۔ یہ سب کرشمے دیکھتے ہوئے بھی ہٹ دھرمی اور ضد سے باز نہیں آئے۔ فرعون رب تعالیٰ کو بلڈنگ پر چڑھ کر دیکھنا چاہتا تھا رب تعالیٰ نے فرمایا ہوگا کہ میں تجھے سمندر کی تہہ میں نظر آؤں گا۔ چنانچہ جب فرعون غرق ہونے لگا تو اس وقت اس نے بہت واویلا کیا اور کہا اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ''میں ایمان لایا ہوں بے شک نہیں کوئی معبود مگر وہی جس پر ایمان لائے ہیں بنو اسرائیل اور میں بھی فرماں برداروں میں سے ہوں۔''

رب تعالیٰ نے فرمایا آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ''اب (تم یہ کہتے ہو) اور تحقیق تم نافرمانی کرتے رہے ہو اس سے پہلے اور تھے تم فسادیوں میں سے۔'' جبرائیل علیہ السلام فرماتے ہیں کہ بڑا عجیب منظر تھا فرعون جب واویلا کرنے لگا تو میں نے سمندر سے گارا نکال کر اس کے منہ میں ٹھونسا کہ اس کی آواز نہ نکلے کہ کہیں رب تعالیٰ اس کی پکار کو قبول ہی نہ کر لے۔ تو فرعون نے کہا ہامان کو کہ میرے لیے محل بنا کہ

میں اس پر چڑھ کر جھانک کر دیکھوں موسیٰ علیہ السلام کے الٰہ کو وَ اِنِّیْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ اور بے شک میں خیال کرتا ہوں موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہ وہ جھوٹوں میں سے ہے معاذ اللہ تعالیٰ وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِی الْاَرْضِ اور تکبر کیا فرعون نے اور اس کے لشکر نے زمین میں بِغَیْرِ الْحَقِّ ناحق۔ واضح دلیلیں دیکھنے کے باوجود حق کو ٹھکرایا وَظَنُّوْٓا اور انہوں نے یقین کیا اَنَّهُمْ اِلَیْنَا لَا یُرْجَعُوْنَ بے شک وہ ہماری طرف نہیں لوٹائے جائیں گے۔ کیونکہ اگر آخرت پر ایمان ہو کہ آخرت آئے گی اور مجھے اپنے کیے کا بدلہ ملے گا تو آدمی ڈرتا ہے لیکن وہ اس قدر ہٹ دھرمی اور ضد پر آئے ہوئے تھے کہ آخرت پر بالکل یقین نہیں تھا۔

فرعونیت کا انجام :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ پس ہم نے پکڑا فرعون کو اور اس کے لشکر کو فَنَبَذْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ پس پھینک دیا ہم نے ان کو دریائے شور میں فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِیْنَ پس دیکھ اے مخاطب کیسا ہوا انجام ظالموں کا۔ یہ واقعات اللہ تعالیٰ نے سنا کر مکے والوں کو سمجھایا کہ نہ تو تمہاری اتنی قوت ہے نہ تمہارے پاس اتنے لشکر ہیں نہ تمہارے پاس وہ اقتدار ہے جو فرعون کے پاس تھا اس کا حشر تم نے دیکھ لیا ظالمو! اگر تم باز نہ آئے تو تمہارا بھی وہی حشر ہوگا۔ فرمایا وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً یَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ائمہ امام کی جمع ہے جس کا معنیٰ ہے راستہ دکھانے والا۔ تو راہنما اچھا بھی ہوتا ہے بُرا بھی ہوتا ہے۔ اس مقام پر بُرا راہنما مراد ہے۔ معنیٰ ہوگا بنایا ہم نے ان کو راہنما دعوت دیتے تھے آگ کی طرف۔ یہ وہ امام تھے جو دوزخ کی طرف بلاتے تھے۔ سورۃ ہود آیت نمبر ۹۸ میں ہے یَقْدُمُ قَوْمَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ”آگے آگے ہوگا وہ اپنی قوم کے قیامت کے

دن پس پہنچائے گا ان کو آگ میں۔'' دنیا والی سرداری وہاں بھی قائم رہے گی مگر دوزخ کی طرف، آگے فرعون ہوگا پیچھے ہامان ہوگا پھر درجہ بہ درجہ فوجی افسر دوزخ میں جا پڑیں گے وَیَوْمَ الْقِیٰمَۃِ لَا یُنْصَرُوْنَ اور قیامت والے دن ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔ جیسے دنیا میں جب اللہ تعالیٰ نے پکڑا تو ان کی کسی نے مدد نہیں کی آخرت میں بھی نہیں ہوگی۔

وَاَتْبَعْنٰھُمْ فِیْ ھٰذِہِ الدُّنْیَا لَعْنَۃً ''اور ہم نے ان کے پیچھے لگا دی لعنت دنیا کی زندگی میں۔'' فرعون ہامان کا جب ذکر آتا ہے یا اس کی کابینہ کا ذکر آتا ہے تو لوگ ان پر لعنت بھیجتے ہیں بُرا ہی کہتے ہیں کوئی ان کو اچھے الفاظ سے یاد نہیں کرتا۔

سر درد کا نسخہ :

بلکہ بعض بزرگان دین اپنے تجربے سے یہ فرماتے ہیں۔ قرآن وحدیث کا مسئلہ نہیں ہے یہ بزرگوں کا اپنا تجربہ ہے کہ فرعون کا لفظ لکھ کر اس پر جوتیاں مارو تو سر درد دور ہو جاتا ہے۔ مگر ایسا کرنا نہیں چاہیے۔ کیونکہ فرعون قرآن کا لفظ ہے قرآن کریم میں جب اس کو پڑھیں گے تو پچاس نیکیاں ملیں گی۔ کیونکہ اس کے پانچ حرف ہیں۔ شیطان کا لفظ بھی قرآن میں آیا ہے مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ابولہب کافر تھا مگر اس کا نام بھی قرآن میں آ گیا ہے۔ اس لیے ایک ایک حرف پر دس دس نیکیاں ملیں گی۔ تو خیر یہ بزرگوں کا تجربہ ہے کہ سر درد ہو تو فرعون کا لفظ کاغذ پر لکھ کر جوتیاں مارو تو سر درد ختم ہو جاتا ہے۔ تو قیامت تک لوگ اس کو جوتیاں مارتے رہیں گے، بُرا کہتے رہیں گے وَیَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ھُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِیْنَ اور قیامت والے دن وہ ان لوگوں میں سے ہوں گے جن کی برائی بیان کی جائے گی۔ دوزخی دوزخیوں کو کہیں گے او بے ایمانو! تم خود تو دوزخ میں آئے ہمیں بھی لے آئے ہو۔ دنیا و آخرت میں برائی ہوگی۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۳﴾ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَلٰكِنَّاۤ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۚ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْۤ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۙ وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّاۤ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَوْلَاۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَاۤ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾

وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق اٰتَيْنَا دی ہم نے مُوْسَى الْكِتٰبَ موسیٰ علیہ السلام کو کتاب مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اس کے بعد اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى ہم نے ہلاک کر دیں پہلی جماعتیں بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ دل میں روشنیاں پیدا کرنے کی چیزیں لوگوں کے لیے وَهُدًى اور ہدایت وَّرَحْمَةً اور رحمت لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں وَمَا كُنْتَ اور نہیں تھے آپ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ مغربی کنارے پر اِذْ قَضَيْنَاۤ جب ہم نے طے کیا اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ موسیٰ علیہ السلام کی طرف معاملے کو وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ اور آپ نہیں تھے حاضر

ہونے والوں میں سے وَلٰكِنَّآ اَنْشَاْنَا اور لیکن ہم نے پیدا کیں قُرُوْنًا جماعتیں فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ پس لمبی ہوگئیں ان پر عمریں وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا اور آپ نہیں تھے مقیم فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ مدین والوں میں تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا کہ تلاوت کرتے ہوں ان پر ہماری آیتیں وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ اور لیکن ہم ہیں بھیجنے والے رسولوں کو وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اور نہیں تھے آپ طور کے کنارے پر اِذْ نَادَيْنَا جس وقت ہم نے آواز دی وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ اور لیکن یہ رحمت ہے آپ کے رب کی لِتُنْذِرَ قَوْمًا تاکہ آپ ڈرائیں اس قوم کو مَّآ اَتٰهُمْ نہیں آیا ان کے پاس مِّنْ نَّذِيْرٍ کوئی ڈرانے والا مِّنْ قَبْلِكَ آپ سے پہلے لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌ اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ پہنچے ان کو مصیبت بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ بہ سبب اس کے آگے بھیجیں ان کے ہاتھوں نے برائیاں فَيَقُوْلُوْا تو وہ کہیں گے رَبَّنَا اے ہمارے رب لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا کیوں نہیں بھیجا آپ نے ہماری طرف رسول فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ پس ہم پیروی کرتے آپ کی آیات کی وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اور ہو جاتے مومنوں میں سے۔

موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ چلا آرہا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مدین سے واپس مصر جارہے تھے اہل وعیال سمیت۔ تو اللہ تعالیٰ نے طور کے کنارے پر مقدس وادی طویٰ میں نبوت عطا فرمائی، معجزے عطا فرمائے انہوں نے فرعون اور اس کی قوم کو تبلیغ کی۔ جب ان کی طرف سے ایمان کی کوئی امید نہ رہی تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ آپ اپنی قوم کو رات

کے وقت لے کر چلے جائیں۔ پھر فرعون اور اس کی قوم تباہ ہو گئی غرق ہو گئی۔ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر وادی تیہ پہنچ گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تورات عطا فرمائی۔ آسمانی کتابوں میں قرآن کریم کے بعد تورات کا بڑا بلند مقام ہے اس کا تذکرہ ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کو تورات کا عطا ہونا :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ اور البتہ تحقیق دی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب مِنْ بَعْدِ مَآ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰی بعد اس کے کہ ہم نے ہلاک کیا پہلی جماعتوں کو۔ نوح علیہ السلام کی قوم تباہ ہوئی، ہود علیہ السلام کی قوم تباہ ہوئی، صالح علیہ السلام کی قوم تباہ ہوئی، شعیب علیہ السلام کی قوم تباہ ہوئی، فرعون اور اس کے ساتھی ہلاک ہوئے، ان ہلاکتوں کے بعد تورات ملی۔ یہ تورات کیوں دی گئی؟ بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ بصائر بصیرت کی جمع ہے۔ بصیرت کا معنیٰ ہے دل کی روشنی۔ بصارت آنکھ کی روشنی کو کہتے ہیں۔ معنیٰ ہوگا ہم نے تورات اس لیے دی کہ لوگوں کے دلوں میں روشنی پیدا ہو وَهُدًی اور ہدایت تھی اپنے دور میں قرآن کریم کی طرح وَّرَحْمَةً اور رحمت لَّعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ تاکہ وہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔ تورات کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچیں وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِیِّ اور نہیں تھے آپ اے نبی کریم ﷺ! وادی کے مغربی کنارے پر یا پہاڑ کے مغربی کنارے پر۔ اِذْ قَضَیْنَآ اِلٰی مُوْسَی الْاَمْرَ جب ہم نے معاملہ طے کیا موسیٰ علیہ السلام کی طرف کہ جب وہ مدین سے واپس مصر جا رہے تھے طور کے کنارے پر مغرب کی طرف سے آواز دی جس کے متعلق تم تفصیل سے سن چکے ہو کہ ایک درخت سے نور کی تجلی ظاہر ہو رہی تھی جس کو موسیٰ علیہ السلام ظاہری آگ سمجھے تھے۔ جس وقت وہاں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے آواز دی یٰمُوْسٰٓی اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ

الْعٰلَمِیْنَ ''اے موسیٰ علیہ السلام بے شک میں اللہ ہوں رب العالمین میں نے آپ کو نبوت دی ہے'' اور موسیٰ علیہ السلام کی درخواست پر ان کے بڑے بھائی ہارون علیہ السلام کو بھی نبوت ملی اور اللہ تعالیٰ نے دو معجزے عطا فرمائے: عصا کا سانپ بن جانا اور ید بیضا۔ اور حکم دیا کہ دونوں بھائی جا کر فرعون اور اس کی جماعت کو تبلیغ کرو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے جب موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ یہ معاملہ طے کیا تھا اس وقت آپ وہاں موجود نہیں تھے وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ اور آپ نہیں تھے حاضر ہونے والوں میں سے۔ موسیٰ علیہ السلام کے حالات دیکھنے والوں میں آپ شامل نہیں تھے کہ ان واقعات کو چشم دید واقعات کے طور پر بیان کریں۔

حضور ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے کی نفی :

اس میں آپ ﷺ کے حاضر ناظر ہونے کی صراحت کے ساتھ نفی کی گئی ہے۔ لیکن جاہل قسم کے لوگوں نے بلاوجہ حاضر و ناظر اور علم غیب کا عقیدہ گھڑ لیا ہے۔ حالانکہ یہ دونوں صفتیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں ان میں اور کوئی شریک نہیں ہے نہ نبی، نہ ولی، نہ کوئی فرشتہ، نہ جن۔ فرمایا کہ جب ہم نے مغربی جانب موسیٰ علیہ السلام کو نبوت عطا فرمائی تو آپ اس وقت موجود نہیں تھے وَلٰكِنَّآ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا اور لیکن ہم نے پیدا کیں جماعتیں فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ پس لمبی ہوگئیں ان پر عمریں، ان کی زندگیاں دراز ہوگئیں وہ کفر و شرک میں مبتلا ہوئے، ظلم اور سرکشی اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو تباہ و برباد کر دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ اور آپ نہیں تھے مقیم مدین والوں میں کہ آپ کو حالات کا علم ہوا اور اب آپ ان کو سنا رہے ہیں تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا کہ ان کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنا رہے ہیں۔ مدین کے واقعات بھی موسیٰ علیہ السلام کے متعلق ہم ہی

نے آپ کو بتلائے ہیں آپ کوئی عالم الغیب تو نہیں ہیں وَلٰکِنَّا کُنَّا مُرْسِلِیْنَ اور لیکن ہم بھیجنے والے ہیں رسولوں کو۔ ہم ان پر وحی نازل کر کے پہلے واقعات سے آگاہ کرتے ہیں اور آئندہ حالات سے مطلع کرتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ ایک مجلس میں تشریف فرما تھے ایک یہودی نے تخلیق کے بارے میں سوال کیا۔ آپ ﷺ نے تھوڑی دیر سکوت فرمایا پھر اس کے سوال کا جواب دیا۔ یہودی چلا گیا تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام ﷡ سے فرمایا کہ یہودی نے جب یہ سوال کیا تھا تو مجھے اس کا جواب معلوم نہیں تھا اللہ تعالیٰ نے فوراً جبرائیل کو بھیج کر سوال کا جواب پہنچایا جو یہودی کے علم کے مطابق بھی درست تھا اس لیے وہ مطمئن ہو کر چلا گیا اس سے بھی معلوم ہوا کہ آپ ﷺ عالم الغیب نہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا کُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَیْنَا اور نہیں تھے آپ طور کے کنارے پر جس وقت ہم نے آواز دی کہ اے موسیٰ علیہ السلام میں اللہ ہوں رب العالمین ہوں اور آپ وادی مقدس طویٰ میں ہیں اپنے جوتے اتار دیں میں نے آپ کو نبوت و رسالت کے لیے منتخب کیا ہے۔ ہماری اس گفتگو کے وقت آپ وہاں موجود نہیں تھے یہ ساری باتیں ہم نے آپ کو بتائی ہیں وَلٰکِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّکَ اور لیکن یہ رحمت ہے آپ کے رب کی کہ آپ کو ان حالات سے آگاہ فرمایا ورنہ آپ حاضر و ناظر تو نہیں تھے یہ رحمت ہے آپ کے پروردگار کی طرف سے لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰھُمْ مِّنْ نَّذِیْرٍ مِّنْ قَبْلِکَ تاکہ آپ ڈرائیں ان لوگوں کو جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا کیونکہ عربوں کے پاس حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد طویل عرصے تک کوئی نبی نہیں آیا تقریباً ڈیڑھ ہزار سال تک۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضور خاتم النبیین ﷺ کو مبعوث فرمایا عرب بھی پہلے صحیح دین ابراہیمی پر تھے۔

عرب میں شرک کی ابتدا اور لفظ قوم کی تشریح :

آنحضرت ﷺ سے تقریباً پانچ سو سال پہلے قصی بن کلاب کے زمانے میں یہاں شرک کی ابتدا ہوئی اور اکثر لوگ مشرک ہو گئے۔ یہاں پر قوم کا لفظ خاص طور پر توجہ طلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ ایسی قوم کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ تو کیا آپ ﷺ صرف عربوں کے لیے مبعوث ہوئے ہیں؟

حضور ﷺ قومی نبی بھی ہیں اور عالمی بھی :

نہیں بلکہ آپ ﷺ کی دو حیثیتیں ہیں۔ پہلی حیثیت تو قومی نبی کی ہے کہ آپ ﷺ سرزمین عرب میں عربوں کے لیے مبعوث ہوئے اور دوسری حیثیت رسول عالمین کی ہے آپ ﷺ ساری کائنات کے لیے مبعوث ہوئے۔ چنانچہ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۰۸ میں ہے یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا ''اے لوگو! میں تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔'' اور سورۃ الانعام آیت نمبر ۹۳ میں ہے لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰی وَ مَنْ حَوْلَھَا ''تاکہ آپ مکے والوں اور اس کے اردگرد والوں کو ڈرائیں وَ مَنْ بَلَغَ اور ان لوگوں کو بھی جہاں تک یہ قرآن پہنچے۔'' مطلب یہ ہے کہ دنیا کے کونے کونے تک خدا کا یہ پیغام پہنچے گا۔'' تو اس لحاظ سے آپ ﷺ بین الاقوامی نبی ہیں تمام اقوام عالم کی سعادت آپ ﷺ سے وابستہ ہے۔ تو فرمایا تاکہ آپ ڈرائیں اس قوم کو کہ آپ سے پہلے ان کو ڈرانے والا کوئی نہیں آیا لَعَلَّھُمْ یَتَذَکَّرُوْنَ تاکہ وہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔ عرب کی طرف ڈیڑھ ہزار سال تک کوئی پیغمبر نہیں آیا اگر آخری پیغمبر کو بھی مبعوث نہ فرماتے اور پھر ان پر کوئی مصیبت آجاتی تو یہ لوگ فوراً کہہ دیتے کہ ہمارے پاس تو کوئی رسول ہی نہیں آیا جو ہمیں سیدھا راستہ دکھاتا اور ہم عذاب الٰہی سے بچ جاتے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آخری پیغمبر

بھیج کر ان کا منہ بند کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَوْلَا اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۢبِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ پہنچے ان کو مصیبت بہ سبب اس کے کہ آگے بھیجیں ان کے ہاتھوں نے برائیاں۔ اپنے ہاتھوں کی کمائی کی وجہ سے کبھی کوئی مصیبت پہنچتی فَيَقُوْلُوْا تو وہ کہیں گے رَبَّنَا لَوْلَا اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا اے ہمارے رب! کیوں نہیں بھیجا آپ نے ہماری طرف رسول فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ پس ہم پیروی کرتے آپ کی آیات کی وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اور ہو جاتے ایمان والوں میں سے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آخری پیغمبر بھیج کر ان کا یہ عذر ختم کر دیا تا کہ کل قیامت والے دن یہ نہ کہیں کہ ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا ہی نہیں آیا تھا ہمیں کفر و شرک سے آگاہ ہی کسی نے نہیں کیا ہمیں حق و باطل کا علم ہی نہیں تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آخری پیغمبر بھیج کر یہ سارے اعتراضات ختم کر دیئے۔

۞۞۞

فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَآ اُوْتِيَ مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى ؕ اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ۫ وَقَالُوْٓا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۹﴾ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ؕ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۰﴾ وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۱﴾ ؕ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ﴿۵۳﴾ اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۵۴﴾

فَلَمَّا جَآءَ هُمُ الْحَقُّ پس جب آیا ان کے پاس حق مِنْ عِنْدِنَا ہماری طرف سے قَالُوْا کہا ان لوگوں نے لَوْلَآ اُوْتِيَ کیوں نہیں دیئے گئے اس نبی کو مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى اس کے مثل جو دیئے گئے موسیٰ علیہ السلام کو معجزات اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا کیا اور انہوں نے انکار نہیں کیا بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى اس چیز کا جو دی گئی موسیٰ علیہ السلام کو مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے قَالُوْا کہا انہوں نے سِحْرٰنِ یہ

دونوں جادو ہیں تَظٰهَرَا ایک دوسرے کی تاکید کرتے ہیں وَقَالُوْٓا اور انہوں نے کہا اِنَّا بے شک ہم بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ ہر ایک کا انکار کرتے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ پس لاؤ تم کوئی کتاب مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی طرف سے هُوَ اَهْدٰى وہ زیادہ ہدایت والی ہو مِنْهُمَآ ان دونوں سے اَتَّبِعْهُ میں اس کی پیروی کروں گا اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر ہو تم سچے فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ پس اگر یہ قبول نہ کریں آپ کی بات کو فَاعْلَمْ پس آپ جان لیں اَنَّمَا پختہ بات ہے يَتَّبِعُوْنَ وہ پیروی کرتے ہیں اَهْوَآءَهُمْ اپنی خواہشات کی وَمَنْ اور کون ہے اَضَلُّ زیادہ گمراہ مِمَّنِ اس شخص سے اتَّبَعَ هَوٰىهُ جس نے پیروی کی اپنی خواہش کی بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ بغیر اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ لَا يَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ہدایت نہیں دیتا ظالم قوم کو وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق وَصَّلْنَا ہم نے لگاتار ملا دیا لَهُمُ الْقَوْلَ ان لوگوں کے لیے بات کو لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں اَلَّذِيْنَ وہ لوگ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ جن کو دی ہم نے کتاب مِنْ قَبْلِهٖ اس سے پہلے هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ وہ اس پر ایمان لاتے ہیں وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ اور جس وقت پڑھ کر سنایا جاتا ہے ان کو قَالُوْٓا وہ کہتے ہیں اٰمَنَّا بِهٖ ہم ایمان لائے اس پر اِنَّهُ الْحَقُّ بے شک یہ قرآن حق ہے مِنْ رَّبِّنَآ ہمارے رب کی طرف سے اِنَّا كُنَّا بے شک ہم تھے مِنْ قَبْلِهٖ اس سے پہلے مُسْلِمِيْنَ ماننے والے اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ یہ وہ لوگ

ہیں دیا جائے گا ان کو اَجْرَهُمْ ان کا اجر مَّرَّتَيْنِ دُہرا بِمَا صَبَرُوْا بہ سبب اس کے کہ انہوں نے صبر کیا وَ يَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ اور ٹالتے ہیں اچھائی کے ساتھ السَّيِّئَةَ برائی کو وَمِمَّا اور اس میں سے رَزَقْنٰهُمْ جو ہم نے ان کو روزی دی ہے يُنْفِقُوْنَ خرچ کرتے ہیں۔

اہل مکہ کی طرف حضور ﷺ کی بعثت اتمام حجت ہے :

کوئی یہ نہ کہے یعنی مکے والے یہ نہ کہیں کہ ہم تو ان پڑھ تھے ہمیں کوئی علم نہیں ہے کہ نیکی کیا ہے بدی کیا ہے حق کیا ہے باطل کیا ہے؟ ناسمجھ لوگ ہیں کدھر جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس بہانے کو ختم کرنے کے لیے آنخضرت ﷺ کو مبعوث فرمایا قرآن بھی ان کی زبان میں نازل فرمایا اور ساری حقیقت کو کھول دیا اور حقیقت ان پر واضح کر دی۔ انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ آنخضرت ﷺ کو تسلیم کر لیتے اور قرآن پاک جیسی کتاب کو مان لیتے مگر ہوا کیا ؟ وہ سنو! فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ پس جب آیا ان کے پاس حق، مکے والوں کے پاس حق آیا، عربوں کے پاس حق آیا، حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے مِنْ عِنْدِنَا ہماری طرف سے۔ یہ قرآن ہم نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل کیا تو جب ہماری طرف سے حق آگیا قَالُوْا کہا ان لوگوں نے لَوْلَآ اُوْتِيَ مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى کیوں نہیں دیئے گئے اس نبی کو معجزے اس جیسے جو دیئے گئے موسیٰ علیہ السلام کو۔ یہ بھی لاٹھی ڈالتا سانپ بن جاتی، گریبان میں ہاتھ ڈالے جو سورج کی طرح چمکے۔ اگر نبی ہے تو موسیٰ علیہ السلام جیسے معجزات دکھائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ اور کیا انہوں نے انکار نہیں کیا اس چیز کا جو دی گئی موسیٰ علیہ السلام کو جو معجزے موسیٰ علیہ السلام کو دیئے گئے اس سے پہلے انکار کرنے والوں نے کیا ان

کا انکار نہیں کیا۔ فرعون، ہامان اوران کی کابینہ کے سامنے موسیٰ علیہ السلام نے عصا مبارک ڈالا اژدہا بن گیا، ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا سورج کی طرح چمکنے لگ گیا۔ کیا انہوں نے مان لیا تسلیم کرلیا؟ تمہارے بھی نہ ماننے کے بہانے ہیں ورنہ چاند کے دوٹکڑے ہونے سے بڑی کون سی نشانی ہوسکتی ہے۔

چودھویں رات کا چاند تھا مکمل سر پر کھڑا تھا مکے والوں نے آکر آپ ﷺ کو کہا کہ اگر یہ چاند دوٹکڑے ہوجائے تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے چاند دوٹکڑے کردیا۔ اس طرح کہ ایک ٹکڑا مشرق کی طرف جبل ابوقبیس پر اور دوسرا مغرب کی طرف جبل قُیْقُعَان پر چلا گیا۔ ایک دوسرے سے پوچھتے تھے کہ تجھے بھی دوٹکڑے نظر آرہے ہیں؟ وہ کہتا ہاں! دوٹکڑے نظر آرہے ہیں۔ مگر ایک نے بھی ایمان قبول نہیں کیا اور کہنے لگے سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ [سورۃ القمر] ''بڑا مضبوط جادو ہے۔'' آنحضرت ﷺ کے بارے میں کہا کہ یہ بہت بڑا جادوگر ہے اس کے جادو کا اثر چاند پر بھی ہوگیا ہے۔

؎ خوئے بدرا بہانہ ہائے بسیار

بُری عادت والا ضدی آدمی کبھی صحیح بات نہیں مانتا۔ نہ ماننے کے لیے کیا شوشہ چھوڑا کہ اس کے ہاتھ سے اس طرح کے معجزے کیوں نہیں ظاہر ہورہے جیسے موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے ظاہر ہوئے تھے اس سے پہلے۔ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کیا انہوں نے انکار نہیں کیا اس چیز کا جو موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی اس سے پہلے قَالُوْا کہنے لگے سِحْرٰنِ تَظَاهَرَا یہ دونوں جادو ہیں ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں۔

لفظ سحران کی وضاحت :

سحران سے مراد قرآن پاک اور تورات ہے۔ قرآن بھی جادو ہے اور موسیٰ علیہ

السلام کو جو معجزات ملے تھے وہ بھی جادو تھے معاذ اللہ تعالیٰ۔ یہ قرآن تورات کی تائید کرتا ہے اور تورات قرآن کی تاکید کرتی ہے۔ کیونکہ مکے والے عربی تھے قرآن پاک کی فصاحت کو مانتے تھے قرآن پاک کے اثر کا تو انکار نہ کر سکے بجائے اس کے کہ اس کے اثر کو حق کا اثر سمجھتے جادو کا اثر کہہ کر ٹال دیا۔ تو ایک تفسیر یہ ہے کہ قرآن پاک کو اور تورات کو کہا کہ یہ جادو ہیں ایک دوسرے کی امداد کرتے ہیں اور یہی تفسیر راجح ہے کیوں کہ اگلی آیت اس کی تائید کرتی ہے قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ آپ کہہ دیں پس لاؤ تم اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتاب جو زیادہ ہدایت پر مشتمل ہو تورات اور قرآن سے میں اس کی پیروی کروں گا۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ سحران مصدر ہے اور معنیٰ میں ساحران کے ہے۔ پھر معنیٰ یہ ہو گا کہ انہوں نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت ﷺ دونوں جادوگر ہیں ایک دوسرے کی امداد کرتے ہیں تائید کرتے ہیں وَقَالُوْآ اور کہا انہوں نے اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ بے شک ہم ہر ایک کا انکار کرتے ہیں نہ قرآن کو مانتے ہیں نہ تورات کو مانتے ہیں۔

قرآن پاک کا اپنی سچائی پر چیلنج :

اللہ تعالیٰ نے فرمایا قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ آپ کہہ دیں پس لاؤ تم کوئی کتاب مگر اپنی طرف سے نہیں مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ وہ زیادہ ہدایت والی ہو ان دونوں سے۔ قرآن سے بھی اور تورات سے بھی اَتَّبِعْهُ میں اس کی پیروی کروں گا اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر ہو تم سچے تو لے آؤ کوئی کتاب فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ پس اگر یہ قبول نہ کریں آپ کی بات کو آپ کا یہ چیلنج قبول نہ کریں فَاعْلَمْ پس آپ جان لیں اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ پختہ بات ہے کہ وہ اپنی خواہشات

کی پیروی کرتے ہیں۔ یہ چیلنج کب وہ قبول کر سکتے تھے اور کب کوئی کتاب لاسکتا ہے؟ قرآن نے تو فیصلہ سنادیا کہ وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ [بقرۃ:۲۳] ''اور اگر ہو تم شک میں اس چیز کے بارے میں جو ہم نے نازل کیا ہے اپنے بندے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر پس لاؤ تم ایک سورت چھوٹی سی اس کے مثل اور بلالو اپنے مددگاروں کو اللہ تعالیٰ کے سوا اگر ہو تم سچے۔'' قرآن پاک کی تین سورتیں سب سے چھوٹی ہیں۔ سورۃ العصر سورۃ کوثر، سورۃ نصر۔ ہر ایک کی تین تین آیات ہیں تین آیات سے کم کوئی سورۃ نہیں ہے اسی لیے فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ ہر رکعت میں کم از کم تین آیات پڑھنی چاہئیں۔ اگر کسی نے تین آیات سے کم قرآن پڑھا تو اس کی رکعت صحیح نہیں ہوگی۔ یا ایک آیت لمبی ہو آیَةٌ طَوِیْلَةٌ جیسے تیسرے پارے میں قرآن پاک کی سب سے لمبی آیت ہے اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى [بقرۃ:۲۸۲] تو قرآن پاک کے مثل کوئی چھوٹی سی سورت لاؤ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَ لَنْ تَفْعَلُوْا ''پس اگر تم نہ کر سکو اور ہرگز نہیں کر سکو گے'' تو محض دعویٰ اور ضد سے تو کوئی مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ تو فرمایا کہ اگر یہ آپ کا چیلنج قبول نہ کریں تو جان لو یہ لوگ اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں وَمَنْ اَضَلُّ اور اس سے زیادہ گمراہ کون ہے مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ جو پیروی کرتا ہے اپنی خواہش کی بِغَیْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ بغیر اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے۔

خواہشات کو رب تعالیٰ کے احکامات کے مطابق پورا کرو :

جس خواہش کے پیچھے رب تعالیٰ کی ہدایت نہ ہو ایسی خواہش کی پیروی کرنے والے سے بڑا گمراہ کون ہے۔ رب تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق کون سی خواہش ہوگی؟ دیکھو

اللہ تعالیٰ نے خواہشات تو انسان میں پیدا فرمائی ہیں پانی پینے کی خواہش ہے، روٹی کھانے کی خواہش ہے، جنسی خواہشات ہیں اور بہت سی خواہشات ہیں مگر ان خواہشات کو رب تعالیٰ کے احکامات کے مطابق پورا کرو۔ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے کُلُوْا وَاشْرَبُوْا ''کھاؤ پیو وَلَا تُسْرِفُوْا اور اسراف نہ کرو۔'' [اعراف:۳۱] اور جنسی خواہش کو پورا کرو نکاح کے ساتھ فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ [النساء:۳] ''پس تم نکاح کر لو ان سے جو تم کو پسند ہوں عورتوں میں سے۔'' تو خواہشات کو شریعت کے حکم کے مطابق پورا کرو۔ اور ایسی خواہشات جو اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے بغیر پوری کی جائیں مثلاً شراب پینا، حرام کھانا، خنزیر کھانا، چوری کرنا، ڈاکا ڈالنا بُرے کام کرنا، ایسی خواہشات کی پیروی کرنے والا سب سے زیادہ گمراہ ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ بے شک اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا ظالم قوم کو۔ جبراً دے سکتا ہے قادر مطلق ہے مگر اس کا ضابطہ ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ [سورۃ الکہف] ''پس جس کا جی چاہے خوشی سے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے مرضی سے۔'' اللہ تعالیٰ جبر کسی پر نہیں کرتا اتنا ہر ایک کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے۔ انسان جس چیز کا ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو توفیق دے دیتا ہے۔ جو سیدھے راستے پر چلنے کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس کی توفیق دے دے گا اور جو غلط راستے پر چلنے کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اسے اس کی توفیق دے دے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ اور البتہ تحقیق ہم نے لگا تار ملا دیا ان لوگوں کے لیے بات کو وَصَلَ يَصِلُ کا معنیٰ ہے ملنا، وصال مشہور لفظ ہے۔ اور وَصَّلَ يُوَصِّلُ باب تفعیل ہے اس کا معنیٰ ہے ملانا۔ مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے ان لوگوں کے لیے بات ملائی۔ اصل میں یہ ایک سوال کا جواب ہے۔

کیا جن جماعتوں کو ہلاک کیا ان کے پاس پیغمبر نہیں آئے :

سوال یہ ہے کہ جن جماعتوں کو ہلاک کیا گیا ہے کیا ان کے پاس پیغمبر نہیں آئے وحی نہیں آئی ؟ بس ان کو بے خبری ہی میں ہلاک کر دیا گیا ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا نہیں ہوا بلکہ ایک پیغمبر آیا اس پر وحی نازل ہوئی پھر دوسرا پیغمبر آیا اس پر وحی نازل ہوئی پھر تیسرا پیغمبر آیا اس پر وحی نازل ہوئی ۔ اب لازمی معنٰی کرتے ہیں کہ ہم نے ان کے لیے بات بیان کر دی پیغمبر لگا تار آتے رہے حق بیان کرتے رہے یہاں تک کہ آخری پیغمبر آنحضرت ﷺ تشریف لائے ۔ اب آپ ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا اور آپ ﷺ کا کام اللہ تعالیٰ امت کے کندھوں پر ڈال دیا ہے کُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ [آل عمران: ۱۱۰] ''تم سب امتوں سے بہتر امت ہو تمہیں لوگوں کے لیے پیدا کیا گیا ہے، تمہارا کام کیا ہے، نیکی کا حکم دیتے ہو اور بُرائی سے منع کرتے ہو۔'' الحمد للہ! اس امت نے آپ کے دین کی صحیح حفاظت کی ہے ۔ گو لوگوں نے بدعات گھڑی ہیں ، رسومات گھڑی ہیں ، رواجات میں پڑے ہیں مگر ان تمام خرافات کے باوجود اس وقت بھی اسلام اپنی اصل شکل میں موجود ہے اور قیامت تک رہے گا ان شاء اللہ تعالیٰ ۔ کوئی باطل فرقہ اسلام کو گڈ مڈ نہیں کر سکتا ۔ تو فرمایا البتہ تحقیق ہم نے لگا تار ملا دیا ان لوگوں کے لیے بات کو لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ تاکہ وہ لوگ نصیحت حاصل کریں اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وہ لوگ جن کو ہم نے دی کتاب ، تورات ، زبور ، انجیل مِنْ قَبْلِهٖ اس قرآن سے پہلے هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ وہ اس پر ایمان لاتے ہیں ۔ جو صحیح معنٰی میں تورات ، انجیل ، زبور پر ایمان لاتے ہیں اور اہل انصاف ہیں جیسے عبد اللہ بن سلام ، حضرت ثعلبہ ، حضرت اسد ، حضرت اُسید ، حضرت بنیامین ؓ یہ پہلے یہودی تھے قرآن

پاک آیا ان لوگوں نے فوراً حق کو قبول کرلیا۔ اور حضرت تمیم داری، عدی بن حاتم اور عدی بن بدّآء ﷺ پہلے عیسائی تھے حضرت سلمان فارسی ﷺ بھی عیسائی تھے جس وقت انہوں نے حق کو سنا فوراً قبول کرلیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِذَا یُتْلٰی عَلَیْهِمْ اور جس وقت ان کو پڑھ کر سنایا جاتا ہے قرآن۔ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ وہ جو حق پرست ہیں اہل کتاب میں سے وہ کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے کیوں؟ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ بے شک یہ قرآن حق ہے ہمارے رب کی طرف سے آیا ہے اِنَّا کُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِیْنَ بے شک ہم تھے اس قرآن کے نازل ہونے سے پہلے ماننے والے۔ پہلی کتابوں میں ذکر تھا کہ نبی آخر الزمان تشریف لائیں گے ان پر کتاب نازل ہوگی۔ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۵۷ میں ہے اَلَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰاةِ وَالْاِنْجِیْلِ ''یہ وہ نبی ہے جس کو وہ پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے پاس تورات اور انجیل میں۔'' تو ان میں سے جو اہل انصاف تھے وہ قرآن پر فوراً ایمان لائے کہ یہ ہمارے رب کی طرف سے ہے اُولٰٓئِکَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَیْنِ یہی وہ لوگ ہیں ان کو دیا جائے گا اجر دُہرا بِمَا صَبَرُوْا بسبب اس کے کہ انہوں نے صبر کیا۔ پہلے وہ سابقہ دین پر ایمان رکھتے تھے پھر جب آخری پیغمبر تشریف لائے تو اس پر ایمان لائے اس پر نازل ہونے والی کتاب کو مانا جس کی وجہ سے انہیں طرح طرح کی تکلیفیں اٹھانی پڑیں مگر انہوں نے صبر واستقامت کا دامن نہیں چھوڑا۔ اس لیے یہ لوگ دُہرے اجر کے مستحق ہیں۔

اہل کتاب کے لیے دُہرا اجر:

حدیث پاک میں آتا ہے اور قرآن پاک کی یہ آیت کریمہ بھی اس پر دلالت کررہی ہے کہ اہل کتاب میں سے جو آنحضرت ﷺ پر ایمان لائے گا اس کو ڈبل اجر ملے گا۔ اگر کسی

نیکی پر دوسروں کو دس نیکیاں ملتی ہیں تو ان کو بیس ملیں گی اگر دوسروں کو سات سو ملتی ہیں تو ان کو چودہ سو ملیں گی۔ فرمایا وَ يَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اور ٹالتے ہیں اچھائی کے ساتھ برائی کو وہ برائی کا بدلہ برائی کے ساتھ نہیں دیتے بھلائی کے ساتھ دیتے ہیں۔ کوئی ان کو گالیاں دیتا ہے تو وہ ان کو دعائیں دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتے ہیں کہ پروردگار ان گالیوں کو ہمارے گناہوں کا کفارہ بنا دے اور اے گالی دینے والے اللہ تعالیٰ تجھے ہدایت عطا فرمائے۔ اور ان میں یہ خوبی بھی ہے وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ اور اس میں سے جو ہم نے ان کو رزق دیا ہے خرچ کرتے ہیں۔

وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا

عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ٘ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ٘ لَا نَبْتَغِی الْجٰهِلِيْنَ ﴿۵۵﴾ اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِیْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا ؕ اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰۤى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَیْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۭ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ؕ وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۵۸﴾ وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِیْۤ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِی الْقُرٰۤى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَمَاۤ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع

وَ اِذَا سَمِعُوا اورجس وقت وہ سنتے ہیں اللَّغْوَ بے ہودہ چیز اَعْرَضُوْا عَنْهُ تو اعراض کرتے ہیں اس سے وَقَالُوْا اور کہتے ہیں لَنَا اَعْمَالُنَا ہمارے لیے ہمارے اعمال وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ اور تمہارے لیے تمہارے اعمال سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ سلامتی ہو تم پر لَا نَبْتَغِی الْجٰهِلِيْنَ ہم نہیں الجھتے جاہلوں کے ساتھ

اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ بے شک آپ ہدایت نہیں دے سکتے مَنْ اَحْبَبْتَ جس کے ساتھ آپ کی محبت ہے وَلٰـکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ اور لیکن اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے مَنْ یَّشَآءُ جس کو چاہتا ہے وَ ھُوَ اَعْلَمُ اور وہ خوب جانتا ہے بِالْمُھْتَدِیْنَ ہدایت پانے والوں کو وَقَالُوْآ اور انہوں نے کہا اِنْ نَّتَّبِعِ الْھُدٰی اگر ہم پیروی کریں ہدایت کی مَعَکَ آپ کے ساتھ نُتَخَطَّفْ ہم اچک لیے جائیں مِنْ اَرْضِنَا اپنی زمین سے اَوَلَمْ نُمَکِّنْ لَّھُمْ کیا اور ہم نے قدرت نہیں دی ان کو حَرَمًا حرم میں اٰمِنًا جو امن والا ہے یُّجْبٰی اِلَیْہِ کھینچ کر لائے جاتے ہیں اس کی طرف ثَمَرٰتُ کُلِّ شَیْءٍ ہر چیز کا پھل رِزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا رزق ہماری طرف سے وَلٰـکِنَّ اَکْثَرَھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ اور لیکن اکثر ان کے نہیں جانتے وَکَمْ اَھْلَکْنَا اور کتنی ہلاک کیں ہم نے مِنْ قَرْیَۃٍ بستیاں بَطِرَتْ جو اترا گئی تھیں مَعِیْشَتَھَا اپنی زندگی میں فَتِلْکَ مَسٰکِنُھُمْ پس یہ ان کے مکانات ہیں لَمْ تُسْکَنْ مِّنْ بَعْدِھِمْ نہیں بسائے گئے ان کے بعد اِلَّا قَلِیْلًا مگر بہت تھوڑے وَکُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِیْنَ اور ہم ہی وارث ہیں وَمَا کَانَ رَبُّکَ اور نہیں ہے آپ کا رب مُھْلِکَ الْقُرٰی بستیوں کو ہلاک کرنے والا حَتّٰی یَبْعَثَ یہاں تک کہ بھیج دے فِیْٓ اُمِّھَا ان بستیوں کی مرکزی بستی مین رَسُوْلًا رسول یَّتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِنَا جو تلاوت کرے ان پر ہماری آیتیں وَمَا کُنَّا مُھْلِکِی الْقُرٰٓی اور نہیں ہیں ہم ہلاک کرنے والے بستیوں کو اِلَّا مگر وَاَھْلُھَا

ظٰلِمُوْنَ اس حال میں کہ ان کے باشندے ظالم ہوتے ہیں وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ اور جو چیز تم کو دی گئی ہے فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا پس یہ دنیا کی زندگی کا سامان ہے وَزِيْنَتُهَا اور دنیا کی زینت وَمَا عِنْدَاللّٰهِ اور وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے خَيْرٌ بہت بہتر ہے وَّ اَبْقٰى اور بہت پائیدار ہے اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا پس تم نہیں سمجھتے۔

نیک دل اہل کتاب کی تیسری خوبی :

اس سے پہلے ان نیک دل اہل کتاب کا ذکر تھا کہ جو قرآن پاک پر بھی ایمان لائے ہیں اور ان کی خوبیاں بیان فرمائی کہ وہ لوگ برائی کا بدلہ بھلائی کے ساتھ ٹالتے ہیں۔ دوسری خوبی یہ بیان فرمائی کہ ہم نے جو ان کو رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ ان کی تیسری خوبی کا ذکر ہے۔ فرمایا وَ اِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اور جب وہ سنتے ہیں بے ہودہ چیز اَعْرَضُوْا عَنْهُ تو اس سے اعراض کرتے ہیں۔ بے ہودہ چیز کسے کہتے ہیں؟ تو اس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو شریعت کے خلاف ہو وہ بے ہودہ ہے۔ شریعت کے خلاف کوئی بات کرے تو وہ نہیں سنتے اعراض کرتے ہیں۔ اور ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ اگر ان کو کوئی گالی دے بُرا بھلا کہے تو وہ اس کا جواب نہیں دیتے معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتے ہیں۔ اگر یہ بھی اسی طرح کا جواب دیں تو پھر ان میں اور گالی دینے والے میں کوئی فرق نہیں رہے گا اور یہ بات قرآن پاک سے ثابت ہے۔ مشرک کافر منہ پھٹ قسم کے لوگ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کے سامنے ان کو کہتے تھے کہ تم شاعر ہو، پاگل ہو، ساحر ہو، کذاب ہو، مفتری ہو، تم پر جادو کیا ہوا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے ان کو کوئی جواب نہیں دیا کہ مجھے پاگل کہنے والو تم خود پاگل ہو تم خود جھوٹے ہو۔ تو فرمایا کہ جب وہ بے ہودہ بات کو سنتے

ہیں تو اس کا جواب نہیں دیتے وَقَالُوْا اور کہتے ہیں لَنَا اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ہمارے لیے ہمارے اعمال اور تمہارے لیے تمہارے اعمال۔ جھگڑنے کی کیا ضرورت ہے سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ سلامتی ہو تم پر ہم تمہیں گالیاں نہیں دیں گے تمہاری کسی خیانت کا جواب نہیں دیں گے۔ کیوں؟ لَا نَبْتَغِی الْجٰهِلِيْنَ ہم نہیں الجھتے جاہلوں کے ساتھ۔ جاہل کی مثال باؤلے کتے کی ہے۔ اب اگر کتا کسی کو کاٹ لے تو وہ یہ کہے کہ میں نے بدلہ لینا ہے اور سارا دن کتے کی تلاش میں پھرتا رہے یہ کوئی انسانیت ہے۔

ہدایت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں :

آگے رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہدایت رب تعالیٰ کے قبضے میں ہے مخلوق میں سے کسی کے پاس ہدایت نہیں ہے چاہے وہ کتنی بڑی ہستی ہی کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں آنحضرت ﷺ سے بڑھ کر کوئی ہستی نہیں ہے لیکن آپ ﷺ اپنے خدمت گار چچا عبد مناف ابو طالب اس کی کنیت تھی کو ہدایت نہیں دے سکے۔ آپ ﷺ کی عمر مبارک آٹھ سال کی تھی یا بارہ سال کی تھی تاریخ میں اختلاف ہے کہ جب آپ ﷺ کے دادا جان کا انتقال ہوا ہے بعض تاریخ کی کتابیں آٹھ سال بتاتی ہیں اور بعض بارہ سال بتاتی ہیں بارہ سال کی عمر سے لے کر پچاس سال کی عمر تک ابو طالب نے جس انداز سے آپ کی خدمت کی ہے تاریخ اس کی نظیر نہیں پیش کر سکتی کہ کسی چچا نے نظریات کے اختلاف کے باوجود اتنی خدمت کی ہو۔ آنحضرت ﷺ قلبی طور پر چاہتے تھے کہ میرے چچا کو ایمان نصیب ہو جائے مگر ان کے جو ساتھی تھے وہ قبیلے کے بڑے سرکردہ لوگ تھے۔ ابو جہل، عتبہ، شیبہ ولید بن عتبہ، ولید بن مغیرہ۔ یہ ان کی سوسائٹی سے نکل نہیں سکے۔ برا ساتھ بھی برا ہوتا ہے، بری مجلس بھی بری مجلس ہوتی ہے۔

بخاری شریف اور مسلم شریف میں روایت ہے کہ ابو طالب بیمار ہوا بہ ظاہر نظر آ رہا تھا کہ بچنا مشکل ہے۔ آنحضرت ﷺ تشریف لے گئے ابو جہل ابن قمیہ وغیرہ بھی ذہیں تھے۔ آنحضرت ﷺ نے خیال فرمایا کہ یہ لوگ اٹھ کر چلے جائیں تو میں کچھ کہوں۔ ابو جہل بڑا تیز طرار آدمی تھا اس کو معلوم تھا کہ اس نے مرتے ہوئے بھی چچا کو کلمہ پڑھانے کی کوشش کرنی ہے، نہیں اٹھا سارے کام چھوڑ کر بیٹھا رہا۔ تو آپ ﷺ نے اس کے سامنے فرمایا یَا عَمِّیْ قُلْ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ ''چچا جی کلمہ پڑھ لیں۔'' تا کہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کچھ کہنے والا ہو جاؤں۔ ابو طالب نے اس وقت ایک لمبا چوڑا قصیدہ بھی پڑھا اور بخاری شریف میں یہ لفظ آتے ہیں کہ اگر مجھے اپنے گروہ سے عار کا خیال نہ ہوتو اَقْـــرَرْتُ عَیْنَیْکَ آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کر دیتا مگر میرے ساتھی کہیں گے کہ مرتے وقت ہمارے ساتھ غداری کی ہے۔ حافظ ابن کثیر وغیرہ نے یہ الفاظ بھی نقل کیے ہیں وَلَقَدْ عَلِمْتُ بِاَنَّ دِیْنِ مُحَمَّدٍ مِنْ خَیْرِ اَدْیَانِ الْبَرِیَّةِ ''میں جانتا ہوں کہ محمد ﷺ کا دین تمام دینوں سے اچھا ہے۔'' مگر مجھے اس سے شرم آتی ہے کہ میری برادری میرے ساتھی کہیں گے کہ مرتے وقت کلمہ پڑھ گیا۔ جس وقت یہ لفظ کہے لَا قَـرَرْتُ عَیْنَیْکَ آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کرتا ابو جہل یہ سمجھا کہ یہ تو نرم ہو گیا ہے تو یہ لفظ کہے یَـا غُـدْرُ اَتَتْرُکُ مِلَّةَ اَبِیْکَ ''اے غدار مرتے وقت اپنے باپ کا دین چھوڑنا چاہتا ہے ہمارے ساتھ بات کرو۔ اور اپنی طرف کھینچا۔'' بخاری اور مسلم کی روایت میں ہے اَبٰی اَنْ یَّقُوْلَ لَا اِلٰـهَ اِلَّا الـلّٰـه ''لا الٰہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا۔'' اس کے بعد آپ ﷺ وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے۔ ابو داؤد شریف کی روایت ہے کہا حضرت! اِنَّ عَـمَّکَ الشَّیْخَ الضَّالَّ قَدْ مَاتَ ''بے شک آپ کا

چچا بوڑھا گمراہ مرگیا ہے مجھے بتلاؤ میں کیا کروں۔'' کفن، قبر، دفن ان میں شرکت کروں یا نہ کروں؟ آپ نے فرمایا اِذْهَبْ فَوَارِ اَبَاکَ ''جاؤ اپنے باپ کو دفن کرو۔'' لیکن آنحضرت ﷺ نے شرکت نہیں کی۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد نازل ہوا اِنَّکَ لَا تَهْدِیْ بے شک آپ اے محمد ﷺ! ہدایت نہیں دے سکتے مَنْ اس کو اَحْبَبْتَ جس کے ساتھ آپ کی محبت ہے۔ ہدایت دینا آپ کا کام نہیں ہے وَلٰکِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اور لیکن اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ وہ ہدایت کس کو دیتا ہے؟ وَیَهْدِیْ اِلَیْهِ مَنْ اَنَابَ [رعد:۲۷] ''اور ہدایت دیتا ہے اپنی طرف اس کو جو رجوع کرتا ہے اور دوسری جگہ مَنْ یُّنِیْبُ کے لفظ ہیں جو اس کی طرف رجوع کرے گا۔ طالب کو ہدایت دیتا ہے زبردستی کسی کو ہدایت نہیں دیتا۔ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت حاصل کرنے والوں کو وَقَالُوْٓا اور کہا مکے کے مشرکوں نے بات ٹالنے کے لیے اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰی مَعَکَ اگر ہم پیروی کریں ہدایت کی جو آپ کے پاس ہے آپ جو ہدایت لے کر آئے ہیں اس کی پیروی کرتے ہیں نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا تو ہم اچک لیے جائیں گے اپنی زمین سے۔ آپ سچے ہیں آپ کا رستہ صحیح ہے مگر ہمیں یہ خدشہ ہے کہ اگر ہم آپ کی پیروی کرتے ہیں تو لوگ ہمیں اٹھا کر لے جائیں گے اور قتل کر دیں گے۔ یہ انہوں نے شوشہ چھوڑا۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَوَلَمْ نُمَکِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا کیا ہم نے ان کو قدرت نہیں دی حرم میں ان کو ٹھکانا نہیں دیا جو امن والا ہے۔

مقامِ حرم :

حرم کی حدود میں لوگ زمانہ جاہلیت میں بھی قتل و غارت، لڑائی جھگڑا، چوری، ڈاکا،

بدمعاشی سے سختی کے ساتھ گریز کرتے تھے۔ حرم کی برکت سے ان کو بھی کوئی خطرہ نہیں ہوتا تھا۔ یہاں کون کسی کو چھیڑے گا اور یہ حرم وہ ہے یُجْبٰٓی اِلَیْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَیْءٍ کھینچ کر لائے جاتے ہیں اس کی طرف ہر قسم کے پھل۔ ہر قسم کے پھل وہاں پہنچائے جاتے ہیں رِزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا رزق ہماری طرف سے۔ مکہ مکرمہ میں خوراک اور پھلوں کی فراوانی اُس دور میں بھی اسی طرح ہوتی تھی جس دور میں موجودہ اسباب نہیں تھے۔ آج تو خیر بڑے اسباب ہیں دور دراز سے پھل وغیرہ پہنچتے ہیں لاکھوں کی تعداد میں حجاج ہوتے ہیں ہر ایک کی ضرورت پوری ہوتی ہے بلکہ وہ تھوڑی چیز تو دیتے بھی نہیں آپ کسی دکان دار سے کہیں مجھے ایک کیلا دے دے، ایک سنگترہ دے دو، ایک مسمی دے دو، نہیں دے گا۔ کلو آدھا کلو دے گا کم پر اصرار کرو تو کہتے ہیں یَلاَّ بھاگ جا۔ پھر ہر ملک کا اور ہر قسم کا پھل وہاں موجود ہوتا ہے۔

تو فرمایا کہ ہر قسم کا پھل وہاں پہنچتا ہے۔ شہر امن والا ہے خطرہ کس بات کا ہے؟ مگر خاموش تو دنیا میں کوئی نہیں رہتا۔ تو یہ ان کا بہانہ تھا کہ آپ ﷺ واقعی ہدایت پر ہیں ہم اس ہدایت کو قبول کر لیتے مگر ہمیں یہ خدشہ ہے کہ ہمارے مخالف ہمیں یہاں سے اٹھا کر ماردیں گے رب تعالیٰ نے جواب دیا کہ غلط بات ہے رب تعالیٰ تمہیں ہر قسم کا پھل پہنچاتا ہے اور امن والے شہر میں تمہیں ٹھکانا دیا ہے وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ اور لیکن اکثر ان کے نہیں جانتے۔ نہ جاننے کا مطلب یہ ہے کہ مانتے نہیں ہیں۔ عقل تو رب تعالیٰ نے سب کو دی ہے اگر کوئی خوشی سے نہ مانے تو رب تعالیٰ زبردستی نہیں منواتا وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اور کتنی ہم نے ہلاک کیں بستیاں بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا جو اِترا گئیں اپنی معیشت پر تکبر میں آگئی تھیں اپنی زندگی میں۔ انسان کو انسان نہیں سمجھتے تھے ہم نے ان بستیوں کو تباہ

کردیا فَتِلْکَ مَسٰکِنُھُمْ لَمْ تُسْکَنْ مِّنْۢ بَعْدِھِمْ اِلَّا قَلِیْلًا پس یہ ان کے مکانات ہیں نہیں بسائے گئے ان کے بعد مگر بہت تھوڑے۔اس وقت بھی حجر کے علاقے میں جہاں ثمود قوم رہتی تھی اور ان کی طرف حضرت صالح علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے چٹانوں میں بنے ہوئے بڑے بڑے مکانات موجود ہیں لیکن ان میں بسنے والا کوئی نہیں ہے۔

ہمارے کچھ ساتھی مدینہ یونیورسٹی میں پڑھتے رہے۔ مولوی عقیل صاحب نصرة العلوم میں مدرس بھی رہے ہیں۔انہوں نے بتایا کہ ہم نے ارادہ کیا حجر کے علاقہ کو دیکھنے کا۔ہم وہاں پہنچے تو ایک چرواہے نے ہمیں دیکھ کر کہا کہ تم کہاں جانا چاہتے ہو؟ ہم نے کہا کہ حجر کا علاقہ دیکھنا چاہتے ہیں۔اس نے کہا لَا تَذْھَبُوْا لَا تَذْھَبُوْا وہاں نہ جاؤ نہ جاؤ ھِنَا ھَلَاکٌ وہاں خدا کا عذاب آیا تھا۔کہتے ہیں ہم وہاں پہنچے۔دوسو چٹانوں میں ہم نے مکان بنے ہوئے دیکھے لیکن وہاں رہنے والا کوئی نہیں ہے۔

وَکُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِیْنَ اور ہم ہی وارث ہیں۔آگے اللہ تعالیٰ نے ہلاک کرنے کا ضابطہ بیان فرمایا ہے کہ ہم کب ہلاک کرتے ہیں۔فرمایا وَمَا کَانَ رَبُّکَ مُھْلِکَ الْقُرٰی حَتّٰی یَبْعَثَ فِیْٓ اُمِّھَا رَسُوْلًا اور نہیں ہے آپ کا رب بستیوں کو ہلاک کرنے والا یہاں تک کہ بھیجتا ہے مرکزی بستی میں رسول۔اُمٌّ کے معنٰی ماں کے ہیں۔ماں اولاد کے لیے منبع ہوتی ہیں تو مراد مرکزی بستی ہے یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِنَا پڑھ کر سنائے ان کو ہماری آیتیں تاکہ وہ بے خبری میں نہ رہیں۔یہ سلسلہ نبوت کا آنحضرت ﷺ تک چلتا رہا جب آنحضرت ﷺ تشریف لائے تو اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی نبوت ختم کردی اور فرمایا مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ [احزاب:۴۰]

آپ ﷺ کے بعد کسی نبی کے پیدا ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ فرمایا وَمَا کُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ اور نہیں ہیں ہم ہلاک کرنے والے بستیوں کو مگر اس حال میں کہ اس کے باشندے ظالم ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہلاک کرتا ہے مگر انسان کا مزاج اور طبیعت ہے کہ اپنی غلطی کو تسلیم نہیں کرتا۔

پچھلے دنوں راولپنڈی والوں پر قلتِ ماء کا عذاب آیا پانی کو ترس گئے اور اب پانی اتنا زیادہ آیا کہ اس کو سنبھال نہیں سکتے آدمی اس میں مر رہے ہیں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب ہے مگر لوگ ٹس سے مس نہیں ہوتے کہ تسلیم کریں کہ ہمارا بھی کوئی قصور ہے۔ ہاں اگر زیادہ تنگ ہو جائیں تو اذانیں دینا شروع کر دیتے ہیں وہ بھی ظاہری طور پر اندر کا انقلاب نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے دنیا پر غرور کرنے والو! وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ جو چیز بھی تمہیں دی گئی ہے کسی شے سے دنیاوی چیزوں میں سے فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا پس یہ دنیا کی زندگی کا سامان ہے وَزِيْنَتُهَا اور یہ دنیا کی زینت ہے۔ کیا مکان، کوٹھیاں، باغات، کارخانے، دکانیں، سواریاں، یہ سب دنیا کی چیزیں ہیں اور یاد رکھو! وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى اور جو چیزیں اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں جنت میں وہ بہتر ہیں اور بہت پائیدار ہیں (دائمی ہیں۔) دنیا کی کوئی چیز ہمیشہ رہنے والی نہیں ہے اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا پس تم نہیں سمجھتے کیا فرق ہے پائیدار اور ناپائیدار میں۔ اچھی اور بری کا فرق نہیں سمجھتے۔ دنیا میں غافل ہو کر نہ رہو آخرت کی فکر کرو۔ رب تعالیٰ سب کو فکر آخرت نصیب فرمائے۔

اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿٦١﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿٦٢﴾ قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا ۚ اَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا غَوَيْنَا ۚ تَبَرَّاْنَآ اِلَيْكَ ۫ مَا كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ ﴿٦٣﴾ وَقِيْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَرَاَوُا الْعَذَابَ ۚ لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَهْتَدُوْنَ ﴿٦٤﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٦٥﴾ فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْۢبَآءُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿٦٦﴾ فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ ﴿٦٧﴾ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ؕ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٨﴾

اَفَمَنْ کیا پس وہ شخص وَّعَدْنٰهُ جس کے ساتھ ہم نے وعدہ کیا ہے وَعْدًا حَسَنًا وعدہ اچھا فَهُوَ لَاقِيْهِ پس وہ اس وعدے کو ملنے والا ہے كَمَنْ یہ اس شخص کی طرح ہو جائے گا مَّتَّعْنٰهُ جس کو ہم نے فائدہ پہنچایا ہے مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فائدہ دنیا کی زندگی کا ثُمَّ هُوَ پھر وہ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت والے دن مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ان لوگوں میں سے ہوگا جو حاضر کیے جائیں گے دوزخ

میں وَ یَومَ یُنَادِیہِم اور جس دن پکارے گا ان کو اللہ تعالیٰ فَیَقُولُ پس وہ فرمائے گا اَینَ شُرَکَآءِ یَ الَّذِینَ کہاں ہیں میرے وہ شریک کُنتُم تَزعُمُونَ جن کے بارے میں تم گمان کرتے تھے قَالَ الَّذِینَ کہیں گے وہ لوگ حَقَّ عَلَیہِمُ القَولُ جن پر لازم ہوچکی ہوگی بات رَبَّنَا اے ہمارے رب ہٰٓؤُلَآءِ الَّذِینَ یہ وہ لوگ ہیں اَغوَینَا جن کو ہم نے گمراہ کیا اَغوَینٰہُم کَمَا غَوَینَا ہم نے ان کو گمراہ کیا جیسے ہم خود گمراہ ہوئے تَبَرَّاْنَآ اِلَیکَ ہم بے زاری کا اعلان کرتے ہیں آپ کے سامنے مَا کَانُوٓا اِیَّانَا یَعبُدُونَ یہ ہماری عبادت نہیں کرتے تھے وَ قِیلَ اور کہا جائے گا اُدعُوا شُرَکَآءَ کُم بلاؤ اپنے شریکوں کو فَدَعَوهُم پس وہ ان کو بلائیں گے فَلَم یَستَجِیبُوا لَهُم پس وہ قبول نہیں کریں گے ان کی پکار کو وَرَاَوُا العَذَابَ اور وہ دیکھیں گے عذاب کو لَو اَنَّهُم کَانُوا یَهتَدُونَ کاش کہ وہ ہدایت یافتہ ہوتے وَ یَومَ یُنَادِیہِم اور جس دن اللہ تعالیٰ ان کو پکارے گا فَیَقُولُ پھر فرمائے گا مَاذَآ اَجَبتُمُ المُرسَلِینَ کیا جواب دیا تم نے بھیجے ہوؤں کو فَعَمِیَت عَلَیہِمُ الاَنبَآءُ پس تاریک ہو جائیں گی ان پر خبریں یَومَئِذٍ اس دن فَهُم لَا یَتَسَآءَ لُونَ پس وہ ایک دوسرے سے نہیں پوچھ سکیں گے فَاَمَّا مَن تَابَ پس بہرحال وہ جس نے توبہ کی وَاٰمَنَ اور ایمان لایا وَ عَمِلَ صَالِحًا اور عمل کیا اچھا فَعَسٰٓی اَن یَّکُونَ مِنَ المُفلِحِینَ پس قریب ہے کہ یہ ہوگا فلاح پانے والوں میں سے وَ رَبُّکَ

يَخْلُقُ اورآپ کارب ہی پیدا کرتا ہے مَا يَشَآءُ جوچاہے وَ يَخْتَارُ اوروہی اختیار رکھتا ہے مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ نہیں ہے ان لوگوں کے لیے کوئی اختیار سُبْحٰنَ اللّٰهِ پاک ہے اللہ تعالیٰ کی ذات وَ تَعٰلٰى اور بلند ہے عَمَّا يُشْرِكُوْنَ اس چیز سے جو وہ شرک کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی رضا حضور ﷺ کی پیروی میں ہے :

اس سے پہلی آیت میں فرمایا وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ اور جو کچھ تمہیں دیا گیا ہے وہ دنیا کی زندگی کا سامان اور دنیا کی زینت ہے وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ بہت بہتر ہے اور پائیدار ہے اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا تم اتنی موٹی بات بھی نہیں سمجھتے کہ فانی اور عارضی شے کیا ہوتی ہے اور پائیدار اور دائمی شے کیا ہوتی ہے۔ اور یہ بات بھی سمجھ لو اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا کیا پس وہ شخص جس کے ساتھ ہم نے وعدہ کیا ہے اچھا وعدہ کہ جو شخص ایمان لائے اور نیک عمل کرے، اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی کرے، آنحضرت ﷺ کی سنت کی پیروی کرے حق کو حق اور باطل کو باطل سمجھے تو ایسے شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے رضا کا کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوگا اور اس کو جنت میں داخل کرے گا فَهُوَ لَاقِيْهِ پس وہ شخص اس اچھے وعدے کو ملنے والا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے بڑھ کر وعدے کو پورا کرنے والا اور کون ہے؟ تو کیا یہ شخص اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ اس شخص کی مثل ہو سکتا ہے کہ ہم نے اس کو فائدہ دیا مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فائدہ دنیا کی زندگی کا۔ دنیا کی زندگی کا سامان دیا ثُمَّ هُوَ پھر وہ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ قیامت والے دن ان لوگوں میں سے ہوگا جو قیامت والے دن گرفتار کر کے حاضر کیے جائیں گے دوزخ میں۔ کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔

دنیا کی زندگی ایک افسانہ :

دنیا کی زندگی افسانے کی طرح بے حقیقت ہے۔ مجرم کی عیش وعشرت اور موج میلے کو تم اس مثال سے سمجھو کہ ایک آدمی مجرم ہے چور، ڈاکو، قاتل ہے پولیس اس کو گرفتار کرنے کے لیے اس کو تلاش کر رہی ہے چھاپے مار رہی ہے وہ رات کو سویا اور اس نے خواب دیکھا کہ وہ بادشاہ بن گیا ہے اور تخت پر بیٹھا ہے اور شاہی تاج اس کے سر پر رکھا ہوا ہے اور نوکر چاکر اس کے آگے پیچھے پھر رہے ہیں عمدہ قسم کے کھانے اس کو مل رہے ہیں اسی عالم عشرت میں یک دم اس کی آنکھ کھلی اور اس نے دیکھا کہ پولیس سر پر کھڑی ہے وہ گرفتار کر کے لے گئے اور چھترول شروع کر دی۔ تو اس کے خواب کی کیا حیثیت ہو گی؟ یہی حال ہے اس آدمی کا کہ وہ مجرم ہے خدا کا نافرمان ہے کفر و شرک میں مبتلا ہے دنیا میں ہر طرح کی راحت اس کو حاصل ہے تو یہ اس کا خوب سمجھو۔ آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے گرفتار ہو کر جہنم میں ہو گا۔ ہاں مومن ہے عقیدہ صحیح ہے اعمال درست ہیں اور اس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے اور وہ مال کو اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق خرچ کرتا ہے پیغمبر علیہ السلام کی پیروی میں خرچ کرتا ہے، حج کرتا ہے، زکوٰۃ دیتا ہے، قربانی کرتا ہے، فطرانہ ادا کرتا ہے، مجاہدین کی خدمت کرتا ہے تو یہ دولت نور علی نور ہوگی۔ اور نافرمان کے لیے ذلت اور رسوائی کا باعث بنے گی۔

مشرکوں کی ذلت اور رسوائی :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَ یَوْمَ یُنَادِیْھِمْ اور جس دن اللہ تعالیٰ ان کو پکارے گا۔ میدان محشر برپا ہوگا اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت لگی ہوگی حدیث پاک میں آتا ہے یہ آواز قریب والے بھی سنیں گے اور دور والے بھی سنیں گے سب کو سنائی دے گی فَیَقُوْلُ پس

رب تعالیٰ فرمائیں گے اَیۡنَ شُرَکَآءِ یَ الَّذِیۡنَ کُنۡتُمۡ تَزۡعُمُوۡنَ کہاں ہیں میرے وہ شریک جن کے بارے میں تم گمان کرتے تھے۔ اپنے گمان کے مطابق تم نے میرے شریک بنائے ہوئے تھے۔ حقیقت میں تو میرا کوئی شریک نہیں تھا تمہارے گمان کے مطابق جو میرے شریک تھے وہ کہاں ہیں لاؤ ان کو تم ہمارے سامنے قَالَ الَّذِیۡنَ حَقَّ عَلَیۡھِمُ الۡقَوۡلُ کہیں گے وہ لوگ جن پر لازم ہو چکی ہوگی یہ بات۔ وہ کہیں گے جنہوں نے گمراہ کیا رَبَّنَا ھٰٓؤُلَآءِ الَّذِیۡنَ اَغۡوَیۡنَا یہ وہ لوگ ہیں جن کو ہم نے گمراہ کیا اَغۡوَیۡنٰـھُمۡ کَمَا غَوَیۡنَا ان کو گمراہ ہم نے ایسے ہی کیا جیسے ہم خود گمراہ ہوئے۔ لیکن اے پروردگار! تَبَرَّاۡنَآ اِلَیۡکَ ہم آپ کے سامنے بے زاری کا اعلان کرتے ہیں مَا کَانُوۡآ اِیَّانَا یَعۡبُدُوۡنَ یہ ہماری عبادت نہیں کرتے تھے۔ تو خود اقرار کریں گے کہ ہم خود بھی گمراہ تھے اور ان کو بھی گمراہ کیا۔ اور سورۃ سبا آیت نمبر ۳۰-۳۱ میں ہے یَقُوۡلُ الَّذِیۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡا لِلَّذِیۡنَ اسۡتَکۡبَرُوۡا لَوۡلَا اَنۡتُمۡ لَکُنَّا مُؤۡمِنِیۡنَ ''کہیں گے وہ لوگ جو کمزور سمجھے جاتے تھے ان لوگوں سے جنہوں نے تکبر کیا اگر تم نہ ہوتے تو البتہ ہم ہوتے ایمانداروں میں سے۔'' کہیں گے وہ لوگ بڑائی کرنے والے تھے ان لوگوں سے جو کمزور سمجھے جاتے تھے اَنَحۡنُ صَدَدۡنٰکُمۡ عَنِ الۡھُدٰی ''کیا ہم نے تمہیں روکا تھا ہدایت سے بَعۡدَ اِذۡ جَآءَ کُمۡ بعد اس کے کہ وہ تمہارے پاس آچکی تھی بَلۡ کُنۡتُمۡ مُّجۡرِمِیۡنَ بلکہ تم خود مجرم تھے۔'' اور سورہ اعراف آیت نمبر ۳۸ میں ہے رَبَّنَا ھٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوۡنَا فَاٰتِھِمۡ ضِعۡفًا مِّنَ النَّارِ ''اے ہمارے رب انہوں نے ہمیں گمراہ کیا لہٰذا ان کو دگنا عذاب دے۔'' یہ ان کی نوک جھوک آپس میں ہوتی رہے گی وَ قِیۡلَ اُدۡعُوۡا شُرَکَآءَ کُمۡ اور کہا جائے گا بلاؤ اپنے شریکوں کو جن کو تم دنیا میں مشکل کشا، حاجت روا، فریاد رس سمجھ کر پکارتے تھے دستگیر سمجھ کر پکارتے

تھے پکاروان کو فَدَعَوْهُمْ پس وہ ان کو پکاریں گے فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ پس وہ قبول نہیں کریں گے ان کی پکار کو پس وہ ان کو جواب نہیں دے سکیں گے وہ ان کے کام نہیں آئیں گے ان کی مدد نہیں کرسکیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو کیا اختیار ہے؟ نہ دنیا میں کوئی کسی کی مشکل کشائی کرسکتا ہے اور نہ آخرت میں کرسکے گا وَرَاَوُا الْعَذَابَ اور وہ دیکھیں گے عذاب کو سامنے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں کھڑے ہوں گے اور دوزخ کا عذاب سامنے نظر آئے گا اس وقت کہیں گے لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَهْتَدُوْنَ کاش کہ وہ ہدایت یافتہ ہوتے۔ دنیا میں ہمیں ہدایت نصیب ہوتی مگر اس وقت افسوس کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ وہ دار الجزاء ہے بدلے کا دن ہے وہاں نیکی اور بدی کا بدلہ ملے گا مجرم بڑی منت سماجت کریں گے کہیں گے اے پروردگار! ہمیں دنیا میں بھیج دے ہم اچھے کام کریں گے لیکن اس وقت ان کی کوئی شنوائی نہیں ہوگی وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ اور جس دن اللہ تعالیٰ ان کو پکارے گا آواز دے گا فَيَقُوْلُ پس فرمائے گا مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ یہ بتلاؤ کہ کیا جواب دیا تم نے بھیجے ہوئے رسولوں کو۔ پہلے توحید کے متعلق سوال ہوگا تم نے جو میرے شریک بنائے تھے وہ کہاں ہیں؟ پھر رسالت کے بارے میں سوال ہوگا کہ تم نے میرے پیغمبروں کو کیا جواب دیا تھا؟ فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْۢبَآءُ پس مشتبہ ہوجائیں گی ان پر خبریں، تاریک ہوجائیں گی ان پر خبریں يَوْمَئِذٍ اس دن فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ پس وہ ایک دوسرے سے پوچھ نہیں سکیں گے۔ اس دنیا کے امتحانی نظام میں نقل بھی ہوتی ہے اور ایک دوسرے سے سوالات کے جوابات بھی پوچھ لیے جاتے ہیں لیکن وہاں رب تعالیٰ کی اتنی دہشت ہوگی کہ کوئی کسی سے کچھ نہیں پوچھ سکے گا کہ میں اس کا کیا جواب دوں۔ کسی موقع پر کہیں گے مَا جَآءَنَا مِنْ نَّذِيْرٍ ''ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔'' اور کسی

موقع پر کہیں گے ڈرانے والے تو ہمارے پاس آئے تھے لیکن غَلَبَتْ عَلَیْنَا شِقْوَتُنَا وَکُنَّا قَوْمًا ضَالِّیْنَ [مومنون:۱۰۶] ''ہم پر غالب آئی ہماری بدبختی اور تھے ہم لوگ گمراہ۔'' مختلف حیلے بہانے کریں گے لیکن سب بے کار ہوں گے کیونکہ دنیا میں ان کو سمجھانے میں کسی قسم کی کمی نہیں کی گئی لیکن ان لوگوں نے تسلیم کرنے کے بجائے الٹا حق کا مقابلہ کیا۔

مشرک رب تعالیٰ کی عدالت میں بھی جھوٹ بولیں گے :

قرآن کریم کے بیان کے مطابق حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم کو سمجھایا لیکن ان کی قوم بھی انکار کر دے گی کہ ہمیں انہوں نے تبلیغ نہیں کی۔ چنانچہ قیامت کا دن ہوگا اللہ تعالیٰ کی عدالت قائم ہوگی اللہ تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی امت کو بلائیں گے حساب کے لیے حضرت نوح علیہ السلام سے پوچھیں گے هَلْ بَلَّغْتَ قَوْمَکَ ''کیا آپ نے قوم کو تبلیغ کی تھی۔'' نوح علیہ السلام عرض کریں گے اے پروردگار! میں نے قوم کو تبلیغ کی تھی۔ قوم سے پوچھا جائے گا هَلْ بَلَّغَکُمْ نُوْحٌ ''کیا نوح علیہ السلام نے تمہیں میرے احکام پہنچائے تھے؟'' کہیں گے ہمارے پاس کوئی آیا ہی نہیں۔ اتنے جھوٹے کہ رب تعالیٰ کی سچی عدالت میں کہیں گے ہمارے پاس تو کوئی آیا ہی نہیں۔ حالانکہ نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال تبلیغ کی ہے۔ ضابطے کے مطابق اللہ تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام کو حکم دیں گے کہ گواہ پیش کرو اپنے دعوے پر کیونکہ گواہ مدعی کے ذمہ ہوتے ہیں اگر مدعی گواہ نہ پیش کر سکے تو مدعا علیہ کو قسم اٹھانا پڑتی ہے۔ تو نوح علیہ السلام کی پوزیشن مدعی کی ہوگی کہ میں نے تبلیغ کی ہے اور وہ لوگ انکار کریں گے کہ ہمیں تبلیغ نہیں کی گئی۔ اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام کو فرمائیں گے مَنْ یَّشْهَدُ لَکَ ''آپ کا گواہ

کون ہے؟ نوح علیہ السلام عرض کریں گے میرا گواہ محمد ﷺ اور ان کی امت ہے۔ اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کی امت کو بلائیں گے کہ کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو تبلیغ کی ہے میری توحید ان کو سمجھائی ہے؟ وہ لوگ کہیں گے پروردگار! یہ لوگ ہمارے خلاف گواہی کس طرح دے سکتے ہیں کیونکہ یہ تو موقع پر موجود ہی نہیں تھے یہ تو ہزاروں سال بعد میں آئے ہیں گواہ تو موقع پر موجود ہوتا ہے؟

ہر گواہی کے لیے موقع پر ہونا ضروری نہیں :

رب تعالیٰ فرمائیں گے سنتے ہو دوسرا فریق کیا کہہ رہا ہے۔ یہ امت کہے گی اے پروردگار! ہم وہاں یقیناً موجود نہیں تھے لیکن اے پروردگار! اگر آپ سچے ہیں اور یقیناً سچے ہیں تو ہماری گواہی بھی سچی ہے۔ اے پروردگار! اگر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سچے ہیں اور یقیناً سچے ہیں تو پھر ہماری گواہی بھی سچی ہے کیونکہ اے پروردگار! آپ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ [اعراف:۵۹] ''بھیجا ہم نے نوح علیہ السلام کو رسول بنا کر ان کی قوم کی طرف اور کہا انہوں نے اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔'' اور آپ کے آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ نے فرمایا بَلَّغَ نُوْحٌ قَوْمَهٗ ''نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو حق پہنچایا۔'' اے پروردگار آپ سچے، آپ کا کلام سچا، آپ کا پیغمبر سچا ،لہٰذا ہماری گواہی بھی سچی اور یاد رکھنا! کہ ہر بات کی گواہی کے لیے موقع پر ہونا کوئی ضروری نہیں ہے۔ فقہائے کرام نے یہ بات بہت سی مثالیں دے کر سمجھائی ہے۔ مثلاً عام لوگوں میں مشہور ہے کہ فلاں فلاں کا بیٹا ہے تو آپ اس کے متعلق عدالت میں جا کر گواہی دے سکتے ہیں کہ فلاں فلاں کا بیٹا ہے حالانکہ جس وقت وہ پیدا ہوا تھا اس وقت آپ وہاں موجود

نہیں تھے۔اسی طرح ایک آدمی کا ایک عورت کے ساتھ نکاح ہوا ہے اور لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ فلاں کا فلاں کے ساتھ نکاح ہو گیا ہے تو یہ سننے والا آدمی عدالت میں جا کر گواہی دے سکتا ہے کہ فلاں کا فلاں کے ساتھ نکاح ہوا ہے بے شک یہ مجلس میں موجود نہ ہو۔اسی طرح کوئی آدمی فوت ہو گیا اور اس کی وفات لوگوں میں مشہور ہوگئی اگر عدالت کو ضرورت پیش آئے تو گواہی دے سکتا ہے کہ فلاں آدمی فوت ہو گیا ہے بے شک یہ موقع پر موجود بھی نہ ہو اور جنازے میں بھی شریک نہ ہوا ہو۔البتہ ثقہ اور معتبر ذرائع سے خبر کا پہنچنا ضروری ہے۔تو آپ ﷺ کی امت نوح علیہ السلام کے حق میں گواہی دے گی اور فیصلہ ہوگا۔

تو اس دن مشرکوں پر تاریکی چھا جائے گی وہ ایک دوسرے سے پوچھ بھی نہیں سکیں گے کہ رب تعالیٰ کو کیا جواب دینا ہے ہاں توبہ کا دروازہ کھلا ہے فَاَمَّا مَنْ تَابَ پس بہرحال جس نے توبہ کی وَ اٰمَنَ اور ایمان لایا وَ عَمِلَ صَالِحًا اور اچھے کام کیے فَعَسٰٓی اَنْ یَّکُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِیْنَ پس قریب ہے کہ وہ ہوگا فلاح پانے والوں میں سے۔ہر آدمی گنہگار ہے۔اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنی چاہیے گناہ پر اصرار نہیں کرنا چاہیے۔فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ صغیرہ گناہ پر اصرار کرنے سے وہ کبیرہ بن جاتا ہے۔ہر وقت آدمی سمجھے کہ میں گنہگار ہوں اور توبہ کرتا رہے۔مومن کی علامت یہ ہے کہ وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا [آل عمران: ۱۳۵] ''اور وہ اصرار نہیں کرتے اس پر جو انہوں نے کیا ہے۔''

رب تعالیٰ کے اختیارات کسی کے پاس نہیں ہیں :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَ رَبُّکَ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ اور آپ ہی کا رب پیدا کرتا ہے جو چاہے اس کے سوا اور کوئی خالق نہیں ہے وَ یَخْتَارُ اور اختیار بھی اسی کا ہے مَا کَانَ لَھُمُ الْخِیَرَۃُ نہیں ہے ان لوگوں کے لیے اختیار۔خدائی اختیارات میں سے

کوئی اختیار مخلوق کے پاس نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اختیارات کسی کو نہیں دیئے۔ آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی سے اللہ تعالیٰ نے اعلان کروایا قُلْ لَا اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا [اعراف:۱۸۸] ''میں نہیں مالک اپنے نفس کے لیے کسی نفع نقصان کا۔'' اور فرمایا کہ یہ اعلان بھی کر کے ان کو سنا دیں لَا اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ''اے لوگو! سن لو میں تمہارے نقصان اور نفع کا بھی مالک نہیں ہوں۔'' اگر اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی کے پاس خدائی اختیارات ہوتے تو آنحضرت ﷺ کے پاس ہوتے جب آپ ﷺ کے پاس خدائی اختیارات نہیں ہیں تو اور کسی کے پاس کس طرح ہو سکتے ہیں مگر ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ آج بھی لاؤڈ سپیکر پر پڑھا جاتا ہے الصّلوٰۃ والسلام علی مختارِ اللّٰہ۔ اللہ تعالیٰ سب کو ہدایت عطا فرمائے۔ کوئی معمولی آدمی بات کرے تو اس کی بات کی اتنی اہمیت نہیں ہوتی اور اگر باحیثیت آدمی بات کرے تو اس کی بات کی اہمیت ہوتی ہے۔ یہ بات احمد رضا خان بریلوی نے لکھی ہے جس کو ان لوگوں نے اماموں کے برابر کھڑا کیا ہوا ہے۔ اس نے اپنی کتاب ''الامن والعلیٰ'' میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام اختیارات آنحضرت ﷺ کو دے دیئے ہیں (اب اللہ تعالیٰ فارغ ہیں) اور آنحضرت ﷺ نے حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو دے دیئے ہیں۔

احد سے احمد کو اور احمد سے تجھ کو
سب کن مکن حاصل ہے یا غوث

احد اللہ تعالیٰ کی ذات نے احمد ﷺ کو اختیارات دے دیے اور احمد ﷺ نے کن مکن کے سب اختیارات سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو دے دیئے۔ اور ''الامن والعلیٰ'' میں لکھتا ہے کہ سورج نہیں چڑھتا جب تک شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے اجازت نہ لے لے اور سلام نہ کر

لے۔

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ بڑی بلند شخصیت ہیں اس کا کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ ان کی ولادت ۴۹۴ھ میں ہوئی ہے اور ۵۶۱ھ میں فوت ہوئے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ۴۹۴ھ سے پہلے سورج کس سے اجازت لیتا تھا اور کس کو سلوٹ مارتا تھا؟ بھائی غلو کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ خدا خدا ہے اس کا کوئی حصہ دار نہیں ہے اور یہ بڑے بنیادی مسائل ہیں ان کو فروعی مسائل نہ سمجھنا یہ نظریات قرآن پاک کے صریح خلاف ہیں۔

تو فرمایا آپ ہی کا رب پیدا کرتا ہے اور اختیار بھی اسی کو ہے مخلوق کو کوئی اختیارات حاصل نہیں سُبْحٰنَ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے وَتَعٰلٰی اور بلند ہے عَمَّا یُشْرِکُوْنَ اس چیز سے جو یہ شرک کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ شرک سے بچائے اور محفوظ رکھے۔ (آمین)

وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ
وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۝٦٩ وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْحَمْدُ فِى الْاُوْلٰى
وَالْاٰخِرَةِ ۡ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝٧٠ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ
جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ
اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ۝٧١ قُلْ اَرَءَيْتُمْ
اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ
اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝٧٢
وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ
وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝٧٣ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ
فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۝٧٤ وَنَزَعْنَا
مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوْٓا اَنَّ الْحَقَّ
لِلّٰهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝٧٥ ع ۱۵ / ۷ / ۱۰

وَرَبُّکَ یَعْلَمُ اورآپ کارب ہی جانتا ہے مَا اس چیز کو تُکِنُّ
صُدُوْرُھُمْ جس کو چھپاتے ہیں ان کے سینے وَمَا یُعْلِنُوْنَ اوراس چیز کو جس کو وہ
ظاہر کرتے ہیں وَھُوَ اللّٰہُ اوروہ اللہ تعالیٰ ہی ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ نہیں کوئی معبود
مگرصرف وہی لَہُ الْحَمْدُ فِی الْاُوْلٰی اسی کی تعریف ہے دنیا میں وَالْاٰخِرَۃِ
اورآخرت میں وَلَہُ الْحُکْمُ اوراسی کا حکم ہے وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ اوراسی کی

طرف تم لوٹائے جاؤ گے قُلْ آپ کہہ دیں اَرَءَیْتُمْ تم بتلاؤ اِنْ جَعَلَ اللّٰہُ
عَلَیْکُمْ اگر کرے اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر الَّیْلَ سَرْمَدًا رات کو ہمیشہ اِلٰی یَوْمِ
الْقِیٰمَۃِ قیامت کے دن تک مَنْ اِلٰـہٌ غَیْرُ اللّٰہِ کون الٰہ ہے اللہ تعالیٰ کے سوا
یَاْتِیْکُمْ جو لادے تمہیں بِضِیَآءٍ روشنی اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ کیا پس تم سنتے نہیں قُلْ
آپ کہہ دیں اَرَءَیْتُمْ تم بتلاؤ اِنْ جَعَلَ اللّٰہُ اگر کرے اللہ تعالیٰ عَلَیْکُمْ تم
پر النَّھَارَ سَرْمَدًا دن کو ہمیشہ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ قیامت کے دن تک مَنْ اِلٰہٌ
غَیْرُ اللّٰہِ کون الٰہ ہے اللہ تعالیٰ کے سوا یَاْتِیْکُمْ بِلَیْلٍ جو لا کر دے تم کو رات
تَسْکُنُوْنَ فِیْہِ کہ آرام حاصل کرو تم اس میں اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ کیا پس تم دیکھتے
نہیں ہو وَ مِنْ رَّحْمَتِہٖ اور اپنی رحمت سے ہی جَعَلَ لَکُمْ بنائی اس نے
تمہارے واسطے الَّیْلَ رات وَالنَّھَارَ اور دن لِتَسْکُنُوْا فِیْہِ تا کہ تم آرام
حاصل کرو رات میں وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِہٖ اور تا کہ تلاش کرو تم اس کے فضل کو وَ
لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ اور تا کہ تم شکر ادا کرو وَ یَوْمَ یُنَادِیْھِمْ اور جس دن اللہ تعالیٰ
ان کو پکارے گا فَیَقُوْلُ پس فرمائے گا اَیْنَ شُرَکَآءِیَ الَّذِیْنَ کہاں ہیں
میرے وہ شریک کُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ جن کے بارے میں تم گمان کرتے تھے وَ
نَزَعْنَا اور ہم کھینچ لیں گے مِنْ کُلِّ اُمَّۃٍ ہر امت سے شَھِیْدًا گواہ فَقُلْنَا پس
ہم کہیں گے ھَاتُوْا بُرْھَانَکُمْ لاؤ اپنی دلیل فَعَلِمُوْآ پس وہ جان لیں گے اَنَّ
الْحَقَّ لِلّٰہِ بے شک حق صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے وَ ضَلَّ عَنْھُمْ اور غائب

ہو جائیں گے ان سے مَّا وہ چیزیں کَانُوْا یَفْتَرُوْنَ جو وہ افترا باندھتے تھے۔

اس سے پہلی آیت کریمہ میں صفت خلق کا بیان تھا کہ وہ خالق ہے اور اس کے سوا خالق کوئی نہیں ہے اور صفت اختیار کا بیان تھا کہ وہ مختار کل ہے سارے جہانوں کا رکھنے والا ہے۔ اب صفت علم کا بیان ہے کہ وہ ظاہر و باطن کو جاننے والا ہے اور اس کے سوا ظاہر و باطن کو جاننے والا کوئی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات میں وحدہٗ لاشریک ہے :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَرَبُّکَ یَعْلَمُ اور آپ کا رب ہی جانتا ہے مَا تُکِنُّ صُدُوْرُھُمْ ان چیزوں کو جن کو ان کے سینے چھپاتے ہیں دل چھپاتے ہیں وَمَا ان چیزوں کو بھی یُعْلِنُوْنَ جن کو وہ ظاہر کرتے ہیں۔ خالق بھی وہی، مختار کل بھی وہی اور سینے کے رازوں کو جاننے والا بھی وہی ہے وَھُوَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّاھُوَ اور وہی ہے اللہ نہیں ہے کوئی الٰہ مگر وہی ہے۔ اس کے سوا نہ کوئی حاجت روا نہ مشکل کشا نہ کوئی مالک نہ مختار نہ کوئی حاضر و ناظر، نہ کوئی عالم الغیب نہ کوئی فریادرس نہ کوئی دستگیر، یہ تمام صفات اللہ تعالیٰ کی ہیں لَہُ الْحَمْدُ اسی اللہ تعالیٰ کی ہے تعریف فِی الْاُوْلٰی دنیا میں۔ اُوْلٰی سے مراد دَارُ الْاُوْلٰی ہے پہلا گھر۔ اور آخرت کو دار الآخرت کہتے ہیں تو اولیٰ دار کی صفت ہے۔ جو کچھ ہو رہا ہے رب تعالیٰ ہی کر رہا ہے۔ تو تعریف بھی اسی کی ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہے جو آدمی رب تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتا ہے وہ رب تعالیٰ کی توفیق سے کرتا ہے اور جو کرے گا رب تعالیٰ کی توفیق سے کرے گا وَالْاٰخِرَۃِ اور آخرت میں بھی اسی کی تعریف ہے وَلَہُ الْحُکْمُ اور اسی کا ہے حکم اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ [یوسف:۴۰] ''حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔'' اور سورۃ الاعراف آیت نمبر ۵۴ میں ہے اَلَا لَہُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ''خبردار

مخلوق رب کی ہے اور حکم بھی رب ہی کا نافذ ہوگا۔" آج باطل قوتوں نے لوگوں کے ذہن بگاڑ دیئے ہیں۔ امریکہ کا حکم امریکہ میں، برطانیہ کا حکم برطانیہ میں، فرانس کا حکم فرانس میں، روس کا حکم روس میں۔ وہی ذہن ہم پاکستانیوں کا ہے کہ سرکار جو حکم کرے۔ حالانکہ حکم اور قانون صرف اللہ تعالیٰ کا ہے وَاِلَیۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ تمہارا کیا دھرا سب سامنے آجائے گا آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے قیامت قائم ہے، جنت دوزخ نظر آئے گی۔ راحت، عذاب سب کچھ کھل کر سامنے آجائے گا۔

قُلۡ آپ اے نبی کریم ﷺ! ان سے کہہ دیں اَرَءَیۡتُمۡ کا معنٰی ہے اَخۡبِرُوۡنِیۡ مجھے بتلاؤ مجھے خبر دو اِنۡ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَیۡكُمُ الَّیۡلَ سَرۡمَدًا اگر کرے اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر رات کو ہمیشہ۔ تم پر رات کو دائمی کر دے، ہمیشہ رات ہی رہے دن ہو ہی نہ اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَةِ قیامت کے دن تک تو بتلاؤ مَنۡ اِلٰهٌ غَیۡرُ اللّٰهِ یَاۡتِیۡكُمۡ بِضِیَآءٍ کون الٰہ ہے اللہ تعالیٰ کے سوا جو تمہیں روشنی لا کر دے اَفَلَا تَسۡمَعُوۡنَ کیا پس تم سنتے نہیں ہو اتنی واضح بات تمہیں سمجھ نہیں آتی کہ سارے اختیارات اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں سورج طلوع کرے یا نہ کرے۔

توبہ کے دروازے کا بند ہونا:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نازل ہونے کے بعد قیامت کے بالکل قریب ایک وقت ایسا آئے گا لوگ منتظر ہوں گے کہ سورج طلوع ہو لیکن سورج طلوع نہیں ہوگا سورج کے طلوع ہونے سے پہلے سفیدی ہوتی ہے پھر سرخی۔ اس دن نہ سفیدی ہوگی نہ سرخی نظر آئے گی مطلع بھی صاف ہوگا لوگ حیران ہوں گے کہ سورج نہیں طلوع ہو رہا۔ اللہ تعالیٰ سورج کو حکم دیں گے کہ آج مشرق کی طرف سے نہیں بلکہ مغرب کی طرف سے طلوع ہونا

ہے۔ اس دن سورج معکوس یعنی الٹے طریقے سے راستہ طے کرے گا اور مغرب کی طرف سے طلوع ہوگا آدھے آسمان تک آئے گا پھر مغرب کی طرف غروب کرے گا اس دن توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ اس کے بعد کسی کا ایمان قبول نہیں ہوگا اس کے بعد اگر کوئی گناہ سے توبہ کرے گا تو قبول نہیں ہوگی۔ یوں سمجھو کہ مغرب سے سورج کا طلوع ہونا یہ سارے جہان کی نزع ہوگی۔ جیسے نزع کی حالت میں نہ ایمان قبول ہوتا ہے نہ توبہ قبول ہوتی ہے۔ تو یہ سارے جہان کی نزع ہوگی۔ اب نہ ایمان قبول ہوگا نہ توبہ قبول ہوگی اس سے پہلے لوگ جو نیکیاں کرتے تھے بس وہی معتبر ہوں گی۔ اس کے بعد اگر کوئی مزید نیکی کرے گا تو وہ قبول نہیں ہوگی۔ صفا پہاڑی سے ایک بیل کی شکل کا جانور نکلے گا جو لوگوں کے ساتھ گفتگو کرے گا لوگ اس کی باتیں مانیں گے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہوگا کہ لوگ انسانیت سے گر کر حیوانیت کو پہنچ گئے ہیں۔

اَلجِنسُ یُمِیلُ اِلَی الجِنسِ

''جنس جنس سے پیار کرتی ہے۔'' لوگ اس کی باتیں سمجھیں گے اور مانیں گے۔ حالانکہ ان لوگوں کو انبیائے کرام کی باتیں سمجھ نہیں آئیں مگر جانور کی باتیں سمجھ آئیں گی کیونکہ ان کا بھائی آ گیا ہے نا۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ وغیرہ روایات نقل کرتے ہیں کہ سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کے بعد تقریباً ایک سو سال گزریں گے پھر اللہ تعالیٰ حضرت اسرافیل علیہ السلام کو حکم دیں گے کہ بگل پھونک دو اور سارا جہان درہم برہم ہو جائے گا۔ تو فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ قیامت تک کے لیے تم پر رات کو مسلط کر دے تو کون الٰہ ہے جو تمہیں روشنی لا کر دے گا۔

قُلْ آپ ان سے کہہ دیں اَرَءَیْتُمْ مجھے تم بتلاؤ اِنْ جَعَلَ اللّٰہُ عَلَیْکُمُ

النَّهَارَ سَرْمَدًا اگر کردے اللہ تعالیٰ تم پر دن کو ہمیشہ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ قیامت کے دن تک دن ہی رہے مَنْ اِلٰـهٌ غَیْرُ اللّٰهِ کون الٰہ ہے اللہ تعالیٰ کے سوا یَاْتِیْكُمْ بِلَیْلٍ جو تمہیں رات لاکر دے تَسْكُنُوْنَ فِیْهِ تاکہ تم آرام کرو رات میں اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ کیا پس تم دیکھتے نہیں اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کو، رب تعالیٰ کی نعمتوں کو نہیں دیکھتے۔ اللہ تعالیٰ قادر ہے دن کو لمبا کر دے رات ہو ہی نہ۔

دجال چار جگہوں کے علاوہ ساری دنیا پھرے گا :

چنانچہ جب دجال لعین ظاہر ہوگا مسلم شریف وغیرہ کی روایات کے مطابق وہ چالیس دن دنیا میں رہے گا چار جگہوں کے علاوہ باقی تمام دنیا میں اس کے ناپاک قدم پہنچیں گے۔ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، بیت المقدس اور طور پہاڑ پر نہیں جا سکے گا۔ اس کا پہلا دن سال جتنا لمبا ہوگا دوسرا دن مہینے جتنا لمبا ہوگا تیسرا دن ہفتے کے برابر لمبا ہوگا اور باقی دن عام دنوں کی طرح ہوں گے۔ آج کا زمانہ ہوتا تو لوگ کہتے حضرت یہ کیسے ہو سکتا ہے رات نہ آئے دن ہی رہے؟ ان کے ذہن صاف تھے وہ ماننے والے تھے ان کے ذہنوں میں جو اشکال پیدا ہوا اس کو پیش کیا۔ کہنے لگے حضرت! یہ فرمائیں کہ جو دن سال کے برابر لمبا ہوگا اس میں نماز ایک دن کی پڑھنی ہوگی یا سال کی نمازیں پڑھنی پڑیں گی؟ آپ نے فرمایا سال کی نمازیں پڑھنی پڑیں گی اندازے کے ساتھ۔ ہفتے کے برابر لمبا دن ہوگا تو ہفتے کی پڑھنی پڑیں گی، مہینے کے برابر لمبا ہوگا تو مہینے کی نمازیں پڑھنی پڑیں گی اندازے سے ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا وقفہ کر لیا جائے گا۔ مثلاً فجر اور ظہر کے درمیان جتنا وقفہ ہوتا ہے اتنا وقفہ کر لیا جائے گا اور ظہر اور عصر کے درمیان جتنا وقفہ ہوتا ہے اتنا وقفہ کر لیا جائے گا اسی اندازے سے ساری نمازیں پڑھی جائیں گی نماز کی معافی نہیں ہے چاہے تختہ دار پر لٹکا

دیا گیا ہو۔مرنے سے پہلے اگر نماز کا وقت ہو گیا ہے تو پڑھنی پڑے گی نماز اس کو بھی معاف نہیں ہے۔

نماز اور روزہ توبہ سے معاف نہیں ہوتے :

فقہائے کرامؒ مسئلہ بیان فرماتے ہیں کہ عورت کے ہاں بچے کی پیدائش کے وقت سر ماں کے پیٹ سے باہر آ گیا ہے اور نماز کا وقت ہو گیا ہے تو نماز پڑھے نماز کی معافی نہیں ہے۔کس طرح پڑھے؟ بچے کا سر ہانڈی یا برتن میں ڈالے،اگر وضو کر سکتی ہے تو ٹھیک ورنہ تیمّم کرے،رکوع وسجود پر قدرت نہیں تو اشارے کے ساتھ پڑھے،نماز کی معافی نہیں ہے۔اس وقت جو خون نکلے گا وہ استحاضہ،بیماری کا خون ہوگا۔نفاس کا خون تو اس وقت شروع ہوگا جب بچہ مکمل پیدا ہو جائے گا۔پھر نفاس کے دوران میں نماز کی معافی ہے۔اب عقل منداس سے اندازہ لگائے کہ جب اس حالت میں نماز کی معافی نہیں ہے تو اور کس حالت میں ہو سکتی ہے؟ ہم نے نماز کے مسئلے کو سمجھا ہی نہیں ہے۔تمام فقہائے کرام اور تمام محدثین عظام کا متفقہ فتویٰ ہے کہ نماز،روزہ توبہ سے بھی معاف نہیں ہوتے۔بالغ ہونے کے بعد مرد اور عورت کے ذمہ اگر ایک نماز بھی ہے سجدے میں گر کر چاہے کروڑ مرتبہ بھی توبہ کرے معافی نہیں ملے گی جب تک قضا نہیں کریں گے۔بہت سارے لوگ غلط فہمی کا شکار ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ توبہ ایسا چورن ہے کہ جس سے ہر شے ہضم ہو جاتی ہے۔حاشا وکلاّ ہرگز نہیں۔نہ بندوں کے حقوق معاف ہوتے ہیں اور نہ نماز روزہ معاف ہوتے ہیں بلکہ ہر وہ عبادت جس کی قضا ہے وہ توبہ سے معاف نہیں ہوتی۔تو فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ تم پر دن کو لمبا کر دے ہمیشہ قیامت تک کون لائے گا رات کو تمہارے پاس جس میں آرام حاصل کر سکو۔کیا تمہیں اللہ تعالیٰ کی قدرتیں نظر نہیں آتیں۔

فرمایا وَ مِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے بنائی تمہارے لیے رات اور دن لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ تاکہ تم آرام حاصل کرو رات میں وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ اور تاکہ تلاش کرو تم اس کے فضل کو۔ دن کو اس کا فضل تلاش کرو محنت مزدوری کرو کھیتی باڑی کرو۔ اسلام حلال کمائی سے نہیں روکتا کہ صرف یہ نہیں کہتا نمازیں پڑھو، روزے رکھو۔ اسلام کہتا ہے کہ پوری زندگی کو اسلام کے سانچے میں ڈھالو۔ دین و دنیا کا جو بھی کام ہے شرعی احکام کے مطابق ہو۔ کمائی کرو حلال طریقے کے مطابق وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ اور تاکہ تم شکر ادا کرو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا جن سے تم نے فائدہ اٹھایا ہے۔

روزِ قیامت مشرکوں کی کوئی مدد نہیں کرے گا :

وَ یَوْمَ یُنَادِیْهِمْ اور جس دن پکارے گا ان کو اللہ تعالیٰ۔ وہ قیامت کا دن ہوگا اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت قائم ہوگی ساری مخلوق کھڑی ہوگی۔ فَیَقُوْلُ پس رب تعالیٰ فرمائے گا اَیْنَ شُرَكَآءِیَ الَّذِیْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ کہاں ہیں میرے وہ شریک جن کے بارے میں تم گمان کرتے تھے کہ میرے شریک ہیں حقیقت میں تو میرا کوئی شریک نہیں ہے مگر تم نے اپنے گمان کے مطابق میرے شریک بنائے ہوئے ہیں وہ کہاں ہیں ان کو لاؤ۔ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَهُمْ پس وہ اپنے معبودوں کو پکاریں گے جس طرح دنیا میں پکارتے تھے یا علی مدد، مولا علی مدد، گیارھویں والیا مدد نوں پہنچیں، فلانے میری مدد کر، فلانے میری مدد کر، یہ جھلے وہاں بھی پکاریں گے مگر وہاں ان کی کوئی نہیں سنے گا۔ پھر یہ ان کے ساتھ جھگڑا کریں گے کہ تم نے ہمیں گمراہ کیا تھا تم نے ہمارا بیڑا غرق کیا تھا۔ وہ کہیں گے تم خود گمراہ ہوئے تھے۔ سورۃ ص آیت نمبر ۶۴ میں ہے اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ

اَهۡلِ النَّارِ ''بے شک البتہ یہ برحق ہے جھگڑنا آپس میں دوزخ والوں کا۔'' تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہاں ہیں میرے وہ شریک جن کے بارے میں تم گمان کرتے تھے کہ وہ میرے شریک ہیں وَ نَزَعۡنَا مِنۡ کُلِّ اُمَّةٍ شَهِيۡدًا اور کھینچ لیں گے ہم ہر امت سے ایک گواہ۔ وہ ان امتوں کے پیغمبر ہوں گے جیسا کہ گزشتہ درس میں پوری تفصیل کے ساتھ حضرت نوح علیہ السلام کا مقدمہ گزر چکا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی امت کو حساب کے لیے بلایا جائے گا اللہ تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام سے فرمائیں گے کہ میں نے آپ کو نبی بنا کر بھیجا تھا آپ نے قوم کو تبلیغ کی تھی وہ کہیں گے اے پروردگار! میں نے ان کو دن رات تبلیغ کی تھی، صبح شام کی تھی، چوکوں چوراہوں میں کھڑے ہو کر کی تھی، ان کے دروازوں پر دستک دے کر ان کو سمجھایا تھا لیکن انہوں نے میری بات نہیں مانی۔ قوم انکار کرے گی کہ انہوں نے ہمیں کوئی تبلیغ نہیں کی۔ نوح علیہ السلام اپنے دعوے پر آخری پیغمبر کی امت کو بطور گواہ پیش کریں گے اور آنحضرت ﷺ اپنی امت کی صفائی کے طور پر پیش ہوں گے کہ میری امت نے جو گواہی دی ہے وہ گواہی بالکل صحیح دی ہے۔ سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۱۴۳ میں ہے لِتَكُوۡنُوۡا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوۡنَ الرَّسُوۡلُ عَلَيۡكُمۡ شَهِيۡدًا ''تاکہ ہو جاؤ تم لوگوں پر گواہ اور رسول تم پر گواہی دینے والا ہو۔'' اس کے بعد فیصلہ ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَقُلۡنَا پس ہم کہیں گے ان لوگوں کو هَاتُوۡا بُرۡهَانَكُمۡ لاؤ تم اپنی دلیل۔ اگر تمہارے پاس کفر و شرک کے حق میں کوئی دلیل ہے تو اسے پیش کرو مگر اس دن تو وہاں کسی کو دم مارنے کی بھی ہمت نہیں ہوگی اور نہ ہی کوئی دلیل پیش کر سکیں گے۔ فَعَلِمُوۡآ پس وہ جان لیں گے اَنَّ الۡحَقَّ لِلّٰهِ بے شک حق صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ اس نے اپنے پیغمبروں کو بھیج کر حق واضح کر دیا تھا اور اپنی کتابوں کے ذریعے حق اور باطل،

کفروشرک اورتوحیدکو بیان کیا تھا۔اس نے بتلادیا تھا کہ خالق، مالک، رازق۔قادر مطلق، مختارکل، نافع ضار، مشکل کشا، حاجت روا، دستگیر، اللہ تعالیٰ ہی ہے وَ ضَلَّ عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ اور غائب ہوجائیں گی ان سے وہ تمام چیزیں جووہ افترا باندھتے تھے۔ سب بناوٹی الٰہ اور معبود غائب ہوجائیں گے اور کوئی ان کے کام نہیں آئے گا۔

۞ ۞ ۞

اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ ۪ وَ اٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَاۤ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِى الْقُوَّةِ ۗ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ۝ وَابْتَغِ فِيْمَاۤ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَاۤ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِى الْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ قَالَ اِنَّمَاۤ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ ؕ اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّ اَكْثَرُ جَمْعًا ؕ وَلَا يُسْـَٔلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝

اِنَّ قَارُوْنَ بے شک قارون كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے تھا فَبَغٰى عَلَيْهِمْ پس اس نے سرکشی کی ان کے خلاف وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ اور دیئے ہم نے اس کو خزانے مَاۤ اس قدر اِنَّ مَفَاتِحَهٗ بے شک اس کے خزانے کی چابیاں لَتَنُوْٓاُ البتہ بوجھل کر دیتی تھیں بِالْعُصْبَةِ جماعت کو اُولِى الْقُوَّةِ جو قوت والی ہوتی تھی اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ جس وقت کہا قارون کو اس کی قوم نے لَا تَفْرَحْ اتراؤ مت اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ پسند نہیں کرتا اترانے والوں کو وَابْتَغِ اور تلاش کر فِيْمَاۤ اٰتٰىكَ اللّٰهُ اس چیز کے ذریعے جو اللہ تعالیٰ نے تجھے دی ہے الدَّارَ الْاٰخِرَةَ آخرت کا گھر

وَلَا تَنْسَ اور نہ بھول نَصِيْبَكَ اپنا حصہ مِنَ الدُّنْيَا دنیا سے وَاَحْسِنْ اور احسان کر كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ جیسا کہ احسان کیا اللہ تعالیٰ نے اِلَيْكَ تیرے ساتھ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ اور نہ تلاش کر فساد کو فِي الْاَرْضِ زمین میں اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ پسند نہیں کرتا فساد کرنے والوں کو قَالَ قارون نے کہا اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ پختہ بات ہے میں دیا گیا ہوں یہ دولت عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ علم اور لیاقت کی بنا پر جو میرے پاس ہے اَوَلَمْ يَعْلَمْ کیا اس نے نہیں جانا اَنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ نے قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ تحقیق ہلاک کیا اس سے پہلے مِنَ الْقُرُوْنِ کئی جماعتوں کو مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وہ زیادہ سخت تھیں قارون سے قوت میں وَّاَكْثَرُ جَمْعًا اور زیادہ تھیں جماعت کے لحاظ سے وَلَا يُسْئَلُ اور نہیں سوال کیا جائے گا عَنْ ذُنُوْبِهِمُ ان کے گناہوں کے بارے میں الْمُجْرِمُوْنَ مجرموں سے۔

پیغمبروں کے مراتب کی ترتیب :

حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے اولوالعزم پیغمبروں میں سے ہیں۔ عقائد والے لکھتے ہیں کہ تمام پیغمبروں میں بلند مرتبہ اور شان حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ہے اور پیغمبروں کا مرتبہ تمام مخلوقات میں بلند ہے۔ یوں سمجھو کہ ارضی وسماوی جتنی مخلوق ہے اس جہان کی مخلوق ہو یا اگلے جہان کی۔ انسان، فرشتے، جنات وغیرہ میں سب سے بلند مرتبہ اور مقام آنحضرت ﷺ کا ہے آپ ﷺ کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقام ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کا درجہ اور مقام ہے۔ حضرت

موسیٰ علیہ السلام کے والد کا نام عمران تھا دادے کا نام قاھث تھا اور پردادے کا نام لاوی تھا اور لکڑ دادے کا نام یعقوب علیہ السلام تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چچے کا نام یصہر بن قاھث تھا۔ اس کا ایک بیٹا تھا قرآن نے جس کو قارون کے نام کے ساتھ تعبیر کیا ہے۔

قارون کا تعارف :

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ اس کا نام منور تھا. قارون اس کا لقب تھا۔ تو قارون موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی تھا بڑا ذہین اور لائق تھا۔ جلال الدین محلیؒ فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے بعد تورات کا سب سے بڑا عالم تھا تاجر اور ٹھیکیدار تھا اس کے پاس مال بے حساب تھا اور خرچ کرنے میں انتہائی کنجوس تھا اور ظاہر بات ہے کہ مال آئے اور خرچ نہ ہو تو اس نے جمع ہی ہونا ہے۔ ''کتاب البُخَلاء'' ایک کتاب ہے۔ اس میں بخیلوں کے عجیب قسم کے واقعات بیان کیے گئے ہیں۔ اس میں قارون کے بارے میں لکھا ہے کہ سالن روٹی پر رکھ کر کھاتا تھا پلیٹ میں نہیں ڈالتا تھا کہ کہتا تھا پلیٹ قلعی کرانا پڑے گی۔ مکان کی چھت پر محلے کے بچوں کو نہیں چڑھنے دیتا تھا۔ اس وقت لینٹروں والے مکان تو نہیں ہوتے تھے۔ کہتا تھا کہ یہ مکان پر دوڑیں گے بھاگیں گے چھت خراب ہو جائے گی لپائی کرنی پڑے گی خرچہ ہوگا۔ جس آدمی کی یہ حالت ہو کہ سالن روٹی پر رکھ کر کھائے، چھت پر بچوں کو نہ چڑھنے دے اس سے کیا توقع رکھی جاسکتی ہے؟

بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ کیمیا گر تھا چاندی، تانبے کا سونا بناتا تھا۔ لیکن حافظ ابن کثیرؒ نے سختی سے اس بات کی تردید کی ہے۔ یہ ٹھرکی قسم کے لوگ اس مغالطے کا شکار ہیں کہ چاندی کا سونا بن جاتا ہے تانبے کا سونا بن جاتا ہے یہ بات بالکل غلط ہے۔ انقلاب

حقیقت قطعاً غلط ہے۔ ہاں ملمع سازی ہوسکتی ہے کہ پیتل کے اوپر سونے کا پانی چڑھا دیا جائے اور دھوکے کے ساتھ سونا بنا کر بیچ دیا جائے۔ لیکن انقلاب حقیقت نہیں ہوسکتا۔ ہاں! اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے معجزے اور کرامات کے طور پر پیتل سونا بن جائے پتھر سونا بن جائے، ہوسکتا ہے مان لیں گے۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے وہ سب کچھ کرسکتا ہے۔

چنانچہ حیوۃ بن شریح صحاح ستہ کے ثقہ راویوں میں سے ہیں بڑے نیک پارسا آدمی تھے مالی اعتبار سے بھوکے ننگے تھے (غریب اور پسماندہ تھے) ویسے لباس صاف ستھرا پہنتے تھے، سفید پوش تھے۔ مسجد میں بیٹھے تھے ایک مسافر ان کے پاس آیا سفید پوشی دیکھ کر سمجھا کہ یہ بہت امیر ہوں گے قریب ہو کے کہنے لگا۔ حضرت! میں مسافر ہوں پیشہ ور سائل نہیں ہوں راستے میں کچھ نقصان ہوگیا ہے جس کی وجہ سے گھر نہیں پہنچ سکتا آپ میری مدد کریں۔ حضرت حیوۃ بن شریح ؒ بڑے حیران ہوئے کہ اس بے چارے نے میرے سفید کپڑے دیکھ کر مجھ سے سوال کیا ہے اور میری حالت یہ ہے کہ گھر میں فاقے پر فاقہ ہے، کبھی کچھ پکتا ہے اور کبھی کچھ نہیں پکتا۔ پریشان ہوگئے۔ مسجد کے ایک کونے میں پتھر پڑا ہوا تھا مسافر کو کہا کہ وہ پتھر اٹھا کر لاؤ۔ وہ بے چارہ پتھر اٹھا کر لایا اور ڈرا بھی کہ کہیں مجھے نہ مار دیں۔ حضرت حیوۃ بن شریح ؒ نے پتھر ہاتھ پر رکھ کر دعا کی اے پروردگار! اس آدمی نے مجھے مال دار سمجھ کر سوال کیا ہے اور آپ جانتے ہیں کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے اور اے پروردگار! آپ قادر مطلق ہیں اس پتھر کو سونا بنا دیں میں اس کو دے دوں کہ اس کا کام چل جائے۔ پروردگار نے اس پتھر کو سونا بنا دیا۔ یہ ان کی کرامت تھی۔ فرمایا لے جاؤ اپنی حاجت پوری کرلو۔ تو ایسے تو ہوسکتا ہے باقی سب غلط ہے۔

بہر حال قارون تاجر پیشہ اور ٹھیکیدار تھا اس کے پاس بڑی دولت جمع تھی۔ اس کا

ذکر ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ قَارُوْنَ کَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰی بے شک قارون موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے تھا ان کا چچازاد بھائی تھا مگر بڑا پکا منافق تھا فَبَغٰی عَلَیْهِمْ پس قارون نے ان کے خلاف سرکشی کی وَاٰتَیْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ ۔ کُنُوْز کَنْز کی جمع ہے اور کنز کا معنٰی خزانہ ہے۔معنٰی ہوگا ہم نے اس قارون کوخزانے دیئے تھے۔ مَآ اس قدر اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ ۔ مَفَاتِحُ مِفْتَحٌ کی جمع ہے۔معنٰی ہے چابی،تو مفاتح کا معنٰی ہوگا چابیاں ۔ بے شک اس کے خزانے کی چابیاں البتہ بوجھل کر دیتی تھیں ایک جماعت کو۔عصبہ کا لفظ عربی زبان میں دس سے لے کر چالیس تک بولا جاتا ہے دس سے کم پرنہیں بولا جاتا۔تو ایک اچھی خاصی جماعت اس کے خزانے کی چابیاں اٹھا کر بوجھل ہو جاتی تھی،تھک جاتی تھی اُولِی الْقُوَّةِ جوقوت والی ہوتی تھی۔اس سے تم اس کے خزانوں کا اندازہ لگالو۔اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ مفاتح مَفْتَحَةٌ کی جمع ہے اس کا معنٰی ہے خزانہ۔تو معنٰی ہوگا بے شک خزانے اس قارون کے البتہ بوجھل کر دیتے تھے ایک طاقتور جماعت کو۔اچھی خاصی جماعت ان کو اٹھانہیں سکتی تھی ۔ جب گھر سے نکلتا تھا تو بڑی اکڑ فوں کے ساتھ نکلتا تھا لوگ سلام کرتے تھے غرور کی وجہ سے ان کے سلام کا جواب نہیں دیتا تھا۔کوئی امیر سلام کرتا تو جواب دیتا تھا۔ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ جس وقت کہا اس کو اس کی قوم نے لَا تَفْرَحْ گھمنڈ نہ کر اپنے مال پر اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْفَرِحِیْنَ بے شک اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا گھمنڈ کرنے والے کو،اترانے والوں کو۔

خوشی اور گھمنڈ کا فرق :

خوشی اور گھمنڈ کا فرق سمجھ لو۔خوشی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو حلال طیب مال دے تو وہ کہے الحمد للہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کیا ہے۔اور گھمنڈ یہ ہے کہ مال آئے تو آپے سے باہر

ہو جائے اور دوسروں کو حقیر سمجھے، غریب کو اپنے برابر نہ بیٹھنے دے، غریب کی بات نہ سنے۔ اور آج عموماً ایسا ہی ہے الا ماشاء اللہ کوئی ہو گا جو یہ سمجھے کہ یہ مال مجھے اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور اس میں غریبوں کا حق ہے اور وہ غریبوں کا خیال رکھے اور ان کی تحقیر نہ کرے۔

دین غریبوں کے پاس ہے :

یاد رکھنا! دین غریبوں کے پاس ہے امیروں کے پاس دین نہیں ہے۔ کوئی بڑا امیر ہو گا کہ امیر ہو کر دین دار بھی ہو یہ اس کی کرامت ہے۔ غریبو! تم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمہیں مال نہیں دیا دین تو دیا ہے۔ مال کوئی کتنے عرصے تک کھالے گا۔ ایک دن موت تو آنی ہے کیا یہ دنیا کی چیزیں ساتھ جائیں گی، کوئی کوٹھی، باغ، کارخانہ ساتھ نہیں جائے گا ساتھ ایمان جائے گا، عمل صالح جائے گا۔

تو قوم نے کہا کہ اپنے مال پر اترا نہیں گھمنڈ نہ کر اللہ تعالیٰ اترانے والوں سے محبت نہیں کرتا۔ وَابْتَغِ فِيمَآ اٰتٰكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ اور تلاش کر اس مال کے ذریعے، دولت کے ذریعے جو اللہ تعالیٰ نے تجھے دی ہے، آخرت کا گھر۔ زکوٰۃ دے، صدقہ خیرات کر، غریبوں کی مدد کر، مہمان نوازی کر، مال کے ذریعے جو اچھے کام ہو سکتے ہیں وہ کر وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا اور نہ بھول اپنا حصہ دنیا سے۔ ضرورت کے مطابق کھاؤ، پیو، پہنو، ضرورت کے مطابق مکان بناؤ، سواری رکھو، اپنے آپ پر اور اہل خانہ پر خرچ کرو۔

قارون کے بارے میں لکھا ہے کہ روٹی چنگیر میں رکھ کر نہیں کھاتا تھا۔ کہتا تھا کہ چنگیر میلی ہو جائے گی دھونی پڑے گی، صابن خرچ ہو گا۔ بھئی! رب تعالیٰ نے تجھے مال دیا ہے اس کو خرچ کر اپنے حصے کو نہ بھول۔ روٹی چنگیر میں رکھو، سالن پلیٹ میں ڈالو، وقت پر

عمدہ کھانا کھاؤ رب تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ سورہ مومنون آیت نمبر ۵۱ میں تم پڑھ چکے ہو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا یٰاَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ''اے پیغمبر کھاؤ پاکیزہ چیزوں سے اور عمل کرو نیک۔'' پاکیزہ کھانا چھوڑنا کوئی نیکی نہیں ہے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں استعمال کرو اور اچھے اعمال کرو۔

مسئلہ یہ ہے کہ جو شخص اپنی حیثیت کے مطابق لباس نہیں پہنتا یہ بھی رب تعالیٰ کا ناشکر گزار ہے رب تعالیٰ کی نعمت کی ناقدری ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک میلے کچیلے لباس والا آدمی آپ ﷺ کے پاس آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے پاس صابن نہیں ہے کہ لباس کو دھولو کیا تیل نہیں ملتا کہ سر میں لگا کے کنگھی کرلو؟ اس نے کہا حضرت! میرے پاس اتنے غلام ہیں، اتنی بکریاں ہیں، اونٹ ہیں اور بہت کچھ ہے۔ فرمایا رب کی نعمت کا اثر تیرے جسم پر نظر آنا چاہیے تو اپنی حیثیت کے مطابق لباس نہ پہننا بھی رب تعالیٰ کی نعمت کی ناقدری ہے۔ عام مفسرین کرامؒ تو اسراف کا معنیٰ حد سے زیادہ خرچ کرنا کرتے ہیں۔ اور علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ حد سے زیادہ خرچ کرنا اسراف ہے۔ اس میں تو کوئی شک نہیں ہے لیکن کم استعمال کرنا کہ جس سے جسم کی ضرورت پوری نہ ہو بدن کی صحت برقرار نہ رہے یہ بھی اسراف میں شامل ہے۔ اتنا کھاؤ پیو کہ جس سے بدن تندرست رہے نمازیں پڑھ سکو، روزے رکھ سکو، تو کہا اے قارون! مال کو رب تعالیٰ کی نعمت سمجھو اپنا حصہ بھی نہ بھولو اور غریبوں کا حق بھی ادا کرو وَاَحْسِنْ کَمَآ اَحْسَنَ اللّٰہُ اِلَیْکَ اور احسان کرلوگوں کے ساتھ جیسا کہ احسان کیا اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِی الْاَرْضِ اور نہ تلاش کر فساد کو زمین میں اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ بے شک اللہ تعالیٰ فسادیوں کو پسند نہیں کرتے۔ خدا کی نافرمانی فساد فی الارض ہے، اکڑ کے چلنا، دوسروں کو

حقیر سمجھنا، غریب کی بات نہ سننا یہ بھی فساد فی الارض ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ قارون قوم کو جواب دیتا کہ الحمدللہ! رب تعالیٰ نے مجھے مال دیا ہے اس کا شکر ہے میں اس سے آخرت حاصل کروں اور غریبوں کی امداد بھی کروں گا۔ لیکن اس نے کیا جواب دیا سنو! قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِیْتُهٗ عَلٰی عِلْمٍ عِنْدِیْ کہنے لگا پختہ بات ہے یہ مال جو مجھے ملا ہے اپنے علم اور لیاقت کی بنیاد پر ملا ہے تم بھی اپنے اندر لیاقت پیدا کرو اور مال کماؤ مجھ سے نہ مانگو۔

نیک بخت وہ ہے جو دوسروں سے عبرت حاصل کرے :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَوَلَمْ یَعْلَمْ اور کیا نہ جانا قارون نے اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ بے شک اللہ تعالیٰ نے تحقیق ہلاک کیں اس سے پہلے مِنَ الْقُرُوْنِ جماعتیں۔ اس سے پہلے کتنی جماعتیں ہلاک ہوئی ہیں مَنْ وہ جماعتیں هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وہ زیادہ سخت تھیں قارون کی قوت سے۔ مال و دولت اور جسمانی طاقت، ہر لحاظ سے قارون سے بڑھ کر تھیں وَّاَكْثَرُ جَمْعًا اور زیادہ تھیں جماعت کے لحاظ سے۔ افرادی لحاظ سے بھی زیادہ تھیں۔ رب تعالیٰ کی گرفت سے نہ ان کو مال بچا سکا نہ افراد بچا سکے۔ ان جماعتوں کی ہلاکت سے عبرت حاصل کرو۔ حدیث میں آتا ہے السَّعِیْدُ مَنْ وُعِظَ لِغَیْرِهٖ "نیک بخت انسان وہ ہوتا ہے جو دوسروں کو دیکھ کر عبرت حاصل کرے۔" جو دوسروں کو دیکھ کر عبرت حاصل نہ کرے وہ انسان کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ (بندہ نواز بلوچ کا جی چاہ رہا ہے کہ میں یہاں مثنوی شریف سے ایک حکایت نقل کردوں جو مولانا رومؒ نے یہی بات سمجھانے کے لیے بیان فرمائی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ شیر نے بھیڑیے اور لومڑی کو کہا کہ آؤ شکار کرنے کے لیے چلیں تاکہ ایک دوسرے کی مدد کے ساتھ آسانی کے ساتھ شکار کرلیں۔ چنانچہ شیر، بھیڑیا اور لومڑی شکار کو گئے اور پہاڑی گائے اور بکرا اور

موٹا خرگوش انہوں نے پکڑ لیا۔ شکار کر کے جب بیٹھ گئے تو شیر نے بھیڑیے کو کہا کہ تقسیم کر دو۔ بھیڑیے نے کہا نیل گائے تیرا حصہ ہے یہ بھی بڑی ہے اور تو بھی بڑا ہے اور بکرا میرا ہے کیونکہ یہ متوسط اور درمیانہ ہے اور لومڑی خرگوش لے لے۔ شیر نے کہا او بھیڑیے! تو کیا بکتا ہے میری موجودگی میں میری تیری کی بات کرتا ہے آگے آ۔ جب وہ آگے آیا تو شیر نے پنجہ مار کر اس کو چیر پھاڑ دیا۔ پھر لومڑی کو کہا کہ اب تو تقسیم کر۔ لومڑی نے سجدہ کیا اور کہا کہ یہ موٹی نیل گائے اے بادشاہ آپ کا ناشتہ ہے اور بکرا دوپہر کے لیے یخنی ہوگی اور خرگوش شام کے لیے۔ شیر نے کہا اے لومڑی! تو نے انصاف کو روشن کر دیا اس طرح کی تقسیم تو نے کس سے سیکھی ہے؟ لومڑی نے کہا اے جنگل کے بادشاہ! بھیڑیے کے انجام سے۔ اس کے بعد مولانا رومؒ فرماتے ہیں کہ عقل مند وہ ہے جو عبرت حاصل کرے۔) فرمایا وَلَا يُسْئَلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ اور نہیں سوال کیا جائے گا ان کے گناہوں کے بارے میں مجرموں سے۔ کیونکہ یہ تو سب کچھ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور دوسرے مقام پر سوال کرنے کا بھی ذکر ہے فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ''آپ کے رب کی قسم ہے ہم سب سے ضرور سوال کریں گے۔'' تو سوال ہوگا کہ تم نے گناہ کیوں کیے ہیں؟ اور اس بارے میں سوال نہیں ہوگا کہ تم نے گناہ کیے ہیں یا نہیں کیے۔ تو جب حیثیت بدل جائے تو تعارض ختم ہو جاتا ہے۔

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِیْ زِیْنَتِهٖ ؕ
قَالَ الَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا یٰلَیْتَ لَنَا مِثْلَ مَاۤ اُوْتِیَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ﴿۷۹﴾ وَ قَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَیْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَیْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ۚ وَ لَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ﴿۸۰﴾ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَ بِدَارِهِ الْاَرْضَ قف فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ یَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۗ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِیْنَ ﴿۸۱﴾ وَ اَصْبَحَ الَّذِیْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ یَقُوْلُوْنَ وَیْكَاَنَّ اللّٰهَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ یَقْدِرُ ۚ لَوْ لَاۤ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَیْنَا لَخَسَفَ بِنَا ؕ وَیْكَاَنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۲﴾ ع

فَخَرَجَ پس وہ نکلا عَلٰى قَوْمِهٖ اپنی قوم کے سامنے فِیْ زِیْنَتِهٖ اپنی ٹھاٹ باٹ کے ساتھ قَالَ الَّذِیْنَ کہا ان لوگوں نے یُرِیْدُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا جو ارادہ کرتے تھے دنیا کی زندگی کا یٰلَیْتَ لَنَا کاش کہ ہمارے لیے بھی ہو جائے مِثْلَ مَاۤ اُوْتِیَ قَارُوْنُ اس کے مثل جو دیا گیا قارون اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ بے شک وہ بڑے نصیبے والا ہے وَقَالَ الَّذِیْنَ اور کہا ان لوگوں نے اُوْتُوا الْعِلْمَ جن کو علم دیا گیا تھا وَیْلَكُمْ خرابی ہے تمہارے لیے ثَوَابُ اللّٰهِ خَیْرٌ بدلہ اللہ تعالیٰ کا بہتر ہے لِمَنْ اٰمَنَ اس کے لیے جو ایمان لایا وَ عَمِلَ صَالِحًا اور عمل

کیے اچھے وَلَا يُلَقّٰهَآ اور نہیں دی جاتی یہ صفت اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ مگر صبر کرنے والوں کو فَخَسَفْنَا بِهٖ پس ہم نے دھنسا دیا اس کو وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ اور اس کی کوٹھی کو زمین میں فَمَا كَانَ لَهٗ پس نہیں تھا اس کے لیے مِنْ فِئَةٍ کوئی گروہ يَّنْصُرُوْنَهٗ جو اس کی مدد کرتا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے سوا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ اور نہیں تھا وہ انتقام لینے والوں میں سے وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ اور ہو گئے وہ لوگ تَمَنَّوْا جنہوں نے آرزو کی تھی مَكَانَهٗ اس جیسا ہونے کی بِالْاَمْسِ کل يَقُوْلُوْنَ کہنے لگے وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ تعجب ہے کہ گویا اللہ تعالیٰ يَبْسُطُ الرِّزْقَ کشادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ رزق لِمَنْ يَّشَآءُ جس کے لیے چاہتا ہے مِنْ عِبَادِهٖ اپنے بندوں میں سے وَيَقْدِرُ اور تنگ کرتا ہے لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا اگر اللہ تعالیٰ ہم پر احسان نہ کرتا لَخَسَفَ بِنَا تو ہمیں بھی دھنسا دیتا زمین میں وَيْكَاَنَّهٗ تعجب ہے گویا کہ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ شان یہ ہے کہ فلاح نہیں پانے والے کافر۔

اس سے پہلے درس میں بھی قارون کا ذکر تھا اور آج کی آیات میں بھی اس کا نام لے کر واقعہ بیان ہوا ہے۔ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سگا چچا زاد بھائی تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کے والد کا نام عمران تھا رحمہ اللہ تعالیٰ۔ اور قارون کے باپ کا نام يَصْهَرُ تھا۔ یہ دونوں بھائی تھے۔ قارون جس کا نام منور تھا بڑا ذہین اور ہوشیار آدمی تھا تورات اس کو ایسے ہی یاد تھی جیسے ہمارے حفاظ کو قرآن یاد ہوتا ہے مگر بدفطرت آدمی کا مسئلہ علیحدہ ہے۔ اس کا اندازہ تم اس سے لگاؤ کہ باپ يَصْهَرُ ولی اللہ، دادا قاھث ولی اللہ، پردادا لاوی ولی

اللہ، لکڑ دادا اللہ تعالیٰ کا پیغمبر یعقوب علیہ السلام، ان کے والد اسحاق علیہ السلام اوران کے والد ابراہیم علیہ السلام۔

؎ ایں خانہ ہمہ آفتاب است

کن کی اولاد میں سے تھا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ہارون علیہ السلام کا چچازاد بھائی تھا مگر بدفطرت تھا بے راہ تھا۔ تاجر پیشہ آدمی تھا اور ٹھیکے بھی لیتا تھا اور حد درجے کا کنجوس آدمی تھا آمدنی ڈھیر تھی خرچ نہیں کرتا تھا۔ پڑھ چکے ہو کہ اس کے خزانے کی چابیاں ایک اچھی خاصی جماعت اٹھاتی تھی۔ عصبہ کا لفظ دس سے لے کر چالیس تک بولا جاتا ہے۔ پھر وہ بھی پہلوان قسم کی جماعت تھی۔ لوگ اکٹھے ہو کر اس کے پاس گئے اور کہا اَحْسِنْ کَمَا اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَیْکَ ''جیسے رب تعالیٰ نے تیرے اوپر احسان کیا ہے تو بھی لوگوں پر احسان کر۔'' غریبوں کے ساتھ ہمدردی کر۔ بجائے اس کے کہ وہ کہتا کہ اچھا جی! ضرور کروں گا کہنے لگا مجھے جو کچھ ملا یہ علم اور قابلیت کی بنیاد پر ملا ہے۔ مجھ سے کیوں مانگتے ہو اپنے اندر قابلیت اور لیاقت پیدا کرو، محنت کرو اور کماؤ۔ اصولی طور پر وہ اپنے آپ کو مسلمان کہلواتا تھا موسیٰ علیہ السلام کے پیچھے نمازیں پڑھتا تھا مگر منافق تھا۔

شریعتِ محمدی اور موسوی میں مسائل کا فرق :

جس طرح ہماری شریعت میں زکوٰۃ کا حکم ہے موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں بھی زکوٰۃ کا حکم تھا۔ ہماری شریعت میں چالیسواں حصہ ہے سو میں اڑھائی روپے، دو سو میں پانچ روپے، ہزار میں پچیس روپے۔ ان کی شریعت میں زکوٰۃ چوتھائی حصہ تھا۔ سو میں سے پچیس روپے، ہزار میں اڑھائی سو روپے، چار ہزار میں ایک ہزار۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب تورات کا یہ حکم سنایا کہ ہر اسرائیلی پر جو میرا کلمہ پڑھتا ہے لا الٰہ الا اللّٰہ موسیٰ

کلیم اللہ اس کو چوتھا حصہ زکوٰۃ دینا پڑے گی۔ تو قارون کی نیند اڑ گئی کہ میں ہر سال چوتھائی حصہ زکوٰۃ دوں۔ کیونکہ زکوٰۃ تو ہر سال دینی پڑتی ہے۔ بعض جاہل قسم کے لوگ سمجھتے ہیں کہ زیورات کی زکوٰۃ ایک دفعہ دے دی تو پھر دوبارہ دینے کی ضرورت نہیں ہے یہ جاہلوں کا مسئلہ ہے زیورات پر زکوٰۃ ہے اور ہر سال ہے۔ قارون بدفطرت انسان تھا اطاعت کا مادہ اس میں نہیں تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معمول تھا کہ جب کوئی مضمون بیان کرنا ہوتا تھا تو لوگوں کو اطلاع کرتے تھے کہ فلاں جگہ اکٹھے ہو جاؤ فلاں عنوان پر بیان ہوگا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زنا کا حکم بیان کرنا تھا کہ شادی شدہ مرد زنا کرے یا عورت اس کو رجم کیا جائے گا اور ہماری شریعت میں بھی یہی حکم ہے اور غیر شادی شدہ کے لیے سو کوڑوں کا حکم ہے۔

سزاؤں سے معاشرے میں امن قائم ہوتا ہے :

یہ سب اللہ تعالیٰ کے قطعی احکام ہیں ان کو ظالمانہ کہنا ظالموں کا کام ہے کیونکہ رب تعالیٰ کا کوئی حکم بھی ظلم نہیں ہے۔ جو ڈاکو ڈاکے کے ساتھ قتل بھی کرے اور جو بدمعاش کسی کو ناحق قتل کرے تو اس کو قتل کی سزا دی جائے تو یہ کون سا ظلم ہے؟ اس نے ظلم نہیں کیا۔ ہاں! بے گناہ کو کوئی قتل کرے تو وہ ظلم ہے۔ مگر شریعت یہ تو نہیں کہتی کہ کسی بے گناہ کا ہاتھ کاٹ دو، غیر زانی کو رجم کردو، کوڑے مارو، یہ تو مجرموں کی سزائیں ہیں اور ان سے معاشرے میں امن قائم ہوتا ہے۔ طالبان حکومت نے شرعی سزائیں نافذ کیں تو وہاں امن ہو گیا اور کفریہ طاقتوں نے ان کی مخالفت شروع کردی کہ یہ علاقہ تو نمونہ بن جائے گا کہ شرعی سزائیں نافذ کرنے سے علاقے میں امن ہو جاتا ہے تو اردگرد کی ریاستیں بھی ضرور متاثر ہوں گی لہٰذا طالبان کی حکومت کو ختم کیا جائے اس کے لیے اب وہ بین الاقوامی کانفرنس بلا رہے ہیں۔ اسلام آباد میں جب روس، امریکہ یہ بدمعاشوں کا ٹولہ اکٹھا ہوگا کہ طالبان کو کہیں کہ وہ شرعی

سزائیں نافذ نہ کریں اسلام کا نام نہ لیں۔ان سے کوئی پوچھے او شیطانو! چور چوری کرے ،ڈاکو ڈاکا مارے، زانی زنا کرے، کوئی کسی کو ناحق قتل کرے وہ ظلم نہیں ہے ان کو سزا دینا ظلم ہو گیا۔ یہ ذہن ہیں ان خبیثوں کے۔

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ کل فلاں وقت تمام لوگ اکٹھے ہو جائیں زانی کے متعلق اللہ تعالیٰ کے احکام بتلائے جائیں گے۔ قارون نے ایک عصمت فروش، منہ پھٹ عورت کے ساتھ ساز باز کیا۔ مثلاً اس کو دس ہزار روپے دیے کہ موسیٰ علیہ السلام جب یہ حکم بیان کریں تو نے کھڑے ہو کر کہہ دینا ہے کہ یہ قانون لوگوں کے لیے ہے یا ہمارے تمہارے لیے بھی ہے۔ فلاں رات آپ نے میرے ساتھ یہ کارروائی کی تھی تم پر بھی یہ قانون لاگو ہو گا یا نہیں؟ پیسہ بڑی حرامی چیز ہے۔ یہ بہت کچھ کروا دیتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب مجمع میں یہ حکم بیان کیا کہ شادی شدہ مرد عورت جب زنا کا ارتکاب کریں تو ان کے لیے اللہ تعالیٰ کا قانون ہے رجم کرنا۔ وہ بے حیا عورت اٹھ کھڑی ہوئی کہنے لگی یہ قانون کمزوروں کے لیے ہے یا طاقتوروں کے لیے بھی ہے؟ فرمایا سب کے لیے ہے۔ کہنے لگی آپ نے جو فلاں رات میرے ساتھ یہ کارروائی کی ہے تو یہ قانون آپ پر بھی لاگو ہو گا یا نہیں۔ لوگ حیران ہو گئے۔ مخلص ساتھی تو سمجھتے تھے کہ یہ جھوٹ بول رہی ہے مگر بد باطن لوگوں کو یہ بات مل گئی انہوں نے باتیں بنانی شروع کر دیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اکثر باوضو ہوتے تھے وہ سجدے میں گر پڑے اور عرض کی اے پروردگار! آپ ہی نے میری مدد کرنی ہے۔ اس عورت کی بات کو میرے مخالف ہتھیار کے طور پر استعمال کریں گے اے پروردگار! میری تبلیغ رک جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ غم نہ کریں ابھی فیصلہ ہو جائے گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے سر سجدے سے اٹھا کر فرمایا بی بی! اللہ

تعالیٰ کا عذاب ابھی آنے والا ہے سچ سچ بتلاؤ قصہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میں نہیں بول رہی قارون نے جو پیسوں کی تھیلی دی ہے وہ بول رہی ہے۔ اس نے کہا کہ میں بدمعاش اور بدکار ہوں میں نے یہ بات غلط کہی ہے۔

قارون کا عبرت ناک انجام :

قارون کا بڑا محل تھا اس میں بڑے بڑے کمرے تھے بڑا وسیع رقبہ تھا باغ باغیچے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے قارون کو کوٹھی سمیت، دولت، باغ باغیچوں سمیت زمین میں دھنسا دیا اس کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ پس وہ قارون نکلا اپنی قوم کے سامنے فِىْ زِيْنَتِهٖ اپنی ٹھاٹ باٹ کے ساتھ۔ سونے کے زین والے گھوڑے پر سوار ہوا سر پر عمدہ پگڑی تھی سونے کی پٹی باندھ رکھی تھی آگے پیچھے نوکر چاکر تھے قَالَ الَّذِيْنَ کہا ان لوگوں نے يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا جو ارادہ کرتے تھے دنیا کی زندگی کا۔ دنیا کے طلب گار لوگوں نے اس کو دیکھا تو کہا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِىَ قَارُوْنُ کاش کہ ہمارے لیے بھی ہو جائے اس کے مثل جو دیا گیا قارون ۔ یہ مال و دولت اور شان و شوکت ہمیں بھی مل جائے اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ بے شک یہ بڑے نصیبے والا، بخت والا ہے وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اور کہا ان لوگوں نے جن کو علم دیا گیا۔ صاحب علم اللہ والوں نے کہا جو ان کے پاس تھے وَيْلَكُمْ تمہارے لیے خرابی ہے ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ جو بدلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملے گا وہ بہتر ہے۔ یہ ٹھاٹ باٹ اور شان و شوکت عارضی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بدلہ ملے گا وہ بہت بہتر ہے۔ مگر وہ کس کو ملے گا؟ لِّمَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا اس کو ملے گا جو ایمان لایا اور اچھے عمل کیے وَلَا يُلَقّٰهَآ اور نہیں دی جاتی یہ صفت اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ مگر صبر کرنے والوں کو ایمان کی دولت اور عمل کی توفیق صبر کرنے والوں کو

ملتی ہے۔پھر کیا ہوا؟ فَخَسَفْنَا بِهٖ پس ہم نے دھنسادیا قارون کو وَبِدَارِهِ اوراس کی کوٹھی کو الْاَرْضَ زمین میں۔قارون کو کوٹھی اور دولت سمیت اللہ تعالیٰ نے زمین میں دھنسا دیا۔قارون، اس کی کوٹھی اور ساری دولت کو زمین نگل گئی فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ پس نہیں تھی اس کے لیے کوئی جماعت يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ جو مدد کرتی اس کی اللہ تعالیٰ کے سوا۔رب تعالیٰ کی گرفت سے کون بچاسکتا ہے وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ اور نہیں تھا وہ انتقام لینے والوں میں سے۔رب تعالیٰ سے کون انتقام لے سکتا ہے۔ وہ اپنا دفاع نہیں کر سکا انتقام کیا لینا تھا۔جس وقت قارون اور اس کی کوٹھی وغیرہ زمین میں دھنس گئی تو وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا اور ہو گئے وہ لوگ جنہوں نے آرزو کی تھی مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ اس جیسا ہونے کی کل۔کل جنہوں نے آرزو کی تھی کہ ہمیں بھی قارون جیسی دولت مل جائے اور اس جیسی ٹھاٹھ باٹھ مل جائے يَقُوْلُوْنَ انہوں نے کہا وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ تعجب ہے کہ گویا اللہ تعالیٰ کشادہ کرتا ہے رزق جس کے لیے چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے وَيَقْدِرُ اور تنگ کرتا ہے۔کل جو قارون کی دولت کی آرزو کر رہے تھے آج وہ پشیمان ہو گئے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہمیں نہیں ملی ورنہ ہم بھی زمین میں دھنسا دیئے جاتے۔اگر کسی نے جائز ذرائع سے دولت کمائی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔اور خرچ بھی جائز کاموں میں ہو تو ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ سزا نہیں دیتے۔اور جو لوگ ناجائز طریقے سے دولت کماتے ہیں وہ کب تک اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچیں گے۔دنیا کی زندگی میں عذاب نہ ہوا تھا تو قبر برزخ میں ہوگا، دوزخ میں ہوگا۔عذاب سے چھٹکارا نہیں ہے۔کہنے لگے لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا اگر اللہ تعالیٰ ہم پر احسان نہ کرتا لَخَسَفَ بِنَا تو ہمیں بھی دھنسا دیتا زمین میں وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ

الْكٰفِرُوْنَ تعجب ہے گویا کہ فلاح نہیں پاتے کفر کرنے والے۔رب تعالیٰ کے احکام کا انکار کرنے والے فلاح نہیں پا سکتے چاہے وہ کھلے کافر ہوں یا بہ ظاہر اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والے ہوں۔اب یہاں دیکھ لو کہ قارون اولیاء کی اولاد میں سے تھا موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی تھا مگر کوئی نسبت کام نہ آئی۔ایمان اور عمل صالح کام آتا ہے۔

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا

لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَ لَا فَسَادًا ؕ وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۸۳﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَیْرٌ مِّنْهَا ۚ وَ مَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَةِ فَلَا یُجْزَى الَّذِیْنَ عَمِلُوا السَّیِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾ اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ؕ قُلْ رَّبِّیْۤ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى وَ مَنْ هُوَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۸۵﴾ وَ مَا كُنْتَ تَرْجُوْۤا اَنْ یُّلْقٰۤى اِلَیْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِیْرًا لِّلْكٰفِرِیْنَ ﴿۸۶﴾ وَ لَا یَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَیْكَ وَ ادْعُ اِلٰى رَبِّكَ وَ لَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۸۷﴾ وَ لَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۫ كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ؕ لَهُ الْحُكْمُ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۸﴾

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ وہ آخرت کا گھر ہے نَجْعَلُهَا ہم ٹھہراتے ہیں اس کو لِلَّذِیْنَ ان لوگوں کے لیے لَا یُرِیْدُوْنَ جو نہیں ارادہ کرتے عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ بڑائی زمین میں وَ لَا فَسَادًا اور نہ فساد وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ اور اچھا انجام ہے پرہیزگاروں کے لیے مَنْ جَآءَ جو شخص لے کر آیا بِالْحَسَنَةِ نیکی فَلَهٗ خَیْرٌ مِّنْهَا پس اس کے لیے بہتر ہوگا اس سے وَ مَنْ جَآءَ اور جو شخص لے کر آیا

بِالسَّیِّئَۃِ برائی فَلَا یُجْزَی پس نہیں بدلہ دیا جائے گا الَّذِیْنَ ان لوگوں کو عَمِلُوا السَّیِّاٰتِ جنہوں نے عمل کیے برے اِلَّا مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ مگر اسی چیز کا جو وہ عمل کرتے تھے اِنَّ الَّذِیْ بے شک وہ رب فَرَضَ عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ جس نے فرض کیا آپ پر قرآن لَرَآدُّکَ البتہ آپ کو لوٹائے گا اِلٰی مَعَادٍ لوٹنے کی جگہ قُلْ رَّبِّیْٓ اَعْلَمُ آپ کہہ دیں میرا رب خوب جانتا ہے مَنْ اس کو جَآءَ بِالْهُدٰی جو ہدایت لے کر آیا ہے وَمَنْ هُوَ اور اس کو فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ جو کھلی گمراہی میں ہے وَمَا کُنْتَ تَرْجُوْٓا اور آپ امید نہیں رکھتے تھے اَنْ یُّلْقٰٓی اِلَیْکَ الْکِتٰبُ کہ ڈالی جائے آپ کی طرف کتاب اِلَّا رَحْمَۃً مگر رحمت ہے مِّنْ رَّبِّکَ آپ کے رب کی طرف سے فَلَا تَکُوْنَنَّ پس آپ ہرگز نہ ہوں ظَهِیْرًا لِّلْکٰفِرِیْنَ امداد کرنے والے کافروں کی وَلَا یَصُدُّنَّکَ اور ہرگز نہ روکیں آپ کو عَنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ بعد اس کے وہ نازل کی گئی ہیں اِلَیْکَ آپ کی طرف وَادْعُ اِلٰی رَبِّکَ اور آپ بلائیں اپنے رب کی طرف وَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اور آپ ہرگز نہ ہوں شرک کرنے والوں میں سے وَلَا تَدْعُ اور آپ نہ پکاریں مَعَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اِلٰهًا اٰخَرَ کسی اور کو معبود لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ نہیں ہے کوئی الٰہ مگر وہی کُلُّ شَیْءٍ هَالِکٌ ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے اِلَّا وَجْهَهٗ مگر رب کی ذات لَهُ الْحُکْمُ اسی کا حکم ہے وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

کل کے درس میں تم نے پڑھا کہ قارون کو اس کی قوم نے کہا وَابْتَغِ فِیْمَآ اٰتٰکَ

اللّٰہُ الدَّارُ الْاٰخِرَۃَ ''اللہ تعالیٰ نے جو کچھ دیا ہے اس میں آخرت کا گھر تلاش کر۔'' آج کی پہلی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بتلایا کہ آخرت کے گھر سے کون لوگ محروم رہتے ہیں اور وہ کن لوگوں کو حاصل ہوتا ہے۔ فرمایا تِلْکَ الدَّارُ الْاٰخِرَۃُ آخرت کا وہ گھر ہے کہ نَجْعَلُھَا بنایا ہے ہم نے وہ آخرت کا گھر لِلَّذِیْنَ لَایُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ جو نہیں ارادہ کرتے بڑائی کا زمین میں وَلَا فَسَادًا اور نہ فساد کرتے ہیں۔ جو غرور کرے گا زمین میں اور فساد کرے گا وہ آخرت کے گھر سے محروم رہے گا۔

تکبر روحانی بیماریوں میں بڑی بیماری :

تکبر روحانی بیماریوں میں سے بڑی بیماری ہے۔ تکبر کی وجہ سے ابلیس راندۂ درگاہ ہوا۔ تکبر کا معنٰی ہے لوگوں کو حقیر سمجھنا اور حق کو قبول نہ کرنا۔ ترمذی شریف کی روایت میں آتا ہے کہ جس آدمی کی جان اس کے جسم سے اس حالت میں جدا ہوئی کہ وہ شخص تکبر، خیانت اور غلول سے پاک ہو تو ایسا شخص جنت میں داخل ہوگا۔ تو تکبر جنت میں جانے سے رکاوٹ ہے۔ اور دوسری چیز فساد ہے۔ قارون کو قوم نے یہ بھی کہا تھا لَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِی الْاَرْضِ ''زمین میں فساد طلب نہ کر اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات سے روگردانی فساد فی لارض ہے۔ تو فرمایا آخرت کا گھر ان لوگوں کے لیے ہے جو تکبر اور فساد کرنے سے پرہیز کرتے ہیں وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ اور اچھا انجام پرہیزگاروں کا ہے جو گناہوں سے بچتے ہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچتے ہیں۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَۃِ فَلَہٗ خَیْرٌ مِّنْھَا جو شخص لے کر آیا نیکی پس اس کے لیے بہتر ہوگا اس سے۔

نیکی کے قبول ہونے کی تین بنیادی شرائط :

یہاں یہ بات سمجھ لیں کہ نیکی والے سے مراد کون شخص ہے کہ اس میں نیکی کی قبولیت کی شرطیں پائی جائیں اور نیکی کی قبولیت کی تین بنیادی شرطیں ہیں وہ سمجھ لیں۔ پہلی شرط ایمان ہے کہ ایمان کے بغیر کوئی نیکی قبول نہیں ہوتی اور ایمان وہ ہے جس کو قرآن ایمان کہے، حدیث ایمان کہے، فقہ اسلامی ایمان کہے۔ خود ساختہ، جعلی، اور بناوٹی ایمان کی کوئی حیثیت نہیں ہے دعویٰ ایمان کوئی چیز نہیں ہے۔ دعویٰ تو منافق بھی کرتے تھے کہ ہم مومن ہیں۔

ایمان کے بعد دوسری شرط اخلاص ہے کہ وہ نیکی ریا اور دکھلاوے سے پاک ہو نیکی صرف رب تعالیٰ کی رضا کے لیے ہو۔ تیسرے پارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنے اعمال کو ریا کے ساتھ باطل نہ کرو ریا والا کوئی عمل قبول نہیں ہے۔ ایمان اخلاص کے ساتھ تیسری بنیادی شرط اتباع سنت ہے کہ وہ نیکی سنت کے مطابق ہو۔ ان شرائط کے ساتھ نیکی کرنے والے لوگ آیت کریمہ میں مراد ہیں۔ ان شرائط کے ساتھ جس آدمی نے نیکی کی تو اس کے لیے اس سے بہتر ہوگا۔ اس کی تفصیل سورۃ الانعام آیت نمبر ۱۶۰ میں موجود ہے کہ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ''پس جو شخص لایا نیکی پس اس کے لیے دس گنا اجر ہے۔'' مثلاً جس نے سبحان اللہ کہا اس کو دس نیکیاں نقد مل گئیں، الحمد للہ کہا دس نیکیاں مل گئیں۔ لا الٰہ الا اللہ کہا دس نیکیاں مل گئیں مسلمان بھائی کو السلام علیکم کہا دس نیکیاں مل گئیں جواب میں وعلیکم السلام کہا دس نیکیاں مل گئیں، صدقہ کیا دس نیکیاں مل گئیں۔ عام حالات میں ہر نیکی کا اجر دس گنا اور فی سبیل اللہ کی مد میں ایک نیکی کا ادنیٰ ترین بدلہ سات سو ہے وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ [بقرہ:۲۶۱] فی سبیل اللہ کی بہت ساری قسمیں ہیں۔ پہلی قسم

علم دین حاصل کرنے کے لیے سفر کرنا۔ مثلاً صبح کو تم گھر سے چلتے ہو نماز پڑھنے کے لیے، ساتھ یہ بھی ارادہ کرلو کہ قرآن پاک کا درس سننا ہے تو تمہیں ہر ہر قدم پر ادنیٰ ترین نیکی سات سو ملے گی۔ آتے ہوئے بھی اور جاتے ہوئے بھی۔ دین کی تبلیغ کے لیے جانا یہ بھی فی سبیل اللہ ہے، کافروں کے ساتھ جہاد کرنا یہ بھی فی سبیل اللہ کی مد میں ہے۔ کیونکہ اگر جہاد نہ ہوا تو کافروں کی قوت بڑھ جائے گی اسلام نہیں پھیل سکے گا لہٰذا جہاد کے ذریعے ان کی حوصلہ شکنی کرنی ہے۔ تو فرمایا جو بھلائی لے کر آیا اس کے لیے اس سے بہتر ہے وَ مَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَةِ اور جو لایا برائی فَلَا یُجْزَى الَّذِیْنَ عَمِلُوا السَّیِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ پس نہیں بدلہ دیا جائے گا ان لوگوں کو جنہوں نے عمل کیے برے مگر اتنا جتنا انہوں نے عمل کیا۔ ایک برائی کی ہے تو ایک ہی ہوگی، دو کی ہیں تو دو ہی ہوں گی، تین کی ہوں گی تو تین ہی ہوں گی، چار کی ہوں گی تو چار ہی ہوں گی پانچ نہیں ہوں گی۔ اس سے اندازہ لگاؤ کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کتنی وسیع ہے۔ فرمایا رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ [اعراف: ۱۵۶] ''میری رحمت ہر شے پر وسیع ہے۔'' پھر بھی کوئی بد بخت دوزخ میں جائے تو اس سے بڑا بد بخت کون ہے؟

بزرگوں کے مجاہدے اور ریاضتیں صحیح ہیں :

جنت بڑی قیمتی ہے اس کے لیے بڑی محنت کی ضرورت ہے تیاری کی ضرورت ہے۔ دل صاف ہوگا تو تیاری کرے گا اور دل کی صفائی کے لیے بزرگوں نے بڑے مجاہدے اور ریاضتیں کی ہیں۔ دل کی صفائی اگر اتنی آسان ہوتی تو ان کو اتنی محنت کرنے کی کیا ضرورت تھی کہ بعض لوگ کہتے ہیں یہ سنت کے خلاف ہیں اس لیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایسا نہیں کیا۔ بھئی! ٹھیک ہے بے شک انہوں نے ایسا نہیں کیا لیکن ان کے دل کی صفائی

آنحضرت ﷺ کی مجلس میں آپ ﷺ کی توجہ سے ایک منٹ میں ہو جاتی تھی ان کے دل ایسے صاف تھے جیسے آئینہ صاف ہوتا ہے اس کو صاف کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ آپ ﷺ کی مجلس میں کلمہ پڑھا رنگ چڑھ گیا۔ آج اس طرح کی صفائی پچاس سال میں بھی نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا آج مجاہدوں اور ریاضتوں کی ضرورت ہے۔

لرآدک الیٰ معاد کی تفسیر :

فرمایا اِنَّ الَّذِیْ بے شک وہ رب فَرَضَ عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ جس نے فرض کیا آپ پر قرآن لَرَآدُّکَ اِلٰی مَعَادٍ البتہ آپ کو لوٹائے گا لوٹنے کی جگہ۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد مکہ مکرمہ ہے جہاں سے آپ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ گئے تھے۔ رب تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ میں آپ ﷺ کو پھر فاتحانہ انداز میں مکہ مکرمہ لاؤں گا۔ جب آپ ﷺ یہاں سے تشریف لے گئے تو آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ تھے اور چھپ چھپا کر گئے تھے۔ مگر جب ۸ھ میں آپ فاتحانہ انداز میں تشریف لائے تو اس وقت آپ ﷺ کے دشمن مشرک چھپتے پھرتے تھے یہ تفسیر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی بخاری شریف میں ہے۔ اور ابوسعودؒ بڑے مفسر ہیں وہ فرماتے ہیں کہ معاد سے مراد مقام محمود ہے۔ مقام محمود میدان محشر میں ایک مقام ہے اور وہاں ایک جھنڈا ہوگا اس کا نام لواء الحمد ہے۔ اس کو تم یوں سمجھو کہ یہاں جلسہ ہوتا ہے تو سٹیج بناتے ہیں خاص حضرات سٹیج پر ہوتے ہیں اور عام لوگ نیچے بیٹھے ہوتے ہیں۔ تو مقام محمود میدان محشر کا سٹیج ہوگا اس پر اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہوں گے اور آپ ﷺ کا جھنڈا لہرا رہا ہوگا باقی مخلوق نیچے ہوگی۔ تو امام ابوسعودؒ فرماتے ہیں کہ معاد سے مراد مقام محمود ہے اور اکثر مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ معاد سے مراد قیامت ہے

کہ رب تعالیٰ آپ ﷺ کو قیامت کی طرف لوٹائے گا قُلْ رَبِّیْٓ اَعْلَمُ آپ فرمادیں میرا رب خوب جانتا ہے مَنْ اس کو جَآءَ بِالْهُدٰی جو ہدایت لے کر آیا وَمَنْ اور اس کو بھی هُوَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ جو کھلی گمراہی میں ہے رب اس کو بھی جانتا ہے اس سے کوئی شے مخفی نہیں ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ یُّلْقٰٓی اِلَیْكَ الْكِتٰبُ اے نبی کریم ﷺ! آپ امید نہیں رکھتے تھے کہ ڈالی جائے گی، اتاری جائے گی آپ کی طرف کتاب نبوت ملنے سے پہلے۔ آپ کو کوئی امید نہیں تھی کہ مجھے نبوت ملے گی کتاب ملے گی اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ مگر رحمت ہے آپ کے رب کی طرف سے کہ اس نے آپ کو نبی بنایا، کتاب نازل فرمائی۔

بدعتیوں کا غلط نظریہ :

بریلوی حضرات میں جو غالی قسم کے لوگ ہیں جن میں مفتی احمد یار خان بھی ہے۔ وہ اپنی کتاب ''جاء الحق'' میں لکھتا ہے کہ آنحضرت ﷺ جب پیدا ہوئے تو حافظ قرآن تھے۔ سوال یہ ہے کہ اگر آپ ﷺ پہلے ہی حافظ قرآن تھے تو غار حرا میں قرآن کس پر نازل ہوا پھر مکہ مکرمہ میں کس پر نازل ہوا؟ پھر مدینہ منورہ میں کس پر نازل ہوتا رہا؟ مبالغے کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ رب تعالیٰ تو فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کو امید بھی نہیں تھی کہ کتاب ملے گی اور سورت شوریٰ میں فرمایا کہ مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِیْمَانُ ''آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کی تفصیلات کیا ہیں۔'' اور یہ کہتا ہے کہ آپ پیدائشی طور پر حافظ تھے غلو کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ اس کا نام محبت نہیں ہے کون شخص ہے مسلمانوں میں سے جس کو آنحضرت ﷺ کے ساتھ محبت نہیں ہے؟ مگر محبت کا یہ مطلب تو نہیں کہ آدمی حدیں پھلانگ جائے کہ جس سے قرآن کا انکار لازم آئے۔ فرمایا فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِیْرًا

لِلْکٰفِرِیْنَ پس آپ نہ ہوں امداد کرنے والے کافروں کے۔ یہ آپ ﷺ کو خطاب کر کے امت کو سمجھایا ہے کہ ہرگز کافروں کی مدد نہ کریں۔ کافروں کی مدد کسی بھی مرحلہ میں صحیح نہیں۔

اب اس وقت دیکھو ہماری حکومت خود تو ہمارے ساتھ ظلم و زیادتی کر رہی ہے دوسروں سے بھی ہمارے ساتھ زیادتی کرا رہی ہے۔ مثلاً بھارت کو تجارت کی وہ سہولتیں دی ہیں جو مقامی تاجروں کو حاصل نہیں ہیں۔ کیا ان کو یہ سہولتیں اس لیے دی ہیں کہ وہ بے ایمان ہمارا گلا کاٹ رہے ہیں، مسلمان عورتوں کے ساتھ زیادتی کرتے ہیں اور مسلمانوں کے ساتھ غداری کر رہے ہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ حربی کافر یعنی وہ کافر جو مسلمانوں کے ساتھ لڑ رہے ہیں ان کی مدد کرنا حرام ہے۔ ہاں وہ کافر جو تمہارے ساتھ نہیں لڑتے دین کے معاملے میں تو ان کے ساتھ برتاؤ کرنے کی اجازت ہے جیسا کہ سورۃ الممتحنہ میں اس کا حکم موجود ہے۔ لڑنے والے کافروں کو سہولتیں دینا حرام ہے مگر ہم نے تو کام ہی وہ کرنا ہے جو قرآن کے خلاف ہو۔ قرآنی احکامات کو ظالمانہ کہا، جابرانہ کہا، وحشیانہ کہا اور اس کے باوجود مسلمان کہلاتے ہیں لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اگر قرآن کی اول تا آخر مخالفت کرنے کے باوجود بھی مسلمان ہیں تو پھر کافر کس بلا کا نام ہے؟

رب تعالیٰ کی طرف دعوت پیغمبروں کا اجتماعی کام ہے :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَا یَصُدُّنَّکَ اور ہرگز نہ روکیں آپ کو۔ یہ آپ ﷺ کو خطاب کر کے امت کو سمجھایا جا رہا ہے۔ ہرگز نہ روکیں آپ کو عَنْ اٰیٰتِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو بیان کرنے سے ہرگز یہ کافر نہ روکیں بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَیْکَ بعد اس کے کہ وہ نازل کی گئی ہیں آپ کی طرف۔ اور کیا کام کرنا ہے وَادْعُ اِلٰی رَبِّکَ اور آپ بلائیں

اپنے رب کی طرف۔ اپنے رب کی طرف دعوت دیں۔ یہ تمام پیغمبروں کا اجتماعی کام ہے اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت۔ اگر دنیا میں اس سے اچھا کام ہوتا تو اللہ تعالیٰ وہ کام اپنے پیغمبروں کے سپرد کرتا لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینا اس سے بڑا کام دنیا میں کوئی نہیں ہے وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ یہ بھی آپ کو خطاب کر کے امت کو سمجھایا گیا ہے۔ اور ہرگز نہ ہوں شرک کرنے والوں میں سے۔ اور شرک کی عام قسم ہے غیر اللہ کو پکارنا اس لیے فرمایا وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ اور آپ نہ پکاریں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو معبود، حاجت روا، مشکل کشا۔ جب مشکلات پیش آتی ہیں تو مشرک لوگ کہتے ہیں......

~ امداد کن امداد کن از بند غم آزاد کن

در دین و دنیا شاد کن یا غوث اعظم دستگیر

یہ خالص شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا نہ کوئی حاجت روا، نہ مشکل کشا، نہ کوئی فریاد رس اور نہ کوئی دستگیر، نہ کوئی دینے والا اور نہ کوئی لینے والا۔ اس کو جاہل قسم کے لوگ فروعی مسائل سمجھتے ہیں یہ فروعی مسائل نہیں ہیں یہ کفر و شرک کی بنیاد ہے۔ فروعی مسائل تو ہیں حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی کے درمیان۔ یہ عقائد تو بالکل قرآن کے خلاف ہیں۔ یاد رکھنا! ساری عمر نمازیں پڑھتا رہے ایک دفعہ کہے یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للّٰہ اور عقیدہ ہو کہ شیخ عبد القادر جیلانی ہر جگہ سے سنتے اور دیتے ہیں تو کافر ہو گیا ساری عبادات باطل ہو گئیں۔ یہ چھوٹے مسائل نہیں ہیں۔

تو فرمایا مت پکارو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو معبود، حاجت روا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ نہیں ہے کوئی الٰہ، حاجت روا، مشکل کشا، فریاد رس، دستگیر مگر وہی اللہ تعالیٰ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے مگر رب کی ذات۔ سورہ رحمٰن میں ہے

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ''جوکوئی ہے زمین میں فنا ہونے والا ہے وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ اور باقی رہے گی تیرے رب کی ذات جو بزرگی اور عظمت والا ہے باقی سب فانی ہیں۔حتی کہ لوگوں کی جان نکالنے والے فرشتے پر بھی موت آئے گی كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ [سورۃ آلعمران] ''ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔'' لَهُ الْحُكْمُ اسی کا حکم ہے وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔اس کے متعلق سوچو کہ جب رب تعالیٰ کی عدالت میں جاؤ گے تو کیا جواب دو گے۔آج کے درس کو اپنے گھروں میں جا کر سناؤ، دہراؤ اور اس کی تکرار کرو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سورۃ العنکبوت

(مکمل)

جلد............۱۵

سُوْرَۃُ الْعَنْکَبُوْتِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ تِسْعٌ وَّسِتُّوْنَ اٰیَۃً وَّسَبْعُ رُکُوْعَاتٍ

الٓمّٓ ۞ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ ۞ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰہُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَلَیَعْلَمَنَّ الْکٰذِبِیْنَ ۞ اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ اَنْ یَّسْبِقُوْنَا ؕ سَآءَ مَا یَحْکُمُوْنَ ۞ مَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰہِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ لَاٰتٍ ؕ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۞ وَمَنْ جَاھَدَ فَاِنَّمَا یُجَاھِدُ لِنَفْسِہٖ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ۞ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُکَفِّرَنَّ عَنْھُمْ سَیِّاٰتِھِمْ وَلَنَجْزِیَنَّھُمْ اَحْسَنَ الَّذِیْ کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۞ وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْہِ حُسْنًا ؕ وَاِنْ جَاھَدٰکَ لِتُشْرِکَ بِیْ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْھُمَا ؕ اِلَیَّ مَرْجِعُکُمْ فَاُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۞

الٓمّٓ ○ اَحَسِبَ النَّاسُ کیا گمان کرتے ہیں لوگ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا کہ

وہ چھوڑ دیئے جائیں گے اَنْ اس بات پر یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا کہ وہ کہتے ہیں ہم ایمان لائے ہیں وَ ھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ اور ان کی آزمائش نہیں کی جائے گی وَلَقَدْ فَتَنَّا اور البتہ تحقیق آزمائش میں ڈالا ہم نے الَّذِیْنَ ان لوگوں کو مِنْ قَبْلِھِمْ جو ان سے پہلے تھے فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰہُ پس اللہ تعالیٰ ضرور ظاہر کرے گا الَّذِیْنَ صَدَقُوْا ان

لوگوں کو جو سچے ہیں وَ لَیَعْلَمَنَّ الْکٰذِبِیْنَ اور ضرور ظاہر کرے گا جھوٹوں کو اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ کیا خیال کیا ان لوگوں نے یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ جو عمل کرتے ہیں برے اَنْ یَّسْبِقُوْنَا کہ وہ ہم سے آگے نکل سکتے ہیں سَآءَ برا ہے مَا یَحْکُمُوْنَ جو وہ فیصلہ کرتے ہیں مَنْ کَانَ یَرْجُوْا جو شخص امید رکھتا ہے لِقَآءَ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ پس بے شک میعاد اللہ تعالیٰ کی لَاٰتٍ البتہ آنے والی ہے وَ ھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ اور وہی سننے والا جاننے والا ہے وَ مَنْ جَاھَدَ اور جس نے جہاد کیا فَاِنَّمَا یُجَاھِدُ لِنَفْسِہٖ پس پختہ بات ہے وہ جہاد کرے گا اپنی جان کے لیے اِنَّ اللّٰہَ بے شک اللہ تعالیٰ لَغَنِیٌّ البتہ بے پرواہ ہے عَنِ الْعٰلَمِیْنَ تمام جہان والوں سے وَالَّذِیْنَ اور وہ لوگ اٰمَنُوْا جو ایمان لائے وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے عمل کیے اچھے لَنُکَفِّرَنَّ البتہ ہم ضرور مٹائیں گے عَنْھُمْ ان سے سَیِّاٰتِھِمْ ان کی خطائیں وَ لَنَجْزِیَنَّھُمْ اور ہم ضرور ان کو بدلہ دیں گے اَحْسَنَ الَّذِیْ کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ بہتر ان اعمال کا جو وہ کرتے تھے وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ اور ہم نے تاکیدی حکم دیا ہے انسان کو بِوَالِدَیْہِ اس کے والدین کے بارے میں حُسْنًا اچھائی کا وَاِنْ جَاھَدٰکَ اور اگر وہ زور ڈالیں تجھ پر لِتُشْرِکَ بِیْ کہ تو شریک بنائے میرے ساتھ مَا اس چیز کو لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ جس کا تجھے علم نہیں ہے فَلَا تُطِعْھُمَا پس اطاعت نہ کر ان دونوں کی اِلَیَّ مَرْجِعُکُمْ میری طرف ہے

تمہارا لوٹنا فَاُنَبِّئُکُمْ پس میں تمہیں خبر دوں گا بِمَا اس کارروائی کی کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ جو تم کرتے تھے۔

سورۃ العنکبوت کی وجہ تسمیہ :

اس سورۃ کا نام سورۃ العنکبوت ہے۔ عنکبوت کا معنٰی ہے مکڑی جو گھروں میں جالا بنتی ہے۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے شرک کا رد کرتے ہوئے فرمایا۔ مثال ان لوگوں کی جو اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو حاجت روا، مشکل کشا سمجھتے ہیں اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں ان کی مثال ایسے ہی ہے جیسے مکڑی، کمثل العنکبوت، چونکہ عنکبوت کا لفظ اس سورت میں آیا ہے تو اس وجہ سے سورت کا نام عنکبوت ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے اس سے پہلے چوراسی سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کے سات رکوع اور انہتر (٦٩) آیات ہیں۔

الم حروف مقطعات میں سے ہے۔ اور یہ حروف انیس سورتوں کے شروع میں آتے ہیں۔ ان کے متعلق مفسرین کرامؒ نے بڑی تفصیل بیان کی ہے۔ ایک یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ناموں کے مخفف ہیں۔ مخفف کا مطلب یہ ہے کہ ایک لفظ سے ایک حرف لے لیا جائے جیسے محمد شفیع۔ تو لفظ محمد سے میم لے لیا جائے اور شفیع سے شین لے لیا جائے اور م۔ ش لکھا جائے جس سے مراد محمد شفیع ہو۔ تو گویا م۔ ش محمد شفیع کا مخفف ہے۔ تو اس تفسیر کے مطابق یہ اللہ تعالیٰ کے ناموں پر دلالت کرتے ہیں۔ مثلاً الف سے مراد اللہ تعالیٰ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ہے۔ اور لام سے مراد لطیف ہے باریک بین۔ اور میم سے مراد مالک ہے مالک یوم الدین قیامت کے دن کا مالک۔ ''کتاب الاسماء والصفات للبیھقیؒ'' میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ تفسیر نقل کی گئی ہے کہ

ھِیَ مِنْ اَسْمَاءِ اللّٰہ تعالٰی کہ یہ حروف مقطعات اللہ تعالیٰ کے نام ہیں یعنی بعینہٖ یہ حروف اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام مشہور اور پانچ ہزار غیر مشہور ہیں :

امام رازیؒ تفسیر کبیر میں، علامہ آلوسیؒ روح المعانی میں اور حافظ ابن کثیرؒ اپنی تفسیر ابن کثیر میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نام خمسۃ الاف پانچ ہزار ہیں۔ ان ناموں میں یہ بھی ہیں۔ یہ جو ننانوے نام ہیں وہ مشہور ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام صرف ننانوے ہیں بلکہ یہ مشہور نام ہیں تو ایک تفسیر یہ ہوئی کہ بعینہٖ یہی حروف اللہ تعالیٰ کے نام ہیں اور دوسری تفسیر یہ ہوئی کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ناموں سے مخفف ہیں ان پر دلالت کرتے ہیں۔ اس تفسیر کے مطابق یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ الف سے مراد اللہ تعالیٰ اور لام سے مراد جبرائیل علیہ السلام اور میم سے مراد محمد رسول اللہ ﷺ ہیں یعنی یہ قرآن اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے جبرائیل علیہ السلام لے کر آئے ہیں اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل کیا گیا ہے۔ اور قاضی بیضاویؒ فرماتے ہیں کہ الف اٰلاءُ اللّٰہ سے مخفف فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبَان میں ہے الاء. اِلْیٌ ، اَلْیٌ یا اُلْیٌ کی جمع ہے۔ جس کا معنیٰ نعمت ہے۔ الاء کا معنیٰ نعمتیں اور لام سے مراد لطف اللّٰہ ہے اور میم سے مراد ملک اللّٰہ ہے۔ مطلب بنے گا ملک بھی اللہ تعالیٰ کا، مہربانیاں بھی اللہ تعالیٰ کی، نعمتیں بھی اللہ تعالیٰ کی۔ اور بھی بہت سی باتیں کی گئی ہیں۔

ایمان سے زیادہ قیمتی شے کوئی نہیں :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَحَسِبَ النَّاسُ کیا خیال کرتے ہیں لوگ، کیا گمان کرتے ہیں لوگ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اس بات کا کہ وہ چھوڑ دیئے جائیں گے اَنْ صرف اس

بات پر یَقُوْلُوْآ اٰمنّا کہ وہ کہتے ہیں ہم ایمان لائے ہیں۔صرف اٰمنّا کہنے سے چھوڑ دیے جائیں گے وَ ھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ اوران کی آزمائش نہیں کی جائے گی۔دنیا کا قاعدہ ہے کہ جو چیز جتنی قیمتی ہوتی ہے اس کے لیے اتنی ہی محنت کرنا پڑتی ہے۔محنت کے بغیر قیمتی شے حاصل نہیں ہوتی اور یقین جانو ایمان سے زیادہ قیمتی شے کوئی نہیں ہے۔اس جہان میں چونکہ اس کی منڈی نہیں ہے اس لیے اس کی قیمت کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔اس کا علم اگلے جہان میں ہوگا۔بہرحال ایمان سے قیمتی شے کوئی نہیں ہے۔تو صرف امنّا کہنے سے ایمان کی سند نہیں مل جائے گی کہ ہم ایمان لے آئے ہیں۔ہم مومن ہیں اتنی بات پر تمہیں نہیں چھوڑ دیا جائے گا کہ تمہارا امتحان نہ ہو آزمائش نہ ہو کہ ایمان پر پورے اترتے ہو یا نہیں۔ یاد رکھنا! ہم موروثی مسلمان ہیں کہ ہمارے باپ دادا مسلمان تھے اس لیے ہم مسلمان ہیں۔جو چیز وراثت میں ملتی ہے اس کی قدر نہیں ہوتی۔اسلام کی قدر پوچھو حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے،حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے،حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے اسلام کی قدر پوچھو، حضرت یاسر رضی اللہ عنہ سے،حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے،حضرت ابوفطیحہ رضی اللہ عنہ سے ان لوگوں نے ایمان قبول کیا اور اس کی کچھ قیمت بھی دنیا میں ادا کی،ماریں کھائیں،قیدیں بھگتیں،دھوپ میں لڑے،انگاروں پر جلے،بہت کچھ کیا۔

ایمان کے ساتھ آزمائش ہوگی :

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ کیا خیال کرتے ہیں کہ صرف امنّا کہنے سے چھوڑ دیے جائیں گے اور انہیں آزمائش میں نہیں ڈالا جائے گا وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ اور البتہ تحقیق ہم نے آزمائش میں ڈالا ان لوگوں کو جو ان سے پہلے تھے۔ان کا امتحان ہوا بڑی آزمائشیں ہوئیں فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا پس ضرور ظاہر کرے

گا اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو سچے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو صحابہ کرام میں دوسرے نمبر کے مفسر ہیں کیونکہ پہلے نمبر کے مفسر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔ وہ اس کا معنیٰ کرتے ہیں کہ پس البتہ ضرور ظاہر کرے گا ان لوگوں کو جو سچے ہیں وَ لَیَعْلَمَنَّ الْکٰذِبِیْنَ اور ضرور ظاہر کرے گا ان کو جو جھوٹے ہیں۔ بغیر امتحان کے جھوٹے سچے کا پتا نہیں چلتا۔ دنیا میں امتحان اسی لیے مقرر ہوئے ہیں کہ محنت کرنے والے اور محنت سے گریز کرنے والے کا علم ہو جائے، سمجھ دار اور احمق کا امتیاز ہو جائے۔ دعویٰ ایمان اور چیز ہے اور حقیقتِ ایمان اور چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے حالات پیدا فرمائیں گے کہ ان سے جھوٹے اور سچے الگ الگ ہو جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کی گرفت سے کوئی نہیں بچ سکتا :

آگے اللہ تعالیٰ نے کافروں کو تنبیہ فرمائی ہے جو مومنوں پر مظالم ڈھاتے ہیں۔ فرمایا اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ کیا خیال کرتے ہیں وہ لوگ جو بُرے کام کرتے ہیں اَنْ یَّسْبِقُوْنَا کہ وہ ہم سے سبقت لے جائیں گے، آگے نکل سکتے ہیں، ہم سے بھاگ جائیں گے۔ عربی میں سابق اس کو کہتے ہیں جو آگے نکل جائے اور مسبوق اسے کہتے ہیں جو پیچھے رہ جائے۔ مُدرک اس کو کہتے ہیں جو اول سے آخر تک نماز میں شریک رہے۔ تو جو لوگ برے کام کرتے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہماری گرفت سے بچ جائیں گے دوڑ کے آگے نکل جائیں گے اگر ایسا فیصلہ کرتے ہیں تو سَآءَ مَا یَحْکُمُوْنَ برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ کی گرفت اور پکڑ سے کوئی نکل سکتا ہے؟ کہاں جائے گا۔ سورہ رحمٰن میں رب تعالیٰ فرماتے ہیں یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ "اے جنوں اور انسانوں کے گروہ! اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ

والْاَرْضِ اگر تم طاقت رکھتے ہو کہ نکل جاؤ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے فَانْفُذُوْا تو نکل جاؤ لَاتَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ تم نہیں نکل سکتے مگر غلبے کے ساتھ ۔'' رب تعالیٰ کے آسمان کو چھوڑ کر زمین کو چھوڑ کر کہاں جاؤ گے؟ یہ کبھی نہ خیال کرو کہ رب تعالیٰ کی گرفت سے بچ جاؤ گے نافرمانی کر کے مَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰہِ جو شخص امید رکھتا ہے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی۔ اللہ تعالیٰ کی ملاقات سے مراد قیامت کا یقین رکھنا ہے۔ اس پر یقین ہے کہ قیامت حق ہے ایک دن آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت قائم ہوگی اور میں رب تعالیٰ کی عدالت میں کھڑا ہوں گا اور رب تعالیٰ مجھ سے پوچھیں گے کہ اے بندے! تو کیا کر کے آیا ہے۔ فرمایا یاد رکھو! فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ لَاٰتٍ پس بے شک میعاد یعنی اللہ تعالیٰ نے جو وقت مقرر کیا ہے وہ البتہ آنے والا ہے ضرور آ کر رہے گا۔

بنیاد پرست ہونا عقل مندی ہے :

جیسے توحید اور رسالت کا مسئلہ بنیادی ہے اسی طرح قیامت کا مسئلہ بھی بنیادی ہے۔ آج جو آدمی ان چیزوں پر ایمان رکھتا ہے اس کو یورپی قومیں بنیاد پرست کہہ کر طعنہ دیتی ہیں۔ بھائی بنیاد پرست ہونا عقل کی بات ہے۔ اس طعنے سے گھبرائیں مت، کسی زمانے میں اولڈ فیشن ہوتا تھا کسی زمانے میں قدامت پسند کا لفظ بولتے تھے۔ آج کل بنیاد پرست کی اصطلاح ہے جو پکا سچا مسلمان ہو اپنے عقیدے پر قائم ہو اس کو بنیاد پرست کہتے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بنیاد پرست بنائے اس طعنے سے گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ اور وہی سننے والا ہے اور وہی جاننے والا ہے۔ قریب و بعید، بلند اور پست بات کو اللہ تعالیٰ ہی سنتا ہے اور اس کی اس صفت میں اور کوئی شریک نہیں ہے۔ فرمایا وَمَنْ جَاھَدَ اور جس نے جہاد کیا فَاِنَّمَا یُجَاھِدُ لِنَفْسِہٖ پس پختہ بات

ہے کہ وہ جہاد اپنے نفس کے لیے کرے گا۔

جہاد کی اقسام :

جہاد کی کئی قسمیں ہیں۔ایک جہاد ہے دشمن کے مقابلہ میں مورچا بند ہونا،اللہ تعالیٰ کے کلمے کو بلند کرنے کے لیے کافروں کے ساتھ لڑنا اور نفس امارہ کا مقابلہ کرنا بھی جہاد ہے۔حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا اَلا اُخبِرُ کُمْ بِالْمُجَاهِدِ ''کیا میں تمہیں نہ بتلاؤں کہ مجاہد کون ہوتا ہے۔'' صحابہ کرام ﷺ نے عرض کیا حضرت بتلائیں۔ فرمایا مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ فِیْ طَاعَةِ اللّٰهِ ''جو شخص جہاد کرے اپنے نفس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں۔'' جو رب تعالیٰ کی رضا کے لیے دین کے سلسلے میں اپنے نفس کا مقابلہ کرے وہ بھی مجاہد ہے۔اللہ تعالیٰ کے احکام کو ماننا یہ بھی جہاد کی ایک قسم ہے۔تو فرمایا جس نے جہاد کیا پختہ بات ہے وہ جہاد کرے گا اپنے نفس کے لیے۔ رب تعالیٰ کو کوئی ضرورت نہیں ہے اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ بے شک اللہ تعالیٰ البتہ بے پرواہے تمام جہان والوں سے۔وہ تمہاری نمازوں، روزوں، عبادتوں اور محنتوں کا محتاج نہیں ہے ۔اس کی صفت ہے الصمد بے نیاز۔ساری دنیا اس کی محتاج ہے وہ کسی کا محتاج نہیں ہے وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اور وہ لوگ جو ایمان لائے وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے عمل کیے اچھے لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ البتہ ہم ضرور مٹادیں گے ان کی خطائیں۔گناہ معاف کردیں گے۔گناہ معاف ہو جائیں بڑی بات ہے۔شیخ مصلح الدین سعدیؒ نے گلستان میں ایک بزرگ کی بات نقل فرمائی ہے......

مى نگویم کہ طاعتم بہ پذیر
قلم عفو بر گناہم کش

''میں نہیں کہتا کہ میری بندگی قبول فرمالے البتہ معافی کا قلم میرے گناہوں پر پھیر دے۔''
یعنی میرے گناہوں کو معاف فرمادے۔ہم بے فکر لوگ ہیں ہمیں آخرت کا احساس ہی نہیں
ہے۔ایک دودن نماز پڑھ کے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ رب ہمارا مقروض ہوگیا ہے۔وہ لوگ بھی
تھے جو عبادت کرتے تھے اور کہتے تھے مَا عَبَدْنَاکَ حَقَّ عِبَادَتِکَ ''اے پروردگار!
تیری عبادت کا حق ہم سے ادا نہیں ہوسکا جس طرح آپ کی عبادت کرنے کا حق تھا اس
طرح ہم عبادت نہیں کرسکے۔''تو فرمایا ہم ان کے گناہ معاف کردیں گے وَ لَنَجْزِيَنَّهُمْ
اَحْسَنَ الَّذِیْ کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ اور ہم ان کو ضرور بدلہ دیں گے بہتر ان کاموں کا جو وہ
کرتے تھے۔پہلے تم پڑھ چکے ہو کہ جو آدمی ایمان، اخلاص اور اتباع سنت کے جذبے سے
نیکی کرے گا تو اس کو اللہ تعالیٰ دس گنا اجر عطا فرماتے ہیں۔فی سبیل اللہ کی مد میں کرے گا تو
سات سو گنا اجر ملے گا وَاللّٰهُ یُضَاعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ ''اور اللہ تعالیٰ بڑھاتا ہے جس کے
لیے چاہتا ہے۔''

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا امتحان :

آگے ایک امتحان کا ذکر ہے۔حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ مردوں میں تیسرے نمبر
پر مسلمان ہوئے ہیں۔بخاری شریف میں روایت ہے وہ خود فرماتے ہیں اِنَّا ثُلُثُ
الاسلام ''مسلمانوں کا تیسرا حصہ۔''مطلب یہ ہے کہ میں تیسرے نمبر پر مسلمان ہوا۔
ان کے والد کا نام مالک تھا اور دادے کا نام وقاص تھا تو سعد بن وقاص یہ دادے کی طرف
نسبت ہے۔عتبہ بن وقاص جس نے احد کے موقع پر پتھر مار کر آنحضرت ﷺ کا تھوڑا سا
دانت توڑا تھا یہ ان کا بھائی تھا۔بعد میں ۸ ھ میں عتبہ بھی مسلمان ہوگیا تھا۔حضرت سعد بن
وقاص رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور فاتح ایران ہیں۔جب یہ مسلمان ہوئے تو والد تو

ان کے فوت ہو چکے تھے محلے داروں نے ان کو ڈرایا دھمکایا کہ اسلام چھوڑ دو، محمد ﷺ کا ساتھ چھوڑ دو۔ لیکن یہ کوئی کچے آدمی تو نہیں تھے کہ لوگوں کے ڈرانے دھمکانے سے ایمان چھوڑ دیتے۔ لیکن دنیا میں بڑی سازشیں ہوتی ہیں۔ محلے دار اکٹھے ہو کر ان کی والدہ کے پاس گئے جس کا نام حمنہ تھا اور یہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ تھی۔ محلے داروں نے جا کر کہا باجی! آپ کے بیٹے سعد کو کیا ہو گیا ہے اس نے باپ دادا کا دین چھوڑ دیا ہے؟ کسی نے کہا خالہ جی! آپ کا عقیدہ کیا ہے اور سعد نے کون سا عقیدہ بنا لیا ہے خوب اکسایا اور کہا کہ تم بھوک ہڑتال کر دو کہ میں اس وقت تک کچھ نہیں کھاؤں پیوں گی جب تک سعد کلمہ نہیں چھوڑے گا۔ لوگ منہ میں پانی ڈالتے تھوک دیتی، روٹی ڈالتے اگل دیتی، گھر میں شدید پریشانی کی صورت حال پیدا ہو گئی۔ سعد رضی اللہ عنہ نے کہا امی آپ کا بھی حق ہے مگر کلمہ کلمہ ہے، ایمان ایمان ہے میں نے کلمہ نہیں چھوڑنا ایمان نہیں چھوڑنا۔ ماں نے کہا میں اس وقت تک نہ کھاؤں گی نہ پیوں گی جب تک تو اپنے آبائی دین پر واپس نہیں آ جائے گا یا پھر میں اسی طرح بھوکی پیاسی مر جاؤں گی اور ساری دنیا میں ہمیشہ کے لیے یہ رسوائی تیرے سر رہے گی کہ تم اپنی ماں کے قاتل ہو۔ شریر لوگوں نے مزید یہ کیا کہ ان کی والدہ کو کہا کہ تم گلی میں جا کر دھوپ میں لیٹ جاؤ۔ وہ گلی میں جا کر لیٹ گئی۔ لوگ پوچھتے ماں تجھے کیا ہوا ہے؟ تو کہتی کہ میرا بیٹا سعد نافرمان ہو گیا ہے۔ اندر لے جاتے کھسک کر پھر گلی میں آ جاتی۔ مسلم شریف اور ابوداؤد شریف کی روایت میں ہے کہ حضرت سعد بڑے پریشان ہوئے کہ میں کیا کروں ماں ایسی حالت کو پہنچ گئی ہے کہ جان خطرے میں تھی۔ لوگوں نے کہا سعد ماں پر ترس کھاؤ ہمارے ساتھ چلو تمہارے پیغمبر کے پاس جاتے ہیں کہ اس حالت میں کیا کرنا چاہیے؟

آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ تو پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ اپنی والدہ کے پاس گئے اور کہا اماں جان! اگر آپ کے بدن میں سو روحیں ہوں اور میرے سامنے ایک ایک کر کے نکلتی رہیں میں پھر بھی اپنا دین نہیں چھوڑوں گا۔ اب تم چاہو تو کھاؤ پیو یا مر جاؤ بہر حال میں اپنے دین سے نہیں ہٹ سکتا۔ ماں نے ان کی اس گفتگو سے مایوس ہو کر کھانا کھا لیا۔ ابن کثیر، روح المعانی، معالم التنزیل وغیرہ میں اس آیت کریمہ کا یہ شان نزول لکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ اور ہم نے تاکیدی حکم دیا ہے انسان کو بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا اس کے والدین کے بارے میں اچھائی کا۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا یہ ایسا حکم ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آنحضرت ﷺ کے مبارک زمانے تک یہی حکم رہا ہے کہ والدین کی ہر وہ بات ماننا ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف نہ ہو وَإِن جَاهَدَاكَ اور اگر وہ زور ڈالیں تجھ پر۔ تمہارے والدین تم پر دباؤ ڈال کر تمہیں اس بات پر آمادہ کریں لِتُشْرِكَ بِي کہ تو شریک بنائے میرے ساتھ مَا اس چیز کو لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ جس کا تجھے علم نہیں ہے فَلَا تُطِعْهُمَا پس اطاعت نہ کر ان دونوں کی۔ شرک ایک ایسی قبیح بیماری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرما دیا ہے کہ اگر والدین بھی اس پر آمادہ کریں تو ان کی بات نہ مانو۔ حقیقت یہ ہے کہ کائنات میں خدا کی شریک کوئی چیز نہیں ہے۔ سورہ یونس میں ہے قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ ''اے پیغمبر! آپ کہہ دیں کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کو وہ چیز بتلانا چاہتے ہو جو وہ زمین آسمان میں نہیں جانتا۔'' خدا کے علم میں تو اس کا کوئی شریک نہیں ہے تمہیں کہاں سے علم ہو گیا کہ خدا کا شریک ہے۔ بہر حال فرمایا کہ والدین اگر شرک کی

ترغیب دیں تو اطاعت نہیں کرنی۔

ماں باپ کی اطاعت کے متعلق ایک فقہی ضابطہ :

چنانچہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے اس کے متعلق ایک فقہی ضابطہ بیان فرمایا ہے کہ ماں باپ اگر ایسے حکم کو چھوڑنے کا حکم دیں جو فرض اور واجب ہو تو پھر ان کی بات نہیں ماننی مثلاً کہیں کہ نماز نہ پڑھو، روزہ نہ رکھو، عورتوں کو شریعت نے پردے کا حکم دیا ہے اور وہ کہیں کہ پردہ نہ کرو، لڑکوں کو کہیں کہ ڈاڑھی منڈاؤ۔ یہ تمام چیزیں فرض یا واجب کے درجے میں آتی ہیں۔ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ ''رب تعالیٰ کی نافرمانی میں مخلوق کی طاعت جائز نہیں ہے۔'' تو فرض یا واجب کو والدین کے کہنے پر چھوڑنا جائز نہیں ہے۔ ہاں وہ احکام جو مستحب ہیں اگر والدین ان کو چھوڑنے کا حکم دیں تو چھوڑ دیں۔ مثلاً کہیں کہ نفلی نماز نہ پڑھ، نفلی روزہ نہ رکھ اور ہماری خدمت کر تو مستحب پر والدین کی خدمت مقدم ہے۔ تو فرمایا کہ اگر والدین تجھے میرے ساتھ شریک ٹھہرانے پر آمادہ کریں تو ان کی بات نہیں ماننی اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ میری طرف ہے تمہارا لوٹنا فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ پس میں تمہیں خبر دوں گا اس کارروائی کی جو تم کرتے تھے۔ پھر اس عقیدے اور عمل کے مطابق فیصلہ ہوگا۔

❁ ❁ ❁

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصّٰلِحِيْنَ﴿۹﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَاۤ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ ؕ وَلَئِنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ؕ اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ﴿۱۰﴾ وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ﴿۱۱﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ ؕ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴿۱۲﴾ وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ۫ وَلَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴿۱۳﴾ ع ۱۳

وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ اٰمَنُوْا جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے عمل کیے اچھے لَنُدْخِلَنَّهُمْ البتہ ہم ضرور داخل کریں گے ان کو فِي الصّٰلِحِيْنَ نیک لوگوں میں وَمِنَ النَّاسِ اور لوگوں میں سے مَنْ وہ بھی ہیں يَّقُوْلُ جو کہتے ہیں اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ایمان لائے ہم اللہ تعالیٰ پر فَاِذَاۤ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ پس جب ان کو تکلیف دی جاتی ہے اللہ تعالیٰ کے بارے میں جَعَلَ ٹھہراتے ہیں فِتْنَةَ النَّاسِ لوگوں کی آزمائش کو كَعَذَابِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے عذاب کی طرح وَلَئِنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ اور البتہ اگر آئے مدد آپ کے رب کی طرف سے لَيَقُوْلُنَّ البتہ ضرور کہیں گے اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ بے شک ہم تمہارے ساتھ تھے اَوَلَيْسَ اللّٰهُ اور کیا نہیں ہے اللہ تعالیٰ بِاَعْلَمَ اچھی طرح

جانتا بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ اس چیز کو جو جہان والوں کے سینوں میں ہے وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ اور البتہ ضرور ظاہر کرے گا اللہ تعالیٰ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ان لوگوں کو جو ایمان لائے وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ اور البتہ ضرور ظاہر کرے گا منافقوں کو وَقَالَ الَّذِيْنَ اور کہا ان لوگوں نے كَفَرُوْا جو کافر ہیں لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ان لوگوں کو جو مومن ہیں اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا تم پیروی کرو ہمارے راستے کی وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ اور ہم اٹھالیں گے تمہارے گناہ وَمَا هُمْ اور نہیں ہیں وہ بِحٰمِلِيْنَ اٹھانے والے مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ان کے گناہوں میں سے کچھ بھی اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ بے شک وہ البتہ جھوٹے ہیں وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ اور البتہ وہ ضرور اٹھائیں گے اپنے بوجھ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ اور کچھ بوجھ اپنے بوجھوں کے ساتھ وَلَيُسْئَلُنَّ اور البتہ ضرور سوال کیے جائیں گے يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت والے دن عَمَّا اس چیز کے بارے میں كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ جو وہ افترا باندھتے تھے۔

کل کے درس میں تم نے سنا (اور پڑھا) کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو تاکیدی حکم دیا کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ پیش آئے اور اگر والدین کفر و شرک پر آمادہ کریں تو پھر اطاعت نہیں کرنی۔ آگے اللہ تعالیٰ نے ایمان کی قدر و قیمت بیان فرمائی ہے۔ فرمایا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور وہ لوگ جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے عمل اچھے کیے یعنی ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ بھی ہوں تو ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے فرمایا لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصّٰلِحِيْنَ البتہ ہم ان کو ضرور داخل کریں گے نیک لوگوں

میں اور نیک لوگوں کا مقام جنت ہے۔تو گویا اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے جو ایمان لائیں گے اور اچھے عمل کریں گے ان کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کرے گا اور ان کو نیک لوگوں کی رفاقت حاصل ہوگی۔

کمزور ایمان اور منافق قسم کے لوگوں کا ذکر :

آگے اللہ تعالیٰ نے کمزور ایمان والے منافق قسم کے لوگوں کا ذکر فرمایا ہے وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ اور لوگوں میں ایسے بھی ہیں یَّقُوْلُ جو کہتے ہیں اٰمَنَّا بِاللّٰہِ ہم ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر۔ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن فَاِذَآ اُوْذِیَ فِی اللّٰہِ جب ان کو اللہ تعالیٰ کے بارے میں تکلیف پہنچائی جاتی ہے جَعَلَ فِتْنَۃَ النَّاسِ کَعَذَابِ اللّٰہِ ٹھہراتے ہیں لوگوں کی آزمائش اور سزا کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کی طرح۔لوگوں کی سزا کو ایسے سمجھتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا عذاب یعنی لوگوں کی سزا سے بچنے کی ایسے کوشش کرتے ہیں جیسے رب تعالیٰ کے عذاب سے بچنا ہے۔اور دعویٰ ایمان کا کرتے ہیں اور ایمان کے بارے میں جب امتحان آتا ہے تو پھر کچے ثابت ہوتے ہیں۔

ایمان کے دعوے دار امتحان کے وقت کچے ثابت ہوتے ہیں :

اس کا ہم نے عملاً مشاہدہ کیا ہے ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں دس ماہ میں نے ملتان جیل میں گزارے ہیں ۔ اس جیل میں چار ضلعوں کے دو سو سیاسی قیدی تھے ۔ گوجرانوالا ، سیالکوٹ ، کیمبل پور، سرگودھا۔ بہت بڑی بیرک تھی دو منزلہ، B کلاس کے قیدی تھے ۔ہمیں وہاں کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں تھی اور نہ ہی ہم سے کوئی مشقت لی جاتی تھی بلکہ ہم وہاں باقاعدہ پڑھتے پڑھاتے تھے ۔ پانچ چھ سبق میں پڑھاتا تھا۔ اتفاق کی بات ہے کہ ہمارے ساتھ استاد مولانا عبد القدیر صاحبؒ اور حضرت مولانا مفتی عبد الواحد

صاحب رحمہ اللہ بھی تھے۔ سپرنٹنڈنٹ جیل اسلم خان چھچھ کے علاقے کا تھا اور مولانا عبدالقدیر صاحب بھی چھچھ کے علاقہ کے رہنے والے تھے ایک دوسرے کو جانتے تھے۔ وہ ہفتے میں ایک دو دفعہ معاینہ کے لیے ضرور آتا تھا۔ ایک دفعہ آیا اور بڑی عقیدت کے ساتھ مولانا کو سلام کیا اور کہا کہ اگر آپ کو کوئی تکلیف ہو تو بتائیں میں اپنے اختیار کے مطابق اس کا ازالہ کروں گا۔ مولانا بڑے مستقل مزاج تھے کہنے لگے الحمد للہ! ہمیں کوئی تکلیف نہیں ہے۔ اسلم خان نے کہا مولانا میرے پاس ایک درخواست آئی ہے اس میں لکھا ہے کہ تم ہمیں رہا کر دو ہم ختم نبوت کا عقیدہ تو رکھیں گے مگر نہ ہم درس میں بیان کریں گے اور نہ مجمع میں بیان کریں گے۔ اسلم خان نے ہنستے ہوئے کہا مولانا میرے پاس دو ہزار سے زیادہ اخلاقی قیدی ہیں چھ چھ، سات سات، آٹھ آٹھ، نو نو سال سے بامشقت قید کاٹ رہے ہیں کبھی کسی قیدی نے معافی کی درخواست نہیں دی کہ ہمیں رہا کر دو آئندہ ہم جرائم نہیں کریں گے۔ تمہارے مولوی دین کے لیے آئے ہیں اور اتنے کچے ہیں کہتے ہیں کہ ہم لکھ کر دیتے ہیں کہ ہم عقیدۂ ختم نبوت درس میں بیان کریں گے نہ مجمع میں بیان کریں گے۔ پھر ان کو اتنا بھی علم نہیں ہے کہ میں قیدیوں کو رہا کرنے کا مجاز نہیں ہوں میں تو امین ہوں یہ میرے پاس امانت ہیں۔ پھر یہ مرکزی حکومت کے قیدی ہیں ان کو وزیر اعلیٰ اور گورنر بھی رہا نہیں کر سکتے۔ ہم نے استاد محترم سے کہا کہ اس سے کہو کہ ہمیں ان کے نام بتلائے۔ حضرت کے ساتھ چونکہ اس کی بے تکلفی تھی حضرت نے کہا اسلم خان ہمیں ان کے نام بتلاؤ؟ کہنے لگا یہ راز کی باتیں ہیں بتلائی نہیں جاسکتیں۔ حضرت نے فرمایا نہیں ہمیں ضرور بتلاؤ۔ کہنے لگا اچھا میں صرف آپ کو بتلاؤں گا کسی موقع پر۔ حضرت اس کے پاس دفتر میں تشریف لے گئے۔ حضرت بڑے زود نویس تھے وہ درخواست اس نے حضرت کے سامنے رکھی حضرت نے

درخواست کا مضمون تو نہ لکھا کیونکہ وہ زبانی بتلا چکا تھا مولویوں کے نام لکھ لیے۔ وہ بہت سے مولوی تھے اور سبھی حلوہ خور تھے۔ حلوہ خوروں کے علاوہ کسی دوسرے کا نام نہ نکلا اور ہمیں اس آیت کریمہ کا مفہوم سمجھ آ گیا کہ لوگوں میں ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر پس جب ان کو تکلیف دی جاتی ہے اللہ تعالیٰ کے بارے میں ٹھہراتے ہیں لوگوں کی آزمائش اور سزا کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کی طرح۔ جیسے رب تعالیٰ کی سزا سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے ایسے اس عارضی سزا سے بچنے کے لیے حیلے بہانے بناتے ہیں وَلَئِنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّکَ اور البتہ اگر آئے مدد آپ کے رب کی طرف سے کہ کامیابی نصیب ہو پھر کیا ہوگا؟ لَیَقُوْلُنَّ اِنَّا کُنَّا مَعَکُمْ البتہ ضرور کہیں گے بے شک ہم تمہارے ساتھ تھے۔ یعنی تکلیف کے وقت بھاگ جاتے ہیں اور راحت اور کامیابی حاصل ہو جائے تو کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں۔

ہندوستان کی آزادی میں اہل بدعت کا کوئی حصہ نہیں :

اس کی تازہ مثال جہاد افغانستان میں شیعہ کا کردار ہے کہ جہاد افغانستان شروع ہوا تو تمام شیعہ تنظیمیں بھاگ کر ایران چلی گئی تھیں۔ مجاہدین کی جتنی بھی تنظیموں نے حصہ لیا وہ ساری اہل سنت والجماعت کی ہیں شیعہ کی کوئی تنظیم جہاد افغانستان میں شریک نہیں ہوئی یہ سب ایران میں مزے اڑاتے رہے جس وقت فتح قریب ہوئی تو کود کر آ گئے کہ حکومت میں ہمیں بھی حصہ دو۔ بھائی! تم جہاد سے بھاگ کر ایران میں مزے کرتے رہے اور اب تم شور مچاتے ہو کہ ہمیں بھی سیٹیں دو حکومت میں شریک کرو۔ عجیب دور ہے۔ اور یہی حال اہل بدعت کا ہے۔ تاریخ والے جانتے ہیں کہ ہندوستان کی آزادی میں اہل بدعت کا کوئی حصہ نہیں ہے سوائے ایک مولوی فضل حق خان خیر آبادی کے کہ وہ نام کے مغالطے کی وجہ

سے پکڑا گیا تھا کہ اصل حکومت کا باغی تو فضل حق رام پوری تھا نام کے مغالطے کی وجہ سے فضل حق خیر آبادی پکڑا گیا اور جزیدہ انڈمین میں قید کر دیا گیا اس نے وہاں سے خط بھی لکھا کہ میں تو تمہارا ملازم ہوں اور میرا باپ بھی تمہارا ملازم رہا ہے میں تمہارا ہمدرد ہوں مگر رہا نہ ہو سکا اور جزیرہ انڈمین ہی میں بے چارہ فوت ہو گیا۔ یہ مولوی فضل حق خیر آبادی غالی بدعتی تو نہیں تھا آج کل کے بدعتیوں کی طرح کچھ تھوڑا سا بدعت کو پسند کرتا تھا۔ جس کی وجہ سے یہ بدعتی اس کو اپنا سمجھتے ہیں۔ تو اہل بدعت میں سے صرف ایک مولوی فضل حق خان خیر آبادی گرفتار ہوا اور وہ بھی نام کے مغالطے کی وجہ سے باقی سب نے انگریز کے خلاف جہاد کی مخالفت کی ہے اور اس موضوع پر انہوں نے باقاعدہ کتاب لکھی ''طُرق الھُدیٰ وَالْاِرشاد '' یہ ہندوستان میں طبع ہوئی اور میرے پاس موجود ہے۔ اس میں ان تمام لوگوں کے فتوے موجود ہیں اور احمد رضا خان بریلوی کے بیٹے کا فتویٰ بھی موجود ہے کہ انگریز کے خلاف جہاد حرام ہے۔ پھر جب ملک بن گیا تو دعویٰ کرتے ہیں کہ پاکستان ہم نے بنایا ہے۔ کیسی عجیب الٹی منطق ہے؟ نہ ان میں سے کوئی پھانسی پر لٹکا نہ قید ہوا نہ کوئی اجڑا، سزائیں شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ نے کاٹیں، سزائیں مولانا حسین احمد مدنی، مولانا ابوالکلام آزادؒ، محمد علی جوہرؒ، شوکت علی قدوائیؒ نے بھگتیں، پھانسیوں پر علمائے دیوبند لٹکے، کھیر کھانے کے لیے یہ آ گئے کہ پاکستان ہم نے بنایا ہے۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر آپ کے رب کی طرف سے مدد آئے تو یہ ضرور کہیں گے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ تکلیف میں ساتھ نہیں دیتے کھیر تقسیم ہونے کے وقت آ جاتے ہیں (مراعات لینے کے لیے آ جاتے ہیں اور یہی حلوہ خور لوگوں کا وتیرہ ہے)

اَوَلَیْسَ اللّٰہُ بِاَعْلَمَ کیا نہیں ہے اللہ تعالیٰ اچھی طرح جانتا بِمَا فِیْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِیْنَ

اس چیز کو جو جہان والوں کے سینے میں ہے وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ عَلِمَ يَعْلَمُ کا معنٰی جاننا بھی ہے اور ظاہر کرنے کے بھی ہوتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ یہاں معنٰی ظاہر کرنے کے ہیں۔ معنٰی ہوگا اور البتہ ضرور ظاہر کرے گا اللہ تعالیٰ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ان لوگوں کو جو مومن ہیں وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ اور ضرور ظاہر کرے گا منافقین کو۔ حالات ایسے پیدا کردے گا کہ ان کی روشنی میں سچے جھوٹے، مخلص غیر مخلص ظاہر ہو جائیں گے۔ اگلی آیت کریمہ میں مومنوں کی ایک آزمائش کا ذکر ہے۔ کل کے سبق میں تم نے سنا کہ حضرت سعد بن وقاص ﷛ کی والدہ حمنہ بنت ابی سفیان جو بعد میں رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہوگئی تھیں کو محلہ داروں نے اکسایا کہ تیرا بیٹا صابی ہو گیا ہے اس نے باپ دادا کا دین چھوڑ دیا ہے اس کو روکو اور اس سے کلمہ چھڑواؤ۔ اس نے بھوک ہڑتال کی، گلی میں لیٹی اور بڑے جتن کیے کہ سعد کلمہ چھوڑ دے مگر انہوں نے کلمہ نہ چھوڑا۔ ایک موقع پر محلہ داروں کا ایک وفد حضرت سعد بن وقاص ﷛ کے پاس آیا اور کہنے لگے اے سعد! اگرچہ ہمارے لیے مناسب نہیں ہے کہ ہم تمہارے خانگی معاملے میں دخل دیں لیکن ایک محلے میں رہنے کی حیثیت سے ہم آپ کے پاس آئے ہیں۔ بات یہ ہے کہ تمہاری والدہ کی حالت تمہارے سامنے ہے اس کا تمہارے اوپر حق ہے لہٰذا تم اس کی بات مان لو اور اس کو راضی کرو۔ اگر تمہیں یہ خطرہ ہو اس گناہ کی وجہ سے تم سزا پاؤ گے تو تمہارے گناہ ہم اٹھا لیتے ہیں۔

اس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور کہا ان لوگوں نے جو کافر ہیں لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا ان لوگوں کو جو مومن ہیں۔ سعد بن وقاص ﷛ جیسوں کو کہا اِتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا پیروی کرو تم ہمارے راستے کی۔ کفر اختیار کرو، کلمہ چھوڑ دو وَلْنَحْمِلْ

خَطٰیٰکُمْ اور ہم اٹھالیں گے تمہارے گناہوں کو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا ھُمْ بِحَامِلِیْنَ مِنْ خَطٰیٰھُمْ مِّنْ شَیْءٍ اور نہیں ہیں وہ اٹھانے والے ان کے گناہوں میں سے کچھ بھی۔ سورہ فاطر آیت نمبر ۱۸ میں ہے لَا تَزِرُوَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ''کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔'' اور سورہ لقمان آیت نمبر ۳۳ میں ہے لَا یَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِہٖ وَلَا مَوْلُوْدٌ ھُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِہٖ شَیْئًا ''اور نہیں کام آئے گا کوئی باپ اپنے بیٹے کے اور نہ کوئی بیٹا کفایت کرنے والا ہوگا اپنے باپ کے لیے کچھ بھی۔'' اور سورہ عبس میں ہے یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْہِ وَاُمِّہٖ وَاَبِیْہِ وَصَاحِبَتِہٖ وَبَنِیْہِ ''جس دن بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے اور بھاگے گا اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی اور بیٹوں سے۔'' پورے میدان حشر میں کوئی کسی کو نیکی دینے کے لیے تیار نہیں ہوگا یہ کیسے کہتے ہیں کہ ہم تمہارے گناہ اٹھالیں گے اِنَّھُمْ لَکٰذِبُوْنَ بے شک یہ جھوٹے ہیں۔ ورغلانا چاہتے ہیں مگر سعد بن مالک بن وقاص رضی اللہ عنہ جیسی عظیم المرتبت شخصیت کو کون ورغلا سکتا ہے وہ تیسرے نمبر پر مسلمان ہونے والے تھے، عشرہ مبشرہ میں سے تھے، فاتح ایران تھے۔ وہ خود فرماتے ہیں کہ اِنِّیْ اَوَّلُ رَجُلٍ رَمٰی فِی الْاِسْلَامِ ''جب جہاد شروع ہوا تو پہلا تیر میں نے چلایا۔'' رشتے اور برادری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں بھی بنتے تھے کتنے اعزاز ان کو حاصل تھے۔ کوفے کے گورنر تھے تو کچھ لوگوں نے ان کی شکایتیں کیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تحقیق کے لیے آدمی بھیجے تو سب جھوٹ تھا۔ مقبول الدعاء تھے اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول فرماتے تھے تو ایسے جلیل القدر صحابی کافروں کے کہنے پر کلمہ چھوڑ سکتے تھے؟

آیات کا بظاہر تعارض اور اس کا حل :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَیَحْمِلُنَّ اَثْقَالَھُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِھِمْ اور البتہ وہ

ضرور اٹھائیں گے اپنے بوجھ اور کچھ بوجھ اپنے بوجھوں کے ساتھ۔ بظاہر ان دونوں آیتوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے کہ پہلی آیت میں ہے کہ وہ ان کے گناہوں میں کچھ بھی نہیں اٹھائیں گے اور دوسری آیت کریمہ میں ہے کہ اپنے بوجھ کے ساتھ کچھ اور بوجھ بھی اٹھائیں گے۔ تو بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ نفی کا محل اور ہے اور اثبات کا محل اور ہے۔ جہاں فرمایا کہ کوئی کسی کا گناہ نہیں اٹھائے گا اس کا مطلب یہ ہے ایسے انداز سے دوسروں کے گناہ اور بوجھ اٹھانا کہ اس پر کوئی گناہ نہ رہے اس طرح کوئی نہیں اٹھا سکے گا۔ اور اثبات کا محل یہ ہے کہ اپنے گناہ اور بوجھ بھی اٹھائے گا اور جن کو گمراہ کرنے کا سبب بنا ہے ان کے گناہ بھی اٹھائے گا لیکن کرنے والا بھی نہیں چھوٹے گا۔ اس نے چونکہ ان کو بہکایا اور گمراہ کیا لہٰذا گمراہ کرنے کا وبال بھی اس پر پڑے گا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس نے کسی کو بُرا کام بتلایا تو کرنے والوں کا وبال بتلانے والے پر بھی پڑے گا جس نے ان کو غلط راستے پر ڈالا ہے اور اگر کسی نے نیکی بتلائی تو جتنے لوگ نیکی کریں گے اس بتلانے والے کو ثواب ملے گا اور ان کے ثواب میں بھی کمی نہیں ہوگی۔

فرمایا وَلَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اور البتہ ضرور سوال کیے جائیں گے قیامت والے دن۔ قیامت والے دن سوال ہوگا عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ اس چیز کے بارے میں جو وہ افترا باندھتے تھے۔ سب چیزوں کے بارے میں قیامت والے دن پوچھا جائے گا۔

❁ ❁ ❁

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا

اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ؕ فَاَخَذَهُمُ
الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ وَ
جَعَلْنٰهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۵﴾ وَاِبْرٰهِيْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا
اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّتَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ
وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَاِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ
كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۸﴾
اَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى
اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۱۹﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ
ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۰﴾ ۚ
يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاِلَيْهِ تُقْلَبُوْنَ ﴿۲۱﴾
وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِى السَّمَآءِ ۫ وَمَا لَكُمْ
مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۲۲﴾ ع ۲ ۹ ۱۴

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے نوح علیہ السلام کو اِلٰى
قَوْمِهٖ ان کی قوم کی طرف فَلَبِثَ فِيْهِمْ پس وہ ٹھہرے ان کے درمیان اَلْفَ

سَنَةٍ ایک ہزار سال اِلَّا خَمۡسِیۡنَ عَامًا مگر پچاس سال کم فَاَخَذَهُمُ
الطُّوۡفَانُ پس پکڑا اس قوم کو طوفان نے وَ هُمۡ ظٰلِمُوۡنَ اور وہ ظالم تھے
فَاَنۡجَیۡنٰهُ پس ہم نے نجات دی نوح علیہ السلام کو وَ اَصۡحٰبَ السَّفِیۡنَةِ اور کشتی
والوں کو وَ جَعَلۡنٰهَاۤ اور بنایا ہم نے اس کشتی کو اٰیَةً نشانی لِّلۡعٰلَمِیۡنَ جہان
والوں کے لیے وَاِبۡرٰهِیۡمَ اور ابراہیم علیہ السلام کو بھیجا ہم نے اِذۡ قَالَ لِقَوۡمِهِ
جس وقت کہا انہوں نے اپنی قوم کو اعۡبُدُوا اللّٰهَ عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی
وَاتَّقُوۡهُ اور ڈرو اس سے ذٰلِكُمۡ خَيۡرٌ لَّكُمۡ یہی تمہارے لیے بہتر ہے اِنۡ
كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ اگر تم جانتے ہو اِنَّمَا تَعۡبُدُوۡنَ بے شک جن کی تم عبادت کرتے
ہو مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے اَوۡثَانًا بت ہیں وَّ تَخۡلُقُوۡنَ اِفۡكًا
اور گھڑتے ہو تم جھوٹ اِنَّ الَّذِيۡنَ بے شک وہ لوگ تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ
جن کی تم عبادت کرتے ہو اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے لَا يَمۡلِكُوۡنَ لَكُمۡ رِزۡقًا
نہیں مالک تمہارے لیے رزق کے فَابۡتَغُوۡا عِنۡدَ اللّٰهِ الرِّزۡقَ پس تم تلاش کرو
اللہ تعالیٰ کے پاس روزی وَاعۡبُدُوۡهُ اور اس کی عبادت کرو وَاشۡكُرُوۡا لَهٗ اور
اس کا شکر ادا کرو اِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے وَاِنۡ
تُكَذِّبُوۡا اور اگر تم جھٹلاؤ گے فَقَدۡ كَذَّبَ پس تحقیق جھٹلا چکی ہیں اُمَمٌ مِّنۡ
قَبۡلِكُمۡ امتیں جو تم سے پہلے گزری ہیں وَمَا عَلَى الرَّسُوۡلِ اِلَّا الۡبَلٰغُ الۡمُبِيۡنُ
اور نہیں ہے رسول کے ذمے مگر پہنچانا کھول کر اَوَلَمۡ يَرَوۡا کیا نہیں دیکھا ان

لوگوں نے کَیۡفَ یُبۡدِئُ اللّٰہُ الۡخَلۡقَ کیسے ابتدا کرتا ہے اللہ تعالیٰ مخلوق کی ثُمَّ یُعِیۡدُہٗ پھر وہ لوٹاتا ہے اِنَّ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیۡرٌ بے شک یہ اللہ تعالیٰ پر آسان ہے قُلۡ آپ فرمادیں سِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ سیر کرو تم زمین میں فَانۡظُرُوۡا پس دیکھو تم کَیۡفَ بَدَاَ الۡخَلۡقَ کیسے ابتدا کی اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی ثُمَّ اللّٰہُ پھر اللہ تعالیٰ یُنۡشِئُ اٹھائے گا النَّشۡاَۃَ الۡاٰخِرَۃَ اٹھانا آخرت کا اِنَّ اللّٰہَ بے شک اللہ تعالیٰ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ہر چیز پر قادر ہے یُعَذِّبُ مَنۡ یَّشَآءُ عذاب دے گا جس کو چاہے گا وَ یَرۡحَمُ مَنۡ یَّشَآءُ اور رحم کرے گا جس پر چاہے گا وَ اِلَیۡہِ تُقۡلَبُوۡنَ اور اسی کی طرف تم پھیرے جاؤ گے وَمَآ اَنۡتُمۡ بِمُعۡجِزِیۡنَ اور نہیں ہو تم عاجز کرنے والے فِی الۡاَرۡضِ زمین میں وَلَا فِی السَّمَآءِ اور نہ آسمان میں وَمَا لَکُمۡ اور نہیں ہے تمہارے لیے مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے مِنۡ وَّلِیٍّ کوئی حمایتی وَّ لَا نَصِیۡرٍ اور نہ کوئی مددگار۔

نوح علیہ السلام کا تعارف اور ان کی تبلیغ کا ذکر :

سورت کی ابتدا میں تھا کہ لوگ کیا سمجھتے ہیں کہ دعویٰ ایمان سے چھوڑ دیئے جائیں گے اور ان کو آزمایا نہیں جائے گا وَلَقَدۡ فَتَنَّا الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ ''اور البتہ تحقیق ہم نے آزمایا ان لوگوں کو جو ان سے پہلے تھے۔'' تو ان پہلے لوگوں میں نوح علیہ السلام کی قوم ہے، ابراہیم علیہ السلام کی قوم ہے اور دوسرے پیغمبروں کی قومیں ہیں جن کا ذکر آ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰی قَوۡمِہٖ اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف۔ تاریخ اور حدیث کی کتابوں میں ہے کہ نوح علیہ السلام کا نام

عبدالغفار تھا اور ان کے والد کا نام زمق تھا نوح بن زمقؑ علیہما السلام۔ قوم کی حالت پر نوحہ کرتے کرتے لقب نوح پڑ گیا فَلَبِثَ فِيهِمْ پس ٹھہرے نوح علیہ السلام قوم میں اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا پچاس کم ایک ہزار سال یعنی نوح علیہ السلام نے قوم کو نو سو پچاس سال تبلیغ کی اور یہ بات قطعی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں ہے۔ اور پھر تبلیغ کس انداز میں کی، نہ دن دیکھا، نہ رات دیکھی، نہ صبح دیکھی، نہ شام دیکھی، بازاروں میں، چوکوں پر، مکان کی چھت پر چڑھ کر توحید سنائی، دروازوں پر دستک دے کر توحید کا سبق دیا۔ سورہ نوح میں ہے رَبِّ اِنِّيْ دَعَوْتُ قَوْمِيْ لَيْلًا وَّنَهَارًا ''اے پروردگار! میں نے اپنی قوم کو رات دن دعوت دی۔'' آگے فرمایا ثُمَّ اِنِّيْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ''پھر بے شک میں نے ان کو برملا دعوت دی ثُمَّ اِنِّيْ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا پھر میں نے ان کو علی الاعلان دعوت دی اور پوشیدہ طور پر بھی دعوت دی۔'' نو سو پچاس سال ہر رات دعوت ہر دن دعوت، علانیہ دعوت، پوشیدہ دعوت، رات کو مکان کی چھت پر چڑھ کر دعوت يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ''اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اس کے سوا تمہارا کوئی الٰہ نہیں ہے مشکل کشا اور حاجت روا نہیں ہے۔'' گلیوں میں، محلوں میں، اگر کوئی تنہائی میں ملا تو اس کو آہستہ دعوت دی، جنازے کے موقع پر، برات کے موقع پر، غرض کہ کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا لیکن وَمَا اٰمَنَ مَعَهٗ اِلَّا قَلِيْلٌ [سورۃ ہود] ''بہت کم لوگ مسلمان ہوئے۔'' مرد عورتیں، بچے، بوڑھے ملا کر سو بھی پورے نہیں ہوتے۔ اور بڑے افسوس اور حسرت کی بات یہ ہے کہ نوح علیہ السلام کا بیٹا بھی ایمان نہیں لایا اور بیوی بھی ایمان نہیں لائی۔ کتنی بڑی آزمائش ہے معمولی آزمائش نہیں ہے فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ پس پکڑا ان کو طوفان نے۔ زمین نے پانی اگلا آسمان سے بارش برسی

طوفان آیا کیوں آیا؟ وَ ھُمۡ ظٰلِمُوۡنَ اور وہ ظالم تھے نوسو پچاس سال کی تبلیغ سے انہوں نے کوئی اثر نہ لیا فَاَنۡجَیۡنٰہُ پس ہم نے نجات دی نوح علیہ السلام کو وَ اَصۡحٰبَ السَّفِیۡنَۃِ اور کشتی والوں کو جو ان کے ساتھ سوار تھے ان کو نجات دی اور کوئی نہیں بچا وَجَعَلۡنٰھَآ اور ہم نے کر دیا کشتی کو اٰیَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ نشانی جہان والوں کے لیے۔ سورہ ہود آیت نمبر ۴۴ میں ہے وَاسۡتَوَتۡ عَلَی الۡجُوۡدِیِّ ''اور وہ کشتی ٹکی جودی پہاڑ پر۔'' یہ جودی پہاڑ آج کل کے جغرافیے میں عراق کے صوبہ موصل میں ہے اور آج کل اس پہاڑ کو ارارات کہتے ہیں۔ یہ سطح سمندر سے سترہ (۱۷) ہزار فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔

بخاری شریف میں روایت ہے اَدۡرَکَتۡھَا اَوَّلُ ھٰذِہِ الۡاُمَّۃِ ''اس امت کے پہلے لوگوں نے اس پہاڑ پر چڑھ کر اس کشتی کا ڈھانچا دیکھا ہے۔'' تو اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی قوم کو تباہ کیا کیونکہ وہ ظالم تھے مشرک تھے وَاِبۡرٰھِیۡمَ اس کا عطف اَرۡسَلۡنَا پر ہے اس کے ساتھ اس کا تعلق ہے۔ عبارت یوں بنے گی وَاَرۡسَلۡنَا اِبۡرٰھِیۡمَ اور ہم نے بھیجا ابراہیم علیہ السلام کو اِذۡ قَالَ لِقَوۡمِہِ جب فرمایا انہوں نے اپنی قوم کو اعۡبُدُوا اللّٰہَ عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی وَاتَّقُوۡہُ اور اس کی مخالفت سے بچو، رب تعالیٰ کے عذاب سے بچو ذٰلِکُمۡ خَیۡرٌ لَّکُمۡ یہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اور اس کے عذاب سے بچنا تمہارے لیے بہتر ہے اِنۡ کُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ اگر تم جانتے ہو تو میری بات سن لو کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ہی بہتر ہے اور اس کے عذاب سے بچنا ہی بہتر ہے۔

قوم ابراہیم علیہ السلام کا دو طرح کے شرک میں مبتلا ہونا :

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم دو طرح کے شرک میں مبتلا تھی۔ ایک اصنام پرستی بت پرستی۔ سورہ انعام آیت نمبر ۷۴ میں ہے وَاِذۡ قَالَ اِبۡرٰھِیۡمُ لِاَبِیۡہِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ

اَصْنَامًا اٰلِهَه ''اور جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر سے کہا کیا تو بتوں کو معبود بناتا ہے۔'' یہ بت کوئی ہوائی اور خیالی نہیں تھے بلکہ بزرگوں کی شکل پر تھے۔ کوئی کسی بزرگ کی شکل پر کوئی کسی بزرگ کی شکل پر۔ محض لکڑی اور کاغذ کے ساتھ کسی کو پیار نہیں ہوتا پیار اس کے ساتھ ہوتا ہے جس کی تصویر اور فوٹو ہوتا ہے۔ تو شرک کی ایک قسم تو یہ تھی کہ بزرگوں کے بت بناتے تھے اور ان کی پوجا کرتے تھے اور دوسری قسم یہ تھی کہ وہ ستارہ پرستی میں مبتلا تھے۔ ستاروں میں خدائی کرشمے مانتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جو اثر چاند، سورج، ستارے میں رکھا ہے اس کا تو انکار نہیں ہے کہ سورج میں حرارت اور روشنی ہے جس کا اثر فصلوں پر اور پھلوں پر ہے۔ چاند کی چاندنی اور ستاروں کی روشنی کا بھی پھلوں پر اثر ہے اس کا انکار نہیں ہے لیکن خدائی اختیارات تو کسی میں نہیں ہیں تو یہ لوگ چاند، سورج، ستاروں کی بھی پوجا کرتے تھے اور بتوں کی بھی پوجا کرتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کا رد فرمایا اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ بے شک وہ جن کی تم پوجا کرتے ہو اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے اَوْثَانًا وہ بت ہیں انسانوں کے بت تم نے بنائے ہیں وَّ تَخْلُقُوْنَ اِفْكًا اور تم گھڑتے ہو جھوٹ کہ ان میں خدائی اختیارات ہیں حالانکہ خدائی اختیارات کسی کے پاس نہیں ہیں تو یہ بت بزرگوں کی شکل پر ہوتے تھے۔

وَدّ، سُواع، یغوث، یعوق، نسر کی تشریح :

سورہ نوح میں پانچ نام ہیں وَدّ، سُواع، یغوث، یعوق، نسر۔ بخاری شریف میں ہے اسماء رِجَالٍ صَالِحِیْنَ مِنْ قَوْمِ نُوْحٍ ''یہ پانچ نوح علیہ السلام کی قوم کے بزرگ آدمیوں کے نام تھے۔'' حضرت نوح علیہ السلام نے توحید کی دعوت دی تو لوگوں نے کہا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ ''اپنے ان پانچ خداؤں کو نہ چھوڑنا۔''

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری میں اور شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ نے تفسیر عزیزی میں لکھا ہے کہ وَدّ حضرت ادریس علیہ السلام کا لقب تھا اور باقی چار حضرت ادریس علیہ السلام کے نیک صالح پرہیز گار بیٹے تھے۔ جب وہ دنیا سے رخصت ہوئے تو لوگوں نے ان کے مجسمے بنا کر پوجا شروع کر دی۔ تو محض پتھر اور لکڑی کی پوجا کسی نے نہیں کی۔ یہ جو بڑی عمر والے بزرگ بیٹھے ہیں ان کے علم میں ہے کہ ہندو ایک من کا، تیس سیر کا پتھر اٹھا کر لاتے تھے اسی طرح بھاری لکڑی لاتے جب گھڑتے گھڑتے دس سیر کی رہ جاتی اور رام چندر یا سیتا جی کی شکل بن جاتی کرشنا جی کی شکل بن جاتی تو اس کی عبادت کرنے لگ جاتے۔ تو دراصل تو عبادت رام چندر، سیتا جی، کرشنا جی کی ہوئی پتھر اور لکڑی کی تو نہ ہوئی۔ باقی اصنام اور اوثان کی تشریح میں نے ''گلدستہ توحید'' میں کر دی ہے اس کا ایک دفعہ ضرور مطالعہ کریں۔ درس میں تو موٹی موٹی باتیں بیان ہوتی ہیں۔ تو فرمایا بے شک تم عبادت کرتے ہو اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے بتوں کی اور تم جھوٹ گھڑتے ہو اِنَّ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ بے شک جن کی تم عبادت کرتے ہو اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے لَا یَمْلِکُوْنَ لَکُمْ رِزْقًا وہ مالک نہیں ہیں تمہارے لیے رزق کے فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ پس تم رزق تلاش کرو اللہ تعالیٰ کے ہاں۔ رازق صرف اللہ تعالیٰ ہے اسی سے رزق طلب کرو وَاعْبُدُوْهُ اور اس کی عبادت کرو وَاشْکُرُوْا لَهٗ اور شکر ادا کرو اسی رب کا اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ اے میری قوم! وَاِنْ تُکَذِّبُوْا اور اگر تم جھٹلاؤ گے توحید کو، رسالت کو، قیامت کے عقیدے کو فَقَدْ کَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِکُمْ پس تحقیق جھٹلا چکی ہیں وہ امتیں جو تم سے پہلے گزری ہیں۔ قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود وغیرہ ان کا انجام دیکھ لو وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ اور نہیں ہے رسول کے ذمے

مگر بات پہنچانی ہے کھول کر۔ پیغمبر کے فرائض میں منوانا نہیں ہے بات کو واضح کر کے پہنچانا ہے۔ اَوَلَمْ يَرَوْا کیا ان لوگوں نے نہیں دیکھا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ کیسے ابتدا کرتا ہے اللہ تعالیٰ مخلوق کی۔ ابتداءً انسان کا بچہ، حیوان کا بچہ، پرندوں کا بچہ کیسا ہوتا ہے پھر کس طرح ان کو جوانی تک لے جاتا ہے ثُمَّ يُعِيْدُهٗ پھر وہ لوٹاتا ہے اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ یہ لوٹانا اللہ تعالیٰ پر آسان ہے۔ جو ابتداءً پیدا کرسکتا ہے وہ لوٹا بھی سکتا ہے (اس عمل تخلیق کا اعادہ بھی کرسکتا ہے) اس کے لیے کوئی چیز مشکل نہیں ہے قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ آپ کہہ دیں اے ابراہیم علیہ السلام زمین میں سیر کرو چلو پھرو فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ پس دیکھو کس طرح رب تعالیٰ نے مخلوق پیدا فرمائی ہے۔ آسمان دیکھو، زمین دیکھو، چاند، سورج، ستارے دیکھو ان سب کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ پھر اللہ تعالیٰ اٹھائے گا اٹھانا آخرت کا۔ جس نے ابتداءً پیدا کیا ہے وہ آخرت والے دن بھی اٹھائے گا اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ پھر رب تعالیٰ کے پاس جانے کے بعد کیا ہوگا؟ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ سزا دے گا جس کو چاہے گا۔ کافر، مشرک، منافق، باغی کو سزا دے گا وَ يَرْحَمُ مَنْ يَّشَآءُ اور رحم کرے گا جس پر چاہے گا۔ اہل توحید اچھے اعمال کرنے والوں پر رب تعالیٰ کی رحمتیں ہوں گی وَ اِلَيْهِ تُقْلَبُوْنَ اور اسی کی طرف تم پھیرے جاؤ گے۔

دین کی بات ان کو سمجھ آتی ہے جن کے دل صاف ہوتے ہیں :

انسان کو یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ اس نے رب تعالیٰ کی عدالت میں پیش ہونا ہے اور اس کے لیے تیاری کرنی ہے لیکن آج ہمارے دل پتھر کی طرح سخت ہو چکے ہیں۔ دنیا کی ساری باتیں ہم سمجھتے ہیں مگر دین کی بات ہمیں سمجھ نہیں آتی۔ اور

ان کو سمجھ آتی ہے جن کے دل شیشے کی طرح صاف ہیں اور جن پر رب تعالیٰ کا کرم ہے باقی جن کے دلوں پر تالے لگ گئے ہیں وہ نہیں سمجھتے ان کو نوح علیہ السلام نہیں سمجھا سکے، ابراہیم علیہ السلام نہیں سمجھا سکے، دوسرے پیغمبر نہیں سمجھا سکے اور کون سمجھا سکتا ہے۔ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ اور تم عاجز نہیں کر سکتے رب کو زمین میں وَلَا فِي السَّمَآءِ اور نہ آسمان میں۔ رب تعالیٰ کے فیصلے کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ تمہیں پیدا کیا تم آ گئے جب مارے گا مر جاؤ گے موت کو ٹال نہیں سکتے۔ اردو کے مشہور شاعر ذوقؔ کا شعر ہے

لائی حیات، آئے، قضا لے چلی، چلے
اپنی خوشی نہ آئے، نہ اپنی خوشی چلے

زمین آسمان میں جو فیصلہ رب تعالیٰ فرمائیں گے وہی ہوگا اور یاد رکھنا وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ اور نہیں ہے تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے کوئی حمایتی اور نہ کوئی مددگار۔ وَلی اس کو کہتے ہیں جو زبانی زبانی حمایت کرے۔ جس طرح لوگ زبانی طور پر کہتے ہیں کہ مظلومان کشمیر کی حمایت کرتے ہیں۔ اور نصیر اسے کہتے ہیں جو عملی طور پر مدد کرنے والا ہو۔ تو رب تعالیٰ جب پکڑے گا نہ تو کوئی حمایت کرنے ولا ہوگا اور نہ کوئی مددکرنے والا ہوگا۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ
اللّٰهِ وَلِقَآئِهٖٓ اُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ
عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۳﴾ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ
اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ
يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ
بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ
بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۫ وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا
لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۘ وَقَالَ اِنِّيْ مُهَاجِرٌ
اِلٰى رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۶﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَ
يَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ وَاٰتَيْنٰهُ
اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا وَلِقَآئِهٖ اور اس کی ملاقات کا اُولٰٓئِكَ یہی لوگ ہیں يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ جو مایوس ہو چکے ہیں میری رحمت سے وَ اُولٰٓئِكَ اور یہی لوگ ہیں لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ان کے لیے عذاب ہے دردناک فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ پس نہیں تھا ابراہیم علیہ السلام کی قوم کا جواب اِلَّآ اَنْ قَالُوْا مگر یہ کہ انہوں نے کہا اقْتُلُوْهُ قتل کرو اس کو اَوْ حَرِّقُوْهُ یا اس کو آگ میں جلاؤ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ

پس اللہ تعالیٰ نے ان کو نجات دی مِنَ النَّارِ آگ سے اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ بے شک اس میں لَاٰیٰتٍ البتہ نشانیاں ہیں لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ اس قوم کے لیے جو ایمان لاتی ہے وَقَالَ اور کہا ابراہیم علیہ السلام نے اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ بے شک تم نے بنالیا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے اَوْثَانًا بتوں کو معبود مَّوَدَّةَ بَیْنِکُمْ آپس کی محبت کی بنا پر فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا دنیا کی زندگی میں ثُمَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ پھر قیامت والے دن یَکْفُرُ بَعْضُکُمْ بِبَعْضٍ انکار کریں گے بعض تمہارے بعض کا وَّ یَلْعَنُ بَعْضُکُمْ بَعْضًا اور لعنت بھیجیں گے تمہارے بعض بعض پر وَمَاْوٰکُمُ النَّارُ اور ٹھکانا تمہارا آگ ہوگی وَمَا لَکُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ اور نہیں ہوگا تمہارے لیے کوئی مددگار فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ پس تصدیق کی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حضرت لوط علیہ السلام نے وَقَالَ اِنِّیْ اور فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے بے شک میں مُهَاجِرٌ ہجرت کرنے والا ہوں اِلٰی رَبِّیْ اپنے رب کی طرف اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ بے شک وہ رب غالب ہے حکمت والا ہے وَوَهَبْنَا لَهٗ اِسْحٰقَ اور ہم نے عطا کیا ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق وَ یَعْقُوْبَ اور یعقوب وَ جَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِ اور رکھ دی ہم نے ان کی اولاد میں النُّبُوَّةَ نبوت وَالْکِتٰبَ اور کتاب وَاٰتَیْنٰهُ اَجْرَهٗ اور دیا ہم نے اس کو اس کا اجر فِی الدُّنْیَا دنیا میں وَاِنَّهٗ اور بے شک وہ فِی الْاٰخِرَةِ آخرت میں لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ البتہ نیکوں میں سے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ پہلے سے چلا آ رہا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ

السلام ملک عراق کے علاقہ اُر میں پیدا ہوئے۔ آج کل کے جغرافیہ میں اس کا نام کُوسیٰ بروزن طوبیٰ ہے۔ یہ کلدانی حکومت کا دارالخلافہ تھا نمرود بن کنعان بڑا مشرک، کافر، ظالم اور جابر بادشاہ تھا۔ اس کے دور میں حضرت ابراہیم علیہ السلام مبعوث ہوئے اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا۔ ان کی کافی تقریر پہلے گزر چکی ہے یہ بھی انہی کا بیان ہے جو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کو سنایا اور سمجھایا وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ اور وہ لوگ جنہوں نے انکار کیا اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا۔ آیت سے حسی آیت بھی مراد ہوسکتی ہے اور معنوی آیت بھی مراد ہوسکتی ہے۔

لفظ آیت کی وضاحت :

حسی آیت سے مراد معجزہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کے ہاتھوں پر جو معجزے ظاہر ہوتے تھے ان کا انکار کرتے ہیں۔ کہتے تھے کہ یہ جادو ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نشانی نہیں ہے۔ نظر تو ان کو سب کچھ آتا تھا جیسے مکے والوں نے چاند دو ٹکڑے ہونے کا انکار کیا یہ کہہ کر کہ یہ بڑا طاقتور جادو ہے۔ چاند دو ٹکڑے ہوا انہوں نے دیکھا اس کا انکار نہیں کیا کہ چاند دو ٹکڑے نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نشانی ہونے کا انکار کیا جادو کہہ کر۔ یہ مطلب ہے انکار کا۔

اور معنوی آیت سے مراد آسمانی کتابوں کی آیات ہیں۔ قرآن کی آیات، تورات کی آیات، انجیل اور زبور کی آیات کہ ان لوگوں نے آسمانی کتابوں کی آیات کا انکار کیا جیسے قرآن پاک کے بارے میں کہا کہ یہ کھلا جادو ہے وَلِقَآئِہٖ اور وہ لوگ جنہوں نے رب تعالیٰ کی ملاقات کا انکار کیا کہ قیامت نہیں آئے گی حشر نشر نہیں ہوگا رب تعالیٰ کی ملاقات نہیں ہوگی اور قیامت کا مذاق بھی اڑاتے تھے۔ ایک خبیث ہندو شاعر نے قیامت کا ایسے

مذاق اڑایا۔ کہتا ہے......

ملے گی شیخ کو جنت ہمیں دوزخ عطا ہوگا
بس اتنی بات ہے جس کے لیے محشر بپا ہوگا

بھئی! یہ چھوٹی بات ہے کہ کافروں کو دوزخ ملے گا اور مومنوں کو جنت؟ اے بے وقوف تو مذاق کرتا ہے۔ تو فرمایا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کیا اور اس کی ملاقات کا انکار کیا اُولٰٓئِکَ یَئِسُوۡا مِنۡ رَّحۡمَتِیۡ یہی لوگ ہیں جو مایوس ہوئے ہیں میری رحمت سے حالانکہ وَ رَحۡمَتِیۡ وَسِعَتۡ کُلَّ شَیۡءٍ [سورۃ الاعراف] "اللہ تعالیٰ کی رحمت ہر شے کو وسیع ہے۔" وَ اُولٰٓئِکَ لَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ اور یہی لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے۔ یہ رب تعالیٰ کا پیغام حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی زبان میں لوگوں کو سنایا۔ لوگوں نے کیا جواب دیا سنو! فَمَا کَانَ جَوَابَ قَوۡمِہٖۤ پس نہیں تھا ابراہیم علیہ السلام کی قوم کا جواب اِلَّاۤ اَنۡ قَالُوا مگر انہوں نے یہ کہا اقۡتُلُوۡہُ ابراہیم علیہ السلام کو قتل کرو اَوۡ حَرِّقُوۡہُ یا اس کو آگ میں جلا دو کہ اس نے ہمارے بت توڑ کر ہمارے کلیجے جلائے ہیں۔ چنانچہ اسی پر اتفاق ہوا کہ آگ میں جلاؤ۔ ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ صرف دو آدمی تھے۔ ایک کا ذکر ابھی آگے آرہا ہے حضرت لوط علیہ السلام جو ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے اور بعد میں پیغمبر بنے اور ایک حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ محترمہ حضرت سارہ علیہا السلام جو ابراہیم علیہ السلام کی چچا زاد بہن تھی۔ انہوں نے ساتھ دیا تیسرا کوئی آدمی ساتھ دینے والا نہیں تھا سب نے اتفاق کیا کہ ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال دو۔

ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کا قصہ :

تاریخ اور تفسیر کی کتابوں میں بڑا عجیب منظر لکھا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو

جلانے کے لیے بہت بڑا بھٹا تیار کیا گیا اور شہریوں اور دیہاتیوں سے لکڑیوں کا چندہ مانگا گیا کہ لکڑیاں لا کر اس میں ڈالتے جاؤ۔ بوڑھی بوڑھی عورتیں جو سہارے کے بغیر چل نہیں سکتی تھیں ہاتھ میں لاٹھی اور سر پر لکڑیوں کا گٹھا لے کر جا رہی ہیں۔ اماں! کہاں جا رہی ہے؟ کہتی ابراہیم کو جلانا ہے آگ میں لکڑیاں ڈالنے کے لیے جا رہی ہوں۔ آگ میں ڈالنے کا دن مقرر ہوا۔ انجینئر ھیزوم نے آلہ تیار کیا جس کے ذریعے اٹھا کر پھینکنا تھا اس آلے کا نام منجنیق تھا۔ یہ ایسا آلہ تھا کہ بڑے بڑے پتھروں کو بغیر بارود کے اٹھا کر قلعوں پر پھینکتا تھا اسے ھیزم انجینئر نے تیار کیا تھا۔ بعد میں یہ آلہ جنگوں میں استعمال ہوتا تھا۔ تاریخ بتلاتی ہے کہ محمد بن قاسمؒ جب چھ ہزار کی فوج لے کر راجہ داہر کے مقابلے میں آئے تو ان کی منجنیق پر پانچ سو آدمی بیٹھے تھے۔

لکڑیوں کو آگ لگائی گئی سب لوگ تماشائی اکٹھے ہوئے نمرود بن کنعان بھی بمع کابینہ کے آکر بیٹھ گیا جُـرِّدَ عَنِ الثِّيَاب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو برہنہ کر کے ہاتھ پاؤں باندھ کر منجنیق میں رکھ کر آگ میں پھینک دیا گیا۔ نعرے پر نعرے لگ رہے تھے لوگ انتظار میں تھے کہ ابراہیم علیہ السلام کا سر پھٹے گا اور ہمارے سینے ٹھنڈے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے۔ فرمایا قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَّسَلٰمًا [انبیاء: ۶۹] ''اللہ تعالیٰ نے آگ کو حکم دیا کہ ٹھنڈی ہو جا مگر حد سے زیادہ نہیں سلامتی والی۔'' آگ نے صرف وہ رسیاں جلائیں جن سے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے باقی بدن کا ایک بال بھی نہ جلا اور آگ آناً فاناً بجھ گئی۔ اور اسی مقام پر تفسیروں میں لکھا ہے کہ اس جگہ باغ بن گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس باغ میں ٹہل رہے تھے۔ والد نے یہ لفظ بھی کہے نِـعْـمَ الـرَّبُّ رَبُّكَ يَا اِبْرَاهِيْمُ ''اے ابراہیم تیرا رب بہت اچھا ہے۔'' مگر ایمان نہیں لایا اپنے گروہ

کونہیں چھوڑا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاَنْجٰهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ پس ہم نے نجات دی ابراہیم علیہ السلام کو آگ سے اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ بے شک اس میں البتہ نشانیاں ہیں لیکن کس کے لیے لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ اس قوم کے لیے جو ایمان لاتی ہے کہ آگ نے صرف رسیوں کو جلایا اور ٹھنڈی ہوگئی اور اس جگہ باغ بن گیا یہ بڑی نشانیاں ہیں مگر ماننے والوں کے لیے وَقَالَ اور ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا پختہ بات ہے کہ جن کو تم نے معبود بنایا ہوا ہے اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے وہ بت ہیں۔ یہ تمہارا بتوں کو معبود بنانا مَّوَدَّةَ بَیْنِکُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا آپس کی محبت کی بنا پر دنیا کی زندگی میں۔ اس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ چونکہ تمہاری ان بتوں کے ساتھ دوستی اور محبت ہے اس لیے تم نے ان کو معبود بنایا ہوا ہے۔ اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ چونکہ تمہارے دوست مشرک ہیں تو ان کی دوستی اور محبت کی وجہ سے تم نے ان بتوں کو معبود بنایا ہے۔

سوسائٹی کے اثرات :

سوسائٹی کا بڑا اثر ہوتا ہے مجلس کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ بُری مجلس کی وجہ سے پیغمبر کا بیٹا کنعان کفر و شرک میں مبتلا ہو کر اللہ تعالیٰ کا باغی ہوگیا۔ کنعان کی مجلس جب برے لوگوں کے ساتھ شروع ہوئی تو نوح علیہ السلام نے بڑا سمجھایا کہ بیٹے میری حیثیت دیکھو میری پوزیشن دیکھو میرا ماحول دیکھو ان لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو۔ کہنے لگا ابا جی! یہ میرا کیا بگاڑ لیں گے۔ لیکن اس بری مجلس نے اس کو کفر و شرک پر آمادہ کیا وہ رب تعالیٰ کا نافرمان اور باغی ہوا۔ دنیا میں پانی کے اندر غرق ہوا اور آخرت میں ہمیشہ دوزخ کے اندر رہے گا۔ تو بری مجلس کا بھی اثر ہوتا ہے اور برے ساتھی کا بھی۔ فارسی زبان کا مقولہ ہے

؎ یار بد از مار بد بسیار بد

''بُرا ساتھی بُرے سانپ سے بھی بُرا ہوتا ہے۔'' اور سوسائٹی آدمی کی پہچان ہوتی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں کسی آدمی کے متعلق یہ پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے کہ نیک ہے یا بد ہے فرمایا فَلْيَنْظُرْ مَنْ يُخَالِلُ ''پس دیکھو اس کے دوست کیسے ہیں'' اس کی سوسائٹی کیسی ہے۔ کن لوگوں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے تمہیں خود بخود پتا چل جائے گا کہ یہ آدمی کیسا ہے۔ اگر مجلس اچھی ہے تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اچھا ہے اور اگر مجلس بُری ہے تو یہ بھی بُرا ہے۔ تو فرمایا کہ تم نے جو بتوں کو معبود بنایا ہے دُنیا کی زندگی کی دوستی کی بنا پر بنایا ہے لیکن یاد رکھنا! ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ پھر قیامت والے دن يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ انکار کریں گے بعض تمہارے بعض کا۔ یہ تمہارے معبود تمہارا انکار کریں گے اور تم ان کا انکار کرو گے وَّ يَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا اور تم ایک دوسرے پر لعنت بھیجو گے تم معبودوں پر اور معبود تم پر لعنت بھیجیں گے۔ اسی طرح جن کی دوستی کی وجہ سے تم غلط راستے پر چلے تم ان پر لعنت بھیجو گے اور وہ تم پر لعنت بھیجیں گے۔ یہ بات سوچنے اور سمجھنے والی ہے آنکھیں بند ہونے کے بعد کچھ نہیں کر سکو گے وَمَاْوٰىكُمُ النَّارُ اور ٹھکانا تمہارا دوزخ ہے وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ اور نہیں ہوگا تمہارے لیے کوئی مددگار فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ پس تصدیق کی ابراہیم علیہ السلام کی لوط علیہ السلام نے جو ان کے سگے بھتیجے تھے لوط بن ہاران بن آزر وَ قَالَ اور فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے اِنِّیْ مُهَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیْ بے شک میں ہجرت کرنے والا ہوں اپنے رب کی طرف۔ اپنے رب کی رضا کے لیے عراق سے شام کی طرف۔ اس سفر میں آپ کے ساتھ حضرت سارہ علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام تھے کافی سفر تھا لیکن وہ لوگ بڑی ہمت والے ہوتے تھے اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ بے شک اللہ تعالیٰ

غالب ہے حکمت والا ہے وَوَهَبْنَا لَهٗ اِسْحٰقَ اور عطا کیا ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق۔ چونکہ ہجرت کا ذکر ہے اور ہجرت میں حضرت سارہ ساتھ تھیں اور حضرت اسحاق علیہ السلام حضرت سارہ علیہا السلام سے پیدا ہوئے اس لیے یہاں اسحاق علیہ السلام کا ذکر ہے ورنہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اسحاق علیہ السلام سے بڑے ہیں مگر ان کی والدہ ہجرت کے سفر میں ساتھ نہیں تھیں راستے میں ملی تھیں۔ ان کی والدہ کا نام ہاجرہ ہے۔ چونکہ ہجرت کے سفر میں حضرت اسحاق کی والدہ ساتھ تھیں اور ذکر ہجرت کا ہے اس لیے فرمایا کہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق عطا کیا وَ يَعْقُوْبَ اور یعقوب دیا۔ یہ ابراہیم علیہ السلام کے پوتے ہیں۔ اسحاق علیہ السلام بڑے ہوئے ان کی شادی ہوئی ابراہیم علیہ السلام کی زندگی ہی میں اللہ تعالیٰ نے پوتا عطا فرمایا۔ پھر یعقوب علیہ السلام کے بیٹے یوسف علیہ السلام ہیں۔

؎ ایں خانہ ہمہ آفتاب است

وَ جَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ اور رکھ دی ہم نے ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں نبوت۔ اسحاق علیہ السلام نبی، ان کے بیٹے یعقوب علیہ السلام، ان کا لقب اسرائیل ہے۔ اسراء کا معنٰی عبد اور ایل کا معنٰی اللہ۔ تو اسرائیل کا معنٰی بنا عبداللہ۔ ان کی اولاد میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک چار ہزار پیغمبر تشریف لائے ہیں اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں صرف آنحضرت ﷺ ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں ہیں۔ تو فرمایا ہم نے ان کی اولاد میں نبوت رکھی وَالْكِتٰبَ یہ الف لام جنس کا ہے مراد کتابیں ہیں، تورات، انجیل، زبور اور آخر میں قرآن کریم وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا اور دیا ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو اجر دنیا میں کہ آج بھی دنیا میں ابراہیم علیہ السلام کا نام عقیدت اور ادب واحترام

کے ساتھ لیا جاتا ہے ابراہیم علیہ السلام، اسحاق علیہ السلام۔ مسلمانوں کا تو ایمان ہی یہ ہے کہ سب پیغمبروں کا نام ادب اور احترام سے لیتے ہیں۔ یہودی، عیسائی بھی ان کا احترام کرتے ہیں۔ یہودی عیسائی ابراھام کہتے ہیں۔ عبدالقادر جیلی بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں انہوں نے تصوف کے موضوع پر کتاب لکھی ہے ''الانسان الکامل'' اس میں وہ لکھتے ہیں کہ ہندو جس کو برھما کہتے ہیں وہ ابراہیم علیہ السلام ہیں، برھما مہاراج۔ تو اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو دنیا میں بھی عظمت، فضیلت اور شہرت عطا فرمائی ہے وَاِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ اور بے شک وہ آخرت میں البتہ نیکوں میں سے ہیں۔ یہ بات تم کئی دفعہ سن چکے ہو کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے پہلا اور بلند درجہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے دوسرا درجہ ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔

❁ ❁ ❁

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۸﴾ اَىٕنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِیْلَ ﳔ وَتَاْتُوْنَ فِیْ نَادِیْكُمُ الْمُنْكَرَ ؕ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۲۹﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِیْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۳۰﴾ وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَاۤ اِبْرٰهِیْمَ بِالْبُشْرٰى ۙ قَالُوْۤا اِنَّا مُهْلِكُوْۤا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ ۚ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِیْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ اِنَّ فِیْهَا لُوْطًا ؕ قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِیْهَا ٘ لَنُنَجِّیَنَّهٗ وَاَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۗ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ ﴿۳۲﴾

وَلُوْطًا اور بھیجا ہم نے لوط علیہ السلام کو رسول بنا کر اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ جس وقت کہا انہوں نے اپنی قوم کو اِنَّكُمْ بے شک تم لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ البتہ کرتے ہو تم بے حیائی ایسی مَا سَبَقَكُمْ بِهَا نہیں سبقت کی تم سے اس بے حیائی میں مِنْ اَحَدٍ کسی ایک نے مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ جہان والوں میں سے اَىٕنَّكُمْ کیا بے شک تم لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شہوت رانی کرتے ہو مردوں پر وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِیْلَ اور کاٹتے ہو راستے وَتَاْتُوْنَ اور کرتے ہو تم فِیْ نَادِیْكُمُ اپنی مجلسوں میں الْمُنْكَرَ بری باتیں فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖ پس نہیں تھا جواب ان کی قوم کا اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا مگر یہ کہ انہوں نے کہا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ لاؤ ہمارے پاس

اللہ تعالیٰ کا عذاب اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ اگر ہیں آپ سچ کہنے والوں میں سے قَالَ کہا لوط علیہ السلام نے رَبِّ انْصُرْنِيْ اے میرے رب میری مدد کر عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ فسادی قوم کے مقابلے میں وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَآ اور جب آئے ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اِبْرٰهِيْمَ ابراہیم علیہ السلام کے پاس بِالْبُشْرٰى خوش خبری لے کر قَالُوْٓا انہوں نے کہا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا بے شک ہم ہلاک کرنے والے ہیں اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ اس بستی والوں کو اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ بے شک اس بستی کے رہنے والے ظالم ہیں قَالَ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا بے شک اس بستی میں لوط علیہ السلام بھی ہیں قَالُوْا فرشتوں نے کہا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ہم خوب جانتے ہیں اس کے رہنے والوں کو لَنُنَجِّيَنَّهٗ البتہ ہم ضرور اس کو نجات دیں گے وَاَهْلَهٗ اور اس کے اہل کو بھی اِلَّا امْرَاَتَهٗ مگر اس کی بیوی كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ہوگی پیچھے رہنے والوں میں۔

ابراہیم علیہ السلام نے عراق میں اسّی سال قوم کو تبلیغ کی :

کل کے درس میں یہ بات تم سن چکے ہو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ملک عراق کے رہنے والے تھے اور انہوں نے کم وبیش ستر، اسّی سال اپنے والد اور اپنی قوم کو تبلیغ کی۔ مگر اتنے طویل عرصہ میں سوائے اہلیہ محترمہ اور بھتیجے لوط علیہ السلام کے اور کوئی ایمان نہیں لایا۔ حضرت لوط علیہ السلام تو پیغمبر تھے اور پیغمبر پیدائشی طور پر کفر وشرک سے پاک ہوتا ہے۔ پھر یہ بھی تم پڑھ اور سن چکے ہو کہ حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام کو آگ کے بھٹے میں ڈالا

گیا اللہ تعالیٰ نے آگ کو باغ بنادیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہجرت کا حکم دیا تو وہ عراق سے شام چلے گئے۔ حضرت لوط علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نبوت عطا فرمائی اور حکم ہوا کہ بستی سدوم اور اس کے آس پاس کے لوگوں کو تبلیغ کرو۔ حضرت لوط علیہ السلام جب ان لوگوں کے پاس گئے تو وہ لوگ ان کے طور اطوار، خوش اخلاقی سے اتنے متاثر ہوئے کہ ان کو رشتہ دے دیا حالانکہ رشتہ دنیا کے مشکل مراحل میں سے ایک مشکل مرحلہ ہے ایسے ہی کوئی بہن بیٹی نہیں دیتا۔ رشتہ دے دیا مگر کلمہ نہیں پڑھا۔ اس زمانے میں مومن کافر کا رشتہ جائز ہوتا تھا۔ اسلام میں بھی سولہ سال تک، تیرہ سال مکہ مکرمہ کے اور تین سال مدینہ منورہ کے کافروں کے ساتھ رشتہ جائز تھا۔ ہجرت کے تیسرے سال کے آخر میں سورہ بقرہ کی یہ آیات نازل ہوئیں وَلَا تُنكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ "اور مشرک عورتوں کے ساتھ نکاح نہ کرو یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں۔" اور آگے آتا ہے وَلَا تُنكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوا "اور نکاح نہ کرو مسلمان عورتوں کا مشرکوں کے ساتھ یہاں تک کہ ایمان لائیں۔" اس آیت سے پہلا حکم منسوخ ہوگیا۔ حضرت لوط علیہ السلام نے کافی عرصہ اس کو تبلیغ کی اس بیوی سے دو بچیاں بھی پیدا ہوئیں۔ بعض نے تین بچیاں بھی لکھی ہیں مگر دو کا ثبوت واضح دلائل کے ساتھ ہے۔ بیوی نے بھی کلمہ نہیں پڑھا بچیوں نے کلمہ میں والد کا ساتھ دیا وہ ماں سے متاثر نہیں ہوئیں۔ حالانکہ طبعی طور پر بچیوں کا میلان ماں کی طرف ہوتا ہے اور ماں سے متاثر ہونا فطری امر ہے۔ لیکن ان کی قسمت اچھی تھی اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمان کی توفیق عطا فرمائی۔ حضرت لوط علیہ السلام نے جب اس بستی سے ہجرت کی تو ان کے ساتھ یہ دو بچیاں اور پانچ چھ آدمی اور تھے اور بس۔

قومِ لوط کی بدکاریوں کا ذکر :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلُوطًا اور ہم نے بھیجا لوط علیہ السلام کو رسول بنا کر اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ جس وقت فرمایا لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو۔ شہر سدوم اور اس کے آس پاس رہنے والوں کو کہا اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ بے شک تم البتہ کرتے ہو بے حیائی ایسی مَا سَبَقَكُمْ بِهَا نہیں سبقت کی تم سے اس بے حیائی میں مِنْ اَحَدٍ کسی ایک نے مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ جہان والوں میں سے۔ یہ جو خباثت تم کرتے ہو تم سے پہلے جہان میں کسی ایک نے نہیں کی۔ نہ انسان نے نہ جن نے۔ قرآن کریم کی یہ نص قطعی واضح کررہی ہے کہ یہ بے حیائی پہلے کسی نے نہیں کی اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ کیا بے شک تم اپنی شہوت مردوں پر پوری کرتے ہو وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ اور کاٹتے ہو تم راستے کو جو رب تعالیٰ نے شہوت کی تکمیل کے لیے بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نسل انسانی کی افزائش کے لیے مرد بھی پیدا فرمائے عورتیں بھی پیدا فرمائیں۔ جائز طریقے سے عورتوں کے ساتھ نکاح کرو اور اپنی خواہش کو پورا کرو اور غلط راستہ اختیار نہ کرو یہ بُرا کام ہے۔ اور تَقْطَعُوْنَ کی دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ تم راہ کاٹتے ہو۔ یعنی راستے پر چلتے لوگوں پر ڈاکے ڈالتے ہو اور ان کا مال و اسباب لوٹتے ہو اور یہ تفسیر بھی بیان کی گئی کہ راستے پر چلتے لوگوں کو پکڑ کر ان کے ساتھ بے حیائی کرتے تھے۔ کیونکہ وہ بڑے تنومند اور طاقتور لوگ تھے۔ حدیث اور تفسیر کی کتابوں میں آتا ہے کہ لوگوں نے ان کی یہ برائی سن کر راستوں پر آنا چھوڑ دیا تھا۔ وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ اور تم کرتے ہو اپنی مجلس میں بری باتیں۔ اتنے بے شرم اور بے حیا تھے کہ مجلس میں بھی یہ برائی کرنے سے باز نہیں آتے تھے حالانکہ مجلس میں آدمی تھوڑی بہت شرم کرتا ہے لیکن یہ باز نہیں آتے تھے۔ پھر مجلسوں میں گوز بازی کا مقابلہ کرتے تھے اور کہتے تھے کہ

جس کی ہوا زیادہ آواز کے ساتھ نکلے وہ بہادر ہے۔ اور ایک دوسرے کے منہ پر تھوکتے تھے۔ انگلیوں اور ناخنوں پر مہندی لگائی ہوتی تھی اور ایک دوسرے کو چھیڑتے تھے۔ جیسے عورتیں آج کل ناخن پالش لگاتی ہیں۔ یہ سب سے پہلے سدومیوں نے شروع کی ہے۔

وضو کے لیے اہم جزئیات :

یہ مسئلہ میں کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں کہ ناخنوں پر پالش لگی ہوئی ہو تو نہ وضو ہوتا ہے اور نہ غسل ہوتا ہے نہ نماز ہوگی نہ طواف ہوگا۔ کیونکہ لمبے ناخنوں کے نیچے میل جمع ہو جاتا ہے پانی نیچے نہیں پہنچتا اور ناخن پالش سے لیپ ہو جاتا ہے پانی نیچے نہیں جاتا۔ اور یہ مسئلہ بھی تم بارہا سن چکے ہو کہ فقہائے کرامؒ فرماتے ہیں کہ بے وضو سجدہ کرنے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ بے وضو سجدہ کرنا کفر ہے اور کفر سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ حالانکہ فقہاء کرامؒ کا طبقہ بڑا محتاط طبقہ ہے۔ جن عورتوں نے ناخن پالش لگائی ہوئی ہے لمبے ناخن ہیں وضو تو ہوا نہیں سجدہ کرے گی تو نکاح ٹوٹ جائے گا اولاد حرامی ہوگی پھر وہ ان کا کیا کہنا مانے گی۔ ان مسائل کو چھوٹا نہ سمجھو یہ بڑے مسائل ہیں۔ ان مسائل کی گھروں میں نگرانی کرو۔ اور یہ مسئلہ بھی میں نے کئی دفعہ سمجھایا ہے کہ عورتوں نے ناک میں کوکا پہنا ہوتا ہے۔ اگر کوکے والے سوراخ میں پانی نہ گیا تو وضو نہیں ہوگا اور نہ ہی غسل ہوگا۔ عورتیں دم کرانے کے لیے آتی ہیں ان سے پوچھتا ہوں کہ بیٹی وضو کرتے وقت ناک کے سوراخ میں پانی ڈالتی ہو تو سو میں سے ایک دو کہتی ہیں کہ ڈالتی ہوں۔ بعض کہتی ہیں کہ معلوم نہیں پانی جاتا ہے کہ نہیں جاتا۔ بعض کہتی ہیں کہ ہمیں تو مسئلے کا علم نہیں ہے۔ بیڑا غرق ہو گیا ہے۔ جو بے دین ہیں ان کی تو بات ہی نہ کرو۔ جو اپنے آپ کو دین دار کہلاتے ہیں ان کا بھی بیڑا غرق ہو گیا ہے۔ اور یہ مسئلہ بھی کئی دفعہ سمجھا چکا ہوں کہ باریک دوپٹا جس سے سر کے بال نظر آتے

ہوں اس کے ساتھ قطعاً نماز نہیں ہوتی چاہے دروازہ بند کر کے بجلی بند کر کے کمرے کے اندر ہی کیوں نہ نماز پڑھی جائے۔

اسی طرح ٹیڈی لباس ہو۔عورت کی کلائی بقدر دو انگشت ننگی ہو تو قطعاً نماز نہیں ہوگی ،کان ننگے ہوں عورت کی نماز نہیں ہوگی ۔ یہ مسائل اپنے گھروں میں جا کر سمجھاؤ اور پھر ان کی نگرانی کرواور جو عزیز رشتہ دار عورتیں آئیں ان کو بھی سمجھاؤ ۔تو فرمایا کہ تم اپنی مجلسوں میں بری باتیں کرتے ہو فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ پس نہیں تھا لوط علیہ السلام کی قوم کا جواب اِلَّآ اَنْ قَالُوا مگر یہ کہ انہوں نے کہا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ لاؤ ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کا عذاب اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ اگر ہیں آپ سچ بولنے والوں میں سے۔ہمیں عذاب سے ڈراتے ہو، لے آؤ عذاب، دیر کس چیز کی ہے قَالَ کہا لوط علیہ السلام نے رَبِّ انْصُرْنِیْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ ۔ رَبِّ اصل میں یَا رَبِّیْ تھا پھر 'یا' کو بھی حذف کر دیا گیا اور آخری 'ی' کو بھی حذف کر دیا گیا۔معنیٰ ہوگا اے میرے رب میری مدد کریں فسادی قوم کے خلاف ،فسادی قوم کے مقابلے مین میری مدد کریں۔آگے ذکر آرہا ہے درمیان میں ایک اور بات کا بیان ہے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر مبارک ایک سو بیس سال کے قریب تھی اور اہلیہ محترمہ حضرت سارہ علیہا السلام کی اٹھانوے ننانوے اور بعضؒ سو بھی بتاتے ہیں۔لیکن بچی بچہ نہیں ہوا تھا۔حضرت ابراہیم علیہ السلام گھر تشریف فرما تھے کہ اچانک مہمان آگئے ۔تفسیروں میں چھ کا ذکر بھی آتا ہے، دس کا ذکر بھی آتا ہے، بارہ کا ذکر بھی آتا ہے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو بیٹھک میں بٹھایا اور خیال کیا کہ ایک آدھ مرغا تو کام نہیں آئے گا مہمان زیادہ ہیں اور چہرے بشرے سے اور کپڑوں سے معزز معلوم ہوتے ہیں۔ ایک بچھڑا پالا ہوا تھا اس کو ذبح کر کے گھر دیا کہ اس کو روسٹ کرنا

ہے شوربے والا نہیں بنانا۔ مہمان بڑے مزے سے بیٹھے رہے اور یہ کارروائی ہوتی رہی۔

پہلے زمانے کے ڈاکو آج کی نسبت شریف ہوتے تھے :

جس وقت گوشت تیار ہوگیا تو تھالوں میں رکھ کر مہمانوں کے سامنے پیش کیا لیکن مہمانوں نے کھانے کے لیے ہاتھ نہیں بڑھائے ۔ سورۃ طٰہٰ آیت نمبر ۶۷ میں ہے فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِہٖ خِیْفَۃً ''حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دل میں کچھ خوف محسوس کیا کہ لگتا ہے کہ یہ لوگ کسی اچھے ارادے سے نہیں آئے ۔ کیونکہ اس زمانے کے چور ڈاکو بہ نسبت آج کے زمانے کے چوروں اور ڈاکوؤں کے، شریف ہوتے تھے جس کے گھر سے کچھ کھا پی لیتے تھے اس کے خلاف کارروائی کرنے کو نمک حرامی سمجھتے تھے۔ اور آج کل کے ڈاکو آتے ہیں تو پہلے کہتے ہیں کہ کھانے کی چیزیں کہاں ہیں؟ کھانے پینے سے فارغ ہوکر کہتے ہیں کہ سیف اور تجوری کی چابیاں لاؤ۔ اتنے بے خوف ہو چکے ہیں کہ کوئی حساب ہی نہیں ہے دن دیہاڑے لوٹتے ہیں۔ کوٹھیوں میں داخل ہوکر، بسوں میں گھس کر، بازاروں میں لوٹ مار کرتے ہیں، بنک لوٹتے ہیں حالانکہ ان کے گن مینوں کے پاس بندوقیں ہوتی ہیں مگر ان کو کوئی ڈر خوف نہیں ۔ یہ ساری خرابی غلط نظام کی وجہ سے ہے۔ جب تک نظام درست نہیں ہوگا یہ برائیاں ختم نہیں ہوں گی اور نظام کی درستی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قانون کو نافذ کیا جائے ۔ تم سعودیہ جاکر دیکھ لو وہاں سامان کھلے میدان میں دس دن پڑا رہے کوئی نہیں چھیڑتا۔ بڑی بڑی سونے کی دکانیں ہیں کوئی گن مین نہیں ہے حالانکہ وہاں بھی مکمل اسلامی قانون نافذ نہیں ہے چند حدود نافذ ہیں جن کی یہ برکات ہیں کہ اگر کسی کا جنگل میں ڈیرا ہے تو وہاں بھی اس کو کوئی نہیں چھیڑتا اور یہاں شہروں میں گھروں سے نکال کر لے جاتے ہیں کوئی جگہ محفوظ نہیں ہے اور آزادی کے جشن منائے جاتے ہیں ۔ جشن آزادی

منانے کا کیا معنٰی ہے؟ بس لوگوں کو الو بنایا ہوا ہے۔ یہ آزادی جو تم نے بنائی ہوئی ہے قرآن کے خلاف، اسلام کے خلاف اس پر ہزار لعنت۔

تو خیر جب مہمانوں نے کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھایا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دل میں ڈر محسوس کیا۔ فرشتے سمجھ گئے کہنے لگے لَا تَخَفْ اِنَّا اُرْسِلْنَا اِلٰی قَوْمِ لُوْط [ہود: ۷۰] ''آپ خوف نہ کھائیں بے شک ہم بھیجے ہوئے ہیں قوم لوط کی طرف۔'' میں جبرائیل ہوں یہ میکائیل ہے، یہ اسرافیل ہے ہم کھانا نہیں کھاتے آپ کو خوش خبری سنانے آئے ہیں آپ کے ہاں بیٹا ہوگا اور پھر اس کے بعد یعقوب پوتا ہوگا۔ حضرت سارہ علیہا السلام کہنے لگیں یٰوَیْلَتٰٓی ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّھٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا ''تعجب ہے میں بچہ جنوں گی اور میں بڑھیا ہوں اور یہ میرا خاوند بھی بوڑھا ہے اس کی عمر ایک سو بیس سال ہے۔'' فرشتوں نے کہا ہم فرشتے ہیں سچ کہہ رہے ہیں رب تعالیٰ آپ کو بیٹا بھی دے گا اور تمہاری زندگی میں پوتا بھی دے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰھِیْمَ اور جب آئے ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ابراہیم علیہ السلام کے پاس بِالْبُشْرٰی خوش خبری لے کر۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ خوش خبری کے لیے تو ایک آدھ فرشتہ ہی کافی تھا اور یہ اچھی خاصی ٹیم ہے۔ کہنے لگے کہ ہم نے آپ کو خوش خبری دینی ہے لڑکے اور پوتے کی اور پھر بستی سدوم کو غرق کرنا ہے۔ قَالُوْٓا فرشتوں نے کہا اِنَّا مُھْلِکُوْٓا اَھْلِ ھٰذِہِ الْقَرْیَۃِ بے شک ہم ہلاک کرنے والے ہیں اس بستی کے رہنے والوں کو۔ ھٰذِہِ سے اشارہ تھا بستی سدوم کی طرف جن کی طرف لوط علیہ السلام گئے تھے اِنَّ اَھْلَھَا کَانُوْا ظٰلِمِیْنَ بے شک اس بستی کے رہنے والے ظالم ہیں۔ جب فرشتوں نے یہ بات کہی اور استثناء بھی کسی کا نہ کیا قَالَ

ابراہیم علیہ السلام بول پڑے اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا بے شک اس بستی میں میرے بھتیجے لوط علیہ السلام بھی تو ہیں ان کا کیا بنے گا؟ قَالُوْا فرشتوں نے کہا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ہم خوب جانتے ہیں ان کو جو وہاں رہتے ہیں ان کو کوئی خطرہ نہیں لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ البتہ ہم ضرور نجات دیں گے لوط علیہ السلام کو اور ان کے ماننے والوں کو بھی۔ ماننے والوں میں دو بیٹیاں تھیں اور چند اور نیک بخت عورتیں تھیں باقی سب دوسری طرف تھے۔ تو ہر زمانے میں اکثریت گمراہوں کی رہی ہے۔ آج اکثریت پر لوگوں کو گھمنڈ ہے۔ بھائی اکثریت سے کیا بنتا ہے اصل تو ایمان اور عمل ہے اس کے بغیر اکثریت کی کیا حیثیت ہے۔

آج بے نظیر کہتی ہے کہ ہم زیادہ ہیں (بے نظیر ایک سیاسی پارٹی کی سربراہ تھیں اور وزیر اعظم پاکستان رہ چکی ہیں۔) نواز شریف کہتا ہے ہم زیادہ ہیں اکثریت ہماری ہے (نواز شریف بھی ایک سیاسی پارٹی کے سربراہ ہیں اور وزیر اعظم پاکستان رہ چکے ہیں.) بھئی! تم دونوں اسلام کے باغی ہو تمہاری اکثریت کا ہم نے کیا کرنا ہے تم ملک میں امن نہیں قائم کر سکے۔ چوری، ڈاکے، قتل وغارت، بدمعاشی عام ہے۔ سارے ملکوں سے بد ترین ملک پاکستان ہے۔ بدامنی کے لحاظ سے اس کو پلیدستان کہو تو زیادہ بہتر ہے۔ جب تک قرآن کا نظام نہیں آئے گا یہ برائیاں ختم نہیں ہوں گی۔

تو فرشتوں نے کہا کہ ہم لوط علیہ السلام اور ان کے ماننے والوں کو بچالیں گے اِلَّا امْرَاَتَهٗ مگر اس کی بیوی کو نجات نہیں ملے گی جس کا نام واھلہ ہے، ھا کے ساتھ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ وہ پیچھے رہنے والوں میں ہے۔ جبرائیل علیہ السلام نے پَر مارا، ساری بستی کو اٹھالیا، بہت بلندی پر لے جا کر الٹا کر پھینک دیا۔

۞ ۞ ۞

وَ لَمَّاۤ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَ ضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّ قَالُوْا لَا تَخَفْ وَ لَا تَحْزَنْ۫ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَ اَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰۤى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا یَفْسُقُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَ لَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَاۤ اٰیَةًۢ بَیِّنَةً لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَ اِلٰى مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًاۙ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ ارْجُوا الْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَ لَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ﴿۳۶﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ﴿۳۷﴾ وَ عَادًا وَّ ثَمُوْدَاۡ وَ قَدْ تَّبَیَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ۫ وَ زَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِیْلِ وَ كَانُوْا مُسْتَبْصِرِیْنَ ﴿۳۸﴾ۙ وَ قَارُوْنَ وَ فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ۫ وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَیِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِی الْاَرْضِ وَ مَا كَانُوْا سٰبِقِیْنَ ﴿۳۹﴾ۚ

وَلَمَّآ اَنْ جَآءَتْ اورجس وقت آئے رُسُلُنَا ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے لُوْطًا لوط علیہ السلام کے پاس سِیْٓءَ بِهِمْ تو وہ پریشان کردیے گئے ان کی وجہ سے وَ ضَاقَ بِهِمْ اور وہ تنگ ہوئے ان کی وجہ سے ذَرْعًا دل میں وَّ قَالُوْا اور کہا ان فرشتوں نے لَا تَخَفْ آپ خوف نہ کریں وَلَا تَحْزَنْ اور نہ غم کریں اِنَّا مُنَجُّوْكَ بے شک ہم آپ کو بچانے والے ہیں وَاَهْلَكَ اور

آپ کے اہل کو اِلَّا امْـــرَاَتَکَ سوائے آپ کی بیوی کے کَـــانَــتْ مِنَ
الْغٰبِرِیْنَ ہوگی پیچھے رہنے والوں میں سے اِنَّـا مُنْزِلُوْنَ بے شک ہم اتارنے
والے ہیں عَلٰٓی اَھْلِ ھٰذِہِ الْقَرْیَۃِ اس بستی کے رہنے والوں پر رِجْزًا عذاب
مِّنَ السَّمَآءِ آسمان سے بِمَا کَانُوْا یَفْسُقُوْنَ اس وجہ سے کہ یہ نافرمانی
کرتے ہیں وَلَقَدْ تَّرَکْنَا مِنْھَآ اور البتہ تحقیق ہم نے چھوڑی اس بستی میں اٰیَۃً
نشانی بَیِّنَۃً واضح لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ اس قوم کے لیے جو عقل سے کام لیتی ہے
وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا اور بھیجا ہم نے مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب
علیہ السلام کو فَقَالَ پس کہا انہوں نے یٰــقَوْمِ اے میری قوم اعْبُدُوا اللّٰہَ
عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی وَارْجُوا الْیَوْمَ الْاٰخِرَ اور امید رکھو آخرت کے دن کی
وَلَا تَعْثَوْا اور نہ پھرو فِی الْاَرْضِ زمین میں مُفْسِدِیْنَ فساد کرتے ہوئے
فَکَذَّبُوْہُ پس جھٹلایا انہوں نے شعیب علیہ السلام کو فَاَخَذَتْھُمُ الرَّجْفَۃُ پس پکڑا
ان کو زلزلے نے فَاَصْبَحُوْا پس ہو گئے وہ فِیْ دَارِھِمْ اپنے گھروں میں
جٰثِمِیْنَ گھٹنوں کے بل گرنے والے وَعَادًا اور ہم نے ہلاک کیا عاد قوم کو
وَّثَمُوْدَاْ اور قوم ثمود کو بھی وَ قَدْ تَّبَیَّنَ لَکُمْ مِّنْ مَّسٰکِنِھِمْ اور تحقیق واضح ہو
چکے ہیں تمہارے لیے ان کے مکانات وَ زَیَّنَ لَھُمُ الشَّیْطٰنُ اور مزین کیا ان
کے لیے شیطان نے اَعْمَالَھُمْ ان کے اعمال کو فَصَدَّھُمْ عَنِ السَّبِیْلِ پس
روکا ان کو راستے سے وَکَانُوْا مُسْتَبْصِرِیْنَ اور تھے وہ لوگ ہوشیار وَقَارُوْنَ

اورقارون کوہم نے تباہ کیا وَ فِرعَونَ اورفرعون کو وَھَامٰنَ اورہامان کو وَ لَقَدْ جَآءَ ھُمْ مُّوسٰی اورالبتہ تحقیق آئے ان کے پاس موسیٰ علیہ السلام بِالْبَیِّنٰتِ واضح دلائل لےکر فَاسْتَکْبَرُوْا فِی الْاَرْضِ پس انہوں نے تکبرکیا زمین میں وَمَا کَانُوْا سَابِقِیْنَ اورنہیں تھے وہ بھاگ کرنکل جانے والے۔

لوط علیہ السلام کی پریشانی کاذکر:

اس سے پہلے سبق میں تم پڑھ چکے ہوکہ فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے اسحاق اور پوتے یعقوب علیہ السلام کی خوش خبری دی یہ فرشتے جب ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تو ادھیڑ عمر کے لوگوں کی شکل میں آئے۔ وہاں سے جب بستی سدوم میں لوط علیہ السلام کے پاس پہنچے تو نوعمر لڑکوں کی شکل میں بارہ تیرہ سال، چودہ سال کی عمر میں۔ یہ وہی فرشتے تھے جو ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تھے۔ جن میں جبرائیل علیہ السلام، میکائیل علیہ السلام، اسرافیل علیہ السلام خاص طور پر آئے۔ جب یہ فرشتے لوط علیہ السلام کے گھر آئے تو دو پہر کا وقت تھا ان کو دیکھ کر لوط علیہ السلام سخت پریشان ہوئے۔ اس کا ذکر ہے وَلَمَّآ اَنْ جَآءَ تْ رُسُلُنَا لُوْطًا اورجس وقت آئے ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے لوط علیہ السلام کے پاس سِیْٓءَ بِھِمْ پریشان کردیئے گئے ان کی وجہ سے وَ ضَاقَ بِھِمْ ذَرْعًا اورتنگ ہوئے ان کی وجہ سے دل میں۔ پریشانی میں انسان کا دل تنگ ہوتا ہے پریشانی کی وجہ یہ تھی کہ وہ قوم کی بدفطرتی کو جانتے تھے، بدکرداری سے واقف تھے کہ قوم کو جب ان کا علم ہوگا تو وہ مہمانوں کی عزت پر ہاتھ ڈالیں گے، بدکاری کے لیے حملہ کریں گے اور مہمان کی عزت اوراکرام بھی ضروری ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ

اَلْاٰخِرِ فَلْیُکْرِمْ ضَیْفَهٗ ''جو آدمی اللہ تعالیٰ پر اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے پس اس کو چاہیے کہ وہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔'' تو گویا مہمان کی عزت قولاً اور فعلاً ہر طریقے سے، یہ ایمان کا حصہ ہے۔ اور پیغمبر سے بڑا مومن کون ہوسکتا ہے۔ تو ایک طرف یہ بات تھی کہ مہمانوں کی عزت اور اکرام بہت ضروری ہے اور دوسری طرف قوم کی بدکاری سامنے تھی۔ یہ سوچ ہی رہے تھے کہ وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ یُهْرَعُوْنَ اِلَیْهِ [ہود:۷۸] ''اور آئی ان کے پاس ان کی قوم دوڑتی ہوئی۔'' لوط علیہ السلام نے فرمایا اے میری قوم هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِیْ هُنَّ اَطْهَرُ لَکُمْ ''یہ میری بیٹیاں ہیں تمہارے لیے پاک ہیں۔'' اس کی ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ قوم کی بیٹیوں کو اپنی بیٹیاں فرمایا کہ پیغمبر روحانی باپ ہوتا ہے۔ یہ میری قوم کی لڑکیاں ہیں تمہارے لیے حلال ہیں خدا سے ڈرو میرے مہمانوں کو بے آبرو نہ کرو۔ تو قوم کی بیٹیوں کو اپنی بیٹیاں کہا۔

آج بھی عموماً بڑے عمر والے کو سب لوگ ابا ہی کہتے ہیں اگرچہ وہ حقیقتاً والد نہیں ہوتا۔ مجھے بھی تمام بیبیاں اباجی! کہتی ہیں۔ تو یہ قوم کی بیٹیاں ہیں ان سے جائز طریقے سے نکاح کرلو وَلَا تُخْزُوْنِ فِیْ ضَیْفِیْ ''اور مہمانوں کے بارے میں مجھے پریشان نہ کرو۔''

• اور دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ لوط علیہ السلام کی دو بیٹیاں تھیں۔ آنے والوں کو فرمایا کہ تم میں جو اثر ورسوخ والے ہیں میری بیٹیوں کے ساتھ نکاح کرلو اور اپنا اثر ورسوخ استعمال کرکے ان لوگوں کو یہاں سے لے جاؤ میرے مہمانوں کی عزت خراب نہ ہو۔ کتنی بڑی قربانی ہے۔ قوم نے کہا کہ آپ جانتے ہیں مَالَنَا فِیْ بَنٰتِکَ مِنْ حَقٍّ ''ہمیں آپ کی بیٹیوں میں کوئی رغبت نہیں ہے۔'' ہمیں لڑکیوں کا شوق نہیں ہے ہمیں اپنی عادت

پوری کرنی ہے۔ کہنے لگے اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ [حجر: ۷۰] ''ہم نے آپ کو روکا نہیں تھا جہان والوں کی حمایت سے۔'' تم مہمانوں کے ٹھیکے دار ہو۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں اور آنے والے مہمان بڑے اطمینان کے ساتھ بیٹھے رہے وہ ٹس سے مس نہیں ہوئے۔ ان کے چہروں پر کوئی پریشانی نہیں تھی۔ حضرت لوط علیہ السلام کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا تھا پریشانی کی وجہ سے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ لوط علیہ السلام بہت زیادہ پریشان ہو گئے ہیں تو وَّ قَالُوْا بول پڑے کہنے لگے لَا تَخَفْ آپ خوف نہ کریں اپنی ذات کے لیے وَلَا تَحْزَنْ اور نہ غم کریں اپنے مومن ساتھیوں کے بارے میں۔

خوف اور حزن کا فرق :

خوف ہوتا ہے اپنی ذات کے لیے اور غم ہوتا ہے دوسروں کے لیے۔ اور دوسرا فرق یہ بیان کرتے ہیں کہ خوف ہوتا ہے آئندہ کسی چیز کے بارے میں اور غم ہوتا ہے گزشتہ چیز پر۔ آپ نہ غم کریں اور نہ خوف کریں اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَاَهْلَكَ بے شک ہم آپ کو بچانے والے ہیں اور آپ کے اہل کو، آپ کے ماننے والوں کو اِلَّا امْرَاَتَكَ سوائے آپ کی بیوی کے كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ہوگی پیچھے رہ جانے والوں میں سے اِنَّا مُنْزِلُوْنَ بے شک ہم اتارنے والے ہیں عَلٰٓى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ اس بستی کے رہنے والوں پر رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ عذاب آسمان سے۔ کیوں؟ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ اس وجہ سے کہ یہ نافرمانی کرتے ہیں وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَآ اٰيَةً اور البتہ تحقیق ہم نے چھوڑی اس بستی میں نشانی بَيِّنَةً واضح لیکن لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ اس قوم کے لیے جو عقل سے کام لیتی ہے۔ اس قوم پر چار قسم کے عذاب آئے جن کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے۔ پہلے عذاب کا ذکر سورۃ قمر آیت نمبر ۲۷ میں ہے فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ ''ہم نے ان کی آنکھیں مٹا دیں۔''

پہلے ان کو اندھا کیا۔ دوسرا عذاب وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ''اور برسائے ہم نے ان پر پتھر کھنگھر۔'' تیسرا عذاب صَيْحَةً جبرائیل علیہ السلام نے ڈراونی آواز نکالی جس سے ان کے کلیجے پھٹ گئے۔ چوتھا عذاب: جبرائیل علیہ السلام نے پَر مارا اور سارے علاقے کو اٹھالیا بہت بلندی پر لے جا کر الٹ کر پھینک دیا فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا [سورۃ حجر] ''پس کر دیا ہم نے ان بستیوں کے اوپر والے حصے کو نیچے۔'' سدوم مرکزی شہر تھا لوگ وہاں آتے جاتے تھے چیزیں بیچتے خریدتے تھے۔ اب وہ آب سیاہ ہو گیا ہے اور سیاہی رنگ کی زمین ہے کہ لوگ وہاں آ کر عبرت حاصل کریں لیکن وہ جو عقل سے کام لیتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے نافرمان قوموں کے واقعات بیان فرمائے ہیں کہ ان کے انجام سے عبرت حاصل کرو۔ نوح علیہ السلام کی قوم کا حال، ابراہیم علیہ السلام کی قوم کا حال پھر لوط علیہ السلام کی قوم کا حال۔ آگے حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کا ذکر ہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام کا ذکر :

فرمایا وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا اور بھیجا ہم نے مدین قوم کی طرف ان کے بھائی شعیب علیہ السلام کو۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پانچ بیٹے تھے دو کا ذکر قرآن کریم میں ہے اسماعیل علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام۔ باقی تین کا ذکر تورات اور تاریخ میں آتا ہے۔ مدین، مدائن اور قیدار رحمہم اللہ تعالیٰ۔ تو مدین کی اولاد مدین قوم کہلائی۔ اس قوم نے اپنے نام پر شہر آباد کیا جیسے سننے میں آتا ہے کہ گکھڑ کوئی قوم تھی اس کے نام پر یہ گکھڑ شہر آباد ہے۔ تو فرمایا بھیجا ہم نے مدین قوم کی طرف ان کے بھائی شعیب علیہ السلام کو فَقَالَ پس انہوں نے کہا يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی غیر اللہ کی عبادت نہ کرو اور رب تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ آخرت پر یقین

رکھو وَارۡجُوا الۡيَوۡمَ الۡاٰخِرَ اور امید رکھو آخرت کے دن کی۔

مشرک قیامت کے بھی منکر ہیں :

عموماً مشرک قومیں توحید ورسالت کے انکار کے ساتھ قیامت کا بھی انکار کرتی ہیں۔ اگر مانتے بھی ہیں تو اس انداز سے کہ اس کی حقیقت بے حیثیت ہو کر رہ جاتی ہے۔ قیامت کا جو حلیہ وہ بیان کرتے ہیں وہ قیامت نہیں ہے کوئی اور بلا ہے۔ اس کو آپ اس طرح سمجھیں کہ کوئی آدمی صدر کا حلیہ بیان کرے کہ اس کی چار ٹانگیں ہیں بڑی موٹی موٹی اور پیٹھ بھی بڑی چوڑی ہے کہ اس پر چھوٹی چارپائی آسکتی ہے اور بڑے لمبے لمبے کان ہیں اور بڑی لمبی سونڈ ہے تو عقل مند سمجھے گا کہ یہ صدر کا حلیہ نہیں ہے اس نے ہاتھی دیکھا ہوگا۔ ایسے ہی یہ مشرک قومیں قیامت کی شکل بیان کرتی ہیں۔ قیامت کو صحیح معنٰی میں ماننے والے صرف مسلمان ہیں کہ ان کا قرآن وسنت پر ایمان ہے اور قرآن وسنت نری حقیقت ہے۔

تو فرمایا عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اور دوسرے مقام پر ہے مَا لَكُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ غَيۡرُهٗ اس کے سوا تمہارا کوئی الٰہ، معبود، مشکل کشا، حاجت روا نہیں ہے اور آخرت کے دن کی امید رکھو۔ اور تیسری چیز وَلَا تَعۡثَوۡا فِى الۡاَرۡضِ مُفۡسِدِيۡنَ اور نہ پھرو زمین میں فساد مچاتے ہوئے۔ مدین شہر کے چاروں طرف بڑے بڑے جنگلات تھے اسی وجہ سے ان کو اللہ تعالیٰ نے اَصۡحٰبُ الایکہ بھی کہا ہے، جنگل والے۔ جنگل میں ڈاکو رہتے تھے اور شہر میں ان کے ایجنٹ ہوتے تھے جو خرید وفروخت کی معلومات حاصل کر کے ان کو بتاتے تھے کہ فلاں قافلے والوں کے پاس اتنا سونا ہے، چاندی ہے، ہیرے ہیں۔ قافلہ جب جنگل میں پہنچتا تو ڈاکو اس کو لوٹ لیتے تھے اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے تھے کہ وہاں ایک بابا ہے اور پھر حضرت شعیب علیہ السلام کا حلیہ بتاتے کہ اس کے پاس نہ جانا وہ ہمارے

باپ دادا کے دین کا دشمن ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَكَذَّبُوْهُ پس انہوں نے جھٹلایا شعیب علیہ السلام کو فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ پس پکڑ لیا ان کو زلزلے نے۔ یہاں رجفہ کا لفظ ہے اور سورہ ہود میں صیحہ کا لفظ ہے کہ پکڑا ان ظالموں کو چیخ نے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایک آواز نکالی اس کی وجہ سے زلزلہ آیا اور وہ قوم تباہ ہوگئی فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ پس ہو گئے وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل گرنے والے۔ جیسے ہم التحیات میں بیٹھتے ہیں عاجزی کے ساتھ۔ اس وقت وہ گھٹنوں کے بل گرے اور کہتے رہے اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِیْنَ بے شک ہم ظالم ہیں مگر اب کیا فائدہ۔

وَعَادًا اور تباہ کیا ہم نے عاد قوم کو وَّثَمُوْدَا۟ اور ثمود قوم کو تباہ کیا جو صالح علیہ السلام کی قوم تھی وَقَدْ تَّبَیَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ اور تحقیق واضح ہو چکے ہیں تمہارے لیے ان کے مکانات۔ حضرت صالح علیہ السلام کا علاقہ حجر تھا اور یہ خیبر اور تبوک کے درمیان کا علاقہ ہے۔ انہوں نے بڑی بڑی چٹانیں تراش کر مکان بنائے کہ زلزلے سے ان کو نقصان نہ پہنچے مگر جب رب تعالیٰ کا عذاب آیا تو وہ قوم تباہ ہوگئی اور مکان ابھی تک موجود ہیں وَزَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ اور مزین کیا ان کے لیے شیطان نے ان کے اعمال کو فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِیْلِ اور روک دیا ان کو حق کے راستے سے وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِیْنَ اور تھے وہ لوگ ہوشیار۔ یہ قومیں بڑی ہوشیار تھیں جیسے آج کل کے لیڈر بڑے ہوشیار ہیں۔ ایمان و عمل سے بندہ محروم ہو تو نری ہوشیاری کیا کام آئے گی؟

وَقَارُوْنَ اور قارون کو بھی تباہ کیا۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ اللہ تعالیٰ نے قارون کو کوٹھی اور عملے سمیت زمین میں دھنسا دیا وَفِرْعَوْنَ

وَهَامٰنَ اور فرعون اور ہامان کو تباہ کیا۔ ہامان فرعون کا وزیر اعظم تھا اللہ تعالیٰ نے ان کو بحر قلزم میں غرق کیا وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوسٰى بِالْبَيِّنٰتِ اور البتہ تحقیق آئے ان کے پاس موسیٰ علیہ السلام واضح دلائل اور معجزات لے کر فَاسْتَكْبَرُوْا فِى الْاَرْضِ پس انہوں نے تکبر کیا زمین میں حق کو ٹھکرایا نہ فرعون نے حق کو قبول کیا اور نہ ہامان نے وَمَا كَانُوْا سَابِقِيْنَ اور نہیں تھے وہ بھاگ کر نکل جانے والے ہماری گرفت سے۔ سابق اسے کہتے ہیں جو دوڑ کر بھاگ جائے۔ تو اللہ تعالیٰ کی گرفت سے کون بھاگ سکتا ہے۔

فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۞ مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ۭ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۞ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۞ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ۞ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۞

فُكُلًّا اَخَذْنَا پس سب کو پکڑا ہم نے بِذَنْبِہٖ ان کے گناہوں کی وجہ سے فَمِنْهُمْ مَّنْ پس بعض ان میں سے وہ ہیں اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا کہ جن پر بھیجی ہم نے تند و تیز ہوا وَ مِنْهُمْ اور بعض ان میں سے مَّنْ وہ ہیں اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ جن کو پکڑا چیخ نے وَ مِنْهُمْ مَّنْ اور بعض ان میں سے وہ ہیں خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ جن کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا وَمِنْهُمْ مَّنْ اور بعض ان میں سے وہ ہیں اَغْرَقْنَا جن کو ہم نے غرق کیا وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ ایسا کہ ان پر ظلم کرے وَ لٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ اور لیکن تھے وہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرتے مَثَلُ الَّذِيْنَ مثال ان لوگوں کی اتَّخَذُوْا جنہوں

نے بنائے ہیں مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے اَوْلِيَآءَ کارساز كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ جیسے مثال ہے مکڑی کی اِتَّخَذَتْ بَيْتًا جس نے بنایا اپنا گھر وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ اور بے شک سب گھروں میں کمزور گھر لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ البتہ مکڑی کا گھر ہے لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ کاش کہ یہ جان لیں اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے مَا ان کو يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ جن کو یہ پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ سے نیچے مِنْ شَيْءٍ کچھ بھی ہو وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ اور وہ زبردست حکمت والا ہے وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ اور یہ مثالیں ہیں نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ہم ان کو بیان کرتے ہیں لوگوں کے لیے وَمَا يَعْقِلُهَآ اور نہیں سمجھتے ان مثالوں کو اِلَّا الْعَالِمُوْنَ مگر صرف علماء خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو وَالْاَرْضَ اور زمین کو بِالْحَقِّ حق کے ساتھ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ بے شک اس میں لَاٰيَةً البتہ نشانی ہے لِّلْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کے لیے۔

مختلف قسم کے عذابوں کا تذکرہ :

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس سورت میں بہت سی مجرم قوموں کا ذکر فرمایا ہے کہ انہوں نے پیغمبروں کی نافرمانی کی۔ نتیجہ کیا ہوا؟ فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْبِهٖ پس سب کو ہم نے پکڑا ان کے گناہوں کی وجہ سے۔ ان تمام قوموں نے رب تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ گناہ کیے تو اللہ تعالیٰ نے ان گناہوں کے بدلے میں ان کو پکڑا۔ کیسے پکڑا فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا۔ حاصب کے عربی میں دو معنی آتے ہیں۔ ایک یہ کہ ایسی تیز ہوا ہو کہ اس میں سنگریزے بھی اڑتے پھریں۔ تو اس لحاظ سے معنی ہوگا پس ان میں سے بعض وہ ہیں کہ جن

پر بھیجی ہم نے تند و تیز ہوا۔ ہود علیہ السلام کی قوم پر ایسی تند و تیز ہوا مسلط کی کہ وہ لوگوں کو اٹھا اٹھا کر دور پھینکتی تھی۔ اور دوسرا معنٰی حَاصِبًا کا سنگریزے اور پتھر ہے۔ لوط علیہ السلام کی قوم پر اللہ تعالیٰ نے پتھر برسائے۔ تو ان میں سے وہ بھی ہیں کہ ان پر ہم نے تیز ہوا مسلط کی یا ان پر سنگریزے اور پتھر برسائے وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ اَخَذَتۡهُ الصَّيۡحَةُ صیحہ کا معنٰی آواز ہے۔ اور بعض ان میں سے وہ ہیں کہ ان کو پکڑا چیخ نے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایسی ڈراؤنی آواز نکالی کہ وہ جہاں جہاں تھے وہیں ان کے کلیجے پھٹ گئے۔

یہ سزا صالح علیہ السلام کی قوم کو بھی ہوئی اور شعیب علیہ السلام کی قوم کو بھی ہوئی۔ شعیب علیہ السلام کی قوم پر تین قسم کے عذاب آئے۔ صیحہ، رجفہ، زلزلہ۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے چیخ ماری، آسمان سے آگ برسی اور زلزلہ آیا۔ اور صالح علیہ السلام کی قوم پر چیخ بھی مسلط کی اور زلزلہ بھی آیا۔ وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ خَسَفۡنَا بِهِ الۡاَرۡضَ اور بعض ان میں سے وہ ہیں کہ ہم نے ان کو زمین میں دھنسا دیا۔ سورہ قصص میں تم تفصیل کے ساتھ سن چکے ہو کہ قارون جس کا نام منور تھا اور موسیٰ علیہ السلام کا چچا زاد بھائی تھا ظاہری طور پر اس نے کلمہ بھی پڑھا تھا اور تورات کا بھی ماہر تھا مگر دنیا کی محبت میں سر سے لے کر پاؤں تک ڈوبا ہوا تھا نہ رب تعالیٰ کے حقوق ادا کرتا تھا اور نہ مخلوق خدا کے۔ رب تعالیٰ نے اس کو بمع دولت اور عملے کے زمین میں دھنسا دیا وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ اَغۡرَقۡنَا اور ان میں بعض وہ ہیں جن کو ہم نے پانی میں غرق کر دیا۔ نوح علیہ السلام کی قوم کو پانی میں غرق کیا گیا۔ فرعون اور اس کے لشکر کو پانی میں غرق کیا وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظۡلِمَهُمۡ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ ایسا کہ ان پر ظلم کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا وَ لٰكِنۡ كَانُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ يَظۡلِمُوۡنَ اور لیکن تھے وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے۔ رب تعالیٰ کا شریک بنانا، رب تعالیٰ کے پیغمبروں کا مقابلہ

کرنا، حق کو ٹھکرا دینا، کمزوروں پر ظلم کرنا، یہ مختلف قسم کے مظالم انہوں نے اپنی جانوں پر کیے جس کی سزا پائی۔ آگے اللہ تعالیٰ نے مثال کے ذریعے مشرکوں کو بات سمجھائی ہے کہ جن کو تم نے خدا کا شریک بنایا ہوا ہے یہ تمہارے کچھ کام نہیں آئیں گے۔

مشرک خدا کا منکر نہیں ہوتا :

یہاں ایک بات سمجھ لیں۔ وہ یہ کہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مشرک خدا کا منکر ہوتا ہے اور رب تعالیٰ کو نہیں مانتا ہے۔ ایسی بات نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مشرک اللہ تعالیٰ کو مانتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ بڑی عقیدت رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کو بہت بلند سمجھتا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بہت بلند ہے اور ہم عاجز، کمزور اور اتنے پست ہیں کہ اس تک پہنچ نہیں سکتے۔ اس لیے ہم ان بابوں کی عبادت کرتے ہیں تاکہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں۔ چنانچہ سورۃ زمر آیت نمبر ۳ میں مشرکوں کا مقولہ موجود ہے۔ وہ کہتے ہیں مَانَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ''نہیں عبادت کرتے ہم ان کی مگر اس لیے کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا قرب دلائیں۔'' یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کرتے ہیں اس لیے ہم ان کی عبادت کرتے ہیں۔ اور سورۃ یونس آیت نمبر ۱۸ میں ہے وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآءُ نَا عِنْدَ اللّٰهِ ''اور یہ لوگ کہتے ہیں (کہ جن کی یہ عبادت کرتے ہیں) یہ ہمارے سفارشی ہیں اللہ تعالیٰ کے پاس۔'' یہ رب تعالیٰ کے ہاں ہماری سفارش کریں گے۔ اب دیکھو ظاہری طور پر مشرک کے دل میں اللہ تعالیٰ کی کتنی عظمت ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی رفعت و بلندی کا کتنا قائل ہے کہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بہت بلند ہے اس تک پہنچنے کے لیے یہ بزرگ ہماری سیڑھیاں ہیں۔ تو مشرک اللہ تعالیٰ کا منکر نہیں ہوتا وہ خدا کو مانتے ہوئے نیچے چھوٹے خدا بناتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کو مثال کے ذریعے سمجھایا

ہے کہ یہ خدا تمہارے کچھ کام نہیں آئیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مَثَلُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِیَآءَ مثال ان لوگوں کی جنہوں نے بنائے اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے، کارساز، مشکل کشا، حاجت روا، فریاد رس، دستگیر، ان کی مثال ایسی ہے كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ جیسے مکڑی کی مثال اِتَّخَذَتْ بَیْتًا جس نے بنایا گھر، جالا بنایا وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُیُوْتِ اور بے شک سب گھروں میں کمزور گھر لَبَیْتُ الْعَنْكَبُوْتِ البتہ مکڑی کا گھر ہے، مکڑی کا جالا ہے۔ اتنا کمزور گھر کسی کا نہیں ہے لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ کاش کہ یہ جان لیں کہ جن کو یہ معبود سمجھتے ہیں وہ کتنے کمزور ہیں۔

بیتِ عنکبوت کے ساتھ مشرکوں کی وجہ تشبیہ :

اب یہاں وجہ تشبیہ سمجھ لیں۔ کہ مکان جتنا چاہے مضبوط ہو، کوٹھی ہو، قلعہ ہو، مکڑی کو اس پر اعتماد نہیں ہوتا ہے اس کے نیچے اپنا جالا ضرور بنے گی۔ یہی حال مشرک کا ہے کہ اس کو اللہ قادر مطلق پر اعتماد نہیں ہے اس سے نیچے نیچے، چھوٹے چھوٹے معبود، مشکل کشا بنائے گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ مکڑی جو جالا بنتی ہے اس کا مادہ میٹریل باہر سے نہیں لاتی وہ سب اس کے پیٹ سے لعاب کی شکل میں نکلتا ہے۔ یہی حال مشرک کا ہے کہ اس کے پاس بھی شرک پر کوئی خارج اور نفس الامر میں دلیل نہیں ہوتی جو اُگلے گا اندر ہی سے اُگلے گا۔ جو کچھ نکلتا ہے اس کے پیٹ ہی سے نکلتا ہے اور دنیا میں خاموش تو کوئی نہیں رہتا خواہ وہ کتنا ہی جھوٹا کیوں نہ ہو۔

جب پاکستان بنا ان دنوں کی بات ہے میں نے جمعہ میں بیان کیا کہ تم کہتے ہو کہ بزرگوں کے پاس سب کچھ ہے اور وہ سب کچھ کر سکتے ہیں تو مشرقی پنجاب میں ہندوؤں

اور سکھوں نے بڑے ظلم ڈھائے ہیں مسلمانوں پر اگر ان بزرگوں کے پاس اختیارات ہوتے تو یہ ظلم کرنے دیتے؟ حالانکہ مشرقی پنجاب میں بے شمار بزرگ ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی شاہ احمد سرہندیؒ وہ بھی مشرقی پنجاب میں ہیں جواب سکھوں اور ہندوؤں کے پاس ہے۔ مرد قتل ہوئے، عورتیں قتل ہوئیں، برچھیاں مار کر پیٹ سے عورتوں کے بچے ضائع کیے گئے، مساجد شہید کی گئیں، بڑا ظلم ہوا۔ اخبارات کے بیان کے مطابق دس لاکھ مسلمان شہید ہوئے اگر ان بزرگوں کے بس میں ہوتا تو یہ ظلم ہونے دیتے؟ تو ایک مشرک ٹائپ آدمی بولا کہ یہ بزرگ ان دنوں حج کے لیے گئے ہوئے تھے (حضرتؒ نے ہنستے ہوئے فرمایا) بہانہ دیکھو! میں نے کہا بابا جی! پہلی بات تو یہ ہے کہ مرنے کے بعد کسی پر حج فرض نہیں رہتا، نہ نماز، نہ روزہ فرض رہتا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ حج کا تو موسم ہی نہیں ہے۔ ہاں اگر حج کا موسم ہوتا تو یہ شوشہ کچھ تیرے کام آ جاتا۔ بس اس طرح کے دلائل مشرکوں کے پاس ہوتے ہیں۔ اور تیسری بات یہ ہے کہ مکڑی کا جالا اس کو گرمی سے بچا سکتا ہے اور نہ سردی سے۔ زیادہ گرمی ہو تو پھر بھی مر جاتی ہے زیادہ سردی ہو تو پھر بھی مر جاتی ہے اور یہی حال مشرک کا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے چھوٹے خدا بناتا ہے جو نہ اسے فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان سے بچا سکتے ہیں کیونکہ ان کے پاس ایک ذرے کا بھی خدائی اختیار نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خدائی اختیار کسی کو دیئے ہی نہیں ہیں۔ اگر کسی کو دیئے ہوتے تو آنحضرت ﷺ کو دیئے ہوتے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے قرآن کریم میں اعلان کروایا قُلْ لَّآ اَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّ لَا رَشَدًا ''آپ کہہ دیں میں نہیں مالک تمہارے لیے نقصان کا اور نہ نفع کا۔'' اور یہ بھی اعلان کروایا کہ لَآ اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ''میں نہیں مالک اپنے لیے نفع کا اور نہ نقصان کا۔'' اور ہے کوئی ماں کا لال جو

کہے کہ میرے پاس خدائی اختیارات ہیں اور نہ ہی کسی اللہ والے نے کہا ہے کہ میرے پاس خدائی اختیارات ہیں۔ یہ جن کی قبروں کو عرق گلاب سے غسل دیا جاتا ہے اور ان پر عطر چھڑکا جاتا ہے اگر ان کے بس میں ہوتا تو قبر سے نکل کر ان کے منہ سینک دیتے اور کہتے کہ ظالمو! ہم تو یہ خرافات کفر، شرک، بدعات مٹانے کے لیے دنیا میں آئے تھے اور تم ہمارے ساتھ یہ کارروائی کر رہے ہو، مگر ان کے بس میں نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ جن کو یہ پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے مِنْ شَیْءٍ کچھ بھی ہو۔ فرشتہ ہو، جن ہو، انسان ہو، ولی ہو، شہید ہو، قطب ہو وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ اور وہ غالب ہے حکمت والا ہے وَ تِلْكَ الْاَمْثَالُ اور یہ مثالیں ہیں نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ان کو ہم بیان کرتے ہیں لوگوں کے لیے وَمَا یَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ اور نہیں سمجھتے ان مثالوں کو مگر علماء۔ مکڑی کی تشبیہ کو عالم ہی سمجھتے ہیں کہ کیوں دی ہے کہ اس کا گھر نہ اس کو گرمی سے بچا سکتا ہے اور نہ سردی سے۔ اسی طرح یہ معبودان کے نہ ان کو نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان سے بچا سکتے ہیں اور سارا مواد مشرک کے پیٹ سے نکلتا ہے اور اس کے پاس بھی کوئی خارجی دلیل شرک پر نہیں ہے اس نے بھی جو اگلنا ہے اندر ہی سے اگلنا ہے۔ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ پیدا کیے اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین بِالْحَقِّ حق کے ساتھ۔ آسمانوں کو دیکھو زمین کو دیکھو ایک ایک چیز میں رب تعالیٰ کی قدرت کی نشانی موجود ہے اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً بے شک اس میں البتہ نشانی ہے لیکن کن کے لیے لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ماننے والوں کے لیے۔ جنہوں نے نہیں ماننا ان کے لیے کوئی نشانی نہیں ہے۔

۞ ۞ ۞

اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَ لَا تُجَادِلُوْۤا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ۖۗ اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَ قُوْلُوْۤا اٰمَنَّا بِالَّذِیْۤ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ وَ اِلٰهُنَا وَ اِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ ؕ فَالَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَ مِنْ هٰۤؤُلَآءِ مَنْ یُّؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَ مَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَ مَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّ لَا تَخُطُّهٗ بِیَمِیْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۴۸﴾ بَلْ هُوَ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ فِیْ صُدُوْرِ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ؕ وَ مَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَ قَالُوْا لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ عَلَیْهِ اٰیٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ اِنَّمَاۤ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۵۰﴾ اَوَ لَمْ یَكْفِهِمْ اَنَّاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ یُتْلٰى عَلَیْهِمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّ ذِكْرٰى لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾ ع

اُتْلُ آپ پڑھ کر سنائیں مَآ وہ چیز اُوْحِیَ اِلَیْکَ جو وحی کی گئی ہے آپ کی طرف مِنَ الْکِتٰبِ کتاب وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ اور قائم کریں نماز کو اِنَّ الصَّلٰوۃَ بے شک نماز تَنْھٰی روکتی ہے عَنِ الْفَحْشَآءِ بے حیائی سے

وَالْمُنْكَرِ اور برائی سے وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اورالبتہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اَكْبَرُ سب سے
بڑا ہے وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اوراللہ تعالیٰ جانتا ہے مَا تَصْنَعُوْنَ جوتم کرتے ہو وَلَا
تُجَادِلُوْٓا اورتم جھگڑا نہ کرو اَهْلَ الْكِتٰبِ اہل کتاب سے اِلَّا بِالَّتِيْ مگر ایسے
طریقے سے هِيَ اَحْسَنُ جواچھاہو اِلَّا الَّذِيْنَ مگر وہ لوگ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ جو
ظالم ہیں ان میں سے وَقُوْلُوْٓا اورکہوتم اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ ہم ایمان لائے اس چیز پر
اُنْزِلَ اِلَيْنَا جونازل کی گئی ہماری طرف وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ اورجونازل کی گئی
تمہاری طرف وَاِلٰهُنَا اورہمارامعبود وَاِلٰهُكُمْ اورتمہارامعبود وَاحِدٌ ایک ہی
ہے وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ اورہم اس کی فرمانبرداری کرنے والے ہیں
وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اوراسی طرح ہم نے نازل اِلَيْكَ الْكِتٰبَ آپ کی طرف
کتاب فَالَّذِيْنَ پس وہ لوگ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ جن کودی ہم نے کتاب
يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وہ اس پرایمان لائے ہیں وَمِنْ هٰٓؤُلَآءِ اوران لوگوں میں سے بھی
مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وہ ہیں جوایمان لائے ہیں اس پر وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اورنہیں
انکارکرتے ہماری آیات کا اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ مگر کافر وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا اورنہیں
تھے آپ تلاوت کرتے مِنْ قَبْلِهٖ اس قرآن سے پہلے مِنْ كِتٰبٍ کسی کتاب کی
وَّلَا تَخُطُّهٗ اورنہ آپ لکھتے تھے بِيَمِيْنِكَ اپنے دائیں ہاتھ سے اِذًا
لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ اس وقت البتہ شک کرتے باطل پرست لوگ بَلْ هُوَ اٰيٰتٌ
بلکہ یہ آیتیں ہیں بَيِّنٰتٌ صاف صاف فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ ان لوگوں کے

دلوں میں اُوْتُوا الْعِلْمَ جن کو دیا گیا علم وَمَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَآ اور نہیں انکار کرتے ہماری آیتوں کا اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ مگر ظالم وَقَالُوْا اور کہا ان لوگوں نے لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَیْهِ کیوں نہیں اتاری جاتیں اس پر اٰیٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ آیات اس کے رب کی طرف سے قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّمَا الْاٰیٰتُ پختہ بات ہے نشانیاں عِنْدَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں وَاِنَّمَآ اَنَا اور پختہ بات ہے کہ میں نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ڈرانے والا ہوں کھول کر اَوَلَمْ یَکْفِهِمْ کیا ان کو کافی نہیں ہے اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ بے شک ہم نے اتاری ہے آپ کی طرف کتاب یُتْلٰی عَلَیْهِمْ جو پڑھی جاتی ہے ان پر اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَرَحْمَةً بے شک اس کتاب میں البتہ رحمت ہے وَّ ذِکْرٰی اور نصیحت ہے لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ اس قوم کے لیے جو ایمان لاتی ہے۔

چند اہم امور کا حکم :

اللہ تبارک وتعالیٰ نے پہلے مجرم قوموں کی سزاؤں کا ذکر فرمایا پھر شرک کا رد فرمایا کہ ان قوموں کی تباہی کی بنیادی وجہ شرک ہی تھی۔ رب تعالیٰ آنحضرت ﷺ کو خطاب کر کے کامیابی کے اصول بیان فرماتے ہیں۔

۱) پہلی چیز: اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ آپ تلاوت کریں پڑھ کر سنائیں وہ کتاب جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے۔ آپ بھی عربی، قوم بھی عربی، کتاب بھی عربی میں۔ تو بیشتر مضامین وہ سن کر سمجھ جاتے تھے اور یہ بات تم کئی دفعہ سن چکے ہو کہ قرآن کریم کا ایک حرف پڑھا جائے تو اس پر دس نیکیاں ملتی ہیں اور ایک صغیرہ گناہ معاف ہو جاتا

ہے مثلاً اُتلُ کے کلمے میں تین حرف ہیں۔تو اُتلُ پڑھنے والا تیس نیکیوں کا مستحق ہو گیا۔ اس سے اندازہ لگاؤ کہ جو ایک رکوع پڑھے گا، ایک پاؤ پڑھے گا، ایک پارہ پڑھے گا اس کو کتنا اجر ملے گا اور جو دو پارے پڑھے گا اس کو کتنا اجر ملے گا۔

ایمان کے بعد اہم عبادت نماز ہے :

۲) دوسرا کام: وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ اور قائم رکھیں نماز کو۔ایمان کے بعد تمام عبادات میں پہلا نمبر نماز کا ہے کہ مومن اور کافر کے درمیان فرق اسی عبادت کے ذریعے ہوتا ہے اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ بے شک نماز روکتی ہے بے حیائی اور برائی سے۔ فَحشاء اس عمل کو کہتے ہیں جو عملاً ہو جیسے زنا کرنا، شراب پینا وغیرہ اور منکر کا تعلق زبان سے ہے جیسے گالی دینا، جھوٹ بولنا، غیبت کرنا، کسی کی دل آزاری کرنا۔تو جن گناہوں کا تعلق بدن سے ہے وہ فحشاء ہیں اور جن کا تعلق زبان سے ہے وہ منکر ہیں۔تو نماز عملی برائی سے روکتی ہے اور قولی برائی سے بھی روکتی ہے۔اب ہمیں ٹھنڈے دل سے غور و فکر کرنا چاہیے کہ اگر ہماری نمازیں ہمیں بے حیائی اور برائی سے روکتی ہیں تو پھر تو ہماری نمازیں نمازیں ہیں اور اگر بے حیائی اور برائی سے نہیں روکتیں تو پھر اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ پہلا مطلب العیاذ باللہ نقل کفر کفر نہ باشد کہ رب تعالیٰ نے جو فرمایا ہے وہ غلط ہے۔اس کا تو کوئی مسلمان تصور نہیں کر سکتا کہ رب تعالیٰ کا ارشاد ہو اور غلط ہو۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ ہماری نمازیں نمازیں نہیں ہیں۔اگر نمازیں نمازیں ہوتیں تو پھر ہم سے بے حیائی اور برائی نہ ہوتی۔کیونکہ رب تعالیٰ معیار کے طور پر فرماتے ہیں نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے اور ہم بے حیائی اور برائی سے باز نہیں آرہے تو پھر محض

ٹکریں ہیں نمازیں نہیں ہیں۔ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ اورالبتہ اللہ تعالیٰ کا ذکر سب سے بڑا ہے کہ اللہ اکبر سے لے کر سلام پھرنے تک ذکر ہی ذکر ہے وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

۳) تیسرا کام وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اور اہل کتاب کے ساتھ جھگڑا نہ کرو اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ مگر ایسے طریقے کے ساتھ جو بہتر ہو یعنی ان کی بات کا معقول جواب دو۔ مدینہ طیبہ میں یہودی بھی تھے، عیسائی بھی تھے۔ چھیڑ خانی کے لیے آ جاتے تھے اور الٹے سیدھے سوال کرتے تھے جس پر مسلمانوں کو غصہ آتا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کے ساتھ احسن طریقے سے لڑو ان کی باتوں کا معقول جواب دو۔ پھر بھی اگر باز نہ آئیں تو پھر تم بھی لڑ سکتے ہو اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ مگر وہ جو ان میں سے ظالم ہیں کہ چھیڑ خانی سے باز نہیں آتے ان کے ساتھ لڑنے کی تمہیں اجازت ہے مگر ابتدا نہ کرو وَقُوْلُوْٓا اور اے مومنو تم کہو اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا ہم ایمان لائے اس چیز پر جو ہماری طرف اتاری گئی ہے۔ قرآن کریم پر ایمان ہے، حدیث پر ایمان ہے کہ حدیث بھی اتاری گئی ہے وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ اور جو اتاری گئی ہے تم پر۔ جو کتابیں تمہاری طرف اتاری گئی ہیں ہمارا ان پر بھی ایمان ہے ہم تورات، انجیل، زبور کو مانتے ہیں، آسمانی صحیفوں کو مانتے ہیں لیکن وہ کتابیں اور صحیفے جن میں تبدیلی اور تحریف نہیں کی گئی وَاِلٰـهُنَا وَاِلٰـهُكُمْ وَاحِدٌ اور ہمارا الٰہ اور تمہارا الٰہ ایک ہی ہے۔ جس کو تم رب مانتے ہو ہم بھی اسی کو رب مانتے ہیں وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ اور ہم اسی کے فرماں بردار ہیں اسی کے سامنے جھکتے ہیں وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ اور اسی طرح ہم نے نازل کی آپ کی طرف کتاب جس طرح پہلے پیغمبروں پر کتابیں نازل کیں۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ پر تورات، داؤد علیہ السلام پر

زبوراور عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل اتاری اور آنحضرت ﷺ پر قرآن پاک نازل فرمایا۔
فَالَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰہُمُ الۡکِتٰبَ پس وہ لوگ جن کو دی ہم نے کتاب یُؤۡمِنُوۡنَ بِہٖ وہ اس پر
ایمان لاتے ہیں۔ یہودیوں میں حضرت عبداللہ بن سلام ؓ، حضرت اسد ؓ، حضرت
اسید ؓ، حضرت ثعلبہ ؓ، حضرت بن یامین ؓ۔ یہ سارے پہلے یہودی تھے پھر مسلمان
ہوئے۔ عیسائیوں میں حضرت سلمان فارسی ؓ، حضرت تمیم داری ؓ، مشہور سخی حاتم طائی
کے بیٹے عدی بن حاتم ؓ ان کے آباؤ اجداد کا عقیدہ مشرکانہ تھا۔ عرب کے رہنے والے
تھے پھر عیسائی ہوگئے اور عیسائیوں کے پادری رہے ہجرت کے نویں یا دسویں سال مسلمان
ہوئے وَمِنۡ ہٰۤؤُلَآءِ اور ان میں سے بھی۔ یہ اشارہ ہے مکے والوں کی طرف، مکے
والوں میں سے بھی مَنۡ وہ ہیں یُّؤۡمِنُ بِہٖ جو ایمان لاتے ہیں اس پر۔ پہلے تو تھوڑے
تھوڑے مسلمان ہوئے اور ۸ھ اور اس کے بعد تو جوق در جوق یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ
اَفۡوَاجًا فوج در فوج، جماعت در جماعت اور خاندان در خاندان، قبیلہ در قبیلہ اسلام میں
داخل ہوئے۔ وَمَا یَجۡحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا الۡکٰفِرُوۡنَ اور نہیں انکار کرتے ہماری آیتوں کا
مگر وہی کافر ہیں وَمَا کُنۡتَ تَتۡلُوۡا اور نہیں تھے آپ پڑھتے مِنۡ قَبۡلِہٖ اس قرآن سے
پہلے مِنۡ کِتٰبٍ کوئی کتاب بھی وَّلَا تَخُطُّہٗ بِیَمِیۡنِکَ اور نہ آپ لکھتے تھے اس کو اپنے
دائیں ہاتھ سے اِذًا اس وقت اگر آپ لکھنا یا پڑھنا جانتے ہوتے تو لَّارۡتَابَ الۡمُبۡطِلُوۡنَ
البتہ شک کرتے باطل پرست لوگ۔ یہودی، عیسائی کہہ دیتے کہ یہ وہ نبی نہیں ہے کیونکہ
اس کی صفت پہلی کتابوں میں الرَّسُوۡلَ النَّبِیَّ الۡاُمِّیَّ ہے کہ وہ امی ہوگا لکھنا پڑھنا نہیں
جانتا ہوگا الَّذِیۡ یَجِدُوۡنَہٗ مَکۡتُوۡبًا عِنۡدَہُمۡ فِی التَّوۡرٰىۃِ وَالۡاِنۡجِیۡلِ [سورۃ
الاعراف] ''پاتے ہیں وہ اس کو لکھا ہوا تورات اور انجیل میں۔'' اور عرب والے اس طرح

شک کرتے کہ پڑھا لکھا آدمی ہے فارغ وقت میں بیٹھ کر مضمون لکھ لیتا ہے اور پھر ہمیں سنا دیتا ہے لیکن وہ جانتے تھے کہ آپ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے۔ پھر کتاب ایسی پیش کی کہ ساری کا مقابلہ تو درکنار اس کی چھوٹی سی سورۃ کی نظیر بھی پیش نہ کر سکے۔ حالانکہ عربی لوگ بڑے فصیح بلیغ تھے زور لگاتے نا مگر وہ عاجز آگئے اس کی مثل نہ لا سکے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ کسی آدمی کا کلام نہیں ہے بَلْ هُوَ اٰيٰتٌ بَيِّنٰتٌ بلکہ یہ قرآن پاک آیتیں ہیں بالکل واضح فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ ان لوگوں کے دلوں میں اُوْتُوا الْعِلْمَ جن کو دیا گیا علم ان کے سینوں میں یہ کتاب محفوظ ہے۔ یہ بھی اس کتاب کے برحق ہونے کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا ایسا انتظام کیا ہے کہ پوری کی پوری کتاب حفاظ کے سینوں میں بند کر دی ہے وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ اور نہیں انکار کرتے ہماری آیتوں کا مگر ظالم۔ جو لوگ ظالم ہیں وہ قرآن پاک کی آیتوں کو تسلیم نہیں کرتے۔

معجزہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے نبی کا نہیں :

اور شوشہ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ اور کہا ان کافروں نے کیوں نہیں نازل کی گئیں اس نبی پر نشانیاں اس کے رب کی طرف سے یعنی ان کی خواہش کے مطابق کہ صفا سونا بن جائے مکہ مکرمہ کی زمین میں زراعت ہو، باغات ہوں، نہریں جاری ہوں، یہ ہمارے سامنے اڑ کر اوپر جائے اور کتاب لے کر آئے۔ ایسی نشانیاں اس پر کیوں نہیں نازل کی گئیں؟ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا قُلْ آپ ان سے کہہ دیں اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ پختہ بات ہے کہ نشانیاں، معجزات اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں میرے پاس نہیں ہیں۔ دیکھو! معجزہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے اور کرامت بھی اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے اور ولی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے۔ معجزہ میں

نبی کا ذاتی کوئی دخل نہیں ہوتا اور کرامت میں ولی کا ذاتی کوئی دخل نہیں ہوتا یہ مافوق الاسباب چیزیں ہیں اور جادو مسمریزم ماتحت الاسباب ہیں ان کا کوئی نہ کوئی ظاہری سبب ہوتا ہے معجزے اور کرامت کا کوئی ظاہری سبب نہیں ہوتا وہ صرف اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے۔

حضرت مریم علیہ السلام جب چھوٹی بچی تھیں اور حضرت زکریا علیہ السلام کی کفالت میں تھیں وہ کمرہ جالی دار تھا حضرت زکریا علیہ السلام جب جاتے تو تالا لگا کر جاتے تھے جب واپس آتے تو ان کے پاس بے موسم پھلوں کا ڈھیر لگا ہوا ہوتا تھا۔ پوچھتے اے مریم علیہ السلام! یہ کہاں سے آئے ہیں تو وہ کہتی هُوَ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ ''یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔'' آصف برخیاؒ حضرت سلیمان علیہ السلام کے صحابی تھے ملکہ سبا کا تخت چشم زدن میں لا کر سامنے رکھ دیا۔ حالانکہ دمشق سے سبا کا سفر ایک مہینے کا تھا۔ یہ ان کی کرامت تھی ظاہری سبب کوئی نہیں تھا بس اللہ تعالیٰ کی قدرت تھی اسی لیے انہوں نے کہا هٰذَا مِنۡ فَضۡلِ رَبِّیۡ [نمل: ۴۰] تو فرمایا آپ کہہ دیں نشانیاں اور معجزات اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِیۡرٌ مُّبِیۡنٌ پختہ بات ہے میں ڈرانے والا ہوں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے۔ فرمایا اگر یہ معجزے چاہتے ہیں تو اَوَلَمۡ یَكۡفِهِمۡ اور کیا ان کو کافی نہیں ہے اَنَّآ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡكَ الۡكِتٰبَ بے شک ہم نے اتاری ہے آپ پر کتاب یُتۡلٰی عَلَیۡهِمۡ جو پڑھی جاتی ہے ان پر ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہے۔ یہ کتاب آپ ﷺ کا معجزہ ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو جتنے معجزے عطا فرمائے ہیں ان میں سے قرآن ایسا معجزہ ہے جو قیامت تک رہے گا اور اس کی مثال نہ اس وقت کوئی پیش کر سکا اور نہ قیامت تک کوئی پیش کر سکے گا۔ دنیائے کفر نے اس کو ختم کرنے کی بڑی کوشش کی ہے لیکن الحمد للہ! آج تک محفوظ اور موجود ہے اور قیامت تک رہے گا اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ لَرَحۡمَةً بے شک اس میں

رحمت ہے۔ پڑھنے والا رحمت کا مستحق ہے وَّ ذِكْرٰى اور نصیحت ہے۔اس کتاب میں نصیحت کی باتیں ہیں مگر کس کو فائدہ دیں گی لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ اس قوم کو جو ایمان لائے اور جو نہ مانے اس کے لیے یہ کتاب نہ رحمت ہے اور نہ نصیحت، کچھ بھی نہیں۔

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ
بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا ۚ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝۵۲
وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ
الْعَذَابُ ؕ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝۵۳ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ
بِالْعَذَابِ ؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ ۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ۝۵۴ ۙ يَوْمَ يَغْشٰهُمُ
الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا
مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۵۵ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ
وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ۝۵۶ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۟ قف
ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ۝۵۷ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۝۵۸ قلے

قُلْ آپ کہہ دیں کَفٰی بِاللّٰہِ کافی ہے اللہ تعالیٰ بَیْنِیْ میرے درمیان وَ بَیْنَکُمْ اور تمہارے درمیان شَہِیْدًا گواہ یَعْلَمُ جانتا ہے مَا اس چیز کو فِی السَّمٰوٰتِ جو آسمانوں میں ہے وَالْاَرْضِ اور جو زمین میں ہے وَالَّذِیْنَ اور وہ لوگ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ جو ایمان لائے باطل پر وَ کَفَرُوْا بِاللّٰہِ

اورانکارکیا اللہ تعالیٰ کا اُولٰٓئِکَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ یہی لوگ ہیں نقصان اٹھانے والے وَیَسْتَعْجِلُوْنَکَ بِالْعَذَابِ جلدی طلب کرتے ہیں آپ سے عذاب کو وَلَوْ لَآ اَجَلٌ مُّسَمًّی اوراگرنہ ہوتی ایک میعادمقرر لَّجَآءَ هُمُ الْعَذَابُ البتہ آجاتاان پرعذاب وَلَیَاْتِیَنَّهُمْ اورالبتہ ضرورآئے گاان پر بَغْتَةً اچانک وَّ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ اوران کوخبربھی نہ ہوگی یَسْتَعْجِلُوْنَکَ یہ جلدی طلب کرتے ہیں آپ سے بِالْعَذَابِ عذاب کو وَاِنَّ جَهَنَّمَ اور بے شک جہنم لَمُحِیْطَةٌ بِالْکٰفِرِیْنَ البتہ گھیرنے والی ہے کافروں کو یَوْمَ اس دن یَغْشٰهُمُ الْعَذَابُ چھا جائے گاان پرعذاب مِنْ فَوْقِهِمْ ان کےاوپر وَ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ اوران کے پاؤں کے نیچے سے وَ یَقُوْلُ اورفرمائے گااللہ تعالیٰ ذُوْقُوْا چکھو مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ بدلہ اس چیز کا جوتم کرتے تھے یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اے میرے بندوجوایمان لائے ہو اِنَّ اَرْضِیْ وَاسِعَةٌ بے شک میری زمین کشادہ ہے فَاِیَّایَ فَاعْبُدُوْنِ پس خاص میری عبادت کرو کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ہر نفس موت کاذائقہ چکھنے والا ہے ثُمَّ اِلَیْنَا تُرْجَعُوْنَ پھرہماری ہی طرف لوٹائے جاؤگے وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اوروہ لوگ جوایمان لائے وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نےعمل اچھے کیے لَنُبَوِّئَنَّهُمْ البتہ ہم ان کوضرورٹھکانادیں گے مِّنَ الْجَنَّةِ جنت میں غُرَفًا بالاخانوں میں تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ جاری ہوں گی ان کے نیچےنہریں خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ہمیشہ رہیں گےان جنتوں میں نِعْمَ اَجْرُ

الْعٰمِلِیْنَ اچھا ہے بدلہ عمل کرنے والوں کا۔

اس سے پہلی آیات میں کافروں کے ایک شوشے کا ذکر تھا کہ انہوں نے کہا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْهِ اٰیٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ''کیوں نہیں اتاری گئیں اس پیغمبر پر نشانیاں معجزے اس کے رب کی طرف سے۔'' ان کی اس بات کے اللہ تعالیٰ نے تین جواب دیئے۔ایک یہ کہ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ''آپ کہہ دیں کہ معجزات اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔'' نبی کا معجزات میں کوئی دخل نہیں ہے نبی کا کام ہے ڈرانا کھول کر۔

مشرکوں کے شوشے کا دوسرا اور تیسرا جواب :

دوسرا جواب یہ دیا اَوَلَمْ یَکْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ ''کیا یہ ان کو کافی نہیں ہے کہ ہم نے آپ کی طرف کتاب نازل کی ہے جو ان پر پڑھی جاتی ہے جس کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہیں۔'' یہ معجزہ نہیں ہے۔ بلکہ آنحضرت ﷺ کے معجزات میں سے سب سے بڑا معجزہ ہے جو قیامت تک رہے گا۔

تیسرا جواب: فرمایا قُلْ آپ کہہ دیں کَفٰی بِاللّٰهِ بَیْنِیْ وَ بَیْنَکُمْ شَهِیْدًا کافی ہے اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان گواہ۔اس نے گواہی دی کہ میرے ہاتھ پر چاند دوٹکڑے کیا، آتے جاتے پتھر مجھے سلام کرتے ہیں اور کہتے ہیں السَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ ، میرے حکم سے درخت چل کر آتے ہیں، پانی کی کمی ہو تو انگلیوں سے پانی کے فوارے پھوٹ پڑتے ہیں، کافروں کے ہاتھوں میں کنکریاں میرا کلمہ پڑھتی ہیں، اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہیں، یہ تمام اللہ تعالیٰ کی گواہیاں ہیں میری نبوت پر۔مگر ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جانتا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں اس سے کوئی شے مخفی نہیں ہے لیکن وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ

اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں باطل پر جنہوں نے باطل کی تصدیق کی ، باطل کو مانا وَ کَفَرُوْا بِاللّٰہِ اور انکار کیا اللہ تعالیٰ کا، اللہ تعالیٰ کے احکامات کو تسلیم نہیں کیا اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ یہی لوگ ہیں نقصان اٹھانے والے۔ ان کے انکار سے خدا اور رسول کا تو کچھ نہیں بگڑے گا خسارہ انہی کو ہوگا کہ قبر و حشر میں ذلیل و رسوا ہوں گے۔ اب انہوں نے پینترا بدلا، ایک سیڑھی سے دوسری سیڑھی پر آ گئے۔ کہنے لگے اگر ہماری مرضی کے معجزے نہیں لا سکتے کہ صفا سونے کی بن جائے، مکہ مکرمہ کی زمین قابل زراعت ہو جائے، یہاں نہریں جاری ہو جائیں، باغات لہلہانے لگ جائیں، اگر یہ نہیں کر سکتے تو پھر جس عذاب سے ہمیں ڈراتے ہو وہ ہی لے آؤ۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَیَسْتَعْجِلُوْنَکَ بِالْعَذَابِ یہ جلدی طلب کرتے ہیں آپ سے عذاب کو کہتے ہیں فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَۃً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ [الانفال: ۳۲] ''پس برسا دے ہم پر پتھر آسمان کی طرف سے یا لے آ ہمارے پاس کوئی دردناک عذاب'' اور ہمیں ختم کر دے۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَوْ لَآ اَجَلٌ مُّسَمًّی اور اگر نہ ہوتی ایک میعاد مقرر لَّجَآءَ ھُمُ الْعَذَابُ البتہ ان پر عذاب آ جاتا۔ ہر کام کا اللہ تعالیٰ نے وقت مقرر کر دیا ہے اور تقدیر میں لکھ دیا ہے کہ فلاں کام فلاں وقت میں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لیے عذاب کا وقت مقرر ہے وہ عذاب بدر میں ہوگا مرنے کے بعد قبر میں ہوگا پھر دوزخ میں ہوگا۔ اور ان کو یقین رکھنا چاہیے وَلَیَاْتِیَنَّھُمْ بَغْتَۃً اور البتہ ضرور آئے گا ان پر عذاب اچانک وَّ ھُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ اور ان کو شعور بھی نہیں ہوگا خبر بھی نہیں ہوگی۔

آنحضرت ﷺ کا بددعا فرمانا :

ایک موقع پر آنحضرت ﷺ نے بددعا فرمائی اے پروردگار! ان پر اس طرح کے سال مسلط فرما جیسے یوسف کے زمانے میں قحط سالی کے تھے۔ پھر وہی کچھ ہوا بارش کا قطرہ تک نہ گرا، مکہ مکرمہ میں تو پہلے ہی کچھ نہیں ہوتا آس پاس کی آبادیوں میں بھی کچھ نہ ہوا۔ پھر وہ وقت آیا کہ ان لوگوں نے مردار کھائے، ہڈیاں پیس پیس کر پھانکیں، چمڑے بھگو بھگو کر کھائے۔ پھر یہ ابوسفیان کے پاس گئے کہ تم جا کر سفارش کرو کہ وہ دعا کریں اور یہ عذاب ہم سے ٹل جائے۔ ابوسفیان اس وقت تک ﷺ نہیں ہوا تھا۔ وہ گیا آنحضرت ﷺ کے پاس کہنے لگا دیکھو! جو بھی ہے، ہے تو آپ کی قوم، یہ پریشان ہے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو یہ تکلیف رفع ہو جائے۔ یہ سمجھتے تھے کہ آپ ﷺ کی دعا سے یہ قحط سالی والا عذاب ختم ہو جائے گا لیکن اپنا دھڑا نہیں چھوڑا۔ ۸ ھ تک ضد پر اڑا رہا پھر ایمان لے آیا۔

فرعون و ہامان کو معجزاتِ موسیٰ علیہ السلام میں کوئی شک نہیں تھا :

اور سورۂ نمل میں تم پڑھ چکے ہو کہ وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا اَنْفُسُهُمْ فرعون، ہامان وغیرہ نے موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا انکار کیا لیکن دل میں ان کے کوئی شک نہیں تھا جانتے تھے کہ یہ معجزے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں صرف ظلم اور سرکشی کرتے ہوئے نہیں مانا۔ فرعون یہ سمجھتا تھا اگر میں نے کلمہ پڑھ لیا تو پھر اقتدار میرے پاس نہیں رہے گا۔ ہامان کو یہ خطرہ تھا کہ میری وزارتِ عظمیٰ ختم ہو جائے گی۔ کیونکہ ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے خدائی وزیر تھے جو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے مانگ کر لیے ہیں وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ هٰرُوْنَ [سورہ طٰہٰ] تو یہ چیزیں ان کے لیے حق سے مانع تھیں ورنہ دل میں ان کے پورا یقین تھا کہ موسیٰ علیہ السلام، ہارون علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں۔ تو فرمایا کہ ضرور آئے گا ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب اور ان کو خبر بھی نہیں ہوگی۔

مشرکین مکہ کا جو حشر بدر میں ہوا کیا وہ سوچ سکتے تھے؟ ہزار کی تعداد تھی اسلحہ ان کے پاس وافر تھا ضرورت سے زیادہ اونٹ ساتھ لے کر آئے تھے ناچنے والے، گانے والی عورتیں ساتھ لے کر آئے تھے کہ یہ چند آدمی ہیں ان کا صفایا کر کے دھمالیں ڈالیں گے، بھنگڑے ہوں گے، رقص و سرود کی محفلیں ہوں گی اونٹ ذبح ہوں گے، شراب چلے گی۔ ان کو کیا معلوم تھا کہ یہ اونٹ مسلمانوں کے لیے مال غنیمت بنیں گے اور گانے والیاں مکے تک تمہارا ماتم کریں گی اور شراب کی جگہ تم موت کے پیالے بھر بھر کے پیو گے۔ ستر مارے گئے، ستر گرفتار ہوئے اور جو بچ کے بھاگے وہ سال بھر گھروں سے باہر نہیں نکلے، منہ دکھانے کے قابل نہ رہے۔ فرمایا یَسۡتَعۡجِلُوۡنَکَ بِالۡعَذَابِ یہ جلدی طلب کرتے ہیں آپ سے عذاب کو وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيۡطَةٌ بِالۡكٰفِرِيۡنَ. اور بے شک جہنم احاطہ کرنے والی ہے کافروں کا۔ بندے کو تو وہ چیز مانگنی چاہیے جو بن مانگے نہ ملے۔ جہنم تو تمہیں بن مانگے ملنی ہے اسے مانگنے کی کیا ضرورت ہے آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے جنت بھی سامنے اور دوزخ بھی سامنے چاہے دفن پر کئی دن لگ جائیں موت کے بعد مومن کی روح علیین میں پہنچ گئی اور کافر کی سجین میں پہنچ گئی۔ يَوۡمَ يَغۡشٰهُمُ الۡعَذَابُ مِنۡ فَوۡقِهِمۡ جس دن چھا جائے گا عذاب ان پر اوپر سے وَ مِنۡ تَحۡتِ اَرۡجُلِهِمۡ اور ان کے پاؤں کے نیچے سے۔ آج اگر پاؤں چنگاری پر جا پڑے آدمی اچھل کر ادھر جا پڑتا ہے اور جہنم کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہے لیکن ہمیں اس سے بچنے کی فکر ہی کوئی نہیں ہے۔ وَ يَقُوۡلُ اور فرمائیں گے رب تعالیٰ ذُوۡقُوۡا مَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ چکھو بدلہ اس چیز کا جو تم عمل کرتے تھے۔

ہجرت کا حکم :

اوپر خطاب تھا کافروں کو اور اب خطاب ہے مومنوں کو یٰعِبَادِیَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اے میرے وہ بندو! جو ایمان لائے ہو۔ رب کے بندے وہ ہیں جو صحیح طریقے پر ایمان لائے ہیں اِنَّ اَرۡضِیۡ وَاسِعَۃٌ بے شک میری زمین کشادہ ہے فَاِیَّایَ فَاعۡبُدُوۡنِ پس خاص میری ہی عبادت کرو۔ اگر کسی علاقے میں کافروں کا غلبہ ہو اور مسلمانوں کو خالص عبادت نہیں کرنے دیتے تو حکم ہے کہ وہاں سے ہجرت کر کے دوسری جگہ چلے جاؤ۔ اس وقت سے لے کر آج تک ہجرت کا سلسلہ چلا آ رہا ہے افغانستان کے مہاجر لاکھوں کی تعداد میں ابھی تک پاکستان میں موجود ہیں ان میں اکثریت تو خالص مہاجرین کی ہے جو اس لیے آئے ہیں کہ وہاں روس کا غلبہ ہو جائے گا تو ایمان بچانا مشکل ہو جائے گا عورتوں کی بے عزتی ہوگی چلو ایمان بچاؤ، عزت بچاؤ۔ اکثریت ان لوگوں کی ہے۔ اگرچہ جہالت کی وجہ سے ان میں رسومات و بدعات ہیں لیکن بدعات کو تو تمام مسلمانوں نے گلے لگایا ہوا ہے۔

بدعت پر ثواب کی بجائے عذاب ہوتا ہے :

یہ تیجا، ساتواں، دسواں وغیرہ تو ہر قوم میں ہیں۔ مجھے یہاں محنت کرتے ہوئے اکاون (۵۱) سال ہو گئے ہیں اور بدعات کی جتنی تردید میں نے کی ہے دنیا کی ساری زمین میں کسی مسجد کے اندر اتنی تردید نہیں ہوئی۔ میں پھر یہ بات دعوے سے کہتا ہوں کہ دنیا کی کسی مسجد میں بدعات کی اتنی تردید نہیں ہوئی جتنی میں نے یہاں کی ہے۔ صحاح ستہ بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، ابوداؤد، نسائی کا درس میں نے تمہیں سنایا ہے۔ جنازے کے لیے میری منت کرتے ہو کہ جنازہ تم نے پڑھانا ہے اور جنازے کے بعد زور لگا کر کہتے ہو قُل کل ہوگا، پرسوں ہوگا اور زور لگا کر کہتے ہو۔ یاد رکھنا! ان بدعات میں کوئی

ثواب نہیں ہے بلکہ عذاب لازم ہے کچھ لوگوں نے یہ طریقہ نکالا ہے کہ فلاں جگہ قرآن خوانی ہوگی۔ یہ قرآن خوانی کے لیے اجتماع دوسرے تیسرے روز جو کرتے ہیں یہ بھی بدعت ہے۔ بھائی! اگر کسی کا عزیز رشتہ دار فوت ہوگیا ہے تو جہاں بھی [illegible] ثواب کر دو کسی کو بتلانے کی کیا ضرورت ہے؟ مگر ہمیں تو دکھاوے کے بغیر سکون نہیں آتا۔ وہ کہے گا تم قُل پر نہیں آئے تو خفت ہوگی۔

تو اکثریت تو خالص مہاجرین کی ہے۔ بعض اس لیے بھی آئے ہیں کہ یہاں تنگی ہے وہاں مالی طور پر فراوانی ہوگی اور بعضے جاسوسی کے لیے بھی آئے ہیں۔ تو فرمایا مومنو! زمین کشادہ ہے پس خالص میری عبادت کرو کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ہر نفس موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے موت سب پر آنی ہے ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ. پھر ہماری طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ آنا سب نے ہماری طرف ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور وہ لوگ جو ایمان لائے وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے عمل کیے اچھے۔ صرف ایمان کا دعویٰ ہی نہیں ساتھ عمل بھی اچھے کیے لَنُبَوِّئَنَّهُمْ البتہ ہم ان کو ضرور ٹھکانا دیں گے مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا۔ غُرَفًا غُرْفَةٌ کی جمع ہے۔ اوپر والی منزل کو کہتے ہیں، چوبارا۔ معنٰی ہوگا جنت کے بالا خانوں میں جگہ دیں گے۔ جنت میں سو سو منزلوں والے مکان ہوں گے تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ جاری ہوں گی ان کے نیچے نہریں۔ تم نے دیکھا ہوگا کہ نہروں کے دونوں کناروں پر درخت ہوتے ہیں اور نیچے نہریں چل رہی ہوتی ہیں خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے جو سعادت مند، خوش نصیب جنت میں داخل ہوگیا وہ کبھی نہیں نکلے گا۔ وہ ایسی ہمیشہ کی زندگی ہے کہ ہمارے تصور میں بھی نہیں آسکتی نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ اچھا اجر ہے عمل کرنے والوں کا۔ رب تعالیٰ سب کو نصیب فرمائے۔

۞ ۞ ۞

الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَلٰى
رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝٥٩ وَكَأَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖ
اللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَإِيَّاكُمْ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝٦٠ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ
مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ
لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ ۚ فَأَنّٰى يُؤْفَكُونَ ۝٦١ اللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ
يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ۚ إِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝٦٢
وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ
مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ ۚ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ
لَا يَعْقِلُونَ ۝٦٣ وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ إِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ۚ وَإِنَّ
الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۝٦٤

ع وقف لازم

الَّذِينَ وہ لوگ ہیں صَبَرُوا جنہوں نے صبر کیا وَعَلٰى رَبِّهِمْ
يَتَوَكَّلُونَ اور وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں وَكَأَيِّن مِّن دَآبَّةٍ اور کتنے ہی
جانور ہیں لَا تَحْمِلُ رِزْقَهَا نہیں اٹھائے پھرتے وہ اپنا رزق اللّٰهُ يَرْزُقُهَا اللہ
تعالیٰ ہی ان کو رزق دیتا ہے وَإِيَّاكُمْ اور تم کو بھی وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ اور
وہی سننے والا جاننے والا ہے وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ اور البتہ اگر آپ سوال کریں ان

سے مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ کس نے پیدا کیا آسمانوں کو وَالْاَرْضَ اور زمین کو وَسَخَّرَ الشَّمْسَ اور کس نے کام میں لگایا سورج کو وَالْقَمَرَ اور چاند کو لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ البتہ ضرور کہیں گے اللہ تعالیٰ نے فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ پس کدھر پھیرے جاتے ہیں اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ اللہ تعالیٰ ہی کشادہ کرتا ہے روزی لِمَنْ يَّشَآءُ جس کے لیے چاہے مِنْ عِبَادِهٖ اپنے بندوں میں سے وَ يَقْدِرُ لَهٗ اور تنگ کرتا ہے اس کے لیے جس کے لیے چاہے اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ اور البتہ اگر آپ ان سے سوال کریں مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً کس نے اتارا ہے آسمان کی طرف سے پانی فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ پس زندہ کیا اس پانی کے ذریعے زمین کو مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا اس کے مرنے کے بعد لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ البتہ ضرور کہیں گے اللہ تعالیٰ نے قُلْ آپ کہہ دیں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ بلکہ اکثر ان کے عقل سے کام نہیں لیتے وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اور نہیں ہے یہ دنیا کی زندگی اِلَّا لَهْوٌ مگر تماشا وَّ لَعِبٌ اور کھیل وَ اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ اور بے شک آخرت کا گھر لَهِيَ الْحَيَوَانُ البتہ وہی زندگی ہے لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ کاش کہ یہ جان لیں۔

جنتیوں کی دو خوبیوں کا ذکر :

کل کے سبق میں تم نے یہ بات پڑھی کہ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

''اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کیے ان کو ہم ضرور جگہ دیں گے جنت کے بالا خانوں میں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ ان جنتوں میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔'' ان جنتیوں کی اللہ تعالیٰ نے دو خوبیاں یہاں بیان فرمائی ہیں اَلَّذِیْنَ صَبَرُوْا وہ ہیں جو صبر کرتے ہیں تکالیف پر ایمان لانے کے بعد۔ مشکلات ہیں ایمان لانا آسان نہیں ہے اپنے آپ کو ایک دائرے کے اندر لانا ہے پھر اس پر قائم رہنا آسان نہیں ہے اور نیکی کا کوئی کام بھی آسان نہیں ہے۔

سردی کے زمانے میں وضو کرنا، نماز پڑھنا، گرمی میں روزہ رکھنا کوئی آسان بات نہیں ہے۔ اور جو لوگ ان تکالیف پر صبر کریں گے جنت کے وارث بھی وہی ہوں گے۔ دنیا نام ہی پریشانیوں کا ہے۔

؎ کبھی دکھ کبھی سکھ اسی کا نام دنیا ہے

دنیا میں نہ ہمیشہ راحت ہے اور نہ ہمیشہ تکلیف ہے۔

ان کی دوسری خوبی: وَ عَلٰی رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ اور وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ کئی دفعہ بیان ہو چکا ہے کہ شریعت میں توکل کا معنٰی ہے ظاہری اسباب اختیار کر کے ان کا نتیجہ رب تعالیٰ کی ذات پر چھوڑ دینا۔ زمیندار زمین کاشت کرے کھیت اللہ تعالیٰ پیدا کرے گا اور وہی پھل لگائے گا، دکاندار دکان کھول کر بیٹھے گا گاہک اللہ تعالیٰ بھیجے گا، ملازم ملازمت کرے گا تو تنخواہ ملے گی مزدور مزدوری کرے گا تو کچھ حاصل ہوگا، تاجر خرید و فروخت کرے گا تو نفع ہوگا۔ غرض کہ حرکت میں برکت ہے۔ توکل کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہاتھ پاؤں جوڑ کر بیٹھ جاؤ اور کہو کہ یا اللہ مجھے روزی دے۔ بے شک وہ قادر مطلق ہے وہ ایسا کر سکتا ہے مگر عادت اللہ یہ ہے کہ اسباب کو اختیار کرو نتیجہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دو۔ اگر

ظاہری اسباب اختیار نہ کیے جائیں تو اس کو تعطل کہتے ہیں۔شاعر نے بہت عمدہ انداز میں توکل کا معنٰی بیان کیا ہے......

توکل کا یہ مطلب ہے کہ خنجر تیز رکھ اپنا
پھر اس خنجر کی تیزی کو مقدر کے حوالے کر

کل کے سبق میں تم نے پڑھا کہ اے میرے وہ بندو جو ایمان لائے ہو میری زمین بڑی وسیع ہے پس خاص میری ہی عبادت کرو یعنی جہاں تم رہ رہے ہو اگر وہاں تمہیں میری عبادت میں رکاوٹ ہے تو ہجرت کر جاؤ۔اب سوال یہ ہے کہ جہاں آدمی رہ رہا ہے وہاں کاروبار ہے، زمین ہے، تجارت ہے، جہاں جائے گا نہ معلوم کیا بنے گا، حالات کیا ہوں گے؟ آخر اخراجات ہوتے ہیں۔تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ پریشانی تم دل سے نکال دو رزق کی ذمہ داری میری ہے۔ وَكَأَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ اور کتنے جانور ہیں لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا جو اپنا رزق نہیں اٹھائے پھرتے اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا اللہ تعالیٰ ہی ان کو رزق دیتا ہے وَإِيَّاكُمْ اور تمہیں بھی رب رزق دیتا ہے۔سورہ ہود آیت نمبر ۶ میں ہے وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا ”اور نہیں ہے کوئی جان دار چیز زمین میں مگر اس کی روزی اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔“ اور سورۃ الذاریات آیت نمبر ۵۸ میں ہے إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ ”بے شک اللہ تعالیٰ ہی روزی دینے والا مضبوط طاقت کا مالک ہے۔“ جانور انسان سے کئی گناہ زیادہ کھانے والے ہیں سب کو روزی اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو انسانوں، جنوں، پرندوں پر، جانوروں پر حکومت کا حق دیا تھا ہوا بھی ان کے حکم کے تابع تھی۔بہت اچھی طرح انتظام حکومت چل رہا تھا۔

سلیمان علیہ السلام کی دعوت کا ذکر :

کتابوں میں یہ واقعہ آتا ہے کہ ایک دن سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے گزارش کی اے پروردگار! میں تیری مخلوق کی دعوت کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا تم اپنا کام کرو یہ میرا کام ہے۔ جب اصرار کیا تو ایک دن کے کھانے کی اجازت مل گئی۔ کئی ماہ تیاری پر لگے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سمندری مخلوق سے ابتدا کرنی ہے یا میدانی مخلوق سے؟ تو سمندری مخلوق سے ابتدا کی۔ وہیل مچھلی نے منہ کنارے پر رکھا اور کچا پکا، اناج پھل وغیرہ سب کچھ کھا گئی اور کہنے لگی کچھ اور لاؤ اس کو کہا گیا کہ اور تو کچھ نہیں ہے۔ تو مچھلی نے کہا پروردگار! آج آپ نے مخلوق کے حوالے کیا پیٹ بھر کے کھانا نصیب نہیں ہوا۔ تو یہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو ساری مخلوق کو دے رہا ہے اور کون دے سکتا ہے؟ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ اور وہی سنتا ہے جانتا ہے۔ پھر یہ جو مشرک ہیں جنہوں نے آپ کو ہجرت پر مجبور کر دیا ہے بنیادی باتیں تو یہ ساری مانتے ہیں ان کو کہو نتیجہ کیوں نہیں مانتے اور ہمارے ساتھ کیوں جھگڑتے ہو؟ وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ اور البتہ اگر آپ ان سے سوال کریں مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کس نے پیدا کیا ہے آسمانوں کو اور زمین کو۔ ہمارے ساتھ دشمنی اور عداوت رکھنے والو اور ہمیں عبادت سے روکنے والو بتلاؤ آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا ہے وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اور کام میں لگا دیا سورج کو اور چاند کو۔ ان کو تمہاری خدمت پر کس نے لگایا ہے، بتلاؤ؟ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ البتہ یہ ضرور کہیں گے یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔

مشرک رب تعالیٰ کے وجود کو مانتا ہے :

مشرک رب تعالیٰ کا منکر نہیں ہوتا مشرک رب تعالیٰ کے وجود کو مانتا ہے اور یہ بھی مانتا ہے کہ آسمانوں کو پیدا کرنے والا زمین کو پیدا کرنے والا، چاند سورج ستاروں کا خالق،

پہاڑوں، دریاؤں کا خالق اللہ تعالیٰ ہے مگر کہتا ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات بہت بلند ہے اور ہماری وہاں تک رسائی نہیں ہے یہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لیے ہمارے لیے سیڑھیاں ہیں ۔ چنانچہ سورۃ زمر آیت نمبر ۳ میں ہے کہتے تھے مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ''ہم ان کی پوجا پاٹ اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کرتے ہیں۔'' هٰـؤُلَآءِ شُفَعَاءُ نَا عِنْدَ اللّٰهِ [یونس:۱۸] ''یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔'' سفارش اور صرف سفارش ہی ان کا مقصود و مدعا ہے۔

مسئلہ شفاعت کی تشریح :

ایک ہے عالم اسباب میں ایک دوسرے کی سفارش۔ تو یہ قرآن سے ثابت ہے۔ پانچویں پارے میں ہے مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً ''جو آدمی اچھی سفارش کرے گا اس کو ثواب ملے گا اور جو بری سفارش کرے گا اس کو گناہ ہوگا۔'' اور ایک ہے مافوق الاسباب سفارش کا عقیدہ رکھنا۔ یہ ممنوع ہے۔ مثلاً یہاں سے کوئی آدمی کہتا ہے کہ اے سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی میرا یہ مسئلہ ہے مجھے یہ پریشانی ہے آپ اللہ تعالیٰ کے ہاں میری سفارش کریں کہ اللہ تعالیٰ میرا کام کر دے تو یہ ممنوع ہے اور ناجائز ہے کیونکہ ایسی سفارش میں چند غلط عقیدے ملے ہوئے ہیں ایک یہ کہ سفارش کرانے والا سمجھتا ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ یہاں حاضر و ناظر ہیں اور میری بات کو سن رہے ہیں۔ اور دوسرا عقیدہ یہ ہوگا کہ وہ میری تکلیف اور مشکل کو جانتے ہیں۔ تیسرا یہ کہ وہ کچھ کرا سکتے ہیں متصرف فی الامور ہیں اور یہ تینوں باتیں کفر کے ستون ہیں۔

فقہائے کرامؒ نے فرمایا ہے مَنْ قَالَ اَرْوَاحَ الْمَشَائِخِ حَاضِرَةٌ تَعْلَمُ كَانَ

یَکْفُرُ ''جو شخص یہ کہے کہ بزرگوں کی ارواح میرے پاس موجود ہیں اور ہمارے حالات کو جانتی ہیں تو وہ پکا کافر ہے۔'' چاہے نمازیں پڑھے، چاہے روزے رکھے، حج کرے، قربانی دے، فطرانہ دے، پکا کافر ہے۔ بریلوی مولویوں اور پیروں کا یہی عقیدہ ہے اور ان کے جو خاص مقربین ہیں غالی قسم کے ان کا بھی یہی عقیدہ ہے باقی عوام بے چارے تو ناسمجھ ہیں ان کے مولوی، پیر اور جو غالی بریلوی ہیں عوام میں سے وہ پیغمبروں کو حاضر وناظر مانتے ہیں ولیوں، شہیدوں کو بھی حاضر وناظر مانتے ہیں اور یہ سب کفر ہے۔ فقہائے کرام کا طبقہ بہت محتاط طبقہ ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی ایسا جملہ بولے کہ اس کے سو معنیٰ بنتے ہوں ننانویں کفریہ ہوں اور ایک اسلام کا ہو تو اس کو کافر نہ کہو کہ ہوسکتا ہے کہ اس کی مراد اسلام والا معنیٰ ہو۔ ایک فیصد احتمال کو بھی نظر انداز نہیں کیا۔ اس سے بڑی احتیاط کیا ہوگی۔ یہ فقہاء کا طبقہ اس بات پر متفق ہے کہ جو بزرگوں کی ارواح کو حاضر وناظر جانے اور عالم الغیب جانے وہ پکا کافر ہے یہ کوئی فروعی مسائل نہیں ہیں کہ ان کو نظر انداز کر دیا جائے۔ فَاَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ پس کدھر یہ الٹے پھیرے جاتے ہیں اَللّٰهُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ اللہ تعالیٰ ہی کشادہ کرتا ہے رزق جس کے لیے چاہے مِنْ عِبَادِهٖ اپنے بندوں میں سے وَ یَقْدِرُ لَهٗ اور تنگ کرتا ہے جس کے لیے چاہے، رزق کا کشادہ اور تنگ کرنا بھی اللہ تعالیٰ کا کام ہے اِنَّ اللّٰهَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ اور اگر ان مشرکوں کافروں سے سوال کریں جو آپ کو اپنے شہر میں عبادت نہیں کرنے دیتے اور ہجرت پر مجبور کرتے ہیں مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً کس نے نازل کیا آسمان کی طرف سے پانی۔ بارش کون برساتا ہے؟ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ پس زندہ کیا اس پانی کے ذریعے زمین کو مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا اس کے مرنے کے بعد، خشک ہوجانے کے

بعد۔ بتلاؤ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ البتہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے۔ اللہ تعالیٰ بارش برساتا ہے زمین کو زندہ کرتا ہے فصلیں اگاتا ہے درخت اور پھل اگاتا ہے یہ سب کام رب تعالیٰ کرتا ہے قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ آپ کہہ دیں سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ یہ اقراری مجرم ہیں سب کچھ تسلیم کرتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں جب یہ سارے کام اللہ تعالیٰ کرتا ہے تو شرک کا کیا جواز رہ جاتا ہے؟ عقل رب تعالیٰ نے سب کو دی ہے تھوڑی عقل والا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ جب ان تمام کاموں میں خدا کا کوئی شریک نہیں ہے تو عبادت میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اس کے باوجود اگر کوئی شرک کرتا ہے تو پھر دھکے شاہی، ضد اور گروہ بندی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

اس کی مثال تم اس طرح سمجھو کہ ایک آدمی نے سفید زمین خریدی۔ اس پر مکان بنوایا اینٹیں اس نے خریدیں، سیمنٹ بجری اس نے مہیا کی مزدوری اس نے دی، دروازے کھڑکیاں اس نے لگوائیں، رنگ روغن اس نے کروایا، درمیان میں ایک آدمی آکر کہتا ہے کہ یہ مکان میرا ہے۔ بھائی تیرا کس طرح ہے؟ زمین تو نے خریدی ہے اینٹیں تو لایا ہے، سیمنٹ بجری کے پیسے تو نے دیئے ہیں، مزدوری وغیرہ تو نے دی ہے؟ تو کس طرح دعوے دار بن گیا ہے بعینہٖ اسی طرح سمجھو کہ سارا کچھ رب نے کیا اور حاجت روا، مشکل کشا، دست گیر شیخ عبدالقادر جیلانی بن گیا اور بڑے زور شور کے ساتھ کہتے ہیں......

امداد کن امداد کن از رنج وغم آزاد کن
در دین ودنیا شاد کن یاغوث اعظم دستگیر

بھئی! اس سے بڑا شرک کیا ہے؟

صفاتِ باری تعالیٰ میں شرک فروعی مسئلہ نہیں :

بعض جاہل قسم کے لوگ ان مسائل کو فروعی سمجھتے ہیں جیسے حنفی، شافعی، مالکی، حنابلہ کے درمیان فروعی مسائل ہیں حاشا وکلّا ثم حاشا وکلّا ایسا نہیں ہے۔ اسی لیے میری کوشش یہی رہی ہے کہ تمہیں قرآن کریم کا لفظی ترجمہ آ جائے، ہوائی تقریریں نہیں کیں۔ تم خود قرآن کے لفظ سمجھو آ گے تمہارا ذوق ہے کہ کس نے کیا اخذ کیا ہے؟ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ بلکہ اکثر ان کے عقل سے کام نہیں لیتے۔ وہ عقل انہوں نے اپنے مولویوں، پیروں کے پاس گروی رکھی ہوئی ہے وڈیروں کے پاس گروی رکھی ہوئی ہے۔ فرمایا یاد رکھو! کسی کے کہنے میں نہ آؤ عقل سے کام لو دنیا پر مفتون ہو کر آخرت برباد نہ کرو وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اور نہیں ہے یہ دنیا کی زندگی اِلَّا لَهْوٌ مگر تماشا وَّ لَعِبٌ اور کھیل۔ کھیل وہ ہوتا ہے جو آدمی خود کرے اور اس کھیل کو کنارے پر تماشائی دیکھتے ہیں کچھ لوگ وہ ہیں جن کو کوٹھیاں، کارخانے، دکانیں، زمین، باغات، نصیب ہیں، وہ کھیل ہیں اور ہم تم ان کو دیکھتے ہیں ہم تماشائی ہیں۔ تو دنیا کھیل تماشے کے علاوہ کچھ نہیں ہے وَ اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ اور بے شک آخرت کا گھر لَهِيَ الْحَيَوَانُ زندگی وہی ہے۔ حیوان کا معنٰی ہے زندگی۔ یہ دنیا کی زندگی کچھ نہیں ہے اب ہے لمحہ بعد کچھ نہیں ہے۔ اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ کاش کہ یہ لوگ حقیقت کو جان لیں۔

۞ ۞ ۞

فَاِذَا رَكِبُوْا فِى الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٥﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۚۙ وَلِيَتَمَتَّعُوْا ۫ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿٦٦﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِىْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿٦٨﴾ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٦٩﴾ ع

فَاِذَا رَكِبُوْا پس جس وقت وہ سوار ہوتے ہیں فِى الْفُلْكِ کشتیوں میں دَعَوُا اللّٰهَ پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ کو مُخْلِصِيْنَ خالص کرتے ہوئے لَهُ الدِّيْنَ اسی کے لیے دین فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ پس جس وقت اللہ تعالیٰ ان کو نجات دیتا ہے اِلَى الْبَرِّ خشکی کی طرف اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ اچانک وہ شرک کرنے لگتے ہیں لِيَكْفُرُوْا تاکہ وہ انکار کریں بِمَآ اس نعمت کا اٰتَيْنٰهُمْ جو ہم نے ان کو دی ہے وَلِيَتَمَتَّعُوْا اور تاکہ وہ فائدہ اٹھائیں فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ پس عنقریب وہ جان لیں گے اَوَلَمْ يَرَوْا کیا انھوں نے نہیں دیکھا اَنَّا جَعَلْنَا بے شک ہم نے بنایا ہے حَرَمًا اٰمِنًا حرم کو امن والا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ اور اچک لیے جاتے ہیں لوگ مِنْ حَوْلِهِمْ ان کے اردگرد سے اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ کیا پس وہ

باطل پر ایمان لاتے ہیں وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں وَ مَنْ اَظْلَمُ اور کون زیادہ ظالم ہے مِمَّنِ اس شخص سے افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا جس نے افترا باندھا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ یا اس نے جھٹلایا حق کو لَمَّا جَآءَهٗ جب اس کے پاس آیا اَلَيْسَ فِىْ جَهَنَّمَ کیا نہیں ہے جہنم میں مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ٹھکانا کافروں کا وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا اور وہ لوگ جنہوں نے کوشش کی ہمارے بارے میں لَنَهْدِيَنَّهُمْ البتہ ہم ضرور راہنمائی کریں گے ان کی سُبُلَنَا اپنے راستوں کی طرف وَاِنَّ اللّٰهَ اور بے شک اللہ تعالیٰ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ البتہ نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

انتہائی مشکل میں مشرک بھی صرف اللہ تعالیٰ کو پکارتے تھے :

اس سے پہلی آیات میں تم پڑھ چکے ہو کہ مشرکین مکہ آسمانوں کا خالق ، زمین کا خالق ، چاند ، سورج ، ستاروں کا خالق اللہ تعالیٰ کو مانتے تھے ۔ بارش برسانے والا ، پھل کھیتیاں اگانے والا اللہ تعالیٰ کو مانتے تھے بلکہ انتہائی مشکل میں صرف اللہ تعالیٰ کو پکارتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاِذَا رَكِبُوْا فِى الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ پس جس وقت وہ سوار ہوتے ہیں کشتیوں میں تو پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ کو خالص کرتے ہوئے اسی کے لیے دین ۔ خالص اسی پر یقین کرتے ہوئے اسی کے دین پر چلتے ہوئے ۔

مکہ مکرمہ کے نامی گرامی مجرموں کا ذکر :

۸ھ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے مکہ مکرمہ فتح ہوا تو جتنے نامی گرامی مجرم تھے وہ سب بھاگ گئے کہ ان کو اپنے کرتوت کا علم تھا اس لیے فکر ہوئی کہ ہماری جان بخشی نہیں ہوگی۔ ان بھاگنے والوں میں وحشی بن حرب بھی تھا جس نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو احد کے مقام پر بڑی بے دردی کے ساتھ شہید کیا تھا۔ جبار بن اسود بھی تھا جس نے آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ٹانگ کھینچ کر اونٹ سے نیچے گرادیا تھا جس سے ان کا حمل بھی ضائع ہوگیا تھا اور وہ خود بھی بیمار ہوگئی تھیں۔ وہ اس طرح ہوا کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا عورتوں کے قافلے کے ساتھ مدینہ طیبہ جا رہی تھیں حبار بن اسود حقیقی سسر تو نہیں تھا برادری میں خسر لگتا تھا۔ اس نے کہا کہ کدھر جا رہی ہو؟ انہوں نے کہا چچا جان میں اپنے خاوند کی اجازت سے مدینہ طیبہ جارہی ہوں ابا جان کی ملاقات کے لیے۔ اس نے کہا کوئی اجازت نہیں ہے۔ ٹانگ سے پکڑ کر نیچے گرا دیا۔ یہ کوئی معمولی جرم نہیں تھا لہٰذا یہ بھی بھاگ گیا۔ صفوان بن امیہ بڑا سردار اور امیر آدمی تھا کافروں کو یہ اسلحہ سپلائی کرتا تھا۔ بدر، احد، خندق میں اسی نے اسلحہ مہیا کیا تھا۔ یہ دور دراز کے علاقہ سے اسلحہ خریدتا اور تھوڑی تھوڑی قیمت پر کافروں کو دیتا تھا اور غریبوں کو مفت بھی دے دیتا تھا کہ اسلام کے خلاف استعمال کرو، یہ بھی بھاگ گیا۔ ابوجہل کا بیٹا عکرمہ بھی بھاگ گیا۔ اس وقت بیت اللہ سے اونچی کوئی منزل نہیں تھی۔ کعبۃ اللہ کی بلندی پچاس فٹ تھی دور سے نظر آتا تھا۔ اب تو کعبۃ اللہ کے اردگرد بڑی بڑی بلند عمارتیں بن گئی ہیں باہر سے کعبۃ اللہ نظر نہیں آتا۔ صفا پہاڑی بھی دور سے نظر آتی تھی۔ آنحضرت ﷺ نے صفا کی چٹان پر چڑھ کر سفید چادر لہرائی۔ یہ خطرے کی علامت ہوتی تھی۔ جب کوئی خاص بات ہو

تی یا انتہائی خطرہ ہوتا تو پھر کپڑے اتار کر آواز بلند کرتے تھے اِنَّمَا اَنَا نَذِیْرُ الْعُرْیَان یہ خطرے کا آخری الارم ہوتا تھا۔ تو آنحضرت ﷺ نے چادر ہلائی۔ مرد عورتیں اکٹھے ہو گئے سننے کے لیے کہ آپ ﷺ کیا فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے ان کے سب جرائم بیان کیے کہ تم نے فلاں موقع پر یہ زیادتی کی، فلاں موقع پر تم نے یہ ظلم کیا، میرے فلاں ساتھی کو تم نے شہید کیا، فلاں کو قید کیا، فلاں کے پاؤں میں رسیاں ڈال کر الٹا لٹکایا، فلاں کو پانی میں غوطے دیئے، فلاں کو انگاروں پر لٹایا، فلاں کو رسیوں سے باندھ کر گھسیٹا، یہ کیا وہ کیا۔ جوں جوں آپ ﷺ ان کے جرائم بیان کرتے تھے ان کے ہوش وحواس اڑتے جاتے تھے کہ ہمیں تو اپنے عیب یاد نہیں اور انہوں نے سارے نوٹ کیے ہوئے ہیں۔ آخر میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ اب تمہارے ساتھ کیا ہونا ہے؟ جب آپ ﷺ نے یہ فرمایا تو انہوں نے یقین کر لیا کہ اب ہماری خیر نہیں ہے لیکن آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں آج وہی کروں گا جو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے ساتھ کیا تھا انہوں نے کہا تھا لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ ''آج کے دن پر کوئی ملامت نہیں ہے۔'' اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کرے جو کچھ تم نے میرے ساتھ کیا میں نے سب تمہیں معاف کر دیا کسی کو کچھ نہیں کہوں گا۔ وحشی بن حرب کا دوست بولا کہ وحشی بن حرب کو بھی کچھ نہیں کہو گے؟ فرمایا کچھ نہیں کہوں گا۔ ایک نے کہا حبار بن اسود کو بھی کچھ نہیں کہو گے؟ فرمایا کچھ نہیں کہوں گا۔ صفوان بن امیہ بھاگا ہوا ہے اس کو بھی کچھ نہیں کہوں گے؟ فرمایا کچھ نہیں کہوں گا۔ عکرمہ بن ابوجہل کی بیوی ام حکیم پاس کھڑی تھی بعد میں ؓ ہو گئی تھی۔ کہنے لگی حضرت! آپ مجھے جانتے ہیں کہ میں کون ہوں؟ فرمایا ہاں! تو ام حکیم ہے۔ میرا خاوند عکرمہ بھاگا ہوا ہے اس کو بھی کچھ نہیں کہیں گے؟ فرمایا کچھ نہیں کہوں گا۔ بدر میں جب اس کا باپ ابوجہل مارا گیا تو

بعد میں اس نے اپنے والد کی پوری نمائندگی کی تھی۔ام حکیم نے کہا حضرت! اس کو ویسے یقین نہیں آئے گا کوئی نشانی دے دیں۔آپ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر عمامة سوداء سیاہ پگڑی سر پر باندھی ہوئی تھی اتار دی۔فرمایا لے جاؤ یہ میری طرف سے نشانی ہے۔اس وقت جدہ کا تو نام ونشان ہی نہیں تھا۔کعبہ کے دروازے کے بالکل سیدھ میں تیس میل کی مسافت پر دریا تھا وہاں گھاٹ تھا کچھ لوگوں نے وہاں جھونپڑیاں بنائی ہوئی تھیں۔کھجوریں دودھ وغیرہ اس قسم کی کچھ چیزیں رکھی ہوئی تھیں۔کشتی کبھی پندرہ دن کے بعد چلتی کبھی مہینے کے بعد اور یہ مسافر وہیں پڑے رہتے۔

سکہ بند مشرک اور موجودہ دور کے مشرک :

اتفاق کی بات ہے کہ یہ عکرمہ جب وہاں پہنچا تو حبشہ کی طرف جانے والی کشتی چل پڑی۔پانچ سات میل سمندر میں گئے طوفان آگیا غرق ہونے کا خطرہ پیدا ہو گیا تو کسی نے کہا یَا لات اَغِثْنِیْ "اے لات مجھے بچا۔" کسی نے کہا یَا مَنَات اَغِثْنِیْ "اے منات مجھے بچا۔" کسی نے کہا یَا عُزّٰی اَغِثْنِیْ عزیٰ ایک پری ہوتی ہے جس کی وہ پوجا کرتے تھے۔"اے عزیٰ میری مدد کر مجھے بچا۔" تو اپنے اپنے انداز میں غیر اللہ سے مدد طلب کی۔ ملاحوں نے کہا فَاِنَّ اٰلِهَتَكُمْ لَا تُغْنِیْ هٰهُنَا شَيْئًا "بے شک تمہارے خدا یہاں کچھ نہیں کر سکتے۔" یہاں رب تعالیٰ کے بغیر کوئی مدد نہیں کرے گا۔عکرمہ نے کہا کہ اگر ہمارے یہ خدا یہاں کچھ نہیں کر سکتے تو پھر خشکی میں بھی کچھ نہیں کر سکتے۔یہی بات تو میرا چچازاد بھائی کہتا تھا اور ہم بھاگتے تھے۔کہنے لگا کشتی واپس کرو میں رب سے وعدہ کرتا ہوں کہ اگر تو نے نجات دے دی تو میں محمد رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ دے دوں گا۔کشتی واپس آگئی۔ طوفان میں آگے نہ جا سکی۔عکرمہ نے دیکھا کہ اس کی بیوی کنارے پر کھڑی ہے بغل میں

کوئی چیز لیے ہوئے۔ عکرمہ حیران ہوا اور یہ سمجھا کہ شاید عورتوں کو بھی پناہ نہیں ملی۔ کہنے لگا کَیْفَ کیسے آئی ہو؟ ام حکیم نے کہا خطرے کی کوئی بات نہیں تمہارے لیے پناہ لے کر آئی ہوں وہاں تو رحمت کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ انھوں نے فرمادیا ہے لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ ''کسی کو کچھ نہیں کہا جائے گا۔'' دیکھو! یہ ان کی پگڑی علامت کے طور پر لائی ہوں۔ دونوں سوار ہو کر مکہ مکرمہ پہنچے۔ مؤطا امام مالک کی روایت میں ہے آپ نے ان کو دیکھا تو دل جوئی کے لیے کھڑے ہو گئے۔ فرمایا مَرْحَبًا بِالرَّاکِبِ الْمُھَاجِرِ۔ تو مشرک بھی جب کشتیوں میں سفر کرتے اور پھنس جاتے تو صرف اللہ تعالیٰ کو پکارتے تھے اخلاص کے ساتھ خالص اسی پر یقین کرتے ہوئے اور اس کے دین پر چلتے ہوئے۔ یہ سکہ بند مشرکوں کا حال ہے۔ اور ہمارے جو کلمہ گو مشرک ہیں یہ کیا کہتے ہیں؟

بگرداب بلا افتاد کشتی
مدد کن یا معین الدین چشتی

''کشتی ڈوبنے لگی ہے معین الدین ہماری مدد کو پہنچو۔'' کوٹ ادو سے لوگ جب ڈیرہ غازی خان جاتے تھے تو غازی گھاٹ جگہ تھی وہاں سے کشتیوں پر بیٹھ کر جاتے تھے۔ اب وہاں پر پل بن گیا ہے اور ریلوے لائن بھی بچھ گئی ہے۔ تو یہ لوگ جب کشتی پر سوار ہوتے تھے تو کہتے تھے......

یا بہاول الحق بیڑا دھک

حضرت بہاؤ الدین نقشبندیؒ اکابر اولیائے کرام میں سے ہوئے ہیں۔ ملتان کے علاقے میں اور ہر جگہ ان کی قدر کی جاتی تھی۔ ان کی کرامت تھی کہ چوبیس گھنٹوں میں تین سو مرتبہ قرآن ختم کرتے تھے۔ دیوبند سے اجمیر شریف تقریباً اکتیس بتیس میل کے فاصلے پر ہے۔

وہاں جمعرات کو قوالی ہوتی تھی۔ ہمارا طالب علمی کا زمانہ تھا ہم بھی وہاں گئے قوالی ہو رہی تھی ایک انگریز اور ایک میم بھی قوالی سننے کے لیے آئے ہوئے تھے۔ قوالی کے عجیب و غریب قسم کے الفاظ تھے۔ اس میں ایک شعر یہ بھی تھا......

؎ خدا سے میں نہ مانگوں گا کبھی فردوس اعلیٰ کو
مجھے کافی ہے یہ تربت معین الدین چشتی کی

ایک مقام پر ایک قوال نے یہ کہا......

؎ نہ جا مسجد نہ کر سجدہ نہ رکھ روزہ نہ مر بھوکا
وضو کا توڑ دے کوزہ شراب شوق پیتا جا

یہ خیر سے مسلمان ہیں اور وہ مشرک تھے۔

تو فرمایا فَلَمَّا نَجّٰهُمْ اِلَی الْبَرِّ پس جس وقت ہم ان کو نجات دیتے ہیں خشکی کی طرف اِذَا هُمْ یُشْرِكُوْنَ اچانک وہ شرک کرنے لگتے ہیں۔ دریا میں وہ شرک کو چھوڑ دیتے ہیں باہر آ کر شرک کرنے لگتے ہیں لِیَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَیْنٰهُمْ تاکہ وہ انکار کریں اس نعمت کا جو ہم نے ان کو دی ہے۔ معمولی نعمت تو نہیں ہے کہ دریا میں ڈوب رہے تھے اللہ تعالیٰ نے بچا دیا وَلِیَتَمَتَّعُوْا اور تاکہ وہ فائدہ اٹھالیں جتنا عرصہ زندہ رہنا ہے فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ پس عنقریب وہ جان لیں گے۔ مرنے کے بعد دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے ان پر کتنا احسان کیا ہے کہ حرم کی وجہ سے لوگ ان کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ حرم کے رقبے کا احترام کرتے تھے اس میں چوری نہیں کرتے تھے ڈاکا نہیں ڈالتے تھے، کسی کو اغوا نہیں کرتے تھے اور حرم سے باہر لوگ محفوظ نہیں تھے۔ سفر پر جاتے تو نہ کوئی مرد محفوظ ہوتا اور نہ کوئی محفوظ عورت ہوتی تھی۔ جیسے آج کل کے

غلط کار حکمرانوں نے غنڈے پیدا کر دیئے ہیں کہ کوئی حساب ہی نہیں ہے۔ اگر یہ حکمران ان غنڈوں، بدمعاشوں کی سرپرستی چھوڑ دیں تو تمام برائیاں ختم ہو جائیں لیکن ان کو باقاعدہ حصہ ملتا ہے یہ کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَوَلَمۡ یَرَوۡا کیا انہوں نے نہیں دیکھا اَنَّا جَعَلۡنَا حَرَمًا اٰمِنًا بے شک ہم نے بنایا ہے حرم کو امن والا۔ کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔ نہ چوری کا، نہ ڈاکے کا، نہ اغوا کا وَّ یُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنۡ حَوۡلِهِمۡ اور اچک لیے جاتے ہیں لوگ حرم کے آس پاس سے۔ قتل بھی کر دیئے جاتے تھے اور بھی بہت کچھ ہوتا تھا۔ انہوں نے اتنی بڑی نعمت کی کوئی قدر نہیں کی اَفَبِالۡبَاطِلِ یُؤۡمِنُوۡنَ کیا پس یہ باطل پر ایمان لاتے ہیں، لات پر، منات پر، عزیٰ پر، ہبل پر وَبِنِعۡمَةِ اللّٰهِ یَكۡفُرُوۡنَ اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار کرتے ہیں۔ حرم میں ان کو امن سکون نصیب ہے کتنی بڑی نعمت ہے؟ نہ ان کی جان کو کوئی خطرہ نہ مال کو نہ عزت کو۔

حرم میں لڑائی جھگڑا جائز نہیں :

آج بھی اگر کوئی نادان قسم کے لوگ حرم کے رقبے میں لڑتے جھگڑتے ہیں تو سمجھ دار لوگ ان کو کہتے ہیں الحرم یا حاج الحرم ''حاجی یہ حرم ہے یہاں لڑائی جھگڑا جائز نہیں ہے۔'' اور ایسے ایسے بے وقوف دیکھے ہیں کہ حجر اسود کو بوسہ دینے کے لیے دوسروں کو دھکا مار کر پیچھے پھینک دیتے ہیں۔ حالانکہ حجر اسود کا چومنا بعض کے نزدیک سنت ہے اور بعض کے نزدیک مستحب ہے اور مومن کو تکلیف دینا حرام ہے۔ تو محض ایک مستحب کی ادائیگی کے لیے حرام کا ارتکاب کرتے ہیں یہ سب کچھ جہالت کی وجہ سے اور شریعت سے ناواقفیت کی وجہ سے ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَ مَنْ اَظْلَمُ اور اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ کَذِبًا جس نے افترا باندھا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا اَوْ کَذَّبَ بِالْحَقِّ یا حق کو جھٹلایا لَمَّا جَآءَهٗ جس وقت حق اس کے پاس آگیا۔ حافظ ابن کثیر بڑے چوٹی کے مفسر ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ دو طرفیں ہیں۔ ایک طرف آنحضرت ﷺ اور آپ کے مومن ساتھی ہیں۔ آپ ﷺ دعویٰ کرتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہوں اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوت اور رسالت دی ہے مجھ پر وحی اترتی ہے اور دوسری طرف کافر اور منکر ہیں جو آپ ﷺ کو نبی ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اگر رب تعالیٰ نے مجھے نبی نہیں بنایا اور میں ایسے ہی دعویٰ کر رہا ہوں اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا افترا باندھ رہا ہوں تو پھر تو مجھ سے بڑا ظالم کوئی نہیں ہے۔ اور دوسری طرف یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے پیغمبر ہیں جب وہ حق لے کر آئے تو انہوں نے ان کو جھٹلایا، توحید کو جھٹلایا، قیامت کو جھٹلایا۔ تو جو حق کو جھٹلاتا ہے اس سے زیادہ ظالم کوئی ہے؟ اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو جھٹلایا ہے لہٰذا یہ سب سے بڑے ظالم ہیں اور جو شخص سچی بات کو جھٹلاتا ہے اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًی لِّلْکٰفِرِیْنَ کیا ایسے کافروں کا ٹھکانا جہنم نہیں ہے جو ضد اور عناد پر اڑے رہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت نہیں دیتا ہدایت ان کو دیتا ہے جو ہدایت کے طالب ہوں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا اور وہ لوگ جنہوں نے کوشش کی ہمارے بارے میں اے فِیْ رَضَاءِ نَا فِیْ حَقِّنَا فِیْ سَبِیْلِنَا جو لوگ کوشش کرتے ہیں ہمیں راضی کرنے کے لئے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو جائے۔ ایمان لائیں گے تو اللہ تعالیٰ راضی ہوگا۔ لَا یَرْضٰی لِعِبَادِهِ الْکُفْرَ [زمر: ۷] ''اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے کفر پر راضی نہیں ہوتا۔'' اللہ تعالیٰ ایمان والوں پر راضی ہے۔ لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا البتہ ہم ضرور

راہنمائی کریں گے اپنے راستوں کی طرف۔ہم ان کوضرور چلائیں گے اپنے راستوں پر۔ اگر آدمی اخلاص کے ساتھ ایمان قبول کرے تو اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نیکی کی توفیق دیتے ہیں اوراس کا خاتمہ ایمان پر کرتے ہیں اور جس کا خاتمہ ایمان پر ہوگیا تو پھر اس کے ہمیشہ کے لیے مزے ہی مزے ہیں۔اور جو شخص عملی منافق ہے کبھی نیکی کرتا ہے کبھی نہیں کرتا اس کے ساتھ وعدہ نہیں ہے وہ اپنی مرضی کرے ایسے شخص کا ایمان خطرے میں ہے۔اور اگر خاتمہ ایمان پر نہ ہوا تو پھر بیڑا غرق ہوگیا وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ اور بے شک اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ان کو اللہ تعالیٰ مزید نیکی کی توفیق دیتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سورۃ الروم

(مکمل)

جلد............۱۵

سُوْرَۃُ الرُّوْمِ مَکِّیَّۃٌ وَّهِیَ سِتُّوْنَ اٰیَۃً وَّسِتُّ رُکُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الٓمّٓ ﴿۱﴾ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ﴿۲﴾ فِیْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَیَغْلِبُوْنَ ﴿۳﴾ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ ؕ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ؕ وَیَوْمَئِذٍ یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۴﴾ بِنَصْرِ اللّٰهِ ؕ یَنْصُرُ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۵﴾ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا یُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۶﴾ یَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚۖ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ﴿۷﴾ اَوَلَمْ یَتَفَكَّرُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ ۫ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ وَاِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ﴿۸﴾ اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ ؕ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ﴿۹﴾ ؕ

الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ مغلوب ہوگئے رومی فِیْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ قریب کی زمین میں وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد

سَيَغْلِبُوْنَ عنقریب غالب آئیں گے فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ چند سالوں میں لِلّٰهِ الْاَمْرُ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے معاملہ مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے وَ مِنْ بَعْدُ اور اس کے بعد بھی وَيَوْمَئِذٍ اور اس دن يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ خوش ہوں گے مومن بِنَصْرِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی مدد يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ وہ مدد کرتا ہے جس کی چاہے وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ اور وہ غالب ہے رحم کرنے والا ہے وَعْدَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کا وعدہ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ نہیں خلاف ورزی کرتا اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کی وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَايَعْلَمُوْنَ اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے يَعْلَمُوْنَ جانتے ہیں ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی ظاہری زندگی کو وَ هُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ اور وہ آخرت سے هُمْ غٰفِلُوْنَ غافل ہیں اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا کیا انہوں نے غور وفکر نہیں کیا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ اپنی جانوں میں مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ نہیں پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو وَالْاَرْضَ اور زمین کو وَمَا بَيْنَهُمَآ اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اِلَّا بِالْحَقِّ مگر حق کے ساتھ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى اور ایک مدت مقرر تک وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ اور بے شک بہت سارے لوگ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ اپنے رب کی ملاقات سے لَكٰفِرُوْنَ انکار کرتے ہیں اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا کیا یہ لوگ چلے پھرے نہیں فِی الْاَرْضِ زمین میں فَيَنْظُرُوْا پس دیکھتے كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ کیسا تھا انجام ان لوگوں کا مِنْ قَبْلِهِمْ جو ان سے پہلے گزرے ہیں كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ وہ زیادہ سخت تھے

ان سے قُوَّةً قوت میں وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ اورانہوں نے زمین میں ہل چلائے وَ عَمَرُوْهَآ اورزمین کوآبادکیا اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا زیادہ اس سے جوانہوں نے آبادکیا وَجَآءَ تْهُمْ رُسُلُهُمْ اورآئے ان کے پاس ان کے پیغمبر بِالْبَيِّنٰتِ واضح دلائل کے ساتھ فَمَا كَانَ اللّٰهُ پس نہیں ہے اللہ تعالیٰ لِيَظْلِمَهُمْ کہ ان پر ظلم کرتا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ لیکن وہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔

ایران اور روم کی حکومتوں کا ذکر :

اس سورت کا نام سورۃ الروم ہے۔ یہ سورۃ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے اور اس سے پہلے تراسی سورتیں نازل ہو چکی تھیں اس کا چوراسی نمبر ہے۔اس کے چھ رکوع اور ساٹھ آیتیں ہیں۔الم کے متعلق کئی دفعہ بیان ہو چکا ہے کہ ایک تفسیر کے مطابق الف سے مراد اللہ تعالیٰ ہے اور لام سے مراد جبرائیل علیہ السلام ہیں اور میم سے مراد محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ یہ کتاب اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کی وساطت سے محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل کی۔نزول قرآن کے زمانے میں دنیا کے اندر دو بڑی حکومتیں تھیں۔ایک ایرانیوں کی، ان کے بادشاہ کا لقب کسریٰ ایران ہوتا تھا۔آنحضرت ﷺ کے زمانے میں خسرو پرویز بادشاہ تھا یہ ایرانی آتش پرست تھا اور ان کے نزدیک ہر عورت سے نکاح جائز تھا بغیر کسی تمیز کے۔ ماں کے ساتھ، بہن کے ساتھ، بیٹی کے ساتھ، پھوپھی اور خالہ کے ساتھ۔ وہ کہتے تھے کہ سب اسی مقصد کے لیے ہیں۔

ان کے مقابلے میں دوسری حکومت روم کی تھی۔ یہ عیسائی تھے۔اہل کتاب ہونے

کی نسبت سے یہ ان سے کچھ بہتر تھے۔ اس وقت شام، مصر، عراق، خلیج، فارس کی ریاستیں دوحی، دوبئ، ابوظہبی، مسقط وغیرہ تمام رومیوں کے ماتحت تھیں۔ ایرانیوں نے حملہ کیا اور تمام ریاستیں ان سے چھین لیں۔ یہاں تک کہ ہرقل روم کو قسطنطنیہ تک محدود ہونے پر مجبور کردیا اور ایرانی سارے علاقوں پر قابض ہو گئے۔ اس موقع پر یہ سورت نازل ہوئی۔

الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ مغلوب ہو گئے رومی فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ قریب کی زمین میں۔ کیونکہ عرب کے ساتھ ہی علاقہ تھا شام اردن وغیرہ وَ ھُمْ مِّنْ ۢبَعْدِ غَلَبِھِمْ سَیَغْلِبُوْنَ اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب ہو جائیں گے فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ چند سالوں میں۔ یہ ایسی پیشین گوئی تھی کہ بظاہر اس کا واقع ہونا اور پورا ہونا محال تھا۔ یہ نبوت کا پانچواں سال تھا۔ آنحضرت ﷺ کی عمر مبارک اس وقت پینتالیس سال تھی۔ مکہ مکرمہ کی صورت حال یہ تھی کہ مسلمان رومیوں کے ہمدرد تھے کہ وہ اہل کتاب تھے اور قریش مکہ ایرانیوں کے ہمدرد تھے کہ وہ مشرک تھے۔ جب رومیوں کو شکست ہوئی تو مشرکین مکہ نے خوب ڈھنڈورا پیٹا کہ مسلمانوں کے بھائیوں کو شکست ہوئی ہے کل ان کی بھی ہوگی۔

حقانیتِ قرآن اور پیغمبر پر دلیل :

جب یہ سورت نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بازار میں کھڑے ہو کر ابتدائی آیتیں پڑھیں الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَ ھُمْ مِّنْ ۢبَعْدِ غَلَبِھِمْ سَیَغْلِبُوْنَ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ رومیوں کو شکست ہوگئی ہے تمہاری قریب کی زمین میں اور وہ مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب ہو جائیں گے چند سالوں میں۔ اُبی بن خلف بڑا بے لحاظ منہ پھٹ کافر تھا یہ سن کر اس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو گالی دی اور کہا

کیا بکتے ہو رومی پھر غالب آئیں گے؟ صدیق اکبر ﷛ نے فرمایا کہ میں گالیوں کا جواب تو نہیں دوں گا لیکن میں اللہ تعالیٰ کے کلام پر یقین رکھتا ہوں رومی ضرور غالب آئیں گے۔ ابی بن خلف نے کہا کتنے سالوں میں؟ حضرت صدیق اکبر ﷛ نے فرمایا چار پانچ سال کے اندر غالب آجائیں گے۔ ابی بن خلف نے کہا کہ میرے ساتھ شرط لگاؤ اور اس وقت دو طرفہ شرط جائز تھی بعد میں حرام ہوگئی۔ شرط یہ طے پائی کہ چار پانچ سال میں اگر رومی دوبارہ غالب آگئے تو ابی بن خلف دس اونٹ حضرت صدیق اکبر ﷛ کو دے گا اور اگر ایسا نہ ہوا تو حضرت صدیق اکبر ﷛ اس کو دس اونٹ دیں گے۔ حضرت صدیق اکبر ﷛ نے اس شرط کا تذکرہ آنحضرت ﷺ کے سامنے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ بِضع کا اطلاق تین سے نو تک کی گنتی پر ہوتا ہے لہٰذا چار پانچ سال کی مدت کا تعین درست نہیں ہے اسے نو سال تک بڑھانا چاہیے۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبر ﷛ نے اس سلسلے میں ابی بن خلف سے دوبارہ بات کی اور شرط میں ترمیم کر دی گئی۔ مدت نو سال اور شرط دس اونٹوں کے بجائے سو اونٹ کر دیئے گئے۔ ظاہری طور پر رومیوں کے غالب ہونے کی کوئی صورت نہیں تھی۔ اتفاق کی بات ہے کہ ابھی نو سال پورے نہیں ہوئے تھے ہجرت ہوگئی۔ ہجرت کے دوسرے سال بدر کے مقام پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کامیابی عطا فرمائی اور ادھر رومیوں نے غلبہ حاصل کر لیا اور چھینے ہوئے علاقے واپس لے لیے۔ ہرقل روم نے منت مانی تھی کہ اگر میری زندگی میں چھینا ہوا علاقہ واپس مل گیا تو میں حمص سے پیدل چل کر مسجد اقصیٰ جاؤں گا اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے۔ چنانچہ فتح کے بعد اس نے اپنی وہ منت پوری کی۔

ابی بن خلف جس نے صدیق اکبر ﷛ کے ساتھ شرط لگائی تھی وہ بدر میں مارا گیا

تھا۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے اس کے بیٹے اور وارثوں سے کہا کہ شرط پوری کرو۔ آج کا دور ہوتا تو وہ وکیلوں کی طرح باتیں بناتے۔ کہتے تم مکہ چھوڑ کے چلے گئے اب کس شرط کا مطالبہ کرتے ہو؟ ہمارے ساتھ لڑتے ہو ہمارے آدمی ذبح کرتے ہو اور شرط بھی مانگتے اگر شرط لینی ہے تو اس سے لو جس سے شرط طے کی تھی۔ میری بات سمجھ آ رہی ہے نا۔ مگر باوجود کافر ہونے کے وہ بات کے پکے تھے۔ ابی بن خلف کے بیٹے اور وارثوں نے کہا کہ واقعی شرط طے ہوئی تھی شرط کے مطابق انہوں نے سو اونٹ حضرت صدیق اکبرؓ کے حوالے کر دیئے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ابوبکر اللہ تعالیٰ نے تمہاری شرط پوری کر دی یہ شرط ان سے لینا آپ کے لیے جائز ہے۔ کیونکہ اس وقت دوطرفہ شرط جائز تھی مگر اب چونکہ دوطرفہ شرط جائز نہیں ہے لہٰذا یہ اونٹ صدقہ کر دو۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پورے سو اونٹ آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے مطابق صدقہ کر دیئے ایک اونٹ بھی اپنے پاس نہیں رکھا۔ یہ قرآن پاک کی صداقت کی دلیل ہے کہ قرآن پاک نے جو پیش گوئی کی تھی وہ پوری ہو گئی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ مغلوب ہو گئے رومی، شکست کھا گئے رومی فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ قریب کی زمین میں۔ وہ علاقے عرب کے ساتھ لگتے تھے وَ ھُمْ مِّنْ بَعْدِ غَلَبِھِمْ اور وہ اپنی شکست کے بعد سَیَغْلِبُوْنَ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ عنقریب وہ غالب آ جائیں گے چند سالوں میں لِلّٰہِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے معاملہ، اس سے پہلے ان کو جو شکست ہوئی ہے وہ معاملہ بھی اللہ تعالیٰ کے قبضے میں تھا وَ مِنْ بَعْدُ اور اس کے بعد بھی معاملہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے حالات کو بدلنے والا وہی ہے۔ کسی کے تصور میں بھی نہیں تھا کہ یہ تین سو تیرہ دشمنوں کو تباہ و برباد کر کے

رکھ دیں گے جس وقت آنحضرت ﷺ تین سو بارہ کو اپنی قیادت میں کہ تیرہویں آپ ﷺ تھے مدینہ طیبہ سے چلے تو اکثر ننگے پاؤں اور ننگے سر تھے صرف آٹھ تلواریں ، چھ زرہیں تھیں ۔منافقوں نے ، یہودیوں نے ،نصرانیوں نے مذاق اڑایا غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ [انفال:۴۹] ''ان سادہ لوگوں کو دین نے دھوکے میں ڈال دیا ہے۔'' یہ عرب کو فتح کرنے چلے ہیں ۔اللہ تعالیٰ نے اس کا مختصر جواب دیا۔فرمایا وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ''اور جو اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرلے گا پس بے شک اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے۔'' اللہ تعالیٰ کا کرنا یوں ہوا کہ جو بات انہوں نے مذاق میں کہی تھی اللہ تعالیٰ نے پوری کردی۔ستر کافروں کی گردنیں اڑائیں ،ستر گرفتار کیے ،باقی بھاگ گئے اور چودہ صحابہ شہید ہوئے آٹھ انصار میں سے اور چھ مہاجرین میں سے دو سو ننانوے واپس آگئے۔

آنحضرت ﷺ تین دن وہاں قیام پذیر رہے کہ کسی طرف سے کوئی سر نظر آئے مگر کوئی دکھائی نہ دیا یہاں تک کہ ان کے مردے بھی آپ نے دفن کرائے وہ اپنے مردے بھی دفن کرنے نہیں آئے اتنی بے غیرتی کی۔تو رب تعالیٰ قادر مطلق ہے وہ اسباب کا محتاج نہیں ہے۔فرمایا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے پہلے بھی اور بعد میں بھی وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ اور اس دن خوش ہوں گے مومن ۔ایک تو شرط جیتنے کی وجہ سے۔نمبر۲ بدر میں کامیابی کی وجہ سے بِنَصْرِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی مدد پر خوش ہوں گے يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ اللہ تعالیٰ مدد کرتا ہے جس کی چاہے وَهُوَ الْعَزِيْزُ اور وہ غالب ہے الرَّحِيْمُ مہربان ہے وَعْدَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کا وعدہ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔اللہ تعالیٰ کی ذات کو اس کے قادر مطلق ہونے کو کہ وہ ظاہر حالات کو پلٹ دیتا ہے اس کے

سامنے کوئی چیز مشکل نہیں ہے یَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا جانتے ہیں وہ دنیا کی ظاہری زندگی کو وَ هُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ اور وہ آخرت سے بے خبر ہیں۔

دین سے غفلت کا عالم :

دنیا کے معاملے میں اتنے ہوشیار ہیں کہ چھوٹے چھوٹے بچے ایسی باتیں کرتے ہیں کہ آدمی سن کے حیران رہ جاتا ہے اور دین کے معاملے میں پوچھو تو کچھ پتا نہیں ہے۔ پکے نمازیوں کو چھوڑ کر عام نمازیوں سے بھی پوچھو کہ عید کی نماز کی جو تکبیریں زائد ہیں اور واجب ہیں اگر وہ رہ جائیں اور امام رکوع میں چلا جائے تو جس کی یہ تکبیریں رہ گئی ہیں اس نے کیا کرنا ہے؟ بہت کم نمازی ہیں جو بتلا سکیں۔ یاد رکھنا! یہ تکبیریں واجب ہیں اور واجب کے بغیر نماز نہیں ہوتی اگر سجدہ سہو نہ کیا جائے۔ رکوع کی تسبیحات کے بارے میں اختلاف ہے۔ فقہائے کرام ؒ کا ایک طبقہ سنت کہتا ہے اور اکثر مستحب کہتے ہیں۔ لہٰذا جب امام رکوع میں چلا جائے تو تم بھی رکوع میں چلے جاؤ کیونکہ رکوع فرض ہے اور رکوع کی تسبیحات کی جگہ وہ تکبیریں کہہ لو جو رہ گئیں ہاتھ اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے بس اللہ اکبر، اللہ اکبر کہے پھر اگر وقت مل جائے تو رکوع کی تسبیحات پڑھ لے۔ اور نماز جنازہ کی تکبیریں فرض ہیں اگر کسی کی ایک دو تکبیریں رہ گئی ہیں اور اس نے امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو اس کا جنازہ قطعاً نہیں ہوگا۔ امام کے سلام پھیرنے کے بعد جو تکبیریں رہ گئی ہیں پہلے وہ کہے پھر سلام پھیرے۔

تو فرمایا یہ دنیا کی ظاہری زندگی کو جانتے ہیں آخرت سے غافل ہیں اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ کیا انہوں نے غور و فکر نہیں کیا اپنی جانوں میں، اپنے دلوں میں مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ نہیں پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو اور زمین کو

وَمَا بَیۡنَهُمَآ اِلَّا بِالۡحَقِّ اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے مگر حق کے ساتھ۔ یہ چھوٹی سی تپائی ہے میں اس کے متعلق دعویٰ کروں کہ یہ بلا وجہ بنا دی گئی ہے تو کوئی میرا دعویٰ ماننے کے لیے تیار نہیں ہے بلکہ اس کے بنانے کا مقصد ہے۔ تو کیا رب تعالیٰ نے آسمان و زمین اور اس کے درمیان جو کچھ ہے بلا مقصد بنا دیا ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ اس کا مقصد ہے وَاَجَلٍ مُّسَمًّی اور ایک مدت مقرر کے لیے ہے وَاِنَّ كَثِیۡرًا مِّنَ النَّاسِ اور بے شک بہت سارے لوگ بِلِقَآیِٔ رَبِّهِمۡ لَكٰفِرُوۡنَ اپنے رب کی ملاقات کے منکر ہیں قیامت کے منکر ہیں اَوَلَمۡ یَسِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ کیا یہ لوگ چلے پھرے نہیں زمین میں فَیَنۡظُرُوۡا پس دیکھتے كَیۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ کیسا انجام ہوا ان لوگوں کا جو ان سے پہلے گزرے ہیں۔

قرآن پاک نے بار بار اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ زمین میں اس نقطہ نظر سے چلو پھرو کہ پہلی قومیں جن کاموں کی وجہ سے تباہ ہوئی ہیں کیا ہم نے وہ کام تو اختیار نہیں کیے ہوئے؟ مگر اس نقطہ نظر سے کوئی نہیں سیر کرتا بلکہ دیکھتے ہیں کہ پودے کیسے ہیں، یہ درخت کیسے ہیں، یہ پھل کیسے ہیں؟

فرمایا كَانُوۡۤا اَشَدَّ مِنۡهُمۡ قُوَّةً وہ زیادہ سخت تھے ان سے قوت میں۔ وہ بڑے تنومند اور طاقت ور تھے وَّاَثَارُوا الۡاَرۡضَ اور انہوں نے ہل چلائے زمین میں وَعَمَرُوۡهَاۤ اور انہوں نے آباد کیا زمین کو اَكۡثَرَ مِمَّا عَمَرُوۡهَا زیادہ اس سے جو انہوں نے آباد کیا وَجَآءَتۡهُمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ اور آئے ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل کے ساتھ۔ لیکن انہوں نے پیغمبروں کی مخالفت کی، حق کو ٹھکرایا جس کے نتیجے میں تباہ ہوئے فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیَظۡلِمَهُمۡ پس نہیں ہے اللہ تعالیٰ کہ ان پر ظلم کرتا وَلٰكِنۡ

كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ لیکن ان لوگوں نے اپنی جانوں پر خود ظلم کیا کہ پیغمبروں کی مخالفت کی، رب تعالیٰ کے انعامات کو نہ مانا۔

ثُمَّ کَانَ عَاقِبَةَ الَّذِیْنَ اَسَآءُوا
السُّوْٓاٰی اَنْ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَکَانُوْا بِہَا یَسْتَہْزِءُوْنَ ﴿۱۰﴾ ع اَللّٰہُ
یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُہٗ ثُمَّ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَۃُ
یُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَمْ یَکُنْ لَّہُمْ مِّنْ شُرَکَآئِہِمْ شُفَعٰٓؤُا وَکَانُوْا
بِشُرَکَآئِہِمْ کٰفِرِیْنَ ﴿۱۳﴾ وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَۃُ یَوْمَئِذٍ یَّتَفَرَّقُوْنَ ﴿۱۴﴾
فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَہُمْ فِیْ رَوْضَۃٍ یُّحْبَرُوْنَ ﴿۱۵﴾
وَاَمَّا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَکَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَۃِ فَاُولٰٓئِکَ فِی
الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۱۶﴾ فَسُبْحٰنَ اللّٰہِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ ﴿۱۷﴾
وَلَہُ الْحَمْدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِیًّا وَّحِیْنَ تُظْہِرُوْنَ ﴿۱۸﴾
یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَیُحْیِ
الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِہَا ؕ وَکَذٰلِکَ تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۹﴾ ع

ثُمَّ کَانَ پھرتھا عَاقِبَۃَ انجام الَّذِیْنَ ان لوگوں کا اَسَآءُ وا السُّوْٓاٰی جنہوں نے کی برائی براہوا اَنْ کَذَّبُوْا اس وجہ سے کہ جھٹلایا انہوں نے بِاٰیٰتِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو وَکَانُوْا بِہَا یَسْتَہْزِءُ وْنَ اور تھے وہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ مذاق کرتے اَللّٰہُ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ اللہ تعالیٰ ہی پہلی دفعہ مخلوق کو پیدا کرتا ہے ثُمَّ یُعِیْدُہٗ پھر وہ اس کو لوٹائے گا ثُمَّ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ پھر اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَۃُ اور جس دن قیامت قائم ہوگی

يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ ناامید ہو جائیں گے مجرم وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اور نہیں ہوں گے ان کے لیے مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ ان کے شریکوں میں سے شُفَعٰٓؤُا سفارشی وَكَانُوْا اور ہو جائیں گے بِشُرَكَآئِهِمْ اپنے شریکوں کے بارے میں كٰفِرِيْنَ انکار کرنے والے وَ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اور جس دن قیامت قائم ہو گی يَوْمَئِذٍ اس دن يَّتَفَرَّقُوْنَ جدا جدا ہو جائیں گے فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا پس بہر حال وہ لوگ جو ایمان لائے وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کیے اچھے فَهُمْ پس وہ لوگ فِيْ رَوْضَةٍ باغ میں يُّحْبَرُوْنَ خوش کیے جائیں گے وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور بہر حال وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا اور جھٹلایا ہماری آیتوں کو وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ اور آخرت کی ملاقات کو فَاُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ پس یہ لوگ عذاب میں حاضر کیے جائیں گے فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ پس پاک ہے اللہ تعالیٰ کی ذات حِيْنَ تُمْسُوْنَ جس وقت تم شام کرتے ہو وَ حِيْنَ تُصْبِحُوْنَ اور جس وقت تم صبح کرتے ہو وَلَهُ الْحَمْدُ اور اسی کے لیے تعریف ہے فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں وَالْاَرْضِ اور زمین میں وَ عَشِيًّا اور پچھلے پہر وَّ حِيْنَ تُظْهِرُوْنَ اور جس وقت تم ظہر کرتے ہو يُخْرِجُ الْحَيَّ نکالتا ہے زندہ کو مِنَ الْمَيِّتِ مردہ سے وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ اور نکالتا ہے مردہ کو مِنَ الْحَيِّ زندہ سے وَ يُحْيِ الْاَرْضَ اور زندہ کرتا ہے زمین کو بَعْدَ مَوْتِهَا اس کے مرجانے کے بعد وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ اور اسی طرح تم نکالے جاؤ گے۔

اس سے پہلے سبق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ زمین میں چلو پھرو اور دیکھو کیا انجام ہوا ان لوگوں کا جو پہلے تھے۔ وہ قوت میں زیادہ تھے، ہل چلانے اور زمین آباد کرنے میں بھی ان سے زیادہ تھے۔ پیغمبران کے پاس آئے واضح دلائل لے کر تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا انہوں نے خود اپنی جانوں پر ظلم کیا کہ پیغمبروں کی نافرمانی کی، خدائی احکامات ٹھکرائے۔

بُروں کا بُرا انجام :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَآءُ وا پھر ہوا انجام ان لوگوں کا جنہوں نے برائی کی السُّوْٓاٰى برا۔ کوئی پانی میں غرق ہوا کسی پر تند و تیز ہوا مسلط ہوئی، کسی پر پتھر برسے، کسی کو زمین میں دھنسا دیا گیا، کوئی زلزلے کا شکار ہوئے، کسی پر آسمان سے بجلی گری۔ برے کاموں کا انجام برا ہوا۔ کیوں؟ اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلایا۔ آیات سے حسی آیتیں بھی مراد ہیں کہ معجزات کو جھٹلایا جو اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کے ہاتھ پر ظاہر فرمائے تھے اور معنوی آیتیں بھی مراد ہیں کہ پہلی کتابوں کی آیتوں کو جھٹلایا، صحیفوں کو جھٹلایا وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُ وْنَ اور تھے وہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ تمسخر کرتے، ٹھٹھا کرتے۔ یہ ان کی تباہی کا سبب تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو قوم اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلائے گی اور مذاق اڑائے گی وہ ضرور تباہ ہوگی چاہے فوراً ہو یا دیر سے ہو۔ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے کوئی بچ نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ بڑا حلیم ہے اور محبت کرنے والا ہے وہ بسا اوقات سرکشی اور گناہوں کے باوجود ڈھیل دیتا ہے۔ تو اس کی ڈھیل کو کوئی یہ نہ سمجھے کہ میں بچ گیا ہوں۔

مشرکوں کے قیامت کے متعلق عجیب وغریب شوشے :

چونکہ یہ لوگ آخرت اور قیامت کے منکر تھے اور اس کے متعلق عجیب عجیب قسم کے شوشے چھوڑتے تھے کبھی کہتے تھے ءَ اِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا ذٰلِكَ رَجْعٌ بَعِيْدٌ [سورہ ق] ''کیا جب ہم مرجائیں گے اور مٹی ہوجائیں گے پھر اٹھائے جائیں گے یہ لوٹ کر آنا تو بعید ہے۔'' کبھی کہتے مَنْ يُحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ [سورہ یٰسین] ''ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا۔'' رب تعالیٰ نے قیامت کے اثبات کے لیے پہلی دلیل یہ پیش کی اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ اللہ تعالیٰ ہی مخلوق کو ابتداءً پیدا کرتا ہے ثُمَّ يُعِيْدُهٗ پھر وہ اس کو لوٹائے گا۔ اس بات کا تو تم انکار نہیں کرتے کہ تمہیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے، زمین و آسمان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے، چاند، سورج، ستاروں کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ تو کیا جو رب مخلوق کو پیدا کرسکتا ہے وہ لوٹا نہیں سکتا۔ لہٰذا یاد رکھو! ابتداءً بھی اسی نے پیدا کیا ہے اور دوبارہ بھی وہی لوٹائے گا وہی پیدا کرے گا ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ کی عدالت قائم ہوگی نیکی و بدی کا پورا پورا جائزہ لیا جائے گا اور پھر جزا و سزا ہوگی پھر احساس ہوگا کہ دنیا میں کیا کمایا اور کیا ضائع کیا وَ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اور جس دن قیامت قائم ہوگی يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ ناامید ہوں گے مجرم۔ اس لیے کہ وہ دار الجزا ہے، دار العمل دنیا ہے۔ وہاں تو کچھ نہیں ہوسکتا البتہ منتیں کریں گے۔ کہیں گے رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا ''اے ہمارے پروردگار! ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا پس ہمیں لوٹادیں تاکہ ہم اچھے عمل کریں پروردگار غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا [سورہ مومنون] غالب آگئی ہمارے اوپر ہماری بدبختی۔'' اور یہ آرزو بھی کریں گے يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ کاش کہ یہ موت مجھے ختم ہی کردیتی۔'' لیکن یہ ساری درخواستیں ضائع ہو

جائیں گی وہاں کچھ نہیں ہو سکے گا وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِنْ شُرَكَائِهِمْ شُفَعٰٓؤُا اور نہیں ہوں گے ان کے لیے ان کے شریکوں میں سے سفارشی۔ ظاہری طور پر دیکھا جائے تو رب تعالیٰ کے بارے میں نظریہ یہ ہے کہ رب تعالیٰ کی ذات بڑی بلند ذات ہے ہماری اللہ تعالیٰ تک پہنچ نہیں ہے یہ جو ہمارے بابے ہیں جن کی ہم پوجا کرتے ہیں هٰؤُلَاءِ شُفَعَاءُ نَا عِنْدَ اللّٰهِ [سورہ یونس] "یہ ہمارے سفارشی ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں۔" اور سورہ زمر پارہ نمبر ۲۳ میں ہے کہتے تھے مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى "ہم ان کی پوجا اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں گے۔" ان کو رب نہیں رب کے ہاں سفارشی بنایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ ان کے شریک ان کے سفارشی نہیں ہوں گے۔

آخرت میں سفارش کے لیے دو شرطیں :

کیونکہ سفارش کے لیے دو شرطیں ہیں جن کا ذکر قرآن پاک میں ہے۔

❀ پہلی شرط یہ ہے کہ مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ [زخرف:۸۶] "جس نے گواہی دی حق کی یعنی حق کو مانتا ہو مومن ہو۔" مومن سفارش کر سکے گا۔

❀ اور دوسری شرط یہ ہے کہ مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَ رَضِيَ لَهٗ قَوْلًا "جس کو اجازت دے رحمٰن اور پسند کیا اس کی بات کو۔" جس کے لیے سفارش ہو اس پر رب راضی ہو یعنی وہ مومن ہو کافر نہ ہو سفارش کرنے والا بھی مومن اور جس کے لیے سفارش ہو گی وہ بھی مومن۔ مشرکوں کے لیے سفارش نہیں ہوگی۔ وَكَانُوْا بِشُرَكَائِهِمْ كٰفِرِيْنَ اور ہو جائیں گے اپنے شریکوں کے بارے میں انکار کرنے والے۔ کہیں گے ہم تم سے بے زار ہیں اور جن کو شریک کرتے تھے وہ کہیں گے ہم تم سے بے زار ہیں۔ مگر اس وقت کی بیزاری کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا جو کچھ کرنا ہے دنیا ہی میں کرلو وَ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اور جس دن

قیامت قائم ہوگی یَوْمَئِذٍ یَّتَفَرَّقُوْنَ اس دن جدا جدا ہو جائیں گے گروہ در گروہ بن جائیں گے۔ مومن الگ ہوں گے کافر الگ ہوں گے۔ پھر مومنوں کے بھی درجات ہیں۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہر نیکی میں یکتا تھے :

حدیث پاک میں آتا ہے جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ ایک دروازے کا نام باب الصلوٰۃ ہے، نماز والا دروازہ۔ اس سے وہ داخل ہوں گے جو کثرت کے ساتھ نفلی نماز پڑھتے تھے۔ فرض تو پڑھتے ہی تھے۔ ایک کا نام باب الرّیّان ہے۔ اس دروازے سے وہ داخل ہوں گے جو کثرت سے روزے رکھتے ہوں گے۔ ایک کا نام باب الجہاد ہے۔ اس سے وہ داخل ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں۔ ایک کا نام باب الصدقہ ہے۔ اس سے وہ داخل ہوں گے جو کثرت سے خیرات کرتے ہیں۔ ایک کا نام باب التوبہ ہے۔ اس دروازے سے وہ داخل ہوں گے جو کثرت کے ساتھ توبہ کرتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ایسے بندے بھی ہوں گے کہ جن کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے صدا کریں گے کہ وہ یہاں سے داخل ہوں۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت! داخل تو بندہ ایک ہی دروازے سے ہوگا لیکن کوئی ایسا بندہ بھی ہوگا کہ آٹھوں دروازوں سے اس کو آواز آئے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا وَاَرْجُوْا اَنْ تَکُوْنَ مِنْھُمْ ''اور مجھے امید ہے کہ آپ ان میں سے ہوں گے۔'' کیونکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہر قسم کی نیکی میں پیش پیش تھے۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مَنْ اَصْبَحَ مِنْکُمْ صَائِمًا تم میں سے آج کس نے روزہ رکھا ہے؟ بڑی گرمی تھی لمبے دن تھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت! میرا روزہ ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا آج تم میں سے کس نے بیمار کی

تیمارداری کی؟ تا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت! میں نے تیمارداری کی ہے۔ پھر فرمایا آج تم میں سے کس نے مسکین یتیم کو کھانا کھلایا ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت! میں نے کھلایا ہے۔ کسی نے تم میں سے کسی مسلمان کے جنازے میں شرکت کی ہے؟ عرض کیا حضرت! میں نے کی ہے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نیکی کے متعلق پوچھا عرض کیا میں نے کی ہے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ پوچھتے تو کبھی نہ بتلاتے۔ مگر چونکہ پیغمبر کے سوال کے بعد خاموش رہنا ناجائز تھا اس لیے بتاتے گئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے تمام خوبیوں سے نوازا تھا۔

تاریخ بتلاتی ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے زمانے میں ایک بوڑھی عورت جوان کے محلے میں رہتی تھی اور اس کا کوئی سہارا نہیں تھا بے یار و مددگار تھی۔ اس زمانے میں سب سے بڑی دقت پانی کی ہوتی تھی۔ تہجد کے لیے جب اٹھتے تو مشکیزہ پانی کا بھر کر کندھے پر رکھ کر جاتے اور آواز دیتے پانی والا آیا ہے۔ وہ دروازہ کھولتی مٹکے بھر کے آجاتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں بھی خیال آیا کہ اس بوڑھی کو پانی لاکر دینے والا کوئی نہیں ہے یہ کام میں کردیا کروں۔ جب سحری کے وقت جاکر پوچھتے تو بی بی کہتی بیٹا تم سے پہلے کوئی مٹکے بھر گیا ہے۔ کہنے لگے یہ کون ہے جو مجھ سے نمبر لے جاتا ہے؟ پوچھا بی بی! وہ کون ہے؟ بڑھیا نے کہا کہ میں نہیں جانتی کئی دن مسلسل نگرانی کرتے رہے لیکن اتفاق نہ ہوسکا۔ ایک دن سوچا کہ تہجد تو پڑھنی ہے وہیں باہر مصلیٰ ڈال لیتا ہوں اور انتظار کرتا ہوں۔ یہ تہجد میں تھے کہ ایک آدمی آیا آہستہ سے دروازہ کھٹکھٹایا گھڑے بھرے اور جلدی سے نکل گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سلام پھیرا پیچھے دوڑے اور پکڑ لیا فَاِذَا هُوَ بِاَبِیْ بَکْرٍ رضی اللہ عنہ۔ دیکھا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔

آج حالت یہ ہے کہ اگر کوئی نیکی کرتا ہے تو اس کو بانس پر چڑھاتا ہے، اس کی نمائش کرتا ہے، اشتہار لگاتا ہے۔ اپنے باپ دادا کی نیکی کو بھی بانس پر چڑھاتا ہے (بڑھا چڑھا کر بیان کرتا ہے) اور کہتا ہے کہ میں فلاں کا بیٹا ہوں پوتا ہوں جس نے یہ نیکی کی تھی۔ وہ لوگ نیکی کرتے تھے کنوئیں میں ڈال دیتے تھے۔ رب تعالیٰ کے سوا ان کی نیکی کو کوئی نہیں جانتا تھا۔

امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کئی گھروں میں سحری کے وقت پانی دیا کرتے تھے۔ جب فوت ہوئے تو ان لوگوں نے کہا کہ ہمارا پانی والا نہیں آیا۔ غسل دینے والوں نے دیکھا کہ ان کے کندھے پر مشکیزے کے نشان ہیں۔ بڑے حیران ہوئے کہ انہوں نے تو کبھی مشکیزہ اٹھایا نہیں نشان کیسے پڑ گئے؟ تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ یہ وہی بزرگ تھے جو لوگوں کے گھروں میں پانی بھرتے تھے لیکن کسی کو معلوم نہیں تھا کہ کب بھرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا پس بہرحال وہ لوگ جو ایمان لائے وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے عمل کیے اچھے فَھُمْ فِیْ رَوْضَةٍ پس وہ باغوں میں ہوں گے یُحْبَرُوْنَ خوش کیے جائیں گے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس کا معنیٰ کرتے ہیں یُکْرَمُوْنَ ان کی عزت کی جائے گی، اکرام کیا جائے گا وَاَمَّا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اور بہرحال وہ لوگ جو کافر ہیں وَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا اور انہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو وَلِقَآیِٔ الْاٰخِرَةِ اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا کہ کوئی قیامت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی حاضری نہیں ہے فَاُولٰٓئِکَ فِی الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ پس یہ لوگ عذاب میں حاضر کیے جائیں گے جہاں سے کبھی غائب نہیں ہو سکیں گے فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ

پس پاک ہے اللہ تعالیٰ کی ذات۔ تم اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرو حِیۡنَ تُمۡسُوۡنَ جس وقت تم شام کرتے ہو۔ شام کی نماز ہے عشاء کی نماز ہے۔ نمازوں کے بعد تسبیحات کا بڑا اثر ہے۔

چار پیارے کلمات کا ذکر :

آنحضرت ﷺ نے فرمایا فرض نماز کے بعد تینتیس (۳۳) مرتبہ سبحان اللہ، تینتیس (۳۳) الحمد للہ اور چونتیس (۳۴) مرتبہ اللہ اکبر، آیت الکرسی، استغفار تین دفعہ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحۡدَهٗ لَا شَرِيۡکَ لَهٗ لَهُ الۡمُلۡکُ وَلَهُ الۡحَمۡدُ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَـدِيۡر جو پڑھے گا اس کے درمیان اور جنت کے درمیان موت کے سوا کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ موت آئے گی تو جنت میں چلا جائے گا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ چار کلمات بڑے پیارے ہیں سُبۡحَانَ اللّٰهِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكۡبَر اور تیسرا کلمہ کثرت کے ساتھ پڑھو سُبۡحَانَ اللّٰهِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكۡبَرُ وَ لَا حَوۡلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الۡعَلِيِّ الۡعَظِيۡم۔ اور یہ بات میں کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں کہ ورد وظائف کے لیے وضو شرط نہیں ہے۔ کسی جگہ بیٹھ کر پڑھنا شرط نہیں ہے بے وضو پڑھ سکتا ہے، چلتے پھرتے پڑھ سکتا ہے، لیٹے ہوئے پڑھ سکتا ہے وَ حِيۡنَ تُصۡبِحُوۡنَ اور جس وقت تم صبح کرتے ہو۔ آدمی صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھے اور اس کے بعد ورد وظائف کرے۔

ذاکرین سے تعلیم دینے والے افضل ہیں :

اور یاد رکھنا! قرآن کریم کی ایک آیت کا ترجمہ پڑھنا مفہوم سمجھنا ہزار رکعت نفل پڑھنے سے زیادہ بہتر ہے۔ بعض لوگ درس کے دوران تسبیح پھیرتے رہتے ہیں یہ قطعاً جائز

نہیں ہے۔ درس پوری توجہ کے ساتھ سنو یہ سب سے بڑی عبادت ہے اور یہ وہ عبادت ہے کہ جس کے لیے پیغمبر بھیجے گئے۔ اور کئی دفعہ سن چکے ہو کہ آنحضرت ﷺ مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو ایک جگہ اللہ اللہ کرنے والوں کا حلقہ تھا اور دوسری جگہ پڑھنے پڑھانے والوں کا حلقہ تھا۔ آپ ﷺ نے دیکھا تو فرمایا کِلاَ هُمَا عَلَى الْخَيْرِ دونوں جماعتیں خیر پر ہیں۔ لیکن آپ ﷺ اس جماعت کے ساتھ بیٹھ گئے جو پڑھ پڑھا رہے تھے اور فرمایا اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا رب نے مجھے معلم بنا کر بھیجا ہے اس لیے میں ان میں آ کر بیٹھ گیا ہوں۔ پھر سورج چڑھنے کے بعد دو رکعت پڑھے اشراق کی۔ تو حدیث ہے ترمذی شریف کی کہ اللہ تعالیٰ عمرے کا ثواب عطا فرماتے ہیں تَامَّةً تَامَّةً تَامَّةً مکمل، مکمل، مکمل۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے خزانے بہت وسیع ہیں مگر ہم لوٹنے والے نہیں ہیں ہمارے اندر کمی ہے۔

اور یہ مسئلہ بھی سمجھ لیں کہ اشراق کے لیے فجر کی نماز والا وضو ضروری نہیں ہے۔ انسان ہے وضو ٹوٹ سکتا ہے دوبارہ کر لے۔ یہ بھی کوئی ضروری نہیں ہے کہ مسجد میں بیٹھا رہے گھر جا کر پڑھ لے، دفتر جا کر پڑھ لے۔ تو فرمایا تسبیح بیان کرو شام کے وقت اور صبح کے وقت وَلَهُ الْحَمْدُ اور اسی کے لیے تعریف ہے فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آسمانوں میں اور زمین میں وَ عَشِيًّا اور پچھلے پہر اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرو مثلاً عصر کے وقت وَّ حِيْنَ تُظْهِرُوْنَ اور جس وقت تم ظہر کرتے ہو اس وقت اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرو يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ نکالتا ہے زندہ کو مردے سے۔ نطفہ مردہ ہے اس سے بچہ پیدا کرتا ہے، انڈا مردہ ہے اس سے بچہ نکلتا ہے، کافر سے مسلمان پیدا ہوتے ہیں وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ اور نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے۔ انسان زندہ ہے اس سے نطفہ پیدا کرتا ہے، مرغی زندہ ہے اس سے انڈہ پیدا کرتا ہے، نوح علیہ السلام جیسے پیغمبر سے کنعان جیسا

ناری پیدا کرتا ہے وَ یُحۡیِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِہَا اور زمین کو زندہ کرتا ہے مرجانے کے بعد، خشک ہو جانے کے بعد اس کو سرسبز کرتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ یہ سب کچھ کرتا ہے وَکَذٰلِکَ تُخۡرَجُوۡنَ اور اسی طرح تم نکالے جاؤ گے قبروں سے اپنے وقت پر لہٰذا اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ہرگز انکار نہ کرو۔

۞ ۞ ۞

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ

خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ ﴿۲۲﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَيُحْيٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ؕ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ۖۗ مِّنَ الْاَرْضِ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ﴿۲۵﴾

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے اَنْ خَلَقَكُمْ یہ کہ اس نے پیدا کیا تم کو مِنْ تُرَابٍ مٹی سے ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ پھر تم انسان ہو کر تَنْتَشِرُوْنَ بکھرے پھرتے ہو وَمِنْ اٰيٰتِهٖ اور اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے اَنْ خَلَقَ لَكُمْ کہ اس نے پیدا کیا تمہارے لیے مِنْ اَنْفُسِكُمْ تمہاری جانوں سے اَزْوَاجًا جوڑے لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا تاکہ تم سکون حاصل کرو ان سے وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ اور ڈال دی اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان مَّوَدَّةً محبت وَّ

رَحْمَةً اورشفقت اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ بے شک اس میں لَاٰیٰتٍ البتہ نشانیاں ہیں
لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ اس قوم کے لیے جوغوروفکر کرتی ہے وَمِنْ اٰیٰتِہٖ اوراس کی
قدرت کی نشانیوں میں سے ہے خَلْقُ السَّمٰوٰتِ آسمانوں کا پیدا کرنا
وَالْاَرْضِ اورزمین کا وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِکُمْ اورتمہاری زبانوں کامختلف ہونا
وَاَلْوَانِکُمْ اورتمہارے رنگوں کا اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ بے شک اس میں البتہ
نشانیاں ہیں لِّلْعٰلِمِیْنَ جاننے والوں کے لیے وَ مِنْ اٰیٰتِہٖ اوراس کی قدرت کی
نشانیوں میں سے ہے مَنَامُکُمْ تمہاراسونا بِالَّیْلِ رات کو وَالنَّھَارِ اوردن کے
وقت وَابْتِغَآؤُکُمْ اورتمہاراتلاش کرنا مِّنْ فَضْلِہٖ اس کے فضل کو اِنَّ فِیْ
ذٰلِکَ بے شک اس میں لَاٰیٰتٍ البتہ نشانیاں ہیں لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ اس قوم
کے لیے جوسنتی ہے وَمِنْ اٰیٰتِہٖ اوراس کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے
یُرِیْکُمُ الْبَرْقَ کہ وہ دکھاتا ہے تمہیں بجلی خَوْفًا خوف کے لیے وَّ طَمَعًا اور
امید کے لیے وَّ یُنَزِّلُ اوراتارتا ہے مِنَ السَّمَآءِ آسمان کی طرف سے مَآءً
پانی فَیُحْیٖ بِهِ الْاَرْضَ پس زندہ کرتا ہے اس پانی کے ذریعے زمین کو بَعْدَ
مَوْتِھَا اس کے مرجانے کے بعد اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ بے شک اس میں لَاٰیٰتٍ البتہ
نشانیاں ہیں لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ اس قوم کے لیے جوعقل رکھتی ہے وَ مِنْ اٰیٰتِہٖ اور
اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ کہ قائم ہے آسمان
وَالْاَرْضُ اورزمین بِاَمْرِہٖ اس کے حکم سے ثُمَّ اِذَا دَعَاکُمْ پھروہ جب بلائے

گا تمہیں دَعْوَۃً بلانا مِنَ الْاَرْضِ زمین سے اِذَا اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ اچانک تم زمین سے نکلو گے۔

کل کے سبق میں بیان ہوا تھا کہ مومنوں کی باغوں میں عزت کی جائے گی اور جو کافر ہیں اور آخرت کے منکر ہیں وہ پکڑ کر عذاب میں حاضر کیے جائیں گے۔ آخرت کے منکر کہتے تھے کہ جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے تو کون دوبارہ زندہ کرے گا۔ وہ دوبارہ زندہ ہونے کو بڑا بعید سمجھتے تھے۔ اس رکوع میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے کچھ دلائل بیان فرمائے ہیں کہ جو ذات ان قدرتوں کی مالک ہے اس کے لیے تمہیں دوبارہ زندہ کرنا کوئی مشکل نہیں ہے اور ان نشانیوں کو تم بھی مانتے ہو۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں کا ذکر :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمِنْ اٰيٰتِهٖ اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ کہ اس نے پیدا کیا تم کو مٹی سے خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ [آل عمران: ۵۹] ”اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا پھر فرمایا ہو جا پس وہ ہو گیا۔“ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے ڈھانچے کے لیے تمام زمین کے چہرے سے مٹی لی اور مٹی کے چونکہ مختلف رنگ ہیں سفید، سیاہ، سرخ، اسی لیے اولاد میں کوئی سفید ہیں، کوئی سرخ ہیں اور کوئی سیاہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے باقی رہنے کے لیے ذریعۂ خوراک بنائی ہے۔ اناج، پھل، میوہ جات وغیرہ سب زمین سے پیدا ہوتے ہیں۔ جنہیں کھانے سے خون بنتا ہے اور اس خون سے مادہ تولید بنتا ہے جس سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ تو یہ رب تعالیٰ کی قدرت ہے کہ اس نے تمہیں مٹی سے پیدا فرمایا ہے ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ پھر تم انسان ہو کر بکھرے پھرتے ہو۔ کوئی عرب میں، کوئی عجم میں، کوئی

پورب میں، (کوئی پچھم میں) کوئی ایشیا میں، کوئی کہاں اور کوئی کہاں۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حقیر قطرے میں آنکھیں بھی رکھیں، کان بھی، ہاتھ بھی، بازو بھی، دل و دماغ بھی، یہ اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے وَمِنْ اٰیٰتِہٖٓ اور اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ کہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیے تمہاری جانوں میں سے اَزْوَاجًا جوڑے، بیویاں۔ ازواج کا لفظی معنیٰ جوڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نسل انسانی کو چلانے کے لیے عورتیں پیدا فرمائیں مردوں کے لیے اور مرد پیدا فرمائے عورتوں کے لیے۔ ایک ماں باپ سے اللہ تعالیٰ بچہ بھی پیدا کرتا ہے اور بچی بھی پیدا کرتا ہے۔ بسا اوقات دو پیدا ہوتے ہیں ایک لڑکی ایک لڑکا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے ساتھ تمہاری جانوں سے تمہارے لیے جوڑے پیدا فرمائے لِّتَسْکُنُوْٓا اِلَیْھَا تاکہ تم سکون حاصل کرو ان کے ساتھ مل کر۔ عورتیں مردوں سے سکون حاصل کریں اور مرد عورتوں سے سکون حاصل کریں وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّۃً وَّرَحْمَۃً اور ڈال دی، بنائی تمہارے درمیان محبت اور شفقت۔ یہ عورتیں اور مرد پیدا کر کے ان کے درمیان محبت ڈالنے والا کون ہے؟ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ بے شک اس میں نشانیاں ہیں رب تعالیٰ کی قدرت کی لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ اس قوم کے لیے جو غور و فکر کرنے والی ہے وَمِنْ اٰیٰتِہٖ اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے، دلائل میں سے ہے خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آسمانوں کا پیدا کرنا اور زمین کا پیدا کرنا۔ یہ پہلا آسمان تمہیں نظر آتا ہے اس کے اوپر چھ آسمان اور ہیں سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا [سورۃ ملک] "سات آسمان تہہ بہ تہہ۔" پھر ان کے اوپر عرش ہے جو اعظم المخلوقات ہے حجم اور جسم کے لحاظ سے عرش سب سے بڑی مخلوق ہے اس نے سب کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ اور مرتبے اور درجے کے لحاظ سے آنحضرت ﷺ

تمام مخلوقات میں بلند ہیں۔ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ اور تمہاری زبانوں کا مختلف ہونا اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی اور دلیل ہے۔کسی جگہ کوئی بولی بولی جاتی ہے اور کسی جگہ کوئی بولی بولی جاتی ہے۔پھر ایک لفظ ایک زبان میں اچھے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے اور وہی لفظ دوسری زبان میں برے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے۔مثلاً نائی کا لفظ یہاں حجامت بنانے والے پر بولا جاتا ہے یعنی حجام کو نائی کہتے ہیں اور مدراس ہندوستان کے علاقے میں نائی کتے کو کہتے ہیں۔ یہاں مہتر صفائی کرنے والے کو کہتے ہیں اور چترال کے علاقے میں مہتر سردار کو کہتے ہیں، یہاں ڈنگر حیوان کو کہتے ہیں اور بلوچستان میں ڈنگر دبلے پتلے آدمی کو کہتے ہیں۔ یہ بولیاں اور زبانیں مختلف کس نے بنائی ہیں۔ یہ ہمارا چھوٹا سا ملک ہے پاکستان اس میں بتیس (۳۲) زبانیں بولی جاتی ہیں وَاَلْوَانِكُمْ اور تمہارے رنگوں کا مختلف ہونا۔ شکلیں دیکھو مختلف ہیں، رنگ دیکھو تو مختلف ہیں، کوئی گورا، کوئی کالا، کوئی سرخ ہے، کوئی گندمی ہے، کوئی موٹا ہے، کوئی پتلا ہے، کوئی ذہین ہے، کوئی غبی ہے، کوئی اچھے اخلاق والا ہے، کوئی برے اخلاق والا ہے۔

جب آدمی حج پر جاتا ہے تو وہاں ان چیزوں کا صحیح مشاہدہ ہوتا ہے۔ایک دفعہ میں مسجد حرام میں کھڑا تھا کہ میرے دائیں طرف ملک سوڈان کا ایک آدمی بڑا قد اور اتنا موٹا کہ میرے جیسے پانچ آدمی اس سے نکل سکتے تھے اور بائیں طرف انڈونیشیا کا آدمی کھڑا تھا جیسے بلی کھڑی ہے۔ میں دائیں طرف دیکھتا تو پہاڑ کو دیکھتا اور بائیں طرف والا میری پسلیوں تک بھی نہیں آتا تھا یہ کس کی قدرت ہے اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ بے شک اس میں نشانیاں ہیں لِّلْعٰلِمِيْنَ جاننے والوں کے لیے۔کیونکہ زبانوں کا تعلق علم کے ساتھ ہے اس لیے عالِمِیْن لام کی زیر کے ساتھ فرمایا عالَمِیْن نہیں فرمایا لام کی زبر کے ساتھ۔

آنحضرت ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو وہاں یہودی بھی آباد تھے بلکہ وہ وہاں کے بااثر لوگ تھے۔ وہ بولتے تو عربی تھے مگر خط اپنی عبرانی زبان میں لکھتے تھے۔ جیسے یہاں لوگ عموماً پنجابی بولتے ہیں مگر خط اردو میں لکھتے ہیں۔ سرحد بلوچستان والے بولتے پشتو ہیں مگر خط اردو میں لکھتے ہیں۔ تو وہ بولتے عربی تھے اور خط عبرانی زبان میں لکھتے تھے۔ آنحضرت ﷺ کے پاس جب خط آتے تھے تو بڑی دقت پیش آتی تھی آپ ﷺ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ جو بڑے ذہین تھے کو فرمایا کہ تمہاری ڈیوٹی ہے کہ تم عبرانی زبان لکھنی، پڑھنی، بولنی سیکھو۔ ابوداؤد شریف کی روایت میں ہے کہ انہوں نے تھوڑے سے عرصہ میں سیکھ لی۔ پھر جب خط آتے تو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہی پڑھتے اور آپ ﷺ انہی سے جواب لکھواتے۔ لہٰذا دوسری زبانیں بھی سیکھنی چاہییں یہ اس دور میں بہت ضروری ہے۔

روسی فوج میں جو مسلمان تھے ان کی وردیاں فوجی تھیں تنخواہیں ملتی تھیں لیکن ان کو اسلحہ چلانے کی ٹریننگ نہیں دی جاتی تھی ان سے کھدائی کا کام لیتے، خیمے لگواتے، سڑکوں پر دوڑاتے، کھانا پکواتے، گاڑیاں چلواتے، ان کو بندوق تک چلانی نہیں سکھلائی۔ اب ازبکستان وغیرہ ریاستیں جب آزاد ہوئی ہیں تو ان کو اسلحہ چلانے کی ٹریننگ دینے کے لیے پاکستانی وہاں گئے ہیں۔ ان میں اپنے صوفی عطاء اللہ صاحب کا بیٹا بھی ہے لیکن زبان کی وجہ سے دقت پیش آتی ہے۔ ان کی زبان اُزبک ہے۔ وہ اردو، فارسی، پشتو نہیں سمجھتے کچھ تھوڑی بہت ترکی سمجھتے ہیں۔ وہاں سے کچھ علمائے کرام آئے تھے جنہوں نے کہا تم ہماری یہ امداد کرو کہ ہمارے بچوں کو تعلیم دو۔ تو اس کے متعلق ہم سوچ رہے ہیں کہ تقریباً پچاس بچوں کا انتظام نصرۃ العلوم میں کیا جائے کیونکہ ان کے رہن سہن اور رہائش کا معیار بہت بلند

ہے۔تو اس زمانے میں مختلف زبانیں سیکھنا بھی بہت ضروری ہے۔

حضرت شیخؒ کی برطانیہ میں ایک انگریز سے ملاقات :

انگلستان کے سفر میں ایک مقام پر ساتھیوں نے بڑی دعوت کا انتظام کیا اور اس میں ایک پڑھے لکھے انگریز کو بھی مدعو کیا کہ پاکستان سے ہمارے بزرگ آئے ہوئے ہیں ان سے ملاقات کرو۔خیر وہ آ گیا۔اس نے ہمارے ساتھ کھانا تو نہ کھایا۔کہنے لگا میں بیمار ہوں بیماری کا کارڈ بھی اس نے دکھایا کہ میں جھوٹ نہیں کہہ رہا۔قوم وہ سچی ہے اگر وہ لوگ کلمہ پڑھ لیں اور بے حیائی، شراب نوشی اور حرام خوری کو چھوڑ دیں تو وہ بڑے اخلاق والے ہیں۔اس نے میرے ساتھ ترجمان کے ذریعے گفتگو شروع کی۔کہنے لگا تمہیں یہاں آئے ہوئے کتنا عرصہ ہوا ہے؟ میں نے کہا تھوڑا سا عرصہ ہوا ہے۔پھر کہنے لگا کہ کتنی دیر ٹھہرنا ہے؟ میں نے کہا مصروف آدمی ہوں تھوڑے سے عرصے کے لیے آیا ہوں وہ بھی ساتھی زبردستی لے آئے ہیں۔اس نے مجھ سے یہ بھی پوچھا کہ ہمارے ملک میں تم نے کیا دیکھا ہے کیا تجزیہ کیا ہے؟ میں نے کہا مجھے یہاں آئے ہوئے بیس بائیس دن ہو گئے ہیں۔میں نے تمہارے ملک میں جسم کے لیے ساری سہولتیں دیکھی ہیں روح کے لیے کچھ نہیں دیکھا۔ دوسرے لفظوں میں اس طرح کہہ لو کہ اس جہان کے لیے ساری سہولتیں ہیں آخرت کے لیے کوئی سہولت نہیں ہے۔اس نے تین دفعہ کہا گڈ، گڈ، گڈ آپ نے صحیح تجزیہ کیا ہے۔میں نے اس وقت محسوس کیا کہ اگر میں انگریزی زبان جانتا ہوتا تو میں اس کو براہ راست سمجھاتا اور بہت کچھ سمجھاتا۔تو اس زمانے میں مختلف زبانیں اس ارادے سے سیکھنی چاہییں کہ کہیں تبلیغ کی نوبت آئے تو بندہ سمجھا تو سکے۔

وَ مِنْ اٰيٰتِهٖ اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ

وَالنَّهَارِ تمہارا سونا رات کو اور دن کو۔ نیند بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔
اپنے وقت پر اگر آدمی کو دو چار دن نیند نہ آئے تو پاگل ہو جائے۔ پورا پاگل نہ بھی ہو نیم پاگل
تو ہو جائیگا۔ طبی نقطہ نگاہ سے جوان آدمی کے لیے چوبیس گھنٹوں میں سے سات گھنٹے سونا
کافی ہے۔ اس سے زیادہ سونا اچھا نہیں ہے اور بوڑھے آدمی کے لیے چار پانچ گھنٹے کافی
ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ بھوک بھی نعمت ہے کہ بھوک اس وقت لگے گی جب معدہ صحیح ہو گا اور
معدہ صحیح ہو گا تو جسم کا سارا نظام صحیح ہو گا وَابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ اور تمہارا تلاش کرنا اللہ
تعالیٰ کے رزق کو یہ بھی اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے کوئی رات کو کماتا ہے کوئی دن
کو کماتا ہے یہ سلسلے کس نے بنائے ہیں اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ بے شک البتہ اس میں
نشانیاں ہیں لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ اس قوم کے لیے جو سنتی ہے۔ سننے کا مطلب یہ کہ مانتی
ہے۔ کہتے ہیں کہ فلاں آدمی میری بات نہیں سنتا یعنی نہیں مانتا وَمِنْ اٰیٰتِهٖ اور اللہ تعالیٰ کی
قدرت کی نشانیوں میں سے ہے یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ کہ دکھاتا ہے وہ تمہیں بجلی خَوْفًا خوف کی
خاطر وَّ طَمَعًا اور طمع کی خاطر۔ آسمانی بجلی گرنے سے آدمی مرتے ہیں، جانور مرتے ہیں،
مکان جل جاتے ہیں، بڑا بڑا نقصان ہو جاتا ہے اور طمع بھی ہوتا ہے کہ بارش ہو گی گرمی میں
کمی آئے گی، پانی کی قلت دور ہو گی وَّ یُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً اور وہ پروردگار آسمان
کی طرف سے پانی اتارتا ہے فَیُحْیٖ بِهِ الْاَرْضَ پس زندہ کرتا ہے اس کے ذریعے
زمین کو بَعْدَ مَوْتِهَا اس کے مر جانے کے بعد اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ بے شک اس
میں نشانیاں ہیں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی کہ زمین خشک تھی بارش کے بعد تروتازہ ہو گئی لیکن
لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ اس قوم کے لیے جو عقل رکھتی ہے جو عقل سے کام لے وَمِنْ اٰیٰتِهٖ اور اللہ
تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ کہ قائم ہے آسمان

وَالۡاَرۡضُ اورزمین بِاَمۡرِهٖ اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔دیکھوآج چھوٹی چھوٹی عمارتوں کے نیچے کتنی دیواریں اورستون ہوتے ہیں لیکن دیکھو! آسمان کتنا وسیع ہے مگر نیچے نہ کوئی دیوار ہے نہ کوئی ستون ہے۔پھراوپر نیچے سات آسمان ہیں کسی کے نیچے کوئی دیواراورستون نہیں ہےاورزمین اپنی جگہ قائم ہے۔سائنسدانوں کا اس میں اختلاف ہے کہ زمین ساکن ہے یامتحرک ہے۔اس کے متعلق انہوں نے بڑی لمبی چوڑی بحثیں کی ہیں لیکن قرآن پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین ساکن ہے متحرک نہیں ہے۔اس کا ایک قرینہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے کہ زمین قائم ہے ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمۡ دَعۡوَةً مِّنَ الۡاَرۡضِ پھر جس وقت بلائے گا تمہیں بلانا زمین سے۔اس طرح کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام بگل پھونکیں گے تو تمام لوگ مشرق ومغرب والے،شمال وجنوب والے اکٹھے ہو جائیں گے۔یعنی وہ اللہ تعالیٰ ہی قیامت کو برپا کرے اِذَاۤ اَنۡتُمۡ تَخۡرُجُوۡنَ اچانک تم زمین سے نکلو گے۔یہ اہل عرب کو سامنے رکھ کر فرمایا کہ وہ مردوں کو دفن کرتے تھے۔اس کا یہ مطلب نہ سمجھنا کہ جو قبروں میں دفن کیے جاتے ہیں وہ تو نکلیں گے اورجن کو جلا دیا جاتا ہے یا پرندے اور مچھلیاں کھا جاتی ہے وہ حاضر نہیں ہوں گے نہیں بلکہ سب آئیں گے۔رب تعالیٰ نے قدرت کی نشانیاں بیان فرمائی ہیں یہ سن کر بھی اگر کوئی انکار کرے تو پھر اس کی ضد کا کوئی علاج نہیں ہے۔

وَلَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَ هُوَ الَّذِیْ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ وَ هُوَ اَهْوَنُ عَلَیْهِؕ وَ لَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِۚ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۲۷﴾ ع ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْؕ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِیْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِیْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِیْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾ بَلِ اتَّبَعَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ بِغَیْرِ عِلْمٍۚ فَمَنْ یَّهْدِیْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُؕ وَ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًاؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَاؕ لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِؕ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ ﴿ۙ ۗ﴾ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ مُنِیْبِیْنَ اِلَیْهِ وَ اتَّقُوْهُ وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ لَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۳۱﴾

وَلَهٗ اور اسی کے لیے ہے مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وہ مخلوق جو آسمانوں میں ہے وَالْاَرْضِ اور جو زمین میں ہے كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ سب کے سب اس کے فرماں بردار ہیں وَهُوَ الَّذِیْ اور وہ وہی ہے یَبْدَؤُا الْخَلْقَ جو ابتداءً پیدا کرتا ہے مخلوق کو ثُمَّ یُعِیْدُهٗ پھر وہ اس کو لوٹائے گا وَ هُوَ اَهْوَنُ عَلَیْهِ اور یہ اس پر بہت ہی آسان ہے وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى اور اسی کے لیے ہے اعلیٰ صفت فِی السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں وَالْاَرْضِ اور زمین میں وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ اور

وہ غالب ہے حکمت والا ہے ضَرَبَ لَكُمْ بیان کی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے
مَّثَلًا ایک مثال مِنْ اَنْفُسِكُمْ تمہاری جانوں سے هَلْ لَّكُمْ کیا ہے تمہارے
لیے مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ان میں سے جن کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک
ہیں مِّنْ شُرَكَآءَ کوئی شریک فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ اس چیز میں جو ہم نے تمہیں
روزی دی ہے فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ پس تم سب اس میں برابر ہو جاؤ تَخَافُوْنَهُمْ تم
ڈرتے ہو ان سے كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ جیسا کہ تم خوف کھاتے ہو اپنی جانوں
سے كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ اسی طرح ہم تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں
آیتیں لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ اس قوم کے لیے جو سمجھتی ہے بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا
بلکہ پیروی کی ان لوگوں نے جنہوں نے ظلم کیا اَهْوَآءَهُمْ اپنی خواہشات کی
بِغَيْرِ عِلْمٍ علم کے بغیر فَمَنْ يَّهْدِيْ پس کون ہدایت دے سکتا ہے مَنْ اَضَلَّ
اللّٰهُ جس کو اللہ تعالیٰ نے گمراہ کر دیا وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ اور نہیں ہے ان کے
لیے کوئی مدد کرنے والا فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ پس آپ قائم کریں اپنے
چہرے کو دین کے لیے حَنِيْفًا یک سُو ہو کر فِطْرَتَ اللّٰهِ لازم پکڑو اللہ تعالیٰ کی
فطرت کو الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا وہ جس پر اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا لوگوں کو لَا
تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ نہیں تبدیلی اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی چیز میں ذٰلِكَ الدِّيْنُ
الْقَيِّمُ یہی دین مضبوط ہے سچا ہے وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لیکن اکثر لوگ لَا
يَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ اسی کی طرف رجوع کرنے والے ہو

وَاتَّقُوْهُ اورڈرواس سے وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ اورقائم کرونماز وَلَا تَکُوْنُوْا اور نہ ہوجاؤ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ شرک کرنے والوں میں سے۔

اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی کام مشکل نہیں :

کل کی آیات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں بیان ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ چند نشانیاں صرف تمہاری توجہ کے لیے ہیں ورنہ وَلَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور اسی کے لیے ہے وہ مخلوق جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے۔ آسمانوں میں فرشتے ہیں، زمین میں انسان ہیں، جنات ہیں، حیوانات ہیں، کیڑے مکوڑے ہیں ان کو رب تعالیٰ ہی نے پیدا کیا ہے اور اسی کے اختیار میں ہیں اور اس نے اپنا اختیار کسی کو نہیں دیا کُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ سب کے سب اس کے فرماں بردار ہیں۔ خوشی سے ہوں یا بے بسی سے ہوں وَهُوَ الَّذِیْ اور اللہ تعالیٰ کی ذات وہی ہے یَبْدَؤُا الْخَلْقَ جو ابتداءً پیدا کرتا ہے مخلوق کو ثُمَّ یُعِیْدُهٗ پھر وہ رب اس مخلوق کو لوٹائے گا قیامت آئے گی جس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَیْهِ اور یہ اس پر بہت ہی آسان ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے تمہارے سمجھانے کے لیے فرمایا ہے کہ دوبارہ پیدا کرنا اس کے لیے بہت ہی آسان ہے۔ کہ کسی چیز کا دوبارہ بنانا بہ نسبت پہلی مرتبہ بنانے کے آسان ہوتا ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کے لیے نہ پہلی مرتبہ پیدا کرنا کوئی مشکل ہے اور نہ دوبارہ پیدا کرنا مشکل ہے وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور اسی کے لیے ہے اعلیٰ صفت آسمانوں میں اور زمین میں۔ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی صفت ہے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۔ حدیث پاک میں آتا ہے اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ "تمام اذکار میں سے افضل ترین ذکر لا الٰہ الا اللہ ہے۔" ذکر اتنا ہی ہے لا الٰہ الا اللہ۔ ہاں کلمہ پڑھنا ہے تو پورا پڑھو لا الٰہ الا

اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ ۔حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو نصیحت کی میرے بیٹو! کثرت سے پڑھو لا الٰہ الا اللہ ۔اس کا اتنا وزن ہے کہ ترازو کے ایک پلڑے میں لا الٰہ الا اللہ رکھ دیا جائے اور دوسرے پلڑے میں سات آسمان ،سات زمینیں ، پہاڑ ، دریا رکھ دیئے جائیں تو لا الٰہ الا اللہ کا وزن بھاری ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے کہ نہ آسمانوں میں کوئی الٰہ ہے نہ زمین میں الٰہ ہے نہ کوئی حاجت روا، نہ کوئی مشکل کشا، نہ کوئی دست گیر ہے، نہ کوئی خالق ہے، نہ کوئی رازق ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ اور وہی غالب حکمت والا ہے۔

شرک کے رد کی ایک مثال :

آگے اللہ تعالیٰ نے شرک کے رد کی ایک مثال دی ہے۔اس سے پہلے مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ کا مفہوم سمجھ لیں ۔ جہاد میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فتح عطا فرمائے تو دشمن کے جو آدمی قیدی ہوتے ہیں ان کے متعلق قرآن میں تفصیل ہے کہ تم نے ان کے ساتھ کیا سلوک کرنا ہے ۔تو اس کی ایک صورت یہ ہے کہ قیدیوں کے ساتھ قیدیوں کا تبادلہ کرلو۔ آخر جنگ میں تمہارے ساتھی بھی تو قیدی ہوئے ہیں ان کے قیدی دے کر اپنے قیدی لے لو۔

❀…… دوسری صورت یہ ہے کہ احسان کرو اور مفت رہا کردو۔

❀…… تیسری صورت یہ ہے کہ جرمانہ لے کر چھوڑ دو کہ بھئی ایک ایک آدمی کے بدلے اتنے پیسے دو اور اپنے قیدی لے لو۔

❀…… اور چوتھی صورت یہ ہے کہ ان کے مردوں کو غلام اور عورتوں کو لونڈیاں بنا لو۔اس کا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ امیر لشکر قیدی کو دائیں ہاتھ میں پکڑتا اور مجاہد کے دائیں ہاتھ میں دے دیتا کہ یہ تیرا غلام ہے یا لونڈی ہے۔ چونکہ وہ دائیں ہاتھ سے پکڑاتا اور یہ دائیں

سے پکڑتا اس لیے یہ مِلک یمین کہلاتی ہے، دائیں ہاتھ کی ملک۔تو مَـا مَـلَـكَـتْ کا محاورتاً معنٰی ہوگا جوتمہارے غلام اور لونڈیاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلاً مِّنْ اَنْفُسِكُمْ بیان کی ہے اللہ تعالیٰ نے ایک مثال تمہارے لیے تمہاری جانوں سے هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ کیا ہے تمہارے لیے ان میں سے جن کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک ہیں مِّنْ شُـرَكَـآءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ کوئی شریک اس میں جو ہم نے تمہیں روزی دی ہے فَـاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ پس تم سب اس میں برابر ہو جاؤ۔مطلب یہ ہے کہ یہ جو تمہارے غلام اور لونڈیاں ہیں کیا تم برداشت کرتے ہو وہ تمہاری جائیداد میں برابر کے شریک ہو جائیں حالانکہ وہ بھی تمہاری طرح انسان ہیں۔تمہارا رشتہ بھی آدم علیہ السلام سے ملتا ہے ان کا بھی آدم علیہ السلام سے ملتا ہے جو ضروریات تمہاری ہیں ان کی بھی وہی ہیں، جو بشری تقاضے تمہارے ہیں ان کے بھی ہیں صرف اعتباری فرق ہے کہ تم ان کے مجازی مالک ہو اور وہ تمہارے غلام ہیں اور تم یہ برداشت نہیں کرتے کہ وہ تمہاری جائیداد میں برابر کے شریک ہو جائیں تَخَافُوْنَهُمْ تم ڈرتے ہو ان سے كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ جیسا کہ تم خوف کھاتے ہو اپنی جانوں سے کہ مشترک جائیداد اور مال ہو تو حصہ دار کا خطرہ رہتا ہے کہ مشترک چیز میں تصرف کرنے میں وہ ناراض نہ ہو جائے یا تقسیم کرانے لگے یا کم از کم یہ پوچھے کہ میری اجازت کے بغیر تم نے یہ کام کیوں کیا ہے۔تو غلام اور لونڈیوں سے تم اس طرح ڈرتے ہو کہ اگر وہ تمہاری جائیداد میں برابر کے شریک ہو جائیں تو وہ بھی تم سے پوچھیں گے اس لیے تم ان کو اپنی جائیداد اور مال میں شریک کرنے کے لیے تیار نہیں ہو اور نہ برابر تسلیم کرنے کے لیے تیار ہو تو پھر اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیسے شریک ٹھہراتے ہو؟ جبکہ مخلوق رب تعالیٰ کے ساتھ کوئی نسبت نہیں رکھتی

۔ظالمو! سوچو تو سہی کہ خالق اور مخلوق کا کتنا فرق ہے؟ مخلوق، رب کی کیسے شریک بن گئی؟ تو فرمایا تم ان سے ڈرتے ہو جیسے ایک دوسرے سے ڈرتے ہو کَذٰلِکَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ اسی طرح ہم تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں آیتیں اس قوم کے لیے جو سمجھتی ہے اور جو سمجھنے کے لیے تیار نہ ہو اس نے سن کے بھی نہیں ماننا اور ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ان کے شرک کے جواز پر کوئی دلیل نہیں ہے بَلِ اتَّبَعَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَھْوَآءَھُمْ بلکہ پیروی کی ان لوگوں نے جو ظالم ہیں شرک کرنے والے ہیں اپنی خواہشات کی بِغَیْرِ عِلْمٍ علم کے بغیر۔شرک سب سے بڑا ظلم ہے۔سورہ لقمان آیت نمبر ۱۳ میں ہے یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِکْ بِاللّٰہِ اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ''اے بیٹے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کر بے شک شرک بڑا ظلم ہے۔'' اور مشرک سے بڑا ظالم کوئی نہیں ہے اور مشرک کے پاس شرک پر کوئی دلیل نہیں ہے۔یہ اپنی خواہشات پر چلتے ہیں اور حق کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ ایسوں کی گمراہی کا فیصلہ کر دیتے ہیں فَمَنْ یَّھْدِیْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰہُ پس کون ہدایت دے سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے گمراہ کر دیا۔

جبراً اللہ تعالیٰ نہ کسی کو گمراہ کرتا ہے اور نہ ہدایت دیتا ہے :

اور گمراہ اللہ تعالیٰ انہی ظالموں کو کرتا ہے جو اپنی خواہشات کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ابتداءً اور جبراً کسی کو گمراہ نہیں کرتا اور یہ بات میں بہت دفعہ بیان کر چکا ہوں کہ آدمی ایمان اور کفر اختیار کرنے میں مجبور نہیں ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ [سورۃ الکھف] ''پس جو چاہے اپنی مرضی سے ایمان لائے اور جو چاہے اپنی مرضی سے کفر اختیار کرے۔'' نہ رب تعالیٰ زبردستی کسی کو ایمان دیتا ہے اور نہ کسی کو زبردستی کافر بناتا ہے۔سورۃ البلد میں فرمایا وَھَدَیْنٰہُ النَّجْدَیْنِ ''اور ہم نے اس کو دو راستے بتلا

دیئے ہیں۔" اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا [سورہ دھر] "یا تو اس راستے پر چل پڑے جس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ہو یا کفر کا راستہ اختیار کرے۔" وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا [سورۃ العنکبوت] "جو لوگ کوشش کرتے ہیں ہمارے بارے میں ہماری طرف آتے ہیں ہم ان کو ہدایت کے راستے پر چلنے کی توفیق دے دیتے ہیں۔" اور دوسری طرف فَلَمَّا زَاغُوْا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ [سورۃ صف] "پس جب وہ ٹیڑھے چلے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا۔" تو انسان ایمان اور کفر میں مجبور نہیں ہے لیکن جس نے اپنے لیے کفر کو پسند کر لیا اور الہ تعالیٰ نے اس کی گمراہی پر مہر لگا دی تو پھر کون اس کو ہدایت دے سکتا ہے؟ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ اور نہیں ہے ان کے لیے کوئی مدد کرنے والا۔ نہ دنیا میں ان کو کوئی اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچا سکتا ہے، نہ قبر میں، نہ میدان محشر میں اور نہ دوزخ سے کوئی ان کو بچا سکے گا۔ ان مشرکوں کے اعتراضات سے متاثر نہ ہوں فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا پس آپ قائم کریں اپنے چہرے کو دین کے لیے یک سُو ہو کر۔ آپ کا رخ دین کی طرف ہو۔ یہ آپ ﷺ کو خطاب کر کے ہمیں تمہیں بلکہ قیامت تک آنے والی امت کو سمجھایا جا رہا ہے کہ تم حق کو بیان کرو باطل کی تردید کرو احسن طریقہ کے ساتھ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا اللہ تعالیٰ کی فطرت کو لازم پکڑو جس پر اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا ہے۔ وہ فطرت اسلام ہے۔ اسلام ایک فطری مذہب ہے کہ اگر کسی آدمی نے غلط ماحول میں پرورش نہ پائی ہو تو بالغ ہونے پر اس کے سامنے اسلام پیش کرو اسلام کے اصول بتلاؤ تو وہ فوراً اسلام قبول کر لے گا۔

آج مسلمانوں کا کردار اشاعتِ اسلام کی راہ میں رکاوٹ ہے :

دو تین دن ہوئے ہیں "پاکستان" اخبار میں ایک خبر شائع ہوئی ہے کہ چند سالوں

میں برطانیہ میں تقریباً دس ہزار عورتیں مسلمان ہوئی ہیں ان کا بیان ہے کہ اسلام امن چین کا ماحول دیتا ہے اسلام پر عمل کر کے رب ملتا ہے اور اس پر عمل کر کے دنیا و آخرت کی کامیابی نصیب ہوتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے مگر آج مسلمانوں کا وجود اور کردار رکاوٹ ہے دوسرے کو اسلام قبول کرنے سے روکتا ہے۔ اٹلی کا مشہور مؤرخ جارج برنارڈ شا جس کی تاریخی اور افسانوی کتابیں لوگ بڑے ذوق وشوق سے پڑھتے ہیں اس کو فوت ہوئے آٹھ نو سال ہوئے ہیں۔ اس نے بڑے دھڑلے اور زوردار الفاظ میں پیش گوئی کی کہ سو سال کے اندر اسلام ساری دنیا پر چھا جائے گا۔ لوگ اسلام قبول کرنے پر مجبور ہوں گے۔ اس سے لوگوں نے پوچھا کہ تم خود مسلمان کیوں نہیں ہوتے؟ تو جارج نے جو جواب دیا اس کو سن کر حقیقت یہ ہے کہ ہماری گردنیں جھک گئی ہیں۔ اس نے کہا کہ اسلام سچا مذہب ہے مگر مجھے ان مسلمانوں میں بیٹھنا گوارا نہیں ہے یہ لوگ برے کردار کے مالک ہیں۔ وہ اونچے طبقے کا آدمی تھا وزیروں، مشیروں، سفیروں میں بیٹھتا تھا اور وہ سارے زانی، شرابی، بدمعاش، بے نماز ہوتے ہیں۔

آج مسلمان کا وجود اسلام قبول کرنے میں رکاوٹ ہے اور ایک وقت وہ تھا کہ امام احمد بن حنبلؒ کے جنازے کو دیکھ کر تیس ہزار یہودی، عیسائی، مجوسی مسلمان ہوئے تھے۔ اس وقت لوگ تھوڑے ہوتے تھے مگر اپنے بزرگوں کے ساتھ عقیدت رکھتے تھے۔ تاریخ بتلاتی ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ کے جنازے میں تقریباً سولہ لاکھ آدمی شریک ہوئے۔ مسلمانوں کی وضع قطع نشست و برخاست کو دیکھ کر، ان کی شکل وصورت کو دیکھ کر امام کے ساتھ عقیدت اور محبت کو دیکھ کر اَسْلَمَ ثَلٰثُوْنَ اَلْفًا مِنَ الْیَهُوْدِ والنصارٰی والمجوس ''تیس ہزار یہودی، عیسائی، مجوسی مسلمان ہو گئے۔'' اور آج مسلمانوں کو دیکھ کر لوگ نفرت کرتے

ہیں اور کہتے ہیں کہ مجھے ان میں بیٹھنا گوارا نہیں ہے۔ انتہائی افسوس کا مقام ہے ہر مسلمان کو اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھنا چاہیے کہ زبان سے تو میں اسلام اسلام کرتا ہوں لیکن میرے چہرے پر بھی اسلام ہے یا نہیں۔ میری شکل وصورت اور وضع قطع اسلام کے مطابق ہے یا نہیں ہے؟

فرمایا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ نہیں تبدیلی اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی چیز میں۔ وہ فطرت اسلامی ہے اسلام قیامت تک سچا رہے گا ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ یہی دین مضبوط ہے سچا ہے۔ اس دین قیم کی تفسیر کے لیے اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بھیجے اور سب سے آخر میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ اب آپ ﷺ کی ذات گرامی کے بعد قیامت تک کوئی پیغمبر پیدا نہیں ہوگا۔

امت نے دین پھیلانے کی ذمہ داری کو نبھایا:

آنحضرت ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد یہ ذمہ داری امت کے کاندھوں پر ہے الحمد للہ! امت نے اس ذمہ داری کو نبھایا ہے۔ یہ ہمارے ملک پاکستان، ہندوستان، افغانستان اور بنگلہ دیش اور آس پاس کے علاقوں میں اسلام کی حفاظت کا ظاہری سبب حضرت مجدد الف ثانی شاہ احمد سرہندیؒ کے کارنامے ہیں۔ اور شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ کی علمی قربانیاں ہیں اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے پورے خاندان کے علمی اور مجاہدانہ کارنامے ہیں۔ پھر آگے ان کے شاگرد در شاگرد جنہوں نے اس کام کو آگے چلایا اور انہوں نے مدارس قائم کیے جن میں دار العلوم دیوبند، مظاہر العلوم دہلی ڈھابیل کہ ان مدارس کی وجہ سے اسلام اپنی اصل شکل میں موجود ہے۔ آج تم دوسرے علاقوں میں جاؤ صرف نام مسلمانوں والے ہیں کہ بچی کا نام فاطمہ ہوگا اور بچے کا نام عبد اللہ ہوگا باقی

اسلام کا ظالموں نے ان سے سب کچھ چھین لیا ہے کہ روس میں ستر سال تک پابندی رہی کہ کوئی شخص نہ قرآن پڑھ سکتا تھا، نہ نماز، نہ کلمہ پڑھ سکتا تھا۔قرآن پڑھنے پر اور نماز پڑھنے پر سزائے موت تھی۔ کچھ علمائے کرام نے تہہ خانوں میں چھپ چھپا کر کام کیا جس سے کلمہ بچ گیا اور یہ کہ ہم مسلمان ہیں۔

تو فرمایا یہ دین مضبوط ہے وَلٰـکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے مُنِیْبِیْنَ اِلَیْهِ اسی رب کی طرف رجوع کرنے والے ہیں وَاتَّقُوْهُ اور رب تعالیٰ سے ڈرو اور کسی سے نہ ڈرو اور رب تعالیٰ کی طرف رجوع کے لیے سب سے بڑی چیز نماز ہے۔فرمایا وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ اور قائم کرو نماز۔ جو نماز نہیں پڑھتا اس کو مسلمان کہنا بھی مشکل ہے۔صحابہ کرام ﷡ بے نماز کو مسلمان نہیں سمجھتے تھے اسی لیے ساتھ ہی فرمایا وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اور نہ ہو جاؤ مشرکوں میں سے۔

حدیث پاک میں آتا ہے مَنْ تَرَکَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ کَفَرَ ''جس نے ایک نماز دانستہ چھوڑ دی وہ کھلا کافر ہو گیا۔'' اور آج گھر کے گھر غرق ہیں کفر میں، جن کے اندر نماز کا احساس بھی نہیں ہے۔اور جو نماز پڑھتے ہیں ان کو نماز کے آداب ہی کا علم نہیں ہے۔ یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ ہم نے نماز کو باقی کس طرح رکھنا ہے۔عورتیں لمبے ناخن رکھ لیتی ہیں ان پر ناخن پالش لگاتی ہیں۔ململ کے باریک دوپٹے میں نماز پڑھتی ہیں اور تنگ ٹیڈی لباس میں نماز پڑھتی ہیں۔ ان تمام صورتوں میں قطعاً نماز نہیں ہوتی۔ اپنے گھروں کی نگرانی کرنا تمہاری ذمہ داری ہے اگر وضو کرتے وقت ناک کے کوکے والے سوراخ میں پانی نہ ڈالا تو نماز قطعاً نہیں ہوگی۔کانٹے پہنے ہوئے ہیں اور غسل ضروری ہے اگر سوراخ میں پانی نہ گیا قطعاً غسل نہیں ہوگا۔ان چیزوں کا لحاظ کرو اور اپنے اعمال کو ضائع

نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نماز پڑھنے کی توفیق دے اور شرک سے محفوظ فرمائے۔

مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَاۤ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَاۤ اٰتَيْنٰهُمْ ؕ فَتَمَتَّعُوْا ٝ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَاِذَاۤ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا ؕ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ ﴿۳۶﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾

مِنَ الَّذِيْنَ ان لوگوں میں سے فَرَّقُوْا جنھوں نے تفرقہ ڈالا دِيْنَهُمْ اپنے دین میں وَكَانُوْا شِيَعًا اور وہ شیعہ ہوگئے كُلُّ حِزْبٍ ہر گروہ بِمَا لَدَيْهِمْ اس چیز پر جو اس کے پاس ہے فَرِحُوْنَ خوش ہونے والا ہے وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ اور جس وقت پہنچتی ہے لوگوں کو تکلیف دَعَوْا رَبَّهُمْ پکارتے ہیں اپنے رب کو مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ رجوع کرتے ہوئے اسی کی طرف ثُمَّ اِذَاۤ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً پھر جس وقت اللہ تعالیٰ ان کو چکھاتا ہے اپنی طرف سے رحمت اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ اچانک ایک گروہ ان میں سے بِرَبِّهِمْ اپنے رب کے ساتھ يُشْرِكُوْنَ شرک کرنے لگتا ہے لِيَكْفُرُوْا تاکہ انکار کردیں وہ بِمَاۤ اس چیز کا اٰتَيْنٰهُمْ جو ہم نے ان کو دی ہے فَتَمَتَّعُوْا پس تم فائدہ اٹھالو فَسَوْفَ

تَعْلَمُوْنَ پس عنقریب تم جان لو گے اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا کیا ہم نے نازل کی ہے ان پر کوئی سند اور دلیل فَهُوَ يَتَكَلَّمُ پس وہ کلام کرتی ہے بِمَا اس چیز کے مطابق كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ جس کی وجہ سے وہ شرک کرتے ہیں وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً اور جس وقت ہم چکھاتے ہیں لوگوں کو رحمت فَرِحُوْا بِهَا خوش ہو جاتے ہیں اس پر وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ اور اگر پہنچتی ہے ان کو کوئی تکلیف بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ بہ سبب اس کے جو آگے بھیجا ہے ان کے ہاتھوں نے اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ اچانک وہ ناامید ہو جاتے ہیں اَوَلَمْ يَرَوْا کیا نہیں دیکھا انہوں نے اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ بے شک اللہ تعالیٰ کشادہ کرتا ہے رزق لِمَنْ يَّشَآءُ جس کے لیے چاہتا ہے وَيَقْدِرُ اور تنگ کرتا ہے اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ بے شک اس میں لَاٰيٰتٍ البتہ نشانیاں ہیں لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ اس قوم کے لیے جو ایمان لاتی ہے۔

فرقہ بندی کی مذمت، شیعہ پہلا فرقہ :

اس سے پہلے سبق میں تھا کہ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ”آپ قائم کریں اپنے چہرے کو دین کے لیے یک سو ہو کر اور اللہ تعالیٰ کی فطرت کو لازم پکڑو جس پر اس نے لوگوں کو بنایا ہے۔“ وہ فطرت اسلام ہے توحید ہے۔ جو اس فطرت کے خلاف چلے گا وہ فرقہ بندی کا شکار ہوگا۔ لہٰذا آگے فرقہ بندی کی مذمت بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ ان لوگوں میں سے جنہوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا وَكَانُوْا شِيَعًا اور ہو گئے گروہ در گروہ۔ شیعہ کا لفظی معنیٰ ہے گروہ۔ توحید کے مقابلے میں

جو بھی سلسلہ ہوگا وہ گروہ بندی ہوگی۔کلمہ پڑھنے والوں میں پہلا فرقہ شیعہ کا فرقہ ہے جس نے اسلام میں فتور ڈالا ہے۔جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے عبداللہ بن سبا کی شرارت کی وجہ سے اور شوریٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا تو انہوں نے کوشش کی کہ یہ افتراق ختم ہو جائے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس کوشش کو دیکھ کر سبائی پارٹی بپھر گئی۔(کیونکہ خارجی بھی سبائیوں میں سے تھے۔نواز بلوچ مرتب) تو انہوں نے سوچا کہ اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپس میں صلح کر لی تو ہمارا سارا منصوبہ خاک میں مل جائے گا۔تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ختم کرنے کا منصوبہ بنایا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت :

ایک روایت کے مطابق اس طرح ہے کہ انہوں نے ایک عورت کو آگے کیا جس پر عبدالرحمن ابن ملجم مرادی نامراد فریفتہ تھا اس عورت نے اس کو کہا کہ میں تیرے ساتھ نکاح کرلوں گی اس شرط پر کہ یہ تین چیزیں مجھے دے۔

۱)...... غراتین ہزار درہم مہر لوں گی۔

۲)......ایک غلام لوں گی۔

۳)......اور علی کا سر لوں گی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ عموماً صبح کی نماز کے لیے اندھیرے میں مسجد جاتے تھے۔رمضان المبارک کی بیسویں تھی وہ شیطان راستے میں بیٹھ گیا۔جب حضرت علی رضی اللہ عنہ گزرے تو ان پر حملہ کر دیا۔اس وقت تو وفات نہ ہوئی لیکن زخم اتنے کاری تھے کہ جانبر نہ ہو سکے۔تو خیر یہ تو طویل و عریض قصہ ہے۔تو اسلام میں پہلا فرقہ شیعہ کا ہے جس نے دین میں فتور ڈالا۔جس کا بانی عبداللہ بن سبا ہے۔یہ اپنے آپ کو شیعان علی کہتے ہیں کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گروہ میں

سے ہیں۔تو فرمایا ان لوگوں میں سے جنہوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا اور ہو گئے گروہ درگروہ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ہر گروہ اس چیز پر جو اس کے پاس ہے خوش ہے۔ ہر عقیدے والا اپنے عقیدے پر خوش ہے۔ یہودی اپنے عقیدے پر، عیسائی اپنے عقیدے پر، مجوسی اپنے عقیدے پر خوش ہیں، ہندو اپنے عقیدے پر خوش ہیں۔ حالانکہ ہندوؤں میں ایسے لوگ بھی ہیں جو عورتوں کی پوجا کرتے ہیں اور عورتیں مردوں کی پوجا کرتی ہیں۔ سانپ کی پوجا کرتے ہیں، درختوں اور دریاؤں کی پوجا کرتے ہیں۔ ان کے کسی بزرگ نے اس دریا کے پانی سے غسل کیا تھا تو یہ ان کے نزدیک متبرک ہو گیا اور اس کی پوجا شروع کر دی۔ درخت کے نیچے کوئی بزرگ بیٹھا تھا تو اس درخت کی پوجا شروع کر دی۔

۶ھ ذوالقعدہ کے مہینے میں حدیبیہ کے مقام پر آنحضرت ﷺ نے کیکر کے درخت کے نیچے پندرہ سو صحابہ سے بیعت لی تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لیے۔ تو ظاہر بات ہے کہ جس درخت کے نیچے آنحضرت ﷺ تشریف فرما ہوئے اس کی شان کوئی کم تو نہیں ہے۔ جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ [سورۃ الفتح] اس طرف جاتے ہوئے کچھ لوگ اس درخت کے نیچے برکت حاصل کرنے کے لیے بیٹھے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نگاہ بڑی دور رس تھی۔ انہوں نے سوچا کہ یہ حضرات تو پختہ عقیدہ رکھتے ہیں محض برکت حاصل کرنے کے لیے بیٹھتے ہیں اور بعد میں آنے والے لوگ اس درخت کی پوجا شروع کر دیں گے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے فوجی افسر کو بھیج کر اس درخت کو جڑ سے اکھاڑ کر اس کا نام ونشان مٹا دیا۔ تو یاد رکھنا! محض درخت کی کسی نے پوجا نہیں کی۔ اس

درخت کی پوجا ہوئی ہے جہاں کوئی بزرگ بیٹھا ہے، محض پتھر کی پوجا نہیں ہوئی اس پتھر کی پوجا ہوئی ہے جو کسی بزرگ کی شکل میں تراشا گیا۔

تو فرمایا ہر گروہ جو اپنے پاس رکھتا ہے اس پر خوش ہے حالانکہ عقل سے کام لینا چاہیے اور جو حق اور صحیح ہے اس پر خوش ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے عقل سب کو دی ہے اگر اس کو استعمال کرے تو کھوٹی کھری بات کو پرکھ سکتا ہے۔ غلط بات پر خوش ہونا نادانی ہے۔ وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ اور جب پہنچتی ہے لوگوں کو تکلیف دَعَوْا رَبَّھُمْ تو پکارتے ہیں اپنے پروردگار کو مُّنِیْبِیْنَ اِلَیْهِ اسی کی طرف رجوع کرتے ہوئے۔ مشرک بھی انتہائی مشکل میں صرف اللہ تعالیٰ کو پکارتے تھے فَاِذَا رَکِبُوْا فِی الْفُلْکِ دَعَوُا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ [العنکبوت:۶۵] ”پس جب وہ سوار ہوتے ہیں کشتیوں پر تو پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ کو خالص کرتے ہوئے اسی کے لیے اطاعت کو۔“

صحت اور بیماری سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے:

انسان کا مزاج ہے کہ جب پریشانی میں مبتلا ہوتا ہے تو پھر رب تعالیٰ کو پکارتا ہے اس وقت رب اس کو یاد آتا ہے۔ غریب آدمی جلدی پکارتا ہے امیر ذرا دیر سے۔ ہاں! امیر آدمی صحیح العقیدہ ہو تو بات علیحدہ ہے۔ مثال کے طور پر مال دار بیمار ہوگا تو وہ پہلے ڈاکٹروں اور حکیموں کی طرف رجوع کرے گا۔ تھک ہار کے جب بے بس ہو جائے گا تو پھر رب تعالیٰ کی طرف رجوع کرے گا۔ اکثر امیر آدمی جب ہر طرف سے ناامید ہو جاتے ہیں تو آکر کہتے ہیں حضرت جی! دعا کرو اللہ تعالیٰ مہربانی کرے۔ اور غریب کو جب تکلیف پہنچتی ہے تو پہلے قدم ہی پر کہتا ہے اے پروردگار! میرے پاس تو کچھ نہیں ہے میرا تو صرف تو ہے۔ تو نے ہی کرم کرنا ہے۔ تو فرمایا جب ان کو تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب کو پکارتے ہیں اسی کی

طرف رجوع کرتے ہوئے ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً پھر جب رب ان کو اپنی طرف سے رحمت چکھاتا ہے ان کو صحت دے دیتا ہے، تکلیف سے نجات دے دیتا ہے اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ اچانک ایک گروہ ان میں سے اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتا ہے رب تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے۔ جب صحت یاب ہو گیا تکلیف دور ہو گئی تو پھر کیا کہتا ہے ڈاکٹر بڑا قابل تھا حکیم بڑا ماہر تھا۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے دوائیں بڑی قیمتی استعمال کی ہیں، میرا وکیل بہت تجربہ کار تھا اس نے بڑی محنت کی ہے۔ اگرچہ ان ظاہری اسباب کا نام لینا کوئی گناہ نہیں ہے مگر اعتماد رب تعالیٰ کی ذات پر ہونا چاہیے۔ یہ کہنا چاہیے کہ فلاں سبب بنا، شفا رب تعالیٰ نے دی ہے۔ ذریعہ وکیل بنا اللہ تعالیٰ نے مجھے مقدمہ سے نجات دی ہے۔ رب تعالیٰ کا نام پہلے ہو اور سبب کا بعد میں ہو۔ اسباب کو اسباب سمجھو۔ کئی لوگ اعلیٰ سے اعلیٰ ڈاکٹروں کے پاس جاتے ہیں قیمتی سے قیمتی ادویہ استعمال کرتے ہیں لیکن شفا نہیں ملتی اعلیٰ سے اعلیٰ وکیل ہوتے ہیں اور مقدمہ ہار جاتے ہیں۔ اسباب میں اثر تو رب تعالیٰ نے رکھنا ہے۔ تو فرمایا کہ جب رب تعالیٰ مہربانی کر دیتے ہیں رحمت کر دیتے ہیں تو ایک فریق ان میں سے اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتا ہے لِيَكْفُرُوْا تاکہ انکار کر دیں بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ اس نعمت کا جو ہم نے ان کو دی ہے، صحت دی، مال دیا، رہائی دی۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں فَتَمَتَّعُوْا پس تم فائدہ اٹھا لو۔ کب تک فائدہ اٹھاؤ گے فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ پس عنقریب تم جان لو گے۔ بس آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا اور کسی قسم کا کوئی خفا اور پردہ باقی نہیں رہے گا۔ آگے اللہ تعالیٰ نے شرک کے رد میں فرمایا اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا کیا ہم نے نازل کی ہے ان پر کوئی دلیل۔ کیا کسی کتاب میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں بزرگ،

ولی، صاحب قبر کو اختیار دے دیا ہے کہ وہ لوگوں کی مشکل کشائی، حاجت روائی کرے یا ان کے پاس کوئی دلیل ہے فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ پس کلام کرتی ہے اس چیز کے مطابق جس کی وجہ سے یہ شرک کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسی کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی بلکہ یہ از خود شرک کرتے ہیں اور اپنے لیے جہنم کا سامان پیدا کر رہے ہیں وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً اور جس وقت ہم چکھاتے ہیں لوگوں کو رحمت فَرِحُوْا بِهَا خوش ہو جاتے ہیں اس پر۔ گرمی تھی بارش ہوئی، موسم بدلا خوش ہوئے۔ پہلے غریب تھے مال دار کر دیا خوش ہو گئے، اولاد نہیں تھی رب تعالیٰ نے اولاد دے دی خوش ہو گئے وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ اور اگر پہنچتی ہے ان کو تکلیف بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ بسبب اس کے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے۔

تکالیف گناہوں کا کفارہ اور درجات کی بلندی کا سبب :

اکثر انسانوں کو جو تکالیف آتی ہیں وہ ان کے گناہوں کا وبال ہوتی ہیں۔ اکثر اس لیے کہا کہ پیغمبروں کو جو تکالیف آتی ہیں وہ گناہوں کی وجہ سے نہیں ہوتیں کیونکہ پیغمبر تو معصوم ہوتے ہیں۔ اہل حق کا یہی نظریہ ہے۔ پیغمبروں کو جو تکلیفیں آتی ہیں وہ ان کے درجات کی بلندی کے لیے ہوتی ہیں اور اس لیے آتی ہیں کہ ان کے صحیح متبعین ان کے نقش قدم پر چلیں ان تکالیف پر صبر کریں۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا اَیُّ النَّاسِ اَشَدُّ بَلَاءً ''حضرت یہ فرمائیں کہ انسانوں میں سے سب سے زیادہ تکلیفیں کن کو پہنچتی ہیں قَالَ الْاَنْبِيَاءَ فرمایا سب سے زیادہ تکلیفیں اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو آتی ہیں ثُمَّ الْاَمْثَلُ پھر اس کو جو درجے میں ان کے قریب ہوتا ہے ثُمَّ الْاَمْثَلُ پھر اس کو جو ان کے قریب ہوتا ہے

يُبْتَلَى الرَّجُلُ عَلٰى قَدْرِ دِيْنِهٖ جتنا کسی کا دین ہوتا ہے اتنا ہی اس کا امتحان ہوتا ہے۔'' لیکن عام لوگوں کو جو تکلیفیں آتی ہیں وہ ان کے گناہوں کی وجہ سے ہوتی ہیں اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ اچانک وہ ناامید ہو جاتے ہیں۔ رب تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہونا گناہ ہے اور رب تعالیٰ کے عذاب سے بے خوف ہونا بھی گناہ ہے۔ اسی لیے فرماتے ہیں کہ اَلْاِيْمَانُ بَيْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَآءِ ''ایمان دو چیزوں کے درمیان ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا بھی رہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار بھی رہے۔'' اَوَلَمْ يَرَوْا کیا نہیں دیکھا ان لوگوں نے اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ بے شک اللہ تعالیٰ کشادہ کرتا ہے رزق لِمَنْ يَّشَآءُ جس کے لیے چاہے وَ يَقْدِرُ اور تنگ کرتا ہے۔ رزق کا کشادہ اور تنگ کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی رزق تنگ کر سکتا ہے نہ کشادہ کر سکتا ہے۔ مومن آدمی کا رزق اگر کشادہ کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے گا زکوٰۃ دے گا، قربانی دے گا، حج کرے گا، فطرانہ دے گا، اچھے کام کرے گا اور برا آدمی شرابیں پیے گا، بدمعاشیاں کرے گا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ بے شک اس میں نشانیاں ہیں رب تعالیٰ کی قدرت کی۔ لیکن کس قوم کے لیے لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ اس قوم کے لیے جو ایمان لاتی ہے۔ ضدی کے لیے سب نشانیاں بے کار ہیں۔

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِیْنَ وَ ابْنَ السَّبِیْلِ ؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۫ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَ مَاۤ اٰتَیْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّیَرْبُوَاۡ فِیْۤ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا یَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَ مَاۤ اٰتَیْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِیْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ﴿۳۹﴾ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ یُحْیِیْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ شُرَكَآىٕكُمْ مَّنْ یَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَیْءٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۴۰﴾ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَیْدِی النَّاسِ لِیُذِیْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِیْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۴۱﴾ قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِیْنَ ﴿۴۲﴾ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّیْنِ الْقَیِّمِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ یَوْمَىٕذٍ یَّصَّدَّعُوْنَ ﴿۴۳﴾ مَنْ كَفَرَ فَعَلَیْهِ كُفْرُهٗ ۚ وَ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ یَمْهَدُوْنَ ﴿۴۴﴾ لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۴۵﴾

فَاٰتِ پس دے دو ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ قریبی رشتہ دار کو اس کا حق وَالْمِسْكِیْنَ اور مسکین کو وَابْنَ السَّبِیْلِ اور مسافر کو ذٰلِكَ خَیْرٌ یہ بہتر ہے لِّلَّذِیْنَ ان لوگوں کے لیے یُرِیْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ جو ارادہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی

رضا کا وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ اور یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے وَمَآ
اٰتَیْتُمْ اور جوتم دیتے ہو مِّنْ رِّبًا سود لِّیَرْبُوَا فِیْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ تا کہ بڑھے وہ
لوگوں کے مالوں میں فَلَا یَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ پس وہ نہیں بڑھتا اللہ تعالیٰ کے ہاں
وَمَآ اٰتَیْتُمْ مِّنْ زَکٰوةٍ اور جوتم دیتے ہو زکوٰۃ تُرِیْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ارادہ کرتے
ہو اللہ تعالیٰ کی رضا کا فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ پس یہی لوگ ہیں کہ وہ اپنا
اجر دگنا کرنے والے ہیں اَللّٰهُ الَّذِیْ اللہ تعالیٰ کی ذات وہی ہے خَلَقَکُمْ
جس نے پیدا کیا تم کو ثُمَّ رَزَقَکُمْ پھر تمہیں روزی دی ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ پھر تمہیں
مارے گا ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ پھر تمہیں زندہ کرے گا هَلْ مِنْ شُرَکَآئِکُمْ کیا ہے
تمہارے شریکوں میں سے کوئی مَّنْ یَّفْعَلُ جو کرے مِنْ ذٰلِکُمْ مِّنْ شَیْءٍ ان
چیزوں میں سے کوئی چیز سُبْحٰنَهٗ پاک ہے اللہ تعالیٰ کی ذات وَتَعٰلٰی اور بلند
ہے عَمَّا یُشْرِکُوْنَ اس سے جوتم شرک کرتے ہو ظَهَرَ الْفَسَادُ ظاہر ہو چکا
فساد فِی الْبَرِّ خشکی میں وَالْبَحْرِ اور سمندر میں بِمَا کَسَبَتْ اَیْدِی النَّاسِ بہ
سبب اس کے جو کمایا ہے لوگوں کے ہاتھوں نے لِیُذِیْقَهُمْ تا کہ چکھائے اللہ
تعالیٰ لوگوں کو بَعْضَ الَّذِیْ عَمِلُوْا بعض ان کاموں کا بدلہ جو انہوں نے کیے
ہیں لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ تا کہ وہ واپس آجائیں قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ آپ
اے پیغمبر کہہ دیں چلو زمین میں فَانْظُرُوْا پس دیکھو کَیْفَ کَانَ کیسا تھا عَاقِبَةُ
الَّذِیْنَ انجام ان لوگوں کا مِنْ قَبْلُ جو اس سے پہلے تھے کَانَ اَکْثَرُهُمْ

مُّشْرِكِيْنَ ان میں سے اکثر شرک کرنے والے تھے فَاَقِمْ وَجْهَكَ پس قائم رکھا اپنے چہرے کو لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ سیدھے دین کی طرف مِنْ قَبْلِ پہلے اس سے اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ یہ کہ آئے وہ دن لَّا مَرَدَّ لَهٗ جس کے لیے ٹلنا نہیں ہے مِنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی طرف سے يَوْمَئِذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ اس دن جدا جدا ہو جائیں گے مَنْ كَفَرَ جس نے کفر کیا فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ پس اسی پر اس کے کفر کا وبال ہوگا وَ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا اور جس نے عمل کیا اچھا فَلِاَنْفُسِهِمْ پس اپنی جانوں کے لیے يَمْهَدُوْنَ تیاری کر رہے ہیں لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ تاکہ بدلہ دے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو اٰمَنُوْا جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کیے اچھے مِنْ فَضْلِهٖ اپنے فضل سے اِنَّهٗ بے شک وہ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ نہیں پسند کرتا کافروں کو۔

مال خرچ کرنے کی جگہیں :

اس سے پہلی آیت کریمہ ہے اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ ''بے شک اللہ تعالیٰ رزق کشادہ کرتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے اور تنگ کرتا ہے۔'' چونکہ رزق کا ذکر تھا تو آگے اس کے خرچ کرنے کی جگہیں بیان فرمائیں۔ فرمایا فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ پس دے دو قریبی رشتہ دار کو اس کا حق۔ وَالْمِسْكِيْنَ اور مسکین کو حق دو وَابْنَ السَّبِيْلِ اور مسافر کو اس کا حق دو ذٰلِكَ خَيْرٌ یہی بہتر ہے لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ان لوگوں کے لیے جو ارادہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ اور یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے۔ ان کو دنیا میں بھی کامیابی حاصل ہوگی

اور آخرت میں بھی ۔ اس سے پہلے مال کے ہاتھ سے نکل جانے کا ذکر تھا کہ قریبی رشتہ داروں کو دینا ہے، ضرورت مندوں کو دینا ہے، مسافروں کو دینا ہے، جس سے بظاہر مال کم ہوتا ہے لیکن حقیقتاً بڑھتا ہے ۔ اس کے مدمقابل آگے سود کا بیان ہے کہ اس سے مال تو بڑھتا ہے لیکن اس میں برکت نہیں ہوتی ۔

سود اور صدقہ کی وضاحت :

فرمایا وَمَآ اٰتَیْتُمْ مِّنْ رِّبًا اور جو تم دیتے ہو سود ۔ لوگوں سے قرض لیتے ہو اور سود کے ساتھ واپس کرتے ہو لِّیَرْبُوَا تاکہ وہ بڑھے فِیْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ لوگوں کے مالوں میں فَلَا یَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ پس وہ نہیں بڑھتا اللہ تعالیٰ کے ہاں ۔ سود خوروں کو جو تم مال دیتے ہو وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں نہیں بڑھتا وَمَآ اٰتَیْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ اور جو تم دیتے ہو زکوٰۃ تُرِیْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ارادہ کرتے ہو اللہ تعالیٰ کی رضا کا فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ پس یہی لوگ ہیں اپنے اجر اور ثواب کو دگنا کرنے والے ۔ زکوٰۃ دینے سے مال میں کوئی کمی نہیں ہوتی حالانکہ ظاہری طور پر سود سے رقم بڑھتی ہے اور زکوٰۃ سے کم ہوتی ہے ۔

اس مقام پر شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے جنہوں نے پاکستان بننے کے بعد مغربی پاکستان میں سب سے پہلے پرچم لہرایا تھا ۔ اس مقام پر لکھتے ہیں......

"یعنی سود بیاج سے گو بظاہر مال بڑھتا دکھائی دیتا ہے لیکن حقیقت میں وہ گھٹ رہا ہے جیسے کسی آدمی کا بدن ورم سے پھول جائے وہ بیماری یا پیام موت ہے اور زکوٰۃ نکالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مال کم ہو گا فی الحقیقت وہ بڑھتا ہے جیسے کسی مریضؒ کا بدن سہل اور تنقیہ سے گھٹتا دکھائی دے مگر انجام اس کا صحت ہو ۔ سود اور زکوٰۃ کا حال بھی انجام کے اعتبار سے ایسا ہی سمجھ لو ۔" یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَ یُرْبِی الصَّدَقَاتِ [سورہ بقرہ] "اللہ

تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔'' تو سود کی رقم بظاہر بڑھتی نظر آتی ہے لیکن وہ مال کا ورم ہے سوجن ہے جو ہلاکت تک لے جائے گی۔ اور زکوٰۃ سے بظاہر مال گھٹتا نظر آتا ہے مگر تم اس کو اس طرح سمجھو بدن میں جب موادِ فاسدہ جمع ہو جاتے ہیں تو اطباء لوگ اس کو جلاب دیتے ہیں کہ اس کے فاسد مادے خارج ہو جائیں۔ ظاہری طور پر جلاب لینے والا آدمی کمزوری محسوس کرتا ہے لیکن یہ اس کے لیے صحت کی علامت ہوتی ہے۔ پہلے حکماء کا طریقہ علاج بڑا آسان اور زود اثر ہوتا تھا۔ وہ مریض کو سب سے پہلے جلاب دیتے تھے تاکہ جو فاسد مادے اکٹھے ہوئے ہیں وہ خارج ہو جائیں۔ فاسد مادوں سے کئی طرح کی تکلیفیں شروع ہو جاتی ہیں عموماً کہتے ہیں کہ چھوٹے بچے کو ڈوا ہو گیا ہے چھاتی کھڑکتی ہے۔ یہ سب بلغم وغیرہ معدے اور چھاتی میں جمع ہو جاتی ہے بچوں کو تم کسٹرول پلاؤ وہ ٹھیک ہو جائیں گے اور کسی علاج کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ جب تک وہ موادِ فاسدہ بدن سے نکل نہیں جائیں گے بچے کو صحت نہیں ہوگی۔ بلغم دوائیاں کھلانے سے تحلیل نہیں ہوتی اور معدہ اس کو جلدی ہضم کرتا ہے۔ کسٹرول کا جلاب دو گے اندر صاف ہو جائے گا نہ ڈوا رہے گا نہ اور کچھ رہے گا۔

یہ ساری تقریر اس صورت میں ہے کہ ربا سے سود مراد لیا جائے۔ جبکہ اس آیت کریمہ کی ایک دوسری تفسیر بھی کرتے ہیں کہ ربٰو سے مراد وہ زیادتی ہے جو کسی لین دین کے معاملے میں کی جائے۔ مثلاً ایک شخص دوسرے شخص کو اس نیت سے تحفہ دیتا ہے کہ وہ مجھے اس سے بہتر تحفہ دے گا تو یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں نہیں بڑھتا کیونکہ اس کا ارادہ اچھا نہیں ہے اس لیے ثواب سے محروم رہے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا ثُمَّ رَزَقَكُمْ پھر اس نے تمہیں رزق دیا ثُمَّ

یُمِیْتُکُمْ پھروہ تمہیں مارے گا ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ پھروہ تمہیں زندہ کرے گا قیامت والے دن هَلْ مِنْ شُرَکَآئِکُمْ کیا ہیں تمہارے شریکوں میں سے جن کو تم نے رب کا شریک بنایا ہوا ہے مَّنْ یَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِکُمْ مِّنْ شَیْءٍ جو کریں ان کاموں میں سے کوئی کام۔ تمہیں پیدا اللہ تعالیٰ نے کیا رزق وہ دیتا ہے مارے گا بھی وہی، دوبارہ زندہ بھی وہی کرے گا۔ تم نے جن کو رب تعالیٰ کا شریک بنایا ہے ان میں سے کوئی ہے جو یہ کام کر سکے؟ ہرگز نہیں! سُبْحٰنَهٗ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے وَتَعٰلٰی اور بلند ہے عَمَّا یُشْرِکُوْنَ اس چیز سے جو تم شرک کرتے ہو۔ رب تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے، نہ ذات میں، نہ صفات میں، نہ اس کے افعال میں۔

فسادات ہمارے اعمال کا نتیجہ :

رب تعالیٰ فرماتے ہیں ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ظاہر ہو چکا فساد خشکی میں اور سمندر میں بھی۔ کیوں بِمَا کَسَبَتْ اَیْدِی النَّاسِ بہ سبب اس کے جو لوگوں کے ہاتھوں نے کمائی کی ہے۔ لوگوں کے کرتوت جوں جوں بڑھتے ہیں اس کے ذریعے فساد بڑھتا ہے۔ یہ تو اُس زمانے کی بات ہے جب آج کی نسبت گناہ کم تھے اور آج چونکہ گناہ بہت زیادہ ہو گئے ہیں لہٰذا ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ کے ساتھ فِی الْجَوِّ وَالْخَلَآءِ وَتَحْتَ الْبَحْرِ بھی ہو گیا ہے۔ خلا میں بھی اور پانی کے نیچے بھی۔ جوں جوں گناہ بڑھتے جائیں گے دنیا میں فسادات بھی بڑھتے جائیں گے اور امام مہدی علیہ السلام کا ظہور جب ہوگا مُلِئَتِ الْاَرْضُ ظُلْمًا وَّ جَوْرًا "زمین ظلم اور جور سے بھری ہوئی ہو گی۔" ظلم کا معنی ہے رب کے حقوق پامال کیے جائیں گے اور جور کا معنی ہے بندوں کے حقوق پامال کیے جائیں گے۔ نہ اللہ تعالیٰ کے حقوق محفوظ ہوں گے نہ بندوں کے حقوق

محفوظ ہوں گے۔

امام مہدی علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے وقتِ نزول کی برکات:

حضرت امام مہدی علیہ السلام کا ظہور ہوگا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا تو امن قائم ہوگا اور برکتیں نازل ہوں گی۔

صحیح روایت میں ہے کہ ایک بکری اتنا دودھ دے گی کہ وہ کئی گھروں کو کفایت کرے گا ایک گائے اتنا دودھ دے گی کہ کئی خاندانوں کو کفایت کرے گا، ایک انار اتنا بڑا ہوگا کہ اس کو کاٹ کر دو حصے کیے جائیں تو آدھے کے نیچے کئی آدمی رہ سکیں۔ اس زمانے میں بھیڑ، بکریاں، شیر بھیڑیے، گیدڑ اکٹھے پھریں گے کوئی کسی سے نہیں ڈرے گا، سانپوں کے ساتھ بچے کھیلیں گے وہ ڈسیں گے نہیں۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ ایک زمانہ ایسا عدل کا تھا کہ میں نے ایک تر، ناپی جو کھاتے ہیں تیرہ ہاتھ لمبی تھی۔ حافظ ابن کثیرؒ نے ابوداؤد کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ایک دور ایسا بھی تھا کہ گندم کا ایک دانہ کوفہ اور بصرہ کی کھجور کی طرح تھا اور اب دیکھو گندم کے دانے کہاں پہنچے ہوئے ہیں۔ تو عدل و انصاف کی بڑی برکات ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ایک حد قائم کی جائے تو اس کی اتنی برکت ہے کہ جیسے چالیس دن وقفے وقفے کے ساتھ مناسب حالات میں بارش برسے۔ یعنی چالیس دن تک اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی رہتی ہے۔ ایک حد قائم ہونے کی اتنی برکت ہے۔ دیکھو! طالبان نے حدود اللہ قائم کی ہیں تو وہاں نہ چوری ہے نہ ڈاکا ہے نہ قتل و غارت ہے سب لوگ باز آگئے ہیں مگر باطل قوتوں امریکہ، برطانیہ، فرانس وغیرہ کو یہ چیز ہضم نہیں ہو رہی اور کابل پر حملے کی تیاریاں کر رہے ہیں کہ طالبان کی حکومت ختم ہو جائے حالانکہ اس وقت دنیا میں صرف یہی خطہ ہے جہاں قرآن و حدیث کے احکام نافذ

ہیں۔ دنیا میں اور کوئی خطہ نہیں ہے بشمول سعودی عرب کے جہاں مکمل اسلامی نظام نافذ ہو۔ اللہ تعالیٰ طالبان کی نصرت فرمائے۔ تو فرمایا فساد ظاہر ہو گا خشکی میں اور سمندر میں لوگوں کے ہاتھوں کے کرتوت کی وجہ سے لِیُذِیْقَھُمْ بَعْضَ الَّذِیْ عَمِلُوْا تاکہ چکھائے ان کو اللہ تعالیٰ بعض ان کاموں کا بدلہ جو انہوں نے کیے ہیں۔ مکمل نتیجہ تو قیامت کو نکلے گا ان فسادوں کا تھوڑا سا مزہ دنیا میں چکھا دیا جائے گا لَعَلَّھُمْ یَرْجِعُوْنَ تاکہ وہ واپس آجائیں۔ اپنے گناہوں اور شرارتوں سے باز آجائیں۔ اگر ان کو ہماری بات سمجھ نہیں آتی تو قُلْ آپ اے نبی کریم ﷺ! ان سے کہہ دیں سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ چلو پھرو زمین میں فَانْظُرُوْا دیکھو کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلُ کیسا انجام ہوا ان لوگوں کا جو ان سے پہلے تھے۔ تباہی کی بہت ساری وجوہات ہیں لیکن کَانَ اَکْثَرُھُمْ مُّشْرِکِیْنَ ان میں سے اکثر شرک کرنے والے تھے۔ تباہ ہونے والوں کی اکثریت مشرک تھی۔ سب سے بڑا جرم ان کا شرک تھا۔ جنس پرستی، ڈاکے ڈالنا، ناپ تول میں کمی کرنا مختلف قسم کی بیماریاں ان میں تھیں لیکن بنیادی وجہ شرک تھا۔

قیامت کا آنا ضروری ہے :

فَاَقِمْ وَجْھَکَ لِلدِّیْنِ الْقَیِّمِ اے نبی کریم ﷺ! اپنا چہرہ دین کی طرف سیدھا رکھیں۔ یہ آپ ﷺ کو خطاب کر کے امت کو سمجھایا گیا ہے کہ اپنا چہرہ دین کی طرف سیدھا رکھو مِنْ قَبْلِ اس سے پہلے اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ آئے وہ دن لَّا مَرَدَّ لَهٗ جس کے لیے ٹلنا نہیں ہے مِنَ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ قیامت ضرور آئے گی کیونکہ اگر قیامت قائم نہ ہو تو دنیا میں تو نیک کو نیکی کا پورا بدلہ نہیں ملا اور نہ برے کو برائی کی پوری سزا ملی ہے بلکہ دنیا میں ایسے بندے بھی ہوئے ہیں کہ ان کو نیکی کا بدلہ ملا ہی نہیں ہے۔ دور جانے کی ضرورت

نہیں ہے آنحضرت ﷺ سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں کون نیک ہو سکتا ہے؟ مگر آنحضرت ﷺ کے پاس چھوٹا سا کمرہ تھا اور اس میں چراغ بھی نہیں تھا یعنی روشنی کا انتظام نہیں تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ہمارے گھر دو دو مہینے مسلسل چولہا نہیں جلتا تھا کہ پکانے کے لیے کچھ نہیں ہوتا تھا عام قسم کی کھجوریں ہوتی تھیں اور وہ اتنی سخت ہوتی تھیں کہ دانتوں والا آدمی چبا سکتا تھا جس بیچارے کے دانت نہیں ہوتے تھے وہ چبا بھی نہیں سکتا تھا۔ اور ایسے مجرم بھی ہوئے ہیں جو اپنے آپ کو رب الاعلیٰ کہتے تھے فرعون جیسے۔ ان کو برائی کا پورا بدلہ نہیں ملا۔ کیا ہوا بحر قلزم میں ڈوبا، پانی پیا اور مرا۔ لیکن یہ اس کے مظالم کا پورا بدلہ تو نہیں ہے۔ اس نے ہزاروں بچے قتل کرائے، مخالفین کو آگ میں جلایا، لوگوں سے بیگار لی۔ تو اگر قیامت قائم کر کے نیک کو نیکی کا بدلہ نہ دیا جائے اور برے کو برائی کی سزا نہ دی جائے تو پھر تو اندھیر نگری ہوئی۔ اس لیے قیامت ضرور قائم ہوگی ٹلے گی ہرگز نہیں يَوْمَئِذٍ يَصَّدَّعُونَ اس دن لوگ گروہ درگروہ ہوں گے۔ بے نمازوں کا گروہ الگ، روزے خوروں کا الگ، شرابیوں کا الگ اور زانیوں کا الگ ہوگا۔ جھوٹوں کا الگ، مکاروں کا الگ اور ظالموں کا الگ ہوگا مَنْ كَفَرَ جس نے کفر کیا فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ پس اسی پر اس کا کفر پڑے گا یعنی کفر کا وبال اس پر پڑے گا وَ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا اور جس نے عمل کیے اچھے فَلِأَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُونَ پس وہ اپنے نفسوں کے لیے تیاری کر رہے ہیں۔ انسان کو ہر وقت آخرت کی تیاری میں رہنا چاہیے لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا تاکہ بدلہ دے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے عمل کیے اچھے اللہ تعالیٰ ان کو بدلہ دے گا مِنْ فَضْلِهِ اپنے فضل سے۔ کیونکہ اس پر لازم نہیں ہے وہ مختار ہے وہ اپنے فضل اور عنایت سے بدلہ دے گا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِينَ بے شک وہ

پسند نہیں کرتا کافروں کو۔اللہ تعالیٰ کی محبت مومنوں کے ساتھ ہے کافروں کے ساتھ نہیں ہے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّلِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَلِتَجْرِيَ الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ؕ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ وَيَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ ﴿۴۹﴾ فَانْظُرْ اِلٰۤى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۵۰﴾

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ کہ وہ بھیجتا ہے ہواؤں کو مُبَشِّرٰتٍ جو خوش خبری لانے والی ہوتی ہیں وَّلِيُذِيْقَكُمْ اور تاکہ چکھائے تمہیں مِنْ رَّحْمَتِهٖ اپنی رحمت سے وَلِتَجْرِيَ الْفُلْكُ اور تاکہ چلیں کشتیاں بِاَمْرِهٖ اس کے حکم کے ساتھ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ اور تاکہ تلاش کرو تم اللہ تعالیٰ کے فضل کو وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ اور تاکہ تم شکر ادا کرو وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا اور البتہ تحقیق بھیجے ہم نے مِنْ قَبْلِكَ آپ سے

پہلے رُسُلاً کئی رسول اِلٰی قَوْمِھِمْ ان کی قوموں کی طرف فَجَآءُوْ ھُمْ پس
وہ آئے ان کے پاس بِالْبَیِّنٰتِ واضح دلائل لے کر فَانْتَقَمْنَا پس ہم نے انتقام
لیا مِنَ الَّذِیْنَ ان لوگوں سے اَجْرَمُوْا جنہوں نے جرم کیا تھا وَکَانَ حَقًّا
عَلَیْنَا اور ہے لازم ہمارے ذمے نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ مومنوں کی مدد کرنا اَللّٰہُ
الَّذِیْ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے یُرْسِلُ الرِّیٰحَ جو چلاتا ہے ہواؤں کو فَتُثِیْرُ
سَحَابًا پس وہ ہوائیں اٹھاتی ہیں بادلوں کو فَیَبْسُطُهٗ فِی السَّمَآءِ پھر اللہ تعالیٰ
بکھیر دیتا ہے ان بادلوں کو آسمان میں کَیْفَ یَشَآءُ جس طرح چاہے وَ یَجْعَلُهٗ
کِسَفًا اور کرتا ہے اس کو تہہ بہ تہہ فَتَرَی الْوَدْقَ پس آپ دیکھیں گے بارش کو
یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ نکلتی ہے ان کے درمیان سے فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ پس جب وہ
پہنچاتا ہے بارش مَنْ یَّشَآءُ جس کو چاہے مِنْ عِبَادِهٖٓ اپنے بندوں میں سے اِذَا
هُمْ تو اچانک وہ یَسْتَبْشِرُوْنَ خوش ہو جاتے ہیں وَاِنْ کَانُوْا اور تحقیق
تھے وہ مِنْ قَبْلِ اس سے پہلے اَنْ یُّنَزَّلَ عَلَیْهِمْ ان پر بارش نازل کی جاتی مِّنْ
قَبْلِهٖ ان کے نازل ہونے سے پہلے لَمُبْلِسِیْنَ البتہ ناامید فَانْظُرْ پس دیکھ
اِلٰٓی اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نشانات کو کَیْفَ یُحْیِ الْاَرْضَ
کیسے زندہ کرتا ہے زمین کو بَعْدَ مَوْتِهَا اس کے مرنے کے بعد اِنَّ ذٰلِکَ بے
شک یہی رب لَمُحْیِ الْمَوْتٰی البتہ زندہ کرے گا مردوں کو وَ هُوَ عَلٰی کُلِّ
شَیْءٍ قَدِیْرٌ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تفسیر آیات :

تمام مشرکین کا تو نہیں بعض کا یہ عقیدہ تھا اور اب بھی ہے کہ قیامت کوئی چیز نہیں ہے۔ بس یہی دنیا کی زندگی ہے مرتے ہیں اور زندہ ہوتے ہیں نیکی اور بدی کا صلہ اسی دنیا میں مل جاتا ہے۔ حالانکہ ان کا یہ خیال قطعی طور پر باطل تھا۔ قیامت حق ہے اور اس میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں ہے بس آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے جنت بھی سامنے ہوگی اور دوزخ بھی سامنے۔ اور ان کا یہ خیال بھی ہے کہ ہر نیکی کا صلہ دنیا میں مل جاتا ہے اور ہر بدی کی سزا دنیا میں مل جاتی ہے۔ آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی سے بڑھ کر دنیا میں کوئی نیک نہیں ہے مگر دو دو مہینے تک آپ کے گھر آگ نہیں جلتی تھی کہ پکانے کے لیے کچھ نہیں ہوتا تھا۔ دقل ردی قسم کی کھجوریں بھی دو دن سیر ہو کر کھانی نصیب نہیں ہوئیں، پانی کی بھی دقت تھی۔ تو یہ کہنا کہ ہر نیکی کا صلہ دنیا میں مل جاتا ہے غلط ہے اور ایسے باغی اور مجرم بھی دنیا میں گزرے ہیں اور قیامت تک رہیں گے جن کو برائی کا پورا بدلہ نہیں ملا۔ فرعون نے اور مظالم کے علاوہ بارہ ہزار بچے قتل کیے اللہ تعالیٰ کے دو پیغمبروں کو ستایا موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو لیکن کیا بدلہ ملا دریا میں دو غوطے کھائے اور مر گیا۔ یہ سارے گناہوں کی سزا تو نہیں بن سکتی لہٰذا ان لوگوں کا نظریہ غلط ہے کہ قیامت قائم نہیں ہوگی بلکہ ضرور قائم ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے اسی قیامت کے اثبات کے لیے بعض دلائل کی طرف توجہ دلائی ہے۔

فرمایا وَمِنْ اٰیٰتِہٖٓ اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے اَنْ یُّرْسِلَ الرِّیَاحَ کہ وہ بھیجتا ہے ہواؤں کو مُبَشِّرٰتٍ جو بارش سے پہلے خوش خبری لانے والی ہوتی ہیں۔ بارش سے پہلے ٹھنڈی ہوائیں چلتی ہیں جس سے سمجھ دار لوگ اندازہ لگا لیتے ہیں کہ ان شاء اللہ اب بارش ہوگی، گرمی ختم ہوگی، خشک سالی دور ہوگی، یہ ہوائیں رب

ہی تو چلاتا ہے وَلِيُذِيقَكُمْ مِنْ رَّحْمَتِهِ اور تاکہ اللہ تعالیٰ چکھائے تمہیں اپنی رحمت سے کچھ۔ ٹھنڈی ہوا بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔ دیکھو! آج کیسا موسم ہے آج سے تین دن پہلے سانس لینا مشکل تھا مگر ہم لوگ رب تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر نہیں کرتے وَلِتَجْرِيَ الْفُلْكُ بِأَمْرِهِ اور تاکہ چلیں کشتیاں اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ۔ پہلے زمانے میں کوئلہ، پٹرول، بجلی وغیرہ نہیں ہوتے تھے بس کشتیاں ہواؤں کے زور پر چلتی تھیں بڑے مضبوط ٹاٹ انہوں نے باندھے ہوئے تھے ان کے ذریعے ہوا کشتیوں کو لے کر چلتی تھی۔ تو یہ ہوائیں کس کے حکم سے چلتی ہیں وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ اور تاکہ تلاش کرو تم اللہ تعالیٰ کے فضل سے۔ اِدھر کی چیزیں اُدھر لے جاؤ، اُدھر کی اِدھر لے آؤ۔ تجارت کرو تاکہ لوگوں کے لیے سہولت ہو، ضروریات زندگی پر دسترس ہو وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ اور تاکہ تم شکر ادا کرو کہ ایک ہوا میں کتنے فائدے ہیں بارش کی خوش خبری بھی دیتی ہے گرمی بھی دور ہوتی ہے کشتیوں کو بھی چلاتی ہے اور تم اس سے سانس بھی لیتے ہو وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اور البتہ تحقیق بھیجے ہم نے آپ سے پہلے کئی رسول۔

آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں :

جتنے پیغمبر تشریف لائے ہیں وہ سارے آپ ﷺ سے پہلے آئے ہیں آپ ﷺ کی ذات گرامی کے بعد اب دنیا میں کوئی پیغمبر پیدا نہیں ہوگا اور جو پیدا ہوگا اور نبوت کا دعویٰ کرے گا جھوٹا ہوگا۔ آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی کے بعد کئی ملعونوں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ اس وقت بھی امریکہ میں ایک سیاہ فام جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے نے نبوت کا دعویٰ کیا ہوا ہے۔ کذاب اور دجال ہے۔ آپ ﷺ کے بعد جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے گا کذاب اور دجال ہوگا۔ دلاور چیمہ قصبہ ہے احمد نگر کے قریب ضلع گوجرانوالہ ہی میں، وہاں

ایک عالم تھے مولانا ابوالقاسم رفیق احمدؒ حضرت شیخ الہندؒ کے شاگرد تھے میں نے حضرت کو جب دیکھا تو اس وقت وہ میری طرح عمر رسیدہ تھے ۔ انہوں نے بڑی قیمتی کتابیں لکھی ہیں۔ ان میں سے ایک ہے ''عماد الدین'' اردو میں ہے۔ اس میں نماز اور روزمرہ کے در پیش آنے والے مسائل ہیں۔ اور ایک بے نظیر کتاب ''ائمہ تردید'' انہوں نے لکھی ہے۔ اس میں انہوں نے مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی سے لے کر اپنے وقت کے عبد الطیف گنا چوری تک جس نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا تھا دنیا کے جس خطے میں اور جہاں جہاں جھوٹے مہدی پیدا ہوئے ان کے مفصل حالات لکھے ہیں ۔ تو آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی کے بعد کوئی سچا پیغمبر پیدا نہیں ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوسرے آسمان پر زندہ تشریف فرما ہیں قیامت کے قریب اتریں گے مگر ان کی آمد سے ختم نبوت پر کوئی زد نہیں پڑتی بلکہ میں کہتا ہوں کہ سارے پیغمبر بھی تشریف لے آئیں تو بھی آپ ﷺ کی خاتمیت پر کوئی زد نہیں پڑے گی ۔ کیونکہ تعداد تو اتنی ہی رہنی ہے جتنی تھی اور آپ ﷺ کا مرتبہ سب سے بلند ہے بہ خلاف اس کے کہ آپ ﷺ کے بعد کسی کو نبی مانیں تو اس سے ختم نبوت پر زد پڑے گی۔

توخیر عیسیٰ علیہ السلام کے تشریف لانے سے آپ ﷺ کی ختم نبوت پر کوئی زد نہیں پڑے گی اور وہ قرب قیامت میں ضرور تشریف لائیں گے اور میرے اندازے کے مطابق ان کے آنے کے حالات بن رہے ہیں۔ حضرت حذیفہ ؓ کی طویل حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ھَلاکُ سِند بِالْھِنْدِ وَھلاکُ ھند بِالصِّین ''سندھ کا علاقہ ہندوستان کے ذریعے تباہ ہوگا اور ہندوستان چین کے ذریعے تباہ ہوگا۔'' اور ایک وقت آئے گا تمہاری ہندوستان کے ساتھ لڑائی ہوگی۔ یہ تیاریاں ایسے تو نہیں ہو رہیں۔ نسائی شریف میں روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا دو گروہوں پر اللہ تعالیٰ نے دوزخ کی

آگ حرام کردی ہے عِصَابَۃٌ تَغْزُوْ الْھِنْدَ ''ایک گروہ جو ہندوستان کے ساتھ لڑے گا اور ایک وہ گروہ جو عیسیٰ علیہ السلام کا ساتھ دے گا۔'' وقت کا انتظار کرو۔

تو فرمایا ہم نے بھیجے آپ سے پہلے کئی پیغمبر اِلٰی قَوْمِھِمْ ان کی قوموں کی طرف فَجَآءُوْ ھُمْ بِالْبَیِّنٰتِ پس وہ آئے واضح دلائل کے ساتھ لیکن قوم نے پیغمبروں کو نہ مانا ان کی تبلیغ کو تسلیم نہ کیا فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا پس ہم نے انتقام لیا ان سے جنہوں نے جرم کیے وَکَانَ حَقًّا عَلَیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ اور ہے لازم ہمارے ذمہ مومنوں کی مدد کرنا۔

ایک سنت کے چھوڑنے پر فتح میں تاخیر :

اگر کسی مقام پر مدد نہیں ہوتی تو سمجھ لینا چاہیے کہ ایمان میں کمی ہے یا ایمان کے کسی کام میں کوتاہی ہے یا نیت میں فتور ہوگا کوئی نہ کوئی چیز ہوگی۔ صرف مسواک کی سنت چھوڑنے کی وجہ سے مصر کے علاقہ میں قلعہ بولس فتح نہیں ہو رہا تھا حالانکہ مسواک کرنا مستحب ہے اور یہ عمل کچھ ساتھیوں سے رہ گیا تھا حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو خط لکھنا پڑا کہ اے امیر المومنین دو مہینے ہو گئے ہیں محاصرہ کیے ہوئے اور آٹھ ہزار فوج میرے پاس ہے ہمیں امداد بھیجو فوج کے ساتھ اور دعا بھی کرو اور طریقہ بھی بتلاؤ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خط پڑھ کر زار و قطار رو پڑے۔ ساتھیوں نے پوچھا حضرت خط کہاں سے آیا ہے؟ فرمایا مصر سے۔ ساتھی سمجھے کہ شاید سارے مجاہد شہید ہو گئے ہیں۔ فرمایا نہیں۔ حضرت! کیا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے ہیں؟ فرمایا نہیں۔ حضرت کیا فلاں ساتھی شہید ہو گئے ہیں؟ فرمایا نہیں؟ حضرت! پھر آپ روتے کیوں ہیں؟ فرمایا دو ماہ ہو چکے ہیں قلعے کا محاصرہ کئے ہوئے اور قلعہ فتح نہیں ہو رہا میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ قَدْ تَرَکُوْا سُنَّۃً مِّنْ سُنَنِ النَّبِیِّ ﷺ ''

کہ آنحضرت ﷺ کی کوئی سنت رہ گئی ہے جس کی وجہ سے قلعہ فتح نہیں ہو رہا۔'' نبّاض حکیم ہو تے تھے وہ نبض دیکھ کر بتلا دیتے تھے کہ اس کو یہ بیماری ہے آج مشینیں نہیں بتلا سکتیں۔ وہ زبان دیکھ کر بتلا دیتے تھے آج بڑے سے بڑا ڈاکٹر بھی تمہاری علامتیں بتلانے سے بیماری نہیں سمجھ سکتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نباض تھے سمجھ گئے کہ کمی کیا ہوئی ہے۔ فرمایا آنحضرت ﷺ کی کوئی سنت رہ گئی ہے اور بات بھی یہی تھی جب سنت پر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرما دی۔

تو فرمایا لازم ہے ہمارے ذمہ مومنوں کی مدد کرنا اَللّٰہُ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جو ہوائیں چلاتا ہے فَتُثِیْرُ سَحَابًا پس وہ اٹھاتی ہیں بادلوں کو فَیَبْسُطُہٗ فِی السَّمَآءِ پھر وہ پھیلاتا ہے بکھیر دیتا ہے ان بادلوں کو آسمان میں کَیْفَ یَشَآءُ جس طرح چاہے۔ جسے جہاں پہنچانا ہوتا ہے وہاں پہنچا دیتا ہے وَیَجْعَلُہٗ کِسَفًا اور کرتا ہے اس کو تہہ بہ تہہ۔ کبھی ہوائی جہاز کا سفر کرو تو تمہیں معلوم ہوگا کہ اوپر نیچے بادلوں کی کیسے تہہ لگی ہوئی ہے اور سفید کالے رنگ کے کیسے پہاڑ ہیں بادلوں کے فَتَرَی الْوَدْقَ پھر اے مخاطب! تو دیکھے گا بارش کو یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِہٖ نکلتی ہے ان کے درمیان سے فَاِذَآ اَصَابَ بِہٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖٓ پس جب وہ پہنچاتا ہے بارش جس کو چاہے اپنے بندوں میں سے اِذَا ھُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ تو اچانک وہ خوش ہو جاتے ہیں۔ دیکھو! پچھلے دنوں کتنی شدید گرمی تھی بارشیں شروع ہوئیں تو لوگوں نے خوشی منائی لیکن اس پر ہم نے خدا کا شکر ادا نہیں کیا رب تعالیٰ کی طرف رجوع نہیں کیا۔ جب ایسا ہوتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اسی بارش کو عذاب بنا دیتا ہے۔ جیسا کہ آج کل کی بارشیں بعض علاقوں میں عذاب کی شکل اختیار کر گئی ہیں۔

کل میں نے عرض کیا تھا کہ ریڈیو پر مختصر سی خبر آئی ہے کہ حالیہ بارشوں کے نقصات کے اعداد وشمار جمع ہو رہے ہیں اندازہ ہے کہ دو ارب چالیس کروڑ کا نقصان ہوا ہے۔ یہ عذاب ہمارے حکمرانوں کی وجہ سے آرہے ہیں ان کا وجود ہمارے لیے عذاب ہے اور اس کا سبب ہم خود ہیں کہ ہمارے ووٹوں سے آئے ہیں۔ لوگ اپنا ذہن اسباب کی طرف لے جاتے ہیں اصل علت نہیں سمجھتے کہ ان آفتوں کی علت کیا ہے؟

اے باد صبا ایں ہمہ آوردہ تست

''اے باد صبا یہ سارا تیرا لایا ہوا ہے۔'' یہ سب ہمارے اعمال کا نتیجہ ہے۔ عذاب کی مختلف شکلیں ہیں کبھی اللہ تعالیٰ کسی طریقہ سے عذاب مسلط کرتا ہے کبھی کسی طریقہ سے مسلط کرتا ہے۔ سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۵ میں ہے بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَا أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ فَجَاسُوا خِلَٰلَ الدِّيَارِ ''مسلط کیے ہم نے تمہارے اوپر اپنے بندے سخت لڑائی والے پھر وہ گھس گئے شہروں کے درمیان۔'' یہ ایران کا بُخت نصر تھا۔ جس کی فوجوں نے بنی اسرائیل کو تباہ و برباد کر دیا۔ جب بندہ نافرمانی کرے گا تو اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے چاہے سکھوں کو مسلط کر دے چاہے ہندوؤں کو عذاب کی شکل میں مسلط کر دے۔ تو فرمایا جب بارش ہوتی ہے تو یہ خوش ہو جاتے ہیں وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلِ علامہ بغویؒ فرماتے ہیں کہ یہ اِنْ قَدْ کے معنی میں ہے جیسے سورۃ الاعلیٰ میں بھی اِنْ قَدْ کے معنی میں ہے فَذَكِّرْ إِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرَىٰ ''پس آپ نصیحت کریں تحقیق نفع دے گی نصیحت کرنا۔'' دوسرے حضرات کہتے ہیں کہ یہ اِنْ مخففه مِنَ المُثقله ہے یعنی اصل میں اِنَّ تھا پھر شد کو ختم کر دیا تو اِنْ رہ گیا۔ معنی ہوگا اور تحقیق تھے وہ اس سے پہلے اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ کہ ان پر بارش نازل کی جاتی مِّنْ قَبْلِهِ بارش ہونے سے پہلے لَمُبْلِسِينَ البتہ ناامید۔ بارش ہو

نے سے پہلے وہ ناامید تھے فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ پس دیکھ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نشانات کو۔ بارش اس کی رحمت کی نشانی ہے، ہوائیں اس کی رحمت کی نشانی ہے، کشتیوں کا چلنا اس کی رحمت کی نشانی ہے، فصلوں کا پیدا ہونا اس کی رحمت کی نشانی ہے، درختوں کا اگنا، پھلوں کا لگنا اس کی رحمت کی نشانی ہے۔ فرمایا دیکھو! كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا رب تعالیٰ کیسے زندہ کرتا ہے زمین کو اس کے مرنے کے بعد۔ بارشیں نہ ہوں تو زمین سڑ مر جاتی ہے بارشیں ہونے کے بعد گھاس، پودے، سبزیاں، فصلیں پیدا ہوتی ہیں زمین زندہ ہو جاتی ہے۔ یہ تمام چیزیں بیان کرنے کے بعد رب تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى بے شک جس رب نے یہ سارے کام کیے ہیں وہی مردوں کو زندہ کرے گا وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

۞ ۞ ۞

وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ يَكْفُرُوْنَ ﴿۵۱﴾ فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۵۲﴾ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۵۳﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَيْبَةً ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ﴿۵۴﴾

وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا اور اگر ہم بھیج دیں ہوا فَرَاَوْهُ پس یہ دیکھیں اس کو مُصْفَرًّا زرد لَّظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ البتہ ہو جائیں وہ اس کے بعد يَكْفُرُوْنَ ناشکری کرنے والے فَاِنَّكَ پس بے شک آپ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى نہیں سنا سکتے مردوں کو وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اور نہیں سنا سکتے بہرے کو پکار اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ جب کہ وہ پشت پھیر کر جا رہے ہیں وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْيِ اور آپ نہیں ہدایت دے سکتے اندھوں کو عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ان کی گمراہی سے اِنْ تُسْمِعُ آپ نہیں سنا سکتے اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ مگر ان کو جو ایمان لائے بِاٰيٰتِنَا ہماری آیتوں پر فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ پس وہ مسلمان ہیں اَللّٰهُ الَّذِيْ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے خَلَقَكُمْ جس نے پیدا کیا تم کو مِّنْ ضُعْفٍ کمزوری سے ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً پھر بنائی اس نے کمزوری کے بعد قوت ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ

قُوَّۃٍ ضُعۡفًا پھر بنائی اس نے قوت کے بعد کمزوری وَّ شَیۡبَۃً اور بڑھاپا یَخۡلُقُ مَا یَشَآءُ پیدا کرتا ہے جو چاہے وَ ہُوَ الۡعَلِیۡمُ الۡقَدِیۡرُ اور وہ سب کچھ جاننے والا قدرت والا ہے۔

ربطِ آیات :

اس سے پچھلی آیات میں تھا اَللّٰہُ الَّذِیۡ یُرۡسِلُ الرِّیٰحَ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جو ہواؤں کو چلاتی ہے وہ ہوائیں بادلوں کو اٹھاتی ہیں اور آسمان میں بکھیر دیتی ہیں بارش برستی ہے لوگ خوش ہو جاتے ہیں۔ اب اس کے مقابلے میں دوسری ہوا کا ذکر ہے وَلَئِنۡ اَرۡسَلۡنَا رِیۡحًا اور اگر ہم بھیجیں ہوا ایسی تند و تیز فَرَاَوۡہُ مُصۡفَرًّا پس دیکھیں وہ اپنی کھیتی کو زرد۔ یعنی کھیتی پکنے سے پہلے تند و تیز ہوا بھیجیں کہ کھیتی زرد ہو جائے لَّظَلُّوۡا مِنۡۢ بَعۡدِہٖ البتہ ہو جائیں اس زرد کھیتی کو دیکھنے کے بعد یَکۡفُرُوۡنَ ناشکری کرنے والے کہ ہم پر بڑا ظلم ہوا ہے ہمارے ساتھ زیادتی ہوئی ہے ہمارے ہاتھ کچھ نہیں آیا۔ واہی تباہی جو زبان سے نکلے بولیں۔ یہ ہوا اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اور ایسی نعمت ہے کہ صرف جان دار ہی نہیں بلکہ درختوں اور جمادات تک کی بقا کا ذریعہ ہے ہم سانس لیتے ہیں اگر باہر نہ آئے تو زندگی ختم ہو جائے۔ لیکن یہ ہوا اللہ تعالیٰ نے مفت دی ہے۔ یہ ہوا اگر موافق چلے تو انسان خوش ہوتا ہے اور اگر اسی کو عذاب بنا دے جیسے عاد قوم کے لیے بنایا تو ناشکرا ہو جاتا ہے۔ تو انسان کو سوچنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نعمت کو عذاب بھی بنا سکتا ہے۔ پانی نعمت ہے مگر سیلاب عذاب ہوتا ہے اس کے لیے دلیل کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ کھانا نعمت ہے مگر جب ہیضے کی شکل اختیار کر لے تو عذاب بن گیا۔ رب تعالیٰ کے لیے کیا مشکل ہے لیکن انسان کا مزاج ہے کہ راحت و آرام میں خوش رہتا ہے اور دکھ تکلیف میں زبان سے ایسے الفاظ نکالتا ہے

کہ پہلی تمام نعمتوں کی ناقدری اور ناشکری ہو جاتی ہے۔ یہ بھی گناہ کی بات ہے۔ حالانکہ دکھ تکلیف ہمارے اعمال کے نتیجے میں ہوتی ہے اپنے اعمال کی اصلاح کرنی چاہیے۔

فرمایا فَاِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی پس بے شک آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ اور نہیں سنا سکتے بہروں کو پکار جب وہ لوٹیں پیٹھ پھیر کر۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تسلی دی ہے کہ مردوں بہروں کو سنانا یا اندھوں کو راہ ہدایت کی طرف لانا آپ کا کام نہیں ہے۔ آپ ﷺ کی بات تو وہ سنے گا جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتا ہے۔ دراصل اللہ تعالیٰ نے کافروں اور مشرکوں کو مردوں، بہروں اور اندھوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ جس طرح یہ لوگ نہ سن سکتے ہیں اور نہ دیکھ سکتے ہیں نہ دلائل قدرت کا مشاہدہ کر سکتے ہیں یہی حال ہے کافر مشرک کا کہ ان کے دل مردہ ہو چکے ہیں۔ ان پر آیات الٰہی کا کچھ اثر نہیں ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے کافروں اور مشرکوں کو مردوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ دوسری تشبیہ کانوں سے بہروں کے ساتھ ہے اور تیسری تشبیہ اندھوں کے ساتھ ہے۔ جس طرح اندھے کو کوئی دکھا نہیں سکتا اور بہرے کو کوئی نہیں سنا سکتا، مردے کو سناؤ تو کوئی فائدہ نہیں ہے اسی طرح زندہ کافروں کو ایسا سنانا کہ وہ آپ کی بات کو قبول کر لیں آپ کے بس کی بات نہیں ہے۔ منوانا رب تعالیٰ کا کام ہے۔ کافر سنتے تو ہیں لیکن ایسا سننا کہ حق کو قبول کریں وہ نہیں ہے۔ انہی کافروں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں۔ حالانکہ یہ بات ظاہر ہے کہ نہ سارے کافر بہرے ہیں نہ گونگے ہیں اور نہ اندھے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے زندہ کافروں کو صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ کے ساتھ ذکر کیا ہے تو اس کا کیا مطلب ہے؟ مطلب یہ ہے کہ جیسے بہرے فائدہ نہیں اٹھاتے، گونگے فائدہ نہیں اٹھاتے، اندھے فائدہ نہیں

اٹھاتے اسی طرح جوضدی کافر ہیں وہ سن کر بھی فائدہ نہیں اٹھاسکتے۔

آج سے تقریباً پچپن (۵۵) سال پہلے کی بات ہے ہمارا طالب علمی کا زمانہ تھا مشکوٰۃ شریف ہم پڑھتے تھے اس میں ایک حدیث آئی کہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہوگی اَنْ تَرَى الصُّمَّ الْبُكْمَ الْعُمْىَ مُلُوكَ الْاَرْضِ ''کہ تم دیکھو گے بہروں کو، گونگوں کو، اندھوں کو کہ وہ بادشاہ بنے ہوں گے۔'' ہم نے استاد محترم مولانا عبد القدیر صاحبؒ سے پوچھا کہ حضرت اس وقت آنکھوں والے نہیں ہوں گے، کانوں والے نہیں ہوں گے، زبان والے نہیں ہوں گے کہ لوگ اندھوں، بہروں اور گونگوں کو بادشاہ بنائیں گے۔ بخاری شریف کی روایت کہ جس وقت تم دیکھو کہ اندھے، بہرے، گونگے بادشاہ بنے بیٹھے ہیں تو سمجھ لو کہ قیامت قریب ہے۔استاد محترم کا تکیہ کلام تھا ''میاں'' فرمایا میاں! کان بھی ہوں گے، آنکھیں بھی ہوں گی، زبانیں بھی ہوں گی، حق کی بات نہیں سنیں گے حق سننے سے بہرے ہوں گے، حق کی بات زبان سے نہیں نکالیں گے اس لیے گونگے ہوں گے، سب کچھ سامنے ہوگا آنکھیں بند کرلیں گے مظالم ان کو نظر نہیں آئیں گے۔اس وقت بالکل یہی معاملہ ہے گھنٹوں گھنٹوں بولتے ہیں لیکن حق بات کہنے سے گونگے ہیں، کسی مظلوم کی فریاد نہیں سنتے بہرے ہیں، ظلم ان کے سامنے ہورہے ہیں لیکن ان کو کچھ نظر نہیں آتا۔اسی طرح اللہ تعالیٰ نے کافروں کو صم ، بکم ، عمی کے ساتھ تعبیر کیا ہے۔وہ بہرے ہیں حق سنتے نہیں ہیں، گونگے ہیں حق کی بات زبان سے نہیں نکالتے، اندھے ہیں حق ان کو نظر نہیں آتا۔تو یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے کافروں کو مردوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ جس طرح مردوں کو سنانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے اسی طرح جن کافروں اور مشرکوں کے دل مردہ ہو چکے ہیں ان کو بھی سنانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

مسئلہ سماع موتیٰ :

یہاں پر ایک یہ بحث چل پڑی ہے کہ کیا مردے سنتے ہیں یا نہیں سنتے ؟ مسئلہ طویل الذیل ہے۔ پچھلے سالوں میں یہ مسئلہ بڑے زوروں پر تھا۔ اس مسئلے کی دو شقیں ہیں۔ ایک شق یہ ہے کہ قریب سے سنتے ہیں دور سے نہیں سنتے۔ تو قبر کے قریب سے سنتے ہیں۔ پھر اس میں حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کے بارے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے سب کا اتفاق ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام اپنی قبروں کے قریب سے سنتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فتاویٰ رشیدیہ میں فرماتے ہیں کہ اس سلسلہ میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے سب قائل ہیں حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، مقلد، غیر مقلد۔ ہاں اب کچھ غیر مقلد حضرات آج کل انکار کرتے ہیں لیکن ان کے بزرگ سارے مانتے ہیں قاضی شوکانی، نواب صدیق حسن خان، نواب نور الحسن خان اور شیخ الکل مولانا نذیر حسین دہلوی مرحوم۔ اب کچھ نئی پود انکار کرنے لگی ہے۔ اور دیوبندی کہلانے والوں میں سے پہلے شخص عنایت اللہ شاہ بخاری ہیں ہم نے ان کے ساتھ اٹھارہ سال کام کیا ہے مگر جس وقت وہ اس مسئلے پر مصر اور بہ ضد ہو گئے تو پھر ہم نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا۔ تو ایک ہے قبر کے قریب سے سننا۔ تو اس سننے میں انبیائے کرام علیہم السلام کے متعلق کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ فتاویٰ امدادیہ میں لکھتے ہیں سب امت کا اس پر اتفاق ہے۔ جب اس مسئلے میں اختلاف ہوا تو مولانا غلام اللہ خان مرحوم نے اپنے رسالہ "تعلیم القرآن" میں لکھا کہ اس مسئلہ میں فریقین کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

اور دوسری شق ہے دور سے سننے کی۔ تو اس مسئلہ میں بھی کسی اہل حق کا اختلاف نہیں ہے کہ دور سے کوئی نہیں سنتا نہ نبی نہ غیر نبی۔ ہر جگہ سے سننے والا صرف

پروردگار ہے۔اور دوسرا مسئلہ ہے عام مردوں کے سماع ،عدم سماع کا۔ یہ صحابہ کرام ﷺ سے لے کر اب تک اختلافی چلا آرہا ہے۔حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نہیں سنتے وَخَالَفَهَا الْجُمْهُوْرُ جمہور نے ان کی مخالفت کی ہے۔حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں اور حافظ ابن کثیرؒ تفسیر ابن کثیر میں اور عینیؒ عمدۃ القاری میں لکھتے ہیں وَخَالَفَهَا الْجُمْهُوْرُ جمہور صحابہ اس مسئلے میں ان کے مخالف ہیں۔جمہور صحابہ فرماتے ہیں کہ مردے سنتے ہیں۔

مردوں کے سننے پر دلائل :

بخاری، مسلم میں مردوں کے سننے کا باقاعدہ باب ہے اور اس کے تحت حدیث نقل کی ہے کہ بندہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی وہاں سے چلے جاتے ہیں حَتّٰی اَنَّهٗ يَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ اَتَاهُ مَلَكَانِ ''ابھی وہ ان جانے والوں کی جوتیوں کی کھڑکھڑاہٹ ہی سن رہا ہوتا ہے کہ اچانک اس کے پاس دو فرشتے آجاتے ہیں۔'' دیکھو! آنحضرت ﷺ فرمائیں کہ سنتے ہیں اور کوئی دوسرا کہے نہیں سنتے بات کس کی مانی جائے گی؟ اسی طرح جب کوئی مردوں کو سلام کرے تو وہ اس کا سلام سنتے ہیں۔ چونکہ اختلافی مسئلہ ہے اس لیے منکر اسلام سے خارج نہیں ہوتا اور لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى میں سماع کی نفی ہے سنانے سننے کی نفی نہیں ہے کہ آپ ﷺ مردوں کو نہیں سنا سکتے یہ آپ کا کام نہیں ہے یہ رب کا کام ہے۔سورۃ فاطر آیت نمبر ۲۲ میں ہے اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ''بے شک اللہ سناتا ہے جس کو چاہے وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ اور آپ نہیں سنانے والے جو قبروں میں پڑے ہیں۔'' تو نفی سنانے کی ہے۔جیسے دوسرے مقام میں آتا ہے اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ [قصص:۵۶] ''بے شک اے

پیغمبر آپ نہیں راہ راست پر لا سکتے لیکن اللہ تعالیٰ راہ راست پر لاتا ہے جس کو چاہتا ہے۔'' اسی طرح یہاں ہے کہ آپ نہیں سنا سکتے ، سنانا رب کا کام ہے۔

فرمایا وَمَآ اَنۡتَ بِهٰدِ الۡعُمۡيِ عَنۡ ضَلٰلَتِهِمۡ اور آپ نہیں ہدایت دے سکتے اندھوں کو ان کی گمراہی سے اِنۡ تُسۡمِعُ اِلَّا مَنۡ يُّؤۡمِنُ بِـاٰيٰتِنَا آپ نہیں سنا سکتے مگر ان کو جو ایمان لائے ہیں ہماری آیتوں پر فَهُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ پس وہ مسلمان ہیں۔ ایمان والے سنتے ہیں نفع والا سننا صرف مومنوں کا ہے۔ نفع والا سننا کافروں کو حاصل نہیں ہے۔ بدر میں ستر کافر مارے گئے ایک کے بغیر سب کو ایک کنوئیں میں پھینک دیا امیہ بن خلف کو کھینچتے گھسیٹتے ہوئے اس کے بازو الگ ہو گئے ، ٹانگیں الگ ہو گئیں اس کے علاوہ سب کو کنوئیں میں اوپر نیچے دبا دیا گیا۔ اور یہ روایت بھی ہے کہ چوبیس بڑے بڑے کافروں کی لاشیں بدر کے کنوئیں میں ڈالیں۔ تیسرے دن آنحضرت ﷺ کنوئیں پر تشریف لے گئے صحابہ کرام ﷢ بھی ساتھ تھے۔ آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر ایک ایک کافر کا نام لے کر فرمایا اے ابوجہل! جو میں کہتا تھا وہ حق ہے یا نہیں؟ کہ مرنے کے بعد کافر کو مشرک کو عذاب ہوگا۔ اے عقبہ ابن ابی معیط میں نے ٹھیک کہا تھا کہ نہیں؟ اس پر حضرت عمر ﷛ نے کہا حضرت! کیا آپ ایسے اجسام سے گفتگو کر رہے ہیں جن میں ارواح نہیں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اس پروردگار کی قسم جس کی قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے تم اس گفتگو کو جو میں ان سے کر رہا ہوں ان سے زیادہ نہیں سنتے۔ حدیث صحیح ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں اور محدثین کے جم غفیر نے اس کی تصحیح کی ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں صحیح ہے۔ ابن قیمؒ فرماتے ہیں صحیح ہے۔ وہ حدیث یہ ہے کہ جب کوئی آدمی قبر کے پاس سے گزرتا ہے اور بلند آواز سے سلام کہتا ہے عَـرَفَـهٗ وہ مردہ اس کو آواز سے پہچان لیتا ہے کہ یہ فلاں ہے۔

جس طرح ہم ایک دوسرے کو آواز سے پہچان لیتے ہیں۔ان صحیح احادیث کو چھوڑ کر ان لوگوں کے ڈھکوسلوں کے پیچھے کیسے چلیں۔لوگ ڈھکوسلے مارتے ہیں کہ اس پر اتنی مٹی ڈال دی گئی ہے اب وہ کیسے سنتا ہے؟ کہاں سے سنتا ہے؟ ان ڈھکوسلوں سے حق ختم نہیں ہوگا۔

آپ ﷺ کا درود وسلام سننا :

آنحضرت ﷺ نے فرمایا مَنْ صَلّٰی عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُهٗ ''جو میری قبر کے پاس صلوٰۃ وسلام پڑھے گا میں خود سنوں گا اور جو دور سے پڑھے گا فرشتے پہنچائیں گے۔'' تو انبیائے کرام علیہم السلام کے عندالقبر سماع میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔اب اگر کوئی اختلاف کرتا ہے تو اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ میں نے اس مسئلے پر تقریباً پچیس سال کھپائے ہیں کہ شاید سلف صالحین میں سے کوئی اس کا منکر ہو لیکن قطعاً نہیں۔تو اس مسئلے پر اہل سنت والجماعت اور غیر مقلد سب متفق ہیں کہ آنحضرت ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور جو آپ ﷺ کی قبر مبارک کے پاس صلوٰۃ وسلام پڑھے آپ ﷺ سنتے ہیں۔ میں بار بار اس لیے کہہ رہا ہوں کہ آج کل کچھ بالکل نوخیز چاہے وہ دیوبندی کہلائیں یا اہل حدیث وہ اس مسئلے کا انکار کرتے ہیں اور پرانے تمام بزرگ اس مسئلے پر متفق ہیں کوئی منکر نہیں ہے۔

فرمایا اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے تم کو پیدا کیا مِّنْ ضُعْفٍ کمزوری سے۔جب بچہ پیدا ہوتا ہے وہ اتنا کمزور ہوتا ہے کہ پہلو تک نہیں بدل سکتا۔اے انسان! ذرا سوچ اللہ تعالیٰ نے تجھے کس حقیر قطرے سے پیدا فرمایا اور تو کتنا کمزور تھا تیری والدہ، دادی، نانی، بہن تجھے اٹھاتی تھیں، تجھے کھلاتی پلاتی تھیں تو خود کچھ

نہیں کرسکتا تھا ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً پھر بنائی اللہ تعالیٰ نے کمزوری کے بعد قوت۔ اس نے تجھے جوان کر دیا تو خود چلتا پھرتا ہے دوڑتا پھرتا ہے کھاتا پیتا ہے اور تجھے بچپن کی وہ ساری حالتیں بھول گئیں حالانکہ صحیح معنٰی میں انسان وہ ہے جو ماضی نہ بھولے، اپنی غربت اور کمزوری کو نہ بھولے۔ اس لیے حدیث پاک میں آتا ہے اُنْظُرُوْا اِلٰی مَنْ تَحْتَکُمْ وَلَا تَنْظُرُوْا اِلٰی مَنْ فَوْقَکُمْ او کما قال علیہ ﷺ ''ان کو دیکھو جو تم سے کمزور ہیں ان کو نہ دیکھو جو تم سے طاقتور ہیں۔'' جب تم طاقت ور کو دیکھو گے کہ اس کے پاس کوٹھی ہے، باغ ہے، کارخانہ، کار ہے میرے پاس نہیں ہیں تو ان نعمتوں کی ناشکری ہو گی جو رب تعالیٰ نے تمہیں دی ہیں۔ اپنے سے کمزوروں کو دیکھو کہ خیمے میں رہ رہے ہیں، رات سڑکوں کے کنارے سو کر گزارتے ہیں، بیمار کو دیکھو کہ کروٹ نہیں بدل سکتا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے سر چھپانے کے لیے مکان دیا ہے صحت دی ہے۔ تو فرمایا پروردگار نے تمہیں کمزوری کے بعد قوت عطا فرمائی ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا پھر بنائی اس نے قوت کے بعد کمزوری۔ پھر اس نے قوت کے بعد کمزور کر دیا وَّ شَيْبَةً اور بڑھاپا۔ مجھے یاد ہے کہ ایک وقت تھا کہ میں دس منٹ میں گھر سے چل کر نارمل سکول کی مسجد میں پہنچ جاتا تھا اور اب میں اپنی مسجد میں سہارے کے ساتھ پہنچتا ہوں۔ یہ انقلابات جو رب بندوں پر لاتا ہے ان کو کبھی نہ بھولو۔ اس وقت تھا بچہ اور کمزور تھا جوان ہو گیا طاقت آ گئی ایک وقت تھا مالی لحاظ سے بھی کمزور تھا میرے پاس سائیکل بھی نہیں تھا آج سواری کا انتظام ہے۔ رب تعالیٰ کی نعمتوں کو اور اپنی اصلیت کو کبھی نہیں بھولنا چاہیے کہ ہم کون تھے اور کیا تھے۔ انسان کو اپنی اصلیت کبھی نہیں بھولنی چاہیے جو بھلا دے وہ انسان نہیں ہے۔ پرانے بزرگ اپنی یاد دہانی کے لیے پرانے کپڑے رکھتے اور بتلاتے تھے کہ

ہماری اصلیت یہ تھی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا فقر:

بخاری شریف میں روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایمن رضی اللہ عنہ جو کہ غلام تھے ان کو آواز دی اور بلایا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مسلک یہ تھا کہ غلام سے پردہ نہیں ہے۔ فرمایا ایمن یہ میری لونڈی دیکھو۔ اس کے بدن پر یہ قِطری کرتہ ہے یعنی کپاس کا، یہ گھر کے اندر اس کو نہیں پہنتی۔ فرمایا میرے پاس اس جیسا ایک کرتہ تھا مدینہ طیبہ میں جب کسی عورت کی شادی ہوتی تھی تو وہ میرا کرتہ ادھار مانگ کر لے جاتی تھی کہ وقت گزار لیں۔ یعنی ایک وہ وقت تھا کہ میرا کرتہ لے جا کر خواتین اپنی شادی کا وقت گزارتی تھیں۔ اب انقلاب آچکا ہے کہ میری لونڈی گھر میں بھی نہیں پہنتی۔ جس وقت کی ام المومنینؓ بات کر رہی ہیں آج ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

خلیفۃ المسلمین حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر کھڑے ہیں اور کرتے پر سترہ پیوند لگے ہوئے ہیں۔ بیمار ہیں کھانسی آرہی ہے اور اسی حالت میں نماز پڑھا رہے ہیں۔ لفظ پڑھتے ہیں پھر کھانستے ہیں پھر لفظ پڑھتے ہیں اور کھانستے ہیں۔ ساتھیوں نے کہا حضرت! کھانسی لگی ہوئی ہے تھوڑا سا شہد استعمال کر لیں۔ فرمایا لَا اَسْتَطِیْعُ میں طاقت نہیں رکھتا کہ شہد استعمال کروں۔ اندازہ لگاؤ خلیفۃ المسلمین ہیں۔ کسی نے کہا حضرت! بیت المال میں شہد کے کنستر بھرے پڑے ہیں۔ فرمایا بیتُ المال میرا نہیں لوگوں کا ہے۔ کسی نے کہا شوریٰ سے اجازت لے لیں۔ فرمایا ہاں! آپ کی بات معقول ہے ساری شوریٰ مسجد ہی میں ہوتی تھی۔ فرمایا بھئی شوریٰ والو! اگر اجازت ہو تو میں تھوڑا سا شہد استعمال کر لوں علاج کے لیے؟ اور آج جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب تمہارے سامنے ہے۔

؎ عیاں راچہ بیاں

تو خیر میں عرض کر رہا تھا کہ اپنی اصلیت اور حقیقت کو نہ بھولو۔ یہی بات رب تعالیٰ نے سمجھائی ہے کہ تمہیں پیدا کیا کمزوری میں پھر قوت دی پھر کمزور کر دیا کہ کھڑے نہیں ہو سکتے یَخۡلُقُ مَا یَشَآءُ وہ پیدا کرتا ہے جو چاہے وَ هُوَ الۡعَلِیۡمُ الۡقَدِیۡرُ اور وہ سب کچھ جاننے والا قدرت والا ہے۔

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۙ۬ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ ؕ كَذٰلِكَ كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ ۫ فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ لَّيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ ﴿۵۸﴾ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۹﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ لَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع

وَيَوْمَ اور جس دن تَقُوْمُ السَّاعَةُ قیامت قائم ہوگی يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ قسم اٹھائیں گے مجرم مَا لَبِثُوْا نہیں ٹھہرے وہ غَيْرَ سَاعَةٍ ایک گھڑی کے سوا كَذٰلِكَ اسی طرح كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ وہ الٹے پھیرے جاتے ہیں وَقَالَ الَّذِيْنَ اور کہیں گے وہ لوگ اُوْتُوا الْعِلْمَ جن کو علم دیا گیا وَالْاِيْمَانَ اور ایمان لَقَدْ لَبِثْتُمْ البتہ تحقیق ٹھہرے تم فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی لکھت میں، تحریر میں اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ اٹھنے والے دن تک فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ پس یہ دن ہے اٹھ کھڑے ہونے کا وَلٰكِنَّكُمْ اور لیکن تم كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے تھے فَيَوْمَئِذٍ پس اس دن لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ نہیں نفع دے گا ان لوگوں کو

ظَلَمُوْا جنہوں نے ظلم کیا مَعْذِرَتُھُمْ ان کا معذرت کرنا وَلَا ھُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ اور نہ ان کو منانے کی اجازت دی جائے گی وَلَقَدْ ضَرَبْنَا اورالبتہ تحقیق بیان کی ہم نے لِلنَّاسِ لوگوں کے لیے فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ اس قرآن میں مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ہر قسم کی مثال وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ اور البتہ اگر آپ لائیں ان کے پاس بِاٰيَةٍ کوئی نشانی لَّيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا البتہ ضرور کہیں گے وہ لوگ جو کافر ہیں اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ نہیں ہو تم مگر باطل پر چلنے والے كَذٰلِكَ اسی طرح يَطْبَعُ اللّٰهُ مہر لگاتا ہے اللہ تعالیٰ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ ان لوگوں کے دلوں پر لَا يَعْلَمُوْنَ جو نہیں جانتے فَاصْبِرْ پس آپ صبر کریں اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ اور ہرگز نہ آپ کو ہلکا کریں الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ وہ لوگ جو یقین نہیں رکھتے۔

اسلام کے بنیادی عقائد کا انکار کرنا کفر ہے :

یہ بات کئی دفعہ بیان ہو چکی ہے کہ اسلام کے بنیادی عقائد میں قیامت کا عقیدہ بھی ہے وَالْبَعْثُ بَعْدَ الْمَوْتِ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنا۔ جو آدمی قیامت کو تسلیم نہ کرے وہ مسلمان نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ عقائد جو اللہ تعالیٰ نے بتلائے ہیں اور آنحضرت ﷺ نے بتلائے ہیں ان میں سے کسی ایک کا انکار کرنے سے آدمی مسلمان نہیں رہتا۔ تم قادیانیوں کو دیکھ لو ہر چیز کو مانتے ہیں قرآن وحدیث کو حق مانتے ہیں، قیامت کو بھی مانتے ہیں، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ بھی مانتے ہیں بلکہ اگر تم ان کو ملو تو اخلاق میں اپنے سے بھی اچھا پاؤ گے۔ مگر یہ کہ ختم نبوت کے منکر ہیں اس میں اختلاف کی وجہ سے کافر ہیں۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ

کے بعد نبوت کسی کو نہیں ملنی ۔ اور ضابطہ یہ ہے کہ اسلام کے بنیادی عقائد میں سے کسی کا انکار یا اس کی تاویل کرنا کفر ہے اور قیامت بھی بنیادی عقائد میں سے ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اور جس دن قیامت قائم ہوگی یُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ مجرم قسمیں اٹھائیں گے۔کیا قسمیں اٹھائیں گے؟ مَا لَبِثُوْا غَیْرَ سَاعَةٍ نہیں ٹھہرے وہ ایک گھڑی کے سوا۔مجرم رب کی قسم اٹھا کر کہیں گے کہ ہم دنیا میں صرف ایک گھنٹہ ٹھہرے ہیں ۔ وہاں یہ حالت ہوگی اور یہاں انہوں نے فتور ڈالا ہوا ہے۔ ان کا یہ کہنا صحیح بھی ہے اور غلط بھی ہے ۔ غلط اس لیے ہے کہ رب تعالیٰ فرماتے ہیں کَذٰلِکَ کَانُوْا یُؤْفَکُوْنَ اسی طرح وہ الٹے پھیرے جاتے ہیں۔دنیا میں صحیح رائے سے ان کو شیطان پھیرتا تھا، نفس امارہ پھیرتا تھا، ان کے مولوی، پیر اور لیڈر پھیرتے تھے۔ جیسے دنیا میں صحیح رائے سے پھیرے جاتے تھے یہاں بھی صحیح رائے سے پھیرے گئے ہیں۔ کیونکہ ایک گھنٹہ تو نہیں بلکہ کوئی سو سال رہا، کوئی پچاس سال رہا، کوئی تیس سال رہا، کوئی اس سے کم و بیش ۔اور صحیح اس لیے کہ ہمیشہ کی زندگی کے مقابلے میں دنیا کی زندگی ایک گھنٹہ بھی نہیں ہے۔سورۃ نازعات پارہ نمبر ۳۰ میں ہے یَوْمَ یَرَوْنَهَا لَمْ یَلْبَثُوْا اِلَّا عَشِیَّةً اَوْ ضُحٰهَا ''جس دن وہ لوگ اس قیامت کو دیکھیں گے (تو خیال کریں گے) کہ وہ نہیں ٹھہرے دنیا میں مگر ایک دن کا پچھلا پہر یا دوپہر کا وقت ۔'' کوئی کہے گا ایک دن ٹھہرے ہیں کوئی کہے گا دس دن ٹھہرے ہیں ۔کوئی ایک گھنٹہ اور کوئی پچھلا پہر اور کوئی دوپہر کا وقت ۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا کی زندگی کو قلت کے ساتھ تعبیر کریں گے اپنے اپنے حال کے مطابق وَقَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اور کہیں گے وہ لوگ جن کو علم دیا گیا وَالْاِیْمَانَ اور ایمان دیا گیا۔ ایمان بہت بڑی دولت ہے۔ایمان کی برکت سے اللہ تعالیٰ صحیح علم عطا فرماتا ہے

جس کے ساتھ بندہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ادا کرتا ہے، حلال وحرام کی تمیز کرتا ہے۔ تو جن کو علم دیا گیا ایمان دیا گیا وہ کہیں گے کہ تم غلط کہتے ہو کہ ہم ایک گھنٹہ رہے ہیں لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰی یَوْمِ الْبَعْثِ البتہ تحقیق ٹھہرے تم اللہ تعالیٰ کی تحریر میں جو رب نے فیصلہ لکھا تھا اس فیصلے میں تم اٹھنے والے دن تک ٹھہرے ہو۔ فَهٰذَا یَوْمُ الْبَعْثِ پس یہ اٹھ کھڑے ہونے کا دن ہے۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام بگل پھونکیں گے سب اٹھ کھڑے ہوں گے چاہے کسی کا بدن ریزہ ریزہ ہو گیا ہو، مٹی کے ساتھ مل گیا ہو، پرندے کھا گئے ہوں، مچھلیاں کھا گئی ہوں، کیڑے مکوڑے کھا گئے ہوں، اللہ تعالیٰ کی قدرت کے ساتھ سب اچھے بھلے انسان بن کر اٹھ کھڑے ہوں گے۔ جیسے اس وقت ایک دوسرے کو نظر آتے ہیں ایسے ہی نظر آئیں گے اور ہوں گے ننگے جیسے ماں کے پیٹ سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا اس لیے کہ دنیا میں کافروں نے ان کو ننگا کر کے آگ میں پھینکا تھا۔ اور دوسرے نمبر پر آنحضرت ﷺ کو لباس پہنایا جائے گا۔ یہ ابراہیم علیہ السلام کی جزوی فضیلت ہے۔ پھر درجہ بہ درجہ سب کو لباس پہنایا جائے گا پھر سب نے اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش ہونا ہے۔ پچاس ہزار سال کا وہ لمبا دن ہوگا۔ بعض ملحد اعتراض کرتے ہیں کہ جن کو آگ میں جلا دیا گیا یا درندے کھا گئے، شیر چیتا وغیرہ یا مچھلیاں کھا گئیں وہ کہاں سے آئیں گے؟ بھائی! ان ڈھکوسلوں سے رب کا قانون تو نہیں بدلتا۔

گنہگار کی بخشش کا واقعہ :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک آدمی بڑا گنہگار تھا کفن چور تھا۔ جس وقت اس کی

وفات کا وقت آیا تو اس نے اپنے بیٹوں کو اکٹھا کر کے کہا کہ تم مجھے قسم دو کہ میں نے جو بات کہنی ہے تم اس پر عمل کرو گے۔ بیٹوں نے کہا ابا جان! بغیر قسم کے آپ بتلائیں ہم عمل کریں گے۔ کہنے لگا نہیں قسم اٹھاؤ۔ قسم پر ان کو مجبور کر دیا۔ انہوں نے قسم اٹھائی تو باپ نے کہا کہ جب میں مر جاؤں تو تم نے مجھے جلا دینا ہے اور راکھ کے دو حصے کرنے ہیں۔ ایک پانی میں بہا دینا اور ایک ہوا میں اڑا دینا۔ مجبور تھے باپ نے قسم لے کر جکڑ لیا تھا۔ والد فوت ہوا تو اولاد نے وصیت کے مطابق اس کو جلا دیا اور ہڈیاں پیس کر پانی میں بہا دیں اور آدھی راکھ ہوا میں اڑا دی۔ اللہ تعالیٰ علیمِ کل ہے اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ اس نے ہوا اور پانی کو حکم دیا سارے ذرات اکٹھے ہوئے اور وہ بندہ بن کر کھڑا ہو گیا۔ تو رب تعالیٰ نے پوچھا اے بندے! تو نے یہ کیا حرکت کی ہے اس نے کہا اے پروردگار! آپ جانتے ہیں کہ میرے پاس کوئی نیکی نہیں تھی تو یہ سب کچھ میں نے آپ کے ڈر سے کیا ہے۔ تو رب تعالیٰ کے لیے کوئی شے مشکل نہیں۔

وَلٰـكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اور لیکن تم نہیں جانتے فَيَوْمَئِذٍ پس اس دن لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ اس دن نہیں نفع دے گی ان لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا ان کا معذرت کرنا۔ معذرتیں کریں گے۔ کچھ کہیں گے رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا [مومنون: ۱۰۶] ''اے ہمارے پروردگار! ہم پر غالب آ گئی ہماری بدبختی۔'' ہم گمراہ لوگ تھے۔ کچھ کہیں گے رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَ كُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَ [احزاب: ۶۷] ''اے ہمارے پروردگار! بے شک ہم نے اطاعت کی اپنے سرداروں کی اور اپنے بڑوں کی، سیاسی اور مذہبی لیڈروں کی انہوں نے ہمیں گمراہ کر دیا۔'' کچھ کہیں گے لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ [ملک: ۱۰] ''کاش کہ ہم سنتے یا سمجھتے تو

ہم دوزخ والوں میں سے نہ ہوتے۔'' لیکن ان کا کوئی عذر ان کو فائدہ نہیں دے گا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ اور نہ ان کو منانے کی اجازت دی جائے گی۔ اس کا مادہ عُتْبٰی جیسے بُشْرٰی۔ اس کا معنٰی ہے الرُّجُوْعُ اِلٰی مَا يَرْضٰی ''اس چیز کی طرف رجوع کرنا جس پر رب راضی ہو۔''

حضرت شاہ عبدالقادرؒ اور حضرت شیخ الہندؒ اس کا معنٰی کرتے ہیں ''اور نہ ان سے کوئی منانا چاہے۔'' ان سے توبہ مطلوب نہیں ہوگی یوں سمجھو کہ کسی مدرسے یا کالج میں شرارتی لڑکے ہوں اور ادارہ ان کو شرارت کی وجہ سے نکال دے وہ معذرت کریں تو ادارہ کہے کہ تمہیں خارج کر دیا گیا ہے تمہیں نہیں رکھیں گے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ ایسے ہی ان کو کہا جائے گا کہ تمہارے اوپر دوزخ لازم ہوگئی ہے تمہاری کوئی معذرت قبول نہیں ہے۔ انہیں معذرت کا موقع نہیں دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ اور البتہ تحقیق ہم نے بیان کی ہیں لوگوں کے لیے فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ اس قرآن میں مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ہر قسم کی مثال سمجھانے کے لیے۔ تاکہ حقیقت کو سمجھیں مگر یہ لوگ ایسے ضدی ہیں۔ وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ اور البتہ اگر آپ اے نبی کریم ﷺ! لائیں ان کے پاس کوئی نشانی لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا البتہ ضرور کہیں گے وہ لوگ جو کافر ہیں۔ کیا کہیں گے اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ نہیں ہو تم مگر باطل پر چلنے والے تمہاری بات نہیں مانیں گے۔ آیت سے قرآن کی آیت بھی مراد ہو سکتی ہے اور معجزہ بھی مراد ہو سکتا ہے۔ مخالفوں نے کتنی نشانیاں دیکھیں مگر صاف انکار کر دیا۔

آپ ﷺ کا معجزہ چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا :

اس سے بڑی نشانی اور کیا ہو سکتی تھی کہ چودھویں رات کا چاند تھا تقریباً گیارہ بجے

کا وقت تھا چاند سر پر کھڑا تھا مشرکوں نے آنحضرت ﷺ سے مطالبہ کیا اگر چاند دو ٹکڑے ہو جائے تو ہم آپ ﷺ کو نبی مان لیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا دیکھ لو اگر اللہ تعالیٰ میری تصدیق کے لیے چاند کو دو ٹکڑے کر دے تو مان لو گے؟ کہنے لگے ہاں ضرور مان لیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا۔ اس کا ایک حصہ مشرق کی طرف چلا گیا دوسرا مغرب کی طرف۔ مشرق والا جبل ابوقبیس پر اور مغرب والا قَیْقُعَان پر۔ سب نے آنکھوں کے ساتھ دیکھا۔ ایک دوسرے سے پوچھتے تھے تمہیں بھی دو ٹکڑے نظر آ رہا ہے؟ وہ کہتا ہاں! چار قدم چل کر دوسرے سے پوچھا تجھے بھی چاند دو ٹکڑے نظر آ رہا ہے؟ اس نے کہا ہاں! فرلانگ دو فرلانگ آگے پیچھے گئے دو ٹکڑے ہی نظر آئے مگر سورالقمر میں ہے وَكَذَّبُوا وَاتَّبَعُوا أَهْوَآءَ هُمْ ''اور جھٹلایا انہوں نے اور اپنی خواہشات کی پیروی کی اور کہا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ''یہ جادو ہے جو مسلسل چلا آ رہا ہے۔'' ایک شخص بھی ایمان نہ لایا۔ اور جن میں ضد نہیں ہے وہ ہزاروں میل دور ہوتے ہوئے مسلمان ہو گئے۔

وہ اس طرح کہ بمبئی کے پاس ریاست مالا بار ہے۔ وہاں کے ہندو راجہ نے چاند کو دو ٹکڑے ہوتے دیکھا تو تاریخ نوٹ کی، نقشہ نوٹ کیا۔ پڑھا لکھا آدمی تھا جب ۹۴ھ کے قریب مسلمان تاجر وہاں پہنچے تو اس کے ورثاء نے ڈائریاں نکال کر ان سے کہا کہ ہمارے والد نے یہ واقعہ نوٹ کیا ہے کہ فلاں تاریخ کو یہ واقعہ ہوا ہے کیا وہاں بھی نظر آیا تھا عرب کی سرزمین میں؟ مسلمان تاجروں نے بتلایا کہ اللہ تعالیٰ نے عرب کی سرزمین پر ایک نبی بھیجا ہے ان کے ہاتھ پر یہ معجزہ ظاہر ہوا تھا۔ انہوں نے اسی وقت اسلام قبول کر لیا۔ تو ریاست مالا بار کے راجے آج تک مسلمان چلے آ رہے ہیں انہوں نے ہزاروں میل دور ہوتے ہوئے مان لیا اور ضدیوں نے قریب ہوتے ہوئے بھی نہ مانا۔ ہندوستان کی تاریخ میں

سب سے پہلی مسجد کالی کٹ میں بنی ہے۔عرب کے لوگ نمازیں پڑھتے تھے انہوں نے ان سے پوچھا کہ اگر اجازت ہو تو ہم یہاں ایک مسجد بنالیں؟ انہوں نے کہا بڑے شوق سے بناؤ۔اس وقت ان فرقوں میں ضد نہیں تھی۔آج کا ہندو توبہ،توبہ،توبہ، یہ ہندو اس وقت ہوتے تو ان بزرگوں کے قریب بھی نہ آتے جنہوں نے یہاں اسلام کے چشمے جاری کیے ہیں۔سید علی احمد علاؤ الدین صابر کلیری چشتیؒ ،خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کے ہاتھ پر نوے ہزار ہندو مسلمان ہوئے اور علی ہجویریؒ کے ہاتھ پر چالیس ہزار ہندو مسلمان ہوئے ہیں۔تب لوگ ضدی نہیں تھے اس لیے جوق در جوق لوگ مسلمان ہوئے۔فرمایا البتہ اگر آپ ان کے پاس لائیں کوئی نشانی تو وہ ضرور کہیں گے جو کافر لوگ ہیں اے مسلمانو! تم باطل پرست ہو جھوٹے ہو معاذ اللہ تعالیٰ۔

فرمایا کَذٰلِکَ یَطۡبَعُ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوۡبِ الَّذِیۡنَ لَا یَعۡلَمُوۡنَ اسی طرح اللہ تعالیٰ مہر لگا تا ہے ان لوگوں کے دلوں پر جو نہیں جانتے ، سمجھ نہیں رکھتے ۔جو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے۔فرمایا فَاصۡبِرۡ اے نبی کریم ﷺ! آپ ان کی باتوں پر صبر کریں اِنَّ وَعۡدَ اللّٰہِ حَقٌّ بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے۔ قیامت بھی حق ہے، میدان محشر بھی حق ہے، حساب کتاب کا ہونا بھی حق ہے، پل صراط بھی حق ہے، جنت اور دوزخ بھی حق ہے وَّلَا یَسۡتَخِفَّنَّکَ اور ہر گز نہ آپ کو ہلکا کریں یہ آپ کو خفیف نہ بنائیں کہ اپنی جگہ سے ہلا دیں۔خفیف چیز ہلکی چیز اپنی جگہ سے جلدی ہل جاتی ہے اور بھاری اور وزنی چیز نہیں ہلتی۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ آپ کو ہلکا پھلکا نہ سمجھیں کہ اپنی جگہ سے ہلا دیں۔جو عقائد ہم نے آپ کو بتلائے ہیں وہ مضبوط ہیں ان پر جمارہنا ہے اپنے عقائد کو نہیں چھوڑنا یہ چاہے کچھ کہتے رہیں۔ اَلَّذِیۡنَ

لَا یُوْقِنُوْنَ وہ لوگ جو یقین نہیں رکھتے قیامت پر۔ان لوگوں کی باتوں میں نہیں آنا رب تعالیٰ نے آپ ﷺ کو خطاب کر کے ہمیں سمجھایا ہے۔آپ ﷺ تو خاتم المعصومین پیغمبر ہیں۔آپ ﷺ کو کیا خطرہ تھا ہمیں سمجھایا ہے کہ حق بات کو نہیں چھوڑنا چاہے کوئی کچھ بھی کہے اور کرے۔اللہ تعالیٰ ہمیں حق پر استقامت عطا فرمائے۔

آج بروز ہفتہ ۲۷ جمادی الثانی ۱۴۳۳ھ بمطابق ۱۹ رمئی ۲۰۱۲ء

سورۃ الروم مکمل ہوئی۔

والحمد للّٰہ علٰی ذلک

(مولانا) محمد نواز بلوچ

بسم الله الرحمن الرحيم

تفسیر

سورۃ لقمان

(مکمل)

جلد............۱۵

سُوْرَةُ لُقْمٰنَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعٌ وَّثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّاَرْبَعُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓ ۟ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۟ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ۟ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۟ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۟ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۟ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۟ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ۟ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۟

الٓمّٓ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ یہ آیتیں ہیں حکمت والی کتاب کی هُدًى یہ کتاب ہدایت ہے وَّ رَحْمَةً اور رحمت ہے لِّلْمُحْسِنِيْنَ نیکی کرنے والوں کے لیے الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ جو قائم کرتے ہیں نماز کو وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ اور دیتے ہیں زکوٰۃ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ اور وہ آخرت پر هُمْ يُوْقِنُوْنَ وہ یقین رکھتے ہیں اُولٰٓئِكَ یہی لوگ ہیں عَلٰى هُدًى ہدایت پر مِّنْ رَّبِّهِمْ اپنے رب کی طرف سے وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ اور یہی لوگ ہیں فلاح

پانے والے وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ اورلوگوں میں بعض وہ ہیں یَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِیْثِ جوخریدتے ہیں کھیل کی باتوں کو لِیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ تاکہ گمراہ کریں اللہ تعالیٰ کے راستے سے بِغَیْرِ عِلْمٍ علم کے بغیر وَّ یَتَّخِذَهَا هُزُوًا اور تاکہ بنائیں اللہ تعالیٰ کے راستے کوٹھٹھا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ان کے لیے عذاب ہوگا رسوا کرنے والا وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِ اور جس وقت پڑھی جاتی ہیں اس پر اٰیٰتُنَا ہماری آیتیں وَلّٰی مُسْتَكْبِرًا پیٹھ پھیرتا ہے تکبر کرتے ہوئے كَاَنْ لَّمْ یَسْمَعْهَا گویا کہ اس نے آیات کو سنا ہی نہیں كَاَنَّ فِیْٓ اُذُنَیْهِ گویا کہ اس کے دونوں کانوں میں وَقْرًا ڈاٹ ہیں فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ پس آپ ان کو خوش خبری سنادیں دردناک عذاب کی اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کیے اچھے لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِیْمِ ان کے لیے باغ ہیں نعمتوں کے خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ہمیشہ رہیں گے ان میں وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ اور وہ غالب ہے حکمت والا ہے۔

سورۃ لقمان کی وجہ تسمیہ اور حضرت لقمانؒ کا تعارف :

اس سورت کا نام لقمان ہے۔ اگلے رکوع میں آئے گا وَلَقَدْ اٰتَیْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ۔ یہ حضرت داؤد علیہ السلام کے ہم عصر ہیں یعنی ان کا زمانہ اور حضرت داؤد علیہ السلام کا زمانہ ایک ہے۔ یہ نبی نہیں تھے مومن، متقی، نیک، پارسا، ولی کامل اور بڑے سمجھ دار تھے۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے لقمانؒ کی نہایت اہم اور بڑی

قیمتی نصیحتوں کو بیان فرمایا ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اس سے پہلے چھپن (۵۶) سورتیں نازل ہو چکی تھیں اس کا ستاون (۵۷) نمبر ہے اس کے چار رکوع اور چونتیس آیتیں ہیں۔

حروفِ مقطعات کی تشریح :

الم حروف مقطعات میں سے ہے۔قرآن پاک کی انتیس (۲۹) سورتوں کی ابتدا ان حروف سے ہوئی ہے۔ پھر اس میں کافی اختلاف ہے کہ ان کا کوئی معنیٰ ہے یا نہیں؟ ''کتاب الاسماء والصفات للبیہقی'' حدیث کی کتاب ہے۔ اس میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے صحیح سند کے ساتھ کہ هِیَ مِنْ اسماء اللّٰه تعالٰی ''یہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔'' یعنی الف بھی اللہ تعالیٰ کا نام، لام بھی اور میم بھی اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔

دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ ایک ایک حرف اللہ تعالیٰ کے ایک ایک نام پر دلالت کرتا ہے۔ الف اللہ تعالیٰ کے ذاتی نام پر، لام کا اشارہ لطیف کی طرف اور میم کا مالک کی طرف۔ یہ اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ہیں۔ مزید اس کے متعلق تفصیل پہلے کئی جگہ گزر چکی ہے۔

تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ الْحَکِیْمِ یہ آیتیں ہیں حکمت والی کتاب کی، دانائی والی کتاب کی۔ یہ بڑی محکم کتاب ہے۔ چونکہ ہماری زبان عربی نہیں ہے اس لیے ہم اس کی فصاحت اور بلاغت کو نہیں سمجھتے۔ ان لوگوں کی زبان عربی تھی اس لیے وہ اس کا اثر مانتے تھے مگر ظالم جادو کہہ کر ٹال دیتے تھے۔ کہتے تھے کہ یہ کتاب جادو سے بھری ہوئی ہے اس لیے اس کے اندر اتنا اثر ہے۔ حالانکہ یہ جادو نہیں ہے حق ہے اور بڑی کھری کتاب ہے اور

اس کا بڑا مقام ہے۔ اس کا پڑھنا ثواب، اس کا سمجھنا ثواب، اس پر عمل کرنا نجات، اس کو ہاتھ لگانا ثواب مگر وضو کے ساتھ، اس پر عقیدہ رکھنا ایمان۔ خوش قسمت اور خوش نصیب ہیں وہ مرد اور عورتیں جنہوں نے قرآن کا لفظی ترجمہ پڑھا ہے۔ میں یہ بات دعوے سے کہتا ہوں کہ اگر کوئی شخص قرآن پاک کا لفظی ترجمہ سمجھ لے تو وہ کفر شرک اور گمراہی کے قریب نہیں جا سکتا گمراہی اس کے قریب نہیں آئے گی۔ یہ کفر، شرک، بدعات و رسومات کی بیماریاں یہ سب قرآن سے دوری کا نتیجہ ہیں۔

تو فرمایا یہ آیتیں ہیں حکمت والی کتاب کی هُدًى یہ نری ہدایت ہے وَّ رَحْمَةً اور رحمت ہے مگر کن کے لیے لِّلْمُحْسِنِيْنَ نیکی کرنے والوں کے لیے۔ کیونکہ جب تک عمل نہیں ہوگا تو کچھ حاصل نہیں۔ مثلاً ایک آدمی سارا دن کہتا رہے کہ پانی کے ساتھ پیاس بجھتی ہے، پانی کے ساتھ پیاس بجھتی ہے اور وہ پانی پیتا نہیں ہے تو پیاس نہیں بجھے گی۔ اسی طرح ایک آدمی یہ کہے کہ کھانے سے بھوک ختم ہوتی ہے مگر کھائے نہ تو بھوک ختم نہیں ہو گی۔ تو جب تک قرآن پر عمل نہیں کریں گے اس وقت تک کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔ اس پر عمل کرنے سے خرابیاں دور ہوں گی۔ تو فرمایا کہ یہ ہدایت اور رحمت ہے نیکی کرنے والوں کے لیے۔

محسنین کی صفات :

محسن لوگوں کی پہلی صفت: الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وہ لوگ ہیں جو نماز کو قائم کرتے ہیں۔ نماز کو جماعت کے ساتھ اپنے وقت پر ادا کرتے ہیں۔ ایمان کے بعد تمام عبادات میں سب سے اہم عبادت نماز ہے۔ قیامت والے دن مومن سے حقوق اللہ کے بارے میں سب سے پہلا سوال نماز کا ہوگا اَوَّلُ مَا يُحَاسَبُ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

الصَّلٰوۃَ پہلا پرچہ ہی نماز کا ہوگا۔ اگر پہلے پرچے میں کامیاب ہوگیا تو امید ہے کہ دوسروں میں بھی کامیاب ہوگا اگر پہلے پرچے میں پھنس گیا تو پھر پھنسا ہی رہے گا۔ نماز کے قائم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وقت پر ادا کرے شرائط کے ساتھ۔ فرائض، واجبات اور سنن کے ساتھ ادا کرے اور باطنی طور پر خشوع وخضوع ہو۔ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرٰهُ ''اللہ تعالیٰ کی عبادت اس انداز سے کر کہ گویا تو اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرٰهُ فَاِنَّهٗ يَرٰكَ اگر یہ صفت حاصل نہ ہو تو یہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دیکھ رہا ہے۔'' باطنی خشوع کے ساتھ ظاہری خشوع بھی ہو۔ قیام میں ہو تو نگاہ سجدے والی جگہ پر ہو ادھر ادھر بالکل نہ دیکھے۔ جسم اور کپڑوں کے ساتھ نہ کھیلے۔ تو محسنین کی پہلی صفت نماز کا قائم کرنا ہے۔ جو نماز نہیں پڑھتا وہ مسلمان کہلانے کا حق دار نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ نے دنیا سے رخصت ہوتے وقت نصیحت فرمائی الصَّلٰوۃَ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ الصَّلٰوۃَ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ الصَّلٰوۃَ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ''نماز نہ چھوڑنا اور غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، نماز نہ چھوڑنا اور غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، نماز نہ چھوڑنا اور غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لَا حَظَّ فِی الْاِسْلَامِ لِمَنْ لَّمْ يُصَلِّ ''جو نماز نہیں پڑھتا اس کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔''

دوسری صفت: وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ اور وہ ادا کرتے ہیں زکوۃ۔ بدنی عبادتوں میں نماز سب سے بڑی عبادت ہے اور مالی عبادتوں میں زکوۃ سب سے بڑی عبادت ہے۔ مطلب یہ ہوگا کہ بدن کو رب تعالیٰ کی اطاعت میں لگاتے ہیں اور مال بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خرچ کرتے ہیں۔

تیسری صفت: وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ اور وہ آخرت پر یقین رکھتے

ہیں۔فرمایا ان خوبیوں کا نتیجہ بھی سن لو اُولٰٓئِکَ عَلٰی ھُدًی مِّنْ رَّبِّھِمْ یہی لوگ ہیں ہدایت پر اپنے رب کی طرف سے وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ اور یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے۔اور لوگوں نے کامیابی کرسی اور اقتدار میں سمجھی ہے، کارخانے، کوٹھیوں اور دولت میں سمجھی ہے۔اللہ تعالیٰ کے ہاں کامیابی کے لیے یہ اوصاف ہیں جن کا ذکر ہوا ہے اور دنیا عقل مند اس کو کہتی ہے جو چاند تک پہنچ چکا ہو، زہرہ ستارے پر پہنچنے کی کوشش کرے۔اور اللہ تعالیٰ نے عقل مند کن لوگوں کو کہا ہے؟ اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِھِمْ [آل عمران: ۱۹۱] ''عقل مند وہ ہیں جو یاد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کو کھڑے کھڑے اور بیٹھے بیٹھے اور پہلو کے بل۔'' کھڑے ہیں تو رب کا ذکر کرتے ہیں بیٹھے ہیں تب رب کو یاد کرتے ہیں لیٹے ہیں پھر بھی اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ''خبردار اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔'' یہ مال و دولت والے چاہے جتنی دولت کما لیں ان کو اطمینان نہیں ہوتا۔ان بے چاروں کو تو نیند نہیں آتی۔کامیاب لوگوں کے مقابلے میں ناکام لوگوں کا ذکر ہے۔

شانِ نزول :

نضر بن حارث ایک قریشی سردار تھا اور بہت بڑا تاجر تھا۔مکہ مکرمہ کی تقریباً ہر گلی میں اس کی دکان تھی۔اس زمانہ میں حیرہ عراق کے علاقے میں مشہور منڈی تھی جیسے آج کل ہانگ کانگ کی منڈی ہے۔یہ حیرہ کی منڈی سے خوبصورت اور اچھی آواز والی لونڈیاں خریدتا ان کو ایرانی پہلوانوں کے قصے یاد کراتا اور جہاں آنحضرت ﷺ لوگوں کو قرآن سناتے یہ قریب ہی مجمع لگا کر لونڈیوں سے گیت سنتا کہ لوگ ادھر آ جائیں اور قرآن نہ سنیں۔اور ظاہر بات ہے کہ جدھر خوبصورت عورتیں ہوں اور پھر ان کی سریلی آواز ہو تو اکثریت

ادھر ہی جائے گی کوئی بڑا پختہ دین دار ہو جو نہ جائے۔ اس نضر بن حارث نے قرآن پاک کی تعلیم کو ناکام کرنے کے لیے اور آپ کی مجلسوں کو ناکام بنانے کے لیے یہ طریقہ شروع کیا تھا لیکن آنحضرت ﷺ نے بھی ہمت نہیں ہاری۔ آپ ﷺ کی ہمت کے سامنے بلند پہاڑ کی کیا حیثیت تھی۔ مولانا حالیؒ نے کہا ہے......

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی

عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی

اس آواز کو کوئی حربہ نہ روک سکا۔ نہ ندی نالے، نہ پہاڑ روک سکے وہ آواز پہنچ کر رہی اور دلوں کو مسخر کر کے رہی۔ مستدرک حاکم وغیرہ میں روایت ہے کہ حج کے موقع پر منٰی کے مقام پر آپ ﷺ تقریر فرمایا کرتے تھے کیونکہ دور جاہلیت میں لوگ حج کرتے تھے۔ حج کا یہ سلسلہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے چلا آتا تھا تو جب آپ ﷺ تقریر فرماتے تو کبھی ابو جہل پہنچ جاتا تھا اور کبھی ابولہب پہنچ جاتا ہے کیونکہ انہوں نے باری مقرر کی ہوئی تھی۔ جب آنحضرت ﷺ پندرہ بیس منٹ آدھا گھنٹا یا اس سے کم وبیش بیان کر لیتے تو ابوجہل کھڑا ہو کر کہتا اَیُّھَا النَّاس اے لوگو! میرا نام عمرو بن ہشام ہے اور جس کا بیان تم نے سنا ہے یہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب یہ میرا بھتیجا ہے۔ یہ صابی ہے اپنے باپ دادا کے دین سے پھر گیا ہے اور اپنے باپ دادا کے دین کا مخالف ہے۔ یہ جھوٹا ہے اس کی بات نہ ماننا۔ اور کبھی ابولہب کھڑا ہو جاتا اور کہتا میرا نام ابولہب عبدالعزیٰ ہے میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں اور یہ میرا سگا بھتیجا ہے یہ صابی ہے اس نے اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ دیا ہے اور یہ جھوٹا ہے اس کی بات نہ ماننا اس کے پھندے میں نہ آنا۔ تو قرآن پاک کی تعلیم کو ناکام بنانے کے لیے انہوں نے بڑے حربے استعمال کیے۔

تواس آیت کریمہ میں نضر بن حارث کا ذکر ہے وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ اور لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جو خریدتے ہیں کھیل تماشے کی باتیں وہ قصے کہانیاں۔

رافضیوں کی خرافات :

جیسے آج کل بعض جاہل قسم کے لوگ گھروں میں بی بی فاطمہ کا قصہ پڑھتے ہیں اور کسی جگہ امیر حمزہ کا قصہ پڑھا جاتا ہے۔ یہ تمام رافضیوں کی بنائی ہوئی خرافات ہیں ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ سمجھ دار عورتیں اچھی طرح سن لیں کہ بی بی فاطمہ کا قصہ اول تا آخر بالکل جھوٹ ہے۔ نہ سنو اور نہ سنانے دو۔ کبھی حضرت جعفر کے کونڈے ہوتے ہیں یہ ان خبیث قوموں اور فرقوں نے لوگوں کو پھنسانے کے لیے طریقے ایجاد کیے ہوئے ہیں جیسے مرغیوں کو پکڑنے کے لیے چوگا اور دانہ ڈالتے ہیں۔ تم اپنے گھروں میں قرآن کریم رکھو اس کو پڑھو، بہشتی زیور پڑھو، تعلیم الاسلام پڑھو اور اپنے ایمان اور عمل کو بچاؤ۔ یہ جھوٹے قصے، کہانیاں نہ پڑھو، ناولوں سے پرہیز کرو۔ ان میں بے شک اردو ادب ہوتا ہے اس کا کوئی انکار نہیں ہے لیکن دو تین بار پڑھنے کے بعد بھٹک جاؤ گے۔ تو فرمایا یہ خریدتے ہیں کھیل تماشے کی باتیں لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ تاکہ اللہ تعالیٰ کے راستے سے لوگوں کو گمراہ کریں علم کے بغیر۔ علم تو ان میں ہے نہیں قصے کہانیاں ہیں اور یہ جہالت کی وجہ سے سب کچھ کر رہے ہیں وَّ يَتَّخِذَهَا هُزُوًا اور تاکہ بنائیں اللہ تعالیٰ کے راستے کو ٹھٹھا۔ صحیح راستے کا مذاق اڑاتے ہیں فرمایا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ان لوگوں کے لیے عذاب ہوگا رسوا کرنے والا وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا اور جب پڑھی جاتی ہیں اس کے سامنے ہماری آیتیں وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا پیٹھ پھیر لیتا ہے تکبر کرتے ہوئے

كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا گویا کہ اس نے سنا ہی نہیں ہے كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا گویا کہ اس کے دونوں کانوں میں ڈاٹ ہیں جس چیز سے نفرت ہو اس کے لیے آدمی ایسے ہی کرتا ہے۔

ابوداؤد شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ مدینہ طیبہ سے باہر تشریف لے جا رہے تھے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ساتھ تھے آپ ﷺ نے بانسری کی آواز سنی کانوں میں انگلیاں دے لیں چلتے رہے۔ پوچھا آواز آرہی ہے؟ ساتھیوں نے کہا دھیمی دھیمی آواز آرہی ہے پھر چلتے رہے اور پوچھا کہ آواز آرہی ہے؟ عرض کیا گیا کہ نہیں آرہی۔ تو پھر آپ ﷺ نے کانوں سے انگلیاں نکالیں۔ تو جس چیز سے نفرت ہو اس کو آدمی نہیں سنتا۔ تو یہ خود بھی نہیں سنتے تھے اور دوسروں کو بھی منع کرتے تھے وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ [حم سجدہ: ۲۶] ''اور کہا کافروں نے اس قرآن کو نہ سنو اور شور مچاؤ تاکہ اور بھی کوئی نہ سنے تاکہ تم غالب آجاؤ۔'' میری اس بات کو یاد رکھنا اس وقت سب سے بڑی نیکی ہر مرد اور عورت کی یہ ہے کہ وہ قرآن کریم کا ترجمہ پڑھے اور سمجھے۔ یہ صرف مولویوں کے لیے نہیں ہے سب کے لیے ہے۔ قیامت کا دن ہوگا اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت ہوگی آنحضرت ﷺ استغاثہ دائر کریں گے مقدمہ درج کرائیں گے اور فرمائیں گے اے میرے رب! اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا [فرقان: ۳۰] ''بے شک میری قوم نے بنالیا اس قرآن کو چھوڑا ہوا۔'' اس قرآن کو چھوڑ دیا تھا۔ فرمایا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ پس آپ ان کو خوش خبری سنا دیں دردناک عذاب کی۔ یہ طنز ہے۔ فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل کیے اچھے لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ان کے لیے

باغ ہیں نعمتوں کے خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ہمیشہ رہیں گے ان باغوں میں۔ہمیشہ کی خوشیاں ہوں گی ہمیشہ کی نعمتیں ہوں گی۔جو نیک بخت ایک دفعہ داخل ہو گیا پھر وہ ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہے گا وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا رب تعالیٰ کا وعدہ سچا اور پکا ہے۔تم ایمان لاؤ،اچھے عمل کرو اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ ضرور پورا کرے گا کہ تمہیں نعمتوں کے باغوں میں داخل کرے گا وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ اور وہ اللہ تعالیٰ غالب بھی ہے حکمت والا بھی ہے۔

۞ ۞ ۞

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ﴿۱۰﴾ هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۱﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿۱۲﴾ وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۳﴾ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿۱۴﴾ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵﴾

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ پیدا کیا اس نے آسمانوں کو بِغَيْرِ عَمَدٍ بغیر ستونوں کے تَرَوْنَهَا جن کو تم دیکھتے ہو وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ اور ڈال دیئے اس نے زمین میں رَوَاسِيَ مضبوط پہاڑ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ تاکہ وہ حرکت نہ کرے تمہیں لے کر وَبَثَّ فِيْهَا اور پھیلا دیئے اس نے زمین میں مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ہر طرح

کے جانور وَاَنۡزَلۡنَا مِنَ السَّمَآءِ اور اتارا ہم نے آسمان کی طرف سے مَآءً پانی فَاَنۡۢبَتۡنَا فِیۡهَا پس ہم نے اگائے ہیں زمین میں مِنۡ کُلِّ زَوۡجٍ کَرِیۡمٍ ہرقسم کے عمدہ جوڑے هٰذَا خَلۡقُ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیزیں ہیں فَاَرُوۡنِیۡ پس تم مجھے دکھلاؤ مَاذَا خَلَقَ الَّذِیۡنَ کیا پیدا کیا ہے ان لوگوں نے مِنۡ دُوۡنِهٖ جو اللہ تعالیٰ سے نیچے ہیں بَلِ الظّٰلِمُوۡنَ بلکہ ظالم لوگ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ کھلی گمراہی میں ہیں وَلَقَدۡ اٰتَیۡنَا لُقۡمٰنَ اور البتہ تحقیق دی ہم نے لقمان رحمہ اللہ تعالیٰ کو الۡحِکۡمَةَ دانائی اَنِ اشۡکُرۡ لِلّٰهِ یہ کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو وَ مَنۡ یَّشۡکُرۡ اور جو شخص شکر ادا کرتا ہے فَاِنَّمَا یَشۡکُرُ لِنَفۡسِهٖ پس پختہ بات ہے کہ وہ شکر ادا کرتا ہے اپنی جان کے لیے وَ مَنۡ کَفَرَ اور جس نے ناشکری کی فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیۡدٌ پس بے شک اللہ تعالیٰ بے پروا، تعریفوں والا ہے وَاِذۡ قَالَ لُقۡمٰنُ اور جس وقت کہا لقمان نے لِابۡنِهٖ اپنے بیٹے کو وَ هُوَ یَعِظُهٗ اور وہ اس کو نصیحت کر رہا تھا یٰبُنَیَّ اے میرے پیارے بیٹے لَا تُشۡرِکۡ بِاللّٰهِ نہ شرک کرنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اِنَّ الشِّرۡکَ لَظُلۡمٌ عَظِیۡمٌ بے شک شرک البتہ بڑا ظلم ہے وَوَصَّیۡنَا الۡاِنۡسَانَ اور ہم نے تاکیدی حکم دیا ہے انسان کو بِوَالِدَیۡهِ اس کے والدین کے بارے میں حَمَلَتۡهُ اُمُّهٗ اٹھایا اس کو اس کی ماں نے وَهۡنًا عَلٰی وَهۡنٍ کمزوری پر کمزوری وَّ فِصٰلُهٗ اور اس کا دودھ چھڑانا فِیۡ عَامَیۡنِ دو سالوں میں اَنِ اشۡکُرۡ لِیۡ یہ کہ میرا شکر ادا کر وَلِوَالِدَیۡکَ اور اپنے ماں باپ

کا اِلَیَّ الْمَصِیْرُ میری طرف لوٹنا ہے وَ اِنْ جَاھَدٰکَ اور اگر وہ تجھے مجبور کریں عَلٰٓی اَنْ تُشْرِکَ بِیْ اس بات پر کہ تم میرے ساتھ شریک ٹھہراؤ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ اس چیز کو جس کا تجھ کوئی علم نہیں ہے فَلَا تُطِعْھُمَا پس ان کی اطاعت نہ کرنا وَصَاحِبْھُمَا اور ان کا ساتھی بنا رہنا فِی الدُّنْیَا دنیاوی معاملات میں مَعْرُوْفًا اچھے طریقہ سے وَّاتَّبِعْ اور پیروی کرنا سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ اس کے راستے کی جس نے میری طرف رجوع کیا ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُکُمْ پھر میری طرف تمہارا لوٹنا ہے فَاُنَبِّئُکُمْ پس میں تمہیں خبر دوں گا بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ان کاموں کی جو تم کرتے تھے۔

تفسیر آیات :

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا ذکر فرمایا ہے کہ کوئی سمجھنا چاہے تو اس کے لیے کوئی مشکل نہیں ہے اور اگر آنکھیں بند کر لے تو پھر سمجھنا آسان نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ اس نے پیدا کیا آسمانوں کو بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَھَا۔ عَمَدٌ عِمَاد کی جمع ہے۔ معنٰی ہے ستون۔ بغیر ستونوں کے جن کو تم دیکھتے ہو۔ آسمانوں کے نیچے کوئی ستون نہیں ہے۔ یہ پہلا آسمان تو ہمیں نظر آتا ہے اس پر دوسرے، تیسرے، چوتھے کو پانچویں، چھٹے، ساتویں کو قیاس کر لو۔ لوگ چھوٹی سی عمارت کھڑی کرتے ہیں تو اس کے نیچے کتنی دیواریں اور ستون ہوتے ہیں لیکن اتنے بڑے آسمان اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کھڑے ہیں نیچے کوئی ستون نہیں ہے وَاَلْقٰی فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اور ڈال دیئے اس نے زمین میں مضبوط پہاڑ۔ رَوَاسِیَ رَاسِیَۃٌ کی جمع ہے بمعنٰی مضبوط پہاڑ اَنْ تَمِیْدَ

بِكُمْ تاکہ وہ زمین حرکت نہ کرے تمہیں لے کر۔ جب اللہ تعالیٰ نے زمین پیدا فرمائی تو اس میں اضطراب تھا لرزش تھی۔ آج معمولی سا زلزلہ آ جائے تو لوگ گھروں سے نکل کر باہر بھاگ جاتے ہیں ڈر کے مارے کہ کہیں مکان ہم پر نہ گر جائیں۔ اگر زمین میں اضطراب رہتا تو اس پر مکان کس نے بنانے تھے اور اس پر رہنا کس نے تھا؟ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کے ساتھ بڑے بڑے مضبوط پہاڑ میخوں کے طور پر اس میں ٹھونک دیئے وَالْجِبَالَ اَوْتَادًا [سورۃ نبا] وَ بَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ اور پھیلا دیئے اس نے زمین میں ہر طرح کے جانور۔ چار ٹانگوں والے بھی ہیں دو ٹانگوں والے بھی ہیں اور پھر عجیب و غریب شکلیں ہیں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کی دلیلیں ہیں وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً اور اتارا ہم نے آسمان کی طرف سے پانی۔ بارش برسائی بارش برسانے کے بعد فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا پس اگائے ہم نے زمین میں مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ہر قسم کے عمدہ جوڑے۔ زوج کا معنی جوڑا بھی ہوتا ہے۔ پھلوں میں میٹھے بھی ہیں کڑوے بھی ہیں، گرم بھی ہیں ٹھنڈے بھی ہیں، مختلف رنگوں میں بھی ہیں، خشک بھی ہیں تر بھی ہیں، یہ مختلف چیزیں اللہ تعالیٰ کے سوا کس نے پیدا کی ہیں ایک زمین سے؟ اور ذائقے مختلف ہیں، رنگ مختلف ہیں، بارش کا پانی بھی سب کو ایک جیسا ملتا ہے ہوا اور سورج کی کرنیں بھی ایک جیسی ہیں یہ کس ذات کی قدرت سے ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ یہ ہیں اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ چیزیں فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ پس تم مجھے دکھاؤ کیا پیدا کیا ہے ان لوگوں نے جو اللہ تعالیٰ سے نیچے ہیں جن کو تم نے معبود، مشکل کشا بنایا ہوا ہے انہوں نے بھی کوئی چیز پیدا کی ہے پیدا کرنا ان کے اختیار ہی میں نہیں ہے وہ کیا پیدا کر سکتے ہیں؟ سترھویں پارے

کے آخری رکوع میں تم پڑھ چکے ہو یٰاَیُّھَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ اے لوگو بیان کی گئی ہے ایک مثال فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ پس تم ان کو غور سے سنو اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ''بے شک وہ لوگ جن کو تم پکارتے ہو پوجا کرتے ہو اللہ تعالیٰ سے نیچے وہ سارے مل کر ایک مکھی نہیں بنا سکتے۔'' یہ اتنے بے بس ہیں اور ہر بڑی اور چھوٹی چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کی قدرت کے اتنے واضح دلائل اور نشانیاں دیکھتے ہوئے بھی شرک کرو تو بہت بری بات ہے اور شرک کرنے والے بڑے ظالم ہیں بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ بلکہ ظالم لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔

حضرت لقمانؒ کا واقعہ :

آگے اللہ تعالیٰ نے حضرت لقمانؒ کا واقعہ بیان فرمایا ہے وَلَقَدْ اٰتَیْنَا لُقْمٰنَ الْحِکْمَةَ اور البتہ تحقیق دی ہم نے لقمان رحمہ اللہ تعالیٰ کو دانائی اور سمجھ۔ ان کے باپ کا نام باعور تھا اور دادا کا نام ناحور تھا رحمہما اللہ تعالیٰ۔ یہ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں بہت بڑے بزرگ تھے۔ حضرت عکرمہؒ تابعی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ یہ پیغمبر تھے۔ ان کے سوا کوئی ان کی نبوت کا قائل نہیں ہے۔ جمہور کے نزدیک وہ پیغمبر نہیں تھے اللہ تعالیٰ کے ولی اور نیک بندے تھے۔ جاہل لوگ حقے کی اچھائی پر یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ یہ حضرت لقمان کی ایجاد ہے۔ کیسے دانا تھے کہ انہوں نے حقہ ایجاد کیا۔ لیکن رب تعالیٰ ان کی حکمت اور دانائی بیان فرماتے ہیں۔ فرمایا اَنِ اشْکُرْ لِلّٰهِ یہ کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے وہ دانا ہے اس میں سمجھ ہے عقل مندی ہے۔ پارہ نمبر ۴ سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۹۱ میں اللہ تعالیٰ نے عقل مندوں کے اوصاف بیان فرمائے ہیں اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِهِمْ ''عقلمند وہ لوگ ہیں جو اللہ

تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں کھڑے ہونے کی حالت میں اور بیٹھنے کی حالت میں اور پہلو کے بل لیٹنے کی حالت میں'' اور غور و فکر کرتے ہیں آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے میں اور اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھتے ہوئے کہتے ہیں رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلاً ''اے ہمارے پروردگار تو نے ان کو بے مقصد اور بے فائدہ پیدا نہیں کیا۔'' تو دانائی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے بے شمار دعائیں آنحضرت ﷺ سے منقول ہیں ان میں سے ایک یہ ہے اَللّٰهُمَّ مَا اَصْبَحَ بِیْ نِعْمَةً اَوْ اَمْسٰی اَوْ بِاَحَدٍ مِّنْ خَلْقِکَ فَضْلٌ وَحْدَکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ فَلَکَ الْحَمْدُ وَالشُّکْرُ ''اے پروردگار صبح سے لے کر شام تک اور شام سے لے کر صبح تک جو نعمتیں آپ نے مجھے دی ہیں اور جس مخلوق کو دی ہیں آپ اکیلے نے دی ہیں آپ کے سوا کوئی دینے والا نہیں ہے آپ کا کوئی شریک نہیں ہے پس آپ کے لیے حمد ہے اور شکر ہے۔'' اور شکر ادا کرنے کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ [ابراہیم:۷] ''اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں ضرور تمہیں زیادہ دوں گا۔'' کتنے واضح الفاظ میں فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ اگر ناشکری کرو گے تو میرا عذاب بڑا سخت ہے۔ فرمایا وَمَنْ یَّشْکُرْ فَاِنَّمَا یَشْکُرُ لِنَفْسِهٖ اور جو شخص شکر ادا کرتا ہے پس پختہ بات ہے کہ وہ شکر ادا کرتا ہے اپنی جان کے لیے۔ اس شکر کا صلہ اس کو دنیا میں بھی ملے گا اور آخرت میں بھی ملے گا۔ شکر کا فائدہ بندے ہی کو ہے اللہ تعالیٰ کی شان میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔ اور اگر ساری مخلوق ناشکری کرے تو اللہ تعالیٰ کی شان میں کوئی کمی نہیں آئے گی ساری مخلوق باغی ہو جائے اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ فرمایا وَمَنْ کَفَرَ اور جس نے ناشکری کی رب تعالیٰ کی نعمتوں کی فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ پس بے شک اللہ تعالیٰ بے پرواہ ہے وہ تمہارے شکر کا محتاج نہیں ہے حَمِیْدٌ تعریفوں والا ہے۔ تم اللہ

تعالیٰ کی حمد وثنا نہ بھی کرو گے تو اس کو کوئی فرق نہیں پڑتا کیوں کہ وہ فی حد ذاتہٖ قابل تعریف ہے تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَ مَنْ فِيهِنَّ [اسراء: ۴۴] ''تسبیح بیان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی ساتوں آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے۔'' ریت کا ایک ایک ذرہ، پانی کا ایک ایک قطرہ، درختوں کا ایک ایک پتا اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتا ہے وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ''لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔'' لہٰذا اگر تم اس کا شکر ادا نہیں کرو گے تو اس کی شان میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔

حضرت لقمانؒ کا بیٹے کو نصیحت کرنا :

وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ اور جس وقت کہا لقمانؒ نے اپنے بیٹے کو۔ اکثر حضرات اس کا نام ساران بتلاتے ہیں وَ هُوَ يَعِظُهٗ اور وہ اس کو نصیحت کر رہا تھا۔ نصیحت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ بیٹا مشرک تھا اس کو شرک سے روکنے کے لیے نصیحت کی۔ دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ تھا تو موحد مشرک نہیں تھا اس کو مزید توحید پر پختہ کرنے کے لیے یہ سبق دیا۔ کیا نصیحت کی؟ يٰبُنَيَّ یہ تصغیر ہے پنجابی میں اس کا معنیٰ ہے اے میری پتری! بڑے پیار کا انداز ہے اے میرے پیارے بیٹے لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ نہ شرک کرنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی شے کو شریک نہ ٹھہرانا اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ بے شک شرک بڑا ظلم ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قانون میں شرک سے بڑا کوئی گناہ نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ [النساء: ۴۸] ''بے شک اللہ تعالیٰ نہیں بخشے گا اس بات کو کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور بخش دے گا اس سے ورے جس کو چاہے گا۔'' رب تعالیٰ کا قطعی فیصلہ ہے کہ مشرک کو نہیں بخشے گا اور کفر وشرک کے علاوہ جو گناہ ہیں جس کو چاہے گا بخش دے گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو تقریر قوم کو سمجھانے کے لیے فرمائی وہ پارہ نمبر ۶ سورۃ المائدہ آیت نمبر ۷۲ میں موجود ہے وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبَّكُمْ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ''اور کہا مسیح علیہ السلام نے اے بنی اسرائیل عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے بے شک جس نے شرک کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ پس تحقیق حرام کر دی اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت اور ٹھکانا اس کا دوزخ ہے۔'' حضرت لقمانؒ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی شے کو شریک نہ ٹھہرانا اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ بے شک شرک بڑا ظلم ہے۔ کئی لوگ شرک کا مفہوم ہی نہیں سمجھے۔ وہ شرک صرف بتوں کی پوجا کو سمجھتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کی ذات یا صفات میں کسی کو شریک کرنا شرک ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کسی کی اطاعت کرنا یہ بھی شرک ہے۔ سورۃ الانعام آیت نمبر ۱۲۱ میں ہے وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ''اور اگر تم ان کی اطاعت کرو گے تو بے شک البتہ تم بھی شرک کرنے والے بن جاؤ گے۔'' تو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کسی کی اطاعت کرنا یہ بھی شرک کی قسم ہے اور گناہ جتنے بھی ہیں وہ شیطان کی ترغیب کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ تو شیطان کی پیروی کرنا شرک کی قسم ہے چاہے وہ وضع قطع میں ہو یا لباس میں یا خوراک میں ہو اور شرک کی ایک قسم ہے اپنی خواہش کو الٰہ بنانا۔ سورۃ جاثیہ آیت نمبر ۲۳ میں ہے اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ''کیا پس آپ نے نہیں دیکھا اس شخص کو جس نے بنا لیا الٰہ اپنی خواہش کو۔'' جو اس کی خواہش کہتی ہے وہ کرتا ہے شریعت کی مخالفت میں ذاتی خواہش پر چلنے والا بھی مشرک ہے۔ اسی مضمون کو علامہ اقبال مرحوم نے بیان کیا ہے۔

؎ نہیں ہے دہریت کیا بندہ حرص و ہوا ہونا

قیامت ہے مگر اوروں کو سمجھا دہریہ تو نے
زبان سے گر کیا توحید کا دعویٰ تو کیا حاصل
بنایا ہے بت پندار کو اپنا خدا تو نے

از روئے قرآن ایسی خواہش پر چلنا جو شریعت کے حکم کے خلاف ہو یہ بھی شرک ہے۔ مشرک کے سینگ نہیں ہوتے وہ اچھا بھلا آدمی ہوتا ہے شیطان کی اطاعت کرنے والا مشرک ہے۔ اور جو آدمی شریعت کے خلاف اپنی مرضی پر چلتا ہے وہ بھی مشرک ہے اور شرک بہت بڑا گناہ ہے اور اللہ تعالیٰ مشرکوں کو کبھی معاف نہیں کریں گے اور شرک کے علاوہ سارے گناہ معاف کر دے گا۔ آنحضرت ﷺ کی حدیث قدسی ہے۔ حدیث قدسی اسے کہتے ہیں کہ وہ بات اللہ تعالیٰ نے براہ راست آنحضرت ﷺ کو بتلائی ہو اس میں جبرائیل علیہ السلام کا بھی واسطہ نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَوْ لَقِيْتَنِيْ بِقُرَابِ الْاَرْضِ ذَنْبًا لَلَقِيْتُكَ مِثْلُهَا مَغْفِرَةً "اے آدم کے بیٹے اگر تو مجھے ملے اتنے گناہوں کے ساتھ کہ ساری زمین گناہوں سے بھری ہوئی ہو۔ مشرق سے لے کر مغرب تک شمال سے لے کر جنوب تک زمین کے فرش سے لے کر آسمان کی چھت تک تیرے گناہ ہوں میں تجھے بخش دوں گا مَا لَمْ تُشْرِكْ بِيْ شَيْئًا یہ شرط ہے کہ تو نے میرے ساتھ کسی شے کو شریک نہ کیا ہو۔ نہ اپنے نفس کو نہ شیطان کو نہ خواہش کو۔"

تو حکیم لقمانؒ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا بیٹا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی شے کو شریک نہ کرنا شرک بہت بڑا ظلم ہے۔ اور فرمایا بیٹے یہ بھی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اور ہم نے تاکیدی حکم دیا انسان کو اس کے والدین کے بارے میں حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ اٹھایا اس کو اس کی ماں نے اپنے پیٹ میں وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ

کمزوری سے کمزوری پر۔ پہلے بچہ پیٹ میں ہلکا ہوتا ہے تکلیف تھوڑی ہوتی ہے پھر جب بڑا ہوتا جاتا ہے تو تکلیف زیادہ ہوتی ہے۔ تو تکلیف پر تکلیف کے ساتھ اس کو ماں نے پیٹ میں اٹھایا وَّ فِصٰلُهٗ فِیۡ عَامَیۡنِ اور اس کا دودھ چھڑانا دو سالوں میں ہے۔ بعض پہلے بھی چھڑا دیتے ہیں۔ جس ماں نے نو ماہ پیٹ میں اٹھایا دو سال دودھ پلایا اب یہ بچہ بڑا ہونے کے بعد ماں کو پوچھے بھی نہ تو کتنا بڑا ظلم ہوگا۔ فرمایا اَنِ اشۡكُرۡ لِیۡ وَلِوَالِدَیۡكَ یہ کہ میرا شکر ادا کرو اور اپنے ماں باپ کا شکر بھی ادا کرو۔ اے بندے یاد رکھنا! اِلَیَّ الۡمَصِیۡرُ میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے اور مجھ سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ اور بندے یہ بھی یاد رکھنا! وَ اِنۡ جَاهَدٰكَ اور اگر ماں باپ تیرے اوپر کوشش صرف کریں تجھے مجبور کریں عَلٰۤی اَنۡ اس بات پر تُشۡرِكَ بِیۡ مَا لَیۡسَ لَكَ بِهٖ عِلۡمٌ کہ میرے ساتھ شریک ٹھہراؤ ان چیزوں کو جن کا تمہیں کوئی علم نہیں ہے تو میرا فیصلہ سن لو فَلَا تُطِعۡهُمَا پھر ماں باپ کی اطاعت بالکل نہیں کرنی۔ ماں باپ کفر و شرک پر آمادہ کریں گناہ پر آمادہ کریں تو پھر ان کے قریب نہیں جانا وَصَاحِبۡهُمَا فِی الدُّنۡیَا مَعۡرُوۡفًا اور ساتھی بنا رہ ان کا دنیا کی زندگی میں اچھے طریقہ کے ساتھ۔ لباس، خوراک، رہائش، بیماری میں ان کی خدمت کرنی ہے بول چال میں نرمی برتنی ہے مگر عقیدے میں ان کا ساتھ نہیں دینا وَّاتَّبِعۡ اور اتباع کر، تقلید کر۔

تقلید اور اتباع شئ واحد ہے :

تقلید اور اتباع ایک ہی چیز ہے۔ پیروی کر تقلید کر سَبِیۡلَ مَنۡ اَنَابَ اِلَیَّ ان لوگوں کے راستے کی جو میری طرف رجوع کرتے ہیں۔ یاد رکھنا! جتنے امام فقہاء گزرے ہیں، محدثین گزرے ہیں، مفسرین گزرے ہیں سارے کے سارے اللہ تعالیٰ کی طرف

رجوع کرنے والے تھے ان کی بات سننے کا، ان کی پیروی کرنے کا اور ان کے نقش قدم پر چلنے کا قرآن میں حکم ہے۔ رہی یہ بات کہ یہاں تو اتباع کا حکم ہے؟ تو فقہائے کرامؒ نے تصریح فرمائی ہے کہ اَلْاِتِّبَاعُ وَالتَّقْلِیْدُ شَیْءٌ وَاحِدٌ ''اتباع اور تقلید دونوں ایک چیز ہیں۔'' تو فرمایا ان کی پیروی اور تقلید کرو جو میری طرف رجوع کرتے ہیں ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُکُمْ پھر میری طرف تمہارا لوٹنا ہے فَاُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ پس میں تمہیں خبر دوں گا ان کاموں کی جو تم کرتے تھے کہ تم نے یہ کیا اس کا یہ پھل ہے اور یہ کیا اس کا یہ بدلہ ہے۔ اس چیز کو مت بھولنا کہ رب تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

۞ ۞ ۞

يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ
اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي
السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۶﴾
يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ
عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۷﴾ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ
لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ
مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ﴿۱۸﴾ وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ؕ
اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ﴿۱۹﴾ ع ۸ ۱۱

يٰبُنَيَّ اے میرے پیارے بیٹے اِنَّهَآ بے شک وہ برائی اِنْ تَكُ اگر ہووہ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ رائی کے دانے کے برابر فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ پھر ہووہ برائی کسی چٹان میں اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ یا آسمانوں میں اَوْ فِي الْاَرْضِ یا زمین میں يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ لائے گا اس کو اللہ تعالیٰ میدان میں اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ بے شک اللہ تعالیٰ باریک بین ہے خبردار ہے يٰبُنَيَّ اے میرے پیارے بیٹے اَقِمِ الصَّلٰوةَ قائم رکھو نماز کو وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ اور حکم کر نیکی کا وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ اور روک برائی سے وَاصْبِرْ اور صبر کر عَلٰى مَآ ان تکالیف پر اَصَابَكَ جو تجھے پہنچے اِنَّ ذٰلِكَ بے شک یہ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ پختہ باتوں میں سے ہے وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ اور نہ پھلا اپنے گال کو لِلنَّاسِ لوگوں

کے سامنے وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا اور نہ چلو زمین میں اکڑتے ہوئے
اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ لَا یُحِبُّ نہیں پسند کرتا كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ کسی
بھی اترانے والے اور شیخی مارنے والے کو وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِکَ اور میانہ
روی اختیار کر اپنی چال میں وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِکَ اور پست رکھو اپنی آواز کو
اِنَّ اَنْکَرَ الْاَصْوَاتِ بے شک سب آوازوں میں بُری آواز لَصَوْتُ
الْحَمِیْرِ البتہ گدھے کی آواز ہے۔

تفسیر آیات :

حضرت لقمانؒ نے اپنے بیٹے سارانؒ کو نصیحت کرتے ہوئے بڑی قیمتی باتیں بیان فرمائی ہیں کہ بیٹے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی شے کو شریک نہ ٹھہرانا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے تمام پیغمبروں کی دعوت کا پہلا سبق ہے۔ پیغمبروں کی دعوت اسی سبق سے شروع ہوتی ہے یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَکُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ''اے میری قوم عبادت اللہ تعالیٰ کی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔'' اور کلمے کا پہلا جز بھی یہی ہے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دوسرے نمبر پر والدین کے حقوق بتلائے۔ اے بیٹے! اللہ تعالیٰ نے تاکید فرمائی ہے کہ ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ ماں نے تکلیف پر تکلیف اٹھائی ہے اور باپ نے بھی کمائی کے سلسلے میں بڑی تکلیف اٹھائی ہے تجھے پالا ہے ان کی خدمت کو نہ بھولنا۔ ہاں اگر ماں باپ تمہیں شرک پر آمادہ کریں تو پھر ان کی بات نہیں ماننی۔ کوئی بھی گناہ کی بات والدین کہیں تو نہیں ماننی۔ دنیاوی معاملات میں ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا ہے۔ اور میرے بیٹے رب تعالیٰ نے فرمایا ہے جو لوگ میری طرف رجوع کرنے والے ہیں ان کا

اتباع کرنا جو میرے ساتھ تعلق جوڑنے والے بندے ہیں ان کے نقش قدم پر چلنا ہے۔ پہلے عقائد بتلائے آگے تصوف بتلاتے ہیں، اخلاقیات۔ لوگ تصوف کی تعریف کرنے میں بڑا اختلاف کرتے ہیں۔ تصوف کس کو کہتے ہیں؟ بعض نے کہا ہے کہ صوف کا لباس پہننے والا صوفی ہوتا ہے مگر یہ کوئی بات نہیں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ تصوف کا مطلب ہے کہ اپنے باطن کو صاف رکھے اپنے رب کے لیے اور بندوں کے لیے بھی۔ صوفی وہ ہے جس کا ظاہر و باطن صاف ہو رب تعالیٰ کے لیے اور بندوں کے لیے۔ تو تصوف کا خلاصہ یہ ہے کہ باطن کی صفائی کرنا، رب تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرنا، بندوں کی ہمدردی اور خیر خواہی میں کمی نہ کرنا۔ یہ باتیں یاد رکھنا! بڑی قیمتی باتیں ہیں جو لقمان حکیمؒ نے اپنے بیٹے کو بتلائی ہیں۔

فرمایا یٰبُنَیَّ اے میری پتری، اے میرے پیارے بیٹے اِنَّھَآ بے شک وہ بری خصلت، گناہ اِنْ تَکُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ اگر ہو وہ ایک دانے کے برابر مِّنْ خَرْدَلٍ رائی کے۔ اگر گناہ، بری خصلت، بری چیز رائی کے ایک دانے کے برابر بھی ہو فَتَکُنْ فِیْ صَخْرَةٍ پھر ہو وہ برائی چٹان میں یعنی وہ برائی کسی چٹان میں چھپ کر کی گئی ہو اَوْ فِی السَّمٰوٰتِ یا آسمانوں میں جا کر برائی کی ہو اَوْ فِی الْاَرْضِ یا زمین میں سرنگ لگا کر اس میں برائی کی ہو تو بیٹے یاد رکھنا! یَاْتِ بِھَا اللّٰہُ لائے گا اس کو اللہ تعالیٰ میدان میں قیامت والے دن۔ مطلب یہ ہے کہ اگر رائی کے دانے کے برابر بھی کسی نے برائی کی چاہے جہاں کہیں کی ہے اس کا بھی حساب ہوگا۔'' اگر ہم اس نکتے پر یقین رکھیں تو بہت سی برائیوں سے بچ سکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کے پابند ہو جائیں گے۔

جھوٹ چھوڑنے کی وجہ سے تمام گناہ چھوٹ گئے :

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے تفسیر عزیزی میں ایک روایت نقل کی ہے کہ ایک نوجوان آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ حضرت! آپ بمنزلہ والدین کے ہیں آپ سے کوئی چیز چھپانی نہیں ہے۔ میرے اندر چار بری خصلتیں ہیں اور میں سب کو یک دم چھوڑ نہیں سکتا۔ ایک آدھ کے متعلق فرمائیں تو چھوڑ دوں گا باقی کے بارے میں پھر دیکھوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کون سی خصلتیں ہیں؟ کہنے لگا ایک جھوٹ ہے، دوسری زنا ہے، تیسری شراب نوشی ہے اور چوتھی جوا کھیلنا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا وعدہ کرتے ہو کہ ایک کو چھوڑ دو گے؟ کہنے لگا ہاں! تو فرمایا جھوٹ کو چھوڑ دو۔ اس نے کہا وعدہ ہے جھوٹ نہیں بولوں گا۔ جب رات کو گھر گیا شراب پینے کا وقت آیا تو گھر والوں نے شراب کا پیالہ لا کر سامنے رکھا تو یہ سوچ میں پڑ گیا کہ جب میں آنحضرت ﷺ کی مجلس میں جاؤں گا تو آپ ﷺ اہل مجلس کی موجودگی میں پوچھیں گے کہ تو نے شراب پی ہے یا نہیں؟ اگر کہا کہ نہیں پی تو یہ جھوٹ ہو گا اور جھوٹ نہ بولنے کا وعدہ کر کے آیا ہوں اور اگر کہا کہ پی ہے تو مجرم ثابت ہو جاؤں گا۔ یہ سوچ کر گھر والوں سے کہا کہ پیالہ توڑ دو آئندہ مجھے شراب نہ دینا۔ تھوڑی دیر کے بعد جواری ساتھی آ گئے یہ فکر میں پڑ گیا کہ آنحضرت ﷺ نے پوچھا کہ جوا کھیلا ہے تو جھوٹ تو بولنا نہیں اقرار کروں گا تو بدنام ہو جاؤں گا۔ ساتھیوں سے کہا کہ آج کے بعد جوا کھیلنے کے لیے میرے گھر نہ آنا اور نہ ہی مجھے جوے کی دعوت دینا۔ رات کا کچھ حصہ گزرنے کے بعد وہ عورت آ گئی جس کے ساتھ بدمعاشی کرتا تھا۔ پھر وہی فکر دامن گیر ہوئی تو اس عورت کو کہا کہ واپس چلی جا اور آئندہ میرے گھر نہ آنا جو ہو چکا سو ہو چکا وہ اللہ تعالیٰ مجھے معاف کر دے میں نے گناہ چھوڑ دیا ہے۔ صبح ہوئی تو آپ ﷺ کی خدمت میں آ

کر کہا بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ حضرت میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں آپ نے مجھ سے ایک چیز نہیں سب چیزیں چھڑا دی ہیں۔ ایک جھوٹ تھا جو تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ تو آدمی میں اگر جواب دہی کی فکر پیدا ہو جائے تو گناہ چھوڑ دیتا ہے۔ اسی طرح اگر یہ بات دماغ میں بیٹھ جائے کہ میں نے اگر ذرہ برابر بھی گناہ کیا چاہے جہاں بھی کیا وہ میرے سامنے آئے گا تو آدمی تمام برائیوں سے بچ جائے گا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص چٹان میں گناہ کرتا ہے جس کا نہ کوئی دروازہ ہے نہ کھڑکی ہے نہ روشن دان ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ ظاہر کر دے گا۔ تو اگر کوئی اس خیال سے گناہ کرتا ہے کہ میرا گناہ چھپا رہے گا تو وہ غلطی پر ہے۔ آج ظاہر نہ ہو تو کل ظاہر ہو جائے گا کل نہ ظاہر ہوا تو پرسوں ظاہر ہو جائے گا، ہفتے تک ہو جائے گا، مہینے تک ہو جائے گا۔ تو انسان جب یہ بات سمجھ لے گا اور اس کو دماغ میں بٹھا لے گا کہ گناہ ایک نہ ایک دن ظاہر ہو گا اور پھر مجھے شرمندگی اٹھانی پڑے گی تو وہ گناہ سے بچنے کی کوشش کرے گا اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ بے شک اللہ تعالیٰ باریک بین ہے خبردار ہے۔ وہ نیتوں اور ارادوں کو جاننے والا ہے ظاہر و باطن کو جاننے والا ہے۔

پہلے عقائد پھر اخلاقیات اور اب آگے عادات کا ذکر ہے۔ فرمایا یٰبُنَیَّ اے میرے پیارے بیٹے اَقِمِ الصَّلٰوةَ نماز قائم کرو۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک کوئی پیغمبر ایسا نہیں آیا نہ کوئی امت ایسی گزری ہے کہ جس میں نماز کا تصور نہ ہو۔ نماز ہر نبی کی شریعت میں تھی اور ہر امت پر تھی ہاں! یہ بات الگ ہے کہ کسی پر تھوڑی کسی پر زیادہ۔ یہ پانچ نمازیں صرف ہمیں ملی ہیں خصوصاً عشاء کی نماز۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ عشاء کی نماز پہلی امتوں کو نہیں ملی یہ صرف رب تعالیٰ نے

تمہیں عطا فرمائی ہے۔تو فرمایا میرے پیارے بیٹے نماز کو نہ چھوڑنا وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ اور حکم کرنیکی کا وَانْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ اور روک برائی سے۔یہ لقمانؒ نے اپنے بیٹے کو نصیحت فرمائی اور اس امت کے فریضہ میں ہے امر بالمعروف نہی عن المنکر یہ اس امت کا فرض ہے۔سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۱۰ میں ہے کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ''تم تمام امتوں میں سے سب سے بہتر امت ہو تمہیں پیدا کیا گیا ہے لوگوں کے لیے، تمہیں اپنے لیے نہیں پیدا کیا گیا کہ تم سمجھو کہ ہمارا کاروبار چل رہا ہے دکانیں چل رہی ہیں کام خوب ہو رہا ہے نہیں بلکہ تمہیں لوگوں کے فائدے کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔لوگوں کا کیا کام کرو گے؟ نیکی کا حکم دینا ہے برائی سے منع کرنا ہے۔'' امر بالمعروف نہی عن المنکر ہر امتی کا فریضہ ہے یہ صرف مولویوں کی ذمہ داری نہیں ہے۔

حدیث میں آتا ہے بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَةً ''بخاری شریف کی روایت ہے اگر تمہیں قرآن کریم کی ایک آیت بھی آتی ہے تو تمہارے فریضہ میں ہے کہ اس کو دوسروں تک پہنچاؤ۔'' اپنی فکر کے ساتھ دوسروں کی بھی فکر کرو۔لوگ دنیا کے پیچھے دیوانوں کی طرح پڑے ہوئے ہیں۔تو فرمایا بیٹے کسی کو برائی کرتے دیکھو تو اس کو منع کرو وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ اور صبر کران تکالیف پر جو تجھے پہنچیں۔راہ حق میں لوگ تمہیں طعنہ دیں گے ماریں پیٹیں گے ذہنی تکلیف دیں گے مگر صبر کا دامن نہ چھوڑنا واویلا نہ کرنا جزع فزع نہ کرنا۔بعض لوگ ایسے ہیں کہ جب ان کو تکلیف آتی ہے تو کہتے ہیں رب جانے میں کیا گناہ کر بیٹھا ہوں۔اپنے گناہوں کا انکار کرتا ہے معصوم بنتا ہے کہ معلوم نہیں کون سا گناہ کر بیٹھا ہوں۔تم تو سر سے لے کر پاؤں تک گناہوں میں غرق ہو پھر کہتے ہو کہ خدا جانے کون

سا گناہ کر بیٹھا ہوں۔ ہر وقت اپنے آپ کو گنہگار سمجھنا چاہیے اگر ہم اپنے گناہوں کا خیال کریں تو معلوم ہو کہ ہم کتنے گنہگار ہیں اور اگر کوئی گناہ نہ بھی ہو تو اللہ تعالیٰ کی یاد سے غفلت یہ کم گناہ ہے۔ اگر حساب کرو تو اللہ تعالیٰ پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ تو امر بالمعروف نہی عن المنکر کے نتیجے میں تکلیفیں آئیں پھر صبر کرو۔ ویسے کوئی تکلیف آئے مالی، جانی، بیماری وغیرہ تو پھر صبر سے کام لو علاج کراؤ۔

علاج کرانا سنت ہے :

علاج کرنا سنت ہے شفا اللہ تعالیٰ نے دینی ہے آنحضرت ﷺ کا حکم ہے عَلَيْكُمْ يَا عِبَادَ اللّٰهِ ''اللہ کے بندو تم پر لازم ہے جب بیمار ہو جاؤ تو علاج کرو۔'' ایک آدمی نے آپ ﷺ کے پاس آ کر کہا حضرت! دم کر دیں۔ آپ ﷺ نے خیال فرمایا کہ اگر اس کو محض دم ہی کر دیا تو یہ سمجھے گا کہ صرف دم ہی سبب شفا ہے۔ آپ ﷺ نے دم کرنے کے ساتھ فرمایا کہ فلاں حکیم سے جا کر دوا بھی لے لو تا کہ اس کا ذہن بن جائے کہ علاج کرانا بھی سنت ہے۔ دوا ظاہری سبب ہے اور دعا روحانی سبب ہے اور اثر دونوں میں اللہ تعالیٰ نے ڈالنا ہے۔ کوئی یہ سمجھے کہ میرے دم میں اثر ہے حاشا وکلا یا کوئی کہے کہ میری دوا میں اثر ہے حاشا وکلا اثر رب تعالیٰ نے ڈالنا ہے اس کی مرضی ہوگی تو اثر ہوگا نہ ہوگی تو کوئی اثر نہیں ہوگا۔ سنت سمجھ کے علاج کراؤ گے تو جو پیسہ خرچ کرے گا اس کا ثواب ملے گا شفا ہو یا نہ ہو۔ اگر آنحضرت ﷺ کے حکم کی تعمیل میں علاج نہ کیا تو اجر نہیں ملے گا۔

بہر حال جو تکالیف آئیں ان پر صبر کرنا چاہیے اور اس کے ازالے کی شریعت کی روشنی میں کوشش کرنی چاہیے۔ حدیث شریف میں آتا ہے اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدٍ خَيْرًا يُصِبْ مِنْهُ ''جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے (عبد کا

لفظ نہ بھولنا) تو اس کو کسی نہ کسی تکلیف میں مبتلا کر دیتا ہے۔'' اگر کسی مسلمان کو کوئی ذہنی، روحانی، جسمانی یا خانگی پریشانی آجائے یا اللہ تعالیٰ کسی مصیبت میں ڈال دے اور وہ اس تکلیف پر صبر کرے تو وہ تکلیف اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے اور اس کی نیکی بن جاتی ہے اِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ بے شک یہ صبر کرنا پختہ باتوں میں سے ہے ہر آدمی کا کام نہیں ہے۔ اور اے بیٹے! وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّکَ لِلنَّاسِ اور نہ پھلاؤ اپنے گال لوگوں کے سامنے۔ گال پھلانے کا مطلب ہے کہ تم کسی پر غصے کی وجہ سے منہ میں ہوا بھر کر گال پھلاؤ اور آپے سے باہر ہو جاؤ ایسا نہ کرو یہ تکبر کی علامت ہے بلکہ خندہ پیشانی سے دوسروں کی بات سنو اور اس کا جواب دو۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ تکبر کسے کہتے ہیں غِمط الناس لوگوں کو حقیر سمجھنا وَ بَطَرُ الْحَقِّ اور حق بات کو ٹھکرا دینا۔ مثلاً یہ کہے کہ چھوڑو اس کالے کو، اس بونے کو، یہ کمی برادری سے تعلق رکھتا ہے اس کی کیا حیثیت ہے۔ یہ نسبتیں ہیں سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے لَا فَخْرَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى عَجَمِيٍّ ''عربی کو محض عربی ہونے کی وجہ سے کوئی فضیلت نہیں، کسی گورے کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں ہے کُلُّکُمْ مِنْ آدَمَ وَآدَمُ خُلِقَ مِنْ تُرَابٍ ''تم سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور آدم علیہ السلام خاک سے پیدا کیے گئے ہیں۔'' فرمایا وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا اور نہ چلو زمین پر اتراتے ہوئے اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ بے شک اللہ تعالیٰ نہیں پسند کرتا کسی بھی اترانے والے شیخی مارنے والے کو۔ اور نصیحت وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ اور میانہ روی اختیار کر اپنی چال میں۔ جب چلو تو میانہ روی اختیار کرو نہ پاگلوں کی طرح بھاگو کہ لوگ کہیں کہ اس کو کیا ہو گیا ہے اور نہ بیماروں کی

طرح پاؤں گھسیٹ کر چلو درمیانی چال چلو۔کیسی پتے کی نصیحتیں فرمائی ہیں۔اور اے بیٹے! وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِکَ اور پست رکھواپنی آواز کواتنی کہ لوگ سمجھ لیں۔فقہائے کرامؒ فرماتے ہیں کہ اگر امام کے پیچھے مقتدی تھوڑے ہیں اور اس نے زیادہ بلند آواز سے قرأت کی تو فَقَدْ اَسَآءَ ''اس نے براکام کیا ہے۔'' مگر آج تو مصیبت ہے کہ چاہے سامنے ایک آدمی بھی مسجد میں نہ ہواس نے سپیکر پر سارے شہر کو جگایا ہوتا ہے۔

مسجد میں اپنی آواز کو پست رکھنا چاہیے :

تفسیر مظہری وغیرہ میں ہے کہ ایک آدمی بھی مسجد میں ہوتو اونچی آواز سے قرآن پڑھنا جائز نہیں ہے کہ اس کی نماز میں خلل آئے گا۔آج تو لوگوں نے دوسروں کو بیدار کرنا ہی عبادت سمجھا ہوا ہے۔کسی کی نماز ہو یا نہ ہو،کوئی آرام کررہا ہے یا نہیں،کوئی بیمار ہے،کوئی مطالعہ کررہا ہے اس کو کسی کی کوئی پروانہیں ہے۔

قیامت کی نشانیوں میں سے ہے رَفْعُ الْاَصْوَاتِ ''آوازوں کا بلند ہونا۔'' خصوصاً مسجدوں میں لوگوں کو چین نہیں لینے دیں گے۔تو فرمایا بیٹے! اپنی آواز کو پست رکھو اس لیے کہ اونچی آواز اگر کوئی فضیلت کی بات ہوتی تو گدھا بڑا افضل ہوتا۔حالانکہ اِنَّ اَنْکَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ بے شک سب آوازوں میں بری آواز گدھے کی آواز ہے۔ایسی آواز سے بات کرو جو لوگوں کے کانوں تک پہنچ جائے ویسے لوگوں کے کان نہ کھاؤ۔پانچ دس آدمی ہیں اور تم نے ساری بستی کو بیدار کیا ہوا ہے۔کیسی اہم نصیحتیں ہیں۔رب تعالیٰ ان پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

❀ ❀ ❀

اَلَمۡ تَرَوۡا اَنَّ اللّٰہَ سَخَّرَ لَکُمۡ
مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ وَ اَسۡبَغَ عَلَیۡکُمۡ نِعَمَہٗ ظَاہِرَۃً وَّ
بَاطِنَۃً ؕ وَ مِنَ النَّاسِ مَنۡ یُّجَادِلُ فِی اللّٰہِ بِغَیۡرِ عِلۡمٍ وَّ لَا ہُدًی
وَّ لَا کِتٰبٍ مُّنِیۡرٍ ﴿۲۰﴾ وَ اِذَا قِیۡلَ لَہُمُ اتَّبِعُوۡا مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ قَالُوۡا بَلۡ نَتَّبِعُ
مَا وَجَدۡنَا عَلَیۡہِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَ لَوۡ کَانَ الشَّیۡطٰنُ یَدۡعُوۡہُمۡ اِلٰی عَذَابِ
السَّعِیۡرِ ﴿۲۱﴾ وَ مَنۡ یُّسۡلِمۡ وَجۡہَہٗۤ اِلَی اللّٰہِ وَ ہُوَ مُحۡسِنٌ فَقَدِ اسۡتَمۡسَکَ
بِالۡعُرۡوَۃِ الۡوُثۡقٰی ؕ وَ اِلَی اللّٰہِ عَاقِبَۃُ الۡاُمُوۡرِ ﴿۲۲﴾ وَ مَنۡ کَفَرَ فَلَا یَحۡزُنۡکَ
کُفۡرُہٗ ؕ اِلَیۡنَا مَرۡجِعُہُمۡ فَنُنَبِّئُہُمۡ بِمَا عَمِلُوۡا ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ
الصُّدُوۡرِ ﴿۲۳﴾ نُمَتِّعُہُمۡ قَلِیۡلًا ثُمَّ نَضۡطَرُّہُمۡ اِلٰی عَذَابٍ غَلِیۡظٍ ﴿۲۴﴾
وَ لَئِنۡ سَاَلۡتَہُمۡ مَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ لَیَقُوۡلُنَّ اللّٰہُ ؕ قُلِ
الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ ؕ بَلۡ اَکۡثَرُہُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۲۵﴾

اَلَمۡ تَرَوۡا کیا تم نہیں دیکھتے اَنَّ اللّٰہَ سَخَّرَ لَکُمۡ بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے کام میں لگا دیا ہے مَّا فِی السَّمٰوٰتِ جو کچھ آسمانوں میں ہے وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ اور جو کچھ زمین میں ہے وَ اَسۡبَغَ اور اس نے مکمل کی ہیں عَلَیۡکُمۡ تمہارے اوپر نِعَمَہٗ اپنی نعمتیں ظَاہِرَۃً ظاہری وَّ بَاطِنَۃً اور باطنی وَ مِنَ النَّاسِ اور لوگوں میں سے مَنۡ وہ بھی ہیں یُّجَادِلُ فِی اللّٰہِ جو جھگڑا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں بِغَیۡرِ عِلۡمٍ علم کے بغیر وَّ لَا ہُدًی اور بغیر ہدایت کے وَّ لَا کِتٰبٍ مُّنِیۡرٍ اور نہ کوئی کتاب ہے روشنی پہنچانے والی وَ اِذَا قِیۡلَ لَہُمۡ

اور جب ان کو کہا جاتا ہے اِتَّبِعُوْا پیروی کرو مَآ اس چیز کی اَنْزَلَ اللّٰهُ جو اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہے قَالُوْا کہتے ہیں بَلْ نَتَّبِعُ بلکہ ہم پیروی کریں گے مَا اس چیز کی وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَ نَا پایا ہم نے جس پر اپنے آباؤ اجداد کو اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ کیا اور اگر چہ ہو شیطان يَدْعُوْهُمْ بلاتا ہو ان کو اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ شعلہ مارنے والے عذاب کی طرف وَ مَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اور جس نے جھکا دیا اپنا چہرہ اِلَى اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے سامنے وَ هُوَ مُحْسِنٌ اور وہ نیکی کرنے والا ہے فَقَدِ اسْتَمْسَكَ پس بے شک اس نے پکڑ لیا بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى مضبوط دستے کو وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہے سب کاموں کا انجام وَ مَنْ كَفَرَ اور جس نے کفر کیا فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ پس نہ غم میں ڈالے آپ کو اس کا کفر اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ہماری طرف ان کا لوٹنا ہے فَنُنَبِّئُهُمْ پس ہم ان کو خبر دیں گے بِمَا اس کارروائی کی عَمِلُوْا جو انہوں نے کی اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ عَلِيْمٌ جاننے والا ہے بِذَاتِ الصُّدُوْرِ دلوں کے رازوں کو نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ہم ان کو فائدہ دیتے ہیں تھوڑا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ پھر ہم ان کو مجبور کر دیں گے اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ سخت عذاب کی طرف وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ اور اگر آپ ان سے سوال کریں مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کس نے پیدا کیا ہے آسمانوں کو اور زمین کو لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ البتہ ضرور کہیں گے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے قُلْ آپ کہہ دیں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں

بَلْ اَكْثَرُهُمْ بلکہ اکثران کے لَا يَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے۔

ربط آیات :

اس سے پہلے رکوع میں حضرت لقمانؒ کی نصیحتوں کا ذکر تھا جن میں بنیادی طور پر انہوں نے بیٹے کو شرک سے منع کیا تھا۔ اس رکوع میں اجمالی طور پر دلیل پیش کی گئی ہے کہ رب تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے۔ کیونکہ یہ کام اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں کر سکتا اور نہ ہی کسی نے کیے ہیں۔

فرمایا اَلَمْ تَرَوْا کیا تم نہیں دیکھتے اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے کام میں لگا دیا ہے تمہارے تابع کر دی ہیں مَّا وہ چیزیں فِى السَّمٰوٰتِ جو آسمانوں میں ہے وَمَا فِى الْاَرْضِ اور جو چیزیں زمین میں ہیں۔ چاند سورج ستارے تمہارے کام میں لگے ہوئے ہیں، ہوا تمہارے فائدے کے لیے ہے، زمین میں میدان تمہارے فائدے کے لیے ہیں، پہاڑ تمہارے فائدے کے لیے ہیں درخت، اناج، سبزیاں، میوے تمہارے فائدے کے لیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی ہے جس نے یہ سب چیزیں پیدا کی ہوں۔ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ۔ نِعَم نِعْمَةٌ کی جمع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مکمل کیں تمہارے اوپر اپنی نعمتیں ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً ظاہری نعمتیں بھی اور باطنی نعمتیں بھی۔ ظاہری نعمتیں وہ ہیں جو دوسروں کو نظر آئیں زمین آسمان وغیرہ انسانی قد، اس کی شکل، آنکھیں، کان، ناک، ہاتھ، پاؤں، لباس، صحت وغیرہ۔ اور باطنی نعمتیں وہ ہیں جو دوسروں کو نظر نہ آئیں۔ ایمان ہے، علم ہے، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت ہے یہ نظر نہیں آتیں اور ہیں بڑی نعمتیں۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ کسی آدمی کی شکل [illegible] ت سے آدمی بڑا مرعوب ہوتا ہے مگر جب وہ بات کرتا ہے تو کہتا ہے کہ یہ خاموش ہی رہتا تو بہتر

تھا۔ کیونکہ اس میں علم، سمجھ بوجھ، بصیرت نہیں ہے۔ تو ظاہری اور باطنی نعمتیں سب اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہیں لیکن وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ اور لوگوں میں سے ایسے بھی ہیں جو یُّجَادِلُ فِی اللّٰہِ بِغَیْرِ عِلْمٍ جھگڑا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں بغیر علم کے۔ بعض مفسرین نضر بن حارث کا ذکر کرتے ہیں یہ ایک بڑا منہ پھٹ کافر تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ امیہ بن خلف تھا۔ جس وقت توحید کا اثبات ہوتا، شرک کا رد ہوتا تو یہ لوگ آنحضرت ﷺ کے ساتھ جھگڑا کرتے تھے اللہ تعالیٰ کے وحدہ لاشریک ہونے کے بارے میں اور اللہ تعالیٰ کی صفات کے بارے میں۔ حالانکہ ان کے پاس نہ علم تھا وَّ لَا ھُدًی اور نہ ہدایت تھی وَّ لَا کِتٰبٍ مُّنِیْرٍ اور نہ ایسی کتاب تھی جو روشنی پہنچانے والی ہو۔ علم سے مراد عقلی دلیل ہے اور ہدایت سے مراد نقلی دلیل ہے جو انبیائے کرام کی وساطت سے وحی الٰہی سے حاصل ہوتی ہے۔ اور تیسری چیز روشن کتاب ہے جس کے ذریعے کسی چیز کے حق میں یا اس کے خلاف دلیل دی جاسکتی ہے اور ان کے پاس ان میں سے کوئی شے بھی نہیں ہے نہ علم، نہ ہدایت اور نہ روشن کتاب اور جھگڑا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی توحید کے بارے میں اور اللہ تعالیٰ کی صفات کے بارے میں محض اپنے آباؤ اجداد کی تقلید کرتے ہوئے۔

ادلہ شرعیہ چار ہیں :

کسی مسئلے کے اثبات کے لیے چار دلیلوں میں سے ایک کا ہونا ضروری ہے۔ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماع اور قیاس۔ لیکن مطلق قیاس نہیں بلکہ جو قرآن وحدیث سے کیا گیا ہو۔ ایسا قیاس اور اجتہاد جو قرآن وسنت کے خلاف ہو مردود ہے اور ہر آدمی مجتہد بھی نہیں بن سکتا بلکہ مجتہد کے لیے شرائط ہیں۔ پھر یہ بھی یاد رکھنا! کہ مجتہد کے اجتہاد میں خطا بھی ہوسکتی ہے اور وہ درست بھی ہوتا ہے البتہ پیغمبر سے خطا نہیں ہوتی کہ پیغمبر معصوم ہوتا

ہے جب کہ مجتہد معصوم نہیں ہوتا۔ بخاری شریف اور مسلم شریف میں روایت ہے کہ مجتہد سے غلطی بھی ہوگئی تو وہ گناہ نہیں ہے بلکہ اس کو ایک اجر ملتا ہے بشرطیکہ مجتہد صحیح ہو پانچواں سوار نہ ہو۔ (پانچویں سوار کا واقعہ حضرت اس طرح بیان فرماتے تھے کہ چار آدمی بہترین گھوڑوں پر سوار دلی جا رہے تھے۔ جب دلی پہنچنے لگے تو ایک آدمی لنگڑی گدھی پر سوار ساتھ مل گیا۔ جب وہاں پہنچے تو وہ بھی ساتھ کھڑا ہوگیا اور ظاہر یہ کیا کہ میں بہترین گھوڑے پر سوار ہو کر آیا ہوں۔ یعنی نام وروں کی فہرست میں خواہ مخواہ اپنا نام شامل کرنا۔ گویا لہو لگا کر شہیدوں میں ملنا۔ مراد اس سے مودودی صاحب ہیں۔)

ائمہ مجتہدین معصوم نہیں :

اور یاد رکھنا! بعض جاہل قسم کے لوگ کہہ دیتے ہیں کہ مقلدین نے اپنے اماموں کو نبی کی گدی پر بٹھایا ہوا ہے حاشا وکلّا ثم حاشا وکلّا کسی مقلد نے جو صحیح معنٰی میں مقلد ہو وہ امام کو نبی کی گدی پر نہیں بٹھاتا پیغمبر معصوم ہے امام غیر معصوم ہے زمین آسمان کا فرق ہے۔ تو امام پیغمبر کی گدی پر کس طرح بیٹھ سکتا ہے یا اس کو کوئی بٹھا سکتا ہے۔ اب دیکھو ایک آدمی کو مسئلہ قرآن سے نہیں ملتا، حدیث سے نہیں ملتا، خلافت راشدہ کے دور میں بھی نہیں ملتا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی نہیں ملتا اگر یہ شخص مجتہدین میں سے کسی کی بات مان لے کہ ممکن ہے اس کی بات صحیح ہو یہ ہے اہل اسلام کی تقلید کہ اس نے مجتہد کی بات پر عمل کیا ہے اور یہ بھی یاد رکھنا کہ تقلید جائز بھی ہے اور ناجائز بھی ہے۔ کل کے سبق میں تم پڑھ چکے ہو وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ ''اور تقلید کر اس کی جو میری طرف رجوع کرنے والا ہے۔'' تقلید اور اتباع ایک ہی چیز ہے اور کوئی امام معصوم نہیں ہے۔ البتہ رافضیوں کا نظریہ ہے کہ امام معصوم ہوتا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی شاہ احمد سرہندیؒ کے دور میں رافضیوں کا بڑا فتنہ تھا اور یہ

دہشت گرد فتنہ ہے۔ ملاعلی قاریؒ افغانستان ہرات کے باشندے تھے اس علاقے کا حکمران شیعہ آ گیا اس نے چن چن کر علماء قتل کرائے۔ ملاعلی قاریؒ نے بھی اس کے خلاف فتویٰ دیا تھا ان کو ساتھیوں نے مشورہ دیا کہ اس ظالم نے آپ کو یہاں چھوڑنا نہیں ہے لہٰذا آپ ہجرت کر جائیں۔ چنانچہ یہ ہجرت کر کے مکہ مکرمہ چلے گئے اور وہاں بیٹھ کر انہوں نے کتابیں لکھیں وہیں فوت ہوئے اور جنت المعلیٰ میں ان کی قبر ہے۔ تو مجدد الف ثانیؒ نے ایک شرک و بدعت کا بڑی سختی سے رد کیا ہے اور دوسرا شیعہ کا بڑا رد کیا ہے۔ شیعہ کے رد میں انہوں نے ایک کتاب لکھی ہے ''ردّ روافض'' یہ چھوٹی سی کتاب ہے فارسی زبان میں چونکہ اکثر لوگ فارسی زبان نہیں جانتے تو ہماری ترغیب سے ایک پروفیسر صاحب نے اس کا اردو ترجمہ کر دیا ہے ''ردّ رفض'' کے نام سے۔ اس کتاب کو ضرور پڑھو۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اس میں شیعوں کے کفر کے اصول بیان فرمائے ہیں کہ یہ شیعہ رافضی کافر کیوں ہیں۔

شیعہ کے کفر پر دلائل :

پہلی دلیل کہ قرآن پاک جو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اس کا سارے شیعہ انکار کرتے ہیں کیا پہلے اور کیا پچھلے، سوائے ان کے چار مولویوں کے مگر ان چار نے بھی تقیہ کے طور پر مانا ہے۔ یہ سارے کہتے ہیں کہ قرآن اصلی قرآن نہیں ہے تو جو فرقہ اس قرآن کو اصلی نہ مانے وہ کیسے مسلمان ہو سکتا ہے۔ اصول کافی میں لکھا ہے وَاللّٰهِ مَا فِيهِ مِنْهُ حرف وَاحِدٌ ''اللہ تعالیٰ کی قسم ہے اصل قرآن کا اس قرآن میں ایک حرف بھی نہیں ہے۔'' اور اصول کافی کا درجہ شیعوں کے ہاں ایسے ہی ہے جیسے ہمارے ہاں بخاری شریف کا درجہ ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اصل قرآن کا اس موجودہ قرآن میں ایک

حرف بھی نہیں ہے تو کیا وہ اصل قرآن سنسکرت میں ہے یا غیر ملکی زبان میں ہے یا چینی، لاطینی، فرانسیسی زبان میں ہے۔ اگر عربی میں ہے تو کوئی نہ کوئی حرف تو اس میں یقیناً ہوگا۔ اب جو فرقہ یہ کہے کہ اس قرآن میں اصل قرآن کا ایک حرف بھی نہیں ہے وہ کیسے مسلمان ہوسکتا ہے؟

شیعہ کے کفر کی دوسری وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تکفیر کرتے ہیں اور جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تکفیر کرتا ہے وہ خود کافر ہے کیونکہ یہ قرآن کریم کی تکذیب ہے۔ اور تیسری دلیل یہ ہے کہ یہ اماموں کو معصوم سمجھتے ہیں کہ ان سے غلطی نہیں ہوسکتی اور ان پر وحی نازل ہوتی ہے جو معصوم بھی ہو اور اس پر وحی بھی نازل ہوتی ہو تو امام اور نبی میں کیا فرق ہوا۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ کشف میں میری ملاقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی تو میں نے کہا حضرت! آپ صلی اللہ علیہ وسلم شیعہ کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذرا سختی کے ساتھ فرمایا احمد، یہ نام ہے شاہ ولی اللہ صاحب کا، احمد بن عبد الرحیم شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا احمد کیا کہا ہے؟ فرماتے ہیں میں سہم گیا اور کہا حضرت! میں نے یہ پوچھا ہے کہ شیعہ کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے لفظ امام پر غور نہیں کیا کہ جس کو یہ امام کہتے ہیں اس کے متعلق کیا نظریہ رکھتے ہیں۔ میری آنکھیں کھلیں تو میں نے غور کیا کہ یہ کہتے ہیں کہ امام معصوم ہوتا ہے اور اس پر وحی اترتی ہے۔ تو جو امام کو معصوم بھی مانے اور یہ بھی کہے کہ اس پر وحی اترتی ہے وہ کیسے مسلمان ہوسکتا ہے؟ اس لیے فرماتے ہیں کہ یہ شیعہ کافر ہیں۔ تو مقلد تو اس کو کافر کہتے ہیں جو امام کو معصوم سمجھے تو نبی کی گدی پر کس طرح بٹھا دیا۔ تو یہ لوگ لوگوں کو مغالطہ دیتے ہیں ان کے مغالطے میں نہ آنا۔ ناجائز تقلید ناجائز ہے، جائز جائز ہے۔ ناجائز تقلید وہ ہے جو قرآن

وحدیث کے مقابلے میں ہو، خلافت راشدہ کے اصولوں کے خلاف ہو، صحابہ کرام ﷡ کے خلاف ہو۔ اور جائز وہ ہے جو ان میں سے کوئی بات بھی اس میں نہ ہو۔ پھر امام کی بات کو مان لینا اس لیے کہ وہ زیادہ تقویٰ اور علم والے ہیں ان کو ہم سے زیادہ دین کی سمجھ ہے مگر امام کو معصوم نہ سمجھے۔ معصوم صرف خدا کے پیغمبر ہیں۔ مشرکین مکہ ناجائز تقلید کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اور جس وقت کہا جاتا ہے ان کو اِتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ پیروی کرو اس چیز کی جو نازل کی ہے اللہ تعالیٰ نے قَالُوْا کہتے ہیں بَلْ نَتَّبِعُ بلکہ ہم پیروی کریں گے مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَ نَا جس چیز پر ہم نے پایا اپنے باپ دادا کو اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ کیا اور اگرچہ ہو شیطان يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ بلاتا ہو ان کو شعلہ مارنے والے عذاب کی طرف وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ اور جس شخص نے جھکا دیا اپنا چہرہ اللہ تعالیٰ کی طرف وَهُوَ مُحْسِنٌ اور وہ نیکی کرنے والا ہے فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى پس بے شک اس نے پکڑ لیا مضبوط دستے کو جو ہاتھ میں آجائے تو انسان گرتا نہیں ہے وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹتا ہے سب کاموں کا انجام۔ وہی خالق ہے، وہی مالک ہے، وہی سب کچھ کرنے والا ہے وَمَنْ كَفَرَ اور جس نے کفر کیا فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ پس نہ غم میں ڈالے آپ کو اس کا کفر۔ کیوں؟ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ہماری طرف ہی ان کا لوٹنا ہے فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا پس ان کو خبر دیں گے اس کارروائی کی جو انہوں نے کی ہے۔ آنا تو انہوں نے ہمارے پاس ہے ہماری عدالت میں پیشی ہونی ہے اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ بے شک اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے دلوں کے راز۔ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ہم ان کو فائدہ دیتے ہیں تھوڑا۔ کتنا عرصہ جی لیں گے؟ دس سال، بیس سال، پچاس سال،

سوسال، پانچ سوسال ثُمَّ نَضۡطَرُّهُمۡ پھر ہم ان کو مجبور کردیں گے اِلٰی عَذَابٍ غَلِیۡظٍ سخت عذاب کی طرف۔ اللہ تعالیٰ بچائے اس عذاب سے یہ دنیا کی آگ برداشت نہیں ہو تی اس میں لوہا، تانبا، پتھر ہر شے پگل جاتی ہے اور دوزخ کی آگ اس سے انہتر گنا تیز ہے وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ اور اگر آپ ان مشرکوں سے سوال کریں مَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ کس نے پیدا کیا ہے آسمانوں کو اور زمین کو لَیَقُوۡلُنَّ اللّٰهُ البتہ یہ ضرور کہیں گے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ مشرکوں کا بھی عقیدہ تھا کہ آسمانوں اور زمین کا خالق اللہ تعالیٰ ہے قُلِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ آپ کہہ دیں تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں کہ تم اقراری مجرم ہو کہ یہ تسلیم کرتے ہو کہ آسمانوں اور زمینوں کا خالق اللہ تعالیٰ ہے سارے اختیارات اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔ پھر دوسروں کو تم حاجت روا، مشکل کشا سمجھتے ہو جب سارے اختیارات اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں پھر دوسرا کوئی تمہارا سر درد کس طرح دور کرتا ہے؟ بَلۡ اَكۡثَرُهُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ بلکہ اکثر ان کے نہیں جانتے، توجہ نہیں کرتے، غور نہیں کرتے، رب تعالیٰ نے جو سمجھ دی ہے اس کے مقتضٰی پر نہیں چلتے۔ اللہ تعالیٰ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (امین)

لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ
اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ(۲۶) وَ لَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ
وَّ الْبَحْرُ یَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِؕ اِنَّ
اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ(۲۷) مَا خَلْقُكُمْ وَ لَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍؕ اِنَّ
اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ(۲۸) اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَ یُوْلِجُ النَّهَارَ
فِی الَّیْلِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ٘ كُلٌّ یَّجْرِیْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّ
اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ(۲۹) ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّ مَا
یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ٘ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ(۳۰)

لِلّٰهِ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے مَا جو کچھ ہے فِی السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں وَالْاَرْضِ اور زمین میں اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ هُوَ الْغَنِیُّ وہ بے پرواہے الْحَمِیْدُ قابل تعریف ہے وَلَوْ اَنَّ اور اگر بے شک مَا وہ چیز فِی الْاَرْضِ جو زمین میں ہے مِنْ شَجَرَةٍ درخت اَقْلَامٌ یہ قلمیں بن جائیں وَّالْبَحْرُ اور سمندر یَمُدُّهٗ اس کی امداد کرے مِنْۢ بَعْدِهٖ اس کے بعد سَبْعَةُ اَبْحُرٍ سات سمندر مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ نہیں ختم ہوں گی اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس کے کلمات اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ بے شک اللہ غالب ہے حکمت والا ہے مَا خَلْقُكُمْ نہیں ہے تمہارا پیدا کرنا وَلَا بَعْثُكُمْ اور نہ تمہارا

اٹھ کر دوبارہ کھڑا ہونا اِلَّا مگر كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ایک نفس کی طرح اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ سَمِيْعٌ سنتا ہے بَصِيْرٌ دیکھتا ہے اَلَمْ تَرَ اے مخاطب کیا تم نہیں دیکھتے اَنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ يُوْلِجُ الَّيْلَ داخل کرتا ہے رات کو فِي النَّهَارِ دن میں وَ يُوْلِجُ النَّهَارَ اور داخل کرتا ہے دن کو فِي الَّيْلِ رات میں وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ اور اس نے تابع کیا سورج کو وَالْقَمَرَ اور چاند کو كُلٌّ ہر ایک ان میں سے يَّجْرِيْٓ چلتا ہے اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ایک مقرر وقت تک وَّ اَنَّ اللّٰهَ اور بے شک اللہ تعالیٰ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ جو کچھ تم عمل کرتے ہو خبردار ہے ذٰلِكَ یہ اس لیے بِاَنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ هُوَ الْحَقُّ وہ سچا ہے وَ اَنَّ اور بے شک مَا وہ يَدْعُوْنَ جن کو پکارتے ہیں مِنْ دُوْنِهٖ اس سے نیچے نیچے الْبَاطِلُ بے کار ہیں وَ اَنَّ اللّٰهَ اور بے شک اللہ تعالیٰ هُوَ الْعَلِيُّ وہی بلند ہے الْكَبِيْرُ بڑی ذات ہے۔

تمام عبادتوں کی بنیاد توحید ہے :

تمام عبادتوں میں سب سے بڑی عبادت ایمان اور توحید ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات وصفات اور افعال میں وحدہ لاشریک تسلیم کرنا۔ نہ کوئی اس کی ذات میں شریک ہے نہ کوئی اس کی صفات میں شریک ہے نہ اس کے افعال میں کوئی شریک ہے۔ راس الطاعة التوحید تمام عبادتوں کی بنیاد توحید ہے یہی وجہ ہے کہ موحد بے شک سر سے پاؤں تک گناہوں میں ڈوبا ہوا ہو کسی نہ کسی وقت دوزخ سے نکل آئے گا۔ جہنم کے سات طبقے ہیں سب سے اوپر والے طبقے میں اہل توحید جو گنہگار ہوں گے وہ ہوں گے۔ ایک

وقت ایسا آئے گا کہ آخری گنہگار بھی اس سے نکل آئے گا اور وہ طبقہ بالکل خالی ہو جائے گا۔ باقی چھ طبقوں میں مجرم بدستور اور ابدالآباد یعنی ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے عقلی اور نقلی دلائل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ اس آیت کریمہ میں اسی کا بیان ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لِلّٰہِ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں مَا وہ چیزیں فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں۔ آسمانوں میں جو کچھ ہے اس کا خالق و مالک بھی رب ہے اور وہ سب اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہیں اور جو کچھ زمینوں میں ہے اس کا خالق و مالک بھی رب ہی ہے اور ہر چیز اسی کے قبضہ قدرت میں ہے اور وہی متصرف ہے اور کسی کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو نبوت دی، اولیاء کو ولایت دی، نیکوں کو نیکی دی، بڑے بلند درجے عطا فرمائے مگر الوہیت اور ربوبیت اور خدائی اختیارات میں سے کسی کو کچھ نہیں دیا خدائی اختیارات کا مالک صرف پروردگار ہے وَ رَبُّکَ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ وَ یَخْتَارُ مَا کَانَ لَھُمُ الْخِیَرَۃُ [سورۃ القصص] ''آپ کا پروردگار پیدا کرتا ہے جو چاہے اور آپ کا رب ہی سب چیزوں پر اختیار رکھتا ہے نہیں ہے ان لوگوں کے لیے اختیار۔'' مخلوق کو کوئی اختیار نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمینوں میں اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْغَنِیُّ بے شک اللہ تعالیٰ ہی بے پرواہ ہے۔ تم اس کی تعریف کرو نہ کرو نہ اس کا کچھ بنتا ہے نہ بگڑتا ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ساری مخلوق ایک متقی آدمی کے دل پر جمع ہو جائے یعنی ساری مخلوق متقی ہو جائے تو رب تعالیٰ کی خدائی میں ایک رتی بھر اضافہ نہیں ہوگا اور خدا

نخواستہ ساری مخلوق عَلٰی اَفْجَرِ قَلْبِ رجل سب کے سب اللہ تعالیٰ کے باغی اور نافرمان ہو جائیں تو رب تعالیٰ کی خدائی میں ایک رتی کی بھی کمی نہیں ہوتی ۔ یہ تمہارے اعمال تمہارے ہی لیے فائدہ مند اور نقصان دہ ہیں وہ غنی اور صمد ہے بے پرواہے اور ساری کائنات اس کی محتاج ہے وہ کسی کا محتاج نہیں ہے اَلْحَمِیْدُ قابل تعریف ہے۔ زمین کا ایک ایک ذرہ، پانی کا ایک ایک قطرہ، درختوں کا ایک ایک پتا اس کی تسبیح بیان کرتا ہے اور یہ بات بڑے غور کے ساتھ سمجھنے والی ہے یہ زمین میں جتنے درخت پیدا ہوئے ہیں اور جہان کے فنا ہونے تک جتنے پیدا ہوں گے یہ درخت کسی اور مصرف میں نہ لائے جائیں یعنی ان کے شہتیر، بالے، دروازے وغیرہ نہ بنائے جائیں نہ ان کو جلایا جائے غرض یہ کہ جو کام لکڑی سے لیا جاتا ہے نہ لیا جائے ان درختوں کی قلمیں بنائی جائیں اور دنیا میں اتنے لمبے لمبے جنگلات ہیں اور بڑے بڑے قدآور درخت ہیں کہ سارے جن اور انسان ان کی قلمیں بنانا شروع کریں تو قیامت تک سب کی قلمیں نہ بن سکیں۔ تو اندازہ لگاؤ کہ کتنی قلمیں بنیں گی اور سارا سمندر سیاہی بن جائے اور جغرافیہ دان کہتے ہیں کہ دنیا کے سو حصوں میں سے اکہتر (۷۱) حصوں پر پانی ہے اور انتیس (۲۹) حصوں پر مخلوق آباد ہے۔ تو اس سے اندازہ لگالو کہ پانی کتنا ہوگا اور ایسے سات سمندر اور، کمک اور امداد پہنچائیں اور یہ تمام سیاہی ہو اور تمام انسان اور تمام جنات اور تمام فرشتے ان قلموں کے ساتھ ان آٹھ سمندروں کی سیاہی سے رب تعالیٰ کی تعریف لکھنا شروع کر دیں انسانوں ، جنوں اور فرشتوں کی زندگیاں ختم ہو جائیں اور قلمیں گھس جائیں اور آٹھ سمندروں کی سیاہی ختم ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی تعریف کا ابجد بھی ختم نہیں ہوگا افسوس ہے کہ مشرکوں نے رب تعالیٰ کی عظمت کو سمجھا ہی نہیں ہے کہ دوسروں سے مانگتے پھرتے ہیں۔

ربّ تعالیٰ نہ مانگنے پر ناراض ہوتا ہے :

نسائی شریف میں روایت ہے مَنْ لَّمْ یَسْئَلِ اللّٰہَ یَغْضَب عَلَیْہِ ''جو رب تعالیٰ سے نہیں مانگتا رب اس سے سخت ناراض ہوتا ہے۔'' اس کو تم اس طرح سمجھو کہ تمہارے گھروں میں بچے بچیاں ہیں تمہاری بیوی ہے وہ تم سے مانگنے کے بجائے محلے میں کسی اور کو جا کر کہیں کہ مجھے فلاں چیز چاہیے۔ تمہاری بیوی، بیٹی کسی اور سے دوپٹا، کپڑے وغیرہ مانگے تو تم برداشت کر لو گے؟ غصہ آئے گا کہ نہیں آئے گا؟ جس طرح تمہیں غصہ آتا ہے اسی طرح رب تعالیٰ کو بھی غصہ آتا ہے کہ میری مخلوق کسی اور سے کیوں مانگتی ہے؟ تو جو رب سے نہیں مانگتا رب تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے۔ اکبر مرحوم نے کہا ہے اور اچھا کہا ہے......

؎ اسی سے مانگ جو کچھ مانگنا ہو اے اکبر
یہی وہ در ہے کہ ذلت نہیں سوال کے بعد

ایک اور شاعر نے کہا ہے......

؎ دینا ہے اپنے ہاتھ سے اے بے نیاز دے
کیا مانگتا پھرے تیرا سائل جگہ جگہ

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب سوال کرو رب تعالیٰ سے سوال کرو، مدد مانگو رب سے مانگو۔ اتنی قادر مطلق ذات کو چھوڑ کر بندہ کسی اور کے سامنے دامن پھیلائے تو اسے یقیناً غصہ آئے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَوْ اور اگر اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ بے شک جو زمین میں

ہیں نہ کیا؟ مِنۡ شَجَرَةٍ درخت اَقۡلَامٌ ۔ قلم کی جمع ہے یہ سارے کے سارے درخت قلمیں بن جائیں وَّالۡبَحۡرُ اور سمندر جو زمین کے اکہتر حصوں پر غالب ہے یَمُدُّهٗ اس کی امداد کریں مِنۡۢ بَعۡدِهٖ اس کے بعد سَبۡعَةُ اَبۡحُرٍ سات سمندر۔ یہ سمندر سیاہی بن جائے اور سات سمندر اور اس کو امداد پہنچائیں سیاہی بن کر مَّا نَفِدَتۡ كَلِمٰتُ اللّٰهِ نہیں ختم ہوں گے اللہ تعالیٰ کے کلمات اور اس کی خوبیاں۔ اس کی صفات لکھتے لکھتے انسانوں کی زندگیاں بھی ختم ہو جائیں، جنات بھی ختم ہو جائیں، انسان سے جنات بہت زیادہ ہیں اور جنات سے فرشتے بہت زیادہ ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہر انسان کے ساتھ دس فرشتے دن کو اور دس فرشتے رات کو اس کی جان کی حفاظت کے لیے ہوتے ہیں اور چار فرشتے اعمال لکھنے والے، دو دن کے اور دو رات کے۔ تو دن رات میں ایک آدمی کے ساتھ چوبیس فرشتے ہوتے ہیں اور ہر جن کے ساتھ بھی۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ سات آسمان ہیں اور ان کے اوپر کرسی اور اس کے اوپر عرش ہے۔ ان میں ایک ہاتھ کے برابر بھی جگہ خالی نہیں ہے جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ رب تعالیٰ کی تسبیح نہ بیان کر رہا ہو۔ اور بخاری شریف میں روایت ہے کہ کعبۃ اللہ کے عین اوپر آسمانوں میں ایک مقام ہے جس کا نام بیت المعمور ہے جس کا ذکر ستائیسویں پارے میں ہے ستر ہزار فرشتے روزانہ اس کا طواف کرتے ہیں۔ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے یہ کر رہے ہیں اور دنیا کے فنا ہونے تک کرتے رہیں گے اور جس نے ایک مرتبہ طواف کیا ہے قیامت تک اس کی دوبارہ باری نہیں آئے گی۔ اس سے تم فرشتوں کی تعداد کا اندازہ لگاؤ۔ یہ فرشتے بھی لکھنے میں شریک ہو جائیں پھر بھی اللہ تعالیٰ کی صفات ختم نہیں ہو سکتیں اِنَّ اللّٰهَ عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ بے شک اللہ غالب ہے حکمت والا ہے۔

آگے قیامت کا ذکر ہے۔ مشرکین جیسے توحید کا انکار کرتے ہیں اسی طرح قیامت کا بھی انکار کرتے تھے اور کہتے تھے وَ اِذَا مِتْنَا وَ کُنَّا تُرَابًا ذٰلِکَ رَجْعٌ بَعِیْدٌ [ق:۳] ''کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہو جائیں گے مٹی یہ لوٹ کر آنا بہت بعید ہے۔'' اور یہ بھی کہتے تھے مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَ ھِیَ رَمِیْمٌ [یٰسین:۷۸] ''کون زندہ کرے گا ہڈیوں کو حالانکہ وہ بوسیدہ ہو چکی ہوں گی۔'' اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے انسانو! اور اے میری مخلوق مَا خَلْقُکُمْ نہیں ہے تمہارا پیدا کرنا وَلَا بَعْثُکُمْ اور نہ تمہارا دوبارہ کھڑا ہونا اِلَّا کَنَفْسٍ وَّاحِدَۃٍ مگر ایک نفس کی طرح جیسے ایک نفس کا دنیا میں آنا مشکل نہیں ہے روزانہ تم دیکھتے ہو دنیا میں بچے پیدا ہوتے اور مرتے ہیں رب تعالیٰ کا ساری مخلوق کو پیدا کرنا اور فنا کر دینا اور دوبارہ اٹھانا ایسے ہی ہے جیسے ایک نفس کو پیدا کرنا اور مارنا۔ رب تعالیٰ کے لیے یہ کوئی مشکل نہیں ہے اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ بَصِیْرٌ بے شک اللہ تعالیٰ سنتا ہے دیکھتا ہے۔

رب تعالیٰ کی قدرت کے دلائل :

آگے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے وہ دلائل بیان فرمائے ہیں جو روزمرہ تم دیکھتے ہو پھر انکار کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا اَلَمْ تَرَ اے مخاطب تم دیکھتے نہیں ہو اَنَّ اللّٰہَ یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّھَارِ بے شک اللہ تعالیٰ داخل کرتا ہے رات کو دن میں۔ گرمیوں میں دن لمبے ہو جاتے ہیں راتیں چھوٹی ہو جاتی ہیں کہ رات کے حصے کاٹ کر دن میں شامل کر دیئے جاتے ہیں وَ یُوْلِجُ النَّھَارَ فِی الَّیْلِ اور داخل کرتا ہے دن کو رات میں۔ سردیوں میں راتیں لمبی ہو جاتی ہیں اور دن چھوٹے ہو جاتے ہیں یہ رب تعالیٰ کی قدرت تمہارے سامنے ہے کرو انکار کہ ایسا نہیں ہوتا؟ سمجھنا چاہو تو رب تعالیٰ کی قدرت کو سمجھنا بڑا آسان

ہے مگر ضد اور ہٹ دھرمی کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے ہٹ دھرم کو دنیا کی کوئی طاقت نہیں سمجھا سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بھی اور ابلیس کو بھی حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو مگر ابلیس اکڑ گیا فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ اِلَّآ اِبْلِيْسَ [حجر: ۳۰] ''پس سجدہ کیا سب کے سب فرشتوں نے لیکن ابلیس نے سجدہ نہ کیا۔'' رب تعالیٰ نے فرمایا مَامَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْاَمَرْتُكَ [اعراف: ۱۲] ''اے ابلیس تجھے کس چیز نے روکا جب میں نے تجھے حکم دیا سجدہ کرنے کا۔'' کہنے لگا اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِىْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ''میں اس سے بہتر ہوں مجھے آپ نے آگ سے پیدا کیا ہے جس میں روشنی اور بلندی ہے اور اس کو خاک سے جو پاؤں کے نیچے روندی جاتی ہے میں اس کو کیوں سجدہ کروں؟'' پھر معاذ اللہ تعالیٰ، رب تعالیٰ کے ساتھ گلہ شکوہ کیا۔ کہنے لگا اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِىْ كَرَّمْتَ عَلَىَّ [اسراء: ۶۲] ''مجھے بتلاؤ تو سہی، یہ ہے جس کو آپ نے مجھ پر فضیلت دی ہے۔'' جیسے عورتیں ایک دوسرے کو طعنے دیتی ہیں اس طرح رب تعالیٰ کو طعنہ دیا۔ اب شیطان قادر مطلق کے سامنے اکڑ گیا اس کا کیا علاج ہے؟ لیکن رب تعالیٰ نے فوراً گرفت نہیں کی کیونکہ اس نے اختیار دیا ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ [کہف: ۱۵] ''پس جس کا جی چاہے اپنی مرضی سے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے اپنی مرضی سے کفر اختیار کرے۔'' فرمایا وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اور اس نے مسخر کیا ہے سورج کو اور چاند کو، جو رفتار اور راستہ سورج اور چاند کا اس نے مقرر کر دیا ہے مجال ہے کہ اس میں وہ کوئی کمی بیشی کر سکیں راستہ بدل سکیں یا رفتار میں سستی اور تیزی لا سکیں كُلٌّ يَّجْرِىْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ہر ایک ان میں سے چلتا ہے مقرر میعاد تک۔ سورج بھی چلتا رہے گا اور چاند بھی چلتا رہے گا یہ رب تعالیٰ کی قدرتیں روزمرہ تم دیکھتے ہو یہی ذات

مردوں کو زندہ کرے گی اور سب کا حساب کتاب ہوگا وَّ اَنَّ اللّٰہَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرٌ اور بے شک اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو خبر دار ہے ذٰلِکَ یہ اس لیے کہ بِاَنَّ اللّٰہَ ھُوَ الۡحَقُّ بے شک اللہ تعالیٰ ہی برحق ہے سچا ہے وَ اَنَّ مَا یَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِہٖ اور بے شک وہ جن کو یہ اللہ تعالیٰ سے نیچے پکارتے ہیں یا لات یا منات یا عزٰی الۡبَاطِلُ بے فائدہ اور بے کار ہیں۔ تم ساری زندگی ان کو پکارتے رہو وہ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ نہ وہ حاجت روا ہیں، نہ مشکل کشا ہیں، نہ دست گیر ہیں یہ تمام صفات اللہ تعالیٰ کی ہیں وَ اَنَّ اللّٰہَ ھُوَ الۡعَلِیُّ الۡکَبِیۡرُ بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات بہت بلند ہے اور بہت بڑی ہے اور اس کی صفات بھی جو ہمارے وہم و گمان سے بھی بالاتر ہیں۔

اَلَمْ تَرَ

اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِیُرِیَكُمْ مِّنْ اٰیٰتِهٖؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۱﴾ وَ اِذَا غَشِیَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ﴿ۚ﴾ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌؕ وَ مَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۲﴾ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَ اخْشَوْا یَوْمًا لَّا یَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ﴿ز﴾ وَ لَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَیْــٴًـاؕ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا ﴿وقفۃ﴾ وَ لَا یَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۳۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ﴿ج﴾ وَ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ ﴿ج﴾ وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِؕ وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّا ذَا تَكْسِبُ غَدًاؕ وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌۢ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ﴿۳۴﴾

اَلَمْ تَرَ کیاتم نے نہیں دیکھا اَنَّ الْفُلْکَ تَجْرِیْ بے شک کشتیاں چلتی ہیں فِی الْبَحْرِ سمندر میں بِنِعْمَتِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کے فضل سے لِیُرِیَکُمْ تاکہ وہ دکھائے تمہیں مِّنْ اٰیٰتِہٖ اپنی نشانیوں میں سے اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ بے شک اس میں لَاٰیٰتٍ البتہ کئی نشانیاں ہیں لِّکُلِّ صَبَّارٍ ہر صبر کرنے والے کے لیے شَکُوْرٍ شکر کرنے والے کے لیے وَاِذَا غَشِیَھُمْ مَّوْجٌ اور جس وقت ان کو ڈھانپ لیتی ہے موج کَالظُّلَلِ سائبان کی طرح دَعَوُا اللّٰہَ پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ کو مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ خالص کرتے ہوئے اسی کے لیے دین اور

اعتقاد کو فَلَمَّا نَجّٰهُمْ پس جس وقت وہ نجات دیتا ہے اِلَى الْبَرِّ خشکی کی طرف فَمِنْهُمْ پس ان میں سے بعض مُّقْتَصِدٌ درمیانی چال چلنے والے ہیں وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اور نہیں انکار کرتے ہماری آیتوں کا اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ مگر ہر وہ شخص جو وعدہ شکن ہے كَفُوْرٍ اور ناشکری کرنے والا ہے يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو اتَّقُوْا ڈرو رَبَّكُمْ اپنے رب سے وَاخْشَوْا يَوْمًا اور خوف کرو اس دن کا لَّا يَجْزِىْ وَالِدٌ نہیں کام آئے گا کوئی باپ عَنْ وَّلَدِهٖ اپنے بیٹے کے لیے وَلَا مَوْلُوْدٌ اور نہ کوئی بیٹا هُوَ جَازٍ وہ کفایت کرنے گا عَنْ وَّالِدِهٖ اپنے باپ کے لیے شَيْئًا کچھ بھی اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ پس نہ دھوکے میں ڈالے تمہیں الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ اور نہ دھوکے میں ڈالے تمہیں بِاللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے ساتھ الْغَرُوْرُ دھوکے باز اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ بے شک اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے عِلْمُ السَّاعَةِ قیامت کا علم وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ اور وہ اتارتا ہے بارش وَيَعْلَمُ مَا فِى الْاَرْحَامِ اور جانتا ہے جو کچھ رحموں میں ہے وَمَا تَدْرِىْ نَفْسٌ اور نہیں جانتا کوئی نفس مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا کیا کچھ کمائے گا کل وَمَا تَدْرِىْ نَفْسٌ اور نہیں جانتا کوئی نفس بِاَىِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ کس زمین میں وہ مرے گا اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بے شک اللہ جاننے والا ہے خَبِيْرٌ خبر رکھنے والا ہے۔

ربط آیات :

اس سے پہلے رکوع کی آخری آیت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ سچا ہے اور اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے جن کو مشکل کشا، حاجت روا سمجھ کر پکارتے ہیں وہ بے کار ہیں کسی کے پاس کوئی اختیارات نہیں ہیں۔ آگے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے کچھ دلائل بیان فرمائے ہیں کہ اَلَمْ تَرَ اے مخاطب تم دیکھتے نہیں اَنَّ الْفُلْکَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بے شک کشتیاں چلتی ہیں سمندر میں بِنِعْمَتِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کی نعمت کے ساتھ۔ آج تو خیر سائنس بڑی ترقی کر گئی ہے اور مختلف چیزیں ایجاد ہو گئی ہیں۔ اس زمانے میں کشتیاں ہوا کے ساتھ چلتی تھیں بادبانی کشتیاں ہوتی تھیں کشتیوں کے ساتھ بڑے بڑے کپڑے یا ٹاٹ باندھ لیتے تھے اور ہوا کے رخ پر انہیں چلاتے تھے۔ (یہی بادبان کشتیوں کی رفتار تیز کرنے اور انہیں موڑنے کے کام آتے تھے۔) ادھر کی چیزیں اُدھر اور اُدھر کی اِدھر لے آتے تھے جیسے آج کل برآمد اور درآمد کا سلسلہ ہے یہ اس وقت بھی ہوتا تھا تو فرمایا یہ کشتیاں سمندر میں چلتی ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے لِیُرِیَکُمْ مِّنْ اٰیٰتِہٖ تاکہ دکھائے تمہیں اپنی قدرت کی بعض نشانیاں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں تو بے شمار ہیں ان میں سے بعض یہ ہیں کشتیوں کا صحیح، سالم پار جانا اور پھر واپس آنا اور تمہارا ان پر سفر کرنا یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے چند ایک نشانیاں ہیں اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ بے شک اس میں کئی نشانیاں ہیں لِّکُلِّ صَبَّارٍ شَکُوْرٍ ہر صبر کرنے والے شکر گزار کے لیے۔ سمندر کا سفر اُس دور میں خاصا مشکل ہوتا۔ موجوں پر موجیں آتی تھیں کشتیوں کے غرق ہونے کا خطرہ ہوتا تھا ایسے موقع پر صبر کی ضرورت پیش آتی تھی لوگ جس وقت پار جاتے تھے رب تعالیٰ کا شکر بھی ادا کرتے تھے چاہے شکر ادا کرنے والے تھوڑے

ہوتے تھے اس لیے دو لفظ بولے ہیں صبر کرنے والے شکر ادا کرنے والے وَ اِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ اور جب ڈھانپ لیتی تھی ان کو موج جس وقت چھا جاتی تھی ان پر سمندر کی موج كَالظُّلَلِ سائبان کی طرح دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ ہی کو خالص کرتے ہوئے دین اور اعتقاد۔ صحاح ستہ کی کتاب نسائی شریف میں روایت ہے کہ ۸ ھ میں جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو جتنے نامی گرامی کافر تھے سب بھاگ گئے۔ ان بھاگنے والوں میں ہبار بن اسود وحشی بن حرب صفوان بن امیہ، عکرمہ بن ابی جہل اس زمانے میں جدہ کا وجود نہیں تھا یہ جدہ بہت بعد میں آباد ہوا ہے کعبۃ اللہ کے دروازے کی عین سیدھ میں تیس میل کی مسافت پر سمندر ہوتا تھا وہاں سے کشتیاں آتی جاتی تھیں کبھی ہفتے کے بعد کبھی مہینے کے بعد۔ عکرمہ اس ارادے سے روانہ ہوا کہ عرب کی سرزمین پر تو میں بچ نہیں سکتا حبشہ بھاگ جاؤں۔ حبشہ جانے والی کشتی میں سوار ہو گیا کشتی چند میل سمندر میں چلی کہ طوفان آ گیا لوگوں نے اپنے اپنے خداؤں کو پکارنا شروع کیا۔ کسی نے کہا یا لات اغثنی کسی نے کہا یا منات اغثنی یا عزی اغثنی اے لات میری مدد کر، اے منات میری مدد کر، اے عزّیٰ میری مدد کر۔ ملاحوں نے کہا اِنَّ اٰلِهَتَكُمْ لَا تُغْنِىْ هٰهُنَا شَيْئًا یہ جن کو تم پکار رہے ہو یہ تمہارے حاجت روا معبود یہاں کچھ کام نہیں آسکتے یہاں صرف اکیلے رب کو پکارو وہ تمہیں بچائے گا عکرمہ نے کہا کہ یہ سبق تو ہمیں محمد دیتے تھے اور اس سے ہم بھاگے پھر رہے ہیں اگر یہاں اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی نہیں بچا سکتا تو پھر خشکی میں بھی کوئی نہیں بچا سکتا۔ نسائی شریف میں روایت ہے کہنے لگے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے بچا لیا تو میں ضرور آپ ﷺ کے پاس پہنچ کر آپ ﷺ کا کلمہ پڑھوں گا۔ طوفان بہت بڑا تھا کشتی واپس آ کر کنارے لگی تو عکرمہ کی بیوی ام حکیم بغل میں کوئی چیز

چھپائے ہوئے کھڑی تھی عکرمہ دیکھ کر پریشان ہو گیا کہ مردوں کے علاوہ عورتوں کے ساتھ بھی کیا زیادتی ہو رہی ہے کہ میری بیوی بھاگ کر یہاں آگئی ہے۔ پوچھا ام حکیم کیسے آئی ہو، کیا گزری؟ اس نے کہا کہ وہاں تو رحمت کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے صفا کی چٹان پر چڑھ کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے اے مکہ والو! لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ آج کے دن تم پر کوئی ملامت نہیں ہے، کوئی ڈانٹ نہیں، کوئی سرزنش نہیں ہے، میں نے تم سب کو معاف کر دیا ہے۔ تو وہ جو سکہ بند مشرک تھے وہ بھی انتہائی مشکل میں صرف اللہ تعالیٰ کو پکارتے تھے مگر ظلم، حیرت اور تعجب کی بات ہے کہ آج کل کے مشرک کلمہ بھی پڑھتے ہیں اور شرک میں ڈوبے ہوئے بھی ہیں اور کہتے ہیں......

؎ بگرداب بلا افتاد کشتی
مدد کن یا معین الدین چشتی

؎ امداد کن امداد کن از بند غم آزاد کن
در دین و دنیا شاد کن یا غوث اعظم دستگیر

دنیا اور آخرت کی کامیابی ان سے مانگتے ہیں۔ یقین جانو! اس سے بڑا اور کوئی شرک نہیں ہے۔ فرمایا کہ جب چھا جاتی ہے ان پر موج سائبان کی طرح تو خالص اعتقاد رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں فَلَمَّا نَجّٰهُمْ اِلَى الْبَرِّ پس جس وقت اللہ تعالیٰ ان کو نجات دیتا ہے خشکی کی طرف فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ پس ان میں سے بعض درمیانی چال چلتے ہیں میانہ روی اختیار کرتے ہیں کبھی رب کو پکارتے ہیں اور کبھی کسی اور کو وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اور نہیں انکار کرتا ہماری آیتوں کا اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ مگر ہر وہ شخص جو وعدہ شکن ہے اور ناشکری کرنے والا ہے۔ خَتَّار کا معنی ہے غدار، وعدہ شکن، وعدہ کر کے پھر جانے

والا۔ جب انتہائی مصیبت میں ہوتے تو صرف رب تعالیٰ کو پکارتے اور جب کنارے لگ جاتے تو لات، منات، عزّیٰ یاد آجاتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمْ اے لوگو! ڈرو اپنے رب سے۔ رب تو رحمٰن، رحیم ہے اس سے ڈرنے کا کیا معنٰی ہے؟ تو بعض مفسرین کرامؒ یہاں عقاب کا لفظ مقدر مانتے ہیں یعنی عقاب ربکم کا لفظ نکالتے ہیں۔ معنٰی اس کا بھی وہی ہے۔ بعض مخالفۃ ربکم نکالتے ہیں کہ اپنے رب کی مخالفت سے بچو۔ کیونکہ اگر تم نافرمانی کروگے تو اس کے بدلے میں تمہیں سزا ہوگی لہٰذا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچو وَاخْشَوْا یَوْمًا اور خوف کرو اس دن کا لَّا یَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِہٖ نہیں کام آئے گا باپ اپنے بیٹے کے وَلَا مَوْلُوْدٌ ھُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِہٖ شَیْئًا اور نہ بیٹا کفایت کرے گا اپنے والد کی کچھ بھی۔

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْہِ وَ اُمِّہٖ وَاَبِیْہِ وَصَاحِبَتِہٖ وَ بَنِیْہِ [سورہ عبس] ''جس دن بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے اور بھاگے گا اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹوں سے۔'' کوئی مجھ سے نیکی نہ مانگ لے۔ بلکہ قرآن مجید میں ہے کہ بندہ اپنے بدلے میں ان سب کو جہنم ڈالنے کے لیے تیار ہو جائے گا یَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ یَفْتَدِیْ مِنْ عَذَابِ یَوْمِئِذٍ بِبَنِیْہِ وَصَاحِبَتِہٖ وَاَخِیْہِ وَ فَصِیْلَتِہِ الَّتِیْ تُؤْیْہِ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ثُمَّ یُنْجِیْہِ [سورہ معارج: پ ۲۹] ''مجرم خواہش کرے گا کہ کاش کہ اس دن کے عذاب سے بچنے کے لیے اپنے بیٹوں کا فدیہ دے دے اور اپنی بیوی اور بھائی کا اور اپنے قبیلے کا جو اس کو پناہ دیتا تھا اور سب زمین پر رہنے والوں کو بھی فدیہ میں پیش کر دے پھر وہ اپنے آپ کو بچا لے۔''

فرمایا کَلَّا یہ حرف ردع ہے "ہرگز یہ سودا نہیں ہوگا۔" اور سورہ آل عمران آیت نمبر ۹۱ میں ہے فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ "ہرگز قبول نہیں کی جائے گی سونے کی بھری ہوئی زمین اگرچہ وہ اس کا فدیہ دے دے۔" یعنی بالفرض اگر کسی کے پاس سونے سے بھری ہوئی زمین ہو اور وہ رب تعالیٰ کے دربار میں پیش کر دے کہ یا اللہ یہ مجھ سے لے لے اور مجھے نجات دے دے تو یہ فدیہ بھی ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور سورہ مائدہ آیت نمبر ۳۶ میں ہے وَ مِثْلَهٗ مَعَهٗ "اتنی زمین اور بھی سونے کی بھری ہوئی ہو تو قبول نہیں کی جائے گی اور چھٹکارا نہیں ہوگا۔" تو ڈرو اس دن سے جس دن نہ باپ بیٹے کی طرف کفایت کرے گا اور نہ بیٹا باپ کے کام آئے گا اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے قیامت ضرور آئے گی نیکوں کو نیکی کا بدلہ ملے گا اور بروں کو سزا ملے گی فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا پس نہ ڈالے تمہیں دھوکے میں دنیا کی زندگی۔ یہ ناپائیدار ہے صبح ہے شام نہیں شام ہے صبح نہیں، آج ہے کل نہیں، اب ہے ایک لمحے کے بعد نہیں۔ لہٰذا یہ تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ اور ہرگز دھوکے میں نہ ڈالے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دھوکے باز۔ غَرُوْر غین کے فتح کے ساتھ بروزن رَسُوْل یہ صفت کا صیغہ ہے۔ اس کا معنٰی ہے دھوکے باز۔ اور غین پر ضمہ ہو غُرُوْر تو اس کا معنٰی ہے دھوکا۔ یہ شیطان دھوکے باز ہے اللہ تعالیٰ کے دین کے بارے میں اور اس کے احکام کے بارے میں تمہیں بالکل دھوکے میں نہ ڈالے جو کچھ رب تعالیٰ نے تمہیں فرمایا ہے وہ برحق ہے۔ قیامت حق ہے، میدان محشر حق ہے، پل صراط حق ہے، میزان حق ہے، حساب حق ہے، جنت اور دوزخ حق ہیں۔

عالم الغیب خدا تعالیٰ ہے :

ایک شخص تھا حارث بن عمرو۔ پہلے کافر تھا پھر مسلمان ہو گیا تھا اس نے حالت کفر میں آنحضرت ﷺ کے پاس آ کر سوال کیے۔ کہنے لگا میں نے آپ سے چند سوال کرنے ہیں آپ مجھے ان کا تسلی بخش جواب دیں۔ کہنے لگا میں کاشت کار ہوں اگر بارش نہ ہو میری فصل نہیں ہوتی مجھے یہ بتلائیں کہ بارش کب ہو گی؟ دوسری بات یہ ہے کہ میری بیوی حاملہ ہے مجھے یہ بتلائیں کہ لڑکا ہو گا یا لڑکی ہو گی؟ میرا تیسرا سوال یہ ہے کہ میں مروں گا کہاں؟ اور چوتھا سوال یہ ہے کل میں کیا کروں گا؟ اور یہ بتلائیں کہ قیامت کب قائم ہو گی؟ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

فرمایا کہ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ بے شک اللہ تعالیٰ کے پاس ہے قیامت کا علم۔ اجمالی طور پر تو قیامت کا علم سب جانتے ہیں کہ قیامت ضرور آئے گی جیسے ہمیں تمہیں یقین ہے کہ ہمیں موت ضرور آئے گی لیکن کس وقت آئے گی؟ اس کا کسی کو علم نہیں ہے۔ حیرت الٰہ آبادی کا شعر ہے......

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں
سامان سو برس کے ہیں، کل کی خبر نہیں

ترمذی شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے منیٰ کے مقام پر مسجد خیف میں کھڑے ہو کر تقریر فرمائی اور یہ بھی روایات میں آتا ہے کہ آپ ﷺ اونٹنی پر سوار تھے تاکہ لوگ دیکھ بھی لیں اور اچھی طرح سن بھی لیں فرمایا خُذُوْا عَنِّیْ مَنَاسِكَكُمْ ''مجھ سے تم احکام حج سیکھ لو۔'' ہو سکتا ہے آئندہ سال میری ملاقات نہ ہو لَعَلِّیْ لَا اَلْقَاكُمْ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا تقریر کے بعد بعض نے پوچھا حضرت! آپ کو کوئی اشارہ ہوا ہے فرمایا نہیں۔ موت ایک

راز ہے رب تعالیٰ نے کسی کو نہیں بتلایا میں نے قرینوں سے سمجھا ہے کہ میری وفات قریب ہے۔ایک قرینہ بخاری شریف میں موجود ہے کہ جبرائیل علیہ السلام رمضان میں میرے ساتھ ایک دور کرتے تھے اور اس دفعہ دو بار دور کیا اس سے میں نے اخذ کیا ہے کہ میری وفات کا وقت قریب ہے۔مجمع الزوائد میں یہ روایت ہے کہ حضرت عباس ﷜ نے خواب دیکھا جو آپ ﷺ کے چچا محترم ہیں کہ آسمان سے بڑی مضبوط رسیاں اتری ہیں اور زمین میں کنڈے ہیں ان کو پکڑ رہی ہیں اور ساری زمین کو کھینچ کر آسمان تک لے گئی ہیں۔ حضرت عباس نے یہ خواب آنحضرت ﷺ کو سنایا تو آپ ﷺ نے فرمایا چچا جان تمہارے بھتیجے کے جانے کا وقت قریب آ گیا ہے۔تو آپ ﷺ نے ایسے قرائن سے اخذ فرمایا کہ میری موت قریب ہے ورنہ موت کا وقت اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں بتلایا۔

امام ابوحنیفہؒ اور خلیفہ ابوجعفر منصور کا خواب :

تفسیر مظہری، ابوسعود، معالم التنزیل، مدارک، تفسیرات احمدیہ مشہور تفسیریں ہیں۔ ان سب میں یہ واقعہ موجود ہے۔ابوجعفر خلیفہ بنو عباس بہت ذہین اور زیرک آدمی تھا کچھ علم کے ساتھ بھی تعلق اور مناسبت رکھتا تھا مگر بادشاہ تھا غصہ اس میں بہت تھا۔امام ابوحنیفہؒ کو اس نے مختلف اوقات میں برہنہ کر کے ڈیڑھ سو کوڑے لگوائے ہیں اس جرم میں کہ تم وزارت عظمیٰ کا عہدہ قبول کر لو۔ملک کے وزیر اعظم بن جاؤ اور امام صاحبؒ نے انکار کر دیا۔بہت بڑا ملک تھا عرب سے کاشغر تک سرحد تھی ترپن (۵۳) لاکھ مربع میل کا حکمران تھا۔امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ میں اس ظالم حکومت کا معاون بننے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ یہ بات تم خود سمجھتے ہو کہ ظالم کو ظلم کرنے والے ہی مطلوب ہوتے ہیں۔اس جرم میں امام ابو حنیفہؒ کو قید کیا اور روزانہ برہنہ کر کے کوڑے مارے جاتے تھے۔بالآخر جیل ہی میں امام

صاحب رحمہ اللہ کی وفات ہوئی جیل میں ان کو زہر دیا گیا تھا۔ ایک کارندہ آیا اس نے آکر اطلاع دی کہ حضرت! آپ کو زہر دینے کا پروگرام بن گیا ہے اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا کیونکہ میں ملازم ہوں۔ زہر کا پیالہ لایا گیا کہ پیو۔ فرمایا اِنِّیْ لَاَعْلَمُ مَافِیْہِ ''بے شک میں جانتا ہو جو کچھ اس میں ہے۔'' میں خودکشی کو حرام سمجھتا ہوں خود نہیں پیوں گا۔ چنانچہ ان کو گرا کر زبردستی ان کے منہ میں زہر کا پیالہ انڈیل دیا گیا سجدے کی حالت میں امام صاحب رحمہ اللہ کی روح پرواز کر گئی۔ خیر یہ تو بعد کا واقعہ ہے جو واقعہ میں سنانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ابوجعفر نے خواب میں ملک الموت کو دیکھا عزرائیل علیہ السلام کو، کہنے لگا مجھے بتلاؤ کہ میری زندگی کتنی باقی ہے؟ تو ملک الموت نے ہاتھ کی پانچ انگلیاں کھڑی کر دیں۔ تم نے آج کل پنجے کا نشان بسوں اور مکانوں پر دیکھا ہوگا یہ شیعہ کی علامت ہے۔ اس سے وہ پنج تن پاک مراد لیتے ہیں۔ وہ ہمارے ہی بزرگ ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ، اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید۔ شیعوں نے جو عقائد گھڑے ہوئے ہیں ان کے ساتھ ان کی کوئی نسبت نہیں ہے۔ وزیر اعظم پاکستان رہی ہیں بے نظیر، ان کی کوٹھی پر بھی یہی پنجہ لگا ہوا ہے میں نے اپنی آنکھوں کے ساتھ دیکھا ہے کراچی میں۔ اور کالا جھنڈا بھی لگا ہوا تھا۔ یہ لوگ بڑی جرأت کے ساتھ اپنا عقیدہ بیان کرتے ہیں اور ہمارے لیڈر اپنے آپ کو سنی کہلانے میں صم بکم عمی ہیں۔ اپنا عقیدہ بیان کرتے ہوئے شرماتے ہیں اور ان کے افسر بھی اپنے باطل فرقے کی پوری رعایت کرتے ہیں۔ تو خیر ملک الموت نے ابوجعفر کے سامنے پنجہ کر دیا۔ ابوجعفر منصور نے محققین بلائے تعبیر کے لیے۔ کسی نے کہا پانچ دن زندہ رہو گے کسی نے کہا پانچ مہینے زندہ رہو گے کسی نے کہا پانچ سال زندہ رہو گے مگر وہ ان کی تعبیروں سے

مطمئن نہ ہوا۔ کہنے لگا نعمان بن ثابت، یہ امام صاحب کا نام ہے، کو بلاؤ۔ ثابت والد کا نام اور ان کے دادا کا نام تھا زُوطی۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حنیفہ ان کی لڑکی تھی اور اس کی طرف نسبت کی وجہ سے ان کو ابو حنیفہ کہا جاتا ہے۔ یہ بات بالکل غلط ہے۔ حنیفہ ان کی کوئی لڑکی نہیں تھی ابو حنیفہ کا معنٰی ہے ملت حنفیہ والا۔ اب، اخ کے لفظ کی اضافت جب غیر ذوالعقول کی طرف ہو تو اس کا معنٰی ہوتا ہے والا۔ ابن الوقت کا معنٰی ہے وقت پاس کرنے والا اَخُ الْخَیْر کا معنٰی ہے خیر والا۔ ابو الشّر کا معنٰی ہے شر والا۔ ابو حنیفہ کا معنٰی ہے ملت حنفیہ کو سنبھالنے والا۔ ملت حنفیہ پر چلنے والا۔

امام صاحب تشریف لائے تو منصور نے اپنا خواب سنایا اور دوسرے حضرات نے جو تعبیریں بتائی تھیں وہ بھی بتائیں۔ ان تفسیروں میں لکھا ہے کہ امام صاحبؒ نے فرمایا کَذَبَ کُلُّھُمْ "سب نے غلط کہا ہے۔" درحقیقت ملک الموت نے بتلایا ہے کہ موت ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کا علم رب تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔

تو فرمایا قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے یعنی اس کا صحیح وقت اس کے بغیر کوئی نہیں جانتا وَ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ اور وہ اتارتا ہے بارش۔ بارش اتارنے کا وقت صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ یہ ہمارے محکمہ موسمیات والے تھوک کے حساب سے جھوٹ بولتے رہتے ہیں کہتے کچھ ہیں اور ہوتا کچھ ہے وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ اور جانتا ہے جو کچھ رحموں میں ہے۔ قطعی علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے پاس نہیں ہے وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّا ذَا تَکْسِبُ غَدًا اور نہیں جانتا کوئی نفس کہ کیا کمائے گا کل۔ کئی پروگرام بنتے ہیں اور دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔ کئی دفعہ براتیں جاتی ہیں اور واپس میتیں اٹھا کر لاتی ہیں۔ کیا معلوم قسمت میں خوشی نصیب ہوگی یا غم؟ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ

تَمُوْتُ اور کوئی نفس نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا۔ اسی لیے فقہاءِ کرامؒ لکھتے ہیں کہ کفن ساتھ رکھنا چاہیے اور زندگی میں اپنی قبر بنانا مکروہ ہے کیونکہ معلوم نہیں کہاں مرنا ہے اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے خبردار ہے۔

آج بروز اتوار ۱۰ شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ بمطابق یکم جولائی ۲۰۱۲ء

پندرھویں جلد مکمل ہوئی۔

والحمد للہ تعالیٰ علی ذلك

(مولانا) محمد نواز بلوچ

مہتمم: مدرسہ ریحان المدارس، جناح روڈ، گوجرانوالا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سورۃ السجدۃ

(مکمل)

جلد............١٦

آياتها ۳۰ ۳۲ سُوْرَةُ السَّجْدَةِ مَكِّيَّةٌ ۷۵ رکوعاتها ۳

سُوْرَةُ السَّجْدَةِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓ ۝۱ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۲ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝۳ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيْعٍ ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝۴ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝۵

الٓمّٓ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ اتاری ہوئی کتاب ہے لَا رَيْبَ فِيْهِ نہیں کوئی شک اس میں مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ رب العالمین کی طرف سے ہے اَمْ يَقُوْلُوْنَ کیا کہتے ہیں یہ لوگ افْتَرٰىهُ اس نبی نے یہ کتاب گھڑی ہے اپنی طرف سے بَلْ بلکہ هُوَ الْحَقُّ یہ حق ہے مِنْ رَّبِّكَ آپ کے رب کی طرف سے لِتُنْذِرَ تاکہ آپ ڈرائیں قَوْمًا اس قوم کو مَّآ اَتٰىهُمْ نہیں آیا ان کے پاس مِّنْ نَّذِيْرٍ کوئی ڈرانے والا مِّنْ قَبْلِكَ آپ سے پہلے لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ تاکہ وہ ہدایت پالیں

اَللّٰهُ الَّذِيْ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ جس نے پیدا کیے آسمان اور زمین وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ چھ دنوں میں ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ پھر وہ مستوی ہوا عرش پر مَا لَكُمْ نہیں ہے تمہارے لیے مِّنْ دُوْنِهٖ اس سے نیچے نیچے مِنْ وَّلِيٍّ کوئی حمایتی وَّلَا شَفِيْعٍ اور نہ کوئی سفارش کرنے والا اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ کیا پس تم نصیحت حاصل نہیں کرتے يُدَبِّرُ الْاَمْرَ وہ تدبیر کرتا ہے کام کی مِنَ السَّمَآءِ آسمان سے اِلَى الْاَرْضِ زمین تک ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ پھر وہ کام لوٹے گا اس کی طرف فِيْ يَوْمٍ اس دن میں كَانَ مِقْدَارُهٗ جس کا اندازہ اَلْفَ سَنَةٍ ہزار سال مِّمَّا تَعُدُّوْنَ اس گنتی کے اعتبار سے جو تم شمار کرتے ہو۔

وجہ تسمیہ :

اس سورۃ کا نام سورۃ سجدہ ہے۔ سوال یہ ہے کہ قرآن کریم میں چودہ پندرہ مقام ہیں جہاں سجدے آئے ہیں پھر ان سورتوں کا نام سجدہ کیوں نہیں رکھا گیا؟

جواب یہ ہے کہ اس سورۃ میں جس سجدے کا ذکر ہے وہ آدمی رات کو نرم بستر کو چھوڑ کر کرتا ہے جو کافی مشکل ہے کہ آرام و سکون کو چھوڑ کر رب تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہو۔ اس لیے اس سورت کا نام سجدہ ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس سے پہلے چوہتر سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کا پچھترواں نمبر ہے۔ اس کے تین رکوع اور تیس (۳۰) آیات ہیں۔

الم کے متعلق کئی دفعہ گزر چکا ہے کہ یہ حروف مقطعات میں سے ہے کہ اس کا

ایک ایک حرف ایک ایک لفظ کی طرف اشارہ کرتا ہے اور یہ تفسیر بھی کرتے ہیں کہ الف سے مراد اللہ تعالیٰ ہے۔ اور لام سے مراد جبرائیل علیہ السلام ہیں اور میم سے مراد محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ یعنی یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی اور جبرائیل علیہ السلام لے کر آئے اور محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی۔ تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ اتاری ہوئی کتاب ہے لَا رَیۡبَ فِیۡہِ کوئی شک نہیں ہے مِنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ رب العالمین کی طرف سے ہے۔ یہ جو ہمارے سامنے کتاب ہے اصلی بھی ہے اور برکت والی بھی ہے۔ اس کا ایک ایک حرف پڑھنے پر دس دس نیکیاں ملتی ہیں۔ اس کو سمجھنا بہت بڑی عبادت ہے۔ جب تک مسلمانوں کا اس کتاب کے ساتھ صحیح تعلق رہا اللہ تعالیٰ نے اس کی برکت سے مسلمانوں کو بہت بلندی پر پہنچایا اور جب سے مسلمانوں نے قرآن کریم سے روگردانی کی ہے اس وقت سے وہ انتہائی پستی میں چلے گئے ہیں۔ مردم شماری کے اعتبار سے مسلمان اس وقت تقریباً ڈیڑھ ارب کے قریب ہیں مگر دنیا میں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے یہ قرآن کریم سے دوری کا نتیجہ ہے۔ آنحضرت ﷺ کے دور میں تین دفعہ مردم شماری ہوئی ہے۔ ایک دفعہ صرف پانچ سو تھے دوسری مردم شماری میں چھ سات سو کے درمیان تھے۔ تیسری دفعہ مردم شماری میں پندرہ سو تھے۔

دوسری مرتبہ کی مردم شماری کے موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا حضرت! اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس وقت ہماری تعداد چھ اور سات سو کے درمیان ہے ساری دنیا مل کر بھی ہمیں نہیں مٹا سکتی۔ اندازہ لگاؤ چھ سات سو کی تعداد ہے اور ساری دنیا کا مقابلہ ہو رہا ہے اور آج دنیا مسلمانوں سے بھری ہوئی ہے اور مسلمان ہیں کہ بھاگتے پھر رہے ہیں۔

قرآن کا چیلنج :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَمْ يَقُوْلُوْنَ کیا کہتے ہیں یہ کافر لوگ افْتَرٰهُ اس نبی نے یہ کتاب گھڑی ہے اپنی طرف سے بَلْ ایسا نہیں ہوا بلکہ هُوَ الْحَقُّ وہ حق ہے مِنْ رَّبِّكَ آپ کے رب کی طرف سے۔ جواب تو اتنا ہی کافی تھا کہ میں نے نہیں بنائی یہ کتاب رب تعالیٰ کی طرف سے ہے مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ ان کو چیلنج کر دیں کہ اگر یہ خدا کی طرف سے نہیں ہے اور میں خود بنا کر لایا ہوں تو تم سارے مل کر اس جیسی کتاب لے آؤ اور تم سارے مل کر بھی ایسی کتاب نہیں لا سکتے تو میں اکیلا کیسے بنا سکتا ہوں قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ "آپ کہہ دیں اگر اکٹھے ہو جائیں انسان اور جنات سارے عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ اس بات پر کہ وہ لائیں اس قرآن کے مثل لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ تو نہیں لا سکیں گے اس کے مثل وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا اگرچہ بعض ان کے بعض کے مددگار ہوں۔" [بنی اسرائیل :۸۸]

پھر اس میں چھوٹ دی کہ اگر تم سارا قرآن اس جیسا نہیں بنا سکتے فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ [ہود :۱۳] "تو لاؤ دس سورتیں اس جیسی گھڑی ہوئی وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اور بلا لو تم جس کی تم طاقت رکھتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا۔" قرآن پاک کی ایک سو چودہ سورتیں ہیں ایک سو چار تمہیں معاف صرف دس سورتیں لے آؤ اور اللہ تعالیٰ کی ذات کو چھوڑ کر جس جس کو تم بلا سکتے ہو بلا لو۔ انسانوں کو، جنوں کو، فرشتوں کو لاؤ دس سورتیں۔ مزید چھوٹ دے دی اور فرمایا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ "پس لاؤ تم ایک چھوٹی سی سورت اس جیسی۔" تین سورتیں سب سے چھوٹی ہیں سورۃ العصر، سورۃ الکوثر اور سورۃ النصر۔ ان کی تین تین آیتیں ہیں۔ تین آیتوں سے کم کوئی سورۃ

نہیں ہے۔اسی لیے فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے فتویٰ دیا ہے کہ ہر رکعت میں کم از کم تین آیتیں پڑھنی چاہییں۔

توفرمایاتم کوئی چھوٹی سی سورۃ ہی لے آؤ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ”اور بلالواپنے مددگاروں کواللہ تعالیٰ کے سوااگرتم سچے ہوکہ یہ خدا کا کلام نہیں ہےاور میں خود بنا کر لایا ہوں توتم سب مل جل کرکوئی چھوٹی سی سورۃ بنالاؤ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَ لَنْ تَفْعَلُوْا [بقرۃ: ۲۴] ”پھر اگرتم نہ کرسکواور ہرگزنہیں کرسکو گے۔“انسان، جنات،فرشتے سارے مل کربھی،تو پھر یہ شوشے چھوڑنے بند کردواوراس کوتسلیم کرواور جہنم کی آگ سے بچ جاؤ۔توفرمایا یہ کتاب حق ہے آپ کے رب کی طرف سے اتاری گئی ہے۔ کیوں اتاری گئی ہے؟ لِتُنْذِرَ قَوْمًا تاکہ آپ ڈرائیں اس قوم کو مَّآ اَتٰهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ نہیں آیاان کے پاس کوئی ڈرانے والا مِّنْ قَبْلِكَ آپ سے پہلے۔دوسری قوموں اور علاقوں میں تو پیغمبر آتے رہے ہیں بنی اسرائیل میں تقریباً چار ہزار پیغمبر تشریف لائے ہیں۔ان کے آخری پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع الی السمآء کے تقریباً پونے چھ سو سال بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنواسماعیل میں تشریف لائے ہیں۔بنو اسماعیل میں حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی صحیح تعلیمات ہزار ہا سال تک رہی ہیں۔ان کی تعلیم میں گڑبڑ کرنے والا سب سے پہلا شخص عمرو بن لُحی بن قمع ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت سے اڑھائی سو سال پہلے اس شخص نے بت پرستی شروع کی اور کعبۃ اللہ میں ہبل کا بت کھڑا کیا۔پھر آہستہ آہستہ بت بڑھتے گئے اوران کی تعداد تین سو ساٹھ ہوگئی۔یہ شخص اخلاق کا اتنا گرا ہوا تھا کہ بخاری شریف میں روایت ہے کہ حاجیوں کے کندھوں سے کنڈی کے ذریعے چادریں اتار لیتا تھا۔اگران کو پتا چل

جاتا تو معذرت کرلیتا کہ بھائی جی! ویسے ہی کنڈی کے ساتھ اٹک گئی ہے۔لیکن اس کے باوجود لوگ ایسے بے وقوف تھے کہ پھر اس کو مانتے تھے۔لوگوں کا کوئی حال نہیں ہے کوئی غلط سے غلط دعویٰ بھی کرے تو اس کے پیچھے لگ جاتے ہیں۔باقی رہی یہ بات کہ اگر وہ غلط ہے تو لوگ اس کے پیچھے کیوں لگے ہیں؟ تو اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔کیونکہ لوگوں کا کوئی معیار نہیں ہے۔تم لوگ کپڑے پہن کر بازاروں میں چلتے پھرتے ہو تمہارے پیچھے کوئی نہیں لگتا اگر کپڑے اتار کر ننگے بازار میں جاؤ تو پھر دیکھو کتنے لوگ تمہارے پیچھے لگتے ہیں۔(ہنستے ہوئے فرمایا) محض اس بات (یعنی ننگے ہونے) سے مقبولیت نہیں ہوئی۔یعنی ننگا ہونا تو مقبولیت کی دلیل نہیں ہے۔تو فرمایا ڈرائیں آپ اس قوم کو جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ تاکہ وہ ہدایت پالیں راہ راست پر آ جائیں۔

سب سے پہلی بات توحید ہے یہی وجہ ہے کہ جتنے بھی پیغمبر تشریف لائے ہیں انہوں نے پہلا سبق ہی یہ دیا يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ''اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارا کوئی معبود، مشکل کشا اس کے سوا'' اور ہر نبی کے کلمے کا پہلا جز ہے لا الٰہ الا اللہ۔ آگے پھر آدم صفی اللہ اور کسی دور میں ابراھیم خلیل اللہ اور موسیٰ کلیم اللہ اور اب آخر میں محمد رسول اللہ ﷺ۔

دلائل توحید :

تو اللہ تعالیٰ نے توحید کے دلائل بیان فرمائے ہیں اَللّٰهُ الَّذِيْ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے خَلَقَ السَّمٰوٰتِ جس نے پیدا کیا آسمانوں کو وَالْاَرْضَ اور زمین وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو کچھ آسمانوں اور زمینوں کے درمیان ہے۔آسمانوں میں چاند، سورج، ستارے اور

فرشتے ہیں اور زمینوں میں انسان، جنات، حیوانات اور بے شمار مخلوقات ہیں اور جو کچھ پیدا کیا فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ چھ دنوں میں پیدا کیا۔ تو اللہ تعالیٰ ایک لمحے میں بھی تو کر سکتے تھے مگر چھ دنوں میں پیدا فرمایا۔ تمام مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ چھ دنوں میں پیدا کیا مخلوق کو بتلانے کے لیے کہ اس جہان کی بنیاد تدریج پر ہے نظام زندگی آہستہ آہستہ چلتا ہے۔ ہر چیز نے آہستہ آہستہ عروج پر پہنچنا ہے۔ میں نے خالق ہو کر ہر چیز کو تدریجاً پیدا کیا ہے تمہیں تعلیم دینے کے لیے کہ کسی کام میں جلدی نہیں کرنی ہر کام تدریج کے ساتھ ہونا چاہیے۔

حدیث پاک میں آتا ہے اَلْعُجْلَۃُ مِنَ الشَّیْطٰنِ "جلد بازی شیطان کا کام ہے۔" قول ہو یا فعل کسی شے میں جلدی نہ کرو۔ بات زبان سے نکالنے سے پہلے سوچو، کام کرنے سے پہلے سوچو، پیاروں سے مشورہ کرو، استخارہ کرو پھر کام شروع کرو۔ جلد بازی سے کام نہ لو۔ چھ دنوں سے مراد چھ دنوں کا وقفہ ہے ورنہ اس وقت نہ چاند تھا، نہ سورج تھا، نہ آسمان تھا، نہ زمین تھی۔

استوٰی علی العرش کا مطلب :

ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ پھر وہ مستوی ہوا عرش پر، بیٹھا عرش پر۔ یاد رکھنا! ہم نہیں سمجھ سکتے کہ وہ کیسے قائم ہوا، کیسے بیٹھا؟ امام دار الہجرت امام مالک رحمہ اللہ مسجد نبوی میں پڑھا رہے تھے جب یہ آیت کریمہ آئی تو شاگردوں نے کہا کہ حضرت ہمیں سمجھائیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر کس طرح قائم ہے؟ مطلب یہ کہ مثلاً میں مصلّے پر بیٹھا ہوں اور تم اس وقت قالینوں پر بیٹھے ہو کوئی کرسی پر بیٹھا ہوتا ہے، کوئی پلنگ پر بیٹھتا ہے، کوئی چٹائی پر، تو اللہ تعالیٰ کس طرح مستوی ہے؟ حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا اَلْاِیْمَانُ بِہٖ وَاجِبٌ وَکَیْفِیَّتُہٗ مَجْھُوْلَۃٌ وَالسُّوَالُ عَنْہُ بِدْعَۃٌ "اس پر ایمان لانا واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ

عرش پر مستوی ہے جیسے اس کی شان کے لائق ہے اور اس کی کیفیت مجہول ہے یعنی ہمیں معلوم نہیں ہے اور اس کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے۔'' یعنی اس کے متعلق خواہ مخواہ کی بحث کرنا بدعت ہے۔

بس یہ ایمان رکھو کہ وہ عرش پر مستوی ہے جیسے اس کی شان کے لائق ہے۔ صرف اتنا ہی نہیں کہ وہ عرش پر قائم ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ماننا ہے کہ وہ تمہارے ساتھ بھی ہے ھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَ مَا کُنْتُمْ ''وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو۔'' اور اٹھائیسویں پارے میں ہے مَایَکُوْنُ مِنْ نَجْوٰی ثَلٰثَةٍ اِلاَّ ھُوَ رَابِعُھُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا ھُوَ سَادِسُھُمْ وَ لَا اَدْنٰی مِنْ ذٰلِكَ وَلَا اَکْثَرَ اِلَّا ھُوَ مَعَھُمْ اَیْنَ مَا کَانُوْا [المجادلة :۷] ''نہیں ہوتا کوئی مشورہ تین آدمیوں کا مگر اللہ تعالیٰ چوتھا ہوتا ہے اور نہ پانچ آدمیوں کا مگر چھٹا وہ ہوتا ہے اور نہ اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ مگر وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے جہاں بھی وہ ہوں۔'' علم کے لحاظ سے، قدرت کے لحاظ سے، ذات کے لحاظ سے جو رب تعالیٰ کی شان کے لائق ہے ساتھ ہونا اس طرح وہ ہر ایک کے ساتھ ہے اور اتنا قریب ہے کہ فرمایا نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ [سورة ق] ''ہم زیادہ قریب ہیں انسان کے شہ رگ سے۔'' جس کو رگِ جان بھی کہتے ہیں۔ جو دل سے دماغ تک جاتی ہے کہ اگر وہ کٹ جائے تو زندگی ختم ہو جاتی ہے اور اس کے باوجود تم رب تعالیٰ کو دیکھ نہیں سکتے۔ اس کو دیکھنا ہو تو اس کی قدرتوں کو دیکھو۔ زمین کو اور آسمان کو دیکھو، چاند، سورج، ستاروں کو دیکھو، حیوانات کو دیکھو، انسانوں کے الگ الگ ماڈل اور شکلوں کو دیکھو۔

فرمایا مَالَکُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ نہیں ہے تمہارے لیے اس سے نیچے نیچے کوئی حمایتی وَّلَا شَفِیْعٍ اور نہ کوئی سفارشی۔ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی سفارش بھی

نہیں کر سکے گا مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ [بقرۃ:۲۵۵] ''کون ہے جو اس کے سامنے سفارش کرے اس کی اجازت کے بغیر۔''

آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی سے بڑھ کر خدا کی مخلوق میں اور کوئی بلند ذات نہیں ہے مگر آپ ﷺ بھی اللہ تعالیٰ کی اجازت سے سفارش کریں گے۔ ایسا نہیں ہے جیسے مشرکوں نے عقیدے بنا رکھے ہیں ھٰؤُلَآءِ شُفَعَآءُ نَا عِنْدَ اللّٰہِ ''کہ یہ ہمارے سفارشی ہیں ہمارے کام کروا دیں گے ایسا نہیں ہے۔'' رب تعالیٰ قادر مطلق ہے سب کچھ اس کے قبضۂ قدرت میں ہے اَفَلَا تَتَذَکَّرُوْنَ کیا پس تم نصیحت حاصل نہیں کرتے کہ رب ہی آسمانوں اور زمینوں کا خالق ہے اس کے بغیر تمہارا کوئی حمایتی نہیں ہے نہ کوئی سفارش کر سکتا ہے۔ یہ موٹی موٹی باتیں بھی تمہاری سمجھ میں نہیں آتیں۔ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ وہ تدبیر کرتا ہے کام کی مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ آسمان سے زمین تک۔ آسمان سے لے کر زمین تک تمام کاموں کی تدبیر کرنے والا صرف رب تعالیٰ ہے اور رب تعالیٰ کی اس صفت کو مشرک بھی مانتے ہیں۔ سورہ یونس آیت نمبر ۳۱ میں ہے ان سے پوچھیں مَنْ یُّدَبِّرُ الْاَمْرَ اور کون ہے جو کام کی تدبیر کرتا ہے فَسَیَقُوْلُوْنَ اللّٰہَ یقیناً کہیں گے یہ لوگ کہ اللہ ہی ہے۔ تدبر کا معنٰی ہے انتظام کرنا۔ کسی کو دینا، کسی سے لینا، کسی کو بیمار کرنا، کسی کو تندرست کرنا، کسی کا رزق بڑھانا، کسی کا رزق گھٹانا، کسی کو بادشاہ بنانا، کسی کو گدا بنانا، یہ سب کچھ صرف رب ہی کرتا ہے۔ لیکن لوگوں نے مخلوق کو مدبّر بنایا ہوا ہے۔

احمد رضا خان بریلوی کا غلو :

پھر یہ بات کوئی معمولی آدمی کہتا تو اس کے متعلق کہا جا سکتا تھا کہ ان پڑھ آدمی نے یہ بات کہی ہے مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ یہ بات احمد رضا خاں صاحب نے کہی ہے جس کو

بریلوی لوگ امام سے بھی آگے بڑھا کر پیش کرتے ہیں۔اس نے اپنی کتاب حدائق بخشش حصہ دوم میں لکھا ہے......

احد سے احمد اور احمد سے تجھ کو
کن اور سب کن مکن حاصل ہے یا غوث

احد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔شعر کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب کن مکن کے اختیارات آنحضرت ﷺ کو دے دیئے اور آنحضرت ﷺ نے کن مکن کے اختیارات سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ کو الاٹ کر دیئے ہیں۔

اور حدائق بخشش حصہ دوم صفحہ ۱۹ پر لکھا ہے......

ذی تصرف بھی ہے ماذون بھی ہے مختار بھی ہے
کار عالم کا مدبر بھی ہے عبد القادر

اندازہ لگاؤ اللہ تعالیٰ کی یہ اہم صفت بھی اس کے لیے نہیں چھوڑی۔پھر یہاں تک غلو کیا کہ اپنی کتاب ''الامن والعلیٰ'' کے صفحہ ۸۵ پر لکھا ہے کہ آفتاب طلوع نہیں کرتا جب تک کہ حضور سیدنا غوث اعظم پر سلام نہ کرے۔یعنی ان سے اجازت نہ لے۔سوال یہ ہے کہ سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ کی ولادت ۴۹۵ھ میں اور وفات ۵۶۱ھ میں ہوئی ہے۔تو ۴۹۵ھ سے پہلے سورج چڑھتا تھا یا نہیں؟ اگر طلوع ہوتا تھا اور یقیناً ہوتا تھا تو کس کو سلوٹ مارتا تھا؟ غلو بری شے ہے۔اور اگر یہ شرک نہیں ہے تو پھر دنیا میں شرک ہے ہی نہیں۔اوخدا کے بندے! مدبر امر صرف رب تعالیٰ ہے وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ''جس کو چاہے عزت دے جس کو چاہے ذلیل کرے۔'' جس کو چاہے بادشاہ بنائے جس کو چاہے گدا بنائے رب تعالیٰ کے کارخانے میں کوئی دخیل نہیں ہے۔تو فرمایا تدبیر کرتا

ہے کام کی آسمان سے زمین تک۔ ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْہِ پھر وہ کام لوٹے گا اس کی طرف فِیْ یَوْمٍ اس دن میں کَانَ مِقْدَارُہٗ اَلْفَ سَنَۃٍ جس کی مقدار ہزار سال ہے مِمَّا تَعُدُّوْنَ اس گنتی کے اعتبار سے جو تم شمار کرتے ہو۔

ہر شے محفوظ ہو رہی ہے سب کچھ سامنے آجائے گا اور قیامت والے دن کا مدبر بھی وہی ہے۔ آج تو کہتے ہیں میری بادشاہی، میری حکومت، میری وزارت، یہ تیری میری کے وہاں جھگڑے نہیں ہوں گے وہاں صرف اللہ تعالیٰ کی بادشاہی ہوگی۔ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ "بتلاؤ کس کے لیے ہے بادشاہی آج کے دن۔" بس یہی آواز آئے گی لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ [مومن:۱۶] "اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو اکیلا ہے قہار ہے۔" یہ بات بھی سمجھ لیں کہ اس مقام پر مِقْدَارُہٗ اَلْفَ سَنَۃٍ کہا ہے اور سورہ معارج میں فرمایا کَانَ مِقْدَارُہٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ "جس کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہوگی۔" تو یہ مجرموں کے اعتبار سے ہوگا کہ چھوٹے مجرموں کو ہزار سال معلوم ہوگا اور بڑے مجرموں کے لیے پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا۔ جو محض کافر ہے اس کے لیے ہزار سال کا دن ہوگا اور جو کافر گر ہے دوسرے کو کافر بناتا ہے اس کے لیے پچاس ہزار سال کا دن ہوگا۔

اس کو آپ یوں سمجھیں کہ صحت مند آدمی رات کو سویا۔ اس کو گھنٹوں کی رات منٹوں کی طرح لگتی ہے کہ ابھی سویا اور ابھی جاگا اور جس کے جوڑ جوڑ میں درد ہے اس کو رات لمبی نظر آئے گی اور وہ یہ کہے گا کہ میں نے رات کیا گزاری سال گزارا ہے۔ رات اتنی ہی ہے لیکن ایک کے حق میں منٹوں کے برابر اور دوسرے کے حق میں سال کے برابر۔ تو یہ مجرموں کے اعتبار اور حساب سے ہوگا۔ اور مومنوں کے بارے میں آتا ہے حضرت ابو سعید

خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مومنوں کے لیے وہ وقت اتنا ہوگا کَوَقْتِ صَلٰوۃِ الْمَكْتُوْبَةِ ’’جیسے ایک فرض نماز کا وقت۔‘‘ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے حق فرمایا ہے اس کو سمجھو اور اس پر عمل کرو۔

ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۙ﴿٦﴾ الَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ﴿٧﴾ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ﴿٨﴾ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿٩﴾ وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ڛ بَلْ هُمْ بِلِقَاۗئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ﴿١٠﴾ قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿١١﴾ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ﴿١٢﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿١٣﴾

ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وہی ذات عالم الغیب وَالشَّهَادَةِ اور حاضر چیزوں کو جاننے والی ہے الْعَزِيْزُ غالب ہے الرَّحِيْمُ نہایت رحم کرنے والا ہے الَّذِيْ وہ ذات ہے اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ جس نے اچھا کیا ہے ہر چیز کو خَلَقَهٗ جس کو اس نے پیدا کیا ہے وَبَدَاَ اور اس نے ابتدا کی خَلْقَ الْاِنْسَانِ انسان کی پیدائش کی مِنْ طِيْنٍ گارے سے ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ پھر بنایا اس کی نسل کو مِنْ سُلٰلَةٍ خلاصے اور نچوڑ سے مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ حقیر پانی کے ثُمَّ سَوّٰىهُ پھر برابر کیا اس کو

وَنَفَخَ فِيهِ اور پھونکی اس میں مِنْ رُّوحِهِ اپنی طرف سے روح وَ جَعَلَ لَكُمُ
السَّمْعَ اور بنائے اس اللہ تعالیٰ نے تمہارے کان وَالْاَبْصَارَ اور آنکھیں
وَالْاَفْئِدَةَ اور دل قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ بہت تھوڑا تم شکر ادا کرتے ہو وَ قَالُوْآ
اور کہا انہوں نے ءَ اِذَا ضَلَلْنَا کیا جس وقت ہم خلط ملط ہو جائیں گے فِي
الْاَرْضِ زمین میں ءَ اِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ کیا بے شک ہم نئی پیدائش میں پیدا
کیے جائیں گے بَلْ هُمْ بلکہ وہ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ اپنے رب کی ملاقات کے
كٰفِرُوْنَ منکر ہیں قُلْ آپ کہہ دیں يَتَوَفّٰكُمْ جان نکالتا ہے تمہاری مَّلَكُ
الْمَوْتِ موت کا فرشتہ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ جو مسلط کیا گیا ہے تم پر ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ
تُرْجَعُوْنَ پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے وَلَوْ تَرٰۤى اور اگر آپ
دیکھیں اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ جس وقت کہ مجرم نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ جھکائے ہوئے
ہوں گے اپنے سروں کو عِنْدَ رَبِّهِمْ اپنے رب کے ہاں (اور کہیں گے) رَبَّنَآ
اَبْصَرْنَا اے ہمارے رب ہم نے دیکھ لیا وَ سَمِعْنَا اور ہم نے سن لیا
فَارْجِعْنَا پس ہمیں لوٹا دے (دنیا کی طرف) نَعْمَلْ صَالِحًا تاکہ ہم اچھے عمل کریں
اِنَّا مُوْقِنُوْنَ بے شک ہم یقین کرنے والے ہیں وَلَوْ شِئْنَا اور اگر ہم چاہیں لَاٰتَيْنَا
كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا تو دے دیں ہر نفس کو اس کی ہدایت وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ لیکن
لازم ہو چکی ہے بات مِنِّيْ میری طرف سے لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ ضرور بھروں گا
میں جہنم کو مِنَ الْجِنَّةِ جنات سے وَالنَّاسِ اور انسانوں سے اَجْمَعِيْنَ اکٹھے۔

ربط آیات :

اللہ تعالیٰ کی توحید کا ذکر چلا آ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان کو پیدا کیا۔ پھر وہ عرش پر مستوی ہوا اور آسمان سے لے کر زمین تک تدبیر بھی وہ خود ہی کرتا ہے۔ ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ وہی ذات ہے عالم الغیب والشہادۃ۔ اللہ تعالیٰ کے عالم الغیب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جو چیزیں مخلوق سے غائب ہیں ان کو بھی جانتا ہے اور شہادۃ کا مطلب ہے کہ جو چیزیں مخلوق کے سامنے ہیں رب ان کو بھی جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نسبت سے کوئی چیز غائب نہیں ہے۔ یعنی عالم الغیب کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ رب تعالیٰ سے جو چیز غائب ہے۔ اس سے تو کوئی چیز غائب نہیں ہے۔ تمام مفسرین رحمہم اللہ معنیٰ کرتے ہیں مَا غَابَ عَنِ الْخَلْقِ ''جو چیز مخلوق سے غائب ہے رب تعالیٰ اس کو جانتا ہے والشہادۃ اور جو چیز مخلوق کے سامنے ہے رب تعالیٰ اس کو بھی جانتا ہے۔'' الْعَزِيْزُ غالب ہے الرَّحِيْمُ نہایت رحم کرنے والا ہے۔ اس سے زیادہ مہربان اور کون ہو سکتا ہے؟ وہ رحمٰن بھی ہے رحیم بھی ہے۔ الَّذِىْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَىْءٍ خَلَقَهٗ جس نے اچھا کیا ہر چیز کو جس کو اس نے پیدا کیا ہے۔

تخلیق انسانی :

انسان کو دیکھو کہ اس کے اعضاء اعتدال کے ساتھ جہاں جہاں مناسب تھے وہاں وہاں لگائے ہیں عین فطرت کے مطابق۔ اگر ایک آنکھ بندے کی اتنی ہی ہوتی جتنی ہے اور دوسری بھینس کی آنکھ کے برابر ہوتی، ایک بازو اتنا ہوتا جتنا ہے اور دوسرا گھوڑے کی ٹانگ کے برابر لمبا ہوتا، ایک ٹانگ اتنی ہوتی اور دوسری ستون کے برابر لمبی ہوتی، وہ قادر مطلق ہے کر سکتا تھا پھر شکل کیا بنتی؟ مگر اس نے ہر عضو کو موزوں اور مناسب رکھا فِىْٓ اَىِّ صُوْرَةٍ

مَا شَآءَ رَكَّبَكَ [سورۃ انفطار] ''جس صورت میں رب نے چاہا رب تعالیٰ نے اسی طرح بنادی۔'' اسی طرح باقی چیزوں کو دیکھ لو۔ وَ بَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ اور اس نے ابتدا کی انسان کی پیدائش کی گارے سے۔ خشک مٹی کو تراب کہتے ہیں اور طین گارے کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کے ساتھ ساری زمین سے خشک مٹی لی پھر اپنے دست قدرت سے اس کو گوندھا پانی ڈال کر پھر اس کو خشک کیا اس طرح کہ وہ بجتا تھا کَالْفَخَّارِ ٹھیکری کی طرح۔ اس کو صَلْصَال بھی کہتے ہیں بجنے والی مٹی۔ اس سے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کا وجود بنایا ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ پھر بنایا انسان کی نسل کو مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ حقیر پانی کے خلاصے اور نچوڑ سے۔ شہوت کے ساتھ بدن سے نکلے تو سارا بدن ناپاک ہو جاتا ہے۔ کپڑے کو لگ جائے تو کپڑا ناپاک۔ اس ناپاک قطرے سے پھر سارے قطرے سے بھی نہیں بلکہ اس میں جو جراثیم ہوتے ہیں ان سے انسان کو پیدا فرمایا۔

سید انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دنیا میں انسان سے بڑھ کر کوئی عجیب شے نہیں ہے کہ کس قطرے سے اس کو پیدا کیا اور کیا بنا دیا۔ کاش کہ انسان اپنی حقیقت سمجھے کہ میں کیا ہوں؟ تو فرمایا پھر بنائی رب تعالیٰ نے انسان کی نسل حقیر پانی کے نچوڑ سے ثُمَّ سَوّٰىهُ پھر اس کو برابر کر دیا۔ اس کے اعضاء برابر کر کے اس کی شکل بنائی، ڈھانچا تیار کیا وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ اور پھونکی اس میں روح اپنی طرف سے۔ کہتے ہیں کہ چار ماہ میں ماں کے پیٹ میں بچے کا جسم تیار ہو جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتہ اس میں روح پھونک دیتا ہے اور بچہ نقل و حرکت شروع کر دیتا ہے اور تقریباً پانچ ماہ تک اس کے بعد ماں کے پیٹ میں رہتا ہے۔ نہ وہاں سانس لینے کی جگہ ہے اور نہ خوراک کا انتظام ہے۔ بس اللہ تعالیٰ ماں کے پیٹ سے ایک رگ (ناڑو) اس کی ناف کے ساتھ

جوڑ دیتے ہیں جس کے ذریعے اس کو خوراک پہنچتی رہتی ہے۔اس کو اگر ماں کے پیٹ سے باہر آنے کے بعد ہوا نہ ملے تو زندہ نہیں رہ سکتا مگر وہاں زندہ رہا۔اگر کوئی رب تعالیٰ کی قدرت کو سمجھنا چاہے تو سمجھنا آسان ہے۔فقہائے کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ رحم میں بچہ بند ہوتا ہے کوئی سوراخ نہیں ہوتا مگر فرشتہ روح پھونکنے کے لیے وہاں بھی پہنچ جاتا ہے اور کئی بچے ماں کے پیٹ ہی میں مر جاتے ہیں جان نکالنے والا بھی وہاں پہنچ جاتا ہے۔ فرشتوں کے لیے یہ دیواریں ایسے ہی ہیں جیسے پرندوں کے لیے ہوا۔دیکھو! قبر پر کتنی مٹی ڈالی جاتی ہے؟ ابھی لوگ وہیں کھڑے ہوتے ہیں کہ تُعَادُ رُوْحُهٗ فِیْ جَسَدِهٖ ''اس کی روح اس کے وجود میں لوٹائی جاتی ہے۔'' اتنی مٹی ڈالنے کے باوجود فرشتے روح لے کر پہنچ جاتے ہیں اور منکر نکیر بھی سوال جواب کے لیے پہنچ جاتے ہیں، علیہم السلام۔اور سوال کرتے ہیں مَنْ رَّبُّكَ، مَنْ نَبِیُّكَ، مَا دِیْنُكَ۔اور امام بخاری رحمہ اللہ نے بخاری شریف میں باب قائم کیا ہے اِنَّ الْمَیِّتَ یَسْمَعُ خَفْقَ النِّعَالِ ''بے شک میت جوتوں کی کھٹکھٹاہٹ سنتا ہے۔'' یعنی جب لوگ دفن کرنے کے بعد واپس جاتے ہیں۔ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔تو فرشتوں کے لیے مٹی اور دیواریں ہوا کی طرح ہیں جیسے ہوا پرندوں کے لیے ہے۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور اس کا شکر :

فرمایا وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ اور بنائے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے کان جن کے ساتھ تم سنتے ہو وَالْاَبْصَارَ اور تمہارے لیے آنکھیں بنائیں جن کے ساتھ تم دیکھتے ہو وَالْاَفْئِدَةَ اور دل بنائے۔اَفْئِدَہ فُؤَاد کی جمع ہے۔اور تمہارے لیے دل بنائے جن کے ساتھ تم سمجھتے ہو۔رب تعالیٰ کے علاوہ یہ چیزیں اور کون دے سکتا ہے؟ قَلِیْلًا مَّا

تَشْکُرُوْنَ بہت تھوڑا تم شکر ادا کرتے ہو۔ سورۃ سبا آیت ۱۳ میں ہے وَ قَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ ’’اور بہت تھوڑے ہیں میرے بندوں میں سے شکر ادا کرنے والے۔
اس کا اندازہ تم اس سے لگا لو کہ اِس وقت (جس سال حضرت نے یہ درس دیا) تقریباً چالیس ہزار کی آبادی ہوگی لیکن صبح کی نماز کی حاضری تمام مسجدوں کی ملا کر ہزار بھی نہیں ہو گی۔ لوگ ابھی تک سوئے ہوئے ہیں۔ جب ڈیوٹی پر جانا ہوگا اور پیشاب پاخانہ تنگ کرے گا، ناشتے کا وقت ہوگا تب آنکھیں ملتے ہوئے اٹھیں گے۔ یہ شہر کی حالت ہے جہاں کچھ ماحول ہے اور دیہات کا تو اللہ ہی حافظ ہے۔ اور جو غیر مسلموں کے علاقے ہیں جہاں خدا کا نام ہی نہیں ہے وہاں اس کو کون یاد کرے گا؟ رب تعالیٰ کا ارشاد بالکل بجا ہے کہ تم بہت کم شکر ادا کرتے ہو۔ وَ قَالُوْٓا اور کہا ان کافروں نے۔ کیا کہا؟ ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ کیا جس وقت ہم خلط ملط ہو جائیں گے، رل مل جائیں گے زمین میں ،خاک ہو جائیں گے، ہمارے اجزاء زمین کے اجزاء کے ساتھ رل مل جائیں گے ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ کیا بے شک ہم نئی پیدائش میں پیدا کیے جائیں گے۔ یعنی ان کے لیے یہ بڑی عجیب چیز تھی کہ ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی، انسان زمین میں رل مل جانے کے بعد دوبارہ زندہ ہوگا۔ تعجب کے مارے پوچھتے تھے مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَ ھِیَ رَمِیْمٌ [سورۃ یٰسین] ’’کون زندہ کرے گا ہڈیوں کو حالانکہ وہ بوسیدہ ہو چکی ہوں گی۔‘‘ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قُلْ یُحْیِیْھَا الَّذِیْٓ اَنْشَاَھَآ اَوَّلَ مَرَّۃٍ ’’آپ کہہ دیں ان کو وہ زندہ کرے گا جس نے ان کو پہلی مرتبہ زندہ کیا ہے۔‘‘ پہلی مرتبہ زندہ کرنے کا تو تم بھی انکار نہیں کرتے۔ اپنی خلقت کا انکار بھی نہیں کر سکتے تھے۔

فرمایا بَلْ ھُمْ بِلِقَآئِ رَبِّھِمْ کٰفِرُوْنَ بلکہ وہ اپنے رب کی ملاقات کے منکر

ہیں۔ کہتے ہیں کوئی قیامت نہیں ہے اور جو آدمی قیامت کا منکر ہوگا نہ اس میں نیکی کا جذبہ پیدا ہوگا اور نہ برائی سے بچنے کا جذبہ ہوگا۔ ان چیزوں کا احساس اور فکر تو اس کو ہوگا جس کو پتا ہو کہ میرا امتحان ہونا ہے۔ جس کو امتحان کا فکر ہو تیاری تو اس نے کرنی ہے، محنت تو اس نے کرنی ہے کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھے گا کہ میں نے تجھے بندہ بنایا تو نے بندوں والا کون سا کام کیا؟ میں نے تجھے اعضاء دیئے، جوانی دی، صحت دی، تو نے ان کو کہاں خرچ کیا؟ تندرستی سے کیا فائدہ اٹھایا؟ میں نے تجھے فراغت دی تھی تو نے وقت کہاں خرچ کیا؟ میں نے ان سوالوں کا جواب دینا ہے پھر تیاری بھی کرے گا۔ دیکھو! یہ سب اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں اگر وہ چھین لے تو اس کو کون روک سکتا ہے؟ اور دنیا کی کوئی طاقت یہ نعمتیں دے بھی نہیں سکتی لہٰذا ہر وقت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے اِس پر اُس کا وعدہ ہے لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ ''اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں ضرور بالضرور تمہیں زیادہ دوں گا لَئِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ [ابراہیم: ۷] اور اگر تم ناشکری کرو گے تو بے شک میرا عذاب بہت سخت ہے۔'' صحیح معنیٰ میں تو ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کر سکتے کہ اس کی نعمتیں بے شمار ہیں۔ ہم یہ جو سانس لیتے ہیں جس سے دن رات ہماری نبض چلتی ہے ہم تو اس کا شکر ادا نہیں کر سکتے اور حال یہ ہے کہ ہمیں اس نعمت کا احساس ہی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں یَتَوَفّٰکُمْ مَّلَکُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُکِّلَ بِکُمْ جان نکالتا ہے تمہاری موت کا فرشتہ جو مسلط کیا گیا ہے تم پر ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمْ تُرْجَعُوْنَ پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ کام عزرائیل علیہ السلام کے سپرد کیا ہے وہ اس محکمہ کے انچارج ہیں۔ ان کے ماتحت بے شمار فرشتے ہیں لیکن موت کے وقت کا کسی کو علم نہیں ہوتا۔ عین موقع پر اللہ تعالیٰ کا حکم ملتا ہے اور وہ جان نکال لیتے ہیں

اور اس میں نہ وہ کوتاہی کرتے ہیں اور نہ ان سے بھول چوک ہوتی ہے۔ ایک لمحہ کی بھی تاخیر نہیں ہوتی۔ یہ جو بعض لوگوں نے کہانیاں بنائی ہوئی ہیں کہ فرشتے نے اس نام کے دوسرے آدمی کی جان نکال لی یہ بالکل بے حقیقت اور غلط باتیں ہیں۔ فرشتہ نہ بھولتا ہے اور نہ اس کو غلطی لگتی ہے۔

روزِ قیامت کافروں کی حالت :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَوْ تَرٰٓى اور اگر آپ دیکھیں اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ جس وقت کہ مجرم جھکائے ہوئے ہوں گے اپنے سروں کو عِنْدَ رَبِّهِمْ اپنے رب کے سامنے (اور کہیں گے) رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا اے ہمارے پروردگار! ہم نے دیکھ لیا وَ سَمِعْنَا اور سن لیا ہم نے فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا پس ہمیں لوٹا دے دنیا کی طرف تاکہ ہم اچھے عمل کریں۔ وہاں منتیں کریں گے کہیں گے اِنَّا مُوْقِنُوْنَ بے شک ہم یقین کرنے والے ہیں۔ ہمیں یقین آ گیا ہے۔ اس وقت یقین کا کیا معنٰی ؟ اس وقت یقین کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ اب یقین کرو اور اچھے عمل کرو، برائیوں سے باز آ جاؤ اگلے جہان افسوس کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا اور اپنے ہاتھ کاٹ کھائیں گے وَ يَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ "جس دن کاٹیں گے ظالم لوگ اپنے ہاتھوں کو يَقُوْلُ کہیں گے يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا کاش کہ میں پکڑتا رسول کے ساتھ راستہ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِي لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا [فرقان: ۲۸] اے خرابی کاش کہ میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔"

وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰهَا اور اگر ہم چاہیں تو دے دیں ہر نفس کو اس کی ہدایت۔ یعنی سب کو ہدایت پر مجبور کر دیں۔ ان میں سے برائی کا مادہ ختم کر دیں۔ جیسے

فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے معصوم بنایا ہے اسی طرح اگر وہ چاہے تو تمام نفوس انسانیہ کو اور تمام نفوس جنات کو ہدایت دے سکتا ہے کہ ان میں سے کفر کا مادہ ہی نکال دے لیکن ایسا کرے گا نہیں۔ کیونکہ پھر امتحان ختم ہو جاتا ہے۔ اسی لیے فرمایا کہ اگر ہم چاہیں تو ایسا کر سکتے ہیں اور کر سکنا اور چیز ہے، کرنا اور چیز ہے۔ پندرہویں پارے میں گزر چکا ہے وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ [بنی اسرائیل:۸۶] ''اور اگر ہم چاہیں تو لے جائیں اس چیز کو جو وحی بھیجی ہے ہم نے آپ کی طرف۔'' اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے مگر نہ چھینی ہے اور نہ چھینے گا۔ تو کرنا اور چیز ہے، کر سکنا اور چیز ہے۔ رب تعالیٰ چاہے تو سب کو ہدایت دے سکتا ہے جبراً لیکن اگر ایسا کرے تو اختیار ختم ہو جائے گا۔ اس نے انسان کو اختیار دیا ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ [سورۃ الکہف] ''پس جو چاہے اپنے ارادے سے ایمان لائے اور جو چاہے اپنے ارادے اور اختیار سے کفر اختیار کرے۔'' اللہ تعالیٰ نے انسان کو ارادہ دیا ہے، قوت اور طاقت دی ہے، انسان اپنی نیکی اور بدی میں مختار ہے۔

اختلافی مسائل :

دو تین مسئلے اختلافی ہیں وہ سمجھ لیں۔

① ...... ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ خلاف واقعہ بول سکتا ہے یا نہیں؟

خلاف واقعہ کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً اس وقت تم سارے بیٹھے ہو اور میں کہوں کہ نہیں تم کھڑے ہو۔ یہ خلاف واقعہ ہے۔ تو کیا اس کے بولنے پر اللہ تعالیٰ قادر ہے یا نہیں؟ اہل حق کہتے ہیں کہ قادر ہے، قدرت رکھتا ہے مگر نہ خلاف واقعہ اس نے بولا ہے نہ بولتا ہے اور نہ بولے گا۔ معتزلہ، خارجی، رافضی اور بریلوی کہتے ہیں کہ رب کو ایسی قدرت ہی نہیں ہے۔

(۲)...... دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ رب تعالیٰ مثلاً ابو جہل، ابولہب کو جنت میں بھیجنا چاہے تو بھیج سکتا ہے یا نہیں؟

اہل حق کہتے ہیں کہ بھیج سکتا ہے مگر بھیجے گا نہیں کہ اس نے فرمایا ہے جنت کافروں پر حرام ہے۔ مگر شیعہ رافضی، خارجی، بریلوی اور معتزلہ کہتے ہیں کہ نہیں بھیج سکتا۔ رب تعالیٰ کو اس پر قدرت نہیں ہے۔

(۳)...... تیسرا مسئلہ امکانِ نظیر کا ہے کہ اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ جیسی شخصیت پیدا کرنے پر قادر ہے یا نہیں؟

اہل حق کہتے ہیں کہ قادر ہے، پیدا کر سکتا ہے۔ مگر نہ تو آنحضرت ﷺ کی نظیر اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے اور نہ ہی پیدا کرے گا۔

رخِ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزم خیال میں نہ دکان آئینہ ساز میں

اور یہ سارے فرقے کہتے ہیں کہ رب تعالیٰ کو قدرت ہی نہیں ہے اور اس پر کتابیں لکھی گئی ہیں۔ بھئی! تم نے رب تعالیٰ کی قدرت کو محدود کر دیا ہے۔ کرنا اور چیز ہے اور کر سکنا اور چیز ہے۔ دونوں میں فرق ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی شاہ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ یہ بتلائیں کہ اللہ تعالیٰ کسی نیک ترین آدمی کو دوزخ میں بھیج سکتا ہے؟ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نسل میں سے تھے۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان بھی فاروقی ہے یہ سید نہیں ہیں۔ تو مجدد صاحب جلال میں آگئے اور فرمایا اے پوچھنے والے...... "اگر ہمہ را بہ دوزخ فرستاد جائے اعتراض نیست۔" اگر اللہ تعالیٰ تمام نیکوں کو دوزخ میں بھیج دے تو اس پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتا۔

مگر بھیجے گا نہیں۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کریمہ کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے اس مسئلے پر کہ وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ مگر نہ وہ خلاف واقعہ بولے گا نہ مشرکوں، کافروں کو جنت میں بھیجے گا اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظیر پیدا فرمائے گا۔ کرنے اور کر سکنے میں بڑا فرق ہے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اور اگر ہم چاہیں تو ہر نفس کو ہدایت دے سکتے ہیں وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ لیکن لازم ہو چکی ہے بات میری طرف سے لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ البتہ میں ضرور پُر کروں گا جہنم کو مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ جنات اور انسانوں سے اکٹھے۔ یعنی وہ اپنی مرضی سے نیکی اور بدی کریں گے اپنی مرضی سے ایمان لائیں گے اور اپنی مرضی سے کفر اختیار کریں گے جس کے نتیجے میں دوزخ میں جائیں گے۔ رب تعالیٰ زبردستی کسی پر نہیں کرتا۔

فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۩ ﴿۱۵﴾ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۖ وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۱۶﴾ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۷﴾ اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ؕ لَا يَسْتَوٗنَ ﴿۱۸﴾ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى ۫ نُزُلًا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۰﴾

فَذُوْقُوْا پس چکھوتم بِمَا اس چیز کا مزہ نَسِيْتُمْ جوتم نے بھلا دیا تھا لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا اپنے اس دن کی ملاقات کو اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ بے شک ہم نے بھی تم کو بھلا دیا ہے وَ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ اور چکھوتم ہمیشہ کا عذاب بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اس کے بدلے میں جوتم عمل کرتے تھے اِنَّمَا پختہ بات ہے يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا ایمان لائے ہیں ہماری آیتوں پر الَّذِيْنَ وہ لوگ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا جب یاددہانی کرائی جاتی ہے ان آیتوں کے ذریعے خَرُّوْا سُجَّدًا گر پڑتے ہیں

سجدے میں وَسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ اور تسبیح بیان کرتے ہیں اپنے رب کی حمد
کے ساتھ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ اور وہ تکبر نہیں کرتے تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ الگ
رہتے ہیں ان کے پہلو عَنِ الْمَضَاجِعِ بستروں سے يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ پکارتے
ہیں اپنے رب کو خَوْفًا خوف کرتے ہوئے وَّ طَمَعًا اور طمع کرتے ہوئے وَّمِمَّا
اور اس چیز میں سے رَزَقْنٰهُمْ جو ہم نے ان کو رزق دیا ہے يُنْفِقُوْنَ خرچ
کرتے ہیں فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ پس نہیں جانتا کوئی نفس مَّآ اس چیز کو اُخْفِيَ
لَهُمْ جو ان کے لیے مخفی رکھی گئی ہے مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ آنکھوں کی ٹھنڈک جَزَآءً
بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ بدلہ اس چیز کا جو وہ عمل کرتے تھے اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا کیا
پس وہ شخص جو مومن ہے كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا اس کی طرح ہوگا جو فاسق ہے
لَا يَسْتَوٗنَ یہ برابر نہیں ہیں اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بہر حال وہ لوگ جو ایمان لائے
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے عمل کیے اچھے فَلَهُمْ پس ان کے لیے ہے
جَنّٰتُ الْمَاْوٰى ٹھکانا جنتیں نُزُلًا مہمانی ہوگی بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ اس چیز کے
بدلے جو وہ عمل کرتے تھے وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا اور بہر حال وہ لوگ جنہوں نے
نافرمانی کی فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ پس ان کا ٹھکانا دوزخ ہوگا كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا جب کبھی
وہ ارادہ کریں گے اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ کہ اس سے نکل جائیں اُعِيْدُوْا فِيْهَا تو
لوٹا دیئے جائیں گے اس میں وَقِيْلَ اور کہا جائے گا لَهُمْ ان کو ذُوْقُوْا چکھو
عَذَابَ النَّارِ آگ کا عذاب الَّذِيْ وہ عذاب كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ جس کو تم

جھٹلاتے تھے۔

ربط آیات :

کل کے سبق کی آخری آیت کریمہ میں تم نے پڑھا لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ البتہ ضرور بھروں گا میں دوزخ کو جنوں اور انسانوں سے اکٹھے۔ تو جس وقت یہ دوزخ میں داخل ہو جائیں گے تو کہا جائے گا فَذُوْقُوْا پس چکھو تم بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا اس چیز کا مزہ کہ تم نے بھلا دیا تھا اپنے اس دن کی ملاقات کو۔ آج اس کا بدلہ چکھو۔

ملحدین کا اعتراض اور اس کا جواب :

بعض ملحدین نے یہ اعتراض کیا ہے کہ انسانوں کو دوزخ میں سزا کا ہونا تو سمجھ آتا ہے کیونکہ انسان خاکی ہیں اور دوزخ نار۔ لیکن جنات تو ناری ہیں تو آگ کو آگ میں کیا سزا ہوگی۔ قرآن کریم میں نصوص قطعیہ سے ثابت ہے کہ جنات کو آگ سے پیدا کیا گیا ہے۔ سورۃ حجر آیت نمبر ۲۷ میں ہے وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ "اور جنوں کو ہم نے پیدا کیا اس سے پہلے آگ کی لو سے۔" سورۃ ص آیت نمبر ۷۶ میں ہے خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ "آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو مٹی سے۔" میں اس کو سجدہ کیوں کروں؟

تو ملحد کہتے ہیں کہ آگ کو آگ میں کیا سزا ہوگی؟ آسان جوابوں میں سے ایک جواب یہ ہے کہ محققین فرماتے ہیں جنات کو دنیا کی آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور دوزخ کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہوگی۔ تو اس تیز آگ کے مقابلے میں اس دنیا کی آگ کی کیا حیثیت ہے کہ ان کو تکلیف نہ ہو۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ جہنم کے ایک

طبقے نے دوسرے طبقے کا شکوہ کیا اے پروردگار! اس کی حرارت اور تپش مجھے کھا گئی۔ اتنا تفاوت اور فرق ہے ایک طبقے کا دوسرے طبقے سے کہ ایک طبقہ دوسرے طبقے کا شاکی ہے۔ لہٰذا جو دنیا کی آگ سے پیدا ہوئے ہیں ان کو جہنم کی آگ میں سزا ہونے پر کوئی اشکال نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جہنم میں ایک طبقہ زمہریر ہے یہ بالکل ٹھنڈا ہے۔ اس میں تو سزا ہو سکتی ہے۔ اگر کسی کو جنات کی سزا آگ میں سمجھ نہیں آتی تو زمہریر کے طبقے میں تو سمجھ آ جانی چاہیے۔

تو دوزخ میں ڈالے جانے کے بعد کہا جائے گا چکھو مزہ اس لیے کہ تم نے اپنے اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا، میدان محشر کو بھلا دیا تھا، جنت و دوزخ کو بھلا دیا تھا، رب تعالیٰ کی عدالت میں کھڑے ہونے کو بھلا دیا تھا اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ بے شک ہم نے بھی تم کو بھلا دیا۔ اللہ تعالیٰ نہیں بھولتا وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا [مریم: ۶۴] "اور نہیں ہے آپ کا رب بھولنے والا۔" لیکن یہ ان کے جواب میں فرمایا۔ مراد یہ ہے کہ تم نے آج کے دن کی پروا نہیں کی آج مجھے تمہاری کوئی پروا نہیں ہے وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ اور چکھو تم ہمیشہ کا عذاب۔ کافر مشرک کو دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ کی سزا ہوگی۔ وہ نہ ختم ہونے والی زندگی ہے جس کا آج ہم تصور بھی نہیں کر سکتے بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اس کے بدلے میں جو تم عمل کرتے تھے اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ پختہ بات ہے ایمان لاتے ہیں ہماری آیتوں پر وہ لوگ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا جب ان کو یاد دہانی کرائی جاتی ہے ان آیتوں کے ذریعے۔ یعنی قرآن کریم کی آیات کے ذریعے ان کو توحید و رسالت اور قیامت کے مسائل یاد کرائے جاتے ہیں تو وہ فوراً خَرُّوْا سُجَّدًا وہ گر پڑتے ہیں سجدے میں وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ اور وہ تسبیح بیان کرتے ہیں اپنے رب کی حمد کے ساتھ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ

بِحَمْدِہٖ یہ فرشتوں کی تسبیح ہے۔ اور حدیث پاک میں آتا ہے اَفْضَلُ الْکَلَامِ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ یہ وظیفہ بڑے بلند درجے کا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی ساری صفات آجاتی ہیں۔

صفاتِ باری تعالیٰ :

اللہ تعالیٰ کی صفات دو قسم کی ہیں، سلبی اور وجودی۔ سلبی ان صفات کو کہا جاتا ہے جن کی اللہ تعالیٰ سے نفی کی جائے کہ اللہ تعالیٰ کی والدہ نہیں ہے، رب پیدا نہیں ہوا، اس کی اولاد نہیں ہے، وہ کھاتا نہیں ہے، وہ پیتا نہیں ہے، وہ سوتا نہیں ہے۔ تو 'نہیں نہیں' کے ساتھ جو صفات آتی ہیں وہ سلبی کہلاتی ہیں۔ ایک دفعہ کہا سبحان اللہ تو تمام سلبی صفات آگئیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے ہر کمزوری سے۔ دوسری صفات وجودی اور ایجابی ہیں۔ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے، خالق ہے، مالک ہے، رزاق ہے، بادشاہ بنانے والا ہے، گدا بنانے والا ہے۔ تو جو صفات 'ہے ہے' کے ساتھ آتی ہیں وہ ایجابی کہلاتی ہیں۔ تو جب کہا وَبِحَمْدِہٖ تو یہ ساری صفات آگئیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس کا ذکر کثرت سے کرو سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ۔

مستدرک حاکم حدیث کی کتاب ہے اس میں روایت ہے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس کلمے کی برکت سے اللہ تعالیٰ رزق کا دروازہ کشادہ فرما دیتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے۔ لیکن جلدی کھولتے ہیں یا دیر سے یہ رب تعالیٰ کی حکمت ہے مگر کھولتے ضرور ہیں۔ جب کہ ہم لوگ بڑے جلد باز قسم کے ہیں دو دن دعا کی، چار دن دعا کی مراد پوری نہ ہوئی تو ہم دعا ہی کرنی چھوڑ دیتے ہیں۔ دعا کرتے رہنا چاہیے اللہ تعالیٰ کی حکمتیں ہوتی ہیں اس کو معلوم ہے کب منظور کرنی ہے۔ عوام میں مشہور ہے کہتے

ہیں کہ نوح علیہ السلام کی دعا تین سو سال بعد قبول ہوئی تھی۔ رب بہتر جانتا ہے یہ بات کہاں تک صحیح ہے۔ تو اگر نوح علیہ السلام کی دعا تین سو سال بعد قبول ہوئی ہے تو پھر ہماری تو دو ہزار سال بعد قبول ہونی چاہیے تو دعا سے اکتانا نہیں چاہیے۔

تو فرمایا وہ تسبیح بیان کرتے ہیں اپنے رب کی حمد کی وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ اور وہ تکبر نہیں کرتے تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ الگ رہتے ہیں پہلوان کے عَنِ الْمَضَاجِعِ، مضجع کی جمع ہے بستر۔ الگ رہتے ہیں بستروں سے۔ رات کو نرم اور گرم بستر سے الگ ہوکر يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ پکارتے ہیں وہ اپنے رب کو خَوْفًا خوف کرتے ہوئے رب کے عذاب سے وَّ طَمَعًا اور طمع کرتے ہوئے رب کی رحمتوں کا۔ رات کو سحری کے وقت عبادت کا جو اثر ہے اور جو لطف ہے اس کو کوئی بیان نہیں کرسکتا۔

ان کی اور کیا صفت ہے وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ اور اس میں سے جو ہم نے ان کو رزق دیا ہے خرچ کرتے ہیں۔ مال دیا ہے، قوت بدنی دی ہے، علم دیا ہے، ہنر دیا ہے۔ مال دیا ہے مال خرچ کرتے ہیں، قوت بدنی دی ہے وہ استعمال کرتے ہیں کہ اس کے ساتھ لوگوں کی خدمت کرتے ہیں، علم دیا ہے وہ علم کے ساتھ لوگوں کی صحیح راہنمائی کرتے ہیں، عقل دی ہے اس کے ساتھ لوگوں کی صحیح راہنمائی کرتے ہیں۔ صرف مال ہی نہ سمجھو جو بھی کسی کو اللہ تعالیٰ نے نعمت دی ہے اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدقہ کرو کثرت کے ساتھ کہ صدقے کی برکت سے بلائیں ٹلتی ہیں اِنَّ الصَّدَقَةَ تَدْفَعُ الْبَلَاءَ اور صدقہ بری موت سے بھی بچاتا ہے۔ حضرت ابوذر غفاری نے عرض کیا حضرت! اگر کسی کے پاس مال نہ ہو تو وہ کیا صدقہ کرے؟ فرمایا تَصْنَعُ لِاَخْرَقَ "ناتجربہ کار آدمی کو تم کوئی تجربے کی بات سکھادو۔" یہ تمہارا صدقہ

ہے۔ کہنے لگے حضرت! اگر میں یہ بھی نہ کرسکوں؟ فرمایا امر بالمعروف نہی عن المنکر کرو۔ نیکی کا حکم دو برائی سے منع کرو۔ کہنے لگے حضرت! اگر میں یہ بھی نہ کرسکوں؟ فرمایا پھر خاموش رہو کسی کو تکلیف نہ پہنچاؤ۔ تو نیکی کی مدّات بہت ہیں۔

سجدۂ تلاوت کا طریقہ :

یہ آیت سجدہ ہے جس جس نے سنی ہے مردوں میں سے اور عورتوں میں سے اس پر سجدہ لازم ہوگیا ہے اور اس سجدے کی وہی شرائط ہیں جو نماز کے سجدے کی ہیں۔ باوضو ہونا، کپڑوں کا پاک ہونا، جگہ کا پاک ہونا، نماز کا وقت ہونا، سورج کے طلوع ہونے کے وقت، غروب ہونے کے وقت، زوال کے وقت سجدہ کروگے تو ادا نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ تین اوقات ہر قسم کے سجدے کے لیے مکروہ ہیں۔ صبح صادق کے بعد، سورج طلوع ہونے تک کوئی نفلی نماز جائز نہیں ہے۔ ہاں! قضا نمازیں پڑھ سکتا ہے، سجدہ تلاوت ادا کرسکتا ہے، نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے، قرآن کریم کی تلاوت کرسکتا ہے۔ اسی طرح عصر کی نماز کے بعد غروب آفتاب تک کوئی نفلی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ نہ تحیۃ الوضو، نہ تحیۃ المسجد، نہ کوئی شکرانے کی نماز، ہاں! سجدہ تلاوت کرسکتا ہے کہ یہ واجب ہے۔ نماز جنازہ فرض کفایہ ہے پڑھ سکتا ہے، قضا نمازیں بھی پڑھ سکتا ہے، قرآن کریم کی تلاوت کرسکتا ہے، ذکر اذکار کر سکتا ہے، ان کے لیے قطعاً کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ اور کئی دفعہ مسئلہ بیان ہو چکا ہے کہ قرآن کریم کو بے وضو ہاتھ نہیں لگانا چاہیے زبانی پڑھ سکتے ہو۔ ذکر اذکار کے لیے وضو کی کوئی شرط نہیں ہے، نہ کسی حالت کی شرط ہے۔ بیٹھ کر، کھڑے ہوکر، لیٹ کر، چلتے پھرتے، باوضو، بے وضو، ہر حالت میں ذکر کرسکتے ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ پس نہیں جانتا کوئی

نفس اس چیز کو جوان کے لیے مخفی رکھی گئی ہے جنت میں مِنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ آنکھوں کی ٹھنڈک۔ یعنی وہ نعمتیں جن کو دیکھ کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی ان نعمتوں کا آج تصور بھی کوئی نہیں کرسکتا جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ بدلہ ہوگا ان چیزوں کا جو وہ عمل کرتے تھے اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ [توبہ:۱۲۰] "بے شک اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرتا نیکی کرنے والوں کے اجر کو" ایک رتی برابر بھی اگر کسی نے نیکی کی ہوگی تو اس کو اس کا اجر ملے گا اور اگر کسی نے ایک رتی برابر بھی بدی کی ہوگی تو اس کی سزا پائے گا۔ ہاں! اگر اللہ تعالیٰ معاف کر دے تو اس کے خزانوں میں کسی شے کی کمی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا کیا پس وہ شخص جو مومن ہے انصاف سے بتلاؤ كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا اس شخص کی طرح ہوگا جو فاسق ہے۔ مومن و کافر، نیک و بد برابر ہوسکتے ہیں؟ لَا يَسْتَوٗنَ یہ برابر نہیں ہیں۔ توحید اور شرک برابر نہیں ہیں، بدعت اور سنت برابر نہیں ہیں، حق و باطل برابر نہیں ہیں، سچ اور جھوٹ برابر نہیں ہیں تو ان کا بدلہ کیسے برابر ہوسکتا ہے۔ دنیا کی کوئی ایسی حکومت نہیں ہے جو وفادار اور غدار کو ایک نگاہ سے دیکھے۔ یہ نقطۂ نظر الگ ہے کہ حکومت غدار کس کو کہتی ہے اور وفادار کس کو کہتی ہے؟ لیکن جس کو وفادار کہے گی اس کا نتیجہ اور ہوگا اور جس کو غدار کہے گی اس کا نتیجہ الگ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مومن اور فاسق برابر نہیں ہوسکتے اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بہرحال وہ لوگ جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے عمل کیے اچھے فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى، ماویٰ کا معنیٰ ہے ٹھکانا۔ پس ان کے لیے ٹھکانا جنتیں ہیں۔

بخاری شریف میں حدیث ہے فرمایا ایک چابک کی جگہ جنت کی اتنی قیمتی ہے کہ دنیا کے خزانے اس کی قیمت نہیں بن سکتے نُزُلًا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ مہمانی ہوگی ان کے

اعمال کے بدلے کی جو وہ کرتے رہے ہیں۔ ان کے اعمال کے بدلے میں ان کی اللہ تعالیٰ عمدہ قسم کی مہمانی کرے گا جس کا آج کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا۔

جہنمیوں کی سزا :

یہ تو مومنوں کے لیے ہوگا وَاَمَّا الَّذِیْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰھُمُ النَّارُ اور بہر حال وہ لوگ جو فاسق ہیں نافرمان ہیں ان کا ٹھکانا دوزخ ہوگا، آگ کے شعلے ہوں گے کُلَّمَآ اَرَادُوْآ جب کبھی وہ ارادہ کریں گے اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنْھَآ کہ وہ اس سے نکلیں اُعِیْدُوْا فِیْھَا لوٹا دیئے جائیں گے اس میں۔ آگ کے شعلوں کے ساتھ جلتے ہوئے اوپر کو آئیں گے کنارہ دیکھ کر تھوڑا سا خوش ہوں گے کہ نکل چلے ہیں مگر کنارے پر فرشتے کھڑے ہوں گے ہتھوڑے لے کر وہ ان کے سر پر ماریں گے وہ پھر نیچے چلے جائیں گے۔ سورۃ حج آیت نمبر ۲۱ میں ہے وَلَھُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِیْدٍ ''ان کے لیے ہتھوڑے ہوں گے لوہے کے کُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنْھَا مِنْ غَمٍّ اُعِیْدُوْا فِیْھَا وَ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ [آیت : ۲۲] ''جب وہ ارادہ کریں گے کہ وہ نکلیں اس (دوزخ) کے غم سے تو لوٹا دیئے جائیں گے اس کے اندر اور چکھو جلانے والے عذاب کا مزہ۔'' تو دوزخ سے نکلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہاں! البتہ طبقوں میں سے اوپر والا طبقہ نکل آئے گا جو اہل ایمان اور اہل توحید ہوں گے اور اپنی بد اعمالیوں کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے وہ اپنے گناہوں کی سزا بھگت کر نکل آئیں گے۔ یہ طبقہ خالی ہو جائے گا۔ باقی کسی طبقے میں عیسائی ہوں گے، کسی میں یہودی ہوں گے، کسی میں مشرک ہوں گے، کسی میں منافق ہوں گے، کسی میں مجوسی ہوں گے وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے وَقِیْلَ اور کہا جائے گا لَھُمْ ان کو ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِیْ چکھو تم اس آگ کے عذاب کا مزہ کُنْتُمْ بِهٖ تُکَذِّبُوْنَ

جس کو تم جھٹلاتے تھے۔ دنیا میں تم کہتے تھے ہم دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے، نہ جنت ہے، نہ دوزخ ہے، نہ کوئی ثواب ہے نہ کوئی عقاب ہے۔ آج تم اس کا مزہ چکھو۔

وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٢١﴾ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ ثُمَّ أَعْرَضَ عَنْهَا ۚ إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ مُنتَقِمُونَ ﴿٢٢﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَلَا تَكُن فِي مِرْيَةٍ مِّن لِّقَائِهِ ۖ وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ ﴿٢٣﴾ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا ۖ وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ ﴿٢٤﴾ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿٢٥﴾ أَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ أَهْلَكْنَا مِن قَبْلِهِم مِّنَ الْقُرُونِ يَمْشُونَ فِي مَسَاكِنِهِمْ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ ۖ أَفَلَا يَسْمَعُونَ ﴿٢٦﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَسُوقُ الْمَاءَ إِلَى الْأَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا تَأْكُلُ مِنْهُ أَنْعَامُهُمْ وَأَنفُسُهُمْ ۖ أَفَلَا يُبْصِرُونَ ﴿٢٧﴾ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْفَتْحُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٢٨﴾ قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنفَعُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِيمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ ﴿٢٩﴾ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانتَظِرْ إِنَّهُم مُّنتَظِرُونَ ﴿٣٠﴾

وَلَنُذِيقَنَّهُمْ اور البتہ ہم ضرور چکھائیں گے ان کو مِّنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ تھوڑا سا عذاب دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ بڑے عذاب سے پہلے لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ تاکہ وہ لوٹ آئیں وَمَنْ أَظْلَمُ اور کون زیادہ ظالم ہے مِمَّن اس شخص سے ذُكِّرَ جس کو یاددہانی کرائی جائے بِآيَاتِ رَبِّهِ اس کے رب کی آیات

کے ساتھ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا پھر وہ ان سے اعراض کرے اِنَّا بے شک ہم مِنَ
الْمُجْرِمِيْنَ مجرموں سے مُنْتَقِمُوْنَ انتقام لینے والے ہیں وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق
اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ دی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب فَلَا تَكُنْ پس آپ
نہ ہوں فِيْ مِرْيَةٍ شک میں مِّنْ لِّقَآئِهٖ اس کی ملاقات سے وَجَعَلْنٰهُ اور بنائی
ہم نے وہ کتاب هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ہدایت بنی اسرائیل کے لیے وَ جَعَلْنَا
مِنْهُمْ اور بنائے ہم نے ان میں سے اَئِمَّةً پیشوا يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا جو راہنمائی
کرتے تھے ہمارے حکم کے مطابق لَمَّا صَبَرُوْا جب انہوں نے صبر کیا وَكَانُوْا
بِاٰيٰتِنَا اور وہ تھے ہماری آیتوں پر يُوْقِنُوْنَ یقین رکھتے اِنَّ رَبَّكَ بے شک
آپ کا رب هُوَ يَفْصِلُ وہ فیصلہ کرے گا بَيْنَهُمْ ان کے درمیان يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
قیامت کے دن فِيْمَا ان چیزوں میں كَانُوْا فِيْهِ جن میں وہ يَخْتَلِفُوْنَ
اختلاف کرتے تھے اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ کیا اور ان کو سمجھ نہیں آئی اس سے كَمْ
اَهْلَكْنَا کتنی ہلاک کیں ہم نے مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے مِّنَ الْقُرُوْنِ
جماعتیں يَمْشُوْنَ یہ چلتے ہیں فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ان کے گھروں میں اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ
بے شک اس میں لَاٰيٰتٍ البتہ کئی نشانیاں ہیں اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ کیا پس وہ نہیں
سنتے اَوَلَمْ يَرَوْا کیا انہوں نے نہیں دیکھا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ بے شک ہم چلاتے
ہیں پانی کو اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ چٹیل زمین کی طرف فَنُخْرِجُ بِهٖ پس ہم نکالتے
ہیں اس پانی کے ذریعے زَرْعًا کھیتی تَاْكُلُ مِنْهُ کھاتے ہیں اس سے اَنْعَامُهُمْ

ان کے جانور وَاَنْفُسُهُمْ اور وہ خود بھی اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ کیا پس وہ دیکھتے نہیں وَيَقُوْلُوْنَ اور وہ کہتے ہیں مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ کب ہوگی یہ فتح اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر ہو تم سچے قُلْ آپ فرمادیں يَوْمَ الْفَتْحِ فتح والے دن لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ نہیں نفع دے گا ان لوگوں کو كَفَرُوْٓا جنھوں نے کفر اختیار کیا اِيْمَانُهُمْ ان کا ایمان وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ پس آپ اعراض کریں ان سے وَانْتَظِرْ اور انتظار کریں اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ بے شک وہ بھی انتظار کرنے والے ہیں۔

تفسیر آیات :

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ اور البتہ ہم ضرور چکھائیں گے ان کو مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى تھوڑا سا عذاب، ادنیٰ قسم کا عذاب دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ بڑے عذاب سے پہلے۔ کیوں؟ چکھائیں گے لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ تا کہ یہ لوٹ آئیں۔ کفر و شرک سے، گناہوں سے باز آجائیں۔ اصل عذاب تو شروع ہوگا مرنے کے بعد۔ قبر کا عذاب، برزخ کا عذاب، پھر میدان محشر کا عذاب، پھر پل صراط کا عذاب، پھر دوزخ کا عذاب، پھر عذاب ہی عذاب ہے۔ لیکن رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم ان کو تھوڑی سی سزا دنیا میں بھی دیتے ہیں تا کہ گناہوں سے باز آجائیں، نافرمانیوں سے باز آجائیں۔ وہ سزا کبھی گرمی کے ساتھ ہوگی، کبھی قحط سالی کے ساتھ، کبھی سیلاب کے ساتھ سزا ہوگی، کبھی چیزوں کی گرانی کی وجہ سے ہوگی اور کبھی زلزلے کے ساتھ سزا ہوگی۔ بارشوں کا زیادہ ہونا بھی خدا کا عذاب ہے۔ کبھی دشمن کا خوف، کبھی بدنی بیماری کے ساتھ۔ دیکھو! آج کل

(جن دنوں حضرت نے یہ درس دیا تھا) ہندوستان میں کچھ لوگ طاعون کا شکار ہوئے جس کی وجہ سے سارا یورپ اور سارا ایشیا کانپ رہا ہے۔ وہاں نہ کوئی جہاز جا رہا ہے اور نہ وہاں سے کوئی جہاز آ رہا ہے مگر کوئی سمجھے تب۔ حالانکہ آدمی چند ہی مرے ہیں۔ اس سے زیادہ تو بس اور جہاز کے حادثے میں مر جاتے ہیں مگر ان چیزوں کو سمجھے کون؟ جب انسان انسانیت سے گرتا ہے تو پھر حیوانوں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ [اعراف:۱۷۹] ''یہ لوگ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔'' اگر انسان، انسان ہو تو پھر اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ [سورۃ البینۃ: پارہ ۳۰] ''یہ لوگ ساری مخلوق میں سب سے بہتر ہیں۔'' تو یہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں بہتر ہوتا ہے اور جس وقت انسانیت سے گر جائے تو اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ [سورۃ البینۃ: پارہ ۳۰] ''یہ لوگ بدترین مخلوق ہیں۔'' گدھے، کتے اور خنزیر سے بھی بدتر ہوتا ہے۔

تمام تفسیروں اور تاریخ کی کتابوں میں مذکور ہے کہ نوح علیہ السلام کی کشتی میں کتے، کتیا، بلے، بلی، خنزیر، خنزیرنی اور چوہا، چوہیا کو جگہ ملی مگر نوح علیہ السلام کے بیٹے کنعان کو جگہ نہ ملی کہ انسانیت سے گر چکا تھا توحید اختیار نہ کی مشرک تھا۔ تو فرمایا بڑے عذاب سے پہلے چھوٹا عذاب دیتا ہوں تاکہ وہ لوٹ آئیں۔ فرمایا وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ اور اس سے بڑا ظالم کون ہے ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ۔ تذکیر کا معنیٰ ہوتا ہے بار بار یاد دلانا۔ جس کو بار بار یاد دہانی کرائی جائے اس کے رب کی آیات کے ساتھ۔ قرآن کریم کے ذریعے جو آسمانی کتابوں میں سب سے بلند درجہ کتاب ہے۔ جس طرح کائنات میں سب سے پہلا درجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے دوسرا درجہ ابراہیم علیہ السلام کا ہے تیسرا درجہ موسیٰ علیہ السلام کا ہے اسی طرح تمام آسمانی کتابوں اور صحیفوں میں پہلا درجہ قرآن کریم کا ہے دوسرا تورات کا ہے۔ ثُمَّ

اَعْرَضَ عَنْهَا پھر وہ ان سے اعراض کرے اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِیْنَ مُنْتَقِمُوْنَ بے شک ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں۔

فرمایا وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ ''اور البتہ تحقیق دی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب تورات فَلَا تَكُنْ فِیْ مِرْیَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ پس آپ نہ ہوں شک میں اس کی ملاقات سے۔ اس کی ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ 'ہ' ضمیر کا مرجع کتاب ہے۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ موسیٰ علیہ السلام کو کتاب تورات کے ملنے کے بارے میں شک نہ کریں ان کو کتاب ضرور ملی ہے۔ اور دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ 'ہ' ضمیر کا مرجع موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ تو پھر مطلب یہ ہو گا اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! آپ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ملاقات کے بارے میں شک نہ کریں۔ معراج کی رات چھٹے آسمان پر موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ملاقات ہوئی اور ان کے مشورہ سے نمازوں میں تخفیف ہوئی۔

تین عرشی تحفے :

وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج میں تین تحفے ملے۔

(۱)...... ایک سورۃ بقرہ کی آخری آیتیں اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے لے کر آخر تک۔ یہ آیتیں جبرائیل علیہ السلام کی وساطت کے بغیر براہ راست رب تعالیٰ نے عطا فرمائیں۔

(۲)...... دوسرا یہ وعدہ دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے جو اس حال میں مرے گا کہ لَا یُشْرِكُ بِیْ شَیْئًا اس نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا ہوگا میں اس کی مغفرت کر دوں گا۔ پہلے قدم پر ہو یا آخر پر ہو مغفرت ضرور ہوگی۔

(۳)...... اور تیسرا تحفہ چوبیس گھنٹوں میں پچاس نمازیں۔

یہ لے کر آپ ساتویں آسمان پر تشریف لائے۔ ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا کیا تحفہ لے کر آئے ہو؟ فرمایا یہ تحفہ ہے۔ انہوں نے کوئی بات نہ کی۔ چھٹے آسمان پر موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی انہوں نے پوچھا کیا تحفہ ملا ہے؟ فرمایا یہ تین تحفے عنایت ہوئے ہیں۔ فرمایا میرے تجربے سے فائدہ اٹھاؤ میری قوم نے دو نمازیں چوبیس گھنٹوں میں پوری نہیں کیں واپس جا کر رب تعالیٰ سے درخواست کر کے کمی کراؤ۔ یہ پچاس نمازیں نہیں پڑھیں گے تو پانچ کم ہو گئیں۔ دوسری دفعہ اور پانچ کم ہو گئیں۔ موسیٰ علیہ السلام کے کہنے پر نو چکر لگائے پینتالیس معاف ہو گئیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا ایک چکر اور لگا لو۔ فرمایا نہیں اب مجھے رب سے شرم آتی ہے۔ شرم اس بات پر آتی ہے کہ کافی دفعہ جا چکا ہوں۔ تو یہ جو ملاقات ہوئی تھی موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس میں آپ شک نہ کریں وہ موسیٰ علیہ السلام ہی سے ملاقات تھی۔ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيٓ إِسْرَآءِيْلَ اور بنائی ہم نے وہ کتاب ہدایت بنی اسرائیل کے لیے۔ وَجَعَلْنٰهُ کی ہ ضمیر کتاب کی طرف بھی لوٹ سکتی ہے یعنی یہ کتاب بنی اسرائیل کے لیے ہدایت تھی اور موسیٰ علیہ السلام کی طرف بھی لوٹ سکتی ہے۔ پھر معنیٰ ہوگا بنایا ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کے لیے راہنما وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً اور ہم نے بنائے بنی اسرائیل میں سے امام۔ امام کا معنیٰ پیشوا، راہنمائی کرنے والا۔ يَّهْدُوْنَ راہنمائی کرتے تھے لوگوں کی بِأَمْرِنَا ہمارے حکم کے مطابق۔ حق کی راہنمائی کرتے تھے۔ امام ان کو کب بنایا لَمَّا صَبَرُوْا جس وقت انہوں نے صبر کیا تکالیف پر، عہدہ مفت میں نہیں ملتا وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔ جن لوگوں نے ہماری آیتوں پر یقین رکھا ہم نے ان کو امام بنایا اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے

اعراض کیا تو اس کے متعلق سن چکے ہو وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ''اور اس سے بڑا ظالم کون ہے کہ جس کو اس کے رب کی آیات کے ساتھ یاد دہانی کرائی جائے پھر وہ ان سے اعراض کرے۔'' یاد رکھنا! اصل کام رب تعالیٰ کی طرف دعوت ہے، حق کی راہنمائی کرنا ہے، لوگوں کی اصلاح کرے جتنی توفیق ہو۔ اور نہ سہی کم از کم گھر کے افراد ہی کی فکر کرے۔ آج ہم نے یہ سمجھا ہے کہ بس دنیا کمانا ہے۔ بے شک دنیا کمانے سے شریعت نہیں روکتی تجارت کرو، کھیتی باڑی کرو، جائز قسم کی ملازمت اختیار کرو مگر خدا کو نہ بھولو، دین کو نہ بھولو، موت، قبر اور آخرت کو نہ بھولو۔ ان چیزوں کو سبق کے طور پر سامنے رکھو ہم مسلمان ہیں نماز ہمارے ذمہ ہے، ہم نے مرنا ہے قبر میں جانا ہے فرشتوں کے ذریعے رب تعالیٰ نے امتحان لینا ہے مَنْ رَّبُّكَ تمہارا رب کون ہے، تم کس نبی کے امتی ہو، تم کس دین پر تھے؟

فرمایا اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ بے شک آپ کا رب ہی فیصلہ کرے گا ان کے درمیان يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت والے دن فِيْمَا ان چیزوں میں كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ جن میں اختلاف کرتے تھے۔ عقائد میں اختلاف، اعمال میں اختلاف، ذاتیات میں اختلاف، دین کا اختلاف، سیاست کا اختلاف، لیکن دین کا اختلاف۔ دنیا میں تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ سچا جھوٹا ہو جاتا ہے چاہے قاضی، جج کتنی دیانت داری سے کام لیں دھوکا ہو جاتا ہے لیکن وہاں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔ وہاں کوئی گڑبڑ نہیں کر سکے گا صحیح سچا فیصلہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ کیا ان لوگوں کو سمجھ نہیں آئی اس سے كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ کتنی ہلاک کیں ہم نے ان سے پہلے مِّنَ الْقُرُوْنِ جماعتیں۔ قرن کے معنیٰ صدی کے بھی آتے ہیں اور جماعت کے بھی آتے

ہیں۔ان سے پہلے ہم نے کتنی جماعتیں ہلاک کیں نوح علیہ السلام کی قوم، ہود علیہ السلام کی قوم، صالح علیہ السلام کی قوم، شعیب علیہ السلام کی قوم، موسیٰ علیہ السلام کی قوم یَمْشُوْنَ فِیْ مَسٰکِنِهِمْ یہ چلتے ہیں ان کے گھروں میں، ان کی جگہوں میں۔ جہاں وہ رہتے تھے وہاں یہ چلتے پھرتے ہیں۔تو جو رب اُن کو ہلاک کرسکتا ہے وہ تمہیں بھی ہلاک کرسکتا ہے۔ وہی جرم تمہارے اندر بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے حالات سنا کر تمہیں سبق دیا ہے اس کو مت بھولو اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ بے شک اس میں کئی نشانیاں ہیں رب تعالیٰ کی قدرت کی اَفَلَا یَسْمَعُوْنَ کیا پس یہ سنتے نہیں ہیں۔ ایسا سننا کہ جس کے بعد قبول کریں۔محض سننا کیا سننا ہوا؟ وہ سننا معتبر ہے جس کے بعد عمل ہو۔

رب تعالیٰ اپنی قدرت کی دلیل کے طور پر فرماتے ہیں اَوَلَمْ یَرَوْا کیا انہوں نے نہیں دیکھا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ بے شک ہم چلاتے ہیں پانی اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ ایسی زمین کی طرف جو چٹیل ہے جس میں نہ کھیت، نہ درخت، نہ گھاس کچھ بھی نہیں فَنُخْرِجُ بِهٖ پس ہم نکالتے ہیں اس پانی کے ذریعے زَرْعًا کھیتی تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ کھاتے ہیں اس سے ان کے جانور وَاَنْفُسُهُمْ اور وہ خود بھی کھاتے ہیں اناج، پھل، سبزیاں۔رب تعالیٰ کی اس قدرت پر تم غور نہیں کرتے۔مصر کا علاقہ تھا وہاں رودِ نیل تھے ان کے ذریعے زمینیں سیراب ہوتی تھیں۔ آج بھی نہروں کے فوائد سے کون انکار کرسکتا ہے ہمیشہ تو بارش نہیں ہوتی۔ اگر انسان خدا کی قدرت دیکھنا چاہے تو دنیا میں بہت کچھ ہے اور اگر آنکھیں بند کرلے تو پھر کچھ بھی نہیں ہے۔

آنکھیں اگر ہیں بند تو پھر دن بھی رات ہے
اس میں بھلا قصور کیا ہے آفتاب کا

اگر آدمی آنکھیں کھول کر دیکھے تو بہت کچھ نظر آتا ہے۔ فرمایا اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ کیا پس وہ دیکھتے نہیں ہیں رب تعالیٰ کی قدرت کو وَ يَقُوْلُوْنَ اور وہ کہتے ہیں مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ کب ہوگی یہ فتح اگر تم سچے ہو۔ یعنی جب آنحضرت ﷺ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کے درمیان فیصلہ کرے گا اور حقیقت کھول کر رکھ دے گا تو وہ کہتے تھے کہ وہ فیصلہ والا دن، حقیقت کھولنے والا، دن کب ہوگا؟ مذاق کرتے تھے قیامت کب قائم ہوگی، فیصلہ کب ہوگا؟

قیامت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے :

اور پچھلی سورت میں گزر چکا ہے اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ''بے شک اللہ تعالیٰ کے پاس ہے قیامت کا علم۔'' نہ اللہ تعالیٰ نے قیامت کا وقت کسی کو بتلایا ہے اور نہ مرنے کا وقت کسی کو بتلایا ہے۔ یہ بنیادی عقائد ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی کو مرنے کا وقت بتلا دیتا تو امتحان ختم ہو جاتا کیونکہ جب کسی کے علم میں ہوتا ہے کہ میں نے دس سال کے بعد مر جانا ہے تو وہ ابھی سے تیاری شروع کر دیتا اور سوکھنا (پتلا اور کمزور ہونا) شروع ہو جاتا۔ امتحان اسی میں ہے کہ موت کا وقت کسی کو نہ بتلایا جائے۔ فرمایا قُلْ آپ کہہ دیں يَوْمَ الْفَتْحِ فیصلے والے دن یعنی جس دن فیصلہ ہوگا لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا نہیں نفع دے گا ان کو جو کافر ہیں اِيْمَانُهُمْ ان کا ایمان۔ بڑی منتیں کریں گے لیکن شنوائی نہیں ہوگی۔ پرسوں کے سبق میں تم سن (اور پڑھ) چکے ہو کہیں گے پروردگار! ہمیں دنیا کی طرف لوٹا دے تاکہ ہم اچھے کام کریں لیکن یاد رکھنا! اس جہان سے واپس آنا مشکل ہے اب کر لو جو کچھ کرنا ہے۔

؎ از مکافات عمل غافل مشو
گندم از گندم بروید جواز جو

”اے بندے اپنے اعمال کے نتیجے سے غافل نہ ہو۔ اگر تم یہاں گندم کاشت کرو گے تو وہاں گندم کاٹو گے اور اگر جو کاشت کرو گے تو وہاں جو کاٹو گے۔“ اور ہمارا حال یہ ہے کہ ہم کاشت تو کچھ کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں اور امیدیں سب کچھ کاٹنے کی لگائے بیٹھے ہیں۔

فرمایا کافروں کو فیصلے والے دن ایمان فائدہ نہیں دے گا وَلَاهُمْ يُنْظَرُوْنَ اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔ فوراً عذاب میں داخل کر دیئے جائیں گے فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ پس آپ اعراض کریں ان سے یعنی ان کی باتوں کو، ان کے مذاق اڑانے کو خاطر میں نہ لائیں، پروانہ کریں وَانْتَظِرْ اور انتظار کریں اللہ تعالیٰ کے فیصلے کا اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ بے شک یہ بھی انتظار کرنے والے ہیں کہ فیصلہ کیا ہوتا ہے، حقیقت کیا ہے، حق کیا ہے، باطل کیا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سورۃ الاحزاب

(مکمل)

جلد............١٦

آیاتہا ۷۳ ۳۳ سُوْرَۃُ الْاَحْزَابِ مَدَنِیَّۃٌ ۹۰ رکوعاتہا ۹

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ۙ﴿۱﴾ وَّاتَّبِعْ مَا یُوْحٰۤى اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا ۙ﴿۲﴾ وَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِیْلًا ﴿۳﴾ مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَیْنِ فِیْ جَوْفِهٖ ۚ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـِٔیْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ اَدْعِیَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ یَهْدِی السَّبِیْلَ ﴿۴﴾ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْۤا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِی الدِّیْنِ وَمَوَالِیْكُمْ ؕ وَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ فِیْمَاۤ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۵﴾

یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اے نبی ﷺ! اتَّقِ اللّٰهَ ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ سے وَلَا تُطِعِ اور اطاعت نہ کرو الْكٰفِرِیْنَ کافروں کی وَالْمُنٰفِقِیْنَ اور منافقوں کی اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ كَانَ عَلِیْمًا حَكِیْمًا سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے وَّاتَّبِعْ اور پیروی کریں آپ مَا یُوْحٰۤى اس چیز کی جو وحی کی جاتی ہے اِلَیْكَ آپ کی طرف مِنْ رَّبِّكَ آپ کے رب کی طرف سے اِنَّ اللّٰهَ بے شک

اللہ تعالیٰ کَانَ ہے بِمَا اس کارروائی سے تَعْمَلُوْنَ جو تم کرتے ہو خَبِیْرًا خبر رکھنے والا وَّتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ اور آپ بھروسا رکھیں اللہ تعالیٰ کی ذات پر وَ كَفٰى بِاللهِ اور کافی ہے اللہ تعالیٰ وَكِيْلًا کارساز مَا جَعَلَ اللهُ نہیں بنائے اللہ تعالیٰ نے لِرَجُلٍ کسی مرد کے لیے مِّنْ قَلْبَيْنِ دو دل فِيْ جَوْفِهٖ اس کے سینے میں وَمَا جَعَلَ أَزْوَاجَكُمُ اور نہیں بنائی اللہ تعالیٰ نے تمہاری بیویاں الّٰٓئِیْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ جن سے تم ظہار کرتے ہو اُمَّهٰتِكُمْ تمہاری مائیں وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ اور نہیں بنائے تمہارے منہ بولے، بیٹے حقیقی بیٹے ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ یہ تمہاری باتیں ہیں بِاَفْوَاهِكُمْ اپنے مونہوں سے وَاللهُ اور اللہ تعالیٰ يَقُوْلُ الْحَقَّ حق بات کہتا ہے وَهُوَ يَهْدِی السَّبِيْلَ اور وہ راہنمائی کرتا ہے سیدھے راستے کی اُدْعُوْهُمْ نسبت کرو ان کی لِاٰبَآئِهِمْ ان کے باپوں کی طرف هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللهِ یہ بات زیادہ انصاف والی ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا پس اگر تم نہیں جانتے اٰبَآءَهُمْ ان کے باپوں کو فَاِخْوَانُكُمْ پس وہ تمہارے بھائی ہیں فِی الدِّيْنِ دین میں وَمَوَالِيْكُمْ اور تمہارے دوست ہیں وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اور نہیں ہے تمہارے اوپر کوئی گناہ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ اس چیز میں جو تم نے خطا کی ہے وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ اور لیکن گناہ ہے اس چیز کے بارے میں جو تمہارے دلوں نے پختہ ارادہ کیا ہے وَكَانَ اللهُ اور ہے اللہ تعالیٰ غَفُوْرًا بخشنے والا رَّحِيْمًا مہربان۔

وجہ تسمیہ :

اس سورت کا نام سورۃ الاحزاب ہے۔ احزاب حِزْبٌ کی جمع ہے۔ حِزْبٌ کا معنٰی ہے گروہ، خاندان، قبیلہ اور طائفہ۔ اس سورت کے دوسرے رکوع میں غزوہ احزاب کا واقعہ آرہا ہے جو ہجرت کے چوتھے سال ہوا۔ اس کو غزوۂ خندق بھی کہتے ہیں۔ خندق اس لیے کہ مدینہ طیبہ کے ایک طرف بہت گہری خندق کھودی گئی تھی تاکہ دشمن یک بارگی حملہ نہ کرسکے۔ اور احزاب اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں کافروں کے مختلف خاندان اتفاق کرکے اسلام کے خلاف نکلے تھے۔ چونکہ اس میں احزاب کا ذکر ہے اس وجہ سے اس کا نام سورۃ الاحزاب ہے۔ نزول کے اعتبار سے اس کا نوے (۹۰) نمبر ہے۔ اس کے نو (۹) رکوع اور تہتر (۷۳) آیات ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے یَاَیُّھَا النَّبِیُّ اے نبی کریم ﷺ! اتَّقِ اللّٰهَ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ یہ خطاب تو آپ ﷺ کو ہے مگر سمجھایا امت کو گیا ہے۔ فارسی کا مقولہ ہے......

گفتہ آید در حدیث دیگراں

کہ سنانا کسی کو ہوتا ہے اور سمجھانا کسی کو ہوتا ہے۔ تو پیغمبر کو خطاب کرکے ہمیں، تمہیں اور قیامت تک آنے والی نسلوں کو سمجھایا ہے کہ ہر وقت خدا کا خوف دل میں رکھو وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ اور اطاعت نہ کرو کافروں کی وَالْمُنٰفِقِیْنَ اور نہ منافقوں کی اطاعت کرو۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ نے امت کو سمجھایا ہے کافر چاہے کتنا خیر خواہی کا اظہار کرے اس میں اس کا کفر ضرور چھپا ہوا ہوگا۔ منافق چاہے جتنے مخلص نظر آئیں اس میں ان کا نفاق شامل ہوگا۔ کافر قوم نے کبھی اپنے کفر کو چھوڑ کر کسی کے ساتھ ہمدردی نہیں کی۔

ایک واقعہ :

۱۹۴۰ء کے قریب کا واقعہ ہے ہم دار العلوم دیو بند میں پڑھتے تھے ۳۳۲ کی کلاس تھی۔ بخاری شریف کا سبق ہو رہا تھا ایک ساتھی نے اخبار کا تراشا حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو دیا کہ ظاہر شاہ نے روس کی پیش کش کو مان لیا ہے کہ افغانستان کے طلبہ روس میں آکر پڑھیں تو ان کا خرچہ ہم برداشت کریں گے اور روس سے اساتذہ پڑھانے کے لیے تمہارے کالجوں میں بھیجیں گے اور ان کی تنخواہ ہمارے ذمہ ہوگی۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ اخبار کا تراشا پڑھ کر رونے لگ گئے اور فرمایا ظاہر شاہ بڑی نادانی کی بات ہے ظاہر شاہ بڑی بے وقوفی کی بات ہے۔ یہ قومیں پہلے اپنے نظریات پہنچاتی ہیں امداد تو بعد کی بات ہے۔ حضرت نے جو کچھ فرمایا تھا اسی طرح ہوا وہاں سے جو پڑھ کر آئے تھے آج کل وہی اسلام کے مقابلے میں آئے ہوئے ہیں۔ وہاں سے جب پہلی کھیپ پڑھ کر آئی تو ایک کے باپ نے کہا بیٹے! میں تمہاری شادی کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا کہ میری شادی میری بہن کے ساتھ کر دو۔ باپ نے کہا کیا.... کیا کہہ رہے ہو؟ بیٹے نے کہا کہ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ میری شادی میری بہن کے ساتھ کر دو۔ سب عورتیں ایک ہی مقصد کے لیے ہیں۔ والد غیرت مند تھا اس نے بیٹے کو اسی وقت گولی مار کر ختم کر دیا۔ یہ قومیں کبھی مسلمانوں کو فائدہ نہیں پہنچاتیں۔ اس میں ان کے مقاصد ہوتے ہیں۔ رب تعالیٰ نے ویسے ہی نہیں فرمایا کہ کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہ کرو۔

اور آج ہمارا حال یہ ہے کہ ہم ان کے مکمل اطاعت گزار ہیں۔ ہمارے اقتصادی معاملات سارے وہاں سے بن کر آتے ہیں۔ یہاں تک کہ ہماری بجلی اور گیس کی قیمتیں بھی وہ مقرر کرتے ہیں۔ جب وہ ان کو کہتے ہیں کہ بجلی اور گیس کی قیمتیں بڑھا دو تو ان کی کیا

مجال ہے کہ نہ بڑھائیں بلکہ یہ بے چارے تو لباس ان کے اشارے پر بدلتے ہیں۔ اس ملک کو کون آزاد کہہ سکتا ہے؟ ہم پہلے برطانیہ کے غلام تھے اور اب امریکہ کے غلام ہیں۔ یہ درمیان والے ان کے مہرے اور کارندے ہیں ان کی اپنی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ یہ روز بہ روز تمہیں اسلام سے دور کریں گے قریب نہیں آنے دیں گے۔ تو یہ سبق یاد رکھنا! کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور کافروں اور منافقوں کی کبھی بھی اطاعت نہ کرو۔ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیْمًا حَکِیْمًا بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے۔ وَّاتَّبِعْ مَا یُوْحٰی اِلَیْکَ اور آپ پیروی کریں اس چیز کی جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے مِنْ رَّبِّکَ آپ کے رب کی طرف سے۔ قرآن پاک اور حدیث شریف کی پیروی کریں اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا بے شک ہے اللہ تعالیٰ اس کارروائی سے جو تم کرتے ہو خبر رکھنے والا۔ لہٰذا اس بات کو نہ بھولنا کہ معاملہ تمہارا رب تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ باقی رہا یہ سوال کہ جب کافروں کے ساتھ بھی تعلق نہیں رکھنا اور منافقوں کے ساتھ بھی نہیں رکھنا تو ان کے بغیر دنیاوی معاملات کیسے چلیں گے؟ جیسے آج کل سیاست دانوں کی منطق ہے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ اور آپ بھروسا کریں اللہ تعالیٰ کی ذات پر۔ کافروں اور منافقوں کے اختیار میں کیا ہے۔ اور سورۃ طلاق آیت نمبر ۳ میں ہے وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا ''اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے بناتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے نکلنے کا سامان وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ اور روزی دیتا ہے جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوتا وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ اور جو شخص بھروسا کرے گا اللہ تعالیٰ پر تو وہ اس کے لیے کفایت کرنے والا ہے۔''

فرمایا وَکَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیْلًا اور کافی ہے اللہ تعالیٰ کارساز۔ قرآن کریم کے جتنے

تراجم ہیں ان سب میں حضرت شاہ عبدالقادرؒ کا ترجمہ پہلے نمبر پر ہے۔لیکن چونکہ اردو بہت پرانی ہے ان کے بعض لفظ لوگ سمجھ نہیں سکتے۔مثلاً اللہ الصمد کا انہوں نے ترجمہ کیا ہے''اللہ نرادھار ہے۔''اس کو آج کل کے اردو والے نہیں سمجھ سکتے لہٰذا اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے حضرت شیخ الہندؒ نے ان کے ترجمے کو سامنے رکھتے ہوئے بہترین ترجمہ کیا ہے اور مشکل الفاظ میں آسانی پیدا کی ہے۔نرادھار کا معنیٰ ہے بے نیاز۔ تو حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ وَكِيلًا کا ترجمہ کرتے ہیں کارساز،کام بنانے والا۔ سب کے کام بنانے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔کافروں اور منافقوں کے پاس کیا تلاش کرتے پھرتے ہو؟

شانِ نزول اور ایک فقہی مسئلہ :

آگے اللہ تعالیٰ نے ایک حقیقت کو واضح فرمایا ہے۔آنحضرت ﷺ کے زمانے میں ایک کافر تھا معمر بن اسد۔اس کی کنیت تھی ابو جمیل۔اس کا دعویٰ تھا کہ میرے دو دل ہیں۔ظاہری طور پر باتیں بڑی سمجھ داری کی کرتا تھا اور یہ بھی کہتا تھا کہ میرے دو دل ہیں اور محمد (ﷺ) کا ایک دل ہے تم اس کی بات سنتے ہو میری کیوں نہیں سنتے؟ اللہ تعالیٰ نے اس کے اس دعویٰ کی تردید فرمائی ہے مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ نہیں بنائے اللہ تعالیٰ نے کسی مرد کے لیے مِّنْ قَلْبَيْنِ فِي جَوْفِهٖ دو دل اس کے سینے میں۔ ع

سینے میں کسی کے دو دل نہیں ہوتے

دل ایک ہی ہے۔یہ خواہ مخواہ تم پر رعب ڈالتا ہے۔کافروں کی یہ بات صحیح نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے دو دل کسی کے نہیں بنائے۔تو ابو جمیل رعب ڈالنے کے لیے کہتا تھا کہ میرے دو دل ہیں۔

رعب ڈالنے کی مناسبت سے ایک فقہی مسئلہ بھی سمجھ لیں۔زمانۂ جاہلیت میں بھی ایسا کرتے تھے اور آج کل بھی اس پر عمل ہوتا ہے کہ جب کوئی آدمی اپنی بیوی کے ساتھ جھگڑتا ہے تو بسا اوقات کہہ دیتا ہے تم میری ماں ہو، بیٹی ہو، دادی ہو۔ یہ کنائے کے الفاظ ہیں۔ان کا نتیجہ اس کی نیت پر موقوف ہے۔اگر ان الفاظ کے ساتھ طلاق کی نیت کرے گا تو طلاق ہو جائے گی اور اگر طلاق نہیں ویسے ہی رعب ڈالنے کے لیے کہے گا تو طلاق نہیں ہوگی مگر الفاظ بُرے ہیں۔اور اگر ان میں تشبیہ کا لفظ آ جائے، تو میری ماں کی طرح ہے، دادی کی طرح ہے تو اس کو شریعت میں ظہار کہتے ہیں۔اس کا کفارہ اٹھائیسویں پارے میں مذکور ہے۔غلام آزاد کرے گا یا ساٹھ روزے رکھے گا یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے گا تب بیوی کے پاس جا سکے گا ورنہ نہیں کیونکہ یہ محرمات ابدیہ ہیں جن کے ساتھ کبھی نکاح نہیں ہو سکتا۔اور اگر تشبیہ نہیں دی ویسے کہہ دیا کہ تو میری ماں ہے، میری بہن ہے تو اس سے اگر طلاق کی نیت کرے گا تو طلاق ہو جائے گی۔اگر طلاق کی نیت نہیں کرے گا تو طلاق نہیں ہوگی مگر الفاظ بُرے ہیں۔یعنی ایسا کہنا مناسب نہیں ہے۔زمانۂ جاہلیت میں یہ رائج تھا کہ جس عورت کو اپنی ماں بہن کے ساتھ تشبیہ دے دیتے تھے اس کے ساتھ ساری زندگی بیوی والا معاملہ نہیں کرتے تھے کہتے تھے ماں ہوگئی ہے، بہن ہوگئی ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس کا رد فرمایا ہے......

وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓئِیْ اور نہیں بنائیں اللہ تعالیٰ نے تمہاری وہ بیویاں تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ جن سے تم ظہار کرتے ہو تمہاری مائیں۔ظہر کا معنٰی ہے پیٹھ۔ یعنی اپنی بیوی کو ماں کی پیٹھ کے ساتھ تشبیہ دیتا ہے اور یوں کہتا ہے اَنْتِ عَلَیَّ كَظَهْرِ اُمِّیْ "تو میرے اوپر ایسے ہی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ۔" تو اس کو ظہار کہتے ہیں۔کفارہ دینے

کے بعد بیوی کے پاس جا سکتا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں اس کو سچ مچ ماں سمجھ لیتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رب نے تمہاری بیویوں کو مائیں نہیں بنایا مگر یہ برُے لفظ جو استعمال کیے ہیں ان کا کفارہ ادا کرو۔ فرمایا وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ۔ اَدْعِيَـآءُ دِعِیٌّ کی جمع ہے۔ اور دِعِیٌّ کا معنٰی ہے کسی کو بیٹا کہہ کر بلایا جائے۔ متبنّٰی لے پالک، منہ بولا بیٹا۔ تو فرمایا یہ جو تمہارے منہ بولے بیٹے ہیں وہ رب نے تمہارے بیٹے نہیں بنائے نہ ان کو وراثت ملے گی نہ دوسرے اولاد والے احکام نافذ ہوں گے۔ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ یہ تمہارے منہ کی باتیں ہیں۔ اس سے رب تعالیٰ کے احکام پر کوئی زد نہیں پڑتی وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ اور اللہ تعالیٰ حق بات کہتا ہے وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ اور وہ راہنمائی کرتا ہے سیدھے راستے کی اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ نسبت کرو ان کی ان کے باپوں کی طرف، پکارو ان کو ان کے باپ دادا کی طرف نسبت کر کے هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ یہ بات اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی انصاف والی ہے۔ تاکہ عوام کو مغالطہ نہ لگے۔ تم نے اس کو پیار سے بیٹا کہا ہے وہ حقیقی بیٹا نہ سمجھ لیں فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ پس اگر تم نہیں جانتے ان کے باپوں کو فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ پس وہ تمہارے بھائی ہیں دین میں وَمَوَالِيْكُمْ اور تمہارے دوست ہیں۔ ان کو اخونا و مولانا کہہ کر پکارو۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے متبنّٰی بنایا تھا۔ ان آیات کے نازل ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَنْتَ اَخُوْنَا وَ مَوْلَانَا "تم ہمارے بھائی ہو، دوست ہو۔"

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ تم پر کوئی گناہ نہیں ہے فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ اس چیز میں جو تم نے خطا کی ہے۔ مثلاً لوگ کہتے تھے زید بن محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ چونکہ نیا نیا حکم آیا تھا لہٰذا خطأً اگر منہ سے نکل جائے تو کوئی گناہ نہیں ہے۔ وَلٰكِنْ مَّا

تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ اور لیکن گناہ ہے اس چیز کے بارے میں جو تمہارے دلوں نے پختہ ارادہ کیا ہے۔ یعنی اب اگر قصداً غیر باپ کی طرف نسبت کرو گے تو گناہ ہوگا۔ حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو لوگ اپنی قوم بدلتے ہیں میں ان سے بیزار ہوں وہ کافر ہیں۔ قومیت بدلنا بڑے گناہوں میں سے ہے وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا اور ہے اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُهٰجِرِیْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَفْعَلُوْۤا اِلٰۤی اَوْلِیٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِی الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝ وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَ مِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰی وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ ۪ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا ۝ لِّیَسْـَٔلَ الصّٰدِقِیْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابًا اَلِیْمًا ۝ ع

اَلنَّبِیُّ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ زیادہ قریب ہیں ایمان والوں کے مِنْ اَنْفُسِهِمْ ان کی جانوں سے وَاَزْوَاجُهٗ اور نبی کی بیویاں اُمَّهٰتُهُمْ ان کی مائیں ہیں وَاُولُوا الْاَرْحَامِ اور قریبی رشتہ دار بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ ان میں بعض بعض کے زیادہ قریب ہیں فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ایمان والوں سے وَالْمُهٰجِرِیْنَ اور ہجرت کرنے والوں سے اِلَّاۤ اَنْ تَفْعَلُوْۤا مگر یہ کہ کرو تم اِلٰۤی اَوْلِیٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا اپنے دوستوں کے ساتھ بھلائی كَانَ ذٰلِكَ فِی الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ہے یہ بات کتاب میں لکھی ہوئی وَاِذْ اَخَذْنَا اور جس وقت لیا ہم نے مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ انبیاء علیہم السلام سے ان کا عہد وَمِنْكَ اور آپ سے وَمِنْ نُّوْحٍ اور نوح علیہ السلام سے وَّاِبْرٰهِیْمَ اور ابراہیم علیہ السلام سے وَمُوْسٰی اور موسیٰ علیہ السلام سے وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ اور عیسیٰ

ابن مریم علیہ السلام سے وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا اور لیا ہم نے ان سے پختہ عہد لِّيَسْـَٔلَ الصّٰدِقِيْنَ تاکہ پوچھے اللہ تعالیٰ سچوں سے عَنْ صِدْقِهِمْ ان کی سچائی کے بارے میں وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا اور تیار کیا ہے اس نے کافروں کے لیے عذاب دردناک۔

ماقبل سے ربط :

اس سے قبل یہ بیان ہوا تھا کہ منہ بولے بیٹے کی نسبت ان کے ماں باپ کی طرف کرو اپنی طرف نہ کرو۔ اگر تمہیں ان کے باپ دادا کا علم نہیں ہے تو پھر وہ تمہارے بھائی ہیں دین میں اور تمہارے دوست ہیں۔ ضمناً یہ بات بھی آ گئی کہ آج سے زید بن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہہ کر نہ پکارو۔ اور آگے آ رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں۔ تو اس سے وہم گزرتا تھا کہ شاید نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اب کسی امتی سے تعلق نہیں رہا تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ سے رشتہ بتلا کر وہم کو دور کر دیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رشتۂ قرابت مسلمانوں کے لیے ان کی ذات سے بھی زیادہ ہے۔

اولیٰ بالمومنین کی تفسیر :

مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "مومن کا ایمان اگر غور سے دیکھا جائے تو ایک شعاع ہے اس نورِ اعظم کی جو آفتاب نبوت سے پھیلتا ہے اور آفتاب نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اس بنا پر من حیث المومن اگر اپنی حقیقت سمجھنے کے لیے فکر کو حرکت دے تو اپنی ایمانی ہستی سے پہلے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معرفت حاصل کرنی پڑے گی۔ اس اعتبار سے کہہ سکتے ہیں کہ نبی کا وجود مسعود ہماری ہستی سے بھی زیادہ ہم سے قریب ہے اور

اس روحانی تعلق کی بنا پر کہہ دیا جائے کہ مومنین کے حق میں نبی بہ منزلہ باپ کے ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ نبی کے ساتھ اس روحانی تعلق کی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ مومنوں کے حق میں بہ منزلہ باپ کے ہیں۔''

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی عمر صحیح قول کی بنا پر اڑھائی سو سال تھی۔لیکن اتنے صحت مند تھے کہ دیکھنے والا سمجھتا کہ ان کی عمر ساٹھ ستر سال ہوگی۔یہ آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے حضرت! آج مجھے یہودیوں نے قابو کرلیا تھا کہتے تھے کہ تمہارا نبی تمہیں پیشاب پاخانہ کا طریقہ بھی بتلاتا ہے، تھوکنے اور ناک صاف کرنے کا طریقہ بھی بتلاتا ہے۔میں نے کہاہاں! ہمارے پیغمبر نے بتلایا ہے کہ پیشاب کرتے وقت نہ منہ قبلے کی طرف کرنا ہے نہ پیٹھ قبلے کی طرف کرنی ہے۔(قبلہ کا احترام کرو۔)اور ہمیں بتلایا ہے کہ ہڈی کے ساتھ استنجا نہ کرو، پلید چیز کے ساتھ استنجا نہ کرو، دائیں ہاتھ سے ناک صاف نہ کرو، دائیں ہاتھ سے جوتا نہ اٹھاؤ۔کون سی بُری بات بتلائی ہے؟ ظاہر بات ہے کہ یہ چیزیں نبی نے نہیں بتلانی تو اور کون بتلائے گا؟ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے ان پر چڑھائی کر دی۔تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم نے ٹھیک جواب دیا ہے اَنَا لَکُمْ مِثْلُ الْوَالِدِ لِوَلَدِہٖ ''میں تمہارے لیے ایسے ہی ہوں جیسے والد اپنی اولاد کے لیے ہوتا ہے۔''باپ اولاد کی تربیت کے لیے چھوٹی بڑی بات ان کو بتلاتا ہے کہ بیٹا اس طرح کرو اس طرح کرو، اس طرح نہ کرو بیٹی اس طرح نہ کرو۔تو میں تمہارے لیے بہ منزلہ باپ کے ہوں۔جتنی خیر خواہی انسانوں کی دنیاوی معاملات میں ہوسکتی ہے اس سے بہت زیادہ خیر خواہی آپ ﷺ نے لوگوں کی فرمائی ہے اور آخرت کی خیر خواہی کا تو کوئی حساب ہی نہیں لگا سکتا۔

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا مائیں ہونا :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیادہ خیر خواہ ہیں، زیادہ ہمدرد ہیں مومنوں کے مِنْ اَنْفُسِہِمْ ان کی جانوں سے۔ جتنی ایک مومن کو اپنی جان کے ساتھ خیر خواہی اور ہمدردی ہے ہے اس سے بہت زیادہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو اس کے ساتھ ہے وَاَزْوَاجُہٗٓ اُمَّھٰتُھُمْ اور نبی کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔ مگر یہ روحانی مائیں ہیں جسمانی نہیں۔ حکم الگ الگ ہے۔ جسمانی ماں چاہے حقیقی ہو یا سوتیلی ہو اس کی بیٹی کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہے اور پیغمبر علیہ السلام کی بیویاں باوجود اس کے کہ مائیں تھیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھا اور حضرت عثمان کا نکاح یکے بعد دیگرے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور رقیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہوا۔ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح ابو العاص بن ربیع رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا۔ یہ مائیں ہیں۔ حرمت نکاح میں جس طرح ماں کے ساتھ نکاح جائز نہیں، حلال نہیں ہے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں کے ساتھ بھی کسی امتی کا نکاح جائز نہیں ہے۔

دوسرا فرق :

دوسرا فرق پردے میں بھی ہے کہ اپنی ماں سے کوئی پردہ نہیں ہے مگر نبی کی بیویوں سے امتیوں کو پردہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرماتھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیٹھی تھیں کہ نابینا صحابی حضرت عبد اللہ بن عمرو بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے دروازہ کھٹکھٹایا، السلام علیکم کہا اور اندر آنے کی اجازت چاہی کہ میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دونوں بیویوں سے فرمایا قُوْمَا وَاحْتَجِبَا مِنْہُ ''اٹھ جاؤ اس سے پردہ کرو۔'' بیویوں نے کہا اَوَ لَیْسَ ھُوَ رَجُلٌ اَعْمٰی ''کیا یہ آدمی نابینا نہیں ہے۔''

اس کو کیا نظر آئے گا آپ کے ساتھ بات کرے گا اور چلا جائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا
اَفَعَمْيَاوَانِ اَنْتُمَا ''تو تم دونوں بھی اندھی ہو؟'' تو پردے کا حکم دونوں فریقوں کو ہے۔
سورۃ نور آیت نمبر ۳۰ میں ہے قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ ''اے پیغمبر
علیہ السلام آپ کہہ دیں ایمان والے مردوں کو کہ وہ اپنی نگاہوں کو پست رکھیں۔'' اور اگلی آیت
میں فرمایا وَقُلْ لِلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ ''اور آپ کہہ دیں ایمان والی
عورتوں کو وہ نیچی رکھیں اپنی نگاہوں کو۔'' دونوں مکلّف ہیں۔ وراثت کے مسئلے میں بھی
روحانی اور جسمانی ماؤں میں فرق ہے۔ سگی ماں کی وراثت بیٹے کو ملے گی اور بیٹے کی ماں کو
ملے گی لیکن ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی وراثت امتیوں کو نہیں ملے گی اور نہ امتیوں کی ان کو
ملے گی۔ دیکھو! اگر کوئی شخص اپنی سگی ماں کو زکوٰۃ دے تو نہیں لگے گی۔ سوتیلی ماں کو زکوٰۃ
دینی جائز ہے۔ اسی طرح سگی ماں بیٹے کو زکوٰۃ یا واجب قسم کا صدقہ دے تو جائز نہیں ہے اور
سوتیلی ماں اپنے سوتیلے بیٹے کو زکوٰۃ دے یا کوئی واجب قسم کا صدقہ دے تو لگ جائے گا۔
یہ فرق ہے حقیقی اور سوتیلی ماں کا۔ تو فرمایا آپ کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔

مسئلہ مواخات :

جب مہاجرین ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو آپ ﷺ نے ایک انصاری اور
ایک مہاجر کو آپس میں بھائی بھائی بنایا اس کو مواخات کہتے ہیں، بھائی چارا۔ اس وقت
مہاجر فوت ہوتا تو وارث انصاری بنتا اور اگر انصاری فوت ہوتا تو وارث مہاجر بنتا۔ پھر اس
آیت کریمہ کے نازل ہونے کے بعد یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

فرمایا وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ اور قریبی رشتہ داران میں بعض
بعض کے زیادہ قریب ہیں فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی نوشت میں مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ

اَلْمُهٰجِرِیْنَ ایمان والوں سے اور ہجرت کرنے والوں سے۔ اب اگر کوئی انصاری فوت ہو جائے تو اس کے مہاجر بھائی کو وراثت نہیں ملے گی۔ وراثت رشتہ داروں کو ملے گی۔ ہاں! ایک شق قرآن نے چھوڑ دی ہے اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا مگر یہ کہ کرو تم اپنے دوستوں کے ساتھ بھلائی کہ ان کے لیے وصیت کر دو کہ میرے مال میں سے اتنا میرے فلاں دوست کو دے دینا۔ وصیت تیسرے حصے میں جائز ہے۔ وارث بننے کا حکم تو منسوخ ہو گیا کیونکہ پہلے مہاجر بھی اِکا دُکا مسلمان تھے اور انصار بھی۔ اب دونوں کی برادریاں مسلمان ہو گئیں تو اب وراثت رشتہ داروں میں چلے گی۔ دوست کے لیے وصیت رہ گئی ہے تیسرے حصے میں۔ مثلاً ایک آدمی کے پاس تین ہزار روپے ہیں تو وہ ایک ہزار میں وصیت کا شرعاً مجاز ہے باقی دو ہزار وارثوں کو ملیں گے۔ آنحضرت ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا تم میں سے کون شخص ہے جس کو اپنے رشتہ داروں کے مال کے ساتھ زیادہ پیار ہے اور اپنے مال کے ساتھ کم ہے۔ کہنے لگے کوئی بھی نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا سارے تو ایسے ہی ہو۔ کیونکہ اپنے مال میں تمہارا تو وہی ہے جو تم نے کھا لیا، پہن لیا، صدقہ کر لیا باقی تو وارثوں کا ہے جو تم سنبھال کر رکھتے ہو۔ تو فرمایا اب بھائی چارے میں وراثت نہیں ہے وصیت کرنے کا حق ہے كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ہے یہ بات کتاب میں لکھی ہوئی۔ لوح محفوظ میں بھی اور قرآن پاک میں بھی جو اوپر حکم بیان ہوا ہے۔ اوپر نبی کریم ﷺ کا ذکر تھا آگے دوسرے پیغمبروں کا ذکر ہے۔

عہد انبیاء :

فرمایا وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ اور جس وقت لیا ہم نے انبیاء علیہم السلام سے ان کا عہد کہ رب تعالیٰ کی توحید پر قائم رہو گے اور یہی سبق لوگوں کو بھی دو گے۔ حق پر

قائم رہنا اور حق کی دعوت دینا یہ تمہارے فریضے میں داخل ہے۔ پانچ پیغمبروں کا نام لیا کیونکہ یہ اولوالعزم پیغمبر ہیں بڑی شان والے۔ باقی برحق تو سارے پیغمبر ہیں۔ ویسے قرآن کریم میں پچیس پیغمبروں کے نام آئے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ دو لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر ہیں۔ روایتیں دونوں ضعیف ہیں قابل اعتبار نہیں ہیں اس لیے قطعی اور یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ پیغمبروں کی کل تعداد کتنی تھی؟ اگر یہ روایت بیان کرنی پڑے تو یوں کہو کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار یا اس سے کم وبیش جتنے بھی رب تعالیٰ کے پیغمبر تشریف لائے ہیں ہم سب کو مانتے ہیں۔ کیونکہ ہو سکتا ہے حقیقت میں پیغمبر زیادہ ہوں اور ہم ان کی نفی کر دیں یا تھوڑے ہوں اور ہم زیادہ کہہ دیں۔ تو غیر نبی کو نبی بنا دیں گے۔ تو فرمایا اور جس وقت لیا ہم نے انبیاء علیہم السلام سے عہد وَمِنْكَ اور اے نبی کریم ﷺ! آپ سے بھی ہم نے عہد لیا وَمِنْ نُّوْحٍ اور نوح علیہ السلام سے بھی وَاِبْرٰهِيْمَ اور ابراہیم علیہ السلام سے بھی وَمُوْسٰى اور موسیٰ علیہ السلام سے بھی وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ اور عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے بھی۔ یہ پانچ اولوالعزم پیغمبر ہیں بڑی شان والے۔ پھر ان میں سے سب سے بلند درجہ اور مقام حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے۔ اس کے بعد ابراہیم علیہ السلام کا پھر موسیٰ علیہ السلام کا پھر نوح علیہ السلام کا پھر عیسیٰ علیہ السلام کا۔ تمام پیغمبروں پر ایمان لانا ہے مگر اطاعت صرف حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی کرنی ہے دوسرے پیغمبروں کی اطاعت نہیں ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک تمام پیغمبروں کو مانیں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سچے پیغمبر تھے مگر ان کی شریعت نہیں مانیں گے۔ مثلاً اگر آدم علیہ السلام کی شریعت مانتے ہیں تو بہن کے ساتھ نکاح کرنا پڑے گا لہٰذا اب اطاعت صرف آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ہے۔

فرمایا وَاَخَذْنَامِنْهُمْ مِّيْثَاقًاغَلِيْظًا اور لیا ہم نے ان سے پختہ عہد۔ بڑا مضبوط وعدہ تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے تمام پیغمبروں نے اپنی جانیں مصیبت میں ڈال کر رب تعالیٰ کے اس وعدے کو نبھایا اور توحید کو بیان کیا حق بیان کیا۔ ایسے پیغمبر بھی تھے جن کو ظالموں نے قتل کیا۔ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۶۱ میں ہے وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ''اور قتل کیا انہوں نے نبیوں کو ناحق۔'' یحییٰ علیہ السلام شہید ہوئے، زکریا علیہ السلام شہید ہوئے، شعیا علیہ السلام کو شہید کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک بڑے علاقے میں بہت سی قومیں آباد تھیں۔ وہاں کے خبیثوں نے اکا کر کے صبح سے لے کر دوپہر تک تینتالیس (۴۳) پیغمبروں کو شہید کیا اور ایک سوستر (۱۷۰) ان کے صحابی، شاگرد، حواری شہید کیے۔ جو ان کی نصرت کے لیے آئے تھے۔ سورۃ آل عمران آیت نمبر ۲۱ میں ہے وَيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ ''اور قتل کرتے ہیں ان لوگوں کو جو حکم دیتے ہیں انصاف کا۔'' یہ پختہ وعدہ لیا اللہ تعالیٰ نے لِيَسْـَٔلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ تاکہ سوال کرے اللہ تعالیٰ سچے لوگوں سے ان کی سچائی کے بارے میں وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا اور تیار کیا ہے اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے دردناک عذاب۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۗ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۙ﴿۹﴾ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۭ﴿۱۰﴾ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ﴿۱۱﴾ وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲﴾ وَاِذْ قَالَتْ طَّاۗىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ڔ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ڔ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ﴿۱۳﴾ وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُىِٕلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ اِلَّا يَسِيْرًا ﴿۱۴﴾

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اے وہ لوگو اٰمَنُوا جو ایمان لائے ہو اذْكُرُوْا یاد کرو نِعْمَةَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی نعمت کو عَلَيْكُمْ جو تم پر ہوئی اِذْ جَآءَتْكُمْ جب آئے تمہارے مقابلے میں جُنُوْدٌ لشکر فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا پس چھوڑی ہم نے ان پر ہوا وَّجُنُوْدًا اور لشکر لَّمْ تَرَوْهَا جس کو تم نے نہیں دیکھا وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا اس کارروائی کو جو تم کرتے ہو دیکھنے والا اِذْ جَآءُوْكُمْ جس وقت آئے تمہارے پاس مِّنْ فَوْقِكُمْ تمہاری بالائی

طرف سے وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ اور تمہاری نچلی طرف سے وَاِذْ زَاغَتِ
الْاَبْصَارُ اور جس وقت آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ اور پہنچ
گئے دل الْحَنَاجِرَ ہنسلی کی ہڈی تک وَتَظُنُّوْنَ اور تم خیال کرتے تھے بِاللّٰهِ
اللہ تعالیٰ کے بارے میں الظُّنُوْنَا مختلف قسم کے خیال هُنَالِكَ اس مقام میں
ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ آزمائش میں ڈالے گئے مومن وَزُلْزِلُوْا اور زلزلہ طاری کیا
گیا زِلْزَالًا شَدِيْدًا سخت زلزلہ وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ اور جس وقت کہا منافق
لوگوں نے وَالَّذِيْنَ اور ان لوگوں نے فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ جن کے دلوں میں
بیماری ہے مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ نہیں وعدہ کیا اللہ تعالیٰ نے ہمارے ساتھ وَرَسُوْلُهٗٓ
اور اس کے رسول نے اِلَّا غُرُوْرًا مگر دھوکے کا وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ
اور جس وقت کہا ایک گروہ نے ان میں سے يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ اے یثرب والو لَا
مُقَامَ لَكُمْ تمہارے لیے ٹھہرنے کی جگہ نہیں ہے فَارْجِعُوْا پس لوٹ جاؤ تم
اپنے گھروں کو وَيَسْتَاْذِنُ اور اجازت مانگتا ہے فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ ایک گروہ
ان میں سے نبی ﷺ سے يَقُوْلُوْنَ کہتے ہیں اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ بے شک
ہمارے مکان کھلے ہیں وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ اور وہ کھلے بے پردہ نہیں ہیں اِنْ
يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا نہیں ارادہ کرتے مگر وہ مکان سے بھاگنے کا وَلَوْ دُخِلَتْ
عَلَيْهِمْ اور اگر داخل کر دی جائے ان پر (فوج) مِّنْ اَقْطَارِهَا اس کے اطراف
سے ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ پھر ان سے سوال کیا جائے فتنے کا لَاٰتَوْهَا البتہ ضرور

آئیں اس میں وہ وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ اور نہ ٹھہریں اپنے گھروں میں اِلَّا يَسِيْرًا
مگر بہت تھوڑا۔

غزوہ خندق :

آج کی آیات میں غزوہ خندق یعنی غزوہ احزاب کا ذکر ہے۔آنحضرت ﷺ کے دور میں سب سے اہم معرکہ بدر کا تھا کہ تین سو تیرہ (۳۱۳) مسلمانوں کا مقابلہ ایک ہزار کافروں کے ساتھ تھا۔ظاہری طور پر کامیابی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے حالات ایسے پیدا فرمائے کہ ان کمزور ضعیفوں کو ان طاقتوروں پر فتح نصیب ہوئی۔ستر (۷۰) کافر مارے گئے ، ستر (۷۰) گرفتار ہوئے اور باقی بھاگ گئے ۔ یہ رمضان المبارک ۲ھ کا واقعہ ہے۔اس کے بعد ۳ھ شوال کے مہینے میں غزوہ احد پیش آیا۔ اس میں ظاہری طور پر کافروں کا پلہ بھاری رہا۔ستر (۷۰) مسلمان شہید ہوئے اور کافی زخمی ہوئے ۔آنحضرت ﷺ کا چہرہ اقدس بھی زخمی ہوا۔ایک دانت مبارک بھی شہید ہوا لیکن باوجود اس کے کافر میدان چھوڑ کر چلے گئے ۔ چند میل کے فاصلے پر حمراء الاسد کے مقام پر جمع ہو گئے اور ایک دوسرے کو کہنے لگے کامیابی تو ہماری تھی ہم نے ان کا صفایا کیوں نہیں کیا، کیوں آ گئے ۔ایک نے کہا میں نے تجھے آتے ہوئے دیکھا میں بھی آ گیا۔دو سرے نے کہا میں نے تجھے آتے ہوئے دیکھا میں بھی آ گیا۔بڑے پریشان اور پشیمان ہوئے ۔ چوتھے پارے میں موجود ہے کہ پھر حملے کا پروگرام بنایا۔آنحضرت ﷺ کو اطلاع ہوئی آپ ﷺ اپنے زخمی ساتھیوں کو لے کر چل پڑے ان کو جب معلوم ہوا تو بھاگ گئے۔

غزوہ خندق ۴ھ میں پیش آیا۔اس کو غزوہ احزاب بھی کہتے ہیں۔کافروں نے

عرب کے سارے قبیلے اکٹھے کیے دس ہزار صرف قریشی تھے باقی بنوغطفان، بنواسد، بنوبکر اور دیگر قبائل تھے۔ انہوں نے یہ سارا پروگرام خفیہ طریقہ پر تیار کیا اور قبائل کو آگاہ کیا۔ قریش مکہ مکرمہ سے چلے اور باقی راستے میں ساتھ ملتے گئے۔ سب کو ملا کر ان کی تعداد چوبیس ہزار (۲۴۰۰۰) تھی۔ اس زمانہ میں یہ چوبیس ہزار کا لشکر بڑی بات تھی۔ اب چونکہ مخلوق زیادہ ہوگئی ہے اس لیے ہمیں اس کی کوئی اہمیت معلوم نہیں ہوتی۔ آپ ﷺ کو اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کا کوئی علم نہیں تھا جب یہ لشکر مدینہ منورہ کے قریب پہنچا تو اطلاع ہوئی۔ سخت سردی تھی مدینہ طیبہ میں سردی خوب ہوتی ہے اور مکہ مکرمہ میں گرمی ہی گرمی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ساتھیوں کو مسجد نبوی میں بلا کر مشورہ کیا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ [آل عمران:۱۵۹] ''اور اہم معاملے میں ان سے مشورہ کریں۔'' ان کی دل جوئی بھی ہو جائے گی اور کوئی صحیح رائے بھی قائم ہو جائے گی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دشمنوں کی تعداد کافی ہے ہمیں چرواہوں اور اپنے ساتھیوں کے ذریعے معلوم ہوا ہے بتاؤ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ ہمیں شہر میں رہ کر دفاع کرنا چاہیے یا باہر جا کر کھلے میدان میں ان کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ نوجوان طبقے کی رائے یہ تھی کہ ہمیں ان کے ساتھ کھلے میدان میں لڑنا چاہیے۔ سمجھ دار، عمر رسیدہ حضرات خاموش تھے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں نوجوانوں کی رائے کی قدر کرتا ہوں لیکن صورت حال یہ ہے کہ سردی کا موسم ہے دشمن کے پاس خیمے ہیں سردی سے بچاؤ کے لیے اور ہمارے پاس اس وقت کوئی انتظام نہیں ہے۔ کھلی جگہ پر رات گزارنا بڑی مشکل بات ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر ہم باہر جاتے ہیں تو یہاں منافق بھی ہیں، یہودی بھی ہیں یہ ہماری عورتوں کے سلسلے میں کوئی فتنہ نہ کھڑا کر دیں لہٰذا دوسرے حضرات بھی اپنی رائے کا

اظہار کریں۔ میری رائے یہ ہے کہ ہمیں گھروں میں رہ کر اپنے اپنے انداز میں مقابلہ کرنا چاہیے۔ بات طے ہوگئی۔ مدینہ طیبہ کے تین اطراف میں درخت تھے۔ جگہ نشیب وفراز تھی یعنی اونچی نیچی جگہ تھی پتھر بھی تھے کہ درختوں کے پیچھے چند تیر اندازوں کے ہوتے ہوئے فوج اندر نہیں آسکتی تھی۔ تو تین اطراف خطرے والے نہیں تھے چوتھی جانب سے دشمن یک بارگی حملہ کرسکتا تھا اور اندر آنے کا شدید خطرہ تھا۔ اس خطرے کے پیش نظر آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا کہ اس کے متعلق سوچو کہ دفاع کیسے ہو؟ سب خاموش رہے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت! ہمارے علاقے میں جب لڑائیاں ہوتی تھیں تو جس طرف سے دشمن کے داخل ہونے کا شدید خطرہ ہوتا تھا اس طرف ہم خندق کھود لیتے تھے۔ اتنی چوڑی کہ نہ بندہ اس کو پار کر سکے اور نہ گھوڑا چھلانگ لگا سکے۔ اتنی گہری کہ اس میں اتر کر دوسری طرف چڑھ نہ سکے۔ چنانچہ دس دس آدمیوں کے ذمہ ایک ایک ٹکڑا لگایا گیا۔ چنانچہ خود آنحضرت ﷺ نے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خندق کھودی۔ پورا ایک مہینہ کافر رہے۔ اکا دکا تیر اندازی ہوتی رہی مگر کھلی جنگ کی نوبت نہ آئی۔ مسلمان تین ہزار تھے وہ چوبیس ہزار تھے۔ تنگ پڑ گئے حالانکہ تین ہزار کی چوبیس ہزار کے ساتھ کوئی نسبت نہیں تھی مگر اللہ تعالیٰ نے دیکھو کیسی نصرت فرمائی۔

فرمایا یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اذْکُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ یاد کرو اللہ تعالیٰ کی نعمت کو جو تم پر ہوئی اِذْ جَآءَتْکُمْ جُنُوْدٌ جس وقت آئے تمہارے مقابلے میں لشکر دشمنوں کے تو اللہ تعالیٰ نے کس طرح مدد کی فَاَرْسَلْنَا عَلَیْھِمْ رِیْحًا پس بھیجی ہم نے ان پر ہوا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْھَا اور ایسا لشکر جس کو تم نے نہیں دیکھا۔ ہوا ٹھنڈی اور اتنی تیز تھی کہ ان کے خیمے اکھڑ گئے، آگ بجھ گئی، ہانڈیاں الٹ گئیں

اور افراتفری پھیل گئی۔ فرشتوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا انہوں نے سمجھا کہ مسلمان آ گئے ہیں اب ہماری خیر نہیں ہے۔ ابوسفیانؓ اس وقت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں ہوئے تھے اس نے اعلان کیا کہ واپس چلو اب ہمارا کوئی بس نہیں ہے۔ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا اور ہے اللہ تعالیٰ دیکھنے والا ان کاموں کا جو تم کرتے ہو اِذْ جَآءُوْكُمْ جس وقت آئے تمہارے دشمن تمہارے پاس مِّنْ فَوْقِكُمْ تمہاری بالائی طرف سے وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ اور تمہاری نچلی طرف سے، نیچے کی جانب سے۔ مدینہ کی شرقی جانب اونچی جگہ ہے جب کہ مغربی حصہ نیچا ہے۔ دشمن دونوں طرف سے حملہ آور ہوئے تھے وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ اور جس وقت تمہاری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ اور طرف سے پھر کر دشمن پر لگ گئیں کہ اس طرف سے آئیں گے اور کتنے آئیں گے وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ۔ حَنَاجِرَ حنجرة کی جمع ہے، ہنسلی کی ہڈی کو کہتے ہیں۔ اور پہنچ گئے دل ہنسلی کی ہڈی تک خوف کی وجہ سے وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا اور تم خیال کرتے تھے اللہ تعالیٰ کے بارے میں مختلف قسم کے خیال کہ ہمیں کامیابی ہوگی یا ان کو۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کیا ہوگا تقدیر میں کیا ہے، ہم میں سے کتنے شہید ہوں گے کتنے زخمی ہوں گے کیا بنے گا کیا نہیں بنے گا۔ یہ طرح طرح کے خیال تھے هُنَالِكَ اس مقام میں ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ آزمائش میں ڈالے گئے ایمان والے وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا اور زلزلہ طاری کیا گیا ان پر سخت زلزلہ۔ یہ زمین والا زلزلہ نہیں تھا بلکہ یہ حالات کا زلزلہ تھا۔

منافقین کا کردار :

وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ اور جس وقت کہا منافق لوگوں نے وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اور ان لوگوں نے جن کے دلوں میں کفر اور نفاق کی بیماری تھی۔ کیا کہا؟ مَّا

وَعَدَنَا اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗٓ نہیں وعدہ کیا ہمارے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول ﷺ نے اِلَّا غُرُوْرًا مگر دھوکے کا۔ آنحضرت ﷺ نے غزوہ بدر کے فتح ہونے کے بعد سُوق بَنُوْ قَیْنُقَاع۔ بَنُوْ قَیْنُقَاع یہودی تھے ان کا یہ بازار تھا اور بڑا بارونق بازار تھا۔ آج کل اس مقام پر کھجوریں بکتی ہیں اور اس کا نام سُوق التمر ہے۔ اس بازار میں کھڑے ہو کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ جس طرح تمہیں اللہ تعالیٰ نے بدر میں فتح عطا فرمائی ہے اسی طرح قیصر و کسریٰ بھی تم فتح کرو گے اور روم و ایران پر تمہاری حکومت ہو گی۔ اس بات کو سامنے رکھتے ہوئے خندق کے موقع پر ایک منافق جس کا نام طلیحہ بن خالد اسدی تھا اس نے کہا کہ اِس نے ہمارے ساتھ وعدہ کیا تھا ایران فتح ہو گا روم فتح ہو گا ہم تو پیشاب استنجا کرنے سے بھی رہ گئے۔ یہ وعدے ہمارے ساتھ نرا دھوکا ہیں۔ اس نے کھلے طور پر یہ باتیں کیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر فرمایا ہے کہ جس وقت کہا منافقوں نے اور انہوں نے جن کے دلوں میں بیماری ہے نہیں وعدہ کیا ہمارے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول ﷺ نے مگر دھوکے کا۔ فرمایا اس بات کو بھی دھیان میں لاؤ وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ یٰٓاَھْلَ یَثْرِبَ اور جس وقت کہا ایک گروہ نے منافقوں میں سے اے یثرب کے رہنے والو! لَا مُقَامَ لَکُمْ تمہارے لیے ٹھہرنے کی جگہ نہیں ہے یہاں فَارْجِعُوْا پس لوٹ جاؤ اپنے گھروں کو۔ دشمن بہت زیادہ اور طاقت ور ہے تم مورچوں سے گھروں کو بھاگ جاؤ۔ مدینہ طیبہ کا پہلا نام یثرب تھا۔ یثرب کا معنی ہے ملامت۔ دیکھو! یوسف علیہ السلام کے قصے میں جب ان کے والد گرامی اور بھائی ان کے پاس آئے اور بھائیوں نے اپنے گناہوں کا اقرار کیا تو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ [یوسف: ۹۲] ''آج کے دن تم پر کوئی ملامت نہیں ہے۔'' تو یثرب کا معنی ملامت کا ہے۔

اس لیے آنحضرت ﷺ نے اس کا نام مدینہ منورہ رکھا۔ طابہ، طیبہ یہ بھی نام ہیں۔ اب بطور حکایت کے تو یثرب کا نام استعمال کر سکتے ہو اس کے علاوہ یثرب کا لفظ مدینہ منورہ کے لیے استعمال نہ کرو۔

وَيَسْتَأْذِنُ فَرِيقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ اور اجازت مانگتا ہے ایک گروہ ان میں سے نبی ﷺ سے يَقُولُونَ کہتے ہیں إِنَّ بُيُوتَنَا عَوْرَةٌ بے شک ہمارے گھر بے پردہ ہیں۔ ان کی دیواریں نہیں ہیں غیر محفوظ ہیں ہمیں اجازت دو ہم گھروں میں رہ کر اپنی عورتوں اور بچیوں کی حفاظت کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ان کے گھر بے پردہ نہیں ہیں محفوظ ہیں خطرے والی کوئی بات نہیں ہے إِنْ يُرِيدُونَ إِلَّا فِرَارًا یہ نہیں ارادہ کرتے مگر بھاگنے کا۔ وہ کہتے ہیں نا......ع

خوئے بدرا بہانہ ہائے بسیار

"دل بُرا ہو نیت خراب ہو تو طرح طرح کے بہانے آتے ہیں۔" غزوۂ تبوک میں رومیوں کے ساتھ لڑائی تھی گرمی کا موسم تھا، فصلیں پکی ہوئی تھیں ایک مہینے کا سفر تھا۔ ترکوں کے زمانے میں جو ریل چلتی تھی اس کا تیسواں (۳۰) اسٹیشن تھا۔ ان منافقوں نے آنحضرت ﷺ کے سامنے آکر مختلف بہانے بنا کر اجازت لے لی۔ کسی نے کہا میری والدہ بالکل قریب المرگ ہے حرکت تک نہیں کر سکتی اگر مر گئی تو اس کو دفنانے والا کوئی نہیں۔ کسی نے اپنے غلام کو دوڑا دیا اور آکر کہا کہ حضرت! میرا غلام بھاگ گیا ہے پیچھے بے زبان جانور بھوکے پیاسے رہ جائیں گے گھر میں کوئی مرد نہیں ان کو چارا ڈالنے والا، پانی پلانے والا کوئی نہیں ہے۔ اسی طرح ان کا یہ بھی بہانہ تھا کہ ہمارے گھر کھلے ہیں، بے پردہ ہیں، غیر محفوظ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ غیر محفوظ نہیں ہیں یہ صرف فرار چاہتے ہیں، بھاگنے کا

ارادہ کرتے ہیں۔

وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ أَقْطَارِهَا۔ دُخِلَتْ کی ضمیر مدینہ منورہ کی طرف لوٹتی ہے جس کا ذکر اوپر یثرب میں آیا ہے۔ معنیٰ ہوگا اور اگر داخل کر دی جائے ان پر اس کے اطراف سے فوج ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ پھر ان سے سوال کیا جائے مسلمانوں کے خلاف فتنے کا لَآتَوْهَا البتہ ضرور آئیں گے اس میں یعنی مسلمانوں کے خلاف مدد دینے پر آمادہ ہو جائیں گے اس سلسلہ میں کوئی تاخیر روا نہیں رکھیں گے وَمَا تَلَبَّثُوا بِهَا إِلَّا يَسِيرًا اور نہ ٹھہریں اپنے گھروں میں مگر بہت تھوڑا۔ پھر ان کے گھر محفوظ ہی محفوظ ہوں گے۔ یہ لڑائی چونکہ ان کی مرضی کے خلاف ہے اس لیے یہ منافق بہانہ بناتے ہیں کہ ہمارے گھر بے پردہ ہیں، غیر محفوظ ہیں۔

وَلَقَدْ كَانُوْا

عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ؕ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْئُوْلًا ﴿۱۵﴾ قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۶﴾ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ؕ وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۷﴾ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا ۚ وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا ۙ﴿۱۸﴾ اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۚۖ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۱۹﴾

وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ انہوں نے معاہدہ کیا تھا اللہ تعالیٰ سے مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ کہ وہ پشت نہیں پھیریں گے وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْئُوْلًا اور اللہ تعالیٰ کے عہد کے متعلق سوال کیا جائے گا قُلْ آپ کہہ دیں لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ ہرگز نہیں فائدہ دے گا تمہیں بھاگنا اِنْ فَرَرْتُمْ اگر تم بھاگو مِّنَ الْمَوْتِ موت سے اَوِ الْقَتْلِ یا قتل کیے

جانے سے وَاِذًا اور اس وقت لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا تمہیں نہیں نفع دیا جائے گا مگر تھوڑا قُلْ آپ فرما دیں مَنْ ذَا الَّذِیْ کون ہے وہ یَعْصِمُكُمْ جو بچائے گا تمہیں مِّنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اگر ارادہ کرے اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ برائی کا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً یا وہ ارادہ کرے تمہارے ساتھ مہربانی کا وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ اور نہ پائیں گے وہ اپنے لیے مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے سوا وَلِيًّا کوئی حمایتی وَّلَا نَصِيْرًا اور نہ کوئی مددگار قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ تحقیق اللہ تعالیٰ جانتا ہے ان لوگوں کو جو روکتے ہیں تم میں سے وَالْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ اور کہنے والے ہیں اپنے بھائیوں کو هَلُمَّ اِلَيْنَا ہماری طرف چلے آؤ وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اور وہ نہیں جاتے لڑائی میں اِلَّا قَلِيْلًا مگر بہت تھوڑے اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ وہ حریص ہیں تمہارے اوپر فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ پس جب آ جائے خوف رَاَيْتَهُمْ تو آپ دیکھیں ان کو يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وہ دیکھتے ہیں آپ کی طرف تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ گھومتی ہیں ان کی آنکھیں كَالَّذِیْ اس شخص کی طرح يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ جس پر غشی طاری ہوتی ہے موت کی وجہ سے فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ پس جب چلا جائے خوف سَلَقُوْكُمْ چلاتے ہیں تم پر بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ تیز زبانیں اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ حریص ہیں وہ مال پر اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا یہ لوگ ہیں جو ایمان نہیں لائے فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ پس ضائع کر دیا اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کو وَكَانَ ذٰلِكَ

عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا اور ہے یہ اللہ تعالیٰ پر آسان۔

غزوہ احد کے موقع پر منافق مسلمانوں کا ساتھ چھوڑ کر واپس گھروں کو چلے گئے تھے۔ جن کی تعداد تقریباً تین سو تھی۔ اس جنگ میں اگرچہ مسلمانوں کا جانی نقصان ہوا مگر اس لحاظ سے مسلمانوں کا ہی پلہ بھاری رہا کہ دشمن ان کا تعاقب نہ کر سکا بلکہ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کر کے انہیں بھگا دیا۔ اس موقع پر منافقوں نے وعدہ کیا تھا کہ آئندہ مسلمانوں کے ساتھ غداری نہیں کریں گے مگر غزوہ احزاب کے موقع پر انہوں نے پھر حیلے بہانوں سے یہی کام کیا حالانکہ اللہ تعالیٰ سے عہد کر چکے تھے۔ اس کا ذکر ہے۔

منافقین کی غداری :

فرمایا وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ اور البتہ تحقیق انہوں نے معاہدہ کیا تھا اللہ تعالیٰ سے مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے لَا يُوَلُّوْنَ الْأَدْبَارَ کہ پشت نہیں پھیریں گے اور مسلمانوں کے ساتھ جنگ میں برابر شریک رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ان کو علم ہونا چاہیے وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْئُوْلًا اللہ تعالیٰ کے عہد کے متعلق پوچھا جائے گا کہ تم نے عہد شکنی کیوں کی تھی؟ یہ منافق موت کے ڈر سے میدان جنگ سے بھاگتے تھے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ اے نبی کریم ﷺ! آپ فرما دیں لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ ہرگز نہیں نفع دے گا تمہیں بھاگنا اِنْ فَرَرْتُمْ اگر تم بھاگو مِّنَ الْمَوْتِ موت سے اَوِ الْقَتْلِ یا قتل کیے جانے سے۔ موت سے تو نہیں بچ سکتے چاہے تم مضبوط قلعے میں چھپ جاؤ اس کے دروازے اور کھڑیاں بند کر لو ملک الموت وہاں بھی پہنچ جائے گا۔ کیونکہ فرشتوں کے لیے دیواریں ایسے ہی ہیں جیسے پرندوں کے لیے ہوا۔ جس طرح ہوا پرندوں کو اڑنے سے نہیں روکتی ایسے ہی فرشتوں کے لیے دیواروں کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ تو فرمایا موت سے

بھاگنا، قتل سے بھاگنا تمہیں فائدہ نہیں دے گا موت تمہارے لیے مقدر ہے۔ اگر قتل ہونا لکھا ہوا ہے تو قتل ہو گے بھاگ نہیں سکتے۔

موت سے فرار کسی کو نہیں :

تاریخ میں آتا ہے کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ آخری دنوں میں چارپائی پر لیٹے ہوئے ہوتے تھے جب کوئی ساتھی سامنے آتا تو اس کو دیکھ کر رونے لگ جاتے۔ ساتھیوں نے کہا حضرت! موت تو برحق ہے کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ''ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔'' گھبراتے کیوں ہو؟ فرماتے موت سے نہیں گھبراتا اور نہ اس لیے روتا ہوں۔ میرے جسم پر سر سے لے کر پاؤں تک کوئی عضو ایسا نہیں ہے جہاں دشمن کی تلوار، تیر اور نیزے کا نشان نہ ہو مگر شہادت نصیب نہیں ہوئی اَمُوْتُ كَمَوْتِ الْحِمَارِ ''چارپائی پر گدھے کی طرح مر رہا ہوں، رب کے راستے میں شہید نہیں ہوا۔'' تو جو میدانوں میں اتنے زخمی ہوئے لیکن موت مقدر نہیں تھی اس لیے نہیں مرے۔

غزوۂ خیبر میں کامیابی کے بعد واپس آ رہے تھے مِدْعَم نامی ایک شخص تھا کَرکَرہ بھی اس کو کہتے تھے۔ وہ ایک باغ میں کھڑا تھا ناگہانی ایک تیر آیا جس وہ فوت ہو گیا۔ لڑائی ختم ہو چکی تھی واپس آ رہے تھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا هَنِيْئًا لَهُ الشَّهَادَةُ اس کو شہادت مبارک ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ اس نے مالِ غنیمت میں سے جو کمبل چرایا تھا وہ آگ کا شعلہ بن کر اس کو چمٹے گا یہ شہید نہیں ہے۔ جہاد ختم ہو چکا ہے واپس جا رہے ہیں تیر لگا اور فوت ہو گیا کیوں کہ موت اس طرح مقدر تھی۔

تو موت سے کوئی نہیں بھاگ سکتا۔ کتنا عرصہ بھاگو گے وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا اور اس وقت تمہیں نہیں فائدہ دیا جائے گا مگر بہت تھوڑا۔ تھوڑا سا وقت بچ گئے

موت پھر آئے گی موت سے تو چھٹکارا نہیں ہے قُلْ آپ فرمادیں مَنْ ذَا الَّذِیْ یَعْصِمُکُمْ مِّنَ اللّٰہِ وہ ذات کون ہے وہ شخص جو تم کو اللہ تعالیٰ سے بچائے اِنْ اَرَادَ بِکُمْ سُوْٓءًا اگر اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ برائی کا ارادہ کرے، دکھ کا ارادہ کرے، اللہ تعالیٰ تمہیں تکلیف دے تو کون ٹالے گا؟ اَوْ اَرَادَ بِکُمْ رَحْمَۃً یا ارادہ کرے تمہارے ساتھ مہربانی کا۔ اپنی رحمت سے تمہیں نوازے تو رب تعالیٰ کی رحمت کو کون روکے گا۔

اسلام کا بنیادی عقیدہ :

اسلام کے بنیادی عقیدے میں سے یہ بھی ہے وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہٗٓ اِلَّا ھُوَ ''اور اگر پہنچائے اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی تکلیف پس کوئی نہیں اس کو دور کرنے والا اللہ تعالیٰ کے سوا وَ اِنْ یُّرِدْکَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِہٖ [یونس:۱۰۷]'' اور اگر اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرے پس اس کو کوئی نہیں رد کر سکتا۔'' اے انسان! اگر اللہ تعالیٰ تمہارے بارے میں سکھ چین کا ارادہ فرمائیں، رحمت کا ارادہ فرمائیں تو اس کو کوئی روک نہیں سکتا اگر دکھ تکلیف کا ارادہ فرمائیں تو اس کو بھی کوئی روک نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی نافع ہے اور نہ کوئی ضار ہے، نہ کوئی مشکل کشا ہے، نہ کوئی حاجت روا ہے، نہ کوئی فریادرس ہے، نہ کوئی دست گیر ہے۔ یہ تمام صفتیں صرف رب تعالیٰ کی ہیں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ میں یہی سبق ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے، کوئی معبود نہیں ہے، کوئی عالم الغیب نہیں ہے، کوئی حاضر و ناظر نہیں ہے، کوئی مختار کل نہیں ہے، کوئی سجدے اور نذر و نیاز کے لائق نہیں ہے، کوئی قانون بنانے والا نہیں ہے اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ ''حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔'' ابوداؤد شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ گدھے پر سوار تھے آپ ﷺ کے گدھے کا نام عفیر تھا۔ تاریخ میں آتا ہے کہ جب آپ ﷺ دنیا سے

رخصت ہو گئے اور عفیر کو آپ ﷺ نظر نہ آئے تو وہ دیوانوں کی طرح پھرتا تھا، کبھی مسجد کے دروازے کے آگے آکر کھڑا ہو جاتا، کبھی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے پاس آکر کھڑا ہو جاتا۔ جہاں جہاں آپ ﷺ عموماً تشریف لے جاتے وہاں وہاں وہ گیا۔ کئی دن اس نے اس طرح چکر لگائے جب اس کو یہ احساس ہو گیا کہ آپ ﷺ دنیا میں نہیں رہے تو ایک ٹیلے پر چڑھ کر اپنے آپ کو نیچے گرا کر خودکشی کر لی۔

تو آپ ﷺ عفیر پر سوار تھے اور آپ ﷺ کے پیچھے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے، بچے تھے۔ جب آنحضرت ﷺ دنیا سے رخصت ہوئے اس وقت ان کی عمر پورے دس سال تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا یَا غُلَام احْفَظِ اللّٰہ یَحْفَظْكَ ''برخوردار! اللہ تعالیٰ کے حقوق کی حفاظت کرو اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت کرے گا اِذَا سَاَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰہَ جب سوال کرو تو اللہ تعالیٰ سے کرو اِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰہِ ''جب مدد طلب کرو تو اللہ تعالیٰ سے طلب کرو اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لیے دکھ لکھا ہے ساری مخلوق جمع ہو کر بھی اس دکھ کو دور نہیں کر سکتی اور اگر تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سکھ لکھا ہوا ہے تو ساری کائنات جمع ہو کر بھی اس کو روک نہیں سکتی جَفَّ الْقَلَمُ قلم خشک ہو گیا ہے جو قلم تقدیر نے لکھ دیا ہے وہ ہو کر رہے گا۔'' فرمایا کون بچائے گا تمہیں اللہ تعالیٰ سے اگر وہ تمہارے ساتھ برائی کا ارادہ کرے یا مہربانی کا ارادہ کرے وَلَا یَجِدُوْنَ لَهُمْ اور نہیں پائیں گے وہ اپنے لیے مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے وَلِيًّا کوئی حمایتی وَّلَا نَصِيْرًا اور نہ کوئی مددگار۔ ولی اسے کہتے ہیں جو زبانی طور پر تائید اور حمایت کرے اور نصیر اسے کہتے ہیں جو عملی طور پر مدد کرے۔ تو اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچانے کے لیے نہ کوئی زبانی تائید کرے گا اور نہ عملاً کوئی تمہیں بچا سکے گا۔

منافقین کا حال :

قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ تحقیق جانتا ہے اللہ تعالیٰ روکنے والوں کو تم میں سے وَالْقَآئِلِيْنَ اور کہنے والوں کو لِاِخْوَانِهِمْ اپنے بھائیوں کو۔ کیا کہنے والے ہیں؟ هَلُمَّ اِلَيْنَا ہماری طرف آؤ۔ منافق خود بھی لڑائی میں شریک نہیں ہوتے تھے اور اپنے رشتہ داروں کو بھی روکتے تھے جو مخلص مومن تھے۔ کسی کا بھائی تھا، کسی کا چچا تھا، کسی کا بیٹا تھا۔ طبعی طور پر اپنے عزیزوں کے ساتھ انس تو ہوتا ہے۔ تو ان کی ہمدردی کی خاطر کہتے تھے نہ جاؤ۔ خود بھی شریک نہیں ہوتے تھے اور ان کو بھی روکتے تھے وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا اور وہ نہیں جاتے لڑائی میں مگر بہت تھوڑے۔ کیونکہ قلبی میلان ہی نہیں ہے ان میں اور کام وہ ہوتا ہے جس کو انسان کا دل چاہے اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ۔ اَشِحَّه شَحِيْحٌ کی جمع ہے اور شَحِيْحٌ کا معنیٰ ہے حریص۔ وہ تمہارے خلاف کارروائیاں کرنے میں بڑے حریص ہیں۔ علٰی ضرر کے لیے ہے کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے ہر وہ کام کرتے ہیں جس میں تمہارا نقصان ہو فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ پس جب آجائے خوف یعنی کوئی دشمن حملہ کر دے جیسے یہاں خندق کے موقع پر ہوا کہ تقریباً چوبیس ہزار کافر حملے کے لیے آئے رَاَيْتَهُمْ اے نبی کریم ﷺ! آپ ان کو دیکھتے ہیں يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وہ آپ کی طرف دیکھتے ہیں تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ گھومتی ہیں آنکھیں ان کی كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ اس شخص کی طرح جس پر موت کی غشی طاری ہوتی ہے۔ جب دشمن حملہ آور ہوتا ہے تو ان پر خوف طاری ہوتا ہے کہ یہ اب مرچلے ہیں۔ پھر وہ آپ ﷺ کی طرف دیکھتے ہیں کہ ہمیں چھٹی دیتے ہیں یا روکتے ہیں اگر آپ ان کو رخصت دے دیں تو خوش ہو جاتے ہیں اور اگر رخصت نہ دیں اور کہیں کہ جہاد میں شریک ہونا ہے تو پھر یہ حواس باختہ ہو جاتے

ہیں۔ یہ حال ہے منافقوں کا۔ اس کے برعکس جو مومن تھے ان کا حال دیکھیے!

مومنین کا حال :

حضرت سعد بن خثیمہ رضی اللہ عنہ کا بدر کے موقع پر جھگڑا ہو گیا کہ باپ نے کہا میں نے جانا ہے اور بیٹے نے کہا کہ میں نے جانا ہے۔ گھر میں دو ہی فرد ہیں باپ بیٹا۔ نہ اور کوئی گھر کی نگرانی کرنے والا ہے نہ پانی لا کر دینے والا ہے نہ کوئی جانوروں کو پانی پلانے والا ہے۔ باپ کہتا ہے میں نے جانا ہے بیٹا کہتا ہے میں نے جانا ہے۔ ساتھیوں نے کہا جھگڑا نہ کرو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ کرا لو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو حکم دیں اس پر عمل کرو۔ دونوں باپ بیٹا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے باپ کا اصرار ہے میں نے جانا ہے بیٹے کا اصرار ہے میں نے جانا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سعد! یہ تمہارا باپ ہے اس کی بات مان لو۔ کہنے لگا حضرت! شہادت کا موقع ہے میں خود جاؤں گا۔ قرعہ اندازی ہوئی حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا نام آیا۔ بدر کے چودہ شہداء میں سے آٹھ انصاری تھے اور چھ مہاجر تھے ان میں سعد بن خثیمہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

مومنوں کا حال یہ ہے کہ وہ قرعہ اندازی کر رہے ہیں اور جھگڑا کر رہے ہیں کہ میں نے جانا ہے اور دوسرا کہتا ہے میں نے جانا ہے۔ اور منافقوں کا حال یہ ہے کہ خود جاتے نہیں اور دوسروں کو روکتے ہیں۔ کتنا ذہن کا تفاوت ہے۔ فرمایا فَإِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ پس جس وقت خوف چلا جاتا ہے سَلَقُوكُمْ بِأَلْسِنَةٍ حِدَادٍ ۔ اَلْسِنَةٌ لِسَانٌ کی جمع ہے اور حِدَادٍ حَدِيْدٌ کی جمع ہے۔ پھر کاٹتے ہیں تمہیں تیز زبانوں کے ساتھ جیسے قینچی کے ساتھ کپڑا وغیرہ کاٹتے ہیں اس طرح تمہارے خلاف تیز زبانیں استعمال کرتے ہیں أَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ حریص ہیں مال پر۔ مال کے لیے جان دیتے ہیں۔ اگر کبھی جہاد میں بھی

شریک ہوتے ہیں تو محض اس لیے کہ ہمیں کچھ مال غنیمت مل جائے گا اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا یہ لوگ ایمان نہیں لائے۔ زبان سے اٰمَنَّا کہنے سے کوئی مومن نہیں بنتا ان کے دل میں ایمان نہیں ہے انہوں نے صرف زبان سے اٰمَنَّا کہا ہے۔ سورۃ البقرہ میں ہے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ''اور لوگوں میں بعض وہ ہیں جو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر حالانکہ وہ مومن نہیں ہیں۔ منافق خود بھی جنگ میں شرکت نہیں کرتے اور دوسروں کو بھی روکتے ہیں یہ مومن نہیں ہیں فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ پس ضائع کر دیئے اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال۔ یہ جو ظاہری طور پر نیکیاں کرتے ہیں کبھی چندہ دے دیا، کسی مسلمان کو کھانا کھلا دیا، نماز پڑھ لی، ان کے یہ سب عمل باطل ہیں۔ اس لیے کہ ایمان کے بغیر کوئی نیکی قبول نہیں ہے۔ نیکی کے قبول ہونے کی بنیادی طور پر تین شرطیں ہیں، ایمان، اخلاص، اتباع سنت۔ یہ چونکہ ایمان کی دولت سے محروم ہیں پس اللہ تعالیٰ نے ان کے سارے اعمال اکارت کر دیئے وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا اور ہے یہ بات اللہ تعالیٰ پر آسان۔ منافقوں کے اعمال ضائع کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے مشکل نہیں ہے۔

يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ
يَذْهَبُوْا ۚ وَاِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِي
الْاَعْرَابِ يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآئِكُمْ ؕ وَلَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْٓا
اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۲۰﴾ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ
كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ﴿۲۱﴾ ؕ وَلَمَّا رَاَ
الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَ
صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۫ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ﴿۲۲﴾ ؕ مِنَ
الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ
قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾ ۙ لِّيَجْزِيَ
اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ
اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۲۴﴾ ۚ

يَحْسَبُوْنَ یہ گمان کرتے ہیں الْاَحْزَابَ آنے والے گروہوں کے
بارے میں لَمْ يَذْهَبُوْا کہ وہ نہیں گئے وَاِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ اور اگر آئیں وہ
گروہ يَوَدُّوْا تو یہ پسند کرتے ہیں اس کو لَوْ اَنَّهُمْ بے شک وہ بَادُوْنَ چلے
جائیں فِي الْاَعْرَابِ دیہاتیوں میں يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآئِكُمْ پوچھتے رہیں
تمہاری خبریں وَلَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ اور اگر ہوں وہ تمہارے اندر مَّا قٰتَلُوْٓا نہیں
لڑیں گے وہ اِلَّا قَلِيْلًا مگر بہت تھوڑے لَقَدْ كَانَ لَكُمْ البتہ تحقیق ہے

تمہارے لیے فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کے رسول میں اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ اچھا نمونہ لِّمَنْ اس شخص کے لیے کَانَ یَرْجُوا اللّٰہَ جو امید رکھتا ہے اللہ تعالیٰ سے وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ اور آخرت کے دن کی وَذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیْرًا اور یاد کرتا ہے اللہ تعالیٰ کو کثرت کے ساتھ وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ اور جب دیکھا ایمان والوں نے الْاَحْزَابَ ان گروہوں کو قَالُوْا کہنے لگے ھٰذَا مَا یہ وہ ہے وَعَدَنَا اللّٰہُ جس کا وعدہ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے ہمارے ساتھ وَرَسُوْلُہٗ اور اس کے رسول نے وَصَدَقَ اللّٰہُ اور سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَرَسُوْلُہٗ اور اس کے رسول ﷺ نے وَمَا زَادَھُمْ اور نہ زیادہ کیا اس بات نے ان کے لیے اِلَّآ اِیْمَانًا مگر ایمان وَّتَسْلِیْمًا اور اطاعت کو مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ مومنوں میں کچھ مرد ایسے ہیں صَدَقُوْا جنہوں نے سچ کر دکھایا ہے مَا عَاھَدُوا اللّٰہَ عَلَیْہِ اس چیز کو جس پر انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا فَمِنْھُمْ پس ان میں سے مَّنْ وہ بھی ہیں قَضٰی نَحْبَہٗ جنہوں نے پوری کی نذر اپنی وَمِنْھُمْ مَّنْ یَّنْتَظِرُ اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو انتظار کر رہے ہیں وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِیْلًا اور انہوں نے نہیں تبدیلی کی کسی قسم کی تبدیلی لِّیَجْزِیَ اللّٰہُ تاکہ بدلہ دے اللہ تعالیٰ الصّٰدِقِیْنَ سچوں کو بِصِدْقِھِمْ ان کی سچائی کا وَیُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِیْنَ اور تاکہ سزا دے منافقوں کو اِنْ شَآءَ اگر چاہے اَوْ یَتُوْبَ عَلَیْھِمْ یا ان پر رجوع فرمائے اِنَّ اللّٰہَ کَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا بے شک ہے اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان۔

ماقبل سے ربط :

اس سورۃ کا نام سورۃ الاحزاب ہے کہ اس میں غزوہ احزاب کا ذکر ہے۔ پہلے سن چکے ہو کہ ۴ھ شوال کے مہینے میں چوبیس ہزار (۲۴۰۰۰) کا لشکر مدینہ طیبہ پر حملہ آور ہوا۔ ابوسفیان کی قیادت میں جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوا تھا۔ کم وبیش ایک مہینہ انہوں نے محاصرہ کیے رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے تیز ہوا بھیجی اور فرشتے نازل ہوئے۔ ہوا نے ان کے خیمے اکھاڑ دیئے، ہانڈیاں الٹ گئیں، فرشتوں نے نعرے لگائے، مجبور ہو کر واپسی کا طبل بجادیا اور چلے گئے۔ مگر منافقوں کا ذہن کیا تھا؟

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ یہ منافق لوگ خیال کرتے ہیں ان گروہوں کے بارے میں کہ لَمْ یَذْهَبُوْا کہ وہ نہیں گئے۔ منافقوں پر اتنا خوف تھا کہ باوجود ان کے چلے جانے کے ان کو یقین نہیں تھا کہ وہ چلے گئے ہیں یہ گھروں میں ہی ڈرتے رہے۔ فرمایا وَاِنْ یَّاْتِ الْاَحْزَابُ۔ اور اگر آئیں وہ گروہ۔ بالفرض وہ گروہ واپس آ جائیں تو یَوَدُّوْا یہ منافق پسند کریں گے لَوْ اس کو اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِی الْاَعْرَابِ بے شک چلے جائیں یہ دیہاتوں میں۔ یعنی بالفرض اگر وہ پھر آ جائیں تو یہ منافق مدینہ منورہ میں نہیں رہیں گے بلکہ بھاگ کر دیہاتوں میں چلے جائیں گے اور وہاں رہ کر یَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآئِكُمْ پوچھتے رہیں تمہاری خبریں، کیا ہوا، کیا بنا وَلَوْ كَانُوْا فِیْكُمْ اور اگر ہوں وہ تمہارے اندر مَّا قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِیْلًا نہیں لڑیں گے وہ مگر بہت تھوڑے مجبور ہو کر۔ کیونکہ جہاد تو قلبی شوق کا نام ہے کہ شہید ہونے کا شوق ہو تو جہاد ہوتا ہے ان میں تو ایمان ہی نہیں ہے شہادت کا شوق کیسے پیدا ہوگا؟ منافقوں کا حال بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو بطور نمونہ کے پیش کیا ہے کہ تم اپنے پیغمبر کی اطاعت کرو اور جنہوں نے

نبی ﷺ کی اطاعت کی ان کی تعریف فرمائی ہے۔

اسوۂ حسنہ :

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ البتہ تحقیق ہے تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کے رسول میں بہترین نمونہ۔ آنحضرت ﷺ نے خود کئی کے ساتھ، کدال کے ساتھ خندق کھودی ہے اور ٹوکری میں مٹی ڈال کر باہر پھینکتے تھے۔ روایات میں آتا ہے کہ آپ ﷺ کے جسم مبارک پر مٹی کی تہیں جمی ہوئی تھیں اگر تم نے صحیح کلمہ پڑھا ہے تو پھر بچتے پھرتے کیوں ہو؟ تمہارے لیے آنحضرت ﷺ بہترین نمونہ ہیں۔ دس دس گز کا ٹکڑا آپ ﷺ نے ساتھیوں میں تقسیم کیا تھا کہ یہ تم نے کھودنا ہے۔ آپ ﷺ خود کھودتے بھی تھے اور نگرانی بھی کرتے تھے۔

ایک مقام پر چٹان آئی پتھر بڑا سخت تھا ساتھیوں نے بڑا زور لگایا مگر نہ ٹوٹا، مشورہ کیا، بعض نے کہا کہ آنحضرت ﷺ کو اطلاع دیں کہ چٹان بڑی سخت ہے ہم عاجز آگئے ہیں۔ بعض نے کہا کہ اطلاع نہ دو آپ ﷺ پریشان ہوں گے ابھی زور لگاتے ہیں۔ جب بالکل قاصر ہو گئے تو آپ ﷺ کو اطلاع دی کہ ہم نے بڑا زور لگایا ہے مگر چٹان نہیں ٹوٹی۔ پہلے تو ہم نے مناسب نہیں سمجھا مگر مجبور ہو کر آئے ہیں کہ ٹوٹنے کا نام ہی نہیں لیتی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اجر دے گا۔ آپ ﷺ نے بسم اللہ پڑھ کر کدال پکڑ کر مارا تو حدیث پاک میں آتا ہے ایسا لگا جیسے ریت کا ٹیلا تھا۔ یہ آپ ﷺ کا معجزہ تھا۔ اس موقع پر آنحضرت ﷺ نے پیٹ پر دو پتھر باندھے ہوئے تھے بھوک کی وجہ سے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو سمجھ گئے گھر جا کر بیوی سے پوچھا کہ تیرے پاس کھانے پینے کی کوئی چیز ہے؟ بیوی نے بتایا کہ ساڑھے تین سیر جو کے دانے ہیں اور یہ

ٹیڈی بکری کا بچہ ہے۔ بیوی سے کہا کہ جو پیسو اور آٹا بناؤ میں بکری کا بچہ ذبح کر کے لاتا ہوں۔ بیوی نے فوراً آٹا پیس دیا انہوں نے گوشت بنا دیا۔ بیوی بڑی سمجھ دار تھی کہنے لگی دیکھو! تمہاری شرمیلی طبیعت ہے بات گول مول نہ کرنا کہ تشریف لاؤ دعوت ہے وہاں کافی لوگ جمع ہیں بہت سارے چل پڑیں گے۔ لہٰذا آنحضرت ﷺ سے عرض کرنا کہ حضرت! آپ ﷺ تشریف لائیں اور تین یا چار ساتھی اور لے آئیں۔ بات صاف کر کے آنا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے کہا حضرت! آپ تشریف لائیں اور تین یا چار ساتھی ساتھ لے لیں کہ میں نے جَو کی روٹی پکوائی ہے اور ٹیڈی بکری ذبح کی ہے۔

آنحضرت ﷺ نے اعلان کیا یَا اَهْلَ خَنْدَقَ اِنَّ جَابِرًا قَدْ صَنَعَ لَكُمْ سُوْرًا ''اے خندق والو! جابر نے تمہاری دعوت کی ہے سارے چلو۔'' سب کو بھوک لگی ہوئی تھی بخاری شریف کی روایت ہے کہ سارے ہی ساتھ چل پڑے جو کہ ایک ہزار آدمی تھے۔ جب گھر پہنچے تو بیوی بڑی پریشان ہوئی کہ انتظام تو تھوڑا سا ہے اور اس نے ساری مخلوق گھر بلا لی ہے۔ بیوی نے اشارہ کر کے اندر بلایا اور کہا کہ مَا فَعَلْتَ هٰذَا ''یہ تو نے کیا کیا ہے؟''

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے تمہارے سبق کے مطابق جا کر عرض کیا تھا کہ حضرت! آپ تشریف لائیں اور چند ساتھی ساتھ لے لیں۔ آپ ﷺ نے میری یہ بات سنی اور سمجھی اور پھر اعلان فرمایا کہ سارے خندق والے آجاؤ جابر نے تمہارے لیے دعوت تیار کی ہے۔

آنحضرت ﷺ نے کچھ کلمات پڑھ کر ہنڈیا پر دم کیا بخاری شریف کی روایت ہے کہ ایک ہزار آدمی نے کھانا سیر ہو کر کھایا اور پھر بھی بچ گیا۔ یہ معجزہ تھا آنحضرت ﷺ کا اور معجزہ حق ہے اور کرامت بھی حق ہے۔

تو فرمایا البتہ تحقیق تمہارے لیے آنحضرت ﷺ کی ذاتِ گرامی میں اچھا نمونہ

ہے۔لیکن کس کے لیے ہے؟ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ اس کے لیے جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی امید رکھتا ہے اور آخرت کے دن کا عقیدہ رکھتا ہے۔اور تیسری علامت یہ ہے وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا اور یاد کرتا ہے اللہ تعالیٰ کو کثرت کے ساتھ۔اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں عقل مندوں کی صفات میں سے ایک صفت یہ بھی بیان فرمائی ہے اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ [آل عمران:۱۹۱] ''جو یاد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کو کھڑے کھڑے اور بیٹھے بیٹھے اور پہلو کے بل۔'' کئی دفعہ مسئلہ بیان ہوا ہے کہ ذکر کے لیے وضو شرط نہیں ہے اور جن دنوں میں عورتیں نماز نہیں پڑھتیں ان دنوں میں بھی وہ باقاعدہ ذکر کرسکتی ہیں، درود شریف پڑھ سکتی ہیں صرف قرآن شریف نہیں پڑھ سکتیں۔

آیات کا مصداق :

فرمایا وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ اور جس وقت دیکھا مومنوں نے گروہوں کو جب وہ میدان میں آئے لڑائی کے لیے قَالُوْا مومنوں نے کہا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ یہ وہ چیز ہے جس کا وعدہ کیا تھا ہمارے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول ﷺ نے وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اور سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول ﷺ نے بھی سچ فرمایا۔اس وعدے سے کون سا وعدہ مراد ہے؟ اس کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ وعدہ ہے جس کا ذکر دوسرے پارے کی اس آیت کریمہ میں ہے اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ [بقرہ:۲۱۴] ''کیا خیال کرتے ہو تم کہ جنت میں مفت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی تک تمہارے پاس پہلے لوگوں کی مثالیں نہیں آئیں انہیں پہنچی سختی اور

تکلیف اوران پر زلزلے کی سی کیفیت طاری کردی گئی یہاں تک کہ کہااس وقت کے رسول نے اوران لوگوں نے جوایمان لائے تھے اس کے ساتھ کب آئے گی اللہ تعالیٰ کی مدد۔''
ان پر مالی تکلیفیں بھی آئیں اور بدنی تکلیفیں بھی آئیں، میدان جنگ میں بھی تکالیف آئیں، تم ان تکلیفوں کے بغیر کیسے جنت میں چلے جاؤ گے؟ تو یہ وعدہ اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ نے سچا کر دکھایا کہ تکلیفیں نظر آرہی ہیں۔ ظاہر بات ہے کہ جنت بڑی قیمتی ہے تواس کے لیے قیمت بھی بڑی ہوگی۔ جیسے سونا یا ہیرا خریدنے کے لیے تھیلا پیسوں سے بھر کے لے جانا پڑتا ہے۔

جب کہ دوسرے مفسرین رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ ان آیات کا مصداق یہ نہیں ہے۔ بلکہ ہوااس طرح کہ غزوۂ احد ختم ہونے کے بعد مشرک جب مدینہ طیبہ سے چند میل کے فاصلے پر حمراء الاسد کے مقام پر پہنچے تو کہنے لگے کہ ہمارا پلڑا بھاری تھا کہ ہم نے بہت سے لوگ ماردیئے اور بہت سے زخمی کیے اور بغیر فیصلہ کن جنگ کے واپس آگئے آؤ پھر چلیں آنحضرت ﷺ کو اطلاع ملی کہ مشرکین دوبارہ حملے کی تیاری کررہے ہیں باوجوداس کے کہ آنحضرت ﷺ بھی زخمی تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اکثریت بھی زخمی تھی۔ سورہ آل عمران آیت نمبر ۱۷۲ میں ہے مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ''بعداس کے کہ ان کوزخم پہنچا۔'' آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہمیں ان کا تعاقب کرنا ہے اور آپ ﷺ نے زخمی شیروں کو تعاقب کا حکم دے دیا۔ مشرکین کو جب اطلاع ہوئی تو کہنے لگے کہ زخمی شیر کا حملہ بڑا خطرناک ہوتا ہے انہوں نے ہمیں اب چھوڑنا نہیں ہے اور وہ وہاں سے بھاگ گئے۔
آنحضرت ﷺ وہاں تین دن قیام پذیر ہوئے، سترہ (۱۷)، اٹھارہ (۱۸)، انیس (۱۹) شوال۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے حکم بھیجا وحی بھیجی اور آپ ﷺ نے لوگوں کو سنائی کہ

تمہارے پاس گروہوں کی شکل میں بڑا لشکر آئے گا مگر تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے گا وَالْعَاقِبَۃُ لکم ''انجام تمہارے حق میں ہوگا۔'' اس وعدے کے متعلق فرمارہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول ﷺ نے ہمارے ساتھ وعدہ فرمایا تھا کہ گروہوں کی شکل میں بڑا لشکر آئے گا وہ سچ فرمایا تھا۔ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا اور نہ زیادہ کیا ان کے لیے اس بات نے مگر ایمان اور اطاعت کو۔ مومنوں کا ایمان اور بڑھ گیا اور آپ ﷺ کی فرماں برداری کا جذبہ اور زیادہ ہوگیا۔

مومنین کی صفات :

فرمایا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ مومنوں میں کچھ ایسے مرد ہیں صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ جنہوں نے سچا کر دکھایا ہے وہ وعدہ جو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا تھا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے چچا حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے سفر پر ہونے کی وجہ سے۔ جب سفر سے واپس آئے تو بڑا افسوس ہوا کہ پہلا غزوہ تھا، پہلا جہاد تھا میں اس سے محروم ہوگیا۔ اچھا! اگر اللہ تعالیٰ نے آئندہ موقع دیا تو میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کروں گا۔ احد کے موقع پر مسلمانوں کا کافی نقصان ہوا، ستر (۷۰) مسلمان شہید ہوئے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے سے مسلمانوں کی کمر ٹوٹ گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک چٹان کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے تھے کہ پاس سے حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ گزرے اور کہنے لگے عمر! کیا بات ہے؟ جواب ملا کہ میری کمر ٹوٹ گئی ہے۔ کہنے لگے کوئی مرہم پٹی وغیرہ کریں۔ عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ مرہم پٹی والا معاملہ نہیں ہے بلکہ ستر مسلمانوں کا شہید ہونا، اکثر مسلمانوں کا زخمی ہونا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی وجہ سے کمر ٹوٹ گئی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کیا ہمارے لیے جنت کا دروازہ بند ہوگیا ہے؟

کہنے لگے نہیں بند ہوا۔ حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے کہا میں جا رہا ہوں السلام علیکم اب تمہارے ساتھ ملاقات قیامت والے دن ہوگی۔ جا کر لڑے بخاری شریف میں روایت ہے کہ بدن پر تلوار اور نیزوں کے اسّی (۸۰) سے زیادہ زخم تھے۔ لاش پہچانی نہیں جاتی تھی۔ ہمشیرہ نے انگلی کے نشان سے بھائی کی لاش پہچانی۔

تو فرمایا بعض مومنوں نے وعدہ سچا کر دکھایا فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ بعضے ان میں سے وہ ہیں جنہوں نے پوری کی اپنی منت وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ اور بعضے ان میں سے وہ ہیں جو شہید نہیں ہوئے انتظار کر رہے ہیں اپنی باری کا، وعدے کو نبھانے کے لیے وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا اور انہوں نے نہیں تبدیلی کی کسی قسم کی۔ جن کے مقدر میں شہادت تھی وہ شہید ہو گئے اور باقی منتظر ہیں لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ تاکہ بدلہ دے اللہ تعالیٰ سچوں کو ان کی سچائی کا۔ ان کو سچائی کا بدلہ ضرور ملے گا وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اور تاکہ منافقوں کو سزا دے۔ اِنْ شَآءَ اگر چاہے اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ یا ان پر رجوع کرے کہ ان کو توبہ کی توفیق دے دے۔ بعض منافق توبہ کر کے سچے مسلمان ہو گئے تھے جیسے جلاس بن عمرو اور مخشی بن حُمیر رضی اللہ عنہ۔ مگر ایسے بہت تھوڑے تھے جنہوں نے سچے دل سے توبہ کی ہو اور سچے دل سے ایمان قبول کیا ہو اور اپنی پہلی کارروائیوں پر نادم ہوئے ہوں۔ ایسوں کو اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا بے شک ہے اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان۔

وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ۭ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ۭ
وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ﴿۲۵﴾ وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ
الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا
تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ﴿۲۶﴾ وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَ
اَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿۲۷﴾ ع
يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا
فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۲۸﴾ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ
اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا
عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ
يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾

وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اور لوٹا دیا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو كَفَرُوْا جنہوں
نے کفر کیا بِغَيْظِهِمْ ان کے غصے کے ساتھ لَمْ يَنَالُوْا نہ حاصل کر سکے خَيْرًا
کوئی خیر وَكَفَى اللّٰهُ اور کفایت کی اللہ تعالیٰ نے الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کی الْقِتَالَ
لڑائی سے وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ قَوِيًّا قوت والا عَزِيْزًا زبردست
وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ اور اتارا ان لوگوں کو ظَاهَرُوْهُمْ جنہوں نے ان کی مدد کی مِّنْ
اَهْلِ الْكِتٰبِ اہل کتاب میں سے مِنْ صَيَاصِيْهِمْ ان کے قلعوں سے

وَقَذَفَ اورڈالا فِیْ قُلُوْبِهِمُ ان کے دلوں میں الرُّعْبَ رعب فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ایک فریق کوتم قتل کرتے ہو وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا اور قیدی بناتے ہو ایک گروہ کو وَاَوْرَثَكُمْ اور وارث بنایا تمہیں اَرْضَهُمْ ان کی زمین کا وَدِيَارَهُمْ اوران کے گھروں کا وَاَمْوَالَهُمْ اوران کے مالوں کا وَاَرْضًا اور اس زمین کا بھی لَّمْ تَطَئُوْهَا جس کو تم نے پامال نہیں کیا وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرًا اور ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا يٰاَيُّهَا النَّبِیُّ اے نبی کریم ﷺ! قُلْ آپ کہہ دیں لِّاَزْوَاجِكَ اپنی بیویوں کو اِنْ كُنْتُنَّ اگر ہوتم تُرِدْنَ ارادہ کرتی الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی کا وَزِيْنَتَهَا اوراس کی زینت کا فَتَعَالَيْنَ پس تم آؤ اُمَتِّعْكُنَّ میں تمہیں فائدہ پہنچاؤں گا وَاُسَرِّحْكُنَّ اور تمہیں چھوڑ دوں گا سَرَاحًا جَمِيْلًا اچھے طریقے سے چھوڑنا وَاِنْ كُنْتُنَّ اور اگر تم ہو تُرِدْنَ اللّٰهَ ارادہ کرتی اللہ تعالیٰ کا وَرَسُوْلَهٗ اوراس کے رسول ﷺ کا وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ اور آخرت کے گھر کا فَاِنَّ اللّٰهَ پس اللہ تعالیٰ نے اَعَدَّ تیار کیا ہے لِلْمُحْسِنٰتِ نیکی کرنے والیوں کے لیے مِنْكُنَّ تم میں سے اَجْرًا عَظِيْمًا بڑا اجر يٰنِسَآءَ النَّبِیِّ اے پیغمبر کی بیویو! مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ جو کرے گی تم میں سے بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ برائی واضح يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ دگنا کیا جائے گا اس کے لیے عذاب کو ضِعْفَيْنِ دوگنا وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا اور ہے یہ اللہ تعالیٰ پر آسان۔

غزوہ خندق کا ذکر چلا آ رہا ہے کہ تقریباً چوبیس ہزار (۲۴۰۰۰) کا لشکر مدینہ طیبہ پر حملہ آور ہوا اور مقابلے میں صرف تین ہزار (۳۰۰۰) آدمی تھے۔ اور حملہ آوروں کے علاوہ منافقوں اور یہودیوں کے شر کا بھی خطرہ تھا۔ موسم بھی سردی کا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی خصوصی نصرت فرمائی اور کافروں کو ناکام اور نامراد واپس لوٹا دیا۔ اس کا ذکر ہے۔

نصرتِ خداوندی :

فرمایا وَرَدَّاللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ اور لوٹا دیا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا ان کے غصے کے ساتھ۔ فرشتے بھیج کر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے دلوں کو مضبوط کیا کہ وہ کافروں کے مقابلے میں ڈٹے رہے۔ اور دوسری طرف تیز آندھی بھیج کر ان کے خیمے اکھاڑ دیئے، ہانڈیاں الٹ گئیں اور وہ بھاگنے پر مجبور ہو گئے لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا نہ حاصل کر سکے کسی قسم کی کوئی خیر۔ وہ مدینہ طیبہ کو فتح کر کے لوٹ مار کرنے اور مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے آئے تھے مگر ناکام و نامراد واپس لوٹے وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ اور کفایت کی اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی جنگ سے کہ وہ جنگ لڑنے سے بچ گئے اور انہیں کوئی نقصان نہ پہنچا وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا اور اللہ تعالیٰ قوت والا اور ہر چیز پر غالب ہے۔ وہ جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے اس کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں پیدا کر سکتا لہٰذا اس پر بھروسا رکھنا چاہیے کیونکہ قوت کا سرچشمہ وہی ہے۔

آنحضرت ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچے تو آپ ﷺ نے مختلف قبائل کے ساتھ معاہدے کیے۔ ان میں بنو قریظہ بھی شامل تھے مگر جنگ خندق کے موقع پر انہوں نے غداری کی اور کافروں کی طرف داری کی۔ حملہ آوروں کے واپس چلے جانے کے بعد

جب مسلمانوں کو اطمینان حاصل ہوا اور ہتھیار اتارنے کا ارادہ کیا آنحضرت ﷺ نے بھی اپنی زرہ اتارنے کا ارادہ فرمایا تو اتنے میں جبرائیل علیہ السلام آ گئے اور کہنے لگے کہ آپ لوگ تو ہتھیار اتارنا چاہتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے فرشتوں نے تو ابھی ہتھیار نہیں اتارے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ بنوقریظہ کی عہد شکنی کا بھی فیصلہ کرلیں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے اعلان فرمایا کہ کوئی شخص ہتھیار نہ اتارے بلکہ اسی حالت میں بنوقریظہ کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ مدینہ طیبہ میں بھی اور باہر دیہات میں ان کے بڑے مضبوط قلعے تھے، دومنزلہ، چھ منزلہ، سات منزلہ۔ آنحضرت ﷺ کے حکم کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہاں پہنچ گئے، اس کا ذکر ہے۔

غزوہ بنوقریظہ :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاَنْزَلَ الَّذِیْنَ اور اتارا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ظَاهَرُوْهُمْ جنہوں نے مشرکوں اور قریشیوں کی مدد کی مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اہل کتاب میں سے، یہودیوں میں سے۔ کہاں سے اتارا؟ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ۔ صِيْصَةٌ کی جمع ہے اور صیصہ کا معنیٰ ہے قلعہ۔ ان کو قلعوں سے اتارا وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ اور ڈال دیا اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ایک گروہ کو تم قتل کرتے ہو وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا اور قیدی بناتے ہو ایک گروہ کو۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور آنحضرت ﷺ وہاں پہنچے تو یہود بنوقریظہ قلعہ بند ہو گئے تقریباً پچیس (۲۵) دن اپنے قلعوں میں رہ کر مسلمانوں کو للکارتے رہے۔ اِکا دُکا معمولی حملے بھی ہوتے رہے پچیس (۲۵) دنوں کے بعد مجبور ہو کر انہوں نے ہتھیار ڈالنے کا ارادہ کیا اور کہا کہ ہمارے بارے میں جو فیصلہ سعد بن معاذ کریں گے ہمیں منظور ہوگا۔ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ انصار مدینہ میں سے تھے اور یہودیوں کے محلے میں رہتے تھے اور تاجر تھے۔ ان کے ساتھ لین دین کا معاملہ ہوتا تھا۔

آنحضرت ﷺ نے بلا کر فرمایا کہ یہود بنوقریظہ تمہارے فیصلے پر راضی ہیں۔حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بڑے پریشان ہوئے کہ اگر میں قرآن کے مطابق فیصلہ کرتا ہوں تو وہ کہیں گے کہ ہم یہودی ہیں اس لیے اس طرح کیا ہے اور اگر میں فیصلہ برادری کی سطح پر کرتا ہوں تو کہیں گے کہ اس نے مسلمانوں کی طرف داری کی ہے۔ بڑے ذہین تھے کہنے لگے میں فیصلہ تورات کے موافق کروں گا تا کہ وہ اس سے بھاگ نہ سکیں۔آج بھی تورات میں موجود ہے کہ جب دوقومیں آپس میں لڑیں تو غالب آنے والی قوم کوحق حاصل ہے کہ وہ شکست خوردہ قوم کے نوجوانوں کوقتل کردے اور عورتوں اور بچوں کو قید کر لے۔حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے تورات کے مطابق فیصلہ سنایا کہ ان کے نوجوانوں کوقتل کر دیا جائے اور عورتوں اور بچوں کوغلام اور لونڈیاں بنالیا جائے۔

بخاری شریف میں روایت ہے اور مسلم شریف میں بھی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا قَضَيْتَ بِحُكْمِ الْمَلِكِ ”آپ نے ان کے بارے میں وہ فیصلہ کیا ہے جواللہ تعالیٰ کا فیصلہ تھا۔“ چنانچہ ان کے نوجوانوں کوقتل کر دیا گیا اور عورتوں اور بچوں کو قیدی بنالیا گیا، بوڑھوں کو بھی قیدی بنالیا گیا۔تو فرمایا ایک گروہ کو تم قتل کرتے ہو اور ایک کو قیدی بناتے ہو وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ اور اللہ تعالیٰ نے یہود بنوقریضہ کی زمینوں کا تمہیں وارث بنایا وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اور ان کے گھروں کا بھی وارث بنایا اور ان کے مالوں کا بھی۔ وَاَرْضًا اور ایک اور زمین کا تمہیں وارث بنایا لَّمْ تَطَئُوْهَا جس کو تم نے ابھی کچلا نہیں ہے، روندا نہیں ہے ابھی تک تمہارے پاؤں وہاں نہیں پڑے۔اس سے مراد خیبر کی زمین ہے جو مدینہ طیبہ سے دوسو میل کے فاصلے پر شام کی طرف ہے بڑا زرخیز علاقہ ہے وہاں سو فیصد یہودی رہتے تھے۔خیبر کے علاقے میں بے شمار قسم کی کھجوریں ہوتی ہیں اتنی قسم کی

کھجوریں دنیا کے کسی علاقے میں نہیں ہے۔ چشمے تھے، باغات تھے، بڑے کھاتے پیتے لوگ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس زمین کا بھی مسلمانوں کے ساتھ وعدہ فرمایا کہ اس زمین کا بھی تمہیں وارث بنایا کہ جس کو تم نے ابھی تک روندا نہیں ہے۔ فرمایا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرًا اور ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا۔

غزوہ خیبر اور ازواج مطہرات کی طلبی وسعت :

غزوہ خیبر ۷ھ محرم کے مہینے میں پیش آیا۔ پندرہ سو (۱۵۰۰) مجاہدین آنحضرت ﷺ کی قیادت میں خیبر پہنچے۔ مقابلے میں بیس ہزار (۲۰۰۰۰) یہودی تھے۔ بظاہر کوئی نسبت نہیں ہے۔ پھر یہودیوں کے اپنے قلعے اور اپنے مکان تھے یہ بے چارے پردیسی تھے سر چھپانے کی جگہ بھی نہیں تھی مگر اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ اس زمین کا بھی میں نے تمہیں وارث بنایا ہے۔ ترانوے (۹۳) یہودی مارے گئے اور پندرہ مسلمان شہید ہوئے اور خیبر فتح ہو گیا اور اس کے بعد مسلمانوں کے مالی حالات بدل گئے۔ گھروں میں چولہے جلنے لگے، کپڑے عمدہ پہننے لگے، عورتیں زیورات پہننے لگیں، خوراک اور پوشاک کی وسعت ہو گئی۔

اگلا واقعہ بھی اسی کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ ازواج مطہرات بھی آخر انسان تھیں۔ لوہے اور ربڑ کی بنی ہوئی تو نہیں تھیں۔ ان کی بھی طبعی خواہشات تھیں۔ انہوں نے جب غریب سے غریب تر عورتوں کو دیکھا کہ اچھا لباس اور زیور پہنے ہوئی ہیں۔ دوپٹا بھی عمدہ ہے اوپر والی چادر اوڑھنی بھی عمدہ ہے تو ان کے دلوں میں بھی خیال آتا کہ ہمارے بھی حالات بدلنے چاہییں کہ ان کے پاس وہی سوئی دھاگا ہوتا اور فرصت کے وقت کبھی قمیص پر پیوند لگاتیں اور کبھی شلوار کو۔ چنانچہ تمام ازواج مطہرات کے اتفاق کے ساتھ آنحضرت

ﷺ کے سامنے مطالبہ پیش کیا کہ ہمارے حالات بھی پہلے سے کچھ بدلنے چاہیں۔اس گفتگو کے لیے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو تیار کیا گیا کہ وہ بڑے ٹھنڈے مزاج کی مالک تھیں۔کوئی کتنی بھی بات کہہ دیتا وہ گرم نہیں ہوتی تھیں اور بات بڑے سلیقے کے ساتھ کرتی تھیں۔تو تمام نے ان کو اپنا وکیل بنایا۔کچھ پہلے موجود تھیں اور کچھ آنحضرت ﷺ کے تشریف لانے کے بعد فوراً پہنچ گئیں۔آنحضرت ﷺ نے دیکھ کر فرمایا اللہ خیر کرے آج میں گھیرے میں آ گیا ہوں۔ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا حضرت دیکھو! پہلے اور آج کے حالات میں فرق آ گیا ہے مہاجرین کے گھروں میں چولہے جلنے لگ گئے،ان کی عورتوں کے لباس میں بھی فرق آ گیا ہے۔ہم سب کا مطالبہ ہے کہ ہمارے حالات بھی بدلنے چاہیں۔اچھا لباس اور کھانے پینے میں بھی سہولت ہونی چاہیے۔اور زیور بھی عورت کی طبعی خواہش ہے وہ بھی ہمیں حیثیت کے مطابق ملنا چاہیے۔آپ ﷺ نے مطالبہ سنا تو ناراض ہو گئے اور قسم اٹھالی کہ میں ایک مہینہ کسی کے پاس نہیں جاؤں گا۔مسجد کے اوپر چوبارا تھا آپ ﷺ ایک مہینہ وہاں رہے۔ایک ماہ کے بعد یہ آیات نازل ہوئیں۔ذرا غور کرو سطحی طور پر دیکھا جائے تو بظاہر ازواج مطہرات کا مطالبہ غلط نہیں تھا۔آپ ﷺ کیوں ناراض ہوئے اور ایک مہینے کا بائیکاٹ کیوں کیا؟اس میں کئی حکمتیں تھیں۔مثلاً اگر آپ ﷺ اپنی بیویوں کے لیے سہولتیں مہیا فرما دیتے تو یہودیوں کی عورتیں،عیسائیوں کی عورتیں،منافقوں کی عورتیں دیکھ کر کہتیں کہ دیکھو! نبی ﷺ نے جو ماریں کھائی تھیں وطن چھوڑا تھا اس کا نتیجہ نکل آیا ہے۔کیونکہ ہر آدمی اپنے ذہن سے سوچتا ہے۔تو انہوں نے کڑی اس کے ساتھ ملائی تھی کہ دیکھو! اس کی بیویاں کیا عمدہ لباس پہنے ہوئے ہیں ان کے پاس زیورات ہیں۔حالانکہ آپ ﷺ نے تکلیفیں تو اللہ تعالیٰ کے دین کے لیے اٹھائی ہیں۔

دوسری بات یہ تھی کہ اگر آپ ﷺ کی بیویاں عمدہ لباس اور زیور پہنتیں تو امت کی غریب عورتوں کے لیے کوئی نمونہ نہ ہوتا وہ اپنے دل کو کیسے مطمئن کرتیں۔ تو آنحضرت ﷺ چاہتے تھے کہ میری بیویاں امت کی ان عورتوں کے لیے نمونہ بنیں جن کے لیے اچھا کھانا نہیں ہو گا، جو زیورات سے محروم ہوں گی۔ وہ جس وقت سنیں گی کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس بھی زیور نہیں تھا، عمدہ لباس نہیں تھا تو ان کی تسلی ہوگی کہ ہم کون ہیں ہماری مائیں بھی ایسے ہی رہیں۔ تو ایک ماہ کے بعد یہ آیات نازل ہوئیں۔ یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اے نبی کریم ﷺ! قُلْ آپ کہہ دیں لِّاَزْوَاجِكَ اپنی بیویوں کو اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا اگر ہو تم ارادہ کرتی دنیا کی زندگی کا وَزِیْنَتَهَا اور دنیا کی زینت کا کہ تمہیں زیور چاہیں فَتَعَالَیْنَ پس تم آؤ اُمَتِّعْكُنَّ میں تمہیں فائدہ پہنچاؤں گا۔ متعہ کہتے ہیں ایک جوڑا کپڑوں کا طلاق والی عورت کو دیا جاتا ہے۔ تو میں تمہیں ایک ایک جوڑا دیتا ہوں وَاُسَرِّحْكُنَّ اور میں تمہیں رخصت کرتا ہوں سَرَاحًا جَمِیْلًا اچھے طریقے سے رخصت کرنا۔ میں تمہیں طلاق دے کر ایک ایک جوڑا دوں گا پھر جہاں جانا چاہو جاؤ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اور اے بیویو! اگر ہو تم ارادہ کرتی اللہ تعالیٰ کی رضا کا اور اس کے رسول ﷺ کی رضا چاہتی ہو وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ اور آخرت کا گھر چاہتی ہو فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ پس بے شک اللہ تعالیٰ نے تیار کیا ہے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے اَجْرًا عَظِیْمًا بڑا اجر۔ یہ چند دن تو تم مشکل میں رہو گی آگے نہ ختم ہونے والی زندگی میں آسانی ہی آسانی ہوگی یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ اے پیغمبر کی بیویو! مَنْ یَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ بالفرض جو بھی تم میں سے بے حیائی کرے گا مُّبَیِّنَةٍ کھلی یُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ اسے دگنا عذاب دیا جائے گا ضِعْفَیْنِ دوگنا۔ ایک تو اس لیے کہ نبی کی بیوی ہے اور ایک

اس لیے کہ کلمہ پڑھنے والی ہے۔عذاب بھی دگنا اور اجر بھی دگنا۔

آپ ﷺ نے سب سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے یہ آیتیں پیش کیں اور فرمایا کہ اپنے والدین کے ساتھ مشورہ کر کے پھر جواب دینا۔ کہنے لگیں حضرت! میں خود بھی رائے رکھتی ہوں اُرِیْدُ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَۃَ ''میں اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتی ہوں اور اس کے رسول کی رضا چاہتی ہوں اور آخرت کا گھر چاہتی ہوں۔'' دنیا کی زیب وزینت نہیں چاہیے۔یہی جواب تمام بیویوں نے دیا وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا اور ہے یہ اللہ تعالیٰ پر آسان تمہیں دگنا عذاب دینا۔

وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ
اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ
كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ
الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۳۲﴾ وَقَرْنَ فِيْ
بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ
الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ
اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ
تَطْهِيْرًا ﴿۳۳﴾ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ﴿۳۴﴾ اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ ع
وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ
وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ
وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ
فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ
اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۳۵﴾

وَمَنْ يَّقْنُتْ اور جو فرماں برداری کرے گی مِنْكُنَّ تم میں سے لِلّٰهِ وَ
رَسُوْلِهٖ اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی وَتَعْمَلْ صَالِحًا اور عمل کرے گی
اچھا نُّؤْتِهَآ ہم دیں گے اس کو اَجْرَهَا اس کا اجر مَرَّتَيْنِ ڈبل (دُہرا) وَ
اَعْتَدْنَا لَهَا اور ہم نے تیار کیا ہے اس کے لیے رِزْقًا كَرِيْمًا رزق عمدہ

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ اے نبی علیہ السلام کی بیویو لَسْتُنَّ نہیں ہو تم کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ عام عورتوں کی طرح اِنِ اتَّقَیْتُنَّ اگر تم ڈرتی رہو فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ پس نہ دب کر کرو بات فَیَطْمَعَ الَّذِیْ پس طمع کرے گا وہ شخص فِیْ قَلْبِہٖ مَرَضٌ جس کے دل میں بیماری ہے وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا اور کہو تم بات اچھی وَقَرْنَ اور ٹھہری رہو تم فِیْ بُیُوْتِکُنَّ اپنے گھروں میں وَلَا تَبَرَّجْنَ اور نہ کھلے طریقے پر باہر پھرو تَبَرُّجَ الْجَاہِلِیَّۃِ الْاُوْلٰی جیسا کہ عورتیں پہلی جاہلیت کے زمانے میں پھرتی تھیں وَاَقِمْنَ الصَّلٰوۃَ اور قائم رکھو نماز کو وَاٰتِیْنَ الزَّکٰوۃَ اور دیتی رہو زکوٰۃ وَاَطِعْنَ اللّٰہَ اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی وَرَسُوْلَہٗ اور اس کے رسول کی اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ پختہ بات ہے اللہ تعالیٰ ارادہ کرتے ہیں لِیُذْہِبَ عَنْکُمُ تاکہ دور کر دے تم سے الرِّجْسَ گندگی اَہْلَ الْبَیْتِ اے گھر والو وَیُطَہِّرَکُمْ اور تاکہ تم کو پاک کر دے تَطْہِیْرًا پاک کرنا وَاذْکُرْنَ اور یاد کرو مَا اس چیز کو یُتْلٰی جو پڑھی جاتی ہیں فِیْ بُیُوْتِکُنَّ تمہارے گھروں میں مِنْ اٰیٰتِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کی آیتیں وَالْحِکْمَۃِ اور سنت سے اِنَّ اللّٰہَ بے شک اللہ تعالیٰ کَانَ ہے لَطِیْفًا باریک بین خَبِیْرًا خبردار اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ بے شک مسلمان مرد وَالْمُسْلِمٰتِ اور مسلمان عورتیں وَالْمُؤْمِنِیْنَ اور مومن مرد وَالْمُؤْمِنٰتِ اور مومن عورتیں وَالْقٰنِتِیْنَ اور فرماں برداری کرنے والے مرد وَالْقٰنِتٰتِ اور فرماں برداری کرنے والی عورتیں وَالصّٰدِقِیْنَ اور سچے مرد وَالصّٰدِقٰتِ اور سچی

عورتیں وَالصّٰبِرِیْنَ اور صبر کرنے والے مرد وَالصّٰبِرٰتِ اور صبر کرنے والی عورتیں وَالْخٰشِعِیْنَ اور ڈرنے والے مرد وَالْخٰشِعٰتِ اور ڈرنے والی عورتیں وَالْمُتَصَدِّقِیْنَ اور صدقہ کرنے والے مرد وَالْمُتَصَدِّقٰتِ اور صدقہ کرنے والی عورتیں وَالصَّآئِمِیْنَ اور روزہ رکھنے والے مرد وَالصّٰٓئِمٰتِ اور روزہ رکھنے والی عورتیں وَالْحٰفِظِیْنَ فُرُوْجَهُمْ اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد وَالْحٰفِظٰتِ اور حفاظت کرنے والی عورتیں وَالذّٰكِرِیْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا اور یاد کرنے والے مرد اللہ تعالیٰ کو کثرت سے وَّالذّٰكِرٰتِ اور ذکر کرنے والی عورتیں اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ تیار کی ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مَّغْفِرَةً بخشش وَّاَجْرًا عَظِیْمًا اور اجر بہت بڑا۔

ماقبل سے ربط :

اس سے پہلی آیات کے شان نزول کے متعلق عرض کیا تھا کہ خیبر کے فتح ہونے کے بعد ازواج مطہرات نے دوسری عورتوں کی طرف دیکھتے ہوئے بود و باش کے متعلق سہولتوں کا مطالبہ کیا تو آنحضرت ﷺ نے ناراض ہو کر ایک مہینہ کا بائیکاٹ کیا اور یہ آیات نازل ہوئیں جن میں اختیار دیا گیا کہ اگر تم دنیا اور اس کی زینت چاہتی ہو تو میں تمہیں طلاق دے کر فارغ کر دیتا ہوں تمہارا جہاں جی چاہے وہاں چلی جاؤ اور اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا چاہتی ہو تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور آخرت کو اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ اے پیغمبر کی بیویو! اگر تم میں سے کوئی گناہ کرے گی تو

اس کو ڈبل سزا ہوگی اس لیے کہ تم نبی کی بیوی ہو۔ جتنا بڑا عہدہ ہوتا ہے سزا بھی ویسی ہوتی ہے۔

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو ہدایات :

اب اس کے برعکس فرماتے ہیں وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ اور جو فرماں برداری کرے گی تم میں سے لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وَتَعْمَلْ صَالِحًا اور عمل کرے گی اچھا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ہم اس کو دیں گے اس کا ڈبل (دہرا)۔ مثلاً اگر عام عورت کہے سبحان اللہ تو اس کو دس نیکیاں ملیں گی اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کوئی کہے سبحان اللہ تو اس کو بیس نیکیاں ملیں گی۔ عام عورت قرآن کریم کا ایک حرف پڑھے تو قاعدے کے مطابق اس کو دس نیکیاں ملیں گی اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کوئی ایک حرف پڑھے تو اس کو بیس نیکیاں ملیں گی۔ ایک اس لیے کہ مومن ہیں اور دوسرا اس لیے کہ پیغمبر کی بیویاں ہیں۔ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا اور ہم نے ان کے لیے تیار کیا ہے عمدہ رزق۔ وہ جنت کا رزق ہے جس کا آج ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ مرنے کے بعد خوشیاں بھی شروع ہو جاتی ہیں اور غمیاں بھی۔ اس لیے مسئلہ ہے کہ بغیر کسی اشد مجبوری کے دفن میں تاخیر نہ کرو۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ مرنے والا اگر نیک آدمی ہے تو اسے جلدی جلدی خوشیوں میں پہنچاؤ اور اگر دوسری مد کا ہے تو بلا سے جلدی جان چھڑاؤ۔

آگے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو خطاب کر کے امت کی عورتوں کو مسئلہ سمجھایا ہے۔

فرمایا يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویو! لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو لیکن شرط یہ ہے کہ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ اگر تم ڈرتی رہو رب تعالیٰ سے۔ عام عورتوں والا قانون تم پر لاگو نہیں ہوگا۔ تمہارے لیے رب تعالیٰ کا قانون ہی الگ ہے

سزا بھی ضِعْفَيْنِ اور اجر بھی ڈبل۔فرمایا فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ پس تم دب کے بات نہ کرو، نرمی سے بات نہ کرو فَيَطْمَعَ الَّذِي پس طمع کرے گا وہ شخص فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ جس کے دل میں بیماری ہے۔اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو یہ سبق دیا کہ اگر غیر محرم کوئی بات کرے تو اس کے ساتھ نرمی کے ساتھ بات نہ کرو وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا اور بات کہو تم اچھی۔لہجہ روکھا پھیکا ہو کہ اس کو دوبارہ بات کرنے کی جرأت نہ ہو۔اگر نرمی اور پیار کے انداز میں بات ہوگی تو وہ بات کو لمبا کرے گا تو اللہ تعالیٰ حکیم ہے اس نے سمجھا دیا کہ بات روکھی ہو۔بُری نہ ہو، گالی گلوچ نہ ہو معقول بات ہو۔اللہ تعالیٰ نے یہ ازواج مطہرات کو خطاب کر کے ہماری ماؤں بہنوں کو سمجھایا ہے کہ بعض دفعہ آدمی گھر نہیں ہوتا اگر غیر محرم سے بات کرنی پڑے اس انداز میں کرنی ہے کہ بات معقول ہو لہجہ نرم نہ ہو۔اس سے وساوس پیدا ہوتے ہیں، خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔

اور سبق فرمایا وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو وَلَا تَبَرَّجْنَ اور زینت کا اظہار نہ کرو تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى جیسے جہالت اولیٰ میں اظہار زینت تھا یا جیسے آج کل عورتیں کرتی ہیں کہ ہار سنگار کر کے بے پردہ بازاروں میں جاتی ہیں اس کی شریعت اجازت نہیں دیتی۔ہاں! ضرورت کے مطابق عورتوں کو کسی جگہ آنے جانے سے نہیں روکنا چاہیے۔اپنے عزیز رشتہ داروں کے گھروں میں جائیں، کوئی عزیز بیمار ہو گیا ہے اس کی خبر لینے کے لیے جائیں لیکن شرعی حدود میں رہ کر۔اسی سورت میں آگے آرہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو حکم دیا کہ وہ اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیں يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ”کہ وہ اپنی چادریں لٹکا لیا کریں۔“ تاکہ ان کے جسم کے نشیب و فراز نظر نہ آئیں اور نہ ان کی زیب و زینت کسی کو

فتنے میں ڈالے۔ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے کہ جو عورت گھر میں رہ کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے گی اور نیکی کے کام سرانجام دے گی، برائی سے بچے گی اللہ تعالیٰ اس کو مجاہدین جیسا اجر عطا فرمائے گا۔ عورت کا بغیر اجازت باہر جانا مکروہ تحریمی ہے۔ عورتوں کی اصل وضع گھر میں قرار پکڑنا ہے۔ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے کہ عورت کا گھر کی کوٹھری میں نماز پڑھنا بڑے کمرے میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ اور صحن کی نسبت بڑے کمرے میں نماز پڑھنا افضل ہے۔ تو فرمایا کہ آپ ﷺ اپنی عورتوں کو فرما دیں کہ وہ اپنے گھروں میں رہیں اور جاہلیت اولیٰ کے طور و اطوار اختیار نہ کریں۔ وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ اور نماز کو قائم رکھو وَاٰتِیْنَ الزَّکٰوةَ اور زکوٰۃ دیتی رہو وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی۔

اہل بیت کا مصداق :

پھر ان کاموں کی حکمت بیان فرمائی اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ پختہ بات ہے اللہ تعالیٰ ارادہ کرتے ہیں لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ تاکہ دور کر دے تم سے گندگی اے اہل بیت، اے گھر والو! وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا اور پاک کر دے تم کو اللہ تعالیٰ پاک کرنا یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ احکامات جو بیان کیے ہیں تمہارے لیے اے پیغمبر کی بیویو! اس سے غرض تمہیں ہر قسم کی گندگی سے پاک رکھنا ہے۔

اہل بیت کے اول مصداق ازواج مطہرات ہیں پھر اولاد ہے۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات کو خطاب کر کے ان کے لیے اہل بیت کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اور سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۲۱ میں ہے وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ ''اور جب آپ ﷺ نکلے صبح کے وقت اپنے گھر سے۔'' یہ واقعہ احد کا ذکر ہے۔

اس رات آپ ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں تشریف فرماتھے اور وہاں سے احد کے لیے تشریف لے گئے تھے۔اور سورۃ ہود آیت نمبر ۷۳ میں ہے قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ''فرشتے کہنے لگے کیا تو تعجب کرتی ہے اللہ تعالیٰ کے حکم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکتیں تم پر اے اہل بیت۔''اس سے بھی معلوم ہوا کہ اہل بیت کا اولین مصداق بیوی ہے۔کیونکہ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر ان کی بیوی حضرت سارہ کے علاوہ کوئی نہیں تھا اور فرشتوں نے ان کو اہل بیت کہا۔

اور ہماری زبان میں بھی اہل بیوی کو کہتے ہیں۔مثلاً دو دوست ملتے ہیں تو پوچھتے ہیں اہل وعیال کا کیا حال ہے؟ تو اہل سے بیوی اور عیال سے بچے۔اور اگر کسی نے نئی شادی کی ہو تو دوست اس سے پوچھتے ہیں گھر والوں کا کیا حال ہے؟ اب دیکھو! کل تو شادی ہوئی ہے راتوں رات تو بچہ نہیں ہو جائے گا۔تو گھر والوں سے مراد بیوی ہے۔اہل کا اصل مصداق بیوی ہے پھر اس کے تحت اولاد بھی آتی ہے۔رہی وہ حدیث کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن، حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو ایک چادر کے نیچے جمع فرما کر کہا اَللّٰھُمَّ ھٰٓؤُلَآءِ اَھْلُ بَیْتِیْ ''اے مولا کریم یہ میرے اہل بیت ہیں۔''تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! میری ازواج تو نص قرآنی کے مطابق اہل بیت میں شامل ہیں میری یہ اولاد بھی اہل بیت میں شامل ہے۔ان سے بھی گندگی کو دور کر کے انہیں پاک و صاف کر دے۔

فرمایا اے ازواج مطہرات وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ اور یاد کرو اس چیز کو جو پڑھی جاتی ہیں تمہارے گھروں میں مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی آیتیں وَالْحِكْمَةِ اور

سنت۔ ان کو خود سیکھو اوروں کو سکھاؤ تا کہ یہ چیزیں ان کے لیے بھی نمونہ بن جائیں اِنَّ اللّٰہَ کَانَ لَطِیْفًا خَبِیْرًا بے شک ہے اللہ تعالیٰ باریک بین خبر رکھنے والا۔

پہلے خاص خطاب تھا ازواج مطہرات کو۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو عمومی خطاب فرمایا ہے اور مومن مردوں اور عورتوں کا اکٹھا ذکر کر کے ان کی بعض صفات بیان فرمائی ہیں۔ احادیث میں آتا ہے کہ ایک موقع پر ازواج مطہرات اور بعض دوسری مومن عورتوں نے آنحضرت ﷺ کے سامنے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں مردوں کا ذکر تو کثرت کے ساتھ کیا ہے مگر عورتوں کا بہت کم۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جس میں مردوں اور عورتوں کا اکٹھا ذکر فرمایا اور انہیں اچھے انجام کی خوش خبری سنائی۔

مومنات کی صفات :

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں۔ اسلام کا تعلق ظاہری اعمال سے ہے جو نظر آتے ہیں۔

حدیث جبرائیل میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ سے ایمان، اسلام اور احسان کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے اسلام کے متعلق فرمایا اَنْ تَشْھَدَ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ محمدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَ تُقِیْمَ الصَّلٰوۃَ وَ تُؤْتِیَ الزَّکٰوۃَ وَ تَصُوْمَ رَمَضَانَ وَ تَحُجَّ الْبَیْتَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا ” اسلام یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حضور ﷺ کی رسالت کی گواہی دے نماز قائم کر، زکوٰۃ ادا کرے رمضان المبارک کے روزے رکھے اور اگر توفیق ہو تو بیت اللہ کا حج کرے۔“ پھر فرمایا وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں۔ ایمان کا تعلق دل کے ساتھ ہے

جونظر نہیں آتا اسی حدیث جبرائیل میں آنحضرت ﷺ نے ایمان کی تعریف یہ فرمائی اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ ”کہ تو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے اور خیر اور شر کی تقدیر کو حق جانے۔“ تو ایمان کا تعلق دل کے ساتھ ہے۔

آگے فرمایا وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ اور فرماں برداری کرنے والے مرد اور فرماں برداری کرنے والی عورتیں۔ قنوت کا معنٰی ہے بخوشی ورضا اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو قبول کرنا۔ یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل بخوشی ورضا کرنے والے ہیں۔ کسی حیلے بہانے سے اس کی اطاعت سے باہر نہیں نکلتے۔ پھر فرمایا وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ اور سچے مرد اور سچی عورتیں کہ وہ زندگی کے کسی موڑ پر سچائی کا دامن نہیں چھوڑتے وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں۔ دین اور دنیا کی وجہ سے جو تکلیفیں آتی ہیں ان پر صبر کرتے ہیں کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور وہی ٹالنے والا ہے۔ جزع فزع کر کے بے صبری کا مظاہرہ نہیں کرتے وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ اور ڈرنے والے مرد اور ڈرنے والی عورتیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت سے ڈرتے ہیں، نافرمانی سے ڈرتے ہیں، قبر کے عذاب سے ڈرتے ہیں، حشر کی گرمی اور پیاس سے ڈرتے ہیں، دوزخ کے عذاب سے ڈرتے ہیں اور اطاعت وفرماں برداری کرتے ہیں۔ اور خشوع کا معنٰی عاجزی کا بھی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کمال عاجزی کا اظہار کرتے ہیں۔ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ صدقہ خیرات کرنے والے مرد اور صدقہ خیرات کرنے والی عورتیں۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں غریبوں، مسکینوں، یتیموں اور ضرورت مندوں کی

مالی اعانت کرتے ہیں۔

حدیث پاک میں آتا ہے اِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَ تَدْفَعُ مَيْتَةَ السُّوْءِ ''صدقہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے اور بری موت کو دفع کرتا ہے۔'' صدقہ وخیرات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مصیبتوں کو ٹالتا ہے۔ فرمایا وَالصّٰٓئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں۔ فرض روزے بھی رکھتے ہیں اور نفلی روزے بھی رکھتے ہیں۔ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اَلصَّوْمُ لِيْ وَ اَنَا اَجْزِيْ بِهٖ ''میرا بندہ خالص میرے لیے روزہ رکھتا ہے اور اس کی جزا بھی میں اپنی مرضی کے مطابق دوں گا۔'' آنحضرت ﷺ کا یہ بھی فرمان ہے کہ جنت کے ایک دروازے کا نام باب الریان ہے جس میں سے صرف روزے دار ہی داخل ہوں گے۔ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں۔ اللہ تعالیٰ نے پاک باز مردوں اور عورتوں کا ذکر فرمایا ہے کہ وہ اپنے ناموس کی حفاظت کرتے ہیں اور اس کو غلط جگہ پر استعمال نہیں کرتے۔ سورۃ مومنون میں اللہ تعالیٰ نے کامیابی حاصل کرنے والے مومنوں کی بعض صفات کا ذکر فرمایا ہے جن میں سے ایک یہ بھی ہے وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ''وہ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔'' زنا، لواطت سے بچتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان میں جنسی خواہشات رکھی ہیں۔ نسل انسانی کو باقی رکھنے کے لیے تو اس کو اپنے محل میں رکھنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

بلکہ احادیث میں آتا ہے کہ اپنی بیوی کے ساتھ ہم بستری کرنے میں صدقے کا ثواب ہے۔ آدمی جتنا صدقہ کرے گا اس کو اتنا ثواب ملے گا۔ ناحق کرے گا تو سزا پائے گا۔ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اور یاد کرنے والے مرد اللہ تعالیٰ کو کثرت سے

اور ذکر کرنے والی عورتیں ۔ آیت نمبر ۴۱ میں آرہا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا ''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کو کثرت کے ساتھ یاد کرو۔'' حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ یَذْکُرُ فِیْ کُلِّ اَحْیَانِہٖ ''تمام حالات میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہتے تھے۔'' قرآن کریم کی تلاوت، سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ کا ورد کرتے رہنا چاہیے۔ سورۃ جمعہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ''اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو تاکہ تم فلاح پاجاؤ۔'' ذکر اللہ کی برکت سے آدمی بہت سی آفات سے محفوظ رہتا ہے۔ ان اوصاف والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَعَدَّ اللّٰہُ لَھُمْ مَّغْفِرَۃً تیار کی ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے بخشش وَّاَجْرًا عَظِیْمًا اور اجر بہت بڑا۔ اللہ تعالیٰ ان کی لغزشوں اور کوتاہیوں سے درگزر فرمائیں گے اور آخرت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیں گے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا

مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهٗٓ أَمْرًا أَنْ يَّكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِينًا ﴿۳۶﴾ وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِىٓ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِى فِى نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشٰهُ ۗ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَىْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِىٓ أَزْوَاجِ أَدْعِيَآئِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ۗ وَكَانَ أَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُولًا ﴿۳۷﴾ مَا كَانَ عَلَى النَّبِىِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ۗ سُنَّةَ اللّٰهِ فِى الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۗ وَكَانَ أَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُورًا ﴿۳۸﴾ الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللّٰهَ ۗ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيبًا ﴿۳۹﴾

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اور حق حاصل نہیں ہے کسی مومن مرد کو وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اور نہ کسی مومن عورت کو إِذَا قَضَى اللّٰهُ جب فیصلہ کردے اللہ تعالیٰ وَرَسُولُهٗ اور اس کا رسول أَمْرًا کسی معاملے کا أَنْ يَّكُونَ لَهُمُ یہ کہ ہو ان مومنوں کے لیے الْخِيَرَةُ اختیار مِنْ أَمْرِهِمْ اپنے معاملے میں وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ اور جو شخص نافرمانی کرے گا اللہ تعالیٰ کی وَرَسُولَهٗ اور اس کے رسول کی فَقَدْ ضَلَّ

ضَلٰلًا مُّبِيْنًا پس تحقیق وہ گمراہ ہوا گمراہی کھلی وَاِذْ تَقُوْلُ اور جب آپ کہہ رہے تھے لِلَّذِیْٓ اس شخص کو اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر انعام کیا وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اور آپ نے بھی اس پر انعام کیا ہے اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ روک رکھو اپنے واسطے بیوی کو وَاتَّقِ اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو وَتُخْفِیْ اور آپ چھپاتے تھے فِیْ نَفْسِكَ اپنے دل میں مَا اس چیز کو اللّٰهُ مُبْدِيْهِ اللہ تعالیٰ اس کو ظاہر کرنے والا ہے وَتَخْشَى النَّاسَ اور آپ ڈرتے ہیں لوگوں سے وَاللّٰهُ اَحَقُّ اور اللہ تعالیٰ زیادہ حق دار ہے اَنْ تَخْشٰهُ کہ آپ اس سے ڈریں فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا پس جب پوری کر لی زید نے اس سے وَطَرًا حاجت زَوَّجْنٰكَهَا ہم نے نکاح کر دیا اس عورت کا آپ کے ساتھ لِكَیْ لَا يَكُوْنَ تاکہ نہ ہو عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں پر حَرَجٌ کوئی تنگی فِیْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ ان کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا جب وہ پوری کر لیں ان سے غرض وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا اور ہے اللہ تعالیٰ کا معاملہ طے شدہ مَا كَانَ عَلَى النَّبِیِّ مِنْ حَرَجٍ نہیں ہے اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کوئی حرج فِيْمَا اس چیز کے بارے میں فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مقرر فرمائی ہے سُنَّةَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کا طریقہ ہے فِی الَّذِيْنَ ان لوگوں کے بارے میں خَلَوْا مِنْ قَبْلُ جو گزر چکے ہیں ان سے پہلے وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ اور ہے اللہ تعالیٰ کا معاملہ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا ایک اندازے سے

طے شدہ الَّذِیْنَ وہ لوگ یُبَلِّغُوْنَ جو پہنچاتے ہیں رِسٰلٰتِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کے پیغامات وَیَخْشَوْنَہٗ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں وَلَا یَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰہَ اور وہ نہیں ڈرتے سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی سے وَکَفٰی بِاللّٰہِ حَسِیْبًا اور کافی ہے اللہ تعالیٰ حساب دان۔

شانِ نزول :

آنحضرت ﷺ کا جب حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا تو آپ ﷺ کی عمر مبارک اس وقت پچیس سال تھی۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک چالیس سال تھی۔ اس سے قبل وہ دو خاوندوں سے بیوہ ہو چکی تھیں اور ان سے اولاد بھی تھی۔ نکاح مقدر تھا آپ ﷺ کے ساتھ ہو گیا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا ایک غلام تھا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جس کو انہوں نے چار سو درہم کے عوض خریدا تھا۔ یہ بڑا محنتی، وفادار اور دیانت دار تھا۔ آپ ﷺ کے ساتھ نکاح کے بعد یہ غلام انہوں نے آنحضرت ﷺ کو ہبہ کر دیا۔ غلام قبول کرنے کے بعد آپ ﷺ کے ضمیر نے گوارا نہ کیا کہ میں اس کو غلام بنا کر رکھوں کہ پیغمبر دنیا میں آتے ہیں توحید و رسالت اور قیامت کی تبلیغ کے ساتھ قوموں کو آزادی دلانے کے لیے۔

چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے سامنے توحید و رسالت اور قیامت کا مسئلہ بیان کرتے کے ساتھ یہ بھی فرمایا اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ [الشعراء:۱۷] ”یہ کہ بھیج دے تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو۔“ ان کو تو نے غلام بنا رکھا ہے آزاد کر دے۔ تو آپ ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو آزاد کر دیا۔ آزادی کے بعد وہ پریشان ہو گئے کہ اب میں اکیلا کہاں جاؤں؟ کہنے لگے حضرت! آپ نے مجھے آزاد کر دیا ہے لیکن میں آپ کے

پاس بطور خادم کے رہ سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کوئی حرج نہیں اور ان کو اپنا متبنّٰی یعنی منہ بولا بیٹا بنالیا یہاں تک کہ محلے داران کو زید بن محمد ﷺ کہہ کر پکارنے لگے۔ آپ ﷺ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ میں نے اس کو متبنّٰی بنالیا ہے تو اس کی شادی کا بھی انتظام کروں۔ آپ ﷺ کی پھوپھی زاد بہن تھی زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا۔ ان کے بھائی تھے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ۔ دونوں کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کی توفیق عطا فرمائی۔ ماں باپ دونوں فوت ہو چکے تھے۔ ۳ھ میں غزوہ احد میں گیارہ (۱۱) شوال کو حق کی خاطر شہید ہوئے۔ احد کے مقام پر جو تین قبروں کے نشان نظر آتے ہیں ان میں سے ایک حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی ہے اور ایک عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی ہے اور ایک مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ سے بھی مشورہ کیا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے بھی مشورہ کیا۔ دونوں کی رائے یہ تھی کہ حضرت رشتے کا کوئی جوڑ نہیں ہے کہ بنو ہاشم خاندان جو کہ بڑا اونچا خاندان ہے اس کی لڑکی ہو، عبدالمطلب کی نواسی ہو، جواں سال اور عقل وصورت کے اعتبار سے بھی ٹھیک ہو وہ ایسے شخص کو دیں جو غلام رہ چکا ہو کہ غلام، معاشرے میں حقیر سمجھا جاتا ہے جیسے آج کل تم لوگ کمی کو حقیر سمجھتے ہو۔ اب ظاہر بات ہے کہ اونچے خاندان کا آدمی مضبوط ایمان کے بغیر تو کمی کو بیٹی دینے کے لیے تیار نہیں ہوسکتا۔ تو نہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اس رشتے کے لیے تیار تھیں اور نہ ان کے بھائی۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

فرمایا وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اور نہیں حق حاصل کسی مرد مومن کو اور نہ مومنہ عورت کو إِذَا قَضَى اللّٰهُ جب فیصلہ کر دے اللہ تعالیٰ وَرَسُوْلُهٗ اور اس کا رسول ﷺ أَمْرًا کسی معاملے کا أَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ یہ کہ ہو ان مومنوں

کے لیے اختیار اپنے معاملے میں۔ جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ فیصلہ کر دیں تو مومن کو اپنے معاملے میں ذرا اختیار بھی نہیں ہے کہ وہ اس میں پس وپیش کرے وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ اور جو نافرمانی کرے گا اللہ تعالیٰ وَرَسُوْلَهٗ اور اس کے رسول ﷺ کی فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًا پس تحقیق وہ گمراہ ہوا گمراہی کھلی۔ چونکہ دونوں مومن تھے رب تعالیٰ کا حکم نازل ہونے کے بعد دونوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور نکاح پر راضی ہوگئے۔ آپ ﷺ نے نکاح پڑھایا۔ حضرت زینب سخت مزاج کی تھیں اور حضرت زید ٹھنڈے مزاج کے تھے۔ بی بی کا مزاج اور خاوند کا مزاج اور۔ مزاج کا نہ ملنا بھی بدمزگی کا سبب ہوتا ہے اس لیے شریعت نے کفو کا مسئلہ رکھا ہے۔

مسئلہ کفو :

کفو کا مسئلہ یہ ہے کہ اپنی برادری میں ملتے جلتے خاندان کے ساتھ نکاح کرو۔ غیر برادری غیر کفو میں عموماً مزاج نہیں ملتے اور بدمزگی پیدا ہوتی ہے۔ اگرچہ کفو کا مسئلہ کوئی فرض، واجب اور سنت مؤکدہ نہیں ہے کہ بعض لوگ اس کو اس طرح فرض سمجھتے ہیں کہ برادری سے باہر نکلنے کو ایسے سمجھتے ہیں جیسے اسلام سے نکل گیا۔ یہ بات بھی شریعت کے بالکل خلاف ہے۔ کوئی بھی مسلمان خاندان ہو اور رشتہ جائز ہو تو ہوسکتا ہے۔ کفو کا مسئلہ صرف اس لیے ہے کہ ممکن ہے آپس میں مزاج نہ ملیں اور اَن بن رہے۔ تو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضرت ہمارا نباہ نہیں ہوسکتا۔ حضرت زینب زبان کی بھی ذرا تیز تھیں اور یہ بے چارے غلامی میں رہ چکے تھے۔ کہنے لگے حضرت نباہ کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ اس کا ذکر ہے۔

فرمایا وَاِذْ تَقُوْلُ اور اے نبی کریم ﷺ! جب آپ کہہ رہے تھے لِلَّذِیْٓ اس

شخص کو اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِ جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا کہ اس کو پیدا فرمایا، اسلام کی توفیق دی، غلامی سے آزادی دلائی وغیرہ۔ وَاَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِ اور آپ ﷺ نے بھی اس پر انعام کیا کہ اس کو آزاد کر دیا۔ آزادی بڑی نعمت ہے پھر اپنا متبنّٰی بنا لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اَمۡسِكۡ عَلَيۡكَ زَوۡجَكَ روکے رکھ اپنے واسطے بیوی کو طلاق کا نام نہ لے طلاق بُری چیز ہے۔ اور آپ ﷺ نے یہ بھی کہا وَاتَّقِ اللّٰہَ اللہ تعالیٰ سے ڈرو طلاق اچھی چیز نہیں ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے اِنَّ اَبۡغَضَ الۡمُبَاحَاتِ عِنۡدَ اللّٰہِ الطَّلَاقُ ''جو چیزیں جائز ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں ان میں بُری چیز طلاق ہے۔'' ضرورت کے وقت جائز ہے مگر ہے بُری شے۔ حتیٰ کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس عورت نے بغیر کسی مجبوری کے اپنے خاوند سے طلاق کا مطالبہ کیا تو رب تعالیٰ اس پر جنت حرام کر دیتے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے ڈرو طلاق کا نام نہ لو لیکن حالات بہت کشیدہ ہو چکے تھے نباہ کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی وَتُخۡفِیۡ فِیۡ نَفۡسِكَ اور اے نبی کریم ﷺ! آپ مخفی رکھتے تھے اپنے نفس میں، اپنے دل میں مَا وہ چیز اللّٰہُ مُبۡدِیۡهِ اللہ تعالیٰ اس کو ظاہر کرنے والا ہے۔ آپ ﷺ دل میں یہ بات مخفی رکھتے تھے کہ یہ نباہ بالکل نہیں ہو سکے گا اور لازماً طلاق کی نوبت آئے گی تو عدت کے بعد میں خود اس کے ساتھ نکاح کر لوں گا اس سے اس کی دل جوئی ہو سکے گی کیونکہ نکاح میں نے کرایا ہے تو اس طرح رنجش بھی دور ہو جائے گی وَتَخۡشَی النَّاسَ اور آپ ڈرتے ہیں لوگوں کے پروپیگنڈے سے کہ لوگ کہیں گے کہ اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ منہ بولے بیٹوں کو حقیقی بیٹوں کا مقام دیتے تھے اور ان کی بیویوں کے ساتھ نکاح کو حرام سمجھتے تھے جیسے حقیقی بیٹا ہو یا

رضاعی بیٹا ہو اور یہ فوت ہو جائیں تو ان کی بیوہ کا سسر کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہے۔ وہ طلاق دے پھر بھی جائز نہیں ہے۔ تو جس طرح حقیقی بیٹے یا رضاعی بیٹے کی بیوی کے ساتھ نکاح جائز نہیں تھا زمانہ جاہلیت میں متبنّٰی کی بیوی کے ساتھ بھی نکاح جائز نہیں تھا تو آپ ﷺ کے دل میں خوف پیدا ہوا کہ میں نکاح کرلوں جو کہ شریعت میں جائز ہے تو لوگوں کا منہ کون بند کرے گا۔ اس پروپیگنڈے کا خوف تھا۔ فرمایا وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ اور اللہ تعالیٰ زیادہ حق دار ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور لوگوں کے پروپیگنڈے سے متاثر نہ ہوں فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا پس جب پوری کرلی زید رضی اللہ عنہ نے اس سے اپنی حاجت۔ دل بھر گیا، نباہ کی کوئی صورت نہ نکلی زَوَّجْنٰكَهَا ہم نے نکاح کردیا آپ کے ساتھ اس عورت کا۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کی فضیلت :

حضرت زید رضی اللہ عنہ کو یہ فخر حاصل ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے قرآن کریم میں صرف حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا نام آیا ہے اور کسی صحابی کا نام قرآن کریم میں نہیں آیا۔ فرمایا جس وقت زید نے حاجت پوری کرلی دل بھر گیا اور نباہ کی کوئی صورت نہ رہی اور طلاق ہوگئی عدت گزر گئی تو مسلم شریف میں روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عرش پر آپ ﷺ کا نکاح حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ پڑھا دیا۔ جس طرح نکاح کی مجلس ہوتی ہے اور گواہ ہوتے ہیں اس کی ضرورت نہیں سمجھی عرش پر خود ہی نکاح پڑھا دیا۔ عورتیں جب آپس میں اپنے اپنے فخر بیان کرتی تھیں کہ مجھے یہ فخر حاصل ہے، مجھے یہ فخر حاصل ہے تو یہ خاموش بیٹھی رہتی تھیں آخر میں فرماتی تھیں کہ تم نے جو اپنے فخر بیان کیے ہیں وہ اپنی جگہ صحیح ہیں مگر مجھے یہ فخر حاصل ہے کہ میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے عرش پر کیا ہے اور یہ فخر سب سے اونچا ہے۔

فرمایا یہ ہم نے اس لیے کیا لِکَیۡ لَا یَکُوۡنَ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ حَرَجٌ تاکہ نہ ہو ایمان والوں پر کوئی تنگی فِیۡۤ اَزۡوَاجِ اَدۡعِیَآئِہِمۡ ان کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں۔ اَدۡعِیَاء دَعِیٌّ کی جمع ہے۔ منہ بولا بیٹا، لے پالک۔ اِذَا قَضَوۡا مِنۡہُنَّ وَطَرًا جب کہ وہ ان سے اپنی حاجت پوری کرلیں اور نباہ کی صورت نہ ہو طلاق دے دیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے عملی طور پر تمہارے ذریعے اس مسئلے کو واضح کر دیا کہ متبنّٰی کی بیوی کے ساتھ طلاق کے بعد نکاح جائز ہے وَکَانَ اَمۡرُ اللّٰہِ مَفۡعُوۡلًا اور ہے اللہ تعالیٰ کا حکم طے شدہ۔ جو رب تعالیٰ کا فیصلہ ہوتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔ مَا کَانَ عَلَی النَّبِیِّ مِنۡ حَرَجٍ نہیں ہے اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ پر کوئی حرج۔ لوگوں کے پروپیگنڈے سے نہ ڈریں نبی ﷺ پر کوئی تنگی نہیں ہے فِیۡمَا فَرَضَ اللّٰہُ لَہٗ اس چیز کے بارے میں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مقرر فرمائی ہے لوگوں کی باتوں کی پروا نہ کریں سُنَّۃَ اللّٰہِ فِی الَّذِیۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلُ اللہ تعالیٰ کا طریقہ ہے ان لوگوں کے بارے میں جو اس سے پہلے گزر چکے ہیں وَکَانَ اَمۡرُ اللّٰہِ اور ہے اللہ تعالیٰ کا معاملہ قَدَرًا ایک اندازے سے مَّقۡدُوۡرًا طے شدہ۔ رب تعالیٰ نے جو بات طے کی ہے وہ ہو کر رہے گی۔ وہ پہلے کون لوگ گزرے ہیں اَلَّذِیۡنَ یُبَلِّغُوۡنَ رِسٰلٰتِ اللّٰہِ وہ لوگ جو پہنچاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے پیغامات اس کی مخلوق تک وَیَخۡشَوۡنَہٗ اور وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور کسی سے نہیں ڈرتے وَلَا یَخۡشَوۡنَ اَحَدًا اور وہ نہیں ڈرتے کسی ایک سے اِلَّا اللّٰہَ اللہ تعالیٰ کے سوا۔ آپ ﷺ کو بھی کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم نے حکم دیا ہے اس پر عمل کریں اور لوگوں کے پروپیگنڈے سے متاثر نہ ہوں وَکَفٰی بِاللّٰہِ حَسِیۡبًا اور اللہ کافی ہے حساب دان۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ

رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۴۰﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿۴۱﴾ وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۴۲﴾ هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ﴿۴۳﴾ تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۚۖ وَّاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا ﴿۴۴﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۴۵﴾ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴿۴۶﴾ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ﴿۴۷﴾ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۴۸﴾

مَاكَانَ نہیں ہیں مُحَمَّدٌ محمد ﷺ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ کسی ایک کے باپ تمہارے مردوں میں سے وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ اور لیکن اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ اور خاتم النبیین ہیں وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ہر چیز کو جاننے والا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اے لوگو جو ایمان لائے ہو اذْكُرُوا اللّٰهَ یاد کرو اللہ تعالیٰ کو ذِكْرًا كَثِيْرًا کثرت سے یاد کرنا وَّسَبِّحُوْهُ اور اس کی تسبیح بیان کرو بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا پہلے پہر اور پچھلے پہر هُوَ الَّذِيْ وہ وہ ذات ہے يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ جو رحمت بھیجتی ہے تم پر وَمَلٰٓئِكَتُهٗ

اور اس کے فرشتے دعائیں کرتے ہیں لِيُخْرِجَكُمْ تاکہ وہ نکالے تم کو مِّنَ الظُّلُمٰتِ اندھیروں سے اِلَى النُّوْرِ روشنی کی طرف وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ اور ہے مومنوں کے بارے میں رَحِيْمًا شفقت کرنے والا تَحِيَّتُهُمْ دعا ان کی يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ جس دن ملاقات کریں گے اللہ تعالیٰ کے ساتھ سَلٰمٌ سلام ہے وَاَعَدَّ لَهُمْ اور تیار کیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اَجْرًا كَرِيْمًا اجر عمدہ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اے نبی ﷺ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بے شک ہم نے بھیجا ہے آپ کو شَاهِدًا گواہی دینے والا وَّمُبَشِّرًا اور خوش خبری سنانے والا وَّنَذِيْرًا اور ڈرانے والا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ اور دعوت دینے والا اللہ تعالیٰ کی طرف بِاِذْنِهٖ اس کے حکم کے ساتھ وَسِرَاجًا اور چراغ مُّنِيْرًا روشنی پہنچانے والا وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اور خوش خبری سنا دیں آپ ایمان والوں کو بِاَنَّ لَهُمْ بے شک ان کے لیے مِّنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فَضْلًا كَبِيْرًا فضل ہے بہت بڑا وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ اور آپ بات نہ مانیں کافروں کی وَالْمُنٰفِقِيْنَ اور منافقوں کی وَدَعْ اَذٰىهُمْ اور چھوڑ دیں ان کی اذیت کا بدلہ لینا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اور توکل کریں اللہ تعالیٰ کی ذات پر وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا اور کافی ہے اللہ تعالیٰ کارساز۔

ماقبل سے ربط :

کل کے سبق میں تم نے سنا (اور پڑھا) کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے منہ بولے

بیٹے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی بیوی کے ساتھ عدت ختم ہونے پر نکاح کیا تو مخالفین نے بڑا پروپیگنڈا کیا۔ کیونکہ زمانہ جاہلیت میں لوگ متبنّٰی کی بیوی کے ساتھ نکاح کو حرام سمجھتے تھے جیسا کہ حقیقی بیٹے کی بیوی کے ساتھ نکاح حرام ہے۔ اس پروپیگنڈے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پریشان ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا لوگوں سے نہ ڈریں مجھ سے ڈریں جو رب تعالیٰ کا حکم ہے اس کو پورا کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو کسی مرد کے باپ نہیں ہیں زبان سے بیٹا کہنے سے کوئی بیٹا تو نہیں بن جاتا۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں مَا کَانَ مُحَمَّدٌ نہیں ہیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ کسی ایک کے باپ تمہارے مردوں میں سے۔ تو جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جسمانی طور پر کسی کے باپ نہیں ہیں تو صرف زبان سے بیٹا کہنے سے وہ بیٹا کیسے بن گیا؟ اس کے حقوق حقیقی بیٹے والے کیسے ہو گئے؟ پیار سے کسی کو بیٹا کہنا الگ بات ہے اور بیٹوں والے حقوق الگ بات ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد :

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تین بیٹے تھے۔ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ جو نو دس ماہ کی عمر میں فوت ہو گئے تھے۔ دوسرے بیٹے کا نام عبداللہ رضی اللہ عنہ تھا۔ ان کا لقب طیب بھی تھا اور طاہر بھی تھا۔ یہ بھی بچپن میں فوت ہو گئے تھے۔ تیسرے بیٹے ابراہیم رضی اللہ عنہ تھے جو اٹھارہ ماہ کی عمر میں فوت ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی بیٹا رجل نہیں بنا بالغ نہیں ہوا۔ بیٹیاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چار تھیں۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا، حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا، حضرت زینب رضی اللہ عنہا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، یہ چاروں جوان ہوئی ہیں۔ دو کا نکاح پہلے ابولہب کے بیٹوں عتبہ عتیبہ کے ساتھ ہوا۔ انہوں نے طلاق دے دی تو عدت کے بعد یکے بعد دیگرے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکاح ہوا لیکن ان سے اولاد نہیں ہوئی۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح ابوالعاص بن ربیع کے ساتھ

ہوا۔ ان سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام امامہ تھا پھر ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام یحییٰ تھا اور یہ بھی فوت ہو گئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوا ان سے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور بیٹیاں ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور زینب رضی اللہ عنہا ہوئیں۔ تو فرمایا آپ مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں زید کو اگر منہ سے بیٹا کہا ہے تو وہ حقیقی بیٹا نہیں بن گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسمائے گرامی اور انکی وجہ تسمیہ :

قرآن پاک میں چار مقامات پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آیا ہے۔ غزوہ احد کے موقع پر خبر مشہور ہو گئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کر دیا گیا ہے جس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کمر ٹوٹ گئی بہت پریشان ہوئے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰی اَعْقَابِكُمْ [آل عمران: ۱۴۴] ''اور نہیں ہیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مگر اللہ تعالیٰ کے رسول تحقیق گزر چکے ہیں ان سے پہلے کئی رسول اگر وہ فوت ہو جائیں یا شہید کر دیئے جائیں تو کیا تم الٹے پاؤں پلٹ جاؤ گے، دین چھوڑ جاؤ گے۔'' اور دوسرا مقام یہی آیت ہے مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ ۔ تیسرا مقام سورۃ محمد میں ہے بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور چوتھا مقام سورۃ فتح میں ہے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ۔ لفظ محمد کا لفظی معنیٰ ہے تعریف کیا ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے جتنی تعریف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہوئی ہے اتنی اور کسی کی نہیں ہوئی اور نہ ہوگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف اپنوں نے بھی کی اور بے گانوں نے بھی کی۔ انسانوں نے بھی کی، جنات نے بھی کی، فرشتوں نے بھی کی، حیوانات میں بھی یہ جذبہ ہے۔

احادیث میں آتا ہے کہ ایک دفعہ آپ ﷺ ایک باغ سے گزر رہے تھے تو آپ ﷺ کو دیکھ کر اونٹ بڑبڑایا۔ یہ اشارہ تھا کہ آپ ﷺ میرے پاس آئیں۔ آپ ﷺ اس اونٹ کے پاس گئے پھر پوچھا لِمَنْ هٰذَا الْبَعِیْرُ "یہ اونٹ کس کا ہے؟ ساتھیوں نے بتایا کہ لِرَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ ایک انصاری کا ہے۔" فرمایا فوراً اس کو بلاؤ۔ وہ آیا تو آپ ﷺ نے اس کو فرمایا کہ تمہارے اونٹ نے تمہاری تین شکایتیں کیں ہیں۔

۱ ...... یہ کہ تم اس کو ضرورت کے مطابق چارا نہیں ڈالتے۔

۲ ...... بروقت پانی نہیں پلاتے۔

۳ ...... اس کو دھوپ میں باندھے رکھتے ہو یہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اِتَّقُوا اللّٰهَ فِیْ هٰذِهِ الْبَهَائِمِ "ان بے زبانوں کے بارے میں رب تعالیٰ سے ڈرو۔"

ایک خاص مقام پر حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ اپنے لشکر سے الگ ہو گئے۔ نہتے ہیں کوئی ہتھیار پاس نہیں ہے۔ جنگل کا ببر شیر باہر آ گیا یہ پریشان ہوئے کہ میرے پاس نہ تلوار ہے نہ نیزہ ہے اور یہ موذی ہے۔ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ نے شیر سے اتنے لفظ کہے یَا اَبَا الْحَارِثِ یہ شیر کی کنیت ہے اے شیر! اَنَا سفینۃ مَوْلٰی رسول اللہ ﷺ "میرا نام سفینہ ہے میں آنحضرت ﷺ کا آزاد کردہ غلام ہوں آپ ﷺ کا خادم ہوں۔" یہ الفاظ سنتے ہی شیر نے دم ہلانا شروع کر دی جیسے کتا بلی مالک کے سامنے پیار کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ راستہ بھول گئے تھے اس شیر نے آگے ہو کر ان کو راستے پر ڈال دیا۔ جس وقت اسلامی فوج نظر آئی تو شیر نے سلام کیا اور چلا گیا۔

عقیدۂ ختم نبوت :

تو محمد رسول اللہ ﷺ تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ

اللہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ لیکن اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں یعنی روحانی باپ سب کے ہیں چونکہ آپ ﷺ روحانی باپ ہیں اسی وجہ سے آپ ﷺ کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں جیسا کہ تم اسی سورت میں پڑھ چکے ہو وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّھٰتُھُمْ۔ مائیں تب بنیں گی نا کہ جب آپ ﷺ باپ ہوں۔ مگر روحانی باپ ہیں جسمانی نہیں ہیں اور خاتم النبیین ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی کے بعد قیامت تک کوئی سچا نبی دنیا میں پیدا نہیں ہوسکتا۔ جو نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ کافر ہے اور جو اس کو مانتا ہے وہ بھی کافر ہے اور جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کو تو شریف انسان کوئی ثابت نہیں کرسکتا۔ مرزے نے اپنی کتاب ''اربعین'' کے بارے میں اعلان کیا کہ میں چالیس جلدوں میں ایک کتاب لکھنا چاہتا ہوں لہٰذا مجھے چندے کی ضرورت ہے۔ اس کے حواریوں نے کافی چندہ دیا۔ چار چھوٹے چھوٹے رسالے لکھے، اربعین نمبر ۱، اربعین نمبر ۲، اربعین نمبر ۳، اربعین نمبر ۴۔ رقم کافی اکٹھی ہوئی تھی دو تین سال گزر گئے اور کوئی کتاب نہ آئی۔ چار پانچ سال گزر گئے اور کوئی حصہ نہیں آیا۔ آٹھ دس سال کے بعد بھی جب اور کوئی حصہ نہ آیا تو حواریوں نے کہا تم نے تو کہا تھا چالیس جلدیں لکھوں گا لیکن صرف چار حصے آئے ہیں اور وہ بھی چھوٹے چھوٹے باقی کب آئیں گے؟ بناوٹی نبی کا جواب سنو! کہنے لگا چار تو میں نے لکھ دیئے ہیں صفر تم اپنی طرف سے اس کے ساتھ لگا دو چالیس ہو جائیں گے۔ یہ ہے پیغمبر لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

مرزائی عام طور پر یہ دھوکا دیتے ہیں کہ مرزا صاحب تشریعی نبی یعنی شریعت والے نبی نہیں تھے اور غیر شریعت والا نبی آئے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ لہٰذا ان کے دھوکے سے بچنے کے لیے یہ حوالہ نوٹ کرلیں۔ مرزا اربعین نمبر ۴ میں لکھتا ہے'' تشریعی نبی کون سا ہوتا

ہے؟ تشریعی نبی وہ ہوتا ہے جس کی وحی میں امر بھی ہو، نہی بھی، حلال بھی ہو، حرام بھی ہو اور میری وحی میں امر بھی ہے، نہی بھی ہے، میں تشریعی نبی ہوں۔'' عجیب پینترے اس نے بدلے ہیں۔ اس وقت کا یہ بہت بڑا فتنہ ہے۔ برطانیہ نے اس کو کھڑا کیا تھا اور وہ آج بھی ان کی سرپرستی کر رہا ہے۔ چار براعظموں میں روزانہ ان کی دو گھنٹے تقریر نشر ہوتی ہے۔ اس میں آدھا گھنٹہ مرزا قادیانی کے فضائل اور ڈیڑھ گھنٹہ دوسری گفتگو ہوتی ہے۔ مرزائی نے بہتر (۷۲) زبانوں میں اپنی من پسند کا ترجمہ چھپوا کر پوری دنیا میں تقسیم کیا ہے۔ بوسنیا ابھی آزاد ہوا ہے۔ بوسنیائی زبان میں بھی انہوں نے ترجمہ شائع کر دیا ہے۔ مال ان کے پاس بہت زیادہ ہے۔

تو یاد رکھنا! آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی کے بعد کوئی سچا نبی دنیا میں نہ آ سکتا ہے نہ پیدا ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا اور ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ذکر کرو اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ۔ تمہیں خاتم النبیین کی امت بننے کا شرف حاصل ہوا ہے جس کے متعلق پیغمبر آرزوئیں کرتے گئے ہیں لہٰذا کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو وَّسَبِّحُوْهُ اور اس کی تسبیح بیان کرو۔ سبحان اللّٰہ وبحمدہٖ سبحان اللّٰہ العظیم بُكْرَةً پہلے پہر وَّاَصِيْلًا اور پچھلے پہر بھی۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں قرآن جیسی کتاب عطا فرمائی ہے حضرت محمد رسول اللہ (ﷺ) جیسا پیغمبر عطا فرمایا ہے یہ دو نعمتیں اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں میں بڑی ہیں لیکن ہمیں ان نعمتوں کی قدر نہیں ہے۔ ہمیں قدر ہے مال و دولت کی، زر اور زمین کی۔ هُوَ الَّذِيْ اللہ تعالیٰ کی ذات

وہی ہے یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ ۔لفظ صلوٰۃ کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتو اس سے مراد رحمت ہوتی ہے۔تو معنٰی ہوگا اللہ تعالیٰ تم پر رحمت بھیجتا ہے۔ہم جو درود شریف پڑھتے ہیں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ تو اس کا معنٰی ہوتا ہے اے اللہ! اپنی رحمت بھیج محمد ﷺ پر وَ مَلٰٓئِکَتُہٗ اور جب لفظ صلوٰۃ کی نسبت فرشتوں کی طرف ہوتو اس کا معنٰی ہوتا ہے رحمت کی دعا کرنا۔تو معنٰی ہوگا اور فرشتے رحمت کی دعائیں کرتے ہیں لِیُخْرِجَکُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ تا کہ نکالے تمہیں اندھیروں سے کفروشرک کے، بدعت کے، تکبر، حسد، بغض اور کینہ کے اندھیروں سے نکالے اِلَی النُّوْرِ روشنی کی طرف۔نورِ ایمان، نورِ توحید، نورِ حق کی طرف۔اور کیا پوچھتے ہو؟ وَکَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا اور ہے اللہ تعالیٰ ایمان والوں پر بڑی شفقت کرنے والا۔اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو کتاب دی، پیغمبر دیا، ایمان دیا، ظاہری اور باطنی نعمتوں سے نوازا۔بڑی شفقت ہے۔ تَحِیَّتُھُمْ۔ تَحِیَۃٌ اصل میں اس دعا وسلام کو کہتے ہیں کہ جب دو آدمی آپس میں ملیں تو ایک دوسرے کے لیے سلامتی کی دعا کریں۔

جیسے فارسی والے کہتے ہیں خوش آمدید۔پنجابی میں کہتے ہیں جی آیاں نوں۔پشتو والے کہتے ہیں ہر کلہ راغلے۔عربی میں تحیہ کہتے ہیں۔تو پہلی ان کی جو آؤ بھگت ہوگی دعا ہوگی یَوْمَ یَلْقَوْنَہٗ جس دن ملاقات کریں گے اللہ تعالیٰ کے ساتھ سَلٰمٌ سلام کے ساتھ ہوگی سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ الرَّحِیْمِ [سورہ یٰسین] ''سلام ہوگا اپنے بندوں کو رب رحیم کا۔'' آج دیکھو! مزدور کو کارخانے کا مالک سلام کہے یا ملازم کو بڑے ہیڈ والا اس کا افسر سلام کہے تو وہ سارا دن خوش رہتا ہے کہ میرے افسر نے مجھے سلام کیا ہے اور رب تعالیٰ اپنے بندوں کو سلام کرے تو کتنے فخر اور خوشی کی بات ہے وَاَعَدَّ لَھُمْ اَجْرًا کَرِیْمًا اور تیار کیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اجر عمدہ۔

شاهدًا و مبشرًا کی تفسیر :

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اے نبی کریم ﷺ! اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا بے شک بھیجا ہم نے آپ کو گواہی دینے والا۔ اس گواہی کی وضاحت خود قرآن کریم نے فرمائی ہے لہٰذا قرآن کریم کی تفسیر کی موجودگی میں کسی اور تفسیر کی ضرورت نہیں ہے۔ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۴۲ میں ہے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ''اور اسی طرح بنایا ہم نے تمہیں امت وسط، اعتدال والی تا کہ ہو جاؤ تم لوگوں پر گواہ اور ہو جائے رسول تم پر گواہ۔'' تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہے۔ مثلاً قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کے دربار میں نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کی پیشی ہو گی۔ اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام کو فرمائیں گے هَلْ بَلَّغْتَ ''کیا آپ نے تبلیغ کی تھی؟'' وہ جواب دیں گے ہاں کی تھی۔ قوم سے پوچھا جائے گا کہ نوح علیہ السلام نے تمہیں میرا پیغام دیا تھا؟ تو وہ کہیں گے ہمیں انہوں نے تبلیغ نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے نوح علیہ السلام کو تم مدعی ہو کہ میں نے تبلیغ کی ہے اور وہ منکر ہیں لہٰذا گواہ پیش کرو۔ حضرت نوح علیہ السلام فرمائیں گے کہ میرے گواہ ہیں آخری پیغمبر کے صحابہ آپ ﷺ کی امت۔ تو اس امت کو بلایا جائے گا کہ کیا نوح علیہ السلام نے تبلیغ کی ہے؟ یہ امت کہے گی کہ ہاں! انہوں نے تبلیغ کی ہے۔ وہ لوگ کہیں گے کہ یہ لوگ ہمارے خلاف کیسے گواہی دے سکتے ہیں یہ تو موقع پر موجود ہی نہیں تھے۔ یہ تو ہم سے ہزاروں سال بعد آئے ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے سنتے ہو وہ فریق کیا کہہ رہا ہے؟ یہ امت کہے گی اے پروردگار! اگر آپ سچے ہیں اور یقیناً سچے ہیں اور آپ کا آخری پیغمبر سچا ہے اور یقیناً سچا ہے تو پھر ہماری گواہی بھی سچی ہے۔ آپ کی کتاب میں ہے لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ

[اعراف:۵۹] ''البتہ تحقیق بھیجا ہم نے نوح علیہ السلام کو پس کہا انہوں نے اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی کوئی نہیں تمہارا معبود اس کے سوا۔'' جس وقت یہ امت گواہی دے چکے گی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کی گواہی کی تصدیق کریں گے کہ میری امت نے صحیح گواہی دی ہے۔ یہ معنیٰ ہے شَاهِدًا کا۔ وَّمُبَشِّرًا اور خوش خبری دینے والا وَّنَذِيْرًا اور ڈرانے والا۔ قرآن کریم کے اردو ترجمے بہت سے ہیں۔ سب سے بہترین ترجمہ شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کا ہے پھر ان کے بھائی شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ کا ہے پھر حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ کا ہے پھر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا پھر مولانا فتح محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے پھر مولانا احمد سعید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے پھر مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ ان اکابر نے جو ترجمے کیے ہیں بالکل صحیح ہیں۔

احمد رضا خان صاحب کی ترجمہ قرآن میں لفظی تحریف :

اور ایک لفظی ترجمہ احمد رضا خان صاحب نے کیا ہے اس کا نام کنز الایمان ہے۔ لفظی ترجمے میں جتنی تحریف اس نے کی ہے خدا کی دنیا میں اور کسی نے نہیں کی۔ وہ شاھدًا کا ترجمہ کرتا ہے حاضر ناظر۔ اے نبی! بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر ناظر۔ حالانکہ تمام فقہاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاضر ناظر کہنے والے کو کافر کہتے ہیں۔ تو کفر قرآن کریم کا ترجمہ کیسے ہوگیا۔ دیکھو! جب ایک سادہ مسلمان اس کو پڑھے گا تو وہ کہے گا حاضر ناظر تو قرآن کا ترجمہ ہے۔ اتنا ظلم قرآن کریم پر کسی نے نہیں کیا جتنا احمد رضا خان صاحب نے کیا ہے کہ لفظی ترجمہ میں تحریف کی ہے۔ تفسیر میں تو لوگ گڑبڑ کرتے ہیں لیکن اتنی جرأت تو قادیانیوں نے بھی نہیں کی، بابیوں نے بھی نہیں کی، بہائیوں نے بھی نہیں کی کہ لفظی ترجمہ بگاڑ دیں۔ تشریح اپنی علیحدہ علیحدہ کرتے ہیں۔ خاتم النبیین کا ترجمہ مرزائی یہ کرتے ہیں کہ

آپ خاتم النبیین ہیں۔تشریح میں تحریف کی ہے۔اس اللہ کے بندے نے لفظی ترجمہ بدل دیا ہے۔اس کے ترجمے پر بہت سارے ملکوں نے پابندی لگائی ہے۔سعودیہ، متحدہ عرب امارات حتیٰ کہ ایران نے بھی اس پر پابندی لگائی ہے۔قبائلی علاقوں میں بھی اس پر پابندی ہے۔آزادی ہے ہمارے پاکستان میں جو اسلام کے لیے بنا تھا لیکن یہاں اسلام کا نام ہی نہیں ہے اور ہماری محترمہ (بے نظیر بھٹو سابق وزیر اعظم پاکستان) امریکہ کو خوش کرنے کے لیے وہاں کہہ آئی ہیں کہ پردہ وغیرہ کوئی شے نہیں ہے۔بھئی! لعنت ہو ایسی عورت پر۔ اس علاقے میں جو ہماری بچیاں ہیں کالجوں میں پڑھتی ہیں وہ تو بضد ہیں کہ ہمارے سر پر دوپٹا ہونا چاہیے، سکارف ہونا چاہیے اور حکومت کہتی ہے نہیں ہونا چاہیے اور یہ وہاں جا کر کہہ آئی ہے کہ پردہ کوئی شے نہیں ہے، لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔توشاھدًا کا ترجمہ حاضر ناظر قطعاً نہیں ہے۔اس کا ترجمہ حاضر ناظر کرنے والا پکا کافر ہے۔فقہائے کرام سے زیادہ محتاط طبقہ کوئی نہیں ہے وہ بھی کافر کہتے ہیں۔

فرمایا وَّدَاعِيًا إِلَى اللهِ اور دعوت دینے والے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بِإِذْنِهٖ اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا اور ہم نے چراغ بنا کر بھیجا ہے روشنی پہنچانے والا۔جیسے چراغ کے ذریعے روشنی پہنچتی ہے اس طرح آپ ﷺ کے ذریعے ایمان، اسلام اور شریعت کی روشنی پہنچتی ہے وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اور خوش خبری سنا دیں ایمان والوں کو بِأَنَّ لَهُمْ کہ بے شک ان کے لیے مِّنَ اللهِ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فَضْلًا كَبِيْرًا فضل ہے بہت بڑا۔یہ آپ کو خطاب کر کے ہمیں تمہیں سمجھایا گیا ہے وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ اور آپ کافروں کی اطاعت نہ کریں وَالْمُنٰفِقِيْنَ اور نہ منافقوں کی اطاعت کریں۔آپ تو پیغمبر تھے آپ نے کب اطاعت کرنی تھی یہ بھی ہمیں سمجھایا گیا ہے

کہ نہ کافروں کی اطاعت کرو اور نہ منافقوں کی اطاعت کرو وَدَعْ اَذٰىهُمْ اور ان کی اذیت کا بدلہ چھوڑ دو۔ وہ جو زبانی کلامی آپ کو تکالیف پہنچاتے ہیں اس کا تم بدلہ نہ لو۔ اب دیکھو! کتا کسی پر بھونکے تو وہ کہے کہ میں بھی اس پر بھونکوں گا۔ کتے کا تو کام ہے بھونکنا لہٰذا ان کی اذیت کا بدلہ چھوڑ دو وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل کر وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا اور کافی ہے اللہ تعالیٰ کارساز، کام بنانے والا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۴۹﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ۡ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۗ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۵۰﴾

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ جب تم نکاح کرو مومن عورتوں کے ساتھ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ پھر تم ان کو طلاق دے دو مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ پہلے اس سے کہ تم ان کو ہاتھ لگاؤ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ پس نہیں ہے تمہارے لیے ان پر مِنْ عِدَّةٍ کوئی عدت تَعْتَدُّوْنَهَا جس کو تم شمار کرو فَمَتِّعُوْهُنَّ پس تم ان کو فائدہ پہنچاؤ وَسَرِّحُوْهُنَّ اور ان کو رخصت کر دو سَرَاحًا جَمِيْلًا رخصت کرنا اچھے طریقے سے يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اے نبی ﷺ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ بے شک ہم نے حلال کیں آپ کے لیے

اَزْوَاجَكَ آپ کی بیویاں الّٰتِیْٓ وہ اٰتَیْتَ اُجُوْرَھُنَّ جن کا ادا کیا ہے آپ نے حق مہر وَمَا مَلَكَتْ یَمِیْنُكَ اور وہ جن کے مالک ہوئے آپ کے دائیں ہاتھ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ جو اللہ نے لوٹائیں عَلَیْكَ آپ پر وَبَنٰتِ عَمِّكَ اور آپ کے چچے کی بیٹیاں وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ اور آپ کی پھوپھی کی لڑکیاں وَبَنٰتِ خَالِكَ اور آپ کے ماموں کی لڑکیاں وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ اور آپ کی خالہ کی بیٹیاں الّٰتِیْ ھَاجَرْنَ مَعَكَ جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی ہے وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اور وہ مومن عورت اِنْ وَّھَبَتْ نَفْسَھَا اگر وہ ہبہ کرے اپنی جان کو لِلنَّبِیِّ نبی کے لیے اِنْ اَرَادَ النَّبِیُّ اگر ارادہ کرے نبی ﷺ اَنْ یَّسْتَنْكِحَھَا کہ نکاح کرے اس کے ساتھ خَالِصَةً لَّكَ یہ خالص ہے آپ کے لیے مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ مومنوں کے علاوہ قَدْ عَلِمْنَا تحقیق ہم جانتے ہیں مَا فَرَضْنَا عَلَیْھِمْ جو کچھ ہم نے ان پر فرض کیا ہے فِیْٓ اَزْوَاجِھِمْ ان کی بیویوں کے بارے میں وَمَا مَلَكَتْ اَیْمَانُھُمْ اور ان کے بارے میں کہ مالک ہوئے ان کے دائیں ہاتھ لِكَیْلَا یَكُوْنَ تاکہ نہ ہو عَلَیْكَ آپ پر حَرَجٌ کوئی تنگی وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ غَفُوْرًا بخشنے والا رَّحِیْمًا مہربان۔

ماقبل سے ربط :

اس سے پہلے آنحضرت ﷺ کے نکاح کا ذکر تھا حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ نے خود عرش پر کر دیا۔ اب نکاح کے متعلق مومنوں کو ہدایات ہیں۔ ارشاد ہے

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ جس وقت تم نکاح کرو مومن عورتوں کے ساتھ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ پھر تم ان کو طلاق دے دو مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ اس سے پہلے کہ تم ان کو ہاتھ لگاؤ یعنی ہم بستری کرو فَمَا لَكُمْ عَلَیْهِنَّ پس نہیں ہے تمہارے لیے ان عورتوں پر مِنْ عِدَّةٍ کوئی عدت تَعْتَدُّوْنَهَا جس کو تم شمار کرو۔

غیر مدخولہ بہا کی عدت:

مسئلہ یہ ہے نکاح ہو گیا لیکن رخصتی سے پہلے طلاق ہو گئی تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایسی عورت کی عدت نہیں ہے۔ طلاق کے فوراً بعد بھی جہاں چاہے وہ عورت نکاح کر سکتی ہے کہ ایسی مطلقہ عورت کی کوئی عدت نہیں ہے۔ صدر ایوب کا دور تھا اس نے کچھ خاندانی قانون نافذ کیے جو ابھی تک نافذ ہیں۔ ان کی ایک شق یہ بھی ہے کہ مطلقہ غیر حاملہ کی عدت ۹۰ دن ہے۔ اس پر علماء نے احتجاج کیا کہ قرآن کریم کی نص کے خلاف ہے۔ کیونکہ اس شق میں وہ مطلقہ بھی آتی ہے جس کی رخصتی نہیں ہوئی اور مطلقہ حائضہ اس کی زد میں ہے۔ کیونکہ اس کی عدت تین حیض ہے اور حیض میں عورتوں کی عادتیں مختلف ہوتی ہیں لہٰذا حیض والی کے لیے نوے (۹۰) دن مقرر کرنا بھی قرآن کریم کے خلاف ہے۔ صرف اس عورت کی عدت تین ماہ ہے جس کو حیض نہیں آتا مگر نوے (۹۰) دن عدت اس کی بھی نہیں بنتی۔ اس لیے کہ مہینہ کبھی تیس دن کا ہوتا ہے اور کبھی انتیس دن کا۔ تو یہ قانون قرآن کے بالکل صریحاً خلاف ہے۔ علمائے کرام نے ایوب خان سے رابطہ کر کے وقت مانگا کہ ہم ملاقات کرنا چاہتے ہیں کہ اس موضوع پر بات کرنی ہے تو اس نے ٹائم نہ دیا۔ دوسرے تیسرے دن جاپان کے ناچنے گانے والے مرد اور عورتیں آئیں تو ایوب خان نے ان کو

ٹائم دے دیا۔

مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ بڑے مجاہد آدمی تھے انہوں نے ایوب خان کی خبر لی اور کہا کہ تیرے پاس جاپان سے آئے ہوئے بھانڈوں کے لیے ٹائم تھا اور علمائے کرام کے لیے نہیں تھا۔ حالانکہ ہم تیرے ملک کے رہنے والے ہیں۔ پھر صدر ایوب خان کے خلاف اخبارات میں، رسالوں میں، تقریروں اور درسوں میں بہت کچھ ہوا مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔ حامد ناصر چٹھہ کے والد صاحب ہمارے حلقہ قومی اسمبلی کے ممبر تھے۔ میں نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مشورہ کیا کہ یہ ہمارے حلقے کا قومی اسمبلی کا ممبر ہے اس کے ذریعے بات پہنچانی چاہیے اور اپنا فریضہ ادا کرنا چاہیے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ غریق رحمت کرے حاجی اللہ دتہ مرحوم، صوفی نذیر احمد مرحوم، میر محمد شفیع صاحب، ملک حاجی محمد اقبال صاحب اور میں اس کے پاس احمد نگر گئے اور اس کے ساتھ گفتگو کی کہ صدر صاحب نے ہمیں تو وقت نہیں دیا ملاقات کے لیے اور آپ ہمارے علاقے کے قومی اسمبلی کے ممبر ہیں آپ اپنے حلقے کی طرف سے یہ آواز پہنچا دیں۔ میں نے لکھ کر بھی اس کو دیا۔ وہ ہماری بات سن کر بڑا حیران ہوا اور کہنے لگا کہ قرآن میں اس طرح ہے اور ایوب خان نے اس طرح قانون بنایا ہے۔ میں نے کہا جی ہاں! یہ قرآن تمہارے سامنے ہے اس کا ترجمہ دیکھ لیں۔ انگریزی ترجمہ دیکھ لیں اردو کا دیکھ لیں۔ چودھری صلاح الدین کان پکڑ کر توبہ توبہ کرنے لگ گیا۔ پھر خدا ہی جانتا ہے کہ اس نے ہماری بات پہنچائی یا نہیں۔

تو جس عورت کا نکاح ہوا اور رخصتی سے پہلے طلاق ہوگئی تو اس پر کوئی عدت نہیں ہے۔ فَمَتِّعُوْهُنَّ پس تم ان کو فائدہ پہنچاؤ۔ ان کو ایک جوڑا کپڑوں کا دے دو۔ مسئلہ یہ

ہے کہ جس عورت کا حق مہر مقرر ہوا ہے اس عورت کو ایک جوڑا اپنی حیثیت کے مطابق دینا مستحب ہے اور اگر حق مہر مقرر نہیں ہوا تو پھر جوڑا دینا واجب ہے یعنی طلاق کے بعد۔ اسلام طلاق کے بعد بھی انسانی درجے سے نہیں گراتا کہ چلو جو کچھ ہونا تھا وہ تو ہو گیا کم از کم اب تم اس کو ایک جوڑا کپڑوں کا تو دے دو۔ لیکن یہاں صورت حال یہ ہے ان چیزوں کو کوئی نہیں سمجھتا۔ طلاق کے بعد لوگ ایک دوسرے کے جانی دشمن ہو جاتے ہیں۔ فرمایا وَسَرِّحُوْهُنَّ اور اس کو رخصت کر دو، الگ کر دو سَرَاحًا جَمِيْلًا اچھے طریقے سے رخصت کرنا۔ عمدگی اور شرافت کے ساتھ اس کو الگ کر دو۔

خصائص نبوی ﷺ :

آگے آنحضرت ﷺ کو خطاب ہے يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ اے نبی ﷺ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ بے شک ہم نے حلال کر دیں آپ کے لیے اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ آپ کی وہ بیویاں اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ جن کو حق مہر دے کر لائے ہو۔ بیشتر آپ کی بیویاں وہ تھیں کہ ان کو حق مہر دے کر آپ نے نکاح کیا وَمَا اور وہ بھی حلال ہیں مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ کہ آپ کا دایاں ہاتھ ان کا مالک ہے۔ یہ لفظ بار بار قرآن کریم میں آتا ہے۔

مسئلہ یہ ہے کہ کافروں کے ساتھ لڑائی ہو اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائیں تو ان کے قیدی جو تمہارے پاس ہوں گے یا تو ان کا اپنے قیدیوں کے ساتھ تبادلہ کر لو اور اگر تم ان پر احسان کرو اور مفت میں رہا کر دو تو اس کا بھی تمہیں حق ہے یا ان کو معاوضہ لے کر چھوڑ دو اس کا بھی اختیار ہے۔ اور آخری اور سخت صورت یہ ہے کہ ان کو غلام بنا لو۔ امیر لشکر تقسیم کرے گا دائیں ہاتھ سے پکڑائے گا اور دائیں ہاتھ میں دے گا اور مسئلہ یہ ہے کہ جب کوئی شے دو تو دائیں ہاتھ سے دو اور جب لو تو دائیں ہاتھ سے لو۔ چونکہ لینے اور دینے والے

دونوں کا دایاں ہاتھ ہوتا تھا اس لیے اس کو ملک یمین کہتے ہیں۔لونڈیاں اگر اہل کتاب میں سے ہوتی تھیں یہود و نصاریٰ میں سے تو ان کے ساتھ میاں بیوی والا معاملہ بھی ہوسکتا ہے اور اگر اہل کتاب میں سے نہ ہوں تو لونڈی ملک تو ہوگی لیکن اس کے ساتھ ہم بستری جائز نہیں ہوگی۔ایسے سمجھو جیسے کوئی گدھی کا مالک ہے،کوئی خچری، بھینس کا مالک ہے۔غیر اہل کتاب لونڈیوں کے ساتھ ہم بستری تب جائز ہوگی کہ وہ مسلمان ہو جائیں۔اس طرح کی دو عورتیں آپ ﷺ کے پاس تھیں۔جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا جو غزوہ بنی مصطلق میں قید ہو کر آئی تھیں۔آنحضرت ﷺ نے ان کو آزاد کر کے اپنے حرم میں لے لیا۔دوسری حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا یہود میں سے تھیں۔ان کو بھی آپ ﷺ نے آزاد کر کے اپنے نکاح میں لے لیا۔تو فرمایا کہ آپ کے لیے حلال ہیں وہ عورتیں جن کے مہر آپ نے ادا کر دیئے ہیں اور وہ بھی کہ مالک ہے آپ کا دایاں ہاتھ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر لوٹائیں ہیں کہ مالِ غنیمت کے طور پر آپ کو دی ہیں وَبَنٰتِ عَمِّكَ اور آپ کے چچے کی لڑکیاں وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ اور آپ کی پھوپھی کی بیٹیاں وَبَنٰتِ خَالِكَ اور ماموں کی لڑکیاں وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ اور خالہ کی لڑکیاں الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی ہے اور جنہوں نے ہجرت نہیں کی وہ آپ کے لیے حلال نہیں ہیں۔یہ قانون عام مومنوں کے لیے نہیں ہے۔اسی لیے آگے آرہا ہے خَالِصَةً لَّكَ یہ خالص آپ کے لیے ہے۔

اس کی حکمت یہ ہے کہ آپ ﷺ کی بیویاں تو ہیں دین پھیلانے کے لیے اور جنہوں نے ہجرت نہیں کی انہوں نے دین سیکھا ہی نہیں ہے تو آگے کیا دین پھیلائیں گی۔ محض عورتوں کی بھرتی تو نہیں کرنی۔فرمایا وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اور وہ عورت جو مومن ہو اِنْ

وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اگر وہ اپنا نفس ہبہ کردے نبی کے لیے اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اگر نبی ﷺ ارادہ کریں اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا کہ ان کے ساتھ نکاح کریں تو آپ کو اجازت ہے خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ یہ خاص ہے آپ کے لیے مومنوں کے سوا۔ کوئی عورت آپ ﷺ کو کہہ دے وَهَبْتُ لَكَ نَفْسِيْ ''میں نے اپنا نفس آپ کو بخش دیا۔'' بے شک تنہائی میں ہو، گواہ بھی نہ ہوں۔ آپ ﷺ فرمادیں کہ میں نے قبول کیا مجھے تو قبول ہے تو نکاح ہو جائے گا۔ یہ آپ ﷺ کے لیے خاص ہے اگرچہ آپ ﷺ نے ایسا کیا نہیں ہے۔ امت میں سے کسی فرد کے لیے جائز نہیں ہے۔ امت میں سے کسی کا نکاح گواہوں کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ تحقیق ہم جانتے ہیں جو ہم نے مقرر کیا ہے ان پر فِيْ اَزْوَاجِهِمْ ان کی عورتوں کے بارے میں یہ کہ امت میں سے کوئی چار سے زائد عورتوں کے ساتھ بیک وقت نکاح نہیں کر سکتا اور گواہوں کے بغیر نہیں کر سکتا اور نکاح کا مہر بھی دیں اور یہ بھی یاد رکھنا کہ ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو عدل وانصاف سے کام لیں کہ ان کے شرعی حقوق پورے کریں اگر انصاف نہیں کر سکتے تو پھر ایک ہی پر گزارا کرے۔ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ اور لونڈیوں کے بارے میں جو حکم ہے وہ بھی پورا کریں کہ لونڈی بت پرست مشرکہ نہ ہو۔ کتابیہ یعنی یہود و نصاریٰ میں سے ہو۔ اور چھٹے پارے میں مذکور ہے کہ اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ بھی نکاح کرنا جائز ہے۔

قادیانی اور رافضی عورتوں سے نکاح کا مسئلہ :

لیکن یاد رکھنا! جیسے آج مسلمان کہلانے والے سارے مسلمان نہیں ہیں مثلاً قادیانی اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں، رافضی شیعہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں، منکرین

حدیث، بابی، بہائی بھی اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔ غالی مشرک بھی کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ تو کہنے سے تو کوئی مسلمان نہیں بن جاتا۔ یہ سارے قطعی کافر ہیں۔ اسی طرح عیسائیوں میں بھی بہت سے فرقے ہیں محض عیسائی کہنے سے ان کی میم کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہو جائے گا۔ اور یہودیوں میں بھی بہت فرقے ہیں نرا اتنا کہنے سے کہ میں یہودی ہوں تو ایسی عورت کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہے جب تک صحیح یہودی نہ ہو اور صحیح عیسائی نہ ہو تو نکاح جائز نہیں ہے جیسے ان مسلمان کہلانے والے فرقوں کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہے۔ بلوچستان میں ایک ذکری فرقہ ہے جن کے ہاں نہ نماز ہے نہ روزہ ہے چند اشغال وہ کرتے ہیں۔ وہاں ایک پہاڑ ہے کوہ مراد وہاں یہ حج کرتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو مکہ کے حاجی کی طرح سمجھتے ہیں۔ ایسے فرقے مسلمان نہیں ہیں۔ اس لیے نکاح میں بڑی احتیاط کریں۔ شیعہ پہلے اپنے آپ کو امامیہ کہتے ہیں اب فقہ جعفریہ والے کہلاتے ہیں۔ اس کو یاد رکھنا کبھی نہ بھولنا یہ پکے کافر ہیں۔ ان کو کبھی نہ رشتہ دو اور نہ لو۔ چلو کسی کمزور مسلمان کو دو گے ایمان تو محفوظ رہے گا۔ ایمان بڑی چیز ہے۔

انگریز کے دور میں بہاول پور کے اندر ایک دین دار کی لڑکی کا رشتہ لاعلمی میں قادیانی کے ساتھ ہو گیا۔ وہاں جا کر ساس سسر، خاوند کے بارے میں معلوم ہوا کہ یہ تو مرزائی ہیں۔ واپس آ کر اس نے کہا کہ جائیداد کی خاطر تم میرا ایمان برباد کر رہے ہو وہ تو مرزائی ہیں۔ تحقیق کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ واقعی مرزائی ہیں۔ لڑکی نے کہا کہ تم مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دو میں نہیں جاؤں گی۔ اس نکاح کے ختم کرنے کا مقدمہ چلا۔ اس طرف سے حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند وکیل تھے۔ دونوں طرف سے بڑا زور لگا۔ شاہ صاحب بیمار ہو گئے بچنے کی امید نہیں تھی۔ فرمایا کہ اگر میری

زندگی میں اس مقدمے کا فیصلہ ہو گیا تو بڑی اچھی بات ہے ورنہ میری قبر پر آ کر مجھے فیصلہ سنانا کہ انور شاہ فیصلہ تمہارے حق میں ہو گیا ہے۔ چنانچہ ان کی وفات کے بعد اکبر جج نے فیصلہ لکھا کہ قادیانی کافر ہیں، مرزائی کافر ہیں اور مسلمان کا نکاح کافر کے ساتھ جائز نہیں ہے۔ اب تو ججوں کا بھی کوئی حال نہیں ہے سب تمہارے سامنے ہے۔ تو لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ تاکہ نہ ہو تم پر کوئی حرج، کوئی تنگی نہ ہو اس لیے ہم نے اجازت دے دی ہے وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا اور ہے اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان۔

۞۞۞

ترجمہ

مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ بِمَآ اٰتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا ﴿۵۱﴾ لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا ﴿۵۲﴾ ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ؕ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ؕ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ﴿۵۳﴾

ترجمہ آپ پیچھے ہٹادیں مَنْ اس کو تَشَآءُ جس کو آپ چاہیں مِنْهُنَّ ان بیویوں میں سے وَتُـْٔوِيْٓ اور قریب کرلیں اِلَيْكَ اپنی طرف مَنْ تَشَآءُ جس کو آپ چاہیں وَمَنِ ابْتَغَيْتَ اور جس کو آپ چاہیں مِمَّنْ ان میں

سے عَزَلْتَ الگ کردیا تھا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ پس کوئی حرج نہیں آپ پر ذٰلِكَ یہ اَدْنٰٓى زیادہ قریب ہے اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ کہ ٹھنڈی رہیں آنکھیں ان کی وَلَا يَحْزَنَّ اور نہ ہوں غمگین وَيَرْضَيْنَ اور راضی ہو جائیں بِمَآ اس چیز پر اٰتَيْتَهُنَّ جو آپ ان کو دیں كُلُّهُنَّ سب کو وَاللّٰهُ اور اللہ تعالیٰ يَعْلَمُ جانتا ہے مَا فِىْ قُلُوْبِكُمْ جو تمہارے دلوں میں ہے وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ عَلِيْمًا حَلِيْمًا سب کچھ جاننے والا تحمل کرنے والا لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ حلال نہیں ہیں آپ کے لیے (اے پیغمبر) عورتیں مِنْۢ بَعْدُ ان کے بعد وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ اور نہ یہ کہ آپ تبدیل کریں ان کے بدلے میں مِنْ اَزْوَاجٍ دوسری بیویاں وَّلَوْ اَعْجَبَكَ اور اگرچہ اچھا لگے آپ کو حُسْنُهُنَّ ان کا حسن اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مگر وہ جن کے مالک ہیں آپ کے دائیں ہاتھ وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ رَّقِيْبًا ہر چیز پر نگران يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو لَا تَدْخُلُوْا نہ داخل ہو بُيُوْتَ النَّبِىِّ نبی علیہ السلام کے گھروں میں اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ مگر یہ کہ تمہیں اجازت دی جائے اِلٰى طَعَامٍ کھانے کی طرف غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ اس حال میں کہ نہ دیکھنے والے ہو اس کے پکنے کو وَلٰكِنْ اور لیکن اِذَا دُعِيْتُمْ جب تمہیں دعوت دی جائے فَادْخُلُوْا پس داخل ہو جاؤ فَاِذَا طَعِمْتُمْ پس جس وقت تم کھانا کھا چکو فَانْتَشِرُوْا پھر چلے جاؤ وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ اور نہ مانوس ہو لِحَدِيْثٍ کسی بات میں اِنَّ ذٰلِكُمْ

بے شک یہ چیز کَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ تکلیف دیتی ہے اللہ تعالیٰ کے نبی کو فَیَسْتَحْیٖ مِنْکُمْ پس وہ حیا کرتے ہیں تم سے وَاللّٰہُ لَا یَسْتَحْیٖ اور اللہ تعالیٰ نہیں شرماتے مِنَ الْحَقِّ حق بیان کرنے سے وَاِذَا سَاَلْتُمُوْھُنَّ اور جب تم سوال کروان سے مَتَاعًا کسی سامان کا فَسْئَلُوْھُنَّ پس سوال کروان سے مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ پردے کے پیچھے سے ذٰلِکُمْ یہ بات اَطْھَرُ لِقُلُوْبِکُمْ زیادہ پاکیزہ ہے تمہارے دلوں کے لیے وَقُلُوْبِھِنَّ اور ان کے دلوں کے لیے وَمَا کَانَ لَکُمْ اور نہیں ہے تمہارے لیے اَنْ تُؤْذُوْا کہ تکلیف پہنچاؤ رَسُوْلَ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کے رسول کو وَلَآ اَنْ تَنْکِحُوْٓا اور نہ یہ کہ تم نکاح کرو اَزْوَاجَہٗ اس کی بیویوں سے مِنْۢ بَعْدِہٖ آپ ﷺ کے بعد اَبَدًا کبھی بھی اِنَّ ذٰلِکُمْ بے شک یہ کَانَ عِنْدَ اللّٰہِ عَظِیْمًا ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑی چیز۔

ماقبل سے ربط :

بیک وقت آنحضرت ﷺ کے نکاح میں نو بیویاں اور دو لونڈیاں تھیں۔ پہلی دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو خطاب کر کے فرمایا کہ آپ ﷺ کے ذمے ان عورتوں کی باری نہیں ہے۔ آپ ﷺ کو اختیار ہے جس کو چاہیں قریب رکھیں اور جس کو چاہیں دور رکھیں آپ ﷺ پر کوئی بوجھ نہیں ہے۔ عام مومنوں کے لیے قانون یہ ہے کہ اگر کسی کی ایک سے زائد بیویاں ہیں تو ان کے درمیان عدل وانصاف قائم رکھے۔ اگر ایک دن ایک کے پاس ہے تو دوسرے دن دوسری کے پاس رہے۔ خوراک ، لباس ، رہائش ،

علاج معالجہ، جتنی ضروریات ہیں ان میں سب کا خیال رکھے۔ لیکن آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا تھا کہ آپ ﷺ اپنی بیویوں کے پاس کم وبیش وقت گزار سکتے ہیں کہ بیویاں یہ نہ سمجھیں کہ ہمارا حق ہے۔ لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ نے عدل وانصاف کو برقرار رکھا۔ بیویوں کے الگ الگ حجرے تھے۔ ایک دن رات ایک کے پاس رہتے تھے۔ پھر چوبیس گھنٹے دوسری کے پاس پھر تیسری کے پاس پھر چوتھی کے پاس۔ آپ ﷺ نے اس طرح باریاں مقرر کی ہوئی تھیں اور ظاہری طور پر مکمل برابری رکھتے تھے۔ بخاری شریف اور مسلم شریف میں روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا اَللّٰھُمَّ ھٰذَا قَسْمِیْ فِیْمَا اَمْلِكُ فَلَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا تَمْلِكُ وَلَا اَمْلِكُ "یہ میری تقسیم ہے اس میں جو میرے اختیار میں ہے پس میرا مواخذہ نہ کرنا اس میں جو آپ کے اختیار میں ہے اور میرے اختیار میں نہیں ہے۔" یعنی بیویوں کے درمیان جو عدل وانصاف، رہائش، لباس، خوراک کے لحاظ سے تھا وہ میں نے پورا کر دیا۔ اے پروردگار! جس چیز کا میں مالک نہیں اس میں مجھے نہ پکڑنا۔ آپ ﷺ کو طبعی طور پر محبت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ تھی۔ فرمایا پروردگار! وہ میرے بس میں نہیں ہے اس پر میرا مواخذہ نہ کرنا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو یہ اختیار دیا تھا کہ آپ ﷺ کے ذمہ بیویوں کی باریاں لازم نہیں ہیں۔

اختیارات نبوی ﷺ :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ آپ پیچھے ہٹا دیں جس کو چاہیں ان میں سے باری نہ دیں۔ اپنی بیویوں میں سے جس کو چاہیں پیچھے ہٹا دیں باری نہ دیں وَتُؤْوِیْٓ اِلَیْكَ مَنْ تَشَآءُ اور قریب کرلیں اپنے جس کو چاہیں وَمَنِ ابْتَغَیْتَ اور جس کو

آپ چاہیں مِمَّنْ عَزَلْتَ ان میں سے جس کو الگ کیا ہے باری سے کہ اس کو باری نہیں دی تھی اگر اس کو باری دینا چاہتے ہیں فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ تو آپ پر کوئی حرج نہیں ہے ذٰلِكَ اَدْنٰى یہ بات زیادہ قریب ہے اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں کہ باری نہیں تھی پھر دے دی تو سمجھیں گی کہ ہم پر احسان کیا ہے وَلَا يَحْزَنَّ اور وہ غمگین اور پریشان نہیں ہوں گی وَيَرْضَيْنَ اور راضی ہو جائیں بِمَآ اس چیز پر اٰتَيْتَهُنَّ جو آپ ان کو دیں كُلُّهُنَّ سب کو، لیکن میں نے عرض کیا کہ آپ ﷺ نے اپنے اخلاق حسنہ کی بنا پر اس رخصت پر عمل نہیں کیا بلکہ سب کو برابری کے ساتھ باری دی وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِىْ قُلُوْبِكُمْ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا اور ہے اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا تحمل والا۔ سب کچھ جانتا بھی ہے مگر فوری طور پر سزا نہیں دیتا یہ اللہ تعالیٰ کا تحمل ہے۔ اگر فوری طور پر نہیں پکڑتا تو یہ نہ سمجھو کہ گرفت سے بچ گئے ہو۔

امتناعات :

اور مسئلہ۔ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا جب آپ ﷺ کے نکاح میں تھیں اس وقت آپ ﷺ کے نکاح میں اور کوئی بیوی نہیں تھی۔ وہ مکہ مکرمہ ہی میں فوت ہو گئی تھیں جب آپ ﷺ کی عمر مبارک کا پچاسواں سال تھا اور نبوت کا دسواں سال تھا۔ اور دوسری بیوی حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا مدینہ طیبہ میں چند ماہ آپ ﷺ کے نکاح میں رہیں اور فوت ہو گئیں۔ باقی نو بیویاں بیک وقت آپ ﷺ کے پاس تھیں۔ جن کی باری آپ ﷺ نے مقرر کی ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ جتنی بیویاں آپ ﷺ کے نکاح میں ہیں لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ حلال نہیں ہیں آپ کے لیے بیویاں مِنْ بَعْدُ اس کے

بعد۔ ان کے بعد اب اور کوئی بی بی جائز نہیں ہے وَلَآ اَنۡ تَبَدَّلَ بِهِنَّ اور نہ یہ کہ آپ تبدیل کریں ان کے بدلے میں مِنۡ اَزۡوَاجٍ دوسری بیویاں۔ بدلنے کا مطلب یہ ہے کہ ان میں سے کسی بیوی کو طلاق دے دیں اور اس کی جگہ کسی اور سے نکاح کرلیں اس کی اجازت نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ ﷺ اپنے خانگی معاملات میں مختار کل نہ تھے۔ گھریلو معاملات میں بھی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو کلی اختیار نہیں دیا تھا اور یہاں لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ پیغمبر مختار کل ہیں جو چاہیں کریں۔ کتنی واضح بات ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کو یہ حق نہیں ہے کہ ان بیویوں یں سے کسی کو طلاق دے کر کسی اور سے نکاح کر کے گنتی پوری کرلیں۔ وَّلَوۡ اَعۡجَبَكَ حُسۡنُهُنَّ اور اگرچہ ان عورتوں کا حسن آپ کو اچھا لگے۔ ان کے علاوہ کسی اور سے نکاح نہیں کر سکتے۔ بالفرض اگر آپ ﷺ کی ساری بیویاں آپ ﷺ کی زندگی میں فوت ہو جائیں تو آپ ﷺ کو اور نکاح کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ اور کتنے امتی ایسے ہیں کہ ایک بیوی مر جاتی ہے تو دوسری سے نکاح کر لیتے ہیں اور ایسے معمر لوگ بھی ہیں کہ انھوں نے یکے بعد دیگرے کئی کئی بیویاں کی ہیں۔ ان کے لیے پابندی نہیں ہے اور آپ ﷺ کے لیے پابندی ہے اور یہ بات قرآن کریم میں موجود ہے۔ اور غلط عقیدے والے کہتے ہیں آپ ﷺ مختار کل ہیں جو چاہیں کریں۔ یہ کیا منطق ہے؟ خدا کی پناہ! اِلَّا مَا مَلَكَتۡ يَمِيۡنُكَ مگر وہ جن کے مالک ہیں آپ کے ہاتھ یعنی اگر کوئی عورت لونڈی کے طور پر آجائے تو وہ جائز ہے۔ اس کے بعد ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا لونڈی آئی تھیں ان کے پیٹ سے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ رَّقِيۡبًا اور ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگہبان۔ رقیب کا معنیٰ محافظ اور نگران۔

شانِ نزول :

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ نکاح ہوا تو اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس گنجائش تھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سب کو خُبْزًا وَّلَحْمًا گوشت روٹی کے ساتھ سیر کرایا۔ ایسا ولیمہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اور کسی کا نہیں کیا۔ چھوٹا سا کمرہ تھا اور پردے کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ ایک کونے میں بیٹھ کر عورتیں پکاتی رہیں اور دس دس آدمی آتے کھاتے اور چلے جاتے۔ تین صوفی قسم کے بزرگ صحابی کھانا کھانے کے بعد نہ اٹھے۔ انہوں نے خیال کیا کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مسجد میں، سفر میں، میدانِ جہاد میں باتیں سنتے رہتے ہیں آج ہمیں یہ فخر ہے کہ ہم گھر میں بیٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے باتیں کر رہے ہیں۔ عورتیں بے چاری کونے کے ساتھ لگ کر بیٹھی ہوئی تھیں۔ آخر انہوں نے بھی کھانا کھانا تھا، برتن صاف کرنے تھے مگر یہ جم کے بیٹھے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے زبان مبارک سے کہنا مناسب نہ سمجھا کہ اب تم اٹھ کر چلے جاؤ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ حکمتِ عملی اختیار فرمائی کہ خود اٹھ کر باہر تشریف لے گئے کہ میں چلا جاؤں گا تو یہ بھی چلے جائیں گے۔ کافی دیر باہر چلتے پھرتے رہے۔ انس رضی اللہ عنہ جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خادم تھے ان کو بھیجا کہ دیکھو بیٹھے ہیں یا چلے گئے ہیں۔ انس رضی اللہ عنہ نے آ کر بتلایا کہ حضرت! وہ تو بیٹھے ہیں۔ پھر اندر نہ آئے۔ کچھ دیر کے بعد پھر بھیجا کہ دیکھ کر آؤ چلے گئے ہیں؟ کہنے لگے حضرت! وہ تو جم کے بیٹھے ہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم باہر چلنے پھرنے لگ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر بھیجا۔ تیسرے چکر میں ایک کو کوئی ضرورت پیش آئی وہ اٹھ کر چلا گیا دو پھر بیٹھے رہے۔ اس موقع پر یہ اور آئندہ والی آیتیں نازل ہوئیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے لوگو جو ایمان لائے ہو لَا تَدْخُلُوْا

بُيُوْتَ النَّبِيِّ نہ داخل ہو نبی ﷺ کے گھروں میں اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ مگر یہ کہ تم کو اجازت دی جائے اِلٰى طَعَامٍ کھانے کی طرف غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ۔ اِنٰىهُ کا معنی ہے پکنا۔ اس حال میں کہ نہ دیکھنے والے ہو پکنے کو کہ کیسے روٹی پکاتی ہے، چمچہ کیسے پھیرتی ہے؟ ان چیزوں کی طرف نہ دیکھو وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ اور لیکن جس وقت تم کو دعوت دی جائے فَادْخُلُوْا پس داخل ہو جاؤ، کھاؤ فَاِذَا طَعِمْتُمْ پس جب تم کھانا کھا چکو فَانْتَشِرُوْا تو فوراً چلے جاؤ وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ اور نہ مانوس ہو کسی بات میں۔ آنحضرت ﷺ کی طرف مانوس ہو کر بیٹھے نہ رہو اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ بے شک یہ بات تکلیف دیتی ہے آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کی بیویوں کو تکلیف دیتی ہے فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ پس آنحضرت ﷺ حیا کرتے ہیں آپ سے کہ تمہیں کہیں کہ اٹھ کر چلے جاؤ۔

ہم جیسے گنہگاروں کے گھر میں بھی کوئی اچھا یا بُرا آدمی آجائے طبیعت گوارا کرے یا نہ کرے لیکن زبان سے یہ کہنے کی جرأت نہیں ہوتی کہ تم اٹھ کر چلے جاؤ۔ لڑائی جھگڑے کے لیے کوئی آئے، فتنے کے لیے آئے تو اس کو کہہ دیتے ہیں کہ بھئی! لڑائی جھگڑا نہیں ہے مسئلے کی حد تک رہو۔ کئی دفعہ ہوا لوگ بازو چڑھا کر مسئلہ پوچھتے تھے کہ تم کہتے ہو نبی حاضر و ناظر نہیں ہے، عالم الغیب نہیں ہے یہ نہیں ہے اور وہ نہیں ہے۔ ان کے مولوی ان کو سکھاتے تھے اور وہ لڑنے کے لیے آتے تھے۔ اب تو لوگ کافی سمجھ گئے ہیں الحمد للہ! مسئلے کی حد تک تو ان کو سمجھاتا تھا لیکن جب وہ لڑائی جھگڑے پر آتے تھے تو کہتا تھا برخوردار، بھائی، عزیز! جھگڑا کسی اور سے جا کر کرو پہلوانی ہمیں نہ دکھاؤ۔ ایسوں کو کہہ دیتا تھا چلے جاؤ۔ ان کے سوا دوسروں کو کہنا کہ اٹھ کر چلے جاؤ بڑی مشکل بات ہے۔ تو آنحضرت ﷺ تو خلق عظیم کے مالک تھے کیسے کہتے کہ اٹھ کر چلے جاؤ۔ تو وہ تم سے حیا کرتے ہیں وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ

اَلْحَقِّ اور اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے سے نہیں شرماتے۔

پردہ کا حکم :

اور مسئلہ۔ فرمایا وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ اور جب تم ازواج مطہرات سے سوال کرو مَتَاعًا کسی سامان کا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ پس سوال کرو تم ان سے پردے کے پیچھے سے۔ پردے کا حکم آ گیا تو آپ ﷺ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو فرمایا انس! یہ آیتیں سن لو اب تم نے اندر نہیں آنا۔ پہلے ایسے ہوتا تھا کہ کسی کو دابڑے کی ضرورت ہوتی، پرات کی ضرورت ہوتی آٹا گوندھنے کے لیے، چمچے کی ضرورت ہوتی تو آپ ﷺ کے گھر سے آ کر لے جاتے تھے اور فخر کرتے تھے کہ ہم نے آپ ﷺ کی کٹھالی میں آٹا گوندھا ہے، آپ ﷺ کے چمچے کے ساتھ کھانا پکایا ہے، آپ ﷺ کے دابڑے میں کپڑے دھوئے ہیں۔ سیدھے آتے ازواج مطہرات کو سلام کرتے اور کہتے کہ ہمیں فلاں چیز چاہیے۔ اب پابندی لگ گئی کہ پردے کی اوٹ میں ہو کر مانگو پردے کے پیچھے رہو اندر نہیں آسکتے۔

فرمایا ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ اس حکم میں زیادہ پاکیزگی ہے تمہارے دلوں کے لیے وَقُلُوْبِهِنَّ اور ان کے دلوں کے لیے بھی بڑی پاکیزگی ہے وَمَا كَانَ لَكُمْ اور تمہیں حق نہیں پہنچتا اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ کہ تم تکلیف پہنچاؤ اللہ تعالیٰ کے رسول کو۔ ایک صحابی نے لاعلمی کی بنیاد پر اپنے ایک دوست کے سامنے اس بات کا ذکر کیا کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ عدت کے بعد نکاح کروں گا۔ اس کو مسئلہ معلوم نہیں تھا کہ پیغمبروں کی بیویوں کے ساتھ کسی اور کا نکاح جائز نہیں ہوتا۔ پہلے پڑھ چکے ہو وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ کہ پیغمبر کی بیویاں امتیوں کی مائیں

ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا اور نہ یہ کہ تم نکاح کرو ان کی بیویوں سے ان کی وفات کے بعد کبھی بھی۔ آپ ﷺ دنیا سے رخصت ہو جائیں آپ ﷺ کی بیویوں کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد تقریباً پچاس سال زندہ رہیں۔

فرمایا اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا بے شک تمہارا یہ ارادہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑا گناہ ہے۔ آپ ﷺ کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں۔ ماں بیوہ ہو جائے تو بیٹے کے ساتھ تو نکاح نہیں ہو سکتا۔

اِنْ تُبْدُوْا شَيْئًا اَوْ تُخْفُوْهُ

فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا ﴿۵۴﴾ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِیْ اٰبَآئِهِنَّ وَلَاۤ اَبْنَآئِهِنَّ وَلَاۤ اِخْوَانِهِنَّ وَلَاۤ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَاۤ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِيْدًا ﴿۵۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۸﴾ ع ۷

اِنْ تُبْدُوْا اگرتم ظاہر کروگے شَيْئًا کسی چیز کو اَوْ تُخْفُوْهُ یا چھپاؤ گے فَاِنَّ اللّٰهَ پس بے شک اللہ تعالیٰ كَانَ ہے بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا ہر چیز کو جاننے والا لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ کوئی گناہ نہیں ہے آنحضرت ﷺ کی بیویوں پر فِیْ اٰبَآئِهِنَّ ان کے باپوں کے بارے میں وَلَاۤ اَبْنَآئِهِنَّ اور نہ بیٹوں کے بارے میں وَلَاۤ اِخْوَانِهِنَّ اور نہ ان کے بھائیوں کے بارے میں وَلَاۤ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ اور نہ بھائیوں کے بیٹوں کے بارے میں وَلَاۤ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ اور نہ بہنوں کے بیٹوں کے بارے میں وَلَا نِسَآئِهِنَّ اور نہ اپنی مسلمان عورتوں کے بارے میں

وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اور نہ ان کے بارے میں کہ جن کے مالک ہیں ان کے دائیں ہاتھ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ اور ڈرتی رہو اللہ تعالیٰ سے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ كَانَ ہے عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ہر چیز پر گواہ اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ اور اس کے فرشتے يُصَلُّوْنَ اللہ تعالیٰ رحمت بھیجتا ہے اور فرشتے دعائیں کرتے ہیں عَلَى النَّبِيِّ نبی ﷺ کے لیے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے ایمان والو صَلُّوْا عَلَيْهِ رحمت کی دعا کرو ان کے لیے وَسَلِّمُوْا اور سلام بھیجو تَسْلِيْمًا سلام بھیجنا اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ جو اذیت دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کو وَرَسُوْلَهٗ اور اس کے رسول ﷺ کو لَعَنَهُمُ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے ان پر فِي الدُّنْيَا دنیا میں وَالْاٰخِرَةِ اور آخرت میں وَاَعَدَّ لَهُمْ اور تیار کیا ہے ان کے لیے عَذَابًا مُّهِيْنًا عذاب رسوا کرنے والا وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ جو ایذا پہنچاتے ہیں مومن مردوں کو وَالْمُؤْمِنٰتِ اور مومن عورتوں کو بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا بغیر ان کے کسی گناہ کے فَقَدِ احْتَمَلُوْا پس تحقیق انہوں نے اٹھایا ہے بُهْتَانًا بہتان کو وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا اور کھلے گناہ کو۔

ماقبل سے ربط :

کل کے درس میں یہ بات بیان ہوئی تھی کہ صحابہ میں سے کسی نے یہ خیال ظاہر کیا اپنے دوست کے سامنے کہ آنحضرت ﷺ کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد میں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عدت گزرنے کے بعد نکاح کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پیغمبر کی بیویاں تمہاری مائیں ہیں ان کے ساتھ نکاح کرنے کا تمہیں بالکل حق نہیں ہے۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنْ تُبْدُوْا شَیْـًٔا اگر تم ظاہر کرو کسی چیز کو اَوْ تُخْفُوْہُ یا اس کو مخفی رکھو دل میں تو یاد رکھو فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا پس بے شک ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ظاہر باطن، نیتوں اور دل کے ارادوں کو جانتا ہے اس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ اوپر حکم بیان ہوا تھا کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے اگر کچھ مانگنا ہے تو پردے کی اوٹ میں رہ کر مانگنا اندر جانے کی اجازت نہیں ہے۔

محللات کے احکام :

اب اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَا جُنَاحَ عَلَیْهِنَّ فِیْٓ اٰبَآئِهِنَّ کوئی گناہ نہیں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں پر ان کے باپوں کے بارے میں۔ اس میں چچے اور دادے بھی شامل ہیں وہ اندر آسکتے ہیں۔ پہلا حکم عام لوگوں کے متعلق ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے والد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے والد ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے لیے کوئی پردہ نہیں ہے وہ بغیر پردے کے اندر آسکتے ہیں وَلَآ اَبْنَآئِهِنَّ اور نہ بیٹوں کے بارے میں کوئی حرج ہے مثلاً حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے جواں سال بیٹے تھے پہلے خاوند سے گو وہ پردے کی آیات سے پہلے دنیا سے رخصت ہو گئے تھے۔ دوسرے خاوند سے بھی بیٹے تھے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا ابوسلمہ سے بیٹا تھا عمرو، نوجوان تھا۔ دوسری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے بھی پہلے خاوندوں سے بیٹے تھے تو ان کے لیے کوئی پابندی نہیں ہے وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ اور نہ ان کے بھائیوں کے بارے میں کوئی گناہ ہے کہ وہ بغیر اجازت کے آسکتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمن بن

ابی بکر رضی اللہ عنہ۔ صحابی ہیں ان کو اپنی بہن کے پاس آنے کے لیے اجازت کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اسی طرح حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن جن کے بھائی تھے ان کو اندر آنے کے لیے نہ اجازت لینے کی کوئی ضرورت ہے نہ پردے کے پیچھے کھڑے ہونے کی کوئی ضرورت ہے چاہے وہ بھائی حقیقی ہوں یا ماں کی طرف سے ہوں یا باپ کی طرف سے ہوں وَلَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ اور نہ بھائیوں کے بیٹوں کے بارے میں کہ بھتیجوں سے بھی کوئی پردہ نہیں ہے پھوپھیوں کا، وہ بھی اندر آسکتے ہیں وَلَآ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ اور نہ بہنوں کے بیٹوں کے بارے میں کوئی حرج ہے کہ بھانجے بھی محرم ہیں ان کو بھی پردے کے پیچھے کھڑے ہو کر بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے یہ ان کی خالائیں ہیں ان سے کوئی پردہ نہیں ہے وَلَا نِسَآئِهِنَّ اور نہ مسلمان عورتوں سے کوئی پردہ ہے۔

غیر مسلم عورتوں سے پردہ کا حکم :

یہ مسئلہ یاد رکھنا! غیر مسلم عورتوں سے اسی طرح پردہ کرنا ہے جس طرح غیر محرموں سے پردہ کرنا ہے۔ مثلاً آج کل ہمارے گھروں میں جو عیسائی عورتیں کام کرتی ہیں ان کے سامنے بازو ننگے کرنا، ٹانگیں ننگی کرنا، پشت ننگی کرنا حرام ہے۔ اس مسئلے کو بھولنا نہیں ہے۔ میں تمہیں نصیحت کے طور پر ایک بات کہتا ہوں کہ گھروں میں عیسائی عورتوں کو کام کے لیے، برتن صاف کرنے کے لیے، کپڑے دھونے کے لیے رکھنا بڑی غلطی ہے۔ سب سے پہلے تو عورتیں یہ بات ذہن میں رکھیں کہ گھر کے کام کرنے کا ثواب نفلی نماز روزہ سے زیادہ ہے۔ بچوں کا پیشاب دھوئیں ثواب ملے گا، کپڑے دھوئیں، نہلائیں ثواب ملے گا، برتن دھوئیں ثواب ملے گا جھاڑو دیں ثواب ملے گا تو مسلمان عورتیں یہ ثواب کیوں ضائع کرتی

ہیں۔ پھر طبی لحاظ سے یہ بھی یادرکھنا یہ اعضاء اگر حرکت نہ کریں تو کچھ عرصہ کے بعد بے کار ہو جاتے ہیں۔ آج کل زیادہ بیماریاں تن آسانی کی وجہ سے ہیں۔ کام کاج کرنے سے اعضاء حرکت میں رہتے ہیں اس طرح بہت سی بیماریوں سے بچا جا سکتا ہے۔ لہٰذا طبی نکتۂ نظر سے ان کے لیے کام ضروری ہے اور شرعی لحاظ سے ثواب بھی ہے تو گھر کا کام خود کریں تا کہ صحت برقرار رہے۔ آج چھوٹی چھوٹی بچیاں کہتی ہیں یہاں درد ہو رہا ہے یہ درد ہو رہا ہے۔ یہ دردیں کیوں نہ ہوں؟ جب تن آسانی ہو گی تو دردیں بھی ہوں گی چار پائیوں کو تم نے لازم پکڑا ہوا ہے اور کھانے پینے کے سوا کام کوئی نہیں دردیں تو ہونی چاہیں۔

میں کئی دفعہ یہ واقعہ عرض کر چکا ہوں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے اپنی لڑکی کا رشتہ اس گھر میں نہ دیا کہ جنہوں نے گھر میں لونڈیاں رکھی ہوئی تھیں کہ گھر کے افراد کی خدمت تو وہ کریں گی۔ میری لڑکی کو اہل خانہ کی خدمت کا موقع نہیں ملے گا اس کی جنت نہیں بنے گی حالانکہ گھرانا بھی شریف تھا لڑکا بھی شریف تھا اور آج ایسے لوگ بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ لڑکی تو ہم بیاہ دیں گے مگر وہ چولہے کے پاس نہیں بیٹھے گی یہ کپڑے نہیں دھوئے گی، جھاڑو نہیں پھیرے گی۔ اس کو یہ نہ کہنا کہ روٹی لا کر دے، پلیٹ لا کر دے۔ جب یہ صورت حال ہو گی تو یقیناً عورتیں بیمار ہوں گی۔ آج نہ سہی کل سہی، سال نہ سہی دو سال سہی، بیماریاں لگ جائیں گی۔ لہٰذا عورتیں گھروں کا کام خود کریں، ہڈ حرام نہ بنیں۔

اور یہ مسئلہ یاد رکھیں کہ گھر کے سارے کام نفلی نماز روزہ سے زیادہ ثواب والے ہیں۔ اسی طرح مردوں کو کام کرنا چاہیے اعضاء جتنی حرکت کریں گے اتنا خون گردش کرے گا اتنی قوت آئے گی اور گھر میں عیسائی عورتوں کو رکھنا بڑا غلط طریقہ ہے۔ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اور نہ ان کے بارے میں کوئی حرج ہے کہ جن کے مالک ہیں ان

کے دائیں ہاتھ یعنی لونڈیاں اور غلام۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس میں غلام بھی شامل ہیں یعنی وہ آ جا سکتے ہیں۔ لیکن امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم صرف لونڈیوں کے لیے ہے چاہے وہ غیر مسلم ہی ہوں وہ آسکتی ہیں لیکن غلام مرد نہیں آ سکتا۔ اس کا مرد ہونا ہی مانع ہے۔ غلام مرد کا اپنی آقا سے اسی طرح پردہ ہو گا جیسے غیر محرم سے ہوتا ہے۔ فرمایا وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ اور ڈرتی رہو اللہ تعالیٰ سے۔ یہ جمع مؤنث امر حاضر کا صیغہ ہے۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو خطاب کر کے امت کی ماؤں بہنوں کو سمجھایا جا رہا ہے اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے کوئی شے مخفی اور اوجھل نہیں ہے۔

فضائل درود شریف :

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ بے شک اللہ تعالیٰ رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے دعائیں کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے۔ پہلے میں نے عرض کیا تھا کہ لفظ صلوٰۃ کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو معنٰی ہوتا ہے رحمت۔ ہم جو درود شریف پڑھتے ہیں اللّٰھم صلّ علٰی محمدٍ تو اس کا معنٰی ہے اے پروردگار! آپ رحمت بھیجیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر۔ یہ معنٰی نہیں ہے کہ اے اللہ! آپ بھی درود پڑھیں جیسے بعض کہتے ہیں۔ اور جس وقت لفظ صلوٰۃ کی نسبت فرشتوں کی طرف ہو یا انسانوں کی طرف ہو تو اس کا معنٰی ہوتا ہے رحمت کی دعا کرنا۔ درود شریف پڑھنا بہت بڑی فضیلت کی بات ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک دفعہ درود شریف پڑھنے والے کو دس نیکیاں ملتی ہیں، ایک صغیرہ گناہ معاف ہوتا ہے اور ایک درجہ بلند ہوتا ہے حق تعالیٰ کی طرف سے دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ لہٰذا درود شریف کثرت کے ساتھ پڑھو۔ اور کئی دفعہ بیان کر چکا

ہوں کہ درود شریف پڑھنے کے لیے اور دیگر ذکر واذکار کے لیے وضو شرط نہیں ہے بے وضو بھی پڑھ سکتے ہو۔ عورتوں نے جن دنوں میں نماز نہیں پڑھنی ہوتی ان دنوں میں بھی ذکر اذکار، درود شریف پڑھ سکتی ہیں صرف قرآن کریم نہیں پڑھ سکتیں باقی ذکر اذکار، توبہ استغفار کرنا سب درست ہے۔ سب سے بہتر درود شریف نماز والا ہے درود ابراہیمی۔ اگر وقت نہیں ملتا تو مختصر الفاظ والا درود شریف پڑھنا بھی درست ہے۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے دارالعلوم دیو بند کی بنیاد رکھی تھی ان سے کسی نے پوچھا حضرت! الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ کے الفاظ کے ساتھ درود شریف پڑھا جا سکتا ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ اگر اس نظریہ سے پڑھتا ہے کہ یہ مختصر ہے اور عقیدہ یہ ہے کہ فرشتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچاتے ہیں تو صحیح ہے۔ اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاضر وناظر سمجھ کر پڑھتا ہے تو پھر کفر ہوگا۔ تمام فقہائے کرام کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاضر وناظر سمجھتا ہے وہ کافر ہے۔ نہ اس بات کو بھولنا اور نہ کسی کے مغالطے میں آنا۔

عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم :

حدیث پاک میں آتا ہے مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُہٗ "جو شخص میری قبر کے پاس آکر درود پڑھے گا میں خود سنوں گا اور جواب بھی دوں گا وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ نَائِیًا اُبْلِغْتُہٗ اور جو شخص دور سے میرے اوپر درود شریف پڑھے گا مجھے پہنچایا جائے گا۔"

نسائی شریف کی روایت ہے اِنَّ لِلّٰہِ مَلٰٓئِکَۃً سَیَّاحِیْنَ یُبَلِّغُوْنِیْ مِنْ اُمَّتِیَ السَّلَامَ [نسائی: رقم ۱۲۸۲] "اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کا ایک الگ محکمہ قائم کیا ہے جو زمین پر پھرتے رہتے ہیں جہاں بھی کوئی درود شریف پڑھ رہا ہوتا ہے اس کو سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچاتے ہیں۔" اہل حق کا یہی مسلک ہے کہ اگر کوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کے

قریب درود شریف پڑھتا ہے تو آپ ﷺ خود سنتے ہیں اور جواب بھی دیتے ہیں اور دور سے پڑھتا ہے تو فرشتے پہنچاتے ہیں۔ اور اگر کوئی یہ سمجھے کہ آپ ﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں اور جہاں پڑھو خود سنتے ہیں تو یہ شخص پکا کافر ہے۔ اہل بدعت بریلویوں کو مغالطہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اس آیت پر ہمارا عمل ہے تمہارا نہیں کہ ہم ان لفظوں کے ساتھ درود شریف پڑھتے ہیں الصلوۃ والسلام علیك یارسول الله تو اس میں صلوٰۃ کا لفظ بھی ہے اور سلام کا لفظ بھی ہے اور تم (اے دیوبندیو) جو درود شریف پڑھتے ہو اس میں نہ صلوٰۃ کا لفظ آتا ہے نہ سلام کا۔ لہٰذا اس آیت پر ہمارا عمل ہے تمہارا نہیں۔ یہ ان بے چاروں کو مغالطہ ہے۔ اس لیے آپ حضرات نے بارہا دیکھا اور سنا کہ ہم کہتے ہیں رسول پاک ﷺ نے فرمایا، محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ تو اس میں صل کا لفظ بھی ہے اور سلام کا لفظ بھی ہے۔ ہم تو آپ ﷺ کا نام بھی صلوٰۃ وسلام کے بغیر نہیں لیتے۔ ہمارا تو تکیہ کلام ہی صلوٰۃ وسلام ہے۔ لہٰذا الحمد للہ! قرآن پاک پر ہمارا عمل ہے۔ اور کوئی حدیث کی کتاب نہیں ہے، کوئی تفسیر کی کتاب نہیں ہے، کوئی تاریخ کی کتاب نہیں ہے جہاں آنحضرت ﷺ کے نام نامی اسم گرامی کے ساتھ ﷺ نہ ہو جو ہم پڑھتے ہیں۔ تم نے کھڑے ہو کر دو مرتبہ الصلوٰۃ والسلام علیك یارسول اللّٰہ پڑھ لیا تو عامل بالقرآن کے دعوے دار ہو گئے۔

بخاری شریف میں روایت ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سوال کیا کہ حضرت ہم نے سَلِّمُوْا کا مفہوم تو سمجھ لیا السلام علیك اَیُّهَا النَّبِیُّ وَ رحمة الله وبركاته جو نماز میں پڑھتے ہیں تو صَلُّوْا پر عمل کن الفاظ کے ساتھ کریں؟ تو آنحضرت ﷺ نے درود ابراہیمی بتلایا قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی

اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۔ یہ مفہوم صَلُّوا کا خود آنحضرت ﷺ نے بتلایا۔ یہ درود شریف چونکہ لمبا تھا اس لیے ان لوگوں نے محض لوگوں کو سنانے کے لیے الصلوٰۃ والسلام علیك یارسول اللّٰہ کو پکڑ لیا۔

فرمایا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے ایمان والو صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا رحمت کی دعا کرو ان کے لیے اور سلام بھیجو سلام بھیجنا اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ جو ایذا پہنچاتے ہیں اللہ تعالیٰ کو اور اس کے رسول ﷺ کو۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے رب تعالیٰ کو ناراض کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے رسول کو ناراض کرتے ہیں لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی وَاَعَدَّ لَهُمْ اور تیار کیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے عَذَابًا مُّهِيْنًا عذاب رسوا کرنے والا۔ اسی طرح وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اور وہ لوگ جو مومن مردوں کو اذیت پہنچاتے ہیں وَالْمُؤْمِنٰتِ اور مومن عورتوں کو اذیت پہنچاتے ہیں بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا بغیر اس جرم کے جو انہوں نے کیا ہے۔ جرم انہوں نے کیا نہیں خواہ مخواہ ان پر بہتان باندھتے ہیں، جھوٹ بولتے ہیں ان کو دکھ پہنچاتے ہیں فَقَدِ احْتَمَلُوْا پس تحقیق انہوں نے اٹھایا ہے بُهْتَانًا بہتان کو وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا اور کھلے گناہ کو۔ انہوں نے کھلا گناہ کیا ہے۔ اور یہ مسئلہ تم کئی دفعہ سن چکے ہو کہ حقوق العباد توبہ سے بھی معاف نہیں ہوتے۔ جب تک بندے سے معافی نہیں مانگو گے یا اس کا حق ادا نہیں کرو گے کروڑ مرتبہ بھی توبہ کرو معافی نہیں ملے گی۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۞ لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا ۞ مَّلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ۞ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۞ يَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا ۞ اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا ۞ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۞ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ۞

يَآاَيُّهَا النَّبِيُّ اے نبی کریم ﷺ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ آپ کہہ دیں اپنی بیویوں سے وَبَنٰتِكَ اور اپنی بیٹیوں سے وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ اور مومنوں کی عورتوں کو يُدْنِيْنَ لٹکائیں عَلَيْهِنَّ اپنے اوپر مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ اپنی چادروں کو ذٰلِكَ اَدْنٰٓى یہ زیادہ قریب ہے اَنْ يُّعْرَفْنَ کہ وہ پہچانی جائیں فَلَا يُؤْذَيْنَ پس ان کو تکلیف نہ دی جائے وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا اور ہے اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ البتہ اگر باز نہیں آئیں گے

منافق لوگ وَالَّذِيْنَ فِي قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے وَّالْمُرْجِفُوْنَ اور بے پر کی اڑانے والے فِي الْمَدِيْنَةِ مدینہ طیبہ میں لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ البتہ ہم ابھاریں گے ان کے خلاف ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ پھر وہ نہ رہیں گے آپ کے پڑوس میں فِيْهَآ مدینہ طیبہ میں اِلَّا قَلِيْلًا مگر تھوڑے سے مَّلْعُوْنِيْنَ لعنت کیے ہوئے ہیں اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا جس جگہ بھی وہ پائے جائیں اُخِذُوْا پکڑے جائیں گے وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا اور قتل کر دیئے جائیں گے ٹکڑے ٹکڑے کر کے سُنَّةَ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کا دستور ہے فِي الَّذِيْنَ ان لوگوں کے بارے میں خَلَوْا مِنْ قَبْلُ جو گزرے ہیں اس سے پہلے وَلَنْ تَجِدَ اور آپ ہرگز نہیں پائیں گے لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا اللہ تعالیٰ کے دستور کے لیے کوئی تبدیلی يَسْئَلُكَ النَّاسُ سوال کرتے ہیں آپ سے لوگ عَنِ السَّاعَةِ قیامت کے متعلق قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّمَا پختہ بات ہے عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ قیامت کے وقت کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وَمَا يُدْرِيْكَ اور آپ کو کس نے بتلایا لَعَلَّ السَّاعَةَ شاید کہ قیامت تَكُوْنُ قَرِيْبًا قریب ہو اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ نے لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ لعنت کی ہے کافروں پر وَاَعَدَّ لَهُمْ اور تیار کی ہے ان کے لیے سَعِيْرًا بھڑکتی ہوئی آگ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ہمیشہ رہیں گے اس میں لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا نہیں پائیں گے کوئی حمایتی وَّلَا نَصِيْرًا اور نہ کوئی مددگار يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ جس دن پلٹے جائیں گے ان کے

چہرے دوزخ کی آگ میں یَقُوْلُوْنَ وہ لوگ کہیں گے یٰلَیْتَنَآ ہائے افسوس ہمارے اوپر اَطَعْنَا اللّٰہَ ہم اطاعت کرتے اللہ تعالیٰ کی وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ۔اور اطاعت کرتے رسول ﷺ کی۔

پردے کے احکامات :

اس سے پہلی آیات میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پردے کا حکم تھا کہ تم ان سے اگر کوئی شے مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔اس سے بظاہر یہ شبہ پیدا ہوتا تھا کہ شاید پردے کا حکم صرف ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ خاص ہے۔تو اللہ تعالیٰ نے یہ شبہ دور فرمایا یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ اے نبی کریم ﷺ! آپ کہہ دیں لِّاَزْوَاجِكَ اپنی بیویوں کو وَبَنٰتِكَ اوراپنی بیٹیوں کو وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ اور مومنوں کی عورتوں کو۔کیا کہیں؟ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ لٹکالیں اپنے اوپر مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ اپنی چادروں کو۔جلباب بڑی چادر کو کہتے ہیں جو پورے جسم کو ڈھانپ لے۔جو عورتیں برقع نہیں پہنتیں وہ بڑی چادر پہن کر جائیں جس سے سر سے لے کر ٹخنوں تک سارا جسم ڈھکا ہوا ہو۔اور یہ حکم سب کے لیے ہے۔آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات کے لیے اور آپ ﷺ کی بیٹیوں کے لیے اور مومنوں کی عورتوں کے لیے بھی۔تو اس سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کی بیٹیاں تھیں صرف ایک بیٹی نہیں تھی۔مگر شیعہ تمام اصولوں کا انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کی صرف ایک بیٹی تھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا۔کیونکہ ان کے خیال کے مطابق آپ ﷺ کی اور بیٹیاں ثابت ہو جائیں تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شرافت اور بزرگی ثابت ہو جائے گی اور اس سے تاریخ بھری پڑی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی دو بیٹیوں کا نکاح یکے بعد دیگرے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا ہے۔حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا۔اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا

نکاح حضرت ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا ہے۔ تو جب دو بیٹیوں کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ثابت ہو جائے گا تو ان کی شرافت اور بزرگی ثابت ہو جائے گی۔ حالانکہ روافض تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایمان کے بھی قائل نہیں ہیں اور نہ کسی اور صحابی کو مومن مانتے ہیں (سوائے دو چار کے۔) تو قرآن پاک میں جمع کا لفظ آیا ہے بنات یہ بِنتٌ کی جمع ہے اور جمع کے کم از کم تین فرد ہوتے ہیں۔ تو قرآن کریم سے ایک سے زائد بیٹیاں ثابت ہوئیں۔ پھر احادیث صحیحہ متواترہ سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کئی بیٹیاں تھیں۔

اصولِ کافی :

پھر بڑی عجیب بات یہ ہے کہ اصول کافی جو ان کی مستند ترین کتاب ہے جیسے ہمارے ہاں قرآن کریم کے بعد بخاری شریف کو سمجھا جاتا ہے رافضیوں کے ہاں اصول کافی کو سمجھا جاتا ہے۔ اس میں مستقل باب ہے باب مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واولادہ ”آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد کی پیدائش“ اس بات کی تصریح ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک پچیس سال تھی۔ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک چالیس سال تھی۔ اور اس سے پہلے وہ دو دفعہ بیوہ ہو چکی تھیں۔ پہلے خاوندوں سے بھی اولاد تھی پھر آگے تفصیل ہے کہ نکاح کے دو سال بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں، پھر ام کلثوم رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں، حضرت طیب رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ نبوت سے ایک سال پہلے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔ ضد اتنی ہے کہ اپنی کتاب ہی کو نہیں مانتے اور یہ بڑے منظم ہو کر چل رہے ہیں اور پاکستان میں بھی سازشیں کر رہے ہیں۔ دیکھو! شمالی علاقہ جات میں ان کی تعداد کافی ہے اب وہاں

شیعہ ریاست قائم کرنا چاہتے ہیں کہ جس کی بھاگ دوڑ ایران کے ہاتھ میں رہے گی۔ پاکستان میں شیعہ ریاست بنانے کی ان کے پاس دلیل یہ ہے کہ وہاں ان کی اکثریت ہے۔ بھئی! اگر تم نے اسی منطق پر چلنا ہے تو زاہدان میں نوے فیصد آبادی سنیوں کی ہے وہاں تم نے نہ گورنر سنی بنایا ہے، نہ ڈی سی سی بنانے کے لیے تیار ہو۔ بلکہ کوئی معتبر اور با اختیار افسر سنی نہیں ہے۔ تہران میں پانچ لاکھ سنیوں کی آبادی ہے مگر سنیوں کی ایک مسجد بھی نہیں ہے۔ گرجے موجود ہیں، ہندوؤں کے مندر ہیں، سکھوں کے گردوارے ہیں۔ پہلے ایک مسجد تھی مسجد فیض، اس کو خامنہ آئی نے بلڈوزر پھروا کر ختم کر دیا ہے۔ پرسوں میرے شاگرد مولوی رحمت اللہ زاہدان سے آئے تھے اسی درس میں شریک تھے۔ انہوں نے جو حالات بیان کیے ہیں تو بہ تو بہ سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ عوام اس شیعہ فتنے سے آگاہ نہیں ہیں یہ خبیث فتنہ ہے۔

تو فرمایا اے پیغمبر! اپنی بیویوں اور بیٹیوں سے اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دیں اپنے اوپر بڑی بڑی چادریں لٹکا لیا کریں ذٰلِكَ اَدْنٰٓى یہ زیادہ قریب ہے اَنْ يُّعْرَفْنَ کہ پہچانی جائیں کہ یہ شریف عورتیں ہیں فَلَا يُؤْذَيْنَ پس ان کو تکلیف نہ دی جائے۔ اس زمانے میں جو شریف عورتیں ہوتی تھیں وہ اس طرح پردے میں آتی جاتی تھیں۔ غنڈے قسم کے لوگ اس زمانے میں بھی تھے اگرچہ تھوڑے تھے اب زیادہ ہیں۔ ہر طرح کے آدمی ہر زمانے میں رہے ہیں۔ تو وہ پہچان لیں گے کہ یہ شریف عورتیں ہیں اس لیے ان کو ایذا نہیں پہنچائیں گے وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا اور ہے اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان۔

منافقین کو دھمکی :

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ البتہ اگر باز نہ آئے منافق لوگ وَالَّذِيْنَ فِيْ

قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اور وہ لوگ جن کے دلوں میں برائی کی بیماری ہے وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ۔ اِرْجَـــاف کا معنٰی ہوتا ہے شوشہ چھوڑنا، بے پر کی اڑانا۔ اور جو لوگ شوشے چھوڑتے ہیں، افواہیں پھیلاتے ہیں مدینہ طیبہ میں اگر یہ لوگ باز نہ آئے لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ہم اے نبی کریم ﷺ! آپ کو ان کے پیچھے لگا دیں گے۔ ہم نام بتلا دیں گے فلاں ہے، فلاں ہے، ان کا علاج کرو ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَا پھر وہ نہیں رہیں گے آپ کے پڑوس میں۔ نہیں ٹھہر سکیں گے مدینہ طیبہ میں اِلَّا قَلِيْلًا مگر تھوڑے سے۔

فرمایا اگر یہ منافق قسم کے لوگ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو ہم آپ کو بتلا دیں گے مگر رب تعالیٰ کی حکمت تھی آخر تک بعض منافقوں کے نام نہیں بتلائے۔ آخری سورت سورہ توبہ ہے اور بڑی سورتوں میں سے ہے۔ دسویں پارے سے شروع ہوتی ہے اور گیارھویں پارے میں جا کر ختم ہوتی ہے۔ اس میں رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ [آیت:۱۰۱] ''اے نبی کریم ﷺ! مدینہ طیبہ میں کچھ بڑے پکے منافق ہیں، سکہ بند منافق، آپ ان کو نہیں جانتے ہم ان کو جانتے ہیں۔'' تو فرمایا کہ اگر یہ باز نہ آئے تو ہم آپ کو ان کے پیچھے لگا دیں پھر یہ مدینہ طیبہ میں نہ ٹھہر سکیں گے مگر تھوڑے مَلْعُوْنِيْنَ لعنت کیے ہوئے ہیں۔ ان پر رب تعالیٰ کی لعنت ہے اَيْنَمَا ثُقِفُوْا جہاں کہیں بھی پائے جائیں۔ جہاں بھی یہ ملیں اُخِذُوْا پکڑے جائیں گے وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا اور قتل کر دیئے جائیں گے ٹکڑے ٹکڑے کر کے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے دھمکی دی ہے کہ اگر یہ باز نہ آئے تو ہم آپ کو پیچھے لگا دیں گے اور ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں گے سُنَّةَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کا طریقہ ہے فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ان لوگوں میں جو پہلے گزر چکے ہیں۔

پہلے بھی جو شرارتی تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو قانون کے مطابق ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔
آج بھی اگر شرعی قانون کے مطابق دو چار سزائیں ہو جائیں تو کسی کو جرم کرنے کی جرأت نہ ہو۔ مگر سب سے بڑی مصیبت تو یہ ہے کہ ان غنڈوں کے پیچھے انتظامیہ کا ہاتھ ہوتا ہے، قومی اور صوبائی اسمبلی کے ممبروں کا ہاتھ ہوتا ہے، وڈیروں کا ہاتھ ہوتا ہے لہٰذا ان کو جرم کرتے وقت کوئی خوف نہیں ہوتا۔ اگر ان کی پشت پناہی نہ ہو تو یہ شرارتیں نہ کریں۔

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا اور آپ اللہ تعالیٰ کے دستور میں کوئی تبدیلی نہ پائیں گے يَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ سوال کرتے ہیں لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں کہ وہ کب ہوگی۔ اس سے پہلے رکوع کے آخر میں ہے کہ بے شک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کو اور اس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ''اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت بھیجی ہے دنیا میں اور آخرت میں۔'' تو جب آخرت کا نام آیا تو منکرین قیامت نے پوچھا کہ وہ قیامت کب آئے گی؟ قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّمَا پختہ بات ہے عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے یہ صرف رب تعالیٰ ہی جانتا ہے قیامت کب آنی ہے اور کسی کو معلوم نہیں ہے۔ اتنا تو اجمالی طور پر سب جانتے ہیں کہ قیامت آئے گی مگر کس سن میں آئے گی اور کون سی تاریخ ہوگی اور وقت کیا ہوگا؟ یہ رب تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔ ہم سب جانتے ہیں کہ ہم نے مرنا ہے۔ لیکن کس گھڑی مرنا ہے یہ کسی کو معلوم نہیں ہے۔ اگر کسی کو معلوم ہو جائے کہ میں نے دس سال بعد فلاں تاریخ کو مرنا ہے تو ابھی سے سوکھنا شروع ہو جائے۔ یہ رب تعالیٰ کی حکمتیں ہیں کہ اس نے کسی کو نہیں بتلایا۔ فرمایا آپ کہہ دیں قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا اور اے نبی کریم ﷺ! آپ کو کس نے بتلایا ہے آپ صرف اتنا سمجھ لیں شاید کہ

قریب ہی ہو۔ وقت رب تعالیٰ نے کسی کو نہیں بتلایا اِنَّ اللّٰہَ لَعَنَ الْکٰفِرِیْنَ بے شک اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے کافروں پر وَاَعَدَّ لَھُمْ سَعِیْرًا اور تیار کی ہے ان کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ۔ سعیر اس آگ کو کہتے ہیں جس میں شعلے ہوں خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا رہیں گے اس دوزخ کی آگ میں ہمیشہ۔ کافروں کو دوزخ سے نکلنا کبھی نصیب نہیں ہوگا لَا یَجِدُوْنَ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا وہ نہیں پائیں گے کوئی حمایتی۔ کوئی ان کی زبانی حمایت بھی نہیں کرے گا اور نہ کوئی مددگار ہوگا۔ عملی طور پر بھی ان کی کوئی مدد نہیں کرے گا کہ دوزخ سے نکال لے یَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْھُھُمْ فِی النَّارِ اس دن ان کے چہرے الٹ پلٹ کر کے آگ میں پھینکے جائیں گے۔ کافر جب اللہ تعالیٰ کی عدالت میں آئیں گے تو ان کے سر نیچے ہوں گے اور ٹانگیں اوپر ہوں گی، سر کے بل چل کے آئیں گے۔ یہ علامت ہوگی کہ دنیا میں ان کی کھوپڑی الٹی تھی یہ رب تعالیٰ کی تعلیم کو چھوڑ کر دوسری طرف جاتے تھے۔ یہاں کسی نے سوال کیا کہ حضرت سر کے بل بندہ کیسے چلے گا؟ تو فرمایا جو رب ٹانگوں پر چلا سکتا ہے وہ سر کے بل بھی چلا سکتا ہے۔ پھر جب فرشتے ان کو دوزخ میں پھینکیں گے تو سر نیچے اور ٹانگیں اوپر ہوں گی اس وقت کافر کیا کہیں گے؟ یہ لفظ بھی یاد رکھنا! یَقُوْلُوْنَ وہ کہیں گے یٰلَیْتَنَآ افسوس ہمارے اوپر اَطَعْنَا اللّٰہَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ہم نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ہوتی اور ہم نے اللہ تعالیٰ کے رسول کی اطاعت کی ہوتی۔ مگر اس وقت افسوس کا کیا فائدہ؟ آج اطاعت کا وقت ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، قرآن سمجھو، حدیث سمجھو، فقہ اسلامی سمجھو، اخلاق بناؤ، قبر اور آخرت کی فکر کرو۔

❁❁❁

وَقَالُوْا

رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ﴿٦٧﴾ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ﴿٦٨﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ؕ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ﴿٦٩﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ﴿٧٠﴾ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿٧١﴾ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ﴿٧٢﴾ لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٧٣﴾ ع

وَقَالُوْا اور وہ کہیں گے رَبَّنَآ اے ہمارے رب اِنَّآ اَطَعْنَا بے شک ہم نے اطاعت کی سَادَتَنَا اپنے سرداروں کی وَكُبَرَآءَنَا اور اپنے بڑوں کی فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا پس انہوں نے بہکایا ہمیں راستے سے رَبَّنَآ اے ہمارے رب اٰتِهِمْ دے ان کو ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ دگنا عذاب وَالْعَنْهُمْ اور ان پر لعنت کر لَعْنًا كَبِيْرًا بہت بڑی لعنت يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان

لائے ہو لَا تَكُونُوا نہ ہوتم كَالَّذِيْنَ ان لوگوں کی طرح اٰذَوْا مُوْسٰى جنہوں نے اذیت پہنچائی موسیٰ علیہ السلام کو فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو بری کر دیا مِمَّا قَالُوْا اس چیز سے جو انہوں نے کہی تھی وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا اور موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی عزت والے تھے يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اتَّقُوا اللّٰهَ ڈرو اللہ تعالیٰ سے وَقُوْلُوْا اور کہو تم قَوْلًا سَدِيْدًا بات درست يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وہ درست کر دے گا تمہارے اعمال وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ اور بخش دے گا تمہارے گناہ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اور جو شخص اطاعت کرے گا اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول علیہ السلام کی فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا پس تحقیق وہ کامیاب ہو گیا کامیابی بڑی اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ بے شک ہم نے پیش کی امانت عَلَى السَّمٰوٰتِ آسمانوں پر وَالْاَرْضِ اور زمین پر وَ الْجِبَالِ اور پہاڑوں پر فَاَبَيْنَ پس ان سب نے انکار کر دیا اَنْ يَّحْمِلْنَهَا کہ اٹھائیں اس کو وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا اور سب ڈر گئے اس امانت سے وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اور اٹھا لیا اس امانت کو انسان نے اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا بے شک وہ ظالم جاہل ہے لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ تاکہ اللہ تعالیٰ سزا دے منافق مردوں کو وَالْمُنٰفِقٰتِ اور منافق عورتوں کو وَالْمُشْرِكِيْنَ اور شرک کرنے والے مردوں کو وَالْمُشْرِكٰتِ اور شرک کرنے والی عورتوں کو وَيَتُوْبَ اللّٰهُ اور تاکہ رجوع فرمائے اللہ تعالیٰ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ مومن مردوں پر وَالْمُؤْمِنٰتِ اور

مومن عورتوں پر وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ غَفُوْرًا بخشنے والا رَّحِيْمًا مہربان۔

ماقبل سے ربط :

گزشتہ سبق میں تم نے پڑھا يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ "جب پلٹے جائیں گے ان کے چہرے جہنم کی آگ میں يَقُوْلُوْنَ اس وقت کہیں گے يٰلَيْتَنَا ہائے افسوس ہمارے اوپر اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَ ہم نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ہوتی اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی اطاعت کی ہوتی۔" اور سورہ فرقان آیت نمبر ۲۷ میں ہے وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ "اور جس دن کاٹیں گے ظالم اپنے ہاتھوں کو يَقُوْلُ کہے گا يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا کاش میں نے پکڑ لیا ہوتا رسول کے ساتھ راستہ۔" اور یہ بھی کہیں گے وَقَالُوْا اور کہیں گے رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا ۔ سَادَةٌ سَيِّدٌ کی جمع ہے۔ عربی لغت میں سیّد بڑے آدمی کو کہتے ہیں اور ہماری اصطلاح میں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہو یا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے ہو۔ لغت میں سید کے معنٰی ہیں بڑا آدمی، سردار۔ تو معنٰی ہوگا بے شک ہم نے اطاعت کی اپنے سرداروں کی۔ اور یہاں سرداری سے مراد مذہبی سرداری ہے، مذہبی پیشوا۔ ہم نے اپنے مذہبی پیشواؤں کی اطاعت کی وَكُبَرَآءَنَا۔ اور كُبَرَاء كبير کی جمع ہے۔ سیاسی طور پر بڑے۔ ہم نے اپنے مذہبی سرداروں کی اور سیاسی سرداروں کی اطاعت کی فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا پس انہوں نے بہکایا ہمیں سیدھے راستے سے رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ اے ہمارے رب دے ان کو دگنا عذاب۔ ہمارا عذاب بھی ان پر ڈال وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا اور ان پر لعنت کر بہت بڑی لعنت۔ اس مقام پر تو جواب نہیں ہے سورۃ الانعام آیت نمبر ۱۳۰ میں ہے اللہ

تعالیٰ فرمائیں گے اَلَمْ یَاْتِکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِیْ وَ یُنْذِرُوْنَکُمْ لِقَآءَ یَوْمِکُمْ ھٰذَا ''کیا نہیں آئے تھے تمہارے پاس رسول تم میں سے جو بیان کرتے تھے تم پر میری آیتیں اور ڈراتے تھے تم کو اس دن کی ملاقات سے۔'' یہ شوشے جو تم چھوڑ رہے ہو کہ ہمارے مذہبی اور سیاسی راہنماؤں نے ہمیں گمراہ کیا۔ کیا میں نے تمہیں عقل سمجھ نہیں دی تھی؟ میرے پیغمبر تمہیں میری آیتیں پڑھ کر نہیں سناتے تھے؟ کیا تمہارے پاس میرا یہ ضابطہ نہیں پہنچا تھا اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی [سورہ نجم: ۳۸] ''کہ نہیں اٹھائے گا بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ۔'' تم نے اپنا بوجھ اٹھانا ہے انہوں نے اپنا بوجھ اٹھانا ہے۔

سورہ ابراہیم آیت نمبر ۲۱ میں ہے کمزور لوگ بڑوں کو کہیں گے اِنَّا کُنَّا لَکُمْ تَبَعًا ''بے شک ہم تمہارے تابع تھے۔'' (تم ہمیں بڑے سبز باغ دکھاتے تھے۔) پس کیا تم بچانے والے ہو اللہ تعالیٰ کے عذاب میں سے کچھ۔ پھر یہ ابلیس کو لعن طعن کریں گے کہ اس نے ہمیں گمراہ کر کے ذلیل کیا۔ ابلیس کہے گا فَلَا تَلُوْمُوْنِیْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَکُمْ ''پس نہ ملامت کرو مجھ کو اور ملامت کرو اپنی جانوں کو۔'' میرا تمہارے اوپر کوئی زور تو نہیں تھا اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُکُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِیْ ''مگر یہ کہ میں نے تم کو دعوت دی تم نے میری بات قبول کر لی۔'' تم میری بات نہ مانتے، کیوں مانی تھی؟ بلکہ آیت نمبر ۲۲ میں ہے اِنِّیْ کَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَکْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ''بے شک میں نے کفر کیا اس وجہ سے کہ تم نے مجھے شریک بنایا اس سے پہلے۔'' میرے کافر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ تم نے مجھے رب تعالیٰ کا شریک بنایا اور میں نے سمجھا کہ مابدولت بھی کچھ ہوتے ہیں۔ تو میرے کفر کے ذمہ دار بھی تم ہو۔ یاد رکھنا! وہاں کوئی کسی کو نہیں چھڑائے گا، نہ مذہبی پیشوا، نہ سیاسی راہنما۔

ایک واقعہ :

کچھ عرصہ پہلے کی بات ہے کھوکھر کی میں ایک مسجد کی بنیاد رکھنی تھی ساتھیوں نے مجھے بھی دعوت دی کہ سنگ بنیاد آپ نے رکھنا ہے۔انہوں نے محلے کے لوگوں کو بھی دعوت دی۔ان میں ایک وکیل صاحب تھے محلے والوں نے ان کو موقع دیا کہ بڑا آدمی ہے یہ بھی کچھ کہے۔اس کی تقریر کا خلاصہ یہ تھا کہ اسلام کے نافذ نہ ہونے میں رکاوٹ صرف مولوی ہیں۔انہوں نے آپس میں اختلافات ڈالے ہوئے ہیں، فرقہ بازی کی ہوئی ہے ہم کون سا اسلام نافذ کریں؟ کس کے بارے میں کہیں۔اس کا دوسرا پوائنٹ یہ تھا کہ ایک مولوی کہتا ہے اس طرح کرو دوسرا کہتا ہے اس طرح کرو تیسرا کہتا ہے اس طرح کرو، ہم کس کی بات مانیں؟

چونکہ اس پروگرام کا صدر بھی میں تھا میں نے اٹھ کر کہا کہ وکیل صاحب نے اپنے انداز میں جو کچھ بیان کیا ہے اس کے مرکزی نکتے دو ہیں۔ایک یہ کہ پاکستان میں اسلام کے نافذ نہ ہونے میں رکاوٹ مولوی ہیں، ذمہ دار مولوی ہیں کہ فرقہ واریت ہے۔ دیوبندیوں کا نافذ کریں، بریلویوں کا نافذ کریں، غیر مقلدوں کا نافذ کریں، شیعوں کا نافذ کریں، منکرین حدیث کا نافذ کریں، کون سا دین صحیح ہے؟ میں نے کہا اس وقت دنیا میں تقریباً پچاس ملک ہیں جن کے سربراہ مسلمان کہلاتے ہیں۔ان میں سے بیش تر ملک ایسے ہیں کہ ان میں امام خطیب کچھ نہیں کہہ سکتا۔بس اوپر سے جو لکھا ہوا آتا ہے وہ پڑھ کر سنا دیتا ہے جیسے سعودیہ، ترکی، اردن، شام، مصر اور اس طرح کے دوسرے ممالک ہیں کہ مولوی ایک لفظ بھی اپنی طرف سے نہیں کہہ سکتا۔ان ملکوں میں کوئی فرقہ واریت نہیں ہے۔ان میں اسلام کیوں نافذ نہیں ہوتا جہاں صرف حکمران طبقے کی بات سنائی جاتی ہے۔لہذا

رکاوٹ حکمران طبقے کی طرف سے ہے جہاں مرضی چلے جاؤ۔ اور رہی تمہاری دوسری بات کہ ہم کس مولوی کی سنیں اور کس کی نہ سنیں۔ تو تم کسی کی نہ سنو خود تمہارے اوپر فرض ہے کہ قرآن کریم کا ترجمہ پڑھو۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کریم کا سرسری ترجمہ بھی پڑھ لے وہ کبھی گمراہی کے قریب نہیں جا سکتا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس کو سب کچھ سمجھ آ جائے گا۔ اور یہ میرا تجربہ ہے۔ مجھے ساٹھ سال ہو گئے ہیں یہاں جس نے ترجمہ پڑھ لیا وہ کفر و شرک سے بچ گیا۔ خود پڑھتے نہیں سارا جھگڑا مولوی کے سر ڈالتے ہو۔ بے شک علمائے سوء بھی ہیں جنہوں نے دین میں بگاڑ پیدا کیا ہوا ہے۔

دین کو بگاڑنے والی قوتیں :

چنانچہ عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ الاستاذ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں چوٹی کے محدث اور مفسر ہیں، فقیہ ہیں حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ۔ صحاح ستہ میں ان کی بے شمار روایات ہیں۔ وہ فرماتے ہیں دین کو بگاڑنے والی تین قوتیں ہیں۔

❶ ...... بادشاہ ❷ ...... جھوٹے پیر اور ❸ ...... علماء سوء

بادشاہوں نے، علمائے سوء نے اور بدکردار پیروں نے دین بگاڑا ہے۔ سچ فرمایا حضرت نے بادشاہ سرفہرست ہیں۔ یاد رکھنا! قیامت والے دن تمہارا یہ جواب ناکافی ہوگا کہ ہمیں مولویوں نے اس طرح بتلایا تھا۔ وہاں تمہیں یہ جواب دینا پڑے گا کہ تم نے قرآن کیوں نہیں پڑھا تھا؟ اور جو مذہبی پیشوا گم راہ ہیں اور سیاسی پہلوان گم راہ ہیں ان کے متعلق تم ابھی سن چکے ہو کہ ان کے متعلق کہیں گے اے ہمارے رب! بے شک ہم نے اپنے مذہبی پیشواؤں کی اطاعت کی اور سیاسی لیڈروں کی اطاعت کی۔ انہوں نے ہمیں راستے سے

بہکایا اے ہمارے رب! ان کو دگنا عذاب دے اور ان پر لعنت بھیج بڑی۔ اب لعنت بھیجنے کا کیا فائدہ؟ اب وقت ہے قرآن کریم کو خود سمجھو۔ اس کو سمجھنے والا گمراہ نہیں ہو سکتا۔ گمراہی کے قریب بھی نہیں بھٹکے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے لوگو جو ایمان لائے ہو لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ نہ ہو تم ان لوگوں کی طرح اٰذَوْا مُوْسٰى جنہوں نے اذیت پہنچائی موسیٰ علیہ السلام کو، ستایا موسیٰ علیہ السلام کو ان پر طرح طرح کے عیب لگائے فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا پس اللہ تعالیٰ نے ان کو بری کر دیا اس چیز سے جو انہوں نے کہی تھی وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِیْهًا اور موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی وجاہت اور عزت والے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے عظیم نبی تھے، صاحب کتاب رسول تھے، کلیم اللہ تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو خلافت بخشی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حیاداری :

بخاری شریف اور مسلم شریف میں روایت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام بڑے حیادار آدمی تھے۔ جب غسل فرماتے تھے تو سخت پردے کی حالت میں تاکہ کسی شخص کی نظر ننگے جسم پر نہ پڑے۔ اس سے مخالفین نے یہ پروپیگنڈہ کیا کہ آپ کو ادرہ کی بیماری ہے جس سے جسم کے فوطے پھول جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو اس اتہام سے بری کرنے کے لیے یہ سبب پیدا فرمایا کہ ایک دفعہ آپ نے تنہائی میں غسل کرنے کے لیے کپڑے اتار کر پتھر پر رکھ دیئے۔ اتنے میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا تو پتھر آپ کے کپڑے لے کر بھاگ گیا۔ آپ اس کے پیچھے پیچھے دوڑے بس یہ کہتے جاتے تھے ثوبی حجر اُو پتھر! میرے کپڑے دے۔ یہاں تک کہ وہ ایسے مقام پر پہنچا کہ جہاں بنی اسرائیل کی ایک جماعت بیٹھی تھی اور انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو ننگا دیکھا تو سمجھ گئے کہ آپ کا جسم بالکل بے داغ ہے۔ تو اس طرح

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو اس اتہام سے چھٹکارا دلایا۔

اسی طرح جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے صاحبِ حیثیت لوگوں کو زکوٰۃ ادا کرنے کے لیے کہا تو وہ بگڑ گئے۔ ان میں قارون سب سے پیش پیش تھا کہ اس کے پاس بے شمار دولت تھی اور اس کی زکوٰۃ کی مقدار بھی اچھی خاصی تھی۔ اس نے موسیٰ علیہ السلام کو بدنام کرنے کا ایک منصوبہ بنایا۔ اس نے ایک فاحشہ عورت کو لالچ دے کر تیار کیا۔ چنانچہ ایک موقع پر موسیٰ علیہ السلام مجمع کے سامنے بدکاری کی مذمت بیان کر رہے تھے تو اس فاحشہ عورت نے سرعام حضرت موسیٰ علیہ السلام پر الزام لگایا کہ انہوں نے میرے ساتھ بدکاری کی ہے۔ لہٰذا ان کو بدکاری کی سزا ملنی چاہیے۔ اس الزام سے موسیٰ علیہ السلام کو سخت ذہنی اذیت پہنچی۔ موسیٰ علیہ السلام نے خطبہ پڑھا اور اس عورت کو خطاب کیا کہ تو اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر اور گواہ کر کے سچ سچ بیان کر۔ پس وہ عورت رونے لگی اور اس نے قارون کی ساری سازش بیان کر دی کہ اس نے مال کے لالچ سے مجھ سے یہ سب کچھ کرایا ہے۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قارون کے حق میں بددعا کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس سے سخت انتقام لیا کہ اس کو مال اور محل سمیت زمین میں غرق کر دیا جیسا کہ سورہ قصص میں بیان ہوا ہے۔ تو یہاں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تنبیہ فرمائی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح تم بھی اپنے نبی کی شان میں کوئی گستاخی نہ کر بیٹھنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف پہنچے۔

قوانین خداوندی :

آگے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے لیے ایک قانون بیان فرمایا ہے۔ فرمایا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرو وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا اور ہمیشہ سیدھی بات کہو۔ مفسر قرآن حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قولِ سدید سے مراد

کلمہ لا الٰہ الا اللّٰہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید کو بیان کرو۔ بعض دوسرے مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ قولِ سدید ہر سچی بات کا نام ہے۔ ہر بات واقع کے مطابق ہونی چاہیے۔ جب تم سچی بات کرو گے تو یُصۡلِحۡ لَکُمۡ اَعۡمَالَکُمۡ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی اصلاح کردے گا وَیَغۡفِرۡ لَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ اور تمہارے گناہ معاف فرمادے گا۔ جب انسان خود اپنے اعمال اور زبان کو درست رکھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی چھوٹی موٹی کوتاہیوں کو معاف کردے گا۔ فرمایا وَمَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ فَقَدۡ فَازَ فَوۡزًا عَظِیۡمًا اور جو شخص اطاعت کرے گا اللہ تعالیٰ کی اس کے احکام کی تعمیل کرے گا اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا پس تحقیق وہ کامیاب ہوگیا کامیابی بڑی۔ جو ہمیشہ کے لیے کامیابی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جائے گا۔

امانت الٰہیہ :

آگے اللہ تعالیٰ نے ایک بارِ امانت کا ذکر کیا ہے جو انسان نے اپنے کندھوں پر اٹھا رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَۃَ بے شک ہم نے پیش کی امانت عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ آسمانوں اور زمینوں پر وَالۡجِبَالِ اور پہاڑوں پر فَاَبَیۡنَ اَنۡ یَّحۡمِلۡنَہَا پس انہوں نے انکار کر دیا کہ اس کو اٹھائیں۔ اس کے اٹھانے سے انکار کر دیا وَاَشۡفَقۡنَ مِنۡہَا اور اس سے ڈر گئے وَحَمَلَہَا الۡاِنۡسَانُ اور انسان نے اس امانت کو اٹھالیا اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوۡمًا جَہُوۡلًا بے شک وہ بڑا ظالم اور جاہل ہے۔ وہ امانت کیا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین پر پیش کیا، پہاڑوں پر پیش کیا مگر انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس امانت کے اٹھانے سے ڈر گئے۔ تو اس امانت سے مراد عقائد، احکام، عبادات کی امانت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں سے

کہا کہ میں تمہیں ادراک اور علم وشعور دے دیتا ہوں پھر یہ امانت، عقائد اور عبادات اور احکامِ شرع کی پابندی تمہارے حوالے کرتا ہوں۔ تو انہوں نے انکار کر دیا کہ ان میں اس امانت کے اٹھانے کی صلاحیت نہیں تھی اور انسان نے اٹھالیا کہ اس میں استعداد وصلاحیت تھی اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا بے شک وہ بڑا ظالم اور جاہل ہے۔ ہمارے نزدیک ان الفاظ کی تشریح جو شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''حجۃ اللہ البالغۃ'' میں کی ہے وہ بہت آسان ہے۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ظلوم وجہول کے الفاظ انسان کی مذمت کے لیے نہیں آئے بلکہ ان کو امانت کے اٹھانے کی علت کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ ظالم اسے کہتے ہیں کہ جس میں عدل وانصاف کی صلاحیت موجود ہو مگر وہ انصاف نہ کرے۔ اور جاہل اسے کہتے ہیں کہ اس میں علم حاصل کرنے کی استعداد موجود ہو مگر وہ علم حاصل نہ کرے۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ انسان میں چونکہ عدل کرنے کی استعداد تھی، علم حاصل کرنے کی استعداد تھی اس لیے اس نے اس امانت کو اٹھالیا اور آسمانوں اور پہاڑوں میں اور زمینوں میں یہ صلاحیت اور استعداد نہیں تھی اس لیے انہوں نے انکار کر دیا کہ اٹھانے کی استعداد ہی نہیں ہے۔

اگلی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس امانت کے اٹھوانے کی غایت یہ ہے کہ لِيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ تاکہ سزا دے اللہ تعالیٰ منافق مردوں کو اور منافق عورتوں کو جن کے دلوں میں بیماری ہے اور وہ اس امانت کی حفاظت نہیں کر سکے وہ بلاشبہ سزا کے مستحق ہیں۔ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو سزا دے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی صفات اور عبادات میں دوسروں کو شریک کیا ہے اور ان کے دلوں میں جو امانت کی صلاحیت تھی اس کا حق ادا نہیں کیا وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى

الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ اور اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی کے ساتھ رجوع فرمائے گا مومن مردوں اور مومن عورتوں پر۔ جب کوئی بندہ اپنے گناہوں پر نادم ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی مہربانی کے ساتھ اس کی طرف رجوع کرتا ہے وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا اور ہے اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان۔ اللہ تعالیٰ بڑا غفور و رحیم ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سورۃ سبا

(مکمل)

جلد............١٦

اٰیاتھا ۵۴ ۳۴ سُوْرَۃُ سَبَاٍ مَّکِّیَّۃٌ ۵۸ رکوعاتھا ۶

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَلَہُ الْحَمْدُ فِی الْاٰخِرَۃِ ط وَھُوَ الْحَکِیْمُ الْخَبِیْرُ ﴿۱﴾ یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْھَا وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْھَا ط وَھُوَ الرَّحِیْمُ الْغَفُوْرُ ﴿۲﴾ وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَا تَاْتِیْنَا السَّاعَۃُ ط قُلْ بَلٰی وَرَبِّیْ لَتَاْتِیَنَّکُمْ لا عٰلِمِ الْغَیْبِ ج لَا یَعْزُبُ عَنْہُ مِثْقَالُ ذَرَّۃٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِکَ وَلَآ اَکْبَرُ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ﴿۳﴾ لا لِّیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ط اُولٰٓئِکَ لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ ﴿۴﴾ وَالَّذِیْنَ سَعَوْ فِیْٓ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیْنَ اُولٰٓئِکَ لَھُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِیْمٌ ﴿۵﴾ وَیَرَی الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ھُوَ الْحَقَّ لا وَیَھْدِیْٓ اِلٰی صِرَاطِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ ﴿۶﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اَلَّذِیْ وہ ذات ہے لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ اسی کے لیے ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں وَمَا فِی الْاَرْضِ اور جو کچھ ہے زمین میں وَلَہُ الْحَمْدُ اور اسی کے لیے ہے تعریف فِی الْاٰخِرَۃِ

آخرت میں وَهُوَ الْحَكِيْمُ اور وہی حکمت والا ہے الْخَبِيْرُ خبردار يَعْلَمُ
وہ جانتا ہے مَا اس کو يَلِجُ فِي الْاَرْضِ جو داخل ہوتی ہے زمین میں وَمَا اور
اس چیز کو يَخْرُجُ مِنْهَا جو نکلتی ہے اس زمین سے وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ اور اس
چیز کو جو اترتی ہے آسمان سے وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا اور اس چیز کو جو چڑھتی ہے آسمان
میں وَهُوَ الرَّحِيْمُ اور وہ مہربان ہے الْغَفُوْرُ بخشنے والا ہے وَقَالَ الَّذِيْنَ
اور کہا ان لوگوں نے كَفَرُوْا جو کافر ہیں لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ نہیں آئے گی
ہمارے پاس قیامت قُلْ آپ کہہ دیں بَلٰى کیوں نہیں وَرَبِّيْ قسم ہے
میرے رب کی لَتَاْتِيَنَّكُمْ البتہ ضرور آئے گی تم پر قیامت عٰلِمِ الْغَيْبِ وہ
جاننے والا ہے غائب کا لَا يَعْزُبُ عَنْهُ نہیں ہے غائب اس سے مِثْقَالُ
ذَرَّةٍ ایک ذرہ برابر فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں وَلَا فِي الْاَرْضِ اور نہ زمین
میں وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ اور نہ اس سے کوئی چھوٹی چیز وَلَآ اَكْبَرُ اور نہ کوئی
بڑی چیز اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ مگر وہ ایک کھلی کتاب میں درج ہے لِّيَجْزِيَ
الَّذِيْنَ تاکہ بدلہ دے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو اٰمَنُوْا جو ایمان لائے وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے عمل کیے ہیں اچھے اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ یہی لوگ ہیں
جن کے لیے بخشش ہے وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ اور رزق ہوگا عمدہ وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ
سَعَوْ فِيْٓ اٰيٰتِنَا جنہوں نے کوشش کی ہماری آیتوں میں مُعٰجِزِيْنَ عاجز کرنے
کے لیے اُولٰٓئِكَ لَهُمْ یہی لوگ ہیں جن کے لیے ہے عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ

عذاب بڑا دردناک وَيَرَى الَّذِيْنَ اور دیکھتے ہیں وہ لوگ اُوْتُوا الْعِلْمَ جن کو دیا گیا علم الَّذِیْٓ وہ چیز اُنْزِلَ اِلَیْكَ جو اتاری گئی آپ کی طرف مِنْ رَّبِّكَ آپ کے رب کی طرف سے هُوَ الْحَقَّ وہ حق ہے وَيَهْدِیْٓ اور راہنمائی کرتی ہے اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ اس ذات کے راستے کی طرف جو زبردست ہے قابل تعریف ہے۔

تعارفِ سورت :

اس سورت کا نام سبا اس لیے ہے کہ اس میں سبا کے علاقہ کے واقعات ہیں۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ ستاون (۵۷) سورتیں اس سے پہلے نازل ہو چکی تھیں اس کا اٹھاون (۵۸) نمبر ہے۔ اس کے چھ رکوع اور ترپن (۵۳) آیتیں ہیں۔

تفسیر آیات :

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ اسی اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے وَمَا فِی الْاَرْضِ اور جو کچھ زمین میں ہے وہ بھی اسی کا ہے۔ پیدا بھی اس نے کیا ہے، تصرف بھی اسی کا چلتا ہے اور تدبیر بھی وہی کرتا ہے۔ نہ آسمانوں میں کسی اور کا تصرف چلتا ہے نہ زمین میں کسی اور کا تصرف چلتا ہے۔ ملک بھی اسی کا، تصرف بھی اسی کا وَلَهُ الْحَمْدُ فِی الْاٰخِرَةِ اور اسی کے لیے تعریف ہے آخرت میں۔ آج دنیا میں لوگ لوگوں کی تعریف کے پل باندھتے ہیں وہاں صرف رب تعالیٰ کی تعریف ہوگی۔ جھوٹے مداحوں، جھوٹی تعریفیں کرنے والوں کے منہ بند ہوں گے اور جنہوں نے تعریفیں سن کر انعام دیے ان کے بھی سر نیچے ہوں گے۔ اللہ

تعالیٰ فرمائیں گے لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ (مومن:١٦) ''کس کے لیے ہے بادشاہی آج کے دن۔'' بتلاؤ آج ملک کس کا ہے، بادشاہت کس کی ہے، اقتدار کس کا ہے؟ حدیث پاک میں ہے قریب کے بھی آواز سنیں گے دور کے بھی آواز سنیں گے۔ اتنی مخلوق ہونے کے باوجود وہ منظر بیک وقت سارا نظر آئے گا آواز سب کو پہنچ جائے گی۔ سارے جواب دیں گے لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ''اللہ تعالیٰ کا ہے جو اکیلا ہے اور سب پر غالب ہے۔''

حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر کوئی منہ پر کسی کی تعریف کرتا ہے تو ایسے شخص کے منہ میں مٹی ڈالو۔ لیکن حال یہ ہے کہ آج ہم تعریفیں سن کر خوش ہوتے ہیں۔ تو فرمایا آخرت میں تعریف اسی کی ہوگی وَهُوَ الْحَكِيمُ اور وہ حکمت والا ہے الْخَبِيرُ خبر رکھنے والا ہے يَعْلَمُ جانتا ہے مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ اس چیز کو جو داخل ہوتی ہے زمین میں۔ بارش ہوتی ہے زمین اس کو جذب کر لیتی ہے، اناج بوتے ہیں اس کے دانے زمین میں داخل ہوتے ہیں گٹھلی زمین میں داخل ہوتی ہے، کیڑے مکوڑے زمین میں داخل ہوتے ہیں، ہم تم سارے مر کر زمین میں ہی جائیں گے، ہم سے پہلے لوگ بھی وہیں گئے ہیں ہم نے بھی وہیں جانا ہے۔

سورت طٰہٰ آیت نمبر ۵۵ میں ہے مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرٰى ''اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں تمہیں لوٹائیں گے اور اسی سے ہم تمہیں دوبارہ نکالیں گے۔'' اور جو کچھ بھی زمین میں داخل ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا اور جو کچھ زمین سے نکلتا ہے۔ پانی نکلتا ہے، اناج نکلتا ہے، درخت اور پودے نکلتے ہیں، کیڑے مکوڑے نکلتے ہیں۔ زمین میں بڑی بڑی قیمتی چیزیں ہیں۔ آج سے پچاس سال پہلے سوئی گیس کا نام ونشان نہیں تھا۔ اگر اس

وقت کوئی بڑا سمجھ دار آدمی بھی کہتا کہ بھئی! ایک ایسا ایندھن آئے گا کہ وہ تمہیں سر پر نہیں اٹھانا پڑے گا اور نہ ہی اس کی راکھ اٹھا کر تمہیں باہر پھینکنی پڑے گی۔ تم اس پر سالن پکاؤ گے، روٹیاں پکاؤ گے تو ہم اس کو پاگل خانے میں داخل کر دیتے کہ یہ کیا کہہ رہا ہے کہ ایسا ایندھن ہوگا اور ہوگا بھی گھروں میں۔ اسی طرح سونا ہے، چاندی ہے، تانبا ہے اللہ جانے کیا کیا چیزیں زمین سے نکلتی ہیں۔

وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا سورہ زلزال کی ایک تفسیر یہ ہے کہ زمین میں جتنے خزانے ہیں سب نکال دے گی۔ اور مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ دریائے فرات اپنا راستہ چھوڑ دے گا اس کے نیچے سونے کے پہاڑ ہوں گے لوگ وہاں لینے کے لیے جائیں گے سو (۱۰۰) میں سے ایک بچے گا مگر پھر بھی جائیں گے۔ اس خیال سے کہ بچنے والا میں ہوں گا فرمایا تم قریب نہ جانا۔ تو سب چیزیں زمین اگل دے گی اور رب ہر چیز کو جانتا ہے وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ اور جو کچھ نازل ہوتا ہے آسمان کی طرف سے۔ بارش اترتی ہے، وحی اترتی رہی، فرشتے اترتے ہیں، رب تعالیٰ کی رحمت اترتی ہے وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا اور اس کو بھی جانتا ہے جو اوپر چڑھتی ہے آسمان میں۔ نیک اعمال اوپر جاتے ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب کوئی مومن فوت ہو جاتا ہے تو جن جگہوں میں وہ عبادت کرتا تھا وہ جگہیں روتی ہیں اور آسمان کے دروازے بھی اس کے مرنے پر روتے ہیں۔ ایک وہ دروازہ جس سے اس کی نیکیاں اوپر جاتی تھیں نیکیاں بند ہو جانے پر وہ دروازہ روتا ہے اور ایک وہ دروازہ جس سے اللہ تعالیٰ کی رحمت اس پر اترتی تھی۔

پچیسویں پارے میں ہے فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ (دخان: ۲۹) ''نہ آسمان رویا ان پر اور نہ زمین روئی۔'' نیک لوگوں کی روحیں اوپر پہنچائی جاتی ہیں۔

ساتویں آسمان پر ایک مقام ہے علیین ۔ نیک لوگوں کی روحوں کو وہاں پہنچایا جاتا ہے ۔ اور ساتویں زمین کے نیچے ہے مقام سجین ۔ بُرے لوگوں کی روحیں وہاں پہنچائی جاتی ہیں ۔ اس کے باوجود روحوں کا قبر میں پڑے میت کے ساتھ بھی تعلق ہوتا ہے جس سے اس کو ایک قسم کی زندگی حاصل ہوتی ہے ۔ منکر نکیر علیہما السلام فرشتے آکر اس سے پوچھتے ہیں مَنْ رَّبُّكَ مَنْ نَبِيُّكَ مَا دِيْنُكَ وہ سوال سمجھتا ہے اور جواب دیتا ہے ۔ پھر وہ راحت محسوس کرتا ہے اور برا ہے تو تکلیف محسوس کرتا ہے اور یہی اہل حق اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے ۔ اس میں کوئی شک وشبہ کی بات نہیں ہے ۔

تو فرمایا اس چیز کو بھی جانتا ہے جو چڑھتی ہے آسمان میں وَهُوَ الرَّحِيْمُ الْغَفُوْرُ اور وہی مہربان ہے بخشنے والا ہے ۔ اوپر آخرت کا ذکر تھا وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْاٰخِرَةِ اور اسی کی ہے تعریف آخرت میں اور آخرت یقینی ہے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَقَالَ الَّذِيْنَ اور کہا ان لوگوں نے كَفَرُوْا جو کافر ہیں ۔ کیا کہا؟ لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ نہیں آئے گی ہم پر قیامت ۔ قیامت کوئی شے نہیں ہے اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ (مومنون : ۳۷) ” نہیں ہے مگر ہماری دنیا کی زندگی ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے ۔“ تو کافروں نے کہا کہ ہم پر قیامت نہیں آئے گی قُلْ آپ فرمادیں بَلٰى وَرَبِّيْ کیوں نہیں میرے رب کی قسم ہے ۔ بَلٰى کے معنٰی میں کسی چیز کی نفی کے بعد اثبات ضرور آئے گا ۔ میرے رب کی قسم ہے لَتَاْتِيَنَّكُمْ البتہ ضرور آئے گی تمہارے اوپر قیامت اس میں کوئی شک نہیں ہے عٰلِمِ الْغَيْبِ ۔ یہ رَبِّيْ کی صفت ہے ۔ میرا رب عالم الغیب ہے ۔

عالم الغیب کا معنیٰ :

کئی دفعہ یہ بات پہلے بیان ہو چکی ہے کہ عالم الغیب کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ رب سے جو چیز غائب ہے۔ رب تعالیٰ سے کوئی چیز غائب نہیں ہے۔ عالم الغیب کا مطلب ہے مَا غَابَ عَنِ الْمَخْلُوْقِ جو چیز مخلوق سے غائب ہے رب اس کو بھی جانتا ہے۔ لَا یَعْزُبُ عَنْهُ غائب نہیں ہے اس سے مِثْقَالُ ذَرَّةٍ ذرہ برابر۔ چیونٹیوں کی قسم میں سے سرخ رنگ کی ایک چیونٹی ہوتی ہے سب سے چھوٹی اس کو ذرہ کہتے ہیں عربی میں۔ اور ایک یہ ہوا کے اندر اڑنے والے ذرات بھی ہوتے ہیں۔ تو رب تعالیٰ چھوٹی مخلوق چیونٹی اور فضا میں اڑنے والے ذرات کو بھی جانتا ہے فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں وَلَا فِي الْاَرْضِ اور نہ زمین میں کوئی ذرہ ہے جو رب تعالیٰ سے غائب ہو وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ اور نہ اس ذرے سے کوئی چھوٹی چیز اس سے غائب ہے وَلَآ اَكْبَرُ اور نہ اس ذرے سے بڑی چیز کوئی اللہ تعالیٰ سے غائب ہے اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔ اور پھر ساری چیزیں اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ مگر وہ ایک کھلی کتاب میں درج ہے۔ یہ سب کچھ لوح محفوظ میں درج ہے اور لوح محفوظ اللہ تعالیٰ کے علم کا کروڑ در کروڑ در کروڑواں حصہ بھی نہیں ہے۔ جب سے مخلوق پیدا ہوئی ہے اس وقت سے لے کر فنا ہونے تک سب کچھ لوح میں درج ہے۔ لیکن مخلوق کی پیدائش سے پہلے ازل میں کیا ہوا اور اس کے فنا ہونے کے بعد ابد تک کیا ہوگا وہ لوح محفوظ میں نہیں ہے اور رب تعالیٰ کے علم میں ہے۔

تو فرمایا یہ سب کچھ کھلی کتاب میں درج ہے لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تاکہ بدلہ دے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کیے اچھے اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ انہی لوگوں کے لیے ہے بخشش وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ اور رزق عمدہ۔ دیکھو! اگر

قیامت قائم نہ ہوتو دنیا میں بہت سے ایسے لوگ گزرے ہیں جو اپنی نیکیوں کا پھل نہیں پا سکے۔ خود آنحضرت ﷺ کو دیکھ لو کہ مسلسل دو دو مہینے آپ کے گھر آگ نہیں جلتی تھی، پکانے کے لیے کوئی چیز نہیں ہوتی تھی، گھر میں کوئی چراغ نہیں تھا چھوٹا سا کمرہ تھا۔ تو کیا آپ ﷺ کو نیکیوں کا بدلہ نہیں ملے گا؟ لاکھوں ایسے مومن ہیں جن کو دنیا میں کوئی راحت نہیں ملی کیا ان کو بدلہ نہیں ملے گا؟ ضرور ملے گا قیامت اسی لیے قائم ہونی ہے۔ اور یاد رکھنا! جو مومن دنیا میں آسانی میں ہوگا جنت میں اس کی نعمتوں میں کمی ہوگی اگرچہ وہاں اتنا کچھ ملے گا کہ وہ کمی محسوس نہیں کرے گا لیکن جو راحتیں دنیا میں حاصل کر چکے ہیں اتنی کمی آئے گی۔ اور جو مشکل اور تنگی میں گزارے گا اس مومن کا سب کچھ ذخیرہ ہے۔

تو فرمایا قیامت ضرور آئے گی وَالَّذِيْنَ سَعَوْ فِيْٓ اٰيٰتِنَا اور وہ لوگ جو کوشش کرتے ہیں ہماری آیتوں کے بارے میں مُعٰجِزِيْنَ عاجز کرنے کے لیے، ہرانے کے لیے، دین کو ختم کرنے کے لیے اور مٹانے کے لیے کوشش کرتے ہیں اسلام کے خلاف کارروائیاں کرتے ہیں ان کو بھی بدلہ ملنا چاہیے۔ اگر قیامت قائم نہ ہوتو اس کا مطلب ہوا العیاذ باللہ کہ رب تعالیٰ کی حکومت عدل والی نہیں ہے۔ نہ نیک کو نیکی کا بدلہ ملے اور نہ برے کو برائی کا لہٰذا قیامت ضرور قائم ہوگی۔

آخرت کا عذاب اور اس کی سختی :

تو فرمایا وہ لوگ جو ہماری آیتوں کو ہرانے کی کوشش کرتے ہیں اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ان کے لیے عذاب ہوگا رجز کا، دردناک۔ مشہور مفسر علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ رجز کا معنیٰ کرتے ہیں سَيِّئُ الْعَذَابِ سخت عذاب۔ رجز کا معنیٰ سخت۔ آج تم دنیا کی آگ میں انگلی تو ڈال کر دیکھو کیا حال ہوتا ہے؟ اور دوزخ کی آگ اس سے

انہتر گنا تیز ہے تو وہ کیا حشر کرے گی۔ آج اگر دنیا کا سانپ کسی کو ڈس لے تو وہ ڈسنے کے خوف سے ہی مرجاتا ہے ڈنک کی تکلیف الگ ہے۔ اور مجرموں پر قبر میں ننانوے ننانوے سانپ مسلط کیے جائیں گے۔ یہ نماز چھوڑنے کا اژدہا، یہ روزہ چھوڑنے کا اژدہا، یہ جھوٹ بولنے کا اژدہا، یہ غیبت کرنے کا اژدہا، ایک ایک بڑے گناہ کے بدلے میں اژدہا ہوگا۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک اژدہا اگر دنیا میں سانس لے لے تو کوئی سبز چیز باقی نہ رہے۔ یہ قبر کی بات ہے اور قبر دور نہیں ہے بس آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے۔ اور ایک بچھو گدھے کے برابر ہوگا اور اس کے علاوہ کئی قسم کے عذاب ہیں۔ اللہ تعالیٰ بچائے اور محفوظ رکھے۔ فرمایا وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اور دیکھتے ہیں جانتے ہیں وہ لوگ جن کو علم دیا گیا یعنی اہل کتاب جانتے سمجھتے ہیں۔ کیا؟ الَّذِىٓ اس چیز کو اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ جو اتاری گئی آپ کے رب کی طرف سے، قرآن کریم۔ وہ سمجھتے ہیں هُوَ الْحَقَّ وہ حق ہے وَيَهْدِىٓ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ راہنمائی کرتی ہے اس رب کے راستے کی طرف جو غالب بھی ہے اور قابل تعریف بھی ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۚ﴿۷﴾ اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ۭ بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ ﴿۸﴾ اَفَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَاۗءِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ﴿۹﴾ؑ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ۭ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ﴿۱۰﴾ۙ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱﴾ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ۭ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۭ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۱۲﴾

وَقَالَ الَّذِيْنَ اور کہا ان لوگوں نے كَفَرُوْا جو کافر ہیں هَلْ نَدُلُّكُمْ کیا ہم راہنمائی کریں تمہاری عَلٰى رَجُلٍ ایسا يُّنَبِّئُكُمْ جو خبر دیتا ہے تم کو اِذَا مُزِّقْتُمْ جس وقت تم ریزہ ریزہ کر دیئے جاؤ گے كُلَّ مُمَزَّقٍ پورے طریقے سے ریزہ ریزہ کر دیئے جانا اِنَّكُمْ بے شک تم لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ نئی مخلوق بنائے جاؤ گے اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ کیا اس نے افترا باندھا ہے اللہ تعالیٰ پر كَذِبًا

جھوٹ کا اَمۡ بِهٖ جِنَّةٌ یا اس کو جنون ہے بَلِ الَّذِیۡنَ بلکہ وہ لوگ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ
جو ایمان نہیں لاتے بِالۡاٰخِرَةِ آخرت پر فِی الۡعَذَابِ عذاب میں ہوں گے
وَالضَّلٰلِ الۡبَعِیۡدِ اور دور کی گمراہی میں ہیں اَفَلَمۡ یَرَوۡا کیا پس انہوں نے
نہیں دیکھا اِلٰی مَا بَیۡنَ اَیۡدِیۡهِمۡ جو کچھ ان کے آگے ہے وَمَا خَلۡفَهُمۡ اور جو
کچھ ان کے پیچھے ہے مِّنَ السَّمَآءِ آسمان وَالۡاَرۡضِ اور زمین اِنۡ نَّشَاۡ اگر ہم
چاہیں نَخۡسِفۡ بِهِمُ الۡاَرۡضَ دھنسا دیں ان کو زمین میں اَوۡ نُسۡقِطۡ عَلَیۡهِمۡ
یا گرا دیں ان پر کِسَفًا ٹکڑا مِّنَ السَّمَآءِ آسمان سے اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ لَاٰیَةً بے
شک البتہ اس میں نشانی ہے لِّكُلِّ عَبۡدٍ مُّنِیۡبٍ ہر اس بندے کے لیے جو اللہ
تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے وَلَقَدۡ اٰتَیۡنَا اور البتہ تحقیق دی ہم نے دَاوٗدَ داؤد
علیہ السلام کو مِنَّا فَضۡلًا اپنی طرف سے فضیلت یٰجِبَالُ اے پہاڑ اَوِّبِیۡ مَعَهٗ
لوٹاؤ اس کے ساتھ تسبیح وَالطَّیۡرَ اور پرندوں کو بھی حکم دیا وَاَلَنَّا لَهُ الۡحَدِیۡدَ اور
ہم نے نرم کیا ان کے لیے لوہا اَنِ اعۡمَلۡ سٰبِغٰتٍ بناؤ کامل زرہیں وَّقَدِّرۡ فِی
السَّرۡدِ اور اندازہ ٹھہراؤ کڑیاں جوڑنے میں وَاعۡمَلُوۡا صَالِحًا اور عمل کرو اچھا
اِنِّیۡ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِیۡرٌ بے شک میں جو کچھ تم کرتے ہو دیکھتا ہوں وَلِسُلَیۡمٰنَ
الرِّیۡحَ اور ہم نے مسخر کی سلیمان علیہ السلام کے لیے ہوا غُدُوُّهَا شَهۡرٌ پہلا پہر ایک
ماہ کی مسافت طے کرتا وَّرَوَاحُهَا شَهۡرٌ اور پچھلا پہر بھی ایک ماہ کی وَاَسَلۡنَا
لَهٗ اور بہا دیا ہم نے اس کے لیے عَیۡنَ الۡقِطۡرِ تانبے کا چشمہ وَمِنَ الۡجِنِّ

اور جنات میں سے مَنْ یَّعْمَلُ جو عمل کرتے تھے بَیْنَ یَدَیْہِ اس کے سامنے بِاِذْنِ رَبِّہٖ اس کے رب کے حکم کے ساتھ وَمَنْ یَّزِغْ مِنْھُمْ اور جو کوئی ٹیڑھا ہوتا ان میں سے عَنْ اَمْرِنَا ہمارے حکم سے نُذِقْہُ ہم اس کو چکھاتے تھے مِنْ عَذَابِ السَّعِیْرِ شعلے مارنے والا عذاب۔

تفسیر آیات :

مشرکین مکہ جن چیزوں کی سختی کے ساتھ تردید اور انکار کرتے تھے ان میں ایک توحید کا مسئلہ تھا دوسرا رسالت کا مسئلہ تھا اور تیسرا قیامت کا اور قرآن کریم کی حقانیت کا۔ توحید و رسالت کے منکر تھے قرآن پاک کی حقانیت کا انکار کرتے تھے اور بڑے زوردار الفاظ میں قیامت کا بھی انکار کرتے تھے۔

اس آیت کریمہ میں اسی کا ذکر ہے وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اور کہا ان لوگوں نے جو کافر ہیں۔ کافر ایک دوسرے کو کفر پر پختہ کرنے کے لیے کہتے۔ ھَلْ نَدُلُّکُمْ عربی میں دلالت کے معنیٰ راہنمائی کے ہیں، راستہ دکھانا، راستے کی نشان دہی کرنا۔ معنیٰ ہوگا کیا ہم تمہاری راہنمائی کریں، نشان دہی کریں عَلٰی رَجُلٍ ایسے شخص کی یُنَبِّئُکُمْ جو تمہیں خبر دیتا ہے اِذَا مُزِّقْتُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ جب تم ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے پوری طرح ریزہ ریزہ ہو جانا۔ تو یہ آدمی کیا کہتا ہے؟ اِنَّکُمْ لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ بے شک تم نئی مخلوق بنائے جاؤ گے۔ ان کے خیال کے مطابق اجزاء کا مٹی میں مل جانے کے بعد، ریزہ ریزہ ہو جانے کے بعد انسان بننا بہت مشکل ہے۔ چنانچہ سورہ یٰسین میں ہے کہتے تھے مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَھِیَ رَمِیْمٌ ''ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا؟'' اور سورہ ق آیت نمبر ۳ میں ہے ءَاِذَا مِتْنَا وَکُنَّا تُرَابًا ذٰلِکَ رَجْعٌ بَعِیْدٌ ''کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہو

جائیں گے مٹی یہ لوٹ کر آنا بہت بعید ہے۔"

تو ایک دوسرے کو اپنے عقیدہ کفریہ پر پختہ کرنے کے لیے کہتے تھے اور ہم تمہیں ایسا شخص بتلائیں جو تمہیں خبر دیتا ہے۔ شخص سے مراد آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ یہ کہتا ہے کہ تم نئی مخلوق بنائے جاؤ گے اَفۡتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اصل میں تھا ءَاِفۡتَرٰی ایک ہمزہ کو حذف کر دیا گیا۔ معنیٰ ہوگا کیا اس نے افترا باندھا ہے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا (معاذ اللہ تعالیٰ) اس نے جھوٹ بولا ہے اَمۡ بِهٖ جِنَّةٌ یا اس کو جنون ہے۔ معاذ اللہ تعالیٰ یہ پاگل ہے کہ کہتا ہے ہم مر کر دوبارہ زندہ ہو جائیں گے۔ ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون دوبارہ اٹھائے گا ان ریزوں کو کون اکٹھا کرے گا؟ یہ اس نے جھوٹ کا افترا باندھا ہے یا اس کو جنون ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں بَلِ الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ اللہ تعالیٰ نے حرف بَلۡ کے ساتھ بات کی ہے۔ بَلۡ نہ اس نے افترا باندھا اور نہ اس کو جنون ہے بلکہ وہ تو ساری دنیا سے زیادہ عقل مند ہے۔ بلکہ وہ لوگ جو ایمان نہیں لاتے آخرت پر فِی الۡعَذَابِ یہ یقیناً عذاب میں ہوں گے وَالضَّلٰلِ الۡبَعِيۡدِ اور اس وقت وہ دور کی گمراہی میں مبتلا ہیں۔ یہ حق سے اتنے دور ہیں کہ اب ان کا حق کے قریب آنا بڑا مشکل ہے۔ یہ منکر عذاب میں مبتلا ہوں گے اور رب اس پر قادر ہے اَفَلَمۡ يَرَوۡا کیا پس انہوں نے نہیں دیکھا اِلٰی مَا بَيۡنَ اَيۡدِيۡهِمۡ اس کی طرف جو کچھ ان کے آگے ہے وَمَا خَلۡفَهُمۡ اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے مِّنَ السَّمَآءِ آسمان وَالۡاَرۡضِ اور زمین۔ مثال کے طور پر دیکھو! اس وقت میرا منہ مشرق کی طرف ہے میرے آگے آسمان بھی ہے اور زمین بھی ہے۔ کیا یہ دیکھتے نہیں ہیں کہ ان کے آگے بھی زمین آسمان ہے اور پیچھے بھی آسمان زمین ہے اِنۡ نَّشَاۡ نَخۡسِفۡ

بِهِمُ الْاَرْضَ اگر ہم چاہیں دھنسا دیں ان کو زمین میں۔ جہاں سے آئے ہیں وہاں دھنسا دیں، آگے جہاں جا رہے ہیں وہاں زمین میں دھنسا دیں اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا یا ہم ان پر گرا دیں کوئی ٹکڑا مِّنَ السَّمَآءِ آسمان سے۔ یہ رب کے عذاب سے کیوں بے خوف ہیں؟ وہ قادر مطلق ہے آگے جہاں جا رہے ہیں وہاں ان کو زمین میں دھنسا دے پیچھے جہاں سے آئے ہیں وہاں زمین میں دھنسا دے۔ جو آسمان پیچھے چھوڑ آئے ہیں وہاں سے ٹکڑا ان پر گرا کر تباہ کر دے آگے جہاں جا رہے ہیں وہاں سے آسمان کا ٹکڑا گرا کر تباہ کر دے۔ رب تعالیٰ کے لیے یہ تمام چیزیں آسان ہیں۔

قارون اور اس کا خاندان :

پہلے تفصیل کے ساتھ پڑھ چکے ہو قارون کا واقعہ۔ یہ موسیٰ علیہ السلام کا سگا چچا زاد بھائی تھا اس کے باپ دادا بڑے نیک تھے یصہر اور قہس، پردادا لاوی تھا جو یعقوب علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ سارا خاندان نیکوں کا تھا خود بھی بڑا عقل مند تھا دنیا کے معاملے میں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بمع کوٹھی بمع مال کے زمین میں دھنسا دیا فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ [قصص:۸۱] ''پھر دھنسا دیا ہم نے اس کو اور اس کے گھر کو زمین میں۔'' زمین سب کچھ نگل گئی۔ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین علاقے زمین میں دھنس جائیں گے خَسْفٌ فِي الْمَشْرِقِ وَخَسْفٌ فِي الْمَغْرِبِ وَخَسْفٌ فِي جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ ''ایک علاقہ مشرق کا ہوگا ایک علاقہ مغرب کا ہوگا اور ایک جزیرہ عرب میں ہوگا۔'' یہ وہی جگہ ہوگی جہاں امریکہ نے ڈیرا ڈالا ہوا ہے زمین سب کو نگل جائے گی۔ تو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ہر وقت ڈرنا چاہیے اور اس کی رحمت سے ناامید نہیں ہونا چاہیے۔

فرمایا اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً بے شک البتہ اس میں نشانی ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی لِکُلِّ عَبْدٍ مُّنِیْبٍ ہراس بندے کے لیے جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ جو بندہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا ہے اس کے لیے عبرت ہے اور جو پتھر کی طرح سخت ہے اس کے لیے نہیں ہے۔ چونکہ عبد منیب کا ذکر تھا اس لیے آگے منیب بندوں کا ذکر ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام اور پہاڑوں اور پرندوں کا ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھنا :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا البتہ تحقیق دی ہم نے داؤد علیہ السلام کو اپنی طرف سے فضیلت۔ نبوت بھی دی، رسالت بھی دی اور چار مشہور آسمانی کتابوں میں سے ایک کتاب زبور بھی عطا فرمائی اور حکومت بھی عطا فرمائی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی بیویاں بھی تھیں اور لونڈیاں بھی تھیں۔ تاریخ بتلاتی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے علاوہ چار بیٹے بھی تھے لیکن حضرت داؤد علیہ السلام نے بیت المال میں سے اپنے اوپر اپنے اہل وعیال پر کبھی ایک روپیہ بھی خرچ نہیں کیا۔ وہ اپنے ہاتھوں سے محنت کرتے تھے اور اپنی جملہ ضروریات اپنے ہاتھوں کی کمائی اور محنت سے پورا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ذاتی مہمانوں کا خرچہ بھی بیت المال سے نہیں لیتے تھے۔ آج تو حکمران کہتے ہیں کہ دونوں ہاتھوں سے لوٹ لیں۔

فرمایا یٰجِبَالُ اَوِّبِیْ مَعَهٗ۔ تاویب کا معنیٰ ہے لوٹانا۔ معنیٰ ہوگا اے پہاڑو! لوٹاؤ اس کے ساتھ تم بھی۔ اس کے ساتھ تسبیح لوٹاؤ۔ جب داؤد علیہ السلام کہتے سبحان اللہ تو ساتھ پہاڑ بھی کہتے سبحان اللہ۔ اور جب کہتے الحمد للہ تو پہاڑ بھی کہتے الحمد للہ۔ اللہ اکبر کہتے تو وہ کہتے اللہ اکبر۔ لَا اِلٰہ الا اللہ کہتے تو وہ بھی کہتے لَا اِلٰہ

الا اللہ ۔ایسے ہی جیسے میں سبحان اللہ کہتا ہوں تو تم سنتے سمجھتے ہو اسی طرح پہاڑ بھی سنتے سمجھتے تھے۔باطل پرست لوگ جو معجزات کے منکر ہیں وہ اس کی تاویلیں کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ پہاڑ کے دامن میں کوئی آواز لگائے ،کوئی بڑا مکان ہو وہاں صدا لگائے ، بڑے ٹیلے کے پاس آواز لگائے تو آواز واپس آتی ہے یہ مراد ہے۔بھئی !وہ تو میرے جیسا آدمی بھی کسی پہاڑ کے دامن میں آواز لگائے تو وہ واپس آئے گی۔تو پھر داؤد علیہ السلام کی کیا خصوصیت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کی خصوصیت اور فضیلت قرآن میں بیان فرمائی ہے۔بہر حال یہ حقیقت پر مبنی ہے کہ بعض اوقات حضرت داؤد علیہ السلام تسبیح پڑھتے تھے تو پہاڑ بھی ساتھ تسبیح پڑھتے تھے۔یہ لَا اِلٰہ الا اللہ کہتے تھے تو وہ بھی لَا اِلٰہ الا اللہ کہتے تھے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ چار کلمات بڑی فضیلت والے ہیں جس کلمے سے چاہے ابتداء کرے۔وہ چار کلمے یہ ہیں سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه وَاللّٰهُ اکبر بخاری شریف کی روایت ہے۔ وَالطَّيْرَ اور پرندوں کو بھی حکم دیا کہ وہ بھی داؤد علیہ السلام کی تسبیح کے ساتھ تسبیح پڑھیں۔حضرت داؤد علیہ السلام سبحان اللہ پڑھتے تھے تو چڑیاں، طوطے، چیلیں بھی ساتھ سبحان اللہ پڑھتی تھیں۔فرمایا وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ اور ہم نے نرم کر دیا داؤد علیہ السلام کے لیے لوہا، جلا کر گرم کر کے نہیں بلکہ ان کے ہاتھوں میں۔وہ جب لوہے کو پکڑتے تھے تو موم کی طرح نرم ہو جاتا تھا۔اس سے زرہ کی کڑیاں بناتے تھے، تلواریں بناتے تھے، نیزے اور تیر بناتے تھے۔اور جو معجزات کے منکر ہیں وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو لوہا نرم کرنے کا طریقہ بتلایا تھا کہ پہلے بھٹی میں آگ جلاؤ پھر اس میں لوہا ڈالو جب نرم ہو جائے تو پھر کوٹ کر جو چاہو بناؤ۔بھئی !اگر یہی مراد ہے تو یہ تو

سب کر سکتے ہیں داؤد علیہ السلام کی خصوصیت کیا ہوئی؟ یہ لوگ معجزات کو اپنی عقل پر پرکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں اور اپنی عقل کو معیار بنا کر معجزات کا انکار کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے افعال کا معیار ایمان ہے، ماننا ہے جاننا نہیں۔ (انسانی عقل جاننے کی کوشش ہی میں ٹھوکر کھاتی ہے۔)

اللہ تعالیٰ نے داؤد کی صفت ذکر فرمائی ہے کہ ہم نے ان کو یہ فضیلت اور شان عطا فرمائی تھی کہ ہم نے ان کے لیے لوہے کو نرم کر دیا اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ ۔سَابِغَةٌ کی جمع ہے سابغہ کا معنی ہے ایسی زرہ جو سر سے لے کر پاؤں تک ہو۔ بناؤ کامل زرہیں وَّقَدِّرْ فِی السَّرْدِ اور اندازہ ٹھہرائیں کڑیاں جوڑنے میں۔ کڑیاں جوڑو ایک اندازے کے ساتھ کہ سب برابر ہوں ایسا نہیں کہ ایک پتلی ہو ایک موٹی ہو وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اور عمل کرو نیک۔ کیوں؟ اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ بے شک میں جو کچھ تم کرتے ہو دیکھنے والا ہوں۔

تذکرہ حضرت سلیمان علیہ السلام:

آگے داؤد علیہ السلام کے فرزند کا ذکر ہے۔ فرمایا وَلِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ اور مسخر کیا ہم نے سلیمان علیہ السلام کے لیے ہوا کو۔ سورۂ ص آیت نمبر ۳۶ میں ہے فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّیْحَ "پس ہم نے تابع کیا سلیمان کے ہوا کو۔" غُدُوُّهَا ای سَیْرُ غُدُوِّهَا اس ہوا کا پہلے پہر کا سفر شَهْرٌ ایک مہینے کا ہے وَرَوَاحُهَا شَهْرٌ ای سَیْرُ رَوَاحِهَا شَهْرٌ اور پچھلے پہر کا سفر ایک مہینے کا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا ملک شام تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ حمص میں رہتے تھے اور بعض غُوطی بتلاتے ہیں اور بعض دمشق بتلاتے ہیں۔ اتنی بات صحیح ہے کہ شام میں رہتے تھے۔ وہاں سے سبا کا سفر ایک مہینے کا تھا پیدل لوگ ایک مہینے میں پہنچتے تھے اور فارس میں ایک مقام تھا اُصْطُخَر شام سے وہاں تک سفر بھی ایک مہینے کا تھا۔ اللہ تعالیٰ

نے ہوا کو سلیمان علیہ السلام کے تابع کیا تھا وہ ان کا تخت اٹھا کر لے جاتی تھی۔ تخت پر کرسیاں بچھی ہوتی تھیں۔ صبح کو دمشق سے چلتے دوپہر سے پہلے سبا پہنچ جاتے تھے دوپہر وہاں گزار کر پچھلے پہر چلتے شام کو دمشق پہنچ جاتے تھے۔ اگر فارس جانا ہوتا تھا تو ہوا ان کا تخت اڑا کر دوپہر سے پہلے اُصْطُخَر پہنچا دیتی تھی۔ پھر پچھلے پہر واپسی ہوتی تھی۔

فرمایا وَاَسَلْنَالَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ اور بہا دیا ہم نے اس کے لیے تانبے کا چشمہ۔ عین کا معنیٰ چشمہ اور قطر کا معنیٰ تانبا۔ جیسے تم یہاں پانی کے چشمے دیکھتے ہو پہاڑوں میں سے قدرتی طور پر پانی نکلتا ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کے لیے تانبے کے چشمے چلائے تھے۔ یہ رب تعالیٰ کا کام ہے۔ وَمِنَ الْجِنِّ اور جنات میں سے مَنْ وہ تھے يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ جو عمل کرتے تھے ان کے سامنے بِاِذْنِ رَبِّهٖ اس کے رب کے حکم کے ساتھ۔ جیسے آج کے دور میں ہم ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں سلیمان کے زمانے میں انسان اور جنات ایک دوسرے کو دیکھ سکتے تھے۔ جنات چونکہ ناری مخلوق ہے ان میں قوت انسانوں سے زائد ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام ان کو جو حکم دیتے تھے وہ کرتے تھے جو کام ان سے لینا چاہتے تھے لیتے تھے وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ اور جو کوئی ٹیڑھا ہوتا ان میں سے، حکم عدولی کرتا عَنْ اَمْرِنَا ہمارے حکم سے کہ سلیمان علیہ السلام کی بات نہ مانتا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ہم اس کو چکھاتے تھے شعلے مارنے والا عذاب۔ آگ کے کوڑے اس کو لگتے تھے فرشتے آ کر آگ کے کوڑے مارتے تھے۔ باقی تفصیل ان شاء اللہ آئندہ درس میں بیان ہوگی۔

۞۞۞

يَعْمَلُونَ لَهُ مَا يَشَاءُ مِنْ مَّحَارِيبَ وَتَمَاثِيلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُورٍ رَّاسِيَاتٍ ۚ اعْمَلُوا آلَ دَاوُودَ شُكْرًا ۚ وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ ﴿١٣﴾ فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلَىٰ مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنسَأَتَهُ ۖ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ أَن لَّوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ ﴿١٤﴾ لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ ۖ جَنَّتَانِ عَن يَمِينٍ وَشِمَالٍ ۖ كُلُوا مِن رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ ۚ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَرَبٌّ غَفُورٌ ﴿١٥﴾ فَأَعْرَضُوا فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنَاهُم بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ أُكُلٍ خَمْطٍ وَأَثْلٍ وَشَيْءٍ مِّن سِدْرٍ قَلِيلٍ ﴿١٦﴾ ذَٰلِكَ جَزَيْنَاهُم بِمَا كَفَرُوا ۖ وَهَلْ نُجَازِي إِلَّا الْكَفُورَ ﴿١٧﴾

يَعْمَلُوْنَ لَهٗ کام کرتے تھے وہ سلیمان علیہ السلام کے لیے مَا يَشَآءُ جو وہ چاہتا تھا مِنْ مَّحَارِيْبَ قلعے وَتَمَاثِيْلَ اور مجسمے وَجِفَانٍ اور پیالے كَالْجَوَابِ جیسے حوض ہوتے ہیں وَقُدُوْرٍ اور دیگیں رّٰسِيٰتٍ جمی ہوئی اِعْمَلُوْٓا عمل کرو اٰلَ دَاوٗدَ اے داوٗد علیہ السلام کے اہل شُكْرًا شکر گزاری کا وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ اور بہت تھوڑے ہیں میرے بندوں میں شکر ادا کرنے والے فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ پس جس وقت ہم نے فیصلہ کر لیا

سلیمان علیہ السلام کے بارے میں اَلْمَوْتَ موت کا مَادَلَّهُمْ نہ بتلایا ان جنات کو عَلٰی مَوْتِہٖٓ موت کا اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ مگر زمین کے ایک کیڑے نے تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ جو کھا گیا اس کی لاٹھی کو فَلَمَّا خَرَّ پس جب وہ گر پڑے تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ واضح پایا جنات نے اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ اس بات کو اگر ہوتے وہ جانتے غیب کو مَا لَبِثُوْا نہ ٹھہرتے فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ذلت ناک عذاب میں لَقَدْ كَانَ البتہ تحقیق لِسَبَاٍ سبا کے لیے فِيْ مَسْكَنِهِمْ ان کی رہائش گاہوں میں اٰيَةٌ نشانی ہے جَنَّتٰنِ دو باغ عَنْ يَّمِيْنٍ دائیں طرف وَّ شِمَالٍ اور بائیں طرف كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ کھاؤ اپنے رب کے رزق سے وَاشْكُرُوْا لَهٗ اور اس کا شکر ادا کرو بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ یہ شہر ہے پاکیزہ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ اور رب بڑا بخشنے والا فَاَعْرَضُوْا پس انہوں نے اعراض کیا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ پس چھوڑا ہم نے ان پر سَيْلَ الْعَرِمِ سیلاب بند کا وَبَدَّلْنٰهُمْ اور ہم نے بدل دیا ان کے لیے بِجَنَّتَيْهِمْ ان کے دونوں باغوں کے بدلے جَنَّتَيْنِ دو باغ اور ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ جن کا پھل کسیلا تھا وَّ اَثْلٍ اور کچھ جھاؤ کے درخت وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ اور کچھ تھوڑے سے بیر ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ یہ ہم نے ان کو بدلہ دیا بِمَا كَفَرُوْا ان کے کفر کا وَهَلْ نُجٰزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ اور ہم نہیں بدلہ دیتے مگر کافروں کو۔

ماقبل سے ربط :

کل کے سبق میں تم نے پڑھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کے لیے ہوا کوتابع کیا وہ ان کا تخت اڑا کر لے جاتی تھی۔ اس تخت پر حضرت سلیمان علیہ السلام کا سارا عملہ اور پوری کابینہ ہوتی تھی، فوجی غیر فوجی۔ پھر فرمایا کہ ہم نے جنات کو ان کے تابع کیا جو ان کے حکم کے مطابق عمل کرتے تھے۔ انہی جنات کے متعلق ارشاد ہے یَعۡمَلُوۡنَ لَہٗ مَا یَشَآءُ وہ جنات عمل کرتے تھے سلیمان علیہ السلام کے لیے جو وہ چاہتا تھا۔ ان سے جو کام وہ لیتے تھے وہ کرتے تھے مِنۡ مَّحَارِیۡبَ۔ محاریب محراب کی جمع ہے۔ جیسے یہ ہماری مسجد کی محراب ہے اس طرح کے گول کمرے بنواتے تھے۔ اس محراب کے بارے میں تاریخی طور پر اختلاف ہے کہ یہ کب بنی ہے؟

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ جب مسجد بنی تو جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا کہ آپ مسجد کے منہ کی طرف محراب بنا لیں۔ تو جبرائیل علیہ السلام کی نشان دہی کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محراب بنائی۔ تو محراب کا گول کمرہ ہوتا ہے اور اس کے نیچے کوئی ستون نہیں ہوتا۔ جنات ان کے لیے ایسے کمرے بناتے تھے وَتَمَاثِیۡلَ۔ تَمَاثِیۡل تِمۡثَال کی جمع ہے تِمۡثَال کا معنیٰ ہے تصویر۔ بعض مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اس دور میں جان دار چیز کی تصویر حرام نہیں تھی۔ ہماری شریعت میں جان دار چیز کی تصویر بنانا حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ غیر جان دار چیزوں کی تصویریں بناتے تھے۔ مثلاً پل کا نقشہ بنادیا، ٹیلے اور پہاڑ کا نقشہ بنادیا، درخت کی تصویر بنادی تو ایسی مورتیاں بناتے تھے وَجِفَانٍ۔ جِفَان جَفۡنَۃٌ کی جمع ہے جفنہ کا معنیٰ ہے پیالہ۔ کَالۡجَوَابِ۔ جابیہ کی جمع ہے اور جابیہ

کا معنیٰ ہے حوض ۔ بڑے بڑے پیالے جیسے حوض ہوتے ہیں ۔ چونکہ سلیمان علیہ السلام کی فوج تھی انسانوں کی اور جنوں کی تو ان کے کھانے کے لیے بڑے بڑے پیالے ہوتے تھے حوض کی طرح ۔ ان میں سالن ڈال دیتے اور فرماتے کھاؤ ۔ وَقُدُوْرٍ رّٰسِیٰتٍ ۔ قُدُوْر قِدْرٌ کی جمع ہے ۔ قِدْر کا معنیٰ ہے دیگ ۔ رَاسِیٰت رَاسِیَۃٌ کی جمع ہے بمعنیٰ ٹکی ہوئی بڑی بڑی دیگیں ۔ جن میں کئی کئی سو آدمیوں کا کھانا پکتا تھا ۔ یہ سارے کام سلیمان علیہ السلام جنات سے لیتے تھے ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا عمل کرو آل داوٗد ، سلیمان علیہ السلام اور دوسرے شکر گزاری کا ۔ رب تعالیٰ کا شکر ادا کرو ۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں نبوت دی ، رسالت دی ، انسانوں اور جنوں پر حکومت دی رب تعالیٰ کا شکر ادا کرو ۔ آگے رب تعالیٰ شکوہ کرتے ہیں انسانوں کا ۔ فرمایا وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّكُوْرُ اور تھوڑے ہیں میرے بندوں میں شکر ادا کرنے والے ۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں تو بے شمار ہیں ہم تو ایک سانس کا شکر ادا نہیں کر سکتے جس کی وجہ سے جیتے ہیں ۔ جب انسان بیماری اور مصیبت میں پھنستا ہے تو خدا یاد آتا ہے تندرست ہو جانے کے دو چار دن بعد ، دس دن بعد ، مہینہ بعد باغی ہو جاتا ہے ۔ رب تعالیٰ نے دولت دی تو اپنی غربت یاد ہی نہیں رہتی کہ میں کبھی غریب بھی ہوتا تھا حالانکہ اپنی غربت کے زمانے کو یاد رکھنا چاہیے کہ ایک وقت تھا میرے پاس رہنے کے لیے مکان نہیں تھا ، کھانا پینا مرضی کے مطابق نہیں تھا ، پیدل چلتا تھا سائیکل بھی نصیب نہیں ہوتی تھی آج میں کار چلاتا ہوں ۔ میرے گھر میں لائٹ نہیں تھی چراغ نہیں تھا اب کتنی لائٹیں جل رہی ہیں ، میرے پاس کپڑا نہیں ہوتا تھا آج میرے پاس کتنے جوڑے ہیں ۔ تو فرمایا بہت تھوڑے میرے بندوں میں سے ہیں شکر ادا کرنے والے ۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت کا واقعہ :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ پس جس وقت ہم نے طے کرلیا سلیمان علیہ السلام کے لیے موت کا کہ انہوں نے فلاں دن فوت ہونا ہے اور سلیمان علیہ السلام کو بھی بتلا دیا کہ فلاں دن آپ نے فوت ہونا ہے۔ لہٰذا ایک کمرہ بنالیں شیشے کا (شیش محل) تیار کرلیں اور اس میں ایک لاٹھی گاڑ دیں اور اس پر اپنی ٹھوڑی رکھ کر کھڑے ہو جائیں۔ چہرہ جنات کی طرف رہے وہ سمجھیں کہ ہمیں دیکھ رہے ہیں ہماری نگرانی کر رہے ہیں تاکہ مسجد اقصیٰ کا کام جو باقی رہ گیا ہے وہ مکمل ہو جائے۔ اگر جنات کو آپ کی موت کا علم ہو گیا تو وہ باغی ہو جائیں گے اور کام ادھورا رہ جائے گا۔

پورا ایک سال گزر گیا جنات دور سے دیکھ کر یہی سمجھتے تھے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کھڑے عبادت کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ لکڑی کو کیڑا لگ گیا جس کو دیمک اور سیونگ کہتے ہیں۔ کیڑے نے جب نیچے سے لکڑی کھالی تو سلیمان علیہ السلام گر پڑے تو جنات کو علم ہوا کہ سلیمان علیہ السلام تو وفات پا گئے ہیں۔ پہلے جنات رعب ڈالتے تھے کہ ہم غیب جانتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ چونکہ پھرتیلی مخلوق ہے ایک لمحے میں یہاں ایک لمحے میں وہاں تو پھرتیلا ہونے کی وجہ سے حالات جلدی معلوم کر لیتے ہیں اور لوگوں پر رعب ڈالتے ہیں کہ ہم غیب جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس دعوے کا رد فرمایا ہے کہ جس وقت ہم نے فیصلہ کیا سلیمان علیہ السلام کی موت کا مَا دَلَّهُمْ عَلَىٰ مَوْتِهِ نہیں بتلایا جنات کو سلیمان علیہ السلام کی موت کا إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ مگر زمین کے ایک کیڑے نے۔ یہاں ارض کا معنی کریدنے والا، کھانے والا۔ وہ کیڑا جو لکڑی کو کھاتا ہے چاٹتا ہے اس نے بتلایا۔ اس نے کیسے بتلایا؟ تَأْكُلُ مِنسَأَتَهُ جو کھا گیا اس کی لاٹھی کو۔ دیمک نے لاٹھی کو کھایا

تو وہ گر پڑے فَلَمَّا خَرَّ پس جس وقت نیچے گرے تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ واضح پایا جنات نے۔ جنات پر بات واضح ہوگئی اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ یہ کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ تو نہ ٹھہرتے وہ اس سزا میں جو ان کے لیے بڑی تکلیف دہ تھی۔ سال کے بعد جب سلیمان علیہ السلام نیچے گرے تو جنات کو پتا چلا کہ وہ تو وفات پا گئے ہیں ہم ویسے ہی اس کے خوف سے کانپتے رہے۔ تو پھر جنات باغی ہوگئے کیونکہ جنات پر حکومت اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کو دی تھی اور کسی کے قابو میں نہیں آئیں گے۔ ہاں کسی کے ساتھ دوستانہ قائم کرلیں تو اس کو باہر سے کوئی چیز لا کر دیں تو ہوسکتا ہے۔ یہ بات ٹھیک ہے لیکن کسی کے قابو میں نہیں آتے بڑی باغی قوم ہے۔ دو نیک بندوں حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر کرنے کے بعد آگے ایک عبرت ناک واقعہ ذکر فرماتے ہیں۔

قومِ سبا کی تباہی کا عبرت ناک واقعہ :

سبا کا مشہور علاقہ تھا۔ اصل میں سبا ایک آدمی کا نام تھا سبا بن یشحب بن یعرب بن قحطان۔ اس شخص کی آگے نسل چلی جو قومِ سبا کہلائی۔ انہوں نے ایک شہر آباد کیا جو شہر سبا کہلاتا تھا۔ پھر اس سارے علاقے کا نام سبا پڑ گیا اس نسبت سے سارے علاقے کو سبا کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ البتہ تحقیق قومِ سبا کے لیے فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ان کی رہائش گاہوں میں نشانی ہے اپنے شہر کے بارے میں نشانی ہے۔ کیا نشانی ہے؟ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ دو باغ دائیں اور بائیں طرف۔ یہ باغ میلوں کو محیط تھے۔ ایک سبا کے دائیں طرف تھا اور ایک بائیں طرف تھا۔ اس مقام پر تفسیروں میں لکھا ہے کہ ان باغوں میں کیسے کیسے پھل تھے اور کیسی کیسی خوشبوئیں تھیں۔ اس

شہر میں نہ مکھی تھی نہ مچھر نہ سانپ نہ بچھو، مسافر وہاں سے گزرتا تو ان کی خوشبوؤں سے اس کے بدن کی جوئیں مر جاتی تھیں۔ وہ باغ جنت کا منظر پیش کرتے تھے۔ بڑا صاف ستھرا شہر تھا وافر پھل تھے عیش کی زندگی تھی۔ تعین کے ساتھ آج ہم یہ نہیں بتلا سکتے کہ ان کی طرف کون سے پیغمبر آئے تھے؟

سبا شہر کے قریب ایک ابلق نامی پہاڑ تھا اس کوہِ ابلق کے دامن میں انہوں نے ڈیم بنایا ہوا تھا۔ جو انہوں نے بند باندھا تھا اس کا نام سدّ مارب تھا۔ جیسے منگلا ڈیم ہے، تربیلا ڈیم ہے۔ وہاں پانی کا بہت بڑا ذخیرہ تھا۔ ان لوگوں نے رب تعالیٰ کی نافرمانی کی تو رب تعالیٰ نے ان لوگوں کو ایک چوہے کے ذریعے ہلاک کر دیا۔ اس چوہے نے نیچے سے سوراخ نکالا جس سے تھوڑا تھوڑا پانی نکلتا رہتا تھا اس سے اس کی دیواریں کمزور ہو گئیں۔ خدا کی قدرت کہ اس سال بارشیں زیادہ ہوئیں پانی کا دباؤ زیادہ ہوا بند ٹوٹ گیا جس سے دونوں باغ بھی ختم ہو گئے اور کئی آدمی بھی اس سیلاب میں بہہ گئے۔ کچھ لوگ وہاں سے ہجرت کر کے شام چلے گئے اور کچھ مدینہ طیبہ جا کر آباد ہو گئے۔ اوس اور خزرج انہی لوگوں کی نسل سے تھے۔ بظاہر تباہی کا سبب وہ چوہا بنا۔ عربی کا ایک شاعر کہتا ہے......

لَا تَحْتَقِرْ كَيْدَ الضَّعِيْفِ فَرُبَمَا

تموت الافاعی من سموم العَقَارِبِ

وقد هَدَّمت عرش هدهدٌ

وخَرَّب حفر الفار سد مارِبَ

شاعر کہتا ہے کبھی کسی کمزور کی تدبیر کو حقیر نہ سمجھو۔ بچھو کی اقسام میں سے ایسی بھی قسم ہے کہ اژدہا کو ڈنک مارے تو فوراً مر جاتا ہے۔ ہدہد کتنا چھوٹا پرندہ ہے اس نے بلقیس کے تخت کو

الٹ دیا اس طرح کہ اس نے سلیمان علیہ السلام کو بتلایا کہ میں نے وہاں ایک عورت کو دیکھا کہ بادشاہ بنی ہوئی ہے اور اس کو ہر طرح کی چیزیں دی گئی ہیں اور اس کا بہت بڑا عرش ہے میں نے اس کو اور اس کی قوم کو پایا کہ وہ سجدہ کرتے ہیں سورج کے سامنے اللہ تعالیٰ کے سوا۔ یہ سارا واقعہ سورہ نمل میں موجود ہے۔ اس کے نتیجے میں اس کی شاہی گئی۔ تو ہد ہد اس کی تباہی کا سبب بنا۔ اور چوہے کے سوراخ نے سدّ مارب کو برباد کر دیا۔ مشہور مقولہ ہے کہ دشمنی کو کبھی حقیر نہ سمجھو چاہے خواہ وہ کتنی تھوڑی ہی کیوں نہ ہو۔ بیماری کو چاہے تھوڑی ہو اور آگ کو چاہے چنگاری ہی کیوں نہ ہو کبھی حقیر نہ جانو۔ یہ چھوٹی چھوٹی چیزیں ہی تباہی کا سبب بن جاتی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ سونے سے پہلے چراغ بجھا کر سوؤ۔ حدیث پاک میں ہے نیچا سونا۔ آج بھی اکثر عربی نیچے سوتے ہیں چار پائیوں پر بہت کم سوتے ہیں۔

مشکوٰۃ شریف کی ایک روایت کا خلاصہ :

ایک کچا مکان تھا مکینوں نے چراغ جلتا چھوڑ دیا۔ چوہے نے آکر بتی کھینچ کر نیچے پھینک دی دری کو آگ لگ گئی۔ مکان بھی جل گیا اور آدمی بھی جل گئے۔ تو چوہا ان کی تباہی کا سبب بن گیا۔ لہٰذا رات کو سونے سے پہلے چراغ بجھا کر سوؤ۔ اگرچہ آج کل ٹیوب، بلب وغیرہ میں وہ سبب نہیں ہے مگر ان کو جلتا چھوڑنا اسراف ہے، فضول خرچی ہے۔ یہ شادی بیاہ کے موقع پر مرچیں وغیرہ لگاتے ہیں چراغاں کرتے ہیں یہ سب اسراف ہے اور اس کے حرام ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

فضول خرچی :

گاڑی میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی نے فخریہ طور پر یہ بات کہی کہ فلاں آدمی

نے شادی کی اور چراغاں کیا۔ ایک لاکھ بجلی کا بل ادا کیا۔ اے مسلمان! رب تعالیٰ نے تجھے دولت ان کاموں کے لیے نہیں دی۔ تو اس کے ساتھ حج کر، عمرہ کر، مسجد بنا، مدرسہ بنا، دین کے کاموں پر خرچ کر۔ جو کچھ تم کرتے ہو بڑے گناہ کی بات ہے۔ مجھے بہت افسوس اس وقت ہوتا ہے جب میں درس سننے والوں کے گھروں کو دیکھتا ہوں شادی کے موقع پر وہ یہ سارے کام کرتے ہیں۔ بڑی کوفت ہوتی ہے کہ ان کے درس سننے کا انھیں کیا فائدہ ہوا؟ عمل نہیں کرنا تو کیا فائدہ؟

تو فرمایا دو باغ تھے ان کے دائیں بائیں کُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ کھاؤ اپنے رب کے رزق سے وَاشْكُرُوْا لَهٗ اور اس کا شکر ادا کرو بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ یہ شہر ہے ستھرا وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ اور رب بخشنے والا ہے فَاَعْرَضُوْا پس انہوں نے اعراض کیا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ پس ہم نے چھوڑا ان پر سَيْلَ الْعَرِمِ۔ عــرم کا معنیٰ ہے بند۔ وہ جو بند تھا ڈیم تھا اس کا سیلاب چھوڑا، کچھ بہہ گئے، کچھ چلے گئے، باغ تباہ ہو گئے وَبَدَّلْنٰهُمْ اور ہم نے بدل دیے ان کے لیے بِجَنَّتَيْهِمْ ان دو باغوں کے بدلے میں جَنَّتَيْنِ دو باغ اور ذَوَاتَىْ اُكُلٍ جو ایسی خوراک والے تھے خَمْطٍ ۔ خمط کا معنیٰ کڑوا، کھٹا۔ جو کڑوی اور کھٹی تھی۔ بندہ منہ میں ڈالے تو منہ کا ذائقہ بدل جائے کڑوا ہو جائے ایسی چیزیں چھوڑیں۔ وَّ اَثْلٍ اور کچھ جھاؤ کے درخت وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ اور کچھ تھوڑی سی بیریاں چھوڑ دیں باقی تمام باغ ختم کر دیئے۔ فرمایا ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا یہ ہم نے ان کو بدلہ دیا ان کے کفر کا وَهَلْ نُجٰزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ اور ہم ایسا بدلہ نہیں دیتے مگر ناشکری کرنے والوں کو۔ تو رب تعالیٰ کی نعمتوں کی ناقدری کرنا بہت بڑا جرم ہے رب معاف فرمائے۔

۞۞۞

وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بٰرَكْنَا فِيهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ ۖ سِيرُوا فِيهَا لَيَالِيَ وَاَيَّامًا اٰمِنِينَ ﴿۱۸﴾ فَقَالُوا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا وَظَلَمُوٓا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۚ اِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ﴿۱۹﴾ وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوهُ اِلَّا فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۲۰﴾ وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِي شَكٍّ ۗ وَرَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ ﴿۲۱﴾ قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُونِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيرٍ ﴿۲۲﴾ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ۗ حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالُوا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ۗ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ﴿۲۳﴾

وَجَعَلْنَا اور بنائی ہم نے بَيْنَهُمْ ان سبا والوں کے درمیان وَبَيْنَ الْقُرَى اور ان بستیوں کے درمیان الَّتِي بٰرَكْنَا فِيهَا جن میں ہم نے برکت ڈالی قُرًى ایسی بستیاں ظَاهِرَةً جو ظاہر تھیں وَّقَدَّرْنَا اور ہم نے ٹھہرائی تھی فِيهَا ان بستیوں کے درمیان السَّيْرَ مسافت سِيرُوا فِيهَا چلو تم ان میں

لَيَالِيَ راتوں کو وَاَيَّامًا اوردنوں کو اٰمِنِيْنَ پرامن فَقَالُوْا پس کہا انہوں

نے رَبَّنَا اے ہمارے رب بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا دور کردے ہمارے سفروں کو

وَظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ اورانہوں نے ظلم کیا اپنی جانوں پر فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ

پس کردیا ہم نے ان کو کہانیاں وَمَزَّقْنٰهُمْ اورہم نے ان کو بکھیر دیا كُلَّ

مُمَزَّقٍ ہرطرح کا بکھیرنا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ بے شک اس میں البتہ کئی نشانیاں

ہیں لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ہرایک صبر کرنے والے اور شکر کرنے والے کے لیے

وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اورالبتہ تحقیق سچا کر دکھایا ان کے بارے میں اِبْلِيْسُ

ابلیس نے ظَنَّهٗ اپنا خیال فَاتَّبَعُوْهُ پس انہوں نے پیروی کی اس کی اِلَّا

فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ مگر ایک گروہ مومنوں میں سے وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَيْهِمْ مِّنْ

سُلْطٰنٍ اورنہیں تھا اس ابلیس کا ان پر کوئی زور اور تسلط اِلَّا لِنَعْلَمَ مگر تاکہ ہم

ظاہر کردیں مَنْ اس کو يُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ جو ایمان لاتا ہے آخرت پر مِمَّنْ

هُوَ اس شخص سے کہ وہ مِنْهَا فِيْ شَكٍّ قیامت کے بارے میں شک کرتا ہے

وَرَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ اورآپ کا رب ہر چیز کی نگہبانی کرنے والا ہے

قُلِ ادْعُوا آپ کہہ دیں پکارو تم الَّذِيْنَ ان کو زَعَمْتُمْ تم گمان کرتے ہو

مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے لَا يَمْلِكُوْنَ نہیں وہ مالک مِثْقَالَ

ذَرَّةٍ ذرہ برابر فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں وَلَا فِي الْاَرْضِ اورنہ زمین میں

وَمَا لَهُمْ اورنہیں ہے ان کے لیے فِيْهِمَا آسمانوں اور زمین میں مِنْ

شِرۡكٍ کوئی شراکت وَمَالَهٗ اور نہیں ہے اللہ کے لیے مِنۡهُمۡ ان میں سے مِّنۡ ظَهِيۡرٍ کوئی مددگار وَلَا تَنۡفَعُ الشَّفَاعَةُ اور نہیں نفع دے گی سفارش عِنۡدَهٗۤ اس کے پاس اِلَّا مگر لِمَنۡ اس شخص کے لیے اَذِنَ لَهٗ جس کے لیے رب نے اجازت دی حَتّٰۤى اِذَا فُزِّعَ یہاں تک کہ جس وقت گھبراہٹ دور کی جاتی ہے عَنۡ قُلُوۡبِهِمۡ ان کے دلوں سے قَالُوۡا کہتے ہیں مَاذَا قَالَ رَبُّكُمۡ کیا کچھ کہا ہے تمہارے رب نے قَالُوا کہتے ہیں الۡحَـقَّ حق کہا ہے وَهُوَ الۡعَلِىُّ الۡكَبِيۡرُ اور وہی بلند ہے اور بڑائی والا ہے۔

قومِ سبا اور ان کا محل وقوع :

یمن کے علاقے میں مشہور و معروف قوم سبا رہتی تھی جن کا مرکزی شہر سبا تھا جو اسی قوم کے نام کے ساتھ مشہور تھا۔ جیسے گکھڑ کوئی قوم تھی کہ جن کے نام سے گکھڑ شہر آباد ہے۔ سبا کا علاقہ بڑا زرخیز اور آباد علاقہ تھا جن کے ضروری حالات تم کل کے درس میں تفصیل کے ساتھ سن چکے ہو۔ سبا سے لے کر شام تک سفر ایک مہینے کا تھا۔ اگرچہ پختہ سڑک نہیں تھی مگر سبا سے لے کر دمشق تک بڑی چوڑی سڑک تھی اور اس کے کنارے وقفے وقفے سے بستیاں اور شہر آباد تھے جیسے آج کل اسٹیشن ہیں کہ ایک گیا تو دوسرا آ گیا یا سڑکوں پر اڈے ہیں ایک اڈا آ گیا دوسرا آ گیا تیسرا آ گیا۔ دن رات قافلے چلتے رہتے تھے پرامن کوئی خطرہ نہیں ہوتا تھا چور ڈاکو کا اور سفر خرچ اٹھانے کی بھی ضرورت نہیں ہوتی تھی کہ شہروں سے کھانے پینے کی چیزیں ملتی رہتی تھیں۔ بڑے بارونق شہر تھے۔

سبا والوں نے کہا کہ یہ کیا ہوا کہ ایک شہر گیا دوسرا آ گیا، دوسرا گیا تیسرا آ گیا

پروردگار! ان شہروں کو درمیان سے مٹا دے تاکہ سفر لمبا ہو جائے ہم گھوڑوں اور اونٹوں پر سوار ہو کر جائیں اور یہ غریب لوگ ہمیں دیکھتے رہیں۔ اندازہ لگاؤ ان لوگوں کے نظریے کا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ اور ہم نے بنائی سبا والوں کے درمیان وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بٰرَكْنَا فِيهَا اور ان بستیوں کے درمیان جن میں ہم نے برکت ڈالی تھی۔ بستیوں سے مراد شام فلسطین کا علاقہ ہے۔ سبا کے علاقے سے لے کر شام کے علاقے تک کیا بنایا؟ قُرًى ظَاهِرَةً بستیاں نظر آنے والیاں۔ ایک بستی سے گزرے آگے دوسری نظر آ رہی ہے وہاں سے گزرے آگے تیسری نظر آ رہی ہے چوتھی نظر آ رہی ہے۔ سڑک کے دونوں کنارے آباد تھے، چیزوں کی فراوانی تھی خوش حالی تھی یہ ایسی بستیاں تھیں وَقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ اور ٹھہرائی ہم نے ان بستیوں کے درمیان مسافت خاص اندازے کے مطابق۔ فرمایا اس راستے کے متعلق حکم تھا سِيرُوا فِيهَا لَيَالِيَ وَأَيَّامًا اٰمِنِينَ چلو تم ان میں راتوں کو اور دنوں کو امن کے ساتھ۔

سبا والوں کی دولت کا انحصار زیادہ تر تجارت پر تھا۔ یہ لوگ کاشت کاری بھی کرتے تھے اور ان کے باغات میلوں پر پھیلے ہوئے تھے۔ اس علاقے کے ایک طرف ہندوستان کا ساحل ہے اور دوسری طرف افریقہ کا ساحل ہے۔ دونوں براعظموں کے درمیان خوب تجارت ہوتی تھی۔ سونا چاندی، قیمتی پتھر، مصالحے، خوشبو اور ہاتھی دانت کا لین دین ہوتا تھا۔ یہ بڑا پرامن راستہ تھا کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں ہوتا تھا چاہے رات کو سفر کریں یا دن کو۔ اہل سبا کو بڑی آسودگی حاصل تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کو چاہیے تھا کہ وہ ہماری نعمتوں کی قدردانی کرتے لیکن اس کے برخلاف فَقَالُوا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا کہنے

لگے اے ہمارے رب! دور کر دے ہمارے سفروں کو، لمبا کر دے ہمارے سفروں کو۔ ہم سنتے ہیں کہ دوسرے ممالک میں دوران سفر میں بڑی مشکلات پیش آتی ہیں مگر ہمارے سفر تو نہایت پر امن اور باسہولت ہیں ہمیں کوئی دشواری نہیں پیش آتی۔ ہمارا جی چاہتا ہے کہ ہمارے سفر بھی لمبے ہوں کہ ہم مصائب کا مزہ چکھیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَظَلَمُوٓا اَنفُسَهُمْ اور انہوں نے ظلم کیا اپنی جانوں پر۔ ان کی اس دعا کا نتیجہ یہ ہوا کہ سیلاب نے ان کے باغات، کھیتیاں، مکان سب کچھ تباہ کر دیا۔ سیلاب کے بعد زمین میں روئیدگی کی قوت کم ہو جاتی ہے پھر وہاں جھاڑیوں کے سوا کچھ نہیں ہوتا تھا۔ اس کے بعد ان کے کچھ خاندان شام چلے گئے اور کچھ مدینہ منورہ چلے گئے جو اس وقت یثرب کہلاتا تھا۔ اس طرح یہ معروف ترین شاہراہ بھی بند ہو گئی اور قوم سبا کا نام ونشان مٹ گیا فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ پس کر دیا ہم نے ان کو قصے کہانیاں۔ افسانے بن گئے کہ لوگ ان کی خوش حالی، تاریخی ڈیم اور پھر ان کی تباہی کی داستانیں عبرت کے طور پر سناتے تھے۔

فرمایا وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ اور ہم نے ان کو بکھیر دیا ہر طرح کا بکھیرنا۔ کوئی پانی میں بہہ گئے کوئی کدھر چلے گئے اور کوئی کدھر چلے گئے اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ بے شک اس میں البتہ کئی نشانیاں ہیں لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ہر ایک صبر کرنے والے اور شکر کرنے والے کے لیے کہ ناشکری کا کیا نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ اور البتہ تحقیق سچا کر دکھایا ان کے بارے میں ابلیس نے اپنا خیال۔ تفسیروں میں آتا ہے کہ آدم علیہ السلام کا جب ڈھانچا تیار ہوا ابھی اس میں روح نہیں ڈالی گئی تھی تو ابلیس آدم علیہ السلام کے اردگرد گھوما، ٹانگیں دیکھیں ٹھوس تھیں، بازو دیکھے ٹھوس

تھے کہنے لگا کہ مجھے ایسی جگہ نظر آئے کہ جہاں سے اس کی اولاد میں وساوس ڈالوں۔ منہ دیکھا ناک دیکھی تو کہنے لگا ہاں! میرے لیے بھی جگہ ہے وساوس ڈالنے کے لیے۔ منہ اور ناک کے ذریعے میں وساوس ڈال سکوں گا۔ میں ان کی اکثریت کو انسان نہیں رہنے دوں گا وہ حیوانوں سے بھی بدتر ہوں گے۔ تو ابلیس نے اس وقت جو خیال ظاہر کیا تھا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ اس نے سچا کر دکھایا۔ وہ خیال اور گمان کیا تھا؟ کہ اکثریت میری پیروی کرے گی فَاتَّبَعُوْهُ پس انہوں نے اس کی پیروی کی اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ مگر ایک گروہ مومنوں میں سے۔

دنیا میں اکثریت کفار کی ہے :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام کو فرمائیں گے آپ کی اولاد میں ایک ہزار میں سے ایک جنت میں جائے گا اور نو سو ننانوے جہنم میں جائیں گے۔ ایک جنتی نو سو ننانوے دوزخی۔ یہ بخاری شریف کی روایت ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا حضرت! پھر کون بچے گا ہم میں سے؟ فرمایا نہیں یہ تقسیم تمہارے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ ساری مخلوق کے اعتبار سے ہے۔ اس میں یاجوج ماجوج بھی ہوں گے۔ اس وقت تنہا چین کی آبادی ایک ارب چالیس کروڑ کے قریب ہے اس میں مسلمانوں کی تعداد بہ مشکل دس کروڑ کے قریب ہے۔ اس وقت روس کی آبادی چالیس کروڑ کے قریب ہے۔ وہاں مسلمان مشکل سے ایک کروڑ بھی نہیں ہیں۔ پہلے زیادہ تھے مگر ظالم روس نے نہیں چھوڑے۔ ہندوستان کی اس وقت آبادی نوے کروڑ کے قریب ہے اور مسلمان انیس بیس کروڑ کے قریب ہیں۔ یہی حال دوسرے ممالک کا ہے۔ تو تمام کافروں کی گنتی ہو گی اور اکثریت کافروں کی ہے۔

آٹھویں پارے کی آیت کا مفہوم ہے کہ کافروں نے آنحضرت ﷺ سے کہا کہ ہمارے تمہارے درمیان جو جھگڑا شروع ہو گیا ہے اس کو ختم کرنے کے لیے ووٹنگ کرا لیتے ہیں کہ تمہارے ساتھ کتنے آدمی ہیں اور ہمارے ساتھ کتنے آدمی ہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ثالث مان لیں جو وہ فیصلہ کرے اسے تسلیم کر لیں۔ دونوں باتوں کا اللہ تعالیٰ نے جواب دیا۔ فرمایا اَفَغَیْرَ اللّٰہِ اَبْتَغِیْ حَکَمًا [انعام:۱۱۵] ''کیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور ثالث تلاش کروں۔'' میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو ثالث ماننے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ باقی تم ووٹنگ کی بات کرتے ہو تو اس کا جواب بھی سن لو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاِنْ تُطِعْ اَکْثَرَ مَنْ فِی الْاَرْضِ یُضِلُّوْکَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ [آیت:۱۱۶] ''اگر آپ اطاعت کریں گے ان لوگوں کی جو اکثر ہیں زمین میں (جن کی اکثریت ہے) تو وہ آپ کو بہکا دیں گے اللہ تعالیٰ کے راستے سے۔'' اکثریت ہمیشہ گمراہوں کی رہی ہے۔

کہتے ہیں کہ اس وقت دنیا کی آبادی چھ ارب کے قریب ہے اور ان میں کلمہ پڑھنے والے مسلمان کہلانے والے ایک ارب کے قریب ہیں تو اس ایک ارب میں صحیح مسلمان کتنے ہیں؟ مردم شماری میں تو انہوں نے قادیانیوں، رافضیوں، ذکریوں، منکرین حدیث اور شرک میں ڈوبے ہوؤں کو بھی شامل کیا ہے حالانکہ یہ مسلمان نہیں ہیں تو ابلیس نے جو رائے قائم کی تھی کہ اکثریت اس کی پیروی کرے گی ایسا ہی ہوا۔

مومنوں میں سے ایک گروہ نے شیطان کی بات نہیں مانی وَمَا کَانَ لَہٗ عَلَیْھِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اور نہیں تھا ابلیس کا ان پر کوئی زور اور تسلط۔ شیطان جبراً کسی کو غلط راستے پر نہیں لگا سکتا وہ تو ترغیب دیتا ہے، گناہ کا شوق دلاتا ہے چونکہ نفس امارہ اس کا مرید ہے اس لیے اس پر اس کا جلدی اثر ہو جاتا ہے اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ یُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَۃِ تاکہ ہم ظاہر کر دیں

جو ایمان لاتا ہے آخرت پر مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِي شَكٍّ اس شخص سے جو قیامت کے بارے میں شک کرتا ہے۔ سارے مومن بھی شیطان سے آزاد نہیں ہیں صرف ایک گروہ ہے جو اس کی پیروی نہیں کرتا باقی کسی نہ کسی مد میں، کسی نہ کسی شق میں اس کے پیروکار ہیں وَرَبُّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ اور آپ کا رب ہر چیز پر نگران ہے۔ سب اسی کی حفاظت میں ہیں۔

تردید شرک :

آگے شرک کا رد ہے قُلِ اے نبی کریم! آپ کہہ دیں ادْعُوا الَّذِينَ پکارو تم ان کو زَعَمْتُمْ جن کے بارے میں تم خیال کرتے ہو مِّن دُونِ اللَّهِ اللہ تعالیٰ کے سوا۔ اللہ تعالیٰ سے ورے ورے جن کو تم حاجت روا، مشکل کشا سمجھتے ہو پکارو تم ان کو اور ہمارا فیصلہ بھی سن لو لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وہ مالک نہیں ہیں ذرہ برابر نہ آسمانوں میں نہ زمین میں۔ جب وہ کسی شے کے مالک ہی نہیں اور ان کے اختیار میں کوئی شے ہی نہیں وہ تمہارا کیا کام کریں گے؟ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِن شِرْكٍ اور نہیں ہے ان کے لیے آسمانوں میں اور زمینوں میں کوئی شراکت کہ کسی نے آسمان کا کوئی حصہ پیدا کیا ہو یا زمین کا کوئی حصہ پیدا کیا ہو۔ نہیں کوئی ان کی شراکت نہیں ہے تنہا پروردگار نے آسمان پیدا کیے، زمینیں پیدا کیں، انسان پیدا کیے، حیوان پیدا کیے، چرند پرند، حشرات الارض پیدا کیے وہ خالق کل شی ہے۔ خالق بھی وہی، مالک بھی وہی، رازق بھی وہی، حاکم بھی وہی، إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ [یوسف: ۴۰] ''حکم صرف اللہ تعالیٰ کا۔'' أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ [اعراف: ۵۴] ''سنو اسی کا کام ہے پیدا کرنا اور حکم دینا۔'' مخلوق بھی اسی کی اور حکم بھی اسی کا۔ یہ تو دنیا میں جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا قانون چل رہا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ملک میں خدا کی مخلوق پر خدا کا قانون نافذ ہو سکتا ہے اور کچھ نہیں مگر آج ہم باطل نظاموں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ یہ ہماری انتہائی بدقسمتی ہے۔ بے چارے طالبان کچھ تھوڑا بہت اسلامی قانون نافذ کرتے ہیں تو مغربی قوتیں ان کو بدنام کرنے کے لیے ان کے پیچھے ڈھول بجاتی ہیں (شور مچاتی ہیں کہ) وہاں یہ ہوگیا جی! وہاں یہ ہوگیا جی! اس وقت قرآن وسنت کے احکامات صرف افغانستان میں نافذ ہیں۔ (یہ اس وقت کی بات ہے جب طالبان کی حکومت تھی۔ بلوچ) طالبان کی حکومت کے سوا دنیا کے کسی خطے اسلام نافذ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو کامیابی نصیب فرمائے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے ملک والوں کو بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے کہ لوگ امن کے ساتھ سوئیں اور امن کے ساتھ اٹھیں اور امن کے ساتھ رہیں۔ کسی کو کسی کے ساتھ زیادتی کرنے کی جرأت نہ ہو، جان محفوظ، مال محفوظ، عزت وآبرو محفوظ ہو۔ تو فرمایا جن کو یہ پکارتے ہیں ان کی آسمانوں اور زمین میں کوئی شراکت نہیں ہے وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ کے لیے ان میں سے کوئی مددگار۔ رب تعالیٰ کو قوی عزیز ہے اس کو کسی کی امداد کی کیا ضرورت ہے؟ امداد کی ضرورت تو کمزور کو ہوتی ہے۔ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗ اور نہیں نفع دے گی سفارش اس کے پاس۔ کہتے تھے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کے ہاں سفارش نفع نہیں دے گی اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ مگر اس کے لیے جس کے لیے رب نے اجازت دی۔ نہ ہر آدمی کی سفارش قبول ہے اور نہ ہر آدمی کے لیے سفارش قبول ہے۔ مومن متقی کی قبول ہوگی اور مومن کے لیے قبول ہوگی۔ کافر کے لیے سفارش قبول نہیں ہے۔

کافر کے حق میں کسی کی بھی سفارش قبول نہیں :

آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی سے بڑھ کر مخلوق میں کوئی مقبول نہیں ہے۔ عبد اللہ بن اُبی کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے آپ ﷺ نے اپنا کرتہ مبارک بطور کفن اس کو پہنایا، اپنا لعاب بھی اس کے بدن پر ملا، جنازہ بھی خود پڑھایا، آپ ﷺ کے پیچھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ اس سے بڑھ کر کیا سفارش ہوگی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ایک مرتبہ نہیں ستر مرتبہ بھی استغفار کریں تو میں نہیں بخشوں گا۔ بے ایمان کے لیے سفارش نہیں ہے۔

حَتّٰٓی اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ یہاں تک کہ جب گھبراہٹ دور کی جاتی ہے ان کے دلوں سے۔ اس کی تفسیر بخاری وغیرہ میں اس طرح بیان ہوئی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کوئی حکم دینا چاہتے ہیں تو پہلے ایک آواز آتی ہے جس طرح گھر کی گھنٹی (Bell) کی آواز ہوتی ہے۔ اس سے فرشتوں پر ایک غشی سی طاری ہو جاتی ہے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے اس قدر خوف زدہ ہوتے ہیں۔ تو جب ان سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے تو نچلے طبقے والے فرشتے اوپر والوں سے مخاطب ہوتے ہیں قَالُوْا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ کہتے ہیں کیا کچھ کہا ہے تمہارے رب نے قَالُوا الْحَقَّ وہ کہتے ہیں کہ حق کہا ہے وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ اور وہ ذات بہت بلند اور بڑی عظمت والی ہے۔ مطلب یہ کہ فرشتے تو خود اس قدر بے بس اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے بے ہوش ہو جانے والے ہیں وہ کسی کی کیا سفارش کریں گے کیا یہ جبری طور پر سفارش کر سکتے ہیں؟ حاشا وکلا ہرگز نہیں۔ یہ باتیں ان لوگوں کی اپنی بنائی ہوئی ہیں حقیقت کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّاۤ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۴﴾ قُلْ لَّا تُسْــَٔلُوْنَ عَمَّاۤ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْــَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ؕ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ﴿۲۶﴾ قُلْ اَرُوْنِيَ الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَآءَ كَلَّا ؕ بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۷﴾ وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾ قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۰﴾ ع وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ ؕ وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖۚ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ ِ الْقَوْلَ ۚ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَاۤ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾

قُلْ آپ ان سے کہہ دیں مَنْ يَّرْزُقُكُمْ کون ہے جو تم کو رزق دیتا ہے مِنَ السَّمٰوٰتِ آسمانوں سے وَالْاَرْضِ اور زمین سے قُلْ آپ کہہ دیں اللّٰہ اللہ تعالیٰ ہی رزق دیتا ہے وَاِنَّاۤ اور ہم اَوْ اِيَّاكُمْ یا تم لَعَلٰى هُدًى البتہ ہدایت پر ہیں اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ یا کھلی گمراہی میں قُلْ آپ کہہ دیں لَّا تُسْــَٔلُوْنَ تم سے نہیں پوچھا جائے گا عَمَّاۤ اَجْرَمْنَا ان چیزوں کے

بارے میں جو جرم ہم نے کیے ہیں وَلَا نُسْئَلُ اور نہ ہم سوال کیے جائیں گے
عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ان چیزوں کے بارے میں جو عمل تم کرتے ہو قُلْ آپ کہہ دیں
یَجْمَعُ بَیْنَنَا جمع کرے گا ہم سب کو رَبُّنَا ہمارا رب ثُمَّ یَفْتَحُ بَیْنَنَا پھر
فیصلہ کرے گا ہمارے درمیان بِالْحَقِّ حق کے ساتھ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِیْمُ اور
وہ فیصلہ کرنے والا سب کچھ جاننے والا ہے قُلْ آپ کہہ دیں اَرُوْنِیَ الَّذِیْنَ
مجھے دکھاؤ وہ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ جن کو تم نے ملایا ہے اس کے ساتھ شُرَكَآءَ شریک
بنا کر كَلَّا ہرگز نہیں بَلْ هُوَ اللّٰهُ بلکہ وہ اللہ ہی ہے الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ غالب
حکمت والا وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ
مگر تمام انسانوں کے لیے بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے
والا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ اور لیکن اکثر لوگ لَا یَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے
وَیَقُوْلُوْنَ اور کہتے ہیں مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ کب پورا ہوگا یہ وعدہ اِنْ كُنْتُمْ
صٰدِقِیْنَ اگر ہو تم سچے قُلْ آپ کہہ دیں لَّكُمْ مِّیْعَادُ تمہارے لیے ایک
میعاد ہے یَوْمٍ ایسے دن کی لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ نہیں تم پیچھے ہو سکو گے
اس سے سَاعَةً ایک گھڑی وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ اور نہ آگے بڑھو گے وَقَالَ
الَّذِیْنَ اور کہا ان لوگوں نے كَفَرُوْا جو کافر ہیں لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ ہم
ہرگز نہیں ایمان لائیں گے اس قرآن پر وَلَا بِالَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ اور نہ ان کتابوں
پر جو ان سے پہلے آئی ہیں وَلَوْ تَرٰی اور اگر آپ دیکھیں اِذِ الظّٰلِمُوْنَ جس

وقت کہ ظالم مَوْقُوْفُوْنَ کھڑے کیے جائیں گے عِنْدَ رَبِّهِمْ اپنے رب کے ہاں یَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضِ لوٹائیں گے بعض ان کے بعض کی طرف الْقَوْلَ بات کو یَقُوْلُ الَّذِیْنَ کہیں گے وہ لوگ اسْتُضْعِفُوْا جو کمزور سمجھے جاتے تھے لِلَّذِیْنَ ان لوگوں کو اسْتَکْبَرُوْا جنھوں نے تکبر کیا لَوْلَآ اَنْتُمْ اگر نہ ہوتے تم لَکُنَّا مُؤْمِنِیْنَ البتہ ہم مومن ہوتے۔

دنیاوی زندگی میں رزق کی اہمیت :

دنیا کی زندگی میں رزق کا مسئلہ بھی بڑا اہم مسئلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام جان دار مخلوق کو رزق کا محتاج بنایا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر بھی کھانے پینے سے مستغنی نہیں تھے۔ کافر کہتے تھے مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلُ یَاْ کُلُ الطَّعَامَ وَ یَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ [فرقان:۷] "کیا ہے اس رسول کو یہ کھانا کھاتا ہے اور چلتا ہے بازاروں میں سودا سلف خریدنے کے لیے اور کہتا ہے کہ میں نبی ہوں۔" اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا یَاْ کُلُوْنَ الطَّعَامَ وَ مَا کَانُوْا خٰلِدِیْنَ [انبیاء:۸] "اور نہیں بنایا ہم نے ان (رسولوں) کے ایسے اجسام کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ ہی وہ ہمیشہ رہنے والے تھے۔" تو جان دار مخلوق کے لیے رزق کا مسئلہ بہت اہم ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا "قریب ہے کہ غربت کفر تک پہنچا دے۔" کہ ایسا زمانہ آئے گا کہ فقر و غربت کفر کے زمانے تک پہنچا دے گی، کافر بنا دے گی۔ یہ روٹی، کپڑا، مکان کا مسئلہ بڑا اہم مسئلہ ہے اور اسلام نے جتنے معقول طریقے سے حل کیا ہے دنیا کے کسی ازم اور قانون میں نہیں ہے۔ مگر افسوس کہ جو قرآن سنت

اور فقہ اسلامی میں ہے اس پر عمل نہیں ہے۔ اگر ان پر عمل ہو تو رزق کا کوئی محتاج نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں مَنْ يَّرْزُقُكُمْ تمہیں رزق کون دیتا ہے مِّنَ السَّمٰوٰتِ آسمانوں سے۔ آسمانوں سے رزق کا مطلب یہ ہے کہ اوپر سے بارش ہوتی ہے جس سے فصلیں پیدا ہوتی ہیں۔ سورج کی کرنوں سے فصلیں بڑھتی اور پکتی ہیں۔ چاند کی چاندنی کا بھی اثر ہے، ہوا کا بھی اثر ہے، ستاروں کی مدہم روشنی کا بھی فصلوں پر اثر ہے۔ یہ سارا اوپر کا نظام کس نے بنایا ہے؟ وَالْاَرْضِ اور زمین سے۔ زمین میں روئیدگی کی طاقت کس نے رکھی ہے؟ دانے کو محفوظ رکھ کر کون اگاتا ہے؟ اگر اللہ تعالیٰ نہ چاہے تو کچھ بھی نہ ہو بیج کو کیڑے کھا جائیں۔ بتاؤ یہ رزق دینے والا کون ہے؟ اگر یہ گونگے ہوں تو قُلْ آپ کہہ دیں اللّٰهُ صرف اللہ ہی دیتا ہے۔ سورج اس کے قبضے میں، چاند اس کے قبضے میں، بارش برسانا اس کا کام، ہوا چلانا اس کا کام، رزق دینا اس کا کام، خالق وہ، رازق وہ، مالک وہ، عالم الغیب والشہادہ وہ۔ تم رب تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو ذرا سوچو تو سہی۔ دو فریق ہیں۔ ایک تم ہو اور ایک ہم ہیں۔ ایک طرف ہدایت ہے ایک طرف گمراہی ہے۔ سوچ لو ہدایت پر کون ہے؟ اور گمراہی پر کون ہے؟

فرمایا وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ بے شک ہم یا تم لَعَلٰى هُدًى البتہ ہدایت پر ہیں اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ یا کھلی گمراہی میں کون ہے؟ ایک فریق ہم ہیں اور دوسرا فریق تم ہو، ایک نظریہ ہمارا ہے اور ایک نظریہ تمہارا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کرتا ہے؟ تم نے لات، منات، عزیٰ کو مشکل کشا، حاجت روا بنا رکھا ہے اور ان کے علاوہ کتنے الٰہ تم نے بنائے ہوئے ہیں۔ یہ فیصلہ تم خود کرو حق پر کون ہے؟ باطل پر کون ہے؟ ہدایت کس کے پاس ہے اور گمراہی کس کے پاس ہے؟ قُلْ آپ کہہ دیں لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّآ اَجْرَمْنَا تم

سے نہیں پوچھا جائے گا اس چیز کے بارے میں جو ہم نے جرم کیا۔ ہمارے گناہوں کے بارے میں تم سے پوچھ گچھ نہیں ہوگی وَلَا نُسْئَلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ اور ہم سے سوال نہیں ہوگا اس چیز کے بارے میں جو تم کرتے ہو۔ تمہارے عقائد تمہارے ساتھ اور ہمارے عقائد ہمارے ساتھ، تمہارے اعمال تمہارے ساتھ اور ہمارے اعمال ہمارے ساتھ۔ ہم تمہیں حقیقت بتلاتے ہیں تمہاری راہنمائی کرتے ہیں اس پر چلنا تمہارا کام ہے۔ قُلْ آپ کہہ دیں یَجْمَعُ بَیْنَنَا رَبُّنَا جمع کرے گا ہمیں ہمارا رب ثُمَّ یَفْتَحُ بَیْنَنَا پھر کھول دے گا ہمارے درمیان جو حقیقت اور راز ہے۔ عقائد، اعمال، اخلاق سب کھول دے گا۔ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دے گا۔

دنیا میں تو ایسا ہوتا ہے کہ ایک آدمی سچا ہوتے ہوئے بھی سچائی کو ثابت نہیں کر سکتا یا ظالم اس کی سچائی کو سنتا نہیں ہے اور وہ مجرم بن جاتا ہے۔ دنیا کی عدالتیں غلط فیصلہ کر دیتی ہیں کہ وہ غیب نہیں جانتیں۔ دیانت دار جج نے بھی فیصلہ بیانات پر کرنا ہے، گواہوں کی گواہی پر کرنا ہے۔ اور قیامت والے دن اس ذات کے سامنے پیش ہونا ہے جس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے وہ رازوں اور بھیدوں کو جانتا ہے وہاں کون داؤ لگائے گا اور کس کو لگائے گا؟ وہاں اللہ تعالیٰ حقیقت کھول دے گا ہمارے درمیان بِالْحَقِّ حق کے ساتھ وَهُوَ الْفَتَّاحُ اور وہ حقیقت کھولنے والا ہے اَلْعَلِیْمُ جاننے والا ہے۔ قُلْ آپ کہہ دیں۔ ان سے پوچھیں اَرُوْنِیَ الَّذِیْنَ مجھے دکھاؤ وہ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَآءَ جن کو تم نے ملایا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بنا کر۔ مجھے بتلاؤ وہ کون ہیں اور انہوں نے کیا کیا ہے؟ پہلے تم پڑھ چکے ہو کہ نہ تو زمین اور آسمانوں میں کسی کی شراکت ہے اور نہ ہی کوئی اللہ تعالیٰ کا مددگار ہے۔ دکھاؤ وہ کون ہیں جن کو تم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ملایا ہے؟ كَلَّا ہرگز نہیں کوئی

رب تعالیٰ کا شریک نہیں ہے بَلْ هُوَ اللّٰهُ بلکہ وہی اللہ تعالیٰ ہی ہے آسمانوں کا خالق بھی، زمین کا خالق بھی، رزق دینے والا بھی، بیمار کرنے والا بھی، صحت دینے والا بھی، بادشاہ بنانے والا بھی، گدا بنانے والا بھی الْعَزِيْزُ غالب ہے الْحَكِيْمُ حکمت والا ہے۔ وہ اتنا غالب ہے کہ ایک لمحے میں سب کچھ تباہ کر دے۔ اس کی حکمت کو ہم نہیں سمجھ سکتے۔ یہاں تک توحید کا مسئلہ بیان ہوا اور آگے رسالت کا مسئلہ بیان ہو رہا ہے۔ کیونکہ اہم مسئلے توحید، رسالت اور قیامت ہیں۔

آنحضرت ﷺ تمام مخلوق کے لیے پیغمبر ہیں :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اے نبی کریم! نہیں بھیجا ہم نے آپ کو اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ مگر تمام لوگوں کے لیے بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا۔ یہاں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام انسانوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اور سورت فرقان آیت نمبر ایک میں ہے تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا "برکت والی ہے وہ ذات جس نے اتارا ہے فرقان اپنے بندے پر تاکہ ہو جائے وہ تمام جہانوں کو ڈرانے والا۔ اس میں انسان بھی آ گئے، جنات بھی آ گئے۔ حدیث پاک میں ہے بُعِثْتُ اِلَى الْاَسْوَدِ وَالْاَحْمَرِ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ "میں بھیجا گیا ہوں کالے، سرخ سب جنوں اور انسانوں کی طرف۔ تو آنحضرت ﷺ تمام مخلوق کے لیے پیغمبر ہیں جو اللہ تعالیٰ کی توحید اور آپ ﷺ کی رسالت اور قیامت کو مان لے اس کو رب تعالیٰ کی رضا اور جنت کی خوش خبری سنا دیں۔ اور جو کفر و شرک پر ڈٹا اور اڑا رہے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر کمر بستہ رہے، حق کو قبول نہ کرے اس کو رب کے عذاب سے ڈرا دے جو دنیا میں بھی آتا رہتا ہے اور آخرت میں تو ہونا ہی ہے۔ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ

النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ اورلیکن اکثر لوگ نہیں جانتے آپ ﷺ کے نبی ہونے کو، بشیر نذیر ہونے کو۔ کافر تو دور کی بات ہے آج جو اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہیں وہ بھی دین کی بہت ساری چیزوں سے غافل ہیں۔ میری معلومات کے مطابق بعض علاقے ایسے ہیں کہ جہاں جنازے کے بغیر ہی دفن کر دیتے ہیں۔ بعض کو پہلا کلمہ نہیں آتا، نماز نہیں آتی اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ احسان سمجھو کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان نے پھر آگے ان کے فیض یافتہ علمائے دیوبند، سہارن پور، دہلی، رام پور، پاکستان، افغانستان، بنگلہ دیش کے علماء نے اصلی دین کی آبیاری کی، لوگوں کو حق بتایا اور سنایا۔ ایسا دین تمہیں کسی اور جگہ نظر نہیں آئے گا۔

بوسنیا کے مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ بس عورت کا نام فاطمہ ہے اور بندے کا نام عبداللہ ہے اس کے علاوہ کسی شے کا کچھ پتا نہیں ہے اور یہی حال دوسرے ملکوں کا ہے۔ اور یہاں الحمدللہ فرائض، واجبات، سنن اور مستحبات بھی لوگ جانتے ہیں۔ یہ سب ان بزرگوں کی محنت کا نتیجہ ہے۔ اگر ان بزرگوں کی محنتیں نہ ہوتیں تو نہ جانے ہم کیا ہوتے۔

قیامت کا ذکر :

رسالت کے بعد آگے قیامت کا مسئلہ ہے۔ مشرکین مکہ بڑے زور شور کے ساتھ قیامت کا انکار کرتے تھے۔ کہتے تھے مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ [سورہ یٰسین] ''ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا؟'' کبھی کہتے اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ [انعام:۲۹] ''نہیں ہے مگر صرف ہماری دنیا کی زندگی اور ہم دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے۔'' کبھی کہتے ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ [ق:۳] ''کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہو جائیں گے مٹی یہ لوٹ کر آنا تو بہت بعید

ہے۔'' اور اس مقام پر ہے وَيَقُولُونَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اور کہتے ہیں کب ہوگا یہ وعدہ پورا اگر ہو تم سچے۔ یہ قیامت کب آئے گی بتاؤ؟ دیکھو! وقت معلوم نہ ہونے سے حقیقت کا تو انکار نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً سب جانتے ہیں کہ ہم نے مرنا ہے مگر موت کے وقت کا کسی کو علم نہیں ہے تو کیا اس سے ہم انکار کر سکتے ہیں کہ ہم نے مرنا نہیں ہے۔ تو مدت کا علم نہ ہونے سے کوئی موت کا انکار تو نہیں کر سکتا۔ اسی طرح سمجھو کہ قیامت کے وقت کا ہمیں علم نہیں ہے کہ کب آئے گی لیکن آئے گی ضرور۔ وقت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں لَكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ تمہارے لیے میعاد ہے ایسے دن کی لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً کہ تم مؤخر نہیں ہو گے اس میعاد سے ایک گھڑی بھی وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ اور نہ آگے ہو سکو گے۔ شخصی قیامت ہر ایک کی موت ہے وہ نہیں ٹلتی۔ کیا مجال ہے کہ ایک منٹ آگے پیچھے ہو جائے یا فرشتہ بھول جائے کہ کس کی جان نکالنی ہے۔ حاشا وکلا وہ ایسا مضبوط نظام ہے کہ اس میں ذرہ برابر بھی غلطی کا امکان نہیں ہے۔ دنیا کے نظاموں میں کمی بیشی ہو جاتی ہے اور انسانوں کو غلطی لگ جاتی ہے۔ پرسوں کے اخبار میں مَیں نے پڑھا کہ ڈاکٹر نے ایک عورت کا آپریشن کیا تو تولیا اس کے پیٹ میں رہ گیا اور پیٹ کو سی دیا۔ ڈاکٹروں کی بدحواسی پھر دوبارہ پیٹ کھول کر تولیا نکالا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے نظام میں غلطی کا کوئی امکان نہیں ہے۔ عالم کی قیامت تو جب آئے گی آئے گی شخصی قیامت تو سر پر کھڑی ہے مَنْ مَاتَ قَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهٗ آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے جنت بھی سامنے، دوزخ بھی سامنے، فرشتے بھی نظر آئیں گے وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور کہا ان لوگوں نے جو کافر ہیں لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ ہم ہرگز نہیں

ایمان لائیں گے اس قرآن پر وَلَا بِالَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ اور نہ ان کتابوں پر جو ان سے پہلے آئی ہیں۔ تورات، زبور، انجیل اور دیگر آسمانی صحیفے، ہم کسی کو نہیں مانتے۔ اب اس ضد کا کیا علاج ہے؟

رب تعالیٰ فرماتے ہیں اے مخاطب! آج تو یہ کہہ رہے ہیں وَلَوْ تَرٰٓی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ اور اگر آپ دیکھیں جس وقت یہ ظالم مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ کھڑے کیے جائیں گے اپنے رب کے سامنے۔ رب تعالیٰ کی سچی عدالت ہوگی اللہ تعالیٰ اپنی شان کے لائق فیصلے کے لیے جلوہ افروز ہوں گے اس وقت کیا بنے گا؟ آنے والے جملے اچھی طرح یاد کرلیں بھولنا نہیں ہے کہ یَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضِ الْقَوْلَ لوٹائیں گے ان کے بعض بعض کی طرف بات کو یعنی بعض بعض کی تردید کریں گے۔ مرید پیروں کی، شاگرد استادوں کی، ووٹ دینے والے ووٹ لینے والوں کی یعنی چھوٹے بڑوں کی تردید کریں گے بات کو یَقُوْلُ الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا کہیں گے وہ لوگ جو کمزور سمجھے جاتے تھے۔ شاگرد استاد کے مقابلے میں کمزور ہوتا ہے، مرید پیر کے مقابلے میں کچھ نہیں ہوتا، ووٹ دینے والے کمزور ہوتے ہیں جن کو دھکے دے کر لے جاتے ہیں۔ کن کو کہیں گے؟ لِلَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْا ان لوگوں سے کہیں گے جو متکبر تھے، طاقت ور تھے او ظالمو! لَوْلَآ اَنْتُمْ اگر تم نہ ہوتے لَکُنَّا مُؤْمِنِیْنَ البتہ ہم ایمان لے آتے۔ ہم ایمان دار ہوتے اے غلط کار استادو، پیرو! ہمارے ممبرو! تم نے ہمارا بیڑا غرق کیا۔ تم ہمارے ایمان میں رکاوٹ تھے۔ کل کے درس میں ان شاء اللہ ان کا جواب آئے گا۔

قَالَ الَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْا لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْٓا اَنَحْنُ صَدَدْنٰکُمْ عَنِ الْهُدٰی بَعْدَ اِذْ جَآءَکُمْ بَلْ کُنْتُمْ مُّجْرِمِیْنَ ﴿۳۲﴾ وَقَالَ الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْا بَلْ مَکْرُ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّکْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ؕ وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِیْٓ اَعْنَاقِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ؕ هَلْ یُجْزَوْنَ اِلَّا مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ کٰفِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَقَالُوْا نَحْنُ اَکْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۙ وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ﴿۳۵﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾ ع وَمَآ اَمْوَالُکُمْ وَلَآ اَوْلَادُکُمْ بِالَّتِیْ تُقَرِّبُکُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓی اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۫ فَاُولٰٓئِکَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِی الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾

قَالَ الَّذِیْنَ کہیں گے وہ لوگ اسْتَکْبَرُوْا جنہوں نے تکبر کیا لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا ان کو جو کمزور سمجھے جاتے تھے اَنَحْنُ صَدَدْنٰکُمْ کیا ہم نے روکا تھا تم کو عَنِ الْهُدٰی ہدایت سے بَعْدَ اِذْ جَآءَکُمْ بعد اس کے کہ وہ تمہارے پاس آچکی تھی بَلْ کُنْتُمْ مُّجْرِمِیْنَ بلکہ تم خود مجرم ہو وَقَالَ الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا اور کہیں گے وہ لوگ جو کمزور سمجھے جاتے تھے لِلَّذِیْنَ ان لوگوں کو اسْتَکْبَرُوْا جنہوں نے تکبر کیا بَلْ مَکْرُ الَّیْلِ بلکہ رات کی تدبیر وَالنَّهَارِ

اور دن کی تدبیر اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ جس وقت تم حکم دیتے تھے ہمیں اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ ہم انکار کریں اللہ تعالیٰ کا وَنَجْعَلَ لَهٗٓ اَنْدَادًا اور بنائیں ہم اس کے لیے شریک وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ اور مخفی رکھیں گے ندامت کو لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ جب دیکھیں گے عذاب کو وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ اور ڈالیں گے ہم طوق فِيْٓ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ ان لوگوں کی گردنوں میں كَفَرُوْا جنہوں نے کفر کیا هَلْ يُجْزَوْنَ نہیں بدلہ دیئے جائیں گے اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ مگر اس چیز کا جو کچھ وہ کرتے رہے وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ اور نہیں بھیجا ہم نے کسی بستی میں مِّنْ نَّذِيْرٍ کوئی ڈرانے والا اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ مگر کہا اس کے آسودہ حال لوگوں نے اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ بے شک ہم اس چیز کے جو تم دے کر بھیجے گئے ہو كٰفِرُوْنَ منکر ہیں وَقَالُوْا اور کہا انہوں نے نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا ہم زیادہ ہیں مال میں وَّاَوْلَادًا اور اولاد میں وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ اور نہیں ہم سزا دیئے جائیں گے قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّ رَبِّيْ بے شک میرا رب يَبْسُطُ الرِّزْقَ کشادہ کرتا ہے رزق لِمَنْ يَّشَآءُ جس کے لیے چاہتا ہے وَيَقْدِرُ اور تنگ کرتا ہے وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ اور لیکن اکثر لوگ لَا يَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے وَمَآ اَمْوَالُكُمْ اور نہیں ہیں تمہارے مال وَلَآ اَوْلَادُكُمْ اور نہ تمہاری اولاد بِالَّتِيْ ایسی تُقَرِّبُكُمْ تمہیں قریب کردیں عِنْدَنَا ہمارے ہاں زُلْفٰٓى رتبے اور درجے میں اِلَّا مَنْ اٰمَنَ مگر وہ شخص جو ایمان لایا وَ

عَمِلَ صَالِحًا اور عمل کیے اچھے فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ پس یہی لوگ ہیں ان کے لیے جَزَآءُ الضِّعْفِ بدلہ ہوگا دگنا بِمَا عَمِلُوْا بوجہ اس کے جو انہوں نے عمل کیا وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اور وہ بالا خانوں میں اٰمِنُوْنَ امن کے ساتھ رہیں گے۔

تفسیر آیات :

کل کے سبق میں تم نے پڑھا کہ ظالم لوگ، مجرم لوگ جرم کی ذمہ داری ایک دوسرے پر ڈالیں گے۔ انسان کا مزاج ہے کہ کام بگڑ جائے تو دوسرے کے ذمہ لگا دیتا ہے۔ اور اگر سنور جائے تو سہرا اپنے سر رکھتا ہے۔ مجرم لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوئے بھی اس چیز کا مظاہرہ کریں گے۔ ایک دوسرے کے ساتھ نوک جھوک ہوگی کمزور لوگ بڑوں کو کہیں گے اگر تم نہ ہوتے تو البتہ ہم مومن ہوتے۔ اور متکبرین کہیں گے کمزوروں کو کیا ہم نے تمہیں ہدایت سے روکا تھا ہدایت کے آجانے کے بعد؟ بلکہ تم خود مجرم تھے۔ ہمارے اوپر کیوں ڈالتے ہو؟

قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا کہیں گے وہ لوگ جو متکبر اور وڈیرے تھے لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا ان کو جو کمزور سمجھے جاتے تھے اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ کیا ہم نے تم کو روکا تھا عَنِ الْهُدٰى ہدایت سے بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ بعد اس کے کہ وہ ہدایت تمہارے پاس آچکی تھی بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ بلکہ تم خود مجرم ہو۔ ہمارے اوپر بوجھ ڈالتے ہو وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا اور کہیں گے وہ لوگ جو کمزور سمجھے جاتے تھے لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا ان کو جو متکبر تھے بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ بلکہ رات دن کے فریب میں تم ہی ہمیں گمراہ کرتے تھے۔ ہمیں بلا کر میٹنگیں کرتے تھے اور طرح طرح کے ہمیں سبق پڑھاتے تھے اور آج کہتے ہو کہ ہم نے نہیں روکا اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ جس وقت تم ہمیں حکم

دیتے تھے کہ ہم انکار کریں اللہ تعالیٰ کا۔ رب تعالیٰ کے احکام نہ مانو آج تم بری الذمہ ہونا چاہتے ہو۔ آج بھی یہی حال ہے کمزور کو دھکے پڑتے ہیں اگر ان وڈیروں کے بلانے پر نہ آئیں تو بے عزتی کرتے ہیں تنگ کرتے ہیں۔ میں نے آج تک کسی کو ووٹ نہیں دیا۔ میری گلی کی نالی دیکھ لو بند پڑی ہے، گندہ پانی کھڑا ہے تین ماہ سے چلا رہا ہوں کوئی شنوائی نہیں ہے۔ ان کی جو آدمی بات نہ مانے اس کا یہ حال کرتے ہیں۔ تو کمزور کہیں گے تمہاری دن رات کی تدبیریں، اجتماع، جلسے، جس وقت تم ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم کفر کریں اللہ تعالیٰ کے ساتھ وَنَجْعَلَ لَهٗٓ اَنْدَادًا اور بنائیں ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک۔

چنانچہ سورہ ص میں وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ "اور تعجب کیا انہوں نے اس بات پر کہ آیا ان کے پاس ایک ڈرسنانے والا انہی میں سے وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ اور کہا کافروں نے هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ یہ جادوگر اور بڑا جھوٹا ہے اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا کیا کر دیا ہے اس نے تمام معبودوں کو ایک معبود اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ بے شک یہ ایک عجیب چیز ہے وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ ان میں سے ایک جماعت چلی (گلی محلوں میں اور کہنے لگے) اَنِ امْشُوْا چلو وَاصْبِرُوْا عَلٰٓی اٰلِهَتِكُمْ اور ڈٹے رہو اپنے معبودوں پر۔" یہ ان وڈیروں نے کہا کہ گلی محلوں میں جاؤ اور جا کر کہو کہ اپنے معبودوں کو نہیں چھوڑنا۔ تو چھوٹے کہیں گے بڑوں کو کہ او ظالمو! آج تم کیسے کہتے ہو کہ ہم نے کچھ نہیں کیا۔ ہمیں گمراہ کرنے کی سارے کرتوت تمہارے تھے۔

تو اس وقت یہ اپنا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے ایک دوسرے پر الزام لگائیں گے وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ اور مخفی رکھیں گے ندامت کو دونوں گروہ چھوٹے بھی اور بڑے بھی، کمزور بھی اور طاقت ور بھی لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ جس وقت دیکھیں گے عذاب کو۔ میدان

محشر میں جنت بھی نظر آئے گی اور دوزخ بھی نظر آئے گی وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ’’اور قریب کردی جائے گی جنت پرہیزگاروں کے وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ [شعراء ۹۱-۹۰] ’’اور ظاہر کر دیا جائے گا دوزخ کو گمراہوں کے لیے۔‘‘ وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ۔ اَغْلَال غُلّ کی جمع ہے بمعنی طوق۔ معنی ہوگا اور ڈالیں گے ہم طوق فِيْٓ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ اَعْنَاق جمع ہے عُنُقٌ کی۔ ان لوگوں کی گردنوں میں جو کافر ہیں۔

سورہ یٰسین میں ہے اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ پس وہ طوق ٹھوڑیوں تک ہیں پس ان کے سر اوپر کو اٹھ رہے ہیں۔‘‘ طوق اس انداز کے ہوں گے کہ گردن جھکا نہیں سکیں گے۔ پھر فرشتوں کو حکم ہوگا کہ ان کو پکڑو۔ ٹانگیں اوپر ہوں مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖ [سورة ملک] ’’اوندھے منہ سر نیچے۔‘‘ سر کے بل چلیں گے جیسے آج لوگ پاؤں پر چلتے ہیں۔ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ نہیں بدلہ دیئے جائیں گے مگر اس چیز کا جو وہ کرتے رہے۔

آگے اللہ تبارک وتعالیٰ آنحضرت ﷺ کو تسلی دیتے ہیں کہ آپ ان کی باتوں سے پریشان نہ ہوں کہ یہ آپ کو جادوگر کہتے ہیں معاذ اللہ تعالیٰ، کذاب کہتے ہیں، مجنون کہتے ہیں، مفتری کہتے ہیں، آپ ﷺ صبر کریں۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اور نہیں بھیجا ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا رب تعالیٰ کے عذاب سے اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ مگر کہا اس بستی کے آسودہ حال لوگوں نے اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ بے شک ہم اس چیز کے جو تم دے کر بھیجے گئے ہو منکر ہیں ہم نہیں مانتے توحید کو، رسالت کو، قیامت کو، کتابوں کو۔ آپ ﷺ کو تسلی دی کہ اگر آج یہ نہیں مان رہے تو کوئی نئی بات نہیں ہے پہلے بھی منکر ہوتے رہے ہیں۔

انکارِ توحید اور ابتدائے شرک :

حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے سے لے کر قیامت تک منکر رہیں گے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی عمر ہزار سال تھی۔ ان کے ایک ہزار سال بعد حضرت نوح علیہ السلام تشریف لائے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم سے پہلے اور گناہ تو تھے مگر کفر و شرک نہیں تھا۔ جس طرح توحید کا انکار حضرت نوح علیہ السلام کی قوم سے چلا آرہا ہے نبی کی بشریت کا انکار بھی اسی وقت سے چلا آرہا ہے۔ وَقَالُوْا اور کہا انہوں نے نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ہم زیادہ ہیں مال میں اور اولاد میں وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ اور نہیں ہم سزا دیئے جائیں گے۔ تم ہمیں عذاب سے ڈراتے ہو ہمیں کوئی عذاب نہیں ملے گا۔

ان کی منطق یہ تھی کہ اگر رب ہم سے ناراض ہوتا تو ہمیں، مال اور اولاد کیوں دیتا؟ دشمن کبھی دشمن کو نوازا نہیں کرتا۔ ہمیں مال اور اولاد دینے کا مطلب ہے کہ وہ ہم پر راضی ہے۔ الٹا مسلمانوں کو کہتے تھے کہ تم پر رب ناراض ہے کہ تم بھوکے ہو تمہیں کپڑے میسر نہیں، رہنے کے لیے ہمارے جیسے مکان نہیں، اولاد تمہاری تھوڑی ہے، تکالیف میں مبتلا ہو رب تم سے ناراض ہے ہم پر راضی ہے ہمیں کس طرح سزائیں دی جائیں گی؟ قُلْ آپ ان کو کہہ دیں اِنَّ رَبِّیْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ بے شک میرا رب کشادہ کرتا ہے رزق جس کا چاہتا ہے وَيَقْدِرُ اور تنگ کرتا ہے جس کا چاہتا ہے وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے نہیں سمجھتے کہ رزق کی تنگی اور فراخی کا تعلق رب تعالیٰ کی خوشی اور ناراضگی کے ساتھ نہیں ہے۔ یہ نظام الگ ہے۔ دنیا کے مال کی رب تعالیٰ کے ہاں کوئی قیمت نہیں ہے۔

رب تعالیٰ کے ہاں دنیا کی قدر و قیمت :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ دنیا و مافیہا کی قدر اگر جناح بعوضۃ مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کافر کو ایک گھونٹ پانی کا بھی نہ ملتا۔ اگر اللہ تعالیٰ کی خوشی اور ناراضی کا معیار مال ہوتا تو سب سے زیادہ دولت پیغمبروں کو دی جاتی کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں پیغمبروں سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے۔ قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں موسیٰ علیہ السلام کا تیسرا نمبر ہے مگر وہ بکریاں چرا کر اپنی ضروریات پوری کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام مخلوقات میں اول ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی بکریاں چرائی ہیں۔ حدیث پاک میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کُنْتُ اَرْعٰی لِاَهْلِ مَكَّةَ عَلٰى قَرَارِيْطَ "میں ٹکے ٹکے پر مکہ والوں کی بکریاں چراتا رہا ہوں۔"

حضرت زکریا علیہ السلام بڑھاپے میں بھی تیشہ آری چلا کر اپنے رزق کا انتظام کرتے تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام لوہے سے زرہ تیار کرتے تھے اور روزی کماتے تھے تو اگر دولت معیار ہوتی تو سب سے زیادہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملتی۔ حالانکہ بارہا یہ بات سن چکے ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر دو دو ماہ چولہے میں آگ نہیں جلتی تھی۔ فرمایا تمہارا یہ قیاس غلط ہے سن لو وَمَآ اَمْوَالُكُمْ اور نہیں ہیں تمہارے مال وَلَآ اَوْلَادُكُمْ اور نہ تمہاری اولاد بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰى ایسی ہیں کہ تمہیں قریب کر دیں ہمارے ہاں رتبے اور درجے میں۔ محض مال و دولت پر گھمنڈ نہ کرو یہ اچھے لوگوں کو بھی ملتی ہے اور بروں کو بھی ملتی ہے۔ قارون جیسے باغی کو، فرعون جیسے سرکش کو، ہامان جیسے بے ایمان کو رب تعالیٰ نے بہت کچھ دیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا کفن :

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں پیغمبروں کے بعد اول نمبر کی شخصیت ہیں مگر مرتے وقت کفن کے لیے پریشان ہیں کہ کیا بنے گا؟ عربی لوگ اس وقت عموماً کرتہ نہیں پہنتے تھے دو چادریں ہوتی تھیں ایک چادر اوپر اور ایک چادر نیچے ہوتی تھی۔ فرمایا بیٹی عائشہ رضی اللہ عنہا! یہ میری چادریں دھو لینا اور انہی میں مجھے کفنا دینا۔ انہوں نے کہا ابا جی! اللہ تعالیٰ آپ کو صحت دے آپ کا سایہ ہمارے سروں پر قائم رکھے اگر ایسی صورت ہوئی تو ہم نیا کفن پہنا دیں گے۔ فرمایا نہیں میرے گھر میں طاقت نہیں اور میں نہیں چاہتا کہ مرتے وقت بیت المال پر بوجھ ڈالوں۔ بخاری شریف کی روایت ہے فرمایا میرے ساتھ وعدہ کرو۔ چنانچہ وہی دو چادریں دھوئی گئیں اور ایک مزید لی گئی اور اس طرح صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دفنایا گیا۔ اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جس کے پاس مال زیادہ ہو گیا اس پر اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا اور جس بے چارے کے پاس کچھ نہیں ہم سمجھتے ہیں کہ اس پر اللہ تعالیٰ ناراض ہے۔ یہ کافروں والا قیاس اور ذہن ہے۔

تو فرمایا محض مال اور اولاد ہمارے قریب نہیں کر سکتے اِلَّا مَنْ اٰمَنَ مگر وہ جو ایمان لایا وَعَمِلَ صَالِحًا اور عمل کیا اچھا۔ وہ ہمارے ہاں درجے میں قریب ہے فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ پس یہی لوگ ہیں ان کے لیے بدلہ ہوگا دگنا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا [انعام:۱۶۱] ''جو کوئی نیکی کرے گا اسے دس گنا بدلہ ملے گا'' اور فی سبیل اللہ کی مد میں جو نیکی کرے گا اس کا بدلہ سات سو گنا تک ہے یا جس قدر اللہ تعالیٰ عطا کر دے تاہم ہر نیکی کا بدلہ دگنا تو ضرور ہے بِمَا عَمِلُوْا بہ وجہ اس کے جو انہوں نے عمل کیا ہے وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ اور وہ

بالا خانوں میں امن کے ساتھ رہیں گے۔ وہاں انہیں کوئی غم اور پریشانی نہیں ہوگی۔ نہ کسی محنت اور مشقت کی ضرورت اور نہ نعمت کے چھن جانے کا کوئی خطرہ ہوگا۔

وَالَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ
اُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ
لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ؕ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ
فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۳۹﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ
يَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿۴۰﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ
اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ اَكْثَرُهُمْ
بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ﴿۴۱﴾ فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا
ضَرًّا ؕ وَنَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا
تُكَذِّبُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا
رَجُلٌ يُّرِيْدُ اَنْ يَّصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْ ۚ وَقَالُوْا مَا هٰذَآ
اِلَّآ اِفْكٌ مُّفْتَرًى ؕ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ اِنْ
هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۴۳﴾ وَمَآ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا وَمَآ
اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِيْرٍ ؕ ﴿۴۴﴾ وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ
وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ ۫ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۴۵﴾ ع ۵ ۹ ۱۱

وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ يَسْعَوْنَ جو کوشش کرتے ہیں فِيْٓ اٰيٰتِنَا ہماری
آیتوں کے بارے میں مُعٰجِزِيْنَ ان کو عاجز کرنے کے لیے اُولٰٓئِكَ فِي
الْعَذَابِ یہ لوگ عذاب میں مُحْضَرُوْنَ حاضر کیے جائیں گے قُلْ کہہ دیں

اِنَّ رَبِّیْ بے شک میرا رب یَبْسُطُ کشادہ کرتا ہے الرِّزْقَ رزق لِمَنْ یَّشَآءُ جس کے لیے چاہے مِنْ عِبَادِہٖ اپنے بندوں میں سے وَیَقْدِرُ لَهٗ اور تنگ کرتا ہے جس کے لیے چاہے وَمَآ اور وہ چیز اَنْفَقْتُمْ جو تم خرچ کرتے ہو مِّنْ شَیْءٍ کوئی بھی چیز فَهُوَ یُخْلِفُهٗ پس وہ اس کا عوض دے گا وَهُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ اور وہ بہتر روزی دینے والا ہے وَیَوْمَ یَحْشُرُهُمْ اور جس دن وہ جمع کرے گا جَمِیْعًا سب کو ثُمَّ یَقُوْلُ پھر فرمائے گا لِلْمَلٰٓئِکَةِ فرشتوں سے اَهٰٓؤُلَآءِ اِیَّاکُمْ کَانُوْا یَعْبُدُوْنَ کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کرتے تھے قَالُوْا فرشتے کہیں گے سُبْحٰنَکَ آپ کی ذات پاک ہے اَنْتَ وَلِیُّنَا آپ ہمارے کارساز ہیں مِنْ دُوْنِهِمْ ان کے سوا بَلْ کَانُوْا بلکہ تھے یہ یَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ عبادت کرتے جنوں کی اَکْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ان میں سے اکثر ان پر اعتقاد رکھتے تھے فَالْیَوْمَ پس آج کے دن لَا یَمْلِکُ بَعْضُکُمْ لِبَعْضٍ نہیں مالک ہوگا تم میں سے بعض بعض کے لیے نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا نفع کا نہ ضرر کا وَنَقُوْلُ اور ہم کہیں گے لِلَّذِیْنَ ان لوگوں کو ظَلَمُوْا جنہوں نے ظلم کیا ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ چکھو آگ کا عذاب الَّتِیْ وہ آگ کُنْتُمْ بِهَا تُکَذِّبُوْنَ جس کو تم جھٹلاتے تھے وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اور جس وقت پڑھی جاتی ہیں ان پر اٰیٰتُنَا ہماری آیتیں بَیِّنٰتٍ واضح قَالُوْا کہتے ہیں مَا هٰذَآ نہیں ہے یہ پیغمبر اِلَّا رَجُلٌ مگر

ایک مرد یُّرِیۡدُ جوارادہ کرتا ہے اَنۡ یَّصُدَّکُمۡ کہ روک دے تم کو عَمَّا ان چیزوں سے کَانَ یَعۡبُدُ اٰبَآؤُکُمۡ جن کی عبادت کرتے تھے تمھارے باپ دادا وَقَالُوۡا اور کہا انہوں نے مَا ھٰذَآ نہیں ہے یہ قرآن اِلَّآ اِفۡکٌ مُّفۡتَرًی مگر جھوٹ گھڑا ہوا وَقَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا اور کہا ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا لِلۡحَقِّ حق کو لَمَّا جَآءَھُمۡ جب حق ان کے پاس آ گیا اِنۡ ھٰذَآ نہیں ہے یہ اِلَّا سِحۡرٌ مُّبِیۡنٌ مگر جادو کھلا وَمَآ اٰتَیۡنٰھُمۡ مِّنۡ کُتُبٍ اور نہیں دیں ہم نے ان کو کتابیں یَّدۡرُسُوۡنَھَا جن کو وہ پڑھتے ہوں وَمَآ اَرۡسَلۡنَآ اِلَیۡھِمۡ اور نہیں بھیجا ہم نے ان کی طرف قَبۡلَکَ آپ سے پہلے مِنۡ نَّذِیۡرٍ کوئی ڈرانے والا وَکَذَّبَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِھِمۡ اور جھٹلایا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے وَمَا بَلَغُوۡا اور یہ نہیں پہنچے مِعۡشَارَ مَآ اٰتَیۡنٰھُمۡ اس کے دسویں حصے کو جو ہم نے ان کو دیا فَکَذَّبُوۡا رُسُلِیۡ پس انہوں نے جھٹلایا میرے رسولوں کو فَکَیۡفَ کَانَ نَکِیۡرِ پھر کیسے تھا میرا انکار کرنا۔

تفسیر آیات :

کل کی آیات میں تم نے پڑھا کہ مَنۡ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ''جو ایمان لایا اور عمل کیے اچھے ان کو دگنا اجر ملے گا اور بالا خانوں میں امن سے رہیں گے۔'' اب ان کے مقابلے میں دوسرے لوگوں کا ذکر ہے۔

فرمایا وَالَّذِیۡنَ یَسۡعَوۡنَ فِیۡٓ اٰیٰتِنَا اور وہ لوگ جو کوشش کرتے ہیں ہماری آیتوں کے بارے میں مُعٰجِزِیۡنَ ان کو عاجز کرنے کے لیے کہ ان کو ہرا دیں، گرا دیں

اُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ یہ لوگ جہنم کے عذاب میں حاضر کیے جائیں گے۔کل تھوڑی سی تفصیل تم نے سنی کہ آنحضرت ﷺ نے توحید وسنت کو ان کے سامنے بیان فرمایا، قیامت کا ذکر کیا تو وہ لوگ مقابلے پر اتر آئے ،میٹنگیں کیں ،دنوں کو اجتماع ،راتوں کو اجتماع ،گلیوں محلوں میں پھرے ،پوری کوشش کی کہ کسی طرح اس کو ناکام کردیں۔لوگوں نے کہا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓي اٰلِهَتِكُمْ [سورہ ص:پ ۲۳] ''اپنے معبودوں کو نہ چھوڑنا۔'' اس کی بات بالکل نہیں ماننی۔

کفارمکہ کا مسلمانوں سے بائیکاٹ :

اورنوبت یہاں تک پہنچی کہ بخاری شریف میں روایت ہے خیف بنو کنانہ جو صفا مروہ کے نزدیک علاقہ ہے وہاں ایک بہت بڑے مکان میں اکٹھے ہوئے ایک برتن میں پانی رکھا اور کہا کہ ہر آدمی پانی میں ہاتھ ڈال کر قسم اٹھائے۔جیسے ہمارے ہاں لوگ قسم لینے کے لیے مسجد میں لے جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قرآن کریم پر ہاتھ رکھ کر قسم اٹھاؤ اور بعض جاہل قسم کے لوگ پیروں کی قبروں پر لے جاتے ہیں۔جس کا جو عقیدہ ہے اس کے مطابق چلتے ہیں۔تو اس زمانے میں پانی میں ہاتھ ڈبو کر قسم اٹھانے کو سخت قسم سمجھتے تھے۔تو انہوں نے قسمیں اٹھائیں اَنْ لَّا يُنَاكِحُوْهُمْ وَلَا يُبَايِعُوْهُمْ کہ مسلمانوں کے ساتھ نہ رشتہ کریں گے اور نہ ان کے ساتھ خرید وفروخت کریں گے۔

غریب مسلمان جنگل سے لکڑیاں لاکر بیچتے تھے۔لائے کہ لکڑیاں لے لو تو انہوں نے کہا کہ واپس لے جاؤ ہم نے نہیں لینی۔سودا لینے کے لیے جاتے تو سودا نہ دیتے کہ ہم نے قسمیں کھائی ہیں کہ تمہارے ساتھ کوئی معاملہ نہیں کرنا۔مسلمانوں کے تھوڑے سے گھر تھے کافی پریشان ہوئے کہ ایک تھے پہلے ہی غریب دوسرا ان لوگوں نے بائیکاٹ کر دیا۔تو

ان لوگوں نے دین کو مٹانے کے لیے حق کو روکنے کے لیے بڑے بڑے بند باندھے۔ (انتہائی کوشش کی۔) ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو لوگ کوشش کرتے ہیں ہماری آیتوں کو ہرانے کی، گرانے کی، ختم کرنے کے لیے کوشش کرتے ہیں وہ عذاب میں حاضر کیے جائیں گے۔کل کے سبق میں تم نے پڑھا کہ کافروں نے کہا نَحْنُ اَکْثَرُ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا ''ہم زیادہ ہیں مال میں اور اولاد میں ہمیں سزا نہیں دی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ بے شک میرا رب کشادہ کرتا ہے رزق جس کا چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے وَیَقْدِرُ لَہٗ اور تنگ کرتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے۔رزق کا ملنا قبولیت کی دلیل نہیں ہے۔کل کے سبق میں تم سن چکے ہو کہ رزق اور مال کا ہونا مقبولیت کی دلیل ہوتا تو انبیاء کرام علیہم السلام کو سب سے زیادہ ملتا۔اور فرعون، ہامان، قارون جیسے باغیوں کو کچھ نہ ملتا۔لہٰذا رب تعالیٰ کی رضا کا تعلق ایمان کے ساتھ ہے، عمل صالح کے ساتھ ہے۔ہاں اگر مومن آدمی کو ایمان اور عمل صالح کے ساتھ حلال طریقے سے مال بھی ملے اور اولاد بھی تو یہ نور علی نور ہے۔اور یہ حدیث سن چکے ہو کہ نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ ''کیا اچھا مال ہے نیک بندے کے لیے مومن بندے کے لیے۔''محض مال اور اولاد سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل نہیں ہوتی۔یہ تم نے غلط تصور قائم کیا ہے۔پھر جو مومن ہیں اور ان کے پاس مال بھی ہے اور وہ مال خرچ کرتے ہیں وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ اور وہ چیز جو تم خرچ کرتے ہو کچھ بھی فَھُوَ یُخْلِفُہٗ پس وہ اس کا عوض دے گا، ثواب دے گا۔بیوی کا خرچہ خاوند کے ذمہ فرض ہے اگر کوئی بیوی کا خرچہ نہیں اٹھاتا تو وہ فرض کا تارک ہوگا اور گناہ گار ہوگا۔اور اگر خرچہ دیتا ہے تو فرض بھی ادا ہوگا اور ثواب بھی ملے گا۔اسی طرح بچوں کا

خرچہ بھی والد کے ذمہ اور ان کے سرپرست کے ذمہ واجب ہے۔ اگر کوئی کوتاہی کرے گا تو اللہ تعالیٰ کے ہاں گرفت ہوگی۔ ادا کرے گا تو ثواب ملے گا کہ رب کا حکم مانا ہے۔ یہ ایسے ہی سمجھو کہ نمازوں کا پڑھنا، روزوں کا رکھنا، زکوٰۃ کا ادا کرنا، حج کرنا، بندوں پر فرض بھی ہے شرائط کے ساتھ اور ثواب بھی ملے گا وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ اور وہ بہترین رزق دینے والا ہے۔ رازقین جمع کا صیغہ ہے۔ بہت سارے لوگ ہیں ان کو مجازی طور پر دینے والا کہا جاتا ہے۔ آقا بھی اپنے غلام کو کھلاتا ہے مگر وہ رزق پیدا تو نہیں کر سکتا پیدا کرنا تو رب تعالیٰ کا کام ہے۔ مجازی طور پر مربی ہیں کہ کما کر دیتے ہیں لیکن رزّاق حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

فرمایا وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا اور جس دن اللہ تعالیٰ سب کو جمع کرے گا میدان محشر میں ثُمَّ يَقُوْلُ پھر فرمائے گا لِلْمَلٰٓئِكَةِ فرشتوں سے اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ کیا یہ تمھاری عبادت کرتے تھے۔ آج بھی تم نے بعض مشرکوں اور عاملوں کے تعویذوں پر لکھا ہوا دیکھا ہوگا یا جبرائیل یا میکائیل یا عزرائیل یا اسرافیل۔ یہ شرک ہے کہ غیر اللہ سے مدد مانگنا غیر اللہ کو پکارنا شرک ہے چاہے وہ فرشتے ہوں یا پیغمبر ہوں یا کوئی اور ہو۔ اسی طرح عرب کے کچھ لوگ اور دوسرے ملکوں کے کچھ لوگ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں سمجھتے تھے وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ ''اور وہ بناتے ہیں اللہ کے لیے بیٹیاں۔'' پھر ان کی عبادت کرتے تھے ان کو پکارتے تھے یا جبرئیل اَغِثْنِيْ یا میکائیل اغثنی یا اسرافیل اغثنی یا عزرائیل اغثنی ''اے جبرائیل میری مدد کر، اے میکائیل میری مدد کر، اے اسرافیل میری مدد کر، اے عزرائیل میری مدد کر۔'' تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیا یہ تمہاری عبادت کرتے تھے؟ قَالُوْا فرشتے کہیں گے سُبْحٰنَكَ آپ کی ذات

پاک ہے اَنْتَ وَلِیُّنَا آپ ہمارے آقا ہیں، کارساز ہیں مِنْ دُوْنِهِمْ ان کے سوا۔ ان کے ساتھ ہمارا کیا تعلق ہے بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ بلکہ یہ لوگ جنوں کی عبادت کرتے۔ سورہ جن میں مذکور ہے وَاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ ''اور یہ بات بھی ہے کہ کچھ مرد انسانوں میں سے پناہ پکڑتے تھے جنوں میں سے کچھ مردوں کی۔'' سفر پر ہوتے تو کہتے اے اس علاقے کے جنات کے سردار میں تجھ سے پناہ لیتا ہوں اپنی رعیت سے کہہ دے کہ مجھے گزرنے دیں کچھ نہ کہیں۔ اس سے جنات کی سرکشی بڑھ گئی کہ ہمارا ان پر رعب ہے۔ تو یہ جنات کی پوجا کرتے تھے اور ان کے کہنے پر ہماری پوجا کرتے تھے ہمارا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ان میں سے اکثر ان پر اعتقاد رکھتے تھے۔ اے پروردگار! آپ کی ذات پاک ہے آپ کا کوئی شریک نہیں ہے ہم بالکل بری ہیں۔

ایسا ہی سوال حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہوگا۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ [مائدہ:۱۱۶] ''اے عیسیٰ علیہ السلام کیا آپ نے کہا تھا لوگوں کو کہ مجھے اور میری والدہ مریم کو الٰہ بنالو اللہ تعالیٰ سے نیچے حاجت روا بنالو قَالَ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے سُبْحٰنَكَ آپ کی ذات پاک ہے مَا يَكُوْنُ لِيْ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ نہیں ہے لائق میرے لیے کہ میں کہوں ایسی بات جس کا مجھے حق نہیں ہے۔'' اللہ تعالیٰ کے پیغمبر شرک مٹانے کے لیے آئے ہیں نہ کہ شرک کرانے کے لیے کہ اپنی عبادت کرائیں۔ اُس دن شرک کرنے والوں سے فرشتے بھی بیزار ہوں گے، پیغمبر بھی بیزار ہوں گے، نیک بندے بھی بیزار ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَالْيَوْمَ پس آج کے دن لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ

نہیں مالک ہوگا تم میں سے بعض بعض کے لیے نَّفۡعًا وَّلَا ضَرًّا نفع کا نہ ضرر کا۔ اس دن کوئی کسی کو نفع نہیں پہنچا سکے گا وَنَقُوۡلُ لِلَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا اور ہم کہیں گے ان کو جنھوں نے ظلم کیا۔ کیا کہیں گے؟ ذُوۡقُوۡا عَذَابَ النَّارِ الَّتِيۡ چکھو تم اس آگ کا عذاب كُنۡتُمۡ بِهَا تُكَذِّبُوۡنَ جس کو تم جھٹلاتے تھے دنیا میں۔ کہتے تھے نہ کوئی جنت نہ کوئی دوزخ آج تمہیں آگ کے شعلے نظر آرہے ہیں کہ نہیں؟ ان میں تمھیں داخل ہونا ہے۔ اور جب پھینکیں جائیں گے تو وَهُمۡ يَصۡطَرِخُوۡنَ فِيۡهَا [فاطر: ۳۷] ''اور وہ اس کے اندر چیخیں ماریں گے۔'' آج تھوڑی سی تکلیف آئے تو چیخ نکل جاتی ہے وہ تو دوزخ کی آگ اور عذاب ہوگا اور صرف آگ ہی نہیں وَلَهُمۡ مَّقَامِعُ مِنۡ حَدِيۡدٍ [حج: ۲۱] ''اور ان کے لیے ہتھوڑے ہوں گے لوہے کے۔'' فرشتوں کے ہاتھوں میں جو ان کے سروں پر لگا کر لگائیں گے، سانپ ہوں گے اللہ تعالیٰ کی پناہ! آج اگر معمولی سا سانپ نظر آجائے نا تو دوڑ لگ جاتی ہے۔ اور وہاں ایسے مجرم بھی ہوں گے کہ قبر میں ان پر ننانوے اژدہا مسلط ہوں گے۔ ایک اژدہا اگر دنیا میں سانس لے لے تو کوئی سبزہ باقی نہ رہے۔ قبر سے بندہ کہاں بھاگے گا؟ دنیا والوں کو کیا معلوم کہ اس کے ساتھ قبر میں کیا ہو رہا ہے؟

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ قبر کے حالات تمہیں دکھا دے تو تم مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو۔ بخاری اور مسلم شریف کی روایت ہے کہ ان کی چیخیں انسانوں اور جنوں کے علاوہ ہر چیز سنتی ہے۔ بعض ملحد قسم کے لوگ کہتے ہیں کہ تم کہتے ہو کہ قبروں میں سزا ہوتی ہے چیختے چلاتے ہیں تو قبرستان میں جانور چرتے ہیں وہ کیوں نہیں بھاگتے، درختوں پر بیٹھی ہوئی چڑیاں کیوں نہیں اڑ جاتیں۔ گویا یہ لوگ ایسے ڈھکوسلوں کے ساتھ احادیث کو رد کرتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ جب کوئی چیز عادی ہو جاتی ہے تو اس پر کوئی اثر

نہیں ہوتا۔ دیکھو! گاڑیوں کا کتنا شور ہوتا ہے مگر لائنوں کے پاس پرندے چگتے رہتے ہیں، جانور چرتے رہتے ہیں ان کو کھڑاک کی کوئی پروانہیں ہوتی۔ لہٰذا صحیح احادیث کو ان ڈھکوسلوں کے ساتھ رد کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ سب سے آسان طریقہ عذاب سے بچنے کا یہ ہے کہ عقیدہ صحیح بناؤ اور اعمال درست کرو اور زندگی خدا اور رسول کی اطاعت میں گزارو۔

فرمایا وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا اور جس وقت تلاوت کی جاتی ہیں ان پر ہماری آیتیں بَيِّنٰتٍ صاف صاف قَالُوْا کہتے ہیں مَا هٰذَآ نہیں ہے یہ پیغمبر ﷺ اِلَّا رَجُلٌ مگر ایسا شخص يُّرِيْدُ جو ارادہ کرتا ہے اَنْ يَّصُدَّكُمْ کہ روک دے تمہیں عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْ ان چیزوں سے جن کی عبادت تمہارے باپ دادا کرتے تھے۔ یہ تمہیں تمہارے باپ دادا کے دین سے پھیرنا چاہتا ہے وَقَالُوْا اور انھوں نے کہا مَا هٰذَآ نہیں ہے یہ قرآن اِلَّآ اِفْكٌ مُّفْتَرًى مگر جھوٹ گھڑا ہوا۔ یہ قرآن اس نے خود بنالیا ہے وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور کہا ان لوگوں نے جو کافر ہیں لِلْحَقِّ حق کے بارے میں لَمَّا جَآءَهُمْ جب ان کے پاس آ گیا قرآن ان کے پاس پہنچ گیا، توحید کے مسائل پہنچ گئے انہوں نے سن لیے۔ رسالت کے دلائل ان کے پاس پہنچ گئے۔ قرآن کے متعلق انھوں نے کہا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ نہیں ہے یہ قرآن مگر کھلا جادو۔ قرآن پاک کے اثر کے منکر نہیں تھے یہ نہیں کہتے تھے کہ قرآن میں اثر نہیں ہے۔ وہ فصیح بلیغ عربی تھے اس کے اثر کو سمجھتے تھے لیکن حق کا اثر نہیں مانتے تھے جادو کا اثر مانتے تھے۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَآ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ اور ہم نے نہیں دیں ان کو

کتابیں يَدْرُسُوْنَهَا کہ جن کو یہ پڑھتے ہیں۔ان کی طرف ہم نے کتابیں نہیں اتاریں
وَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِيْرٍ اور نہیں بھیجا ہم نے ان کی طرف آپ سے پہلے کوئی
ڈرانے والا۔ابراہیم اور اسماعیل کے بعد اہل عرب کی طرف کوئی پیغمبر نہیں آیا۔عرب کے
لوگ سینکڑوں سال توحید پر قائم رہے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کے مسلک
پر چلتے رہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے تقریباً اڑھائی سو سال پہلے عمرو بن لُحی
بن قمع بے ایمان نے بت لا کر رکھ دیئے۔اس نے شرک کی ایجاد کی۔اسی نے غیر اللہ کے
نام پر جانور چھوڑے۔جیسے گوجرانوالہ میں گائیں پھرتی رہتی ہیں تم نے دیکھی ہوں گی۔وہ
کسی کی مِلک نہیں ہیں وہ جاہل لوگوں نے پیروں کے نام پر چھوڑی ہوئی ہیں۔لوگ ان کو
کچھ نہیں کہتے چاہے نقصان کریں کہ ان کو مارا تو پیر ہمیں نقصان پہنچائے گا۔تو فرمایا ہم نے
ان کی طرف آپ سے پہلے کوئی ڈرسنانے والا نہیں بھیجا وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ اور
جھٹلایا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے ہوئے ہیں۔انہوں نے بھی حق کو، توحید کو، رسالت کو،
قیامت کو جھٹلایا وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ۔ عُشر کہتے ہیں دسویں حصے کو اور عشیر
بھی عربی میں دسویں حصے کو کہتے ہیں۔ معشار کا معنٰی بھی ہے دسواں حصہ۔تینوں ایک
ہی معنٰی میں ہیں۔معنٰی ہوگا اور نہیں پہنچے یہ دسویں حصے کو جو ہم نے ان کو دیا۔پہلے کافروں کو
جو مال، دولت دی، جائیداد دی یہ اس کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے۔ پھر کیا ہوا؟
فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ پس انہوں نے جھٹلایا میرے پیغمبروں کو فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ پھر کیسے
ہوا میرے دین کا انکار کرنا۔انکار کا مزہ انہوں نے چکھا، انکار کا وبال کیا ہوا؟ تمہیں سمجھ لینا
چاہیے کہ اگر تم باز نہ آئے تو تمہارا بھی وہی حشر ہوگا۔

❁❁❁

قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۟ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ﴿۴۶﴾ قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۴۷﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۚ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۴۸﴾ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ ﴿۴۹﴾ قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰى نَفْسِيْ ۚ وَاِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوْحِيْٓ اِلَيَّ رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ ﴿۵۰﴾ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَاُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿۵۱﴾ وَّقَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ ﴿۵۲﴾ ۚ وَقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ ﴿۵۳﴾ وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ ﴿۵۴﴾ ع ۹ ۱۲

قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّمَآ پختہ بات ہے اَعِظُكُمْ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں بِوَاحِدَةٍ ایک بات کی اَنْ تَقُوْمُوْا یہ کہ تم کھڑے ہو جاؤ لِلّٰهِ اللہ تعالیٰ کے لیے مَثْنٰى دو دو وَفُرَادٰى اور ایک ایک ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا پھر تم غور و فکر کرو مَا بِصَاحِبِكُمْ نہیں ہے تمہارے ساتھی میں مِّنْ جِنَّةٍ کوئی جنون اِنْ هُوَ نہیں ہے وہ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ مگر ڈرانے والا تمہیں بَيْنَ

يَدَىْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ سخت عذاب سے پہلے قُلْ آپ کہہ دیں مَا سَاَلْتُكُمْ میں نہیں سوال کرتا تم سے مِّنْ اَجْرٍ کوئی معاوضہ فَهُوَ لَكُمْ پس وہ تمھارے ہی لیے ہے اِنْ اَجْرِيَ نہیں ہے میرا اجر اِلَّا عَلَى اللّٰهِ مگر اللہ تعالیٰ کے ذمے وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّ رَبِّيْ يَقْذِفُ بے شک میرا رب پھینکتا ہے بِالْحَقِّ حق کو عَلَّامُ الْغُيُوْبِ وہ جاننے والا ہے پوشیدہ باتوں کو قُلْ آپ کہہ دیں جَآءَ الْحَقُّ حق آگیا ہے وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ اور نہیں ظاہر کرتا باطل کسی شے کو وَمَا يُعِيْدُ اور نہ لوٹا سکتا ہے قُلْ آپ کہہ دیں اِنْ ضَلَلْتُ اگر میں بھکوں گا فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰى نَفْسِيْ پس پختہ بات ہے میں بھکوں گا اپنے نفس کے لیے وَاِنِ اهْتَدَيْتُ اور اگر میں ہدایت پاؤں گا فَبِمَا يُوْحِيْٓ اِلَيَّ رَبِّيْ پس اس لیے کہ میرا رب وحی بھیجتا ہے میری طرف اِنَّهٗ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ بے شک وہ سننے والا ہے قریب ہے وَلَوْ تَرٰٓى اور اگر آپ دیکھیں اِذْ فَزِعُوْا جس وقت یہ لوگ گھبرائیں گے فَلَا فَوْتَ پس نہیں چھٹکارا ہوگا وَاُخِذُوْا اور پکڑے جائیں گے مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ قریب کی جگہ سے وَّقَالُوْٓا اور وہ کہیں گے اٰمَنَّا بِهٖ ہم ایمان لائے ہیں اس پر وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ اور کیسے ہوگا ان کے لیے پکڑنا مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ دور کی جگہ سے وَّقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ اور تحقیق انکار کیا انھوں نے اس کا مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے وَيَقْذِفُوْنَ اور وہ پھینکتے

ہیں تیر بِالْغَيْبِ بن دیکھے مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ دور کی جگہ سے وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ اور رکاوٹ ڈال دی جائے گی ان کے درمیان وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ اور اس چیز کے درمیان جو وہ چاہتے تھے كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ جیسا کہ کیا گیا ان جیسے لوگوں کے ساتھ مِّنْ قَبْلُ اس سے پہلے اِنَّهُمْ كَانُوْا بے شک تھے وہ فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ تردد انگیز شک میں۔

کفار کا حضور ﷺ کے بارے میں شوشے چھوڑنا :

آنحضرت ﷺ نے جب ان لوگوں کو قرآن سنا کر مسئلہ توحید بیان کیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نبی بنا کر بھیجا ہے تو ان لوگوں نے مختلف قسم کے شوشے چھوڑے۔ان میں سے ایک شوشے کا اس مقام پر ذکر ہے۔وہ شوشہ یہ تھا کہ یہ معاذ اللہ تعالیٰ مجنون اور دیوانہ ہے کہ ساری قوم ایک طرف اور یہ ایک طرف۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ پختہ بات ہے کہ میں تمہیں وعظ ونصیحت کرتا ہوں ایک بات کی۔توجہ کرو وہ کیا ہے؟ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ کہ تم کھڑے ہو جاؤ اللہ تعالیٰ کے لیے اللہ تعالیٰ کی رضا کو ملحوظ رکھتے ہوئے مَثْنٰى دودو وَفُرَادٰى اور ایک ایک۔یہ فَرْدٌ کی جمع ہے۔ ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا پھر تم غور وفکر کرو مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ نہیں ہے تمہارے ساتھی میں کوئی جنون،یہ دیوانہ نہیں ہے۔بعض دفعہ صاحبِ بصیرت اکیلا ہی رائے قائم کر سکتا ہے اور بعض دفعہ مل جل کر رائے قائم کرتے ہیں کہ مختلف آراء کے بعد نتیجے پر پہنچتے ہیں۔تو تم اس طرح کرو کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ایک ایک ہو کر کھڑے ہو جاؤ یا دو دو ہو کر کھڑے ہو جاؤ اور سوچو اور

غور وفکر کرو کہ تمہارے ساتھی میں کوئی جنون نہیں ہے، کوئی دیوانوں والی بات نہیں ہے اور نہ ہی تم کوئی ایسی بات ثابت کر سکتے ہو۔

دم کرنے والا دم بخود ہو گیا :

لیکن مکہ والوں نے آپ ﷺ کے خلاف بڑے زور وشور سے پروپیگنڈہ کیا تھا کہ مکہ مکرمہ سے تقریباً چار پانچ منزل دور قبیلہ ازدشنوءہ کا ایک آدمی پاگلوں کا دم کرتا تھا اللہ تعالیٰ شفا دے دیتا تھا اس کا نام ضماد تھا۔ مسلم شریف میں روایت ہے کہ اس کو خبر پہنچی کہ مسجد حرام کے متولیوں میں سے ایک یتیم لڑکا ہے والدہ بھی فوت ہو گئی ہے اس کا علاج کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ ضماد وہاں سے انسانی ہمدردی کے تحت چلا اور مکہ مکرمہ آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچا۔ کہنے لگا کہ آپ نے ازدشنوءہ قبیلہ سنا ہوگا اور ضماد نامی آدمی کا نام بھی سنا ہوگا جو پاگلوں کو دم کرتا ہے اور رب تعالیٰ ان کو شفا دے دیتا ہے۔ فرمایا ہاں! سنا ہے۔ کہنے لگا وہ خادم میں ہوں میں نے سنا ہے کہ آپ کو جنون ہے اور آپ کے والدین بھی وفات پا گئے ہیں اور آپ کا علاج کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ اگرچہ میری کافی فیس ہے مگر میں آپ سے کچھ نہ لوں گا محض انسانی ہمدردی کے تحت تمہارا علاج کروں گا کہ آپ کعبۃ اللہ کے متولیوں کی اولاد ہیں۔ تمہارے بڑے ایسے بزرگ گزرے ہیں اس نسبت سے تمہاری مفت خدمت کروں گا لَعَلَّ اللّٰهُ يَشْفِيْكَ عَلٰى يَدِيْ ''شاید اللہ تعالیٰ آپ کو میرے ہاتھ پر شفا دے دے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا میں تمہاری ہمدردی کی بڑی قدر کرتا ہوں لیکن میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے پاگل نہیں ہوں۔ کہنے لگا لوگ کیوں کہتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ان کی زبانیں ان کے منہ میں ہیں وہ جو کہتے رہیں وہ جانیں۔ کہنے لگا آپ کیا کہتے ہیں؟ آپ ﷺ نے خطبہ مسنونہ پڑھا جو آپ لوگ ہمیشہ جمعہ اور عیدین کے

موقع پر سنتے ہیں۔اس کے بعد آپ ﷺ نے سورہ طارق پڑھ کر سنائی۔جیسے جیسے آپ ﷺ پڑھتے جاتے تھے اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے گئے۔آخر میں اس نے کہا کہ میں شاعر بھی ہوں،خطیب اور مقرر بھی رہا ہوں مگر جو باتیں آپ کہہ رہے ہیں یہ انسانوں کی نہیں ہیں۔ضماد آپ ﷺ کو شکار کرنے آیا تھا مگر اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے خود شکار ہو گیا کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا،رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

خلاصہ یہ ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کے خلاف مجنون ہونے کا اتنا پروپیگنڈہ کیا کہ چار پانچ منزلیں دور تک خبریں پہنچیں۔تو فرمایا تم غور وفکر کرو تمہارے ساتھی میں کوئی جنون نہیں ہے اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ نہیں ہے وہ مگر ڈرانے والا لَّكُمْ تم کو بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ سخت عذاب سے پہلے کہ عذاب آنے سے پہلے درست ہو جاؤ عذاب آیا تو وہ نہیں ٹلے گا نہ دنیا میں نہ آخرت میں۔

ان میں سے بعض کو شبہ ہوا کہ یہ پیسوں کے لیے لوگوں کو ساتھ ملاتا ہے کہ لوگ میرے گرویدہ ہو کر میری مالی امداد کریں گے حتیٰ کہ ربیعہ اور ولید بن مغیرہ آپ ﷺ کے پاس آئے۔ربیعہ نے کہا میری تین جوان خوبصورت لڑکیاں ہیں اے محمد ﷺ! آپ جس کی طرف اشارہ کریں میں بغیر نکاح کے آپ کو دیتا ہوں۔ولید بن مغیرہ بڑا مال دار آدمی تھا کہنے لگا میں آپ کو اتنا مال دینے کے لیے تیار ہوں کہ آپ کی سات نسلیں نہ کھا سکیں مگر لا اله الا الله کی رٹ اور ضد چھوڑ دو۔گویا بعض کے ذہن میں یہ آیا کہ یہ پیسوں کے لیے ایسا کر رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ میں نہیں سوال کرتا تم سے کسی معاوضے کا فَهُوَ لَكُمْ پس وہ تمہارے لیے ہوگا وہ اپنے پاس رکھنا نہ مانگا

ہے نہ مانگوں گا اِنۡ اَجۡرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ نہیں ہے میرا اجر مگر اللہ تعالیٰ کے ذمے۔ وہ خود مجھے دے گا اور میرا انتظام کرے گا وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ شَہِیۡدٌ اور وہ ہر ہر چیز پر گواہ ہے قُلۡ آپ کہہ دیں اِنَّ رَبِّیۡ یَقۡذِفُ بِالۡحَقِّ بے شک میرا رب پھینکتا ہے حق کو اللہ تعالیٰ حق کے دلائل کو باطل پر پھینکتے ہیں۔ سورہ انبیاء آیت نمبر ۱۸ میں ہے بَلۡ نَقۡذِفُ بِالۡحَقِّ عَلَی الۡبَاطِلِ فَیَدۡمَغُہٗ ''بلکہ ہم پھینکتے ہیں حق کو باطل پر پس وہ اس کے سر کو پھوڑ دیتا ہے، اس کا بھیجا نکل جاتا ہے۔'' یعنی باطل پرست شوشے چھوڑتے ہیں تو ان کو زائل کرنے کے لیے رب تعالیٰ کی طرف سے حق کے دلائل آتے ہیں جو ان کا مغز نکال کر تباہ کر دیتے ہیں۔

عالم الغیب رب تعالیٰ کا خاصہ ہے :

علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیں کہ میرا رب ڈالتا ہے حق یعنی اوپر سے وحی آتی ہے اللہ تعالیٰ پیغمبروں پر وحی اتارتا ہے عَلَّامُ الۡغُیُوۡبِ غیبوں کا جاننے والا ہے پروردگار۔ غیب دان صرف رب تعالیٰ ہے مخلوق میں کوئی غیب دان نہیں ہے۔ پیغمبروں کو اللہ تعالیٰ غیب کی خبریں بتاتا ہے اور سب سے زیادہ غیب کی خبریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلائی ہیں۔ سورہ آل عمران آیت نمبر ۴۴ میں ہے ذٰلِکَ مِنۡ اَنۡبَآءِ الۡغَیۡبِ نُوۡحِیۡہِ اِلَیۡکَ ''یہ غیب کی خبروں میں سے ہے ہم اس کو آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔'' تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کی خبریں بتلائی ہیں اور بے شمار بتلائی ہیں اور بے شمار ہونے کے باوجود رب تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں محدود ہیں۔ کل کائنات کا ایک ایک ذرہ، ایک ایک قطرہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور یہ صرف رب تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا ذرے ذرے اور قطرے قطرے کو کوئی نہیں جانتا مگر خدا ناس کرے کفر و شرک کو، معمولی آدمی کی بات نہیں ہے بلکہ احمد رضا خان صاحب

جس کو یہ اپنا امام مانتے ہیں وہ اپنی کتاب ''انباء المصطفیٰ'' صفحہ نمبر ۴ پر لکھتا ہے ہمارے حضور صاحب قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام موجودات جملہ ما کان وما یکون الیٰ یوم القیمۃ جمیع مندرجات لوح محفوظ کا علم دیا۔ اور صفحہ ۳ پر لکھتے ہیں بلکہ ہر صغیر وکبیر ہر رطب ویابس جو پتا گرتا ہے زمین کی اندھیریوں میں جو دانہ کہیں پڑا ہے سب کو جدا جدا تفصیلاً جان لیا۔ آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے برابر کھڑا کر دیا اور صفت غیب میں شریک کیا۔

آنحضرت ﷺ کا خانہ کعبہ میں رکھے ہوئے بتوں کو توڑنا :

حالانکہ آنحضرت ﷺ کفر وشرک کو مٹانے کے لیے تشریف لائے اور مشرکین مکہ نے جن کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنا کر ان کے بت اور تصویریں کعبۃ اللہ میں رکھی ہوئی تھیں۔ خود اپنے دست مبارک سے گرائیں چنانچہ فتح مکہ کے موقع پر پہلے ساتھیوں سے فرمایا کہ بیت اللہ کی دیواروں پر جو بت ہیں ان کو گرا کر آؤ۔ پھر خیال ہوا کہ رب تعالیٰ نے مجھے خود طاقت عطا فرمائی ہے میں خود جا کر کیوں نہ گراؤں۔ دونوں روایتیں بخاری شریف میں ہیں۔ آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک مضبوط لاٹھی تھی ایک ایک کو مارتے تھے اور یہ آیت پڑھتے تھے جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا [بنی اسرائیل:۸۱] ''حق آ گیا ہے اور باطل مٹ گیا ہے بے شک باطل مٹنے والا ہے۔'' آپ ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے ابراہیم علیہ السلام کا مجسمہ گرایا، اسماعیل علیہ السلام کا مجسمہ گرایا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت مریم علیہا السلام کا مجسمہ گرایا اور بھی جتنے مجسمے تھے گرائے۔ اس کے بعد باطل کو سامنے آنے کی جرأت نہیں ہوئی اسلام کا لباس پہن کر اسلام کو نقصان پہنچایا ہے جیسے عبد اللہ بن سبا اور خویصرہ جو خارجیوں کا بابا تھا۔ انہوں نے مسلمان بن کر لوگوں کے عقائد خراب کیے،

اخلاق بگاڑے، ذہن خراب کیا اور آپس میں لڑایا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان جو جنگ جمل اور صفین ہوئی ہیں ان خبیثوں کی کارستانیوں کا نتیجہ تھیں۔

فرمایا قُلْ آپ کہہ دیں جَآءَ الْحَقُّ حق آچکا وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ اور نہیں ظاہر کرتا باطل کسی شے کو۔ باطل اپنی قوت کو ظاہر نہیں کر سکتا وَمَا يُعِيْدُ اور نہ لوٹا سکتا ہے اپنی قوت کو قُلْ آپ کہہ دیں اِنْ ضَلَلْتُ اگر بالفرض میں بے راہ ہوں تم مجھے گمراہ کہتے ہو فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰى نَفْسِىْ پس پختہ بات ہے میں بھکوں گا اپنے نفس کے لیے، گمراہی کا وبال میرے نفس پر پڑے گا وَاِنِ اهْتَدَيْتُ اور اگر میں ہدایت یافتہ ہوں اور یقیناً ہدایت یافتہ ہوں فَبِمَا يُوْحِىْٓ اِلَىَّ رَبِّىْ پس اس لیے کہ میری طرف وحی کرتا ہے میرا رب۔ مجھے ہدایت وحی کے ذریعے حاصل ہوئی ہے میرا رب اِنَّهٗ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ وہ سننے والا قریب ہے اس سے زیادہ قریب اور کوئی ذات نہیں ہے۔

سورہ ق میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ''ہم شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔'' اور سورہ واقعہ آیت نمبر ۸۵ میں ہے نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ''ہم زیادہ قریب ہیں اس کے تم سے لیکن تم دیکھ نہیں سکتے۔'' فرمایا آج تو یہ ظالم آپ کو کبھی ساحر کہتے ہیں کبھی مجنون کہتے ہیں، کبھی شاعر کہتے ہیں، کبھی کچھ اور کبھی کچھ کہتے ہیں۔ مختلف قسم کے شوشے چھوڑتے ہیں وَلَوْ تَرٰٓى اور اے مخاطب! اگر تم دیکھو اِذْ فَزِعُوْا جس وقت ان پر گھبراہٹ طاری ہوگی۔ قیامت والے دن جب رب تعالیٰ کی عدالت کے سامنے کھڑے ہوں گے اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ [مومن:۱۸] ''جب دل گلوں تک پہنچ رہے ہوں گے دبا رہے ہوں گے۔'' اتنے پریشان ہوں گے فَلَا فَوْتَ پس نہیں چھٹکارا ہوگا۔ آج تو چوڑا کو

مجرم چھپ جاتے ہیں دوسرے صوبوں اور ملکوں میں چلے جاتے ہیں وہاں کس کے پاس جائیں گے کہاں چھپیں گے وَاُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ اور پکڑے جائیں گے قریب کی جگہ سے۔ میدان محشر بالکل ہموار ہوگا فرشتے فوراً پکڑ کر رب تعالیٰ کے سامنے لے آئیں گے۔

اسی سورت میں تم پڑھ چکے ہو کہ کافروں نے کہا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ ''ہم ہرگز نہیں ایمان لائیں گے اس قرآن پر اور نہ ان کتابوں پر جو اس سے پہلے آئی ہیں۔'' لیکن قیامت والے دن کیا کہیں گے؟ وَقَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ اور کہیں گے ہم ایمان لائے ہیں اس قرآن پر وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ اور کیسے ہو گا ان کے لیے پکڑنا دور کی جگہ سے۔ سورج ہم سے بہت دور ہے کوئی جھلا (نادان) چھلانگ لگا کر پکڑنا چاہے تو کیا پکڑ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں! وہ ایمان لانے والی جگہ دور چلی گئی ہے اس وقت اٰمَنَّا کہنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا وَقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ اور تحقیق کفر کر چکے ہیں اس کے ساتھ اس سے پہلے دنیا میں کہ ہم اس قرآن پر ایمان نہیں لائیں گے لہٰذا اب کوئی فائدہ نہیں ہے۔ وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ اور تیر پھینکتے ہیں بن دیکھے مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ دور کی جگہ سے۔ نشانہ نظر آئے بغیر آدمی اندھا دھند تیر اندازی کرتا ہے اس کا کیا فائدہ ہے؟ تیر ہی ضائع کرنے ہیں۔ یہ قریب آئے بغیر دور سے تیر پھینکتے ہیں کوئی کچھ کہتا ہے، کوئی کچھ کہتا ہے۔

قرآن کریم کے متعلق کوئی کہتا ہے شعر و شاعری ہے، کوئی کہانت کہتا ہے، کوئی جادو کہتا ہے، قریب آئیں پیغمبر کو دیکھیں، قرآن سنیں تو معلوم ہو کہ آپ ﷺ کی ذات کیا ہے، قرآن کیا ہے؟ دور بیٹھے شوشے چھوڑتے ہیں کوئی نشانے پر نہیں لگتا وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ اور

رکاوٹ ڈال دی جائے گی ان کے درمیان وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ اور اس چیز کے درمیان جس کو وہ چاہتے ہیں ایمان نہیں ملے گا كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ۔ اَشْيَاع شيعةٌ کی جمع ہے۔شیعہ کا معنیٰ گروہ ہے۔معنیٰ ہوگا جیسا کہ کیا گیا ان جیسے لوگوں کے ساتھ مِنْ قَبْلُ جو پہلے گزرے ہیں۔وہ بھی انکار کرتے رہے اِنَّهُمْ كَانُوْا فِىْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ بے شک تھے وہ تردد انگیز شک میں۔قرآن کے بارے میں، ایمان کے بارے میں ایسے شک میں تھے جو ان کو قلق اور اضطراب میں مبتلا کیے ہوئے تھا۔اللہ تعالیٰ کفر و شرک سے بچائے اور برے اعمال سے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سورۃ فاطر

(مکمل)

جلد............١٦

اٰیاتها ٤٥ ‏ ٣٥ سُوْرَةُ فَاطِرٍ مَّكِّيَّةٌ ٤٣ ‏ رکوعاتها ٥

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا
اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ
اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١﴾ مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ
فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْ بَعْدِهٖ وَ
هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٢﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ
هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ
لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿٣﴾ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ
رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿٤﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ
وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ
الْغَرُوْرُ ﴿٥﴾ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا اِنَّمَا يَدْعُوْا
حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴿٦﴾ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ
شَدِيْدٌ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ
كَبِيْرٌ ﴿٧﴾ ع

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ جو بغیر نمونے کے بنانے والا ہے آسمانوں کا وَالْاَرْضِ اور زمین کا جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ جو بنانے والا ہے فرشتوں کو رُسُلًا پیغام پہنچانے والے اُولِیْٓ اَجْنِحَةٍ پروں والے مَّثْنٰى دو دو وَثُلٰثَ اور تین تین وَرُبٰعَ اور چار چار يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ زیادہ کرتا ہے مخلوق میں جو چاہے اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے مَا وہ چیز يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ جو کھول دی ہے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لیے مِنْ رَّحْمَةٍ رحمت سے فَلَا مُمْسِكَ لَهَا پس نہیں کوئی روک سکتا اس کو وَمَا اور وہ چیز يُمْسِكْ جس کو روک دے فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ پس نہیں ہے کوئی اس کو چھوڑنے والا مِنْۢ بَعْدِهٖ اللہ تعالیٰ کے روکنے کے بعد وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ اور وہ غالب ہے حکمت والا ہے يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو! اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ یاد کرو اللہ تعالیٰ کی نعمت کو عَلَيْكُمْ جو تم پر ہوئیں هَلْ مِنْ خَالِقٍ کیا ہے کوئی خالق غَيْرُ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے سوا يَرْزُقُكُمْ جو تم کو روزی دے مِّنَ السَّمَآءِ آسمان سے وَالْاَرْضِ اور زمین سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ نہیں ہے کوئی معبود مگر وہی فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ پس کدھر الٹے پھرے جا رہے ہو وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ اور اگر یہ لوگ جھٹلا دیں آپ کو فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ پس تحقیق جھٹلائے گئے رسول مِّنْ قَبْلِكَ آپ سے پہلے وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹائے

جائیں گے سب کام يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو! اِنَّ بے شک وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ اللہ تعالیٰ کا وعدہ حق ہے فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ پس ہرگز نہ دھوکے میں ڈالے تم کو الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ اور ہرگز نہ دھوکے میں ڈالے اللہ تعالیٰ کے بارے میں الْغَرُوْرُ دھوکے باز اِنَّ الشَّيْطٰنَ بے شک شیطان لَكُمْ عَدُوٌّ تمہارا دشمن ہے فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا پس بناؤ تم اس کو اپنا دشمن اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ پختہ بات ہے کہ وہ دعوت دیتا ہے اپنے گروہ کو لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ تاکہ ہو جائیں وہ دوزخ والوں میں سے اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ان کے لیے عذاب ہوگا سخت وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور وہ لوگ جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کیے اچھے لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ ان کے لیے بخشش ہے وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ اور بہت بڑا اجر ہے۔

تعارف سورت فاطر :

اس سورۃ کا نام سورۃ فاطر ہے۔ فاطر کا لفظ پہلی آیت میں موجود ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے اس سے پہلے بیالیس سورتیں نازل ہو چکی تھیں اس کا تینتالیسواں نمبر ہے۔ اس کے پانچ رکوع اور پینتالیس آیتیں ہیں۔ اس سورہ میں اللہ تعالیٰ نے توحید ورسالت اور قیامت کا مسئلہ بڑے شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا ہے۔

پہلے توحید کا مسئلہ ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تمام تعریفیں صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں فَاطِرِ۔ فاطر کا معنٰی ہے بغیر نمونے کے کسی شے کو بنانا۔ کسی چیز کا نمونہ دیکھ کر اس کی شکل

بنا لینا آسان ہوتا ہے لیکن بغیر نمونے اور مثال کے پیدا کرنا یہ رب تعالیٰ کا کام ہے۔تو معنٰی ہوگا جو بغیر نمونے کے بنانے والا ہے اَلسَّمٰوٰتِ آسمانوں کا وَالْاَرْضِ اور زمین کا۔اور سورت انعام کی آیت نمبر ایک سو ایک میں ہے بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بدیع کے معنٰی بھی نو ایجاد کے ہیں کہ جس کی پہلے کوئی مثال نہ ہو۔اور بدعت کو بدعت بھی اس لیے کہتے ہیں کہ اس کی پہلے دین میں نظیر نہیں ہوتی بدعتی اپنی طرف سے گھڑتا ہے۔ السَّمٰوٰت تو قرآن کریم میں بہت مقامات پر آیا ہے لیکن سات زمینوں کا ذکر صرف ایک مقام میں ہے۔سورت طلاق کے اندر فرمایا وَمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ''اور اتنی ہی زمینیں رب تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہیں۔فرمایا جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا۔ ملئکہ کا مجرد اُلوکہ اس کا معنٰی ہے پیغام پہنچانے والا۔ملائکہ کو ملائکہ اسی لیے کہتے ہں کہ وہ رب تعالیٰ کے احکام پہنچاتے ہیں کسی پر رحمت کا، کسی پر وحی کا، کسی پر لعنت کا۔

تخلیق ملائکہ :

مسلم شریف میں روایت ہے خُلِقَتِ الملائکة مِنْ نُوْرٍ ''فرشتوں کو نور سے پیدا کیا ہے۔'' لیکن یہ وہ نور نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کا ذاتی نور ہے اس سے کوئی چیز نہیں بنائی گئی۔فرشتے جس نور سے پیدا کیے گئے ہیں وہ مخلوق ہے جیسے پانی مخلوق ہے، ہوا مخلوق ہے مٹی مخلوق ہے، آگ مخلوق ہے اسی طرح نور مخلوق ہے جس سے فرشتوں کو پیدا فرمایا ہے۔ فرشتوں میں نر مادہ نہیں ہیں، نہ وہ کھاتے پیتے ہیں، نہ ان میں جنسی خواہشات ہیں۔ایک ایک آدمی کے ساتھ دن رات میں چوبیس چوبیس فرشتے ہوتے ہیں۔معنٰی ہوگا جو بنانے والا ہے فرشتوں کو پیغام پہنچانے والے۔ رُسُلًا رسول کی جمع ہے اس کا معنٰی ہے پیغام پہنچانے والا۔ اُولِیٓ یہ ذو کی جمع ہے مِن غیر لفظہ اَجْنِحَةٍ جناح کی جمع ہے۔

معنیٰ ہوگا پروں والے۔ فرشتوں کے پر ہوتے ہیں مَثْنٰى دودو وَثُلٰثَ اور تین تین وَرُبٰعَ اور چار چار یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَآءُ زیادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ تخلیق میں جو چاہے پَر زیادہ کر دے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام کو اصل شکل میں دو مرتبہ دیکھا ہے۔ ایک دفعہ اجیاد پہاڑی پر مکہ مکرمہ میں جبرائیل علیہ السلام افق پر اپنے پر پھیلائے ہوئے تھے۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ اس کے چھ سو پر تھے۔ دوسری مرتبہ معراج والی رات سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا ہے جس کا ذکر سورۃ النجم میں ہے وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى۔ ان دو مقامات کے علاوہ جتنی مرتبہ بھی جبرائیل علیہ السلام آئے مختلف آدمیوں کی شکل میں آئے۔ کبھی دحیہ بن خلیفہ کلبی کی شکل میں، رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ کبھی کسی دیہاتی کی شکل میں۔ ایک موقع پر جبرائیل علیہ السلام آئے تین دن کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ "مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے مَا جَآءَنِیْ جِبْرَئِیْلُ اِلَّا وَ قَدْ عَرَفْتُهٗ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ هٰذِهِ الْمَرَّةِ" جب بھی جبرائیل میرے پاس آئے میں نے پہچان لیا سوائے اس مرتبہ کے کہ میں نہیں پہچان سکا۔" یہ واقعہ آپ کی وفات سے چند دن پہلے کا ہے۔

تو فرمایا وہ بڑھاتا ہے خلقت میں جو چاہے اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ مَا اسم موصول کا ہے الذی کے معنیٰ میں۔ نفی کا نہیں ہے۔ مَا وہ چیز یَفْتَحِ اللّٰهُ جو کھولتا ہے اللہ تعالیٰ لِلنَّاسِ لوگوں کے لیے مِنْ رَّحْمَةٍ رحمت۔ رحمت کے دروازے جو رب کھولتا ہے فَلَا مُمْسِكَ لَهَا پس نہیں کوئی روک سکتا اس رحمت کو۔ اللہ تعالیٰ جس کو اپنی رحمت سے نوازتا ہے دنیا کی کوئی طاقت اس کو نہیں روک سکتی۔ وَمَا یُمْسِكْ اور جس کو روک دے فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ پس نہیں ہے کوئی اس کو

چھوڑنے والا مِنۢ بَعۡدِهٖ اللہ تعالیٰ کے روکنے کے بعد۔ یہ اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو دکھ سکھ آتا ہے اس کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ سورت یونس آیت نمبر ایک سو سات میں ہے وَ اِنۡ یَّمۡسَسۡکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہٗۤ اِلَّا ہُوَ ''اگر پہنچائے اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی تکلیف پس نہیں کھولنے والا اس کو اس کے سوا کوئی وَاِنۡ یُّرِدۡکَ بِخَیۡرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضۡلِہٖ اور اگر وہ ارادہ کرے آپ کے ساتھ بھلائی کا پس کوئی نہیں رد کر سکتا اس کے فضل کو۔'' وَھُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ اور وہی ہے سب پر غالب حکمت والا ہے۔ نہ اس کے غلبے کا کوئی مقابلہ کر سکتا ہے نہ اس کی حکمت کا کوئی مقابلہ کر سکتا ہے۔

یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ اے لوگو! اذۡکُرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ بعض ترجمہ کرنے والے لفظ نعمت کا ترجمہ مفرد کا کرتے ہیں کہ یاد کرو اللہ تعالیٰ کی نعمت کو جو تم پر ہوئی اور بعض حضرات لفظ نعمت کا ترجمہ جمع کا کرتے ہیں کہ اے لوگو! یاد کرو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو جو تم پر ہوئیں۔ گرامر کے اعتبار سے دونوں معنیٰ صحیح ہیں کیونکہ لفظ نعمت مصدر ہے اور مصدر کا معنیٰ مفرد کا بھی ہو سکتا ہے جمع کا بھی ہو سکتا ہے۔ سورہ ابراہیم آیت نمبر ۳۷ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَ اِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَتَ اللّٰہِ لَا تُحۡصُوۡھَا ''اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے۔'' اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرنے کا معنیٰ یہ ہے کہ نعمتوں کا تم شکر ادا کرو۔ مگر یاد رکھنا! بعض لوگ غلط فہمی کا شکار ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ اچھا کھانا کھانے اور اچھا لباس پہننے کے بعد الحمد للہ! کہہ دیا تو بس شکر ادا ہو گیا۔ بے شک یہ بھی شکر کا ایک شعبہ ہے لیکن اس کے ساتھ پورا حق ادا نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کا طریقہ :

اطباء کہتے ہیں کہ پانی پینے کے دو منٹ بعد پانی آدمی کے ناخنوں تک پہنچ جاتا ہے

اور پانی اور کھانے کا اثر پورے جسم میں ہوتا ہے۔ سوچنے والی بات یہ ہے کہ کھانے اور پینے کا اثر تو ہو پورے جسم میں اور شکر کے لیے دو تولے کی زبان ہلانا کافی سمجھی جائے، ہرگز نہیں۔ سب سے بہتر طریقہ شکر ادا کرنے کا نماز ہے کہ اس میں آدمی کے تمام اعضاء رب تعالیٰ کے سامنے جھکتے ہیں۔ تو فرمایا اے لوگو! اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو جو تم پر ہوئی ہیں اور ان کا شکر ادا کرو هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللهِ عَلَيْكُمْ کیا ہے کوئی خالق اللہ تعالیٰ کے سوا يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ جو تم کو رزق دیتا ہے آسمان سے اور زمین سے۔ آسمان کی طرف سے بارش ہوتی ہے اور سورج کی شعاعیں اور کرنیں پڑتی ہیں، فصلوں پر چاند کی چاندنی پڑتی ہے، ستاروں کی مدھم روشنی پڑتی ہے، ہوا اوپر سے آتی ہے۔ عالم اسباب میں ان ساری چیزوں کا فصلوں اور پھلوں پر اثر ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے سوا رزق کے سارے انتظام کرنے والا کون ہے؟ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ نہیں کوئی معبود مگر وہی۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خالق نہیں، کوئی رازق نہیں، کوئی مالک نہیں، کوئی حاکم نہیں، کوئی عالم الغیب نہیں، کوئی حاضر و ناظر نہیں، کوئی مختار کل نہیں، کوئی مشکل کشا نہیں، کوئی حاجت روا نہیں، کوئی دست گیر نہیں فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ پس تم کدھر الٹے پھرے جاتے ہو۔ کھاؤ تم رب کا اور شکر شیطان کا ادا کرو، عبادت شیطان کی کرو۔ یہ کیا غلط راستہ تم نے اختیار کیا ہوا ہے؟

آگے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو تسلی دی ہے کہ پریشان نہ ہوں وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ اور اگر یہ لوگ جھٹلا دیں آپ کو۔ آگے آئے گا کہ کافروں نے آپ ﷺ کو سَاحِرٌ كَذَّابٌ بھی کہا کہ یہ جادوگر ہے بڑا جھوٹا ہے تو آپ صبر سے کام لیں فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ پس تحقیق جھٹلائے گئے اللہ تعالیٰ کے رسول آپ سے پہلے۔ نوح علیہ السلام کو لوگوں نے سامنے کھڑے ہو کر کہا كَذَّابٌ اَشِرٌ ''بڑا جھوٹا اور شریر ہے۔'' ہماری قوم میں

آکر اختلاف ڈالے ہیں ساری قوم ایک طرف تھی اور تم نے آکر رٹ لگائی ہے لَا اِلٰــهَ الا اللہ اور کہا یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِنْ اِلٰـهٍ غَيْرُهٗ ۔ اسی طرح دوسرے پیغمبروں کو بھی جھٹلایا گیا۔تو یہ کوئی نئی بات نہیں۔ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹائے جائیں گے سارے کام۔

آگے قیامت کا ذکر ہے یٰاَیُّهَا النَّاسُ اے لوگو! اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے قیامت ضرور آئے گی فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا پس ہرگز دھوکے میں نہ ڈالے تمہیں دنیا کی زندگی۔ یہ زندگی عارضی اور فانی ہے۔ایک سانس جو باہر نکلتا ہے ہوسکتا ہے پھر اندر نہ جائے۔لیکن ہم غلط فہمی کا شکار ہیں کہ اسی زندگی پر مفتون ہو گئے ہیں۔

اسی لیے حدیث پاک میں آتا ہے اَكْثِرُوْا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ "لذتوں کو ختم کرنے والی چیز موت کو کثرت کے ساتھ یاد کرو۔" لیکن آج ہمیں نہ موت یاد ہے نہ قبر یاد ہے نہ آخرت یاد ہے۔ ہم جتنی محنت دنیا کے لیے کرتے ہیں اس سے دسواں حصہ بھی آخرت کے لیے کریں تو ان شاء اللہ بیڑا پار ہو جائے گا۔دنیا کے لیے ہم نہ گرمی دیکھتے ہیں نہ سردی دیکھتے ہیں، نہ طوفان، نہ بارش۔ دنیا کے کام کے لیے ہم نے ڈیوٹی پر ضرور پہنچنا ہے کہ غیر حاضری نہ ہو جائے ہمیں کوئی پوچھ نہ لے۔بھئی! جس کے پاس تمہیں جانا ہے اس نے نہیں پوچھنا کہ جو ڈیوٹی میں نے لگائی تھی وہ پوری کر کے آئے ہو یا غیر حاضر رہے۔ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ اور ہرگز دھوکے میں نہ ڈالے تمہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں بڑا دھوکے باز یعنی شیطان کہ وہ تمہارا ازلی دشمن ہے اور ہر وقت تمہیں گمراہ کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے فَاتَّخِذُوْهُ

عَدُوًّا لہٰذا اسے دشمن ہی سمجھو اِنَّمَا یَدْعُوا حِزْبَهٗ پختہ بات ہے وہ دعوت دیتا ہے اپنے گروہ کو لِيَكُونُوا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ تاکہ ہو جائیں وہ دوزخ والوں میں سے۔ وہ وسوسہ اندازی کے ذریعے لوگوں کو گمراہ کرتا ہے تاکہ اس کی جماعت بڑی بن جائے۔

شیطان انسان کا ازلی اور ابدی دشمن ہے:

جب اللہ تعالیٰ نے اسے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا اور اس نے انکار کیا تو وہ مردود ٹھہرا مگر اس نے اللہ تعالیٰ کے سامنے کہہ دیا کہ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِينَ [حجر:۳۹] "میں ضرور گمراہ کروں گا سب کو۔" سوائے تیرے مخلص بندوں کے۔ اور کہنے لگا میں آگے سے، پیچھے سے، دائیں اور بائیں، غرض یہ کہ ہر راستے سے آکر انسان کو گمراہ کروں گا۔ چنانچہ وہ اور اس کے چیلے ہر وقت انسان کو گمراہ کرنے کے درپے رہتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا ہے کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اس سے بچو۔ پھر انسان کو اچھی طرح علم ہے کہ شیطان اس کا ازلی ابدی دشمن ہے مگر اس کے باوجود اس سے بچنے کی کوشش نہیں کرتا، کتنے افسوس کی بات ہے۔

امام فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ وہ انسان کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں اے انسان! تم کذاب اور مفتری ہو کہ ظاہر میں تم شیطان پر لعنت بھیجتے ہو مگر باطن میں اس کے ساتھ دوستی کرتے ہو کہ تم اکثر کام شیطان کی خواہش کے مطابق کرتے ہو۔ رسم و رواج، بدعات، کفریہ اور شرکیہ حرکات، فضول خرچی، یہ سب شیطان کی خواہش ہی کو پورا کرنا ہے۔ سورہ یٰسین آیت نمبر ۶۰ میں ہے اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ "کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا اے اولادِ آدم! کہ نہ عبادت کرنا شیطان کی بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔"

مگرتم پھر بھی اس کی طرف دوڑ دوڑ کے جاتے تھے۔تو فرمایا پختہ بات ہے کہ شیطان دعوت دیتا ہے اپنے گروہ کو کہ وہ ہو جائیں دوزخ والوں میں سے۔

پھر کفر اور ایمان کا انجام کیا ہوگا؟ فرمایا اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا وہ لوگ جنھوں نے کفر کو اختیار کیا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ان کے لیے عذاب ہوگا سخت۔جنھوں نے توحید ورسالت کا انکار کیا وہ سخت عذاب میں ہوں گے زنجیروں میں جکڑے ہوئے،آگ کے شعلوں کی لپیٹ میں ہوں گے اور انہیں سانپ اور بچھو ڈسیں گے وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل کیے اچھے لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِیْرٌ ان کے لیے بخشش ہے اور بہت بڑا اجر ہے۔اعمال کے لیے ایمان شرط ہے۔ایمان اعتقاد درست ہو پھر اعمال اچھے ہوں تو جو چھوٹی موٹی کوتاہیاں ہوں گی وہ بھی اللہ تعالیٰ معاف فرمائے گا اور بہت بڑا اجر بھی ملے گا۔

❁❁❁

اَفَمَنْ زُیِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًاؕ فَاِنَّ اللّٰهَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ۖؗ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَیْهِمْ حَسَرٰتٍؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ ﴿۸﴾ وَ اللّٰهُ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَحْیَیْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَاؕ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ﴿۹﴾ مَنْ كَانَ یُرِیْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِیْعًاؕ اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّیِّبُ وَ الْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُهٗؕ وَ الَّذِیْنَ یَمْكُرُوْنَ السَّیِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌؕ وَ مَكْرُ اُولٰٓىٕكَ هُوَ یَبُوْرُ ﴿۱۰﴾ وَ اللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًاؕ وَ مَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَ لَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖؕ وَ مَا یُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّ لَا یُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖۤ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ ﴿۱۱﴾

اَفَمَنْ کیا پس وہ شخص زُیِّنَ لَهٗ مزین کر دیا گیا اس کے لیے سُوْٓءُ عَمَلِهٖ اس کا بُرا عمل فَرَاٰهُ حَسَنًا پس وہ اس کو دیکھتا ہے اچھا فَاِنَّ اللّٰهَ پس بے شک اللہ تعالیٰ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ بہکاتا ہے جس کو چاہتا ہے وَیَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اور ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ پس نہ ختم ہو جائے آپ کی جان عَلَیْهِمْ حَسَرٰتٍ ان پر افسوس کرتے ہوئے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ عَلِیْمٌ جانتا ہے بِمَا یَصْنَعُوْنَ جو کچھ بناتے ہیں وَاللّٰهُ

اَلَّذِیۡۤ اور اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے اَرۡسَلَ الرِّیٰحَ جس نے بھیجیں ہوائیں فَتُثِیۡرُ سَحَابًا پس وہ اٹھاتی ہیں بادلوں کو فَسُقۡنٰہُ پس ہم ان کو چلاتے ہیں اِلٰی بَلَدٍ مَّیِّتٍ ایسے شہر کی طرف جو بنجر ہے فَاَحۡیَیۡنَا بِہِ الۡاَرۡضَ پس ہم زندہ کرتے ہیں اس کے ذریعے زمین کو بَعۡدَ مَوۡتِہَا اس کے مردہ ہونے کے بعد کَذٰلِکَ النُّشُوۡرُ اسی طرح دوبارہ جی اٹھنا ہے مَنۡ کَانَ یُرِیۡدُ جو شخص چاہتا ہے الۡعِزَّۃَ عزت فَلِلّٰہِ الۡعِزَّۃُ جَمِیۡعًا پس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے ساری عزت اِلَیۡہِ یَصۡعَدُ الۡکَلِمُ الطَّیِّبُ اسی کی طرف چڑھتے ہیں پاکیزہ کلمات وَالۡعَمَلُ الصَّالِحُ اور اچھے اعمال یَرۡفَعُہٗ اٹھالیتا ہے ان کو اللہ تعالیٰ وَالَّذِیۡنَ یَمۡکُرُوۡنَ اور وہ لوگ جو تدبیر کرتے ہیں السَّیِّاٰتِ برائیوں کی لَہُمۡ عَذَابٌ شَدِیۡدٌ ان کے لیے عذاب ہے سخت وَمَکۡرُ اُولٰٓئِکَ ہُوَ یَبُوۡرُ اور ان کی تدبیر ہلاک ہوگی وَاللّٰہُ خَلَقَکُمۡ اور اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے تم کو مِّنۡ تُرَابٍ مٹی سے ثُمَّ مِنۡ نُّطۡفَۃٍ پھر نطفے سے ثُمَّ جَعَلَکُمۡ اَزۡوَاجًا پھر بنایا تمھیں جوڑے وَمَا تَحۡمِلُ مِنۡ اُنۡثٰی اور نہیں اٹھاتی کوئی مادہ وَلَا تَضَعُ اور نہ کوئی جنتی ہے اِلَّا بِعِلۡمِہٖ مگر اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے وَمَا یُعَمَّرُ مِنۡ مُّعَمَّرٍ اور نہیں عمر دیا جاتا کوئی عمر دیا گیا وَّلَا یُنۡقَصُ مِنۡ عُمُرِہٖۤ اور نہ گھٹائی جاتی ہے اس کی عمر سے اِلَّا فِیۡ کِتٰبٍ مگر وہ لکھی ہوئی ہے کتاب میں اِنَّ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیۡرٌ بے شک یہ اللہ تعالیٰ پر آسان ہے۔

ربط آیات :

ان آیات سے پہلے اللہ تعالیٰ نے دوگروہوں کا ذکر فرمایا ہے۔ کافر، جن کے لیے عذاب شدید ہے۔ اور مومن، جن کے لیے بخشش ہے۔ ان میں سے جو پہلا گروہ ہے کافروں کا اس کے متعلق فرماتے ہیں اَفَمَنْ زُیِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ کیا پس وہ شخص کہ مزین کر دیا گیا اس کے لیے اس کا بُرا عمل۔ مزین کرنے والا کون ہے؟ وہ شیطان ہے زَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ ''مزین کیا شیطان نے ان کے اعمال کو۔'' کہ چوری میں یہ فائدہ ہوگا، ڈکیتی میں یہ فائدہ ہوگا۔ کوئی نہ کوئی فائدہ ذہن میں ڈالتا ہے۔ تو یہ مزین کرتا ہے۔ غلط کام پر آمادہ کرنے والا شیطان ہے فَرَاٰهُ حَسَنًا پس وہ دیکھتا ہے اس کو اچھا۔ ظاہر بات ہے کہ بُرے کام کو اچھا سمجھنا بڑا جرم ہے۔ اسی لیے شریعت نے بدعت کی بڑی سخت تردید کی ہے۔ شرک کے بعد جتنی تردید بدعت کی ہوئی ہے شاید ہی کسی عمل کی اتنی تردید ہوئی ہو۔

بدعت کا گناہ سو گناہوں سے بھی زیادہ وزنی ہے :

کئی دفعہ سن چکے ہو کہ سو گناہ کبیرہ سے بدعت کا گناہ زیادہ ہے۔ مسجد میں بیٹھ کر کوئی آدمی شراب پیے۔ شراب پینا گناہ مگر مسجد میں اور زیادہ گناہ ہے۔ مگر بدعت کا اس سے بھی زیادہ گناہ ہے۔ کیونکہ گناہ سے شریعت کا نقشہ نہیں بدلتا کہ گناہ کرنے والا بھی سمجھتا ہے کہ میں گناہ کر رہا ہوں۔ مگر بدعت سے دین کا نقشہ بدل جاتا ہے۔ کیونکہ بدعتی بدعت کو دین سمجھ کر کرتا ہے اور دوسرے بھی سمجھتے ہیں کہ یہ دین ہے۔ تو بدعت سے دین کا نقشہ بدل جاتا ہے۔ اس لیے بدعت کا گناہ سو گناہوں سے بھی وزنی ہے۔ اسی واسطے حدیث شریف میں آیا ہے اِنَّ اللّٰهَ حَجَبَ التَّوْبَةَ عَنْ كُلِّ صاحب بِدْعَةٍ ''اللہ تعالیٰ نے ہر بدعتی پر

توبہ کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو توبہ کی توفیق نہیں ملتی۔ جو شخص گناہ کو ثواب سمجھ کر کرے گا تو وہ اس سے توبہ کیوں کرے گا؟ تو ان کافروں نے برے کاموں کو اچھا سمجھ کر دین کا حلیہ بگاڑ دیا ہے۔

فرمایا فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ پس بے شک اللہ تعالیٰ بہکاتا ہے جس کو چاہے وَيَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اور ہدایت دیتا ہے جس کو چاہے۔ بات اچھی طرح سمجھ لینا مسئلہ کوئی مشکل نہیں ہے۔ اس سے ظاہری طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بندے کا کوئی قصور نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ اس طرح کی آیات قرآن کریم میں متعدد ہیں جن سے ظاہری طور پر غلطی کھانے والے غلطی کھا جاتے ہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ پیدائشی طور پر اللہ تعالیٰ نہ کسی کو گمراہ کرتا ہے اور نہ ہدایت پر مجبور کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بندے کو اختیار دیا ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ [کہف: ۲۹] ''پس جو چاہے اپنی مرضی سے ایمان لائے اور جو چاہے اپنی مرضی سے کفر اختیار کرے۔'' جو جس چیز کا طالب ہوگا اللہ تعالیٰ اس کو وہ دے دے گا۔ سورہ رعد آیت نمبر ۲۷ میں ہے وَ يَهْدِىْ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ''اور ہدایت دیتا ہے اپنی طرف اس کو جو رجوع کرتا ہے۔'' اور سورہ عنکبوت آیت نمبر ۶۹ میں ہے وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا اور وہ لوگ جو کوشش کرتے ہیں ہمارے لیے ہم ضرور راہنمائی کرتے ہیں ان کی اپنے راستوں کی طرف۔'' اور گمراہ ان کو کرتا ہے جو گمراہی کو پسند کرتے ہیں۔

چنانچہ سورہ صف پارہ ۲۸ میں ہے فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ''پس جب وہ ٹیڑھے چلے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے۔'' اور سورۃ نساء آیت نمبر ۱۱۵ میں ہے نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى ''ہم اس کو پھیر دیں گے اسی طرف جس طرف وہ پھرا۔'' تو جبراً

اللہ تعالیٰ نہ کسی کو گمراہ کرتا ہے اور نہ کسی کو ہدایت دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ پس نہ چلی جائے آپ کی جان عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ان پر افسوس کرتے ہوئے۔ غم اور افسوس آدمی کے جسم کو گھٹاتا ہے۔ غم کی وجہ سے آدمی کمزور ہو جاتا ہے۔ کیونکہ دماغ جسم کے تمام اعضاء کا حاکم اور بادشاہ ہے۔ تو جب بادشاہ کمزور ہوگا تو باقی سب کمزور ہوں گے لہٰذا آپ ﷺ پریشان نہ ہوں اور اپنی جان کو ضائع نہ کریں اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ یہ بناتے ہیں کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی کارکردگی سے واقف ہے محشر والے دن سب کچھ ان کے سامنے رکھ دیا جائے گا پھر اس کے مطابق بدلہ دیا جائے گا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول، کتابیں اور مبلغین بھیج کر آخرت کی زندگی کا سامان پیدا کیا ہے اسی طرح اس نے دنیا کی زندگی کا سامان اور وسائل بھی پیدا فرمائے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاللّٰهُ الَّذِيْٓ اور اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے اَرْسَلَ الرِّيٰحَ جس نے بھیجیں ہوائیں فَتُثِيْرُ سَحَابًا پس وہ اٹھاتی ہیں بادلوں کو اور جدھر لے جانے کا حکم ہوتا ہے ادھر لے جاتی ہیں فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ پس ہم ان کو چلاتے ہیں ایسے شہر کی طرف جو بنجر ہے فَاَحْيَيْنَا بِهِ الْاَرْضَ پس ہم زندہ کرتے ہیں اس کے ذریعے زمین کو بَعْدَ مَوْتِهَا اس کے مردہ ہونے کے بعد۔ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت اور مصلحت کے مطابق سمندروں سے بخارات اٹھاتا ہے پھر ہوائیں ان کو اٹھا کر چلتی ہیں اور خشک علاقے کی طرف لے کر جاتی ہیں جہاں بارش برسانا مقصود ہوتا ہے جس سے مردہ زمین میں تروتازگی آجاتی ہے۔ پھر وہ بنجر زمین میں پھل اور اناج پیدا کرتا ہے جو انسانوں اور جانوروں کی خوراک بنتا ہے۔ فرمایا جس طرح اللہ تعالیٰ بارش برسا کر مردہ زمین کو قابل

کاشت بنا دیتا ہے کَذٰلِكَ النُّشُوْرُ اسی طرح دوبارہ جی اٹھنا ہے۔ جب قیامت کا بگل بجے گا تو تمام مردے قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے اور میدان محشر میں جمع ہوں گے اور حساب کتاب ہوگا۔

اگلی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے کافروں، مشرکوں اور منکروں کی مذمت بیان فرمائی ہے۔ فرمایا مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ جو شخص عزت چاہتا ہے فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا پس ساری عزت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ سورہ مریم آیت نمبر ۸۱ میں ہے وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا "مشرکوں، کافروں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے معبود بنا رکھے ہیں ان کی پرستش کرتے ہیں تاکہ ان کو عزت و غلبہ اور وقار حاصل ہو۔" مگر انھیں سمجھ لینا چاہیے کہ عزت ساری اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

منافقین کافروں کے ساتھ دوستی رکھتے تھے کہ ہماری عزت ہوگی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَلَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ "وہ لوگ جو بناتے ہیں کافروں کو دوست مومنوں کے سوا اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ کیا وہ ان کے ہاں عزت تلاش کرتے ہیں فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا پس بے شک عزت ساری اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔" سورۃ النساء آیت نمبر ۱۳۹ اور سورہ منافقون میں ہے وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ "اور عزت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور اس کے رسول کے لیے ہے اور مومنوں کے لیے ہے۔" یہ عزت کہاں تلاش کرتے پھر رہے ہیں غیر اللہ کے پاس، جھوٹے خداؤں کے پاس؟ عزت اس شخص کو حاصل ہوگی جس کا عقیدہ درست اور عمل صحیح ہوگا۔ ایسے شخص کے اعمال کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ اسی کی طرف چڑھتے ہیں پاکیزہ کلمات وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ اور اچھے عمل اٹھا لیتا ہے

ان کو اللہ تعالیٰ۔

کلمہ طیبہ سے کیا مراد ہے؟ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ لَا اِلٰـهَ اِلاَّ اللّٰه مراد ہے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس سے سبحان اللہ مراد ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اللہ اکبر مراد ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ ہر پاکیزہ کلمہ مراد ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اَفْضَلُ الْكَلَامِ سُبْحَانَ اللّٰهِ ''افضل ترین کلام سبحان اللہ ہے۔'' یہاں ایک بات سمجھنے والی ہے۔ وہ یہ کہ کلمات طیبات کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اس کی طرف چڑھتے ہیں اور عمل صالح کے بارے میں فرمایا کہ اس کو اللہ تعالیٰ اٹھاتا ہے۔ تو کلمات طیبات کے بارے میں خود چڑھنا فرمایا اور عمل صالح کو وہ خود اٹھاتا ہے تو یہ فرق کیوں ہے؟ محققین فرماتے ہیں کہ کلمات طیبات اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں اور اللہ تعالیٰ کی صفات میں ذاتی طور پر صعود (چڑھنا) ہے اور عمل بندے کی صفت ہے اس کو رب تعالیٰ اٹھائیں گے تو اوپر جائے گا۔ لہٰذا جو عمل اخلاص کے ساتھ ہوگا اس کو اللہ تعالیٰ اٹھائے گا اور کئی دفعہ سن چکے ہو کہ عمل صالح کی قبولیت کی تین بنیادی شرطیں ہیں۔

(۱)...... ایمان (۲)...... اخلاص (۳)...... اور اتباع سنت

ان کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔ فرمایا وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ اور وہ لوگ جو بری تدبیریں کرتے ہیں اسلام کو مٹانے کے لیے، حق کو مٹانے کے لیے، اہل حق کے خلاف تدبیریں کرتے ہیں لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ان کے لیے عذاب ہے سخت وَمَكْرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُوْرُ اور ان لوگوں کی تدبیریں ہلاک ہوں گی۔

دار الندوہ میں کفار کا رسول اللہ ﷺ کو شہید کرنے کا مشورہ:

دار الندوہ میں بیٹھ کر کافروں نے آنحضرت ﷺ کو شہید کرنے کا ارادہ کیا۔ آدمی

مقرر ہوئے، رات مقرر ہوئی، وقت مقرر کیا گیا، آپ ﷺ کے مکان کا محاصرہ کیا گیا مگر ان کی ساری تدبیر ناکام ہوئی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بچالیا۔ سیرت ابن ہشام تاریخ کی کتاب ہے اس میں لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ مٹی ان کے سروں پر ڈالتے ہوئے تشریف لے گئے۔ صبح ہوئی تو تمام لوگوں نے ان کو ملامت کی جو قتل کے لیے بھیجے گئے تھے کہ تم نے قتل کیوں نہیں کیا شکار ہاتھ سے نکل گیا۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں پتا ہی نہیں چلا کہ وہ کب یہاں سے چلا گیا۔ تو فرمایا جو بری تدبیریں کرتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہوگا اور ان کی تدبیر تباہ ہوگی۔

آگے توحید کی دلیل وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ اور اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا ہے مِّنْ تُرَابٍ مٹی سے۔ آدم علیہ السلام کو مٹی سے بنایا خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ [آل عمران :۵۹] ''آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا فرمایا پھر اس نے فرمایا ہو جا پس وہ ہو گیا۔'' ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ پھر نطفے سے پیدا فرمایا۔ آگے اللہ تعالیٰ نے تمہاری نسل حقیر انسانی قطرے سے چلائی کہ شہوت کے ساتھ نکلے تو سارا جسم پلید ہو جاتا ہے ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا پھر بنایا اللہ تعالیٰ نے تمہیں جوڑا جوڑا۔ عورتیں بنائیں، مرد بنائے وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى اور نہیں پیٹ میں اٹھاتی کوئی مادہ وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ اور نہ وہ جنتی ہے مگر وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ ہے خود اس عورت کو معلوم نہیں ہوتا جو نر مادہ پیٹ میں اٹھائے پھرتی ہے کہ پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی ہے، کالا ہے یا گورا ہے، صحیح الاعضاء ہے یا ناقص الاعضاء ہے۔ یہ رب تعالیٰ ہی جانتا ہے اور کوئی نہیں جانتا۔ باقی یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ الٹرا ساؤنڈ کے ذریعے پتا چل جاتا ہے تو یہ قطعی نہیں ہوتا۔ یہ مصنوعی چیزیں ہیں ان کو غلطی لگ سکتی ہے مگر اللہ تعالیٰ کا علم قطعی ہے۔ ان سالوں

میں دو تین اخبارات میں میں نے پڑھا کہ سانگلہ ہل میں ایک آدمی کو گھر کا بل لاکھ روپے آیا۔ وہ رویا پیٹا کہ میرا نہ کارخانہ ہے نہ مل ہے۔ تو اس کو کہا گیا کہ کمپیوٹر کی غلطی سے ایسا ہوا ہے۔ تو یہ مصنوعی چیزیں غلطی کر جاتی ہیں رب تعالیٰ کو غلطی نہیں لگتی اس کا علم قطعی ہے۔ فرمایا وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ اور نہیں عمر دیا جاتا کوئی معمر وَلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اور نہ گھٹائی جاتی ہے کسی کی عمر سے اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مگر وہ لکھی ہوئی ہے کتاب میں۔

معمر کسے کہا جاتا ہے ؟

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جو آدمی ساٹھ سال کا ہو جائے یا اس سے اوپر چلا جائے تو وہ معمر ہے۔ اور ساٹھ سال سے کم ہو تو یہ معمر نہیں ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس وقت ڈاڑھی میں ایک بال بھی سفید ہو جائے تو بندے کو فکر کرنی چاہیے کہ اب حالات کچھ اور ہیں۔ ہماری حالت یہ ہے کہ ڈاڑھی تو کیا ہمارے ابرو بھی سفید ہو جائیں تو ہمیں آخرت کی فکر نہیں ہوتی۔ پہلے زمانے میں جب عمر ساٹھ سال ہو جاتی اور ڈاڑھی میں ایک بال سفید آ جاتا تھا تو وہ اس کو خطرے کا الارم سمجھتے تھے کہ اب وقت قریب آ گیا ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ اگر کسی کا پوتا ہو جائے تو دادے کو اپنا بستر باندھ لینا چاہیے، جانے کی تیاری کرنی چاہیے۔ لہٰذا موت کو بھی یاد رکھو۔ یہ بھی رب تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ نعمت کیسے ہے؟ دیکھو! ہر آدمی چاہتا ہے میری ماں زندہ رہے ماں چاہتی ہے میری ماں زندہ رہے وہ چاہتی ہے میری ماں زندہ رہے۔ اور ہر آدمی چاہتا ہے کہ میرا والد زندہ رہے والد چاہتا ہے میرا والد زندہ رہے وہ چاہتا ہے میرا والد زندہ رہے۔ اس طرح تو بوڑھوں کی لائن لگی ہوتی، نہ ان کو کوئی پوچھنے والا نہ سنبھالنے والا اور پاخانے

کے ساتھ چار پائیاں بھری ہوتیں۔ موت رب تعالیٰ کی نعمت ہے کہ وقت پر ہر ایک کو سنبھالا جاتا ہے کہ وہ بھی عزت کے ساتھ دنیا سے رخصت ہو گئے اور پسماندگان بھی مصیبت سے بچ گئے۔ ورنہ پچھلے ختم خواجگان کرتے کہ بابے کی جان جلدی نکلے، بے بے جی جلدی مرے۔ یہ سب رب تعالیٰ کی رحمتیں ہیں ہم ان کو نہیں سمجھتے۔ تو فرمایا یہ سب کچھ لوح محفوظ میں درج ہے اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ بے شک یہ اللہ تعالیٰ پر آسان ہے اس کے لیے کچھ مشکل نہیں ہے۔

وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ ۖ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ
سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ؕ وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا
وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ
لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ
وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۙ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ
لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ
مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ﴿۱۳﴾ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا
دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ؕ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ
بِشِرْكِكُمْ ؕ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ﴿۱۴﴾ ع ۲

وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ اور نہیں برابر دو سمندر هٰذَا عَذْبٌ ایک میٹھا
ہے فُرَاتٌ خوش گوار ہے سَآئِغٌ آسانی سے گلے سے اترتا ہے شَرَابُهٗ
اس کا پینا وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ اور یہ دوسرا نمکین کڑوا ہے وَمِنْ كُلٍّ اور ہر
سمندر سے تَاْكُلُوْنَ تم کھاتے ہو لَحْمًا طَرِيًّا گوشت تازہ وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ
اور نکالتے ہو تم حِلْيَةً زیور تَلْبَسُوْنَهَا جن کو تم پہنتے ہو وَتَرَى الْفُلْكَ
اور دیکھتے ہیں آپ کشتیوں کو فِيْهِ اس سمندر میں مَوَاخِرَ پانی چیرتی ہوئی
چلتی ہیں لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ تاکہ تلاش کرو تم اللہ تعالیٰ کے فضل کو وَلَعَلَّكُمْ
تَشْكُرُوْنَ اور تاکہ تم رب تعالیٰ کا شکر ادا کرو يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ داخل کرتا

ہے رات کو دن میں وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ اور داخل کرتا ہے دن کو رات میں وَسَخَّرَ الشَّمْسَ اور اس نے کام میں لگایا سورج کو وَالْقَمَرَ اور چاند کو كُلٌّ يَّجْرِيْ ہر ایک چلتا ہے لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ایک میعاد تک جو مقرر ہے ذٰلِكُمُ اللهُ یہ ہے اللہ تعالیٰ رَبُّكُمْ تمہارا رب لَهُ الْمُلْكُ اسی کا ملک ہے وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ اور وہ جن کو تم پکارتے ہو مِنْ دُوْنِهٖ اللہ تعالیٰ سے نیچے مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ نہیں مالک وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے اِنْ تَدْعُوْهُمْ اگر تم ان کو پکارو لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ نہیں سنتے تمہاری پکار کو وَ لَوْ سَمِعُوْا اور اگر بالفرض سن لیں مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ تو وہ تمہارا کام نہیں کر سکتے وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ اور قیامت والے دن يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ انکار کریں گے تمہارے شرک کا وَلَا يُنَبِّئُكَ اور کوئی نہیں خبر دے گا تجھے مِثْلُ خَبِيْرٍ خبر رکھنے والے کی طرح۔

ربط آیات :

اس سے پہلے دو گروہوں کا ذکر تھا کافروں کا اور مومنوں کا۔ آگے دو سمندروں کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ایک سمندر ہے جس کا پانی میٹھا ہے آسانی سے حلق سے اتر جاتا ہے اور دوسرا سمندر نمکین اور کڑوا ہے۔ کیا یہ دونوں سمندر تمہارے خیال میں برابر ہیں؟ اگر یہ برابر نہیں ہیں تو ایمان اور کفر بھی برابر نہیں ہیں، توحید اور شرک بھی برابر نہیں ہیں، حق اور باطل بھی برابر نہیں ہیں، سنت اور بدعت بھی برابر نہیں ہیں ان میں نمایاں فرق ہے۔

فرمایا وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ اورنہیں ہیں برابر دو سمندر هٰذَا عَذْبٌ یہ ایک سمندر میٹھا ہے پانی اس کا فُرَاتٌ خوش گوار ہے سَآئِغٌ شَرَابُهٗ آسانی سے حلق سے اترتا ہے اس کا پانی وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ اور یہ دوسرا سمندر نمکین کڑوا ہے۔

میٹھے پانی کی قدر :

بعض علاقوں کا پانی کھارا ہے جیسے رمک کا علاقہ ہے جو ڈیرہ اسماعیل خان سے پچیس چھبیس میل دور ہے۔ میں نے وہاں کے پانی سے صرف وضو کیا ڈیرہ اسماعیل خان پہنچنے تک میرے منہ کی کڑواہٹ نہ گئی۔

مفتی محمد عیسیٰ صاحب ہمارے مدرسہ نصرۃ العلوم کے مفتی اور مدرس ہیں۔ میں ان کے اصرار پر ان کے گاؤں گیا لتڑی جنوبی ضلع ڈیرہ غازی خان۔ وہاں کے سارے لوگ صحیح العقیدہ نمازی، پرہیز گار، دین دار قسم کے لوگ ہیں۔ ان کے والد محترم اور چچا جان نے آپس میں مشورہ کیا کہ مولانا کے لیے پانی کا کیا انتظام ہے؟ گرمی کا زمانہ تھا اور میرے پاس ہی بیٹھے تھے۔ میں نے سمجھا کہ میرے لیے شربت بنانا ہوگا یا کوئی میٹھی بوتل تلاش کرتے ہوں گے۔ میں نے ان کو کہا کہ میں حتی الوسع بوتل نہیں پیتا۔ کہیں دوست احباب میں پھنس جاؤں تو الگ بات ہے۔ شربت پینے کی بھی مجھے عادت نہیں ہے لہٰذا میرے لیے سادہ پانی کی فکر نہ کرو۔ وہ دونوں ہنس پڑے۔ کہنے لگے کہ ہمیں آپ کی عادت کا علم ہے۔ ہم یہ سوچ رہے ہیں کہ آپ کو کہاں سے پانی پلائیں گے۔ میں نے کہا تمہارے پاس نلکا نہیں ہے تو کہنے لگے اس نلکے کا پانی آپ نہیں پی سکتے۔ اس مدرسے میں ایک نلکا لگا ہوا تھا جس کا پانی سارے علاقے کے پانی سے اچھا تھا مگر وہ خراب ہو گیا ہے میرے لیے وہ پانی دریائے سندھ سے اونٹنی پر مشکیں بھر کر لائے تھے۔ دو دن میں نے دریائے سندھ کا پانی

پیا۔اور ہمارے علاقے کا پانی بالکل صاف ستھرا اور میٹھا ہے لیکن ہمیں رب تعالیٰ کی نعمتوں کی کوئی قدر نہیں ہے۔

تو فرمایا کہ ایک سمندر میٹھا ہے اور ایک نمکین اور کڑوا ہے۔دونوں برابر نہیں ہیں تو ایمان اور کفر بھی برابر نہیں ہیں،توحید اور شرک بھی برابر نہیں ہیں،سنت اور بدعت بھی برابر نہیں ہیں،حق اور باطل بھی ایک شے نہیں ہے۔ وَمِنْ كُلٍّ تَأْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا اور ہر سمندر سے کھاتے ہو تم تازہ گوشت۔کھارے سمندر میں بھی مچھلیاں ہیں اور میٹھے سمندر میں بھی مچھلیاں ہیں وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً اور نکالتے ہو تم زیور تَلْبَسُوْنَهَا جس کو تم پہنتے ہو۔موتی مونگے نکالتے ہو اور عنبر بھی سمندر سے نکلتا ہے۔موتی مونگے کے ہار بنا کر عورتیں بھی گلے میں ڈالتی ہیں اور مرد بھی۔خدا کی شان کہ ان پر زکوٰۃ بھی نہیں ہے۔ ہیرے اور مرجان پر بھی زکوٰۃ نہیں ہے حالانکہ یہ چیزیں سونے سے مہنگی ہیں۔جو بڑے بڑے بے دین سیٹھ ہیں وہ زکوٰۃ سے بچنے کے لیے ہیرے خرید کر رکھ لیتے ہیں۔رب تعالیٰ سب کی نیتوں کو جانتا ہے۔

سونا اور ریشم مردوں کے لیے حرام ہے :

آنحضرت ﷺ نے ایک ہاتھ مبارک میں سونے کا ٹکڑا لیا اور دوسرے میں ریشمی کپڑے کا ایک ٹکڑا اور فرمایا اَتَدْرُوْنَ مَا هٰذَا ”کیا تم جانتے ہو یہ کیا ہے؟“ کہنے لگے حضرت!ایک ہاتھ میں سونا ہے اور دوسرے میں ریشمی کپڑا۔فرمایا اِنَّ اللّٰهَ اَحَلَّهُمَا عَلٰى اُنَاثِ اُمَّتِیْ وَحَرَّمَهُمَا عَلٰى ذُكُوْرِ اُمَّتِیْ ”اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو میری امت کی عورتوں پر حلال فرمایا اور میری امت کے مردوں پر حرام فرمایا ہے۔“ اس سے مصنوعی ریشم مراد نہیں ہے۔یہ میری پگڑی مصنوعی ریشم کی ہے۔اصلی ریشم وہ ہے جو کیڑے سے نکلتا

ہے وہ مردوں کے لیے جائز نہیں ہے۔ ہاں! اپنی چادر یا قمیص کی کناری لگائیں تو جائز ہے۔ سونا مرد کے لیے حلال نہیں ہے مگر سونے کے دانت اور ناک لگوا سکتا ہے اگر ناک کٹ گئی ہو۔ سونے کی خاصیت یہ ہے کہ اس میں بو پیدا نہیں ہوتی۔ تو فرمایا تم زیور نکالتے ہو جس کو تم پہنتے ہو وَتَرَى الْفُلْكَ اور اے مخاطب! آپ دیکھتے ہیں کشتیوں کو فِيْهِ اس سمندر میں مَوَاخِرَ۔ مَاخِرٌ کی جمع ہے بمعنی چیرنے والی۔ جب کشتیاں چلتی ہیں تو پانی کو پھاڑتی چیرتی ہوئی جاتی اور آتی ہیں لِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهٖ تاکہ تلاش کرو تم اللہ تعالیٰ کا فضل۔ اپنے ملک کی چیزیں دوسرے ملکوں میں جا کر فروخت کرو اور وہاں سے سستی خرید کر اپنے ملک میں لے آؤ تاکہ تمہیں نفع حاصل ہو وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ اور تاکہ تم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمہارے لیے یہ ساری سہولتیں پیدا فرمائی ہیں۔

اور رب تعالیٰ کی قدرت يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ داخل کرتا ہے رات کو دن میں۔ گرمی کے موسم میں دن لمبے ہو جاتے ہیں رات کا حصہ نکال کر اللہ تعالیٰ دن میں داخل کر دیتا ہے وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ اور داخل کرتا ہے دن کو رات میں۔ سردیوں کے موسم میں راتیں لمبی ہو جاتی ہیں دن کے اجزاء اللہ تعالیٰ رات میں داخل کر دیتے ہیں۔ یہ انقلاب تمھیں ہر جگہ نظر آتا ہے وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اور مسخر کر دیا اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کو۔ چاند کو بھی کام میں لگا دیا سورج کو بھی کام میں لگا دیا کیا مجال ہے کہ وہ اپنی رفتار میں کمی بیشی کریں یا کسی جگہ اکڑ کر کھڑے ہو جائیں یا دائیں بائیں چل پڑیں۔ حقیقت کے ساتھ دیکھا جائے تو سورج اور چاند سے زیادہ اختیارات انسان کے پاس ہیں اگرچہ یہ حجم میں انسان سے بہت بڑے ہیں۔ دیکھو! ہم بیٹھے ہیں کھڑے ہونے کو دل کرے تو کھڑے ہو سکتے ہیں چل سکتے ہیں دائیں بائیں آ جا سکتے ہیں، آگے جا سکتے ہیں

پیچھے ہٹ سکتے ہیں۔ تو اتنے اختیارات والا کسی بے بس کے آگے جھکے تو کتنی بڑی حماقت ہے۔ کیونکہ ایسے لوگ بھی ہیں جو ان کی چمک کو دیکھ کر ان کی پوجا کرتے ہیں۔ فرمایا کُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ہر ایک چلتا ہے ایک مقرر میعاد تک۔ قیامت تک سورج بھی چلتا رہے گا چاند بھی چلتا رہے گا۔

شمس وقمر کی حرکت اور سائنس دانوں کی تحقیق :

سائنس دانوں کا ایک طبقہ کہتا ہے کہ سورج اور چاند حرکت کرتے ہیں یہ طبقہ حق ہے۔ دوسرا طبقہ کہتا ہے کہ سورج اور چاند کھڑے ہیں زمین گھومتی ہے۔ یہ گروہ غلط ہے۔ سائنس دانوں کی تحقیقات بدلتی رہتی ہیں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اٹل ہے کہ سورج بھی چلتا ہے اور چاند بھی چلتا ہے۔ مسلمان نے رب تعالیٰ کی بات ماننی ہے۔ ہاں! چاند اور سورج کی حرکت کو مان کر ان کی رفتار کو مان کر کوئی وزنی دلیل پیش کرے کہ زمین بھی گھومتی ہے تو الگ بات ہے کہ اس سے کسی کے عقیدے پر زد نہیں پڑتی۔ اگر کہیں کہ سورج اور چاند کھڑے ہیں اور زمین گھومتی ہے تو پھر ہم کہیں گے تمہارے سر پھرتے ہیں کہ تم سر پھرے ہو۔

یونان کا ایک بڑا حکیم تھا تالیق مَلتی۔ سب حکیموں کا استاذ تھا۔ اس نے یہ تحقیق کی کہ پانی بسیط ہے مفرد ہے اس میں ترکیب نہیں ہے مرکب نہیں ہے۔ ساڑھے تین ہزار سال تک سارے حکماء اسی کو مانتے رہے۔ کاوَنڈس آیا اس نے اپنی تحقیق سے ثابت کیا کہ پانی میں دو قوتیں ہیں۔ یہ آکسیجن اور ہائیڈروجن سے مرکب ہے مفرد نہیں ہے۔ اب سارے مرکب مانتے ہیں۔ لاؤڈ سپیکر کے بارے میں سائنس دانوں کا اختلاف تھا۔ ایک گروہ کہتا تھا کہ اصل آواز ختم ہو جاتی ہے اس کی مثل پیدا ہوتی ہے۔ جیسے گنبد یا پہاڑ کے

دامن میں آواز دوتو واپس آتی ہے۔اس پر علماء نے فتویٰ دیا کہ سپیکر پر نماز جائز نہیں ہے کہ مقتدی آواز کی اقتداء کریں گے امام کی نہیں۔ کچھ عرصہ گزرا سائنس دان بیٹھے۔ انگریز کا دور تھا انہوں نے تحقیق کی اور نوے فیصد سائنس دانوں نے کہا کہ لاؤڈ سپیکر اصل آواز کو دو چند کرتا ہے۔پھر علماء نے فتویٰ دیا کہ اس پر نماز جائز ہے اور یہ آلہ ہے دو چند کرنے کا۔اس دور میں ''خدام الدین'' رسالہ نکلتا تھا اس کے آخر میں حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ جلی حروف میں شائع ہوا کہ ہم پہلے فتویٰ دیتے رہے ہیں کہ لاؤڈ سپیکر پر نماز جائز نہیں ہے اس لیے کہ سائنس دانوں کا اختلاف تھا اب سارے متفق ہو گئے کہ اصل آواز کو بلند کر دیتا ہے لہٰذا لاؤڈ سپیکر پر نماز پڑھ سکتے ہو۔تو سائنس دانوں کی تحقیق بدلتی رہتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ یہ ہے اللہ تعالیٰ تمہارا پروردگار، تمہارا پالنے والا لَهُ الْمُلْكُ اسی کا ہے ملک وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ اور وہ جن کو تم پکارتے ہو مِنْ دُوْنِهٖ اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے۔خواہ وہ فرشتے ہوں یا پیغمبر یا پیر فقیر ہوں، ولی ہوں، شہید ہوں۔یاد رکھو! مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ۔ قطمیر کہتے ہیں کھجور کی گٹھلی پر جو چھلکا ہوتا ہے اس کو۔عربی لوگ جب کسی شے کی قلت بیان کرتے تھے تو کہتے تھے کہ اس کے پاس تو قطمیر بھی نہیں ہے۔جیسے ہم کہتے ہیں فلاں دے کول ککھ بھی نہیں (چھوٹی کوڑی بھی نہیں) فلاں کے پاس تنکا بھی نہیں ہے۔تو معنیٰ ہوں گے کہ وہ تنکے کے بھی مالک نہیں ہیں۔تم ان کو حاجت روا، مشکل کشا سمجھ کے پکارتے ہو فریادرس اور دست گیر سمجھ کر پکارتے ہو جو تنکے کے بھی مالک نہیں ہیں اِنْ تَدْعُوْهُمْ اگر تم ان کو پکارو دور سے لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ وہ تمہاری پکار کو نہیں سنتے۔

حاجت روا اور مشکل کشا صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے :

اب یہاں سے کوئی شخص کہے یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئا للہ ''اے شیخ عبد القادر جیلانی مجھے کوئی شے دے دو اللہ تعالیٰ کے واسطے۔'' وہ اپنی جگہ آرام فرما رہے ہیں تمہاری پکار کو کیسے سن لیں گے؟ اگر چہ وہ سننے کے بعد بھی کچھ نہیں دے سکتے مگر دور سے تو سن بھی نہیں سکتے۔

جاہل قسم کے لوگ کہتے ہیں کہ ان کے پاس بڑے اختیارات ہیں۔ سوال یہ ہے کہ پچھلے دنوں جب انتیس ممالک نے جن میں ہماری مہربان حکومت بھی شامل تھی نے عراق پر حملہ کیا تو بمباری میں شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ اقدس کی عمارت کو بھی بہت نقصان پہنچا اور بعد میں انہوں نے عمارت درست کی۔ وہ وہاں کچھ نہیں کر سکے یہاں وہ تمہارے کیا کام کریں گے؟ یاد رکھنا! نفع و نقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ حاجت روا، مشکل کشا، فریاد رس، دست گیر بھی صرف اللہ تعالیٰ ہے اس کے سوا کوئی ایک تنکے کا بھی مالک نہیں ہے۔

فرمایا وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ اور اگر بالفرض قریب ہونے کی وجہ سے سن لیں تو وہ تمہارا کام نہیں کر سکتے۔ قریب سے وہ سن بھی لیں تو وہ کیا کر سکتے ہیں؟ سب کچھ کرنے والا صرف پروردگار عالم ہے۔ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ اور وہ قیامت والے دن تمہارے شرک کا انکار کریں گے۔ تمہاری اس پکار کا انکار کریں گے۔ کہیں گے اے پروردگار! نہ ہم نے ان کو کہا تھا اور نہ ہم اس پر راضی تھے آپ جانیں اور یہ جانے، اللہ تعالیٰ کے سوا دکھ تکلیف میں مصیبت میں کسی کو پکارنا یہ شرک ہے۔ قیامت والے دن اللہ والے بے زاری کا اعلان کر دیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے انسان! سن لے وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ اور نہیں تجھے کوئی خبر دے گا مثل اس ذات کے جو ہر چیز کی خبر رکھتی ہے۔رب تعالیٰ جیسا کوئی اور خبر دار ہے ہی نہیں۔ میں رب خبیر تمہیں خبر دیتا ہوں کہ جن کو تم پکارتے ہو وہ قیامت والے دن تمہاری پکار اور شرک کا انکار کر دیں گے۔اس لیے رب صرف اللہ تعالیٰ ہی کو سمجھو۔اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۱۵﴾ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱۶﴾ ۚ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴿۱۷﴾ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۭ اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۭ وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۸﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ﴿۱۹﴾ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ﴿۲۰﴾ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ﴿۲۱﴾ ۚ وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴿۲۲﴾ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ ﴿۲۳﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۭ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ﴿۲۴﴾ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ اَخَذْتُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۲۶﴾ ع ۳ ۱۲ ۱۵

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اے انسانو! اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ تم محتاج ہو اللہ تعالیٰ کی طرف وَاللّٰهُ اور اللہ تعالیٰ هُوَ الْغَنِيُّ ہی غنی ہے الْحَمِيْدُ قابل تعریف ہے اِنْ يَّشَاْ اگر وہ چاہے يُذْهِبْكُمْ تم کو لے جائے وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ اور لے آئے مخلوق نئی وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ اور نہیں ہے یہ اللہ تعالیٰ پر

بِعَزِيْزٍ کوئی مشکل وَلَا تَزِرُ اور نہیں اٹھائے گا وَازِرَةٌ کوئی بوجھ اٹھانے والا وِّزْرَ اُخْرٰى دوسرے کا بوجھ وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اور اگر بلائے بوجھ کے نیچے دبا ہوا اِلٰى حِمْلِهَا اپنا بوجھ اٹھانے کی طرف لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ نہیں اٹھائی جائے گی اس سے کوئی چیز وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى اور اگرچہ وہ قرابت دار ہی کیوں نہ ہو اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ پختہ بات ہے آپ ڈراتے ہیں ان لوگوں کو يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے بِالْغَيْبِ بن دیکھے وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ اور قائم کی انہوں نے نماز وَمَنْ تَزَكّٰى اور جس شخص نے اپنے نفس کو پاک کرلیا فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ پس پختہ بات ہے وہ تزکیہ حاصل کرے گا اپنے نفس کے لیے وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹنا ہے وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ اور نہیں ہیں برابر اندھا اور دیکھنے والا وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ اور نہ اندھیرے اور نہ روشنی وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ اور نہ سایہ اور نہ دھوپ وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ اور نہیں برابر زندے اور مردے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ سناتا ہے جس کو چاہے وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ اور آپ نہیں سنانے والے ان کو جو قبروں میں ہیں اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ نہیں ہیں آپ مگر ڈرانے والے اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بے شک ہم نے بھیجا آپ کو بِالْحَقِّ حق کے ساتھ بَشِيْرًا خوش خبری سنانے والا وَّنَذِيْرًا اور ڈرانے والا وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اور نہیں کوئی

امت اِلَّا خَلَا فِيْهَا مگر یہ کہ ہوا ہے اس میں نَذِيْرٌ ڈرانے والا وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ اور اگر یہ آپ کو جھٹلائیں فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ پس تحقیق جھٹلایا ان لوگوں نے مِنْ قَبْلِهِمْ جو ان سے پہلے تھے جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ آئے ان کے پاس ان کے رسول بِالْبَيِّنٰتِ واضح دلائل لے کر وَبِالزُّبُرِ اور صحیفے لے کر وَبِالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ اور روشن کتاب لے کر ثُمَّ اَخَذْتُ الَّذِيْنَ پھر پکڑا ہم نے ان لوگوں کو كَفَرُوْا جنھوں نے کفر کیا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ پھر کس طرح تھا میرا انکار کرنا۔

ربط آیات :

کل کے سبق میں تم نے پڑھا وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ''جن کو تم حاجت روا، مشکل کشا، فریاد رس، دست گیر سمجھ کر پکارتے ہو وہ تنکے کے بھی مالک نہیں ہیں۔'' دور دراز سے پکارو تو وہ تمہاری پکار کو سنتے نہیں اور قریب سے پکارو کہ وہ سن لیں تو تمہارا کام نہیں کر سکتے۔ ان کے پاس اختیار نہیں ہے۔ مانگو اس سے جو غنی ہے۔ فرمایا يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اے انسانو! رب تعالیٰ تمام انسانوں کو فرماتے ہیں اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ تم محتاج ہو اللہ تعالیٰ کی طرف۔ جنات اور دیگر مخلوقات بھی اللہ تعالیٰ کی محتاج ہیں مگر چونکہ حکمرانی اس نے انسانوں کے سپرد کی ہے باقی تابع ہیں تو بالتبع سب کو خطاب ہے۔ تمام محتاج ہو اللہ تعالیٰ کے وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ اور اللہ تعالیٰ ہی غنی ہے اَلْحَمِيْدُ قابل تعریف ہے۔ تعریفوں والا ہے۔

ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے :

اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں آنحضرت ﷺ سے بڑھ کر تو کوئی نہیں ہے۔ بدر کے مقام پر عشاء کی نماز پڑھا کر آپ چمڑے کے خیمے میں تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ کے حضور سر بسجود ہوئے اور ساری رات دعائیں کرتے رہے کہ اے پروردگار! یہ تین سو بارہ میری پندرہ سال کی محنت ہے اگر یہ ہلاک ہو گئے تو قیامت تک تیری توحید کا نام لینے والا کوئی نہیں ہوگا۔ تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔ اے پروردگار! ظاہری طور پر ان کا کوئی سہارا نہیں ہے، کوئی آسرا نہیں ہے صرف آپ ہی سہارا اور آسرا ہیں۔ اے پروردگار! یہ بھوکے ہیں ان کو سیر آپ نے کرانا ہے اے پروردگار! بعض ان میں سے ننگے پاؤں ہیں بعض کے سر پر ٹوپی نہیں ہے اے پروردگار! ان کی نصرت آپ نے کرنی ہے۔ اتنے روئے اتنی زاری کی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ باہر تھے ان کو ترس آ گیا۔ بخاری شریف کی روایت ہے خیمے میں گئے اور کہنے لگے حضرت! اب بس کریں۔ آپ نے لَقَدْ اَلْحَحْتَ عَلٰی رَبِّكَ "بڑی آہ وزاری کی ہے۔"

تو فرمایا تم محتاج ہو رب کی طرف وہ غنی ہے تعریفوں والا ہے۔ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اگر وہ چاہے تو تم کو لے جائے تمہیں ایک لمحے میں ہلاک کر دے وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ اور لے آئے نئی مخلوق وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ اور یہ چیز اللہ تعالیٰ پر کوئی مشکل نہیں ہے۔ اگر تم نافرمانی کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں فنا کر کے اور مخلوق لے آئے گا تم خدا کی پکڑ سے بھاگ نہیں سکتے۔ سورہ رحمٰن میں ہے يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ "اے جنوں اور انسانوں کے گروہ اگر تم طاقت رکھتے ہو کہ نکل جاؤ تم آسمانوں اور زمین کے

کناروں سے تو نکل جاؤ تم نہیں نکل سکتے مگر غلبے کے ساتھ۔'' مگر تمہارے پاس غلبہ کہاں ہے؟ نکل جاؤ گے تو جاؤ گے کس زمین میں، کس آسمان کے نیچے جاؤ گے؟

ایک غلط نظریے کا رد :

آگے ایک غلط نظریے کا رد ہے۔ یہودیوں نے یہ نظریہ قائم کیا کہ ہم جتنے بھی گناہ کریں بس کچھ دن کے لیے دوزخ میں جائیں گے لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً [بقرہ: ۸۰] ''ہرگز نہیں چھوئے گی ہم کو دوزخ کی آگ مگر چند دن گنتی کے۔'' ان میں سے بعض کہتے تھے کہ ہم سات دن کے لیے دوزخ میں جائیں گے۔ ان کے خیال کے مطابق دنیا سات ہزار سال ہے۔ ہر ہزار سال کے بدلے ایک دن دوزخ میں رہیں گے۔ بعض کہتے تھے کہ چالیس دن دوزخ میں رہیں گے کہ ہمارے بڑوں نے موسیٰ علیہ السلام کے کوہ طور پر جانے کے بعد چالیس دن بچھڑے کی پوجا کی تھی ان کی وجہ سے ہمیں سزا ہوئی۔ بھائی! سوال یہ ہے کہ پوجا وہ کریں اور سزا تم پاؤ؟ یہ کون سا انصاف ہے۔

عیسائیوں نے یہ نظریہ بنایا کہ ہم چاہے جتنے گناہ کریں ہم دوزخ میں نہیں جائیں گے کہ عیسیٰ علیہ السلام سولی پر لٹک کر ہمارے گناہوں کا کفارہ ہو گئے ہیں۔ عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام سولی پر لٹکنے کے بعد آسمانوں پر اٹھائے گئے۔ اور مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے سولی پر لٹکائے جانے سے پہلے ہی آسمانوں پر اٹھا لیا۔ تو عیسائی کہتے ہیں کہ وہ ہمارے گناہوں کا کفارہ ہو گئے ہیں۔ شیطانو! گناہ کرو تم اور کفارہ بنیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام، گناہ کرو تم اب دو ہزار سال بعد اور وہ تمہارے گناہوں کا کفارہ ہوں دو ہزار سال پہلے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان باطل نظریات کا رد فرمایا ہے وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی اور نہیں اٹھائے گا کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ۔

ہر ایک کو اپنے کیے کا پھل ملے گا۔ اگر تمہارے آباؤ اجداد نیک ہیں تو ان کی نیکی ان کے لیے ہے۔ اگر تم بد ہو تو تمہاری بدی تمہاری گردن پر وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اور اگر بلائے قیامت والے دن بوجھ کے نیچے دبا ہوا اِلٰى حِمْلِهَا اپنا بوجھ اٹھانے کی طرف کسی کو کہ مجھ پر بوجھ زیادہ ہے تھوڑا سا تم اٹھالو لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ نہیں اٹھائی جائے گی اس سے کوئی چیز۔ اس کے گناہوں کے بوجھ سے کوئی شے نہیں اٹھائی جائے گی وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى اور اگرچہ وہ قرابت دار ہی کیوں نہ ہو کوئی اس کے قریب نہیں جائے گا يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ [سورہ عبس: پارہ ۳۰] ''جس دن بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے اور بھاگے گا اپنی ماں اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے۔'' کوئی کسی کے قریب نہیں آئے گا۔ بھائی کہے گا میرا تھوڑا سا بوجھ اٹھالے آپ کا بھائی ہوں۔ وہ بھاگ جائے گا۔ ماں کہے گی باپ کہے گا میرا تھوڑا سا بوجھ اٹھالے بھاگ جائے گا۔ بیوی خاوند سے کہے گی میرا تھوڑا سا بوجھ اٹھالے وہ بھاگ جائے گا۔ بیٹے کہیں گے ابا جی! ہمارا تھوڑا سا گناہوں کا بوجھ اٹھالو ہر کوئی بھاگ جائے گا کوئی قریب نہیں آئے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے نبی کریم ﷺ! آپ اپنا کام کریں اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ پختہ بات ہے آپ ڈراتے ہیں ان لوگوں کو يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے بِالْغَيْبِ بن دیکھے۔ رب تعالیٰ کو کسی نے دیکھا نہیں ہے مگر مومن مانتے ہیں وہ ایک ذات قادر المطلق اور واجب الوجود ہے۔ اسی نے کائنات کو پیدا کیا ہے وہ مالک ہے اور وہی یہ سارا نظام چلا رہا ہے۔ کل کے سبق میں گزر چکا ہے ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ''یہ اللہ تمہارا پروردگار ہے اسی کا ملک ہے۔'' اسی کو پکارو۔ فرمایا وہ اپنے رب سے

ڈرتے ہیں بن دیکھے وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ اور قائم کی انہوں نے نماز۔ اور جو نماز نہیں پڑھتے اور کہتے ہیں کہ ہم رب تعالیٰ کو مانتے ہیں یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ اور جو آنحضرت ﷺ کو نبی ماننے کا دعویٰ کرتا ہے اور آپ ﷺ کی بات نہیں مانتا آپ ﷺ کا اتباع نہیں کرتا وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہے۔ تو رب تعالیٰ سے ڈرنے والوں کی بنیادی شرط ہے نماز قائم کرنا وَمَنْ تَزَکّٰی اور جس شخص نے اپنے نفس کو پاک کرلیا۔ تزکیہ کا معنٰی ہے دل کی صفائی۔ جس نے اپنے دل کو سنوار لیا، صاف کرلیا، کفر و شرک سے، بغض و حسد سے، تکبر سے، حب دنیا سے فَاِنَّمَا یَتَزَکّٰی لِنَفْسِہٖ پس پختہ بات ہے وہ تزکیہ حاصل کرے گا اپنے نفس کے لیے۔ اس کے دل کی صفائی اس کی جان کے لیے ہے وَاِلَی اللّٰہِ الْمَصِیْرُ اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ سب سے اللہ تعالیٰ پوچھے گا کیا کر کے آئے ہو؟ آج سب جانتے ہیں کہ اسکول، کالج، یونیورسٹی اور مکاتب میں سال بعد امتحان ہوتا ہے۔ اس امتحان کی پہلے ہی دن سے فکر ہوتی ہے حالانکہ یہاں کوئی پہلے امتحان میں رہ جائے تو وہ دوبارہ امتحان دے سکتا ہے لیکن اس جہان کا امتحان ایک ہی بار ہوگا اس کی تیاری کرلو۔ رب تعالیٰ کی طرف جانا ہے۔

اور یہ بات بھی سمجھ لو وَمَا یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِیْرُ اور نہیں ہے برابر اندھا اور دیکھنے والا۔ کافر، مشرک اور بدعتی اندھا ہے۔ مومن، موحد اور اہل سنت کا فرد آنکھوں والا ہے یہ برابر نہیں ہیں۔ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ اور نہ اندھیرے اور روشنی برابر ہیں۔ کفر اور ایمان کیسے برابر ہو سکتا ہے؟ توحید اور شرک کیسے برابر ہو سکتے ہیں؟ حق اور باطل، سنت اور بدعت کیسے برابر ہو سکتے ہیں؟ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ اور نہ سایہ اور دھوپ برابر ہیں وَمَا یَسْتَوِی الْاَحْیَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ اور نہیں برابر زندے اور مردے

کہ جو مر گئے ان کے اعمال منقطع ہو گئے ۔ اور زندہ اعمال کر سکتے ہیں کہ زندگی میں وہ مکلّف ہیں۔

مرابط کا معنیٰ اور اس کا مرتبہ :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو آدمی فوت ہو جاتا ہے اِنْقَطَعَ عَمَلُهٗ ''اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں۔'' لیکن شہید اور مُرابط کے عمل ختم نہیں ہوتے ۔ یہ جو عمل زندگی میں کرتے ہیں شہید ہونے کے بعد بھی وہ عمل برابر ان کے نامہ اعمال میں لکھے جاتے ہیں۔ مُرابط کو بھی شہید کا درجہ مل جاتا ہے۔ مُرابط اسے کہتے ہیں جو کفر کے مقابلے میں اپنی سرحد کو پختہ کرے۔ حِسی سرحد یعنی محاذ پر اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر اپنی قوم، ایمان اور ملک کی سرحد کی حفاظت کے لیے ڈٹ جائے۔ اور دوسرا معنوی محاذ ہے نظریاتی محاذ ہے۔ عقیدے کی حفاظت، حق کی حفاظت کرنے والا معنوی مُرابط ہے نظریاتی مرابط ہے۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ دو بھائی تھے مسلمانوں ہونے کے بعد ایک اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہو گیا دوسرا سرحدی محاذ پر مُرابط تھا سرحد کی حفاظت پر مامور تھا وہ طبعی موت سے فوت ہو گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دعا کی اے پروردگار! اس کو اس کے بھائی شہید کے ساتھ ملا دے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کو شہادت کا درجہ مُرابط ہونے کی وجہ سے مل گیا ہے۔ محاذ پر جو طبعی موت سے فوت ہوا ہے وہ بھی شہید ہے اور یہ روایات بھی تم سن چکے ہو درس حدیث میں کہ جو گھر سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکلا اور مر گیا وہ شہید ہے۔ تو شہید اور مرابط کے اعمال منقطع نہیں ہوتے اور شہید سے قبر میں سوالات بھی نہیں ہوتے۔

صدقہ جاریہ :

جس شخص نے نیک اولاد چھوڑی اور وہ صلوٰۃ وصوم کی پابند ہے تو اس کی نیکیاں بھی والدین کو ملتی ہیں۔ایک استاد نے شاگردوں کو دین پڑھایا اس کے شاگرد جو بعد میں نیکی کریں گے اس کا ثواب بدستور استاذ کو پہنچتا رہے گا۔ یہ صدقۂ جاریہ ہے۔ کسی نے مسجد بنوائی، دینی مدرسہ بنوایا یہ بھی صدقۂ جاریہ ہے، کسی نے قرآن کریم وقف کیے، دینی کتابیں وقف کیں، جب تک وہ پڑھی جائیں گی ان کا ثواب وقف کرنے والے کو پہنچتا رہے گا۔ اپنے محلوں میں بچوں کے لیے دینی تعلیم کی کوشش کرو۔ بچیاں بے چاری دور نہیں جاسکتیں ان کے لیے انتظام کرو۔ محلے میں کسی کا فالتو مکان ہے اگر وہ وقف نہیں کرسکتا تو عارضی طور پر دے دے تاکہ دینی تعلیم کا سلسلہ شروع ہوجائے۔ پاکستان سمیت ہماری حکومتوں کا بیڑا غرق ہوجائے انہوں نے ٹی، وی وغیرہ خرافات کو اتنا عام کردیا ہے کہ چھوٹے بچے جن کو شعور بھی نہیں ہے وہ بھی گانے گاتے پھرتے ہیں اور ناچتے ہیں۔ جو دیکھتے ہیں کرتے ہیں۔ دنیا تو پہلے ہی کھیل تماشا ہے۔ ان شیطان حکومتوں نے اس کھیل کو اور زیادہ بڑھا دیا ہے۔ عورتیں بے چاری آکر روتی ہیں کہ بچے پڑھتے نہیں ہیں دم کردو، تعویذ دے دو۔ میں ان کو کہتا ہوں کہ دو چیزیں تم ختم کردو یہ پڑھیں گے ورنہ نہیں پڑھیں گے۔ ایک کھیل ختم کردو دوسرا ٹی، وی ختم کردو۔ بچیوں کے درس ہونے چاہییں کہ یہ قرآن سیکھیں۔ دینی تعلیم حاصل کریں۔ شادیوں کی ٹھاہ ٹھاہ پر اتنی رقم خرچ کردیتے ہو فضول اور بے مقصد۔ آخرت کا فکر کرو۔

تو فرمایا نہیں برابر زندہ اور مردہ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ بے شک اللہ تعالیٰ سناتا ہے جس کو چاہے۔ زندوں کو سنائے مردوں کو سنائے اس کا کام ہے وَمَآ اَنْتَ

بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ اور آپ نہیں سنانے والے ان کو جو قبروں میں ہیں۔ مردوں کو سنانا آپ کا کام نہیں ہے یہ رب تعالیٰ کا کام ہے اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ نہیں ہیں آپ مگر ڈرانے والے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے۔ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا بے شک ہم نے بھیجا ہے آپ کو حق دے کر خوش خبری سنانے والا نیکوں کو رب تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کی اور ڈرانے والا بروں کو، نافرمانوں کو رب تعالیٰ کے عذاب سے وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اور نہیں گزری کوئی امت اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ مگر اس میں ڈرانے والا گزر چکا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی سے پہلے مختلف علاقوں اور قوموں کی طرف رب تعالیٰ نے پیغمبر بھیجے۔ آپ ﷺ آخری پیغمبر ہیں آپ ﷺ کی ذات گرامی کے بعد اب قیامت تک کوئی سچا نبی دنیا کے کسی خطے میں پیدا نہیں ہو سکتا۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ ہو چکا ہے آپ ﷺ کا لایا ہوا دین اصلی شکل میں موجود ہے۔ اگرچہ اہل بدعت نے خرافات اور بدعات داخل کر کے دین کا نقشہ بدل دیا ہے مگر اصل دین بھی تمھیں ہر جگہ ملے گا۔ باقی یہ تمہاری کمزوری ہے کہ تم ناک کی خاطر، اپنی برادری کی خاطر، دین سے پیٹھ پھیر کر بدعات کے پیچھے بھاگتے ہو۔ بتانے والے، سنت سے آگاہ کرنے والے، بدعت سے روکنے والے علمائے حق موجود ہیں۔ اسی واسطے حدیث پاک میں آیا ہے عُلَمَاءُ اُمَّتِي كَاَنْبِيَاءِ بَنِي اِسْرَائِيْل "میری امت کے حق گو علماء وہ کام کریں گے جو بنی اسرائیل کے انبیائے کرام نے کیا ہے۔"

فرمایا وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ اور اگر یہ آپ کو جھٹلاتے ہیں معاذ اللہ تعالیٰ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ تو تحقیق جھٹلایا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے گزرے ہیں۔ تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ آئے ان کے پاس رسول ان کے، واضح

دلائل کے ساتھ، معجزات لے کر آئے وَبِالزُّبُرِ۔ زبور کی جمع ہے اور صحیفے لے کر آئے وَبِالْکِتٰبِ الْمُنِیْرِ اور ایسی کتاب لے کر آئے جو روشنی پہنچانے والی تھی مگر انہوں نے ان کو جھٹلایا اور سورہ سبا آیت نمبر ۳۱ میں تم پڑھ چکے ہو کہ کافروں نے کہا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ ''ہم اس قرآن پر ہرگز ایمان نہیں لاتے اور نہ اس سے پہلی کتابوں پر۔'' ثُمَّ اَخَذْتُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا پھر پکڑا ہم نے ان لوگوں کو جو کافر تھے فَكَیْفَ كَانَ نَكِیْرِ پھر کس طرح تھا میرا انکار کرنا (اور کیسی سخت تھی میری سزا۔) جنہوں نے میری توحید کا انکار کیا، میری شریعت کا انکار کیا وہ میری گرفت سے بچ نہ سکے۔ اللہ تعالیٰ اپنے عذاب کی گرفت سے بچائے۔ (آمین)

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ

مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ؕ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ ﴿۲۷﴾ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ﴿۲۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ﴿۲۹﴾ لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۳۰﴾ وَالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۳۱﴾

اَلَمْ تَرَ کیا آپ نے نہیں دیکھا اَنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً اتارتا ہے آسمان کی طرف سے پانی فَاَخْرَجْنَا بِهٖ پھر ہم نے اس پانی کے ذریعے ثَمَرٰتٍ پھل مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا مختلف ہیں رنگ ان کے وَمِنَ الْجِبَالِ اور پہاڑوں میں سے جُدَدٌ ٹکڑے ہیں بِيْضٌ سفید وَّحُمْرٌ اور سرخ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا مختلف ہیں رنگ ان کے وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ اور کئی کوے کی طرح سیاہ بھی ہیں وَمِنَ النَّاسِ اور لوگوں میں سے بعض وَ الدَّوَآبِّ اور چوپایوں میں سے وَالْاَنْعَامِ اور مویشیوں سے مُخْتَلِفٌ

اَلْوَانُهٗ مختلف ہیں رنگ ان کے كَذٰلِكَ اسی طرح اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ پختہ بات ہے ڈرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے مِنْ عِبَادِهِ اس کے بندوں میں سے الْعُلَمٰٓؤُا علماء اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ غالب ہے بخشنے والا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ جو تلاوت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی کتاب کی وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ اور قائم رکھتے ہیں نماز وَاَنْفَقُوْا اور خرچ کرتے ہیں مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ اس میں سے جو ہم نے ان کو رزق دیا ہے سِرًّا وَّعَلَانِيَةً پوشیدہ اور ظاہر يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً امید رکھتے ہیں تجارت کی لَّنْ تَبُوْرَ جو کبھی تباہ نہیں ہوگی لِيُوَفِّيَهُمْ تاکہ پورا پورا دے ان کو ان کا رب اُجُوْرَهُمْ ان کے اجر وَيَزِيْدَهُمْ اور تاکہ زیادہ دے ان کو مِّنْ فَضْلِهٖ اپنے فضل سے اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ بے شک وہ بخشنے والا قدردان ہے وَالَّذِيْٓ اور وہ چیز اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ جو ہم نے وحی کی آپ کی طرف مِنَ الْكِتٰبِ کتاب سے هُوَ الْحَقُّ وہ حق ہے مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے کتابیں ہیں اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ بِعِبَادِهٖ اپنے بندوں سے لَخَبِيْرٌ خبردار ہے بَصِيْرٌ دیکھنے والا ہے۔

ربط آیات :

کل کے سبق میں تم نے پڑھا يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ”اے لوگو! تم سب محتاج ہو اللہ تعالیٰ کی طرف چاہے کوئی ادنی ہو یا اعلیٰ ہو، امیر ہو یا غریب اور کسی بھی

جگہ کے رہنے والے ہواور اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے۔اس کی صفت ہے اَلصَّمَدُ وہ کسی کا محتاج نہیں اس کے سارے محتاج ہیں۔پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے بعض دلائل کی طرف توجہ دلائی ہے اَلَمْ تَرَ اے انسان! کیا تو دیکھتا نہیں ہے اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً بے شک اللہ تعالیٰ نے اتارا آسمان کی طرف سے پانی۔رب تعالیٰ نے بارش نازل کی اس کے بغیر کوئی اور بارش نازل نہیں کرسکتا۔ہاں! استدراج کے طور پر دجال بارش برسائے گا مگر ہوگی وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔یہ لوگوں کا امتحان ہوگا۔

استدراج دجالی :

احادیث میں آتا ہے کہ دجال لعین جادو کے ذریعے بہت کچھ کرے گا مگر وہ اپنی آنکھ صحیح نہیں کر سکے گا۔اس کی ایک آنکھ ابھری ہوئی ہوگی اس میں بینائی نہیں ہوگی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جتنے بھی پیغمبر دنیا میں آئے انہوں نے اپنی قوم کو مسیح دجال سے آگاہ کیا مگر میں تمھیں ایک بات بتاتا ہوں جو پہلے کسی پیغمبر نے نہیں بتلائی۔بخاری شریف کی روایت ہے دجّال اَعْور کانا ہوگا وَ اِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِاَعْوَرَ " اور بے شک تمہارا رب کانا نہیں ہے۔" یہ موٹی نشانی یاد رکھنا! مغالطہ نہ کھانا۔دجال بڑے کرتب دکھائے گا لوگ کہیں گے ہم اس وقت بارش کو ترس رہے ہیں ہمیں بارش چاہیے۔وہ اپنے جادو کے زور سے ہواؤں کو اکٹھا کر کے بادل کے ٹکڑے بنائے گا ان کے درمیان سے بارش ہوگی۔کہے گا بارش ہوگئی۔لوگ کہیں گے ہم محتاج ہیں ہمیں مال چاہیے۔زمین پر پاؤں مارے گا سونا نکلے گا، چاندی نکلے گی، کہے گا پکڑلو۔سطحی قسم کے لوگ اس قسم کی چیزیں دیکھ کر اس کو رب مانیں گے کہ یہی رب ہے۔اور جو دجال کی ربوبیت کا انکار کریں گے دجال ان کے سامان کو اشارہ کرے گا گھر کا سارا سامان اس کے ساتھ چل پڑے گا۔گھر

ہتھیلی کی طرح صاف ہو جائے گا۔

پوچھنے والے نے سوال کیا حضرت! اس وقت مومن کیا کھائیں گے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو پکے مومن ہوں گے ان کے لیے سبحان اللہ کہنا ہی کھانا ہو گا۔ مومن ایک دفعہ سبحان اللہ کہے گا یوں سمجھو کہ اس نے ایک روٹی کھالی ہے۔ دو دفعہ سبحان اللہ کہے گا تو دو روٹیوں کی طاقت اس کو مل جائے گی۔ اور جو کمزور مومن ہوں گے وہ بھوک کی وجہ سے ہاتھ زمین پر ماریں گے۔ مٹھی مٹی کی منہ میں ڈالیں گے وہ شکر بن جائے گی۔ ریت کی مٹھی منہ میں ڈالیں گے وہ شکر بن جائے گی۔ رب تعالیٰ مٹی اور ریت کو شکر بنا دے گا۔ تو دجال مِسمر یزم کے ذریعے بہت کچھ کرے گا۔ ساری دنیا پھرے گا مگر چند مقامات پر اس کے ناپاک قدم نہیں جاسکیں گے۔ وہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ شہر میں داخل نہیں ہو سکے گا بیت المقدس اور کوہِ طور پر نہیں جا سکے گا۔ وہ جادو کے ذریعے جو کچھ کرے گا یہ رب تعالیٰ کی طرف سے آزمائش ہو گی۔ اسی لیے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کثرت سے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجال ’’اے اللہ میں مسیح دجال کے فتنے سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔‘‘ دنیا کی ابتدا سے لے کر دنیا کے فنا ہونے تک دجال سے بڑا فتنہ کوئی نہیں ہوا اور نہ ہو گا۔

تو فرمایا اے انسان! تو نے دیکھا نہیں بے شک اللہ تعالیٰ نے نازل کیا آسمان کی طرف سے پانی فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ ۔ ثمرات ثَمَرَةٌ کی جمع ہے اس کا معنیٰ پھل ہے ۔ پس نکالے ہم نے اس پانی کے ذریعے ایسے پھل مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا۔ الوان جمع ہے لون کی۔ لون کا معنیٰ ہے رنگ۔ معنیٰ ہو گا مختلف ہیں رنگ ان پھلوں کے۔ کوئی سرخ، کوئی سفید، کوئی سیاہ، کوئی گرم، کوئی سرد۔ رنگ بھی جدا جدا، اثرات بھی جدا جدا، شکلیں بھی

جداجدا۔ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيضٌ ۔ جُدَدٌ جُدَّۃٌ کی جمع ہے اس کا معنیٰ ہے ٹکڑا۔ اور بِیْضٌ بَیْضَاء کی جمع ہے اس کا معنیٰ ہے سفید۔ وَّحُمْرٌ۔ حَمْرَاء کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے سرخ۔ تو معنیٰ ہوگا پہاڑوں میں سے جو رب تعالیٰ نے پیدا کیے ہیں کچھ ٹکڑے سفید ہیں کچھ سرخ ہیں مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا ان کے رنگ مختلف ہیں۔ بعض اعلیٰ درجے کے سفید ہیں بعض ادنیٰ درجے کے سفید ہیں۔ اسی طرح سرخ بھی کہ بعض بہت سرخ ہیں اور بعض تھوڑے ہیں۔ تو یہ سرخ وسفید پہاڑ کس نے پیدا کیے ہیں؟ وَغَرَابِیْبُ سُوْدٌ۔ غرابیب غُرَابٌ کی جمع ہے۔ غراب کوے کو کہتے ہیں اور کوا سیاہ ہوتا ہے۔ آج ہم بھی کوے کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کالا کوا۔ اور سُوْدٌ سَوَادٌ کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے کالا۔ تو بعض پہاڑ ایسے ہیں جو کوے کی طرح سیاہ ہیں یعنی اعلیٰ درجے کے سیاہ ہیں وَمِنَ النَّاسِ اور انسانوں میں سے بھی وَالدَّوَآبِّ ۔ دَوَاب دَابَّۃٌ کی جمع ہے چوپائے۔ اس میں کتا، بلی، گدھا، گھوڑا سب آ گئے۔ اور دَابّہ کا معنیٰ چلنے والا بھی ہے۔ تو پھر اس میں کیڑے مکوڑے بھی آ گئے وَالْاَنْعَامِ ۔ یہ نَعَم کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ مویشی یعنی وہ جانور جو لوگ گھروں میں رکھتے ہیں۔ اس میں اونٹ، گائے، بیل، بھینس، بھینسا، بکرا، بکری، بھیڑ وغیرہ آ گئے۔

سورۃ الانعام میں ان جانوروں کا ذکر ہے۔ یہ جانور بھی رب تعالیٰ نے پیدا کیے ہیں۔ ان جانوروں سے تم فائدہ اٹھاتے ہو۔ کسی کی پشم سے، کسی کے دودھ سے اور گھی سے، کسی کی سواری سے، یہ سب اللہ تعالیٰ نے پیدا کیے ہیں۔ لیکن ایسے لوگ بھی ہیں جو گائے کی پوجا کرتے ہیں اور آج کلمہ پڑھنے والوں میں بھی ایسوں کی کمی نہیں ہے۔ گوجرانوالا شہر میں تمہیں کافی مقدار میں آوارہ گائیں پھرتی ملیں گی۔ وہ جاہل قسم کے

لوگوں نے اپنے پیروں کے نام پر چھوڑی ہوئی ہیں ان کا مالک کوئی نہیں ہوتا۔ پیدا رب کرے اور وقف اوروں کے نام پر ہوں کتنا بڑا ظلم ہے؟ تو فرمایا انسانوں میں سے چوپائیوں میں سے مویشیوں میں سے مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُہٗ مختلف ہیں رنگ ان کے۔ کالے، گورے، سپید، سرخ جس طرح انسانوں میں ہیں اسی طرح جانوروں میں بھی ہیں۔ یہ رنگ بھرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔

ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر کرنا چاہیے :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ لوگ ابھی عالم ارواح میں تھے اور اس جہان میں نہیں آئے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشت پر دست قدرت پھیرا۔ دائیں طرف چیونٹیوں کی طرح مخلوق نکل آئی۔ پھر بائیں طرف ہاتھ پھیرا چیونٹیوں کی طرح مخلوق نکل آئی۔ آدم علیہ السلام نے کہا اے پروردگار! یہ کیا چیزیں ہیں؟ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا یہ آپ کی نسل ہیں۔ فرمایا یہ دائیں طرف والے اصحاب الیمین ہیں اور بائیں طرف والے اصحاب الشمال ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ان کو دیکھا تو کوئی موٹا ہے، کوئی پتلا ہے، کوئی کسی شکل کا ہے اور کوئی کسی شکل کا۔ عرض کیا اے پروردگار! هَلَّا سَوَّيْتَ بَيْنَ عِبَادِكَ ”آپ نے اپنے بندوں کو ایک جیسا کیوں نہ کر دیا۔“ رب تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے اس بات کو پسند کیا کہ میرا شکر ادا ہوتا رہے۔ بڑے قد والا چھوٹے قد والے کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے گا کہ آپ نے مجھے بڑا قد عطا فرمایا ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ آپ کہیں تشریف لے جا رہے تھے ایک جگہ بہت سارے لوگ جمع تھے مرد، عورتیں، بوڑھے، بچے، میلہ لگا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا بات ہے لوگ کیوں جمع ہیں؟ لوگوں نے بتایا حضرت! ایک آدمی ہے اس کا قد

ایک بالشت ہے لیکن ڈاڑھی اس کی گھٹنے تک ہے اور لوگ اُسے مذاق رہے ہیں۔
آنحضرت ﷺ اکثر باوضو رہتے تھے اور حدیث پاک میں آتا ہے لَا یُحَافِظُ عَلَی الْوضوءِ اِلَّا مُؤْمِنٌ ''مومن ہی وضو کی حفاظت کرتا ہے۔'' آپ ﷺ نے اس کو دیکھا تو فوراً سجدے میں گر پڑے۔ فرمایا اے پروردگار! اگر میرا قد بھی اتنا بنا دیتا تو میں بھی لوگوں کے لیے وجہ تضحیک ہوتا۔ اسی طرح اچھی شکل والا آدمی، بری شکل والے کو دیکھ کر خدا کا شکر ادا کرے گا، صحت مند بیمار کو دیکھ کر شکر ادا کرے گا، امیر غریب کو دیکھ کر خدا کا شکر ادا کرے گا۔ غریب حیوان کو دیکھ کر شکر ادا کرے گا کہ اے پروردگار! تو نے مجھے انسان بنایا ہے۔ اس لیے سب کو ایک جیسا نہیں بنایا کہ میرا شکر ادا ہوتا رہے اور جو شکر ادا نہیں کرتا وہ انسان کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ ظفر مرحوم جو دلّی کا آخری بادشاہ تھا اس کا شعر ہے......

ظفر آدمی اس کو نہ جانیے گا، ہو وہ کیسا ہی صاحب فہم و ذکا
جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی، جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہا

جو عیش میں خدا کو بھول جائے اور طیش میں خوف خدا سے بے نیاز ہو جائے وہ انسان کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ عیش میں خدا کا شکر ادا کرے اور طیش میں خدا کا خوف سامنے رہے کہ وہ مجھ پر قادر ہے وہ مجھے سزا بھی دے سکتا ہے۔ تو فرمایا مختلف ہیں رنگ ان کے کَذٰلِكَ اسی طرح کوئی سفید ہے، کوئی سیاہ ہے، کوئی سرخ ہے۔ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا پختہ بات ہے ڈرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے اس کے بندوں میں جو اس کو جانتے ہیں۔

علماء سے مراد یہ نہیں ہے کہ جن کے پاس ڈگری ہے، سند ہے بلکہ مراد وہ لوگ ہیں جو رب تعالیٰ کو جانتے ہیں۔ ان کو رب تعالیٰ کی معرفت حاصل ہے کہ رب تعالیٰ کی ذات وہ

ہے جو قادر المطلق ہے، اس نے ہمیں پیدا کیا ہے، وہ ہمارا مالک ہے، مختار ہے۔ رب تعالیٰ سے ڈرتے وہی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہے چاہے پڑھے ہوئے ہوں یا ان پڑھ ہوں۔ زبانی زبانی لا الہ الا اللہ کہنے کی تو کوئی حیثیت نہیں ہے۔ بعض ان پڑھ اللہ تعالیٰ کی محبت میں اتنے سخت ہوتے اور عقیدے کے اتنے پختہ ہوتے ہیں جتنا مرضی کوئی ان کو عقیدے سے ہلائے، نہیں ہلتے اور بعض پڑھے ہوئے لوٹے کی طرح گھومتے ہیں کہ جہاں سے مطلب حاصل ہوا وہاں چلے گئے۔ فرمایا اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ بے شک اللہ تعالیٰ غالب ہے بخشنے والا ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ بے شک وہ لوگ جو تلاوت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی کتاب کی۔ یاد رکھنا! بے شک ورد وظیفے سب اپنے مقام پر حق ہیں سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، درود شریف، توبہ استغفار، پہلا کلمہ، دوسرا کلمہ، تیسرا کلمہ، جتنے کلمات ہیں سب حق ہے۔ لیکن جتنا ثواب قرآن پاک کی تلاوت کا ہے وہ اور کسی شے کا نہیں ہے۔ قرآن کریم کی تلاوت سب سے بڑا وظیفہ ہے۔ اگر کوئی کند ذہن ہے زبان اچھی طرح نہیں چلتی پھر بھی کم از کم ایک پارہ روزانہ ضرور پڑھے کیا مرد کیا عورتیں۔

فرمایا جو لوگ قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ اور قائم رکھتے ہیں نماز۔ ان کی نماز فوت نہیں ہوتی چاہے سفر میں ہوں یا حضر میں، بیمار ہوں یا تندرست، خوشی ہو یا غمی، نماز پابندی سے پڑھتے ہیں وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ اور خرچ کرتے ہیں اس میں سے جو ہم نے ان کو رزق دیا ہے۔ رب تعالیٰ کی رضا کے لیے مسجدیں بنواتے ہیں، مدرسے بنواتے ہیں، دینی طلبہ کی خدمت کرتے ہیں، یتیموں کی امداد کرتے ہیں سِرًّا وَّعَلَانِيَةً پوشیدہ اور ظاہر۔ مخفی طور پر بھی خرچ کرتے ہیں کہ دائیں ہاتھ سے دیتے ہیں

بائیں کو علم نہیں ہوتا اور مقام اگر علانیہ دینے کا ہو تو علانیہ بھی خرچ کرتے ہیں۔ یَرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ امید رکھتے ہیں ایسی تجارت کی جو کبھی تباہ نہیں ہوگی۔ وہ اس طرح کہ ایک نیکی کا اجر دس گنا ملے گا اور فی سبیل اللہ کی مد میں جو خرچ کریں گے تو ایک کا سات سو گنا ملے گا۔ یہ ایسی تجارت ہے کہ خسارے کا کوئی امکان نہیں ہے۔ دنیا کی تجارت میں نفع بھی ہوتا ہے اور نقصان بھی لیکن یہ ایسی تجارت ہے کہ جس میں کوئی نقصان نہیں ہے۔ ایک دفعہ سبحان اللہ کہنے سے دس نیکیاں نقد مل گئیں اور اگر فی سبیل اللہ کے سفر میں ایک دفعہ سبحان اللہ کہے تو سات سو نیکیاں مل گئیں نقد۔

تو فرمایا وہ ایسی تجارت کی امید رکھتے ہیں جو کبھی ہلاک نہیں ہوگی لِيُوَفِّيَهُمْ أُجُوْرَهُمْ تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو پورا پورا دے ان کا اجر وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ اور زیادہ دے ان کو اپنے فضل سے۔ دیکھو! چاہیے تو یہ تھا ایک دفعہ سبحان اللہ کہنے سے ایک نیکی ملتی لیکن اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے نو مزید دیتا ہے۔ اگر فی سبیل اللہ کی مد میں نیکی کرے تو ایک نیکی تو اس نے اپنی طرف سے کی چھ سو ننانوے اپنے پاس سے دیتا ہے۔ یہ اس کا فضل ہے اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ بے شک وہ بخشنے والا ہے قدر دان ہے وَالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اور وہ جو ہم نے وحی کی ہے آپ کی طرف مِنَ الْكِتٰبِ کتاب هُوَ الْحَقُّ وہ حق ہے مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ تصدیق کرنے والی ہے پہلی کتابوں کی۔ تورات، انجیل، زبور کی، اور دوسرے صحیفوں کی۔ اس کو پڑھو، سمجھو اور اس پر عمل کرو اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے خبردار ہے، دیکھنے والا ہے۔

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿۳۲﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴿۳۳﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُۨ ﴿۳۴﴾ الَّذِيْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ وَّلَا يَمَسُّنَا فِيْهَا لُغُوْبٌ ﴿۳۵﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ ﴿۳۶﴾ ۚ وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ؕ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿۳۷﴾ ع

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ پھر ہم نے وارث بنایا کتاب کا الَّذِيْنَ ان لوگوں کو اصْطَفَيْنَا جن کو ہم نے منتخب کیا مِنْ عِبَادِنَا اپنے بندوں میں سے فَمِنْهُمْ پس ان میں سے بعض ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ظلم کرنے والے ہیں اپنی جان پر وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ اور بعض ان میں سے میانہ روی کرنے والے ہیں وَمِنْهُمْ اور بعض ان میں سے سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ سبقت کرنے والے ہیں

بھلائیوں میں بِاِذْنِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ
الْكَبِيْرُ یہی ہے بہت بڑا فضل جَنّٰتُ عَدْنٍ رہنے کے باغات ہیں
يَّدْخُلُوْنَهَا داخل ہوں گے ان باغات میں يُحَلَّوْنَ فِيْهَا پہنائے جائیں گے
ان کو ان باغات میں مِنْ اَسَاوِرَ کنگن مِنْ ذَهَبٍ سونے کے وَّلُؤْلُؤًا
اور ہار موتیوں کے وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا اور ان کا لباس ان باغات میں حَرِيْرٌ
ریشم کا ہوگا وَقَالُوا اور وہ کہیں گے الْحَمْدُ لِلّٰهِ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے
لیے ہیں الَّذِيْٓ وہ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ جس نے دور کیا ہم سے غم اِنَّ
رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ بے شک ہمارا رب البتہ بخشنے والا ہے قدردان ہے الَّذِيْٓ
وہ ذات اَحَلَّنَا جس نے اتارا ہمیں دَارَ الْمُقَامَةِ ٹھہرنے کی جگہ میں
مِنْ فَضْلِهٖ اپنے فضل سے لَا يَمَسُّنَا نہیں پہنچتی ہمیں فِيْهَا اس میں
نَصَبٌ کوئی مشقت وَّلَا يَمَسُّنَا فِيْهَا اور نہیں پہنچتی ہمیں اس میں
لُغُوْبٌ کوئی تھکاوٹ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور وہ لوگ جو کافر ہیں لَهُمْ نَارُ
جَهَنَّمَ ان کے لیے دوزخ کی آگ ہے لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ نہیں فیصلہ کیا
جائے گا ان کے بارے میں فَيَمُوْتُوْا کہ وہ مرجائیں وَلَا يُخَفَّفُ اور نہ
ہلکا کیا جائے گا عَنْهُمْ ان سے مِّنْ عَذَابِهَا اس کے عذاب سے كَذٰلِكَ
نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ اسی طرح ہم بدلہ دیں گے ہر کافر کو وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ
فِيْهَا اور وہ چیخیں ماریں گے اس میں رَبَّنَآ اے ہمارے رب اَخْرِجْنَا نکال

ہمیں یہاں سے نَعۡمَلۡ صَالِحًا کہ ہم عمل کریں اچھے غَیۡرَ الَّذِیۡ ان کے علاوہ کُنَّا نَعۡمَلُ جو ہم عمل کرتے تھے اَوَلَمۡ نُعَمِّرۡکُمۡ کیا ہم نے عمر نہیں دی تھی تم کو مَّا اتنی یَتَذَکَّرُ فِیۡهِ جس میں نصیحت پکڑتے مَنۡ تَذَکَّرَ جو نصیحت پکڑنا چاہے وَجَآءَکُمُ النَّذِیۡرُ اور آیا تمہارے پاس ڈرانے والا فَذُوۡقُوۡا پس چکھو تم فَمَا لِلظّٰلِمِیۡنَ پس نہیں ہے ظالموں کے لیے مِنۡ نَّصِیۡرٍ کوئی مددگار۔

تفسیر آیات :

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ثُمَّ اَوۡرَثۡنَا الۡکِتٰبَ پھر ہم نے وارث بنایا کتاب کا یعنی قرآن کریم کا الَّذِیۡنَ اصۡطَفَیۡنَا ان لوگوں کو جن کو ہم نے منتخب کیا مِنۡ عِبَادِنَا اپنے بندوں میں سے۔ یہ امت تمام امتوں میں سے بہترین امت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''کُنۡتُمۡ خَیۡرَ اُمَّةٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ [آل عمران : ۱۱۰]'' تم سب سے بہتر امت ہو ظاہر کیے گئے ہو لوگوں کی اصلاح کے لیے۔'' مگر افسوس ہے کہ یہ نکتہ اور سبق آج مسلمان کو بھول گیا ہے۔ یہ سمجھتا ہے کہ مجھے کاروبار کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ کاروبار تو ضمنی اور بالتبع ہے کرتا رہے کوئی حرج نہیں ہے لیکن اس کو مقصود بالذات نہ بنائے۔ تو فرمایا پھر ہم نے وارث بنایا کتاب کا ان لوگوں کو جن کو ہم نے منتخب کیا اپنے بندوں میں سے۔

انسانوں کے تین طبقات :

پھر ان کی تین قسمیں ہیں فَمِنۡهُمۡ ایک تو ان میں سے وہ ہیں ظَالِمٌ لِّنَفۡسِهٖ جو اپنی جان پر ظلم کرتے ہیں۔ نہ اس کتاب کو پڑھا، نہ سمجھا، نہ عمل کیا، نہ اس کے مطابق

عقیدہ بنایا۔ یہ پرلے درجے کے ظالم ہیں اور اکثریت ان ظالموں کی ہے۔ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ اور دوسرا گروہ ان میں سے وہ ہے جو درمیانی چال چلنے والا ہے۔ قرآن کریم کبھی پڑھ لیا کبھی نہ پڑھا، کچھ چیزوں پر عمل کر لیا کچھ کو چھوڑ دیا۔ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرٰتِ اور تیسرا گروہ ان میں سے وہ ہے جو سبقت کرنے والے ہیں بھلائیوں میں۔ نیکیوں میں آگے بڑھنے والے ہیں۔ قرآن کریم پڑھتا بھی ہے اور پڑھاتا بھی ہے۔ اس کے مطابق عقیدہ اور عمل بھی ہے اور اس کے مطابق زندگی گزارتا ہے بِاِذْنِ اللّٰهِ رب تعالیٰ کے اذن کے ساتھ، رب تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ۔ ذاتی کوئی کمال نہیں ہے۔ اور رب تعالیٰ توفیق اسے ہی دیتا ہے جو اس کی طرف قدم اٹھائے۔ اور جو گمراہی سے نہ نکلنا چاہے تو جبراً اس کو نہیں نکالتا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ضابطہ بیان فرمایا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ [رعد:١١] ''بے شک اللہ تعالیٰ نہیں تبدیل کرتا کسی قوم کی حالت یہاں تک کہ وہ تبدیل کریں جو کچھ ان کے نفسوں میں ہے۔'' مولانا ظفر علی خاں نے اسی آیت کا شعری ترجمہ یوں کیا ہے :

؎ خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

تو تیسرا طبقہ وہ ہے جو نیکیوں میں سبقت لے جاتا ہے اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ۔ پڑھتا بھی ہے، پڑھاتا بھی ہے، عمل بھی کرتا ہے، زندگی قرآن کے مطابق بسر کرتا ہے ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ یہ جو رب تعالیٰ نے کتاب کا وراثت تمہیں دی ہے یہ رب تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے مگر کوئی سمجھے تو۔ آج کوئی کسی غریب آدمی کو ایک لاکھ روپیہ دے دے تو وہ

اچھلتا پھرے گا۔ اور اگر کسی کو ایک کروڑ مل جائے تو وہ لڈیاں ڈالے گا۔ اور اگر کسی کو ایک ارب مل جائے جائز طریقے سے تو میرے خیال میں اس کا ہارٹ فیل ہو جائے گا۔ لیکن یقین جانو! قرآن کریم کی ایک ایک آیت کریمہ کے مقابلے میں ساری دنیا کی دولت ہیچ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کا وارث بنایا ہے۔ یہ ذٰلِكَ کا مُشارٌ اِلیہ وراثت ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے جس نے تمہیں اس کتاب کا وارث بنایا ہے۔ فضل کبیر کا مقام کیا ہوگا؟ جَنّٰتُ عَدْنٍ ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں۔ دنیا کے باغ کبھی پھل لاتے ہیں اور کبھی پھل نہیں لاتے۔ پھر ان کا پھل لانا موسم کا پابند ہے لیکن جنت کی یہ خصوصیت ہے لَا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ [سورۃ الواقعہ] "نہ قطع کیے جائیں گے اور نہ روکے جائیں گے۔" پھل توڑتے ہی دوسرا دانہ پہلے سے عمدہ لگ جائے گا کبھی ختم نہیں ہوں گے اور نہ کوئی روکے گا۔ جو شخص جہاں سے چاہے کھائے اور جو چاہے کھائے يَدْخُلُوْنَهَا داخل ہوں گے ان باغات میں يُحَلَّوْنَ فِيْهَا پہنائے جائیں گے ان میں مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ۔ اَسَاوِر اَسْوِرَةٌ کی جمع ہے اور اَسْوِرَةٌ سِوَارٌ کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ کنگن ہے۔ وہاں ان کو سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ وَّلُؤْلُؤًا اور ہار موتیوں کے۔

سراقہ بن مالک کا رسول اللہ ﷺ کا تعاقب کرنا :

پہلے زمانے میں لوگ سونے کے کنگن پہنتے تھے یہ ان کے بڑے ہونے کی علامت ہوتی تھی۔ جب آنحضرت ﷺ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہجرت کے لیے چلے ۔ کافروں نے انعام مقرر کیا کہ ان کو زندہ پکڑ کے لاؤ یا ان کے سر لے کر آؤ۔ ایک کے بدلے سو سو اونٹ دیں گے۔ سراقہ بن مالک بن جعشم بڑا پہلوان قسم کا آدمی تھا۔ اس نے کہا کہ دو آدمیوں کا مارنا کوئی مشکل نہیں ہے۔ گھوڑے پر سوار ہو کر تعاقب کے لیے چل پڑا۔

بخاری شریف کی روایت ہے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پیچھے گرد وغبار اڑتا ہوا نظر آرہا ہے لگتا ہے ہمارے پیچھے کوئی آدمی لگا ہوا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کوئی پرواہ نہیں اللہ تعالیٰ ہمارا محافظ ہے۔ قریب آکر کمان میں تیر رکھ کر چلانا چاہا مگر نہ چلا۔ اس کا گھوڑا سخت زمین میں دھنس گیا۔ پھر دوبارہ اس نے انعام کے لالچ میں تیر چلانا چاہا پھر اس کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا گھٹنوں تک۔ اب اس نے سفید چادر لہرائی کہ میری طرف سے تمھیں امان ہے تم مجھے صرف امان کا پروانہ دے دو۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے غلام عامر بن فہیرہ پروانہ لکھنا جانتے تھے۔ چمڑے کے چھوٹے سے ٹکڑے پر لکھ دیا کہ سراقہ بن مالک کو امان ہے۔ تمھیں ہم کسی وقت بھی تکلیف نہ دیں گے۔ اس نے حفظ ماتقدم کے تحت یہ تحریر لکھوائی کہ ان کو ایک دن غلبہ تو حاصل ہو جانا ہے کہیں مجھے مار نہ ڈالیں۔ اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سراقہ! آج دوسو اونٹ کی خاطر ہمارا تعاقب کر رہے ہو کَیْفَ اِذَا لَبِسْتَ سَوَارِیْ کِسْرٰی ''وہ کیسی حالت ہوگی جب تو کسریٰ ایران کے کنگن پہنے گا۔'' جب ایران فتح ہو' دیگر سامان کے ساتھ کسریٰ کے کنگن بھی آئے۔ اس حدیث کی تعمیل کی خاطر مسجد نبوی میں تھوڑے سے وقت کے لیے کسریٰ کے کنگن انہوں نے پہنے۔ کہنے کا مطلب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ تجھے دنیا بھی دے گا اور آخرت بھی دے گا۔ سونا تو مردوں کے لیے حرام ہے اور گھڑی کا چین لوہے کا ہوتا ہے۔ گھڑی مرد بھی پہنتے ہیں اور عورتیں بھی پہنتی ہیں۔ اس کے متعلق بعض مولوی غلو کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کے پہنے ہوئے نماز جائز ہی نہیں ہے۔ لیکن نماز تو ہو جاتی ہے مگر مکروہ ہوتی ہے۔ لوہے کا چین ہو یا سٹیل کا ہو اس کا ویسے بھی پہننا مکروہ ہے۔ چمڑے کا ہو تو کوئی کراہت نہیں ہے ریکسین کی بھی کوئی کراہت نہیں ہے۔ لوہے اور سٹیل کا چین مردوں اور عورتوں کے لیے مکروہ ہے اور نماز ہو

جائے گی مگر مکروہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ اوران کا لباس جنت میں ریشمی ہو گا وَقَالُوا اور جنتی کہیں گے الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے دور کر دیئے ہم سے ہمارے غم۔ نہ وہاں بیماری کی پریشانی نہ موت کا ڈر، نہ چوروں اور ڈاکوؤں کا خطرہ، نہ لڑائی جھگڑے کی پریشانی۔ دنیا میں قدم قدم پر پریشانیاں ہیں وہاں کسی قسم کی کوئی پریشانی نہیں ہوگی إِنَّ رَبَّنَا لَغَفُورٌ شَكُورٌ بے شک ہمارا رب البتہ بخشنے والا ہے قدردان ہے۔ جس نے ہمارے برائے نام اعمال کی قدر کی ہے اور ہمیں بخش دیا اور جنت میں پہنچا دیا ہے الَّذِي أَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ وہ ذات جس نے ہمیں اتارا ہے ٹھہرنے کی جگہ میں مِنْ فَضْلِهِ اپنے فضل سے۔ یہ عمل تو صرف سبب ہیں جنت کا داخلہ تو صرف رب تعالیٰ کے فضل سے ہے مگر یہ فضل اس پر ہوگا جس کے پاس وہ عمل ہوگا جس پر اللہ تعالیٰ راضی ہوگا۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ کوئی آدمی محض اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں نہیں جا سکتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا حضرت! ہمارے عمل تو کچھ نہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعمال تو بڑے جان دار ہیں تو کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اپنے اعمال کی وجہ سے جنت میں نہیں جا سکتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک اپنے سر مبارک پر رکھا اور فرمایا وَلَا أَنَا إِلَّا أَنْ يَتَغَمَّدَنِيَ اللّٰهُ بِفَضْلٍ مِنْهُ وَرَحْمَةٍ "میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت سے مستغنی ہو کر جنت میں نہیں جا سکتا۔" عمل محض سبب ہے علت اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل ہے۔

فرمایا لَا يَمَسُّنَا فِيهَا نَصَبٌ نہیں پہنچتی اس جنت میں ہمیں کوئی مشقت۔ کام کرتے ہوئے آدمی کو جو مشقت ہوتی ہے عربی میں اس کو نَصَبٌ کہتے ہیں۔ وہاں تو کوئی کام ہی نہیں

ہوگا مشقت کہاں سے ہوگی؟ وَلَا یَمَسُّنَا فِیْهَا لُغُوْبٌ اور نہیں پہنچتی ہمیں اس میں کوئی تھکاوٹ۔ کام کرتے کرتے آدمی تھک جاتا ہے اس کو عربی میں لغوب کہتے ہیں۔ وہاں کوئی کام نہیں ہوگا تھکاوٹ کیسی؟

یہ تو مومنوں کا ذکر ہوا اب دوسروں کا حال بھی سن لو! وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا اور وہ لوگ جو کافر ہیں لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ان کے لیے دوزخ کی آگ ہوگی لَا یُقْضٰی عَلَیْهِمْ فَیَمُوْتُوْا نہیں فیصلہ کیا جائے گا ان کے بارے میں کہ وہ مر جائیں۔ کیونکہ اگر ان کو مار دیا جائے تو سزا کون بھگتے گا؟ سورہ زخرف آیت نمبر ۷۷ میں ہے وَنَادَوْا یٰمٰلِكُ لِیَقْضِ عَلَیْنَا رَبُّكَ ''اور پکاریں گے دوزخ والے اور کہیں گے اے مالک (یہ جہنم کے انچارج فرشتے کا نام ہے۔) چاہیے کہ فیصلہ کر دے ہم پر آپ کا رب۔'' تم درخواست کرو ہماری طرف سے کہ رب ہمیں ختم کر دے۔ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ''فرشتہ کہے گا بے شک تم رہنے والے ہو۔'' تمہارے پاس رب تعالیٰ کے پیغمبر آئے، کتابیں آئیں، رب تعالیٰ نے تمہیں عقل دی۔ سمجھ دی لیکن تم نے کسی شے کو پسند نہ کیا لہٰذا اب بھگتو۔

فرمایا وَلَا یُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا اور نہ ہلکا کیا جائے گا ان سے دوزخ کا عذاب۔'' ہلکا تو درکنار روز بہ روز عذاب میں اضافہ ہوگا بڑھتا جائے گا اور مومنوں کی لذتیں بڑھتی جائیں گی جب کہ ان کا عذاب بڑھتا جائے گا۔ فرمایا كَذٰلِكَ نَجْزِیْ كُلَّ كَفُوْرٍ اسی طرح ہم بدلہ دیں گے ہر کافر کو وَهُمْ یَصْطَرِخُوْنَ فِیْهَا اور وہ چیخیں ماریں گے دوزخ میں۔ جیسے کوئی حادثہ پیش آجائے تو بندے کی چیخیں نکل جاتی ہیں۔ چیخیں ماریں گے روئیں گے۔ اتنا روئیں گے کہ حدیث پاک میں آتا ہے ان کے رخساروں پر گڑھے پڑ جائیں گے آنسوؤں کے گرنے کی وجہ سے۔ کبھی تم نے پہاڑی سفر کیا ہو تو دیکھا

ہوگا کہ اوپر سے پانی گرتا ہے تو نیچے گڑھے پڑ جاتے ہیں۔ایک ایک مجرم اتنا رودے گا، اس کے آنسو اتنے ہوں گے کہ اس میں کشتی چل سکے گی۔اور جب آنسو ختم ہو جائیں گے تو خون جاری ہو جائے گا واویلا کریں گے اور کہیں گے رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا اے ہمارے رب نکال ہمیں یہاں سے نَعْمَلْ صَالِحًا کہ ہم اچھے عمل کریں غَيْرَ الَّذِىْ كُنَّا نَعْمَلُ ان کے علاوہ جو عمل ہم کرتے تھے۔اب وہ عمل نہیں کریں گے۔بھائی!اب یہ کہنے کا کیا فائدہ؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوگا اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ کیا ہم نے عمر نہیں دی تھی تم کو مَّا اتنی يَتَذَكَّرُ فِيْهِ جس میں نصیحت پکڑتے مَنْ تَذَكَّرَ جو نصیحت پکڑنا چاہتا۔عاقل بالغ ہونے کے بعد ہر آدمی دنیا کے کاموں کے متعلق بڑا سیانا ہے اور دین کے معاملے میں اُسے کوئی سمجھ نہیں ہے کہ حق کیا ہے باطل کیا ہے، ایمان کیا ہے کفر کیا ہے؟ نیکی کیا ہے بدی کیا ہے؟ توحید کیا ہے شرک کیا ہے؟ سنت کیا ہے بدعت کیا ہے؟ تمہیں عمر نہیں دی تھی اس میں سمجھ نہیں سکتے تھے؟ آج کہتے ہو کہ یہاں سے نکالو وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ اور آیا تمہارے پاس ڈرانے والا کہ ہمارے حق میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بشیر بھی ہیں اور نذیر بھی ہیں۔

نذیر کی تفسیر :

اور یہ تفسیر بھی ہے کہ قرآن کریم میں رب تعالیٰ نے عذاب سے ڈرایا ہے اور یہ تفسیر بھی ہے کہ رب تعالیٰ نے عقل دی ہے۔عقل سب کے لیے نذیر ہے۔اور یہ تفسیر بھی ہے کہ جب بندے کے سر اور ڈاڑھی میں ایک آدھ سفید بال آجائے تو نذیر آ گیا ہے۔ سلف صالحین کی ڈاڑھی میں جب سفید بال آجاتے تھے تو ان میں انقلاب پیدا ہو جاتا تھا کہ میں پہلی حالت میں نہ رہوں۔جیسے آج کل جو صحیح حاجی ہوتے ہیں جب واپس آتے

ہیں تو ان کی زندگی میں انقلاب ہوتا ہے اور جو رسمی ہوتے ہیں وہ جیسے گئے ویسے ہی آئے۔
اور بعض نے لکھا ہے کہ نذیر سے مراد پوتا پوتی ہے کہ جس وقت کسی کے ہاں پوتا پوتی ہو جائے تو اس کو از خود بستر اگول کرنا چاہیے۔ یہ ساری تفسیریں صحیح ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا پیغمبر بھی نذیر ہے، قرآن بھی نذیر ہے، بڑھاپا بھی نذیر ہے، پوتا پوتی بھی نذیر ہیں۔ تو فرمایا تمہارے پاس نذیر آیا تھا اب تمہاری کوئی بات نہیں سنی جائے گی فَذُوْقُوْا پس چکھو تم فَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ نَّصِیْرٍ پس نہیں ہے ظالموں کے لیے کوئی مددگار۔ یہیں چیختے چلاتے رہو۔ یہاں سے نکلنا بالکل محال ہے، ممکن نہیں۔ رب تعالیٰ نے ہمیں قبل از وقت یہ باتیں بتلا کر سمجھا دیا ہے تاکہ ہم دوزخ سے بچیں اور جنت حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۳۸﴾ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ ؕ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ؕ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًا ۚ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا ﴿۳۹﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۚ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۴۰﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۱﴾

اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ عٰلِمُ جاننے والا ہے غَيْبِ السَّمٰوٰتِ پوشیدہ چیزیں آسمانوں کی وَالْاَرْضِ اور زمین کی اِنَّهٗ بے شک وہ عَلِيْمٌ جانتا ہے بِذَاتِ الصُّدُوْرِ دلوں کے راز هُوَ الَّذِيْ وہ وہی ذات ہے جَعَلَكُمْ جس نے بنایا تم کو خَلٰٓئِفَ خلیفے فِي الْاَرْضِ زمین میں فَمَنْ كَفَرَ پس جس نے کفر اختیار کیا فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ پس اسی پر اس کے کفر کا وبال پڑے گا وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اور نہیں زیادہ کرتا کافروں کے لیے كُفْرُهُمْ ان کا کفر عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کے رب کے ہاں اِلَّا مَقْتًا مگر ناراضگی وَلَا

يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اور نہیں زیادہ کرتا کافروں کے لیے كُفْرُهُمْ ان کا کفر اِلَّا خَسَارًا مگر نقصان قُلْ (اے پیغمبر علیہ السلام) آپ کہہ دیں اَرَءَيْتُمْ مجھے بتلاؤ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ تمہارے وہ شریک تَدْعُوْنَ جن کو تم پکارتے ہو مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے سوا اَرُوْنِيْ مجھے دکھلاؤ مَاذَا خَلَقُوْا کیا انہوں نے پیدا کیا ہے مِنَ الْاَرْضِ زمین میں اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ کیا ان کے لیے شراکت ہے فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا یا ہم نے ان کو دی ہے کتاب فَهُمْ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ پس وہ کھلی دلیل پر ہیں اس سے بَلْ بلکہ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ نہیں وعدہ کرتے ظالم بَعْضُهُمْ بَعْضًا بعض بعض سے اِلَّا مگر غُرُوْرًا دھوکے کا اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ روکتا ہے آسمانوں کو وَالْاَرْضَ اور زمین کو اَنْ تَزُوْلَا کہ وہ ٹل جائیں اپنی جگہ سے وَلَئِنْ زَالَتَآ اور اگر وہ ٹل جائیں اِنْ اَمْسَكَهُمَا نہیں ان کو روک سکتا مِنْ اَحَدٍ کوئی ایک مِّنْ بَعْدِهٖ اللہ تعالیٰ کے ٹالنے کے بعد اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا بے شک وہ تحمل کرنے والا ہے بخشنے والا ہے۔

توحید اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے :

اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے مسئلہ توحید۔ توحید کا معنیٰ ہے اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک تسلیم کرنا کہ وہ اپنی ذات میں اور صفات میں اور اپنے کاموں میں وحدہ لا شریک ہے۔ نہ رب جیسا کوئی رب ہے اور نہ رب والی صفات کسی میں ہیں، نہ رب جیسے کوئی کام اور کر سکتا ہے۔ وہ واجب الوجود ہے۔ خدائی اختیارات صرف اسی کے پاس

ہیں۔ اس کی صفات میں سے ایک علم غیب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا غیب کا علم کسی کو نہیں ہے۔ بعض جاہل قسم کے لوگ علم غیب اور انبآء الغیب میں فرق نہیں کرتے۔ اَنْبَاء نَبَأٌ کی جمع ہے۔ نَبَأٌ کا معنیٰ ہے خبر۔ تو اَنْبَآءُ الْغَیْب کا معنیٰ ہوگا غیب کی خبریں۔ اور علم غیب کا معنیٰ ہے غیب کا علم کہ غیب کا کوئی ذرہ اس سے اوجھل نہ ہو۔ تو غیب کا علم اور چیز ہے اور غیب کی خبریں اور چیز ہے۔ غیب کی خبریں کتنی بے شمار کیوں نہ ہوں وہ محدود ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کو غیب کی خبریں دی ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمائی ہیں۔ سورۃ آل عمران آیت نمبر ۴۴ پارہ نمبر ۳ میں ہے ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ "یہ غیب کی خبروں میں سے ہے ہم اس کی آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔" اور سورہ ہود آیت نمبر ۴۹ پارہ نمبر ۱۲ میں ہے تِلْكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهَا اِلَیْكَ "یہ باتیں غیب کی خبروں میں سے ہیں ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وحی کے ذریعے بتلاتے ہیں۔" اللہ تعالیٰ نے آپ کو کتنی غیب کی خبریں دی ہیں؟ اس کا ہمارے پاس کوئی معیار اور شمار نہیں ہے۔ وہ دینے والا جانے اور خبریں حاصل کرنے والا جانے مگر ہیں محدود۔ اور علم غیب کا مطلب یہ ہے کہ ایک ذرہ بھی اس کے علم سے باہر نہ ہو۔ وہ صرف اللہ تعالیٰ ہے کہ جو ذرے ذرے کو جانتا ہے۔ بعض جاہل قسم کے لوگ انباء الغیب میں سے کچھ خبریں بیان کر کے کہتے ہیں دیکھو جی! یہ غیب ہے کہ نہیں۔ بھئی! وہ غیب کی خبریں ہیں غیب نہیں ہے۔ تو دونوں کا فرق ملحوظ رکھنا چاہیے۔ عالم الغیب کی صفت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے رافضیوں کی رد میں تصانیف :

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ایک مولوی کا سر پھر گیا۔ (اللہ کرے مولوی کا سر نہ پھرے وہ بڑوں کا سر پھیر دیتا ہے۔) اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کو عالم الغیب کہنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ عالم الغیب تو وہ ہوتا ہے جس سے کوئی چیز غائب ہو اللہ تعالیٰ سے تو کوئی چیز غائب نہیں ہے۔ یہ بات تو صحیح تھی کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز غائب نہیں ہے۔ مقامی علماء نے اس کو سمجھایا مگر جب آدمی ضد پر اتر آئے، انا کا مسئلہ بنا لے، ذاتیات آ جائیں یا مالی مفاد ہو تو بات سمجھ نہیں آتی اور سمجھ آ بھی جائے تو مانتا نہیں ہے۔ مقامی علماء نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا بڑا طویل خط ہے۔ اس میں انہوں نے لکھا کہ ہمارے علاقے میں ایک بڑا سیانا اور باتونی مولوی ہے وہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ کو عالم الغیب نہ کہو۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے خط پڑھا تو بے اختیار رگ فاروقی حرکت میں آئی۔ کیونکہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فاروقی نسل سے تھے سید نہیں تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھے۔ عربی کا مشہور مقولہ ہے......

اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْهِ

"باپ کے اثرات اولاد میں ہوتے ہیں۔" حضرت عمر رضی اللہ عنہ اَشَدُّهُمْ فِیْ اَمْرِ اللہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے معاملے میں سب سے زیادہ سخت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ وہ کسی کی پروا نہیں کرتے تھے۔ وہ نسلی شدت، دینی سلسلے میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ میں بھی تھی۔ ایسا عالم ہندوستان میں ان کے بعد پیدا نہیں ہوا۔ مگر حق گوئی کا بدلہ ظالموں نے

یہ دیا کہ ان کی انگلیاں کاٹ دیں۔

وہ اس طرح کہ شاہ صاحب نے دو کتابیں لکھیں ایک ''قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین ''یعنی'' آنکھوں کی ٹھنڈک شیخین کی فضیلت بیان کرنے میں ہے۔'' شیخین سے مراد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور دوسری کتاب'' ازالۃ الخفا فی خلافۃ الخلفآء ''بڑی علمی کتاب ہے۔ اس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل اس قدر بیان کیے ہیں کہ اگر آدمی ضدی نہ ہو تو مانے بغیر چارہ نہیں ہے۔ نجف علی خان رافضی شیعہ خبیث جو دلی کا حکمران تھا اس نے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی انگلیاں کٹوا دی تھیں کہ ان ہاتھوں کے ساتھ تم نے یہ کتابیں لکھی ہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے'' تحفہ اثناء عشریہ'' لکھی تو ان کو دلی سے نکلوا دیا۔ کچھ عرصہ رام پور میں بیمار رہے، کبھی کہیں اور کبھی کہیں رہے۔ یہ رافضی انتہائی دہشت گرد فرقہ ہے رب کی پناہ! اس وقت ایران پورا زور لگا رہا ہے کہ پاکستان سارا رافضی بن جائے۔

تو خیر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک طویل خط لکھا۔ اس میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اپنی صفت عالم الغیب والشہادہ بیان فرمائی ہے۔ اور احادیث صحیحہ متواترہ میں اللہ تعالیٰ کی صفت عالم الغیب الشہادہ بیان ہوئی ہے اور امت کے اجماع سے اللہ تعالیٰ کی صفت عالم الغیب الشہادہ ثابت ہے۔ اور یہ تینوں دلائل قطعی ہے ان کا منکر یا ان میں ہیرا پھیری کرنے والا مسلمان نہیں ہو سکتا۔ فرمایا مولوی صاحب کو سمجھنے میں غلطی لگی ہے۔ انہوں نے یہ سمجھا ہے کہ عالم الغیب کا معنیٰ ہے جو رب سے غیب ہے رب اس کو جانتا ہے اور رب تعالیٰ سے کوئی چیز غائب نہیں ہے۔ حالانکہ عالم الغیب کا معنیٰ ہے ماغاب عن الخلق جو مخلوق سے غائب ہے رب اس کو جانتا ہے والشھادہ اور جو مخلوق

کے سامنے ہے رب اس کو بھی جانتا ہے۔ تو غیب کا معنٰی ہے ما غاب عن العباد ، ماغاب عن الخلق، ماغاب عن الناس ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ اللّٰہَ عٰلِمُ غَیۡبِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ بے شک اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے جو چیزیں آسمانوں میں چھپی ہوئی ہیں اور جو زمین میں چھپی ہوئی ہیں اِنَّہٗ عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ بے شک وہ خوب جانتا ہے دلوں کے راز۔ ھُوَ الَّذِیۡ اللہ تعالیٰ کی ذات وہی ہے جَعَلَکُمۡ خَلٰٓئِفَ فِی الۡاَرۡضِ جس نے بنایا تم کو خلیفے زمین میں۔ زمین میں خلیفہ بننے کا ایک مطلب یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیفہ بنایا کہ تم دنیا میں رہ کر میرے احکام نافذ کرو اور تم یکے بعد دیگرے ان کے خلیفے ہو۔ اللہ تعالیٰ کے احکام نافذ کرنے کے لیے تو حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد مکلّف ہے، رب تعالیٰ کے احکام پہنچانے کی۔ اور خَلٰٓئِفَ کا یہ معنٰی بھی ہے کہ تمہارا دادا تھا وہ فوت ہوا تمہارا والد ان کا خلیفہ ہوگا۔ وہ فوت ہوگا تم اس کے خلیفہ ہوگے۔ اور تم فوت ہوگے تمہاری اولاد تمہارے خلیفے ہوں گے۔ دونوں تفسیریں صحیح ہیں۔

فَمَنۡ کَفَرَ پس جس نے کفر اختیار کیا فَعَلَیۡہِ کُفۡرُہٗ پس اُسی پر پڑے گا اس کے کفر کا وبال۔ یہ کفر کا وبال وہی بھگتے گا رب تعالیٰ کا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے؟ وَلَا یَزِیۡدُ الۡکٰفِرِیۡنَ کُفۡرُھُمۡ اور نہیں زیادہ کرتا کافروں کے لیے ان کا کفر عِنۡدَ رَبِّھِمۡ اِلَّا مَقۡتًا ان کے رب کے ہاں مگر ناراضگی۔ سورہ زمر آیت نمبر ۷ پارہ نمبر ۲۳ میں ہے وَلَا یَرۡضٰی لِعِبَادِہِ الۡکُفۡرَ ''اور نہیں راضی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے کفر پر۔'' جوں جوں کوئی آدمی کفر میں آگے جائے گا رب تعالیٰ کی ناراضگی بھی بڑھتی جائے گی مگر وہ اسلام کے لیے کسی پر جبر نہیں کرتا اور نہ کفر کے لیے۔ بلکہ اس نے انسان کو اختیار دیا ہے فَمَنۡ

شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ [کہف:۲۹] ''پس جو چاہے اپنی مرضی سے ایمان لے آئے اور جو چاہے اپنی مرضی سے کفر اختیار کرے۔'' جس شخص جس راستے پر اپنی مرضی سے چلنا چاہے رب تعالیٰ چلا دیتا ہے۔ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى [نساء:۱۱۵] ''ہم اس کو پھیر دیں گے جس طرف اس نے رخ کیا۔'' جدھر کوئی چلے گا رب تعالیٰ اس کو ادھر ہی چلا دے گا۔

تو فرمایا نہیں زیادہ کرتا کافروں کے لیے ان کا کفران کے رب کے ہاں مگر ناراضگی وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا اور نہیں زیادہ کرتا کافروں کے لیے ان کا کفر مگر نقصان۔ کفر نرا خسارے کا سودا ہے اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ یہ مشرک لوگ مشکل اور پریشانی میں غیر اللہ کو پکارتے ہیں۔ جب کوئی مصیبت پیش آتی ہے تو کوئی کہتا ہے يَا لَات اَغِثْنِيْ، کوئی کہتا ہے يَا مَنَات اَغِثْنِيْ، کوئی کہتا ہے يَا عُزّٰى اَغِثْنِيْ۔ ''اے لات میری مدد کر، اے منات میری مدد کر، اے عزیٰ میری مدد کر۔'' یہ ان کو حاجت روا، مشکل کشا سمجھ کر پکارتے ہیں، فریاد رس سمجھ کر پکارتے ہیں کیا ان کا خدائی میں کوئی حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کو خطاب کر کے فرماتے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں اَرَءَيْتُمْ اَيْ اَخْبِرُوْنِيْ تم مجھے خبر دو، بتلاؤ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ تمہارے وہ شریک جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو یا جبرائیل کہہ کر، یا میکائیل کہہ کر، یا اسرافیل کہہ کر، پیغمبر کو پکارتے ہو یا رسول اللہ کہہ کر، اے رسول میری مدد کر۔

یا رسول اللہ کہنے کا حکم :

ایک ہے محبت سے یا رسول اللہ کہنا۔ اس کے ہم بھی قائل ہیں۔ ایک ہے مدد مانگنے کے لیے کہنا۔ یہ شرک ہے۔ احمد رضا خان صاحب یا رسول اللہ کا یہی معنیٰ کرتے ہیں۔

ع اُٹھتے بیٹھتے مدد کے واسطے یارسول اللہ کہا پھر تجھ کو کیا

ہم اٹھتے بیٹھتے مدد کے واسطے یارسول اللہ کہہ کر مدد مانگتے ہیں اے وہابی نجدی! تجھے کیا تکلیف ہے؟ (تکلیف یہ ہے تو جہنم میں جلے گا اس سے بچ جا۔) لفظ 'یا' کے متعلق سمجھ لیں کہ یہ ہر وقت حاضر و ناظر کے لیے استعمال نہیں ہوتا بلکہ کبھی محبت کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے مثلاً کوئی آدمی راستے پر چلتے ہوئے ٹھوکر لگنے سے گر جائے تو کہتا ہے اوماں! ہائے بے بے! وہاں ماں تو اس کی نہیں کھڑی، پیار ہوتا ہے ماں کے ساتھ، طبعی محبت ہے تو دکھ تکلیف میں یاد آتی ہے کہ یہاں ہوتی تو میرا ہاتھ پکڑتی۔ تو 'یا' کے لفظ کی وجہ سے دھوکا نہ کھانا کہ عوام یہ سمجھتے ہیں کہ حاضر و ناظر ہی کے لیے استعمال ہوتا ہے، حاشا وکلا۔ مثلاً دیکھو! امام پڑھتا ہے قُلْ یٰاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ تو سارے کافر محراب میں تو اکٹھے نہیں ہوئے۔ یہ ندائے قریب کے لیے بھی آتا ہے اور ندائے بعید کے لیے بھی آتا ہے۔ ہاں مدد کے ارادے سے پکارو گے تو شرک ہوگا کہ

اُٹھتے بیٹھتے مدد کے واسطے یارسول اللہ کہا پھر تجھ کو کیا

اس سے بڑا شرک کیا ہے؟ تو فرمایا بتلاؤ تمہارے شریک جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو اَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ مجھے دکھلاؤ انہوں نے کیا پیدا کیا ہے زمین سے۔ پہاڑ پیدا کیا ہے، کوئی دریا پیدا کیا ہے، کوئی ٹیلا، کوئی درخت پیدا کیا ہے، کیا چیز بنائی ہے؟ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِی السَّمٰوٰتِ یا ان کی شراکت ہے آسمانوں میں۔ پہلا آسمان بنایا ہے دوسرا آسمان بنایا ہے تیسرا بنایا ہے، آسمان کا کوئی مشرقی یا مغربی حصہ بنایا ہے؟ مجھے بتلاؤ تو سہی ان کے اختیار میں کیا ہے کہ تم ان کو حاجت روا، مشکل کشا سمجھ کر پکارتے ہو۔ ستارے بنائے ہیں، سورج بنایا ہے، کون سی چیز بنائی ہے؟ اَمْ اٰتَیْنٰهُمْ كِتٰبًا یا ہم نے ان کو کوئی

کتاب دی ہے فَهُمْ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ پس وہ کھلی دلیل پر ہیں کہ غیروں کو پکارو کہ وہ حاجت روا ہیں، مشکل کشا ہیں، فریادرس اور دست گیر ہیں، کوئی کتاب خدا کی طرف سے ہے تو نکال کر دکھاؤ۔ اگر عقلی دلیل سے نہیں سمجھا سکتے تو کوئی نقلی دلیل ہی پیش کر دو۔ بَلْ حرف ادراک ہے۔ کوئی شے نہیں ہے۔ نہ اس کے پاس کوئی آسمانی کتاب ہے، نہ کوئی عقلی دلیل ہے اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا نہیں وہ وعدہ کرتے ظالم لوگ بعض بعض کے ساتھ اِلَّا غُرُوْرًا مگر دھوکے کا کہ سینہ گزٹ باتیں۔

باطل کی تردید فرض کفایہ :

کئی دفعہ لطیفہ سن چکے ہو کہ جب پاکستان بنا اور دونوں طرف سے نقل و حرکت ہو رہی تھی تو ایک مولوی صاحب نے بٹ دری فیکٹری کے سامنے کھلی جگہ پر تقریر کی کہ یہ ولی بزرگ ہماری مدد کرتے ہیں۔ اور ایک مثال دی کہ دیکھو کہ ایک شربت کا نام ہے فریادرس۔ حکیموں نے یہ نام رکھا ہے تو شربت فریادرس ہو سکتا ہے، گولیاں قبض کشا ہو سکتی ہیں، ولی فریادرس اور مشکل کشا نہیں ہو سکتے؟ میں نے یہ مسئلہ کئی دفعہ بیان کیا ہے کہ باطل کی تردید فرض کفایہ ہے۔ اگر باطل چیزوں کو سن کر کوئی بھی تردید نہ کرے تو وہاں کے رہنے والے سب گناہ گار ہوں گے۔ تو میں نے جمعہ میں اس کی تردید کی اور کہا کہ اخبارات کے بیان کے مطابق دس لاکھ مسلمان شہید ہوئے ہیں، عورتوں کی عزتیں لوٹی گئیں، مسجدوں کی بے حرمتی ہوئی، قرآن کریم کی بے حرمتی ہوئی۔ اس وقت ان ولیوں نے کیوں نہ مدد کی، کیوں نہ فریاد کو پہنچے۔ مشرقی پنجاب میں ایک ولی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کافی تھے۔ حالانکہ یہاں ہزاروں اولیاء ہیں۔ ایک بوڑھا اٹھ کر کہنے لگا اس وقت یہ سارے اولیاء حج پر گئے ہوئے تھے۔ یہ دھوکے ہیں۔ میں نے کہا بابا جی! پہلی بات تو یہ ہے کہ مرنے کے بعد

بندے پر نہ حج فرض ہوتا ہے نہ نماز فرض ہوتی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ان دنوں حج کا موسم ہی نہیں تھا۔ دیکھو! کیا شوشہ چھوڑا کہ یہ سب ولی حج پر گئے ہوئے تھے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ یہ دھوکے والی باتیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بے شک اللہ تعالیٰ روکتا ہے آسمانوں کو اور زمین کو اَنْ تَزُوْلَا کہ وہ ٹل جائیں اپنی جگہ سے۔ زمین اور آسمانوں کو اللہ تعالیٰ نے روک رکھا ہے کہ وہ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں۔ یہ آیت کریمہ بھی ان حضرات کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ زمین ساکن ہے۔ سورج اور چاند چل رہے ہیں۔ وَلَئِنْ زَالَتَآ اور اگر وہ ٹل جائیں اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهٖ۔ اِن نافیہ ہے۔ معنیٰ ہوگا نہیں ان کو روک سکتا کوئی ایک اللہ تعالیٰ کے ٹالنے کے بعد۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کے ساتھ ان کو روکا ہوا ہے۔ زمینوں اور آسمانوں میں صرف اسی کا تصرف ہے۔ اس کے سوا نہ کوئی حاجت روا ہے، نہ مشکل کشا ہے، نہ فریاد رس ہے، نہ کوئی دست گیر ہے، نہ کوئی عالم الغیب والشہادہ ہے، نہ کوئی حاضر و ناظر ہے، نہ کوئی خالق، نہ کوئی مالک، نہ کوئی رازق۔ یہ قرآن کے مسائل ہے اور بنیادی مسائل ہیں ان کو فروعی مسائل نہ سمجھنا جیسے فقہی طور پر فروعی مسائل ہوتے ہیں۔ فرمایا کوئی نہیں روک سکتا اللہ تعالیٰ کے ٹالنے کے بعد اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا بے شک اللہ تعالیٰ تحمل کرنے والا ہے فوراً سزا نہیں دیتا بخشنے والا ہے۔ جو رب تعالیٰ سے معافی مانگتا ہے رب اس کو معاف کر دیتا ہے چاہے، کتنا گنہگار ہی کیوں نہ ہو۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرَا ۙ﴿۴۲﴾ اِسْتِكْبَارًا فِى الْاَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ؕ وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ؕ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا ﴿۴۳﴾ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَكَانُوْۤا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَىْءٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا فِى الْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ﴿۴۴﴾ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ﴿۴۵﴾ ع ۸ / ۱۷

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ اور ان لوگوں نے قسمیں اٹھائیں اللہ کے نام کی جَهْدَ مضبوط اَيْمَانِهِمْ اپنی قسمیں لَئِنْ البتہ اگر جَآءَهُمْ آئے ان کے پاس نَذِيْرٌ ڈرانے والا لَّيَكُوْنُنَّ البتہ ضرور ہوں گے اَهْدٰى زیادہ ہدایت یافتہ مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ کسی بھی دوسری امت سے فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ پس جب آیا اُن کے پاس ڈرانے والا مَّا زَادَهُمْ نہ زیادہ کیا اس نے ان کے لیے اِلَّا نُفُوْرًا مگر نفرت کو اِسْتِكْبَارًا تکبر کرتے ہوئے فِى الْاَرْضِ زمین میں وَمَكْرَ السَّيِّئِ اور بری تدبیریں کیں وَلَا يَحِيْقُ

الْمَكْرُ السَّيِّئُ اور نہیں گھیرتی بُری تدبیر اِلَّا بِاَهْلِهٖ مگر کرنے والے کو فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ پس وہ نہیں انتظار کرتے اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ مگر پہلے لوگوں کے طریقے کا فَلَنْ تَجِدَ پس آپ ہرگز نہ پائیں گے لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا اللہ تعالیٰ کے طریقے میں کوئی تبدیلی وَلَنْ تَجِدَ اور ہرگز نہیں پائیں گے لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا اللہ تعالیٰ کے دستور میں پھرنا اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ کیا وہ نہیں چلے زمین میں فَيَنْظُرُوْا پس وہ دیکھ لیں كَيْفَ كَانَ کس طرح تھا عَاقِبَةُ انجام الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ان لوگوں کا جو ان سے پہلے ہوئے ہیں وَكَانُوْا اور وہ تھے اَشَدَّ مِنْهُمْ زیادہ سخت ان سے قُوَّةً طاقت میں وَمَا كَانَ اللّٰهُ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ لِيُعْجِزَهٗ کہ اس کو عاجز کردے مِنْ شَيْءٍ کوئی چیز فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں وَلَا فِي الْاَرْضِ اور نہ زمین میں اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا بے شک ہے وہ جاننے والا قدرت والا وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ اور اگر پکڑے اللہ تعالیٰ لوگوں کو بِمَا كَسَبُوْا ان کی کمائی کی وجہ سے مَا تَرَكَ تو نہ چھوڑے عَلٰى ظَهْرِهَا زمین کی سطح پر مِنْ دَآبَّةٍ کوئی چلنے پھرنے والا جان دار وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اور لیکن وہ ان کو مہلت دیتا ہے اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ایک میعاد مقرر تک فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ پس جس وقت آجائے گی ان کی میعاد فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ پس بے شک ہے اللہ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا اپنے بندوں کو دیکھنے والا۔

پانچ مذہبی طبقے :

آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بنا کر بھیجا تو اس وقت سرزمین عرب پر پانچ مذہبی طبقے تھے۔ مذہبی طبقے کو قرآن امت کہتا ہے اور اُمَمٌ اُمَّۃٌ کی جمع ہے۔ ایک طبقہ اور گروہ مشرکوں کا تھا جو اپنے آپ کو ابراہیمی کہتے تھے اور حضرت ابرہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے طریقے پر چلنے کے دعوے دار تھے۔ مگر انہی ظالموں نے بیت اللہ کی بیرونی دیوار پر تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے۔ جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا بت بھی تھا۔ روزانہ ان کی پوجا کرتے تھے۔

دوسرا طبقہ یہودیوں کا تھا۔ مردم شماری کے لحاظ سے مشرکوں کے بعد ان کی تعداد کافی تھی۔ مدینہ طیبہ میں ان کے تین خاندان تھے، بنونضیر، بنوقریظہ، بنوقینقاع۔ خیبر کا سارا علاقہ بنوقریظہ کے پاس تھا۔ تیسرے نمبر پر عیسائی تھے۔ نجران کا سارا علاقہ تقریباً ان کے پاس تھا اور علاقوں میں بھی اِکا دُکا رہتے تھے۔ چوتھا طبقہ صابئین کا تھا۔ صابی فرقہ آسمانی کتابوں کا قائل تھا۔ زبور پر ایمان رکھتے تھے، نبوت کے قائل تھے، نماز کا بھی کچھ خیال رکھتے تھے اور روزوں کے بھی قائل تھے۔ ساتھ ساتھ کواکب پرستی بھی کرتے تھے، ستاروں کے بھی پجاری تھے۔ یوں سمجھو جس طرح مشرکوں کا دین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کی بگڑی ہوئی شکل تھی اسی طرح حضرت داؤد علیہ السلام کے دین کی بگڑی ہوئی شکل پر صابئین تھے۔

پانچواں فرقہ مجوس کا تھا۔ یہ آگ کی پوجا کرتے تھے۔ حجر کے مقام پر یہ بھی تھوڑے سے رہتے تھے۔ یہ پانچوں طبقے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کرتے رہتے تھے۔ یہودی تورات کھول کر بیان کرتے، عیسائی انجیل کھول کر بیان کرتے۔ دوسرے طبقے بھی

بیان کرتے مگر عرب ان پڑھ تھے۔ دوسروں کو پڑھتے پڑھاتے دیکھتے تو کہتے ہمارے پاس بھی کوئی نذیر آتا خدا کا پیغمبر آتا، ہم بھی پڑھتے پڑھاتے۔ اس کا ذکر ہے۔ فرمایا وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ اور ان لوگوں نے قسمیں اٹھائیں اللہ تعالیٰ کے نام کی۔ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر قسم اٹھائی جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ اپنی مضبوط قسمیں لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ البتہ اگر آیا ان کے پاس ڈرانے والا کوئی لَّيَكُوْنُنَّ البتہ ضرور ہوں گے اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ زیادہ ہدایت یافتہ کسی بھی دوسری امت سے۔ ان امتوں سے زیادہ ہدایت پر ہوں گے۔ ہم ان سے زیادہ استعداد اور لیاقت کے مالک ہیں۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ذہانت میں عربوں کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ اور کام میں بھی بڑے مستعد تھے صرف جاہل تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں دعویٰ تو یہ کرتے تھے مگر فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ پس جس وقت آیا ان کے پاس ڈرانے والا اللہ تعالیٰ کے عذاب سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا نہ زیادہ کیا اس نے ان کے لیے مگر نفرت کو۔ آپ ﷺ کے آنے سے ان کی نفرت بڑھی۔ نفرت کی علت کیا تھی؟ اسْتِكْبَارًا فِي الْاَرْضِ تکبر کرتے ہوئے زمین میں۔ تکبر کا ذکر سورت زخرف میں ہے وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ [آیت نمبر ۳۱: پارہ ۲۵] ”اور کہا ان لوگوں نے کیوں نہیں اتارا گیا یہ قرآن کسی بڑے آدمی پر دو بستیوں میں سے۔“ ایک مکہ مکرمہ اور دوسری طائف۔ مکہ مکرمہ میں سے کسی بڑے آدمی کو اللہ تعالیٰ چن لیتا، طائف میں سے کسی بڑے آدمی کو چن لیتا۔ اس وقت ولید ابن مغیرہ مال اور اولاد کے لحاظ سے بڑا آدمی تھا۔ مشہور صحابی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا باپ تھا۔ اس کے تیرہ جواں سال بیٹے تھے وسیع کاروبار تھا سب لوگ اس کی قدر کرتے تھے اللہ تعالیٰ اسے چن لیتے، رب تعالیٰ کو پیغمبری کے لیے ایک یتیم ہی ملا

تھا یا طائف میں اترتا۔ طائف میں عروہ بن مسعود ثقفی بڑا امیر اور اثر ورسوخ والا آدمی تھا اسے نبی بنایا جاتا۔ اس غریب کو اللہ تعالیٰ نے نبی بنایا ہے۔ آنحضرت ﷺ کا سادہ لباس ہوتا تھا۔ جب کہیں سے گزرتے تھے تو کافر کہتے تھے اَهٰذَا الَّذِیْ یَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ [انبیاء:۳۶] ''یہی شخص ہے جو ذکر کرتا ہے تمہارے معبودوں کا۔'' چونکہ آنحضرت ﷺ سیدھے سادھے لباس میں ہوتے تھے تو وہ حقارت سے یہ بات کرتے تھے کہ اگر یہ نبی ہوتا تو اس کے پاس مال ہوتا، دولت ہوتی، زرق برق لباس ہوتا۔

کفار کے آنحضرت ﷺ سے مطالبات :

اور پندرھویں پارے میں اللہ تعالیٰ نے ان کے مطالبات بھی ذکر کیے ہیں وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ یَنْۢبُوْعًا اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّ عِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِیْرًا [بنی اسرائیل:۹۱-۹۰] ''اور کہا کافروں نے ہم ہرگز نہیں ایمان لائیں گے آپ پر یہاں تک کہ آپ جاری کر دیں ہمارے لیے زمین سے چشمہ یا ہو آپ کے لیے باغ کھجوروں اور انگوروں کا۔ پس آپ چلائیں ان کے درمیان نہروں کو چلانا۔'' تاکہ ہم سمجھیں تو سہی کہ آپ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔ اگر آپ ایسا نہیں کر سکتے تو پھر ہمیں صرف آپ دھمکیاں نہ دیں بلکہ عذاب لے آئیں اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَیْنَا كِسَفًا ''یا آپ گرا دیں آسمان جیسا کہ آپ خیال کرتے ہیں ہم پر کوئی ٹکڑا اَوْ تَاْتِیَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓىٕكَةِ قَبِیْلًا ''یا لائیں آپ اللہ اور فرشتوں کو سامنے۔'' رب تعالیٰ اور فرشتے ہمارے سامنے آئیں۔ رب تعالیٰ فرمائیں کہ یہ ہمارا نبی ہے اور فرشتے اللہ تعالیٰ کی تائید اور تصدیق کریں کہ ہاں یہ اللہ تعالیٰ کا نبی ہے پھر مانیں گے اَوْ یَكُوْنَ لَكَ بَیْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ ''یا ہو آپ کے لیے گھر سنہری اَوْ تَرْقٰى فِی السَّمَآءِ یا چڑھ جائیں

آپ آسمان پر وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ اور ہم ہرگز نہیں مانیں گے آپ کے چڑھنے کو حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ حتی کہ اتار دیں ہمارے اوپر ایک کتاب جس کو ہم پڑھیں۔'' یہ کام کرو پھر ہم مانیں گے۔نہ آپ کے پاس باغ ہے، نہ سونے کی کوٹھی ہم آپ پر کس طرح ایمان لا سکتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ ''اے پیغمبر آپ کہہ دیں سُبْحَانَ رَبِّيْ میرے رب کی ذات پاک ہے کمزوریوں سے۔ یہ سب کام وہ کرسکتا ہے یہ رب کے کام ہیں هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا میں نہیں ہوں مگر بشر رسول۔'' یہ اختیارات بشر کے پاس نہیں ہوتے۔ یہ چیزیں میرے اختیار میں نہیں ہیں۔

تو فرمایا اسْتِكْبَارًا فِي الْاَرْضِ تکبر کرتے ہوئے زمین میں کہ ہمارے پاس سب کچھ ہے تمہارے پاس کیا ہے کہ نبی بن گئے؟ وَمَكْرَ السَّيِّئِ اور بری تدبیریں کیں کہ آنحضرت ﷺ کے قتل کا منصوبہ بنایا۔ آدمی مقرر کیے، رات مقرر کی، وقت مقرر کیا لیکن فَاللّٰهُ خَيْرٌ حَافِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ہے۔انہوں نے آپ ﷺ کے گھر کا محاصرہ کرلیا۔سحری کے وقت آپ ﷺ گھر سے نکلے۔کوئی کھڑا کھڑا سو رہا ہے، کوئی بیٹھا ہوا سو رہا ہے۔ سیرت ابن ہشام میں ہے کہ آپ ﷺ ان کے سروں پر مٹی ڈال کر گزر گئے۔صبح کو گھر کی تلاشی لی تو گھر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل خانہ تھے۔ پوچھا کہاں گئے ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا معلوم نہیں باہر چلے گئے ہیں۔ ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے کہ تم کیا کرتے رہے؟ وہ کہتا تم کیا کرتے رہے؟ تو بری تدبیریں کیں۔ وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ اور نہیں گھیرتی بری تدبیر مگر کرنے والوں کو۔

دار الندوہ میں یہ تدبیر کرنے والے ڈیڑھ پونے دو سال بعد ایک ایک کر کے بدر میں مارے گئے۔ دوسروں کے لیے کنواں کھودنے والے خود کنوئیں میں گرے۔

فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ پس یہ نہیں انتظار کرتے مگر پہلے لوگوں کا طریقہ۔ پہلے لوگوں کا طریقہ یہ تھا کہ پیغمبروں کی تکذیب کرتے رب تعالیٰ کا عذاب آتا اور ان کو نیست و نابود کر دیا جاتا تھا۔ تو کیا یہ رب تعالیٰ کے عذاب کے منتظر ہیں کہ رب تعالیٰ کا عذاب آئے فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا پس ہرگز نہیں پائیں گے آپ اللہ تعالیٰ کے طریقے میں کوئی تبدیلی وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا اور ہرگز نہیں پائیں گے اللہ تعالیٰ کے طریقے اور دستور میں ٹل جانا اور پھرنا۔

تبدیل اور تحویل میں فرق :

تبدیل اور تحویل میں فرق ایک مثال سے سمجھیں۔ مثلاً ایک آدمی بیمار ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو صحت دے دے تو تبدیلی ہے اور اس کی بیماری کسی اور پر مسلط کر دے تو اس کو تحویل کہتے ہیں۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ رب تعالیٰ کی طرف سے جو عذاب مقرر ہوگا اس کو ختم کر کے راحت نہیں آئے گی اور نہ ان کا عذاب ان سے ٹل کر کسی اور پر مسلط کیا جائے گا۔ رب کے دستور میں نہ تبدیلی ہے اور نہ تحویل۔ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ کیا یہ چلے پھرے نہیں زمین میں، سیر نہیں کی فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ پس وہ دیکھ لیں کیا انجام تھا ان لوگوں کا جو ان سے پہلے ہوئے ہیں وَكَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وہ پہلے لوگ زیادہ سخت تھے ان سے قوت میں۔

عرب کے لوگ تاجر پیشہ تھے خاص طور پر مکہ مکرمہ والے کہ وہاں خوراک کا کوئی انتظام نہ تھا۔ تجارت ہی ذریعہ تھی۔ سال میں عموماً دو سفر کرتے تھے رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ [سورہ قریش] ایک سفر سردی کے موسم میں اور ایک گرمی کے موسم میں۔ سردیوں میں یمن کا سفر اور گرمیوں میں شام کا سفر ہوتا تھا۔ اور ان دو سفروں میں سال کا

خرچہ کما لیتے تھے۔ یہ لوگ جب شام کا سفر کرتے تھے تو لوط علیہ السلام، شعیب علیہ السلام اور عاد و ثمود کی بستیاں جن پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا وہ راستے ہی میں آتی تھیں۔ اور کچھ تباہ شدہ بستیاں یمن کے راستے میں آتی ہیں۔ تو فرمایا کیا یہ لوگ چلے پھرے نہیں زمین میں کہ دیکھیں کیا انجام ہوا ان لوگوں کا جو ان سے پہلے ہوئے ہیں۔ جو ان سے زیادہ سخت تھے قوت میں۔ بدنی طاقت کے لحاظ سے، افرادی اور مالی طاقت کے لحاظ سے۔ زمین میں جو انہوں نے نشانات بنائے آج ہم ان کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ایسی نامی گرامی اور طاقتور قومیں دنیا میں گزری ہیں۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ اور اللہ تعالیٰ ایسا نہیں ہے لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ کہ اس کو عاجز کر دے کوئی شے فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ آسمانوں میں اور نہ زمین میں کوئی شے اس کو عاجز کر سکتی ہے۔ رب تعالیٰ کے فیصلے اٹل ہوتے ہیں نہ کوئی روک سکتا ہے نہ کوئی ٹوک سکتا ہے اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا بے شک ہے وہ جاننے والا ہے اور قدرت والا ہے۔ سب چیزوں کو جانتا بھی ہے اور سب چیزوں پر حاوی بھی ہے۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ اور اگر اللہ تعالیٰ مواخذہ کرے لوگوں کا بِمَا كَسَبُوْا ان کی کمائی کی وجہ سے۔ جو کفر، شرک، بدعات اور نافرمانی کرتے ہیں اس کی وجہ سے رب پکڑے تو مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ تو نہ چھوڑے زمین کی سطح پر کوئی چلنے پھرنے والی جان دار چیز۔

ایک اشکال اور اس کا جواب :

اب یہاں اشکال یہ ہے کہ گناہ تو کریں انسان اور پکڑے جائیں بے چارے دابہ۔ دابہ کا معنیٰ ہے جانور۔ یہ تو بظاہر انصاف کے خلاف ہے کہ رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر مواخذہ کرے اللہ تعالیٰ لوگوں کا تو نہ چھوڑے زمین کی سطح پر کوئی جانور۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ اس کے دو جواب دیتے ہیں۔ایک یہ کہ دَبَّ یَدُبُّ دَبًّا کا لغوی معنٰی ہے چلنے پھرنے والا، نقل وحرکت کرنے والا۔تو لغوی طور پر انسان بھی دابہ ہے۔تو مراد انسان ہی ہے۔معنٰی ہو گا کہ اگر اللہ تعالیٰ انسانوں کی بدمعاشیوں اور بدکرداریوں کی وجہ سے پکڑے تو زمین پر کوئی چلنے پھرنے والا نظر نہ آئے۔اور دابہ کا اصطلاحی معنٰی ہے چار ٹانگوں والا۔اگر اصطلاحی معنٰی مراد ہو تو پھر مطلب یہ ہوگا کہ ساری چیزیں انسان کے لیے بنی ہیں مَتَاعًا لَّكُمْ تو جب انسان کو نہیں چھوڑنا تو باقی چیزوں کو چھوڑنا کس مقصد کے لیے ہے ان کی ضرورت ہی نہیں ہے۔جب آدمی ہی نہ رہے تو شلوار قمیص کی کیا ضرورت ہے؟ کس نے پہننی ہے؟ تو انسان کے علاوہ دوسری چیزوں کو سزا کے طور پر نہیں ختم کرنا بلکہ اس لیے ختم کرنا ہے کہ ان کی ضرورت باقی نہیں رہی ہے۔

مثلاً حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا تو جزیہ موقوف ہو جائے گا۔تو بعض سطحی قسم کے لوگ سوال کرتے ہیں جزیہ لینا تو ہماری شریعت کا حکم ہے تو عیسیٰ علیہ السلام کے جزیہ نہ لینے کا یہ مطلب ہوا کہ وہ ہماری شریعت میں تصرف کریں گے۔کیونکہ ہماری شریعت کا حکم ہے حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ "یہاں تک کہ وہ جزیہ دیں اپنے ہاتھ سے اور وہ دبنے والے ہوں۔" [توبہ:۲۹]

تو خیالی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ جزیہ موقوف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جہاں وہ ہوں گے وہاں کوئی کافر ہی نہیں رہے گا۔جب کافر ہی نہیں تو جزیہ کس سے لیں؟ اسی طرح سمجھو کہ جب انسان کو نہیں چھوڑنا تو باقی چیزوں کو چھوڑنے کا کیا فائدہ کہ ان کی ضرورت ہی نہیں ہے وَلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى لیکن اللہ تعالیٰ ان کو مہلت

دیتا ہے ایک میعاد مقرر تک۔ شخصی میعاد تو ہر آدمی کے لیے ایک وقت ہے موت کا اور مجموعی طور پر قیامت ہے۔ حضرت اسرافیل بگل پھونکیں گے تو ساری کائنات تباہ ہو جائے گی۔ تو فرمایا فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ پس جس وقت آجائے گی ان کی اجل، ان کی میعاد فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا پس بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دیکھنے والا ہے۔ کون اچھا ہے کون برا ہے۔ کافر کون ہے، مومن کون ہے، موحد کون ہے، مشرک کون ہے، حق والا کون ہے، باطل والا کون ہے؟ اس سے کوئی شے پوشیدہ نہیں ہے۔

آج بروز ہفتہ ۲۶ ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ بمطابق ۹ مارچ ۲۰۱۳ء

سورہ فاطر مکمل ہوئی۔

والحمد لله على ذلك

(مولانا) محمد نواز بلوچ

مہتمم: مدرسہ ریحان المدارس، جناح روڈ، گوجرانوالا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفسیر

سورۃ یٰسٓ

(مکمل)

جلد............١٦

اٰیاتھا ۸۳ ۳۶ سُوْرَةُ یٰسٓ مَكِّيَّةٌ ۴۱ رکوعاتھا ۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

یٰسٓ ۚ﴿۱﴾ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِیْمِ ﴿۲﴾ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۳﴾ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ؕ﴿۴﴾ تَنْزِیْلَ الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ ﴿۵﴾ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّاۤ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ﴿۶﴾ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰۤی اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۷﴾ اِنَّا جَعَلْنَا فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِیَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ﴿۸﴾ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَیْنٰهُمْ فَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ ﴿۹﴾ وَسَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰﴾ اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ ۚ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِیْمٍ ﴿۱۱﴾ اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ الْمَوْتٰی وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ؕ وَكُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ فِیْۤ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ ﴿۱۲﴾ ع ۱۸

یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِیْمِ قسم ہے قرآن کی جو حکمت والا ہے اِنَّكَ بے شک آپ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ البتہ رسولوں میں سے ہیں عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ سیدھے راستے پر ہیں تَنْزِیْلَ الْعَزِیْزِ اتارا ہوا ہے غالب کی طرف سے

الرَّحِیۡمِ جو مہربان ہے لِتُنۡذِرَ تا کہ آپ ڈرائیں قَوۡمًا اس قوم کو مَّاۤ اُنۡذِرَ اٰبَآؤُهُمۡ کہ نہیں ڈرائے گئے ان کے آباؤ اجداد فَهُمۡ غٰفِلُوۡنَ پس وہ غافل ہیں لَقَدۡ حَقَّ الۡقَوۡلُ البتہ تحقیق ثابت ہو چکی ہے یہ بات عَلٰۤى اَكۡثَرِهِمۡ ان کی اکثریت پر فَهُمۡ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ پس وہ ایمان نہیں لائیں گے اِنَّا جَعَلۡنَا بے شک ہم نے ڈالے ہیں فِىۡۤ اَعۡنَاقِهِمۡ ان کی گردنوں میں اَغۡلٰلًا طوق فَهِىَ اِلَى الۡاَذۡقَانِ پس وہ ٹھوڑیوں تک ہیں فَهُمۡ مُّقۡمَحُوۡنَ پس وہ سر اٹھائے ہوئے ہیں وَجَعَلۡنَا مِنۡۢ بَيۡنِ اَيۡدِيۡهِمۡ سَدًّا اور ہم نے کر دیا ان کے آگے پردہ وَّمِنۡ خَلۡفِهِمۡ سَدًّا اور ان کے پیچھے پردہ فَاَغۡشَيۡنٰهُمۡ پس ہم نے ان کو ڈھانپ دیا ہے اوپر سے فَهُمۡ لَا يُبۡصِرُوۡنَ پس وہ نہیں دیکھتے وَسَوَآءٌ عَلَيۡهِمۡ اور برابر ہے ان پر ءَاَنۡذَرۡتَهُمۡ کیا آپ ڈرائیں ان کو اَمۡ لَمۡ تُنۡذِرۡهُمۡ یا نہ ڈرائیں لَا يُؤۡمِنُوۡنَ وہ ایمان نہیں لائیں گے اِنَّمَا تُنۡذِرُ پختہ بات ہے آپ ڈرائیں مَنِ اس کو اتَّبَعَ الذِّكۡرَ جو پیروی کرتا ہے نصیحت کی وَخَشِىَ الرَّحۡمٰنَ اور ڈرتا ہے رحمٰن سے بِالۡغَيۡبِ بن دیکھے فَبَشِّرۡهُ پس آپ اس کو خوش خبری دے دیں بِمَغۡفِرَةٍ بخشش کی وَّاَجۡرٍ كَرِيۡمٍ اور عمدہ اجر کی اِنَّا نَحۡنُ بے شک ہم نُحۡىِ الۡمَوۡتٰى زندہ کریں گے مردوں کو وَنَكۡتُبُ مَا قَدَّمُوۡا اور ہم لکھتے ہیں وہ جو آگے بھیجا ہے انہوں نے وَاٰثَارَهُمۡ اور جو پیچھے چھوڑ آئے وَكُلَّ

شَیْءٍ اور ہر چیز اَحْصَیْنٰهُ ہم نے شمار کر رکھی ہے فِیْٓ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ کھلے دفتر میں۔

مضامین سورت :

اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں قرآن کریم کی حقانیت اور صداقت کا ذکر فرمایا ہے اور ساتھ ساتھ رسالت کا بھی بیان ہے۔ مسئلہ توحید بڑے اچھے انداز میں بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود، مشکل کشا، حاجت روا نہیں ہے۔ ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والی ہے انسان ہوں یا جن، انبیاء کرام ہوں یا اولیاء اللہ یا ملائکۃ اللہ ہوں۔ پھر اس میں اللہ تعالیٰ نے وقوع قیامت اور محاسبہ اعمال کا ذکر فرمایا ہے تاکہ اس چیز کو سامنے رکھ کر اچھے اعمال کریں اور دوزخ سے بچنے کی کوشش کریں۔ لیکن آج کتنے مسلمان ہیں جن کو سورت یٰسین کا ترجمہ آتا ہے؟ آج تو ہم نے صرف یہ سمجھا ہے کہ اگر کسی کی جان آسانی سے نہ نکلتی ہو تو سورہ یٰسین پڑھو کہ اس کی جان آسانی کے ساتھ نکل جائے۔

تفسیر آیات :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِیْمِ قسم ہے قرآن کی جو حکمت والا ہے۔ یٰسٓ سے کیا مراد ہے؟ تو اس کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد انسان ہے۔ لغت بنی طے میں یٰسٓ کے معنیٰ انسان ہیں۔ تو معنیٰ ہوگا اے انسان! اور انسان سے مراد کامل انسان ہے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ یٰسٓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہے۔ اور یہ بھی تفسیر کی گئی ہے کہ

یٰسٓ سورت کا نام ہے۔ جب یٰسٓ سے انسان کامل مراد لیا جائے گا تو معنیٰ ہوگا اے انسان کامل! وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ قسم ہے حکمت والے قرآن کی اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ بے شک آپ رسولوں میں سے ہیں۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یٰسٓ سے مراد سید ہے اور سید کا لغوی معنیٰ ہے سردار۔ یہ حضرات معنیٰ اس طرح کرتے ہیں یا سید البشر اے انسانوں کے سردار! قسم ہے قرآن کی جو حکمت والی کتاب ہے بے شک آپ رسولوں میں سے ہیں۔ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ سیدھے راستے پر ہیں۔ آپ کو کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ کہتا ہے، کوئی ساحر کہتا ہے، کوئی کاہن کہتا ہے، کوئی مسحور کہتا ہے، کوئی مجنون کہتا ہے معاذ اللہ تعالیٰ سب غلط کہتے ہیں آپ سیدھے راستے پر ہیں۔ اور یہ قرآن تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ اتارا ہوا ہے اس ذات کی طرف سے جو غالب اور مہربان ہے۔ جبرائیل علیہ السلام لے کر آئے ہیں۔ اس قرآن کریم کو کیوں نازل کیا گیا ہے؟ لِتُنْذِرَ قَوْمًا تاکہ آپ اس قوم کو ڈرائیں مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ کہ نہیں ڈرائے گئے ان کے آباؤ اجداد فَهُمْ غٰفِلُوْنَ پس وہ غافل ہیں بے خبر ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چار بیٹے تھے جن میں سے دو کا ذکر قرآن حکیم میں ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام۔ اور دو بیٹوں کا ذکر تاریخ اور تورات میں آتا ہے، مدین اور مدائن۔ اور بعض حضرات نے پانچویں بیٹے کا بھی ذکر کیا ہے حضرت قیدار علیہ السلام۔ حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے تھے حضرت یعقوب علیہ السلام جن کا لقب اسرائیل تھا ان کی اولاد میں چار ہزار پیغمبر آئے ہیں۔ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں صرف ایک پیغمبر تشریف لائے ہیں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ عرب والے ابراہیمی اور اسماعیلی تھے۔ یہ صدیوں تک سچے دین پر قائم رہے۔

عرب میں بت پرستی کا آغاز :

آنحضرت ﷺ کی ولادت باسعادت سے تقریباً اڑھائی سو سال پہلے عمرو بن لحی بن قمع ایک خبیث انسان تھا جس نے عرب میں بت پرستی رائج کی۔ اس کے بعد بھی اکثریت موحد رہی ہے لیکن آہستہ آہستہ شرک بڑھتا گیا۔ جب آنحضرت ﷺ مبعوث ہوئے اس وقت صرف چند آدمی موحد تھے باقی سارے شرک میں ڈوبے ہوئے تھے۔ موحدین میں ایک زید بن عمرو بن نُفیل ؓ، یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سگے چچا تھے اور ان کے بیٹے سعید بن زید رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سالے اور بہنوئی بھی ہیں۔ اور دوسرا قصی بن کلاب کا ذکر آتا ہے اور ایک دو کا اور ذکر آتا ہے۔ تو قریب کے زمانے میں کوئی نبی نہیں آیا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آپ ڈرائیں اس قوم کو کہ ان کے باپ دادوں کو نہیں ڈرایا گیا اور وہ غافل ہیں۔ ان کو رب تعالیٰ کے عذاب سے ڈرا کر آگاہ کر دیں لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ البتہ تحقیق ثابت ہو چکی ہے یہ بات عَلٰٓی اَكْثَرِهِمْ ان کی اکثریت پر۔ کیا بات ثابت ہو چکی ہے؟ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ پس ان کی اکثریت ایمان نہیں لائے گی۔ اکثریت دنیا میں کفر پر رہے گی۔

مشرکوں نے آنحضرت ﷺ کو کہا کہ ایک طرف ہم ہیں اور ایک طرف آپ ﷺ ہیں اور جب دو فریقوں میں جھگڑا ہوتا ہے تو ثالث مقرر کیا جاتا ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ ثالث مقرر کر لیں جو وہ فیصلہ کرے ہم مان لیں گے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ ان سے کہہ دیں اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا [انعام: ۱۱۴] "کیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور ثالث تلاش کروں۔" تو پھر کہنے لگے مردم شماری کرا لو۔ اکثریت جس کے حق میں فیصلہ دے دے مان لو۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاِنْ

تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللهِ [انعام:۱۱۹] ''اور اگر آپ اطاعت کریں گے ان لوگوں کی جو اکثر ہیں زمین میں تو وہ آپ کو بہکا دیں گے اللہ تعالیٰ کے راستے سے۔'' حق کو ماننے والے اور تسلیم کرنے والے بہت تھوڑے ہوتے ہیں۔ تو فرمایا اکثریت پر یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ وہ ایمان نہیں لائے گی یہ رب تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔ اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا ۔اَعناق عُنُقٌ کی جمع ہے بمعنٰی گردن۔ اور اَغلال غِلٌّ کی جمع ہے بمعنٰی طوق۔ معنٰی ہوگا بے شک ہم نے ڈال دیئے ہیں ان کی گردنوں میں طوق فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ ۔اَذقان ذَقَنٌ کی جمع ہے بمعنٰی ٹھوڑی۔ پس وہ طوق ان کی ٹھوڑیوں تک پہنچے ہیں فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ پس وہ سر اٹھائے ہوئے ہیں۔ تکبر اور انکار کے چوڑے طوق ان کی گردنوں میں ڈال دیئے ہیں کہ وہ سر نیچے نہیں کر سکتے ان کو راستہ نظر ہی نہیں آتا وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا اور ہم نے کر دیا ان کے آگے پردہ وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا اور ان کے پیچھے پردہ فَاَغْشَيْنٰهُمْ پس ہم نے ان کو ڈھانپ دیا ہے اوپر سے، ان کو اندھا کر دیا ہے فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ پس وہ نہیں دیکھتے۔

ایک اشکال:

یہاں پر ایک بہت بڑا اشکال ہے اس کو سمجھ لیں۔ اشکال یہ ہے کہ جب رب تعالیٰ نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے آگے پیچھے پردے کر دیئے پھر ڈھانپ کر اندھا کر دیا سارے راستے بند کر دیے تو پھر ان کا کیا قصور اگر وہ ایمان نہ لائیں؟ رب تعالیٰ سے کوئی طاقت ور نہیں ہے کہ اس کے بند کیے ہوئے راستے کھول سکے۔ متنبّی مشہور شاعر گزرا ہے وہ کہتا ہے......

القاہ فی الیم مکتوف وقال لہ اِیّاکَ اِیّاکَ مِن الْمَآء

’’کہ ایک آدمی کو ہاتھ پاؤں باندھ کر دریا میں پھینک دیا اور اس کو کہا کہ بھیگنا مت بھائی۔‘‘ جب ایک آدمی کے ہاتھ پاؤں باندھ کر پانی میں ڈال دیا ہے تو اب اس کے اختیار میں کیا ہے کہ وہ پانی کو اپنے جسم پر نہ لگنے دے۔ ایک فارسی شاعر نے اس کا ترجمہ اس طرح کیا ہے......

؎ درمیانِ قعرِ دریا تختہ بندم کردہ ای
بازمیگوئی کہ دامن ترمکن ہوشیار باش

’’مشکیں کس کر تم نے دریا میں ڈال دیا ہے اور کہتے ہو بھیگنا مت۔‘‘ وہ بھیگے گا نہیں تو کیا کرے گا؟ تو جب سارے راستے اللہ تعالیٰ نے بند کر دیئے تو اب اگر وہ ایمان نہ لائے تو اس کا کیا قصور ہے؟ یہ ہے اشکال۔ اس کا جواب سمجھ لیں۔

جواب :

قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی سچی کتاب ہے اس نے ہر بات کو واضح کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے راستے ازل سے بند نہیں کیے بلکہ جب وہ گمراہی پر راضی ہو گئے اور حق قبول کرنے کے راستے انہوں نے خود بند کر لیے تو اللہ تعالیٰ نے اس پر مہر لگائی کہ تم جب گمراہی پر راضی ہو تو پھر ہم اسی طرح کر دیتے ہیں۔ چنانچہ سورہ حم۔ سجدہ آیت نمبر ۴-۵، پارہ ۲۴ میں ہے فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ’’پس اعراض کیا ان میں سے اکثر نے پس وہ نہیں سنتے اور کہا انہوں نے کہ ہمارے دل پردوں میں ہیں اور ہمارے کانوں میں ڈاٹیں ہیں اور ہمارے اور آپ کے درمیان پردہ

ہے پس آپ اپنا کام کرتے جائیں بے شک ہم اپنا کام کر رہے ہیں۔'' تو جب ان لوگوں نے اپنے لیے یہ پسند کر لیا تو اللہ تعالیٰ کا قانون ہے نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى [النساء:۱۱۸] ''ہم اس کو پھیر دیں گے اسی طرف جس طرف کا اس نے رخ کیا۔'' جدھر کوئی چلنا چاہتا ہے رب تعالیٰ اس کو ادھر ہی چلا دیتے ہیں جبر نہیں کرتا اس نے اپنا ضابطہ بتلایا فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ [سورۃ الکہف] ''پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے۔'' وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا [العنکبوت:۶۹] ''جو ہماری طرف چل کر آنا چاہتے ہیں ہم ان کو آنے کی توفیق دے دیتے ہیں۔'' اور فَلَمَّا زَاغُوْا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ [صف:۲۸] ''جب وہ ٹیڑھے چلے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا۔'' تو یہ چیزیں خود انہوں نے اپنے لیے تسلیم کی ہیں پسند کی ہیں یہ ان کے کسب کا نتیجہ ہے۔

فرمایا وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اور برابر ہے ان پر ءَاَنْذَرْتَهُمْ کیا آپ ان کو ڈرائیں اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ یا آپ ان کو نہ ڈرائیں لَا يُؤْمِنُوْنَ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ یہ ان کے متعلق ہے جنہوں نے ایمان نہیں لانا تھا اور جو ایمان لے آئے یا لائیں گے وہ الگ ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ جب آپ کا ڈرانا نہ ڈرانا برابر ہے تو پھر تبلیغ کا کیا فائدہ اور آپ کو تبلیغ کا حکم کیوں دیا ہے؟ اس کے جواب میں امام رازی وغیرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سَوَآءٌ عَلَيْكَ نہیں فرمایا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ فرمایا ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ آپ پر برابر ہے بلکہ فرمایا ہے کہ ان پر برابر ہے ان کے حق میں برابر ہے کہ آپ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ کا ثواب ملے گا۔ اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ بے شک آپ ڈرائیں اس کو جو پیروی کرتا ہے نصیحت کی، قرآن

پاک کی۔قرآن پاک کا نام فرقان بھی ہے ذکر بھی ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ [سورہ حجر:۱۴]

وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ اور جو ڈرا رحمٰن سے بن دیکھے۔رب تعالیٰ کی ذات کو نہ دیکھنے کے باوجود مومن یقین رکھتے ہیں کہ وہ قادر مطلق ہے مدبر عالم ہے ساری کائنات کو چلا رہا ہے فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ پس آپ خوش خبری سنا دیں ان کو جو قرآن پاک کی پیروی کرتے ہیں اور رب تعالیٰ سے بن دیکھے ڈرتے ہیں بخشش کی اور عمدہ اجر کی۔نفیس اجر کی خوش خبری ان کو سنا دیں۔ جنت کے کھانوں اور خوشبوؤں کا آج ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى بے شک ہم ہی مردوں کو زندہ کریں گے۔مشرکین مکہ بڑے زوردار انداز میں دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کرتے تھے کہتے تھے ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ذٰلِكَ رَجْعٌ بَعِيْدٌ [سورہ ق:۳] ''کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہو جائیں گے مٹی یہ لوٹ کر آنا تو بہت بعید ہے۔'' اور یہ بھی کہتے تھے هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ [مومنون:۳۶] ''بعید ہے یہ بات بعید ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔'' اور سورہ یٰسٓ میں ہے مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ''کون زندہ کرے گا ہڈیوں کو حالانکہ وہ بوسیدہ ہو چکی ہوں گی۔'' تو فرمایا بے شک ہم زندہ کریں گے مُردوں کو وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا اور ہم لکھتے ہیں یعنی فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم سے لکھتے ہیں جو نیکیاں بندہ آگے بھیجتا ہے۔

واٰثارھم کا مصداق :

وَاٰثَارَهُمْ ۔ اثار ، اثر کی جمع ہے۔جو پیچھے چھوڑ آیا ہے جو صدقہ جاریہ کر کے آیا ہے۔مسجد بنائی، دینی مدرسہ بنایا، مسافر خانہ بنایا، یتیم خانہ بنایا، دینی کتابیں لے کر

وقف کیں، قرآن وقف کیا، مسجد میں صفیں ڈلوادیں، نیک اولاد چھوڑ آیا ہے، شاگرد چھوڑ آیا ہے یا بُرے کام کی رسم ڈال آیا ہے، سینما بنا آیا، شراب خانہ چھوڑ آیا، بُری اولاد چھوڑ آیا ہے۔ بُری اولاد مرنے کے بعد اس کے ساتھ سانپ کی طرح لپٹے گی۔ تو فرمایا ہم لکھتے ہیں جو آگے بھیجا ہے یا جو پیچھے چھوڑ آیا ہے وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ اور ہر شے کا ہم نے احاطہ کیا ہوا ہے، ہر شے ہم نے شمار کر رکھی ہے ایسے دفتر میں جو کھلا ہے۔ اس دفتر کا نام لوح محفوظ ہے۔ اس میں ہر چیز کا ریکارڈ ہے اور قیامت والے دن اس کا ریکارڈ اس کے سامنے پیش کر دیا جائے گا۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ بندے کے سامنے اس کی چھوٹی چھوٹی باتیں پیش کی جائیں گی تو اس کے ہاتھوں کے طوطے اڑ جائیں گے۔ مثلاً پوچھا جائے گا اے بندے! تجھے یاد ہے کہ تو نے مسجد کی سیڑھیوں پر تھوکا تھا، تجھے یاد ہے کہ کیلے کا چھلکا تو نے راستے پھینکا تھا، تو لوگوں کے سامنے ننگے سر پھرتا تھا۔ تو یہ پریشان ہو جائے گا کہ اتنی چھوٹی چھوٹی باتیں بھی درج ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ چونکہ تیری نیکیوں کا پلہ بھاری ہے اس لیے میں نے تیری یہ تمام خطائیں معاف کر دی ہیں۔

بے لذت گناہ :

مسئلہ سمجھ لیں۔ مکان میں جو جالے لگے ہوتے ہیں یہ بھی گناہ ہے۔ مکان کی صفائی نہ کرنا گناہ ہے، مسجد کی صفائی نہ کرنا گناہ ہے، میلے کپڑے پہننا گناہ ہے، بدن کی صفائی نہ کرنا گناہ ہے۔ اسلام بڑا صاف ستھرا اور نظیف مذہب ہے افسوس ہے کہ ہم نے کافروں کی ساری برائیاں اپنے نام الاٹ کر لی ہیں اور ہماری ساری خوبیاں وہ لے گئے ہیں۔

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ
الْقَرْيَةِ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۳﴾ اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ
فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ قَالُوْا
مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ اِنْ
اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ﴿۱۵﴾ قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۶﴾
وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۷﴾ قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ لَئِنْ لَّمْ
تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸﴾ قَالُوْا
طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۱۹﴾
وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا
الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۰﴾ اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْـَٔلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۱﴾

وَاضْرِبْ اور آپ بیان کریں لَهُمْ ان کے لیے مَّثَلًا مثال
اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ بستی والوں کی اِذْ جَآءَهَا جس وقت آئے بستی والوں کے
پاس الْمُرْسَلُوْنَ بھیجے ہوئے اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ جس وقت بھیجے ہم نے ان کے
پاس اثْنَيْنِ دو فَكَذَّبُوْهُمَا پس جھلایا انہوں نے ان دونوں کو فَعَزَّزْنَا پس
ہم نے قوت دی بِثَالِثٍ تیسرے کے ذریعے فَقَالُوْٓا پس کہا انہوں نے اِنَّآ
اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ بے شک ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں قَالُوْا ان لوگوں نے کہا
مَآ اَنْتُمْ نہیں ہو تم اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا مگر بشر ہمارے جیسے وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ
نہیں نازل کی رحمٰن نے مِنْ شَيْءٍ کوئی چیز اِنْ اَنْتُمْ نہیں ہو تم اِلَّا تَكْذِبُوْنَ

مگر جھوٹ بولتے قَالُوْا انہوں نے کہا رَبُّنَا يَعْلَمُ ہمارا رب جانتا ہے اِنَّآ بے شک ہم اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ تمہاری طرف بھیجے ہوئے ہیں وَمَا عَلَيْنَآ اور نہیں ہے ہمارے ذمے اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ مگر پہنچا دینا کھول کر قَالُوْٓا ان لوگوں نے کہا اِنَّا بے شک ہم نے تَطَيَّرْنَا بِكُمْ نحوست حاصل کی ہے تمہاری وجہ سے لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا البتہ اگر تم باز نہ آئے لَنَرْجُمَنَّكُمْ البتہ ہم تمہیں پتھر مار مار کر ہلاک کر دیں گے وَلَيَمَسَّنَّكُمْ اور البتہ ضرور پہنچے گا تمہیں مِّنَّا ہماری طرف سے عَذَابٌ اَلِيْمٌ دردناک عذاب قَالُوْا انہوں نے کہا طَآئِرُكُمْ تمہاری نحوست مَّعَكُمْ تمہارے ساتھ ہے اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ اس وجہ سے کہ تمہیں نصیحت کی گئی ہے بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ بلکہ تم قوم ہو حد سے نکلی ہوئی وَجَآءَ اور آیا مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ شہر کے پرلے کنارے سے رَجُلٌ ایک آدمی يَّسْعٰى دوڑتا ہوا قَالَ کہا اس نے يٰقَوْمِ اے میری قوم اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ پیروی کرو پیغمبروں کی اتَّبِعُوْا پیروی کرو مَنْ ان کی لَّا يَسْئَلُكُمْ اَجْرًا جو نہیں مانگتے تم سے بدلہ وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ اور وہ ہدایت یافتہ ہیں۔

ربط آیات :

کل کے سبق میں تم نے پڑھا کہ آپ ﷺ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں یہ ایمان نہیں لائیں گے۔ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کو طبعی طور پر تکلیف ہوتی تھی اور ہونی بھی چاہیے تھی کہ میں ان کے فائدے کی بات کرتا ہوں اور ان سے مانگتا بھی کچھ نہیں ہوں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ان کو رب تعالیٰ کے احکام پہنچاتا ہوں اور یہ میری تکذیب کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کے سامنے مثال بیان

کریں۔ ضَرَبَ یَضْرِبُ کے متعدد معانی آتے ہیں۔ مارنے کا بھی اور بیان کرنے کا بھی وغیرہ۔ اور یہاں معنٰی بیان کرنے کا ہے وَاضْرِبْ لَهُمْ اور آپ بیان کریں ان کے سامنے مَثَلًا ایک مثال اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ بستی والوں کی اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ جس وقت آئے ان کے پاس بھیجے ہوئے۔ یہ کون سی بستی تھی؟ تو تمام تفسیروں میں موجود ہے کہ یہ انطاکیہ بستی تھی مصر میں اور یہ اب بھی موجود ہے۔

اذ جآء ھا المرسلون میں رسولوں سے کون مراد ہیں ؟

رسولوں سے کون مراد ہیں؟ تو اس کے متعلق دو تفسیریں منقول ہیں۔ ایک تفسیر یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے دو نمائندے بھیجے تھے ایک کا نام بُولَس اور دوسرے کا نام یوحنا تھا علیہما السلام۔ یہ بگڑے ہوئے نام ہیں اصل میں یونس اور یحیٰ تھے۔ یونس کو بولَس اور یحیٰ کو یوحنا بنا دیا گیا ہے۔ آج کل بائیبل کی کتابوں میں یوحنّا اور بولس ہی لکھا ہوا ہے۔ جیسے یعقوب آج کل جیکب اور یوسف کو جوزف اور اسحاق کو آئزک۔ یہ دونوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مخلص حواری تھے۔ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نمائندگی کرتے ہوئے حق کا پیغام پہنچایا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ جس وقت بھیجے ہم نے ان کے پاس دو فَكَذَّبُوْهُمَا ان لوگوں نے دو کو جھٹلایا کہ تم جھوٹے ہو فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ پس ہم نے قوت دی ایک تیسرے کے ساتھ۔ یہ تیسرے شمعون صِغار علیہ السلام تھے۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کے سردار اور رئیس تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان کی طرف اٹھائے جانے کے بعد یہی ان کے خلیفہ تھے۔ ان سب نے کہا فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ پس کہا انہوں نے بے شک ہم تمہاری طرف پیغام دے کر بھیجے گئے ہیں

ہماری بات سنو! قَالُوْا لوگوں نے کہا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا نہیں ہوتم مگر بشر انسان ہمارے جیسے وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَیْءٍ اور نہیں نازل کی رحمان نے کوئی چیز اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ نہیں ہوتم مگر جھوٹ بولتے۔تم جھوٹے ہو بھاگ جاؤ۔

تو ایک تفسیر یہ ہے کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شاگرد اور حواری تھے اور دوسری تفسیر علامہ اندلسی رحمہ اللہ جو بڑے اونچے درجے کے مفسر ہیں انہوں نے اپنی تفسیر البحر المحیط میں کی ہے۔علامہ اندلسی رحمہ اللہ متاخرین میں سے وسیع النظر مفسر گزرے ہیں۔اسی طرح حافظ ابن کثیر وغیرہ رحمہم اللہ یہ بزرگ فرماتے ہیں کہ یہ براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغمبر تھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نمائندے نہیں تھے۔اور یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے کا ہے۔کیونکہ دلیل سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے۔درمیان میں کوئی پیغمبر نہیں آیا۔قرینہ یہ ہے کہ جب انہوں نے کہا کہ ہم تمھاری طرف بھیجے ہوئے ہیں تو قوم نے کہا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا نہیں ہوتم مگر ہمارے جیسے انسان۔تو حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کفار نے ان کی بشریت کا انکار کیا ہے جو براہِ راست اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے۔پیغمبروں کے حواریوں اور صحابیوں کی بشریت کا انکار نہیں کیا۔تو ان لوگوں نے کہا کہ نہیں ہوتم مگر ہمارے جیسے بشر۔یہ قرینہ ہے کہ وہ براہِ راست اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے عیسیٰ علیہ السلام کے شاگرد نہیں تھے اور واقعہ عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے کا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی بشریت کا انکار کرنے والے :

نبی کی بشریت کے انکار کا سلسلہ پہلے شرعی پیغمبر کی بعثت ہی سے شروع ہوا ہے۔

سب سے پہلے نوح علیہ السلام کی قوم نے نوح کے متعلق کہا کہ بشر کیسے پیغمبر ہو گیا۔

تو فرمایا اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ [الاعراف: ۶۳] ''کیا تم نے تعجب کیا ہے اس بات پر کہ آئی ہے نصیحت تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک مرد پر جو تم میں سے ہے یعنی انسان ہے۔'' سورہ ہود پارہ ۱۲ آیت نمبر ۲۷ میں ہے فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا ''پس کہا سرداروں نے جو کافر تھے نوح علیہ السلام کی قوم میں سے ہم نہیں دیکھتے آپ کو مگر بشر انسان اپنے جیسا۔'' پہلی مشرک قوم نوح علیہ السلام کی ہے جنہوں نے کہا کہ بشر نبی نہیں ہوسکتا نبی کی بشریت کا انکار کیا۔ اس کے بعد یہ باطل مسلسل چلتا رہا ہے۔ ہود علیہ السلام کی قوم نے کہا مَا هٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ [مومنون: ۳۳] ''نہیں ہے یہ مگر ایک انسان تمہارے جیسا یہ کھاتا ہے وہ جو تم کھاتے ہو اور پیتا ہے جو تم پیتے ہو۔'' اور موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا [مومنون: ۴۸] ''کیا ہم ایمان لائیں دو آدمیوں پر جو ہمارے جیسے ہیں۔'' موسیٰ علیہ السلام ہمارے جیسے بشر ہیں ہارون بھی ہمارے جیسے بشر ہیں۔ ہم بشروں (آدمیوں) کی اطاعت کریں؟ بشر نبی ہو ہی نہیں سکتے۔

نوح علیہ السلام کے زمانے سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور تک کافروں مشرکوں کا یہی نظریہ رہا ہے کہ نبی بشر نہیں ہوسکتا۔ اور اس کی وجہ میں نے عرض کی تھی کہ چونکہ وہ اپنے آپ کو بشر سمجھتے تھے اور اپنی کمزوریاں ان کے سامنے تھیں جیسے ہم آپ بھی اپنے آپ کو بشر سمجھتے ہیں اور نری کمزوریاں ہمارے اندر ہیں۔ حالانکہ نبی حقیقتاً بشر ہیں اور ان کا مقام بہت بلند ہے اور ہمارا صرف غلاف بشر والا ہے۔ تو کافروں نے اپنے عیبوں اور کمزوریوں کو سامنے رکھ کر خیال کیا کہ نبی بشر نہیں ہوسکتا حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ نبی بشر

ہیں، انسان ہیں، آدمی ہیں۔ اور جو کہتے ہیں بشر نہیں ہیں یہ خود بشر نہیں ہیں آدمی نہیں ہیں۔ انسانیت بہت بلند چیز ہے صرف پڑھنے پڑھانے سے انسانیت نہیں آتی۔ شاعر ذوقؔ نے کیا خوب کہا ہے :

؎ آدمیت اور شے ہے علم ہے کچھ اور چیز

کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیواں ہی رہا

طوطا پڑھنے کی وجہ سے انسان تو نہیں بن جاتا۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

؎ ایں کہ می بینی خلاف آدم اند

نیستند آدم غلاف آدم اند

"یہ جن کو ہم دیکھتے ہیں آدمی نہیں ہیں ان پر تو آدمیت کی کھال چڑھی ہوئی ہے اندر آدمیت نہیں ہے۔" آدمیت، بشریت بہت بڑی چیز ہے۔ سورہ بنی اسرائیل آیت ۹۳ پارہ ۱۵ میں ہے کہ جب مشرکوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مطالبات کیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سونے کی کوٹھی ہو، باغ ہوں ان میں نہریں چلتی ہوں وغیرہ۔ تو اس کے جواب میں رب تعالیٰ نے فرمایا قُلْ "آپ کہہ دیں سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا پاک ہے میرا پروردگار نہیں ہوں میں مگر بشر رسول۔"

تو پیغمبروں کی بشریت کا انکار کیا گیا ہے ان کے نائبوں، قاصدوں اور صحابیوں کی بشریت کا انکار نہیں کیا گیا اگر وہ شاگرد اور قاصد ہوتے تو صحابی ہوتے تو وہ ان کی بشریت کا انکار نہ کرتے۔ تو علامہ اندلسی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ، ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے اسی کو ترجیح دی ہے کہ وہ براہِ راست پیغمبر تھے۔ لیکن دوسری تفسیر بھی بیان ہو سکتی ہے۔ تو لوگوں نے کہا کہ تم ہمارے جیسے بشر ہی ہو۔ رحمان نے کوئی شے نازل نہیں کی اور تم جھوٹ بولتے

ہو۔ قَالُوْا رَبُّنَا یَعْلَمُ ان پیغمبروں نے کہا ہمارا رب جانتا ہے۔ ضابطے کے مطابق فعل پہلے ہوتا ہے تو یَعْلَمُ رَبُّنَا ہونا چاہیے تھا مگر حصر پیدا کرنے کے لیے فاعل کو مقدم کیا ہے۔ معنٰی ہوگا ہمارا رب ہی جانتا ہے اِنَّآ اِلَیْکُمْ لَمُرْسَلُوْنَ بے شک ہم تمہاری طرف البتہ بھیجے ہوئے ہیں تم مانو یا نہ مانو۔ ہماری تصدیق کرو یا تکذیب کرو ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں وَمَا عَلَیْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ اور نہیں ہے ہمارے ذمے مگر پہنچانا بات کو کھول کر۔ ہمارا فریضہ ہے کہ توحید و رسالت اور قیامت وغیرہ کے جتنے مسائل ہیں وہ تمہیں کھول کر وضاحت کے ساتھ سمجھا دیں منوانا ہمارا کام نہیں ہے۔ منوانا پیغمبر کے منصب میں داخل نہیں ہے۔ اگر منوانا پیغمبر کے اختیار میں ہوتا تو آدم علیہ السلام اپنے بیٹے قابیل سے منوا لیتے۔ نوح علیہ السلام اپنے بیٹے کنعان اور بیوی سے ایمان تسلیم کروا لیتے۔ ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ آزر کو ایمان کی دولت سے مالا مال کر دیتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مہربان چچا ابو طالب کا سینہ کھول کر ایمان سے بھر دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ [قصص:۵۶] ''اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ہدایت نہیں دے سکتے جس کے ساتھ آپ کی محبت ہو لیکن اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔'' تو اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے کہا ہمارے ذمہ صرف بات کو کھول کر پہنچانا ہے قَالُوْٓا وہاں کے باشندوں نے کہا اِنَّا تَطَیَّرْنَا بِکُمْ بے شک ہم نے بدفالی حاصل کی ہے تمہاری وجہ سے، تمہاری وجہ سے نحوست ہمارے اوپر پڑی ہے لَئِنْ لَّمْ تَنْتَھُوْا اگر تم باز نہ آئے لَنَرْجُمَنَّکُمْ تو ہم تمہیں پتھر مار مار کر ہلاک کر دیں گے وَلَیَمَسَّنَّکُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِیْمٌ اور البتہ ضرور پہنچے گا تمہیں ہماری طرف سے عذاب دردناک۔ ہم تمہیں سخت سزا دیں گے۔

پرندے کے اڑنے سے نیک فالی یا بدفالی حاصل کرنا :

طائر پرندے کو کہتے ہیں اور تَطَیُّر کا معنٰی ہوتا ہے پرندہ اڑانا۔ مشرک لوگ جب کسی کام کے لیے جاتے تھے تو ان کے گھر کے پاس جو درخت ہوتا تھا اس کو پتھر مارتے تھے۔ اگر پرندے دائیں طرف اڑتے تو ان کے خیال کے مطابق یہ اچھی فال ہوتی تھی کہ کام ہو جائے گا اور اگر پرندے بائیں طرف اڑتے تو ان کے خیال کے مطابق یہ بُری فال ہوتی تھی کہ کام نہیں ہوگا۔ یہ ان کی جہالت تھی اس لیے کہ پرندے کے اڑنے کا ان کے کام کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ کوئی شرعی تعلق ہے، کوئی منطقی تعلق ہے، کوئی عرضی تعلق ہے؟ وہ پرندہ ہے اس نے بدحواس ہو کر کسی طرف تو اڑنا ہے دائیں اُڑے گا یا بائیں اُڑے گا۔ تو وہ پتھر مار کر پرندے اڑاتے اور اس سے نیک فالی یا بدفالی حاصل کرتے۔ جیسے آج کل بعض جاہل لوگ ہیں کہ چھت پر کوا بولے تو کہتے ہیں مہمان آئیں گے۔ یاد رکھنا! اسلام بڑا صاف ستھرا مذہب ہے کسی تو ہم پرستی کو قریب نہیں آنے دیتا اور تو ہم پرستی عورتوں میں بہت زیادہ ہے۔

کل ایک بی بی آئی اور کہنے لگی کہ میرا سات دن کا بچہ ہے۔ ایک عورت آئی اس کے بچے کے گلے میں تعویذ تھا جس کی وجہ سے میرا بچہ بیمار ہو گیا ہے۔ بھائی! سوال یہ ہے کہ بی بی کے آنے سے کیا ہو گیا اور بچے کے گلے کے تعویذ کا تیرے بچے پر کیا طوفان آن پڑا؟ شرک بُری چیز ہے۔ ان چیزوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ تو تطیر کا معنٰی ہے پرندہ اڑانا۔ اس کا لازمی معنٰی ہو گا بدفالی حاصل کرنا کہ یہ بدفالی اور نحوست تمہاری وجہ سے ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جب ان لوگوں نے پیغمبروں کی نافرمانی کی تو بارشیں رک گئیں، فصلوں کی پیداوار کم ہو گئی، پھلوں میں کمی آئی۔ یہ سب کچھ وہ پیغمبروں کے ذمے لگاتے

تھے کہ تم آئے ہو تو یہ نحوست پڑی ہے۔ قَالُوْا پیغمبروں نے کہا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ یہ تمہاری نحوست تمھارے ساتھ ہے۔ جس نحوست کی نسبت تم ہماری طرف کرتے ہو وہ ہماری وجہ سے نہیں بلکہ خود تمہاری وجہ سے ہے تم اپنے گریبان میں جھانکو۔ تم نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی، رب تعالیٰ کے احکام کا انکار کیا، اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی مخالفت کی، ایمان نہیں لائے، یہ تمہیں اس کی سزا مل رہی ہے۔ لیکن مصیبت یہ ہے کہ انسان اپنی غلطی کبھی تسلیم نہیں کرتا۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ لوگوں میں سب سے بڑا فسادی وہ ہے جس کو اپنے عیب نظر نہ آئیں اور وہ دوسروں کے عیب ڈھونڈتا پھرے۔ علمائے کرام نے کہا ہے کہ سب سے مشکل کام اپنی اصلاح ہے اور سب سے آسان کام دوسروں پر اعتراض و تنقید کرنا ہے۔ اگر اپنی اصلاح آسان ہوتی تو آنحضرت ﷺ کی ڈیوٹی وَيُزَكِّيهِمْ "اور وہ تزکیہ کرتے ہیں۔" نہ ہوتی۔ آپ ﷺ کو تزکیہ نہ کرنا پڑتا۔ بزرگان دین نے صحیح شرعی دائرے میں رہ کر بڑی ریاضتیں کی ہیں۔ بعض نادان قسم کے لوگ ان ریاضتوں کو بدعت کہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر یہ سنت ہوتیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ضرور کرتے۔ بھئی! جو شخص ایمان کی حالت میں اخلاص کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی مجلس مبارک میں دو منٹ کے لیے بیٹھ گیا اس کے دل کی ایسی صفائی ہو جاتی تھی کہ بعد میں سو سال کی ریاضتوں سے بھی وہ صفائی حاصل نہیں ہوتی۔ آپ ﷺ کی تعلیم اور مجلس کی برکت سے دل کا میل کچیل دور ہو جاتا تھا۔ اس وقت ریاضتوں کی ضرورت ہی نہیں پڑتی تھی۔ ریاضت خود مقصود نہیں ہے بلکہ مقصود تزکیہ قلب ہے۔ اب اس کی صفائی کے لیے ریاضتوں اور مجاہدوں کی ضرورت ہے مگر شرعی دائرے میں رہ کر۔ بزرگوں نے نہ کبھی جماعت کے ساتھ نماز

چھوڑی ہے نہ روزہ۔ وہ قرآن کریم کی تلاوت کرتے تھے اور ذکر کرتے تھے۔ اور میں ان بھنگی، چرسی گھنگرو پہن کر ڈھول کی تھاپ پر ناچنے والوں کی بات نہیں کر رہا۔ بھلا ولی ایسے ہوتے ہیں۔ ولیوں کی اللہ تعالیٰ نے نشانی بتلائی ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ [یونس: ۶۳] ''وہ جو ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔'' ایمان ہو، اخلاص ہو، اتباعِ سنت ہو، یہ ولی کی نشانی ہے۔

تو پیغمبروں نے فرمایا کہ یہ نحوست خود تمہاری وجہ سے ہے اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ کیا اس لیے تم پر نحوست پڑی ہے کہ تمہیں نصیحت کی گئی ہے، رب تعالیٰ کے احکامات تمہیں پہنچائے گئے ہیں۔ تو نصیحت کی وجہ سے نحوست آتی ہے بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ بلکہ تم قوم ہو حد سے نکلی ہوئی۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ وہ غنڈے بدمعاش آپے سے باہر ہو گئے پیغمبران کے گھیرے میں آگئے۔ کہنے لگے ہم نے تمہیں ختم کرنا ہے، قتل کر دینا ہے چھوڑنا نہیں ہے۔

شہر کے پرلے کنارے حبیب بن اسرائیل نجار رہتا تھا وہ ترکھان تھا۔ وہ پیغمبروں کا کلمہ پڑھ چکا تھا۔ اس کو کسی نے جا کر اطلاع دی کہ تم یہاں آری تیشہ چلا رہے ہو اور تمہارے ساتھی وہاں قابو آئے ہوئے ہیں۔ اس نے اسی حالت میں دوڑ لگا دی۔ وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ اور آیا ایک آدمی شہر کے پرلے کنارے سے يَّسْعٰى دوڑتا ہوا۔ اور آ کر قوم کو سمجھانے کی کوشش کی۔ قَالَ کہا اس نے يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ اے میری قوم پیروی کرو پیغمبروں کی۔ یہ تمہیں کفر و شرک کے اندھیروں سے نکال کر توحید کی روشنی میں لانا چاہتے ہیں تاکہ تم آخرت کے دائمی عذاب سے بچ جاؤ یہ تمہارے خیر خواہ ہیں۔ حبیب نجار نے یہ بھی کہا اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْئَلُكُمْ اَجْرًا پیروی

کرو تم ان کی جو تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتے وہ تمہاری بے لوث خدمت کر رہے ہیں وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ اور وہ ہدایت یافتہ ہیں۔ آگے ذکر آ رہا ہے کہ ان لوگوں نے کہا کہ پہلے اس کو پکڑو۔ اس کو نیچے لٹا کر سب اس کے اوپر چڑھ گئے کہ اس کی انتڑیاں پاخانے کے راستے باہر نکل آئیں اور وہ شہید ہو گیا۔ حق کے لیے اس نے قربانی دے دی۔ نوجوانو! اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اس نے ہمیں بغیر کسی تکلیف اور مصیبت کے حق عطا کیا ہے حق سے، ایمان سے، اسلام سے، کلمے سے زیادہ قیمتی شے دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں سستے طریقے سے دے دیا ہے کہ مسلمان والدین کے گھر پیدا ہوئے کہ کوئی محنت مشقت نہیں کرنی پڑی۔

وَمَالِيَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٢٢﴾ ءَاَتَّخِذُ مِنْ
دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً اِنْ يُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّيْ شَفَاعَتُهُمْ
شَيْـًٔا وَّلَا يُنْقِذُوْنِ ﴿٢٣﴾ اِنِّيْٓ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٢٤﴾ اِنِّيْٓ اٰمَنْتُ
بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ ﴿٢٥﴾ قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ۭ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ
يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٦﴾ بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿٢٧﴾ وَمَآ
اَنْزَلْنَا عَلٰي قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَمَا كُنَّا
مُنْزِلِيْنَ ﴿٢٨﴾ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ ﴿٢٩﴾
يٰحَسْرَةً عَلَي الْعِبَادِ ۚ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ
يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٣٠﴾ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ
اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿٣١﴾ وَاِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿٣٢﴾ ع ٢

وَمَالِيَ اور کیا ہوگیا ہے مجھے لَآ اَعْبُدُ کہ میں نہ عبادت کروں الَّذِیْ
اس ذات کی فَطَرَنِیْ جس نے مجھے پیدا کیا ہے وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ اور
اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے ءَاَتَّخِذُ کیا میں بنالوں مِنْ دُوْنِہٖ اس
سے نیچے اٰلِهَةً معبود اِنْ یُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ اگر ارادہ کرے میرے
متعلق رحمان بِضُرٍّ ضرر پہنچانے کا لَّا تُغْنِ عَنِّیْ نہیں کام آسکتی
میرے شَفَاعَتُهُمْ ان کی سفارش شَیْئًا کچھ بھی وَّلَا یُنْقِذُوْنِ اور نہ
وہ مجھے چھڑا سکیں گے اِنِّیْٓ بے شک میں اِذًا اس وقت لَّفِیْ ضَلٰلٍ

مُّبِيْنٍ البتہ کھلی گمراہی میں ہو جاؤں گا اِنِّيْٓ اٰمَنْتُ بے شک میں ایمان لایا
بِرَبِّكُمْ تمہارے رب پر فَاسْمَعُوْنِ پس تم میری بات سنو قِيْلَ ادْخُلِ
الْجَنَّةَ کہا گیا اس کو داخل ہو جا جنت میں قَالَ اس نے کہا يٰلَيْتَ قَوْمِيْ
يَعْلَمُوْنَ کاش کہ میری قوم جان لے بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ کہ بخش دیا ہے
مجھے میرے رب نے وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ اور کر دیا ہے مجھے عزت
والوں میں سے وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰي قَوْمِهٖ اور نہیں نازل کیا ہم نے ان کی قوم پر
مِنْۢ بَعْدِهٖ اس کے بعد مِنْ جُنْدٍ کوئی لشکر مِّنَ السَّمَاۗءِ آسمان سے وَمَا
كُنَّا مُنْزِلِيْنَ اور نہ ہم نازل کرنے والے تھے اِنْ كَانَتْ نہیں تھی اِلَّا
صَيْحَةً وَّاحِدَةً مگر ایک چیخ فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ پس اچانک وہ سب
آگ کی طرح بجھ گئے يٰحَسْرَةً عَلَي الْعِبَادِ ہائے افسوس ان لوگوں پر مَا
يَاْتِيْهِمْ نہیں آیا ان کے پاس مِّنْ رَّسُوْلٍ کوئی رسول اِلَّا كَانُوْا بِهٖ
يَسْتَهْزِءُوْنَ مگر وہ اس کے ساتھ ٹھٹھا کرتے تھے اَلَمْ يَرَوْا کیا نہیں
دیکھا انہوں نے كَمْ اَهْلَكْنَا کتنی ہم نے ہلاک کیں قَبْلَهُمْ ان سے
پہلے مِّنَ الْقُرُوْنِ جماعتیں اَنَّهُمْ بے شک وہ اِلَيْهِمْ ان کی طرف
لَا يَرْجِعُوْنَ نہیں لوٹیں گی وَاِنْ كُلٌّ اور نہیں ہیں سب کے سب لَّمَّا
مگر جَمِيْعٌ اکٹھے لَّدَيْنَا ہمارے پاس مُحْضَرُوْنَ حاضر کیے جائیں
گے۔

ربطِ آیات :

ان سے پہلی آیات میں تم نے یہ واقعہ سنا کہ مصر کے مشہور شہر انطاکیہ (جو صدیوں سے آباد چلا آرہا ہے) میں اللہ تعالیٰ نے دو پیغمبر بھیجے عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے۔ ان دو پیغمبروں نے پوری قوت و طاقت صرف کر کے ان لوگوں کی اصلاح کی کوشش کی۔ اللہ تعالیٰ کی توحید سمجھائی، رسالت کا مسئلہ سمجھایا، قیامت کا مسئلہ سمجھایا۔ لیکن جب قسمت بد ہو جائے تو پھر کوئی بات سمجھ نہیں آتی۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے تیسرا پیغمبر بھیجا تینوں پیغمبروں نے دن رات ایک کر کے ان لوگوں کو حق سمجھایا لیکن وہ لوگ ان کے سمجھانے سے تنگ آگئے اور ان تینوں پیغمبروں کو گھیر لیا کہ ہم تمہاری لا الہ الا اللہ کی رٹ سن سن کر تنگ آگئے ہیں۔ سب بدمعاش، غنڈے پیغمبروں کے اردگرد جمع ہو گئے کہ آج ہم نے تمہارا کام تمام کرنا ہے۔ پیغمبر کا حوصلہ بہت بڑا ہوتا ہے۔ وہ جان قربان کر دیتے ہیں مگر حق کی تبلیغ سے باز نہیں آتے۔

اس دوران میں حبیب بن اسرائیل نجار رحمۃ اللہ علیہ شہر کے پرلے کنارے سے پیغمبروں کی معاونت کے لیے پہنچ گیا۔ اس نے دیکھا کہ واقعی پیغمبر بدمعاشوں کے گھیرے میں آئے ہوئے ہیں تو اس نے قوم کو سمجھایا کہ پیغمبروں کی پیروی کرو ان کی پیروی کرو جو تم سے کچھ نہیں مانگتے اور وہ ہدایت یافتہ ہیں۔ رب تعالیٰ نے ان کو بھیجا ہے اور فرمایا وَمَالِيَ اور مجھے کیا ہو گیا ہے لَآ اَعۡبُدُ الَّذِیۡ فَطَرَنِیۡ کہ میں نہ عبادت کروں اس ذات کی جس نے مجھے پیدا کیا ہے۔ اس کا انداز تبلیغ دیکھو! کہنا تو یہ چاہیے تھا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اس ذات کی عبادت نہیں کرتے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ لیکن اس طرح کے خطاب سے چڑ پیدا ہوتی ہے اس لیے اس نے اپنے آپ کو خطاب کیا

بہت احسن طریقہ اختیار کیا کہ مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں اس ذات کی عبادت نہ کروں کہ جس نے مجھے پیدا کیا ہے وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ یہ سارا تمہارا کیا دھرا تمہارے سامنے آئے گا ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِہٖٓ اٰلِھَۃً کیا میں بنالوں اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے الٰہ، حاجت روا، مشکل کشا، فریاد رس، دست گیر اِنْ یُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ اگر ارادہ کرے میرے متعلق رحمٰن ضرر کا مجھے کوئی نقصان پہنچانے کا لَّاتُغْنِ عَنِّیْ شَفَاعَتُھُمْ شَیْئًا نہیں کام آسکتی میرے ان کی سفارش کچھ بھی۔ اگر میرا رب مجھے دکھ پہنچانا چاہے تو یہ بناوٹی خدا میرا کچھ بھی نہیں کر سکتے وَّلَا یُنْقِذُوْنِ۔ یہ اصل میں یُنْقِذُوْنِیْ تھا، یا گرادی گئی ہے۔ معنٰی ہوگا اور نہ وہ مجھے چھڑا سکتے ہیں نہ بچا سکتے ہیں۔ اصل میں تو وہ ان کو سمجھا رہا تھا کہ یہ جو تم نے اللہ تعالیٰ سے نیچے معبود بنا رکھے ہیں اگر تمہیں اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف دے تو یہ تمہیں نہیں بچا سکتے ہیں اور نہ ہی ان کی سفارش کام آئے گی مگر خطاب اپنے آپ کو کیا کہ چڑ نہ پیدا ہو۔

ابو داؤد شریف اور ترمذی شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ گدھے پر سوار تھے (آپ ﷺ نے گدھے کی بھی سواری کی ہے، خچر، اونٹ اور گھوڑے کی بھی سواری کی ہے۔) اور آپ ﷺ کے پیچھے آپ ﷺ کے چچا زاد بھائی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سوار تھے۔ ان کی عمر تو اس وقت بہت کم تھی۔ جب آپ ﷺ دنیا سے رخصت ہوئے ہیں تو ان کی عمر مبارک دس سال تھی مگر حافظہ بڑا قوی تھا بہت سمجھ دار تھے۔ بات کی طرف توجہ بھی کرتے تھے اور قبول بھی کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے اسی حالت میں تبلیغ شروع کر دی۔ فرمایا یا غلام اے عزیز برخوردار! اِحْفَظِ اللّٰہَ یَحْفَظْکَ ''اللہ تعالیٰ کے جو حق آپ کے ذمہ ہیں آپ ان کی حفاظت کریں اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت

کرے گا وَ اِذَا سَاَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰہ اور جب مانگے تو اللہ تعالیٰ سے مانگے، جب کوئی سوال کرنا ہو تو اللہ تعالیٰ سے کریں وَ اِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ اور جب مدد مانگنی ہو تو اللہ تعالیٰ سے مانگیں۔ اور یاد رکھو کہ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لیے کوئی دکھ لکھا ہوا ہے تو ساری دنیا مل کر بھی اس دکھ کو دور نہیں کر سکتی اور اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لیے سکھ لکھا ہے تو ساری دنیا مل کر بھی اسے چھین نہیں سکتی جَفَّ الْقَلَمُ قلم تقدیر خشک ہو چکا ہے۔ اس کے ساتھ جو لکھا گیا ہے وہی ہوگا۔'' تو اللہ تعالیٰ کے بغیر نہ کوئی ضار ہے اور نہ کوئی نافع ہے۔'' تو فرمایا کہ اگر رحمان ارادہ کرے میرے متعلق ضرر کا تو یہ بناوٹی خدا نہ مجھے بچا سکتے ہیں اور نہ ان کی سفارش کام آ سکتی ہے۔ اگر میں اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی عبادت شروع کر دوں ان کو الٰہ بنا لوں اِنِّیْٓ اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ بے شک اس وقت میں کھلی گمراہی میں ہو جاؤں گا۔ کیسے عمدہ پیرائے میں ان کو بات سمجھائی اِنِّیْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ بے شک میں ایمان لایا تمہارے رب پر فَاسْمَعُوْنِ پس تم میری بات سنو اور پیغمبروں پر ایمان لے آؤ۔ انہوں نے جب یہ کھری کھری باتیں حبیب بن سرائیل نجار رحمۃ اللہ علیہ کی سنیں تو انہوں نے کہا کہ پیغمبروں کا کام بعد میں کریں گے پہلے اس کا کانٹا نکالو۔ چنانچہ غنڈوں نے ان کو پکڑ کر زمین پر لٹایا اس کے پیٹ پر چڑھ گئے اچھلتے کودتے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پاخانے کے راستے سے اس کی انتڑیاں باہر آ گئیں اور وہ شہید ہو گیا قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ اس کو کہا گیا جنت میں داخل ہو جاؤ۔

سماعِ موتیٰ اور قبر میں سوال وجواب :

مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ مرنے کے بعد جنت یا دوزخ کے ساتھ تعلق قائم ہو جاتا ہے۔ بخاری شریف اور مسلم شریف کی روایت ہے کہ بندہ جب قبر میں رکھا

جاتا ہے اور اس کے ساتھی وہاں سے چلے جاتے ہیں ابھی وہ ان جانے والوں کی جوتیوں کی کھٹکھٹاہٹ ہی سن رہا ہوتا ہے کہ اچانک اس کے پاس دو فرشتے آجاتے ہیں۔ مومنوں کے پاس جو فرشتے آتے ہیں وہ مبشر بشیر اور کافروں کے پاس منکر نکیر آتے ہیں اور پوچھتے ہیں مَنْ رَبُّكَ مَنْ نَبِيُّكَ مَا دِيْنُكَ مومن ایمان کی برکت سے نہایت اطمینان کے ساتھ جواب دیتا ہے رَبِّيَ اللّٰهُ نَبِيِّ مُحَمَّدٌ دِيْنِيَ الْاِسْلَام ''میرا رب اللہ ہے، میرے نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں، میرا دین اسلام ہے۔'' اس کے بعد دوزخ کی طرف سے کھڑکی کھلتی ہے تو مومن گھبرا جاتا ہے کہ میں نے جواب تو صحیح دیئے ہیں یہ جہنم کی آگ کا سلسلہ کیا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں کہ مت ڈرو یہ تمہیں احساس دلانے کے لیے دکھایا ہے کہ اگر تم ایمان نہ لاتے نیکیاں نہ کرتے تو تمہارا یہ ٹھکانا ہوتا۔ اب تمہارا یہ ٹھکانا نہیں ہے اس کے بعد پھر جنت کی طرف سے کھڑکی کھول دی جاتی ہے۔ مزے کر کھا پی سب کچھ کرتا پھر۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ قبر جنت کے باغوں میں سے باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے گڑھا ہے۔ تو جنت سے مراد برزخ میں جنت کا احساس ہے۔ اس کو رب تعالیٰ نے ایسا قبول فرمایا کہ فرمایا اے میرے بندے جنت میں داخل ہو جاؤ وہ جنت میں جا پہنچا قَالَ اس نے کہا يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ کاش کہ میری قوم جان لے بِمَا اس چیز کو غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ جس چیز کی وجہ سے میرے رب نے مجھے بخشا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان، اس کے پیغمبروں پر ایمان، آخرت پر ایمان اور نیک اعمال کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے میری بخشش فرمائی ہے۔ کاش کہ میری قوم بھی ایمان لے آئے اور پیغمبروں کی تصدیق کرے وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ اور کر دیا ہے مجھے اللہ تعالیٰ

نے عزت والوں میں سے کہ اب میں جنت میں مزے کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وَمَآ اَنۡزَلۡنَا عَلٰی قَوۡمِهٖ اور نہیں اتارا ہم نے اس کی قوم پر مِنۡۢ بَعۡدِهٖ اس کی شہادت کے بعد مِنۡ جُنۡدٍ مِّنَ السَّمَآءِ کوئی لشکر آسمان سے وَمَا كُنَّا مُنۡزِلِيۡنَ اور نہ ہم اتارنے والے ہیں کہ وہاں اتارنے کی ضرورت نہیں تھی۔

آسمان سے انسانوں کی مدد کے لیے فرشتوں کا اترنا :

ورنہ کئی مواقع پر اللہ تعالیٰ نے آسمان سے فرشتے نازل فرمائے ہیں۔ خندق کے موقع پر، حنین کے موقع پر، بدر میں۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے دو آدمیوں کو دیکھا سفید لباس انہوں نے پہنا ہوا ہے پگڑیاں بھی سفید ہیں گھوڑوں پر ہیں چابک ان کے ہاتھ میں ہیں جس آدمی کو مارتے ہیں وہ پھڑک کے گر پڑتا ہے جس کافر کو مارتے ہیں وہ پھڑک کے گر پڑتا ہے۔ ان میں سے ایک نے کہا اَقْدِمْ هَیْزُوْم "ہیزوم آگے بڑھو۔" میں بڑا حیران ہوا کہ یہ کون ہے ہمارے ساتھ جو ساتھی آئے تھے ان کو تو میں پہچانتا ہوں ان میں سے تو نہیں ہیں۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک جبرائیل علیہ السلام تھے اور دوسرے میکائیل علیہ السلام تھے اور ہیزوم اس گھوڑے کا نام ہے جس پر جبرائیل علیہ السلام سوار تھے۔ تو اگر ضرورت ہو تو اللہ تعالیٰ آسمان سے فرشتے بھی اتارتے ہیں۔ ظفر علی خاں مرحوم نے کیا خوب کہا ہے

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

فرشتے تو اترنے کو تیار ہیں تمہارے اندر بھی تو کچھ ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

اِنۡ كَانَتۡ اِلَّا صَيۡحَةً وَّاحِدَةً نہیں تھی مگر ایک چیخ۔ جبرائیل علیہ السلام نے ایک چیخ ماری فَاِذَا هُمۡ خٰمِدُوۡنَ پس اچانک وہ سب کے سب بجھنے والے ہو گئے، سارے کے سارے بھسم ہو گئے ان مجرموں کا ایک بچہ بھی نہ بچا جو پیغمبروں کو شہید کرنے کے درپے تھے رب تعالیٰ نے ان سب کا خاتمہ کر دیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں يٰحَسۡرَةً عَلَى الۡعِبَادِ اے افسوس ان لوگوں پر مَا يَاۡتِيۡهِمۡ مِّنۡ رَّسُوۡلٍ نہیں آیا ان کے پاس کوئی رسول اِلَّا كَانُوۡا بِهٖ يَسۡتَهۡزِءُوۡنَ مگر وہ اس کے ساتھ ٹھٹھا کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی تشریف لائی تو ان کے ساتھ بھی لوگوں نے ٹھٹھا کیا۔ سورۃ الانبیاء آیت ۳۶ پارہ نمبر ۱۷ میں ہے اَهٰذَا الَّذِيۡ يَذۡكُرُ اٰلِهَتَكُمۡ ''کیا یہی شخص ہے جو ذکر کرتا ہے تمہارے معبودوں کا۔'' یہ تمہارے معبودوں کی تردید کرتا ہے اس کے پاس کیا ہے؟ سونا چاندی ہے، کوئی کوٹھی ہے؟ پھر کہنے لگے اللہ تعالیٰ کو کوئی مال دار تاجر نظر نہیں آتا تھا کہ اس کو نبی بنا دیتا لَوۡلَا نُزِّلَ هٰذَا الۡقُرۡاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الۡقَرۡيَتَيۡنِ عَظِيۡمٍ [زخرف: ۳۱] ''کیوں نہیں اتارا گیا یہ قرآن کسی بڑے آدمی پر دو بستیوں میں سے۔''

اس وقت جدہ تو تھا نہیں بستیوں سے مراد مکہ مکرمہ اور طائف ہے۔ مکہ مکرمہ میں ولید بن مغیرہ بڑا مال دار آدمی تھا اور اس کے تیرہ جوان بیٹے تھے خود بھی بڑا صحت مند تھا بیٹوں میں بیٹھا ہوا ان کا بھائی ہی لگتا تھا سارے لوگ اس کا احترام کرتے تھے۔ اس کے بیٹوں میں سے تین مسلمان ہوئے۔ ایک خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جو اسلام کے مشہور جرنیل ہیں فاتح شام۔ دوسرا ولید بن ولید اور تیسرا ہشام بن ولید رضی اللہ عنہ۔ باقی دس باپ کے ساتھ کفر کی حالت پر مرے ہیں۔ اور طائف کا سردار تھا عروہ بن مسعود ثقفی۔ یہ بھی بعد میں رضی اللہ

تعالیٰ عنہ ہو گئے تھے۔ تو کہنے لگے کہ قرآن اتارنا ہی تھا تو مکے اور طائف کے کسی سردار پر اتارتا اللہ تعالیٰ کو یہ یتیم ہی نظر آیا تھا۔ تو وہ لوگ پیغمبروں کے ساتھ ٹھٹھا کرتے رہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلَمْ یَرَوْا کَمْ اَہْلَکْنَا قَبْلَہُمْ کیا نہیں دیکھا انہوں نے کتنی ہلاک کیں ہم نے ان سے پہلے مِنَ الْقُرُوْنِ جماعتیں اَنَّہُمْ اِلَیْہِمْ لَا یَرْجِعُوْنَ بے شک وہ جماعتیں ان کی طرف لوٹ کر نہیں آئیں گی وَاِنْ کُلٌّ اور نہیں ہیں سب کے سب لَمَّا جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ مگر اکٹھے ہمارے سامنے حاضر کیے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت ہوگی اور یہ سب کے سب خَاشِعَۃً اَبْصَارُہُمْ تَرْہَقُہُمْ ذِلَّۃٌ [المعارج:۴۴] ''نگاہیں ان کی پست ہوں گی ان پر ذلت سوار ہوگی۔'' مومنوں کی گردنیں بلند ہوں گی۔ پیغمبروں کا حمایتی تو شہید ہو گیا مگر بعد میں اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو تباہ و برباد کر دیا جو پیغمبروں کے خلاف کاروائی کرنا چاہتی تھی۔

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ۚۖ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ ﴿۳۴﴾ لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ؕ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ۚۖ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۳۸﴾ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ﴿۳۹﴾ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿۴۰﴾ وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۴۱﴾ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿۴۴﴾

وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اور ان لوگوں کے لیے ایک نشانی الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ مردہ زمین ہے اَحْيَيْنٰهَا زندہ کردیا ہم نے اس کو وَاَخْرَجْنَا اور نکالا ہم نے مِنْهَا اس زمین سے حَبًّا اناج فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ پس اس سے وہ کھاتے ہیں وَجَعَلْنَا اور بنائے ہم نے فِيْهَا اس میں جَنّٰتٍ باغات مِّنْ نَّخِيْلٍ کھجوروں کے وَّاَعْنَابٍ اور انگوروں کے وَّفَجَّرْنَا اور چلائے

ہم نے فِيْهَا اس میں مِنَ الْعُيُوْنِ چشمے لِيَأْكُلُوْا تاکہ یہ کھائیں مِنْ ثَمَرِهٖ اس کے پھل سے وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ اور نہیں بنایا اسے اس کے ہاتھوں نے اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ کیا پس یہ لوگ شکر ادا نہیں کرتے سُبْحٰنَ الَّذِيْ پاک ہے وہ ذات خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا جس نے پیدا کیے جوڑے سب کے سب مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ اس چیز سے جس کو زمین اگاتی ہے وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ اور ان میں سے وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ اور ان چیزوں میں سے جن کو یہ نہیں جانتے وَاٰيَةٌ لَّهُمُ اور ان کے لیے نشانی ہے الَّيْلُ رات نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ کھینچ لیتے ہیں ہم اس سے دن کو فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ پس وہ اندھیرے میں ہو جاتے ہیں وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا اور سورج چلتا ہے اپنے راستے پر ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ یہ اندازہ ٹھہرایا ہوا ہے زبردست جاننے والی ذات کا وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ اور چاند کو ہم نے بانٹ دی ہیں منزلیں حَتّٰى عَادَ یہاں تک وہ لوٹتا ہے كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ پرانی ٹہنی کی طرح لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ نہ سورج کو مناسب ہے اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ کہ وہ پالے چاند کو وَلَا الَّيْلُ اور نہ رات سَابِقُ النَّهَارِ سبقت کرنے والی ہے دن سے وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ اور سب کے سب اپنے مدار میں تیرتے ہیں وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اور ایک نشانی ان کے لیے ہے اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ بے شک ہم نے سوار کیا انسانوں کی نسل کو فِي

الْفُلْکِ الْمَشْحُوْنِ بھری ہوئی کشتی میں وَخَلَقْنَا لَهُمْ اور ہم نے پیدا کیا ان کے لیے مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ اس جیسی کشتیوں سے جن پر سوار ہوتے ہیں وَاِنْ نَّشَاْ اور اگر ہم چاہیں نُغْرِقْهُمْ ان کو غرق کردیں فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ پس کوئی فریاد کو پہنچنے والا نہ ہو وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ اور نہ ہی وہ چھڑائے جائیں گے اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا مگر ہماری رحمت ہے وَمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ اور فائدہ اٹھانے کا سامان ہے ایک وقت تک۔

ماقبل سے ربط :

کل کے سبق میں تم نے پڑھا کہ جن لوگوں نے پیغمبروں کی مخالفت کی اور ان کے حواری کو شہید کیا اللہ تعالیٰ نے ان کو تباہ و برباد کردیا۔ آج کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے بعض دلائل بیان فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ اور ان لوگوں کے لیے مردہ زمین نشانی ہے اَحْيَيْنٰهَا جس کو ہم نے زندہ کیا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا اور نکالا ہم نے اس سے اناج، دانے پیدا کیے فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ پس اس سے یہ لوگ کھاتے ہیں۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات سمجھائی ہے کہ قیامت حق ہے اور تم نے ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے۔ جس طرح میں مردہ زمین کو زندہ کردیتا ہوں اسی طرح قیامت والے دن تمام مردوں کو زندہ کر کے کھڑا کردوں گا۔ تو فرمایا ہم نے مردہ زمین کو زندہ کر کے اس میں اناج پیدا کیا وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ اور بنائے ہم نے اس زمین میں باغات کھجوروں اور انگوروں کے وَفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ اور جاری کردیے اس زمین میں ہم نے چشمے تاکہ تمہاری پانی

کی ضرورت پوری ہو اور اناج اور باغات پیدا کرنے کا مقصد یہ ہے لِیَاْکُلُوْا مِنْ ثَمَرِہٖ تاکہ یہ کھائیں اس کے پھل سے۔ جانور بھی کھائیں انسان بھی کھائیں۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے کیا ہے ورنہ وَمَا عَمِلَتْہُ اَیْدِیْھِمْ اور نہیں بنایا اسے ان لوگوں کے ہاتھوں نے۔ یہ خود سوچ سکتے ہیں کہ بارش برسا کر، دریا اور نہریں چلا کر، یہ کھجوریں اور انگور پیدا کر سکتے ہیں۔ کیا یہ ان کے کارنامے ہیں؟ ہرگز نہیں! یہ سب اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ چیزیں ہیں تو اَفَلَا یَشْکُرُوْنَ کیا پس یہ لوگ شکر ادا کیوں نہیں کرتے۔ ان کا تو فرض تھا کہ اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں پر شکر ادا کرتے لیکن اکثر لوگ ناشکری کرتے ہیں۔ اگلی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی ایک اور نشانی بیان فرمائی ہے۔

نباتات کا جوڑا جوڑا ہونا :

فرمایا سُبْحٰنَ الَّذِیْ پاک ہے وہ ذات خَلَقَ الْاَزْوَاجَ کُلَّھَا جس نے پیدا کیے سب جوڑے اپنی قدرت سے مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ اس چیز سے جس کو زمین اگاتی ہے۔ زمین میں جتنی چیزیں پیدا ہوتی ہیں ہر چیز کا جوڑا ہے۔ ایک نر ہے ایک مادہ ہے، ایک سیاہ ہے ایک سفید ہے، ایک چیز میٹھی ہے ایک کڑوی ہے۔

علم نباتات والے بتاتے ہیں کہ پودوں میں بھی نر اور مادہ ہیں، درختوں میں بھی نر مادہ ہیں۔ کھجوروں کے متعلق حدیث پاک میں آیا ہے مسلم شریف کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو دیکھا لوگ کھجوروں کے درختوں میں (اس کے معہود و معروف طریقہ پر) قلم لگا رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم کیا کرتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم ایسے ہی کیا کرتے ہیں۔ انصارِ مدینہ اس طرح کرتے تھے

کہ نر کھجوروں کا بور اتار کر مادہ کھجوروں پر چھڑکتے تھے۔ اس طرح ان کی فصل اچھی ہوتی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو یعنی ایسا نہ کرو پھل تو اللہ تعالیٰ نے لگانا ہے۔ ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے چھوڑ دیا مگر فصل کم ہوئی۔ اگر کسی کی بیس من ہوتی تھی تو دو من ہوئی۔ آنحضرت ﷺ کو بتایا کہ حضرت! اس سال ہم نے تابیر نخل نہیں کی تھی فصل کم ہوئی ہے۔ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اُخْطِیُٔ وَاُصِیْبُ ''بے شک میں بشر ہوں میری رائے صحیح بھی ہو سکتی ہے اور غلط بھی ہو سکتی ہے اِذَا اَمَرْتُکُمْ بِشَیْءٍ مِّنْ دِیْنِکُمْ فَخُذُوْہُ جب میں تمہیں کوئی دین کی بات کہوں تو اس کو لے لیا کرو اور جب تمہارا کوئی دنیوی معاملہ ہو تو اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْیَاکُمْ تو تم دنیاوی معاملات کو زیادہ سمجھتے ہو جیسے چاہو کر لیا کرو۔'' تو درختوں میں نر مادہ ہوتے ہیں پودوں میں بھی نر مادہ ہوتے ہیں۔ فرمایا وَمِنْ اَنْفُسِہِمْ اور ان میں سے۔ خود انسانوں میں بھی اللہ تعالیٰ نے جوڑے پیدا فرمائے ہیں مرد عورتیں نسل انسانی کا سلسلہ چلانے کے لیے وَمِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ اور اس مخلوق میں بھی جوڑے پیدا کیے ہیں جن کو یہ نہیں جانتے۔ جنگلات میں اللہ تعالیٰ نے کتنی قسم کی مخلوق پیدا فرمائی ہے جس کی شکل و صورت تک ہم نہیں جانتے، سمندر کی تہہ میں کتنی قسم کی مخلوقات ہیں جن کو ہم نہیں جانتے ہم نے صرف مچھلیاں یا چند اور چیزیں دیکھی ہیں۔

رب تعالیٰ کی قدرت کی اور نشانی۔ فرمایا وَاٰیَۃٌ لَّہُمُ الَّیْلُ اور ان کے لیے نشانی ہے رات نَسْلَخُ مِنْہُ النَّہَارَ ہم کھینچ لیتے ہیں اس سے دن کو۔ سَلَخَ کا لفظی معنیٰ ہے بکری کی کھال اتارنا۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ رات کی تاریکی پر ہم دن کی چادر ڈال دیتے ہیں اور جب رات آتی ہے تو دن کی چادر کو ہم کھینچ لیتے ہیں فَاِذَا ہُمْ مُّظْلِمُوْنَ

پس وہ اندھیرے میں ہو جاتے ہیں یعنی رات بھی ہم نے بنائی اور دن بھی ہم نے بنایا۔ کیا تم اللہ تعالیٰ کی اس قدرت کو روزمرہ دیکھتے نہیں ہو؟ اور وہ رب جو دن رات کو بنانے والا ہے اندھیرے اور روشنی کا خالق ہے تو وہ قیامت برپا کر کے تمہیں دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا؟

وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا اور سورج چلتا ہے اپنے راستے پر جو راستہ رب تعالیٰ نے اس کے لیے مقرر کیا ہے کیا مجال ہے کہ اس سے ایک انچ اِدھر اُدھر ہو سکے یا کھڑا ہو سکے یا رفتار میں کمی بیشی کر سکے، مجبور ہے، سورج بھی اور چاند بھی۔ اور انسان کا وجود اگرچہ چھوٹا سا ہے لیکن اس کو اختیارات اللہ تعالیٰ نے چاند سورج سے زیادہ دیئے ہیں۔ اپنی مرضی سے اٹھتا ہے بیٹھتا ہے دل کرے کھڑا ہو جائے دوڑ لگا دے دائیں طرف چلے بائیں طرف چلے مگر انسان کی عقل ماری جائے تو اس کا کیا علاج ہے کہ چاند سورج کی چمک دمک دیکھ کر ان کی پوجا شروع کر دیتا ہے۔

اسی لیے رب تعالیٰ نے فرمایا کہ سورج چاند کی پوجا نہ کرو بلکہ اس ذات کی پوجا کرو جس نے ان کو پیدا کیا ہے۔ تو فرمایا سورج چلتا ہے اپنے ٹھکانے، اپنے راستے پر ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ یہ اندازہ ٹھہرایا ہوا ہے اس ذات کا جو جاننے والی ہے وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ اور چاند کی ہم نے بانٹ دی ہیں منزلیں۔ چاند کو پیدا بھی اللہ تعالیٰ نے کیا ہے اور اس کی منزلیں بھی مقرر کی ہیں۔ چاند کی اٹھائیس منزلیں ہیں انتیس کا ہو تو ایک دن غائب ہوتا ہے حَتّٰی عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ یہاں تک کہ وہ لوٹتا ہے پرانی ٹہنی کی طرح۔ عرجون کھجور کی اس ٹہنی کو کہتے ہیں جو خشک ہو کر ٹیڑھی ہو جاتی ہے۔ قدیم کا معنی پرانی۔ پہلے تو کھجور کی ٹہنی ویسے ہی ٹیڑھی ہوتی ہے پھر جب زیادہ پرانی ہو جائے تو اور زیادہ ٹیڑھی ہو جاتی ہے۔ تو جس طرح کھجور کی پرانی ٹہنی ٹیڑھی ہو جاتی

ہے اسی طرح چاند بھی آخری دنوں میں باریک اور ٹیڑھا ہوجاتا ہے۔ فرمایا لَا الشَّمْسُ یَنْۢبَغِیْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ نہ سورج کے لیے مناسب ہے کہ وہ پالے چاند کو دوڑ کر وَلَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِ اور نہ رات سبقت کرنے والی ہے دن سے کہ رات دن سے پہلے نہیں آسکتی۔ رات اپنے وقت پر آئے گی اور دن اپنے وقت پر آئے گا جو ان کے لیے وقت مقرر ہے وَكُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ اور سب کے سب اپنے مدار میں تیرتے ہیں۔ كُلٌّ سے مراد سورج اور چاند یعنی كُلٌّ مِنَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ سب کے سب اپنے فلک یعنی مدار میں تیرتے ہیں نقل وحرکت کرتے ہیں۔ قرآن کریم نے یہی تعلیم دی ہے کہ سورج بھی چلتا ہے اور چاند بھی چلتا ہے۔

حرکتِ شمس وقمر اور سائنس دانوں کا نظریہ :

سائنس دانوں کا آپس میں اختلاف ہے۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ سورج اور چاند چلتے ہیں اور ان کا نظریہ صحیح ہے۔ اور ایک گروہ کہتا ہے کہ سورج اور چاند ساکن ہیں اور زمین گھومتی ہے ان کی رائے غلط ہے۔ اس لیے کہ سائنس دانوں کی بات بدلتی رہتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اٹل ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو ٹال نہیں سکتی۔

ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جس چیز کے متعلق فرمادیا ہے کہ وہ اچھی ہے ساری دنیا کے حکیم، ڈاکٹر، سائنس دان، عقل مند مل کر اس میں خرابی ثابت نہیں کر سکتے۔ اور جس چیز کے متعلق آپ ﷺ نے فرمادیا ہے کہ بُری ہے ساری دنیا کے حکیم، ڈاکٹر، عقل مند مل کر اس میں اچھائی ثابت نہیں کرسکتے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اٹل ہے کہ وہ علیم کل ہے اس کا فیصلہ غلط نہیں ہوسکتا۔ اور آنحضرت ﷺ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے حاصل کر کے بتلایا ہے وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی

[سورۃ النجم] ''اور نہیں بولتا وہ پیغمبر نفس کی خواہش سے نہیں ہے وہ مگر وحی جو اس کی طرف کی گئی ہے۔'' تو سورج بھی حرکت کرتا ہے چاند بھی حرکت کرتا ہے اور ستاروں کی مختلف قسمیں ہیں۔ بعض ستارے سیارے ہیں حرکت کرنے والے اور بعض ثوابت ہیں جو اپنی جگہ ٹکے رہتے ہیں۔ زحل، مشتری، عطارد اور زہرہ نقل و حرکت کرتے ہیں۔ کوئی مشرق کی طرف کوئی مغرب کی طرف اور ان کی حرکت اتنی تیز ہے کہ اللہ کی پناہ! لیکن سب اپنے محور میں چلتے ہیں کوئی کسی کے ساتھ ٹکراتا نہیں ہے۔

سائنس دانوں کے بیان کے مطابق پچھلے دنوں زہرہ ستارے کا کچھ حصہ الگ ہو گیا تھا جس سے امریکہ، برطانیہ، فرانس وغیرہ ساری دنیا کی نیندیں حرام ہو گئی تھیں کہ معلوم نہیں دنیا کے کس حصے میں گرے گا؟ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اس کو فضا ہی میں فنا کر دیا اور خطرہ ٹل گیا۔ یہ تمام رب تعالیٰ کے حکم کے تابع ہیں۔

رب تعالیٰ کی قدرت کی اور نشانی: وَاٰیَةٌ لَّهُمْ اور ایک نشانی ان کے لیے ہے اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّیَّتَهُمْ بے شک ہم نے انسانوں کی ذریت کو سوار کیا فِی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ بھری ہوئی کشتی میں۔ حضرت نوح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْیُنِنَا وَوَحْیِنَا [ہود: ۳۷] ''اور تیار کر کشتی ہمارے سامنے اور ہمارے حکم سے۔ یہ کشتی ساڑھے پانچ سو فٹ لمبی تھی جس کے تین طبقے تھے نیچے والے طبقے میں کھانے پینے کی چیزیں تھیں، دوسرے طبقے میں حیوانات تھے اور اوپر والے طبقے میں انسان تھے۔ نیچے سے چشمے اُبلے اوپر سے بارش برسی اور ایسا سیلاب آیا کہ سوائے کشتی میں سوار ہونے والوں کے ساری دنیا تباہ ہو گئی۔

ایک من گھڑت قصہ :

یہ جو قصہ بنا ہوا ہے کہ ایک آدمی تھا عوج بن عنق۔ اس کا قد اتنا لمبا تھا کہ یہ طوفان اس کے ٹخنوں تک آیا تھا اور وہ مچھلیاں پکڑ پکڑ کر سورج پر بھون کر کھاتا تھا یہ یہودیوں کی خرافات میں سے ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ سورہ نوح پارہ ۲۹ میں ہے نوح علیہ السلام نے کہا رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ''اے میرے رب نہ چھوڑ زمین پر کافروں کا ایک گھر بسنے والا۔'' تو صرف وہی بچے جو کشتی میں سوار ہوئے۔ نوح علیہ السلام کا بیٹا کنعان بھی نہ بچ سکا کہ کشتی میں سوار نہیں ہوا تھا۔ تو فرمایا ہم نے سوار کیا ان کی اولاد کو بھری ہوئی کشتی میں وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ اور ہم نے پیدا کیا ان کے لیے اس جیسی کشتیوں سے جن پر وہ سوار ہوتے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی بنائی پھر لوگوں نے اس کے نمونے کی اور کشتیاں بنائیں اور اس کے نمونے کے جہاز بن گئے ہیں۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مِّنْ مِّثْلِهٖ سے مراد اونٹ ہیں۔ اونٹ کو عربی میں سفينة البر کہتے ہیں۔ خشکی کی کشتی ہے جس کے چوڑے پاؤں لمبے قدم یہ ریتلے علاقے میں خوب چلتا ہے۔ جہاں گھوڑا، گدھا، خچر اچھے طریقے سے نہیں چل سکتے۔ تجربہ کر کے دیکھ لو۔ ہم نے تو تجربہ کیا ہے یہ بھکر، میانوالی، مظفر گڑھ کا جو حصہ تھل کا ہے وہاں آدمی قدم آگے رکھتا ہے آتا پیچھے ہے۔ تو اونٹ خشکی کی کشتی ہے جو لاد دو گے اٹھا لے گا۔

خادمِ رسول حضرت قیس رضی اللہ عنہ :

ایک صحابی تھے حضرت قیس رضی اللہ عنہ۔ ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سامان زیادہ ہو گیا تو پریشان ہو گئے کہ اس کو کون اٹھائے گا؟ تو حضرت قیس رضی اللہ عنہ کے پاس ایک کمبل تھا بڑا مضبوط۔ عرض کیا حضرت! اس میں ڈال کر مجھے اٹھوا دو۔ دو تین اونٹوں کا

وزن تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اَنْتَ سَفِیْنَۃٌ ''تو تو بھائی نری کشتی ہے۔'' اس کے بعد ان کا لقب پڑ گیا سفینہ مولی رسول اللہ ﷺ۔ لوگ ان کو سفینہ کہہ کر پکارتے تھے۔

درندے کا صحابی رسول ﷺ کا احترام کرنا:

رومیوں کے ساتھ لڑائی کے دوران میں ایک موقع پر ساتھیوں سے بچھڑ گئے ہتھیار بھی ان کے پاس کوئی نہیں تھا۔ جنگل کا شیر چنگھاڑتا ہوا ان کی طرف آیا۔ مسند احمد، مستدرک حاکم اور مشکوٰۃ میں بھی یہ روایت موجود ہے کہ شیر جب قریب آیا تو اس کو کہا انا سفینة مولی رسول اللہ ﷺ یَا اَبَا الحارث ''اے جنگل کے شیر میرا نام سفینہ ہے میں رسول اللہ ﷺ کا خادم ہوں۔'' اس شیر نے ایسے دم ہلائی جیسے بلی کتا اپنے مالک کے آگے ہلاتا ہے۔ پھر وہ شیر ان کو اس طرف لے گیا جہاں اسلامی فوج تھی۔ جب ان کو اپنے ساتھی نظر آنے لگے تو شیر سلام کر کے واپس چلا گیا۔ تو سفینہ کے لفظی معنیٰ کشتی کے ہیں۔

فرمایا وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ اور اگر ہم چاہیں تو ان کو غرق کر دیں فَلَا صَرِیْخَ لَهُمْ پس کوئی ان کی فریاد کو پہنچنے والا نہ ہو۔ کوئی ان کا امدادی نہ ہو۔ صریخ کا لفظی معنیٰ ہے آواز دینے والا۔ جب کوئی آدمی چوروں، ڈاکوؤں میں پھنس جاتا اور آواز دیتا کہ او مجھے ملو! تو جو آدمی اس کی آواز سن کر جواب دیتا کہ گھبرا مت، میں پہنچا۔ تو امداد کی خاطر جو آواز بلند کرنے والا ہوتا تھا اس کو صریخ کہتے تھے۔ تو لازمی ترجمہ کرتے ہیں امدادی کہ ان کا کوئی امدادی نہ ہوگا۔ وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ اور نہ ہی وہ چھڑائے جائیں گے اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا مگر مہربانی ہے ہماری کہ ہم کشتیوں کو غرق نہیں ہونے دیتے جن کو ہم چاہیں وَمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ اور فائدہ اٹھانے کا سامان ہے ایک وقت تک۔ یہ سب

رب تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ جو رب یہ سارے کام کر سکتا ہے وہی قیامت برپا کرے گا۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا

بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝۴۵ وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ

اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ۝۴۶ وَاِذَا قِيْلَ

لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا

اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ ۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝۴۷

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۴۸ مَا يَنْظُرُوْنَ

اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ ۝۴۹ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ

تَوْصِيَةً وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ ۝۵۰ ع وَنُفِخَ فِى الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ

مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ۝۵۱ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ

مَّرْقَدِنَا ۜ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ۝۵۲ اِنْ كَانَتْ

اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ۝۵۳

وَاِذَا اور جس وقت قِيْلَ لَهُمْ کہا جاتا ہے ان سے اتَّقُوْا بچو

مَا اس چیز سے بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ جو تمہارے سامنے ہے وَمَا خَلْفَكُمْ اور

جو تمہارے پیچھے ہے لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ تاکہ تم پر رحم کیا جائے وَمَا

تَاْتِيْهِمْ اور نہیں آتی ان کے پاس مِّنْ اٰيَةٍ کوئی نشانی مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ

ان کے رب کی نشانیوں میں سے اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مگر ہیں اس سے

مُعْرِضِيْنَ اعراض کرنے والے وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اور جس وقت کہا جاتا ہے

ان سے اَنْفِقُوْا خرچ کرو مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ اس چیز سے جو رزق دیا ہے تم کو اللہ تعالیٰ نے قَالَ الَّذِيْنَ کہا ان لوگوں نے كَفَرُوْا جو کافر ہیں لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کو اٰمَنُوْٓا جو مومن ہیں اَنُطْعِمُ کیا ہم کھلائیں مَنْ اس کو لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو کھلاتا اس کو اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ نہیں ہو تم مگر کھلی گمراہی میں وَيَقُوْلُوْنَ اور کہتے ہیں مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ کب ہوگا یہ وعدہ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر ہو تم سچے مَا يَنْظُرُوْنَ نہیں انتظار کرتے اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مگر ایک چیخ کا تَاْخُذُهُمْ جو پکڑے گی ان کو وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ اور وہ آپس میں جھگڑ رہے ہوں گے فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً پس نہیں طاقت رکھیں گے یہ وصیت کرنے کی وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ اور نہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ سکیں گے وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ اور پھونکا جائے گا صور فَاِذَا هُمْ پس وہ اچانک مِّنَ الْاَجْدَاثِ قبروں سے اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ اپنے رب کی طرف دوڑیں گے قَالُوْا کہیں گے يٰوَيْلَنَا ہائے افسوس ہمارے اوپر مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا کس نے اٹھایا ہے ہمیں ہماری لیٹنے والی جگہ سے هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ یہ وہ ہے جس کا وعدہ کیا ہے رحمٰن نے وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ اور سچ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ کے رسولوں نے اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً نہیں ہوگی مگر ایک ہی چیخ فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ

پس وہ سارے کے سارے ہمارے پاس حاضر ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مشرک لوگ اپنی گمراہی کی وجہ سے ضد پر اڑے ہوئے ہیں اور اپنے گناہوں کے انجام کا کوئی فکر نہیں ہے وَاِذَا قِيلَ لَهُمُ اور جس وقت ان سے کہا جاتا ہے اتَّقُوا مَا بَيْنَ اَيْدِيكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ بچو تم اس چیز سے جو تمہارے آگے اور جو تمہارے پیچھے ہے تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

مَا بَيْنَ اَيْدِيكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ کی مراد :

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہاں ما بمعنٰی من ہے۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ ڈرو تم اس ذات سے جو تمہارے آگے بھی ہے اور پیچھے بھی ہے یہ جملہ شرط ہے اور جزا اس کی محذوف ہے کہ یہ اعراض کرتے ہیں۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ آگے سے مراد دنیا کی زندگی ہے اور پیچھے سے مراد آخرت کی زندگی ہے۔ اور تیسری تفسیر یہ ہے کہ آگے سے مراد آگے جو زمین ہے اور آسمان ہے اور پیچھے جو زمین ہے جس پر چل کر آئے ہو اور پیچھے جو آسمان ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہیں تو زمین میں دھنسا دیں اور اوپر آسمان کے ٹکڑے گرا دیں مگر یہ اعراض کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی رسالت پر بڑی نشانیاں عطا فرمائیں مگر انہوں نے اعراض ہی کیا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا معجزہ :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ مدینہ طیبہ کے ایک باغ میں تشریف فرما تھے۔ ایک شخص آ کر کہنے لگا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کا نبی ہوں اس پر آپ کے پاس کوئی نشانی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں صرف کہتا نہیں ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہوں سچا پیغمبر ہوں۔ دیکھ! یہ سامنے کھجور کا درخت ہے اگر میں

اس کے خوشے کی طرف اشارہ کروں کہ نیچے میرے پاس آجا تو پھر مان جائے گا۔ اس نے کہا کیوں نہیں مانوں گا؟ آنحضرت ﷺ نے اس کو اشارہ کیا تو وہ خوشہ اتر کر آپ ﷺ کی گود میں آ گیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ دیکھ یہ کھجور میری نہیں ہے اب یہ خوشہ واپس جا کر جڑ جائے۔ اس نے کہا پھر تو نور علی نور ہے۔ آپ ﷺ نے اشارہ کیا تو وہ خوشہ اپنی جگہ پر جا کر جڑ گیا۔ توڑنا تو آسان ہوتا ہے جوڑنا مشکل ہوتا ہے۔ اس سے بڑا معجزہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ چودھویں رات کا چاند آپ ﷺ کے ہاتھ کے اشارے سے دو ٹکڑے ہوا سب نے آنکھوں سے دیکھا وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ [سورۃ القمر] ''اور جھٹلایا انہوں نے اور پیروی کی انہوں نے اپنی خواہشات کی کہ بندہ جب ضد پر آ جائے تو پھر نہیں مانتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اور نہیں آئی ان کے پاس کوئی نشانی مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ ان کے رب کی نشانیوں میں سے اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ مگر ہیں وہ اس سے اعراض کرنے والے وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اور جب کہا جاتا ہے ان سے اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ خرچ کرو اس چیز سے جو رزق دیا ہے اللہ تعالیٰ نے تم کو۔ رب تعالیٰ نے تمہیں پیسے دیئے ہیں، اجناس دی ہیں، پھل دیئے ہیں ان میں سے غریب لوگوں کو بھی دو جو تم میں سے غریب ہیں۔ غریب اور کمزور مومنوں نے کہا کافروں کو کہ تم ہمیں نہ دو مگر تمہارے محلے میں جو غریب ہیں ان کو کھانا کھلاؤ ان پر خرچ کرو۔ اب ان کا جواب تو یہ ہونا چاہیے تھا کہ وہ کہتے کہ بھئی! ان شاء اللہ تعالیٰ ہم ان کو کھلائیں گے ان پر خرچ کریں گے کیونکہ صدقہ خیرات کو تو کافر بھی اچھا سمجھتے تھے۔ آج بھی کافر صدقہ خیرات اور رفاہِ عامہ کے کام کرتے ہیں۔ مگر انہوں نے جواب یہ دیا قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

کہا ان لوگوں نے جو کافر ہیں لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ان لوگوں سے جو مومن ہیں۔ کیا کہا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ کیا ہم کھلائیں اس کو کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو کھلاتا اس کو۔ رب ان کو کیوں نہیں کھلاتا؟ ان کی منطق یہ تھی کہ رب ان سے راضی نہیں ہے اگر راضی ہوتا تو خود ان کو کھلاتا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ اے مومنو! نہیں ہو تم مگر کھلی گمراہی میں کہ کہتے ہو کہ اپنا مال ان غریبوں پر خرچ کرو جنہیں اللہ تعالیٰ بھوکا رکھنا چاہتا ہے۔ الٹی منطق دیکھو کہ کافر مومنوں کو کہتے ہیں کہ تم کھلی گمراہی میں ہو۔ دنیا میں یہ سلسلہ چلتا رہا ہے کہ سچے کو جھوٹا کہا گیا ہے اور جھوٹے کو سچا کہا گیا ہے۔ حق کو باطل اور باطل کو حق کہا گیا ہے۔ مکے کے مشرک بڑے زوردار الفاظ میں اپنے آپ کو ابراہیمی کہتے تھے کہ ہم ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں اور ان کے عقیدے پر ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صابی کہتے تھے۔ صابی کا معنیٰ ہے ایک دین کو چھوڑ کر دوسرا دین اپنانے والا۔ جیسے آج کل اہل حق کو وہابی کہتے ہیں۔

اہلِ حق کے خلاف سازشیں :

مجھے ۱۹۸۶ء میں ایک ساتھی لندن لے گیا۔ وہاں میرپور کے لوگ زیادہ ہیں جو اکثر خالص بدعتی ہیں۔ میرپور کوٹلی کے علاقے میں بدعات زیادہ ہیں۔ ان لوگوں نے میرا نام سنا ہوا تھا ان کو علم ہوا تو کہنے لگے چلو وہابیوں کے بابے کو دیکھتے ہیں۔ میں ان کے لیے بڑی عجیب شے تھا۔ خیر لوگ دور دراز سے گاڑیوں میں آئے۔ ایک بڑی مسجد میں میرا بیان تھا۔ سننے کے بعد کہنے لگے کہ ہمیں تو کچھ اور کہا گیا تھا یہ تو کچھ اور نکلا ہے۔ یہ تو بہت اچھی باتیں کرتا ہے۔ حق والوں کے خلاف سازشیں، بدنام کرنا، مقابلہ کرنا شروع ہی سے چلا آرہا ہے۔

حج کے دنوں میں ابوجہل اور ابولہب نے باری مقرر کی ہوئی تھی۔ زمانہ جاہلیت میں بھی لوگ حج کرتے تھے۔ چونکہ حج کے دنوں میں لوگ زیادہ ہوتے تھے اور دور دراز سے آئے ہوئے ہوتے تھے۔ آنحضرت ﷺ لوگوں کو توحید کی تبلیغ کرتے تھے۔ ایک دن ابوجہل آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ رہتا اور آپ ﷺ کی تقریر کی تردید کرتا تھا۔ آپ ﷺ جب تقریر ختم کرتے تو ابوجہل کھڑا ہو جاتا اور کہتا کہ تم نے اس کی تقریر سن لی ہے میرا بیان بھی سنو! میرا نام عمرو بن ہشام ہے اور ابوالحکم میری کنیت ہے یہ میرا بھتیجا ہے صَابِیٌ کَذَّابٌ "یہ صابی اور جھوٹا ہے۔" اس کے پھندے میں نہ آنا۔ آنحضرت ﷺ کی گھنٹوں کی تقریر پر دو لفظوں کے ساتھ کہ صابی ہے جھوٹا ہے کہہ کر پانی پھیر دیتا تھا۔ پھر آپ ﷺ پر ریت پھینکنی شروع کر دیتا تھا کہ شرارتی لوگ آپ ﷺ پر سنگ باری کریں۔ تو دنیا میں ایسا ہوتا رہا ہے کہ سچے کو جھوٹا اور جھوٹے کو سچا کہا گیا ہے۔

تو کہنے لگے کہ تم کھلی گمراہی میں ہو۔ وَيَقُولُونَ اور کہتے ہیں جس قیامت کا تم ذکر کرتے ہو مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ یہ قیامت کا وعدہ کب آئے گا اگر تم سچے ہو تو بتلاؤ مومنو! کتنے سال باقی ہیں کتنے مہینے باقی ہیں؟ قرآن پاک میں متعدد مقامات پر اس بات کا ذکر ہے۔ چنانچہ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۸۷ پارہ نمبر ۹ میں ہے يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا "یہ لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں قیامت کے بارے میں کہ کب ہوگا اس کا قائم ہونا قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ پختہ بات ہے کہ اس کا علم میرے رب کے پاس ہے مجھے علم نہیں ہے کہ کب آنی ہے؟" قیامت تو آنی ہے مگر اس کے صحیح وقت کا علم کسی کو نہیں ہے۔ اس کو تم اس طرح سمجھو کہ ہماری موت تو آنی ہے اس میں تو کسی کو تردد نہیں ہے مگر کب آئے گی اس کا علم رب

تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔ مَا یَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً نہیں انتظار کرتے یہ مگر ایک ہی چیخ کا۔ اسرافیل علیہ السلام بگل پھونکیں گے تَاْخُذُهُمْ وہ ان کو پکڑے گی۔ وہ سب چیزوں پر حاوی اور چھا جائے گی وَهُمْ یَخِصِّمُوْنَ اور وہ آپس میں جھگڑ رہے ہوں گے۔ یَخِصِّمُوْنَ اصل میں یَخْتَصِمُوْنَ تھا تا کو ص کیا اور پھر ص کا ص میں ادغام کیا تو یَخِصِّمُوْنَ ہوگیا۔ تو جب چیخ ان کو پکڑے گی تو آپس میں جھگڑ رہے ہوں گے۔ سودا دینے والا قیمت زیادہ بتلائے گا لینے والا چھڑانے (کم کرانے) کی کوشش کرے گا، قرضہ لینے والا مطالبہ کرے گا دینے والا کہے گا ابھی میرے پاس نہیں ہیں تو یہ لین دین وغیرہ کے جھگڑے ہو رہے ہوں گے اور اسرافیل علیہ السلام بگل پھونک دیں گے۔ اور ہر شے وہیں ڈھیر ہو جائے گی۔

قیامت کا منظر :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ بیچنے والا تھان بچھائے گا دکھانے کے لیے، خریدنے والا اس کے ساتھ بھاؤ طے کر رہا ہوگا کہ دونوں ڈھیر ہو جائیں گے۔ ایک آدمی دودھ دوہ کر اپنے گھر کے دروازے کے قریب پہنچ جائے گا مگر اندر نہیں داخل ہو سکے گا کہ خود بھی گر جائے گا اور دودھ بھی۔ آدمی لقمہ منہ میں ڈالے گا حلق سے نیچے نہیں اتار سکے گا، پانی کا گھونٹ بھرے گا حلق سے نیچے نہیں اتار سکے گا کہ ڈھیر ہو جائے گا۔ ایک پاؤں دروازے کے اندر ہوگا ایک باہر ہوگا کہ اسرافیل بگل پھونک دیں گے اور یہ وہیں ڈھیر ہو جائے گا فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ تَوْصِیَةً پس نہیں طاقت رکھیں گے یہ وصیت کرنے کی نہ کوئی وصیت سننے والا ہوگا وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ یَرْجِعُوْنَ اور نہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ سکیں گے۔ جہاں کہیں ہوں گے وہیں ڈھیر ہو جائیں گے وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ اور پھونکا

جائے گا بگل فَاِذَاھُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ ۔ اَجْدَاث جَدْثٌ کی جمع ہے۔ معنٰی ہے قبر، اجــــداث قبریں۔ معنٰی ہوگا پس وہ اچانک قبروں سے نکل کر اِلٰی رَبِّھِمْ یَنْسِلُوْنَ اپنے رب کی طرف پھیل پڑیں گے، دوڑیں گے۔ مشرق والے، مغرب والے، شمال والے، جنوب والے، کیا انسان، کیا جنات، کیا حیوان، کیا خشکی والے، کیا تری والے، سب کے سب میدان محشر میں اکٹھے ہوں گے۔ جب قبروں سے نکلیں گے تو سب ننگے ہوں گے سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا۔ دوسرے نمبر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تیسرے نمبر پر موسیٰ علیہ السلام کو پھر اپنے اپنے اعمال کے مطابق کسی کو دو قدم کے بعد کسی کو چار قدم کے بعد لباس پہنایا جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش ہوں گے نفسانفسی کا عالم ہوگا ہر ایک کو اپنی فکر ہوگی کوئی کسی کی فکر نہیں کرے گا یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْہِ وَاُمِّہٖ وَاَبِیْہِ وَصَاحِبَتِہٖ وَبَنِیْہِ [سورۃ عبس] ''جس دن بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے اپنی ماں سے اپنے باپ سے اپنی بیوی سے اور بیٹوں سے۔'' یہاں جانیں دینے کے لیے تیار ہیں وہاں ایک نیکی دینے کے لیے کوئی تیار نہیں ہوگا اس سے اندازہ لگاؤ کہ کتنا مشکل وقت ہوگا؟

قَالُوْا کہیں گے یٰوَیْلَنَا ہائے افسوس ہمارے اوپر مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا کس نے اٹھایا ہے ہمیں ہماری لیٹنے والی جگہ سے۔ ہم قبروں میں لیٹے ہوئے تھے ہمیں کس نے اٹھایا ہے ھٰذَا یہ جواب ہے ھٰذَا مَاوَعَدَ الرَّحْمٰنُ یہ وہ چیز ہے جس کا وعدہ کیا ہے رحمٰن نے وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ اور سچ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے کہ ایک وقت آئے گا بگل پھونکا جائے گا اور تم قبروں سے اٹھو گے جو جہاں کہیں ہوگا وہیں سے اٹھے گا۔ باقی قبروں کا ذکر اس لیے ہے کہ عرب والے مردوں کو

قبروں میں دفن کرتے تھے یہود ونصاریٰ بھی دفن کرتے ہیں۔ باقی جن کو جلا دیا جاتا ہے وہ بھی اٹھیں گے، جن کو درندے کھا گئے وہ بھی اٹھیں گے، مچھلیاں کھا گئیں وہ بھی اٹھیں گے سب اللہ تعالیٰ کی عدالت میں جمع ہوں گے۔

واقعہ :

بخاری شریف میں ایک آدمی کا ذکر آتا ہے کہ ایک آدمی نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا کر پیس دینا پھر کچھ راکھ سمندر میں پھینک دینا اور کچھ ہوا میں اڑا دینا۔ بیٹوں نے ایسا ہی کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حکم دیا کہ اس کا ایک ذرہ نہ ضائع ہو اور سمندر کو حکم دیا کہ اس کا ایک ذرہ نہ ضائع ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے اسے اچھا بھلا بندہ بنا کر کھڑا کر دیا اور فرمایا اے بندے! تو نے یہ حرکت کیوں کی؟ اس نے کہا پروردگار! تیرے ڈر کی وجہ سے کہ میرے پاس نیکی کوئی نہیں تھی مجھے شرم آئی کہ میں اس حالت میں رب کے سامنے کس طرح پیش ہوں؟ میں نے انسانوں والا کام تو کوئی کیا نہیں ہے۔ تیرے ڈر کی وجہ سے ایسا کیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسے معاف کر دیا۔ تو رب تعالیٰ کے لیے کوئی شے مشکل نہیں ہے۔ یہ ہماری تمہاری منطق ہے کہ جس کو جلا دیا جائے گا وہ کیسے زندہ ہوگا جس کو درندے یا مچھلیاں کھا گئیں وہ کیسے زندہ ہوگا؟ خدا کے ہاں ان چیزوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے نہ اس کے لیے کوئی کام مشکل ہے اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً نہیں ہوگی مگر ایک ہی چیخ فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ پس وہ سارے کے سارے ہمارے پاس حاضر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں حاضر ہوں گے۔

منکرین عذاب قبر کا استدلال اور اس کا جواب :

یہاں پر ایک مسئلہ سمجھ لیں کہ منکرین عذاب قبر اس آیت کریمہ کو اپنے دعوے پر پیش کرتے ہیں کہ مرقد کا معنیٰ ہے سونے کی جگہ۔ تو سوتا تو وہ ہے جس کو تکلیف نہ ہو۔ تکلیف والے کو کب نیند آتی ہے؟ جس کو فرشتے ہتھوڑے ماریں پسلیاں آر پار ہوں وہ کیسے سو سکتا ہے؟ اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ یہاں مرقد کا معنیٰ سونے کا نہیں کریں گے بلکہ لیٹنے کی جگہ کریں گے کہ ان کو لیٹنے کی جگہ سے اٹھایا جائے گا۔ دوسرا جواب یہ دیا ہے قیامت قائم ہونے سے کچھ دیر پہلے عذاب موقوف کر دیا جائے گا۔ تو جس وقت اٹھیں گے اس وقت کے لحاظ سے وہ مرقد ہے پہلے نہیں۔ کیونکہ مرنے کے بعد مسلسل عذاب ہوتا ہے۔

❁❁❁

فَالْيَوْمَ
لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۴﴾ اِنَّ اَصْحٰبَ
الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ﴿۵۵﴾ هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ عَلَى
الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ ﴿۵۶﴾ لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ ﴿۵۷﴾
سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ﴿۵۸﴾ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۹﴾
اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ اِنَّهٗ لَكُمْ
عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۶۰﴾ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۱﴾ وَلَقَدْ
اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۲﴾ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ
الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۶۳﴾ اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۶۴﴾ اَلْيَوْمَ
نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا
كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۶۵﴾

فَالْيَوْمَ پس اس دن لَا تُظْلَمُ ظلم نہیں کیا جائے گا نَفْسٌ
کسی نفس پر شَيْـًٔا کچھ بھی وَّلَا تُجْزَوْنَ اور نہ بدلہ دیا جائے گا تم کو
اِلَّا مَا مگر اس چیز کا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ جو تم عمل کرتے ہو اِنَّ بے شک
اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ جنت والے الْيَوْمَ اس دن فِيْ شُغُلٍ شغل میں
ہوں گے فٰكِهُوْنَ آپس میں باتیں کر رہے ہوں گے : هُمْ وہ وَ
اَزْوَاجُهُمْ اور ان کی بیویاں فِيْ ظِلٰلٍ سائیوں میں عَلَى الْاَرَآئِكِ

تختوں پر مُتَّكِـُٔوْنَ ٹیک لگائے ہوں گے لَهُمْ ان کے لیے فِيْهَا
اس جنت میں فَاكِهَةٌ پھل ہوں گے وَّلَهُمْ اوران کے لیے مَّا وہ
چیز ہوگی يَدَّعُوْنَ جو وہ طلب کریں گے سَلٰمٌ سلام ہوگا قَوْلًا مِّنْ
رَّبٍّ رَّحِيْمٍ قول کے طور پر رب رحیم کی طرف سے وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اور
الگ ہو جاؤ آج کے دن اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ اے مجرمو اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ
کیا میں نے تاکید نہیں کی تھی تم کو يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اے بنی آدم اَنْ لَّا تَعْبُدُوا
الشَّيْطٰنَ کہ تم نہ پوجا کرو شیطان کی اِنَّهٗ لَكُمْ بے شک وہ تمہارا عَدُوٌّ
مُّبِيْنٌ کھلا دشمن ہے وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ اور یہ کہ تم میری عبادت کرو هٰذَا
صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ یہی سیدھا راستہ ہے وَلَقَدْ اَضَلَّ اور البتہ تحقیق اس
نے بہکایا مِنْكُمْ تم میں سے جِبِلًّا كَثِيْرًا بہت ساری مخلوق کو اَفَلَمْ
تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ کیا تم عقل نہیں رکھتے هٰذِهٖ جَهَنَّمُ یہ جہنم ہے الَّتِيْ
كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ داخل ہو
جاؤ اس میں آج کے دن بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ اس وجہ سے کہ تم کفر کرتے
تھے اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ اس دن ہم مہر لگا دیں گے عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ ان کے
مونہوں پر وَتُكَلِّمُنَآ اور کلام کریں گے ہمارے ساتھ اَيْدِيْهِمْ ان کے
ہاتھ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ اور گواہی دیں گے ان کے پاؤں بِمَا اس چیز کی
كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ جو وہ کماتے تھے۔

تفسیر آیات :

قیامت کا ذکر چلا آ رہا ہے۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا پس اس دن نہیں ظلم کیا جائے گا کسی نفس پر کچھ بھی۔ اس نے گناہ نہیں کیا اور اس کے کھاتے میں ڈال دیا جائے یا اس نے جرم نہیں کیا اور اسے مجرم بنا دیا جائے ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ یا ضابطے کے مطابق اس نے جو نیکیاں کی ہیں وہ نہ لکھی جائیں یا ان کا بدلہ نہ ملے ایسا نہیں ہوگا۔ دنیا میں لوگ ایک دوسرے پر ظلم کرتے ہیں تو قیامت والے دن مظلوم کو اس کا حق نہ دلوایا جائے ایسا بھی نہیں ہوگا وَلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اور نہ بدلہ دیا جائے گا تم کو مگر اس چیز کا جو تم کرتے ہو۔ تم نے نیکی کی نیکی کا بدلہ ملے گا، بدی کی بدی کا بدلہ ملے گا اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ بے شک جنت والے اس دن فِىْ شُغُلٍ شغل میں ہوں گے، دل لگیوں میں ہوں گے فٰكِهُوْنَ آپس میں باتیں کر رہے ہوں گے مزے کر رہے ہوں گے۔ اپنے اپنے مزاج کے مطابق کوئی کھانا کھائے گا کوئی پانی پیے گا کوئی پھل کھائے گا، کوئی ہنس رہا ہوگا، کوئی کھیل رہا ہوگا، کوئی کچھ کرے گا کوئی کچھ کرے گا اپنے اپنے شغل میں مصروف ہوں گے هُمْ وَ اَزْوَاجُهُمْ وہ اور ان کی بیویاں۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ادنیٰ ترین جنتی کو زوجتان من الحور العین "دو حوریں تو ہر جنتی کو ملیں گی۔" فِىْ ظِلٰلٍ - ظِلٰلٍ ظُلَّةٌ کی جمع ہے اور اس کا مفرد ظِلٌّ بھی آتا ہے۔ یعنی اس کا مفرد ظُلَّةٌ بھی ہے اور ظِلٌّ بھی ہے۔ دونوں لفظ قرآن میں موجود ہیں عَلَى الْاَرَآئِكِ - آرائك اَرِيْكَةٌ کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے آرام دہ کرسی، جدھر چاہو گھما لو۔ معنیٰ ہوگا وہ اور ان کی بیویاں سائیوں میں تختوں پر بیٹھے ہوں

گے مُتَّكِـُٔوْنَ خوب ٹیک لگائے۔ سائے کا لفظ اللہ تعالیٰ نے عربوں کو سامنے رکھ کر فرمایا ہے کیونکہ قرآن کریم کے اول مخاطب عرب ہیں اور عرب میں سائے اور پانی کی بڑی قدر ہے کیونکہ وہاں یہ دونوں چیزیں کم ہیں اسی واسطے کسی جگہ ظِلًّا ظَلِيْلًا فرمایا ہے کہ بڑا گھنا سایہ ہوگا اور باغات ہوں گے ان کے نیچے نہریں جاری ہوں گے۔ ہمارے ہاں سائے کی کوئی زیادہ قدر نہیں ہے کیونکہ یہاں درخت وافر تعداد میں ہیں اور عرب کے مقابلے میں یہاں گرمی بھی کم ہوتی ہے۔ تو ان کو سمجھانے کے لیے فرمایا کہ وہ بھی اور ان کی بیویاں بھی سائیوں میں ہوں گی آرام دہ کرسیوں پر ٹیک لگا کر بڑے مزے کے ساتھ بیٹھے ہوں گے۔ لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ ان کے لیے جنت میں پھل ہوں گے وَّلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ اور ان کے لیے وہ چیز ہوگی جو وہ طلب کریں گے۔ جو منہ سے نکلے گا سو ملے گا۔ بخاری شریف میں روایت ہے رب تعالیٰ فرمائیں گے جنتیو! مانگو جو مانگنا ہے۔ ایک آدمی کہے گا پروردگار! مجھے یہاں زراعت کرنے کی اجازت دیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے بغیر زراعت کے تمہیں سب کچھ مل جائے کیا یہ کافی نہیں ہے؟ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جنت کیا ہوگی چھوٹی خدائی ہوگی جیسے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ یہ ہو جائے وہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جنتی بھی جو چاہے گا ہو جائے گا۔ فرمایا سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ سلام ہوگا کہا ہوا رب رحیم کی طرف سے۔ السلام علیکم یا عبادی "اے میرے بندو! تم پر میرا سلام ہو۔" آج کوئی بڑا افسر کسی معمولی ملازم کو سلام کرے تو وہ خوشی سے پھولا نہیں سماتا کہ میرے افسر نے مجھے سلام کیا ہے۔ اُدھر یہ افسر کیا ہوتا ہے؟ رب تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو سلام ہوگا جنتی آپس میں بھی سلام کریں گے فرشتے بھی سلام کریں گے سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ

[زمر:۷۳] ''سلام ہو تم پر خوش رہو داخل ہو جاؤ اس جنت میں ہمیشہ رہنے والے۔'' ہر طرف سے سلامتی ہی سلامتی ہوگی کوئی برا لفظ جنت میں نہیں سنے گا لَا لَغْوٌ فِيهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ [طور: پارہ ۲۷] ''نہ لغو ہوگا جنت میں نہ گناہ نہ لڑائی جھگڑا ہوگا۔'' امن ہی امن ہوگا۔ پوری جنت میں ایک بھی تھانیدار نہیں ہوگا کیونکہ وہاں جھگڑا ہی نہیں ہوگا۔

فرمایا وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ اور الگ ہو جاؤ آج کے دن اے مجرمو۔ میدان محشر میں اللہ تعالیٰ فرمائیں گے مجرمو الگ ہو جاؤ۔ مومنوں کو الگ کر دیا جائے گا مجرموں کو الگ کر دیا جائے گا۔ مجرموں کو الگ کر کے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ کیا میں نے تمھیں تاکید نہیں کی تھی پیغمبروں کے ذریعے، کتابوں کے ذریعے، واعظین کے ذریعے، عقل سلیم دے کر تاکید نہیں کی تھی؟ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ اے بنی آدم! کہ عبادت نہ کرنا شیطان کی۔ مطلب یہ ہے کہ شیطان کی اطاعت نہ کرنا۔ شیطان کی اطاعت کر کے تم غیر اللہ کی عبادت کرتے ہو اور شیطان کی اطاعت ایک قسم کا شرک ہے۔ سورۃ الانعام آیت نمبر ۱۲۱ پارہ ۸ میں ہے وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓـِٕهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ''اور بے شک شیطان القا کرتے ہیں اپنے دوستوں کو ان کے دلوں میں بات ڈالتے ہیں تاکہ وہ شیطان کے چیلے تمہارے ساتھ جھگڑا کریں اگر تم ان شیطانوں کی اور ان کے چیلوں کی اطاعت کرو گے تو بے شک البتہ تم مشرک ہو۔'' تو شیطان کی اطاعت کرنا شیطان کے چیلوں کی اطاعت کرنا یہ بھی شرک ہے۔

تو فرمایا کہ کیا میں نے تمہیں تاکید نہیں کی تھی اے بنی آدم! کہ تم شیطان کی اطاعت نہ کرنا اس کی پوجا نہ کرنا اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن

ہے۔ وہ کوئی کام تم سے ایسا نہیں کرائے گا جس میں تمہارا فائدہ ہو۔ بعض کہاوتوں میں بڑی سمجھ کی باتیں ہوتی ہیں۔

ایک مشہور کہاوت :

چنانچہ ایک مشہور کہاوت ہے کہ ایک نیک آدمی تھا اللہ والا سخت گرمی کے موسم میں دیوار کے سائے کے نیچے سویا ہوا تھا دوپہر کو تھوڑی دیر کے لیے سو جاتا تھا کہ تہجد کے واسطے اٹھنے کے لیے بڑا مفید ہوتا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک آدمی نے آ کر اس کو پاؤں کی طرف سے ہلا کر جگایا کہ اٹھ کر بھاگ جاؤ دیوار گرنے والی ہے۔ وہ اٹھ کر ایک طرف ہوا تو دیوار گر گئی۔ اس نے اس کو کہا کہ تم تو میرے لیے رحمت کے فرشتہ بن کر آئے ہو بتاؤ تو سہی کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا کہ اس بات کو چھوڑ و تمہارا مقصد حاصل ہو گیا ہے بچ گئے ہو۔ اس اللہ والے نے کہا کہ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا کہ میں ابلیس ہوں۔ نیک آدمی نے کہا لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ میرا تیرے ساتھ کیا تعلق ہے کہ تو نے یہ نیکی کی ہے۔ شیطان نے کہا کہ میں نے تیرے ساتھ نیکی نہیں کی بلکہ نیکی سے محروم کیا ہے کہ اگر تو دیوار کے نیچے آ کر مر جاتا تو شہید ہوتا تو میں نے تجھے شہادت کے درجے سے محروم کر دیا ہے۔ تو شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔

فرمایا وَّاَنِ اعْبُدُوْنِیْ اور یہ کہ تم میری عبادت کرو۔ میں نے تمھیں تاکید نہیں کی تھی هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ یہی سیدھا راستہ ہے کہ میری عبادت کرو شیطان کی اطاعت نہ کرو وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِیْرًا۔ جِبِلًّا جَبِیْــلٌ کی جمع ہے بمعنٰی مخلوق۔ اور جِبِلًّا کا معنٰی مخلوقات۔ معنٰی ہو گا اور البتہ تحقیق اس نے بہکایا تم میں سے بہت ساری مخلوقات کو۔ بہت سی قوموں کو، بہت سے خاندانوں اور برادریوں کو، انسانوں

اور جنوں کو اس نے بہکایا اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ کیا پس تم عقل نہیں رکھتے۔ اتنی واضح بات تمھیں سمجھ نہیں آتی کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اس کی اطاعت نہ کرو میری عبادت کرو۔ اب اس کا نتیجہ سن لو! هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ یہ جہنم ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا کہ اگر تم کفر و شرک کرو گے شیطان کی اطاعت کرو گے تو دوزخ میں جاؤ گے۔ پھر فرشتوں کو حکم ہوگا فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِیْ وَالْاَقْدَامِ [سورہ رحمٰن] ''پھر پکڑا جائے گا ان کو پیشانیوں اور پاؤں سے۔'' کیونکہ خوشی کے ساتھ تو کوئی بھی دوزخ کی طرف قدم نہیں اٹھائے گا فرشتے ان کو پیشانیوں اور قدموں سے پکڑ کر گھسیٹیں گے۔ پھر پل صراط کا مرحلہ آئے گا۔ کوئی ایک قدم چلے گا نیچے گر جائے گا کوئی دو قدم چلے گا نیچے گر جائے گا۔ پل صراط کافروں اور مشرکوں کے لیے بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگی۔ اور مومنوں اور موحدوں کے لیے اتنی کھلی سڑک ہوگی جس کا کوئی حساب ہی نہیں ہے۔ کچھ سواریوں پر جائیں گے، کچھ دوڑتے ہوئے جائیں گے، کچھ بادلوں کی طرح اڑتے جائیں گے، کچھ پرندوں کی طرح۔ اور کافروں، مشرکوں کو حکم ہوگا اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ داخل ہو جاؤ تم اس دوزخ میں آج کے دن اس وجہ سے کہ تم کفر کرتے تھے۔ میری تم نے نافرمانی کی، شیطان کے چیلے بنے رہے۔ اس دن بعض مشرک ایسے ہوں گے جو سرے سے شرک ہی کا انکار کر دیں گے اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ [انعام: ۲۳] ''یہ کہ وہ کہیں گے قسم ہے اللہ کی جو ہمارا پروردگار ہے نہیں تھے ہم شرک کرنے والے۔'' اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ''دیکھو کیسا جھوٹ بولا ہے انہوں نے اپنی جانوں پر۔'' یہ بے ایمان یہاں بھی سچ بولنے پر آمادہ نہیں ہیں۔ پھر کیا ہوگا اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ

اس دن ہم مہر لگا دیں گے ان کے مونہوں پر منہ سے بول نہیں سکیں گے وَ تُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ اوران کے ہاتھ ہمارے ساتھ باتیں کریں گے کہ ہمارے ساتھ انہوں نے یہ کچھ کیا ہے۔ہم کفروشرک کرتے رہے ہیں وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ اوران کے پاؤں گواہیاں دیں گے کہ ہمارے ساتھ یہ کچھ کرتے رہے ہیں۔تو جب انسان کے اعضاءانسان کے خلاف گواہی دیں گے تو وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ''اوروہ کہیں گے اپنی کھالوں سے کہ تم کیوں گواہی دیتی ہو ہمارے خلاف قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ [حم سجدہ:۲۱] ''وہ کہیں گے ہم کو بلوایا ہے اس اللہ نے جس نے ہر چیز کو بلوایا ہے۔''اس کے بعد پھر سب کچھ اگل دیں گے وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا اورنہیں چھپائیں گے اللہ تعالیٰ سے کوئی بات۔''کہیں گے ہم نے یہ بھی کیا ہے یہ بھی کیا ہے۔کہیں گے فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا [سورہ سجدہ:۱۲]''پس ہمیں لوٹا دے دنیا میں تا کہ ہم اچھے عمل کرسکیں۔'' حالانکہ وہاں سے واپس آنے کا تو سوال ہی پیدانہیں ہوتا۔تو فرمایا اس دن ہم مہریں لگا دیں گے مونہوں پراور ہمارے ساتھ باتیں کریں گے ان کے ہاتھ اور گواہیاں دیں گے ان کے پاؤں بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ اس چیز کی جو وہ کماتے تھے۔

وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓی اَعْیُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰی یُبْصِرُوْنَ ﴿۶۶﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰی مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِیًّا وَّلَا یَرْجِعُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِی الْخَلْقِ ؕ اَفَلَا یَعْقِلُوْنَ ﴿۶۸﴾ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْۢبَغِیْ لَهٗ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِیْنٌ ﴿۶۹﴾ لِّیُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَیًّا وَّیَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَی الْكٰفِرِیْنَ ﴿۷۰﴾ اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَیْدِیْنَاۤ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا یَاْكُلُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَلَهُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ؕ اَفَلَا یَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ یُنْصَرُوْنَ ﴿۷۴﴾ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَهُمْ ۙ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَا یَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّا نَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ ﴿۷۶﴾

وَلَوْ نَشَآءُ اور اگر ہم چاہیں لَطَمَسْنَا البتہ مٹادیں ہم عَلٰٓی اَعْیُنِهِمْ ان کی آنکھوں کو فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ پس وہ دوڑیں راستے کی طرف فَاَنّٰی یُبْصِرُوْنَ پھر کہاں سے وہ دیکھ سکیں گے وَلَوْ نَشَآءُ اور اگر ہم چاہیں لَمَسَخْنٰهُمْ تو مسخ کردیں ان کو عَلٰی مَكَانَتِهِمْ ان کی جگہوں پر فَمَا اسْتَطَاعُوْا پس وہ طاقت نہ رکھیں مُضِیًّا آگے چلنے کی وَّلَا یَرْجِعُوْنَ اور نہ وہ واپس لوٹ سکیں وَمَنْ اور وہ شخص نُّعَمِّرْهُ جس کو

ہم عمر دیتے ہیں نُنَكِّسْهُ ہم کی کر دیتے ہیں فِى الْخَلْقِ خلقت میں اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ کیا پس وہ عقل نہیں رکھتے وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ اور ہم نے تعلیم نہیں دی نبی ﷺ کو شعر کی وَمَا يَنْۢبَغِىْ لَهٗ اور نہ اس کی شان کے لائق ہے اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ نہیں ہے یہ مگر نصیحت وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ اور قرآن ہے کھول کر بیان کرنے والا لِّيُنْذِرَ تاکہ ڈرائے مَنْ اس کو كَانَ حَيًّا جو زندہ ہے وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ اور لازم ہو جائے بات عَلَى الْكٰفِرِيْنَ کافروں پر اَوَلَمْ يَرَوْا کیا اور نہیں دیکھا انہوں نے اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ بے شک ہم نے پیدا کیا ہے ان کے لیے مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَآ ان چیزوں سے جو ہمارے ہاتھوں نے بنائی ہیں اَنْعَامًا مویشی فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ پس وہ ان کے مالک ہیں وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ اور ہم نے تابع کر دیا ہے ان کو ان کے لیے فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ پس بعض ان میں سے ان کی سواری ہیں وَمِنْهَا يَاْكُلُوْنَ اور ان میں سے بعض کو کھاتے ہیں وَلَهُمْ فِيْهَا اور ان کے لیے ان جانوروں میں مَنَافِعُ بہت فائدے ہیں وَمَشَارِبُ اور پینے کے گھاٹ ہیں اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ کیا پس وہ شکریہ ادا نہیں کرتے وَاتَّخَذُوْا اور بنائے ان لوگوں نے مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً اللہ تعالیٰ سے نیچے معبود لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ تاکہ ان کی مدد کی جائے لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ وہ نہیں طاقت رکھتے ان کی مدد کی وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ اور وہ ان کے لیے

لشکر ہوں گے جو حاضر کیے جائیں گے فَلَا یَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ پس نہ غم میں ڈالے آپ کو ان کی بات اِنَّا نَعْلَمُ بے شک ہم جانتے ہیں مَا یُسِرُّوْنَ اس چیز کو جس کو وہ چھپاتے ہیں وَمَا یُعْلِنُوْنَ اور اس چیز کو جس کو وہ ظاہر کرتے ہیں۔

ربط آیات :

پچھلے درس میں میں نے بیان کیا تھا کہ ایک موقع محشر میں ایسا آئے گا کہ مشرک لوگ اپنے شرک کا انکار کریں گے۔کہیں گے وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ''اللہ کی قسم ہے اے ہمارے پروردگار! ہم نے شرک نہیں کیا۔'' تو اس وقت اللہ تعالیٰ ان کے مونہوں پر مہریں لگا دیں گے۔اس کا ذکر پچھلی آیت کریمہ میں ہے اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰى اَفْوَاهِهِمْ زبانیں نہیں بولیں گی ہاتھ پاؤں بولیں گے ایسے ہی جیسے ہماری زبان بولتی ہے اور ہم سمجھتے ہیں۔

اب اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہمیں قدرت ہے وَلَوْ نَشَاءُ اور اگر ہم چاہیں لَطَمَسْنَا عَلٰى اَعْيُنِهِمْ تو مٹا دیں ان کی آنکھوں کو کہ بینائی چھین لیں،آنکھوں کا نور چھین لیں۔کئی آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ بہ ظاہر ان کی آنکھیں معلوم ہوتی ہے لیکن اندر روشنی نہیں ہوتی۔تو فرمایا کہ اگر ہم چاہیں تو مٹا دیں ان کی آنکھوں کو فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ پس وہ دوڑیں گے راستے کی طرف۔راستہ تلاش کرتے پھریں گے فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ پھر کہاں دیکھ سکیں گے کیسے دیکھیں گے؟ اس زمانے میں آج کی طرح راستے نہیں ہوتے تھے اتنی ٹریفک نہیں ہوتی تھی۔آج تو سڑک کراس کرنا بڑا مشکل ہے۔فرمایا وَلَوْ نَشَاءُ لَمَسَخْنٰهُمْ اور اگر ہم چاہیں تو مسخ کر دیں ان کی شکلیں عَلٰى مَكَانَتِهِمْ

ان کی جگہوں پر، ان کے ٹھکانوں پر جہاں کہیں کھڑے ہیں، بیٹھے ہیں، لیٹے ہیں وہیں ان کی شکلیں مسخ کر دیں جیسے پہلے بنی اسرائیلیوں کی کی تھیں وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ [مائدہ:۶۰] ''اور بنایا ان میں سے بعض کو بندر اور خنزیر۔'' داؤد علیہ السلام کے زمانے میں بوڑھے نافرمانوں کو اللہ تعالیٰ نے خنزیر بنایا اور جوانوں کو بندر بنایا۔ تین دن اسی طرح رہے۔ ایک دوسرے کو دیکھتے اور پہچانتے تھے اور روتے تھے۔ تین دن کے بعد ان کو اللہ تعالیٰ نے تباہ کر دیا۔ تو فرمایا اگر ہم چاہیں تو ان کی شکلیں مسخ کر دیں فَمَا اسْتَطَاعُوا مُضِيًّا وَلَا يَرْجِعُونَ پس وہ نہ طاقت رکھیں آگے چلنے کی اور وہ نہ واپس لوٹ سکیں اپنے گھروں کو۔ فرمایا دیکھتے نہیں وَمَنْ نُعَمِّرْهُ اور جس کو عمر دیتے ہیں زیادہ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ہم کمی کر دیتے ہیں اس کی خلقت میں، آنکھوں میں کمی کہ اچھی طرح دیکھ نہ سکے، کانوں کی سماعت میں کمی کہ صحیح طریقے سے سن نہ سکے، منہ میں دانت نہ رہیں کہ روٹی نہ چبا سکے، کمر سیدھی نہیں کبڑا ہو کر چلتا ہے وہ جو پہلے پہلوان ہوتا تھا۔ اس کے سامنے کوئی شے مشکل نہیں ہے اَفَلَا يَعْقِلُونَ کیا پس یہ لوگ سمجھتے نہیں رکھتے کہ رب تعالیٰ قادر مطلق ہے جو چاہے کر سکتا ہے۔

کافر لوگ آنحضرت ﷺ کو شاعر بھی کہتے تھے۔ سورہ صٰفّٰت آیت نمبر ۳۶ پارہ نمبر ۲۳ میں ہے وَيَقُولُونَ اَئِنَّا لَتَارِكُوا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍ ''اور وہ کہتے ہیں کیا ہم چھوڑنے والے ہو جائیں اپنے معبودوں کو ایک دیوانے شاعر کی وجہ سے۔'' تو اللہ تعالیٰ نے اس کی نفی فرمائی ہے وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ اور ہم نے نہیں تعلیم دی پیغمبر ﷺ کو شعر کی وَمَا يَنْبَغِي لَهٗ اور نہ شعر و شاعری ان کی شان کے لائق ہے۔ کیوں لائق نہیں؟ شاعروں کے متعلق اللہ تعالیٰ سورۃ الشعراء آیت نمبر ۲۲۴۔۲۲۵۔۲۲۶ پارہ

۱۹ میں فرمایا ہے وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ اور شاعر لوگوں کی پیروی کرتے ہیں گمراہ لوگ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ کیا دیکھا نہیں تم نے کہ وہ شاعر ہر وادی میں سرگرداں پھرتے ہیں وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ "اور بے شک وہ کہتے ہیں جو کرتے نہیں۔" شعر میں جتنا مبالغہ ہوگا اور واقع کے خلاف ہوگا اتنا اچھا سمجھا جائے گا۔ کہتے کچھ ہیں کرتے کچھ ہیں۔ یہاں تو اقبال جیسا عظیم شاعر بھی اپنے بارے میں کہہ گیا کہ:

گفتار کا یہ غازی تو بنا گیا، کردار کا غازی بن نہ سکا

تو شاعر لوگ کرتے کچھ ہیں کہتے کچھ ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کے پیغمبر جو دل میں ہوتا ہے وہی زبان مبارک پر ہوتا ہے اور جو زبان مبارک پر ہوتا ہے اس کے مطابق عمل ہوتا ہے۔ یہاں دورنگی قطعاً نہیں ہوتی۔ شاعروں میں بہت کم لوگ ہیں جو حقیقت کو بیان کریں ورنہ اکثریت اِدھر اُدھر کی باتیں بیان کرتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے علم کلی کی نفی :

یہاں پر ایک عقیدے کی بات سمجھ لیں کہ اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شعر و شاعری کی تعلیم نہیں دی تو علم کلی کی نفی ہوگئی۔ کیونکہ کلی میں تو شعر و شاعری بھی ہے۔ مگر بریلوی حضرات کہتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے از شرق تا غرب از شمال تا جنوب از فرش تا عرش تمام چیزوں کا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دے دیا۔ ایک ذرہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم سے باہر نہیں ہے۔ جب ان سے کہا گیا کہ علیم کل تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی علیم کل ہیں تو یہ تو شرک ہوگیا اور تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی اس صفت میں شریک بنا دیا یہ تو شرک ہے۔ تو پھر اس

کی وہ تاویل یہ کرتے ہیں کہ رب تعالیٰ کا علم ذاتی ہے اور پیغمبر ﷺ کا علم عطائی ہے اس لیے ہم شرک کے مرتکب نہیں ہوئے۔تو ذاتی اور عطائی کا چکر دے کر لوگوں کو مغالطے میں ڈالتے ہیں۔سوال یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے تو عطائی کی نفی کی ہے کہ ہم نے اپنے پیغمبر کو شعروشاعری کا علم دیا ہی نہیں ہے اور وہ ان کے لائق ہی نہیں تھا جب رب تعالیٰ نے شعرو شاعری کی آپ ﷺ کو تعلیم ہی نہیں دی تو پھر علمِ کل کہاں سے آ گیا؟ اللہ تعالیٰ کے سوا آپ ﷺ کو کون تعلیم دینے والا ہے؟ہاں!اس بات کو اس طرح توڑا جا سکتا تھا کہ اس کے بعد کوئی آیت کریمہ نازل ہوتی جس میں اس بات کا ذکر ہوتا کہ ہم نے آپ ﷺ کو شعروشاعری کا علم بھی دے دیا ہے اور وہ آپ ﷺ کی شان کے لائق ہے۔

پھر سورۃ النساء آیت نمبر ۱۶۴ پارہ ۶ میں ہے وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَ رُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ''اور ہم نے ایسے رسول بھیجے جن کا حال ہم نے آپ پر بیان کیا ہے اس سے پہلے اور ایسے رسول بھی بھیجے جن کے حالات ہم نے بیان نہیں کیے۔''تو جن پیغمبروں کے حالات اللہ تعالیٰ نے بیان ہی نہیں کیے ان کا علم آپ ﷺ کو کس طرح ہو گیا؟اور سورۃ المومن آیت نمبر ۷۸ پارہ ۲۴ میں ہے ''اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے رسولوں کو آپ سے پہلے مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَ مِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ بعض ان میں سے وہ ہیں جن کے حالات ہم نے آپ پر بیان کیے ہیں اور بعض وہ ہیں کہ ہم نے ان کے حالات آپ پر بیان نہیں کیے۔''رب تعالیٰ تو نفی فرما رہے ہیں کہ ہم نے بعض پیغمبروں کے حالات آپ ﷺ کو نہیں بتلائے۔اب اس قضیے کو توڑا تو اس طرح جا سکتا ہے کہ اس کے بعد کوئی آیت نازل ہوئی ہو جس میں اللہ تعالیٰ فرمائیں کہ ہم نے تمام پیغمبروں کے حالات آپ ﷺ پر بیان کر دیئے ہیں۔تو قرآن

کریم تو عطائی کی بھی نفی کر رہا ہے کہ ہم نے آپ ﷺ کو کلی طور پر ہر شے کا علم نہیں دیا۔ تو یہ لوگ ذاتی عطائی کی تاویل کر کے نرا دھوکا دیتے ہیں اور لوگوں کو مشرک بناتے ہیں۔

تو فرمایا کہ ہم نے پیغمبر کو شعر و شاعری کی تعلیم نہیں دی اور نہ ہی یہ ان کے لائق تھی اِنۡ هُوَ اِلَّا ذِكۡرٌ نہیں ہے یہ مگر نصیحت وَّقُرۡاٰنٌ مُّبِيۡنٌ اور قرآن کھول کر بیان کرنے والا۔ اس کو اتارا کیوں ہے؟ لِّيُنۡذِرَ مَنۡ كَانَ حَيًّا تاکہ ڈرائے قرآن پاک اس کو جو زندہ ہے یعنی جس کو روحانی زندگی حاصل ہے اور وہ سمجھنا چاہتا ہے تو اس کو ڈرائے وَيَحِقَّ الۡقَوۡلُ عَلَى الۡكٰفِرِيۡنَ اور لازم ہو جائے بات کافروں پر۔ ان کے لیے اتمام حجت ہو جائے۔

دلائل قدرت :

آگے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے دلائل بیان فرمائے ہیں اَوَلَمۡ يَرَوۡا کیا انہوں نے نہیں دیکھا اَنَّا خَلَقۡنَا لَهُمۡ بے شک ہم نے پیدا کیے ہیں ان کے لیے مِّمَّا عَمِلَتۡ اَيۡدِيۡنَاۤ جو ہمارے ہاتھوں نے بنایا ہے۔ قدرت کے ہاتھوں کے ساتھ بنائے ہیں اَنۡعَامًا مویشی۔ بھیڑ، بکریاں، اونٹ، گائے، بیل، بھینس، بھینسا۔ سورۃ الانعام آیت نمبر ۱۴۳-۱۴۴ پارہ ۸ میں باقاعدہ ان کا ذکر ہے مِنَ الضَّاۡنِ اثۡنَيۡنِ وَمِنَ الۡمَعۡزِ اثۡنَيۡنِ "بھیڑوں میں سے دو نر اور مادہ بکریوں میں سے دو نر اور مادہ، اونٹوں میں سے دو نر اور مادہ اور گائے (بھینس) میں سے دو نر اور مادہ۔" یہ سب جانور ہماری قدرت کے ہاتھوں نے بنائے ہیں فَهُمۡ لَهَا مٰلِكُوۡنَ اور وہ ان کے مالک ہیں مجازی شرعی طور پر ہم نے ان کو ان کا مالک تصور کیا ہے وَذَلَّلۡنٰهَا لَهُمۡ اور ہم نے تابع کر دیا ہے ان مویشیوں کو ان کے وہ جانور ان کے تابع ہیں فَمِنۡهَا رَكُوۡبُهُمۡ پھر ان

میں سے بعض وہ ہیں جو ان کی سواریاں ہیں ان پر یہ سوار ہوتے ہیں۔ جیسے اونٹ ہے ایک چھوٹا سا بچہ نکیل ہاتھ میں پکڑ کر لے جا رہا ہے اور اس کے پیچھے قطار ہے اگر ایک اونٹ بگڑ جائے تو سارا محلہ اس کو قابو نہیں کر سکتا۔ تو یہ جانور تمہارے تابع کس نے کیے ہیں؟ وَمِنْهَا يَأْكُلُوْنَ اور ان میں سے بعض وہ ہیں جن کو کھاتے ہیں ذبح کر کے۔ بھیڑ بکریاں، اونٹ، گائے بھینس ذبح کر کے کھاتے بھی ہیں یہ بھی خدا کی نعمت ہے وَلَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ اور ان کے لیے ان مویشیوں میں بہت فائدے ہیں۔ ان کی اون اور پشم کے کپڑے بنتے ہیں جو بڑے گرم ہوتے ہیں۔ بالوں کی بوریاں بھی بنتی ہیں جن سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں وَمَشَارِبُ اور پینے کے گھاٹ ہیں ان کا دودھ لیتے ہیں۔ رب تعالیٰ کی قدرت کو سمجھنے کے لیے بہت کچھ ہے۔ چارا دیکھو، دودھ دیکھو اور اگر نہ سمجھنا چاہے تو چاند دو ٹکڑے ہوا پھر بھی نہ سمجھے۔ تو یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کے مظاہر ہیں اگر کوئی غور و فکر کرے۔

تو فرمایا اور ان کے لیے ان مویشیوں میں بہت فائدے ہیں اور پینے کے گھاٹ ہیں اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ کیا پس یہ لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔ میرے پیدا کیے ہوئے جانوروں پر سواری بھی کرتے ہیں ان کا گوشت بھی کھاتے ہیں دودھ بھی پیتے ہیں ان سے مختلف فوائد بھی حاصل کرتے ہیں اس سب کے باوجود وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً اور بنا لیے ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے نیچے معبود۔ جب یہ سب کچھ تمہارے لیے رب تعالیٰ نے پیدا کیا ہے تو عبادت بھی اسی کی کرو۔ چاہے بدنی عبادت ہو، زبانی عبادت ہو، مالی عبادت ہو۔

گیارھویں شریف :

جانور کو پیدا تو رب تعالیٰ کرے اور چڑھاوا غیر اللہ کا، دودھ اللہ تعالیٰ پیدا کرے گیارھویں کا دودھ شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے لیے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ بے شک ایصال ثواب بڑی اچھی چیز ہے اور ہم اس کے قائل بھی ہیں مگر سوال یہ ہے کہ ایصال ثواب صرف شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے لیے کیوں؟ ہمارا پختہ نظریہ ہے کہ حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اتنے بڑے ولی تھے ان کی نیکیاں اتنی زیادہ ہیں وہ نیکیوں سے اس قدر مالا مال ہیں کہ اگر ان کی نیکیاں گکھڑ والوں پر تقسیم کی جائیں تو ان سب کا بیڑا پار ہو جائے۔ وہ تو نیکیوں میں پہلے ہی غنی ہیں۔ اگر تم نے ایصال ثواب کرنا ہی ہے تو والدین کے لیے کیوں نہیں کرتے۔ گیارھویں دادا دادی کے لیے کیوں نہیں دیتے۔ کسی سے کوئی غلطی ہوئی ہوگی، کسی سے کوئی لغزش ہوئی ہوگی، کسی کی نماز رہ گئی ہوگی، کسی کا روزہ رہ گیا ہوگا، ان کو ایصال ثواب کرو جو محتاج ہیں تم ان کے لیے ایصال ثواب کرتے ہو جو پہلے ہی رجے ہوئے ہیں۔ پھر ایصال ثواب کا مال غریب کو کھلاؤ یہاں تو اچھے بھلے لوگ کھا جاتے ہیں۔ حالانکہ خود بریلویوں کے بزرگوں نے بھی لکھا ہے کہ واجب قسم کا صدقہ امیر کے لیے حرام ہے اور نفلی صدقہ امیر کے لیے مکروہ تنزیہی ہے۔ جو آدمی خود قربانی دینے کا اہل ہے فطرانہ دینے کا اہل ہے وہ نفلی صدقہ لینے کا بھی مجاز نہیں ہے چاہے مولوی ہو، پیر ہو، قاری ہو، حافظ ہو۔ لیکن یہاں تو یہی لوگ سب کچھ کھا جاتے ہیں۔ عجیب قسم کے گورکھ دھندے ان لوگوں نے بنا لیے ہیں۔

تو فرمایا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے نیچے الٰہ بنائے ہیں لَعَلَّهُمْ يُنصَرُونَ تاکہ ان کی مدد کی جائے لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَهُمْ وہ نہیں طاقت رکھتے ان کی مدد کی۔

وہ خود محتاج ہیں ان کی کیا مدد کریں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق بعض غالی قسم کے لوگوں نے گاڑیوں پر لکھا ہوتا ہے یا علی مدد، یَا علی اَدْرِکْنِی ۔ بھائی! حضرت علی رضی اللہ عنہ وہ شخصیت ہیں کہ ان کو رمضان المبارک کے مہینے میں عبدالرحمٰن بن ملجم نامی نامراد نے شہید کیا۔ وہ خود اپنے آپ کو تو نہ بچا سکے اور نامرادو! تمہیں کیسے بچائیں گے؟ وہ تمہاری کیا مدد کریں گے؟ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دیا گیا اور حسین رضی اللہ عنہ میدان کربلا میں شہید ہوئے تو تم یا حسین! کہہ کر ان سے مدد مانگتے ہو وہ تمہاری کیسے مدد کریں گے؟

تو فرمایا کہ وہ اپنی مدد کی طاقت نہیں رکھتے وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ اور وہ ان کے لیے لشکر ہوں گے جو حاضر کیے جائیں گے۔ جن کو یہ الٰہ بنائے پھرتے ہیں اور ان کی پوجا کرتے ہیں وہ ان کے خلاف لشکر بن کر اللہ تعالیٰ کی عدالت میں حاضر ہوں گے اور کہیں گے اے پروردگار! یہ جو کچھ کرتے رہے ہیں ہم نے ان کو نہیں کہا آپ جانیں اور یہ جانیں۔ سورۃ مائدہ آیت نمبر ۱۱۶ پارہ ۷ میں ہے وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ''اور جب فرمائے گا اللہ تعالیٰ اے عیسیٰ ابن مریم کیا آپ نے کہا تھا لوگوں کو کہ مجھے اور میری ماں کو معبود بنالو اللہ تعالیٰ کے سوا قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ ''عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے پاک ہے تیری ذات اے اللہ نہیں لائق میرے لیے کہ میں کہوں ایسی بات جس کا مجھے حق نہیں ہے۔'' تو یہ بزرگ قیامت والے دن ان کے خلاف پیش ہوں گے۔

فرمایا فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ پس نہ غم میں ڈالے آپ کو اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! ان کی باتیں کہ یہ آپ کو ساحر بھی کہتے ہیں، مجنون اور مسحور بھی کہتے ہیں، مفتری بھی کہتے ہیں اور شاعر بھی۔ آپ ان کی باتوں سے غم نہ کھائیں اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا

يَعۡلِنُوۡنَ بے شک ہم جانتے ہیں ان باتوں کو جن کو یہ مخفی رکھتے ہیں اور ان کو بھی جن کو یہ ظاہر کرتے ہیں۔ ہم خود ان سے نبٹ لیں گے۔

أَوَلَمْ يَرَ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُبِينٌ ﴿٧٧﴾ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ ۖ قَالَ مَنْ يُحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ ﴿٧٨﴾ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنْشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ﴿٧٩﴾ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ مِنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنْتُمْ مِنْهُ تُوقِدُونَ ﴿٨٠﴾ أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَنْ يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ ۚ بَلَىٰ وَهُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ ﴿٨١﴾ إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿٨٢﴾ فَسُبْحَانَ الَّذِي بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٨٣﴾

أَوَلَمْ يَرَ الْإِنْسَانُ کیانہیں دیکھا انسان نے أَنَّا خَلَقْنَاهُ بے شک ہم نے اس کو پیدا کیا مِنْ نُطْفَةٍ نطفے سے فَإِذَا هُوَ پس اچانک وہ خَصِيمٌ جھگڑنے والا ہے مُبِينٌ کھلے طور پر وَضَرَبَ لَنَا اور بیان کرتا ہے ہمارے لیے مَثَلًا مثالیں وَنَسِيَ خَلْقَهُ اور وہ بھول گیا اپنی پیدائش کو قَالَ کہتا ہے مَنْ يُحْيِ الْعِظَامَ کون زندہ کرے گا ہڈیوں کو وَهِيَ رَمِيمٌ اور وہ بوسیدہ ہو رہی ہوں گی قُلْ آپ کہہ دیں يُحْيِيهَا زندہ کرے گا ان کو الَّذِي وہ أَنْشَأَهَا جس نے پیدا کیا ان کو أَوَّلَ مَرَّةٍ پہلی مرتبہ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ اور وہ ہر پیدائش کو جاننے والا ہے الَّذِي وہ ذات ہے جَعَلَ لَكُمْ جس نے بنائی تمہارے لیے مِنَ

اَلشَّجَرِ الْاَخْضَرِ سبز درخت سے نَارًا آگ فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ پس اچانک تم اس آگ سے سلگاتے ہو اَوَلَيْسَ الَّذِيْ کیا نہیں ہے وہ ذات خَلَقَ السَّمٰوٰتِ جس نے پیدا کیا آسمانوں کو وَالْاَرْضَ اور زمین کو بِقٰدِرٍ قادر عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ اس پر کہ پیدا کرے ان جیسے بَلٰى کیوں نہیں وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ اور وہی ہے بڑا پیدا کرنے والا اور سب کچھ جاننے والا اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ بے شک اس کا حکم اِذَآ اَرَادَ شَيْئًا جب وہ ارادہ کرتا ہے کسی چیز کے بارے میں اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ تو کہتا ہے اس کو كُنْ ہو جا فَيَكُوْنُ پس وہ ہو جاتی ہے فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ پس پاک ہے وہ ذات بِيَدِهٖ جس کے دست قدرت میں ہے مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ حکومت ہر چیز کی وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

شانِ نزول :

تفسیروں میں آتا ہے کہ یہ بات عاص بن وائل نے کہی اور بعض میں آتا ہے کہ یہ امیہ بن خلف کافر کا مقولہ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ عقبہ بن معیط نے یہ باتیں کی تھیں۔ اور اکثر کہتے ہیں کہ ابوجہل نے یہ باتیں کی تھیں جس کا نام عمرو اور اس کے والد کا نام ہشام تھا۔ بخاری شریف میں ہے کہ مکے والے اس کو ابوالحکم کہتے تھے۔ ابوالحکم کا معنی ہے چیئرمین، سردار۔ اس کا نام ابوجہل اس لیے رکھا کہ وہ جہالت میں مبتلا تھا۔ یہ بڑا منہ پھٹ اور ہتھ چھٹ آدمی تھا کسی کا لحاظ نہیں کرتا تھا۔

تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں ہے کہ ابوجہل ایک جگہ بیٹھا ہوا تھا گرمی کے موسم

میں ۔ پاس سے آنحضرت ﷺ کا گزر ہوا۔ اس نے دیکھ کر انتہائی نازیبا باتیں کیں ۔ ایک لونڈی وہ باتیں سن رہی تھی ۔ اس نے یہ باتیں محسوس کیں اور شرافت کے خلاف سمجھیں مگر لونڈی تھی کر کچھ نہیں سکتی تھی ۔ اتفاق کی بات ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شکار کر کے واپس آرہے تھے ۔ پرندوں سے بھرا ہوا تھیلا کندھے پر تھا تیر کمان ہاتھ میں تھے اس لونڈی نے کہا چچا جان میری بات سنو! تایا ابو جہل بیٹھے تھے ایک مجلس میں پاس سے آپ کے بھتیجے محمد ﷺ گزرے تو ان کو بڑی بُری باتیں کہیں ۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا باتیں کہیں؟ شریف آدمیوں کو یہ باتیں زیب نہیں دیتیں وہ باتیں میں آپ کو بتلا دیتی ہوں مگر میرا نام نہ لینا ۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے وہ باتیں سنیں تو طیش میں آگئے ۔ کمان ان کے ہاتھ میں تھی سیدھے آئے اور ابو جہل کے سر پر زور سے ماری کہ اس کے سر سے خون نکل آیا۔ لوگوں نے کہا حمزہ تمہیں کیا ہو گیا ہے پاگل تو نہیں ہو گیا؟ فرمایا میں پاگل نہیں ہوا اچھی طرح ہوش میں ہوں اس نے محمد ﷺ کو یہ باتیں کی ہیں ۔ یہ شرافت ہے؟ اختلاف ہونا چاہیے شرافت کی حدود کے ساتھ یہ بات زیب نہیں دیتی کہ آدمی شرافت کی حد سے گزر جائے ۔ چونکہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی اثر و رسوخ والے آدمی تھے برادری بھی تھی اور خود بھی پہلوان تھے ابو جہل بدلہ نہ لے سکا ۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تمہارے سامنے کلمہ پڑھتا ہوں اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان محمدا عبده و رسوله ۔ اب میں مسلمان ہوں بگاڑو میرا کیا بگاڑتے ہو؟ یہ پہلا دن تھا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا اور سبب بنی وہ لونڈی ۔ ہر چیز کا ظاہری طور پر کوئی نہ کوئی سبب ہوتا ہے ۔

تو خیر ابو جہل بڑا منہ پھٹ آدمی تھا ۔ کسی جگہ سے اسے پرانی کھوپڑی ملی جو کافی

بوسیدہ تھی ہاتھ لگانے سے ریزہ ریزہ ہونے لگی۔ رومال میں ڈال کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آیا آپ ﷺ کی مجلس میں صحابہ بھی بیٹھے تھے اور کچھ دوسرے لوگ بھی بیٹھے تھے۔ وہ اس لیے بیٹھے تھے کہ ہمیں کوئی بات ملے اور ہم پروپیگنڈہ کریں۔ ابوجہل کو دیکھ کر لوگوں نے کہا خدا جانے کیوں آیا ہے؟ آنحضرت ﷺ کو سلام کر کے بیٹھ گیا۔ اس وقت دستور تھا کہ مسلمان ہو یا غیر مسلم ہو سلام ضرور کرتا تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ پر۔ کہنے لگا اے محمد ﷺ! تم کہتے ہو کہ مردے زندہ کیے جائیں گے۔ اس کھوپڑی کو ہاتھ لگاؤ یہ ریزہ ریزہ ہو جائے گی مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ''کون زندہ کرے گا ہڈیوں کو حالانکہ وہ بوسیدہ ہو چکی ہوں گی۔'' اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں اور بتلایا کہ وہ زندہ کرنے پر قادر ہے۔

فرمایا اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ کیا نہیں دیکھا انسان اعتراض کرنے والا اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ بے شک ہم نے اس کو پیدا کیا ہے نطفے سے مِنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ جو بے قدر ہے۔ مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دنیا میں اس سے زیادہ عجیب چیز کوئی نہیں ہے کہ ایک نطفے سے اچھا بھلا انسان بنتا ہے۔ مگر چونکہ روزمرہ بچے پیدا ہو رہے ہیں اس لیے اس پر تعجب نہیں ہوتا۔ تو فرمایا ہم نے اس کو ایک نطفے سے پیدا کیا ہے کہ وہ اگر کپڑے کو لگ جائے تو کپڑا پلید ہو جاتا ہے لیکن اس سے کتنا خوبصورت انسان بنایا فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ پس اچانک وہ جھگڑنے والا ہے کھلے طور پر۔ اپنی حقیقت کو نہیں دیکھتا کہ میں کیا تھا، کس چیز سے پیدا ہوا، کس طرح پیدا ہوا؟ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا اور بیان کرتا ہے ہمارے لیے مثالیں پھر اس (جگت بازی) مذاق کے ساتھ وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ اور وہ بھول گیا اپنی پیدائش کو قَالَ کہتا ہے مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَ

هِيَ رَمِيۡمٌ کون زندہ کرے گا ہڈیوں کو اور وہ بوسیدہ ہو رہی ہوں گی۔

انسان معترض کا اعتراض اور اس کے جوابات :

اے انسان معترض کافر! اس کا جواب تو یہ ہے کہ جو رب تجھے حقیر قطرے سے اچھا بھلا انسان بنا سکتا ہے وہ ان ہڈیوں سے بھی انسان بنا سکتا ہے۔ اس کے لیے کوئی شے مشکل نہیں ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ قُلۡ آپ ان سے کہہ دیں يُحۡيِيۡهَا ان ہڈیوں کو زندہ کرے گا الَّذِيۡۤ وہ رب اَنۡشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ جس نے ان کو پیدا کیا پہلی مرتبہ۔ جس رب تعالیٰ نے ان ہڈیوں کے ڈھانچے میں پہلی مرتبہ جان ڈالی ہے وہی رب ان کو دوبارہ پیدا کرے گا۔ اس بات کو مشرک بھی مانتے تھے کہ ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ کیونکہ مشرکین رب تعالیٰ کی ذات کے منکر نہیں تھے۔ تو جس ذات نے اس حقیر قطرے سے بدن بنایا کیا اس پانی میں تمہیں ہڈیاں، کان، ناک، ہاتھ، پاؤں، ریڑھ کی ہڈی نظر آتی ہے؟ یہ تمام چیزیں رب تعالیٰ نے اس حقیر پانی سے بنائی ہیں۔ اس کے لیے دوبارہ بنانا کیا مشکل ہے؟

لیکن انسان ہر چیز کو بھلا دیتا ہے۔ جوانی میں اپنا بچپن بھول گیا کہ ایک وقت تھا کہ میں زمین پر گھسٹ کر چلتا تھا، چلتا تھا تو گر جاتا تھا اٹھ نہیں سکتا تھا۔ اب پہلوان ہو گیا ہے تو کسی کو خاطر میں نہیں لاتا۔ خدا کو بھول گیا اور کہتا ہے کہ ان ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا؟ وہی کرے گا جس نے پہلی مرتبہ حیات بخشی وَهُوَ بِكُلِّ خَلۡقٍ عَلِيۡمٌ اور وہ پروردگار ہر پیدائش کو ہر مخلوق کو جانتا ہے۔ اور بندوں کے اجزاء کو جانتا ہے، زمین کے اجزاء کو بھی جانتا ہے اس سے کوئی شے پوشیدہ نہیں ہے۔

کافر یہ بھی کہتے تھے ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ [سورہ سجدہ: ۱۰] ''کیا جس وقت ہم رل مل جائیں گے زمین میں کیا ہم نئی پیدائش میں ہوں گے؟'' تو اللہ تعالیٰ تمہارے اجزاء کو بھی جانتا ہے اور زمین کے اجزاء کو بھی جانتا ہے اور ان کو الگ الگ کرنا بھی جانتا ہے۔

تیسرا جواب: اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا وہ ذات جس نے بنائی تمہارے لیے سبز درخت سے آگ فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ پس اچانک تم اس سے آگ سلگاتے ہو اور اپنے کام چلاتے ہو۔

تفسیروں میں تین درختوں کے نام لکھے ہیں مَرَخ، کلخ اور عفار۔ یہ عرب کے جنگلات میں کثرت سے ہوتے ہیں۔ ان کی سبز ٹہنیوں کو آپس میں رگڑتے تو آگ کے شعلے نکلتے تھے جس طرح آج کل سگریٹ حقہ پینے والے اپنے پاس ماچس رکھتے ہیں عرب مَرَخ، کلخ اور عفار درختوں کی تازہ ٹہنیاں ساتھ رکھتے تھے۔ علیحدہ علیحدہ تاکہ آپس میں نہ ٹکرائیں۔ جہاں ضرورت پیش آتی ٹہنیوں کو رگڑتے، آگ جلاتے اور اپنی ضرورت پوری کرتے۔ سالن پکاتے، روٹیاں وغیرہ پکاتے۔ تو وہ ذات جو سبز ٹہنیوں سے آگ پیدا کرتی ہے وہی تمہیں دوبارہ زندہ کرے گا۔

چوتھا جواب: اَوَلَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کیا نہیں ہے وہ ذات جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو بِقٰدِرٍ قادر عَلٰٓی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ اس پر کہ وہ پیدا کرے ان جیسے۔ کیا وہ ذات ان کو دوبارہ پیدا کرنے پر قادر نہیں ہے بَلٰی کیوں نہیں قادر؟ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ اور وہی ہے بڑا پیدا کرنے والا اور سب کچھ جاننے والا۔

اس کے سوال کے چار جواب دینے کے بعد فرمایا رب تعالیٰ کے لیے کوئی کام مشکل نہیں ہے اِنَّمَآ اَمْرُہٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ پختہ بات ہے اس کا حکم جس وقت وہ ارادہ کرتا ہے کسی شے کا تو کہتا ہے اس کو ہو جا پس وہ فوراً ہو جاتی ہے۔ جب جاپان جیسے ملک کو (جس نے مشقت وکاری گری میں پورے یورپ کو پیچھے چھوڑ دیا ہے) جھنجھوڑ نے پہ آیا تو صرف سترہ سیکنڈ کا زلزلہ طاری کیا جس سے ہزاروں لوگ تباہ ہو گئے اور ہزاروں ملبے تلے دب گئے۔ ریلوے کا نظام تباہ ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ چار سال میں مکمل ہوگا۔ تو اس کے لیے کوئی کام مشکل نہیں ہے۔ جب وہ کسی چیز کے بارے میں ارادہ کرتا ہے ہو جا پس وہ فوراً ہو جاتی ہے۔ فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ پس پاک ہے وہ ذات بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ جس کے دست قدرت میں ہے حکومت ہر چیز کی۔ ہر چیز کا اختیار رب تعالیٰ کے پاس ہے اس کے سوا نہ کوئی قادر مطلق ہے، نہ مختار کل ہے، نہ کوئی نافع ہے، نہ ضار ہے، نہ کوئی دافع البلاء ہے والقحط والالم ہے۔

کچھ جاہل قسم کے لوگ درود تاج پڑھتے ہیں اس میں آنحضرت ﷺ کی صفت بیان کی ہے دَافِعُ الْبَلَاءِ وَالْقَحْطِ وَالْاَلَمْ یہ نرا شرک ہے۔ رب تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی دافع البلاء نہیں ہے۔ سورہ یونس آیت نمبر ۱۰۷ پارہ ۱۱ میں ہے وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہٗٓ اِلَّا ھُوَ وَاِنْ یُّرِدْکَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِہٖ ''اور اگر پہنچائے آپ کو اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پس نہیں کھولنے والا اس کے سوا کوئی اور اگر وہ ارادہ کرے آپ کے ساتھ بھلائی کا کوئی نہیں رد کرنے والا اس کے فضل کو۔''

تو فرمایا رب کے ہاتھ میں ہے اس کے قبضے میں ہے حکومت ہر چیز کی وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ تم بے شک شوشے چھوڑتے رہو قیامت

ضرور آئے گی اور سب کو رب تعالیٰ کے پاس جانا ہے۔

آج بروز منگل ۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ بمطابق ۲/اپریل ۲۰۱۳ء

سولہویں جلد مکمل ہوئی۔

والحمد للہ علیٰ ذلك

(مولانا) محمد نواز بلوچ

مہتمم: مدرسہ ریحان المدارس، جناح روڈ، گوجرانوالا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تفسیر

سورۃ الصّٰفّٰت

(مکمل)

جلد.........۱۷

اٰیاتھا ١٨٢ ﴿ ٣٧ سُوْرَۃُ الصّٰفّٰتِ مَکِّیَّۃٌ ٥٦ ﴾ رکوعاتھا ٥

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ﴿١﴾ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ﴿٢﴾ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ﴿٣﴾ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ﴿٤﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ﴿٥﴾ اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ نِ الْكَوَاكِبِ ﴿٦﴾ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ﴿٧﴾ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ﴿٨﴾ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ﴿٩﴾ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ﴿١٠﴾ فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ۭ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ﴿١١﴾ بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ ﴿١٢﴾ وَاِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ ﴿١٣﴾ وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ ﴿١٤﴾ وَقَالُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٥﴾ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿١٦﴾ اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ﴿١٧﴾ قُلْ نَعَمْ وَاَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ ﴿١٨﴾ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ يَنْظُرُوْنَ ﴿١٩﴾ وَقَالُوْا يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿٢٠﴾ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿٢١﴾ ع

وَالصّٰٓفّٰتِ قسم ہے صف باندھنے والوں کی صَفًّا قطار بنا کر

فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا اور ڈانٹ پلانے والوں کی جھڑک کر فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا

پھر تلاوت کرنے والوں کی ذکر کی اِنَّ اِلٰـهَكُمۡ لَوَاحِدٌ بے شک الٰہ تمہارا البتہ ایک ہی ہے۔ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وہ رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا وَمَا بَيۡنَهُمَا اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے وَرَبُّ الۡمَشَارِقِ اور رب ہے مشرقوں کا اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنۡيَا بے شک ہم نے مزین کیا آسمان دنیا کو بِزِيۡنَةِ اِلۡكَوَاكِبِ ستاروں کی زینت کے ساتھ وَحِفۡظًا اور حفاظت ہے مِّنۡ كُلِّ شَيۡطٰنٍ ہر شیطان سے مَّارِدٍ جو سرکش ہے لَا يَسَّمَّعُوۡنَ نہیں سن سکتے اِلَى الۡمَلَاِ الۡاَعۡلٰى ملاء اعلیٰ کی بات کو وَيُقۡذَفُوۡنَ اور پھینکے جاتے ہیں مِنۡ كُلِّ جَانِبٍ ہر طرف سے دُحُوۡرًا بھگانے کے لیے وَّلَهُمۡ عَذَابٌ وَّاصِبٌ اور ان کے لیے عذاب ہے دائمی اِلَّا مَنۡ خَطِفَ الۡخَطۡفَةَ مگر جس نے اچک لیا کسی بات کو فَاَتۡبَعَهٗ پس اس کے پیچھے لگتا ہے شِهَابٌ ثَاقِبٌ ستارہ چمکتا ہوا فَاسۡتَفۡتِهِمۡ پس آپ ان سے پوچھیں اَهُمۡ اَشَدُّ خَلۡقًا کیا یہ زیادہ سخت ہیں بنانے میں اَمۡ مَّنۡ خَلَقۡنَا یا وہ جن کو ہم نے پیدا کیا ہے اِنَّا خَلَقۡنٰهُمۡ بے شک ہم نے پیدا کیا ان کو مِّنۡ طِيۡنٍ لَّازِبٍ چپکنے والے گارے سے بَلۡ عَجِبۡتَ بلکہ آپ تعجب کرتے ہیں وَيَسۡخَرُوۡنَ اور وہ ٹھٹھا کرتے ہیں وَاِذَا ذُكِّرُوۡا اور جب ان کو یاد دلایا جائے لَا يَذۡكُرُوۡنَ تو نصیحت حاصل نہیں کرتے وَاِذَا رَاَوۡا اٰيَةً اور جس وقت دیکھتے ہیں کوئی نشانی يَّسۡتَسۡخِرُوۡنَ تو ہنسی اڑاتے ہیں وَقَالُوۡۤا

اور کہتے ہیں اِنْ هٰذَآ نہیں ہے یہ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ مگر جادو کھلا ءَاِذَا مِتْنَا کیا جب ہم مر جائیں گے وَكُنَّا تُرَابًا اور ہو جائیں گے مٹی وَّعِظَامًا اور ہڈیاں ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ کیا ہم دوبارہ اٹھائے جائیں گے اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ کیا ہمارے آباؤاجداد بھی جو پہلے گزر چکے ہیں قُلْ نَعَمْ آپ کہہ دیں ہاں وَاَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ اور تم ذلیل ہو گے فَاِنَّمَا هِيَ پس پختہ بات ہے کہ وہ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ڈانٹ ہو گی ایک ہی فَاِذَا هُمْ يَنْظُرُوْنَ پس اچانک وہ دیکھ رہے ہوں گے وَقَالُوْا اور کہیں گے يٰوَيْلَنَا ہائے افسوس ہمارے اوپر هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ یہ تو بدلے کا دن ہے هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ یہ فیصلے کا دن ہے الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ جس کو تم جھٹلاتے تھے۔

اس سورت کا نام صافات ہے۔ پہلی ہی آیت کریمہ میں صٰفّٰت کا لفظ موجود ہے جس کی وجہ سے اس کا نام صٰفّٰت ہے۔ اس سے پہلے پچپن (۵۵) سورتیں نازل ہو چکی تھیں اس کا نمبر چھپن (۵۶) ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس کے پانچ رکوع اور ایک سو بیاسی (۱۸۲) آیتیں ہیں۔ واو قسمیہ ہے۔ وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا قسم ہے صف باندھنے والی جماعتوں کی قطار بنا کر۔

مسائل قسم :

قسم کے متعلق مسئلہ سمجھ لیں۔ مکلف مخلوق کے لیے قاعدہ یہ ہے کہ: مَنْ حَلَفَ لِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ اَشْرَكَ بِاللّٰهِ "جس نے غیر اللہ کی قسم اٹھائی اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ

شرک کیا، وہ شرک کا مرتکب ہوا۔'' نبی کی قسم، رسول کی قسم، کعبہ کی قسم، باپ دادے کی قسم، دودھ اور پوت کی قسم اٹھانا؛ یہ سب ہمارے تمہارے لیے ناجائز اور شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ پر کوئی قانون لاگو نہیں ہوتا وہ کسی کا مکلف نہیں ہے لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ [الانبیاء: آیت ۲۳، پ ۱۷] ''نہیں پوچھا جاسکتا اس سے جو وہ کرتا ہے اور ان سے یعنی مخلوق سے سوال کیا جائے گا۔'' اللہ تعالیٰ نے بہت سی چیزوں کی قسم اٹھائی ہے۔ مثلاً: عصر کی، فجر کی، تین (انجیر) اور زیتون وغیرہ کی۔ قسم اصل میں تاکید کے لیے ہوتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ تاکیدی طور پر فرماتے ہیں قسم ہے ان جماعتوں کی جو صف باندھنے والی ہیں قطار بنا کر فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا اور جھڑکنے والی ہیں جھڑکنا فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا پھر تلاوت کرنے والی ہیں ذکر کی۔

صٰفّٰت کی مراد :

اب صفوں سے کون سی صفیں مراد ہیں؟ ایک تفسیر یہ ہے کہ نمازیوں کی صفیں مراد ہیں کہ نمازی جب صف باندھتے ہیں قطار بنا کر اور شیطان اور نفس امارہ کو جھڑکتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ کا ذکر تلاوت کرتے ہیں۔ اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع کرتے ہیں۔ شیطان کو جھڑکتے ہیں، برے دوستوں کو جھڑکتے ہیں کہ ہم نماز کے لیے جا رہے ہیں۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ اس سے فرشتوں کی جماعتیں مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے لیے ہر وقت صف بستہ منتظر رہتی ہیں فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا اور ڈانٹ پلانے والوں کی جھڑک کر۔ فرشتوں کی جماعتیں شیاطین کو ڈانٹ پلاتی ہیں ان کو بھگاتی ہیں تاکہ وہ اوپر جا کر عالم بالا کی بات نہ سن سکیں یا بادلوں کو فرشتے زجر کرتے ہیں۔ ترمذی شریف کی روایت ہے کہ فرشتے بادلوں کو کوڑے مارتے ہیں اور جدھر بارش برسانا مقصود ہوتی

ہے ادھر ہانک کر لے جاتے ہیں اور ساتھ ساتھ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْم کی تسبیح بھی پڑھتے ہیں۔ تو ایک تفسیر کے مطابق نمازیوں کی صفیں مراد ہیں اور دوسری تفسیر کے مطابق فرشتوں کی صفیں مراد ہیں۔ اور تیسری تفسیر یہ ہے کہ اس سے مجاہدین کی صفیں مراد ہیں۔ مجاہدین کی جماعتوں کی قطار اندر قطار صفیں باندھنے کی قسم ہے پھر جھڑکتے ہیں کافروں کو جھڑکنا اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کو بلند کرتے ہیں، نعرہ تکبیر لگاتے ہیں اور دوسرے اذکار بھی کرتے ہیں۔ ان تمام چیزوں کی قسم اٹھا کر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ بے شک تمہارا معبود ایک ہی ہے۔ نمازی نماز اللہ اکبر سے شروع کر کے، مجاہد جہاد اللہ اکبر سے شروع کر کے، فرشتے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْم کی تسبیح پڑھ کر اپنے قول وفعل سے ثابت کرتے ہیں کہ الٰہ ایک ہی ہے اور وہ کون ہے؟ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جو رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے وَرَبُّ الْمَشَارِقِ اور رب ہے مشرقوں کا۔

مشارق کی مراد :

قرآن پاک میں مشرق کا لفظ مفرد بھی آیا ہے، تثنیہ بھی آیا ہے اور جمع کے صیغے کے ساتھ بھی آیا ہے۔ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۱۵ میں ہے وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ۔ یہاں مفرد کے صیغے کے ساتھ ہے۔ اس سے مراد جہت اور سمت ہے، مشرق کی جہت اور مغرب کی جہت اور سمت۔ اور سورۃ الرحمٰن میں تثنیہ کا صیغہ ہے رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ۔ تو اس سے مراد مشرق الشتاء والصیف ہے ''سردی کے دنوں کا مشرق اور گرمی کے دنوں کا مشرق۔'' دیکھو! آج کل سردی کے موسم میں سورج اس کونے

میں پہنچ گیا ہے اور جون کے مہینے میں اس کونے میں آجائے گا اور یہاں جمع کا صیغہ آیا ہے رَبُّ الْمَشَارِقِ مشرقوں کا رب۔ جمع کے صیغے سے مراد یہ ہے کہ روزانہ سورج الگ الگ اور جدا جدا جگہ سے طلوع ہوتا ہے۔ ہم سے چونکہ دور ہے اس لیے ہم محسوس نہیں کر سکتے۔ مثال کے طور پر آج گکھڑ سے، کل کوٹ خضری سے، پرسوں وزیر آباد سے؛ تو اس اعتبار سے جمع کا صیغہ لایا گیا ہے۔

فرمایا اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بے شک ہم نے مزین کیا آسمان دنیا کو بِزِيْنَةِ الْكَوَاكِبِ ستاروں کی زینت کے ساتھ۔ ستاروں کے ساتھ آسمان کو کس طرح مزین کیا ہے تو اس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ جس طرح بلب تار کے ذریعے چھت کے ساتھ لٹکے ہوتے ہیں اسی طرح ستارے بھی نورانی تاروں کے ساتھ لٹکے ہوئے ہیں۔ اور یہ بھی تفسیر کرتے ہیں کہ آسمان کے اندر جڑے ہوئے ہیں اور اسی میں نقل وحرکت کرتے ہیں جیسے: مچھلیاں پانی میں۔

شیطانوں سے حفاظت کا ذریعہ :

وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ اور حفاظت ہے ہر سرکش شیطان سے۔ شیطانوں سے حفاظت کا ذریعہ بنایا ہے لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى نہیں سن سکتے وہ ملاء اعلیٰ، بالا جماعت کی بات وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ اور پھینکے جاتے ہیں ہر طرف سے جنات پر۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے لیے جو فیصلے کرتا ہے وہ احکامات فرشتوں کے حوالے کیے جاتے ہیں اور فرشتے آپس میں گفتگو کرتے ہیں۔ تو جنات ان کی گفتگو سننے کے لیے اوپر جاتے ہیں۔ کیونکہ جنات وشیاطین کو رب تعالیٰ نے اڑنے کی طاقت دی ہے اور مختلف شکلیں اختیار کرنے کی بھی طاقت دی

ہے۔آدمی کی شکل، کتے بلے کی شکل، سانپ کی شکل اختیار کر سکتے ہیں۔تو جب یہ اوپر جاتے ہیں تو ان پر آگ کے شعلے پھینکے جاتے ہیں جس سے کوئی مرجاتا ہے کوئی جھلس جاتا ہے کوئی زخمی ہوجاتا ہے اور کوئی بچ جاتا ہے مگر وہ اپنی شرارت سے باز نہیں آتے۔ جیسے: کوہ پیما یعنی پہاڑوں پر چڑھنے والی پارٹیاں مرتی بھی رہتی ہیں مگر اپنی مہم کو جاری رکھتی ہیں۔ پہلے صرف مرد ہوتے تھے اب عورتیں بھی ان میں شامل ہوگئی ہیں۔تو ستارے ایک تو آسمان کی زینت ہیں دوسرا شیاطین اور جنات سے حفاظت کا ذریعہ ہیں کہ ان کے ذریعے شیطانوں کو رجم کیا جاتا ہے۔اور تیسرا فائدہ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ [النحل:۱۶] "اور ستاروں کے ذریعے وہ لوگ راہ پاتے ہیں۔" آج تو خیر دنیا بہت ترقی کرگئی ہے، سائنس بہت ترقی کرگئی ہے۔ پہلے زمانے میں لوگ خشکی اور سمندر کا سفر ستاروں کی راہ نمائی کے ذریعے کرتے تھے۔

تو فرمایا پھینکے جاتے ہیں وہ ہر طرف سے دُحُوْرًا بھگانے کے لیے۔اوپر سے شعلے پڑتے ہیں وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ اور ان کے لیے عذاب ہے ہمیشہ کا۔یہ شعلوں والا عذاب ان کے لیے لگاتار ہے ان پر شعلے پڑتے رہتے ہیں اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ مگر جس نے اچک لیا کسی بات کو فرشتوں کی آپس کی گفتگو کے دوران فَاَتْبَعَهٗ پس اس کے پیچھے لگتا ہے شِهَابٌ ثَاقِبٌ ستارہ چمکتا ہوا ان کو مارنے کے لیے۔

اثباتِ قیامت :

پہلے توحید کا بیان تھا آگے قیامت کا اثبات ہے۔قیامت کو قریش مکہ بہت بعید سمجھتے تھے۔کہتے تھے هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ [مومنون:۳۶] "بعید ہے یہ

بات بعید ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔'' اور کل کے سبق میں گزر چکا ہے؛ کہتے تھے
مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ [سورہ یٰسین] '' ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا؟''
اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاسْتَفْتِهِمْ پس آپ ان سے پوچھیں ان سے سوال کریں
اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا کیا یہ زیادہ سخت ہیں پیدا کرنے کے لحاظ سے یا جو مخلوق
ہم نے پیدا کی ہے ان کا بنانا مشکل ہے۔ رب تعالیٰ کے لیے تو کسی شے کا بنانا مشکل نہیں
ہے وہاں تو صرف کُنْ فَيَكُوْنُ کی بات ہے۔ یہ مخلوق کی نسبت سے بات ہو رہی ہے
کہ تمہارے نزدیک ان میں سے کس چیز کا بنانا مشکل ہے؟ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّا
زِبٍ بے شک ہم نے پیدا کیا ان کو چپکنے والے گارے سے، لیس دار گارے سے۔ اللہ
تعالیٰ نے ساری زمین سے مٹی اکٹھی کرائی اس میں سفید بھی تھی، سیاہ بھی تھی، سرخ بھی
تھی؛ کچھ چھپڑ (جوہڑ) کی جگہ کی تھی، کوئی پاکیزہ جگہ سے تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے دست
قدرت سے گوندھا اور کئی سال اسی طرح پڑی رہی۔ طین کا معنٰی ہوتا ہے گیلی مٹی، گارا۔
پھر وہ خشک ہو کر بجنے لگ گئی فَخَّار کے لفظ بھی قرآن میں آتے ہیں اور صلصال کے
لفظ بھی آتے ہیں [رحمٰن: ۱۴] پھر اس گارے کا اللہ تعالیٰ نے خلاصہ لیا وَلَقَدْ خَلَقْنَا
الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ [مومنون: ۱۲] '' اور البتہ تحقیق ہم نے پیدا کیا انسان کو
مٹی کے خلاصے سے۔'' اس خلاصے سے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کا ڈھانچا بنایا۔ فرمایا بَلْ
عَجِبْتَ بلکہ آپ تعجب کرتے ہیں ان کے انکار پر کہ یہ لوگ توحید کا کیوں انکار کرتے
ہیں، قیامت کا کیوں انکار کرتے ہیں؟ وَيَسْخَرُوْنَ اور وہ ٹھٹھا کرتے ہیں وَاِذَا
ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ اور جس وقت ان کو یاد دہانی کرائی جاتی ہے تو نصیحت حاصل نہیں
کرتے کہ یہ اصل میں کیا تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں کیسا خوبصورت انسان بنایا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَوَلَمْ یَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ [یٰسین:۷۷] ''کیا نہیں دیکھتا انسان کہ بے شک ہم نے اس کو نطفے سے پیدا کیا۔'' یہ اس کی حقیقت ہے اور حال یہ ہے کہ وَاِذَارَاَوْااٰيَةً یَّسْتَسْخِرُوْنَ اور جب یہ دیکھتے ہیں کوئی نشانی تو ہنسی اڑاتے ہیں وَقَالُوْٓا اور کہتے ہیں اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ نہیں ہے یہ نشانی مگر کھلا جادو۔ دیکھو! اس سے بڑی نشانی کیا ہو سکتی تھی کہ چودھویں رات کا چاند دو ٹکڑے ہو گیا اور سب نے آنکھوں سے دیکھا کہ ایک ٹکڑا مشرق کی طرف ہے اور دوسرا مغرب کی طرف ہے لیکن انہوں نے کہا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ [القمر: پ۲۷] ''یہ جادو ہے جو مسلسل چلا آرہا ہے۔'' انصاف کی نگاہ سے دیکھا جائے تو اس سے بڑی نشانی کیا ہو گی؟ لیکن ضد کا کوئی علاج نہیں ہے۔ تو فرمایا کہ جب کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو ہنسی اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نہیں ہے یہ مگر کھلا جادو ءَاِذَا مِتْنَا کیا جب ہم مر جائیں گے وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا اور ہو جائیں گے مٹی اور ہڈیاں۔ گوشت گل سڑ جائے گا اور مٹی میں رل مل جائے گا اور صرف ہڈیاں رہ جائیں گی ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ تو کیا ہم دوبارہ اٹھائے جائیں گے اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ اور کیا ہمارے باپ دادا بھی جو پہلے گزر چکے ہیں وہ زندہ ہو کر دوبارہ اٹھ کھڑے ہوں گے؟ یہ بات ہماری عقل میں نہیں آتی۔

اللہ تعالیٰ نے جواباً فرمایا قُلْ آپ کہہ دیں نَعَمْ وَاَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ ہاں اور تم ذلیل ہو گے اس انکار کی وجہ سے۔ پھر جب قیامت کا دن آئے گا فَاِنَّمَا هِیَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ پس پختہ بات ہے کہ وہ ڈانٹ ہو گی ایک ہی۔ پس ایک ہی دفعہ بگل بجے گا فَاِذَا هُمْ یَنْظُرُوْنَ پس اچانک وہ سب دیکھ رہے ہوں گے۔ سب کے سب اپنی قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے اور ذلیل و خوار ہو کر سزا کی طرف جائیں گے۔ سب

چودھراہٹ اور ڈیرے داری، کارخانے داری کی انانیت ختم ہو جائے گی اور ساری حقیقت کھل کر سامنے آ جائے گی اور ہاتھ ملتے ہوئے وَقَالُوْا اور کہیں گے یٰوَیْلَنَا هٰذَا یَوْمُ الدِّیْنِ ہائے افسوس ہمارے اوپر، یہ تو بدلے کا دن ہے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر، اس کے ساتھی واعظین، مبلغین ہمیں اس دن سے ڈراتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے هٰذَا یَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ہاں یہ فیصلے کا دن ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے کہ کوئی قیامت نہیں آئے گی نہ کوئی دوبارہ زندہ ہوگا نہ کوئی حساب کتاب ہو گا۔ اب دیکھ لو یہ فیصلے کا دن آ چکا ہے اور تم جو کچھ کرتے رہے ہو تمہیں اس کا بدلہ ملے گا۔

*****

اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ

ظَلَمُوْا وَ اَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿۲۲﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ﴿۲۳﴾ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ ﴿۲۴﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ﴿۲۵﴾ بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ قَالُوْٓا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ ﴿۲۸﴾ قَالُوْا بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۹﴾ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ ﴿۳۰﴾ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَآ اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ ﴿۳۱﴾ فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ ﴿۳۲﴾ فَاِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِى الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۳۴﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ﴿۳۶﴾ بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۷﴾ اِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ ﴿۳۸﴾

اُحْشُرُوا جمع کرو الَّذِيْنَ ان لوگوں کو ظَلَمُوْا جنھوں نے ظلم کیا وَاَزْوَاجَهُمْ اوران کے جوڑوں کو وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ اور جن کی وہ پوجا کرتے تھے مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے فَاهْدُوْهُمْ پس چلاؤ ان کو اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ جہنم کے راستے کی طرف وَقِفُوْهُمْ اور کھڑا کرو ان کو اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ بے شک ان سے پوچھا جائے گا مَا

لَكُمْ تمہیں کیا ہوا ہے لَا تَنَاصَرُوْنَ ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے
بَلْ هُمُ الْيَوْمَ بلکہ وہ آج کے دن مُسْتَسْلِمُوْنَ فرماں بردار ہوں گے وَ
اَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اور متوجہ ہوں گے ان میں سے بعض بعض کی طرف
يَّتَسَآءَلُوْنَ اور سوال کریں گے قَالُوْٓا وہ کہیں گے اِنَّكُمْ بے شک تم
كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا تم آتے تھے ہمارے پاس عَنِ الْيَمِيْنِ قسم اٹھاتے ہوئے
قَالُوْا وہ کہیں گے بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ بلکہ نہیں تھے تم ایمان لانے
والے وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اور نہیں تھا ہمارے لیے تمہارے
اوپر کوئی زور بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ بلکہ تھے تم سرکش قوم فَحَقَّ عَلَيْنَا
پس ثابت ہو چکی ہمارے اوپر قَوْلُ رَبِّنَآ ہمارے رب کی بات اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ
بے شک ہم چکھنے والے ہیں فَاَغْوَيْنٰكُمْ پس ہم نے گمراہ کیا تم کو اِنَّا
كُنَّا غٰوِيْنَ بے شک ہم بھی گمراہ تھے فَاِنَّهُمْ پس بے شک وہ يَوْمَئِذٍ
اس دن فِى الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ عذاب میں اکٹھے ہوں گے اِنَّا كَذٰلِكَ
نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ بے شک ہم اسی طرح کرتے ہیں مجرموں کے ساتھ
اِنَّهُمْ كَانُوْٓا بے شک وہ تھے اِذَا قِيْلَ لَهُمْ جب کہا جاتا تھا ان کو لَآ اِلٰهَ اِلَّا
اللّٰهُ کوئی نہیں الٰہ مگر صرف اللہ يَسْتَكْبِرُوْنَ تکبر کرتے تھے وَ
يَقُوْلُوْنَ اور کہتے تھے اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا کیا ہم البتہ چھوڑنے والے ہیں
اٰلِهَتِنَا اپنے معبودوں کو لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ایک دیوانے شاعر کی وجہ سے

بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ نہیں بلکہ وہ لایا ہے حق وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ اور اس نے تصدیق کی پیغمبروں کی اِنَّكُمْ بے شک تم لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ چکھنے والے ہو دردناک عذاب۔

ماقبل سے ربط :

کل کے سبق میں تم نے پڑھا کہ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ "پس پختہ بات ہے کہ وہ ایک ڈانٹ ہوگی۔" حضرت اسرافیل علیہ السلام بگل بجائیں گے تو سب اٹھ کھڑے ہوں گے اور کہیں گے يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ "ہائے افسوس ہمارے اوپر یہ بدلے کا دن ہے۔" پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیں گے اُحْشُرُوا ۔ جمع مذکر کا صیغہ ہے۔ اے فرشتو! تم جمع کرو، اکٹھا کرو الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ان لوگوں کو جنھوں نے ظلم کیا ہے وَ اَزْوَاجَهُمْ اور ان کے جوڑوں کو۔ جوڑوں کی ایک تفسیر یہ کی ہے کہ خاوند عورت کا جوڑا، عورت خاوند کا جوڑا۔ اور یہ تفسیر بھی کی ہے کہ ایک نمبری بدمعاشوں کو جوڑو، دو نمبریوں کو، تین نمبریوں کو، دس نمبریوں کو جوڑو۔ یعنی جرم کے اعتبار سے ان کے جو جوڑے تھے ان کو اکٹھا کرو۔ اور یہ بھی ہے کہ جرم و ظلم کرنے میں ان کے ساتھ جو ہوتے تھے ان جوڑوں کو بھی اکٹھا کرو وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ اور ان کو بھی جن کی یہ عبادت کرتے تھے، لات، منات، عزّیٰ وغیرہ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ان کو اکٹھا کر دیں گے۔ پھر رب تعالیٰ فرمائیں گے فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ چلاؤ ان کو دوزخ کے راستے کی طرف۔ ان کو اس راستے کی طرف چلاؤ جو سیدھا شعلے مارنے والی آگ کی طرف جاتا ہے۔ چنانچہ فرشتے ایک دو قدم چلائیں گے تو رب تعالیٰ فرمائیں گے وَقِفُوْهُمْ ۔ واو عاطفہ ہے اور قِفُوْا

امر کا صیغہ ہے، اوران کوکھڑا کرو، ٹھہراؤ اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ بے شک ان سے پوچھا جائے گا۔ جب فرشتے ان کو روک لیں گے تو رب تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہو گا مَالَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ تمھیں کیا ہوگیا ہے ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے۔ دنیا میں تو برے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرتے تھے آج ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے؟ تَنَاصَرُوْنَ اصل میں تَتَنَاصَرُوْنَ تھا ایک تا حذف ہوگئی ہے۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے کہ یہ مدد کیا کریں گے بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ بلکہ وہ آج کے دن فرماں بردار ہوں گے۔ جس طرف فرشتے ان کو لے جائیں گے ادھر ہی چلیں گے انکار نہیں کریں گے، انکار کی طاقت نہیں ہوگی۔

تابع ومتبوع کا مکالمہ :

وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ اور متوجہ ہوں گے ان میں سے بعض بعض کی طرف اور سوال کریں گے۔ مرید پیروں سے سوال کریں گے، شاگرد استادوں سے، ووٹ دینے والے اپنے ممبروں سے، تابعین متبوعین سے۔ کیا سوال کریں گے یہ؟ قَالُوْٓا کہیں گے اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ بے شک تم ہمارے پاس آتے تھے قسم اٹھاتے ہوئے کہ رب کی قسم ہے ہم تمہارے خیر خواہ ہیں، ہمدرد ہیں ہماری بات مانو۔ ہم نے تمہاری بات مانی اور یہ سب کچھ کیا اب ہمارا کچھ کرو نا۔ دیکھو! ووٹوں کے دنوں میں قرآن پاک کی قسمیں لوگوں کو دی جاتی ہیں کہ ووٹ ہمیں دو ہم تمہارے ہمدرد ہیں۔ اور یمین کے معنٰی قوت کے بھی آتے ہیں۔ پھر معنٰی یہ ہوگا کہ تم ہمارے پاس آتے تھے کہ ہماری پارٹی طاقت ور ہے ہم قوت میں زیادہ ہیں، ہمارے پاس اقتدار ہے اب ہمارے لیے کچھ کرو۔ قَالُوْا وہ بڑے کہیں گے سب کچھ ہمارے ذمہ نہ لگاؤ بَلْ

لَمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ بلکہ تم خود ہی نہیں تھے ایمان لانے والے۔ ہمارا کیا قصور ہے کہ ہمارے پیچھے پڑ گئے ہو وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ نہیں تھا ہمارا تمہارے اوپر کوئی زور، کوئی غلبہ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ بلکہ تھے تم سرکش قوم۔ ہم نے تمھارے ساتھ کوئی جبر نہیں کیا۔

یہی جواب ان کو شیطان دے گا وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ '' اور کہے گا شیطان جب فیصلہ کر دیا جائے گا اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ بے شک اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تمہارے ساتھ سچا وعدہ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ اور میں نے تمھارے ساتھ وعدہ کیا پس میں نے تمہارے ساتھ خلاف ورزی کی یعنی وعدہ پورا نہیں کیا لیکن وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اور نہیں تھا میرے لیے تمہارے اوپر کوئی زور اور غلبہ اِلَّا اَنْ دَعَوْتُكُمْ مگر یہ کہ میں نے تم کو دعوت دی فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ پس تم نے میری دعوت کو قبول کر لیا فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ پس تم مجھے ملامت نہ کرو وَلُوْمُوْا اَنْفُسَكُمْ اور اپنے آپ کو ملامت کرو مَا اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ میں تمہاری امداد نہیں کر سکتا وَمَا اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ اور نہ تم میری امداد کر سکتے ہو۔'' بلکہ الٹی منطق دیکھو! کہے گا اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَا اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ [ابراہیم: ۲۲] '' بے شک میں کافر ہوا اس چیز کا کہ تم نے مجھے شریک بنایا اس سے پہلے۔'' تمہارے شریک بنانے کے بعد میں کافر ہوا گویا میرے کفر کے بھی تم ذمہ دار ہو۔ تم نے میری اطاعت کی تو میں نے بھی سمجھا کہ میں بھی کوئی شے ہوں تو میں کافر ہوا۔ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَآ پس ثابت ہو گئی ہم پر بات ہمارے پروردگار کی۔ اب ہمارے ساتھ کوئی گلہ نہ کرو اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ بے شک ہم چکھنے والے ہیں عذاب کا مزہ فَاَغْوَيْنٰكُمْ پس ہم نے گمراہ کیا تم کو۔ کیوں؟ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ

بے شک ہم بھی گمراہ تھے۔ہم خود بھی گمراہ تھے تمھیں گمراہی کی دعوت دی تم نے مان لی فَاِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ پس بے شک وہ اس دن عذاب میں شریک ہوں گے۔تابع اور متبوع سب اکٹھے ہوں گے اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ بے شک ہم اسی طرح کرتے ہیں مجرموں کے ساتھ۔سرفہرست ان کا جرم یہ تھا اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ بے شک یہ لوگ جب کہا جاتا ہے ان کو کہ کوئی الٰہ نہیں سوا اللہ تعالیٰ کے تو تکبر کرتے ہیں۔چڑتے تھے اچھلتے تھے۔سورہ ص آیت نمبر ۵ پارہ ۲۳ میں ہے اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ''کیا کر دیا ہے اس نے تمام معبودوں کو ایک ہی معبود اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ بے شک یہ ایک عجیب چیز ہے۔'' کہ ایک خدا سارا نظام چلا رہا ہے ہمارے باپ دادا جن کی پوجا کرتے تھے ان کو چھوڑ دیں۔

حضرت ہود علیہ السلام کی قوم نے کہا کیا آپ آتے ہیں ہمارے پاس اس مقصد کے لیے لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَ نَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآءُنَا ''کہ ہم عبادت کریں اکیلے اللہ کی اور چھوڑ دیں ہم ان کو جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے تھے فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ [اعراف:۷۰] پس لاؤ تم اس چیز کو جس سے ہمیں ڈراتے ہو اگر ہو تم سچوں میں سے۔'' تو ان کا سب سے بڑا جرم توحید کا انکار تھا۔اس سے وہ بدکتے تھے اور اس سے ان کو چڑ تھی۔

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ :

ابو داؤد،نسائی وغیرہ صحاح کی کتب میں ہے کہ ۸ ھ میں جب مکہ مکرمہ فتح ہوا اور اذان کی آواز آئی۔بچوں کا کام ہے نقالی کرنا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچوں کے ایک گروہ کے پاس سے گزرے وہ اذان کی نقالی کر رہے تھے۔ان میں سلم بن معیر جن کی ابو محذورہ

کنیت تھی ان کی آواز بڑی سریلی تھی۔آپ ﷺ نے فرمایا اس کو میرے پاس لاؤ۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کو آپ ﷺ کے پاس لے آئے۔آپ ﷺ نے فرمایا بیٹا کہو کیا کہہ رہے تھے؟اس نے زور سے کہا اللہ اکبر!اللہ اکبر!چونکہ یہ تو مشرکوں کا بھی عقیدہ تھا کہ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ اور اشھد ان محمدًا رسول اللہ آہستہ آہستہ کہا کیونکہ اس سے ان کے عقیدے پر زد پڑتی تھی۔آپ ﷺ نے فرمایا اِرْجِعْ فَامْدُدْ مِنْ صَوْتِكَ "یہ جملے دوبارہ زور سے کہو جیسے اللہ اکبر زور سے کہا ہے۔" پھنسا ہوا تھا دوبارہ زور سے کہے۔پھر ان کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کی توفیق عطا فرمائی اور کہا کہ حضرت!میں اپنے محلے میں اذان دے دیا کروں؟فرمایا ہاں!تم اذان دیا کرو۔تو حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ شہادتین کو دو دو مرتبہ آہستہ کہا کرتے تھے اور دو دو مرتبہ اونچا کہا کرتے تھے اور حوالہ یہ دیتے تھے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کے سامنے دو دو دفعہ بلند آواز سے کہا تھا۔حالانکہ آپ ﷺ نے اونچی آواز سے کہلوایا تھا وحشت دور کرنے کے لیے۔اس کو غیر مقلدوں نے دلیل بنالیا۔حالانکہ یہ طریقہ حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی اذان کے سوا کسی کی اذان میں نہیں ہے،نہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان میں،نہ حضرت حارث بن ھدائی رضی اللہ عنہ کی اذان میں،نہ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی اذان میں،کسی کی اذان میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔

تو فرمایا کہ جب ان سے کہا جاتا ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تو تکبر کرتے ہیں وَ يَقُوْلُوْنَ اور کہتے تھے اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا کیا بے شک ہم چھوڑ دیں گے اپنے معبودوں کو لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ایک دیوانے شاعر کی وجہ سے۔حالانکہ آپ ﷺ شاعر نہیں تھے۔سورہ یٰسین کے آخر میں گزر چکا ہے وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَ مَا يَنْۢبَغِيْ

لَـهٗ ”اور ہم نے ان کو شعر کی تعلیم نہیں دی اور نہ ہی آپ کی شان کے لائق تھی۔“ کیونکہ وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ [الشعراء:۲۲۴] ”شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کرتے ہیں۔“ اور یہاں تو ہادیین مہدیین ہیں، ہدایت یافتہ لوگ ہیں۔ آپ ﷺ کے ساتھی تو ایک سے ایک بڑھ کر ہدایت یافتہ ہیں۔ پھر شاعروں کے متعلق رب تعالیٰ نے فرمایا يَـقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ”وہ کہتے ہیں وہ جو کرتے نہیں۔“ علامہ اقبال مرحوم جیسے لوگ بھی کہہ گئے:

اقبالؔ بڑا اپدیشک ہے، من باتوں میں موہ لیتا ہے
گفتار کا یہ غازی تو بنا، کردار کا غازی بن نہ سکا

حقیقت یہ ہے کہ اگر اس شخص کا کردار ہوتا تو یہ شخص بہت آگے ہوتا کیونکہ اس وقت کے مولویوں سے اس کا علم بہت زیادہ تھا۔ درس نظامی کا فارغ تھا اور سیالکوٹ میں ایسے استادوں کے پاس پڑھا تھا جو اپنے دور کے بہترین مدرس تھے۔ تمام فنون اس نے پڑھے تھے، عقیدہ بالکل صحیح تھا، پکا موحد تھا اور مرزائیوں کا بھی سخت مخالف تھا مگر کردار، کردار ہوتا ہے۔

تو انہوں نے کہا کہ کیا ہم چھوڑ دیں گے اپنے الٰہوں کو، ایک دیوانے شاعر کی وجہ سے۔ اللہ تعالیٰ نے تردید فرمائی بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وہ شاعر نہیں بلکہ وہ تو حق لے کر آیا ہے وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ اور وہ تصدیق کرتا ہے تمام پیغمبروں کی۔ ان میں جنون کہاں سے آ گیا اے مجرمو! اِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ بے شک تم چکھنے والے ہو دردناک عذاب۔ دردناک عذاب کو تم چکھو گے پھر تمہارا دماغ ٹھیک ہو جائے گا۔

******

وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ
تَعْمَلُوْنَ ۝۳۹ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ۝۴۰ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ
مَّعْلُوْمٌ ۝۴۱ فَوَاكِهُ ۚ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ ۝۴۲ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝۴۳ عَلٰى
سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ۝۴۴ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ۝۴۵ بَيْضَآءَ
لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۝۴۶ لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ۝۴۷ وَ
عِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ ۝۴۸ كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ۝۴۹
فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ۝۵۰ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ
اِنِّيْ كَانَ لِيْ قَرِيْنٌ ۝۵۱ يَّقُوْلُ اَئِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ ۝۵۲ ءَاِذَا مِتْنَا
وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ ۝۵۳ قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ۝۵۴
فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِيْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ۝۵۵ قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ ۝۵۶
وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ۝۵۷

وَمَا تُجْزَوْنَ اور تم کو نہیں بدلہ دیا جائے گا اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ
مگر اس چیز کا جو تم کرتے تھے اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ مگر اللہ تعالیٰ کے
مخلص بندے اُولٰٓئِكَ لَهُمْ وہ ہیں جن کے لیے رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ روزی
ہے معلوم فَوَاكِهُ پھل ہوں گے وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ اور ان کی عزت کی
جائے گی فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ نعمتوں کے باغوں میں عَلٰى سُرُرٍ تختوں
پر ہوں گے مُّتَقٰبِلِيْنَ آمنے سامنے يُطَافُ عَلَيْهِمْ پھیرے جائیں

گے ان پر بِكَاْسٍ پیالے مِّنْ مَّعِيْنٍ خالص شراب کے بَيْضَآءَ سفید رنگ کی لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ لذت ہوگی پینے والوں کے لیے لَا فِيْهَا غَوْلٌ نہ اس میں سرگردانی ہوگی وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ اور نہ وہ اس کی وجہ سے بدمست ہوں گے وَعِنْدَهُمْ اور ان کے پاس قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ نیچی نگاہوں والی عِيْنٌ موٹی نگاہوں والی عورتیں ہوں گی كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ گویا کہ وہ انڈے ہیں پردے میں چھپائے ہوئے فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ پس متوجہ ہوں گے بعض ان میں سے عَلٰى بَعْضٍ بعض کی طرف يَّتَسَآءَلُوْنَ ایک دوسرے سے سوال کریں گے قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ ایک کہنے والا ان میں سے کہے گا اِنِّيْ كَانَ لِيْ بے شک تھا میرے لیے قَرِيْنٌ ایک ساتھی يَّقُوْلُ وہ کہتا تھا اَئِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ کیا بے شک تم تصدیق کرنے والوں میں سے ہو ءَاِذَا مِتْنَا کیا جس وقت ہم مر جائیں گے وَكُنَّا تُرَابًا اور ہم ہو جائیں گے مٹی وَّعِظَامًا اور ہڈیاں ءَاِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ کیا ہم بدلہ دیئے جائیں گے قَالَ وہ کہے گا هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ کیا تم جھانکنے والے ہو فَاطَّلَعَ پس وہ جھانکے گا فَرَاٰهُ پس دیکھے گا اس کو فِيْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ دوزخ کے درمیان میں قَالَ کہے گا تَاللّٰهِ اللہ کی قسم اِنْ كِدْتَّ بے شک تو قریب تھا لَتُرْدِيْنِ البتہ مجھے بھی ہلاک کر دیتا وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّيْ اور اگر نہ ہوتی میرے رب کی نعمت

لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ البتہ میں بھی ہوتا دوزخ میں حاضر کیے گئے لوگوں میں سے۔

ماقبل سے ربط :

اس سے پہلی آیات میں یہ بیان ہوا تھا کہ جب ان کے سامنے لا الہ الا اللّٰہ کا ذکر کیا جاتا تو یہ تکبر کرتے، ٹھکراتے اور کہتے کہ کیا ہم ایک دیوانے شاعر کی وجہ سے اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں گے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بے شک تم درد ناک عذاب چکھو گے اور یہ کوئی زیادتی نہیں ہوگی وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اور تم کو نہیں بدلہ دیا جائے گا مگر اس چیز کا جو تم کرتے تھے۔ اس عذاب سے کون بچے گا؟ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ مگر اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے جن کو اللہ تعالیٰ نے نیکی کے لیے چن لیا ہے، ایمان کے لیے چن لیا ہے۔ آدمی کا ارادہ اور نیت اچھی ہو تو ضرور اللہ تعالیٰ اس کو دین اور ایمان کی سمجھ عطا فرماتے ہیں اور جو طالب ہدایت نہ ہو بے شک وہ دنیا کا کتنا بڑا ماہر ہی کیوں نہ ہو اس کو دین اور ایمان کی توفیق نہیں ملتی۔ جو دین کی قدر کرتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ چن لیتا ہے۔

کئی دفعہ حدیث سن چکے ہو کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ يُعْطِى الدُّنْيَا مَنْ يُّحِبُّ وَمَنْ لَّا يُحِبُّ ''بے شک اللہ تعالیٰ دنیا اسے بھی دیتا ہے جس کے ساتھ محبت کرتا ہے اور اسے بھی دیتا ہے جس کے ساتھ محبت نہیں کرتا وَلَا يُعْطِى الدِّيْنَ اِلَّا مَنْ يُّحِبُّ اور دین نہیں دیتا مگر اس کو جس کے ساتھ محبت کرتا ہے۔'' اور ایک روایت میں ہے وَلَا يُعْطِى الْاِيْمَانَ اِلَّا مَنْ يُّحِبُّ ''اور نہیں دیتا ایمان مگر اس کو جس کے ساتھ محبت کرتا ہے۔'' تو جن کے ساتھ اللہ

تعالیٰ محبت کرتا ہے ان کو دین اور ایمان کی سمجھ دیتا ہے وہ دین کی قدر کرتے ہیں، حلال و حرام کا فرق سمجھتے ہیں، جائز اور ناجائز کو سمجھتے ہیں۔ تو فرمایا جو اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے بندے ہیں وہ عذاب الیم سے بچیں گے۔

انعاماتِ مخلصین :

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ وہ ہیں جن کے لیے روزی ہے مقرر، معلوم۔ جنت میں ملے گا کیا؟ فَوَاكِهُ پھل ہوں گے۔ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا [ق:۳۵] ''ان کے لیے ہوگا جو وہ چاہیں گے جنت میں۔''

روایات میں آتا ہے کہ ایک خوبصورت پرندہ جنت کی فضا میں اڑتا ہوا نظر آئے گا آدمی ارادہ کرے گا کہ یہ میری خوراک ہو اسی وقت بھنا تلا ہوا پلیٹ میں سامنے آجائے گا یعنی ساری بات ارادے کی ہے۔ بہت بلندی پر پھل ہے ارادہ کرے گا خود بخود سامنے آجائے گا۔ غرض یہ کہ جس چیز کا ارادہ کرے گا وہ فوراً حاضر ہو جائے گی وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ اور ان کی عزت کی جائے گی فِىْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ نعمتوں کے باغوں میں۔ نعمتوں والے باغ ہوں گے، خوشی والے باغ ہوں گے عَلٰى سُرُرٍ۔ یہ سَرِيْرٌ کی جمع ہے بمعنی تخت۔ وہ تختوں پر ہوں گے مُّتَقٰبِلِيْنَ آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے کوئی کسی کے پیچھے نہیں ہوگا کیونکہ پیچھے بیٹھنا جگہ کی قلت کی وجہ سے ہوتا ہے اور جنت میں جگہ کی کون سی کمی ہے۔

دوسرا یہ کہ پیچھے بیٹھنے سے عزت میں بھی کمی آتی ہے اور جنت میں کسی کی عزت میں کمی نہیں آئے گی سب آمنے سامنے ہوں گے يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ پھیرے

جائیں گے ان پر پیالے مِّنۡ مَّعِيۡنٍ خالص شراب کے بَيۡضَآءَ سفید رنگ کی دودھ کی طرح۔ دنیاوی شراب کے رنگوں کا تو ہمیں معلوم نہیں ہے کہ وہ کس کس رنگ کی ہوتی ہے۔

البتہ بڑا عرصہ ہوا ہے کہ حضرت مولانا عبداللہ درخواستی صاحب، حضرت مولانا مفتی محمود صاحب، حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی صاحب، حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب، مولانا محمد اجمل خان صاحب آف راول پنڈی اور میں بذریعہ جہاز ڈھاکے جا رہے تھے۔ اب میرے اور مولانا اجمل خان کے سوا یہ سارے بزرگ فوت ہو گئے ہیں رحمۃ اللہ علیہم (اور اب مولانا قاری محمد اجمل خان اور حضرت شیخ رحمہ اللہ بھی دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ بلوچ) جہاز کا ملازم شیشے کے گلاس میں قہوے کے رنگ کی کوئی چیز لے کر جا رہا تھا مولانا عبدالحکیم صاحب مرحوم نے اس کو آواز دے کر کہا او بے ایمان! تم فضا میں بھی باز نہیں آتے۔ کہنے لگے یہ شراب لے کر جا رہا ہے۔ اس نے کہا کہ جی میں تو ملازم ہوں پینے والا کوئی اور ہے۔

دنیا کی شراب کے رنگوں کا تو ہمیں معلوم نہیں ہے لیکن جنت کی شراب کا رنگ دودھ کی طرح سفید ہوگا لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيۡنَ لذت ہوگی پینے والوں کے لیے لَا فِيۡهَا غَوۡلٌ۔ غَوۡل کے دو معنیٰ آتے ہیں، سر درد کے اور پیٹ درد کے۔ یہ تو شرابی بہتر جانتے ہوں گے کہ پینے سے سر درد ہوتا ہے یا پیٹ درد۔ بہر حال قرآن کریم سے اتنی بات معلوم ہوتی ہے کہ شراب کی کوئی قسم ہوگی جس سے معمولی سر درد اور پیٹ درد ہوتا ہے۔ تو جنت کی شراب سے نہ سر درد ہوگا، نہ سر چکرائے گا اور نہ پیٹ درد ہوگا وَّلَا هُمۡ عَنۡهَا يُنۡزَفُوۡنَ اور نہ اس کی وجہ سے بدمست ہوں گے۔ دنیاوی شراب سے آدمی مدہوش ہو جاتے ہیں،

شراب پی کر غل غپاڑہ کرتے ہیں، گالیاں بکتے ہیں بہت کچھ ہوتا ہے جنت کی شراب کی وجہ سے کچھ بھی نہیں ہوگا۔

رئیس الطب ابن سینا نے اپنی کتاب ''قانون'' میں شراب کے پچاس فائدے لکھے ہیں جن کو پڑھ کر آدمی بڑا پھولتا ہے کہ بڑی مفید چیز ہے۔ اس کے بعد ڈیڑھ سو نقصانات لکھے ہیں۔ تو جس چیز میں ایک حصہ فائدہ ہو اور تین حصے نقصان ہو وہ شے کوئی فائدے مند تو نہ ہوئی۔

رب تعالیٰ نے قرآن کریم میں شراب اور جوئے کے متعلق فرمایا ہے وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا [بقرہ:۲۱۹] ''اور ان کا گناہ ان کے فائدے سے بہت بڑا ہے۔'' اور رب تعالیٰ سے زیادہ سچا کون ہے؟ تو جنتی شراب سے نہ سر درد ہوگا، نہ پیٹ میں مروڑ ہوگا، نہ سر پھریں گے، نہ مدہوش ہوں گے وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اور ان کے پاس نیچی نگاہوں والی عِيْنٌ موٹی نگاہوں والی عورتیں ہوں گی كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ گویا کہ وہ انڈے ہیں پردے میں چھپائے ہوئے۔ پردے میں چھپا ہوا انڈا گرد و غبار سے محفوظ رہتا ہے، مکھی سے محفوظ رہتا ہے، رنگ اس کا صاف رہتا ہے۔ اسی طرح وہ حوریں بھی محفوظ ہیں۔ حوروں کے ساتھ ساتھ دنیا والی بیویاں بھی ملیں گی اور جنت کی حوروں کا درجہ دنیا والی بیوی سے کم ہوگا۔ حوریں کہیں گی کہ ہماری تخلیق کستوری، زعفران اور کافور سے ہوئی ہے اور ان کی تخلیق مٹی سے ہوئی ہے تو درجہ زیادہ کیوں ہے؟ جواب سے پہلے مودودی صاحب کا ایک غلط مسئلہ بھی سمجھ لیں۔

مودودی صاحب کا غلط مسئلہ :

مودودی صاحب نے تفہیم القرآن میں لکھا ہے کہ حوریں کافروں کی وہ لڑکیاں

ہیں جو نابالغ فوت ہوئی ہیں، قریب البلوغ، لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ بے شک کافروں کے وہ بچے جو بالغ نہیں ہوئے اور فوت ہو گئے وہ جنت میں جائیں گے لیکن ان کی تخلیق تو مٹی سے ہوئی ہے اور حوروں کے متعلق آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ان کی تخلیق زعفران، کستوری، عنبر اور کافور سے ہوئی ہے۔ مودودی صاحب کے ساتھ علماء حق کا یہی اختلاف تھا کہ وہ اپنی رائے سے جو کہنا چاہتے تھے کہہ دیتے تھے۔

پھر دیکھو! انہوں نے کتنی غلط بات کہی ہے یہ بڑے افسوس کی بات ہے۔ اس وقت ایک رسالہ چھپتا تھا "ایشیا" جماعت اسلامی کا۔ اس میں یہ بات شائع ہوئی کہ کسی نے مودودی صاحب سے پوچھا کہ تم کہتے ہو کہ حوریں کافروں کی نابالغ لڑکیاں ہوں گی اور سلف صالحین کہتے ہیں کہ وہ وہاں کی مخلوق ہے؟ تو مودودی صاحب نے جواب دیا کہ سلف صالحین کا بھی ایک قیاس ہے اور میرا بھی ایک قیاس ہے۔ سلف صالحین پر اتنا بڑا ظلم کوئی نہیں کرسکتا کہ وہ محض قیاس پر چلتے تھے حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے اور سلف صالحین پر الزام محض ہے۔ سلف صالحین نے جو کچھ فرمایا ہے وہ صحیح احادیث کی روشنی میں فرمایا ہے۔ میرا ایک چھوٹا سا رسالہ ہے "مودودی صاحب کے غلط فتوے" اس میں میں نے خوب رد کیا ہے۔

تو حوریں کہیں گی کہ ہم کستوری اور زعفران سے پیدا کی گئی ہیں تمہارا درجہ زیادہ کیوں ہے؟ تو یہ خاموش ہو جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کو حکم ہوگا کہ تم جواب دو۔ تو فرشتے جواب دیں گے بِصَلٰوتِهِنَّ وَصِيَامِهِنَّ وَ حَجَّتِهِنَّ "انہوں نے دنیا میں نمازیں پڑھی ہیں، روزے رکھے ہیں، حج کیے ہیں دنیا کی تکلیفیں اٹھائی ہیں ان کی وجہ سے ان کا درجہ بلند ہے۔

دوزخیوں کی احتیاجی :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ پس متوجہ ہوں گے بعض ان کے دوسرے بعض کی طرف۔ بعض جنتی متوجہ ہوں گے دوسرے جنتیوں کی طرف باتیں کرنے کے لیے يَّتَسَآءَلُوْنَ ایک دوسرے سے سوال کریں گے، پوچھیں گے قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ ایک کہنے والا ان میں سے کہے گا اِنِّىْ كَانَ لِىْ قَرِيْنٌ بے شک تھا میرا ایک ساتھی يَّقُوْلُ وہ کہتا تھا اَئِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ کیا تو ان لوگوں میں سے ہے جو اس بات کی تصدیق کرتے ہیں ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ کیا جب ہم مرجائیں گے اور ہو جائیں گے مٹی اور ہڈیاں تو کیا ہم بدلہ دیئے جائیں گے؟ وہ میرا کافر ساتھی مجھے دنیا میں یہ کہتا تھا کہ تم اس بات کو مانتے ہو کہ جب ہم مر کے مٹی ہو جائیں گے ہڈیاں ہو کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا ہمیں بدلہ دیا جائے گا؟ آؤ نا ذرا اس کو دیکھیں کہ بدلہ ملا ہے یا نہیں؟ قَالَ وہ کہے گا اپنے ساتھیوں کو هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ کیا تم جھانکنا چاہتے ہو۔ جنت کا محل وقوع اوپر ہے اور دوزخ کا محل وقوع نیچے ہے۔ اور وضع کچھ ایسی ہو گی کہ ایک دوسرے کو دیکھیں گے اور باتیں بھی کریں گے۔ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۵۰ میں ہے " اور پکاریں گے دوزخ والے جنت والوں کو اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ کہ بہادو ہمارے اوپر تھوڑا سا پانی یا جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہیں روزی دی ہے قَالُوْٓا جنت والے کہیں گے اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ بے شک اللہ تعالیٰ نے ان دونوں چیزوں کو حرام کر دیا ہے کافروں پر۔" تو دوزخی جنتیوں سے روٹی پانی مانگیں گے حالانکہ دنیا میں باضمیر آدمی حتی الوسع دوسرے کے آگے روٹی کے لیے ہاتھ نہیں پھیلاتا۔

ہم حج کے سفر پر تھے۔ گوجرانوالا کے دوست میرے ساتھ تھے ہم حرم کے اندر ہی بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ ایک ترکی بے چارہ دور سے ہمیں دیکھ رہا تھا۔ میں نے ساتھیوں سے کہا کہ مجھے لگتا ہے کہ یہ بھوکا ہے اجازت ہو تو اس کو بلا لوں؟ سب نے کہا کہ ٹھیک ہے بلالو۔ ایک ساتھی اس کو بلا لایا۔ وہ کچی پکی عربی اور فارسی جانتا تھا۔ اس نے کہا کہ میں ساتھیوں سے بچھڑ گیا ہوں اور رقم ساری ان کے پاس ہے میں تین دن سے بھوکا ہوں۔ (یہ اس دور کی بات ہے جب موبائل سروس نہیں ہوتی تھی۔) تین دن بھوکا رہا مگر کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلایا۔

لیکن دوزخی جنتیوں کے آگے ہاتھ پھیلائیں گے لیکن حاصل کچھ نہیں ہوگا۔ تو مومن ساتھی کہے گا کہ کیا تم جھانکتے ہو جھانکنا چاہتے ہو فَاطَّلَعَ پس وہ جھانکے گا فَرَاٰهُ فِیْ سَوَآءِ الْجَحِیْمِ پس وہ دیکھے گا اس کافر دوست کو دوزخ کے درمیان میں قَالَ کہے گا یہ مومن اس کو تَاللّٰهِ ۔ یہ تا حرف قسم ہے، اللہ کی قسم اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِیْنِ بے شک قریب تھا کہ تو مجھے بھی ہلاک کر دیتا اگر میں تیری باتوں میں آکر قبر حشر کا انکار کر دیتا وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّیْ اور اگر نہ ہوتی میرے پروردگار کی نعمت اس کا کرم لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِیْنَ البتہ میں بھی ہوتا تمہارے ساتھ دوزخ میں حاضر کیے ہوئے لوگوں میں سے۔ رب تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے مجھے بچا لیا لہٰذا بُرے دوستوں، بُرے یاروں سے بچو اور بُری مجلسوں سے بچو۔ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ (آمین)

******

أَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِينَ ﴿٥٨﴾

إِلَّا مَوْتَتَنَا الْأُولَىٰ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِينَ ﴿٥٩﴾ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿٦٠﴾ لِمِثْلِ هَٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُونَ ﴿٦١﴾ أَذَٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا أَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّومِ ﴿٦٢﴾ إِنَّا جَعَلْنَاهَا فِتْنَةً لِّلظَّالِمِينَ ﴿٦٣﴾ إِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِي أَصْلِ الْجَحِيمِ ﴿٦٤﴾ طَلْعُهَا كَأَنَّهُ رُءُوسُ الشَّيَاطِينِ ﴿٦٥﴾ فَإِنَّهُمْ لَآكِلُونَ مِنْهَا فَمَالِئُونَ مِنْهَا الْبُطُونَ ﴿٦٦﴾ ثُمَّ إِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيمٍ ﴿٦٧﴾ ثُمَّ إِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَإِلَى الْجَحِيمِ ﴿٦٨﴾ إِنَّهُمْ أَلْفَوْا آبَاءَهُمْ ضَالِّينَ ﴿٦٩﴾ فَهُمْ عَلَىٰ آثَارِهِمْ يُهْرَعُونَ ﴿٧٠﴾ وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ أَكْثَرُ الْأَوَّلِينَ ﴿٧١﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا فِيهِم مُّنذِرِينَ ﴿٧٢﴾ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنذَرِينَ ﴿٧٣﴾ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ﴿٧٤﴾ ع

أَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِينَ کیا پس ہم نہیں ہیں مرنے والے إِلَّا مَوْتَتَنَا الْأُولَىٰ مگر وہی پہلی موت وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِينَ اور نہیں ہمیں سزا دی جائے گی إِنَّ هَٰذَا بے شک یہ لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ البتہ بڑی کامیابی ہے لِمِثْلِ هَٰذَا اس جیسی کامیابی کے لیے فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُونَ پس چاہیے عمل کریں عمل کرنے والے أَذَٰلِكَ خَيْرٌ کیا یہ بہتر ہے نُزُلًا بہ طور مہمانی کے أَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّومِ یا تھوہر کا درخت إِنَّا جَعَلْنَاهَا بے شک ہم نے بنایا ہے اس کو فِتْنَةً آزمائش لِّلظَّالِمِينَ ظالموں کے لیے إِنَّهَا

بے شک وہ شَجَرَةٌ ایک درخت ہے تَخْرُجُ فِیٓ اَصْلِ الْجَحِیْمِ جو نکلتا ہے جہنم کی جڑ سے طَلْعُهَا اس کے خوشے كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ گویا کہ شیطانوں کے سر ہیں فَاِنَّهُمْ پس بے شک یہ لوگ لَاٰكِلُوْنَ البتہ کھانے والے ہیں مِنْهَا اس سے فَمَالِـُٔوْنَ پس بھرنے والے ہیں مِنْهَا اس سے الْبُطُوْنَ اپنے پیٹ ثُمَّ اِنَّ پھر بے شک لَهُمْ ان کے لیے عَلَيْهَا اس پر لَشَوْبًا البتہ ملاوٹ ہوگی مِّنْ حَمِيْمٍ کھولتے ہوئے پانی کی ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ پھر بے شک ان کے لوٹنے کی جگہ لَاِلَى الْجَحِيْمِ البتہ شعلے مارنے والی آگ ہے اِنَّهُمْ بے شک انہوں نے اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ پایا اپنے باپ دادا کو ضَآلِّيْنَ گمراہ فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ پس وہ ان کے نقش قدم پر يُهْرَعُوْنَ دوڑ رہے ہیں وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اور البتہ تحقیق گمراہ ہوئے ان سے پہلے اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ پہلے بہت سے لوگ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ اور البتہ تحقیق بھیجے ہم نے ان میں مُّنْذِرِيْنَ ڈرانے والے فَانْظُرْ پس دیکھ كَيْفَ كَانَ کیسے ہوا عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ انجام ان لوگوں کا جن کو ڈرایا گیا اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ مگر اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے بندے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے جنتی جب جنت میں پہنچ جائیں گے اور آپس میں باتیں کریں گے ان میں سے ایک کہے گا کہ میرا ایک ساتھی ہوتا تھا کافر مشرک۔ وہ مجھے کہتا تھا کہ تم اس بات کی تصدیق کرتے ہو کہ جس وقت ہم مر کے مٹی اور ہڈیاں ہو

جائیں گے تو ہمیں بدلا دیا جائے گا۔ وہ بڑا زور لگاتا تھا کہ میں قیامت کو تسلیم نہ کروں توحید کو نہ مانوں آؤ ذرا اس کو جھانک کر دیکھیں وہ کہاں ہے؟ پس وہ اس کو جھانک کر دیکھے گا وہ دوزخ کے درمیان میں آگ کے شعلوں میں جل رہا ہوگا۔ اس کو خطاب کر کے کہے گا اللہ کی قسم ہے قریب تھا کہ تو مجھے بھی ہلاک کر دیتا۔ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہوتا تو میں بھی دوزخ میں حاضر ہونے والوں میں سے ہوتا۔

مکافاتِ عمل :

اس کے ساتھ گفتگو کرنے کے بعد مومن ساتھی کہے گا اپنے ساتھیوں کو اَفَمَا نَحْنُ بِمَیِّتِیْنَ کیا پس ہم نہیں ہیں مرنے والے۔ یہ خوشی کا اظہار ہے اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰی مگر وہی پہلی موت۔ اب ہم کبھی نہیں مریں گے، نہ جنتی مریں گے، نہ دوزخی مریں گے وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ اور نہیں ہمیں سزا دی جائے گی۔ جنتی کہیں گے بچ گئے ہم ساری چیزوں سے۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے اِنَّ ھٰذَا لَھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ بے شک یہ چیزیں البتہ بڑی کامیابی ہیں۔ دوزخ سے بچ گئے جنت میں داخل ہو گئے، تکالیف سے جان چھوٹ گئی، ہمیشہ ہمیشہ کی راحتیں اور خوشیاں نصیب ہو گئیں۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں لِمِثْلِ ھٰذَا فَلْیَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ اس جیسی کامیابی کے لیے پس چاہیے عمل کریں عمل کرنے والے۔ عمل کے بغیر عادتاً دنیا میں کچھ نہیں ملتا۔ ملازم کو ملازمت کرنی چاہیے، مزدور کو مزدوری کرنی چاہیے، تاجر کو تجارت کرنی چاہیے، زراعت پیشہ کو زراعت کرنی چاہیے، کچھ کرے گا تو پھل پائے گا۔ جنت تو بہت قیمتی شے ہے جنت کی ایک چابک کی جگہ دنیا و مافیہا کے خزانوں سے قیمتی ہے۔ تو اس قیمتی شے کے لیے عمل کرنا چاہیے عمل کے بغیر کچھ نہیں ملتا۔ اور جو کرو گے اس کے مطابق بدلہ پاؤ گے۔ شاعر نے کیا

خوب کہا ہے:

ے از مکافات عمل غافل مشو

گندم از گندم بروید جو ز جو

''مکافات عمل سے غافل نہ ہو گندم سے گندم اگتی ہے اور جو سے جو۔'' گندم کے بیج ڈالو گے تو گندم کاٹو گے اور جو اگاؤ گے تو جو کاٹو گے۔ اور ہمارا حال یہ ہے کہ ہم بوتے تو کچھ نہیں ہیں اور ساری فصلیں کاٹنے کی امیدیں لگا کر بیٹھے ہیں۔ نہ نمازیں ہیں، نہ روزے ہیں، نہ حج، نہ زکوٰۃ، نہ قربانی۔ میں سب کی بات نہیں کر رہا نیک بھی ہیں مگر اکثریت کا حال یہ ہے کہ حلال وحرام کی تمیز ہے نہ جائز و ناجائز کی پروا ہے اور بخشش کی امیدیں ہیں۔ بویا کچھ نہیں اور کاٹنے کے لیے درانتی لیے پھرتے ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس جیسی کامیابی کے لیے پس چاہیے کہ عمل کریں عمل کرنے والے۔ فرمایا اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا کیا یہ چیزیں جن کا اوپر ذکر ہوا ہے کہ جنت میں پھل ہوں گے، تخت ہوں گے، خالص شراب ہوگی، حوریں ہوں گی، یہ بہتر ہیں بہ طور مہمانی کے۔

زقوم کا درخت :

اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ یا تھوہر کا درخت۔ یہ درخت ہمارے ہاں بھی ہوتا ہے لیکن جو عرب میں ہوتا تھا وہ اتنا کڑوا اور زہریلا ہوتا تھا کہ جانور اس کو سونگھنے کے ساتھ ہی مر جاتے تھے۔ تو جہنم میں یہ زقوم کا درخت بھی ہے اور ضریع بھی۔ جس کا ذکر سورہ غاشیہ پارہ ۳۰ میں ہے کہ یہ ایک خاردار جھاڑی ہے بہت کڑوی۔ زقوم کے متعلق احادیث میں آتا ہے کہ اگر اس کے چند قطرے اس زمین پر گرا دیئے جائیں تو تمام جان دار چیزیں اس کی

بدبو کی وجہ سے مر جائیں۔ تو بتاؤ کہ مہمانی کے لیے جنت کے میوے، پھل، خوشبوئیں بہتر ہیں یا تھوہر کا درخت اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ بے شک ہم نے بنایا ہے اس کو آزمائش ظالموں کے لیے۔ آزمائش اس طرح ہے کہ یہ درخت اس آگ میں ہوگا جو آگ دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہے۔ دنیا کی آگ میں لوہا، تانبا پگھل جاتا ہے پتھر جل جاتا ہے تو جو آگ اس سے انہتر گنا تیز ہوگی اس میں درخت ہوں گے، سانپ اور بچھو ہوں گے، انسان بھی جل کر کوئلہ نہیں ہوں گے، جس شخص میں ایمان نہ ہو وہ تو نہیں سمجھ سکتا۔ مادیات پر ایمان رکھنے والا ان چیزوں کو کیسے سمجھے گا؟ ساری بات ایمان پر ختم ہوتی ہے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس درخت کو ظالموں کے لیے آزمائش بنایا ہے اِنَّهَا شَجَرَةٌ بے شک وہ زقوم کا ایک درخت ہے تَخْرُجُ جو نکلتا ہے، اگتا ہے فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ دوزخ کی جڑ سے، جہنم کے درمیان سے طَلْعُهَا اس کی شاخیں كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ جیسے شیطانوں کے سر ہیں، چڑیلوں کے سر ہیں۔ آج بھی جس عورت نے سر میں تیل کنگھی نہ کی ہو، بال بکھرے ہوئے ہوں تو کہتے ہیں دیکھو بی بی چڑیل ہے۔ اس وقت بھی لوگ چڑیلوں کے ساتھ تشبیہ دیتے تھے تو چڑیلوں کے سروں کی طرح اس کی شاخیں ہوں گی۔ کوئی شاخ اِدھر گئی ہوئی ہے کوئی اُدھر گئی ہوئی ہے۔ ایمان کے ساتھ تو یہ ساری چیزیں سمجھ آتی ہیں بے ایمان کو کوئی بات سمجھ نہیں آئے گی۔

تفسیر مدارک میں لکھا ہے کہ ترکی میں صمندل نامی ایک جانور ہے اس کی پشم سے لوگ کپڑے بناتے ہیں۔ یہ کپڑے جب میلے ہو جائیں تو ان کو آگ میں ڈال دیتے ہیں آگ میل کو جلا دیتی ہے کپڑوں کو کچھ نہیں ہوتا وہ صاف ہو جاتے ہیں۔ غالباً دحران نامی

ایک جانور ہے جو آگ میں خوش رہتا ہے جیسے مچھلی پانی میں خوش رہتی ہے۔

اسی آیت کی تفسیر میں مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ ''فوائد عثمانیہ'' میں لکھتے ہیں:

''کمپنی باغ سہارن پور میں بعض درختوں کی نشوونما آگ کے ذریعے ہوتی ہے۔''

۱۹۴۱ء کے قریب اس باغ میں حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر ہوئی تھی۔ اس میں مَیں بھی تھا۔ اس باغ کو میں نے دیکھا ہے لیکن لاعلمی کی بنیاد پر وہ درخت نہیں دیکھ سکا کیونکہ اس وقت میں نے فوائد عثمانیہ نہیں پڑھی تھی۔ ایمان ہو تو سب چیزیں سمجھ آتی ہیں۔

فرمایا فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا پس بے شک یہ لوگ البتہ کھانے والے ہیں اس زقوم کے درخت سے فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ پس بھرنے والے ہیں اس شجرہ زقوم سے اپنے پیٹ۔ سخت بھوک سے مجبور ہو کر اس کو کھائیں گے مجبوری میں آدمی بہت کچھ کرتا ہے۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ مکے والوں پر جب قحط مسلط ہوا تو انہوں نے جانوروں کے چمڑے پانی میں بھگو بھگو کر کھائے اور اَكَلُوا الْعِظَامَ ہڈیاں پیس پیس کر کھائیں تو جہنمیوں پر اتنی شدید بھوک مسلط ہوگی کہ مجبور ہو کر اس کو کھائیں گے پیٹ بھریں گے ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ پھر بے شک ان کے لیے اس پر البتہ ملاوٹ ہوگی کھولتے ہوئے پانی کی۔ (پینے کے لیے کھولتا ہوا پانی ملے گا)

زقوم کھانے کے بعد جب پیاس لگے گی تو گرم پانی ملے گا يَشْوِى الْوُجُوْهَ [کہف:۲۹] وہ جبڑوں کو جلا ڈالے گا ہونٹوں پر لگے تو ہونٹ جل جائیں گے وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ [مومنون:۱۰۴] ''اور وہ اس میں بدشکل ہو جائیں گے۔'' اوپر والا ہونٹ پیشانی کے ساتھ جا لگے گا اور نیچے والا لٹک کر ناف تک چلا جائے گا انتہائی بدشکل ہو کر جہنم

میں رہیں گے اور چیخیں ماریں گے وَهُمْ فِيهَا يَصْطَرِخُونَ [فاطر:۳۷] ''اور وہ چلائیں گے اس دوزخ میں۔'' لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَّ شَهِيقٌ [ہود:۱۰۶] ''ان کے لیے دوزخ میں چیخنا چلانا ہوگا۔'' گدھے کی ابتدائی آواز کو زفیر کہتے ہیں اور آخری آواز کو شهيق کہتے ہیں۔ گدھے کی طرح چیخیں چلائیں گے اور سورہ لقمان میں ہے اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ [آیت:۱۹، پارہ:۲۱] ''بے شک سب آوازوں سے بُری آواز گدھے کی ہے۔''

پھر کیا ہوگا ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاْ اِلَى الْجَحِيْمِ پھر بے شک ان کے لوٹنے کی جگہ البتہ شعلے مارنے والی آگ ہے۔ جب آگ کے شعلوں میں چیخیں چلائیں گے تو ان کو زمہریر جو ٹھنڈا طبقہ ہے وہاں لے جایا جائے گا۔ جب سردی سے تنگ آجائیں گے تو کہیں گے ہمیں واپس وہیں لے جایا جائے جہاں ہم تھے کہ جب سردی زیادہ ہوتی ہے تو کہتے ہیں گرمی اچھی ہے اور جب شدید گرمی پڑتی ہے تو کہتے ہیں سردی اچھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دوزخ سے محفوظ فرمائے۔ دوزخ میں کیوں جائیں گے؟ اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّيْنَ بے شک انہوں نے پایا باپ دادا کو گمراہ فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ پس وہ ان کے نقش قدم پر دوڑ رہے ہیں۔ ان کے باپ دادا گمراہ تھے اور یہ ان کے راستے پر دوڑتے رہے، ان کی پیروی کرتے رہے۔

تقلید کا معیار:

ہاں اگر آباؤاجداد سمجھدار اور ہدایت یافتہ ہوں تو قرآن کریم کا حکم ہے وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ [لقمان:۱۵] ''اور پیروی کر اس کے راستے کی جو میری طرف رجوع رکھتا ہے۔'' تو گمراہ کی تقلید کی شریعت نے سختی کے ساتھ تردید کی ہے۔ ایسی تقلید جو

قرآن وحدیث کے خلاف ہوشریعت کے خلاف ہو یہ گمراہی کا سب سے بڑا سبب ہے۔
لیکن اہل اسلام جوتقلید کرتے ہیں یہ وہ نہیں ہے جس کی قرآن نے تردید کی ہے۔

اہل اسلام کی تقلید یہ ہے کہ جو مسئلہ قرآن و حدیث میں نہیں ہے، خلفائے راشدین سے ثابت نہیں ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہیں ہے ایسے مسائل میں کسی امام کی بات مان لینا جواس نے قرآن وسنت سے اخذ کی ہے۔ اس نظریے کے تحت کہ امام معصوم عن الخطاء نہیں ہے۔ معصوم صرف پیغمبر کی ذات ہے امام مجتہد ہے اور مجتہد کی بات صحیح بھی ہوسکتی ہے اور غلط بھی ہوسکتی ہے۔

تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنے آباؤ اجداد کو گمراہ پایا اور ان کے نقش قدم پر چلتے رہے وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اور البتہ تحقیق گمراہ ہو چکے ان سے پہلے أَكْثَرُ الْأَوَّلِينَ بہت سے لوگ۔ اکثریت اس وقت بھی گمراہ تھی اور آج بھی اکثریت گمراہ ہے اور قیامت تک اکثریت گمراہوں کی رہے گی۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ جو گمراہ ہوئے تو کیا ان کو حق سے آگاہ نہیں کیا گیا؟ رب تعالیٰ نے ان کی طرف پیغمبر نہیں بھیجے؟

تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا فِيهِم مُّنذِرِينَ اور البتہ تحقیق بھیجے ہم نے ان میں ڈرانے والے۔ پیغمبر بھیجے انہوں نے پیغمبروں کی بات نہیں مانی۔ پھر کیا ہوا؟ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنذَرِينَ پس دیکھ کیا ہوا انجام ان لوگوں کا جن کو ڈرایا گیا، ان کا کیا حشر ہوا؟ اللہ تعالیٰ کسی قوم کو ہلاک نہیں کرتے جب تک اتمام حجت نہ کرلیں۔ سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۱۵ پارہ ۱۵ میں ہے وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا ''اور ہم عذاب نہیں دیتے یہاں تک کہ ہم رسول بھیجتے ہیں۔'' جب تک

رسول نہ بھیجیں کسی قوم کو تباہ نہیں کرتے۔آنحضرت ﷺ پر نبوت ختم ہے لیکن الحمد للہ! آپ ﷺ کی وفادار امت نے نبوت والا سارا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھایا ہے اور آج تک دین اپنی اصل شکل میں موجود ہے۔قرآن وحدیث بھی اپنی اصل شکل میں موجود ہیں اگر چہ اہل بدعت نے بڑی خرابیاں پیدا کی ہیں لیکن پھر بھی دین تمھیں اصل شکل میں ملے گا۔تو فرمایا دیکھو ان لوگوں کا کیا انجام ہوا جن کو ڈرایا گیا اِلَّا عِبَادَاللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ مگر اللہ تعالیٰ کے وہ بندے جو چنے ہوئے تھے وہ عذاب سے بچ گئے باقی سب تباہ و برباد ہو گئے اور نافرمانی کے انجام کو پہنچ گئے۔

*****

وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۷۶﴾ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ ﴿۷۷﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۷۸﴾ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۹﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۱﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۸۲﴾ وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ ﴿۸۳﴾ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿۸۴﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۸۵﴾ اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ ﴿۸۶﴾ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾ فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ ﴿۸۸﴾ فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ ﴿۸۹﴾ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ ﴿۹۰﴾ فَرَاغَ اِلٰى اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۹۱﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ﴿۹۲﴾ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِيْنِ ﴿۹۳﴾ فَاَقْبَلُوْا اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ ﴿۹۴﴾ قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ﴿۹۵﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ ﴿۹۷﴾ فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿۹۸﴾

وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق نَادٰىنَا نُوْحٌ پکارا ہمیں نوح علیہ السلام نے
فَلَنِعْمَ پس بہت ہی اچھے ہیں الْمُجِيْبُوْنَ دعائیں قبول کرنے والے
وَنَجَّيْنٰهُ اور ہم نے نجات دی اس کو وَاَهْلَهٗ اور اس کے گھر والوں کو
مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ بڑی پریشانی سے وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ اور کر دیا ہم
نے اس کی اولاد کو هُمُ الْبٰقِيْنَ وہی باقی رہنے والے وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ

اور چھوڑا ہم نے اس کے لیے فِی الْاٰخِرِیْنَ (اچھا ذکر) پچھلوں میں
سَلٰمٌ عَلٰی نُوْحٍ سلامتی ہو نوح علیہ السلام پر فِی الْعٰلَمِیْنَ جہان والوں میں اِنَّا
بے شک ہم کَذٰلِكَ اسی طرح نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ بدلہ دیتے ہیں نیکی
کرنے والوں کو اِنَّهٗ بے شک وہ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ہمارے مومن
بندوں میں سے تھے ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِیْنَ پھر ہم نے غرق کر دیا دوسروں کو
وَاِنَّ مِنْ شِیْعَتِهٖ اور بے شک ان کے گروہ میں سے ہے لَاِبْرٰهِیْمَ البتہ
ابراہیم علیہ السلام اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ جس وقت آئے وہ اپنے رب کے پاس بِقَلْبٍ
سَلِیْمٍ سلامتی والا دل لے کر اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ جس وقت کہا اس نے اپنے
والد سے وَقَوْمِهٖ اور اپنی قوم سے مَاذَا تَعْبُدُوْنَ کن چیزوں کی تم
عبادت کرتے ہو اَئِفْكًا اٰلِهَةً کیا جھوٹے خدا دُوْنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے
نیچے نیچے تُرِیْدُوْنَ جن کا تم ارادہ کرتے ہو فَمَا ظَنُّكُمْ پس کیا خیال
ہے تمھارا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ رب العالمین کے بارے میں فَنَظَرَ نَظْرَةً
پس دیکھا انھوں نے دیکھنا فِی النُّجُوْمِ ستاروں میں فَقَالَ پس فرمایا
اِنِّیْ سَقِیْمٌ میں بیمار ہوں فَتَوَلَّوْا عَنْهُ پس پھر گئے وہ لوگ ان سے
مُدْبِرِیْنَ پشت پھیر کر فَرَاغَ اِلٰۤی اٰلِهَتِهِمْ پس مائل ہوئے ابراہیم علیہ السلام
ان کے خداؤں کی طرف فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ پس فرمایا کیا تم کھاتے نہیں
مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ تمھیں کیا ہو گیا تم بولتے نہیں فَرَاغَ عَلَیْهِمْ پس مائل

ہوئے ان پر ضَرْبًۢا بِالْیَمِیْنِ مارتے ہوئے قوت کے ساتھ فَاَقْبَلُوْٓا اِلَیْهِ پس وہ متوجہ ہوئے ان کی طرف یَزِفُّوْنَ دوڑتے ہوئے قَالَ فرمایا اَتَعْبُدُوْنَ کیا تم عبادت کرتے ہو مَا ان چیزوں کی تَنْحِتُوْنَ جن کو تم خود تراشتے ہو وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے تم کو وَمَا تَعْمَلُوْنَ اور جو تم عمل کرتے ہو قَالُوا کہا انہوں نے ابْنُوْا لَهٗ بُنْیَانًا بناؤ اس کے لیے ایک عمارت فَاَلْقُوْهُ پس اس کو ڈالو فِی الْجَحِیْمِ آگ کے شعلوں میں فَاَرَادُوْا بِهٖ كَیْدًا پس انہوں نے ارادہ کیا اس کے بارے میں ایک تدبیر کا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِیْنَ پس کر دیا ہم نے ان ہی کو پست۔

کل کے سبق میں تم نے پڑھا کہ پہلے لوگوں کی اکثریت گمراہ تھی تو سوال پیدا ہوا کہ ان کو سمجھانے والا کوئی نہیں تھا؟ جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِیْهِمْ مُّنْذِرِیْنَ ''اور البتہ تحقیق بھیجے ہم نے ان میں ڈرانے والے۔'' مگر ان لوگوں نے ان کی بات نہیں مانی پھر دیکھو ان کا کیسا انجام ہوا؟ اب آگے ڈرانے والوں کا ذکر ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کا مختصر تعارف :

فرمایا وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ اور البتہ تحقیق پکارا ہمیں نوح علیہ السلام نے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا نام عبدالغفار تھا اور والد محترم کا نام لمک تھا۔ قوم کی حالتِ بد پر نوحہ کرتے کرتے، افسوس کرتے کرتے نوح لقب پڑ گیا۔ چالیس سال کی عمر میں نبوت ملی، ساڑھے نو سو

سال تبلیغ کی اور طوفان نوح کے بعد بھی کئی سو سال تک زندہ رہے۔ تو فرمایا پکارا ہمیں نوح علیہ السلام نے فَلَنِعْمَ الْمُجِيبُوْنَ پس بہت ہی اچھے ہیں دعائیں قبول کرنے والے۔

کربِ عظیم سے مراد :

وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ اور نجات دی ہم نے نوح علیہ السلام کو اور ان کے گھر والوں کو مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ بڑی پریشانی سے کہ قوم کے کفر وشرک کرنے کی وجہ سے بڑی پریشانی تھی تو اللہ تعالیٰ نے قوم کو تباہ کر کے اس پریشانی سے نجات عطا فرمائی۔

اور دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کرب عظیم سے مراد طوفان ہے۔ جو سیلاب ساری دنیا میں آیا ہر شے کو تباہ کیا اور نوح علیہ السلام اور ان کے اہل خانہ اور جو ساتھی کشتی میں سوار تھے ان کو بچا لیا۔ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ اور کر دیا ہم نے ان کی اولاد کو وہی باقی رہنے والے۔ سیلاب کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ جو مومن ساتھی تھے ان سے آگے اولاد نہیں چلی۔ اولاد صرف حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹوں سے ہوئی۔ حضرت نوح کے چار بیٹے تھے۔ ایک کا نام کنعان تھا لقب اس کا یام تھا جو کفر پر مرا آخر تک اس نے حق کو قبول نہیں کیا فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ [ہود: ۴۳] "پس تھا وہ ڈوبنے والوں میں سے۔" باقی تین بیٹے موحد مسلمان تھے۔ بیٹی کا ذکر نہیں آتا۔ ایک کا نام سام تھا رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ان کی اولاد میں عربی، فارسی، رومی ہوئے ہیں۔ دوسرے بیٹے کا نام حام تھا رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ان کی اولاد سوڈانی، حبشی، نائیجیریا والے ہیں۔ تیسرے کا نام یافث تھا رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ترکی، افغانی، یاجوج ماجوج اور یہ چینی اس کی نسل سے ہیں۔

تو حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد کو اللہ تعالیٰ نے باقی رکھا وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ اور چھوڑا ہم نے اس کے لیے اچھا ذکر پچھلوں میں۔ آج بھی نوح علیہ السلام کا

نام بڑے ادب و احترام کے ساتھ لیا جاتا ہے۔ تو اچھا ذکر پچھلے لوگوں میں رکھا تاکہ لوگ ان کے کارنامے یاد رکھیں سَلٰمٌ عَلٰی نُوۡحٍ فِی الۡعٰلَمِیۡنَ سلامتی ہو نوح علیہ السلام پر جہان والوں میں۔ ان کی بڑی خدمات ہیں اِنَّا کَذٰلِکَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ بے شک ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو۔ ظاہر بات ہے کہ پیغمبر سے بڑھ کر نیک کون ہو سکتا ہے اِنَّہٗ مِنۡ عِبَادِنَا الۡمُؤۡمِنِیۡنَ بے شک نوح علیہ السلام ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔ صرف مومن ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر بھی تھے۔ نو سو پچاس سال اللہ تعالیٰ کا پیغام بندوں کو پہنچایا۔ نو سو پچاس سال کے دن گننے پر بھی اچھا خاصا وقت لگتا ہے۔ نوح علیہ السلام اور ان کے اہل کو اللہ تعالیٰ نے نجات دی۔ فرمایا ثُمَّ اَغۡرَقۡنَا الۡاٰخَرِیۡنَ پھر ہم نے غرق کر دیا دوسرے لوگوں کو وَاِنَّ مِنۡ شِیۡعَتِہٖ لَاِبۡرٰہِیۡمَ اور بے شک نوح علیہ السلام کے گروہ میں نیک بندوں اور پیغمبروں کے گروہ میں سے البتہ ابراہیم علیہ السلام بھی ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مختصر تعارف :

حضرت ابراہیم علیہ السلام نوح علیہ السلام سے سترہ سو (۱۷۰۰) سال بعد تشریف لائے ہیں کوسیٰ بروزن موسیٰ شہر میں۔ آج کل کے جغرافیہ میں اس کا نام اُر ہے جو اس وقت عراق کا دار الخلافہ تھا۔ اس وقت بادشاہ نمرود بن کنعان تھا جو بڑا ظالم جابر اور مشرک تھا۔ ابراہیم کے والد کا نام قرآن نے آزر بتلایا ہے۔ یہ اس حکومت کا وزیر مذہبی امور تھا۔ بت بنانا، بت خانے بنانا اور بت خانوں میں بت پورے کرنا، یہ اس کی ذمہ داری تھی۔ اللہ تعالیٰ نے بت گر کے گھر بت شکن پیدا فرمایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی بڑی آزمائشی زندگی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِذۡ جَآءَ رَبَّہٗ بِقَلۡبٍ سَلِیۡمٍ جس وقت وہ آئے

اپنے رب کے پاس سلامتی والا دل لے کر۔ ایسا صحیح سالم دل لے کر آئے کہ دین کی چیزوں کے بارے میں کوئی شک وتردد اس دل میں نہیں تھا۔ یاد رکھنا! ہمیں بھی اگر دین کی کسی چیز میں شک ہوا تو ایمان نہیں رہے گا۔ ایمان اس پختہ عقیدے کا نام ہے کہ بے شک دنیا شک ڈالتی رہے اس میں شک نہ آئے۔ بلکہ کوئی شک وشبہ اس کے قریب بھی نہ آئے۔

اِذْقَالَ لِاَبِيْهِ جس وقت کہا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد سے۔ ساتویں پارے میں تفصیل ہے یہاں اجمال ہے وَاِذْقَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ''اور جس وقت کہا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر سے کیا آپ بتوں کو معبود بناتے ہیں اِنِّيْٓ اَرٰىكَ وَ قَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ [انعام: ۷۴] '' بے شک میں آپ کو اور آپ کی قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھتا ہوں۔'' اور یہاں ہے کہ جس وقت کہا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے وَقَوْمِهٖ اور اپنی قوم سے مَاذَا تَعْبُدُوْنَ کن چیزوں کی تم عبادت کرتے ہو۔ اس قوم میں بت پرستی بھی تھی اور کواکب پرستی بھی۔ چاند، سورج ستاروں کی بھی پوجا کرتے تھے۔ کن چیزوں کی عبادت کرتے ہو؟ اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ کیا جھوٹے خدا بناتے ہو اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے جن کا تم ارادہ کرتے ہو ان کی تم پوجا کرتے ہو فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ پس کیا خیال ہے تمہارا رب العالمین کے بارے میں۔

مشرک رب تعالیٰ کا منکر نہیں ہوتا بلکہ ظاہری طور پر دیکھو تو مشرک رب کی بڑی عظمت کا قائل ہے۔ مشرک کہتا ہے اللہ تعالیٰ کی ذات بہت بلند ہے درجے کے لحاظ سے۔ ہم سے بہت دور ہے اور ہم بڑے گناہ گار ہیں ہماری رب تعالیٰ تک رسائی نہیں

ہے جب تک درمیان میں بابوں (بزرگوں) کی سیڑھیاں نہ ہوں هٰؤُلَآءِ شُفَعَاءُ نَا عِنْدَ اللّٰهِ [یونس:۱۸] "یہ ہمارے سفارشی ہیں اللہ تعالیٰ کے پاس۔" دیکھو! کتنی عظمت ہے کہ رب تعالیٰ کی ذات بہت بلند ہے ان بابوں (بزرگوں) کے بغیر وہاں تک ہماری پہنچ نہیں ہے۔ اور آٹھویں پارے میں ہے وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا "اور ٹھہرایا ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے اس میں سے جو پیدا کیے ہیں اللہ تعالیٰ نے کھیتی اور مویشی ایک حصہ فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ "پھر کہا انہوں نے یہ اللہ تعالیٰ کا حصہ ہے اپنے خیال کے مطابق وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا اور یہ ہمارے شریکوں کے لیے فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ پس وہ حصہ جو ان کے شریکوں کا ہوتا پس وہ نہیں پہنچتا اللہ تعالیٰ کی طرف وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ اور جو اللہ تعالیٰ کا حصہ ہوتا ہے پس وہ پہنچتا ہے ان کے شریکوں کی طرف سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ [انعام:۱۳۶] "بہت برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں۔"

مشرک لوگ زمین کی پیداوار میں سے اللہ تعالیٰ کا بھی حصہ نکالتے تھے اور اپنے شریکوں کا بھی حصہ نکالتے تھے۔ اگر اللہ تعالیٰ والے حصے سے کچھ دانے شریکوں والی ڈھیری میں مل جاتے تو الگ نہیں کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ غنی ہے اور اگر شریکوں والی ڈھیری سے کچھ دانے اللہ تعالیٰ والی ڈھیری میں مل جاتے تو فوراً الگ کر لیتے تھے کہ یہ مسکین ہیں۔ تو مشرک رب تعالیٰ کا منکر نہیں ہوتا بلکہ رب تعالیٰ کو مانتے ہوئے دوسروں کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ جوڑتا ہے۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے نیچے تم نے چھوٹے خدا بنائے ہوئے ہیں جن کا تم ارادہ کرتے ہو رب العالمین کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟

کہتے ہیں کہ رات کا وقت تھا قوم کے افراد بیٹھے تھے شہر سے باہر کوئی تہوار منانے کے لیے پروگرام بنا رہے تھے اس میں شریک ہونے کے لیے انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کو بھی دعوت دی۔ آپ ان کے ساتھ جانا نہیں چاہتے تھے فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ پس دیکھا انہوں نے دیکھنا ستاروں میں فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ پس فرمایا بے شک میں بیمار ہوں مجھے تمہاری کواکب پرستی نے بیمار کر دیا ہے کہ اچھے بھلے آدمی ہو کھاتے پیتے انسان ہونے کے باوجود کبھی سورج کے آگے، کبھی چاند، کبھی ستاروں کے آگے اور کبھی بتوں کے آگے جھکتے ہو۔ ان چیزوں کو دیکھ کر میں بیمار ہوں۔ کبھی آدمی فکر اور پریشانی کی وجہ سے بھی بوڑھا ہو جاتا ہے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ حضرت! آپ وقت سے پہلے بوڑھے ہو گئے ہیں آپ کے جسم میں کمزوری وقت سے پہلے آ گئی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا شَيَّبَتْنِيْ هُوْدُ وَ اَخَوَاتُهَا ''سورہ ہود اور اس جیسی سورتوں نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے۔'' سورہ ہود میں کافی مجرم قوموں کی تباہی کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَا اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ [ہود: ۱۰۲] ''اور اسی طرح ہے پکڑ آپ کے رب کی جس وقت کہ وہ پکڑتا ہے اور وہ ظلم کرنے والے ہوتے ہیں۔'' اس جملے نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پریشان کیا کہ میری امت میں بھی تو لازماً ظالم لوگ ہوں گے۔ بلکہ اگر انصاف سے دیکھا جائے تو ان قوموں میں تو ایک ایک عیب تھا اور اس آخری امت میں وہ سارے عیب موجود ہیں۔ تو امت کے غم کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقت سے پہلے بوڑھے ہو گئے۔

کواکب پرستی :

تو فرمایا تمہاری کواکب پرستی کی وجہ سے میں بیمار ہوں اور یہ روحانی بیماری جسمانی بیماری سے بھی سخت ہوتی ہے فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ پس پھر گئے وہ لوگ ان سے پشت پھیر کر۔ دار الخلافہ کے بت خانے میں جو شاہی بت خانہ تھا اس میں اس وقت بہتر (۷۲) بت تھے۔ ان کو خوشبوئیں لگی ہوئی تھیں، کسی کے سامنے حلوا رکھا ہوا ہے، کسی کے سامنے کھیر اور کسی کے سامنے سویاں اور کسی کے سامنے قورما کہ ان میں باوے برکت ڈالیں گے اور ہم بعد میں کھائیں گے۔ سارے تہوار منانے کے لیے چلے گئے فَرَاغَ إِلٰى اٰلِهَتِهِمْ پس مائل ہوئے ابراہیم علیہ السلام ان کے خداؤں کی طرف اور کلہاڑی بھی ساتھ لے گئے تھے۔ پہلے ان کے ساتھ مذاق کیا فَقَالَ پس فرمایا اَلَا تَاْكُلُوْنَ کیا تم کھاتے نہیں کھیر، سویاں، قورما ٹھنڈا ہو رہا ہے کھاتے کیوں نہیں؟ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ تمہیں کیا ہو گیا بولتے کیوں نہیں؟ مگر کس نے کوئی چیز کھانی تھی اور کس نے بولنا تھا فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِيْنِ یمین کے معنیٰ قوت کے ہیں پس مائل ہوئے ابراہیم علیہ السلام ان پر مارتے ہوئے پوری قوت کے ساتھ۔ سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۵۸ پارہ ۱۷ میں ہے فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ''پس کر ڈالا ابراہیم علیہ السلام نے ان کے بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے مگر ان میں سے جو بڑا تھا اس کو چھوڑ دیا تاکہ وہ اس کی طرف رجوع کریں'' کہ جو کچھ میں نے کیا ہے اس کی تحقیق تو ہوگی۔ تو اس موقع پر اس کا وجود مجھے فائدہ دے گا جب تحقیق شروع ہوئی تو ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا فَسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ پہلے تو ان خداؤں سے پوچھو تاکہ تمہارا یہ حشر کس نے کیا ہے اگر یہ بولتے ہیں۔ پھر اس بڑے گرو گھنٹال سے پوچھو شاید اس نے کچھ کیا ہو ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِ

سِهِمْ پس تحقیق کرنے والوں نے سر جھکا دیئے اور کہنے لگے لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰؤُلَاۤءِ يَنْطِقُوْنَ بے شک آپ جانتے ہیں کہ یہ گفتگو نہیں کرتے۔فرمایا اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ افسوس ہے تمہارے اوپر اور تمہارے خداؤں پر بھی جن کی تم پوجا کرتے ہو، توقعات رکھتے ہو، اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے جو اپنی جان نہیں بچا سکتے، بول نہیں سکتے۔پھر ان لوگوں نے کہا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ جلاؤ ابراہیم علیہ السلام کو اور مدد کرو اپنے خداؤں کی اگر تم کچھ کرنے والے ہو۔تو مائل ہوئے ابراہیم علیہ السلام ان پر مارتے ہوئے قوت کے ساتھ فَاَقْبَلُوْۤا اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ پس متوجہ ہوئے لوگ ابراہیم علیہ السلام کی طرف دوڑتے ہوئے، گھبراتے ہوئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امتحان :

یہاں اجمال ہے اور سورۃ الانبیاء پارہ ۱۷ میں تفصیل ہے۔کہنے لگے سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ ''سنا ہے ہم نے ایک نوجوان جو اِن معبودوں کا ذکر کرتا ہے يُقَالُ لَهٗ اِبْرٰهِيْمُ اس کو ابراہیم کہا جاتا ہے۔اس نے یہ بھی کہا تھا تَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ اللہ کی قسم میں ضرور تدبیر کروں گا تمہارے ان بتوں کے لیے بعد اس کے کہ تم پشت پھیر کر جاؤ گے۔'' لہٰذا یہ کارروائی اسی کی ہوگی۔چنانچہ ابراہیم علیہ السلام کو بلا کر لائے اور پوچھا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰۤاِبْرٰهِيْمُ ''یہ کارروائی ہمارے خداؤں کے ساتھ آپ نے کی ہے۔'' فرمایا بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ''اس بڑے نے کی ہوگی ان سے پوچھو اگر یہ بولتے ہیں تو پوچھو ان سے کس نے کی ہے۔'' قَالَ فرمایا اَتَعْبُدُوْنَ کیا تم عبادت کرتے ہو مَا تَنْحِتُوْنَ ان چیزوں کی جن کو تم خود تراشتے ہو۔ذہنی طور پر بھی تراشے ہوئے ہیں اور

ہاتھوں سے بھی تراشے ہوئے ہیں۔ یہ تمہارے خود ساختہ ہیں وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں پیدا کیا ہے اور ان چیزوں کو بھی جن کی تم پوجا کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ تمھارا بھی خالق ہے تمہارے عمل کا بھی خالق ہے۔ خالق کل شی صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ قَالُوا ان لوگوں نے کہا ابْنُوا لَهٗ بُنْيَانًا بناؤ اس کے لیے ایک عمارت۔ بھٹا تیار کرو آگ کا فَاَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ پھر ڈالو اس کو آگ کے شعلوں میں۔ اس نے ہمارا دل جلایا ہے اس کو آگ میں جلاؤ۔

دارمی کی روایت میں ہے جُرِّدَ عَنِ الثِّيَابِ ''حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سارے کپڑے اتار دیئے گئے اور ہاتھ پاؤں باندھ کر آلہ منجنیق کے ذریعے آگ میں ڈال دیا گیا'' ساری مخلوق بمع باپ کے تماشائی تھی اور انتظار میں تھی کہ اب سر پھٹے گا ٹھا ہ ہوگی ہمارے دل ٹھنڈے ہوں گے۔ یہاں تفصیل نہیں ہے سورۃ الانبیاء آیت نمبر ٦٩ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْنَا يَا نَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا ''ہم نے کہا اے آگ! ہو جا ٹھنڈی اور سلامتی والی عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ ابراہیم پر۔'' رسیاں جل گئیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھ پاؤں کھل گئے۔ آگ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایک بال بھی نہیں جلایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس طرح پھر رہے تھے جس طرح باغ میں ٹہل رہے ہوں۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ نقل فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو والد نے کہا نِعْمَ الرَّبُّ رَبُّكَ يَا اِبْرَاهِيْم ''اے ابراہیم تیرا رب بہت اچھا ہے۔'' اس کے باوجود اپنا دھڑا اور گروہ نہیں چھوڑا۔ یہ دھڑا بہت بُری شے ہے۔ لوگ رسومات، بدعات کو جاننے کے باوجود نہیں چھوڑتے کہ ناک رہ جائے۔ تو کہا انہوں نے اس کے لیے ایک عمارت بناؤ اور اس کو بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈالو فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا پس ارادہ کیا انہوں نے ایک

تدبیر کا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ پس کر دیا ہم نے اس کو پست۔ ذلیل کیا، خوار ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کچھ نہ بگاڑ سکے لیکن مانا بھی کوئی نہیں نہ باپ نہ کوئی اور......

******

وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ﴿۹۹﴾ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۰۰﴾ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ ﴿۱۰۱﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْۤ اَرٰى فِی الْمَنَامِ اَنِّیْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰىؕ قَالَ یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ٘ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۰۲﴾ فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا وَ تَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ ﴿۱۰۳﴾ وَ نَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰۤاِبْرٰهِیْمُ ﴿۱۰۴﴾ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَاۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ ﴿۱۰۶﴾ وَ فَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۰۷﴾ وَ تَرَكْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ ﴿۱۰۸﴾ سَلٰمٌ عَلٰۤى اِبْرٰهِیْمَ ﴿۱۰۹﴾ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۱۱﴾ وَ بَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَ بٰرَكْنَا عَلَیْهِ وَ عَلٰۤى اِسْحٰقَؕ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِیْنٌ ﴿۱۱۳﴾ ع

وَقَالَ اور فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے اِنِّیْ بے شک میں ذَاهِبٌ جانے والا ہوں اِلٰى رَبِّیْ اپنے رب کی طرف سَیَهْدِیْنِ بہ تاکید وہ میری راہنمائی کرے گا رَبِّ هَبْ لِیْ اے میرے رب مجھے عطا کر مِنَ الصّٰلِحِیْنَ نیکوں میں سے اولاد فَبَشَّرْنٰهُ پس ہم نے خوش خبری سنائی ان کو بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ ایک لڑکے کی جو بڑا حوصلے والا تھا فَلَمَّا بَلَغَ پس جس وقت وہ پہنچا مَعَهُ السَّعْیَ ان کے ساتھ دوڑ کی عمر کو قَالَ فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے یٰبُنَیَّ اے میرے بیٹے اِنِّیْۤ اَرٰى بے شک میں نے دیکھا ہے فِی

الْمَنَامِ خواب میں اَنِّیْٓ اَذْبَحُكَ بے شک میں تجھے ذبح کر رہا ہوں فَانْظُرْ پس دیکھو مَاذَا تَرٰی کیا رائے ہے آپ کی قَالَ انہوں نے کہا یٰٓاَبَتِ اے میرے ابا جان افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ کر ڈالیں جس کا آپ کو حکم ہوا ہے سَتَجِدُنِیْٓ بہ تاکید آپ پائیں گے مجھے اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو صبر کرنے والوں میں سے فَلَمَّآ اَسْلَمَا پس جس وقت ہو گئے دونوں فرماں بردار وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ اور گرا دیا اس کو پیشانی کے بل وَنَادَیْنٰهُ اور ہم نے اس کو آواز دی اَنْ یّٰٓاِبْرٰهِیْمُ اے ابراہیم قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا تحقیق آپ نے سچا کر دکھایا خواب اِنَّا كَذٰلِكَ بے شک ہم اسی طرح نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ بدلہ دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو اِنَّ هٰذَا بے شک یہ بات لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ البتہ یہ صریح آزمائش ہے وَفَدَیْنٰهُ اور ہم نے فدیہ دیا اس کو بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ ذبح کرنے کا ایک عظیم جانور کا وَتَرَكْنَا عَلَیْهِ اور ہم نے چھوڑا اس کا ذکر فِی الْاٰخِرِیْنَ پچھلوں میں سَلٰمٌ عَلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ سلام ہو ابراہیم علیہ السلام پر كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ بے شک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ اور ہم نے اس کو خوش خبری دی اسحاق کی (علیہ السلام) نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ جو کہ اللہ تعالیٰ کے نبی تھے نیکوں میں سے وَبٰرَكْنَا عَلَیْهِ اور ہم نے برکت

نازل کی اس پر وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ اور اسحاق پر وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا اور ان دونوں کی اولاد میں سے مُحْسِنٌ نیکی کرنے والے ہیں وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ اور اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں مُبِيْنٌ واضح طور پر۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ چلا آ رہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بتوں کو توڑنے کی پاداش میں آگ کے بھٹے میں ڈال دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے آگ کو ٹھنڈا کر دیا۔ بھٹے کی جگہ باغ بنا دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بدن مبارک کا ایک بال بھی نہ جلا۔ کتنا بڑا کرشمہ تھا مگر ایک آدمی بھی مسلمان نہ ہوا۔ اس ضد کا تو کوئی علاج نہیں ہے۔

ہجرتِ ابراہیم علیہ السلام :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَقَالَ اور فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّیْ بے شک میں جانے والا ہوں اپنے رب کی طرف سَيَهْدِيْنِ ضرور وہ میری راہنمائی فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم آیا عراق سے شام ہجرت کرنے کا۔ ہجرت کرنے میں یہ تین بزرگ تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام، ان کی اہلیہ محترمہ حضرت سارہ علیہا السلام اور سگا بھتیجا حضرت لوط علیہ السلام۔ چوتھا کوئی آدمی ان کے ساتھ نہیں تھا اور نہ ہی چلتے وقت ان کو کسی نے روکا کہ نہ جاؤ ہم اپنے اندر کچھ تبدیلی پیدا کرتے ہیں۔ آخر وہاں مرد بھی تھے، عورتیں بھی تھیں، خویش و اقارب بھی تھے، کوئی ایک بھی روکنے نہیں آیا۔ تو فرمایا کہ میں اپنے رب کے حکم کے ساتھ ہجرت کر رہا ہوں اور دعا کی رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ اے میرے پروردگار بخش دے مجھے، مجھے عطا فرما نیکوں میں سے اولاد۔ فرمایا فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ پس ہم نے خوش خبری دی ابراہیم علیہ السلام کو ایک لڑکے کی جو بڑا حوصلے والا تھا۔ یہ بشارت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تھی جس کا قرینہ آگے آ رہا ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت

ہاجرہ علیہاالسلام کے پیٹ سے ہوئے۔ان دونوں بیٹوں کا ذکر قرآن پاک میں ہے۔ان کے علاوہ تین بیٹے اور تھے۔تورات اور تاریخ میں ان کا نام آتا ہے۔ایک کا نام مدین، ایک کا نام مدائن اور ایک کا نام قیدار تھا رحمہم اللہ تعالیٰ۔بیٹی کوئی نہیں تھی صرف بیٹے ہی تھے۔اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام عطا فرمایا پھر حکم دیا ماں بیٹا دونوں کو وہاں چھوڑ آؤ جہاں کا میں حکم دوں اور بیوی کو بتانا بھی نہیں ہے۔

چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجرہ علیہاالسلام اور اسماعیل علیہ السلام کو لے کر چل پڑے۔جہاں کعبۃ اللہ ہے یہاں ایک درخت ہوتا تھا وہاں نہ پانی تھا نہ کوئی انسان تھا بِـوَادٍ غَيْـرِ ذِيْ زَرْعٍ [ابراہیم:۳۷] ''ایسی وادی میں جو کھیتی باڑی والی نہیں ہے۔'' مشکیزے میں تھوڑا سا پانی تھا اور تھوڑی سی کھجوریں تھیں۔یہ حضرت ہاجرہ علیہاالسلام کے حوالے کیں اور فرمایا کہ میں جا رہا ہوں۔چل پڑے تو حضرت ہاجرہ علیہاالسلام نے آواز دی ہمیں یہاں چھوڑ کر جا رہے ہو أَأَمَرَكَ اللهُ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے؟ منہ سے بولے نہیں، اشارے کے ساتھ فرمایا کہ ہاں! رب تعالیٰ کا حکم ہے۔اس وقت حضرت ہاجرہ علیہاالسلام نے کہا اِذًا لا يُضَيِّعُنَا اللهُ ''پھر اللہ تعالیٰ ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔'' کوئی فکر نہیں ہے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے ایڑیاں رگڑیں تو اللہ تعالیٰ نے آب زم زم کا چشمہ جاری کر دیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایک اور امتحان :

کچھ دنوں کے بعد قبیلہ بنو جرہم کے لوگ وہاں آئے پانی دیکھ کر بڑے خوش ہوئے اور ٹھہرنے کی اجازت مانگی۔حضرت ہاجرہ علیہاالسلام نے اجازت دے دی۔انہوں نے وہاں اپنے مکان اور خیمے لگا لیے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام آتے جاتے رہتے تھے۔جب

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر مبارک تقریباً تیرہ برس کی ہوئی فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ پس جس وقت وہ پہنچا ان کے ساتھ دوڑ کی عمر کو، کام کاج کی عمر کو تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب دیکھا اور پیغمبر کا خواب حقیقت ہوتا ہے۔ تو خواب کو بیٹے کے سامنے بیان فرمایا قَالَ يٰبُنَيَّ فرمایا اے میرے بیٹے! پنجابی زبان میں اس کا لفظی معنٰی ہے اے میری پتری! یہ پیار کا لفظ ہوتا ہے اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ بے شک میں نے خواب میں دیکھا ہے اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ بے شک میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ اس کی تعبیر یہ ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ میں تجھے ذبح کروں فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى پس دیکھو کیا رائے ہے آپ کی کہ میں خواب کو پورا کروں۔ بیٹے نے فرماں برداری کا ثبوت دیتے ہوئے کہا قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ کہا اے میرے ابا جان! کر ڈالیں جس کا آپ کو حکم ہوا ہے سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ بہ تاکید آپ پائیں گے مجھے اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو صبر کرنے والوں میں سے۔

چنانچہ ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لے کر منیٰ کی طرف چل پڑے۔ راستے میں ایک بزرگ صورت جس نے بڑا عمدہ لباس پہنا ہوا تھا، ملا اور بڑی ہمدردی کے انداز میں سلام کے بعد سوال کیا حضرت! کہاں جا رہے ہیں؟ فرمایا اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کے لیے۔ کہنے لگا حضرت! آپ کے کتنے بیٹے ہیں؟ فرمایا یہی ہے۔ کہنے لگا حضرت! کیا ایک بیٹا بھی آپ پر بوجھ ہے؟ فرمایا یہ بات نہیں ہے بلکہ مجھے رب تعالیٰ کا حکم ہے۔ خواب کے ذریعے مجھے حکم ملا ہے۔ وہ بزگ کہنے لگا حضرت! خواب کی ایک صورت ہوتی ہے اور ایک حقیقت ہوتی ہے، ایک ظاہر ہوتا ہے اور ایک باطن ہوتا ہے۔ سمجھنے میں غلطی لگ سکتی ہے۔ کوئی اور ہوتا تو مغالطے میں آ جاتا مگر وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام

تھے۔ اِدھر اُدھر سے کنکریاں اٹھائیں اور اس نصیحت کرنے والے کو اللہ اکبر! کہہ کر ماریں۔ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے اس کا حکم سب سے بڑا ہے بھاگ جا یہاں سے۔ وہ شیطان تھا۔ کچھ آگے گئے تو پھر آ گیا اور کہنے لگا حضرت! کچھ سوچیں تو سہی بیٹے کو ذبح نہ کریں کچھ اور کر لیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پھر سات کنکریاں اٹھا کر اللہ اکبر کہہ کر اس کو ماریں۔ آخر وہ بھی شیطان تھا پیچھا چھوڑنے والا نہیں تھا۔ آگے جا کر پھر کھڑا ہو گیا اور منتیں کرنا شروع کر دیں کہ بیٹے کو ذبح نہ کریں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پھر سات کنکریاں اٹھا کر اس کو ماریں کہ بھاگ جا، میں رب تعالیٰ کے حکم کو سمجھتا ہوں۔ آج کل جو رمی کرتے ہیں یہ وہی ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَمَّآ اَسْلَمَا پس جس وقت ہو گئے وہ دونوں فرماں بردار وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ اور گرا دیا اس کو پیشانی کے بل وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰاِبْرٰهِيْمُ اور ہم نے اس کو آواز دی اے ابراہیم قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا تحقیق آپ نے سچا کر دکھایا خواب اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ بے شک ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو۔

اب اس واقعہ کے تناظر میں یہ مسئلہ سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا غیب دان کوئی نہیں ہے۔ ہاں غیب کی خبریں جتنی اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو عطا فرمائی ہیں وہ حق ہیں ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار کرنا کفر ہے۔ رہا غیب تو وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اسی طرح ہر چیز کا جاننا بھی صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ دیکھو! اگر ابراہیم علیہ السلام کو پہلے سے اس بات کا علم ہوتا کہ میرے لڑکے نے ذبح نہیں ہونا تو ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کی کوئی قدر باقی نہ رہتی، معاذ اللہ تعالیٰ۔ پھر تو یہ ایک ڈرامہ تھا جو باپ بیٹے نے کھیلا۔ حضرت ابراہیم

علیہ السلام بھی پیغمبر ہیں اور حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی۔ گو اس وقت اظہار نبوت نہیں ہوا مگر نبی پیدائشی طور پر نبی ہوتا ہے۔ اگر ان کو علم تھا کہ میری قربانی کوئی نہیں ہے تو پھر یہ کہنے کی کیا حقیقت رہ جاتی ہے کہ ابا جی! آپ کو جو حکم ملا ہے کر گزرو مجھے آپ ان شاء اللہ صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

یاد رکھنا! انجام کا نہ ابراہیم علیہ السلام کو علم تھا اور نہ اسماعیل علیہ السلام کو علم تھا کہ کیا ہونا ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی سمجھتے تھے کہ میں نے بیٹے کی قربانی دینی ہے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی سمجھتے تھے کہ میں نے قربان ہونا ہے۔ اس نیت کی بنیاد پر ان کی قربانی سب سے اونچی ہے۔ اگر پہلے سے علم ہوتا تو پھر اس قربانی کی حیثیت کھیل کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ تو پروردگار نے آواز دی اے ابراہیم! آپ نے خواب کو سچا کر دکھایا۔ بے شک ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ بے شک یہ بات البتہ صریح آزمائش ہے۔ یہ بڑا امتحان تھا اور امتحان تبھی بنتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام سمجھتے تھے کہ میں نے قربانی دینی ہے اور اسماعیل علیہ السلام سمجھتے تھے کہ میں نے قربان ہونا ہے وَ فَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ اور ہم نے ان کو فدیہ دیا بڑی قربانی کا۔

اس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت سے ایک دنبہ بھیجا کہ اس کی قربانی کرو۔ اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ قربانی اتنی پسندیدہ تھی کہ قیامت تک اس سنت کو جاری فرما دیا۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا مَا هٰذِهِ الْاَضَاحِی یَا رَسُوْلَ اللّٰه ''اے اللہ کے رسول یہ قربانیاں کیا ہیں؟'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سنة ابیکم ابراهیم ''یہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ

ہے۔ ”پھر پوچھا فَمَا لَنَا فِیْھَا “ہمیں اس سے کیا حاصل ہوگا؟” آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بِکُلِّ شَعْرَۃٍ حَسَنَۃٌ ”جانور کے جسم پر جتنے بال ہیں ہر بال کے بدلے نیکی ملے گی۔“ اسی لیے کہتے ہیں کہ چھوٹے جانور کی قربانی زیادہ افضل ہے۔ ایک تو اس لیے کہ اس کا گوشت لذیذ ہوتا ہے اور دوسرا نیکیاں تقسیم نہیں ہوں گی۔ اور بڑے جانور میں تو سات آدمی شریک ہوں گے اور چمڑے کے بھی سات حصے ہوں گے تو بال بھی تھوڑے ہوں گے۔ تو الحمدللہ! حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ طریقہ آج تک چلا آرہا ہے۔

فرمایا وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ اور ہم نے چھوڑا ان کا اچھا ذکر پچھلوں میں۔ کتنی دنیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ محبت کرتی ہے سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ سلام ہو ابراہیم علیہ السلام پر كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ بے شک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔ یہ خوش خبری تو تھی اسماعیل علیہ السلام کی اور ان کی قربانی کا ذکر تھا۔ آگے اسحاق علیہ السلام کی خوش خبری کا ذکر ہے۔

حضرت اسحاق علیہ السلام کی خوشخبری :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ اور ہم نے ان کو خوش خبری دی اسحاق علیہ السلام کی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی خوش خبری اور قربانی کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ ہم نے ان کو خوش خبری دی اسحاق کی۔ یہ جملہ بتلا رہا ہے کہ پہلا واقعہ اور ہے اور یہ واقعہ اور ہے۔ پہلے اس لڑکے کی خوش خبری تھی جس کو ذبح کیا گیا اور اب اس کی خوش خبری ہے جس کو ذبح نہیں کیا گیا یعنی اسحاق علیہ السلام۔ کیونکہ قربانی کا سارا واقعہ ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ ہم نے ان کو اسحاق کی خوش خبری دی علیہ السلام۔ یہودی اور عیسائی اس بات پر مصر ہیں کہ

قربانی اسحاق علیہ السلام کی ہوئی تھی اور اس پر انہوں نے اتنی کثرت سے روایات بیان کی ہیں کہ بعض اچھے بھلے بزرگ غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہیں حالانکہ یہ دعویٰ بالکل غلط ہے۔ اس کا ایک قرینہ تو یہ ہے کہ قربانی والے بچے کے ذکر کے بعد اسحاق علیہ السلام کی خوش خبری سنائی گئی۔

دوسرا قرینہ یہ ہے کہ بارھویں پارے میں ہے فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَ مِنْ وَّرَآءِ اِسْحَاقَ یَعْقُوْبَ [ہود:۷۱] ''اور ہم نے خوش خبری دی اس کو اسحاق بیٹے کی اور اسحاق کے بعد یعقوب پوتے کی۔'' اب سوال یہ ہے کہ اگر بچپن ہی میں اسحاق علیہ السلام کی قربانی ہونی ہے تو پھر پوتا کہاں سے آئے گا کہ اللہ تعالیٰ خوش خبری سنا رہے ہیں کہ بی بی سارہ تمہارے ہاں لڑکا ہوگا پھر تمہاری زندگی ہی میں تمہارا پوتا بھی ہوگا۔ قربانی کے حکم کے ساتھ پوتے کی خوش خبری کا کیا معنیٰ ہے؟ بچپن میں ہی ختم ہو گئے تو پوتے کی نوبت کہاں سے آئے گی؟ لہٰذا واضح بات ہے کہ قربانی اسحاق علیہ السلام کی نہیں ہوئی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ہوئی ہے۔

اور حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَنَا ابْنُ ذَبِیْحَیْنِ ''میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں ایک اسماعیل علیہ السلام اور ایک والد محترم۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا جی نے منت مانی تھی کہ میرے دس بیٹے میرے سامنے جوان ہو گئے تو میں چھوٹے کو اللہ تعالیٰ کے لیے ذبح کر دوں گا۔ زمانہ جاہلیت میں یہ منت بھی مانی جاتی تھی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد سب سے چھوٹے تھے۔ منت پوری ہو گئی تو حضرت عبداللہ کو ذبح کرنے کے لیے لے گئے پھوپھیاں پیچھے پڑ گئیں کہ ہم نے ذبح نہیں کرنے دینا ان کے بدلے میں فدیہ دے دو۔ تو سو اونٹوں کا فدیہ دلوا کر حضرت عبداللہ کی جان بخشی ہوئی۔ لہٰذا قربان ہونے

والے حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں نہ کہ اسحاق علیہ السلام۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اور ہم نے خوش خبری دی اس کو اسحاق بیٹے کی نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیۡنَ جو کہ اللہ تعالیٰ کے نبی تھے نیکوں میں سے۔ اللہ تعالیٰ کے تمام پیغمبر معصوم ہیں نیک ہیں وَ بٰرَکۡنَا عَلَیۡہِ اور ہم نے برکت نازل کی ابراہیم علیہ السلام پر وَ عَلٰۤی اِسۡحٰقَ اور اسحاق علیہ السلام پر۔ اسحاق علیہ السلام کے بیٹے یعقوب علیہ السلام ہیں جن کا لقب اسرائیل ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے جن کی اولاد بنی اسرائیل کہلائی۔ یعقوب علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تقریباً چار ہزار پیغمبران میں آئے اور تین مشہور آسمانی کتابیں بنی اسرائیل کی طرف نازل کی گئیں۔ تورات موسیٰ علیہ السلام کو ملی، زبور داؤد علیہ السلام کو ملی اور انجیل عیسیٰ علیہ السلام کو ملی۔ رب تعالیٰ نے ان میں بڑی برکتیں رکھیں وَ مِنۡ ذُرِّیَّتِہِمَا اور ان کی اولاد میں مُحۡسِنٌ اچھے کام کرنے والے ہیں وَّ ظَالِمٌ لِّنَفۡسِہٖ مُبِیۡنٌ اور اپنی جان پر ظلم کرنے والے بھی ہیں کھلے طور پر۔ کفر و شرک کرنے والے بدکاری کرنے والے دونوں ان میں ہوں گے۔ یہ ابراہیم علیہ السلام اور ان کے دو بیٹوں کا ذکر ہوا۔

*****

وَ لَقَدْ مَنَنَّا عَلٰی مُوْسٰی وَهٰرُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَ نَجَّیْنٰهُمَا وَ قَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِیْمِ ﴿۱۱۵﴾ وَ نَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِیْنَ ﴿۱۱۶﴾ وَ اٰتَیْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِیْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَ هَدَیْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ﴿۱۱۸﴾ وَ تَرَكْنَا عَلَیْهِمَا فِی الْاٰخِرِیْنَ ﴿۱۱۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰی مُوْسٰی وَ هٰرُوْنَ ﴿۱۲۰﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۲۱﴾ اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَ اِنَّ اِلْیَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّ تَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِیْنَ ﴿۱۲۵﴾ اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَ رَبَّ اٰبَآىٕكُمُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۲۶﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِیْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَ تَرَكْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ ﴿۱۲۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰۤی اِلْ یَاسِیْنَ ﴿۱۳۰﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۳۱﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَ اِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۳۳﴾ اِذْ نَجَّیْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۳۴﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِی الْغٰبِرِیْنَ ﴿۱۳۵﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِیْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَ اِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَیْهِمْ مُّصْبِحِیْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَ بِالَّیْلِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾

وَلَقَدْمَنَنَّا اور البتہ تحقیق ہم نے احسان کیا عَلٰی مُوْسٰی وَهٰرُوْنَ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام پر وَ نَجَّیْنٰهُمَا اور ہم نے نجات دی ان دونوں کو وَقَوْمَهُمَا اور ان دونوں کی قوم کو مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِیْمِ بڑی پریشانی سے وَنَصَرْنٰهُمْ اور ہم نے ان کی مدد کی فَكَانُوْاهُمُ الْغٰلِبِیْنَ پس وہی

غالب ہونے والے تھے وَاٰتَيْنٰهُمَا اور دی ہم نے ان دونوں کو الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ایک واضح کتاب وَهَدَيْنٰهُمَا اور ہم نے راہنمائی کی ان دونوں کی الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صراطِ مستقیم کی وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِيْنَ اور چھوڑا ہم نے ان دونوں کا اچھا ذکر پچھلے لوگوں میں سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ سلام ہو موسیٰ علیہ السلام پر اور ہارون علیہ السلام پر اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو اِنَّهُمَا بے شک وہ دونوں مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے وَاِنَّ اِلْيَاسَ اور بے شک الیاس علیہ السلام لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ البتہ رسولوں میں سے تھے اِذْ قَالَ جس وقت کہا انہوں نے لِقَوْمِهٖٓ اپنی قوم کو اَلَا تَتَّقُوْنَ کیا تم ڈرتے نہیں اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا کیا تم پکارتے ہو بعل کو وَّتَذَرُوْنَ اور چھوڑتے ہو اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ سب سے بہتر بنانے والے کو اللّٰهَ رَبَّكُمْ اللہ جو تمہارا رب ہے وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ اور تمہارے پہلے آباء واجداد کا بھی رب ہے فَكَذَّبُوْهُ پس انہوں نے جھٹلایا اس کو فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ پس بے شک وہ البتہ حاضر کیے جائیں گے اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ مگر اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے بندے وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ اور ہم نے چھوڑا اس کا اچھا ذکر فِي الْاٰخِرِيْنَ پچھلوں میں سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ سلام ہو الیاسین پر اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ بے شک ہم اسی طرح بدلہ

دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ بے شک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا وَاِنَّ لُوْطًا اور بے شک لوط علیہ السلام لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ البتہ رسولوں میں سے ہیں اِذْ نَجَّيْنٰهُ جس وقت ہم نے نجات دی اس کو وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ اور اس کے تمام گھر والوں کو اِلَّا عَجُوْزًا مگر ایک بوڑھی فِی الْغٰبِرِيْنَ پیچھے رہنے والوں میں سے تھی ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ پھر ہلاک کر دیا ہم نے دوسروں کو وَاِنَّكُمْ اور بے شک تم لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ البتہ گزرتے ہو تم ان پر مُّصْبِحِيْنَ صبح کے وقت وَ بِالَّيْلِ اور رات کو اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا پس تم سمجھتے نہیں۔

اس سے قبل آیت نمبر ۷۲ میں ہے وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ''اور البتہ تحقیق بھیجے ہم نے ان میں ڈر سنانے والے۔'' پھر نوح علیہ السلام کا ذکر ہوا، پھر ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کا، پھر اسحاق علیہ السلام کا۔ اب انہی ڈرانے والوں میں سے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا ذکر ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا ذکر :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ اور البتہ تحقیق ہم نے احسان کیا موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام پر۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام دونوں بھائی تھے۔ عمر میں حضرت ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام سے تین سال بڑے تھے اور دونوں کی عمریں ایک سو بیس سال (۱۲۰) تھیں۔ حضرت ہارون علیہ السلام تین سال پہلے فوت ہوئے اور موسیٰ علیہ السلام تین سال بعد میں فوت ہوئے۔ اس زمانے میں مصر کا فرعون ولید

بن مصعب بن ریان تھا۔فرعون مصر کے بادشاہوں کا لقب ہوتا تھا نام الگ الگ تھے۔ جیسے ہمارے ملک کے سربراہ کا لقب صدر ہے ایسے ہی ان کا لقب فرعون ہوتا تھا۔فرعون بہت گزرے ہیں، نیک بھی اور بد بھی۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے کا فرعون بہت نیک تھا اس کا نام ریان بن ولید تھا رحمۃ اللہ علیہ۔اس کی نیکی اور سمجھداری کا اندازہ یہاں سے لگاؤ کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا کلمہ پڑھنے کے بعد اس نے کہا کہ ملک کا اقتدار اب تم سنبھالو کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ تمہارا کلمہ پڑھنے کے بعد اب اقتدار میرے پاس رہے۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا کوئی بات نہیں۔ اس نے کہا نہیں اب آپ نبی ہیں میں امتی ہوں لہٰذا یہ سلطنت آپ کے حوالے کرتا ہوں اس کا نظام سنبھالیں۔اب آپ کی حکمرانی ہوگی حضرت۔حق کی خاطر حکومت کو چھوڑ دینا معمولی نیکی نہیں ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا فرعون بڑا سرکش اور غنڈا تھا۔انتہائی متکبر اور ظالم تھا اس کی اصلاح کے لیے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو بھیجا۔اللہ تعالیٰ نے ان پر جو احسان کیے تھے ان میں سے ایک احسان دونوں کو نبی بنانا ہے۔مخلوق کے لیے نبوت ورسالت سے بلند مقام کوئی نہیں ہے۔ پھر پیغمبروں کے آپس میں درجے ہیں۔علم عقائد والے لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق میں سب سے بلند درجہ اور مقام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔دوسرے نمبر پر ابراہیم علیہ السلام ہیں اور تیسرے نمبر پر موسیٰ علیہ السلام ہیں۔تو موسیٰ علیہ السلام کی بڑی شان ہے کہ تمام مخلوق میں تیسرے نمبر کی شخصیت ہیں۔

تو فرمایا ہم نے احسان کیا موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام پر وَنَجَّيْنٰهُمَا اور ہم نے ان دونوں کو نجات دی وَقَوْمَهُمَا اور ان دونوں کی قوم کو بنی اسرائیل کو بھی نجات دی

مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ بڑی پریشانی سے،فرعون کے مظالم سے۔پھر بحر قلزم کی موجوں میں فرعونیوں کو غرق کیا اور ان کو نجات دی وَنَصَرْنٰهُمْ اور ہم نے ان کی مدد کی فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ پس وہی غالب ہونے والے تھے۔موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام اور ان کی جماعت فرعون اور آل فرعون کے مقابلے میں کہ تمام وسائل فرعونیوں کے پاس تھے اور فرعون نے غرور میں آ کر ایک موقع پر کہا تھا اَلَيْسَ لِيْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِيْ [الزخرف:۵۱] ''کیا ملک مصر میرے قبضے میں نہیں ہے اور یہ نہریں جو چلتی ہیں میرے محل کے سامنے اور میرے مقابلے میں هُوَ مَهِيْنٌ وَلَا يَكَادُ يُبِيْنُ وہ حقیر آدمی ہے قریب نہیں کہ وہ صاف بات کر سکے۔''موسیٰ علیہ السلام کی زبان بات کرتے ہوئے کسی کسی لفظ پر اٹکتی تھی اس لیے اس نے کہا کہ میری طرح وہ صاف بول بھی نہیں سکتا وہ میرا مقابلہ کیا کرے گا معاذ اللہ تعالیٰ۔

تو فرمایا ہم نے ان دونوں کو اور ان کی قوم کو نجات دی بڑی پریشانی سے اور ان کی مدد کی پس وہی غالب ہونے والے تھے وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ اور دی ہم نے ان دونوں کو ایک واضح اور روشن کتاب تورات جو موسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمائی اور حضرت ہارون علیہ السلام کے بھی ذمہ تھی اس کی نشر و اشاعت اور تبلیغ۔اس لحاظ سے فرمایا کہ دونوں کو دی وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ اور ہم نے راہنمائی کی ان دونوں کی صراط مستقیم کی۔ان کو صراط مستقیم پر قائم رکھا وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِيْنَ اور چھوڑا ہم نے ان کا اچھا ذکر پچھلے لوگوں میں۔آج بھی موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا نام ادب و احترام کے ساتھ لیا جاتا ہے۔محدثین کرام اور فقہائے عظام فرماتے ہیں کہ جب انبیاء کرام علیہم السلام کا نام لو تو ساتھ کہو علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نام لو تو ساتھ رضی اللہ عنہ کہو۔کسی بزرگ کا نام لو تو

ساتھ رحمہ اللہ تعالیٰ کہو۔ان بزرگوں کی وجہ سے دین ہم تک پہنچا ہے ان کی کوششیں نہ ہوتیں تو ہمیں کلمہ بھی نصیب نہ ہوتا۔لہٰذا ان کا ادب واحترام ہم پر لازم ہے۔اور بزرگان دین کے خلاف کوئی غلط رائے رکھنے اور کوئی غلط جملہ بولنے سے اور ان کی بے ادبی کرنے سے اور ان کے حق میں گستاخی کرنے سے ایمان ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔ان کا تو کچھ نہیں بگڑے گا ہمارا ایمان ضائع ہو جائے گا۔

آج لوگ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بُرا کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بُرا کہتے ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بُرا کہتے ہیں خارجی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بُرا کہتے ہیں۔اس سے وہ تو برے نہیں ہوں گے صرف اِن لوگوں کا ایمان برباد ہو جائے گا۔

تو فرمایا ہم نے ان کا اچھا ذکر چھوڑا پچھلوں میں سَلٰمٌ عَلٰی مُوْسٰی وَھٰرُوْنَ سلام ہو موسیٰ علیہ السلام پر اور ہارون علیہ السلام پر اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ بے شک ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو اِنَّھُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ بے شک وہ دونوں ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔نبی سے بڑا مومن کون ہو سکتا ہے؟

حضرت الیاس علیہ السلام کا تذکرہ :

وَاِنَّ اِلْیَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ اور بے شک الیاس علیہ السلام پیغمبروں میں سے تھے۔

حضرت الیاس علیہ السلام ملک عراق میں بَعْلَبَکَّ شہر ہے اس علاقے میں مبعوث ہوئے تھے۔آج کے جغرافیہ میں بھی اس کا نام بَعْلَبَکَّ ہی ہے۔

شہر کا یہ نام رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ بعل نامی ایک بزرگ تھے۔یہ اپنے زمانے کے بڑے نیک آدمی تھے۔ان کی وفات کے بعد لوگوں نے یادگار کے طور پر ان کا مجسمہ، بت بنا کر رکھ دیا اور آہستہ آہستہ ان کی پوجا شروع کر دی۔مشکل اور پریشانی میں ان کو پکارتے

تھے یَا بَعْلُ اَغِثْنِیْ ''اے بعل میری مدد کر۔'' جیسے آج کل کے جاہل قسم کے لوگ قبروں پر مشکل کشائی کے لیے جاتے ہیں اور صاحب قبر سے سودے بازی کرتے ہیں۔ کہتے ہیں:

بابا لے ککڑ تے دے پُتر

وہاں جا کر دیگیں پکاتے ہیں جانور ذبح کرتے ہیں۔کوئی چادر چڑھا رہا ہے اور عطر مل رہا ہے، کہیں دودھ کے ساتھ قبروں کو غسل دیا جا رہا ہے کہیں عرق گلاب سے۔ یہ تمام خرافات ہیں اسلام کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ہاں بزرگوں نے جو سبق دیا ہے اس کو پڑھو اور عمل کرو۔

حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم :

حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ جن کو داتا گنج بخش کہتے ہیں وہ اپنی کتاب ''کشف المحجوب'' میں لکھتے ہیں اپنے مریدوں اور شاگردوں کو سبق دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی گنج بخش ہے اور نہ کوئی رنج بخش ہے۔'' پھر اس پر دلیل کے طور پر سورہ یونس کی آیت نمبر ۱۰۷ پیش کرتے ہیں وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ''اور اگر پہنچائے آپ کو اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف تو اس کو دور کرنے والا کوئی نہیں ہے وَاِنْ یُّرِدْكَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ''اور اگر وہ ارادہ کرے آپ کے ساتھ بھلائی کا تو اس کو کوئی رد نہیں کر سکتا۔'' اگر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ کسی کو نوازنا چاہے تو اس کو کوئی روک نہیں سکتا۔ بزرگوں نے تو یہ تعلیم دی ہے مگر ان لوگوں نے الٹا بزرگوں کو اللہ تعالیٰ سے بھی بڑھا دیا ہے۔

تو بعل ایک نیک آدمی کا نام تھا جس کا انہوں نے بت بنا کر رکھا ہوا تھا اور بَكَّ

بادشاہ کا نام تھا۔ دونوں کو ملا کر انہوں نے ایک شہر کا نام بعلبك رکھ دیا۔ حضرت الیاس علیہ السلام اس علاقہ میں مبعوث ہوئے تھے اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ جس وقت کہا انہوں نے اپنی قوم سے کیا تم ڈرتے نہیں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے کہ کفر و شرک کو چھوڑ دو۔ کفر و شرک سے کیوں نہیں بچتے؟ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا کیا تم پکارتے ہو بعل کو حاجت روائی کے لیے وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ اور چھوڑتے ہو سب سے بہتر بنانے والے کو۔ شکلیں اور تصویریں سب بنا سکتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے بغیر ان میں جان تو کوئی نہیں ڈال سکتا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس نے جاندار چیز کی تصویر بنائی اس کو قیامت والے دن اشد العذاب سخت عذاب میں ڈالا جائے گا۔ وہ چیخیں مارے گا واویلا کرے گا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوگا اَحْيُوْا مَا خَلَقْتُمْ بخاری شریف کی روایت ہے کہ جو تم نے تصویر بنائی ہے اس میں روح ڈالو پھر دوزخ سے نکل سکتے ہو۔

تو فوٹو مجسمے تو سارے بنا لیتے ہیں لیکن ان میں روح ڈالنا کسی کے اختیار میں نہیں ہے سوائے پروردگار کے۔ تو فرمایا کہ تم بعل کو پکارتے ہو اور احسن الخالقین کو چھوڑتے ہو اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ وہ احسن الخالقین اللہ تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے پہلے آباء و اجداد کا بھی رب ہے۔ عرصہ دراز تک الیاس علیہ السلام اپنی قوم کو تبلیغ کرتے رہے تاکہ لوگ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہمیں سمجھایا کسی نے نہیں ہے لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ [النساء:۱۶۵] "تاکہ نہ ہو لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی حجت رسولوں کے بھیجنے کے بعد۔" کوئی عذر اور بہانہ نہ کر سکیں کہ ہم غلط فہمی کا شکار ہو گئے تھے ہمیں کسی نے سمجھایا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بھیج کر ان کا یہ بہانہ ختم کر دیا مگر جنھوں نے پہلے دن ضد کی وہ ضد پر اڑے رہے ضد کو چھوڑا نہیں۔

اور دنیا کی ریت یہی ہے کہ جو ضد پر اڑ جائے وہ چھوڑتا نہیں ہے الا ما شاء اللہ۔ چنانچہ دیکھو! حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل نے رشتے پر ضد کی آخر دم تک باز نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو سمجھانے کی بہترین تدبیر بتلائی کہ دونوں بھائی ہابیل اور قابیل قربانی کریں جس کی قربانی قبول ہو جائے کہ آسمان سے آگ آکر اس کو جلا دے یہ رشتہ اس کو ملے گا۔ چنانچہ ہابیل رحمۃ اللہ علیہ نے عمدہ موٹا تازہ دنبہ لاکر رکھ دیا اور قابیل نے گندم وغیرہ کے مُٹھے لاکر رکھ دیئے۔ وہ بھی اُجاڑے والے۔ نیت پہلے ہی صحیح نہیں تھی سب نے دیکھا کہ آسمان سے آگ نے آکر دنبے کو جلا کر راکھ کر دیا اور گندم وغیرہ کے سٹے ویسے ہی پڑے رہے۔ پہلی قوموں کی قربانی اور مال غنیمت کو آگ کھا جاتی تھی کھانے کی اجازت نہیں تھی۔ تو سمجھنے کے لیے اتنی واضح بات تھی لیکن اس ضدی نے کہا لَاَقْتُلَنَّكَ [مائدہ:۲۷] "میں تمھیں قتل کر ڈالوں گا۔" قَالَ ہابیل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ "بے شک اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے متقیوں سے۔" اس میں میرا کیا قصور ہے۔ اگر تو بڑھائے گا اپنا ہاتھ میری طرف قتل کرنے کے لیے تو میں نہیں بڑھانے والا ہاتھ تیری طرف کہ تجھے قتل کروں۔ یہ ساری گفتگو ہوتے ہوئے بھی قابیل نے قتل کر دیا۔ تو ضد اور ہٹ دھرمی کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔

تو حضرت الیاس علیہ السلام نے ان کو سمجھایا فَكَذَّبُوْهُ پس ان لوگوں نے جھٹلایا اس کو معاذ اللہ تعالیٰ کہا کہ تم جھوٹے ہو فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ پس بے شک وہ البتہ دوزخ میں حاضر کیے جائیں گے سارے مجرم اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ مگر اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے بندے۔ وہ دوزخ سے بچ جائیں گے وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ اور چھوڑا ہم نے اس کا اچھا ذکر پچھلوں میں۔ آج بھی لوگ جب نام لیتے ہیں تو الیاس علیہ السلام

کہتے ہیں سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ سلام ہوالیاسین پر۔الیاس بھی ان کو کہتے ہیں اور الیاسین بھی۔ جیسے قرآن پاک میں طور سینا بھی آتا ہے اور سینین بھی آتا ہے۔ دونوں ایک ہی جگہ کے نام ہیں۔

ملا باقر مجلسی کی مغلظات :

یہاں ملا باقر مجلسی جو شیعوں کا بڑا مجتہد گزرا ہے کہ جس کی کتابیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف گند سے بھری ہوئی ہیں۔نقل کفر کفر نہ باشد کے تحت بتارہا ہوں کہ اس کا کوئی لفظ اس سے خالی نہیں۔'' ابوبکر ملعون گفت ،عمر ملعون گفت ،عثمان بغی گفت ،عائشہ ملعونہ گفت ، معاویہ مردود ملعون گفت ، ابوسفیان کافر مرتد گفت ۔'' کسی صحابی کا نام اس خبیث نے اچھے الفاظ کے ساتھ نہیں لیا۔تو وہ اپنی کتاب حیات القلوب میں گپ مارتا ہے کہتا ہے کہ حضرت علی کے والد کا نام تو ابو طالب عبد مناف تھا اور اس کو یاسین بھی کہتے تھے۔کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ قرآن میں اس پر سلام بھیجے تو یہ آیت نازل کرے سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ پھر اللہ تعالیٰ کو خیال آیا کہ ابوبکر بڑا ہوشیار ہے اور عمر بڑا چالاک ہے وہ اس کو قرآن سے نکال دیں گے تو اس میں تھوڑی سی تبدیلی کر دی الیاسین بنا دیا۔اصل میں ال یاسین تھا کہ پڑھیں بھی اور اس کو کھرچیں نہ۔ پڑھتے بھی رہیں اور سمجھیں بھی نہ،لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم ایسی خرافات پر۔تو فرمایا سلام ہو الیاسین پر اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ بے شک ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ بے شک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا۔

حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر :

آگے حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر ہے۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سگے بھتیجے تھے۔

ان کے والد کا نام حاران بھی لکھا ہے اور ھاران بھی لکھا ہے لاہوری ھا کے ساتھ۔ اصل تلفظ فاران ہے لوط بن فاران بن آزر۔ پہلے تم سن چکے ہو کہ عراق سے ہجرت کے وقت یہ تین ہی آدمی تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام، ان کی اہلیہ حضرت سارہ علیہا السلام اور بھتیجے لوط علیہ السلام۔ جب یہ حضرات شام پہنچے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دمشق اور اس کے اردگرد کا علاقہ دیا کہ تم یہاں تبلیغ کرو اور لوط علیہ السلام کو سدوم شہر کی طرف مبعوث فرمایا۔ حضرت لوط علیہ السلام کی شکل وصورت اور اخلاق دیکھ کر ان لوگوں نے ان کو رشتہ دے دیا۔ حالانکہ رشتہ دینا دنیا کے نازک ترین مراحل میں سے ہوتا ہے۔ رشتہ دے دیا عقیدہ نہیں تسلیم کیا بیوی نے بھی کلمہ نہیں پڑھا۔ اس وقت مسلم کافر کا رشتہ جائز ہوتا تھا۔

ہماری شریعت میں بھی تقریباً سولہ سال تک جائز رہا ہے۔ تیرہ سال مکہ زندگی میں اور تین سال مدنی زندگی میں۔ ہجرت کے تیسرے سال کے آخر میں یہ آیت نازل ہوئی وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ [بقرہ:۲۲۱] تو مومن کافر کا رشتہ ممنوع ہوگیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اور بے شک لوط علیہ السلام البتہ رسولوں میں سے ہیں اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ جب ہم نے نجات دی ان کو اور ان کے تمام گھر والوں کو اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ مگر ایک بوڑھی پیچھے رہنے والوں میں سے تھی۔ اس کا نام واھلہ تھا لاہوری ھا کے ساتھ۔ حضرت لوط علیہ السلام کی دو بیٹیاں تھیں بعض روایات میں تین کا بھی ذکر آتا ہے۔ وہ اپنے والد گرامی پر ایمان لائیں۔ لیکن باوجود پورا دماغ صرف کرنے کے بیوی واھلہ ایمان نہیں لائی۔ بیٹیوں نے بھی ماں کو بڑا سمجھایا اور پورا زور لگایا کہ امی جان ابا جان کی نافرمان نہ بنو رب کے عذاب سے بچ جاؤ۔ مگر جس کی قسمت میں ایمان نہ ہو اسے جبراً کوئی نہیں دے سکتا۔ حضرت لوط علیہ السلام

جب اپنے مومن ساتھیوں کو لے کر چل پڑے صبح سحری کے وقت تو اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر چار قسم کے عذاب نازل فرمائے۔ایک عذاب تھا فَطَمَسْنَا عَلٰی اَعْیُنِهِمْ [قمر: پارہ ۲۷] ''پس ہم نے ان کی آنکھیں مٹادیں سب کے سب اندھے ہو گئے۔'' دوسرا عذاب بینائی ختم کرنے کے بعد اوپر سے پتھر برسائے اِنَّا اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ حَاصِبًا [ایضاً] ''بے شک ہم نے بھیجی ان پر پتھر برسانے والی آندھی۔'' وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهَا حِجَارَةً [سورہ ہود] ''اور برسائے ہم نے ان پر پتھر۔'' تیسرا عذاب صیحہ جبرائیل۔حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ڈراؤنی آواز نکالی جس سے ان کے کلیجے پھٹ گئے۔

چوتھا عذاب: جَعَلْنَا عَالِیَهَا سَافِلَهَا [ہود: ۸۲] ''ہم نے کر دیا ان کے اوپر والے حصے کو نیچے۔'' جبرائیل علیہ السلام نے اس علاقے کو اٹھا کر پھینک دیا ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِیْنَ پھر ہلاک کر دیا ہم نے دوسروں کو۔لوط علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کے چلے جانے کے بعد وَ اِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ اور بے شک تم اے اہل مکہ گزرتے ہو عَلَیْهِمْ مُّصْبِحِیْنَ ان پر صبح کے وقت وَبِالَّیْلِ اور رات کے وقت۔مکے والے تجارت کے لیے شام کے علاقے میں جاتے تھے اور یمن کے علاقے میں بھی جاتے تھے اور اپنی روزی کماتے تھے اور یہ علاقہ راستے میں تھا کبھی صبح کو وہاں سے گزرتے کبھی شام کو وہاں سے گزرتے۔تو فرمایا تم گزرتے ہو صبح کے وقت اور شام کے وقت اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا پس تم سمجھتے نہیں عبرت حاصل نہیں کرتے کہ پیغمبروں کی نافرمانی کا کیا نتیجہ نکلا۔

******

وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٣٩﴾ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿١٤٠﴾ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ﴿١٤١﴾ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿١٤٢﴾ فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ﴿١٤٣﴾ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿١٤٤﴾ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ ﴿١٤٥﴾ وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ﴿١٤٦﴾ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ﴿١٤٧﴾ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿١٤٨﴾ فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ﴿١٤٩﴾ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ ﴿١٥٠﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿١٥١﴾ وَلَدَ اللّٰهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿١٥٢﴾ اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ ﴿١٥٣﴾ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿١٥٤﴾ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿١٥٥﴾ اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٥٦﴾ فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿١٥٧﴾

وَاِنَّ يُوْنُسَ اور بے شک یونس علیہ السلام لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ رسولوں میں سے ہیں اِذْ اَبَقَ جب وہ تیزی سے چلے اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ بھری ہوئی کشتی کی طرف فَسَاهَمَ پس قرعہ اندازی کرائی فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ پس وہی تھے مغلوب ہونے والوں میں سے فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ پس لقمہ بنا لیا اس کو ایک مچھلی نے وَهُوَ مُلِيْمٌ اور وہ الزام کھایا ہوا تھا فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ پس اگر یہ بات نہ ہوتی کہ بے شک تھے وہ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ

تسبیح کرنے والوں میں سے لَلَبِثَ البتہ ٹھہرتے فِیۡ بَطۡنِہٖۤ اس مچھلی کے پیٹ میں اِلٰی یَوۡمِ یُبۡعَثُوۡنَ اس دن تک جس دن لوگ دوبارہ اٹھائے جائیں گے فَنَبَذۡنٰہُ پس ہم نے اس کو پھینک دیا بِالۡعَرَآءِ ایک چٹیل میدان میں وَہُوَ سَقِیۡمٌ اور وہ بیمار تھے وَاَنۡۢبَتۡنَا عَلَیۡہِ اور اگایا ہم نے ان کے اوپر شَجَرَۃً مِّنۡ یَّقۡطِیۡنٍ ایک درخت کدو کا وَاَرۡسَلۡنٰہُ اور بھیجا ہم نے ان کو اِلٰی مِائَۃِ اَلۡفٍ ایک لاکھ اَوۡ یَزِیۡدُوۡنَ بلکہ زیادہ کی طرف فَاٰمَنُوۡا پس وہ ایمان لائے فَمَتَّعۡنٰہُمۡ پس ہم نے ان کو فائدہ دیا اِلٰی حِیۡنٍ ایک وقت تک فَاسۡتَفۡتِہِمۡ آپ پوچھیں ان سے اَلِرَبِّکَ الۡبَنَاتُ کیا آپ کے رب کے لیے بیٹیاں ہیں وَلَہُمُ الۡبَنُوۡنَ اور ان کے لیے بیٹے ہیں اَمۡ خَلَقۡنَا الۡمَلٰٓئِکَۃَ کیا پیدا کیا ہم نے فرشتوں کو اِنَاثًا عورتیں وَّ ہُمۡ شٰہِدُوۡنَ اور وہ حاضر تھے اَلَاۤ خبردار اِنَّہُمۡ بے شک وہ مِّنۡ اِفۡکِہِمۡ اپنے جھوٹ کی وجہ سے لَیَقُوۡلُوۡنَ البتہ کہتے ہیں وَلَدَ اللّٰہُ اللہ کی اولاد ہے وَاِنَّہُمۡ لَکٰذِبُوۡنَ اور بے شک وہ لوگ البتہ جھوٹے ہیں اَصۡطَفَی الۡبَنَاتِ کیا اس نے چن لیا ہے بیٹیوں کو عَلَی الۡبَنِیۡنَ بیٹوں پر مَا لَکُمۡ تمہیں کیا ہو گیا ہے کَیۡفَ تَحۡکُمُوۡنَ تم کیسا فیصلہ کرتے ہو اَفَلَا تَذَکَّرُوۡنَ کیا پس تم نصیحت حاصل نہیں کرتے اَمۡ لَکُمۡ سُلۡطٰنٌ مُّبِیۡنٌ کیا تمہارے لیے کوئی دلیل ہے کھلی فَاۡتُوۡا بِکِتٰبِکُمۡ پس لاؤ تم اپنی کتاب

اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ   اگر ہو تم سچے۔

پہلے سے اللہ تعالیٰ کے معصوم پیغمبروں کا ذکر چلا آ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نام لے کر نوح علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام، اسحاق علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، ہارون علیہ السلام، الیاس علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کے واقعات بیان فرمائے ہیں۔ اب یونس علیہ السلام کا ذکر ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر :

حضرت یونس علیہ السلام عراق کے صوبہ موصل کے شہر نینوا کے رہنے والے تھے۔ آج بھی اس شہر کا نام نینوا ہے۔ اس کی آبادی ایک لاکھ بیس ہزار کے قریب تھی۔ ان کے والد کا نام مَتّٰی تھا، یونس بن مَتّٰی علیہ السلام۔ انہوں نے شادی بھی کی، اللہ تعالیٰ نے دو بیٹے عطا فرمائے، نبوت عطا فرمائی اور حکم ہوا کہ اپنی قوم کو تبلیغ کرو۔ عرصہ دراز تک تبلیغ کرتے رہے مگر قوم بڑی ضدی اور ہٹ دھرم تھی حق کو قبول نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم آیا کہ قوم سے کہہ دو کہ اگر تم میری بات نہیں مانو گے تو تم پر عذاب آئے گا۔ حضرت یونس علیہ السلام نے جب مجمع میں یہ حکم سنایا تو ایک آدمی نے کھڑے ہو کر سوال کیا کب تک آئے گا؟ فرمایا تین دن میں آ جائے گا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ چالیس دنوں میں آ جائے گا۔ یہ یونس علیہ السلام نے اپنی طرف سے کہا اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنوں کی تعیین نہیں تھی۔ یہ یونس علیہ السلام کی اجتہادی لغزش تھی اور خطا تھی۔ پھر خیال فرمایا کہ ان پر عذاب تو آنا ہے لہٰذا میں اپنی بیوی اور بچوں کو لے کر یہاں سے چلا جاؤں کہ کہیں ہم پر عذاب نہ آ جائے حالانکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابھی جانے کا حکم نہیں آیا تھا۔ یہ خطا تھی جس پر گرفت ہوئی۔ وہاں سے جانے کی ایک وجہ یہ بھی لکھی ہے کہ خیال فرمایا رب تعالیٰ کی طرف سے تو مطلقاً عذاب کی دھمکی تھی دنوں کی تعیین تو میں نے اپنی طرف سے کی ہے رب تعالیٰ تو میرا پابند نہیں ہے اگر تین دن یا

چالیس دنوں میں عذاب نہ آیا تو لوگ مجھے تنگ کریں گے۔ تو شرم کے مارے بیوی بچوں کو لے کر چل پڑے۔ آبادی سے کافی دور نکل گئے تو دیکھا اگلی طرف سے کچھ لوگ اکٹھے ہو کر آرہے ہیں۔ قریب آکر انہوں نے کہا کہ ہم نے بی بی کو لے کر جانا ہے۔ فرمایا دیکھو! میں اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہوں یہ میری بیوی ہے میرے ساتھ زیادتی نہ کرو۔ بڑی منت سماجت کی مگر انہوں نے ایک نہ سنی اور بیوی کو پکڑ کر لے گئے۔ وہ روتی اور چیخیں مارتی رہی مگر بے بس تھی۔ اب دونوں بیٹوں کو لے کر چل پڑے۔ ایک کی عمر گیارہ سال اور دوسرے کی آٹھ سال کے قریب تھی۔ آگے تیز رو پہاڑی نالہ تھا یا نہر تھی بچوں کو تیرنا نہیں آتا تھا خیال فرمایا کہ ایک کو پہلے دوسرے کنارے چھوڑ کر آؤں پھر دوسرے کو لے جاؤں گا۔ ایک بچے کو کندھے پر بٹھا کر لے جا رہے تھے کہ پیچھے والے بیٹے کو بھیڑیئے نے پکڑا اس کی چیخ نکلی پیچھے مڑ کر دکھا تو جسم کانپا تو کندھے پر جو بچہ تھا وہ بھی نہر میں گر گیا۔ ایک کو بھیڑیا اٹھا کر لے گیا اور دوسرے کو نہر بہا کر لے گئی۔ انتہائی کوشش کے باوجود دونوں قابو نہ آسکے۔ آگے چلے تو دریا آگیا۔

عام مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم تو فرماتے ہیں کہ دریائے دجلہ تھا۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دریائے فرات تھا۔ دونوں مشہور دریا ہیں۔ دوسری طرف جانے کے لیے کشتی تیار کھڑی تھی یونس بھی کشتی میں بیٹھ گئے۔ کشتی تھوڑی سی چلنے کے بعد ڈانواں ڈول ہو گئی (ڈولنے لگی) ملاحوں نے کہا کہ ہمارا تجربہ ہے کہ کشتی اس طرح اس وقت ہوتی ہے کہ جب کوئی غلام اپنے آقا سے بھاگ کر آتا ہے۔ یونس علیہ السلام نے کہا کہ وہ غلام میں ہوں جو اپنے آقا کی مرضی کے بغیر آیا ہوں۔ کشتی والوں کو یقین نہ آیا کہ شکل وصورت دنیا کے غلاموں جیسی نہیں تھی۔ قرعہ اندازی کی گئی تو اس میں یونس علیہ السلام کا نام آیا۔ سب نے

اُٹھا کران کودریائے فرات میں پھینک دیا۔مچھلی نے پہلے سے منہ کھولا ہوا تھا وہ ان کونگل گئی۔

اللہ تعالیٰ نے مچھلی کوحکم دیا کہ ان کوہضم نہیں کرنا یہ تیری خوراک نہیں ہے۔ یہ پیٹ ان کے لیے قید خانہ ہے۔ پھرتفسیروں میں تین دن بھی لکھے ہیں، آٹھ دن بھی اور بیس دن اور چالیس دن بھی لکھے ہیں کہ اتنے دن یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں رہے۔ اگر ایک دن بھی پیٹ میں رہے ہوتے تو کیا وہ کم تھا کہ ہمیں بخار ہو جائے تو حرکت کرنے کے قابل نہیں رہتے اور مچھلی کے پیٹ میں تو نہ خوراک نہ تازہ آب وہوا۔

حضرت یونس علیہ السلام کا وظیفہ :

مچھلی کے پیٹ میں یونس علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو پکارا فَنَادٰی فِی الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّا اِلٰـهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ [الانبیاء:۸۷] ''پس پکارا یونس علیہ السلام نے اندھیروں میں کہ نہیں کوئی معبود سوا تیرے، تیری ذات پاک ہے بے شک میں ہی قصوروار ہوں۔'' دریا کا اندھیرا، مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا، اوپر بادل تھے بادلوں کا اندھیرا۔ اتنے اندھیروں میں اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے اللہ تعالیٰ کو پکارا۔ اللہ تعالیٰ نے مچھلی کوحکم دیا کہ ان کو دریا کے کنارے ڈال دو۔ مچھلی نے اگالی کے طریقے پر کنارے پر ڈال دیا۔ حرکت کرنے کے قابل نہیں تھے۔ بھوک اور تازہ آب وہوا نہ ملنے کی وجہ سے انتہائی کمزور ہو گئے۔ بڑی سخت دھوپ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فوراً کدو کا بیل دار درخت پیدا کیا اس کے چوڑے پتوں نے ان پر سایہ کیا کہ دھوپ کی وجہ سے ان کو تکلیف نہ ہو۔ ایک ہرنی کا بچہ گم ہو گیا تھا وہ دیوانہ وار پھر رہی تھی پتے ملے تو اس نے سمجھا کہ میرا بچہ یہاں ہے۔ یونس نے اس کا دودھ پیا۔ دو تین دن صبح شام آکر دودھ پلاتی رہی۔ تازہ ہوا لگی چلنے پھرنے

کے قابل ہوئے اٹھ کر چلے تو دیکھا کہ مسافروں کا ایک قافلہ ہے ان کے پاس ایک لڑکا ہے دیکھ کر فرمایا کہ یہ تو میرا لخت جگر ہے۔

قافلے والوں نے کہا کہ ہم نے اس کو بھیڑیئے سے چھڑوایا ہے اور اب وارث کی تلاش میں تھے۔ بیٹا ان سے وصول کیا اور فرمایا کہ میرا ایک بیٹا نہر میں بہہ گیا تھا۔ ان مسافروں نے بتایا کہ فلاں مقام پر کچھ لوگ رہتے ہیں انہوں نے ہمیں بتایا ہے کہ ہم نے ایک بچہ نہر سے پکڑا ہے اس کا وارث ملے تو ہمیں اطلاع دینا۔ چنانچہ دوسرا بچہ بھی مل گیا۔ بچوں کے ملنے کی خوشی بھی تھی اور بیوی کی جدائی کا صدمہ بھی تھا چلتے چلتے دیکھا تو وہی قافلہ جنہوں نے بیوی چھینی تھی سامنے سے آ رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے تھے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان تھا اہل قافلہ نے بیوی ان کے حوالے کی۔ حضرت یونس علیہ السلام نے اندھیروں میں مچھلی کے پیٹ کے اندر اللہ تعالیٰ کو پکارا تو اللہ تعالیٰ نے نجات دی۔

حدیث پاک میں آتا ہے دَعْوَةُ الْمَكْرُوْبِ دَعْوَةُ ذِي النُّوْنِ ''پریشان آدمی کی دعا مچھلی والے کی دعا ہے۔'' یعنی جب کوئی آدمی پریشان ہو تو یونس علیہ السلام والی دعا کرے لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ تو اللہ تعالیٰ اس کی پریشانی دور کردیں گے۔ اور قرآن پاک میں بھی ہے وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ [الانبیاء: ۸۸] ''اور اسی طرح ہم نجات دیتے ہیں ایمان والوں کو۔''

یاد رکھنا! دعا کے لیے توجہ اور اخلاص شرط ہے اخلاص کے ساتھ ایک دفعہ بھی پڑھو گے تو اس کا اثر ہوگا اور اخلاص کے بغیر سوا لاکھ دفعہ پڑھنے سے بھی کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ سوا لاکھ پڑھنے کا ذکر نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں ہے نہ فقہ میں۔'' کسی بزرگ نے سوا لاکھ مرتبہ پڑھی اس کا کام ہوگیا بس اب لوگوں نے سوا لاکھ کو پکڑ لیا ہے۔ اور عورتوں کو اور

بچوں کو قابو کر کے کہتے ہیں کہ سوا لاکھ مرتبہ پڑھنی ہے اور پچیس ہزار گٹھلیاں ان کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ وہ ایک دفعہ پڑھ کر دس گٹھلیاں پھینکتے ہیں اور دھیان ان کا دیگوں کی طرف ہوتا ہے۔ بھئی! اس کا تو رتی برابر بھی فائدہ نہیں ہوتا کہ اخلاص تو ہے کوئی نہیں۔

یونس ادھر امتحان میں اور قوم نے جب عذاب کے آثار دیکھے تو سب مرد عورتیں، بوڑھے، بچے، جوان، بیمار، تندرست، باہر آ کر گڑ گڑائے، رب تعالیٰ سے معافی مانگی، توبہ کی کہ اے پروردگار! ہمارا پیغمبر بھیج اب ہم نافرمانی نہیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ اور یہ واحد قوم ہے جس سے عذاب ٹلا۔

حضرت یونس علیہ السلام کو جب بیوی بچے مل گئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کی قوم کی توبہ میں نے قبول کر لی ہے اب تم جا کر ان کو تبلیغ کرو۔ چنانچہ یونس علیہ السلام جب واپس برادری میں پہنچے تو ساری قوم مسلمان ہوگئی۔ یہ میں نے اس واقعہ کا خلاصہ پیش کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِنَّ یُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ اور بے شک یونس علیہ السلام رسولوں میں سے ہیں اِذْ اَبَقَ اِلَی الْفُلْکِ الْمَشْحُوْنِ جب تیزی کے ساتھ چلے وہ بھری ہوئی کشتی کی طرف۔ وہ سواریوں سے بھری ہوئی تھی فَسَاهَمَ پس قرعہ ڈلوایا فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ پس وہی تھے مغلوب ہونے والوں میں سے۔ کشتی سے نیچے گرا دیا گیا فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ پس لقمہ بنا لیا اس کو مچھلی نے وَهُوَ مُلِیْمٌ اور وہ الزام کھائے ہوا تھا۔ یا یہ معنی ہوگا کہ وہ اپنے آپ کو ملامت کر رہے تھے کہ مجھ سے غلطی ہوگئی ہے اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر نکل پڑا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِیْنَ پس اگر یہ بات نہ ہوتی کہ بے شک تھے وہ تسبیح پڑھنے والوں میں سے۔ یعنی اگر یہ تسبیح نہ پڑھتے لَلَبِثَ فِیْ

بَطْنِہٖٓ البتہ ٹھہرتے مچھلی کے پیٹ میں اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ اس دن تک جس دن لوگ دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔ یعنی اگر یہ تسبیح نہ پڑھتے تو دنیا میں آنا نصیب نہ ہوتا فَنَبَذْنٰہُ بِالْعَرَآءِ پس پھینک دیا ہم نے اس کو ایک چٹیل میدان میں۔ عراء کہتے ہیں ایسی جگہ کو جہاں نہ کوئی دیوار ہو نہ درخت ہو خالی جگہ ہو۔ دریا کا کنارہ بھی تقریباً ایسا ہی ہوتا ہے وَھُوَ سَقِیْمٌ اور وہ بیمار تھے کمزور تھے وَاَنْۢبَتْنَا عَلَیْہِ شَجَرَۃً مِّنْ یَّقْطِیْنٍ اور اگایا ہم نے اس پر درخت کدو کا۔ کدو کا درخت تو نہیں ہوتا بیل ہوتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے خلاف عادت اس کو درخت بنا کر اس کے چوڑے چوڑے پتے ان پر پھیلا دیئے وَاَرْسَلْنٰہُ اِلٰی مِائَۃِ اَلْفٍ اَوْ یَزِیْدُوْنَ اور بھیجا ہم نے ان کو ایک لاکھ بلکہ زیادہ کی طرف۔ ترمذی شریف میں روایت ہے کہ ایک لاکھ بیس ہزار کی آبادی تھی فَاٰمَنُوْا پس وہ ایمان لائے فَمَتَّعْنٰھُمْ اِلٰی حِیْنٍ پس ہم نے ان کو فائدہ دیا ایک وقت تک۔

تردید مشرکین :

پیغمبروں کا ذکر کرنے کے بعد آگے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا رد کرتے ہیں جو کہتے ہیں کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اور پھر ان کی پوجا کرتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہماری سفارش کریں گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاسْتَفْتِھِمْ اے نبی کریم ﷺ! آپ ان سے پوچھیں، ان سے فتویٰ اور حکم طلب کریں اَلِرَبِّکَ الْبَنَاتُ کیا تمہارے رب کے لیے بیٹیاں ہیں وَلَھُمُ الْبَنُوْنَ اور ان کے لیے بیٹے ہیں۔ اپنے لیے بیٹے پسند کرتے ہیں اور رب تعالیٰ کے لیے بیٹیاں اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِکَۃَ اِنَاثًا کیا ہم نے پیدا کیا ہے فرشتوں کو عورتیں وَّھُمْ شٰھِدُوْنَ اور وہ حاضر تھے، دیکھ رہے تھے۔ جس وقت اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پیدا کیا یہ موجود تھے اور دیکھ رہے تھے کہ یہ عورتیں ہیں پوچھو ان سے

یہ کس دلیل سے فرشتوں کو عورتیں کہتے ہیں، خدا کی بیٹیاں کہتے ہیں۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا خُلِقَتِ الْمَلٰئِکَۃُ مِنْ نُوْرٍ ''فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا ہے۔ان میں نر مادہ نہیں ہیں۔ان کی خوراک اللہ تعالیٰ کی تسبیح ہے۔فرشتے اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں مخلوق نور سے پیدا کیے گئے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے ذاتی نور سے کوئی شے پیدا نہیں ہوئی، نہ پیغمبر، نہ فرشتے۔اگر کوئی ایسا نظریہ رکھے گا تو وہ کافر ہے یاد رکھنا! نہ نمازیں کام آئیں گی، نہ روزے، نہ حج، نہ زکوٰۃ۔تو فرمایا کیا پیدا کیا ہم نے فرشتوں کو عورتیں اور وہ موجود تھے اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ خبردار بے شک یہ اپنے جھوٹ کی وجہ سے یہ بات لَيَقُوْلُوْنَ البتہ کہتے ہیں وَلَدَ اللّٰهُ اللہ کی اولاد ہے،فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ اور بے شک البتہ یہ جھوٹے ہیں ان کے جھوٹے ہونے میں کوئی شک نہیں ہے اَصْطَفَى الْبَنَاتِ۔یہ اصل میں ءِاِصْطَفٰی ہے۔دو ہمزے ہیں۔گرائمر کی رو سے ہمزہ وصلی گر گیا ہے اور استفہام والا موجود ہے۔معنٰی ہوگا کیا چن لیا ہے اللہ تعالیٰ نے بیٹیوں کو عَلَى الْبَنِيْنَ بیٹوں پر۔اگر رب تعالیٰ کے لیے اولاد مناسب ہوتی تو بیٹے ہوتے بیٹیاں نہ ہوتیں مَا لَكُمْ تمھیں کیا ہو گیا ہے كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ کیسے فیصلہ کرتے ہو رب کے لیے اولاد ٹھہراتے ہو اور وہ بھی بیٹیاں اور اپنے لیے بیٹے اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ کیا پس تم نصیحت حاصل نہیں کرتے اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ کیا تمہارے پاس کوئی کھلی دلیل ہے کہ فرشتے رب تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں تو فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ پس لاؤ تم اپنی کتاب اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر ہو تم سچے۔صفحہ کھول کر بتاؤ کہ یہ لکھا ہوا ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔صرف باتوں سے نہ رب کی بیٹیاں بنتی ہیں نہ بیٹے۔

وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ؕ

وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۰﴾ فَاِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ مَاۤ اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفٰتِنِيْنَ ﴿۱۶۲﴾ اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۶۳﴾ وَمَا مِنَّاۤ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۱۶۴﴾ وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ﴿۱۶۵﴾ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ﴿۱۶۶﴾ وَاِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۶۷﴾ لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۶۸﴾ لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَكَفَرُوْا بِهٖ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ﴿۱۷۲﴾ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۱۷۳﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۴﴾ وَّاَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۵﴾ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۱۷۶﴾ فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۱۷۷﴾ وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۸﴾ وَّاَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۲﴾ ع

وَجَعَلُوْا اور بنالیا انہوں نے بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ اللہ اور جنوں کے درمیان نَسَبًا رشتہ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اور البتہ تحقیق جانتے ہیں جن اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ کہ بے شک وہ البتہ حاضر کیے جائیں گے سُبْحٰنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے عَمَّا يَصِفُوْنَ اس چیز سے جو وہ بیان کرتے

ہیں اِلَّا عِبَادَ اللّٰہِ الْمُخْلَصِیْنَ مگر اللہ تعالیٰ کے بندے جو چنے ہوئے ہیں
فَاِنَّکُمْ پس بے شک تم وَمَا تَعْبُدُوْنَ اور جن کی تم عبادت کرتے ہو مَآ
اَنْتُمْ عَلَیْہِ بِفٰتِنِیْنَ نہیں ہو تم اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کسی فتنے میں ڈالنے
والے اِلَّا مَنْ مگر اس کو ھُوَ صَالِ الْجَحِیْمِ کہ وہ داخل ہونے والا
ہے دوزخ میں وَمَا مِنَّآ اور نہیں ہے ہم میں سے کوئی بھی اِلَّا لَہٗ مَقَامٌ
مَّعْلُوْمٌ مگر اس کے لیے مقام ہے معلوم وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ اور بے
شک ہم صف بندی کرنے والے ہیں وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ اور بے شک
ہم البتہ تسبیح کرنے والے ہیں وَاِنْ کَانُوْا اور بے شک وہ تھے لَیَقُوْلُوْنَ
البتہ کہتے لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِکْرًا اگر بے شک ہوتی ہمارے پاس نصیحت مِّنَ
الْاَوَّلِیْنَ پہلے لوگوں کی لَکُنَّا عِبَادَ اللّٰہِ الْمُخْلَصِیْنَ البتہ ہوتے ہم اللہ
تعالیٰ کے مخلص بندے فَکَفَرُوْا بِہٖ پس کفر کیا انہوں نے اس کے ساتھ
فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ پس وہ عنقریب جان لیں گے وَلَقَدْ سَبَقَتْ کَلِمَتُنَا اور
البتہ تحقیق پہلے ہو چکی ہے ہماری بات لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِیْنَ ہمارے بندوں کے
لیے جو پیغمبر تھے اِنَّھُمْ لَھُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ بے شک وہی البتہ مدد کیے
جائیں گے وَاِنَّ جُنْدَنَا اور بے شک ہمارا لشکر لَھُمُ الْغٰلِبُوْنَ البتہ وہی
غالب آئے گا فَتَوَلَّ عَنْھُمْ پس آپ رخ پھیر دیں ان سے حَتّٰی حِیْنٍ
ایک وقت تک وَّاَبْصِرْھُمْ اور آپ ان کو دیکھتے رہیں فَسَوْفَ یُبْصِرُوْنَ

پس عنقریب وہ بھی دیکھ لیں گے اَفَبِعَذَابِنَا کیا پس ہمارے عذاب کے بارے میں یَسْتَعْجِلُوْنَ وہ جلدی کرتے ہیں فَاِذَانَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ پس جب وہ اترا ان کے صحن میں فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ پس بری ہے صبح ڈرائے ہوئے لوگوں کی وَتَوَلَّ عَنْهُمْ پس آپ ان سے اعراض کریں حَتّٰى حِيْنٍ ایک وقت تک وَّاَبْصِرْ اورآپ ان کو دیکھتے رہیں فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ پس عنقریب وہ بھی دیکھ لیں گے سُبْحٰنَ رَبِّكَ پاک ہے آپ کے رب کی ذات رَبِّ الْعِزَّةِ عزت والی ذات عَمَّا يَصِفُوْنَ اس چیز سے جس کو یہ بیان کرتے ہیں وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ اور سلام ہے بھیجے ہوئے رسولوں پر وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو پالنے والا ہے سارے جہانوں کا۔

گزشتہ زمانوں کی طرح آج بھی مجرم قومیں موجود ہیں اور ان جیسے گندے اور غلط عقائد بھی آج موجود ہیں۔ ان کے غلط عقائد میں سے ایک عقیدہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ صاحب اولاد ہے۔ یہود نے کہا عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ ''عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔'' اور نصاریٰ نے کہا مسیح ابن اللہ ''عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں۔'' عرب کے مشرکوں نے کہا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ ان جاہلوں سے پوچھا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں تو ان کی مائیں کون ہیں؟ تو بخاری شریف میں روایت ہے ان جاہلوں نے کہا کہ جنات میں جو پریاں ہیں یہ فرشتوں کی مائیں ہیں۔ تو جب فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہوئیں اور پریاں ان کی مائیں ہوئیں تو اس سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ رشتہ خود بخود

ظاہر ہو گیا۔ اس کی اللہ تعالیٰ تردید فرماتے ہیں۔ فرمایا وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا اور بنایا انہوں نے اللہ تعالیٰ اور جنوں کے درمیان رشتہ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ اور البتہ تحقیق جنات جانتے ہیں کہ بے شک وہ البتہ حاضر کیے جائیں گے دوزخ میں۔ تو جو جہنم میں جائیں گے ان کا رب تعالیٰ کے ساتھ کیا رشتہ ہے؟ سُبْحٰنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے عَمَّا يَصِفُوْنَ اس چیز سے جو وہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں بیٹیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے نہ اس کا بیٹا ہے نہ بیٹی ہے نہ بیوی نہ اس کا جنات کے ساتھ رشتہ ہے اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ مگر جو اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے ہیں جنات میں سے، انسانوں میں، مومن متقی ہیں وہ دوزخ سے بچا لیے جائیں گے۔ جیسے انسانوں میں مومن کافر، نیک بد ہیں جنات میں بھی مومن کافر نیک بد ہیں۔ سورہ جن پارہ ۲۹ میں ہے وَاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا "اور بے شک ہم میں نیکوکار بھی ہیں اور اس کے علاوہ یعنی بدکار بھی، ہم مختلف راستوں پر بٹے ہوئے ہیں۔" تو جو نیک ہیں وہ دوزخ میں حاضر نہیں کیے جائیں گے۔ فرمایا فَاِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ بے شک تم اور جن کی تم عبادت کرتے ہو مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفٰتِنِيْنَ نہیں ہو تم اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کسی کو فتنے میں ڈالنے والے اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ مگر اس کو کہ وہ داخل ہونے والا ہے دوزخ میں۔ یعنی جو اپنے ارادے کے ساتھ دوزخ کی آگ میں داخل ہونا چاہے اس کو فتنے میں ڈال سکتے ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ جبراً کوئی کسی کو گمراہ نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جنوں کو خیر و شر کی طاقت دے کر اختیار دیا ہے کہ نیکی اور بدی میں سے ایمان اور کفر میں سے جس چیز کو چاہو اپنی مرضی سے ارادے سے اختیار کرو فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ

فَلْيَكْفُرْ [کہف:۲۹] ''پس جو چاہے ایمان لائے اپنی مرضی سے اور جو چاہے کفر اختیار کرے اپنی مرضی سے۔'' وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ [البلد: پ،۳۰] ''اور ہم نے دونوں راستے دکھا دیئے ہیں۔'' اپنی مرضی سے جس راستے پر کوئی چلنا چاہتا ہے چلے جبراً نہ کوئی کسی کو مومن بنا سکتا ہے نہ کافر۔

ہدایت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے :

آنحضرت ﷺ سے بڑھ کر کوئی ذات دنیا میں نہ پیدا ہوئی ہے نہ ہو سکتی ہے۔ اپنے مہربان چچا کے لیے انتہائی کوشش کی اس کی موت کے وقت اس کے پاس گئے۔ وہاں ابوجہل اور عبد اللہ بن امیہ بھی تھا آپ کافی دیر انتظار میں بیٹھے رہے کہ یہ اٹھ کر جائیں تو میں چچا کو کلمہ پڑھاؤں کلمے کی دعوت دوں۔ لیکن وہ بھی سمجھتے تھے، بیٹھے رہے۔ بالآخر جب آپ ﷺ نے سمجھا کہ چچا کی حالت غیر ہو رہی ہے تو فرمایا قُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه ''اے چچا جان! لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه پڑھو تاکہ کل قیامت والے دن میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کچھ کہہ سکوں۔'' تو ابوطالب نے یہ لفظ کہے کہ اگر مجھے اپنی قوم سے اس بات کی عار نہ ہوتی کہ مرتے وقت برادری چھوڑ گیا ہے تو میں ضرور تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کرتا۔ اس پر ابوجہل بول پڑا یَا غُدَرُ اے غدار مرتے وقت برادری چھوڑتے ہو۔ چنانچہ ابوطالب نے برادری کو نہیں چھوڑا اور آخری بات یہ تھی وَاَبٰى اَنْ يَّقُوْلَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه۔ ''لا الٰہ الا اللہ کہنے سے انکار کر گیا۔'' آپ ﷺ نے چچے کے لیے دعا بھی کی کوشش بھی کی لیکن اس نے ایمان قبول نہیں کیا۔ رب تعالیٰ نے فرمایا اِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ [قصص:۵۶] ''بے شک آپ ہدایت نہیں دے سکتے جس کو آپ چاہیں لیکن اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔'' تو فرمایا کہ تم کسی فتنے میں

نہیں ڈال سکتے۔ہاں!جوخوددوزخ میں داخل ہونے والا ہے۔

آگے فرشتوں کی زبانی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَامِنَّآ اِلَّالَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ اور نہیں ہے ہم فرشتوں میں سے کوئی بھی مگر اس کے لیے مقام ہے معلوم،مقرر ہے جس کے لیے جو ڈیوٹی مقرر کی ہے اور جو جگہ مقرر کی ہے اور جو کام ان کے سپرد ہوئے ہیں وہ کر رہے ہیں لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ ''نہیں نافرمانی کرتے اللہ تعالیٰ کی اس چیز میں جو وہ ان کو حکم کرتا ہے وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ [سورہ تحریم:۲۸]''اور وہ وہی کچھ کرتے ہیں جو ان کو حکم دیا جاتا ہے۔''فرشتوں کی ڈیوٹی میں سے یہ بھی ہے کہ ہر آدمی کے ساتھ چوبیس گھنٹوں میں چوبیس فرشتے ڈیوٹی کرتے ہیں۔

فرشتوں کی ڈیوٹیاں :

چار فرشتے اعمال لکھنے والے دو دن کے اور دو رات کے جن کو کراماً کاتبین کہتے ہیں عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ''دائیں اور بائیں طرف جو بیٹھے ہیں مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ [ق:پ،۲۶]''نہیں بولتا وہ کوئی لفظ مگر اس کے پاس ایک نگران ہوتا ہے تیار۔'' وہ فوراً لکھ لیتا ہے دائیں کندھے والا فرشتہ نیکیاں لکھتا ہے اور بائیں کندھے والا بدیاں لکھتا ہے۔اگر آدمی کوئی اچھا عمل کرتا ہے یا اس کی زبان سے کوئی اچھی بات نکلتی ہے تو وہ فوراً لکھ لیتا ہے اور اگر کوئی برا عمل کرتا ہے یا زبان سے بری بات نکلتی ہے تو دائیں کندھے والا فرشتہ بائیں والے سے کہتا ہے تَمَهَّلْ لَعَلَّهٗ يَتُوْبُ ''ٹھہر جا شاید یہ توبہ کرلے۔'' کیونکہ دائیں کندھے والا فرشتہ بائیں والے کا افسر ہے۔اگر آدمی توبہ کرلے تو اس کا وہ گناہ نہیں لکھا جاتا اگر توبہ نہ کرے تو پھر اس کی برائی لکھی جاتی ہے۔دو فرشتوں کی ڈیوٹی دن میں ہوتی ہے اور دو کی رات میں۔دن والے

فرشتے عصر کی نماز کے وقت جاتے ہیں اور رات والے فجر کے وقت جاتے ہیں اور دن والے آجاتے ہیں۔ مثلاً: اس مسجد میں جب فجر کی نماز کھڑی ہوئی تو اس مسجد کے ساتھ جتنا محلہ وابستہ ہے ان لوگوں کے فرشتوں کی ڈیوٹی بدلے گی جب یہاں نماز کھڑی ہوگی۔ پھر عصر کے وقت ڈیوٹی بدلے گی۔

اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دس فرشتے دن کو اور دس فرشتے رات کو انسان کی حفاظت پر ہوتے ہیں جب تک اس کی حفاظت اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتی ہے اس کے علاوہ دو فرشتے ہیں جو رحمت لے کر آتے ہیں اور جو عذاب لے کر آتے ہیں۔ غرض کہ جو کام جس کے سپرد ہے وہ اس میں قطعاً کوئی کوتاہی نہیں کرتا۔ تو فرمایا ہم میں سے کوئی بھی نہیں مگر اس کے لیے مقام مقرر ہے وَاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ اور بے شک ہم البتہ صف بندی کرنے والے ہیں، صف باندھنے والے ہیں رب کے سامنے۔

حدیث پاک میں آتا ہے اَلَا تَصِفُّوْنَ كَمَا تَصِفُّ الْمَلٰٓئِكَةُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ''کیا تم نماز میں ایسی صفیں نہیں باندھ سکتے جیسے فرشتے رب تعالیٰ کے دربار میں صف بندی کر کے کھڑے ہوتے ہیں۔'' پوچھا گیا حضرت! فرشتے کیسے صف بندی کرتے ہیں ؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا صفیں بالکل سیدھی رکھتے ہیں اور درمیان میں فاصلہ نہیں ہوتا۔ تو جس طرح فرشتے صف باندھ کر اللہ تعالیٰ کے دربار میں کھڑے ہوتے ہیں اس طرح نماز کی جماعت میں صف باندھنا بڑی بات ہے۔ بلکہ تہدید ہے کہ جو آدمی صف درست نہیں کرتا کہیں اللہ تعالیٰ اس کی شکل نہ بدل دے۔ تو فرمایا بے شک ہم صف باندھنے والے ہیں وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ اور بے شک ہم البتہ تسبیح کرنے والے ہیں۔

مستدرک حاکم حدیث کی کتاب ہے اس میں روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا فرشتوں کی تسبیح ہے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ اس جملے کی برکت سے اللہ تعالیٰ رزق کا دروازہ کشادہ کرتا ہے۔لیکن انسان چونکہ جلد باز ہے کہتا ہے کہ بس ادھر زبان سے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ نکلے اور ادھر دروازہ کھل جائے۔بھئی!ہر شے کا وقت مقرر ہے وقت پر ملتی ہے۔مانگتے رہو ضرور ملے گی۔کسی وقت بھی رب تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہیں ہونا چاہیے۔حدیث پاک میں آتا ہے کہ دعا نہ چھوڑو۔رب تعالیٰ سے مانگنا چھوڑ دو گے تو پھر کہاں جاؤ گے۔اس کے سوا کوئی اور رب ہے کہ جس سے مانگو گے۔فرمایا وَاِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ اور بے شک وہ مکے والے البتہ کہتے تھے لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ اگر بے شک ہوتی ہمارے پاس نصیحت پہلے لوگوں کی۔پہلے لوگوں کی طرح نصیحت والی کتاب ہمارے پاس بھی ہوتی لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ البتہ ہوتے ہم اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے۔

آنحضرت ﷺ جب مبعوث ہوئے تو عرب میں مذہبی اعتبار سے زیادہ تر تین فرقے تھے۔مشرکین، جو اپنے آپ کو ابراہیمی کہتے تھے تین سو ساٹھ بتوں کی پوجا کرتے تھے شرک میں ڈوبے ہوئے تھے۔ان کے بعد دوسرے درجے میں یہودی تھے۔مدینہ طیبہ میں ان کی کافی تعداد تھی اور خیبر تو سارا یہود کا تھا۔اس کے علاوہ اور مختلف جگہوں پر بھی آباد تھے۔

تیسرے نمبر پر عیسائی تھے۔نجران کا علاقہ عیسائیوں کا تھا۔اور جگہوں پر بھی اکا دکا آباد تھے۔ان کے علاوہ صابی فرقہ بھی تھا جو نماز روزے اور آسمانی کتابوں کے قائل تھے نبوت کے بھی قائل تھے اور اس کے ساتھ کواکب پرستی میں مبتلا تھے ستاروں کی پوجا کرتے

تھے۔ پانچواں فرقہ مجوس کا تھا یہ عرب میں بہت کم تھے۔ ایران سارا مجوسیوں کا تھا۔ یہ لوگ آتش پرست تھے حلال حرام کی ان میں کوئی تمیز نہیں تھی۔

یہودیوں اور عیسائیوں کے جلسے ہوتے تھے ان میں وہ اپنی کتابیں پڑھ کر سناتے تھے خدائی تعلیم یقیناً دل پر اثر کرتی ہے۔ عرب کے جہلاء ان کے جلسوں اور درسوں میں شریک ہوتے تھے۔ سنتے تو کہتے اگر ہمارے پاس کتاب ہوتی تو ہم بھی جلسے کرتے، درس دیتے اور ہم بھی اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے ہوتے۔ لیکن جب آنحضرت ﷺ تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب ان کو سنائی فَكَفَرُوْا بِهٖ پس کفر کیا انہوں نے اس کے ساتھ۔ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر آیا ان کے پاس کہ قرآن کریم کا ایک نام ذکر بھی ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ [الحجر:۹] ”بے شک ہم نے نازل کیا ذکر یعنی قرآن کو اور بے شک ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔“ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب آج تک محفوظ ہے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اور قیامت تک محفوظ رہے گی۔

صداقتِ قرآن :

آج سے تقریباً پانچ سال پہلے کی بات ہے کہ ہندوستان کے ایک وکیل جس کا نام چاندمل چوپڑا تھا۔ اس نے عدالت میں مقدمہ دائر کیا کہ میں ایک معزز شہری ہوں وکالت میرا پیشہ ہے۔ جو ٹیکس میرے اوپر لازم ہوتا ہے اسے میں باقاعدہ ادا کرتا ہوں۔ میری استدعا ہے کہ قرآن و حدیث پر پابندی لگائی جائے۔ اس لیے کہ یہ میرے جذبات کو ٹھیس پہنچاتے ہیں۔ قرآن ہمیں کافر کہتا ہے مشرک کہتا ہے اور اپنے ماننے والوں کو حکم دیتا ہے قَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً [توبہ:۳۶] ”سب مشرکوں کے ساتھ لڑو۔“ اور حدیث اس کی تصریح ہے۔“ یہ ہمارے اوپر ظلم کا حکم دیتا ہے۔ ہمارے جذبات کو ٹھیس پہنچاتا ہے لہٰذا اس

پر پابندی عائد کی جائے ۔ نہ قرآن وحدیث طبع ہو اور نہ ان کو پڑھایا جائے نہ سنا جائے ۔ جج نے گھبرا کر مقدمہ واپس کر دیا کہ ہندوستان میں کروڑوں کی تعداد میں مسلمان ہیں وہ قبول نہیں کریں گے ۔ یہ کہہ کر کہ میرے بس کی بات نہیں مقدمہ میں خارج کرتا ہوں ۔ پھر اس وکیل نے کلکتہ ہائی کورٹ میں مقدمہ دائر کر دیا ہائی کورٹ کے دونوں جج ہندو تھے ۔ ایک نے فیصلہ لکھا کہ قرآن ایک الہامی کتاب ہے خدا کی طرف سے اور حدیث اس کی شرح ہے ۔ نہ یہ عدالت اس پر پابندی لگانے کی مُجاز ہے نہ کوئی اور عدالت ۔ دوسرے جج نے فیصلہ دیا کہ چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ سے قرآن پاک پڑھا پڑھایا جارہا ہے اس پر پابندی کا کوئی مقدمہ ہمارے پیش نظر نہیں ہے ۔ اگر ہمارے سامنے اس پر پابندی کی کوئی نظیر ہوتی تو پھر ہم کچھ کہہ سکتے تھے لہٰذا عدالت اس مقدمہ کو خارج کرتی ہے ۔ قرآن پاک کی صداقت کا اندازہ لگاؤ کتنی ہے؟ میں کہتا ہوں کہ انہوں نے جو یہ سنہری فیصلہ سنایا ہے ہر مسلمان کو ازبر ہونا چاہیے ۔

تو فرمایا انہوں نے اس نصیحت کے ساتھ کفر کیا فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ پس عنقریب وہ جان لیں گے وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا اور البتہ تحقیق پہلے ہو چکی ہے ہماری بات ۔ ہمارا فیصلہ ہو چکا ہے لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ہمارے ان بندوں کے لیے جو پیغمبر ہیں اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ بے شک وہی البتہ مدد دیئے جائیں گے ، ان کی مدد کی جائے گی وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ اور بے شک ہمارا لشکر ہی غالب آئے گا ۔ یہاں پر بعض لوگوں نے یہ اشکال پیش کیا ہے کہ سارے پیغمبر تو منصور نہیں ہوئے کئی پیغمبروں کو قتل بھی کیا گیا ہے وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ [بقرہ:۶۱] ''اور قتل کرتے تھے اللہ تعالیٰ کے نبیوں کو ناحق ۔'' زکریا علیہ السلام شہید ہوئے ، یحییٰ علیہ السلام شہید ہوئے ، شعیا

علیہ السلام شہید ہوئے۔ تو کمالین میں اس کے بہت سارے جواب دیئے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہ نصرت ان پیغمبروں کے لیے تھی جن کے لیے جہاد تھا یعنی جن پیغمبروں نے جہاد کیا رب تعالیٰ نے ان کی مدد کی اور جن کے دور میں جہاد نہیں تھا ان میں سے شہید بھی ہوئے ہیں۔ لہٰذا قرآن پاک پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ جنھوں نے جہاد کیا ہے ان کی اللہ تعالیٰ نے مدد کی چاہے وہ تھوڑے ہی کیوں نہ تھے۔

فرمایا فَتَوَلَّ عَنْهُمْ پس آپ ان سے اعراض کریں حَتّٰى حِيْنٍ ایک وقت تک وَّاَبْصِرْهُمْ۔ اَبْصِرْ کا معنٰی ہے اَمْهِلْ آپ ان کو مہلت دیں۔ اور یہ معنٰی بھی کرتے ہیں کہ آپ ان کو دیکھتے رہیں۔ دونوں معنٰی صحیح ہیں فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ

مُّنْذِرٌ ڈرانے والا مِّنْهُمْ ان میں سے وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ اور کہا کافروں نے هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ یہ جادوگر ہے بڑا جھوٹا ہے (معاذ اللہ تعالیٰ) اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ کیا کر دیا اس نے بہت سارے الٰہوں کو اِلٰهًا وَّاحِدًا ایک ہی الٰہ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ بے شک البتہ یہ عجیب چیز ہے وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اور چلی ایک جماعت ان میں سے اَنِ امْشُوْا یہ کہ چلو تم وَ اصْبِرُوْا اور ڈٹے رہو عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمْ اپنے معبودوں پر اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ يُّرَادُ بے شک یہ البتہ ایک شے ہے ارادہ کی ہوئی مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا نہیں سنی ہم نے یہ بات فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ پچھلی ملت میں اِنْ هٰذَآ نہیں ہے یہ اِلَّا اخْتِلَاقٌ مگر گھڑی ہوئی بات ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ کیا نازل کیا گیا اس پر ذکر مِنْۢ بَيْنِنَا ہمارے درمیان بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ بلکہ وہ شک میں ہیں مِّنْ ذِكْرِيْ میری نصیحت کے بارے میں بَلْ بلکہ لَّمَّا يَذُوْقُوْا عَذَابِ ابھی تک نہیں چکھا انہوں نے میرا عذاب اَمْ عِنْدَهُمْ کیا ہیں ان کے پاس خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ آپ کے رب کی رحمت کے خزانے الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ جو غالب ہے کثرت کے ساتھ دینے والا ہے۔

وجہ تسمیہ سورۃ صٓ:

اس سورت کا نام 'صٓ' ہے اور پہلی ہی آیت میں یہ لفظ موجود ہے۔ لفظ 'صٓ' کے متعلق حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے نام صبور کا مخفف

ہے۔صبور کا معنٰی ہے صبر اور تحمل کرنے والا۔اگر اللہ تعالیٰ تحمل کرنے والا نہ ہوتا تو وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے متعلق اور اس کے پیغمبروں کے متعلق غلط باتیں کرتے ہیں ان کو ایک لمحہ نہ چھوڑتا۔حدیث قدسی ہے بخاری شریف میں۔اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں یَسُبُّنِی اِبْنُ اٰدَمَ وَلَمْ یَکُنْ لَہٗ ذٰلِکَ ’’ابن آدم مجھے گالیاں دیتا ہے حالانکہ اس کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ مجھے گالیاں دے۔‘‘ گالیاں کیسے دیتا ہے؟فرمایا یَدْعُوْنِیْ وَلَدًا ’’میری طرف اولاد کی نسبت کرتا ہے۔‘‘ کوئی کہتا ہے عزیر اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے،کوئی کہتا ہے عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں،کوئی کہتا ہے فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔یہ اللہ تعالیٰ کو گالیاں دینا ہے۔جیسے ہماری ثابت النسب اولاد کو کوئی کہے کہ یہ تمہاری نہیں ہے۔یہ ہمارے لیے گالی ہے۔اسی طرح لم یلد ولم یولد کی طرف اولاد کی نسبت کرنا گالی ہے۔فرمایا وَیُکَذِّبُنِی اِبْنُ اٰدم وَلَمْ یَکُنْ لَہٗ ذلك ’’ابن آدم مجھے جھٹلاتا ہے حالانکہ اس کو حق نہیں ہے کہ مجھے جھٹلائے۔‘‘ جھٹلاتا کیسے ہے؟ کہتا ہے قیامت والے دن مجھے کھڑا نہیں کیا جائے گا۔میں کہتا ہوں لَتُبْعَثُنَّ [تغابن:۷] ’’البتہ تم ضرور اٹھائے جاؤ گے۔‘‘ یہ کہتا ہے کہ قیامت نہیں ہے۔یہ رب تعالیٰ کی تکذیب ہے۔تو رب تعالیٰ کو گالیاں دینے والے اور جھٹلانے والے بھی دنیا میں موجود ہیں۔دہریے جو رب تعالیٰ کی ذات کا انکار کرتے ہیں اس کے وجود کے منکر ہیں وہ بھی دنیا میں موجود ہیں۔اس کے پیغمبروں کی تکذیب کرنے والے بھی دنیا میں موجود ہیں،اس کی کتابوں کی تکذیب کرنے والے بھی دنیا میں موجود ہیں۔مگر اس کا حوصلہ ہے کہ فوراً گرفت نہیں کرتا سزا نہیں دیتا کہ صبور ہے۔

تو صٓ لفظ صبور کا مخفف ہے وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّکْرِ واؤ قسمیہ ہے۔معنٰی ہوگا قسم ہے نصیحت والے قرآن کی۔اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی اور چیز کی قسم اٹھانا مخلوق

کے لیے جائز نہیں ہے۔حدیث پاک میں آتا ہے مَنْ حَلَفَ بِغَیْرِ اللّٰہِ فَقَدْ أَشْرَکَ ''جس نے اللہ تعالیٰ کے غیر کی قسم اٹھائی اس نے شرک کیا۔'' لیکن اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والے غیر اللہ کی قسمیں اٹھاتے پھرتے ہیں۔کوئی کہتا ہے مجھے نبی کی قسم ہے، کوئی کہتا ہے مجھے رسول کی قسم ہے،کوئی کہتا ہے مجھے پیر کی قسم ہے،کوئی دودھ۔پوت (پتر، بیٹے) کی قسم اٹھاتا ہے،کوئی کعبے کی قسم اٹھاتا ہے۔یہ تمام شرکیہ الفاظ ہیں اوران الفاظ کے ساتھ قسم اٹھانا جائز نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھاؤ یا اس کی صفات کے ساتھ قسم اٹھاؤ، رحمان کی قسم، رحیم کی قسم۔قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی صفت ہے لہٰذا قرآن کریم کی بھی قسم اٹھا سکتے ہیں۔یہ ضابطہ اور قانون مخلوق کے لیے ہے اللہ تعالیٰ پر کوئی قانون لاگو نہیں ہوتا وہ جس چیز کی چاہے قسم اٹھائے۔لہٰذا اس نے کہیں تین کی قسم اٹھائی، زیتون کی قسم اٹھائی ہے۔العصر، زمانے کی قسم اٹھائی ہے،گھوڑوں کی قسم اٹھائی ہے۔وہ کسی قانون کا پابند نہیں ہے۔

تو فرمایا قسم ہے نصیحت والے قرآن کی بَلِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِیْ عِزَّۃٍ وَّشِقَاقٍ بلکہ وہ لوگ جو کافر ہیں تکبر میں ہیں اور مخالفت میں ہیں اور بڑی باتیں کرتے ہیں۔پہلی قوموں نے بھی تکبر اور مخالفت کی تھی پھر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کَمْ اَھْلَکْنَا مِنْ قَبْلِھِمْ مِّنْ قَرْنٍ کتنی ہلاک کیں ہم نے ان سے پہلے جماعتیں۔جنھوں نے تکبر کیا، سرکشی کی، توحید کا انکار کیا، اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلایا۔پھر جب ہمارا عذاب آن پہنچا فَنَادَوْا تو پکارا انھوں نے۔چیخے چلائے اپنے گناہوں کی معافی مانگی وَّلَاتَ حِیْنَ مَنَاصٍ اور نہیں تھا وقت چھٹکارے کا۔خلاصی اور رہائی کا وقت گزر چکا تھا۔یہ مکے والے بھی تکبر اور مخالفت میں آخری پیغمبر کی رسالت کا انکار کر رہے ہیں وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَھُمْ مُّنْذِرٌ

مِّنْهُمْ اور انہوں نے تعجب کیا اس بات پر کہ آیا ان کے پاس ڈرانے والا اُنھی میں سے۔
کہتے تھے کہ منصب نبوت کے لیے ابو طالب کا یتیم بھتیجا ہی رہ گیا تھا وَقَالُوْا
''اور کہا انہوں نے لَوْ لَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ
[الزخرف: ۳۱، پ ۲۵] ''کیوں نہیں اتارا گیا یہ قرآن کسی بڑے آدمی پر دو بستیوں میں
سے۔'' مکہ مکرمہ میں ولید بن مغیرہ، عتبہ، شیبہ وغیرہ بڑے آدمی تھے اور طائف جو مکہ مکرمہ
سے پچھتر (۷۵) میل کے فاصلے پر ہے اس میں ابن عبد یالیل، عروہ بن مسعود اور حبیب
وغیرہ بڑے آدمی تھے۔ کہتے تھے کہ قرآن نازل ہونا تھا تو ان میں سے کسی سردار پر کیوں
نازل نہیں ہوا۔ یہ جادوگر جھوٹا (معاذ اللہ تعالیٰ) نبوت کا دعویدار بن بیٹھا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ اور کہا کافروں نے
یہ جادوگر ہے بڑا جھوٹا ہے (معاذ اللہ تعالیٰ) رسالت و نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ
نے آنحضرت ﷺ کو جو مرتبہ اور مقام عطا فرمایا وہ کائنات میں اور کسی کو حاصل نہیں
ہے۔ بس آپ ﷺ خدا نہیں ہیں اللہ تعالیٰ کے بعد مرتبہ اور مقام آپ ﷺ کا ہے۔ ع

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

آنحضرت ﷺ کے معجزات :

آنحضرت ﷺ کو معجزات کی وجہ سے جادوگر کہتے تھے۔ درختوں کو چلتے ہوئے
دیکھا، تھوڑے پانی کو زیادہ ہوتے سب نے دیکھا، پتھروں کو بولتے ہوئے سنا۔ ایک
موقع پر آنحضرت ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ تشریف فرما تھے اور لوگ بھی بیٹھے تھے۔
ابو جہل بڑا منہ پھٹ اور بڑا بے لحاظ آدمی تھا۔ مٹھی میں سنگریزے لیے ہوئے آیا اور کہنے لگا
یا محمد (ﷺ) اَخْبِرْنِىْ مَا فِىْ يَدِىْ ''مجھے بتلاؤ میرے ہاتھ میں کیا ہے۔''

آنحضرت ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایا چچا! اگر یہ ہاتھ والی چیز خود بول پڑے تو پھر؟ چنانچہ روایات میں آتا ہے کہ سنگ ریزوں نے بلند آواز سے پڑھنا شروع کر دیا سبحان اللہ سبحان اللہ ۔ ابوجہل نے سنگ ریزے پھینکتے ہوئے کہا کہ تم بھی اس کے ساتھی ہو گئے ۔ اب بتلاؤ اس ضد کا دنیا میں کوئی علاج ہے کہ سنگریزے خود ہی اٹھا کر لایا ہے اور اسی کے ہاتھ میں بول رہے ہیں لیکن ہٹ دھرمی ہے کہ ماننے کے لیے تیار نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ کے معجزات کو دیکھ کر اور قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت کو دیکھ کر جادوگر کہتے تھے ۔ اور جھوٹا کیوں کہتے تھے؟ جھوٹ یہ تھا اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا کیا اس نے کر دیا ہے سب خداؤں کو ایک خدا۔ یہ جھوٹ ہے کہ سارے معبود فارغ اور ایک اللہ تعالیٰ سارے کام کرتا ہے۔ سب سے زیادہ چبھنے والی بات یہی تھی کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ سورہ صفّت میں گزر چکا ہے اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ "بے شک یہ لوگ کہ جب ان کے سامنے کہا جاتا تھا لا الٰہ الا اللہ تکبر کرتے تھے" اچھلتے تھے کہ نہ لات رہا، نہ منات، نہ عزّیٰ، نہ ہبل، نہ کوئی اور صرف ایک ہی الٰہ رہ گیا ہے اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ بے شک یہ چیز ہے بڑی عجیب۔ آدمی کو ماحول کے خلاف جو چیز نظر آئے وہ عجیب ہی معلوم ہوتی ہے۔ کیوں کہ ان کا ماحول کفر شرک کا تھا۔

بیت اللہ کی بیرونی دیوار پر انہوں نے تین سو ساٹھ بت نصب کیے ہوئے تھے جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مجسمہ، حضرت اسماعیل علیہ السلام کا مجسمہ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مجسمہ، حضرت مریم علیہا السلام کا مجسمہ، حضرت ہابیل علیہ السلام کا مجسمہ جس کو ہبل کہتے تھے۔ ان کے علاوہ اور بزرگوں کے مجسمے رکھے ہوئے تھے۔ کسی دن ناغہ نہیں ہوتا تھا کسی نہ کسی کا

چڑھاوا چڑھتا رہتا تھا اور ان کے پیٹ کا دھندا چلتا رہتا تھا۔ اور آپ ﷺ ان کی خدائی کو مٹانے کے لیے آئے تھے کہ صرف ایک ہی معبود ہے، ایک ہی مسجود ہے، ایک ہی حاجت روا ہے، مشکل کشا ہے، ایک ہی دست گیر اور فریاد رس ہے۔ اس کے سوا کوئی ایک رتی کے نفع نقصان کا بھی مالک نہیں ہے۔ خدائی اختیارات میں سے کسی کے پاس کچھ نہیں ہے وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اور چلی ایک جماعت ان کافروں میں سے جب آپ ﷺ نے سنایا لا الٰہ الا اللہ تو محلے میں جا کر کہنے لگے اے نوجوانو! اَنِ امْشُوْا چلو تم گلیوں اور محلوں میں، پھیل جاؤ بازاروں میں، جاؤ جہاں لوگ اکٹھے ہوں وہاں جاؤ اور ان کو کہو وَاصْبِرُوْا عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمْ ڈٹے رہو اپنے معبودوں پر، اپنے خداؤں کو نہ چھوڑنا۔ یہی بات نوح علیہ السلام کے زمانے میں مشرکوں نے کہی تھی لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ ''ہرگز نہ چھوڑنا اپنے معبودوں کو وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا [نوح، پ:۲۹] ہرگز نہ چھوڑنا ود کو اور نہ سواع کو اور نہ چھوڑنا یغوث، یعوق اور نسر کو۔'' تو کہا انہوں نے ڈٹے رہو اپنے معبودوں پر اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ یُّرَادُ بے شک یہ البتہ ایک شے ہے ارادہ کی ہوئی۔ یہی چیز ہماری مراد ہے کہ اپنے الٰہوں کو نہیں چھوڑنا مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ نہیں سنی ہم نے یہ بات پچھلی ملت میں یعنی آباؤ اجداد سے ہم نے نہیں سنا کہ ایک خدا ہی کائنات کا سارا نظام چلا رہا ہے وہ بھی تین سو ساٹھ یا اس سے کم وبیش بتوں کی پوجا کرتے تھے اور تم کہتے ہو لا الٰہ الا اللہ۔ اور ملت آخرہ سے مراد عیسیٰ علیہ السلام کی ملت بھی ہے کہ پہلے پیغمبروں کی جو ملتیں تھیں ان میں آخری ملت عیسیٰ علیہ السلام کی ہے کہ وہ بھی ایک کے قائل نہیں تھے بلکہ وہ تثلیث یعنی تین خداؤں کے قائل تھے۔

☜ اللہ تعالیٰ ایک۔

☜ عیسیٰ علیہ السلام دو۔

☜ اور روح القدس جبرائیل علیہ السلام تین۔

اور ان کا ایک فرقہ جبرائیل علیہ السلام کی جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کو تیسرا رکن مانتا تھا کہ تین کے ساتھ نظام چلتا ہے۔ پھر ایک گروہ ان کا یہ بھی کہتا ہے کہ عیسیٰ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور آج بھی وہ موجود ہیں۔ چنانچہ ہماری قومی اسمبلی کے اجلاس میں دو دفعہ عیسائی ممبر نے ڈٹ کر کہا کہ میں عیسیٰ علیہ السلام جو رب کے بیٹے ہیں کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ سوائے مولوی عبدالرحیم چکڑالوی کے اور کوئی ممبر نہیں بولا۔ انہوں نے اپنا فریضہ ادا کیا حالانکہ سارے ممبران اسمبلی اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہیں۔ دیکھو! عیسائی اپنے مذہب کے کتنے پختہ ہیں کہ مسلمان اسمبلی میں بھی اپنے عقیدے کے اظہار سے باز نہیں آتے۔ امریکہ ان کی پشت پر ہے جس کی وجہ سے وہ یہاں ہمارے پیغمبر کی توہین کرنے سے بھی باز نہیں آتے۔

یہ بات تمہارے علم میں ہے کہ ضلع گوجرانوالا کے قصبہ کوٹ لالہ میں منظور مسیح، رحمت مسیح اور سلامت مسیح، تین عیسائیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کی نازیبا الفاظ لکھ کر پرچیاں تقسیم کیں، دیواروں پر لکھے۔ مقدمہ چلا منظور مسیح تو قتل ہوگیا۔ رحمت مسیح اور سلامت مسیح کو سزائے موت ہوئی۔ فیصلے کے وقت امریکی سفارت خانے کے آدمی عدالت میں موجود تھے اثر انداز ہونے کے لیے۔ یہاں حکومت امریکہ کی ہے ہمارے جتنے حکمران ہیں یہ امریکہ کی اجازت کے بغیر شلوار بھی نہیں بدل سکتے۔

تو خیر انہوں نے کہا کہ یہ بات ہم نے پچھلے دین میں نہیں سنی اِنْ هٰذَآ اِلَّا

اخْتِلَاقٌ نہیں ہے یہ بات کہ الٰہ صرف ایک ہے، لا الٰہ الا اللہ مگر گھڑی ہوئی۔ اپنی طرف سے بنائی ہے۔ پھر عجیب بات ہے ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَيْنِنَا کیا نازل کیا گیا ہے ذکر، نصیحت، قرآن اس پر ہمارے درمیان۔ اس کے پاس نہ مال و دولت ہے نہ افرادی قوت ہے، ہم محروم رہ گئے، ہمیں خدا نے کیوں نہیں دیکھا بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِيْ بلکہ وہ شک میں ہیں میرے ذکر قرآن پاک کے بارے میں بَلْ لَّمَّا يَذُوْقُوْا عَذَابِ بلکہ ابھی تک نہیں چکھا انہوں نے میرا عذاب۔ جب عذاب آئے گا تو ان کو میری توحید کے انکار کا اور میرے پیغمبروں کے انکار کا مزہ آ جائے گا۔

پھر بدر کے موقع پر ان کے ساتھ جو ہوا وہ دنیا نے دیکھا اور پھر مرنے کے بعد عذاب قبر پھر حشر کا اور جہنم کا عذاب الگ ہے۔ یہ لوگ نزول قرآن کا انکار کس بنا پر کرتے ہیں اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ کیا ان کے پاس آپ کے رب کی رحمت کے خزانے ہیں جو غالب ہے کثرت کے ساتھ دینے والا ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ کی رحمت کے خزانے یہ تقسیم کرتے ہیں کہ جس کو چاہیں رسول بنائیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات مالک الملک، مختار کل ہے جو چاہے کرے جس کو چاہے پیغمبر بنائے وہ کسی کا پابند نہیں ہے۔

****

اَمۡ لَهُمۡ مُّلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَيۡنَهُمَا فَلۡيَرۡتَقُوۡا فِى الۡاَسۡبَابِ ﴿۱۰﴾ جُنۡدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهۡزُوۡمٌ مِّنَ الۡاَحۡزَابِ ﴿۱۱﴾ كَذَّبَتۡ قَبۡلَهُمۡ قَوۡمُ نُوۡحٍ وَّعَادٌ وَّفِرۡعَوۡنُ ذُو الۡاَوۡتَادِ ﴿۱۲﴾ وَثَمُوۡدُ وَقَوۡمُ لُوۡطٍ وَّاَصۡحٰبُ لۡئَيۡكَةِ اُولٰٓئِكَ الۡاَحۡزَابُ ﴿۱۳﴾ اِنۡ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ﴿۱۴﴾ وَمَا يَنۡظُرُ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا صَيۡحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنۡ فَوَاقٍ ﴿۱۵﴾ وَقَالُوۡا رَبَّنَا عَجِّلۡ لَّنَا قِطَّنَا قَبۡلَ يَوۡمِ الۡحِسَابِ ﴿۱۶﴾ اِصۡبِرۡ عَلٰى مَا يَقُوۡلُوۡنَ وَاذۡكُرۡ عَبۡدَنَا دَاوٗدَ ذَا الۡاَيۡدِ ۚ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۱۷﴾ اِنَّا سَخَّرۡنَا الۡجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحۡنَ بِالۡعَشِىِّ وَالۡاِشۡرَاقِ ﴿۱۸﴾ وَالطَّيۡرَ مَحۡشُوۡرَةً ؕ كُلٌّ لَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۱۹﴾ وَشَدَدۡنَا مُلۡكَهٗ وَاٰتَيۡنٰهُ الۡحِكۡمَةَ وَفَصۡلَ الۡخِطَابِ ﴿۲۰﴾

اَمۡ لَهُمۡ کیا ان کے لیے ہے مُّلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ملک آسمانوں کا اور زمین کا وَمَا بَيۡنَهُمَا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے فَلۡيَرۡتَقُوۡا فِى الۡاَسۡبَابِ پس چاہیے کہ وہ چڑھ جائیں آسمان کے راستوں میں جُنۡدٌ مَّا یہ بھی ایک لشکر ہے چھوٹا سا هُنَالِكَ وہاں مَهۡزُوۡمٌ شکست خوردہ مِّنَ الۡاَحۡزَابِ لشکروں میں سے كَذَّبَتۡ قَبۡلَهُمۡ جھٹلایا ان سے پہلے قَوۡمُ نُوۡحٍ نوح علیہ السلام کی قوم نے وَّعَادٌ اور عاد قوم نے وَّفِرۡعَوۡنُ ذُو الۡاَوۡتَادِ اور فرعون نے جو میخوں والا تھا وَثَمُوۡدُ اور قوم ثمود نے وَقَوۡمُ لُوۡطٍ اور قوم لوط نے وَّاَصۡحٰبُ لۡئَيۡكَةِ اور جنگل والوں نے

مُّنۡذِرٌ ڈرانے والا مِّنۡهُمۡ ان میں سے وَقَالَ الۡكٰفِرُوۡنَ اورکہا کافروں نے هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ یہ جادوگر ہے بڑا جھوٹا ہے (معاذ اللہ تعالیٰ) اَجَعَلَ الۡاٰلِهَةَ کیا کردیا اس نے بہت سارے الٰہوں کو اِلٰهًا وَّاحِدًا ایک ہی الٰہ اِنَّ هٰذَا لَشَىۡءٌ عُجَابٌ بے شک البتہ یہ عجیب چیز ہے وَانۡطَلَقَ الۡمَلَاُ مِنۡهُمۡ اور چلی ایک جماعت ان میں سے اَنِ امۡشُوۡا یہ کہ چلو تم وَ اصۡبِرُوۡا اور ڈٹے رہو عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمۡ اپنے معبودوں پر اِنَّ هٰذَا لَشَىۡءٌ يُّرَادُ بے شک یہ البتہ ایک شے ہے ارادہ کی ہوئی مَا سَمِعۡنَا بِهٰذَا نہیں سنی ہم نے یہ بات فِى الۡمِلَّةِ الۡاٰخِرَةِ پچھلی ملت میں اِنۡ هٰذَاۤ نہیں ہے یہ اِلَّا اخۡتِلَاقٌ مگر گھڑی ہوئی بات ءَاُنۡزِلَ عَلَيۡهِ الذِّكۡرُ کیا نازل کیا گیا اس پر ذکر مِنۡۢ بَيۡنِنَا ہمارے درمیان بَلۡ هُمۡ فِىۡ شَكٍّ بلکہ وہ شک میں ہیں مِّنۡ ذِكۡرِىۡ میری نصیحت کے بارے میں بَلۡ بلکہ لَّمَّا يَذُوۡقُوۡا عَذَابِ ابھی تک نہیں چکھا انہوں نے میرا عذاب اَمۡ عِنۡدَهُمۡ کیا ہیں ان کے پاس خَزَآئِنُ رَحۡمَةِ رَبِّكَ آپ کے رب کی رحمت کے خزانے الۡعَزِيۡزِ الۡوَهَّابِ جو غالب ہے کثرت کے ساتھ دینے والا ہے۔

وجہ تسمیہ سورۃ ص:

اس سورت کا نام 'ص' ہے اور پہلی ہی آیت میں یہ لفظ موجود ہے۔ لفظ 'ص' کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے نام صبور کا مخفف

ایاتها ۸۸ | ۳۸ سُوْرَۃُ صٓ مَکِّیَّۃٌ ۳۸ | رکوعاتها ۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّكْرِ ۟ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ ۟ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ ۟ وَعَجِبُوْۤا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۟ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ۟ وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰۤی اٰلِهَتِكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ يُّرَادُ ۟ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ۟ ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَيْنِنَا ؕ بَلْ هُمْ فِیْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِیْ ۚ بَلْ لَّمَّا يَذُوْقُوْا عَذَابِ ۟ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآىِٕنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ ۟

صٓ وَالْقُرْاٰنِ قسم ہے قرآن کی ذِی الذِّكْرِ جو نصیحت والا ہے بَلِ الَّذِيْنَ بلکہ وہ لوگ كَفَرُوْا جنھوں نے کفر کیا فِيْ عِزَّةٍ تکبر میں ہیں وَّشِقَاقٍ اور مخالفت میں ہیں كَمْ اَهْلَكْنَا کتنی ہلاک کیں ہم نے مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے مِّنْ قَرْنٍ جماعتیں فَنَادَوْا پس انہوں نے پکارا وَّلَاتَ اور نہیں تھا حِيْنَ وقت مَنَاصٍ چھٹکارے کا وَعَجِبُوْۤا اور انہوں نے تعجب کیا اَنْ اس بات پر جَآءَهُمْ آیا ان کے پاس

۷۱ .... ھ

(اردو)

[illegible]

[illegible]

[illegible]

کے بھیجے ہوئے رسولوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو پالنے والا ہے سارے جہانوں کا۔

****

اُولٰٓئِكَ الْاَحْزَابُ یہ بڑے بڑے گروہ تھے اِنْ كُلٌّ نہیں تھے یہ سب کے سب اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ مگر جھٹلایا پیغمبروں کو فَحَقَّ عِقَابِ پس لازم ہو گیا میرا عذاب وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ اور نہیں انتظار کرتے یہ لوگ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مگر ایک چیخ کا مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ نہیں ہے اس کے لیے کوئی وقفہ وَقَالُوْا اور کہا ان لوگوں نے رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا اے ہمارے رب جلدی کر دے ہمارے لیے قِطَّنَا ہمارا حصہ عذاب کا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ حساب کے دن سے پہلے اِصْبِرْ آپ صبر کریں عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ ان باتوں پر جو وہ کرتے ہیں وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذکر کر ہمارے بندے داؤد علیہ السلام کا ذَا الْاَيْدِ جو قوت والے تھے اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ بے شک وہ رجوع کرنے والے تھے اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ بے شک ہم نے مسخر کر دیا پہاڑوں کو اس کے ساتھ يُسَبِّحْنَ جو تسبیح کرتے تھے بِالْعَشِيِّ پچھلے پہر وَالْاِشْرَاقِ اور صبح کے وقت وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً اور پرندے بھی جو اکٹھے کیے جاتے تھے كُلٌّ لَّهٗٓ اَوَّابٌ سب کے سب اس کی طرف رجوع کرنے والے تھے وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ اور ہم نے مضبوط کیا اس کے ملک کو وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ اور دی ہم نے ان کو دانائی وَفَصْلَ الْخِطَابِ اور فیصلہ کن خطاب۔

ربطِ آیات :

کل کے سبق میں بیان ہوا کہ مشرکین مکہ نے کہا ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَيْنِنَا

''کیا اس پر اتاری گئی ہے نصیحت ہمارے درمیان۔'' ہمارے اوپر وحی نازل نہیں ہوئی اس
مین کیا خوبی ہے کہ اس پر وحی نازل ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا اَمْ
عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيزِ الْوَهَّابِ ''کیا ان کے پاس خزانے ہیں آپ
کے رب کی رحمت کے جو غالب ہے کثرت سے ساتھ دینے والا۔'' اس نے آپ ﷺ کو
نبوت عطا فرمائی ہے وہ ان کا پابند تو نہیں ہے۔ مزید فرمایا اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ کیا ان کے لیے ہے ملک، شاہی آسمانوں اور زمین کی وَمَا بَيْنَهُمَا اور
جو کچھ آسمانوں اور زمین کے درمیان ہے۔ کیا اس میں ان کی حکومت ہے؟ اگر ایسا ہے تو
فَلْيَرْتَقُوا فِي الْاَسْبَابِ۔ اسباب جمع ہے سبب کی۔ اس کا معنٰی ہے راستہ۔ پس
چاہیے کہ چڑھ جائیں آسمانوں کے راستوں میں اور جہاں سے وحی آتی ہے جا کر وہاں
سے روک دیں اگر ان کے اختیار میں ہے تو ایسا کر لیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جُنْدٌ مَّا
هُنَالِكَ۔ جُنْد کا معنٰی لشکر اور ما کا معنٰی چھوٹا سا۔ ایک چھوٹا سا لشکر ہے اس مقام پر
مَهْزُوْمٌ شکست خوردہ مِّنَ الْاَحْزَابِ لشکروں میں سے۔

کفار کی شکست :

پھر ایسا ہی ہوا کہ قریش مکہ جب مکہ مکرمہ سے چلے جنگ بدر کے لیے ڈھول
بجاتے ہوئے، اچھلتے کودتے ہوئے اُعْلُ هُبُلْ کے نعرے لگاتے ہوئے۔ گانے والی
عورتیں بھی ساتھ تھیں، شراب اونٹوں پر لدی ہوئی تھی کہ مسلمانوں کو ختم کرنے کے بعد یہ
فتح کے گیت گائیں گی، اونٹ ذبح ہوں گے، شراب چلے گی، قرب وجوار کے قبائل کی
ضیافت کریں گے۔ ان کے تصور میں بھی نہ تھا کہ وہ ذلت ناک شکست کھائیں گے اور ان
پر رونے والا بھی کوئی نہیں ہوگا۔

سورہ آل عمران آیت نمبر ۱۲۳ پارہ ۴ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ”البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد کی بدر کے مقام پر اور تم نہایت کمزور تھے۔“ ایک طرف تین سو تیرہ جن کے پاس آٹھ تلواریں، چھ زرہیں۔ دوسری طرف ایک ہزار آدمی کہ ہر ایک تلوار سے مسلح تھا کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ قصہ ہوگا۔ جب اللہ تعالیٰ کی نصرت نازل ہوئی تو ستر کفر کے ستون مارے گئے اور ستر قیدی ہوئے اور باقیوں کو بھاگتے ہوئے پتا بھی نہ چلا کہ ہم نے جانا کہاں ہے؟ تاریخ بتلاتی ہے کہ بھاگنے والے گھروں میں چھپ کر بیٹھ گئے کہ لوگوں کو کیا منہ دکھائیں گے کہ کس شان و شوکت کے ساتھ نکلے تھے اور کس طرح ذلیل ہو کر آئے۔ گیت گانے والیاں مرثیے گاتے ہوئے واپس گئیں۔ فرمایا یہ چھوٹا سا گروہ ہے شکست خوردہ یعنی ان کو شکست ہوگی۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تسلی دی اور کل کے سبق میں تم نے یہ بھی پڑھا ہے کہ انھوں نے آنحضرت ﷺ کو جادوگر اور بڑا جھوٹا کہا۔ ہمیں کوئی جھوٹا کہے تو ہمارے دل پر کیا گزرتی ہے ہماری کیا حیثیت ہے۔ اور اس ہستی کو کہا جائے جو ساری کائنات سے بلند و برتر ہے اور اس سے زیادہ سچی ذات کوئی نہیں ہے تو اس کے دل پر کیا گزری ہوگی۔ ظاہر بات ہے کہ آنحضرت ﷺ کو طبعی طور پر تکلیف ہوتی تھی۔ تو آپ ﷺ کی تسلی کے لیے اللہ تعالیٰ نے اجمالی طور پر چند واقعات پیش کیے ہیں کہ آپ ﷺ غم نہ کریں پہلے پیغمبروں کی جن لوگوں نے مخالفت کی ہے جو اُن کا حشر ہوا ان کا بھی وہی ہوگا۔

گزشتہ اقوام کے واقعات :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ جھٹلایا ان سے پہلے نوح علیہ السلام کی قوم نے۔ انہوں نے نوح علیہ السلام کو کہا تھا كَذَّابٌ اَشِرٌ [قمر: ۲۷] ”یہ بڑا جھوٹا

اور بڑا اشراری ہے وَّعَادٌ اور عاد قوم نے وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ اور فرعون نے جھٹلایا جو میخوں والا تھا۔ میخوں والا اس لیے کہتے تھے کہ جس کو سزا دیتا تھا اس کے ہاتھ پاؤں میں میخیں ٹھونکتا تھا کہ حرکت نہ کر سکے۔ اور یہ بھی لکھا ہے اس کے خیموں کو باندھنے کے لیے جو میخیں لگاتے تھے وہ سونے چاندی کی ہوتی تھیں۔ اس لیے میخوں والا مشہور تھا۔ تو وہ فرعون جو میخوں والا تھا اس نے بھی جھٹلایا۔ سورہ مومن آیت نمبر ۲۴ میں ہے: فرعون، ہامان اور قارون نے کہا سٰحِرٌ كَذَّابٌ "یہ جادوگر ہے بڑا جھوٹا۔" وَثَمُوْدُ اور ثمود قوم نے جھٹلایا صالح علیہ السلام کو۔ یہ حجر کے علاقے کے رہنے والے تھے۔ یہ علاقہ طائف اور تبوک کے درمیان ہے۔ اس علاقے میں بڑے بڑے پہاڑ ہیں۔

ان لوگوں نے حضرت صالح علیہ السلام سے کہا کہ اگر آپ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو فلاں چٹان سے اونٹنی نکالو۔ اور بعض تفسیروں میں ہے کہ ساتھ بچہ بھی ہو۔ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ کام تو رب تعالیٰ کا ہے میں رب نہیں ہوں لیکن اگر میرا رب میری تائید کر دے تو مان لو گے۔ کہنے لگے ہاں مان لیں گے۔ لیکن ان کے تو تصور میں بھی نہ تھا کہ ایسا ہوگا۔ انہوں نے تو محض شوشہ چھوڑا تھا کہ نہ ایسا ہوگا اور نہ ہم مانیں گے۔ جیسے کہاوت ہے:

نہ نو من تیل ہو نہ رادھا ناچے

ایک بڑی مضبوط چٹان پر انھوں نے ہاتھ رکھا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے چٹان پھٹی اونٹنی نکل کر باہر آگئی۔ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا ھٰذہ ناقة الله لكم اٰية [الاعراف: ۷۳] لیکن یقین جانو کہ اتنا بڑا کرشمہ اور معجزہ دیکھ کر بھی کوئی ایمان نہ لایا۔ بس جو پہلے ایمان لا چکے تھے، لا چکے تھے۔ تو فرمایا ثمود قوم جھٹلا چکی وَقَوْمُ لُوْطٍ اور لوط علیہ السلام کی قوم نے

جھٹلایا۔ حضرت لوط علیہ السلام اصل عراق کے رہنے والے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حقیقی بھتیجے تھے ان کو اللہ تعالیٰ نے سدوم شہر اور اس کے آس پاس کی بستیوں کی طرف نبی بنا کر مبعوث فرمایا۔ زرخیز علاقہ تھا ان لوگوں نے ان کی شکل وصورت، اخلاص، کردار کو دیکھ کر لڑکی کا رشتہ بھی دے دیا۔ حالانکہ دنیا کے مشکل ترین کاموں میں سے رشتہ بھی ہے۔ لڑکی دے دی ایمان قبول نہیں کیا۔ یہاں تک کہ بیوی نے بھی ایمان قبول نہیں کیا۔ البتہ دو یا تین لڑکیاں تھیں وہ اپنے والد کے عقیدے پر تھیں اور چند غریب لوگ بھی تھے جو ایمان لائے اور وہ ان کے ساتھ ایک حویلی میں رہتے تھے۔ ایک ہی گھر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے اس قوم کو اندھا کیا، پھر آسمان سے پتھر برسائے، پھر جبرائیل علیہ السلام نے ڈراونی آواز نکالی جس سے سب کے کلیجے پھٹ گئے، پھر زمین کو اٹھا کر الٹا کر کے پھینک دیا۔

فرمایا وَاَصْحٰبُ لْئَیْکَۃِ - ایکہ کا معنیٰ جنگل۔ اور جھٹلایا جنگل والوں نے۔ یہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم تھی۔ شہر کا نام تھا مدین۔ اس کے آس پاس بڑا جنگل تھا اس لیے ان کو جنگل والے بھی کہتے ہیں۔ ان کی طرف اللہ تعالیٰ نے شعیب علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی صرف لڑکیاں تھیں لڑکا کوئی نہیں تھا اپنی ضرورت کے لیے بکریاں رکھی ہوئی تھیں ان کے دودھ پر گزارا ہوتا تھا۔ بچیاں ہی چراتی تھیں۔ عرصہ دراز تک ان کو شعیب علیہ السلام نے تبلیغ کی اور سمجھایا مگر وہ ایمان نہ لائے۔ ان پر اللہ تعالیٰ نے زلزلہ طاری کیا اور جبرائیل علیہ السلام نے چیخ ماری جس سے یہ سب کے سب تباہ ہو گئے اور ان کے لیے ظلہ کا لفظ بھی آیا ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آگ بھی برسی۔

فرمایا اُولٰٓئِکَ الْاَحْزَابُ یہی بڑے بڑے گروہ تھے جو تباہ ہوئے اِنْ کُلٌّ اِلَّا کَذَّبَ الرُّسُلَ نہیں تھے یہ سب کے سب مگر جھٹلایا انہوں نے پیغمبروں کو

فَحَقَّ عِقَابِ پس لازم ہو گیا ان پر میرا عذاب۔ اصل میں عِقَابِیْ تھا پھر "ی" گر گئی۔ یہ واقعات اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی تسلی کے لیے بیان فرمائے کہ پیغمبروں کو جن لوگوں نے ساحر کذاب کہہ کر جھٹلایا وہ تباہ و برباد ہوئے۔ اسی طرح اگر یہ باز نہ آئے تو یہ بھی برباد ہو جائیں گے۔

فرمایا وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً اور نہیں انتظار کرتے یہ لوگ مگر ایک چیخ کا۔ وہ حضرت اسرافیل علیہ السلام کا بگل پھونکنا ہے مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ نہیں ہے اس کے لیے کوئی وقفہ کہ تھوڑا سا پھونک کر سانس لے لیں بلکہ وہ لگاتار آواز ہو گی نفخہ اولیٰ کے بعد ساری مخلوق تباہ ہو جائے گی حتیٰ کہ جان نکالنے والا فرشتہ بھی مر جائے گا کُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ [قصص:۸۸] اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا ہر شے تباہ ہو جائے گی۔ پھر چالیس سال کے بعد نفخہ ثانیہ ہو گا۔

بخاری شریف کی روایت کے مطابق سب سے پہلے اللہ تعالیٰ اسرافیل علیہ السلام کو پیدا کریں گے وہ بگل پھونکیں گے تو ساری دنیا زندہ ہو کر اکٹھی ہو جائے گی۔ جہاں وہ بگل پھونکیں گے مشرق والے، مغرب والے، شمال، جنوب والے انسان، جنات، حیوان، کیڑے مکوڑے، سمندر کی مچھلیاں تک عجیب منظر ہو گا ہر ایک کو اپنی اپنی پڑی ہو گی کہ نہ معلوم آج میرے ساتھ کیا ہو گا۔ تو فرمایا یہ اس نفخہ کا انتظار کر رہے ہیں کہ جس کے لیے وقفہ نہیں ہو گا درمیان میں فرشتہ سانس نہیں لے گا۔ وَقَالُوْا اور کہا کافروں نے رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا اے ہمارے رب جلدی کر دے ہمارے لیے قِطَّنَا۔ قِطٌّ عربی زبان میں اس پکے کاغذ کو کہتے ہیں جو سرکاری احکام کے لیے ہوتا ہے۔ سمجھنے کے لیے آپ اس کو وارنٹ کہہ لیں، وارنٹ گرفتاری۔ جلدی کر دیں ہمارے وارنٹ کی یعنی ہمارا وارنٹ ہمیں

دے دو۔ یہ انہوں نے استہزاء کیا کہ تم کہتے ہو قیامت ہوگی، اللہ تعالیٰ کی عدالت لگے گی، ہمارا وارنٹ ابھی ہمیں دے دو۔ قَبْلَ یَوْمِ الْحِسَابِ حساب کے دن سے پہلے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ آپ صبر کریں ان باتوں پر جو وہ کرتے ہیں۔ آپ ﷺ کو ساحر بھی کہتے ہیں، مجنون اور شاعر بھی کہتے ہیں، مفتری اور کذاب بھی کہتے ہیں۔ عجیب عجیب قسم کی آوازیں نکالتے ہیں۔ جب آپ ﷺ کے پاس سے گزرتے تھے تو کہتے اَھٰذَا الَّذِیْ یَذْکُرُ اٰلِھَتَکُمْ [انبیاء:۳۶] ''کیا یہی شخص ہے جو ذکر کرتا ہے تمہارے معبودوں کا، تردید کرتا ہے تمہارے معبودوں کی۔'' قولاً بھی استہزاء، فعلاً بھی استہزاء، ہر طریقے سے آپ ﷺ کو تنگ کرنے کی کوشش کی گئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ ان کی باتوں پر صبر کریں۔

تذکرہ حضرت داؤد علیہ السلام :

وَاذْکُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذکر کر ہمارے بندے داؤد علیہ السلام کا۔ حضرت داؤد علیہ السلام انبیاء بنی اسرائیل میں سے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو زبور جیسی کتاب عطا فرمائی۔ اس علاقے کا اقتدار بھی ان کو دیا۔ یہ خلیفۃ اللہ فی الارض تھے۔ ذَاالْاَیْدِ ۔ اَیْد، یَدٌ کی جمع ہے یَدٌ کا معنیٰ ہے ہاتھ۔ معنیٰ ہوگا ہاتھوں والا یعنی اپنے ہاتھوں سے کام کرتے تھے اپنے ہاتھوں سے کمائی کرتے تھے۔ زرہ اور خود بناتے تھے۔ کافی خاندان تھا ہاتھوں سے محنت کر کے ان کو کھلاتے تھے جتنا عرصہ بھی حکمرانی کی ہے بیت المال کی رقم کو ہاتھ نہیں لگایا، اپنی ذات پر خرچ نہیں کیا۔ کتنی بڑی بات ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بارہ سالہ خلافت کے زمانے میں قوم کی رقم یعنی بیت المال سے اپنی ذات یا اہل خانہ پر ایک پیسہ بھی خرچ نہیں کیا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت دیا

ہے بیت المال کے پیسے کی ضرورت نہیں۔ باقی تینوں خلیفوں نے ضرورت کے مطابق بیت المال سے لیا ہے کیونکہ ان کے ذاتی وسائل اتنے نہیں تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ سے باہر سلع کے مقام پر کپڑے کی چند کھڈیاں لگائی ہوئی تھیں۔ سوتر اور مزدوری ان کو دے آتے تھے اور تھان ان سے لے آتے تھے۔ دکان نہیں تھی کندھے پر رکھ کر بازار اور گلیوں میں پھیری لگاتے تھے۔ خلیفہ بنائے جانے کے بعد وقت نہیں تھا کہ جا کر تھان لائیں اور پھیرے لگائیں۔ دو چار دن کافی پریشان رہے۔ ایک دن نماز پڑھانے کے بعد فرمایا کہ میری بات سن کر جانا۔ بخاری شریف کی روایت ہے فرمایا کہ تمھیں معلوم ہے کہ میں اپنے گھر کے افراد کا خرچہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مہیا کر لیتا تھا اب مجھے فرصت نہیں ہے کہ نماز پڑھانی ہے جمعہ پڑھانا ہے، جھگڑوں کے فیصلے کرنے ہیں مسائل بتانے ہیں، دیگر مسائل ہیں لہٰذا یا تو خلافت کسی ایسے شخص کو دے دو جو مالی لحاظ سے مضبوط ہو یا مجھے بیت المال سے وظیفہ دو۔ میں انسان ہوں میرے ساتھ بھی پیٹ لگا ہوا ہے۔ چنانچہ پچیس درہم ماہانہ وظیفہ مقرر ہوا کہ مشکل کے ساتھ اس سے وقت پاس کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی بیت المال سے وظیفہ لیتے تھے اتنا کہ جس سے گزارا ہو سکے۔

تو حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھوں سے کما کر گزارا کرتے تھے۔ تو ذَاالْاَیْدِ کا ایک معنیٰ تو یہ کرتے ہیں اور یـد کا معنیٰ قوت کا بھی ہوتا ہے کہ عبادت میں بڑے قوی تھے کہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن نہیں رکھتے تھے۔ رات کے تین حصے کیے ہوئے تھے۔ آدھی رات تک سوتے پھر دو گھنٹے جاگتے اور عبادت کرتے پھر سو جاتے تھے۔ تو بڑی قوت والے تھے اِنَّہٗٓ اَوَّابٌ بے شک وہ رجوع کرنے والے تھے اِنَّا

سَخَّرْنَاالْجِبَالَ مَعَهٗ بے شک ہم نے مسخر کر دیا پہاڑوں کو اس کے ساتھ یُسَبِّحْنَ جو تسبیح کرتے تھے بِالْعَشِيِّ پچھلے پہر وَالْاِشْرَاقِ اور صبح کے وقت۔ جس وقت سورج چڑھتا تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا معجزہ تھا کہ جب وہ پہاڑوں کے پاس سبحان اللہ پڑھتے تو پہاڑ بھی ساتھ سبحان اللہ پڑھتے تھے۔

ملحد قسم کے لوگ تاویلیں کرتے ہیں کہتے ہیں کہ یہ واپسی کی آواز ہوتی تھی جس کو صدائے بازگشت کہتے ہیں۔ یہ بالکل غلط بات ہے کیونکہ رب تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّا سَخَّرْنَاالْجِبَالَ مَعَهٗ بے شک ہم نے تابع کیا پہاڑوں کو اس کے ساتھ۔ اگر واپسی کی آواز مراد لی جائے تو پھر یہ داؤد علیہ السلام کے ساتھ کوئی تخصیص نہیں ہے نہ ان کے لیے کوئی خصوصیت ہوگی۔ اس لیے کہ میرے جیسا گناہ گار آدمی نزلہ زکام کا مارا ہوا بھی پہاڑ کے دامن میں سبحان اللہ کہے تو آواز واپس آئے گی۔ لہٰذا حقیقتاً پہاڑ بھی ان کے ساتھ سبحان اللہ پڑھتے تھے پچھلے پہر بھی اور پہلے پہر بھی۔

وَالطَّيْرَ اور پرندے بھی سبحان اللہ پڑھتے تھے کوے، کبوتر اور چڑیاں وغیرہ داؤد علیہ السلام کے ساتھ سبحان اللہ کہتے تھے اور ایسے ہی سمجھ آتا تھا جیسا کہ میں سبحان اللہ کہہ رہا ہوں اور تمہیں سمجھ آرہا ہے۔ مَحْشُوْرَةً جمع کیے ہوئے كُلٌّ لَّهٗ اَوَّابٌ سب کے سب اس کی طرف رجوع کرنے والے تھے ان کے تابع تھے پہاڑ بھی، پرندے بھی۔ یہ ان کے معجزات میں سے تھا وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ اور ہم نے مضبوط کیا اس کے ملک کو۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو حکومت کی پوری گرفت حاصل تھی۔ بڑے منتظم تھے کیا مجال کہ چوری ڈکیتی ہو یا کوئی بدمعاشی کر سکے یا کسی کی نیند میں خلل ڈال سکے۔ آج کل کی حکومتوں کی تو کوئی گرفت نہیں ہے۔ اخبارات اٹھا کر دیکھو تو ڈکیتی، قتل وغارت، ہیرا پھیری، گھپلوں

کے سوا کوئی شے نظر نہیں آتی ۔ پھر کیا عوام اور کیا حکمران سب برابر ہیں۔

تو فرمایا کہ ہم نے ان کے ملک کو مضبوط کیا وَاٰتَیۡنٰہُ الۡحِکۡمَۃَ اور عطا کی ہم نے ان کو دانائی ۔ بڑے حکیمانہ انداز میں حکومت کرتے تھے وَفَصۡلَ الۡخِطَابِ اور فیصلہ کن خطاب دیا۔ ایسی دوٹوک بات کرتے تھے کہ سب کو آسانی سے سمجھ آتی تھی ۔ بعض آدمی موہوم بات کرتے ہیں کہ ہر آدمی ان کی بات کو سمجھ نہیں سکتا خاص طور پر یہ جو سیاسی قسم کے لوگ ہیں تا کہ وقت پر انکار بھی کر سکیں اور کہنے کو کہہ بھی سکیں ۔ لیکن حضرت داوٗد علیہ السلام بڑی کھری اور واضح بات کرتے تھے۔

****

وَهَلْ اَتٰكَ

نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ﴿۲۱﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ﴿۲۲﴾ اِنَّ هٰذَآ اَخِىْ ۫ لَهٗ تِسْعٌ وَّ تِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِىَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ ۫ فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا وَعَزَّنِىْ فِى الْخِطَابِ ﴿۲۳﴾ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِىْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ ؕ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَ خَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ ﴿۲۴﴾ فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ؕ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَ حُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۲۵﴾ يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ﴿۲۶﴾

وَهَلْ اَتٰكَ اور کیا آئی ہے آپ کے پاس نَبَؤُا الْخَصْمِ خبر جھگڑا کرنے والوں کی اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ جس وقت پھلانگی انھوں نے کمرے کی دیوار اِذْ دَخَلُوْا جب داخل ہوئے وہ عَلٰى دَاوٗدَ داؤد علیہ السلام کے پاس فَفَزِعَ مِنْهُمْ پس وہ گھبرا گئے ان سے قَالُوْا کہا انھوں نے لَا تَخَفْ آپ ڈریں نہ خَصْمٰنِ ہم جھگڑا کرنے والے ہیں بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى

بَعۡضٍ زیادتی کی ہے ہم میں سے بعض نے بعض پر فَاحۡکُمۡ بَیۡنَنَا پس آپ فیصلہ کر دیں ہمارے درمیان بِالۡحَقِّ انصاف کے ساتھ وَلَا تُشۡطِطۡ اور زیادتی نہ کریں وَاهۡدِنَآ اور ہماری راہنمائی کریں اِلٰی سَوَآءِ الصِّرَاطِ سیدھے راستے کی طرف اِنَّ هٰذَآ اَخِیۡ بے شک یہ میرا بھائی ہے لَهٗ تِسۡعٌ وَّتِسۡعُوۡنَ نَعۡجَةً اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں وَّلِیَ نَعۡجَةٌ وَّاحِدَةٌ اور میرے پاس ایک دنبی ہے فَقَالَ پس اس نے کہا اَکۡفِلۡنِیۡهَا یہ میری کفالت میں دے دو وَعَزَّنِیۡ فِی الۡخِطَابِ اور غالب آ گیا ہے مجھ پر گفتگو کرنے میں قَالَ فرمایا داؤد علیہ السلام نے لَقَدۡ ظَلَمَكَ البتہ تحقیق اس نے زیادتی کی ہے آپ کے ساتھ بِسُؤَالِ نَعۡجَتِكَ تمہاری دنبی مانگ کر اِلٰی نِعَاجِهٖ اپنی دنبیوں کے ساتھ ملانے کے لیے وَاِنَّ كَثِیۡرًا اور بے شک بہت سارے مِّنَ الۡخُلَطَآءِ شریک لَیَبۡغِیۡ بَعۡضُهُمۡ عَلٰی بَعۡضٍ البتہ زیادتی کرتے ہیں بعض ان میں سے بعض پر اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مگر وہ لوگ جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کیے انھوں نے اچھے وَقَلِیۡلٌ مَّا هُمۡ اور ایسے لوگ بہت کم ہیں وَظَنَّ دَاوٗدُ اور یقین کر لیا داؤد علیہ السلام نے اَنَّمَا فَتَنّٰهُ کہ بے شک ہم نے اس کو آزمائش میں ڈالا ہے

فَاسۡتَغۡفَرَ رَبَّهٗ پس اس نے معافی مانگی اپنے رب سے وَخَرَّ رَاكِعًا اور گر گئے رکوع میں وَّاَنَابَ اور رجوع کیا اللہ تعالیٰ کی طرف فَغَفَرۡنَا لَهٗ ذٰلِكَ

پس ہم نے معاف کر دیا ان کا یہ قصور وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰی اور بے شک ان کے لیے ہمارے ہاں مرتبہ ہے وَحُسْنَ مَاٰبٍ اور اچھا ٹھکانا یٰدَاوٗدُ اے داوٗد علیہ السلام اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ بے شک ہم نے بنایا ہے آپ کو خلیفہ زمین میں فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ پس فیصلہ کریں لوگوں کے درمیان انصاف کے ساتھ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى اور نہ پیروی کریں خواہش کی فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ پس یہ تجھے بہکا دے گی اللہ تعالیٰ کے راستے سے اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ جو بہک جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ان کے لیے عذاب ہے سخت بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ اس لیے کہ بھلا دیا انہوں نے حساب کے دن کو۔

آج کی آیات کے مضمون کا تعلق حضرت داوٗد علیہ السلام کی ذات گرامی کے ساتھ ہے۔

تفسیر مردود :

اس واقعہ کے متعلق ایک تو وہ خرافات ہیں جو بائبل کتاب مقدس میں درج ہیں۔ بائبل وہ کتاب ہے جس پر یہودی اور عیسائی اعتماد کرتے ہیں۔ یہ چھتیس صحیفوں پر مشتمل ہے۔ تورات، زبور، احبار، پیدائش، ملاکی انجیل، مکاشفہ سلاطین وغیرہ صحیفوں کا مجموعہ ہے۔ اس میں حضرت داوٗد علیہ السلام کے بارے میں ایسی خرافات درج ہیں کہ کوئی باضمیر مسلمان ان کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں۔ ان خرافات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت داوٗد علیہ السلام کا ایک صحابی تھا حتّی اوریا۔ اس کا مکان حضرت داوٗد علیہ السلام کے مکان کے ساتھ متصل

تھا۔اس کی بیوی بڑی خوب صورت تھی ۔جس کا نام بت سبع تھا۔ایک دن داؤد علیہ السلام ٹہلنے کے لیے اپنے مکان کی چھت پر گئے صحابی کی بیوی نہا رہی تھی ان کی نگاہ اس پڑ گئی۔ وہ عورت انتہائی خوبصورت تھی ۔آدمی بھیج کر اس کو اپنے پاس بلوالیا۔ العیاذ باللہ نقل کفر کفر نباشد۔داؤد علیہ السلام نے اس کے ساتھ صحبت کی جس سے وہ حاملہ ہوگئی ۔خاوند اس کا جہاد کے لیے محاذ پر گیا ہوا تھا کئی مہینوں ۔کے بعد جب اس کے خاوند کی واپسی کا وقت قریب آیا تو بی بی گھبرا گئی کہ جب میرا خاوند گیا تھا تو اس وقت میں حاملہ نہیں تھی اور اب حاملہ ہوگئی ہوں ۔تو خاوند کے سامنے کیسے سرخرو ہوں گی ۔داؤد علیہ السلام نے فرمایا کوئی بات نہیں میں خلیفۃ اللہ ہوں میں اس کو ایسے محاذ پر بھیجوں گا کہ جہاں سے وہ زندہ واپس نہیں آئے گا۔ چنانچہ اس کو ایک محاذ پر بھیج کر شہید کرادیا۔پھر اس کی بیوی کے ساتھ خود نکاح کرلیا العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ ۔کوئی مسلمان ان خرافات کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہے ۔پیغمبر کی ایک بیوی بھی نہ ہو پھر بھی ایسا کام نہیں کرسکتا چہ جائے کہ داؤد علیہ السلام کی ننانوے بیویاں تھیں اور لونڈیاں ان کے علاوہ تھیں ۔وہ ایسا فعل کب کرسکتے تھے۔

سورہ یوسف میں مذکور ہے حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ کہ زلیخا نے ان کو برائی کی دعوت دی تو انہوں نے مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّه رَبِّیْ اَحْسَنَ مَثْوَایَ کہہ کر اس کی ساری شرارتوں کی زنجیروں کو کاٹ کر عزت بچائی حالانکہ ان کا شباب عروج پر تھا اور شادی بھی نہیں ہوئی تھی لہٰذا داؤد علیہ السلام کے متعلق سب خرافات ہیں حقیقت کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

بعض مفسرین نے اس واقعہ کی یہ تعبیر کی ہے کہ خرابی تو کچھ نہیں ہوئی صرف راستے پر چلتے ہوئے اس عورت پر نگاہ پڑ گئی اور خیال آیا کہ یہ میری بیویوں میں شامل ہوتی تو کیا

اچھا ہوتا۔ اس سے آگے کوئی کارروائی نہیں ہوئی اس طرح دھودھو کر اور چھان کر اس واقعہ کو پیش کیا ہے مگر یہ بات بھی بڑی بعید ہے اور حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے کہ پیغمبر کی نگاہ کسی عورت پر پڑے اور یہ خیال آئے کہ یہ میری بیوی ہوتی۔ وہ منکوحہ عورت ہے اس کا خاوند موجود ہے اس کے متعلق پیغمبر کے دل میں ایسی حسرت پیغمبر کی شان کے خلاف ہے اور بالکل بعید ہے۔ لہٰذا یہ تعبیر بھی صحیح نہیں ہے جو بعض مفسرین نے کی ہے۔

تفسیر مقبول :

صحیح بات وہ ہے جو حدیث کی کتاب مستدرک حاکم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کی تفسیر اس طرح بیان کی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بڑی سمجھ اور دانائی عطا فرمائی تھی اور وہ بڑے منتظم تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے چوبیس گھنٹے عبادت کے لیے تقسیم کر رکھے تھے۔ اس طرح کہ آدھا گھنٹہ ایک بی بی عبادت کرے گی، آدھا گھنٹہ دوسری، آدھا گھنٹہ تیسری اور سحری کے وقت خود عبادت کریں گے۔ چوبیس گھنٹے میں کوئی گھڑی ایسی نہیں تھی کہ جس میں ان کے گھر ذکر و عبادت نہ ہوتی ہو۔ اپنے اس حسن انتظام پر کچھ نازاں ہوئے کہ میرے گھر میں چوبیس گھنٹے اللہ تعالیٰ کی عبادت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ ناز کرنا پسند نہ آیا کہ ایسا فخر کرنا پیغمبر کی شان کے لائق نہیں ہے پھر یوں ہوا کہ حضرت داؤد علیہ السلام اپنے گھر کے صحن میں عبادت میں مشغول تھے۔ ان کے گھر کی دیوار پھلانگ کر کچھ لوگ اندر آ گئے حالانکہ دیوار کافی بلند تھی اور باہر چوکیدار بھی تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام اس سے گھبرائے کہ یہ لوگ دروازے سے کیوں نہیں آئے۔ اتنی بلند دیواریں پھلانگ کر آئے ہیں چوکیدار کہاں گئے؟

طبعی طور پر اس طرح گھبرانے سے ایمان پر کوئی زد نہیں پڑتی۔ موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر ہیں۔ پاکیزہ وادی طویٰ میں نبوت ملنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ علیہ السلام آپ کے ہاتھ میں کیا ہے؟ عرض کیا اے پروردگار! یہ میری لاٹھی ہے۔ اس کے ساتھ میں ٹیک لگاتا ہوں اور اس کے ساتھ درختوں کے پتے جھاڑ کر اپنی بکریوں کے آگے ڈالتا ہوں اور بھی کسی جگہ ضرورت پڑ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس کو ڈالو۔ جب لاٹھی کو ڈالا تو وہ اژدھا بن گئی۔ سورۃ النمل آیت نمبر ۱۰ پارہ ۱۹ میں ہے وَلّٰی مُدۡبِرًا وَّلَمۡ یُعَقِّبۡ پیٹھ پھیر کر بھاگنا شروع کیا پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا کہ سانپ موذی چیز ہے اس سے بچنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا خُذۡهَا وَلَا تَخَفۡ ''اس کو پکڑ لو اور مت ڈرو سَنُعِيۡدُهَا سِيۡرَتَهَا الۡاُوۡلٰى [طٰہٰ:۲۱] ''ہم اس کو پلٹ دیں گے پہلی حالت پر۔'' تو طبعی طور پر دشمن کتے، بلے، سانپ وغیرہ سے ڈرنا ایمان کے خلاف نہیں ہے اور نہ اس سے ایمان پر کوئی زد پڑتی ہے۔

تو داؤد علیہ السلام پریشان ہوئے کہ یہ اتنی بلند دیواریں پھلانگ کر کیسے آ گئے اور چوکیدار کدھر گئے؟ یہ ہوا کیا؟ اس پریشانی میں اس وقت کی عبادت اور وظیفہ تسبیحات بھی ذہن سے نکل گئیں اور ان آنے والوں نے کہا حضرت! ہم دو فریق ہیں ہماری بات سنیں!

ایک نے کہا کہ یہ میرا ساتھی ہے اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک دنبی ہے اور یہ کہتا ہے کہ وہ دنبی مجھے دے دو کہ میری سو پوری ہو جائیں۔ اور بڑے سخت لہجے میں میرے ساتھ گفتگو کرتا ہے اور باتوں میں مجھ پر غالب آ گیا ہے۔ آپ میری دادرسی کریں اور حق وانصاف کا فیصلہ کریں۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے ان کی باتیں سنیں اور جس کی زیادتی تھی اس کو تنبیہ فرمائی لیکن عبادت کا سارا وقت اسی فیصلے میں

گزر گیا اور جس حسن انتظام پر فخر تھا اور نازاں تھے وہ قائم نہ رکھ سکے۔ صحیح بات یہی ہے باقی سب خرافات ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَهَلْ أَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ اور کیا آئی ہے آپ کے پاس خبر جھگڑا کرنے والوں کی إِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ - سور عربی زبان میں دیوار کو کہتے ہیں اور تَسَوُّر کا معنیٰ ہوتا ہے دیوار کا پھلانگنا۔ جس وقت پھلانگی انھوں نے دیوار عبادت خانے کی۔ محراب کا معنیٰ کمرہ۔ جس کمرے میں وہ عبادت کرتے تھے إِذْ دَخَلُوا عَلٰى دَاوٗدَ جب وہ داخل ہوئے داؤد علیہ السلام کے پاس فَفَزِعَ مِنْهُمْ پس وہ گھبرائے ان سے داؤد علیہ السلام ان کو دیکھ کر گھبرا گئے کہ یہ دیوار پھلانگ کر اندر کیوں آئے ہیں پہرے دار کہاں گئے؟ اور وہ بھی سمجھ گئے کہ داؤد علیہ السلام خوف زدہ ہو گئے ہیں قَالُوا کہنے لگے لَا تَخَفْ آپ خوف نہ کریں خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ ہم جھگڑا کرنے والے ہیں زیادتی کی ہے ہم میں سے بعض نے بعض پر۔ ہم دو فریق ہیں ایک نے دوسرے کے ساتھ زیادتی کی ہے فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ہمارے درمیان فیصلہ کریں حق کے مطابق وَلَا تُشْطِطْ اور زیادتی نہ کریں وَاهْدِنَا إِلٰى سَوَاءِ الصِّرَاطِ اور ہماری راہنمائی کریں سیدھے راستے کی طرف۔ یہ آنے والے اللہ تعالیٰ کے فرشتے تھے انسان نہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں اور جنوں کو یہ قدرت دی ہے کہ وہ انسانی شکل اختیار کر سکتے ہیں اور کسی بھی شکل میں آسکتے ہیں۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام عموماً حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں آتے تھے اور کسی موقع پر کسی دیہاتی کی شکل میں تشریف لاتے تھے۔ بخاری شریف اور مسلم شریف میں روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی کے صحن میں تشریف فرماتے تھے غالباً ظہر کا وقت تھا

ایک آدمی آ کر دو زانو ہو کر گھٹنے آپ ﷺ کے گھٹنوں کے ساتھ ملا کر بیٹھ گیا جیسے آدمی التحیات میں بیٹھتا ہے اور اپنے ہاتھ آنحضرت ﷺ کی رانوں پر رکھ دیئے اور آپ ﷺ سے سوالات شروع کر دیئے کہ ایمان کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰئِکَتِہٖ وَ کُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَ شَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ یہ ایمان مجمل ہے۔ دوسرا سوال کیا کہ اسلام کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اسلام یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور نماز قائم کرو اور فریضہ زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان شریف کے روزے رکھو۔ اس نے تیسرا سوال یہ کیا کہ احسان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح خشوع وخضوع کے ساتھ ادا کرو کہ تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو سو اگر تم اس کو نہیں دیکھتے تو وہ تمھیں دیکھ رہا ہے۔ چوتھا سوال اس نے یہ کیا کہ قیامت کب قائم ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس سے یہ بات پوچھی جارہی ہے وہ خود سائل سے زیادہ نہیں جانتا کہ یہ قیامت کا علم ان پانچ چیزوں میں سے ہے کہ جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ پھر وہ آدمی چلا گیا۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے جب بھی جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے میں نے ان کو پہچان لیا مگر اس مرتبہ میں بھی نہیں پہچان سکا۔ اب مجھے بتایا گیا ہے کہ وہ جبرآئیل علیہ السلام تھے تمہارے پاس آئے تھے سوالات کے ذریعے تمہیں دین سکھانے کے لیے۔ تو فرشتے انسان کی شکل بھی اختیار کر لیتے ہیں۔

تو وہ دونوں فرشتے تھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان کے طور پر آئے تھے۔ تو

ایک نے کہا اِنَّ هٰذَآ اَخِيْ ۔ بے شک یہ میرا بھائی ہے دینی لحاظ سے لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں وَّلِيَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ اور میرے پاس ایک دنبی ہے فَقَالَ پس اس نے کہا اَكْفِلْنِيْهَا وہ بھی میری کفالت میں دے دو وَعَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ اور گفتگو میں مجھ پر غالب آجاتا ہے۔جب بات کرتا ہے تو سخت کرتا ہے میرا لحاظ نہیں کرتا قَالَ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا لَقَدْ ظَلَمَكَ البتہ تحقیق اس نے زیادتی کی ہے تیرے ساتھ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ تمہاری دنبی مانگ کر اِلٰى نِعَاجِهٖ اپنی دنبیوں کے ساتھ ملانے کے لیے۔

یہ ایک واقعہ ہے سمجھانے کے لیے اس کے سوا جتنے قصے ہیں بے حقیقت ہیں ان میں نہیں پڑنا چاہیے وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ اور بے شک بہت سارے شریک لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ البتہ زیادتی کرتے ہیں بعض ان میں سے بعض پر اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل کرتے ہیں اچھے لیکن وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ اور ایسے لوگ بہت کم ہیں کہ کسی کے ساتھ شریک بھی ہوں قولاً عملاً زیادتی بھی نہ کریں۔رب تعالیٰ نے بالکل حق فرمایا ہے وَظَنَّ دَاوٗدُ اور یقین کرلیا داؤد علیہ السلام سمجھ گئے اَنَّمَا فَتَنّٰهُ کہ بے شک ہم نے اس کو آزمائش میں ڈالا ہے کہ انہوں نے اپنے حسن انتظام پر فخر و ناز کیا تھا کہ میرے گھر میں چوبیس گھنٹے عبادت ہوتی ہے کوئی وقت خالی نہیں ہوتا۔اب سمجھ گئے کہ یہ سارا رب تعالیٰ کی توفیق سے ہوتا ہے فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ پس اس نے معافی مانگی اپنے رب سے کہ اے پروردگار! میں نے جو اپنے حسن انتظام پر فخر کیا تھا وہ کچھ نہیں سارا آپ کی توفیق سے ہے۔

آنحضرت ﷺ سے یہودیوں کے تین سوالات :

اسی طرح کا واقعہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ بھی پیش آیا کہ آنحضرت ﷺ سے یہودیوں نے تین سوال کیے۔

① ایک یہ کہ روح کی حقیقت کیا ہے؟ کہ جب تک جان دار کے اندر ہوتی ہے تو وہ زندہ ہے اور جب نکل گئی تو مر گیا۔

② دوسرا سوال کہ اصحاب کہف کون تھے ان کی تعداد کتنی تھی؟

③ تیسرا سوال کہ ذوالقرنین کون بزرگ تھے ان کا قصہ کیا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا کہ کل بتاؤں گا۔ ان شاء اللہ کہنا بھول گئے۔ یہ خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئے گی پوچھ کر بتا دوں گا۔ پندرھویں پارے میں مذکور ہے کہ پندرہ دن مسلسل وحی نہ آئی۔ یہودیوں کو موقع مل گیا آوازیں کسنے کا۔ آ کر کہتے کہ جی آپ کا کل نہیں آیا قیامت کو آئے گا۔ پندرہ دن کے بعد وحی نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَیْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا اِلَّا اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ [کہف:۲۳] ''اور آپ نہ کہیں کسی شے کے بارے میں کہ کرنے والا ہوں کل مگر یہ کہ اللہ چاہے۔'' چونکہ پیغمبروں کا مقام بہت بلند ہوتا ہے اس لیے فوراً تنبیہ ہو جاتی ہے۔

فرمایا اس نے اپنے پروردگار سے مغفرت طلب کی وَخَرَّ رَاكِعًا اور گر گئے رکوع میں وَّاَنَابَ اور رجوع کیا اللہ تعالیٰ کی طرف۔ یہ سجدے والی آیت ہے جس جس نے سنی ہے اس پر سجدہ لازم ہو گیا ہے۔ اور سجدہ تلاوت کے لیے وہی شرائط ہیں جو نماز کے لیے ہیں۔ باوضو ہو، کپڑے صاف ہوں، جگہ پاک ہو، قبلے کی طرف رخ ہو اور یہ سجدہ چونکہ واجب ہے لہٰذا طلوع فجر کے بعد بھی کر سکتے ہو۔ البتہ نفلی نماز ان اوقات میں

جائز نہیں ہے۔ صبح صادق کے بعد تحیۃ الوضوء اور تحیۃ المسجد نہیں پڑھ سکتے ۔کوئی نفلی نماز نہیں پڑھ سکتے ۔ ہاں! صبح صادق کے بعد قضا نماز پڑھ سکتے ہیں، سجدہ تلاوت کر سکتے ہیں، جنازہ پڑھ سکتے ہیں اور یہی حکم ہے فجر کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک اور عصر کی نماز کے بعد غروب آفتاب تک۔

سجدہ تلاوت کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ اکبر کہہ کر سجدے میں چلا جائے، تین، پانچ یا سات مرتبہ تسبیح پڑھ کر اللہ اکبر کہہ کر سجدے سے سر اٹھا لے۔ اس میں التحیات نہیں ہے۔ دائیں بائیں سلام پھیرنا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَغَفَرْنَا لَهٗ پس ہم نے بخش دیا ان کو ذٰلِكَ یہ قصور۔حسن انتظام پر ناز کرنے والا وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى اور بے شک داؤد علیہ السلام کا ہمارے ہاں بڑا مقام ہے وَحُسْنَ مَاٰبٍ اور اچھا ٹھکانا ہے يٰدَاوٗدُ اے داؤد علیہ السلام اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ بے شک ہم نے بنایا ہے آپ کو زمین میں خلیفہ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ پس فیصلہ کریں لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ۔حق والا فیصلہ کریں وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى اور خواہش کی پیروی نہ کریں فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ پس یہ تجھے اللہ تعالیٰ کے راستے سے بہکا دے گی۔کبھی بھی اپنی ذات پر اعتماد نہ کریں بلکہ کہو کہ تمام کام اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادے سے ہوتے ہیں اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بے شک وہ لوگ جو بہک جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ان کے لیے سخت عذاب ہے۔کیوں؟ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ اس لیے کہ بھلا دیا انہوں نے حساب کے دن کو۔اس کی تیاری نہیں کی اس لیے سزا ہوگی۔

❋❋❋❋

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۚ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ﴿۲۷﴾ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِى الْاَرْضِ ۖ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ﴿۲۸﴾ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۹﴾ وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ۚ نِعْمَ الْعَبْدُ ۚ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿۳۰﴾ اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ﴿۳۱﴾ فَقَالَ اِنِّىْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّىْ ۚ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ﴿۳۲﴾ رُدُّوْهَا عَلَىَّ ۚ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ﴿۳۴﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِىْ وَهَبْ لِىْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِىْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِىْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۳۵﴾ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِىْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ ﴿۳۶﴾

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمان کو وَالْاَرْضَ اور زمین کو وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے بَاطِلًا بے کار ذٰلِكَ یہ ظَنُّ الَّذِيْنَ خیال ہے ان لوگوں کا كَفَرُوْا جو کافر ہیں فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا پس ہلاکت ہے ان لوگوں کے لیے جو کافر ہیں مِنَ النَّارِ آگ میں اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ کیا ہم کردیں گے ان لوگوں کو اٰمَنُوْا جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کیے انہوں نے اچھے كَالْمُفْسِدِيْنَ

فِی الْاَرْضِ ان لوگوں کی طرح جو فساد مچاتے ہیں زمین میں اَمْ نَجْعَلُ
الْمُتَّقِیْنَ کَالْفُجَّارِ یا ہم کردیں گے پرہیز گاروں کو فاسقوں کی طرح کِتٰبٌ
اَنْزَلْنٰهُ یہ کتاب ہے جس کو ہم نے نازل کیا اِلَیْكَ آپ کی طرف
مُبٰرَكٌ برکت والی ہے لِّیَدَّبَّرُوْٓا اٰیٰتِهٖ تاکہ غور وفکر کریں اس کی آیات
میں وَلِیَتَذَكَّرَ اور تاکہ نصیحت حاصل کریں اُولُوا الْاَلْبَابِ عقل مند
لوگ وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَیْمٰنَ اور عطا کیا ہم نے داؤد علیہ السلام کو سلیمان علیہ السلام
نِعْمَ الْعَبْدُ بہت اچھا بندہ تھا اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ بے شک وہ رجوع کرنے والا تھا اِذْ
عُرِضَ عَلَیْهِ جس وقت پیش کیے گئے اس پر بِالْعَشِیِّ پچھلے پہر
الصّٰفِنٰتُ اصیل گھوڑے الْجِیَادُ تیز رفتار فَقَالَ پس انہوں نے فرمایا
اِنِّیْٓ اَحْبَبْتُ بے شک میں نے محبت کی حُبَّ الْخَیْرِ مال کی محبت عَنْ
ذِكْرِ رَبِّیْ اپنے رب کی یاد کے لیے حَتّٰی تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ یہاں تک کہ
وہ غائب ہو گئے پردے کے پیچھے رُدُّوْهَا عَلَیَّ لوٹاؤ ان کو مجھ پر فَطَفِقَ
مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ پس لگ گئے وہ جھاڑنے ان کی گردنوں اور
پنڈلیوں کو وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَیْمٰنَ اور البتہ تحقیق ہم نے آزمائش میں ڈالا
سلیمان علیہ السلام کو وَاَلْقَیْنَا عَلٰی كُرْسِیِّهٖ اور ہم نے ڈال دیا ان کی کرسی پر
جَسَدًا ایک دھڑ ثُمَّ اَنَابَ پھر اس نے رجوع کیا قَالَ کہا رَبِّ
اغْفِرْ لِیْ اے میرے رب مجھے بخش دے وَهَبْ لِیْ مُلْكًا اور عطا کر مجھے

ایسا ملک لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ جو نہ لائق ہو کسی کے لیے مِّنْۢ بَعْدِیْ میرے بعد اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ بے شک آپ ہی دینے والے ہیں فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّیْحَ پس تابع کیا ہم نے اس کے ہوا کو تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖ وہ چلتی تھی اس کے حکم کے ساتھ رُخَآءً نرم نرم حَیْثُ اَصَابَ جہاں وہ جانا چاہتے تھے۔

ربط آیات :

کل کے سبق میں تم نے پڑھا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے راستے سے بہک گئے ان کے لیے سخت عذاب ہوگا اس وجہ سے کہ انہوں نے حساب کے دن کو فراموش کر دیا چاہے زبان سے کیا یا عمل سے کیا کہ جو آخرت کی تیاری نہیں کرتا آخرت کی فکر نہیں کرتا اسے آخرت کی پروا نہیں ہے تو اس نے عملاً آخرت کو فراموش کر دیا ہے۔ اگلی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کا انجام ذکر فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمان اور زمین کو وَمَا بَیْنَهُمَا بَاطِلًا اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے بے کار۔ مثال کے طور پر دیکھو! یہ مسجد تمہارے سامنے ہے اس کی دیواریں ہیں، چھت ہے، فرش ہے۔ کیا اس کے بنانے والے نے بے مقصد بنائی ہے؟ نہیں بلکہ اس لیے بنائی ہے کہ لوگ اس میں نماز پڑھیں، قرآن پڑھیں، اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں، دینی مجالس ہوں۔ تو اس چھوٹی سی بنا کا کوئی مقصد ہے تو اتنا بڑا آسمان اور زمین کیا اللہ تعالیٰ نے بے مقصد پیدا کیے ہیں اس کا کوئی مقصد نہیں ہے؟

دیکھو! مدرسہ، کالج، یونیورسٹی یا کوئی ادارہ بنتا ہے اس کا ایک نصاب ہوتا ہے پھر اس کا امتحان ہوتا ہے۔ یہ جو اس کے امتحان کا دن ہوتا ہے اس کا نام یوم حساب ہے۔ اسی

طرح اللہ تعالیٰ نے زمین آسمان بنایا، اس میں مخلوق بسائی، ان کے لیے نصاب مقرر کیا، اس کے امتحان کے دن کو یوم حساب کہتے ہیں۔ اَلدُّنْیَا مَزْرَعُ الْاٰخِرَۃِ ’’دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔‘‘ جو یہاں بوؤ گے وہاں کاٹو گے۔ جو یہاں پڑھو گے عمل کرو گے قیامت کے بعد اس کا امتحان ہے۔

اس کو بے کار کون سمجھتے ہیں؟ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا یہ خیال ہے ان لوگوں کا جو کافر ہیں فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ پس ہلاکت ہے ان لوگوں کے لیے جو کافر ہیں آگ میں۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کیا ہم کر دیں گے ان لوگوں کو جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے عمل کیے اچھے كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ ان لوگوں کی طرح جو زمین میں فساد مچاتے ہیں۔ کیا نیک اور بد کا کوئی فرق نہیں نکلے گا؟ ایک طرف شریف ہیں دوسری طرف غنڈے، بدمعاش اور فسادی ہیں ان کا کوئی فرق نہیں نکلے گا اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ کیا ہم کر دیں گے پرہیز گاروں کو فاسق فاجروں کی طرح۔ دونوں میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔ دیکھو! دنیا میں کتنے نیک ہیں کہ ان کو دنیا میں نیکی کا بدلہ پورا نہیں ملا اور ملا ہے تو بہت تھوڑا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں کوئی نیک ہستی دنیا میں نہیں ہے۔ لیکن احادیث میں آتا ہے کہ دو دن مسلسل آپ نے کبھی سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مسلسل تین تین مہینے ہمارے چولھے میں آگ نہیں جلتی تھی۔ یہ بخاری شریف کی روایت ہے۔ کچھ پکانے کے لیے نہیں ہوتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں چراغ نہیں ہوتا تھا۔ مکان اتنا تھا کہ اس میں تین قبریں ہیں۔ ایک قبر مبارک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی، ایک صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور ایک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اور ایک قبر

کی جگہ اور ہے بس۔ جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام دفن ہوں گے۔ تو آپ علیہ السلام کو اپنی نیکیوں کا صلہ تو نہ ملا۔ تو کیا ایسا دن نہیں ہونا چاہیے کہ جہاں وفاداروں اور غداروں کا فرق سامنے آئے۔ دنیا کی کوئی حکومت ایسی نہیں ہے جو وفاداروں اور غداروں کو ایک نگاہ سے دیکھے۔ یہ الگ بات ہے کہ ان کی وفاداری کا معیار کیا ہے؟ کوئی لوٹا بنتا ہے یا نہیں۔ قیامت نہ آنے کا مطلب یہ ہے کہ مومن اور کافر ایک جیسے رہیں، مصلح اور فسادی کا فرق نہ ہو، متقی غیر متقی برابر ہوں۔ تو پھر اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ احکم الحاکمین تو نہ ہوا، معاذ اللہ تعالیٰ۔ لہٰذا قیامت کا قائم ہونا عقلی طور پر بھی ضروری ہے کہ نیکی اور بدی کا بدلہ دیا جائے اور جس دن بدلہ دیا جائے گا اس کا نام یوم الحساب ہے۔ یہ یوم الحساب کی تھوڑی سی تشریح ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ یہ کتاب ہے جس کو نازل کیا ہم نے آپ کی طرف اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! مُبٰرَكٌ برکت والی ہے۔ اس کو باوضو ہاتھ لگانا بھی ثواب ہے، اس کو پڑھنا بھی ثواب ہے، اس کو سمجھنا بھی ثواب ہے، اس کو دیکھنا بھی ثواب ہے اور اتاری اس لیے ہے کہ لِيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ تاکہ قرآن پاک کی آیات پر غور کریں اور سمجھیں۔ اس کی ایک ایک آیت سمجھنے کا ثواب ہزار آیت بغیر ترجمے کے پڑھنے سے زیادہ ہے۔ کیونکہ یہ قرآن پاک اتارنے کی غرض ہے۔ رات کے چند منٹ قرآن سمجھنے کے لیے صرف کرنا، حدیث سمجھنے کے لیے صرف کرنا، فقہ اسلامی سمجھنے کے لیے خرچ کرنا ساری رات کی عبادت کرنے سے زیادہ ثواب ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے فَقِيْهٌ وَاحِدٌ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ عَابِدٍ ''ایک عالم ہزار عبادت گزار سے بہتر ہے۔'' کیونکہ ان کی عبادت اپنی ذات کے لیے ہے اور جو عالم ہے وہ دوسروں کی اصلاح بھی کرے گا۔

تو فرمایا کہ قرآن اس لیے نازل کیا ہے تاکہ اس میں غور وفکر کریں۔ اور یاد رکھنا! یہ قرآن صرف مولویوں کے لیے، قاریوں کے لیے، حافظوں کے لیے نازل نہیں ہوا ہر مسلمان مرد، عورت، بوڑھے، جوان، بچوں، سب کے لیے نازل ہوا ہے تاکہ اس کی آیات پر غور کریں اس کو سمجھیں۔ اور آج حالت یہ ہے کہ لوگ کالج سکولوں میں پڑھنے کے لیے کافی تعداد میں جاتے ہیں ٹیوشنیں بھی دیتے ہیں اور قرآن کریم مفت پڑھنے کے لیے کوئی تیار نہیں ہے پڑھنے والے بہت کم ہیں۔ فرمایا وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ اور تاکہ نصیحت حاصل کریں عقل مند۔ اور نصیحت سمجھنے سے حاصل ہوگی محض چوم چاٹ کر غلاف میں رکھنے سے تو نہیں آئے گی۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا واقعہ :

آگے اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کا واقعہ بیان فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھیوں کو صبر کی تلقین فرمائی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام پر آزمائش آئی تو انہوں نے صبر اور برداشت سے کام لیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی پریشانیوں میں صبر سے کام لیں کامیابی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم چومے گی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمٰنَ اور عطا کیا ہم نے داؤد علیہ السلام کو سلیمان علیہ السلام جیسا جلیل القدر فرزند نِعْمَ الْعَبْدُ بہت اچھا بندہ تھا اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ وہ رجوع کرنے والا تھا اللہ تعالیٰ کی طرف۔ باپ بیٹا دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کو نبوت کے ساتھ ساتھ خلافت بھی عطا فرمائی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے کل انیس بیٹے تھے جن میں سلیمان علیہ السلام سب سے چھوٹے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو بے شمار خوبیوں سے نوازا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جنوں، پرندوں اور ہوا کو بھی ان کے

تابع کر دیا تھا۔ اور قوت فیصلہ ایسی عطا فرمائی تھی کہ باپ کی موجودگی میں اور کم سنی کی عمر میں بڑے بڑے فیصلے کر جاتے تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی وفات کے بعد ان کے جانشین بنے۔ اگلی آیات میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی ایک آزمائش کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ جب پیش کیے گئے آپ پر پچھلے پہر نہایت ہی عمدہ اصیل گھوڑے تیز رفتار۔ صفن اس گھوڑے کو کہتے ہیں جو عام طور پر اپنے تین پاؤں پر وزن ڈالتا ہے اور چوتھے پاؤں کا صرف اگلا پنجہ زمین پر رکھتا ہے۔ نسلی طور پر یہ گھوڑے کے عمدہ ہونے کی علامت ہوتی ہے۔ سلیمان علیہ السلام کے اصطبل میں اس قسم کے ہزاروں گھوڑے تھے جو جہاد میں استعمال ہوتے تھے۔ سلیمان علیہ السلام کو ان کے ساتھ بڑی محبت تھی۔ ان کی دیکھ بھال خود کرتے تھے۔ یہ گھوڑے آپ کی خدمت میں پچھلے پہر پیش کیے گئے آپ ان کے معاینے میں مصروف تھے کہ کسی گھوڑے میں کوئی نقص تو نہیں آ گیا۔ گھوڑوں کے معاینے میں اس قدر محو ہوئے کہ سورج غروب ہو گیا اور نماز کا وقت جاتا رہا۔ اس وقت حضرت سلیمان علیہ السلام نے فَقَالَ پس فرمایا اِنِّيْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ بے شک میں نے محبت کی مال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ یہاں تک کہ وہ غائب ہو گئے پردے کے پیچھے کہ گھوڑے جہاد میں کام آتے ہیں۔ ان کی دیکھ بھال اور تربیت بھی جہاد ہی کا حصہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان کو ذکر الٰہی فوت ہو جانے پر پریشانی نہیں ہوئی کہ جہاد کی تیاری میں ذکر الٰہی کا فوت ہو جانا کوئی خاص حرج والی بات نہیں ہے۔

چنانچہ سلیمان علیہ السلام نے خادموں کو حکم دیا رُدُّوْهَا عَلَيَّ لوٹاؤ ان کو مجھ پر۔ ان گھوڑوں کو واپس میرے پاس لاؤ۔ پس جب ان کو واپس لایا گیا فَطَفِقَ مَسْحًا

بِالسُّوۡقِ وَالۡاَعۡنَاقِ پس وہ لگ گئے جھاڑنے ان کی پنڈلیوں کو اور گردنوں کو۔ چونکہ سلیمان علیہ السلام کو جہاد میں کام آنے والے عمدہ قسم کے گھوڑوں سے محبت تھی اس لیے ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنا شروع کر دیا۔

اور یہ تفسیر بھی کرتے ہیں کہ جب گھوڑوں کی دیکھ بھال میں سلیمان علیہ السلام کی عبادت کا فریضہ رہ گیا تو آپ کو سخت رنج ہوا اور کہنے لگے کہ میں نے مال کی محبت کو ذکر الٰہی پر ترجیح دی ہے۔ اپنے آپ کو ملامت کہ کہ ان سے یہ غلطی ہوئی ہے۔ تو ان گھوڑوں کی پنڈلیوں اور گردنوں کو تلوار سے کاٹنا شروع کر دیا کہ مسح کا معنٰی قطع کرنا بھی آتا ہے کہ ان میں مشغول ہونے کی وجہ سے فرض عبادت رہ گئی ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی آزمائش :

آگے سلیمان علیہ السلام کی دوسری آزمائش کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدۡ فَتَنَّا سُلَيۡمٰنَ اور البتہ تحقیق ہم نے آزمائش میں ڈالا سلیمان علیہ السلام کو وَاَلۡقَيۡنَا عَلٰی كُرۡسِيِّهٖ جَسَدًا اور ہم نے ڈال دیا ان کی کرسی پر ایک دھڑ ثُمَّ اَنَابَ پھر اس نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا۔ احادیث میں آتا ہے کہ ایک موقع پر حضرت سلیمان علیہ السلام کے فوجیوں نے کچھ سستی کی تو وہ سخت دل برداشتہ ہوئے قسم اٹھائی کہ میں رات اپنی سو بیویوں کے پاس جاؤں گا وہ حاملہ ہوں گی ان سے بچے پیدا ہوں گے میرے گھر کی فوج بن جائے گی۔ مگر قسم کے ساتھ ان شاء اللہ کہنا بھول گئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صرف ایک بیوی حاملہ ہوئی اور اس کے ہاں بھی ایک ادھورا سا بچہ پیدا ہوا جسے لا کر آپ کے تخت پر ڈال دیا گیا تا کہ آپ جان لیں کہ آپ کی قسم کا یہ نتیجہ برآمد ہوا ہے۔ اس پر حضرت سلیمان علیہ السلام کو اپنی لغزش کا احساس ہوا اور پروردگار کی طرف رجوع کیا اور معافی مانگی۔ اور صحیح حدیث

میں یہ بھی آتا ہے کہ اگر سلیمان علیہ السلام قسم اٹھاتے وقت ان شاء اللہ کہہ دیتے تو سو کی سو بیویوں کے ہاں بچے پیدا ہوتے۔ قَالَ سلیمان علیہ السلام نے کہا رَبِّ اغْفِرْ لِیْ اے میرے رب مجھے معاف کردے وَھَبْ لِیْ مُلْکًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ اور عطا کر مجھے ایسا ملک جو نہ لائق ہو کسی کے لیے میرے بعد اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ بے شک آپ ہی دینے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور بے مثال سلطنت عطا فرمائی انسانوں پر، جنوں پر اور پرندوں پر حکومت عطا فرمائی اور اتنی عظیم الشان اور بے مثال حکومت ہونے کے باوجود سلیمان علیہ السلام نے بیت المال سے کبھی ایک پیسہ بھی نہیں لیا۔ اپنے اہل وعیال کے اخراجات ٹوکریاں بنا کر پورے کرتے تھے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے بعض انعامات کا ذکر فرمایا ہے فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ پس تابع کردیا ہم نے ان کے لیے ہوا کو تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً وہ چلتی تھی اس کے حکم کے ساتھ نرم نرم۔ اور اس ہوا کے ذریعے حَيْثُ اَصَابَ جہاں بھی جانا چاہتے تھے بہ حفاظت سرعت کے ساتھ بآسانی پہنچ جاتے تھے۔ سورہ سبا آیت نمبر ۱۲ میں ہے غُدُوُّھَا شَھْرٌ وَّرَوَاحُھَا شَھْرٌ ''آپ صبح کے وقت ایک ماہ کا سفر طے کرلیتے تھے اور شام کے وقت بھی ایک ماہ کا سفر طے کرلیتے تھے۔''

****

وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّ

غَوَّاصٍ ﴿۳۷﴾ وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِى الْاَصْفَادِ ﴿۳۸﴾ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۹﴾ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۰﴾ وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ﴿۴۱﴾ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌ ۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ﴿۴۲﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ ﴿۴۳﴾ وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ۗ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ۗ نِعْمَ الْعَبْدُ ۗ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿۴۴﴾ وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِى الْاَيْدِىْ وَالْاَبْصَارِ ﴿۴۵﴾ اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ﴿۴۶﴾ وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ﴿۴۷﴾ وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ۗ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ﴿۴۸﴾

وَالشَّيٰطِيْنَ اور تابع کیا شیاطین کو كُلَّ بَنَّآءٍ ان میں سے ہر ایک عمارت بنانے والا وَّغَوَّاصٍ اور غوطہ لگانے والا وَّاٰخَرِيْنَ اور بہت سارے دوسرے مُقَرَّنِيْنَ فِى الْاَصْفَادِ جو جکڑے ہوئے تھے بیڑیوں میں هٰذَا عَطَآؤُنَا یہ ہماری عطا ہے فَامْنُنْ پس تم احسان کرو اَوْ اَمْسِكْ یا روک دو بِغَيْرِ حِسَابٍ بغیر حساب کے وَاِنَّ لَهٗ اور بے شک اس کے لیے عِنْدَنَا ہمارے ہاں لَزُلْفٰى البتہ مرتبہ ہے وَحُسْنَ مَاٰبٍ اور

اچھا ٹھکانہ ہے وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ اور تذکرہ کریں آپ ہمارے بندے ایوب کا (علیہ السلام) اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ جب پکارا اس نے اپنے رب کو اَنِّىْ مَسَّنِىَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ بے شک مجھے پہنچائی شیطان نے تکلیف وَّعَذَابٍ اور ایذا اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ مارو اپنے پاؤں کو زمین پر هٰذَا مُغْتَسَلٌ یہ ایک چشمہ ہے نہانے کے لیے بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ٹھنڈا اور پینے کے لیے وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اَهْلَهٗ اور عطا کیے ہم نے ان کو ان کے گھر والے وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ اور ان کے برابر ان کے ساتھ رَحْمَةً مِّنَّا اپنی طرف سے مہربانی کرتے ہوئے وَذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ اور نصیحت ہے عقل مندوں کے لیے وَخُذْ بِيَدِكَ اور پکڑ لو اپنے ہاتھ سے ضِغْثًا تنکوں کا گٹھا فَاضْرِبْ بِّهٖ پس مارو اس کے ساتھ وَلَا تَحْنَثْ اور حانث نہ ہو اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا بے شک پایا ہم نے اس کو صبر کرنے والا نِعْمَ الْعَبْدُ اچھا بندہ تھا اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ بے شک وہ رجوع کرنے والا تھا وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اور تذکرہ کریں آپ ہمارے بندوں کا اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ابراہیم علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کا اُولِى الْاَيْدِىْ وَالْاَبْصَارِ جو ہاتھوں والے اور آنکھوں والے تھے اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ بے شک ہم نے ان کو ممتاز کیا ایک چنی ہوئی بات کے ساتھ ذِكْرَى الدَّارِ جو اس گھر کی یاد ہے وَاِنَّهُمْ اور بے شک وہ عِنْدَنَا ہمارے ہاں لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ

چنے ہوئے لوگوں میں سے ہیں وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ اور یاد کریں اسماعیل علیہ السلام کو وَالْيَسَعَ اور یسع علیہ السلام کو وَذَا الْكِفْلِ اور ذوالکفل علیہ السلام کو وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ یہ سارے خوبی والے تھے۔

ماقبل سے ربط :

اس سے پہلے بھی سلیمان علیہ السلام پر احسان کا ذکر تھا۔ آج کی پہلی آیات میں بھی سلیمان علیہ السلام پر ایک احسان کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالشَّيٰطِيْنَ اور ہم نے شیطانوں کو بھی آپ کے تابع کیا كُلَّ بَنَّآءٍ جن میں سے ہر ایک عمارتیں بنانے والا تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنات کے ذریعے بڑی بڑی عمارتیں بنوائیں۔ جنات بڑے بڑے بھاری پتھر دور دراز سے اٹھا کر لاتے ان کو تراشتے اور اوپر کی منزل تک پہنچاتے اور ان سے دھاتوں کی ڈھلائی کا کام بھی لیتے تھے جس سے عمارتوں کے جملہ لوازمات تیار ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ فرمایا وَّغَوَّاصٍ ان میں غوطہ خور شیاطین بھی تھے جو سمندر کی گہرائیوں سے قیمتی موتی اور ضرورت کی دوسری چیزیں نکال لاتے تھے وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ اور بہت سارے دوسرے جنات وہ تھے جو بیڑیوں میں جکڑے ہوئے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام شرارتی جنوں کو سزا کے طور پر قید بھی کر دیتے تھے۔ بہرحال جنات بھی سلیمان علیہ السلام کے لشکر میں شامل ہوتے تھے اور آپ کے حکم کی تعمیل کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں هٰذَا عَطَآؤُنَا یہ سب کچھ ہماری طرف سے تمہیں عطا ہوا ہے اب آپ کے اختیار میں ہے فَامْنُنْ پس تم احسان کرو جس پر چاہو تقسیم کر کے اَوْ اَمْسِكْ یا روک لو جس سے چاہو، کچھ نہ دیں۔ آپ جس طرح کریں آپ کو اختیار ہے بِغَيْرِ حِسَابٍ بغیر حساب کے یعنی اس تقسیم پر آپ سے

قیامت والے دن کوئی باز پرس نہیں ہوگی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى اور بے شک ان کا ہمارے ہاں بہت بڑا مرتبہ ہے۔ ہمارے انعامات دنیا تک ہی محدود نہیں بلکہ آخرت میں بھی ان کا بہت بڑا حصہ ہے وَحُسْنَ مَاٰبٍ اور بہت اچھا ٹھکانا ہے آخرت میں۔

تذکرہ حضرت ایوب علیہ السلام :

حضرت سلیمان علیہ السلام کے تذکرے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ اور آپ یاد کریں ہمارے بندے ایوب کو (علیہ السلام) حضرت ایوب علیہ السلام کا سلسلہ نسب اس طرح ہے: ایوب بن عوص بن عیس بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام۔ گویا کہ آپ ابراہیم علیہ السلام کے کھڑپوتے ہیں اور آپ کی والدہ حضرت یوسف علیہ السلام کی بیٹی یا پوتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کے عظیم پیغمبر تھے اور دنیاوی اعتبار سے بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو خیر کثیر عطا فرمائی تھی۔ کھیتی باڑی کے لیے ایک ہزار بیل تھے، سات ہزار سے زیادہ بھیڑ بکریاں تھیں، تین ہزار سے زیادہ اونٹ تھے، ایک ہزار سے زیادہ بار برداری کے لیے گدھے خچر وغیرہ تھے، پانچ سو سے زیادہ خدام تھے، ہر وقت لنگر جاری رہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے سات بیٹے اور سات بیٹیاں ان کو عطا فرمائی تھیں۔ تفسیروں میں بہت ساری باتیں لکھی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایک دفعہ ایوب کے ذہن میں خیال آیا کہ اس علاقہ میں مجھ سے بڑا مال دار کوئی نہیں ہے یعنی اپنے مال پر تھوڑا سا ناز کیا۔ یہ رب تعالیٰ کو پسند نہ آیا رب تعالیٰ نے امتحان میں مبتلا کر دیا۔

اور یہ وجہ بھی لکھی ہے کہ راستے میں ایک مظلوم نے اپنی مظلومیت بیان کی اور مدد چاہی ان کو جلدی تھی چلے گئے اور اس کی مدد نہ کی اور تیسری وجہ یہ لکھی ہے کہ ایک دن

ایوب علیہ السلام نے اپنے اہل خانہ کو فرمایا کہ بکری ذبح کر کے بھونو خود بھی کھاؤ مجھے بھی کھلاؤ۔ پہلے پڑوسیوں کو دینے کی عادت تھی اس دن بھول گئے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ پسند نہ آیا۔ کوئی بھی وجہ ہو یہ بات حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو انانیت پسند نہیں ہے۔ فخر و ناز پسند نہیں ہے تواضع اور عاجزی پسند ہے۔ ایک دن ایسا ہوا کہ ایک لڑکے نے سب بہن بھائیوں کی دعوت کی والدین سمیت۔ والدہ رحمت بی بی اور والد ایوب علیہ السلام نے کہا سارے مکان کو بند کر کے جانا مشکل ہے بہت بڑا مکان تھا کوئی کتا بلا اندر نہ آجائے تم سارے جا کر کھا کر فارغ ہو کر آجاؤ پھر ہم جا کر کھا لیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ رب تعالیٰ کی قدرت کہ کھانا کھا رہے تھے کہ مکان گرا سب نیچے آ کر مر گئے۔ بیٹے بیٹیاں، داماد، بہو، چھوٹا، بڑا کوئی بھی نہ بچا۔ حضرت ایوب علیہ السلام کے لیے بہت بڑا صدمہ تھا۔ دیکھو آج گھر میں ایک فرد فوت ہو جائے تو کتنا صدمہ ہوتا ہے۔ صدمے کا کوئی حساب نہیں تھا۔ ملازموں سے فرمایا کہ یہ مال ڈنگر تمہارا ہے اب میں نے اس کا کیا کرنا ہے۔ ملازموں کے علاوہ دوسرے لوگوں نے بھی ناجائز فائدہ اٹھایا۔ کچھ ملازم لے گئے کچھ دوسرے لوگ لے گئے۔ حتیٰ کہ وہ وقت بھی آیا کہ بی بی دوسروں کے گھروں میں جا کر کام کرتی تھی اور روٹی وغیرہ لے آتی تھی۔ جہاں ہر وقت دیگیں پکتی ہوں وہاں یہ حال ہو جائے کہ کسی کے گھر جھاڑو پھیر کر روٹی لاتے۔ بہت بڑا امتحان ہے۔ یہ حالت کتنا عرصہ رہی؟ تین سال، سات سال، تیرہ سال اور اٹھارہ سال بھی لکھے ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ بڑے بلند پائے کے محدث ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ سند کے لحاظ سے تیرہ سال والی روایت قوی ہے۔ آج تو بندہ ایک دن کی تکلیف برداشت نہیں کر سکتا۔ سات سال بھی کیا کم ہیں۔ بعض تفسیروں میں کہاوتیں لکھی ہیں جو صحیح

نہیں ہیں کہ ان کے بدن میں کیڑے پڑ گئے تھے یہ تھا وہ تھا یہ نری خرافات ہیں اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں کو ایسی بیماری سے محفوظ رکھتا ہے جو لوگوں کی نفرت کا سبب ہو۔ کوئی پیغمبر گنجا نہیں تھا، کوئی کوڑھ والا نہیں تھا البتہ جسم کے اندر درد، پیٹ درد، بخار، صدمہ وغیرہ یہ نبوت کے خلاف نہیں ہیں۔ بہر حال بی بی بڑی باوفا تھی محنت مشقت کر کے خود بھی کھاتی ان کو بھی کھلاتی۔ اس نے ساتھ نہیں چھوڑا۔ ایک گھر آ رہی تھی کہ ایک جگہ مجمع لگا ہوا تھا اس میں ایک حکیم کھڑا لوگوں کو گولیاں، پڑیاں دے رہا تھا۔ یہ بھی جا کر کھڑی ہوگئی اور کہا کہ میرا خاوند بیمار ہے اور میرے پاس پیسا دھیلا بھی کوئی نہیں ہے۔ اس نے کہا کہ تمہارا نام کیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ رحمت بی بی بنت فراثیم۔ خاوند کا نام کیا ہے۔ ایوب بن عیش علیہ السلام۔ کہنے لگا بی بی! میں نے کوئی پیسا نہیں لینا یہ دوائی مفت لے کر جاؤ مگر اتنی بات کہہ دینا کہ حکیم نے شفا دی ہے۔ وہ بناوٹی حکیم ابلیس لعین تھا۔ بی بی پڑیاں لے کر گھر گئی اور کہا کہ حکیم نے دوائی مفت دی ہے اور کہا ہے کہ بس اتنا کہہ دینا کہ حکیم نے شفا دی ہے۔ یہ شرکیہ جملہ تھا اگرچہ اس کی تاویل ہوسکتی تھی کہ حکیم شفا کا سبب بنا ہے شفا تو اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔

دوا اس سے شفا اس سے نہ دوسرا شافی پایا
حکیموں کے بھی نسخوں پر ہوالشافی لکھا پایا

بہر حال حضرت ایوب علیہ السلام کو اس جملے پر غصہ آیا کہ یہ کہہ دینا کہ حکیم نے شفا دی ہے۔ فرمایا میں تجھے سو لاٹھیاں ماروں گا ابلیس کو اتنی جرأت ہوگئی ہے کہ وہ میرے ایمان پر ڈاکا ڈالتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوبَ اور ذکر کریں ہمارے بندے

ایوب علیہ السلام کا اِذْ نَادٰی رَبَّہٗۤ جس وقت پکارا اس نے اپنے رب کو اَنِّیْ مَسَّنِیَ الشَّیْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ بے شک مجھے پہنچائی ہے شیطان نے تکلیف اور ایذا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت نے جوش مارا اور ایوب علیہ السلام کو حکم دیا اُرْکُضْ بِرِجْلِكَ اپنے پاؤں کو زمین پر مارو ھٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ یہ ایک چشمہ ہے نہانے کے لیے ٹھنڈا اور پینے کے لیے۔ حضرت ایوب علیہ السلام جوانوں کی طرح ہو گئے۔ رحمت بی بی رحمہا اللہ تعالیٰ لوگوں کے گھروں میں کام کر کے واپس آئی تو پہچان نہ سکی۔ کہنے لگی یہاں میرے بیمار اور کمزور خاوند تھے؟ فرمایا میں ہی ہوں ایوب پیغمبر۔ اللہ تعالیٰ نے تن درستی دی ہے۔ وَوَھَبْنَا لَہٗۤ اَھْلَہٗ وَمِثْلَھُمْ مَّعَھُمْ اور عطا کیے ہم نے ان کو ان کے گھر والے اور ان کے برابر ان کے ساتھ۔

ایک روایت یہ ہے اللہ تعالیٰ نے اسی اولاد کو زندہ کیا اور اتنے بچے اور دیئے اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کچھ بعید نہیں ہے۔ اور دوسری روایت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو صحت دی پہلے سات بیٹے تھے اب چودہ عطا فرمائے۔ تین بیٹیاں تھیں اب چھ دے دیں۔ حضرت ایوب علیہ السلام غسل کر رہے تھے تو اوپر سے سونے کی مکڑیاں گر رہی تھیں۔ ڈھیر لگ گیا۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے جلدی جلدی کپڑے سے لپیٹنا شروع کیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی اَلَمْ اَکُنْ اُغْنِیْكَ ''اے ایوب میں نے تجھے غنی نہیں کیا مال کے ساتھ۔'' کہنے لگے اے پروردگار! جب آپ دینے والے ہیں تو پھر میں کیوں نہ لوں۔ یہ روایت بخاری شریف کی ہے۔ فرمایا رَحْمَۃً مِّنَّا اپنی طرف سے رحمت کرتے ہوئے یہ سب کچھ کیا وَذِکْرٰی لِاُولِی الْاَلْبَابِ اور نصیحت ہے عقل مندوں کے لیے۔ اب تن درستی کے بعد قسم بھی پوری کرنا تھی اور یہ فکر بھی تھی کہ باوفا بیوی ہے جس نے

اتنی بیماری میں میرا ساتھ دیا ہے، میری خدمت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ پریشان نہ ہوں سوتنکوں کا ایک جھاڑو لے کر ایک ہی بار ماردیں آپ کی قسم پوری ہو جائے گی۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کو قسم پوری کرنے کا حیلہ بتلا دیا۔

ارشاد ربانی ہے وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا اور پکڑ لو اپنے ہاتھ سے تنکوں کا گٹھا فَاضْرِبْ بِّهٖ پس مارو اس کے ساتھ ایک ہی دفعہ وَلَا تَحْنَثْ اور قسم میں جھوٹے نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا بے شک پایا ہم نے ایوب علیہ السلام کو صبر کرنے والا۔ انہوں نے طویل عرصہ تک تکلیف اٹھائی مگر حرف شکایت زبان پر نہ آیا نِعْمَ الْعَبْدُ وہ بہت ہی اچھا بندہ تھا اِنَّهٗ اَوَّابٌ بے شک اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا تھا۔ ایوب کے ذکر کے بعد دوسرے انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاذْكُرْ عِبٰدَنَا اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اور آپ ذکر کریں ہمارے بندوں ابراہیم، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کا۔ اسحاق علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے ہیں اور یعقوب علیہ السلام پوتے ہیں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ وہ ہاتھوں والے اور آنکھوں والے تھے کہ جائز کام کرتے تھے اور منع کی ہوئی چیزوں سے بچتے تھے اور جو اس طرح کریں وہی اصل میں ہاتھوں اور آنکھوں والے ہیں۔ اور جو لوگ ان اعضاء کو صحیح طریقے سے استعمال نہیں کرتے وہ گویا کہ ان اعضاء سے محروم ہیں۔ فرمایا اِنَّا اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ بے شک ہم نے ان کو ممتاز کیا ایک چنی ہوئی بات کے ساتھ اور آخرت کے گھر کی یاد۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کا دل ایک لمحہ بھی آخرت کے گھر کی یاد سے خالی نہیں ہوتا اور انہیں ہمیشہ اسی گھر کی فکر رہتی ہے۔ یہی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ہر گناہ سے محفوظ اور معصوم ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندوں کی عصمت کی دوسری دلیل یہ بیان فرمائی ہے وَ اِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ اور بے شک وہ ہمارے نزدیک منتخب اور اچھے لوگوں میں سے ہیں۔ ان کو نبوت اور رسالت کے لیے خود منتخب فرمایا کوئی ڈگری پاس کر کے نبی اور رسول نہیں بن گئے کیونکہ نبوت کوئی کسبی چیز نہیں ہے۔

مزید پیغمبروں کا ذکر فرمایا وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ اور آپ ذکر کریں اسماعیل، الیسع اور ذوالکفل علیہ السلام کا وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ یہ سارے خوبی والے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی نبوت عطا فرمائی اور رسالت کے لیے منتخب فرمایا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے واقعات تو مشہور ہیں الیسع علیہ السلام حضرت الیاس علیہ السلام کے بعد ان کے جانشین بنے تھے ان پر بڑی مصیبتیں آئیں جن کو انہوں نے بڑے صبر کے ساتھ برداشت کیا۔

حضرت ذوالکفل علیہ السلام کو ذوالکفل کہنے کی وجہ :

اور ذوالکفل نے کسی شخص کی ضمانت دی تھی جس کی بنا پر ان کو چودہ سال یا اس سے زیادہ عرصہ جیل میں گزارنا پڑا اس وجہ سے یہ ان کا لقب پڑ گیا۔ نام کچھ اور تھا۔ بعض مفسرین ذوالکفل کی وجہ تسمیہ یہ بھی بیان فرماتے ہیں کہ آپ کے دور کے ظالم لوگ اللہ تعالیٰ کے نبیوں کو قتل کر دیتے تھے مگر انہوں نے ایک سو انبیاء کرام کو پناہ دی اور ان کی کفالت کی اس لیے آپ کا لقب ذوالکفل پڑ گیا۔

****

هٰذَا ذِكْرٌ ؕ وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۹﴾ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ ﴿۵۰﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ ﴿۵۱﴾ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ ﴿۵۲﴾ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۵۳﴾ اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ﴿۵۴﴾ هٰذَا ؕ وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ ﴿۵۵﴾ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۵۶﴾ هٰذَا ۙ فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ ﴿۵۷﴾ وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖٓ اَزْوَاجٌ ﴿۵۸﴾ هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۚ لَا مَرْحَبًا بِهِمْ ؕ اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ﴿۵۹﴾ قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ ۟ لَا مَرْحَبًا بِكُمْ ؕ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا ۚ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ ﴿۶۱﴾ وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ﴿۶۲﴾ اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ ﴿۶۳﴾ اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ ﴿۶۴﴾ ع ۱۳

هٰذَا ذِكْرٌ یہ نصیحت ہے وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ اور بے شک پرہیز گاروں کے لیے لَحُسْنَ مَاٰبٍ البتہ اچھا ٹھکانا ہے جَنّٰتِ عَدْنٍ باغات ہیں رہنے کے مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ ان کے لیے دروازے کھلے ہوئے ہیں مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا ٹیک لگائے ہوئے ہوں گے اس میں يَدْعُوْنَ فِيْهَا طلب کریں گے اس میں بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ پھل بہت سے وَّشَرَابٍ اور پینے کی چیزیں وَعِنْدَهُمْ اور ان کے پاس ہوں گی قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ

نیچی نگاہ رکھنے والیاں اَتْرَابٌ ہم عمر هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ یہ وہ ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا لِیَوْمِ الْحِسَابِ حساب کے دن اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا بے شک یہ البتہ ہمارا رزق ہے مَالَهٗ مِنْ نَّفَادٍ نہیں ہے اس کے لیے ختم ہونا هٰذَا یہ ایسا ہی ہوگا وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ اور بے شک سرکشوں کے لیے لَشَرَّ مَاٰبٍ البتہ برا ٹھکانا ہے جَهَنَّمَ وہ دوزخ ہے يَصْلَوْنَهَا داخل ہوں گے وہ اس میں فَبِئْسَ الْمِهَادُ پس بہت ہی بُری جگہ ہے هٰذَا اس کو فَلْيَذُوْقُوْهُ پس وہ اس کو چکھیں گے حَمِيْمٌ وہ گرم پانی ہوگا وَّغَسَّاقٌ اور پیپ وَّاٰخَرُ اور مزید بھی مِنْ شَكْلِهٖٓ اس کے ساتھ ملتا جلتا اَزْوَاجٌ مختلف قسم کا هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ یہ ایک فوج ہے داخل ہو رہی ہے تمہارے ساتھ لَا مَرْحَبًا بِهِمْ نہ خوش آمدید ہوگی ان کے لیے اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ بے شک وہ داخل ہونے والے ہیں دوزخ کی آگ میں قَالُوْا وہ کہیں گے بَلْ اَنْتُمْ لَا مَرْحَبًا بِكُمْ بلکہ تمھارے لیے خوش آمدید نہ ہو اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا تم نے اس کفر کو پیش کیا تھا ہمارے سامنے فَبِئْسَ الْقَرَارُ پس بُرا ٹھکانا ہے قَالُوْا وہ کہیں گے رَبَّنَا اے رب ہمارے مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا جس نے پیش کیا ہے ہمارے لیے یہ فَزِدْهُ پس آپ اس کے لیے زیادہ کریں عَذَابًا ضِعْفًا دگنا عذاب فِی النَّارِ آگ میں وَقَالُوْا اور وہ کہیں گے مَا لَنَا ہمیں کیا ہو گیا ہے لَا نَرٰى

رِجَالًا ہم نہیں دیکھتے ان لوگوں کو كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْأَشْرَارِ جن کو ہم شمار کرتے تھے شریر اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا کیا بنایا ہم نے ان کو ٹھٹھا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْأَبْصَارُ یا آنکھیں ان سے چوک رہی ہیں اِنَّ ذٰلِكَ بے شک یہ لَحَقٌّ البتہ حق ہے تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ آپس میں جھگڑا کرنا دوزخیوں کا۔

ربط آیات :

اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے بعض پیغمبروں کا نام لے کر فرمایا كُلٌّ مِّنَ الْأَخْيَارِ ''یہ سب کے سب نیک تھے۔'' ظاہر بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں سے بڑھ کر کوئی نیک نہیں ہو سکتا۔ آگے اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کا ذکر فرمایا ہے۔ فرمایا هٰذَا ذِكْرٌ یہ نصیحت ہے پیغمبروں کا ذکر کرنا وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ اور بے شک پرہیز گاروں کے لیے البتہ اچھا ٹھکانا ہے۔ جنت میں پیغمبروں کا مقام تو بہت بلند ہوگا اور دوسرے متقین اپنے اپنے درجے کے اعتبار سے جنت میں ہوں گے۔ وہ اچھا ٹھکانا کیا ہے؟ فرمایا جَنّٰتِ عَدْنٍ وہ ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْأَبْوَابُ ان کے دروازے کھلے ہوں گے ہر موسم میں کہ ہمہ وقت پھل دار ہوں گے۔ دنیا کے باغوں کے پتے موسم خزاں میں جھڑ جاتے ہیں ان کے پتے نہیں جھڑیں گے ان کا پھل کبھی ختم نہیں ہوگا لَا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ [سورۃ الواقعہ] ''نہ قطع کیے جائیں گے اور نہ روکے جائیں گے۔'' جنت کے پھلوں کی یہ خصوصیت ہے کہ جہاں سے کوئی دانہ توڑا جائے گا فوراً اس پر دوسرا لگ جائے گا۔ دنیا کے باغوں میں چوکیدار ہوتے ہیں مالی ہوتے ہیں جو کسی کو کھانے نہیں دیتے بلکہ چڑیوں اور طوطوں کو روکتے ہیں۔ وہاں کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی جہاں سے جس کا دل چاہے کھائے پیے۔ معزز مہمانوں کے لیے

دروازے کھلے ہوں گے۔ جنت کے آٹھ دروازے ہیں جس دروازے سے اللہ تعالیٰ جس کو اجازت دے گا وہ اسی دروازے سے داخل ہوگا۔ بعض لوگ ایسے بھی ہوں گے کہ آٹھوں دروازوں سے بلانے والے ان کو بلائیں گے کہ تم یہاں سے داخل ہو۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت :

بخاری شریف اور مسلم شریف میں روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعض ایسے جنتی ہوں گے کہ ان کو آٹھوں دروازوں سے بلایا جائے گا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت! داخل ہونے کے لیے تو ایک دروازہ ہی کافی ہے مگر کوئی ایسا بندہ بھی ہو گا کہ جس کے لیے آٹھوں دروازے بے تاب ہوں گے؟ فرمایا ہاں وَاَرْجُوْا اَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ ''اے ابوبکر میں امید کرتا ہوں کہ آپ انھی میں سے ہوں گے جن کے لیے آٹھوں دروازے کھلے ہوں گے۔'' کیونکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہر نیکی میں پیش پیش تھے۔

فرمایا مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا ٹیک لگائے ہوئے ہوں گے اس میں کرسیوں پر۔ سورہ مطففین پارہ ۳۰ میں ہے عَلَى الْاَرَآئِكِ ''آرام دہ کرسیوں پر ہوں گے۔'' جو گھومنے والی ہوتی ہیں جدھر کا ارادہ کریں گے ادھر پھر جائیں گی۔ پھیرنے میں کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔ ٹیک لگا کر مزے سے بیٹھیں گے يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ طلب کریں گے ان جنتوں میں پھل کثرت کے ساتھ۔ سورۃ الدہر پارہ ۲۹ میں ہے وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ''اور ان کے سامنے پھریں گے بچے جو ہمیشہ رہیں گے اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا جب تو ان کو دیکھے گا تو بکھرے ہوئے موتیوں جیسا خیال کرے گا۔'' جس طرح حوریں جنت کی مخلوق ہیں اسی طرح چھوٹے بچے بھی وہاں کی مخلوق ہوگی موتیوں کی طرح خوب صورت۔ وہ پلیٹوں میں پھل ڈال کر سامنے لا کر رکھیں گے جس

پھل کے لیے جس کا جی چاہے کھائے وَّشَرَابٍ اور پینے کی چیزیں ہوں گی، شراب طہور، شہد، دودھ، خالص پانی، کوثر کا پانی، زنجبیل اور کافور کا پانی جو چاہیں گے ملے گا وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اور ان کے پاس حوریں ہوں گی نیچی نگاہ رکھنے والیاں، بڑی شرم وحیا والی بیبیاں اَتْرَابٌ ہم عمر اَتْراب تِرْبٌ کی جمع ہے اس کا معنٰی ہے ہم عمر۔ اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ وہ حوریں ہم عمر ہوں گی۔ اور یہ معنٰی بھی کرتے ہیں کہ جوڑے آپس میں ہم عمر ہوں گے یعنی جنتی مرد اور حوریں۔ جنت کی حوروں کے ساتھ ساتھ دنیا والی بیویاں بھی ہوں گی۔

دنیا کی بیویوں کا حسن و جمال حوروں سے زیادہ ہوگا اور ان کو حوروں پر فضیلت حاصل ہوگی۔ حوریں ان کو کہیں گی ہم جنتی مخلوق ہیں کستوری، زعفران، عنبر اور کافور سے پیدا ہوئی ہیں تمھیں ہم پر فضیلت کیسے حاصل ہوگئی؟ یہ جواب دیں گی کہ نمازوں اور روزوں کی برکت سے۔ دنیا میں گرمی اور سردی کی تکلیف برداشت کرنے کی برکت سے، اہل خانہ کی خدمت کی برکت سے اور تم جنت میں خالی بیٹھ کر کھاتی رہی ہو۔ یہ دنیاوی تکالیف رفع درجات کا ذریعہ ہیں۔ فرمایا هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ یہ وہ ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا حساب کے دن کہ یہ چیزیں تمھیں ملیں گی۔ اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچی ذات اور کون ہے اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا بے شک یہ ہمارا رزق ہے کثرت سے پھل اور پینے کی چیزیں مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ نہیں ہوگا اس رزق کے لیے ختم ہونا هٰذَا یہ ایسا ہی ہوگا جیسے ہم نے کہا ہے وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ اور بے شک سرکشوں کے لیے لَشَرَّ مَاٰبٍ البتہ برا ٹھکانا ہے۔ وہ ٹھکانا کون سا ہے جَهَنَّمَ وہ دوزخ ہے يَصْلَوْنَهَا وہ داخل ہوں گے اس میں فَبِئْسَ الْمِهَادُ پس بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے خصوصی

فضل وکرم سے تمام مومنین اور مومنات کو دوزخ کے عذاب سے بچائے اور محفوظ رکھے۔
اس دنیا کی آگ میں لوہا تک پگل جاتا ہے اور بعض پتھر جل کر چونا بن جاتے ہیں اور دوزخ کی آگ اس سے انہتر گنا تیز ہے اگر وہاں مارنا مقصود ہوتو اس کا ایک جھونکا ہی کافی ہے لیکن وہاں تو لَا یَمُوْتُ فِیْهَا وَلَا یَحْیٰ [سورۃ الاعلیٰ] ''نہ مرے گا نہ جیے گا۔'' آرزو کرے گا یٰلَیْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِیَه ''کاش یہ موت مجھے ختم کر دیتی۔'' خود اپنے لیے بد دعائیں کریں گے فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا [سورۃ الانشقاق] ''پس وہ ضرور پکاریں گے ہلاکت کو'' یا اللہ ہمیں ہلاک کر دے یا اللہ ہمیں مار دے۔ ایک ہزار سال تک چیخیں گے پکاریں گے مگر کوئی شنوائی نہیں ہوگی پھر جہنم کے انچارج فرشتے مالک علیہ السلام کو کہیں گے یٰمٰلِكُ لِیَقْضِ عَلَیْنَا رَبُّكَ [سورۃ زخرف] ''اے مالک چاہیے کہ فیصلہ کر دے ہم پر آپ کا پروردگار۔'' تم اپنے رب کے ہاں درخواست کرو کہ وہ ہمیں مار دے۔ عذاب سے تنگ آکر خود بھی موت مانگیں گے اور مالک علیہ السلام سے بھی کہیں گے کہ تم بھی اپیل کرو کہ رب ہمیں ختم کر دے هٰذَا یہ ایسے ہی ہوگا جیسے ہم نے کہا ہے فَلْیَذُوْقُوْهُ پس وہ اس کو چکھیں گے۔ جہنم کے عذاب کو حَمِیْمٌ گرم پانی ایسا کہ اس کی شدت سے ہونٹ جل جائیں گے مگر بندہ پینے پر مجبور ہوگا۔

عذابِ جہنم :

ترمذی شریف کی روایت میں آتا ہے کہ ہونٹ لٹک کر نیچے ناف تک پہنچ جائے گا اور اوپر والا ہونٹ پیشانی کے ساتھ جا لگے گا وَهُمْ فِیْهَا كٰلِحُوْنَ [مومنون: ۱۰۴] ''اور وہ اس میں بدشکل ہوں گے۔'' بندہ بندے کو دیکھ کر حیران ہوگا یہ وہ ہے جو دنیا میں کہتا تھا کہ میں حسین ہوں آج دیکھو اس کا کیا حال ہے؟ پھر وہ پانی جب پیٹ میں جائے گا تو

فَقَطَّعَ اَمۡعَآءَهُمۡ [محمد:۱۵] ''انتڑیوں کوٹکڑے ٹکڑے کر کے پاخانے کے راستے باہر پھینک دے گا۔'' پھر فرشتے ان انتڑیوں کو لے کر منہ کے ذریعے اندر ڈال دیں گے وَّغَسَّاقٌ اور پیپ پئیں گے بدبودار۔ جس پانی سے زخموں کو دھویا جاتا ہے جس سے زخم دھلتے ہیں اور خون کو بھی عربی میں غساق کہتے ہیں۔ جس کو آج بندہ دیکھنا گوارا نہیں کرتا۔ حکم ہوگا اس کو پیو وَّاٰخَرُ مِنۡ شَكۡلِهٖۤ اَزۡوَاجٌ اور مزید بھی اس کے ساتھ ملتا جلتا مختلف قسم کا۔ مثلاً: پیشاب پینے پر مجبور کیا جائے گا، پاخانہ کھانے پر مجبور کیا جائے گا، مادہ تولید جس سے بچہ پیدا ہوتا ہے مردوں اور عورتوں کو کھانے پر مجبور کیا جائے گا۔ دنیا میں تم نے بڑی عیش کی ہے آج یہ چیزیں کھاؤ۔ یہ سب چیزیں حق ہیں کوئی شک وشبے کی بات نہیں ہے هٰذَا فَوۡجٌ یہ ایک فوج ہے۔ وڈیرے پہلے دوزخ میں داخل کیے جائیں گے دنیا میں جو آگے آگے ہوتے تھے۔ مثلاً: بدکردار پیر، غلط استاد، غلط قسم کے استاد اور لیڈر اور وڈیرے۔ یہ دوزخ میں پہلے داخل کیے جائیں گے اور ان کے ساتھ ان کے مریدوں اور شاگردوں کو اور ماننے والوں کو دوزخ میں داخل کیا جائے گا۔ جو پہلے دوزخ میں جائیں گے وہ ان کو کہیں گے هٰذَا فَوۡجٌ مُّقۡتَحِمٌ مَّعَكُمۡ یہ ایک فوج ہے داخل ہو رہی ہے تمہارے ساتھ۔ دیکھو! یہ بدبخت بھی یہاں آرہے ہیں جہاں ہم ہیں لَا مَرۡحَبًۢا بِهِمۡ نہ خوش آمدید ہوگی ان کے لیے۔ ان کو یہ نہیں کہیں گے کہ تمہارا آنا اچھا ہے تمھارے لیے ہمارے دل میں جگہ ہے یہ مکان تمہارے لیے کشادہ ہے۔ بلکہ کہیں گے ہم تو دوزخ میں آئے ہیں یہ بدبخت بھی آگئے ہیں اِنَّهُمۡ صَالُوا النَّارِ بے شک وہ داخل ہونے والے ہیں دوزخ کی آگ میں۔ مرید اور شاگرد قَالُوۡا کہیں گے بَلۡ اَنۡتُمۡ لَا مَرۡحَبًۢا بِكُمۡ بلکہ تمہارے لیے خوش آمدید نہ ہو۔ تمہارے لیے خوش حالی نہ ہو کیوں کہ

اَنۡتُمۡ قَدَّمۡتُمُوۡهُ لَنَا یہ تم نے اس کفر کو پیش کیا تھا ہمارے سامنے۔ یہ کفر، شرک، نافرمانی تم نے ہمارے سامنے پیش کیے تھے او ظالمو! تم نے یہ ہمارا بیڑا غرق کیا فَبِئۡسَ الۡقَرَارُ پس بُرا اٹھکانا ہے۔ کاش کہ یہ باتیں لوگوں کو دنیا میں سمجھ آجائیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں جگہ جگہ فرماتے ہیں اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ، اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ''کیا پس یہ سمجھتے نہیں ہیں یہ لوگ عقل سے کام نہیں لیتے۔'' وہاں کہیں گے لَوۡ کُنَّا نَسۡمَعُ اَوۡ نَعۡقِلُ مَا کُنَّا فِیۡۤ اَصۡحٰبِ السَّعِیۡرِ [سورۃ الملک] ''کاش کہ ہم سنتے یا سمجھتے تو ہم دوزخ والوں میں سے نہ ہوتے۔'' یا تو حق والوں کی بات سنتے یا خود تحقیق کرتے تو آج دوزخی نہ ہوتے۔ ہر آدمی کو اللہ تعالیٰ نے سمجھ دی ہے مگر ضد اور ہٹ دھرمی بہت بُری شے ہے۔ جن لوگوں نے کفر شرک اختیار کیا ہے وہ مغالطے کا شکار کم ہیں ضد، دھڑے بازی اور فرقہ بندی کا شکار زیادہ ہیں سمجھتے ہیں کہ یہ بات ایسی ہے لیکن ماحول اور دھڑے بندی سے مجبور ہیں اس لیے حق کو قبول نہیں کرتے۔

قَالُوۡا کہیں گے جو بعد میں داخل ہوں گے مرید، شاگرد، تابع وغیرہ رَبَّنَا اے ہمارے رب! مَنۡ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا جس نے پیش کیا ہے ہمارے لیے یہ۔ جس نے ہمارے لیے یہ چیزیں کفر و شرک آگے بھیجی ہیں فَزِدۡهُ عَذَابًا ضِعۡفًا فِی النَّارِ آپ اس کے لیے زیادہ کریں دگنا عذاب دوزخ کی آگ کا ان کو دے۔ ہمارا عذاب بھی ان کو دے اور ان کا عذاب بھی ان کو دے کہ یہ ہمارے گرو ہیں ہمارے استاد ہیں، ہمارے پیر ہیں، ہمارے لیڈر اور وڈیرے ہیں وَقَالُوۡا اور دوزخی کہیں گے مَا لَنَا ہمیں کیا ہو گیا ہے لَا نَرٰی رِجَالًا ہم نہیں دیکھتے ان لوگوں کو کُنَّا نَعُدُّهُمۡ مِّنَ الۡاَشۡرَارِ جن کو ہم شمار کرتے تھے شریر۔ اَشۡرَار شَرِیر کی جمع ہے۔ ہم ان کو شرارتی سمجھتے تھے۔ اہل

حق کو کافر اور بد کردار لوگ فسادی کہتے ہیں کہ یہ فساد مچاتے ہیں۔ جیسے یہ ہمارے تبلیغی حضرات دیہات میں جاتے ہیں تو بعض مقامات پر ان کو مسجدوں سے نکال دیا جاتا ہے کہ یہ اونٹ کی طرح ہمارے عقیدے کھاجاتے ہیں۔

تو دوزخی کہیں گے کہ وہ فسادی ہمیں نظر نہیں آ رہے۔ بھئی! وہ تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جنت میں مزے لوٹ رہے ہیں اور تم دوزخ میں جل رہے ہو وہ تمھیں کیسے نظر آئیں۔ وہ تو کہیں گے کہ ہمیں شریر لوگ نظر نہیں آ رہے اَتَّخَذْنٰھُمْ سِخْرِیًّا کیا بنایا ہم نے ان کو ٹھٹھا۔ گرامر کے لحاظ سے یہ لفظ اصل میں اَءِ تَّخَذْنٰھُمْ تھا۔ ایک ہمزہ نفس کلمہ کا ہے اور ایک ہمزہ استفہام کا۔ قاعدے کے مطابق ہمزہ وصلی گر گیا ہے کہیں گے ہم دنیا میں ان کے ساتھ مذاق کرتے تھے وہ ہمیں نظر نہیں آ رہے اَمْ زَاغَتْ عَنْھُمُ الْاَبْصَارُ یا آنکھیں ان سے چوک رہی ہیں کہ موجود ہیں اور نظر نہیں آ رہے۔ وہ تمھیں کیسے نظر آئیں وہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے تو جنت میں آرام سے رہ رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے جتنے پیغمبر دنیا میں تشریف لائے کافروں نے ان کو فسادی کہا اور نحوست کی نسبت پیغمبروں کی طرف کی۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی نافرمانی کی وجہ سے دین حق قبول نہ کرنے کی وجہ سے بارشیں رک جاتی تھیں، فصلوں میں کمی آجاتی تھی، کوئی بیماری ان پر مسلط کر دی جاتی تھی تو کافر کہتے تھے اِنَّا تَطَیَّرْنَا بِکُمْ [یٰسین: ۱۸] ’’بے شک ہم تمہاری وجہ سے شگون لیتے ہیں۔ یہ نحوست ہم پر تمھاری وجہ سے آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے کہا طَآئِرُکُمْ مَّعَکُمْ ’’تمھاری شگون تمہارے ساتھ ہے۔‘‘ یہ نحوست تمہاری وجہ سے ہے ہماری وجہ سے نہیں ہے اَئِنْ ذُکِّرْتُمْ اس وجہ سے کہ تمہیں نصیحت کی گئی ہے۔‘‘ اس کو تم نحوست سمجھتے ہو بلکہ تمہارے کفر کی وجہ سے یہ نحوست آئی

ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ بے شک البتہ یہ حق ہے تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ آپس میں جھگڑنا دوزخیوں کا۔ پیر مرید، استاد شاگرد، تابع متبوع، دوزخ میں آپس میں جھگڑیں گے الزام ایک دوسرے پر لگائیں گے۔ یہ جھگڑنا دوزخیوں کا بالکل حق ہے۔

*****

قُلْ إِنَّمَآ أَنَا مُنذِرٌ ۖ وَّ
مَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿٦٥﴾ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا
بَيْنَهُمَا الْعَزِيزُ الْغَفَّارُ ﴿٦٦﴾ قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيمٌ ﴿٦٧﴾ أَنتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُونَ ﴿٦٨﴾
مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَإِ الْأَعْلَىٰ إِذْ يَخْتَصِمُونَ ﴿٦٩﴾ إِن يُوحَىٰ إِلَيَّ
إِلَّا أَنَّمَآ أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٧٠﴾ إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا
مِّن طِينٍ ﴿٧١﴾ فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ
سَاجِدِينَ ﴿٧٢﴾ فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ ﴿٧٣﴾ إِلَّا إِبْلِيسَ اسْتَكْبَرَ
وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ ﴿٧٤﴾ قَالَ يَا إِبْلِيسُ مَا مَنَعَكَ أَن تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ
بِيَدَيَّ ۖ أَسْتَكْبَرْتَ أَمْ كُنتَ مِنَ الْعَالِينَ ﴿٧٥﴾ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۖ خَلَقْتَنِي
مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ ﴿٧٦﴾

قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ یقینی بات ہے میں ڈرانے والا
ہوں وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اور نہیں ہے کوئی معبود اِلَّا اللّٰهُ مگر اللہ تعالیٰ الْوَاحِدُ
الْقَهَّارُ جو اکیلا ہے سب پر غالب ہے رَبُّ السَّمٰوٰتِ جو رب ہے آسمانوں
کا وَالْاَرْضِ اور زمین کا وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان
ہے الْعَزِيْزُ غالب ہے الْغَفَّارُ بخشنے والا ہے قُلْ آپ کہہ دیں
هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ وہ خبر ہے بڑی اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ تم اس سے
اعراض کرنے والے ہو مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ نہیں تھا مجھے علم بِالْمَلَاِ

الْاَعْلٰی اس جماعت کا جو اوپر رہتی ہے اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ جس وقت وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے اِنْ یُّوْحٰٓی اِلَیَّ نہیں وحی کی جاتی میری طرف اِلَّآ مگر اَنَّمَآ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ اس لیے کہ میں ڈرانے والا ہوں کھول کر اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ جس وقت فرمایا آپ کے رب نے فرشتوں سے اِنِّیْ خَالِقٌ بے شک میں بنانے والا ہوں بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ انسان مٹی سے فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ بس جس وقت میں اس کو برابر کردوں وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ اور پھونک دوں اس میں اپنی طرف سے روح فَقَعُوْا لَهٗ پس تم گر جانا اس کے سامنے سٰجِدِیْنَ سجدہ کرتے ہوئے فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ پس سجدہ کیا فرشتوں نے كُلُّهُمْ سب نے اَجْمَعُوْنَ اکٹھے اِلَّآ اِبْلِیْسَ مگر ابلیس نے اِسْتَكْبَرَ اس نے تکبر کیا وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ اور تھا وہ کفر کرنے والوں میں سے قَالَ فرمایا اللہ تعالیٰ نے یٰٓاِبْلِیْسُ اے ابلیس مَا مَنَعَكَ کس چیز نے تجھے روکا اَنْ تَسْجُدَ یہ کہ تو سجدہ کرے لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ جس کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا اَسْتَكْبَرْتَ کیا تو نے تکبر کیا اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِیْنَ یا ہے تو بڑوں میں سے قَالَ اس نے کہا اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ میں اس سے بہتر ہوں خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ آپ نے پیدا کیا مجھے آگ سے وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ اور اس کو آپ نے پیدا کیا مٹی سے۔

انبیاء علیہم السلام کے معجزات :

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو بڑا درجہ اور شان عطا فرمائی ہے۔ مخالفوں کو عاجز کرنے کے لیے معجزات عطا فرمائے۔ معجزے کی حقیقت کو نہ سمجھتے ہوئے کم فہم لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے پاس خدائی اختیارات ہیں حالانکہ وہ معجزہ پیغمبر کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے تائید کے لیے اور فعل اللہ تعالیٰ کا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو معجزہ عطا فرمایا لاٹھی پھینکتے اژدہا بن جاتا، ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالتے روشن ہو جاتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مادرزاد اندھے کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرتے وہ بینا ہو جاتا۔ برص، پھل بہری والے کے جسم پر ہاتھ پھیرتے اس کے بدن سے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے سارے داغ ختم ہو جاتے۔ پچاس ہزار آدمیوں کو انھوں نے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کے ساتھ بینا کیا۔ دم کرتے وقت یہ شرط لگاتے تھے کہ ایمان لاؤ۔ ہاتھ میں پھیروں گا شفا رب تعالیٰ نے دینی ہے۔ مگر ضدی لوگ مخالفت سے باز نہیں آئے۔ تو ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ کتنے بڑے بڑے انہوں نے معجزے دیکھے لیکن تسلیم نہیں کیا۔ قبر پر کھڑے ہو کر کہنا قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہ ”اللہ تعالیٰ کے حکم سے کھڑا ہو جا“ اور مردے کا قبر سے باہر آجانا کوئی چھوٹا معجزہ ہے؟

حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے سام رحمۃ اللہ علیہ کو مرے ہوئے کئی ہزار سال گزر چکے تھے ان کی قبر اس علاقے میں تھی۔ لوگوں کو ساتھ لے کر ان کی قبر پر کھڑے ہو کر کہا قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہ وہ زندہ ہو کر باہر آگئے۔ سب نے دیکھا مصافحہ کیا عیسیٰ علیہ السلام سے باتیں بھی کیں کچھ عرصہ زندہ رہنے کے بعد فوت ہو گئے۔

ایک بوڑھی عورت کا ایک ہی بیٹا تھا خاوند پہلے فوت ہو چکا تھا بیٹا فوت ہوا تو بڑی

پریشان ہوئی۔ اکیلی رہ گئی سہارا کوئی نہیں تھا اس کے بیٹے کی قبر پر کھڑے ہوکر فرمایا قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہ وہ قبر سے باہر نکل آیا۔ کافی مدت تک زندہ رہا والدہ کی خدمت کرتا رہا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک گہرا دوست تھا عاذر نامی (رحمہ اللہ تعالیٰ)۔ اس کی جدائی کا خود عیسیٰ کو صدمہ تھا مگر رب تعالیٰ کے حکم سے پہلے تو کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ جب رب تعالیٰ نے اجازت دی تو اس کی قبر پر کھڑے ہوکر فرمایا یا عَاذَرُ قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہ وہ قبر سے باہر آ گیا۔ ایک چونگی ملازم کی بیٹی فوت ہوگئی جس سے وہ بڑا پریشان تھا۔ اس کی قبر پر کھڑے ہوکر فرمایا قم باذن اللّٰہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے قبر سے باہر آ گئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قضائے حاجت پیش آئی کھلا میدان تھا پردے کی شکل نہیں تھی میدان کے ایک کنارے پر درخت کھڑا تھا۔ اس کو اشارہ کیا آنے کا، وہ زمین کو چیرتا ہوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچ گیا۔ دوسرے کنارے پر دوسرا درخت تھا اس کو بھی اشارہ فرمایا آنے کا وہ بھی زمین کو چیرتا ہوا پہلے درخت کے ساتھ آ کر مل گیا۔ ان کی ٹہنیوں کو اشارہ کیا وہ اکٹھی ہوگئیں اور پردے کا انتظام ہوگیا۔ فراغت کے بعد ان کو اشارہ کیا کہ اپنی اپنی جگہ پر چلے جاؤ وہ اپنی اپنی جگہ پر چلے گئے۔ یہ مسلم شریف کی روایت ہے۔

حدیبیہ کے مقام پر پانی کی قلت ہوگئی۔ پندرہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ان کے علاوہ اونٹ گھوڑے بھی تھے۔ پھر سارے نمازی تھے وضو کے لیے بھی پانی کی ضرورت تھی۔ ایک پتھر سے تھوڑا تھوڑا پانی رِس رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اتنا پانی جمع ہونے دو کہ اس میں میری انگلیاں ڈوب جائیں۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ ساتھیوں نے تھوڑا سا وقفہ کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں اپنا ہاتھ مبارک ڈالا تو اللہ

تعالیٰ کے فضل وکرم سے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا۔

خندق کے موقع پر حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھوک اور ضعف کو محسوس کیا تو اپنے گھر گئے بیوی سہلہ بنت رملہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ گھر میں کچھ کھانے کو ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دعوت دے دوں۔ بیوی بڑی سمجھ دار تھی ان کے ساتھ جب نکاح ہوا اس وقت بیوہ تھیں۔ کہنے لگیں ایک صاع یعنی ساڑھے تین سیر جو اور ایک ٹیڈی بکری ہے۔ فرمایا میں اس کو ذبح کرتا ہوں تم جو کو چکی میں پیس کر آٹا بنا کر گوندھو اور روٹیاں پکاؤ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلا کر لاتا ہوں۔ جس وقت جانے لگے تو بیوی نے ہاتھ پکڑ کر کہا کہ تمہاری طبیعت بڑی شرمیلی ہے بات گول مول نہ کرنا خندق میں بڑی مخلوق ہے۔ یہ کہنا کہ حضرت آپ اور تین چار ساتھی اور ہو جائیں۔ کہیں سارے ساتھی نہ آ جائیں شرمندگی نہ ہو۔ بخاری شریف کی روایت ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جا کر عرض کیا حضرت! آپ تشریف لے آئیں اور تین چار ساتھی اور ہو جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تیاری کی ہے؟ عرض کیا حضرت! ایک صاع جو تھے اور ایک ٹیڈی بکری ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے آنے تک روٹیاں نہیں پکانی اور ہنڈیا کو چولھے سے نہیں اتارنا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان فرما دیا یا اہل خندق ''اے خندق والو! جابر نے تمہاری دعوت کی ہے۔ ایک ہزار آدمی آپ کے ساتھ آ گئے۔ بی بی دیکھ کر پریشان ہو گئی اور اشارہ کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک کونے میں بیٹھا کر میری بات سنو۔ کہنی لگی کہ میں نے کیا سمجھا کر بھیجا تھا تم یہ سارا لشکر ساتھ لے کر آ گئے ہو کھانا کیسے پورا ہو گا؟

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔ میں نے تیرا پورا سبق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا دیا تھا مگر پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سب کو ساتھ لے آئے ہیں۔ بخاری

شریف کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے کچھ پڑھ کر آٹے پر پھونک ماری اور کچھ پڑھ کر ہنڈیا پر پھونکا۔ ایک ہزار آدمی نے سیر ہو کر کھایا۔ گھر کے افراد اور محلے داروں نے بھی کھایا کھانا پھر بچ گیا۔ ایسی عجیب وغریب چیزیں دیکھ کر سطحی قسم کے لوگ سمجھتے ہیں کہ ان کے پاس خدائی اختیارات آگئے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کی زبانی اعلان کروایا کہ ہم تو صرف ڈرانے والے ہیں خدائی اختیارات ہمارے پاس نہیں ہیں۔

ارشادِ ربانی ہے قُلْ اے نبی کریم ﷺ! آپ کہہ دیں اعلان کر دیں اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ پختہ بات ہے کہ میں ڈرانے والا ہوں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ اور نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ تعالیٰ جو اکیلا ہے سب پر غالب ہے۔ الٰہ صرف اللہ تعالیٰ ہے، معبود، مشکل کشا، حاجت روا، فریاد رس، دست گیر، مختار کل صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ یہ میرے ہاتھ پر جو عجیب وغریب چیزیں تمھیں نظر آتی ہیں معجزے کے طور پر ان کو دیکھ کر مجھے الٰہ نہ سمجھنا میں تو صرف تمھیں رب تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے والا ہوں کہ اگر تم رب تعالیٰ کے احکام نہیں مانو گے تو دنیا میں بھی عذاب آئے گا قبر میں بھی ہوگا اور آخرت میں بھی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اپنی ذات اور صفات میں اکیلا ہے وہ سب پر غالب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کسی کو غلبہ حاصل نہیں ہے۔ وہ کون ہے؟ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جو رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا۔ آسمانوں میں جو مخلوق رہتی ہے اس کی تربیت کرنے والا ہے اور جو مخلوق زمین میں رہتی ہے اس کی تربیت کرنے والا ہے وَمَا بَيْنَهُمَا اور آسمانوں اور زمین کے درمیان فضا میں جو مخلوق رہتی ہے اس کی بھی تربیت کرنے والا ہے۔ صرف وہی ہے الْعَزِيْزُ غالب ہے الْغَفَّارُ بخشنے والا ہے گناہوں کا۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ سحری کے وقت اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے جو اس کی شان کے لائق ہے اور اعلان کرتا ہے هَلْ مِنْ مُسْتَغْفِرٍ اَغْفِرُ لَهٗ ''ہے کوئی بخشش مانگنے والا کہ میں اس کو بخش دوں هَلْ مِنْ مُسْتَرْزِقٍ اَرْزُقُهٗ ہے کوئی رزق طلب کرنے والا کہ میں اس کو رزق دے دوں هَلْ مِنْ كَذَا هَلْ مِنْ كَذَا مختلف چیزوں کے متعلق فرماتے ہیں حَتّٰى يَنْفَجِرَ الْفَجْرُ یہاں تک کہ صبح ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ آواز پر آواز دیتے ہیں۔''

قبولیتِ دعا کی شرائط :

لیکن یاد رکھنا دعائیں اللہ تعالیٰ قبول فرماتے ہیں لیکن دعا کی قبولیت کے لیے کچھ شرائط ہیں۔

❀...... پہلی شرط ہے کہ ایمان صحیح ہو اور مضبوط ہو۔

❀...... دوسری شرط یہ ہے کہ جس وقت دعا کرے اس وقت تک اس کے ذمہ کوئی عبادت نہ ہو۔ نہ اس سے کوئی نماز قضا ہوئی، نہ روزہ چھوڑا ہو، نہ حج، نہ زکوۃ، نہ قربانی، نہ فطرانہ، کوئی شے اس کے ذمے نہ ہو۔

❀...... تیسری شرط یہ ہے حرام کا لقمہ نہ کھایا ہو۔ حرام کا ایک لقمہ کھانے سے انسان چالیس دن اور چالیس راتیں دعا کی مقبولیت سے محروم ہو جاتا ہے اور ہم نے تو مشکوک مال اور حرام مال سے پیٹ بھرے ہوتے ہیں۔

❀...... چوتھی شرط یہ ہے کہ دعا پوری دل جمعی اور توجہ کے ساتھ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ زبان کسی طرف اور توجہ کسی طرف۔ معاف رکھنا! ہم ان شرائط سے خالی ہیں پھر بھی وہ ہماری دعائیں قبول کرتا ہے۔ اس کی شفقت اور مہربانی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيمٌ آپ فرمادیں وہ خبر ہے بہت بڑی۔ هُوَ ضمیر کا مرجع ہے یوم حساب جو هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ میں ہے کہ حساب کا دن، قیامت کا دن بڑی خبر ہے معمولی چیز نہیں ہے اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ تم اس یوم الحساب سے اعراض کرنے والے ہو کوئی تیاری نہیں کر رہے۔ آج معمولی سے امتحان کے لیے بڑی تیاری کرنی پڑتی ہے اور وہ تو صحیح امتحان ہے ہر آدمی اس کو آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ کہہ دیں مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰى ۔ مَلا کا معنٰی ہے جماعت اور اعلی کا معنٰی بالائی۔ یہ فرشتے آسمانوں کے اوپر رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں آپ کہہ دیں مجھے علم نہیں ہے بالائی جماعت کا اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ جس وقت انہوں نے آپس میں جھگڑا کیا۔ یہ جھگڑا کس بات پر تھا؟ احادیث میں آتا ہے کہ فرشتوں نے آپس میں کہا کہ کون سے اچھے کام ہیں جن سے رب راضی ہوتا ہے؟ ایک فرشتے نے کہا یہ ہے کام۔ دوسرے نے کہا یہ کام ہے، تیسرے نے کہا یہ نہیں بلکہ یہ کام ہے۔ ترمذی شریف میں روایت ہے کہ فرشتوں نے جو باتیں کیں ان میں سے ایک بات یہ ہے کہ لین الکلام ''گفتگو نرم کرنا'' دوسرا یہ کہ مسلمانوں کا آپس میں کثرت کے ساتھ سلام کرنا۔ تیسری چیز الصَّلٰوةُ بِالَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ ''رات کو تہجد کے وقت اٹھ کر نماز پڑھنا جب لوگ سوئے ہوئے ہوتے ہیں۔'' اور اطعام الطعام مسکینوں کو کھانا کھلانا ایسے طریقے پر کہ دوسرے کسی کو خبر نہ ہو کہ کہاں دیگ کھڑک رہی ہے۔ معاف رکھنا! ہم ریاکار لوگ ہیں جب تک ہمارے دروازے کے سامنے دیگ نہ کھڑکے ہم مطمئن ہی نہیں ہوتے چاہے ثواب پہنچے نہ پہنچے۔ یہ کام تھے جن کے متعلق آپس میں بحث کر رہے تھے۔ رائے اور نظریے کا اختلاف تھا۔

تو فرمایا آپ کہہ دیں مجھے کوئی علم نہیں تھا اس جماعت کا جو اوپر تھی جس وقت انہوں نے آپس میں جھگڑا کیا اِنۡ یُّوۡحٰۤی اِلَیَّ نہیں وحی کی جاتی میری طرف اِلَّاۤ مگر اَنَّمَاۤ اَنَا نَذِیۡرٌ مُّبِیۡنٌ اس لیے کہ میں ڈرانے والا ہوں کھول کر۔ رب تعالیٰ جو مجھے بتلا دیتے ہیں وہ میں آگے بتلا دیتا ہوں مجھے غیب کا تو علم نہیں ہے کہ مجھے علم ہو کہ فرشتے کیا کر رہے ہیں وَلِلّٰہِ غَیۡبُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ [نحل:۷۷] ''اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے غیب آسمانوں کا اور زمین کا۔'' اور سورہ انعام آیت نمبر ۵۰ میں ہے وَلَاۤ اَعۡلَمُ الۡغَیۡبَ ''اور میں نہیں جانتا غیب وَلَاۤ اَقُوۡلُ لَکُمۡ اِنِّیۡ مَلَکٌ اور میں یہ بھی نہیں کہتا کہ میں نوری ہوں فرشتہ ہوں۔'' میں انسان ہوں بشر ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوت و رسالت عطا فرمائی ہے۔

ابلیس کی ضد اور ہٹ دھرمی :

آگے اللہ تعالیٰ نے ایک ضدی کا ذکر فرما کر یہ بات سمجھائی ہے کہ ضدی نہ بننا۔ اس ضدی کو ساری دنیا جانتی ہے۔ فرمایا اِذۡ قَالَ رَبُّکَ لِلۡمَلٰٓئِکَۃِ جس وقت کہا آپ کے رب نے فرشتوں سے اِنِّیۡ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنۡ طِیۡنٍ بے شک میں بنانے والا ہوں ایک انسان، ایک بشر گارے سے۔ خشک مٹی کو عربی میں تراب کہتے ہیں۔ پہلے خشک مٹی تھی پھر رب تعالیٰ نے اپنے ہاتھوں سے اس کا گارا بنایا پھر وہ خشک ہو کر بجنے والی مٹی ہو گئی صَلۡصَالٍ کَالۡفَخَّارِ جیسے ٹھیکری ہوتی ہے۔ اس کے خلاصے سے رب تعالیٰ نے آدم کو پیدا فرمایا۔ فرمایا فَاِذَا سَوَّیۡتُہٗ وَنَفَخۡتُ فِیۡہِ مِنۡ رُّوۡحِیۡ پھر جب میں اس کو درست کر دوں برابر کر دوں اور اپنی طرف سے اس بشر میں روح پھونک دوں فَقَعُوۡا لَہٗ سٰجِدِیۡنَ پس تم گر پڑنا اس کے آگے سجدہ کرتے ہوئے۔ یہاں حقیقی سجدہ ہی مراد ہے کیونکہ پہلی

شریعتوں میں سجدہ تعظیمی جائز تھا ہماری شریعت میں سجدہ تعظیمی ممنوع اور حرام ہے۔ نہ کسی زندہ کو جائز ہے، نہ قبر کو جائز ہے، نہ نبی کو، نہ ولی کو، نہ باپ کو، نہ ماں کو، کسی کو سجدہ جائز نہیں ہے حرام ہے۔ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ پس سجدہ کیا فرشتوں نے سب نے اکٹھے۔ كُلُّهُمْ کا لفظ بتلا رہا ہے کہ تمام فرشتوں نے سجدہ کیا ہے کوئی فرشتہ مستثنیٰ نہیں تھا اور اَجْمَعُوْنَ کا لفظ بتلا رہا ہے کہ تمام فرشتوں نے سجدہ اکٹھے کیا۔ تو تمام فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو اکٹھا سجدہ کیا اِلَّآ اِبْلِيْسَ مگر ابلیس ضدی نے سجدہ نہ کیا۔ یقین جانو کہ علم میں شاید ہی ابلیس سے کوئی بڑا عالم ہو۔ مگر علم تو وسیلہ ہے عمل کے لیے۔ اگر عمل نہ کیا تو علم کا کیا فائدہ۔ ایسے علم پر فخر کرنے کا کیا فائدہ؟ عوام میں مشہور ہے کہ اس نے چودہ علم پاس کیے تھے اور فرشتوں کا بھی استاد رہا ہے۔ اَلابلا بر گردن ملا۔ خدا جانے وہ چودہ علم کون سے ہیں اور فرشتوں کا استاد رہا ہے یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ مگر اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ شیطان بہت بڑا عالم تھا۔

اس زمانے میں امام رازی رحمۃ اللہ علیہ بڑے امام اور مفسر قرآن گزرے ہیں۔ وفات کے وقت شیطان نے ان کے ساتھ مناظرہ شروع کر دیا۔ کہنے لگا اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلیل پیش کرو۔ امام صاحب جو دلیل پیش کرتے توڑ دیتا۔ ہم تم کس باغ کی مولی ہیں۔ فرمانے لگے قرآن شریف اور بخاری شریف کو سینے پر رکھ کر۔ نیچے بخاری شریف رکھی اوپر قرآن شریف رکھا اور فرمایا اَمُوْتُ عَلٰی دِيْنِ الْعَجَائِب "میں بغیر دلیل کے اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک مانتا ہوں۔" جاؤ تم اپنا کام کرو۔ دلیلوں کا تو شیطان وکیل اعظم ہے وہ کیسے قابو میں آسکتا تھا۔ فرمایا جاؤ میں بغیر دلیل کے رب کو مانتا ہوں۔

تو ابلیس نے سجدہ نہ کیا اِسْتَكْبَرَ تکبر کیا وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ اور ہو گیا

وہ کافروں میں سے قَالَ رب تعالیٰ نے فرمایا یَاۤاِبْلِیْسُ اے ابلیس مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ تجھے کس چیز نے روکا کہ تو سجدہ کرے لِمَا اس مخلوق کو خَلَقْتُ بِیَدَیَّ جس کو میں نے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا ہے۔ جو رب تعالیٰ کی شان کے لائق ہاتھ ہیں۔ ہم نہیں جانتے کیسے ہیں اَسْتَكْبَرْتَ۔ اصل میں تھا ءَاِسْتَكْبَرْتَ ہمزہ وصلی گر گیا ہے۔ کیا تو نے تکبر کیا اپنے آپ کو بڑا سمجھا اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِیْنَ یا تو سچ مچ بڑوں میں سے تھا۔ وڈیروں میں سے تھا۔ کہنے لگا میں وڈیروں میں سے تھا قَالَ کہا ابلیس نے اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ میں اس سے بہتر ہوں۔ تکبر نہیں کیا میں سچ مچ بڑا ہوں۔ کیوں؟ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ مجھے آپ نے پیدا کیا آگ سے اور اس کو گارے سے۔ آگ میں روشنی ہوتی ہے، شعلہ ہوتا ہے، بلندی ہوتی ہے اور مٹی پاؤں کے نیچے روندی جاتی ہے اس میں روشنی بھی نہیں ہے تو میں اعلیٰ ہو کر ادنیٰ کو سجدہ کیوں کر کرتا۔ یہ تھی اس کی وکالت۔ باقی ذکر آگے آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

****

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ﴿۷۷﴾

وَّاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْٓ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۷۸﴾ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۷۹﴾ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۸۱﴾ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۲﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۸۳﴾ قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ ﴿۸۴﴾ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۵﴾ قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴿۸۶﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ﴿۸۸﴾ ع ۵ ۲۴ ۱۴

قَالَ فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَاخْرُجْ مِنْهَا پس تو نکل جا اس جگہ سے فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ پس بے شک تو مردود ہے وَّاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْٓ اور بے شک تجھ پر میری لعنت ہے اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ بدلے کے دن تک قَالَ ابلیس نے کہا رَبِّ اے میرے رب فَاَنْظِرْنِيْٓ پس آپ مجھے مہلت دیں اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ اس دن تک جس دن یہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے قَالَ فرمایا رب تعالیٰ نے فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ پس بے شک تو مہلت دیئے ہوؤں میں سے ہے اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ایک معلوم وقت کے دن تک قَالَ کہا ابلیس نے فَبِعِزَّتِكَ پس آپ کی عزت کی قسم ہے لَاُغْوِيَنَّهُمْ البتہ میں ان کو بہکاؤں گا اَجْمَعِيْنَ سب کو اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ مگر ان میں سے آپ کے وہ بندے الْمُخْلَصِيْنَ جو مخلص ہیں قَالَ فرمایا اللہ تعالیٰ

نے فَالْحَقُّ پس حق ہے وَالْحَقَّ اَقُوْلُ اور حق ہی میں کہتا ہوں لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ البتہ ضرور بھروں گا میں جہنم کو مِنْكَ تجھ سے وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اور ان سے جنھوں نے پیروی کی تیری اَجْمَعِيْنَ اکٹھے قُلْ آپ کہہ دیں مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ میں نہیں سوال کرتا تم سے اس تبلیغ پر مِنْ اَجْرٍ کوئی معاوضہ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ اور نہیں ہوں میں بات بنانے والوں میں سے اِنْ هُوَ نہیں ہے یہ قرآن اِلَّا مگر ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ نصیحت جہان والوں کے لیے وَلَتَعْلَمُنَّ اور البتہ تم ضرور جان لوگے نَبَاَهٗ اس کی خبر بَعْدَ حِيْنٍ ایک وقت کے بعد۔

اس سے پہلی آیتوں میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا بغیر کسی حیل وحجت کے کہ ہم نوری ہیں اور یہ خاکی ہے ہم اس کو سجدہ کیوں کریں۔ لیکن ابلیس نے سجدہ نہ کیا اور حجت بازی کی کہ مجھے آپ نے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو گارے سے پیدا کیا لہٰذا میں نے اس کو سجدہ نہیں کیا کہ یہ ادنیٰ ہے اور میں اعلیٰ ہوں۔

ایاز کی ذہانت :

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی شریف میں ایک حکایت بیان کر کے شیطان کی مذمت کی ہے۔ ایک بچہ تھا ایاز بڑا ذہین اور سمجھ دار۔ سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی ذہانت اور نیکی کی وجہ سے طبعی طور پر اس کے ساتھ محبت تھی اور اس کو ساتھ بٹھاتے تھے۔ مقصد یہ تھا کہ بچہ بڑا ذہین ہے آداب سلطنت بھی سمجھ لے۔ فیصلے ہوں گے اور گفتگو ہوگی اس سے

اس کی تربیت ہوگی۔ وزیروں اور مشیروں نے کہا کہ بادشاہ سلامت! ہے تو گستاخی مگر یہ چھوٹا سا بچہ آپ کے پاس بیٹھتا ہے بعض راز کی باتیں ہوتی ہیں۔ اس وقت تو غزنوی رحمۃ اللہ علیہ خاموش ہو گئے اور کوئی جواب نہ دیا۔ ہندوؤں کی زیادتیوں کی وجہ سے جب انہوں نے ہندوستان پر حملہ کیا تھا۔ ان کا مشہور مندر سومنات کا تھا۔ اس میں انہوں نے ہیروں اور موتیوں کے بت رکھے ہوئے تھے۔ ان کو توڑ پھوڑ کر ہیرے موتی بھی ساتھ لے گئے۔ ایک دن سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک نوکر کو حکم دیا کہ ایک پتھر اور ہتھوڑا لاکر دربار میں رکھ دو۔ جب دفتر میں بیٹھے دربار لگ گیا وزیر، مشیر آ گئے تو ان ہیروں میں سے ایک قیمتی ہیرا ایک وزیر کو دیا کہ پتھر پر رکھ کر ہتھوڑے سے توڑ دو۔ اس نے نہ توڑا کہ ہیرا بڑا قیمتی ہے۔ دوسرے، تیسرے، چوتھے کو کہا کسی نے بھی نہ توڑا۔ پھر ایاز بچے کو کہا۔ اس نے پتھر پر رکھ کر ہتھوڑا مارا اور توڑ دیا۔ بادشاہ نے پوچھا ایاز تو نے یہ کیا کیا اتنا قیمتی ہیرا تو نے توڑ دیا؟ ایاز نے جواب دیا کہ بادشاہ سلامت! بے شک ہیرا بڑا قیمتی تھا مگر میرے بادشاہ کا حکم اس سے بھی زیادہ قیمتی تھا۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کاش ابلیس کو ایاز جتنی ہی عقل ہوتی کہ بالفرض ایک منٹ کے لیے مان لو کہ تو بہتر تھا ناری جو ہوا اور وہ خاکی تھا۔ مگر یہ تو دیکھتا کہ حکم کس کا ہے؟ تو نے تو آقا کے حکم کی بھی قدر نہ کی۔ باقی ابلیس کی یہ منطق ہی غلط تھی کہ میں ناری ہوں اور بہتر ہوں اس لیے کہ رب تعالیٰ نے خاک میں جو اثر رکھا ہے اور خوبیاں رکھی ہیں وہ نار میں نہیں ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوبات میں بڑی تفصیل کے ساتھ اس کو ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ نبوت اور رسالت کا مقام بہت بلند ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ناری مخلوق میں نبوت ورسالت نہیں رکھی کیونکہ ان میں اس کی استعداد نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ خاکی

مخلوق کو دی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی تک کسی جن کو نبوت و رسالت نہیں ملی کیونکہ جنات میں اس کی صلاحیت اور استعداد ہی نہیں تھی۔ تو ابلیس کی پہلی بات ہی مسلم نہیں ہے کہ وہ آدم سے بہتر ہے اور بالفرض تیری یہ بات مان بھی لیں تو تو یہ دیکھتا کہ حکم کون دے رہا ہے تجھ سے زیادہ تو ایاز سمجھ دار نکلا جس نے آقا کے حکم کی تعمیل کی اور قیمتی ہیرے کی پروا نہیں کی۔

جب ابلیس نے حجت بازی کی تو قَالَ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَاخْرُجْ مِنْهَا بعض حضرات فرماتے ہیں کہ 'ھا' ضمیر کا مرجع جنت ہے کہ تو جنت سے نکل جا۔ اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ 'ھا' ضمیر سے مراد جماعت ملائکہ ہے کہ تو فرشتوں کی جماعت سے نکل جا۔ تیسری تفسیر یہ ہے کہ ضمیر آسمانوں کی طرف لوٹتی ہے کہ تو آسمانوں سے نکل جا۔ کیوں؟ فَإِنَّكَ رَجِيمٌ پس بے شک تو مردود ہے۔ تو نے میرے حکم کی تعمیل نہیں کی میں تیرا خالق و مالک ہوں تو نے میرے آگے حجت بازی شروع کر دی ہے۔ اگر فرشتے یہ منطق لڑاتے تو اچھی تھی کہ وہ نوری مخلوق تھی لیکن انہوں نے حکم کی تعمیل کی فوراً سجدے میں گر گئے۔ کیونکہ 'ف' تعقیب بلا مہلت کے لیے آتی ہے۔ تو فرمایا نکل جا فرشتوں کی جماعت سے تو مردود ہے وَإِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيٓ اور بے شک تجھ پر میری لعنت ہے إِلَىٰ يَوْمِ الدِّينِ۔ دین کا معنیٰ جزا اور بدلہ۔ بدلے والے دن تک، قیامت والے دن تک تجھ پر میری لعنت ہے۔ لعنت کا لفظی معنیٰ ہے اَلْبُعْدُ مِنَ الرَّحْمَتِ "رحمت سے دوری۔" رب کی رحمت سے تیرے لیے دوری ہے قَالَ ابلیس نے کہا رَبِّ اے میرے رب فَأَنظِرْنِيٓ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ آپ مجھے مہلت دے دیں اس دن تک جس دن یہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔ یوم یبعثون تک مہلت مانگنے سے ابلیس کا مقصد یہ تھا

کہ موت کے سخت کڑوے پیالے سے بچ جاؤں گا کیونکہ موت کی گھڑی بڑی سخت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔ اگر خاتمہ ایمان پر ہو جائے تو پھر مزے ہی مزے ہیں۔ اگر خدانخواستہ خاتمہ ایمان پر نہ ہوا تو پھر عذاب ہی عذاب ہے، تکلیف ہی تکلیف ہے۔ تو ابلیس نے دوبارہ اٹھنے کے دن تک مہلت مانگی قَالَ رب تعالیٰ نے فرمایا فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ پس بے شک تو مہلت دیئے ہوؤں میں سے ہے مثلاً فرشتے ہیں، جبرائیل، میکائیل، اسرافیل وغیرہ۔ ان کو نفخہ اولیٰ تک مہلت ہے لیکن موت ان پر بھی آئے گی۔ وہ فرشتہ جو سب کی جان نکالنے پر مقرر ہے موت اس پر بھی آئے گی۔ تو مہلت دیئے ہوؤں میں سے ہے مگر جس وقت تک تو مہلت مانگتا ہے وہ نہیں بلکہ اِلٰى یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ معلوم وقت کے دن تک یعنی نفخہ اولیٰ تک۔ نفخہ ثانیہ تک نہیں۔ تو موت سے بچنا چاہتا ہے یہ نہیں ہوگا بلکہ موت آئے گی کیونکہ ضابطہ ہے كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ''مخلوق کے ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔'' بخاری شریف میں روایت ہے کہ نفخہ اولیٰ اور ثانیہ کے درمیان چالیس سال کا وقفہ ہوگا۔ اسرافیل علیہ السلام جب پہلی مرتبہ بگل پھونکیں گے تو ساری کائنات ختم ہو جائے گی۔ پھر اسرافیل علیہ السلام اور عزرائیل علیہ السلام کو بھی مار دیا جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ اسرافیل علیہ السلام کو زندہ کر کے فرمائیں گے بگل میں پھونک مارو۔ وہ دوبارہ بگل پھونکیں گے فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ [زمر:۶۸] ''پس وہ لوگ کھڑے ہو جائیں گے اور دیکھ رہے ہوں گے۔'' جہاں بھی جو ہوگا چاہے قبروں میں ہیں یا کسی کو جلایا گیا ہے یا کسی کو مچھلیوں نے، پرندوں نے، درندوں نے کھالیا ہے سب کے سب زندہ ہو کے آجائیں گے۔ تو شیطان کو نفخہ اولیٰ تک مہلت مل گئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ کافر اعظم کی دعا بھی فی الجملہ قبول ہوئی۔ یہ الگ بات ہے کہ پوری قبول

نہ ہوئی کچھ قبول ہوئی۔

قَالَ ابلیس نے کہا فَبِعِزَّتِكَ باقسمیہ ہے۔معنٰی ہوگا پس قسم ہے آپ کی عزت کی لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ میں ضرور ان سب کو بہکاؤں گا۔اللہ تعالیٰ کی ذات کی قسم بھی صحیح ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفات کی قسم بھی صحیح ہے۔مثلاً : کوئی شخص کہے ''مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے'' صحیح ہے۔یا کہے'' مجھے رحمان کی قسم ہے،رحیم کی قسم ہے'' یہ بھی صحیح ہے۔''مجھے رب کی عزت کی قسم ہے،عظمت کی قسم ہے'' یہ بھی صحیح ہے۔البتہ قرآن کریم کی قسم کے متعلق فقہاء کرام میں اختلاف ہے کہ اگر کوئی شخص کہے مجھے قرآن کی قسم ہے تو یہ قسم منعقد ہوگی یا نہیں؟ تو اس کے متعلق تفصیل ہے۔اگر تو قرآن کریم سے اس کے الفاظ مراد ہوں جو ہم پڑھتے ہیں تو یہ الفاظ تو فانی ہیں اور اگر معانی مراد ہوں جن پر یہ الفاظ دلالت کرتے ہیں جس کو کلام نفسی کہتے ہیں وہ رب تعالیٰ کی صفت ہے وہ قدیم ہے۔اگر الفاظ مراد ہوں تو قسم درست نہیں ہے اور اگر قرآن پاک سے مراد کلام نفسی ہو تو پھر قسم درست ہے۔بہر حال اگر کوئی شخص قرآن کریم کی قسم اٹھائے گا تو وہ قسم منعقد ہو جائے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

تو ابلیس نے کہا آپ کی عزت کی قسم ہے میں ضرور ان سب کو بہکاؤں گا اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ مگر آپ کے جو مخلص بندے ہوں گے ان پر میرا داؤ نہیں چلے گا۔اللہ تعالیٰ نے انسان کو اتنا اختیار دیا ہے کہ شیطان کی اطاعت کرنا چاہے تو کرلے اور نہ کرنا چاہے تو نہ کرے۔انسان نہ نیکی پر مجبور ہے نہ بدی پر مجبور ہے،نہ ایمان پر مجبور ہے،نہ کفر پر فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ [سورۃ الکہف] ''پس جس کا جی چاہے ایمان لے آئے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے اپنی مرضی سے۔'' اس جگہ تو یہ

ہے کہ میں ان سب کو بہکاؤں گا۔اور سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۶ میں ہے، کہنے گا فَبِمَا اَغْوَيْتَنِي ''پس اس وجہ سے کہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ میں ضرور بیٹھوں گا ان کے لیے آپ کے سیدھے راستے پر۔'' او خبیث! بہکا تو خود، نافرمانی کی رب تعالیٰ کی اور گمراہ ہونے کی نسبت کرتا ہے رب تعالیٰ کی طرف کہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے۔اور سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۶۲ میں ہے قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِي كَرَّمْتَ عَلَيَّ ''ابلیس نے کہا بھلا بتلائیں یہ شخص ہے جس کو تو نے فضیلت دی ہے میرے مقابلے میں۔'' رب تعالیٰ کے ساتھ اس طرح گفتگو کر رہا ہے جیسے مرد عورتیں ایک دوسرے کو طعنے دیتے ہیں۔ قَالَ رب تعالیٰ نے فرمایا فَالْحَقُّ پس حق ہے وَ الْحَقَّ اَقُولُ اور حق ہی میں کہتا ہوں لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِينَ البتہ ضرور بھروں گا میں جہنم کو تجھ سے اور ان سے جنھوں نے تیری پیروی کی اکٹھے۔سب کو ایک ساتھ جہنم میں ڈالوں گا۔

ملحدین کا اعتراض :

بعض ملحدوں نے اعتراض کیا ہے کہ ابلیس ناری ہے تو اس کو نار میں کیا تکلیف ہو گی؟ لیکن انہوں نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ ابلیس کی پیدائش دنیا کی آگ سے ہوئی ہے اور دوزخ کی آگ اس سے انہتر گنا تیز ہے۔

بخاری شریف اور مسلم شریف میں روایت ہے کہ جہنم کے ایک طبقے نے دوسرے طبقے کی شکایت کی يَا رَبِّ اِنَّ بَعْضِي اَكَلَ بَعْضِي ''اے پروردگار! اس طبقے کی حرارت اور تپش نے مجھے تکلیف دی ہے۔'' تو اللہ تعالیٰ نے دوزخ کو دو سانس لینے کی اجازت دی۔ایک گرم حصے کو اور ایک سرد حصے کو۔یہ جو گرمی ہے دوزخ کے سانس کے

نتیجے میں ہے اور سردی بھی اس کے سانس کے نتیجے میں ہے۔ لہٰذا وہ آگ اس ناری کو جلائے گی یا اس کو سرد حصے میں سزا دی جائے گی۔ اور ایک جاٹ ایک نے ملحد کو اس طرح سمجھایا کہ ایک ڈھیلا اٹھا کر اس کو دے مارا۔ وہ واویلا کرنے لگا تو جاٹ نے کہا کہ خاک کو خاک سے کیا تکلیف ہوتی ہے۔ تم خاکی ہو اور میں نے خاک ہی تیرے اوپر پھینکی ہے۔ بہر حال ملحدوں کے اس طرح کے شبہات سے دین پر کوئی زد نہیں پڑتی۔ رب تعالیٰ نے جو فرمایا ہے حق ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ اے نبی کریم ﷺ! آپ کہہ دیں مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ میں نہیں مانگتا اس تبلیغ پر تمھارے سے کوئی معاوضہ۔ سورہ کی ابتداء ہوئی تھی صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِي الذِّكْرِ سے کہ قسم ہے قرآن کی جو نصیحت والا ہے۔ بہت ساری نصیحتیں بیان ہوئیں۔ آنحضرت ﷺ نے دن رات ایک کر کے ان کو سمجھایا۔ فرمایا میں اس تبلیغ پر تمھارے سے کسی معاوضے کا طلب گار نہیں ہوں وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ اور نہ ہی میں بات بنانے والوں میں سے ہوں۔ تکلف کرنے والوں میں سے نہیں ہوں میں نے اپنی طرف سے کچھ نہیں بنایا جو رب تعالیٰ نے مجھ پر نازل فرمایا ہے وہ ہی میں نے تمھیں سمجھایا ہے اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ نہیں ہے یہ قرآن مگر نصیحت لِّلْعٰلَمِيْنَ جہان والوں کے لیے۔ جو اس نصیحت کو قبول کرے اس پر عمل کرے تو وہ انسان بن جائے گا اور اس کی حیوانیت ختم ہو جائے گی۔

آج جو انسان بھیڑیا بن چکا ہے تو یہ قرآن وسنت سے دوری کا نتیجہ ہے۔ مسلم شریف میں روایت ہے قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ لوگوں کی شکلیں تو انسانوں جیسی ہوں گی وَقُلُوْبُهُمْ قُلُوْبُ الذِّئَابِ "اور دل ان کے بھیڑیوں جیسے ہوں گے۔

پرسوں یا ترسوں کی اخبار میں میں نے پڑھا کہ لائل پور (موجودہ فیصل آباد) کے علاقے میں ایک عورت جارہی تھی ڈاکوؤں نے اس کے زیور اتروا لیے پھر اس کی شلوار قمیص بھی اتار کر ساتھ لے گئے۔ او ظالمو! تم نے اس کی چوڑیاں چھین لیں، بالیاں اتروا لیں، ننگا کرنے کا مطلب؟ اور حیوانیت کسے کہتے ہیں؟ ایسے لوگ تو ایک منٹ بھی زندہ رہنے کے قابل نہیں ہیں مگر رب بڑے حوصلے والا ہے۔ اپنے وقت پر ان کو گرفتار کرے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ قرآن نصیحت ہے جہان والوں کے لیے وَلَتَعۡلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعۡدَ حِيۡنٍ اور البتہ تم ضرور جان لو گے اس قرآن کی خبر کو ایک وقت کے بعد۔ جن چیزوں کی یہ خبر دیتا ہے کہ قیامت آئے گی، حساب کتاب ہوگا، نیک جنت میں اور بد جہنم میں جائیں گے ان چیزوں کی حقیقت تمھیں معلوم ہو جائے گی ایک وقت کے بعد بس آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے جنت بھی سامنے دوزخ بھی سامنے۔ رب تعالیٰ ہمیں اپنے فضل و کرم کے ساتھ جنت میں داخل کرے اور دوزخ سے بچائے اور دوزخیوں والے کاموں سے بچائے۔ (امین)

❋❋❋❋

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سورۃ الزمر

(مکمل)

جلد...........۱۷

آیاتها ۷۵ ۳۹ سُوْرَةُ الزُّمَرِ مَكِّيَّةٌ ۵۹ رکوعاتها ۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ① اِنَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ
بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ② اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ؕ
وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَاۤ اِلَى
اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِىْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ؕ۬ اِنَّ
اللّٰهَ لَا يَهْدِىْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ③ لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا
لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ④
خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ
النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِىْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ
اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ⑤ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ
مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ؕ يَخْلُقُكُمْ
فِىْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِىْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ
ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ⑥

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ اتاری ہوئی کتاب مِنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی طرف سے

الْعَزِيْزِ جو غالب ہے الْحَكِيْمِ حکمت والا ہے اِنَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ بے شک

ہم نے اتاری اِلَیۡکَ آپ کی طرف الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ کتاب حق کے ساتھ فَاعۡبُدِ اللّٰہَ پس آپ عبادت کریں اللہ تعالیٰ کی مُخۡلِصًا لَّہُ الدِّیۡنَ خالص کرتے ہوئے اسی کے لیے دین اَلَا خبردار لِلّٰہِ الدِّیۡنُ الۡخَالِصُ اللہ ہی کے لیے ہے خالص دین وَالَّذِیۡنَ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِہٖۤ اور وہ لوگ جنھوں نے بنائے اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے اَوۡلِیَآءَ کارساز (وہ کہتے ہیں) مَا نَعۡبُدُہُمۡ نہیں عبادت کرتے ہم ان کی اِلَّا مگر لِیُقَرِّبُوۡنَاۤ تاکہ ہمیں قریب کردیں اِلَی اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کی طرف زُلۡفٰی قریب درجے میں اِنَّ اللّٰہَ بے شک اللہ تعالیٰ یَحۡکُمُ بَیۡنَہُمۡ فیصلہ کرے گا ان کے درمیان فِیۡ مَا ان چیزوں میں ہُمۡ فِیۡہِ یَخۡتَلِفُوۡنَ جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں اِنَّ اللّٰہَ بے شک اللہ تعالیٰ لَا یَہۡدِیۡ ہدایت نہیں دیتا مَنۡ ہُوَ کٰذِبٌ اس کو جو جھوٹا ہو کَفَّارٌ ناشکرا ہو۔ لَوۡ اَرَادَ اللّٰہُ اگر اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا اَنۡ یَّتَّخِذَ وَلَدًا کہ ٹھہرائے اولاد لَّاصۡطَفٰی البتہ چن لے مِمَّا یَخۡلُقُ اس مخلوق سے جو اس نے پیدا کی ہے مَا یَشَآءُ جو چاہے سُبۡحٰنَہٗ اس کی ذات پاک ہے ہُوَ اللّٰہُ الۡوَاحِدُ الۡقَہَّارُ وہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہے سب پر غالب ہے خَلَقَ السَّمٰوٰتِ اس نے پیدا کیے آسمان وَالۡاَرۡضَ اور زمین بِالۡحَقِّ حق کے ساتھ یُکَوِّرُ الَّیۡلَ وہ لپیٹ دیتا ہے رات کو عَلَی النَّہَارِ دن پر وَیُکَوِّرُ النَّہَارَ اور لپیٹ دیتا ہے دن کو عَلَی الَّیۡلِ

رات پر وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اور اس نے مسخر کیا سورج اور چاند کو
كُلٌّ يَّجْرِيْ ان میں سے ہر ایک چلتا ہے لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ایک میعاد مقرر
تک اَلَا خبردار هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ وہی ہے زبردست بخشنے والا
خَلَقَكُمْ اس نے پیدا کیا تم کو مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ایک نفس سے ثُمَّ جَعَلَ
مِنْهَا زَوْجَهَا پھر بنایا اس نے اس نفس سے جوڑا وَاَنْزَلَ لَكُمْ اور اتارے
اس نے تمہارے لیے مِّنَ الْاَنْعَامِ مویشیوں میں سے ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ
آٹھ جوڑے يَخْلُقُكُمْ پیدا کرتا ہے تمھیں فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ تمہاری
ماؤں کے پیٹوں میں خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ ایک پیدائش کے بعد دوسری
پیدائش فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ تین اندھیروں میں ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ یہ اللہ
تمہارا رب ہے لَهُ الْمُلْكُ اسی کے لیے ہے ملک لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ نہیں
ہے کوئی الہ مگر وہی فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ پس تم کدھر پھیرے جا رہے ہو۔

وجہ تسمیہ سورہ زمر :

اس سورت کا نام زمر ہے۔اس سورت کے آخر میں زمر کا لفظ آیا ہے وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ''اور چلائے جائیں گے کافر لوگ جہنم کی طرف گروہ در گروہ۔'' مثلاً یہودیوں کا گروہ الگ ہوگا، عیسائیوں کا گروہ الگ ہوگا، ہندوؤں کا الگ ہوگا، سکھوں اور بدھوؤں کا الگ ہوگا۔ جتنے بھی دنیا میں کافروں کے گروہ ہیں انہیں گروہوں کی شکل میں لایا جائے گا جہنم کی طرف۔

اور اسی طرح وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ''اور چلائے

جائیں گے وہ لوگ جو ڈرتے ہیں اپنے پروردگار سے جنت کی طرف گروہ در گروہ۔‘‘ مومنوں کو بھی گروہ در گروہ بلایا جائے گا۔مثلاً کثرت سے نماز پڑھنے والوں کا گروہ الگ ہوگا، کثرت سے روزے رکھنے والوں کا گروہ الگ ہوگا، مجاہدین کا گروہ الگ ہوگا، صدقہ خیرات کرنے والوں کا گروہ الگ ہوگا۔تو اس زمر کے لفظ کے ساتھ سورت کا نام زمر ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے اٹھاون سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔اس کے آٹھ (۸) رکوع اور پچھتر (۷۵) آیتیں ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ یہ کتاب اتاری ہوئی ہے مِنَ اللّٰہِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَکِیۡمِ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو غالب ہے اور حکمت والا ہے۔بعض کافر کہتے تھے کہ یہ قرآن خود بناتا ہے اور آ کر ہمیں سنا دیتا ہے۔اور بعض کہتے تھے کہ فلاں آدمی اس کو تھوڑا تھوڑا کر کے بتلاتا رہتا ہے پھر یہ جوڑ کر ہمیں سنا دیتا ہے۔تو رب تعالیٰ نے ان کے ان شوشوں کا رد فرمایا ہے کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ جو زبردست حکمت والا ہے اس کی طرف سے اتاری ہوئی ہے اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ بے شک ہم نے اتاری ہے آپ کی طرف کتاب حق کے ساتھ۔اس میں جو کچھ بھی ہے حق ہی حق ہے۔ چھلکا کوئی نہیں مغز ہی مغز ہے۔ یہ کتاب کس چیز کی دعوت دیتی ہے؟ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی اور تمام آسمانی کتابوں کی پہلی دعوت یہی ہے فَاعۡبُدِ اللّٰہَ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔جتنے پیغمبر تشریف لائے ہیں ان کی تبلیغ اس جملے سے شروع ہوتی ہے یٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمۡ مِّنۡ اِلٰہٍ غَیۡرُہٗ ’’اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ یہ کتاب بھی یہی سبق دیتی ہے کہ عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی مُخۡلِصًا لَّہُ الدِّیۡنَ خالص کرتے ہوئے اسی کے لیے دین۔دین خالص رب کا ہے ایسے نہیں کہ

بندہ کچھ تو دین کے حصہ پر چلے اور کچھ اپنی مرضی پر چلے۔ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۰۸ میں ہے اُدْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ''اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔'' سر سے پاؤں تک ظاہر و باطن تک عقیدہ، اخلاق، اعمال، کردار، ہر چیز اسلام کے مطابق ہونی چاہیے۔ خالص رب کے دین میں داخل ہو جاؤ۔ اَلَا خبردار لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے خالص دین۔ اس کے سوا جو دین موجود ہیں وہ جھوٹے ہیں۔ دین صرف یہی ہے اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ [آل عمران:١٩] ''بے شک پسندیدہ دین اللہ تعالیٰ کے ہاں اسلام ہے۔'' وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ [سورۃ البقرہ:٨٥] ''اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کو تلاش کرے گا پس اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔''

مشرکین کی تردید :

آگے اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کا رد فرمایا ہے۔ مشرک کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اپنی الوہیت اور معبودیت کی وجہ سے ہم سے بہت بلند ہے اور ہم اپنے گناہوں کی وجہ سے بڑے ہی پست اور گرے ہوئے ہیں۔ ہماری اللہ تعالیٰ تک براہِ راست رسائی اور پہنچ نہیں ہے۔ یہ لات، منات، عُزّٰی اور دوسرے بابے یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے والے ہیں۔ ظاہری طور پر دیکھا جائے تو مشرک اللہ تعالیٰ کی بڑی قدر کرتا ہے اور رب تعالیٰ کے ساتھ اس کو کتنی عقیدت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بہت بلند ہے اور ہم بہت پست ہیں اور یہ بابے اللہ تعالیٰ اور ہمارے درمیان واسطہ ہیں۔ اور آٹھویں پارے میں ہے وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا ''اور ٹھہرایا ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے اس میں سے جو پیدا کیے ہیں اللہ تعالیٰ نے کھیتی اور مویشی ایک حصہ فَقَالُوْا هٰذَا

لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا پھر انہوں نے کہا یہ اللہ تعالیٰ کا حصہ ہے اپنے خیال سے اور یہ ہمارے شریکوں کے لیے فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ''پس وہ حصہ جو ان کے شریکوں کا ہوتا ہے پس وہ نہیں پہنچتا اللہ کی طرف وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ اور جو اللہ تعالیٰ کا حصہ ہوتا ہے پس وہ پہنچتا ہے ان کے شریکوں کی طرف [انعام:۱۳۶]

مال مویشی، اناج میں سے ایک ڈھیری اللہ تعالیٰ کے لیے بناتے اور ایک ڈھیری اپنے شریکوں کے لیے جن کو وہ اپنے خیال میں رب تعالیٰ کا شریک سمجھتے تھے۔ پھر اگر اللہ تعالیٰ کی ڈھیری میں سے کچھ دانے بابوں کی ڈھیری کے ساتھ مل جاتے تو الگ نہ کرتے کہتے رہنے دو اللہ تعالیٰ غنی ہے۔ اور اگر بابوں کی ڈھیری میں سے کچھ دانے اللہ تعالیٰ کی ڈھیری کے ساتھ مل جاتے تو فوراً الگ کر لیتے کہ یہ محتاج ہیں۔ تو کتنی عقیدت ہے مشرک کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ؟ شاید بہ ظاہر موحد کو اتنی نہ ہو۔

تو مشرکوں کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بہت بلند ہے براہ راست ہماری وہاں تک رسائی نہیں ہے وہ کہتے تھے کہ ملک کو، صدر کو معمولی آدمی تو براہ راست نہیں مل سکتا۔ گورنر، وزیر اعلیٰ تک واسطوں کے ذریعے پہنچا جاتا ہے۔ ڈی۔ سی کو بغیر واسطے کے نہیں مل سکتے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات تو بہت بلند ہے تو یہ بابے ہمارے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ [النحل:۷۴] ''پس نہ بیان کرو تم مثالیں اللہ تعالیٰ کے لیے بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔'' تمہارے صدر، گورنر، وزیر اعلیٰ کو تو معلومات نہیں ہیں وہ عالم الغیب نہیں ہیں ان کو تم حالات سے آگاہ کرنے کے لیے ملتے ہو پھر بغیر واسطے کے

نہیں جاسکتے کہ وہ ڈرتے ہیں کوئی گولی مارنے والا نہ ہو۔ رب تعالیٰ کو تمھاری ضرورتوں کا علم ہے اور اسے تمھارے سے کوئی خطرہ بھی نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ کا قیاس بادشاہوں پر کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟ پھر بعض مشرک کہتے ہیں کہ مکان کی چھت پر چڑھنے کے لیے سیڑھی کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ بابے رب تعالیٰ تک پہنچنے کے لیے ہماری سیڑھیاں ہیں رب تعالیٰ ہم سے بہت بلند ہیں۔ رب تعالیٰ نے اس بات کا رد فرمایا اور کہا نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ [ق:۱۶] ''اور ہم زیادہ قریب ہیں انسان کے اس کی شاہ رگ سے۔'' تو یہاں کون سی سیڑھی لگاؤ گے؟ تو یاد رکھنا! مشرک نہ رب تعالیٰ کی ذات کا منکر ہے اور نہ رب تعالیٰ کی عظمت کا منکر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ اور وہ لوگ جنھوں نے بنائے اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے کارساز، حاجت روا، مشکل کشا، فریادرس، دست گیر۔ وہ کہتے ہیں مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى نہیں عبادت کرتے ہم ان کی مگر اس لیے کہ یہ ہمیں قریب کر دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کے درجے میں۔ یہ خود خدا نہیں ہیں یہ ہماری سیڑھیاں ہیں یہ ہماری ملاقات کے لیے واسطے ہیں یہی واسطے شرک ہیں۔ فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں مَنْ قَالَ اَرْوَاحُ الْمَشَائِخِ حَاضِرَةٌ تَعْلَمُ يَكْفُرُ ''جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ بزرگوں کی روحیں حاضر ہیں اور ہمارے حالات جانتی ہیں وہ کافر ہے۔'' ان کو حاضر و ناظر سمجھنا، عالم الغیب سمجھنا، متصرف فی الامور سمجھنا یہ کفر کے بڑے بڑے ستون ہیں۔

مسئلہ توسل :

باقی توسل کی تفصیل ہے۔ اگر کوئی اس طرح کہے کہ اے پروردگار میرا فلاں کام

کر دے آنحضرت ﷺ کے وسیلے سے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے، سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی حرمت سے، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی جاہ سے یا فلاں کے صدقے سے۔ اگر ان بزرگوں کو حاضر و ناظر سمجھتے ہوئے یہ کہتا ہے تو یہ پکا کافر ہے۔ یہ توسل کی ساری قسمیں شرک ہیں۔ یہ عام طور پر جاہل لوگ واسطہ دیتے ہیں وہ اسی مد میں ہے۔ جاہل تو الگ رہے احمد رضا خان صاحب بریلویوں کے امام کہتے ہیں:

بیٹھتے اٹھتے مدد کے واسطے یا رسول اللہ کہا پھر تجھ کو کیا

یہ موحد کو خطاب کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ہم اٹھتے بیٹھتے یا رسول اللہ کہہ کر آپ ﷺ سے مدد طلب کرتے ہیں تو تجھے کیا تکلیف ہے؟ ان کے خیال کے مطابق آپ حاضر و ناظر ہیں، مدد کرتے ہیں اور یہی شرک ہے۔ اور اگر وسیلہ دینے والے کی مراد یہ ہو کہ آنحضرت ﷺ میرے پیغمبر ہیں میرا آپ ﷺ پر ایمان ہے اور آپ ﷺ کے ساتھ محبت ہے اور ان بزرگوں کے ساتھ محبت ہے اور یہ محبت ایک صالح عمل ہے۔ اس صالح عمل کی برکت سے میری دعا قبول فرما تو صحیح ہے۔ صحیح العقیدہ بزرگوں کی کتابوں میں شجروں کے اندر جو وسیلہ کا لفظ آتا ہے وہ اسی معنٰی میں ہے۔ وہ نہ ان کو حاضر و ناظر سمجھتے ہیں نہ مختار کل، نہ عالم الغیب، نہ متصرف فی الامور۔

وسیلے کی جو پہلی شکل ہے وہ کفر ہے، شرک ہے۔ اور یاد رکھنا! شرک اگر ایک رتی بھی ہوا تو رب تعالیٰ معاف نہیں کرے گا۔ سورۃ النساء آیت نمبر ۴۸ پ ۵ میں ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ ''بے شک اللہ تعالیٰ نہیں بخشتا اس بات کو کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے۔'' اور سورہ مائدہ آیت نمبر ۷۲ پارہ ۶ میں ہے اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ

فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوٰهُ النَّارُ ''بے شک جس نے شریک ٹھہرایا اللہ تعالیٰ کا سو حرام کی اس پر اللہ تعالیٰ نے جنت اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔'' ان آیات کو ہر وقت پیش نظر رکھو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ بے شک اللہ تعالیٰ فیصلہ کرے گا ان کے درمیان فِيْ مَا ان چیزوں میں هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ عملی فیصلہ فرمائیں گے سچوں کو جنت میں اور جھوٹوں کو دوزخ میں ڈالیں گے۔ اس وقت دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا اور توحید و سنت، شرک و بدعت کی حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی۔ فرمایا اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ بے شک اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا مَنْ هُوَ كٰذِبٌ اس کو جو جھوٹا ہے كَفَّارٌ ناشکرا ہے۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ جبراً ہدایت نہیں دیتا۔

آگے ان لوگوں کا رد ہے جو کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ن ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرٰى مَسِيْحُ ابْنُ اللّٰه ''اور عرب اور دوسرے ملکوں کے مشرک کہتے تھے فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ [النحل:۵۷] 'اور ٹھہراتے ہیں یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں۔'' رب تعالیٰ کی ذات پاک ہے اولاد سے اس کی صفت ہے لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ''نہ اس نے کسی کو جنا ہے اور نہ اس کو کسی نے جنا ہے۔'' اگر اللہ تعالیٰ کی ذات کے لائق اولاد ہوتی تو لڑکیاں نہ ہوتیں لڑکے ہی ہوتے اور بے شمار ہوتے۔

مولانا رحمت اللہ کیرانوی اور فنڈر پادری :

انگریز کے دور میں ایک بڑا ذہین اور قابل پادری تھا فنڈر۔ وہ بتیس (۳۲) زبانیں جانتا تھا۔ کلکتہ سے لے کر بالاکوٹ کی آخری سرحد نار ان تک مسلمانوں کو للکارتا تھا

کہ اسلام کی صداقت کو ثابت کرو، قرآن کی صداقت کو ثابت کرو۔ عام مولوی اس کے ہتھکنڈوں سے واقف نہیں تھے مگر اللہ تعالیٰ اپنے دین کا خود محافظ ہے۔ مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی کتابیں "کتاب مقدس" وغیرہ کا مطالعہ کر کے تھوڑے دنوں میں مقابلے کی تیاری کر لی۔ یہ بھی بڑے ذہین اور حافظے والے تھے۔ پھر اس کو اتنا ذلیل کیا کہ فنڈر ہندوستان چھوڑ کر بھاگ گیا۔

ایک دفعہ فنڈر نے شاہی مسجد دہلی کی سیڑھیوں پر کھڑے ہو کر تقریر شروع کر دی کہ مسیح رب تعالیٰ کے بیٹے ہیں ہمارے منجی ہیں ان کو مانو۔ ساتھ ہی ایک بھٹیارا، دانے بھوننے والا بیٹھا تھا۔ اس کی تقریر سنتا رہا۔ وہ درانتی ہاتھ میں پکڑے ہوئے آیا اور آ کر کہا کہ پادری صاحب یہ تو بتاؤ کہ رب تعالیٰ کے کتنے بیٹے ہیں؟ پادری نے کہا کہ ایک ہی بیٹا ہے۔ بھٹیارے نے کہا میری طرف دیکھو، میرے قد کی طرف دیکھو، میری عمر کو دیکھو میرے چودہ بیٹے ہیں۔ آپ کا رب تو مجھ سے بھی کمزور نکلا۔ وہ کہنا یہ چاہتا تھا کہ رب تعالیٰ کی اولاد ہوتی تو بہت زیادہ ہوتی بندوں سے تو کم نہ ہوتی۔ پادری لاجواب ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا اگر ارادہ کرتا اللہ تعالیٰ کہ ٹھہرائے اولاد لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ البتہ چن لیتا اس مخلوق سے جو اس نے پیدا کی ہے جو چاہتا سُبْحٰنَهٗ اس کی ذات پاک ہے اولاد سے۔ اس کا نہ بیٹا ہے نہ بیٹی ہے نہ ماں ہے نہ بیوی هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ وہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہے سب پر غالب ہے خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو بِالْحَقِّ حق کے ساتھ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ۔ کور کا لفظی ترجمہ ہے لفافہ جس نے شے کو اپنے اندر لپیٹا ہوتا ہے۔ معنی ہوگا لپیٹتا ہے رات کو دن پر۔ رات کی تاریکی ختم ہو جاتی ہے دن

کی روشنی آجاتی ہے وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ اور لپیٹتا ہے دن کو رات پر۔ دن کی روشنی ختم ہوجاتی ہے اور رات آجاتی ہے۔ رات دن کا مالک وہی ہے وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اور اس نے تابع کیا ہے سورج اور چاند کو۔ سورج زمین سے کئی گنا بڑا ہے مگر کیا مجال ہے کہ اپنی رفتار میں سستی کرے یا تیز چلے یا دائیں بائیں چل پڑے یا کھڑا ہوجائے حاشا وکلا۔ اور یہی حال چاند کا ہے وہ بھی مقرر کردہ رفتار کے مطابق چل رہا ہے كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ان میں سے ہر ایک چلتا ہے ایک میعاد مقرر تک۔ قیامت تک سورج بھی چلتا رہے گا اور چاند بھی چلتا رہے گا۔

اس آیت کریمہ سے اور اس کے علاوہ اور بہت ساری آیات سے ثابت ہوا کہ سورج اور چاند حرکت کرتے ہیں اور اس کا تسلیم کرنا ہمارے لیے قرآن کریم کی تعلیم کی وجہ سے ضروری ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اگر کسی معقول دلیل سے ثابت ہوجائے کہ زمین بھی حرکت کرتی ہے تو مان لیں گے اس شرط کے ساتھ کہ سورج اور چاند کی حرکت کو تسلیم کیا جائے۔ اور اگر کوئی کہے کہ سورج اور چاند حرکت نہیں کرتے زمین حرکت کرتی ہے تو پھر ہم کہیں گے کہ ان صاحبان کے سر پھر رہے ہیں اور حرکت کر رہے ہیں۔ کیونکہ ہم قرآن کریم کو نہیں چھوڑ سکتے۔ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ خبردار وہی ہے غالب، بخشنے والا۔ اس سے بخشش مانگو وہ بخشے گا خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ اس نے تمھیں پیدا کیا ایک نفس سے، آدم علیہ السلام سے ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا پھر بنایا اس نے، پیدا کیا اس نے، اسی نفس سے اس کا جوڑا۔ حوا علیہا السلام کو آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے پیدا کیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرتیں ہیں وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ اس مقام پر اَنْزَلَ کا معنی خَلَقَ کا ہے۔ پیدا کیا رب تعالیٰ نے تمھارے لیے مویشیوں میں سے ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ آٹھ

جوڑے۔ ان کا ذکر سورۃ الانعام آیت نمبر ۱۴۳۔۱۴۴ میں آتا ہے مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ ’’بھیڑوں میں سے دو، نر اور مادہ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ اور بکریوں میں سے دو، نر اور مادہ۔ وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ اور اونٹوں میں سے دو، نر اور مادہ۔ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ اور گائے (بھینس) میں سے دو، نر اور مادہ۔ یہ آٹھ قسم کے جانور ہیں جن کو انعام کہا جاتا ہے اور لوگوں کے گھروں میں اکثر یہی ہوتے ہیں اور ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ اَلْجَامُوْسُ نَوْعٌ مِّنَ الْبَقَرِ ’’بھینس گائے کی قسم میں سے ہے۔‘‘ ان کا دودھ پیتے ہو، گوشت کھاتے ہو، مکھن کھاتے ہو، سواری کے کام آتے ہیں، پشم سے کپڑے بناتے ہو، یہ تمھارے فائدے کے لیے ہیں۔ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ پیدا کرتا ہے تمھیں تمھاری ماؤں کے پیٹوں میں خَلْقًا ایک خلقت میں مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ دوسری خلقت کے بعد۔ ایک پیدائش کے بعد دوسری پیدائش میں۔

تخلیق انسانی :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ چالیس دن تک نطفہ، نطفے کی شکل میں رہتا ہے چالیس دن کے بعد وہ خون کا لوتھڑا بن جاتا ہے پھر چالیس دن کے بعد بوٹی بن جاتا ہے پھر وہ ہڈیاں بن جاتا ہے، چار ماہ گزرنے کے بعد انسانی شکل بن جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس میں روح پھونکتے ہیں۔ پھر کم و بیش پانچ ماہ تک ماں کے پیٹ میں زندہ رہتا ہے خدا کی قدرت ہے کہ اس مقام میں کوئی سانس لینے کی جگہ نہیں ہے، بڑھتا بھی ہے پھلتا بھی ہے۔ یہ بھی معلوم نہیں کہ پیشاب پاخانہ کہاں کرتا ہے؟ پیدا ہونے کے بعد اگر ایسی جگہ رکھو جہاں سانس نہ لے سکے تو دو منٹ زندہ نہیں رہ سکتا، پیشاب پاخانہ نہ آئے تو بچ نہیں

سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو سمجھنا ہو تو نطفے پر غور کرنے سے سمجھ آسکتی ہے اور نہ سمجھنا چاہے تو پھر کوئی دلیل بھی کچھ نہیں ہے۔ تو فرمایا پیدا کیا ایک خلقت کے بعد دوسری خلقت میں فِیْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ تین اندھیروں میں۔ ماں کے پیٹ کا اندھیرا، رحم کا اندھیرا، جھلی کا اندھیرا۔ تم کیا تھے اور کیا بنے۔ آج اگر آپ کسی کو کہیں تجھے پاکی پلیدی کا علم نہ تھا جو چیز آئی منہ میں ڈال لیتا تھا تو وہ مانے گا نہیں بلکہ لڑے گا کہ میں کب کھاتا تھا؟ تو انسان کو اپنی حقیقت نہیں بھولنی چاہیے اور جو اپنی حقیقت کو بھول جائے وہ انسان کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ فرمایا ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ یہ اللہ تمہارا رب ہے لَهُ الْمُلْكُ اسی کا ہے ملک۔ اسی کے لیے ہے شاہی جس میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ نہیں ہے کوئی معبود، مشکل کشا، حاجت روا، فریادرس، دس گیر، کوئی مقنن، قانون ساز مگر وہی۔ حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہے اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ''حکم صرف اللہ تعالیٰ کا'' فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ پس تم کدھر پھرے جاتے ہو۔ یہ رب تعالیٰ کی نعمتیں اور قدرتیں دیکھ کر کیوں نہیں حق کی طرف آتے۔ کس انداز سے قرآن پاک نے ہمیں سمجھایا ہے۔ رب ہمیں سمجھنے کی اور پھر اس پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

❋❋❋❋

اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنْكُمْ ۫ وَلَا یَرْضٰی لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ وَاِنْ تَشْكُرُوْا یَرْضَهُ لَكُمْ ؕ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ؕ ثُمَّ اِلٰی رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ؕ اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۞۷ وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِیْبًا اِلَیْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِیَ مَا كَانَ یَدْعُوْۤا اِلَیْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ ؕ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِیْلًا ۖۗ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۞۸ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّیْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا یَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَیَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ؕ قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ؕ اِنَّمَا یَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۞۹ ع ۱۵

اِنْ تَكْفُرُوْا اگر تم کفر کرو گے فَاِنَّ اللّٰهَ پس بے شک اللہ تعالیٰ غَنِیٌّ بے پرواہ ہے عَنْكُمْ تم سے وَلَا یَرْضٰی لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ اور وہ راضی نہیں ہے اپنے بندوں کے لیے کفر پر وَاِنْ تَشْكُرُوْا اور اگر تم شکر ادا کرو یَرْضَهُ لَكُمْ تو وہ راضی ہوگا شکر گزاری پر تم سے وَلَا تَزِرُ اور نہیں اٹھائے گا وَازِرَةٌ کوئی بوجھ اٹھانے والا وِّزْرَ اُخْرٰی کسی دوسرے کا بوجھ ثُمَّ اِلٰی رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ پھر تمھارے رب کی طرف ہے لوٹنا فَیُنَبِّئُكُمْ پھر وہ تم کو بتا دے گا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ جو کچھ تم کیا کرتے تھے اِنَّهٗ عَلِیْمٌ

بِذَاتِ الصُّدُوْرِ بے شک وہ خوب جاننے والا ہے دلوں کے رازوں کو وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ اور جس وقت پہنچتی ہے انسان کو ضُرٌّ کوئی تکلیف دَعَا رَبَّهٗ پکارتا ہے اپنے رب کو مُنِيْبًا اِلَيْهِ رجوع کرتے ہوئے اس کی طرف ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ پھر جب دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو نعمت اپنی طرف سے نَسِیَ بھول جاتا ہے مَا اس ذات کو كَانَ يَدْعُوْٓا اِلَيْهِ کہ پکارتا تھا اس کو مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا اور بناتا ہے رب کے شریک لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ تاکہ بہکائے اللہ تعالیٰ کے راستے سے قُلْ آپ کہہ دیں تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ فائدہ اٹھالے اپنے کفر کے ذریعے قَلِيْلًا تھوڑا سا اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ بے شک تو ہے دوزخ والوں میں سے اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ کیا وہ شخص جو اطاعت کرنے والا ہے اٰنَآءَ الَّيْلِ رات کے اوقات میں سَاجِدًا سجدہ کرتے ہوئے وَّقَآئِمًا اور کھڑے ہوئے يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ ڈرتا ہے آخرت سے وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ اور امید رکھتا ہے اپنے رب کی رحمت کی قُلْ آپ کہہ دیں هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ کیا برابر ہیں وہ لوگ يَعْلَمُوْنَ جو علم رکھتے ہیں وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ لَا يَعْلَمُوْنَ جو علم نہیں رکھتے اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ پختہ بات ہے نصیحت حاصل کرتے ہیں عقل مند لوگ۔

کل کے سبق میں اللہ تعالیٰ کی توحید کے دلائل تھے اور یہ بات سمجھائی کہ اس کے بغیر کوئی معبود نہیں ہے فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ اتنے واضح دلائل کے ہوتے ہوئے پھر تم کدھر

پھرے جارہے ہو؟ اب اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنۡ تَكۡفُرُوۡا اگر تم کفر کرو گے فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ عَنۡكُمۡ بے شک اللہ تعالیٰ بے پرواہے تم سے تمھارے کفر کی وجہ سے۔ رب تعالیٰ کا کچھ نہیں بگڑے گا تم یہ سمجھو کہ العیاذ باللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ کا کچھ نقصان ہو جائے گا، قطعاً نہیں۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر ساری دنیا ساری مخلوق نیک ہو جائے اللہ تعالیٰ کے کمالات وصفات میں سے کسی ایک میں رتی کے برابر بھی اضافہ نہیں ہوگا اور اگر معاذ اللہ تعالیٰ سارے کے سارے کافر ہو جائیں تو رب تعالیٰ کے کمالات اور صفات میں ایک رتی کی بھی کمی نہیں ہوگی۔ تمھارے اعمال کا تعلق تمھارے ساتھ ہے اچھے عمل کرو گے تو تمھیں فائدہ ہوگا بُرے عمل کرو گے تو اس کا نتیجہ خود بھگتو گے۔ تمہارے نیک اعمال سے اللہ تعالیٰ کا بنتا کچھ نہیں اور تمہارے بُرے اعمال سے خدا کا بگڑنا کچھ نہیں۔ ہاں! اللہ تعالیٰ نے تم پر جو احسانات کیے ہیں ان کا شکر ادا کرو گے تو اللہ تعالیٰ خوش ہوگا۔ اور عبادتوں میں سے جس طرح نماز کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا ہوتا ہے اور کسی کے ساتھ اس طرح ادا نہیں ہوتا۔ بے شک الحمد للہ! کہنے میں بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ہے مگر شکر صرف اس میں بند نہیں ہے کہ اس جملے سے شکر ادا ہو جائے۔ رب تعالیٰ کی نعمتیں بے شمار ہیں وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَةَ اللّٰهِ لَا تُحۡصُوۡهَا [سورہ ابراہیم] ''اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے وَلَا يَرۡضٰى لِعِبَادِهِ الۡكُفۡرَ اور اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہے اپنے بندوں کے لیے کفر پر وَاِنۡ تَشۡكُرُوۡا يَرۡضَهُ لَكُمۡ اور اگر تم شکر ادا کرو گے تو راضی ہوگا تم پر اور نعمت زیادہ دے گا لَئِنۡ شَكَرۡتُمۡ لَاَزِيۡدَنَّكُمۡ ''اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرو گے تو ضرور بالضرور تم کو زیادہ دے گا۔'' دو تاکیدیں ہیں۔ لام بھی تاکید کا اور نون

مشدد بھی تاکید کا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ [سورہ ابراہیم] ''اور اگر تم ناشکری کرو گے تو بے شک میرا عذاب بہت سخت ہے۔'' وہ کبھی بدنی طور پر ہوگا کہ بیماریاں لگیں گی، کبھی مالی طور پر ہوگا کہ مالی خسارہ ہوگا، کبھی اولاد کی وجہ سے ہوگا، کبھی گھریلو جھگڑے ہوں گے۔ یہودیوں کا خیال تھا کہ اگر ہم گناہ بھی کریں تو خیر ہے ہمیں کوئی سزا نہیں ہوگی کہ ہم پیغمبروں کی اولاد ہیں، نیکوں کی اولاد ہیں، اگر ہوگی بھی سہی تو اَیَّامًا مَّعْدُوْدَاتٍ چند گنتی کے دن کہ ہمارے بڑوں نے چالیس دن بچھڑے کی پوجا کی تھی۔ وہ چالیس دن ہمیں سزا ہوگی۔ اور ان کا دوسرا قول یہ ہے کہ صرف سات دن سزا ہوگی کہ دنیا کی زندگی صرف سات ہزار سال ہے۔ ان کے خیال کے مطابق ہر ہزار سال کے بدلے ایک دن دوزخ میں رہیں گے آٹھویں دن جنت میں چلے جائیں گے۔ پھر اسی عقیدے کو عیسائیوں نے اپنایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمارے منجی ہیں وہ سولی پر چڑھ کر ہمارے گناہوں کا کفارہ بن گئے ہیں ہم جو کچھ کریں ہمیں معاف ہے۔ بھائی! کیسی عجیب منطق ہے کہ گناہ تم کرو اور پھانسی پر وہ چڑھیں۔ پھر گناہ تم کرو دو ہزار سال بعد اور وہ پھانسی پر چڑھیں دو ہزار سال پہلے۔ یہ کوئی دانائی کی بات ہے؟

قرآن کریم اس کا رد کرتا ہے وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی اور نہیں اٹھائے گا کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ۔ اور سورہ فاطر آیت نمبر ۱۸ پارہ ۲۲ میں ہے لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ ''نہیں اٹھائی جائے گی اس سے کوئی چیز ایک رتی برابر بھی۔'' کسی کا کوئی گناہ نہیں اٹھائے گا۔

آخرت میں نیکی کی قدر و قیمت :

روایات میں آتا ہے کہ میدان محشر میں ایک آدمی (ویسے تو بے شمار ہوں گے یہ

مثال سمجھو) کی نیکیاں بدیاں برابر ہوں گی مثلاً نیکیاں بھی پچاس، بدیاں بھی پچاس۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے اے بندے ایک نیکی تلاش کر کے لاؤ کہ تمہاری نیکیوں والا پلڑا بھاری ہو جائے۔ وہ بڑا خوش ہوگا کہ ایک نیکی کا کیا ہے وہ اپنے لنگوٹیے یار کے پاس جائے گا اور کہے گا مجھے ایک نیکی دے دو تمھارے پاس بڑی نیکیاں ہیں وہ انکار کر دے گا ۔پھر اپنے بھائی کے پاس جائے گا وہ بھی انکار کر دے۔آخر میں ماں کے پاس جائے گا اور کہے گا اَ تَعْرِفِیْنِیْ "کیا مجھے پہچانتی ہے میں کون ہوں۔" کہے گی ہاں! میں پہچانتی ہوں۔ وہاں لوگ ایک دوسرے کو اسی طرح پہچانیں گے جس طرح آج یہاں دنیا میں ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں۔ پہچانے گی اور کہے گی میں نے تجھے پیٹ میں اٹھایا پھر تجھے جنا پھر تجھے دودھ پلایا تجھے مشکلات میں پالا۔ کہے گا امی! پھر مجھے ایک نیکی دے دے مجھے ایک نیکی کی ضرورت ہے۔تو ماں ایک نیکی دینے سے انکار کر دے گی۔ اور سورہ عبس پارہ ۳۰ میں ہے یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِیْهِ "جس دن بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے اور ماں سے اور باپ سے، اپنی بیوی سے اور اپنی اولاد سے۔"

آج دنیا میں ایک دوسرے کے لیے جانیں دینے کے لیے تیار ہیں مگر وہاں کوئی ایک نیکی دینے کے لیے تیار نہیں ہوگا۔ یہ سب باطل نظریات ہیں کہ ہمارے گناہ نبی اٹھا لے گا، ولی اٹھالے گا، وہ ہمارے گناہوں کا کفارہ ہیں۔قطعاً کوئی نہیں اٹھائے گا۔سورہ لقمان آیت نمبر ۳۳ پارہ ۲۱ میں ہے وَاخْشَوْا یَوْمًا لَّا یَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۫ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَیْـًٔا "اور ڈرو اس دن سے کہ نہیں کام آئے گا کوئی باپ اپنے بیٹے کے اور نہ کوئی بیٹا کفایت کرنے والا ہوگا اپنے باپ کے لیے کچھ بھی۔" تو فرمایا کوئی

بوجھ اٹھانے والا نہیں کسی دوسرے کا ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمۡ مَّرۡجِعُکُمۡ پھر تمھارے رب کی طرف ہے تمھارا لوٹنا۔ دنیا میں مجرم ایک علاقے میں جرم کر کے دوسرے علاقے میں بھاگ جاتے ہیں وہاں جا کر سیاسی پناہ لے لیتے ہیں۔ نام بدل کر اپنا وقت پاس کرتے ہیں لیکن تم سب نے رب کے پاس جانا ہے وہاں تو چھٹکارا نہیں ہے فَیُنَبِّئُکُمۡ پھر وہ تمھیں بتائے گا وہ کارروائی بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ جو کچھ تم کیا کرتے تھے فَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ خَیۡرًا یَّرَہٗ وَ مَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ [پارہ: ۳۰] ''پس جو نیکی کرے گا ذرہ برابر بھی اسے دیکھ لے گا اور جو کرے گا بدی ذرہ برابر بھی اس کو دیکھ لے گا۔'' تو کہے گا مَالِ ھٰذَا الۡکِتٰبِ لَا یُغَادِرُ صَغِیۡرَۃً وَّ لَا کَبِیۡرَۃً اِلَّاۤ اَحۡصٰھَا [الکہف: ۴۹] '' کیا ہے اس کتاب کو میرے نامہ اعمال کو نہیں چھوڑتی کسی چھوٹی چیز کو نہ بڑی چیز کو مگر اس نے اسے سنبھال رکھا ہے۔'' سب کچھ اس میں درج ہے۔ انگلی کے ساتھ اشارہ کیا وہ بھی لکھا ہوا ہے، آنکھ کے ساتھ اشارہ کیا وہ بھی لکھا ہوا ہے۔ تو جو کارروائی تم کرتے رہے ہو وہ تمھیں بتائے گا اِنَّہٗ عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ بے شک وہ خوب جاننے والا ہے دلوں کے رازوں کو۔ ذات کا معنیٰ راز ہے۔ اور صدور صدر کی جمع ہے سینہ۔ اس ذات سے کوئی شے مخفی نہیں ہے لہٰذا اس کا خیال رکھو کہ رب کے پاس جانا ہے رتی رتی کا حساب ہوگا چھوٹی بڑی ہر شے سامنے آئے گی۔

فرمایا وَاِذَا مَسَّ الۡاِنۡسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّہٗ مُنِیۡبًا اِلَیۡہِ اور جب پہنچتی ہے انسان کو کوئی تکلیف تو پکارتا ہے وہ اپنے پروردگار کو رجوع کرتے ہوئے اس کی طرف کہ یا اللہ! میری تکلیف دور کر دے، میری بیماری ختم کر دے، مالی تنگی ختم کر دے، رزق کشادہ کر دے ثُمَّ اِذَا خَوَّلَہٗ نِعۡمَۃً پھر جب دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو نعمت مِّنۡہُ اپنی طرف

سے۔ تکلیف دور ہو جاتی ہے نعمت مل جاتی ہے تو سرکش ہو جاتا ہے۔ بے شک دولت اگر جائز طریقے سے حاصل ہو تو بُری شے نہیں ہے لیکن ایسی دولت کہ جس کے بعد نمازیں ہی بھول جائیں حق و باطل کی تمیز نہ رہے ایسی دولت نقصان دہ ہے۔ فرمایا جب اللہ تعالیٰ اس کو نعمت دے دیتا ہے اپنی طرف سے نَسِیَ مَا كَانَ يَدْعُوْٓا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ بھول جاتا ہے اس ذات کو جس کو پکارتا تھا اس سے پہلے وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا اور بناتا ہے رب کے شریک۔ ویسے عموماً لوگوں کی عادت ہے کہ کمزور پہلو رب کے لیے چھوڑتے ہیں طاقت ور پہلو دوسروں کے لیے۔

مثال کے طور پر کسی بیمار کو رب تعالیٰ شفا دیتا ہے تو کہتے ہیں ڈاکٹر بڑا سمجھ دار تھا، حکیم بڑا دانا تھا، دوائیاں بڑی قیمتی تھیں۔ صحت حکیم اور ڈاکٹروں کے کھاتے اور اگر صحت یاب نہ ہوا تو کہیں گے رب کو ایسے ہی منظور تھا۔ بھئی! دوسرے پہلو میں بھی رب کو یاد رکھو کہ شفا بھی رب نے دی ہے، مقدمے سے نجات مل گئی، قید سے رہائی مل گئی تو کہتا ہے میرا وکیل بیرسٹر تھا وہ بڑا قابل تھا۔ اگر ہار جائے تو کہتا ہے رب کو ایسے ہی منظور تھا۔ اگر امتحان میں کامیاب ہو گیا تو کہتا ہے میں نے بڑی محنت کی ہے۔ ناکام ہو گیا تو کہتا ہے رب کو ایسے ہی منظور تھا۔ تو کمزور پہلو رب تعالیٰ کے لیے اور طاقت ور پہلو دوسروں کے لیے۔ بھئی! دونوں پہلوؤں میں رب کو یاد رکھو۔ ڈاکٹروں کی کیا حیثیت ہے، حکیموں کی کیا وقعت ہے، دوائیاں کیا ہوتی ہیں؟ اگر رب تعالیٰ ان میں اثر نہ رکھے۔ یہ سب ظاہری اسباب ہیں۔ اسباب پر کبھی نتیجہ مرتب ہوتا ہے کبھی نہیں ہوتا۔

آگ کا کام ہے جلانا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے کتنا لانبا چوڑا بھٹہ تیار کیا گیا اور کتنا ایندھن ڈالا گیا اس کا کوئی تصور نہیں کر سکتا کہ بندہ اس سے زندہ نکل سکتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھ پاؤں رسیوں سے جکڑ کر آلہ منجنیق کے ذریعے اس کے درمیان میں ڈالا گیا۔ رب تعالیٰ نے فرمایا قُلْنَا یٰنَارُ كُوْنِىْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا [سورۃ الانبیاء] ''آگ نے صرف رسیاں جلائیں سر اور جسم کے ایک بال کو بھی ضائع نہیں کیا۔'' بخاری شریف اور مسلم شریف میں روایت ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سر اور ڈاڑھی کے بال سفید ہوئے۔ جب ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ ڈاڑھی میں سفید بال ہیں عرض کیا پروردگار! یہ کیا ہے؟ فرمایا بزرگی ہے۔ عرض کیا زِدْنِیْ بزرگی میرے لیے اور زیادہ کر دے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی عمر مبارک ایک ہزار سال تھی بال کالے تھے حضرت نوح علیہ السلام کی عمر مبارک چودہ سو سال تھی بال کالے رہے۔ تو سبب سبب ہوتا ہے رب نہیں ہوتا۔ لہٰذا سبب کو سبب سمجھو رب نہ سمجھو۔

تو فرمایا بناتا ہے رب کے شریک لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ تاکہ گمراہ کرے اللہ تعالیٰ کے راستے سے دوسروں کو اور خود بھی گمراہ ہو۔ لوگ ایک دوسروں کو دیکھ کر عادتیں اور نظریات اپناتے ہیں۔ جیسے خربوزہ خربوزے کو دیکھ کر رنگ پکڑتا ہے۔ دیکھو! یہ چھوٹے بچے بڑوں کی نقالی کرتے ہیں الامان والحفیظ! چند دن ہوئے ہیں گھر ایک بچی آئی اور ناچنے کا تماشا لگایا۔ میں نے کہا یہ بچی کیا کرتی ہے کہنے لگے کہ یہ ٹی، وی میں عورتوں کو ناچتے ہوئے دیکھتی ہے یہ بھی ناچ رہی ہے۔ چھوٹی سی بچی انڈے جتنی۔ یہ عملی سبق زبانی سبق سے جلدی یاد ہوتا ہے۔

اسی لیے حدیث پاک میں آتا ہے کہ تم نمازوں کا اکثر حصہ گھروں میں پڑھا کرو کہ تمھارے چھوٹے بچے دیکھیں گے تو ان کا ذہن بنے گا۔ تو گمراہ کو دیکھ کر دوسرے بھی گمراہ ہو جاتے ہیں۔ قُلْ آپ کہہ دیں تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا اے منکرنا

شکر ے فائدہ اٹھا لے اپنے کفر کے ذریعے تھوڑا سا۔ کتنا عرصہ زندہ رہو گے؟ دس، بیس سال، سو سال، ہزار سال، آخر مرنا ہے اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ بے شک تو ہے دوزخ والوں میں سے۔ فرمایا اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ ۔ قنوت کا معنیٰ ہے اطاعت۔ اور اٰنَاءَ اِنْیٌ کی جمع ہے جیسے اِنّیٌ کا لفظ لکھا جاتا ہے او پر دوز بر ڈال دیں۔ اس کا معنیٰ ہے وقت۔ معنیٰ ہوگا کیا جو شخص اطاعت کرنے والا ہے رات کے اوقات میں سَاجِدًا سجدہ کرتے ہوئے وَّقَآئِمًا اور کھڑے ہوئے۔ کبھی سجدے میں پڑا ہوا ہے کبھی رب کے سامنے کھڑا ہے عبادت میں يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ ڈرتا ہے آخرت سے کہ آخرت ضرور آنی ہے اور اس کا حساب کتاب بڑا مشکل ہے وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ اور امید رکھتا ہے اپنے رب کی رحمت کی۔ ایک تو یہ شخص ہے اور دوسری طرف نافرمان ہے۔ کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟

ایک کی راتیں گزرتی ہیں رب تعالیٰ کی عبادت میں، کبھی قیام میں، کبھی سجدے میں، کبھی رکوع میں، کبھی سبحان ربی العظیم پڑھتا ہے، کبھی سبحان ربی الاعلیٰ پڑھتا ہے، کبھی اپنے جرموں کا اقرار کرتے ہوئے رَبِّ اِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْمًا كَثِيْرًا کہہ کر رب سے معافی مانگتا ہے۔ اور دوسرا وہ ہے کہ مزے سے سویا ہوا ہے غفلت میں یا رات گناہوں میں بسر کرتا ہے اور رب سے غافل ہے۔ کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ قُلْ آپ کہہ دیں هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ کیا برابر ہیں وہ لوگ جو علم رکھتے ہیں وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اور وہ لوگ جو علم نہیں رکھتے۔ ایک وہ ہیں جو حقیقت اور حق کو جانتے ہیں توحید و سنت کو جانتے ہیں کھری کھوٹی بات کو سمجھتے ہیں اور دوسرے وہ ہیں جو نہیں جانتے۔ یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ یہ کبھی برابر نہیں ہو سکتے اِنَّمَا

یَتَذَکَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ پختہ بات ہے نصیحت حاصل کرتے ہیں عقل مند۔ اَلْبَابُ لُبٌّ کی جمع ہے اور اُولوا ذو کی جمع ہے من غیر لفظہ جو عقل مند ہیں وہی نصیحت حاصل کرتے ہیں دوسروں کے سامنے کچھ بھی نہیں ہے۔ جیسے بھینس کے سامنے بین بجانا یا اس کو گانا سناؤ تو وہ کیا سمجھے گی؟ بس دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں جنتی بنائے، قرآن پاک سمجھنے کی اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

****

قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ؕ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۱۰﴾ قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ﴿۱۱﴾ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۲﴾ قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۳﴾ قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ ﴿۱۴﴾ فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ؕ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۵﴾ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ﴿۱۶﴾

قُلْ آپ کہہ دیں يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اے وہ بندو اٰمَنُوا جو ایمان لائے ہو اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ڈرو تم اپنے رب سے لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کے لیے اَحْسَنُوْا جنھوں نے نیکی کی فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا اس دنیا کی زندگی میں حَسَنَةٌ بھلائی ہے وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ اور اللہ کی زمین کشادہ ہے اِنَّمَا یُوَفَّى پختہ بات ہے پورا دیا جائے گا الصّٰبِرُوْنَ صبر کرنے والوں کو اَجْرَهُمْ ان کا اجر بِغَيْرِ حِسَابٍ بغیر حساب کے قُلْ آپ فرما دیں اِنِّيْٓ اُمِرْتُ بے شک مجھے حکم دیا گیا ہے اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ کہ میں عبادت کروں اللہ تعالیٰ کی مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ خالص کرتے ہوئے اسی کے لیے دین کو

وَاُمِرۡتُ اور مجھے حکم دیا گیا ہے لِاَنۡ اَكُوۡنَ اس بات کا کہ میں ہو جاؤں اَوَّلَ الۡمُسۡلِمِيۡنَ مسلمانوں میں پہلا قُلۡ آپ فرمادیں اِنِّىۡۤ اَخَافُ بے شک میں ڈرتا ہوں اِنۡ عَصَيۡتُ اگر میں نے نافرمانی کی رَبِّىۡ اپنے رب کی عَذَابَ يَوۡمٍ عَظِيۡمٍ بڑے دن کے عذاب سے قُلِ آپ فرما دیں اللّٰهَ اَعۡبُدُ اللہ ہی کی میں عبادت کرتا ہوں مُخۡلِصًا لَّهٗ دِيۡنِىۡ خالص کرتا ہوں اسی کے لیے اپنا دین فَاعۡبُدُوۡا مَا شِئۡتُمۡ پس تم عبادت کرو جس کی چاہتے ہو مِّنۡ دُوۡنِهٖ اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے قُلۡ آپ فرمادیں اِنَّ الۡخٰسِرِيۡنَ بے شک نقصان اٹھانے والے الَّذِيۡنَ وہ لوگ ہیں خَسِرُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ جنھوں نے خسارے میں ڈالا اپنی جانوں کو وَاَهۡلِيۡهِمۡ اور اپنے گھر والوں کو يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ قیامت والے دن اَلَا خبردار ذٰلِكَ هُوَ الۡخُسۡرَانُ الۡمُبِيۡنُ یہی ہے کھلا نقصان لَهُمۡ مِّنۡ فَوۡقِهِمۡ ظُلَلٌ ان کے لیے ان کے اوپر سائے ہوں گے مِّنَ النَّارِ آگ سے وَمِنۡ تَحۡتِهِمۡ ظُلَلٌ اور ان کے نیچے بھی سائے ہوں گے ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ یہ وہ چیز ہے کہ ڈراتا ہے اللہ تعالیٰ بِهٖ عِبَادَهٗ اس کے ساتھ اپنے بندوں کو يٰعِبَادِ فَاتَّقُوۡنِ اے میرے بندو مجھ سے ڈرو۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا قُلۡ آپ کہہ دیں میری طرف سے میرے بندوں کو يٰعِبَادِ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا میرے وہ بندے جو ایمان لائے ہو۔ جو لوگ ایمان لائے ہیں حقیقتاً یہ میرے بندے ہیں۔ ان کو کیا کہیں؟

یہ کہیں اتَّقُوْا رَبَّکُمْ ڈرو تم اپنے رب سے یعنی اپنے رب کے عذاب سے ڈرو، رب تعالیٰ کی مخالفت سے ڈرو۔ احمد رضا خان صاحب بریلوی نے بے سمجھی میں اس کا معنی کیا ہے: ''تم فرماؤ اے میرے بندو!'' یعنی بندوں کی نسبت آنحضرت ﷺ کی طرف ہے۔ پھر کہتا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کے بندے بھی ہو سکتے ہیں تو پھر عبدالمصطفیٰ، عبدالنبی، عبدالرسول نام بھی رکھا جا سکتا ہے۔ لہٰذا اس کے متعلق بات سمجھ لیں۔

عبدالمصطفیٰ، عبدالنبی، عبدالرسول نام رکھنا کیسا ہے؟

ویسے تو میں نے ''راہِ سنت'' میں بڑے بسط کے ساتھ باحوالہ بحث کی ہے وہاں دیکھ لینا۔ اختصار کے ساتھ یہاں بھی سمجھ لیں۔ عبد کا ایک معنیٰ بندہ ہے جیسے عبداللہ کا معنیٰ اللہ تعالیٰ کا بندہ، عبدالرحمٰن کا معنیٰ ہے رحمان کا بندہ، عبدالرحیم کا معنیٰ ہے رحیم کا بندہ۔ اس معنیٰ میں اللہ تعالیٰ کے سوا مخلوق کی طرف نسبت کرنا صحیح نہیں ہے۔ نہ عبدالنبی کہنا جائز ہے، نہ عبدالرسول، نہ عبدالمصطفیٰ کہنا جائز ہے کہ یہ قطعاً شرک ہے۔ عبد کا دوسرا معنیٰ ہے غلام۔ تو اس معنیٰ کے لحاظ سے عبدالرسول بھی صحیح ہے، عبدالنبی بھی صحیح ہے، عبدالمصطفیٰ بھی صحیح ہے۔ اس کا مطلب بنے گا غلام رسول، غلام نبی، غلام مصطفیٰ۔ اس معنیٰ میں یہ اچھے نام ہیں۔ لیکن ایسے الفاظ کہ جن میں اشتباہ ہو کہ ان کا غلط معنیٰ بھی نکل سکتا ہے وہ الفاظ نہیں استعمال کرنے چاہییں۔ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۰۴ میں ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا ''اے ایمان والو مت کہو راعنا بلکہ کہو انظرنا۔'' کیونکہ یہودی اس کا غلط معنیٰ مراد لیتے تھے۔ وہ اس طرح کہ راعنا رعایت سے ہو تو اس کا معنیٰ ہے آپ ہماری رعایت فرمائیں کہ مسئلہ کی خوب وضاحت فرمائیں کہ مجلس میں شہری بھی ہیں، دیہاتی بھی ہیں، ذہین بھی ہیں، اوسط درجے کے بھی ہیں، کمزور ذہن کے

بھی۔ ہر مجمع میں ایسا ہوتا ہے چاہے چھوٹا ہو یا بڑا کہ اس میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں کہ بات کرنے والا بات شروع کرتا ہے تو وہ سمجھ جاتے ہیں کہ اس نے کیا کہنا ہے۔ اور ایسے بھی ہوتے ہیں کہ بات مکمل ہو جانے پر پوچھتے ہیں کہ اس نے کیا کہا ہے۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے تھے رَاعِنَا کہ ہماری رعایت فرمائیں۔ لفظ بھی صحیح تھا، معنیٰ بھی صحیح تھا، مراد بھی صحیح تھی۔ لیکن یہودی ذرا زبان کو دبا کر ''ی'' پیدا کر کے راعینا کہتے تھے جس کا معنیٰ بنتا ہے ہمارا چرواہا معاذ اللہ تعالیٰ۔

ایسا لفظ جس سے غلط معنیٰ مراد لیا جا سکتا ہو اس کا بولنا صحیح نہیں :

جس طرح کہ جب مسلمان آتے تو کہتے السلام علیکم اور یہودی آتے تو کہتے السام علیکم۔ سلام کا معنیٰ سلامتی اور سام کا معنیٰ موت ہے۔ تم پر موت ہو۔ عام آدمی نہیں سمجھ سکتا تھا۔ ایک یہودی نے آ کر کہا السام علیکم۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بڑی ذہین تھیں پردے میں بیٹھی تھیں سن لیا فوراً کہا علیك السام واللعنة ''تجھ پر موت اور لعنت ہو۔'' یہودی بات کر کے چلا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم بڑی غصے میں تھی کیا بات تھی؟ کہنے لگیں اَلَمْ تَسْمَعْ مَاقَالَ ''حضرت آپ نے سنا نہیں اس نے کیا کہا؟'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اَلَمْ تَسْمَعِیْ مَا قُلْتُ لَہٗ ''کیا تو نے نہیں سنا جو میں نے جواب میں اس کو کہا۔ اس نے کہا السام عَلیك تجھ پر موت ہو۔ میں نے کہا وَعَلَیْكَ تجھ پر ہو۔ جواب بھی پورا ہو گیا اور بدمزگی بھی نہیں ہوئی۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے راعنا۔ تو یہودی اس سے غلط فائدہ اٹھاتے۔ تو اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا کہ رَاعِنَا نہ کہا کرو بلکہ اُنْظُرنا کہا کرو۔ حضرت! ہم پر نظر شفقت فرمائیں۔

تو اس سے قاعدہ یہ نکلا کہ ایسا لفظ کہ جس سے غلط معنیٰ بھی مراد لیا جا سکتا ہو اس کا

بولنا صحیح نہیں ہے۔جیسے یارسول اللہ کا جملہ ہے کہ اگر کوئی پیار سے کہے تو اس پر کوئی جرح نہیں ہے۔لیکن اگر اس سے مراد یہ ہو کہ آپ ﷺ حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہیں اور میری مدد کرتے ہیں تو پھر یہ کہنا جائز نہیں ہے۔اور احمد رضا خان بریلوی کا یہی عقیدہ تھا۔ وہ کہتا ہے:

بیٹھتے اٹھتے مدد کے واسطے یارسول اللہ کہا پھر تجھ کو کیا

(حدائق بخشش: صفحہ ۵۰،حصہ ۲)

تو یہ شرک ہے۔تو غلام نبی، غلام مصطفیٰ، غلام رسول یہ نام صحیح ہیں لیکن چونکہ عبد المصطفیٰ، عبد الرسول جیسے الفاظ کا صحیح معنٰی بھی ہے اور غلط معنٰی بھی بنتا ہے اس لیے فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ مکروہ ہیں۔لہٰذا ایسے نام نہیں رکھنے چاہییں۔ کیونکہ کم فہم لوگ اس کا اور معنٰی سمجھیں گے لہٰذا یہ ممنوع ہیں۔اب آپ احمد رضا خان صاحب بریلوی کا ترجمہ سمجھیں۔پھر میں تمھیں قرآن کریم کا ضابطہ بتاتا ہوں۔صحیح ترجمہ تو یہ ہے کہ اے نبی کریم! آپ ﷺ ان لوگوں کو کہہ دیں میری طرف سے یٰعِبَادِ اے میرے بندو! اور میرے بندے کون ہیں؟ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا جو ایمان لائے۔اور احمد رضا خان بریلوی یہ ترجمہ کرتا ہے:''آپ فرمائیں اے میرے بندو۔''یعنی بندہ ہونے کی نسبت آپ ﷺ کی طرف کی ہے۔اب تم نکالو سورہ آل عمران کی آیت ۷۹-۸۰ مَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّؤْتِیَهُ اللّٰهُ الْکِتٰبَ وَالْحُکْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ یَقُوْلَ لِلنَّاسِ کُوْنُوْا عِبَادًا لِّیْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لٰکِنْ کُوْنُوْا رَبّٰنِیّٖنَ بِمَا کُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْکِتٰبَ وَبِمَا کُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ''کسی بشر کو یہ حق نہیں ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کتاب، حکم اور نبوت عطا فرمائے پھر وہ بشر جس کو اللہ تعالیٰ نے کتاب دی ہے، حکم دیا ہے، نبوت عطا فرمائی ہے (اب غیر نبی تو سارے نکل

گئے) جو نبی ہے کتاب، نبوت، حکم ملنے کے بعد کہے لوگوں کو ہو جاؤ تم میرے بندے۔'' تو بات سمجھ آ گئی نا، کہ کسی بشر کو حق نہیں وہ بشر کہ جس کو رب نے کتاب دی ہے، حکم دیا ہے، نبوت دی ہے۔ یہ سب کچھ ملنے کے بعد لوگوں کو کہے ہو جاؤ تم میرے بندے۔ وہ یہ کہے گا وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ ''لیکن ہو جاؤ تم رب والے اس وجہ سے کہ تم کتاب سکھاتے ہو اور اس وجہ سے کہ تم اس کو پڑھتے ہو وَلَا يَاْمُرَكُمْ اور وہ اللہ تعالیٰ کا پیغمبر تمھیں حکم نہیں دے گا کہ بناؤ تم فرشتوں کو اور نبیوں کو رب۔ کیا وہ تم کو کفر کا حکم دے گا بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو۔'' یہ کفر سکھانے کے لیے نہیں آیا۔ تو اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ کسی پیغمبر کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ لوگوں کو کہے میرے بندے بن جاؤ۔ تو پھر بریلوی کا ترجمہ کیسے صحیح ہوا کہ آپ فرما رہے ہیں اے میرے بندو!

تو یہ رب تعالیٰ اپنی طرف سے اعلان کروا رہے ہیں کہ اے میرے پیغمبر میرے بندوں کو میری طرف سے اعلان کر کے کہہ دیں اے میرے وہ بندو! جو ایمان لائے ہو اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ڈرو تم اپنے رب کی گرفت سے، اپنے رب کے عذاب سے بچو، اپنے رب کی مخالفت سے بچو لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا ان لوگوں کے لیے جنھوں نے نیکی بھلائی کی فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ اس دنیا میں بھلائی ان کو حاصل ہوگی۔ بھلائی کا مطلب مال کا زیادہ ملنا نہیں۔ مال تو رب کافروں کو بھی دیتا ہے۔ بلکہ حسنہ کا معنیٰ ہے ایسی پاکیزہ زندگی جو عقیدے، اخلاق، اعمال کے لحاظ سے اچھی ہوگی۔ مال کا زیادہ ہونا کوئی حسنہ نہیں ہے۔ ان لوگوں کے لیے جنھوں نے بھلائی کی ان کو اللہ تعالیٰ ایسی پاکیزہ اور صاف زندگی دے گا کہ جس سے یہ دنیا بھی سنورے گی اور آخرت بھی سنورے گی۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بعض علاقوں میں کافروں کا غلبہ ہوتا ہے، بدمعاشوں کا غلبہ ہوتا ہے وہ ان کو صحیح طور

پر چلنے نہیں دیتے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ اللہ تعالیٰ کی زمین کشادہ ہے۔ اگر وہ یہاں تمھیں للہ اللہ نہیں کرنے دیتے تو اور جگہ چلے جاؤ۔ ہجرت کوئی آسان مسئلہ نہیں ہے۔ مکان، کارخانہ، زمین چھوڑ کر کون جاتا ہے؟ مگر جب ایمان صحیح ہو اور ایمان میں پختگی ہو اور سمجھے کہ یہاں میرا ایمان باقی نہیں رہ سکتا تو پھر ضرور ہجرت کرنی چاہیے اور اب تک کرتے آرہے ہیں اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ پختہ بات ہے پورا دیا جائے گا صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بِغَيْرِ حِسَابٍ بغیر حساب کے۔ جو لوگ دین پر ڈٹے رہتے ہیں، تکلیفیں سہتے ہیں، مصیبتیں برداشت کرتے ہیں رب کا وعدہ ہے کہ وہ ان کو اتنا اجر دے گا جو گنتی میں نہیں آئے گا قُلْ آپ کہہ دیں اِنِّیْٓ اُمِرْتُ بے شک مجھے حکم دیا گیا ہے رب تعالیٰ کی طرف سے اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ کہ میں عبادت کروں صرف اللہ تعالیٰ کی مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ دین اسی کے لیے خالص کرتے ہوئے۔ خالص رب کی عبادت کروں وَاُمِرْتُ اور مجھے حکم دیا گیا ہے لِاَنْ اَكُوْنَ کہ ہو جاؤں میں اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ مسلمانوں میں پہلا۔ جب آپ پر وحی نازل ہوئی تو اس کو سب سے پہلے ماننے والے آپ ﷺ ہیں کیونکہ اگر نبی خود نہیں مانے گا معاذ اللہ تعالیٰ تو اور کسی کو کیا دعوت دے گا؟ تو فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے میں پہلے مانوں پھر آگے چلوں۔

کافروں کے مختلف وفد آپ ﷺ کے پاس آئے۔ کہنے لگے کہ اے محمد (ﷺ) آپ کے آنے سے اختلافات اور جھگڑے شروع ہو گئے ہیں۔ ہر گھر میں جھگڑا ہو رہا ہے، باپ بیٹا لڑ رہے ہیں، بھائی بھائی لڑ رہے ہیں، میاں بیوی میں اختلاف ہے، بازاروں میں، گھروں میں، گلیوں میں جھگڑے ہو رہے ہیں ان جملہ اختلافات کی ذمہ

داری آپ کے سر ہے۔ صلح صفائی اچھی چیز ہے اس طرح کریں کہ آپ ہمارے معبودوں کو پکاریں ان کی عبادت کریں ہم آپ کے معبود کی عبادت کریں اور پکاریں اور مل جل کر وقت گزاریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں اِنِّیْٓ اَخَافُ بے شک میں ڈرتا ہوں اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ اگر میں نے نافرمانی کی اپنے رب کی عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ڈرتا ہوں بڑے دن کے عذاب سے۔ لہٰذا میں اپنے رب کی نافرمانی کرنے کے لیے قطعاً تیار نہیں ہوں۔ قُلِ آپ کہہ دیں اللّٰہَ اَعْبُدُ اللہ ہی کی میں عبادت کرتا ہوں۔ نہ لات کوئی شے ہے، نہ منات، نہ عزیٰ، میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ میں صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہوں مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ خالص کرنے والا ہوں اسی کے لیے اپنا دین فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ پس تم عبادت کرو اس کی جس کو چاہتے ہو اس کے نیچے نیچے۔ لات کی کرتے ہو، منات کی کرتے ہو، عزیٰ کی کرتے ہو، ہبل کی کرتے ہو۔ تم جس کی مرضی عبادت کرو یہ تمہارا دین ہے میں صرف رب تعالیٰ کی عبادت کروں گا۔ قُلْ آپ کہہ دیں ان کو اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ بے شک نقصان اٹھانے والے وہ لوگ ہیں خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جنھوں نے خسارے میں ڈالا اپنی جانوں کو وَاَهْلِيْهِمْ اور اپنے اہل وعیال کو خسارے میں ڈالا۔ خسارہ بھی کون سا؟ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت والے دن کا۔

دنیا میں خسارے اور نقصان ہوتے ہیں بعض دفعہ ان کی تلافی بھی ہو جاتی ہے آخرت کے نقصان کی کوئی تلافی نہیں ہے۔ اس دن سوائے اپنے ہاتھوں کو کاٹنے کے اور کچھ حاصل نہیں ہوگا يَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ [الفرقان: ۲۷] ''جس دن کاٹیں گے ظالم اپنے ہاتھوں کو افسوس کی وجہ سے يَقُوْلُ کہیں گے يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ

مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا کاش میں نے پکڑ لیا ہوتا رسول کے ساتھ راستہ۔'' اور یہ بھی کہے گا يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا '' اے خرابی کاش میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔'' اس نے میرا بیڑا غرق کیا۔ مگر وہاں ہاتھ کاٹنے اور واویلا کرنے کا کیا فائدہ؟ احادیث میں آتا ہے کہ ایک ایک مجرم اتنا روئے گا کہ ان کے آنسوؤں سے گالوں پر ندی نالے بن جائیں گے کہ اگر ان میں کشتی چلائی جائے تو چل سکے گی۔ تو اصل نقصان اٹھانے والا وہ ہے کہ جس نے اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو نقصان میں ڈالا قیامت والے دن۔ فرمایا اَلَا ذٰلِكَ خبردار یہی ہے هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ کھلا نقصان۔ دنیا کا نقصان کوئی نقصان نہیں ہے اصل نقصان یہ ہے کہ آخرت برباد ہو جائے۔ پھر کیا ہوگا لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ ان کے لیے ان کے اوپر سائے ہوں گے آگ سے۔

لوگوں کی عادت یہ ہے کہ سردی کے موسم میں نیچے تلائی گدا وغیرہ بچھاتے ہیں اور اوپر رضائی لیتے ہیں۔ گرمی کے موسم میں تلائی گدا نیچے سے نکال دیتے ہیں نیچے دری بچھا دیتے ہیں اوپر چادر وغیرہ لے لیتے ہیں مکھی مچھر سے بچنے کے لیے۔ مطلب یہ ہے کہ گرمی سردی میں کچھ اوپر لیتے ہیں کچھ نیچے لیتے ہیں۔ ان کے اوپر نیچے کیا ہوگا؟ اوپر بھی آگ کے سائے ہوں گے اور نیچے بھی آگ کے سائے ہوں گے وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ اور ان کے نیچے بھی سائے ہوں گے آگ کے۔ آگ بھی وہ جو دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہوگی اور دنیا کی آگ اتنی تیز ہے کہ اس میں لوہا، تانبا پگھل جاتا ہے۔ فرمایا ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ یہ وہ چیز ہے کہ ڈراتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ اپنے بندوں کو۔ اس سے پہلے آیت میں آچکا ہے کہ آپ کہہ دیں میرے بندوں کو جو ایمان لاتے

ہیں ڈرتے رہو اپنے رب سے۔اور یہاں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ڈراتا ہے اپنے بندوں کو یٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ اے میرے بندو! مجھ سے ڈرو یعنی میری گرفت سے ڈرو، میرے عذاب سے ڈرو۔رب تعالیٰ نے کھلے لفظوں میں آنحضرت ﷺ کی وساطت سے اعلان کر کے سنا دیا ہے کہ رب تعالیٰ کی گرفت اور عذاب سے بچو۔

****

وَالَّذِیْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ
اَنْ یَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْۤا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿۱۷﴾ الَّذِیْنَ
یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ
وَاُولٰٓىِٕكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۸﴾ اَفَمَنْ حَقَّ عَلَیْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ؕ
اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِی النَّارِ ﴿۱۹﴾ لٰكِنِ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ
فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِیَّةٌ ۙ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا یُخْلِفُ
اللّٰهُ الْمِیْعَادَ ﴿۲۰﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ یَنَابِیْعَ فِی
الْاَرْضِ ثُمَّ یُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ یَهِیْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا
ثُمَّ یَجْعَلُهٗ حُطَامًا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿۲۱﴾ ع

وَالَّذِیْنَ اور وہ لوگ اجْتَنَبُوا جنھوں نے کنارہ کشی کی الطَّاغُوْتَ طاغوت سے اَنْ یَّعْبُدُوْهَا یہ کہ اس کی عبادت کریں وَاَنَابُوْۤا اِلَى اللّٰهِ اور انہوں نے رجوع کیا اللہ تعالیٰ کی طرف لَهُمُ الْبُشْرٰى ان کے لیے خوش خبری ہے فَبَشِّرْ عِبَادِ پس آپ خوش خبری سنادیں میرے بندوں کو الَّذِیْنَ وہ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ جو سنتے ہیں بات کو فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ پس پیروی کرتے ہیں اس کی اچھی باتوں کی اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ یہی وہ لوگ ہیں هَدٰىهُمُ اللّٰهُ جن کو ہدایت دی اللہ تعالیٰ نے وَاُولٰٓىِٕكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ اور یہی لوگ ہی عقل مند ہیں اَفَمَنْ کیا پس وہ شخص حَقَّ عَلَیْهِ لازم ہو

چکا اس پر کَلِمَةُ الْعَذَابِ عذاب کا فیصلہ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ کیا پس آپ چھڑا لیں گے مَنْ اس کو فِي النَّارِ جو دوزخ میں ہے لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا لیکن وہ لوگ جو ڈرتے ہیں رَبَّهُمْ اپنے رب سے لَهُمْ غُرَفٌ ان کے لیے بالا خانے ہیں مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ ان کے اوپر اور بالا خانے ہیں مَّبْنِيَّةٌ تعمیر شدہ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں وَعْدَ اللّٰهِ یہ وعدہ ہے اللہ تعالیٰ کا لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ نہیں خلاف ورزی کرتا اللہ تعالیٰ وعدے کی اَلَمْ تَرَ کیا آپ نے نہیں دیکھا اَنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ نازل کیا اس نے آسمان کی طرف سے مَآءً پانی فَسَلَكَهٗ پس چلا دیا اس کو يَنَابِيْعَ چشموں میں فِي الْاَرْضِ زمین میں ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ پھر نکالتا ہے اس پانی کے ذریعے زَرْعًا کھیتی مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ مختلف ہیں رنگ اس کے ثُمَّ يَهِيْجُ پھر وہ خشک ہو جاتی ہے فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا پس دیکھتا ہے تو اس کو زرد ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا پھر کر دیتا ہے اس کو چورا چورا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ بے شک اس میں لَذِكْرٰى البتہ نصیحت ہے لِاُولِي الْاَلْبَابِ عقل مندوں کے لیے۔

ربط آیات :

اس سے پہلی آیات میں ان لوگوں کا ذکر تھا جنہوں نے اپنی جانوں اور اپنے اہل وعیال کو خسارے میں رکھا قیامت والے دن۔ اب ان کے مدمقابل لوگوں کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالَّذِیۡنَ اجۡتَنَبُوا الطَّاغُوۡتَ اور وہ لوگ جنھوں نے کنارہ کشی کی، پرہیز کیا طاغوت سے۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ جو بڑے چوٹی کے مفسر ہیں وہ طاغوت کا معنیٰ شیطان بھی کرتے ہیں اور جادوگر بھی کرتے ہیں۔ اور طاغوت کا معنیٰ فال نکالنے والا اور بت بھی ہے۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ وہ لوگ جو خلاف شرع چیزوں سے پرہیز کرتے ہیں اَنۡ یَّعۡبُدُوۡهَا کہ وہ طاغوت کی عبادت کریں، اس کی پرستش کریں، اس پر یقین کریں۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس آدمی نے فال نکالنے والے کو ہاتھ دکھایا کہ دیکھ میری قسمت میں کیا ہے؟ (چاہے دل میں یقین نہیں ہے ویسے دل لگی کے طور پر) تو اس شخص کی چالیس دن اور چالیس راتوں کی نمازوں کا اجر ضائع ہوگیا۔ اور حدیث پاک میں آتا ہے مَنۡ اَتٰی کَاهِنًا (اِلٰی قَوۡلِهٖ) فَقَدۡ کَفَرَ بِمَا اُنۡزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم "جو آدمی کاہن کے پاس آیا پس تحقیق اس نے انکار کر دیا اس شریعت کا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے۔" ایسا آدمی از روئے شریعت کافر ہے۔ تو فرمایا جو لوگ بچتے ہیں شیطان سے، جادوگروں سے، فال نکالنے والوں سے، بتوں سے کہ ان کی عبادت کریں وَاَنَابُوۡۤا اِلَی اللّٰهِ اور رجوع کیا انھوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف لَهُمُ الۡبُشۡرٰی ان کے لیے خوش خبری ہے فَبَشِّرۡ عِبَادِ پس آپ خوش خبری سنا دیں میرے بندوں کو کامیاب ہونے کی۔ اور بشارت اور خوش خبری کے مستحق کون لوگ ہیں اَلَّذِیۡنَ یَسۡتَمِعُوۡنَ الۡقَوۡلَ جو سنتے ہیں میری بات کو فَیَتَّبِعُوۡنَ اَحۡسَنَهٗ پس پیروی کرتے ہیں اس کی اچھی باتوں کی اُولٰٓئِكَ الَّذِیۡنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ یہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے وَاُولٰٓئِكَ هُمۡ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ اور یہی لوگ ہی عقل مند ہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک

جنھوں نے طاغوت کی پوجا کو چھوڑ کر خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ہے۔

احسن کا مفہوم اس طرح بھی بیان فرماتے ہیں کہ شریعت میں بعض چیزیں حسن ہیں اور بعض احسن ہیں۔ اس کی مثال آپ یوں سمجھیں کہ ایک شخص نے دوسرے آدمی کو نقصان پہنچایا۔ تو جس کا نقصان ہوا ہے اس کے لیے جائز ہے بدلہ لینا اور جائز کام حسن کہلاتا ہے۔ اور اگر وہ بدلہ لینے کے بجائے معاف کر دے تو یہ احسن ہے یعنی بہت اچھا فعل ہوگا اور اس کے بدلے میں اسے آخرت میں بہت بڑا اجر ملے گا۔ حسن اور احسن کی مثال اس طرح بھی دی جا سکتی ہے کہ ایک طرف عزیمت ہے اور دوسری طرف رخصت ہے۔ رخصت کو اختیار کرنا حسن ہے اور عزیمت کو اختیار کرنا احسن ہے۔ مثلاً: مسافر کے لیے سفر کے دوران میں روزہ نہ رکھنا رخصت ہے اور اگر وہ رخصت کے بجائے عزیمت پر عمل کرے اور روزہ رکھ لے تو احسن ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے احسن چیز کو اختیار کرنے والوں کی تعریف فرمائی ہے۔

سارے اختیارات اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں :

آگے اللہ تعالیٰ نے یہ بات سمجھائی ہے کہ آپ میرا پیغام پہنچائیں اگر کوئی نہیں مانتا تو پریشان نہ ہوں اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ ”کیا پس آپ چھڑا لیں گے اس کو جو دوزخ میں ہے۔“ بعض جاہل شاعر یہ شعر عام مجلسوں میں پڑھتے ہیں:

اللہ دے پکڑے چھڑاوے محمد

محمد دے پکڑے چھڑا کوئی نئیں سگدا

لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ اسی بات کی اللہ تعالیٰ نے تردید فرمائی ہے اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ کیا پس وہ شخص جس پر لازم ہو چکا عذاب کا فیصلہ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ

کیا پس آپ اس کو چھڑالیں گے جو دوزخ میں ہے۔ دور جانے کی ضرورت نہیں قرآن کریم مجسمہ ہدایت ہے۔صرف قرآن پاک سے دومثالیں عرض کرتا ہوں۔

آنحضرت ﷺ کا چچا عبدالمناف جس کی کنیت ابوطالب تھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد تھے حدیث میں اس کے چار بیٹوں اور ایک بیٹی کا ذکر آتا ہے۔ بڑے بیٹے کا نام طالب تھا اور اسی کی طرف نسبت سے کنیت ابوطالب تھی۔ یہ طالب مسلمان نہیں ہوا باقی تین بیٹے حضرت جعفر، حضرت عقیل، حضرت علی رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے اور بیٹی کا نام فاختہ تھا ام ھانی اس کی کنیت تھی آج بھی مسجد حرام میں ایک دروازے کے اندر اور باہر لکھا ہوا ہے ''باب ام ہانی'' یہاں ان کا مکان ہوتا تھا۔ یہ بھی مسلمان ہوئی ہیں۔ جب آنحضرت ﷺ کے دادا جان فوت ہوئے ہیں اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک کتنی تھی؟ بعض نے بارہ سال اور بعض نے آٹھ سال لکھی ہے۔دادا جان کی وفات سے لے کر اپنی وفات تک ابوطالب نے آنحضرت ﷺ کی خدمت کی ہے اور وہ دنیاوی لحاظ سے آپ ﷺ کا بڑا خیرخواہ تھا۔ جب ابوطالب فوت ہوئے ہیں اس وقت آنحضرت ﷺ کی عمر مبارک پچاس سال تھی۔تو اگر دادا جان کی وفات کے وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک ۱۲ سال تھی تو پھر ابوطالب نے آپ کی اڑتیس (۳۸) سال خدمت کی ہے۔اور اگر آٹھ (۸) سال مانو تو پھر بیالیس (۴۲) سال خدمت کی ہے لیکن اسے ہدایت نصیب نہیں ہوئی۔

ابوطالب کی وفات کے وقت آنحضرت ﷺ اس کے پاس جا بیٹھے۔ابوجہل، ابولہب وغیرہ بھی پاس بیٹھے تھے۔آپ ﷺ نے کچھ دیر انتظار کیا کہ یہ لوگ اٹھ کر چلے جائیں پھر میں چچے کے سامنے کلمہ پیش کروں کہ یہ لوگ آڑے آئیں گے۔مگر وہ لوگ بڑے ہوشیار تھے کہاں جانے والے تھے۔جب ابوطالب کی حالت غیر ہوگئی تو آنحضرت

ﷺ نے ان کی موجودگی میں کہا کہ چچا جان! لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ دو تا کہ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں کچھ کہہ سن سکوں۔ ابو طالب نے کہا کہ اگر مجھے اپنی گروہ بندی کا خیال نہ ہوتا تو میں ضرور آپ ﷺ کی آنکھیں ٹھنڈی کرتا۔ میں جانتا ہوں کہ سارے ادیان میں سے تیرا دین سب سے اچھا ہے۔ جس وقت یہ نرم نرم باتیں کیں تو ابو جہل بول پڑا۔ کہنے لگا یَا غُدَرُ ''اے غدار اَتَتْرُكُ مِلَّةَ اَبِيْكَ عبد المطلب کیا تو اپنے باپ عبد المطلب کا دین چھوڑنا چاہتا ہے؟'' آپ اپنی طرف کھینچتے رہے وہ اپنی طرف کھینچتے رہے۔ اس نے آخری بات یہ کہی اَبٰى اَنْ يَّقُوْلَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهَ ''لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا۔'' مر گیا مگر دھڑا نہیں چھوڑا۔ آنحضرت ﷺ نے نہ میت کو کندھا دیا ہے اور نہ جنازے میں شرکت کی ہے، نہ قبر میں پہنچایا ہے۔ اٹھ کر چلے آئے۔ بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آکر بتلایا کہ حضرت! تمہارا بوڑھا چچا گمراہ مر گیا ہے۔ مشرک کے لفظ بھی ہیں کہ تمہارا بوڑھا چچا مشرک مر گیا ہے میں کیا کروں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا وَارِ اٰبَاكَ اپنے باپ کو دفن کر دو۔

ابو طالب نے آنحضرت ﷺ کی بڑی خدمت کی ہے اور ساتھ دیا اور بالواسطہ دین کی بھی خدمت ہوئی۔ جب لوگ آنحضرت ﷺ پر حملہ آور ہوتے تھے، آنحضرت ﷺ کو اذیت پہنچانے کے لیے آتے تھے تو ابو طالب سامنے آکر کھڑے ہو جاتے تھے کہ پہلے مجھے مارو پھر میرے بھتیجے کی طرف جانا۔ چونکہ ظاہری لحاظ سے شریف الطبع اور خاندانی اعتبار سے اونچے تھے اور کعبۃ اللہ کے متولیوں میں سے تھے اثر ورسوخ والے آدمی تھے لوگ شرم وحیا کرتے تھے واپس چلے جاتے تھے۔ ابو طالب کی وفات کے بعد آنحضرت ﷺ نے ان کے لیے دعائے مغفرت کی اے پروردگار! تیری رحمت بڑی

وسیع ہے میرے چچے نے میری بڑی خدمت کی ہے اور بالواسطہ دین کی خدمت کی ہے میرے چچے کو بخش دے۔ آنحضرت ﷺ کو دعا کرتے دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے مشرک ماں باپ، بہن بھائیوں کے لیے دعائیں شروع کر دیں تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کے متعلق حکم نازل فرمایا تا کہ آنے والی نسلوں کو مغالطہ نہ رہے۔ ارشاد ربانی ہے مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ [توبہ:۱۱۳] ''نہیں حق پہنچتا نبی کو اور ان لوگوں کو بھی حق نہیں پہنچتا جو مومن ہیں کہ مشرکوں کے لیے استغفار کریں اگرچہ وہ ان کے قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں بعد اس کے کہ ان کے لیے واضح ہو چکا ہے کہ وہ دوزخی ہیں۔'' اللہ تعالیٰ نے پکڑا آپ ﷺ نے چھڑانے کی کوشش کی تو رب تعالیٰ نے دعا سے بھی منع فرما دیا۔

دوسرا واقعہ عبد اللہ بن ابی رئیس المنافقین کا ہے۔ ظاہری طور پر سارے کام مسلمانوں والے کرتا تھا بلکہ پہلی صف میں بیٹھتا تھا۔ امیر آدمی تھا چندہ بھی دل کھول کر دیتا تھا مگر دل صاف نہیں تھا بیٹے کا نام بھی عبد اللہ اور وہ مخلص مومن تھا رضی اللہ عنہ۔ عبد اللہ بن ابی کی وفات ہوگئی تو بیٹے نے آ کر آنحضرت ﷺ سے کہا کہ حضرت! میرا والد فوت ہو گیا ہے میں نہیں کہتا کہ وہ مخلص تھا بایں ہمہ اگر آپ ﷺ اس کے لیے دعا کریں کہ مغفرت کی کوئی صورت ہو جائے۔ حضرت! جنازہ بھی پڑھا دیں آنحضرت ﷺ نے وعدہ کر لیا کہ میں جنازہ پڑھاؤں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پاس تھے کہنے لگے حضرت! آپ منافق کا جنازہ پڑھا رہے ہیں فلاں دن اس نے یہ کیا فلاں دن اس نے یہ کہا پھر جس وقت آپ ﷺ جنازہ پڑھانے کے لیے اٹھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کندھے والی چادر کو کھینچا کہ حضرت!

کہاں جا رہے ہیں؟ آنحضرت ﷺ نے باوجود حلیم الطبع ہونے کے فرمایا عمر! تم مجھ پر داروغہ مسلط ہوئے ہو؟ وہ خاموش ہو گئے۔ آنحضرت ﷺ نے اس وقت دو کرتے پہنے ہوئے تھے نیچے والا کرتا جو جسم مبارک کے ساتھ لگا ہوا تھا اتار کر فرمایا کہ اس کا کفن اس کو پہناؤ۔ اپنا لعاب مبارک اس کے جسم پر ملا، جنازہ پڑھایا، قبر پر کھڑے ہو کر دعا کی۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم نازل ہوا اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ [توبہ:۸۰] ''آپ ان کے لیے بخشش کی دعا کریں یا نہ کریں اگر ان کے لیے ستر (۷۰) مرتبہ بھی بخشش مانگیں تو اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا۔ مزید فرمایا وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ [توبہ:۸۴] ''اور اے پیغمبر آپ نہ نماز پڑھیں کسی ایک پر ان میں سے جو مر گیا کبھی بھی اور نہ کھڑے ہوں اس کی قبر پر۔'' اللہ تعالیٰ نے پکڑا آپ ﷺ نے چھڑانے کی کوشش کی۔ اس سے زیادہ اور کیا کوشش ہو سکتی تھی؟ لیکن آپ ﷺ نہیں چھڑا سکے۔ تو یہ کہنا:

؎ اللہ دے پکڑے چھڑاوے محمد ﷺ

یہ بالکل قرآن کی تعلیم کے خلاف ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کیا پس وہ شخص جس پر لازم ہو چکا ہے عذاب کا فیصلہ کیا پس آپ اس کو چھڑا سکتے ہیں دوزخ سے لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لیکن وہ لوگ جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے اس کی مخالفت سے، رب تعالیٰ کی گرفت سے ڈرتے ہیں لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ ان کے لیے بالا خانے ہیں ان کے اوپر اور بالا خانے ہیں مَّبْنِيَّةٌ تعمیر شدہ۔ غُرَفٌ غُرْفَةٌ کی جمع ہے بمعنی چوبارا، اوپر والی منزل۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اوپر نیچے سو، سو منزلیں ہوں گی، دور

تک نظارے لیں گے۔ کوئی سونے کی تعمیر شدہ ہوگی، کوئی چاندی، کوئی ہیرے اور موتیوں کی بنی ہوئی ہوں گی اور ایک ایک مومن کو اتنا بڑا مکان ملے گا جو ساٹھ میل پر پھیلا ہوا ہو گا۔ اگلے جہان کی چیزوں کا ہم یہاں تصور بھی نہیں کر سکتے تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں۔ ہر منزل کے سامنے نہر چل رہی ہوگی وَعۡدَ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے لَا یُخۡلِفُ اللّٰهُ الۡمِیۡعَادَ نہیں خلاف ورزی کرتا اللہ تعالیٰ وعدے کی۔

قدرتِ خداوندی :

آگے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت بتلاتے ہیں۔ پانی ایک ایسی چیز ہے کہ عالم اسباب میں ہر جان دار چیز، نباتات اس کی محتاج ہے۔ پانی کے بغیر کوئی جان دار چیز نہیں بچ سکتی۔ اسی طرح درخت پودے وغیرہ بھی برقرار نہیں رہ سکتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلَمۡ تَرَ اے مخاطب کیا تو نے نہیں دیکھا اَنَّ اللّٰهَ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً بے شک اللہ تعالیٰ نے نازل کیا آسمان کی طرف سے پانی فَسَلَكَهٗ یَنَابِیۡعَ فِی الۡاَرۡضِ پس چلا دیا اس کو چشموں میں زمین میں۔ ینابیع ینبوعٌ کی جمع ہے بمعنی چشمہ۔ اور ینابیع کا معنی چشمے ہوں گے۔ تجربے کی بات ہے کہ جن سالوں میں بارشیں زیادہ ہوتی ہیں کنوؤں اور چشموں کے پانی بھی بڑھ جاتے ہیں۔ بارشیں رک جائیں تو بعض چشمے خشک ہو جاتے ہیں اور بعضوں میں پانی کم ہو جاتا ہے۔ تو زمینی کنوؤں اور چشموں کا تعلق بھی بارش کے پانی کے ساتھ ہے ثُمَّ یُخۡرِجُ بِهٖ زَرۡعًا پھر نکالتا ہے اس پانی کے ذریعے کھیتی مُّخۡتَلِفًا اَلۡوَانُهٗ مختلف ہیں رنگتیں اس کی۔ مکئی کی شکل اور، گندم کی شکل اور، چاولوں کی شکل اور رنگ اور، اور باجرے کی اور، سبزیوں کو دیکھ لو، کوئی سفید، کوئی کالی، کوئی لال، کوئی

کسی رنگ کی، کوئی کسی رنگ کی ثُمَّ یَھِیۡجُ پھر خشک ہو جاتی ہے جب پکنے پر آتی ہے فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا پس تو دیکھتا ہے اس کو زرد ثُمَّ یَجۡعَلُهٗ حُطَامًا پھر اس کو رب کر دیتا ہے چورا چورا۔ پھر لوگ اس کو مشینوں کے ساتھ گاہتے ہیں۔ توڑی الگ اور دانے الگ کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ نے بارش برسا کر تمہارے جسم کے لیے خوراک پیدا فرمائی اور قرآن نازل فرما کر روح کی غذا عطا فرمائی۔ دین کے بغیر آدمی کی روح زندہ نہیں رہ سکتی بہ ظاہر آدمی جتنا موٹا تازہ ہے۔ اگر دین نہیں ہے تو اس کی روح مردہ ہے۔ جس طرح جسم عالم اسباب میں پانی کے محتاج ہیں اسی طرح وحی کے بھی محتاج ہیں۔ جس سے روح کو خوراک ملتی ہے اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ لَذِكۡرٰى بے شک اس میں البتہ نصیحت ہے لیکن کن لوگوں کے لیے لِاُولِی الۡاَلۡبَابِ عقل مندوں کے لیے۔ عقل مند سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ظاہر کے لیے بھی انتظام کیا ہے اور باطن کے لیے بھی، جسم کے لیے بھی اور روح کے لیے بھی انتظام کیا ہے۔

****

اَفَمَنْ

شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۲﴾ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۲۳﴾ اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَقِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۲۴﴾

اَفَمَنْ کیا پس وہ شخص شَرَحَ اللّٰهُ کہ کھول دیا اللہ تعالیٰ نے صَدْرَهٗ اس کا سینہ لِلْاِسْلَامِ اسلام کے لیے فَهُوَ پس وہ شخص عَلٰى نُوْرٍ روشنی پر ہے مِّنْ رَّبِّهٖ اپنے رب کی طرف سے فَوَيْلٌ پس خرابی ہے لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ ان لوگوں کے لیے جن کے دل سخت ہیں مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ یہی لوگ ہیں کھلی گمراہی میں اَللّٰهُ نَزَّلَ اللہ تعالیٰ نے اتاری ہے اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ بہترین بات كِتٰبًا کتاب مُّتَشَابِهًا آپس میں ملتی جلتی ہے مَّثَانِيَ دہرائی جاتی ہے تَقْشَعِرُّ مِنْهُ رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اس سے جُلُوْدُ الَّذِيْنَ ان لوگوں کے چمڑوں سے يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے ثُمَّ تَلِيْنُ

جُلُوْدُهُمْ پھر نرم ہو جاتے ہیں چمڑے ان کے وَقُلُوْبُهُمْ اور ان کے دل اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے يَهْدِيْ بِهٖ ہدایت دیتا ہے اس کے ذریعے مَنْ يَّشَآءُ جس کو چاہتا ہے وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ پس نہیں ہے کوئی اس کو ہدایت دینے والا اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ کیا پس وہ شخص جو بچے گا بِوَجْهِهٖ اپنے چہرے کے ذریعے سُوْٓءَ الْعَذَابِ برے عذاب سے يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن وَقِيْلَ اور کہا جائے گا لِلظّٰلِمِيْنَ ظالموں کو ذُوْقُوْا چکھو تم مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ مزہ اس چیز کا جو تم کماتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ کیا پس وہ شخص کہ کھول دیا اللہ تعالیٰ نے اس کے سینے کو اسلام کے لیے فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ پس وہ روشنی پر ہے اپنے رب کی طرف سے۔ نورِ ایمان، نورِ توحید، نورِ اسلام کو وہ حاصل کر چکا ہے۔ کیا یہ اس شخص کی طرح ہے جس کا دل سخت ہے نورِ ایمان، نورِ توحید، نورِ اسلام کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ یہ دونوں کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ کا ضابطہ یہ ہے کہ جو شخص جس چیز کے لیے کوشش کرے گا وہ اس پر نتیجہ مرتب کر دے گا بغیر طلب کے کوئی چیز نہیں ملتی۔ اس کو تم اس طرح سمجھو کہ مثلاً تلکا ہے، ٹونٹی ہے، تم نے پانی لینا ہے اگر برتن کا منہ سیدھا رکھو گے تو اس میں پانی پڑے گا اگر تم برتن کو الٹا رکھو گے تو بے شک سارے ٹیوب ویل کا پانی اس پر پڑتا رہے اندر کچھ نہیں جائے گا۔ یہ مثال ہے طلب اور

غیر طلب کی۔ جو شخص طالب ہے اس کے برتن کا منہ پانی کی طرف ہے اس میں پانی ضرور پڑے گا چھوٹا برتن جلدی بھر جائے گا بڑا دیر سے بھرے گا مگر بھر جائے گا۔ اور جو طالب نہیں ہے اس کے برتن کا منہ الٹا ہے اس میں کچھ نہیں آئے گا۔ بارہا یہ بات سمجھا چکا ہوں کہ ایمان بھی اختیاری ہے اور کفر بھی اختیاری ہے۔ ایمان لانے میں کفر اختیار کرنے میں نیکی، بدی اختیار کرنے میں بندے کو پورا پورا دخل ہے۔ جبراً اللہ تعالیٰ نہ کسی کو ہدایت دیتے ہیں اور نہ گمراہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جنات کو ان کی مرضی پر چھوڑ دیا ہے۔ یہ دونوں ذوالعقول اور مکلّف مخلوق ہیں شریعت کے پابند ہیں۔ جس شخص نے اپنے سینے کو ایمان کی طرف، ہدایت کی طرف متوجہ کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے سینے کو ہدایت کے لیے کھول دیتے ہیں وہ اسلام قبول کرے گا اس کو ہدایت حاصل ہوگی **فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ** ''پس وہ شخص روشنی پر ہے اپنے رب کی طرف سے۔'' اس کے مقابلے میں وہ شخص ہے جس کا دل سخت ہے **فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ** پس خرابی ہے ان لوگوں کے لیے جن کے دل سخت ہیں۔ ایمان کو قریب نہیں آنے دیتے۔

سورہ حم سجدہ آیت نمبر ۵ پارہ ۲۴ میں ہے **وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ** ''اور کہا انہوں نے کہ ہمارے دل غلافوں میں ہیں اس چیز سے جس کی طرف آپ ہمیں بلاتے ہیں **وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ** اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ ہیں **وَمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ** اور ہمارے اور آپ کے درمیان پردہ ہے **فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ** پس تم اپنا کام کرتے رہو ہم اپنا کام کرتے رہیں گے۔ اب جن لوگوں نے ضد اور عداوت کے ساتھ اپنے دل پردوں میں رکھے ہوئے ہیں کانوں میں ڈاٹ چڑھائے ہوئے ہیں۔ حق سننے کے لیے تیار نہیں ہیں آنکھوں پر پردے ڈالے ہوئے ہیں۔ جن کی

ضد اس حد تک پہنچ چکی ہے ان کو اللہ تعالیٰ زبردستی تو ہدایت نہیں دے گا۔ ہدایت تب ملے گی کہ وہ ہدایت کے طالب ہوں ان میں ضد نہ ہو اور ضدی کو دنیا میں کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ دیکھو! اللہ تعالیٰ نے جتنے پیغمبر بھیجے ہیں قومی زبان میں بھیجے ہیں تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ہماری زبان اور ہے اور پیغمبر کی زبان اور ہے۔ سورہ ابراہیم آیت نمبر ۴ میں ہے وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ ''اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اس کی قوم کی زبان میں۔'' پیغمبر قومی زبان میں بیان کرتا ہے۔ پھر پیغمبر کا دل بھی صاف، زبان بھی صاف اور جو بات اخلاص کے ساتھ ہوتی ہے سمجھ بھی جلد آتی ہے لیکن بہ ایں ہمہ نہ ماننے والوں نے پیغمبر کو کہا کہ تیری باتیں ہمیں سمجھ نہیں آتیں۔

چنانچہ سورہ ہود آیت نمبر ۹۱ میں ہے قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ ''ان لوگوں نے کہا اے شعیب نہیں سمجھتے ہم بہت سی وہ باتیں جو تم کہتے ہو۔'' تیری باتیں ہمیں سمجھ نہیں آتیں۔ بھائی! کیوں سمجھ نہیں آتی؟ بولی تمہاری ہے، پیغمبر کی زبان صاف اور پاک ہے، دل پاک ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہم نے ماننا نہیں ہے ضد ہے۔ اور ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ جبراً ہدایت نہیں دیتا۔ تو فرمایا فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ پس خرابی ہے ان لوگوں کے لیے جن کے دل سخت ہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے۔

ویل نامی طبقہ جہنم کی گہرائی :

وَیْل جہنم میں ایک طبقے کا نام بھی ہے جو اتنا گہرا ہے کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر اوپر سے کوئی چیز گرائی جائے تو ستر سال کے بعد نیچے پہنچے گی۔

مسلم شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے کہ یک دم دھماکے کی آواز آئی جیسے کسی مکان کی چھت گر گئی ہو یا کوئی بڑی

دیوار گر گئی ہو۔ سب گھبرا گئے خدا جانے کیا ہوا ہے؟ کوئی مرا ہے، کوئی زخمی ہوا ہے؟ جلدی سے اٹھے کہ جا کر دیکھیں کیا ہوا ہے؟ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ سب اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہو خیر سلا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اَتَدْرُوْنَ مَاهٰذِهِ الْوَجْبَةُ ''کیا تمھیں معلوم ہے کہ یہ آواز کیسی تھی؟'' کہنے لگے حضرت! ہم تو گھبرا گئے کہ خدا جانے کیا ہوا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ جہنم کے طبقے میں اوپر سے پتھر پھینکا گیا تھا ستر سال کے بعد اب نیچے پہنچا ہے یہ اس کی آواز تھی۔ خرق عادت اور خلاف عادت کے طور پر کبھی کبھی اللہ تعالیٰ یہ چیزیں سنا دیتے ہیں۔ انکار کی وجہ نہیں ہے۔ قاعدہ عام ہوتا ہے جس سے خرق عادت کا استثناء ہوتا ہے۔

ایک موقع پر آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تشریف فرما تھے کہ سخت قسم کی بدبو آئی کہ ہر آدمی مجبور ہو گیا ناک بند کرنے پر۔ کسی نے ہاتھ کے ساتھ، کسی نے پگڑی کے کنارے کے ساتھ، کسی نے چادر کے ساتھ۔ آپ ﷺ نے فرمایا اَتَدْرُوْنَ مَا هٰذِهِ الرِّيْحَةُ الْكَرِيْهَةُ ''کیا جانتے ہو یہ بدبو کس چیز کی تھی؟'' کہنے لگے حضرت! ہمیں تو معلوم نہیں ہے۔ فرمایا یہ کسی شخص نے کسی کی غیبت کی ہے یہ غیبت کی بدبو ہے۔ اب کوئی کہے کہ یہاں تو روزانہ غیبتیں ہوتی ہیں ہمیں تو بدبو نہیں آتی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ہماری حس مر گئی ہے۔ جیسے کوڑا کرکٹ، گند اٹھانے والے اٹھاتے ہیں لیکن کبھی انہوں نے ناک بند نہیں کی کہ وہ عادی ہو گئے ہیں ان کو بدبو نہیں آتی۔ معاف رکھنا اسی طرح ہم بھی گناہوں کے عادی ہو گئے ہیں ہمیں کسی گناہ کی بدبو نہیں آتی۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک فرشتے کی ڈیوٹی ہے جو ہونٹوں کے قریب رہتا ہے۔ ایک گیا دوسرا آ گیا۔ جب آدمی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں

پہنچاتے ہیں۔کوئی درود شریف پڑھتا ہے تو آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچاتا ہے۔ترمذی شریف میں روایت ہے کہ جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو وہ فرشتہ ایک میل دور بھاگ جاتا ہے اس جھوٹ کی بدبو کی وجہ سے مگر ہماری چونکہ حس مرگئی ہے اس لیے ہمیں محسوس نہیں ہوتی۔تو فرمایا بربادی ہے ان لوگوں کے لیے جن کے دل سخت ہو گئے ہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اُولٰٓئِكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ یہی لوگ ہیں کھلی گمراہی میں جنھوں نے اپنے دلوں کو سخت کیا ہوا ہے اللہ تعالیٰ کی یاد سے۔ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہے بہترین بات تمام باتوں میں سے كِتٰبًا وہ کتاب ہے مُّتَشَابِهًا جس کے مضمون آپس میں ملتے جلتے ہیں۔یہ قرآن کریم مَّثَانِیَ مَثْنٰی کی جمع ہے۔مثانی کا معنی ہے جو دہرائی جاتی ہے۔

ایک رات میں مکمل قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے حضرات :

دنیا میں جتنا قرآن کریم پڑھا جاتا ہے اتنی اور کوئی کتاب نہیں پڑھی جاتی۔ایسے بزرگ بھی تھے جو ایک رات میں سارا قرآن کریم ختم کرتے تھے۔حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ وتروں میں سارا قرآن پڑھ دیتے تھے۔حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ تہجد میں سارا قرآن پڑھتے تھے۔حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کا روزمرہ کا معمول تھا کہ تہجد میں سارا قرآن کریم پڑھتے تھے۔امت میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس سال تک اور ایک روایت میں ہے پینتالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی ہے۔اور ہر رات قرآن کریم ختم کرتے تھے۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا رمضان المبارک میں روزانہ دو قرآن ختم کرتے تھے،ایک رات کو اور ایک دن کو۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا روزانہ دو قرآن کریم ختم کرنے کا،ایک دن کو اور ایک رات کو۔حضرت یحییٰ

بن سعید القطان رحمۃ اللہ علیہ روزانہ رات کو نماز میں ایک قرآن کریم ختم کرتے تھے اور ایسے بے شمار بزرگ گزرے ہیں جن کا یہ معمول تھا۔

اور مسئلہ یاد رکھنا! مہینے میں ایک مرتبہ مرد عورتوں کو ضرور قرآن کریم ختم کرنا چاہیے اور جن کو نہیں آتا وہ سیکھنا شروع کریں۔ پڑھتے ہوئے مریں گے تو وہ طالب قرآن کی مد میں ہوں گے۔ زندگی کسی کے اختیار میں نہیں ہے مگر جس چیز کی طلب ہو تو آدمی اس کے لیے بہت کچھ کرتا ہے دین کی طرف توجہ نسبتاً بہت کم ہے۔ دنیا کے لیے جھلے اور پاگل ہوئے پھرتے ہیں۔ کیا دیس، کیا پردیس، وطن، بے وطن، ان چیزوں کو ہم نے زندگی کا مقصد بنالیا ہے اور اصل مقصد کو ہم بھول گئے ہیں۔

تو ساری باتوں میں اچھی بات اتاری کتاب جس کے مضمون ملتے جلتے ہیں وہ دہرائی جاتی ہے تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اس سے چمڑوں میں ان لوگوں کے چمڑوں سے جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے۔ ہر چیز کو اس کا فن والا جانتا ہے۔ ہم چونکہ عربی نہیں ہیں اس لیے ہمیں قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت کی خوبی سمجھ نہیں آتی۔ عربی لوگ چونکہ اس کی فصاحت اور بلاغت کو جانتے تھے لہٰذا جب قرآن سنتے تھے تو ان کے جسم پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے۔ فرمایا ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ پھر نرم ہو جاتے ہیں ان کے چمڑے اور ان کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ اس کے ذریعے ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ اور دیتا اس کو ہے جو ہدایت کا طالب ہوتا ہے۔ زبردستی رب تعالیٰ کسی کے ساتھ نہیں کرتا وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کردے پس نہیں ہے کوئی اس کو ہدایت دینے

والا۔ اور گمراہ اسی کو کرتا ہے جو گمراہی پر تلا ہوا ہو۔ مثلاً: قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ "کہا اس جماعت نے جس نے تکبر کیا صالح علیہ السلام کی قوم میں سے لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا ان لوگوں سے جو کمزور خیال کیے جاتے تھے لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ جو ایمان لا چکے تھے ان میں سے۔ ان کو کیا کہا اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ "کیا تم جانتے ہو کہ بے شک صالح علیہ السلام اپنے رب کی طرف سے بھیجے ہوئے ہیں قَالُوْا مومنوں نے کہا اِنَّا بِمَا اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ بے شک ہم تو اس چیز پر ایمان رکھنے والے ہیں جس کے ساتھ اس کو بھیجا گیا ہے قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا کہا ان لوگوں نے جنھوں نے تکبر کیا اِنَّا بِالَّذِيْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ [الاعراف:۷۵] "بے شک ہم انکار کرنے والے ہیں اس چیز کا جس پر تم ایمان لائے ہو۔" ہم اس کے کھلے منکر ہیں۔ اب ایسوں کو اللہ تعالیٰ زبردستی تو ایمان نہیں دیتا۔ جو کھلے لفظوں میں ضد، عناد اختیار کرتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے یعنی اس میں رہنے دیتا ہے۔ فرمایا اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ کیا پس وہ شخص اپنے چہرے کے ذریعے بچے گا برے عذاب سے قیامت کے دن۔ انسان کا مزاج ہے کہ جب اس پر کوئی حملہ کرتا ہے تو اپنا منہ اور سر بچانے کے لیے بازو آگے کرتا ہے حالانکہ بازو بھی قیمتی ہیں لیکن سر اور چہرہ زیادہ قیمتی ہے اس لیے بازو آگے کرتا ہے اور قیامت والے دن اپنے منہ کے ذریعے باقی اعضاء کو بچائے گا۔ جب دوزخ میں پھینکا جائے گا منہ نیچے اور سر نیچے ہوگا۔ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖ [سورہ ملک] تو کہے گا یہی کافی ہے میرا باقی جسم بچ جائے۔ منہ اور سر کے ذریعے باقی بدن کو بچانے کی کوشش کرے گا مگر دوزخ کے عذاب سے کون بچ سکتا ہے؟ فرمایا وَ

قِيلَ اور کہا جائے گا لِلظّٰلِمِينَ ظلم کرنے والوں کو ذُوقُوا مَا كُنتُمْ تَكْسِبُونَ چکھو مزہ اس چیز کا جو تم کماتے تھے۔ یہ تمہارا کسب اور کمائی ہے اس کا مزہ چکھو۔

❋❋❋❋

كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۵﴾ فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۲۸﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ۭ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ۭ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴿۳۱﴾

كَذَّبَ الَّذِيْنَ جھٹلایا ان لوگوں نے مِنْ قَبْلِهِمْ جو ان سے پہلے تھے فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ پس آیا ان پر عذاب مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ اس جگہ سے جہاں سے ان کو شعور بھی نہ تھا فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ پس چکھائی ان کو اللہ تعالیٰ نے الْخِزْيَ رسوائی فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی میں وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ اور البتہ آخرت کا عذاب بہت بڑا ہے لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ کاش کہ یہ لوگ جان لیں وَلَقَدْ ضَرَبْنَا اور البتہ تحقیق ہم نے بیان کی ہیں لِلنَّاسِ لوگوں کے لیے فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ اس قرآن پاک میں مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ہر قسم کی مثالیں لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا یہ قرآن عربی زبان میں ہے غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ

اس میں کوئی کجی نہیں ہے لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ تاکہ یہ لوگ بچ جائیں ضَرَبَ
اللّٰهُ مَثَلًا بیان کی اللہ تعالیٰ نے مثال رَّجُلًا ایک شخص کی فِيْهِ شُرَكَاۗءُ
جس میں کئی شریک ہیں مُتَشٰكِسُوْنَ جو ایک دوسرے کے ساتھ ضد کرتے
ہیں وَرَجُلًا اور ایک شخص ہے سَلَمًا لِّرَجُلٍ سالم ایک شخص کے لیے
هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا کیا یہ برابر ہیں مثال میں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تمام تعریفیں
اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ بلکہ ان میں سے اکثر نہیں
جانتے اِنَّكَ مَيِّتٌ بے شک آپ وفات پانے والے ہیں وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ
اور بے شک وہ بھی مرنے والے ہیں ثُمَّ اِنَّكُمْ پھر بے شک تم يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
قیامت والے دن عِنْدَ رَبِّكُمْ اپنے رب کے ہاں تَخْتَصِمُوْنَ جھگڑا
کرو گے۔

ربطِ آیات :

اس سے قبل اس بات کا ذکر تھا کہ ان لوگوں کے لیے خرابی ہے جن کے دل سخت ہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے۔ انھی لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ ان لوگوں کی طرح ہیں جنھوں نے اس سے پہلے حق کو جھٹلایا كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ جھٹلایا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے گزرے ہیں۔ نوح علیہ السلام کی قوم، ہود علیہ السلام کی قوم، صالح علیہ السلام کی قوم، شعیب علیہ السلام کی قوم، لوط علیہ السلام کی قوم، موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے حق کو جھٹلایا اور بے شمار قوموں نے حق کو جھٹلایا۔ لیکن نتیجہ کیا نکلا؟ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ پس آیا ان پر عذاب جہاں سے ان کو شعور بھی نہیں تھا۔ وہی پانی جو جان دار مخلوق کی بقا کا

سبب ہے اور جس سے نباتات بڑھتی ہیں۔ وہی پانی اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی قوم پر عذاب بنا کر مسلط کر دیا۔ وہی تازہ ہوا کہ جس کو ہم کھینچ کر اندر لے جاتے ہیں اور اندر سے گرم ہوا کو باہر نکالتے ہیں جس کے ذریعے انسان کی زندگی کی بقا ہے جس ہوا کے بغیر جان دار زندہ نہیں رہ سکتے نہ نباتات پھل پھول سکتے ہیں۔ وہی ہوا ہود علیہ السلام کی قوم پر عذاب کی شکل میں مسلط کر دی۔ کس کے خیال میں تھا کہ پانی اور ہوا عذاب بنیں گے؟ کسی کے وہم میں بھی نہیں تھا کہ یہ چیزیں اس طرح آئیں گی۔ فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْیَ پس چکھائی اللہ تعالیٰ نے ان کو رسوائی، ذلت فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا دنیا کی زندگی میں۔

وہ فرعون جس میں بڑی اکڑفوں تھی اور اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰی کہتا تھا اور اس نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَیْرِیْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِیْنَ [شعراء:۲۹] ''اگر تو بنائے گا کسی کو الٰہ میرے سوا تو میں تجھے کر دوں گا قیدیوں میں۔'' اور ایک وقت وہ تھا کہ مسخرہ کرتا تھا۔ اپنے وزیر اعظم ہامان کو کہا کہ فَاجْعَلْ لِّیْ صَرْحًا لَّعَلِّیْۤ اَطَّلِعُ اِلٰۤی اِلٰهِ مُوْسٰی [قصص:۳۸] ''تیار کر میرے لیے ایک محل تاکہ میں جھانک کر دیکھوں موسیٰ کے الٰہ کو۔'' کہ اس کا حلیہ کیا ہے؟ مادہ کیا ہے؟ اور جب بحر قلزم کی موجوں میں آیا اور پانی ناک منہ سے بہنے لگا تو بولا اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ [یونس:۹۰] ''میں ایمان لایا کہ بے شک نہیں کوئی معبود مگر وہی جس پر بنو اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں بھی فرماں برداروں میں سے ہوں۔'' اُدھر سے جواب آیا آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ ''اب تو ایمان لاتا ہے۔ اب تیرے ایمان لانے کا کیا فائدہ اور تحقیق تو نافرمانی کرتا تھا اس سے پہلے۔'' ایسی عجیب ذلت کی حالت تھی کہ خدا کی پناہ! یہی حال تھا دوسری قوموں کا ان پر

دنیا میں ذلت کا عذاب آیا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ اور البتہ آخرت کا عذاب بہت بڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مومنین اور مومنات کو بچائے۔ آج ہم اس دنیا کی آگ برداشت نہیں کر سکتے اور آخرت کی آگ تو اس سے انہتر گنا تیز ہے۔ اس میں مجرم جلتے بھی رہیں گے اور مریں گے بھی نہیں كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ [نساء:۵۶] "جب بھی ان کی کھالیں جل جائیں گی ہم ان کے لیے دوسری کھالیں تبدیل کر دیں گے تاکہ وہ عذاب چکھیں۔" گرم پانی سروں پر ڈالا جائے گا چمڑے نیچے اتر جائیں گے، پیاس لگے گی تو گرم پانی پلایا جائے گا مَا يَشْوِي الْوُجُوْهَ منہ کے ساتھ لگے گا ہونٹ جل جائیں گے۔ قطرہ قطرہ کر کے جب اندر جائے گا تو فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ [محمد:۱۵] "پس کاٹ ڈالے گا ان کی آنتوں کو اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے پاخانے کے راستے باہر نکال دے گا وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا [فاطر:۳۷] "دوزخ میں چیخیں ماریں گے۔" لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ [سورۃ الملک] "گدھے کی آوازیں ہوں گی۔" گدھا جو پہلے زور سے آواز نکالتا ہے اس کو زفیر کہتے ہیں اور بعد میں جو مدہم سی آواز ہوتی ہے اس کو شہیق کہتے ہیں۔ اور گدھے کے ساتھ تشبیہ اس لیے دی کہ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ [لقمان:۱۹] "تمام آوازوں میں بری آواز گدھے کی ہے۔"

تو فرمایا کہ اور البتہ آخرت کا عذاب بہت بڑا ہے لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ کاش کہ یہ لوگ جان لیں ابھی حقیقت کو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ اور البتہ تحقیق ہم نے بیان کیں لوگوں کے لیے۔ ضَرَبَ يَضْرِبُ کے متعدد معانی آتے ہیں۔ بیان کرنا بھی آتا ہے۔ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ اس قرآن پاک میں۔ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ہر قسم کی

مثالیں جن سے وہ بات سمجھ سکتے ہیں۔ سورہ عنکبوت پارہ ۲۰ میں اللہ تعالیٰ نے شرک کے رد کے لیے ایک مثال بیان فرمائی ہے مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا مِنْ دُوْنِهٖ اَوْلِيَآءَ ''مثال ان لوگوں کی جنھوں نے بنائے اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے اور کارساز كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ان کی مثال مکڑی کی طرح ہے اِتَّخَذَتْ بَيْتًا مکڑی نے بنایا اپنا گھر وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ [آیت:۴۱] اور بے شک تمام گھروں میں کمزور گھر البتہ مکڑی کا گھر ہے کاش یہ لوگ جان لیں۔''

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مثال بیان فرمائی ہے۔جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی ذات سے نیچے نیچے کارساز، حاجت روا، مشکل کشا، فریادرس، دست گیر بنائے ہوئے ہیں ان کی مثال مکڑی جیسی ہے۔مکڑی عموماً مکان یا درخت کے نیچے جالا بُنتی ہے مگر اس کا جالا نہ اس کو گرمی سے بچا سکتا ہے نہ سردی سے۔اس احمق سے کوئی پوچھے کہ اتنا بڑا مکان تجھے کافی نہیں ہے کہ نیچے اپنے لیے اتنا بودا گھر بناتی ہے۔یہی حال مشرک کا ہے۔مشرک رب تعالیٰ کی ذات کا منکر نہیں ہوتا رب تعالیٰ کو مان کر نیچے چھوٹے چھوٹے مشکل کشا، حاجت روا بناتا ہے جو اسے نہ نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان سے بچا سکتے ہیں جیسے مکڑی کا جالا نہ اسے گرمی سے بچا سکتا ہے نہ سردی سے۔پھر دوسری بات یہ ہے کہ مکڑی جو جالا بنتی ہے اس کا مادہ میٹریل باہر سے نہیں لاتی جیسے تم سریا، سیمنٹ، اینٹیں باہر سے لاتے ہو، بلکہ اس کا میٹریل وہ لعاب ہوتا ہے جو اس کے پیٹ سے نکلتا ہے۔

یہی حال ہے مشرک کا کہ اس کے پاس شرک پر نہ تو قرآن سے کوئی دلیل ہے نہ حدیث سے دلیل ہے، نقلی دلیل ہے، نہ عقلی دلیل ہے اس نے جو اگلنا ہے اندر سے اگلنا ہے كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ [الکہف:۵] ''یہ ایک بڑی بات ہے جو ان

کے مونہوں سے نکلتی ہے۔'' یہ تو میں نے صرف ایک مثال تمھیں سنائی ہے اللہ تعالیٰ نے ڈھیروں مثالیں بیان فرمائی ہیں لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں اور بات کو سمجھیں قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا یہ قرآن پاک عربی زبان میں ہے غَيْرَ ذِي عِوَجٍ اس میں کوئی کجی نہیں ہے ٹیڑھا پن نہیں ہے۔ ہم لوگ چونکہ عربی نہیں ہیں اور عربی سے واقف بھی نہیں ہیں اس لیے ہم اس کی چاشنی اور خوبیاں نہیں سمجھتے۔ زبان کی خصوصیات کو زبان والا ہی سمجھتا ہے۔ اردو دان اردو کی خوبیاں سمجھے گا۔ اردو کے شاعروں میں علامہ اقبال مرحوم کے اشعار بڑے پختہ اور گہرے ہیں۔ ان کی بانگِ درا وغیرہ کتابیں بڑی معقول ہیں۔ گجرات میں ایک استاد امام دین ہوتا تھا۔ مرزائی تھا اور اپنے آپ کو شاعر کہتا تھا۔ اس نے ''بانگ درا'' کے جواب میں ''بانگ دہل'' لکھی۔ اس میں بڑی عجیب عجیب تمسخر آمیز باتیں ہیں اور بے ہودہ کلام ہے۔ وہ کہتا ہے:

؎ اگر ہو تجھے کچھ قبض کی شکایت
تو کھا مولیاں اور مٹر امام دینا
جنت کی سیٹیں تو پُر ہو چکی ہیں
چھیتی چھیتی جہنم اچ وڑ امام دینا

یہ ''بانگ درا'' کا جواب ہے۔ تو قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت کو عربی دان ہی سمجھ سکتے ہیں۔ پھر آج کی عربی اور اس دور کی عربی کا زمین آسمان کا فرق ہے۔ حاجی بحری جہاز سے اترتے تو ان کو پانی پلانے والا کہتا حاجی مویا حاجی مویا وہ حیران ہوتے کہ معلوم نہیں کون سا حاجی مرا ہے ہر ایک کو فکر ہوتی۔ آج کل عربی میں مویا کا معنیٰ پانی ہے۔ پہلے پانی کو مَـاءٌ کہتے تھے۔ تو فرمایا یہ قرآن عربی زبان میں ہے اس میں کوئی کجی

نہیں ہے۔کیوں اتارا؟ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ تاکہ وہ بچ جائیں کفر سے،شرک سے،رب تعالیٰ کی مخالفت سے،دنیا اور آخرت کے عذاب سے بچ جائیں۔

آگے اللہ تعالیٰ نے شرک کی تردید کے لیے ایک مثال بیان فرمائی ہے۔فرمایا ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا بیان کی ہے اللہ تعالیٰ نے ایک مثال رَّجُلًا ایک شخص ہے غلام ہے فِيْهِ شُرَكَآءُ جس میں کئی شریک ہیں۔یعنی اس کے کئی آقا اور مالک ہیں اس کی ملکیت میں کئی شریک ہیں اور شریک بھی کیسے ہیں مُتَشٰكِسُوْنَ جو ایک دوسرے کے ساتھ ضد کرتے ہیں۔امام بخاری فرماتے ہیں مشاکس اسے کہتے ہیں جو اپنی منوائے اور کسی کی نہ مانے اَلَّذِیْ لَا يَرْضٰى بِالْاِنْصَافِ "جو انصاف پر راضی نہ ہو۔" انصاف اس کے نزدیک کوئی شے نہیں ہے،ایسا ضدی آدمی۔تو مُتَشٰكِسُوْنَ کا معنیٰ ہوگا آپس میں ضد کرنے والے۔

مشرک کی مثال :

اس کو تم اس طرح سمجھو کہ ایک غلام ہے اور اس کے پانچ آقا ہیں۔ایک کہتا ہے میرا جوتا لاؤ،اسی وقت دوسرا کہتا ہے کہ مجھے پانی لاکر دو۔تیسرا کہتا ہے مجھے بازار سے سبزی لاکر دو۔چوتھا کہتا ہے فوراً میرے کپڑے استری کرو۔پانچواں کہتا ہے آؤ میرا بدن دباؤ۔وہ غلام بے چارہ بیک وقت کیا کرے گا اور کس کی بات مانے گا۔اگر آپس میں صلح صفائی ہو تو اور بات ہے کہ پہلے ایک کا کام کرلے گا پھر دوسرے کا پھر تیسرے کا۔بیک وقت کس کس کا کام کرسکتا ہے؟ کیا یہ غلام سہولت میں ہے یا وہ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ اور ایک شخص ہے سالم ایک شخص کے لیے کہ اس کا ایک ہی آقا ہے جب وہ حکم دیتا ہے اس کی تعمیل کرتا ہے۔ایک آقا والا موحد ہے اور جو بہت سے آقاؤں میں پھنسا ہوا ہے وہ

مشرک کی مثال ہے۔ یہی حال مشرک کا ہے کہ کبھی اِس کے در پر کبھی اُس کے در پر، کبھی اس قبر کی تلاش، کبھی اُس ڈھیری پر پہنچا۔ عجیب قسم کے مخمصے میں پھنسا ہوا ہے۔ اور یاد رکھنا! انسان میں جتنا شرک آئے گا وہ اتنا ہی وہمی ہوگا۔ کیونکہ شرک کی بنیاد ہی وہم ہے۔ ایک سے راحت نہ ملی دوسرے کے پاس پہنچا، دوسرے سے نہ ملی تیسرے کے پاس پہنچا۔ اور راحت و تکلیف تو ان کے اختیار میں نہیں ہے یہ رب تعالیٰ کا کام ہے وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ [یونس:۱۰۷] ''اور اگر پہنچائے اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی تکلیف پس نہیں اس کو دور کرنے والا اس کے سوا کوئی اور اور اگر وہ ارادہ کرے آپ کے ساتھ بھلائی کا کوئی نہیں رد کر سکتا اس کے فضل کو۔''

ابو داؤد وغیرہ میں روایت ہے آنحضرت ﷺ سفر پر جا رہے تھے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ چھوٹے بچے تھے آپ ﷺ کے پیچھے گدھے پر بیٹھے تھے۔ اس حال میں بھی آپ ﷺ نے تبلیغ کی۔ فرمایا يَا غُلَامُ اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ ''اے برخوردار، اے بچے! اللہ تعالیٰ کے حقوق کی حفاظت کرنا اللہ تعالیٰ تیری حفاظت فرمائے گا اِذَا سَاَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰهَ اِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ ''جب مدد طلب کرنا اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنا۔ یاد رکھنا! اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو دکھ تیرے لیے لکھا گیا ہے ساری مخلوق جمع ہو کر بھی اس دکھ کو دور نہیں کر سکتی اور اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تیرے لیے سکھ لکھا ہوا ہے تو ساری کائنات جمع ہو کر بھی اس سکھ کو روک نہیں سکتی۔'' یاد رکھنا! یہ قرآن کریم اور حدیث شریف کا بنیادی سبق ہے۔ نافع بھی اللہ تعالیٰ ہے اور ضار بھی اللہ تعالیٰ ہے۔ وہی حاجت روا ہے، وہی مشکل کشا ہے، وہی فریاد رس ہے، وہی دست گیر ہے، وہی حاکم اور مقنن

ہے، وہی معبود، وہی مسجود، اس کا کوئی شریک نہیں ہے کسی بات میں بھی۔ خدائی اختیارات اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے پاس نہیں ہیں۔ اگر خدائی اختیارات کا کچھ حصہ بھی کسی کے پاس ہوتا تو ہمارا ایمان ہے کہ وہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے پاس ہوتا۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی سے بڑھ کر خدا کے ہاں کوئی ہستی نہیں ہے اور نہ ہوگی جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے قرآن کریم میں اعلان کروایا ہے قُلْ آپ کہہ دیں لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا [سورۃ جن] ''میں تمہارے نفع نقصان کا مالک نہیں ہوں۔'' تم تو رہے درکنار لَآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا [الاعراف: ۱۸۸] ''میں نہیں مالک اپنے لیے نفع نقصان کا۔'' نفع نقصان کا مالک اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہے۔ تو فرمایا کہ ایک آدمی ہے اس میں کئی شریک ہیں جو ایک دوسرے سے ضد کرتے ہیں اور ایک آدمی ہے پورے کا پورا ایک شخص کے لیے ہے هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا کیا یہ برابر ہیں مثال میں۔ یہ اور وہ دونوں آسانی میں رہیں گے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے بات سنا دی اور سمجھا دی اب مرضی ہے کوئی مانے یا نہ مانے بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ بلکہ ان میں سے اکثر نہیں جانتے سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔

کافر لوگ آنحضرت ﷺ کی تبلیغ سے اُکتا کر کہتے تھے کہ چلو اس کی نرینہ اولاد تو ہے نہیں یہ فوت ہو جائے گا تو ہماری جان چھوٹ جائے گی۔ سوال یہ ہے اگر آپ ﷺ فوت ہو جائیں گے تو کیا یہ ہمیشہ زندہ رہنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ بے شک آپ وفات پانے والے ہیں اور بے شک وہ بھی مرنے والے ہیں تو خوشی کس بات پر اور کیسی کرتے ہیں؟ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ''ہر نفس

نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔'' کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ [سورہ رحمان] '' جو کوئی بھی ہے زمین پر فنا ہونے والا ہے اور باقی رہے گی تیرے رب کی ذات جو بزرگی اور عظمت والی ہے۔'' اللہ تعالیٰ کی ذات حَیٌّ و قیّوم ہے باقی اور کوئی شے نہیں رہنی۔ فرشتوں پر بھی موت آئے گی۔

عقیدہ حیات النبی ﷺ :

تو آپ ﷺ کی وفات تو قطعی ہے اس کا انکار نہیں ہے لیکن وفات کے بعد احادیث متواترہ سے ثابت ہے اور اس پر اجماع امت ہے کہ تُعَادُ رُوْحُهٗ فِيْ جَسَدِهٖ ''مرنے والے کی روح لوٹائی جاتی ہے جسم میں۔'' قبر میں جس وقت دفن کرتے ہیں روح کا تعلق بدن کے ساتھ قائم ہو جاتا ہے۔ گو نیک لوگوں کی ارواح کا مستقر، ٹھکانا علیین ہے اور بدلوگوں کا مستقر اور ٹھکانا سجین ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس کا بدن کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے جسم میں حیات ہوتی ہے پھر ہر ایک کی حیات اس کی حیثیت کے مطابق ہوتی ہے۔ قبروں میں سب سے اعلیٰ حیات انبیاء کرام علیہ السلام کی ہے پھر صدیقین، پھر شہداء اور پھر عامۃ المسلمین کی ہے۔ حتیٰ کہ کافروں کو بھی قبر، برزخ میں حیات حاصل ہے اور اگر قبر میں حیات نہیں ہے تو پھر عذاب ثواب کس کو ہے؟

باقی یہ کہنا کہ ہم قبر کو کھود کر دیکھتے ہیں ہمیں تو کچھ نظر نہیں آتا۔ بھئی! تمہیں کیا نظر آئے گا؟ (یہ دنیاوی آنکھیں دنیا کی چیزیں دیکھ سکتی ہیں عالم برزخ کی چیزوں کا دیکھنا ان کے بس میں نہیں ہے۔ ہاں! اگر اللہ تعالیٰ دکھا دے تو اور بات ہے۔ مرتب) پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے مرنے کی دیر ہے سب کچھ نظر آجائے گا اور فرشتے کہیں گے اَيْنَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ [الاعراف: ۳۷] '' کہاں گئے وہ جن کو تم اللہ تعالیٰ سے

نیچے نیچے پکارتے تھے۔'' یہ کہیں گے ضَلُّوْا عَنَّا '' وہ ہم سے گم ہوگئے ہیں۔'' یہ مرتے وقت جو فرشتے ان کے ساتھ باتیں کرتے ہیں اور وہ فرشتوں کو جواب دیتے ہیں کیا اس کا ہمیں پتا چلتا ہے، کیا ہم سن رہے ہوتے ہیں؟ یا پھر قرآن کا انکار کرو۔ حالانکہ قرآن پاک میں تصریح ہے کہ مرتے وقت فرشتے مرنے والے کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں اور وہ ان کو جواب دیتا ہے۔ یہ گفتگو نہ حکیم سنتا ہے، نہ ڈاکٹر، نہ والد، نہ والدہ۔ جب ہم اس زندگی میں ان کی باتیں نہیں سن سکتے تو قبر میں منکر نکیر کی باتیں کیسے سن سکتے ہیں؟

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ '' مومن کے لیے جو فرشتے قبر میں آتے ہیں ان کا نام مبشر بشیر ہے اور عام گناہ گاروں کے لیے جو آتے ہیں ان کا نام منکر نکیر ہے۔'' یہ سب کچھ حق ہے۔ موت بھی حق ہے اور قبر کی حیات بھی حق ہے۔ کسی بات کا کسی کے ساتھ کوئی تعارض نہیں ہے۔ آپ کی وفات قطعاً اور یقیناً ہوئی ہے پھر قبر میں برزخ میں جو حیات ملی ہے وہ سب سے اعلیٰ ہے۔ پھر پیغمبروں کی حیات ہے پھر صدیقین اور پھر شہداء کی۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ [بقرہ: ۱۵۴] '' اور نہ کہو ان لوگوں کو مردہ جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کیے گئے ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اور تم شعور نہیں رکھتے۔''

مماتیوں کی تاویل باطل :

بعض لوگ اس کی غلط تاویل کرتے ہیں۔ کہتے ہین کہ اس سے روح کی حیات مراد ہے یعنی روح زندہ ہے یا اس سے مراد جسم مثالی ہے یعنی ہمارے جسم کی فوٹو سٹیٹ۔ جسم مثالی کو یوں سمجھو جیسے ہم خواب میں ایک دوسرے کو ملتے ہیں اس میں اصل کو علم ہی

نہیں ہوتا رات کو خواب میں جس سے تمہاری ملاقات ہوئی ہے صبح کو اس سے پوچھو کہ رات تیری میری ملاقات ہوئی ہے۔ وہ کہے گا مجھے تو معلوم نہیں ہے۔ یہ ملاقات جسم مثالی کے ساتھ ہوئی ہے۔ تو وہ لوگ تاویل کرتے ہیں کہ حیات روح کی ہے یا جسد مثالی کی حیات ہے۔ لیکن قرآن ان کی تاویل کو رد کرتا ہے۔ قرآن پاک میں لفظ ہیں وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ ''ان کو مردہ نہ کہو جو قتل کیے گئے ہیں۔'' تو قتل نہ روح کو کیا جاتا ہے نہ جسد مثالی کو قتل کیا جاتا ہے۔ قتل تو جسد عنصری ہوتا ہے اور جو قتل ہوتا ہے اس کو مردہ نہیں کہنا وہ زندہ ہے مگر وہ زندگی ہمارے شعور سے بالاتر ہے۔ ہم ان کی زندگی دیکھنا یا سمجھنا چاہیں تو نہ نظر آئے گی نہ سمجھ آئے گی۔

تو آپ ﷺ بھی وفات پانے والے ہیں اور وہ بھی مرنے والے ہیں ثُمَّ اِنَّکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عِنْدَ رَبِّکُمْ تَخْتَصِمُوْنَ پھر بے شک تم قیامت والے دن اپنے رب کے ہاں جھگڑا کرنے والے ہوگے۔ اس جھگڑے کے متعلق بھی سمجھ لیں کہ قرآن کریم کے مطابق تمھیں آیات کا مفہوم سمجھ آجائے۔ قیامت والے دن جب رب تعالیٰ کے ہاں پیشی ہوگی تو مجرم کہیں گے مَا جَآءَنَا مِنْ بَشِیْرٍ وَّلَا نَذِیْرٍ [مائدہ:۱۹] ''ہمارے پاس کوئی نہیں آیا خوش خبری سنانے والا اور نہ کوئی ڈرانے والا۔'' اور اللہ تعالیٰ کا پیغمبر دعویٰ کرے گا کہ ہم نے ان کو سمجھایا لیکن انہوں نے ہماری بات نہیں مانی وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا [فرقان:۳۰] ''اور کہے گا رسول اے میرے رب بے شک میری قوم نے بنا لیا قرآن کو چھوڑا ہوا۔'' پیغمبر کہیں گے ہم نے تمھیں تبلیغ کی وہ کہیں گے تم ہمارے پاس کب آئے تھے؟ یہ سب جھگڑے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جو قرآن میں بیان فرمایا ہے وہ حق ہے۔

*****

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۳۳﴾ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۴﴾ لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ عَمِلُوْا وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۳۵﴾ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۶﴾ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِي انْتِقَامٍ ﴿۳۷﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ؕ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ؕ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۳۸﴾

فَمَنْ پس کون ہے اَظْلَمُ زیادہ ظالم مِمَّنْ اس سے كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ جس نے جھوٹ بولا اللہ تعالیٰ پر وَكَذَّبَ اور جھٹلایا اس نے بِالصِّدْقِ سچائی کو اِذْ جَآءَهٗ جس وقت پہنچی اس کے پاس اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ کیا نہیں ہے جہنم میں مَثْوًى ٹھکانا لِّلْكٰفِرِيْنَ کافروں کے

لیے وَالَّذِیْ اور وہ شخص جَآءَ بِالصِّدْقِ جولایا ہے سچائی وَصَدَّقَ بِهٖ اور وہ جس نے اس کی تصدیق کی اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ یہی لوگ ہیں پرہیز گار لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ ان کے لیے ہوگا جو وہ چاہیں گے عِنْدَ رَبِّهِمْ اپنے رب کے ہاں ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ یہ بدلہ ہے نیکی کرنے والوں کا لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ تاکہ مٹادے اللہ تعالیٰ عَنْهُمْ ان سے اَسْوَاَ الَّذِیْ عَمِلُوْا وہ بُرے عمل جو انھوں نے کیے ہیں وَيَجْزِيَهُمْ اور تاکہ ان کو بدلہ دے اَجْرَهُمْ ان کے اجر کا بِاَحْسَنِ الَّذِیْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ بہتر وہ عمل جو وہ کرتے تھے اَلَيْسَ اللّٰهُ کیا نہیں ہے اللہ تعالیٰ بِكَافٍ کافی عَبْدَهٗ اپنے بندے کے لیے وَيُخَوِّفُوْنَكَ اور وہ ڈراتے ہیں آپ کو بِالَّذِيْنَ ان سے مِنْ دُوْنِهٖ جو اس سے نیچے ہیں وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کردے فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ نہیں ہے اس کو کوئی ہدایت دینے والا وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ اور جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ پس کوئی نہیں اس کو گمراہ کرنے والا اَلَيْسَ اللّٰهُ کیا نہیں ہے اللہ تعالیٰ بِعَزِيْزٍ زبردست ذِی انْتِقَامٍ انتقام لینے والا وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ اور اگر آپ ان سے پوچھیں مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ کس نے پیدا کیا ہے آسمانوں کو وَالْاَرْضَ اور زمین کو لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ البتہ ضرور کہیں گے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے قُلْ آپ کہہ دیں اَفَرَءَيْتُمْ بتلاؤ تم مَّا تَدْعُوْنَ جن کو تم

پکارتے ہو مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے اِنْ اَرَادَنِیَ اللّٰهُ اگر ارادہ کرے اللہ تعالیٰ میرے بارے میں بِضُرٍّ تکلیف کا هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ کیا یہ دور کر سکتے ہیں اس کی تکلیف کو اَوْ اَرَادَنِیْ بِرَحْمَةٍ یا اللہ تعالیٰ ارادہ کرے میرے بارے میں رحمت کا هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ کیا یہ روک سکتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کو قُلْ آپ فرمادیں حَسْبِیَ اللّٰهُ میرے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہے عَلَیْهِ یَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ اسی پر بھروسہ کرتے ہیں بھروسا کرنے والے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ پس کون ہے زیادہ ظالم اس شخص سے كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ جس نے جھوٹ بولا اللہ تعالیٰ پر۔ رب تعالیٰ پر جھوٹ بولنے کا مطلب یہ ہے کہ اس نے رب کا شریک بنایا، رب تعالیٰ کا بیٹا بنایا، رب تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کی۔ مشرکین مکہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ عُزَیْرُ نِ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰهِ ''یہودیوں نے کہا عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ نے کہا عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ یہ جھوٹ ہے تو یہ جو رب کا شریک بناتے ہیں اور رب تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرتے ہیں یہ بڑے ظالم ہیں۔

حدیث شریف میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یَشْتِمُنِیْ اِبْنُ اٰدَمَ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ ذٰلِكَ ''ابن آدم مجھے گالیاں دیتا ہے اور اس کو حق نہیں ہے کہ مجھے گالیاں دے وَیُكَذِّبُنِیْ اِبْنُ اٰدَمَ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ ذٰلِكَ ''ابن آدم مجھے جھٹلاتا ہے حالانکہ اس کو حق نہیں ہے مجھے جھٹلانے کا۔'' گالیاں کیسے دیتا ہے یَدْعُوْنِیْ

وَلَدًا میری طرف اولاد کی نسبت کرتا ہے۔'' اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرنا اللہ تعالیٰ کو گالی دینا ہے اور رب تعالیٰ کی طرف شرک کی نسبت کرنا رب تعالیٰ کو جھٹلانا ہے۔ تو اس سے بڑا ظالم کون ہے جو رب تعالیٰ پر جھوٹ بولتا ہے وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اور اس سے بڑا ظالم کون ہے جس نے جھٹلایا سچائی کو۔ سچائی کی پہلی چیز قرآن کریم ہے یہ اللہ تعالیٰ کی سچی کتاب ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس کو پیش کیا اور وہ منکر ہو گئے۔ اور آج بھی قرآن کا انکار کرنے والے موجود ہیں ان سے بڑا ظالم کوئی نہیں ہے اِذْ جَآءَهٗ جس وقت پہنچی ان کے پاس سچائی تو انہوں نے اس کو جھٹلایا اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ کیا نہیں ہے دوزخ میں ٹھکانا کافروں کا۔ انکار کر کے کتنا عرصہ زندہ رہیں گے؟ مریں گے ٹھکانا دوزخ ہے۔

منکرِ قرآن کون ؟

اور یہ بات بھی سمجھ لیں کہ قرآن کی سچائی کو جھٹلانے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ سارے قرآن کو جھٹلائے گا تو جھٹلانے والا ہو گا بلکہ قرآن پاک کے ایک حکم کا انکار کرنا بھی قرآن کریم کی تکذیب ہے۔ مثلاً: دیکھو! یہ جو قادیانی ہیں وہ قرآن کو مانتے ہیں اور آیت خاتم النبیین کو بھی مانتے ہیں مگر خاتم النبیین کی تعبیر جو وہ کرتے ہیں وہ اسلام کی روح کے خلاف ہے۔ (وہ تعبیر یہ کرتے ہیں کہ خاتم کا معنیٰ ہے مہر اور آپ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا معنیٰ یہ ہے کہ آپ ﷺ کے بعد جتنے پیغمبر آئیں گے وہ آپ ﷺ کی مہر کے ساتھ آئیں گے۔ حالانکہ خاتم کا معنیٰ آنحضرت ﷺ نے ختم کرنے والا بیان فرمایا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور پوری امت نے یہی سمجھا ہے۔ لہٰذا ان کی تعبیر اسلام کی روح کے خلاف ہے۔ مرتب: نواز بلوچ)

اسی لیے تمام اسلامی فرقے ان کو کافر کہتے اور سمجھتے ہیں اور وہ سچ مچ کافر ہیں۔ اسی طرح جو شخص قرآن پاک کے احکام کو جابرانہ، وحشیانہ اور ظالمانہ احکام کہے وہ بھی کافر ہے۔ جو آدمی یہ کہے کہ سود حلال ہے وہ مسلمان کیسے ہو سکتا ہے؟ اس وقت اللہ تعالیٰ کا غضب بھی انھی باتوں کی وجہ سے ہم پر آیا ہوا ہے۔ یہ قتل و غارت، مہنگائی وغیرہ کی صورت میں۔ اب امریکا بہادر نے ایک تجویز بھیجی ہے تم نے اخبارات میں پڑھی ہوگی کہ عورت کو بھی طلاق دینے کا حق دو کہ عورت بھی مرد کو طلاق دیا کرے۔ یہ تجویز نظریاتی کونسل تک پہنچ چکی ہے اب ان کے رحم و کرم پر ہے دیکھو وہ کیا کرتے ہیں۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ عورت کی گواہی مرد کے برابر قرار دی جائے۔ اور قرآن کہتا ہے وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ [البقرہ: ۲۸۲] "اور گواہ بنالو دو گواہ اپنے مردوں میں سے پس اگر نہ ہوں مرد تو ایک مرد اور دو عورتیں ہیں۔" قرآن کا واضح مسئلہ ہے۔ حدیث کا حکم ہے، امت کا اجماع ہے۔

اور طلاق دینے کا اختیار اللہ تعالیٰ نے مرد کو دیا ہے اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ [سورۃ طلاق] یہ ساری باتیں قرآن و حدیث کے صریح احکام کی خلاف ورزی ہیں۔ ان سے بڑا ظالم کون ہے؟ تو فرمایا اس سے بڑا ظالم کون ہے جس نے جھٹلایا سچائی کو اِذْ جَآءَهٗ جب وہ پہنچی اس کے پاس اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ کیا نہیں ہے جہنم میں ٹھکانا کافروں کے لیے۔ یقیناً یہ لوگ کافر ہیں اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے وَ الَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ اور وہ ذات جو لائی سچائی۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی وَصَدَّقَ بِهٖٓ اور وہ ذات جس نے اس کی تصدیق کی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو اس کے پہلے مصدق ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے ذکر کیا کہ اللہ

تعالیٰ نے مجھے نبوت و رسالت عطا فرمائی ہے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسی مقام پر فوراً بلا توقف نہ دایاں پاؤں اپنی جگہ سے ہٹا نہ بایاں پاؤں اپنی جگہ سے ہلا کہا اٰمَنْتُ وَصَدَّقْتُ ''حضرت! میں آپ پر ایمان لایا اور آپ کی نبوت کی تصدیق کرتا ہوں۔'' حالانکہ اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دو بیویاں تھیں ماں باپ بھی زندہ تھے اولاد جوان تھی دوست احباب بھی تھے۔ یہ نہیں کہا کہ میں ماں باپ سے مشورہ کرلوں، بیویوں سے پوچھ لوں، دوستوں سے مشورہ کرلوں نہیں! فوراً ایمان لائے اور تصدیق کی۔ تمام مردوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ عورتوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں اور غلاموں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ہیں اور بچوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو صدیق خود خدا نے کہا :

امام رازی فرماتے ہیں کہ صَدَّقَ بِهٖ کا پہلا مصداق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اس کے بعد جو قیامت تک تصدیق کرنے والے آئیں گے وہ تمام صَدَّقَ بِهٖ کا مصداق ہوں گے۔ اور یہ صدیق کا لقب ان کو بندوں میں سے کسی نے نہیں دیا۔ چنانچہ مسند احمد حدیث کی کتاب ہے جس میں امام احمد بن محمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے پچاس ہزار حدیثیں جمع کی ہیں۔ اس میں روایت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفۃ المسلمین تھے کافی مجمع تھا۔ ایک آدمی نے کہا قال ابو بکرن الصدیق کہ یہ بات ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہی ہے۔ جب اس آدمی نے صدیق کا لفظ بولا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا مَا قُلْتُ لَهٗ صِدِّيْقًا میں نے ان کو صدیق نہیں کہا اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو صدیق کہا ہے (تو

وہ صدیق کیسے بن گئے؟) پھر فرمایا بَلْ قَالَ اللّٰہ تعالیٰ لَہٗ صِدِّیْقًا بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے صدیق کہا ہے یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو صدیق لقب نہ میں نے دیا ہے نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی طرف سے دیا ہے یہ لقب تو ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے آسمان سے نازل فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو صدیق کا لقب دیا ہے۔ تو صَدَّقَ بِهٖ کا پہلا مصداق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر قیامت تک جو مومن پیدا ہوگا اور حق کی تصدیق کرے گا وہ اس کا مصداق ہوگا۔

تو فرمایا کہ جو حق لے کر آیا اور جس نے اس کی تصدیق کی اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ یہی لوگ ہیں پرہیز گار۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب اور گرفت سے بچنے والے لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ ان کے لیے ہوگا جو کچھ وہ چاہیں گے عِنْدَ رَبِّهِمْ اپنے رب کے ہاں۔ یہاں تک کہ اگر کوئی ہوا میں اڑنا چاہے گا تو وہ ہوا میں اڑے گا۔ جنت میں جس چیز کی کوئی خواہش کرے گا وہ اسے ملے گی۔ یہ رب تعالیٰ کا وعدہ ہے ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ یہ بدلہ ہے نیکی کرنے والوں کا۔ اللہ تعالیٰ کسی کی نیکی ضائع نہیں کرتا لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ تاکہ مٹا دے اللہ تعالیٰ ان سے اَسْوَاَ الَّذِيْ عَمِلُوْا وہ بُرے اعمال جو انھوں نے کیے ہیں۔ پیغمبروں کے سوا کوئی معصوم نہیں ہے صغیرہ، کبیرہ گناہوں سے صرف پیغمبر پاک ہیں باقی کوئی ایسا نہیں ہے جس سے کوئی نہ کوئی گناہ سرزد نہ ہوا ہو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی ہوئے ہیں مگر ان کی نیکیاں بہت زیادہ تھیں اللہ تعالیٰ نے ان کی خطاؤں کی معافی کی سند قرآن پاک میں نازل فرمائی۔ مثلاً: ابتداءً رمضان المبارک میں رات کو بھی بیوی کے پاس جانا جائز نہیں تھا۔ جو صحت مند نوجوان تھے ان سے صبر نہ ہو سکا اور رمضان المبارک کی راتوں میں بیویوں کے پاس چلے گئے عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ کے

الفاظ کے ساتھ ان کا گناہ بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے تم نے اپنی جانوں کے ساتھ خیانت کی ہے۔ پھر فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَ عَفَا عَنْكُمْ [البقرہ:۱۸۷] کے جملے کے ساتھ معاف فرما دیا۔ ''پس اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر رجوع فرمایا اور تمہیں معاف کر دیا۔''

تَوَلِّي يَوْمَ الزَّحْف میدان جنگ میں پشت پھیرنا جب کہ دشمن دوگنا ہو گناہ کبیرہ میں سے ہے۔ ہاں! اگر دوگنا سے زیادہ ہوں تین گنا ہوں، چار گنا ہوں تو پھر پشت پھیرنا گناہ نہیں ہے۔ پھر اجازت ہے لیکن پھر بھی اگر پشت نہ پھیریں تو عزیمت ہے، ان کی جرأت ہے۔

تاریخ بتلاتی ہے کہ قادسیہ کے مقام پر صرف ساٹھ مسلمانوں نے ساٹھ ہزار کا مقابلہ کیا ہے غَزَا سِتُّوْنَ وَهُمْ سِتُّون الفًا وَ مَعَ هٰذَا تَوَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ''ساٹھ مسلمانوں نے ساٹھ ہزار کا مقابلہ کیا اور دشمنوں کو شکست دی۔'' اور حدیقۃ الموت کے مقام پر تن تنہا حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے چالیس ہزار کا مقابلہ کیا۔ یہ عزیمت ہے۔ احد کے مقام پر پشت پھیری ہے اور بھاگنے والوں میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بھی تھے جن کو آج تک غلط کار لوگ معاف کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

اس بات کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ''بے شک ان کو پھسلایا شیطان نے بعض کمائی کی وجہ سے کہ ان کو جانوں کی فکر ڈالی وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ [آل عمران:۱۵۵] ''اور البتہ تحقیق معاف کر دیا ان کو اللہ تعالیٰ نے۔'' ان کی لغزش بیان فرمائی اور پوری تاکید کے ساتھ معافی کا اعلان فرما دیا۔ کیونکہ عربی قاعدے کے مطابق ماضی پر قد داخل ہو اور ساتھ لام بھی تاکید کا تو بہت زیادہ تاکید ہو جاتی ہے۔ معنیٰ ہوگا البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا۔

مگر دشمن معاف کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تصدیق کرنے والوں کے اللہ تعالیٰ بُرے اعمال مٹا دے گا وَيَجْزِيَهُمْ أَجْرَهُمْ اور اللہ تعالیٰ ان کو بدلہ دے گا بِأَحْسَنِ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ان کے اچھے اعمال کا جو وہ کرتے تھے۔ نیکوں سے جو غلطیاں ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ معاف کر دیتے ہیں بشرطیکہ وہ معافی کے قابل ہوں۔

مشرک آنحضرت ﷺ کو ڈراتے تھے دو طرح سے۔ ایک تو یہ کہتے کہ آپ ہمارے معبودوں کی تردید کرتے ہیں کہ لات کچھ نہیں کر سکتا، منات کے پاس کوئی اختیار نہیں، عُزّیٰ بے بس ہے، ہبل کے پاس خدائی اختیارات نہیں ہیں۔ یہ ہمارے معبود تمھیں نقصان پہنچائیں گے۔ اور دوسرا اس طرح کہ جو ان میں سے منہ پھٹ قسم کے لوگ ہوتے تھے وہ کہتے کہ آپ ہمارے معبودوں کی تردید کرتے ہیں ہم تم سے نبٹ لیں گے۔

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے وَيُخَوِّفُونَكَ اور وہ ڈراتے ہیں آپ کو بِالَّذِينَ مِنْ دُونِهِ ان سے جو اللہ تعالیٰ سے نیچے ہیں۔ یہ مصنوعی معبودوں سے آپ کو ڈراتے ہیں ان کو معلوم نہیں ہے کہ وہ رب کا بندہ ہے رب تعالیٰ اس کی حفاظت فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی حفاظت فرمائی۔ ترمذی شریف میں روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کی ذات گرامی کے تحفظ کے لیے باقاعدہ پہرہ دیتے تھے۔

ایک موقع پر آپ ﷺ بھی تھکے ہوئے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی تھکے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ کے دل میں خیال آیا کہ آج کوئی نیک بندہ آجائے کہ میں کچھ آرام کر لوں۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے دل میں یہ بات ڈالی کہ

ساتھی بھی تھکے ہوئے ہیں اور آپ ﷺ بھی تھکے ہوئے ہیں شاید اس طرف کسی کی توجہ نہ ہو لہٰذا آج رات کو میں پہرہ دوں گا۔ آپ ﷺ خیمے میں تشریف فرما تھے کہ فرمایا کون ہے؟ عرض کی حضرت! میں سعد بن ابی وقاص ہوں۔ یہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور فاتح ایران ہیں۔ فرمایا اچھا اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر عطا فرمائے میرے دل میں بھی خیال آیا تھا کہ کوئی اللہ تعالیٰ کا بندہ آ جائے کہ میں ذرا سا آرام کر لوں۔ تھوڑا سا وقت گزرا تو آنحضرت ﷺ نے خیمے سے چہرہ مبارک باہر نکال کر فرمایا سعد چلے جاؤ رب تعالیٰ نے میری حفاظت کا ذمہ خود لے لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ [المائدہ:۶۷] ''اللہ تعالیٰ بچائے گا آپ کو لوگوں سے۔'' اس کے بعد آپ کا کوئی پہرے دار نہیں ہوتا تھا بس فرشتے پہرہ دیتے تھے۔

تو فرمایا یہ آپ کو ان سے ڈراتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے نیچے ہیں وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے نہیں ہے کوئی اس کو ہدایت دینے والا۔ اور اللہ تعالیٰ اس کو گمراہ کرتا ہے جو گمراہی پر راضی ہو اور ہدایت کی طرف نہ آئے۔ سورہ صف پارہ ۲۸ میں ہے فَلَمَّا زَاغُوْا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ''پس جب وہ ٹیڑھے چلے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے۔'' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ضابطہ ہے نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى [النساء:۱۱۵] ''ہم اس کو پھیر دیں گے اسی طرف جس طرف اس نے رخ کیا۔'' جدھر کوئی جانا چاہتا ہے رب تعالیٰ اس کو اُدھر جانے کی توفیق دے دیتا ہے جبراً اللہ تعالیٰ نہ کسی کو گمراہ کرتا ہے اور نہ ہدایت دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر آدمی کو اختیار دیا ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ [الکہف:۲۹] ''پس جو چاہے اپنی مرضی سے ایمان لائے اور جو چاہے اپنی مرضی سے کفر اختیار کرے۔'' وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ

اور جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں ہے۔ اور ہدایت اسی کو دیتا ہے جو ہدایت کا طالب ہو وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا [العنکبوت:۶۹] ''اور وہ لوگ جو کوشش کرتے ہیں ہمارے لیے ہم ضرور راہنمائی کرتے ہیں ان کی اپنے راستوں کی طرف اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِي انْتِقَامٍ کیا نہیں ہے اللہ تعالیٰ غالب انتقام لینے والا۔ یہ آپ کو لات، منات، عزّیٰ سے ڈراتے ہیں ان کو علم نہیں ہے رب تعالیٰ ہر شے پر غالب ہے اس کے پاس تمام قوتیں ہیں وہ انتقام لینے والا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ اصولی باتیں تو ساری مانتے ہیں پھر جھگڑنے کا کیا معنیٰ؟

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اور البتہ آپ ان مشرکوں سے سوال کریں کہ کس نے پیدا کیا ہے آسمانوں کو اور زمین کو لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ البتہ ضرور کہیں گے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ اور سورہ زخرف آیت نمبر ۸۷ پارہ ۲۵ میں ہے وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ''اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ کس نے پیدا کیا ہے ان کو تو ضرور کہیں گے اللہ تعالیٰ نے۔'' تمہارا خالق بھی اللہ تعالیٰ، زمین آسمانوں کا خالق بھی اللہ تعالیٰ، چاند، سورج، ستاروں کے متعلق بھی مانتے ہو کہ ان کا خالق بھی اللہ تعالیٰ۔ ساری اصولی باتیں ماننے کے بعد شاخوں میں الجھنا بڑی نادانی کی بات ہے۔

قُلْ آپ کہہ دیں اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ بتلاؤ تم جن کو پکارتے ہو اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے، حاجت روا، مشکل کشا، فریاد رس سمجھ کر، یہ بتلاؤ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ اگر ارادہ کرے اللہ تعالیٰ میرے بارے میں تکلیف کا، نقصان پہنچانے کا هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖ کیا یہ دور کر سکتے ہیں اس کی تکلیف کو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو دکھ تکلیف میرے لیے مقرر ہوا ہے یہ تمہارے بناوٹی معبود کیا اس کو دور کر سکتے ہیں؟

دوسری شق: اَوْ اَرَادَنِیْ بِرَحْمَۃٍ یا ارادہ کرے اللہ تعالیٰ مجھے رحمت پہنچانے کا، مجھے رحمت سے نوازنا چاہے هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ کیا یہ روک سکتے ہیں اس کی رحمت کو۔ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی نافع ہے، نہ ضار ہے، اس کے سوا نہ کوئی مشکل کشا، نہ حاجت روا، نہ فریاد رس۔ خدائی اختیارات اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں دیے۔ اگر کسی کو مل سکتے تو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو ملتے مگر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے قرآن پاک میں اعلان کروایا قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا [سورۃ جن] ''آپ فرمادیں کہ میں تمہارے لیے نفع نقصان کا مالک نہیں ہوں۔'' اور سورۃ الاعراف پارہ ۹ میں ہے قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ''آپ فرمادیں میں اپنے نفع نقصان کا مالک نہیں ہوں۔'' جب آپ اپنے نفع اور ضرر کے مالک نہیں ہیں تو '' بدیگراں راچہ رسد '' اور کوئی کس باغ کی مولی ہے؟ سمجھنے کے لیے تو اتنی بات ہی کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ آپ فرمادیں حَسْبِیَ اللّٰهُ میرے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہے مجھے اور کسی کا کوئی خوف نہیں ہے عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ اسی پر بھروسا کرتے ہیں بھروسا کرنے والے۔ میں نے پہلے توکل کا معنیٰ بتلایا تھا ظاہری اسباب اختیار کر کے ان کا نتیجہ رب تعالیٰ پر چھوڑنا توکل ہے۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

توکل کا یہ مطلب ہے کہ خنجر تیز رکھ اپنا
پھر اس خنجر کی تیزی کو مقدر کے حوالے کر

پہلے چھری تیز کرو پھر اس کا نتیجہ رب پر چھوڑ دو۔ چھری تیز نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ میرا رب پر توکل ہے۔ یہ توکل نہیں تعطل ہے۔ ظاہری اسباب کو اختیار نہ کرنے کو شریعت میں تعطل کہتے ہیں۔

قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ
فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ
عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۴۰﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ
فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ
وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۴۱﴾ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ
مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى
عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ
فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ
اللّٰهِ شُفَعَآءَ ۭ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۴۳﴾
قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ۭ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ
ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ
الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ
اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۵﴾

قُلْ آپ فرمادیں يٰقَوْمِ اے میری قوم اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ عمل کرو تم اپنے طریقے پر اِنِّيْ عَامِلٌ بے شک میں بھی عمل کرنے والا ہوں فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ پس عن قریب تم جان لوگے مَنْ يَّاْتِيْهِ کس پر آتا ہے عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ عذاب جو اس کو رسوا کردے گا وَيَحِلُّ عَلَيْهِ اور کس پر اترتا ہے عَذَابٌ مُّقِيْمٌ دائمی عذاب اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بے شک ہم

نے نازل کی آپ پر کتاب لِلنَّاسِ لوگوں کے لیے بِالْحَقِّ حق کے ساتھ فَمَنِ اهْتَدٰى پس جس نے ہدایت پائی فَلِنَفْسِهٖ تو اپنے نفس کے لیے وَمَنْ ضَلَّ اور جو گمراہ ہوا فَاِنَّمَا پس پختہ بات ہے يَضِلُّ عَلَيْهَا وہ گمراہ ہوا ہے اسی پر وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ اور نہیں ہیں آپ ان پر وکیل اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ اللہ تعالیٰ کھینچ لیتا ہے جانوں کو حِيْنَ مَوْتِهَا ان کی موت کے وقت وَالَّتِىْ لَمْ تَمُتْ اور وہ جانیں جو نہیں مرتیں فِىْ مَنَامِهَا ان کی نیند میں فَيُمْسِكُ الَّتِىْ پس روک لیتا ہے اس کو قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ جس پر فیصلہ کرتا ہے موت کا وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اور چھوڑ دیتا ہے دوسری کو اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ایک مقرر میعاد تک اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ بے شک اس میں البتہ نشانیاں ہیں لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ اس قوم کے لیے جو غور و فکر کرتی ہے اَمِ اتَّخَذُوْا کیا انھوں نے بنا لیے ہیں مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے شُفَعَآءَ سفارشی قُلْ آپ فرمادیں اَوَلَوْ كَانُوْا کیا اگرچہ وہ لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْئًا نہ ہوں مالک کسی شے کے وَّلَا يَعْقِلُوْنَ اور نہ وہ عقل رکھتے ہوں قُلْ آپ فرمادیں لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا اللہ تعالیٰ کے لیے ہے سفارش لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اسی کے لیے ہے شاہی آسمانوں کی اور زمین کی ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ پھر اسی طرف تم لوٹائے جاؤ گے وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اور جب ذکر کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ

وحدہٗ لاشریک کا اشْمَاَزَّتْ سکڑتے ہیں قُلُوْبُ الَّذِيْنَ دل ان لوگوں کے لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ جو ایمان نہیں رکھتے آخرت پر وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ اور جس وقت ذکر کیا جاتا ہے ان کا مِنْ دُوْنِهٖٓ جو اس کے نیچے نیچے ہیں اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ تو اچانک وہ خوش ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے ساتھ آنحضرت ﷺ نے حق بیان کرنے میں کسی قسم کی کمی اور کوتاہی نہیں کی اور یہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کا کمال اور خوبی ہے کہ جو وحی ان پر نازل ہوتی ہے اس کے بیان کرنے میں وہ کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتے اور یہ ان کی ڈیوٹی میں شامل ہے کہ جو کچھ ان پر نازل ہوا ہے اس کو من و عن پہنچائیں۔ دوسرے لوگوں سے تو ہو سکتا ہے کہ ڈر جائیں یا لالچ میں آکر حق کو چھپائیں یا گول مول کر جائیں مگر اللہ تعالیٰ کے پیغمبران سب چیزوں سے پاک صاف ہوتے ہیں۔ ہر پیغمبر نے قومی بولی اور زبان میں بتایا اور سمجھایا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ [ابراہیم: ۷] ''اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اس کی قوم کی زبان میں تاکہ وہ بیان کرے ان کے لیے۔'' اگر پیغمبر اپنی قومی بولی اور زبان میں بیان نہ کرتا تو قوم کہہ سکتی تھی ہمیں اس کی بات سمجھ نہیں آتی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے حجت پوری کر دی تاکہ کوئی اعتراض نہ کرے اور نہ کسی کو اعتراض کرنے کا موقع ملے۔ ویسے دنیا میں مخالف اعتراض کرنے سے باز تو نہیں آتے لیکن اس کا کوئی علاج نہیں ہے کہ جب آدمی ضد و عناد پر اتر جائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ آپ ان سے کہہ دیں يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى

مَكَانَتِكُمْ اے میری قوم تم عمل کرو اپنے طریقے پر۔ یہ ناراضگی ہے اجازت نہیں ہے کہ تم کفر شرک پر عمل کرتے رہو بلکہ مطلب یہ ہے کہ میں نے حق کھول کر تمہارے سامنے رکھ دیا ہے اور ساری باتیں تمہارے سامنے بیان کر دی ہیں اور تم سمجھنے اور باز آنے کے لیے تیار نہیں ہو تو پھر تم اپنے طریقے پر عمل کرو اِنِّیْ عَامِلٌ بے شک میں عمل کرنے والا ہوں اپنے طریقے پر فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ پس عن قریب تم جان لو گے مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ کس پر آتا ہے عذاب جو اس کو رسوا کر دے گا۔ کہ اپنے طریقے پر عمل کرو لیکن اتنی بات ضرور جان لو کس پر عذاب آتا ہے جو اس کو ذلیل و رسوا کر دے گا وَ يَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ اور کس پر اترتا ہے عذاب دائمی۔ دنیا میں جو عذاب آئے گا وہ ذلیل و رسوا کر کے رکھ دے گا اور آخرت کا عذاب دائمی ہے جو قبر برزخ سے شروع ہو گا۔ اتنی بات کو نہ بھولنا باقی تمھیں زبردستی منا نہیں سکتا۔ وہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں اختیار دیا ہے جو چاہو اختیار کرو اپنی مرضی سے فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ [سورۃ الکہف] ''پس جو چاہے مرضی سے ایمان لائے اور جو چاہے مرضی سے کفر اختیار کرے۔'' اللہ تعالیٰ نہ تو کسی کو ایمان پر مجبور کرتا ہے نہ کفر پر۔ پیغمبروں کے ذریعے حق و باطل سے آگاہ کر دیتا ہے اور انجام بھی بتا دیتا ہے۔ فرمایا اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ بے شک ہم نے نازل کی آپ پر کتاب لوگوں کے لیے حق کے ساتھ۔ یہ ساری قوموں کے لیے ساری دنیا کے لیے ہدایت ہے۔ کاش! کوئی اس کتاب کو اول تا آخر سمجھ لے ان شاء اللہ تعالیٰ وہ صحیح معنٰی میں انسان بن جائے گا۔ یہ حق کے ساتھ اتری ہے اس میں حق ہے حق کی باتیں اس میں ہیں فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ پس جس نے ہدایت حاصل کی تو اپنے نفس کے لیے کہ اس کا فائدہ اس کو ہو گا وَمَنْ ضَلَّ اور جو گمراہ

ہوا فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا پس پختہ بات ہے وہ گمراہ ہوا ہے اسی پر۔ اس کی گمراہی اس کے نفس پر پڑے گی، اس کا وبال اس کے نفس پر آئے گا۔ اور یہ بھی یاد رکھنا کہ یہ کتاب صرف مولویوں کے لیے نہیں ہے تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کے لیے ہے اور سب کے لیے ضروری ہے اس کو سمجھنا۔ کئی دفعہ میں عرض کر چکا ہوں کہ ایک آدمی سو نفل پڑھتا ہے اور ایک آدمی ایک آیت سیکھتا ہے سادی بغیر ترجمہ کے ساتھ اس کا ثواب سو نفل پڑھنے والے سے زیادہ ہے اور ایک آدمی ہزار نفل پڑھتا ہے اور دوسرا آدمی ایک آیت ترجمے کے ساتھ سیکھتا ہے اس کا ثواب سو نفل پڑھنے والے سے زیادہ ہے حالانکہ سو اور ہزار نفل پڑھنے پر کافی وقت صرف ہوتا ہے۔

فرمایا وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ اور نہیں ہیں آپ ان پر وکیل۔ آپ تو مبلغ ہیں اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ [شوریٰ:۴۸] ''آپ کے ذمہ ہے حق کی بات پہنچا دینا۔'' منوانا آپ کے فریضے میں داخل نہیں ہے جو مان لے گا وہ خوش قسمت ہے اور بد قسمت ہے جو ضد پر اڑا رہے گا۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا اللہ تعالیٰ کھینچ لیتا ہے جانوں کو، روحوں کو ان کی موت کے وقت۔ ہر جان دار چیز کے بدن میں روح ہے جب تک بدن میں روح ہے، حیات ہے، سانس بھی لے گا نبض بھی چلے گی، کھانا بھی ہضم ہوگا بدن کا سارا نظام چلتا رہے گا۔ جتنی زندگی کسی کو اللہ تعالیٰ نے دی ہے اتنی دیر زندہ رہے گا اور جب زندگی پوری ہو جاتی ہے اور موت کا ارادہ کرتا ہے تو روح کو بدن سے کھینچ لیتا ہے۔ اس وقت بدن کی بس ہو جاتی ہے نہ سانس لیتا ہے نہ نبض چلتی ہے سارا نظام ختم ہو جاتا ہے وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا اور وہ جانیں جو نہیں مرتیں ان کی روحوں کو کھینچ لیتا ہے ان کی نیند میں۔ ان کی روح کا تعلق بدن کے ساتھ اس طرح

کا نہیں ہوتا جس طرح بیداری میں ہوتا ہے۔ گو روح با قاعدہ بدن میں ہوتی ہے وہ سو رہا ہوتا ہے روح اندر سے نکلتی نہیں ہے نبض بھی چل رہی ہے، کھانا بھی ہضم ہو رہا ہے، سانس بھی لے رہا ہے لیکن وہ تعلق جو بیداری میں ہوتا ہے وہ نہیں ہے۔ موت کے وقت اللہ تعالیٰ روحوں کو بالکل کھینچ لیتا ہے اور موت کے وقت بدن کے ساتھ تعلق نہیں رہتا، نہ نبض چلتی ہے، نہ سانس لے سکتا ہے، نہ کھانا ہضم ہوتا ہے، نہ بدن کی نشوونما ہوتی ہے۔ پھر اس کو قبر میں اتارا جاتا ہے مٹی ڈال کر ابھی آدمی وہیں کھڑے ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے تُعَادُ رُوْحُهٗ فِيْ جَسَدِهٖ ''اس کی روح جسم میں لوٹائی جاتی ہے۔'' جسم کے ساتھ اتنا تعلق ہوتا ہے کہ جس سے نکیرین کے سوال سمجھ سکتا ہے۔

نکیرین سوال کرتے ہیں مَنْ رَّبُّكَ نیک آدمی جواب دیتا ہے رَبِّیَ اللہ۔ وہ کہتے ہیں مَنْ نَبِيُّكَ یہ کہتا ہے نبی محمد رسول اللہ ﷺ۔ پھر وہ کہتے ہیں مَا دِيْنُكَ یہ کہتا ہے دینی الاسلام۔ اور کافر، مشرک، منافق سے جب سوال کرتے ہیں مَنْ رَّبُّكَ تو وہ کہتا ہے هَاهْ هَاهْ لَا اَدْرِیْ میری بدقسمتی میں نہیں جانتا۔ دفن کر کے جب واپس آتے ہیں تو بخاری شریف کی روایت ہے کہ میت ان کے جوتوں کی آہٹ سن رہی ہوتی ہے۔

تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کھینچ لیتا ہے ان کی جانوں کو موت کے وقت اور وہ جو نہیں مرتیں ان کی جانوں کو کھینچ لیتا ہے نیند میں۔ مگر وہ کھینچنا اور طرح کا ہے یہ کھینچنا اور طرح کا ہے فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ پس روک لیتا ہے اس کو جس پر موت کا فیصلہ کرتا ہے وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰى اور چھوڑ دیتا ہے دوسری کو اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ایک مقرر میعاد تک جو اس کی موت کا وقت لکھا ہے اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ

بے شک اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں اس قوم کے لیے جو غور وفکر کرتی ہے
اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ کیا انھوں نے بنالیے ہیں اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے سفارشی۔ گیارھویں پارے میں ہے وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ [یونس:۱۸] ''اور یہ کہتے ہیں یہ ہمارے سفارشی ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں۔'' اور اسی سورت کے پہلے رکوع میں گزرا ہے کہ کہتے ہیں مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ''نہیں عبادت کرتے ہم ان کی مگر اس لیے کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا قرب دلائیں گے۔'' لات، منات، عزیٰ کی عبادت اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں رب کے قریب کر دیتے ہیں۔ تو فرمایا کیا انھوں نے بنالیے ہیں اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے سفارشی قُلْ آپ کہہ دیں اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْئًا اگرچہ وہ کسی چیز کے مالک نہ ہوں وَّلَا يَعْقِلُوْنَ اور نہ وہ عقل رکھتے ہوں۔ دیکھو! جن کو یہ سفارشی بناتے ہیں ان کی دو اقسام ہیں۔

سفارشیوں کی اقسام :

[۱] ..... ایک تو جان دار لوگ ہیں جیسے ود، سواع، یغوث، یعوق، نسر، فرشتے، عزیر علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام۔ جن کے متعلق ان کا نظریہ ہے کہ یہ ان کی تکالیف دور کرنے کا اختیار رکھتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ وہ اپنی جانوں پر اختیار نہیں رکھتے وہ اپنے نقصان اور نفع کے مالک نہیں ہیں تو ان کے نفع نقصان کے مالک کیسے ہوں گے؟ مثلاً: عیسائی کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام ہمارے منجی ہیں اور ادھر ان کا یہ نظریہ بھی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر لٹکا دیا گیا۔ ہمارا عقیدہ یہ نہیں ہے۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمانوں پر اٹھالیا گیا وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ [النساء:۱۵۷] ''اور نہ ان کو قتل کیا ہے اور نہ سولی پر چڑھایا ہے

وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا اورنہیں قتل کیاانہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو یقیناً۔'' تو عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق جوان کی کتابیں بتاتی ہیں سولی پر لٹکا دیا گیااور جس وقت عیسیٰ علیہ السلام کوسولی پر لٹکایا گیاتوانہوں نے شور مچایا اِيْلِيْ اِيْلِيْ لِمَا سَبَقْتَنِيْ ''اے میرے رب،اے میرے رب تو نے مجھے کہاں پھنسا دیا۔'' اب سوال یہ ہے کہ جس کے پاس اپنی جان بچانے کے لیے قدرت نہیں ہے وہ تمہارے لیے کیسے منجی بن گئے؟ جو اپنے گلے سے سولی کے پھندے کو دور نہ کرسکیں وہ تمھیں کیسے نجات دلائیں گے۔ اسی طرح عزیر علیہ السلام اور فرشتے وغیرہ کسی کے پاس کوئی اختیار نہیں ہے اختیارات سارے کے سارے صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔

[۲]...... اور دوسری قسم سفارشیوں کی، بت ہیں۔ جوانھوں نے بنائے ہوئے تھے۔ وہ بت کیا سمجھیں اور جانیں کہ ہمیں کون پکار رہا ہے؟ لیکن ایک بات یادرکھنا! وہ محض بتوں کی پوجانہیں کرتے تھے بلکہ ان بزرگوں کی پوجا کرتے تھے جن کی شکل وصورت پر بت بنائے ہوئے تھے۔ میں نے اس مسئلے پر'' گلدستہ توحید'' میں بڑی بحث کی ہے جو اور کسی کتاب میں نہیں ملے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ایک دفعہ اس کو ضرور پڑھو۔ محض پتھروں کی پوجا کسی نے نہیں کی۔ یہاں جو عمر رسیدہ بزرگ ہیں ان کو معلوم ہے کہ یہاں ہندو ہوتے تھے وہ بیس بیس کلو کا پتھر اٹھا کر لاتے تھے اس وقت اس کی پوجا نہیں کرتے تھے جب تراشتے تراشتے پانچ سیر کا رہ جاتا اور ان کے کسی بزرگ کی شکل پر ہو جاتا تھا تو پھر اس کا طواف بھی کرتے، اس کی نذر بھی مانتے اور سارا کچھ کرتے۔ لکڑی ایک من کی اٹھا کر لاتے اس میں کوئی کرشمہ نہیں مانتے تھے نہ اس کی پوجا کرتے جب اس کو تراشتے تراشتے دس کلو کی رہ جاتی اور رام چندر جی، کرشنا جی، بدھ کی شکل بن جاتی تو پھر اس کی پوجا شروع

کردیتے۔

تو دراصل ان کی ان بزرگوں کے ساتھ عقیدت ہوتی تھی جن کی شکل کے بت بناتے تھے۔ ان پتھروں کے ساتھ تو کوئی عقیدت نہیں تھی یہ جو تمہارے پاس دوستوں کی تصویریں ہیں ان کاغذوں کے ساتھ تو کسی کو محبت نہیں ہے ان سے بہتر اور نرم کاغذ ہیں ان کے ساتھ تو کوئی محبت نہیں کرتا۔ دراصل محبت اس تصویر اور فوٹو کے ساتھ ہے جو تمہارے دوست کا ہے۔ تو وہ عبادت لکڑیوں اور پتھروں کی نہیں کرتے تھے بلکہ ان کی کرتے تھے جن کی شکل اور تصویر بناتے تھے۔

تو فرمایا کہ اگرچہ وہ کسی چیز کے مالک نہ ہوں اور نہ ان کو عقل ہو قُلْ آپ کہہ دیں لِلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا اللہ تعالیٰ کے لیے ہے سفارش۔ اللہ تعالیٰ کے لیے سفارش کا معنٰی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر سفارش نہیں ہوگی مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ [آیۃ الکرسی: پارہ ۳] ''کون ہے جو اس کے سامنے سفارش کر سکے بغیر اس کی اجازت کے۔'' قیامت والے دن ساری مخلوق پریشان ہوگی، سب لوگ پسینہ میں ڈوبے ہوئے ہوں گے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے کہ آپ سے ہماری نسل چلی ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارش کریں کہ حساب کتاب شروع ہو جائے۔ وہ کہیں گے نفسی نفسی نفسی کس منہ سے جاؤں؟ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پوچھ لیا کہ ممنوعہ درخت کو تو نے کیوں کھایا تھا تو میں کیا جواب دوں گا؟ مجھ میں ہمت نہیں ہے جانے کی۔ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔ سب معذرت کریں گے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں گے۔ میدان محشر میں ایک مقام ہے جس کا نام ہے مقام

محمود جس پر لواء الحمد لہرا رہا ہوگا، حمد کا جھنڈا۔ اس مقام پر آپ ﷺ رب تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہوں گے۔ بخاری شریف میں روایت ہے یُلْهِمُنِیْ بِمَحَامِدَ لَمْ تَحْضُرْنِیْ الْآنَ ''اللہ تعالیٰ مجھے ایسے کلمات الہام کریں گے جو اب مجھے معلوم نہیں ہیں۔'' مسند احمد کی روایت ہے کہ سات دن کا لمبا سجدہ ہوگا یا چودہ دن کا۔ یہ سارا عرصہ اللہ تعالیٰ کی حمد میں مصروف رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے یَا محمد اِرْفَعْ رَأْسَكَ اِشْفَعْ تُشَفَّعْ ''اے محمد ﷺ! سر اٹھا کر سفارش کریں آپ کی سفارش قبول کی جائے گی۔'' تو رب تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کون سفارش کر سکتا ہے؟ یہ بے جان کیا کریں گے؟ یا جن کے بت بنائے گئے ہیں ان کو کیا معلوم کہ کس کو کہاں کیا تکلیف ہو رہی ہے؟ اب یہاں جو کوئی عیسیٰ علیہ السلام کو پکارے تو وہ تو اپنے مقام پر آرام فرما رہے ہیں ان کو کیا معلوم کہ اس پر کیا گزر رہی ہے؟ یہاں کوئی یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئا للہ کہتا ہے سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مقام پر آرام فرما رہے ہیں جنت میں مزے اڑا رہے ہیں ان کو کیا پتا کہ گکھڑ میں فلاں آدمی کو کیا ہو رہا ہے؟ تو فرمایا کہ ساری سفارش اللہ تعالیٰ کے لیے ہے لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اسی کے لیے ہے شاہی آسمانوں کی اور زمین کی۔ اور یاد رکھنا! ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ پھر اسی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ جانا اسی کے پاس ہے اس کی فکر کرو۔

آگے مشرکوں کی تردید ہے۔ فرمایا ان کا حال یہ ہے وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اور جس وقت ذکر کیا جاتا ہے اللہ وحدہٗ لاشریک کا اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ سکڑتے ہیں، تنگ ہوتے ہیں دل ان لوگوں کے جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ جب خالص توحید کا ذکر ہو پھر اچھلتے ہیں اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

يَسْتَكْبِرُوْنَ [صٰفّٰت: ۳۵] ''جن ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا الٰہ، معبود، مشکل کشا کوئی نہیں ہے تو یہ تکبر کرتے ہیں، اچھلتے ہیں۔'' ان کو یہ بات ایسے ناگوار گزرتی ہے کہ جس کا کوئی حساب ہی نہیں ہے۔ وَإِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اور جب ذکر کیا جاتا ہے ان کا جو اللہ تعالیٰ سے نیچے ہیں۔ اوروں کی قصے کہانیاں سنائی جاتی ہیں تو إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ تو اچانک وہ خوش ہو جاتے ہیں۔ اس کا تم آج تجربہ کر کے دیکھ لو۔ خالص توحید کی آیات سناؤ تو خوش نہیں ہوں گے مشرک لوگ۔ بابوں کے قصے کہانیاں سنا دو کہ فلاں بابے نے پہاڑ جلا دیا، فلاں نے یہ کیا، فلاں نے یہ کیا، بڑے خوش ہوں گے۔ ان کے بے حقیقت قصے سن کر بڑے خوش ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو سمجھ دے۔

****

قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِیْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝٤٦ وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِی الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ۝٤٧ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝٤٨ فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ ؕ بَلْ هِیَ فِتْنَةٌ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝٤٩ قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝٥٠ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ؕ وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰٓؤُلَآءِ سَيُصِيْبُهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۙ وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝٥١ اَوَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝٥٢ ع ۱۱ / ۲

قُلِ آپ کہہ دیں اللّٰھُمَّ اے اللہ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ غائب اور حاضر کو جاننے والے اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ آپ ہی فیصلہ کریں گے اپنے بندوں کے درمیان فِیْ مَا كَانُوْا ان چیزوں کے بارے میں فِيْهِ

يَخْتَلِفُوْنَ جن میں وہ اختلاف کرتے تھے وَلَوْ اور اگر اَنَّ بے شک لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ان لوگوں کے لیے جنھوں نے ظلم کیا مَافِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا جو کچھ ہے زمین میں سارے کا سارا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ اور اس جیسا اس کے ساتھ ہو لَافْتَدَوْا بِهٖ البتہ وہ فدیہ دے دیں اس کے ساتھ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ بُرے عذاب سے بچتے ہوئے يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت والے دن وَبَدَا لَهُمْ اور ظاہر ہوں گے ان کے لیے مِّنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مَا وہ چیزیں لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ جن کا وہ گمان نہیں رکھتے تھے وَبَدَا لَهُمْ اور ظاہر ہوں گی ان کے لیے سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا برائیاں جو انھوں نے کمائیں وَحَاقَ بِهِمْ اور گھیرے گی ان کو مَّا وہ چیز كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ جس کے ساتھ وہ ٹھٹھا کرتے تھے فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ پس جب پہنچتی ہے انسان کو تکلیف دَعَانَا ہمیں پکارتا ہے ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً پھر جب ہم دے دیتے ہیں اس کو نعمت مِّنَّا اپنی طرف سے قَالَ کہتا ہے اِنَّمَآ پختہ بات ہے اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ یہ دی گئی ہے مجھے علم کی بنا پر بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ بلکہ یہ آزمائش ہے وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے قَدْ قَالَهَا تحقیق کہی یہ بات الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ پس نہ کام آئی ان کو مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ وہ چیز جو وہ کماتے تھے فَاَصَابَهُمْ پس پہنچیں ان کو سَيِّاٰتُ

مَا كَسَبُوْا وہ برائیاں جوانھوں نے کمائیں وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اور وہ لوگ جنھوں نے ظلم کیا مِنْ هٰٓؤُلَاۗءِ ان لوگوں میں سَيُصِيْبُهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا عنقریب پہنچے گی ان کو وہ برائی جو انہوں نے کمائی وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ اور نہیں ہیں وہ عاجز کرنے والے اَوَلَمْ يَعْلَمُوْٓا کیا وہ نہیں جانتے اَنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ يَبْسُطُ الرِّزْقَ کشادہ کرتا ہے رزق لِمَنْ يَّشَاۗءُ جس کے لیے چاہے وَيَقْدِرُ اور تنگ کرتا ہے اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ بے شک اس میں لَاٰيٰتٍ البتہ نشانیاں ہیں لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ اس قوم کے لیے جو ایمان لاتی ہے۔

ربطِ آیات :

اس سے پہلی آیات میں مشرکوں کا رد تھا۔ آگے اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں اے نبی کریم ﷺ! اَللّٰهُمَّ۔ یہ لفظ اصل میں یا اللہ تھا یا کو ابتداء سے حذف کر کے آخر میں اس کی جگہ میم لائے ہیں۔ تو اس کا معنیٰ ہے اے اللہ جل جلالہ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ فُطور ط کے ساتھ ہو تو اس کا معنیٰ ہے بغیر نمونے اور مثال کے پیدا کرنے والا۔ تو معنیٰ ہوگا بغیر نمونے اور مثال کے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے۔ اس سے پہلے نہ زمین کا نمونہ تھا اور نہ آسمان کا نمونہ تھا۔ کسی چیز کا نمونہ دیکھ کر چیز کا بنانا آسان ہوتا ہے عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ غائب اور حاضر کو جاننے والے۔

کئی دفعہ یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ عٰلِمَ الْغَيْبِ کا معنیٰ ہے مَا غَابَ عَنِ

المخلوق جو چیزیں مخلوق سے غائب ہیں رب ان کو بھی جانتا ہے اور الشَّهَادَةِ کا معنٰی ہے جو چیزیں مخلوق کے سامنے ہیں رب ان کو بھی جانتا ہے۔ تو مخلوق کے اعتبار سے عالم الغیب والشہادہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سے تو کوئی چیز غائب نہیں ہے اَنْتَ تَحْكُمُ آپ ہی فیصلہ کریں گے بَيْنَ عِبَادِكَ اپنے بندوں کے درمیان قیامت والے دن فِي مَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ان چیزوں کے بارے میں جن میں وہ اختلاف کرتے تھے۔ دنیا میں بے شمار ایسی مثالیں موجود ہیں کہ جھگڑے ہوتے ہیں قتل تک نوبت پہنچ جاتی ہے غیر مجرم، مجرم بن جاتے ہیں اصل کا پتا ہی نہیں چلتا باوجود اس کے کہ منصف مزاج جج اور وکیل بحث کرتے ہیں بڑا غور وفکر کرتے ہیں لیکن حقیقت پر پردہ پڑا رہتا ہے۔ لیکن قیامت والے دن اللہ تعالیٰ صحیح صحیح فیصلہ کریں گے حق اور باطل کے درمیان دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا حق حق ہوگا باطل باطل ہوگا، سچ سچ ہوگا جھوٹ جھوٹ ہوگا ہر شے نکھر کر سامنے آجائے گی وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اور اگر بے شک ان لوگوں کے لیے جنھوں نے ظلم کیا دنیا میں مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا جو کچھ زمین میں ہے سارے کا سارا ہو۔ یہاں اجمال ہے دوسری جگہ تفصیل ہے مِلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا ''زمین سونے سے بھری ہوئی ہو وَلَوِ افْتَدٰى بِهٖ [آل عمران: ۹۱] ''اگرچہ وہ اس کو فدیہ دیں کسی سے قبول نہیں کی جائے گی۔'' صرف یہی زمین سونے کی بھری ہوئی نہیں وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ اور اس جیسا مزید بھی اس کے ساتھ ہو اور سونے سے بھری ہوئی ہو لَافْتَدَوْا بِهٖ البتہ وہ فدیہ میں دے دیں مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ بُرے عذاب سے بچنے کے لیے يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت والے دن۔ اگر بالفرض کسی کے پاس یہ ساری زمین سونے کی بھری ہوئی ہو اور اتنی زمین اور بھی اس کے ساتھ ہو اور وہ برے عذاب سے بچنے کے لیے دے دے تو قبول نہیں کی

جائے گی۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ ہوگی کس کے پاس؟ یہاں بڑا خوش قسمت ہے جس کو چند گز کفن ہی مل جائے۔ کتنے ہیں کہ ان کو کفن بھی نصیب نہیں ہوتا۔ اگر کسی کے پاس انگوٹھی ہو تو وہ اتار لیتے ہیں اور اگر ہو بھی تو قبول نہیں کی جائے گی۔ کتنا مہنگا سودا ہے کہ ساری زمین سونے کی بھری ہوئی ہو اور اس کے مثل اور بھی ہو یہ دے کر جان چھڑانا چاہے تو نہیں چھوٹے گی۔ اور سورۃ معارج پارہ ۲۹ میں ہے یَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ یَفْتَدِیْ مِنْ عَذَابِ یَوْمَئِذٍ ۢبِبَنِیْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِیْهِ وَ فَصِیْلَتِهِ الَّتِیْ تُـْٔوِیْهِ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ثُمَّ یُنْجِیْهِ كَلَّا ”مجرم خواہش کرے گا کہ کاش وہ اس دن کے عذاب سے بچنے کے لیے اپنے بیٹوں کا فدیہ دے دے اور اپنی بیوی اور اپنے بھائی کو اور اپنے قبیلے کو جو اس کو پناہ دیتا تھا اور سب زمین پر رہنے والوں کو بھی فدیے میں پیش کر دے پھر اپنے آپ کو بچالے ہرگز ایسا نہیں ہوگا۔“ اور سورہ لقمان آیت نمبر ۳۲ پارہ ۲۱ میں ہے یَوْمًا لَّا یَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ وَ لَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَیْـًٔا ”اس دن نہیں کام آئے گا کوئی باپ اپنے بیٹے کے لیے اور نہ کوئی بیٹا کفایت کرنے والا ہوگا اپنے باپ کے لیے کچھ بھی۔“ اور سورۃ نجم پارہ ۲۸ میں ہے اَنْ لَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ”کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔“ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ اور ظاہر ہوں گی ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مَا وہ چیزیں لَمْ یَكُوْنُوْا یَحْتَسِبُوْنَ جن کا وہ دنیا میں گمان نہیں رکھتے تھے۔ تصور بھی نہیں تھا کہ یہ چیزیں سامنے آئیں گی۔ پل صراط ان کے سامنے ہوگا، دوزخ کی آگ اور شعلے ان کے سامنے ہوں گے۔ سانپ، بچھو سامنے ہوں گے، رتی رتی کا حساب ہوگا۔ وہ وہ چیزیں پرچے میں سامنے آئیں گی کہ جن کے متعلق آدمی کو تصور بھی نہ تھا کہ ان کا بھی حساب ہوگا۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ چھوٹی سے چھوٹی چیز کے متعلق پوچھا جائے گا مثلاً:
پوچھا جائے گا کہ مسجد سے نکلتے وقت تو نے سیڑھیوں میں تھوکا تھا، تو نے کیلا اور دیگر پھل کھا کر راستے میں پھینک دیئے تھے۔ بندے کے ہاتھوں کے طوطے اڑ جائیں گے کہ میں تو ان چیزوں کو گناہ ہی نہیں سمجھتا تھا۔ پوچھا جائے گا بتا بندے! تو ننگے سر بازار پھرتا تھا۔ مجبوری کے بغیر ننگے سر بازار جانے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت برستی ہے۔ آج تو ننگے سر پھرنا فیشن بن گیا ہے۔ انگریز بے ایمان نے ہمیں بے ایمان کر کے مارنا ہے۔ اگر کوئی شخص ننگے سر بازار جائے تو اس کی گواہی مردود ہے۔ یہ سب چیزیں سامنے آئیں گی وَبَدَا لَهُمْ اور ظاہر ہوں گی ان کے لیے سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وہ برائیاں جو انہوں نے کمائی ہیں وَحَاقَ بِهِمْ اور گھیرے گی ان کو مَّا وہ چیز كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ جس کے ساتھ وہ ٹھٹھا کرتے تھے۔ مثلاً: جب کہا جاتا تھا کہ دوزخ میں سانپ بچھو ہوں گے تو مذاق اڑاتے تھے کہتے تھے تمہاری عقل ماری گئی ہے ایک طرف دوزخ کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز پھر اس میں سانپ، خچر کے برابر۔ اتنی تیز آگ میں زقوم کا درخت اور ضریع کی جھاڑیاں ہوں گی پل صراط جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگا اس پر سے گزرنا پڑے گا نیچے آگ کے شعلے ہوں گے وہاں سے کون گزرے گا؟ تو دنیا میں جن چیزوں کا تم مذاق اڑاتے ہو یہ سب چیزیں سامنے آئیں گی۔

جہنم میں زقوم اور ضریع بھی کھائیں گے اور کافروں کو سانپ اور بچھو بھی ڈسیں گے یہ سب کچھ ہوگا فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ پس جس وقت پہنچتی ہے انسان کو تکلیف دَعَانَا ہمیں پکارتا ہے۔ پھر اللہ، اللہ، اللہ، اللہ کی ضربیں لگاتا ہے ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا پھر جس وقت ہم اس کو دے دیتے ہیں نعمت اپنی طرف سے قَالَ کہتا

ہے اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ پختہ بات ہے کہ یہ دی گئی ہے مجھے علم کی بنا پر۔ جب مشکل میں پھنسا ہوا ہوتا ہے اس وقت ساری چیزیں بھول جاتا ہے۔ پس اللہ اللہ کرتا ہے پھر جب اللہ تعالیٰ نوازتا ہے تو پھر خدا کو بھول جاتا ہے اور کہتا ہے یہ میرے علم، قابلیت اور محنت کا نتیجہ ہے۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ بلکہ یہ آزمائش ہے رب کی طرف سے۔ رب تعالیٰ دے کر بھی آزماتا ہے اور لے کر بھی آزماتا ہے وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ لیکن اکثر ان میں سے نہیں جانتے قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ تحقیق کہی یہ بات ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے۔

واقعہ قارون :

قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی تھا اور مال دار اتنا تھا کہ اس کے خزانے کی چابیاں اچھی خاصی جماعت اٹھاتی تھی اور کنجوس اتنا تھا کہ کہتا تھا کہ سالن روٹی کے اوپر ڈال دو، رکابی میں ڈالو گے تو اس کی قلعی اتر جائے گی۔ قلعی کرانے پر پیسے خرچ ہوں گے۔ بچوں کو مکان کی چھت پر نہیں چڑھنے دیتا تھا کہ چھت خراب ہو جائے گی اور لپائی کرانا پڑے گی۔ جب اس کو کہا جاتا کہ اَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ''احسان کرو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ احسان کیا ہے۔'' غریبوں، کمزوروں کی ہمدردی کرو تو کہتا انما اوتيته على علم [القصص:۷۸] ''بے شک مجھے دی گئی دولت علم کی بنا پر (اپنی قابلیت کی بنا پر)۔'' تم بھی قابلیت پیدا کرو، کماؤ کھاؤ مجھ سے کیوں مانگتے ہو؟ اگر اللہ تعالیٰ کسی پر انعام کرے تو بندے کو اس پر گھمنڈ نہیں کرنا چاہیے بلکہ اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کرنا چاہیے کہ مجھے حلال طریقے سے یہ نعمت عطا فرمائی ہے۔ تو

فرمایا کہ یہ باتیں پہلے لوگوں نے بھی کی ہیں فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ پس نہ کام آئی ان کو مَّا وہ چیز كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ جو وہ کماتے تھے۔قارون کی ایسی مضبوط کوٹھی تھی کہ زلزلہ بھی آئے تو بہ ظاہر دیواروں کو نقصان کا کوئی خطرہ نہیں تھا۔لیکن جب قارون کی بدبختی کا وقت آیا تو اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا زمین نے اس کو کوٹھی سمیت ہڑپ کرلیا۔زمین نے ایسا نگلا کہ نہ اس کا کوئی پتا چلا نہ کوٹھی کا پتا چلا کہ کہاں گئی،اور نہ خزانوں کا۔ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ [قصص:۸۱] ''پس ہم نے دھنسا دیا اس قارون کو اور اس کے گھر کو زمین میں۔'' اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے وہ سب کچھ کرسکتا ہے۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ زمین کے تین حصے،گاؤں کے گاؤں اور شہروں کے شہر زمین میں دھنسا دیئے جائیں گے۔ایک خسف مشرق میں ہوگا ایک مغرب میں ہوگا اور ایک عرب میں ہوگا۔مشرق والا (خسف) چاہے چین میں ہو،جاپان میں ہو یا پاکستان میں۔مغرب والا یورپ میں ہوگا اور عرب کے علاقہ میں اپنا یہ ذہن کام کرتا ہے کہ جہاں امریکہ کی فوجیں ہیں یہی مقام زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔

فرمایا فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا پس پہنچیں ان کو وہ برائیاں جو انھوں نے کمائیں۔یہ تو پہلوں کے متعلق ہے وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰٓؤُلَآءِ اور وہ لوگ جنھوں نے ظلم کیا ان لوگوں میں سے سَيُصِيْبُهُمْ عنقریب پہنچے گی ان کو سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وہ برائی جو انہوں نے کمائی۔یہ اس وقت کے ظالموں کو سنایا جارہا ہے کہ صرف یہ نہ سمجھیں کہ پہلوں کے ساتھ ایسا ہوا ہے اس وقت کے جو ظالم ہیں جو وہ برائیاں کمائیں گے ان پر بھی ان کا وبال پڑے گا،ان کی بھی گرفت ہوگی وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ اور نہیں ہیں وہ عاجز کرنے والے رب تعالیٰ کو۔رب تعالیٰ قادر مطلق ہے وہ ایک لمحے میں

ساری دنیا تباہ کرسکتا ہے۔

پچھلے دنوں جاپان میں صرف سترہ سیکنڈ زلزلہ آیا تھا ان کی ریلوے کی جو پٹڑیاں تباہ ہوئی تھیں چار سال میں بھی صحیح معنیٰ میں درست نہیں ہو سکی تھیں حالانکہ جاپان نے صنعت میں سارے یورپ کی گردن جھکا دی ہے۔ رب، رب ہے اَوَلَمْ يَعْلَمُوْٓا کیا یہ لوگ نہیں جانتے اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ بے شک اللہ تعالیٰ کشادہ کرتا ہے رزق جس کا چاہے وَيَقْدِرُ اور تنگ کرتا ہے جس کا چاہے۔ رزق کا نظام اللہ تعالیٰ کے پاس ہے بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ آدمی کی محنت زیادہ ہوتی ہے مگر محنت کے مطابق اسے رزق ملتا نہیں ہے اور بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ محنت تھوڑی ہوتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ رزق زیادہ دیتا ہے۔ وہ لوگ خوش قسمت اور سعادت مند ہیں جن کو ایمان کی دولت کے ساتھ رزق حلال بھی حاصل ہو۔ سب سے بڑی دولت ایمان ہے اس جیسی اور دولت کوئی نہیں ہے۔ صرف مال کو کتنی دیر کھالیں گے؟ دس سال، بیس سال، سو سال، آخر موت ہے۔ مرنے کے بعد پھر ہوگا جو ہوگا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا لوگ کہتے ہیں مالی مالی میرا مال میرا مال۔ تیرا مال وہ ہے جو تو نے کھالیا، استعمال کرلیا یا اپنے ہاتھ سے خیرات کر دیا باقی مال تو وارثوں کا ہے۔ اچھے ہوئے تو اچھی جگہ لگائیں گے بُرے ہوئے تو بدمعاشی کریں گے جوا کھیلیں گے۔ اس کا وبال تیری گردن پر پڑے گا کہ تو نے ان کے لیے جمع کر کے رکھا تھا۔ فرمایا رب تعالیٰ جس کا چاہے رزق کشادہ کرے جس کا چاہے تنگ کرے اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ بے شک اس میں البتہ نشانیاں ہیں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ اس قوم کے لیے جو ایمان لاتی ہے دوسروں کو سمجھ نہیں آسکتی۔

❋❋❋❋

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۳﴾ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿۵۵﴾ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ﴿۵۶﴾ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۵۷﴾ اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۸﴾ بَلٰى قَدْ جَاۗءَتْكَ اٰيٰتِيْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۹﴾ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ۭ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۶۰﴾

قُلْ آپ کہہ دیں يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اے میرے وہ بندو اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ جنھوں نے زیادتی کی اپنی جانوں پر لَا تَقْنَطُوْا ناامید نہ ہو مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا بخش دیتا ہے سب گناہ اِنَّهٗ بے شک وہ هُوَ

الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ بہت بخشنے والا ہے بڑا مہربان ہے وَاَنِيْبُوْٓا اور رجوع کرو تم اِلٰى رَبِّكُمْ اپنے رب کی طرف وَاَسْلِمُوْا اور فرماں بردار ہو جاؤ لَهٗ اس کے مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ پہلے اس سے کہ آئے تم پر الْعَذَابُ عذاب ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ پھر تمہاری مدد بھی نہیں کی جائے گی وَاتَّبِعُوْٓا اور پیروی کرو اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ بہتر بات کی جو تمہاری طرف اتاری گئی ہے مِّنْ رَّبِّكُمْ تمہارے رب کی طرف سے مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ پہلے اس سے کہ آئے تم پر عذاب بَغْتَةً اچانک وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ اور تم شعور بھی نہ رکھتے ہو اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ یہ کہ کہے کوئی نفس يّٰحَسْرَتٰى اے افسوس مجھ پر عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ اس کارروائی کے متعلق جو میں نے کوتاہی کی فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے معاملے میں وَاِنْ كُنْتُ اور بے شک میں تھا لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ٹھٹھا کرنے والوں میں سے اَوْ تَقُوْلَ یا وہ نفس کہے لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ اگر بے شک اللہ تعالیٰ مجھے ہدایت دیتا لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ البتہ میں ہوتا متقیوں میں سے اَوْ تَقُوْلَ یا کہے وہ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ جس وقت دیکھے گا وہ عذاب کو لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً اگر بے شک میرے لیے ہو لوٹنا فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ پس ہو جاؤں میں نیکی کرنے والوں میں سے بَلٰى کیوں نہیں قَدْ جَآءَتْكَ تحقیق آ چکیں تیرے پاس اٰيٰتِيْ میری آیتیں فَكَذَّبْتَ بِهَا پس تو نے جھٹلایا ان کو

وَاسۡتَكۡبَرۡتَ اور تو نے تکبر کیا وَكُنۡتَ مِنَ الۡكٰفِرِيۡنَ اور تھا تو کفر کرنے والوں میں سے وَيَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ اور قیامت والے دن تَرَى الَّذِيۡنَ دیکھے گا ان لوگوں کو كَذَبُوۡا عَلَى اللّٰهِ جنھوں نے جھوٹ بولا اللہ تعالیٰ پر وُجُوۡهُهُمۡ مُّسۡوَدَّةٌ ان کے چہرے سیاہ ہوں گے اَلَيۡسَ فِيۡ جَهَنَّمَ کیا نہیں ہے جہنم میں مَثۡوًى لِّلۡمُتَكَبِّرِيۡنَ ٹھکانا تکبر کرنے والوں کا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ آنحضرت ﷺ کو حکم دیتے ہیں قُلۡ آپ کہہ دیں میرے بندوں کو میری طرف سے اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہے يٰعِبَادِيَ الَّذِيۡنَ اَسۡرَفُوۡا اے میرے وہ بندو جنھوں نے زیادتی کی عَلٰٓى اَنۡفُسِهِمۡ اپنی جانوں پر، گناہ کیے، کوتاہیاں کیں لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَةِ اللّٰهِ ناامید نہ ہو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے۔ چاہے کتنے بھی ظلم کیے ہیں، زیادتیاں کی ہیں۔ مغفرت کے اسباب بہت ہیں لیکن ہوگی قاعدے کے مطابق۔ مثلاً: ہم کہتے ہیں نماز پڑھو تو اس کا یہ مطلب تو ہرگز نہیں ہے کہ نہ وضو ہو نہ وقت ہو نہ قبلے کی طرف رخ ہو اور پڑھ لو۔ نہ کپڑے پاک ہوں، نہ جگہ پاک ہو اور پڑھ لو، یہ نماز تو نہ ہوگی۔ بلکہ نماز پڑھنے کا مطلب ہے کہ قاعدے کے مطابق پڑھو۔ اسی طرح گناہ کی بخشش اور توبہ کے لیے بھی شرائط ہیں۔

اور یہ بات بھی تم کئی دفعہ سن چکے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق دو قسم پر ہیں۔ ایک وہ ہیں جن کی قضا نہیں ہے جیسے شراب پینا، بدکاری کرنا وغیرہ۔ ان سے جب انسان سچے دل سے توبہ کرے گا اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا۔ دوسرے حقوق وہ ہیں جن کی قضا ہے مثلاً: نماز ہے، روزہ ہے، زکوٰۃ ہے، یہ محض زبانی توبہ سے معاف نہیں ہوں گے جب تک ان کی قضا نہیں کرے گا۔ نماز ذمے ہے اس کی قضا کرے، روزہ ذمے ہے اس کی قضا

کرے زکوٰۃ ذمے ہے اس کی قضا کرے اور تاخیر سے پڑھنے کی رب تعالیٰ سے معافی مانگے اللہ تعالیٰ معاف کردے گا۔

حقوق اللہ اور حقوق العباد کا مسئلہ :

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، چاروں امام اور تمام فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ نماز، روزہ، زکوٰۃ محض زبانی توبہ سے معاف نہیں ہوں گے جب تک ان کی قضا نہیں ہوگی۔ نمازیں قضا کرنے کا طریقہ میں کئی دفعہ سمجھا چکا ہوں کہ پہلے حساب لگاؤ کہ جب سے میں بالغ ہوا ہوں اس وقت سے لے کر اب تک میری کتنی نمازیں رہ گئی ہیں؟ ایک دن لگ جائے، دو دن لگ جائیں، دس دن لگ جائیں، مہینہ لگ جائے، وقت لگا کر مغز کھپا کر اندازہ لگاؤ کاغذ پر لکھ لو کہ میرے ذمے فجر کی تقریباً اتنی نمازیں ہیں، ان سے دو چار زائد شمار کرلو۔ روزے میرے ذمے تقریباً اتنے ہیں احتیاطاً مزید ڈال لو۔ جتنے بنے ان کی قضا کرو۔ یہی زکوٰۃ کا حکم ہے کہ جتنے سالوں کی نہیں دی شمار کرلو، نکالو۔ اگر ادا کرتے کرتے اچانک بیمار ہوگیا نماز روزے پورے قضا نہیں کرسکا تو وصیت کرے کہ میرے ذمے اتنی نمازیں ہیں اور اتنے روزے ہیں ان کا فدیہ ادا کردینا۔ اگر فدیے کی وصیت نہیں کرتا تو گناہ گار مرے گا۔ فدیہ کتنا ہے ہر نماز کا؟ دو سیر گندم ہے موٹا تخمینہ دو سیر گندم۔ پانچ نمازیں اور ایک وتر ہے۔ وتر واجب ہے مگر عملی طور پر فرض ہے۔ تو بارہ سیر گندم ایک دن کی نمازوں کا فدیہ ہے یا اس کی قیمت۔

اسی طرح روزے کا فدیہ دو سیر گندم کے حساب سے دے۔ آخرت کا معاملہ بڑا مشکل اور سخت ہے اور یہ مسئلہ بھی کئی دفعہ سن چکے ہو نمازوں کی قضا کرنے میں اسی طرح

ترتیب ضروری ہے جس طرح وقتی نمازوں میں ترتیب ضروری ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کے ذمہ دو ہزار فجر کی نمازیں ہیں اور وہ اس طرح نیت کرتا ہے کہ ان میں سے ایک پڑھتا ہوں تو اس طرح ذمہ داری سے فارغ نہیں ہوگا بلکہ نیت اس طرح کرے گا کہ میرے ذمہ جو فجر کی نمازیں ہیں ان میں سے پہلی پڑھتا ہوں۔ پہلی پہلی کر کے نیت کرے گا یا آخر سے شروع ہو کہ آخری پڑھتا ہوں باقی جو رہ گئی ہیں ان میں سے آخری پڑھتا ہوں آخری آخری کر کے نیت کرتا جائے ساتھ یہ بھی کہے کہ فجر کی پڑھتا ہوں یا ظہر کی پڑھتا ہوں کیونکہ وقت کی نیت کرنا بھی ضروری ہے۔ مگر نیت دل کے ارادے کا نام ہے زبان سے ادا کرنا ضروری نہیں ہے مستحب ہے۔ باقی نفل نماز کے لیے وقت کی کوئی پابندی نہیں ہے دو نفل پڑھے چار پڑھے، ان کے لیے نیت کی ضرورت نہیں ہے کہ ظہر کے پڑھتا ہوں یا عصر کے پڑھتا ہوں۔ باقی نمازوں اور وتر اور سنت مؤکدہ کے لیے وقت کی تعیین ضروری ہے۔ یہ تو تفصیل تھی حقوق اللہ کی۔ رہا مسئلہ بندوں کے حقوق کا تو یا تو بندہ معاف کر دے یا پھر ان کا حق ادا کرے تب اپنی ذمہ داری سے فارغ ہوگا۔ اس میں اختلاف ہے کہ اگر کسی کا حق بنتا ہے تو کیا دیتے وقت اس کو بتانا ضروری ہے کہ بھائی تیری اتنی رقم میرے ذمہ ہے مجھے معاف کر دے یا اس کو بغیر کچھ بتائے دے دے۔ فقہاء کرام رحمہم اللہ کا ایک گروہ کہتا ہے کہ ہاں! اس کو بتانا پڑے گا کہ تیری اتنی چیزیں یا رقم میرے ذمہ ہے مجھے معاف کر دے۔

دوسرے حضرات کہتے ہیں تفصیل کی ضرورت نہیں ہے بس اجمالاً کہہ دے کہ تمہارا کچھ حق تھوڑا یا زیادہ میرے ذمہ ہے مجھے معاف کر دو۔ وہ معافی دے دے تو معافی قبول ہے۔ تو فرمایا کہ میرے بندوں کو کہہ دو جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے کہ وہ اللہ

تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں اِنَّ اللّٰہَ یَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِیۡعًا بے شک اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے سب کے سب گناہ مگر قاعدے کے مطابق اِنَّہٗ ہُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ بے شک اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا ہے بڑا مہربان ہے۔ محض توبہ توبہ نہ کرو توبہ کے ساتھ یہ کام بھی ہے وَاَنِیۡبُوۡۤا اِلٰی رَبِّکُمۡ اور رجوع کرو اپنے رب کی طرف توبہ کے بعد تمھارے اندر انقلاب آنا چاہیے۔

جیسے علماء کرام فرماتے ہیں کہ حج مقبول و مبرور وہ ہے کہ اس کے بعد حاجی کی زندگی میں انقلاب آجائے پہلے کی طرح نہ رہے۔ اگر حج کے بعد بھی وہی حال رہا جو پہلے تھا تو سمجھو کہ حج مقبول نہیں ہوا۔ تو فرمایا رجوع کرو اپنے رب کی طرف وَاَسۡلِمُوۡا لَہٗ اور فرماں بردار ہو جاؤ اس کے۔ اسلام کا معنٰی ہے گردن جھکا دینا۔ رب تعالیٰ کے احکام کے سامنے گردن جھکا دو اس کے احکامات کو مانو اور پابندی کرو مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّاۡتِیَکُمُ الۡعَذَابُ پہلے اس سے کہ تم پر عذاب آئے ثُمَّ لَا تُنۡصَرُوۡنَ پھر تمھاری مدد بھی نہیں کی جائے گی جب عذاب آجائے گا۔ کل کے دن سے آج کا دن اچھا ہو آج کے دن سے کل آنے والا اچھا ہو۔ اور کیا کرنا ہے؟ وَاتَّبِعُوۡۤا اَحۡسَنَ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکُمۡ اور پیروی کرو بہتر بات کی جو تمھاری طرف اتاری گئی ہے مِّنۡ رَّبِّکُمۡ تمھارے رب کی طرف سے۔ جو تمھارے رب کی طرف سے اتاری گئی ہیں ان میں سے سب سے اچھی چیز کی پیروی کرو۔ تورات، زبور، انجیل بھی رب کی طرف سے اتاری گئیں ہیں اور صحیفے بھی اتارے گئے ہیں لیکن ان سب میں احسن قرآن کریم ہے۔ قرآن کریم کی پیروی کرو مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّاۡتِیَکُمُ الۡعَذَابُ بَغۡتَۃً پہلے اس سے کہ تم پر عذاب آئے اچانک وَّ اَنۡتُمۡ لَا تَشۡعُرُوۡنَ اور تمھیں شعور بھی نہ ہو۔ انسان اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے حالانکہ عاجز اور

کمزور ہے۔رب تعالیٰ قادر مطلق ہے چاہے تو اچھے بھلے آدمی کو ایسا بیمار کر دے کہ چل پھر بھی نہ کر سکے۔ دولت چھین لے، عزت چھین لے وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔تو فرمایا پہلے اس سے کہ عذاب آئے اور تمھیں شعور بھی نہ ہو اور اس سے پہلے ہی آگاہ رہو اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ یہ کہ کہے کوئی نفس یٰحَسْرَتٰی ہائے میرے اوپر افسوس عَلٰی مَا فَرَّطْتُّ اس کارروائی کے متعلق جو میں نے کوتاہی کی فِیْ جَنْۢبِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے معاملے میں۔ افراط کا معنٰی ہے زیادتی کرنا تفریط کا معنٰی ہے کوتاہی کرنا۔ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب آئے گا یا موت آئے گی تو مجرم کہے گا ہائے افسوس مجھ پر میں نے رب کے معاملے میں بڑی کوتاہی کی وَ اِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِیْنَ اور بے شک میں ٹھٹھا کرنے والوں میں سے تھا۔ جو نمازیوں کے ساتھ، روزے داروں کے ساتھ ٹھٹھا کرتے تھے، داڑھی رکھنے والوں کے ساتھ ٹھٹھا کرتے تھے، ٹنڈ کرانے والوں اور ٹخنوں سے اوپر چادر رکھنے والوں کے ساتھ ٹھٹھا کرتے تھے۔مگر اس وقت اس کوتاہی کے اقرار کا کیا فائدہ؟

انتہائی گہرے کنویں میں آدمی ایک چھلانگ لگانے سے نیچے جا پڑے گا لیکن ہزار چھلانگ لگانے سے نکل نہیں سکتا اب تو خمیازہ بھگتنا ہے۔اور ہاتھوں کو کاٹے گا وَ یَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیْهِ [فرقان: ۲۷] ''اور اس دن ظالم اپنے ہاتھ کاٹے گا'' اور افسوس کرے گا کہ کاش میں فلاں کو دوست نہ بناتا اور میں نے بنا لیا ہوتا اللہ تعالیٰ کے رسول کے ساتھ راستہ۔ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِیْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ یا وہ نفس کہے اگر بے شک اللہ تعالیٰ مجھے ہدایت دیتا البتہ میں ہوتا متقیوں میں سے۔یعنی اللہ تعالیٰ میری ہدایت کے اسباب مہیا کرتا۔حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے اسباب مہیا کر دیئے ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں الم ذلك الكتاب لا ريب فيه ۔ اس قرآن پاک میں

کوئی شک نہیں ہے یہ ہدایت ہے متقیوں کے لیے۔ اور ہدایت تمام لوگوں کے لیے
هُدًى لِلنَّاسِ [سورۃ البقرہ]

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا [سورۃ الفرقان] ''بابرکت ہے وہ ذات جس نے اتارا ہے فرقان اپنے بندے پر تا کہ ہو جائے وہ تمام جہان والوں کو ڈرانے والا۔'' اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے اسباب مہیا کر دیئے، قرآن پاک جیسی کتاب دی، تمام پیغمبروں کا سردار بھیجا، ہر زمانے میں مبلغ بھیجے، عقل کی دولت سے نوازا۔

ایک حدیث پاک میں آتا ہے علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل ''میری امت کے علماء ایسے ہی ہیں جیسے بنی اسرائیل کے پیغمبر تھے۔'' درجے میں نہیں کام میں۔ یعنی وہ کام کرتے ہیں جو ان کے پیغمبروں نے کیا۔ الحمد للہ! آج دین اپنی اصل شکل میں موجود ہے اگرچہ اہل بدعت اور باطل فرقوں نے دین پر بڑی بڑی بدعات اور رسومات مسلط کی ہیں غیر دین کو دین سمجھتے ہوئے۔ لیکن دنیا کے کسی بھی خطے میں جاؤ تمھیں دین اصل شکل میں ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کی یہ کتاب پڑھی جاتی ہے، سمجھائی جاتی ہے۔

قرآن پاک کا پڑھنا اور سمجھنا ہر مسلمان پر فرض ہے :

اور یاد رکھنا! اس کتاب کا پڑھنا اور سمجھنا ہر مسلمان مرد عورت پر فرض ہے مگر افسوس ہے کہ اکثریت کی اس طرف توجہ نہیں ہے۔ مرنے کے بعد افسوس ہوگا کاش کہ پڑھ لیتے۔

بخاری شریف میں روایت ہے کہ قبر میں منکر نکیر آ کر سوال کریں گے مَنْ رَّبُّكَ تو جس نے دنیا میں رب کو نہیں سمجھا اوروں کو رب بنایا تو وہ کیا جواب دے گا؟ پھر سوال

کریں گے مَنْ نَبِیُّکَ تو جس نے آنحضرت ﷺ کی پیروی نہیں کی وہ کس منہ سے جواب دے گا اور کیا جواب دے گا؟ پھر فرشتے کہیں گے لَا دَرَیْتَ وَلَا تَلَیْتَ "تو دین سمجھا نہیں تیرا فرض تھا دین کو سمجھنا اور تو نے قرآن کی تلاوت نہیں کی تلاوت کر کے قرآن کو سمجھنا چاہیے تھا۔" اور یہ مطلب بھی بیان کرتے ہیں کہ نہ تو نے خود دین کو سمجھا اور نہ سمجھنے والوں کی پیری کی۔ حق دو طریقوں ہی سے حاصل ہوتا ہے یا تو بندہ خود تحقیق کرے اور اگر تحقیق کا مادہ اور صلاحیت نہیں ہے تو تقلید کرے دوسروں کی بات مانے۔ اس کے سوا حق حاصل نہیں ہو سکتا اَوْ تَقُوْلَ حِیْنَ تَرَی الْعَذَابَ یا کہے وہ جس وقت دیکھے گا وہ عذاب کو لَوْ اَنَّ لِیْ کَرَّةً اگر بے شک میرے لیے ہو لوٹنا دنیا کی طرف فَاَکُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ پس ہو جاؤں میں نیکی کرنے والوں میں سے۔ سورہ سجدہ، پارہ ۲۱، آیت نمبر ۱۲ میں ہے کہیں گے فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا "پس ہمیں لوٹا دے تا کہ ہم اچھے عمل کریں۔" اور سورہ مومنون آیت نمبر ۹۹-۱۰۰ میں ہے قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّیْ اَعْمَلُ صَالِحًا "اے پروردگار! مجھ کو واپس لوٹا دے تا کہ میں اچھے عمل کروں۔" ارشاد ہو گا اَلَمْ تَکُنْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰی عَلَیْکُمْ فَکُنْتُمْ بِهَا تُکَذِّبُوْنَ [مومنون:۱۵] "کیا میری آیات تم کو پڑھ کر نہیں سنائی جاتی تھیں پس تم ان کی تکذیب کرتے تھے۔"

فرمایا بَلٰی قَدْ جَآءَتْکَ اٰیٰتِیْ کیوں نہیں تحقیق آ چکیں تیرے پاس میری آیتیں۔ قرآن تیرے پاس پہنچا، کلمہ تیرے پاس پہنچا، حق تیرے پاس پہنچا، پیغمبروں نے تبلیغ کی، ان کے نائبین نے سمجھایا فَکَذَّبْتَ بِهَا پس اے بدبخت تو نے جھٹلا دیا وَاسْتَکْبَرْتَ اور تو نے تکبر کیا۔ کئی دفعہ یہ حدیث سن چکے ہو کہ جس میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوا تو وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ تکبر کس کو کہتے ہیں؟ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ

"حق کو ٹھکرا دینا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا۔" تو فرمایا تو نے تکبر کیا وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ اور تھا تو کفر کرنے والوں میں سے۔ اب واویلا کرنے کا کیا فائدہ؟ فرمایا وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ اور قیامت والے دن اے مخاطب تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ تو دیکھے گا ان لوگوں کو جنھوں نے رب پر جھوٹ بولا، رب تعالیٰ کی طرف شرک کی نسبت کی، رب تعالیٰ کی طرف بیٹوں اور بیٹیوں کی نسبت کی۔ کسی نے عزیر علیہ السلام کو رب کا بیٹا بنایا کسی نے عیسیٰ علیہ السلام کو اور کسی نے فرشتوں کو رب کی بیٹیاں کہا۔ ان کے ساتھ کیا ہوگا؟ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ان کے چہرے سیاہ ہوں گے۔ جیسے سڑکوں پر تارکول پڑا ہوتا ہے تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ [سورۃ عبس] "ان پر سیاہی چڑھی ہوگی یہ فسق و فجور کرنے والے کافر لوگ ہوں گے۔" حالانکہ دنیا میں بڑے گورے تھے مگر دل سیاہ تھے۔ دل کی سیاہی چہرے پر آجائے گی اور مومنوں کے چہرے سفید ہوں گے چاندی کی طرح روشن ہوں گے يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ [آل عمران:۱۰۶]

تو کافروں کے چہرے سیاہ ہوں گے۔ فرمایا اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ کیا نہیں ہے جہنم میں ٹھکانہ تکبر کرنے والوں کا۔ یقیناً متکبرین کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انجام سے ہمیں آگاہ فرما دیا ہے۔ وہ وقت آنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے احکام مانو، رب تعالیٰ کی طرف رجوع کرو، اپنے آپ کو اسراف سے بچاؤ، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو۔ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے مگر قاعدے کے مطابق۔

❋❋❋❋

وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۱﴾ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۶۲﴾ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۶۳﴾ ع قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۶۵﴾ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۶﴾ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ ۢ بِيَمِيْنِهٖ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۭ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴿۶۸﴾ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۰﴾ ع

وَيُنَجِّي اللّٰهُ اور نجات دے گا اللہ تعالیٰ الَّذِيْنَ ان لوگوں کو اتَّقَوْا جو ڈرے بِمَفَازَتِهِمْ ان کی کامیابی کی جگہ میں لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ نہیں پہنچے گی ان کو تکلیف وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اور نہ وہ غمگین ہوں گے اَللّٰهُ

خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق ہے وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ اور وہ ہر چیز کا کارساز ہے لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اسی کے لیے ہیں چابیاں آسمانوں کی اور زمین کی وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی آیات کا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ یہی لوگ ہیں نقصان اٹھانے والے قُلْ آپ فرمادیں اَفَغَيْرَ اللّٰهِ کیا پس اللہ تعالیٰ کے غیر کا تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ تم مجھے حکم دیتے ہو اَعْبُدُ میں عبادت کروں اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ اے جاہلو وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ اور البتہ تحقیق وحی کی گئی آپ کی طرف وَاِلَى الَّذِيْنَ اور ان لوگوں کی طرف مِنْ قَبْلِكَ جو آپ سے پہلے تھے لَئِنْ اَشْرَكْتَ البتہ اگر آپ نے شرک کیا لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ البتہ ضائع ہو جائے گا آپ کا عمل وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ اور البتہ ضرور ہو جاؤ گے نقصان اٹھانے والوں میں سے بَلِ اللّٰهَ بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کی فَاعْبُدْ پس آپ عبادت کریں وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ اور ہو جاؤ شکر گزاروں میں سے وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ اور انھوں نے قدر نہیں کی اللہ تعالیٰ کی حَقَّ قَدْرِهٖ جیسا کہ حق ہے قدر کرنے کا وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا اور زمین ساری قَبْضَتُهٗ اس کی مٹھی میں ہو گی يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت والے دن وَالسَّمٰوٰتُ اور آسمان مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ لپیٹے ہوئے ہوں گے دائیں ہاتھ میں سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى پاک ہے اس کی ذات اور بلند ہے عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ان سے جن کو یہ

شریک ٹھہراتے ہیں وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ اور پھونکا جائے گا بگل میں فَصَعِقَ پس بے ہوش ہو جائیں گے مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ جو آسمانوں میں ہیں وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اور جو زمین میں ہیں اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰہُ مگر وہ جس کو اللہ چاہے ثُمَّ نُفِخَ فِیْهِ اُخْرٰی پھر پھونکا جائے گا دوسری مرتبہ فَاِذَا هُمْ قِیَامٌ یَّنْظُرُوْنَ پس اچانک وہ کھڑے ہو کر دیکھ رہے ہوں گے وَ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ اور چمک اٹھے گی زمین بِنُوْرِ رَبِّهَا اپنے رب کے نور کے ساتھ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ اور رکھی جائے گی کتاب وَجِایْٓءَ بِالنَّبِیّٖنَ اور لایا جائے گا نبیوں کو وَالشُّهَدَآءِ اور گواہوں کو وَقُضِیَ بَیْنَهُمْ اور فیصلہ کیا جائے گا ان کے درمیان بِالْحَقِّ انصاف کے ساتھ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا وَوُفِّیَتْ كُلُّ نَفْسٍ اور پورا پورا دیا جائے گا ہر نفس کو مَّا عَمِلَتْ جو اس نے عمل کیا وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا یَفْعَلُوْنَ اور وہ خوب جانتا ہے جو وہ کرتے ہیں۔

کل کے سبق کی آخری آیت کریمہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنے والوں کے چہرے سیاہ دیکھو گے قیامت والے دن۔اب ان کا ذکر ہے جو ان کے مدمقابل ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ نہیں باندھا، نہ شرک کا، نہ اولاد کا یعنی کسی بھی قسم کا شرک نہ کیا۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَیُنَجِّی اللّٰهُ الَّذِیْنَ اور نجات دے گا اللہ تعالیٰ دوزخ سے اور چہروں کے سیاہ ہونے سے اور ہر قسم کی تکلیف سے ان لوگوں کو

اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ جو بچے کفر وشرک سے ان کی کامیابی کی جگہ میں۔ اور وہ جنت ہے۔ مفازہ ظرف کا صیغہ بھی بن سکتا ہے۔ پھر معنیٰ ہوگا کامیابی کی جگہ اور مصدر میمی بھی بن سکتا ہے تو پھر معنیٰ ہوگا کامیابی کے ساتھ یعنی اللہ تعالیٰ ان کو کامیاب کرے گا لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ نہیں پہنچے گی ان کو کسی قسم کی کوئی تکلیف۔ نہ بدنی، نہ ذہنی وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اور نہ وہ غمگین ہوں گے مشرکوں اور کافروں کی طرح جیسا کہ کل کی آیات میں پڑھ چکے ہو کہ کافر نفس اپنی کوتاہی پر افسوس کرے گا۔ ان کو کوئی غم نہیں ہوگا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کے ساتھ ایمان لائے، کفر وشرک سے بچے، بُرے کاموں سے پرہیز کیا۔ ان کو غم کھانے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق ہے وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۔ وکیل کا معنیٰ ہے کارساز، کام بنانے والا۔ معنیٰ ہوگا اور وہ ہر چیز کا کارساز ہے۔ کارساز، حاجت روا، مشکل کشا، فریادرس، دست گیر صرف اللہ تعالیٰ ہے لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مقالید کا مفرد مقلید بھی آتا ہے اور مقلاد بھی آتا ہے۔ دونوں کا معنیٰ چابی ہے۔ تو معنیٰ ہوگا اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں چابیاں آسمانوں کی اور زمین کی۔ با اختیار وہی ہوتا ہے جس کے پاس مکان، دوکان اور کارخانے کی چابی ہوتی ہے جب چاہے کھولے اور جب چاہے بند کرے۔ مطلب یہ ہوگا کہ آسمانوں اور زمین کے اختیارات صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں خالق بھی وہی ہے، رازق بھی وہی ہے، حاجت روا بھی وہی ہے سارے اختیارات اسی کے پاس ہیں خدائی اختیارات خدا کے سوا کسی کے پاس نہیں ہیں وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ یہی بدبخت نقصان اٹھانے والے ہیں۔ رب تعالیٰ پر ایمان

نہیں لائیں گے اس کو وحدہ لاشریک نہیں سمجھیں گے تو اس کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ نقصان انسان اور جنات کا اپنا ہے۔

مشرکوں کا ایک نمائندہ وفد آنحضرت ﷺ کے پاس آیا جس میں ہر ہر قبیلے کا ایک ایک آدمی شریک تھا۔ کہنے لگے کہ جب سے آپ ﷺ نے لا الہ الا اللہ کی رٹ لگائی ہے تب سے اختلافات پیدا ہوئے ہیں اور آپس کی لڑائی اور مارکٹائی شروع ہوئی ہے۔ گھروں میں لڑائی، محلوں میں لڑائی، بازاروں میں لڑائی، ہم صلح صفائی کے لیے آپ کے پاس آئے ہیں وقت صلح صفائی کے ساتھ پاس ہونا چاہیے لڑائی جھگڑے سے کچھ نہیں بنتا۔ لہٰذا اس طرح ہونا چاہیے کہ ہم آپ کے رب کی پوجا کریں اور آپ ہمارے معبودوں ،لات ،منات ،عزیٰ کی پوجا کریں۔ صلح صفائی کے ساتھ وقت پاس کریں۔ یہ پیش کش انھوں نے کی اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا قُلْ اے نبی کریم ﷺ! آپ ان سے کہہ دیں اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ کیا تم مجھے حکم دیتے ہو اللہ تعالیٰ کے غیر کی میں عبادت کروں اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ اے جاہلو! اے جاہلو تم مجھے غیر اللہ کی عبادت کرنے کا حکم دیتے ہو وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ اے نبی کریم ﷺ! اور آپ کی طرف بھی وحی کی گئی اور ان پیغمبروں کی طرف بھی جو آپ سے پہلے گزرے ہیں ان کی طرف بھی وحی کی گئی۔ کیا وحی کی گئی؟ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ البتہ اگر آپ نے شرک کیا تو ضائع ہو جائے گا آپ کا عمل وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ اور البتہ ضرور ہو جاؤ گے نقصان اٹھانے والوں میں سے۔ شرک قبیح اور بُری چیز ہے پیغمبر سے تو سرزد ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ جملہ فرضیہ ہے کہ بالفرض والمحال آپ سے بھی صادر ہو جائے تو آپ کے اعمال بھی اکارت ہو جائیں گے۔ یہ ہمیں سمجھانے کے لیے فرمایا ہے کہ فرض کرو کہ پیغمبر

سے شرک ہو جائے تو اس کے اعمال ضائع ہو جائیں گے کسی اور کی کیا حیثیت ہے کہ وہ شرک کرے اور اعمال ضائع نہ ہوں۔ اور یہ بات میں کئی دفعہ عرض کر چکا ہوں کہ ہمارا پختہ عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ایک نیکی ساری امت کی ساری نیکیوں پر بھاری ہے لیکن شرک اتنی بُری چیز ہے کہ بالفرض آپ ﷺ بھی کریں تو آپ ﷺ کے اعمال ضائع ہو جائیں گے باقی کسی کی کیا حیثیت ہے؟

میں نے ایک مثال عرض کی تھی مثلاً دودھ جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ ایک بڑا مٹکا دودھ کا بھر دو مَن دو مَن کا۔ اس صاف ستھرے دودھ میں اپنے ہی بچے کے پیشاب کے چند قطرے پڑ جائیں تو کوئی دیانت دار، صاحب فطرت آدمی اس کو استعمال کرنے کے لیے تیار نہیں ہوگا بددیانت کی بات نہیں۔ بددیانت تو مردہ جانوروں کا گوشت بھی کھلا دیتے ہیں۔ کتے بلی بھی کھلا دیتے ہیں۔ کوئی دیانت والا آدمی یہ نہیں کہے گا کہ چلو جی! اس میں کوئی گدھے گھوڑے کا پیشاب تو نہیں ہے اپنے لخت جگر کے پیشاب کے چند قطرے اس میں پڑے ہیں میں اس کو استعمال کرلوں۔ تو جس طرح خالص دودھ میں چند قطرے پڑنے سے سارا دودھ بے کار ہو گیا اسی طرح اعمال میں اگر شرک آ گیا تو سب اعمال اکارت اور ضائع ہو جائیں گے۔ قرآن پاک میں پچیس پیغمبروں کے نام آئے ہیں۔ ساتویں پارے کے سولھویں رکوع میں اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ پیغمبروں کے نام اور باقیوں کا اجمالی ذکر کیا وَمِنْ اٰبَائِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ اس کے بعد فرمایا وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ”اور اگر یہ پیغمبر بھی شرک کرتے تو ان کے عمل بھی اکارت اور ضائع ہو جاتے۔“ لہٰذا مشرک کا کوئی عمل قبول نہیں ہے۔ اس لیے مشرک کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے جب اس کی اپنی نماز ہی نہیں ہے تو

دوسروں کی کیا ہوگی۔ سرحد اور بلوچستان کے علاقے میں بدعات کافی ہیں مگر ان کے مولویوں کی اکثریت کے عقائد کفر شرک والے نہیں ہیں صرف بدعات میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور پنجاب میں جتنے بریلوی مولوی ہیں ان کے عقائد ہی بدل گئے ہیں ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی۔ اگر کسی مقام پر تم پھنس گئے ہو اور فتنے سے بچنے کے لیے بریلوی امام کے پیچھے نماز پڑھ لی ہے تو اس کو دُہرا لینا۔ نماز بڑی قیمتی شے ہے۔ جیسے بے وضو امام کے پیچھے نماز پڑھو یا جس کے کپڑے پلید ہیں اس کے پیچھے پڑھو تو نماز نہیں ہوگی کیوں کہ اس کی اپنی نہیں ہوئی۔ یہ کوئی عداوت کی بات نہیں ہے یہ صرف تمھاری خیر خواہی کی بات ہے کہ مشرک امام کا اپنا عمل باطل ہے تو مقتدی کی نماز بھی باطل ہے۔ اگر پڑھی ہے تو لوٹا لینا۔

تو فرمایا اگر آپ نے بھی شرک کیا تو البتہ آپ کا عمل بھی ضائع ہو جائے گا اور آپ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوں گے بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ بلکہ آپ اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کریں۔ یہ آپ کو کہتے ہیں اوروں کی بھی عبادت کرو آپ نے صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنی ہے وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ اور ہو جاؤ شکر گزاروں میں سے۔ اس پر کہ تمھیں کھری باتیں بتلائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حق کی صحیح بات بتلا دی ہے وَ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ اور ان مشرکوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر نہیں کی جیسا کہ حق تھا قدر کرنے کا۔ ان سے پوچھو آسمان کس نے بنائے؟ زمین کس نے بنائی؟ تو کہیں گے اللہ تعالیٰ نے۔ چاند، سورج، ستاروں کو کس نے پیدا کیا؟ تمھیں کس نے پیدا کیا؟ کہیں گے اللہ تعالیٰ نے۔ یہ تمھیں ہاتھ، پاؤں، آنکھیں، کس نے دیں؟ کہیں گے اللہ تعالیٰ نے۔ کان اور دل کس نے دیا؟ تو کہیں گے اللہ تعالیٰ نے۔ پھر جب پوچھو کہ سر کا درد کون دور

کرتا ہے؟ تو کہتے ہیں کہ دولے شاہ کرتا ہے، علی ہجویری کرتا ہے، فلاں کرتا ہے، فلاں کرتا ہے۔ او ظالمو! ساری چیزوں کا خالق اللہ تعالیٰ کو مان کر یہ چھوٹی چھوٹی چیزیں اوروں کے سپرد کرتے ہو تم نے رب تعالیٰ کی قدر ہی نہیں کی جیسا کہ قدر کرنے کا حق تھا۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جوتے کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو رب تعالیٰ سے مانگو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ اور زمین ساری اس کی مٹھی میں ہوگی يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت والے دن وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ اور سارے آسمان لپیٹے ہوئے ہوں گے دائیں ہاتھ میں۔ دائیں ہاتھ میں آسمان ہوں گے اور بائیں ہاتھ میں زمین ہوگی۔ جو ہاتھ اس کی شان کے لائق ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے دو ہاتھ قرآن سے ثابت ہیں۔ یہودیوں نے کہا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ جکڑ دیئے گئے ہیں۔ فرمایا غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ''یہودیوں کے ہاتھ جکڑ دیئے اور ان پر لعنت کی گئی ہے اس وجہ سے جو انھوں نے کہا بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ [المائدہ: ۶۴] ''بلکہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں وہ خرچ کرتا ہے جس طرح چاہے۔'' اور سورہ ص آیت نمبر ۷۵ پارہ ۲۳ میں ہے مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ''اے ابلیس! تجھے کس چیز نے روکا اس بات سے کہ تو سجدہ کرتا جس کو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا۔'' تو اللہ تعالیٰ کے دو ہاتھ تو قرآن سے ثابت ہیں آگے ہم نہیں جانتے کہ وہ کیسے ہیں؟ کسی شے کے ساتھ تشبیہ بھی نہیں دے سکتے کیونکہ اس کا فرمان ہے کہ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ [شوریٰ: ۱۱] ''نہیں ہے اس کے مثل کوئی شے۔'' اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بھی ہیں، اللہ تعالیٰ دیکھتا بھی ہے، سنتا بھی ہے، بولتا بھی ہے مگر ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ بس یہی کہیں گے جو اس کی شان کے لائق ہیں سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى پاک ہے رب تعالیٰ کی

ذات اور بلند ہے عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ان چیزوں سے جن کو یہ رب تعالیٰ کا شریک بناتے ہیں۔اس کا کوئی شریک نہیں ہے وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ اور پھونکا جائے گا صور۔اس کو نفخہ اولیٰ کہتے ہیں۔جب ساری دنیا فنا ہو جائے گی فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ پس بے ہوش ہو جائیں گے جو ہیں آسمانوں میں اور جو ہیں زمین میں سب بے ہوش ہو جائیں گے اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ مگر وہ جس کو اللہ چاہے۔تو مَنْ شَآءَ اللّٰهُ میں پیغمبر ہیں، فرشتے ہیں، شہداء ہیں، حوریں اور ولدان جنت ہیں۔مگر پھر ایک وقت ایسا آئے گا کہ فرشتوں پر بھی موت طاری ہوگی۔کوئی جان دار چیز باقی نہیں رہے گی وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ [سورۃ الرحمٰن] ''اور باقی رہے گی تیرے رب کی ذات جو بندگی اور عزت والی ہے۔''

پھر بخاری شریف کی روایت کے مطابق چالیس سال بعد نفخہ ثانیہ ہوگا ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى پھر پھونکا جائے گا اس میں دوسری مرتبہ فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ پس اچانک وہ کھڑے ہو کر دیکھ رہے ہوں گے۔جب دوسری مرتبہ بگل میں پھونکا جائے گا تو جہاں کہیں بھی کوئی ہوگا اٹھ کھڑا ہوگا۔قبروں میں ہیں وہ نکل آئیں گے، پرندوں نے کھا لیا ہے ان کے پیٹوں سے نکل آئیں گے، مچھلیاں ہڑپ کر گئیں وہاں سے نکل آئیں گے، آگ میں جلا دیئے گئے وہ بھی آجائیں گے، سارے کے سارے اٹھ کھڑے ہوں گے اور دیکھ رہے ہوں گے کیا ہو رہا ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب اسرافیل علیہ السلام بگل پھونکیں گے تو سب سے پہلے میری قبر مبارک کھولی جائے گی۔میرے بعد ابوبکر عمر رضی اللہ عنہما کی پھر اسی طرح ساری دنیا میں جہاں جہاں بھی مردے ہیں سارے اٹھ کھڑے ہوں گے وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا اور چمک اٹھے گی زمین اپنے رب کے نور

سے۔رب تعالیٰ کے نور کی تجلی ہوگی سارا میدان محشر نور ہی نور ہوگا لیکن کافر اس سے محروم ہوں گے۔

مومن جب اللہ تعالیٰ کی عدالت میں جائیں گے یَسْعٰی نُوْرُهُمْ بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَبِاَیْمَانِهِمْ [سورۃ حدید] ''ان کا نور ان کے سامنے اور دائیں طرف ہوگا۔'' کافروں منافقوں کے لیے کوئی روشنی نہیں ہوگی۔ وہ مومنوں کو آوازیں دیں گے کہیں گے اُنْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ''ہمارا انتظار کرو ہم بھی روشنی حاصل کرلیں تمہاری روشنی سے قِیْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا [سورۃ الحدید] ''کہا جائے گا لوٹ جاؤ پیچھے پس تلاش کرو روشنی۔'' مراد یہ ہوگی کہ یہ نور تو ہم دنیا سے لائے ہیں وہاں سے جا کر لاؤ فَضُرِبَ بَیْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ''پس کھڑی کردی جائے گی ان کے درمیان دیوار۔'' اس کا دروازہ ہوگا کافر اس طرف رہ جائیں گے مومن اس طرف رہ جائیں گے وَوُضِعَ الْكِتٰبُ اور رکھی جائے گی کتاب۔ان کا نامہ اعمال ہر ایک کے سامنے وَ جِایْٓءَ بِالنَّبِیّٖنَ اور لایا جائے گا نبیوں کو وَالشُّهَدَآءِ اور گواہوں کو وَقُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْحَقِّ اور فیصلہ کیا جائے گا ان کے درمیان انصاف کے ساتھ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

انبیائے کرام علیہم السلام بھی آئیں گے ان کی امتیں بھی آئیں گی اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیشی ہوگی۔مثلاً: اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام کو فرمائیں گے هَلْ بَلَّغْتَ قَوْمَكَ ''کیا آپ نے اپنی قوم کو میرا پیغام پہنچایا تھا؟'' نوح علیہ السلام کہیں گے اے پروردگار! میں نے آپ کا پیغام پہنچایا مگر میری قوم نے مانا نہیں۔قوم سے پوچھا جائے گا تو وہ کہے گی یا اللہ! نوح علیہ السلام نے ہمیں تبلیغ کی ہی نہیں تھی ان کو کہیں گواہ پیش کریں۔نوح علیہ السلام کہیں گے کہ

آخری پیغمبر کی امت میری گواہ ہے۔تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نوح علیہ السلام کے حق میں گواہی دیں گے کہ انھوں نے صحیح معنیٰ میں تبلیغ کا حق ادا کیا ہے۔وہ قوم کہے گی اے اللہ یہ ہمارے خلاف گواہی کس طرح دے سکتے ہیں ہم سب سے پہلے آئے یہ سب سے آخر میں؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ہاں میرے بندو! تم گواہی کس حیثیت سے دے رہے ہو؟ یہ کہیں گے اے پروردگار! ہم نے آپ کی کتاب میں پڑھا ہے کہ نوح علیہ السلام نے دن رات ایک کر کے آپ کا پیغام پہنچایا۔آپ کے آخری پیغمبر نے بھی ہمیں بتایا کہ نوح علیہ السلام نے تبلیغ کا حق ادا کیا۔اگر آپ کی کتاب سچی ہے اور یقیناً سچی ہے اور آپ کا آخری پیغمبر سچا ہے اور یقیناً سچا ہے تو پھر ہم بھی سچے ہیں۔تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلایا جائے گا اپنی امت کی صفائی کے لیے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائیں گے کہ میری امت نے سچی اور صحیح گواہی دی ہے وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ اور پورا پورا دیا جائے گا ہر نفس کو جو اس نے عمل کیا ہے وَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُونَ اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے ان کاموں کو جو وہ کرتے ہیں۔

****

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى

جَهَنَّمَ زُمَرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَاۗءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۭ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝ قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝ وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ۝ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاۗءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۝ وَتَرَى الْمَلٰۗىِٕكَةَ حَاۗفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ع ۸

وَسِيْقَ اور چلائے جائیں گے الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا وہ لوگ جو کافر ہیں
اِلٰى جَهَنَّمَ جہنم کی طرف زُمَرًا گروہ در گروہ حَتّٰٓى یہاں تک کہ اِذَا جَاۗءُوْهَا جب آئیں گے وہ دوزخ کے قریب فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا کھولے جائیں گے اس کے دروازے وَقَالَ لَهُمْ اور کہیں گے ان کو خَزَنَتُهَآ اس کے چوکیدار اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ کیا نہیں آئے تھے تمہارے پاس

رسول تم میں سے يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ جو تلاوت کرتے تھے تم پر اٰيٰتِ رَبِّكُمْ
تمہارے رب کی آیتیں وَيُنْذِرُوْنَكُمْ اور ڈراتے تھے تمہیں لِقَآءَ
يَوْمِكُمْ هٰذَا تمہارے اس دن کی ملاقات سے قَالُوْا وہ کہیں گے بَلٰى
کیوں نہیں آئے تھے وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ لیکن لازم ہو چکا کلمہ
عذاب کا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ انکار کرنے والوں پر قِيْلَ کہا جائے گا
ادْخُلُوْٓا داخل ہو جاؤ اَبْوَابَ جَهَنَّمَ جہنم کے دروازوں سے خٰلِدِيْنَ
فِيْهَا ہمیشہ رہو گے اس میں فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ پس برا ہے ٹھکانا
تکبر کرنے والوں کا وَسِيْقَ اور چلائے جائیں گے الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وہ لوگ
جو ڈرتے رہے رَبَّهُمْ اپنے رب سے اِلَى الْجَنَّةِ جنت کی طرف
زُمَرًا گروہ در گروہ حَتّٰٓى یہاں تک کہ اِذَا جَآءُوْهَا جب آ جائیں
گے جنت کے قریب وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا اس حال میں کہ کھلے ہوں گے اس
کے دروازے وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا اور کہیں گے ان کو اس کے چوکیدار
سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ سلامتی ہو تم پر طِبْتُمْ مبارک ہو تم کو فَادْخُلُوْهَا پس
داخل ہو جاؤ اس میں خٰلِدِيْنَ ہمیشہ رہنے والے وَقَالُوا اور وہ کہیں گے
الْحَمْدُ لِلّٰهِ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے الَّذِيْ وہ ذات صَدَقَنَا وَعْدَهٗ
جس نے سچا کیا ہمارے ساتھ اپنا وعدہ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ اور ہمیں وارث بنایا
زمین کا نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ ہم ٹھکانا بناتے ہیں جنت میں حَيْثُ نَشَآءُ

جہاں ہم چاہیں فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ پس کیا اچھا ہے اجر عمل کرنے والوں کا وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ اور آپ دیکھیں گے فرشتوں کو حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ گھیرنے والے ہوں گے عرش کے اردگرد يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ تسبیح بیان کرتے ہوں گے اپنے رب کی حمد کی وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ اور فیصلہ کر دیا جائے گا ان کے درمیان بِالْحَقِّ حق کے ساتھ وَقِيْلَ اور کہا جائے گا الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

میدانِ حشر کا منظر :

اس سے پہلے قیامت کا ذکر تھا کہ جب دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو جہاں کہیں بھی ہوں سب کے سب نکل پڑیں گے اور دیکھ رہے ہوں گے میدان حشر کا منظر۔ اللہ تعالیٰ کی عدالت قائم ہوگی، نیکوں کو اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں ملے گا اور بُروں کو بائیں ہاتھ میں پرچہ ملے گا۔ مومنوں پر کوئی گھبراہٹ نہیں ہوگی لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ [سورۃ الانبیاء] ''ان پر کوئی رعب اور ڈر نہیں ہوگا اپنے گناہوں کا۔'' ہاں! اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا رعب ہوگا بخلاف مجرموں کے کہ ان کے ہوش و حواس اڑے ہوئے ہوں گے۔ دل بدن کانپ رہے ہوں گے سارا منظر سامنے ہوگا۔ پھر جب عدالت کا فیصلہ ہو جائے گا وَسِيْقَ - واو عاطفہ ہے اور سِيْقَ سَاقَ يَسُوْقُ سے ماضی مجہول کا صیغہ ہے قِيْلَ کے وزن پر، اور چلائے جائیں گے الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا وہ لوگ جو کافر ہیں اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا - زُمْرَةٌ کی جمع ہے اس کا معنیٰ ہے جماعت، گروہ۔ جہنم کی طرف گروہ در

گروہ۔ یہودیوں کا علیحدہ گروہ، عیسائیوں کا علیحدہ گروہ، ہندوؤں کا علیحدہ گروہ، بدھ مت کا علیحدہ گروہ، سکھوں کا علیحدہ گروہ، مشرکوں کا علیحدہ گروہ، زانیوں کا علیحدہ اور شرابیوں کا علیحدہ گروہ ہوگا حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا یہاں تک کہ جب جہنم کے پاس پہنچیں گے فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا کھولے جائیں گے دروازے اس کے۔ کیونکہ جہنم تو مجرموں کے لیے جیل ہے اور جیل کا دروازہ اس وقت کھولا جاتا ہے جب مجرم دروازے کے پاس پہنچیں۔ اندر کرنے کے بعد پھر دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ ۔ خَزَنَةٌ جمع ہے خازن کی بمعنٰی دربان، چوکیدار۔ اور کہیں گے ان کو دربان، چوکیدار۔ سورہ مدثر پارہ ۲۹ میں ہے عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ جہنم پر بڑے بڑے عہدوں پر انیس فرشتے ہیں اور ان کا انچارج مالک علیہ السلام ہے۔

وہ دربان کہیں گے اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ کیا نہیں آئے تھے تمہارے پاس رسول تم میں سے يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ جو تم پر رب کی آیتیں تلاوت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام سنانے والے پیغمبر کیا تمہارے پاس نہیں آئے وَ يُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا اور ڈراتے تھے تمہیں تمہارے اس دن کی ملاقات سے۔ کیا پیغمبروں نے تمہیں نہیں بتلایا کہ قیامت قائم ہوگی، اللہ تعالیٰ کی عدالت لگے گی، رب تعالیٰ کے ساتھ تمہاری ملاقات ہوگی، نیکی بدی کا سوال ہوگا۔ کیا پیغمبروں نے نہیں بتلایا تھا؟ آج بے تحاشا چلے آرہے ہو قَالُوْا بَلٰى کافر بدکار کہیں گے کیوں نہیں پیغمبر آئے تھے ہمارے پاس رب تعالیٰ کے احکام سنائے تھے وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ لیکن لازم ہو چکا عذاب کا فیصلہ انکار کرنے والوں پر۔ ہم نے انکار کیا عذاب میں پھنس گئے۔ پیغمبر اللہ تعالیٰ نے اپنی قوم کی زبان میں بھیجے تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ

ہمیں ان کی بات سمجھ نہیں آتی۔ پھر چنی ہوئی اور اشراف قوم میں سے آئے تاکہ یہ نہ کہہ سکیں کہ یہ کمی لوگ ہمیں کیا سمجھائیں گے۔ پھر کسی پیغمبر میں ظاہری اور باطنی عیب نہیں تھا نہ کوئی اندھا پیغمبر ہوا ہے نہ کانا نہ بھینگا نہ لنگڑا نہ تھتھا (زبان رکنے والا)، تاکہ لوگوں کو خواہ مخواہ شوشے چھوڑنے کا موقع نہ ملے۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی نہ مانے تو کافر ہے، منکر ہے۔

تو کہیں گے پیغمبر تو آئے تھے لیکن ہم نے مانا نہیں قِيْلَ کہا جائے گا ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ داخل ہو جاؤ جہنم کے دروازوں سے فوراً یہ تمہارے لیے کھلے ہیں۔ عذاب کی طرف خوشی سے کون جاتا ہے؟ دنیا کی معمولی سزا برداشت کرنے کے لیے کوئی تیار نہیں ہے۔ فرشتے ان کو دھکے ماریں گے يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا [سورۃ طور] ''جس دن دھکیلا جائے گا جہنم کی طرف دھکیلا جانا۔'' پھر ایسے مجرم بھی ہوں گے فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ [سورہ رحمٰن] ''پس پکڑا جائے گا ان کو پیشانیوں اور پاؤں سے۔'' جیسے دنبوں کو قصائی گراتے ہیں ایسے اٹھا کر فرشتے دوزخ میں پھینکیں گے خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ہمیشہ رہو گے دوزخ میں۔ جو بدبخت دوزخ میں داخل کر دیا گیا اس کو کبھی نکلنا نصیب نہیں ہوگا فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ پس بُرا ٹھکانا ہے تکبر کرنے والوں کا۔ دنیا میں تکبر کیا حق کو تسلیم نہیں کیا، حق کو ٹھکرایا اس کا نتیجہ تمہارے سامنے ہے اس کا مزا چکھو۔ یہ تو کافروں کا حال تھا اب مومنوں کے متعلق سن لو۔

مومنین کا حال :

فرمایا وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اور چلائے جائیں گے وہ لوگ جو ڈرتے رہے رَبَّهُمْ اپنے رب سے۔ دنیا میں جن کے دلوں میں رب تعالیٰ کا خوف تھا جن کو چلایا

جائے گا اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا جنت کی طرف گروہ در گروہ۔ مجاہدوں کا گروہ علیحدہ ہوگا، کثرت سے نماز پڑھنے والوں کا گروہ علیحدہ ہوگا، کثرت سے روزے رکھنے والوں کا گروہ علیحدہ ہوگا، کثرت سے صدقہ کرنے والوں کا گروہ علیحدہ ہوگا، کثرت سے توبہ کرنے والوں کا گروہ علیحدہ ہوگا۔ باب التوبہ الگ ایک دروازہ ہے وہ اس سے داخل ہوں گے۔ بڑے آرام سکون کے ساتھ چلیں گے اور جنت کی نعمتیں ان کو دروازوں سے باہر ہی نظر آ رہی ہوں گی حَتّٰىٓ اِذَا جَآءُوْهَا یہاں تک کہ جب وہ پہنچیں گے جنت کے قریب وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا اس حال میں کہ کھلے ہوں گے دروازے جنت کے۔

جنت کی مثال مہمان خانے کی ہے۔ جب کوئی بڑا مہمان آتا ہے تو اس کے لیے دروازے پہلے سے سجائے جاتے ہیں اور دروازے کھلے ہوتے ہیں۔ اور جہنم کی مثال جیل کی ہے جیل کے دروازے بند ہوتے ہیں۔ مجرموں کو اندر داخل کرنے کے لیے کھلتے ہیں پھر بند کر دیئے جاتے ہیں۔ تو مومنوں کے لیے جنت کے دروازے کھلے ہوں گے وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا اور کہیں گے ان کو جنت کے دربان اور چوکیدار سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ سلام ہو تم پر اے جنت میں داخل ہونے والو۔ بڑی عقیدت اور محبت کے ساتھ فرشتے ان کو سلام کریں گے اور کہیں گے طِبْتُمْ خوش رہو، جی آیاں نوں، خوش آمدید، مبارک ہو تمہیں جنت میں آنے والو۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب جنتی کی روح بدن سے نکالی جاتی ہے تو جنت کے فرشتے اس کے لیے جنت کا کفن اور خوشبوئیں لے کر آتے ہیں۔ جنت کے کپڑوں میں لپیٹ کر اوپر لے جاتے ہیں۔ آسمان کے دروازے قریب قریب ہوتے ہیں۔ مومن کے ایمان اور عمل صالح کی خوشبو اوپر چڑھتی ہے تو ہر دروازے والے فرشتے کہتے ہیں کہ

اس کو اس دروازے سے لے جاؤ۔ تو ہر دروازے والے فرشتوں کی خواہش ہوتی ہے کہ یہ روح ہمارے دروازے سے داخل ہو کر علیین تک جائے۔ کیا خوش قسمتی ہے۔ اور جب کوئی بُرا مرتا ہے تو آسمان تک اس کی روح کو بھی اٹھایا جاتا ہے مگر لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ الْاَبْوَابُ [اعراف: ۴۰] ''نہیں کھولے جائیں گے ان کے لیے آسمان کے دروازے۔'' فرشتے کہتے ہیں اس کو دفع کرو یہ بدروح کہاں سے لے آئے ہو؟ وہاں سے اس کو پھینک کر ساتویں زمین کے نیچے مقام ہے سجین وہاں اس کو پہنچایا جاتا ہے۔

تو جنتیوں کو جنت کے دربان خوش آمدید کہیں گے، مبارک دیں گے حکم ہوگا فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ پس تم داخل ہو جاؤ جنت میں ہمیشہ رہنے والے۔ جنت میں تم ہمیشہ ہمیشہ رہو گے۔ دروازوں سے باہر فرشتے سلام کریں گے اور اندر حوریں اور غلمان انتظار میں ہوں گے وہ سلام کریں گے۔ جنتی ایک دوسرے کو ملیں گے تو سلام کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی سلام آئے گا سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ [سورۃ یٰسین] ''جنت کے ناموں میں سے ایک نام دار السلام بھی ہے، سلامتی کا گھر۔ کوئی بے ہودہ بات اور گناہ جنت میں نہیں ہوگا لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا [سورۃ الواقعہ] ''نہیں سنیں گے اس میں کوئی بے ہودہ بات اور گناہ کی بات۔'' نہ وہاں کسی کی غیبت ہوگی اور نہ دل آزاری کی بات ہوگی ایک دوسرے کے خلاف کسی کے دل میں بُرا جذبہ نہیں ہوگا۔ سورۃ حجر آیت نمبر ۴۷، پارہ ۱۴ میں ہے وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ''اور ہم نکال لیں گے جو ان کے سینے میں ہوگا کھوٹ اس حال میں کہ وہ بھائی بھائی ہوں گے۔'' تختوں پر بیٹھے ہوئے آمنے سامنے وَقَالُوا اور کہیں گے الْحَمْدُ لِلّٰهِ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وہ رب جس نے اپنا

وعدہ سچا کر دکھایا۔رب تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا کہ ایمان لاؤ گے عمل صالح کرو گے میرے پیغمبروں کی اطاعت کرو گے میرے احکامات کو تسلیم کرو گے تو میں تمہیں جنت میں داخل کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے وعدہ پورا کر دیا ہے ہمیں جنت میں داخل کر دیا ہے وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ اور ہمیں اس سرزمین کا وارث بنایا ہے نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ ہم ٹھکانا بناتے ہیں جنت میں جہاں ہم چاہیں۔ جنت میں جہاں کوئی چاہے گا جگہ بنائے گا کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔ آج دنیا کے چھوٹے چھوٹے ملکوں میں بغیر پاسپورٹ اور ویزے کے کوئی نہیں جاسکتا جنت میں کسی پر کوئی پابندی نہیں ہوگی جہاں کوئی جانا چاہے گا جاسکے گا، نہ ویزے کی ضرورت نہ چوری ڈاکے کا کوئی خطرہ۔ جو چاہیں گے ان کو ملے گا لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَآءُوْنَ [ق:۳۵] ”جنتیوں کے لیے ہوگا جو وہ چاہیں گے۔“ ادھر ارادہ کیا ادھر وہ چیز مل گئی۔

بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے کہ ایک جنتی کہے گا اے پروردگار! میں یہاں کھیتی باڑی کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے میرے بندے! تجھے بغیر محنت کے سارا کچھ نہیں مل رہا؟ وہ کہے گا اے پروردگار! سب کچھ مل رہا ہے مگر میری چاہت ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ رب تعالیٰ اجازت دیں گے وہ کھڑے کھڑے جنت کی زمین میں دانے پھینکے گا اس کے سامنے فصل اُگے گی، پکے گی اور کٹ جائے گی۔ پھر اس کے سامنے بھریاں گڈیاں (گٹھے) بن جائے گیں امثال الجبال پہاڑوں کی مثل۔ ایک منٹ میں سب کچھ ہو جائے گا فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ پس کیا اچھا ہے اجر عمل کرنے والوں کا۔ جنت محنت کے ساتھ ملے گی ایمان اور عمل صالح کے ساتھ ملے گی۔ بندہ ازل سے نہ جنتی ہے نہ دوزخی۔

؎ عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

فرمایا وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ اور اے مخاطب دیکھے گا تو فرشتوں کو حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ گھیرنے والے ہوں گے، احاطہ کیے ہوئے ہوں گے عرش کے اردگرد۔ جب عدالت لگے گی اور رب تعالیٰ لوگوں کا فیصلہ کریں گے تو عرش کے اردگرد فرشتے ہی فرشتے ہوں گے يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ تسبیح بیان کریں گے اپنے رب کی حمد کے ساتھ۔

فرشتوں کی تسبیح ہے سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم۔حدیث پاک میں آتا ہے جو آدمی یہ جملے اخلاص کے ساتھ پڑھتا رہے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے رزق کا دروازہ کھول دیں گے۔مگر ہم بڑے جلد باز ہیں دو دفعہ پڑھنے کے بعد دیکھتے ہیں کہ دروازہ کھلا ہے کہ نہیں تجربہ کرو پڑھتے رہو ان شاء اللہ العزیز رزق کا دروازہ کھلے گا تُرْزَقُ الْبَهَائِم ''اسی کلمے کی برکت سے جانوروں کو رزق دیا جاتا ہے۔'' انسانوں اور جنات کی روزی فراخ ہوتی ہے وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ اور ان کے درمیان فیصلہ ہو جائے گا حق کے ساتھ۔انسانوں کے درمیان، جنوں کے درمیان۔دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہو جائے گا۔

آج دنیا بددیانتی کے ساتھ بھری ہوئی ہے لیکن دیانت دار بھی ہیں۔عدالتیں اپنی صوابدید کے مطابق فیصلہ کرتی ہیں مگر فیصلہ غلط ہوتا ہے۔بے شمار واقعات ہیں کہ دیانت دار جج ہوتے ہیں دیانت داری کے ساتھ فیصلہ کرتے ہیں مگر غلطی لگ جاتی ہے۔وہاں کوئی غلطی اور مغالطہ نہیں ہوگا حقیقت کے مطابق فیصلہ ہوگا وَقِيْلَ اور کہا جائے گا ہر

طرف سے صدائیں بلند ہوں گی اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

****

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

تفسیر

سورۃ المومن

(مکمل)

جلد.........۱۷

ایاتہا ۸۵ ۴۰ سُورَةُ الْمُؤْمِنِ مَكِّيَّةٌ ۶۰ رکوعاتہا ۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

حٰمٓ ۝١ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝٢ غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝٣ مَا يُجَادِلُ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ۝٤ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّالْاَحْزَابُ مِنْ بَعْدِهِمْ وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍ بِرَسُوْلِهِمْ لِيَاْخُذُوْهُ وَجٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ۝٥ وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ۝٦

حٰمٓ ۝ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ اتاری ہوئی ہے کتاب مِنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی طرف سے الْعَزِيْزِ جو غالب ہے الْعَلِيْمِ جو جاننے والا ہے غَافِرِ الذَّنْبِ بخشنے والا ہے گناہ کو وَقَابِلِ التَّوْبِ اور توبہ قبول کرنے والا ہے شَدِيْدِ الْعِقَابِ سخت سزا والا ہے ذِي الطَّوْلِ انعام واحسان والا ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ نہیں کوئی الٰہ مگر وہی اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ اسی کی طرف لوٹنا

ہے مَا یُجَادِلُ نہیں جھگڑا کرتے فِیۡۤ اٰیٰتِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے بارے میں اِلَّا الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مگر وہ لوگ جو کافر ہیں فَلَا یَغۡرُرۡکَ پس نہ دھوکے میں ڈالے آپ کو تَقَلُّبُہُمۡ فِی الۡبِلَادِ ان کا چلنا پھرنا شہروں میں کَذَّبَتۡ قَبۡلَہُمۡ جھٹلایا ان سے پہلے قَوۡمُ نُوۡحٍ نوح کی قوم نے وَ الۡاَحۡزَابُ مِنۡۢ بَعۡدِہِمۡ اور بہت سے گروہوں نے ان کے بعد وَ ہَمَّتۡ کُلُّ اُمَّۃٍۭ اور ارادہ کیا ہر امت نے بِرَسُوۡلِہِمۡ اپنے رسول کے بارے میں لِیَاۡخُذُوۡہُ تاکہ اس کو گرفتار کرلیں وَ جٰدَلُوۡا بِالۡبَاطِلِ اور جھگڑا کیا انہوں نے باطل کے ہتھیار لے کر لِیُدۡحِضُوۡا بِہِ الۡحَقَّ تاکہ پھسلا دیں اس باطل کے ذریعے حق کو فَاَخَذۡتُہُمۡ پس میں نے پکڑا ان کو فَکَیۡفَ کَانَ عِقَابِ پس کس طرح تھی میری سزا وَ کَذٰلِکَ اور اسی طرح حَقَّتۡ کَلِمَتُ رَبِّکَ ثابت ہوا آپ کے رب کا فیصلہ عَلَی الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا ان لوگوں پر جنہوں نے کفر کیا اَنَّہُمۡ اَصۡحٰبُ النَّارِ بے شک وہ دوزخ والے ہیں۔

مردِ مومن کی حق گوئی:

اس سورت کا نام مومن ہے۔ یہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اس کے نو (۹) رکوع اور پچاسی (۸۵) آیتیں ہیں۔ اس سورت کا نام مومن اس لیے ہے کہ اس میں ایک مومن کا ذکر ہے جس نے فرعون کے سامنے حق بیان کیا تھا۔ اس کا نام خرقیل تھا اور یہ فرعون کا چچا زاد بھائی تھا اور اس کی کابینہ کا رکن تھا۔ یہ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا چکا تھا مگر اپنے ایمان کا

اظہار نہیں کیا۔ایک موقع پر فرعون نے اپنی کابینہ کے سامنے اس بات کا اظہار کیا کہ ذَرُوْنِیْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰی "میں موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنا چاہتا ہوں۔" مجھے بالکل نہ روکنا اس نے میرا کلیجہ جلا دیا ہے۔تو ظالم فرعون نے جب یہ فیصلہ سنایا تو یہ مرد مومن بول پڑا کہ اب اگر میں خاموش رہتا ہوں تو کل قیامت والے دن جس کا قائم ہونا حق ہے رب تعالیٰ کو کیا جواب دوں گا۔ جب اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھیں گے کہ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا فیصلہ کیا تو تو نے کیا کیا جبکہ تو اس کی کابینہ کا رکن تھا؟ تو میں قیامت والے دن کیا جواب دوں گا؟ کیونکہ غلط بات کو سن کر خاموش رہنا بھی گناہ ہے۔اور اگر ایک ثقہ آدمی بھی اس کی تردید کر دے تو باقی سارے گناہ سے بچ گئے کہ فرض کفایہ ادا ہو گیا ہے۔

مثال کے طور پر تم میں سے کوئی غلط بات کرے اور میں اس کا رد کر دوں کہ تو نے غلط بات کی ہے تو تم سارے گناہ سے بچ گئے اور اگر کوئی بھی تردید نہ کرے تو سب گنہگار ہیں کیونکہ باطل کی تردید فرض کفایہ ہے۔ایک ذمہ دار آدمی بھی تردید کر دے تو باقی سب گناہ سے بچ گئے۔تو خرقیل رحمۃ اللہ علیہ نے سوچا کہ اگر میں خاموش رہتا ہوں تو آخرت جاتی ہے اور اگر بولتا ہوں تو فرعون ظالم ہے جس کا لقب ہی میخوں والا ہے۔ ذوالاوتاد "میخوں والا"۔سولی پر لٹکا کر بدن میں میخیں ٹھونک دیتا تھا۔یہاں تک کہ اپنی باوفا بیوی آسیہ بنت مزاحم رحمۃ اللہ علیہا کو بھی معاف نہ کیا جس نے ساری زندگی اس کی خدمت کی۔جس وقت بگڑا تو اس کو دھوپ میں زمین پر لٹا کر بدن میں میخیں ٹھونک دیں اور بھاری بھر پتھر سینے پر رکھ دیا اور پہرہ بٹھا دیا کہ اس کو کوئی پانی بھی نہ پلائے۔ظالم نے اتنا بھی نہ سوچا کہ یہ میری بیوی ہے اس نے ساری زندگی میری خدمت کی ہے۔چلو اس مسئلے میں اختلاف ہو گیا ہے کہ اس نے موسیٰ علیہ السلام کا کلمہ پڑھ لیا ہے تو کیا ہو گیا کچھ تو ترس کھاتا۔مگر ظالم جابر

حکمران اپنے خلاف کوئی بات سننے کے لیے تیار نہیں ہوتے جیسے آج کل کے حکمران ہیں کہ اپنے خلاف ایک لفظ بھی نہیں سن سکتے اور قرآن کے خلاف، دین کے خلاف، حدیث کے خلاف جو مرضی ہوتا رہے اس کی ان کو کوئی پروانہیں ہے۔

تو اس مردِ مومن نے حق بیان کیا جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ چونکہ اس سورہ میں مردِ مومن کا ذکر ہے اس وجہ سے سورت کا نام مومن ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں حٰمٓ یہ حروف مقطعات میں سے ہے۔ مقطعہ کا معنٰی ہے الگ کیا ہوا۔ یعنی لفظ سے حرف کو جدا کیا گیا، الگ کیا گیا، مخفف بنایا گیا۔ آج بھی تمام زبانوں میں یہ لفظ مستعمل ہیں مثال کے طور پر ڈپٹی کمشنر سے ڈی۔ سی، اسسٹنٹ کمشنر سے اے۔ سی اور سپریڈنٹ پولیس کو ایس۔ پی کہتے ہیں۔ تو حروف مقطعات کا معنٰی ہے ایک لفظ سے حرف کو جدا کر دیں۔ تو ح حمید سے جدا کیا ہوا ہے اور م مجید سے جدا کیا ہوا ہے۔

صفات باری تعالیٰ :

یہ اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ہیں۔ تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتاری ہوئی ہے الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡمِ جو غالب ہے سب کچھ جاننے والا ہے غَافِرِ الذَّنۡبِ گناہ بخشنے والا ہے۔ حدیث قدسی میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں بَنُوۡا اٰدَمَ کُلُّکُمۡ خَطَّاءُوۡنَ ''اے بنی آدم تم سب کے سب خطا کار ہو سوائے پیغمبروں کے کوئی معصوم نہیں وَخَیۡرُ الۡخَطَّائِیۡنَ التَّوَّابُوۡنَ اور بہترین گنہگار وہ ہیں جو توبہ کرتے ہیں۔'' آدمی کو ہر وقت یہ سمجھنا چاہیے کہ میں گناہ گار ہوں وَقَابِلِ التَّوۡبِ اور توبہ قبول کرنے والا ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک دن میں ستر (۷۰) دفعہ گناہ کرو ستر

مرتبہ توبہ کرو وہ قبول کرنے والا ہے او کما قال۔ اللہ تعالیٰ کے سوا دروازہ ہی اور کوئی نہیں ہے کہاں جائے گا؟ اور اس کی یہ بھی صفت ہے شَدِیۡدِالۡعِقَابِ سزا بھی سخت والا ہے کہ دنیا میں اور کیا آخرت میں۔ اگر وہ سزا دینے پر آئے تو اِنَّ بَطۡشَ رَبِّكَ لَشَدِیۡدٌ [سورۃ بروج] ''بے شک آپ کے رب کی پکڑ بہت سخت ہے۔'' جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

پچھلے سالوں میں جاپان میں صرف سترہ سیکنڈ کا زلزلہ آیا تھا اخبارات میں بات آئی تھی کہ زلزلے کے ساتھ اتنی تباہی ہوئی ہے کہ ریلوے لائن وغیرہ کو حکومت چار سال کوشش کرے پھر بھی اس سطح پر نہیں لا سکتی جس طرح پہلے تھی۔ جاپان جیسی حکومت جس نے پورے یورپ کو صنعت کے لحاظ سے اپنے شکنجے میں لیا ہوا ہے۔

تو رب تعالیٰ کی گرفت بہت سخت ہے ذِی الطَّوۡلِ۔ طول کے دو معنیٰ آتے ہیں۔ ایک معنیٰ ہے قدرت ذِی الطَّوۡلِ قدرت والا۔ رب تعالیٰ کی قدرت کو کون نہیں سمجھ سکتا اگر سمجھنا چاہے۔ اور طول کا دوسرا معنیٰ ہے انعام واحسان۔ معنیٰ ہوگا اللہ تعالیٰ انعام کرنے والا ہے احسان کرنے والا ہے۔ وہ جس پر چاہے انعام کر کے دین کی سمجھ دے دے جس کو چاہے دولت سے نواز دے جس کو چاہے اولاد دے دے جس کو چاہے حکومت دے دے۔ یہ انعامات اس کی قدرت کے قبضہ میں ہیں لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اس کے سوا کوئی معبود، مشکل کشا نہیں ہے وہی سجدے اور نذر و نیاز کے لائق ہے وہی فریاد رس اور دست گیر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کام اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں کر سکتا۔ بندے وہی کام کر سکتے ہیں جو بندوں کے اختیار میں ہیں۔ مگر خدائی اختیارات کی ایک رتی بھی کسی کے پاس نہیں ہے۔ فرمایا یہ بھی نہ بھولنا اِلَیۡهِ الۡمَصِیۡرُ اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ لوٹ کر

جانا رب کے پاس ہے۔

ٹھکانا گور ہے تیرا عبادت کچھ تو کر غافل
کہاوت ہے کہ خالی ہاتھ گھر جانا نہیں اچھا

جو آدمی کچھ عرصہ کے بعد گھر جائے تو وہ چاہتا ہے کہ کچھ نہ کچھ گھر لے کر جاؤں۔ کافی عرصے کے بعد جا رہا ہوں خالی ہاتھ نہ جاؤں۔ دنیا کے گھر کے متعلق ہم بہت کچھ سوچتے ہیں دنیا کے پیچھے ہم جھلوں اور دیوانوں کی طرح پڑے ہوئے ہیں قبر اور آخرت کو ہم نے کچھ بھی نہیں سمجھا۔

اسلامی احکام کے خلاف ذہن سازی :

تو فرمایا لوٹ کر جانا اللہ تعالیٰ کے پاس ہے کچھ تیاری کر کے آنا مَا يُجَادِلُ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ نہیں جھگڑا کرتے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے بارے میں اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مگر وہ لوگ جو کافر ہیں۔ رب تعالیٰ کی آیات کا انکار، رب تعالیٰ کے احکام کا انکار کرنے والے کافر ہیں۔ اس وقت امریکہ بہادر نے تمام مسلمان ملکوں میں ذہن بدلنے کی بڑی گہری سازش شروع کی ہوئی ہے۔ اسلامی احکام کے خلاف ذہن سازی کر رہا ہے۔ ہمارے پاکستان کے وزیر اعظم نے بھی یہ کہا ہے کہ یہ جو شرعی سزائیں ہیں ڈاکوؤں کو سولی پہ لٹکانا، چور کا ہاتھ کاٹنا، زانی شادی شدہ کو رجم اور غیر شادی شدہ کو کوڑے مارنا وحشیانہ جابرانہ اور ظالمانہ سزائیں ہیں وزیر خارجہ سردار آصف علی نے کہا ہے کہ سود حلال ہے جائز ہے۔ جبکہ قرآن پاک کہتا ہے حَرَّمَ الرِّبٰوا ''سود حرام ہے۔'' اور بنگلہ دیش میں امریکہ بہادر نے ایسی عورتیں تیار کی ہیں جو اسلامی احکام کے خلاف باتیں کر رہی ہیں۔
کل پرسوں کے اخبار میں تم نے پڑھا ہوگا۔ میں سرخیاں پڑھ لیتا ہوں نیچے تفصیل

نہیں پڑھ سکتا کہ نظر کمزور ہے۔ بنگال میں ایک عورت نے رونا پیٹنا شروع کیا ہے کہ عورت کو مرد کے برابر وراثت ملنی چاہیے۔ اور پاکستان میں یہ باتیں ہو رہی ہیں کہ عورت کی گواہی مرد کے برابر ہونی چاہیے اور عورت کو طلاق دینے کا حق حاصل ہونا چاہیے۔ یہ حق دلا کر دیکھو ان میں تمھیں کتنی طلاقیں ملتی ہیں۔ امریکہ بہادر ان سے یہ کام کرانا چاہتا ہے۔ بھئی! قرآن پاک کا حکم ہے یُوْصِیْكُمُ اللّٰهُ فِیْۤ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ [النساء:۱۱] "اللہ تعالیٰ تمہیں تاکیدی حکم دیتا ہے اولاد کے بارے میں مرد کے لیے دو عورتوں کے برابر حصہ ہے۔" اب یہ کہنا کہ عورت کو مرد کے برابر حصہ ملے۔ یہ قرآن کا انکار نہیں ہے؟ بالکل صاف انکار ہے۔ یہ کوئی کسی امام کا مسئلہ نہیں ہے کسی مجتہد کا مسئلہ نہیں ہے براہِ راست رب تعالیٰ کے حکم کے ساتھ ٹکر ہے۔ پھر یہ ملحد کہتے کیا ہیں؟ کہتے ہیں دیکھو جی! لڑکا بھی اسی ماں باپ کا لڑکی بھی اسی ماں باپ کی، یہ کیا انصاف ہے کہ لڑکے کو دہرا اور لڑکی کو اکہرا۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے علماءِ اسلام کو انہوں نے بات سمجھائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لڑکی کے لیے کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ خاوند سے اس کو حق مہر دلوایا ہے لڑکی کا سارا خرچہ، خوراک، لباس، علاج، رہائش خاوند کے ذمے ڈالا ہے۔ پھر والدین کی طرف سے بھی دلوایا ہے اس کو کیا کمی ہے۔ بات سمجھ آ رہی ہے کہ نہیں؟ رب تعالیٰ جو حکم دیتے ہیں اس میں کسی کا نقصان نہیں ہوتا مگر ملحد اور زندیق خواہ مخواہ شوشے چھوڑتے ہیں۔

میرے پاس خبریں سننے کا تو ٹائم نہیں ہوتا اپنی گھڑی کا ٹائم درست کرنے کے لیے تین چار ماہ بعد خبریں لگاتا ہوں۔ میں نے ٹائم ملانے کے لیے ریڈیو آن کیا تو وزیر اعظم بے نظیر صاحبہ تقریر کر رہی تھیں۔ چند منٹ میں نے اس کی تقریر سنی۔ اس میں اس کے یہ

الفاظ تھے کہ ہم دہشت گردوں کو، فرقہ واریت والوں کو پھانسی پر لٹکا دیں گے۔ سوال یہ ہے کہ رب چور کا ہاتھ کٹوائے تو ظلم ہو، ڈاکو زانی کو سزا دے تو وحشیانہ، جابرانہ، ظالمانہ سزائیں ہوں اور تم دہشت گردوں کو، فرقہ واریت والوں کو پھانسی پر لٹکاؤ تو وحشیانہ اور ظالمانہ فعل نہ ہو؟ کیا یہ عجیب قسم کی منطق ہے کہ رب فیصلہ کرے تو ظالمانہ ہو اور تم فیصلہ کرو تو عادلانہ ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نہیں جھگڑا کرتے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے بارے میں مگر وہ لوگ جو کافر ہیں اور یہ مسئلہ بھی یاد رکھنا! کہ جو لوگ رب تعالیٰ کے احکام کے منکر ہیں ان کو مسلمان نہ سمجھنا ان کو مسلمان سمجھنے سے تمہارا ایمان ضائع ہو جائے گا۔ کیونکہ کافر کو کافر نہ کہنا بھی کفر ہے۔ اور ویسے کسی کو کافر نہ کہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَا يَغْرُرْكَ پس اے مخاطب تجھے دھوکے میں نہ ڈالے تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ان کا چلنا پھرنا شہروں میں۔ ہوائی جہازوں میں، بیلی کاپٹروں میں اڑتے پھرتے ہیں، گاڑیوں میں گھومتے پھرتے ہیں۔ ان چیزوں سے دھوکہ نہ کھانا کافر کافر ہیں۔ (یہ چیزیں حاصل ہونے سے وہ خدا کے پسندیدہ نہیں ہو گئے۔) كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ جھٹلایا ان سے پہلے قوم نوح نے۔ نوح علیہ السلام کو جھٹلایا، توحید کو جھٹلایا وَّالْأَحْزَابُ یہ حزب کی جمع ہے بمعنی گروہ۔ اور بہت سے گروہوں نے جھٹلایا مِنْ بَعْدِهِمْ ان کے بعد۔ نوح علیہ السلام کے بعد ہود علیہ السلام کی قوم، صالح علیہ السلام کی قوم، شعیب علیہ السلام کی قوم، لوط علیہ السلام کی قوم اور بے شمار قومیں گزری ہیں جنہوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا وَهَمَّتْ كُلُّ أُمَّةٍ بِرَسُولِهِمْ اور ارادہ کیا ہر امت نے اپنے رسول کے بارے میں لِيَأْخُذُوهُ تاکہ پکڑ لیں اس کو گرفتار کر لیں کہ وہ حق بیان نہ کرے۔

حضرت حنظلہ بن صفوان علیہ السلام پر کیے جانے والا ظلم :

بلکہ ایسے ظالم بھی تھے جنہوں نے اپنے پیغمبر حضرت حنظلہ بن صفوان علیہ السلام کو انتہائی گہرے کنویں میں زندہ پھینک دیا اور کئی دنوں کے بعد جا کر ان سے ٹھٹھا کیا کہ کیا حال ہے حنظلہ؟ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے کنویں میں بھی کہا یَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ "اے میری قوم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی الٰہ نہیں ہے۔" کہنے لگے بڑا سخت جان ہے نہ مرتا ہے اور نہ اپنی رٹ کو چھوڑتا ہے۔ پھر انہوں نے سارا کنواں پتھروں اور مٹی کے ساتھ بھر دیا اور اوپر بھنگڑا ڈال رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آگ آئی اس نے سب کو جلا کر راکھ کر دیا۔ فرمایا وَجٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ اور جھگڑا کیا انہوں نے باطل کے ساتھ۔ باطل کے ہتھیار لے کر انہوں نے جھگڑا کیا لِیُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ تاکہ پھسلا دیں وہ باطل کے ذریعے حق کو۔ مٹا دیں حق کو حالانکہ حق ہے وہ نہیں مٹتا۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں فَاَخَذْتُهُمْ پس میں نے ان کو پکڑا فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ۔ عقاب کے آخر میں "ی" تھی حذف کر دی گئی ہے کیف کان عقابی تھا۔ معنیٰ ہوگا پس کس طرح تھی میری سزا۔ نوح علیہ السلام کی قوم کا کیا حال ہوا، ہود علیہ السلام کی قوم کا کیا حال ہوا، صالح علیہ السلام کی قوم پر کیا بیتی؟ فرمایا جیسے میں نے ان کو پکڑا وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ اور اسی طرح لازم ہو چکا آپ کے رب کا فیصلہ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ان لوگوں پر جو کافر ہیں اور جو قیامت تک آئیں گے ان کے لیے یہ فیصلہ ہے اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ بے شک وہ سب کے سب دوزخ والے ہیں۔ دنیا کی سزا بھی ان کو ملے گی اور آخرت کی سزا بھی ان کو ملے گی وہ رب تعالیٰ کی گرفت سے بچ نہیں سکتے۔

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝۷ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِۨ الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۸ۙ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ۭ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَىِٕذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ۭ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۹ۧ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِيْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ ۝۱۰ قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝۱۱ ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗٓ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ ۚ وَاِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ۭ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ ۝۱۲

اَلَّذِيْنَ وہ فرشتے يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ جو اٹھا رہے ہیں عرش کو وَمَنْ حَوْلَهٗ اور جو عرش کے اردگرد ہیں يُسَبِّحُوْنَ وہ تسبیح بیان کرتے ہیں بِحَمْدِ رَبِّهِمْ اپنے رب کی تعریف کے ساتھ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ اور ایمان رکھتے ہیں اس پر وَيَسْتَغْفِرُوْنَ اور بخشش طلب کرتے ہیں لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ان لوگوں کے لیے جو مومن ہیں رَبَّنَا اے ہمارے رب وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ وسیع ہیں آپ ہر چیز پر رَّحْمَةً رحمت کے لحاظ سے وَّعِلْمًا اور علم کے

لحاظ سے فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا پس بخش دیں آپ ان لوگوں کو جنہوں نے توبہ کی وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ اور چلے آپ کے راستے پر وَقِهِمْ اور بچا ان کو عَذَابَ الْجَحِيْمِ آگ کے عذاب سے رَبَّنَا اے ہمارے رب وَاَدْخِلْهُمْ اور داخل کر ان کو جَنّٰتِ عَدْنِ رہنے کے باغوں میں الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وہ جن کا وعدہ کیا آپ نے ان سے وَمَنْ صَلَحَ اور ان کو بھی جو نیک ہوں مِنْ اٰبَآئِهِمْ ان کے آباؤ اجداد میں سے وَاَزْوَاجِهِمْ اور ان کی بیویوں میں سے وَذُرِّيّٰتِهِمْ اور ان کی اولادوں میں سے اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ بے شک آپ ہی غالب حکمت والے ہیں وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ اور بچا ان کو برائیوں سے وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ اور جس کو آپ بچائیں گے برائیوں سے يَوْمَئِذٍ اس دن فَقَدْ رَحِمْتَهٗ پس تحقیق آپ نے اس پر رحمت کی وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ اور یہی ہے کامیابی بڑی اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ كَفَرُوْا جنہوں نے کفر کیا يُنَادَوْنَ پکارے جائیں گے (اور ان سے کہا جائے گا) لَمَقْتُ اللّٰهِ البتہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اَكْبَرُ بہت بڑی ہے مِنْ مَّقْتِكُمْ تمہاری ناراضگی سے اَنْفُسَكُمْ اپنی جانوں پر اِذْ تُدْعَوْنَ جب تمہیں بلایا جاتا تھا اِلَى الْاِيْمَانِ ایمان کی طرف فَتَكْفُرُوْنَ پس تم کفر کرتے تھے قَالُوْا کہیں گے رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اے ہمارے رب آپ نے موت دی ہم کو اثْنَتَيْنِ دو دفعہ وَاَحْيَيْتَنَا

اور آپ نے ہمیں زندہ کیا اثْنَتَیْنِ دو دفعہ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا پس ہم اقرار کرتے ہیں اپنے گناہوں کا فَهَلْ اِلٰی خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِیْلٍ پس کوئی نکلنے کا رستہ ہے ذٰلِکُمْ یہ بِاَنَّهٗ اس لیے کہ بے شک شان یہ ہے اِذَا دُعِیَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ جس وقت پکارا جاتا تھا اللہ تعالیٰ کی طرف جو اکیلا ہے کَفَرْتُمْ تم انکار کرتے تھے وَاِنْ یُّشْرَكْ بِهٖ اور اگر اس کے ساتھ شرک کیا جاتا تُؤْمِنُوْا تم تصدیق کرتے فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ پس حکم اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہے الْعَلِیِّ الْكَبِیْرِ جو بلند اور بڑا ہے۔

ملائکۃ اللہ کا ذکر :

فرشتے اللہ تعالیٰ کی نورانی مخلوق ہیں۔ مسلم شریف میں روایت ہے خُلِقَتِ الْمَلَائِکَۃُ مِنْ نُوْرٍ "فرشتے نور سے پیدا کیے گئے ہیں۔" مگر اس نور سے نہیں جو رب تعالیٰ کی صفت ہے۔ اس سے کوئی چیز نہیں نکلی۔ فرشتے اس نور سے پیدا کیے گئے ہیں جو مخلوق ہے۔ جیسے مٹی اور آگ مخلوق ہے۔ ان گنت اور بے شمار فرشتے ہیں۔ احادیث میں آتا ہے کہ سات آسمان اور عرش کسی میں چار انگشت بھی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ موجود نہ ہو اور کعبے کے عین برابر میں ساتویں آسمان پر ایک مقام ہے جس کا نام بیت المعمور ہے اس کا ذکر ستائیسویں پارے میں ہے وَالْبَیْتِ الْمَعْمُوْرِ [سورۃ طور] یہ فرشتوں کا مطاف ہے۔ جب سے اللہ تعالیٰ نے دنیا کو پیدا کیا ہے اس وقت سے روزانہ ستر ہزار فرشتے بلا ناغہ اس کا طواف کرتے ہیں اور جو ایک دفعہ طواف کر لیتے ہیں ان کا دوبارہ نمبر نہیں آتا۔ پھر ہر آدمی کے ساتھ چوبیس فرشتے ہیں چار فرشتوں کو کراماً کاتبین

کہتے ہیں۔ دو دن کے اور دو رات کے۔ رات والے فرشتے صبح کی نماز کے وقت چلے جاتے ہیں اور دن والے آ جاتے ہیں اور دن والے عصر کے وقت چلے جاتے ہیں اور رات والے آ جاتے ہیں۔ ان فرشتوں کا کام ہے نیکی بدی لکھنا اور دس فرشتے صبح کے وقت آتے ہیں شام تک انسان کے بدن کی حفاظت کرتے ہیں اور دس شام کو آتے ہیں جو صبح تک انسان کے بدن کی حفاظت کرتے ہیں۔ پھر جس طرح انسان کے ساتھ ہیں اسی طرح جنات کے ساتھ بھی ہیں۔ اس سے تم فرشتوں کی تعداد کا اندازہ لگاؤ۔

حاملینِ عرش کی دعا :

ان فرشتوں میں سے ایک گروہ اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وہ ہیں جو اٹھا رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے عرش کو۔ ان کی تعداد کا علم نہیں کہ کتنے ہیں؟ ارب ہیں کھرب ہیں اللہ تعالیٰ کے عرش کو اٹھانے والے فرشتے وَمَنْ حَوْلَهٗ اور جو عرش کے اردگرد ہیں يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ اپنے رب کی حمد اور تسبیح بیان کرتے ہیں سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ پڑھتے ہیں۔ دن رات ان کا یہی ورد ہے اور یہ ایسا مبارک کلمہ ہے کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اس کلمے کی برکت سے اللہ تعالیٰ رزق کا دروازہ کشادہ کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ فرشتے اور کیا کرتے ہیں؟ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان رکھتے ہیں۔ فرشتوں میں کوئی کافر نہیں ہے۔ وہ سب کے سب مومن اور معصوم ہیں۔ عرش کو اٹھانے والے اور عرش کے اردگرد والے فرشتے یہ کام بھی کرتے ہیں وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور وہ اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرتے ہیں ایمان والوں کے لیے۔ مومن کا کتنا بلند مقام ہے کہ حاملینِ عرش اور اس کے اردگرد والے فرشتے اس کے لیے استغفار کرتے ہیں ان الفاظ کے ساتھ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً اے ہمارے رب آپ وسیع ہیں

ہر شے کو رحمت کے لحاظ سے وَعِلْمًا اور علم کے لحاظ سے فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا
پس بخش دیں آپ ان لوگوں کو جنھوں نے توبہ کی کفر و شرک سے، گناہوں سے، برائیوں
سے وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ اور چلے آپ کے راستے پر۔ تو جو لوگ صرف توبہ توبہ کرتے ہیں
ان کے لیے فرشتے استغفار نہیں کرتے۔ استغفار ان کے لیے کرتے ہیں جو مومن ہیں اور
گناہوں سے توبہ کرنے والے ہوں اور اللہ تعالیٰ کے بتلائے ہوئے راستوں پر چلتے
ہوں وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ اور بچا ان کو آگ کے عذاب سے۔ جحیم کا معنٰی
ہے شعلہ مارنے والی آگ۔ شعلہ مارنے والی آگ سے بچا۔ اور جحیم دوزخ کے
ایک طبقے کا نام بھی ہے۔ رَبَّنَا یہ لفظ قرآن پاک میں جہاں بھی آتا ہے اس کے شروع
میں یا مقدر ہوتا ہے اصل میں ہے يَا رَبَّنَا اے ہمارے رب وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ
اور داخل کر ان کو رہنے کے باغوں میں، ہمیشگی کے باغوں میں۔ نہ جن کے درخت خشک
ہوں نہ پتے جھڑیں نہ پھل ختم ہوں الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ جن کا آپ نے ان سے وعدہ کیا
ہے وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ اور ان کو بھی جو نیک ہیں ان کے آباؤ اجداد میں سے
جنت میں داخل کر وَاَزْوَاجِهِمْ اور ان کی بیویوں میں سے جو نیک ہیں ان کو بھی
جنت میں داخل کر وَذُرِّيّٰتِهِمْ اور ان کی اولاد میں سے ان کو بھی جنت میں داخل کر
اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ بے شک آپ غالب حکمت والے ہیں۔ حاملین عرش کس
عقیدت کے ساتھ ہر وقت مومنوں کے لیے دعا کرتے ہیں۔ فرشتے اور کیا کہتے ہیں؟
کہتے ہیں وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ اور بچا ان مومنوں کو برائیوں سے، پریشانیوں سے،
تکالیف سے ان کو بچا وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ اور اے پروردگار! جس کو آپ نے بچا لیا
برائیوں سے، پریشانیوں سے يَوْمَئِذٍ اس دن۔ قیامت کے دن فَقَدْ رَحِمْتَهٗ

پس تحقیق آپ نے اس کو رحمت سے نوازا ہے۔ دنیا کی پریشانیاں بھی پریشانیاں مگر آخرت کی پریشانی کے مقابلے میں بالکل ہیچ ہیں۔فرمایا کیا پوچھتے ہو وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ اور یہی ہے کامیابی بڑی۔دوزخ سے بچ گیا جنت میں داخل ہوگیا اور اس کو کیا چاہیے۔اللہ تعالیٰ ہر مومن مرد عورت کو نصیب فرمائے۔مومنوں کے مقابلہ میں اب کافرو کا حال بھی سنو۔

کافرین کا حال :

فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر کا راستہ اختیار کیا يُنَادَوْنَ وہ پکارے جائیں گے قیامت والے دن لَمَقْتُ اللّٰهِ البتہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ بہت بڑی ہے تمہاری ناراضگی سے۔اپنی جانوں پر۔وہ اپنی جانوں پر ناراضگی کیا ہوگی؟ انیسویں پارے کے پہلے رکوع میں ہے وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ ''اور جس دن کاٹیں گے ظالم اپنے ہاتھوں کو۔''افسوس کی وجہ سے۔جب آدمی کو غصہ آئے اور کچھ کر نہ سکے تو پھر اپنے ہاتھ کاٹتا ہے۔اس سے زیادہ ناراضگی رب کی تمہارے اوپر ہے۔رب کی ناراضگی کیوں ہے؟ اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِيْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ جب تم کو ایمان کی دعوت دی جاتی تھی تو تم انکار کرتے تھے،نیکی کی تمہیں دعوت دی جاتی تھی تو تم سنتے نہیں تھے۔نماز کے لیے بلایا جاتا تھا تم پروا نہیں کرتے تھے۔اس لیے آج اللہ تعالیٰ تم پر سخت ناراض ہے۔اس ناراضگی سے جو تمہیں اپنی جانوں پر ہے۔اب ہاتھوں کے کاٹنے کا کیا فائدہ؟ جب وقت تھا اس وقت تم نے پرواہی نہیں کی۔

اب پچھتائے کیا ہوت

جب چڑیاں چگ گئی کھیت

واویلا کریں گے اور کہیں گے ہمیں ایک دفعہ دنیا کی طرف لوٹا۔ ہم اچھے عمل کریں گے پھر اس دنیا کی طرف کون آئے گا اور کون چھوڑے گا قَالُوْا کہیں گے رَبَّنَآ اے ہمارے رب اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ آپ نے موت دی ہم کو دو دفعہ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ اور آپ نے ہمیں زندہ کیا دو دفعہ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا پس ہم اعتراف کرتے ہیں اپنے گناہوں کا کہ ہم واقعی گنہگار اور مجرم ہیں۔ دو زندگیاں کون سی ہیں؟ اس کی تصریح خود قرآن پاک میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا ''تم کیسے انکار کرتے ہو رب کے احکام کا حالانکہ تم بے جان تھے۔'' بچے کی شکل ماں کے پیٹ میں بن جانے کے بعد جب تک اس میں روح نہیں ڈالی جاتی وہ بے جان ہوتا ہے فَاَحْيَاكُمْ پس رب نے تم کو زندہ کیا کہ تمہارے جسم میں روح پھونک دی تو روح پھونکنے سے پہلے ایک موت ہے۔ روح پڑنے کے بعد ایک زندگی ہوگئی ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ پھر تمہیں مارتا ہے دنیا میں ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ پھر تمہیں زندہ کرتا ہے قبروں میں ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ [البقرہ: ۲۸] پھر تم اسی رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔'' اس آیت کریمہ میں كُنْتُمْ اَمْوَاتًا میں پہلی موت ہے اور ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ میں دوسری موت ہے۔ فَاَحْيَاكُمْ میں پہلی حیات ہے ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ میں دوسری حیات ہے۔ تو کہیں گے اے ہمارے پروردگار تو نے ہمیں دو دفعہ موت دی اور دو دفعہ زندہ کیا۔ پس ہم اقرار کرتے ہیں اپنے گناہوں کا مگر اے پروردگار فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ پس اس دوزخ سے نکلنے کا کوئی راستہ ہے۔ پھر یہ کافر انجام دیکھ کر فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا

''پس عنقریب وہ پکارے گا ہلاکت کو وَيَصْلٰى سَعِيْرًا [سورۃ الانشقاق] ''اور وہ داخل ہوگا دوزخ میں۔'' پھر دوزخ میں تنگ آ کر کہیں گے وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ [زخرف:۷۷] ''اور پکاریں گے دوزخ والے اور کہیں گے اے مالک علیہ السلام (یہ دوزخ کا انچارج فرشتہ ہے) چاہیے کہ فیصلہ کر دے ہم پر تمہارا پروردگار'' ہمارے اوپر موت آ جائے۔ ہزار سال تک کوئی جواب نہیں ملے گا۔ ہزار سال کے بعد جواب آئے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اِخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ [المومنون:۱۰۸] ''ذلیل ہو کر دوزخ میں پڑے رہو میرے ساتھ بات بھی نہ کرو۔'' میں نے تمہاری طرف پیغمبر بھیجے، کتابیں نازل کیں، صحیفے بھیجے، عقل دی تم نے پروا نہیں کی۔ اِخْسَأْ اصل میں خَسَأَ سے ہے۔ جس کا معنیٰ کتے کو دھتکارنے کو کہتے ہیں پنجابی میں کہتے ہیں دُھر دُھر۔ تو اس کے مطابق معنیٰ بنے گا ''اے کتو! دُھر دُھر دوزخ میں جلتے رہو میرے ساتھ بات نہ کرو۔''

ذٰلِكُمْ یہ دوزخ میں تم کیوں جلو گے بِاَنَّهٗۤ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ بے شک شان یہ ہے کہ جس وقت پکارا جاتا تھا اللہ تعالیٰ کی طرف جو اکیلا ہے۔ جب کہا جاتا تھا لا الٰہ الا اللہ كَفَرْتُمْ تو تم کفر کرتے تھے۔ سورہ صٰفٰت آیت نمبر ۳۵ پارہ ۲۳ میں ہے اِنَّهُمْ كَانُوْۤا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ ''بے شک یہ لوگ کہ جب ان کے سامنے کہا جاتا تھا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حاجت روا، مشکل کشا نہیں ہے، کوئی فریاد رس نہیں ہے تو تکبر کرتے تھے اچھلتے کودتے تھے کہتے تھے اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا [سورۃ ص] ''کیا اس نے بنا دیا ہے تمام معبودوں کو ایک ہی معبود۔'' سارے مشکل کشاؤں کا انکار کر کے کہتا ہے کہ ایک ہی مشکل کشا ہے۔ آج تم غیر اللہ کی پکار کو کانوں سے سنتے ہو، نا۔ یہ مسجدوں سے آوازیں آتی ہیں:

؎ امداد کن امداد کن از بند غم آزاد کن
در دین ودنیا شاد کن یا غوث اعظم دستگیر

یہ سب کچھ مسجدوں میں سپیکروں پر آج ہو رہا ہے ۔ تو فرمایا جب اللہ وحدہ لاشریک کی طرف پکارا جاتا تھا تو تم انکار کرتے تھے وَاِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ اور اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا جاتا اوروں کو خدا کا شریک ٹھہرایا جاتا تُؤْمِنُوْا تو تم یقین کر لیتے اور خوش ہوتے ، دھمالیں ڈالتے ، پگڑیاں اور ٹوپیاں اچھلتی ۔ اکیلے رب کے ساتھ تمہیں عداوت ہے اور دوسروں کے ساتھ انس فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ پس حکم اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہے الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ جو بلند اور بڑی ذات ہے ۔ اب تم دوزخ میں جلتے رہو نکلنے کی کوئی صورت نہیں ہے ۔

****

هُوَ الَّذِیۡ یُرِیۡكُمۡ اٰیٰتِهٖ وَ یُنَزِّلُ لَكُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ رِزۡقًا ؕ وَ مَا یَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنۡ یُّنِیۡبُ ﴿۱۳﴾ فَادۡعُوا اللّٰهَ مُخۡلِصِیۡنَ لَهُ الدِّیۡنَ وَ لَوۡ كَرِهَ الۡكٰفِرُوۡنَ ﴿۱۴﴾ رَفِیۡعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الۡعَرۡشِ ۚ یُلۡقِی الرُّوۡحَ مِنۡ اَمۡرِهٖ عَلٰی مَنۡ یَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ لِیُنۡذِرَ یَوۡمَ التَّلَاقِ ﴿۱۵﴾ یَوۡمَ هُمۡ بٰرِزُوۡنَ ۬ۚ لَا یَخۡفٰی عَلَی اللّٰهِ مِنۡهُمۡ شَیۡءٌ ؕ لِمَنِ الۡمُلۡكُ الۡیَوۡمَ ؕ لِلّٰهِ الۡوَاحِدِ الۡقَهَّارِ ﴿۱۶﴾ اَلۡیَوۡمَ تُجۡزٰی كُلُّ نَفۡسٍۭ بِمَا كَسَبَتۡ ؕ لَا ظُلۡمَ الۡیَوۡمَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِیۡعُ الۡحِسَابِ ﴿۱۷﴾ وَ اَنۡذِرۡهُمۡ یَوۡمَ الۡاٰزِفَةِ اِذِ الۡقُلُوۡبُ لَدَی الۡحَنَاجِرِ كٰظِمِیۡنَ ۬ؕ مَا لِلظّٰلِمِیۡنَ مِنۡ حَمِیۡمٍ وَّ لَا شَفِیۡعٍ یُّطَاعُ ﴿۱۸﴾ یَعۡلَمُ خَآئِنَةَ الۡاَعۡیُنِ وَ مَا تُخۡفِی الصُّدُوۡرُ ﴿۱۹﴾ وَ اللّٰهُ یَقۡضِیۡ بِالۡحَقِّ ؕ وَ الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖ لَا یَقۡضُوۡنَ بِشَیۡءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ﴿۲۰﴾ ع ۲

هُوَالَّذِیۡ اللہ تعالیٰ وہی ہے یُرِیۡكُمۡ اٰیٰتِهٖ جو دکھاتا ہے تمہیں نشانیاں وَیُنَزِّلُ لَكُمۡ اور اتارتا ہے تمہارے لیے مِّنَ السَّمَآءِ آسمان کی طرف سے رِزۡقًا رزق وَمَا یَتَذَكَّرُ اور نہیں نصیحت حاصل کرتے اِلَّا مَنۡ مگر وہ یُّنِیۡبُ جو رجوع کرتے ہیں فَادۡعُوا اللّٰهَ پس پکارو تم اللہ تعالیٰ کو مُخۡلِصِیۡنَ لَهُ الدِّیۡنَ خالص کرتے ہوئے اسی کے لیے دین وَلَوۡ كَرِهَ الۡكٰفِرُوۡنَ اور اگرچہ ناپسند کرتے ہیں اس کو کافر رَفِیۡعُ الدَّرَجٰتِ وہ

بلند کرنے والا ہے درجوں کو ذُوالْعَرْشِ عرش والا ہے یُلْقِی الرُّوْحَ
اتارتا ہے وحی مِنْ اَمْرِهٖ اپنے حکم سے عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ جس پر چاہے
مِنْ عِبَادِهٖ اپنے بندوں میں سے لِیُنْذِرَ یَوْمَ التَّلَاقِ تاکہ وہ ڈرائے
ملاقات کے دن سے یَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ جس دن وہ ظاہر ہوں گے لَا
یَخْفٰی عَلَی اللّٰهِ نہیں مخفی ہوگی اللہ تعالیٰ پر مِنْهُمْ شَیْءٌ ان میں سے کوئی
چیز لِمَنِ الْمُلْكُ الْیَوْمَ کس کے لیے ہے بادشاہی آج کے دن لِلّٰهِ الْوَاحِدِ
الْقَهَّارِ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو اکیلا ہے سب پر غالب ہے اَلْیَوْمَ
تُجْزٰی اس دن بدلہ دیا جائے گا كُلُّ نَفْسٍ ہر نفس کو بِمَا كَسَبَتْ جو
اس نے کمایا لَا ظُلْمَ الْیَوْمَ نہیں ہوگا ظلم آج کے دن اِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ
الْحِسَابِ بے شک اللہ تعالیٰ جلدی حساب لینے والا ہے وَاَنْذِرْهُمْ اور
آپ ڈرائیں ان کو یَوْمَ الْاٰزِفَةِ قریب آنے والی گھڑی کے دن سے اِذِ
الْقُلُوْبُ جس وقت دل لَدَی الْحَنَاجِرِ ہنسلی کی ہڈی تک پہنچ جائیں گے
كٰظِمِیْنَ دم گھٹنے والے ہوں گے مَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ حَمِیْمٍ نہیں ہوگا
ظالموں کے لیے کوئی دوست وَّلَا شَفِیْعٍ اور نہ کوئی سفارشی یُّطَاعُ جس
کی بات مانی جائے یَعْلَمُ وہ جانتا ہے خَآئِنَةَ الْاَعْیُنِ آنکھوں کی
خیانت کو وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ اور اس چیز کو جس کو سینے چھپاتے ہیں وَ
اللّٰهُ یَقْضِیْ بِالْحَقِّ اور اللہ تعالیٰ ہی فیصلہ کرتا ہے حق کا وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ

دُوْنِہٖ اور وہ لوگ جو پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے لَا یَقْضُوْنَ بِشَیْءٍ وہ نہیں فیصلہ کر سکتے کسی چیز کا اِنَّ اللّٰہَ بے شک اللہ ہی ھُوَ السَّمِیْعُ وہی سننے والا ہے الْبَصِیْرُ دیکھنے والا ہے۔

اس سے پہلے اس بات کا ذکر تھا کہ کافروں کو پکارا جائے گا اور کہا جائے گا لَمَقْتُ اللّٰہِ اَکْبَرُ مِنْ مَّقْتِکُمْ اَنْفُسَکُمْ "اللہ تعالیٰ کی ناراضگی زیادہ بڑی ہے تمہاری اپنی جانوں پر ناراضگی سے۔" جب تمہیں دعوت دی جاتی تھی ایمان کی تو تم انکار کرتے تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ کی توحید کے دلائل بالکل واضح ہیں۔

توحید کے دلائل :

اسی سلسلے میں ارشاد ہے ھُوَ الَّذِیْ یُرِیْکُمْ اٰیٰتِہٖ اللہ تعالیٰ وہی ہے جو دکھاتا ہے تمہیں اپنی قدرت کی نشانیاں۔ زمین دیکھو، آسمان دیکھو، چاند، سورج، ستارے دیکھو، پہاڑ اور میدان دیکھو، انسان دیکھو، مردوں کی شکلیں اور ہیں عورتوں کی شکلیں اور ہیں۔ پھر کوئی موٹا ہے، کوئی پتلا ہے، کوئی صحت مند اور کوئی بیمار ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہر جگہ موجود ہیں وَیُنَزِّلُ لَکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا اور اتارتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آسمان کی طرف سے رزق۔ ایک تو اس طرح کہ حکم اوپر سے آتا ہے کہ فلاں کو اتنا رزق ملے، فلاں کو اتنا رزق ملے اور جس کو جتنے رزق کا حکم ہوتا ہے اس کو اتنا ہی ملتا ہے۔ پھر رزق کا جو سبب ہے بارش، وہ بھی آسمان کی طرف سے نازل ہوتی ہے اس کے ذریعے فصلیں اگتی ہیں، اناج پیدا ہوتا ہے، باغات پیدا ہوتے ہیں، سبزیاں پیدا ہوتی ہیں۔ یہ تمام تمہارے لیے رزق ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے دلائل بالکل واضح ہیں وَ مَا یَتَذَکَّرُ اِلَّا مَنْ یُّنِیْبُ اور نصیحت حاصل نہیں کرتے مگر وہ جو رجوع کرتے ہیں اللہ

تعالیٰ کی طرف۔ جو رجوع کرتے ہیں انہی کو ان چیزوں سے عبرت حاصل ہوتی ہے۔ اندھے بہروں کو کیا سمجھ آتی ہے؟ فَادْعُوا اللّٰہَ پس پکارو تم اللہ تعالیٰ کو اے ایمان والو! یہ تمہارا فریضہ ہے مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ خالص کرتے ہوئے اسی کے لیے دین کو وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ اور اگرچہ ناپسند کرتے ہیں اس کو کفر کرنے والے کہ اکیلے خدا کو پکارا جائے یہ ان کے لیے بڑی کراہت کی بات ہے۔اس سے پہلی آیت میں ہے اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ جس وقت اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک کی طرف دعوت دی جاتی ہے تو تم انکار کرتے ہو اور اگر اس کے ساتھ شرک کیا جائے تو تم یقین کر لیتے ہو۔مشرک کے لیے اکیلی رب تعالیٰ کی ذات پر اعتماد کرنا اور اسی ایک کو پکارنا بڑی مشکل بات ہے۔اس کا دل نہیں ٹھہرتا جب تک دوسرے سہارے نہ تلاش کرے۔

لیکن اے مومنوں تمہارا فرض ہے کہ پکارو اللہ تعالیٰ کو خالص کرتے ہوئے اسی کے لیے دین کو اگرچہ کافر اس کو پسند نہیں کرتے رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ رفیع کا مادہ لازمی بھی آتا ہے اور متعدی بھی آتا ہے۔لازمی کا معنیٰ کریں تو معنیٰ ہوگا رب بلند درجوں والا ہے۔رب تعالیٰ کے درجوں کو کون سمجھ سکتا ہے۔اور متعدی کا ترجمہ ہو تو معنیٰ ہوگا وہ بلند کرنے والا ہے درجوں کو۔کسی کا کوئی درجہ کسی کا کوئی درجہ کسی کی کوئی شان کسی کی کوئی شان۔یہ شانیں فضیلتیں اور درجے اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے ہیں۔ ذُو الْعَرْشِ وہ عرش والا ہے۔سات آسمانوں کے اوپر کرسی ہے اور کرسی کے اوپر عرش ہے عرش نے ہر چیز کا احاطہ کیا ہوا ہے جسم کے لحاظ سے عرش سے بڑی شے کوئی نہیں ہے اور درجے کے لحاظ سے سب سے بڑی مخلوق حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ عرش اور کرسی کی نسبت ایسے ہی ہے جیسے ایک بڑے

میدان میں ایک رِنگ پڑا ہو۔ایک ٹائر پھینک دو۔ٹائر کی میدان کے ساتھ کیا نسبت ہے؟ کچھ بھی نہیں۔ایسے ہی کرسی کی عرش کے ساتھ کوئی نسبت نہیں ہے۔پھر عرش کے اوپر رب تعالیٰ کی ذات قائم ہے اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی [طٰہٰ:۵] ''وہ رحمن عرش پر قائم ہے۔'' مگر جو اس کی شان کے لائق ہے ہم کسی شے کے ساتھ تشبیہ نہیں دے سکتے۔اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی عقیدہ رکھنا ہے کہ وہ ہمارے ساتھ ہے وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ [حدید:۴] ''اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں بھی تم ہو۔'' وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو۔اس کی معیت کو بھی ہم نہیں سمجھ سکتے بس جو اس کی شان کے لائق ہے وہ ہر ایک کے ساتھ ہے۔عرش پر بھی قائم ہے اور ہر ایک کے ساتھ بھی ہے۔
يُلْقِي الرُّوْحَ یہاں روح سے مراد وحی ہے۔جس طرح جان دار چیزوں کی حیات روح کے ساتھ ہے اسی طرح قوموں کی روحانی زندگی صرف وحی کے ساتھ ہے وحی الٰہی کے بغیر قومیں بالکل مردہ ہیں۔تو معنیٰ ہوگا ڈالتا ہے، اتارتا ہے وحی کو مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ اپنے حکم سے جس پر چاہے مِنْ عِبَادِهٖ اپنے بندوں میں سے۔اور وہ بندے پیغمبر ہیں دوسروں پر وحی نہیں اترتی۔

حکمتِ وحی :

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک وحی نازل ہوتی رہی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی کے بعد قیامت تک کوئی وحی نازل نہیں ہوگی جس میں نبوت و رسالت کا ذکر ہو۔رب تعالیٰ وحی کیوں اتارتا ہے؟ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ایک لفظ ہے طلاق 'ط' کے ساتھ۔اس کا معنیٰ ہے جدائی۔کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دے دے۔اور ایک ہے تا کے ساتھ اس کا معنیٰ ہے ملاقات۔تو معنیٰ ہوگا تاکہ وہ ڈرائے ملاقات کے

دن سے۔ جس دن بندوں کی رب تعالیٰ کے ساتھ ملاقات ہوگی قیامت والے دن اور اللہ تعالیٰ ہر ایک سے فرداً فرداً سوال کریں گے اے بندے میں نے تجھے عقل دی تھی، سمجھ دی تھی تو نے اس کو کہاں خرچ کیا؟ مال دیا تھا اس کو کہاں خرچ کیا، جوانی اور صحت دی تھی اس کو کہاں لگایا؟ وہ کون سا دن ہوگا؟ یَوۡمَ هُمۡ بٰرِزُوۡنَ جس دن وہ ظاہر ہوں گے۔ آج تو ایسے لوگ بھی ہیں جو کونوں میں چھپے ہوئے ہیں تہہ خانوں میں چھپے ہوئے ہیں وہاں ساری مخلوق کھلے میدان میں ظاہر ہوگی وہاں کوئی ایک بھی غیر حاضر نہیں ہوگا لَا یَخۡفٰی عَلَی اللّٰہِ مِنۡهُمۡ شَیۡءٌ نہیں مخفی ہوگی اللہ تعالیٰ پر ان میں سے کوئی چیز۔ تمام انسان، تمام جنات، تمام حیوان سامنے ہوں گے عجیب منظر ہوگا۔ آج معمولی سا اجتماع ہو تو ایک آدمی دوسرے کو نہیں ملتا جہاں ساری کائنات اکٹھی ہوگی اور ان کی کوئی شے خدا پر مخفی نہیں ہوگی۔ نفسی نفسی کا عالم ہوگا ہر ایک کو اپنی فکر ہوگی کہ خدا جانے میرے ساتھ کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں اور نیک بندوں پر کوئی گھبراہٹ نہیں ہوگی لَا یَحۡزُنُهُمُ الۡفَزَعُ الۡاَکۡبَرُ وَتَتَلَقّٰهُمُ الۡمَلٰٓئِکَةُ [الانبیاء: ۱۰۲] ''نہیں غم میں ڈالے گی ان کو بڑی گھبراہٹ اور ملیں گے ان سے فرشتے۔'' ان کو سلام کریں گے اور کہیں گے کہ خوش رہو یہاں تمہیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اور جن کو پرچے بائیں ہاتھ میں ملیں گے ان کے ہوش و حواس اڑے ہوئے ہوں گے اور کہیں گے کاش کہ ہم پیدا ہی نہ ہوتے مگر اس وقت افسوس کا کیا معنیٰ؟

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوگا لِمَنِ الۡمُلۡكُ الۡیَوۡمَ کس کے لیے ہے بادشاہی آج کے دن۔ اقتدار کس کا ہے، سلطنت کس کی ہے؟ آج تو اقتدار کی خاطر لڑائیاں ہو رہی ہیں۔ مرد بھی میدان میں کود پڑے ہیں عورتوں نے بھی لنگوٹ کس لیے

ہیں۔ ایک کہتا ہے میرا اقتدار دوسرا کہتا ہے میرا اقتدار تیسرا کہتا ہے میرا اقتدار۔ آج میری تیری لگی ہوئی ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے مخلوق! بتلاؤ آج ملک کس کا ہے؟ یہ آواز سارے میدان محشر میں سنائی دے گی۔ قریب والے بھی سنیں گے اور بعید والے بھی سنیں گے اور برابر سنیں گے۔ سب کہیں گے لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو اکیلا ہے سب پر غالب ہے۔ اس دن کوئی میری تیری نہیں ہوگی۔ وہ دن ہوگا اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ اس دن بدلہ دیا جائے گا ہر نفس کو جو اس نے کمایا۔

بندے کو جو اعمال نامہ ملے گا اس میں چھوٹی بڑی نیکی درج ہوگی ذرہ برابر بھی نیکی ہوگی تو سامنے آئے گی اور اپنے اعمال نامہ کو ہر آدمی خود پڑھے گا چاہے پڑھا لکھا ہوگا یا ان پڑھ ہوگا اور پڑھتے ہوئے کہے گا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا [الکہف:۴۹] "کیا ہے اس کتاب کو نہیں چھوڑتی کسی چھوٹی چیز کو نہ بڑی چیز کو مگر اس نے سنبھال رکھا ہے۔" ہاتھوں اور آنکھوں کے اشارے تک درج ہوں گے۔" لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ نہیں ہوگا ظلم آج کے دن۔ اس دن کسی پر رتی برابر بھی ظلم نہیں ہوگا۔ آج دنیا میں حق و باطل میں فرق نہیں کرتے اور ہو بھی جائے تو زیادتی ہو جاتی ہے۔ وہاں انصاف ہوگا۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر قرناء سینگ والی بکری نے مَلجاء موٹی بکری بغیر سینگ والی بکری کو سینگ مارا تھا تو يُؤْخَذُ لِلْمَلْجَاءِ مِنَ الْقَرْنَاءِ میدان محشر میں اس بکری کو سینگ دیئے جائیں گے اور وہ سینگ والی بکری سے بدلہ لے گی۔ یہ روایت مسلم کی ہے۔ حیوانات مکلّف نہیں ہوتے انسان اور جنات مکلّف ہوتے ہیں پھر

حیوانات میں بدلے کا سلسلہ کیوں ہوگا؟ یہ صرف انسانوں اور جنوں کو بتلانے کے لیے کہ غیر مکلف میں انصاف ہو رہا ہے تم کس طرح بچ سکتے ہو؟

تو فرمایا اس دن کوئی ظلم نہیں ہوگا اِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ بے شک اللہ تعالیٰ جلدی حساب لینے والا ہے۔ آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے حساب شروع ہو جائے گا وَاَنْذِرْهُمْ یَوْمَ الْاٰزِفَةِ۔ آزفہ کا معنٰی ہے قریب آنے والی گھڑی۔ اور آپ ڈرائیں ان کو قریب آنے والی گھڑی کے دن سے اور وہ قیامت کا دن ہے۔ قیامت کا نام قیامت بھی ہے الحاقہ بھی، الواقعہ بھی، القارعہ بھی، الساعہ بھی ہے۔ جو مر گیا اس کی قیامت قائم ہو گئی۔ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَی الْحَنَاجِرِ جس وقت دل ہنسلی کی ہڈی تک پہنچ جائیں گے۔ حَنَاجِرُ حَنْجَرَةٌ کی جمع ہے ہنسلی کی ہڈی کٰظِمِیْنَ دم گھٹنے والے ہوں گے۔ اتنے غمگین ہوں گے کہ سانس لینا مشکل ہوگا مَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ حَمِیْمٍ نہیں ہوگا ظالموں کے لیے کوئی دوست۔ آج دنیا میں تو ظالموں کے بڑے ساتھی ہیں وہاں ظالموں کا کوئی مخلص ساتھی نہیں ہوگا وَّلَا شَفِیْعٍ یُّطَاعُ اور نہ ایسا سفارشی ہوگا کہ جس کی سفارش مانی جائے۔ حق حق اور باطل باطل ہو جائے گا، دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا یَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْیُنِ جانتا ہے آنکھوں کی خیانت کو۔ بعض لوگ آنکھوں کے ساتھ بھی اچھے برے اشارے کرتے ہیں جن کو وہ سمجھتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو بھی جانتا ہے کہ کس نے کس کو آنکھ ماری اور اشارہ کیا تھا وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ اور اس چیز کو بھی جانتا ہے جس کو سینے چھپاتے ہیں۔ ایک دوسرے کے خلاف محبت کے جذبات اور نفرت کے جذبات، رب سب جانتا ہے وہ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ہے اس سے کون سی چیز مخفی ہے وَاللّٰهُ یَقْضِیْ بِالْحَقِّ اور اللہ تعالیٰ ہی فیصلہ کرتا ہے حق کا۔ اس کی صفات میں حق

بھی ہے بالکل حق کا فیصلہ ہوگا ایک رتی برابر کسی کے ساتھ زیادتی نہیں ہوگی وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ اور وہ لوگ جو پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے۔ جن کو مشرک لوگ پکارتے ہیں جیسے لات، منات، عزّیٰ۔ تو جن کو یہ پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے لَا یَقْضُوْنَ بِشَیْءٍ وہ نہیں فیصلہ کر سکتے کسی چیز کا۔ ان کے اختیار میں نہ آج کوئی فیصلہ ہے نہ آئندہ ہوگا۔ جو کرتا ہے رب تعالیٰ کرتا ہے باقی سب لوگوں کے وہم ہیں۔ اس دن رب تعالیٰ فرمائیں گے او مشرکو! ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ [اعراف:۱۹۵] ''پکارو تم اپنے شریکوں کو۔'' تاکہ آج وہ تمہیں عذاب سے بچالیں۔ یہ پہلے کہیں گے بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْئًا [مومن:۷۴] ''بلکہ ہم نہیں پکارتے تھے اس سے پہلے کسی شے کو۔'' پھر کہیں گے ضَلُّوْا عَنَّا [اعراف:۳۷] پھر کہیں گے غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَالِّيْنَ [مومنون:۱۰۶] ''ہم پر غالب آگئی ہماری بدبختی اور تھے ہم گمراہ لوگ۔'' تو پھر آج سزا بھگتو۔ اللہ تعالیٰ کے سوا تو کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ بے شک اللہ ہی سننے والا دیکھنے والا ہے۔

****

اَوَلَمۡ يَسِيۡرُوۡا فِى

الۡاَرۡضِ فَيَنۡظُرُوۡا كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيۡنَ كَانُوۡا مِنۡ قَبۡلِهِمۡ‌ؕ كَانُوۡا هُمۡ اَشَدَّ مِنۡهُمۡ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِى الۡاَرۡضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوۡبِهِمۡ‌ؕ وَمَا كَانَ لَهُمۡ مِّنَ اللّٰهِ مِنۡ وَّاقٍ ﴿۲۱﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ كَانَتۡ تَّاۡتِيۡهِمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوۡا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ‌ؕ اِنَّهٗ قَوِىٌّ شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ ﴿۲۲﴾ وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا مُوۡسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلۡطٰنٍ مُّبِيۡنٍۙ ﴿۲۳﴾ اِلٰى فِرۡعَوۡنَ وَهَامٰنَ وَقَارُوۡنَ فَقَالُوۡا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿۲۴﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمۡ بِالۡحَـقِّ مِنۡ عِنۡدِنَا قَالُوا اقۡتُلُوۡۤا اَبۡنَآءَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ وَاسۡتَحۡيُوۡا نِسَآءَهُمۡ‌ؕ وَمَا كَيۡدُ الۡكٰفِرِيۡنَ اِلَّا فِىۡ ضَلٰلٍ ﴿۲۵﴾ وَقَالَ فِرۡعَوۡنُ ذَرُوۡنِىۡۤ اَقۡتُلۡ مُوۡسٰى وَلۡيَدۡعُ رَبَّهٗ‌ ۚ اِنِّىۡۤ اَخَافُ اَنۡ يُّبَدِّلَ دِيۡنَكُمۡ اَوۡ اَنۡ يُّظۡهِرَ فِى الۡاَرۡضِ الۡفَسَادَ ﴿۲۶﴾ وَقَالَ مُوۡسٰۤى اِنِّىۡ عُذۡتُ بِرَبِّىۡ وَرَبِّكُمۡ مِّنۡ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤۡمِنُ بِيَوۡمِ الۡحِسَابِ ﴿۲۷﴾ ع

اَوَلَمۡ يَسِيۡرُوۡا کیا وہ چلے پھرے نہیں فِى الۡاَرۡضِ زمین میں فَيَنۡظُرُوۡا پس دیکھتے كَيۡفَ كَانَ کہ کیسا تھا عَاقِبَةُ انجام الَّذِيۡنَ ان لوگوں کا كَانُوۡا مِنۡ قَبۡلِهِمۡ جو ان سے پہلے تھے كَانُوۡا هُمۡ اَشَدَّ مِنۡهُمۡ قُوَّةً وہ زیادہ سخت تھے ان سے قوت میں وَّاٰثَارًا اور نشانیوں میں فِى الۡاَرۡضِ زمین میں فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ پس پکڑا ان کو اللہ تعالیٰ نے

بِذُنُوْبِهِمْ ان کے گناہوں کے بدلے میں وَمَا كَانَ لَهُمْ اور نہیں تھا ان کے لیے مِّنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے مِنْ وَّاقٍ کوئی بچانے والا ذٰلِكَ یہ اس لیے کہ بِاَنَّهُمْ بے شک وہ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ ان کے پاس آئے تھے رُسُلُهُمْ ان کے رسول بِالْبَيِّنٰتِ واضح دلائل لے کر فَكَفَرُوْا پس انہوں نے انکار کیا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ پس پکڑا ان کو اللہ تعالیٰ نے اِنَّهٗ قَوِيٌّ بے شک وہ قوت والا ہے شَدِيْدُ الْعِقَابِ سخت سزا دینے والا ہے وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو بِاٰيٰتِنَا اپنی نشانیوں کے ساتھ وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ اور کھلی سند کے ساتھ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ فرعون اور ہامان کی طرف وَقَارُوْنَ اور قارون کی طرف فَقَالُوْا پس کہا انہوں نے سٰحِرٌ كَذَّابٌ یہ جادوگر ہے اور بڑا جھوٹا ہے فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ پس جب وہ آئے ان کے پاس حق لے کر مِنْ عِنْدِنَا ہماری طرف سے قَالُوا کہنے لگے اقْتُلُوْا قتل کردو اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ان کے بیٹوں کو جو ایمان لائے ہیں ان کے ساتھ وَ اسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ اور زندہ چھوڑ دو ان کی عورتوں کو وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اور نہیں تھی تدبیر کافروں کی اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مگر خسارے میں وَقَالَ فِرْعَوْنُ اور کہا فرعون نے ذَرُوْنِيْٓ چھوڑ دو مجھے اَقْتُلْ مُوْسٰى میں قتل کروں موسیٰ علیہ السلام کو وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ اور چاہیے کہ وہ پکارے اپنے رب کو اِنِّيْٓ اَخَافُ

بے شک میں خوف کرتا ہوں اَنۡ یُّبَدِّلَ دِیۡنَکُمۡ یہ کہ وہ بدل دے گا تمہارے دین کو اَوۡ اَنۡ یُّظۡہِرَ فِی الۡاَرۡضِ الۡفَسَادَ یا یہ کہ ظاہر کرے زمین میں فساد وَقَالَ مُوۡسٰۤی اور کہا موسیٰ علیہ السلام نے اِنِّیۡ عُذۡتُ بے شک میں پناہ لیتا ہوں بِرَبِّیۡ اپنے رب کی وَرَبِّکُمۡ اور تمہارے رب کی مِّنۡ کُلِّ مُتَکَبِّرٍ ہر تکبر کرنے والے سے لَّا یُؤۡمِنُ جو نہیں ایمان لاتا بِیَوۡمِ الۡحِسَابِ حساب کے دن پر۔

کل کے سبق میں تم نے پڑھا کہ مَا لِلظّٰلِمِیۡنَ مِنۡ حَمِیۡمٍ وَّلَا شَفِیۡعٍ یُّطَاعُ قیامت والے دن نہیں ہوگا ظالموں کے لیے کوئی دوست اور نہ ایسا سفارشی جس کی بات مانی جائے کہ وہ ان کو اللہ تعالیٰ کی گرفت سے چھڑا سکے۔ آخرت تو درکنار جب اللہ تعالیٰ کا عذاب آتا ہے دنیا میں کوئی نہیں بچا سکتا۔

گرفتِ خداوندی :

رب تعالیٰ فرماتے ہیں اَوَلَمۡ یَسِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں فَیَنۡظُرُوۡا پس دیکھتے کَیۡفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الَّذِیۡنَ کَانُوۡا مِنۡ قَبۡلِہِمۡ کیسا انجام ہوا ان لوگوں کا جو ان سے پہلے تھے۔ قرآن کریم نے اس بات کی بھی دعوت دی ہے کہ زمین میں سیر و سیاحت کرو، رب تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں دیکھو، زمین دیکھو، پہاڑ دیکھو، آسمان دیکھو، دریا چشمے دیکھو، سرسبز اور خشک میدان دیکھو، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے دلائل دیکھو۔ زمین میں چل پھر کر دیکھو پہلی نافرمان قوموں کا کیا انجام ہوا؟ ان سے عبرت حاصل کرو۔ ان کے متعلق سنو! کَانُوۡا ہُمۡ اَشَدَّ مِنۡہُمۡ قُوَّۃً وہ لوگ ان

سے زیادہ سخت تھے قوت میں وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ اور نشانیوں میں زمین میں نشانات قائم کرنے میں۔ان لوگوں کا دور سائنسی اور مشینی نہیں تھا لیکن آثار قدیمہ کو دیکھ کر حیرت دنگ رہ جاتی ہے۔اہرام مصر کو دیکھ کر انسان حیران رہ جاتا ہے اتنے بڑے بڑے قلعے ہیں ، پہاڑوں کی چوٹیوں پر ایسی نشانیاں ہیں کہ ان کو دیکھ کر انسان حیران ہوتا ہے۔تو وہ لوگ بدنی قوت میں ، اولاد کی کثرت میں ، مالی لحاظ سے آثار قدیمہ قائم کرنے میں ان سے زیادہ طاقت ور تھے۔پھر کیا ہوا؟ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ پس پکڑا ان کو اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کے بدلے میں۔کوئی شے ان کو خدا کی پکڑ سے نہ بچا سکی۔ان کے آثار موجود ہیں مگر وہ خود وہاں نہیں ہیں۔

قوم صالح علیہ السلام کا ذکر :

حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کے حجر کے علاقے میں آج بھی چٹانوں میں بنے ہوئے مکانات موجود ہیں اور وہ بھی ایسے کہ ایک ایک چٹان میں۔ یہ کمرہ ہال ہے، یہ مہمان خانہ ہے، یہ باورچی خانہ ہے، یہ باتھ روم ہے، یہ رقص وسرود کے لیے ہے مگر وہاں آج بسنے والا کوئی نہیں ہے یہ اس لیے بناتے تھے کہ زلزلوں سے محفوظ رہیں گے۔لیکن یہ کوئی ضروری تو نہیں کہ اللہ تعالیٰ زلزلے کے ذریعے ہی تباہ کرے وہ قادر مطلق ہے۔ان کو تباہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا۔انھوں نے ایک چیخ ماری اس سے زلزلہ بھی طاری ہوا اگر چہ اس سے مکان نہیں گرے مگر وہ جہاں جہاں تھے ان کے کلیجے پھٹ گئے ایک بھی شخص نہ بچا۔تو فرمایا ہم نے پکڑا ان کو گناہوں کے بدلے میں وَ مَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ- وَقٰى يَقِيْ کے معنیٰ ہیں بچانا۔اسی سے مُتَّقِي کا لفظ ہے جو گناہوں سے بچتا ہے۔تو معنیٰ ہوگا اور نہیں تھا ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی گرفت سے

کوئی بچانے والا۔ ظالموں کو رب تعالیٰ کی گرفت سے نہ دنیا میں کوئی بچا سکتا ہے اور نہ آخرت میں۔ یہ عذاب ان پر کیوں آیا؟ رب تعالیٰ نے ان کو کیوں پکڑا؟ ذٰلِكَ یہ رب نے اس لیے پکڑا کہ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ بے شک ان کے پاس آئے تھے ان کے رسول واضح دلائل اور معجزات لے کر۔ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو معجزات عطا فرمائے تاکہ قوم کو پتا چلے کہ یہ عام آدمیوں جیسا نہیں ہے یہ رب تعالیٰ کا پیغمبر ہے فَكَفَرُوْا پس ان لوگوں نے انکار کیا کہ ہم نے نہیں ماننا۔ تو پھر فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ پس پکڑا ان کو اللہ تعالیٰ نے مثلاً: حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کو لے لو۔

حضرت صالح علیہ السلام نے ان کو بڑے اچھے اور سلجھے ہوئے انداز میں سمجھایا۔ بدبخت قوم نہ سمجھی اور کہا کہ ہمیں کوئی کرشمہ دکھاؤ۔ کسی نے کوئی فرمائش کی، کسی نے کوئی فرمائش کی۔ ذہن مختلف ہوتے ہیں بعض نے کہا کہ جس چٹان پر ہم ہاتھ رکھیں ہمارے سامنے اس سے اونٹنی نکلے ہم مان جائیں گے۔ ان کا ذہن یہ تھا کہ نہ نو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچے گی۔ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ میرے قبضہ قدرت میں تو نہیں ہے مگر میرا رب قادر مطلق ہے اگر وہ میری تائید اور تصدیق کے لیے ایسا کر دے تو تم مان لو گے۔ کہنے لگے ہاں مانیں گے۔ سب اکٹھے ہو کر چل پڑے۔ ڈھنڈورا پیٹا راستوں میں کہ آج چٹان سے اونٹنی نکلنی ہے۔ مرد، عورتیں، بوڑھے، بچے، جوان سب اکٹھے ہو گئے۔ انہوں نے خود ایک چٹان کا انتخاب کر کے اس پر ہاتھ رکھا کہ اس سے اونٹنی نکلے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے چٹان پھٹی اس میں سے اونٹنی نکلی۔ فرمایا هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً [الاعراف: ۷۳] "یہ اونٹنی ہے اللہ کی تمہارے لیے نشانی ہے۔" سب نے آنکھوں کے ساتھ دیکھی لیکن ان بدبختوں میں سے کوئی ایک بھی ایمان نہ لایا۔ جب نوبت اس حد تک

پہنچ جائے تو پھر رب کیوں نہ پکڑے۔ تو فرمایا یہ عذاب اس لیے آیا کہ انہوں نے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو پکڑا اِنَّهٗ قَوِیٌّ شَدِیْدُ الْعِقَابِ بے شک وہ قوی بھی ہے اور سخت سزا دینے والا ہے۔ ظالموں کو نہ دنیا میں کوئی بچا سکتا ہے اور نہ آخرت میں۔

موسیٰ علیہ السلام کا قصہ :

آگے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ ذرا تفصیل سے بیان فرمایا ہے کہ یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سے ملتا جلتا ہے اور مشرکین مکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا واقعہ یہودیوں سے سنتے رہتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے ہیں اس وقت سرزمین عرب میں مذہبی لحاظ سے پانچ فرقے تھے۔ ایک مشرکوں کا تھا جو اپنے آپ کو ابراہیمی اور موحد کہلاتے تھے۔ وہ اپنے آپ کو مشرک نہیں کہتے تھے۔ مردم شماری کے لحاظ سے اکثریت ان کی تھی۔ دوسرا فرقہ یہود کا تھا۔ یہ موسیٰ علیہ السلام کو ماننے کے دعوے دار اور تورات پر ایمان رکھنے کے دعوے دار تھے۔ خیبر کا سارا علاقہ ان کے پاس تھا اور مدینہ طیبہ میں بھی ان کی کافی تعداد اور اثر ورسوخ تھا۔ وادی القریٰ، جبل اور دیگر مقامات میں بھی یہ آباد تھے۔ یہ پڑھے لکھے لوگ تھے اپنے مذہب کی تبلیغ بھی کرتے رہتے تھے۔ عرب کے لوگ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے واقعات بکثرت ان سے سنتے رہتے تھے۔ تیسرا فرقہ عیسائیوں کا تھا۔ ان کا علاقہ نجران کا تھا اس میں سو فیصد آبادی ان کی تھی۔ اس کے علاوہ اور علاقوں میں بھی اِکا دُکا رہتے تھے۔ چوتھا فرقہ صابئین کا تھا۔ یہ رب تعالیٰ اور اس کے پیغمبروں کے بھی قائل تھے اور آسمانی کتابوں کو بھی مانتے تھے۔ داوٗد علیہ السلام کو نبی مانتے تھے اور زبور کے ماننے کا دعویٰ کرتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ ستاروں کی بھی پوجا کرتے تھے۔ جس طرح آج کل کئی جاہل قسم کے لوگ اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہوئے بھی

قبروں کی پوجا کرتے ہیں، پیروں کی پوجا کے علاوہ اور بہت کچھ کرتے ہیں۔ پانچواں فرقہ مجوسیوں کا تھا آتش پرست۔ یہ برائے نام تھے۔ جیسے پاکستان کراچی میں بھی ان کی برائے نام آبادی ہے۔

آج سے دوسال پہلے کی بات ہے (یعنی ۱۹۹۶ء کی) مردم شماری کے لحاظ سے بتلایا گیا تھا کہ کراچی میں آتش پرستوں کی تعداد ایک ہزار سے بھی کم ہے۔ ان کی آبادی اور آتش کدہ سے دس منٹ میں گاڑی ان کے علاقے کو کراس نہیں کرسکتی۔ میں کراچی گیا تو مجھے ساتھیوں نے ان کی عمارتیں اور عبادت گاہ دکھائی اور بتایا کہ اتنے دنوں کے بعد کھولتے ہیں۔

چونکہ یہود کے حالات کو مشرک جانتے تھے اور موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا واقعہ بھی ان سے سنتے رہتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اس واقعے کے ذریعے ان کو سمجھایا ہے۔ فرمایا وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰيٰتِنَا اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیاں دے کر۔ ایک نشانی تھی عصا مبارک کہ زمین پر ڈالتے تھے تو سانپ بن جاتا تھا اژدھا بن جاتا تھا۔ دوسرا معجزہ یہ تھا کہ ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالتے تھے تو وہ سورج کی طرح چمکتا تھا۔ اس کے سوا سات نشانیاں اور تھیں وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ اور کھلی سند کے ساتھ۔ اس سے مراد عصا مبارک ہے۔ فرعون کے جادوگروں کے ساتھ جب مقابلہ ہوا فرعون، ہامان، قارون وغیرہ سب ایک کنارے پر بیٹھے ہوئے تھے پبلک کا کوئی حساب نہیں تھا بہتر ہزار جادوگر تھے۔ جس وقت انہوں نے اپنی لاٹھیاں اور رسیاں پھینکیں تو ایک لاکھ چوالیس ہزار سانپ میدان میں نکل آئے بعزۃ فرعون کے نعرے لگنے شروع ہوگئے۔ فرعون زندہ باد، فرعون زندہ، فرعون زندہ باد اور سارے لوگوں نے بھنگڑے ڈالنے شروع کیے تو اللہ

تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنی لاٹھی پھینکو لاٹھی اژدھا بن گئی اور ان کے ایک لاکھ چوالیس ہزار سانپوں کو اس طرح ایک ایک کر کے نگل گیا جیسے مرغ دانے چگتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے جب اژدھا پر ہاتھ رکھا تو وہ لاٹھی بن گئی فرعون پھر بھی ایمان نہیں لایا اور جادوگر جو مقابلے میں تھے سجدے میں گر کر کہنے لگے اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَ مُوْسٰى [طٰہٰ:۷۰] ''ہم ایمان لائے ہیں موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے رب پر۔'' فرعون بھڑ گیا اور کہنے لگا اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ کیا تم ایمان لائے ہو اس پر پہلے اس سے کہ میں تمہیں اجازت دوں۔'' میری اجازت کے بغیر ایمان لائے ہو میں تمہیں سولی پر لٹکاؤں گا اور تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹوں گا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ستر کو پھانسی پر لٹکایا یہ سب اب ایک منٹ کے موسیٰ علیہ السلام کے صحابی تھے باقی سارے اپنے اپنے نمبر کے انتظار میں تھے ہر ایک آگے بڑھ کر کہتا تھا اب میرا نمبر ہے اب میری باری ہے۔ خوف زدہ ہو کر باقیوں کو رہا کر دیا۔

تو فرمایا وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیاں دے کر اور کھلی سند کے ساتھ اِلٰى فِرْعَوْنَ فرعون کی طرف۔ موسیٰ علیہ السلام کے فرعون کا نام ولید بن مصعب بن ریان تھا بڑا ہوشیار، چالاک، بڑا ظالم اور جابر تھا۔ جسے آج کل کے ہمارے حکمران ہیں وَهَامٰنَ اور ہامان کی طرف بھیجا۔ یہ فرعون کا وزیر اعظم تھا وَقَارُوْنَ اور قارون کی طرف بھیجا۔ اس کے متعلق تم سن چکے ہو کہ یہ موسیٰ علیہ السلام کا چچا زاد بھائی تھا۔ زبانی طور پر کلمہ پڑھتا تھا مگر اندرونی طور پر ان کے ساتھ تھا فَقَالُوْا پس انہوں نے کہا سٰحِرٌ كَذَّابٌ یہ جادوگر ہے اور بڑا جھوٹا ہے۔ کاذب کا معنیٰ ہوتا ہے جھوٹا اور کذاب مبالغے کا صیغہ ہے بہت بڑا جھوٹا۔ فرعون،

ہامان، قارون سب نے کہا یہ جادوگر اور بڑا جھوٹا ہے معاذ اللہ تعالیٰ۔ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا پس جب وہ آئے ان کے پاس حق لے کر ہماری طرف سے قَالُوا کہنے لگے اقْتُلُوٓا اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ قتل کردو ان کے بیٹوں کو جو ایمان لائے ہیں موسیٰ علیہ السلام پر۔ ایک تو بچوں کو اس وقت قتل کیا جب نجومیوں نے فرعون کو کہا تھا کہ ان سالوں میں بنی اسرائیل کے ہاں بچہ پیدا ہونے والا ہے جو تیری حکومت کے زوال کا باعث بنے گا۔ شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بارہ ہزار بچے قتل کیے اور نوے ہزار حمل گرائے گئے۔ مگر رب رب ہے۔ اس نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے گھر پال کر دکھایا۔ تو یہ دوبارہ قتل کی دھمکی دی کہ ان کے بیٹوں کو قتل کرو وَاسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ اور ان کی عورتوں کو زندہ چھوڑ دو کیونکہ عورتیں لڑ نہیں سکتیں۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ اور نہیں تھی تدبیر کافروں کی مگر خسارے میں۔ وہ ان کو ختم کرنا چاہتا تھا اللہ تعالیٰ نے خود اس کو بحر قلزم میں ڈبو دیا۔ تفصیل آئندہ رکوعوں میں آرہی ہے وَقَالَ فِرْعَوْنُ اور کہا فرعون نے ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى مجھے چھوڑ دو میں قتل کروں موسیٰ علیہ السلام کو۔ میں نے اس کو قتل کرنا ہے مجھے نہ روکنا وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ اور چاہیے کہ وہ اپنے رب کو پکارے۔ دیکھتا ہوں اس کا رب کیا کرتا ہے اِنِّيْٓ اَخَافُ بے شک میں خوف کرتا ہوں اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ یہ کہ موسیٰ علیہ السلام بدل دے تمہارا دین اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ یا یہ کہ ظاہر کرے زمین میں فساد۔ زمین میں فساد نہ پھیلا دے۔

دو قومی نظریے :

ہر ملک میں دو نظریے کے لوگ ہوتے ہیں مذہبی اور سیاسی۔ پہلا جملہ مذہبی لوگوں

کے لیے بولا کہ میں غلط نہیں کر رہا تمہارے مذہب کے تحفظ کے لیے کر رہا ہوں تا کہ وہ تمہارا دین نہ بدل دے۔ اور دوسرا جملہ سیاسی لوگوں کے لیے بولا۔ سیاسی لوگوں کا مذہب کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا وہ ملکی امن وامان کے قائل ہوتے ہیں کہ ملک میں امن ہو ہماری تجارت چلتی رہے ہمارا کاروبار ٹھپ نہ ہو۔ ان لوگوں کو مطمئن کرنے کے لیے کہا کہ میں موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنا چاہتا ہوں کہ یہ زمین میں فساد نہ برپا کرے ملک میں امن قائم رہے وَقَالَ مُوسٰى اور فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّكُمْ بے شک میں پناہ لیتا ہوں اپنے رب کی مدد کے ساتھ اور تمہارے رب کی مدد کے ساتھ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ ہر متکبر سے لَّا یُؤْمِنُ بِیَوْمِ الْحِسَابِ جو نہیں ایمان لاتا حساب والے دن پر۔ قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا۔ تم اپنے ہتھیار نکالو میں اپنے رب کی پناہ میں ہوں۔ باقی واقعہ آئندہ آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

****

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗۤ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿۲۸﴾ يٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظٰهِرِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۫ فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا ؕ قَالَ فِرْعَوْنُ مَاۤ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَاۤ اَرٰى وَمَاۤ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿۲۹﴾ وَقَالَ الَّذِيْۤ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ ﴿۳۰﴾ۙ مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ﴿۳۱﴾ وَيٰقَوْمِ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ﴿۳۲﴾ۙ يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾

وَقَالَ رَجُلٌ اور کہا ایک مرد نے مُّؤْمِنٌ جو مومن تھا مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ فرعون کے خاندان میں سے يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗ چھپاتا تھا اپنے ایمان کو اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا کیا تم قتل کرتے ہو ایک آدمی کو اَنْ اس لیے کہ يَّقُوْلَ وہ کہتا ہے رَبِّيَ اللّٰهُ میرا رب صرف اللہ ہے وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ اور تحقیق وہ لایا ہے تمہارے پاس واضح دلائل مِنْ رَّبِّكُمْ تمہارے رب کی طرف سے وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا اور اگر ہے وہ جھوٹا فَعَلَيْهِ

كَذِبُهٗ پس اسی پر پڑے گا جھوٹ اس کا وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا اور اگر ہے وہ سچا يُّصِبْكُمْ تو پہنچے گی تمہیں بَعْضُ الَّذِيْ بعض وہ چیز يَعِدُكُمْ جس سے وہ تمہیں ڈراتا ہے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ لَا يَهْدِيْ ہدایت نہیں دیتا مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ اس کو جو حد سے گزرنے والا اور جھوٹا ہو يٰقَوْمِ اے میری قوم لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ تمہارے لیے ہے ملک آج کے دن ظٰهِرِيْنَ فِي الْاَرْضِ غالب ہو زمین میں فَمَنْ يَّنْصُرُنَا پس کون ہماری مدد کرے گا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے اِنْ جَآءَنَا اگر وہ آگئی ہمارے پاس قَالَ فِرْعَوْنُ کہا فرعون نے مَآ اُرِيْكُمْ میں تمہیں نہیں دکھاتا اِلَّا مَآ اَرٰى مگر وہ جو میں رائے رکھتا ہوں وَمَآ اَهْدِيْكُمْ اور میں نہیں راہنمائی کرتا تمہاری اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ مگر بھلائی کے راستے کی وَقَالَ الَّذِيْٓ اور کہا اس شخص نے اٰمَنَ جو ایمان لا چکا تھا يٰقَوْمِ اے میری قوم اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ بے شک میں خوف کرتا ہوں تم پر مِّثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ اگلی جماعتوں کے دن کی طرح مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ قوم نوح کی عادت کی طرح وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ اور عاد اور ثمود قوم وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئے وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ اور اللہ تعالیٰ نہیں ارادہ کرتا اپنے بندوں کے لیے ظلم کا وَيٰقَوْمِ اور اے میری قوم اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ بے شک میں خوف کرتا ہوں تم پر يَوْمَ

التَّنَادِ چیخ و پکار کے دن سے یَوۡمَ تُوَلُّوۡنَ جس دن تم بھاگو گے مُدۡبِرِیۡنَ پشت دکھاتے ہوئے مَا لَکُمۡ مِّنَ اللّٰہِ نہیں ہوگا تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مِنۡ عَاصِمٍ کوئی بچانے والا وَمَنۡ یُّضۡلِلِ اللّٰہُ اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے فَمَا لَهٗ مِنۡ هَادٍ پس نہیں ہے اس کو کوئی ہدایت دینے والا۔

مظلوم کی مدد کرنا :

کل کے سبق میں تم نے یہ بات پڑھی کہ فرعون نے یہ بات کہی کہ مجھے چھوڑ دو میں موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنا چاہتا ہوں یہ اپنے رب کو بلائے۔ یہ بات اس نے اپنے دربار میں کابینہ اور عملے کے سامنے کی۔ اس کی کابینہ میں اس کا چچازاد بھائی تھا حزقیل، 'ح' حلوے والی کے ساتھ۔ یہ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا چکا تھا اس نے سوچا کہ فرعون تباہی کے راستے پر چل پڑا ہے جو کچھ یہ کہہ رہا ہے یہ اس کے لیے اچھا نہیں ہے اس کو سمجھانا چاہیے کہ اپنے لیے بربادی کا راستہ اختیار نہ کر آخر میرا چچازاد بھائی ہے اس کے ساتھ ہمدردی کرنی چاہیے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اپنے بھائی کی مدد کرو ظالم ہے یا مظلوم ہے۔ تب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا حضرت مظلوم کی مدد کا معنیٰ تو سمجھ میں آتا ہے ظالم کی مدد کیسے کریں؟ فرمایا ظالم کی مدد یہ ہے کہ اس کو ظلم سے روکو اس کا ہاتھ پکڑو اس کو ظلم نہ کرنے دو یہ اس کی مدد ہے۔ دنیوی سزا سے بچ جائے گا آخرت کی سزا سے بچ جائے گا۔ اور اگر کوئی شخص مظلوم کی مدد نہیں کرتا تو گنہگار ہوگا۔

الترغیب والترہیب میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

آنحضرت ﷺ قبرستان میں سے گزر رہے تھے کہ ایک قبر کے پاس کھڑے ہو گئے اور آپ ﷺ کا رنگ فق ہو گیا۔ پوچھا حضرت خیر ہے کیا بات ہے؟ فرمایا اس شخص کو قبر میں عذاب ہو رہا ہے اور عذاب اس وجہ سے ہو رہا ہے کہ یہ مظلوم کے پاس سے گزرا تھا اس نے اس کو مدد کے لیے بلایا تھا اس نے پروانہیں کی تھی۔ مظلوم کی مدد نہ کرنے کی وجہ سے سزا ہو رہی ہے۔

اور اس مردِ مومن نے یہ بھی سوچا کہ موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے سچے پیغمبر ہیں ان کی بھی مدد کرنی چاہیے۔ اگر میں مدد نہیں کرتا تو مجھ سے پوچھ گچھ ہو گی۔ تو اس نے کابینہ کے اجلاس میں فرعون کی پرزور تردید کی اور موسیٰ علیہ السلام کی حمایت میں جتنا زور لگا سکتا تھا اس نے لگایا۔ اس کا ذکر ہے۔

مردِ مومن کی تقریر :

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ اور کہا ایک شخص مومن نے مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ فرعون کے خاندان میں سے چچازاد بھائی تھا یَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ جو چھپاتا تھا اپنے ایمان کو۔ اس کا ایمان ابھی تک لوگوں پر واضح نہیں تھا۔ وہ بولا اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ کیا تم قتل کرتے ہو ایک آدمی کو اس لیے کہ وہ کہتا ہے میرا رب صرف اللہ ہے۔ اس نے تمہارا اور کیا بگاڑا ہے وہ یہی کہتا ہے نا کہ میری تربیت کرنے والا صرف اللہ ہے۔ اس جرم میں تم اس کو قتل کرنا چاہتے ہو اور جو کچھ وہ کہتا ہے ویسے ہی نہیں وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ اور تحقیق لے کر آیا ہے وہ تمہارے پاس واضح دلائل۔ عصا کا معجزہ تم دیکھ چکے ہو، ید بیضا بھی تم دیکھ چکے ہو اسی طرح مکڑیوں کا طوفان، مینڈکوں کا طوفان وغیرہ بھی تم دیکھ چکے ہو مِنْ رَّبِّكُمْ یہ واضح نشانیاں وہ تمہارے رب کی طرف سے لے کر آیا ہے وَاِنْ يَّكُ

كَاذِبًا اور اگر بالفرض وہ جھوٹا ہے فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ تو اس کے جھوٹ کا وبال اسی پر پڑے گا لیکن وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا اور اگر ہے وہ سچا اور یقیناً سچا ہے يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ تو پہنچے گی تمہیں بعض وہ چیز جس سے وہ تمہیں ڈراتا ہے۔ عذاب کا بعض حصہ تمہیں پہنچے گا بعض کا لفظ اس لیے فرمایا کہ پوری سزا تو قیامت کو ہوگی۔ لہٰذا قتل کا ارادہ نہ کرو یہ غلط ہے اور یاد رکھو! اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ بے شک اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا کامیاب نہیں کرتا اس کو جو حد سے گزرنے والا اور جھوٹا ہے۔ بقول تمہارے اگر وہ جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو خود سنبھال لے گا تمہیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مسرف کذاب کو اللہ تعالیٰ کامیابی نصیب نہیں کرتا۔

قادیانی دجل :

قادیانی کہتے ہیں لوگوں کو دھوکا دینے کے لیے کہ مرزا اگر جھوٹا ہوتا تو رب اس کو کیوں چھوڑتا؟ بھئی! پہلے تو اس نے صراحت کے ساتھ نبوت کا دعویٰ نہیں کیا اور جب کھل کر سامنے آیا تو رب تعالیٰ نے اس کو پاخانے کی جگہ میں مارا۔ یہ بات خود ان کی کتابوں میں موجود ہے۔ اور ضابطہ یہ ہے کہ سچے نبی کی جہاں وفات ہوتی ہے وہیں دفن کیا جاتا ہے۔

آنحضرت ﷺ کی جب وفات ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آراء مختلف ہوئی کہ آپ ﷺ کو کہاں دفن کیا جائے؟ کسی نے کہا کہ جہاں آپ ﷺ کے چچا مبارک حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ دفن ہیں وہاں دفن کرو احد کے دامن میں۔ کسی نے کہا کہ جہاں آپ ﷺ کے رضاعی بھائی عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ ہیں وہاں دفن کرو جنت البقیع میں۔ کسی نے کہا کہ جہاں آپ ﷺ کے بیٹے ابراہیم رضی اللہ عنہ مدفون ہیں وہاں دفن کرو۔ ہر ایک نے اپنی

اپنی رائے پیش کی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم ''میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہاں نبی کی وفات ہوتی ہے وہیں اس کی قبر ہوتی ہے۔'' چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں ہوئی جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چارپائی تھی وہیں قبر بنائی گئی۔'' تو مرزے کی قبر ٹوٹی خانے میں ہونی چاہیے تھی یہ تم نے زیادتی کی کہ دوسری جگہ لے گئے۔ پھر ہیضے کی بیماری کے ساتھ مرا جس کے بارے میں آتا ہے کہ ہیضہ اور طاعون اللہ تعالیٰ کے عذابوں میں سے ہیں۔ رب تعالیٰ نے تو اس کو عذاب دیا ہے۔

مردِ مومن کی مزید گفتگو :

تو مردِ مومن نے کہا کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا حد سے بڑھنے والے اور کذاب کو یٰقَوْمِ۔ اصل میں یٰقَوْمِیْ تھا 'ی' متکلم کی تخفیفاً حذف کر دی گئی ہے اے میری قوم! مردِ مومن نے کہا لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ تمہارے لیے ہے ملک آج کے دن ظٰهِرِيْنَ فِي الْاَرْضِ غالب ہو زمین میں۔ مصر کی زمین پر تمہارا غلبہ ہے فوج تمہارے پاس، کھیت تمہارے پاس، ملکی اختیارات تمہارے پاس، آج تمہاری شاہی ہے فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا پس کون ہماری مدد کرے گا اللہ تعالیٰ کی گرفت سے اگر آ گئی وہ ہمارے پاس۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ہمیں کون بچائے گا۔ کابینہ میں رجل مومن نے یہ تقریر کی قَالَ فِرْعَوْنُ مَآ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰى کہا فرعون نے میں تمہیں نہیں دکھاتا مگر وہ جو میں رائے رکھتا ہوں، میں تمہیں رائے نہیں دیتا مگر وہی میری رائے ہے۔ میری رائے یہی ہے ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى ''مجھے چھوڑ دو میں موسیٰ کو قتل کرنا چاہتا ہوں۔'' یہ اپنے رب کو بلائے کہیں یہ تمہارا دین نہ بدل دے یا زمین میں فساد پھیلائے۔

میں تمہارا دین بچانے کے لیے اور امن وامان قائم کرنے کے لیے اپنی رائے پر قائم ہوں اور اے میری کابینہ کے افراد وَمَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ اور میں نہیں راہنمائی کرتا تمہاری مگر بھلائی کے راستے کی۔ موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے میں تمہاری بھلائی ہے تاکہ تمہارا دین بھی محفوظ رہے اور سیاست بھی تمہارے ہاتھ میں رہے۔ ملک میں امن قائم کرنا میرا حق ہے۔ جیسا کہ آج کل کے فرعونی حکمران دعوے کرتے ہیں۔ مگر رجل مومن خاموش نہیں رہا۔ فرمایا وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ اور کہا اس شخص نے جو ایمان لاچکا تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ فرعون بڑا ضدی ہے اس کی طبیعت مزاج سے واقف تھا کہا يٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ اے میری قوم بے شک میں تم پر خوف کرتا ہوں اس قسم کے عذاب کا اگلی جماعتوں کے دن کی طرح۔ جیسے پہلی قوموں کے ہلاکت کے دن آئے اسی طرح کا دن تمہارے اوپر بھی آسکتا ہے کیونکہ رب تعالیٰ کے پیغمبروں کے خلاف کاروائی کرنا ان کا مقابلہ کرنے کا انجام اچھا نہیں ہے مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ قوم نوح کی عادت کی طرح۔ نوح علیہ السلام کی قوم نے ان کی مخالفت کی تھی وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ [سورۃ القمر] ''اور کہا انہوں نے یہ دیوانہ ہے اور جھڑک دیا۔'' مجلس میں آتے تو دھکے مار کر باہر نکال دیتے کہ پاگل ہے اس نے ہمارے کان کھالیے ہیں اپنی رٹ نہیں چھوڑتا يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ''اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اس کے سوا تمہارا کوئی الٰہ معبود نہیں ہے۔'' پھر نوح علیہ السلام کی قوم کا کیا حشر ہوا مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا [سورہ نوح] ''اپنے گناہوں کی وجہ سے غرق کیے گئے پھر آگ میں داخل کیے گئے۔'' وَّعَادٍ اور قوم عاد۔ ان کی طرف ہود علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ انہوں نے پورا زور لگایا مگر قوم نے نہیں مانا۔ اللہ تعالیٰ نے بارش روک دی، پانی

کے چشمے خشک ہو گئے، کنویں خشک ہو گئے، کھیت مارے گئے، درخت سوکھ گئے، جانور بھوکے پیاسے مرنے لگے۔ کچھ لوگ یہاں سے دوسری جگہ منتقل ہو گئے۔ ہود علیہ السلام نے فرمایا مجھ پر ایمان لاؤ رب تعالیٰ کی توحید کو تسلیم کرو يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا [ہود: ۵۲] ''اللہ تعالیٰ چھوڑ دے گا آسمان کو تمہارے اوپر بارش برسانے والا۔'' قوم نے کہا کہ اگر تیرے کہنے سے ہمیں پانی ملتا ہے تو پھر ہمیں ایک قطرے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ پھر ایک دن ایسا ہوا کہ بادل کا ایک ٹکڑا نظر آیا فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ ''پس جب انہوں نے دیکھا عذاب کو بادل کی شکل میں جو ان کی وادیوں کے سامنے سے آرہا تھا بڑے خوش ہوئے قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا [الاحقاف: ۲۴] '' کہنے لگے یہ بادل ہے جو ہم پر بارش برسائے گا۔'' وہ جیسے ہی قریب آیا ترمذی شریف کی روایت ہے بادل کے ٹکڑے سے آواز آئی:

رِمَادًا رِمَادًا لَا تَذَرْ مِنْ عَادٍ اَحَدًا

''اے تند و تیز ہوا ان کو راکھ کر دے کسی ایک کو نہ چھوڑنا۔'' یہ آواز بھی انہوں نے کانوں کے ساتھ سنی مگر نہ مانے۔ اس بادل سے اتنی تیز ہوا نکلی کہ ان کو اٹھا اٹھا کر پھینک دیا کسی کو آدھے میل پر پھینکا، کسی کو میل دور جا کر پھینکا۔ ایسے پڑے تھے جیسے کھجور کے تنے گرے پڑے ہوتے ہیں كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ [سورۃ الحاقہ] ''گویا وہ کھجور کے تنے ہیں جو اکھاڑ کر پھینک دیئے گئے ہیں۔''

وَثَمُوْدَ اور ثمود قوم۔ ثمود قوم پر کیا گزری؟ حضرت صالح علیہ السلام نے ان کو سمجھایا اور منہ مانگی نشانی بھی مل گئی مگر نہیں مانا۔ تو جبرائیل علیہ السلام نے چیخ ماری اور زلزلہ بھی مسلط کیا گیا جہاں جہاں تھے سب کے سب فنا ہو گئے ایک بچہ بھی نہ بچا وَالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ

اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئے ان کا کیا حشر ہوا۔ ان کے بعد پیغمبروں کی مخالفت کی وجہ سے بے شمار قومیں تباہ ہوئیں۔ اور اے میری قوم! وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ اور اللہ تعالیٰ نہیں ارادہ کرتا اپنے بندوں کے لیے ظلم کا۔ اللہ تعالیٰ بڑے عادل، لطیف، رحیم ہیں۔ رب کے پیغمبر کے قتل کا ارادہ بدلو اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو وَيٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ اور اے میری قوم! بے شک میں خوف کرتا ہوں تم پر يَوْمَ التَّنَادِ اس دن کا جس دن چیخو گے پکارو گے۔ چیخ پکار کے دن کا خوف کرتا ہوں۔ جب آدمی مصیبت میں پھنس جائے تو دوسرے کو مدد کے لیے پکارتا ہے مجھے خوف ہے کہ جس دن تم پر عذاب آئے گا اور چیخیں مارو گے اور ایک دوسرے کو پکارو گے پھر کیا ہوگا؟ يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ جس دن تم بھاگو گے پشت دکھاتے ہوئے۔ جب بندہ خود مصیبت میں مبتلا ہو تو اس کو اپنی فکر ہوتی ہے دوسرا کوئی یاد نہیں ہوتا۔ اور یاد رکھو! جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب آئے گا تو کوئی تمہاری حمایت کرنے والا نہیں ہوگا مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ نہیں ہوگا تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی گرفت سے کوئی بچانے والا۔ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچنے کا واحد طریقہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے متعلق جو بُرے نظریات رکھتے ہو ان کو بدلو۔ اگر تم نے موسیٰ کے خلاف نظریات نہ بدلے تو پھر اللہ تعالیٰ تمہاری گمراہی پر مہر لگا دیں گے وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اور کرتا اسی کو ہے جو گمراہی کے چکر سے نکلنے کے لیے تیار نہ ہو تو پھر اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے۔ آگے مزید مردِ مومن کی تقریر آئے گی اور پھر فرعون درمیان میں کاٹے گا اور مناظرہ کابینہ کے سامنے ہوگا۔ آگے باقی قصہ آرہا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

****

وَلَقَدْ جَآءَكُمْ

يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ ؕ حَتّٰٓى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُ ۚۖ ﴿۳۴﴾ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ؕ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿۳۵﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ﴿۳۶﴾ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ؕ وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ ﴿۳۷﴾ ع ۱۰/۹

وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق جَآءَكُمْ يُوْسُفُ آئے تمہارے پاس یوسف علیہ السلام مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے بِالْبَيِّنٰتِ واضح دلائل کے ساتھ فَمَا زِلْتُمْ پس ہمیشہ رہے تم لوگ فِيْ شَكٍّ شک میں مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ جو وہ لے کر آئے تمہارے پاس حَتّٰٓى یہاں تک کہ اِذَا هَلَكَ جب وہ وفات پا گئے قُلْتُمْ تم نے کہا لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ ہرگز نہیں بھیجے گا اللہ تعالیٰ مِنْ بَعْدِهٖ اس کے بعد رَسُوْلًا کوئی رسول كَذٰلِكَ اسی طرح يُضِلُّ اللّٰهُ گمراہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ اس کو جو اسراف کرنے والا ہو

مُّرْتَابٌ شک میں مبتلا الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ اور وہ لوگ جو جھگڑا کرتے ہیں فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے بارے میں بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ بغیر دلیل کے اَتٰىهُمْ جو ان کے پاس آئی كَبُرَ مَقْتًا بڑی ناراضگی ہے عِنْدَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے ہاں وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور ان لوگوں کے ہاں جو ایمان لائے كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ اسی طرح اللہ تعالیٰ مہر لگاتا ہے عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ہر متکبر جبار کے دل پر وَقَالَ فِرْعَوْنُ اور کہا فرعون نے يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا اے ہامان بناؤ میرے لیے ایک محل لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ تاکہ میں پہنچوں راستوں پر اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ یعنی آسمان کے راستوں پر فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى پس میں جھانک کر دیکھوں موسیٰ علیہ السلام کے الٰہ کو وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا اور بے شک میں خیال کرتا ہوں اس کو جھوٹا وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ اور اسی طرح مزین کیا گیا فرعون کے لیے سُوْٓءُ عَمَلِهٖ اس کے بُرے عمل کو وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ اور روک دیا گیا وہ سیدھے راستے سے وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ اور نہیں تھی تدبیر فرعون کی مگر تباہی میں۔

ماقبل سے ربط :

اس سے پہلے رکوع میں تم نے یہ بات پڑھی کہ جب فرعون نے کہا کہ میں موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنا چاہتا ہوں تم مجھے نہ روکنا تو فرعون کا چچا زاد بھائی حزقیل بول پڑا اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ ''کیا تم قتل کرتے ہو ایک آدمی کو اس لیے کہ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے۔'' اس گناہ کا تم پر وبال پڑے گا۔

مردِ مومن کی مزید تقریر :

آج کی آیات میں بھی اسی رجل مومن کی تقریر ہے وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ اور البتہ تحقیق آئے تمہارے پاس اسی مصر کی زمین میں یوسف علیہ السلام اس سے پہلے۔ اس سے پہلے مصر میں اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو نبوت عطا فرمائی تھی اور انہوں نے قوم کی اصلاح کی تھی۔ واضح دلائل لے کر آئے۔ تفصیل کے ساتھ ہم نہیں بتا سکتے کہ یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کون کون سے معجزے عطا فرمائے تھے مگر اتنی بات واضح ہے کہ ہر پیغمبر کو اللہ تعالیٰ نے اس کی صداقت کے لیے معجزے عطا فرمائے۔ اے مصریو! یوسف علیہ السلام واضح دلائل لے کر تمہارے پاس آئے فَمَا زِلْتُمْ فِي شَكٍّ پس تم ہمیشہ شک میں رہے مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ اس چیز کے بارے میں جو یوسف لے کر تمہارے پاس آئے۔ تمہارے آباؤ اجداد یوسف علیہ السلام کے بارے میں شک میں رہے اور تم آج موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے بارے میں شک کرتے ہو حَتّٰى إِذَا هَلَكَ عربی میں هَلَكَ اور مَاتَ اور فَاتَ ایک معنٰی میں استعمال ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب یوسف علیہ السلام وفات پا گئے قُلْتُمْ تم نے کہا لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ہرگز نہیں بھیجے گا ان کے بعد اللہ تعالیٰ کوئی رسول۔ ان سے ہماری جان چھوٹ گئی۔ یوسف علیہ السلام نے عرصہ دراز تک مصر والوں کی خدمت کی سیاسی بھی اور مذہبی بھی لیکن مصر کے وہ لوگ جو کافر تھے وہ آخر دم تک کافر ہی رہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ یوسف میں مستقل ان کے حالات بیان فرمائے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے تو کافر مشرک کوئی نہ تھا اور گناہ تھے مگر کفر شرک والا گناہ نہیں تھا كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً [البقرہ:۲۱۳] ”سارے لوگ ایک مذہب پر

تھے۔'' شرک حضرت نوح علیہ السلام کی قوم سے شروع ہوا ہے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے تک کوئی ایسا دور نہیں بتلایا جاتا جس میں کوئی کافر نہ ہو۔ مسلمان بھی تھے اور کافر بھی تھے بلکہ مومن تھوڑے اور کافر زیادہ تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی سال تبلیغ کی مگر صرف ان کی اہلیہ محترمہ سارہ علیہا السلام اور ان کے بھتیجے لوط علیہ السلام نے ساتھ دیا۔ پیغمبر پیدائشی طور پر ہی موحد ہوتا ہے تیسرا کوئی آدمی ایمان نہیں لایا۔ حضرت لوط علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے سدوم کے علاقے میں بھیجا۔ صرف ایک گھر مسلمانوں کا تھا۔ سورۃ ذاریات میں ہے فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ ''پس نہ پایا ہم نے ان میں سوائے ایک گھرانے مسلمان کے۔'' ایک بڑی حویلی تھی اس کے ایک کمرے میں لوط علیہ السلام، ان کی بیوی اور دو یا تین بیٹیاں رہتی تھیں۔ مزید دو تین کمرے تھے جن میں اور مومن رہتے تھے۔ ساری آبادی میں ایک گھر مومنوں کا تھا۔ تو ہمیشہ کفر کی اکثریت رہی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک دور میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد ایک لاکھ چوالیس ہزار بتلاتے ہیں اور ڈیڑھ لاکھ سے زائد بھی بتلائی گئی ہے باقی سارا عرب کافر تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں سارا عرب مسلمان ہو گیا۔

تو فرمایا تم یوسف علیہ السلام کے بارے میں بھی شک میں رہے اور ان کے دنیا سے چلے جانے کے بعد تم نے کہا اب اللہ تعالیٰ کوئی رسول نہیں بھیجے گا۔ اب موسیٰ علیہ السلام کے خلاف کاروائیاں کرتے ہو یہ تمہارا آبائی پیشہ ہے كَذَٰلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ اسی طرح اللہ تعالیٰ بہکاتا ہے گمراہ کرتا ہے مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ جو اسراف کرنے والا شک میں مبتلا ہے۔ اسراف کا معنی حد سے گزرنے والا۔ جو آدمی اپنی حد سے آگے گزرتا ہے وہ مسرف ہے مُرْتَاب ریب سے ہے۔ اس کا معنی ہے شک میں مبتلا جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی

کی حد پھلانگ جائے اور شک میں مبتلا ہو اس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے۔ جو ہدایت نہ چاہے اس کو اللہ تعالیٰ جبراً ہدایت نہیں دیتا اَلَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِ اللّٰہِ وہ لوگ جھگڑا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کے بارے میں بِغَیْرِ سُلْطٰنٍ بغیر کسی دلیل کے اَتٰھُمْ جو ان کے پاس آئی ہو۔ فرعون تخت پر بیٹھا ہوا تھا اور اس کے وزیر مشیر سارا عملہ بھی موجود تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے جا کر کہا کہ میں رب تعالیٰ کا پیغمبر ہوں۔ رب تعالیٰ کی توحید کو تسلیم کرو اس کے احکام پر عمل کرو۔ قیامت حق ہے اس کو مانو۔ فرعون نے کہا اِنْ کُنْتَ جِئْتَ بِاٰیَۃٍ فَاْتِ بِھَاۤ [الاعراف:۱۰۶] ”اگر تو لایا ہے کوئی نشانی تو اس کو لا اگر تو سچا ہے فَاَلْقٰی عَصَاہُ فَاِذَا ھِیَ ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ ”پس موسیٰ علیہ السلام نے ڈالا اپنی لاٹھی کو پس اچانک وہ بڑا اژدھا بن گیا وَّنَزَعَ یَدَہٗ فَاِذَا ھِیَ بَیْضَآءُ لِلنّٰظِرِیْنَ [آیت:۱۰۸] ”اور نکالا انہوں نے اپنے ہاتھ کو پس اچانک وہ روشن تھا دیکھنے والوں کے لیے۔“

موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ :

تفسیروں میں اس کا عجیب نقشہ کھینچا گیا ہے کہ فرعون تاج شاہی پہن کر تخت پر بیٹھا تھا اژدھا نے جب اس کی طرف رخ کیا تو فرعون بدحواس ہو کر پیچھے گرا۔ نیچے فرعون اور اوپر کرسی، سب لوگ حیران پریشان ہو گئے مگر وہاں سے بھاگا کوئی نہیں کہ فرعون کو علم ہو گیا تو ہمارا حشر کر دے گا ہماری شامت آجائے گی۔ بڑا ظالم تھا ذُوالْاَوْتَاد میخوں والا۔ اس کا لقب قرآن میں ہے سورۃ الفجر پارہ ۳۰ میں۔ ہماری سختی آجائے گی کہ عین مصیبت کے وقت تم مجھے چھوڑ کر بھاگ گئے اپنی جانیں بچائیں اور میری کوئی فکر نہیں کی۔ اس لیے کوئی وہاں سے بھاگا نہیں۔ اتنے واضح معجزے دیکھنے کے بعد فرعون نے کہا ھٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ”یہ کھلا جادو ہے۔“ مقابلے کے لیے وقت مقرر کرو ہمارے پاس بھی

بڑے بڑے جادوگر ہیں۔ عید کا دن چاشت کا وقت مقرر ہوا تفسیروں میں آتا ہے کہ بہتر ہزار جادوگر مقابلے میں شریک ہوئے۔ ہر ایک نے دو دو سانپ نکالے ایک رسی اور ایک لاٹھی۔ جب ایک لاکھ چوالیس ہزار سانپ میدان میں نکل آئے تو لوگوں نے بعزۃ فرعون، فرعون زندہ باد کے نعرے شروع کر دیئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنی لاٹھی مبارک کو ڈالا تو وہ اژدھا بن کر سب کو نگل گئی۔ جادوگر ہار گئے اور حقیقت کو سمجھ کر مسلمان ہو گئے مگر فرعون، ہامان، قارون وغیرہ نے تسلیم نہیں کیا۔ تو وہ لوگ جو جھگڑا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے بارے میں بغیر کسی دلیل کے جو ان کے پاس آئی ہو کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ بڑی ناراضگی ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور ان لوگوں کے ہاں جو مومن ہیں۔ آج ہمارے ایمان کی نسبت پہلے ایمان والوں کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے مگر جس میں بھی تھوڑا بہت ایمان ہے۔ جب شریعت کے خلاف بات سنتا ہے تو اسے ضرور کوفت ہوتی ہے دل کڑھتا ہے چاہے کچھ نہ کر سکے۔ ان لوگوں کا ایمان تو پہاڑ جیسا تھا۔ تو فرمایا مومنوں کے ہاں بھی بڑی ناراضگی کی بات ہے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے بارے میں جھگڑا کرنا بغیر کسی سند کے۔

فرمایا كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ اسی طرح اللہ تعالیٰ مہر لگا دیتا ہے ہر متکبر جبر کرنے والے کے دل پر۔ پھر خیر اس میں داخل نہیں ہو سکتی اور جس کے دل پر مہر لگ جائے تو وہ حق کو جانتے ہوئے بھی نہیں مانتا حق کو دیکھتے ہوئے بھی تسلیم نہیں کرتا۔ فرعون نے رجل مومن کی طرف توجہ نہیں کی بلکہ اپنے وزیر اعظم ھامان کی طرف رخ پھیر لیا وَقَالَ فِرْعَوْنُ اور کہا فرعون نے يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا اے ہامان میرے لیے ایک محل بنا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ تاکہ پہنچوں میں راستوں پر۔

سورۃ القصص آیت نمبر ۳۸ پارہ ۲۰ میں ہے فرعون نے ہامان کو کہا فَاَوْقِدْ لِیْ یٰهَامٰنُ عَلَى الطِّیْنِ فَاجْعَلْ لِّیْ صَرْحًا لَّعَلِّیْۤ اَطَّلِعُ اِلٰۤى اِلٰهِ مُوْسٰى "میرے لیے گارے کی اینٹیں بنا کر بھٹے میں پکا کر محل تیار کرو تا کہ میں جھانک کر موسیٰ علیہ السلام کے الٰہ کو دیکھوں کہ وہ کس طرح کا ہے۔" بعض کہتے ہیں کہ یہ اس نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مذاق کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ نہیں یہ اس کی حماقت تھی کہ اگر واقعی آسمانوں پر رب ہے تو میں وہاں دیکھوں گا۔ رب تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تو قریب ہوں محل بنانے کی کیا ضرورت ہے میں تجھے بحر قلزم کی لہروں میں نظر آؤں گا۔ جب ڈوبنے لگا تو اس کو رب نظر آیا قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ "کہا فرعون نے ایمان لایا ہوں میں کہ بے شک نہیں کوئی معبود مگر وہی جس پر بنو اسرائیل ایمان لائے اور میں بھی فرماں برداروں میں ہوں۔" اور یہاں ہے کہ اے ہامان میرے لیے ایک محل بنا تا کہ میں پہنچ جاؤں راستوں پر راستے کون سے اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ آسمان کے راستوں فَاَطَّلِعَ اِلٰۤى اِلٰهِ مُوْسٰى پس میں جھانک کر دیکھوں موسیٰ علیہ السلام کے الٰہ کو۔ یہ فرعون کی حماقت کی بات تھی۔

احادیث میں آتا ہے کہ زمین سے آسمان تک کی مسافت پانچ سو سال کی ہے یعنی جتنا سفر آدمی درمیانی چال چلتے ہوئے پانچ سو سال میں کرتا ہے اتنا سفر ہے زمین سے لے کر آسمان تک۔ اتنی ہی سفر ہے ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک اور دوسرے سے تیسرے تک تیسرے سے چوتھے تک پانچویں سے چھٹے اور ساتویں تک۔ یعنی ہر دو آسمانوں کے درمیان اتنی مسافت ہے۔ پھر ساتویں آسمان کے اوپر کرسی ہے پھر عرش ہے پھر عرش پر رب تعالیٰ مستوی ہے جو اس کی شان کے لائق ہے اور عرش پر مستوی ہوتے

ہوئے ہمارے پاس بھی ہے۔سورہ حدید پارہ ۲۷ میں ہے وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ ''تم جہاں کہیں بھی ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔'' اور ساتھ بھی اتنا کہ فرمایا نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ''ہم انسان کے شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔'' سمجھ میں آئے یا نہ آئے ہم نے یہ عقیدہ رکھنا ہے۔تو فرعون نے کہا کہ میں جھانک کر دیکھوں موسیٰ علیہ السلام کے الٰہ کو وَاِنِّیْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا اور بے شک میں خیال کرتا ہوں موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہ وہ جھوٹا ہے معاذ اللہ تعالیٰ۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ اور اسی طرح مزین کیا گیا فرعون کے لیے سُوْٓءُ عَمَلِهٖ اس کا بُرا عمل۔ شیطان نے مزین کیا،تاج نے مزین کیا،اقتدار نے مزین کیا،فوجوں اور عملے نے مزین کیا تکبر اور گھمنڈ کی وجہ سے ایمان نہ لایا وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ اور روک دیا گیا سیدھے راستے سے۔اقتدار کے نشے میں آ کر حق کو قبول نہ کیا اور ساری حرکتیں کیں وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ اور نہیں تھی تدبیر فرعون کی مگر تباہی میں۔اپنی فوجوں کو تباہ کیا،قوم کو تباہ کیا،خود تباہ ہوا نہ موسیٰ علیہ السلام کا کچھ بگاڑ سکا نہ ہارون علیہ السلام اور مومنوں کا کچھ بگاڑ سکا۔ صرف اتنا ہوا کہ رب تعالیٰ نے اس کی لاش کو کنارے پر پھینک دیا تاکہ لوگ دیکھ سکیں۔ یہ تھا اپنے آپ کو رب الاعلیٰ کہنے والا جس کا پیٹ آج مشک کی طرح پانی سے بھرا ہے اور ناک سے بہہ رہا ہے۔پھر آج تک اس کی لاش مصر کے عجائب گھر میں موجود ہے۔جب کبھی اخبارات میں اس کا فوٹو آتا ہے تو آدمی دیکھ کر حیران ہوتا ہے۔

****

وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ
اَهْدِكُمْ سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿۳۸﴾ يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ
وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ﴿۳۹﴾ مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى
اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ
فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۴۰﴾ وَ
يٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ ﴿۴۱﴾ ط
تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ۡ وَّاَنَا
اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ﴿۴۲﴾ لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ لَيْسَ
لَهٗ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَى اللّٰهِ وَاَنَّ
الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿۴۳﴾ فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ ط
وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۴۴﴾ فَوَقٰىهُ
اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ﴿۴۵﴾

وَقَالَ اور کہا الَّذِيْٓ اس شخص نے اٰمَنَ جو ایمان لا چکا تھا
يٰقَوْمِ اے میری قوم اتَّبِعُوْنِ تم میری پیروی کرو اَهْدِكُمْ سَبِيْلَ
الرَّشَادِ میں تمہاری راہنمائی کرتا ہوں سیدھے راستے کی يٰقَوْمِ اے میری
قوم اِنَّمَا پختہ بات ہے هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا یہ دنیا کی زندگی مَتَاعٌ
تھوڑا سا فائدہ ہے وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ اور بے شک آخرت ہی هِيَ دَارُ الْقَرَارِ

وہی ٹھہرنے کی جگہ ہے مَنۡ عَمِلَ سَيِّئَةً جس شخص نے عمل کیا برا فَلَا یُجۡزٰٓى اِلَّا مِثۡلَهَا پس اس کو نہیں بدلہ دیا جائے گا مگر اس جیسا وَمَنۡ عَمِلَ صَالِحًا اور جس نے عمل کیا اچھا مِّنۡ ذَكَرٍ اَوۡ اُنۡثٰى وہ مرد ہو یا عورت وَ هُوَ مُؤۡمِنٌ اس حال میں کہ وہ ایمان دار ہو فَاُولٰٓئِكَ يَدۡخُلُوۡنَ الۡجَـنَّةَ پس وہ لوگ داخل ہوں گے جنت میں يُرۡزَقُوۡنَ فِيۡهَا ان کو رزق دیا جائے گا اس جنت میں بِغَيۡرِ حِسَابٍ بغیر حساب کے وَيٰقَوۡمِ اور اے میری قوم مَا لِىۡۤ مجھے کیا ہو گیا ہے اَدۡعُوۡكُمۡ اِلَى النَّجٰوةِ میں تمہیں دعوت دیتا ہوں نجات کی طرف وَتَدۡعُوۡنَنِىۡۤ اِلَى النَّارِ اور تم مجھے دعوت دیتے ہو آگ کی طرف تَدۡعُوۡنَنِىۡ تم مجھے دعوت دیتے ہو لِاَكۡفُرَ بِاللّٰهِ کہ میں کفر کروں اللہ تعالیٰ کے ساتھ وَاُشۡرِكَ بِهٖ اور میں شریک ٹھہراؤں اس کے ساتھ مَا اس چیز کو لَيۡسَ لِىۡ بِهٖ عِلۡمٌ جس کا مجھے کچھ علم نہیں وَّاَنَا اَدۡعُوۡكُمۡ اور میں تمہیں دعوت دیتا ہوں اِلَى الۡعَزِيۡزِ الۡغَفَّارِ غالب اور بخشنے والی ذات کی طرف لَا جَرَمَ ضرور بالضرور اَنَّمَا تَدۡعُوۡنَنِىۡۤ اِلَيۡهِ بے شک وہ چیز جس کی طرف تم مجھے دعوت دیتے ہو لَيۡسَ لَهٗ دَعۡوَةٌ فِى الدُّنۡيَا نہیں ہے اس کی دعوت دنیا میں وَلَا فِى الۡاٰخِرَةِ اور نہ آخرت میں وَاَنَّ مَرَدَّنَاۤ اور بے شک ہمارا پھر جانا اِلَى اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی طرف ہے وَاَنَّ الۡمُسۡرِفِيۡنَ هُمۡ اَصۡحٰبُ النَّارِ اور بے شک حد سے بڑھنے والے وہی دوزخی ہیں

فَسَتَذْكُرُوْنَ پس تاکید تم یاد کرو گے مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ جو میں تمہیں کہتا ہوں
وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ اور میں سپرد کرتا ہوں اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف
اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ دیکھ رہا ہے اپنے بندوں کو
فَوَقٰىهُ اللّٰهُ پس بچایا اس کو اللہ تعالیٰ نے سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا ان بُری
تدبیروں سے جو انہوں نے کیں وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ اور گھیر لیا فرعونیوں کو
سُوْٓءُ الْعَذَابِ بُرے عذاب نے۔

اس سے پہلے یہ بات بیان ہوئی ہے کہ جب فرعون نے کہا کہ میں موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنا چاہتا ہوں تو مردِ مومن نے فرعون کی بات کو کاٹا اور لوگوں کو نتیجے سے آگاہ کیا کہ اس کا نتیجہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کی شکل میں آئے گا اور تمہارے سے پہلے جن قوموں نے پیغمبروں کی مخالفت کی ان کا انجام تمہارے سامنے ہے تمہارا بھی انجام ویسا ہی ہو گا۔ فرعون نے رجل مومن کا مقابلہ چھوڑ کر کہ یہ تو اپنی بات کو چھوڑتا نہیں ہے۔ اپنے وزیر اعظم ہامان کی طرف رخ کیا کہ مجھے ایک محل تیار کر کے دے تاکہ میں اس پر چڑھ کر موسیٰ علیہ السلام کے رب کو دیکھوں۔

دنیا کی بے ثباتی :

جب فرعون کی گفتگو ختم ہوئی تو مردِ مومن بول پڑا وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ اور کہا اس شخص نے جو ایمان لا چکا تھا يٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اے میری قوم میری پیروی کرو اَهْدِكُمْ سَبِيْلَ الرَّشَادِ۔ رشاد کا معنیٰ بھلائی۔ میں تمہاری راہنمائی کرتا ہوں بھلائی کے راستے کی۔ فرعون نے جو تمہیں کہا ہے کہ میں تمہیں سیدھے راستے پر چلاتا ہوں اس نے

غلط کہا ہے وہ راستہ صحیح نہیں ہے صحیح راستہ یہ ہے يٰقَوْمِ اے میری قوم اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ پختہ بات ہے کہ یہ دنیا کی زندگی تھوڑا سا سامان ہے۔ آخرت کے مقابلے میں دنیا کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور اے میری قوم وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ اور بے شک آخرت ہی ٹھہرنے کا گھر ہے۔ اصل زندگی اور ہمیشہ کی زندگی آخرت کی ہے۔ دنیا کی زندگی پر مسحور نہ ہوں اس پر نہ مرو اس سے دھوکہ نہ کھاؤ۔ اے میری قوم! مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً جس نے عمل کیا بُرا فَلَا يُجْزٰى اِلَّا مِثْلَهَا پس اس کو بدلہ نہیں دیا جائے گا مگر اس جیسا۔ اور سورۃ الانعام آیت نمبر ۱۵۹ پارہ ۸ میں ہے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ''جو شخص لایا ایک نیکی پس اس کے لیے دس گنا اجر ہے وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰى اِلَّا مِثْلَهَا اور جو شخص لایا برائی پس نہیں بدلا دیا جائے گا مگر اس جیسا۔'' اللہ تعالیٰ کا انعام اور احسان دیکھو گناہ ایک کرے گا تو ایک ہی سمجھا جائے گا نیکی ایک کرے گا تو دس شمار ہوں گی۔ ایک دفعہ سبحان اللہ! کہا دس نیکیاں مل گئیں، ایک دفعہ کسی کو کہا السلام علیکم! تو دس نیکیاں مل گئیں اور اگر کسی کو گالی نکالتا ہے تو ایک گناہ ہوگا۔

پھر نیکی میں تفصیل ہے عام حالات میں نیکی ایک کی دس اور فی سبیل اللہ کی مد میں کرے گا تو ایک کا بدلہ کم از کم سات سو ہے۔ جیسا کہ سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۹۱ میں ہے وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ''اور اللہ تعالیٰ بڑھاتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے یعنی سات سو سے زیادہ کر دے جس کے لیے چاہے۔ پھر فی سبیل اللہ کی بہت ساری مدیں ہیں علم دین حاصل کرنا مثلاً: آپ اپنے گھر سے اس نیت کے ساتھ چلے کہ درس قرآن سننا ہے تو ایک ایک قدم پر سات سات سو نیکیاں ہیں آتے ہوئے بھی اور جاتے ہوئے بھی۔ اسی طرح دین کی تبلیغ کے لیے چلے ہیں تو ایک ایک قدم پر سات سات سو نیکیاں ملیں گی۔

جہاد کے لیے جارہے ہیں ایک ایک قدم پر سات سات سونیکیاں ملیں گی۔ حج کا سفر بھی فی سبیل اللہ کی مد میں ہے۔

تو فرمایا جس نے عمل کیا برا تو اس کو اس جیسا بدلہ دیا جائے گا وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا اور جس نے عمل کیا اچھا مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وہ مرد ہو یا عورت وَهُوَ مُؤْمِنٌ اس حال میں کہ وہ مومن ہو کیونکہ ایمان کے بغیر کوئی عمل عمل نہیں ہے۔

قبولیتِ عمل کی شرائط :

عمل کے قبول ہونے کے لیے تین شرطیں ہیں :

① ...... ایمان ② ...... اخلاص ③ ...... اور اتباعِ سنت

ان کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ پس یہی لوگ داخل ہوں گے جنت میں يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ رزق دیا جائے گا ان کو جنت میں بغیر حساب کے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک ایک جنتی سو سو آدمیوں کے برابر کھائے گا اور بڑی عجیب بات ہے لَا يَبُوْلُوْنَ وَلَا يَتَغَوَّطُوْنَ "نہ پیشاب کریں گے اور نہ پاخانہ۔" بخاری شریف کی روایت ہے۔ سوال کیا گیا حضرت! وہ کھانا کہاں جائے گا؟ فرمایا ڈکار کے ساتھ کھانا ہضم ہو جائے گا۔

مردِ مومن نے کہا وَيٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اور اے میری قوم مجھے کیا ہو گیا ہے اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ میں تمہیں دعوت دیتا ہوں نجات کی طرف وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ اور تم مجھے دعوت دیتے ہو آگ کی طرف۔ وہ اس طرح کہ تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ تم مجھے دعوت دیتے ہو کہ میں کفر کروں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کہ اس کے احکام کو نہ مانوں۔ خدا، پیغمبر اور معجزات کو نہ مانوں وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ اور میں

شریک ٹھہراؤں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس چیز کو جس کا مجھے علم نہیں ہے۔اے میری قوم!ذرا سوچو غور کرو میں تمہیں نجات کی طرف دعوت دیتا ہوں اور تم آگ کی طرف دعوت دیتے ہو۔ میں اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دیتا ہوں اور تم شرک کی دعوت دیتے ہو وَاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ اور میں تمہیں دعوت دیتا ہوں اس ذات کی طرف جو غالب ہے بخشنے والا ہے۔ ضابطے کے مطابق لَا جَرَمَ کا معنیٰ ہے ضرور بالضرور، لامحالہ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْ اِلَيْهِ بے شک وہ چیز جس کی طرف تم مجھے دعوت دیتے ہو لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ نہیں ہے اس کی دعوت دنیا میں اور نہ آخرت میں۔نہ دنیا میں دعوت قبول کرسکتا ہے نہ آخرت میں۔اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کون ہے جو دعاؤں کو قبول کرے اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ [النمل:۶۲] ''بھلا کون ہے جو مجبور اور بے کس کی دعا کو قبول کرتا ہے جب وہ اس کو پکارتا ہے اور دور کرتا ہے تکلیف کو۔'' اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی دوسری ذات نہیں ہے جو دعا قبول کرے اور کسی کا کام بنا سکے۔دنیا اور آخرت میں اگر یہ اختیارات حاصل ہوتے تو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی کو حاصل ہوتے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں سب سے بلند مقام آپ ﷺ کا ہے۔یہ ہر مسلمان کا بنیادی اور ٹھوس عقیدہ ہے۔لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں آپ ﷺ کی زبان مبارک سے اعلان کروایا قُلْ ''آپ ان کو کہہ دیں لَا اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا [سورۃ جن] ''میں نہیں ہوں مالک تمہارے لیے نقصان کا اور نہ نفع کا۔'' اور یہ بھی اعلان کروایا قُلْ ''آپ کہہ دیں لَا اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا [سورۃ الاعراف] ''میں اپنے نفس کے لیے بھی نفع نقصان کا مالک نہیں ہوں۔'' جب آنحضرت ﷺ نفع نقصان کے مالک نہیں ہیں تو اور کسی کی کیا

حیثیت ہے؟ کیا کوئی ولی، پیر، شہید آپ ﷺ سے بڑھ سکتا ہے؟ حاشاوکلا۔

تو فرمایا کہ تم ان کو پکارتے ہو جن کے لیے پکار نہ دنیا میں ہے نہ آخرت میں وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَى اللّٰهِ اور بے شک ہمارا پھر جانا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف۔ مَرَدَّ ظرف کا صیغہ بھی بن سکتا ہے جس کا معنیٰ ہے لوٹنے کی جگہ اور مصدر میمی بھی بن سکتا ہے پھر معنیٰ ہو گا لوٹنا۔ ہمارے لوٹنے کی جگہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہے، ہمارا لوٹنا اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔ اور اے میری قوم سن لو! وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ اور بے شک حد سے بڑھنے والے اللہ تعالیٰ کی حدوں کو پھلانگنے والے ہی دوزخی ہیں۔ اے میری قوم! جو باتیں میں کہہ رہا ہوں ان کو ٹھنڈے دل کے ساتھ سنو اور سمجھو فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ پس تاکید تم یاد کرو گے جو میں تمہیں کہتا ہوں۔ یہ سب تمہارے سامنے آئیں گی بس آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے جنت بھی سامنے دوزخ بھی سامنے وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ اور میں اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ بے شک اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے بندوں کو۔

مردِ مومن کی حفاظت :

یہاں پر تفسیروں میں بہت کچھ لکھا ہے۔ رجل مومن نے حق بیان کر دیا دربار کا وقت ختم ہو گیا۔ وزیر مشیر اور عملہ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے لیکن مرد مومن کی تقریر سے فرعون کی نیند حرام ہو گئی۔ ایک تو اس لیے کہ چچازاد بھائی ہے دوسرا یہ کہ کسی بڑے عہدے پر فائز تھا۔ وزیر داخلہ تھا یا کوئی اور عہدہ۔ اور اس کی باتوں کا فرعون کے پاس جواب بھی کوئی نہیں تھا۔ مرد مومن نے وہاں سے اٹھ کر جنگل کا رخ کیا۔ اس کو علم تھا کہ اب اس خبیث نے کیا کرنا ہے۔ فرعون نے ہنگامی اجلاس طلب کر لیا اور حزقیل کے متعلق رائے

لی کہ اس کے متعلق کیا کرنا چاہیے؟ کہنے لگا میری رائے یہ ہے کہ اس کو قتل کر دینا چاہیے اگر چہ وہ میرے چچا کا لڑکا ہے مگر اب وہ ملک وقوم کے لیے مضر اور نقصان دہ ہے۔ سب نے فرعون کی ہاں میں ہاں ملائی کہ مزاج کو جانتے تھے کہ فرعون جو بات کرتا ہے اس کو کر کے چھوڑتا ہے۔ چنانچہ فرعون نے ایک ایک ہزار فوجی جوان روانہ کیا کہ اس کو تلاش کرو اور جہاں ملے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دو۔ تفسیر صاوی وغیرہ میں آتا ہے کہ مردِ مومن نے جنگل میں ڈیرہ لگایا۔ جب یہ فوجی وہاں پہنچے تو وہ نماز پڑھ رہا تھا۔ بنی اسرائیل کے لیے دو نمازیں تھیں ہمارے لیے پانچ ہیں اور اس کے ارد گرد شیر چیتے اور بھیڑیئے پہرہ دے رہے تھے۔ جس وقت یہ فوج قریب گئی تو شیر، چیتوں اور بھیڑیوں نے ان کو چیر پھاڑ کر رکھ دیا اور جو بھاگ کر بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے جب فرعون کے پاس پہنچے تو اس نے حکم دیا کہ ان کو قتل کر دو انہوں نے میرا حکم کیوں نہیں مانا خالی واپس کیوں آ گئے ہیں۔ وہ مردِ مومن اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں تھا یہ کیسے گرفتار کر سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَوَقٰـهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا پس بچا لیا اللہ تعالیٰ نے اس مردِ مومن کو ان کی بُری تدبیروں سے جو انہوں نے کیں کہ اس کو گرفتار کر کے قتل کر دو وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ اور گھیر لیا فرعونیوں کو بُرے عذاب نے۔ بحرِ قلزم میں ان کو اللہ تعالیٰ نے غرق کیا۔ فرعون، ہامان اور ان کی فوجوں کو۔ باقی تفصیل آگے آ رہی ہے۔ ان شاء اللہ العزیز

****

اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۫ اَدْخِلُوْۤا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿۴۶﴾ وَاِذْ يَتَحَآجُّوْنَ فِى النَّارِ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ﴿۴۷﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَاۤ ۙ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ﴿۴۸﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ فِى النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ﴿۴۹﴾ قَالُوْۤا اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ؕ قَالُوْا بَلٰى ؕ قَالُوْا فَادْعُوْا ۚ وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِىْ ضَلٰلٍ ﴿۵۰﴾ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ﴿۵۱﴾ ۙ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْۤءُ الدَّارِ ﴿۵۲﴾

اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا آگ ہے ان کو پیش کیا جائے گا اس پر غُدُوًّا پہلے پہر وَّعَشِيًّا اور پچھلے پہر وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اور جس دن قیامت قائم ہوگی (اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائیں گے) اَدْخِلُوْۤا داخل کرو اٰلَ فِرْعَوْنَ فرعونیوں کو اَشَدَّ الْعَذَابِ سخت عذاب میں وَاِذْ يَتَحَآجُّوْنَ اور جس وقت آپس میں جھگڑا کریں گے فِى النَّارِ دوزخ میں فَيَقُوْلُ پس کہیں گے الضُّعَفٰٓؤُا کمزور لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کو اسْتَكْبَرُوْۤا

جنہوں نے تکبر کیا اِنَّا كُنَّا بے شک ہم لَكُمْ تَبَعًا تمہارے تابع تھے
فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ پس کیا تم کفایت کر سکتے ہو عَنَّا ہماری طرف سے
نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ آگ کے ایک حصے کی قَالَ الَّذِيْنَ کہیں گے وہ لوگ
اسْتَكْبَرُوْٓا جنہوں نے تکبر کیا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ بے شک ہم سب اس میں
پڑے ہوئے ہیں اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ نے قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ
فیصلہ کیا ہے بندوں کے درمیان وَقَالَ الَّذِيْنَ اور کہیں گے وہ لوگ فِي
النَّارِ جو دوزخ میں ہوں گے لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ دوزخ کے دروغوں کو
ادْعُوْا رَبَّكُمْ پکارو اپنے رب کو يُخَفِّفْ عَنَّا کہ تخفیف کر دے ہم سے
يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ایک دن عذاب سے قَالُوْٓا وہ کہیں گے اَوَلَمْ تَكُ
تَاْتِيْكُمْ کیا نہیں آئے تھے تمہارے پاس رُسُلُكُمْ تمہارے رسول
بِالْبَيِّنٰتِ واضح دلائل لے کر قَالُوْا وہ کہیں گے بَلٰى کیوں نہیں آئے
تھے قَالُوْا وہ کہیں گے فَادْعُوْا پس تم خود ہی دعا کرو وَمَا دُعٰٓؤُا
الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ اور نہیں ہے دعا کافروں کی مگر خسارے میں اِنَّا
لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا بے شک ہم البتہ ضرور مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی
زندگی میں وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ اور جس دن کھڑے ہوں گے گواہ يَوْمَ لَا
يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ جس دن نفع نہیں دے گا ظالموں کو مَعْذِرَتُهُمْ ان کا

معذرت کرنا وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ اوران کے لیے لعنت ہوگی وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ
اوران کے لیے بُرا گھر ہوگا۔

اس سے پہلے مردمومن جوفرعون کا چچازاد بھائی تھا اس کا اور فرعون کے مکالمے کا ذکر تھا۔ آخر میں مردمومن نے کہا کہ میری باتیں تم یاد کروگے اور میں اپنا معاملہ خدا کے سپرد کرتا ہوں اللہ تعالیٰ نے اس کوفرعونیوں کے شر سے بچالیا اور فرعونیوں کو بُرے عذاب نے گھیرلیا۔ وہ عذاب کیا تھا؟

فرعونیوں کا انجام :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا آگ ہے جس پر وہ پیش کیے جاتے ہیں غُدُوًّا وَّعَشِيًّا پہلے پہراور پچھلے پہر یعنی صبح شام آگ میں ہیں صبح سے لے کر شام تک اور شام سے لے کر صبح تک عذاب میں ہیں بظاہر تو فرعون اور اس کا وزیر اعظم ہامان اور اس کا سارا لشکر بحر قلزم میں غرق ہوا لیکن حقیقت میں سیدھے دوزخ میں گئے اس سے عذابِ قبر کا اثبات ہوتا ہے کیونکہ آخرت کے عذاب کا ذکر آگے آرہا ہے وَ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اور جس دن قیامت قائم ہوگی اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیں گے اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ داخل کرو فرعونیوں کو سخت عذاب میں تو قیامت کا عذاب علیحدہ ہے اور مرنے کے بعد جو عذاب ہے اسی کو قبر برزخ کا عذاب کہتے ہیں۔ مرنے والا جہاں بھی ہو چاہے اس کو مچھلیاں کھا گئی ہوں، درندے کھا گئے ہوں، دفن کر دیا گیا ہو، آگ میں جلا دیا گیا ہو اگر وہ سزا یافتہ ہے تو اس کو عذاب ضرور ہوگا۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ دفن کر دینے کے بعد اگر وہ کافر ہے تو پہلے اس کے لیے جنت کی کھڑکی کھولی جاتی ہے وہ اس کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے کہ میرے لیے جنت کی

کھڑکی کھولی گئی ہے حالانکہ بتانا مقصود ہوتا ہے کہ اگر مومن ہوتے تو یہ ٹھکانا تھا۔ پھر فوراً حکم ہوتا ہے کہ اب دوزخ کی کھڑکی کھول دو اور کہا جاتا ہے کہ اب تمہارا یہ ٹھکانا ہے۔ اگر مومن ہوتا ہے تو اس کے لیے دوزخ کی کھڑکی کھولی جاتی ہے تاکہ اس کو علم ہو جائے کہ اگر ایمان نہ ہوتا تو یہ ٹھکانا تھا۔ پھر فوراً جنت کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے کہ اب تمہارا یہ ٹھکانا ہے۔ تو مرنے کے بعد عذاب ثواب شروع ہو جاتا ہے اور قیامت تک رہتا ہے۔

تابع ومتبوع کا جھگڑا :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِذْ یَتَحَآجُّوْنَ فِی النَّارِ اور وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے جب آپس میں جھگڑا کریں گے دوزخ میں فَیَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا پس کہیں گے کمزور لِلَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا ان کو جنہوں نے تکبر کیا۔ یوں سمجھو کہ چھوٹے بڑوں کو کہیں گے، شاگرد استادوں کو کہیں گے، مرید پیروں کو کہیں گے، کارکن لیڈروں کو کہیں گے، رعایا اپنے سرداروں کو کہے گی اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا۔ تَبَعًا تَابِعٌ کی جمع ہے۔ بے شک ہم تمہارے تابع تھے تو تمہارے پیچھے لگ کر ہم نے یہ کاروائیاں کیں فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِیْبًا مِّنَ النَّارِ پس کیا تم کفایت کر سکتے ہو ہماری طرف سے آگ کے ایک حصے کی۔ دنیا میں تم نے ہمیں اپنے ساتھ ملایا تھا آج ہماری کچھ مدد کرو کہ ہم دوزخ میں نہ جائیں قَالَ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا کہیں گے وہ لوگ جنہوں نے تکبر کیا جو اپنے آپ کو بڑا سمجھتے تھے اقتدار والے اِنَّا كُلٌّ فِیْهَآ بے شک ہم سب اس میں پڑے ہوئے ہیں تمہیں کیسے رہا کرائیں۔ اور سورہ سبا آیت نمبر ۳۲ پارہ ۲۲ میں ہے کہیں گے وہ لوگ جنہوں نے تکبر کیا ان لوگوں سے جو کمزور ہیں اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى ''کیا ہم نے تمہیں روکا تھا ہدایت سے بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ بعد اس کے کہ جب آ گئی تمہارے

پاس بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ بلکہ تم خود مجرم تھے۔'' اور کہیں گے کمزور لوگ ان کو جنہوں نے تکبر کیا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ''بلکہ رات دن کے فریب میں تم ہمیں گمراہ کرتے تھے اِذْ تَاْمُرُوْنَنَا اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ جب تم حکم دیتے تھے ہمیں کہ ہم کفر کریں اللہ تعالیٰ کے ساتھ وَ نَجْعَلَ لَهٗ اَنْدَادًا اور بنائیں ہم اس کے لیے شریک۔'' یہ باتیں تم بھول گئے۔ دن رات جلسے کر کے اجتماع کر کے یہی سبق تو ہمیں دیتے تھے آج کہتے ہو کہ ہم نے تمہیں گمراہ نہیں کیا۔ آج تم کیسے بری الذمہ ہو گئے۔ تو یہ جھگڑا آپس میں کریں گے دوزخ کے اندر۔ تو وڈیرے کہیں گے بے شک ہم سب دوزخ میں پڑے ہیں ہم کیا کر سکتے ہیں اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ بے شک اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کیا ہے اپنے بندوں کے درمیان۔ لہٰذا اب تم بھی بھگتو اور ہم بھی بھگت رہے ہیں۔ جب ایک دوسرے کی امداد نہیں کر سکیں گے اور بے بس ہوں گے تو وَقَالَ الَّذِيْنَ فِي النَّارِ اور کہیں گے وہ لوگ جو دوزخ میں ہوں گے لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ۔ خَزَنَة خازن کی جمع ہے اس کا معنیٰ ہے نگران پہرے دار، جہنم کے پہرے دار فرشتے۔ سورہ مدثر پارہ ۲۹ میں ہے عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ''مقرر ہیں اس پر انیس فرشتے۔'' یہ بڑے بڑے عہدوں والے ان کے نیچے ہزاروں کی تعداد میں فرشتے ہوں گے ان انیس فرشتوں کے انچارج کا نام ہے مالک علیہ السلام۔ تو یہ سب دوزخی مل جل کر جہنم کے داروغوں سے کہیں گے اُدْعُوْا رَبَّكُمْ پکارو اپنے رب کو۔ اپنے رب سے دعا کرو يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ وہ تخفیف کر دے ہم سے ایک دن کے عذاب کی تاکہ ہم سانس لے سکیں۔ اس سے پہلے خود بھی دعا کریں گے اور رب تعالیٰ کو کہیں گے اے رب ہمارے ہمیں نکال دے یہاں سے۔ پھر اگر ہم لوٹ کر ایسی بات کریں تو بے شک ہم ظالم ہیں۔

احادیث میں آتا ہے کہ ہزار سال تک دعا کرتے رہیں گے۔ ہزار سال کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اِخۡسَـُٔوۡا فِیۡهَا وَلَا تُكَلِّمُوۡنِ [المومنون:۱۰۸] ''ذلیل ہوکر یہاں دوزخ میں ہی پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔'' میرے سے کچھ نہ مانگو۔ جب خود مانگنے میں ناکام ہو جائیں گے تو پھر جہنم کے دروغوں کو کہیں گے کہ اپنے رب سے کہو کہ ایک دن کے عذاب کی ہم سے تخفیف ہو جائے جیسے محنت مزدوری کرنے والے لوگ چھٹی والے دن قدرے خوش ہوتے ہیں کہ کچھ نہ کچھ سکھ ہوا نیند کی کمی پوری کرلیں سودا سلف خرید لیں گے تھکاوٹ دور کرلیں گے لیکن ان کو تخفیف حاصل نہیں ہوگی۔ سورۃ سبا میں ہے فَذُوۡقُوۡا فَلَنۡ نَّزِيۡدَكُمۡ اِلَّا عَذَابًا ''اب تم اس عذاب کا مزہ چکھو پس ہم نہیں زیادہ کریں گے تمہارے لیے مگر عذاب۔ مثلاً: کل جتنا عذاب تھا آج اس سے زیادہ ہوگا اس سے اگلے دن اور تیز ہوگا۔ جنت والوں کے لیے خوشیوں میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا اور دوزخیوں کے لیے عذاب میں تو جب فرشتوں سے تخفیف عذاب کا کہیں گے قَالُوۡۤا فرشتے کہیں گے اَوَلَمۡ تَكُ تَاۡتِيۡكُمۡ رُسُلُكُمۡ کیا نہیں آئے تھے تمہارے پاس تمہارے رسول بِالۡبَيِّنٰتِ واضح دلائل لے کر۔ پیغمبر کے نائب تمہارے پاس نہیں پہنچے قَالُوۡا بَلٰى دوزخی کہیں گے کیوں نہیں آئے تھے پیغمبر بھی آئے تھے اور ان کے نائبین بھی آئے تھے انہوں نے ہمیں حق سنایا اور بتلایا اور سمجھایا تھا لیکن غَلَبَتۡ عَلَيۡنَا شِقۡوَتُنَا وَكُنَّا قَوۡمًا ضَآلِّيۡنَ [المومن:۱۰۶] ''ہم پر ہماری بدبختی غالب آگئی اور ہم گمراہ لوگ تھے۔'' قَالُوۡا فرشتے کہیں گے فَادۡعُوۡا پس تم خود دعا کرو۔ ہم نے تمہارے لیے دعا کر کے رب کو ناراض نہیں کرنا خود اپنی درخواست پیش کرو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَ مَا دُعٰٓؤُا الۡكٰفِرِيۡنَ اِلَّا فِىۡ ضَلٰلٍ اور نہیں ہے دعا کافروں کی مگر خسارے میں۔ ان کو دعا

کا کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔ جب ہر طرف سے ناکام ہو جائیں گے تو پھر ابلیس کے پاس جائیں گے اور کہیں گے دنیا میں تو ہمیں بڑے سبز باغ دکھاتا تھا اب ہمارے لیے کچھ کر تو نے ہمارے سے شرک کرایا، غلط کاریاں کرائیں۔ شیطان جواب دے گا مَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ ''میرا تمہارے اوپر کوئی زور نہیں تھا اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِي مگر میں نے تمہیں دعوت دی تم نے میری بات قبول کر لی فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ پس مجھے ملامت نہ کرو ملامت کرو اپنی جانوں کو مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ [ابراہیم: ۲۲] ''نہ میں تمہیں چھڑا سکتا ہوں اور نہ تم مجھے چھڑا سکتے ہو۔'' تو کہیں سے ان کو کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ کاش! کہ آج دنیا میں سمجھ جائیں۔ اس سے پہلے بیان ہوا ہے کہ فرعون اور اس کے حواریوں نے موسیٰ علیہ السلام کے خلاف ہارون علیہ السلام کے خلاف مردِ مومن کے خلاف بڑے منصوبے بنائے، اللہ تعالیٰ نے سارے ناکام کیے۔

نصرتِ خداوندی :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا بے شک البتہ ہم ضرور مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی میں۔ وہ مدد چاہے پہلے مرحلے میں ہو جائے یا آخری مرحلے میں۔ اللہ تعالیٰ پیغمبروں کی اور ایمان والوں کی نصرت ضرور فرماتے ہیں۔ مثلاً: احد کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی مدد فرمائی۔ بعد میں اپنی غلطی کی وجہ سے نقصان اٹھانا پڑا۔ اس کے بعد پھر دشمن ہی بھاگا ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کا تعاقب کیا اور وہ پیغمبر جن کو جہاد کا حکم تھا ان کی مدد اور دشمن کی ناکامی تو عیاں ہے اور جن پر جہاد فرض نہیں تھا ان کو اگرچہ تکالیف پہنچی حتی کہ بعض انبیاء کرام علیہم السلام کو شہید بھی کر دیا گیا جیسے زکریا علیہ السلام

یحییٰ علیہ السلام۔ تو ان کی نصرت اس معنٰی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مخالفین سے ضرور انتقام لیا ہے نیست ونابود کیا ہے اور پیغمبروں کے مشن کو دنیا میں جاری رکھا۔ یہی ان کی نصرت اور پھر کامیابی کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ حق پرستوں کی قربانیوں کو ضائع نہیں کرتا خواہ درمیان میں کتنے ہی اتار چڑھاؤ کیوں نہ آئیں مگر مشن انہی کا کامیاب ہوتا ہے اور آخرت میں تو ان کی کامیابی یقینی ہے۔ فرمایا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ۔ اشھاد شاھد کی جمع ہے۔ جب قیامت والے دن گواہ کھڑے ہوں گے اس وقت بھی مدد کریں گے۔ وہ گواہ خود پیغمبر بھی ہوں اور مومن بھی ہوں گے، ہاتھ پاؤں بھی گواہی دیں گے جیسا کہ سورہ یٰسین میں موجود ہے اور دوسرے اعضاء بھی گواہی دیں گے جیسا کہ سورہ حم سجدہ میں اور لوگ کہیں گے اپنی کھالوں سے لِمَ شهدتُّم عَلَيْنَا "تم کیوں گواہی دیتے ہو ہمارے خلاف قَالُوْا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ "وہ کہیں گے کہ ہمیں بلوایا ہے اس اللہ نے جس نے ہر چیز کو بلوایا ہے" ہمارا کیا اختیار ہے۔

تو جس دن گواہ کھڑے ہوں گے اللہ تعالیٰ اس دن بھی پیغمبروں کو اور مومنوں کو کامیابی نصیب فرمائے گا يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ جس دن فائدہ نہیں دے گا ظالموں کو ان کا معذرت کرنا۔ مختلف بہانے کریں گے۔ کبھی کہیں گے اِنَّا اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا [الاحزاب: ۶۷] "بے شک ہم نے اطاعت کی اپنے سرداروں کی اور بڑوں کی۔" "تو انہوں نے ہمیں گمراہ کیا۔" کبھی کہیں گے لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ [سورۃ الملک] "کاش کہ ہم سنتے اور سمجھتے تو ہم دوزخ والوں میں سے نہ ہوتے۔" کبھی کہیں گے ہم نے تو شرک کیا ہی نہیں ویسے ایک دوسرے سے فائدہ اٹھاتے رہے وَلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ [سورۃ القیامۃ] اگر چہ وہ

اپنے کتنے ہی حیلے بہانے کریں لیکن ان کا کوئی بہانہ ان کو فائدہ نہیں دے گا۔ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ اور ان کے لیے لعنت ہوگی وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ اور ان کے لیے بُرا گھر ہوگا۔ دوزخ سے بُرا گھر کون سا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان مرد عورت کو اس سے بچائے اور محفوظ رکھے۔

****

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْهُدٰى وَاَوْرَثْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ ﴿۵۳﴾ هُدًى وَّذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۵۴﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۵۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۙ اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِيْهِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۵۶﴾ لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِيْٓءُ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾ اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ﴿۶۰﴾ ع

وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق اٰتَيْنَا مُوْسَى دی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو الْهُدٰى ہدایت وَاَوْرَثْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ اور ہم نے وارث بنایا بنی اسرائیل کو کتاب کا هُدًى جو ہدایت تھی وَّذِكْرٰى اور نصیحت تھی لِاُولِي الْاَلْبَابِ عقل مندوں کے لیے فَاصْبِرْ پس آپ صبر کریں اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ حق ہے وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ اور معافی مانگیں اپنی لغزش کے لیے وَسَبِّحْ اور تسبیح بیان کریں بِحَمْدِ رَبِّكَ اپنے

رب کی حمد کے ساتھ بِالْعَشِيِّ پچھلے پہر وَالْاِبْكَارِ اور پہلے پہر اِنَّ
الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ يُجَادِلُوْنَ جھگڑا کرتے ہیں فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اللہ
تعالیٰ کی آیتوں میں بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ بغیر کسی دلیل کے اَتٰهُمْ جو ان کے
پاس آئی ہو اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ نہیں ہے ان کے سینوں میں اِلَّا كِبْرٌ
مگر تکبر مَّا هُمْ بِبَالِغِيْهِ نہیں ہیں وہ اس تک پہنچنے والے فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ
پس آپ اللہ تعالیٰ سے پناہ لیں اِنَّهٗ بے شک وہ اللہ تعالیٰ ہی هُوَ السَّمِيْعُ
الْبَصِيْرُ وہی سننے والا دیکھنے والا ہے لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ البتہ
پیدا کرنا آسمانوں کا اور زمین کا اَكْبَرُ بہت بڑا ہے مِنْ خَلْقِ النَّاسِ
لوگوں کے پیدا کرنے سے وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لیکن اکثر لوگ لَا
يَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ اور نہیں ہے برابر
اندھا اور دیکھنے والا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور وہ لوگ جو ایمان لائے وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ اور عمل کیے اچھے وَلَا الْمُسِيْٓءُ اور نہ برے کام کرنے والا
قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ بہت کم تم نصیحت حاصل کرتے ہو اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ
بے شک قیامت البتہ آنے والی ہے لَّا رَيْبَ فِيْهَا کوئی شک نہیں ہے اس
میں وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے وَ
قَالَ رَبُّكُمُ اور فرمایا تمہارے رب نے ادْعُوْنِيْٓ پکارو مجھے اَسْتَجِبْ
لَكُمْ میں قبول کرتا تمہاری دعاؤں کو اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ

یَسْتَكْبِرُوْنَ جوتکبر کرتے ہیں عَنْ عِبَادَتِیْ میری عبادت سے سَیَدْخُلُوْنَ عنقریب داخل ہوں گے جَهَنَّمَ جہنم میں دٰخِرِیْنَ ذلیل ہوکر۔

فرعونیوں کے غرق ہونے کے بعد بنی اسرائیل اب آزاد قوم تھی۔ ان کو قانون اور دستور کی ضرورت تھی تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو تورات عطا فرمائی۔ آسمانی کتابوں میں قرآن کریم کے بعد تورات بڑی بلند مرتبے والی کتاب تھی۔ لیکن اس وقت قطعیت کے ساتھ نہیں بتلایا جا سکتا کہ تورات اپنی اصلی شکل میں کسی جگہ موجود ہے کیونکہ یہودیوں اور عیسائیوں نے اس میں بڑی گڑبڑ کی ہے تحریف کی ہے۔ آسمانی کتابوں میں صرف قرآن پاک کو یہ شرف حاصل ہے کہ صدیاں گزرنے کے باوجود اپنی اصل شکل میں موجود ہے زیر زبر کا بھی فرق اس میں نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس امت نے یہ ڈیوٹی ادا کی ہے۔

علمی میراث :

تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْهُدٰی اور البتہ تحقیق دی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو ہدایت والی کتاب توارت وَاَوْرَثْنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْكِتٰبَ اور وارث بنایا ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب کا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کتاب اور علم کی بھی وراثت ہوتی ہے وراثت صرف مال کی نہیں ہوتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے وارث بنایا بنی اسرائیل کو کتاب کا۔ حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر لَمْ یُوَرِّثُوْا دِرْهَمًا وَّلَا دِیْنَارًا ''درہم دینار کے وارث نہیں بناتے۔'' انبیاء کرام علیہم السلام کی وراثت سونے چاندی کے سکے نہیں ہوتی اِنَّمَا وَرَّثُوْا الْعِلْمَ ''وہ علم کا وارث

بناتے ہیں فَمَنْ اَخَذَہٗ اَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ ''جس نے صحیح علم حاصل کیا اس نے پیغمبروں کی وراثت کا وافر حصہ لیا۔'' تو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو تورات کا وارث بنایا ھُدًی ہدایت تھی وَذِکْرٰی اور نصیحت والی کتاب تھی لِاُولِی الْاَلْبَابِ عقل مندوں کے لیے۔ کیونکہ آسمانی کتاب انہی لوگوں کے لیے ہدایت بنتی ہے جن کی عقل صحیح ہو۔ اور اوٹ پٹانگ عقل والے کبھی آسمانی کتاب سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ فرعون کا قصہ تم نے سن لیا کہ اس نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو کیا کیا تکلیفیں پہنچائیں لہٰذا فَاصْبِرْ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! ان کافروں کی اذیت پر صبر کریں اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ قیامت کا حق ہے۔ ساری حقیقت قیامت والے دن کھل جائے گی دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ اور بخشش طلب کر اپنی لغزش کے لیے۔

اجتہادی غلطی پر تنبیہ مع شان نزول :

پیغمبر کی لغزش کو ذنب، گناہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ کیونکہ بڑوں کی چھوٹی بات بھی بڑی ہوتی ہے کیونکہ پیغمبر کا مقام بہت بلند ہے۔ اس لیے کہا گیا ہے:

؎ نزدیکاں را بیش بود حیرانی

جس کا جتنا مقام بلند ہوتا ہے اس پر پابندیاں زیادہ ہوتی ہیں۔ تو یہاں لغزش کو ذنب کہا گیا ہے۔ باقی پیغمبر معصوم ہوتا ہے۔ اہل حق کا یہ مذہب ہے عقیدہ اور نظریہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام صغیرہ کبیرہ گناہوں سے پاک ہوتے ہیں۔ البتہ اجتہادی غلطی ہو سکتی ہے لغزش ہو سکتی ہے اس لغزش کو بھی بڑا سمجھا جاتا ہے۔ مرتبے کے بلند ہونے کی وجہ سے۔ مثلاً: ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مشرکوں کا ایک بڑا وفد آیا اور کہا کہ ہم آپ کی گفتگو سننا

چاہتے ہیں اس شرط پر کہ آپ کے پاس یہ جو غریب اور غلام قسم کے لوگ بیٹھے ہیں ان کو مجلس سے اٹھادیں کیونکہ سردار اور رئیس لوگ ہیں ہمارا ضمیر گوارہ نہیں کرتا کہ ان کمزوروں کے ساتھ بیٹھ کر آپ کی گفتگو سنیں۔ آنحضرت ﷺ کے دل مبارک میں خیال آیا کہ میں ان لوگوں کو تلاش کرتا پھرتا ہوں آج یہ خود آگئے ہیں چلو تھوڑے وقت کے لیے میں اپنے صحابہ کو مجلس سے اٹھا کر ان کو حق سنا دوں تاکہ ان کو بات سمجھ آجائے۔ بڑی اچھی نیت تھی اور اس کا آپ ﷺ کو حق بھی تھا۔ فقہی طور پر استاد کو حق ہے کہ شاگرد کو مجلس سے اٹھادے، پیر کو حق ہے کہ مرید کو مجلس سے نکال دے، باپ کو حق ہے کہ بیٹے کو اپنی مجلس سے اٹھادے، ہر بڑے کو حق ہے کہ ماتحت کو کسی مصلحت کے لیے مجلس سے اٹھادے اور آنحضرت ﷺ کا حق تو بہت زیادہ ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حقارت کی وجہ سے مجلس سے نہیں اٹھانا تھا بلکہ سرداروں کو حق سنانے کے لیے اٹھانا تھا۔

اب کافر اس بات کے منتظر تھے کہ یہ ابھی اپنے ساتھیوں کو اٹھائیں گے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم منتظر تھے کہ آپ ﷺ ہمیں حکم دیں تو ہم اٹھ کھڑے ہوں۔ اتنے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم نازل ہوا وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ [الانعام: ۵۲] ''اور آپ نہ نکالیں ان لوگوں کو (اپنی مجلس سے) جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح اور شام اور وہ چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا۔'' آخر میں فرمایا فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ''پس اگر آپ نے ان کو مجلس سے نکالا تو آپ کا شمار ظالموں میں ہوگا۔'' تو یہ ظالموں میں شمار ہونے کا لفظ آپ ﷺ کے مرتبہ کی وجہ سے استعمال ہوا ہے چونکہ آپ ﷺ کا مرتبہ بہت بلند تھا اس لیے اس قسم کی لغزش پر معافی مانگنے کا حکم ہوا ہے۔

اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک ایک مجلس میں سو سو مرتبہ استغفار کرتے تھے استغفر اللہ استغفر اللہ استغفر اللہ اور پورا اِسْتِغْفَار اس طرح ہے اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ۔ اور مختصر جملہ ہے استغفر اللّٰہ ۔ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ اور تسبیح بیان کریں اپنے رب کی حمد کے ساتھ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ پچھلے پہر اور پہلے پہر۔ سورج کے ڈھلنے کے بعد سے لے کر سورج کے غروب ہونے تک یہ سارا وقت عشی کہلاتا ہے اور صبح صادق کے بعد جب روشنی شروع ہو جاتی ہے اس وقت سے لے کر زوال تک یہ ابکار اور بکرہ کہلاتا ہے۔ تسبیح ہے سبحان اللّٰہ و بحمدہ۔ مسلم شریف میں روایت ہے اَفْضَلُ الْکَلَامِ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ اس کو افضل الکلام کہا گیا ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی سلبی صفات بھی آجاتی ہیں اور ایجابی صفات بھی آجاتی ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ رزق کا دروازہ کشادہ فرما دیتے ہیں۔

اہل حق کے مٹانے کے منصوبے :

فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِ اللّٰهِ بے شک وہ لوگ جو جھگڑا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے بارے میں۔ کوئی توحید کے بارے میں جھگڑا کرتا ہے کوئی رسالت اور قیامت کے بارے میں جھگڑا کرتا ہے بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ بغیر کسی سند اور دلیل کے جو ان کے پاس آئی ہو اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ۔ ان نفی کا ہے۔ نہیں ہے ان کے سینے میں مگر تکبر۔ تکبر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی آیات میں جھگڑا کرتے ہیں مَّا هُمْ بِبَالِغِيْهِ نہیں ہیں وہ تکبر کی حد تک پہنچ سکتے۔ یہ اپنے آپ کو جتنا بڑا سمجھیں خدا کے ہاں ذلیل ہو کر رہیں گے اور اسلام کو مٹانے اور اہل حق کو مٹانے کے جتنے بھی

منصوبے بنائیں ان کے منصوبے کامیاب نہیں ہوں گے ۔ اس وقت مغربی قوتیں مسلمانوں کے جہاد سے بڑی خوف زدہ ہیں باوجود اس کے کہ مادی قوت ان کے پاس زیادہ ہے اسلحہ ان کے پاس زیادہ ہے مگر کلمہ حق کی وجہ سے ان کو پسوپڑے ہوئے ہیں کہ مسلمان مختلف جگہوں میں جہاد کے نام پر گھس جاتے ہیں اور اسلام کے لیے لڑتے ہیں۔ ان کو بنیاد پرست کہتے ہیں۔ الحمدللہ! ہم بنیاد پرست ہیں اور بنیاد پرستی پر ہمیں فخر ہے ان کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر بنیاد پرستی نہیں چھوڑنی ۔ کہو ٹھیک ہے ہم بنیاد پرست ہیں۔عموماً بنیاد پرست عقیدے کے پکے ہوتے ہیں۔ ہماری بنیاد بہت مضبوط ہے، عقائد بڑے اٹل ہیں۔ یہ تو فخر کی بات ہے باطل قوتیں خصوصاً امریکہ پاکستان میں مدارس بند کرانے کے درپے ہیں کہ یہی بنیاد پرستی کی پنیری ہیں، اور اس پر لباس چڑھایا فرقہ واریت کا (اور اب دہشت گردی کا الزام لگا رہے ہیں یہ سب بہانے ہیں مدارس کو بند کرنے کے) اور مختلف منصوبے بناتے رہتے ہیں لیکن یاد رکھنا! ان کی شرارتوں اور خباثتوں سے اسلام نہیں مٹ سکتا یہ خود مٹ جائیں گے ان کی حکومتیں اور اقتدار ختم ہو جائیں گے اسلام اپنی جگہ پر قائم رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ [سورۃ صف] '' اللہ تعالیٰ پورا کرنے والا ہے اپنے نور کو اگر چہ کافر اس کو ناپسند کریں۔'' کافر مشرک اس کو ناپسند بھی کریں اللہ تعالیٰ اپنے دین کو برقرار رکھے گا اور چمکائے گا۔

تو فرمایا ان کے دلوں میں تکبر ہے جس کو یہ پہنچ نہیں سکتے فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ پس اے مخاطب اللہ تعالیٰ سے پناہ لے۔ اللہ تعالیٰ پناہ دینے والا ہے اعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم '' میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں شیطان مردود کے شر سے۔'' اِنَّهٗ هُوَ

السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ بے شک وہی اللہ تعالیٰ ہی ہے سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

منکرین قیامت کو سمجھانا :

آگے اللہ تعالیٰ نے منکرین قیامت کو سمجھایا ہے جو کہتے ہیں ءَاِذَا مِتۡنَا وَکُنَّا تُرَابًا ذٰلِكَ رَجۡعٌۢ بَعِیۡدٌ [سورۃ ق] "کیا جب ہم مرجائیں گے اور ہو جائیں گے مٹی یہ لوٹ کر آنا تو بہت بعید ہے۔" اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَخَلۡقُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ البتہ پیدا کرنا آسمانوں کا اور زمین کا اَکۡبَرُ مِنۡ خَلۡقِ النَّاسِ بہت بڑا ہے لوگوں کے پیدا کرنے سے۔ آسمانوں اور زمین کے وجود کی نسبت انسان کے وجود کی کیا حیثیت ہے۔ یہ تو تمہارے علم میں ہے کہ سات آسمانوں اور زمین کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے تو اس ذات کے لیے اس چھوٹے سے انسان کو دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔

اخبارات میں آتا ہے کہ جب سورج گرہن ہوتا ہے تو سائنس دان اس علاقے جاتے ہیں جائزہ لینے کے لیے کہ اس کے کیا اثرات مرتب ہوں گے۔ ان بے چاروں کے اوسان خطا ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ یہ اللہ تعالیٰ کی قوت کا چھوٹا سا کرشمہ ہے۔ تو فرمایا آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا بہت بڑا ہے انسانوں کے پیدا کرنے سے وَلٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے نہیں سمجھتے کہ جو رب آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے اور انسان کو پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے وہ انسان کو دوبارہ پیدا کر سکتا ہے وَمَا یَسۡتَوِی الۡاَعۡمٰی وَالۡبَصِیۡرُ اور نہیں ہے برابر اندھا اور دیکھنے والا۔ جس طرح اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں ہیں اسی طرح موحد اور مشرک بھی برابر نہیں ہیں مومن اور کافر بھی برابر نہیں ہیں، سنت پر چلنے والا اور بدعتی بھی برابر نہیں ہیں، سچا اور جھوٹا برابر نہیں ہیں وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل

کیے اچھے وہ وَلَا الْمُسِيْٓءُ اور نہ بدکار برابر ہیں۔ایک آدمی ایمان کے ساتھ نیک عمل کرنے والا ہے اور دوسری طرف وہ ہے جو برائیوں میں ڈوبا ہوا ہے یہ دونوں برابر نہیں ہیں رات اور دن برابر نہیں ہیں قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ بہت کم تم نصیحت حاصل کرتے ہو۔سمجھنے کے لیے تو اتنی بات ہی کافی ہے کہ جو رب آسمانوں اور زمین کو پیدا کر سکتا ہے وہ تمہیں بھی دوبارہ پیدا کر سکتا ہے مگر تم بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو۔اور یہ بات بھی اچھی طرح سمجھ لو کہ اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ بے شک البتہ قیامت آنے والی ہے لَّا رَيْبَ فِيْهَا اس میں کوئی شک نہیں ہے۔کیوں قائم کرے گا؟ تاکہ حق اور باطل کا فرق ہو جائے ،مومن اور کافر کا فرق ہو جائے ،نیک اور بد کا فرق ہو جائے۔دنیا کی عدالتوں میں تو بسا اوقات جھوٹے بھی سچے ہو جاتے ہیں اور دنیا میں کتنے اللہ تعالیٰ کے مومن اور نیک بندے ہیں کہ ان کو سیر ہو کر کھانا نہیں ملا ،سکھ نصیب نہیں ہوا اور کتنے غنڈے اور بدمعاش ایسے ہیں کہ انہوں نے ساری زندگی بدمعاشی میں گزاری مگر ان کو پوری سزا نہیں ملی۔اگر انصاف نہ قائم کیا جائے نیکوں کو نیکی کا صلہ نہ ملے اور بروں کو برائی کا بدلہ نہ ملے تو پھر تو اللہ تعالیٰ کی حکومت اندھیر نگری ہوئی۔حالانکہ وہ تو اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ہے۔[سورۃ تین: پارہ ۳۰]

لہٰذا بغیر کسی شک شبہ کے قیامت قائم ہو گی اور ہر ایک کے ساتھ انصاف ہو گا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔آج بھی اکثریت توحید و رسالت اور قیامت کی منکر ہے۔دنیا میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والے ہمیشہ تھوڑے ہوئے ہیں لہٰذا قلت کی وجہ سے بدگمانی نہ کرو اور سمجھو کہ حق والے ہمیشہ تھوڑے ہوتے ہیں وَقَالَ رَبُّكُمُ اور فرمایا تمہارے رب نے اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ تم

مجھے پکارو میں تمہاری پکار کو دعا کو قبول کرتا ہوں ۔ میں ہی تمہارا حاجت روا اور مشکل کشا ہوں ، فریاد رس اور دست گیر ہوں میرے سوا کسی کو نہ پکارو ۔ مگر یہاں تو ظالم لوگ زور لگا لگا کر کہتے ہیں :

امداد کن امداد کن از بند غم آزاد کن
در دین و دنیا شاد کن یا غوث اعظم دست گیر

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے امداد کا کیا معنٰی ؟ غیر اللہ کو نافع اور ضار سمجھنا شرک کا بہت بڑا ستون ہے ۔ یاد رکھنا ! اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے پاس کچھ نہیں ہے کوئی ایک ذرے کا بھی اختیار نہیں رکھتا ۔

فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ بے شک وہ لوگ جو تکبر کرتے ہیں میری عبادت سے ۔ تفسیر معالم التنزیل میں ہے کہ عِبَادَتِیْ کا معنٰی ہے دُعَاءِیْ تکبر کرتے ہیں ، مجھ سے نہیں مانگتے ، مجھے نہیں پکارتے ۔ نسائی شریف میں حدیث ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا مَنْ لَّمْ یَسْئَلِ اللّٰہَ یَغْضَبْ عَلَیْہِ ’’جو اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتا اللہ تعالیٰ اس پر سخت ناراض ہوتے ہیں ۔‘‘ اس کو تم اس طرح سمجھو کہ ہمارے بچے بچیاں ہمارے بجائے محلے میں جا کر کسی سے مانگیں کہ مجھے یہ چیز دو مجھے وہ چیز دو ۔ تو کوئی غیرت مند یہ چیز گوارہ کرتا ہے بلکہ وہ پٹائی کرے گا کہ میرے ہوتے ہوئے تم غیروں سے کیوں مانگتے ہو ؟ ہم تم تو برداشت نہیں کرتے تو رب تعالیٰ کب برداشت کرتے ہیں کہ میرا بندہ میرے علاوہ کسی اور سے مانگے ۔

تو فرمایا جو لوگ تکبر کرتے ہیں میری عبادت سے ، مجھ سے مانگنے سے سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِیْنَ عنقریب وہ دوزخ میں داخل ہوں گے ذلیل و خوار ہو کر ۔

ربّ تعالیٰ کو مشکل کشا نہ ماننے والوں کے لیے اور دوسروں کو مشکل کشا، حاجت روا سمجھنے والوں کے لیے دوزخ اور ذلت ہے۔

❋❋❋❋

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَ النَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ﴿۶۱﴾ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ ۘ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۶۲﴾ كَذٰلِكَ یُؤْفَكُ الَّذِیْنَ كَانُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ ﴿۶۳﴾ اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً وَّ صَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚۖ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۴﴾ هُوَ الْحَیُّ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۵﴾ قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِیَ الْبَیِّنٰتُ مِنْ رَّبِّیْ ؗ وَ اُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۶﴾ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ یُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُیُوْخًا ۚ وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَ لِتَبْلُغُوْۤا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾ هُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ ۚ فَاِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿۶۸﴾ ع ۷ ۸ ۱۲

اَللّٰهُ الَّذِیْ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ جس نے بنائی تمہارے لیے رات لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ تاکہ تم آرام حاصل کرو اس میں وَ النَّهَارَ مُبْصِرًا اور دن بنایا روشن اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ لَذُوْ فَضْلٍ

فضل کرنے والا ہے عَلَى النَّاسِ لوگوں پر وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ اور لیکن اکثر لوگ لَا يَشْكُرُوْنَ شکر ادا نہیں کرتے ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ یہ اللہ تعالیٰ ہی تمہارا رب ہے خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ہر چیز کا خالق ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ نہیں ہے کوئی معبود مگر وہی فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ پس کدھر تم الٹے پھیرے جاتے ہو كَذٰلِكَ اسی طرح يُؤْفَكُ الَّذِيْنَ الٹے پھیرے گئے وہ لوگ كَانُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ جو اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے تھے اَللّٰهُ الَّذِيْ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا جس نے بنائی تمہارے لیے زمین ٹھہرنے کی جگہ وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً اور آسمان کو چھت وَّصَوَّرَكُمْ اور اس نے تمہیں صورت بخشی فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ پس بہت اچھی صورت وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ اور رزق دیا تمہیں پاکیزہ چیزوں سے ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ یہ اللہ تعالیٰ ہی تمہارا رب ہے فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ پس برکت والا ہے اللہ تعالیٰ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے هُوَ الْحَيُّ وہی زندہ ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ نہیں ہے کوئی معبود مگر وہی فَادْعُوْهُ پس تم اسی کو پکارو مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ خالص کرتے ہوئے اسی کے لیے دین اور اعتقاد اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ جو پالنے والا ہے تمام جہانوں کا قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ آپ کہہ دیں مجھے روکا گیا ہے اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ کہ میں عبادت کروں ان کی تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ جن کو

تم پکارتے ہو اللہ تعالیٰ سے نیچے لَمَّا جَآءَنِیَ الْبَیِّنٰتُ جس وقت پہنچ چکے ہیں میرے پاس واضح دلائل مِنْ رَّبِّیْ میرے رب کی طرف سے وَاُمِرْتُ اور مجھے حکم دیا گیا ہے اَنْ اُسْلِمَ کہ میں فرماں برداری کروں لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ تمام جہانوں کے پالنے والے کی هُوَالَّذِیْ وہ وہی ذات ہے خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ جس نے پیدا کیا تمہیں مٹی سے ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ پھر نطفے سے ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ پھر خون کے جمے ہوئے لوتھڑے سے ثُمَّ یُخْرِجُكُمْ طِفْلًا پھر نکالتا ہے تمہیں بچے کی شکل میں ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ پھر تاکہ تم پہنچ جاؤ اپنی قوت کو ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُیُوْخًا پھر تاکہ ہو جاؤ تم بوڑھے وَمِنْكُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰى اور بعضے تم میں سے وہ ہیں جن کو وفات دی جاتی ہے مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّى اور تاکہ تم پہنچو ایک مقرر میعاد تک وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ اور تاکہ تم سمجھو هُوَالَّذِیْ یُحْیٖ وہ ذات ہے جو زندہ کرتی ہے وَیُمِیْتُ اور مارتی ہے فَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا پس جس وقت وہ طے کرتا ہے کوئی معاملہ فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ پس پختہ بات ہے وہ کہتا ہے اس کو كُنْ ہو جا فَیَكُوْنُ پس وہ ہو جاتا ہے۔

اثباتِ توحید کے دلائل :

اس سے پہلے قیامت کا مسئلہ بیان ہوا ہے کہ قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے اور آج کے رکوع میں توحید کا مسئلہ بیان ہوا ہے اور اس کے اثبات پر دلائل

ذکر کیے گئے ہیں۔

پہلی دلیل: اَللّٰہُ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الَّیْلَ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے بنایا تمہارے لیے رات کو لِتَسْکُنُوْا فِیْہِ تاکہ تم اس میں آرام کرو سکون حاصل کرو۔اس بات کا کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ رات کو جب آدمی سوتا ہے تو دن کی تھکاوٹ دور ہو جاتی ہے۔تو یہ رات بنانے والا سکون دینے والا کون ہے؟ وَالنَّھَارَ مُبْصِرًا اور اللہ تعالیٰ نے دن کو روشن بنایا تاکہ تم دن کو اپنے کام کرسکو اِنَّ اللّٰہَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَی النَّاسِ بے شک اللہ تعالیٰ فضل کرنے والا ہے، مہربانی کرنے والا ہے لوگوں پر وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْکُرُوْنَ اور لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔رات کی نیند اور سکون اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ہے اور دن کو حلال روزی کمانا بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ہے۔چاہیے تو یہ تھا کہ انسان ہر وقت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے اور جو شکر ادا کرتے ہیں ان میں سے اکثر شکر کا صحیح مفہوم نہیں سمجھتے۔وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ الحمدللہ! کہہ دینے کو اور شکراً للہ کہہ دینے کو سمجھتے ہیں کہ ہم نے شکر ادا کر دیا ہے۔ حالانکہ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا صحیح شکر ادا نہیں ہوتا۔شکر ادا کرنے کا بہترین طریقہ نماز ہے کہ نماز میں بندے کا ہر عضو خدا کا شکر ادا کرتا ہے۔نماز میں ہاتھ باندھ کر قیام میں کھڑا ہے سجدے میں پاؤں گھٹنے، ہاتھ، پیشانی، ناک زمین پر ٹکی ہوئی ہے ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف ہے۔زبان سے سبحان ربی الاعلی ، سبحان ربی العظیم پڑھ رہا ہے۔انسان جب پانی پیتا ہے تو دومنٹ میں اس کا اثر پاؤں کے ناخنوں تک پہنچ جاتا ہے، خوراک کھاتا ہے تو اس کے ذریعے سارے بدن میں قوت آ جاتی ہے اور شکر کے لیے صرف دو تولے کی زبان ہلاتا ہے۔تو شکر کا بہتر طریقہ نماز ہے۔

فرمایا ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ یہ اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہے تمہارا پالنے والا ہے
خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ ہر چیز کا خالق وہی ہے۔ جب خالق وہ ہے رب وہ ہے تو پھر لَآ اِلٰهَ
اِلَّا هُوَ نہیں ہے کوئی معبود اس کے سوا۔ اس کے سوا عبادت کے لائق اور کوئی نہیں ہے،
نہ کوئی نذر و نیاز کے لائق، نہ کوئی حاجت روا، نہ کوئی مشکل کشا، نہ کوئی فریادرس، نہ کوئی
اس کے سوا دست گیر فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ پس کدھر تم الٹے پھیرے جاتے ہو۔ رب تعالیٰ
کی قدرت کی نشانیاں دیکھ کر تم مانتے کیوں نہیں ہو كَذٰلِكَ يُؤْفَكُ الَّذِيْنَ اسی طرح
الٹے پھیرے گئے حق سے وہ لوگ كَانُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں
کا انکار کرتے تھے۔ جو رب تعالیٰ کی آیات کو نہیں مانتے وہ حق سے پھیر دیئے جاتے ہیں۔

دوسری دلیل: اَللّٰهُ الَّذِیْ اللہ تعالیٰ کی ذات وہی ہے جَعَلَ لَكُمُ
الْاَرْضَ قَرَارًا جس نے بنائی تمہارے لیے زمین ٹھہرنے کی جگہ۔ زمین پر تم خود ٹھہرتے
ہو مکان بناتے ہو وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً اور آسمان کو چھت بنایا وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ
صُوَرَكُمْ اور اللہ تعالیٰ نے ہی تمہیں صورتیں اور شکلیں دیں اور اچھی شکلیں دیں۔ سورۃ
آل عمران آیت نمبر ۶ میں ہے هُوَ الَّذِیْ يُصَوِّرُكُمْ فِی الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ
''اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جو رحم مادر میں تمہاری تصویر کشی کرتا ہے جیسے چاہتا ہے۔''
اگرچہ بعض بدشکل بھی ہوتے ہیں مگر ان کا حیوانوں کے ساتھ تقابل کیا جائے تو ان کے
مقابلے میں وہ خوب صورت ہوتے ہیں۔ مصور حقیقی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اس لیے کسی
شخص کو کسی جاندار کی تصویر بنانا جائز نہیں ہے بلکہ حرام ہے۔

قیامت والے دن اللہ تعالیٰ تصویر بنانے والے سے کہے گا کہ میں نے تصویر بنا کر
اس میں جان بھی ڈالی تھی اب تم بھی اس میں جان ڈالو۔ جب وہ ایسا نہیں کر سکے گا تو اللہ

تعالیٰ کی طرف سے سخت پکڑ ہوگی۔ تو کسی جاندار کی تصویر بنانا قطعی حرام ہے۔ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے کہ جس گھر میں کتا یا تصویر ہوتی ہے اس گھر میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین صورت عطا فرمائی ہے وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ اور رزق دیا تمہیں پاکیزہ چیزوں سے اور نجس اور پلید چیزیں اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے حرام فرما دیں ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ یہ اللہ تعالیٰ ہی تمہارا پروردگار ہے فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ پس برکت والا ہے اللہ تعالیٰ جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ اور یاد رکھنا هُوَ الْحَيُّ وہی زندہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے بغیر دوامی حیات کسی کو حاصل نہیں ہے۔ فرشتے ہزارہا سال سے زندہ ہیں مگر ایک وقت آئے گا کہ ان پر موت آئے گی۔ جنات کو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے پیدا فرمایا۔ دو ہزار سال انہوں نے زمین پر حکمرانی کی تھی اور ابلیس لعین سب کا بابا ہے۔ اس وقت سے لے کر اب تک زندہ ہے اور قیامت تک زندہ رہے گا مگر اس پر بھی موت آئے گی کُل نفس ذَائِقة الموت اللہ تعالیٰ کے سوا ہمیشہ کی زندگی کسی کے لیے نہیں ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ نہیں ہے کوئی معبود مگر وہی فَادْعُوْهُ پس تم پکارو اس کو مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ خالص کرتے ہوئے اسی کے لیے دین اور اعتقاد۔

شرکیہ خرافات :

شرک کی ایک قسم غیر اللہ سے مانگنا بھی ہے:

؎ امداد کن امداد کن یا غوث اعظم دست گیر

بڑی عجیب بات ہے مسلمان کہلانے والے بڑی جرأت کے ساتھ لاؤڈ سپیکر پر غیر اللہ سے مانگتے ہیں اجتماعی طور پر بھی مانگتے ہیں۔ بھئی! رب تعالیٰ کے بغیر اور کون ہے مدد

کرنے والا کہ اس کو پکارا جائے؟ کوئی نہیں ہے صرف رب تعالیٰ ہے۔1936ء کے قریب کا واقعہ ہے۔میرا طالب علمی کا زمانہ تھا کہ اجمیر شریف جانے کا اتفاق ہوا۔وہاں جمعرات کو قوالی ہوتی تھی مجاوروں نے جبے پہنے ہوئے تھے تنگ پاجاما اور سر پر بڑی بڑی پگڑیاں تھیں قوالی سننے کے لیے ایک انگریز اور میم بھی آئے ہوئے تھے۔قوالوں نے عجیب عجیب شعر کہے۔ایک نے کہا:

؎ خدا سے میں نہ مانگوں گا کبھی فردوس اعلیٰ کو
مجھے کافی ہے یہ تربت معین الدین چشتی کی

جس وقت اس نے یہ شعر پڑھا تو لوگوں پر وجد طاری ہوگیا۔کوئی یہاں گرا کوئی وہاں گرا پڑا تھا۔اندازہ لگاؤ خدا کے ساتھ ٹکر لگا کر بیٹھا تھا کہ میں خدا سے جنت الفردوس کبھی نہیں مانگوں گا۔اس کے بعد دوسرا آیا اس نے اپنے کرتب دکھائے۔کہنے لگا:

؎ نہ جا مسجد نہ کر سجدہ نہ رکھ روزہ نہ مر بھوکا
وضو کا توڑ دے کوزہ شراب شوق پیتا جا

اس نے یہ سبق دیا۔میں کہتا ہوں او ظالمو! یہ تمہاری محبت ہے بزرگوں کے ساتھ؟ سید معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ وہ بزرگ تھے کہ جن کے ہاتھ پر نوے ہزار ہندو مسلمان ہوا تھا۔سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر چالیس ہزار ہندو مسلمان ہوا تھا۔اور آج معاف رکھنا! ہمارے ہاتھ پر مسلمان نہیں ہوتے۔اوروں کی تو میں بات نہیں کرتا مجھے یہاں آئے ہوئے باون (۵۲) سال ہوگئے ہیں (جس سال یہ درس دیا اس سال تک) کتنے مسلمان صحیح معنٰی میں مسلمان بنے ہیں۔اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھو۔ہمارے سے تو مسلمان مسلمان نہیں ہوتے۔ان بزرگوں نے لوگوں کو توحید کا سبق دیا تھا۔

سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے تصوف پر کتاب لکھی ہے "کشف المحجوب" فارسی زبان میں تھی اب اس کا اردو ترجمہ ہو چکا ہے۔ حضرت ایک موقع پر اپنے شاگردوں اور مریدوں کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ نہ کوئی گنج بخش ہے اور نہ کوئی رنج بخش ہے۔" آج لوگ ان کی قبر کی پوجا کرتے ہیں اور ان کو گنج بخش بنا دیا ہے اور ان کی قبر کو دودھ کے ساتھ دھوتے ہیں، لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ یہ سب خرافات ہیں ان کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ سب کچھ کرتے ہوئے بھی ان کی مسلمانی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ حق کہنے والوں کو وہابی کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو قبر قبر ہے قبروں کی پوجا نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کے بغیر نہ کوئی رنج بخش ہے نہ کوئی گنج بخش ہے، نہ مشکل کشا ہے، نہ کوئی فریاد رس ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی کو پکارو اسی کے لیے خالص کرتے ہوئے دین کو۔

فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو پالنے والا ہے تمام جہانوں کا۔ ہم نے ان کو دلائل کے ساتھ سمجھایا ہے قُلْ آپ علیہ السلام ان سے کہہ دیں اِنِّيْ نُهِيْتُ بے شک مجھے روکا گیا ہے اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کہ میں عبادت کروں ان کی جن کو تم پکارتے ہو اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے اور کہتے ہو يَا لَاتُ اَغِثْنِيْ يَا مَنَاتُ اَغِثْنِيْ يَا عُزّٰى اَغِثْنِيْ میں ان کی پوجا نہیں کروں گا لَمَّا جَآءَنِيَ الْبَيِّنٰتُ جبکہ میرے پاس واضح دلائل آچکے ہیں مِنْ رَّبِّيْ میرے رب کی طرف سے اور وَاُمِرْتُ اور مجھے حکم دیا گیا ہے اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کہ میں فرماں برداری کروں تمام جہانوں کو پالنے والے کی۔ میں رب کے سامنے سر جھکا دوں گردن جھکا دوں۔ بے شک پیغمبر پیغمبر ہیں، صحابہ صحابہ ہیں، شہید شہید

ہیں، ولی ولی ہیں، مگر رب رب ہے۔رب تعالیٰ کی صفات تو کسی کے اندر نہیں ہیں۔

توحید باری تعالیٰ :

فرمایا هُوَالَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا مٹی سے۔آدم علیہ السلام کو خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ [سورہ آل عمران] آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا پھر آگے نسل چلائی ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ پھر نطفے سے ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ پھر خون کے جمے ہوئے لوتھڑے سے پھر اس کی بوٹی بنائی پھر اس کی ہڈیاں بنائیں پھر ان پر گوشت چڑھایا پھر چار ماہ بعد روح کا تعلق بدن کے ساتھ جوڑا تو وہ ماں کے پیٹ میں حرکت کرنے لگا ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا پھر نکالا تمہیں بچے کی شکل میں ماؤں کے پیٹوں سے کہ اس وقت کوئی شد بد نہیں ہوتی ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ پھر تاکہ تم پہنچ جاؤ اپنی قوت کو جوانی کو ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا پھر تاکہ ہو جاؤ تم بوڑھے۔ یہ تمام انقلاب لانے والا کون ہے؟ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى اور بعضے تم میں سے وہ ہیں جن کو وفات دی جاتی ہے مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے۔بچپن میں فوت ہو جاتے ہیں۔یہ مشاہدے کی بات ہے:

عیاں را چہ بیاں

دلیل ہمیشہ اس چیز کی ہوتی ہے جو نظری ہو۔یہ سارے کام کرنے والا کون ہے؟ زندگی دینے والا کون ہے، جوانی تک پہنچانے والا کون ہے، جوانی سے پہلے مارنے والا کون ہے؟ وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّى اور تاکہ تم پہنچو میعاد مقرر تک۔جس کے لیے رب تعالیٰ نے جو میعاد مقرر فرمائی ہے اس سے پہلے کوئی نہیں مرسکتا لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ [سورۃ یونس] ''نہ موخر ہوگا ایک گھڑی اور نہ مقدم ہوگا۔'' یہ دلائل رب

تعالیٰ نے پیش کیے ہیں وَّلَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ اور تا کہ تم سمجھو آسمان کی طرف دیکھو، زمین کی طرف دیکھو، چاند سورج ستاروں کے محکم نظام کی طرف دیکھو، اپنے وجود کی طرف دیکھو، مگر افسوس کہ اس ذات کو چھوڑ کر اوروں کی پوجا کرتے ہو هُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ وہی ذات ہے جو زندہ کرتی ہے اور مارتی ہے اس کے سوا نہ موت کسی کے پاس نہ حیات کسی کے پاس فَاِذَا قَضٰۤی اَمْرًا پس جس وقت وہ طے کرتا ہے کوئی معاملہ کسی چیز کے ہونے کا یا نہ ہونے کا، فنا کرنے کا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ پس پختہ بات ہے وہ اس کو کہتا ہے کُنْ ہو جا فَیَکُوْنُ پس وہ کام ہو جاتا ہے۔ رب تعالیٰ کسی سبب کا محتاج نہیں ہے اسباب کے ہم محتاج ہیں وہ بغیر سبب کے سب کچھ کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔

*****

اَلَمۡ

تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ يُجَادِلُوۡنَ فِىۡۤ اٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ اَنّٰى يُصۡرَفُوۡنَ ۞ الَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا بِالۡكِتٰبِ وَبِمَاۤ اَرۡسَلۡنَا بِهٖ رُسُلَنَا ۛ فَسَوۡفَ يَعۡلَمُوۡنَ ۞ اِذِ الۡاَغۡلٰلُ فِىۡۤ اَعۡنَاقِهِمۡ وَالسَّلٰسِلُ ؕ يُسۡحَبُوۡنَ ۞ فِى الۡحَمِيۡمِ ۙ ثُمَّ فِى النَّارِ يُسۡجَرُوۡنَ ۞ ثُمَّ قِيۡلَ لَهُمۡ اَيۡنَ مَا كُنۡتُمۡ تُشۡرِكُوۡنَ ۞ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوۡا ضَلُّوۡا عَنَّا بَلْ لَّمۡ نَكُنۡ نَّدۡعُوۡا مِنۡ قَبۡلُ شَيۡـئًا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الۡكٰفِرِيۡنَ ۞ ذٰ لِكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ تَفۡرَحُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ بِغَيۡرِ الۡحَـقِّ وَبِمَا كُنۡتُمۡ تَمۡرَحُوۡنَ ۞ اُدۡخُلُوۡۤا اَبۡوَابَ جَهَـنَّمَ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ۚ فَبِئۡسَ مَثۡوَى الۡمُتَكَبِّرِيۡنَ ۞

اَلَمۡ تَرَ کیا آپ نے نہیں دیکھا اِلَى الَّذِيۡنَ ان لوگوں کی طرف يُجَادِلُوۡنَ جو جھگڑا کرتے ہیں فِىۡۤ اٰيٰتِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے بارے میں اَنّٰى يُصۡرَفُوۡنَ کدھر پھیرے جارہے ہو الَّذِيۡنَ وہ لوگ كَذَّبُوۡا بِالۡكِتٰبِ جنہوں نے جھٹلایا کتاب کو وَبِمَاۤ اور اس چیز کو اَرۡسَلۡنَا بِهٖ رُسُلَنَا کہ بھیجا ہم نے اس چیز کے ساتھ رسولوں کو فَسَوۡفَ يَعۡلَمُوۡنَ پس عنقریب وہ جان لیں گے اِذِ الۡاَغۡلٰلُ فِىۡۤ اَعۡنَاقِهِمۡ جس وقت طوق ہوں گے ان کی گردنوں میں وَالسَّلٰسِلُ اور زنجیریں يُسۡحَبُوۡنَ گھسیٹے جائیں گے فِى الۡحَمِيۡمِ گرم پانی میں ثُمَّ فِى النَّارِ يُسۡجَرُوۡنَ پھر آگ

میں ان کو جھونک دیا جائے گا ثُمَّ قِيلَ لَهُمْ پھر کہا جائے گا ان کو أَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُونَ کہاں ہیں وہ جن کو تم شریک ٹھہراتے تھے مِنْ دُونِ اللهِ اللہ تعالیٰ کے نیچے قَالُوا وہ کہیں گے ضَلُّوا عَنَّا وہ گم ہو گئے ہیں ہم سے بَلْ لَمْ نَكُنْ نَدْعُوا بلکہ ہم نہیں پکارتے تھے مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے شَيْئًا کسی چیز کو كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللهُ الْكٰفِرِيْنَ اسی طرح بہکاتا ہے اللہ تعالیٰ کافروں کو ذٰلِكُمْ یہ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ اس وجہ سے کہ تم خوشی مناتے تھے فِي الْاَرْضِ زمین میں بِغَيْرِ الْحَقِّ ناحق وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ اور اس وجہ سے کہ تم گھمنڈ کرتے تھے اُدْخُلُوْا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ داخل ہو جاؤ تم جہنم کے دروازوں میں خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ہمیشہ رہنے والے ہو گے اس میں فَبِئْسَ پس بُرا ہے مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ٹھکانا تکبر کرنے والوں کا۔

آیاتِ الٰہیہ میں مجادلہ :

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا اَلَمْ تَرَ کیا آپ نے نہیں دیکھا اِلَى الَّذِيْنَ ان لوگوں کو يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللهِ جو جھگڑا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں۔ قرآن کریم کی آیتیں سن کر بجائے ماننے کے الٹا الجھتے ہیں جھگڑا کرتے ہیں اَنّٰى يُصْرَفُوْنَ کدھر پھیرے جا رہے ہیں۔ مثلاً: سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۹۸ میں ہے اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ”بے شک تم اور وہ جن کی تم عبادت کرتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا جہنم کا ایندھن ہو اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ اور تم اس میں داخل ہو گے لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا اگر یہ معبود

ہوتے تو دوزخ میں داخل نہ ہوتے وَكُلٌّ فِيهَا خٰلِدُوْنَ یہ سب اس میں ہمیشہ رہیں گے لَهُمْ فِيهَا زَفِيْرٌ ان کے لیے اس میں چلانے کی آوازیں ہوں گی وَهُمْ فِيهَا لَا يَسْمَعُوْنَ اور وہ اس میں سنیں گے نہیں۔'' مثال کے طور پر جب یہ آیتیں نازل ہوئیں تو عبداللہ ابن زِبعریٰ کا جو پروپیگنڈے کا بڑا ماہر تھا اس نے سنیں تو بازاروں اور گلیوں میں جا کر اس نے پروپیگنڈہ شروع کر دیا کہ آؤ میں تمہیں محمد کا تازہ سبق سناؤں۔ وہ کہتا ہے اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ حَصَبُ جَهَنَّم [الانبیاء:۹۸] ''بے شک تم اور جن کی عبادت کرتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا جہنم کا ایندھن ہو تم بھی اور تمہارے معبود بھی دوزخ میں جائیں گے۔'' تو عبادت تو عیسیٰ علیہ السلام کی بھی کی گئی ہے، عزیر علیہ السلام کی بھی کی گئی ہے، فرشتوں کی عبادت بھی ہوئی ہے۔ تو کیا یہ سارے بزرگ بھی دوزخ میں جائیں گے؟ رب تعالیٰ نے اس کا جواب دیا اِلَّا الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰى اُولٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ [الانبیاء:۱۰۱] ''بے شک وہ لوگ کہ جن کے لیے ہماری طرف سے بھلائی طے ہو چکی ہے یہ لوگ دوزخ سے دور رکھے جائیں گے لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا وہ نہیں سنیں گے اس کی آہٹ بھی۔'' وہ دوزخ کی چھوں چھوں بھی نہیں سنیں گے۔ بات تو معبودانِ باطلہ کی ہو رہی ہے جنہوں نے اپنی عبادت خود کروائی ہے۔ خواہ مخواہ حق و باطل کا مغلوبہ بناتے ہو۔

یہ میں نے ایک مثال دی ہے سمجھانے کے لیے ورنہ قرآن پاک میں اس طرح کی بے شمار مثالیں ہیں آیتوں کے متعلق جھگڑا کرنے کی۔ مثلاً: سورہ مائدہ کی یہ آیت کریمہ جب نازل ہوئی حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ ''کہ حرام کر دیا گیا تم پر مردار جانور۔'' یعنی جس کو رب مار دے۔ کہنے لگے دیکھو! یہ کہتا ہے کہ ہمارا مارا ہوا حلال اور رب کا مارا حرام

ہے۔یعنی جس پر یہ چھری پھیریں وہ تو حلال ہو اور جس کو رب مارے وہ حرام ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ [الانعام:۱۱۸] ''پس کھاؤ تم اس میں سے جس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا گیا ہے۔'' مارتا اس کو بھی اللہ تعالیٰ ہے اور اس کو بھی اللہ تعالیٰ مارتا ہے جس کو ذبح کیا گیا ہے۔وہ اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت کے ساتھ حلال ہوتا ہے اور جو مردار ہوا ہے اس پر تکبیر نہیں کہی گئی وہ رب تعالیٰ کے نام کی برکت سے محروم ہو گیا ہے اس لیے حرام ہے۔تو یہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں جھگڑا کرنے والے کدھر پھیرے جا رہے ہیں اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وہ لوگ جنھوں نے جھٹلایا کتاب قرآن کریم کو وَبِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا اور اس چیز کو جھٹلایا کہ بھیجا ہم نے اس کے ساتھ اپنے رسولوں کو۔جو چیز ہم نے اپنے رسولوں کو دے کر بھیجا تھا توحید اور قیامت کا مسئلہ اس کو بھی انہوں نے رد کر دیا رسالت کا مسئلہ بھی رد کر دیا۔تمام کتابوں میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد نہیں ہے لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ مگر ان شیطان یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنایا عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنا دیا جاہل مشرکوں نے فرشتوں کو رب تعالیٰ کی بیٹیاں بنا دیا۔انہوں نے پیغمبر کے وعظ اور تبلیغ کو جھٹلا دیا فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ پس عنقریب یہ جان لیں گے اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ۔ اَغْلَال غُلٌّ کی جمع ہے معنی طوق۔ اَعْنَاق عُنُقٌ کی جمع ہے اس کا معنی ہے گردن۔جس وقت طوق ہوں گے ان کی گردنوں میں۔سورہ یٰسین میں ہے فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ''پس وہ ٹھوڑیوں تک اٹھے ہوئے ہیں۔'' پس ان کے سر اوپر کو اٹھے ہوئے ہیں۔دنیا میں صراط مستقیم کو نہیں دیکھتے تھے آج ان کی گردنیں طوقوں کے ساتھ اوپر رہیں گی وَالسَّلٰسِلُ سِلْسِلَةٌ کی جمع ہے معنی زنجیر۔اور زنجیریں ہوں گی۔اگر پاؤں میں

ڈالی جائے تو بیڑی کہتے ہیں اور ہاتھ میں ڈالی جائے تو ہتھکڑی کہتے ہیں۔ گردنوں میں طوق ہوں گے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں۔ اس طرح جکڑے ہوئے ہوں گے یُسْحَبُوْنَ گھسیٹے جائیں گے فِی الْحَمِیْمِ گرم پانی میں۔ وہ پانی اتنا گرم ہوگا کہ ان کو مارنا مقصود ہو تو ایک منٹ میں مر جائیں مگر مریں گے نہیں فَقَطَّعَ اَمْعَآءَ هُمْ [محمد: ۱۵] ''پس وہ ان کی آنتیں کاٹ کر پشت کی طرف سے نکال دے گا۔'' ثُمَّ فِی النَّارِ یُسْجَرُوْنَ پھر آگ میں ان کو جھونک دیا جائے گا ثُمَّ قِیْلَ لَهُمْ پھر ان سے کہا جائے گا اَیْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کہاں ہیں وہ جن کو تم اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے تھے اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے۔ جن کو تم دنیا میں حاجت روا، مشکل کشا، فریاد رس سمجھ کر پکارتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ سے چھڑا لیں گے وہ کہاں ہیں؟

مشرک اللہ تعالیٰ کی ذات کے منکر نہیں :

اور یہ بات بھی کئی دفعہ سمجھا چکا ہوں کہ مشرک اللہ تعالیٰ کی ذات کے منکر نہیں ہیں مشرکین اللہ تعالیٰ کے وجود کے قائل ہیں اور اللہ تعالیٰ کو آسمانوں زمینوں کا خالق مانتے ہیں اپنا اور اپنے باپ دادا کا خالق مانتے ہیں چاند، سورج، ستاروں کا خالق مانتے ہیں، رزق دینے والا اور کائنات کا مدبر مانتے ہیں اور ظاہری طور پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ بڑی عقیدت اور اس کی قدر کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بہت بلند ہے اور ہم بہت پست ہیں ہماری براہ راست اس تک رسائی نہیں ہے۔ یہ ولی پیر رب تک پہنچنے کا ذریعہ اور واسطہ ہیں۔ پھر مثالیں دیتے ہیں کہ دیکھو جی! مکان کی چھت پر چڑھنے کے لیے سیڑھیوں کی ضرورت ہے سیڑھیوں کے بغیر مکان کی چھت پر نہیں چڑھا جا سکتا۔ بادشاہ کو ملنے کے لیے ممبروں کی ضرورت ہوتی ہے براہ راست نہیں مل سکتے۔ رب تعالیٰ

کی ذات تو بہت بلند ہے وہ تو بادشاہوں کا بھی بادشاہ ہے اس تک ہم ولیوں کے بغیر کیسے پہنچ سکتے ہیں؟ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآ ءُ نَا عِنْدَ اللّٰہِ [یونس:۱۸] ''یہ ہمارے سفارشی ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں مَا نَعْبُدُ ھُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَآ اِلَی اللّٰہِ زُلْفٰی [زمر:۳] ''ہم نہیں عبادت کرتے ان کی مگر اس لیے کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا قرب دلائیں گے۔'' یہ ہمیں درجے میں اللہ تعالیٰ کے قریب کرتے ہیں۔ اور مشرک اس بات کے بھی قائل تھے کہ ذاتی طور پر یہ کچھ نہیں کر سکتے ذاتی طور پر سارے اختیارات اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں ان کے پاس عطائی اختیارات ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا کیے ہیں (چنانچہ آج کل کے مشرک بھی ایک شعر پڑھتے ہیں وہ یہ ہے:

معبود ما مسجود ما ایک خدا ایک خدا
حاجت روا باذن خدا مصطفیٰ مصطفیٰ

تو یہ بھی عطائی اختیارات کے قائل ہیں۔ مرتب) پھر مشرک حج عمرے کے بھی قائل تھے قربانی کے قائل تھے، صفا مروہ کی سعی کے قائل تھے، عرفات منیٰ کے قائل تھے، بچوں کے ختنے کراتے تھے، حج عمرے کے موقع پر تلبیہ پڑھتے تھے لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْكَ ''اے پروردگار ہم حاضر ہیں آپ کا کوئی شریک نہیں ہے ہم حاضر ہیں اِلَّا شَرِیْکًا ھُوَ لَكَ تَمْلِکُهٗ وَمَا مَلَكَ ہاں وہ تیرے شریک ہیں جن کو آپ نے تھوڑے سے اختیارات دیے ہیں وہ خود ذاتی طور پر کسی چیز کے مالک نہیں ہیں۔'' یہ مسلم شریف کی روایت ہے۔ تو مشرک اللہ تعالیٰ کا منکر نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بڑی عقیدت ہوتی ہے۔ سورۃ الانعام آیت نمبر ۱۳۶ پارہ ۸ میں ہے وہ اپنی زمین کی پیداوار میں سے اور جانوروں میں سے باقاعدہ اللہ تعالیٰ کا بھی حصہ نکالتے تھے اور بابوں کا بھی

حصہ نکالتے تھے اور کہتے تھے هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا یہ اللہ تعالیٰ کا حصہ ہے اپنے خیال سے اور یہ ہمارے شریکوں کے لیے ہے۔ پھر بڑی عجیب بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ڈھیری میں سے کچھ دانے اس طرف چلے جاتے تو الگ نہیں کرتے تھے کہتے تھے اللہ تعالیٰ غنی ہے یہ محتاج ہیں اور اگر بابوں کی ڈھیری میں سے کچھ دانے ادھر چلے جاتے تو فوراً الگ کر لیتے تھے کہ رب تو غنی ہے یہ محتاج ہیں۔ تو مشرک رب تعالیٰ کی ذات کا منکر نہیں ہے بلکہ وہ کہتا ہے کہ رب تعالیٰ کی ذات بہت بلند ہے ہماری وہاں تک براہ راست رسائی نہیں ہے۔ یہ بزرگ پیر ہمارے واسطے ہیں رب تعالیٰ تک پہنچنے کے لیے۔ رب تعالیٰ نے اس کا جواب دیا۔ فرمایا نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ [ق:۱۶] ''ہم زیادہ قریب ہیں انسان کے اس کی شاہ رگ کے۔'' اور اللہ تعالیٰ کو بادشاہوں پر بھی قیاس نہ کرو۔ ان (بادشاہوں) کو ہر چیز کا علم نہیں ہوتا لوگ ان کے پاس حقائق بتانے اور آگاہ کرنے کے لیے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ علیم کل ہے علیم بذات الصدور ہے۔ فرمایا فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ [النحل:۷۴] ''پس نہ بیان کرو تم مثالیں اللہ تعالیٰ کے لیے بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔''

دوسری بات یہ ہے کہ بادشاہ بلا واسطہ اس لیے بھی کسی سے نہیں ملتا کہ اس کو خطرہ ہوتا ہے کہ کہیں یہ آدمی مجھے گولی مارنے کے لیے نہ آ رہا ہو۔ اس لیے وہ تسلی کرنے کے بعد کسی کو قریب آنے دیتا ہے۔ تو رب تعالیٰ فرمائیں گے کہ کہاں ہیں وہ جن کو تم شریک بناتے تھے قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وہ کہیں گے وہ ہم سے گم ہو گئے ہیں، غائب ہو گئے ہیں بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْـًٔا بلکہ ہم نہیں پکارتے تھے اس سے پہلے کسی چیز کو۔ منکر

ہو جائیں گے کہ ہم نے شرک کیا ہی نہیں ہے۔ ساتویں پارے میں آتا ہے مشرک کہیں گے وَاللّٰہِ رَبِّنَا مَا کُنَّا مُشْرِکِیْنَ ''اللہ کی قسم ہے جو ہمارا رب ہے نہیں تھے ہم شرک کرنے والے۔'' اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اُنْظُرْ کَیْفَ کَذَبُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِہِمْ ''دیکھو کیسا جھوٹ بولا ہے اپنی جانوں پر وَضَلَّ عَنْہُمْ مَّا کَانُوْا یَفْتَرُوْنَ [الانعام:۲۴] ''اور گم ہوگئیں ان سے وہ باتیں جو یہ گھڑتے تھے۔'' مشرک اتنے بڑے بے حیا اور جھوٹے ہیں کہ رب تعالیٰ کی عدالت میں بھی جھوٹ بولنے سے باز نہیں آئیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کی زبانوں پر مہر لگا دے گا اور ہاتھ پاؤں بول کر گواہیاں دیں گے جیسا کہ سورۃ یٰسین میں ہے اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓی اَفْوَاہِہِمْ وَتُکَلِّمُنَآ اَیْدِیْہِمْ وَتَشْہَدُ اَرْجُلُہُمْ بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ [سورہ یٰسین] ''آج ہم مہر لگا دیں گے ان کے مونہوں پر اور کلام کریں گے ہمارے ساتھ ان کے ہاتھ اور گواہی دیں گے ان کے پاؤں جو کچھ وہ کماتے تھے۔'' کان بولیں گے، ناک بولے گا، آنکھیں بولیں گی، چمڑے بولیں گے۔ جیسا کہ حٰم سجدہ کے تیسرے رکوع میں اس کا ذکر ہے۔ تو مشرک کہیں گے کہ وہ ہم سے غائب ہوگئے ہیں بلکہ ہم نہیں تھے پکارتے اس سے پہلے کسی چیز کو کَذٰلِکَ یُضِلُّ اللّٰہُ الْکٰفِرِیْنَ اسی طرح بہکاتا ہے اللہ تعالیٰ کافروں کو ذٰلِکُمْ کا مشارٌ اِلَیہ یہاں تین چیزیں ہیں۔ ایک ہے جس وقت گردنوں میں طوق ہوں گے بیڑیاں ہوں گی، دوسرا ہے گرم پانی میں گھسیٹا جائے گا، تیسرا ہے آگ میں داخل کیا جائے گا۔ فرمایا ذٰلِکُمْ یہ بِمَا کُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ اس وجہ سے کہ تم خوشیاں مناتے تھے فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ زمین میں ناحق۔ کفر پر خوشی، شرک پر خوشی، بدعات پر خوشی، اس لیے تمہاری گردنوں میں طوق ڈالے ہیں گرم پانی میں گھسیٹا ہے اور آگ میں داخل کیا ہے یہ اس کا بدلہ ہے وَبِمَا

كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ اور اس وجہ سے کہ تم گھمنڈ کرتے تھے اپنے کفر پر کہ ہماری تعداد زیادہ ہے ہمارے پاس مال زیادہ ہے ہمارے پاس قوت زیادہ ہے آج ان چیزوں پر گھمنڈ کا مزا چکھو۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے اُدْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ داخل ہو جاؤ تم جہنم کے دروازوں میں خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ہمیشہ رہنے والے ہوں گے اس میں۔ اس لیے کہ تم نے شرک کیا پیغمبروں کی مخالفت کی اس لیے تم جہنم میں ہمیشہ رہو گے۔ روایات میں آتا ہے کہ جس وقت آگ میں ہزاروں سال چیخیں ماریں گے واویلا کریں گے کہ ہمیں یہاں سے نکال دو تو رب تعالیٰ فرمائیں گے کہ ان کو یہاں سے نکال کر زمہریر کے طبقے میں داخل کردو۔ یہ جہنم کا سخت ٹھنڈا طبقہ ہے جب یہاں سخت سردی لگے گی تو کہیں گے آگ میں چلیں تو مختلف عذابوں میں رہیں گے فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ پس بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے تکبر کرنے والوں کا۔ اللہ تعالیٰ اس سے بچائے اور محفوظ رکھے۔

*****

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۷۷﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۷۸﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوْا عَلَيْهَا حَاجَةً فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ ۖ فَاَيَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ ﴿۸۱﴾

فَاصْبِرْ پس آپ صبر کریں اِنَّ بے شک وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ اللہ تعالیٰ کا وعدہ حق ہے فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ پس اگر ہم دکھائیں آپ کو بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ بعض وہ عذاب جس سے ہم ان کو ڈراتے ہیں اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ یا ہم آپ کو وفات دے دیں فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ پس وہ ہماری طرف لوٹائے جائیں گے وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا اور البتہ تحقیق بھیجے ہم نے رسول مِّنْ قَبْلِكَ آپ سے پہلے مِنْهُمْ ان میں سے بعض مَّنْ وہ ہیں قَصَصْنَا عَلَيْكَ جن کے حالات ہم نے آپ پر بیان کیے ہیں وَمِنْهُمْ اور بعض ان میں سے مَّنْ وہ ہیں لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ کہ ہم نے ان کے حالات بیان نہیں کیے وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اور نہیں ہے شان کسی رسول کی

اَنْ یَّاْتِیَ بِاٰیَۃٍ یہ کہ لائے کوئی معجزہ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ مگر اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ اللّٰہِ پس جس وقت آئے گا حکم اللہ تعالیٰ کا قُضِیَ بِالْحَقِّ فیصلہ کر دیا جائے گا حق کے ساتھ وَخَسِرَ ھُنَالِکَ اور نقصان اٹھائیں گے اس مقام پر الْمُبْطِلُوْنَ باطل پر چلنے والے اَللّٰہُ الَّذِیْ اللہ تعالیٰ کی ذات وہی ہے جَعَلَ لَکُمُ الْاَنْعَامَ جس نے بنائے تمہارے لیے مویشی لِتَرْکَبُوْا مِنْھَا تاکہ تم سوار ہو ان میں سے بعض پر وَمِنْھَا تَاْکُلُوْنَ اور بعض ان میں سے کھاتے ہو وَلَکُمْ فِیْھَا مَنَافِعُ اور تمہارے لیے ان میں کئی فائدے ہیں وَلِتَبْلُغُوْا عَلَیْھَا حَاجَۃً اور تاکہ تم پہنچو ان کے ذریعے اس ضرورت تک فِیْ صُدُوْرِکُمْ جو تمہارے دلوں میں ہے وَعَلَیْھَا اور ان جانوروں پر وَعَلَی الْفُلْکِ اور کشتیوں پر تُحْمَلُوْنَ تم سوار کیے جاتے ہو وَیُرِیْکُمْ اٰیٰتِہٖ اور دکھاتا ہے تمہیں اللہ تعالیٰ اپنی نشانیاں فَاَیَّ اٰیٰتِ اللّٰہِ تُنْکِرُوْنَ پس اللہ تعالیٰ کی کون سی نشانی کا تم انکار کرو گے۔

مشرکین کا حملہ کرنا :

مشرکین مکہ آنحضرت ﷺ پر دو طرح سے حملہ کرتے تھے۔ ایک تو آپ ﷺ کی ذات پر اور ایک آپ ﷺ کے مشن پر۔ آپ ﷺ پر حملہ یہ کہ آپ ﷺ کے منہ پر کہتے سٰحِرٌ کَذَّابٌ ”جادوگر ہے بڑا جھوٹا ہے۔“ معاذ اللہ تعالیٰ۔ کبھی کہتے دیوانہ ہے اور طعنے دیتے کہ اللہ تعالیٰ کا نبی بنا پھرتا ہے نہ مال ہے نہ کوٹھی ہے نہ فوج ہے۔ ظاہر بات ہے کہ ساری باتیں دل آزاری کی ہیں۔ معاف رکھنا! ہم تم کیا ہیں مگر ہمیں بھی کوئی کہے کہ تم

جھوٹے ہو دیوانے ہوتو غصہ آتا ہے اور اگر یہ کہیں کہ تو بڑا جھوٹا ہے تو اور زیادہ غصہ آئے گا۔ دوسرا حملہ آپ ﷺ کے مشن اور پروگرام پر کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ''کیا کر دیا ہے اس نے تمام الٰہوں کو ایک ہی الٰہ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ بے شک یہ عجیب بات ہے۔'' قیامت کا انکار کرتے آخرت کا انکار کرتے۔ کہتے مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَهِیَ رَمِیْمٌ [سورہ یٰسین] ''ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا۔'' تو ان چیزوں سے آپ ﷺ کو طبعی طور پر تکلیف ہوتی تھی اور ہونی بھی چاہیے تھی کہ ایک آدمی بے لوث حق بیان کر رہا ہے اور مخاطبین کے فائدے کی بات کر رہا ہو۔ اس کا شکریہ ادا کرنے کی بجائے اس کو ستایا جائے تکلیف پہنچائی جائے تو تکلیف ہوتی ہے اس پر۔

تلقین صبر :

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا فَاصْبِرْ اے نبی کریم ﷺ! پس آپ ان کی فضول باتوں اور ایذا رسانیوں پر صبر کریں اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ حق ہے قیامت ضرور آئے گی اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِیَةٌ لَّا رَیْبَ فِیْهَا ''بے شک قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے۔'' ضرور آئے گی ان کے انکار پر آپ صبر سے کام لیں فَاِمَّا نُرِیَنَّكَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُهُمْ پس اگر ہم دکھا دیں آپ کو بعض وہ عذاب جس سے ہم ان کو ڈراتے ہیں کہ نافرمانی پر عذاب آئے گا اَوْ نَتَوَفَّیَنَّكَ یا ہم آپ کو وفات دے دیں آپ کی زندگی میں ان کو عذاب نہ آئے تو یہ بچ تو نہیں سکتے کیوں؟ فَاِلَیْنَا یُرْجَعُوْنَ پس ہماری طرف ہی یہ لوٹائے جائیں گے۔ آنا تو ہمارے پاس ہی ہے۔ عذاب سے بچ نہیں سکتے چھٹکارا کوئی نہیں ہے سزا ضرور پائیں گے۔ فرمایا

وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا رُسُلًا اور البتہ تحقیق بھیجے ہم نے رسول مِّنۡ قَبۡلِكَ آپ سے پہلے۔ قرآن پاک میں جہاں بھی رسولوں کا ذکر آتا ہے مِّنۡ قَبۡلِكَ کا لفظ آتا ہے آپ سے پہلے مِنۡ بَعۡدِكَ کا لفظ نہیں آتا۔ اگر آپ ﷺ کے بعد کسی رسول نے آنا ہوتا تو یقیناً اس کا بھی ذکر ہوتا کہ ہم نے آپ ﷺ سے پہلے بھی رسول بھیجے اور بعد میں بھی بھیجیں گے۔ لیکن پورے قرآن پاک میں بعد کا لفظ کہیں بھی ذکر نہیں ہے۔ چونکہ آپ کے بعد کسی نے آنا نہیں تھا۔ قرآن پاک میں پیغمبروں کی گنتی اور تعداد مذکور نہیں ہے کہ کتنے پیغمبر تشریف لائے ہیں؟ صرف پچیس پیغمبروں کے نام مذکور ہیں باقیوں کا اجمالی ذکر ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کا مکلف بنایا ہے کہ سارے پیغمبروں کے نام اور نسب نامے یاد کرو بس ہمارے لیے اتنی بات کافی ہے کہ ہم تمام پیغمبروں پر ایمان رکھتے ہیں کہ سارے برحق پیغمبر تھے۔ پہلے پیغمبر آدم علیہ السلام ہیں اور آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اسی طرح قرآن پاک میں صرف چھ فرشتوں کا نام آیا ہے۔ تمام فرشتوں کے سردار حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ ہمارے ایمان کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنے فرشتے پیدا کیے ہیں ہمارا سب پر ایمان ہے۔ چار کتابوں کا نام ہمیں معلوم ہے باقی صحیفوں کے نام ہم نہیں جانتے بس ہمارے لیے اتنا کافی ہے کہ ہم اقرار کریں اٰمَنۡتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ”میرا اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان ہے۔“ گنتی کی ہمیں ضرورت نہیں اور نہ رب تعالیٰ نے ہمیں بتلائی ہے نہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کا مکلف بنایا ہے۔

نفی علم کلی :

اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا رُسُلًا مِّنۡ قَبۡلِكَ اور البتہ

تحقیق بھیجے ہم نے رسول آپ سے پہلے مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ بعض ان میں سے وہ ہیں جن کے حالات ہم نے آپ پر بیان کر دیئے ہیں وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ اور بعض وہ ہیں کہ ہم نے ان کے حالات آپ پر بیان نہیں کیے۔ اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء ورسل کے حالات بیان کیے ہیں اور بعض کے حالات بالکل بیان نہیں کیے۔ بعض کا علم اللہ تعالیٰ نے عطا ہی نہیں کیا۔ تو یہ جو جاہل قسم کے لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم کلی عطا کر دیا۔ تو سوال یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو بعض کے حالات کا علم عطا ہی نہیں کیا تو وہ اور کہاں سے عطا ہوگا؟

مستدرک حاکم میں روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ تبع نبی تھے یا نہیں۔ اور نیز میں نہیں جانتا کہ ذوالقرنین نبی تھے یا نہیں۔ دیکھو تبع اور ذوالقرنین دونوں کا نام قرآن کریم میں مذکور ہے مگر آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں مجھے معلوم نہیں ہے کہ دونوں نبی تھے یا نہیں۔ لہٰذا یہ عقیدہ کہ آنحضرت ﷺ کو ہر چیز کا علم کلی عطائی حاصل تھا قرآن کریم کی نص کے بالکل خلاف ہے اور کفریہ شرکیہ عقیدہ ہے۔

نفی مختار کل :

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اور نہیں ہے شان کسی رسول کی کہ لائے کوئی معجزہ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ مگر اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ یعنی رسول یا نبی کے اختیار میں نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی نشانی یا معجزہ پیش کر سکے۔ مکہ مکرمہ میں مشرکین نے طرح طرح کے معجزے مانگے۔ کبھی کہتے چشمے جاری کر

دے کبھی کہتے آپ کے پاس کھجوروں اور انگوروں کے باغات ہونے چاہییں، کبھی کہتے آپ کے لیے سونے کا گھر ہونا چاہیے جیسا کہ آپ حضرات سورہ بنی اسرائیل میں پڑھ چکے ہیں۔ اس کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ”نہیں ہوں میں مگر ایک بشر رسول۔“ مطلب یہ ہے کہ معجزات پیش کرنا میرے اختیار میں نہیں ہے۔ جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہ کوئی نشانی معجزہ ظاہر کر دیتا ہے۔ تو معجزہ نبی کے اختیار میں نہیں ہوتا۔ نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے۔ اسی طرح کرامت بھی اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے ولی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتی ہے۔ معجزے میں نبی کو دخل نہیں اور کرامت میں ولی کو دخل نہیں ہے۔ اسی اصول کو یہاں بیان کیا گیا ہے کہ کسی رسول کے لائق نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی نشانی یا معجزہ پیش کر سکے۔ فرمایا فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ پس جس وقت حکم آئے گا اللہ تعالیٰ کا قُضِيَ بِالْحَقِّ فیصلہ کر دیا جائے گا حق کے ساتھ۔ اور ہر ایک کا کیا اس کے سامنے آجائے گا اور نتیجہ یہ نکلے گا وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ اور نقصان اٹھائیں گے اس مقام پر باطل پر چلنے والے۔ باطل پرستوں کو نقصان اٹھانا پڑے گا اور کفر شرک تکبر کرنے والوں اور غلط عقائد رکھنے والوں کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا اور ہمیشہ کے لیے جہنم میں جلنا پڑے گا۔

توحید باری تعالیٰ :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ اللہ تعالیٰ کی ذات وہی ہے جس نے بنائے تمہارے لیے مویشی اور اونٹ، گائے، بھینس، بھیڑ، بکری، ان کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لیے پیدا کیا ہے لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا تاکہ تم سوار ہو ان میں سے بعض پر۔ اونٹ ہے، گھوڑا ہے، خچر ہے، گدھا ہے۔ پہلے زمانے میں یہی جانور سواری

کے لیے استعمال ہوتے تھے۔آج تو سواری اور بار برداری کے لیے بڑی بڑی گاڑیاں، ٹرک،ٹریلر،بحری جہاز،ہوائی جہاز معرض وجود میں آچکے ہیں۔مگر پہلے زمانے میں اونٹ ہی ایک ایسا جانور تھا جو سواری اور بار برداری کے لیے زیادہ استعمال ہوتا تھا۔اسے صحرائی جہاز کہا جاتا ہے۔دوسرے جانور بھی سواری اور بار برداری کا کام دیتے ہیں۔فرمایا وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ اور بعضے ان میں سے کھاتے ہو۔یہ حلال جانور جن کا گوشت کھاتے ہو اور قربانی کے لیے بھی یہی آٹھ قسم کے جانور مخصوص ہیں اونٹ، گائے،بھینس،بھیڑ، بکری۔فرمایا وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ اور تمہارے لیے ان میں کئی فائدے ہیں۔سواری کرنے اور گوشت کھانے کے علاوہ ان کا دودھ پیتے ہیں ان کے بالوں سے گرم کپڑے بنائے جاتے ہیں اور قالین بنائے جاتے ہیں اور ان کی کھالوں سے جوتے اور جیکٹیں تیار کی جاتی ہیں۔ان کی ہڈیاں کھاد میں استعمال ہوتی ہیں۔غرض یہ کہ ان سے بہت سے فائدے حاصل کیے جاتے ہیں۔

اور یہ بھی فرمایا وَلِتَبْلُغُوا عَلَيْهَا حَاجَةً فِي صُدُورِكُمْ اور تاکہ تم پہنچو ان جانوروں کے ذریعے اس ضرورت تک جو تمہارے سینوں میں ہے۔تجارت کے لیے،علم حاصل کرنے کے لیے اور جو بھی حاجت تمہارے دل میں ہو ان پر سوار ہو کر وہاں پہنچو وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُونَ اور ان جانوروں پر اور کشتیوں پر تم سوار کیے جاتے ہو۔ اس وقت آج کی نئی ایجادات نہیں ہوئی تھیں جو ہمارے سامنے ہیں اس وقت بھی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے آسانیاں پیدا فرمائی تھیں۔اور کئی علاقوں میں آج بھی یہی سواریاں ہیں وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ اور وہ دکھاتا ہے تمہیں اپنی نشانیاں تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرو اور اس کی وحدانیت کو تسلیم کرو فَأَيَّ آيَاتِ اللَّهِ تُنْكِرُونَ پس اللہ

تعالیٰ کی کون سی نشانی کا تم انکار کرو گے۔ انکار تو نہیں کر سکتے البتہ انسان ناشکری کرتا ہے کہ ان کے خالق کی بجائے مخلوق کے دروازے پر جا کر سجدے کرتا ہے اور نذر و نیاز پیش کرتا ہے چڑھاوے چڑھاتا ہے۔ کتنی بڑی ناشکری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔

****

اَفَلَمۡ یَسِیۡرُوۡا

فِی الۡاَرۡضِ فَیَنۡظُرُوۡا کَیۡفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ؕ کَانُوۡۤا اَکۡثَرَ مِنۡهُمۡ وَ اَشَدَّ قُوَّۃً وَّ اٰثَارًا فِی الۡاَرۡضِ فَمَاۤ اَغۡنٰی عَنۡهُمۡ مَّا کَانُوۡا یَکۡسِبُوۡنَ ﴿۸۲﴾ فَلَمَّا جَآءَتۡهُمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ فَرِحُوۡا بِمَا عِنۡدَهُمۡ مِّنَ الۡعِلۡمِ وَ حَاقَ بِهِمۡ مَّا کَانُوۡا بِهٖ یَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ﴿۸۳﴾ فَلَمَّا رَاَوۡا بَاۡسَنَا قَالُوۡۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحۡدَهٗ وَ کَفَرۡنَا بِمَا کُنَّا بِهٖ مُشۡرِکِیۡنَ ﴿۸۴﴾ فَلَمۡ یَکُ یَنۡفَعُهُمۡ اِیۡمَانُهُمۡ لَمَّا رَاَوۡا بَاۡسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِیۡ قَدۡ خَلَتۡ فِیۡ عِبَادِهٖ ۚ وَ خَسِرَ هُنَالِکَ الۡکٰفِرُوۡنَ ﴿۸۵﴾ ع ۹ ۱۴

اَفَلَمۡ یَسِیۡرُوۡا کیا پس یہ لوگ چلے پھرے نہیں فِی الۡاَرۡضِ زمین میں فَیَنۡظُرُوۡا پس دیکھتے کَیۡفَ کَانَ کیسا تھا عَاقِبَۃُ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ انجام ان لوگوں کا جو ان سے پہلے گزرے ہیں کَانُوۡۤا اَکۡثَرَ مِنۡهُمۡ تھے وہ زیادہ ان سے وَاَشَدَّ قُوَّۃً اور زیادہ سخت تھے قوت میں وَّاٰثَارًا اور نشانات قائم کرنے میں فِی الۡاَرۡضِ زمین میں فَمَاۤ اَغۡنٰی عَنۡهُمۡ پس نہ کفایت کی ان کو مَّا کَانُوۡا یَکۡسِبُوۡنَ اس چیز نے جو وہ کماتے تھے فَلَمَّا جَآءَتۡهُمۡ پس جب آئے ان کے پاس رُسُلُهُمۡ ان کے رسول بِالۡبَیِّنٰتِ واضح دلائل لے کر فَرِحُوۡا خوش ہوئے وہ لوگ بِمَا اس چیز پر

عِنۡدَهُمۡ جو ان کے پاس تھی مِّنَ الۡعِلۡمِ علم سے وَحَاقَ بِهِمۡ اور گھیر لیا ان کو مَّا اس چیز نے كَانُوۡا بِهٖ يَسۡتَهۡزِءُوۡنَ جس کے ساتھ وہ ٹھٹھا کرتے تھے فَلَمَّا رَاَوۡا بَاۡسَنَا پس جب دیکھا انہوں نے ہمارے عذاب کو قَالُوۡۤا کہنے لگے اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحۡدَهٗ ایمان لائے ہم اللہ تعالیٰ پر جو اکیلا ہے وَكَفَرۡنَا اور انکار کیا ہم نے بِمَا اس چیز کا كُنَّا بِهٖ مُشۡرِكِيۡنَ جس کو ہم اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے تھے فَلَمۡ يَكُ يَنۡفَعُهُمۡ پس نہ فائدہ دیا ان کو اِيۡمَانُهُمۡ ان کے ایمان نے لَمَّا رَاَوۡا بَاۡسَنَا جب دیکھا انہوں نے ہمارے عذاب کو سُنَّتَ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کا دستور ہے الَّتِىۡ وہ دستور قَدۡ خَلَتۡ جو گزر چکا ہے فِىۡ عِبَادِهٖ اس کے بندوں میں وَخَسِرَ هُنَالِكَ الۡكٰفِرُوۡنَ اور نقصان اٹھایا اس جگہ کفر کرنے والوں نے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ لوگوں کو ایک اہم بات کی طرف متوجہ فرماتے ہیں۔فرمایا اَفَلَمۡ يَسِيۡرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ کیا پس یہ لوگ نہیں چلے پھرے زمین میں فَيَنۡظُرُوۡا كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ پس دیکھتے کیا انجام ہوا، کیا حشر ہوا ان لوگوں کا جو ان سے پہلے تھے۔

درسِ عبرت :

مکے والے عموماً دو تجارتی سفر کرتے تھے۔گرمی کے موسم میں شام کا کہ وہ ٹھنڈا علاقہ تھا اور سردیوں میں یمن کا کہ وہ گرم علاقہ ہے۔سورۃ قریش پارہ ۳۰ میں ہے رِحۡلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيۡفِ ’’گرمی اور سردی کے موسم میں۔‘‘ تباہ شدہ قومیں ان کے راستے

میں تھیں۔ان کی تباہی کے نشانات نظر آتے تھے۔تبع کی قوم یمن میں تھی اور صالح علیہ السلام کی قوم ثمود راستے میں تھی اور ہود علیہ السلام کی قوم عاد بھی راستے میں تھی اور جب ملک شام کی طرف جاتے تھے شعیب علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کی قوم اور دیگر قوموں کی تباہ شدہ بستیوں سے گزر کر جانا پڑتا تھا۔ان سے ان کو عبرت حاصل کرنی چاہیے تھی اور جو عبرت حاصل نہیں کرتا وہ انسان کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔

بخاری شریف میں روایت ہے کہ غزوہ تبوک کے سفر میں جب حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کے تباہ شدہ علاقے سے گزرے تو فرمایا کہ سر کپڑوں سے ڈھانپ لو اور یہاں جلدی سے گزر جاؤ کہ مجرم قوم کے علاقے سے نفرت کا اظہار ہو اور صرف عبرت کی نگاہ سے دیکھو۔جن لوگوں نے اس چشمے سے جس سے اونٹنی اور ان لوگوں کے جانور پانی پیتے تھے اس کے پانی کے ساتھ آٹا گوندھا اور مشکیزے بھرے ہیں مشکیزوں کا پانی ضائع کر دو اور یہ آٹا خود نہ کھانا۔ان لوگوں کی جگہوں سے بھی نفرت کرنی ہے۔

تو فرمایا کیا یہ لوگ چلے پھرے نہیں زمین میں کہ دیکھتے کیا حشر ہوا ان لوگوں کا جو ان سے پہلے تھے كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وہ اُن سے زیادہ تھے تعداد میں۔عمریں ان کی لمبی ہوتی تھیں۔دو، دو سو سال، چار چار سو سال، چھ سو سال۔ایسے بھی ہوتے تھے جو اپنی چار چار، پانچ پانچ نسلیں دیکھ کر مرتے تھے وَاَشَدَّ قُوَّةً اور قوت میں بھی زیادہ تھے۔ بدنی قوت کا یہ حال تھا کہ عاد قوم کا یہ نعرہ قرآن پاک میں موجود ہے مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ''ہم سے زیادہ طاقت ور کون ہے؟'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا او ظالمو! جس نے تمہیں پیدا کیا ہے وہ تم سے زیادہ طاقت ور ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس ہوا کے ذریعے سے اس قوم کو تباہ کر دیا جو نباتات کی نشوونما اور حیوانات کی بقا کا ذریعہ ہے۔جس کے بغیر انسان اور حیوان کا

گزارانہیں ہے۔اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی قوم کو پانی میں غرق کیا جو انسانی ،حیوانی بقا کا ذریعہ ہے ۔تو فرمایا وہ پہلے تعداد میں بھی تم سے زیادہ تھے اور بدنی قوت میں بھی وَّاٰثَارًا فِى الۡاَرۡضِ اور زمین میں نشانات چھوڑنے میں بھی۔ جو نشانات، یادگاریں ان قوموں نے چھوڑی ہیں وہ بہت زیادہ ہیں۔۔انہوں نے بڑی بڑی عمارتیں بنائیں، بڑے بلند مینار بنائے ۔ثمود قوم نے چٹانیں تراش کر مکان بنائے ، پھر علیحدہ علیحدہ کمرے۔ یہ سونے کا، یہ کھیلنے اور ناچنے کا، یہ مہمان خانہ۔ چٹانیں تراش کر اس لیے بنائے کہ دیواریں زلزلے سے گر جاتیں ہیں یہ نہیں گریں گے۔ وہ بھی تباہ ہوئے ۔یادگاریں اور مکان موجود ہیں مگر کس کام کے۔آج مکان میں مکین کوئی نہیں ۔فرمایا فَمَآ اَغۡنٰى عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا يَكۡسِبُوۡنَ پس نہ کفایت کی ان کو نہ بچایا ان کو اس چیز نے جو وہ کماتے تھے۔نہ تعداد کی کثرت بچا سکی نہ طاقت بچا سکی۔ یہ چٹانیں تراش کر مکان بنانے والے زلزلے سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو زلزلے اور چیخ سے تباہ کیا۔کوئی شے ان کے کام نہ آئی۔کوئی چیز ان کو اللہ کی گرفت سے نہ بچا سکی فَلَمَّا جَآءَتۡهُمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ پس جب پہنچے ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل لے کر۔پیغمبروں نے دلائل پیش کیے معجزات دکھائے فَرِحُوۡا بِمَا عِنۡدَهُمۡ مِّنَ الۡعِلۡمِ وہ کافر خوش ہوئے اس چیز پر جو ان کے پاس تھی علم سے۔ کہنے لگے ہمیں پیغمبروں کے علم کی کیا ضرورت ہے ہمارے پاس مادی ترقی کے علوم موجود ہیں۔

حکیم سُقراط کا فخر :

تفسیروں میں آتا ہے کہ سقراط جو یونان کا بڑا حکیم تھا۔ یہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں تھا ۔ اس کو کسی نے کہا کہ یہاں ایک بزرگ ہیں موسیٰ بن عمران علیہ الصلوۃ

والسلام، بڑی اچھی اور معقول باتیں بتلاتے ہیں۔ان کی باتیں بڑی وزنی ہوتی ہیں آپ ان کی مجلس میں شریک ہوں ان کی صحبت میں بیٹھیں تو بڑا فائدہ ہوگا۔تو سقراط نے بڑے فخریہ انداز میں کہا کہ ہم سے زیادہ علم کس کے پاس ہے میں اس کے پاس کیوں جاؤں؟ بے شک مادیت کا علم اس کے پاس تھا مگر خدائی علم تو اس کے پاس نہ تھا جو بذریعہ وحی حاصل ہوتا ہے۔تو اس کو خود ساختہ علم پر گھمنڈ تھا۔اور قارون کے متعلق تم پڑھ چکے ہو کہ جب اس کو لوگوں نے کہا اتراؤ مت اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا وَابْتَغِ فِيْمَا اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ ''اور تلاش کر اس میں جو رب نے تجھے دی ہے آخرت کا گھر اور نہ بھول اپنا حصہ دنیا سے۔'' وَاَحْسِنْ كَمَا اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ [القصص:۷۷] ''اور احسان کر جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ احسان کیا ہے قَالَ اس نے کہا اِنَّمَا اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ بے شک دی گئی ہے مجھے دولت علم کی بنا پر۔''میں نے اپنے ذاتی علم کی بنا پر سب کچھ حاصل کیا ہے۔تم بھی علم حاصل کرو۔تو اس نے اپنے علم پر گھمنڈ کیا۔

تو فرمایا کہ جب آئے ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل لے کر تو وہ اپنے علم پر اترانے لگے وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ اور گھیر لیا ان کو اس چیز نے جس کے ساتھ وہ ٹھٹھا کرتے تھے۔کہتے تھے فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ [الاعراف:۷۰] ''پس لاؤ ہمارے پاس وہ چیز جس سے تم ہمیں ڈراتے ہو اگر ہو تم سچے۔''جس عذاب کی تم ہمیں دھمکی دیتے ہو وہ کہاں چھپا کے رکھا ہوا ہے لاتے کیوں نہیں ہو۔پھر ان لوگوں نے جن عذابوں کا استہزاء کیا اللہ تعالیٰ نے ان پر وہی مسلط کیے۔کسی پر رب تعالیٰ نے سیلاب مسلط کیا، کسی پر ہوا مسلط کی، کسی پر زلزلہ کیا، کسی پر طاعون مسلط کیا، کسی پر ہیضہ مسلط کیا۔بنی اسرائیل کے بارے میں آتا ہے کہ ان پر اللہ

تعالیٰ نے طاعون کی بیماری مسلط کی۔ صبح سے لے کر دوپہر تک ستر ہزار مر گئے۔ تین چار مہینے ان پر یہ عذاب مسلط رہا مگر وہ اپنی شرارتوں سے باز نہیں آئے۔ جو لوگ عبرت حاصل نہیں کرتے وہ انسان کہلانے کے مستحق نہیں ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اَلْعَبْدُ مَنْ وُعِظَ لِغَيْرِهٖ ''نیک بخت انسان وہ ہے جو دوسرے کو دیکھ کر عبرت حاصل کرے سبق حاصل کرے۔'' ظفر مرحوم نے کیا اچھا شعر کہا ہے:

ظفر اسے آدمی نہ جانیے گا گو وہ ہو کتنا ہی صاحب فہم و ذکا
جسے عیش میں یاد خدا نہ رہی جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا

آدمی کو عیش میں خدا نہیں بھولنا چاہیے اور نہ طیش میں۔

حالتِ نزع میں ایمان معتبر نہیں :

تو فرمایا گھیر لیا ان کو اس چیز نے جس کا مذاق اڑاتے تھے فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا پس جب دیکھا انہوں نے ہماری پکڑ کو قَالُوْٓا کہنے لگے اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ ہم ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر جو اکیلا ہے وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ اور ہم انکار کرتے ہیں اس چیز کا جس کو ہم اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے تھے۔ فرعون کا واقعہ تم پڑھ چکے ہو جو بڑے زور و شور کے ساتھ اپنے آپ کو رب الاعلیٰ کہتا تھا۔ سورۃ النازعات پارہ ۳۰ میں ہے اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى اور یہ بھی کہتا تھا مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ [سورۃ القصص] ''میں نہیں جانتا تمہارے لیے کوئی الٰہ اپنے سوا۔'' بحرِ قلزم کے ایک ہی غوطے نے دماغ درست کر دیا اور کہنے لگا اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ [یونس:۹۰] ''ایمان لایا میں کہ بے شک نہیں کوئی معبود مگر وہی جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں بھی فرماں برداروں میں سے

ہیں۔" میں اپنی ساری غلطیوں اور کوتاہیوں کی معافی مانگتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب آیا اٰلْئٰنَ وَ قَدْ عَصَیْتَ وَکُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ "اب یہ کہتے ہو اور تحقیق تم نافرمانی کرتے تھے اس سے پہلے اور تھا تو فسادی۔" بڑا غنڈا تھا۔ ہر مجرم نے مرنے سے پہلے اپنے جرم کا اقرار کیا ہے کہ ہم ظالم تھے مشرک تھے لیکن نزع کی حالت کا ایمان معتبر نہیں ہے۔ نزع کا مطلب ہے روح نکلنے کا وقت۔ یعنی اٹھارہ فرشتے روح نکالنے کے لیے لائن میں کھڑے ہوتے ہیں مرنے والے کو نظر آتے ہیں اگر مرنے والا نیک آدمی ہے تو فرشتہ کہتا ہے یٰاَیَّتُھَا النَّفْسُ الطَّیِّبَہ اَخْرِجِیْ اِلٰی رِضْوَانِ اللّٰہِ "اے پاکیزہ روح نکل آ رب آپ پر راضی ہے۔" اگر برا آدمی ہے تو فرشتہ کہتا ہے یٰاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْخَبِیْثَہ اَخْرِجِیْ اِلٰی سَخَطِ اللّٰہِ وَغَضَبِہٖ "اے خبیث روح نکل آ تجھ پر اللہ تعالیٰ ناراض ہے۔" وہ جان نفس سے نکلنے پر آمادہ نہیں ہوتی۔ تو فرشتے اس طرح نکالتے ہیں جیسے لوہے کی سلاخ کو گرم کر کے بھیگی ہوئی روئی سے کھینچا جائے اور ساتھ ساتھ اس منہ اور پشت پر مارتے بھی ہیں یَضْرِبُوْنَ وُجُوْھَھُمْ وَاَدْبَارَھُمْ [سورۃ الانفال] "فرشتے ان کے چہرے پر مارتے ہیں اور ان کی پشتوں پر مارتے ہیں۔" جیسے ہماری پولیس اشتہاری مجرم کو پکڑتے ہوئے کرتی ہے۔ تو کہیں گے ہم ان کا انکار کرتے ہیں جن کو ہم رب تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَمْ یَکُ یَنْفَعُھُمْ اِیْمَانُھُمْ پس نہ فائدہ دیا ان کو ان کے ایمان نے لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا جب دیکھا انہوں نے ہماری گرفت کو ہمارے عذاب کو۔ عذاب آجانے کے بعد ایمان قبول نہیں۔ جب نزع کی حالت شروع ہو جائے تو اس کے بعد توبہ قبول نہیں ہوتی۔ پھر جس طرح ایک فرد کی نزع کی حالت ہوتی ہے اسی طرح

سارے جہان کی بھی نزع ہوگی۔ وہ اس وقت شروع ہوگی جب سورج مغرب سے طلوع کرے گا اور جس دن سورج مغرب سے طلوع ہوگا اسی دن دابۃ الارض بھی زمین سے نکلے گا اور وہ لوگوں کے ساتھ گفتگو کرے گا۔ اس دن سے توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ اس کے بعد نہ کسی کا ایمان قبول ہوگا اور نہ توبہ قبول کی جائے گی۔ نیکی میں اضافے کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ پس جو پہلے سے ایمان اور عمل صالح چلے آرہے ہیں وہی معتبر ہوں گے۔ مغرب سے سورج طلوع ہونے کے بعد روایات کے مطابق ایک سو بیس سال تک جہان باقی رہے گا پھر فنا ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سُنَّتَ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کا دستور ہے الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ فِیْ عِبَادِهٖ جو گزر چکا ہے اس کے بندوں میں کہ عذاب آجانے کے بعد ایمان، توبہ اور اعتراف مفید نہیں ہوتا وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ اور نقصان اٹھایا اس جگہ کفر کرنے والوں نے۔ ایسے موقع پر کافروں نے ہمیشہ نقصان ہی اٹھایا ہے ان کی توبہ قبول نہ ہوئی اور وہ ہمیشہ کے لیے خسارے میں پڑ گئے۔ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو خسارے سے محفوظ فرمائے۔

آج بروز اتوار ۷ ذی الحجہ ۱۴۳۴ھ بمطابق ۱۳/اکتوبر ۲۰۱۳ء

سترہویں جلد مکمل ہوئی۔

والحمد للہ علٰی ذلك

(مولانا) محمد نواز بلوچ

مہتمم: مدرسہ ریحان المدارس، جناح روڈ، گوجرانوالا۔

❋......❋......❋......❋

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سورۃ حٰمٓ السجدۃ

(مکمل)

جلد............۱۸

آیاتہا ۵۴ | ۴۱ سُوْرَۃُ حٰمٓ السَّجْدَۃِ مَکِّیَّۃٌ ۶۱ | رکوعاتہا ۶

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

حٰمٓ ۚ﴿۱﴾ تَنْزِیْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۚ﴿۲﴾ کِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰیٰتُہٗ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لِّقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ۙ﴿۳﴾ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَکْثَرُہُمْ فَہُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ ﴿۴﴾ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِیْۤ اَکِنَّۃٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَاۤ اِلَیْہِ وَفِیْۤ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَیْنِنَا وَبَیْنِکَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ﴿۵﴾ قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰۤی اِلَیَّ اَنَّمَاۤ اِلٰـہُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِیْمُوْۤا اِلَیْہِ وَاسْتَغْفِرُوْہُ ؕ وَوَیْلٌ لِّلْمُشْرِکِیْنَ ۙ﴿۶﴾ الَّذِیْنَ لَا یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَہُمْ بِالْاٰخِرَۃِ ہُمْ کٰفِرُوْنَ ﴿۷﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَہُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ﴿۸﴾ ع ۱۵

حٰمٓ ○ تَنْزِیْلٌ اتاری ہوئی ہے مِّنَ الرَّحْمٰنِ رحمٰن کی طرف سے الرَّحِیْمِ رحیم کی طرف سے کِتٰبٌ کتاب ہے فُصِّلَتْ اٰیٰتُہٗ تفصیل کے ساتھ بیان کی گئی ہیں اس کی آیتیں قُرْاٰنًا قرآن ہے عَرَبِیًّا عربی میں لِّقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ اس قوم کے لیے جو جانتی ہے بَشِیْرًا خوش خبری دینے والا ہے وَّنَذِیْرًا اور ڈرانے والا ہے فَاَعْرَضَ اَکْثَرُہُمْ پس اعراض کیا ان میں سے اکثر نے فَہُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ پس وہ سنتے نہیں

وَقَالُوْا اور کہا کافروں نے قُلُوْبُنَا ہمارے دل فِیْٓ اَکِنَّۃٍ پردوں میں ہیں مِّمَّا اس چیز سے تَدْعُوْنَآ اِلَیْہِ جس چیز کی طرف آپ ہمیں دعوت دیتے ہیں وَفِیْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہیں وَّمِنْۢ بَیْنِنَا اور ہمارے درمیان وَبَیْنِکَ اور آپ کے درمیان حِجَابٌ پردہ ہے فَاعْمَلْ پس آپ اپنا کام کریں اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ بے شک ہم اپنا عمل کرنے والے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّمَآ پختہ بات ہے اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ میں بشر ہوں تمہارے جیسا یُوْحٰٓی اِلَیَّ وحی کی جاتی ہے میری طرف اَنَّمَآ پختہ بات ہے اِلٰھُکُمْ تمہارا معبود اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ایک ہی معبود ہے فَاسْتَقِیْمُوْٓا اِلَیْہِ پس قائم ہو جاؤ اس کی طرف وَاسْتَغْفِرُوْہُ اور اس سے معافی مانگو وَوَیْلٌ لِّلْمُشْرِکِیْنَ اور ہلاکت ہے مشرکوں کے لیے اَلَّذِیْنَ لَا یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وہ جو نہیں دیتے زکوٰۃ وَھُمْ بِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ کٰفِرُوْنَ اور وہ آخرت کے منکر ہیں اِنَّ الَّذِیْنَ بے شک وہ لوگ اٰمَنُوْا جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کیے اچھے لَھُمْ اَجْرٌ ان کے لیے اجر ہے غَیْرُ مَمْنُوْنٍ غیر منقطع۔

تعارف سورت:

اس سورہ کا نام حٰمٓ سجدہ ہے۔ حٰمٓ تو پہلی آیت ہے اور اس میں آگے سجدہ بھی آرہا ہے۔ یہ سورۃ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے ساٹھ سورتیں نازل ہو چکی

تھیں۔اس کے چھ (۶) رکوع اور چون (۵۴) آیتیں ہیں۔سورتوں کے شروع میں جو حروف مقطعات ہیں جیسے الم، حم، طہ وغیرہ، ان کے متعلق مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم کے مختلف اقوال ہیں۔ایک قول یہ ہے اللّٰہ اَعْلَم بمرادہٖ بذٰلك ''ان کی مراد کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔'' دوسرا قول یہ ہے کہ سِرٌّ بَیْنَ اللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ ''اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان راز ہیں۔'' ان کے سوا کوئی نہیں جانتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ھی اسماء اللہ تعالیٰ ''یہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔اس کی پھر دو تفسیریں ہیں۔ایک یہ کہ حم بعینہٖ اللہ تعالیٰ کا نام ہے الم بعینہٖ اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔لیکن اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں میں تو ان کا ذکر نہیں ہے؟ تو اس کا جواب امام رازی، حافظ ابن کثیر علامہ آلوسی وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم یہ دیتے ہیں کہ ننانوے نام تو مشہور ہیں۔سارے نام یہی نہیں ہیں۔اللہ تعالیٰ کے پانچ ہزار نام تو آسمانی کتابوں اور صحیفوں میں موجود ہیں لہٰذا یہ کوئی اعتراض نہیں ہے۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ ایک ایک حرف ایک ایک نام کی طرف اشارہ ہے۔مثلاً 'ح' سے مراد حمید ہے۔حمید کا معنٰی ہے قابل تعریف۔اور میم سے مراد مجید ہے۔معنٰی ہے بزرگ۔درود شریف میں ہے اِنَّكَ حَمِیْدٌ۔اس تفسیر کے مطابق معنٰی ہوگا وہ ذات پروردگار قابل تعریف اور بزرگ ہے۔

تَنْزِیْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اتاری ہوئی ہے رحمٰن ورحیم کی طرف سے کِتٰبٌ کتاب ہے۔یہ کتاب جو ہمارے سامنے ہے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتاری گئی ہے جو رحمٰن بڑا مہربان ہے اور رحیم کی طرف سے اتاری گئی ہے جو نہایت رحم کرنے والا ہے۔حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رحمٰن اسے کہتے ہیں جو بن

مانگے دے اور رحیم اسے کہتے ہیں جو مانگنے پر دے۔ رب تعالیٰ رحمٰن بھی ہے اور رحیم بھی ہے بن مانگے بھی دیتا ہے اور مانگنے پر بھی دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بن مانگے وجود دیا، ہاتھ، پاؤں، آنکھیں دیں، ناک، کان، دل دماغ دیا، زبان اور کتنی چیزیں ہیں جو بن مانگے دیتا ہے۔ فرمایا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ تفصیل کے ساتھ بیان کی گئی ہیں اس کی آیتیں۔ جن میں کوئی ابہام اور اخفا نہیں ہے عقائد و مسائل بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیے ہیں۔ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا یہ قرآن ہے عربی زبان میں لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ان لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں جانتے ہیں۔ قرآن کریم عربی زبان میں نازل ہوا ہے۔ آنحضرت ﷺ بھی عربی تھے۔

عربوں کی مذمت نہیں کرنی چاہیے :

ایک موقع پر آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم عربیوں کو بُرا نہ کہو لا تسبوا العرب لانی عربی کیونکہ میں بھی عربی ہوں۔ مثلاً: اگر کوئی یوں کہے کہ عربی ایسے ہوتے ہیں تو اس میں تو آنحضرت ﷺ بھی آ گئے تو ایمان کہاں بچے گا؟ تو فرمایا کہ سب عربیوں کو بُرا نہ کہو کیونکہ میں عربی ہوں۔ اس طرح تمہارے ایمان پر زد پڑے گی۔ ہاں اگر کوئی یوں کہے کہ آج کل کے عربیوں کا کوئی حال نہیں الا ماشاء اللہ۔ تو یہ جملہ کہہ سکتے ہیں۔ سارے نیک بھی نہیں سارے بد بھی نہیں۔

ایک موقع پر کافروں نے آنحضرت ﷺ کو شعروں میں بُرا کہا تو آنحضرت ﷺ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا کہ ان کا جواب دو۔ مگر ایک بات یاد رکھنا کہ تم جو قریش کی مذمت کرو گے تو میں بھی تو قریشی ہوں۔ تم جو کہو گے کہ قریشی ایسے ہوتے ہیں قریشی ویسے ہوتے ہیں تو میں بھی قریشی ہوں۔ تو بخاری شریف کی روایت ہے حضرت

حسان رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت! میں آپ کو ایسے نکال لوں گا جیسے گوندھے ہوئے آٹے میں سے بال نکال دیا جاتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کوئی زد نہیں آئے گی۔ مثلاً: میں یہ نہیں کہوں گا قریشی ایسے ہوتے ہیں بلکہ میں یہ کہوں گا کہ قریش میں جو مشرک اور کافر ہیں، رب کے نافرمان قریشی ہیں وہ بُرے ہیں۔ اب ظاہر بات ہے کہ ان لفظوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو شامل نہیں ہیں۔

تو فرمایا کہ اہل عرب کو بُرا بھلا نہ کہو کہ میں بھی عربی ہوں۔ تو قرآن عربی زبان میں نازل ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی عربی ہیں اور جنتیوں کی زبان بھی عربی ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ عربی جیسی فصیح و بلیغ زبان دنیا میں اور کوئی نہیں ہے۔ زبان زبان کا فرق ہوتا ہے۔ پھر ہر زبان کے اپنے الفاظ و معانی اور انداز ہے جو زبان والا ہی سمجھتا ہے۔

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ بڑے مقرر تھے اور پنجابی میں تقریر کرتے تھے۔ یہ جو بڑی عمر کے لوگ ہیں انھوں نے ان کی تقریریں سنی ہوں گی۔ ایک جگہ تقریر کے لیے کھڑے ہوئے تو ایک باباجی نے کھڑے ہو کر کہا شاہ جی! آج پنجابی میں تقریر کرنا۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ تم پنجابی جانتے ہو؟ کہنے لگا ہاں میں پنجابی جانتا ہوں۔ فرمایا یہ بتا کہ پنجابی میں بے وقوف کسے کہتے ہیں؟ اس نے کہا بے وقوف کو۔ فرمایا کھڑا ہو جا۔ دوسرے سے پوچھا کہ بے وقوف کو کیا کہتے ہیں۔ اس نے کہا جھلا! فرمایا تو بھی کھڑا ہو جا۔ ایک اور سے پوچھا تو اس نے کہا پاگل۔ فرمایا تم بھی کھڑے ہو جاؤ۔ فرمایا تم تو پنجابی نہیں جانتے۔ فرمایا پنجابی میں بے وقوف کو جھلا یوڑ کہتے ہیں۔ یہ ٹھیٹھ پنجابی ہے۔ تو خیر زبانوں میں فصیح و بلیغ زبان عربی ہے۔ پھر اس کی نزاکتوں کو وہی لوگ جانتے ہیں جو عربی ہیں۔ ہم تم عجمی کیا سمجھتے ہیں؟ الحمد للہ! میں نے سولہ سال پڑھنے کے بعد

تخصص کیا جس کو پی، ایچ، ڈی کہتے ہیں۔ تو اٹھارہ سال پڑھا اور تقریباً ساٹھ سال ہو گئے ہیں پڑھاتے ہوئے لیکن ابھی تک میں یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ مجھے عربی پر مکمل عبور حاصل ہے، توبہ توبہ کچھ نہیں۔ یہ بڑی وسیع زبان ہے۔

تو فرمایا یہ قرآن عربی میں ہے اس قوم کے لیے جو علم رکھتی ہے بَشِيْرًا یہ قرآن خوش خبری دینے والا ہے۔ نیک لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خوش خبری دیتا ہے وَّنَذِيْرًا اور ڈرانے والا ہے۔ نافرمانوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتا ہے، قبر کے عذاب سے، جہنم کے عذاب سے ڈراتا ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ لوگ اس کو مان کر اس پر عمل کرتے لیکن فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ پس اعراض کیا ان میں سے اکثر نے فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ پس وہ نہیں سنتے۔ ایسا سننا کہ جس کے بعد اس کو قبول کر لیں ویسے تو سنتے ہیں لیکن سماع قبول نہیں ہے کہ سننے کے بعد قبول کر لیں وَقَالُوْا اور کہا انھوں نے۔ کافروں نے کہا قُلُوْبُنَا قلب کی جمع ہے فِيْٓ اَكِنَّةٍ كِنَانٌ کی جمع ہے۔ ہمارے دل پردوں میں ہیں مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ اس چیز سے جس چیز کے بارے میں آپ ہمیں دعوت دیتے ہیں۔ ہم نے اپنے دلوں پر پردے چڑھا رکھے ہیں آپ کی بات کو دلوں کے قریب نہیں آنے دیتے وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہیں، ڈاٹ ہیں۔ تم جتنا مرضی چلاتے رہو، زور لگاتے رہو، وعظ کرتے رہو ہم نے اس کو کانوں تک نہیں پہنچنے دینا وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ اور ہمارے اور آپ کے درمیان پردہ ہے۔ ہم نے جحود وانکار کا پردہ لٹکایا ہوا ہے۔ اس کی موجودگی میں آپ کی کوئی بات ہمارے قریب نہیں آسکتی فَاعْمَلْ آپ اپنا کام کریں اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ہم اپنا کام کرتے ہیں۔ جب انھوں نے اس چیز کو پسند کر لیا اور اپنے لیے ہدایت کے دروازے خود

بند کردیے تو پھر اللہ تعالیٰ نے خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ وَ عَلٰی سَمْعِہِمْ وَ عَلٰی اَبْصَارِہِمْ غِشَاوَۃٌ [سورۃ بقرہ] ''مہر لگادی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔'' ابتداءً انہیں ان کے اس پر راضی ہونے کے بعد۔ یہ آیت کریمہ جب پڑھتے ہیں تو سطحی قسم کے لوگ اشکال میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے خود مہریں لگادیں تو پھر بندے کا کیا اختیار ہے؟ بندہ خدا سے طاقت ور تو نہیں ہے کہ اس کی مہروں اور پردوں کو ہٹادے۔ فارسی کا مشہور شعر ہے:

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ ای
باز میگوئی دامن ترمکن ہشیار باش

''کسی کے ہاتھ پاؤں باندھ کر پانی میں پھینک دو پھر کہو کہ پانی میں بھیگنا نہیں ہے۔'' بھائی وہ بھیگے گا نہیں تو اور کیا کرے گا؟ تو ایسی آیات کو پڑھ کر شبہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر ان کا کیا قصور ہے۔ تو بات سمجھ آ گئی نا کہ اللہ تعالیٰ ابتداءً اور جبراً کسی کو مہر نہیں لگاتا جب انھوں نے خود مہریں لگادیں پردے کر لیے اور کفر و شرک پر راضی ہو گئے تو پھر اللہ تعالیٰ ان کو اس پر پکا کر دیتا ہے اور ان کے لیے ہدایت کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ضابطہ ہے نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی [النساء: ۱۱۵] ''ہم اس کو پھیر دیں گے اسی طرف جس طرف اس نے رخ کیا۔'' یعنی جس طرف کوئی چلنا چاہتا ہے رب تعالیٰ اس کو اس طرف چلادیتے ہیں فَلَمَّا زَاغُوْا اَزَاغَ اللّٰہُ قُلُوْبَہُمْ [سورہ صف] ''پس جب وہ ٹیڑھے چلے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا۔'' اور سورہ عنکبوت آیت نمبر ۶۹ میں ہے وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا ''اور جو کوشش کرتے ہیں ہمارے لیے تو ہم ضرور ان کی راہنمائی کرتے ہیں اپنے راستوں کی۔'' تو اللہ تعالیٰ نہ کسی کو جبراً

گمراہ کرتے ہیں اور نہ ہدایت دیتے ہیں۔

تو کافروں نے کہا کہ ہم پر آپ کا وعظ کچھ اثر نہیں کرتا آپ اپنا کام کریں ہم اپنا کام کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ آپ ان سے کہہ دیں اے نبی کریم ﷺ! اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ پختہ بات ہے کہ میں بشر ہوں تمہارے جیسا میرے اختیار میں نہیں ہے کہ تمہارے کانوں سے ڈاٹیں نکال دوں۔ تمہارے دلوں اور آنکھوں سے پردے ہٹادوں۔ پیغمبر کا کام ہے حق سنانا، ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ سورۃ القصص آیت نمبر ۵۶ پارہ ۲۰ میں ہے ''بے شک آپ ﷺ اے نبی کریم! ہدایت نہیں دے سکتے اسے جس کے ساتھ آپ کی محبت ہے وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ لیکن اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔'' پیغمبر کا کام ہے حق پہنچادینا اور سنادینا وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ [سورۃ:] حضرت آدم علیہ السلام نے بیٹے قابیل کی جب حرکتیں دیکھیں تو باپ اور پیغمبر ہونے کی حیثیت سے سمجھانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کنعان کو بڑے پیارے انداز میں سمجھایا يٰبُنَىَّ ارْكَبْ مَّعَنَا [ہود:۴۱] ''اے میرے پیارے بیٹے سوار ہو جاؤ ہمارے ساتھ کافروں کا ساتھ نہ دو غرق ہو جاؤ گے۔'' اس نے بڑے متکبرانہ انداز میں جواب دیا سَاٰوِىْٓ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِىْ مِنَ الْمَآءِ ''میں پناہ پکڑوں گا اس پہاڑ کی طرف وہ مجھے بچالے گا پانی میں ڈوبنے سے۔'' بیوی نے بھی ہدایت قبول نہیں کی۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ کے دل سے کفر نہ نکال سکے بڑے پیارے انداز میں سمجھاتے رہے ہیں يٰٓاَبَتِ يٰٓاَبَتِ ''اے اباجی، اے اباجی'' تو فرمایا میں تمہارے جیسا بشر ہوں ہاں فرق یہ ہے کہ يُوْحٰٓى اِلَىَّ وحی کی جاتی ہے میری طرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ اس میں بنیادی مسئلہ یہ ہے اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ پختہ بات

ہے کہ اللہ تمہارا ایک ہی اللہ ہے اس کے سوا تمہارا کوئی معبود، مشکل کشا نہیں ہے فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ پس تم سب کے سب قائم ہو جاؤ اس کی طرف۔ رب تعالیٰ کے دین پر آ کر ڈٹ جاؤ وَاسْتَغْفِرُوْهُ اور بخشش طلب کرو اس سے، معافی مانگو اس سے کفر، شرک اور معاصی سے۔ ہر آدمی کو اپنے اپنے اعتبار سے اپنے آپ کو گناہ گار سمجھنا چاہیے۔ اور یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ ہم نیک پاک ہیں کیونکہ جو اپنے آپ کو نیک پاک سمجھے گا اس نے کب توبہ کرنی ہے؟ لہٰذا اپنے آپ کو گناہ گار سمجھو اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے رہو۔ تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ اور ہلاکت اور خرابی ہے مشرکوں کے لیے۔ دو صفتیں اللہ تعالیٰ نے یہاں بیان فرمائی ہیں۔

پہلی صفت: الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وہ لوگ ہیں جو زکوٰۃ نہیں دیتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ نہ دینے والے بھی مشرک ہیں کہ انھوں نے شیطان اور نفس کی اطاعت کی، رب تعالیٰ کا حکم نہیں مانا۔

دوسری صفت: وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ اور وہ آخرت کے منکر ہیں۔ آخرت کا انکار دو قسم پر ہے عقیدے کے لحاظ سے اور عمل کے لحاظ سے۔ کلمہ پڑھنے والے عقیدہ کے لحاظ سے تو قیامت کے منکر نہیں ہیں لیکن عمل کے لحاظ سے ان کو دیکھو تو گویا انھیں قیامت پر یقین نہیں ہے۔ ان مغربی قوتوں نے ہمارے ایمانوں پر ضرب کاری لگائی ہے اور لگا رہے ہیں اور وہ یہ چاہتے ہیں کہ کوئی مسلمان صحیح معنیٰ میں مسلمان نہ رہے۔ مسلمانوں کو بد عمل بنا کر ان پر مختلف علاقوں میں مظالم ڈھا رہے ہیں۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ یہ ہمارے خلاف اٹھ کھڑے نہ ہوں۔ اب کچھ مسلمان مختلف علاقوں میں جہاد کے لیے اٹھے ہیں اور جہاد کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی نصرت فرمائے۔ یہود و ہنود وغیرہ

مسلمانوں پر عقیدے کے لحاظ سے عمل اور اخلاق کے لحاظ سے حملے کر رہے ہیں کہ مسلمان ہر اعتبار سے تباہ ہو جائیں۔ ان کو یہ خدشہ اور ڈر ہے کہ جس طرح صلیبی جنگوں میں ہمارے ساتھ ہوا تھا دوبارہ ایسا نہ ہو۔

صلیبی جنگوں کے زمانے میں سارا یورپ یہ ارادہ کر کے نکلا تھا کہ ہم نے ایک بھی کلمہ پڑھنے والا نہیں چھوڑنا اور اس عہد پر انہوں نے اپنے بدن سے خون نکال کر اس سے دستخط کیے تھے مگر اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ" اللہ تعالیٰ نور ایمان، نور اسلام اور نور توحید کو چمکانے والا ہے کافر بے شک جلتے رہیں۔" اللہ تعالیٰ نے صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کو کھڑا کیا اور اس نے ان کو سبق سکھایا۔ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ان کے سارے ارادے خاک میں ملا دیئے۔ اے پروردگار! ہمیں صلاح الدین ایوبی جیسا بندہ عطا فرما، سلطان محمود غزنوی جیسا بندہ عطا فرمایا الپ ارسلان جیسا بندہ عطا فرما۔ ہمارے حکمران تو شیطان مجسم ہیں چاہے کسی بھی جگہ کے ہوں۔ بس! انیس بیس کا فرق ہوگا دین کے خیر خواہ اور حامی نہیں ہیں صرف اپنی ذات کے خیر خواہ ہیں۔ تو فرمایا خرابی ہے مشرکوں کے لیے جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور آخرت کے منکر ہیں۔

ان کے برعکس لوگوں کا ذکر ہے۔ فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انھوں نے عمل کیے اچھے لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ان کے لیے اجر ہے غیر منقطع۔ جو ختم ہونے میں نہیں آئے گا کیونکہ جنت کی ہر چیز دائمی ہے۔ زندگی دائمی، پھل میوے دائمی، خوشیاں دائمی۔ اللہ تعالیٰ ہر مومن مرد عورت کو نصیب فرمائے۔

قُلْ

اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ وَ تَجْعَلُوْنَ لَهٗۤ اَنْدَادًاؕ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۟ۚ وَ جَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ مِنْ فَوْقِهَا وَ بٰرَكَ فِیْهَا وَ قَدَّرَ فِیْهَاۤ اَقْوَاتَهَا فِیْۤ اَرْبَعَةِ اَیَّامٍؕ سَوَآءً لِّلسَّآىٕلِیْنَ ۟ ثُمَّ اسْتَوٰۤی اِلَی السَّمَآءِ وَ هِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَ لِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًاؕ قَالَتَاۤ اَتَیْنَا طَآىٕعِیْنَ ۟ فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِیْ یَوْمَیْنِ وَ اَوْحٰی فِیْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَاؕ وَ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ ۖۗ وَ حِفْظًاؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ۟ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَؕ ۟ اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ وَ مِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَؕ قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓىٕكَةً فَاِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۟

قُلْ آپ کہہ دیں اَئِنَّكُمْ کیا بے شک تم لَتَكْفُرُوْنَ انکار کرتے ہو بِالَّذِیْ اس ذات کا خَلَقَ الْاَرْضَ جس نے پیدا کیا زمین کو فِیْ یَوْمَیْنِ دو دنوں میں وَ تَجْعَلُوْنَ لَهٗ اور بناتے ہو اس کے لیے اَنْدَادًا شریک ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ یہ ہے تمام جہانوں کا پالنے والا وَ جَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ اور رکھے اس نے زمین میں مضبوط پہاڑ مِنْ فَوْقِهَا اس کے اوپر وَ بٰرَكَ فِیْهَا اور برکت ڈالی اس میں وَ قَدَّرَ فِیْهَاۤ اور مقرر کی ہیں اس میں

اَقْوَاتَهَا اس کی خوراکیں فِیْۤ اَرْبَعَةِ اَیَّامٍ چار دنوں میں سَوَآءً لِّلسَّآئِلِیْنَ برابر ہے پوچھنے والوں کے لیے ثُمَّ اسْتَوٰۤی پھر اس نے ارادہ کیا اِلَى السَّمَآءِ آسمان کی طرف وَهِیَ دُخَانٌ اور وہ دھواں تھا فَقَالَ لَهَا پس فرمایا اس کو وَلِلْاَرْضِ اور زمین کو ائْتِیَا آؤ تم دونوں طَوْعًا خوشی سے اَوْ كَرْهًا یا جبراً قَالَتَاۤ دونوں نے کہا اَتَیْنَا طَآئِعِیْنَ آئے ہیں ہم خوشی کے ساتھ فَقَضٰىهُنَّ پس اللہ تعالیٰ نے پورا کیا ان کو سَبْعَ سَمٰوَاتٍ سات آسمان فِیْ یَوْمَیْنِ دو دنوں میں وَاَوْحٰی اور وحی کی اس نے فِیْ كُلِّ سَمَآءٍ ہر آسمان میں اَمْرَهَا اس کے معاملے کی وَ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا اور مزین کیا ہم نے آسمان دنیا کو بِمَصَابِیْحَ چراغوں کے ساتھ وَحِفْظًا اور حفاظت کے لیے ذٰلِكَ یہ تَقْدِیْرُ اندازہ ہے الْعَزِیْزِ غالب کا الْعَلِیْمِ جاننے والے کا فَاِنْ اَعْرَضُوْا پس اگر وہ اعراض کریں فَقُلْ پس آپ کہہ دیں اَنْذَرْتُكُمْ میں نے تمھیں ڈرادیا ہے صٰعِقَةً عذاب سے مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ جیسا کہ عذاب آیا عاد قوم پر وَّثَمُوْدَ اور ثمود قوم پر اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ جس وقت آئے ان کے پاس رسول مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ ان کے آگے سے وَمِنْ خَلْفِهِمْ اور ان کے پیچھے سے اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ کہ نہ عبادت کرو مگر صرف اللہ تعالیٰ کی قَالُوْا انہوں نے کہا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا اگر چاہتا ہمارا رب لَاَنْزَلَ

مَلٰٓئِكَةً البتہ اتارتا فرشتوں کو فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ پس بے شک ہم اس چیز کے جو تم دے کر بھیجے گئے ہو انکار کرنے والے ہیں۔

ربط آیات :

اس سے پہلے ذکر تھا مشرکوں کی خرابی اور ہلاکت کا۔ آگے اللہ تعالیٰ نے ان کو سمجھایا ہے اپنے پیغمبر کے ذریعے۔ اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کو خطاب کر کے فرماتے ہیں قُلْ اے نبی کریم ﷺ! آپ فرما دیں، ان سے کہہ دیں اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ کیا بے شک تم انکار کرتے ہو اس ذات کا یعنی اس کے احکام کا خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ جس نے پیدا کیا زمین کو دو دنوں میں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے زمین کا مادہ دو دنوں میں بنایا۔

مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ اتوار اور سوموار والے دن زمین کو بنا کر پیڑے کی شکل میں جیسے روٹی کا پیڑا ہوتا ہے کعبے والی جگہ رکھا۔ مکہ مکرمہ مرکز ہے۔ مکہ کا لفظی معنیٰ ہے ناف۔ یہ انسانی جسم کے عین درمیان میں ہوتی ہے۔ تو مکہ مکرمہ بھی دنیا کے سنٹر میں ہے تو زمین کو تو اللہ تعالیٰ نے بنایا وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا۔ انداد جمع ہے نِدٌّ کی۔ شریک کے معنیٰ میں ہے کہ تم بناتے ہو اللہ تعالیٰ کے شریک او ظالمو! تم اللہ تعالیٰ کے شریک بناتے ہو حالانکہ زمین کو تو اس نے پیدا کیا ہے ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ یہی ہے رب العالمین جس نے زمین پیدا کی ہے وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ۔ یہ رَاسِيَةٌ کی جمع ہے مضبوط پہاڑ۔ اور رکھے اللہ تعالیٰ نے زمین میں مضبوط پہاڑ مِنْ فَوْقِهَا اس کے اوپر۔ زمین کو پہلے اللہ تعالیٰ نے پیڑے کی شکل میں بنا کر رکھا پھر آسمان بنائے وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا [سورۃ النازعات] ''اس کے بعد زمین کو بچھایا۔'' روٹی بعد میں بنائی۔ تب زمین میں

حرکت تھی اللہ تعالیٰ نے اس میں پہاڑ رکھ دیئے اَنْ تَمِیْدَ بِکُمْ [سورۃ لقمان] کہ وہ حرکت نہ کرے۔ وَالْجِبَالَ اَوْتَادًا [سورۃ النباء] ''پہاڑوں کو میخیں بنا کر زمین میں گاڑ دیا۔'' وَبٰرَكَ فِيْهَا اور برکت رکھی اس میں۔ھا ضمیر کا مرجع پہاڑ بھی بناتے ہیں کہ پہاڑوں میں برکت رکھی کہ پہاڑوں پر درخت ہیں جڑی بوٹیاں ہیں، پانی کے چشمے ہیں۔ یہ بھی صحیح ہے۔اور اس کا مرجع زمین بھی بناتے ہیں۔تو معنیٰ ہوگا اللہ تعالیٰ نے زمین میں برکت رکھی ہے۔ زمین میں تو بہت کچھ ہے۔تو فرمایا زمین کو پیدا کیا وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا۔اقوات قوت کی جمع ہے۔معنیٰ ہے خوراک، روزی۔تو معنیٰ ہوگا اور اللہ تعالیٰ نے مقرر کی ہیں اس میں خوراکیں، روزیاں فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ چار دنوں میں۔دو دن میں اللہ تعالیٰ نے زمین کو گیند کی شکل میں بنایا پھر دو دن میں اس میں پہاڑ رکھے اس کو پھیلایا اور اس میں روزیاں مقرر کیں۔کسی جگہ گندم، کسی جگہ چاول، کسی جگہ مکئی اور باجرا ہو گا، کسی جگہ کوئی پھل ہوگا، کسی جگہ کوئی پھل ہوگا۔منگل اور بدھ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے پہاڑ اور خوراکیں زمین میں مقرر فرمائیں سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ یہ برابر ہے پوچھنے والوں کے لیے۔چوں کہ آنحضرت ﷺ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تھا کہ زمین کو کیسے اور کتنے دنوں میں بنایا ہے۔تو ان کے سوال کا جواب مکمل ہو گیا۔

ثُمَّ اسْتَوٰٓى پھر اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا اِلَى السَّمَآءِ آسمان کی طرف وَهِيَ دُخَانٌ اور وہ دھواں تھا فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا پس اللہ تعالیٰ نے آسمان سے کہا اور زمین سے آؤ تم دونوں طَوْعًا اَوْ كَرْهًا خوشی سے یا جبراً۔جس ساخت میں میں تمھیں بنانا چاہتا ہوں خوشی سے بننا چاہتے ہو یا جبراً قَالَتَآ آسمان بھی بولا اور زمین بھی بولی اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ آئے ہیں ہم خوشی کے ساتھ۔پروردگار! ہم بن گئے، تعمیل

کرتے ہیں آپ کے حکم کی۔ جمعرات اور جمعہ کو اللہ تعالیٰ نے آسمان بنائے، اتوار، سوموار کو زمین کا مادہ بنایا، منگل بدھ کو زمین میں پہاڑ، خوراکیں چشمے وغیرہ مقرر فرمائے۔ جمعرات اور جمعہ کے دن آسمان بنائے۔ یہ خلاصہ ہے مسلم شریف کی روایت کا۔ فرمایا فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو برابر کر دیا سات آسمان فِیْ یَوْمَیْنِ دو دنوں میں۔ جمعرات اور جمعہ کو۔ قرآن پاک میں سات آسمانوں کا ذکر متعدد بار آیا ہے اور زمین کے سات ہونے کا ذکر صرف ایک مرتبہ سورہ طلاق میں آیا ہے مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ اور یہ زمین جس پر ہم رہتے ہیں اس کے نیچے اور زمین ہے، اس کے نیچے اور زمین ہے، اس کے نیچے اور زمین ہے، اس طرح سات زمینیں ہیں۔ اور حدیث پاک میں ہے کہ ہر زمین میں مخلوق ہے اور یہ زمینیں اوپر نیچے ہیں۔ اس طرح نہیں جیسے بعض لوگ کہتے ہیں مثلاً ایک زمین پاکستان کی ہے، ایک امریکہ کی ہے اور ایک افریقہ کی ہے اس طرح سات زمینیں ہیں۔ یہ نظریہ غلط ہے بلکہ زمینیں اوپر نیچے ہیں۔ اور اس پر بہت سارے دلائل پیش کیے جاتے ہیں۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ایک دلیل یہ پیش کی ہے کہ بخاری شریف اور مسلم شریف میں حدیث ہے جو آدمی کسی دوسرے کی ایک بالشت زمین پر بھی ناجائز قبضہ کرے گا تو قیامت والے دن وہ زمین بھی اور اس کے نیچے کی چھ زمینوں میں سے ایک ایک بالشت اس کے گلے میں ڈالی جائے گی۔ یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ زمینیں اوپر نیچے ہوں ورنہ اس زمین کا امریکہ چین کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

دوسری دلیل: ترمذی شریف میں روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص زمین میں زنجیر لٹکائے کہ وہ دوسری، تیسری، چوتھی، پانچویں، چھٹی، ساتویں زمین

تک پہنچ جائے تو یہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علم سے باہر نہیں ہے۔ تو معلوم ہوا کہ زمینیں بھی آسمانوں کی طرح اوپر نیچے ہیں۔ فرمایا وَاَوْحٰی فِیْ کُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا اور وحی کی اللہ تعالیٰ نے ہر آسمان میں اس کے معاملے کی۔ ہر آسمان میں فرشتے مقرر فرمائے اور ان کے ذمے ڈیوٹیاں لگائیں۔ باقی معاملات کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ احادیث میں آتا ہے کہ آسمان پر ایک بالشت بھی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا میں مشغول نہ ہو اور فرشتوں کی حمد وثنا ہے سبحان اللّٰہ و بحمدہٖ۔

اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ افضل الکلام سبحان اللّٰہ و بحمدہٖ اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ اس کلمے کی برکت سے اللہ تعالیٰ رزق کے دروازے کھول دیتا ہے اور اسی کلمے کی برکت سے اللہ تعالیٰ حیوانوں کو روزی دیتا ہے وہ زبان حال سے کہتے ہیں سبحان اللّٰہ و بحمدہٖ اور ساتویں آسمان پر ایک مقام ہے بیت المعمور، یہ فرشتوں کا قبلہ ہے روزانہ ستر ہزار فرشتے اس کا طواف کرتے ہیں اور جس نے ایک دفعہ طواف کر لیا پھر اس کو ساری زندگی دوبارہ طواف کا موقع نہیں ملتا۔

تو فرشتوں کی تعداد کا کوئی حساب نہیں ہے۔ اور ہر آدمی کے ساتھ چوبیس گھنٹوں میں چوبیس فرشتے ہوتے ہیں۔ چار فرشتے تو کراماً کاتبین ہیں دو دن کے اور دو رات کے وَ اِنَّ عَلَیْکُمْ لَحٰفِظِیْنَ کِرَامًا کَاتِبِیْنَ [سورۃ الانفطار] اور سورہ ق پارہ ۲۶ میں ہے عَنِ الْیَمِیْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِیْدٌ ''دائیں اور بائیں طرف بیٹھے ہیں۔'' دائیں کندھے پر نیکیاں لکھنے والا اور بائیں کندھے پر بدیاں لکھنے والا بیٹھا ہے مگر محسوس نہیں ہوتے اور دس فرشتے دن کو انسان کی حفاظت پر مامور ہیں اور دس رات کو لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ یَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ [الرعد:۱۱] ''اس کے لیے آگے پیچھے آنے

والے فرشتے ہیں۔" آدمی کے آگے اور پیچھے جو اس کی حفاظت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔"

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ سند کے ساتھ ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دس فرشتے دن کو انسان کی حفاظت کے لیے مقرر ہوتے ہیں اور دس رات کو، جب تک انسان کی حفاظت اللہ تعالیٰ کے ہاں مقرر ہے۔ پھر جس طرح انسان کے ساتھ فرشتے ہوتے ہیں اسی طرح ہر جن کے ساتھ دس فرشتے دن کو اور دس رات کو حفاظت کے لیے مقرر ہیں۔ جنات بھی مکلف ہیں اور جنات کی آبادی انسانوں سے زیادہ ہے کہ ان کی پیدائش انسان سے دو ہزار سال پہلے ہوئی ہے۔ انسان سے پہلے انھوں نے دو ہزار سال زمین میں حکمرانی کی ہے پھر ان میں نیک بھی ہیں اور بد بھی، مومن بھی اور کافر بھی۔

سورہ جن پارہ ۲۹ میں ہے وَاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَ مِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا "اور بے شک ہم میں نیکوکار بھی ہیں اور اس کے علاوہ بھی یعنی بدکار بھی۔ ہم مختلف راستوں میں بٹے ہوئے ہیں" اور آگے ہے وَاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ "اور بے شک ہم میں مسلمان بھی ہیں اور نا انصاف بھی یعنی کافر بھی۔" یہ جنات کا اپنا بیان ہے۔ تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے وحی کی ہر آسمان میں اس کے معاملے کی وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ اور مزین کیا ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں کے ساتھ یعنی ستاروں کے ساتھ۔ مطلع صاف ہو تو رات کو ستارے جگمگاتے نظر آتے ہیں۔ ان میں کچھ چھوٹے ہیں اور کچھ بڑے ہیں۔ بعض ستارے زمین سے بھی کئی گنا بڑے ہیں اور بے شمار ستارے ہیں۔

فضیلتِ حضرت عمر رضی اللہ عنہ :

ترمذی شریف کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا کہ حضرت! کوئی بندہ ایسا بھی ہے کہ جس کی نیکیاں ستاروں کے برابر ہوں۔ یہاں سے تم ان کے ذہن کا اندازہ لگاؤ کیا سوچ ہے، کیا فکر ہے۔ ہماری ماں بہن ہوتی تو سوال ہوتا کہ حضرت! ستاروں کے برابر کس کے پاس پیسے ہوں گے۔ سوال ڈالروں، پونڈوں اور ریالوں کا ہوتا۔ مگر ام المومنین پوچھتی ہیں کہ حضرت کوئی ایسا بندہ ہے جس کی نیکیاں ستاروں کے برابر ہوں؟ فرمایا ہاں! عمر رضی اللہ عنہ کی نیکیاں ستاروں کے برابر ہیں۔ مگر افسوس کہ جس کی نیکیاں ستاروں کی طرح بے شمار ہیں آج لوگ ان پر برستے اور زبان درازی کرتے ہیں۔ کتنا ظلم ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وراثت کا مسئلہ اور رافضیوں کا نظریہ :

خمینی اپنی کتاب کشف الاسرار میں لکھتا ہے کہ قرآن کریم کا پہلا منکر اور باغی ابوبکر رضی اللہ عنہ ہے۔ کیونکہ اس نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو وراثت کا حصہ نہیں دیا۔ یہاں پر ایک مسئلہ سمجھ لیں۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وراثت تقسیم ہوتی تو مسئلہ بنتا چوبیس (۲۴) سے کیوں کہ اس وقت شرعی وراث چچا، بیویاں اور بیٹی تھی۔ تو مسئلہ چوبیس سے حل ہوتا آدھا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو مل جاتا کیونکہ قرآن کریم میں ہے وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ [النساء:۱۱] ''اور ایک ہی ہو تو اس کے لیے آدھا ہے۔'' اور بیوی ایک ہو یا ایک سے زاید ہوں تو ان کو آٹھواں حصہ ملتا ہے۔ تو چوبیس میں سے بارہ حصے ملتے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو۔ آٹھواں حصہ بنتا ہے تین۔ تو تین حصے بیویوں کو ملتے۔ باقی نو حصے ملتے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو۔ اگر وراثت تقسیم ہوتی تو اس طرح ہوتی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور

یہ متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت ہے اور متواتر روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نَحْنُ مَعْشَرُ الْاَنْبِیَآءِ مَا تَرَکْنٰہُ صَدَقَۃٌ ''ہم پیغمبروں کی جماعت جو چھوڑتے ہیں صدقہ ہوتا ہے پیغمبروں کی وراثت تقسیم نہیں ہوتی۔ پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو قسم دے کر فرمایا۔ بخاری اور مسلم کی روایت ہے اس رب کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں فرمایا کہ پیغمبروں کی وراثت تقسیم نہیں ہوتی قَالَا اَللّٰہُ نَعَمْ دونوں بزرگوں نے کہا ہاں اللہ گواہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ قرآن کے کیسے منکر ہوئے؟ پھر خمینی نے لکھا ہے کہ دوسرے نمبر پر قرآن کا منکر، ملحد اور زندیق عمر ہے رضی اللہ عنہ۔ خمینی کے انقلاب سے پہلے یہ لوگ ہر ملک میں دبے ہوئے تھے پاکستان میں بھی ان کو اتنی جرات نہیں تھی کہ کھل کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تبرا کریں یہ پَر ان کو خمینی نے لگائے ہیں۔

توام المومنین رضی اللہ عنہا نے کہا حضرت! کسی آدمی کی نیکیاں آسمان کے تاروں کے برابر بھی ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں عمر کی۔ تو ام المومنین نے کہا میرے ابا جی کی نیکیاں؟ فرمایا عائشہ! عمر کی ساری نیکیاں ابوبکر کی ایک نیکی کے برابر ہیں۔

تو آسمان پر بے شمار ستارے ہیں جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے آسمان دنیا کو مزین کیا ہے وَحِفْظًا اور آسمان کی حفاظت کے لیے ہیں کہ یہ جنات اور شیاطین اوپر جا کر فرشتوں کی باتیں نہ سنیں۔ جب یہ اوپر جاتے ہیں تو فَاَتْبَعَہٗ شِہَابٌ مُّبِیْنٌ [سورۃ الحجر] ''پس پیچھا کرتا ہے اس کا ایک روشن شہاب۔'' ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ یہ اندازہ ہے غالب کا، جاننے والے کا فَاِنْ اَعْرَضُوْا پس اگر وہ اعراض کریں۔ اگر یہ کافر مشرک لوگ اعراض کریں آپ کی نصیحت کو قبول نہ کریں فَقُلْ تو ان سے کہہ

دیں اَنۡذَرۡتُکُمۡ میں نے تمھیں ڈرادیا ہے صٰعِقَۃً۔صاعقہ کا معنٰی بجلی کا بھی ہے اور مطلق عذاب کا بھی ہے چاہے وہ کسی بھی شکل میں ہو۔یہاں معنٰی عذاب کا ہے۔ میں تمھیں ڈراچکا ہوں عذاب سے مِّثۡلَ صٰعِقَۃِ عَادٍ وَّ ثَمُوۡدَ عاد اور ثمود کے عذاب کی طرح۔جیسے عاد قوم پر تند و تیز ہوا کا عذاب آیا اور ثمود قوم کے متعلق صَیۡحَہ کا لفظ بھی آیا ہے ڈراؤنی آواز اور رَجۡفَہ کا لفظ بھی آیا ہے زلزلہ۔ اِذۡ جَآءَتۡهُمُ الرُّسُلُ جس وقت آئے قوم عاد اور ثمود کے پاس ان کے رسول مِنۡۢ بَیۡنِ اَیۡدِیۡهِمۡ وَ مِنۡ خَلۡفِهِمۡ ان کے آگے سے اور ان کے پیچھے سے۔اگر قوم آرہی ہوتی اللہ تعالیٰ کا پیغمبر سامنے سے پہنچا اور کہا یٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ مَا لَکُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ غَیۡرُهٗ اور جارہے ہوتے تو پیچھے سے آواز دے کر اللہ تعالیٰ کا پیغام سناتے۔تو سامنے سے بھی تبلیغ کی پیچھے سے بھی تبلیغ کی اور یہ سبق دیا اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّا اللّٰهَ یہ کہ تم نہ عبادت کرو مگر صرف اللہ تعالیٰ کی قَالُوۡا لَوۡ شَآءَ رَبُّنَا ان لوگوں نے کہا اگر چاہتا ہمارا رب لَاَنۡزَلَ مَلٰٓئِکَۃً البتہ اتارتا فرشتے نوری مخلوق کو پیغمبر بنا کر بھیجتا۔تم تو ہماری طرح کھاتے پیتے ہو،انسان ہو تم کیسے پیغمبر بن گئے۔

سورہ مومنون آیت نمبر ۳۲ پارہ ۱۸ میں ہے مَا هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُکُمۡ ''نہیں یہ پیغمبر مگر انسان تمھارے جیسا۔یَاۡکُلُ مِمَّا تَاۡکُلُوۡنَ مِنۡهُ وَ یَشۡرَبُ مِمَّا تَشۡرَبُوۡنَ کھاتا ہے ان چیزوں سے جن سے تم کھاتے ہو اور پیتا ہے ان چیزوں میں سے جو تم پیتے ہو۔'' اور سورۃ الفرقان آیت نمبر ۷ پارہ ۱۸ میں ہے کہ انھوں نے کہا مَالِ هٰذَا الرَّسُوۡلِ یَاۡکُلُ الطَّعَامَ وَ یَمۡشِیۡ فِی الۡاَسۡوَاقِ ''کیا ہے اس رسول کو یہ کھانا کھاتا ہے اور چلتا ہے بازاروں میں۔'' سودا سلف خریدتا ہے،بیچتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نبی ہوں۔مشرک

قوموں کا نظریہ تھا کہ پیغمبر بشر نہیں ہونا چاہیے، نوری ہونا چاہیے۔

تو کہنے لگے اگر چاہتا ہمارا پروردگار تو اتارتا فرشتے فَاِنَّا بِمَآ اُرۡسِلۡتُمۡ بِهٖ كٰفِرُوۡنَ پس بے شک ہم اس چیز کے جو تم دے کر بھیجے گئے ہو منکر ہیں۔ نہ توحید مانتے ہیں، نہ رسالت، نہ قیامت مانتے ہیں۔ آگے بھی اسی سلسلے کا ذکر ہے۔

فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ
بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ۭ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ
الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۭ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۱۵﴾
فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ
عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى
وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى
عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا
يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَيَوْمَ يُحْشَرُ ع
اَعْدَاۗءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۱۹﴾ حَتّٰٓى اِذَا مَا جَاۗءُوْهَا شَهِدَ
عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۰﴾
وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ۭ قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ
اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۱﴾

فَاَمَّا عَادٌ پس بہ ہر حال عاد قوم نے فَاسْتَكْبَرُوْا پس تکبر کیا فِي
الْاَرْضِ زمین میں بِغَيْرِ الْحَقِّ ناحق وَقَالُوْا اور انھوں نے کہا مَنْ
اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً کون زیادہ سخت ہے ہم سے قوت میں اَوَلَمْ يَرَوْا کیا اور
انھوں نے نہیں دیکھا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ بے شک اللہ تعالیٰ کی وہ ذات خَلَقَهُمْ
جس نے ان کو پیدا کیا هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً وہ زیادہ سخت ہے ان سے قوت

میں وَكَانُوا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ اور تھے وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے
فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ پس بھیجی ہم نے ان پر رِيْحًا ہوا صَرْصَرًا تندوتیز
فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ منحوس دنوں میں لِّنُذِيْقَهُمْ تاکہ ہم چکھائیں ان کو
عَذَابَ الْخِزْيِ رسوائی کا عذاب فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی میں
وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى اور البتہ آخرت کا عذاب بہت ہی رسوا کرنے والا
ہے وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ اور ان کی مدد نہیں کی جائے گی وَاَمَّا ثَمُوْدُ اور
بہر حال قوم ثمود فَهَدَيْنٰهُمْ پس ہم نے ان کو راستہ بتلایا فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى
پس انھوں نے پسند کیا اندھے پن کو عَلَى الْهُدٰى ہدایت کے اوپر
فَاَخَذَتْهُمْ پس پکڑا ان کو صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ ذلت والے عذاب
کی کڑک نے بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ بہ سبب اس کے جو وہ کماتے تھے وَنَجَّيْنَا
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور نجات دی ہم نے ان لوگوں کو جو ایمان لائے وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ
اور وہ بچتے تھے وَيَوْمَ يُحْشَرُ اور جس دن اکٹھے کیے جائیں گے اَعْدَآءُ
اللهِ اللہ تعالیٰ کے دشمن اِلَى النَّارِ دوزخ کی طرف فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ
پس وہ گروہ در گروہ کر دیے جائیں گے حَتّٰٓى اِذَا مَا جَآءُوْهَا یہاں تک کہ وہ
اس کے قریب پہنچیں گے شَهِدَ عَلَيْهِمْ گواہی دیں گے ان کے خلاف
سَمْعُهُمْ ان کے کان وَاَبْصَارُهُمْ اور ان کی آنکھیں وَجُلُوْدُهُمْ
ان کے چمڑے بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ اس چیز کی جو وہ کرتے تھے وَقَالُوْا

اور وہ کہیں گے لِجُلُوْدِهِمْ اپنے چمڑوں کو لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا تم کیوں گواہی دیتے ہو ہمارے خلاف قَالُوْٓا وہ کہیں گے اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِیْٓ بلوایا ہے ہم کو اس اللہ نے اَنْطَقَ كُلَّ شَیْءٍ جس نے ہر چیز کو بلوایا ہے وَّ هُوَ خَلَقَكُمْ اور اسی نے تم کو پیدا کیا اَوَّلَ مَرَّةٍ پہلی مرتبہ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ اور اسی کی طرف تم لوٹائے گئے ہو۔

ربط آیات:

کل کے سبق میں تم نے یہ بات پڑھی اور سنی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر یہ لوگ نصیحت سے اعراض کریں ،توحید ورسالت اور قیامت سے اعراض کریں تو آپ ان سے کہہ دیں کہ میں نے تمھیں ڈرا دیا ہے عذاب سے جیسا کہ عذاب آیا تھا عاد اور ثمود قوم پر کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے ہلاک ہو جاؤ جس طرح کہ وہ ہلاک ہوئے ہیں۔اب پروردگار اس کی تھوڑی سی تفصیل بیان فرماتے ہیں۔

فرمایا فَاَمَّا عَادٌ پس بہ ہر حال عاد قوم نے فَاسْتَكْبَرُوْا فِی الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ پس تکبر کیا زمین میں ناحق۔نوح علیہ السلام کے بعد دنیا میں قوم عاد تھی۔ان کی طرف اللہ تعالیٰ نے ہود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔بارھویں پارے میں ہے وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ''اور ہم نے عاد قوم کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا۔'' یہ قوم نجران،حضرموت، مغربی یمن اور عمان کے درمیان میں آباد تھی۔جغرافیے میں اس کا نام ربع خالی اور طھماء ہے۔اس علاقے میں زیادہ تر ریت کے ٹیلے تھے مگر نجران کے قریب زرعی زمین بھی تھی

یہ لوگ بڑے ڈیل ڈول والے تنومند اور بڑی قوت والے تھے۔ ان لوگوں نے حضرت ہود علیہ السلام کی نافرمانی کی جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے بارش روک دی۔ بارانی علاقہ تھا لوگوں کو بڑی پریشانی ہوئی، چشموں کا پانی سوکھ گیا، کنوؤں کا پانی کم ہوگیا اور بعض کا بالکل ختم ہوگیا، کھیت سوکھ گئے، درخت جھلس گئے، جانور بھوکے پیاسے مرنے لگے۔

حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا کہ توبہ کرو، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو، میری اطاعت کرو یُرْسِلُ السَّمَآءَ عَلَیْکُمْ مِدْرَارًا [ہود: ۵۲] ''اللہ تعالیٰ چھوڑ دے گا آسمان کو تمہارے اوپر بارش برسانے والا۔'' اور تمہاری طاقت کے ساتھ طاقت کو بڑھا دے گا۔ لیکن وہ قوم اتنی سرکش تھی کہ کہنے لگی کہ اگر تمہاری وجہ سے بارش ہونی ہے تو پھر ہمیں بارش کے ایک قطرے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ اس قوم کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ عاد قوم نے تکبر کیا زمین میں ناحق وَقَالُوْا اور کہا انھوں نے مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّۃً کون زیادہ سخت ہے ہم سے قوت میں۔ ہم سے زیادہ طاقت والا کون ہے، ہم سے قد کس کا بڑا ہے، بدنی اور مالی طاقت میں ہم سے زیادہ کون ہے۔ رب تعالیٰ نے جواب دیا اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰہَ الَّذِیْ کیا اور انھوں نے نہ دیکھا کہ بے شک اللہ تعالیٰ کی وہ ذات خَلَقَھُمْ جس نے ان کو پیدا کیا ھُوَ اَشَدُّ مِنْھُمْ قُوَّۃً وہ زیادہ سخت ہے قوت میں ان سے وَکَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَجْحَدُوْنَ اور تھے وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے۔ پھر کیا ہوا فَاَرْسَلْنَا عَلَیْھِمْ رِیْحًا پس بھیجی ہم نے ان پر ہوا صَرْصَرًا تندوتیز جھکڑ چلائے فِیْٓ اَیَّامٍ نَّحِسَاتٍ منحوس دنوں میں۔ ہوا کیوں چلائی لِّنُذِیْقَھُمْ عَذَابَ الْخِزْیِ تاکہ ہم چکھائیں انھیں رسوائی کا عذاب فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا دنیا کی زندگی میں وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَۃِ اَخْزٰی اور البتہ آخرت کا عذاب بہت رسوا کرنے والا ہے وَھُمْ

لَا یُنْصَرُوْنَ اوران کی مدد نہیں کی جائے گی۔کئی سال بارشیں نہ ہوئیں پھر بادل کا ایک ٹکڑاان کونظر آیاتو بڑے خوش ہوئے۔کہنے لگے هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا [الاحقاف:۲۴] ''یہ بادل ہے ہم پر بارش برسائے گا''۔بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ ''نہیں بلکہ یہ وہ ہے کہ جس کوتم جلدی طلب کرتے تھے''یہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے۔

ترمذی شریف کی روایت میں ہے کہ جس وقت بادل ان کے قریب آ گیاتو اس سے آواز آئی رِمَادًا رِمَادًا لَا تَذَرْ مِنْ عَادٍ اَحَدًا ''ان کوراکھ اور خاک کردے کسی ایک کوبھی نہ چھوڑنا''یہ آواز کانوں سے سننے کے باوجود عبرت حاصل نہ کی،ضد نہ چھوڑی ،حق کوقبول نہیں کیا۔ہوانے ان کو پٹکا پٹکا کر مارا۔کوئی یہاں گراپڑاہے کوئی وہاں گراپڑا ہے۔سورۃ الحاقہ پارہ۲۹ میں ہے کَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ''گویا کہ وہ کھجور کے تنے ہیں جو اکھاڑ کر پھینک دیئے گئے ہیں''۔وہ ہوا جو عالم اسباب میں جان دار چیزوں کے لیے نجات کا ذریعہ ہےاسی ہواکواللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب بنا کر مسلط کردیا۔

بعض لوگوں کا باطل استدلال اوراس کا جواب :

یہاں پرایک اہم بات سمجھ لیں۔بعض لوگوں نے فِیۡۤ اَیَّامٍ نَّحِسَاتٍ سے غلط استدلال کیا ہے۔وہ کہتے ہیں کہ دنوں میں نحس بھی ہیں اور سعد بھی ہیں۔دن منحوس بھی ہوتے ہیں اوراچھے بھی ہوتے ہیں کہ منحوس دنوں میں ان پر عذاب مسلط کیا۔اسی وجہ سے بعض جاہل لوگ کہتے ہیں :

منگل بدھ نہ جاویں پہاڑ
جیتی بازی آویں ہار

منگل بدھ والے دن پہاڑ کا سفر نہ کرنا ورنہ شکست کھا کر آؤ گے۔اور بعض علاقوں میں

شوال کے مہینے میں نکاح کو معیوب سمجھتے ہیں اور اس کو خالی مہینہ کہتے ہیں کہ یہ نکاح سے خالی ہوتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے بعض عورتوں نے ذکر کیا کہ امی جان! لوگ کہتے ہیں کہ شوال کے مہینے میں نکاح ہو تو نباہ نہیں ہوتا۔ فرمایا لوگ غلط کہتے ہیں میرا نکاح بھی شوال کے مہینے میں ہوا ہے اور رخصتی بھی شوال کے مہینے میں ہوئی ہے۔ اس وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی برادری کے لڑکے لڑکیوں کے نکاح شوال کے مہینے میں کرتی تھیں۔ اور جیسے آج کل اپنے آپ کو سنی کہلانے والے لوگ محرم میں نکاح کرنے کو بہت بُرا سمجھتے ہیں۔ شیعہ تو خیر رہے اپنی جگہ سنی کہلانے والوں کی بات کرتا ہوں۔ یہ لوگ شریعت کی حدود پھلانگنے والے ہیں۔

شرعی طور پر محرم میں نکاح کی کوئی ممانعت نہیں ہے۔ محرم میں نکاح اس لیے نہیں کرتے کہ دس محرم کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے اور رجب میں بھی نکاح نہیں کرتے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ رجب میں شہید ہوئے تھے۔ شوال کے مہینے میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ اگر ضابطہ یہی ہوتا اور بارہ مہینوں میں اہل بیت کے بارہ آدمی شہید ہوتے تو پھر بارہ مہینوں پر تو ان کا قبضہ ہو جاتا تو نکاح کون سے مہینے میں کرتے۔ لہٰذا یہ نظریہ ہی غلط ہے۔ وہ منحوس دن کافروں کے لیے تھے۔ دنوں میں ذاتی نحوست نہیں ہوتی۔ آگے آرہا ہے وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا "اور ہم نے نجات دی ایمان والوں کو۔" انھی دنوں میں ہود اور ان کے ساتھیوں کو نجات ملی۔ اگر دنوں میں نحوست ہوتی تو یہ بھی نہ بچتے۔ پھر یہ عذاب قوم عاد پر مسلسل سات راتیں اور آٹھ دن ہوتا رہا۔ چنانچہ سورۃ الحاقہ پارہ ۲۹ میں ہے سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّ ثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا "ہوا کو مسلط کیا ان پر اللہ تعالیٰ نے سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل چلتی رہی۔" بدھ والے دن عذاب

شروع ہوا اگلے بدھ تک جاری رہا۔ تو اب سعد کس دن کو کہو گے نحس کس دن کو کہو گے۔ سارے دن ہی منحوس ہو گئے۔ لہٰذا دن ذاتی طور پر کوئی بھی منحوس نہیں ہے۔ یہ نحوست ان کے کفر و شرک کی وجہ سے ان کے حق میں تھی اور یہ دن ان کے لیے منحوس تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تباہ ہوئے اور ہود علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کا کچھ بھی نہ بگڑا۔

وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ اور بہ ہر حال ثمود قوم جو تھی پس ہم نے ان کو راستہ بتلایا ان کی راہنمائی کی۔ حضرت صالح علیہ السلام کو ان کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا۔ اللہ کے نبی نے ان کی زبان میں ان کی راہنمائی کی فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى پس انھوں نے پسند کیا اندھے پن کو۔ دلوں کے اندھے ہونے کو انھوں نے پسند کیا عَلَى الْهُدٰى ہدایت پر۔ ہدایت کے مقابلے میں انھوں نے گمراہی کو اختیار کیا ہدایت انھوں نے قبول نہ کی ضد پر اڑے رہے، منہ مانگا معجزہ بھی مل گیا جو چٹان انھوں نے خود متعین کی اسی سے اونٹنی نکلی لیکن پھر بھی نہیں مانے فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ۔ ھون ھا کے ضمہ کے ساتھ ہو تو معنٰی ہوتا ہے ذلت اور ھا کے فتحہ کے ساتھ ہو تو معنٰی ہوتا ہے وقار کے ساتھ چلنا۔ یہاں ضمہ کے ساتھ ہے۔ تو معنٰی ہو گا پس پکڑا ان کو ذلت والے عذاب کی کڑک نے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایک بڑی کڑک دار آواز نکالی جس سے زلزلہ آیا۔ ان کے متعلق صیحہ کا لفظ بھی آتا ہے اور رجفہ کا لفظ بھی آتا ہے۔ رب تعالیٰ نے ان کو سخت ذلیل عذاب کی کڑک میں کیوں پکڑا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ بہ سبب اس کے جو وہ کماتے تھے۔ ان کے کفر، شرک اور برائی کا صلہ ان کو ملا وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ اور نجات دی ہم نے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور تھے وہ بچتے رب تعالیٰ کی نافرمانی سے۔ یہ تو دنیا کا عذاب تھا وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ اور جس دن چلائے جائیں

گے، اکٹھے کیے جائیں گے اللہ تعالیٰ کے دشمن آگ کی طرف۔ محشر والے دن اللہ تعالیٰ کی عدالت والی جگہ سے جنت بھی نظر آئے گی اور دوزخ بھی وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ [الشعراء:۹۰] ''اور قریب کردی جائے گی جنت پرہیزگاروں کے وَ بُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ اور ظاہر کردیا جائے گا دوزخ کو گمراہوں کے لیے۔'' فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ پس وہ گروہ در گروہ کردیئے جائیں گے۔

اسی پارے میں تم پڑھ چکے ہو وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ''اور چلائے جائیں گے وہ لوگ جو کافر ہیں جہنم کی طرف گروہ در گروہ۔'' یہودیوں کا علیحدہ گروہ، عیسائیوں کا علیحدہ گروہ، ہندوؤں کا علیحدہ گروہ، سکھوں کا علیحدہ گروہ بدھوؤں کا علیحدہ گروہ، اسی طرح مومنوں کے بھی علیحدہ علیحدہ گروہ ہوں گے۔ نفل نمازیں زیادہ پڑھنے والوں کا علیحدہ گروہ ہوگا۔ فرض نمازیں تو سب مومن پڑھتے ہیں۔ مجاہدین کا گروہ علیحدہ ہوگا۔ جنھوں نے کثرت کے ساتھ حج کیے ان کا گروہ علیحدہ ہوگا۔ کثرت سے نفلی روزے رکھنے والوں کا گروہ علیحدہ ہوگا۔ جنھوں نے دین کی تبلیغ کثرت کے ساتھ کی ان کا گروہ علیحدہ ہوگا۔

تو اعداء اللہ گروہ در گروہ تقسیم ہوں گے حَتّٰٓى اِذَا مَا جَآءُوْهَا یہاں تک کہ جب وہ دوزخ کے قریب پہنچیں گے جہاں اللہ تعالیٰ کی عدالت ہوگی وہاں سے دوزخ نظر آئے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے بتلاؤ میرے بندو! میں نے تمھیں عقل دی، پیغمبر بھیجے، کتابیں نازل کیں پھر تم نے میری توحید کو تسلیم کیوں نہیں کیا؟ میرے پیغمبروں کو تسلیم کیوں نہیں کیا؟ تو یہ کہیں گے وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ''قسم ہے اللہ کی جو ہمارا رب ہے نہیں تھے ہم شرک کرنے والے۔'' ہم نے شرک کیا ہی نہیں ہے۔ رب تعالیٰ

فرمائیں گے اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ''دیکھو کیسا جھوٹ بولا انھوں نے اپنی جانوں پر وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ [انعام:۲۴] ''اور گم ہوگئیں ان سے وہ باتیں جو وہ کرتے تھے۔'' مشرک اتنا بے حیا اور ڈھیٹ ہوتا ہے رب تعالیٰ کی سچی عدالت میں بھی جھوٹ بولنے سے باز نہیں آئے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کے مونہوں پر مہریں لگادیں گے۔

سورۃ یٰسین میں ہے اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ ''آج ہم مہریں لگادیں گے ان کے مونہوں پر۔'' پھر کیا ہوگا؟ شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ گواہی دیں گے ان کے خلاف ان کے کان اور ان کی آنکھیں وَجُلُوْدُهُمْ ان کے چمڑے بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ اس چیز کی وہ خبر دیں گے جو وہ کرتے رہے۔ جس طرح اب میں زبان سے بول رہا ہے اور تم میرے الفاظ سن رہے ہو اس طرح کان، آنکھیں، چمڑے، ہاتھ پاؤں بولیں گے، کہنیاں اور گھٹنے بولیں گے کہ واقعی انہوں نے شرک کیا ہے وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ اور وہ مجرم اپنے چمڑوں سے کہیں گے لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا کیوں گواہی دیتے ہو تم ہمارے خلاف قَالُوْٓا وہ اعضاء کہیں گے اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ بلوایا ہے ہم کو اس اللہ نے جس نے ہر چیز کو بلوایا ہے۔ ہمارا کیا بس ہے ہم تو رب تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ اور اسی نے تمھیں پیدا کیا پہلی مرتبہ اور جس جس کو کام میں لگایا، کان سننے کے لیے، آنکھیں دیکھنے کے لیے، ہاتھ پکڑنے کے لیے، زبان بولنے کے لیے، پاؤں چلنے کے لیے، اسی رب نے یہ تصرف فرمایا ہے اور ہر ایک سے بلوا رہا ہے وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ اور اسی رب کی طرف آج تم لوٹائے گئے ہو۔ یہ سارا نقشہ قیامت والے دن سامنے آئے گا۔ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے اور

ایمان کی سلامتی کے ساتھ دنیا سے لے جائے اور آخرت کی شرمندگی سے محفوظ فرمائے۔

وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝۲۲ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝۲۳ فَاِنْ يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ ۝۲۴ وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ۝۲۵ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ۝۲۶ فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۲۷ ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ ۚ لَهُمْ فِيْهَا دَارُ الْخُلْدِ ۭ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ۝۲۸

ع ۱۷

وَمَا كُنْتُمْ اورنہیں تھے تم تَسْتَتِرُوْنَ چھپ سکتے اَنْ اس بات سے يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ کہ گواہی دیں تمہارے خلاف سَمْعُكُمْ تمہارے کان وَلَآ اَبْصَارُكُمْ اور نہ اس سے کہ گواہی دیں تمہارے خلاف تمہاری آنکھیں وَلَا جُلُوْدُكُمْ اور نہ اس سے کہ گواہی دیں تمہارے خلاف تمہارے چمڑے وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اور لیکن تم نے خیال کیا کہ اَنَّ اللّٰهَ

بے شک اللہ تعالیٰ لَا یَعْلَمُ نہیں جانتا كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ بہت ساری وہ چیزیں جو تم کرتے ہو وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ اور یہ تمہارا خیال ہے الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ وہ خیال جو تم نے کیا بِرَبِّكُمْ اپنے رب کے بارے میں اَرْدٰىكُمْ اس خیال نے تمھیں ہلاک کردیا فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ پس ہوگئے تم نقصان اٹھانے والوں میں سے فَاِنْ يَّصْبِرُوْا پس اگر وہ صبر کریں فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ پس دوزخ کی آگ ہی ان کا ٹھکانا ہے وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا اور اگر وہ معافی مانگیں فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ پس نہیں ہوں گے وہ کہ ان کو معافی کا موقع دیا جائے وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ اور ہم نے مسلط کردیے ہیں ان کے لیے ساتھی فَزَيَّنُوْا لَهُمْ پس انھوں نے مزین کیا ان کے لیے مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ جو کچھ ان کے آگے ہے وَمَا خَلْفَهُمْ اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ اور لازم ہو چکی ان پر بات فِيْٓ اُمَمٍ ان امتوں میں قَدْ خَلَتْ تحقیق جو گزر چکی ہیں مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ جنات میں سے اور انسانوں میں سے اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ بے شک وہ نقصان اٹھانے والے تھے وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور کہا ان لوگوں نے جنھوں نے کفر کیا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ نہ سنو تم اس قرآن کو وَالْغَوْا فِيْهِ اور اس میں شور مچاؤ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ تاکہ تم غالب آجاؤ فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا پس البتہ ہم ضرور چکھائیں گے ان

لوگوں کو جو کافر ہیں عَذَابًا شَدِیْدًا سخت عذاب وَّلَنَجْزِیَنَّهُمْ اور ہم ان کو ضرور بدلہ دیں گے اَسْوَاَ الَّذِیْ بہت برا بدلہ ہے اس چیز کا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ جو وہ کرتے ہیں ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ یہ ہے سزا اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کی النَّارُ دوزخ کی آگ لَهُمْ فِیْهَا دَارُ الْخُلْدِ ان کے لیے دوزخ میں ہمیشگی کا گھر ہے جَزَآءًۢ بدلہ ہوگا بِمَا كَانُوْا اس چیز کا کہ تھے بِاٰیٰتِنَا یَجْحَدُوْنَ ہماری آیتوں کا وہ انکار کرتے تھے۔

ربط آیات :

اس سے پہلے سبق میں یہ بات بیان ہوئی تھی کہ قیامت والے دن انسان کے اپنے اعضاء جب اس کے خلاف گواہی دیں گے تو یہ کہیں گے تم ہمارے چمڑے (جسم کا حصہ) ہو کر ہمارے خلاف کیوں گواہی دیتے ہو؟ تو وہ کہیں گے اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِیْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَیْءٍ "بلوایا ہے ہم کو اسی اللہ نے جس نے ہر چیز کو بلوایا ہے۔" اور انسان کے اعضاء یہ بھی کہیں گے وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اور نہیں تھے تم چھپ سکتے اَنْ یَّشْهَدَ عَلَیْكُمْ اس بات سے کہ گواہی دیں تمہارے خلاف سَمْعُكُمْ تمہارے کان وَلَآ اَبْصَارُكُمْ اور نہ اس بات سے کہ تمہاری آنکھیں گواہی دیں وَلَا جُلُوْدُكُمْ اور نہ اس بات سے کہ تمہارے چمڑے گواہی دیں۔ یہ تو انسان کے بس میں نہیں ہے کہ گناہ کرتے وقت اعضاء کو اتار کر پھینک دے۔ کان اتار دے، آنکھیں نکال دے، ہاتھ پاؤں الگ کر دے، چمڑا اتار دے پھر گناہ کرے کہ یہ گواہ نہ بن سکیں۔ یہ تو انسان کے بس میں نہیں ہے۔ تو یہ اعضاء کہیں گے کہ تم چھپ نہیں سکتے تھے کہ تمہارے خلاف تمہارے

کان گواہی دیں اور نہ آنکھیں گواہی دیں اور نہ چمڑے گواہی دیں وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اور لیکن تم نے خیال کیا کہ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ کہ بے شک اللہ تعالیٰ نہیں جانتا تمہارے بہت سارے وہ کام جو تم کرتے ہو۔ تم گناہ کے کام لوگوں سے چھپ کر کرتے تھے مگر خدا تعالیٰ سے ذرا شرم نہیں کھاتے تھے حالانکہ اس سے تو کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے مگر تم سمجھ رہے تھے کہ یہ برائیاں اللہ تعالیٰ سے بھی پوشیدہ ہیں اور ان کو کوئی نہیں دیکھتا اور نہ کوئی جانتا ہے۔

اگر بندہ یہ سمجھے کہ میرا یہ عمل رب دیکھ رہا ہے تو پھر گناہ کی نوبت ہی نہ آئے۔ ایسا اندھا اور بہرا ہو کر کرتا ہے کہ شاید اس کے رب کو علم نہیں ہے۔ تو فرمایا کہ تم نے خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ نہیں جانتا تمہارے بہت سے اعمال کو وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اور یہ تمہارا خیال ہے جو خیال تم نے اپنے رب کے بارے میں کیا اَرْدٰىكُمْ اس خیال نے تمہیں ہلاک کر دیا برے عمل کرتے وقت تم نے یہ خیال کیا کہ تمہارے رب کو تمہارے اعمال کا علم نہیں ہے اور وہ تم سے پوچھے گا نہیں۔ اس خیال نے تمہیں تباہ کر دیا فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ پس ہو گئے تم نقصان اٹھانے والوں میں سے۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں فَاِنْ يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ پس اگر یہ صبر کریں پس دوزخ کے عذاب پر، تو دوزخ ان کا ٹھکانا ہے۔ صبر کرنا پڑے گا وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا اور اگر معافی مانگیں گے فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ پس نہیں ہوں گے وہ کہ ان کو معافی کا موقع دیا جائے۔ عتبیٰ بروزن بشریٰ یہ مصدر ہے عتبیٰ کا معنیٰ ہے الرجوع اِلٰی مَا یَرْضَی اللّٰہُ "اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی کوشش کرنا۔" تو لغوی معنیٰ میں مطلب یہ بنے گا اگر وہ رب کو راضی کرنا چاہیں گے تو نہیں ہوں گے وہ ان میں سے جنھیں رب

تعالیٰ کو راضی کرنے کی اجازت ملے گی۔ اب محاورے کے طور پر معنیٰ ہوگا کہ اگر وہ توبہ کرنا چاہیں گے تو ان کی معافی قبول نہیں کی جائے گی۔ بعض جرم ایسے ہوتے ہیں کہ مجرم معافی مانگ لے اور آئندہ کے لیے اطمینان دلا دے تو اس کو معاف کر دیا جاتا ہے لیکن چونکہ کافروں اور مشرکوں پر جنت حرام ہے اور ان کا ہمیشہ کے لیے ٹھکانا دوزخ ہے لہٰذا ان کو معافی مانگنے کا موقع نہیں دیا جائے گا وَقَيَّضْنَا لَهُمْ اور ہم نے مسلط کر دیئے ان کے لیے قُرَنَاءَ ساتھی۔ قرین کی جمع ہے۔ ان کے ساتھ ہم نے ساتھی جوڑ دیئے ہیں فَزَيَّنُوا لَهُمْ مَّا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ پس ان ساتھیوں نے ان کے لیے مزین کیا ان گناہوں کو جو ان کے آگے ہیں وَمَا خَلْفَهُمْ اور ان گناہوں کو جو ان کے پیچھے ہیں۔ بُرے ساتھی انسانوں میں سے بھی ہوتے ہیں اور جنات میں سے بھی۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب انسان کو اچھا خیال آئے تو یہ فرشتے کے اثر کی وجہ سے ہوتا ہے جو دل کے ایک کونے میں ہے۔ تو اس پر الحمد للہ کہے کہ یہ فرشتے کا اِلقاء ہے۔ اور اگر دل میں بُرا خیال پیدا ہو تو یہ شیطان کا وسوسہ ہوتا ہے۔ اس وقت بائیں طرف تھوک دو اور اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھو اور لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھو اور اس وسوسے کو دل سے نکالنے کی کوشش کرو۔ بخاری شریف کی روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَجْرِىْ مِنَ الْاِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ ”شیطان انسان کے جسم میں وہاں تک اثر کرتا ہے جہاں تک خون گردش کرتا ہے۔“ اور خون ناخنوں کے نیچے تک چلتا ہے تو اس صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ شیطان کا انسان کے بدن میں دخل ہے۔ تو وہ ساتھی انسان بھی ہو سکتے ہیں اور جنات بھی۔ انسان نظر آتے ہیں اور جنات نظر نہیں آتے۔ بُرے ساتھی اچھے سے اچھے انسان کو بھی بگاڑ دیتے ہیں۔

بُرے ساتھی :

تفسیروں میں آتا ہے کہ نوح علیہ السلام کے بیٹے کنعان کے ساتھی بُرے تھے اس کے باپ نوح علیہ السلام نے سمجھایا کہ بیٹے! ان کے ساتھ نہ بیٹھا کرو۔ نرمی کے ساتھ بھی سمجھایا اور گرمی کے ساتھ بھی سمجھایا مگر بدقسمت پر نصیحت کا کوئی اثر نہیں ہوتا وہ نصیحت کو قبول نہیں کرتا بلکہ نصیحت اس کو گولی کی طرح لگتی ہے۔ تو بُرے ساتھیوں نے اس کا بیڑا غرق کر دیا۔

اسی لیے حدیث پاک میں آتا ہے کہ تمھیں کسی آدمی کے بارے میں یہ پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ بُرا ہے یا اچھا ہے، نیک ہے یا بد ہے بلکہ اس کی سوسائٹی اور جماعت کو دیکھو کیسی ہے اور وہ کس قسم کے لوگوں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے فَاِنَّ الْمَرْءَ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ ''بے شک آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔'' جو اس کے ساتھیوں کے خیالات ہوں گے اس کے بھی وہی ہوں گے اور فطری طور پر نیکی کا اثر دیر سے ہوتا ہے اور برائی کا اثر جلدی ہوتا ہے اس لیے کہ نفس امارہ برائی کو چاہتا ہے۔ سیانے لوگوں نے کہا ہے کہ بُرائی کی رفتار گھوڑے کی ہے اور نیکی کی رفتار چیونٹی کی ہے۔ تو اچھی مجلسوں میں بیٹھنے والے پر نیکی کا اثر دیر سے ہوتا ہے اور بُری مجلسوں میں بیٹھنے والے پر برائی کا اثر فوراً ہوتا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے ان پر مسلط کیے ہیں ساتھی جو مزین کرتے ہیں ان کے لیے ان گناہوں کو جو آگے ہیں اور جو پیچھے ہیں۔ وہ سارے گناہوں کو اچھی شکل میں پیش کرتے ہیں کہ ڈاکے میں تھوڑے سے وقت میں بڑی رقم مل جائے گی مزے کرو گے، چوری میں تھوڑا سا وقت لگے گا پھر ہمیشہ عیش کرو گے۔ وہ سب کے سب گناہ مزین کر کے پیش کرتے ہیں وَحَقَّ عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ اور لازم ہو چکی ان کافروں پر بات فِیْٓ

اُمَمٍ ان امتوں کی طرح قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ جو گزر چکی ہیں ان سے پہلے مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ جنوں اور انسانوں میں سے۔ آدم علیہ السلام سے دو ہزار سال پہلے زمین پر جنات کی حکمرانی تھی اس کے بعد آدم علیہ السلام تشریف لائے تو خلافت ارضی آدم علیہ السلام کے سپرد کی گئی۔ تو فرمایا کہ جو امتیں ان سے پہلے گزر چکی ہیں جنوں اور انسانوں میں سے جو فیصلہ ان کے بارے میں تھا ان کے بارے میں بھی وہی فیصلہ ہے۔ وہ فیصلہ یہ ہے اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ بے شک وہ نقصان اٹھانے والے تھے یہ بھی نقصان اٹھائیں گے۔ جنوں اور انسانوں میں سے جو بھی رب تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا خسارے میں رہے گا۔

کافروں کی حق کے خلاف سازش اور طریقہ یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی جگہ چند آدمیوں کو اکٹھے دیکھتے تو وہاں پہنچ کر ان کو تبلیغ شروع کر دیتے گرمی ہو یا سردی ہو، آندھی ہو یا طوفان، رات ہو یا دن۔ ان تمام چیزوں سے بے نیاز ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا مشن پہنچاتے۔ بڑی نرمی کے ساتھ ان کو قرآن سناتے اور سمجھاتے (کفار بھی وہاں پہنچ جاتے اور آوازے کستے)۔ چونکہ ان لوگوں کی مادری زبان عربی تھی مطلب خود بہ خود سمجھ جاتے۔ کچھ لوگوں پر اثر ہوتا وہ آپس میں باتیں کرتے کہ کہتا تو ٹھیک ہے باتیں تو صحیح کرتا ہے۔ مگر جب دھڑے کی طرف دیکھتے، باپ دادے کے عقیدے کی طرف دیکھتے تو قبول کرنے کی جرأت نہ کرتے۔

جب رؤسائے قریش و کفار نے دیکھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر مجلس میں پہنچ جاتے ہیں اور قرآن سناتے ہیں اور قرآن کا اثر لوگوں پر ہوتا ہے تو پھر انھوں نے یہ مہم شروع کی وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور کہا ان لوگوں نے جنھوں نے کفر کیا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ

نہ سنوتم اس قرآن کو وَالْغَوْا فِیْهِ اورشور مچاؤ اس میں لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ تاکہ تم غالب آجاؤ۔ یہ مہم انھوں نے گلیوں میں بازاروں میں، محلوں میں شروع کی کہ قرآن نہیں سننا اور جب یہ قرآن سنائے تو شور مچاؤ کہ کسی کو سمجھ ہی نہ آئے۔ اس پر وہ عرصہ دراز تک عمل کرتے رہے کہ جہاں بھی آنحضرت ﷺ قرآن سنانے کے لیے تشریف لے جاتے تو شور مچانے کے لیے یہ بھی وہاں پہنچ جاتے اور اس کے لیے انھوں نے معقول طریقے پر بندوبست کیا ہوا تھا۔ ایک گروپ تھا جس کی ڈیوٹی تھی کہ جہاں یہ جائے تم وہاں پہنچ کر شور مچاؤ اور جو بڑے تھے ان کا طریقہ مختلف تھا۔ بڑے اجتماعات میں وہ خود پہنچتے تھے مثلاً حج کے دنوں میں لوگ جمع ہوتے تھے اور دور دراز سے آتے تھے۔

مستدرک حاکم اور مسند احمد میں ہے کہ آنحضرت ﷺ بھی تبلیغ کے لیے پہنچ جاتے۔ تو انہوں نے باریاں مقرر کی ہوتی تھیں کہ مزدلفہ کے مقام پر ابوجہل تردید کرے گا، منٰی کے مقام پر ابولہب اور عرفات کے میدان میں فلاں تردید کرے گا کہ ان مقامات پر لوگ اکٹھے ہوتے تھے۔ اور طریقۂ واردات ان لوگوں کا یہ تھا کہ جب آنحضرت ﷺ بیان شروع فرماتے تو یہ بھی جا کر بیٹھ جاتے اور دوسرے لوگوں کی طرح سنتے رہتے تھے درمیان میں نہیں بولتے تھے۔

جب بیان ختم ہوتا تو مثلاً ابوجہل کھڑا ہو جاتا اور کہتا ایها الناس اے لوگو میری بات سنو! میرا نام عمرو بن ہشام ہے (اور ابوالحکم میرا عہدہ اور منصب ہے) ابوالحکم کا معنٰی ہے چیئرمین۔ ابوجہل تو اس کو مسلمان کہتے تھے وہ لوگ تو اس کو ابوالحکم کہتے تھے۔ یہ اس کی کنیت تھی۔ میں عمرو بن ہشام ابوالحکم ہوں۔ یہ شخص میرا بھتیجا ہے صَابِئٌ كَاذِبٌ ''یہ صابی ہے اپنے باپ دادا کے دین سے پھر گیا ہے اور جھوٹا ہے۔'' اس کے پھندے میں نہ

آنا۔ ابولہب آپ ﷺ کا سگا چچا تھا۔ جب اس کی باری ہوتی تو آپ ﷺ کی تقریر کے ختم ہونے پر کھڑا ہو جاتا اور کہتا اَیُّھَا النَّاس اے لوگو میری بات سنو! میرا نام عبد العزّٰی اور میرے والد کا نام عبد المطلب تھا۔ عبد المطلب مشہور شخصیت تھی ان کو مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے سب جانتے تھے۔ ابولہب کہتا اس شخص نے جو کچھ بیان کیا ہے اس کے پھندے میں نہ آنا یہ صابی اور کاذب ہے۔ اس وقت اہل حق کو صابی کہتے تھے جس طرح آج کل وہابی کہتے ہیں۔

ایک موقع پر ابوجہل نے ریت کی مٹھی بھر کر آنحضرت ﷺ کے چہرہ مبارک پر پھینکی وہ گویا کہ لوگوں کو سبق دے رہا تھا کہ تم بھی اس پر ریت اور پتھر پھینکو۔ تو ان لوگوں نے آپ ﷺ کی حوصلہ شکنی کے لیے کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کافروں نے کہا کہ نہ سنو اس قرآن کو اور شور مچاؤ تا کہ تم غالب آجاؤ۔

فرمایا فَلَنُذِيقَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا پس ہم ضرور چکھائیں گے ان لوگوں کو جو کافر ہیں عَذَابًا شَدِيدًا بڑا سخت عذاب۔ لگالیں یہ جتنا زور لگا سکتے ہیں۔ دیکھو! ہم ان کا کیا حشر کرتے ہیں وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ اور ہم ان کو ضرور بدلہ دیں گے بہت برا بدلہ ہے اس چیز کا جو وہ کرتے ہیں۔ وہ دوزخ کی آگ ہے جو دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہے ذٰلِكَ جَزَآءُ أَعْدَآءِ اللهِ یہ بدلہ ہے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کا النَّارُ آگ کی شکل میں لَهُمْ فِيهَا دَارُ الْخُلْدِ ان کے لیے دوزخ میں ہمیشگی کا گھر ہے۔ یہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُونَ بدلہ ہوگا اس چیز کا کہ یہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے۔

صرف انکار ہی نہیں کرتے تھے بلکہ کھلا مقابلہ کرتے تھے۔ اس کا بدلہ ان کو ضرور مل

کرر ہے گا۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں دیر تو ہے اندھیر نہیں ہے۔ یہ جو چاہیں کرتے پھریں اللہ تعالیٰ کی گرفت سے نہیں بچ سکتے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿٢٩﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿٣٠﴾ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ﴿٣١﴾ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ﴿٣٢﴾ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿٣٣﴾ وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۭ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ﴿٣٤﴾ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿٣٥﴾

وَقَالَ الَّذِيْنَ اور کہیں گے وہ لوگ كَفَرُوْا جنھوں نے کفر کیا رَبَّنَآ اے ہمارے رب اَرِنَا الَّذَيْنِ دکھا دے ہمیں وہ دو اَضَلّٰنَا جنھوں نے ہمیں گمراہ کیا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ جنات میں سے اور انسانوں میں نَجْعَلْهُمَا ہم ان کو کچل دیں تَحْتَ اَقْدَامِنَا اپنے پاؤں کے نیچے لِيَكُوْنَا تاکہ ہوجائیں وہ مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ پست لوگوں میں سے اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا بے شک وہ لوگ جنھوں نے کہا رَبُّنَا اللّٰهُ پروردگار ہمارا اللہ

ہے ثُمَّ اسْتَقَامُوْا پھر وہ ڈٹ گئے تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ اترتے ہیں ان پر الْمَلٰٓئِكَةُ فرشتے (اور کہتے ہیں) اَلَّا تَخَافُوْا یہ کہ تم خوف نہ کرو وَلَا تَحْزَنُوْا اور نہ غم کھاؤ وَاَبْشِرُوْا اور خوش ہو جاؤ بِالْجَنَّةِ جنت پر الَّتِيْ وہ جنت كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ ہم تمہارے ساتھی ہیں فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی میں وَ فِي الْاٰخِرَةِ اور آخرت میں وَلَكُمْ فِيْهَا اور تمہارے لیے اس جنت میں ہو گا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ جو تمہارے جی چاہیں گے وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ اور تمہارے لیے ہوگا اس جنت میں جو تم طلب کرو گے نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ مہمانی ہوگی بخشنے والے مہربان کی طرف سے وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا اور کون زیادہ اچھا ہے بات کے لحاظ سے مِّمَّنْ اس شخص سے دَعَآ اِلَى اللّٰهِ جو بلاتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف وَعَمِلَ صَالِحًا اور عمل کرتا ہے اچھا وَّقَالَ اور کہتا ہے اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ بے شک میں مسلمانوں میں سے ہوں وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ اور نہیں ہے برابر نیکی وَلَا السَّيِّئَةُ اور نہ برائی اِدْفَعْ بِالَّتِيْ اور ٹال دیں آپ ایسے طریقے کے ساتھ هِيَ اَحْسَنُ جو اچھا ہو فَاِذَا الَّذِيْ پس اچانک وہ شخص بَيْنَكَ تیرے درمیان وَ بَيْنَهٗ اور اس کے درمیان عَدَاوَةٌ عداوت ہے كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ گویا کہ وہ دوست ہوگا مخلص وَمَا يُلَقّٰىهَآ اور نہیں دی جاتی یہ خصلت اِلَّا الَّذِيْنَ

مگر ان لوگوں کو صَبَرُوا جنھوں نے صبر کیا وَمَا یُلَقّٰھَآ اور نہیں دی جاتی یہ خصلت اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ مگر اس کو جو بڑے نصیبے والا ہو۔

رابط آیات :

کل کے سبق میں تم نے پڑھا ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ یہ ہے بدلہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کا آگ۔ کافروں کو جب دوزخ میں تکلیف ہوگی تو کہیں گے۔ کیا کہیں گے؟ فرمایا وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا اور کہیں گے وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا رَبَّنَآ اے ہمارے رب اَرِنَا الَّذَیْنِ دکھادے ہمیں وہ دو اَضَلّٰنَا جنھوں نے ہمیں گمراہ کیا۔ وہ دو کون ہیں؟ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ جنوں اور انسانوں میں سے۔ کیوں دکھا نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا ہم ان کو کچل دیں اپنے پاؤں کے نیچے۔ اس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ جس طرح انسان انسان کو گمراہ کرتا ہے اسی طرح جن یعنی شیطان بھی انسان کو گمراہ کرتا ہے۔ تو مطلب ہوگا کہ جن انسانوں اور جنوں نے، شیطانوں نے ہمیں بہکایا اور گمراہ کیا وہ ہمیں دکھا۔ ہم ان کو اپنے پاؤں کے نیچے کچل کر اپنے دل کی بھڑاس نکالنا چاہتے ہیں۔

اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ جن سے مراد ابلیس ہے اور انس سے مراد آدم علیہ السلام کا نافرمان بیٹا قابیل مراد ہے جس نے اپنے بھائی ہابیل رحمۃ اللہ علیہ کو قتل کر کے سب سے پہلے برائی دنیا میں پھیلائی۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ دنیا میں جتنے ناحق قتل ہوتے ہیں وہ سب قابیل کی گردن پر ہیں لِاَنَّهٗ اَوَّلَ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ ''اس لیے کہ وہ پہلا شخص ہے جس نے قتل ناحق کی بنیاد رکھی۔'' تو جن سے مراد ابلیس اور انس سے مراد قابیل۔ اے پروردگار! ہمیں یہ دونوں دکھا کہ ہم ان کو اپنے قدموں کے نیچے کچل دیں کہ انھوں نے

ہمارا بیڑا غرق کیا ہے لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ تا کہ ہو جائیں وہ پست لوگوں میں سے۔ ذلیل ہو جائیں۔ مگر ان باتوں کا کیا فائدہ ہو گا؟ ابلیس بھی دوزخ میں ہو گا گمراہ کرنے والے انسان بھی دوزخ میں ہوں گے اور اس طعنہ بازی سے عذاب سے چھٹکارا تو حاصل نہیں ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے عقل دی تھی، پیغمبر بھیجے، کتابیں نازل کیں۔ ہر زمانے میں حق کی آواز کانوں تک پہنچانے والے بھیجے، اتنے اسباب کے ہوتے ہوئے تم ابلیس اور قابیل کے نقش قدم پر کیوں چلے، کیوں شیطان کے چیلے بنے۔ ان پر غصے کی وجہ سے عذاب نہیں ٹلے گا۔ یہ کافروں کا حشر ہے۔ اب مومنوں کا حال بھی سن لو۔

فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ بے شک وہ لوگ جنھوں نے کہا رب ہمارا اللہ ہے۔ رب کا معنٰی ہے پالنے والا۔ خوراک، پانی، ہوا کی ضرورت پوری کرنے والا، لباس دینے والا۔ تربیت کے جتنے کام ہیں وہ سارے رب تعالیٰ ہی کرتا ہے۔ اگر کوئی رب کا مفہوم سمجھ لے تو کبھی شرک نہیں کرے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

تو فرمایا کہ جنھوں نے کہا رب ہمارا اللہ ہے ثُمَّ اسْتَقَامُوْا پھر ڈٹ گئے اس پر کہ اور کسی کو رب نہیں مانا۔ رب تعالیٰ کی توحید سے پھرے نہیں۔ تو پھر یہ ہوتا ہے تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اترتے ہیں ان مومنوں پر فرشتے موت کے وقت عزرائیل علیہ السلام اور اس کے ساتھی۔ پھر سلام کے بعد کہتے ہیں اَلَّا تَخَافُوْا یہ کہ تم خوف نہ کرو وَ لَا تَحْزَنُوْا اور غم نہ کرنا۔ دنیا کی جدائی کا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ اور خوش ہو جاؤ اس جنت پر جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ پھر مرنے والے کے سامنے جنت کے باغات، محلات، کوٹھیاں، پیش کی جاتی ہیں تا کہ اس کو دنیا کی جدائی کا صدمہ نہ ہو، پریشانی نہ ہو۔ اور فرشتے یہ بھی کہتے ہیں خوف نہ کھا، غم نہ کر اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ

ہے اور ہم فرشتے نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ہم تمہارے ساتھی اور دوست ہیں دنیا کی زندگی میں۔ تمھیں خوش خبریاں دیں، بشارتیں سنائیں وَفِي الْاٰخِرَةِ اور آخرت میں بھی ہم تمھارے ساتھی ہیں۔

ایمان والوں کے لیے خوش خبریاں :

احادیث میں آتا ہے کہ مومن کے لیے فرشتے جنت سے کفن اور خوشبوئیں لے کر آتے ہیں اور اس کفن میں لپیٹ کر لے جاتے ہیں۔ پھر عقیدت کی وجہ سے ہر ایک فرشتہ یہ چاہتا ہے کہ میں اس کو اٹھا کر لے جاؤں۔ پھر جس دروازے سے فرشتوں کو لے جانے کا حکم ہوتا ہے اس دروازے سے لے جاتے ہیں۔ اس سے ملحق دروازے والے فرشتے کہتے ہیں کہ اس کو اس دروازے سے لے جاؤ۔ نیک روح کا اتنا اعزاز اور اتنی تعظیم ہوتی ہے۔ فرشتے اس کو علیین میں پہنچا دیتے ہیں اور علیین میں ہونے کے باوجود قبر میں اپنے جسم کے ساتھ بھی اس کا تعلق ہوتا ہے اس کے باقی رشتہ دار، دوست احباب اگر نیک تھے ان کی روحیں بھی وہیں ہوتی ہیں۔ یوں وہ ایک دوسرے سے حال احوال پوچھتے ہیں۔

اگر کوئی بُرا مرا ہے تو اس کے متعلق پوچھتا ہے وہ تمہارے پاس نہیں آیا۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ بد بخت ہمارے پاس تو نہیں آیا سجین میں ہوگا جو بد بختوں کی ارواح کا مقر ہے۔ روح وہاں ایک دوسرے کو ایسے پہچانتی ہیں جیسے اس وقت ہم ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں۔ تو فرشتے کہتے ہیں کہ ہم دنیا میں بھی تیرے ساتھی تھے اور آخرت میں بھی وَلَكُمْ فِيْهَا اور تمہارے لیے اس جنت میں ہوگا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ جو کچھ تمہارے جی چاہیں گے۔ اگر کوئی شخص چاہے کہ میں اڑ کر فلاں جگہ پہنچ جاؤں پرندے کی طرح اڑتا ہوا فضا میں نظر آئے گا۔ اگر خیال کرے گا کہ فلاں بٹیر اور تیتر میری خوراک بنے تو اسی وقت وہ

بھنا ہوا پلیٹ میں سامنے ہوگا۔جس پھل کے بارے میں خواہش کرے گا اس کی شاخ خود بہ خود جھک کے سامنے آجائے گی۔درخت پر چڑھ کر پھل اتارنے کی ضرورت نہیں پیش آئے گی جو چاہو گے ملے گا وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُوْنَ اور تمہارے لیے ہوگا اس جنت میں جو تم طلب کروگے۔جو مانگو گے رب تعالیٰ تمھیں دے گا نُزُلًا مہمانی ہوگی مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ بخشنے والے مہربان کی طرف سے۔رب تعالیٰ کی مہمانی،رب تعالیٰ کی عظمت اور شان کے مطابق ہوگی۔جیسے آج کوئی میرا معزز مہمان آجائے تو میں اپنی حیثیت اور استطاعت کے مطابق اس کی خدمت کرتا ہوں۔غریب آدمی کا مہمان ہو تو وہ اپنی حیثیت کے مطابق خدمت کرتا ہے۔یہ مہمانی رب غفور ورحیم کی طرف سے ہوگی۔

کل کے سبق میں تم نے پڑھا کہ کافروں نے کہا. لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ نہ سنو تم اس قرآن کو اور شور مچاؤ اس میں تاکہ تم غالب آجاؤ۔نہ کوئی قرآن سنے،نہ سمجھے،نہ ایمان لائے۔ادھر انسان کا مزاج ہے کہ اخلاص کے ساتھ بات کرتا ہے کوئی لالچ،طمع اور دنیاوی مفاد نہیں ہے۔مفت میں دوسروں کے فائدے کی بات کرتا ہے اور وہ سننے پر آمادہ نہ ہو الٹا شور مچائے تو دکھ ہوتا ہے اور انسان ہمت ہار جاتا ہے۔انسان کا دل نہیں چاہتا کہ میں اس کو بات سناؤں لیکن اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہمت نہیں ہارتے،نہ تبلیغ چھوڑتے ہیں کوئی مانے گا تو اس کی قسمت اچھی ہوگی نہیں مانے گا تو پیغمبروں کو دعوت کا اجر وثواب ملے گا۔احادیث میں آتا ہے کہ ایسے پیغمبر بھی دنیا میں تشریف لائے کہ جنھوں نے ساری زندگی تبلیغ کی ایک آدمی بھی ایمان نہیں لایا وَيَجِيءُ نَبِيٌّ وَلَيْسَ مَعَهٗ اَحَدٌ تو کیا ان کی تبلیغ ضائع ہوگئی ہرگز نہیں!ان کو اجر ملے گا،ثواب ملے گا۔

اس لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا اور کون زیادہ اچھا ہے بات کے لحاظ سے مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ اس شخص سے جو دعوت دیتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف اور صرف دعوت ہی نہیں وَعَمِلَ صَالِحًا اور خود بھی نیک عمل کرتا ہے۔ جو خود عامل ہوتا ہے ایسے داعی کی بات مؤثر ہوتی ہے۔ اور اگر اس کا اپنا عمل اور کردار دعوت کے مطابق نہیں ہے، اس کی شکل وصورت سنت کے مطابق نہیں ہے اور لوگوں کو دعوت دیتا ہے آؤ نورانی سنتوں کی طرف تو دیکھنے والے کہیں گے یہ کیا کہتا ہے اور اس کی اپنی شکل کیا ہے؟ خود اس کا اپنا عمل کیا ہے؟ جن لوگوں کا قول وفعل ایک ہوتا تھا ان کی شکل دیکھ کر لوگ مسلمان ہو جاتے تھے۔ لوگ ان کے عمل اور کردار کو دیکھ کر مسلمان ہو جاتے تھے زبانی دعوت دینے کی کم ضرورت پیش آتی تھی۔

حدیث پاک میں آتا ہے خِيَارُ عِبَادِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ اِذَا رُءُوْا ذُكِرَ اللّٰه او كما قال صلى الله تعالى عليه وسلم "اللہ تعالیٰ کے نیک بندے وہ ہیں کہ ان کو دیکھتے ہی رب یاد آجائے۔" وہ اللہ کے بندے ہر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد میں رہتے ہیں۔ ان کو دیکھنے والے کو بھی شوق پیدا ہوتا ہے کہ میں بھی رب تعالیٰ کو یاد کروں۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس شخص سے زیادہ اچھا آدمی کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتا ہے اور خود بھی اچھا عمل کرتا ہے۔ اور دعوت کس بات کی وَقَالَ اور وہ کہتا ہے اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ بے شک میں مسلمانوں میں سے ہوں۔ اسلام قبول کرنے والا ہوں۔ ساتھیو! اس وقت کفر کی طرف دعوت دینے والے بڑے منظم طریقے سے ہر ملک میں کام کر رہے ہیں۔

ایک غیر مسلم کے قبول اسلام کا واقعہ :

چھ سات سال پہلے کی بات ہے کہ یہاں ایک جماعت آئی۔ ان میں ایک آسٹریلیا کا آدمی تھا شام کی نماز میں نے پڑھائی تو ساتھیوں نے کہا کہ اس کا اعلان کریں اس نے کچھ بیان کرنا ہے۔ اس کی زبان تو انگریزی تھی ترجمان کے ذریعے اس نے اپنے مسلمان ہونے کا واقعہ سنایا۔ تعلیم یافتہ آدمی تھا اپنی حکومت کی طرف سے کئی ممالک میں مختلف عہدوں پر رہ چکا تھا۔ چودہ پندرہ ملکوں کے اس نے نام بتلائے۔ بہرحال اس نے بتلایا کہ مجھے ہندوؤں نے بھی اپنے مذہب کی دعوت دی، سکھوں نے بھی دعوت دی، بدھ مت والے بھی میرے پاس پہنچے اور بھی کئی لوگ میرے پاس آئے لیکن مسلمانوں میں سے میرے پاس اسلام کی دعوت لے کر کوئی نہ آیا۔ میں سوچتا تھا کہ دنیا میں مسلمان بھی رہتے ہیں اسلام بھی ایک مذہب ہے باقی سب لوگ میرے پاس اپنے اپنے مذہب کی دعوت کے لیے آتے ہیں لیکن مسلمان نہیں آئے۔ کئی سالوں کے بعد میرے پاس چند آدمی آئے اور انہوں نے کہا کہ ہم آپ کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے آئے ہیں۔ انھوں نے مجھے بڑے اچھے پیرائے میں حق کی بات بتلائی، اسلام کے سچا مذہب ہونے پر دلائل دیئے، میں پہلے ہی اسلام کی دعوت کا متمنی تھا میں پہلی مجلس ہی میں مسلمان ہو گیا لیکن میری بیوی ابھی تک کافر ہے، عیسائی ہے۔ ماں باپ، بہن بھائی بھی کافر ہیں ان کے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اسلام قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اس سے اندازہ لگاؤ کہ کافر قومیں کتنی تبلیغ کرتی ہیں اپنے غلط مذہب کی۔ الحمد للہ! یہ فرض کفایہ اس وقت تبلیغی جماعت نے احسن طریقہ سے ادا کیا ہے تمام ملکوں میں پہنچے ہیں۔ یہ دعوت الی اللہ کا کام بہت بلند کام ہے۔ اپنے گلی محلوں میں بھی کرو، اپنے دوستوں

کو بھی کہو کہ اس کام کے لیے وقت دیں۔ تو فرمایا کہ اس سے زیادہ اچھی بات کس کی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دے اور عمل بھی اچھا کرے اور کہے کہ میں مسلمان ہوں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ اور نہیں ہے برابر نیکی وَلَا السَّيِّئَةُ اور نہ برائی یعنی نیکی اور برائی برابر نہیں ہیں اِدْفَعْ ٹال دے بِالَّتِیْ ایسے طریقے سے یعنی هِیَ اَحْسَنُ جو اچھا ہو۔ برائی کو اچھے طریقے سے ٹال دو لڑنے والے کے ساتھ صلح رکھو۔ گالیوں کا جواب نہ دو، سختی کرنے والے کے ساتھ نرمی کرو فَاِذَا پس جب تم احسن طریقے کے ساتھ ٹالو گے تو الَّذِیْ وہ شخص بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ کہ تیرے درمیان اور اس کے درمیان عداوت ہے كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِيْمٌ گویا کہ وہ مخلص دوست ہوگا۔ اگر وہ انسان ہے تو وہ ضرور سوچے گا کہ میں اس کو گالیاں دیتا ہوں اور مجھے کچھ نہیں کہتا۔ میں اس کے ساتھ برائی سے پیش آتا ہوں اور وہ اچھائی کے ساتھ۔ انسان ہے تو وہ ضرور دوست بن جائے گا وَمَا يُلَقّٰهَآ اور نہیں دی جاتی یہ اچھی خصلت۔ برائی کو اچھائی کے ساتھ ٹالنے والی اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا مگر ان لوگوں کو جو صبر کرتے ہیں۔ ہر آدمی صبر اور حوصلے سے کام نہیں لیتا وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ اور نہیں دی جاتی یہ خصلت مگر اس کو جو بڑے نصیبے والا ہو۔ جس کا بخت اچھا ہو، کردار اچھا ہو اس کو یہ خصلت ملتی ہے برائی کو اچھائی کے ساتھ ٹالنے والی۔ یہ ہمارے لیے عملی سبق ہے۔ رب تعالیٰ ہمیں اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَ اِمَّا يَنۡزَغَنَّكَ مِنَ
الشَّيۡطٰنِ نَزۡغٌ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ ﴿۳۶﴾
وَمِنۡ اٰيٰتِهِ الَّيۡلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمۡسُ وَالۡقَمَرُ ؕ لَا تَسۡجُدُوۡا
لِلشَّمۡسِ وَلَا لِلۡقَمَرِ وَاسۡجُدُوۡا لِلّٰهِ الَّذِىۡ خَلَقَهُنَّ اِنۡ
كُنۡتُمۡ اِيَّاهُ تَعۡبُدُوۡنَ ﴿۳۷﴾ فَاِنِ اسۡتَكۡبَرُوۡا فَالَّذِيۡنَ عِنۡدَ
رَبِّكَ يُسَبِّحُوۡنَ لَهٗ بِالَّيۡلِ وَالنَّهَارِ وَهُمۡ لَا يَسۡـَٔمُوۡنَ ﴿۳۸﴾
وَمِنۡ اٰيٰتِهٖۤ اَنَّكَ تَرَى الۡاَرۡضَ خَاشِعَةً فَاِذَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡهَا
الۡمَآءَ اهۡتَزَّتۡ وَرَبَتۡ ؕ اِنَّ الَّذِىۡۤ اَحۡيَاهَا لَمُحۡىِ الۡمَوۡتٰى ؕ اِنَّهٗ
عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ﴿۳۹﴾ اِنَّ الَّذِيۡنَ يُلۡحِدُوۡنَ فِىۡۤ اٰيٰتِنَا
لَا يَخۡفَوۡنَ عَلَيۡنَا ؕ اَفَمَنۡ يُّلۡقٰى فِى النَّارِ خَيۡرٌ اَمۡ مَّنۡ يَّاۡتِىۡۤ اٰمِنًا
يَّوۡمَ الۡقِيٰمَةِ ؕ اِعۡمَلُوۡا مَا شِئۡتُمۡ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرٌ ﴿۴۰﴾

وَاِمَّا يَنۡزَغَنَّكَ اور اگر چوک لگے آپ کو مِنَ الشَّيۡطٰنِ شیطان کی
طرف سے نَزۡغٌ چوکا فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰهِ پس آپ اللہ تعالیٰ کی پناہ لیں
اِنَّهٗ بے شک اللہ تعالیٰ هُوَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ وہی ہے سننے والا جاننے والا
وَمِنۡ اٰيٰتِهِ اور اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے الَّيۡلُ رات وَ
النَّهَارُ اور دن وَالشَّمۡسُ اور سورج وَالۡقَمَرُ اور چاند لَا تَسۡجُدُوۡا
لِلشَّمۡسِ نہ سجدہ کرو سورج کو وَلَا لِلۡقَمَرِ اور نہ چاند کو وَاسۡجُدُوۡا لِلّٰهِ اور
سجدہ کرو اللہ تعالیٰ کو الَّذِىۡ وہ اللہ تعالیٰ خَلَقَهُنَّ جس نے ان کو پیدا کیا

ہے اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ اگر ہو تم خالص اسی کی عبادت کرتے فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا پس اگر یہ لوگ تکبر کریں فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ پس وہ جو آپ کے رب کے پاس ہیں يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ وہ تسبیح بیان کرتے ہیں اس کی بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ رات کو اور دن کو وَهُمْ لَا يَسْـَٔمُوْنَ اور وہ تھکتے نہیں وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اور اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے اَنَّكَ بے شک آپ تَرَى الْاَرْضَ دیکھتے ہیں زمین کو خَاشِعَةً دبی ہوئی فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ پس جس وقت ہم اتارتے ہیں اس پر پانی اهْتَزَّتْ حرکت کرتی ہے وَرَبَتْ اور پھولتی ہے اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا بے شک وہ ذات جس نے اس کو زندہ کیا ہے لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۔ البتہ زندہ کرے گا مردوں کو اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ يُلْحِدُوْنَ جو ٹیڑھے چلتے ہیں فِيْٓ اٰيٰتِنَا ہماری آیتوں کے بارے میں لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا وہ مخفی نہیں ہیں ہم پر اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ کیا پس وہ شخص جو ڈالا گیا آگ میں خَيْرٌ بہتر ہے اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْٓ اٰمِنًا یا وہ شخص جو آئے گا امن کی حالت میں يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت والے دن اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ عمل کرو تم جو چاہو اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ بے شک وہ جو تم عمل کرتے ہو دیکھتا ہے۔

ربط آیات:

کل کے سبق میں تم نے یہ بات پڑھی ہے وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِىْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ''اس شخص سے بہتر بات کس کی ہو سکتی ہے جس نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی اور خود بھی اچھا عمل کیا اور کہا کہ میں فرماں بردار ہوں۔'' دعوت الی اللہ کے سلسلے میں بڑی تکلیفیں آتی ہیں۔ مشرک قوم کو دعوت دینے والے پہلے پیغمبر نوح علیہ السلام ہیں۔ ان کو جو تکالیف پہنچائی گئیں آدمی پڑھ کر حیران ہوتا ہے۔ قرآن پاک میں ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام قوم کو دعوت دینے کے لیے کسی مجلس میں داخل ہوتے تو وہ لوگ ان کو دیوانہ اور پاگل کہہ کر دھکے دے کر نکال دیتے تھے مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ [سورۃ القمر] کتنے پیغمبروں کو ناحق قتل کیا گیا اور نیکی کا حکم دینے والوں کو قتل کیا گیا ہے۔ سورۃ آل عمران آیت نمبر ۲۱ پارہ ۳ میں ہے وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ ''اور وہ قتل کرتے تھے اللہ تعالیٰ کے نبیوں کو ناحق اور قتل کرتے تھے ان لوگوں کو جو حکم دیتے تھے لوگوں کو انصاف کرنے کا۔'' لوگوں میں سے پھر جاہل قسم کے لوگ عجیب عجیب قسم کی باتیں کرتے ہیں۔ بعض ایسی بات کر دیتے ہیں جو برداشت سے باہر ہوتی ہے کہ آخر نبی بھی تو انسان ہوتا ہے۔

اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے سبق دیا ہے کہ اے اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والے وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ اور اگر چوک لگے آپ کو شیطان کی طرف سے اور اگر ابھارے تجھ کو شیطان ابھارنا کہ یہ جاہل کیا کہتا ہے فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ تو آپ اللہ تعالیٰ کی پناہ لیں۔ تو اس کو جواب نہ دیں اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم پڑھ لیں۔ بڑے دل گردے اور حوصلے کی بات ہے وہ گالیاں نکالے، بے ہودہ باتیں اور داعی

یہ سمجھ کر جواب نہ دے کہ شیطان مجھے ابھارنا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرے۔ بڑا مشکل مرحلہ ہے اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ بے شک اللہ تعالیٰ ہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔ وہ تمہاری باتیں بھی سنتا ہے اور ان کی باتیں بھی سنتا ہے۔ تمہارے کردار کو بھی جانتا ہے اور ان کی کارروائیوں کو بھی جانتا ہے۔ پھر دعوت الی اللہ میں سب سے پہلے ایمان اور عقیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے سب سے پہلے اپنی قوموں کو یہی دعوت دی یٰـقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ [سورہ ہود] ''اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اس کے سوا تمہارا کوئی معبود اور کوئی مشکل کشا نہیں ہے۔'' پھر اللہ تعالیٰ کی توحید کے دلائل بھی واضح ہیں۔

دلائل توحید :

آگے اللہ تعالیٰ نے اصولی طور پر دو طرح کی نشانیاں پیش کی ہیں۔ پھر ان دو نشانیوں میں کئی چیزیں آگئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمِنْ اٰیٰتِہِ الَّیْلُ وَالنَّھَارُ اور اللہ تعالیٰ کی قدرت اور توحید کی نشانیوں میں سے ہے رات اور دن۔ دن اور رات کو سمجھنے کے لیے اور کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے رات اور دن سب کو نظر آتے ہیں وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ اور اس کی قدرت اور توحید کی نشانیوں میں سے ہے سورج اور چاند بھی۔ سورج کی روشنی سے تم فائدہ اٹھاتے ہو اور وہ حجم میں چاند اور زمین سے کئی گنا بڑا ہے۔ اور چاند کی چاندنی سے بھی تم فائدہ اٹھاتے ہو اور عالم اسباب میں سورج کی کرنوں کا اور چاند کی چاندنی کا فصلوں پر اثر ہے، درختوں اور پودوں پر اور باقی سب چیزوں پر اثر ہے۔ انسانی صحت پر بھی اثر ہے۔ ان تمام چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے انسان کی خدمت پر لگایا ہے۔

فرمایا لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو سجدہ کرو سب مخلوق ہیں وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ اور سجدہ کرو اللہ تعالیٰ کو جس نے ان کو پیدا کیا ہے۔ بے شک سورج میں روشنی اور چمک ہے چاند میں بھی دھیمی روشنی ہے مگر یہ خدائی کی دلیل تو نہیں ہیں۔ ان کے وجود اگرچہ انسان کے وجود سے بڑے ہیں انسان کا وجود ان کے مقابلے میں بہت چھوٹا سا ہے مگر چاند، سورج انسان کے مقابلے میں مجبور ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جتنے اختیارات انسان کو دیئے ہیں وہ نہ سورج کو حاصل ہیں اور نہ چاند کو حاصل ہیں۔ سورج کی ایک لائن اور رفتار مقرر ہے چاند کی بھی ایک لائن اور رفتار مقرر ہے کیا مجال ہے کہ وہ اس سے دائیں بائیں ہوسکیں یا ادھر ادھر ہوسکیں یا ان کی رفتار میں کمی بیشی آئے یا اپنی مرضی سے آگے پیچھے ہوسکیں۔ انسان کو تو یہ اختیارات حاصل ہیں۔ اپنی مرضی سے سوئے، اپنی مرضی سے اٹھے، کھڑا ہو یا بیٹھے، تیز چلے یا آہستہ، ادھر جائے یا ادھر نہ جائے۔ تو اتنے وسیع اختیارات والا مجبور کو سجدہ کرے حماقت نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ آج بھی مشرک قومیں موجود ہیں اور پہلے بھی تھیں کہ جب سورج چڑھتا ہے تو اس کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں کہ ہمارے لیے خیر ہو۔ چاند طلوع ہوتا ہے تو اس کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں۔

اسی لیے حدیث میں آتا ہے کہ سورج کے طلوع کے وقت اور زوال اور غروب کے وقت نماز نہ پڑھو کہ ان وقتوں میں کافر سورج کو سجدہ اور اس کی عبادت کرتے ہیں لہٰذا ہماری ان کے ساتھ مشابہت نہ ہو۔ اسی طرح سانپ اور شیر کی پوجا کرنے والے بھی دنیا میں موجود ہیں، پانی اور درختوں کی پوجا کرنے والے بھی موجود ہیں۔ تو فرمایا کہ نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو سجدہ کرو۔ سجدہ کرو اس ذات کو جس نے ان کو پیدا کیا ہے

اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ اگر ہوتم خالص اسی کی عبادت کرتے تو اس کے سوا کسی کو سجدہ نہ کرو اور نہ کسی کے سامنے جھکو۔

ہماری شریعت میں سجدہ تعظیمی بھی حرام ہے۔ آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں کوئی نہیں ہے۔ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ نے اجازت مانگی کہ حضرت! لوگ بڑے بڑے چودھریوں کو سجدہ کرتے ہیں ہم آپ کو نہ کریں؟ فرمایا ہماری شریعت میں نہ کسی زندہ کو سجدہ جائز ہے نہ قبر کو جائز ہے۔ فرمایا فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا پس اگر یہ لوگ ان دلائل سے تکبر کریں اور اپنے مالک وخالق کو سجدہ نہ کریں تو فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ پس وہ جو آپ کے رب کے پاس ہیں فرشتے يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ وہ تسبیح بیان کرتے ہیں اس کی بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ رات کو بھی اور دن کو بھی وَهُمْ لَا يَسْئَمُوْنَ اور وہ فرشتے تھکتے نہیں تسبیح کرنے سے۔ وہ نہ کھاتے ہیں، نہ پیتے ہیں، نہ پیشاب، نہ پاخانہ، نہ ان میں جنسی خواہشات ہیں، نہ ان کو تھکاوٹ ہوتی ہے۔ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں سبحان اللہ وبحمدہ۔ اور حدیث پاک میں آتا ہے اَحَبُّ الْكَلَامِ اِلَى اللّٰهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ ”محبوب کلام اللہ تعالیٰ کے ہاں سبحان اللہ وبحمدہ ہے۔“ اس میں اللہ تعالیٰ کی سب صفات ہیں۔ ایجابی بھی اور سلبی بھی۔ یہ آیت سجدہ ہے پڑھنے والے پر بھی سجدہ ہے اور سننے والوں پر بھی۔ اس کے لیے تمام وہ شرائط ضروری ہیں جو نماز کے لیے ہیں۔ کپڑے پاک ہوں، بدن پاک ہو، باوضو ہو، چہرہ قبلے کی طرف ہو۔ سورج کے طلوع ہونے کے وقت، زوال کے وقت اور غروب ہونے کے وقت منع ہے۔ باقی تمام اوقات میں سجدۂ تلاوت کر سکتے ہیں۔ اگر کوئی آدمی ادا نہیں کرے گا تو گناہ گار ہوگا۔ کیوں کہ واجب کے چھوڑنے سے انسان گناہ

گار ہوتا ہے۔

دوسری دلیل: فرمایا وَمِنْ اٰیٰتِہٖٓ اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً بے شک آپ دیکھتے ہیں زمین کو دبی ہوئی۔ بارش نہ ہو خشک زمین دبی ہوتی ہے فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ پس جس وقت ہم اتارتے ہیں اس پر پانی۔ بارش نازل ہوتی ہے اهْتَزَّتْ زمین حرکت کرتی ہے وَرَبَتْ اور زمین پھولتی ہے جیسے خمیر ہوتا ہے۔ پھر اس میں سبزیاں پیدا ہوتی ہیں، درخت اگتے ہیں، چارا پیدا ہوتا ہے، نباتات اور پھل انسانوں کے کام بھی آتے ہیں اور حیوانوں کے بھی۔ فرمایا اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا بے شک وہ رب جس نے زندہ کیا ہے اس زمین کو لَمُحْيِ الْمَوْتٰى البتہ وہی رب زندہ کرے گا مردوں کو۔ یہ زمین کی حالت تمہارے سامنے اور مشاہدے میں ہے۔ جو رب یہ کرسکتا ہے وہ مردے بھی زندہ کرسکتا ہے اس کے لیے کوئی شے مشکل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت کی بارش ہوگی اسرافیل علیہ السلام بگل پھونکیں گے سب لوگ زمین سے باہر نکل آئیں گے۔ یوں اگیں گے جیسے سبزیاں اگتی ہیں۔ وہ بھی نکلیں گے جن کو پرندے درندے کھا گئے، مچھلیاں کھا گئیں، آگ میں جلا دیئے گئے۔ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے سب کو زندہ کر کے حاضر کر دے گا اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اتنے واضح دلائل سننے کے بعد بھی اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا بے شک وہ لوگ جو ٹیڑھے چلتے ہیں کج روی کرتے ہیں ہماری آیتوں میں۔ اِلْحَاد کا معنٰی ہے ٹیڑھا چلنا۔ ہر شے ایک طرف چل رہی ہے اور یہ دوسری طرف چلتے ہیں لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا وہ ہم پر مخفی نہیں ہیں۔ ایک کج روی یہ ہے کہ آیات کا انکار کرنا جیسا کہ تم نے کل کے سبق میں پڑھا کہ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ بِاٰيٰتِنَا ’’کہ وہ

ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے۔'' اور کہتے تھے لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيْهِ ''اس قرآن کو نہ سنو اور شور کرو اس میں۔'' اور ایک کج روی یہ ہے کہ قرآن کریم کی آیات کی غلط تفسیر کرنا۔ اوٹ پٹانگ تفسیریں کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی صفات میں دوسروں کو شریک کرنا یہ بھی الحاد ہے۔ تو غلط تفسیریں اور تعبیریں کرنے والے بھی ہم سے مخفی نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اب فیصلہ تم خود کرلو اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِى النَّارِ کیا پس وہ شخص جوڈالا جائے گا دوزخ میں وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّار [نمل: ۹۰] ''اور جو شخص لائے گا برائی پس وہ اوندھے منہ ڈالے جائیں گے آگ میں۔'' سر نیچے اور ٹانگیں اوپر ہوں گی فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِي وَالْاَقْدَامِ [سورہ رحمٰن] ''پیشانی کے بالوں سے اور قدموں سے پکڑ کر فرشتے اس کو دوزخ میں ڈال دیں گے۔'' کیا یہ آدمی جس کو دوزخ میں ڈالا جائے گا خَيْرٌ بہتر ہے اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ یا وہ شخص جو آئے گا امن کی حالت میں۔ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچے گا پھر جنت میں جائے گا یہ بہتر ہے۔ ان دونوں میں سے کون بہتر ہے فیصلہ خود کرو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ عمل کرو تم جو تمہارا جی چاہے۔ یہ امر توبیخ کے لیے ہے کہ ہم نے تمھیں پیغمبروں کے ذریعے نیکی کے راستے بتلائے ہیں اور برے راستوں سے بھی آگاہ کیا ہے۔ اگر تم نیکی کے راستے پر نہیں چلتے تو پھر اپنی مرضی کرو ہم نے تم پر نیکی بدی، حق باطل، اسلام کفر، توحید شرک واضح کر دیا ہے دلائل کے ساتھ۔ اب تمہاری مرضی ہے جو چاہو عمل کرو۔ مگر ایک بات یاد رکھو! اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ بے شک اللہ تعالیٰ جو عمل تم کرتے ہو دیکھتا ہے۔ معاملہ تمہارا رب کے ساتھ ہے اس بات کو ہر وقت پیش نظر رکھو۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَاءَهُمْ ۖ وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ ﴿٤١﴾ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ ۖ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ﴿٤٢﴾ مَا يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ وَذُو عِقَابٍ أَلِيمٍ ﴿٤٣﴾ وَلَوْ جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا أَعْجَمِيًّا لَقَالُوا لَوْلَا فُصِّلَتْ آيَاتُهُ ۖ أَأَعْجَمِيٌّ وَعَرَبِيٌّ ۗ قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَشِفَاءٌ ۖ وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ فِي آذَانِهِمْ وَقْرٌ وَهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ۚ أُولَٰئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَكَانٍ بَعِيدٍ ﴿٤٤﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَاخْتُلِفَ فِيهِ ۗ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۚ وَإِنَّهُمْ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ مُرِيبٍ ﴿٤٥﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا ۗ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ ﴿٤٦﴾

اِنَّ الَّذِیۡنَ بے شک وہ لوگ کَفَرُوۡا جنھوں نے انکار کیا بِالذِّکۡرِ قرآن پاک کا لَمَّا جَآءَہُمۡ جس وقت وہ ان کے پاس آگیا وَ اِنَّہٗ اور بے شک وہ قرآن پاک لَکِتٰبٌ البتہ کتاب ہے عَزِیۡزٌ غالب ہے لَّا یَاۡتِیۡہِ الۡبَاطِلُ نہیں آسکتا اس کے پاس باطل مِنۡۢ بَیۡنِ یَدَیۡہِ نہ آگے سے وَ لَا مِنۡ خَلۡفِہٖ اور نہ اس کے پیچھے سے تَنۡزِیۡلٌ یہ اتاری ہوئی ہے مِّنۡ حَکِیۡمٍ حکمت والے حَمِیۡدٍ قابل تعریف کی طرف سے مَا یُقَالُ لَکَ نہیں کہا جاتا آپ کو اِلَّا مگر مَا وہی کچھ قَدۡ قِیۡلَ لِلرُّسُلِ

تحقیق جو کہا گیا رسولوں کو مِنْ قَبْلِكَ آپ سے پہلے اِنَّ رَبَّكَ بے شک آپ کا رب لَذُوْ مَغْفِرَةٍ البتہ بخشنے والا ہے وَّذُوْ عِقَابٍ اَلِيْمٍ اور درد ناک سزا دینے والا بھی ہے وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا اور اگر ہم بناتے اس قرآن کو عجمی لَّقَالُوْا البتہ یہ لوگ کہتے لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ کیوں نہیں تفصیل کے ساتھ بیان کی گئیں اس کی آیتیں ءَ اَعْجَمِيٌّ کیا کتاب عجمی وَّعَرَبِيٌّ اور قوم عربی قُلْ آپ فرما دیں هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا یہ قرآن ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے هُدًى ہدایت ہے وَّشِفَآءٌ اور شفا ہے وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ لَا يُؤْمِنُوْنَ جو ایمان نہیں لاتے فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ ان کے کانوں میں ڈاٹ ہیں وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى اور وہ ان کے لیے اندھا پن ہے اُولٰٓئِكَ یہی لوگ ہیں يُنَادَوْنَ کہ ان کو پکارا جاتا ہے مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ دور کی جگہ سے وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ اور البتہ تحقیق دی ہم نے موسیٰ کو کتاب فَاخْتُلِفَ فِيْهِ پس اختلاف کیا گیا اس میں وَلَوْلَا كَلِمَةٌ اور اگر نہ ہوتی یہ بات سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ جو ہو چکی تیرے رب کی طرف سے لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ البتہ فیصلہ کر دیا جاتا ان کے درمیان وَاِنَّهُمْ اور بے شک یہ لوگ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ البتہ شک میں ہیں اس کی طرف سے مُرِيْبٍ جو ان کو تردد میں ڈالنے والا ہے مَنْ عَمِلَ صَالِحًا جس نے عمل کیا اچھا فَلِنَفْسِهٖ پس اپنے نفس کے لیے ہے وَمَنْ اَسَآءَ اور جس نے برائی

کی فَعَلَیْھَا پس اسی کے نفس پر پڑے گی وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ اور نہیں ہے آپ کا رب ظلم کرنے والا بندوں پر۔

قرآن کریم کے متعدد نام :

قرآن کریم کے متعدد نام ہیں۔ایک نام ہے قران۔اس کا مجرد قَرَءَ یَقْرَءُ ہے۔اور قران مصدر ہے مفعول کے معنی میں۔ مَقْرُوْءٌ یعنی وہ کتاب جو زیادہ پڑھی جاتی ہے۔الحمدللہ! قرآن وہ کتاب ہے جو دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جاتی ہے۔دوسرا نام فرقان ہے۔یہ بھی مصدر ہے فاعل کے معنی میں۔ اَلْفَارِقُ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ ''حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والا'' تیسرا نام ذکر ہے۔ذکر کا معنی نصیحت والی کتاب۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ''اس نصیحت والی کتاب کو ہم نے اتارا ہے اور اس کے نگران اور محافظ بھی ہم ہیں۔'' الحمدللہ! قرآن پاک آج تک محفوظ ہے الفاظ کے اعتبار سے بھی اور ترجمہ اور تفسیر کے لحاظ سے بھی۔تو ذکر قرآن پاک کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ بے شک وہ لوگ جنھوں نے انکار کیا قرآن پاک کا لَمَّا جَآءَهُمْ جب قرآن پاک ان کے پاس آ گیا وَاِنَّهٗ اور بے شک یہ ذکر یہ قرآن پاک لَكِتٰبٌ البتہ کتاب ہے عَزِيْزٌ بڑی غالب اور قوی۔یہ ایسی کتاب ہے لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ نہیں آ سکتا نہیں ٹھہر سکتا باطل اس کے آگے سے وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ اور نہ اس کے پیچھے۔میدان جنگ میں عموماً ایسا ہوتا ہے کہ طاقت ور، بہادر دشمن ہو تو سامنے سے حملہ کرتا ہے اور اگر بزدل قسم کا ہو تو پیچھے سے حملہ کرتا ہے۔یہ کتاب ایسی ہے کہ باطل اس پر نہ آگے سے حملہ کر سکتا ہے نہ پیچھے

۔۔۔۔ یہ غالب اور قوی کتاب ہے باطل اس پر حملہ آور نہیں ہو سکتا کہ معاذ اللہ تعالیٰ اس کو غلط ثابت کر دے یا اس کی کسی بات کی تردید کر سکے یا اس کے مقابلے میں کوئی اور کتاب لا سکے۔ صدیاں گزر گئی ہیں قرآن پاک اپنی اصلی حالت میں موجود ہے۔ دنیائے کفر نے پورا زور لگایا کہ اس کو مٹا دے اور آج بھی یورپی اقوام کی بہت ساری مشینریاں کام کر رہی ہیں اور بے تحاشا رقم خرچ کر رہی ہیں کہ قرآن کریم کی تعلیم، دینی تعلیم اور دینی مدارس کو ختم کر کے دنیاوی تعلیم بچوں کے لیے لازم کر دیں تاکہ کوئی بچہ قرآن پاک کی تعلیم کے لیے مساجد اور مدارس میں نہ جا سکے۔

خیر سے ہماری وزیراعظم یعنی وزیراعظم پاکستان بے نظیر بھٹو صاحبہ کے بیانات اخبارات میں آ چکے ہیں کہ اس نے دینی مدارس کو ختم کرنے کے لیے امریکہ سے مدد طلب کی ہے کہ میں دینی مدارس کو ختم کرنا چاہتی ہوں میری مدد کی جائے مگر:

؎ نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

بھائی! جس دین کی حفاظت و بقا کا ذمہ رب تعالیٰ نے لیا ہے اس کو کون مٹا سکتا ہے؟ یہ خام خیالیاں اور باطل ارادے ہیں۔ اپنے کفر کو ظاہر کرتے رہتے ہیں۔ بے شک دنیا میں باطل لوگ بھی موجود ہیں مگر الحمد للہ ثم الحمد للہ! حق والے بھی موجود ہیں۔ قرآن پاک پر عمل کرنے والے موجود ہیں۔ قرآن پاک کی تعلیم کے لیے لاکھوں کی تعداد میں دنیا میں مدارس موجود ہیں کوئی دنیا کی طاقت اس تعلیم کو مٹا نہیں سکتی۔ ہاں صرف اپنا خبث باطن ظاہر کرنا ہے اور کچھ نہیں۔

فرمایا تَنْزِيْلٌ یہ کتاب اتاری ہوئی ہے مِّنْ حَكِيْمٍ حکمت والے کی

طرف سے حَمِیْدٍ جو قابل تعریف ہے۔ یہ کتاب کسی بندے کی بنائی ہوئی نہیں ہے اس کا اتارنے والا بھی پروردگار اور اس کا محافظ بھی پروردگار ہے۔ اس کی حفاظت کس انداز سے کی کہ اس گئے گزرے دور میں بھی لاکھوں نہیں کروڑوں کی تعداد میں قرآن پاک کے حافظ موجود ہیں۔ انڈونیشیا میں اکثر خاندانوں کا شادی کا معیار ہی حفظ قرآن ہے۔ وہ بچے بچی کی شادی اس وقت کرتے ہیں جب لڑکا لڑکی حافظ قرآن ہوں۔ ہمارے ہاں تو معیار جہیز ہے کہ پہلے ہی فہرست بنا دیتے ہیں کہ ہم نے یہ کچھ لینا ہے۔ اور بنگلہ دیش میں گھروں کے گھر حفاظ قرآن ہیں۔ کیا مرد اور کیا عورتیں، کیا بچے اور کیا بوڑھے۔ تو ان شاء اللہ العزیز قرآن پاک کو، دینی تعلیم کو، دینی مدارس کو کوئی نہیں مٹا سکتا۔ اس کو جتنا دبانے کی کوشش کریں گے یہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اتنا ہی ابھرے گا۔

آگے آنحضرت ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ اگر آج یہ لوگ آپ کو دیوانہ، شاعر اور کذاب کہتے ہیں، جادوگر، مسحور کہتے ہیں، کبھی کاہن کہتے ہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ آپ سے پہلے پیغمبروں کو بھی یہی کچھ کہا گیا ہے۔ فرمایا مَا یُقَالُ لَکَ اے نبی کریم ﷺ! نہیں کہا جاتا آپ کو اِلَّا مَا مگر وہی قَدْ قِیْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِکَ تحقیق جو کہا گیا رسولوں کو آپ سے پہلے۔ پہلے پیغمبروں کو بھی کافروں نے کذاب کہا اشر شرارتی بھی کہا، جادوگر اور مسحور اور مفتری بھی کہا۔ تو ان کی باتوں سے آپ گھبرائیں نہیں اِنَّ رَبَّکَ لَذُوْ مَغْفِرَۃٍ بے شک آپ کا رب البتہ بخشنے والا ہے وَّذُوْ عِقَابٍ اَلِیْمٍ۔ عقاب کا معنیٰ سزا، الیم کا معنیٰ دردناک۔ اور دردناک سزا دینے والا ہے۔ جو قاعدے کے مطابق اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے گا اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے گا۔

وہ قاعدہ یہ ہے کہ سب سے پہلے کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور

کلمہ شہادت اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ کا دل سے اقرار کرے اور اپنی سابقہ زندگی سے تائب ہو کر کہ میں پہلے جو کفر شرک اور گناہ کرتا رہا ہوں ان سے توبہ کرتا ہوں۔ ایسے لوگوں کی اللہ تعالیٰ بخشش فرما دیتے ہیں اور جو کفر و شرک سے باز نہ آئیں اور ضد پر اڑے رہیں، برائی پر مصر ہوں تو ایسوں کو اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور برزخ میں بھی۔

قرآن پاک کو عربی زبان میں اتارنے کی حکمت :

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے قرآن کو عربی زبان میں کیوں نازل فرمایا۔ چونکہ قرآن پاک کے اول مخاطبین عربی تھے اس لیے پیغمبر کی زبان بھی عربی اور جو کتاب ان کی طرف نازل کی گئی وہ بھی عربی میں۔ اللہ تعالیٰ کا ضابطہ ہے وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ [ابراہیم: ۴] ''اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اس کی قوم کی زبان میں تاکہ وہ بیان کرے ان کے لیے۔'' اس وقت عرب میں رہنے والی قومیں کیا، یہودی، کیا عیسائی، کیا قریش اور کیا صابئین، سب عربی بولتے تھے۔ اس وقت عرب میں جتنی قومیں تھیں سب عربی بولتے تھے اور کفر شرک کی سب حدیں عبور کر گئے تھے۔ سورہ بینہ پارہ ۳۰ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ''نہیں ہیں وہ لوگ جو کافر ہیں اہل کتاب میں سے اور مشرکین میں باز آنے والے یہاں تک کہ آجائے ان کے پاس واضح دلیل۔'' وہ لوگ کفر و شرک کی اس حد کو پہنچ چکے تھے کہ اگر آج ان کے پاس کامل حکیم نہ آتا اور کامل نسخہ نہ آتا تو ان کی اصلاح نہیں ہو سکتی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک جیسا

نسخہ بھیجا اور آنحضرت ﷺ جیسا حکیم بھیجا اور ان کی زبان میں بھیجا تا کہ وہ اعتراض نہ کر سکیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا اور اگر ہم اس قرآن کو عجمی زبان میں بناتے۔ عربی کے علاوہ تمام زبانوں کو عجمی کہتے تھے لَّقَالُوْا البتہ یہ لوگ عرب میں رہنے والے کہتے لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ کیوں نہیں تفصیل کے ساتھ بیان کی گئیں اس کی آیتیں۔ ہمیں سمجھ نہیں آتی یہ ترکی زبان ہے یا جرمنی کی زبان ہے۔ اگر قرآن عربی میں نہ ہوتا تو پھر یہ بھی کہتے ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ یہ کیا ہوا قرآن عجمی ہے اور قوم عربی ہے۔ اگر ہماری اصلاح کے لیے اترتا تو عربی میں اترتا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن عربی میں نازل کیا کہ وہ سمجھ سکیں۔ قوم بھی عربی، پیغمبر بھی عربی، کتاب بھی عربی زبان میں۔ دنیا میں جتنی زبانیں ہیں سب سے زیادہ فصیح اور وسیع عربی ہے چونکہ ہم عربی سے بہت دور ہیں اس لیے اس کی فصاحت کو ہم نہیں سمجھ سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے بہترین زبان میں قرآن اتارا اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے سب سے بلند ترین شخصیت پر نازل فرمایا۔ قرآن اور صاحب قرآن نے تھوڑے سے عرصے میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ان لوگوں کے دل پھیر دیئے۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسلام کو دور دراز کے علاقوں تک پہنچایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اللہ تعالیٰ کی توحید کے گواہ ہیں آنحضرت ﷺ کی رسالت کے گواہ ہیں قرآن پاک اور احادیث کے گواہ ہیں۔ اگر ان پر اعتماد نہ کیا جائے تو کسی شے پر اعتماد باقی نہیں رہتا۔ اگر گواہ ہی جھوٹے ہو جائیں تو پھر دعویٰ تو ثابت نہیں ہو سکتا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قرآن کو جمع کرنا اور رافضیوں کا رفض :

ابن العرجاء رافضیوں کا بڑا تھا اس نے چار ہزار احادیث من گھڑت تیار کیں۔ ان میں اس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور قرآن پاک کی بڑی توہین کی ہے۔ اس وقت اسلامی حکومت تھی اگرچہ کمزور تھی مگر آج کے مسلمانوں سے بہت بہتر تھی۔ اس کو گرفتار کر کے جب عدالت میں پیش کیا گیا تو اس سے عدالت نے پوچھا کہ تو نے یہ حرکت کیوں کی ہے؟ تو اس ملحد نے کہا کہ اگر سچی بات پوچھتے ہو تو اس سے میرا مقصد اسلام کو باطل کرنا اور مٹانا ہے اور اسلام اس وقت ہی باطل ہوگا کہ جب اس کے گواہ باطل ہوں گے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چونکہ قرآن کے گواہ ہیں، نبوت کے گواہ ہیں، اسلام کے گواہ ہیں جب گواہ ہی جھوٹے ہو گئے (معاذ اللہ تعالیٰ) تو پھر یہ چیزیں کہاں رہیں گی۔ دیکھو! یہ قرآن پاک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں پہلے سارا لکھا ہوا نہیں تھا۔ یمامہ کے مقام پر جنگ میں تین دنوں میں سات سو حافظ قرآن شہید ہوئے۔ لڑائیاں زور شور سے جاری تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ حضرت! اگر اسی طرح حفاظ قرآن شہید ہوتے رہے تو پھر قرآن باقی نہیں رہے گا لہٰذا اس کو کتابی شکل میں لکھنے کا حکم دیں۔ پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آمادہ نہ ہوئے پھر شرح صدر ہوا اور قرآن پاک کو کتابی شکل میں مرتب کرایا۔ لیکن سورتوں میں کچھ تقدیم و تاخیر تھی۔ موجودہ ترتیب سے کوئی سورت آگے تھی کوئی پیچھے تھی۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ سورت پہلے پڑھتے تھے اور یہ بعد میں پڑھتے تھے۔ تو انھوں نے پھر دوبارہ مرتب کیا۔ تو یہ موجودہ ترتیب، ترتیب عثمانی ہے۔ قرآن کریم کو جمع کیا گیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورے سے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جمع کیا اور ترتیب دی حضرت

عثمان رضی اللہ عنہ نے۔اور رافضی کہتے ہیں کہ یہ تینوں بڑے کافر ہیں (معاذ اللہ تعالیٰ) تو پھر قرآن کہاں سے لاؤ گے۔رافضی کہتے ہیں کہ اصلی قرآن کی سترہ ہزار (۱۷۰۰۰) آیات تھیں اور جو ہمارے پاس قرآن ہے اس کی آیتیں چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ ہیں۔اور یہ گھڑنتل (خودساختہ امر) ان کی سب سے بڑی کتاب اصول کافی میں ہے۔جو ان کی بنیادی کتاب ہے۔اس میں ہے کہ اصلی قرآن کا ایک حرف بھی اس میں نہیں ہے۔ موجودہ قرآن کو نہیں مانتے۔اگر تمہارے سامنے کہیں نا کہ ہم اس قرآن کو مانتے ہیں تو سمجھ جاؤ کہ یہ تقیہ کررہے ہیں،تقیہ سے کام لے رہے ہیں۔تقیہ ان کے دین کا حصہ ہے۔ تقیہ کا معنیٰ ہے کہ جو بات زبان پر ہو وہ دل میں نہ ہو اور جو بات دل میں ہو وہ زبان پر نہ ہو۔وہ کہتے ہیں کہ نو حصے دین تقیے میں ہے۔جب معاذ اللہ تعالیٰ صحابہ کافر ہو گئے اور قرآن دنیا میں ہے نہیں تو پھر اسلام کہاں سے آئے گا؟ ان کا عقیدہ ہے کہ امام معصوم ہیں۔خمینی کی کتاب ''الحکومۃ الاسلامیۃ'' کے صفحہ ۴ پر لکھا ہے کہ ہمارا عقیدہ ہے اور بنیادی عقائد میں سے ہے کہ ہمارے بارہ امام تمام پیغمبروں سے افضل ہیں۔بھائی کیا ایمان اس کا نام ہے کہ قرآن کا انکار کیا جائے،صحابہ کی تکفیر کی جائے،غیر نبی کو نبی سے بڑھا دیا جائے؟اور یہ سب کچھ خمینی کے آنے کے بعد ہوا ہے۔پہلے ان کو اتنی جرأت نہیں تھی۔اس خبیث نے ڈالروں کے ذریعے ان کو جرأت دلائی ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک رافضی شیطان محمد حسین ڈھکو لکھتا ہے کہ ''ہم بھی مانتے ہیں کہ ابوبکر خلیفہ تھا مگر مسلمان نہیں تھا۔اس طرح کا خلیفہ تھا جیسے لوگوں نے غلام احمد کو مانا۔کہتا ہے کہ ہمارے نزدیک ابوبکر اور غلام احمد قادیانی دونوں برابر ہیں۔''اور یہ بھی لکھا ہے کہ ''ہم بھی حضرت عائشہ صدیقہ کو ام المومنین مانتے ہیں۔مگر

وہ خود مومن نہیں تھی۔" یہ کتابیں پاکستان میں شائع ہو رہی ہیں لیکن اگر کوئی مولوی بے چارہ ان کا حوالہ دیتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ فرقہ واریت پھیلاتا ہے۔ وہ دھڑا دھڑ کتابیں لکھیں تو ان کو کوئی پوچھنے والا نہ ہو۔ آخر کیوں؟ وزیر اعظم شیعہ ہے اس کا خاوند غالی شیعہ ہے زرداری۔ اور وزیر اعظم کے بہت سارے مشیر شیعہ ہیں۔ ہنجر وال ٹھوکر نیاز بیگ کے علاقہ میں کارروائی ہوئی تو پولیس بھی عاجز آ گئی۔ ایران والوں نے زرداری کو کہا کہ ہنجر وال میں کیا ہو رہا ہے؟ انہوں نے پورا ساتھ دے کر ان کو بچایا۔

بہ ہر حال اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اگر ہم اس قرآن کو عجمی زبان میں بناتے تو یہ لوگ کہتے کیوں نہیں تفصیل کے ساتھ بیان کی گئیں اس قرآن کی آیتیں۔ کیا عجمی زبان اور لوگ عربی قُلْ آپ فرمادیں هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا یہ قرآن ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ہیں هُدًى نری ہدایت ہے وَّشِفَآءٌ اور شفا ہے وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اور وہ لوگ جو ایمان نہیں رکھتے اس پر فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ ان کے کانوں میں ڈاٹ ہیں وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى اور یہ قرآن ان کے حق میں اندھا پن ہے۔ اندھے کو کیا نظر آئے گا؟ کچھ بھی نہیں۔

"انھے نوں بازار پھرایا تھاں تھاں دا انہوں سیر کرایا
جاں پچھیا اوں انھے توں آکھے کجھ نظریں نہ آیا"

از مرتب)

فرمایا اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ یہی لوگ ہیں کہ ان کو پکارا جاتا ہے دور کی جگہ سے۔ کسی کو کوئی دور سے پکارے تو وہ سن نہیں سکتا۔ ان کے وجود قریب ہونے کے باوجود دل ان کے دور ہیں یہ نہ سنتے ہیں نہ سمجھتے ہیں۔

آگے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تسلی دی ہے کہ اگر یہ لوگ اس قرآن میں اختلاف کرتے ہیں کوئی مانتا ہے کوئی نہیں مانتا تو آپ گھبرائیں نہ۔ موسیٰ علیہ السلام کی کتاب کے ساتھ بھی یہ ہوا تھا۔ فرمایا وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ اور البتہ تحقیق دی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب فَاخْتُلِفَ فِيْهِ پس اس میں اختلاف کیا گیا۔ کچھ نے مانا کچھ نے نہیں مانا وَلَوْلَا كَلِمَةٌ اور اگر نہ ہوتی ایک بات سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ جو پہلے ہو چکی آپ کے رب کی طرف سے لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ البتہ فیصلہ کر دیا جاتا ان کے درمیان۔ اللہ تعالیٰ نے ہر بندے کو ایک مدت تک زندہ رہنے کا حق دیا ہے کہ وہ اس سے پہلے اسے نہیں مارے گا۔ اگر یہ فیصلہ نہ ہو چکا ہوتا کہ اس قوم نے فلاں وقت تک زندہ رہنا ہے تو ہم ان کو فوراً سزا دے دیتے وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ اور بے شک یہ لوگ البتہ شک میں ہیں مِّنْهُ مُرِيْبٍ اس کی طرف سے جو ان کو تردد میں ڈالنے والا ہے مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ جس نے اچھا عمل کیا اس نے اپنے نفس کے لیے کیا وَمَنْ اَسَآءَ اور جس نے برا کام کیا فَعَلَيْهَا پس اس کے نفس پر پڑے گا۔ نہ رب تعالیٰ کا کوئی نقصان ہوگا نہ پیغمبر کا۔ اور یاد رکھو! وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ اور نہیں ہے آپ کا رب ذرہ برابر ظلم کرنے والا بندوں پر۔ ہر کوئی اپنے کیے کا پھل پائے گا۔

اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ۗ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ۗ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ اَيْنَ شُرَكَآءِيْ ۙ قَالُوْٓا اٰذَنّٰكَ ۙ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيْدٍ ۚ ﴿۴۷﴾ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَدْعُوْنَ مِنْ قَبْلُ وَظَنُّوْا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿۴۸﴾ لَا يَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ ۡ وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَـُٔوْسٌ قَنُوْطٌ ﴿۴۹﴾ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ ۙ وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا ۡ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۵۰﴾ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ﴿۵۱﴾

اِلَيْهِ اسی کی طرف يُرَدُّ لوٹایا جاتا ہے عِلْمُ السَّاعَةِ قیامت کا علم وَمَا تَخْرُجُ اور نہیں نکلتے مِنْ ثَمَرٰتٍ پھل مِّنْ اَكْمَامِهَا اپنے غلافوں سے وَمَا تَحْمِلُ اور نہیں حاملہ ہوتی مِنْ اُنْثٰى کوئی مادہ وَلَا تَضَعُ اور نہ جنتی ہے اِلَّا بِعِلْمِهٖ مگر وہ اس کے علم میں ہے وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ اور جس دن وہ ان کو پکارے گا اَيْنَ شُرَكَآءِيْ کہاں ہیں میرے شریک قَالُوْٓا وہ کہیں گے اٰذَنّٰكَ ہم آپ کو بتلاتے ہیں مَا مِنَّا مِنْ شَهِيْدٍ نہیں ہے ہم میں سے کوئی اس کی گواہی دینے والا وَضَلَّ عَنْهُمْ

اور گم ہو جائیں گے ان سے مَّا وہ کَانُوْا یَدْعُوْنَ جن کو وہ پکارتے تھے
مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے وَظَنُّوْا اور وہ یقین کر لیں گے مَا لَهُمْ مِّنْ
مَّحِيْصٍ نہیں ہے ان کے لیے کوئی چھٹکارا لَا يَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ نہیں تھکتا
انسان مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ بھلائی کی دعا مانگنے سے وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ اور
اگر پہنچے اس کو تکلیف فَيَئُوْسٌ پس وہ ناامید ہوتا ہے قَنُوْطٌ ناامیدی
کے آثار چہرے پر ظاہر ہوتے ہیں وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً اور اگر ہم چکھائیں
اس کو رحمت مِّنَّا اپنی طرف سے مِنْ بَعْدِ ضَرَّآءَ تکلیف کے بعد
مَسَّتْهُ جو اس کو پہنچی ہے لَيَقُوْلَنَّ البتہ ضرور کہتا ہے هٰذَا لِيْ یہ میری
وجہ سے ہے وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً اور میں نہیں خیال کرتا قیامت قائم
ہونے والی ہے وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ اور اگر میں لوٹا دیا گیا اِلٰى رَبِّيْٓ اپنے
رب کی طرف اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى بے شک میرے لیے اس کے پاس بھلائی
ہوگی فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ پس البتہ ہم ضرور خبر دیں گے ان لوگوں کو كَفَرُوْا جو
کافر ہیں بِمَا عَمِلُوْا جو انھوں نے عمل کیے ہیں وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ اور البتہ ہم
ضرور چکھائیں گے مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ گاڑھا عذاب وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى
الْاِنْسَانِ اور جس وقت ہم انعام کرتے ہیں انسان پر اَعْرَضَ وہ اعراض کرتا
ہے وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ اور پہلو تہی کرتا ہے وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ اور جس وقت پہنچتی
ہے اس کو تکلیف فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ پس لمبی چوڑی دعا والا ہوتا ہے۔

علم غیب خاصۂ خداوندی ہے :

اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ایک عقیدہ قیامت کا بھی ہے کہ قیامت حق ہے۔ اس کو تسلیم کیے بغیر کوئی آدمی مسلمان نہیں رہ سکتا اور اس کے ساتھ یہ بھی ضروریات دین میں سے ہے اور اہم عقیدہ ہے کہ قیامت کے واقع ہونے کا صحیح علم رب تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔ احادیث میں صرف اتنا آیا ہے کہ قیامت جمعہ والے دن قائم ہوگی لیکن وہ جمعہ کس سال اور کس مہینے کا ہوگا اور اس کے آنے میں کتنے سال باقی ہیں؟ کتنی تاریخیں باقی ہیں؟ یہ صرف رب تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اسی کا ذکر ہے اِلَيۡهِ يُرَدُّ عِلۡمُ السَّاعَةِ اسی اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹایا جاتا ہے قیامت کا علم۔ قیامت کا صحیح وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا وَمَا تَخۡرُجُ مِنۡ ثَمَرٰتٍ مِّنۡ اَكۡمَامِهَا اور نہیں نکلتے پھل اپنے غلافوں سے۔ اَكۡمَام كِمّ کی جمع ہے، کاف کے کسرے کے ساتھ كِمّ کا معنیٰ ہے چھلکا۔ اخروٹ بادام کے اوپر جو چھلکا ہوتا ہے کسی پھل پر موٹا اور کسی پر باریک چھلکا ہوتا ہے۔ وَمَا تَحۡمِلُ مِنۡ اُنۡثٰى اور نہیں حاملہ ہوتی کوئی مادہ۔ چاہے انسانوں میں سے ہو یا جنات اور حیوانات میں سے ہو وَلَا تَضَعُ اور نہ جنتی ہے اِلَّا بِعِلۡمِهٖ مگر وہ سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ نر ہے یا مادہ ہے، صحیح سالم ہے یا ادھورا ہے۔ حالانکہ خود حاملہ کو علم نہیں ہے کہ اس کے پیٹ میں نر ہے یا مادہ، ایک ہیں یا دو، کالا ہے یا گورا۔ اٹھائے پھرتی ہے اس کو کوئی علم نہیں ہے وَيَعۡلَمُ مَا فِي الارحام [سورہ لقمان] ”اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ رحموں میں ہے۔“ علم غیب خاصۂ خداوندی ہے اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَيَوۡمَ يُنَادِيۡهِمۡ اور جس دن اللہ تعالیٰ ان کو پکارے گا آواز دے گا، کہے گا، مشرکوں کو آواز دے کر فرمائے گا اَيۡنَ شُرَكَآءِىۡ کہاں ہیں

میرے شریک جن کو تم میری ذات وصفات میں شریک بناتے تھے اور ان کی پوجا پاٹ کرتے تھے وہ کہاں ہیں؟ قَالُوْٓا مشرک کہیں گے اٰذَنّٰكَ ہم آپ کو بتلاتے ہیں آپ کے سامنے بیان دیتے ہیں۔کیا بیان دیتے ہیں؟ مَامِنَّامِنْ شَهِيْدٍ نہیں ہے ہم میں سے کوئی اس کا گواہ کہ آپ کا بھی کوئی شریک ہے۔ساری زندگی کفر وشرک کرتے رہے قیامت والے دن رب کی سچی عدالت میں کہیں گے کہ ہم میں سے کوئی بھی اس بات کی گواہی دینے کے لیے تیار نہیں ہے کہ آپ کا کوئی شریک ہے۔سورۃ الانعام آیت نمبر ۲۳ پارہ ۷ میں ہے کہ کہیں گے وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ "قسم ہے اللہ کی جو ہمارا رب ہے ہم نہیں تھے شرک کرنے والے۔" اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ "دیکھو کیسے جھوٹ بول رہے ہیں اپنی جانوں پر۔"

رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَدْعُوْنَ مِنْ قَبْلُ اور گم ہو جائیں گے، غائب ہو جائیں گے وہ جن کو یہ پکارتے تھے اس سے پہلے۔دنیا میں جن کو یہ حاجت روا، مشکل کشا، فریاد رس، دست گیر سمجھ کر پکارتے تھے وہ سب غائب ہو جائیں گے ان میں سے کوئی ان کا ساتھ دینے کے لیے تیار نہیں ہوگا وَظَنُّوْا اور مشرک یقین کرلیں گے مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ۔ محيص ظرف کا صیغہ بھی بن سکتا ہے۔اس وقت معنٰی ہوگا نہیں ہے ان کے لیے چھٹکارے کی جگہ۔اور مصدر بھی بن سکتا ہے۔اس وقت معنٰی ہوگا نہیں ہے ان کے لیے کوئی چھٹکارا کہ عذاب سے ان کو چھٹکارا مل جائے لَا يَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ نہیں تھکتا انسان خیر مانگنے سے۔خیر میں مال، اولاد، عہدے کی ترقی سب داخل ہیں۔انسان مال مانگنے سے، اولاد مانگنے سے، ترقی مانگنے سے نہیں تھکتا۔

رحمت خداوندی اور انسان کی مایوسی :

حدیث میں آتا ہے لَوْ کَانَ لِاِبْنِ ادم وادیان من ذَھَبٍ لَا بْتَغٰی ثَالِثًا ''اگر ہوں آدم کے بیٹے کے پاس دو میدان سونے کے بھرے ہوئے تو ان پر کفایت نہیں کرے گا ضرور تیسرا تلاش کرے گا وَلَا یَمْلَأُ جَوْفَ ابْنَ اٰدم اِلَّا التُّرَابُ آدم کے پیٹ کو مٹی ہی بھرے گی۔'' کتنا مال مل جائے، کتنی ترقی ہو جائے مزید کا طالب ہوتا ہے کہتا ہے اور ہو۔ نہیں تھکتا انسان خیر مانگنے سے، مال مانگنے سے اور اولاد اور عزت مانگنے سے، ترقی اور اقتدار مانگنے سے وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ اور اگر اس کو پہنچے تکلیف فَيَئُوْسٌ قَنُوْطٌ۔ یئوس کا معنٰی ہے ناامید ہونا اور قنوط کا معنٰی ہے مایوسی کے اظہار کا چہرے پر ظاہر ہونا۔ جب کوئی آدمی پریشان ہوتا ہے تو دوسرا آدمی اس کے چہرے کو دیکھ کر سمجھ جاتا ہے کہ یہ پریشان ہے اسی طرح اگر کسی کو خوشی ہو تو اس کے اثرات بھی چہرے پر ظاہر ہوتے ہیں۔ تو معنٰی ہوگا پس وہ ناامید ہوتا ہے اور اس کے ناامید ہونے کے آثار چہرے پر ظاہر ہوتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہونا بڑا سخت گناہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ الله [زمر:۵۳] ''نہ مایوس ہو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے۔'' ایمان کے متعلق فرماتے ہیں کہ الایمانُ بَیْنَ الخوف وَالرَّجَآء ''ایمان خوف اور امید کے درمیان ہوتا ہے۔'' رب تعالیٰ کے عذاب کا ڈر بھی ہو اور رحمت سے ناامید بھی نہ ہو۔ ان دونوں چیزوں کے درمیان اعتدال کا راستہ ایمان ہے۔ لیکن خوف سے مراد زبانی خوف نہیں ہے حقیقتاً خدا کا خوف ہو۔ مثلاً ایک آدمی کہتا ہے کہ میں رب تعالیٰ سے بڑا ڈرتا ہوں مگر نماز نہیں پڑھتا، روزہ نہیں رکھتا، حلال وحرام کی تمیز نہیں کرتا، حق اور باطل کے درمیان فرق نہیں کرتا، نہ اللہ تعالیٰ کے حقوق پہچانتا ہے نہ

مخلوق کے اور کہتا ہے کہ میں رب سے ڈرتا ہوں تو اس کا نام تو ڈرنا نہیں ہے۔ رب تعالیٰ سے ڈرنے والا تو وہ ہے جو رب تعالیٰ کی مخالفت نہ کرے اور اس کے احکام کا پابند ہو کسی ایک حکم کی بھی مخالفت نہ کرے۔ اسی طرح ایک آدمی طمع رکھتا ہے کہ مجھے ہر چیز مل جائے لیکن وہ اسباب کو کام میں نہیں لاتا جب کہ حکم ہے کہ اسباب کو کام میں لاؤ بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت بڑی وسیع ہے۔ لیکن اس کی رحمت کو اسباب کے ساتھ متعلق کیا ہے۔ مثال کے طور پر ایک آدمی ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھا ہے محنت نہیں کرتا، تجارت نہیں کرتا، ملازمت اختیار نہیں کرتا، زراعت نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ مجھے وافر دولت مل جائے۔ رب تعالیٰ تو قادر مطلق ہے وہ بغیر اسباب کے بھی دے سکتا ہے لیکن عادۃ اللہ اس طرح جاری نہیں ہے کچھ کرنا پڑے گا پھر ملے گا۔ رب قادر مطلق ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام ایشیائے کوچک جو آج کل ترکوں کے پاس ہے اس علاقے میں رہتے تھے۔ ان کا واقعہ قرآن پاک میں متعدد مقامات پر آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو نبوت بھی عطا فرمائی اور مال اولاد سے بھی نوازا۔ تین لڑکے تھے ان کی شادیاں کیں، تین لڑکیاں تھیں ان کی شادیاں کیں، چھ سات ہزار بھیڑ بکریاں تھیں، تین ہزار اونٹ تھے، پانچ جوڑی بیلوں کی تھی۔ بڑا عجیب منظر تھا۔ معمول یہ تھا کہ کوئی چیز ذبح کرتے تو پڑوسیوں کا بھی خیال کرتے تھے ایک دن بکری ذبح کی کوئی ذہنی پریشانی تھی پڑوسیوں کا بالکل خیال نہ آیا۔ وہ بھی باضمیر تھے مانگا انھوں نے بھی نہیں۔ خیال تھا کہ دیں گے کچھ پکایا بھی نہ، رات بغیر کھانے پینے کے گزاری۔ اللہ تعالیٰ کی غیرت نے گوارا نہ کیا کہ خود بندہ بکری کا گوشت کھائے اور پڑوسی بھوکا رہے۔ تکلیف طاری کر دی۔ بیٹے بیٹیاں بھی چھین لیں اور مال بھی چھین لیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سب کچھ واپس کر دیا۔ ایک دن نہا رہے تھے

کہ سونے چاندی کی مکڑیوں کی بارش ہوگئی۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ جلدی جلدی کپڑے سمیٹنے شروع کر دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے آواز دی اے ایوب علیہ السلام! میں نے تجھے غنی نہیں کر دیا پہلے کپڑے پہن لو پھر اکٹھا کر لینا۔ کہنے لگے لَا غِنَاءَ عَنْ بَرَکَتِكَ " آپ کی برکت سے غنا نہیں ہے۔" جب اے پروردگار! آپ دینے پر آئے ہیں تو میں آپ کی نعمت کی قدر کیوں نہ کروں۔ تو اللہ تعالیٰ چاہے تو سونے کی مکڑیاں برسا سکتا ہے لیکن عالم اسباب میں اس نے ضابطہ یہی بنایا ہے کہ انسان کچھ نہ کچھ کرے گا تو بات بنے گی۔ تو فرمایا کہ انسان کو اگر تکلیف پہنچتی ہے تو ناامید ہو جاتا ہے ایسا کہ اس کے آثار اس کے چہرے سے نظر آتے ہیں وَلَئِنْ أَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا اور اگر ہم چکھائیں انسان کو رحمت اپنی طرف سے مِنْ بَعْدِ ضَرَّاءَ تکلیف کے بعد مَسَّتْهُ جو اس کو پہنچی ہے۔ مثلاً فقر کے بعد مال مل گیا، بیماری کے بعد صحت مل گئی۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ البتہ انسان ضرور کہتا ہے یہ میری وجہ سے ہے میری محنت کا نتیجہ ہے مگر اتنا نہیں سوچتا کہ اصل تو رب تعالیٰ کا فضل و کرم ہے محنت تو بہانہ ہے۔ ان چیزوں کا تعلق محنت کے ساتھ ہوتا تو مزدور آدمی سارا دن خون پسینا ایک کرتا ہے، گرمی کے زمانے میں ٹوکری اٹھاتا ہے، پتھر اٹھاتا ہے، روڑی کوٹتا ہے مگر شام کو اس کو اتنا نہیں ملتا جتنا پنکھے کے نیچے بیٹھنے والے کو ملتا ہے۔ تو یہ سمجھ لینا کہ یہ میری محنت ہے یہ غلط ہے۔

تو ایک سبب ہے اور دینے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ تو فرمایا کہ اگر ہم اس کو چکھائیں رحمت اپنی طرف سے اس تکلیف کے بعد جو اس کو پہنچی ہے تو ضرور کہتا ہے کہ میری وجہ سے ہے، میری محنت کا نتیجہ ہے۔ اور پھر یہ بھی کہتا ہے وَمَآ أَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً اور میں نہیں خیال کرتا کہ قیامت قائم ہوگی۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ قیامت کوئی نہیں ہے۔ اور

اگر بالفرض ہوئی بھی تو وَّلَئِنۡ رُّجِعۡتُ اِلٰى رَبِّىۡۤ اور البتہ اگر میں لوٹا دیا گیا اپنے رب کی طرف۔ اگر قیامت آ بھی گئی تو اِنَّ لِىۡ عِنۡدَهٗ لَلۡحُسۡنٰى بے شک میرے لیے اس رب کے پاس بھلائی ہوگی چونکہ مجھے یہاں سب کچھ ملا ہوا ہے وہاں بھی سب کچھ ملے گا۔ اس نے یہ باطل قیاس کیا کہ دنیا میں رب تعالیٰ نے اس کو مال دیا، اولاد دی، عہدہ دیا، اس سے اس نے یہ سمجھا کہ رب میرے اوپر راضی ہے تو جب رب میرے اوپر راضی ہے تو اگر قیامت آ بھی گئی تو وہاں بھی راضی ہوگا حالانکہ کئی مرتبہ یہ بات تم سن چکے ہو کہ رب تعالیٰ کے راضی اور ناراض ہونے کا معیار دنیا نہیں ہے بلکہ دین اور ایمان ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ يُؤْتِي الدُّنْيَا مَنْ يُحِبُّ وَ مَنْ لَا يُحِبُّ "بے شک اللہ تعالیٰ دنیا اسے بھی دیتا ہے جس پر راضی ہوتا ہے اور اس کو بھی دیتا ہے جس پر راضی نہیں ہوتا وَلَا يُؤْتِي الدِّيْنَ اِلَّا مَنْ يُحِبُّ اور دین نہیں دیتا مگر اس کو جس پر راضی ہوتا ہے۔" اور ایک روایت میں ہے وَلَا يُؤْتِي الْاِيْمَانَ اِلَّا مَنْ يُحِبُّ "اور ایمان نہیں دیتا مگر اس کو جس پر راضی ہوتا ہے۔" تو اللہ تعالیٰ کی رضا اور عدم رضا کا معیار دنیا نہیں ہے دین اور ایمان ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا پس البتہ ہم ضرور خبر دیں گے ان لوگوں کو جو کافر ہیں۔ ان کو ہم بتلائیں گے بِمَا عَمِلُوۡا جو انھوں نے عمل کیے ہیں کہ وہ دنیا میں کیا کچھ کرتے رہے ہیں وَلَنُذِيۡقَنَّهُمۡ مِّنۡ عَذَابٍ غَلِيۡظٍ اور ہم ان کو ضرور چکھائیں گے گاڑھا عذاب۔ ہم ان کو سخت عذاب کا مزہ ضرور چکھائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انسان کی عمومی فطرت یہ ہے وَاِذَاۤ اَنۡعَمۡنَا عَلَى الۡاِنۡسَانِ اور جس وقت ہم انعام کرتے ہیں انسان پر اَعۡرَضَ وہ اعراض کرتا ہے وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ اور

پہلوتہی کرتا ہے۔نعمت پرشکرادا کرنے کے بجائے اس نعمت کی ناقدری کرتا ہے۔اس کے برخلاف وَ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ اور جس وقت پہنچتی ہے اس کو تکلیف فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ پس لمبی چوڑی دعا مانگنے والا ہوتا ہے۔پھر لمبی چوڑی دعائیں مانگتا ہے۔خوش حالی اور آسودگی میں تو اپنے مالک کی طرف سے منہ پھیر لیتا ہے اور جب کسی مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے تو مشکل کشائی کے لیے لمبے ہاتھ اٹھا کر دعائیں مانگتا ہے۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ﴿۵۲﴾ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَ فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ؕ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۵۳﴾ اَلَاۤ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ؕ اَلَاۤ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ﴿۵۴﴾ ع

قُلْ آپ فرمادیں اَرَءَيْتُمْ بھلا بتلاؤ تم اِنْ كَانَ اگر ہے یہ قرآن کریم مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ پھر تم نے اس کا انکار کردیا مَنْ اَضَلُّ کون زیادہ بہکا ہوا ہے مِمَّنْ اس شخص سے هُوَ فِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ جو اختلاف میں دور جا پڑا ہے سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا عنقریب ہم ان کو دکھائیں گے اپنی نشانیاں فِي الْاٰفَاقِ زمین کے اطراف میں وَفِيْۤ اَنْفُسِهِمْ اور ان کی جانوں میں بھی حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ یہاں تک کہ واضح ہو جائے ان کے سامنے اَنَّهُ الْحَقُّ بے شک یہ حق ہے اَوَلَمْ يَكْفِ کیا کافی نہیں ہے یہ بات کہ بِرَبِّكَ آپ کا رب اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ بے شک وہ ہر چیز پر گواہ ہے اَلَاۤ خبردار اِنَّهُمْ بے شک وہ فِيْ مِرْيَةٍ شک میں ہیں مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ اپنے رب کی ملاقات سے اَلَاۤ خبردار اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ بے شک وہ ہر چیز کا احاطہ کرنے والا ہے۔

ربط آیات

اس سے پہلے رکوع میں قرآن پاک کے متعلق تھا وَ اِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ''اور بے شک یہ قرآن ایسی کتاب ہے کہ باطل نہ اس کے سامنے کھڑا ہوسکتا ہے نہ سامنے سے حملہ کرسکتا ہے نہ پیچھے سے حملہ کرسکتا ہے۔'' صدیاں گزر گئیں آج تک قرآن پاک میں کوئی خامی نہیں نکال سکا۔ ضدی لوگوں کے سوا باقی جنھوں نے نہیں مانا وہ صاف لفظوں میں کہتے ہیں کہ ہم نہیں مانتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ بھلا بتلاؤ اگر یہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ پھر تم نے اس کا انکار کردیا۔ یہ بتلاؤ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ کون زیادہ بہکا ہوا ہے، کون زیادہ گمراہ ہے اس شخص سے جو اختلاف میں دور جا پڑا ہے۔ قرآن عربی زبان میں بڑی فصیح و بلیغ کتاب ہے۔ کافر اس کے اثر کا انکار نہیں کرتے تھے اس کا اثر مانتے تھے مگر کہتے تھے اثر ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور سچی کتاب ہے اور اس کا پیش کرنے والا سچا ہے۔ بلکہ کہتے تھے کہ سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ''یہ کھلا جادو ہے۔'' اس کا اثر جادو ہونے کی وجہ سے ہے۔ سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۳ پارہ ۱۶ میں ہے اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ''اور کیا تم پھنسے ہو جادو میں اور تم دیکھ رہے ہو۔'' اچھے بھلے بصیرت والے ہو کر جادو میں پھنسے ہو۔ جادو کہہ کر ٹھکرا دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا عنقریب ہم ان کو دکھائیں گے اپنی نشانیاں فِي الْاٰفَاقِ۔ آفاق افق کی جمع ہے افق کا معنی ہے کنارہ۔ زمین کے کناروں میں، اطراف میں کبھی کہیں زلزلہ ہوگا، کبھی قحط سالی ہوگی کسی جگہ ہیضہ پھیل جائے گا، کسی جگہ طاعون پھیل جائے گا، کہیں بارش نہیں ہوگی، کہیں

سیلاب آجائے گا۔مختلف اوقات میں یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ظاہر ہوں گی۔ انسان اگر صحیح معنٰی میں انسان ہے تو ان چیزوں کو دیکھ کر ضرور عبرت حاصل کرے گا وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ اور خود ان کی اپنی جانوں میں بھی۔گھر کا کوئی فرد بیمار،کبھی کوئی بیمار،کبھی مالی تنگی ،کبھی جھگڑا فساد،کبھی کچھ ہوگا کبھی کچھ ہوگا۔ ان چیزوں سے اللہ تعالیٰ بندوں کو جھنجھوڑتے ہیں کہ سنبھل جاؤ ہوش کے ناخن لو حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ یہاں تک کہ واضح ہو جائے ان کے سامنے اَنَّهُ الْحَقُّ بے شک یہ قرآن کریم حق ہے۔قرآن کریم کی حقانیت کے لیے ہم مختلف قسم کی نشانیاں اپنی قدرت کی دکھاتے ہیں۔کبھی کسی جگہ،کبھی کسی جگہ،کبھی بدنی،کبھی مالی،مگر یہ لوگ ٹس سے مس نہیں ہوتے اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ کیا کافی نہیں ہے یہ بات کہ آپ کا رب اَنَّهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ کہ بے شک وہ ہر چیز پر گواہ ہے۔ہر چیز رب تعالیٰ کے سامنے ہے۔اللہ تعالیٰ ہر شے کے ظاہر کو بھی جانتا ہے اور باطن کو بھی جانتا ہے۔معاملہ پروردگار کے ساتھ ہے جس سے کوئی شے پوشیدہ نہیں ہے۔فرمایا یہ بھی سن لو اَلَآ خبردار اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ بے شک یہ لوگ شک میں ہیں اپنے رب کی ملاقات سے۔کہتے ہیں قیامت نہیں آئے گی۔

کل کے سبق میں تم نے پڑھا ہے کافر نے کہا مَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ''میں نہیں خیال کرتا کہ قیامت قائم ہوگی۔''تو بڑے زوردار الفاظ میں قیامت کا انکار کرتے تھے۔ فرمایا اَلَآ خبردار اِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا احاطہ کرنے والا ہے۔علم کے لحاظ سے،قدرت کے لحاظ سے،تمام چیزیں اس کے علم اور قدرت میں ہیں۔

نوٹ : ''اس درس میں سورہ شوریٰ کی پہلی پانچ آیات بھی تھیں مگر ہم نے سورۃ کے الگ

ہونے کی وجہ سے الگ لکھ دیا ہے۔ مرتب"

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سورۃ الشوریٰ

(مکمل)

جلد............۱۸

آیاتہا ۵۳ ۴۲ سُوْرَةُ الشُّوْرٰى مَكِّيَّةٌ ۶۲ رکوعاتہا ۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

حٰمٓ ۚ﴿۱﴾ عٓسٓقٓ ﴿۲﴾ كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۙ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۳﴾ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴿۴﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۵﴾

حٰمٓ ﴿۱﴾ عٓسٓقٓ ﴿۲﴾ كَذٰلِكَ اسی طرح يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وحی بھیجتا ہے آپ کی طرف وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ اور ان کی طرف جو آپ سے پہلے گزرے ہیں اللّٰهُ اللہ تعالیٰ الْعَزِيْزُ غالب ہے الْحَكِيْمُ حکمت والا ہے لَهٗ اسی کے لیے ہے مَا جو کچھ ہے فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں وَمَا فِي الْاَرْضِ اور جو کچھ ہے زمین میں وَهُوَ الْعَلِيُّ اور بلند ہے الْعَظِيْمُ عظمت والا ہے تَكَادُ السَّمٰوٰتُ قریب ہے کہ آسمان يَتَفَطَّرْنَ پھٹ جائیں مِنْ فَوْقِهِنَّ اوپر سے وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ اور فرشتے يُسَبِّحُوْنَ تسبیح بیان کرتے ہیں بِحَمْدِ رَبِّهِمْ اپنے رب کی حمد کی وَيَسْتَغْفِرُوْنَ اور بخشش طلب کرتے ہیں لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ان کے لیے

جو زمین میں ہیں اَلَآ خبردار اِنَّ اللّٰہَ بے شک اللہ تعالیٰ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ وہی بخشنے والا مہربان ہے۔

وجہ تسمیہ سورت :

اس سورت کا نام شوریٰ ہے اور شوریٰ کا معنٰی ہے مشورہ۔ آگے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی صفتیں بیان کرتے ہوئے فرمایا وَاَمْرُھُمْ شُوْرٰی بَیْنَھُمْ ''ان کا معاملہ آپس میں مشورے سے طے ہوتا ہے۔'' جن چیزوں کا ذکر قرآن وحدیث میں نہ ہو، اجماع امت سے ثابت نہ ہوں تو ایسی چیزوں میں مشورے کا حق مسلمانوں کو قیامت تک حاصل رہے گا۔ کیونکہ بعض آدمی سمجھ دار ہوتے ہیں اور حقیقت کی تہہ کو پہنچ جاتے ہیں اور جو سطحی قسم کے لوگ ہوتے ہیں وہ حقیقت کی تہہ تک نہیں پہنچ سکتے۔ تو جس وقت مشورہ کرتے ہیں تو کمزور اپنی کمزوری اور خامی کو سامنے رکھتے ہوئے دوسروں کی رائے کو قبول کر لیتے ہیں۔ تو جو فیصلہ مل جل کر کریں گے وہ فیصلہ صحیح ہوتا ہے۔ تو چونکہ اس سورہ میں شوریٰ کا ذکر ہے اس لیے اس کا نام شوریٰ ہے۔ اکسٹھ سورتیں اس سے پہلے نازل ہو چکی تھیں یہ باسٹھ نمبر پر نازل ہوئی۔ یہ مکی سورۃ ہے۔ اس کے پانچ رکوع اور چون آیات ہیں اور موجودہ ترتیب کے لحاظ سے اس کا بیالیسواں نمبر ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے باسٹھ نمبر ہے۔

حٰم عسق یہ حروف مقطعات میں سے ہیں۔ قطع کا معنٰی ہے الگ کرنا۔ لفظ سے ایک حرف الگ کر لیا جائے اختصاراً۔ ح سے مراد حمید ہے، م سے مراد مجید۔ حمید کے معنٰی قابل تعریف۔ مجید کا معنٰی بزرگ۔ اللہ تعالیٰ کا نام حمید بھی ہے مجید بھی ہے۔ ع سے مراد علیم۔ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے علیم۔ س سے مراد سمیع ہے اللہ تعالیٰ سننے والا بھی ہے۔ قٓ

سے مراد قادر ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے کَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ اسی طرح وحی کرتا ہے اللہ تعالیٰ آپ کی طرف وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ اور ان کی طرف بھی وحی بھیجی جو پیغمبر آپ سے پہلے گزرے ہیں۔ وحی کون بھیجتا ہے؟ اللہ تعالیٰ۔ لفظ اللہ فاعل ہے يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ کا۔ اللہ تعالیٰ نے جتنے پیغمبر بھیجے ہیں وہ سب کے سب آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی سے پہلے تھے۔ سب سے پہلے پیغمبر آدم علیہ السلام تھے دوسرے پیغمبر آدم علیہ السلام کے بیٹے شیث تھے۔ اس کے بعد کتنے ہی پیغمبر تشریف لائے یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے اور انھوں نے آکر بشارت سنائی کہ وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ [سورہ صف] ''اور میں خوش خبری سنانے والا ہوں ایک رسول کی جو آنے والا ہے میرے بعد نام اس کا احمد ہے، ﷺ۔ محمد کے لفظی معنیٰ ہیں تعریف کیا ہوا۔ یہ باب تفعیل سے اسم مفعول کا صیغہ ہے۔ آپ ﷺ کی تعریف رب نے کی، فرشتوں نے کی، انسانوں اور جنات نے کی، اپنوں اور بے گانوں نے کی۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں جتنی تعریف آپ ﷺ کی ہوئی ہے اتنی کسی اور کی نہیں ہوئی۔ اور احمد اسم تفضیل کا صیغہ ہے اس کا معنیٰ ہے سب سے زیادہ تعریف کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں آپ ﷺ سے زیادہ بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی تعریف کسی نے نہیں کی۔ تو پیغمبر جتنے بھی تشریف لائے ہیں سب آپ ﷺ سے پہلے تشریف لائے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمانوں پر اٹھا لیا گیا وہ بعد میں آئیں گے لیکن امتی کی حیثیت سے آئیں گے وہ اپنی شریعت کی لوگوں کو دعوت نہیں دیں گے بلکہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی شریعت کی دعوت دیں گے اور ان کے آنے سے آپ ﷺ کی ختم نبوت پر کوئی زد نہیں پڑے گی کیوں کہ گنتی وہی رہے گی گنتی نہیں بڑھے گی۔

توفرمایا اسی طرح وحی کرتا ہے اللہ تعالیٰ آپ کی طرف اوران پیغمبروں کی طرف جو آپ سے پہلے گزرے ہیں اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ وہ اللہ جو غالب ہے حکمت والا ہے۔

نافع اورضار صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے :

فرمایا لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ اسی اللہ تعالیٰ کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے وَمَا فِي الْاَرْضِ اور جو کچھ زمین میں ہے۔ آسمان میں چاند، سورج، ستارے ہیں اور بے شمار مخلوق ہے جس کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا، زمین میں پہاڑ ہیں، میدان ہیں، دریا ہیں، انسان اورحیوان ہیں، جنات ہیں، چرند پرند ہیں، حشرات الارض ہیں، اور کتنی مخلوق ہے جس کو رب کے سوا کوئی نہیں جانتا سب کو پیدا کرنے والا بھی وہی ہے اور سب پر تصرف بھی اسی کا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو تصرف کا حق ہوتا تو آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی کو ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی زبان مبارک سے قرآن پاک میں اعلان کروایا قُلْ آپ فرمادیں اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا رَشَدًا بے شک میں نہیں ہوں مالک تمہارے لیے نفع نقصان کا۔'' اور یہ بھی اعلان کروایا کہ آپ ان کو کہہ دیں لَآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا [الاعراف:۱۸۸] ''میں نہیں ہوں مالک اپنے لیے نفع نقصان کا۔'' اگر آپ ﷺ نفع کے مالک ہوتے تو آپ ﷺ کو کوئی بھی تکلیف نہ آتی۔

حالانکہ احد کے مقام پر عتبہ بن ابی وقاص نے آپ ﷺ کو پتھر مارا آپ ﷺ کے نیچے والے دو دانتوں میں سے دائیں طرف والا دانت شہید ہو گیا اور آپ ﷺ زخمی ہو گئے۔ خون کے فوارے پھوٹ پڑے۔ عبداللہ بن امیہ کافر نے تلوار ماری خود (لوہے کی

ٹوپی) کٹ گئی آپ ﷺ کا سر مبارک زخمی ہو گیا۔ اگر آپ ﷺ کے اختیار میں ہوتا تو یہ معاملہ کبھی نہ پیش آتا لہٰذا نافع اور ضار صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ زمین اور آسمانوں میں جو کچھ ہے سب اسی کا ہے سب کا وہی خالق، وہی مالک اور وہی متصرف ہے وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ اور وہی بلند اور عظمت والا ہے۔ ذات کے لحاظ سے بڑا اور رتبے کے لحاظ سے بلند ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے بڑی ذات کوئی نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں رتبے اور درجے کے لحاظ سے آنحضرت ﷺ سے بڑی ذات کوئی نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میدان محشر میں لواء الحمد یعنی حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور آدم علیہ السلام اور باقی تمام پیغمبر میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔

مقام محمود کو تم یوں سمجھو کہ جیسے جلسوں کے لیے سٹیج ہوتا ہے اور خاص لوگ اس پر ہوتے ہیں عام لوگ نیچے ہوں گے اور انبیائے کرام مقام محمود پر ہوں گے۔ فرمایا میں مقامِ محمود پر اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہوں گا اور ساری مخلوق کے لیے شفاعت کروں گا کہ حساب کتاب شروع ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی شفاعت قبول فرمائیں گے۔

فرمایا تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائیں اوپر سے کہ ساتواں گرے چھٹے پر اور چھٹا گرے پانچویں پر اور پانچواں گرے چوتھے پر اور چوتھا گرے تیسرے پر۔ اوپر سے پھٹنا شروع ہوں۔ کیوں؟ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ اور فرشتے تسبیح بیان کرتے ہیں اپنے رب کی حمد کے ساتھ۔ فرشتے نوری مخلوق ہیں ان کے جسم وزنی نہیں ہیں ہمارے جسموں کی طرح مگر اس کثرت سے ہیں کہ اس تکثر کی وجہ سے آسمان پھٹ جائے۔ آسمانوں میں چار انگشت بھی ایسی جگہ نہیں ہے کہ جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ عبادت میں مصروف نہ ہو۔ تو ایک تفسیر تو یہ ہے

کہ فرشتوں کی کثرت کی وجہ سے ہوسکتا ہے کہ آسمان پھٹ جائیں۔ چنانچہ سورۃ مریم پارہ ۱۶ میں ہے وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ''اور کہا کافروں اور مشرکوں نے کہ بنالیا ہے رحمٰن نے بیٹا لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا البتہ تحقیق لائے ہو تم ایک بڑی ناگوار بات تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَ تَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ''قریب ہے آسمان پھٹ پڑیں اس سے اور زمین شق ہو جائے اور گر پڑیں پہاڑ گر پڑنا اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ''اس وجہ سے کہ پکارتے ہیں یہ لوگ رحمان کے لیے اولاد۔'' اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرتے ہیں۔

حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں يَسُبُّنِي ابْنُ اٰدَمَ وَ لَمْ يَكُنْ لَهٗ ذٰلِكَ ''آدم کا بیٹا مجھے گالیاں نکالتا ہے حالانکہ اس کو یہ حق نہیں ہے۔'' گالیاں کیسے نکالتا ہے؟ يَدْعُوْ لِيْ وَلَدًا ''میری طرف اولاد کی نسبت کرتا ہے۔ کوئی کہتا ہے عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں، کوئی کہتا ہے عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں کوئی کہتا ہے فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ تمہارے ان گندے عقائد سے ناراض ہو کر زمین و آسمان کا نظام ہی درہم برہم کردے۔ تو فرمایا فرشتے تسبیح بیان کرتے ہیں اپنے رب کی حمد کے ساتھ۔

مسلم شریف میں روایت ہے اَحَبُّ الكلام اِلَى الله سبحان الله وَبِحَمْدِهٖ ''اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب کلام سبحان اللہ و بحمدہ ہے۔'' فرشتے اور کیا کرتے ہیں وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ اور بخشش طلب کرتے ہیں ان کے لیے جو زمین میں ہیں۔ زمین والوں کے لیے مغفرت کی دعائیں کرتے ہیں اور یہ بھی تم سورہ مومن میں پڑھ چکے ہو اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ ''جو اٹھارہے ہیں عرش کو وَمَنْ حَوْلَهٗ اور جو اس کے آس پاس ہیں يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ تسبیح بیان کرتے ہیں اپنے رب

کی وَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ اورایمان رکھتے ہیں اس پر وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور مومنوں کے لیے مغفرت کی دعائیں کرتے ہیں اور کہتے ہیں رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً اے ہمارے رب وسیع ہے ہر چیز پر آپ کی رحمت وَّعِلْمًا اور علم فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا بخش دے ان لوگوں کو جنھوں نے توبہ کی وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ اور تیرے راستے پر چلے وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ اور بچا ان کو دوزخ کے عذاب سے رَبَّنَا اے رب ہمارے وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ اور داخل کر ان کو ہمیشگی کے باغوں میں الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ جن کا آپ نے ان سے وعدہ کیا ہے وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ اور ان کو بھی جو نیک ہوں ان کے باپ دادا میں وَذُرِّيّٰتِهِمْ اور ان کی اولادوں میں سے اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ بے شک آپ ہی غالب ہیں اور حکمت والے ہیں وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ [مومن: ۷ تا ۹] ''اور بچا ان کو برائیوں سے پریشانیوں سے۔''

فرمایا اَلَآ خبردار اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ بے شک اللہ تعالیٰ ہی بخشنے والا ہے مہربان ہے۔

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ اللّٰهُ
حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ ۖ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝۶ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ
اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ
الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ۝۷ وَلَوْ
شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ
رَحْمَتِهٖ ۭ وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝۸ اَمِ اتَّخَذُوْا
مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى ۡ وَهُوَ عَلٰى
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۹ وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗٓ اِلَى
اللّٰهِ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّيْ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ڰ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ۝۱۰

وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ اتَّخَذُوْا جنھوں نے بنائے ہیں مِنْ دُوْنِهٖ اللہ تعالیٰ سے نیچے اَوْلِيَآءَ کارساز اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ اللہ تعالیٰ ہی نگرانی کرتا ہے ان کی وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ اور نہیں ہیں آپ ان پر بِوَكِيْلٍ وکیل وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وحی کی ہم نے آپ کی طرف قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا قرآن عربی زبان میں لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى تاکہ آپ ڈرائیں بستیوں کی ماں کو وَمَنْ حَوْلَهَا اور ان کو جو اس کے اردگرد ہیں وَتُنْذِرَ اور تاکہ آپ ڈرائیں يَوْمَ الْجَمْعِ جمع ہونے والے دن سے لَا رَيْبَ فِيْهِ اس میں کوئی شک نہیں ہے فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ ایک فریق جنت میں

ہوگا وَفَرِيۡقٌ فِى السَّعِيۡرِ اور ایک فریق بھڑکتی ہوئی آگ میں ہوگا وَلَوۡ شَآءَ اللّٰهُ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے لَجَعَلَهُمۡ تو کردے ان کو اُمَّةً وَّاحِدَةً ایک ہی گروہ وَّلٰـكِنۡ يُّدۡخِلُ مَنۡ يَّشَآءُ لیکن وہ داخل کرتا ہے جس کو چاہتا ہے فِىۡ رَحۡمَتِهٖ اپنی رحمت میں وَالظّٰلِمُوۡنَ اور جو ظالم ہیں مَا لَهُمۡ مِّنۡ وَّلِىٍّ نہیں ہوگا ان کے لیے کوئی حمایتی وَّلَا نَصِيۡرٍ اور نہ کوئی مددگار اَمِ اتَّخَذُوۡا کیا بنا لیے ہیں انھوں نے مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اللہ تعالیٰ سے نیچے اَوۡلِيَآءَ کارساز فَاللّٰهُ هُوَ الۡوَلِىُّ پس اللہ تعالیٰ ہی ہے کارساز وَهُوَ يُحۡىِ الۡمَوۡتٰى اور وہی زندہ کرتا ہے مردوں کو وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے وَمَا اور وہ چیز اخۡتَلَفۡتُمۡ فِيۡهِ جس میں تم نے اختلاف کیا ہے مِنۡ شَىۡءٍ کوئی بھی چیز ہو فَحُكۡمُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ پس اس کا حکم اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّىۡ یہ اللہ تعالیٰ ہی میری پرورش کرنے والا ہے عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡتُ اسی پر میں نے بھروسا کیا وَاِلَيۡهِ اُنِيۡبُ اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

اسلام کا بنیادی عقیدہ توحید ہے :

اسلام کے بنیادی عقائد میں سے جن کو قرآن کریم نے بیان کیا ہے عقیدہ توحید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور اپنی صفات اور اپنے افعال میں وحدہ لاشریک لہ ہے کوئی اس کا کسی معنیٰ اور کسی حیثیت میں اور کسی اعتبار سے شریک نہیں ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے خدائی اختیارات کسی کو دیئے ہیں رتی برابر بھی۔ لیکن مشرک قوموں نے اللہ تعالیٰ کے

پیارے پیغمبروں کو ولیوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنایا ہے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں اور ولیوں کو بڑا نیک سمجھتے ہیں اور اس میں کوئی شک بھی نہیں ہے کہ وہ نیک تھے۔ ان کا نظریہ تھا کہ یہ ہم سے راضی ہوں گے تو پھر رب تعالیٰ کے آگے ہماری درخواستیں پیش کریں گے پھر نبیوں، رسولوں، شہیدوں کے متعلق یہ نظریہ اپنایا کہ وہ حاضر و ناظر بھی ہیں اور عالم الغیب بھی ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ نے اختیارات بھی عطا کیے ہیں، یہ ہماری حفاظت اور نگرانی بھی کرتے ہیں۔

یہ جاہل قسم کے لوگ جو گیارھویں دیتے ہیں ان کا بھی یہی نظریہ ہوتا ہے کہ اس سے مال میں برکت ہوگی اور ہمارا مال نقصان سے محفوظ رہے گا۔ اگر گیارھویں نہ دی تو نقصان ہوگا۔ یہی شرکیہ عقائد ہیں۔ بہت کم لوگ ہوں گے جو ایصال ثواب کا لحاظ رکھیں۔ بے شک ایصال ثواب اپنی جگہ پر صحیح ہے مگر ایک ہی شخصیت کو ثواب پہنچانا اور گیارھویں تاریخ کو پہنچانے کا کیا مقصد ہے؟ یہ بدعت ہے۔ ایصال ثواب ہر وقت اور ہر ایک کے لیے مطلوب ہے۔ یہ جو تعیین ہے ضرور دال میں کالا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ اور وہ لوگ جنھوں نے بنائے ہیں اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے کارساز، کام بنانے والے، نگران اور محافظ اللَّهُ حَفِيظٌ عَلَيْهِمْ اللہ تعالیٰ ہی نگرانی کرتا ہے ان کی جو اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو نگران اور محافظ بنائے پھرتے ہیں اور جن کو اپنے لیے نگران اور کارساز سمجھتے ہیں ان کا نگران اور محافظ بھی اللہ تعالیٰ ہے۔ اختیارات سارے اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔ آپ ان کو یہ بات سمجھا دیں وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ اور نہیں ہیں آپ ان پر وکیل، ان کے ذمہ دار کہ ان سے ہدایت قبول کروائیں۔ جس طرح وکیل کی ہار جیت موکل کی ہار جیت ہوتی ہے

ایسا نہیں ہے۔ پس آپ ان کو حق کھول کر سنا دیں تاکہ ان کو شبہ نہ رہے پھر میں جانوں اور یہ جانیں وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اور اسی طرح وحی کی ہم نے آپ کی طرف جس طرح آپ سے پہلے پیغمبروں کی طرف کی قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا قرآن عربی زبان میں۔ آپ بھی عربی، قوم بھی عربی، کتاب بھی عربی زبان میں۔ قرآن کریم کو کیوں اتارا؟ لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى تاکہ آپ ڈرائیں بستیوں کی ماں کو، سب بستیوں کی اصل بستی کو۔ اُم کے لفظی معنیٰ ماں کے ہیں۔ جس طرح ماں سے اولاد پیدا ہوتی ہے اسی طرح دنیا کی ساری بستیاں مکہ مکرمہ سے پیدا ہوئی ہیں کہ زمین کا پیڑا بنا کر اللہ تعالیٰ نے یہاں رکھا جہاں کعبہ ہے پھر زمین کو چاروں طرف پھیلا دیا۔ سورۃ النازعات پارہ ۳۰ میں ہے وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا ''اور اس کے بعد زمین کو بچھایا۔'' تو یہ دنیا میں جتنی بستیاں ہیں ان کا مرکز مکہ مکرمہ ہے۔ مکہ کا معنیٰ ناف، دُھنی۔ بدن کا سنٹر اور درمیان ہوتا ہے۔

ساری دنیا کا وسط کعبۃ اللہ ہے :

مکہ مکرمہ عین دنیا کا نصف ہے۔ جس طرح بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے تو اس کو ناف کے ذریعے خوراک ملتی ہے اسی طرح روحانی خوراک مکہ مکرمہ کے ذریعے سے ملتی ہے اور قیامت تک ملتی رہے گی۔ اور کعبہ دنیا کے قیام کا ذریعہ ہے قِيٰمًا لِّلنَّاسِ۔ جب تک کعبہ ہے دنیا کا نظام قائم ہے۔ جس وقت کعبۃ اللہ کو شہید کر دیا جائے گا اسرافیل علیہ السلام بگل پھونک دیں گے قیامت برپا ہو جائے گی۔ تو فرمایا تاکہ آپ ڈرائیں ام القریٰ یعنی مکے والوں کو وَمَنْ حَوْلَهَا اور ان کو جو ارد گرد والے ہیں۔ جو بستیاں مکہ مکرمہ کے اردگرد ہیں ان کو بھی ڈرائیں رب تعالیٰ کی گرفت اور عذاب سے۔ ساری دنیا ہی ام القریٰ کے اردگرد ہے۔ آپ کی بعثت ساری کائنات کے لیے ہے۔ چنانچہ آپ براہِ

راست جہاں جہاں تک پہنچ سکتے تھے آپ نے وہاں پہنچ کر تبلیغ کی اور آگے آپ کے تیار کردہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کی۔ جو بڑے وفادار، جفاکش اور انتہائی مخلص تھے۔ انہوں نے آپ ﷺ کے پروگرام کو مشرق و مغرب کے کونوں تک پہنچایا۔ آج اس گئے گزرے ہوئے زمانے میں بھی الحمد للہ! کوئی ایسا ملک نہیں ہے جہاں کلمہ طیبہ پڑھنے والے لوگ موجود نہ ہوں چاہے تھوڑے ہوں یا زیادہ۔ تو فرمایا تاکہ آپ ڈرائیں مکہ مکرمہ اور اردگرد کی بستیوں کے لوگوں کو رب کے عذاب سے وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ اور تاکہ آپ ان کو ڈرائیں جمع ہونے والے دن سے۔ وہ قیامت کا دن ہے لَا رَيْبَ فِيهِ کوئی شک نہیں ہے اس اجتماع والے دن میں۔

اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے قیامت کا عقیدہ۔ قیامت یقیناً آئے گی اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ اس دن جزائے عمل کی منزل آئے گی جس کے نتیجہ میں فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ ایک فریق، ایک گروہ جنت میں ہوگا وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ اور ایک فریق، ایک گروہ دوزخ میں ہوگا، بھڑکتی ہوئی آگ میں ہوگا۔ موحد جنت میں ہوں گے اور مشرک کافر دوزخ میں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے لَجَعَلَهُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً تو کردے ان کو ایک گروہ۔ جبراً اطاعت پر مجبور کردے کہ نافرمانی کی طاقت ان سے سلب کرلے مگر یہ اس کی حکمت کے خلاف ہے کیوں کہ اس طرح تو پھر امتحان ختم ہوگیا۔ امتحان تو اس وقت ہے کہ نیکی بدی کی طاقت دے کر اختیار دیا جائے کہ جس کو چاہے اپنی مرضی سے اختیار کرے اس واسطے فرمایا فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ [الکہف:۲۹] ''پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے اپنی مرضی سے۔'' لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ

الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ [البقرہ:۲۵٦] ''دین میں کوئی جبر نہیں ہدایت گمراہی سے الگ ہو چکی ہے۔'' تو اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو جبراً سب کو ایک گروہ بنا دے۔ وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ لیکن اللہ تعالیٰ داخل کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں اور داخل اسے ہی کرتا ہے جو طالب ہوتا ہے وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ اور ظالموں کے لیے نہیں ہوگا کوئی حمایتی اور نہ کوئی مددگار یعنی جو لوگ کفر و شرک ترک کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں ان کا کوئی حمایتی ہوگا اور نہ مددگار ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ کیا بنائے ہیں انھوں نے اللہ تعالیٰ سے نیچے کارساز کہ یہ ان کی مشکل کشائی کریں گے اور مشکل میں کام آئیں گے فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ پس اللہ تعالیٰ ہی ہے کارساز اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مشکل کشائی کرنے والا نہیں ہے، کارساز فقط اللہ تعالیٰ کی ذات ہے وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى اور وہی زندہ کرتا ہے مردوں کو وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور وہی ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے لہٰذا اسی کو کارساز سمجھنا چاہیے اور تمام حاجات میں اسی کو پکارنا چاہیے اور اسی کی توحید پر ایمان لانا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ اور وہ چیز جس میں تم نے اختلاف کیا ہے کوئی بھی چیز ہے فَحُكْمُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ پس اس کا حکم اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا چاہیے۔ سورۃ النساء آیت نمبر ۵۹ پارہ نمبر ۵ میں ہے فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ''پس اگر تم کسی چیز میں جھگڑا کرو تو لوٹاؤ اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف اور اس کے رسول ﷺ کی طرف۔'' اگر آپس کے اختلافات اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق حل کر لیے جائیں تو دنیا امن و سکون کا گہوارہ بن جائے مگر افسوس کہ ہر آدمی، گروہ اور جماعت اپنی من مانی کرتی ہے جس کا نتیجہ سب کے

سامنے ہے۔تو فرمایا جس چیز میں تم نے اختلاف کیا کوئی بھی چیز ہو اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّیْ یہ اللہ تعالیٰ میری پرورش کرنے والا ہے عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ اسی پر میں نے بھروسا کیا وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔

فَاطِرُ

فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّ مِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًاۚ یَذْرَؤُكُمْ فِیْهِؕ لَیْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌۚ وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ﴿۱۱﴾ لَهٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِۚ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یَقْدِرُؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ﴿۱۲﴾ شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّیْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّ الَّذِیْۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ وَ مَا وَصَّیْنَا بِهٖۤ اِبْرٰهِیْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِیْسٰۤى اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَ لَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْهِؕ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِیْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَیْهِؕ اَللّٰهُ یَجْتَبِیْۤ اِلَیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَهْدِیْۤ اِلَیْهِ مَنْ یُّنِیْبُ﴿۱۳﴾ وَ مَا تَفَرَّقُوْۤا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْیًۢا بَیْنَهُمْؕ وَ لَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِیَ بَیْنَهُمْؕ وَ اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِیْبٍ﴿۱۴﴾

فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ بنانے والا ہے آسمانوں کو وَالْاَرْضِ اورزمین کو جَعَلَ اس نے بنائے لَكُمْ تمہارے لیے مِّنْ اَنْفُسِكُمْ تمہاری جانوں میں سے اَزْوَاجًا جوڑے وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اورمویشیوں میں سے بھی اَزْوَاجًا جوڑے یَذْرَؤُكُمْ فِیْهِ بکھیرتا ہے تم کواس میں لَیْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ نہیں ہے اس کے مثل کوئی چیز وَهُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ اوروہ

سننے والا دیکھنے والا ہے لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ اسی کے لیے ہیں چابیاں آسمانوں کی وَالْاَرْضِ اور زمین کی يَبْسُطُ الرِّزْقَ بڑھاتا ہے رزق لِمَنْ يَّشَآءُ جس کے لیے چاہتا ہے وَيَقْدِرُ اور تنگ کرتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے اِنَّهٗ بے شک وہ بِكُلِّ شَيْءٍ ہر چیز کو عَلِيْمٌ جانتا ہے شَرَعَ لَكُمْ مقرر کیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے مِّنَ الدِّيْنِ مَا وہ دین وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا جس کی تاکید کی نوح علیہ السلام کو وَّالَّذِيْٓ اور وہی اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ جس کی وحی کی ہم نے آپ کی طرف وَمَا اور وہ وَصَّيْنَا بِهٖٓ جس کی تاکید کی ہم نے اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ کہ قائم کرو تم دین کو وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ بھاری ہے مشرکوں پر مَا وہ چیز تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ جس چیز کی تم ان کو دعوت دیتے ہو اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ اللہ تعالیٰ ہی منتخب کرتا ہے اپنی طرف مَنْ يَّشَآءُ جس کو چاہتا ہے وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ اور راہ دکھاتا ہے اپنی طرف مَنْ اس کو يُّنِيْبُ جو رجوع کرتا ہے وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اور نہیں تفرقہ ڈالا ان لوگوں نے اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا مگر بعد اس کے جَآءَهُمُ الْعِلْمُ آگیا ان کے پاس علم بَغْيًا بَيْنَهُمْ سرکشی کرتے ہوئے اپنے درمیان وَلَوْلَا كَلِمَةٌ اور اگر نہ ہوتی ایک بات سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ جو ہو چکی آپ کے رب کی طرف سے اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ایک مدت مقرر تک

لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ البتہ فیصلہ کر دیا جاتا ان کے درمیان وَإِنَّ الَّذِينَ اور بے شک وہ لوگ أُورِثُوا الْكِتٰبَ جن کو وارث بنایا گیا کتاب کا مِنۢ بَعْدِهِمْ ان کے بعد لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ البتہ وہ شک میں ہیں اس کی طرف سے مُرِيبٍ جو ان کو تردد میں ڈالنے والا ہے۔

ربط آیات :

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے شرک کی تردید فرمائی اَمِ اتَّخَذُوا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ "کیا انھوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو کارساز، مشکل کشا بنالیا ہے۔" حالانکہ کارساز تو فقط اللہ تعالیٰ ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔ وہی رب جو ہر چیز پر قادر ہے فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وہ بنانے والا ہے آسمانوں کا اور زمین کا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مظہر ہے جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا اس نے بنائے ہیں تمہارے لیے تمہاری جانوں میں سے جوڑے۔ کسی کو مرد بنا دیا کسی کو عورت بنا دیا وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا اور مویشیوں میں سے بھی جوڑے بنائے، نر مادہ کہ نسل کا سلسلہ قائم رہے يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ بکھیرتا ہے تمھیں زمین میں یا بکھیرتا ہے تمھیں ماں کے رحم میں یا بناوٹ میں تمھیں بکھیرتا ہے۔ کسی کو کوئی شکل وصورت، کسی کو کوئی شکل وصورت عطا کرتا ہے لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ نہیں ہے اس کے مثل کوئی چیز۔ یہاں کاف زائدہ ہے کیونکہ اگر کاف زائدہ نہ ہو تو معنیٰ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی مثل کے مثل کوئی شے نہیں ہے۔ کیونکہ کاف کا معنیٰ بھی تو مثل ہے۔ تو نفی مثل کے مثل کی ہوگی مثل ثابت ہوگئی۔ تو کاف زائدہ ہے۔ معنیٰ ہے اللہ تعالیٰ کے مثل کوئی شے نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں بے مثل اور بے مثال ہے نہ اس کی ذات کے مثل کوئی ہے اور نہ اس کے صفات کے مثل کوئی ہے، نہ

ارادے میں اس کے مثل کوئی ہے اور نہ افعال میں اس کے مثل کوئی ہے اور نہ مخلوق کے ساتھ کسی قسم کی تشبیہ دی جاسکتی ہے، نہ اس کا باپ ہے، نہ ماں ہے، نہ بیوی ہے، نہ اولاد ہے اس کے مثل کوئی چیز نہیں ہے وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی سننے والی دیکھنے والی ہے۔ ساری کائنات کی بولیاں سنتا بھی ہے اور ان کے حالات کو دیکھتا بھی ہے لَهُ مَقَالِيدُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ اسی کے پاس ہیں چابیاں آسمانوں کی اور زمین کی۔ سارے اختیارات اسی کے پاس ہیں ہر چیز میں تصرف کرنے والا وہی ہے يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ بڑھاتا ہے رزق جس کا چاہتا ہے وَيَقْدِرُ اور تنگ کرتا ہے رزق جس کا چاہتا ہے۔ وہ اپنی حکمت کے مطابق رزق تقسیم کرتا ہے کیوں کہ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ بے شک وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ لہٰذا وہ بہتر سمجھتا ہے کہ کس کو کتنا رزق دینا ہے۔ جب پیدا کرنے والا وہی ہے، رزق دینے والا وہی ہے، تصرف کرنے والا وہی ہے تو دین بھی اسی کا ہے شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مقرر کیا ہے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے وہ دین۔

شریعت اصل (عربی لغت) میں اس گھاٹ کو کہتے ہیں جس پر اتر کر لوگ پانی پیتے ہیں۔ اسی مناسبت سے شریعت کو بھی دین کہا جاتا ہے کہ لوگ اس سے روحانی پیاس بجھاتے ہیں اور اس کے احکام پر عمل کر کے اپنی زندگی کو درست کر لیتے ہیں۔

تو فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے وہی دین مقرر فرمایا مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا جس کی تاکید کی اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو وَالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اور یہ وہی دین ہے جس کی وحی ہم نے آپ کی طرف کی اور یہ وہی دین ہے وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اور جس کی تاکید کی ہم نے ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کو۔

اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ سمیت پانچ اولوالعزم پیغمبروں کا ذکر فرمایا ہے کہ ان سب کو یہی تاکید کی اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ کہ وہ دین کو قائم کریں۔ اللہ تعالیٰ کی توحید کا عقیدہ، پیغمبروں کی رسالت کا عقیدہ، قیامت کا حق ہونا ایسے اصول ہیں کہ جن میں کسی بھی نبی کے زمانے میں کوئی اختلاف نہیں رہا اور ان پر ایمان لانا ہر نبی کی امت کے لیے ضروری تھا یہی دین ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہر امت کے لیے مقرر فرمایا ہے۔ غرض یہ کہ دین اور ملت ہر دور میں ایک ہی رہے ہیں البتہ ان عقائد کی تفصیلات کو شریعت کہا جاتا ہے۔ سورہ مائدہ آیت نمبر ۴۸ میں ہے لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا ''تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے جدا جدا شریعت اور راستہ مقرر کیا ہے۔'' یعنی ہر امت کی شریعت مختلف رہی ہے مثلاً پہلی امتوں میں بہن بھائی کا نکاح جائز تھا لیکن بعد میں اس کو حرام قرار دے دیا گیا۔ بعض شریعتوں میں اونٹ کا گوشت اور دودھ ناجائز تھا ہمارے آخری پیغمبر کی شریعت میں جائز ہے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا نَحْنُ مَعَاشِرُ الْاَنْبِيَآءِ بَنُوْ عَلَّاتٍ دِيْنُنَا وَاحِدٌ'' ہم انبیاء کا گروہ علاتی بھائی ہیں ہمارا دین ایک ہے۔'' علاتی بھائی وہ ہوتے ہیں جن کا باپ ایک ہو اور مائیں مختلف ہوں۔ مطلب یہ کہ دین اور ملت تو تمام امتوں کی یکساں ہیں مگر ان کی شریعتیں الگ الگ ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اولوالعزم پیغمبروں کو تاکیداً حکم دیا کہ دین کو قائم رکھو وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو کہ دین کے کسی اصول کو مانو اور کسی کو نہ مانو یا کسی نبی کی نبوت پر ایمان لائے اور کسی کا انکار کردے بلکہ سارے نبیوں پر ایمان لانا ضروری ہے کہ اپنے اپنے زمانے میں برحق تھے اور اب دین اور شریعت صرف حضرت محمد رسول ﷺ کی ہے۔ تو فرمایا دین میں تفرقہ نہ ڈالو کہ اس کا کوئی

اصول مانو اور کوئی نہ مانو۔ ان میں سرفہرست توحید کا اصول ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں
کَبُرَ عَلَی الْمُشْرِكِيْنَ بھاری ہے مشرکوں پر بہت زیادہ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ جس کی
طرف آپ ان کو دعوت دیتے ہیں، بلاتے ہیں۔ توحید کی دعوت ان کو گولی کی طرح لگتی
ہے۔ سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۴۶ میں ہے وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ
وَلَّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا "اور جب آپ ذکر کرتے ہیں اپنے رب کا قرآن میں اکیلا
تو وہ پھر جاتے ہیں اپنی پشتوں پر نفرت کرتے ہوئے۔" اور کہتے ہیں اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ
اِلٰهًا وَّاحِدًا "کیا اس نے کر دیا ہے تمام معبودوں کو ایک معبود اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ
عُجَابٌ [ص:۵] "بے شک یہ ایک عجیب چیز ہے۔" تو اللہ تعالیٰ کی توحید مشرکوں پر
بھاری ہے جس کی تم ان کو دعوت دیتے ہو۔ فرمایا ہدایت اور گمراہی کا ایک ضابطہ یہ ہے
اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ اللہ تعالیٰ چن لیتا ہے اپنی طرف جس کو چاہتا ہے وَيَهْدِيْٓ
اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ اور اپنی طرف راہ نمائی کرتا ہے اس شخص کی جو رجوع کرتا ہے۔ جو
ہدایت کا طالب ہوتا ہے ہدایت اس کو دیتا ہے۔ سورۃ العنکبوت آیت نمبر ۶۹ میں ہے
وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا "اور وہ لوگ جو کوشش کرتے ہیں ہماری
طرف آنے کی ہم ان کو اپنے راستے بتا دیتے ہیں۔" ہدایت کے طالب کو صحیح راستہ مل جاتا
ہے۔ فرمایا وَمَا تَفَرَّقُوْٓا ان گمراہ فرقوں نے تفرقہ نہیں ڈالا ان لوگوں نے اِلَّا مِنْۢ
بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ مگر بعد اس کے کہ ان کے پاس علم آ گیا اپنے
درمیان سرکشی کرتے ہوئے۔ اہل کتاب کے پاس اللہ تعالیٰ کی کتابیں آئیں، پیغمبر
تشریف لائے، انھوں نے ہدایت کو واضح کیا مگر ان لوگوں نے ضد، عناد اور آپس میں
سرکشی کرتے ہوئے دین کے اصولوں میں اختلاف کیا اور فرقے بنا لیے اور مختلف فرقوں

میں تقسیم ہو گئے۔ آخری پیغمبر اور آخری کتاب کا بھی ان کو علم تھا محض ضد، عناد اور سرکشی کی وجہ سے ایمان نہیں لائے اور مخالفت شروع کر دی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اور اگر نہ ہوتی ایک بات جو ہو چکی آپ کے رب کی طرف سے۔ آپ کے پروردگار کی طرف سے پہلے سے ایک بات طے شدہ نہ ہوتی اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ایک مقرر وقت تک لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ تو ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے قطعی فیصلہ کے لیے قیامت کا دن مقرر کر رکھا ہے۔ اگر یہ بات طے نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ کافروں، مشرکوں اور سرکشی کرنے والوں کا فیصلہ دنیا ہی میں کر دیتا ان کو اسی دنیا میں فوراً سزا دے دیتا۔ مگر اس کا قانون ہے وَاُمْلِيْ لَهُمْ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ [القلم: ۴۵] ''اور میں ان کو مہلت دیتا ہوں بے شک میری تدبیر بہت مضبوط ہے۔''

فرمایا یہ بات بھی سن لیں وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ اور بے شک وہ لوگ جن کو وارث بنایا گیا کتاب کا ان کے بعد لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ وہ البتہ تردد انگیز شک میں ہیں۔ یعنی یہود و نصاریٰ کے پہلے گروہوں نے جو تحریفات کیں ان کی تحریفات کو خالص کتاب قرآن کے ساتھ مٹا دیا گیا تو یہ پچھلے شکر گزار ہو کر اس پر ایمان نہ لائے بلکہ شک میں پڑے ہوئے ہیں قرآن کے بارے میں اور محمد رسول اللہ ﷺ کی آخری رسالت کے بارے میں۔

فَلِذٰلِكَ فَادْعُ

وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ۖ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۖ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۖ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ۖ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۵﴾ وَالَّذِيْنَ يُحَآجُّوْنَ فِى اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴿۱۶﴾

فَلِذٰلِكَ پس اسی لیے فَادْعُ آپ دعوت دیں وَاسْتَقِمْ اور قائم رہیں آپ كَمَآ اُمِرْتَ جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ اور نہ پیروی کریں آپ ان کی خواہشات کی وَقُلْ اور آپ کہہ دیں اٰمَنْتُ میں ایمان لایا ہوں بِمَآ اس چیز پر اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ جو نازل کی ہے اللہ تعالیٰ نے کتاب سے وَاُمِرْتُ اور مجھے حکم دیا گیا ہے لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ کہ میں عدل کروں تمہارے درمیان اَللّٰهُ رَبُّنَا اللہ تعالیٰ ہی ہمارا رب ہے وَرَبُّكُمْ اور تمہارا بھی رب ہے لَنَآ اَعْمَالُنَا ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں لَا حُجَّةَ کوئی جھگڑا نہیں بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ہمارے اور تمہارے درمیان اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا اللہ تعالیٰ اکٹھا کرے گا ہم سب کو

وَاِلَیۡهِ الۡمَصِیۡرُ اور اسی کی طرف لوٹنا ہے وَالَّذِیۡنَ اور وہ لوگ یُحَآجُّوۡنَ جو جھگڑا کرتے ہیں فِی اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے بارے میں مِنۡۢ بَعۡدِ مَا بعد اس کے کہ جو اسۡتُجِیۡبَ لَهٗ اس کی بات کو قبول کیا گیا ہے حُجَّتُهُمۡ دَاحِضَةٌ ان کی دلیل کمزور ہے عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ان کے رب کے ہاں وَعَلَیۡهِمۡ غَضَبٌ اور ان پر غضب ہے وَّلَهُمۡ عَذَابٌ شَدِیۡدٌ اور ان کے لیے سخت عذاب ہے۔

ربط آیات :

اس سے پہلے سبق میں گزرا ہے کہ کَبُرَ عَلَی الۡمُشۡرِکِیۡنَ مَا تَدۡعُوۡهُمۡ اِلَیۡهِ ''بھاری ہے مشرکوں پر وہ چیز یعنی توحید جس کی طرف آپ ان کو دعوت دیتے ہیں۔'' اور اہل کتاب نے بھی ضد عناد کی وجہ سے دین میں تفرقہ پیدا کر رکھا ہے فَلِذٰلِکَ فَادۡعُ پس اسی وجہ سے آپ ان کو دعوت دیں دین اور توحید کی پوری استقامت کے ساتھ تا کہ انھیں کوئی شک وشبہ نہ رہے۔ فرمایا وَاسۡتَقِمۡ کَمَآ اُمِرۡتَ اور آپ قائم رہیں جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے۔ پائے استقلال میں لغزش نہ آنے پائے۔ سورہ ہود آیت نمبر ۱۱۲ میں ہے فَاسۡتَقِمۡ کَمَآ اُمِرۡتَ وَمَنۡ تَابَ مَعَکَ ''پس آپ ڈٹ کر رہیں جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے اور ان لوگوں کو بھی جنھوں نے توبہ کی آپ کے ساتھ۔'' کفر وشرک سے توبہ کر کے آپ کا ساتھ دیا ہے وہ بھی ڈٹ کر رہیں۔

استقامت علی الدین :

آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا حضرت! آپ ﷺ وقت سے پہلے بوڑھے ہو

گئے ہیں تو آپ نے فرمایا شَیَّبَتْنِیْ ھُوْدُ وَ اَخَوَاتُھَا ''سورۃ ہود اور اس جیسی سورتوں کے مضامین نے مجھے بوڑھا کر دیا۔'' کہ اس میں آپ ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ ڈٹ کر رہیں جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے۔ یاد رکھنا! حق کو قبول کرنا اور پھر اس پر ڈٹ جانا بڑی بات ہے اور آدمی کو ایسا ہی ہونا چاہیے یہ نہیں کہ آدمی لوٹے کی طرح پھرتا رہے صبح کو کوئی عقیدہ ہو اور شام کو کوئی عقیدہ ہو۔ سورہ حٰم سجدہ آیت نمبر ۳۰ میں ہے اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ''بے شک وہ لوگ جنھوں نے کہا رب ہمارا اللہ ہے ثُمَّ اسْتَقَامُوْا پھر اس پر ڈٹ گئے تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں۔'' تو فرمایا قائم رہیں جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ اور پیروی نہ کریں آپ ان لوگوں کی خواہشات کی۔ مخالفین کی تو خواہش ہے کہ آپ ﷺ کو آپ ﷺ کے دین سے پھیر دیں اور اپنے دین کے ساتھ ملانے کی کوشش کریں تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو خبردار کر دیا کہ آپ اپنے دین پر قائم رہیں اور ان کی خواہشات کی پروا نہ کریں وَقُلْ اور کہیں اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ میں ایمان لایا اس چیز پر جو اللہ تعالیٰ نے کتاب کی صورت میں نازل فرمائی ہے۔ میں وحی الٰہی پر ایمان رکھتا ہوں اس کے خلاف تمہاری باتوں کو تسلیم نہیں کر سکتا اور آپ ﷺ ان سے یہ بھی کہہ دیں وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَیْنَكُمْ اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف کروں۔ عدل قائم ہوگا تو ظلم ختم ہوگا، امن قائم ہوگا بدامنی کی وجہ ہی ناانصافی ہے۔

آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے وَاٰتِ كُلَّ ذِیْ حَقٍّ حَقَّهٗ ''ہر حق دار کو اس کا حق ادا کرو۔'' انصاف کا یہی تقاضا ہے۔ آج دنیا میں عدل نہیں ہے۔ چھوٹی عدالتوں سے لے کر بڑی عدالتیں موجود ہیں مگر انصاف نہیں ملتا جب تک عدل قائم نہیں ہوگا دنیا میں

امن قائم نہیں ہو سکتا۔

سورۂ نحل آیت نمبر ۹۰ میں ہے اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ ''بے شک اللہ تعالیٰ تمھیں عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔'' اور سورہ انعام آیت نمبر ۱۵۲ میں ہے وَ اِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ کَانَ ذَا قُرْبٰی ''اور جس وقت بات کرو تو انصاف کے ساتھ اگرچہ کوئی فریق تمہارا قرابت دار ہی کیوں نہ ہو۔'' تو فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف قائم کروں۔ فرمایا اَللّٰہُ رَبُّنَا وَرَبُّکُمْ اللہ تعالیٰ ہی ہمارا رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ وہی خالق بھی ہے اور مالک بھی، وہی مشکل کشا اور حاجت روا بھی ہے۔ اس کے سوا نہ کوئی بگڑی بنانے والا ہے اور نہ ہی کوئی عبادت کے لائق ہے لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَکُمْ اَعْمَالُکُمْ ہمارے لیے ہمارے اعمال اور تمہارے لیے تمہارے اعمال۔ ہر شخص اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے اور اپنے اعمال کے مطابق جزا و سزا ملے گی۔

سورہ مدثر پارہ ۲۹ میں ہے کُلُّ نَفْسٍ بِمَا کَسَبَتْ رَھِیْنَۃٌ ''ہر نفس اپنی کمائی میں گروی ہے۔'' کوئی شخص کسی شخص کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ لَا حُجَّۃَ بَیْنَنَا وَ بَیْنَکُمْ کوئی جھگڑا نہیں ہمارے تمہارے درمیان۔ ہمارا رب بھی اللہ تعالیٰ ہے تمہارا رب بھی اللہ تعالیٰ ہے تو پھر ہمارے تمہارے درمیان جھگڑے والی بات کون سی رہ جاتی ہے؟ حقیقی فیصلہ قیامت والے دن ہو جائے گا اَللّٰہُ یَجْمَعُ بَیْنَنَا اللہ تعالیٰ ہم سب کو جمع کرے گا قیامت والے دن۔ اس دن کسی کے ساتھ کوئی رو رعایت نہیں ہوگی اَیْنَ مَا تَکُوْنُوْا یَاْتِ بِکُمُ اللّٰہُ جَمِیْعًا [بقرہ:۱۴۸] ''تم جہاں کہیں بھی ہو گے اللہ تعالیٰ تم سب کو لے آئے گا خواہ قبروں میں ہو یا درندے کھا گئے ہوں یا مچھلیاں کھا گئی ہوں وَاِلَیْہِ الْمَصِیْرُ

اور سب نے اسی کی طرف لوٹنا ہے اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہو کر اپنے اعمال کا جواب دینا ہے۔ دنیا کے تمام جھگڑوں کی حقیقت وہاں کھل جائے گی۔ فرمایا وَالَّذِيْنَ يُحَآجُّوْنَ فِي اللّٰهِ اور وہ لوگ جو جھگڑا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی توحید کے بارے میں مِنۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ بعد اس کے کہ اس کی بات کو قبول کیا گیا ہے یعنی سمجھ دار لوگ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لا چکے ہیں اس کے باوجود جو لوگ مسلسل انکار کرتے ہیں اور فضول حجت بازی کرتے ہیں حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کی دلیل کمزور ہے ان کے رب کے ہاں۔ دَاحِضَةٌ کا لغوی معنٰی ہے پھسلنا۔ جیسے کوئی شخص کیچڑ میں پھسل جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان کا یہ جھگڑا اور دلیل پھسلنے والی ہے بالکل کمزور ہے جو ان کے باطل عقیدے کے حق میں پیش کی جاتی ہے۔ چونکہ یہ لوگ جھوٹے ثابت ہو چکے ہیں وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب اور ناراضی ہے کیونکہ یہ حق کو ٹھکرا رہے ہیں وَلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ اور ان کے لیے سخت عذاب ہے۔ اللہ تعالیٰ حق کو قبول کرنے اور اس پر ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور عذاب سے حفاظت فرمائے۔

اَللّٰهُ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَ الْمِیْزَانَ ؕ وَ مَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِیْبٌ ﴿۱۷﴾ یَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَ یَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ؕ اَلَاۤ اِنَّ الَّذِیْنَ یُمَارُوْنَ فِی السَّاعَةِ لَفِیْ ضَلٰلٍۭ بَعِیْدٍ ﴿۱۸﴾ اَللّٰهُ لَطِیْفٌۢ بِعِبَادِهٖ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَ هُوَ الْقَوِیُّ الْعَزِیْزُ ﴿۱۹﴾ مَنْ كَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِیْ حَرْثِهٖ ۚ وَ مَنْ كَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الدُّنْیَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۙ وَ مَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِیْبٍ ﴿۲۰﴾ اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّیْنِ مَا لَمْ یَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ لَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِیَ بَیْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّ الظّٰلِمِیْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۲۱﴾ تَرَى الظّٰلِمِیْنَ مُشْفِقِیْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَ هُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ؕ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِیْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِیْرُ ﴿۲۲﴾

اَللّٰهُ الَّذِیْ اللہ تعالیٰ کی ذات وہی ہے اَنْزَلَ الْكِتٰبَ جس نے اتاری کتاب بِالْحَقِّ حق کے ساتھ وَ الْمِیْزَانَ اور ترازو بھی وَ مَا یُدْرِیْكَ اور آپ کو کیا خبر لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِیْبٌ شاید کہ قیامت قریب ہو یَسْتَعْجِلُ بِهَا جلدی کرتے ہیں اس کے بارے میں الَّذِیْنَ وہ لوگ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِهَا جو ایمان نہیں لاتے اس پر وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اور وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا وہ ڈرنے والے ہیں اس سے وَ یَعْلَمُوْنَ

ور جانتے ہیں اَنَّهَا الْحَقُّ کہ بے شک وہ برحق ہے اَلَآ خبردار اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ يُمَارُوْنَ جو جھگڑا کرتے ہیں فِي السَّاعَةِ قیامت کے بارے میں لَفِيْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ البتہ گمراہی میں دور جا پڑے ہیں اَللّٰهُ لَطِيْفٌ اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والا ہے بِعِبَادِهٖ اپنے بندوں کے ساتھ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ رزق دیتا ہے جس کو چاہتا ہے وَهُوَ الْقَوِيُّ اور وہ قوت والا ہے الْعَزِيْزُ غالب ہے مَنْ كَانَ يُرِيْدُ جو شخص چاہتا ہے حَرْثَ الْاٰخِرَةِ آخرت کی کھیتی نَزِدْ لَهٗ ہم زیادہ کریں گے اس کے لیے فِيْ حَرْثِهٖ اس کی کھیتی میں وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ اور جو شخص چاہتا ہے حَرْثَ الدُّنْيَا دنیا کی کھیتی نُؤْتِهٖ مِنْهَا ہم دیں گے اس کو اس میں سے وَمَا لَهٗ اور نہیں ہوگا اس کے لیے فِي الْاٰخِرَةِ آخرت میں مِنْ نَّصِيْبٍ کوئی حصہ اَمْ لَهُمْ کیا ان کے لیے شُرَكٰٓؤُا کوئی شریک ہیں شَرَعُوْا لَهُمْ جنہوں نے مقرر کیا ہے ان کے لیے مِّنَ الدِّيْنِ دین سے مَا وہ چیز لَمْ يَاْذَنْ بِهِ اللّٰهُ جس کی اجازت نہیں دی اللہ تعالیٰ نے وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ اور اگر نہ ہوتی فیصلے کی بات لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ تو البتہ ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ اور بے شک ظالموں کے لیے عَذَابٌ اَلِيْمٌ دردناک عذاب ہے تَرَى الظّٰلِمِيْنَ دیکھیں گے آپ ظالموں کو مُشْفِقِيْنَ ڈرنے والے ہوں گے مِمَّا اس چیز سے كَسَبُوْا

جو انھوں نے کمائی وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ اور وہ واقع ہونے والی ہے ان پر وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور وہ لوگ جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے عمل کیے اچھے فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ وہ جنت کے باغوں میں ہوں گے لَهُمْ ان کے لیے ہوگا مَّا يَشَآءُوْنَ جو وہ چاہیں گے عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کے رب کے پاس ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ یہ ہے فضیلت بڑی۔

ربط آیات :

اس سے پچھلے سبق میں تم نے پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اکٹھا کرے گا اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے وہاں حساب کتاب ہونا ہے ان احکام کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نازل فرمائے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ اللہ تعالیٰ کی ذات وہی ہے جس نے اتاری ہے کتاب بِالْحَقِّ حق کے ساتھ۔ اس کتاب کا سارا پروگرام حق وصداقت پر مبنی ہے اور اس میں کسی قسم کے باطل کی گنجائش نہیں ہے جیسا کہ تم نے حم سجدہ کے اندر پڑھا ہے لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ''نہ باطل اس پر آگے سے حملہ کر سکتا ہے اور نہ پیچھے سے۔'' اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو مکمل حق کے ساتھ نازل فرمایا ہے وَالْمِيْزَانَ میزان کو بھی نازل کیا ہے۔

والمیزان کی تفسیر :

میزان سے کیا مراد ہے؟ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ عطف تفسیری ہے اور وہ کتاب ہی میزان ہے حق اور باطل کے درمیان۔ یہ معنی بھی کرتے ہیں کہ میزان سے مراد عقل ہے کہ عقل سے انسان کھوٹی کھری بات میں تمیز کرتا ہے۔ تیسرا مطلب یہ بیان

کرتے ہیں کہ میزان سے مراد میزان یعنی ترازو ہے۔ جس طرح تم حسی چیزوں کا ترازو سے موازنہ کرتے ہو اسی طرح قیامت والے دن تمہارے اعمال کا موازنہ کیا جائے گا اور دنیا میں اس کے ذریعے ماپ تول میں انصاف قائم کیا جاتا ہے تاکہ کسی کی حق تلفی نہ ہو۔

منکرین قیامت مذاق کے طور پر قیامت کے بارے میں پوچھتے تھے مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ [سورۃ الملک] ''قیامت والا وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم وعدے میں سچے ہو۔'' اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ تمھیں کیا خبر شاید کہ قیامت قریب ہو۔ بڑی قیامت تو اپنے وقت پر اجتماعی طور پر سب کے لیے آئے گی اور وہ کب آئے گی؟ اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اللہ تعالیٰ نے اس کا علم کسی کو نہیں دیا۔ اور چھوٹی قیامت تو انسان کے ہر وقت قریب ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مَنْ مَّاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهٗ ''پس تحقیق جو مر گیا اس کی قیامت قائم ہوگئی۔'' قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے۔

فرمایا يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ جلدی کرتے ہیں قیامت کی وہ لوگ۔ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا جو اس پر ایمان نہیں رکھتے۔ ایسے لوگ قیامت کی ہولناکیوں سے بے بہر ہیں۔ ان کو انجام کا احساس نہیں ہے اس لیے جلدی مانگتے ہیں۔ اس کے برخلاف وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا وہ ڈرنے والے ہیں اس سے۔ ان کو ہر وقت فکر رہتی ہے کہ معلوم نہیں آگے کیا صورت حال پیش آئے گی۔ وہ آخرت کی تیاری کرتے ہیں اور کفر و معاصی سے بچتے ہیں وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ اور وہ جانتے ہیں کہ قیامت برحق ہے۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے اور اس دن ہر آدمی کو اپنے کیے کی جزا سزا ملنی ہے۔ فرمایا اَلَآ اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِي السَّاعَةِ خبردار بے شک

وہ لوگ جو جھگڑا کرتے ہیں قیامت کے بارے میں اور کہتے ہیں مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَ هِيَ رَمِيْمٌ [سورہ یٰسین] ''کون زندہ کرے گا ہڈیوں کو حالانکہ وہ بوسیدہ ہو چکی ہوں گی۔'' هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ [مومنون:۳۶] ''بڑی دور کی بات ہے بڑی دور کی بات ہے جس سے تم ڈراتے ہو۔'' کہ ہم دوبارہ زندہ ہوں گے حساب کتاب ہوگا۔ یہ قیامت کے متعلق جھگڑا کرنے والے لَفِيْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ یہ دور کی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔ اَللّٰهُ لَطِيْفٌ بِعِبَادِهٖ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ نرمی کرنے والا ہے اس لیے فوراً پکڑتا نہیں ہے مہلت دیتا رہتا ہے يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ رزق دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور جس قدر چاہتا ہے۔

بعض اوقات نافرمانوں کو بہت زیادہ دیتا ہے اور نیکوں کو تنگی میں رکھتا ہے رزق کی تقسیم اس کی حکمت اور مصلحت کے مطابق ہوتی ہے جس کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کی رضا اور عدم رضا کے ساتھ نہیں ہوتا وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ اور وہ قوت والا اور غالب ہے۔ تمام اختیارات اس کے پاس ہیں مَنْ كَانَ يُرِيْدُ جو شخص چاہتا ہے حَرْثَ الْاٰخِرَةِ آخرت کی کھیتی کا نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ہم زیادہ کریں گے اس کے لیے اس کی کھیتی میں۔ جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور اس کی وحدانیت کو تسلیم کرنے کے بعد عبادت و ریاضت کے ذریعے محنت کرتا ہے وہ ایسی کھیتی پر کام کر رہا ہے کہ جس کا پھل آخرت میں ملے گا۔ نیکی کرنے والے کو ہر نیکی کا کم از کم بدلہ دس گنا ملتا ہے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا [الانعام:۱۶۱] ''جو شخص لایا ایک نیکی پس اس کے لیے دس گنا اجر ہے زیادہ کی کوئی حد نہیں ہے۔'' اللہ تعالیٰ چاہے تو لاکھوں کروڑوں گنا بدلہ عطا فرمائے۔

آگے دوسرے گروہ کے متعلق فرمایا وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا اور جو شخص ارادہ کرتا ہے دنیا کی کھیتی کا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ہم دیں گے اس کو اس میں سے یعنی ضروری نہیں ہے کہ دنیا کے طالب کو اس کی خواہش کے مطابق مل جائے بلکہ ہم اپنی حکمت اور مصلحت کے مطابق کچھ نہ کچھ حصہ اس کو دیں گے مگر ساتھ ہی یہ فرمایا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ اور نہیں ہے اس کے لیے آخرت میں کچھ حصہ۔ اور سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۱۸ میں ہے ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ "پھر ہم نے اس کے لیے جہنم تیار کر رکھا ہے۔" کیوں کہ اس نے آخرت کا ارادہ ہی نہیں کیا اور اس کی ساری کوشش دنیا کے لیے ہے۔ اسی رکوع میں اللہ تعالیٰ کا فرمان گزر چکا ہے شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ "تمہارے لیے اللہ تعالیٰ نے وہی دین مقرر کیا ہے جو پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کے لیے مقرر کیا تھا۔" اب اللہ تعالیٰ اس دین کے منکرین کے لیے فرماتے ہیں اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ کیا ان لوگوں کے لیے کوئی شریک ہیں جنھوں نے کوئی ایسا دین مقرر کیا ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی۔ گویا کہ انھوں نے کوئی علیحدہ دین مقرر رکھا ہے بنا رکھا ہے۔ انھوں نے کوئی حلال و حرام کے ضابطے بنائے ہیں، معاشرتی، معاشی، سیاسی، اخلاقی کوئی حدیں بیان کی ہیں تو لاؤ پیش کرو جن کو انھوں نے شریک بنایا ہوا ہے۔ انھوں نے کوئی علیحدہ دین نہیں بنایا البتہ مشرکوں نے خود ساختہ رسمیں اور بدعات بنائی ہوئی ہیں جو دین حق کے سراسر خلاف ہیں۔ یہ تمام رسومات قل، تیجا، ساتواں، چالیسواں، عرس، قبروں پر چراغاں کرنا، چادریں چڑھانا، ان کی اپنی بنائی ہوئی ہیں اور دین کے خلاف ایک بغاوت ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ اور اگر نہ ہوتی

فیصلے کی ایک بات پہلے سے طے شدہ تو ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا۔ اللہ تعالیٰ کے ان باغیوں کو دنیا ہی میں پوری پوری سزا دے دی جاتی۔ وہ طے شدہ بات یہ ہے اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ [سجدہ:۲۵] ’’بے شک آپ کا رب وہ فیصلہ کرے گا ان کے درمیان قیامت والے دن ان چیزوں کے بارے میں جن میں یہ اختلاف کرتے ہیں۔‘‘ تو فرمایا کہ اگر ایک طے شدہ بات نہ ہوتی تو ان لوگوں کا فیصلہ فوراً کر دیا جاتا وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ اور بے شک ظلم کرنے والوں کے لیے عَذَابٌ اَلِيْمٌ دردناک عذاب ہے۔ فرمایا تَرَى الظّٰلِمِيْنَ دیکھیں گے آپ ظالموں کو مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا ڈرنے والے ہوں گے اپنی کمائی سے۔ جب میدان محشر میں پہنچیں گے اور ان کے کفریہ شرکیہ اعمال ان کے سامنے آئیں گے اور ان کا انجام بھی سامنے نظر آ رہا ہوگا تو خوف زدہ ہوں گے اور حقیقت میں وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ اور وہ ان پر واقع ہونے والا ہوگا ان کی کارروائیوں کا وبال ان پر پڑنے والا ہوگا وہ اس سے بچ نہیں سکیں گے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل کیے اچھے۔ عقیدہ توحید والا بنایا، زندگی اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرماں برداری میں گزری فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ وہ بہشت کے باغوں میں ہوں گے لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ ان کے لیے ہوگا جو وہ چاہیں گے عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کے رب کے پاس۔ جنتی جو درخواست کریں گے اللہ تعالیٰ پوری فرمائے گا۔

جنت کی نعمتیں :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک جنتی آدمی عرض کرے گا کہ پروردگار! مجھے کھیتی باڑی کا بڑا شوق ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے آدم کے بیٹے! جنت کی نعمتوں سے تیرا

پیٹ نہیں بھرا؟ کیا تو ان چیزوں سے راضی نہیں ہوا؟ عرض کرے گا مولا کریم! میں تیری عطا کردہ نعمتوں پر بڑا خوش ہوں مگر کھیتی باڑی میری دلی خواہش ہے۔ اللہ تعالیٰ حکم دے گا کھیت تیار کیا جائے گا پھر اس میں بیج ڈالا جائے گا اور دیکھتے ہی دیکھتے فصل اگے گی پھر پک جائے گی پھر کٹ کر اناج کے ڈھیر لگ جائیں گے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ اس آدمی کی خواہش فوراً پوری فرمادیں گے۔

اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ تمھیں جنت تک پہنچا دے اور یہ ہر مومن کی دلی خواہش ہے تو فرمایا وہاں پر سرخ یاقوت کے گھوڑے پر سوار ہوکر جہاں چاہو گے اڑتے پھرو گے۔ گھوڑا تمھیں بلا خوف وخطر منزل مقصود تک پہنچائے گا۔ الغرض جنت میں ہر جنتی کی ہر خواہش پوری ہوگی۔ فرمایا ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ یہ ہے فضیلت بڑی جسے اللہ تعالیٰ عطا فرمائے۔ دوسری جگہ فرمایا فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ [آل عمران: ۱۸۵] ''پس جو شخص دوزخ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا پس وہ کامیاب ہو گیا۔'' اللہ تعالیٰ ہم سب کو کامیاب فرمائے۔

(آمین)

ذٰلِكَ الَّذِىْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ
قُلْ لَّاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى ؕ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ
حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۲۳﴾ اَمْ
يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۚ فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى
قَلْبِكَ ؕ وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ
بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۴﴾ وَهُوَ الَّذِىْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَ
يَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَيَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ
لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴿۲۶﴾ وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا
فِى الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌ
بَصِيْرٌ ﴿۲۷﴾ وَهُوَ الَّذِىْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ
رَحْمَتَهٗ ؕ وَهُوَ الْوَلِىُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۸﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ؕ وَهُوَ عَلٰى جَمْعِهِمْ
اِذَا يَشَآءُ قَدِيْرٌ ﴿۲۹﴾ ع

ذٰلِكَ الَّذِىْ یہ وہ چیز ہے يُبَشِّرُ اللّٰهُ جس کی خوش خبری دیتا ہے اللہ

تعالیٰ عِبَادَهٗ اپنے بندوں کو الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جو ایمان لائے ہیں وَعَمِلُوا

الصّٰلِحٰتِ اور عمل کرتے ہیں اچھے قُلْ آپ کہہ دیں لَّاۤ اَسْـَٔلُكُمْ

نہیں مانگتا میں تم سے عَلَیۡهِ اَجۡرًا اس پر کوئی معاوضہ اِلَّا الۡمَوَدَّةَ مگر دوستی فِی الۡقُرۡبٰی قرابت داری میں وَمَنۡ یَّقۡتَرِفۡ اور جو کمائے گا حَسَنَةً بھلائی نَّزِدۡ لَهٗ فِیۡهَا ہم زیادہ کریں گے اس کے لیے اس میں حُسۡنًا خوبی اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ غَفُوۡرٌ بخشنے والا ہے شَكُوۡرٌ قدردان ہے اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ کیا یہ لوگ کہتے ہیں افۡتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اس نے افتراء باندھا ہے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا فَاِنۡ یَّشَاِ اللّٰهُ پس اگر چاہے اللہ تعالیٰ یَخۡتِمۡ عَلٰی قَلۡبِكَ مہر لگادے آپ کے دل پر وَیَمۡحُ اللّٰهُ الۡبَاطِلَ اور مٹاتا ہے اللہ تعالیٰ باطل کو وَیُحِقُّ الۡحَقَّ اور ثابت کرتا ہے حق کو بِكَلِمٰتِهٖ اپنے کلمات کے ساتھ اِنَّهٗ عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ بے شک وہ جانتا ہے دلوں کے رازوں کو وَهُوَ الَّذِیۡ اور وہ وہی ہے یَقۡبَلُ التَّوۡبَةَ جو قبول کرتا ہے توبہ عَنۡ عِبَادِهٖ اپنے بندوں کی وَیَعۡفُوۡا اور معاف کرتا ہے عَنِ السَّیِّاٰتِ برائیاں وَیَعۡلَمُ اور جانتا ہے مَا تَفۡعَلُوۡنَ جو کچھ تم کرتے ہو وَیَسۡتَجِیۡبُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا اور قبول کرتا ہے دعائیں ان لوگوں کی جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انھوں نے عمل کیے اچھے وَیَزِیۡدُهُمۡ مِّنۡ فَضۡلِهٖ اور مزید عطا کرے گا ان کو اپنے فضل سے وَالۡكٰفِرُوۡنَ لَهُمۡ عَذَابٌ شَدِیۡدٌ اور کافروں کے لیے سخت عذاب ہے وَلَوۡ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزۡقَ اور اگر اللہ تعالیٰ کشادہ کردے رزق لِعِبَادِهٖ اپنے بندوں

کے لیے لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ تو البتہ وہ سرکشی کریں زمین میں وَلٰکِنْ یُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ لیکن وہ اتارتا ہے اندازے سے مَّا یَشَآءُ جتنا چاہتا ہے اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِیْرٌۢ بَصِیْرٌ بے شک وہ اپنے بندوں سے خبردار ہے دیکھنے والا ہے وَهُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ اور وہ وہی ہے جو اتارتا ہے بارش کو مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا بعد اس کے کہ وہ نا امید ہو جاتے ہیں وَیَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ اور پھیلاتا ہے اپنی رحمت وَهُوَ الْوَلِیُّ الْحَمِیْدُ اور وہی حمایت کرنے والا ہے قابل تعریف ہے وَمِنْ اٰیٰتِهٖ اور اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آسمانوں کا پیدا کرنا اور زمین کا پیدا کرنا وَمَا بَثَّ فِیْهِمَا اور جو بکھیرے ہیں ان دونوں کے درمیان مِنْ دَآبَّةٍ جانور وَهُوَ عَلٰی جَمْعِهِمْ اِذَا یَشَآءُ قَدِیْرٌ اور وہ ان کے جمع کرنے پر جب چاہے گا قادر ہے۔

ربط آیات :

اس سے پہلی آیت کریمہ میں ہے کہ جو لوگ ایمان لائے اور عمل اچھے کیے وہ جنت کے باغوں میں ہوں گے۔ ان کے لیے ہوگا جو وہ چاہیں گے ان کے رب کے پاس۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ذٰلِكَ الَّذِیْ یہ ہے وہ چیز یُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهٗ جس کی خوش خبری دیتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جو ایمان لائے اور انھوں نے عمل کیے اچھے کہ ان کو جنت میں ہر قسم کا آرام نصیب ہوگا اور ان کی ہر

خواہش پوری ہوگی۔

آگے اللہ تعالیٰ نے رسالت کا ذکر فرمایا ہے۔ فرمایا اے نبی کریم ﷺ! قُلْ آپ کہہ دیں لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا میں نہیں مانگتا اس تبلیغ حق کے سلسلہ میں تم سے کوئی معاوضہ۔ سورۃ الشعراء آیت نمبر ۱۰۹ میں ہے وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ "میں اس کام پر تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا نہیں ہے میرا بدلہ مگر رب العالمین کے ذمہ۔" ہاں! میرا مطالبہ صرف اس قدر ہے اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى مگر دوستی قرابت داری میں کہ میں تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا مگر تم میری قرابت داری کا تو کچھ لحاظ کرو۔ کسی خاندان سے پھوپھی، کسی سے چچی وغیرہ ہے تم میرے خاندان کے لوگ ہو اور خاندانی لوگ ایک دوسرے کا بڑا لحاظ کرتے ہیں۔ تم اگر میرے پروگرام کو قبول نہیں کرتے تو قرابت داری کا لحاظ کر کے مجھے تکلیف تو نہ پہنچاؤ۔

اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى کی صحیح تفسیر اور محبِّ اہل بیت :

شیعہ نے اس آیت کریمہ سے یہ استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آپ کہہ دیں میں تم سے اس قرآن کے بیان کرنے پر کوئی معاوضہ نہیں مانگتا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى مگر یہ کہ تم میرے اہل بیت حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ محبت کرو۔ یہ میں تم سے سوال کرتا ہوں یعنی مودۃ فی القربیٰ کا معنیٰ اہل بیت سے محبت کرتے ہیں۔ لیکن ان کا یہ استدلال عقلاً نقلاً دونوں طرح باطل ہے۔

عقلاً اس لیے باطل ہے کہ یہ سورۃ مکی ہے اس وقت تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ پیدا ابھی نہیں ہوئے تھے۔ ہجرت کے تیسرے سال کے آخر میں حضرت علی

رضی اللہ عنہ کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح ہوا رمضان ۴ھ میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی اور ۵ھ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی۔ تو جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ہے مکہ مکرمہ میں اس وقت تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا وجود ہی نہیں ہے ان کے والدین کا نکاح ہی نہیں ہوا تو ہم کیسے مانیں کہ مودۃ فی القربیٰ کا معنیٰ ہے کہ تم اہل بیت حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ محبت کرو۔

اور نقلاً اس لیے باطل ہے کہ بخاری شریف میں روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کسی نے کہا کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ یہ آیت اہل بیت سے محبت کے سلسلے میں ہے۔ فرمایا ایسی کوئی بات نہیں ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا ہاں! اتنی بات ہے کہ تم قرابت داری کا تو کچھ لحاظ کرو مجھے تکلیف نہ پہنچاؤ۔

تو آیت کریمہ کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے جو شیعہ نے نکالا ہے۔ باقی رہی محبت اہل بیت کے ساتھ تو اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت داروں کے ساتھ محبت، ازواج مطہرات کے ساتھ محبت، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ محبت ضروری ہے۔ تو فرمایا تم میری بات مانو یا نہ مانو تمہاری مرضی مگر صلہ رحمی کا دامن تو نہ چھوڑو۔

فرمایا وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا اور جو شخص کمائے گا بھلائی ہم زیادہ کریں گے اس کے لیے خوبی یعنی اس کا بدلہ بڑھا دیں گے اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا، قدردان ہے۔ وہ معمولی سے عمل پر بھی بہت زیادہ اجر دیتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے وہیں جوان ہوئے۔ ساری زندگی انھی

لوگوں میں گزری۔ یہ بھی نہیں کہ کچھ عرصہ دور چلے گئے ہوں، ان کی نظروں سے اوجھل رہے ہوں اور غائبانہ کچھ لکھا پڑھا ہو بلکہ پورے چالیس سال ان میں رہے۔ لیکن وہ لوگ پھر بھی شوشے چھوڑنے سے باز نہیں آتے تھے۔ اس مقام پر بھی ان کے ایک شوشے کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَمْ يَقُوْلُوْنَ کیا یہ کافر کہتے ہیں افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اس پیغمبر نے افتراء باندھا ہے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا کہ یہ کہتا ہے مجھ پر وحی اترتی ہے مجھے نبوت ملی ہے۔ یہ الزام لگاتے ہیں حالانکہ جانتے تھے کہ یہ نہ لکھنا جانتا ہے نہ پڑھنا جانتا ہے اور نہ یہ بددیانت ہے بلکہ سارے آپ ﷺ کو امین مانتے تھے۔ فرمایا فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ پس اگر چاہے اللہ تعالیٰ مہر لگادے آپ ﷺ کے دل پر صبر کی اور واقعی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے دل پر صبر کی مہر لگائی تھی کہ آپ ﷺ کے منہ پر آپ ﷺ کو سٰحِرٌ كَذَّابٌ کہتے تھے، مسحور اور مجنون بھی کہتے تھے، کاہن بھی کہا اور جو بھی غلیظ زبان استعمال کر سکتے تھے کرتے رہے اور آپ ﷺ خندہ پیشانی سے ان کو ٹالتے تھے۔ ان ساری باتوں کو آپ ﷺ نے سن کر صبر کیا اس لیے کہ رب تعالیٰ نے آپ ﷺ کے دل پر صبر کی مہر لگادی تھی۔

دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو آپ کے دل پر مہر لگادے یعنی رسالت واپس لے لے، قرآن واپس لے لے۔ وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ اور مٹادے اللہ تعالیٰ باطل کو بغیر کسی نبی کی وساطت کے۔ رب تعالیٰ اس پر قادر ہے وہ چاہے تو اس طرح کر سکتا ہے۔ اس میں صرف اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت بتلائی ہے کہ اگر ہم چاہیں تو اس طرح بھی کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۸۹ میں فرمایا وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ”اور اگر ہم چاہیں تو

لے جائیں اس چیز کو جو وحی کی ہے ہم نے آپ کی طرف پھر نہ پائیں آپ اپنے لیے ہمارے اوپر کوئی دلیل۔'' نہ رب تعالیٰ نے آپ ﷺ سے وحی واپس لی اور نہ قرآن واپس لیا صرف قدرت بتلائی کہ ہم اگر چاہیں تو اس طرح کر سکتے ہیں۔ کرنے اور کر سکنے میں بڑا فرق ہے۔ تو فرمایا پس اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو مہر لگا دے آپ کے دل پر اور مٹا دے باطل کو اللہ تعالیٰ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمَتِهِ اور ثابت کر دے حق کو اپنے کلمات کے ساتھ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ بے شک وہ جاننے والا ہے دلوں کے رازوں کو اس سے کوئی شے مخفی نہیں ہے۔ جو کافر کہتے ہیں اس کو بھی جانتا ہے اور جو کچھ مومن کر رہے ہیں اس کو بھی جانتا ہے سب کی حرکات، اقوال اور افعال کو بخوبی جانتا ہے۔ وَهُوَ الَّذِي اور اللہ تعالیٰ وہی ہے يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ جو قبول کرتا ہے توبہ اپنے بندوں کی۔ آدمی کو ہر وقت اپنے آپ کو گناہ گار سمجھنا چاہیے اور توبہ کرتے رہنا چاہیے۔ اور یہ بھی تم کئی بار سن چکے ہو کہ توبہ کے لیے بھی شرائط ہیں محض زبانی کلامی توبہ توبہ کرنے سے معافی نہیں مل جاتی۔ ہرگز ایسا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی حق ذمہ نہ ہو پھر اللہ تعالیٰ کے حقوق کی دو قسمیں ہیں۔

حقوق اللہ کی اقسام :

- ❀ ایک وہ ہیں جن کی قضا ہو سکتی ہے۔
- ❀ اور دوسرے وہ ہیں جن کی قضا نہیں ہو سکتی۔

مثلاً: نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ۔ اگر رہ گئی ہیں تو یہ محض توبہ توبہ کہنے سے معاف نہیں ہوں گی۔ ارب کھرب مرتبہ بھی توبہ توبہ کرنے سے معاف نہیں ہوں گی۔ اکثر پڑھے لکھے لوگ غلط فہمی کا شکار ہیں۔ بالغ ہونے کے بعد جو نمازیں کسی مرد و عورت کے ذمہ ہیں جب تک

ان کی قضا نہیں لوٹائے گا معاف نہیں ہوں گی۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور تمام فقہاء کا اس مسئلہ پر اتفاق ہے۔ ہاں! جن کی قضا نہیں ہے وہ توبہ سے معاف ہو جائیں گی۔ مثلاً: زنا کی قضا نہیں ہے سچے دل سے توبہ کرے گا معاف ہو جائے گا۔ امر بالمعروف نہی عن المنکر میں کوتاہی کی ہے سچے دل سے توبہ کرے گا معاف ہو جائے گا۔ اور جو بندوں کے حقوق ہیں وہ توبہ سے کسی صورت معاف نہیں ہوتے۔ جب تک حقوق ادا نہ کر دیئے جائیں یا صاحب حقوق معاف کر دیں۔

تو فرمایا وَيَعْفُوا عَنِ السَّيِّاٰتِ اور معاف کرتا ہے برائیاں۔ صغیرہ گناہ وضو کی برکت سے، مسجد کی طرف آنے کی برکت سے، نماز کی برکت سے خود بہ خود معاف ہو جاتے ہیں۔ سورہ ہود آیت نمبر ۱۱۴ میں ہے اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّـاٰتِ ''بے شک نیکیاں دور کر دیتی ہیں برائیوں کو۔'' تو صغیرہ گناہ نماز، روزہ، جمعہ، حج، عمرہ کی برکت سے معاف ہو جاتے ہیں اور کبیرہ کی تفصیل ابھی تم نے سنی ہے وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔ رب تعالیٰ سے کوئی شے مخفی نہیں ہے وَيَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور قبول کرتا ہے اللہ تعالیٰ دعاؤں کو ان لوگوں کی جو ایمان لائے ہیں وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور جنھوں نے عمل کیے اچھے۔ جو ایمان کی حالت میں اچھے عمل کریں گے رب تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ قبول کرے گا مگر قاعدے کے مطابق عمل ہونے چاہییں۔ مثلاً: نماز پوری شرائط کے ساتھ، بدن پاک ہو، کپڑے پاک ہوں، جگہ پاک ہو، وقت ہو، چہرہ قبلے کی طرف ہو، اسی طرح باقی نیکیاں ہیں کہ قاعدے کے مطابق ہوں تو ان لوگوں کی دعائیں اللہ تعالیٰ قبول فرماتے ہیں۔

دعا کی قبولیت کی صورتیں :

پھر یہ بھی سمجھ لیں کہ بعض دفعہ آدمی ایک چیز کو اپنے لیے مفید سمجھ کر مانگتا ہے مگر وہ چیز اللہ تعالیٰ کے علم میں اس کے لیے مفید نہیں ہوتی تو رب تعالیٰ اس کو نہیں دیتا۔ تو اس کا نہ دینا ہی دعا کا قبول ہونا ہے۔ بعض دفعہ وہ چیز مفید بھی ہوتی ہے پھر بھی نہیں ملتی اللہ تعالیٰ اس کے بدلے آنے والی کسی مصیبت کو ٹال دیتے ہیں۔ یہ بھی دعا کی قبولیت ہے۔ بسا اوقات اس کی دعا کو ذخیرہ کر کے رکھا جاتا ہے قیامت والے دن اس کا بدلہ ملے گا مگر بندہ جلد باز ہے۔ وہ کہتا ہے مجھے میری چیز جلدی ملے۔ بہ ہر حال بندے کو دعا سے کبھی غافل نہیں ہونا چاہیے۔ حدیث پاک میں آتا ہے الدعاء مخ العبادۃ "دعا عبادت کا مغز ہے۔" جیسے ہڈی میں گودا اور مغز ہو تو جان دار میں جان اور قوت ہوتی ہے ورنہ وہ چلنے پھرنے کے قابل نہیں ہوتا۔ تو دعا عبادت کا مغز ہے۔

اور ایک حدیث پاک میں آتا ہے لَیْسَ شَیْءٌ اَشْرَفُ عَلَی اللّٰہِ مِنَ الدُّعَاءِ "اللہ تعالیٰ کے ہاں پکارنے سے زیادہ اشرف کوئی شے نہیں ہے لہٰذا اسی کو پکارو اور اسی سے مانگو وہی دیتا ہے۔" وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ اور اللہ تعالیٰ ان کو مزید عطا کرے گا اپنے فضل سے۔ عام حالات میں ایک نیکی کا اجر دس گنا ملتا ہے اور فی سبیل اللہ کی مد میں سات سو گنا ملتا ہے۔ اس سے زیادہ جس کو چاہے رب تعالیٰ دے دے وَالْكٰفِرُوْنَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ اور جو کافر ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے۔ اللہ تعالیٰ اس عذاب سے ہر مسلمان مرد عورت کو بچائے اور محفوظ رکھے۔

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ اور اگر اللہ تعالیٰ کشادہ کر دے رزق اپنے بندوں کے لیے تو البتہ وہ سرکشی کریں زمین

میں۔ یہ بات تجربہ سے ثابت ہے کہ جب انسان غریب ہوتا ہے اس وقت اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ بڑا گہرا ہوتا ہے۔ غربت میں رب قریب ہوتا ہے وہ رب سے مانگتا ہے۔ پھر جب مال آ جاتا ہے تو آپے سے باہر ہو جاتا ہے اور اس کو صبر کے ساتھ نہیں کھاتا۔ مال کو صبر کے ساتھ کھانے اور استعمال کرنے والا ہزار میں سے کوئی ایک ہوگا۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مال کے آنے کے بعد تبدیلی آ جاتی ہے۔ پہلے جماعت کے ساتھ نماز گئی پھر سرے سے نمازیں ہی گئیں، پھر جمعہ گیا، روزے گئے، پھر تاش جوا کھیلے گا، شرابیں پیے گا، بدمعاشیاں کرے گا۔

میں نے اپنی زندگی میں وہ لوگ دیکھے ہیں جو غربت کے زمانے میں باقاعدہ جماعت میں شریک ہوتے تھے، درس سنتے تھے، باقاعدگی کے ساتھ جمعہ میں آتے تھے۔ بیرون ملک چلے جانے کے بعد روپے آ گئے، ہر شے آ گئی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ سارے بندوں کا رزق کشادہ نہیں کرتا۔ اگر رزق کشادہ کرے اپنے بندوں کا تو البتہ وہ زمین میں سرکشی کرتے ہیں وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ لیکن وہ اتارتا ہے اندازے سے جتنا وہ چاہتا ہے اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ بے شک وہ اپنے بندوں سے خبردار بھی ہے اور دیکھنے والا بھی ہے وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ اور اللہ وہی ہے جو اتارتا ہے بارش کو مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا بعد اس کے کہ لوگ ناامید ہو چکے ہوتے ہیں۔

دیکھو! آج کل کتنی شدید گرمی ہے (یہ درس گرمی کے موسم میں تھا) لوگ آسمان کی طرف دیکھتے ہیں کاش کہ آسمان کی طرف دیکھنے کے بجائے اپنے گریبان میں جھانکتے کہ ہم بارش کے، اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مستحق بھی ہیں یا نہیں اور یہ بارشیں جو نہیں ہو رہیں کہیں ہماری شامت اعمال تو نہیں ہے۔ اپنے گناہوں کی طرف کوئی توجہ نہیں ہے۔ فرمایا

وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ اور وہ پھیلاتا ہے اپنی رحمت کو۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل کے ساتھ رحمت کی بارش نازل فرمائے ہم اس کی رحمت کے منتظر ہیں وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ اور وہی حمایت کرنے والا ہے، کارساز اور قابل تعریف ہے۔ فرمایا وَمِنْ اٰيٰتِهٖ اور اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آسمانوں کا پیدا کرنا اور زمین کا پیدا کرنا وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا اور جو بکھیرے ہیں آسمانوں اور زمین میں مِنْ دَآبَّةٍ جانور۔ انسانوں کی شکلوں کو دیکھو، گھوڑے، بکری کو دیکھو، بلی اور سانپ کو دیکھو، کیڑے مکوڑے، مچھر کو دیکھو۔ ان سب میں اللہ تعالیٰ نے روح ڈالی ہے اور سارے اپنے نفع اور نقصان کو سمجھتے ہیں۔ ان کو دیکھ کر رب تعالیٰ کی قدرت کا یقین ہو جاتا ہے وَهُوَ عَلٰى جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَآءُ قَدِيْرٌ اور وہ رب ان کے جمع کرنے پر جب چاہے قادر ہے۔ قیامت کے دن سب کو جمع کرے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش ہوں گے۔

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴿۳۰﴾ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ ۚ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۳۱﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِى الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿۳۲﴾ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ ۗ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۳﴾ اَوْ يُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَيَعْفُ عَنْ كَثِيْرٍ ﴿۳۴﴾ وَّيَعْلَمَ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِىْ اٰيٰتِنَا ۗ مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿۳۵﴾ فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾

وَمَآ اور جو اَصَابَكُمْ پہنچی ہے تم کو مِّنْ مُّصِيْبَةٍ کوئی مصیبت فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ پس اس وجہ سے جو کمایا ہے تمہارے ہاتھوں نے وَيَعْفُوْا اور اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے عَنْ كَثِيْرٍ بہت ساری غلطیوں سے وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ اور نہیں ہو تم عاجز کرنے والے فِى الْاَرْضِ زمین میں وَمَا لَكُمْ اور نہیں ہے تمہارے لیے مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے نیچے مِنْ وَّلِيٍّ کوئی حمایتی وَّلَا نَصِيْرٍ اور نہ کوئی مددگار وَ مِنْ اٰيٰتِهِ اور اس کی نشانیوں میں سے ہے الْجَوَارِ کشتیاں فِى الْبَحْرِ سمندر میں كَالْاَعْلَامِ جیسے ٹیلا اِنْ يَّشَاْ اگر وہ چاہے يُسْكِنِ الرِّيْحَ

روک دے ہوا فَيَظۡلَلۡنَ پس وہ ہو جائیں رَوَاكِدَ ٹھہری ہوئی عَلٰی

ظَهۡرِهٖ اس کی پشت پر اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ بے شک اس میں لَاٰيٰتٍ البتہ

نشانیاں ہیں لِّكُلِّ صَبَّارٍ ہر صبر کرنے والے کے لیے شَكُوۡرٍ شکر

کرنے والے کے لیے اَوۡ يُوۡبِقۡهُنَّ یا ان کو ہلاک کر دے بِمَا كَسَبُوۡا

ان کی کمائی کی وجہ سے وَيَعۡفُ عَنۡ كَثِيۡرٍ اور معاف کر دیتا ہے بہت سارے

وَّيَعۡلَمَ الَّذِيۡنَ اور تاکہ جان لیں وہ لوگ يُجَادِلُوۡنَ فِیۡۤ اٰيٰتِنَا جو جھگڑا کرتے

ہیں ہماری آیتوں کے بارے میں مَا لَهُمۡ مِّنۡ مَّحِيۡصٍ نہیں ہے ان کے

لیے چھٹکارا فَمَاۤ پس جو اُوۡتِيۡتُمۡ تم دیئے گئے ہو مِّنۡ شَیۡءٍ کوئی

چیز فَمَتَاعُ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا پس وہ فائدہ ہے دنیا کی زندگی کا وَمَا اور جو

عِنۡدَ اللّٰهِ خَيۡرٌ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ بہت بہتر ہے وَّاَبۡقٰى اور بہت ہی

پائیدار ہے لِلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے وَعَلٰى رَبِّهِمۡ

يَتَوَكَّلُوۡنَ اور اپنے رب پر بھروسا رکھتے ہیں وَالَّذِيۡنَ اور وہ لوگ

يَجۡتَنِبُوۡنَ جو بچتے ہیں كَبٰٓئِرَ الۡاِثۡمِ بڑے گناہوں سے وَالۡفَوَاحِشَ

اور بے حیائی کی باتوں سے وَاِذَا مَا غَضِبُوۡا اور جب وہ غصے میں آتے ہیں

هُمۡ يَغۡفِرُوۡنَ وہ معاف کر دیتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے پریشانیوں کے بارے میں ایک بات سمجھائی ہے۔ دنیا میں کوئی آدمی ایسا نہیں ہے جس کو کوئی مصیبت اور پریشانی نہ آئی ہو۔ چاہے وہ امیر ہے یا غریب ہے مرد ہے یا عورت ہے بوڑھا ہے یا جوان ہے۔ پھر وہ مصیبت اور پریشانی

چاہے مالی ہو یا بیماری کی وجہ سے ہو یا اولاد نہ ہونے کی وجہ سے ہو یا اولاد کے ستانے کی وجہ سے ہو۔

ایک بہت بڑے لغوی گزرے ہیں حضرت اصمعی رحمۃ اللہ علیہ۔ وہ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک بزرگ آدمی نے کہا کہ تمہارے پاس قلم دوات ہے تو لاؤ یا کسی پتے پر ایک شعر لکھ لو۔ یہ میرا شعر ہے:

عِشْ مُوْسِرًا فِی الدُّنْیَا اَوْ مُعْسِرًا

لَا بُدَّ فِی الدُّنْیَا مِنْ مِنَ الْھَمِّ

''دنیا میں تم چاہے مال دار ہو کر رہو یا فقیر ہو کر کوئی نہ کوئی تکلیف ضرور آئے گی۔'' کوئی گھر، کوئی آدمی تکلیف سے خالی نہیں ہے۔ لیکن اس کا سبب اکثر اپنی کوتاہیاں ہوتی ہیں ہمارے گناہ ہوتے ہیں ہم مانیں یا نہ مانیں۔

اس کا ذکر رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَآ اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَۃٍ اور جو پہنچتی ہے تم کو کوئی مصیبت فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ پس اس وجہ سے جو کمایا ہے تمہارے ہاتھوں نے یہ تمہارے عملی کرتوت کا نتیجہ ہے وَیَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ اور اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے بہت ساری غلطیاں۔ بہت ساری کوتاہیوں سے اللہ تعالیٰ درگزر فرماتا ہے۔ ہر گناہ پر پکڑے تو تم بچ نہیں سکتے۔ عموماً ایسا ہی ہوتا ہے کہ پریشانی انسان کے اپنے اعمال کی وجہ سے ہوتی ہے لیکن یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے کہ ہر ایک کی مصیبت گناہوں کے نتیجہ میں ہو ہمارا ایمان ہے کہ پیغمبر صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے معصوم ہیں لیکن ان کو بڑی پریشانیاں آئیں۔

دنیا میں سب سے زیادہ تکلیفیں انبیاء کو آتیں ہیں :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا حضرت یہ بیان فرمائیں اَیُّ النَّاسِ اَشَدُّ بَلَاءً "دنیا میں سب سے زیادہ تکلیفیں کن لوگوں کو آئی ہیں؟ قَالَ فرمایا الانبیاء سب سے زیادہ پریشانیاں اور تکالیف انبیاء علیہم السلام کو پیش آئی ہیں ثُمَّ الْاَمْثَل پھر ان لوگوں کو جو درجے میں ان کے قریب ہیں ثُمَّ الامثل پھر ان کو جو ان کے قریب ہیں یُبْتَلَی الرَّجُلُ عَلٰی قَدْرِ دِیْنِہٖ جتنا کسی میں دین ہوگا اتنی ہی اس کی آزمائش ہوگی۔ یہ ترمذی شریف کی صحیح روایت ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سب سے زیادہ تکلیفیں پیغمبروں کو آئی ہیں۔ تو یہ گناہوں کے نتیجہ میں تو نہیں ہیں پیغمبر تو معصوم ہیں پیغمبروں کو تکلیفیں کیوں پیش آئی ہیں؟ اس کی ایک وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ وہ لوگوں کے لیے نمونہ ہوتے ہیں لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ [الاحزاب: ۲۱] "البتہ تحقیق تمہارے لیے اللہ کے رسول میں ایک اچھا نمونہ ہے۔" تو پیغمبروں کو تکلیفیں آئیں انھوں نے صبر کیا تم بھی تکلیفوں میں صبر سے کام لو۔

آنحضرت ﷺ پر تکلیفیں آئیں آپ ﷺ کا دانت مبارک شہید ہوا، چہرۂ اقدس زخمی ہوا، آپ ﷺ کا سوتیلا بیٹا شہید ہوا، بیٹے فوت ہوئے، بیٹیاں فوت ہوئیں، دشمنوں نے طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائیں مگر آپ ﷺ نے صبر سے کام لیا۔ اگر پیغمبروں نے آرام دہ زندگی بسر کی ہوتی تو وہ نمونہ نہیں بن سکتے تھے۔ تو انبیائے کرام علیہم السلام کو تکلیفیں آئیں تاکہ ہمارے لیے نمونہ بنیں کہ ہمیں تکلیفیں آئیں تو ہم ان کی طرح صبر کریں۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تکالیف کی وجہ سے ان کے درجے بلند فرماتے ہیں۔ تو پیغمبروں کو جو تکلیفیں آتی ہیں وہ گناہوں کی وجہ سے نہیں آتیں انبیاء کرام علیہم السلام کے سوا

دوسرے لوگوں کو عموماً جو تکالیف آتی ہیں وہ اعمال کا نتیجہ ہوتی ہیں۔

تو فرمایا اور جو پہنچتی ہے تم کو کوئی مصیبت پس اس وجہ سے جو کمایا ہے تمہارے ہاتھوں نے اور درگزر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ بہت سی خطاؤں سے وَمَآ اَنۡتُمۡ بِمُعۡجِزِيۡنَ فِى الۡاَرۡضِ اور نہیں ہو تم عاجز کرنے والے رب تعالیٰ کو زمین میں اپنا حکم نافذ کرنے سے۔ رب تعالیٰ کو فیصلہ نافذ کرنے میں تم عاجز نہیں کر سکتے وَمَا لَـكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اور نہیں ہے تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے نیچے مِنۡ وَّلِىٍّ کوئی حمایتی کہ رب تعالیٰ کے عذاب سے بچانے کے لیے حمایت کرے وَّلَا نَصِيۡرٍ اور نہ کوئی مددگار کہ وہ تمھیں رب تعالیٰ کے عذاب سے بچالے۔

آگے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کی نشانیاں بتلاتے ہیں۔ فرمایا وَمِنۡ اٰيٰتِهِ اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے الۡجَوَارِ فِى الۡبَحۡرِ۔ جوار جارية کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے کشتی۔ تو معنیٰ ہوگا کشتیاں سمندر میں چلتی ہیں كَالۡاَعۡلَامِ۔ یہ علم کی جمع ہے اس کا معنیٰ ہے ٹیلا۔ سمندر کے کنارے کھڑا ہو کر آدمی دیکھے تو دور سے کشتیاں ٹیلے نظر آتے ہیں جیسے جیسے قریب آئیں گی تو معلوم ہوتا ہے کشتیاں ہیں۔ تو یہ کشتیاں رب تعالیٰ کے حکم سے چلتی ہیں اِنۡ يَّشَاۡ يُسۡكِنِ الرِّيۡحَ اگر رب تعالیٰ چاہے تو روک دے ہوا کو فَيَظۡلَلۡنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهۡرِهٖ۔ رَوَاكِدَ رَاكِدَةٌ کی جمع ہے ٹھہری ہوئی۔ پس ہو جائیں وہ اس کی پشت پر، سمندر کی سطح پر ٹھہری ہوئیں۔ پرانے زمانے میں بادبانی کشتیاں ہوتی تھیں جو ہوا کے ذریعے چلتی تھیں بڑے بڑے مضبوط ٹاٹ باندھے ہوتے تھے جن کو ہوا لگتی تھی اور اس سے کشتیاں چلتی تھیں۔ پھر موسم کے لحاظ سے علم ہوتا تھا کہ کون سے موسم میں ہوا کا رخ کدھر کا ہوتا ہے؟ اس کے مطابق سفر ہوتا تھا کہ ان دنوں میں مشرق سے

مغرب کی طرف چلے گی اور فلاں دنوں میں مغرب سے مشرق کی طرف چلے گی یا شمال سے جنوب کی طرف چلے گی۔ اب دنیا ترقی کر گئی ہے اب کشتیاں ایندھن کے ذریعے چلتی ہیں، کوئلے، پٹرول اور بجلی کے ذریعے چلتی ہیں۔ تو فرمایا اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ہوا کو روک دے اور وہ ٹھہر جائیں سطح سمندر پر اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ بے شک اس میں البتہ نشانیاں ہیں لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ہر صبر کرنے والے کے لیے جو تکلیفوں پر صبر کرتا ہے اور شکر کرنے والے کے لیے کہ الحمد للہ! ہم نے اتنا لمبا سفر کیا کشتی سلامتی کے ساتھ ایک کنارے سے دوسرے کنارے لگ گئی۔ فرمایا یہ بھی یاد رکھو اَوْ یُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا یا رب تعالیٰ ان کشتیوں کو ہلاک کر دے ان کی کمائی کی وجہ سے وہ اس پر قادر ہے۔ اس وقت بھی کشتیاں ڈوب جاتی تھیں اور آج کل بھی ڈوب جاتی ہیں۔ باوجود اس قدر ترقی کے رب تعالیٰ ہی کشتیوں کو پار لگاتا ہے اور وہی ڈبوتا ہے۔ یہ سب اس کی قدرت کی نشانیاں ہیں وَیَعْفُ عَنْ كَثِیْرٍ اور معاف کرتا ہے بہت سی غلطیوں اور کوتاہیوں کو۔ اگر اللہ تعالیٰ خطا اور لغزش پر پکڑے تو پھر بندہ ایک قدم بھی نہیں چل سکتا وَّیَعْلَمَ الَّذِیْنَ اور جانتا ہے ان لوگوں کو یُجَادِلُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا جو جھگڑا کرتے ہیں ہماری آیتوں کے بارے میں مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِیْصٍ نہیں ہے ان کے لیے چھٹکارا۔ محیص اسم ظرف کا صیغہ بھی بن سکتا ہے اور مصدر میمی بھی بن سکتا ہے۔ اگر ظرف کا ترجمہ کریں تو ترجمہ ہوگا چھٹکارے کی جگہ کہ رب تعالیٰ کی پکڑ سے بچنے کے لیے ان کے لیے کوئی چھٹکارے کی جگہ نہیں ہوگی۔

فرمایا فَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ پس جو چیز تمھیں دی گئی ہے مال ہو، اولاد ہو، زمین ہو، کارخانے، فیکٹریاں ہوں، سواریاں ہوں، جو کچھ بھی تمھیں دنیا میں ملا ہے

فَمَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا پس یہ تھوڑا سا سامان ہے دنیا کی زندگی کا۔ اس بات کو نہ بھولنا۔ کتنا عرصہ تم زندہ رہو گے اور ان نعمتوں کو استعمال کرو گے؟ اس کو فانی سمجھو اور اگلے جہان کی تیاری کرو وَمَا عِنْدَ اللّٰہِ خَیْرٌ اور وہ چیزیں جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں وہ بہت بہتر ہیں وَّاَبْقٰی اور بہت ہی پائیدار ہیں وہ کبھی ختم ہونے والی نہیں ہیں دنیا کی چیزیں دنیا میں ہی رہتی ہیں کسی کو کفن نصیب ہوتا ہے اور کسی کو کفن بھی نصیب نہیں ہوتا۔ تو دنیا کی چیزوں کو عارضی سمجھو اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ بہت ہی بہتر اور پائیدار ہے۔ اور وہ ہے کن کے لیے؟ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ان لوگوں کے لیے ہیں جو ایمان لائے۔ یہ بنیادی شرط ہے آخرت کی کامیابی کے لیے۔ آخرت کی کامیابی ان لوگوں کو نصیب ہوگی جو مومن ہیں قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ''تحقیق کامیابی حاصل کی ایمان والوں نے۔'' تو آخرت کی کامیابی کی پہلی اور ضروری شرط ایمان ہے۔

دوسری خوبی: وَعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ اور اپنے رب پر وہ توکل کرتے ہیں۔ ان کا اعتماد رب تعالیٰ کی ذات پر ہے۔ دکھ سکھ، راحت، تکلیف سب رب تعالیٰ کی طرف سے سمجھتے ہیں۔ مسلمان کا پختہ عقیدہ ہے فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ ''جو رب تعالیٰ چاہتے ہیں وہی ہوتا ہے۔'' کسی کے کہنے اور کرنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ تو فرمایا وہ اپنے رب پر بھروسا کرتے ہیں۔

فرمایا وَالَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ اور وہ لوگ جو بچتے ہیں کَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ بڑے گناہوں سے وَالْفَوَاحِشَ اور بے حیائی کی باتوں سے۔ آدمی بڑے گناہوں سے بچتا رہے تو چھوٹے گناہ نیکی کے کاموں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ خود بہ خود معاف کرتا رہتا ہے۔ سورۃ النساء آیت نمبر ۳۱ میں ہے اِنْ تَجْتَنِبُوْا کَبٰٓئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُکَفِّرْ

عَنۡكُمۡ سَيِّاٰتِكُمۡ ''اگر تم کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو گے جن سے تمھیں روکا گیا ہے تو ہم معاف کردیں گے تم سے تمہارے چھوٹے گناہ۔''

حدیث پاک میں ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا پھر ماں باپ کی نافرمانی کرنا، شراب پینا، زنا کرنا، یتیم کا مال کھانا، میدان جنگ سے بھاگنا، جھوٹ بولنا، یہ سب بڑے گناہ ہیں۔ ان کے سوا اور بھی بہت سارے گناہ ہیں۔ تو فرمایا وہ لوگ بچتے ہیں بڑے گناہوں سے اور بے حیائی کی باتوں سے وَاِذَامَاغَضِبُوۡاهُمۡ يَغۡفِرُوۡنَ اور جب وہ غصے میں آتے ہیں تو معاف کردیتے ہیں غصے کو پی جاتے ہیں۔ بدلے کی طاقت رکھنے کے باوجود غصے پر قابو پانا اور درگزر کرلینا بہت بڑی بات ہے۔

وَالَّذِیْنَ

اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۪ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَیْنَهُمْ ۪ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِیْنَ اِذَاۤ اَصَابَهُمُ الْبَغْیُ هُمْ یَنْتَصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾ وَجَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۴۰﴾ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓىٕكَ مَا عَلَیْهِمْ مِّنْ سَبِیْلٍ ؕ﴿۴۱﴾ اِنَّمَا السَّبِیْلُ عَلَى الَّذِیْنَ یَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَیَبْغُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ ؕ اُولٰٓىٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۴۲﴾ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۠﴿۴۳﴾ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِیٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَتَرَى الظّٰلِمِیْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ یَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِیْلٍ ۚ﴿۴۴﴾

وَالَّذِیْنَ　اور وہ لوگ　اسْتَجَابُوْا　جنھوں نے حکم مانا　لِرَبِّهِمْ　اپنے رب کا　وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ　اور انھوں نے قائم کی نماز　وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَیْنَهُمْ　اور ان کا معاملہ آپس میں مشورے سے طے ہوتا ہے　وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ　اور اس میں سے جو ہم نے ان کو رزق دیا ہے　یُنْفِقُوْنَ　خرچ کرتے ہیں　وَالَّذِیْنَ　اور وہ لوگ　اِذَاۤ اَصَابَهُمُ الْبَغْیُ　جب پہنچی ہے ان پر زیادتی　هُمْ یَنْتَصِرُوْنَ　وہ انتقام لیتے ہیں　وَجَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ　اور برائی کا

بدلہ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا برائی ہے اس جیسی فَمَنْ عَفَا پس جس نے معاف کر دیا وَأَصْلَحَ اور اصلاح کی فَأَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ پس اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ بے شک وہ پسند نہیں کرتا ظلم کرنے والوں کو وَلَمَنِ انْتَصَرَ اور البتہ جس شخص نے انتقام لیا بَعْدَ ظُلْمِهٖ ظلم کیے جانے کے بعد فَاُولٰٓئِكَ پس یہ لوگ ہیں مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ نہیں ہے ان پر الزام کا کوئی راستہ اِنَّمَا السَّبِيْلُ پختہ بات ہے الزام کا راستہ عَلَى الَّذِيْنَ ان لوگوں پر ہے يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ جو ظلم کرتے ہیں لوگوں پر وَ يَبْغُوْنَ اور سرکشی کرتے ہیں فِي الْأَرْضِ زمین میں بِغَيْرِ الْحَقِّ ناحق اُولٰٓئِكَ وہ لوگ ہیں لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ان کے لیے عذاب ہے دردناک وَلَمَنْ اور البتہ وہ شخص صَبَرَ جس نے صبر کیا وَغَفَرَ اور معاف کر دیا اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ بے شک یہ البتہ ہمت کے کاموں میں سے ہے وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ اور جس کو اللہ تعالیٰ بہکا دے فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ نہیں ہے اس کا کوئی حمایتی مِّنْۢ بَعْدِهٖ اس کے بعد وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ اور آپ دیکھیں گے ظالموں کو لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ جس وقت وہ دیکھیں گے عذاب کو يَقُوْلُوْنَ کہیں گے وہ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ کیا ہے پھر جانے کی طرف مِّنْ سَبِيْلٍ کوئی راستہ۔

ربطِ آیات :

اس سے پہلے سبق میں تم نے پڑھا فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ پس تمھیں جو چیز بھی دی گئی ہے وہ سامان ہے دنیا کی زندگی کا اور وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے بہت بہتر اور پائیدار ہے۔ مگر یہ حاصل کن لوگوں کو ہوں گی؟ ان لوگوں کو حاصل ہوں گی جو ایمان لائے اور اپنے رب پر بھروسا کرتے ہیں اور بڑے گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں اور جب طیش میں آتے ہیں تو معاف کر دیتے ہیں وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ ہیں اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ جنھوں نے حکم مانا اپنے رب کا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ اور انھوں نے قائم کی نماز۔ رب تعالیٰ کے احکام میں ایمان کے بعد سرفہرست نماز ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک مومن اور کافر میں فرق کرنے والی چیز نماز تھی۔ جو آدمی نماز پڑھتا تھا ہم سمجھتے تھے کہ یہ مسلمان ہے اور جو نہیں پڑھتا تھا ہم سمجھتے تھے کہ یہ مسلمان نہیں ہے۔ افسوس کہ ہم لوگوں نے نماز کی اہمیت ہی کو نہیں سمجھا۔ ایک تو نفس امارہ نے ہمیں دھوکے میں ڈالا ہوا ہے اور کچھ جہالت نے ہمیں غفلت میں ڈالا ہوا ہے۔ جہالت یہ ہے کہ سن رکھا ہے کہ توبہ سے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ تم کئی دفعہ سن چکے ہو کہ ایسا ہرگز نہیں ہے سارے گناہ توبہ سے معاف نہیں ہوتے۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ محض توبہ سے معاف نہیں ہوتے جب تک ان کی قضا نہیں لوٹائی جائے گی۔

تو فرمایا وہ نماز کو قائم رکھتے ہیں وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ اور معاملہ ان کا آپس میں مشورے سے طے پاتا ہے یعنی ان کی یہ بھی خوبی ہے کہ وہ اپنے معاملات مشورے سے طے کرتے ہیں۔ معاملات مشورے سے طے کرنے میں تفصیل ہے۔

ایک تو وہ احکام ہیں جو قرآن پاک میں اور حدیث پاک میں آچکے ہیں یا امت

کے اجماع سے ثابت ہیں۔ ان مسائل اور احکامات میں تو مشورے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے حَرَّمَ الرِّبٰوا ''سود حرام ہے۔'' اب کوئی حکومت اس کے متعلق سوچے کہ سود جاری رہنا چاہیے یا نہیں یا اس کی شرح کیا ہونی چاہیے؟ تو یہ سوچنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں صاف لفظوں میں فرمادیا ہے کہ سود حرام ہے۔ اسی طرح شراب اور جوئے کے متعلق سورہ مائدہ آیت نمبر ۹۰ پارہ ۷ میں ہے اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ ''بے شک شراب اور جوا اور بت اور تقسیم کے تیر گندگی ہے۔'' شراب اور جوئے کا حرام ہونا قرآن سے اور احادیث متواترہ سے اور اجماع سے ثابت ہے۔ اب کوئی ان کے متعلق سوچے اور مشورہ کرے کہ جاری رکھیں یا نہ رکھیں، لائسنس دیں یا نہ دیں اس کا قطعاً کوئی مجاز نہیں ہے۔

اسی طرح بے شمار مسائل ہیں جو قرآن کریم سے ثابت ہیں، احادیث سے ثابت ہیں۔ اجماع امت سے ثابت ہیں۔ ان کے متعلق مشورے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ البتہ جو جدید مسائل ہیں ملکی انتظام کے بارے میں دشمنوں سے لڑنے یا صلح کے متعلق۔ اس کے علاوہ کتنے مسائل ہیں جن کے متعلق قرآن کریم میں حدیث شریف میں تصریح نہیں ہے، امت کے اجماع سے ثابت نہیں ہیں۔ ایسے معاملات میں مشورہ کرتے ہیں۔ امن وامان کیسے باقی رکھنا ہے؟ کافروں کے ساتھ لڑائی کرنی ہے یا صلح کرنی ہے۔ لڑائی کرنی ہے تو کس موقع پر؟ ان باتوں میں مشورہ قیامت تک رہے گا۔

ان کی اور خوبی یہ ہے وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ اور اس چیز میں سے جو ہم نے ان کو رزق دیا ہے خرچ کرتے ہیں۔ مال دیا ہے، علم دیا ہے، بدنی قوت دی ہے، عقل دی

ہے۔ اس کے ساتھ لوگوں کی اصلاح کرتے ہیں۔ ان کی اور خوبی وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ اور وہ لوگ کہ جب ان پر کوئی زیادتی ہوتی ہے تو وہ انتقام لیتے ہیں۔ دیکھنا بہ ظاہر اس آیت کریمہ کا پچھلی آیت کریمہ کے ساتھ تعارض معلوم ہوتا ہے کہ اس میں ہے وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ جب وہ غصے میں آتے ہیں تو معاف کر دیتے ہیں۔ اور چوتھے پارے میں ہے کہ فرمایا وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ [آل عمران ۱۳۴] "اور وہ غصے کو دباتے ہیں اور لوگوں کو معاف کرتے ہیں۔" اور یہاں فرمایا کہ اگر کوئی ان کے ساتھ زیادتی کرے تو بدلہ لیتے ہیں۔

اس کے متعلق مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے دو آسان باتیں بیان فرمائی ہیں۔

❀ ایک یہ کہ دونوں کا محل جدا جدا ہے۔ اگر کوئی کافر مسلمان کے ساتھ زیادتی کرے تو بدلہ لیتے ہیں اور اگر کوئی مسلمان کرے تو معاف کر دیتے ہیں۔ اس کا قرینہ اور دلیل یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ [الفتح:۲۱] "وہ کافروں پر بڑے سخت ہیں اور آپس میں بڑے مہربان ہیں۔"

❀ دوسری بات یہ بیان فرمائی ہے کہ اگر کوئی شخص غلطی اور قصور کر کے اپنی غلطی کا اقرار کرتا ہے کہ میرے سے غلطی اور قصور ہوا ہے اَڑتا نہیں ہے اور حالات اور قرائن سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ بے چارے سے اتفاقاً غلطی ہوگئی ہے اور نادم ہے تو اس کو معاف کر دیتے ہیں اور اگر کوئی غلطی کر کے اس پر اکڑتا ہے تو اس سے بدلہ لیتے ہیں۔ کیونکہ اگر بدلہ نہ لیا تو کل کسی اور کے سامنے اکڑے گا، پرسوں کسی اور کے سامنے اکڑے گا یوں اس کی یہ بری عادت پختہ ہو جائے گی تو ایسے سے بدلہ لیتے ہیں۔

جیسے موسیٰ علیہ السلام کے سامنے فرعون کے باورچی خانے کا افسر اکڑ گیا تھا تو موسیٰ علیہ السلام نے اس کو مکا ٹکا دیا اس کے اکڑنے کی وجہ سے۔ واقعہ پہلے سورۃ القصص میں گزر چکا ہے کہ سخت گرمی کا موسم اور دوپہر کا وقت تھا۔ موسیٰ علیہ السلام اپنے آبائی مکان سے فرعون کے مکان کی طرف جارہے تھے کہ راستے میں فرعون کے باورچی خانے کا انچارج افسر جس کا نام قاف تھا ایک بنی اسرائیلی سے الجھ رہا تھا۔ یہ افسر بڑا ظالم اور جابر تھا لوگوں سے بیگار لیتا تھا۔ کبھی لکڑیاں، کبھی دوسرا سامان لوگوں سے اٹھوا کر باورچی خانے پہنچاتا تھا مزدوری نہیں دیتا تھا۔ لوگ فرعون کے ڈر کی وجہ سے ایسا کرتے تھے۔

ایک دن ایک کمزور سا بنی اسرائیلی اس کے قابو آگیا۔ اس کو اس نے کہا کہ یہ سامان اٹھا کر شاہی باورچی خانے پہنچاؤ۔ اس نے کہا کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ میرے وجود کو دیکھ کمزور آدمی ہوں یہ لکڑیاں میں اٹھا نہیں سکتا کسی طاقت ور کو بلالو۔ اور دوسری بات یہ کہ تم مزدوری بھی نہیں دیتے حالانکہ وہاں سے تمھیں مزدوری ملتی ہے۔ افسر نے کہا کہ یہ تو نے ہی لے جانی ہیں۔ یہ بحث وتکرار ہو رہی تھی کہ ادھر سے موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے۔ اس مظلوم نے مدد کے لیے ان کو آواز دی اور کہا حضرت! یہ لکڑیوں کا گٹھا دیکھو اور میرا وجود دیکھو کیا میں اس کو اٹھا سکتا ہوں؟ یہ مجھے کہتا ہے کہ تو نے ہی اٹھانا ہے۔

پھر اس کی روزمرہ کی عادت ہے کہ سرکاری خزانہ سے پیسے لے لیتا ہے اور جیب میں ڈال لیتا ہے اور لوگوں سے بیگار لیتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ بھئی! یہ سچ کہتا ہے بے چارہ کمزور آدمی ہے سامان زیادہ ہے۔ کہنے لگا کہ تمھارے پیٹ کے لیے تو یہ لکڑیوں کا گٹھا لے جارہا ہوں۔ آپ بھی تو کھانا وہیں سے کھاتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میرے علم میں نہیں ہے کہ تو اس طرح زیادتیاں کرتا ہے اور ہمیں اس طرح کھانا کھلاتا

ہے۔موسیٰ علیہ السلام کو کہنے لگا کہ یہی اٹھائے گا۔جب موسیٰ علیہ السلام کو اس نے اکڑ دکھائی تو موسیٰ علیہ السلام نے ایک مکا ٹکایا پس وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔

لہٰذا اگر کوئی اکڑے تو بدلہ لو۔نرمی اور عاجزی کا اظہار کرے اور ہو بھی مسلمان تو اس کو چھوڑ دو معاف کر دو تو دونوں کا محل جدا جدا ہے کوئی تعارض نہیں ہے۔

فرمایا وَجَزٰٓؤُا سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثْلُھَا اور برائی کا بدلہ برائی ہے اس جیسی۔اگر کسی نے تمھیں ایک مکا مارا ہے تو تمھیں بھی اسی انداز کا ایک مکا مارنے کی اجازت ہے دو نہیں مار سکتے۔حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر ایک آدمی نے دوسرے آدمی کو گالی نکالی تو ظالم پہلا شخص ہے جس نے ابتداء کی ہے مَا لَمْ تَعْتَدِ الْمَظْلُوْمَ ''جب تک مظلوم تعدی نہ کرے۔''اگر مظلوم نے دوسری گالی نکال دی تو یہ اس کے کھاتے میں لکھی جائے گی۔اس واسطے مسئلہ یہ ہے کہ اَلْفِتْنَۃُ نَائِمَۃٌ لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ اَیْقَظَھَا ''فتنہ سویا رہتا ہے اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اس پر جو اس کو جگاتا ہے۔''کوئی بھی قول یا فعل جو فتنے کا باعث ہے از روئے شرع حرام ہے کیونکہ اسلام امن کا مذہب ہے یہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔ فَمَنْ عَفَا پس جس نے معاف کر دیا وَاَصْلَحَ اور ظالم نے اپنی اصلاح کر لی فَاَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ پس اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔معاف کرنے والے کو اجر اللہ تعالیٰ دے گا اِنَّہٗ بے شک اللہ تعالیٰ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ظلم تو ایک رتی برابر بھی نہیں ہونا چاہیے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے پھر جب اس کو پکڑتا ہے تو لَمْ یُفْلِتْہُ اس کو چھوڑتا نہیں ہے۔ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِہٖ اور البتہ جس نے بدلہ لیا بعد اس کے اس پر ظلم ہوا ہے فَاُولٰٓئِکَ مَا عَلَیْھِمْ مِّنْ سَبِیْلٍ پس یہ لوگ ہیں

نہیں ہے ان پر الزام کا کوئی راستہ۔ کیوں کہ ان کو بدلہ لینے کا حق تھا اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ بے شک الزام کا راستہ ان لوگوں پر ہے يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں وَيَبْغُوْنَ فِى الْاَرْضِ اور سرکشی کرتے ہیں زمین میں بِغَيْرِ الْحَقِّ ناحق۔ان پر الزام کا راستہ ہے اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وہ لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے۔ یہ عذاب مرنے کے بعد فوراً شروع ہوگا اس میں تاخیر نہیں ہوگی۔

''الترغیب والترہیب'' حدیث کی کتاب ہے۔ اس میں روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک قبر کے پاس سے گزرے قبر والے کو سزا ہو رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے مشاہدے کے طور پر آپ ﷺ کو دکھایا۔ آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر دعا کی۔ پوچھا گیا حضرت کیا واقعہ ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ شخص ایک مظلوم کے پاس سے آنکھیں نیچی کر کے گزر گیا اس کی مدد نہیں کی اس پر ظلم ہو رہا تھا اس کی مدد نہیں کی اس لیے اس کو عذاب ہو رہا ہے۔ آج مدد کرنا تو درکنار ہم تو الٹا شرارت کو بھڑکانے والے ہیں ہلاشیری کرنے والے ہیں (جلتی پر تیل ڈالنے والے ہیں) اور اس پر خوش ہوتے ہیں۔ کیا چھوٹے، کیا بڑے، کیا بیمار کیا تندرست، سب اس بیماری میں مبتلا ہیں۔

فرمایا وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اور البتہ جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا دوسرے کی غلطی کو اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ بے شک البتہ یہ ہمت کے کاموں میں سے اور پختہ کاموں میں سے ہے۔ دوسرے کی زیادتی پر صبر کرنا اور درگزر کرنا۔ اگر ہم دنیا میں کسی کو معاف کریں گے تو اللہ تعالیٰ جو قادر مطلق ہے وہ بھی معاف کرے گا۔

بخاری شریف میں روایت ہے کہ ایک امیر آدمی کی وفات کا وقت آ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے فرمایا کہ کوئی نیکی دکھلاؤ جس کی وجہ سے میں تجھے بخش دوں۔ عموماً ایسا ہوتا ہے کہ

مال دار لوگ گناہ زیادہ کرتے ہیں نیکیوں کی طرف توجہ نہیں ہوتی۔ اس آدمی نے اپنے دائیں بائیں دیکھا آگے پیچھے دیکھا۔ کہنے لگا اے پروردگار! کلمہ کے سوا میرے پاس کوئی نیکی نہیں ہے۔ فرمایا کوئی نیکی لاؤ اس نے کہا اے پروردگار! مجھے یاد ہے کہ میں خود بھی ایسا کرتا تھا اور اپنے ملازموں اور نوکروں کو بھی کہا ہوا تھا کہ کوئی کمزور آدمی آجائے تو اس کی مدد کرو کوئی ادھار مانگے تو اسے تم دے دو اگر پیسے نہ دے پھر بھی دے دو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے بندے تو بندہ عاجز ہو کر ایسا کرتا تھا میں تو قادر مطلق ہوں لہٰذا میں نے تیری ساری لغزشیں معاف کر دیں۔

رب چاہے تو ایک نیکی کی وجہ سے معاف کر دے اور اگر پکڑے تو اس کی پکڑ بہت سخت ہے اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ [سورۃ البروج]

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ اور جس کو اللہ تعالیٰ بہکا دے، گمراہ کر دے فَمَالَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ نہیں ہے اس کا کوئی حمایتی اس کے بہکانے کے بعد۔ لیکن وہ بہکاتا اُسے ہی ہے جو گمراہی پر راضی ہوتا ہے اور ہدایت کا طالب نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کا دستور ہے نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى [سورۃ النساء: ۱۱۵] ''ہم اس کو پھیر دیں گے جس طرف کا اس نے رخ کیا۔'' اور اے مخاطب ایک وقت آئے گا وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ اور آپ دیکھیں گے ظالموں کو۔ اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت ہوگی میدان محشر میں جنت بھی نظر آئے گی اور دوزخ بھی۔ آپ دیکھیں گے ظالموں کو لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ جس وقت وہ ظالم دیکھیں گے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو يَقُوْلُوْنَ وہ کہیں گے هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ کیا پھر جانے کی طرف کوئی راستہ ہے۔ دنیا کی طرف لوٹ جانے کا کوئی راستہ ہے کہ ہم دنیا میں جا کر ایمان لائیں اور نیکی کریں، کفر نہ کریں، ظلم نہ کریں مگر دنیا کی طرف آنے کا تو سوال ہی

پیدا نہیں ہو گا۔ اب وقت ہے کرلو جو کچھ کرنا ہے اللہ تعالیٰ سب کو نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔

وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ۭ وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ﴿۴۵﴾ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَاۗءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۶﴾ اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ۭ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَىِٕذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ﴿۴۷﴾ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۭ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ۭ وَاِنَّآ اِذَآ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ ﴿۴۸﴾

وَتَرٰىهُمْ اور آپ دیکھیں گے ان کو يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا پیش کیے جائیں گے اس (آگ) پر خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ آنکھیں جھکائے ہوئے ذلت سے دیکھتے ہوں گے مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ چھپی نگاہ سے وَقَالَ الَّذِيْنَ اور کہیں گے وہ لوگ اٰمَنُوْٓا جو ایمان لائے اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ بے شک نقصان اٹھانے والے الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا وہ لوگ ہیں جنھوں نے گھاٹے میں ڈالا اَنْفُسَهُمْ اپنی جانوں کو وَاَهْلِيْهِمْ اور اپنے گھر والوں کو يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت والے دن اَلَآ خبردار اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بے شک ظالم فِيْ

عَذَابٍ مُّقِيْمٍ دائمی عذاب میں گرفتار ہوں گے وَمَا كَانَ لَهُمْ اور نہیں ہو گا ان کے لیے مِّنْ اَوْلِيَآءَ کوئی کارساز يَنْصُرُوْنَهُمْ جو ان کی مدد کریں مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے نیچے وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ اور جس کو اللہ تعالیٰ بہکا دے فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ نہیں ہے اس کے لیے کوئی راستہ اِسْتَجِيْبُوْا قبول کرو تم لِرَبِّكُمْ اپنے رب کی بات مِّنْ قَبْلِ پہلے اس سے اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ کہ آئے وہ دن لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ نہیں ہے پھرنا اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مَا لَكُمْ نہیں ہوگی تمہارے لیے مِّنْ مَّلْجَاٍ کوئی جائے پناہ يَّوْمَئِذٍ اس دن وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ اور نہیں ہوگا تمہارے لیے کوئی انکار کا موقع فَاِنْ اَعْرَضُوْا پس اگر وہ اعراض کریں فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ پس نہیں بھیجا ہم نے آپ کو عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ان پر نگران بنا کر اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ نہیں ہے آپ کے ذمے مگر پہنچانا وَ اِنَّآ اور بے شک ہم اِذَآ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ جس وقت ہم چکھاتے ہیں انسان کو مِنَّا رَحْمَةً اپنی طرف سے رحمت فَرِحَ بِهَا تو اترانے لگتا ہے اس کے ساتھ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ اور اگر پہنچتی ہے ان کو کوئی برائی بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ان کے ہاتھوں کی کمائی کی وجہ سے فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ پس بے شک انسان ناشکرا ہے۔

ربط آیات :

اس سے پہلے سبق کے آخر میں تھا کہ ظالم لوگ جب عذاب کو دیکھیں گے تو دنیا کی واپسی کی خواہش کریں گے۔ واپسی تو نہیں ہوگی مکافات عمل شروع ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ اور آپ ان کو دیکھیں گے کہ وہ ذلت کی وجہ سے جھکی ہوئی آنکھوں سے دوزخ کے عذاب پر پیش کیے جائیں گے يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ وہ چھپی نگاہ سے دیکھیں گے۔ خفی کا معنیٰ پوشیدہ بھی ہوتا ہے اور ذلیل بھی۔ مطلب یہ ہے کہ اس دن ندامت کی وجہ سے نظریں اوپر نہیں اٹھائیں گے اس لیے ذلت آمیز چھپی (چور) نگاہوں سے دیکھیں گے وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اور کہیں گے وہ لوگ جو ایمان لائے اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بے شک نقصان اٹھانے والے وہ لوگ ہیں جنھوں نے نقصان میں ڈالا اپنے نفسوں کو وَاَهْلِيْهِمْ اور اپنے گھر والوں کو يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت والے دن۔

انھوں نے اپنی زندگی کے قیمتی سرمایہ کو ضائع کیا ایمان کے بجائے کفر و شرک اختیار کیا، نیکی کے بجائے گناہ اور بدعات اختیار کیں۔ خود بھی گمراہی میں ڈوبے ہوئے تھے اپنے اہل و عیال کو بھی لے ڈوبے۔ کیوں کہ عام طور پر بیوی بچے اپنے بڑوں کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ پھر آواز آئے گی اَلَآ خبردار اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ بے شک ظالم لوگ دائمی عذاب میں گرفتار ہوں گے جس سے کبھی باہر نہیں نکل سکیں گے۔ فرمایا وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ اور نہیں ہوگا ان کے لیے کوئی کارساز يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ جو ان کی مدد کریں اللہ تعالیٰ سے نیچے۔ ظالم لوگ اس دن بے یار و مددگار رہ جائیں گے۔ اور یہ بھی یاد رکھو وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ اور جس کو اللہ

تعالیٰ بہکا دے اس کی ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے نہیں ہے اس کے لیے ہدایت کا راستہ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہدایت اسے دیتے ہیں جو ہدایت کا طالب ہوتا ہے۔ اگر تم ہدایت لینا چاہتے ہو تو اِسْتَجِيبُوْا لِرَبِّكُمْ اپنے رب کی بات کو، اس کے حکم کو تسلیم کرو اور اس پر عمل کرو مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ پہلے اس سے کہ آجائے وہ دن جس کے لیے پھرنا نہیں ہے۔ وہ ٹل نہیں سکتا وہ یقیناً آکر رہے گا لہٰذا اس دن سے پہلے پہلے ایمان لے آؤ مِنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ اور یاد رکھو! مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ نہیں ہوگی تمہارے لیے کوئی جائے پناہ اس دن وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ اور نہ تمہارے لیے انکار کی کوئی گنجائش ہوگی۔ اگر زبان سے انکار کریں گے تو ہاتھ پاؤں گواہی دیں گے۔ دنیا میں تو لوگ دنیا سے چھپ بھی جاتے ہیں مگر قیامت والے دن تو نہ چھپ سکیں گے اور نہ انکار کر سکیں گے۔ اس دن ہر چیز واضح ہو جائے گی اور تمہارے عقائد اور اعمال کا حساب ہو جائے گا۔

مسئلہ رسالت :

آگے رسالت کا مسئلہ ہے۔ آنحضرت ﷺ بڑی ہم دردی اور خلوص کے ساتھ ان کو سمجھاتے مگر وہ نہ مانتے الٹا آپ ﷺ کو الٹی سیدھی باتیں کرتے۔ جادوگر، دیوانہ وغیرہ کہتے۔ جس سے آپ ﷺ کو صدمہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے نبی کریم ﷺ! تمہاری پوری خیر خواہی اور تبلیغ کے باوجود فَاِنْ اَعْرَضُوْا پس اگر یہ لوگ اعراض کریں آپ کی بات پر توجہ نہ دیں فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا تو ہم نے نہیں بھیجا آپ کو ان پر نگہبان بنا کر کہ آپ ان سے حق بات منوا کر چھوڑیں۔ آپ ﷺ ان کے انکار کی وجہ سے دل برداشتہ نہ ہوں بلکہ اپنا کام کرتے جائیں اور ان کا معاملہ مجھ پر چھوڑ

دیں۔سورۃ الغاشیہ پارہ نمبر ۳۰ میں ہے لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ''آپ ان پرکوئی داروغہ نہیں ہیں کہ انھیں پکڑ کر زبردستی حق کی طرف لے آئیں۔'' اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ نہیں ہے آپ کے ذمے مگر پہنچانا۔سورۃ الرعد آیت نمبر ۴۰ میں ہے فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَ عَلَيْنَا الْحِسَابُ ''پس بے شک آپ کے ذمہ پہنچانا ہے اور ہمارے ذمے ہے حساب لینا۔''اور سورۃ یونس آیت نمبر ۹۹ میں ہے اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ''کیا پس آپ لوگوں کو مجبور کریں گے یہاں تک کہ وہ مومن ہو جائیں۔'' بلکہ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ [البقرہ:۲۵۶] ''تحقیق واضح ہو چکی ہے ہدایت گمراہی سے۔''اب جو شخص اپنے ارادے اور اختیار سے گمراہی کے راستے پر چلے گا تو پھر اس کا خمیازہ بھگتنے کے لیے تیار رہے۔

آگے اللہ تعالیٰ عام انسانوں کی ناشکری کا حال بیان فرماتے ہیں وَ اِنَّآ اِذَآ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا اور بے شک جس وقت ہم چکھاتے ہیں انسان کو اپنی طرف سے رحمت۔اسے مال،اولاد،عزت دیتے ہیں تو خوش ہو جاتا ہے اور پھولے نہیں سماتا اور کہتا ہے کہ میں اس قابل تھا کہ مجھے یہ چیزیں ملیں۔اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتا وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اور اگر ان کو پہنچے کوئی مصیبت اپنے ہاتھوں کی کمائی کی وجہ سے۔اپنے غلط کرتوت کی وجہ سے مصیبت میں گرفتار ہو جائیں فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ تو بے شک انسان ناشکرا ہے۔تکلیف کے وقت اللہ تعالیٰ کا شکر کرنے لگ جاتا ہے اور کہتا ہے یہ ذلت اور رسوائی میرے ہی حصے میں آنی تھی۔

غرض یہ کہ اللہ تعالیٰ نے عام انسان کی یہ حالت بیان فرمائی ہے کہ مال و دولت، عزت مل جائے تو تکبر کرتا ہے اور مصیبت میں ناشکرا بن جاتا ہے۔اس کے برخلاف

مومن آدمی ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہتا ہے۔ سکھ چین نصیب ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے اور تکلیف آتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھ کر اسے برداشت کرتا ہے۔

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ﴿۴۹﴾ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿۵۰﴾ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴿۵۱﴾ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۲﴾ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ﴿۵۳﴾ ع

لِلّٰهِ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے مُلْكُ السَّمٰوٰتِ ملک آسمانوں کا وَالْاَرْضِ اور زمین کا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے يَهَبُ عطا کرتا ہے لِمَنْ يَّشَآءُ جس کے لیے چاہتا ہے اِنَاثًا لڑکیاں وَّيَهَبُ اور عطا کرتا ہے لِمَنْ يَّشَآءُ جس کے لیے چاہتا ہے الذُّكُوْرَ لڑکے اَوْ يُزَوِّجُهُمْ یا جوڑے جوڑے دیتا ہے ان کو ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا لڑکے اور لڑکیاں وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا اور کر دیتا ہے جس کو چاہتا ہے بانجھ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بے شک وہ جاننے والا ہے قَدِيْرٌ قادر ہے وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اور نہیں ہے شان کسی بشر کی اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام کرے اِلَّا وَحْيًا مگر وحی کے ذریعے اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ یا پردے کے پیچھے

سے اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا یا بھیجے پیغام پہنچانے والے کو فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ پس وہ وحی بھیجے اپنے حکم کے ساتھ مَا يَشَآءُ جو چاہے اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ بے شک وہ بلند اور حکمتوں والا ہے وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ہم نے وحی کی آپ کی طرف رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا روح کی اپنے حکم سے مَا كُنْتَ تَدْرِيْ آپ نہیں جانتے تھے مَا الْكِتٰبُ کتاب کیا ہے وَلَا الْاِيْمَانُ اور نہ ایمان وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ اور لیکن ہم نے کیا اس کو نُوْرًا نور نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ ہدایت دیتے ہیں ہم اس کے ساتھ جس کو چاہتے ہیں مِنْ عِبَادِنَا اپنے بندوں میں سے وَاِنَّكَ اور بے شک آپ لَتَهْدِيْٓ البتہ راہ نمائی کرتے ہیں اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ سیدھے راستے کی طرف صِرَاطِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کا راستہ الَّذِيْ وہ اللہ لَهٗ اسی کے لیے ہے مَا فِي السَّمٰوٰتِ جو کچھ آسمانوں میں ہے وَمَا فِي الْاَرْضِ اور جو کچھ زمین میں ہے اَلَآ خبردار اِلَى اللّٰهِ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ لوٹتے ہیں سب کام۔

توحید باری تعالیٰ :

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن پاک میں جتنا زور توحید کے مسئلے پر اور اس کے بعد قیامت اور رسالت کے مسئلے پر دیا ہے اتنا زور اور کسی مسئلے پر نہیں دیا۔ کیونکہ توحید ہی پر تمام عبادتوں کا مدار ہے۔ جب تک توحید نہیں ہوگی کوئی عمل، عمل نہیں بنے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بار بار اور مختلف طریقوں کے ساتھ توحید کا ذکر کیا ہے اس مقام پر اللہ تعالیٰ کا

ارشاد ہے لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے ملک آسمانوں کا اور زمین کا۔آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا بھی وہی ہے اور ان میں تصرف بھی اسی کا ہے اس کے سوا نہ کوئی خالق، نہ مالک اور نہ کسی کے پاس کوئی اختیار ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی خالق، مالک ہے اور متصرف ہے يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ پیدا کرتا ہے جو چیز چاہتا ہے يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا عطا کرتا ہے جس کو چاہتا ہے لڑکیاں۔لڑکیاں ہی لڑکیاں دیتا ہے لڑکا نہیں دیتا۔حضرت شعیب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے لڑکیاں دیں لڑکا نہیں دیا۔حضرت لوط علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے لڑکیاں دیں لڑکا نہیں دیا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ اور عطا کرتا ہے جس کو چاہتا ہے لڑکے،لڑکیاں نہیں دیتا۔حضرت داؤد علیہ السلام کے انیس بیٹے تھے بیٹی کوئی نہیں تھی۔نوح علیہ السلام کو بیٹے دیئے بیٹی کوئی نہیں دی۔

بیٹے اور بیٹیاں دینے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے :

مشاہدے کی بات ہے کہ آج بھی کتنے لوگ ہیں کہ ان کے لڑکے ہیں لڑکیاں نہیں اور لڑکیاں ہیں لڑکے نہیں۔اس کی مرضی ہے لڑکیاں دے یا لڑکے دے یا جوڑے جوڑے دیتا ہے ان کو لڑکے اور لڑکیاں۔حضرت ایوب علیہ السلام کو لڑکے بھی دیئے اور لڑکیاں بھی دیں۔آج بھی اکثریت کے ہاں لڑکے بھی ہیں،لڑکیاں بھی ہیں۔ایسے بھی ہیں دو لڑکے اکٹھے پیدا ہوتے ہیں، ایسے بھی ہیں دو لڑکیاں اکٹھی پیدا ہوتی ہیں۔ایسے بھی ہیں لڑکا لڑکی اکٹھے پیدا ہوتے ہیں۔یہ رب تعالیٰ کا کام ہے اس میں مخلوق کا کوئی دخل نہیں ہے وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا اور کر دیتا ہے جس کو چاہتا ہے بانجھ۔نہ لڑکا دے نہ لڑکی دے۔

دنیا میں کتنے مرد عورتیں ایسی موجود ہیں جو سارا زور لگا بیٹھے ہیں،کیا دوائیاں،کیا

ڈاکٹر، کیا حکیم، سب کو دکھا بیٹھے ہیں، دم درود والوں سے دم تعویذ کرا بیٹھے ہیں کچھ حاصل نہیں ہوا۔ جب رب تعالیٰ ہی نے نہیں دینا تو کون دے گا؟ یہاں پر ایک بات سمجھ لیں کہ یہ جو جملہ ہے اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّإِنَاثًا اس سے شیعہ کے ایک فرقہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ مرد کا مرد کے ساتھ نکاح اور عورت کا عورت کے ساتھ نکاح جائز ہے اور اس کا ترجمہ اس طرح سے کرتے ہیں "یا ان کا نکاح کرادے مردوں سے یا عورتوں سے۔" لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

بھئی! بات تو تخلیق کی ہورہی ہے، پیدا کرنے کی ہورہی نکاح کا تو مسئلہ ہی بیان نہیں ہورہا ہے۔ مگر جب ذہن ٹیڑھا ہو جائے تو آدمی صحیح بات کو بھی ٹیڑھا بنا دیتا ہے۔ یہاں تو مسئلہ خلقت کا ہے کہ اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے عطا کرتا ہے جس کو چاہے لڑکیاں اور جس کو چاہے لڑکے عطا کرتا ہے یا جوڑے جوڑے دیتا ہے، لڑکے اور لڑکیاں۔ اور جس کو چاہے بانجھ کر دے۔ اور اگر وہ چاہے تو بانجھ کی اصلاح کر دے بچہ عنایت کر دے۔

جیسا کہ حضرت زکریا علیہ السلام کو عطا فرمایا۔ حضرت زکریا علیہ السلام کا نکاح چوبیس پچیس سال کی عمر میں ہوا۔ ایک سو بیس سال عمر مبارک ہوگئی۔ ویسے اللہ تعالیٰ نے ان کو تین سو بیس سال (۳۲۰) عمر عطا فرمائی تھی اور بیوی کی عمر ۹۹ سال ہوگئی نہ بچی ہوئی نہ بچہ۔ حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بے موسم پھل دیکھ کر دعا کی اے پروردگار! مریم علیہا السلام کو بے موسم پھل دے سکتا ہے تو مجھے بھی اولاد عطا فرما يَرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ [مریم:٦] "جو میرا وارث ہو اور آل یعقوب کا وارث ہو۔" میری دینی خدمت کا وارث بننا۔

حضرت زکریا علیہ السلام نماز پڑھ رہے تھے حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور عین نماز میں گفتگو شروع ہوگئی پیغمبر کے نماز میں فرشتے کے ساتھ گفتگو کرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی۔ کیوں؟ رب تعالیٰ کی نماز ہے اور پیغام بھی رب تعالیٰ کا فرشتہ دے رہا ہے۔ ہم آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک لڑکے کی خوش خبری سناتے ہیں اس کا نام یحییٰ ہوگا۔ کہنے لگے میرے ہاں کیسے لڑکا ہوگا؟ بیوی میری بانجھ ہے اور میں انتہائی بڑھاپے کو پہنچ چکا ہوں۔ فرمایا اسی طرح ہوگا۔ زکریا علیہ السلام نے کہا کہ مجھے کوئی نشانی بتلا دو جس سے مجھے معلوم ہو جائے کہ میری بیوی با امید ہوگئی ہے۔ فرمایا اٰیَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَیَالٍ سَوِیًّا ''تیرے لیے نشانی یہ ہے کہ آپ کلام نہیں کریں گے لوگوں کے ساتھ تین رات تک صحیح سلامت۔'' ذکر کے لیے زبان چلے گی، نماز تسبیح کے لیے زبان چلے گی مگر لوگوں کے ساتھ گفتگو نہیں کر سکو گے۔ جب گفتگو کرنے سے زبان رک جائے تو سمجھ لینا کہ میری بیوی با امید ہوگئی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بیٹا دیا۔ وہ جوان ہوا، آنکھوں سے دیکھا۔ سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۹۰ میں ہے وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ''اور ہم نے اچھا کیا اس کے لیے اس کی بیوی کو۔'' یہ جملہ بتلا رہا ہے کہ خرابی بیوی میں تھی ہم نے اس کی بیوی کو ٹھیک کر دیا۔ تو رب تعالیٰ بانجھ کو بھی درست کر سکتا ہے اِنَّهٗ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ بے شک وہ جاننے والا قادر ہے۔

اللہ تعالیٰ کے بشر کے ساتھ کلام کرنے کی صورتیں :

فرمایا اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اور نہیں ہے کسی بشر کی شان۔ کسی بشر کے لائق نہیں ہے اَنْ یُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام کرے براہ راست اِلَّا وَحْیًا مگر وحی کے ذریعے، وحی کی صورت میں۔ اللہ تعالیٰ بشر کے ساتھ

تین صورتوں میں گفتگو کرتا ہے۔ بشر پیغمبر ہو یا غیر پیغمبر ہو۔ بشر کی شان ہی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ کلام کرے مگر تین صورتیں ہیں اِلَّا وَحۡیًا مگر وحی کے ذریعے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ ابو جہل کے سگے بھائی تھے۔ ۸ھ میں مسلمان ہوئے، مخلص مسلمانوں میں سے تھے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا حضرت! کَیۡفَ تَـاتِیۡکَ الۡوَحۡیُ ''آپ پر وحی کیسے نازل ہوتی ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کسی وقت تو مجھے فرشتہ نظر نہیں آتا اور دل میں مِثۡلُ صَلۡصَلَةِ الۡجَرَسِ جیسے جانوروں کے گلے میں گھنٹی لگاتار بجتی رہے تو آواز آتی ہے۔ ایسے ہی دل کے اندر وحی آتی ہے۔ اس کو تم یوں سمجھو کہ جیسے تار گھر میں گئے ہوں تو دیکھا سنا ہوگا کہ کھٹ کھٹ کہ آواز آتی ہے۔ اس کو ہم تو نہیں سمجھ سکتے لیکن جو اس فن کے ماہر ہوتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ اس کا کیا مطلب ہے۔ ایسے ہی اس گھنٹی کی طرح آواز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمجھتے تھے۔

دوسری صورت: اَوۡ مِنۡ وَّرَآئِ حِجَابٍ یا پردے کے پیچھے سے جیسے معراج والی رات کے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک گروہ کہتا ہے جن میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی شریک ہیں کہ معراج والی رات اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ جو کلام کیا ہے وہ پردے سے پیچھے سے کیا ہے آنکھوں کے ساتھ رب تعالیٰ کا دیدار نہیں ہوا۔ البتہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابتداء تو معراج والی رات پردے کے پیچھے سے کلام ہوا ہے لیکن آخر میں اللہ تعالیٰ نے پردہ اٹھا کر آپ کو دیدار کرایا ہے۔

یا تم اس طرح سمجھو کہ جیسے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رب تعالیٰ کوہ طور پر ہم کلام ہوتے تھے پردے کے پیچھے سے۔ موسیٰ علیہ السلام نے درخواست کی رَبِّ اَرِنِیۡۤ اَنۡظُرۡ اِلَیۡکَ

[سورۃ الاعراف] ''اے پروردگار! مجھے اپنا دیدار کرادے۔'' تو رب تعالیٰ نے فرمایا لَنْ تَرَانِیْ ''آپ مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔'' تو دنیا میں اللہ تعالیٰ نے کسی کو اپنا دیدار نہیں کرایا۔ ہاں! قیامت والے دن سب دیکھیں گے۔

رویت باری تعالیٰ :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا حضرت! یہ فرمائیں ھَلْ نَرٰی رَبَّنَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ ''کیا ہم اپنے رب کو دیکھیں گے قیامت والے دن۔'' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس طرح دیکھو گے جس طرح تم سورج اور چاند کو دیکھتے ہو۔ جنت کی نعمتوں میں سے سب سے بڑی نعمت رب تعالیٰ کا دیدار ہے۔ مومن اپنے اپنے اعمال کے مطابق رب تعالیٰ کو دیکھیں گے۔ بعض کو ہفتے کے بعد زیارت ہوگی، بعض کو مہینے کے بعد زیارت ہوگی۔ اور اللہ تعالیٰ کے دیدار کے بعد ان کے حسن میں اضافہ ہوگا۔

بخاری شریف کی روایت ہے کہ رب تعالیٰ کے دیدار کے بعد جب واپس آئیں گے تو گھر والے کہیں گے کہ تم پہلے سے زیادہ حسین ہو گئے ہو۔ وہ کہیں گے کہ ہم رب تعالیٰ کا دیدار کر کے آئے ہیں۔ جوں جوں دیدار ہوتا رہے گا ان کا حسن بڑھتا رہے گا۔

تیسری صورت: اَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلًا یا بھیجے پیغام پہنچانے والے کو فَیُوْحِیَ بِاِذْنِهٖ مَا یَشَآءُ پس اللہ تعالیٰ وحی بھیجتا ہے اپنے حکم کے ساتھ جو چاہے۔ فرشتہ کبھی تو اصل شکل میں آتا تھا اور کبھی انسانی شکل میں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کو اپنی اصل شکل میں دو دفعہ دیکھا ہے۔ ایک اس وقت جب آپ غار حرا میں تھے۔ فرمایا جبریل علیہ السلام کے چھ سو پر تھے اور دوسری مرتبہ معراج والی رات سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا۔ ان دو مواقع کے سوا جب بھی جبریل علیہ السلام آتے تھے کسی انسان کی شکل میں آتے تھے۔ کبھی

حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں کبھی کسی دیہاتی کی شکل میں آتے تھے۔

بخاری شریف میں روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی کے صحن میں تشریف فرما تھے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے۔ایک آدمی آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنوں کے ساتھ گھٹنے ملا کر بیٹھ گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات شروع کر دیئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جوابات دیتے رہے بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ جبریل آئے ہوں اور مجھے پتا نہ چلا ہو مگر اس دفعہ میں بھی نہیں پہچان سکا۔ میں نے اس کو کوئی دیہاتی ہی سمجھا فَاِنَّہٗ جِبْرِیْلُ اَتَاکُمْ یُعَلِّمُکُمْ دِیْنَکُمْ ''پس بے شک وہ جبریل تھے تمھارے پاس آئے تھے تمھیں دین سکھانے کے لیے۔'' تو اللہ تعالیٰ بندوں کے ساتھ گفتگو کرتا ہے ان تین طریقوں کے ساتھ۔یا تو دل میں القا کرتا ہے یا پس پردہ یا فرشتہ بھیجتا ہے جو وحی کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ اِنَّہٗ عَلِیٌّ حَکِیْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ بلند ذات اور حکمتوں والا ہے وَکَذٰلِکَ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ اور اسی طرح ہم نے وحی کی آپ کی طرف جیسے ہم نے پہلے پیغمبروں کی طرف وحی کی رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا روح کی اپنے حکم سے۔قرآن پاک کو اللہ تعالیٰ نے روح فرمایا ہے۔جس طرح جان دار چیزوں میں روح کے ساتھ حیات ہے روح نکل جائے تو موت ہے اسی طرح اس قرآن کے ساتھ روحانی زندگی کی حیات ہے۔

فرمایا مَا کُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْکِتٰبُ اس سے پہلے آپ نہیں جانتے تھے کتاب کیا ہے وَلَا الْاِیْمَانُ اور نہ ایمان کی تفصیلات کو جانتے تھے۔اجمالی ایمان تو پیغمبروں کا پیدائشی ہوتا ہے مگر تفصیلات وحی کے ذریعے نازل ہوتی ہیں۔آج لوگوں کی اکثریت ایمان کی تفصیل کو نہیں جانتی۔اجمالی ایمان تو ان کا ہوتا ہے۔مثال کے طور پر اٰمَنْتُ

بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ یہ اجمالی ایمان ہے۔اور یہ کافی ہے تفصیلاً معلوم نہ بھی ہو۔تفصیل کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کی صفات کی تفصیل، کتابوں کی تفصیل، رسولوں کی تفصیل، آخرت کی تفصیل۔جس طرح اجمالی طور پر مومن میدان محشر کو مانتے ہیں لیکن اس کی حقیقت کو کوئی نہیں جانتا تو اجمالی ایمان ہی شرعاً معتبر ہے۔

تو فرمایا آپ اس سے پہلے نہیں جانتے تھے کتاب کیا ہے، ایمان کیا ہے یعنی اس کی تفصیلات کیا ہیں؟ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ اور لیکن بنایا ہم نے اس کتاب کو نور ہم ہدایت دیتے ہیں اس کے ذریعے سے جس کو چاہتے ہیں مِنْ عِبَادِنَا اپنے بندوں میں سے۔رب تعالیٰ کے بندے ہی قرآن کو مانیں اور پڑھیں گے دوسروں کو اس سے کیا مطلب؟ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اور بے شک آپ راہ نمائی کرتے ہیں اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ سیدھے راستے کی طرف آپ کا کام ہے راہ نمائی کرنا، ہدایت دینا دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔

سورۃ القصص آیت نمبر ۵۶ میں ہے اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ''بے شک اے پیغمبر! آپ ہدایت نہیں دے سکتے جس کو آپ چاہیں لیکن اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔فرمایا صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ اللہ تعالیٰ کا راستہ وہ ہے لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ جس کے لیے ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں وَمَا فِي الْاَرْضِ اور جو کچھ ہے زمین میں سب اسی کا ہے۔اور یاد رکھو! اَلَآ خبردار اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹنے والے ہیں سب کام۔

وہی مشکل کشا ہے، وہی حاجت روا ہے، وہی فریاد رس ہے، وہی دست گیر ہے، وہی خالق، وہی مالک، وہی متصرف اور مدبر ہے سارے جہانوں کا۔اس کا نہ کوئی ذات

میں شریک ہے نہ صفات میں کوئی شریک ہے نہ افعال میں کوئی شریک ہے۔ یہ عقیدہ ہر مسلمان کو رکھنا چاہیے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

تفسیر

سورة الزخرف

(مکمل)

جلد............۱۸

آیاتها ۸۹ ۴۳ سُوْرَةُ الزُّخْرُفِ مَكِّيَّةٌ ۶۳ رکوعاتها ۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

حٰمٓ ۚ﴿۱﴾ وَ الْكِتٰبِ الْمُبِیْنِ ۙ﴿۲﴾ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۚ﴿۳﴾ وَ اِنَّهٗ فِیْۤ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَیْنَا لَعَلِیٌّ حَكِیْمٌ ؕ﴿۴﴾ اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِیْنَ ﴿۵﴾ وَ كَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِیٍّ فِی الْاَوَّلِیْنَ ﴿۶﴾ وَ مَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ نَّبِیٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۷﴾ فَاَهْلَكْنَاۤ اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّ مَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۸﴾ وَ لَىٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِیْزُ الْعَلِیْمُ ۙ﴿۹﴾ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ فِیْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۚ﴿۱۰﴾ وَ الَّذِیْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ ۚ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًا ۚ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَ الْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ۙ﴿۱۲﴾ لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَیْتُمْ عَلَیْهِ وَ تَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَ مَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ ۙ﴿۱۳﴾ وَ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَ جَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِیْنٌ ؕ﴿۱۵﴾ ع

حٰمٓ ۞ وَالْكِتٰبِ قسم ہے کتاب کی الْمُبِيْنِ جو کھول کر بیان کرنے
والی ہے اِنَّا جَعَلْنٰهُ بے شک ہم نے بنایا ہے اس کو قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا عربی
زبان میں لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ تاکہ تم سمجھ سکو وَاِنَّهٗ اور بے شک وہ فِيْٓ
اُمِّ الْكِتٰبِ لوح محفوظ میں ہے لَدَيْنَا ہمارے پاس لَعَلِيٌّ البتہ وہ بلند
ہے حَكِيْمٌ حکمت والا ہے اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ کیا پس ہم
پھیر دیں گے تم سے نصیحت صَفْحًا پہلو پھیرتے ہوئے اَنْ كُنْتُمْ اس
لیے کہ تم ہو قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ مسرف قوم وَكَمْ اَرْسَلْنَا اور کتنے بھیجے ہم
نے مِنْ نَّبِيٍّ پیغمبر فِي الْاَوَّلِيْنَ پہلے لوگوں میں وَمَا يَاْتِيْهِمْ اور
نہیں آیا ان کے پاس مِّنْ نَّبِيٍّ کوئی نبی اِلَّا كَانُوْا بِهٖ مگر تھے اس کے
ساتھ يَسْتَهْزِءُوْنَ ٹھٹھا کرتے فَاَهْلَكْنَا اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا پس ہم
نے ہلاک کیا ان میں سے سخت گرفت کرنے والوں کو وَّمَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ
اور گزر چکی مثال پہلے لوگوں کی وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ اور البتہ اگر آپ سوال کریں
ان سے مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ کس نے پیدا کیا آسمانوں کو وَالْاَرْضَ اور
زمین کو لَيَقُوْلُنَّ البتہ ضرور کہیں گے خَلَقَهُنَّ پیدا کیا ہے ان کو
الْعَزِيْزُ غالب نے الْعَلِيْمُ جاننے والے نے الَّذِيْ وہ ہے جَعَلَ
لَكُمُ جس نے بنایا ہے تمہارے لیے الْاَرْضَ زمین کو مَهْدًا بچھونا
وَّجَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا اور بنائے اس نے تمہارے لیے اس میں سُبُلًا راستے

لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ تا کہ تم راہ نمائی حاصل کرو وَالَّذِیْ نَزَّلَ اور وہ ذات ہے جس نے نازل کیا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً آسمان سے پانی بِقَدَرٍ اندازے کے ساتھ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ پس ہم نے زندہ کیا اس کے ذریعے بَلْدَةً مَّیْتًا مردہ شہر کو كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ اسی طرح تم نکالے جاؤ گے وَالَّذِیْ اور وہ ذات خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا جس نے پیدا کیے جوڑے سب کے سب وَ جَعَلَ لَكُمْ اور بنائی تمہارے لیے مِّنَ الْفُلْكِ کشتیاں وَالْاَنْعَامِ اور مویشی مَا تَرْكَبُوْنَ جن پر تم سوار ہوتے ہو لِتَسْتَوٗا عَلٰی ظُهُوْرِهٖ تا کہ تم سیدھے ہو جاؤ ان کی پشتوں پر ثُمَّ تَذْكُرُوْا پھر یاد کرو تم نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اپنے رب کی نعمت کو اِذَا اسْتَوَیْتُمْ عَلَیْهِ جب تم سیدھے ہو کر بیٹھو ان پر وَتَقُوْلُوْا اور تم کہو سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا پاک ہے وہ ذات جس نے تابع کیا ہمارے لیے اس کو وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ اور نہیں تھے ہم اس کو قابو کرنے والے وَاِنَّاۤ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف البتہ لوٹنے والے ہیں وَجَعَلُوْا لَهٗ اور بنایا ہے انھوں نے رب کے لیے مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا اس کے بندوں میں سے حصہ اِنَّ الْاِنْسَانَ بے شک انسان لَكَفُوْرٌ مُّبِیْنٌ البتہ ناشکری کرنے والا ہے کھلے طور پر۔

تعارف سورت :

اس سورت کا نام زخرف ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ آگے تیسرے رکوع میں اس کی

حقیقت بیان ہوگی کہ رب تعالیٰ نے سونے کا ذکر کیوں فرمایا ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس کے سات رکوع اور نواسی آیات ہیں۔ اس سے پہلے باسٹھ سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ حٰـم کے متعلق پہلے بات بیان ہو چکی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مخفف نام ہیں۔ ح سے مراد حَمِيْدٌ ہے اور م سے مراد مَجِيْدٌ ہے۔ حمید کا معنیٰ ہے قابل تعریف اور مجید کا معنیٰ ہے بزرگی والا۔ وَالْكِتٰبِ میں واو قسمیہ ہے معنیٰ ہے قسم ہے کتاب کی الْمُبِيْنِ وہ کتاب جو کھول کر بیان کرتی ہے۔ یہ قرآن کریم اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا بے شک ہم نے بنایا ہے اس قرآن کو عربی زبان میں۔ عربی میں کیوں نازل کیا ہے؟ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ تاکہ تم سمجھ جاؤ اے اہل عرب! کیونکہ آنحضرت ﷺ کی زبان بھی عربی تھی وہاں کے رہنے والے بھی عربی بولتے تھے۔ جو غیر ملکی وہاں رہتے تھے وہ بھی عربی بولتے تھے۔ یہود و نصاریٰ کی قومی زبان تو عبرانی یا رومی یا کوئی اور تھی لیکن بولتے وہ بھی عربی تھے۔ تو فرمایا کہ ہم نے قرآن کو عربی زبان میں اس لیے نازل کیا ہے تاکہ اے عربو! تم سمجھو اور تمہارے ذریعے ساری دنیا قرآن سمجھے وَ اِنَّهٗ اور بے شک یہ قرآن فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ اصل کتاب میں ہے۔ اصل کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے۔ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے اس وقت سے لے کر فنا ہونے تک تمام چیزیں لوح محفوظ میں درج ہیں۔ لوح کے معنیٰ ہیں تختی اور محفوظ کے معنیٰ حفاظت کی ہوئی۔

دیکھو! یہ قرآن کریم تیس پارہ کا ہمارے سامنے ہے مگر تم نے اشتہار نما ایک صفحے پر بھی لکھا ہوا دیکھا ہوگا۔ اگرچہ اس کو بغیر خردبین کے کوئی نہیں پڑھ سکتا یا حافظ پڑھ لے گا۔ اسی طرح ایک تختی پر سب کچھ لکھا ہوا ہے۔ فرمایا لَدَيْنَا ہمارے پاس لَعَلِيٌّ البتہ وہ

بلند شان والا ہے۔ حَكِيمٌ حکمت والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کتابیں اور صحیفے نازل ہوئے ہیں وہ سب برحق ہیں مگر سب سے بلند شان والی کتاب یہ قرآن کریم ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں پیغمبر بڑے بلند درجے والے ہیں لیکن حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا درجہ اور مقام سب سے بلند ہے۔ تو فرمایا یہ کتاب بڑی بلند شان اور حکمت و دانائی والی ہے۔

اللہ تعالیٰ مکہ مکرمہ کے باشندوں کو اور ان کے ذریعے سب کو خطاب فرماتے ہیں اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا کیا پس ہم پھیر دیں گے تم سے نصیحت پہلو پھیرتے ہوئے۔ نصیحت کرتے ہوئے کہ ہم تم سے پہلوتہی کریں گے اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ اس لیے کہ تم مسرف قوم ہو یعنی حد سے گزرنے والی قوم ہو۔ تم مانو یا نہ مانو ہم نصیحت کرنے سے پہلوتہی نہیں کریں گے۔ ہم ضرور بیان کریں گے تاکہ کل کو تم یہ عذر نہ کر سکو کہ مَا جَآءَنَا مِنْ ۢبَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ [المائدہ:۱۹] "نہیں آیا ہمارے پاس کوئی خوش خبری دینے والا اور نہ کوئی ڈرانے والا۔" لہٰذا ہمیں کیوں سزا دیتے ہو؟ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّ نَذِيْرٌ "بے شک آیا ہے تمہارے پاس خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا۔" اللہ تعالیٰ کا دستور ہے۔ فرمایا وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا [بنی اسرائیل:۱۵] "اور ہم نہیں سزا دیتے یہاں تک کہ ہم بھیج دیں رسول۔" پھر پیغمبر ان کی قومی زبان میں بھیجے تاکہ وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ان کی زبان اور ہے اور ہماری زبان اور ہے۔ اور زبان کی باریکیوں کو اہل زبان ہی سمجھتے ہیں۔

حضرت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کا سمجھانے کا انداز :

مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ بہترین اور زبردست مقرر تھے۔

جن لوگوں نے ان کو سنا ہے وہ جانتے ہیں۔ اور جنھوں نے نہیں سنا وہ کیا جانیں۔

ایک جگہ تقریر کے لیے کھڑے ہوئے تو لوگوں نے کہا شاہ جی! آج پنجابی میں تقریر کریں۔ آج ہم نے آپ کی تقریر پنجابی زبان میں سننی ہے۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ کوئی پنجابی سمجھتا بھی ہے؟ کہنے لگے ہاں! سمجھتے ہیں۔ فرمایا یہ بتاؤ کہ پنجابی میں بے وقوف کو کیا کہتے ہیں؟ ایک نے کہا بے وقوف کہتے ہیں۔ فرمایا نہیں۔ دوسرے سے پوچھا اس نے کہا للّو کہتے ہیں۔ فرمایا نہیں۔ ایک نے کہا بے سمجھ کہتے ہیں۔ فرمایا نہیں۔ پھر خود فرمایا کہ جھلا یوڑ کہتے ہیں۔ تم تو پنجابی ہو کر بھی پنجابی نہیں جانتے پھر کیوں کہتے ہو کہ میں پنجابی میں تقریر کروں۔ تو ہر زبان کی کچھ خصوصیات ہوتی ہیں جن کو اس زبان کے ماہر لوگ ہی جانتے ہیں۔

تو فرمایا کیا ہم پہلو تہی کریں گے تمھیں نصیحت کرنے سے اس لیے کہ تم اسراف کرنے والے لوگ ہو وَكَمْ أَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ اور کتنے بھیجے ہم نے پیغمبر فِي الْأَوَّلِينَ پہلے لوگوں میں وَمَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اور نہیں آیا ان کے پاس کوئی نبی إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ مگر تھے اس کے ساتھ مذاق کرتے۔ تمام پیغمبروں کے ساتھ مذاق ہوا ہے۔ سورۂ ہود آیت نمبر ۳۸ پارہ ۱۲ میں ہے وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأٌ مِّنْ قَوْمِهِ سَخِرُوا مِنْهُ ''اور جب بھی گزرتا ان کے پاس سے کوئی گروہ ان کی قوم میں سے تو ٹھٹھا کرتے تھے ان کے ساتھ۔'' کوئی کہتا کہ پہلے یہ اپنے آپ کو نبی کہتا تھا اب ترکھان بن گیا ہے۔ کوئی کہتا کہ یہ کشتی کہاں چلائیں گے؟ دوسرا کہتا کہ ہمارے جوہڑ میں چلائیں گے۔ تو فرمایا کہ سارے پیغمبروں کے ساتھ ٹھٹھا کیا گیا۔

فرمایا فَأَهْلَكْنَا أَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا پس ہم نے ہلاک کیا ان میں سے سخت

گرفت کرنے والوں کو۔ ان کو اپنی جماعت اور قوت پر بڑا گھمنڈ تھا اور بڑے سخت گیر تھے مگر ان کو یہ معلوم نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ سخت گیر ہیں وَمَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ اور گزر چکی ہے مثال پہلے لوگوں کی۔ نوح علیہ السلام کی قوم، ہود علیہ السلام کی قوم، صالح علیہ السلام کی قوم، لوط علیہ السلام کی قوم، شعیب علیہ السلام کی قوم اور موسیٰ علیہ السلام کی قوم اور بے شمار قوموں کے واقعات گزر چکے ہیں۔ یہ ضدی لوگ آپ کے ساتھ کیوں الجھتے ہیں؟ کس لیے جھگڑا کرتے ہیں؟ بنیادی باتیں ساری مانتے ہیں شاخوں کے سلسلے میں جھگڑا کرتے ہیں وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ اور البتہ اگر آپ ان مکہ والوں سے پوچھیں مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کس نے پیدا کیا ہے آسمانوں کو اور زمین کو لَيَقُوْلُنَّ تو ضرور کہیں گے خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ پیدا کیا ہے آسمانوں کو اور زمینوں کو غالب نے جاننے والے نے۔

مشرک اللہ تعالیٰ کی ذات کو عزیز بھی مانتے تھے اور علیم بھی مانتے تھے۔ آسمانوں اور زمین کا خالق بھی مانتے تھے۔ اسی سورت کی آیت نمبر ۸۷ میں ہے وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ "اور اگر آپ سوال کریں ان سے کہ کس نے پیدا کیا ہے ان کو لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ تو یقیناً کہیں گے اللہ تعالیٰ نے۔" یہ بھی مشرکوں کا عقیدہ تھا کہ ان کو پیدا کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ ہے۔ او ظالمو! یہ بھی مانتے ہو کہ تمھیں پیدا کرنے والا اللہ، آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے والا اللہ ہے، بارش وہ نازل کرتا ہے، چاند، سورج، ستاروں کو اس نے پیدا کیا ہے۔ جس رب نے یہ سب کچھ کیا ہے وہ تمہارے سر درد کو دور نہیں کر سکتا، پیٹ درد اور گھٹنوں کے درد کو دور نہیں کر سکتا، وہ تمھیں اولاد نہیں دے سکتا؟ اس میں تم اوروں کے محتاج ہو۔ قبروں اور ڈھیریوں میں تلاش کرتے پھر رہے ہو، گنبد تلاش کرتے پھرتے

ہو۔ یہ سارے بڑے بڑے کام جو رب کرتا ہے وہ چھوٹے چھوٹے کام نہیں کر سکتا؟ کچھ تو عقل سے کام لو۔ اَلَّذِیۡ جَعَلَ لَکُمُ الۡاَرۡضَ مَہۡدًا جس نے بنائی ہے تمھارے لیے زمین بچھونا۔ اس پر تم چلتے ہو سوتے ہو۔ اس پر تمہاری بود و باش بھی ہے وَّ جَعَلَ لَکُمۡ فِیۡہَا سُبُلًا اور بنائے اس نے تمہارے لیے اس میں راستے۔ سُبُل سَبِیل کی جمع ہے۔ لَّعَلَّکُمۡ تَہۡتَدُوۡنَ تاکہ تم راہ نمائی حاصل کرو منزل مقصود تک پہنچنے کے لیے گلیوں کے راستے، قصبوں کے راستے، شہروں کے راستے۔ راستوں پر چل کر راہی منزل مقصود تک پہنچتا ہے۔ یہ راستے بھی اللہ تعالیٰ نے بنائے ہیں وَ الَّذِیۡ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ اور وہ ذات ہے جس نے نازل کیا آسمان سے پانی بِقَدَرٍ ایک اندازے کے ساتھ فَاَنۡشَرۡنَا بِہٖ بَلۡدَۃً مَّیۡتًا پس ہم نے زندہ کیا اس کے ذریعے مردہ شہر کو جو بارش نہ ہونے کی وجہ سے مردہ تھا۔

آج سے چند دن پہلے بارش نہ ہونے کی وجہ سے گرمی کی اتنی شدت تھی کہ لوگ توبہ توبہ کر رہے تھے مگر زبانی، عملی توبہ توبہ کرنے والے بہت کم ہوتے ہیں۔ میرے خیال میں عملی توبہ کرنے والا ہزار میں سے کوئی ایک نکل آئے تو بڑی بات ہے۔ زبانی توبہ کا کیا فائدہ؟ کیا تم نے رب تعالیٰ کے جو احکام توڑے ہیں ان کو پورا کیا ہے؟ اور کیا آئندہ کے لیے رب تعالیٰ کے احکامات کے پابند ہو گئے ہو۔ اللہ تعالیٰ کے بندوں پر جو مظالم کیے ہیں کیا ان کی تلافی کی ہے؟ محض زبانی توبہ کا کیا فائدہ؟

مثنوی شریف کا ایک واقعہ :

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی شریف میں ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایک بندے کی چلتے چلتے ایک عورت پر نظر پڑ گئی تو اس کو وعظ و نصیحت کی کہ اے بی بی! کیا تم

کلمہ پڑھتی ہو؟اس نے کہاہاں پڑھتی ہوں۔نماز پڑھتی ہو؟اس نے کہانہیں۔وضو کرتی ہو ؟اس نے کہانہیں۔اس سے وعدہ لیا کہ آئندہ وضو بھی کروگی اور نماز بھی پڑھوگی۔وضواور نماز کا طریقہ بھی بتایا۔تقریباً ایک سال کے بعد اس عنیزہ نامی بی بی! کے علاقے سے گزرے تو اس عورت سے پوچھا کہ کیا وضو کرتی ہو؟اس نے کہاہاں! نماز پڑھتی ہو؟اس نے کہاہاں! پڑھتی ہوں۔وضو کے متعلق یہ بھی کہا کہ وضو آپ نے ایک دفعہ کرادیا تھا اس کے بعد تو میں نے نہیں کیا۔یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد مولانا روم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہماری توبہ بی بی عنیزہ کے وضو کی طرح ہے کہ سال گزر گیا اس کا وضو نہیں ٹوٹا۔یہی حال ہماری توبہ کا ہے۔

تو فرمایا پس ہم زندہ کرتے ہیں اس بارش کے ذریعے مردہ شہر کو كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ اسی طرح تم نکالے جاؤ گے زمین سے۔قیامت کا اثبات ہے کہ جیسے تمہارے سامنے سبزیاں اگتی ہیں، فصلیں اگتی ہیں ایک وقت آئے گا اسی طرح تم زمین سے نکالے جاؤ گے وَالَّذِیْ اور اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا جس نے پیدا فرمائے سب جوڑے۔انسانوں میں جوڑے، حیوانوں میں جوڑے نر مادہ، کیڑے مکوڑوں میں جوڑے۔حتیٰ کہ علم نباتات والوں نے ثابت کیا ہے کہ درختوں میں بھی نر مادہ ہوتے ہیں۔

پاکستان بننے سے پہلے کی بات ہے کہ استاد مولانا عبدالقدیر صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرے ساتھ سفر پر جانا ہے۔میں فکر میں پڑ گیا کہ اگر انکار کرتا ہوں تو استاد ہیں اور اگر جاتا ہوں تو زادِراہ کا مسئلہ ہے کہ میرے پاس خرچہ اور کرایہ وغیرہ نہیں تھا۔خیر میں ان کے ساتھ چلا گیا۔ہندوستان کے ایک ضلع میں ایک بوٹی تھی کہ اگر مرد اس کی طرف

ہاتھ کرتا تو اس کی شاخیں نیچے آجاتیں اور اگر عورت ہاتھ کرتی تو شاخیں اوپر اٹھ جاتیں۔ خدا کی قدرت۔ فرمایا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ اور بنائیں اس نے تمہارے لیے کشتیاں وَالْاَنْعَامِ اور مویشی مَا تَرْكَبُوْنَ جن پر تم سوار ہوتے ہو۔ عرب میں تیز رفتار سواری اونٹ کی تھی اور سمندری سفر کشتیوں کے ذریعے کرتے تھے لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ تاکہ تم سیدھے ہو جاؤ ان کی پشتوں پر ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ پھر یاد کرو اپنے رب کی نعمت کو اِذَا اسْتَوَیْتُمْ عَلَیْهِ جب تم سیدھے ہو کر بیٹھو ان گھوڑوں پر، اونٹوں پر۔ اس وقت پڑھو وَتَقُوْلُوْا اور تم کہو سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ پاک ہے وہ ذات جس نے تابع کیا اس کو ہمارے لیے اور نہیں تھے ہم اس کو قابو کرنے والے۔ گھوڑے کی طاقت دیکھو، اونٹ اور ہاتھی کی طاقت دیکھو کتنی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ان کو انسان کے لیے مسخر کیا ہے ورنہ یہ انسان کے قابو کیسے آسکتے تھے۔

یہ دعا سواری پر سوار ہو کر پڑھنی ہے۔ چاہے سائیکل ہو یا کار ہو چاہے جہاز ہو وَاِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ اس تھوڑے سے سفر کے ساتھ آخرت کا سفر بھی یاد رکھو کہ اس تھوڑے سے سفر کے لیے ہم کرایہ خرچہ ساتھ رکھتے ہیں پھر جتنا سفر لمبا ہوتا ہے اتنا زیادہ خرچہ ساتھ لے جاتے ہیں۔ آخرت کا سفر تو بہت لمبا ہے کیا اس کے لیے بھی کرایہ خرچہ ساتھ رکھتے ہو؟ یا اس کے لیے بھی تیاری کرتے ہو؟ اس کا کرایہ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ ہے۔ قربانی اور فطرانہ ہے فرائض اور واجبات اس کا کرایہ ہیں۔ تو اس سفر کے ساتھ آخرت کے سفر کو بھی یاد کرلو کہ بے شک ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا اور بنایا ہے انھوں نے رب کے لیے اس کے بندوں میں سے حصہ۔ اس کی تفصیل آئے گی کہ

عزیر علیہ السلام کو رب کا بیٹا بنایا عیسیٰ علیہ السلام کو رب کا بیٹا بنایا، فرشتوں کو رب تعالیٰ کی بیٹیاں بنایا۔ بیٹا بیٹی جز ہوتے ہیں اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ بے شک انسان البتہ ناشکری کرنے والا ہے کھلے طور پر۔ رب تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتا۔ رب تعالیٰ کے احکام کا صریح انکار کرتا ہے۔

اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ

بَنٰتٍ وَّ اَصْفٰكُمْ بِالْبَنِيْنَ ﴿١٦﴾ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ﴿١٧﴾ اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ ﴿١٨﴾ وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ؕ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ؕ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْــَٔلُوْنَ ﴿١٩﴾ وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ؕ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۗ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿٢٠﴾ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ ﴿٢١﴾ بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿٢٢﴾ وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ﴿٢٣﴾ قٰلَ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ ؕ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿٢٤﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٢٥﴾ ع

اَمِ اتَّخَذَ کیا بنالی ہیں اس نے مِمَّا یَخْلُقُ اس مخلوق سے جو اس نے پیدا کی ہے بَنٰتٍ بیٹیاں وَّاَصْفٰکُمْ بِالْبَنِیْنَ اور چنا ہے تم کو بیٹوں کے ساتھ وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ اور جس وقت خوش خبری سنائی جاتی ہے ان میں سے کسی ایک کو بِمَا اس چیز کی ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ جو بیان کرتا ہے

رحمان کے لیے مَثَلًا صفت ظَلَّ وَجْهُهٗ ہو جاتا ہے چہرہ اس کا
مُسْوَدًّا سیاہ وَّهُوَ كَظِيْمٌ اور وہ دل میں گھٹ رہا ہوتا ہے اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا
اور کیا وہ جس کی تربیت کی جاتی ہے فِي الْحِلْيَةِ زیور میں وَهُوَ فِي الْخِصَامِ
اور وہ جھگڑا کرنے میں بھی غَيْرُ مُبِيْنٍ بات کھول کر بیان نہیں کر سکتی
وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ اور بنایا انھوں نے فرشتوں کو الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ
وہ جو رحمٰن کے بندے ہیں اِنَاثًا عورتیں اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ کیا وہ حاضر
تھے ان کی پیدائش کے وقت سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ تاکید لکھی جائے گی ان کی
گواہی وَيُسْئَلُوْنَ اور ان سے پوچھا جائے گا وَقَالُوْا اور انھوں نے کہا
لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ اور اگر چاہے رحمان مَا عَبَدْنٰهُمْ نہ عبادت کریں ہم ان
کی مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ نہیں ہے ان کو اس بارے میں کوئی علم اِنْ
هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ نہیں ہیں وہ مگر تخمینے کی باتیں کرتے اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا
کیا ہم نے دی ہے ان کو کوئی کتاب مِّنْ قَبْلِهٖ اس سے پہلے فَهُمْ بِهٖ
مُسْتَمْسِكُوْنَ پس وہ اس کو مضبوطی سے پکڑنے والے ہیں بَلْ قَالُوْٓا بلکہ
انھوں نے کہا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا بے شک ہم نے پایا اپنے باپ دادا کو عَلٰٓى
اُمَّةٍ ایک امت پر وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ اور بے شک ہم ان کے نقش قدم پر
مُّهْتَدُوْنَ راہ پانے والے ہیں وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ
قَبْلِكَ نہیں بھیجا ہم نے آپ سے پہلے فِيْ قَرْيَةٍ کسی بستی میں مِّنْ

نَّذِیۡرٍ کوئی ڈرانے والا اِلَّاقَالَ مُتۡرَفُوۡهَاۤ مگر کہا وہاں کے آسودہ حال لوگوں نے اِنَّاوَجَدۡنَاۤ اٰبَآءَنَا بے شک ہم نے پایا اپنے باپ دادا کو عَلٰۤی اُمَّةٍ ایک امت پر وَّاِنَّاعَلٰۤی اٰثٰرِهِمۡ مُّقۡتَدُوۡنَ اور بے شک ہم ان کے نقش قدم پر ان کی اقتداء کرنے والے ہیں قٰلَ فرمایا پیغمبر نے اَوَلَوۡ جِئۡتُكُمۡ کیا اگرچہ میں لاؤں تمہارے پاس بِاَهۡدٰى زیادہ ہدایت والی چیز مِمَّا اس چیز سے وَجَدۡتُّمۡ عَلَيۡهِ اٰبَآءَكُمۡ جس پر پایا تم نے اپنے باپ دادا کو قَالُوۡۤا انھوں نے کہا اِنَّابِمَاۤ اُرۡسِلۡتُمۡ بِهٖ كٰفِرُوۡنَ بے شک ہم اس چیز کے ساتھ جو تم دے کر بھیجے گئے ہو منکر ہیں فَانۡتَقَمۡنَامِنۡهُمۡ پس ہم نے ان سے انتقام لیا فَانۡظُرۡ پس دیکھ كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الۡمُكَذِّبِيۡنَ کیسا ہوا انجام جھٹلانے والوں کا۔

یہود کا باطل نظریہ اور عقیدہ تھا کہ حضرت عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں وَقَالَتِ الۡيَهُوۡدُ عُزَيۡرُ ۨابۡنُ اللّٰهِ اور نصاریٰ کا باطل نظریہ اور عقیدہ تھا اور ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں وَقَالَتِ النَّصٰرَى الۡمَسِيۡحُ ابۡنُ اللّٰهِ [توبہ:۳۰]

اور مشرکین عرب اور کچھ لوگ یونان میں بھی تھے اور دیگر ملکوں میں بھی تھے جو کہتے تھے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ اس رکوع میں اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخۡلُقُ بَنٰتٍ کیا بنالی ہیں اللہ تعالیٰ نے اس مخلوق میں سے جو اس نے پیدا کی ہے بیٹیاں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے لڑکیاں خاص کی ہیں وَّاَصۡفٰٮكُمۡ بِالۡبَنِيۡنَ اور چنا ہے تم کو بیٹوں کے ساتھ۔ تمھیں چنا ہے لڑکوں

کے لیے۔ تمہارے لیے لڑکے اور اپنے لیے لڑکیاں وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ اور جب خوش خبری دی جاتی ہے ان میں سے کسی ایک کو بِمَا اس چیز کی ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا جو بیان کرتا ہے رحمان کے لیے صفت ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا ہو جاتا ہے اس کا چہرہ سیاہ وَهُوَ كَظِيْمٌ اور اس کا دم گھٹنے لگتا ہے کہ میرے ہاں لڑکی پیدا ہوئی ہے۔

گھر میں بیٹی کا پیدا ہو جانا :

آج بھی دیکھو کہ جس کے گھر لڑکا پیدا ہوتا ہے تو بڑی خوشی مناتے ہیں لڈو تقسیم کرتے ہیں اور اگر لڑکی پیدا ہو تو بتاتے ہوئے شرماتے ہیں۔ پھر بڑے حوصلے اور عقیدے والے وہ ہوتے ہیں جو لڑکی کے پیدا ہونے پر اللہ تعالیٰ پر اعتراض نہ کریں۔ ورنہ کئی لوگ ایسے ہیں کہ لڑکی ہونے پر بیوی کے ساتھ لڑتے ہیں کہ تو نے لڑکی جن دی ہے۔ بھئی! اس میں اس کا کیا دخل ہے؟ اس کے بس میں کیا ہے؟ نہ اس میں کسی مرد کو دخل ہے نہ کسی عورت کو۔ پہلے تم پڑھ چکے ہو سورہ شوریٰ کے آخری رکوع میں يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ''جس کو چاہے بیٹیاں دے جس کو چاہے بیٹے دے اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّ اِنَاثًا اور جس کو چاہے جوڑے دے، لڑکے بھی اور لڑکیاں بھی وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا اور جس کو چاہے بانجھ کر دے، کچھ بھی نہ دے۔'' مخلوق میں سے کسی کا کوئی دخل نہیں ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ لَهٗ اَوْ لِغَيْرِهٖ ''جس آدمی نے دو لڑکیوں کی پرورش کی اس کی اپنی ہوں یا بیگانی، وہ بچیاں بالغ ہو گئیں اور ان کی شادی کر دی گئی تو وہ لڑکیاں قیامت والے دن دوزخ کی آگ سے رکاوٹ ہوں گی۔'' اس کو دوزخ میں نہیں جانے دیں گی۔

تو فرمایا جب خوش خبری دی جاتی ہے ان میں سے کسی ایک کو تو ہو جاتا ہے اس کا چہرہ سیاہ اور اس کا دم گھٹنے لگتا ہے۔

عرب کا ایک مانا ہوا سردار تھا ابو حمزہ اس کی کنیت تھی۔ ہر وقت اس کی مجلس میں دوست احباب بیٹھے رہتے تھے۔ وہ اپنے مقام پر بیٹھا ہوا تھا کہ لونڈی نے آ کر کان میں آہستہ سے کہا کہ سردار جی! تمہارے گھر میں لڑکی ہوئی ہے۔ یہ سنتے ہی اس کا چہرہ اداس اور سیاہ ہو گیا۔ مجلس سے اٹھ کر کہیں چلا گیا اور پھر گھر واپس نہیں آیا۔ اس کی بیوی نے اس کے بارے میں بہت پُر درد قصیدہ کہا:

مالی حمزۃ لا یاتینا قد کان ان لا تلد جنینا تاللہ

ماذاك بایدینا نحن کزرع نبت ما زرعوا فینا

تم اپنے لیے لڑکے پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لیے لڑکیاں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرنا اللہ تعالیٰ کو گالیاں نکالنا ہے۔

حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یَسُبُّنِیْ اِبْنُ اٰدَمَ وَلَمْ یَکُنْ لَهٗ ذٰلِكَ ''آدم کا بیٹا مجھے گالیاں دیتا ہے حالانکہ اس کو یہ حق نہیں پہنچتا۔'' گالی کیا دیتا ہے یَدْعُوْ اِلَیَّ وَلَدًا ''میری طرف اولاد کی نسبت کرتا ہے۔'' تو رب تعالیٰ کے نہ تو بیٹے ہیں نہ بیٹیاں چہ جائیکہ رب تعالیٰ کی طرف بیٹوں کی نسبت کرنا۔

فرمایا اَوَمَنْ یُّنَشَّؤُا فِی الْحِلْیَةِ کیا وہ جس کی تربیت کی جاتی ہے زیورات میں وَهُوَ فِی الْخِصَامِ غَیْرُ مُبِیْنٍ اور وہ جھگڑا کرنے میں بھی بات کھول کر بیان نہیں کر سکتی۔ عورتیں عموماً طبعی طور پر زیورات کو پسند کرتی ہیں اور عورتوں میں شرم و حیا کا مادہ بہ نسبت مردوں کے زیادہ ہوتا ہے اس لیے وہ بعض چیزیں مجلس میں کھل کر بیان نہیں کر

سکتیں۔ بے حیا عورتوں کی بات نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زنا کے سلسلے میں عورت کی گواہی شرعاً مردود ہے چاہے ایک ہو، دو ہوں یا لاکھوں ہوں۔ اس لیے کہ شرم وحیا والی عورت وہ کارروائی جج کے سامنے کھڑے ہو کر بیان نہیں کر سکتی جیسے بلا جھجک مرد بیان کرتے ہیں کہ میں نے اس طرح کرتے دیکھا ہے۔ کیونکہ جو دیکھا ہوتا ہے وہ بیان کرنا ہوتا ہے۔

قتل کے مسئلے پر گواہ بن سکتی ہے۔ شراب نوشی کے سلسلے میں بن سکتی ہے، چوری ڈاکے کے سلسلے میں گواہ بن سکتی ہے۔ تو فرمایا جس کی تربیت زیورات میں ہوئی ہے اور مجلس میں بات کھل کر بیان نہیں کر سکتی ایسی جنس کو رب تعالیٰ کی اولاد بناتے ہو۔ فرمایا وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ اور بنایا انھوں نے فرشتوں کو الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ وہ جو رحمٰن کے بندے ہیں اِنَاثًا عورتیں بنا دیا اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ کیا وہ موجود تھے ان کی پیدائش کے وقت اور دیکھتے تھے کہ فرشتے لڑکیاں ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے خُلِقَتِ الْمَلٰئِكَةُ مِنْ نُّوْرٍ ''فرشتے نور سے پیدا کیے گئے ہیں۔'' اس نور سے جو مخلوق ہے اللہ تعالیٰ کے ذاتی نور سے نہیں۔ جیسے پانی مخلوق ہے، مٹی مخلوق ہے، آگ مخلوق ہے، اسی طرح نور بھی مخلوق ہے۔ اس سے پیدا کیے گئے ہیں۔ فرشتے نہ نر ہیں نہ مادہ ہیں نہ انسانی جنسی خواہشات ان میں ہیں، نہ کھانے کی، نہ پینے کی، نہ سونے کی۔ ان کی خوراک ہے سُبْحَانَ اللهِ وَ بِحَمْدِهٖ وہ ہر وقت رب تعالیٰ کی حمد وثنا میں مصروف رہتے ہیں۔ اور ان ظالموں نے فرشتوں کو جو رب تعالیٰ کے بندے ہیں عورتیں بنا دیا ہے۔ کیا یہ ان کی پیدائش کے وقت موجود تھے؟ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ بتا کید ان کی گواہی لکھی جائے گی وَيُسْئَلُوْنَ اور ان سے پوچھا جائے گا کہ کیسے اور کیوں تم نے فرشتوں کو رب تعالیٰ کی

بیٹیاں بنادیا۔

کافروں کا اور شوشہ سنو! وَقَالُوْا اور کہا انھوں نے لَوْشَآءَالرَّحْمٰنُ اگر چاہے رحمان مَاعَبَدْنٰهُمْ ہم ان کی عبادت نہ کریں۔ غیر اللہ کی عبادت رب ہم سے کرواتا ہے تو ہم کرتے ہیں۔ کافروں کا شوشہ دیکھو! کہتے ہیں کہ چاند، سورج، ستاروں، جن، فرشتوں غیر اللہ کی عبادت ممنوع ہے تو رب تعالیٰ ہمیں روکتا کیوں نہیں؟

اس مقام پر رب تعالیٰ نے تفصیل بیان نہیں فرمائی۔ دوسرے مقام پر تفصیل بیان فرمائی ہے۔ فرمایا وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا "اور کہا ان لوگوں نے جنھوں نے شرک کیا لَوْشَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو نہ عبادت کرتے ہم اس کے سوا کسی چیز کی نَحْنُ وَلَآ اٰبَآءُنَا نہ ہم اور نہ ہمارے باپ دادا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ اور نہ ہم حرام قرار دیتے کسی چیز کو كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ اسی طرح کیا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے گزرے ہیں۔" مطلب ان کا یہ ہے کہ ہم اپنی مرضی کے ساتھ کسی چیز کو حرام نہیں ٹھہراتے اور نہ ہم اپنی مرضی سے کسی کی عبادت کرتے ہیں رب ہی کراتا ہے جو ہم کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پہلے لوگوں نے بھی اسی طرح کی باتیں کی تھیں۔

آگے جواب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو روکا ہے کیسے کہتے ہو نہیں روکا فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ "پس نہیں ہے رسولوں کے ذمے مگر کھول کر بیان کر دینا وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے ہر امت میں ایک رسول اور اس سے کہا گیا کہ لوگوں کو کہیں اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ کہ عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ اور بچو کفر و شرک سے۔" تو پیغمبروں کے ذریعے رب تعالیٰ نے

روکا ہے کہ نہیں روکا؟ اور ایک روکنا اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اندر سے کفر وشرک کرنے کی قوت سلب کر لے اور تمہارے اندر کفر وشرک کرنے کی طاقت ہی نہ ہو۔ پھر تو انسان نہ رہے فرشتے بن گئے کہ فرشتوں میں برائی کی طاقت ہی نہیں ہے۔ انسان میں اللہ تعالیٰ نے نیکی کی قوت بھی رکھی ہے اور بدی کی قوت بھی رکھی ہے پھر اختیار دیا ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ [سورۃ الکہف] ''اپنی مرضی سے جو چاہے ایمان لائے اور اپنی مرضی سے جو چاہے کفر اختیار کرے۔'' تو یہ کس طرح کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں نہیں روکا۔

تو کہتے ہیں اگر چاہے رحمان تو ہم نہ عبادت کریں ان کی۔ فرمایا مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ نہیں ہے ان کو اس بارے میں کچھ علم اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ نہیں ہیں وہ مگر تخمینے کی باتیں کرتے ہیں (یعنی گمان کے تیر تکّے چلا رہے ہیں) اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا کیا ہم نے ان کو کوئی کتاب دی ہے مِّنْ قَبْلِهٖ اس قرآن سے پہلے فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ پس وہ اس کو مضبوطی کے ساتھ پکڑنے والے ہیں اور اس کتاب میں یہ لکھا ہوا ہو کہ فرشتے رب تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اور اس میں لکھا ہوا ہو کہ فرشتے عورتیں ہیں۔ ہے کوئی ان کے پاس ایسی کتاب؟ بَلْ قَالُوْٓا بلکہ انھوں نے کہا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ بے شک پایا ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک امت پر، ایک راستے پر وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ اور بے شک ہم ان کے نقش قدم پر راہ پانے والے ہیں، ہم ان کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ ہماری بڑی دلیل یہ ہے کہ ہمارے باپ دادا اسی طرح کرتے تھے۔ اس کو کہتے ہیں تقلید باطل۔ یہ کفر بھی ہے اور شرک بھی ہے اور مذموم بھی ہے۔ اس تقلید کی جتنی تردید کی جائے بجا ہے کہ ایک طرف رب تعالیٰ کا حکم ہے، آنحضرت ﷺ کا

حکم ہے اور اس کے مدمقابل باپ دادا کی تقلید ہے۔

تقلید کن مسائل میں ہے ؟

پہلے بھی بیان ہو چکا ہے کہ اہل حق جو تقلید کرتے ہیں حاشا وکلا وہ یہ تقلید نہیں ہے۔ وہ کون سی تقلید کرتے ہیں سمجھ لیں۔ ایسا مسئلہ کہ جس کا حکم قرآن کریم میں نہ ہو، حدیث شریف میں بھی نہ ملے، خلفائے راشدین سے بھی نہ ملے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اس مسئلے کی وضاحت نہ فرمائی ہو تو پھر اماموں میں سے کسی ایک کی بات کو مانتے ہیں اس نظریہ کے تحت کہ امام معصوم نہیں ہے۔ امام کو مجتہد سمجھتے ہیں اور مجتہد سے غلطی بھی ہوتی ہے۔ بعض لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ مقلد، امام کو نبی کی گدی پر بٹھاتے ہیں۔ یہ بڑی سخت غلطی ہے۔ کوئی مقلد امام کو نبی کی گدی پر نہیں بٹھاتا کیونکہ نبی تو معصوم ہے اور کوئی مقلد اپنے امام کو معصوم نہیں سمجھتا۔

اسی لیے تو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیعہ کافر ہیں کہ وہ اپنے اماموں کو معصوم سمجھتے ہیں، تحریف قرآن کے قائل ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تکفیر کرتے ہیں۔ تو ایسی تقلید جو حق کے خلاف ہو یہ کافرانہ حرکت ہے اور یہاں اسی کا ذکر ہے کہ ہم تو اپنے باپ دادا کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ نہیں بھیجا ہم نے آپ سے پہلے فِىْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ مگر کہا وہاں کے آسودہ حال لوگوں نے اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ بے شک پایا ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقہ پر وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ اور بے شک ہم ان کے نقش قدم پر ان کی اقتداء کرنے والے ہیں۔ تمہارے پیچھے نہیں

چلیں گے قُلْ فرمایا اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ کیا اور اگر چہ لاؤں میں تمہارے پاس بِاَهْدٰى زیادہ ہدایت والی چیز مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ ؕ اس چیز سے جس پر پایا تم نے اپنے باپ دادا کو۔ یعنی اگر دلائل سے ثابت ہو جائے کہ میری بات زیادہ ہدایت والی ہے اس سے جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔ کیا پھر بھی نہیں مانو گے قَالُوْٓا انھوں نے کہا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ بے شک ہم اس چیز کا جو تم دے کر بھیجے گئے ہو منکر ہیں نہیں مانتے۔ اب اس ضد کا کیا علاج ہے؟ ان کو تو چاہیے تھا کہتے ٹھیک ہے دلیل سے ثابت کر دو کہ جو چیز تم پیش کرتے ہو وہ زیادہ ہدایت پر مشتمل ہے تو ہم مان لیں گے۔ مگر انھوں نے صاف کہہ دیا کہ جو تم دے کر بھیجے گئے ہو ہم اس کے منکر ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ پس ہم نے ان سے انتقام لیا۔ کسی کو پانی میں ڈبویا، کسی پر زلزلہ نازل کیا، کسی پر پتھر برسائے، کسی کو زمین میں دھنسا دیا، طرح طرح کے عذاب قرآن میں مذکور ہیں فَانْظُرْ پس دیکھ اے مخاطب! كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ کیسا انجام ہوا جھٹلانے والوں کا۔ اللہ تعالیٰ حق کی تردید سے بچائے اور حق والوں کا ساتھ نصیب فرمائے۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ وَقَوْمِهٖۤ اِنَّنِیْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَۙ(۲۶) اِلَّا الَّذِیْ فَطَرَنِیْ فَاِنَّهٗ سَیَهْدِیْنِ(۲۷) وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِیَةً فِیْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ(۲۸) بَلْ مَتَّعْتُ هٰۤؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِیْنٌ(۲۹) وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ(۳۰) وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ(۳۱) اَهُمْ یَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَهُمْ مَّعِیْشَتَهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِیًّاؕ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ(۳۲) وَلَوْلَاۤ اَنْ یَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ یَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُیُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَیْهَا یَظْهَرُوْنَۙ(۳۳) وَلِبُیُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَیْهَا یَتَّكِـٴُـوْنَۙ(۳۴) وَزُخْرُفًاؕ وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَاؕ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِیْنَ(۳۵)ع

وَاِذْ اور جس وقت قَالَ اِبْرٰهِیْمُ کہا ابراہیم علیہ السلام نے لِاَبِیْهِ اپنے باپ کو وَقَوْمِهٖۤ اور اپنی قوم کو اِنَّنِیْ بَرَآءٌ بے شک میں بے زار ہوں مِّمَّا ان چیزوں سے تَعْبُدُوْنَ جن کی تم عبادت کرتے ہو اِلَّا الَّذِیْ مگر وہ ذات فَطَرَنِیْ جس نے مجھے پیدا کیا ہے فَاِنَّهٗ سَیَهْدِیْنِ پس بے شک وہی میری راہ نمائی کرتا ہے وَجَعَلَهَا كَلِمَةً اور بنایا اس کو ایک کلمہ بَاقِیَةً باقی رہنے والا فِیْ عَقِبِهٖ اپنی اولاد میں لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ

تاکہ وہ لوٹ آئیں بَلْ مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَآءِ بلکہ میں نے فائدہ دیا ان لوگوں کو وَاٰبَآءَهُمْ اور ان کے باپ دادوں کو حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ یہاں تک کہ آ گیا ان کے پاس حق وَرَسُوْلٌ مُّبِیْنٌ اور رسول کھول کر بیان کرنے والا وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ اور جس وقت آ گیا ان کے پاس حق قَالُوْا کہا انھوں نے هٰذَا سِحْرٌ یہ جادو ہے وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ اور بے شک ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں وَقَالُوْا اور کہا انھوں نے لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ کیوں نہیں اتارا گیا یہ قرآن عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ کسی بڑے آدمی پر دو بستیوں میں سے اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ کیا یہ تقسیم کرتے ہیں رَحْمَتَ رَبِّكَ آپ کے رب کی رحمت کو نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ ہم نے تقسیم کی ہے ان کے درمیان روزی فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی میں وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ اور بلند کیا ہم نے ان کے بعض کو فَوْقَ بَعْضٍ بعض پر دَرَجٰتٍ درجوں پر لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا تاکہ بنائیں ان میں سے بعض بعض کو سُخْرِيًّا تابع (خدمت گزار) وَرَحْمَتُ رَبِّكَ اور آپ کے رب کی رحمت خَيْرٌ بہت بہتر ہے مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ اس چیز سے جس کو یہ اکٹھا کرتے ہیں وَلَوْلَآ اور اگر یہ بات نہ ہوتی اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً کہ ہو جائیں گے لوگ ایک ہی گروہ لَّجَعَلْنَا البتہ ہم بناتے لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ اس کے لیے جو انکار کرتا تھا رحمان کا لِبُيُوْتِهِمْ ان

کے گھروں کے لیے سُقُفًا چھتیں مِّنْ فِضَّةٍ چاندی کی وَّمَعَارِجَ اور سیڑھیاں عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ جن پر وہ چڑھتے ہیں وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا اوران کے گھروں کے دروازے وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ اور تخت جن پر وہ ٹیک لگا کر بیٹھتے ہیں وَزُخْرُفًا اور سونے کی وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ اور نہیں ہیں یہ سب چیزیں لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مگر فائدہ دنیا کی زندگی کا وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ اور آخرت آپ کے رب کے ہاں لِلْمُتَّقِيْنَ پرہیزگاروں کے لیے ہے۔

ربط آیات :

کل کے درس اور سبق میں تم نے پڑھا کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے اور خاص طور پر آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی نے مشرکین کو حق کے قبول کرنے کی دعوت دی تو اس کے جواب میں انہوں نے کہا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ”بے شک ہم نے پایا اپنے باپ دادا کو ایک مسلک پر اور بے شک ہم ان کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں۔“ آپ ﷺ کے کہنے پر ہم نے اپنے آباؤ اجداد کا طریقہ نہیں چھوڑنا۔ پھر مشرکین مکہ کا یہ بھی دعویٰ تھا کہ ہم ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ تو اپنے عقیدے کی کڑی ان کے ساتھ ملاتے تھے تو اس سے وہ یہ ظاہر کرتے تھے کہ ان کا بھی یہی عقیدہ تھا جو ہمارا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام کا یہ عقیدہ نہیں تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کان کھول کر سن لو وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ اور جس وقت فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖٓ اپنے باپ کو جس کا نام آزر تھا جیسا کہ سورۃ

الانعام ساتویں پارے میں ہے اِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ ''جب کہا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر کو۔'' اور اپنی قوم کو بھی کہا اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ بے شک میں بے زار ہوں ان سے جن کی تم عبادت کرتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا۔ ابراہیم علیہ السلام نے تو اپنے والد اور اپنی قوم کی عقیدے کی وجہ سے مخالفت کی اور تم اپنے باپ دادا کے شرکیہ عقیدے کی ڈگر پر چلتے ہو اور ابراہیمی ہونے کا دعویٰ کرتے ہو۔ تمہارا ان کے ساتھ کیا جوڑ ہے؟ تمہاری باتوں کا کوئی ربط اور جوڑ نہیں ہے۔ فرمایا اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ مگر وہ ذات جس نے مجھے پیدا کیا ہے میں صرف اس کی عبادت کرتا ہوں اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں کروں گا فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ بے شک وہی میری راہ نمائی کرتا ہے۔ اس نے مجھے نبوت دی، ہدایت دی اس کے بڑے انعامات اور احسانات ہیں میں اسی رب کو مانتا ہوں باقی سب سے بے زار ہوں وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ اور بنایا ابراہیم نے اس کو ایک کلمہ باقی رہنے والا اپنی اولاد میں کہ باپ دادا کی غلط بات نہ ماننا صاف لفظوں میں کہہ دینا ہم بے زار ہیں ان سے جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ اور تم ابراہیمی ہونے کا دعویٰ کرتے ہو اور ان کی باتیں ماننے کے لیے تیار نہیں ہو انھوں نے تو باپ دادا کی غلط باتوں کو تسلیم نہیں کیا اور منہ پر ان کی تردید کی۔ اپنے باپ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا يٰٓاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ [مریم: ۴۴] ''اے میرے باپ نہ عبادت کر تو شیطان کی۔'' میرے ابا جی! تم شیطان کی عبادت نہ کرو۔ اور تم کہتے ہو کہ ہم نے اپنے باپ دادا کا راستہ نہیں چھوڑنا۔ تو کوئی جوڑ ہے ابراہیمی کہلانے کا؟ اور کیا (بنایا) اس کو ایک ایسی بات جو باقی رہنے والی تھی ان کی اولاد میں۔ یہ بات اس واسطے چھوڑی ہے لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ تاکہ وہ لوٹ آئیں کفر و شرک سے جن کی یہ عبادت کرتے ہیں۔ انھوں نے

ان کو کیا دیا ہے بَلْ مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں بلکہ ہم نے فائدہ دیا ان لوگوں کو اور ان کے باپ دادوں کو۔ نہ لات نے دیا، نہ منات نے دیا، نہ عزّیٰ نے دیا، نہ اور بتوں نے، نہ چاند، سورج، ستاروں نے، کسی نے ان کو کچھ نہیں دیا، سب فائدہ میں نے دیا ہے حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ یہاں تک کہ آگیا ان کے پاس حق وَ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ اور رسول جو کھول کر بیان کرتا ہے حقیقت کو، حضرت محمد رسول اللہ ﷺ۔ اور یہ کافر ایسے ظالم ہیں وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ اور جب آگیا ان کے پاس حق قَالُوْا کہنے لگے هٰذَا سِحْرٌ یہ جادو ہے وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ اور بے شک ہم اس کے منکر ہیں نہیں مانتے۔ چونکہ عربی تھے قرآن پاک سے متاثر ہوتے تھے مگر کہتے تھے کہ یہ اثر اس کے حق ہونے کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ جادو ہونے کی وجہ سے ہے۔ چاند کو دو ٹکڑے ہوتے آنکھوں سے دیکھا اور کہا کہ هٰذَا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ "یہ جادو ہے جو مسلسل چلا آرہا ہے۔" معجزے کو جادو کہہ کر ٹال دیا وَقَالُوْا اور کہا ان لوگوں نے لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ کیوں نہیں اتارا گیا یہ قرآن عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ دو بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر۔

دو بستیوں سے مراد مکہ اور طائف ہے۔ اس وقت جدے کا وجود نہیں تھا مکہ مکرمہ اور طائف بڑے شہر تھے۔ مکہ مکرمہ میں مالی لحاظ سے اور برادری کے لحاظ سے ولید بن مغیرہ بڑا آدمی تھا اور طائف میں عروہ بن مسعود ثقفی بڑا آدمی تھا چودھری اور سردار تھا۔ مکہ میں ولید بن مغیرہ نظر نہیں آیا اور طائف میں عروہ بن مسعود ثقفی نظر نہیں آیا۔ ان میں سے کسی ایک پر قرآن کیوں نہیں اتارا گیا۔ اس کا جواب رب تعالیٰ نے دیا اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ کیا یہ تقسیم کرتے ہیں آپ کے رب کی رحمت کو۔ کیا ان کی مرضی کے

مطابق ہم نے نبی بنانا ہے اور وحی اتارنا ہے۔ قرآن ان کی مرضی کے مطابق اتارنا ہے
نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ ہم ہی نے تقسیم کی ہے ان کے درمیان روزی فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی میں۔ حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا
اِنَّ اللّٰهَ قَسَمَ بَيْنَهُمْ اَخْلَاقَكُمْ كَمَا قَسَمَ بَيْنَكُمْ اَرْزَاقَكُمْ '' بے شک اللہ تعالیٰ نے تقسیم کیے ہیں تمہارے درمیان اخلاق جیسا کہ اس نے تمہارے درمیان رزق تقسیم کیے ہیں۔'' تمہارے مزاج اور طبیعتیں اللہ تعالیٰ نے بنائی ہیں۔ کسی کی نرم اور کسی کی سخت، کسی کی طبیعت کوئی نہیں بدل سکتا۔ مثلاً ایک آدمی کا مزاج سخت ہے تو اس کا بدلنا اس کے بس میں نہیں ہے وہ سخت ہی رہے گا۔ مگر وہ اپنی سختی کو کفر کے خلاف استعمال کرے، برائی کے خلاف استعمال کرے، شیطان کے خلاف استعمال کرے۔ اس سے تم یہ مطالبہ نہ کرو کہ نرم ہو جا۔ وہ کیسے نرم ہو جائے رب تعالیٰ نے اس کو سخت بنایا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مزاج میں سختی تھی۔ وہ سختی کو نہیں بدل سکتے تھے مگر انھوں نے اس سختی کو حق کے لیے استعمال کیا
اَشَدُّهُمْ فِيْ اَمْرِ اللّٰهِ عُمَرُ '' عمر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں دین کے معاملہ میں سب سے زیادہ سخت تھے۔'' تو ان کی سختی حق کے لیے تھی، دین کے لیے تھی، مزاج کسی کا بدلنا صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صفت بیان فرمائی ہے
اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ '' وہ کافروں پر سخت آپس میں مہربان ہیں۔'' شیطان کے مقابلے میں سختی کرو، رب تعالیٰ کے احکام پر سختی کے ساتھ قائم رہو۔

- تو فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان مزاج خود تقسیم کیے ہیں جیسا کہ اس نے تمہارے درمیان رزق تقسیم کیے ہیں۔ رزق دیتا بھی وہی ہے اور تقسیم بھی وہی کرتا ہے اور کوئی نہیں ہے۔ وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ اور ہم نے بلند کیا ان کے بعض کو

بعض پر دَرَجٰتٍ درجات کے اعتبار سے۔ کسی کو شکل عمدہ دی، کسی کو قد، کسی کو مال، کسی کو اولاد، کسی کو ویسے ترقی دی ہے۔ رب تعالیٰ نے سب کو ایک جیسا نہیں بنایا بعض کو بعض پر فوقیت دی ہے لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا۔

تسخیر کا معنٰی :

سُخْرِيًّا تسخیر سے ہے۔ تسخیر کا معنٰی ہے تابع کرنا بعض کو بعض پر۔ اللہ تعالیٰ نے فضیلت دی ہے تاکہ بعض بعض کو تابع بنائیں۔ وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کو پیسے دیئے ہیں دوسرے کو نہیں دیئے۔ اب یہ کارخانہ بنانا چاہتا ہے تو یہ پیسے لگائے گا دوسرا مزدوری کرے گا۔ خود کام نہیں کر سکتا پیسوں کو چاٹنے سے تو کارخانہ نہیں بن جائے گا، مکان نہیں بن جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کا نظام ہی ایسا بنایا ہے کہ ایک کو پیسے دیئے ہیں دوسرے کو قوت بدنی دی ہے تاکہ دنیا کا نظام چلتا رہے۔ اگر یہ غریب لوگ دنیا میں نہ ہوں تو نظام چل ہی نہیں سکتا۔ کوئی پانڈی (قلی) بنے گا کوئی مکان بنائے گا، کوئی کارخانہ بنائے گا، کوئی سامان اٹھا کر لائے گا، لے جائے گا یہ اللہ تعالیٰ کا نظام ہے۔

دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ سُخْرِيًّا مَسخِرَہ سے ہے تسخیر سے نہیں ہے۔ تو معنٰی ہوگا کہ ہم نے بعض کو بعض پر بلند کیا ہے درجات میں تاکہ بعض بعض کا مسخرہ کریں، ٹھٹھا کریں۔ جن کے درجات بلند ہیں وہ شرارت کرتے ہیں دوسروں کے ساتھ ٹھٹھا کرتے ہیں کہ میں خوب صورت ہوں تو بدصورت ہے، میں بلند قد ہوں تو پست قد ہے، میں موٹا ہوں تو پتلا ہے، میں گورا ہوں تو کالا ہے، میں امیر ہوں تو غریب ہے۔ دنیا میں دونوں باتیں چلتی ہیں تابعداری کرنے والے بھی ہیں اور مذاق اڑانے والے بھی ہیں۔

چھبیسویں پارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ

قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ ''اے ایمان والو! نہ ٹھٹھا کرے کوئی قوم دوسری قوم کے ساتھ عَسٰی اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْھُمْ [الحجرات:۱۱] ''شاید کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔'' اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کے ساتھ ٹھٹھا کریں شاید کہ وہ ان سے بہتر ہوں جن کے ساتھ ٹھٹھا کر رہی ہیں۔ اسی لیے حدیث پاک میں آتا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَایَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ ''بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری شکلوں کو نہیں دیکھتا وہ تو تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے، نیتوں کو دیکھتا ہے دل کس کا اچھا ہے۔ ایک آدمی بڑا خوب صورت ہے اور ہے دوزخ کا ایندھن ابولہب کی طرح۔ بھئی! اس حسن کا کیا فائدہ ہے اس کو؟ اور دوسرا کالے رنگ کا غلام ہے اور ہے جنت کا وارث۔ حضرت بلال بن رباح حبشی رضی اللہ عنہ کی طرح۔ تو یہ کالا رنگ اس سے کتنا اعلیٰ ہے۔

فرمایا وَرَحْمَتُ رَبِّکَ خَیْرٌ اور آپ کے رب کی رحمت بہت بہتر ہے مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ اس چیز سے جس کو وہ جمع کرتے ہیں۔ یہ مال و دولت، سونا چاندی، زمینیں اور کارخانے یہ دنیا کی چیزیں ہیں اس کے مقابلے میں رب تعالیٰ کی رحمت جو مومنوں کو ملے گی وہ بہت بہتر ہے کیونکہ دنیا کی چیزیں دنیا میں رہ جائیں گی ساتھ ایمان اور اعمال صالح جائیں گے، اخلاق حسنہ ساتھ جائیں گے اور ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی سنور جائے گی۔ اگلی بات ذرا توجہ کے ساتھ سمجھ لینا۔

اللہ تعالیٰ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہمارے ہاں سونے چاندی کی کوئی قدر نہیں ہے اگر ایک بات نہ ہوتی تو ہم یہ سارا سونا چاندی کافروں کو دے دیتے۔ ان کے مکانوں کی چھتیں اور سیڑھیاں سونے چاندی کی ہوتیں اور دروازے سونے کے ہوتے، کرسیاں سونے کی ہوتیں مگر ایک وجہ سے یہ سارا کافروں کو نہیں دیا۔ وہ وجہ کیا ہے؟ اگر یہ سارا کچھ

کافروں کو دے دیتے تو نادان لوگ یہ سمجھتے کہ یہ رب کے بڑے پیارے ہیں اور مقبول ہیں کہ کوٹھیاں سونے چاندی کی ہیں، دروازے اور کرسیاں، سونے چاندی کی ہیں اور وہ بھی کافر ہو جاتے۔ اگر یہ خدشہ نہ ہوتا تو ہم سارا کچھ کافروں کو دے دیتے کسی مسلمان کو کچھ نہ دیتے۔

قارون کا انجام :

قارون کے واقعے میں تم پڑھ چکے ہو کہ ایک دن وہ بڑے ٹھاٹ باٹ کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہو کر نکلا۔ اس کے گھوڑے کا زین بھی سونے کا تھا اور لگام بھی۔ آگے پیچھے نوکر تھے۔ کچھ لوگوں کے منہ میں پانی آ گیا۔ کہنے لگے یٰلَیْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ قَارُوْنُ اِنَّه لَذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ [القصص:۷۹] ''کاش کہ ہمارے لیے بھی وہی کچھ ہوتا جو قارون کو دیا گیا ہے بے شک وہ البتہ بڑی خوش قسمتی والا ہے۔'' کچھ اللہ والے بھی پاس تھے انھوں نے کہا اس طرح نہ کہو دیکھنا اس کا حشر کیا ہوتا ہے؟ پھر جب اللہ تعالیٰ نے قارون کو اس کی دولت سمیت زمین میں دھنسا دیا تو کہتے کہ رب تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہمیں اس کی طرح دولت نہیں ملی ورنہ ہم بھی زمین میں دھنسا دیئے جاتے۔ یہ ان لوگوں نے کہا جنھوں نے آرزو کی تھی کہ ہمیں بھی قارون جیسی دولت مل جاتی رب کا شکر ہے کہ ہمیں نہیں ملی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَوْلَآ اور اگر نہ ہوتی یہ بات اَنْ یَّكُوْنَ النَّاسُ کہ ہو جائیں گے لوگ اُمَّةً وَّاحِدَةً ایک ہی گروہ کہ سب کافر ہو جائیں گے لَّجَعَلْنَا البتہ ہم بناتے لِمَنْ یَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ ان لوگوں کے لیے جو کفر کرتے ہیں رحمان کا۔ جو رحمان کے احکام کے منکر ہیں لِبُیُوْتِهِمْ سُقُفًا۔ بُیُوْتٌ بَیْتٌ کی جمع ہے

بمعنیٰ گھر۔ سُقُفًا سَقْفٌ کی جمع ہے بمعنیٰ چھت۔ان کے گھروں کی چھتیں مِّنْ فِضَّةٍ چاندی سے وَّمَعَارِجَ اس کا مفرد مِعْرَجٌ بھی آتا ہے میم کے کسرے کے ساتھ اور مَعْرَجٌ بھی آتا ہے میم کے فتح کے ساتھ۔سیڑھی کو کہتے ہیں۔معارج کا معنیٰ ہوگا سیڑھیاں، سیڑھیاں بھی چاندی کی عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ جن پر وہ چڑھتے ہیں جن کے ذریعے وہ اوپر والی منزل اور چھت پر جاتے ہیں وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا اور ان کے گھروں کے دروازے وَّسُرُرًا سَرِيْرٌ کی جمع ہے کرسیاں۔اور کرسیاں عَلَيْهَا يَتَّكِئُوْنَ جن پر ٹیک لگا کر بیٹھتے ہیں سب چاندی کے ہوتے وَزُخْرُفًا اور سونے کی بھی ہوتیں۔ یہ سب کچھ ان کو دے دیتے اگر یہ خدشہ نہ ہوتا کہ سب کافر ہو جائیں گے۔غلط نتیجہ اخذ کر کے کہ رب ان پر راضی ہے تب سب کچھ ان کو دے دیا ہے۔فرمایا وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ اور نہیں ہیں یہ سب چیزیں لَمَّا بمعنیٰ اِلَّا ہے مگر مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی کا فائدہ، دنیا کی زندگی کا سامان۔دنیا کی زندگی کتنی ہوگی؟ دس دن، دس سال، بیس سال، پچاس سال، سو سال آخر موت ہے۔اور یہ سونا چاندی کافروں کے کام نہیں آئے گا آخرت میں وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ اور آخرت آپ کے رب کے ہاں پرہیز گاروں کے لیے ہے۔اور اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے اور دنیا کی زندگی بالکل فانی ہے۔افسانے اور کہانی کے سوا کچھ نہیں ہے۔رب تعالیٰ سب کو حقیقت سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

وَمَنْ یَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَیِّضْ لَهٗ شَیْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِیْنٌ ﴿۳۶﴾ وَاِنَّهُمْ لَیَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِیْلِ وَیَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۷﴾ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَنَا قَالَ یٰلَیْتَ بَیْنِیْ وَبَیْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَیْنِ فَبِئْسَ الْقَرِیْنُ ﴿۳۸﴾ وَلَنْ یَّنْفَعَكُمُ الْیَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِی الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۹﴾ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِی الْعُمْیَ وَمَنْ كَانَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۴۰﴾ فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ﴿۴۱﴾ اَوْ نُرِیَنَّكَ الَّذِیْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَیْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِیْۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۴۳﴾ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ وَسَوْفَ تُسْــٴَـلُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَسْــٴَـلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَاۤ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً یُّعْبَدُوْنَ ﴿۴۵﴾ ع ۱۰

وَمَنْ یَّعْشُ اور جو شخص اعراض کرتا ہے عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ رحمان کے ذکر سے نُقَیِّضْ لَهٗ شَیْطٰنًا ہم مقرر کرتے ہیں اس کے لیے شیطان کو فَهُوَ لَهٗ قَرِیْنٌ پس وہ شیطان اس کا ساتھی ہو جاتا ہے وَاِنَّهُمْ اور بے شک وہ (شیاطین) لَیَصُدُّوْنَهُمْ البتہ وہ روکتے ہیں ان کو عَنِ السَّبِیْلِ سیدھے راستے سے وَیَحْسَبُوْنَ اور وہ خیال کرتے ہیں اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ بے شک وہ ہدایت یافتہ ہیں حَتّٰۤى اِذَا جَآءَنَا یہاں تک کہ جس وقت وہ آئے گا ہمارے پاس قَالَ کہے گا یٰلَیْتَ اے افسوس بَیْنِیْ وَبَیْنَكَ

میرے اور تیرے درمیان بُعۡدَ الۡمَشۡرِقَيۡنِ دو مشرقوں کی دوری ہو فَبِئۡسَ الۡقَرِيۡنُ پس بہت ہی برا ساتھی ہے وَلَنۡ يَّنۡفَعَكُمُ الۡيَوۡمَ اور وہ ہرگز نفع نہیں دے گا تم کو آج کے دن اِذۡ ظَّلَمۡتُمۡ جس وقت تم نے ظلم کیا اَنَّكُمۡ بے شک تم فِى الۡعَذَابِ مُشۡتَرِكُوۡنَ عذاب میں شریک ہو اَفَاَنۡتَ کیا پس آپ تُسۡمِعُ الصُّمَّ سنا سکتے ہیں بہروں کو اَوۡ تَهۡدِى الۡعُمۡىَ یا آپ ہدایت دے سکتے ہیں اندھوں کو وَمَنۡ كَانَ فِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ اور ان کو جو کھلی گمراہی میں ہیں فَاِمَّا نَذۡهَبَنَّ بِكَ پس اگر ہم لے جائیں آپ کو فَاِنَّا مِنۡهُمۡ مُّنۡتَقِمُوۡنَ پس بے شک ہم ان سے انتقام لینے والے ہیں اَوۡ نُرِيَنَّكَ الَّذِىۡ یا ہم آپ کو دکھا دیں وہ چیز وَعَدۡنٰهُمۡ جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے فَاِنَّا عَلَيۡهِمۡ مُّقۡتَدِرُوۡنَ پس بے شک ہم ان پر قادر ہیں فَاسۡتَمۡسِكۡ پس مضبوطی کے ساتھ پکڑیں بِالَّذِىۡۤ اس چیز کو اُوۡحِىَ اِلَيۡكَ جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ بے شک آپ سیدھے راستے پر ہیں وَاِنَّهٗ اور بے شک یہ قرآن لَذِكۡرٌ لَّكَ البتہ نصیحت ہے آپ کے لیے وَلِقَوۡمِكَ اور آپ کی قوم کے لیے وَسَوۡفَ تُسۡـَٔلُوۡنَ اور عن قریب آپ سے سوال کیا جائے گا وَسۡـَٔلۡ اور آپ سوال کریں مَنۡ اَرۡسَلۡنَا ان سے جن کو ہم نے بھیجا ہے مِنۡ قَبۡلِكَ آپ سے پہلے مِنۡ رُّسُلِنَاۤ اپنے رسولوں میں سے اَجَعَلۡنَا کیا ہم نے بنائے ہیں

مِنۡ دُوۡنِ الرَّحۡمٰنِ رحمان کے نیچے اٰلِهَةً معبود یُّعۡبَدُوۡنَ جن کی عبادت کی جائے۔

انسان کے دل کی مثال مکان کی سی ہے۔ بنے ہوئے مکان میں لوگ رہتے ہوں تو وہ صاف ستھرا ہوتا ہے اور اگر کوئی نہ رہتا ہو تو پھر وہ محض کھنڈر اور کوڑا کرکٹ کا گھر ہوتا ہے اور وہاں کتے بلے ڈیرا لگا لیتے ہیں۔ اسی طرح اگر انسان کے دل میں رحمان کو نہ بسایا گیا تو پھر شیطان آبسے گا مکان تو خالی نہیں رہتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَنۡ یَّعۡشُ عَنۡ ذِكۡرِ الرَّحۡمٰنِ اور جو شخص اعراض کرتا ہے رحمان کے ذکر سے جس کے دل میں رحمان کی یاد نہ ہو نُقَيِّضۡ لَهٗ شَيۡطٰنًا ہم اس پر مسلط کر دیتے ہیں شیطان۔ رحمان کی جگہ پھر اس گھر میں شیطان ڈیرے ڈالے گا وہ آ کر بسے گا فَهُوَ لَهٗ قَرِيۡنٌ پس وہ شیطان اس کا ساتھی ہو جاتا ہے ضروری نہیں کہ ابلیس ہو۔ ابلیس ہر بندے کے ساتھ نہیں ہوتا اس کے چیلے چانٹے ہوتے ہیں۔ مسلم شریف میں روایت ہے کہ ابلیس نے اپنا تخت سمندر پر ٹکایا ہوا ہے اس تخت پر بیٹھ کر شیطانوں کی ڈیوٹیاں لگاتا ہے۔ رات کی علیحدہ اور دن کی علیحدہ۔ جیسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کی ڈیوٹیاں ہوتی ہیں کراماً کاتبین کی۔ رات کی ڈیوٹی والے جونہی فجر کی نماز اللہ اکبر! ہوئی چلے گئے اور دن والے آگئے۔ عصر کی نماز کے وقت دن والے چلے جاتے ہیں رات والے آجاتے ہیں۔ اسی طرح شتونگڑوں (چھوٹے شیطانوں) کی بھی ڈیوٹیاں ہوتی ہیں تو ابلیس ہر جگہ نہیں ہوتا۔ ہاں! جیسے ملک کا صدر دورے کرتا ہے کبھی کسی جگہ پہنچتا ہے کبھی کسی جگہ ایسے دورے شیطان بھی کرتا ہے۔ جنات کی تعداد انسانوں سے بہت زیادہ ہے ہر جگہ موجود ہیں۔

حدیث پاک میں آتا ہے انسان کے دل کے دائیں طرف ایک فرشتہ ہوتا ہے ان دو فرشتوں کے علاوہ جو کراماً کاتبین ہیں۔ دل میں اچھا خیال آئے تو وہ فرشتے کا القاء ہوتا ہے اور دل کے بائیں طرف شیطان ہوتا ہے بُرے خیالات اور وسوسے شیطان کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ جب بُرے خیالات آئیں تو فرمایا اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيم پڑھ کر اور لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه العلی العظیم پڑھ کر بائیں طرف تھوک دو کہ ہم نے تیرا اثر قبول نہیں کیا۔

اور بخاری شریف کی روایت میں ہے اِنَّ الشَّيْطٰنَ مِنَ الْاِنْسَانِ يَجْرِیْ مَجْرَى الدَّمِ "جہاں تک بدن میں خون کا دورہ ہوتا ہے وہاں تک شیطان کا اثر ہوتا ہے۔" اطباء کہتے ہیں کہ آدمی جب پانی پیتا ہے تو دومنٹ میں اس کا اثر ناخنوں کے نیچے تک پہنچ جاتا ہے۔ خون کا دورہ بھی اسی طرح ہوتا ہے۔ اور جہاں تک خون کا دورہ ہوتا ہے وہاں تک شیطان کا اثر ہوتا ہے۔ تو فرمایا جو رحمان کے ذکر سے اعراض کرتا ہے ہم اس پر شیطان مسلط کر دیتے ہیں وہ اس کا ساتھی ہوتا ہے وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ اور بے شک وہ شیاطین البتہ روکتے ہیں ان کو سیدھے راستے سے۔ شیطانوں کا کام ہے غلط راستے پر ڈالنا لیکن اس کے باوجود وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ اور وہ خیال کرتے ہیں بے شک وہ ہدایت یافتہ ہیں۔ بُرے کام کرنے والا بھی اپنے دل کی تسلی کے لیے اس کی کوئی نہ کوئی تاویل اور خوبی بیان کرتا ہے کہ ہم صحیح کر رہے ہیں اور ہدایت پر ہیں اور گمراہی پر قائم رہتے ہیں اور شیطان ان سے غلط کام کرواتا ہے۔ شیطان کا چیلا شیطان کی بات مانتا ہے اس کے ساتھ اس کی محبت ہوتی ہے اور اس کے دیئے ہوئے وساوس اور خیالات پر چلتا ہے حَتّٰۤى اِذَا جَآءَنَا یہاں تک کہ وہ جب ہمارے پاس آئے گا جو رب

تعالیٰ کی یاد سے غافل ہے اور اس کا ساتھی شیطان بھی سامنے ہوگا۔ اس وقت قَالَ کہے گا ساتھی شیطان کو یٰلَیۡتَ بَیۡنِیۡ وَ بَیۡنَکَ بُعۡدَ الۡمَشۡرِقَیۡنِ ہائے افسوس! میرے اور تیرے درمیان دو مشرقوں کی دوری ہوتی۔ جتنی مشرق اور مغرب کے درمیان دوری ہے اتنی دوری ہوتی۔

المشرقین کی تفسیر :

ایک تفسیر کے مطابق مشرقین تغلیباً کہا ہے مراد مشرق اور مغرب ہیں۔ جیسے ایک اب ہے اور ایک اُم ہے۔ باپ کو ماں پر غلبہ دیتے ہوئے ابوین کہتے ہیں۔ چاند کو سورج پر غلبہ دیتے ہوئے قمرین کہتے ہیں۔

اور دوسری تفسیر کے مطابق مشرقین سے مراد دو مشرقین ہی ہیں ایک مشرق الصیف اور ایک مشرق الشتاء گرمیوں کا مشرق اور سردیوں کا مشرق۔ آج کل گرمیوں کے موسم میں جہاں سورج طلوع ہوتا ہے یہاں سے چلتے چلتے سردیوں میں اس کونے سے طلوع ہوگا۔ ان دونوں مشرقوں کے درمیان کروڑوں میل کا فاصلہ ہے۔ تو کہے گا ان کے درمیان جتنی دوری ہے اتنی دوری تیرے اور میرے درمیان ہوتی فَبِئۡسَ الۡقَرِیۡنُ پس بہت ہی برا ساتھی ہے۔ اس وقت اپنے شیطان ساتھی سے لڑے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَ لَنۡ یَّنۡفَعَکُمُ الۡیَوۡمَ اور وہ قول تمھیں ہرگز نفع نہیں دے گا آج کے دن۔ اس دن یٰلَیۡتَ بَیۡنِیۡ وَ بَیۡنَکَ بُعۡدَ الۡمَشۡرِقَیۡنِ والا قول تمھیں ہرگز نفع نہیں دے گا کیوں؟ اِذۡ ظَّلَمۡتُمۡ اس لیے کہ تم نے ظلم کیا، شرک کیا۔ اپنے نفس پر ظلم کیا، دوسروں پر ظلم کیا، رب تعالیٰ کے احکام توڑے اَنَّکُمۡ فِی الۡعَذَابِ مُشۡتَرِکُوۡنَ بے شک تم عذاب میں مشترک ہوگے۔ اے رب تعالیٰ کی یاد سے غافل مرنے والے تم

اور تمہارے ساتھی شیطان عذاب میں شریک ہوگے۔

ملحدین کا اعتراض :

بعض ملحدین نے یہ اعتراض کیا ہے کہ انسان تو خاکی ہے اس کو تو دوزخ میں سزا ہو گی جنات تو ناری ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے آگ کے شعلوں سے پیدا کیا ہے تو ناری کو نار سے کیا سزا ہوگی؟ اس کے محققین نے کئی جواب دیئے ہیں۔ ایک یہ کہ جنات کی تخلیق دنیا کی آگ سے ہوئی ہے جہنم کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہے۔ تو دنیا کی آگ اس کے مقابلے میں کوئی شے نہیں (بے حقیقت) ہے۔ اِس آگ سے پیدا کیے ہوئے جہنم کی آگ میں جلیں گے اگر یہ بات کسی کو سمجھ نہ آئے یعنی ناریوں کو نار میں جلنے کی سزا اگر ان کو سمجھ نہ آئے تو پھر اس طرح سمجھ لو کہ ناریوں کو جہنم کے طبقہ زمہریر میں پھینکا جائے گا۔ وہ انتہائی ٹھنڈا طبقہ ہے۔

آگے اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں اَفَاَنۡتَ تُسۡمِعُ الصُّمَّ کیا پس آپ بہروں کو سنا سکتے ہیں۔ پھر بہرے بھی وہ کہ جنھوں نے خود کہا ہو کہ ہمارے کانوں میں ڈاٹ لگے ہوئے ہیں وَفِیۡۤ اٰذَانِنَا وَقۡرٌ [سورہ حم سجدہ] ''اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہیں ڈاٹ ہیں۔'' جب یہ حالت ہو تو ہدایت کیسے نصیب ہوگی۔ دوپہر کا وقت ہو مطلع بھی صاف ہو کوئی آدمی باہر سڑک پر کھڑا ہو کر آنکھیں بند کر کے کہے کہ مجھے سورج دکھاؤ۔ بھئی! تو آنکھیں بند کی ہوئی ہیں تجھے سورج کیسے دکھایا جائے؟

؎ آنکھیں اگر ہوں بند تو دن بھی رات ہے
اس میں بھلا قصور کیا ہے آفتاب کا

تو جنھوں نے کانوں میں ڈاٹ لگائے ہوئے ہوں آنکھوں کے آگے پردے لٹکائے

ہوئے ہوں کیا آپ ان کو ہدایت دے سکتے ہیں اَوْ تَهْدِي الْعُمْيَ یا آپ اندھوں کو ہدایت دے سکتے ہیں۔ جنھوں نے قصداً آنکھیں بند کی ہوئی ہیں وَمَنْ كَانَ فِي ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ اور کیا آپ اس کو ہدایت دے سکتے ہیں جو کھلی گمراہی میں ہے اور اس گمراہی سے نکلنا بھی نہیں چاہتا۔ طلب کے بغیر رب تعالیٰ کسی کو کچھ نہیں دیتا۔ طلب ہوگی تو دے گا۔

اس کی مثال تم اس طرح سمجھو کہ ٹونٹی اور نلکے سے پانی تب ہی حاصل کر سکتے ہو کہ برتن کا منہ سیدھا رکھا ہو اور اگر برتن یا گلاس وغیرہ الٹا رکھو گے تو بے شک سارا دن بھی ٹونٹی چلتی رہے گلاس یا لوٹا وغیرہ نہیں بھرے گا۔ یہی حال سمجھو تم کہ جب کسی کے دل میں طلب ہوگی حق کی تو ضرور اس کو ہدایت ملے گی اور اگر دل والا برتن الٹا دے گا تو اس میں کچھ نہیں آئے گا۔ اللہ تعالیٰ نے بندے کو اختیار دیا ہے فَمَنْ شَآءَ فليومن ومن شاء فليكفر [سورۃ الکہف] ''پس جو چاہے اپنی مرضی سے ایمان لائے اور جو چاہے اپنی مرضی سے کفر اختیار کرے۔'' فرمایا فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ اے نبی کریم ﷺ! پس اگر ہم لے جائیں آپ کو دنیا سے آخرت کی طرف تو یہ خیال نہ کرنا یہ بچ جائیں گے فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ پس بے شک ہم ان سے انتقام لیں گے۔ یہ عذاب سے چھوٹ نہیں سکتے اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِيْ وَعَدْنٰهُمْ یا ہم آپ کو دکھائیں وہ عذاب جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے۔ آپ کی موجودگی میں عذاب آئے فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ پس بے شک ہم ان پر قادر ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کا بددعا کرنا :

مکے والوں کی نافرمانی اور زیادتیوں کی وجہ سے آپ ﷺ نے بددعا فرمائی اے پروردگار! ان پر ایسے سال مسلط فرما جیسے یوسف علیہ السلام کے زمانے میں قحط سالی کے تھے۔

بارشیں رک گئیں، درخت جھاڑیاں سڑ گئیں، جانور مر گئے۔ حالت یہاں تک پہنچی کہ اَکَلُوا الْعِظَامَ وَالْمَیْتَۃَ وَالْجُلُوْدَ ''ہڈیاں پیس پیس کر پھانکتے تھے، مردار اور چمڑے کھاتے تھے۔ ابوسفیان اس وقت کافر تھا۔ آنحضرت ﷺ کے پاس آ کر کہنے لگا اے محمد ﷺ! آپ صلہ رحمی کا سبق دیتے ہیں یہ ساری تمہاری برادری ہے دعا کریں اُن سے یہ تکلیف رفع ہو جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا چچا جان! اللہ تعالیٰ کی توحید کو قبول کر لو، کلمہ پڑھ لو، اسلام کو تسلیم کر لو پھر دیکھو رب تعالیٰ کی رحمتیں کیسے نازل ہوتی ہیں۔ کہنے لگا یہ بات نہ کرو ویسے دعا کرو۔

کچھ دن ہوئے ہیں ایک بی بی میرے پاس آئی کہ رشتے میں رکاوٹ ہے کوئی تعویذ دے دو۔ میں نے کہا بیٹی! یہ تعویذ لو اور کہا کہ ہر نماز کے بعد تین دفعہ یا رحیم، یا کریم، یا لطیف پڑھ لیا کرنا۔ اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے رشتے میں رکاوٹ کو دور کر دیتے ہیں۔ کہنے لگی کہ اگر نماز پڑھنی ہے تو پھر تعویذ اپنے پاس رکھ لو۔ میں نے کہا ٹھیک ہے رکھ لیتا ہوں تیرے طرح کی کوئی اور بی بی لے جائے گی۔ تعویذ لے کر نہیں گئی کہ نماز کی تلقین کرتے ہیں۔

تو ابوسفیان نے کہا توحید اور کلمے والی بات کو چھوڑو پہلے ہمارے لیے دعا کرو۔ آپ ﷺ نے دعا کی عذاب ان سے ٹل گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بدر کے مقام پر عذاب ان پر مسلط کیا۔ تو فرمایا ہم اس پر قادر ہیں کہ آپ کو دکھا دیں وہ عذاب جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ پس آپ مضبوطی کے ساتھ پکڑیں وہ چیز جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے۔ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے بہت بڑی نعمت ہے اور اللہ تعالیٰ کی دولتوں میں سے بہت بڑی دولت ہے۔ اس مادی دور میں ہمیں

اس کی قدر نہیں ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ مرنے کے بعد قبر میں اس کی قدر و قیمت معلوم ہو گی، میدان محشر میں اس کی قدر معلوم ہو گی۔ پل صراط پر گزرنے کے وقت اس کی قدر معلوم ہو گی۔ تو فرمایا آپ مضبوطی کے ساتھ پکڑیں اس چیز کو جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ بے شک آپ سیدھے راستے پر ہیں وَاِنَّهٗ اور بے شک یہ قرآن لَذِكْرٌ لَّكَ البتہ آپ کے لیے نصیحت ہے وَلِقَوْمِكَ اور آپ کی قوم کے لیے بھی نصیحت ہے۔ اس کو پڑھنا، سمجھنا، اس کے مطابق عمل کرنا ہی ذریعہ نجات ہے۔ فرمایا سن لو وَسَوْفَ تُسْئَلُوْنَ اور عن قریب تم سے سوال کیا جائے گا کہ قرآن کو مانا ہے یا نہیں، پڑھا ہے یا نہیں، سمجھا ہے یا نہیں، اس کے مطابق عمل کیا ہے یا نہیں۔ یہ سوال تم سے ہوں گے اس سے غافل نہ رہنا۔

آگے شرک کا رد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ فرمایا وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا اے نبی کریم ﷺ! آپ پوچھ لیں ان سے جن کو ہم نے بھیجا ہے مِنْ قَبْلِكَ آپ سے پہلے مِنْ رُّسُلِنَآ اپنے رسولوں کو۔ ان سے پوچھ لیں اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً کیا ہم نے بنائے ہیں رحمان کے نیچے معبود يُّعْبَدُوْنَ جن کی عبادت کی جائے۔ مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ یہ سورت واقعۂ معراج سے پہلے نازل ہوئی ہے۔ معراج والی رات آنحضرت ﷺ کی انبیاء کرام علیہم السلام سے ملاقات ہوئی ہے۔ تو فرمایا آپ پیغمبروں سے پوچھ لیں کہ وہ توحید کے قائل تھے یا نہیں۔ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ نہ مجھے پوچھنے کی ضرورت ہے اور نہ مجھے شک ہے میں نے پہلے دن سے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ ہے اور اسی چیز کا سبق میں دنیا کو دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ ہے اس کی ذات کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

وَلَقَدْ

اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَاۤ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَقَالَ اِنِّیْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۴۶﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَاۤ اِذَا هُمْ مِّنْهَا یَضْحَكُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا نُرِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ اِلَّا هِیَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا٘ وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَقَالُوْا یٰۤاَیُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ یَنْكُثُوْنَ ﴿۵۰﴾ وَنَادٰی فِرْعَوْنُ فِیْ قَوْمِهٖ قَالَ یٰقَوْمِ اَلَیْسَ لِیْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِیْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۱﴾ اَمْ اَنَا خَیْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ مَهِیْنٌ ۙ۬ وَّلَا یَكَادُ یُبِیْنُ ﴿۵۲﴾ فَلَوْلَاۤ اُلْقِیَ عَلَیْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِیْنَ ﴿۵۳﴾ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ﴿۵۴﴾ فَلَمَّاۤ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۵۵﴾ ۙ فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِیْنَ ﴿۵۶﴾ ع ۱۱ ۵

وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بھیجا ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو بِاٰیٰتِنَاۤ اپنی نشانیاں دے کر اِلٰی فِرْعَوْنَ فرعون کی طرف وَمَلَا۟ئِهٖ اور اس کی جماعت کی طرف فَقَالَ پس فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے اِنِّیْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ بے شک میں رسول ہوں رب العالمین کی طرف سے فَلَمَّا جَآءَهُمْ پس جس وقت وہ لائے موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس بِاٰیٰتِنَاۤ ہماری نشانیاں اِذَا هُمْ مِّنْهَا یَضْحَكُوْنَ اچانک وہ لوگ ان نشانیوں کے ساتھ ہنستے

تھے وَمَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اور ہم نہیں دکھاتے تھے ان کو کوئی نشانی اِلَّا هِيَ
اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا مگر وہ بڑی ہوتی تھی پہلی سے وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ اور
ہم نے پکڑا ان کو عذاب میں لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ تاکہ وہ باز آجائیں وَ
قَالُوْا اور کہا انھوں نے يٰٓاَيُّهَ السّٰحِرُ اے جادوگر ادْعُ لَنَا رَبَّكَ دعا کر
ہمارے لیے اپنے رب سے بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ جو کچھ عہد کیا ہے اس نے
آپ کے ساتھ اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ بے شک ہم ہدایت پانے والے ہیں
فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ پس جس وقت ہم نے دور کر دیا ان سے عذاب
اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ اچانک انھوں نے عہد توڑ دیا وَنَادٰى فِرْعَوْنُ فِيْ قَوْمِهٖ
اور اعلان کیا فرعون نے اپنی قوم میں قَالَ يٰقَوْمِ کہا اس نے اے میری قوم
اَلَيْسَ لِيْ مُلْكُ مِصْرَ کیا نہیں ہے میرے لیے مصر کا ملک وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ
اور یہ نہریں تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِيْ چلتی ہیں میرے نیچے اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ کیا
پس تم نہیں دیکھتے اَمْ اَنَا خَيْرٌ بلکہ میں بہتر ہوں مِّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ مَهِيْنٌ
اس شخص سے جو حقیر ہے وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ اور قریب نہیں کہ وہ بیان بھی کر سکے
فَلَوْلَآ اُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ پس کیوں نہیں ڈالے گئے اس پر کنگن مِّنْ ذَهَبٍ
سونے کے اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ یا کیوں نہیں آئے اس کے ساتھ فرشتے
مُقْتَرِنِيْنَ جڑے ہوئے فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ پس خفیف بنایا اس نے اپنی قوم
کو فَاَطَاعُوْهُ پس انھوں نے اس کی اطاعت کی اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ

بے شک وہ قوم تھی نافرمان فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا پس جس وقت انھوں نے ہمیں غصہ دلایا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ ہم نے ان سے انتقام لیا فَاَغْرَقْنٰهُمْ پس ہم نے ان کو غرق کر دیا اَجْمَعِيْنَ سب کو فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا پس ہم نے کر دیا ان کو گئے گزرے وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ اور مثال دوسروں کے لیے۔

اس سے قبل حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ گزر چکا ہے۔ اس رکوع میں موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بیان ہوا ہے۔ اگلے رکوع میں عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر آئے گا۔ ان واقعات کا آپس میں ربط یہ ہے کہ عرب میں اکثریت مشرکین کی تھی جو اپنے آپ کو ابراہیمی کہتے تھے۔ دوسرے نمبر پر یہود کی آبادی تھی خیبر سارا ان کا تھا اور مدینہ طیبہ میں بھی ان کا کافی زور تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کو ماننے کا دعویٰ کرتے تھے مگر موسیٰ علیہ السلام کے فرمودات پر عمل نہیں کرتے تھے۔ تیسرے نمبر پر آبادی عیسائیوں کی تھی۔ نجران کا علاقہ ان کا تھا اور عیسیٰ علیہ السلام کو ماننے کے دعوے دار تھے مگر عیسیٰ علیہ السلام کی باتوں پر عمل نہیں کرتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان پیغمبروں کا ذکر کر کے حقیقت واضح فرمائی ہے۔

فرمایا وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیاں دے کر اِلٰى فِرْعَوْنَ فرعون کی طرف۔ فرعون مصر کے بادشاہ کا لقب ہوتا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جو فرعون تھا اس کا نام تھا ولید بن مصعب بن ریان۔ بڑا ہوشیار، چالاک اور چال باز آدمی تھا جیسے آج کل کے ہمارے لیڈر ہیں وَمَلَا۟ئِهٖ اور فرعون کی جماعت کی طرف بھیجا۔ اس علاقے میں دو خاندان قبطی اور سبطی تھے۔ قبطی فرعون کا خاندان تھا اور سبطی بنی اسرائیلی تھے جو مزدور پیشہ لوگ تھے فَقَالَ پس فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے اِنِّيْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ بے شک میں رسول ہوں رب العالمین کی

طرف سے۔اس مقام پر اجمال ہے سورۃ الاعراف میں تفصیل ہے قَالَ فرعون نے کہا اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ''اگر تو لایا ہے کوئی نشانی تو لا اس کو اگر تو سچوں میں سے ہے فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِىَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ پس ڈالا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی کو پس اچانک وہ بڑا اژدہا بن گیا۔'' وزیر، مشیر اور سارا عملہ فرعون کا بیٹھا ہوا تھا۔فرعون اپنے بلند تخت کرسی پر بیٹھا ہوا تھا تاج شاہی پہنے ہوئے بڑے ٹھاٹ باٹ کے ساتھ۔اژدہا نے جو منہ فرعون کی طرف کیا تو وہ بدحواس ہو کر نیچے گرا اور اوپر کرسی۔ بڑی عجیب کیفیت تھی لیکن فرعون کے خوف کی وجہ سے دربار سے باہر کوئی نہیں گیا کہ فرعون کا لقب ذوالاوتاد تھا، میخوں والا۔سولی پر لٹکا کر بدن میں میخیں ٹھونک دیتا تھا۔تو سارے ڈر گئے کہ اگر بھاگے تو کہے گا کہ مشکل وقت میں تم مجھے چھوڑ کر بھاگ گئے میں تمہارا علاج کرتا ہوں۔جب اٹھ کر دوبارہ بیٹھا تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔

میری ایک نشانی اور ہے۔ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا تو وہ سورج کی طرح چمکتا تھا۔دلی طور پر فرعون اور ہامان سمجھتے تھے کہ یہ سچی نشانیاں ہیں۔سورہ نمل آیت نمبر ۱۴ پارہ ۱۹ میں ہے وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ حالانکہ یقین کیا اس کے بارے میں ان کی جانوں نے۔'' مگر اقتدار اقتدار ہوتا ہے مانتے نہیں۔سورہ طٰہٰ میں ہے فرعون کہنے لگا تو آیا ہے ہمارے پاس تاکہ تو نکال دے ہمیں اپنی زمین سے جادو کے زور پر اے موسیٰ ہم بھی لائیں گے تیرے مقابلہ میں اس جیسا جادو۔ہمارے اور اپنے درمیان کوئی وعدہ مقرر کر ہم تیرا مقابلہ کریں گے۔موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ ''تمہارا وعدہ زینت کا دن ہے۔'' عن قریب عید کا دن آرہا ہے اس دن مقابلہ ہوگا چاشت کے وقت۔ فرعون نے اعلان کیا اور بڑے بڑے جادوگر بلائے۔چھٹی کا دن تھا لوگ فارغ تھے

میدان بھرا ہوا تھا۔ دوسری طرف موسیٰ علیہ السلام ، ہارون علیہ السلام اور ان کے چند ساتھی تھے غربت کے مارے پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے۔ فرعون کے بہتر (۷۲) ہزار جادوگر میدان میں۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ہر ایک نے ایک لاٹھی اور ایک رسی پھینکی، میدان سانپوں کے ساتھ بھر گیا، بعزۃ فرعون کے نعرے لگ رہے تھے۔ موسیٰ نے لاٹھی پھینکی اژدہا بن کے ان کے سارے سانپوں کو نگل گئی۔ پھر موسیٰ نے اس پر ہاتھ رکھا تو وہ دوبارہ لاٹھی بن گئی۔ جادوگر سمجھ گئے کہ یہ جادو نہیں ہے۔ جادو میں جنس نہیں بدلتی نظر بندی ہوتی ہے۔ سب جادوگر موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے۔ فرعون نے کہا کہ میری اجازت کے بغیر ایمان لائے ہو میں سولی پر لٹکاؤں گا، تمھارے ہاتھ پاؤں کاٹوں گا۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ تیرہ آدمی اسی وقت وہیں سولی پر لٹکا دیئے گئے اور یہ بات کہہ کر مجلس ختم کر دی کہ باقیوں کو پھر سولی پر لٹکاؤں گا اب وقت ختم ہو گیا لیکن فرعونیوں میں سے کوئی بھی ایمان نہ لایا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ پس جس وقت وہ لائے ان کے پاس ہماری نشانیاں اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ اچانک ان کے ساتھ مذاق کرتے تھے وَمَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اور ہم نے نہیں دکھائی ان کو کوئی نشانی اِلَّا هِيَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا مگر وہ بڑی ہوتی تھی پہلی سے۔ مثلاً : عصا مبارک پھینکا اژدہا بن گیا پھر موسیٰ نے گریبان میں ہاتھ ڈال کر نکالا تو وہ روشن ہو گیا اس کے بعد اور نشانیاں ظاہر ہوئیں۔ طوفان آیا، مکڑیاں مسلط ہوئیں، مینڈک مسلط ہوئے، کھانے پینے کی چیزیں خون بن جاتی تھیں۔ طرح طرح کے عذاب ان پر آئے مگر وہ اتنے ڈھیٹ تھے کہ مانے نہیں۔ فرمایا وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ اور پکڑا ہم نے ان کو عذاب میں تاکہ وہ

بازآجائیں وَقَالُوْا اورکہاانھوں نے موسیٰ علیہ السلام کو یٰٓاَیُّہَ السّٰحِرُ اے جادوگر ادْعُ لَنَا رَبَّكَ دعا کر ہمارے لیے اپنے رب سے بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ جو عہد کیا ہے اس نے آپ کے ساتھ، جو وعدہ اس نے آپ کے ساتھ کیا ہے۔ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۳۴ پارہ نمبر ۹ میں ہے لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ''اگر دور کر دیا ہم سے عذاب، طوفان ٹڈی دل وغیرہ تو ہم ضرور ایمان لائیں گے تجھ پر اور ضرور بھیج دیں گے تمہارے ساتھ بنی اسرائیل کو۔'' بنی اسرائیل کو بھی آزاد کر دیں گے۔ جادوگر کیوں کہا؟ بعض حضرات کہتے ہیں کہ ان کے نزدیک جادوگر ہی بڑا اقتدار ہوتا تھا لہٰذا انھوں نے یہ لفظ بہ طور ادب استعمال کیا۔

اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ ضد اور چڑانے کے لیے کہا اے جادوگر! اپنے رب کو پکار و اس وعدے کے ساتھ جو اس نے تمہارے ساتھ کیا ہے عذاب کے ٹالنے کا اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ بے شک ہم راہ راست پر آجائیں گے فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ پس جس وقت ہم نے دور کر دیا ان سے عذاب اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ اچانک انھوں نے عہد توڑ دیا، سب وعدے توڑ دیے وَنَادٰى فِرْعَوْنُ فِيْ قَوْمِهٖ اور پکارا فرعون نے اپنی قوم کے درمیان قَالَ يٰقَوْمِ فرعون نے پکار کر کہا اپنی قوم کو اے میری قوم! اَلَيْسَ لِيْ مُلْكُ مِصْرَ کیا نہیں ہے میرے لیے مصر کا ملک۔ میں یہاں کا بادشاہ نہیں ہوں، میری حکومت نہیں وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِيْ اور یہ نہریں میرے محلات کے نیچے سے نہیں گزرتیں اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ کیا پس تم دیکھتے نہیں ہو۔ ملک میرا، کوٹھیاں میری، فوجیں میری، دولت میرے پاس، پبلک میرے ساتھ، موسیٰ کے پاس کیا ہے؟ دیکھتے نہیں ہو؟ اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا بلکہ میں اس سے بہتر ہوں الَّذِيْ هُوَ مَهِيْنٌ

اس شخص سے جو حقیر ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو حقیر کہتا ہے معاذ اللہ تعالیٰ اور اپنے آپ کو معزز سمجھتا ہے کہ میرے پاس حکومت ہے، دولت ہے، فوجیں ہیں، لوگ میرے ساتھ ہیں جیسے آج کل کے لیڈر دعوے کرتے ہیں اور ہے بھی حقیقت کہ عوام ان کے ساتھ ہیں اگر عوام ان کا ساتھ نہ دیں تو ایک بھی آگے نہ آئے۔ حق والے ہمیشہ تھوڑے ہوتے ہیں۔ حق سمجھنے والے، حق کی تائید کرنے والے تھوڑے ہوتے ہیں اور یہ سلسلہ ہمیشہ سے چلا آ رہا ہے۔ فرعون کا واقعہ اللہ تعالیٰ نے اسی لیے بیان کیا ہے۔

مشرکین مکہ کا وفد آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور کہنے لگا کہ ہمارے تمہارے درمیان جو جھگڑا ہے اس کو ختم کرنے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ عرب میں سے کسی کو ثالث مان لو وہ جو فیصلہ کرے ہم سارے قبول کرلیں گے یا پھر ووٹنگ کرالو ہم زیادہ ہیں یا تم زیادہ ہو جو زیادہ ہوں ان کی پیروی کی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے آٹھویں پارے میں ان دونوں شقوں کا رد فرمایا ہے اَفَغَيْرَ اللّٰهِ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا [الانعام: ۱۱۴] "کیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کو فیصلہ کرنے والا تلاش کروں۔" میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور حکم ماننے کے لیے تیار نہیں ہوں۔

دوسری صورت کا رد آیت نمبر ۱۱۶ میں فرمایا وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ "اور اگر آپ اطاعت کریں گے ان لوگوں کی جو اکثر ہیں زمین میں تو وہ بہکا دیں گے آپ کو راستے سے۔" اکثریت ہمیشہ گمراہوں کی رہی ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کے متعلق فرمایا فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ [الذاریات: ۳۶] "پس نہ پایا ہم نے ان میں مسلمانوں کے ایک گھرانے کے سوا۔" ایک حویلی تھی جس میں حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی دو یا تین بیٹیاں تھیں۔ اور

گنے چنے افراد مومنوں کے رہتے تھے۔ بیوی نے بھی ساتھ نہیں دیا باقی ساری آبادی کافروں کی تھی۔

حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال تبلیغ کی وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ [ہود: ۴۰] ''اور نہیں ایمان لائے ان کے ساتھ مگر تھوڑے لوگ۔'' ساڑھے نو سو سال کے بعد ایمان لانے والوں کی تعداد سو بھی نہیں تھی۔ کوئی نوّے لکھتا ہے کوئی ترانوے۔ مرد، عورتیں، بوڑھے، بچے سب ملا کر۔ باقی سب مشرک تھے۔ نوح علیہ السلام کے بیٹے کنعان نے ساتھ نہیں دیا، بیوی واعلہ نے بھی ساتھ نہیں دیا۔ قلت کثرت کوئی شے نہیں ہے ہمیشہ حق پر قائم رہنا چاہیے۔

بخاری شریف میں روایت ہے کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت قائم ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہوگا کہ فلاں پیغمبر اور اس کی قوم آئے حساب کے لیے۔ سب سے پہلے اس امت کا حساب ہوگا اور سب سے پہلے یہ پل صراط سے گزرے گی اور سب سے پہلے یہ امت جنت میں داخل ہوگی۔ فرمایا نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ''ہم دنیا میں آنے کے اعتبار سے آخری امت ہیں اور قیامت والے دن حساب میں پہلی امت ہوں گے۔'' اور جنت میں داخلے کے اعتبار سے بھی ہم پہلے ہیں۔

فرمایا ایسے پیغمبر بھی ہوں گے کہ ان کے ساتھ تین امتی ہوں گے اور ایسے بھی ہوں گے کہ ان کے ساتھ صرف چار امتی ہوں گے ایسے بھی ہوں گے کہ ان کے ساتھ دو امتی ہوں گے اور ایسے بھی ہوں گے کہ ان کے ساتھ ایک امتی ہوگا۔ فرمایا وَيَجِيْءُ نَبِيٌّ وَّلَيْسَ مَعَهٗ اَحَدٌ ''اور ایک ایسے بھی ہوں گے کہ ان کے ساتھ ایک امتی بھی نہیں ہوگا۔'' اس کا مطلب یہ ہوا کہ گھر کے افراد نے بھی ساتھ نہیں دیا۔ اکثریت ہمیشہ دوسرے لوگوں

کی رہی ہے۔

تو فرعون نے کہا بلکہ میں بہتر ہوں اس شخص کی نسبت جو حقیر ہے وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ اور قریب نہیں کہ وہ بیان بھی کر سکے۔ کیوں کہ اس کی زبان بھی میری طرح صاف نہیں ہے۔

اس کی حقیقت اس طرح ہے کہ فرعون کی بیوی آسیہ بنت مزاحم رحمۃ اللہ علیہا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بڑا پیار کرتی تھی۔ کسی وقت بیوی کو خوش کرنے کے لیے بادل نخواستہ فرعون بھی اٹھالیتا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام اس کے ساتھ عجیب عجیب حرکتیں کرتے تھے۔ کبھی انگلیاں اس کی ناک میں ڈال دیتے، کبھی آنکھوں میں، کبھی کانوں میں کبھی کچھ اور کبھی کچھ۔

فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا امتحان لینا:

فرعون نے کہا یہ بچہ بڑا خطرناک ہے۔ بیوی نے کہا انجان بچہ ہے اس کو کیا معلوم؟ کہنے لگا نہیں دوسرے بچے بھی تو ہیں یہ خطرناک معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ اس نے تجربہ کے لیے ایک پلیٹ میں ہیرے موتی رکھ دیئے اور دوسری میں جلتا ہوا کوئلہ کہ دیکھتے ہیں کہ انگارے کی طرف جاتا ہے یا ہیرے موتیوں کی طرف۔ موسیٰ علیہ السلام ہیرے موتیوں کی طرف جارہے تھے جبرائیل علیہ السلام آئے اور موسیٰ علیہ السلام کا ہاتھ انگارے کی طرف کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے جلدی سے لے کر انگارا زبان پر رکھ لیا۔ ننھی منھی زبان تھی متاثر ہوئی اور لکنت پیدا ہوگئی۔ جب نبوت ملی تو دعا کی رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ [سورہ طٰہٰ] "کہا موسیٰ نے اے پروردگار کشادہ کر دے میرا سینہ اور آسان کر دے میرے لیے میرا معاملہ اور کھول دے گرہ میری زبان سے تاکہ لوگ میری بات سمجھ لیں۔" اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی اٹھانوے فیصد لکنت ختم ہوگئی مگر دو

فیصد باقی رہی۔اس کے مقابلے میں فرعون کی زبان تندرست تھی۔

تو اس کا تقابل کرتا ہے کہ یہ میرے مقابلے میں بیان بھی نہیں کر سکتا اور میری زبان خوب چلتی ہے فَلَوْلَآ اُلْقِیَ عَلَیْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ پس کیوں نہیں ڈالے گئے اس پر کنگن سونے کے۔اس زمانے میں بادشاہ سونے کے کنگن پہنتے تھے۔یہ کہتا ہے کہ میں رب کا نائب ہوں رب تعالیٰ کا نائب ہے تو اس کے پاس سونے کے کنگن کیوں نہیں ہیں اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ یا کیوں نہیں آئے اس کے ساتھ فرشتے جڑے ہوئے یعنی لگا تار لائن باندھ کر۔مثال کے طور پر آج وزیر اعلیٰ نے کہیں جانا ہو تو پولیس کو پسو پڑے ہوتے ہیں اور اگر گورنر نے گزرنا ہو تو سڑکیں بند ہو جاتی ہیں جگہ جگہ پولیس والے کھڑے ہوتے ہیں آگے پیچھے باڈی گارڈ ہوتے ہیں اور اگر صدر جائے تو اور مصیبت ہوتی ہے اگر وزیر اعظم جائے تو افسروں کی نیندیں اڑ جاتی ہیں کہ کسی طرح سے یہ وقت گزاریں۔یہ رب تعالیٰ کا پیغمبر ہے تو اس کے آگے پیچھے فرشتوں کی لائن کیوں نہیں لگی ہوئی۔اقتران کا معنیٰ ہے ملنا تو مُقْتَرِنِيْنَ کا معنیٰ ہوگا ملے ہوئے۔فرشتے آگے پیچھے دائیں بائیں ہوں پتا چلے نبی آرہے ہیں۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ پس خفیف بنایا اس نے اپنی قوم کو۔فرعون نے قوم کی مت ماردی۔لوگ ظاہری چیزوں کو دیکھتے ہیں وہ ظاہری باتیں کرتا تھا لوگوں کی سمجھ میں جلد آتی تھیں۔عقل ماردی اپنی قوم کی فَاَطَاعُوْهُ پس انھوں نے فرعون کی اطاعت کی۔کیوں کی؟ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ بے شک تھی وہ قوم نافرمان۔اللہ تعالیٰ نے دو پیغمبر بھیجے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام۔مگر بدبخت قوم دوسری طرف چلی گئی۔فرمایا فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ پس جب انھوں نے ہمیں غصہ

دلایا ہم نے ان سے انتقام لیا۔فرعون اوراس کی قوم سے فَاَغۡرَقۡنٰهُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ. پس ہم نے ان سب کوغرق کر دیا بحر قلزم میں۔موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام اپنے ساتھیوں کے ساتھ جب بحر قلزم کے پاس پہنچے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے لاٹھی ماری، راستے بن گئے، یہ پار ہو گئے ۔فرعون نے ہامان کو کہا کہ تم آگے لگو پیچھے فوج اور میں فوج کے پیچھے رہوں گا۔ جب یہ لوگ راستوں پر چلے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے پانی بھی چل پڑا سب وہیں سے سیدھے جہنم رسید ہو گئے ۔فرعون نے واویلا کرتے ہوئے کہا اٰمَنۡتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰـهَ اِلَّا الَّذِىۡۤ اٰمَنَتۡ بِهٖ بَنُوۡۤا اِسۡرَآءِيۡلَ وَاَنَا مِنَ الۡمُسۡلِمِيۡنَ [یونس: ۹۰] ''میں ایمان لایا ہوں کہ بے شک کوئی معبود نہیں مگر وہی جس پر بنو اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں بھی فرماں برداروں میں سے ہوں۔'' رب تعالیٰ نے فرمایا کہ اب تم کہتے ہو اور تحقیق تم اس سے پہلے نافرمانی کرتے رہے فَالۡيَوۡمَ نُنَجِّيۡكَ بِبَدَنِكَ ''پس آج کے دن ہم بچا لیں گے تیرے جسم کو تا کہ ہو جائے وہ ان لوگوں کے لیے جو تیرے پیچھے ہیں نشانی۔'' فرعون کی لاش آج بھی مصر کے عجائب گھر میں موجود ہے۔دنیا جا کر اس کو دیکھتی ہے کہ یہ وہ شخص تھا جو پیغمبر کے مقابلے میں کہتا تھا میں یہ ہوں اور وہ ہوں اور اپنے آپ کو رب الاعلیٰ کہتا تھا۔ کبھی کبھی اس کی تصویر اخباروں میں بھی آ جاتی ہے۔تو فرمایا جب انھوں نے ہمیں غصہ دلایا تو ہم نے ان سب کو غرق کر دیا فَجَعَلۡنٰهُمۡ سَلَفًا پس ہم نے ان کو کر دیا گئے گزرے لوگ جن کا نام و نشان نہیں ہوتا وَّمَثَلًا لِّلۡاٰخِرِيۡنَ اور مثال بنا دیا پچھلوں کے لیے کہ نافرمانوں کا یہ حشر ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ اپنی نافرمانی سے بچائے اور محفوظ رکھے۔

(آمین)

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ ﴿٥٧﴾ وَ
قَالُوٓا ءَاٰلِهَتُنَا خَيْرٌ أَمْ هُوَ ۚ مَا ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ
خَصِمُونَ ﴿٥٨﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِبَنِي
إِسْرَاءِيلَ ﴿٥٩﴾ وَلَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَلَائِكَةً فِي الْأَرْضِ يَخْلُفُونَ ﴿٦٠﴾
وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُونِ ۚ هَٰذَا صِرَاطٌ
مُسْتَقِيمٌ ﴿٦١﴾ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطَانُ ۖ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ﴿٦٢﴾ وَلَمَّا
جَاءَ عِيسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِأُبَيِّنَ لَكُمْ
بَعْضَ الَّذِي تَخْتَلِفُونَ فِيهِ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿٦٣﴾ إِنَّ اللَّهَ هُوَ
رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ هَٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ﴿٦٤﴾ فَاخْتَلَفَ
الْأَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ ۖ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ
أَلِيمٍ ﴿٦٥﴾ هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ
لَا يَشْعُرُونَ ﴿٦٦﴾ الْأَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا
الْمُتَّقِينَ ﴿٦٧﴾ ع

وَلَمَّا اور جس وقت ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ بیان کی گئی ابن مریم علیہما السلام
کی مَثَلًا مثال اِذَا قَوْمُكَ اچانک آپ کی قوم نے مِنْهُ اس مثال
سے يَصِدُّوْنَ چلانے لگی وَقَالُوْٓا اور کہا انھوں نے ءَاٰلِهَتُنَا خَيْرٌ
کیا ہمارے الٰہ بہتر ہیں اَمْ هُوَ یا وہ مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ نہیں بیان کیا
انھوں نے اس کو آپ کے سامنے اِلَّا جَدَلًا مگر جھگڑا کرنے کے لیے بَلْ

هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ بلکہ وہ قوم جھگڑالو ہے اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ نہیں ہے وہ
مگر بندہ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ ہم نے اس پر انعام کیا وَ جَعَلْنٰهُ مَثَلًا اور بنا دیا
ہم نے اس کو مثال لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ بنی اسرائیل کے لیے وَلَوْ نَشَآءُ اور
اگر ہم چاہیں لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ البتہ ہم بنا دیں تمہاری جگہ مَّلٰٓئِكَةً فِي
الْاَرْضِ فرشتے زمین میں يَخْلُفُوْنَ وہ خلافت کریں وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ
لِّلسَّاعَةِ اور بے شک وہ عیسیٰ علیہ السلام البتہ نشانی ہیں قیامت کی فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا
پس تم شک نہ کرو اس کے بارے میں وَاتَّبِعُوْنِ اور میری پیروی کرو هٰذَا
صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ یہ سیدھا راستہ ہے وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ اور ہرگز نہ
روکے تم کو شیطان اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے وَ
لَمَّا جَآءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ اور جس وقت آئے عیسیٰ علیہ السلام کھلی نشانیوں کے ساتھ
قَالَ فرمایا قَدْ جِئْتُكُمْ تحقیق میں لایا ہوں تمہارے پاس بِالْحِكْمَةِ
حکمت وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ اور تاکہ میں بیان کروں تمہارے لیے بَعْضَ الَّذِيْ
بعض وہ چیزیں تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ جن میں تم اختلاف کرتے ہو فَاتَّقُوا اللّٰهَ
پس ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے وَاَطِيْعُوْنِ اور میری اطاعت کرو اِنَّ اللّٰهَ بے
شک اللہ تعالیٰ هُوَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ وہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے
فَاعْبُدُوْهُ پس تم عبادت کرو اس کی هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ یہ سیدھا راستہ
ہے فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ پس اختلاف کیا گروہوں نے آپس

میں فَوَيْلٌ پس خرابی ہے لِّلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ان لوگوں کے لیے جنھوں نے ظلم کیا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ اَلِيْمٍ دردناک دن کے عذاب سے هَلْ يَنْظُرُوْنَ نہیں انتظار کرتے یہ اِلَّا السَّاعَةَ مگر قیامت کا اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً یہ کہ آئے ان کے پاس اچانک وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ اوران کو خبر بھی نہ ہو اَلْاَخِلَّآءُ دوست يَوْمَئِذٍ اس دن بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ بعض بعض کے دشمن ہوں گے اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ مگر پرہیز گار۔

ماقبل سے ربط :

کل کے درس میں تم نے موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ پڑھا۔ آج عیسیٰ علیہ السلام کا واقعہ آ رہا ہے۔ اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب تھا اسراء کا معنیٰ ہے عبد اور ایل کا معنیٰ ہے اللہ۔ تو اسرائیل کا معنیٰ ہوا عبداللہ۔ اور یعقوب کی اولاد کو بنی اسرائیل کہتے ہیں۔ ان کی اولاد میں تقریباً چار ہزار پیغمبر آئے ہیں بنی اسرائیل کے آخری پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل میں کوئی پیغمبر نہیں آیا۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنی اسماعیل میں تشریف لائے ہیں مگر تمام جہانوں کے لیے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش :

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے بغیر باپ کے پیدا فرمایا۔ حضرت مریم علیہا السلام تقریباً سولہ سال کی عمر میں جب غسل خانہ سے غسل کر کے باہر آئیں تو ایک موٹے تازے صحت مند آدمی کو دیکھ کر گھبرا گئیں۔ اس خیال سے کہ اس کی نیت صحیح نہیں ہے قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا [مریم:۱۸] ''کہنے لگی

میں پناہ لیتی ہوں رحمان کے ساتھ تجھ سے اگر تو ڈرنے والا ہے۔'' اگر تو رب سے ڈرتا ہے تو میں رحمٰن کی پناہ لیتی ہوں تم یہاں سے چلے جاؤ۔ اس نے کہا کہ میں انسان نہیں ہوں میں فرشتہ ہوں جبرائیل علیہ السلام۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہوں تجھے بیٹے کی خوش خبری سنانے کے لیے میں نے تیرے گریبان میں پھونک مارنی ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے پھونک مارنے سے حضرت مریم علیہا السلام کے پیٹ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وجود شروع ہوگیا۔ جب ولادت کا وقت ہوا تو حضرت مریم علیہا السلام پریشان ہوئیں کہ لوگوں کی تسلی کے لیے، لوگوں کو مطمئن کرنے کے لیے کیا کروں گی کہ بچہ کہاں سے لائی ہوں۔ لوگوں کا منہ بند کرنا بھی بڑی بات ہے۔ نیک والدین کی بیٹی ہوں پیغمبر کے گھر میں میری تربیت ہوئی ہے:

؎ ایں خانہ ہمہ آفتاب است

ایسے گھرانے کی عورت کو واقعی پریشان ہونا چاہیے تھا۔ تو خیر تنہائی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ رب تعالیٰ نے خوراک کا بھی انتظام کردیا کہ خشک کھجور پر دانے لگا دیے اور پانی کا بھی انتظام ہوگیا کہ چشمہ جاری کردیا۔ کھجوریں کھاؤ اور پانی پیو وَقَرِّیْ عَیْنًا [پارہ:۱۶] ''اور بچے کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کرو۔'' اور اگر لوگ تمہارے ساتھ گفتگو کریں تو ان سے بات نہ کرنا۔

پہلا یا دوسرا دن تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جب اٹھا کر لے گئیں تو سارے لوگ پیچھے لگ گئے لَقَدْ جِئْتِ شَیْئًا فَرِیًّا [پارہ:۱۶] ''البتہ تحقیق لائی ہے تو ایک چیز اوپری۔'' یہ کیا کیا ہے۔ تیرا باپ نیک، تیری ماں نیک، تیرا بھائی نیک، تیرا سارا خاندان نیک۔ یہ طوفان تو کہاں سے لائی ہے؟ کیا مرد، کیا عورتیں، بچے، بوڑھے اکٹھے ہوگئے

فَاَشَارَتْ اِلَیْہِ [پارہ:۱۶] ''پس مریم علیہا السلام نے بچے کی طرف اشارہ کیا کہ اس سے پوچھو کون ہے، کہاں سے آیا ہے؟ قَالُوْا کَیْفَ نُکَلِّمُ مَنْ کَانَ فِی الْمَھْدِ صَبِیًّا [پارہ:۱۶] '' وہ کہنے لگے ہم کیسے کلام کریں اس بچے کے ساتھ جو گھوارے میں ہے۔'' اس بچے سے ہم کیا پوچھیں یہ ہمیں کیا بتلائے گا؟ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بول پڑے اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا [پارہ:۱۶] '' بے شک میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے قدرت کاملہ سے پیدا کیا ہے اور مجھے نبی بنانے کا وعدہ کیا ہے اور یہ حکم دیا ہے وَبَرًّا بِوَالِدَتِیْ اپنی والدہ کے ساتھ اچھا سلوک کروں۔'' کیونکہ میرا والد تو ہے نہیں والدہ ہی والدہ ہے۔ لمبی چوڑی تقریر کی۔ تو جو صاف ذہن کے لوگ تھے ان کی تو تسلی ہو گئی۔ مگر ہر زمانے میں گندے ذہن کے لوگ زیادہ ہوتے ہیں۔ نہ ماننے والوں نے نہ مانا۔ یہودی ابھی تک ڈٹے ہوئے ہیں کہ یہ بچہ حلال زادہ نہیں ہے، معاذ اللہ تعالیٰ۔ وَقَوْلِھِمْ عَلٰی مَرْیَمَ بُھْتَانًا عَظِیْمًا [النساء:۱۵۶]

تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْیَمَ مَثَلًا اور جس وقت بیان کی گئی عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کی مثال بطور مثال کے کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے ان کو بغیر باپ کے پیدا کیا ہے۔ مریم علیہا السلام کو بغیر خاوند کے رب نے بیٹا دیا ہے۔ جب اس کا ذکر آتا ہے اِذَا قَوْمُکَ مِنْہُ یَصِدُّوْنَ اچانک آپ کی قوم اس مثال سے چلانے لگتی ہے۔ یَصِدُّوْنَ کے عربی میں دو معنیٰ کرتے ہیں۔ ایک تصدیہ کا معنیٰ یعنی تالیاں بجانا۔ سورۃ الانفال میں ہے مَا کَانَ صَلَاتُھُمْ عِنْدَ الْبَیْتِ اِلَّا مُکَآءً وَّ تَصْدِیَۃً ''اور نہیں ہے ان مشرکوں کی نماز بیت اللہ شریف کے پاس مگر سیٹیاں بجانا اور تالیاں بجانا۔'' قوالی کرنا۔ یہ ان کی عبادت تھی اور اگر یہ ضَرَبَ کے باب سے آئے تو اس کا معنیٰ ہوتا ہے آوازے

کسنا، چیخیں مارنا، شور مچانا۔ اور اگر نَصَرَ سے آئے تو اس کا معنٰی ہوتا ہے روکنا۔ یہ ضرب سے ہے۔ اس کا معنٰی ہے چیخیں مارنا، آوازے کسنا اور طعن و تشنیع کرنا۔ وَقَالُوْا اور کہا انھوں نے ءَاٰلِهَتُنَا خَيْرٌ کیا ہمارے الٰہ بہتر ہیں اَمْ هُوَ یا وہ۔ کہنے لگے دیکھو! ہمارے الٰہ ہیں لات، منات، عزّٰی۔ ان کے نسب نامہ میں کوئی اعتراض نہیں کر سکتا کہ یہ ہم نے بنائے ہیں۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہودیوں سے پوچھو وہ کیا کہتے ہیں اور آپ ہم سے عیسیٰ علیہ السلام کی بزرگی منوانا چاہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا نہیں بیان کیا انھوں نے اس کو آپ کے سامنے مگر جھگڑنے کے لیے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تم کیا کہتے ہو بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ بلکہ یہ قوم جھگڑالو ہے۔ جھگڑنے کے لیے عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر کرتے ہیں اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ نہیں ہے وہ عیسیٰ علیہ السلام مگر بندہ ہم نے اس پر انعام کیا کہ بغیر باپ کے پیدا کیا اور نبوت دی، کتاب دی اور بہت سارے معجزات دیئے۔ ظاہری اور باطنی انعامات ان پر کیے۔

مسلمانوں کا حبشہ کی طرف ہجرت کرنا :

جس وقت مکے والوں نے مسلمانوں پر مظالم ڈھائے تو کئی ساتھی ہجرت کر کے ملک حبشہ چلے گئے۔ حبشہ عیسائیوں کا ملک تھا اس کے بادشاہ کا نام اصحمہ اور لقب نجاشی تھا۔ بڑا نیک دل بادشاہ تھا۔ مشرکوں نے مشورہ کیا کہ جا کر نجاشی کو ملیں اور ان کو واپس لے کر آئیں وہاں آرام سے رہ رہے ہیں۔ چنانچہ مشرکین مکہ کا ایک وفد نجاشی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا جس میں عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ربیعہ بھی تھے۔ یہ اس وقت کافر تھے اور بعد میں دونوں مسلمان ہو گئے رضی اللہ عنہما۔ انھوں نے جا کر نجاشی سے ملاقات کی اور کہا کہ

ہمارے کچھ غلام اور کچھ مقروض لوگ بھاگ کر یہاں آئے ہیں ہم ان کو لے جانا چاہتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کچھ پہلے غلام بھی تھے بعد میں آزاد کردیئے گئے تھے اور کچھ ان کے مقروض بھی تھے۔ نجاشی بڑا سمجھ دار آدمی تھا۔ اس نے کہا کہ جب تک میں دوسرے فریق کی بات نہیں سنوں گا فیصلہ نہیں دوں گا۔ ایک طرف کی بات سن کر فیصلہ دے دینا انصاف کے خلاف ہے۔ چنانچہ مہاجرین کو بلایا گیا۔ ان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ مہاجرین نے ان کو اپنا متکلم بنایا۔ قریش مکہ کی طرف سے حضرت عمرو بن العاص جو اس وقت تک رضی اللہ عنہ نہیں ہوئے تھے اور عبداللہ بن ربیعہ تھے۔ یہ بھی بعد میں رضی اللہ عنہ ہو گئے تھے۔ یہ دونوں بڑے ہوشیار چالاک اور ٹیبل ٹاک کے ماہر تھے۔ گفتگو شروع ہوئی۔ نجاشی نے کہا کہ قریش کی طرف سے جو وفد آیا ہے انھوں نے کل مجھے کہا کہ ہمارے کچھ غلام اور مقروض یہاں بھاگ کر آئے ہیں ان کو ہمارے حوالے کرو لہٰذا تم اپنا مدعا بیان کرو اور ان کو جواب دو۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بے شک ہمارے بعض ساتھی پہلے غلام تھے مگر اب وہ آزاد ہو چکے ہیں اور بعض نے اگر کسی کا کچھ قرضہ دینا ہے تو وہ کھائیں گے نہیں دے دیں گے اور باقی سارے نہ غلام ہیں نہ مقروض ہیں۔ ہم ان کی برادری کے لوگ ہیں اور ان کی ٹکر کے آدمی ہیں یہ کس حیثیت سے ہمیں لینے کے لیے آئے ہیں ہم تو پہلے ہی ان کے مظالم سے تنگ ہو کر یہاں آئے ہیں اس پر عمرو بن العاص نے سمجھا کہ یہ بات تو الٹی پڑ گئی ہے۔ تو انھوں نے پینترا بدلا اور کہنے لگے کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کرتے ہیں ان کو ابن اللہ نہیں مانتے۔ کیونکہ نجاشی عیسائی تھا مذہبی طور پر اس کے جذبات بھڑکائے۔ نجاشی نے کہا کہ تم عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے یہ آیات

پڑھیں اِنْ ھُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَیْہِ نہیں ہے وہ مگر بندہ ہم نے اس پر انعام کیا۔ کہنے لگے دیکھو جی! توہین کر گئے بندہ کہہ گئے۔ نجاشی نے زمین سے تنکا اٹھایا اور اس کا سرا آگے سے پکڑ کر کہا کہ تنکے کے سرے جتنی بھی توہین نہیں کی واقعی عیسیٰ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔

دیکھو! آج بھی بعض جاہل قسم کے لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبروں کو بندہ نہ کہو اس میں ان کی توہین ہے۔ بھئی! بات یہ ہے کہ جب تک بندہ نہ کہیں کسی کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ ظاہر ہے کہ نماز میں التحیات بھی پڑھنی ہے اور اس میں اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ بھی ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔ عبدہ پہلے اور رسولہ بعد میں ہے۔ اگر بندہ کہنے میں توہین ہوتی معاذ اللہ تعالیٰ تو اللہ تعالیٰ اس کو نماز میں کیوں رکھتا؟ فرمایا نہیں ہے وہ عیسیٰ علیہ السلام مگر بندہ انعام کیا ہم نے اس پر وَجَعَلْنٰہُ مَثَلًا لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اور بنایا ہم نے اس کو مثال بنی اسرائیل کے لیے کہ دیکھو اللہ تعالیٰ بغیر باپ کے بھی پیدا کر سکتا ہے۔ فرمایا وَلَوْ نَشَآءُ اور اگر ہم چاہیں لَجَعَلْنَا مِنْکُمْ البتہ ہم بنادیں تمہاری جگہ مَّلٰٓئِکَةً فِی الْاَرْضِ فرشتے زمین میں یَخْلُفُوْنَ وہ خلافت کریں۔ ہم قادر ہیں کہ زمین کی خلافت فرشتوں کو دے دیں مگر ہماری طرف سے طے ہے اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً [سورۃ البقرہ] "خلافت آدم علیہ السلام اور ان کی نسل کے لیے ہے۔" آدم علیہ السلام سے پہلے دو ہزار سال تک جنات حکمرانی کرتے رہے مگر اب اولاد آدم قیامت تک حکمرانی کرے گی وَاِنَّہٗ اور بے شک وہ عیسیٰ علیہ السلام لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ البتہ قیامت کی نشانی ہیں فَلَا تَمْتَرُنَّ بِھَا پس ہرگز شک نہ کرو تم قیامت کے بارے میں۔

قیامت کی نشانیاں :

قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ دنیا میں فتنے فساد عام ہو جائیں گے، کثرت کے ساتھ قتل ہوں گے، چوری، زنا، ڈاکے، بدمعاشی بڑھتی جائے گی قیامت قریب آ جائے گی۔ آج کوئی یہ کہے کہ آنے والا دن پہلے سے بہتر ہوگا یا آنے والے دنوں میں ہم کوئی خوش خبری سنیں گے حاشا وکلا۔ بلکہ جوں جوں دن گزرتے جائیں گے خرابیاں بڑھتی جائیں گی۔ شراب نوشی کا کثرت سے ہونا، مظالم سے دنیا کا بھرا ہوا ہونا قرب قیامت کی نشانیاں ہیں۔ قیامت کی نشانیوں میں امام مہدی علیہ السلام کا آنا ہے۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل میں سے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہوں گے۔ ابوداؤد وغیرہ کی روایات میں ہے لوگ تمام حکمرانوں سے تنگ آ کر دعائیں کریں گے اے پروردگار! ان ظالم حکمرانوں سے ہماری جان چھڑا۔ ہاں! اس سے پہلے بڑی سخت جنگیں ہوں گی اتنی کہ اٹھانوے فیصد لوگ مارے جائیں گے دو فیصد بچیں گے۔ عورتیں ہی عورتیں ہوں گی حَتّٰی یَکُوْنَ لِخَمْسِیْنَ اِمْرَاَۃً الْقَیِّمُ الْوَاحِدُ بخاری شریف کی روایت ہے کہ پچاس پچاس عورتوں کو ایک ایک مرد سنبھالنے والا ہوگا۔ یہ اس کی بیویاں نہیں ہوں گی، بیٹیاں، بہنیں، پھوپھیاں، خالائیں ہوں گی۔ امام مہدی علیہ السلام کا ظہور ہوگا عیسیٰ نازل ہوں گے، دجال کا خروج ہوگا۔ عیسیٰ علیہ السلام دجال کو قتل کریں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نازل ہونا بھی قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔

تو فرمایا تم قیامت کی نشانیوں میں شک نہ کرو وَاتَّبِعُوْنِ اور میری پیروی کرو هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ یہ سیدھا راستہ ہے وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ اور ہرگز نہ روکے تم کو شیطان ان چیزوں سے اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن

ہے وَلَمَّا جَآءَ عِيسٰى بِالْبَيِّنٰتِ اور جس وقت عیسیٰ علیہ السلام کھلے دلائل لے کر آئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ میں شفا رکھی تھی۔ برص والے کے بدن پر ہاتھ پھیرتے تھے وہ ٹھیک ہو جاتا تھا مادرزاد اندھوں کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرتے تھے وہ بینا ہو جاتے تھے قبر پر کھڑے ہو کر کہتے قُمْ بِاِذْنِ اللہ وہ زندہ ہو کر باہر آ جاتا تھا۔ چار مردے زندہ ہوئے، مٹی کی چڑیاں بنا کر پھونک مارتے تھے وہ اڑ جاتی تھیں۔ یہ معجزات قرآن میں ہیں حق اور سچ ہیں کسی تاویل کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بغیر باپ کے پیدا ہونا بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے۔

تفسیر فتح البیان میں ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ ترکی اور برطانیہ کا سفیر کسی جگہ کسی مقصد کے لیے اکٹھے ہوئے تو برطانیہ کے سفیر نے جو عیسائی تھا چوٹ لگائی کہ سنا ہے تمہاری ماں پر لوگوں نے تہمت لگائی ہے۔ اشارہ تھا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بدکاری کے الزام کا۔ جن کی صفائی کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں دو رکوع نازل کیے اٹھارہ آیتیں نازل فرمائیں۔ تو برطانیہ کے سفیر نے یہ چوٹ کی کہ سنا ہے کہ تمہاری ماں پر تہمت لگی تھی۔ ترکی کا سفیر بڑا ہوشیار اور چالاک آدمی تھا اس نے کہا جی ہاں! ہماری ماں پر تو صرف تہمت لگی تھی اور کہنے والے کہتے ہیں کہ تمہاری ماں تو بچہ بھی ساتھ لے کر آئی تھی وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا [سورۃ النساء] یہودی اب بھی کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام العیاذ باللہ حرامی تھے اور یہی عقیدہ مرزا غلام احمد قادیانی کا ہے۔

مرزا قادیانی کا دجل :

کہتا ہے کہ یہ مولوی بڑے بڑے ہیں کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کی عزت نہیں کرتا۔ میں ان کی عزت کرتا ہوں ان کی ماں کی عزت کرتا ہوں ان کے باپ یوسف نجار کی

عزت کرتا ہوں ان کے چھ بہن بھائیوں کی عزت کرتا ہوں۔ اس ظالم سے کوئی پوچھے کہ ان کا باپ کہاں سے نکل آیا اور چھ بہن بھائی کہاں سے آ گئے۔ یہ سب جھوٹ اور افتراء ہے اور ہر مسلمان کا فریضہ ہے کہ اپنے عقائد کو درست رکھے۔ جب تک عقائد اور نظریات درست نہیں ہوں گے کچھ بھی قبول نہیں ہوگا۔ تو فرمایا شیطان تمھیں نہ روکے وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

اور جس وقت عیسیٰ علیہ السلام کھلی نشانیاں لے کر آئے قَالَ فرمایا عیسیٰ علیہ السلام نے قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ تحقیق میں لایا ہوں تمہارے پاس دانائی کی باتیں وَلِأُبَيِّنَ لَكُمْ اور تاکہ بیان کروں میں تمہارے سامنے بَعْضَ الَّذِي بعض وہ چیزیں تَخْتَلِفُونَ فِيهِ جن میں تم اختلاف کرتے ہو۔ اُس وقت یہودیوں نے شریعت کو ایسے ہی بدل اور بگاڑ دیا تھا جیسے آج کل کے اہل بدعت نے دین کو بدل اور بگاڑ دیا ہے۔ بدعات کو سنت بنا دیا۔

بدعات اور خرافات :

بدعت کے خلاف بات کرو تو ان کے مولوی اور پیر بھڑوں کی طرح پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ یقیناً ان لوگوں نے دین کا نقشہ بگاڑ دیا ہے۔

اعلان ہوا ہے کہ حضرت علی ہجویری رحمہ اللہ کی قبر کو اس سال عرق گلاب کے ساتھ غسل دیا جائے گا۔ پہلے دودھ کے ساتھ دھوتے تھے۔ یہ سب خرافات ہیں۔ ان بزرگوں نے جو کچھ کہا ہے اس پر تو عمل کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ یہ وہ بزرگ ہیں کہ جن کے ہاتھ پر چالیس ہزار ہندو مسلمان ہوئے۔ ان سے غیر اللہ کی پوجا چھڑا کر انھیں رب تعالیٰ کے سامنے جھکا دیا۔ چاند، سورج، ستاروں سے ہٹا کر، دریائے جمنا کی پوجا سے ہٹا کر

رب تعالیٰ کے سامنے جھکا دیا۔ اور آج یہ جاہل ان کی قبر کو سجدہ کرتے ہیں۔ جہالت کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ یاد رکھنا! آنحضرت ﷺ نے تمام چیزوں کا حکم بتلایا ہے۔ بخاری شریف میں روایت ہے جوں جوں قیامت کا وقت قریب آئے گا بدعات کثرت سے ہوں گی ہر سال کوئی نہ کوئی نئی بدعت ہوگی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب اعلان نبوت فرمایا تو سارے یہودی مخالف ہو گئے کہ یہ ہمارا دین بگاڑنا چاہتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تمہارے پاس آیا ہوں تاکہ بیان کروں بعض وہ چیزیں جن میں تم اختلاف کرتے ہو • فَاتَّقُوا اللّٰهَ پس ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے وَاَطِيْعُوْنِ اور میری اطاعت کرو۔ اور یاد رکھو خرق عادت کے طور پر میرے ہاتھ پر جو عجیب و غریب چیزیں ظاہر ہوتی ہیں ان کی وجہ سے میں رب نہیں بن گیا اور نہ ہی میرا رب بننے کا دعویٰ ہے معاذ اللہ تعالیٰ۔ یاد رکھو! اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ هُوَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ وہی میرا رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ یہ معجزات اسی نے مجھے عطا فرمائے ہیں فَاعْبُدُوْهُ پس اس کی عبادت کرو هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ یہ سیدھا راستہ ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تو یہ سبق دیا لیکن فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ پس اختلاف کیا گروہوں نے مِنْۢ بَيْنِهِمْ آپس میں۔ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ " عیسائیوں نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ یہودیوں نے کہا حلال زادہ نہیں ہے معاذ اللہ تعالیٰ۔ مشرکوں نے کہا کہ ہمارے الٰہوں کا تو نسب نامہ ہے اس کا نسب نامہ کہاں ہے لاکر دکھاؤ۔

عیسائیوں کے فرقے :

اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ احزاب سے عیسائیوں کے گروہ مراد ہیں۔

عیسائیوں کے ایک گروہ کا نام نسطوریہ ہے جو عیسیٰ علیہ السلام کو رب تعالیٰ کا بیٹا کہتے ہیں۔اور ایک گروہ کا نام یعقوبیہ ہے جو عیسیٰ علیہ السلام اور رب تعالیٰ کو آپس میں گڈمڈ مانتے ہیں یہ حلولیہ ہیں تیسرے گروہ کا نام ملکائیہ ہے جو عیسیٰ علیہ السلام کو خدائی کا رکن مانتے ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ خدا تین چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے۔اللہ تعالیٰ ایک،عیسیٰ علیہ السلام دو اور جبرائیل علیہ السلام تین۔اور بعض جبرائیل علیہ السلام کی جگہ حضرت مریم علیہا السلام کو تیسرا رکن مانتے ہیں کہ یہ تین مل کر نظام دنیا چلا رہے ہیں۔

تو فرمایا پس اختلاف کیا گروہوں نے آپس میں فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا پس خرابی ہے ان لوگوں کے لیے جو ظالم ہیں مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ اَلِيْمٍ دردناک دن کے عذاب سے هَلْ يَنْظُرُوْنَ نہیں انتظار کرتے یہ اِلَّا السَّاعَةَ مگر قیامت کا۔

یاد رکھنا! آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے قیامت سامنے ہے،فرشتے بھی سامنے، جنت دوزخ بھی سامنے آجائے گی مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهٗ ''جو فوت ہو گیا اس کی قیامت قائم ہوگئی۔فرمایا اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً یہ کہ قیامت آئے گی ان کے پاس اچانک ان کو پتا بھی نہیں چلے گا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ اور ان کو خبر بھی نہ ہوگی اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍ ۔ اَخِلَّا خلیل کی جمع ہے۔خلیل کا معنیٰ ہے دوست۔اس دن دوست بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ بعض بعض کے دشمن ہوں گے اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ مگر متقیوں کی دوستی برقرار رہے گی۔نیکوں کی دوستی وہاں بھی کام آئے گی اور رب تعالیٰ کی رحمت کا سبب بنے گی۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب کسی کے گناہوں کا پلا بھاری ہو جائے گا تو رب تعالیٰ اس کو دوزخ میں پھینکنے کا حکم دیں گے۔تو اس کے متقی ساتھی کہیں گے اے پروردگار!

یہ ہمارے ساتھ نمازیں پڑھتا تھا، روزے رکھتا تھا، ہمارے ساتھ اٹھتا بیٹھتا تھا۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے اس کے گناہ زیادہ ہیں سزا بھگت کر جائے گا۔ یہ کہیں گے اے پروردگار! ہم اس وقت تک جنت میں نہیں جائیں گے جب تک ہمارے ساتھی جنت میں نہ جائیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے جاؤ تم دوزخ میں داخل ہوکر ان کو لے آؤ جن جن کو تم پہچانتے ہو۔ دوزخ تمہارے لیے باغ و بہار کی طرح ہوگی۔ یہ بخاری شریف کی روایت کا خلاصہ ہے۔ اسی واسطے جماعت کے ساتھ نماز کی بڑی اہمیت ہے اور اجتماعی زندگی بڑی اونچی چیز ہے۔ ہوسکتا ہے کہ کوئی اہل علم گناہ گار ساتھی کا بازو پکڑ کر دوزخ سے باہر لے آئے۔ تو فرمایا اس دن دوست بعض بعض کے دشمن ہوں گے مگر متقیوں کی دوستی وہاں بھی برقرار رہے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں متقی بنائے اور ان کی دوستی نصیب فرمائے۔

يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿۶۸﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ﴿۶۹﴾ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ﴿۷۰﴾ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ ۚ وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۚ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۷۲﴾ لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۷۳﴾ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿۷۴﴾ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۷۶﴾ وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ۗ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ﴿۷۷﴾ لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿۷۸﴾

يٰعِبَادِ اے میرے بندو! لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ نہیں خوف تم پر اَلْيَوْمَ آج کے دن وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ اور نہ تم غمگین ہو گے اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وہ لوگ جو ایمان لائے بِاٰيٰتِنَا ہماری آیتوں پر وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ اور تھے فرماں بردار (اللہ تعالیٰ فرمائے گا) اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ داخل ہو جاؤ جنت میں اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تم اور تمہاری بیویاں تُحْبَرُوْنَ تمہاری عزت کی جائے گی يُطَافُ عَلَيْهِمْ پھیرے جائیں گے ان پر بِصِحَافٍ پیالے مِّنْ ذَهَبٍ سونے کے وَّاَكْوَابٍ گلاس وَفِيْهَا مَا اور ان میں وہ چیز ہو گی تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ جس کو چاہیں گے نفس وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ اور لطف

اٹھائیں گی ان سے آنکھیں وَاَنْتُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ اور تم ان میں ہمیشہ رہنے والے ہو گے وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِیْٓ اور یہ ہے وہ جنت اُوْرِثْتُمُوْهَا جس کا تمھیں وارث بنایا گیا ہے بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ان کاموں کی وجہ سے جو تم کرتے تھے لَكُمْ فِیْهَا تمھارے لیے اس میں ہوں گے فَاكِهَةٌ كَثِیْرَةٌ پھل بہت زیادہ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ جن کو تم کھاؤ گے اِنَّ الْمُجْرِمِیْنَ بے شک مجرم لوگ فِیْ عَذَابِ جَهَنَّمَ جہنم کے عذاب میں خٰلِدُوْنَ ہمیشہ رہنے والے ہوں گے لَا یُفَتَّرُ عَنْهُمْ نہ ہلکا کیا جائے گا ان سے وَهُمْ فِیْهِ مُبْلِسُوْنَ اور وہ اس میں مایوس ہوں گے وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِیْنَ لیکن وہ خود ہی ظلم کرنے والے ہیں وَنَادَوْا اور وہ پکاریں گے یٰمٰلِكُ اے مالک علیہ السلام لِیَقْضِ عَلَیْنَا چاہیے کہ فیصلہ کر دے ہم پر رَبُّكَ آپ کا رب قَالَ وہ کہے گا اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ بے شک تم رہنے والے ہو لَقَدْ جِئْنٰكُمْ البتہ تحقیق لائے ہیں ہم تمہارے پاس بِالْحَقِّ حق وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لیکن اکثریت تمھاری لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ حق کو پسند نہیں کرتی۔

ربط آیات :

اس سے پہلے سبق کے آخر میں تھا کہ قیامت والے دن دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر متقیوں کی دوستی وہاں بھی برقرار رہے گی۔ آگے اللہ تعالیٰ نے متقیوں

کے انعام کا ذکر فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یٰعِبَادِ اے میرے بندو! لَاخَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ نہیں خوف تم پر آج کے دن تم اپنے امتحان میں کامیاب ہو کر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مقام میں پہنچ چکے ہو اب آئندہ تمھیں کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں ہے بلکہ تم ہمیشہ کے لیے امن وسکون میں رہو گے وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ اور نہ تم غمگین ہو گے گزشتہ زندگی پر کیوں کہ کفر وشرک اور معاصی سے پاک گزری ہے لہٰذا تمھیں اس زندگی کے اعمال پر کوئی غم نہیں ہوگا۔ فرمایا یہ بشارت ان لوگوں کے لیے ہے اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا جو ایمان لائے ہماری آیتوں پر، ہمارے احکامات پر عمل کیا، توحید ورسالت، قیامت اور تقدیر پر ایمان لائے وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ اور تھے وہ فرماں بردار اللہ تعالیٰ کے۔ پھر ان سے کہا جائے گا اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ داخل ہو جاؤ جنت میں تم اور تمہاری بیویاں۔ اہل ایمان کی قدر دانی ہوگی کہ ان کی بیویوں کو بھی جنت میں ساتھ ملا دیا جائے گا۔

سورۃ مومن میں ہے کہ عرش کے اٹھانے والے فرشتے ایمان والوں کے لیے اس طرح دعائیں کرتے ہیں رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ''اے رب ہمارے اور داخل کر ان کو رہنے کے باغوں میں الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ جس کا آپ نے ان سے وعدہ کیا ہے وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ اور ان کو بھی جو نیک ہوں ان کے آباؤ اجداد میں سے اور ان کے بیویوں اور اولادوں میں سے اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ [آیت:۸] '' بے شک تو غالب اور حکمت والا ہے۔'' تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تم اور تمہاری بیویاں جنت میں داخل ہو جاؤ تُحْبَرُوْنَ تم سب کی عزت کی جائے گی تمہارا احترام ہوگا۔

جنت کی نعمتیں :

آگے اللہ تعالیٰ نے جنتیوں کی بعض نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے جو جنتیوں کو ملیں گی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّأَكْوَابٍ پھیرے جائیں گے ان پر سونے کے پیالے اور آب خورے۔ صحاف کا معنی رکابیاں، پیالے اور آکواب کا معنی گلاس یا آبخورے۔ مطلب یہ ہے کہ جنتیوں کے کھانے کے لیے سونے کے برتن استعمال کیے جائیں گے وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنْفُسُ اور اس جنت میں وہ چیز ہوگی جس کو ان کے نفس چاہیں گے وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ اور لطف اٹھائیں گی جن سے آنکھیں وَأَنْتُمْ فِيهَا خٰلِدُونَ اور تم ان میں ہمیشہ رہنے والے ہوگے وہاں سے کبھی نکالے نہیں جاؤ گے۔

سونے چاندی کے برتنوں کا استعمال :

مسلم شریف میں حدیث ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ایران کے سفر کے دوران میں کسی مجوسی سے پانی مانگا تو اس نے چاندی کے آب خورے یا گلاس میں پانی دیا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے پینے سے انکار کر دیا۔ دوبارہ پھر مانگا تو وہ پھر چاندی کے برتن میں پانی لایا۔ کیوں کہ ان کا طریقہ تھا کہ وہ بڑے آدمیوں کو سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے کی چیزیں دیتے تھے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے پانی کا وہ برتن پھینک دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے لَا تَشْرَبُوا فِي اٰنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَلَا تَأْكُلُوا فِي صِحَافِهَا فَإِنَّ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَكُمْ فِي الْاٰخِرَةِ ''اے ایمان والو! سونے چاندی کے برتنوں میں مت کھاؤ پیو کیونکہ یہ دنیا میں کافروں کے لیے اور آخرت میں ہمارے لیے ہیں۔'' آخرت میں کافر ان سے محروم رہیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی فرمان ہے

کہ جو شخص سونے چاندی کے برتن میں پانی پیتا ہے ایسا شخص پیٹ میں دوزخ کی آگ ڈالتا ہے۔ سونے چاندی کے برتنوں کا استعمال نہ مردوں کے لیے جائز ہے نہ عورتوں کے لیے۔ جنت میں سونے چاندی کے برتن ہوں گے اور جنت میں ہر جنتی کی ہر خواہش پوری کی جائے گی۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک دیہاتی نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں اونٹوں کو بہت پسند کرتا ہوں کیا مجھے یہ جانور جنت میں میسر ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! تمہاری یہ خواہش پوری ہوگی۔ اسی طرح ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے کھیتی باڑی کا بڑا شوق ہے کیا یہ شوق جنت میں پورا کرسکوں گا؟ فرمایا جونہی کوئی شخص کاشت کاری کی خواہش کا اظہار کرے گا تو اس کے سامنے فوراً زمین تیار کی جائے گی اس میں بیج ڈالے گا، فصل اگ کر بڑی ہوگی پھر پک کر تیار ہو جائے گی پھر دیکھتے ہی دیکھتے فصل کاٹ کر اناج کے ڈھیر لگا دیئے جائیں گے اور اس طرح تمہاری خواہش بھی پوری ہو جائے گی۔

آنحضرت ﷺ نے ایک صحابی سے فرمایا اصل چیز جنت کا داخلہ ہے۔ اگر وہ تمھیں حاصل ہو گیا تو پھر تمہاری ہر خواہش پوری ہوگی۔ اگر چاہو گے تو یاقوت کے گھوڑے پر سوار ہو کر جہاں چاہو گے جاسکو گے وہ تمھیں بڑی تیزی کے ساتھ اڑا کر لے جائے گا۔ حتی کہ لاکھوں میل کا فاصلہ طے کر لو گے مگر نہ کوئی تھکاوٹ ہوگی نہ کسی حادثے کا خطرہ ہوگا اور تم ان میں ہمیشہ رہنے والے ہو گے۔

فرمایا وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِیْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا اور یہی ہے وہ جنت جس کا تمھیں وارث بنایا گیا ہے جو تمھیں وراثت میں دی گئی ہے بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ان اعمال کے

بدلے جو تم نے کیے تھے۔ جنت میں داخلے کے لیے بنیادی شرط ایمان ہے لیکن ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کا ہونا بھی ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں بھی کامیابی کا ذکر فرمایا ہے وہاں ایمان کی شرط لگائی ہے۔ سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۹۴ میں ہے فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ''پس جو شخص نیک عمل کرے گا بشرطیکہ وہ ایمان رکھتا ہو پس ناقدری نہیں ہوگی اس کی کوشش کی۔'' اور سورۃ البینہ پارہ ۳۰ میں ہے اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ''بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے عمل کیے اچھے یہ لوگ بہترین مخلوق ہیں جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ ان کے پروردگار کے ہاں ان کا بدلہ ہے رہنے کے باغات ہیں۔''

فرمایا اس جنت میں لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ تمھارے لیے بہت سے پھل ہوں گے مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ جن سے تم کھاؤ گے لَا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ [سورۃ الواقعہ] ''نہ وہ قطع کیے جائیں گے اور نہ روکے جائیں گے۔'' یہ پھل سدا بہار ہوں گے اور کبھی ختم نہیں ہوں گے۔ جونہی درخت سے پھل توڑا جائے گا اس جگہ فوراً دوسرا پھل لگ جائے گا۔ جب کوئی جنتی کسی پھل کی خواہش کرے گا درخت جھک کر اس کے قریب آ جائے گا۔ ماننے والوں کو تو یہ انعامات ملیں گے۔ آگے نافرمانوں کے انجام کا ذکر کیا ہے۔

فرمایا اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ بے شک مجرم لوگ دوزخ کے عذاب میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جنھوں نے دنیا میں کفر، شرک، منافقت اور الحاد کو اختیار کیا۔ ان کے لیے سخت عذاب ہوگا لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ جو ان سے ہلکا بھی نہیں کیا جائے گا بلکہ روز بہ روز بدن بڑھتا رہے گا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا وَ

هُمْ فِيهِ مُبْلِسُوْنَ اور وہ اس عذاب میں آس توڑ بیٹھیں گے یعنی مایوس ہو جائیں گے کہ اب یہاں سے نکلنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ سورہ شوریٰ آیت نمبر ۴۴ میں ہے يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ''کہیں گے کیا یہاں سے نکلنے کی کوئی صورت ہے مگر وہ نکل نہیں سکیں گے۔

فرمایا وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ اور ہم نے ان کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کی۔ ہم نے تو دنیا میں ان کی طرف پیغمبر بھیجے، کتابیں بھیجیں، مبلغ بھیجے، عقل و شعور دیا، ہدایت کے تمام اسباب مہیا کیے مگر انھوں نے کفر و شرک کا راستہ اختیار کیا لہٰذا ہم نے ان کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کی وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ لیکن یہ خود ہی ظالم اور بے انصاف تھے۔ انھوں نے اپنے ارادے اور اختیار سے غلط راستہ اختیار کیا اور جہنم میں پہنچ گئے۔ عذاب سے تنگ آ کر کیا کریں گے۔ فرمایا وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ اور پکاریں گے دوزخی اے مالک علیہ السلام۔ دوزخ کے داروغے کا نام مالک ہے، علیہ السلام۔ پکاریں گے اے مالک علیہ السلام لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ اپنے پروردگار سے درخواست کرو کہ وہ ہمارا فیصلہ کر دے ہمیں موت دے دے تاکہ ہم عذاب سے چھوٹ جائیں لیکن لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى [سورۃ الاعلیٰ] ''نہ مریں گے وہاں اور نہ جئیں گے وہاں۔'' وہاں تو تکلیف ہی تکلیف ہو گی۔ جنتیوں سے درخواست کریں گے اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ''کہ بہادو ہمارے اوپر تھوڑا سا پانی یا جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمھیں روزی دی ہے'' اس میں سے کچھ ہمیں دے دو قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ [الاعراف: ۵۰] ''جنتی کہیں گے بے شک اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں چیزیں حرام کی ہیں کافروں پر۔'' فرمایا داروغہ دوزخ حضرت مالک علیہ السلام کو کہیں گے اپنے رب سے درخواست کرو کہ ہم پر فیصلہ کر

دے کہ ہمیں مار دے۔ قَالَ وہ کہے گا اِنَّکُمْ مّٰکِثُوْنَ بے شک تم اسی مقام میں رہنے والے ہو تمہاری درخواست قبول نہیں کی جائے گی نہ تم یہاں سے نکل سکو گے اور نہ ہی تمھیں موت آئے گی بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یہیں رہنا ہوگا۔ سورہ فاطر آیت نمبر ۳۷ میں ہے وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا "اور وہ دوزخی دوزخ میں چیخیں گے چلائیں گے گدھے کی طرح آوازیں نکالیں گے۔" کہیں گے رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ "اے ہمارے پروردگار! ہمیں یہاں سے نکال دے ہم اچھے کام کریں گے سوائے ان کے جو کرتے رہے۔" ایک ہزار سال تک رب تعالیٰ کی طرف سے جواب ہی نہیں آئے گا۔ ہزار سال کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائے گا قَالَ اخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ [المومنون:۱۰۸] "ذلیل ہو کر دوزخ میں پڑے رہو اور میرے ساتھ کلام نہ کرو۔"

لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ البتہ تحقیق ہم تمہارے پاس سچا دین لائے ہیں جس میں انسانیت کی فلاح کا پروگرام ہے وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ لیکن اکثریت تمہاری حق کو پسند نہیں کرتی۔ اپنا خود ساختہ دین بنایا ہوا ہے۔ اپنی قوم، برادری اور ملکی رسم ورواج پر چلتے ہیں حق کا مذاق اڑاتے ہیں لیکن جب گرفت آئے گی تو ان کی بات بھی کوئی نہیں سنے گا اور انھیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوزخ میں رہنا ہوگا۔

اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ ﴿۷۹﴾ اَمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَ
نَجْوٰىهُمْ ؕ بَلٰى وَ رُسُلُنَا لَدَیْهِمْ یَكْتُبُوْنَ ﴿۸۰﴾ قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ
وَلَدٌ ۖۗ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِیْنَ ﴿۸۱﴾ سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ رَبِّ
الْعَرْشِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَذَرْهُمْ یَخُوْضُوْا وَ یَلْعَبُوْا حَتّٰى یُلٰقُوْا
یَوْمَهُمُ الَّذِیْ یُوْعَدُوْنَ ﴿۸۳﴾ وَ هُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّ فِی
الْاَرْضِ اِلٰهٌ ؕ وَ هُوَ الْحَكِیْمُ الْعَلِیْمُ ﴿۸۴﴾ وَ تَبٰرَكَ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ
وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَهُمَا ۚ وَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۵﴾
وَ لَا یَمْلِكُ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ
بِالْحَقِّ وَ هُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾ وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ
فَاَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ ﴿۸۷﴾ وَ قِیْلِهٖ یٰرَبِّ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾ فَاصْفَحْ
عَنْهُمْ وَ قُلْ سَلٰمٌ ؕ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ ﴿۸۹﴾ ع ۷ ۱۴

اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا کیا انھوں نے ٹھہرائی ہے ایک بات فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ
پس بے شک ہم بھی ٹھہرانے والے ہیں اَمْ یَحْسَبُوْنَ کیا وہ گمان کرتے
ہیں اَنَّا لَا نَسْمَعُ کہ ہم نہیں سنتے سِرَّهُمْ ان کی پوشیدہ بات
وَنَجْوٰىهُمْ اور ان کی سرگوشی کو بَلٰی کیوں نہیں وَرُسُلُنَا اور ہمارے
بھیجے ہوئے لَدَیْهِمْ یَكْتُبُوْنَ ان کے پاس لکھتے ہیں قُلْ آپ کہہ
دیں اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ اگر ہو رحمٰن کے لیے اولاد فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِیْنَ
پس میں سب سے پہلے عبادت کرنے والا ہوں سُبْحٰنَ پاک ہے رَبِّ

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رب آسمانوں کا اور زمین کا رَبِّ الْعَرْشِ جو رب
ہے عرش کا عَمَّا یَصِفُوْنَ ان چیزوں سے جو یہ بیان کرتے ہیں فَذَرْهُمْ
پس چھوڑ دیں ان کو یَخُوْضُوْا گھسے رہیں وَیَلْعَبُوْا اور کھیلتے رہیں
حَتّٰی یُلٰقُوْا یہاں تک کہ ملاقات کریں یَوْمَهُمُ الَّذِیْ اپنے اس دن سے
یُوْعَدُوْنَ جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے وَهُوَ الَّذِیْ اور وہی ذات ہے
فِی السَّمَآءِ اِلٰهٌ آسمانوں میں معبود وَّفِی الْاَرْضِ اِلٰهٌ اور زمین میں الٰہ
وَهُوَ الْحَكِیْمُ الْعَلِیْمُ اور وہ حکمت والا سب کچھ جاننے والا ہے وَتَبٰرَكَ
الَّذِیْ اور بڑی برکت والی ہے وہ ذات لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
جس کی بادشاہی ہے آسمانوں میں اور زمین میں وَمَا بَیْنَهُمَا اور جو کچھ اس
کے درمیان ہے وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ اور اسی کے پاس ہے قیامت کا علم
وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے وَلَا یَمْلِكُ الَّذِیْنَ
اور نہیں ہیں مالک وہ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ جن کو یہ پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ سے
نیچے الشَّفَاعَةَ سفارش کے اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ مگر وہ جس نے گواہی دی
حق کی وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ اور وہ جانتے ہیں وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ اور اگر آپ
ان سے سوال کریں مَّنْ خَلَقَهُمْ کس نے پیدا کیا ہے ان کو لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ
البتہ ضرور کہیں گے اللہ تعالیٰ نے فَاَنّٰی یُؤْفَكُوْنَ پس یہ کدھر پھرے جاتے
ہیں وَقِیْلِهٖ اور قسم ہے رسول کی بات کی یٰرَبِّ کہ اے پروردگار! اِنَّ

هٰۤؤُلَآءِ قَوْمٌ بے شک یہ لوگ ایسی قوم ہیں لَّا یُؤْمِنُوْنَ جو ایمان نہیں لاتے فَاصْفَحْ عَنْهُمْ پس آپ ان سے درگزر کریں وَقُلْ سَلٰمٌ اور کہیں سلام فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ پس عن قریب یہ جان لیں گے۔

مشرکین کی تردید :

آج کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کا رد فرمایا ہے۔ دنیا میں کافر، مشرک ہمیشہ دین حق کی مخالفت کرتے ہیں۔ مکے اور عرب کے کافروں اور مشرکوں نے بھی دین حق کو مغلوب کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی بات کا ذکر فرمایا ہے اَمْ اَبْرَمُوْۤا اَمْرًا کیا انھوں نے ایک بات ٹھہرالی ہے، کسی کام کا پختہ ارادہ کرلیا ہے تو پھر سن لیں فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ پس بے شک ہم بھی ٹھہرانے والے ہیں۔ ہم نے بھی پختہ ارادہ کرلیا ہے ان کی ہر تدبیر کو ناکام بنانے کے لیے تل گئے ہیں۔ سورۃ الانفال آیت نمبر ۳۰ میں ہے وَیَمْكُرُوْنَ وَیَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمٰكِرِیْنَ ''اور وہ خفیہ تدبیریں کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی خفیہ تدبیر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان سب سے بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔'' اسی کی تدبیر غالب آئے گی۔ چنانچہ کافروں کے سارے منصوبے اللہ تعالیٰ نے ناکام بنائے اور وہ اسلام کا راستہ نہ روک سکے۔ قریش مکہ نے دین اسلام کو پھیلنے سے روکنے کے لیے پورا زور لگایا۔ جو آدمی مسلمان ہوتا اس پر تشدد کرتے تاکہ وہ اسلام کو چھوڑ دے۔ اس کے رشتہ داروں کو مار مار کر اس شخص کو اپنے پرانے دین میں واپس آنے پر مجبور کرتے۔ اگر کوئی شخص باہر سے مکہ مکرمہ میں آتا تو اس کو کہتے کہ اس نبی کے پاس نہ بیٹھے۔ اور آنحضرت ﷺ کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے کہ یہ شخص دیوانہ ہے الٹی سیدھی باتیں کرتا ہے لہٰذا اس کے قریب نہ جانا۔

17

اعشیٰ شاعر اور ضماد کاہن کی حضور ﷺ سے ملاقات :

اعشیٰ عرب کا مشہور شاعر تھا جو صَنّاجَۃ العرب یعنی عرب کا باجا کہلاتا تھا۔ جونہی کسی کے حق میں یا کسی کے خلاف کوئی شعر کہہ دیتا تھا تو وہ فوراً مشہور ہو جاتا تھا اور لوگ اس کی بات پر یقین کر لیتے تھے۔ یہ مکہ مکرمہ آیا اور آنحضرت ﷺ سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ ابوجہل اور اس کی پارٹی بڑی پریشان ہوئی کہ اگر یہ آدمی محمد ﷺ سے متاثر ہو گیا تو پھر سارا عرب اس کے پیچھے لگ جائے گا۔ چنانچہ انھوں نے اعشیٰ شاعر کو اناج سے لدے ہوئے سو اونٹ محض اس لیے دیئے کہ یہ حضور ﷺ سے ملاقات نہ کرے۔ چنانچہ یہ شخص اناج لے کر واپس جا رہا تھا کہ راستہ میں اونٹ سے گرا گردن ٹوٹ گئی اور وہیں مر گیا۔

حضرت ضماد رضی اللہ عنہ کاہن اور دیوانوں کے مشہور معالج تھے۔ ان کو معلوم ہوا مکہ مکرمہ میں ایک نوجوان دیوانہ ہو گیا ہے کیوں کہ مشرکین مکہ نے آپ ﷺ کو دیوانہ مشہور کر دیا تھا۔ تو یہ از خود علاج کے لیے مکہ مکرمہ آئے۔ قریش مکہ نے ان کو روکا مگر انھوں نے کہا اگر وہ دیوانہ ہے تو میں معالج ہوں اس کا شافی علاج کروں گا۔ چنانچہ مسلم شریف میں روایت ہے کہ جب حضرت ضماد رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کے سامنے خطبہ پڑھا اَنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَمَّا بعد خطبہ سنا تو گرویدہ ہو گیا۔ کہنے لگا لوگ غلط کہتے ہیں کہ یہ شخص مجنون ہے اس کی زبان سے تو اللہ تعالیٰ نے وہ کلام جاری کیا ہے جس کا اثر سمندر کی گہرائیوں تک پہنچتا ہے۔ وہ اسی مجلس میں مسلمان ہو گیا۔

تو قریش مکہ نے حق سے روکنے کی پوری کوشش کی۔ تو فرمایا کیا انھوں نے پختہ

بات ٹھہرائی ہے پس بے شک ہم بھی ٹھہرانے والے ہیں پختہ بات۔ کر لیں یہ جتنی تدبیریں کر سکتے ہیں اَمۡ یَحۡسَبُوۡنَ کیا یہ گمان کرتے ہیں اَنَّا لَا نَسۡمَعُ سِرَّهُمۡ وَنَجۡوٰىهُمۡ ہم نہیں سنتے ان کی خفیہ باتوں کو اور ان کی سرگوشیوں کو۔ فرمایا بَلٰی کیوں نہیں ہم ان کے متعلق سب کچھ سنتے اور جانتے ہیں وَرُسُلُنَا لَدَیۡهِمۡ یَكۡتُبُوۡنَ اور ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ان کی تمام پوشیدہ تدبیروں کو لکھتے ہیں۔ ہمارے کراماً کاتبین ان کی ہر چیز نوٹ کر رہے ہیں قیامت والے دن ان کے سامنے ان کا نامۂ اعمال پیش ہوگا اور آخری فیصلہ ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلۡ آپ فرما دیں ان کافروں اور اہل کتاب کو جو اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد کا عقیدہ رکھتے ہیں اِنۡ كَانَ لِلرَّحۡمٰنِ وَلَدٌ اگر ہو رحمٰن کی کوئی اولاد فَاَنَا اَوَّلُ الۡعٰبِدِیۡنَ تو میں سب سے پہلے عبادت کرنے والا ہوتا۔ اس آیت کریمہ کی دو تفسیریں بیان کی گئی ہیں۔

ایک یہ کہ اِنۡ نافیہ ہے اور عابدین کا معنیٰ ہے انکار کرنے والے۔ کیوں کہ یہ مادہ اگر باب نصر ینصر سے آئے تو معنیٰ ہوتا ہے عبادت کرنا اور اگر سَمِعَ سے آئے تو معنیٰ ہوتا ہے انکار کرنا۔ تو معنیٰ ہوگا نہیں ہے رحمان کے لیے اولاد، میں انکار کرنے والوں میں سے ہوں۔

دوسری تفسیر: عَبَدَ کو نَصَرَ سے بنایا جائے تو پھر اِن شرطیہ ہے اور شرط کا خارج میں ہونا ضروری نہیں ہوتا۔ تو معنیٰ ہوگا آپ ان سے کہہ دیں کہ اگر رحمان کا ولد ہوتا تو میں سب سے پہلے عبادت کرتا، اس کی تعظیم و تکریم کرتا مگر نہ اللہ تعالیٰ کی کوئی اولاد ہے اور نہ میں اس کی تعظیم کرنے کے لیے تیار ہوں سُبۡحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ

پاک ہے آسمانوں اور زمین کا رب رَبِّ الْعَرْشِ جو عرش عظیم کا بھی رب ہے وہ پاک اور منزہ ہے عَمَّا یَصِفُوْنَ ان چیزوں سے جن کو یہ بیان کرتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے عزیر (علیہ السلام) اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے اور کوئی کہتا ہے عیسیٰ (علیہ السلام) اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے، کوئی کہتا ہے فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ یہ سب غلط کہتے ہیں فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ [الاعراف: ۱۹۰] ''اللہ تعالیٰ کی ذات بہت بلند ہے ان سے جن کو یہ اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہیں۔'' فرمایا فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا پس ان کو چھوڑ دیں گھسے رہیں یہ باطل چیزوں میں۔ شرکیہ اور کفریہ عقائد میں یہ پھنسے رہیں وَيَلْعَبُوْا اور کھیل کود میں لگے رہیں حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ یہاں تک کہ یہ ملیں اپنے اس دن سے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے، قیامت کا دن۔ جب یہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہوں گے اور اپنے عقیدہ اور عمل کا جواب دیں گے اور انہیں اپنے اعمال کی سزا بھگتنی پڑے گی۔ اگر آخرت کی سزا سے بچنا چاہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لائیں، حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت پر اور قیامت پر ایمان لائیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ اور وہی ذات ہے جو آسمانوں میں بھی معبود ہے اور زمین میں بھی معبود ہے۔ اس کے سوا نہ کوئی آسمانوں میں معبود ہے اور نہ زمین میں معبود ہے آسمانوں میں فرشتے ہیں، چاند، سورج، ستارے ہیں مگر ان میں کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ زمین میں انسان ہیں، جنات ہیں، چرند، پرند ہیں، شجر حجر ہیں، مگر کوئی بھی ان میں عبادت کا مستحق نہیں ہے۔ یہ سب مخلوق ہیں۔ عبادت کے لائق صرف خالق ہے وہ وحدہ لاشریک ہے اس کے سوا عبادت کے کوئی لائق نہیں ہے وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ اور وہ حکیم بھی ہے اور علیم بھی

ہے اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں اور وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے وَتَبٰرَكَ الَّذِیْ اور بڑی بابرکت ہے وہ ذات لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جس کے لیے ہے بادشاہی آسمانوں کی اور زمین کی وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو کچھ زمین اور آسمان کے درمیان ہے۔ وہاں بھی بادشاہی اللہ تعالیٰ کی ہے جس میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

قیامت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے :

وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ اور اسی کے پاس ہے قیامت کا علم کہ وہ کب آئے گی؟ اللہ تعالیٰ کے سوا قیامت کا وقت کوئی نہیں جانتا۔ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۸۷ میں ہے لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ''نہیں ظاہر کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس کے وقت پر مگر وہی۔''

البتہ قیامت کی بعض نشانیوں کا علم اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو بتایا ہے جن کا ذکر احادیث میں موجود ہے۔ مثلاً: مسلمانوں میں تفرقہ پیدا ہو جائے گا، امام مہدی علیہ السلام کا ظہور، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول، آسمانوں سے دجال کا ظاہر ہونا، یاجوج ماجوج کی یورش، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، مشرق و مغرب اور جزیرہ عرب میں زمین کا دھنس جانا وغیرہ۔ باقی قیامت کے عین وقوع کا علم کسی کو نہیں ہے۔ تو فرمایا اسی کے پاس ہے قیامت کا علم وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے اور حساب کتاب ہوگا وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اور نہیں اختیار ہوگا ان کو جن کو یہ اللہ تعالیٰ سے نیچے پکارتے ہیں سفارش کا۔ جن کو مشرک لوگ اپنی حاجتوں میں پکارتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ ہمیں قیامت والے دن سفارش کر کے چھڑا لیں گے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کو سفارش کا کوئی اختیار نہیں ہوگا۔ سورۃ الزمر آیت نمبر ۴۴ میں ہے قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ''آپ فرما دیں کہ سفارش تو ساری اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں

ہے۔'' جس کو وہ اجازت دے گا وہ سفارش کرے گا اور اس کے لیے کرے گا جس کے لیے اجازت دے گا۔ کافر مشرک کو نہ تو سفارش کا اختیار ہوگا اور نہ مشرک کافر کے لیے سفارش ہوگی۔ تو فرمایا اور نہیں مالک وہ جن کو یہ پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ سے نیچے، سفارش کا اِلَّا مَنۡ شَهِدَ بِالۡحَقِّ مگر وہ جس نے گواہی دی حق کی۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی دی کلمہ توحید کو قبول کیا وَهُمۡ يَعۡلَمُوۡنَ اور وہ جانتے ہیں کہ کن لوگوں کے حق میں سفارش کی جا سکتی ہے۔ کافر مشرک سفارش کا اہل نہیں ہے۔

انبیائے کرام علیہم السلام، صدیقین، شہداء اور صالحین رحمۃ اللہ علیہم سفارش کے اہل ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے ایسے لوگوں کی سفارش کریں گے جن کا خاتمہ کلمہ توحید پر ہوا ہو گا۔ کسی کافر مشرک یا منافق کے حق میں سفارش نہیں کر سکیں گے۔ سورہ طٰہٰ آیت نمبر ۱۰۹ میں ہے اِلَّا مَنۡ اَذِنَ لَهُ الرَّحۡمٰنُ وَ رَضِیَ لَهٗ قَوۡلًا ہاں وہ سفارش کریں گے جن کو اللہ تعالیٰ اجازت دیں گے اور جس کی بات اللہ تعالیٰ کو پسند ہوگی۔

آگے اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید کے سلسلہ میں صفت خالقیت کا ذکر فرمایا ہے۔ فرمایا وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ خَلَقَهُمۡ اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ ان کو کس نے پیدا کیا ہے لَيَقُوۡلُنَّ اللّٰهُ تو ضرور کہیں گے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ مشرک اس بات کے قائل تھے کہ ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ سورہ زمر آیت نمبر ۳۸ پارہ ۲۴ میں ہے وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ لَيَقُوۡلُنَّ اللّٰهُ ''اگر آپ ان مشرکوں سے پوچھیں کس نے بنائے آسمان اور زمین تو ضرور کہیں گے اللہ تعالیٰ نے۔'' تو مشرک اللہ تعالیٰ کو زمینوں، آسمانوں، چاند، سورج، ستاروں کا خالق مانتے تھے تو ظالمو! جب خالق، مالک ہر چیز کا اللہ تعالیٰ ہے حاجت روا، مشکل کشا دوسرے کس طرح بن گئے؟ عبادت

کے لائق دوسرے کس طرح بن گئے؟

فرمایا فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ تو یہ لوگ کدھر پھرے جاتے ہیں یہ کس اندھیرے میں ٹکریں مار رہے ہیں؟ جب خالق اللہ تعالیٰ ہے تو نظام چلانے والا بھی وہی، عبادت کے لائق بھی صرف وہی ہے۔

اگلی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی اس شکایت کا ذکر فرمایا ہے جو اس نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کی۔ اللہ تعالیٰ کے ہر نبی نے اور خصوصاً آنحضرت ﷺ نے لوگوں کو ایمان کی دعوت دی ساری عمر تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیا اور اس راستے میں ماریں کھائیں، طعنے سنے، ہر طرح کی جسمانی اور ذہنی تکالیف برداشت کیں لیکن لوگوں کی اکثریت ایمان نہیں لائی۔ تو اللہ تعالیٰ کا پیغمبر پریشان ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَقِيْلِهٖ اور قسم ہے نبی کی اس بات کی يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ اے میرے پروردگار! یہ لوگ ایمان نہیں لاتے میں نے پوری کوشش کی ہے۔ میں نے ان کو مختلف طریقوں سے اور مثالوں سے سمجھایا ہے مگر ان پر ذرہ بھر بھی اثر نہیں ہوا یہ ایمان نہیں لاتے۔

سورۃ الفرقان آیت نمبر ۳۰ میں ہے وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا اللہ تعالیٰ کا رسول قیامت والے دن بارگاہ رب العزت میں شکایت پیش کرے گا کہ اے میرے پروردگار! میری اس قوم نے قرآن پاک کو پس پشت ڈال دیا تھا ان کو تیرے قرآن کا نظام پسند نہ آیا یہ اپنے لیے اِدھر اُدھر سے قانون حاصل کرتے رہے اب آپ ہی ان کے درمیان فیصلہ فرمائیں۔ تو فرمایا قسم ہے رسول ﷺ کی بات کی کہ اے میرے پروردگار! بے شک یہ لوگ ایسے ہیں جو ایمان نہیں لاتے۔ آگے

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کفار ومشرکین کی باتوں کو خاطر میں نہ لائیں بلکہ فَاصْفَحْ عَنْهُمْ پس درگزر کریں ان سے آپ ان کی حرکتوں سے پریشان نہ ہوں فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ [الرعد:۴۰] ''کیونکہ آپ کے ذمے میرا پیغام پہنچانا ہے اس کے بعد اگر کوئی نہیں مانتا تو پھر حساب لینا ہمارے ذمہ ہے۔'' ہم نے آپ کو حق کے ساتھ خوش خبری دینے والا اور ڈرسنانے والا بنا کر بھیجا ہے وَلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ [البقرہ:۱۱۹] ''اور نہیں سوال کیا جائے گا آپ سے دوزخیوں کے بارے میں'' کہ آپ نے ان کو ہدایت دے کر جنت میں کیوں نہیں پہنچایا؟ کیوں کہ یہ آپ کی ذمہ داری ہی نہیں۔ آپ کے ذمہ ہے ہمارا پیغام کھول کر پہنچا دینا۔

تو فرمایا آپ ان سے درگزر کریں، ان سے تعرض کریں وَقُلْ سَلٰمٌ اور ان کو سلام کہہ کر الگ ہو جائیں۔ اسے سلام متارکت کہتے ہیں۔ جب تم کسی طرح نہیں مانتے تو پھر ہم تمہارے ساتھ جھگڑا نہیں کریں گے بلکہ علیحدگی اختیار کرلیں گے تم اپنا کام کرتے رہو اور ہم اپنا کام جاری رکھیں گے۔ مگر ایک بات یاد رکھو! فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ پس عن قریب یہ جان لیں گے۔ انہیں معلوم ہو جائے گا کہ حقیقت کیا ہے۔ بعض نتائج تو دنیا میں سامنے آجائیں گے اور حتمی فیصلہ آخرت میں ہوگا۔ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسير

سورۃ الدّخان

(مکمل)

جلد............۱۸

ایاتها ۵۹ ۴۴ سُوْرَةُ الدُّخَانِ مَكِّيَّةٌ ۶۴ رکوعاتها ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ۚ﴿۱﴾ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۙ﴿۲﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ﴿۳﴾ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۙ﴿۴﴾ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ؕ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۚ﴿۵﴾ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۙ﴿۶﴾ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۘ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴿۷﴾ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۸﴾ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ ﴿۹﴾ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ۙ﴿۱۰﴾ يَّغْشَى النَّاسَ ؕ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۱﴾ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲﴾ اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ۙ﴿۱۳﴾ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ۘ﴿۱۴﴾ اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ ۘ﴿۱۵﴾

حٰمٓ ۚ﴿۱﴾ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ قسم ہے کتاب کی جو کھول کر بیان کرنے والی ہے اِنَّآ بے شک ہم نے اَنْزَلْنٰهُ نازل کیا ہے اس کتاب کو فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ برکت والی رات میں اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ بے شک ہم ڈرانے والے ہیں فِيْهَا اس رات میں يُفْرَقُ جدا کیا جاتا ہے كُلُّ اَمْرٍ ہر معاملہ حَكِيْمٍ حکمت والا اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا معاملہ ہماری طرف سے

اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِیْنَ بے شک ہم بھیجنے والے ہیں رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ رحمت ہے آپ کے رب کی طرف سے اِنَّهٗ هُوَ بے شک وہی السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ سننے والا جاننے والا ہے رَبِّ السَّمٰوٰتِ رب ہے آسمانوں کا وَالْاَرْضِ اورزمین کا وَمَا بَیْنَهُمَا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِیْنَ اگر ہو تم یقین کرنے والے لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ نہیں ہے کوئی معبود مگر وہی یُحْیٖ وَیُمِیْتُ وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے رَبُّكُمْ وہ تمہارا رب ہے وَرَبُّ اٰبَآىِٕكُمُ الْاَوَّلِیْنَ اور رب ہے تمھارے پہلے آباؤ اجداد کا بَلْ هُمْ فِیْ شَكٍّ بلکہ یہ لوگ شک میں یَّلْعَبُوْنَ کھیل رہے ہیں فَارْتَقِبْ پس آپ انتظار کریں یَوْمَ اس دن کا تَاْتِی السَّمَآءُ لائے گا آسمان بِدُخَانٍ مُّبِیْنٍ دھواں کھلا یَّغْشَی النَّاسَ ڈھانپ لے گا لوگوں کو هٰذَا عَذَابٌ اَلِیْمٌ یہ عذاب ہے دردناک رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ (کہیں گے) اے ہمارے رب دور کردے ہم سے عذاب کو اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ بے شک ہم ایمان لانے والے ہیں اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى کیوں کر ہوگا ان کے لیے نصیحت حاصل کرنا وَقَدْ جَآءَهُمْ اور تحقیق آچکا ان کے پاس رَسُوْلٌ مُّبِیْنٌ رسول کھول کر بیان کرنے والا ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ پھر روگردانی کی انھوں نے اس سے وَقَالُوْا اور کہا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ یہ سکھایا ہوا ہے دیوانہ ہے اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ بے شک ہم دور کرنے والے ہیں عذاب کو قَلِیْلًا تھوڑی

مدت تک اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ بے شک تم پھر کفر کی طرف لوٹنے والے ہو۔

تعارف سورۃ :

اس سورت کا نام سورۃ الدخان ہے۔ عربی میں دخان کا معنٰی ہے دھواں۔ اسی رکوع میں آیت کریمہ آرہی ہے جس میں دخان کا لفظ موجود ہے۔ دھویں سے کیا مراد ہے؟ اس کی تفصیل بھی آرہی ہے۔ دخان کا لفظ چونکہ موجود ہے اس لیے اس سورت کا نام دخان ہے یعنی وہ سورۃ جس میں دھویں کا ذکر ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے اس سے قبل تریسٹھ سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس میں تین رکوع اور انسٹھ آیتیں ہیں۔ حٰمٓ کے متعلق بات پہلے گزر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ناموں کی طرف اشارہ ہے۔ ح سے مراد حمیدٌ ہے اور م سے مراد مجیدٌ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفت اور بزرگی سب سے زیادہ ہے وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ واو قسمیہ ہے۔ معنٰی ہو گا قسم ہے اس کتاب کی جو کھول کر بیان کرتی ہے۔ کتاب سے مراد قرآن کریم ہے۔ اس میں توحید کے مسائل کھول کر بیان کیے گئے ہیں شرک کا کھلے لفظوں میں رد کیا گیا ہے۔ عبادات اور دیگر مسائل کھول کر بیان کیے گئے ہیں۔ بڑی وضاحت کے ساتھ خوب بیان ہوئے ہیں اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ بے شک ہم نے اس کو اتارا ہے برکت والی رات میں۔ برکت والی رات سے مراد لیلۃ القدر ہے۔ سورۃ القدر میں ہے اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ [پارہ: ۳۰] ''بے شک ہم نے اس کو اتارا ہے لیلۃ القدر میں۔'' اور لیلۃ القدر رمضان المبارک کے مہینے میں ہے شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ [البقرہ: ۱۸۵]

آسمان دنیا پر ایک مقام ہے بیت العزت اور بیت العظمت بھی اسے کہتے ہیں۔ تو

رمضان المبارک کی آخری راتوں میں لوح محفوظ سے بیت العزت یا بیت العظمت تک سارا قرآن کریم لیلۃ القدر کو نازل کیا گیا۔ پھر بیت العزت اور بیت العظمت سے آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی پر پورے تیئس (۲۳) سال میں نازل ہوا۔ تقریباً چھیاسی (۸۶) سورتیں مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں اور باقی مدینہ طیبہ میں کچھ سفر میں کچھ حضر میں اترا۔ جس رات قرآن کریم نازل ہوا ہے اس ایک رات کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے اتنی برکت والی رات ہے۔

لیلۃ مبارکہ کی تفسیر :

اکثر مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم اس کی تفسیر یہی کرتے ہیں کہ اس رات سے مراد لیلۃ القدر ہے۔ بعض مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے اس رات سے مراد شب برأت لی ہے جو پندرھویں شعبان کی رات ہے۔ اس کے متعلق روایات میں آتا ہے کہ اس رات کو اللہ تعالیٰ مخلوق کے رزق کا فیصلہ فرماتے ہیں کہ اِس سال اس کو اتنا رزق ملے گا اس کو اتنا رزق ملے گا۔ اس سال جس جس نے پیدا ہونا ہے ان کی پیدائش لکھی جاتی ہے اور جس نے مرنا ہوتا ہے اس کی موت درج کی جاتی ہے۔ بڑے رجسٹر سے چھوٹے میں۔ یہ بیمار ہوگا، یہ تندرست ہوگا وغیرہ۔ یہ فیصلے پندرھویں شعبان کو ہوتے ہیں۔ تو دونوں تفسیروں کی تطبیق ہوسکتی ہے۔ وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے نازل ہونے کا فیصلہ پندرھویں شعبان کو فرمایا اور نازل لیلۃ القدر میں کیا۔ کیوں کہ بعض چیزوں کا فیصلہ ہو جاتا ہے مگر عمل اپنے وقت پر ہوتا ہے۔ فرمایا اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ بے شک ہم ڈرانے والے ہیں نافرمانوں کو دنیا کے عذاب سے بھی اور آخرت کے عذاب سے بھی۔ اس کے لیے ہم نے پیغمبر بھیجے، کتابیں نازل کیں فِيْهَا يُفْرَقُ اس رات میں جدا کیا جاتا ہے بکھیرا جاتا ہے كُلُّ

اَمۡرٍ حَکِیۡمٍ ہر معاملہ حکمت والا تَنَزَّلُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوۡحُ فِیۡھَا "اللہ تعالیٰ کے فرشتے اترتے ہیں لیلۃ القدر کو اور روح بھی۔" روح سے مراد جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ اور فرشتوں کے ساتھ حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی اترتے ہیں۔ جہاں کہیں کوئی عبادت میں مصروف ہوتا ہے اس کو سلام کہتے ہیں۔ آناً فاناً دنیا میں گھوم جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں بکھیرتے ہوئے چلے جاتے ہیں اور سلامتی اترتی ہے ھِیَ حَتّٰی مَطۡلَعِ الۡفَجۡرِ طلوع فجر تک۔

فرمایا اَمۡرًا مِّنۡ عِنۡدِنَا یہ معاملے ہماری طرف سے ہوتے ہیں۔ ان میں کسی کا کوئی دخل نہیں ہے اِنَّا کُنَّا مُرۡسِلِیۡنَ بے شک ہم رسول بنا کر بھیجنے والے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک پہلے پیغمبر گزرے آخر میں تمام پیغمبروں کے امام اور سردار ہم نے بھیجے اور کتاب مبین بھیجی۔ یہ پیغمبروں کو بھیجنا رَحۡمَۃً مِّنۡ رَّبِّکَ آپ کے رب کی رحمت ہے۔ رب مجبور نہیں۔ اگر وہ کوئی پیغمبر نہ بھیجتا کوئی کتاب نہ نازل کرتا اس کو کوئی نہیں پوچھ سکتا تھا۔ زمین آسمان اور جو کچھ اس نے بنایا ہے اپنی مرضی اور اختیار سے بنایا ہے اس پر کوئی جبر نہیں تھا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ بے شک وہی ہے سننے والا سب باتوں کو قریب کی ہوں یا دور کی، آہستہ ہوں یا اونچی ہوں۔ اور جانتا ہے سب کے حالات اور نیتوں کو رَبِّ السَّمٰوٰتِ وہ رب ہے آسمانوں کا۔ آسمانوں میں جو مخلوق ہے فرشتے وغیرہ سب کی تربیت کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ فرشتوں کے علاوہ بے شمار مخلوق ہے جس کو ہم نہیں سمجھ سکتے وَالۡاَرۡضِ اور زمین کا رب ہے۔ زمین میں جو مخلوق ہے انسان ہیں، جنات ہیں، حیوانات، کیڑے مکوڑے، ان سب کا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ سمندر میں بے شمار مخلوق ہے ساری مخلوق کو جاننے والا، پیدا کرنے والا

، پالنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے اس کے سوا اور کوئی پالنے والا نہیں ہے وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو کچھ زمین اور آسمان کے درمیان ہے، فضا ہے، خلا ہے، یہ پرندے جو ہمارے سروں پر کافی، کافی دیر تک پر پھیلا کر اڑتے رہتے ہیں، ان کی الگ دنیا ہے۔ ان سب چیزوں کا رب بھی اللہ تعالیٰ ہے۔ کوئی جان دار چیز ایسی نہیں مگر اس کے رزق کا ذمہ دار اللہ تعالیٰ ہے مَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا ''نہیں ہے کوئی چلنے پھرنے والا جانور مگر اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے اس کی روزی اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ اگر تم یقین کرنے والے ہو۔ جب ہر چیز کا رب وہی ہے تو لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ نہیں ہے کوئی عبادت کے لائق مگر وہی اللہ تعالیٰ۔ اس کے سوا نہ کوئی حاجت روا ہے، نہ مشکل کشا ہے، نہ کوئی فریاد رس، نہ دست گیر، نہ کوئی نذر و نیاز کے لائق ہے، نہ کوئی پکارنے کے قابل ہے یہ ساری صفتیں صرف اللہ تعالیٰ کی ہیں يُحْيِ وَيُمِيْتُ وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے۔

جب ماں کے پیٹ میں بچے کی شکل و صورت بن جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتے ہیں کہ اس میں روح ڈال دو۔ اس کے بعد بچہ تقریباً پانچ ماہ تک ماں کے پیٹ میں رہتا ہے پھر دنیا میں آتا ہے۔ یہ دنیا کی زندگی اس کو اللہ تعالیٰ عطا فرماتے ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس پر موت طاری کرتے ہیں پھر موت کے بعد اس کو قبر کی زندگی عطا فرماتے ہیں۔ قبر کی زندگی بھی زندگی ہے پھر اس کے بعد قیامت والی زندگی ہے۔ قبر والی زندگی کا ہمیں شعور نہیں ہو سکتا۔ اگر تم کسی مردے کو قبر میں دیکھو تو اس میں زندگی والے آثار تمھیں نظر نہیں آئیں گے مگر ہوتا سب کچھ ہے۔ تکلیف بھی ہوتی ہے اور آرام بھی ہوتا ہے، مزے بھی کرتا ہے اور غمگین بھی ہوتا ہے۔ سزا بھی برداشت کرتا ہے اور رحمتوں سے فائدہ بھی اٹھاتا ہے۔ تو زندہ کرنے والا بھی وہی ہے اور مارنے والا بھی وہی ہے رَبُّكُمْ

وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ وہ تمہارا بھی رب ہے اور جو تمھارے آباؤ اجداد پہلے گزرے ہیں ان کا بھی رب ہے۔ اگر کوئی آدمی رب کا مفہوم سمجھ لے تو ان شاء اللہ تعالیٰ شرک کے قریب بھی نہیں جائے گا۔ رب کا معنیٰ ہے پالنے والا۔ تو تربیت کے سلسلے میں جتنی چیزوں کی ضرورت ہے وہ سب رب تعالیٰ کے پاس ہیں۔ مثلاً: جان دار چیز کو مزاج کے موافق غذا کی ضرورت ہے، ہوا کی ضرورت ہے، پانی کی ضرورت ہے، لباس کی ضرورت ہے، رہائش کے لیے مکان کی ضرورت ہے یہ تمام چیزیں رب تعالیٰ کے پاس ہیں۔ یہ ساری ضروریات پوری کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

سورہ فاطر آیت نمبر ۱۵ پارہ ۲۲ میں ہے يَاۤاَيُّهَا النَّاس اَنْتُمُ الْفُقَرَاۤءُ اِلَى اللهِ واللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ ''اے انسانو! تم سب کے سب اللہ تعالیٰ کے محتاج ہو اور وہ رب غنی ہے، بے نیاز ہے۔'' کوئی گھڑی ایسی نہیں ہے کہ تم اس میں رب تعالیٰ سے بے نیاز رہ سکو۔ رب تعالیٰ اپنی قدرت کے نمونے دکھاتا رہتا ہے مگر کوئی انسان ہو تو اس سے عبرت حاصل کرے۔ دیکھو! چند دن پہلے کتنی شدید گرمی تھی کہ کئی لوگ اس گرمی کے نذر ہو گئے، لوگوں نے اذانیں دینا شروع کر دیں، دعائیں مانگیں، نماز استسقاء پڑھی کہ پروردگار! ہم پر بارش برسا۔ جب رب تعالیٰ نے بارش برسائی تو پھر دعائیں شروع ہو گئیں کہ اب بارش بند کر دے۔ یہ سب رب تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔

وہی سورج کی کرنیں جن میں تمہاری حیات ہے تیز ہو جائیں تو موت واقع ہو جاتی ہے۔ وہی پانی جو زندگی کا سبب ہے وہی موت کا سبب بن جاتا ہے۔ انسان ان چیزوں پر غور تو تب کرے کہ انسانیت ہو۔ آج اکثر انسان تو حیوانوں سے بھی بدتر ہیں۔ فرمایا بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ بلکہ یہ لوگ شک میں کھیل رہے ہیں۔ قرآن پاک

کے متعلق شک ہے، نبی کریم ﷺ کے متعلق شک ہے، قیامت کے بارے میں شک ہے، حالانکہ قرآن محکم ہے اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت حق ہے، قیامت حق ہے ان چیزوں میں کسی شک شبے کی گنجائش نہیں ہے فَارْتَقِبْ پس آپ انتظار کریں یَوْمَ تَاْتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیْنٍ اس دن کا جس دن لائے گا آسمان دھواں کھلا، واضح یَّغْشَی النَّاسَ ڈھانپ لے گا لوگوں کو ھٰذَا عَذَابٌ اَلِیْمٌ یہ عذاب ہے دردناک۔

آپ ﷺ کی بددعا کے نتیجے میں مکے والوں پر قحط کا مسلط ہونا:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس کی تفسیر اس طرح فرماتے ہیں کہ جب مکہ والوں نے آنحضرت ﷺ کی نبوت کا انکار کیا، توحید کا انکار کیا، قیامت کا انکار کیا تو آنحضرت ﷺ نے ان کے لیے بددعا فرمائی کہ اے پروردگار! ان پر ایسے سال مسلط فرما جیسے یوسف علیہ السلام کے زمانے میں مسلط فرمائے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں سات سال قحط ہوا۔ بخاری شریف کی روایت ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وہ سال آئے کہ ہر شے جھلس گئی، پانی کے جو تھوڑے بہت چشمے تھے وہ ختم ہو گئے، جانور مرنے لگے، بندے بھوک میں مبتلا ہوئے، وہ مردار جانور جن کو لوگ پھینک آتے تھے، ان بدبودار جانوروں کو جا کر کھانے لگ جاتے تھے۔ وہ وقت بھی آیا کہ ہڈیاں پیس پیس کر کھاتے تھے، چمڑے کھاتے تھے۔ ابوسفیان آنحضرت ﷺ کے پاس آئے جو ان کے نمائندے تھے اور اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ کہنے لگے اے محمد ﷺ! آپ کی قوم کتنی تکلیف میں ہے دیکھتے نہیں ہو ان کے لیے دعا کرو یہ تکلیف ان سے دور ہو جائے تو پھر ہم آپ کی بات مانیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا چچا جان! اللہ تعالیٰ کی توحید کے قائل ہو جاؤ میری رسالت کو مان لو اللہ تعالیٰ عذاب فوراً دور کر دے گا۔ کہنے لگا اس

بات کو چھوڑ دو بس دعا کرو ہمارے لیے۔ یہ جو سات سال ان پر قحط کے مسلط ہوئے ان کے سامنے دھواں ہی دھواں ہوتا تھا۔ اٹھتے تھے بھوک کی وجہ سے سامنے دھواں نظر آتا تھا، گر جاتے تھے، ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس دھویں سے یہ دھواں مراد لیتے ہیں۔ جو مکے والوں پر چھایا ہوا تھا اوران پر مسلط تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس کی تفسیر یہ کرتے ہیں کہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے کہ دجال ظاہر ہوگا، مہدی علیہ السلام آئیں گے، زمین میں کثرت سے زلزلے آئیں گے، حجاز سے دھواں نکلے گا، کثرت سے سیلاب آئیں گے، خسف بالمشرق، مشرق کا ایک حصہ زمین میں دھنس جائے گا وَ خَسْفٌ بِالْمَغْرِبْ، یورپ کے علاقوں میں سے ایک حصہ زمین میں دھنس جائے گا، وَخَسْف بِالْجَزِيْرَةِ العرب، اور عرب کے جزیرے میں بھی ایک علاقہ زمین میں دھنس جائے گا۔

اپنا ذہن اس طرف جاتا ہے کہ جہاں اس وقت امریکہ کی فوجیں عرب میں بیٹھی ہیں اور بدمعاشی کا اڈا بنا ہوا ہے ممکن ہے یہی زمین دھنسا دی جائے۔ تو ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس دھویں سے مراد وہ دھواں ہے جو قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے جو آسمان کی طرف سے آئے گا اور سب کو وہ دھواں نظر آئے گا۔ ان تفسیروں کا آپس میں کوئی تعارض نہیں۔ پہلا دھواں بھی واقع ہوا اور اگلا بھی واقع ہوگا۔

تو فرمایا کہ انتظار کریں اس دن کا جس دن لائے گا آسمان دھواں واضح جو چھا جائے گا لوگوں پر۔ وہ دردناک عذاب ہے اس وقت لوگ دعائیں کریں گے رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اے ہمارے رب دور کر دے ہم سے عذاب اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ بے شک ہم ایمان لانے والے ہیں اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى کیوں کر ہوگا ان کے لیے

نصیحت حاصل کرنا وَقَدۡ جَآءَهُمۡ رَسُوۡلٌ مُّبِيۡنٌ اور تحقیق آچکا ان کے پاس رسول کھول کر بیان کرنے والا ثُمَّ تَوَلَّوۡا عَنۡهُ پھر انھوں نے اعراض کیا اس رسول سے، نہ مانا وَقَالُوۡا مُعَلَّمٌ اور کہنے لگے یہ معلم ہے لوگ اس کو سکھاتے ہیں۔ چودھویں پارے میں ہے يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ کہ اس کو ایک انسان سکھاتا ہے، تعلیم دیتا ہے۔ ایک غلام تھا رومی جس کا نام جبر تھا اور بعض نے عائش اور بعض نے یسار لکھا ہے۔ اس بے چارے کا کوئی وارث نہیں تھا۔ جب وہ بیمار ہوتا تھا تو آنحضرت ﷺ اس کی تیمارداری کرتے تھے، اپنی توفیق کے مطابق کھانا وغیرہ دیتے تھے۔ تو مکے والوں نے یہ الزام لگا دیا کہ یہ عیش نامی غلام اس کو تعلیم دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چودھویں پارے میں اس کا رد فرمایا کہ لِسَانُ الَّذِيۡ يُلۡحِدُوۡنَ اِلَيۡهِ اَعۡجَمِيٌّ وَّ هٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيۡنٌ [النحل: ۱۰۲] جس کی طرف نسبت کرتے ہیں کہ وہ اس کا استاد ہے وہ بے چارہ تو عربی ہی نہیں جانتا اس کی زبان تو عجمی ہے، رومی ہے۔ ٹوٹے پھوٹے عربی کے جملے بولتا تھا۔ اور یہ قرآن تو فصیح و بلیغ عربی میں ہے۔ یہ عجمی اس کو کیسے سکھا سکتا ہے۔ الزام کی کچھ نہ کچھ مناسبت تو ہونی چاہیے۔ مگر شوشے چھوڑنے والے شوشہ چھوڑ دیتے ہیں۔

تو کہنے لگے مُعلَّم ہے، سکھایا ہوا ہے مَّجۡنُوۡنٌ دیوانہ ہے، معاذ اللہ تعالیٰ۔ آنحضرت ﷺ کو لوگوں نے دیوانہ بھی کہا، شاعر اور ساحر بھی کہا، مسحور بھی کہا، کذاب بھی کہا، بہت کچھ کہا اور آپ ﷺ نے صبر کیا۔ فرمایا اِنَّا كَاشِفُوا الۡعَذَابِ قَلِيۡلًا بے شک ہم کھولنے والے ہیں عذاب کو تھوڑی مدت تک، دور کرنے والے ہیں عذاب کو تھوڑی مدت تک۔ یہ عذاب تو دور ہو جائے گا مگر کوئی اور عذاب نازل ہو جائے گا، عذاب سے چھٹکارا نہیں ہے اِنَّكُمۡ عَآئِدُوۡنَ بے شک تم اے مشرکو! کفر، شرک کی طرف لوٹنے

والے ہو۔تم اتنے ضدی ہو کہ کفروشرک کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمھیں عذاب دینا ہے تم اپنا کام کرو رب اپنا کام کرے گا۔

يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ۚ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَآءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ ﴿۱۷﴾ اَنْ اَدُّوْۤا اِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ ؕ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۸﴾ وَّاَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنِّيْۤ اٰتِيْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۹﴾ وَاِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ ﴿۲۰﴾ وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِيْ فَاعْتَزِلُوْنِ ﴿۲۱﴾ فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنَّ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ ﴿۲۲﴾ فَاَسْرِ بِعِبَادِيْ لَيْلًا اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ؕ اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۲۴﴾ كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۲۵﴾ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿۲۶﴾ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ﴿۲۷﴾ كَذٰلِكَ ۫ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴿۲۸﴾ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ﴿۲۹﴾

يَوْمَ نَبْطِشُ جس دن ہم پکڑیں گے اَلْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى پکڑ بڑی اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ بے شک ہم انتقام لینے والے ہیں وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ اور البتہ تحقیق ہم نے آزمایا ان سے پہلے قَوْمَ فِرْعَوْنَ فرعون کی قوم کو وَجَآءَهُمْ اور آیا ان کے پاس رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ رسول عزت والا اَنْ اَدُّوْۤا اِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ یہ کہ حوالے کرو میرے اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اِنِّيْ لَكُمْ بے شک میں تمہارے لیے رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ رسول ہوں امانت دار وَّاَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اور یہ کہ نہ سرکشی کرو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اِنِّيْۤ اٰتِيْكُمْ

بے شک میں لایا ہوں تمہارے پاس بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ کھلی دلیل وَاِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ اور بے شک میں پناہ لیتا ہوں اپنے رب کی وَرَبِّکُمْ اور تمہارے رب کی اَنْ تَرْجُمُوْنِ کہ تم مجھے سنگ سار کرو وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِیْ اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے فَاعْتَزِلُوْنِ پس مجھ سے الگ رہو فَدَعَا رَبَّهٗۤ پس پکارا موسیٰ نے اپنے رب کو اَنَّ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمٌ بے شک یہ قوم مُّجْرِمُوْنَ مجرم ہیں فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ لَیْلًا پس لے کر چلیں میرے بندوں کو رات کو اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ بے شک تمہارا پیچھا کیا جائے گا وَاتْرُكِ الْبَحْرَ اور چھوڑ دے سمندر کو رَهْوًا رکا ہوا اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ بے شک وہ ایک لشکر ہے جو غرق کیا جائے گا كَمْ تَرَكُوْا کتنے چھوڑے انھوں نے مِنْ جَنّٰتٍ باغات وَّعُیُوْنٍ اور چشمے وَّزُرُوْعٍ اور کھیتیاں وَّمَقَامٍ كَرِیْمٍ اور عمدہ مقام وَّنَعْمَةٍ اور خوشی کی چیزیں كَانُوْا فِیْهَا فٰكِهِیْنَ جن میں وہ آسودہ حال تھے كَذٰلِكَ اسی طرح ہوا وَاَوْرَثْنٰهَا اور ہم نے وارث بنادیا ان چیزوں کا قَوْمًا اٰخَرِیْنَ دوسری قوم کو فَمَا بَكَتْ عَلَیْهِمُ السَّمَآءُ پس نہ رویا ان پر آسمان وَالْاَرْضُ اور زمین وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِیْنَ اور نہ ہوئے وہ مہلت دیئے ہوؤں میں سے۔

ربط آیات :

کل کے سبق میں تم نے پڑھا کہ مکے والوں پر نافرمانی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے

سات سال قحط مسلط کیا لیکن انھوں نے کوئی بات تسلیم نہ کی۔ جہاں ان کا پارہ تھا وہیں رہا۔ اللہ تعالیٰ نے اور دھمکی دی اور فرمایا اس دن کا انتظار کرو یَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى جس دن ہم پکڑیں گے بڑی پکڑ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ بے شک ہم انتقام لینے والے ہیں۔

البطشة الکبریٰ کی تفسیر :

بخاری شریف میں روایت ہے کہ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى کی تفسیر بدر کا واقعہ ہے۔ ہجرت کا دوسرا سال تھا، سترہ رمضان المبارک جمعہ کا دن تھا، کافر مشرک ایک ہزار کی تعداد میں بڑی ٹھاٹ باٹ کے ساتھ اچھلتے کودتے ہوئے، نعرے مارتے، شادیانے بجاتے ہوئے آئے کہ آج مسلمانوں کا صفایا کر دینا ہے، گانے والی عورتیں ساتھ لائے کہ ہماری کامیابی کے گیت گائیں گی۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے ساتھ ان کو بری طرح شکست ہوئی۔ مسلمانوں کی تعداد تین سو تیرہ تھی۔ آنحضرت ﷺ قیادت فرما رہے تھے، آٹھ تلواروں کا ایک ہزار تلوار کے ساتھ مقابلہ تھا۔ تین سو تیرہ کے مقابلے میں ایک ہزار آدمی تھے۔ عالم اسباب میں کوئی مقابلہ ہی نہیں تھا مگر رب تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا کہ اس دن کا انتظار کرو جس دن ہم پکڑیں گے بڑی پکڑ۔ بڑے بڑے ستر کافر مارے گئے، ستر گرفتار ہوئے باقیوں کو بھاگنے کا رستہ نہ ملا۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے ان پر قحط مسلط کیا، انھوں نے نہ مانا۔ بدر میں ان کو بڑی بری شکست ہوئی مگر نہ مانا۔ آگے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی تسلی کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان فرمایا ہے کہ اگر یہ لوگ نہیں مانتے تو پریشان نہ ہوں ایسے منکر اور سرکش پہلے بھی گزرے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ اور البتہ تحقیق ہم نے

آزمایا ان سے پہلے فرعون کی قوم کو وَجَآءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ اور آیا ان کے پاس رسول بڑی عزت والا حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ عقائد کی کتابوں میں تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں پہلا درجہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے، دوسرا درجہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے اور تیسرا درجہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہے۔ تو تمام مخلوق میں تیسرے درجے والا پیغمبر ہم نے ان کی طرف بھیجا۔ فرعون نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا تھا۔ سخت سے سخت کام کی بیگار ان سے لیتا تھا، پیسے نہیں دیتا تھا اور یہی کام اس کے کارندوں کا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے دربار میں دو مطالبے رکھے۔ ایک فرمایا يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ [الاعراف: ۱۰۴] "اے فرعون بے شک میں بھیجا ہوا ہوں رب العالمین کی طرف سے۔" اور میرے ساتھ میرا بھائی ہارون بھی ہے اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ [طٰہٰ: ۴۷] "بے شک ہم بھیجے ہوئے ہیں آپ کے رب کی طرف سے۔" اس میں توحید کی دعوت بھی ہوگئی اور رسالت کی دعوت بھی آ گئی۔

دوسرا مطالبہ تھا کہ تو بنی اسرائیل کو آزاد کر دے میں ان کو ارض مقدس شام لے جانا چاہتا ہوں۔ ان کو میرے حوالے کر تا کہ یہ آزادی کے ساتھ زندگی بسر کریں۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ کے دین کے ساتھ ساتھ غلام قوم کی آزادی کا مطالبہ بھی کیا۔

فرمایا اَنْ اَدُّوْٓا اِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ یہ کہ حوالے کرو میرے اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ بے شک میں تمہارے لیے رسول ہوں امانت دار۔ جو رب تعالیٰ نے حکم دیا ہے وہی پہنچاتا ہوں اپنی طرف سے کمی بیشی نہیں کرتا۔

اس آیت کریمہ کی دوسری تفسیر اس طرح کرتے ہیں کہ اَنْ اَدُّوْٓا اِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ اے اللہ کے بندو! جو میں تم سے کہتا ہوں اس کو ادا کرو۔ میں تمھیں رب تعالیٰ کے احکام کی

ادائیگی کا حکم دیتا ہوں کہ توحید مان لو، رسالت قبول کرلو، قیامت کو حق مانو اور جو تمہارے ذمے عبادات ہیں ان کو قبول کرو۔ میں تمہارے لیے رسول امین ہوں۔ رب تعالیٰ نے جو فرمایا ہے امانت داری کے ساتھ پہنچاتا ہوں۔ اور اے فرعونیو! وَّاَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اور یہ کہ سرکشی نہ کرو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں۔ یعنی نافرمانی نہ کرو اِنِّیْۤ اٰتِیْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ بے شک میں لایا ہوں تمہارے پاس کھلی دلیل۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو نو نشانیاں عطا فرمائی تھیں جن کا ذکر قرآن کریم میں ہے ان میں سے ایک لاٹھی کا سانپ بن جانا، گریبان میں ہاتھ ڈال کر نکالتے تھے تو سورج کی طرح چمکتا تھا۔ یہ نشانیاں دیکھنے کے باوجود فرعون، ہامان نے اور ان کی فوج نے موسیٰ علیہ السلام کو دھمکی دی کہ اپنی اس تبلیغ سے باز آجاؤ ورنہ ہم تمہیں پتھروں سے سنگ سار کریں گے۔

اس دھمکی کا جواب دیتے ہوئے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا وَاِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّكُمْ اور بے شک میں پناہ لیتا ہوں اپنے رب کی اور تمہارے رب کی اَنْ تَرْجُمُوْنِ اس بات کی کہ تم مجھے رجم کرو۔ رجم کا معنیٰ ہوتا ہے کہ پتھر مار مار کے ختم کر دینا۔ جیسا کہ بخاری شریف میں حکم ہے کہ شادی شدہ مرد اور عورت بدکاری کریں اور شرعی ثبوت ہو جائے کہ چار شرعی گواہ ہوں یا وہ خود اقرار کریں تو ان کی سزا رجم ہے کہ میدان میں کھڑا کر کے سارے لوگ ان کو پتھر مار مار کے ختم کر دیں۔ تو فرمایا میں پناہ لیتا ہوں اپنے رب کی مدد کے ساتھ اور تمہارے رب کی مدد کے ساتھ۔ اس بات سے کہ تم مجھے رجم کرو وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِیْ اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے فَاعْتَزِلُوْنِ تو مجھ سے کنارہ کشی کرو، الگ ہو جاؤ۔ میں نے تمہارے ساتھ لڑائی جھگڑا تو کرنا نہیں۔ میں نے بات تم کو سمجھا دی ہے اگر یہ بات تمہیں ہضم نہیں ہوتی تو الگ رہو یہ دھمکیاں دینے کا

کیا معنٰی ہے کہ ہم تمھیں رجم کردیں گے۔ جب فرعون کے ظلم کی حد ہوگئی فَدَعَا رَبَّهٗۤ تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارا اپنے رب سے دعا کی اَنَّ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ بے شک یہ قوم مجرم ہے۔ میں نے ان کو حق کی بات کہی ان کو نشانیاں بھی دکھائیں جو آپ نے میرے ہاتھ پر ظاہر فرمائیں مگر یہ کوئی بات ماننے کے قریب نہیں آئے۔ الٹا زیادتیاں کیں، ظلم کیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم آیا فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ لَیْلًا پس لے جاؤ میرے بندوں کو رات کو اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ بے شک تمہارا پیچھا کیا جائے گا۔ حکم یہ ہوا کہ ان کو یہ پروگرام بتادو کہ تمھیں یہاں سے ہجرت کرنا ہے۔ ارض مقدس شام کے علاقے میں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خفیہ طور پر سارا پروگرام اپنی قوم کو بتادیا کہ فلاں رات کو ہمیں یہاں سے چلے جانا ہے اپنا ضروری سامان تیار کرلو باقی تمہارا انتظام رب تعالیٰ خود کریں گے۔

بنی اسرائیل کا مصر سے نکلنا :

مصر بڑا آباد علاقہ تھا چنانچہ لوگ جب مصر سے چلے ہزاروں کی تعداد میں مرد عورتیں تھیں، بچے بھی ساتھ تھے۔ رات کے پرسکون وقت میں ایک بچہ آواز نکالے تو شور مچ جاتا ہے۔ پھر عورتیں تو ایسی مخلوق ہیں کہ ان کو سو بار بھی چپ رہنے کا کہو تو یہ چپ نہیں رہ سکتیں وہ غیر اختیاری طور پر بولتی رہتی ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے فرعونیوں کو ایسا سلایا کہ کسی کو خبر تک نہ ہوئی۔ صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل تو سارے غائب ہو گئے ہیں۔ فرعون کو اطلاع دی اس نے فوراً ایمرجنسی نافذ کردی اور فوج لے کر تعاقب کے لیے چل پڑا۔ اپنے وزیر اعظم ہامان کو کہا تم فوج کے آگے رہو اور جو عوام ساتھ آئے ہیں فوجی تعاون کے لیے وہ فوج کے پیچھے رہیں اور میں تمہارے پیچھے ہوں گا۔ یہ ہوتے کون ہیں مصر سے

جانے والے ان کا یہاں سے جانا ہمارے لیے نقصان دہ ہے۔ مفت کے مزدور ہمارے ہاتھوں سے نکل کے جا رہے ہیں اور بدنامی علیحدہ ہے موسیٰ علیہ السلام بحر قلزم پر پہنچے تو رب تعالیٰ کا حکم ہوا کہ پانی پر لاٹھی مارو راستے بن جائیں گے تم بحر قلزم کو پار کر جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے پانی کے بلاک بن گئے۔ اِس طرف کا پانی اِدھر کھڑا ہو گیا اور اُس طرف کا اُدھر کھڑا ہو گیا درمیان میں راستے بن گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ہارون علیہ السلام ساتھیوں کو لے کر بحرم قلزم عبور کر گئے ایک بچہ بھی پیچھے نہ رہا۔ فرعونی جب بحر قلزم میں داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے دریائے قلزم کو حکم دیا کہ چل پڑو۔ فرعونی سارے کے سارے غرق ہو کر جہنم رسید ہوئے کسی کو یہ بھی علم نہ ہوا کہ کہاں گئے ہیں۔

فرعون نے بڑی واویلا کی۔ کہنے لگا اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ ''میں ایمان لاتا ہوں کہ بے شک کوئی الٰہ نہیں ہے سوائے اس کے جس پر ایمان لائے ہیں بنی اسرائیل۔'' میں موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے رب پر ایمان لایا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا آٰلْـئٰنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ''اب تم یہ کہتے ہو اور تحقیق تم نافرمانی کرتے تھے اس سے پہلے اور تھے تم فسادیوں میں سے۔'' ساری زندگی تیری نافرمانی میں گزری ہے فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰیَةً [سورۃ یونس: ۹۲] ''پس آج کے دن ہم بچا لیں گے تیرے جسم کو تاکہ ہو جائے وہ ان لوگوں کے لیے جو تیرے پیچھے ہیں نشانی۔'' آج تیرے بدن کو کنارے پر پھینکیں گے تاکہ پچھلوں کے لیے نشانی ہو جائے، عبرت ہو جائے کہ یہ تھا خدائی کا دعوے دار اور انجام یہ ہوا۔ چنانچہ پانی میں ڈوب کر مر گیا۔ پانی اندر جانے کے بعد وہ مشکیزے کی طرح ہو گیا پھر رب تعالیٰ نے اس کے بدن کو کنارے

پر پھینک دیا۔ اب تک اس کی نعش مصر کے عجائب گھر میں موجود ہے۔ کسی کسی وقت اس کا فوٹو اخبار میں آجاتا ہے آدمی دیکھ کر عبرت حاصل کر سکتا ہے کہ یہ وہ خبیث ہے جو کہتا تھا انا ربکم الاعلیٰ۔ جس نے موسیٰ علیہ السلام کو مصیبت میں ڈالا ہوا تھا۔ یہ تھا جس نے بنی اسرائیل کے بارہ ہزار بچے قتل کیے تھے اور ان کے مکان گرائے تھے۔

فرمایا وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا اور چھوڑ دے سمندر کو رکا ہوا اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ بے شک وہ لشکر ہے جو غرق کیا جائے گا۔ فرمایا كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ کتنے ہی چھوڑے انھوں نے باغات وَّعُيُوْنٍ اور چشمے وَّزُرُوْعٍ اور کھیتیاں چھوڑیں وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ اور عمدہ مقام۔ کوٹھیاں اور بڑی بڑی بلڈنگیں چھوڑیں جن میں قالین بچھے ہوئے تھے اور بڑے آسائش کے سامان تھے وہ سب چھوڑ گئے وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ اور خوشی کی چیزیں اور نعمتیں جن میں وہ آسودہ حال تھے۔ وہ سب چیزیں پیچھے رہ گئیں اور وہ سیدھے جہنم میں پہنچ گئے كَذٰلِكَ اسی طرح ہوا کہ ہم نے فرعون اور اس کی قوم کو بحرِ قلزم میں غرق کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو نجات دی وَاَوْرَثْنٰهَا اور ہم نے وارث بنایا ان چیزوں کا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ دوسری قوم کو۔ مفسرین کرام رحمہم اللہ کا اختلاف ہے کہ دوسری قوم سے مراد کون ہیں؟

بنی اسرائیل وادی تیہ میں :

علامہ بغوی رحمہ اللہ بڑے مفسر ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ جس وقت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی وادی تیہ میں پہنچے جس کو آج کل کے جغرافیے میں وادی سینائی کہتے ہیں جو چھتیس (۳۶) میل لمبی اور چوبیس (۲۴) میل چوڑی ہے۔ ۱۹۶۷ء میں اس پر یہود نے حملہ کر کے قبضہ کر لیا۔ اب کچھ حصہ مصر کو دے دیا ہے اور وہ حصہ جو فوجی اہمیت کا حامل ہے

اور جہاں تیل کے چشمے ہیں وہ سب یہودیوں کے پاس ہے۔ حالانکہ جغرافیے کے لحاظ سے یہ مصر کا حصہ ہے۔ وادی سینائی سطح سمندر سے تقریباً پانچ ہزار فٹ کی بلندی پر ہے۔ جیسے ہمارے ہاں مری ہے۔ تو علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ بنی اسرائیل جب وادی تیہہ میں پہنچے اور ان کو یقین ہو گیا کہ فرعون تباہ ہو گیا ہے اور اس کی فوجیں بھی تباہ ہو گئی ہیں تو کچھ لوگ ان میں سے واپس مصر چلے گئے۔ اور سورۃ الشعراء آیت نمبر ۵۹ پارہ نمبر ۱۹ میں آتا ہے وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ''اور ہم نے وارث بنایا بنی اسرائیل کو۔'' کچھ واپس چلے گئے اور باقی وہیں رہے۔

دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ فوری طور پر بنی اسرائیل وارث نہیں بنے کچھ عرصہ کے بعد بنے۔ فوری طور پر فرعون کے تباہ ہونے کے بعد وہاں کے دوسرے لوگوں نے قبضہ کر لیا۔ بعد میں یہ زمین اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو دے دی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاۗءُ وَالْاَرْضُ پس نہ رویا ان پر آسمان اور نہ زمین فرعونیوں کے تباہ ہونے پر۔

زمین و آسمان کا رونا :

اس مقام پر مفسرین نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس وقت کوئی مومن فوت ہوتا ہے تو اس پر آسمان اور زمین روتی ہے۔ زمین کے رونے کی وجہ وہ جگہ ہے جہاں وہ نماز پڑھتا تھا، اٹھتا، بیٹھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والا بندہ جب فوت ہو جاتا ہے تو آسمان کے دو دروازے بھی روتے ہیں۔ ایک وہ دروازہ جس سے اس کے نیک اعمال اوپر جاتے ہیں۔ اب وہ بند ہو گیا۔ اور دوسرا وہ کہ جس سے اس پر رب کی رحمتیں اور رزق نازل ہوتا تھا۔ تو مومن جب فوت ہوتا ہے زمین بھی روتی

ہے، آسمان بھی روتا ہے۔ اور فرعونیوں کے مرنے پر نہ زمین روئی اور نہ آسمان رویا بلکہ آنحضرت ﷺ نے ایک جنازہ دیکھ کر فرمایا مُسْتَرِیْحٌ اَوْ مُسْتَرَاحٌ مِنْہُ " یہ آرام پانے والا ہے یا اس سے آرام حاصل ہو گیا ہے۔" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا حضرت! اس کا کیا معنی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ مومن ہے تو دنیا کی مصیبتوں سے اس کی جان چھوٹ گئی جنت کی خوشیوں اور نعمتوں میں چلا گیا تو یہ راحت پانے والا ہے اور اگر یہ برا ہے تو یَسْتَرِیْحُ مِنْہُ الْعِبَادُ وَالْبِلَادُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ " تو اس سے بندوں نے راحت حاصل کر لی، سڑکوں اور دیواروں نے راحت حاصل کر لی، حیوانوں اور درختوں نے راحت حاصل کر لی۔" یہ بخاری شریف کی روایت ہے۔

تو برے آدمی کا مرنا دوسروں کے لیے راحت ہے۔ تو زمین اور آسمان ان پر کیوں روئے گا؟ تو فرمایا نہ ان پر آسمان رویا اور نہ زمین روئی وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ اور نہ ہوئے وہ مہلت دیئے ہوئے لوگوں میں سے کہ جب رب تعالیٰ کا عذاب اور گرفت آئی تو ان کو مہلت نہ ملی فوراً اللہ تعالیٰ کے عذاب کا شکار ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تسلی دی کہ اگر یہ مکے والے باز نہیں آتے تو انتظار کریں ان کا بھی وہی حشر ہو گا کہ دنیا میں بھی تباہی اور آخرت میں بھی تباہی۔

وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنَ
الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ﴿۳۰﴾ مِنْ فِرْعَوْنَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۱﴾
وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰى عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَاٰتَيْنٰهُمْ مِّنَ الْاٰيٰتِ
مَا فِيْهِ بَلٰٓؤٌا مُّبِيْنٌ ﴿۳۳﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۳۴﴾ اِنْ هِيَ اِلَّا مَوْتَتُنَا
الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِيْنَ ﴿۳۵﴾ فَاْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۶﴾
اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ ۙ وَّالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ اَهْلَكْنٰهُمْ ۫ اِنَّهُمْ كَانُوْا
مُجْرِمِيْنَ ﴿۳۷﴾ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿۳۸﴾ مَا
خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ
مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۰﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْئًا وَّلَا هُمْ
يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۴۲﴾ ع ۱۵

وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اور البتہ تحقیق ہم نے نجات دی بنی اسرائیل
کو مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ایسے عذاب سے جو توہین کرتا تھا مِنْ فِرْعَوْنَ
فرعون کی طرف سے اِنَّهٗ كَانَ عَالِيًا بے شک وہ فرعون سرکش تھا مِّنَ
الْمُسْرِفِيْنَ حد سے گزرنے والا وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ اور البتہ تحقیق ہم نے چنا
بنی اسرائیل کو عَلٰى عِلْمٍ علم کی بنیاد پر عَلَى الْعٰلَمِيْنَ جہان والوں پر
وَاٰتَيْنٰهُمْ اور دی ہم نے ان کو مِّنَ الْاٰيٰتِ نشانیاں مَا فِيْهِ جن میں
بَلٰٓؤٌا مُّبِيْنٌ انعام اور احسان تھا کھلا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ بے شک یہ مکے والے

لَیَقُوۡلُوۡنَ البتہ کہتے ہیں اِنۡ ھِیَ نہیں ہے یہ اِلَّا مَوۡتَتُنَا الۡاُوۡلٰی مگر ہماری پہلی ہی موت وَمَا نَحۡنُ بِمُنۡشَرِیۡنَ اور ہم نہیں اٹھائے جائیں گے فَاۡتُوۡا پس لے آؤ تم بِاٰبَآئِنَاۤ ہمارے باپ دادوں کو اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ اگر ہو تم سچے اَھُمۡ خَیۡرٌ کیا یہ بہتر ہیں اَمۡ قَوۡمُ تُبَّعٍ یا تبع کی قوم وَّ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِھِمۡ اور وہ جو ان سے پہلے گزرے ہیں اَھۡلَکۡنٰھُمۡ ہم نے ان کو ہلاک کیا اِنَّھُمۡ کَانُوۡا مُجۡرِمِیۡنَ بے شک وہ مجرم تھے وَمَا خَلَقۡنَا السَّمٰوٰتِ اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمانوں کو وَ الۡاَرۡضَ اور زمین کو وَمَا بَیۡنَھُمَا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے لٰعِبِیۡنَ کھیلتے ہوئے مَا خَلَقۡنٰھُمَاۤ نہیں پیدا کیا ہم نے ان کو اِلَّا بِالۡحَقِّ مگر حق کے ساتھ وَلٰکِنَّ اَکۡثَرَھُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ لیکن اکثر ان کے نہیں جانتے اِنَّ یَوۡمَ الۡفَصۡلِ بے شک فیصلے کا دن مِیۡقَاتُھُمۡ ان کا مقرر وقت ہے اَجۡمَعِیۡنَ سب کا یَوۡمَ لَا یُغۡنِیۡ مَوۡلًی اس دن نہیں کفایت کرے گا کوئی دوست عَنۡ مَّوۡلًی کسی دوست سے شَیۡئًا کچھ بھی وَّلَا ھُمۡ یُنۡصَرُوۡنَ اور نہ ان کی مدد کی جائے گی اِلَّا مَنۡ رَّحِمَ اللّٰہُ مگر وہ جس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اِنَّہٗ ھُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ بے شک وہ غالب ہے مہربان ہے۔

تذکرۂ بنی اسرائیل :

موسیٰ علیہ السلام، بنی اسرائیل اور فرعون کا ذکر چلا آ رہا ہے۔ ان آیات میں بھی ان کا

ذکر ہے۔فرمایا وَلَقَدۡ نَجَّیۡنَا اور البتہ تحقیق ہم نے نجات دی بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ بنی اسرائیل کو مِنَ الۡعَذَابِ الۡمُهِیۡنِ ایسے عذاب سے جو ان کو اذیت پہنچاتا تھا۔وہ کہاں سے ہوتا تھا؟ مِنۡ فِرۡعَوۡنَ فرعون کی طرف سے ہوتا تھا۔تو اس سے اللہ تعالیٰ نے ان کونجات دی کہ فرعون اور فرعونیوں کو اللہ تعالیٰ نے بحر قلزم میں غرق کیا اور بنی اسرائیلیوں کو نجات دے کر وادی تیہ میں پہنچایا اور فرعون کے ظلم سے نجات دی اِنَّهٗ بے شک وہ فرعون كَانَ عَالِيًا مِّنَ الۡمُسۡرِفِيۡنَ سرکش تھا حد سے بڑھنے والا تھا۔ان لوگوں میں سے تھا جو عدل وانصاف کی حدود پھلانگنے والے تھے۔فرعون بڑا ظالم تھا اس سے زیادہ ظلم کیا ہوگا کہ اپنے اقتدار کی خاطر بارہ ہزار بچے قتل کروائے تاکہ اس کے اقتدار پر کوئی زد نہ پڑے۔مگر اللہ تعالیٰ نے اس کا دشمن اس کے گھر میں پالا اور اپنی قدرت بتلائی کہ تم کون ہوتے ہو ہمارے فیصلوں کو ٹالنے والے ہم جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔

فرمایا وَلَقَدِ اخۡتَرۡنٰهُمۡ اور البتہ تحقیق ہم نے چنا،انتخاب کیا بنی اسرائیل کا عَلٰی عِلۡمٍ علم کی بنیاد پر عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ جہان والوں پر۔اپنے زمانے میں بنی اسرائیل ساری قوموں سے اونچی قوم تھی۔ان میں اللہ تعالیٰ نے چار ہزار پیغمبر بھیجے،تین مشہور کتابیں ان پیغمبروں پر نازل ہوئیں۔تورات موسیٰ علیہ السلام پر،زبور داؤد علیہ السلام پر،انجیل عیسیٰ علیہ السلام پر۔فرمایا ہم نے ان کا انتخاب کیا علم کی بنیاد پر جہان والوں پر وَاٰتَیۡنٰهُمۡ مِّنَ الۡاٰیٰتِ اور ہم نے دیں ان کو نشانیاں مَا فِیۡهِ بَلٰٓؤٌا مُّبِیۡنٌ جن میں انعام اور احسان تھا کھلا۔یہ لوگ جب وادی تیہ میں پہنچے تو موسیٰ علیہ السلام نے ان کو جہاد کا حکم دیا۔کہنے لگے فَاذۡهَبۡ اَنۡتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوۡنَ [مائدہ:۲۴] ''پس آپ جائیں اور آپ کا رب جائے اور جا کر لڑو بے شک ہم تو یہاں بیٹھنے والے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ نے ارض

مقدس چالیس سال کے لیے ان پر حرام کردی۔ یہ ہزاروں کی تعداد میں تھے۔ وادی تیہ بڑا کھلا میدان تھا جہاں کوئی درخت بھی نہیں تھا کہ چند آدمی اس کے سائے میں بیٹھ سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے بادلوں کے ذریعے سائے کا انتظام کیا۔ جب سورج چڑھتا بادل آجاتے سورج کے غروب ہونے تک گہرے بادلوں کے سائے رہتے۔ اوران کے کھانے کے لیے من وسلویٰ کا انتظام فرمایا۔ پکی پکائی کھیر اور بھنے ہوئے بٹیر ان کومل جاتے تھے مگر ان لوگوں نے کہا لَنۡ نَّصۡبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ ''ہم ہرگز صبر نہیں کریں گے ایک کھانے پر۔'' ہم کوتولہسن، پیاز چاہئیں، گندم اوردال چاول چاہئیں۔ پانی کی ضرورت ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کوفرمایا پتھر پر لاٹھی مارو۔ وہاں ایک بڑا سا پتھر پڑا تھا اس سے بارہ چشمے جاری ہوگئے۔ اس کے علاوہ بے شمار نعمتیں اللہ تعالیٰ نے ان پرنازل فرمائیں۔ تو دیں ہم نے ان کونعمتیں جن میں انعام واحسان اور آزمائش تھی کھلی۔ یہ واقعات بیان فرما کر پھر اللہ تعالیٰ مکے والوں کومتوجہ کرتے ہیں۔

فرمایا اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ بے شک یہ مکے والے لَيَقُوۡلُوۡنَ البتہ کہتے ہیں اِنۡ هِىَ اِلَّا مَوۡتَتُنَا الۡاُوۡلٰى نہیں ہے یہ مگر ہماری پہلی موت جوہم مرتے ہیں اس موت کے بعد وَمَا نَحۡنُ بِمُنۡشَرِيۡنَ اوردوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے۔ بس مرگئے، ہڈیاں بوسیدہ ہوگئیں، چوراچوراہوگئیں، دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے۔ قیامت ہے ہی نہیں۔ تم کہتے ہودوبارہ اٹھنا ہے توپھراس طرح کرو فَاۡتُوۡا بِاٰبَآئِنَاۤ پس لے آؤ ہمارے باپ دادوں کو۔ یہ ہمارے آباؤاجداد کی قبریں ہیں ان کواٹھا کرہمیں دکھادو اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ اگر ہوتم سچے کہ مرے ہوئے دوبارہ اٹھتے ہیں تاکہ ہمیں یقین ہوجائے کہ واقعی مردے دوبارہ زندہ ہوا کرتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا وقت مقرر کیا ہوا ہے

کسی کی فرمائش سے تو اللہ تعالیٰ کا قانون نہیں بدلتا۔

قوم تبع :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَھُمْ خَیْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ کیا یہ بہتر ہیں مکے والے یا تبع کی قوم بہتر ہے۔ تبع کا لفظ دو مرتبہ قرآن کریم میں آیا ہے۔ ایک یہ اور دوسرا سورت ق میں۔ یہ کون بزرگ تھے؟ مستدرک حاکم میں روایت ہے آنحضرت نے فرمایا لَا اَدْرِیْ اَتُبَّعٌ نَبِیٌّ اَمْ لَا "میں نہیں جانتا تبع نبی تھے یا نہیں تھے۔" قوم کی اضافت نبی کی طرف ہوتی ہے۔ قوم نوح، قوم ہود، قوم صالح۔ یہاں پر قوم کی اضافت تبع کی طرف ہوئی ہے۔

مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ یمن کے علاقہ میں ایک قبیلہ تھا حمیر۔ اس قبیلے کا ایک آدمی تھا اسعد بن مُلیک۔ یہ آدمی پہلے آگ کی پوجا کرتا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو ہدایت دی آگ کی پوجا سے توبہ کر کے خداوند عزیز کی توحید کا قائل ہو گیا۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے دو لڑکے دیئے۔ ایک کا نام کریب اور دوسرے کا نام کرب تھا۔ تفسیروں میں اس کی کنیت ابو کرب بھی آتی ہے اور ابو کریب بھی آتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نو سو سال پہلے گزرا ہے۔ بڑا نیک اور پرہیزگار آدمی تھا اَوَّلُ مَنْ کَسَی الْکَعْبَۃَ "یہ پہلا شخص ہے جس نے کعبۃ اللہ پر غلاف چڑھایا تھا۔" قوم کو بڑا سمجھایا مگر قوم نے اس کی اطاعت نہیں کی۔ اس کے لمبے چوڑے قصیدے بھی آتے ہیں۔ پہلی کتابوں کا علم بھی رکھتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کا بھی اس کو علم تھا۔

اس کے ایک قصیدے کے ایک شعر کا یہ ترجمہ ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم رب کے سچے رسول ہیں۔ اگر میری عمر ان کی عمر تک لمبی کر دی جائے تو میں ان کی خدمت کروں گا۔

شھدت علی احمد انہ رَسُوْلُ بار من الناس

فَلَوْ مُدِتُّ عَلٰی عمری اِلٰی عمرہ لکُنْتُ وزیرًا لہ وَزنًا

اس کا ایک خط عقیدت بھرا آپ ﷺ کے نام ہے۔ اس پیارے خط کے الفاظ بھی تم سن لو۔ یہ خط نقل در نقل ہوتے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے خاندان کے پاس تھا۔ بالآخر یہ خط ان کے پاس پہنچا اور انھوں نے آنحضرت ﷺ کو پہنچایا۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا نام خالد بن زید تھا۔ ان کے ایمان لانے کا سبب بھی یہی خط تھا تبع کا جس کا نام اسعد بن مُلیک تھا۔ وہ لکھتا ہے:

''حقیر اور ناقص بندے کی طرف سے اِلٰی محمد بن عبد اللہ نَبِیِّ محمد ﷺ کی طرف جو عبداللہ کے بیٹے نبی ہیں وَرَسُوْلہ اور اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں خاتم النبیّین خاتم النبیین ہیں وَرَسُوْلَ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ رب العالمین کے رسول ہیں ﷺ۔''

یہ اوپر عنوان تھا۔ خط کا مضمون کیا ہے؟ سنیے:

''اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّیْ اٰمَنْتُ بِكَ اے نبی کریم ﷺ! میں آپ پر ایمان لا چکا ہوں وَبِکِتَابِكَ الَّذِیْ یُنْزَلُ اِلَیْكَ اور اس کتاب پر بھی ایمان لا چکا ہوں جو آپ کی طرف اتاری جائے گی وَاَنَا عَلٰی دِیْنِكَ وَ مِلَّتِكَ اور میں آپ کے دین اور ملت پر ہوں آپ کے طریقے پر ہوں وَاٰمَنْتُ بِرَبِّكَ اور میں آپ کے رب پر ایمان لایا ہوں وَ رَبُّ کُلِّ شَیْءٍ جو ہر شے کا رب ہے اس پر ایمان لایا ہوں وَاٰمَنْتُ بِکُلِّ مَا جَآءَ بِــــرَبِّكَ اور میں ہر اس شے پر ایمان لایا ہوں جو آپ کے رب کی طرف سے آئی ہے مِنْ شَرائع الاسلام اسلام کے احکام جب بھی نازل ہوں گے میرا سب پر ایمان

ہے۔ حضرت! فَاِنْ اَدْرَكْتُكَ فِيهَا وَ نَعِمْتَ اگر میں نے آپ کا دور پالیا تو میری بڑی خوش قسمتی ہوگی، میرے واسطے بڑی سعادت ہوگی وَاِنْ لَمْ اَدْرِكْكَ اور اگر حضرت! آپ کا زمانہ نہ پاسکا فَاشْفَعْ لِیْ میرے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارش کرنا وَلَا تَنْسَانِیْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اور قیامت والے مجھے نہ بھلا دینا فَاِنِّیْ مِنْ اُمَّتِكَ پس میں آپ کی امت کا ایک فرد ہوں الْاَوَّلِيْن جو آپ کی امت کے اول افراد ہیں وَبَايَعْتُكَ اور میں نے آپ کی روحانی بیعت کی ہے قَبْلَ مَجِيْئِكَ آپ کے آنے سے پہلے وَاَنَا عَلٰى مِلَّتِكَ اور میں آپ کی ملت پر ہوں وَ مِلَّةِ اَبِيْكَ اِبْرَاهِيْم اور آپ کے دادا ابراہیم کی ملت پر ہوں۔"

یہ اسعد بن ملیک تبع رحمۃ اللہ علیہ نے خط لکھا تھا ثُمَّ خَتَمَ الْكِتٰبَ پھر اس نے خط پر مہر لگائی اور مہر کے الفاظ یہ ہیں وَ نَقَشَ عَلَيْهِ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَ مِنْ بَعْدُ پہلے بھی معاملہ رب کے قبضۂ قدرت میں ہے اور بعد میں بھی معاملہ رب کے قبضۂ قدرت میں ہے۔

یہ خط ہے اسعد بن ملیک رحمۃ اللہ علیہ کا جو انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت سے نو سو سال پہلے لکھا تھا۔ آخر تک بے چارہ کوشش کرتا رہا مگر قوم نے اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ بہتر ہیں یا قوم تبع وَّالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ اور وہ جو ان سے پہلے گزرے ہیں اَهْلَكْنٰهُمْ ہم نے ان کو ہلاک کیا۔ کیوں ہلاک کیا؟ اِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ بے شک وہ مجرم تھے۔ یہ مکے والے بھی مجرم ہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچ سکیں گے۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمانوں کو اور

زمین کو وَمَابَيْنَهُمَا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے لٰعِبِيْنَ کھیلتے ہوئے۔کھیل تماشے کے طور پر نہیں پیدا کیا۔ان کے بنانے کا کوئی مقصد ہے۔

دیکھو! اسکول، کالج، یونیورسٹی، مدرسہ، جامعہ، دارالعلوم ہوتا ہے۔ان کے بنانے کا مقصد تعلیم ہوتا ہے۔یہ زمین آسمان بنا کر اللہ تعالیٰ نے ہمارے سامنے ایک نصاب رکھا ہے، ہمیں ایک کورس دیا ہے۔اس کو پڑھو اور اس پر عمل کرو الدّنیا مزرع الاٰخِرَۃ "یہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔" جو بروقت کھیتی بوئے گا کٹائی کے وقت اچھی فصل کاٹے گا۔" شاعر نے کہا ہے:

از مکافاتِ عمل غافل مشو
گندم از گندم بروید جو ز جو

"اے بندے! عمل کے بدلے سے غافل نہ ہو۔گندم کا بیج ڈالو گے گندم کاٹو گے، جو کا بیج ڈالو گے جَو کاٹو گے۔" آج ہماری حالت یہ ہے کہ ہم بوتے تو کچھ نہیں اور خیال ہمارا یہ ہے کہ ہم ان شاء اللہ فصلیں کاٹیں گے۔کرتے کچھ نہیں اور خیال ہے کہ ہم جنت کے وارث ہیں۔ساری کامیابیاں ہمارے لیے ہیں۔عربی کے ایک شاعر نے بڑی اچھی بات کہی ہے:

دخل الذنوب الی الذنوب و ترتقی
طرق الجنان بها و فوز العامل
وَ نَسِيْتَ ان اللّٰه اخرج آدمه
منها الی الدنيا بذنبٍ واحدٍ

"اے بندے! میری بات سنو! گناہوں کی بوریوں پر بوریاں (تھیلوں پر تھیلے) بھرتے

جارہے ہو۔ اتنے بورے (تھیلے) لے کر جنت میں کیسے جاؤ گے؟ اور بھول گئے ہو آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایک گناہ کی وجہ سے جنت سے نکال کر دنیا میں بھیج دیا۔'' تم گناہوں کے بورے لے کر جنت میں کیسے جاؤ گے۔ کاش! کہ ہمارے اندر غیرت والا مادہ ہو اور ہم ہر چیز سے عبرت حاصل کریں۔ تو فرمایا ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کھیلتے ہوئے پیدا نہیں کیا مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ نہیں پیدا کیا ہم نے ان دونوں کو مگر حق کے ساتھ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہم کھانے پینے کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔ انھوں نے دنیا میں آنے کا مقصد یہی سمجھا ہے کہ بس کھاؤ، پیو، کماؤ، آخرت کی کوئی فکر نہیں ہے۔

فرمایا سن لو! اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ بے شک فیصلے کا دن ان کا مقرر وقت ہے اَجْمَعِيْنَ سب کا ایک دن آئے گا توحید اور شرک کا فیصلہ ہوگا، سنت اور بدعت کا فیصلہ ہوگا، ایمان اور کفر کا فیصلہ ہوگا، سچے اور جھوٹے کا فیصلہ ہوگا، نیکیوں اور برائیوں کا فیصلہ ہوگا۔ اس کا وقت مقرر ہے۔ فرمایا کان لگا کر (غور سے) سن لو يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْئًا اس دن نہیں کفایت کرے گا کوئی دوست کسی دوست کی کچھ بھی۔ دنیاوی دوستی قطعاً کوئی فائدہ نہیں دے گی سوائے متقیوں کے۔ اس سے پہلی سورت میں پڑھ چکے ہو اَلْاَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ''دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر متقیوں کی دوستی برقرار رہے گی۔'' تو فرمایا نہیں کفایت کرے گا کوئی دوست کسی دوست کی کچھ بھی قیامت والے دن وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ اور نہ ان کی مدد کی جائے گی اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ مگر وہ جس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ رب تعالیٰ کی رحمت ہوگی ایمان والوں پر، نیک عمل کرنے والوں پر اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ بے شک وہ

غالب ہے اس کو فیصلے سے کوئی روک نہیں سکتا، مہربان ہے۔ اُسی پر رحمت کرے گا جو اہل اور مستحق ہوگا۔ قیامت حق ہے ہر آدمی کو اس کی فکر کرنی چاہیے اور دور بھی نہیں ہے بس آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے جنت بھی سامنے اور دوزخ بھی سامنے۔

اِنَّ شَجَرَتَ

الزَّقُّوْمِ ﴿۴۳﴾ طَعَامُ الْاَثِیْمِ ﴿۴۴﴾ کَالْمُهْلِ یَغْلِیْ فِی الْبُطُوْنِ ﴿۴۵﴾ کَغَلْیِ الْحَمِیْمِ ﴿۴۶﴾ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِیْمِ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِیْمِ ﴿۴۸﴾ ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْكَرِیْمُ ﴿۴۹﴾ اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ ﴿۵۰﴾ اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ مَقَامٍ اَمِیْنٍ ﴿۵۱﴾ فِیْ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ ﴿۵۲﴾ یَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّ اِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ ﴿۵۳﴾ كَذٰلِكَ وَ زَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِیْنٍ ﴿۵۴﴾ یَدْعُوْنَ فِیْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِیْنَ ﴿۵۵﴾ لَا یَذُوْقُوْنَ فِیْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى وَ وَقٰىهُمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ ﴿۵۶﴾ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۵۷﴾ فَاِنَّمَا یَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾ فَارْتَقِبْ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ ﴿۵۹﴾ ع ۱۷/۱۶

اِنَّ بے شک شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ تھوہڑ کا درخت طَعَامُ الْاَثِیْمِ گناہ گاروں کی خوراک ہے کَالْمُهْلِ جیسے تلچھٹ (پگھلے ہوئے تانبے کی طرح) یَغْلِیْ فِی الْبُطُوْنِ (جوش مارے گا) جو کھولتا ہے پیٹوں میں کَغَلْیِ الْحَمِیْمِ جیسے کھولتا ہوا پانی خُذُوْهُ پکڑو اس کو فَاعْتِلُوْهُ پس گھسیٹو اس کو اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِیْمِ جہنم کے درمیان تک ثُمَّ صُبُّوْا پھر ڈالو فَوْقَ رَاْسِهٖ اس کے سر پر مِنْ عَذَابِ الْحَمِیْمِ گرم پانی کا عذاب ذُقْ چکھ لے مزہ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْكَرِیْمُ بے شک تو غالب اور عزت والا تھا

اِنَّ هٰذَا بے شک یہ مَا وہ چیز ہے كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ جس کے بارے میں تم شک کرتے تھے اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ بے شک پرہیزگار فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ امن والی جگہ میں ہوں گے فِيْ جَنّٰتٍ باغوں میں وَّعُيُوْنٍ اور چشموں میں يَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ پہنیں گے باریک ریشم کا لباس وَّاِسْتَبْرَقٍ اور موٹے ریشم کا لباس مُّتَقٰبِلِيْنَ آمنے سامنے بیٹھیں گے كَذٰلِكَ اسی طرح ہوگا وَزَوَّجْنٰهُمْ اور ہم ان کا نکاح کردیں گے بِحُوْرٍ عِيْنٍ سفید رنگ کی موٹی موٹی آنکھوں والی عورتوں کے ساتھ يَدْعُوْنَ فِيْهَا طلب کریں گے جنتی ان باغوں میں بِكُلِّ فَاكِهَةٍ ہر قسم کے پھل اٰمِنِيْنَ امن کے ساتھ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا نہیں چکھیں گے ان باغوں میں الْمَوْتَ موت کو اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى مگر وہ پہلی موت وَوَقٰهُمْ اور بچائے گا ان کو اللہ تعالیٰ عَذَابَ الْجَحِيْمِ شعلہ مارنے والی آگ کے عذاب سے فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ یہ مہربانی ہے آپ کے رب کی طرف سے ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ یہ ہے وہ کامیابی بڑی فَاِنَّمَا پس پختہ بات ہے يَسَّرْنٰهُ ہم نے آسان کیا ہے قرآن پاک کو بِلِسَانِكَ آپ کی زبان پر لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں فَارْتَقِبْ پس آپ انتظار کریں اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ بے شک یہ بھی انتظار کرنے والے ہیں۔

ربطِ آیات :

اس سے پہلے رکوع کے آخر میں تھا اِنَّ یَوْمَ الْفَصْلِ مِیْقَاتُھُمْ اَجْمَعِیْنَ بے شک ان سب کے فیصلے کا دن مقرر ہے یعنی قیامت والا دن۔ قیامت برحق ہے ضرور آئے گی سب کا فیصلہ ہوگا۔ اصولی طور پر دو گروہ ہوں گے :

① ...... کافر مشرک۔

② ...... دوسری طرف مومن موحد۔

پھر ان کی بھی کئی قسمیں ہیں۔ بُرے لوگوں کے بھی درجے ہیں اور نیکوں کے بھی درجے ہیں۔ آج کی آیات میں اللہ تعالیٰ دونوں گروہوں کی خوراک کا ذکر فرماتے ہیں۔ مجرموں کی خوراک کیا ہوگی؟ ارشادِ ربانی ہے اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ بے شک تھوہڑ کا درخت طَعَامُ الْاَثِیْمِ گناہ گاروں کی خوراک ہے۔ وہ تھوہڑ کا درخت دنیا میں موجود نہیں ہے۔ احادیث میں آتا ہے کہ وہ اتنا کڑوا ہوگا کہ اگر اس کا ایک قطرہ دنیا کے دریاؤں میں ڈال دیا جائے تو تمام دریا کڑوے ہو جائیں۔ اور اتنا بدبودار ہوگا کہ اگر ایک قطرہ دنیا میں پھینکا جائے تو مشرق سے مغرب تک دنیا اس کی بدبو سے مر جائے گی۔ بھوک کے دردناک عذاب کے وقت اس کے کھانے پر مجبور ہوں گے۔ بغیر بھوک کے اس کو کون کھائے گا۔

تو فرمایا تھوہڑ کا درخت گناہ گاروں کی خوراک ہے کَالْمُھْلِ جیسے تیل کے نیچے تلچھٹ ہوتی ہے، گندمند۔ اُس طرح کی اس کی شکل ہوگی نہایت بُری۔ اور مُھل کا معنی پگھلے ہوئے تانبے کا بھی کرتے ہیں۔ جیسے پگھلا ہوا تانبا ہوتا ہے بڑا گرم۔ تو حدت کی شدت کے اظہار کے لیے اس کے ساتھ تشبیہ دی ہے یَغْلِیْ فِی الْبُطُوْنِ جوش

مارے گا پٹوں میں، اُبلے گا كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ جیسے گرم پانی کھولتا ہے، ابلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیں گے خُذُوْهُ پکڑو اس مجرم کو فَاعْتِلُوْهُ پس گھسیٹو اس کو اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ جہنم کے درمیان کی طرف۔ جن فرشتوں کی ڈیوٹی لگی ہوگی وہ مجرم کو کنارے سے کھینچ کر جہنم کے درمیان میں لے جائیں گے۔ فرشتوں کو کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔ وہ دوزخ میں ایسے ہوں گے جیسے دفتر میں بیٹھے ہیں۔ دوزخی چیخیں گے۔ سورہ فاطر آیت نمبر ۳۷ پارہ ۲۲ میں ہے وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ''اور وہ دوزخ میں چیخیں ماریں گے، واویلا کریں گے۔'' مگر فرشتے ان کو نہیں چھوڑیں گے۔ ایک ایک مجرم اتنا روئے گا کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اس کے رخسار پر آنسوؤں کی وجہ سے نالیاں سی بن جائیں گی جیسے پہاڑی علاقوں میں ندیاں بہتی ہیں کہ ان میں کشتی چلاؤ تو چل پڑے گی اور جب آنکھوں سے آنسو ختم ہو جائیں گے تو خون آئے گا۔

تو فرمایا ان کو جہنم کے درمیان تک گھسیٹ کر پہنچاؤ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ پھر ڈالو اس کے سر پر مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ گرم پانی کا عذاب۔ فرشتے جب گرم پانی سر پر ڈالیں گے تو سارا چمڑا پاؤں تک اتر جائے گا۔ فوراً دوسرا چمڑا پہنا دیا جائے گا۔ سورۃ النساء آیت نمبر ۵۶ پارہ ۵ میں ہے كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا ''جب بھی ان کے چمڑے جل جائیں گے ہم ان کے لیے دوسرے چمڑے تبدیل کر دیں گے۔'' رب تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ کتنی دفعہ چمڑے جلیں گے اور کتنی دفعہ بدلیں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہر مسلمان کو دوزخ کے عذاب سے بچائے۔ تو فرمایا پھر ڈالو اس کے سر پر گرم پانی کا عذاب۔ کہا جائے گا ذُقْ چکھ اے مجرم! مزہ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ بے شک تو دنیا میں غالب اور عزت والا تھا اب مزہ چکھ۔

تفسیروں میں آتا ہے کہ ابوجہل مجلسوں میں بیٹھ کر کہا کرتا تھا کہ وادیٔ بطحا میں مجھ سے زیادہ عزت والا کون ہے۔ یہ مٹھی بھر مسلمان میرا کیا بگاڑ سکتے ہیں اور دنیا میں اس قسم کے بہت متکبر اور سرکش لوگ ہوئے جو اپنے آپ کو سب سے زیادہ طاقت ور اور سب سے زیادہ عزت والا سمجھتے تھے۔ تو ان سے کہا جائے گا چکھو اپنے کیے کا، مزہ تم بڑے غالب اور عزت والے تھے اِنَّ هٰذَا مَا بے شک یہ ایسی چیز ہے كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ جس کے بارے میں تم شک کرتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ کے نبی تمھیں بُرے انجام سے ڈراتے تھے کہ جب مر کر مٹی ہو جائیں گے، ہماری ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ [سورہ یٰسین] ''کون زندہ کرے گا ہڈیوں کو حالانکہ وہ بوسیدہ ہو چکی ہوں گی۔'' پھر ہم کیسے زندہ ہوں گے۔ تو تم حشر کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے تھے لو آج اپنی آنکھوں سے دیکھ لو اور سزا کا مزہ چکھ لو۔ مجرموں کی سزا کو بیان کرنے کے بعد اب نیکوں کے انعامات کا ذکر فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ بے شک متقی، پرہیز گار جو کفر و شرک سے بچتے رہے اور خدا اور رسول کے احکام پر عمل کرتے رہے وہ امن و چین کے مقام میں ہوں گے۔ وہ مقام کیا ہے؟ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ باغوں میں ہوں گے اور چشموں میں ہوں گے۔ آگے جنتیوں کے لباس کا ذکر ہے۔ فرمایا يَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ پہنیں گے باریک ریشم کا لباس اور موٹے ریشم کا لباس۔ کسی کو باریک پسند ہوتا ہے اور کسی کو موٹا کپڑا پسند ہوتا ہے۔ ریشم دنیا میں مردوں کے لیے حرام ہے اور آخرت میں حلال ہوگا مُّتَقٰبِلِيْنَ ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھیں گے کوئی جنتی کسی سے روگردانی نہیں کرے گا۔ ہر جنتی کے دل میں دوسرے کی الفت اور محبت ہوگی۔

فرمایا کَذٰلِكَ اسی طرح ہوگا جیسا کہ بیان کیا گیا ہے۔اور اس کے علاوہ وَزَوَّجۡنٰهُمۡ بِحُوۡرٍ عِيۡنٍ اور ہم ان کا نکاح کر دیں گے سفید رنگ کی موٹی موٹی آنکھوں والی عورتوں کے ساتھ۔حوروں کی خلقت دنیا کی مٹی سے نہیں ہے بلکہ وہ زعفران،کافور،مشک اور عنبر سے پیدا کی گئیں ہیں۔یہ دنیاوی عورتوں کے علاوہ ہوں گی۔

جنتیوں کے لیے نعمت :

آگے اللہ تعالیٰ نے جنتیوں کی ایک اور نعمت کا ذکر فرمایا ہے يَدۡعُوۡنَ فِيۡهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيۡنَ طلب کریں گے جنتی ان باغوں میں ہر قسم کے پھل امن کے ساتھ۔ احادیث میں آتا ہے کہ جونہی کسی جنتی کے دل میں کوئی پھل کھانے کی خواہش پیدا ہوگی اس پھل کا درخت جنتی کے قریب آکر جھک جائے گا۔یہ پھل توڑ کر کھائے گا اس جگہ فوراً دوسرا پھل لگ جائے گا۔پھر امن اور دل جمعی کے ساتھ جو بھی طلب کریں گے،حاصل کرنے میں کسی قسم کی دقت نہیں ہوگی اور نہ ہی انتظار کرنا پڑے گا۔پھلوں کے علاوہ کھانے کے لیے پرندوں کا گوشت ہوگا۔سورۃ واقعہ آیت نمبر ۲۱ میں ہے وَلَحۡمِ طَيۡرٍ مِّمَّا يَشۡتَهُوۡنَ ''اور پرندوں کا گوشت جو وہ چاہیں گے۔'' دنیا میں ہر طرح کی نعمتوں کے میسر ہونے کے باوجود موت کا ڈر سوار رہتا ہے اور نعمتوں کے زوال کا خطرہ بھی رہتا ہے مگر جنت میں ایسی کوئی فکر نہیں ہوگی جنت کی زندگی بھی دائمی ہوگی اور موت کا بھی خطرہ نہیں ہو گا۔

فرمایا لَا يَذُوۡقُوۡنَ فِيۡهَا الۡمَوۡتَ نہیں چکھیں گے ان باغوں میں موت کو اِلَّا الۡمَوۡتَةَ الۡاُوۡلٰى مگر وہ پہلی موت جو دنیا میں آچکی ہے اب دوبارہ موت نہیں آئے گی وَوَقٰهُمۡ عَذَابَ الۡجَحِيۡمِ اور بچائے گا ان کو اللہ تعالیٰ شعلہ مارنے والی آگ

کے عذاب سے۔ اب ان کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ یہ مہربانی ہے آپ کے رب کی طرف سے کہ دنیا میں اس نے صحیح عقیدہ اور اچھا عمل نصیب کیا کہ جس کے نتیجے میں یہ نعمتیں حاصل ہوئی جو بڑی اور دائمی ہیں۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مہربانی کا نتیجہ ہے ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ یہ ہے وہ کامیابی بڑی۔

سورت آل عمران آیت نمبر ۱۸۵ میں ہے فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ''جو دوزخ سے بچالیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا پس وہ کامیاب ہو گیا۔'' آخر میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر دوزخ سے بچنا چاہتے ہو اور جنت میں جانا چاہتے ہو تو قرآن کریم کو سمجھو اور اس پر عمل کرو اس کے مطابق عقیدہ اور عمل بناؤ۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ پس پختہ بات ہے ہم نے آسان کر دیا ہے قرآن پاک کو آپ کی زبان پر لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ نے ان کی مادری زبان میں نازل کیا کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کی زبان بھی عربی، خاندان قریش کی زبان بھی عربی اور قرآن کریم بھی عربی زبان میں نازل کیا تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو اور کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ہماری زبان اور ہے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب کی زبان اور ہے ہمیں سمجھ ہی نہیں آرہی۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے قرآن عربی زبان میں نازل کیا تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ہمیں سمجھ نہیں آیا۔ اب اگر کوئی نہیں سمجھے گا اور اپنا عقیدہ اور عمل قرآن کے مطابق نہیں بنائے گا تو اللہ تعالیٰ سزا دینے میں حق بجانب ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے پیغمبر! فَارْتَقِبْ پس آپ انتظار کریں کیوں کہ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ بے شک یہ بھی انتظار کرنے والے ہیں۔ جو آپ کے مخالف ہیں وہ

آپ کی ناکامی اور شکست کا انتظار کر رہے ہیں اور آپ اس بات کا انتظار کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کے متعلق کیا فیصلہ فرماتے ہیں؟ آپ انتظار کریں اور دیکھیں کہ ان کا انجام کیا ہوتا ہے؟

بسم الله الرحمن الرحيم

تفسير

سورة الجاثية

(مکمل)

جلد............۱۸

آیاتها ٣٧ ٤٥ سُوْرَةُ الْجَاثِيَةِ مَكِّيَّةٌ ٦٥ رکوعاتها ٤

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ﴿١﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿٢﴾ اِنَّ فِى السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٣﴾ وَفِىْ خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ
اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿٤﴾ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ
مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيْفِ
الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿٥﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ
فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ﴿٦﴾ وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ﴿٧﴾
يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا
فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٨﴾ وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْئَا اِتَّخَذَهَا هُزُوًا
اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿٩﴾ مِنْ وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ وَلَا يُغْنِىْ عَنْهُمْ مَّا
كَسَبُوْا شَيْئًا وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿١٠﴾
هٰذَا هُدًى وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ﴿١١﴾

حٰمٓ ﴿١﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ اتاری ہوئی ہے کتاب مِنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ
کی طرف سے الْعَزِيْزِ جو غالب ہے الْحَكِيْمِ جو حکمت والا ہے اِنَّ
فِى السَّمٰوٰتِ بے شک آسمانوں میں وَالْاَرْضِ اور زمین میں لَاٰيٰتٍ

البتہ نشانیاں ہیں لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ مومنوں کے لیے وَفِیۡ خَلۡقِكُمۡ اور تمہارے پیدا کرنے میں وَمَا یَبُثُّ اور جو بکھیرے ہیں اس نے مِنۡ دَآبَّةٍ جانور اٰیٰتٌ نشانیاں ہیں لِّقَوۡمٍ یُّوۡقِنُوۡنَ اس قوم کے لیے جو یقین رکھتی ہے وَاخۡتِلَافِ الَّیۡلِ اور رات کے مختلف ہونے میں وَالنَّهَارِ اور دن کے وَمَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ اور جو نازل کیا ہے اللہ تعالیٰ نے آسمان سے مِنۡ رِّزۡقٍ رزق فَاَحۡیَا بِهِ الۡاَرۡضَ پس زندہ کیا اس کے ذریعے زمین کو بَعۡدَ مَوۡتِهَا اس کے خشک ہو جانے کے بعد وَتَصۡرِیۡفِ الرِّیٰحِ اور ہواؤں کے پھیرنے میں اٰیٰتٌ نشانیاں ہیں لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ اس قوم کے لیے جو عقل رکھتی ہے تِلۡكَ اٰیٰتُ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں نَتۡلُوۡهَا جن کو ہم پڑھتے ہیں عَلَیۡكَ آپ پر بِالۡحَقِّ حق کے ساتھ فَبِاَیِّ حَدِیۡثٍ پس کس بات پر بَعۡدَ اللّٰهِ اللہ کی بات کے بعد وَاٰیٰتِهٖ اور اس کی آیتوں کے بعد یُؤۡمِنُوۡنَ ایمان لائیں گے وَیۡلٌ ہلاکت ہے لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِیۡمٍ ہر بہتان تراش گناہ گار کے لیے یَّسۡمَعُ اٰیٰتِ اللّٰهِ جو سنتا ہے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو تُتۡلٰی عَلَیۡهِ جو پڑھی جاتی ہیں اس پر ثُمَّ یُصِرُّ پھر اصرار کرتا ہے مُسۡتَكۡبِرًا تکبر کرتے ہوئے كَاَنۡ لَّمۡ یَسۡمَعۡهَا گویا کہ سنا ہی نہیں ان آیات کو فَبَشِّرۡهُ پس اس کو خوش خبری سنا دے بِعَذَابٍ اَلِیۡمٍ درد ناک عذاب کی وَاِذَا عَلِمَ اور جس وقت جانتا ہے مِنۡ اٰیٰتِنَا ہماری

آیتوں میں سے شَیْئًا کسی چیز کو اتَّخَذَهَا هُزُوًا بناتا ہے ان کو ٹھٹھا لیا ہوا اُولٰٓئِكَ ایسے لوگ ہیں لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ان کے لیے عذاب ہے رسوا کرنے والا مِنْ وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ ان کے آگے دوزخ ہے وَلَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ اور نہیں کفایت کرے گی ان سے مَّا كَسَبُوْا شَيْئًا جو انھوں نے کمائی ہے کچھ بھی وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا اور نہ وہ جن کو انھوں نے بنایا ہے مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے اَوْلِيَآءَ کارساز وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ اور ان کے لیے عذاب ہے بڑا هٰذَا هُدًى یہ قرآن سراسر ہدایت ہے وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ اپنے رب کی آیتوں کے ساتھ لَهُمْ عَذَابٌ ان کے لیے عذاب ہے مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ بڑا سخت دردناک۔

تعارف سورۃ :

اس سورت کا نام جاثیہ ہے۔ اس سورت کے آخر میں آئے گا وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً تو اس لفظ کے ساتھ سورت کا نام جاثیہ ہے۔ اس کی وضاحت اپنے مقام پر آئے گی۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے چونسٹھ (۶۴) سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کے چار رکوع اور سینتیس (۳۷) آیتیں ہیں۔ حٰمٓ کے متعلق پہلے گزر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام کی طرف اشارہ ہے۔ حا سے مراد حَمِيْدٌ ہے اور میم سے مراد مَجِيْدٌ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ہیں۔ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ یہ کتاب اتاری ہوئی ہے۔ کس کی طرف سے اتاری گئی ہے مِنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی طرف

سے اَلْعَزِیْزِ جو غالب ہے اَلْحَکِیْمِ حکمت والا ہے۔ یہ کتاب کسی انسان کی بنائی ہوئی نہیں ہے نہ اللہ تعالیٰ کے نبی نے خود بنائی ہے نہ کسی اور نے ان کو بتلائی ہے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئی ہے اور جبرائیل علیہ السلام لے کر آئے ہیں۔ اس کا ایک ایک حرف اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اِنَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بے شک آسمانوں میں اور زمین میں لَاٰیٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ البتہ نشانیاں ہیں مومنوں کے لیے۔ آسمان کی بلندی کو دیکھو پھر اس بات پر غور کرو کہ اس کے نیچے نہ ستون، نہ دیوار۔ پھر اس پر سورج، چاند اور ستاروں کو دیکھو یہ ایک ایک چیز اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے اور اس کی وحدانیت کی گواہی دے رہی ہے۔ پھر زمین کی کشادگی کو دیکھو اس میں پہاڑ، دریا وغیرہ کو دیکھو یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔

مومنوں کے لیے فرمایا دور نہ جاؤ وَفِیْ خَلْقِکُمْ اور تمہارے پیدا کرنے میں رب تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حقیر قطرے سے لوتھڑا بنایا پھر اس کی بوٹی بنائی پھر انسانی شکل تیار کی، آنکھیں بنائیں، ناک کان بنائے، زبان بنائی، ہاتھ پاؤں بنائے، پھر اس میں روح ڈالی۔ اس چھوٹے سے وجود میں دل، جگر، گردے، معدہ بنایا۔ یہ مستقل چھوٹا سا ایک کارخانہ ہے۔ تم اپنی خلقت پر غور کرو۔ تو رب تعالیٰ کی قدرت سمجھ میں آ جائے گی۔ وَمَا یَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اور جو اس نے بکھیرے ہیں جانور۔ جانوروں کی شکلیں دیکھو، اونٹ کو دیکھو، گائے، بھینس، بکری، بھیڑ کی شکل دیکھو، کتے بلی وغیرہ کی شکلیں دیکھو، سانپ، بچھو کی شکل دیکھو۔ چھوٹی چھوٹی مینڈکیاں دیکھو۔ بے شمار اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے جس کو دیکھ کر رب تعالیٰ کی قدرت کا یقین ہو جاتا ہے اٰیٰتٌ نشانیاں ہیں لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ اس قوم کے لیے جو یقین رکھتی ہے وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ

وَالنَّهَارِ اور رات دن کے مختلف ہونے میں۔رات سیاہ، دن سفید، کبھی رات بڑھ جاتی ہے کبھی دن بڑھ جاتا ہے۔کسی جگہ دن رات چھوٹے چھوٹے ہیں اور کسی جگہ بڑے بڑے ہیں۔جنوبی افریقہ میں ہم نے دیکھا ہے کہ شام کی نماز سوا پانچ بجے پڑھتے ہیں اور فجر چھ بجے پڑھتے ہیں۔دن وہاں بہت لمبا ہوتا ہے۔ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ اور وہ جو اتارا ہے اللہ تعالیٰ نے آسمان کی طرف سے مِنْ رِّزْقٍ رزق۔یہاں رزق سے مراد بارش ہے کیوں کہ بارش رزق کا سبب ہے۔سبب کے اوپر رزق کا اطلاق کیا ہے۔بارشیں نہ ہوں تو فصلیں نہیں اگتیں، نہ درخت اگتے ہیں۔ایسے سمجھو جیسے ہر شے مردہ ہے۔اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بارش نازل ہوتی ہے فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ پس زندہ کیا اس کے ذریعے زمین کو اللہ تعالیٰ نے بَعْدَ مَوْتِهَا اس کے خشک ہونے کے بعد مرنے کے بعد۔اب زمین سرسبز ہوگئی، درخت اگ آئے، فصلیں اگیں، یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اور ہواؤں کے پھیرنے میں۔کبھی ہوا مشرق کی طرف سے کبھی مغرب کی طرف سے چلتی ہے، کبھی گرم اور کبھی سرد چلتی ہے۔پھر ہوا عالم اسباب میں زندگی کا ذریعہ ہے۔لیکن اگر یہی ہوا تیز ہو جائے تو پھر بربادی ہے وہی پانی جو انسان کی زندگی کا ذریعہ ہے سیلاب بن جائے تو بہا کے لے جاتا ہے، مکان تباہ ہو جاتے ہیں۔مگر یہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی ہم ٹس سے مس نہیں ہوتے۔

پہلے زمانے میں سورج گرہن لگتا تو لوگ صدقہ وخیرات کرتے تھے، نماز پڑھتے تھے، استغفار کرتے تھے، ایک دوسرے سے پوچھتے تھے کیا ہو گیا ہے؟ آج طوفان آجائیں ہم ٹس سے مس نہیں ہوتے۔مجال ہے کہ کوئی نماز کی طرف آجائے، دین کی طرف آجائے، گناہوں سے توبہ کرلے۔کوئی گرمی سے مرتا ہے، کوئی سردی سے مرتا ہے، کوئی

سیلاب میں مرتا ہے مگر عبرت کوئی نہیں حاصل کرتا۔ معاف رکھنا! ہم بڑے ڈھیٹ ہیں۔

تو فرمایا ہواؤں کے پھیرنے میں اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ نشانیاں ہیں اس قوم کے لیے جو عقل رکھتی ہے، عقل سے کام لیتی ہے تِلْكَ اٰیٰتُ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں نَتْلُوْهَا عَلَیْكَ بِالْحَقِّ جو پڑھی جاتی ہیں آپ پر حق کے ساتھ۔

یہ قرآن پاک ہے رب تعالیٰ کا کلام ہے، رب تعالیٰ نے اس کو اتارا ہے، اس کی آیات حق ہیں، اس کا ایک ایک لفظ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے محفوظ ہے اور قیامت تک محفوظ رہے گا۔ صرف اس کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ قرآن کریم پر عمل ہو جائے تو انسان، انسان بن جاتا ہے اور اس کو حقیقی زندگی نصیب ہو جاتی ہے۔ قرآن کریم کے بغیر انسان، انسان نہیں بن سکتا۔ اور صحیح معنیٰ میں انسان بن جائے تو اُولٰٓئِكَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ ہے [سورۃ البینہ: پارہ ۳۰] اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق سے بہتر ہے اور اگر انسانیت چھوڑ دے تو اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِیَّةِ [ایضاً] "تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے بدتر ہے۔" اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ "مویشیوں کی طرح، گدھوں کی طرح ہے، بلکہ ان سے بھی بدتر ہے۔" فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں جو ہم پڑھتے ہیں آپ پر حق کے ساتھ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۭ بَعْدَ اللّٰهِ پس کس بات پر اللہ تعالیٰ کی بات کے بعد وَاٰیٰتِهٖ اور اللہ تعالیٰ کی آیات کے بعد یُؤْمِنُوْنَ ایمان لائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی بات سے زیادہ وزنی کوئی بات ہے؟ زیادہ پکی اور محکم کوئی بات ہے؟ اللہ تعالیٰ کی آیات سے زیادہ محکم کوئی شے ہے؟ اس کے بعد یہ کس چیز پر ایمان لائیں گے۔

فرمایا وَیْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ ہلاکت ہے، خرابی ہے ہر بہتان تراش کے لیے اَثِیْمٍ جو گناہ میں ڈوبا ہوا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت اور نبوت کی دلیل :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں جب نبوت کا دعویٰ کیا تو جن لوگوں کے ذہن صاف تھے وہ فوراً ایمان لے آئے۔عورتوں میں سب سے پہلے خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ایمان لائیں۔مردوں میں سب سے پہلے ابوبکر رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔غلاموں میں سب سے پہلے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔اگر تم دیکھو اور سوچو تو ان تینوں کا ایمان ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت اور نبوت کی دلیل ہے۔اور کوئی دلیل نہ بھی ہوتی، معجزات نہ ہوتے، چاند دو ٹکڑے نہ ہوتا، معراج جسمانی نہ ہوتا تو میں کہتا ہوں کہ ان تینوں کا مسلمان ہونا ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کی بڑی دلیل ہے۔

کیونکہ مرد میں جتنے عیب اور خامیاں ہوتی ہیں ان کو جتنا بیوی جانتی ہے اور کوئی نہیں جانتا۔معاذ اللہ تعالیٰ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں خوبیاں اور کمال نہ ہوتے اور کوئی خامی ہوتی تو خدیجہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ایمان نہ لاتیں۔وہ کہتیں میں جانتی ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ ہیں۔تو ان کا ایمان لانا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی دلیل ہے۔

دوسرے نمبر پر آدمی کا لنگوٹیا یار اس کی خوبیوں اور کمزوریوں کو جانتا ہے اور کوئی نہیں جانتا۔تو ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لنگوٹیے یار اور دوست ہیں اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کمالات نہ ہوتے کوئی کمزوری ہوتی ابوبکر رضی اللہ عنہ ایمان نہ لاتے اور کہتے میں لنگوٹیا یار ہوں سب کچھ جانتا ہوں۔لیکن یقین جانو! ابوبکر رضی اللہ عنہ جب سامنے آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر اللہ تعالیٰ نے مجھے رسالت اور نبوت عطا فرمائی ہے جہاں دایاں پاؤں تھا وہیں رہا جہاں بایاں پاؤں تھا وہیں رہا اٹھایا نہیں اور کہا اٰمَنْتُ وَصَدَّقْتُ۔ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایمان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی دلیل ہے۔

تیسرے نمبر پر گھریلو خادم اور نوکر آدمی کی خوبیوں اور کمزوریوں سے واقف ہوتا ہے۔ زید بن حارثہ آپ ﷺ کے خادم ہیں۔ آپ ﷺ نے ان کو منہ بولا بیٹا بھی بنایا تھا جس کو عربی میں متبنّٰی کہتے ہیں۔ جب آپ ﷺ کا نکاح حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے ہوا اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک پچیس سال تھی اور خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس سال تھی۔ نبوت سے پہلے پندرہ سال کا عرصہ گزرا ہے۔ یہ پندرہ سال زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ساتھ رہے۔ سفر میں بھی اور حضر میں بھی، گھر میں بھی اور باہر بھی۔ اگر آپ ﷺ میں کوئی خامی اور کمزوری ہوتی تو زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کہتے نہیں میں ان کا خادم ہوں میں سب کچھ جانتا ہوں۔ لیکن وہ بھی فوراً ایمان لے آئے۔ تو ان تینوں بزرگوں کا ایمان میں پہل کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ ﷺ ذات باکمال تھے اور مخلوق والے عیوب سے پاک تھے۔ لیکن اس کے باوجود کافروں نے آپ ﷺ کو مفتری کہا، کذاب کہا، جادوگر کہا، کسی نے مسحور کہا، کسی نے کچھ کہا، کسی نے کچھ کہا۔ فرمایا ویل ہے بہتان تراش کے لیے۔ ویل کا معنٰی ہلاکت بھی ہے اور ویل جہنم کے ایک طبقے کا نام بھی ہے وہ اتنا گہرا ہے کہ مجرم جب اس میں پھینکے جائیں گے تو آگ کے شعلوں میں جلتے ہوئے ستر سال کے بعد نیچے پہنچیں گے۔ یہ بہتان تراش گناہوں میں ڈوبے ہوؤں کے لیے ہے۔

وہ کیا کرتا ہے يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ سنتا ہے اللہ تعالیٰ کی آیات کو تُتْلٰى عَلَيْهِ جو اس پر تلاوت کی جاتی ہیں ثُمَّ يُصِرُّ پھر وہ اصرار کرتا ہے، ضد کرتا ہے، اڑ جاتا ہے مُسْتَكْبِرًا تکبر کرتے ہوئے۔ قرآن پاک کو سنتا ہے، سمجھتا نہیں۔ پھر اپنے کفر و شرک اور گناہوں پر اصرار کرتا اور اڑا رہتا ہے۔ تکبر کرتے ہوئے، حق کو ٹھکراتے ہوئے۔ تکبر

کہتے ہیں بَطَرُ الْحَقِّ وَ غِمْطُ النَّاسِ "حق کو ٹھکرا دینا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا۔"
كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا گویا کہ اس نے آیات سنی ہی نہیں ہیں۔ سنی کو اَن سنی کر دیتا ہے۔ یہ
انسان کی بہت بُری حالت ہے کہ حق سن کر قبول نہ کرے اپنی غلطی پر ڈٹا رہے فَبَشِّرْهُ
بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ اے نبی کریم ﷺ! ایسے شخص کو خوش خبری سنا دیں دردناک عذاب کی۔
یہ طنز اور استہزاء ہے عذاب کی خوش خبری نہیں ہوتی۔ پھر عذاب بھی دردناک۔ یہ دین
کے ساتھ مذاق کرتے ہیں، خدائی احکام کے ساتھ استہزاء کرتے ہیں ان کو دردناک
عذاب کی خوش خبری سنا دیں وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْئًا اور جب جانتا ہے ہماری آیات
میں سے کسی چیز کو اتَّخَذَهَا هُزُوًا بناتا ہے اس کو ٹھٹھا کیا ہوا۔ ان کے ساتھ مذاق کرتا
ہے۔ کہتا ہے یہ کیسا قرآن ہے کہ اس میں مکھی اور مکڑی کا ذکر ہے اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ
مُّهِيْنٌ ایسے لوگ ہیں ان کے لیے عذاب ہے رسوا کرنے والا، ذلیل کرنے والا مِنْ
وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ۔ وراء کا لفظ دو معنوں کے لیے آتا ہے۔ آگے کے لیے بھی اور پیچھے کے
لیے بھی۔ یہاں آگے کے معنٰی میں ہے کیونکہ وفات کے بعد آدمی آگے جاتا ہے۔ تو معنٰی
ہوگا اور ان کے آگے دوزخ ہے وہ قبر میں بھی اور آخرت میں بھی مبتلائے عذاب رہیں
گے وَلَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْئًا اور نہیں کفایت کرے گی ان سے جو انھوں نے
کمائی کی ہے کچھ بھی۔ ان کا مال، اولاد، صدارت، وزارت، ان کو عذاب سے نہیں بچا
سکے گی۔ یار دوست عذاب سے نہیں بچا سکیں گے وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ
اور نہ وہ بچا سکیں گے جن کو انھوں نے بنایا ہے اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے کارساز۔ نہ لات
کام آئے گا، نہ منات و عزّٰی، نہ ہبل اور نہ اور کوئی وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ اور ان کے
لیے عذاب ہوگا بڑا هٰذَا هُدًى یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن کریم یہ نری ہدایت ہے

الم ذٰلك الكتب لا ريب فيه " یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ ہدایت ہے پرہیزگاروں کے لیے۔" ماننے والوں کے لیے ہدایت ہے، دوسروں کے لیے کچھ بھی نہیں ہے وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّھِمْ اور وہ لوگ جنھوں نے انکار کیا اپنے رب کی آیات کا لَھُمْ عَذَابٌ ان کے لیے عذاب ہے، سزا ہے مِّنْ رِّجْزٍ اَلِیْمٌ بڑی سخت دردناک۔ رِجز کا معنی ہے سَیِّئُ الْعَذَابِ سخت عذاب، شدید عذاب۔ الیم کا معنی دردناک۔ آج دنیا کی آگ میں کوئی انگلی داخل نہیں کر سکتا اور وہ آگ تو اس سے انہتر گنا تیز ہے اور سر سے پاؤں تک سارا عذاب میں مبتلا ہوگا وَھُمْ یَصْطَرِخُوْنَ فِیْھَا " اور وہ اس میں چیخیں ماریں گے لَھُمْ فِیْھَا زَفِیْرٌ وَّ شَھِیْقٌ [ہود:۱۰۶] " ان کے لیے گدھے کی آوازیں ہوں گی۔" کوئی ان کی شنید نہیں ہوگی۔ جنھوں نے رب تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کیا، قرآن سنا نہ سمجھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان میں سے بنائے جنھوں نے قرآن کریم کو سمجھا اور اپنا عقیدہ اور عمل قرآن کے مطابق بنایا۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِیَ الْفُلْكُ فِیْهِ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾ قُلْ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَغْفِرُوْا لِلَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ اَیَّامَ اللّٰهِ لِیَجْزِیَ قَوْمًۢا بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَیْهَا ؗ ثُمَّ اِلٰی رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَلَقَدْ اٰتَیْنَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶﴾ وَاٰتَیْنٰهُمْ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْۤا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۙ بَغْیًۢا بَیْنَهُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ یَقْضِیْ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۷﴾

اَللّٰهُ الَّذِیْ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے سَخَّرَ لَكُمُ جس نے مسخر کیا تمہارے لیے الْبَحْرَ سمندر کو لِتَجْرِیَ الْفُلْكُ فِیْهِ تاکہ چلیں کشتیاں اس میں بِاَمْرِهٖ اس کے حکم سے وَلِتَبْتَغُوْا اور تاکہ تم تلاش کرو مِنْ فَضْلِهٖ اس کے فضل سے وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ اور تاکہ تم شکر ادا کرو وَسَخَّرَ لَكُمْ اور تابع کیا تمہارے لیے مَّا فِی السَّمٰوٰتِ جو کچھ آسمانوں میں ہے وَمَا فِی الْاَرْضِ اور جو کچھ زمین میں ہے جَمِیْعًا مِّنْهُ سب اسی کی طرف سے ہے اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ بے شک اس میں لَاٰیٰتٍ البتہ نشانیاں

ہیں لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ اس قوم کے لیے جو فکر کرتی ہے قُلْ آپ کہہ دیں لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں يَغْفِرُوْا وہ درگزر کریں لِلَّذِيْنَ ان لوگوں سے لَا يَرْجُوْنَ جو نہیں امید رکھتے اَيَّامَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے دنوں کی لِيَجْزِيَ قَوْمًا تاکہ بدلہ دے اللہ تعالیٰ اس قوم کو بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ اس چیز کا جو وہ کماتے ہیں مَنْ عَمِلَ صَالِحًا جس نے اچھا عمل کیا فَلِنَفْسِهٖ پس اپنے نفس کے لیے ہوگا وَمَنْ اَسَآءَ اور جس نے برائی کی فَعَلَيْهَا پس اس کے نفس پر پڑے گی ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے وَلَقَدْ اٰتَيْنَا اور البتہ تحقیق دی ہم نے بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ بنی اسرائیل کو الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ کتاب اور حکم وَالنُّبُوَّةَ اور نبوت دی وَرَزَقْنٰهُمْ اور رزق دیا ان کو مِّنَ الطَّيِّبٰتِ پاکیزہ چیزوں سے وَفَضَّلْنٰهُمْ اور ہم نے ان کو فضیلت دی عَلَى الْعٰلَمِيْنَ جہان والوں پر وَاٰتَيْنٰهُمْ اور ہم نے دی ان کو بَيِّنٰتٍ واضح چیزیں مِّنَ الْاَمْرِ دین کی فَمَا اخْتَلَفُوْٓا پس نہیں اختلاف کیا انھوں نے اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا مگر بعد اس کے جَآءَهُمُ الْعِلْمُ کہ آ گیا علم ان کے پاس بَغْيًا بَيْنَهُمْ آپس میں سرکشی کرتے ہوئے اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ بے شک آپ کا رب فیصلہ کرے گا ان کے درمیان يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن فِيْمَا ان چیزوں میں كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ جن میں وہ اختلاف کرتے تھے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے سمجھانے کے لیے مختلف طریقے اختیار فرمائے ہیں۔ کسی مقام پر اپنی نعمتوں کا ذکر فرما کر سمجھایا کہ دیکھو! ان نعمتوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بھی ناشکری کرو تو کتنی ظلم کی بات ہے۔ اور کسی مقام پر اپنی گرفت اُور عذاب کا ذکر فرمایا کہ دیکھو فلاں فلاں قوم نے نافرمانی کی اپنے رب کے احکام کی خلاف ورزی کی تو ان کو پکڑا، گرفت کی اُسی مقام پر۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں طریقے اختیار فرمائے ہیں۔

پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر ہے۔ فرمایا اَللّٰهُ الَّذِیْ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ جس نے مسخر کیا، تابع کیا تمہارے لیے سمندر کو لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ فِيْهِ تاکہ چلیں کشتیاں اس میں بِاَمْرِهٖ اس کے حکم کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ نے سمندر کو تمہارے تابع کیا یعنی تمہارے کام میں لگا دیا تمھیں کشتیاں بنانے کا طریقہ سکھایا اور چلانے کا۔ سمندر میں کشتیاں چلتی ہیں اِدھر کا سامان اُدھر اور اُدھر کا اِدھر لاتے ہو وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ اور تاکہ تلاش کرو تم اللہ تعالیٰ کے فضل کو، اللہ تعالیٰ کے رزق کو تلاش کرو وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ اور تاکہ تم شکر ادا کرو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا۔ کشتی کنارے لگے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ غرق ہونے سے بچ گئے ہیں۔ سامان بیچنے اور خریدنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے فائدہ دیا ہے نعمتیں عطا فرمائی ہیں وَسَخَّرَ لَكُمْ اور اللہ تعالیٰ نے تابع کیا تمہارے لیے مَّا فِي السَّمٰوٰتِ جو کچھ آسمانوں میں ہے۔ چاند، سورج، ستارے تمہارے کام میں لگا دیئے ہیں وَمَا فِي الْاَرْضِ اور جو کچھ زمین میں ہے وہ بھی تمہارے تابع کر دیا ہے۔ خود زمین تمہارے تابع کی کہ اس میں کاشت کرو، مکان بناؤ، زمین میں پہاڑ ہیں، درخت ہیں، دریا ہیں، یہ سب تمہارے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ رب تعالیٰ کی ان نعمتوں سے تم فائدہ اٹھاتے

ہو۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر کرو جَمِيْعًا مِّنْهُ سب اسی کی طرف سے ہیں، اس کی پیدا کردہ چیزیں ہیں۔ اس کے سوا کسی کا ان پر کوئی اختیار نہیں ہے رب تعالیٰ نے ان کو بنایا ہے اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ بے شک اس میں البتہ نشانیاں ہیں لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ اس قوم کے لیے جو غور و فکر کرتی ہے۔ آسمانوں کی بلندی کو دیکھو، چاند، سورج، ستاروں کو دیکھو، درخت، پہاڑ، دریا، فصلوں کو دیکھو۔ ہر چیز میں تمھیں اللہ تعالیٰ کی قدرت نظر آئے گی۔

کفار مکہ کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہ پر ظلم :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ مکرمہ میں تبلیغ شروع کی تو کافروں نے بے حد سختیاں شروع کر دیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمزور ساتھیوں پر۔ جیسے بلال رضی اللہ عنہ، خباب بن ارت رضی اللہ عنہ، حضرت ابوفکیہ رضی اللہ عنہ، حضرت عمار رضی اللہ عنہ، حضرت یاسر رضی اللہ عنہ، حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی والدہ سمیہ رضی اللہ عنہا۔ ابوجہل نے ان کو برچھی مار کر شہید کر دیا۔ عورتوں میں اول شہیدہ فی الاسلام ہیں۔ اور مردوں میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے پہلے خاوند سے لڑکے حارث بن ابی ھالہ رضی اللہ عنہ پہلے شہید ہیں۔ کافروں نے مکہ مکرمہ کی ایک گلی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیر کر زیادتی کی۔ ان کو پتا چلا تو دوڑ کر آپ کی مدد کے لیے آئے۔ تو کافروں نے کہا کہ پہلے اس تیز آدمی کی خبر لو اور ان کو شہید کر دیا۔ کافر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے تھے حتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کہتے تھے سٰحِرٌ كَذَّابٌ ''تو جادوگر اور بڑا جھوٹا ہے''، معاذ اللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو حکم دیا کہ ابھی ان کی ساری باتیں برداشت کرنا ہیں۔ نہ گالیوں کا جواب دینا ہے، نہ مار کا جواب دینا ہے۔ ابتدائی دور میں مسلمانوں کو حکم تھا كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ ''اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو۔'' پھر جب اللہ

تعالیٰ نے مسلمانوں کو قوت عطا فرمائی تو حکم دیا کہ اپنا دفاع کرو۔ یہ پہلے کا حکم ہے۔

فرمایا قُلْ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا آپ کہہ دیں ان لوگوں کو جو مومن ہیں۔ کیا کہنا ہے یَغْفِرُوْا لِلَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ اَیَّامَ اللّٰہِ وہ درگزر کریں ان لوگوں سے جو امید نہیں رکھتے اللہ تعالیٰ کے دنوں کی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب کے آنے والے جو دن ہیں ان کی امید نہیں رکھتے۔ تم ان سے درگزر کرو لِیَجْزِیَ قَوْمًا بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ تاکہ خود اللہ تعالیٰ بدلہ دے اس قوم کو اس چیز کا جو وہ کماتے تھے۔ تم ان کی گرفت نہ کرو، ہاں! حق بیان کرو اور مسئلہ یاد رکھنا! غلط بات کا معقول طریقے سے رد کرنا فرض کفایہ ہے۔ احسن طریقے کے ساتھ حق کی بات کو بیان کرنا، نرمی اور شفقت کے ساتھ۔ وہ گالیاں دیتا ہے تم سنتے رہو، وہ سختی پر اتر آئے تم نرمی کرو۔ لیکن اگر غلط بات کرے تو اس کا جواب دو۔ کیونکہ یہ فرض کفایہ ہے۔ اگر مسلمانوں میں سے ایک نے رد کر دیا تو سارے گناہ سے بچ گئے اور اگر کسی نے بھی رد نہ کیا تو سب گناہ گار ہوں گے۔ اسی لیے باطل کا رد کرنا بہت ضروری ہے مگر جھگڑا فساد نہیں کرنا۔ احسن طریقے سے جواب دینا ہے جیسے قرآن کریم نے سبق دیا ہے وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ [النحل: ۱۲۵] ''اور جھگڑا کریں ان کے ساتھ اس بات کے ساتھ جو بہتر ہو تاکہ مزید بدمزگی نہ ہو۔''

ڈاڑھی کا مسئلہ :

نارمل سکول جو اب کالج بن گیا ہے اس میں میں نے چالیس سال درس دیا ہے۔ اب چلنے پھرنے سے رہ گیا ہوں نہیں جا سکتا۔ کلاسوں کی تعداد کافی ہوتی تھی۔ پرنسپل اور پروفیسر حضرات بھی بیٹھتے تھے۔ ایک دن میں نے ڈاڑھی کا مسئلہ بیان کیا کہ اکثر لوگ غلط فہمی کا شکار ہیں کہ اس کو سنت سمجھتے ہیں۔ ڈاڑھی سنت نہیں واجب ہے اور واجب فرض کی

طرح حکم کی ایک قسم ہے۔ میں نے احادیث کے کچھ حوالے بھی دیئے اور بزرگوں کے اقوال بھی پیش کیے۔ ایک صاحب کھڑے ہو کر جھگڑنے لگے۔ اس نے کہا کہ مولانا صاحب آپ ڈاڑھی پر اتنا زور دیتے ہیں یہ تو فطرت کے خلاف ہے۔ میں نے کہا کہ فطرت کے خلاف کیسے ہے؟ تو کہنے لگا کہ اگر فطرت کے مطابق ہوتی تو جب بچہ پیدا ہوتا تو ڈاڑھی کے ساتھ پیدا ہوتا۔ میں نے اس کو اس انداز میں جواب دیا کہ اگر فطرت کا یہ معنیٰ ہے تو پھر آپ اپنے سارے دانت نکال دیں۔ کیوں کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے منہ میں دانت نہیں ہوتے یہ تو نے دانت فطرت کے خلاف کیوں رکھے ہوئے ہیں؟ یہ تو نے کپڑے خلاف فطرت کیوں پہنے ہوئے ہیں۔ کیوں کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے بدن پر کوئی سوٹ بوٹ نہیں ہوتا ننگے پھرو۔ میں نے کہا کہ تمہارا بولنا بھی فطرت کے خلاف ہے کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو رو، رو کرتا ہے۔ اب تم رُوں رُو کرو تا کہ کوئی نہ سمجھے کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ جو تو نے فطرت کا معنیٰ بیان کیا ہے یہ چلنا پھرنا بھی خلاف فطرت ہے، کھانا پینا بھی خلاف فطرت ہے (حضرت تو پھر بُرے کو گھر پہنچا کے آتے تھے۔ بلوچ) اس کو کہتے ہیں جدال بالتی ھی احسن۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مَنْ عَمِلَ صَالِحًا جس نے عمل کیا اچھا فَلِنَفْسِهٖ پس اپنے نفس کے لیے کیا ہے وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا اور جس نے برا عمل کیا پس اس کے نفس پر پڑے گا۔ نیکی کا فائدہ اپنے آپ کو ہے، برائی کا نقصان اپنے آپ کو ہوتا ہے ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ یہ یقین رکھو کہ قیامت ہے اور دور بھی نہیں ہے بس آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے جنت بھی سامنے، دوزخ بھی سامنے، ثواب بھی نظر آئے گا، عذاب بھی نظر آئے گا۔

حدیث پاک میں آتا ہے مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِیَامَتُہٗ ''جو مرا تحقیق اس کی قیامت قائم ہوگئی۔'' یہاں تک اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کا ذکر فرمایا۔ آگے نعمتوں کی ناقدری کرنے والوں کا ذکر ہے۔

بنی اسرائیل کا تعارف :

فرمایا وَلَقَدْ اٰتَیْنَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ الْکِتٰبَ وَالْحُکْمَ اور البتہ تحقیق دی ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب، حکم اور بادشاہی۔ اسرائیل سریانی یا عبرانی زبان کا لفظ ہے اس کا معنیٰ ہے اللہ کا بندہ۔ یہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بارہ بیٹے عطا فرمائے تھے۔ ایک یوسف علیہ السلام اور گیارہ اور تھے۔ لڑکی کوئی نہیں تھی۔ ان کی آگے جو نسل چلی وہ بنی اسرائیل کہلاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو کتابیں دیں۔ پہلی کتاب تورات موسیٰ علیہ السلام کو ملی۔ موسیٰ علیہ السلام یعقوب علیہ السلام کے پڑپوتے ہیں۔ موسیٰ بن عمران بن فہر بن لاوی بن یعقوب علیہم السلام۔ قرآن کریم کے بعد تمام آسمانی کتابوں میں تورات بڑی جامع، مانع کتاب ہے۔ دوسری کتاب زبور حضرت داؤد علیہ السلام کو دی اور تیسری مشہور کتاب انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دی۔

تو فرمایا ہم نے ان کو کتاب دی اور حکم، بادشاہی بھی دی۔ ان میں ایسے لوگ بھی تھے جو نبی بھی تھے اور بادشاہ بھی۔ جیسے یوسف علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام اور وہ بھی تھے جو بادشاہ تھے نبی نہیں تھے جیسے طالوت رحمۃ اللہ علیہ۔ جن کا ذکر دوسرے پارے کے آخر میں آتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کو کتابیں بھی دیں اور بادشاہی بھی دی وَالنُّبُوَّۃَ اور نبوت دی۔ ان میں نبی بھی ہوئے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک کم وبیش چار ہزار پیغمبر ان میں آئے ہیں۔ کسی قوم میں ایک نبی

آئے تو اس کا سر بلند ہو جاتا ہے ان میں تو اللہ تعالیٰ نے چار ہزار پیغمبر بھیجے وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ اور ہم نے ان کو رزق دیا پاکیزہ چیزوں سے۔ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے ساتھ وادی تیہ میں جس کو آج کل کے جغرافیہ میں وادی سینائی کہتے ہیں۔ اس کی لمبائی چھتیس (۳۶) میل اور چوڑائی چوبیس (۲۴) میل ہے۔ سطح سمندر سے تقریباً چار پانچ ہزار فٹ کی بلندی پر ہے۔ جب وادی تیہ میں پہنچے تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ عمالقہ قوم کے ساتھ جہاد کرنا ہے۔ اس وقت شام عراق ایک ہی ہوتا تھا۔ اردن اور لبنان بھی شام کا حصہ تھے، مغربی قوتوں نے ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے اور ایسا ذہن بگاڑ دیا ہے کہ کافروں کے ساتھ تو مل سکتے ہیں آپس میں نہیں مل سکتے۔ امریکہ، برطانیہ، فرانس کے ساتھ ان کا جوڑ ہو جائے گا، روس کے ساتھ ہو سکتا ہے مگر مسلمانوں کے ساتھ نہیں ملیں گے۔ یہ ساری خباثت یورپ کی ہے جنھوں نے مسلمانوں کے ذہن بگاڑ دیئے ہیں۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ حملہ کرو اللہ تعالیٰ فتح عطا کرے گا۔ ان لوگوں نے کہا کہ وہاں تو بڑے تن آور لوگ ہیں ہم تو ان کے ساتھ نہیں لڑ سکتے آپ جائیں اور آپ کا رب جا کر لڑے ہم یہاں بیٹھے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ارض مقدس ان پر چالیس سال کے لیے حرام کر دی۔ تو ہزاروں کی تعداد میں ہیں وادی تیہ میں کیا کھائیں گے اور کیا پئیں گے نہ وہاں کوئی بڑا سایہ دار درخت، نہ مکان ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے کھانے پینے کے لیے من و سلویٰ کا انتظام کیا اور سائے کے لیے بادل بھیجے، پینے کے لیے بارہ چشمے جاری کر دیئے۔

تو فرمایا ہم نے ان کو رزق دیا پاکیزہ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ اور ہم نے ان کو فضیلت دی جہان کے لوگوں پر۔ اس وقت جو قومیں تھیں ان پر ان کو برتری حاصل تھی وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ اور دیں ہم نے ان کو واضح چیزیں۔ دین کے معاملے میں

واضح دلیلیں دیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر معجزات صادر فرمائے ۔ دوسرے پیغمبروں کو معجزات عطا کیے فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ پس نہیں اختلاف کیا انھوں نے مگر بعد اس کے کہ آ گیا ان کے پاس علم۔ یہودی اس وقت بھی بڑے صاحب علم تھے مگر ضدی تھے۔ یہودی دنیا کی ذہین اور ضدی قوموں میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کی ذہانت ہے کہ تمام عالم پر چھائے ہوئے ہیں۔ امریکہ، برطانیہ، روس وغیرہ ان کے سامنے مغلوب ہیں۔ بڑے بڑے طاقت ور ملکوں کو انھوں نے پریشان کیا ہوا ہے۔

میں افریقہ کے سفر میں تھا تو وہاں کے لوگوں نے مجھے بتلایا کہ یہاں یہودیوں کے سونے اور تانبے کے بڑے بڑے کارخانے ہیں۔ اور یہ بھی بتلایا کہ یہاں یہودیوں نے ایک خفیہ اجتماع کیا ہے مسلمانوں کے خلاف کہ مسلمان روز بہ روز دنیا میں بڑھتے جارہے ہیں اور اسلام اسلام کرتے پھرتے ہیں ان کے متعلق سوچو۔ وہاں انھوں نے کوئی سازش تیار کی پھر معلوم نہیں کیا ہوا۔ انھوں نے ساری دنیا کو مصیبت میں ڈالا ہوا ہے مگر افسوس اس بات کا ہے کہ مسلمان صحیح معنیٰ میں مسلمان نہیں رہے۔ اگر یہ صحیح معنیٰ میں مسلمان ہوں تو کسی چیز کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ [سورۃ آل عمران] ''اور تم بلند ہو غلبہ تمہارا ہوگا بشرطیکہ تم مومن ہو۔''

تو فرمایا پس نہیں اختلاف کیا انھوں نے مگر اس کے بعد کہ آ گیا ان کے پاس علم بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ آپس میں سرکشی کرتے ہوئے۔ حق والوں پر انھوں نے ظلم کیے، اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو ناحق قتل کیا اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ بے شک آپ کا رب فیصلہ کرے گا ان کے درمیان يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ان

چیزوں میں جن میں وہ اختلاف کرتے رہے۔ حقیقی فیصلہ اللہ تعالیٰ قیامت والے دن فرمائیں گے۔ دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ نے ان کو ذلیل کیا وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ "بنایا ان میں سے بعض کو بندر اور خنزیر۔" اور مختلف قسم کے ان پر عذاب نازل ہوئے لیکن حقیقی فیصلہ قیامت والے دن ہوگا۔

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸﴾ اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹﴾ هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۲۰﴾ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾ اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۳﴾

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ پھر ٹھہرایا ہم نے آپ کو عَلٰى شَرِيْعَةٍ ایک شریعت پر مِّنَ الْاَمْرِ دین کے معاملہ میں فَاتَّبِعْهَا پس آپ اس کی پیروی کریں وَ لَا تَتَّبِعْ اور آپ نہ پیروی کریں اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ ان لوگوں کی خواہشات کی لَا يَعْلَمُوْنَ جو نہیں جانتے اِنَّهُمْ بے شک وہ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ وہ ہرگز کفایت نہیں کریں گے آپ کو مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کسی شے کی وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ اور بے شک ظالم بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ بعض بعض کے رفیق ہیں وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ اور اللہ تعالیٰ رفیق ہیں متقیوں کے هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ یہ بصیرت کی باتیں ہیں لوگوں کے لیے وَهُدًى اور

ہدایت ہے وَّرَحْمَۃٌ اور رحمت ہے لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ اس قوم کے لیے جو یقین کرنے والی ہے اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ کیا گمان کرتے ہیں وہ لوگ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ جو کماتے ہیں برائیاں اَنْ نَّجْعَلَھُمْ کہ ہم کردیں ان کو کَالَّذِیْنَ ان لوگوں کی طرح اٰمَنُوْا جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کرتے ہیں اچھے سَوَآءً برابر ہوگی مَّحْیَاھُمْ ان کی زندگی وَ مَمَاتُھُمْ اور ان کی موت سَآءَ مَا یَحْکُمُوْنَ بُرا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں وَخَلَقَ اللّٰہُ اور پیدا کیے اللہ تعالیٰ نے السَّمٰوٰتِ آسمان وَالْاَرْضَ اور زمین بِالْحَقِّ حق کے ساتھ وَلِتُجْزٰی کُلُّ نَفْسٍ اور تاکہ بدلہ دیا جائے ہر نفس کو بِمَا کَسَبَتْ جو اس نے کمائی کی ہے وَھُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا اَفَرَءَیْتَ مَنِ کیا پس آپ نے نہیں دیکھا اس شخص کو اتَّخَذَ اِلٰھَہٗ ھَوٰہُ بنالیا ہے معبود اپنی خواہش کو وَاَضَلَّہُ اللّٰہُ اور اللہ تعالیٰ نے اس کو گمراہ کیا ہے عَلٰی عِلْمٍ علم پر وَّخَتَمَ عَلٰی سَمْعِہٖ اور مہر لگادی اس کے کانوں پر وَقَلْبِہٖ اور اس کے دل پر وَجَعَلَ عَلٰی بَصَرِہٖ اور ڈال دیا اس کی آنکھوں پر غِشٰوَۃً پردہ فَمَنْ یَّھْدِیْہِ پس کون ہدایت دے گا اس کو مِنْ بَعْدِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کے سوا اَفَلَا تَذَکَّرُوْنَ کیا پس تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔

ربط آیات :

اس سے پہلے سبق میں تم نے پڑھا اور سنا کہ بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے کتابیں دیں، حکومت اور نبوت عطا فرمائی اور روزی کے لیے پاکیزہ چیزوں کا بندوبست کیا۔ اُس زمانے کے لوگوں پر فضیلت بخشی، کھلی نشانیاں عطا فرمائیں لیکن اس کے باوجود انھوں نے علم آجانے کے بعد آپس میں اختلاف کیا اور فرقہ بندی میں مبتلا ہو گئے اور ہٹ دھرمی اور ضد کی وجہ سے نبی آخر الزمان کی نبوت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو خطاب کر کے فرمایا کہ وہ تو دین پر قائم نہ رہ سکے ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ پھر ٹھہرایا ہم نے آپ کو ایک شریعت پر دین کے معاملہ میں فَاتَّبِعْهَا پس آپ اس کی پیروی کریں اور کفار اور مشرکین اور اہل کتاب کے تعصب اور عناد کی پروا نہ کریں اور ان کی خواہش پر اپنے دین حق کی تبلیغ میں ڈھیلے نہ پڑ جائیں۔ مطلب یہ ہے کہ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اور آپ نہ پیروی کریں ان لوگوں کی خواہشات کی جن کو کچھ علم نہیں ہے۔ وہ جاہل اور نادان لوگ ہیں۔ ان کے کہنے میں بالکل نہیں آنا۔

مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا نبی اس آخری شریعت کا پابند ہے تو پھر امت تو بطریق اولیٰ پابند ہے اور کوئی بھی شخص اس سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ پھر شریعت کی پابندی میں انسان کا اپنا ہی فائدہ ہے کہ اس کو ترقی ملتی ہے، درجات بلند ہوتے ہیں اور آخرت میں نجات حاصل ہوتی ہے۔

تو فرمایا کہ ہم نے آپ کو ایک شریعت پر مقرر کیا ہے آپ اسی کا اتباع کریں اور بے علم لوگوں کی خواہشات پر نہ چلیں کیونکہ اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا بے

شک وہ ہرگز کفایت نہیں کریں گے اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کچھ بھی وہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے سامنے کچھ بھی کام نہیں دے سکتے اگر آپ نے ان کی طرف جھکاؤ کرلیا تو پھر اللہ تعالیٰ کی گرفت سے نہیں بچ سکیں گے وَاِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ اور بے شک ظالم لوگ ایک دوسرے کے حامی اور رفیق ہوتے ہیں۔اس کے برخلاف وَاللّٰہُ وَلِیُّ الْمُتَّقِیْنَ اور اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کا حامی و ناصر، رفیق اور کارساز ہوتا ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ کی حمایت حاصل ہو وہ کبھی ناکام نہیں ہوتا۔لہٰذا ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ کی ذات ہی پر بھروسا رکھنا چاہیے۔فرمایا ھٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ یہ بصیرت کی باتیں ہیں لوگوں کے لیے یعنی توحید کے دلائل، قرآن کریم کی حقانیت اور شریعت کا اتباع لوگوں کے لیے بصیرت ہیں۔بصیرت دل کی روشنی کو کہتے ہیں وَھُدًی اور ہدایت ہیں انسان کو اللہ تعالیٰ کے راستے کی راہ نمائی کرتی ہیں وَّرَحْمَۃٌ اور رحمت ہیں۔جو آدمی صحیح عقیدہ اختیار کرے گا اور اچھے عمل کرے گا اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوگی۔

سورۃ الاعراف آیت نمبر ۵۶ میں ہے اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ ''بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت قریب ہے نیکی کرنے والوں کے۔'' اللہ تعالیٰ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے ہر وقت شامل حال ہوتی ہے۔فرمایا یہ سب کچھ لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ اس قوم کے لیے جو یقین کرنے والی ہے اللہ تعالیٰ کی توحید پر۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت پر اور قیامت پر کہ ایک وقت پر ہر چیز نے فنا ہونا ہے اور پھر دوبارہ زندہ ہونا ہے۔کیونکہ اگر قیامت قائم نہ ہو تو نیک اور بد کا کوئی امتیاز نہ رہے حالانکہ نیک اور بد برابر نہیں ہوسکتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ کیا گمان کرتے

ہیں وہ لوگ جو کماتے ہیں برائیاں اَنْ نَّجْعَلَهُمْ کہ ہم کردیں گے ان کو كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ان لوگوں کی طرح جو ایمان لائے اور عمل کرتے ہیں اچھے۔ کیا برائیاں کرنے والے لوگ گمان کرتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں کی طرح کردیں گے جو ایمان لائے اور اچھے عمل کیے۔ ایک آدمی ایمان کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں تکالیف برداشت کرتا ہے۔ دوسرا آدمی ایمان سے خالی برائیوں میں پڑ کر عیش وعشرت کی زندگی گزارتا ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ ہرگز برابر نہیں ہو سکتے۔ اور فرمایا کہ کیا یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ کہ ان کی زندگی اور موت بھی برابر ہے۔ فرمایا ہرگز نہیں! سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ بُرا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں کہ ان کی زندگی اور موت برابر ہے۔ ہرگز برابر نہیں ہوسکتیں۔ اگر نیک اور بد برابر ہوجائیں تو پھر اندھیر نگری بن جائے گی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اس کے عقائد اور اعمال کے مطابق بدلہ دے گا۔ ایک آدمی کا عقیدہ قرآن وسنت کے مطابق ہے حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرتا ہے، حلال حرام کی تمیز کرتا ہے۔ اور دوسرا آدمی ہے کہ اس کا عقیدہ قرآن وسنت کے خلاف اور کفریہ شرکیہ عقیدہ ہے۔ وہ جانوروں کی طرح کھاتا پیتا ہے اور گناہوں میں زندگی گزارتا ہے۔ یہ دونوں کیسے برابر ہوسکتے ہیں؟ مومن کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں جگہ دے گا اور کافر ومشرک جہنم میں سڑے گا یہ دونوں کسی صورت بھی برابر نہیں ہو سکتے، نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں۔ آگے اللہ تعالیٰ اپنی توحید اور قدرت کی دلیل بیان فرماتے ہیں۔

ارشاد ربانی ہے وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ اور پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ۔ ان کو اپنی خاص حکمت اور مصلحت کے تحت پیدا کیا ہے اور ان کو پیدا کرنے کا کوئی مقصد ہے۔ دنیا میں کوئی چھوٹا سا کمرہ بھی بغیر مقصد کے

نہیں بناتا تو کیا اللہ تعالیٰ نے سات آسمان اور زمینیں بے مقصد بنائی ہیں؟ ہرگز نہیں!

سورت ص آیت نمبر ۲۷ میں ہے وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلاً ''اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے بے کار ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا یہ کافروں کا گمان ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ زمین و آسمان کی پیدائش کا کوئی مقصد نہیں ہے۔'' بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے کہ اے انسان! تو ان میں رہ کر آخرت کے امتحان کی تیاری کر۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی صورت میں نصاب دیا، پیغمبر کو معلم بنا کر بھیجا جس طرح کا عمل کرو گے آگے نتیجہ آنے والا ہے۔

فرمایا وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ اور تاکہ بدلہ دیا جائے ہر نفس کو اس چیز کا جو اس نے کمائی ہے۔ دنیا میں تو نہ نیک کو پورا نیکی کا بدلہ ملا ہے اور نہ ہر بُرے کو برائی کی صحیح سزا ملی ہے۔ بلکہ کتنے مجرم ہیں جو دنیا میں سزا سے بچ جاتے ہیں مگر وہاں ایسا نہیں ہوگا اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا [سورۃ النباء: پارہ ۳۰] ''بے شک اللہ تعالیٰ نے حتمی فیصلے کا دن مقرر کیا ہے۔'' كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ [المدثر: ۳۸] ''ہر شخص اپنی کمائی میں پھنسا ہوا ہے، اپنے عمل میں گروی ہے۔'' تو فرمایا تاکہ بدلہ دیا جائے ہر نفس کو جو اس نے کمائی کی ہے وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا، کسی پر زیادتی نہیں کی جائے گی بلکہ پورا پورا بدلہ ملے گا۔ کامیاب وہی ہوں گے جو خواہشات کو چھوڑ کر خدا رسول کے احکام کی پابندی کریں گے۔ اور جو خدا رسول کے مقابلے میں خواہشات کی پیروی کریں گے وہ ناکام ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ کیا پس آپ نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس نے بنا لیا ہے معبود اپنی خواہش کو۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی پوری

زندگی کے لیے قرآن پاک کی صورت میں اور سنت کی صورت میں دستور دیا ہے کہ اس کے مطابق زندگی بسر کرے۔ جو آدمی قرآن وسنت کو چھوڑ کر رسومات و بدعات اور نفسانی خواہشات کے پیچھے چلتا ہے اس نے اپنی خواہشات کو معبود بنالیا ہے معبود وہی ہوتا ہے جس کی مکمل اطاعت کی جائے۔ تو جو آدمی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور احکام دین کی اطاعت کے بجائے خواہشات کے پیچھے چلتا ہے تو اس نے اپنی خواہش کو معبود بنایا ہوا ہے وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ اور اللہ تعالیٰ نے اس کو گمراہ کیا ہے علم پر یعنی وہ جانتا ہے کہ وہ ہدایت کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ وہ دیدہ ودانستہ خواہشات کی پیروی کر رہا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس کو گمراہ کر دیا وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ اور مہر لگادی اس کے کانوں پر اور اس کے دل پر وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔

سورۃ النساء میں یہودیوں کے متعلق فرمایا کہ ان کی عہد شکنی، اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار، انبیاء علیہم السلام کو ناحق قتل کرنے کی وجہ سے اور ان کے یہ کہنے کی وجہ سے کہ ان کے دل بند ہو چکے ہیں۔ فرمایا بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ [النساء: ۱۵۵] ''بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر مہر لگادی ان کے کفر کی وجہ سے۔'' زبردستی اللہ تعالیٰ ہدایت کسی کو نہیں دیتے۔ جو طالب ہو اس کو دیتے ہیں۔ تو جب اس نے اپنی خواہش کو معبود بنالیا اور اللہ تعالیٰ کو معبود خالص ماننے کے لیے تیار نہیں ہے تو پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے ہدایت کے دروازے بند کر دیئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ضابطہ ہے نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ [النساء: ۱۱۵] ''ہم پھیر دیتے ہیں جدھر وہ جانا چاہتا ہے اور ہم اس کو جہنم میں داخل کریں گے۔''

تو فرمایا اور مہر لگا دی اللہ تعالیٰ نے اس کے کانوں پر اور اس کے قلب پر اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا فَمَنۡ یَّهۡدِیۡهِ مِنۡۢ بَعۡدِ اللّٰهِ پس کون اس کو ہدایت دے گا اللہ تعالیٰ کے گمراہ کرنے کے بعد اَفَلَا تَذَكَّرُوۡنَ کیا پس تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ ایسے بدنصیب آدمی کی حالت میں غور نہیں کرتے کہ ہٹ دھرمی کو چھوڑ کر خواہشات کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت قبول کریں کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ ان کی استعداد ہی کو خراب کر دے اور ہمیشہ کے لیے رب تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہو جائیں۔

وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ﴿۲۴﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۵﴾ قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۣ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰٓى اِلٰى كِتٰبِهَا ۭ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾ هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ﴿۳۰﴾

وَقَالُوْا اور کہا ان لوگوں نے مَا هِيَ نہیں ہے یہ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا مگر ہماری دنیا کی زندگی نَمُوْتُ وَنَحْيَا ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں وَمَا يُهْلِكُنَآ اور نہیں ہلاک کرتا ہمیں اِلَّا الدَّهْرُ مگر زمانہ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ اور نہیں ہے ان کو اس کا کچھ علم اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ نہیں ہیں وہ مگر گمان کرتے وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اور جس وقت تلاوت کی جاتی ہیں ان پر اٰيٰتُنَا ہماری آیتیں بَيِّنٰتٍ صاف صاف مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ نہیں ہوتی

ان کی دلیل اِلَّآ اَنۡ قَالُوا مگر یہ کہ وہ کہتے ہیں ائۡتُوۡا بِاٰبَآئِنَآ لاؤ ہمارے آباؤ اجداد کو اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ اگر ہو تم سچے قُلِ آپ کہہ دیں اللّٰهُ يُحۡيِيۡكُمۡ اللہ تعالیٰ ہی تمھیں زندہ کرتا ہے ثُمَّ يُمِيۡتُكُمۡ پھر وہ تم کو موت دیتا ہے ثُمَّ يَجۡمَعُكُمۡ پھر وہ تم کو جمع کرے گا اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ قیامت والے دن کی طرف لَا رَيۡبَ فِيۡهِ جس میں کوئی شک نہیں ہے وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے وَلِلّٰهِ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ ملک آسمانوں کا وَالۡاَرۡضِ اور زمین کا وَيَوۡمَ تَقُوۡمُ السَّاعَةُ اور جس دن قیامت قائم ہوگی يَوۡمَئِذٍ اس دن يَّخۡسَرُ الۡمُبۡطِلُوۡنَ نقصان اٹھائیں گے باطل پر چلنے والے وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ اور آپ دیکھیں گے ہر گروہ کو جَاثِيَةً گھٹنوں کے بل بیٹھنے والا كُلُّ اُمَّةٍ ہر گروہ کو تُدۡعٰۤى اِلٰى كِتٰبِهَا بلایا جائے گا اس کے اعمال نامہ کی طرف اَلۡيَوۡمَ تُجۡزَوۡنَ اس دن تم کو بدلہ دیا جائے گا مَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ اس چیز کا جو تم کرتے تھے هٰذَا كِتٰبُنَا یہ ہماری کتاب ہے يَنۡطِقُ عَلَيۡكُمۡ بِالۡحَـقِّ جو بولتی ہے تمہارے اوپر حق کے ساتھ اِنَّا كُنَّا نَسۡتَنۡسِخُ بے شک ہم لکھواتے تھے مَا اس چیز کو كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ جو تم کرتے تھے فَاَمَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا پس بہر حال وہ لوگ جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کیے اچھے فَيُدۡخِلُهُمۡ رَبُّهُمۡ پس داخل کرے گا ان کو ان کا رب فِىۡ رَحۡمَتِهٖ اپنی

رحمت میں ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ یہی ہے وہ کامیابی کھلی۔

کافروں کے مختلف گروہ تھے۔ بعض قیامت کے قائل تھے وہ کہتے تھے کہ قیامت آئے گی اور بعض قیامت کے قائل نہیں تھے اور کہتے تھے کہ قیامت کوئی چیز نہیں ہے۔ انھی لوگوں کا ذکر ہے وَقَالُوْا اور کہا ان لوگوں نے جو قیامت کے قائل نہیں تھے۔ کہتے تھے قیامت نہیں آئے گی۔ کیا کہا مَاهِيَ نہیں ہے یہ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا مگر ہماری دنیا کی زندگی نَمُوْتُ وَنَحْيَا ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں۔ اور کوئی زندگی نہیں ہے۔ بلکہ بڑے زوردار الفاظ میں کہتے تھے وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ [المومنون: ۳۷] ''اور ہم دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے۔'' اور تعجب کرتے ہوئے کہتے تھے ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ذٰلِكَ رَجْعٌ ۢ بَعِيْدٌ [سورۃ ق: ۳] ''کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہو جائیں گے مٹی یہ لوٹ کر آنا تو بہت بعید ہے۔'' اور یہ بھی کہتے تھے مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ [سورہ یٰسین] ''ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا۔'' بس یہی دنیا کی زندگی ہے وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ اور ہمیں نہیں ہلاک کرتا مگر زمانہ۔'' بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ جو دہریے قسم کے لوگ ہیں جو رب تعالیٰ کے وجود کے قائل نہیں ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ زمانہ خود بہ خود چل رہا ہے اس کا چلانے والا کوئی نہیں ہے۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ دہر سے مراد موت ہے۔ چونکہ وہ موت کے تو قائل تھے نَمُوْتُ وَنَحْيَا ہم مرتے ہیں اور زندہ ہوتے ہیں۔ تو مطلب ہوگا کہ یہی ہم کو ہلاک کرتی ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ دہر اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔

زمانے کو گالی مت دو :

حدیث پاک میں آتا ہے لَا تَسُبُّوْا الدَّهْرَ فَاِنِّيْ اَنَا الدَّ ـ ''زمانے کو گالی نہ

دو بُرا نہ کہو میں دہر (زمانہ) ہوں۔" تم زمانے کو گالی دو گے تو میری طرف آئے گی۔ ہاں!
زمانے میں رہنے والے لوگوں کی برائی کی بات کرنا علیحدہ چیز ہے کہ اس زمانے کے لوگ
بُرے ہیں۔ مثلاً ہود علیہ السلام کے زمانے میں نافرمان قوم پر جب ہوا مسلط کی گئی تو اس کے
متعلق آتا ہے فِيْ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ [حم سجدہ:۱۶] "منحوس دنوں میں ان پر عذاب آیا۔"
حالانکہ ذاتی طور پر دنوں میں کوئی نحوست نہیں ہے۔ اگر ذاتی طور پر نحوست ہوتی تو
ہود علیہ السلام اور ان کے ساتھی کیسے بچتے؟ نحوست تو ان لوگوں کے کفر وشرک کی وجہ سے تھی۔
تو یہ کہنا کہ زمانے کے لوگ خراب ہیں صحیح ہے اور براہِ راست زمانے کو بُرا کہنا صحیح نہیں ہے
کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف برائی کی نسبت ہوتی ہے۔

تو کہتے تھے کہ ہمیں نہیں ہلاک کرتا مگر زمانہ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ اور
نہیں ہے ان کو اس کا کچھ علم۔ یہ ویسے صدری نسخے ہیں۔ زمانہ کس کے قبضے میں ہے وہ بھی
تو اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ نہیں ہیں وہ مگر گمان کی
باتیں کرتے، اٹکل کی باتیں کرتے ہیں، دلیل کوئی نہیں ہے۔ فرمایا وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ
اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ اور جب ان پر پڑھی جاتی ہیں ہماری آیتیں صاف صاف جن میں قیامت
کا ذکر ہے تو کیا کہتے ہیں؟ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّا اَنْ قَالُوا نہیں ہوتی ان کی حجت،
دلیل مگر یہ کہ وہ کہتے ہیں ائْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ لے آؤ ہمارے باپ دادا کو جو مر چکے ہیں زندہ
کر کے ہمارے سامنے۔ اگر قیامت ہے تو ہم دیکھ لیں اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر ہو تم
سچے۔ آؤ ہمارے ساتھ ہم تمھیں دکھاتے ہیں کہ یہ ہمارے باپ کی قبر ہے، یہ ہمارے دادا
کی قبر ہے ان کو زندہ کر کے دکھاؤ تاکہ ہمیں یقین ہو جائے کہ کل قیامت آئے گی اور اگر تم
اس طرح نہیں کر سکتے تو ہم قیامت کو کیسے مان لیں؟

اس کے جواب میں رب تعالیٰ فرماتے ہیں قُلِ اے نبی کریم ﷺ! آپ ان کو کہہ دیں مارنا اور زندہ کرنا ہمارے اختیار میں نہیں ہے اللّٰہُ یُحْیِیْکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ اللہ تعالیٰ ہی تم کو زندہ کرتا ہے پھر اللہ تعالیٰ ہی تم کو مارے گا۔ موت وحیات ہمارے اختیار میں نہیں ہے کہ ہم تمہارے باپ دادوں کو زندہ کر کے تمہارے سامنے لا کر کھڑا کر دیں۔ زندہ کرنا، مارنا رب تعالیٰ کا کام ہے۔ ہم سے یہ مطالبہ بے جا ہے موت وحیات رب تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے۔ وہی زندہ کرتا ہے پھر وہی تمھیں مارے گا ثُمَّ یَجْمَعُکُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ پھر وہ تم کو جمع کرے گا قیامت کے دن کی طرف۔ سن لو! لَا رَیْبَ فِیْہِ جس قیامت کے دن میں قطعاً کوئی شک نہیں ہے تم تسلیم کرو یا نہ کرو قیامت آ کر رہے گی وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ ویسے ہی شوشے چھوڑتے ہیں اور لوگوں کو شکوک وشبہات میں مبتلا کرتے ہیں۔ تم اللہ تعالیٰ کے وجود کے قائل ہو، اللہ تعالیٰ کی قدرت کے بھی قائل ہو۔ کیونکہ اس بات کا انکار کافر ومشرک نہیں کرتے تھے کہ ان سے جب پوچھا جاتا تھا کہ تمھیں کس نے پیدا کیا ہے تو کہتے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے مَنْ یُّدَبِّرُ الْاَمْرَ "اس سارے نظام کو چلانے والا کون ہے۔" کہتے اللہ تعالیٰ ہی چلاتا ہے۔ جب تم یہ ساری چیزیں تسلیم کرتے ہو تو قیامت کے انکار کا کیا معنٰی ہے کہ ہم دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے۔ جو تمھیں مارتا جلاتا ہے وہی دوبارہ بھی زندہ کرے گا۔

وَلِلّٰہِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے ملک آسمانوں کا اور زمین کا۔ ہر چیز کا خالق بھی وہی ہے ہر چیز پر تصرف بھی اسی کا ہے اور ملک بھی اسی کا ہے اسی رب تعالیٰ کا ہم تمھیں حوالہ دیتے ہیں کہ وہی تمھیں جمع کرے گا وَیَوْمَ تَقُوْمُ

السَّاعَةُ اور جس دن قیامت قائم ہوگی يَوْمَئِذٍ يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ اس دن نقصان اٹھائیں گے باطل پر چلنے والے۔ اس دن باطل پرستوں کے طوطے اڑ جائیں گے۔ پھر افسوس کریں گے اور کہیں گے يٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ [الزمر:۵۶] ''ہائے افسوس اس چیز پر جو میں نے کوتاہی کی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔'' اور کبھی کہیں گے اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَ كُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا [الاحزاب:۶۷] ''بے شک ہم نے اطاعت کی اپنے سرداروں کی اور اپنے بڑوں کی پس انھوں نے ہمیں گمراہ کر دیا سیدھے راستے سے۔'' مذہبی پیشواؤں نے ہمیں گمراہ کیا، سیاسی پیشواؤں نے ہمیں گمراہ کیا ان کو سزا دے ڈبل اور ان پر لعنت بھیج۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تم سب کو سزا ہوگی ڈبل۔

تو فرمایا اس دن نقصان اٹھائیں گے باطل پر چلنے والے وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً اور آپ دیکھیں گے ہر گروہ کو کہ وہ گھٹنوں کے بل بیٹھنے والے ہوں گے جیسے ہم التحیات میں بیٹھتے ہیں۔ یہ حالت بڑے ادب کے ساتھ بیٹھنے کی ہے اور جاثیہ کا معنیٰ مُجْتَمِعَةٌ بھی کرتے ہیں کہ دیکھیں گے آپ ہر گروہ کو اکٹھے۔ یہودیوں کو ایک جگہ اکٹھا کیا جائے گا، عیسائیوں کو دوسری جگہ اکٹھا کیا جائے گا، ہندوؤں کو تیسری جگہ اکٹھا کیا جائے گا۔ اسی طرح اعمال کے اعتبار سے بھی الگ الگ گروہ ہوں گے۔ زانیوں کا الگ گروہ، چوروں کا الگ گروہ، ڈاکوؤں کا الگ گروہ، جوئے بازوں کا الگ گروہ، دھوکے بازوں کا الگ گروہ۔ سورۃ الزمر آیت نمبر ۷۱ پارہ ۲۴ میں ہے وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ''اور چلائے جائیں گے کافر لوگ جہنم کی طرف گروہ در گروہ۔'' تو فرمایا آپ ان کو دیکھیں گے گھٹنوں کے بل بیٹھنے والے۔ یا معنیٰ ہوگا آپ ان کو دیکھیں گے

اکٹھے ہوں گے کُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰٓى اِلٰى كِتٰبِهَا ہر گروہ کو بلایا جائے گا اس کے اعمال نامہ کی طرف۔ پیدائش سے لے کر وفات تک کا سارا ریکارڈ ساتھ ہوگا عَنِ الْيَمِيْنِ وَ عَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ [سورۃ ق] ''ایک فرشتہ دائیں بیٹھا ہے اور ایک فرشتہ بائیں بیٹھا ہے۔'' دائیں طرف والا نیکیاں لکھتا ہے اور بائیں طرف والا برائیاں لکھتا ہے كِرَامًا كَاتِبِيْنَ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ [سورہ انفطار: پارہ ۳۰] ''وہ باعزت لکھنے والے ہیں وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو۔'' فعل بھی لکھتے ہیں قول بھی لکھتے ہیں۔ آنکھوں کے اشارے تک لکھتے ہیں۔ جس وقت ریکارڈ سامنے آئے گا پھر کہیں گے يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا [الکہف: ۴۹] ''افسوس ہمارے لیے کیا ہے اس کتاب کو کہ یہ نہیں چھوڑتی کسی چھوٹی چیز کو اور نہ بڑی چیز کو مگر اس نے اس کو سنبھال رکھا ہے۔'' سب کچھ اس میں درج ہے ہمارے تو وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ یہ چیزیں بھی درج ہوں گی۔ حکم ہوگا اِقْرَاْ كِتٰبَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا [بنی اسرائیل: ۱۴] ''پڑھ اپنی کتاب کافی ہے تیرا نفس آج کے دن تجھ پر محاسبہ کرنے والا۔'' قیامت والے دن اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اتنی استطاعت عطا فرمائیں گے کہ وہ اپنی کتاب خود پڑھے۔ جب پڑھنا شروع کرے گا۔ چند ورق پڑھے گا۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے ذرا ٹھہر جا هَلْ ظَلَمَكَ كَتَبَتِيْ ''کیا میرے فرشتوں نے تجھ پر کوئی زیادتی تو نہیں کی۔'' کہے گا نہیں میں نے جو کچھ کیا ہے وہ لکھا ہے۔ حکم ہوگا آگے پڑھو چند ورق اور پڑھے گا۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے بتلاؤ میرے فرشتوں نے تجھ پر کوئی زیادتی تو نہیں کی؟ کہے گا نہیں میں نے جو کچھ کیا ہے وہی کچھ لکھا ہے۔ تو بندہ اپنے اعمال نامہ کو خود پڑھے گا۔ آج دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں کہ جن کے حافظے کمزور ہیں۔ قیامت والے دن حافظہ قوی کر دیا جائے

گا۔ سب کچھ یاد آجائے گا۔

تو فرمایا ہر گروہ کو بلایا جائے گا اس کے اعمال نامہ کی طرف۔ ہر ایک کا رول نمبر ہو گا۔ پھر مومنوں کو اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور دوسروں کو بائیں ہاتھ میں اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ آج کے دن تمہیں بدلہ دیا جائے گا مَا اس چیز کا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ جو کچھ تم کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ یہ ہماری کتاب ہے جس میں تمہارے اعمال ہیں بولتی ہے تمہارے اوپر حق کے مطابق۔ اس میں نرا (سراسر) حق ہی حق ہے۔ قول، فعل اور اشارے میں کوئی زیادتی نہیں ہے بغیر کسی کمی بیشی کے سب کچھ اس میں موجود ہے اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ بے شک ہم لکھواتے تھے مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اس چیز کو جو تم کرتے تھے۔ محکمہ کراماً کاتبین کے فرشتے لکھتے تھے۔ دو کی ڈیوٹی دن کی اور دو کی رات کی ہوتی ہے۔ عصر اور فجر کی نماز کے وقت ان کی ڈیوٹیاں بدلتی ہیں۔ نیکیاں لکھنے والا فرشتہ دائیں طرف بیٹھا ہے اور برائیاں لکھنے والا بائیں طرف مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ [سورہ ق: پارہ ۲۶] ''نہیں بولتا وہ کوئی لفظ مگر اس کے پاس نگران ہوتا ہے تیار۔'' زبان سے نیکی و بدی کی جو بھی بات نکلی فوراً لکھ لیتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا رحم اور فضل دیکھو کہ نیکی کی بات زبان سے نکلتی ہے یا کوئی فعل ہوتا ہے تو اس کو وہ فوراً لکھ لیتا ہے اگر بری بات کوئی زبان سے نکلتی ہے اور برائیاں لکھنے والا فرشتہ لکھنے کی تیاری کرتا ہے تو دائیں طرف والا فرشتہ حکم دیتا ہے کہ نہ لکھو لَعَلَّهٗ يَتُوْبُ ''ہوسکتا ہے توبہ کرے۔'' اگر بندہ فوراً توبہ کرلے تو وہ برائی نہیں لکھتا۔ اگر توبہ نہ کرے تو پھر حکم دیتا ہے کہ لکھو کیونکہ دائیں طرف والا فرشتہ افسر ہے بائیں طرف والے کا۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ جب مجلس سے اٹھتے تھے تو یہ دعا

پڑھتے تھے سُبحانك اللّٰهم و بحمدك لا اله الا انت استغفرك واتوب اليك
فرمایا کہ مجلس میں اگر کوئی کمی کوتاہی ہے تو اس دعا کی برکت سے وہ غلطیاں اور گناہ معاف ہو جائیں گے اور اگر بندے نے مجلس میں نیکیاں ہی کی ہوں گی تو یہ دعا نیکیوں پر مہر لگ جائے گی۔

تو فرمایا بے شک ہم لکھواتے ہیں وہ چیز جو تم کرتے ہو فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا پس بہ ہرحال وہ لوگ جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کرتے ہیں اچھے فَیُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ پس داخل کرے گا ان کو ان کا رب فِیْ رَحْمَتِهٖ اپنی رحمت میں۔ وہ رحمت کا مقام جنت ہے ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِیْنُ یہی ہے وہ بڑی کامیابی۔
اللہ تعالیٰ تمام مومنین اور مومنات کو نصیب فرمائے۔

وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۗ اَفَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ ۙ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَقِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۳۴﴾ ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّغَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۖ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۳۷﴾ ع

وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور بہ ہر حال وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا (ان سے کہا جائے گا) اَفَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ کیا پس نہیں تھیں میری آیتیں تُتْلٰى عَلَيْكُمْ پڑھی جاتیں تم پر فَاسْتَكْبَرْتُمْ پس تم نے تکبر کیا وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ اور تھے تم لوگ جرم کرنے والے وَاِذَا قِيْلَ اور جس وقت کہا جاتا ہے اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے وَّالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا اور جو قیامت ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے قُلْتُمْ تم کہتے تھے مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ ہم نہیں جانتے قیامت کیا ہے اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا

ہم نہیں خیال کرتے مگر خیال کرنا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ اور نہیں ہیں ہم یقین کرنے والے وَبَدَا لَهُمْ اور ظاہر ہو جائیں گی ان کے لیے سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا برائیاں جو وہ کرتے تھے وَحَاقَ بِهِمْ اور گھیر لے گی ان کو مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ وہ چیز جس کے ساتھ وہ ٹھٹھا کرتے تھے وَقِيْلَ اور کہا جائے گا اَلْيَوْمَ نَنْسٰكُمْ آج کے دن ہم نے بھلا دیا تم کو كَمَا نَسِيْتُمْ جیسا کہ تم نے بھلا دیا تھا لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا اس دن کی ملاقات کو وَ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ اور تمہارا ٹھکانا دوزخ ہے وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ اور نہیں ہے کوئی تمہاری مدد کرنے والا ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ یہ اس لیے کہ بے شک تم نے اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا بنا لیا تم نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو ٹھٹھا کیا ہوا وَّ غَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اور دھوکے میں ڈالا تم کو دنیا کی زندگی نے فَالْيَوْمَ پس آج کے دن لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا نہیں نکالے جائیں گے اس دوزخ سے وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ اور نہ ان کو معافی کا موقع دیا جائے گا فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ پس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے تعریف رَبِّ السَّمٰوٰتِ جو رب ہے آسمانوں کا وَرَبِّ الْاَرْضِ اور زمین کا رب ہے رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ تمام جہانوں کا رب ہے وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ اور اسی کے لیے ہے بڑائی فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آسمانوں میں اور زمین میں وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ اور وہی ہے غالب حکمت والا۔

ربط آیات :

کل کے سبق کی آخری آیت کریمہ میں تم نے پڑھا کہ جو لوگ ایمان لائے اور عمل کیے اچھے ان کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں داخل کرے گا۔ یہی کامیابی ہے بڑی۔ اب دوسری مد کے لوگوں کا ذکر ہے۔

فرمایا وَاَمَّا الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا اور بہ ہر حال وہ لوگ جو کافر ہیں اللہ تعالیٰ کی توحید کے، رسالت کے اور قیامت کے ان سے پوچھا جائے گا اَفَلَمۡ تَکُنۡ اٰیٰتِیۡ تُتۡلٰی عَلَیۡکُمۡ کیا پس نہیں تمھیں میری آیتیں پڑھی جاتیں تم پر۔ کیا اللہ تعالیٰ کے پیغمبر مبلغ تمہارے پاس نہیں آئے تھے؟ تمھیں نیکی کا راستہ نہیں بتلایا تھا؟ کافر لوگ جواب دیں گے قَدۡ جَآءَنَا نَذِیۡرٌ "تحقیق آیا تھا ہمارے پاس ڈرانے والا فَکَذَّبۡنَا وَ قُلۡنَا مَا نَزَّلَ اللّٰہُ مِنۡ شَیۡءٍ [سورۃ الملک] "پس ہم نے جھٹلا دیا اس کو اور ہم نے کہا اللہ تعالیٰ نے کوئی شے نازل نہیں کی۔" فرمایا اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا فِیۡ ضَلٰلٍ کَبِیۡرٍ "نہیں ہو تم مگر کھلی گمراہی میں۔" فَاسۡتَکۡبَرۡتُمۡ پس تم نے تکبر کیا وَکُنۡتُمۡ قَوۡمًا مُّجۡرِمِیۡنَ اور تھے تم مجرم لوگ۔ اب تم اپنے جرم کی سزا ہمیشہ کے لیے بھگتو۔ تم نے تکبر کیا، حق کو ٹھکرایا باطل پر ڈٹے رہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِذَا قِیۡلَ اور جس وقت کہا جاتا تھا اِنَّ وَعۡدَ اللّٰہِ حَقٌّ بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے وَّالسَّاعَۃُ لَا رَیۡبَ فِیۡہَا اور قیامت میں کوئی شک نہیں ہے ضرور آئے گی۔ دنیا میں جب تمھیں یہ کہا جاتا تھا رب کا وعدہ سچا ہے قیامت ضرور آئے گی اس میں کوئی شک نہیں ہے قُلۡتُمۡ تم کہتے تھے مَّا نَدۡرِیۡ مَا السَّاعَۃُ ہم نہیں جانتے قیامت کیا ہے۔ قیامت کیا چیز ہوتی ہے۔ تم نے قیامت کا انکار کیا اور کہا

وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ ''ہم دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے۔'' کل کے سبق میں تم پڑھ چکے ہو انھوں نے کہا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا ''نہیں ہے یہ مگر ہماری دنیا کی زندگی ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں۔'' کوئی قیامت نہیں ہے إِنْ نَّظُنُّ إِلَّا ظَنًّا ہم نہیں خیال کرتے مگر وہ خیال کرنا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ اور نہیں ہیں ہم یقین کرنے والے کہ قیامت آئے گی۔

عقیدۂ آخرت:

اسلام کے بنیادی عقائد میں سے قیامت کا عقیدہ بھی ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لانا ضروری ہے کہ وہ اپنی صفات اور افعال میں وحدہ لاشریک لہ ہے اور رسالت پر ایمان لانا ضروری ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک جتنے پیغمبر تشریف لائے ہیں تمام کے تمام برحق پیغمبر تھے اور اپنی اپنی قوموں کے لیے پیغمبر تھے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ اور تمام قوموں کے لیے پیغمبر ہیں۔ اسی طرح قیامت پر ایمان کہ ایک دن ساری کائنات فنا ہو جائے گی پھر دوبارہ زندہ ہو کر میدان محشر میں پیشی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان لانا ہے، فرشتوں پر ایمان لانا ہے۔ یہ بنیادی عقائد ہیں ان کو تسلیم کیے بغیر کوئی آدمی مسلمان نہیں ہو سکتا۔

تو مشرکین مکہ کہتے تھے کہ ہم قیامت پر یقین رکھنے والے نہیں ہیں ہم نہیں مانتے وَبَدَا لَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا عَمِلُوْا اور ظاہر ہو جائیں گی برائیاں جو وہ کرتے تھے۔ بس مرنے کی دیر ہے قیامت شروع ہو جائے گی۔ مرتے وقت ہی فرشتے نظر آتے ہیں ملک الموت اور اس کے پیچھے تقریباً اٹھارہ فرشتے کھڑے ہوتے ہیں۔ اگر نیک ہے تو ملک الموت

روح قبض کر کے ان کے حوالے کر دیتا ہے۔ وہ فرشتے خوشبودار جنت کے کفن میں لپیٹ کر لے جاتے ہیں اور جنت کے ہر دروازے والے فرشتے کہتے ہیں کہ اس کو اس دروازے سے لے کر جاؤ۔ سات آسمان طے کر کے ہیڈ کوارٹر علیین تک پہنچاتے ہیں نام درج کرانے کے لیے۔ اور اگر بد ہے تو جہنم کے بدبودار ٹاٹ میں لپیٹ کر لے جاتے ہیں لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ [الاعراف: ۴۰] ''ان کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے۔'' اس کو نیچے پھینک دیا جاتا ہے۔ سات زمینوں کے نیچے سجین مقام ہے جو کافروں اور مشرکوں کی روحوں کا ٹھکانا ہے ان کا نام وہاں درج کیا جاتا ہے۔ تو مرنے کے ساتھ ہی قیامت قائم ہو جاتی ہے۔ لیکن مرنے کے بعد افسوس کرنا کام نہیں آئے گا نہ توبہ کا موقع ملے گا اور نہ توبہ قبول ہوگی۔ کیوں کہ ایمان بالغیب کا اعتبار ہے۔ جب سب کچھ سامنے آ گیا تو ایمان بالغیب تو نہ رہا۔

تو فرمایا کہ ظاہر ہو جائیں گی برائیاں جو وہ کرتے تھے وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ اور گھیر لے گی ان کو وہ چیز جس کے ساتھ وہ ٹھٹھا کرتے تھے۔ آج تو کہتے ہیں کہ عجیب ہے کہ دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز آگ میں تھوہر اور ضریع کا درخت بھی ہو گا، سانپ اور بچھو بھی ہوں گے اس میں بندے جل کر مریں گے بھی نہیں اور سانپ بچھو جلیں گے بھی نہیں۔ آج یہ جن چیزوں کا مذاق اڑاتے ہیں وہ ساری چیزیں سامنے آ جائیں گی وَقِيْلَ اور کہا جائے گا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اَلْيَوْمَ نَنْسٰكُمْ آج کے دن ہم تم کو بھلا دیں گے۔ رب تعالیٰ تو نسیان سے پاک ہے۔

سورۃ مریم آیت نمبر ۶۴ پارہ ۱۶ میں ہے وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ''اور نہیں ہے آپ کا رب بھولنے والا۔'' یہاں بھولنے کا مطلب یہ ہے کہ پروا نہیں کرے گا كَمَا

نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا جیسا کہ تم نے بھلا دیا تھا اس دن کی ملاقات کو۔ جس طرح تم نے اس دن کی پروا نہیں کی رب تعالیٰ اپنی رحمت سے تمھیں بھلا دیں گے وَمَأْوٰىكُمُ النَّارُ اور تمہارا ٹھکانا دوزخ ہے۔ دوزخ میں جاؤ ہمیشہ کے لیے۔ آج دنیا کی آگ میں کوئی آدمی انگلی نہیں ڈال سکتا اور بخاری شریف اور مسلم شریف کے مطابق جہنم کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہے اور جہنم کا ایک طبقہ دوسرے طبقے سے پناہ مانگتا ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جہنم کے ایک طبقے نے دوسرے طبقے کی شکایت کی کہ اے پروردگار! اس کی حرارت اور تپش نے مجھے جلا دیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تو سانس لے لے۔ تو یہ جو سخت گرمی ہے یہ جہنم کا ایک سانس ہے اور یہ جو سخت سردی ہوتی ہے یہ بھی جہنم کے ٹھنڈے طبقے کا ایک سانس ہے۔

تو فرمایا تمہارا ٹھکانا دوزخ ہے وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ اور نہیں ہے کوئی تمہاری مدد کرنے والا۔ دوزخ میں تمہاری کوئی مدد بھی نہیں کر سکے گا ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ یہ اس لیے کہ بے شک تم نے اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا بنایا تم نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو ٹھٹھا کیا ہوا۔

کافروں کا قرآنی سورتیں کے ناموں کا مذاق اڑانا:

قرآن کریم کی ایک سورت کا نام بقرہ ہے۔ بقرہ کا معنیٰ ہے گائے اور ایک سورت کا نام نساء ہے نساء کا معنیٰ ہے عورتیں، ایک کا نام مائدہ ہے۔ مائدہ کا معنیٰ ہے دستر خوان۔ ایک کا نام انعام ہے انعام کا معنیٰ ہے مویشی۔ ایک کا نام نحل ہے۔ نحل کا معنیٰ ہے شہد کی مکھیاں۔ ایک کا نام ہے عنکبوت، عنکبوت کا معنیٰ ہے مکڑی۔ تو کافر لوگ آپس میں بیٹھ کر

گپیں مارتے تھے اور اس طرح قرآن کریم کا مذاق اڑاتے تھے۔ ایک کہتا بھائی مجھے گائے کے ساتھ پیار ہے لہٰذا البقرہ مجھے دے دو میں اس کا دودھ پیتا رہوں گا۔ دوسرا کہتا میں کھانے کا بڑا شوقین ہوں مائدہ مجھے دے دو۔ تیسرا کہتا کہ میں عورتوں کا بڑا شوقین ہوں سورۃ النساء میرے حصے میں رہنے دو۔ کوئی کہتا کہ میں جانوروں کا بڑا شوقین ہوں انعام میرے پاس رہنے دو۔ کوئی کہتا مجھے شہد کی مکھیوں کے ساتھ بڑا پیار ہے لہٰذا النحل میری ہے۔ کسی کو کہتے کہ بھئی! تجھے عنکبوت دیں گے۔ تو اس طرح قرآن کریم کا مذاق اڑاتے۔

او ظالمو! رب تعالیٰ نے قرآن کریم میں جو باتیں بیان کی ہیں وہ تمھیں سمجھانے کے لیے ہیں تم نے ان کا مذاق اڑانا شروع کر دیا ہے۔ تو فرمایا کہ یہ دوزخ میں تمہارا ٹھکانا اس لیے ہے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ مذاق کیا ہے وَّغَرَّتۡكُمُ الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَا اور دھوکے میں ڈالا تمھیں دنیا کی زندگی نے۔ تم نے دنیا کو سمجھا آخرت کی طرف توجہ ہی نہیں کی۔ آج دنیا کا حال یہ ہے کہ ہر چیز کو مادی نقطۂ نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ان مغربی قوتوں نے ذہن ایسا بنا دیا ہے کہ ہر چیز کو مادی نقطۂ نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اگرچہ سارے ایسے نہیں ہیں الحمدللہ! دین پر چلنے والے بھی موجود ہیں لیکن دین پر چلنے والے اور دین کی کوشش کرنے والے نسبتاً بہت کم ہیں مگر موجود ہیں اور قیامت تک رہیں گے۔

آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِيْ ظَاهِرِيْنَ عَلَى الْحَقِّ ''میری امت میں سے ایک گروہ حق پر قائم رہے گا۔'' دنیا کی کوئی طاقت ان کو حق سے ہٹا نہیں سکے گی۔ ،، مصیبتیں جھیلیں گے، تکلیفیں برداشت کریں گے حق کو نہیں چھوڑیں گے۔ لیکن دنیا کی اکثریت گمراہ ہے۔ فرمایا فَالۡيَوۡمَ لَا يُخۡرَجُوۡنَ مِنۡهَا پس آج کے دن نہ نکالے جائیں گے اس دوزخ سے وَلَا هُمۡ يُسۡتَعۡتَبُوۡنَ اور نہ ان کو معافی کا

موقع دیا جائے گا۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ مجرم کو کہا جاتا ہے کہ معافی مانگ لو، ضمانت دے دو کہ آئندہ ایسی حرکت نہیں کرو گے لیکن قیامت والے دن کافروں کو معافی کا موقع نہیں دیا جائے گا فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ پس اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے تعریف رَبِّ السَّمٰوٰتِ جو رب ہے آسمانوں کا وَرَبِّ الْاَرْضِ اور زمین کا رب ہے۔ زمین میں جتنی مخلوق ہے تمام کا رب اللہ تعالیٰ ہے رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ تمام جہانوں کا رب ہے۔ انسان کے جہان کا رب، فرشتوں کے جہان کا رب، جنات اور حیوانات کے جہان کا رب۔ سب کا پروردگار صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اگر ہم رب کا ہی مفہوم سمجھ لیں تو شرک کے قریب نہیں جائیں گے۔ رب کا معنی ہے تربیت کرنے والا۔ تربیت کے لیے ہوا کی بھی ضرورت ہے، خوراک کی بھی ضرورت ہے، لباس کی بھی ضرورت ہے، رہائش کی بھی ضرورت ہے۔ یہ تمام ضروریات پوری کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ تو رب بھی وہی ہے اور یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے پاس نہیں ہیں۔ اس کے سوا نہ کوئی مالک ہے، نہ خالق ہے، نہ کوئی رب ہے۔ اور جو پروردگار ہے وہی مشکل کشا، حاجت روا، فریادرس اور دستگیر ہے۔ جب یہ بات سمجھ آ جائے گی تو شرک قریب نہیں آ سکتا۔ مگر ہم نے تو قرآن کی بنیادی اصطلاحات ہی کو نہیں سمجھا۔

وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ اور اللہ ہی کے لیے ہے بڑائی فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آسمانوں میں اور زمین میں۔ اللہ تعالیٰ سے بڑی ذات کوئی نہیں ہے۔ اللہ اکبر کا معنی ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز سے بڑا ہے اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔ باقی ہر چیز فانی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کی نہ ابتداء، نہ انتہاء، نہ اس کے لیے موت، نہ بیماری، نہ صدمہ، نہ دکھ، نہ تکلیف، وہ ہر کمزوری سے پاک ہے۔ ہم اس کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے۔

؎ دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا

بس جان گیا میں کہ تری پہچان یہی ہے

اللہ تعالیٰ کی حقیقت کو کوئی نہیں جان سکتا اس کو اس کی قدرتوں اور نشانیوں سے سمجھا جا سکتا ہے کہ جس نے آسمان بنائے، زمین بنائی، تمام جہان پیدا کیے اور سب کی ضروریات پوری کرنے والا ہے، وہ رب ہے۔ اسی کے لیے بڑائی ہے آسمانوں میں اور زمین میں وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ اور وہی غالب اور حکمت والا ہے۔ اس کے مقابلے میں کسی کو غلبہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس کا ہر کام حکمت کے ساتھ ہوتا ہے اور وہ اپنی حکمتوں کو خود سمجھتا ہے ہم تم نہیں سمجھ سکتے۔

الحمدللہ! آج ۴ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ بہ مطابق ۴ مارچ ۲۰۱۴ء، پچیسواں پارہ مکمل ہوا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سورۃ الاحقاف

(مکمل)

جلد............۱۸

آیاتها ۳۵ ۴۶ سُوْرَةُ الْاَحْقَافِ مَكِّيَّةٌ ۶۶ رکوعاتها ۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ① تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ② مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ③ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۖ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ④ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ⑤ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ⑥

حٰمٓ ۚ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ یہ کتاب اتاری ہوئی ہے مِنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی طرف سے الْعَزِيْزِ جو غالب ہے الْحَكِيْمِ جو حکمت والا ہے مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ نہیں پیدا کیا ہم نے آسمانوں کو وَالْاَرْضَ اور زمین کو وَ مَا بَيْنَهُمَآ اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اِلَّا بِالْحَقِّ مگر حق کے ساتھ وَ اَجَلٍ مُّسَمًّى اور ایک مقرر مدت تک وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور وہ لوگ جو کافر

ہیں عَمَّآ اس چیز سے اُنْذِرُوْا جس چیز سے ان کو ڈرایا گیا مُعْرِضُوْنَ اعراض کرتے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں اَرَءَيْتُمْ بھلاتم بتلاؤ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وہ جن کو تم پکارتے ہو اللہ تعالیٰ سے نیچے اَرُوْنِيْ دکھاؤ مجھے مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ کیا پیدا کیا ہے انھوں نے زمین سے اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ یا ان کے لیے کوئی شراکت ہے فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں اِيْتُوْنِيْ لاؤ میرے پاس بِكِتٰبٍ کوئی کتاب مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اس سے پہلے اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ یا کوئی نشانی علم کی اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر ہو تم سچے وَمَنْ اَضَلُّ اور کون زیادہ گمراہ ہے مِمَّنْ اس سے يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ جو پکارتا ہے اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗ اس کو جو نہیں پہنچ سکتا اس کی پکار کو اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن تک وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ اور وہ ان کی پکار سے غافل ہیں وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ اور جس وقت جمع کیے جائیں گے لوگ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً ہوں گے وہ ان کے دشمن وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ اور ہوں گے وہ ان کی عبادت کا انکار کرنے والے۔

تعارف سورۃ :

اس سورت کا نام سورۃ الاحقاف ہے۔ احقاف جمع ہے حِقْفٌ کی۔ اس کا معنیٰ ہے ریت کا ٹیلا۔ اس سورہ میں قوم عاد کا ذکر ہے جہاں وہ رہتے تھے وہاں ریت کے

بڑے بڑے ٹیلے تھے اس وجہ سے اس کا نام احقاف ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے پینسٹھ (۶۵) سورتیں نازل ہوچکی تھیں۔ اس کے چار رکوع اور پینتیس (۳۵) آیات ہیں۔ حٰمٓ کے متعلق کئی دفعہ بیان ہوچکا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس کی تفسیر کے مطابق یہ اللہ تعالیٰ کے ناموں کی طرف اشارہ ہے۔ حا سے حمید مراد ہے اور میم سے مجید مراد ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ہیں۔

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ یہ ہمارے سامنے جو کتاب ہے اس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ کتاب اتاری ہوئی ہے مِنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی طرف سے الْعَزِيْزِ جو غالب ہے الْحَكِيْمِ جو حکمت والا ہے۔ الْعَزِيْزِ سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ کتاب ساری دنیا پر غالب ہوگی کافروں نے، مخالفوں نے بڑی رکاوٹیں کھڑی کی ہیں مگر الحمد للہ! یہ قرآن پھیلتا ہی گیا ہے۔ الْحَكِيْمِ سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس کی باتیں حکمت والی ہیں۔ اس کتاب کا موضوع اللہ تعالیٰ کی توحید ہے۔ آگے توحید کا مسئلہ بیان فرماتے ہیں مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ نہیں پیدا کیا ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو وَمَا بَيْنَهُمَآ اور جو کچھ ان کے درمیان ہے مثلاً: چاند، سورج، ستارے ہیں، فضا ہے، پہاڑ ہیں، دریا ہیں، درخت، ٹیلے اور فصلیں ہیں اور بے شمار مخلوق ہے جو کچھ بھی ہے اِلَّا بِالْحَقِّ مگر حق کے ساتھ ان کو پیدا کیا ہے ان کے پیدا کرنے کا کوئی مقصد ہے بے فائدہ نہیں بنایا وَاَجَلٍ مُّسَمًّى اور ایک مدت مقرر تک۔ ان کی ایک میعاد مقرر ہے۔ اس کے بعد نہ زمین رہے گی اور نہ آسمان۔ کیوں کہ جس مقصد کے لیے ان کو بنایا تھا وہ پورا ہوگیا ہے۔

اس کو آپ اس طرح سمجھیں کہ اسکول، کالج، یونیورسٹی کی عمارت بنائی جاتی ہے،

مدارس تعمیر کیے جاتے ہیں تو ان کا مقصد ہوتا ہے کہ ان میں پڑھنے والے پڑھیں گے اور ایک ان کی تعلیم کے لیے نصاب ہوتا ہے اور اس نصاب کو پورا کرنے کے لیے وقت ہوتا ہے کہ یہ نصاب تم نے دو سال میں پورا کرنا ہے یا چار سال میں مثال کے طور پر۔ نصاب مکمل ہونے کے بعد امتحان ہوتا ہے۔ تو یہ عمارتیں بے مقصد نہیں بنائی گئیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کو بے مقصد نہیں بنایا۔ اس کے لیے دین ایک نصاب ہے، انبیائے کرام علیہم السلام معلم ہیں۔ انھوں نے ہمیں بتایا ہے کہ تم اپنا عقیدہ درست کرو، نمازیں پڑھو، روزے رکھو، حج کرو، زکوٰۃ دو۔ جو کام کرنے کے ہیں وہ بھی بتائے اور جو نہ کرنے کے ہیں وہ بھی بتائے ہیں۔ ہم نے اس نصاب کی تکمیل کرنی ہے۔ پھر ایک وقت آئے گا کہ امتحان لیا جائے گا۔ جب مقصد پورا ہو جائے گا تو زمین اور آسمان کی عمارت کو ختم کر دیا جائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کو بے مقصد نہیں بنایا۔

عقل مندوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا [آل عمران: ۱۹۱] ''اے ہمارے رب! تو نے آسمانوں اور زمین کو بے مقصد پیدا نہیں کیا۔'' مقصد پورا ہو جانے کے بعد ان کو ختم کر دیا جائے گا۔ سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۱۰۴ میں ہے یَوْمَ نَطْوِی السَّمَآءَ کَطَیِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ''جس دن ہم لپیٹ دیں گے آسمانوں کو مثل لپیٹ دینے طومار کے لکھے ہوئے کاغذوں کو'' اور زمینوں کے اوپر پہاڑ، ٹیلے برابر کر دیے جائیں گے۔ کوئی نشیب وفراز نہیں ہوگا۔ سورہ طٰہٰ آیت نمبر ۱۰۷ میں ہے لَا تَرٰی فِیْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ''نہیں دیکھے گا تو اس میں کوئی کجی اور نہ ٹیلا۔'' مشرق سے لے کر مغرب تک میدان ایسے ہموار ہوگا کہ اگر انڈا مشرق سے لڑھکایا جائے تو مغرب تک کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔ اور اگر شمال سے

لڑھکایا جائے تو جنوب تک کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔لیکن وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، انکار کیا عَمَّآ اُنْذِرُوْا ان چیزوں سے جن سے ان کو ڈرایا گیا مُعْرِضُوْنَ اعراض کرنے والے ہیں۔ان کو کفر سے ڈرایا گیا، شرک سے ڈرایا گیا، رب تعالیٰ کی مخالفت سے ڈرایا گیا کہ باز آجاؤ ورنہ رب تعالیٰ کا عذاب اس دنیا میں بھی آ سکتا ہے اور آتا رہا ہے۔ اور مرنے کے بعد پھر عذاب الٰہی ہے۔ یہ ساری باتیں ان کو کھول کر بتلائی گئیں لیکن وہ اعراض کرتے رہے کوئی بات سمجھنے کے لیے تیار نہیں ہیں قُلْ آپ ان مشرکوں سے کہہ دیں اَرَءَیْتُمْ بھلا تم بتلاؤ مجھے، خبر دو مجھے مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وہ جن کو تم پکارتے ہو (مشکل کشا، حاجت روا، سمجھ کر) اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے اَرُوْنِیْ دکھاؤ مجھے، بتلاؤ مجھے مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ کیا پیدا کیا ہے انھوں نے زمین سے۔مشرقی حصہ پیدا کیا ہے، مغربی حصہ پیدا کیا ہے، پہاڑ پیدا کیے ہیں، دریا پیدا کیے ہیں، کیا چیز پیدا کی ہے؟

غیر اللہ کو پکارنا :

پکارنے والوں نے فرشتوں کو بھی پکارا یا جبرائیل، یا میکائیل، یا اسرافیلُ کہا اور پیغمبروں کو بھی پکارا یا رسول اللہ مدد کہا۔اچھے بھلے سمجھ دار لوگ گمراہ ہیں۔ احمد رضا خان صاحب بریلوی کہتے ہیں:

بیٹھتے اٹھتے مدد کے واسطے یا رسول اللہ کہا پھر تجھ کو کیا

ہم جو یا رسول اللہ! کا جملہ کہہ کر آپ ﷺ سے مدد مانگتے ہیں تو اے نجدی، وہابی اس سے تجھے کیا تکلیف ہوتی ہے؟ دیکھنا! اگر یا رسول اللہ! کا جملہ پیار اور محبت کی وجہ سے کہا جائے اور عقیدہ حاضر و ناظر اور عالم الغیب کا نہ ہو اور نہ اس جملے کے ذریعے آپ ﷺ

سے مدد مانگی جائے تو پھر صحیح ہے۔اس کو یوں سمجھو کہ جیسے ایک بندے کو راستے پر چلتے چلتے ٹھوکر لگے اور گر جائے اور منہ سے نکلے ہائے بے بے۔اب بے بے وہاں کھڑی تو نہیں ہے۔چونکہ ماں کے ساتھ پیار ہوتا ہے اور پیار کی وجہ سے یاد آتی ہے،حاضر و ناظر کے نظریے سے کوئی نہیں کہتا۔لہٰذا یہ صحیح ہے۔اگر حاضر و ناظر سمجھ کر مدد کے لیے کہتا ہے تو پھر صحیح نہیں ہے مدد صرف رب تعالیٰ سے۔کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی رب تعالیٰ کی مدد کے محتاج تھے۔تو فرمایا آپ ان مشرکوں سے کہیں کہ جن کو تم پکارتے ہو اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے بتلاؤ مجھے کیا پیدا کیا ہے انھوں نے زمین سے اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ یا ان کے لیے کوئی شراکت ہے آسمانوں میں یا سات آسمانوں میں سے کسی کا کوئی مشرق کا حصہ بنایا ہو یا مغرب کا یا شمال کا یا جنوب کا کوئی حصہ پیدا کیا ہے۔محض ڈھکوسلا نہ مارنا اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ لاؤ میرے پاس کوئی کتاب مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اس قرآن سے پہلے کی کوئی مستند کتاب ہو اس کتاب سے کوئی حوالہ دو کہ دیکھو! اس میں لکھا ہوا ہے کہ فلاں بزرگ نے فلاں چیز پیدا کی ہے،فلاں نے فلاں چیز پیدا کی ہے،فلاں نے فلاں چیز پیدا کی ہے اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ یا کوئی نشانی علم کی۔دلیل ہمیشہ دو قسم کی ہوتی ہے نقلی،عقلی۔نقلی کا معنی ہے کتاب سے نقل کی جائے کہ لو جی! یہ دلیل فلاں کتاب کے اتنے نمبر صفحے پر ہے۔یا عقلی دلیل پیش کی جاتی ہے۔بغیر دلیل کے تو دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا لہٰذا کوئی دلیل پیش کرو نقلی یا عقلی کہ جس سے یہ ثابت ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی حصہ دار ہے اور وہ بھی حاجت روا،مشکل کشا،فریاد رس ہے۔جب اللہ تعالیٰ کا حصہ دار اور شریک ہی کوئی نہیں ہے تو پھر حاجت روا اور مشکل کشا اور فریاد رس بھی کوئی نہیں ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو مشکل وقت آئے ہیں ان میں مجموعی حیثیت سے سب سے

زیادہ مشکل مقام بدر کا تھا۔ آپ ﷺ کے ساتھ تین سو بارہ ساتھی تھے تیرھویں آپ ﷺ تھے۔ جمعرات کی عشاء کی نماز پڑھا کر آپ ﷺ سرخ رنگ کے چمڑے کے خیمے میں تشریف لے گئے اور نفل نماز شروع کی۔ لمبا قیام، لمبا رکوع اور سجود کیے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا انسان کون سی حالت میں رب تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا اَقْرَبُ مَا يَكُوْنُ الْعَبْدُ لِلرَّبِّ وَهُوَ سَاجِدًا ''بندہ سب سے زیادہ قریب اپنے رب کے سجدے کی حالت میں ہوتا ہے۔'' سب سے زیادہ عاجزی کی حالت سجدے کی ہوتی ہے کہ ہاتھ پاؤں زمین کے ساتھ لگے ہوئے ہیں گھٹنے، ناک، پیشانی بھی زمین کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ اور مسئلہ یاد رکھنا کہ جب تک ناک اور پیشانی دونوں سجدے میں زمین پر نہ لگیں تو سجدہ نہیں ہوتا۔

حدیث پاک میں آتا ہے لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَمَسَّ اَنْفُ الْاَرْضَ ''اس شخص کی نماز نہیں ہوگی جس کا ناک زمین پر نہ لگے۔'' ہاں! اگر ناک پر زخم ہے یا پیشانی پر زخم ہے تو پھر بات علیحدہ ہے، مجبوری ہے۔ مجبوری کی حالت کے مسائل الگ ہیں۔ اور سجدے میں بازو زمین سے اونچے ہوں۔ بازو زمین پر پھیلانے سے آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ جیسے کتا یا درندے اپنے بازو پھیلا دیتے ہیں تم اس طرح سجدے میں اپنے بازو نہ پھیلاؤ۔ اور ہاتھ پیٹ اور ران کے ساتھ بھی نہ لگیں اور اتنے باہر بھی نہ نکالو کہ ساتھ والے نمازی کو تکلیف ہو اور وہ تنگ ہو جائے۔

تو آنحضرت ﷺ نے سرخ رنگ کے چمڑے میں داخل ہو کر نفل شروع کیے، سجدے میں گئے، رونا شروع کر دیا اور دعا مانگی اے پروردگار! یہ جو بندے میں ساتھ لے کر آیا ہوں یہ میری پندرہ سال کی کمائی ہے۔ اے پروردگار! اگر ان کو شکست ہوئی تو

قیامت تک تیری توحید کا ذکر کرنے والا اور ماننے والا تیرا نام لینے والا کوئی نہیں رہے گا۔ روتے بھی ہیں اور دعائیں بھی کرتے ہیں۔ اگر اپنے اختیار میں ہوتا تو اپنی مدد خود کر لیتے۔ رب تعالیٰ کے سامنے سجدے میں گر کر مانگنے کا کیا مطلب ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خیمے سے باہر تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گریہ زاری سنی تو اندر داخل ہوئے اور کہنے لگے حضرت! بس کرو لَقَدْ اَلْحَحْتَ عَلٰی رَبِّکَ ''آپ نے بڑی زاری کی ہے رب تعالیٰ آپ کی مدد کرے گا۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیمے سے باہر تشریف لائے۔ یہ الفاظ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر تھے سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے بلند مرتبہ اور شان والے ہو کر اپنی مدد نہیں کر سکے رب تعالیٰ کے آگے ہاتھ پھیلائے ہیں تو اور کون ہے جو حاجت روا، مشکل کشا اور فریاد رس ہو سکے، دست گیر ہو سکے۔ پچھلے دنوں ملک عراق میں کئی حکومتوں نے جن میں ہماری حکومت بھی ان کے ساتھ تھی صدام کے خلاف کارروائی کی، بغداد پر بم باری ہوئی تو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ کے کچھ حصہ اور آس پاس کی عمارتوں کو نقصان پہنچا۔ جس پر ان کو معذرت کرنی پڑی کہ پائیلٹ کی غلطی سے ہوا ہے قصداً نہیں ہوا۔ خیر یہ بات تو الگ ہے مگر سوال یہ ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہماری تمہاری اور دنیا کی مدد کرتے ہیں اور وہاں بغداد میں تشریف فرما ہوتے ہوئے اپنے روضہ اور ماحول کی حفاظت نہیں کر سکے، وہاں دست گیری نہیں کی، اردگرد کی قبروں کو بچاتے، جن کی بے حرمتی ہوئی، عمارتوں کو بچاتے۔ مگر یہ بات سمجھنے والوں کے لیے ہے دوسروں کے لیے نہیں ہے۔ بے شک وہ اپنے مقام پر بہت بلند بزرگ ہیں لیکن وہ خدا تو نہیں ہیں اور نہ ہی خدائی اختیارات ان کے پاس ہیں۔ خدائی اختیارات صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔ ان

بزرگوں کی تو ساری زندگی اللہ تعالیٰ کی توحید کی اشاعت میں گزری ہے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی ایک چھوٹی سی کتاب ہے "فتوح الغیب" اس میں توحید کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ اس کو ضرور پڑھو۔ عربی میں تھی اللہ تعالیٰ غریق رحمت فرمائے مولانا حکیم محمد صادق نے میرے مشورے سے اس کا اردو ترجمہ کیا ہے۔

گکھڑ میں لوگوں کو کتابوں کا شوق نہیں ہے بس یہی ہے کہ مولوی صاحب کا درس سن لیں۔ حالانکہ بعض چیزیں کتابوں کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔ میرے پاس اس کے ایک دو نسخے تھے وہ کوئی مولوی لے گیا اور واپس نہیں کیے اور مجھے یہ بھی یاد نہیں ہے کہ وہ کون مولوی صاحب لے گئے ہیں۔ مگر اس ظالم نے واپس نہیں کیے۔ تو اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی حاجت روائی کرنے والا نہیں۔ تو فرمایا لاؤ کوئی کتاب اس سے پہلے کی یا کوئی نشانی علم کی، باقی ماندہ علم کی بات کہ جن کو تم پکارتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا انھوں نے کیا پیدا کیا ہے زمین میں یا ان کے لیے کچھ شراکت ہے آسمانوں میں۔ اگر تم سچے ہو تو کوئی نقلی یا عقلی دلیل پیش کرو اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر ہو تم سچے۔ اور سن لو وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ اور کون زیادہ گمراہ ہے اس شخص سے يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ جو پکارتا ہے اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے مَنْ اس کو لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ جو نہیں پہنچ سکتا اس کی پکار کو قیامت کے دن تک، نہیں قبول کرنے والا اس کی پکار کو قیامت کے دن تک اور نہ ان کے اختیار میں ہے وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ اور وہ ان کی پکار سے غافل ہیں۔ اب دیکھو! یہاں سے جو کوئی شخص کہتا ہے "یا غوث اعظم دستگیر میری مدد کرو۔" وہ تو اپنی قبر میں، جنت کے مزوں میں ہیں ان کو کیا معلوم کہ مجھے کس نے پکارا ہے اور کہاں سے پکارا ہے؟ کیوں پکارا ہے؟ وہ ہزاروں میل کی مسافت پر ہیں۔ اسی پر قیاس کریں

دوسرے بزرگوں کو۔

سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ بڑے بلند پایہ بزرگوں میں سے ہیں چالیس ہزار ہندو ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ان کی کتاب ہے" کشف المحجوب" پہلے فارسی زبان میں تھی اب اس کا اردو ترجمہ ہو گیا ہے۔اس کو پڑھو۔وہ اپنے شاگرد کو فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا نہ کوئی گنج بخش ہے اور نہ رنج بخش ہے۔نہ کوئی خزانہ دیتا ہے اور نہ کوئی دکھ دے سکتا ہے۔اور آج کل تو تاریخ بالکل الٹ ہو گئی ہے۔ان کی جگہ آج کل شرابیوں، منشیات فروشوں اور اغوا کاروں کا اڈا بنی ہوئی ہے۔تو فرمایا اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہے جو اللہ تعالیٰ سے نیچے ایسے کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی دعا کو قبول نہیں کر سکتے اور وہ ان کی پکار سے غافل ہیں وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ اور جس وقت لوگ جمع کیے جائیں گے كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً ہوں گے وہ ان کے دشمن جن کو یہ پکارتے ہیں وہ ان پکارنے والوں کے دشمن ہوں گے کہ ظالمو! تم کیا کرتے رہے ہو ہم نے کب کہا تھا کہ اس طرح کرنا وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَٰفِرِينَ اور ہوں گے وہ ان کی عبادت کا انکار کرنے والے۔ وہ عبادت کرنے والوں کی عبادت کا انکار کریں گے کہ ہمیں کیا پتا کہ تم کیا کرتے رہے ہو۔ہم نے تمہیں شرک کرنے کا حکم دیا تھا۔ہم نے کب کہا تھا کہ ہمیں پکارنا یاد رکھنا اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی مستعان نہیں ہے واللہ المستعان " اللہ تعالیٰ ہی مددگار ہے۔"

اور ہر نماز میں ہمارا یہ سبق ہے إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ " ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔" اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے مدد مانگنا مافوق الاسباب شرک ہے اور شرک سے بڑی قبیح چیز کوئی نہیں ہے۔توحید اسلام کا بنیادی

عقیدہ ہے اور قرآن پاک میں جتنا رد شرک و بدعات کا ہے شاید ہی کسی اور چیز کا ہو لیکن لوگ آج جہالت کی وجہ سے شرک و بدعات میں مبتلا ہیں۔ رب تعالیٰ شرک و بدعت سے بچائے۔

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ هَٰذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴿٧﴾ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۖ قُلْ إِنِ افْتَرَيْتُهُ فَلَا تَمْلِكُونَ لِي مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۖ هُوَ أَعْلَمُ بِمَا تُفِيضُونَ فِيهِ ۖ كَفَىٰ بِهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۖ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿٨﴾ قُلْ مَا كُنتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ ۖ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ وَمَا أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٩﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِن كَانَ مِنْ عِندِ اللَّهِ وَكَفَرْتُم بِهِ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّن بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَىٰ مِثْلِهِ فَآمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿١٠﴾ ع

وَاِذَا اور جس وقت تُتْلٰی تلاوت کی جاتی ہیں عَلَیْهِمْ ان پر اٰیٰتُنَا ہماری آیتیں بَیِّنٰتٍ صاف صاف قَالَ الَّذِیْنَ کہتے ہیں وہ لوگ کَفَرُوْا جو کافر ہیں لِلْحَقِّ حق کے بارے میں لَمَّا جَآءَهُمْ جس وقت آ گیا حق ان کے پاس هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ یہ جادو ہے کھلا اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ کیا یہ کہتے ہیں پیغمبر نے اس قرآن کو گھڑ لیا ہے قُلْ آپ کہہ دیں اِنِ افْتَرَیْتُهٗ اگر بالفرض میں نے اس کو گھڑا ہے فَلَا تَمْلِکُوْنَ لِیْ پس نہیں مالک تم میرے لیے مِنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے سامنے شَیْئًا کچھ بھی هُوَ اَعْلَمُ وہ خوب جانتا ہے بِمَا ان چیزوں کو تُفِیْضُوْنَ فِیْهِ جن میں

تم گھسے رہتے ہو کَفٰی بِہٖ کافی ہے وہ شَھِیْدًا گواہ بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ میرے اور تمہارے درمیان وَھُوَالْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ اور وہ بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے قُلْ آپ فرمادیں مَاکُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ نہیں ہوں میں نیا رسولوں میں سے وَمَآ اَدْرِیْ اور میں نہیں جانتا مَایُفْعَلُ بِیْ کیا کیا جائے گا میرے ساتھ وَلَا بِکُمْ اور نہیں جانتا کیا کیا جائے گا تمہارے ساتھ اِنْ اَتَّبِعُ میں نہیں اتباع کرتا اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ مگر اس چیز کی جو وحی کی جاتی ہے میری طرف وَمَآ اَنَا اور نہیں ہوں میں اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ مگر ڈرانے والا کھول کر قُلْ آپ کہہ دیں اَرَءَیْتُمْ بھلا بتلاؤ اِنْ کَانَ اگر ہے یہ قرآن مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وَکَفَرْتُمْ بِہٖ اور تم اس کا انکار کرتے ہو وَشَھِدَ شَاھِدٌ مِّنْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اور گواہی دی ایک گواہی دینے والے نے بنی اسرائیل میں سے عَلٰی مِثْلِہٖ اس جیسی چیز پر فَاٰمَنَ پس وہ ایمان لایا وَاسْتَکْبَرْتُمْ اور تم نے تکبر کیا اِنَّ اللّٰہَ بے شک اللہ تعالیٰ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ نہیں ہدایت دیتا ظالم قوم کو۔

ربط آیات :

کل کے سبق کی آخری آیت کریمہ میں تم نے پڑھا کہ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ اور جس وقت اکٹھے کیے جائیں گے لوگ قیامت والے دن۔ تو جن کی عبادت کی گئی ہے یہ عبادت کرنے والوں کے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت سے انکار کرنے والے ہوں گے۔ تو یہ غیر اللہ کی عبادت کرنے والے اس دن رسوا ہوں گے اور آج ان کی حالت یہ

ہے جو غیر اللہ سے مرادیں مانگتے ہیں ان کو حاجت روا، مشکل کشا، فریاد رس سمجھتے ہیں۔ حق کو سننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْھِمْ اٰیٰتُنَا اور جس وقت تلاوت کی جاتی ہیں ان پر ہماری آیتیں بَیِّنٰتٍ صاف صاف۔ معنیٰ کے لحاظ سے واضح، مطلب کے لحاظ سے واضح۔ صاف آیتیں پیش کی جاتی ہیں قَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا کہتے ہیں وہ لوگ جو کافر ہیں لِلْحَقِّ حق کے بارے میں لَمَّا جَآءَھُمْ جب حق ان کے پاس آ گیا۔ کہتے ہیں ھٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ یہ جادو ہے کھلا۔

قرآن کریم عربی میں ہے اور جس ذات پر نازل ہوا وہ بھی عربی اور جن کی طرف نازل ہوا جو اول مخاطب تھے وہ بھی عربی تھے۔ تمام مکے والے عربی تھے اور عربی میں ایسے فصیح و بلیغ کہ ان کے نوعمر بچے اور بچیاں جس طرح عربی بولتے اور سمجھتے تھے ہم لوگ پچاس پچاس سال پڑھ کر بھی اس طرح بول اور سمجھ نہیں سکتے۔ چونکہ ہماری مادری زبان عربی نہیں ہے۔ ان کے ان پڑھ لوگ ایسے شعر کہتے تھے کہ ہم ساٹھ ساٹھ سال پڑھا کر بھی ان جیسے شعر نہیں کہہ سکتے۔ وہ قرآن کریم کو سمجھتے تھے اور اس کے اثر کے بھی قائل تھے اور کہتے تھے کہ اس کا اثر اس لیے ہے کہ یہ کھلا جادو ہے۔ اور آنحضرت ﷺ کو جادوگر کہتے تھے، معاذ اللہ تعالیٰ۔ خود بھی جادو کہہ کر ٹھکرا دیتے تھے اور دوسروں کو بھی کہتے اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ [الانبیاء:۳] ''کیا پس تم پھنستے ہو جادو میں اور تم دیکھ رہے ہو۔'' صاحب بصیرت ہو، اچھے بھلے سمجھ دار ہو کر تم جادو میں پھنستے ہو۔

تو فرمایا کہ جب حق ان کے پاس آیا تو حق کے منکروں نے کہا یہ جادو ہے کھلا۔ اور سنو! اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ کیا یہ لوگ کہتے ہیں پیغمبر نے اس قرآن کو گھڑ لیا ہے اپنے پاس سے۔ یہ الزام بھی انھوں نے آپ پر لگایا حالانکہ ان کا بچہ بچہ جانتا تھا کہ آپ ﷺ

نے کسی سے کوئی چیز نہیں سیکھی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں آپ کی دو صفتیں بیان فرمائی ہیں الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ ''رسول جو نبی امی ہے۔'' امی کا معنیٰ ہے ان پڑھ۔ اور دوسری صفت فرمایا وَلَا تَخُطُّہٗ بِیَمِیْنِکَ [عنکبوت:۴۸] ''اور نہ آپ لکھتے تھے دائیں ہاتھ سے۔'' آپ نہ پڑھنا جانتے تھے نہ لکھنا جانتے تھے۔ یہ سب ان کے علم میں تھا مگر زبان لوگوں کے منہ میں ہے شوشے چھوڑنے سے باز نہیں آتے۔ بعض کہتے تھے اِنَّمَا یُعَلِّمُہٗ بَشَرٌ ''اس کو سکھاتا ہے ایک آدمی۔'' اللہ تعالیٰ نے جواب دیا لِسَانُ الَّذِیْ یُلْحِدُوْنَ اِلَیْہِ اَعْجَمِیٌّ وَّ ھٰذَا لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِیْنٌ [النحل:۱۰۳] ''اس آدمی کی زبان جس کی طرف یہ نسبت کرتے ہیں عجمی ہے اور یہ قرآن صاف عربی زبان میں ہے۔''

بعض مفسرین کرام رحمہم اللہ اس کا نام یعیش اور بعض عائش بتلاتے ہیں۔ وہ بے چارہ تو اچھی طرح عربی بول بھی نہیں سکتا تھا۔ چونکہ غریب اور پردیسی تھا اور وہاں اس کا کوئی رشتہ دار نہ تھا۔ بیمار ہو جاتا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تیمارداری کے لیے جاتے تھے اس کو پانی لا دیا اور کوئی اس کی ضرورت کی چیز ہوتی تو لا دیتے۔ اس بے چارے نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عربی سکھائی تھی جو خود صحیح معنیٰ میں عربی نہیں بول سکتا تھا؟ تو مخالف کبھی کوئی شوشہ چھوڑ دیتے کبھی کوئی شوشہ چھوڑ دیتے۔ اس مقام پر اس شوشے کا ذکر ہے۔

فرمایا کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ نبی کریم نے خود قرآن کو گھڑ لیا ہے قُلْ آپ کہہ دیں اِنِ افْتَرَیْتُہٗ بالفرض اگر میں نے اس کو گھڑا ہے فَلَا تَمْلِکُوْنَ لِیْ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا پس تم مالک نہیں ہو میرے لیے اللہ تعالیٰ کے سامنے کچھ بھی۔ اللہ تعالیٰ گرفت سے بچانے کے لیے تم کسی شے کے بھی مالک نہیں ہو اگر میں نے گھڑا ہے تو میں نے جرم

کیا ہے اللہ تعالیٰ مجھے سزا دے گا اور تم مجھے بچا نہیں سکو گے ۔ هُوَ اَعْلَمُ وہ خوب جانتا ہے بِمَا تُفِيضُونَ فِيهِ ان چیزوں کو جن میں تم گھسے ہوئے ہو۔ جن میں تم مصروف رہتے ہو۔ کبھی مجھے شاعر کہتے ہو، کبھی کاہن کہتے ہو، کبھی مسحور اور کبھی جادوگر، کبھی مجنون اور کبھی کذاب، معاذ اللہ تعالیٰ۔ جن باتوں میں تم مصروف ہو رب تعالیٰ ان کو خوب جانتا ہے كَفٰى بِهٖ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ کافی ہے اللہ تعالیٰ گواہ میرے اور تمہارے درمیان۔ اللہ تعالیٰ کی پہلی گواہی تو یہ کتاب ہے جو اس نے مجھ پر نازل فرمائی تم اس کے مثل ایک سورت نہیں لا سکتے۔ پھر چاند کا دو ٹکڑے ہونا اللہ تعالیٰ کی گواہی ہے۔ تمہارے مطالبے پر اللہ تعالیٰ نے چاند کو دو ٹکڑے کیا جو تم نے اپنی آنکھوں کے ساتھ دیکھا کہ ایک ٹکڑا جبل ابو قبیس کے اوپر تھا۔ یہ پہاڑ مکہ مکرمہ سے مشرق کی طرف ہے اور یہ پہاڑ دنیا میں سب سے پہلے قائم ہوا اور اسی پہاڑ پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں کو حج کے لیے بلایا تھا، آواز دی تھی۔ آج جو حاجی لبیک اللّٰھم لبیک کہتے ہوئے جاتے ہیں یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آواز کا جواب ہے۔ اور دوسرا ٹکڑا جبل ابی قُیَیقعان پر تھا۔ کافی دیر تک وہ ٹکڑے اس طرح رہے۔ انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ دیکھنے کے بعد فوراً ایمان لے آتے کیونکہ ان کے مطالبے پر ہوا تھا لیکن قرآن پاک میں تصریح ہے کہ سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ [سورۃ القمر] "کہ یہ جادو ہے جو مسلسل چلا آرہا ہے۔" کہہ کر اعراض کر گئے اور ایک شخص بھی ایمان نہ لایا۔ اس کے علاوہ اور کئی معجزات ہیں، پتھروں کا سلام کرنا، درختوں کا چل کر آنا۔

مسلم شریف کی روایت ہے بڑا کھلا میدان تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قضائے حاجت کی ضرورت پیش آئی باپردہ جگہ نہیں تھی میدان کے کناروں پر درخت تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو

درختوں کو آنے کا اشارہ فرمایا۔ درخت زمین کو چیرتے ہوئے آئے سب نے آنکھوں کے ساتھ دیکھا۔ آپ ﷺ نے ایک درخت کی ٹہنیاں پکڑ کر نیچے کیں وہ جھک گیا پھر دوسرے کی ٹہنیاں نیچے کیں وہ بھی جھک گیا، پردہ ہو گیا۔ ضرورت سے فارغ ہونے کے بعد ان کو اپنی جگہ جانے کا اشارہ فرمایا۔ وہ پھر زمین کو چیرتے ہوئے اپنی اپنی جگہ چلے گئے۔ (ان درختوں کی جگہ اب مسجدیں بنی ہوئی ہیں نشانی کے طور پر۔ میں نے وہ دونوں مسجدیں دیکھی ہیں۔ مرتب)

حضور ﷺ کا معجزہ :

ایک موقع پر پانی کی قلت تھی لوٹے میں تھوڑا سا پانی تھا ستر، اسی آدمی تھے نماز کا وقت ہو گیا کہنے لگے حضرت پانی نہیں ہے بخاری شریف کی روایت ہے آپ ﷺ نے لوٹے میں انگلیاں ڈالیں۔ راوی کہتے ہیں ایسے لگتا تھا کہ انگلیوں سے پانی نکل رہا ہے ستر، اسی آدمیوں نے وضو کیا اور خوب سیر ہو کر پیا بھی، پانی پھر بچ گیا۔ یہ بے شمار معجزات اللہ تعالیٰ کی گواہی ہیں۔

تو فرمایا کافی ہے گواہ اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ اور وہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے قُلْ آپ فرما دیں مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ نہیں ہوں میں نیا رسولوں میں سے۔ میں پیغمبروں میں سے نیا تو نہیں ہوں بدعت کا معنیٰ ہوتا ہے نوخیز، جدید۔ نئی چیز پر لوگ تعجب کرتے ہیں۔ پہلے سے اس طرح کی چیز ہو تو لوگوں کو تعجب نہیں ہوتا۔

سعودیہ میں جب سب سے پہلے پکی سڑک پر ڈرائیور ٹرک کو لے کر گزرا تو ایک بوڑھا چرواہا تھا اس کے ساتھ بچے بھی تھے۔ ٹرک کو دیکھ کر اس نے بچوں کو کہا ضِرْبُوْا اَيُّهَا

الصِّبْیَان ضِرُوْا جَاءَ الشَّیْطَان ''بچو! بھاگ جاؤ شیطان آ گیا ہے۔'' چونکہ اس نے اس سے پہلے ٹرک کو گزرتے ہوئے نہیں دیکھا تھا تو تعجب کیا۔ تو بندہ جب کوئی نئی چیز دیکھتا ہے اس پر تعجب کرتا ہے۔

تو فرمایا میں کوئی نیا پیغمبر تو نہیں ہوں مجھ سے پہلے بہت سے پیغمبر گزرے ہیں۔ میں خاتم النبیین ہوں۔ سورۃ الرعد آیت نمبر ۳۸ پارہ ۱۳ میں ہے وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّيَّةً ''اور ہم نے بنائیں ان کے لیے بیویاں اور اولاد۔'' وہ کھاتے پیتے بھی تھے، تمام لوازمات بشریہ ان کے ساتھ تھے، بیمار بھی ہوتے تھے، تندرست بھی ہوتے تھے۔

آپ ﷺ گھوڑے پر سوار تھے گھوڑا تیز چلا تو آپ ﷺ گر پڑے۔ گرنے کی وجہ سے آپ ﷺ کا دایاں پہلو زخمی ہوا، کافی خراشیں آئیں، دائیں پاؤں کا ٹخنا بھی نکل گیا۔ آپ ﷺ نے کئی دن تک مسلسل بیٹھ کر نماز پڑھی، کھڑے نہیں ہو سکتے تھے۔

تو فرمایا آپ کہہ دیں میں کوئی نیا رسول نہیں ہوں کہ تمھیں سمجھ نہ آئے کہ پیغمبر کس کو کہتے ہیں مجھ سے پہلے کئی پیغمبر گزرے ہیں وَمَآ اَدْرِیْ مَایُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور میں نہیں جانتا کہ تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ اس کی ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں ہے کہ مرنے کے بعد میرے ساتھ کیا ہوگا اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا۔ مگر امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ اگرچہ بعض نے یہ تفسیر کی ہے لیکن یہ تفسیر صحیح نہیں ہے۔ اس لیے کہ پیغمبر کو جس دن نبوت ملتی ہے تو پہلے دن ہی اس کو اپنی نجات اور بخشش کا یقین ہوتا ہے۔ اگر پیغمبر اپنی بخشش کو یقینی نہ جانے تو دوسروں کو دعوت دینے کا کوئی مطلب نہیں ہے۔

احمد رضا خان بریلوی نے بڑا ظلم کیا ہے۔ اس نے کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو

نبوت ملنے کے انیس (۱۹) سال بعد اپنی بخشش اور مغفرت کا یقین ہوا۔ جب سورت فتح نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ ''تا کہ معاف کر دے اللہ تعالیٰ آپ کے لیے جو پہلے ہو چکیں آپ کے لیے لغزشیں اور جو بعد میں ہوں گی۔'' یہ سورت نبوت کے انیسویں سال نازل ہوئی ہے ۶ھ میں حدیبیہ کے سفر میں واپسی پر۔ میں نے اپنی کتاب ''ایضاح الحق'' میں لکھا ہے کہ بڑی عجیب بات ہے کہ اگر کسی اور سے چھوٹی سی بھی غلطی ہو جائے تو تم لوگ چوک میں کھڑے ہو کر احتجاج کرتے ہو کہ توہین کر گیا، توہین ہو گئی۔ اور خان صاحب کا نظریہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کو اپنی بخشش کا علم انیس سال بعد ہوا۔ یہ کیا کوئی کم توہین ہے؟ کہ انیس سال لوگوں کو دعوت دیں اور خود اپنا علم نہ ہو کہ میرے ساتھ کیا ہونا ہے؟ یقین جانو! جس دن اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو نبوت ملتی ہے اسی دن اس کو مغفرت کا یقین ہو جاتا ہے۔ لہٰذا یہ معنیٰ کرنا کہ مجھے معلوم نہیں، میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا ہوگا مرنے کے بعد قطعاً غلط ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کا تعلق دنیاوی معاملات کے ساتھ ہے کہ میں نہیں جانتا کہ دنیا میں میرے ساتھ کیا ہوگا اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا؟ فتح ہوگی یا شکست ہوگی، مصیبتیں آئیں گی یا راحت ہوگی، بیماریاں ہوں گی یا تندرستی ہوگی، یہ ساری باتیں غیب کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں اور غیب کا علم رب جانتا ہے میں نہیں جانتا۔

اور اگر آیت کریمہ کا تعلق آخرت کے ساتھ بھی ہو تو پھر معنیٰ ہوگا کہ آخرت کی زندگی جو ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی ہے نہ ختم ہونے والی ہے اس کی تفصیلات سے میں واقف نہیں۔ نفس بخشش تو یقینی ہے باقی ابد الآباد زندگی میں رب تعالیٰ کی طرف سے جو نوازشیں ہوں گی ان کی تفصیل کا مجھے علم نہیں ہے۔ تو فرمایا میں نہیں جانتا کیا کیا جائے گا میرے

ساتھ اور میں نہیں جانتا کیا کیا جائے گا تمہارے ساتھ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤی اِلَیَّ میں نہیں اتباع کرتا مگر اس چیز کی جو وحی کی جاتی ہے میری طرف وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ اور نہیں ہوں میں مگر ڈرانے والا کھول کر رب تعالیٰ کے عذاب سے، رب تعالیٰ کی گرفت سے کہ اگر رب تعالیٰ کی نافرمانی کرو گے تو دنیا میں بھی عذاب آئے گا اور مرنے کے بعد بھی آئے گا قُلْ آپ کہہ دیں اَرَءَیْتُمْ بھلا بتلاؤ تم اِنْ کَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اگر ہے قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے وَكَفَرْتُمْ بِهٖ اور تم اس کا انکار کرتے ہو وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اور گواہی دی ایک گواہی دینے والے نے بنی اسرائیل میں سے اس کی حقانیت کی۔ وہ عبداللہ بن سلام ہیں۔ جب انھوں نے سنا کہ آنحضرت ﷺ ہجرت کر کے تشریف لائے ہیں تو فوراً آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچے۔

آپ ﷺ اس وقت بیان فرما رہے تھے افشوا السلام ''آپس میں سلام کو پھیلاؤ'' وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ ''غریبوں، کمزوروں کو کھانا کھلاؤ'' وَلَیِّنُوا الْكَلَامَ ''جس وقت کسی کے ساتھ کلام کرو تو نرمی کے ساتھ کرو'' وَصَلُّوْا بِاللَّیْلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ ''اور رات کو اٹھ کر نماز پڑھو اور لوگ سوئے ہوئے ہوں۔'' یہ پہلا سبق سنتے ہی وہیں مسلمان ہو گئے۔ کہنے لگے آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اور جو آیتیں سنا رہے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ اور یہ بھی کہا کہ حضرت یہودی آرہے ہیں میں پردے کے پیچھے چھپ جاتا ہوں ان سے میرے متعلق پوچھیں کہ عبداللہ بن سلام کیسا آدمی ہے؟ جب آپ ﷺ نے ان سے پوچھا تو کہنے لگے اَفْضَلُنَا وابن افضلنا ہم میں سب سے بہتر ہے اور سب سے بہتر کا بیٹا ہے اعلمنا وابن اعلمنا ہم میں سے سب سے بڑا عالم ہے اور سب سے بڑے عالم کا بیٹا ہے خَیْرُنَا وَابْنُ خَیْرِنَا ہم میں سب سے

زیادہ نیک ہے اور سب سے زیادہ نیک کا بیٹا ہے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا اگر عبداللہ بن سلام مسلمان ہو جائے تو تم مسلمان ہو جاؤ گے کہنے لگے اعاذہ اللہ الا سلام ''اللہ تعالیٰ اس کو اسلام سے بچائے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے کہا ہے کہ عبداللہ بن سلام نیک بھی اور عالم بھی ہے، پھر نیک اور عالم کا بیٹا بھی ہے۔ اگر وہ مسلمان ہو جائے تو پھر۔ کہنے لگے وہ بڑا سمجھ دار آدمی ہے اسلام کو قبول نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اسلام سے بچائے۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ پردے سے باہر آ کر کہنے لگے اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمدًا عبدہ ورسولہ بخاری شریف میں ہے کہنے لگے شَرُّنَا وَابْنُ شَرِّنَا ''ہم میں سے سب سے بڑا اشرارتی ہے اور سب سے بڑے شرارتی کا بیٹا ہے۔'' وہی لوگ ہیں ایک لمحہ میں پھر گئے۔ فرمایا اور گواہی دی ایک گواہی دینے والے نے بنی اسرائیل میں سے عَلٰی مِثْلِهٖ اس جیسی چیز پر۔ اس کا معنٰی یہ ہے کہ اس جیسی کتاب تورات پر کیوں کہ وہ بھی قرآن کے مثل ایک عظیم الشان کتاب ہے اور مطلب یہ ہوگا کہ تورات میں بھی قرآن کریم کی حقانیت موجود ہے۔ بعض مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ مثل کا لفظ زائد ہے اور معنٰی ہوگا کہ بنی اسرائیل میں سے ایک گواہ نے اس کتاب پر شہادت پیش کی لہٰذا تمہارے پاس انکار کی گنجائش نہیں ہے۔ اس نے تو اس کتاب کے حق ہونے کی گواہی دی فَاٰمَنَ پس وہ ایمان لایا وَاسْتَكْبَرْتُمْ اور تم نے تکبر کیا اور انکار کر دیا اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ بے شک اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا ظالم قوم کو جبراً۔ جو طالب ہوتا ہے ہدایت اسی کو دیتا ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ ؕ وَاِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَيَقُوْلُوْنَ
هٰذَآ اِفْكٌ قَدِيْمٌ ﴿۱۱﴾ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ؕ وَ
هٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖۗ وَبُشْرٰى
لِلْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ
عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۳﴾ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ
فِيْهَا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ
اِحْسٰنًا ؕ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ؕ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ
ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ
قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ
وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ
ذُرِّيَّتِيْ ۚ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۵﴾

وَقَالَ الَّذِيْنَ اور کہا ان لوگوں نے کَفَرُوْا جو کافر ہیں لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کے بارے میں اٰمَنُوْا جو مومن ہیں لَوْ كَانَ خَيْرًا اگر ہوتا یہ (ایمان) بہتر مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ نہ سبقت کرتے یہ لوگ ہم سے اس کی طرف وَاِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا اور جس وقت انھوں نے ہدایت حاصل نہ کی بِهٖ اس قرآن سے فَسَيَقُوْلُوْنَ پس وہ بہ تاکید کہیں گے هٰذَآ اِفْكٌ قَدِيْمٌ یہ بہتان ہے پرانا وَمِنْ قَبْلِهٖ اور اس سے پہلے كِتٰبُ مُوْسٰٓى موسیٰ علیہ السلام کی

کتاب اِمَامًا راہ نمائی کرنے والی تھی وَّرَحْمَةً اور رحمت تھی وَهٰذَا
كِتٰبٌ اور یہ کتاب ہے مُّصَدِّقٌ تصدیق کرنے والی ہے لِّسَانًا عَرَبِيًّا
عربی زبان میں ہے لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ تاکہ ڈرائے ان لوگوں کو ظَلَمُوْا
جنھوں نے ظلم کیا وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ اور خوش خبری ہے نیکی کرنے والوں
کے لیے اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا بے شک وہ لوگ جنھوں نے کہا رَبُّنَا اللّٰهُ ہمارا
پالنے والا اللہ تعالیٰ ہے ثُمَّ اسْتَقَامُوْا پھر ڈٹے رہے فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ
پس نہیں خوف ہوگا ان پر وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اور نہ وہ غمگین ہوں گے
اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ یہی لوگ ہیں جنت والے خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ہمیشہ رہیں
گے اس میں جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ بدلہ ہے اس چیز کا جو وہ کرتے رہے
وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ اور ہم نے تاکیدی حکم دیا انسان کو بِوَالِدَيْهِ اس کے
والدین کے بارے میں اِحْسٰنًا احسان کرنے کا حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ اٹھایا اس
کو اس کی ماں نے كُرْهًا تکلیف میں وَّوَضَعَتْهُ اور جنا اس کو كُرْهًا
تکلیف میں وَحَمْلُهٗ اور اس کا اٹھانا وَفِصٰلُهٗ اور اس کا دودھ چھڑانا
ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا تیس ماہ تک ہے حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ یہاں تک کہ جب پہنچا وہ
اَشُدَّهٗ اپنی قوت کو وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً اور پہنچا چالیس سال تک قَالَ
کہا اس نے رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اے میرے رب میری قسمت میں کر دے
اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ کہ میں شکر ادا کروں آپ کی نعمتوں کا الَّتِيْٓ وہ نعمتیں

اَنۡعَمۡتَ عَلَیَّ جو آپ نے مجھ پر کی ہیں وَعَلٰی وَالِدَیَّ اور میرے ماں باپ پر بھی کی ہیں وَاَنۡ اَعۡمَلَ صَالِحًا اور یہ کہ میں عمل کروں ایسے اچھے تَرۡضٰىهُ جن پر آپ راضی ہوں وَاَصۡلِحۡ لِیۡ فِیۡ ذُرِّیَّتِیۡ اور درست کر دے میرے لیے میری اولاد کو اِنِّیۡ تُبۡتُ اِلَیۡكَ بے شک میں نے رجوع کیا آپ کی طرف وَاِنِّیۡ اور بے شک میں مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔

ربط آیات :

کل کے سبق میں تم نے پڑھا گواہی دی ایک گواہی دینے والے نے بنی اسرائیل میں سے یعنی حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جو پہلے یہودی تھے وہ قرآن سن کر ایمان لے آئے۔ حالانکہ ان کی زبان عربی نہیں تھی۔ کیونکہ یہودیوں کی اصلی زبان عبرانی تھی۔ تورات عبرانی زبان میں نازل ہوئی تھی۔ ملکی سطح پر عربی بولتے تھے ان کی زبان عربی نہیں تھی اور ایمان لے آئے۔ اور تم عربی ہو کر بھی ایمان نہیں لاتے۔ تو کافروں نے کہا کہ ہم دین اسلام میں کوئی خیر نہیں پاتے۔ اگر ہم اس میں کوئی خیر سمجھتے تو ہم ایمان لانے میں ان غریب غرباء سے پہل کرتے یہ ہم سے پہلے مسلمان نہ ہوتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَقَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا اور کہا ان لوگوں نے جو کافر ہیں لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ان لوگوں کے بارے میں جو مومن ہیں۔ کیا کہا؟ لَوۡ کَانَ خَیۡرًا اگر ہوتا یہ ایمان بہتر مَّا سَبَقُوۡنَاۤ اِلَیۡهِ تو نہ سبقت کرتے یہ لوگ ہم سے اس کی طرف۔ اگر دین اسلام، ایمان واقعی بہتر ہوتا تو یہ غریب غربا لوگ اس کو اختیار کرنے میں ہم سے سبقت نہ لے جاتے اس کی

طرف بلکہ ہم ان سے پہلے ایمان لے آتے۔ ایمان اگر کوئی اچھی چیز ہوتی تو ہمیں نہیں سمجھ آسکتا تھا ان کو سمجھ آگیا ہے۔ فرمایا وَاِذْلَمْ یَھْتَدُوْابِہٖ اور جس وقت انھوں نے ہدایت حاصل نہ کی اس قرآن سے فَسَیَقُوْلُوْنَ ھٰذَآاِفْکٌ قَدِیْمٌ پس بہ تاکید یہ تو پرانا بہتان ہے، معاذ اللہ تعالیٰ۔ حالانکہ ایمان بہت بڑی دولت ہے لیکن اگر کسی کا ذہن صاف نہ ہو اور اس کی حقیقت کو نہ سمجھے تو جبراً اللہ تعالیٰ کسی کو ایمان نہیں دیتا۔ ایمان طالب کو ملتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے۔

حدیث پاک کئی دفعہ سن چکے ہو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ یُعْطِی الدُّنْیَا مَنْ یُّحِبُّ وَ مَنْ لَّا یُحِبُّ "اللہ تعالیٰ دنیا اس کو بھی دیتا ہے جس کے ساتھ محبت کرتا ہے اور اس کو بھی دیتا ہے جس کے ساتھ محبت نہیں کرتا وَلَا یُعْطِی الْاِیْمَانَ اِلَّا مَنْ یُّحِبُّ "اور ایمان نہیں دیتا مگر اس کو جس کے ساتھ محبت کرتا ہے۔" ضدی کافر تو رب تعالیٰ کے دشمن ہیں لَا یَرْضٰی لِعِبَادِہِ الْکُفْرَ [سورۃ الزمر] "اللہ تعالیٰ راضی نہیں اپنے بندوں کے لیے کفر پر۔" ان کو ایمان کہاں سے حاصل ہو سکتا ہے؟ ضد اور تکبر ہو طلب نہ ہو تو جبراً ایمان کہاں سے آئے گا۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کُلُّ فِعْلٍ وَ قَوْلٍ لَمْ یَثْبُتْ عَنِ الصَّحَابَۃِ اَنَّہٗ ھُوَ بِدْعَۃٌ "ہر وہ فعل یا قول جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہ ہو وہ بدعت ہے۔" اگر یہ کوئی اچھی چیز ہوتی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس میں ضرور سبقت کرتے کیونکہ لَمْ یَتْرُکُوْا خَصْلَۃً مِّنْ خِصَالِ خَیْرٍ اِلَّا وَقَدْ بَادَرُوْا اِلَیْھَا کوئی اچھی خصلت ایسی نہیں جس کی طرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے

سبقت نہ کی ہو۔'' لہٰذا دین میں بعد کی تمام ایجاد کی ہوئی چیزیں چاہے قول ہوں یا فعل ہوں وہ یقیناً بدعت ہیں۔ کیونکہ خیر اور خوبی والی کوئی خصلت ایسی نہیں ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے رہ گئی ہو لہٰذا جو انھوں نے نہیں کیا وہ بدعت ہے۔ فرمایا الٹا کافر کہتے ہیں کہ اگر ایمان اچھی چیز ہوتی تو ان غریب غربا کو سمجھ آ سکتا تھا ہمیں نہیں آ سکتا تھا اور جس وقت انھوں نے قرآن سے ہدایت حاصل نہیں کی تو ضرور کہیں گے یہ جھوٹ ہے پرانا۔ قرآن کریم کو اِفْكٌ قَدِيمٌ کہا معاذ اللہ تعالیٰ۔ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً اور اس قرآن سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کی کتاب تھی تورات، راہ نمائی کرنے والی۔ امام کا معنیٰ راہ نمائی کرنے والا اور وہ کتاب رحمت تھی۔ اب وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ اور یہ جو ہمارے سامنے کتاب ہے تصدیق کرنے والی ہے پہلی کتابوں کی۔ جتنی بھی آسمانی کتابیں نازل ہوئی ہیں ان کی تصدیق کرنے والی ہے لِّسَانًا عَرَبِيًّا اس کی زبان عربی ہے کیوں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عربی تھے، قوم عربی تھی اس لیے قرآن کو ان کی زبان میں اتارا۔ کیوں اتارا گیا؟ لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا تاکہ ڈرائے ان لوگوں کو جنھوں نے ظلم کیا ہے۔ سب سے بڑا ظلم شرک ہے اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ [لقمان: ۱۳] ''بے شک البتہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔'' یہ بات حضرت لقمان حکیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹے ساران رحمۃ اللہ علیہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمائی تھی۔

تو فرمایا تاکہ وہ ڈرائے ان لوگوں کو جنھوں نے ظلم کیا وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ اور خوش خبری ہے نیکی کرنے والوں کے لیے کہ رب تم سے راضی ہے مرنے کے بعد کی زندگی راحت اور آرام کی زندگی ہوگی جنت میں جا کر تم خوشیاں حاصل کرو گے۔

فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ بے شک وہ لوگ جنھوں نے کہا ہمارا رب ہمارا پالنے

والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ انسان کی ضرورت کی جتنی چیزیں ہیں خوراک، لباس، پانی، ہوا ،سورج وغیرہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کے پاس نہیں ہیں تو پھر وہ معبود اور الٰہ کیسے بن سکتے ہیں؟ تو فرمایا وہ لوگ جنھوں نے کہا رب ہمارا اللہ تعالیٰ ہے ثُمَّ اسْتَقَامُوْا پھر ڈٹے رہے۔ صرف زبان سے نہیں کہا بلکہ اس پر ڈٹے رہے کہ رب ہمارا اللہ ہے فَلَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ پس نہ ان پر خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ آئندہ جو خدشات ہونے والے ہوتے ہیں ان کو عربی میں خوف کہا جاتا ہے جب مومن جنت میں داخل ہو جائیں گے تو ان کو آئندہ کوئی خوف نہیں ہوگا نہ موت کا نہ بیماری کا نہ اور کسی قسم کا خوف ہوگا۔ اور حزن کہتے ہیں گزشتہ چیز پر افسوس کرنا تو گزشتہ پر غمگین نہیں ہوں گے کیونکہ ایمان لائے اور اعمال اچھے کیے، بُرے کاموں سے بچتے رہے۔ غمگین تو وہ لوگ ہوں گے جو ایمان نہیں لائے۔ وہ کہیں گے لَوْكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ [سورۃ الحجر] ''کاش ہم مسلمان ہوتے۔'' تو فرمایا نہیں خوف ہوگا ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ یہی لوگ ہیں جنت والے، جنت میں داخل ہوں گے خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ہمیشہ رہنے والے ہوں گے اس میں۔ کیوں؟ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ بدلہ ہے اس چیز کا جو وہ کرتے رہے۔ ایمان لائے، عمل اچھے کیے، برائیوں سے بچتے رہے، تکلیفیں برداشت کیں اللہ تعالیٰ ان عملوں کا بدلہ ضرور دیں گے۔

والدین کے حقوق :

آگے اللہ تعالیٰ والدین کے متعلق تاکیدی حکم دیتے ہیں۔ فرمایا وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا اور ہم نے تاکیدی حکم دیا انسان کو اس کے والدین کے بارے میں احسان کرنے کا۔ وصیت ایسے حکم کو کہتے ہیں جو بڑا پختہ ہو اسی لیے آدمی مرتے وقت

جو بات کہتا ہے اس کو وصیت کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ نہایت ضروری ہوتی ہے بدلنے والی نہیں ہوتی ہے آخری بات ہوتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے والدین کے بارے میں تاکیدی حکم دیا ہے۔ اے بندے! ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ ماں باپ کے متعلق سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۲۳ پارہ ۱۵ میں اللہ تعالیٰ نے مومن کو حکم دیا ہے فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا أُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا ''پس نہ کہوان کو اُف اور نہ ان کو ڈانٹو۔'' اُف کا معنٰی ہے ہوں ہاں۔ مثلاً: ماں بلاتی ہے بیٹے کو یا بیٹی کو یا باپ بلاتا ہے۔ بعض علاقوں میں ہاں کہتے ہیں اور بعض علاقوں میں ہوں کہتے ہیں۔ تو آپ ہوں ہاں کہنے کے مجاز نہیں ہیں کیونکہ ان لفظوں میں کھردرا پن ہے ادب نہیں ہے۔ جی کا لفظ بولنا چاہیے۔ یاد رکھنا! یہ قرآن کا حکم ہے فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا أُفٍّ ''اُف یعنی ہوں ہاں نہیں کہہ سکتا اور ان کو جھڑکنا بھی نہیں۔'' فرض کرو ماں باپ سے کوئی نقصان ہو گیا ہے دنیا کا، تو ان کو مت جھڑکو کہ اب دین کا نقصان ہوگا۔ یہ نقصان بہت زیادہ ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک کتاب لکھی ہے ''ادب المفرد'' یہ حدیث کی کتاب ہے۔ اس میں ہے کہ بیٹی بیٹے کا ماں باپ کے آگے کھڑا ہونا عقوق الوالدین کی مد میں آتا ہے اور باپ کے کندھا کے ساتھ کندھا ملا کر چلنا بھی عقوق الوالدین کی مد میں آتا ہے۔ ہاں! اگر باپ بوڑھا ہے اور اس کو پکڑ کر چلتا ہے تو وہ الگ بات ہے۔ یا باپ خود کسی کام کے لیے آگے بھیجتا ہے تو الگ بات ہے ورنہ باپ کے آگے چل نہیں سکتا۔ اور آج کی دنیا میں کیا ہو رہا ہے خدا پناہ! بیان کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ مغربی دنیا نے دنیائے کفر نے ہماری تہذیب اور کلچر کو بدل کے رکھ دیا ہے۔ ماں باپ کو جھڑکنا بلکہ مارا پیٹا جاتا ہے بلکہ وہ جائیداد کی وجہ سے قتل کر دیئے جاتے ہیں، گھر سے باہر نکال دیئے جاتے ہیں۔ اللہ

تعالیٰ ہدایت دے مسلمانوں کو اور ماں باپ کا ادب کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

تو فرمایا ہم نے انسان کو تاکیدی حکم دیا ہے والدین کے بارے میں اچھا سلوک کرنے کا حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا اٹھایا اس کو اس کی ماں نے تکلیف میں۔ تکلیف برداشت کر کے پیٹ میں اٹھائے رکھا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا اور جنا اس کو تکلیف میں۔ والدہ اولاد کے لیے تین قسم کی تکلیفیں برداشت کرتی ہے۔

① پیٹ میں اٹھانے کی۔ ② جننے کی۔ ③ پھر دودھ پلانے کی اور اس مدت میں دیکھ بھال کرنے کی۔

اس لیے خدمت کا حق والدہ کا زیادہ ہے بہ نسبت باپ کے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک آدمی نے آنحضرت ﷺ سے سوال کیا کہ میں والدین میں سے کس کے ساتھ نیکی کا سلوک کروں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ماں کے ساتھ۔ اس نے دوبارہ سوال کیا کہ کس کے ساتھ حسن سلوک کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ماں کے ساتھ۔ تیسری دفعہ بھی یہی سوال کیا تو آپ ﷺ نے ماں کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا۔ پھر جب چوتھی مرتبہ سوال کیا تو آپ نے فرمایا باپ کے ساتھ۔ اس لیے ائمہ کرام رحمہم اللہ، محدثین عظام رحمہم اللہ اور فقہائے کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ باپ کی نسبت ماں کا حق زیادہ ہے۔ گویا خدمت ماں کی زیادہ کرنی چاہیے البتہ ادب واحترام باپ کا زیادہ ہونا چاہیے۔

تو فرمایا اٹھایا اس کو ماں نے پیٹ میں تکلیف کے ساتھ اور جنا تکلیف میں وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا بچے کا اٹھانا پیٹ میں اور اس کا دودھ چھڑانا تیس ماہ تک ہے۔ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۳۲ میں ہے وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ "اور مائیں دودھ پلائیں اپنی اولاد کو پورے دو سال" لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ

الرَّضَاعَةَ'' یہ اس شخص کے لیے ہے جو پوری مدت تک دودھ پلوانا چاہے۔ چنانچہ جمہور ائمہ کا مسلک یہی ہے کہ دودھ پلانے کی مدت دو سال تک ہے۔ اس لحاظ سے حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ بنتی ہے۔ اور دودھ پلانے کی مدت چوبیس مہینے ہوئی تو کل مدت تیس مہینے ہوگئی۔ انسان کا بچہ عام طور پر نو ماہ میں پیدا ہوتا ہے۔ بعض اوقات چھ، سات اور آٹھ ماہ میں بھی ولادت ہو جاتی ہے۔ تو کم از کم حمل کی مدت چھ ماہ ہے یعنی چھ ماہ میں پیدا ہونے والا بچہ شرعی طور پر جائز تصور ہوگا اور چھ ماہ سے کم مدت میں پیدا ہونے والا بچہ ناجائز تصور ہوگا اور عموماً بچہ نو ماہ میں پیدا ہوتا ہے۔ مگر ایسے بھی واقعات ہیں کہ جن میں مدت حمل بہت زیادہ پائی گئی ہے۔ چین کے مشہور حکیم لاوزے اسّی سال تک ماں کے پیٹ میں رہے۔

تو فرمایا اس کا اٹھانا اور دودھ چھڑانا تیس ماہ تک ہے حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ یہاں تک کہ جب وہ پہنچ گیا اپنی قوت کو، جوانی کو وَبَلَغَ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً اور پہنچا چالیس سال تک۔ جب آدمی اپنی عمر کے چالیس سال پورے کر لیتا ہے اور اس کی ظاہری اور باطنی قوتیں پوری ہو جاتی ہیں اور وہ طاقت ور ہو جاتا ہے تو نیک بخت اور سعادت مند قَالَ کہتا ہے رَبِّ اَوْزِعْنِیْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْۤ اے میرے رب میری قسمت میں کر دے مجھے توفیق دے دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکر ادا کروں اَنْعَمْتَ عَلَیَّ جو آپ نے مجھ پر کی ہیں وَعَلٰی وَالِدَیَّ اور میرے والدین پر کی ہیں۔ ظاہری نعمتیں، باطنی نعمتیں، وجود بخشا، عقل و فہم عطا فرمایا، خوراک پانی کا انتظام فرمایا، جسمانی ضروریات پوری فرمائیں اور مجھے اس بات کی بھی توفیق دے وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا اور یہ کہ میں عمل کروں ایسے اچھے تَرْضٰىهُ جن پر آپ راضی ہوں۔ اور سعادت مند آدمی یہ دعا بھی کرتا ہے وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ اور درست کر دے

میرے لیے میری اولاد کو۔ میری اولاد کو بھی نیک بنا۔ اپنے لیے بھی دعا کرتا ہے، اپنے والدین کے لیے بھی دعا کرتا ہے اور اولاد کے لیے بھی دعا کرتا ہے۔ اے پروردگار! میری اولاد کو بھی درست کر دے۔ یہ وہ لوگ کرتے ہیں جن کا تعلق دین کے ساتھ ہے۔ اور جن کا تعلق دنیا کے ساتھ ہے وہ دنیاوی سارے کام بچوں کے لیے کرتے ہیں ان کا دین کے ساتھ، عقیدے اور اچھے اعمال، نماز، روزہ وغیرہ کا خاطر خواہ خیال نہیں ہوتا لیکن یاد رکھنا! اپنی اولاد کے ایمان کی فکر کرو، دین کی فکر کرو، اپنے سے بھی زیادہ اولاد کی فکر کرو خاتمہ ایمان پر ہو، کلمہ پر ہو۔ بڑا سخت مسئلہ ہے بھولنے والا مسئلہ نہیں ہے۔ ہر آدمی کو فکر ہونی چاہیے کہ میری اولاد کلمہ پر مرے۔ اس کے لیے محنت ہونی چاہیے بغیر محنت کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اے پروردگار! اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْكَ بے شک میں نے رجوع کیا آپ کی طرف۔ میں اپنے سارے گناہوں سے توبہ کرتا ہوں مجھے معافی دے دے وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اور بے شک میں مسلمان ہوں میں اقرار کرتا ہوں کہ میں فرماں برداروں میں سے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ایمان اور اسلام پر قائم رکھے اور ماں باپ کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے، نیک کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اولاد کی اصلاح کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ سارا سبق ہے اس کو یاد رکھو۔

اُولٰٓئِکَ

اَلَّذِیْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَیِّاٰتِهِمْ فِیْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ؕ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِیْ كَانُوْا یُوْعَدُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ اُفٍّ لَّكُمَآ اَتَعِدٰنِنِیْٓ اَنْ اُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِیْ ۚ وَهُمَا یَسْتَغِیْثٰنِ اللّٰهَ وَیْلَكَ اٰمِنْ ۖۗ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَیَقُوْلُ مَا هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۷﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ حَقَّ عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ فِیْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِیْنَ ﴿۱۸﴾ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ وَلِیُوَفِّیَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَیَوْمَ یُعْرَضُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ؕ اَذْهَبْتُمْ طَیِّبٰتِكُمْ فِیْ حَیَاتِكُمُ الدُّنْیَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ﴿۲۰﴾ ع

اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ یہی وہ لوگ ہیں نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ کہ ہم قبول کرتے ہیں ان سے اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وہ بہتر کام جو انھوں نے کیے وَنَتَجَاوَزُ اور درگزر کرتے ہیں عَنْ سَیِّاٰتِهِمْ ان کی برائیوں سے فِیْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ یہ ہیں جنت والوں میں وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِیْ یہ وعدہ ہے سچا كَانُوْا یُوْعَدُوْنَ جو ان سے کیا جاتا ہے وَالَّذِیْ قَالَ اور وہ شخص جس نے کہا

لِوَالِدَيْهِ اپنے والدین سے أُفٍّ لَّكُمَآ اف ہے تمہارے لیے
أَتَعِدَانِنِيٓ کیا تم مجھ سے وعدہ کرتے ہو أَنْ أُخْرَجَ کہ میں نکالا جاؤں گا
(قبر سے) وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ اور تحقیق گزر چکی ہیں قومیں مِنْ قَبْلِي
مجھ سے پہلے وَهُمَا اور وہ دونوں يَسْتَغِيْثٰنِ اللّٰهَ فریاد کرتے ہیں اللہ
تعالیٰ کے سامنے وَيْلَكَ اٰمِنْ افسوس تیرے لیے ایمان لے آ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ
حَقٌّ بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے فَيَقُوْلُ پس وہ کہتا ہے مَا هٰذَآ اِلَّآ
اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ نہیں ہیں یہ مگر قصے کہانیاں پہلے لوگوں کی اُولٰٓئِكَ
الَّذِيْنَ یہی وہ لوگ ہیں حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ ثابت ہو چکی ہے ان پر بات
فِيٓ اُمَمٍ امتوں میں قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ جو ان سے پہلے گزر چکی ہیں
مِّنَ الْجِنِّ جنوں میں سے وَالْاِنْسِ اور انسانوں میں سے اِنَّهُمْ كَانُوْا
خٰسِرِيْنَ بے شک یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ
اور ہر فرقے کے لیے درجات ہیں مِّمَّا عَمِلُوْا ان عمال کی وجہ سے جو انھوں
نے کیے ہیں وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ اور تاکہ پورا پورا بدلہ دے ان کو ان
کے اعمال کا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا وَيَوْمَ يُعْرَضُ
الَّذِيْنَ اور جس دن پیش کیے جائیں گے وہ لوگ كَفَرُوْا جنھوں نے کفر کیا
عَلَى النَّارِ آگ پر اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ تم نے کھا لیا ہے اپنی پاکیزہ
چیزوں کو فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا اپنی دنیا کی زندگی میں وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا اور تم

نے فائدہ اٹھالیا ہے ان سے فَالْيَوْمَ پس آج کے دن تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ تمھیں بدلہ دیا جائے گا ذلت ناک عذاب کا بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ اس وجہ سے کہ تم تکبر کرتے تھے فِى الْاَرْضِ زمین میں بِغَيْرِ الْحَقِّ ناحق وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ اور اس وجہ سے کہ تم نافرمانی کرتے تھے۔

ربط آیات :

اس سے پہلے سبق میں سعادت مند کی دعا کا ذکر تھا کہ وہ کہتا ہے کہ اے میرے رب مجھے توفیق دے دے میں شکر ادا کروں آپ کی ان نعمتوں کا جو آپ نے میرے اوپر کیں اور میرے والدین پر کیں اور مجھے توفیق دے کہ میں ایسے اعمال کروں کہ جن سے آپ راضی ہوں اور میری اولاد کی بھی اصلاح فرما بے شک میں آپ کی طرف رجوع کرنے والا ہوں اور میں مسلمان ہوں۔

آگے اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے بارے میں فرماتے ہیں اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ یہی وہ لوگ ہیں نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا کہ ہم قبول کرتے ہیں ان سے وہ بہتر اعمال جو انھوں نے کیے ہیں وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ اور ہم درگزر کرتے ہیں ان کی برائیوں سے۔ ایسے نیک بندوں کی نیکیاں قبول ہوتی ہیں اور کوتاہیاں معاف ہوتی ہیں۔ چھوٹی موٹی خطاؤں کو اللہ تعالیٰ معاف کر دیتے ہیں فِىْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ جنت والوں میں شامل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے رحمت کے مقام میں داخل فرمائے گا اپنے سچے وعدے کے مطابق وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِىْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے سچا جو

ان سے کیا جاتا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار کرے گا اور کفر وشرک اور نفاق سے بچتا رہے گا، اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گا اور والدین کی خدمت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اُسے ضرور جنت میں پہنچائے گا وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْہِ اور وہ شخص جس نے کہا اپنے والدین سے اُفٍّ لَّکُمَآ میں بے زار ہوں تم سے۔ اُف کا لفظ بیزاری کے اظہار کے لیے بولا جاتا ہے۔ یہ آدمی والدین سے بیزاری کا اظہار کرتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے۔

سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۲۳ میں ہے فَلَا تَقُلْ لَّھُمَآ اُفٍّ ''پس نہ کہو ان دونوں کے لیے اُف۔'' لیکن بد بخت انسان اپنے والدین سے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے کہتا ہے اَتَعِدٰنِنِیْٓ اَنْ اُخْرَجَ کیا تم مجھ سے وعدہ کرتے ہو کہ میں نکالا جاؤں گا قبر سے کہ میں مرنے کے بعد دوبارہ قبر سے نکالا جاؤں گا، حساب کتاب ہوگا، جزا سزا ہوگی وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِیْ حالانکہ مجھ سے پہلے بہت سی قومیں اور جماعتیں گزر چکی ہیں مگر آج تک کوئی زندہ تو نہیں ہوا لہٰذا میں کیسے تسلیم کرلوں کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا ہے اور اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔ یہ بد بخت والدین سے بیزاری کا اظہار کر رہا ہے اور والدین اس کے لیے دعائیں کر رہے ہیں اور سمجھا رہے ہیں۔ فرمایا وَھُمَا یَسْتَغِیْثٰنِ اللّٰہَ اور وہ دونوں یعنی والدین فریاد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے اپنے بیٹے کے لیے کہ اللہ تعالیٰ اسے نیکی کی توفیق دے۔

کہتے ہیں وَیْلَکَ اٰمِنْ افسوس ہے اور تیری بربادی ہو ایمان لے آ اللہ تعالیٰ کی توحید پر اور قیامت کے قائم ہونے پر اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے قیامت قائم ہوگی اور جزا و سزا ہوگی، نیک جنت میں جائیں گے اور بُرے دوزخ میں

جائیں گے۔ مگر اس نصیحت کے جواب میں فَيَقُوْلُ پس وہ بیٹا کہتا ہے مَا هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ نہیں ہیں تمہاری یہ باتیں مگر پہلے لوگوں کی کہانیاں۔ اَسَاطِيْر اُسْطُوْرَه کی جمع ہے۔ اُسْطُوْرَه کا معنٰی ہے کہانی۔ کہنے لگا یہ پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں میں نہیں مانتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ یہی وہ لوگ ہیں کہ ثابت ہو چکی ہے ان پر بات اللہ تعالیٰ کے عذاب کی۔ کیوں کہ انھوں نے ضد اور عناد سے کام لیا اور ایمان اور قیامت کا انکار کیا والدین کی بے ادبی کی لہٰذا ان پر عذاب کی بات ثابت ہو گئی اور یہ لوگ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ ان امتوں میں شامل ہیں جو پہلے گزر چکی ہیں مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ جنوں اور انسانوں میں سے۔ انھوں نے بھی توحید و رسالت اور قیامت کا انکار کیا اور سزا کے مستحق ہوئے یہ بھی سزا کے مستحق ہوئے اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ بے شک یہی لوگ نقصان اٹھانے والوں میں سے تھے۔ اور نیک بخت وہ ہیں جنھوں نے توحید کو تسلیم کیا، رسالت اور قیامت کا اقرار کیا۔

نیک بخت کی مثال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ :

مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ نیک بخت، سعادت مند کی مثال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اظہار نبوت فرمایا تو یہ پہلے ہی دن ایمان لے آئے۔ ان کے ساتھ ان کی بیوی ام رومان بھی ایمان لے آئیں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔ ان کے علاوہ آپ کی والدہ ام خیر اور باپ ابو قحافہ بھی بڑی دیر کے بعد ایمان لے آئے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ ان کی چار پشتیں صحابی ہیں۔ خود

بھی اور والدین بھی اور بیٹے بھی اور پوتے عتیق بن عبدالرحمن بھی۔

اور شقی وہ ہیں جو قبول نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں قسم کے لوگوں کی صفتیں بیان فرمادی ہیں۔ فرمایا وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا اور ہر ایک فرقے یا ہر ایک شخص کے لیے درجے ہیں ان کے اعمال کی وجہ سے جو انھوں نے کیے ہیں۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ درجات کا تعلق تو ایمان والوں کے ساتھ ہوتا ہے جو نیک کام کرتے ہیں اور جو لوگ کفر اور معصیت کا راستہ اختیار کرتے ہیں ان کے لیے درکات ہوتے ہیں۔ درکات کا ذکر اس مقام پر نہیں ہے مگر مطلب یہ ہے کہ ہر نیکی کرنے والے آدمی کے لیے اس کی نیکی کے مطابق درجہ ہے۔ کیونکہ نیکی کبھی اعلیٰ درجے کی ہوتی ہے کبھی اوسط درجے کی اور کبھی ادنیٰ درجے کی۔ اسی طرح برائی کے بھی درکات ہوتے ہیں کوئی کفر میں بڑا ہوا ہوتا ہے کوئی اس میں کم تر اور کوئی اس سے کم تر ہوتا ہے۔ اور یہ درجات اس وجہ سے ہوتے ہیں وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ اور تاکہ پورا پورا دیا جائے ان کو ان کے اعمال کا بدلہ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ اور ان کے ساتھ زیادتی نہیں کی جائے گی کہ تھوڑے جرم کی زیادہ سزا دی جائے یا نیکیوں سے کم اجر ملے ایسا نہیں ہوگا۔ یہ بدلہ کس دن دیا جائے گا؟ فرمایا وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ اور جس دن پیش کیے جائیں گے وہ لوگ جو کافر ہیں آگ پر اور ان سے کہا جائے گا اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا تم نے کھا پی لیا ہے اپنی پاکیزہ چیزوں کو اپنی دنیا کی زندگی میں وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا اور تم نے فائدہ اٹھالیا ہے ان سے۔ تمہاری نیکیوں کا بدلہ بھی تمھیں دنیا میں دے دیا گیا ہے۔ کافر جو نیکی کے کام دنیا میں کرتے ہیں تو ان کا بدلہ ان کو دنیا ہی میں کثرت مال، شہرت اور نیک نامی کی شکل میں مل جاتا ہے۔

مسلم شریف میں روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو ان کے نیک اعمال کا بدلہ دنیا ہی میں دے دیتا ہے اچھی صحت کی شکل میں کبھی مال و دولت کی شکل میں اور کبھی اعلیٰ عہدوں کی شکل میں پھر آخرت میں ان کے لیے کچھ نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو بعض اوقات دنیا میں بھی کسی حد تک ان کے اعمال کا بدلہ دیتا ہے مگر پورا پورا بدلہ آخرت میں ملے گا۔

ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں وسعت پیدا فرما دے یعنی امت خوش حال ہو جائے کہ روم اور فارس والے لوگ لَا يَعْبُدُوْنَ اللّٰهَ اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی نہیں کرتے مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ نے ان کو ہر طرح کی فراوانی عطا کر رکھی ہے۔ دوسری طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکار ہیں جو اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کرتے ہیں مگر دنیا میں فراوانی نہیں ہے لہٰذا آپ ان کے لیے دعا کریں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا اے عمر رضی اللہ عنہ! کیا تمھیں اس بات میں کچھ تردد ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو آخرت میں پورا پورا بدلہ دے گا۔ پھر آپ نے یہی آیت کریمہ تلاوت فرمائی وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا کہ جس دن کافروں کو جہنم رسید کیا جائے گا تو انھیں کہا جائے گا کہ تم نے اپنے اچھے اعمال کا بدلہ دنیا ہی میں مال و دولت اور نیک نامی کی شکل میں لے لیا ہے۔ اب یہاں تمہارے لیے کوئی بدلہ نہیں ہے۔

تو فرمایا، کافروں سے کہا جائے گا کہ تم نے کھا پی لیا ہے پاکیزہ چیزوں کو اپنی دنیا کی زندگی میں اور ان سے فائدہ اٹھالیا ہے فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ پس آج کے دن تمھیں ذلت ناک عذاب کا بدلہ دیا جائے گا بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ

بِغَيْرِ الْحَقِّ اس وجہ سے کہ تم تکبر کرتے تھے زمین میں، دنیا کی زندگی میں ناحق۔ دوسروں کو حقیر سمجھتے تھے کمزوروں اور غریبوں پر ظلم کرتے تھے جس کا تمھیں حق نہیں تھا اگر اللہ تعالیٰ کسی کو جسمانی طور پر طاقت ور بنا دے مال و دولت سے نواز دے تو اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ دوسروں کو وہ دھکے مارتا پھرے اور زیادتیاں کرے اس کا تو اللہ تعالیٰ نے حق نہیں دیا۔ اللہ تعالیٰ کا تو حکم ہے وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ''اور نہ چل زمین پر اکڑ کر إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا [بنی اسرائیل :۳۷] ''تم نہیں پھاڑ سکتے زمین کو اور نہیں پہنچ سکتے پہاڑوں کی بلندی تک۔'' تم بہ ہر حال پانچ چھ فٹ کے انسان ہی رہو گے لہٰذا ناحق غرور و تکبر نہ کرو اور آج تمھیں اس وجہ سے بھی ذلت ناک عذاب دیا جائے گا وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُونَ اور اس وجہ سے کہ تم نافرمانی کرتے تھے۔ تم دنیا میں کفر و شرک، کھیل تماشے اور لہو و لعب میں مصروف رہے اللہ تعالیٰ کی توحید، اس کے پیغمبروں کی رسالت کو تسلیم نہ کیا اور نہ ہی قیامت کو حق مانا لہٰذا آج ذلت ناک عذاب کا مزہ چکھو۔

وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ ؕ اِذْ

اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖۤ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۲۱﴾ قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۲﴾ قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۖ وَاُبَلِّغُكُمْ مَّاۤ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَلٰكِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ؕ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ؕ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۴﴾ تُدَمِّرُ كُلَّ شَیْءٍۭ بِاَمْرِ رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰۤى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۲۵﴾

وَاذْكُرْ اور آپ ذکر کریں اَخَا عَادٍ قوم عاد کے بھائی کا اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ جب ڈرایا انھوں نے اپنی قوم کو بِالْاَحْقَافِ احقاف میں وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ اور تحقیق گزر چکے تھے ڈرانے والے مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ اس سے آگے وَمِنْ خَلْفِهٖ اور اس کے پیچھے اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ کہ نہ عبادت کرو مگر صرف اللہ تعالیٰ کی اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ بے شک میں خوف کھاتا ہوں تم پر عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ بڑے دن کے عذاب کا قَالُوْۤا کہا انھوں نے اَجِئْتَنَا کیا آپ آئے ہیں ہمارے پاس لِتَاْفِكَنَا تاکہ

آپ ہٹادیں ہمیں عَنْ اٰلِهَتِنَا ہمارے معبودوں سے فَاْتِنَا پس آپ لے آئیں ہم پر بِمَا وہ چیز تَعِدُنَآ جس سے ہمیں ڈراتے ہیں اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ اگر ہیں آپ سچوں میں سے قَالَ فرمایا اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ بے شک علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وَاُبَلِّغُكُمْ اور میں پہنچاتا ہوں تمھیں مَآ وہ چیز اُرْسِلْتُ بِهٖ جو مجھے پیغام دیا گیا ہے وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ اور لیکن میں دیکھتا ہوں تم قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ لوگ نادانی کرتے ہو فَلَمَّا رَاَوْهُ پس جب دیکھا انھوں نے اس عذاب کو عَارِضًا بادل کی شکل میں مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ جو ان کی وادیوں کے سامنے سے آرہا تھا قَالُوْا کہنے لگے هٰذَا عَارِضٌ یہ بادل ہے مُّمْطِرُنَا جو ہم پر بارش برسائے گا بَلْ بلکہ هُوَ مَا وہ چیز ہے اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ جس کو تم جلدی طلب کرتے تھے رِيْحٌ یہ ہوا ہے فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ اس میں عذاب ہے دردناک تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۢ یہ ملیامیٹ کرتی ہے ہر چیز کو بِاَمْرِ رَبِّهَا اپنے رب کے حکم سے فَاَصْبَحُوْا پس صبح کی ان لوگوں نے لَا يُرٰٓى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ نہیں دیکھا جاتا ہے سوائے ان کے ٹھکانوں کے كَذٰلِكَ اسی طرح نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ہم بدلہ دیتے ہیں مجرم قوم کو۔

ربط آیات :

پچھلے سبق میں منکر توحید ورسالت اور معاد کا ذکر تھا اب اسی سلسلے میں قوم عاد کا ذکر

فرماتے ہیں کہ انھوں نے انکار کیا تو ان کا کیا انجام ہوا۔ ارشاد ربانی ہے وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ اور آپ ذکر کریں عاد قوم کے بھائی کا یعنی حضرت ہود علیہ السلام کا۔ یہ اسی قوم کے ایک فرد تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ حضرت ہود علیہ السلام نے چار سو اسی (۴۸۰) سال قوم کو تبلیغ کی، توحید کی دعوت دی مگر وہ ایمان نہیں لائی اور کفر و شرک ہی میں مبتلا رہے صرف چند لوگ ایمان لائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ جب ڈرایا ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو احقاف میں۔ احقاف جمع ہے حقفٌ کی اور حقف کا معنی ہے ریت کا ٹیلا۔ چونکہ اس علاقے میں ریت کے بڑے بڑے ٹیلے تھے اس لیے اس کو احقاف کہتے ہیں۔ احقاف کا علاقہ بحرین، عمان، حضرموت اور مغربی یمن کے درمیان کا علاقہ ہے۔ آج کل اس کا نام نجران ہے۔ اس علاقے میں حضرت ہود علیہ السلام تشریف لائے۔ عاد بڑے قد و قامت اور ڈیل ڈول کی حامل، صحت مند قوم تھی۔ یہ لوگ اتنے متکبر تھے کہ باقی دنیا کو چیلنج کیا کرتے تھے اور کہتے تھے مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً [حم سجدہ: ۱۵] "ہم سے زیادہ طاقت ور دنیا میں کون ہے۔" تو فرمایا جب ڈرایا ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو احقاف میں وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ اور تحقیق گزر چکے ڈرانے والے اس سے آگے اور اس کے پیچھے۔ ان سے پہلے بھی ڈرانے والے نبی گزر چکے تھے اور ان کے بعد بھی آئے۔

ہود علیہ السلام کا نسب نامہ اس طرح ہے ہود بن عبداللہ بن رباح بن الخلود بن عاد بن اوس بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام۔ تو ان سے پہلے ان کے دادا حضرت نوح علیہ السلام مبعوث ہوئے، حضرت ادریس علیہ السلام، حضرت شیث علیہ السلام مبعوث ہوئے اور ان کے بعد اللہ تعالیٰ کے عظیم المرتبت کئی رسول مبعوث ہوئے، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق

علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت لوط علیہ السلام، حضرت یونس علیہ السلام کے علاوہ ہزاروں پیغمبر تشریف لائے۔ بنی اسرائیل کے آخری پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ تمام پیغمبروں نے اپنی اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی اور کفر وشرک سے منع فرمایا اور ان کو کفر، شرک کے بُرے انجام سے ڈرایا۔

حضرت ہود علیہ السلام نے بھی قوم کو یہی سبق دیا اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ کہ نہ عبادت کرو مگر صرف اللہ تعالیٰ کی۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، کوئی مشکل کشا، حاجت روا، فریادرس، دست گیر، بگڑیاں بنانے والا نہیں ہے۔ ان کے تم چڑھاوے چڑھاتے ہو اور اپنی حاجتوں میں ان کو پکارتے ہو وہ تمہارے کسی کام نہیں آسکتے اور نہ ہی ان کو خدائی اختیارات حاصل ہیں۔ اگر تم نے میری بات نہ مانی اور کفر وشرک سے باز نہ آئے تو اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ بے شک میں خوف کھاتا ہوں تم پر بڑے دن کے عذاب سے کہ تم بڑے دن کے عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ تو فرمایا مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم اللہ تعالیٰ کی گرفت میں نہ آجاؤ۔

اس کے جواب میں قَالُوْٓا قوم کے لوگوں نے کہا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِکَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا اے ہود علیہ السلام! کیا آپ آئے ہیں ہمارے پاس تاکہ آپ ہٹا دیں، پھیر دیں ہمیں ہمارے معبودوں سے۔ صرف ایک خدا کی عبادت کا مطلب یہ ہے کہ ہم ان تمام معبودوں کو چھوڑ دیں جن کی ہمارے آباؤ اجداد عبادت کرتے آئے ہیں۔ سورہ ہود میں ہے قَالُوْا یٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَیِّنَةٍ وَّ مَا نَحْنُ بِتَارِکِیْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِکَ وَ مَا نَحْنُ لَکَ بِمُؤْمِنِیْنَ [ہود: ۵۳] "قوم نے کہا اے ہود علیہ السلام! نہیں لائے آپ ہمارے پاس کوئی بین نشانی، واضح دلیل اور نہیں ہم چھوڑنے والے اپنے معبودوں کو آپ کی بات کی

وجہ سے اور نہیں ہیں ہم آپ پر ایمان لانے والے۔'' الٹا یہ کہا۔ اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ '' ہم نہیں کہتے مگر تکلیف پہنچائی ہے تمھیں ہمارے خداؤں میں سے بعض نے۔'' آپ پاگلوں والی بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں (معاذ اللہ تعالیٰ) کہ ہمارے خداؤں کی توہین کرتے ہیں ہمارے خداؤں نے آپ کو پاگل بنادیا ہے ہم اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہیں آپ ہمیں عذاب کی دھمکی دیتے ہیں فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ پس لے آئیں وہ چیز جس سے آپ ہمیں ڈراتے ہیں اگر ہیں آپ سچوں میں سے۔ اگر آپ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو ہم پر عذاب لے آئیں۔

حضرت ہود علیہ السلام نے جواب دیا قَالَ فرمایا اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ بے شک علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ جانتا ہے کہ اس نے تم پر کب عذاب بھیجنا ہے یہ میرا کام نہیں ہے اور نہ ہی میں اس کی تاریخ سے واقف ہوں۔ میرا کام یہ ہے وَاُبَلِّغُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖ اور میں پہنچاتا ہوں تمھیں وہ چیز جو پیغام مجھے دیا گیا ہے۔ میں تمھیں توحید کی دعوت دے رہا ہوں، قیامت سے آگاہ کر رہا ہوں، اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچا رہا ہوں اور انجام بد سے آگاہ کر رہا ہوں، اپنا فرض منصبی پورا کر رہا ہوں وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ اور لیکن میں تمھیں دیکھ رہا ہوں تم لوگ نادانی کرتے ہو، حماقت کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے پیغام کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہو، کفر، شرک پر اڑے ہوئے ہو اور الٹا چیلنج کرتے ہو کہ جو عذاب لانا ہے لے آ۔ یہ کتنی حماقت کی بات ہے کہ اپنے منہ سے عذاب مانگ رہے ہو۔ بالآخر قوم پر عذاب کا وقت آ گیا۔

قوم عاد پر اللہ تعالیٰ کا عذاب :

اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر تین سال تک قحط مسلط کر دیا۔ جب یہ قوم عاد سخت قحط میں

مبتلا ہوگئی تو اس نے ایک وفد دعا کے لیے مکہ مکرمہ بھیجا تاکہ وہاں جاکر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔ اس زمانے میں بیت اللہ کی عمارت تو سیلاب کی وجہ سے منہدم ہو چکی تھی مگر پھر بھی لوگ اس جگہ کا طواف کرتے تھے اور وہاں جاکر اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے تھے۔ تو ایک وفد مکہ مکرمہ بھیجا اور خود بتوں سے مانگنے لگے کہ قحط دور کردو۔ بہ ہر حال اِدھر قوم نے دعا کی اُدھر وفد نے بارش کے لیے دعا کی تو بادل کا ایک ٹکڑا ان کی طرف متوجہ ہوا۔ انھوں نے خوشی کے مارے بھنگڑا ڈالا اور کہنے لگے اب بارش ہوگی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ پس جب انھوں نے دیکھا عذاب کو بادل کی شکل میں جو ان کی وادیوں کے سامنے سے آرہا تھا قَالُوْا کہنے لگے هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا یہ بادل ہے جو ہم پر بارش برسائے گا۔ ترمذی شریف میں روایت ہے اس بادل کے ٹکڑے سے بھی آواز آئی:

خُذُوْا رِمَادًا رِمَادًا لَا تَبْقِیْ مِنَ الْاَحَدِ مِنْ عَادٍ

''یہ سیاہی مائل جلا ہوا بادل لے لو یہ قوم عاد میں سے کسی کو نہیں چھوڑے گا۔''

انھوں نے کانوں سے یہ آواز سنی مگر نہیں مانے اس میں سے رب تعالیٰ نے بڑی تیز ہوا چلائی۔ ہوا نے ان کی پانچ پانچ من، چھ چھ من کی لاشوں کو میل میل، دو دو میل دور پھینک دیا۔ ایسے لگتے تھے جیسے کھجوروں کے تنے اکھڑے پڑے ہیں۔ تو فرمایا کہ جب دیکھا انھوں نے عذاب کو بادل کی شکل میں جو ان کی وادیوں کے سامنے سے آرہا تھا تو کہنے لگے یہ بادل ہے ہم پر بارش برسائے گا۔ مگر اِدھر سے ارشاد ہوا بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ بلکہ یہ وہ عذاب ہے جس کی تم جلدی کرتے تھے کہ لے آؤ وہ چیز جس سے تم ہمیں ڈراتے ہو رِیْحٌ یہ ہوا ہے تیز و تند فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ اس میں دردناک عذاب ہے

تُدَمِّرُ کُلَّ شَیْءٍۢ بِاَمْرِ رَبِّهَا جو ملیامیٹ کرتی ہے ہر شے کو اپنے رب کے حکم سے۔ سورۃ الحاقہ میں ہے سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّ ثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ جو ان پر متواتر سات راتیں اور آٹھ دن تک چلتی رہی حتیٰ کہ فرمایا فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ [آیت:۸] "کیا آپ دیکھتے ہیں ان میں سے کسی ایک فرد کو بھی بچا ہوا۔" فرمایا فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰٓى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ پس صبح کی انھوں نے ان کے ٹھکانوں کے سوا کچھ نہیں نظر آتا تھا۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب کبھی آسمان پر بادل اٹھتے تھے تو آنحضرت ﷺ پریشان ہو جاتے۔ ایک موقع پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا کہ حضرت! آپ پریشان کیوں ہو جاتے ہیں؟ تو فرمایا عائشہ مجھے ڈر ہے کہ یہ بادل ویسے ہی نہ ہوں جیسے قوم عاد پر آئے تھے اور انھیں تباہ کر دیا تھا۔ اسی لیے جب تیز ہوا چلتی تھی تو آنحضرت ﷺ دعا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُ خَيْرَهَا وَ خَيْرَ مَا فِيْهَا وَ خَيْرَ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ "اے اللہ میں اس ہوا اور جو کچھ اس کے اندر ہے اور جو کچھ یہ ساتھ لے کر آئی ہے اس کی بہتری کا سوال کرتا ہوں وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَ شَرِّ مَا فِيْهَا وَ شَرِّ مَا اُرْسِلَتْ "اور اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں ہوا کے شر سے اور جو کچھ اس میں ہے اس کے شر سے اور جو کچھ یہ ساتھ لے کر آئی ہے اس کے شر سے۔"

بہرحال فرمایا قوم عاد کو ہلاک کر دیا گیا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں مجرم قوم کو۔ اللہ تعالیٰ نے عاد قوم کا حال عبرت حاصل کرنے کے لیے بیان کیا ہے کہ اتنے قوی بدن والے نہیں بچ سکے تو اگر تم بھی نافرمانی کرو گے تو تمہارا بھی یہی حشر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے اور نافرمانی سے بچائے۔

وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً ۖ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۲۶ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝۲۷ فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ۭ بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ ۚ وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝۲۸ وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ۝۲۹ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۳۰ يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝۳۱ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءُ ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝۳۲

وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ اور البتہ تحقیق ہم نے ان کو قدرت دی فِيْمَآ ان چیزوں میں اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ کہ نہیں قدرت دی ہم نے تم کو ان میں وَجَعَلْنَا لَهُمْ اور بنائے ہم نے ان کے لیے سَمْعًا کان وَّاَبْصَارًا اور آنکھیں وَّاَفْـِٕدَةً اور دل فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ پس نہ کام آئے ان کے

سَمْعُهُمْ ان کے کان وَلَآ اَبْصَارُهُمْ اور نہ ان کی آنکھیں وَلَآ
اَفْـِٕدَتُهُمْ اور نہ ان کے دل مِّنْ شَیْءٍ کچھ بھی اِذْ كَانُوْا یَجْحَدُوْنَ
بِاٰیٰتِ اللّٰهِ اس واسطے کہ وہ انکار کرتے تھے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا وَحَاقَ بِهِمْ
اور گھیر لیا ان کو مَّا اس چیز نے كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ جس کے ساتھ وہ
ٹھٹھا کرتے تھے وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا اور البتہ تحقیق ہم نے ہلاک کیا مَا
حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى تمہارے اردگرد کی بستیوں کو وَصَرَّفْنَا الْاٰیٰتِ اور
پھیر پھیر کر بیان کیں ہم نے آیتیں لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ تاکہ یہ لوٹ آئیں
فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِیْنَ پس کیوں نہ مدد کی ان کی انھوں نے اتَّخَذُوْا مِنْ
دُوْنِ اللّٰهِ جن کو بنایا انھوں نے اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے قُرْبَانًا تقرب کے
لیے اٰلِهَةً معبود بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ بلکہ وہ گم ہو گئے ان سے وَذٰلِكَ
اِفْكُهُمْ اور یہ ان کا جھوٹ تھا وَمَا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ اور وہ جو افترا کرتے
تھے وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَیْكَ اور جس وقت پھیر دیا ہم نے آپ کی طرف نَفَرًا
مِّنَ الْجِنِّ ایک گروہ جنات میں سے یَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ سنتے تھے وہ
قرآن فَلَمَّا حَضَرُوْهُ پس جس وقت وہ جنات حاضر ہوئے تلاوت کے
وقت قَالُوْٓا کہنے لگے اَنْصِتُوْا خاموش رہو فَلَمَّا قُضِیَ پس جب
وہ ختم کیا گیا وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ وہ پھرے اپنی قوم کی طرف مُّنْذِرِیْنَ
ڈراتے ہوئے قَالُوْا کہنے لگے یٰقَوْمَنَآ اے ہماری قوم اِنَّا سَمِعْنَا

كِتٰبًا بے شک ہم نے سنی ایک کتاب اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى جو نازل کی گئی موسیٰ علیہ السلام کے بعد مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ جو تصدیق کرتی ہے ان کتابوں کی جو اس سے پہلے ہیں يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ راہ نمائی کرتی ہے حق کی وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ اور سیدھے راستے کی طرف يٰقَوْمَنَآ اے میری قوم اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ بات مانو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والے کی وَاٰمِنُوْا بِهٖ اور اس پر ایمان لاؤ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ بخش دے گا تمہارے گناہ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ اور پناہ دے گا تمھیں دردناک عذاب سے وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ اور جو قبول نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی بات کو فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ پس وہ نہیں عاجز کرنے والا زمین میں وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ اور نہ اس کا کوئی کارساز ہے اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ یہ کھلی گمراہی میں ہیں۔

ماقبل سے ربط :

کل کے سبق میں تم نے پڑھا کہ اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کو توحید سے انکار اور تکبر و غرور کی وجہ تباہ و برباد کیا اور مشرکین مکہ کو یہ بات سمجھائی کہ اگر تم نے بھی قوم عاد کی طرح اللہ تعالیٰ کی توحید اور ہمارے پیغمبر کی رسالت کا انکار کیا اور قیامت کا انکار کیا تو تمہارا انجام بھی ان کی طرح ہوگا۔

اسی سلسلے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اور البتہ تحقیق ہم نے ان کو قدرت دی عاد، ثمود قوم کو ان چیزوں میں اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ نہیں قدرت دی

تم کو ان میں۔ ان کو جیسے وجود دیئے، جسمانی قوت دی، مال و دولت دی، دنیا کی ترقی کے جتنے اسباب دیئے وہ تمھیں نہیں دیئے۔ سورۃ سبا آیت نمبر ۴۵ میں ہے وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ "اورنہیں پہنچے یہ لوگ اس کے عشر عشیر کو بھی جو ہم نے ان کو دیا۔" مشرکین مکہ کس بات پر اکڑتے ہیں ان کو تو سابقہ قوموں کے مقابلے میں دسواں حصہ بھی مال و دولت اور طاقت نہیں دی۔ یہ اس علاقے میں آباد ہیں جہاں زراعت کا سرے سے نام تک نہیں تھا۔

تو فرمایا ہم نے ان کو قدرت دی ان چیزوں میں کہ نہیں قدرت دی ہم نے تم کو ان چیزوں میں وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً اور ہم نے بنائے ان کے لیے کان اور آنکھیں اور دل۔ کان سننے کے لیے، آنکھیں دیکھنے کے لیے، دل غور و فکر کرنے کے لیے۔ کانوں کے ساتھ حق کو سنتے، آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کو دیکھتے، دل کے ذریعے حق کو سمجھتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ عظیم نعمتیں عطا فرمائیں مگر انھوں نے ان کو صحیح طریقے سے استعمال نہیں کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ پس نہ کام آئے ان کے ان کے کان اور نہ آنکھیں اور نہ دل کچھ بھی۔ کسی چیز نے ان کو فائدہ نہ دیا۔ یہ لوگ اندھے، بہرے بن گئے حق کو قبول کرنے کے بجائے انبیائے کرام علیہم السلام کی مخالفت شروع کر دی اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اس واسطے کہ وہ انکار کرتے تھے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا۔ وہ اندھے اور بہرے ہو چکے تھے وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ اور گھیر لیا ان کو اس چیز نے جس کے ساتھ وہ ٹھٹھا کرتے تھے۔ وہ قیامت کا، اللہ تعالیٰ کی گرفت کا مذاق اڑاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب نے ان کو گھیر لیا۔

صرف قوم عاد کی بات نہیں بلکہ اے مکے والو! جس قوم نے بھی اللہ تعالیٰ کی توحید کا انکار، رسالت اور قیامت کا انکار، احکام الٰہیہ کا تمسخر اڑایا اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کیا۔ اس سے تم عبرت حاصل کرو۔ اگر تم باز نہ آئے تو تمہارا بھی ویسا ہی حشر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى اور البتہ تحقیق ہم نے ہلاک کیا تمہارے اردگرد کی بستیوں کو۔ قوم ثمود، قوم لوط کو تباہ کیا۔

مکے والے جب شام کے تجارتی سفر پر جاتے تھے ان اجڑی ہوئی بستیوں پر سے گزر کر جاتے تھے۔ ان کی طرف دیکھ کر عبرت حاصل کرو یہ لوگ بھی تمہاری طرح نافرمان تھے لہٰذا ان کو ہم نے ہلاک کیا اور تم ان کے حالات سے واقف ہو۔

فرمایا وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ اور ہم پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں آیات کو، دلائل کو تاکہ یہ لوٹ آئیں ہدایت کی طرف اور کفر، شرک چھوڑ دیں۔ مسئلہ توحید سمجھانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے مختلف طریقے اختیار کیے۔ یہاں فرمایا فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ پس کیوں نہ مدد کی ان لوگوں کی ان جھوٹے خداؤں نے اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً جن کو بنایا انھوں نے اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے تقرب کے لیے معبود۔ تمام پرانے اور نئے مشرکوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا بہت سے معبود بنا رکھے تھے جن کے متعلق ان کا عقیدہ تھا مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى [الزمر:۳] ''ہم تو ان کی عبادت محض اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا تقرب دلاتے ہیں۔'' ان کی عبادت کر کے ہم اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے ہیں۔ ان کے سوا اللہ تعالیٰ تک ہماری پہنچ نہیں ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کی فریاد براہ راست سنتا ہے وہ ساری مخلوق کا رب ہے، مالک، خالق ہے اور وہی سب کی ضرورتیں پوری کرتا ہے اس نے خدائی اختیارات

کسی کو نہیں دیئے۔ ہر شے کا رب، مدبر اور متصرف صرف اللہ تعالیٰ ہے لہٰذا جو لوگ اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آجاتے ہیں ان کو کوئی نہیں بچا سکتا۔ جن کو تم پکارتے ہو، سجدے کرتے ہو، حاجتیں مانگتے ہو، مصیبت کے وقت وہ تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتے۔ تو فرمایا پس کیوں نہ مدد کی ان کی انھوں نے جن کو بنایا انھوں نے اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے تقرب کے لیے اِلٰہ بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ بلکہ وہ تو گم ہو گئے ان سے۔ ان میں سے تو کوئی نظر ہی نہ آیا وہ کیا مدد کرتے۔ فرمایا وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ اور یہ تو ان کا جھوٹ تھا کہ فلاں خدا کا شریک ہے اور فلاں خدا کا شریک ہے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے اختیارات دے رکھے ہیں اور وہ ہماری مدد کر سکتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے عزیر علیہ السلام ہمیں چھڑا لیں گے اور کوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نجات دہندہ سمجھتا ہے، کوئی پیروں کو حاجت روا، مشکل کشا سمجھتا ہے کہ یہ ہماری حاجات پوری کرتے ہیں اور ہماری بگڑیاں بناتے ہیں اور پھر قیامت والے دن ہمیں ساتھ لے کر جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

حالانکہ ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے خواہ وہ انسان ہوں یا جن ہوں یا ملائکہ ہوں، نبی، ولی، سب اسی کے محتاج ہیں یَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ [الرحمٰن:۲۹] ’’زمین، آسمان کی ساری مخلوق اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کی سوالی ہے۔‘‘ مافوق الاسباب نہ کوئی پکار کو سنتا ہے اور نہ کوئی مدد کرتا ہے یہ ان کا جھوٹ تھا وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ اور وہ جو افترا کرتے تھے جو من گھڑت باتیں کرتے تھے اور کرتے ہیں سب جھوٹ کا پلندہ ہیں جس کی کوئی حقیقت نہیں۔ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے لہٰذا صرف اسی کی عبادت کرو اور اسی کو پکارو، اسی سے مانگو۔ جن قوموں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو معبود، مشکل کشا بنایا اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک

کر دیا کوئی ان کو خدائی گرفت سے نہ بچا سکا۔ آج تم اے مکے والو! ان کی عمارتوں کے کھنڈر آنکھوں سے دیکھتے ہو لہٰذا تم اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو تسلیم کر لو۔

تم اشرف المخلوقات ہو کر نافرمانی کرتے ہو۔ اب جنات کا قصہ سن لو۔ ان میں خیر کی استعداد کم ہے لیکن وہ قرآن کو سننے کے ساتھ ہی ایمان لے آئے۔ فرمایا وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ اور جس وقت پھیر دیا ہم نے آپ کی طرف ایک گروہ جنات میں سے متوجہ کر دیا آپ کی طرف۔

شانِ نزول :

ان آیات کا شان نزول بخاری شریف کی روایت کے مطابق اس طرح ہے کہ آنحضرت ﷺ کو نبوت ملنے سے پہلے جنات اور شیاطین اوپر آسمانوں کی طرف آتے جاتے تھے اور فرشتوں کی کچھ نہ کچھ گفتگو سن لیتے تھے۔ جس دن آپ ﷺ کو نبوت ملی اس دن پہرے سخت کر دیئے گئے۔ جنات میں یہ بات پھیلی کہ ہم پہلے اوپر آتے جاتے تھے سنتے تھے اتنی سختی نہیں تھی اب اتنی سختی ہوگئی ہے اس کی وجہ تلاش کرو۔ تو اس سلسلے میں انھوں نے نصیبین کے مقام پر جو جزائر میں ہے اور بعض نے نینوا بھی لکھا ہے جو عراق میں ہے۔ وہاں کانفرنس منعقد کی اور اس پر غور کیا کہ ہم پر پابندی کیوں لگی ہے؟ اس کی وجہ معلوم کرنے کے لیے مختلف علاقوں میں وفود بھیجے۔ ان میں سے ایک وفد عرب کے علاقہ میں تہامہ کے مقام پر گیا ان میں سے پانچ جنوں کے نام ہمیں ملے ہیں۔ ابن درید ہ کے حوالے سے ایک کا نام منشی، دوسرے کا نام ناشی تھا، تیسرے کا نام مناصین، چوتھے کا نام ماضر اور پانچویں کا نام الاحقب تھا۔ ان کو عرب کے علاقے کی طرف بھیجا گیا کہ تم وہاں جا کر تحقیق کرو کہ ہم پر پابندی کیوں لگی ہے؟

آنحضرت ﷺ اس وقت چند ساتھیوں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت بلال رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تبلیغ کے سلسلے میں طائف کے سفر پر تھے۔ مکہ اور طائف کے درمیان بطن نخلہ کے مقام پر آپ ﷺ نے ساتھیوں کو نماز پڑھانا شروع کی۔ اس وقت نہ تو اذان تھی اور نہ پانچ نمازیں فرض تھیں۔ فجر اور عصر کی نمازیں تھیں شام کی نماز فرض نہیں تھی۔ آنحضرت ﷺ نماز میں قرآن کریم پڑھ رہے تھے کہ یہ پانچ یا سات یا نو جنات نصیبین کے مقام سے پہنچے، عربی جانتے تھے قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت سے متاثر ہوئے اور آسمانوں پر جانے کی پابندی کی وجہ بھی سمجھ گئے کہ نزول قرآن کی وجہ سے آسمانی راستوں پر سخت پہرے لگا دیئے گئے ہیں۔ اور یہ جنات وہیں ایمان لے آئے۔ نہ آنحضرت ﷺ نے ان کو دیکھا اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کو دیکھا اور نہ پتا چلا۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ اٰذَنَتْهُمْ شَجَرَةٌ جب یہ جنات ایمان قبول کر کے چلے گئے تو درخت نے بتلایا کہ اس طرح جنات آئے تھے آپ ﷺ کا قرآن سن کر ایمان لے آئے اور چلے گئے۔ آنحضرت ﷺ فجر کی نماز میں ساٹھ آیات سے لے کر سو آیات تک پڑھتے تھے اور اس سے کم اور زیادہ بھی ثابت ہیں مگر ائمہ کو حکم ہے مقتدیوں کا خیال رکھیں کہ مقتدیوں میں بوڑھے بھی ہوں گے، بیمار، کمزور اور مسافر بھی ہوں گے، حاجت مند بھی ہوں گے لہٰذا نماز ہلکی پھلکی پڑھائیں۔

جن صحابی ہو سکتا ہے یا نہیں :

علمائے کرام کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا وہ جن صحابی کہلائیں گے یا نہیں۔ جمہور فرماتے ہیں کہ وہ صحابی ہیں اگرچہ آنحضرت ﷺ نے ان کو نہیں دیکھا مگر انھوں نے تو آنحضرت ﷺ کو دیکھا ہے اور صحابی کی تعریف یہ ہے کہ جس نے ایمان کی حالت میں

آنحضرت ﷺ کو دیکھا ہو اور ایمان کی حالت میں فوت ہوا ہو، وہ صحابی ہے۔ اس کے بعد سورہ جن نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے جنات کی پوری تقریر بیان فرمائی۔ ان جنات نے جب واپس جا کر قوم کو ڈرایا اور ایمان کی دعوت دی تو جوان میں سے سعادت مند تھے وہ ایمان لے آئے اور جو انسانوں کی طرح ضدی تھے وہ ایمان نہ لائے۔ سورۃ جن آیت نمبر ۱۱ میں ہے وَاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا ''اور بے شک ہم میں سے نیکوکار بھی ہیں اور اس کے علاوہ یعنی بدکار بھی ہم مختلف راستوں پر بٹے ہوئے ہیں۔'' جنات میں مسلمان بھی ہیں، یہودی، عیسائی اور ہندو، سکھ وغیرہ بھی ہیں۔ جتنے فرقے انسانوں میں ہیں اس سے زیادہ جنات میں ہیں۔ انسان میں خیر زیادہ ہے بہ نسبت جن کے۔ چونکہ جنات میں استعداد کم تھی اس لیے اللہ تعالیٰ نے جنات میں کوئی مستقل پیغمبر نہیں بھیجا ان کو انسانوں کے تابع رکھا۔ ان کی بود و باش بھی انسانوں میں ہے۔ ہر جگہ اور ہر گھر میں رہتے ہیں۔ جس وقت نمازی نماز میں سلام پھیرتا ہے اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتا ہے تو دائیں بائیں طرف والے نمازیوں کی نیت کرتا ہے۔

فقہائے کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ جب انسان جنگل میں اکیلا نماز پڑھ رہا ہو تو سلام کے وقت دائیں بائیں والے فرشتوں کی نیت کرے اور اس کے آس پاس جو مومن جنات ہیں ان کی نیت کرے۔ تو جنات ہر مقام پر موجود ہوتے ہیں۔ ان کا ذکر ہے۔

فرمایا وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ اور جس وقت پھیرا ہم نے ایک گروہ آپ کی طرف جنات کا يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ سنتے تھے وہ قرآن بڑے غور سے فَلَمَّا حَضَرُوْهُ پس جس وقت وہ حاضر ہوئے تلاوت کے وقت قَالُوْٓا کہا انھوں

نے ایک دوسرے کو اَنْصِتُوْا خاموش رہو۔قرآن پاک کے آداب میں سے ہے کہ جب قرآن کریم پڑھا جائے تو اس کو خاموشی کے ساتھ سنا جائے۔ پھر نماز میں ہوں تو سننا فرض اور واجب ہے۔ اگر نماز میں کوئی آدمی امام کے ساتھ قرأت کرے گا تو گناہ گار ہوگا اور نماز سے باہر اگر قرآن کریم کی تلاوت ہو رہی ہو تو سننا مستحب ہے خاموشی اختیار کرے۔

اسی لیے فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ بلند آواز سے قرآن کریم کی تلاوت کرنے والا گناہ گار ہے کیوں کہ لوگ اپنے کاموں میں لگے ہوتے ہیں یا سوئے ہوتے ہیں یا کوئی تعلیم میں لگا ہوا ہے یا کوئی بیمار ہے تو وہ تو نہیں سن سکتے لہٰذا بلند آواز سے پڑھنے والا یہ گناہ گار ہوگا۔مگر قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ مسجدوں میں آوازیں بلند ہوں گی اور شور ہوگا اور ایسے لوگ پیدا ہوں گے قُرَّاء فَسَقَةٌ ''پڑھنے والے نافرمان اور فاسق ہوں گے۔'' قرآن پاک کا ادب یہ ہے کہ ایسی جگہ پڑھو جہاں لوگ توجہ کے ساتھ سنیں، نہیں سنتے تو آہستہ پڑھو۔

یہ مسئلہ میں کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں کہ اگر ایک آدمی بھی نماز پڑھ رہا ہو تو بلند آواز سے قرآن پڑھنے والا گناہ گار ہوگا لَا يَجُوْزُ بلند آواز سے قرآن پڑھنا جائز نہیں ہے خاموشی سے پڑھو۔

تو جنات نے ایک دوسرے کو کہا خاموش رہو فَلَمَّا قُضِيَ پس جس وقت قرآن کریم کی تلاوت پوری کر لی گئی وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ وہ پھرے اپنی قوم کی طرف ڈراتے ہوئے۔ یہاں سے واپس جا کر اپنی قوم کو رپورٹ پیش کی قَالُوْا کہنے لگے يٰقَوْمَنَآ اے ہماری قوم اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا بے شک ہم نے سنی ہے ایک

کتاب اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰی جو نازل کی گئی موسیٰ علیہ السلام کے بعد۔ عیسیٰ علیہ السلام کا نام نہیں لیا اس کی وجہ بعض حضرات تو یہ بتاتے ہیں کہ جنات یہودی تھے اس لیے موسیٰ علیہ السلام کا نام لیا اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ نہیں اصل بات یہ ہے کہ مرکزی کتاب تو تورات ہی تھی انجیل کی حیثیت ضمیمے کی تھی جیسے اخبار شائع ہوتا ہے اور بعد میں ضمیمہ شائع کرتے ہیں۔

انجیل رب تعالیٰ کی سچی کتاب ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی ہے لیکن ہے تورات کا تتمہ اور ضمیمہ، اصل کتاب تورات ہی ہے۔ اس لیے اس کا حوالہ دیا کہ جو کتاب موسیٰ علیہ السلام کے بعد نازل ہوئی ہے یہ اس کے بعد نازل ہوئی ہے مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ جو تصدیق کرنے والی ہے ان کتابوں کی جو اس سے پہلے ہیں۔

تورات، انجیل، زبور کی تصدیق کرتی ہے اور دیگر آسمانی صحیفوں کی تصدیق کرتی ہے یَهْدِیْٓ اِلَی الْحَقِّ یہ کتاب حق کی راہنمائی کرتی ہے وَاِلٰی طَرِیْقٍ مُّسْتَقِیْمٍ اور سیدھے راستے کی راہنمائی کرتی ہے لہٰذا یٰقَوْمَنَآ اے میری قوم اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰهِ بات مانو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی۔ ہم تو وہیں اس پر ایمان لے آئے ہیں اور اب تمھیں دعوت دے رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے داعی کی بات مان لو وَاٰمِنُوْا بِهٖ اور اس پر ایمان لے آؤ۔ نتیجہ کیا ہوگا یَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وہ تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔ اب تک جو گناہ تم نے کیے ہیں وہ رب تعالیٰ معاف کر دے گا وَیُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ اور تمھیں پناہ دے گا پروردگار دردناک عذاب سے۔

اور یہ بھی ان کا بیان ہے وَمَنْ لَّا یُجِبْ دَاعِیَ اللّٰهِ اور جو قبول نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والے کی بات کو فَلَیْسَ بِمُعْجِزٍ فِی الْاَرْضِ پس وہ

نہیں ہے عاجز کرنے والا زمین میں اللہ تعالیٰ کو۔ وہ رب تعالیٰ کے فیصلوں کو ٹال نہیں سکتا۔ اور یاد رکھنا! وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءُ اور نہیں اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے نیچے کوئی کارساز، کوئی ساتھی، کوئی پناہ دینے والا۔ اے ہماری قوم! اللہ تعالیٰ کے داعی پر ایمان لاؤ تمہاری نجات اسی میں ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے داعی کی بات نہیں مانتے اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ یہی لوگ ہیں کھلی گمراہی میں۔ یہ جنات کی تقریر ہے جو انھوں نے بطن نخلہ کے مقام پر مسلمان ہونے کے بعد واپس جا کر نصیبین کے مقام پر اپنے جنات کو رپورٹ پیش کی۔

اَوَ لَمۡ

یَرَوۡا اَنَّ اللّٰہَ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ وَلَمۡ یَعۡیَ بِخَلۡقِہِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰۤی اَنۡ یُّحۡیَِۧ الۡمَوۡتٰی ؕ بَلٰۤی اِنَّہٗ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۳۳﴾ وَ یَوۡمَ یُعۡرَضُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا عَلَی النَّارِ ؕ اَلَیۡسَ ہٰذَا بِالۡحَقِّ ؕ قَالُوۡا بَلٰی وَ رَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوۡقُوا الۡعَذَابَ بِمَا کُنۡتُمۡ تَکۡفُرُوۡنَ ﴿۳۴﴾ فَاصۡبِرۡ کَمَا صَبَرَ اُولُوا الۡعَزۡمِ مِنَ الرُّسُلِ وَ لَا تَسۡتَعۡجِلۡ لَّہُمۡ ؕ کَاَنَّہُمۡ یَوۡمَ یَرَوۡنَ مَا یُوۡعَدُوۡنَ ۙ لَمۡ یَلۡبَثُوۡۤا اِلَّا سَاعَۃً مِّنۡ نَّہَارٍ ؕ بَلٰغٌ ۚ فَہَلۡ یُہۡلَکُ اِلَّا الۡقَوۡمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ﴿۳۵﴾ ع

اَوَلَمۡ یَرَوۡا کیا یہ نہیں دیکھتے اَنَّ اللّٰہَ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے پیدا کیے آسمان اور زمین وَلَمۡ یَعۡیَ بِخَلۡقِہِنَّ اور تھکا نہیں ان کو پیدا کرنے کی وجہ سے بِقٰدِرٍ اللہ تعالیٰ قادر ہے عَلٰۤی اَنۡ یُّحۡیَِۧ الۡمَوۡتٰی اس بات پر کہ وہ زندہ کرے مردوں کو بَلٰۤی کیوں نہیں اِنَّہٗ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے وَیَوۡمَ یُعۡرَضُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا اور جس دن پیش کیے جائیں گے وہ لوگ جو کافر ہیں عَلَی النَّارِ آگ پر اَلَیۡسَ ہٰذَا بِالۡحَقِّ کیا یہ دوزخ حق نہیں ہے قَالُوۡا وہ کہیں گے بَلٰی کیوں نہیں وَرَبِّنَا ہمارے رب کی قسم قَالَ رب تعالیٰ فرمائیں گے فَذُوۡقُوا الۡعَذَابَ پس چکھو تم عذاب بِمَا کُنۡتُمۡ

تَكْفُرُوْنَ اس وجہ سے کہ تم کفر کرتے تھے فَاصْبِرْ پس آپ صبر کریں كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ جیسے صبر کیا بڑی ہمت والے پیغمبروں نے وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ اور آپ جلدی نہ کریں ان کے لیے كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ گویا کہ جس دن وہ دیکھیں گے مَا اس عذاب کو يُوْعَدُوْنَ جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ کہ وہ نہیں ٹھہرے مگر ایک ہی گھڑی دن میں بَلٰغٌ یہ پہنچا دینا ہے فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ پس نہیں ہلاک کی جائے گی مگر وہ قوم جو نافرمان ہے۔

ربط آیات :

اس سے پہلے دو قسم کے آدمیوں کا ذکر تھا۔ ایک وہ جو کہتے ہیں رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ ''اے میرے رب مجھے توفیق عطا فرما کہ میں شکر ادا کروں ان نعمتوں کا جو آپ نے مجھ پر کیں اور میرے والدین پر کیں آپ کا وعدہ سچا ہے قیامت آئے گی۔'' اور اس کے مدمقابل دوسری قسم کے لوگوں کا ذکر تھا جنھوں نے کہا اپنے والدین کو کہ تف تمہارے اوپر کیا تم مجھ سے وعدہ کرتے ہو کہ میں نکالا جاؤں گا قبر سے۔ یعنی بڑی سختی کے ساتھ قیامت کا انکار کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کو سمجھانے کے لیے فرماتے ہیں تاکہ اتمام حجت ہو جائے چاہے کوئی مانے یا نہ مانے۔

فرمایا اَوَلَمْ يَرَوْا کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کہ بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے پیدا کیے آسمان اور زمین۔ اس بات کا انکار کرنے والا تو کافروں، مشرکوں کا ایک فرد بھی نہیں تھا کہ آسمان و زمین اللہ تعالیٰ

نے پیدا نہیں کیے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور نے پیدا کیے ہیں۔ چند دہریوں کے سوا کوئی بھی اس کا منکر نہیں ہے اور یہ دہریے بھی بعد میں پیدا ہوئے ہیں جو کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ خود بہ خود ہو رہا ہے رب کوئی نہیں ہے، معاذ اللہ تعالیٰ۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کا مظاہرہ کرتا رہتا ہے ان بڑی عمر والے حضرات کو یاد ہوگا کہ ۱۹۳۷ء یا ۱۹۳۸ میں جب روس پورے عروج پر تھا اور اس نے اپنے باطل نظریات منوانے کے لیے پانچ کروڑ انسانوں کو قتل کیا رب تعالیٰ کے خلاف بغاوت کی کہ رب کوئی شے نہیں ہے اور اپنے ملک سے دو جنازے نکالے ایک خدا کا اور ایک مذہب کا۔ وہ اس طرح کہ چار پائیوں پر علامتی چیزیں رکھیں اوپر پھول ڈالے اور بے شمار مخلوق بھنگڑے ڈالتی ہوئی ساتھ چلی سرحد پر جا کر ان کو لاتیں رسید کیں، ڈنڈے مارے اور پھینک کر واپس آ گئے کہ ہم نے خدا اور مذہب کا جنازہ ملک سے نکال دیا ہے۔ یہاں اب نہ مذہب ہے اور نہ ہم خدا کو مانتے ہیں۔ کچھ عرصہ بعد ہٹلر نے ان پر حملہ کر دیا اور روسیوں کو ایسا ذلیل کیا کہ وہی لیڈر جنھوں نے خدا اور مذہب کا جنازہ نکلوایا تھا انھوں نے اعلان کیا کہ ہر فرقے اور مذہب والا اپنے اپنے انداز میں دعا کرے کہ اس بلا سے ہماری جان چھوٹ جائے۔ جب ہٹلر نے چھتر مارے تو ان کو خدا یاد آیا۔ لیکن مشرکین عرب رب تعالیٰ کے وجود کے قائل تھے۔

سورۃ الزمر آیت نمبر ۳۸ پارہ ۲۴ میں ہے وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ''اور اگر آپ ان سے پوچھیں کس نے پیدا کیا ہے آسمانوں کو اور زمین کو تو یقیناً کہیں گے اللہ تعالیٰ نے۔'' تو فرمایا کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے پیدا کیے آسمان اور زمین وَلَمْ يَعْیَ بِخَلْقِهِنَّ اور وہ نہیں تھکا ان کو پیدا کرنے کی وجہ سے۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ بِقٰدِرٍ قادر ہے عَلٰٓى

اَنۡ يُّحۡیِۦَ الۡمَوۡتٰى کہ وہ زندہ کرے مردوں کو۔جس نے زمین آسمان پیدا کیے ہیں،دریا پہاڑ پیدا کیے ہیں وہ رب مردوں کو پیدا نہیں کرسکتا بَلٰى کیوں نہیں وہ قادر ہے اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیۡءٍ قَدِيۡرٌ بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ہندوستان پر جب انگریز قابض ہوا تو اس نے مسلمانوں کے ذہن بگاڑنے کے لیے کئی فتنے کھڑے کیے۔ایک طرف عیسائیوں نے اپنی تبلیغ شروع کی،مرزا قادیانی سے نبوت کا دعویٰ کروایا۔

دیانند سرسوتی کا قرآن پاک پر اعتراض :

آریہ سماج کے منہ پھٹ لیڈر دیانند سرسوتی کو کھڑا کیا۔اس نے اسلام کے خلاف کتاب لکھی'' ستیارتھ پرکاش''اس کے چودھویں باب میں اس نے قرآن پاک پر اعتراضات کیے ہیں۔بسم اللہ سے لے کر والناس تک۔اس آیت کریمہ پر بھی اس نے اعتراض کیا ہے۔کہتا ہے کہ اے مسلمانو! میں تم سے پوچھتا ہوں کہ اگر تمہارا یہ قرآن سچا ہے تو یہ بتلاؤ کہ کیا اللہ تعالیٰ چوری کرنے اور زنا کرنے پر بھی قادر ہے کیونکہ چوری،زنا بھی تو شے ہیں۔اگر قادر نہیں ہے تو پھر تمہارا قرآن جھوٹا ہے۔

بانی دارالعلوم دیوبند مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے اس سے مناظرے بھی کیے اور کتابیں بھی لکھیں۔حضرت کی ایک کتاب ہے'' انتصار الاسلام''اردو میں ہے۔اس میں اس کے سوالات بھی ہیں اور جوابات بھی ہیں۔حضرت فرماتے ہیں کہ چوری تو ہوتی ہے غیر کی ملک میں پنڈت جی! پہلے تم غیر کی ملک ثابت کرو دلیل سے پھر اعتراض کرنا۔جب ہے ہی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تو اپنی شے میں چوری کا کیا مطلب ہے؟ رہی بات زنا کی تو زنا کے لیے آلات زنا کی ضرورت ہے تم رب تعالیٰ کے لیے اعضاء ثابت کرو دلیل کے ساتھ پھر زنا کی بات کرنا۔لہٰذا قرآن سچا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور جو منکر ہیں

قیامت کے ان کو اس دن معلوم ہو جائے گا وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ اور جس دن پیش کیے جائیں گے وہ لوگ جو کافر ہیں آگ پر۔ محشر والے دن جنت بھی سامنے ہوگی اور دوزخ بھی سامنے ہوگا وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ [الشعراء: ۹۰] ''اور قریب کردی جائے گی جنت متقیوں کے وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ ''اور ظاہر کردیا جائے گا دوزخ کو گمراہوں کے لیے۔'' ابھی اللہ تعالیٰ کی عدالت میں حساب کتاب میں ہوں گے کہ جنت بھی سامنے اور دوزخ بھی سامنے۔ رب تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوگا اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ کیا یہ دوزخ حق نہیں ہے؟ اس وقت قَالُوْا کہیں گے بَلٰى کیوں نہیں حق ہے وَرَبِّنَا ہمارے رب کی قسم ہے۔ آج تو کہتے ہیں نا مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ قیامت کب آئے گی يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا [النازعات: ۴۲] ''یہ لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ وہ کب قائم ہوگی۔'' تو آج تو یہ باتیں کرتے ہیں وہاں سب کچھ مان جائیں گے کیوں کہ ہر شے سامنے نظر آرہی ہوگی قَالَ رب تعالیٰ فرمائیں گے فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ پس چکھو تم عذاب اس لیے کہ تم کفر کرتے تھے دوزخ کا، جنت کا، قیامت کا، اللہ تعالیٰ کی توحید کا، رسالت کا۔

اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے توحید کا بھی ذکر کیا ہے اور رسالت کا بھی اور قیامت کا بھی۔ اور یہ تینوں اسلام کے بنیادی عقائد ہیں۔ ان کو جب آنحضرت ﷺ بیان فرماتے تھے تو کافر آپ ﷺ کو تکلیف پہنچاتے اور ستاتے تھے زبانی بھی اور فعلی بھی۔ آپ ﷺ کو دیوانہ کہتے، جادوگر کہتے، مسحور کہتے، شاعر کہتے، کاہن کہتے اور پتھر بھی مارتے تھے، طبعی طور پر انسان کو ان چیزوں سے کوفت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو

خطاب کر کے فرماتے ہیں فَاصْبِرْ پس آپ اے نبی کریم ﷺ! صبر کریں ان کی باتوں پر كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ جیسے صبر کیا بڑی ہمت والے پیغمبروں نے آپ سے پہلے۔ نوح علیہ السلام جب لوگوں کو توحید کی دعوت دیتے تو لوگ ان کو پاگل کہہ کر دھکے مار کر نکال دیتے تھے وَقَالُوا مَجْنُونٌ وَازْدُجِرَ [سورۃ القمر] ''اور کہا انھوں نے یہ دیوانہ ہے اور جھڑک دیا۔'' اور حضرت صالح علیہ السلام کو کہا هُوَ كَذَّابٌ أَشِرٌ [ایضاً] ''یہ بڑا جھوٹا اور شرارتی ہے۔''

آنحضرت ﷺ نے جب طائف والوں کو توحید کی دعوت دی تو انھوں نے آپ ﷺ کے خلاف بڑی غلط زبان استعمال کی اور پتھروں کی بارش کر دی کہ آپ ﷺ لہو لہان ہو گئے۔ واپسی پر جب آپ ﷺ سد مآرب کے مقام پر پہنچے تو آپ ﷺ کو کھڑاک (کھڑکا) سا محسوس ہوا، دیکھا تو جبرائیل علیہ السلام سامنے ہیں کہنے لگے کہ یہ میرے ساتھ ملك الجبال ہے اس کی ڈیوٹی پہاڑوں پر ہے۔ اس نے آگے آ کر بڑی عقیدت کے ساتھ سلام کیا۔ شراح حدیث فرماتے ہیں کہ اس کا نام اسماعیل علیہ السلام تھا عرض کرنے لگا کہ میری ڈیوٹی ان پہاڑوں پر ہے اور طائف میں آپ ﷺ کے ساتھ جو کچھ ہوا ہے اس پر رحمان غصے میں ہے اس نے مجھے بھیجا ہے اگر آپ ﷺ چاہیں تو ان پہاڑوں کو ایسے ملا دوں کہ یہ سب درمیان میں کچلے جائیں۔ یہ بخاری شریف کی روایت کا خلاصہ ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا نہیں! ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ ان کو کسی وقت ہدایت دے دے یا ان کی اولاد در اولاد کو ہدایت دے دے۔ میں صبر کروں گا ان کو کچلنے کا حکم نہیں دیا۔ ان کو میری پہچان نہیں ہے اس لیے انھوں نے یہ سب کچھ کیا ہے۔ طائف والے آپ ﷺ کے ساتھ اتنے غلط طریقے سے پیش آئے کہ رب تعالیٰ ایسی حلیم ذات کو بھی غصہ آ گیا،

فرشتے بھی جذبات میں آگئے مگر آپ ﷺ نے صبر کیا۔

تو فرمایا آپ صبر کریں جیسا کہ ہمت والے پیغمبروں نے صبر کیا وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ اوران کے لیے جلدی نہ کریں عذاب کے مانگنے میں۔ ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جب وہ وقت آئے گا ان کی حالت دیکھنے والی ہوگی۔ فرمایا كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ گویا کہ جس دن وہ دیکھیں گے عذاب کو جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ قیامت والے دن کافر دوزخ کے عذاب میں جلیں گے وہ یوں محسوس کریں گے لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ کہ نہیں رہے وہ دنیا میں مگر ایک ہی گھڑی دن میں مثلاً: دن کے چوبیس گھنٹے ہیں تو کہیں گے ہم دنیا میں ایک ہی گھنٹہ رہے ہیں۔ واقعی آخرت کی لمبی زندگی کے مقابلے میں دنیا کی زندگی گھنٹہ، منٹ اور سیکنڈ بھی نہیں ہے۔ آج ہم اس زندگی کا تصور بھی نہیں کر سکتے اربوں کھربوں سال نہ ختم ہونے والی زندگی نہ رب تعالیٰ کی نعمتیں ختم ہوں گی اور نہ عذاب ختم ہوگا۔ وہ ابدالآباد، ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی ہے۔ آج جو دنیا میں عذاب مانگتے ہیں اس دن جہنم کے داروغوں سے کہیں گے دعا کرواپنے پروردگار سے يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ [مومن: ۴۹] "کہ وہ تخفیف کردے ہم سے ایک دن ہی عذاب۔" وہ کہیں گے کیا تمہارے پاس نہیں آئے تھے رسول کھلی نشانیاں لے کر اس وقت تو تم نے ان کی بات نہیں مانی، تکبر کیا، غرور کیا اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ [زخرف: ۷۷] "تم رہنے والے ہو اسی مقام میں۔" اللہ تعالیٰ نے یہ باتیں کھول کر سمجھائی ہیں۔

فرمایا بَلٰغٌ یہ پہنچادینا ہے۔ ہم نے حق بات تم تک پہنچادی ہے۔ اے مکے والو! اور دوسرے لوگو! کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھے خبر نہیں ہوئی فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ

الْفٰسِقُوْنَ پس نہیں ہلاک کی جائے گی مگر وہ قوم جو نافرمان ہے۔ جو رب تعالیٰ کے احکام نہیں مانتے وہ ہلاک ہوں گے۔ دنیا میں بھی ہلاکت، قبر میں بھی ہلاکت، آخرت میں بھی ہلاکت۔ آج سمجھ جاؤ ورنہ ساری عمر ہاتھوں کو دانتوں سے کاٹتے رہو گے۔ سورہ فرقان آیت نمبر ۲۷ پارہ ۱۹ میں ہے وَ یَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیْهِ ''اور جس دن کاٹیں گے ظالم لوگ اپنے ہاتھوں کو افسوس کی وجہ سے کاش کہ میں فلاں کو ساتھی نہ بناتا پیغمبر کا راستہ اختیار کرتا۔'' آج بڑا قیمتی وقت ہے اس کا ایک لمحہ بھی ضائع نہ کرو۔ اپنی بھی اصلاح کرو اور اپنی اولاد کی اصلاح کی بھی فکر کرو۔ رب تعالیٰ سب کو توفیق عطا فرمائے۔

آج بہ روز جمعرات ۱۶ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ بہ تاریخ ۱۸ مارچ ۲۰۱۴ء

اٹھارھویں جلد مکمل ہوئی۔

والحمد للہ علی ذلک

(مولانا) محمد نواز بلوچ۔

مہتمم: مدرسہ ریحان المدارس، جناح روڈ، گوجرانوالا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سورۃ محمد

(مکمل)

جلد............١٩

آیاتها ٣٨ ﴿٤٧ سُوْرَةُ مُحَمَّدٍ مَّدَنِيَّةٌ ٩٥﴾ رکوعاتها ٤

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ﴿١﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ﴿٢﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَاَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۭ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ﴿٣﴾ فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ۭ حَتّٰٓى اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَاۗءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ڗ ذٰلِكَ ړ وَلَوْ يَشَاۗءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ ۙ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ۭ وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ﴿٤﴾ سَيَهْدِيْهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ﴿٥﴾ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ﴿٦﴾

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وہ لوگ جنھوں نے کفر اختیار کیا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور روکا انھوں نے اللہ تعالیٰ کے راستے سے اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ اللہ تعالیٰ نے ضائع کر دیئے ان کے اعمال وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور وہ لوگ جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کیے اچھے وَاٰمَنُوْا اور ایمان لائے بِمَا اس

چیز پر نُزِّلَ جو اتاری گئی عَلٰی مُحَمَّدٍ محمد ﷺ پر وَّهُوَ الْحَقُّ اور وہ حق ہے مِنْ رَّبِّهِمْ ان کے رب کی طرف سے كَفَّرَ عَنْهُمْ اللہ تعالیٰ مٹا دیتا ہے ان سے سَيِّاٰتِهِمْ ان کے گناہ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ اور درست کر دے گا ان کے حال کو ذٰلِكَ یہ اس لیے بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا کہ بے شک وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ انھوں نے پیروی کی باطل کی وَاَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اور بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اتَّبَعُوا الْحَقَّ انھوں نے اتباع کیا حق کا مِنْ رَّبِّهِمْ جو ان کے رب کی طرف سے ہے كَذٰلِكَ اسی طرح يَضْرِبُ اللّٰهُ بیان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ لِلنَّاسِ لوگوں کے لیے اَمْثَالَهُمْ ان کے حالات فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ پس جب تمھارا مقابلہ ہو ان لوگوں سے كَفَرُوا جو کافر ہیں فَضَرْبَ الرِّقَابِ پس مارنا ہے ان کی گردنوں کا حَتّٰٓى اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ یہاں تک کہ جب تم خوب خون ریزی کر چکو فَشُدُّوا الْوَثَاقَ پس باندھ دو تم مضبوطی سے باندھنا فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ پس پھر یا تو احسان کرنا اس کے بعد وَاِمَّا فِدَآءً اور یا فدیہ ہوگا حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا یہاں تک کہ رکھ دے لڑائی اپنے ہتھیار ذٰلِكَ یہ ایسا ہی ہونا چاہیے وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ البتہ بدلہ لے ان سے وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ لیکن وہ آزماتا ہے تم میں سے بعض کو بعض کے ساتھ وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ قُتِلُوْا جو قتل کیے

گئے فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں فَلَنْ یُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ پس ہرگز نہیں ضائع کرے گا ان کے اعمال کو سَیَهْدِیْهِمْ بہ تاکید ان کو ہدایت دے گا وَیُصْلِحُ بَالَهُمْ اور درست کرے گا ان کے حال کو وَیُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ اور داخل کرے گا ان کو اللہ تعالیٰ جنت میں عَرَّفَهَا لَهُمْ جس کی ان کو پہچان کرادی ہے۔

تعارف سورت :

اس سورہ کا نام سورہ محمد ہے۔ آنحضرت ﷺ کے نام پر اس کا نام رکھا ہے۔ یہ مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے ترانوے (۹۳) سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کے چار رکوع اور اڑتیس (۳۸) آیات ہیں۔ کل کے سبق میں آپ نے پڑھا اور سنا کہ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ''پس نہیں ہلاک کی جائے گی مگر فاسق قوم۔'' اس سورت میں فاسقوں کی ہلاکت کا ذکر ہے۔ کافر کہتے تھے کہ ہم کیوں ہلاک کیے جائیں گے؟ کیا ہم اچھے کام نہیں کرتے؟ اور کرتے بھی تھے۔ بڑے بڑے سردار اور چودھری مسجد حرام میں جھاڑو پھیرتے اور مہمانوں کو کھانا کھلاتے تھے۔ مسجد حرام کی خدمت کرتے تھے۔ حاجیوں کو اس زمانے میں مفت پانی پلاتے تھے جب کہ پانی کی بڑی قلت تھی۔ مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے سولہ راستے انھوں نے بنائے ہوئے تھے اور ہر راستے پر وقفے وقفے سے مٹکے پانی کے رکھے ہوئے تھے کہ حاجیوں کو تکلیف نہ ہو۔ بیوہ عورتوں اور یتیموں کا خیال رکھتے تھے۔ بڑے بڑے اچھے کام کرتے تھے۔ تو کہتے تھے کہ ہم اتنے اچھے کام کرتے ہیں پھر بھی ہمیں کچھ نہیں ملے گا اور ہم ہلاک کیے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَصَدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وہ لوگ جو کافر ہیں اور روکتے ہیں دوسروں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے اَضَلَّ اَعۡمَالَہُمۡ اللہ تعالیٰ نے ضائع کر دیئے ان کے اعمال۔ کفر تمام اعمال کو برباد کرنے والا ہے۔ ان میں دو خرابیاں ہیں۔

❀......ایک کفر،

❀......پھر کفر کے ساتھ دوسروں کو ایمان لانے سے روکنا ہے۔

ان دو خرابیوں نے ان کے اچھے اعمال ضائع کر دیئے۔ کفر بڑے بڑے اچھے اعمال کو ضائع کر دیتا ہے۔ اور ایمان ایسی چیز ہے کہ رتی برابر بھی اچھا عمل ہو تو اس کی حفاظت کرتا ہے۔ اور اس کا بھی اللہ تعالیٰ بدلہ دیتا ہے۔ لیکن یہ چونکہ کافر ہیں اور دوسروں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال اکارت کر دیئے۔

ان کے مقابلے میں وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور محض ایمان ہی نہیں وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انھوں نے عمل بھی اچھے کیے وَاٰمَنُوۡا اور ایمان لائے بِمَا اس چیز پر نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ جو اتاری گئی محمد ﷺ پر۔ ان تمام چیزوں پر ایمان لائے جو حضرت محمد ﷺ پر نازل کی گئیں وَّہُوَ الۡحَقُّ اور جو کچھ آپ پر نازل ہوا ہے وہ حق ہے مِنۡ رَّبِّہِمۡ ان کے رب کی طرف سے۔

قرآن کریم میں چار مقامات پر حضور ﷺ کے اسم گرامی کا ذکر :

قرآن کریم میں چار مقامات پر آنحضرت ﷺ کا نام نامی اسم گرامی محمد آیا ہے اور ایک جگہ احمد آیا ہے۔ پہلا مقام : چوتھا پارہ سورۃ آل عمران رکوع نمبر ۶ آیت نمبر ۱۴۴ ہے وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوۡلٌ ۔

دوسرا مقام: پارہ ۲۲ سورۃ الاحزاب رکوع نمبر ۲ آیت نمبر ۴۰ ہے مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ۔

تیسرا مقام یہی ہے وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ۔

اور چوتھا مقام سورہ فتح آیت نمبر ۲۹ میں ہے محمد رسول الله ﷺ۔ ان چار مقامات پر آپ ﷺ کا نام نامی اسم گرامی محمد آیا ہے ﷺ۔ اور ایک مقام پر سورہ صف پارہ ۲۸ میں ہے اسمہ احمد ﷺ۔ محمد کا معنٰی ہے تعریف کیا ہوا۔ دنیا میں جتنی تعریف آپ ﷺ کی ہوئی ہے اللہ تعالیٰ کے بعد اتنی تعریف کسی کی نہیں ہوئی۔ اپنوں نے بھی کی، غیروں نے بھی کی۔ اور احمد کا معنٰی ہے سب سے زیادہ تعریف کرنے والا۔ آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی جتنی حمد وثنا کی اتنی اور کسی نے نہیں کی۔ تو فرمایا اور ایمان لائے اس چیز پر جو اتاری گئی محمد ﷺ پر اور وہ حق ہے ان کے رب کی طرف سے كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ اللہ تعالیٰ مٹا دیتا ہے ان سے ان کے گناہ۔ ایمان اور نیکی کی بدولت اللہ تعالیٰ ان کی خطائیں از خود معاف کر دیتا ہے وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ اور درست کر دے گا ان کو حال کو۔ روز بہ روز دینی لحاظ سے ان کی حالت اچھی سے اچھی کرے گا۔ یہ رب تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ اور کافروں کے اعمال اکارت کر دیتا ہے اور جو ایمان والے ہیں اور آنحضرت ﷺ کے دین کو دل و جان سے تسلیم کرتے ہیں، اچھے عمل کرتے ہیں ان کی حالت اللہ تعالیٰ روز بہ روز اچھی کرتے جاتے ہیں۔

صغیرہ گناہ جتنے بھی ہوں نیکیوں کی برکت سے خود بخود مٹتے جاتے ہیں۔ مسجد کی طرف ایک قدم اٹھانے سے دس نیکیاں ملتی ہیں ایک صغیرہ گناہ جھڑ جاتا ہے اور ایک درجہ بلند ہو جاتا ہے۔ وضو کی برکت سے گناہ جھڑ جاتے ہیں، نمازوں کی برکت سے جھڑ جاتے

ہیں، روزوں کی برکت سے، عمرے کی برکت سے جھڑ جاتے ہیں۔ اور جو کبیرہ گناہ ہیں وہ یا تو اللہ تعالیٰ کا حق ہیں یا بندوں کا حق ہیں۔ بندوں کے حقوق کبھی معاف نہیں ہوتے جب تک وہ ادا نہ کر دیئے جائیں یا صاحب حق خود معاف کر دے۔ اور اللہ تعالیٰ کے حقوق اگر ایسے ہیں جن کی قضا ہے جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ تو یہ توبہ سے معاف نہیں ہوں گے جب تک ان کی قضا نہیں لوٹائی جائے گی۔ جتنے روزے رہ گئے ہیں ان کی قضا لوٹائے، جتنی نمازیں رہ گئی ہیں ان کی قضا لوٹائے۔ اور زکوٰۃ کا باقاعدہ حساب کر کے ادا کرے۔ اور اگر ایسے گناہ ہیں جن کی کوئی قضا نہیں ہے مثلاً: شراب پی لی، زنا کیا تو سچے دل سے توبہ کرے اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا۔

فرمایا ذٰلِكَ کافروں کے عمل کیوں ضائع ہوئے اور مومنوں کے گناہ کیوں مٹا دیئے جاتے ہیں؟ یہ اس وجہ سے بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ کہ بے شک وہ لوگ جو کافر ہیں انھوں نے پیروی کی باطل کی۔ اس لیے ان کے اعمال بھی باطل ہوئے وَاَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ اور بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے انھوں نے اتباع کیا حق کا اپنے رب کی طرف سے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ ان کی خطائیں معاف کر دیتا ہے ان کے درجے بلند کر دیتا ہے اور ان کی حالت درست کر دیتا ہے كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ ان کے حالات کہ کافروں کا یہ حال ہوگا اور مومنوں کا یہ حال ہوگا کیونکہ رب تعالیٰ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ چونکہ حق اور باطل کی ٹکر ہمیشہ سے ہوتی رہی ہے اور قیامت تک ہوتی رہے گی اس لیے اللہ تعالیٰ نے جہاد کے متعلق کچھ اصول بیان فرمائے ہیں۔

ارشاد ربانی ہے فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا پس جب تم ملاقات کرو کافروں

کے ساتھ یعنی جب تمہارا مقابلہ ہو کافروں سے میدان جنگ میں فَضَرْبَ الرِّقَابِ پس مارنا ہے کافروں کی گردنوں کا، نرمی نہیں کرنی۔ سورۃ الانفال آیت نمبر ۵۷ پارہ ۱۰ میں ہے فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ ''پس اگر آپ قابو پالیں ان پر لڑائی میں فَشَرِّدْ بِهِمْ مَنْ خَلْفَهُمْ پس ان کو ایسی عبرت ناک سزا دو کہ ان کے پچھلوں کے لیے عبرت بن جائے۔'' تو فرمایا کہ جب کافروں کے ساتھ تمہارا ٹکراؤ ہو تو ان کی گردنیں اڑا دو ان کے ساتھ نرمی نہ کرو حَتّٰٓى اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ یہاں تک کہ جب تم نے ان کی خوب خون ریزی کر دی اور وہ تمہارے قابو میں آ گئے تو تمہارے پاس جو قیدی ہیں فَشُدُّوا الْوَثَاقَ پس باندھ دو تم مضبوطی سے باندھنا۔ وثاق کا معنیٰ ہے باندھنا اور شُدُّوا کا معنیٰ ہے سختی سے اور ان کا سارا انتظام تمہارے ذمہ ہے۔ انھیں کھلانا پلانا ان کی حفاظت کرنا۔ وہ تمہارے پاس امانت ہیں جب تک ان کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں ہوتا ان پر جو تم خرچ کرو گے اس کا تمھیں اجر ملے گا۔ قیدی کے ساتھ سختی کرنے کا اسلام قائل نہیں ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذہانت :

بدر کے مقام میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک جاسوس پکڑ لیا جو جائزہ لینے کے لیے آیا تھا اس سے پوچھ گچھ کی تم کتنے آدمی ہو تمہاری فوج کتنی ہے۔ وہ صحیح بات نہیں بتلاتا تھا تو اس کی خوب پٹائی کی۔ کہنے لگا اب بتاتا ہوں۔ جب چھوڑا تو وہ پھر مکر گیا۔ مارتے تو کہتا بتاتا ہوں چھوڑتے تو مکر جاتا۔ پورا گوریلا جاسوس تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس لے آؤ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو دلاسا دیا پانی وغیرہ پلایا، اس کا نام پوچھا اور گھر کے افراد پوچھے بڑی نرمی کے ساتھ گفتگو کی اور فرمایا کہ تم روزانہ

کتنے اونٹ ذبح کرتے ہو کھانے کے لیے۔ اس نے کہا دس اونٹ۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم ہزار آدمی ہو کیونکہ ایک اونٹ سو آدمیوں کو کفایت کرتا ہے، اور تھے بھی ہزار آدمی۔ آپ ﷺ نے حکمت عملی سے اس سے بات نکلوالی۔

اُس زمانے میں سو آدمی ایک اونٹ کھا جاتے تھے۔ اِس زمانے میں بھی بعض لوگ کھانے میں مشہور ہیں۔ میں شیخوپورہ گیا تو وہاں کے ساتھیوں نے بتایا کہ برات آنی تھی گوجرانوالا سے۔ نائی کو کھانا پکانے کا کہا ہے تو اس نے پوچھا کہ برات کہاں سے آنی ہے؟ ہم نے بتایا کہ گوجرانوالا سے۔ تو نائی سمجھ دار تھا اس نے کہا ڈیڑھ آدمی کے حساب سے گوشت چاول وغیرہ دو کہ گوجرانوالا کے لوگ زیادہ کھاتے ہیں تا کہ کھانا کم نہ ہو جائے اور عین وقت پر تمھیں پریشانی نہ ہو۔

تو فرمایا جب تم ان کو قیدی بنالو تو پھر حکم یہ ہے فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَآءً پھر یا تو احسان کرنا اس کے بعد یا فدیہ ہوگا۔ تو ایک صورت یہ ہے کہ کافروں پر احسان کردو اور بلا معاوضہ قیدیوں کو رہا کردو اگر تم اس میں خیر کی امید رکھتے ہو۔

دوسری صورت یہ ہے کہ معاوضہ لے کر قیدیوں کو رہا کردو۔ تیسری صورت یہ ہے کہ قیدیوں کا تبادلہ کرلو اپنے قیدی ان سے لے لو اور ان کے قیدی ان کو دے دو۔

اس صورت میں فقہائے احناف کا اختلاف ہے کہ قیدیوں کا تبادلہ کرنا صحیح ہے یا نہیں۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ تبادلہ نہیں کرنا بلکہ بزور بازو ان کو رہا کرانا ہے۔ یہ طبقہ بڑا دلیر اور مجاہدوں کا طبقہ ہے جو کہتا ہے قوت استعمال کر کے رہا کراؤ۔ دوسرا طبقہ کہتا ہے کبھی حالات ایسے ہوتے ہیں کہ کافروں کے پاس قوت زیادہ ہوتی ہے اگر ہمارے قیدی ان کے پاس رہیں گے تو وہ ان سے بیگار لیں گے، ان کے ذہن خراب کریں گے لہٰذا تبادلے

میں اپنے قیدی رہا کرالو۔

اور چوتھی صورت یہ ہے کہ قیدیوں کو غلام اور لونڈیاں بنالو۔ پھر امیر لشکر مجاہدین میں ان کو تقسیم کرے گا۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب کوئی چیز کسی کو دو تو دائیں ہاتھ سے دو اور لو تو دائیں ہاتھ سے لو۔ پکڑاؤ بھی دائیں ہاتھ سے اور پکڑو بھی دائیں ہاتھ سے۔ مجمع کے اندر امیر لشکر قیدی اپنے دائیں ہاتھ سے پکڑاتا تھا اور مجاہد اپنے دائیں ہاتھ سے پکڑتا تھا گویا مجمع کے سامنے تعیین ہو جاتی تھی کہ یہ چیز فلاں کی ہے۔ چونکہ دائیں ہاتھ سے دی جاتی اور دائیں ہاتھ سے لی جاتی تھی اس لیے اس کو ملک یمین کہتے تھے۔ پھر لونڈی کے بارے میں تفصیل ہے کہ اگر وہ اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ میں سے ہو تو مالک اس کے ساتھ ہم بستری کر سکتا ہے اور اگر وہ اہل کتاب میں سے نہیں ہے اور مسلمان بھی نہیں ہوئی تو ملکیت میں رہے گی مگر اس کے ساتھ ہم بستری جائز نہیں ہے۔

تو فرمایا یا تو احسان کر دو یا فدیہ لے لو حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۔ اَوْزَار وِزْرٌ کی جمع ہے وِزْرٌ کا معنٰی ہے بوجھ، مراد ہتھیار ہے۔ یہاں تک کہ لڑائی رکھ دے اپنے ہتھیار ذٰلِكَ یہ اسی طرح ہونا چاہیے جس طرح ہم نے بتایا ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ البتہ بدلہ لے ان سے۔ خود براہ راست انتقام لے سکتا ہے، کسی آفت کے ذریعے ان کو ہلاک کر دے جیسے عاد و ثمود قوم کو تباہ کیا، قوم لوط کو تباہ کیا۔ مگر جنگ کی ایک حکمت یہ ہے کہ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ لیکن اللہ تعالیٰ آزماتا ہے تم میں سے بعض کو بعض کے ساتھ۔ تمہارا امتحان لیتا ہے کہ خون دینے والے مجنوں ہو یا چوری کھانے والے۔ پھر یہ

ہے کہ بعض کو اس نے شہید کا درجہ دینا ہے بعض کو غازی بنانا ہے کچھ تم بھی کرو جنت اتنی سستی اور آسان چیز نہیں ہے۔ تمھیں درجے دینے کے لیے اللہ تعالیٰ نے جہاد کا حکم فرمایا ہے ورنہ وہ تمہارا محتاج نہیں ہے وہ ایک لمحے میں ہر چیز کو تباہ کر سکتا ہے۔

آج سے تقریباً ڈیڑھ سال پہلے جاپان میں صرف سترہ سیکنڈ کا زلزلہ آیا تھا اس سے اتنی تباہی ہوئی تھی کہ جاپان حکومت نے اخبار میں بیان دیا تھا کہ حکومت ریلوے لائن اور سڑکوں کو چار سال میں مکمل نہیں کر سکتی۔ حالانکہ اس وقت جاپان صنعت کے اعتبار سے یورپ پر مسلط ہے ان کی رگیں اس نے کمزور کر دی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ فوراً انتقام لینا چاہے تو اس کے لیے کوئی مشکل نہیں ہے مگر تم نے بھی کچھ کرنا ہے جنت کو حاصل کرنے کے لیے۔ فرمایا وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور وہ لوگ جو قتل کیے گئے اللہ تعالیٰ کے راستے میں، شہید ہوئے فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ پس ہرگز نہیں ضائع کرے گا اللہ تعالیٰ ان کے اعمال۔ شہید کے ہر عمل کا بدلہ سات سو اور سات سو سے اوپر ہے سَيَهْدِيْهِمْ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے گا یعنی ہدایت پر قائم رکھے گا وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ اور درست کرے گا ان کے حال کو وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ اور اللہ تعالیٰ ان کو داخل کرے گا جنت میں عَرَّفَهَا لَهُمْ جس کی ان کو پہچان کرا دی ہے۔ اگلے رکوع میں جنت کی تعریف آ رہی ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَ يُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ﴿۷﴾
وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ﴿۸﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا
مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ﴿۹﴾ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا
كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَ لِلْكٰفِرِيْنَ
اَمْثَالُهَا ﴿۱۰﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ اَنَّ الْكٰفِرِيْنَ
لَا مَوْلٰى لَهُمْ ﴿۱۱﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَ
يَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَ النَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ﴿۱۲﴾ وَ كَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ
هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْۤ اَخْرَجَتْكَ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ
لَهُمْ ﴿۱۳﴾ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ
وَ اتَّبَعُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ ﴿۱۴﴾

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ اگر تم اللہ کی مدد کرو گے يَنْصُرْكُمْ وہ تمہاری مدد کرے گا وَ يُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ اور ثابت رکھے گا تمہارے قدموں کو وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا فَتَعْسًا لَّهُمْ پس ہلاکت ہے ان کے لیے وَ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ اور ضائع کر دیا اس نے ان کے اعمال کو ذٰلِكَ یہ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا اس وجہ سے کہ بے شک انھوں نے ناپسند کیا مَاۤ اس چیز کو اَنْزَلَ اللّٰهُ جو اللہ تعالیٰ نے نازل کی فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ پس ضائع کر دیے اللہ تعالیٰ نے ان

کے اعمال اَفَلَمۡ یَسِیۡرُوۡا کیا پس انھوں نے سیر نہیں کی فِی الۡاَرۡضِ زمین میں فَیَنۡظُرُوۡا پس دیکھتے کَیۡفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الَّذِیۡنَ کیسا ہوا انجام ان لوگوں کا مِنۡ قَبۡلِهِمۡ جو ان سے پہلے گزرے ہیں دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَیۡهِمۡ ہلاکت ڈالی اللہ تعالیٰ نے ان پر وَلِلۡکٰفِرِیۡنَ اَمۡثَالُهَا اور کافروں کے لیے ایسی ہی مثالیں ہیں ذٰلِكَ یہ بِاَنَّ اللّٰهَ اس وجہ سے کہ بے شک اللہ تعالیٰ مَوۡلَی الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کارساز ہے ان لوگوں کا جو ایمان لائے وَاَنَّ الۡکٰفِرِیۡنَ اور بے شک جو کافر ہیں لَا مَوۡلٰی لَهُمۡ ان کا کوئی مددگار نہیں ہے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ یُدۡخِلُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا داخل کرے گا ان لوگوں کو جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انھوں نے عمل کیے اچھے جَنّٰتٍ ایسے باغوں میں تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ بہتی ہیں جن کے نیچے نہریں وَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا اور وہ لوگ جو کافر ہیں یَتَمَتَّعُوۡنَ وہ فائدہ اٹھاتے ہیں وَ یَاۡکُلُوۡنَ اور کھاتے ہیں کَمَا تَاۡکُلُ الۡاَنۡعَامُ جیسے جانور کھاتے ہیں وَالنَّارُ مَثۡوًی لَّهُمۡ اور دوزخ کی آگ ان کا ٹھکانا ہے وَکَاَیِّنۡ مِّنۡ قَرۡیَةٍ اور کتنی ہی بستیاں هِیَ اَشَدُّ قُوَّةً وہ زیادہ سخت تھیں قوت میں مِّنۡ قَرۡیَتِكَ آپ کی بستی سے الَّتِیۡۤ اَخۡرَجَتۡكَ جس بستی والوں نے آپ کو نکالا اَهۡلَکۡنٰهُمۡ ہم نے ان کو ہلاک کیا فَلَا نَاصِرَ لَهُمۡ پس ان کے لیے کوئی مددگار نہیں اَفَمَنۡ کَانَ عَلٰی بَیِّنَةٍ کیا پس وہ شخص جو ہے واضح دلیل پر مِّنۡ

رَّبِّهٖ اپنے رب کی طرف سے كَمَنْ اس کی طرح ہے زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ مزین کر دیا گیا اس کے لیے اس کا برا عمل وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ اور انھوں نے پیروی کی خواہشات کی۔

ربط آیات :

پہلی آیات میں کافروں کے ساتھ جہاد کا ذکر تھا کہ جب میدان جنگ میں ان کے ساتھ مقابلہ ہو تو ان کی گردنیں خوب مارو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا۔ لیکن یہ وعدہ مشروط ہے ایک شرط کے ساتھ۔ ارشاد ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ اگر تم مدد کرو گے اللہ تعالیٰ کی يَنْصُرْكُمْ اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کی مدد سے مراد اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد ہے۔ اور دین کی مدد کا مطلب ہے دین پر چلو، دین کو مانو اور قبول کرو۔ دین کو قبول کرنا اور دین پر چلنا یہ دین کی مدد ہے تو اگر تم دین پر چلو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ اور ثابت رکھے گا تمہارے قدموں کو دشمن کے مقابلے میں۔ افراد کی قلت و کثرت کا کوئی سوال نہیں ہے۔ اور نہ ہی اسلحہ کے تھوڑے زیادہ ہونے سے کوئی فرق پڑتا ہے۔ بے شک تم تھوڑے ہو اور اسلحہ بھی تمہارے پاس تھوڑا ہے مگر تم دین پر چلنے والے ہو دین پر کاربند ہو تو اللہ تعالیٰ کا تمہارے ساتھ وعدہ ہے کہ وہ تمہاری مدد کرے گا اور تم کامیاب ہو گے۔ اور جب دین پر چلنے میں کمی آئے گی تو اللہ تعالیٰ کی نصرت نہیں ہوگی۔ اس پر قرآن پاک میں واقعات مذکور ہیں۔

غزوہ احد جو ہجرت کے تیسرے سال شوال کے مہینے میں پیش آیا سات سو مسلمانوں کا مقابلہ تین ہزار کافروں کے ساتھ تھا مسلمانوں کی کمان خود آنحضرت ﷺ کر

رہے تھے۔ قیادت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پچاس آدمیوں کا دستہ جبل رُماۃ پر کھڑا کیا اور فرمایا کہ تم نے اس مورچے سے نہیں ہلنا۔

لڑائی شروع ہوئی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔ جبل رماۃ والے ساتھیوں سے غلطی ہوئی کہ گیارہ ساتھیوں کے سوا باقیوں نے مورچا چھوڑ دیا جس سے جنگ کا نقشہ بدل گیا۔ مسلمانوں کے ستر آدمی شہید ہوئے۔ باقیوں میں کوئی ایسا نہیں تھا جو زخمی نہ ہو کافی نقصان اٹھانا پڑا اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔ سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۶۵ پارہ ۴ میں ہے اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا "کیا جس وقت پہنچی تم کو مصیبت تحقیق پہنچا چکے تھے تم اس سے دگنی قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا تم نے کہا یہ کہاں سے آئی؟ اے پیغمبر علیہ السلام! قُلْ آپ کہہ دیں هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ وہ تمہارے نفسوں کی طرف سے آئی ہے۔" یہ نقصان تمھیں پیغمبر کی بات پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے اٹھانا پڑا وَعَصَيْتُمْ مِّنْ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ [آیت:۱۵۲] "اور تم نے نافرمانی کی بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں وہ چیز دکھائی جسے تم پسند کرتے ہو۔" لیکن تم نے اللہ تعالیٰ کے رسول کے حکم پر عمل نہ کیا جس کے نتیجے میں تمھیں نقصان اٹھانا پڑا۔

اور غزوہ حنین میں مسلمان بارہ ہزار تھے اور کافر چار ہزار تھے۔ کسی مسلمان کی زبان سے نکل گیا کہ آج تو ہم بہت زیادہ ہیں ہمیں شکست نہیں ہوگی۔ تم نے اپنی کثرت پر تعجب کیا اللہ تعالیٰ کی نصرت نے ساتھ نہ دیا تو تمہاری کثرت کام نہ آئی۔ سورہ توبہ آیت نمبر ۲۵ پارہ ۱۰ میں ہے اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا "جب تمھیں تمہاری کثرت نے تعجب میں ڈالا پس نہ کفایت کی اس کثرت نے تم سے کچھ بھی وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ اور زمین تم پر تنگ ہوگئی باوجود کشادہ ہونے کے

ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ   پھر تم پھرے پشت پھیرتے ہوئے۔'' جس مقام پر اللہ تعالیٰ کے ایک حکم میں بھی کمی آئے گی تو خدا کا وعدہ مدد کا پورا نہیں ہوگا۔

ایک سنت کے چھوٹنے کا نقصان :

تاریخ میں یہ واقعہ موجود ہے کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فاتح مصر نے قلعہ فسطاط کا محاصرہ کیا۔ مصر کا بادشاہ مقوقس مصر اور اس کے بڑے بڑے جرنیل اور مشیر وزیر بھی قلعہ میں موجود تھے۔ قلعہ بڑا مضبوط تھا دو مہینے گزر گئے فتح نہ ہوا۔ تھک کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ حضرت! آٹھ ہزار فوج میرے پاس ہے ہم نے قلعہ کا محاصرہ کیا ہوا ہے مگر فتح نہیں ہو رہا کوئی طریقہ بتلائیں، دعا بھی فرمائیں اور ہو سکے تو مزید فوج بھی بھیجیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خط پڑھ کر رونے لگے اور فرمایا   قَدْ تَرَكُوْا سُنَّةً مِّنْ سُنَنِ النَّبِيِّ ''ضرور تم سے کوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت چھوٹ گئی ہے۔'' ورنہ فتح ہونے پر اتنی دیر نہیں لگنی تھی۔ فرمایا دعا بھی کرتا ہوں اور چار ہزار مزید فوج بھی بھیجتا ہوں۔ اب بارہ ہزار فوج ہو جائے گی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بارہ ہزار مومن ہوں تو قلت کی وجہ سے شکست نہیں کھائیں گے کوئی اور وجہ ہو تو ہو۔ وہ چار ہزار فوج چار آدمی تھے۔ حضرت عبادہ بن صامت خزرجی رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ، حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ، حضرت خارجہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ۔ یہ چار آدمی چار ہزار فوج پہنچی۔ تحقیق کی تو معلوم ہوا بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مسواک کی سنت رہ گئی ہے۔ تو ایک سنت چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے رہ جانے کی وجہ سے امداد رک گئی۔

تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اے ایمان والو! اگر تم اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرو گے دین پر چلو گے تو رب تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدموں کو ثابت رکھے گا

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور وہ لوگ جو کافر ہیں فَتَعْسًا لَّهُمْ پس ہلاکت ہے ان کے لیے وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال ضائع کر دیئے۔ وہ چاہے مسجد حرام کی خدمت کریں، حاجیوں کو پانی پلائیں، صدقہ خیرات کریں، یتیموں کی نگہداشت کریں، بیوہ عورتوں کی نگرانی (دیکھ بھال) کریں۔ کتنے ہی اچھے کام کریں لیکن چونکہ ایمان نہیں ہے لہٰذا ان کے اعمال ضائع کر دیئے گئے۔ کیونکہ نیکی کے باقی رہنے کا مدار ایمان پر ہے۔ ایمان ہو تو پھر ذرہ برابر عمل بھی نجات کا ذریعہ ہو سکتا ہے۔

سیٹھی محمد یوسف صاحب مرحوم نے حفظ کے بڑے مدارس قائم کیے۔ وہ کہتے تھے کہ سندھ میں دو تین مقامات پر ہمارے مدارس کا خرچہ ہندو دیتے ہیں۔ میں نے انہیں منع بھی کیا لیکن وہ ہندو کہنے لگے کہ نہیں ہمارے پاس مال ہے تم اپنے مدرس رکھو وہ پڑھائیں، حفاظ تیار کریں، قاری بنائیں پیسے ہم دیں گے۔ کتنی مدت تک وہ مدرسے ہندو چلاتے رہے۔ اب معلوم نہیں کہ کیا صورت حال ہے۔

ایمان کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں :

تو کافر بھی نیکیاں کرتے ہیں مگر وہ آخرت میں کام نہیں آئیں گی کیونکہ ایمان نہیں ہے۔ مجموعی حیثیت سے دیکھا جائے تو رفاہ عام کے کام جتنے کافر کرتے ہیں مسلمانوں کو اتنی توفیق نہیں ہے۔ پچھلے دنوں میں افریقہ کے سفر پر تھا کئی شہروں میں ساتھی مجھے لے گئے۔ صاف ستھرے شہر، سڑکیں صاف اور کسی سڑک پر پانی کا ایک قطرہ تک نظر نہ آیا۔ اور ہمارے شہروں کا یہ حال ہے کہ نہ کوئی سڑک صحیح ہے نہ گلی صحیح ہے۔ اور یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ آپ کسی راستے پر جائیں اور آپ کو راستے پر پانی کھڑا نہ ملے۔ وہ کافر ہیں اور ہم خیر سے مسلمان ہیں۔ ہم صرف اپنے گھروں کو بھرنا جانتے ہیں اور کسی سے کوئی غرض نہیں

ہے۔ تو فرمایا کہ کافروں کے لیے ہلاکت ہے اور ان کے اعمال اللہ تعالیٰ نے اکارت کر دیئے ہیں۔ کیوں؟ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ یہ عمل ان کے اس وجہ سے اکارت ہوئے کہ بے شک انھوں نے کَرِهُوْا ناپسند کیا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اس چیز کو جو رب تعالیٰ نے نازل کی۔ قرآن پاک کی آیات۔ قرآن پاک کے بارے میں کہتے ہیں لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ ''اس قرآن کو نہ سنو اور شور مچاؤ۔'' اور سورۃ الانعام آیت نمبر ۲۶ میں ہے وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْئَوْنَ عَنْهُ ''اور وہ روکتے ہیں منع کرتے ہیں اس سے اور خود بھی دور ہوتے ہیں۔'' یوں سمجھو کہ یہ قرآن مشرکوں کے لیے گولی ہے۔ حالانکہ یہ اتنی عظیم کتاب ہے کہ اس کا پڑھنا ثواب، اس کو ہاتھ لگانا ثواب، اس کو دیکھنا ثواب اور یہ بات بھی یاد رکھیں کہ قرآن کریم کا زبانی پڑھنے کا بھی بڑا اجر ہے لیکن سامنے رکھ کر، دیکھ کر پڑھنے کا ثواب اور زیادہ ہے کیونکہ جو زبانی پڑھے گا وہ نہ تو ہاتھ لگا سکے گا اور نہ ہی حروف دیکھ سکے گا۔ اور جب قرآن سامنے ہوگا تو ہاتھ بھی لگے گا، حروف بھی نظر آئیں گے۔ تو بان سے پڑھنا ثواب، ہاتھ لگانا ثواب، دیکھنا ثواب، مسلمان کی مغفرت کے لیے اللہ تعالیٰ نے بہت کچھ عطا فرمایا ہے۔

تو فرمایا یہ اس لیے کہ بے شک انھوں نے ناپسند کیا اس چیز کو جس کو اللہ تعالیٰ نے اتارا فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ پس اللہ تعالیٰ نے اکارت کر دیئے ان کے اعمال اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ کیا پس انھوں نے سیر نہیں کی زمین میں، چلے پھرے نہیں زمین میں فَيَنْظُرُوْا پس دیکھ لیتے كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ کیسا ہوا انجام، کیا حشر ہوا ان لوگوں کا جو ان سے پہلے گزرے ہیں۔ مکے والے تاجر پیشہ لوگ تھے۔ کبھی یمن جاتے تھے اور کبھی شام جاتے تھے۔ راستے میں کہیں لوط علیہ السلام کی تباہ شدہ

بستیاں تھیں اور کہیں شعیب علیہ السلام کی اور کہیں قوم عاد اور قوم ثمود کی بستیاں تھیں اور قوم تبع کی۔ تو کیا یہ ان کے پاس سے نہیں گزرتے، ان کا حال نہیں دیکھتے دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ہلاکت ڈالی اللہ تعالیٰ نے ان پر وَلِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا اور کافروں کے لیے ایسی ہی مثالیں ہیں کہ کبھی غرق ہوں گے، کبھی زلزلے آئیں گے، کبھی سیلاب آئیں گے، کبھی کسی طرح کا عذاب اور کبھی کسی طرح کا عذاب مسلط ہوگا۔

اور مومنوں کی مدد کیوں کرے گا ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ یہ اس وجہ سے کہ بے شک اللہ تعالیٰ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کارساز ہے، آقا ہے ایمان والوں کا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ اور بے شک کافروں کا کوئی حقیقی آقا نہیں ہے۔ وہ ملک کے لیے لڑیں گے، پیسوں کے لیے لڑیں گے، ناک (اپنے وقار) کے لیے لڑیں گے اور مومن رب تعالیٰ کے واسطے لڑتے ہیں۔ قتل ہو گئے تو شہید بچ گئے تو غازی اور جنت کے وارث ہیں۔ فرمایا اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بے شک اللہ تعالیٰ داخل کرے گا ان لوگوں کو جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کیے اچھے جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ باغات ہیں بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں۔ وہ باغات کبھی اجڑیں گے نہیں، ان کے پتے کبھی خشک نہیں ہوں گے، ان کے میوے کبھی ختم نہیں ہوں گے لَا مَقْطُوْعَةٍ وَّ لَا مَمْنُوْعَةٍ [سورۃ الواقعہ: پارہ ۲۷] ''نہ وہ قطع کیے جائیں گے اور نہ روکے جائیں گے۔'' دانہ توڑیں گے فوراً دوسرا لگ جائے گا، کبھی ختم ہونے میں نہیں آئیں گے۔ ان باغات میں اللہ تعالیٰ مومنوں کو داخل کرے گا وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور وہ لوگ جو کافر ہیں يَتَمَتَّعُوْنَ وہ فائدہ اٹھاتے ہیں دنیا کے ساز و سامان سے۔ انہیں آخرت کی کوئی فکر نہیں ہے وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ اور وہ کھاتے ہیں جیسے جانور کھاتے ہیں، جانوروں کی طرح۔

جانوروں کے ساتھ کھانے میں تشبیہ ایک تو اس بات میں ہے کہ جیسے جانور کھانے میں حلال وحرام کی تمیز نہیں کرتے اسی طرح یہ بھی حلال وحرام کی تمیز نہیں کرتے۔ پھر یہ کہ جانور بے تحاشا کھاتے ہیں یہ بھی بے تحاشا کھاتے ہیں۔ اور جس طرح جانور کھڑے ہو کر کھاتے ہیں یہ بھی جانوروں کی طرح کھڑے ہو کر کھاتے ہیں۔ جیسے جانوروں کے لیے چارا کھرلیوں میں بھرا جاتا ہے ان کے آگے بھی ویسی کھرلیاں بھری ہوئی ہیں۔ کوئی اِدھر کھاتا ہوا جارہا ہے اور کوئی اُدھر جارہا ہے۔

کھڑے ہو کر کھانے پینے کی ممانعت :

مسئلہ یاد رکھنا! نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَنِ الشُّرْبِ قَائِمًا ''آنحضرت ﷺ نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔'' سوائے دو قسم کے پانیوں سے۔ ایک آبِ زم زم کہ اس کو کھڑے ہو کر پینا مستحب ہے قبلہ کی طرف رخ کر کے پھر جہاں بھی تمھیں ملے اور یہ دعا پڑھ کر پیو اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ عِلْمًا نَّافِعًا وَّ رِزْقًا وَّاسِعًا وَّشِفَاءً مِّنْ كُلِّ دَاءٍ جتنے قطرے بھی تمھیں زم زم کے ملیں کھڑے ہو کر قبلہ رخ ہو کر پیو۔ اور دوسرا وہ پانی جس کے ساتھ تم نے وضو کیا ہے۔ وضو کرنے کے بعد جو پانی کوزے اور لوٹے میں بچا ہے اس کو کھڑے ہو کر پینا بھی مستحب ہے۔ ان دو پانیوں کے سوا بغیر مجبوری کے کھڑے ہو کر پینا منع ہے۔ بلکہ یہاں تک الفاظ آتے ہیں کہ اگر کسی نے کھڑے ہو کر پیا ہے تو فوراً قے کر دے فَلْيَسْتَقِئْ کے لفظ مسلم شریف میں ہیں۔

بعض مقامات پر گلاس زنجیر کے ساتھ بندھے ہوتے ہیں اور زنجیر بھی چھوٹی ہوتی ہے بیٹھ کر نہیں پی سکتے تو یہ مجبوری ہے یا نیچے کیچڑ ہے ناپاک جگہ ہے بیٹھتے ہیں تو کپڑے ناپاک ہوتے ہیں۔ تو ایسی صورت میں کھڑے ہو کر پینے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ

مجبوری کے احکام علیحدہ ہیں۔جس طرح کھڑے ہوکر پانی پینے سے آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا ہے اسی طرح کھڑے ہوکر کھانے سے بھی منع فرمایا ہے۔حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کھڑے ہوکر پانی پینا کیسا ہے؟فرمایا نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الشُّرْبِ قَائِمًا ''آنحضرت ﷺ نے کھڑے ہوکر پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔''پھر پوچھنے والے نے پوچھا حضرت!یہ بتلائیں کہ کھڑے ہوکر کھانا کیسا ہے؟تو مسلم شریف کی روایت میں ہے ذٰلِكَ اَشَرُّ ''یہ تو بہت ہی بُرا ہے۔''اور ترمذی شریف کی روایت میں ہے ذٰلِكَ اَشَدُّ ''یہ تو اس سے بھی زیادہ سخت ہے۔''

اور مجمع الزوائد میں جو حدیث ہے اس کے الفاظ یہ ہیں نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ عَنِ الْاَكْلِ وَالشُّرْبِ قَائِمًا ''آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ مسلمان کھڑے ہوکر کھائیں یا پئیں۔''اور آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ میری امت پہلے لوگوں کی نقالی کرے گی ایک ایک چیز اور ایک ایک رسم میں۔کھڑے ہوکر کھانا غیر مسلموں کا طریقہ ہے۔

ہمارے ہاں بھی بعض لوگ شادیوں میں کھڑے ہو کر کھاتے ہیں۔تین چار تقاریب میں جانے کا اتفاق ہوا ہے جہاں کھڑے ہوکر کھانے کا انتظام تھا۔ایک مقام پر تو انھوں نے مجھے کھلی جگہ پر چادر بچھا کر دے دی اور ایک جگہ پر مجبوراً میرے لیے کرسی لائے۔سامنے میز رکھا کھڑے ہوکر نہیں کھایا۔اور ایک جگہ سے میں واپس آ گیا پیچھے بھاگتے رہے،معافیاں مانگتے رہے۔میں نے کہا بھائی!میں نے کھانا نہیں کھانا۔تو کھڑے ہوکر کھانا کافروں کی رسم ہے اس سے بچو اور آنحضرت ﷺ کے فرمان پر عمل کرو۔

اور جانوروں کی طرح کھانے میں ایک تشبیہ اس بات میں بھی ہے کہ جیسے جانور کھا کر غافل ہو جاتا ہے یہ بھی کھا کر غافل ہو جاتے ہیں کھلانے والے کی طرف توجہ ہی نہیں ہے۔ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ اور دوزخ کی آگ ان کا ٹھکانا ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے مکے والوں کو تنبیہ فرمائی ہے وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اور کتنی ہی بستیاں تھیں هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ وہ زیادہ سخت تھیں قوت کے لحاظ سے آپ کی بستی سے الَّتِيْٓ اَخْرَجَتْكَ جس بستی کے رہنے والوں نے آپ کو نکالا ہے۔ بہت سی بستیاں تھیں جن کے رہنے والے زیادہ طاقت ور تھے اس بستی کے رہنے والوں سے جنھوں نے آپ کو نکالا ہے یعنی مکہ مکرمہ والوں سے۔ اصل بات یہ ہے کہ مکہ مکرمہ کے رہنے والوں نے اتفاق کر لیا آپ ﷺ کے قتل کرنے کا۔ آدمی مقرر ہو گئے، رات مقرر ہو گئی، وقت طے ہو گیا، آپ ﷺ کے گھر کا محاصرہ کر لیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ہجرت کا حکم دیا اور عین نکلنے کے وقت ان پر نیند مسلط کر دی۔ آپ ﷺ دروازہ کھول کر تشریف لے گئے بلکہ سیرت ابن ہشام وغیرہ میں ہے کہ آپ ﷺ ان کے سروں پر مٹی ڈالتے ہوئے نکلے۔ بھائی! جسے رب رکھے اسے کون چکھے۔ اصل مقصد تو ان کا آپ ﷺ کو شہید کرنا تھا۔ تو آپ ﷺ کو شہید کرنے کا پروگرام آپ ﷺ کے نکلنے کا سبب بنا۔

تو فرمایا جس بستی والوں نے آپ کو نکالا ہے اس سے زیادہ طاقت ور تھیں وہ بستیاں اَهْلَكْنٰهُمْ ہم نے ان کو ہلاک کر دیا فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ پس ان کے لیے کوئی مددگار نہیں کسی نے ان کی مدد نہ کی۔ مکے والوں کی بھی ہلاکت ایسے ہی ہوئی کہ جو آپ کے قتل کا مشورہ کرنے والے تھے سب کے سب بدر میں مارے گئے۔ فرمایا اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ کیا پس وہ شخص جو واضح دلیل پر ہے اپنے رب کی طرف

ہے۔ مومن اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل پر ہے۔ قرآن پاک سے بڑی کوئی دلیل نہیں ہے اور اسلام سے زیادہ سچا مذہب کوئی نہیں ہے۔ یہ جو واضح دلیل پر ہے کَمَنْ اس شخص کی طرح ہو جائے گا زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ جس کے لیے مزین کر دیا گیا اس کا بُرا عمل۔ شیطان نے اس کے لیے بُرا عمل مزین کیا ہے اور وہ بُرے کاموں میں لگا ہوا ہے، بُرے عقائد میں ہے۔ کیا جو واضح دلیل پر ہے اپنے رب کی طرف سے وہ اور یہ برابر ہوں گے جن کے لیے شیطان نے بُرے عمل مزین کیے ہیں وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ اور انھوں نے پیروی کی خواہشات کی۔ یہ اپنی خواہشات پر چلتے ہیں اور وہ اپنے رب کے مطیع ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کے فرماں بردار ہیں جب کہ یہ اپنے نفس کے پیروکار ہیں۔ کیا یہ آپس میں برابر ہو جائیں گے؟ حاشا وکلاّ نیکی، بدی، ایمان، کفر، توحید اور شرک، سنت و بدعت، حق اور باطل، سچ اور جھوٹ کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔ تو پھر نتیجہ کیسے برابر ہو سکتا ہے۔

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ فِیْهَاۤ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَیْرِ اٰسِنٍ ۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ ۚ۬ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّی ؕ وَ لَهُمْ فِیْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَ مَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِی النَّارِ وَ سُقُوْا مَآءً حَمِیْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ﴿۱۵﴾ وَ مِنْهُمْ مَّنْ یَّسْتَمِعُ اِلَیْكَ ۚ حَتّٰۤی اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَا ذَا قَالَ اٰنِفًا ۫ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَ اتَّبَعُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ ﴿۱۶﴾ وَ الَّذِیْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًی وَّ اٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ﴿۱۷﴾ فَهَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِیَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰی لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ﴿۱۸﴾ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَ مَثْوٰىكُمْ ﴿۱۹﴾ ع

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ مثال اس جنت کی وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ جس کا وعدہ کیا گیا ہے پرہیزگاروں کے ساتھ فِیْهَاۤ اَنْهٰرٌ اس میں نہریں ہیں مِّنْ مَّآءٍ ایسے پانی کی غَیْرِ اٰسِنٍ جو بدبودار نہیں ہوگا وَ اَنْهٰرٌ اور نہریں ہیں مِّنْ لَّبَنٍ ایسے دودھ کی لَّمْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُهٗ جس کا مزہ تبدیل نہیں ہوگا وَ اَنْهٰرٌ اور نہریں ہیں مِّنْ خَمْرٍ ایسی شراب کی لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ جو لذت دینے والی ہے پینے والوں کو وَ اَنْهٰرٌ اور نہریں ہیں مِّنْ عَسَلٍ

ایسے شہد کی مُّصَفًّى جو صاف کیا ہوا ہے وَلَهُمْ فِيهَا اور ان کے لیے ان بہشتوں میں مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ہر قسم کے پھل ہیں وَمَغْفِرَةٌ اور بخشش ہے مِّنْ رَّبِّهِمْ ان کے رب کی طرف سے كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ کیا یہ برابر ہوں گے اس کے جو ہمیشہ رہنے والا ہوگا آگ میں وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا اور پلایا جائے گا ان کو پانی کھولتا ہوا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ پس وہ کاٹ دے گا ان کی آنتوں کو وَمِنْهُمْ مَّنْ اور بعضے ان میں سے وہ ہیں يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ جو کان لگا کے رکھتے ہیں آپ کی طرف حَتّٰٓى اِذَا خَرَجُوْا یہاں تک کہ جب وہ نکلتے ہیں مِنْ عِنْدِكَ آپ کے پاس سے قَالُوْا کہتے ہیں لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ان لوگوں کو جن کو علم دیا گیا ہے مَاذَا قَالَ اٰنِفًا اس شخص نے ابھی کیا کہا ہے اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ یہی وہ لوگ ہیں طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مہر لگا دی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ اور انھوں نے پیروی کی اپنی خواہشات کی وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا اور وہ لوگ جنھوں نے ہدایت پائی زَادَهُمْ هُدًى زیادہ کر دیتا ہے ان کے لیے ہدایت وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ اور دیا ان کو تقویٰ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ پس نہیں انتظار کرتے یہ لوگ مگر قیامت کا اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً کہ آئے گی ان پر اچانک فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا پس تحقیق آ چکی ہیں اس کی نشانیاں فَاَنّٰى لَهُمْ پس کہاں ہوگا ان کے لیے اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ جب آئے گی ان کے پاس

ان کی نصیحت فَاعْلَمْ پس آپ جان لیں اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ بے شک نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ تعالیٰ کے وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ اور بخشش طلب کر اپنی لغزشوں کے لیے وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ اور ایمان والے مردوں کے لیے وَالْمُؤْمِنٰتِ اور ایمان والی عورتوں کے لیے وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے مُتَقَلَّبَكُمْ تمہارے پلٹنے کو وَمَثْوٰىكُمْ اور تمہارے ٹھکانے کو۔

ربطِ آیات :

کل کے سبق کی آخری آیت کریمہ میں تھا کہ جو شخص کھلی دلیل پر ہو اپنے رب کی طرف سے کیا یہ اس شخص کی طرح ہوگا جس کے لیے بُرے عمل کو مزین کر دیا گیا اور وہ اپنی خواہشات پر چلتے ہیں۔ تو پھر ان کی آخرت بھی برابر نہیں ہو سکتی۔ قرآن کا اتباع کرنے والے جنت میں جائیں گے اور خواہشات کی پیروی کر کے بُرے عمل کرنے والے دوزخ میں جائیں گے۔ تو متقیوں کو جو جنت ملنی ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی صفت بیان فرمائی ہے۔

فرمایا مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ اس جنت کی مثال جس کا وعدہ کیا گیا ہے پرہیزگاروں سے۔ متقی وہ ہیں جو کفر، شرک اور معاصی سے بچتے ہیں۔ ان کے لیے جنت ایسی ہوگی کہ فِیْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَیْرِ اٰسِنٍ اس میں نہریں ہوں گی ایسے پانی کی جو بدبودار نہیں ہوگا کبھی خراب نہیں ہوگا۔ اٰسِن ایسے پانی کو کہتے ہیں جو تالاب میں دیر تک رکا رہے اور اس میں تعفن پیدا ہو جائے۔ جنت کا پانی ہر قسم کی بدبو اور تعفن سے پاک

ہوگا۔

جنت کی دوسری نعمت اور صفت: وَاَنْھٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ اور نہریں ہیں دودھ کی لَّمْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُہٗ جس کا مزہ، ذائقہ کبھی تبدیل نہیں ہوگا۔ دنیا کا دودھ کچھ عرصہ پڑا رہے تو خراب ہوکر بدمزہ ہوجاتا ہے مگر جنت کا دودھ کبھی خراب نہیں ہوگا اور نہ ہی اس کا ذائقہ تبدیل ہوگا۔ اس کے علاوہ فرمایا وَاَنْھٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّۃٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ اور وہاں شراب کی نہریں ہوں گی جو پینے والوں کے لیے لذیذ ہوگی۔ دنیا کی شراب تو بد ذائقہ اور پینے والوں کو مدہوش کردیتی ہے مگر جنت کی شراب ہر نقص سے پاک اور ذائقہ دار ہوگی جس کا دنیا میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ نہ اس کے پینے سے نشہ آئے گا اور نہ ہی کوئی اور خرابی پیدا ہوگی۔

اور نعمت: فرمایا وَاَنْھٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّی اور ایسے شہد کی نہریں ہوں گی جو صاف کیا ہوا ہوگا۔ اس میں موم وغیرہ کوئی شے نہیں ہوگی۔ پھر یہ ساری نہریں آبادی سے دور جنگلات میں نہیں ہوں گی بلکہ ہر جنتی کے دروازے کے سامنے سے گزر رہی ہوں گی۔ یہ پینے والی چیزوں کا ذکر تھا، کھانے کے لیے بھی ہر چیز وہاں موجود ہوگی۔ فرمایا وَلَھُمْ فِیْھَا مِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ اور ان کے لیے جنت میں ہر قسم کے پھل ہوں گے۔ جب جنتی کسی پھل کے کھانے کا ارادہ کرے گا اس درخت کی ٹہنی خود بخود جھک کر جنتی کے سامنے آجائے گی پھر جب وہ پھل توڑ کے کھائے گا فوراً اس جگہ دوسرا پھل لگ جائے گا یہ تو جنتی کے کھانے پینے کی چیزوں کا ذکر تھا۔ اس سے بڑی نعمت یہ ہوگی وَمَغْفِرَۃٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ اور بخشش ہوگی اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ دنیا میں اچھے لوگوں سے بھی بعض اوقات کوتاہیاں ہوجاتی ہیں اللہ تعالیٰ سب کو معاف کردے گا۔ تو کیا جو شخص ان نعمتوں میں ہوگا

اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ جو ہمیشہ دوزخ کی آگ میں رہنے والا ہوگا۔ کافر مشرک کے لیے دائمی دوزخ ہے پھر جب دوزخ میں ان کو پیاس ستائے گی اور پانی مانگیں گے۔ فرمایا وَسُقُوا مَآءً حَمِيمًا اور پلایا جائے گا ان کو پانی کھولتا ہوا۔ جونہی وہ پانی دوزخی کے حلق سے نیچے اترے گا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ پس کاٹ دے گا ان کی آنتوں کو۔ آنتیں کٹ کر نیچے گر پڑیں گی پھر اصل حالت پر آ جائیں گی، پھر پئیں گے پھر آنتیں کٹ جائیں گی اور یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے اور کفر، شرک اور بُرے اعمال سے بچائے۔ اللہ تعالیٰ نے جنتیوں اور دوزخیوں کا حال بیان کر دیا ہے تاکہ لوگ اس میں غور و فکر کر کے اپنے لیے صحیح مقام تلاش کریں۔

منافقین کا تذکرہ :

اس سے پہلے مومنوں اور کھلے کافروں کا ذکر تھا اب منافقوں کا ذکر ہے۔ یہ بھی کافر ہیں بلکہ یہ کھلے کافروں سے زیادہ سخت ہیں۔ کیونکہ ظاہری طور پر یہ کلمہ پڑھتے ہیں اور دل سے کافر ہوتے ہیں ان سے نقصان کا زیادہ خطرہ ہوتا ہے۔ فرمایا وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ اور ان مخالفین میں سے بعضے وہ ہیں جو کان لگا کے رکھتے ہیں آپ کی طرف تاکہ وہ یہ تاثر دیں کہ وہ آپ کی بات کو کان لگا کر سن رہے ہیں حَتّٰٓى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ یہاں تک کہ جب وہ اُٹھ کر آپ کے پاس سے باہر جاتے ہیں قَالُوْا کہتے ہیں لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ان لوگوں کو جن کو علم دیا گیا۔ صاحب علم لوگوں سے پوچھتے ہیں مَاذَا قَالَ اٰنِفًا اس شخص نے ابھی کیا کہا ہے۔ محمد ﷺ نے ابھی کیا کہا ہے؟ اس کا ایک مطلب یہ ہے جیسا کہ تفسیر کبیر اور قرطبی وغیرہ میں ہے کہ ہمیں تو کوئی

دلچسپی نہیں تھی ان کی باتوں سے تم ہی بتاؤ اس نے کیا کہا ہے۔ تو اپنی بے رغبتی اور بے شوقی کا اظہار کرتے تھے۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ وہ یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ یہ لوگ اس کی باتوں کو سمجھے ہیں یا نہیں اور سمجھنے کے بعد آپ ﷺ کی باتوں سے کیا اثر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو ان کے اندرونی دشمنوں سے آگاہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ ان کی مذمت بیان فرمائی ہے بلکہ منافقوں کے نام سے ایک مستقل سورۃ نازل فرمائی ہے اور ان کے بُرے انجام کو ذکر کیا ہے۔

فرمایا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ہے کہ ان کے دلوں میں کوئی اچھی بات داخل ہی نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے نیکی کی توفیق سلب کر لی ہے۔ کیونکہ وہ راہ راست پر آنے کے لیے تیار ہی نہیں ہیں اور انھوں نے کفر کو پسند کر لیا ہے اور اسلام کے خلاف سازشوں میں مصروف رہتے ہیں وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ اور پیروی کی انھوں نے اپنی خواہشات کی۔ وہ اپنی خواہشات پر ہی چلتے ہیں اصل دین کے بجائے کفر، شرک، بدعات، رسومات اور رواج ہی کا اتباع کرتے ہیں اس کے برخلاف وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى اور وہ لوگ جنھوں نے ہدایت کو قبول کیا اللہ تعالیٰ ان کی ہدایت میں اضافہ کر دیتا ہے اور گمراہ ہونے سے ان کو بچاتا ہے وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ اور اللہ تعالیٰ ان کو تقویٰ عطا فرماتا ہے۔ وہ کفر، شرک اور بڑے گناہوں سے بچتے ہیں اور معمولی گناہوں کے بھی قریب نہیں جاتے۔ وہ دنیا کی آلائشوں سے بچ کر نکل جاتے ہیں۔ ان کو کفر، شرک، بدعات اور گناہوں سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے وہ رسم و رواج کے قریب نہیں جاتے۔ یہ ہدایت یافتہ لوگ ہیں۔

اور جو لوگ گمراہ ہیں قرآنی پروگرام کا انکار کرتے ہیں ان کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَهَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَن تَأْتِيَهُم بَغْتَةً پس یہ لوگ نہیں انتظار کرتے مگر قیامت کا کہ آجائے ان کے پاس اچانک۔ مطلب یہ ہے کہ حق واضح ہو جانے کے بعد دلائل کے ساتھ اس کو قبول نہ کرنا گویا قیامت کا انتظار کرنا ہے تاکہ حق اور باطل کے درمیان عملی فیصلہ ہو جائے۔ تو فرمایا کہ صرف قیامت کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس اچانک آجائے اور قیامت اچانک ہی آئے گی۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک آدمی لقمہ سالن کے ساتھ لگا کر اٹھائے گا منہ میں ڈالنے کے لیے، منہ میں ڈال نہیں سکے گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔ ایک آدمی جانور بیچے گا لینے والا پیسے دینے کے لیے ہاتھ بڑھائے گا اور بیچنے والا پیسے لینے کے لیے ہاتھ بڑھائے گا وہ دے نہیں سکے گا اور یہ لے نہیں سکے گا کہ قیامت برپا ہو جائے گی۔

علاماتِ قیامت :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کیا ان لوگوں کو قیامت میں شک ہے فَقَدْ جَاءَ أَشْرَاطُهَا پس تحقیق آچکی ہیں اس کی نشانیاں۔ قیامت کی سب سے بڑی نشانی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا آنا ہے۔ آپ کے تشریف لانے کے بعد تخلیق کائنات کا مقصد پورا ہو چکا اب قیامت ہی باقی ہے۔ قرآن کریم کا نازل ہونا بھی قیامت کی نشانی ہے اور معجزہ شق القمر بھی قیامت کی نشانی ہے جس کو مکے والوں نے آنکھوں سے دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ [پارہ: ۲۷] ’’قیامت قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی شہادت والی انگلی اور درمیان والی انگلی اکٹھی کر کے فرمایا کَهَاتَيْنِ ’’مجھے اور قیامت کو اس طرح بھیجا گیا ہے جس طرح یہ دو انگلیاں

اکٹھی ہیں۔" البتہ درمیان والی انگلی شہادت والی انگلی سے ذرا آگے نکلی ہوئی ہے اس طرح میں قیامت سے ذرا آگے آ گیا ہوں میرے پیچھے اب قیامت ہی آنے والی ہے۔ تو قیامت کی بعض نشانیاں تو آ چکی ہیں اور بعض بڑی بڑی نشانیاں ظاہر ہونا باقی ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا اِذَا وُسِّدَ الْاَمْرُ اِلٰی غَیْرِ اَھْلِهٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ" جب معاملات نااہل لوگوں کے سپرد کر دیئے جائیں تو پھر قیامت کا انتظار کرو۔" قیامت کی بڑی نشانیوں میں سے ہے دجال کا ظاہر ہونا، یاجوج ماجوج کا نکلنا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمانوں سے نازل ہونا اور سورج کا مغرب کی طرف سے طلوع ہونا۔ پھر جب یہ نشانیاں ظاہر ہوں گی تو پھر ایمان لانا مفید نہیں ہوگا توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔

تو فرمایا تحقیق اس کی نشانیاں آ چکی ہیں فَاَنّٰی لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِکْرٰىهُمْ پس کہاں ہوگا ان کے لیے جب قیامت آ جائے گی ان کے پاس نصیحت کا پکڑنا۔ جب قیامت برپا ہوگئی تو ان کو نصیحت پکڑنے کا موقع کہاں ملے گا؟ اس وقت تو توبہ کا دروازہ بند ہو چکا ہوگا۔

اگلی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے قرآنی پروگرام کا ذکر فرمایا ہے کہ قرآن کریم کے نازل کرنے اور پیغمبر کی بعثت کا مقصد اللہ تعالیٰ کی توحید ہے کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے نہ اس کی ذات میں کوئی شریک ہے، نہ صفات میں کوئی شریک ہے، نہ اس کے افعال میں کوئی شریک ہے۔ فرمایا فَاعْلَمْ پس جان لو اور اس حقیقت کو ذہن میں بٹھا لو اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ بے شک اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، کوئی مشکل کشا، حاجت روا، فریادرس نہیں ہے، کوئی دست گیر اور بگڑی بنانے والا نہیں ہے۔ خالق، مالک، علیم کل، قادر مطلق، مشکل کشا، حاجت روا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ آگے فرمایا وَاسْتَغْفِرْ

لِذَنۡۢبِكَ اور بخشش طلب کریں اپنی لغزشوں کی وَلِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے بھی بخشش کا سوال کریں۔

انبیائے کرام علیہم السلام تمام صغیرہ، کبیرہ گناہوں سے پاک ہوتے ہیں یہاں ذنب سے مراد لغزش ہے۔ چونکہ انبیائے کرام علیہم السلام کا مرتبہ اور مقام بہت بلند ہوتا ہے اس لیے ان کی معمولی لغزش پر بھی اللہ تعالیٰ تنبیہ فرماتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ میں دن میں سو سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں اور ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم امت کے لیے بھی استغفار کرتے تھے۔ فرمایا وَاللّٰهُ یَعۡلَمُ مُتَقَلَّبَكُمۡ وَمَثۡوٰىكُمۡ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے تمہارے پلٹنے کی جگہ کو اور تمہارے ٹھکانے کو۔ مُتَقَلَّبَكُمۡ اور مَثۡوٰىكُمۡ سے کیا مراد ہے؟ تو اس کا ایک مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ متقلّب سے باپ کی پیٹھ مراد ہے اور مثوی سے ماں کا رحم مراد ہے اور یہ معنیٰ بھی کرتے ہیں کہ متقلّب سے مراد ماں کا رحم ہے اور مثوی سے مراد زمین ہے۔ اور ایک تفسیر یہ بھی کی گئی ہے کہ متقلّب سے مراد زمین ہے جس پر تم پھرتے ہو اور مثوی سے مراد قبر ہے جس میں تم جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ آخرت کی تیاری کی توفیق عطا فرمائے اور کفر، شرک، بدعات اور رسومات سے حفاظت فرمائے اور بچائے۔ (امین)

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ

اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ۚ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ ۙ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۭ فَاَوْلٰى لَهُمْ ۝۲۰ طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ۣ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ ۣ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۝۲۱ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ۝۲۲ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ ۝۲۳ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰي قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ۝۲۴ اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓي اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۙ الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ ۭ وَاَمْلٰى لَهُمْ ۝۲۵

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اور کہتے ہیں وہ لوگ اٰمَنُوْا جو ایمان لائے ہیں لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ کیوں نہیں اتاری گئی کوئی سورت فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ پس جس وقت اتاری جاتی ہے کوئی سورت اٹل وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ اور ذکر کیا جاتا ہے اس میں لڑنے کا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ دیکھتے ہیں آپ ان لوگوں کو فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ جن کے دلوں میں بیماری ہے يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وہ دیکھتے ہیں آپ کی طرف نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ جیسے دیکھتا ہے وہ شخص جس پر غشی طاری ہو مِنَ الْمَوْتِ موت کی فَاَوْلٰى لَهُمْ پس ہلاکت ہے ان کے لیے طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ان کی اطاعت ہے اور قول معلوم ہے

یعنی دستور کے مطابق ہے فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ پس جب پختہ ہو جائے معاملہ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ پس اگر وہ سچ کر دکھائیں اللہ تعالیٰ کے سامنے لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ البتہ ان کے لیے بہتر ہوتا فَهَلْ عَسَيْتُمْ پس تحقیق توقع ہے تم سے اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اگر تم حاکم بن گئے اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ کہ تم فساد مچاؤ گے زمین میں وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ اور قطع رحمی کرو گے اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ یہی وہ لوگ ہیں لَعَنَهُمُ اللّٰهُ لعنت کی ہے اللہ تعالیٰ نے ان پر فَاَصَمَّهُمْ پس ان کو بہرہ کر دیا وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ اور اندھا کر دیا ان کی آنکھوں کو اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ کیا وہ غور نہیں کرتے قرآن پاک میں اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا یا ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ ارْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ جو پھر گئے اپنی پشتوں پر مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى بعد اس کے کہ واضح ہو گئی ہدایت ان کے سامنے الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ شیطان نے ان کو فریب کر دیا وَاَمْلٰى لَهُمْ اور مہلت دی ہے ان کو۔

حکم جہاد :

یہ سورۃ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اور اس کے نازل ہونے کے وقت تک جہاد کا حکم نہیں تھا۔ جہاد کا حکم بعد میں ملا۔ آنحضرت ﷺ اظہار نبوت کے بعد تیرہ سال مکہ مکرمہ میں رہے۔ ان تیرہ سالوں میں کافروں نے ظلم کی انتہاء کی۔ کئی صحابی شہید کر دیئے گئے جیسے حارث بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ، حضرت یاسر رضی اللہ عنہ، حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا اور دوسروں پر

بڑے ظلم کیے۔ اس پر مومن بھی لڑنے کی اجازت مانگتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کا حکم تھا کُفُّوْٓا اَیْدِیَکُمْ وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ ''اپنے ہاتھ روکے رکھو اور نماز قائم کرو۔'' مکہ مکرمہ میں جہاد کا حکم ہوتا تو عالم الاسباب میں مسلمانوں کی تعداد تھوڑی تھی کافران کو ختم کر دیتے۔ اللہ تعالیٰ اپنی حکمتوں کو جانتا ہے۔ حکمت کے تحت مکہ مکرمہ میں جہاد کا حکم نہیں دیا۔ مسلمان ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچ گئے مگر کافروں نے پیچھا پھر بھی نہ چھوڑا۔ مدینہ طیبہ سے چند میل کے فاصلے پر ایک چراگاہ تھی۔ اس میں بیت المال کے اونٹ جو لوگ زکوٰۃ میں دیتے تھے، چر رہے تھے۔ کرز بن جابر فہری کافر کا بڑا خاندان تھا، وہ آیا اور نگران چرواہے کو قتل کر کے بیت المال کے اونٹ لے کر چلا گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اے پروردگار! ہمیں بھی جہاد کی اجازت مل جائے کہ کافروں نے یہاں بھی ہمارا تعاقب نہیں چھوڑا۔ اللہ تعالیٰ نے جہاد کے متعلق آیتیں نازل فرمائیں اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ ۨ [الحج:۳۹] ''اجازت دی گئی ہے ان لوگوں کو جن کے ساتھ کافر لڑتے ہیں اس وجہ سے کہ وہ مظلوم ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرنے پر البتہ قدرت رکھتا ہے۔'' اس کا ذکر ہے۔

فرمایا وَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اور کہتے ہیں وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ کیوں نہیں اتاری گئی کوئی سورت جس میں جہاد کا حکم ہو فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ پس جس وقت اتاری گئی سورت محکم اور اٹل وَّذُكِرَ فِیْهَا الْقِتَالُ اور ذکر کیا گیا اس میں لڑنے کا، جہاد کا۔ یہ سورۃ حج والی آیت کریمہ اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا یہ ابتدائی آیت کریمہ ہے جس میں جہاد کی اجازت دی گئی ہے جس سے تمہیں جہاد کا حق مل گیا۔ جس وقت جہاد کا حکم سنا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ

دیکھا آپ نے ان لوگوں کو جن کے دلوں میں بیماری ہے منافقت کی یَنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ وہ دیکھتے ہیں آپ کی طرف نَظَرَ الْمَغْشِیِّ عَلَیْهِ مِنَ الْمَوْتِ جیسے دیکھتا ہے وہ شخص جس پر غشی طاری ہو موت کی کہ آنکھ کھلی رہتی ہے۔ ایسے ہی منافقت کے مرض والے دیکھتے ہیں کہ اب کیا کریں گے جہاد کا حکم آ گیا ہے اور ہم نے تو کرنا نہیں ہے۔ مکہ مکرمہ میں تو منافق تھے نہیں۔ یا تو خالص کافر تھے یا خالص مومن تھے، درمیان والا طبقہ نہیں تھا۔ جب آپ مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو منافقین کا طبقہ پیدا ہوا۔ یہ اصل میں یہودی تھے ظاہری طور پر کلمہ پڑھ کر مسلمانوں کے ساتھ مل گئے۔ نمازیں آپ کے ساتھ پڑھتے تھے، روزے بھی رکھتے تھے، اندر سے شرارتوں سے باز نہیں آتے تھے۔ بعض ایسے مکار تھے کہ آخر تک انھوں نے اپنے نفاق کا پتا نہیں چلنے دیا۔

منافقین کے احوال :

قرآن پاک کی نزول کے اعتبار سے آخری سورۃ میں ہے وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ [توبہ:۱۰۱] ”مدینہ طیبہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو منافقت پر ڑٹے ہوئے ہیں اے نبی کریم ﷺ! آپ ان کو نہیں جانتے ہم ان کو جانتے ہیں۔“ بلکہ بعض اوقات ان کی ظاہری باتوں میں آ کر آپ ﷺ نے ان کی امداد بھی کی ان کے ساتھ تعاون بھی کیا۔ چنانچہ ایک غزوہ میں چند منافق بھی شریک تھے۔ انھوں نے آنحضرت ﷺ کے خلاف باتیں کیں، اسلام کے خلاف باتیں کیں۔ سورۃ المنافقوں میں ہے کہ انھوں نے یہ بھی کہا لَیُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ”ضرور نکالے گا عزت والا اس میں سے ذلت والوں کو۔“ آنحضرت ﷺ کو اذل (زیادہ ذلیل) سے تعبیر کیا (معاذ اللہ تعالیٰ) کہنے لگے غلطی ہماری ہے کہ ہم نے ان کو مکان

دیئے، چندے دیئے، جس وقت آئے تھے اس وقت ان کو جگہ ہی نہیں دینی چاہیے تھی۔ اس قسم کی بڑی واہی تباہی کی باتیں کیں۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نوجوان صحابی تھے۔ انھوں نے ان کی یہ باتیں سنیں۔ پہلے تو خیال ہوا کہ میں خود ان پر ٹوٹ پڑوں ان کو مار دوں یا مارا جاؤں۔ پھر فیصلہ کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود موجود ہیں مجھے خود کوئی کارروائی نہیں کرنی چاہیے۔ ساری رات بے چارے پریشان رہے صبح ہوئی تو ان کی باتیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو بلایا ان سے پوچھا کہ تم نے یہ باتیں کی ہیں؟ منافقوں نے قسمیں اٹھائیں اور کہا توبہ توبہ ہماری زبانیں نہ جل جائیں اگر یہ باتیں کی ہوں ہمارے تو فرشتوں کو بھی ان باتوں کا علم نہیں ہے۔ ایسی پختہ قسمیں اٹھائیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو ٹوکا اور فرمایا خواہ مخواہ تم نے جھوٹ بولا ہے۔

بخاری شریف میں الفاظ ہیں وَصَدَّقَهُمْ وَ كَذَّبَنِىْ ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی تصدیق کی اور مجھے جھٹلایا۔'' کہ ان شریف آدمیوں کے خلاف ایسی باتیں کرتے ہو کہ جن کا کوئی وجود ہی نہیں۔ جب مجلس سے اٹھے تو فرماتے ہیں کہ میرے چچے نے مجھے خوب دبایا اور کہا کہ اب تجھے سچا کون کہے گا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی پاک زبان سے تجھے جھوٹا کہہ دیا ہے نادان ایسی حرکت کیوں کی ہے؟ فرماتے ہیں کہ میں پریشان خیمے میں جا کر بیٹھ گیا۔ جی چاہتا تھا کہ زمین پھٹ جائے اور میں اس میں دھنس جاؤں۔ تھوڑی دیر گزری تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قاصد آیا اور کہا يَا زَيْدَبن ارقم اَجِبْ رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''تجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلا رہے ہیں۔'' فرماتے ہیں کہ میں کانپ گیا کہ مجھے جھوٹا فرمایا ہے اب مجھے درے لگیں گے، کوڑے مارنے ہوں گے۔ مخلص صحابی تھے حاضر ہوئے

آپ ﷺ نے سورہ منافقون پڑھ کر سنائی اور فرمایا کہ زید بن ارقم تم سچے ہو اور منافق جھوٹے ہیں اِنَّ اللّٰهَ قَدْ صَدَّقَ يَا زَيْد ''بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کی تصدیق کر دی ہے اے زید! وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ''اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ منافق جھوٹے ہیں۔'' مطلب یہ کہ آپ کبھی ان کے ظاہر کو دیکھتے ہوئے ان کی امداد بھی کر دیتے تھے کہ وہ منافقت ظاہر ہی نہیں ہونے دیتے تھے۔ تو فرمایا دیکھتے ہیں آپ کی طرف جیسے دیکھتا ہے وہ شخص جس پر غشی طاری ہو موت کی فَاَوْلٰى لَهُمْ پس ہلاکت ہے ان کے لیے، ان کے لیے بربادی ہے۔ اَوْلٰی کے معنٰی ہے ہلاکت طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ان کی اطاعت اور ان کی بات ہمیں معلوم ہے۔ زبانی طور پر بڑھ چڑھ کر کہتے ہیں حضرت! آپ حکم فرمائیں ہم عمل کے لیے تیار ہیں اپنا اعتماد دلانے کے لیے باتیں کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہمیں ان کی اطاعت بھی معلوم ہے اور ان کی باتیں بھی معلوم ہیں ہم سے کون سی چیز چھپی ہوئی ہے۔ ہم جانتے ہیں وہ کیا کچھ کرتے ہیں فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ پس جس وقت پختہ ہو جائے معاملہ جہاد کا۔ جہاد کی بالکل تیاری ہو فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ پس اگر سچ کر دکھائیں اللہ تعالیٰ کے سامنے وہ وعدہ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا ہے لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ البتہ ان کے لیے بہتر ہوتا۔ پہلے بڑی بڑی ڈینگیں مارتے ہیں کہ جہاد ہوا تو ہم جانیں پیش کریں گے، مال پیش کریں گے، عین موقع پر بہانے بنا کر بھاگ جاتے ہیں۔

سورہ توبہ میں مذکور ہے غزوہ تبوک کا بڑا سفر تھا بڑی گرمی کا موسم تھا، فصلیں پکی ہوئی تھیں، رومیوں کے ساتھ مقابلہ تھا۔ بعض منافقوں نے تو حیلے بہانے بنا کر آپ ﷺ سے اجازت لے لی۔ کسی نے کہا حضرت! میری ماں بہت بیمار ہے، قریب المرگ ہے اگر

میں چلا گیا تو اس کو کون دفنائے گا؟ کسی نے کہا حضرت! میرا خادم بھاگ گیا ہے جبکہ اس کو خود بھگا دیا۔ وہ ہوتا تو جانوروں کو کھولتا، باندھتا، پانی پلاتا، یہ بے زبان جانور بھوکے پیاسے مر جائیں گے۔ کسی نے کہا حضرت! میرے گھر میں اور کوئی آدمی نہیں ہے کھیتی پکی ہوئی ہے کھجوریں، گندم، جو وغیرہ پکے ہوئے ہیں، سب ضائع ہو جائیں گے۔ حالانکہ متبادل انتظام ہو سکتا تھا مگر بہانے تھے۔ آپ ﷺ کے پاس آ کر اجازت لیتے رہے اور آپ ﷺ اجازت دیتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ''اللہ تعالیٰ آپ سے درگزر کرے لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ آپ نے ان کو کیوں اجازت دی؟ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ [توبہ: ۴۳] یہاں تک کہ واضح ہو جائے آپ کے لیے وہ لوگ جو سچ کہنے والے ہیں اور آپ جان لیتے جھوٹوں کو۔''

آگے فرمایا کہ اگر انھوں نے جانا ہوتا تو تیاری نہ کرتے، انھوں نے جانا تو تھا نہیں بہانے بنا کر اجازت لے لی۔ اور بعض منافق وہ تھے جنھوں نے اجازت لینے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی۔ ان کے ذہن میں یہ تھا کہ انھوں نے کون سا بچ کر واپس آنا ہے۔ مگر جب آنحضرت ﷺ بمع ساتھیوں کے صحیح سالم واپس تشریف لے آئے سوائے دو ساتھیوں کے کہ وہ راستے میں فوت ہو گئے باقی ساری فوج جن کی تعداد چالیس ہزار بھی لکھی ہے اور ستر ہزار بھی لکھی ہے سب صحیح سالم واپس آ گئے۔

تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو آگاہ فرما دیا کہ اب یہ لوگ معذرت کے لیے آپ ﷺ کے پاس آئیں گے يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ [پارہ: ۱۰] ''یہ منافق لوگ بہانے کریں گے تمہارے سامنے جب تم واپس لوٹو گے۔'' لیکن آپ نے ان کے بہانے تسلیم نہیں کرنے یہ منافق بڑے ہوشیار اور چالاک لوگ تھے۔

تو فرمایا کہ لڑائی کے موقع پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ وعدہ سچا کر دکھائیں تو البتہ ان کے لیے بہتر ہے فَهَلْ عَسَيْتُمْ ۔ ھل کا معنیٰ کرتے ہیں قد کا بمعنیٰ تحقیق ۔ پس تحقیق تم سے یہی توقع ہے اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اگر تم کو حکمرانی مل گئی تو تم سے یہ توقع ہے اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ کہ تم فساد مچاؤ گے زمین میں وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ اور قطع رحمی کرو گے ۔ تم سے اسی چیز کی توقع ہے ۔ آج سب کچھ تمہارے سامنے ہے تم دیکھ رہے ہو ۔ ماں بیٹی کا اختلاف ہے ، بہن بھائی کا جھگڑا ہے ، اقتدار کی خاطر قطع رحمیاں ہوتی ہیں ۔

عراق کے صدر صدام حسین نے اپنے سالے کو (جو اس کا چچا زاد بھائی بھی تھا) اس لیے برطرف کر دیا کہ وہ اس کو گھورتا تھا ۔ بیٹے بیٹیوں نے اختلاف کیا تو ان کو ایک طرف کر دیا ۔ اب اس سے بڑی قطع رحمی اور کیا ہوگی کہ باپ بیٹے کی نہیں بنتی ، بہن بھائی کی نہیں بنتی ، ماں بیٹی کی نہیں بنتی ۔ ملک میں یہی کچھ ہو رہا ہے کہ جس کے مخالف ہوئے اس کو نکال دیا اور جس سے خوش ہوئے اس کو وزیر بنا دیا ۔ اس سے بڑا فساد دنیا میں کیا ہے ۔

تو فرمایا پس تحقیق تم سے یہی توقع ہے کہ اگر تم کو حکومت مل گئی تو تم زمین میں فساد مچاؤ گے ۔ بعض مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ پس تحقیق اگر تم روگردانی کرو گے ایمان سے یعنی ایمان نہ لائے تو تم سے یہی توقع ہے کہ تم زمین میں فساد مچاؤ گے اور قطع رحمی کرو گے ۔ فساد فی الارض اور قطع رحمی سے بچانے والی چیز صرف ایمان ہے ۔

فرمایا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے فَاَصَمَّهُمْ پس ان کو بہرہ کر دیا ہے وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ اور اندھا کر دیا ہے ان

کی آنکھوں کو۔آج دیکھو! مزدور طبقہ رو رہا ہے نہ ان کی کوئی بات سننے کے لیے تیار ہے اور نہ ان کی حالت دیکھنے کے لیے کوئی تیار ہے۔یہ قابل رحم طبقہ ہے۔ ویسے بھی حق کی بات سننے کے لیے کوئی تیار نہیں ہے، حق کو دیکھنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ کان ہیں سنتے نہیں ہیں، آنکھیں ہیں دیکھتے نہیں ہیں۔

مشکوٰۃ شریف میں حدیث ہے اور بخاری شریف میں بھی ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے اَنْ تَرَی الصُّمَّ الْبُکْمَ عمیٰ الْمُلُوْکْ اوکما قال علیہ الصلوۃ والسلام۔ ''کہ تم بہروں، گونگوں اور اندھوں کو بادشاہ دیکھو گے۔'' بہرے، گونگے، اندھے بادشاہ ہوں گے۔آج سے تقریباً ساٹھ سال پہلے جب مشکوٰۃ شریف پڑھ رہے تھے کہ یہ حدیث سامنے آئی تو ہم نے استاذ محترم مولانا عبدالقدیر صاحب سے پوچھا کہ حضرت! اس وقت آنکھوں والے نہیں ہوں گے، سننے والے نہیں ہوں گے، زبان والے نہیں ہوں گے کہ بہرے، گونگے، اندھے بادشاہ بنیں گے؟ تو حضرت استاذ محترم نے فرمایا میاں! (یہ ان کا تکیہ کلام تھا) آنکھیں بھی ہوں گی، کان بھی ہوں گے، زبانیں بھی ہوں گی لیکن حق کی چیزوں کو دیکھیں گے نہیں، مظلوموں کی فریاد نہیں سنیں گے، حق کی بات نہیں کریں گے۔کئی کئی گھنٹے تقریر کریں گے مگر اس میں حق کی بات ایک بھی نہیں ہوگی۔

تو فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت کی ہے پس ان کو بہرہ کر دیا ہے اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ کیا پس وہ غور نہیں کرتے قرآن پاک میں کہ ان کا نفاق دور ہو جائے، ان کی ریاکاری ختم ہو جائے اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا۔ اقفال قفل کی جمع ہے۔قفل کا معنیٰ ہے تالا۔معنیٰ ہوگا یا ان کے دلوں پر تالے ہیں۔

حقیقت یہی ہے کہ دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں ورنہ قرآن کریم پڑھنے اور سمجھنے والا تمام خرابیوں اور بدنامیوں سے بچتا ہے۔فرمایا اِنَّ الَّذِیۡنَ بے شک وہ لوگ ارۡتَدُّوۡا عَلٰۤی اَدۡبَارِہِمۡ جو پھر گئے اپنی پشتوں پر مِّنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُمُ الۡہُدَی بعد اس کے کہ ان کے سامنے ہدایت واضح ہو چکی کہ قرآن پاک ان کے سامنے ہے، آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی ان کے سامنے ہے، کھری کھوٹی بات کو سمجھتے ہیں پھر بھی حق کی طرف پشت پھیرتے ہیں۔کیوں؟ الشَّیۡطٰنُ سَوَّلَ لَہُمۡ شیطان نے ان کو فریب کر دیا ہے۔ان کی بدکاری کو ان کے لیے مزین کیا ہے۔شیطان کے چیلے اس کی اطاعت کرتے ہیں وَ اَمۡلٰی لَہُمۡ اور شیطان ان کو مہلت دیتا ہے کہ خیر سلاّ کوئی بات نہیں سب ٹھیک ہے۔یہ سب شیطان کے چیلے ہیں جو قرآن کو نہ سمجھنا چاہتے ہیں نہ ماننا چاہتے ہیں۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ ﴿۲۶﴾ فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ﴿۲۷﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَآ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَكَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ﴿۲۸﴾ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ ﴿۲۹﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۭ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۰﴾ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَا۟ اَخْبَارَكُمْ ﴿۳۱﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى ۙ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا ۭ وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ ﴿۳۲﴾

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا یہ اس وجہ سے کہ کہا انھوں نے لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا ان لوگوں کو جنھوں نے ناپسند کیا مَا اس چیز کو نَزَّلَ اللّٰهُ جس کو نازل کیا اللہ تعالیٰ نے سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ بہ تاکید ہم تمہاری اطاعت کریں گے بعض معاملات میں وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے ان کے پوشیدہ مشوروں کو فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ پس کیسے ہوگا جب جان نکالیں گے ان کی فرشتے يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ ماریں گے ان کے چہروں پر وَاَدْبَارَهُمْ اور ان کی پشتوں پر ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ یہ اس وجہ سے کہ اتَّبَعُوْا انھوں نے پیروی کی مَآ اس چیز کی اَسْخَطَ اللّٰهَ جو اللہ تعالیٰ کو

ناراض کرتی ہے وَكَرِهُوا رِضْوَانَهٗ اور ناپسند کیا انھوں نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ پس اللہ تعالیٰ نے اکارت کردیا ان کے اعمال کو اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ کیا خیال کرتے ہیں وہ لوگ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ جن کے دلوں میں بیماری ہے اَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ کہ ہرگز نہیں نکالے گا اللہ تعالیٰ اَضْغَانَهُمْ ان کے کینوں کو وَلَوْ نَشَآءُ اور اگر ہم چاہیں لَاَرَيْنٰكَهُمْ تو البتہ ہم دکھادیں گے آپ کو وہ لوگ فَلَعَرَفْتَهُمْ پس آپ ان کی شناخت کرلیں بِسِيْمٰهُمْ ان کی نشانیوں سے وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِیْ لَحْنِ الْقَوْلِ اور البتہ ضرور پہچان لیں گے ان کی گفتگو کے انداز سے وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ اور اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے تمہارے اعمال کو وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ اور ہم ضرور امتحان لیں گے تمہارا حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ ۰ تاکہ ہم معلوم کرلیں مجاہدوں کو مِنْكُمْ تم میں سے وَالصّٰبِرِيْنَ اور صبر کرنے والوں کو وَنَبْلُوَاْ اَخْبَارَكُمْ اور امتحان لیں گے تمہاری خبروں کا اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بے شک وہ لوگ جو کافر ہیں وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور روکا انھوں نے اللہ تعالیٰ کے راستے سے وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ اور مخالفت کی انھوں نے اللہ تعالیٰ کے رسول کی مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى اور اس کے بعد کہ واضح ہوگئی ان کے سامنے ہدایت لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا وہ ہرگز نہیں نقصان پہنچا سکتے اللہ تعالیٰ کو کچھ بھی وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ اور یقیناً اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو ضائع کردے گا۔

کل کے سبق میں تم نے پڑھا کہ بے شک وہ لوگ جو پھر گئے اپنی پشتوں پر بعد اس کے کہ ہدایت ان کے لیے واضح ہو چکی یہ اس لیے پھرے کہ شیطان نے ان کو فریب دیا کفر، شرک، بداعمالی ان کے لیے مزین کی وَاَمْلٰی لَھُمْ اور ان کو مہلتیں دیتا ہے برائیوں پر۔ یہ شیطان کا تسلط ان پر کیوں ہوا کہ وہ شیطان کے پھندے میں آ گئے، اس کی وجہ کیا ہے؟

فرمایا ذٰلِكَ بِاَنَّھُمْ قَالُوْا یہ اس وجہ سے کہ انھوں نے کہا لِلَّذِیْنَ كَرِھُوْا ان لوگوں سے جنھوں نے ناپسند کیا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ اس چیز کو جس کو اللہ تعالیٰ نے اتارا۔ یعنی جو کھلے کافر تھے یہودی، عیسائی، مشرک، ان کو منافقوں نے کہا۔ کیا کہا سَنُطِیْعُكُمْ فِیْ بَعْضِ الْاَمْرِ بہ تاکید ہم تمھاری اطاعت کریں گے بعض معاملات میں۔ اسلام کے خلاف جو تم کارروائی کرو گے، جہاد سے روکنے کے لیے جو تم کارروائی کرو گے اس میں ہم تمھارا ساتھ دیں گے۔ گویا ان منافقوں کا قارورہ ان کے ساتھ ملا ہوا ہے:

الجنس يَميل اِلَى الجنس

"جنس جنس کی طرف مائل ہوتی ہے۔" منافقوں کے دل کھلے کافروں کے ساتھ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتاب کو ناپسند کرتے ہیں۔ فرمایا وَاللّٰهُ یَعْلَمُ اِسْرَارَھُمْ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے ان کے پوشیدہ مشورے کرنے کو۔ جب دین کے خلاف باتیں کرتے تھے تو بڑی آہستہ آہستہ کرتے تھے کہ کوئی سن نہ لے۔ چلو اور کوئی نہیں سنے گا رب تعالیٰ سے کوئی شے مخفی نہیں ہے۔ اب تو لوگوں سے چھپتے پھرتے ہو کہ سن لیں گے تو ہمیں برا بھلا نہ کہیں۔ ہمارے خلاف کوئی کارروائی نہ کریں۔ خاص طور پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے منافق بڑے ڈرتے تھے۔ اتنا ڈرتے تھے کہ جس کا کوئی

حساب ہی نہیں ہے۔ تو فرمایا اللہ تعالیٰ جانتا ہے ان کی آہستہ باتیں کرنے کو اور خفیہ مشوروں کو فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ پس کیسے ہوگا جب جان نکالیں گے ان کی فرشتے يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ ماریں گے ان کے چہروں پر وَأَدْبَارَهُمْ اور ان کی پشتوں پر ماریں گے۔

نفس مطمئنه اور نفس خبیثه :

جب آدمی قریب الموت ہوتا ہے تو حدیث پاک میں آتا ہے کہ جان نکالنے والے فرشتے اس کے سامنے آجاتے ہیں۔ جان نکالنے والا فرشتہ اس کے قریب آتا ہے اور باقی اٹھارہ فرشتے اس کے پیچھے کھڑے ہوتے ہیں بُرے آدمی کی جان نکالنے والا فرشتہ کہتا ہے يٰاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْخَبِيْثَةُ ''اے خبیث روح! تو نے رب تعالیٰ کو ناراض کیا ہے، رب تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کی ہے اب تیرے جانے کا وقت ہے۔'' اس وقت وہ بڑی منتیں کرتا ہے کہ مجھے تھوڑا سا وقت دے دو میں توبہ کرلوں گا لیکن فرشتوں کے نظر آجانے کے بعد ایمان بالغیب نہیں رہتا اور مطلوب ہے ایمان بالغیب۔

تفسیروں میں آتا ہے کہ اس وقت فرشتے لوہے کے ہتھوڑوں سے اس کے منہ پر مارتے ہیں اور پشت پر مارتے ہیں اس کو مرنے والا ہی جانتا ہے دوسرے نہیں جانتے۔ دوسروں کو نہ فرشتے نظر آتے ہیں اور نہ ان کی کارروائی نظر آتی ہے اور نہ وہ مرنے والے کی تکلیف کو محسوس کرسکتے ہیں۔ بدروح آسانی سے بدن سے نہیں نکلتی فرشتے مار کر، کھینچ کر نکالتے ہیں۔ جیسے لوہے کی گرم سلاخ کو گیلی اون سے نکالا جائے وہ ساتھ اڑے گی بھی اور سی سی کی آواز بھی آئے گی۔ اس طرح سختی کے ساتھ روح باہر نکالتے ہیں۔

اور مومن کی روح کو قبض کرنے کی تشبیہ دی گئی ہے پانی کے مشکیزے سے باہر نکلے

کی۔ جیسے پانی کے مشکیزے کا منہ کھول دو تو پانی خود بخود باہر نکل جاتا ہے۔ اور روح نکالنے والے فرشتے اس کو بشارت دیتے ہیں اَیَّتُهَا النَّفْسُ الطیبه ''اے پاکیزہ روح! اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی ہے جنت میں تو اپنا مقام دیکھ اور اللہ تعالیٰ کی اُخروی نعمتوں کو دیکھ۔'' پھر اس کو دنیا سے جدائی کا کوئی فکر نہیں ہوتا بخلاف مجرموں کے کہ ان کا بُرا حشر ہوتا ہے۔

تو فرمایا کیسے ہو گا جب فرشتے ان کی جان نکالیں گے اور ماریں گے ان کے مونہوں پر اور ان کی پشتوں پر ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا یہ اس وجہ سے کہ انھوں نے پیروی کی مَآ اس چیز کی اَسْخَطَ اللهَ جو اللہ تعالیٰ کو ناراض کرتی ہے۔ وہ کون سی چیز ہے جس سے رب ناراض ہے؟ وہ شرک اور کفر ہے اور بُرے اعمال ہیں۔ اللہ تعالیٰ شرک پر راضی نہیں ہے کفر پر راضی نہیں ہے۔ بُرے اعمال، چوری، ڈکیتی، شراب نوشی، جوئے وغیرہ پر راضی نہیں ہے۔ یہ وہ کام کرتے تھے جن پر رب راضی نہیں تھا وَكَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ اور ناپسند کیا انھوں نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو۔ جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے ان کو یہ ناپسند کرتے تھے۔ ایمان، توحید سے، نماز اور روزوں سے، حق سے، سچائی سے رب راضی ہے ان کو یہ پسند نہیں کرتے تھے اور جو رب تعالیٰ کو ناپسند تھیں ان کے پیچھے لگے رہے فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال اکارت کر دیئے۔ وہ جو اچھے کام کرتے تھے مثلاً یتیموں کا خیال رکھتے تھے، بیوہ عورتوں کی دیکھ بھال کرتے تھے، مہمان نوازی کرتے تھے۔ کیونکہ ایمان نہیں تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اچھے اعمال ضائع کر دیئے۔ ایمان کے بغیر اچھے سے اچھے اور بڑے سے بڑے عمل کی بھی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ ایمان ہے تو کتے کو پانی پلانا نجات کا ذریعہ بن جائے گا اور اگر ایمان

نہیں تو حاجیوں کو پانی پلانا بھی کسی کام کا نہیں ہے۔

آج تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سعودیہ والوں نے پانی اور دیگر ضروریات کے لیے بڑے انتظامات کیے ہیں۔ اس زمانے میں بڑی دقت تھی۔ بس زم زم کا کنواں تھا۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے ہارون الرشید کی بیوی زبیدہ کو اس نے نہر زبیدہ نکال کر منیٰ تک پہنچائی جس کی لمبائی اسی، نوے میل تھی۔ وہ مختلف چشموں کا پانی اکٹھا کر کے یہاں پہنچاتی تھی۔

تو اس زمانے میں پانی کی بڑی دقت ہوتی تھی۔ لیکن ابوجہل، ابولہب وغیرہ بڑے بڑے سرداروں نے راستوں پر حاجیوں کے لیے سبیلیں لگائی ہوئی تھیں۔ اس زمانے میں مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے سولہ راستے ہوتے تھے تمام راستوں پر سبیلیں لگائی ہوئی تھیں اور سبیلوں کے اوپر چھپر بنائے ہوئے تھے تاکہ پانی گرم نہ ہو۔ یہ سکہ بند کافر اس طرح کرتے تھے مگر کیا فائدہ؟ ایمان کے بغیر ان چیزوں کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ان نیکیوں کا قرآن کریم میں رد فرمایا ہے۔

سورہ توبہ آیت نمبر ۱۹ پارہ ۱۰ میں ہے اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ ''کیا بنایا ہے تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کی تعمیر کرنا اس شخص کی طرح جو ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر۔'' کعبۃ اللہ کے ساتھ ان کو بڑی عقیدت تھی۔ بڑے بڑے سردار جھاڑو پکڑ کر بیت اللہ کی خوب صفائی کرتے تھے مگر ایمان نہ ہونے کی وجہ سے ہر شے اکارت ہو گئی۔

اہل بدعت کا حضور علیہ السلام سے ظاہری محبت کرنا :

جیسے آج کل دیکھو! اہل بدعت حضرات جہالت کا شکار ہو کر ظاہری طور پر پیغمبر

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بہت بڑی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں، دین کے ساتھ، قرآن کریم کے ساتھ، مگر اندر سے شریعت کے خلاف چلتے ہیں۔ تو ظاہری طور پر عقیدت کا کیا فائدہ بھائی عقیدت، محبت وہ ہے جو اندر سے ہو۔ اندر کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ فرمایا ہے اس کو دل سے قبول کر کے اس پر عمل کرو اس کے خلاف چلنے والے کی عقیدت اور محبت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ یہ جو کچھ کرتے ہیں بدعات ہیں اور بدعات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

بخاری شریف اور مسلم شریف میں روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ ”جس کسی نے ہمارے اس معاملے میں کوئی نئی چیز نکالی وہ مردود ہے۔“ جس نے دین میں کوئی نئی چیز گھڑی وہ مردود ہے اس کا گناہ ہوتا ہے ثواب بالکل نہیں ملتا۔ تو نری عقیدت سے کچھ نہیں بنتا۔ جب تک عقیدت شریعت کے معیار کے مطابق نہ ہو۔

تو فرمایا ان کے اعمال اکارت کر دیئے اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ کیا خیال کرتے ہیں وہ لوگ فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ جن کے دلوں میں بیماری ہے نفاق کی، کیا خیال کرتے ہیں اَنْ لَّنْ یُّخْرِجَ اللّٰہُ اَضْغَانَھُمْ۔ اَضغان ضِغْنٌ کی جمع ہے ضِغْنٌ کا معنی ہے کینہ، بغض۔ معنی ہوگا کہ ہرگز نہیں نکالے گا اللہ تعالیٰ ان کے کینوں کو۔ یہ کیا سمجھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ان کا جو کینہ ہے، اسلام کے خلاف ان کا جو کینہ ہے، مسلمانوں کے خلاف ان کا جو کینہ ہے اس کو رب تعالیٰ ظاہر نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ایسے حالات پیدا کرے گا کہ وقتاً فوقتاً ان کی باتوں سے ظاہر ہوتا رہے گا ان کا [illegible] باہر آتا رہے گا۔

بشیر نامی منافق کا واقعہ :

پانچویں پارے میں بشیر نامی منافق کا واقعہ آتا ہے ظاہری طور پر وہ پہلی صف میں بیٹھتا تھا۔لوگ اس کو بڑا نیک سمجھتے تھے اندر سے منافق تھا۔اس نے حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ کی چوری کی۔حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ کافی بوڑھے تھے منہ میں دانت نہیں تھے اور چل پھر بھی نہیں سکتے تھے گھر والوں نے ان کے لیے میدہ منگوایا تھا کہ نرم سی روٹی کھالیں گے، کھجوریں وغیرہ سخت چیز چبا نہیں سکتے تھے۔پچھلے کمرے میں میدہ کی بوری بھی پڑی تھی اور تلوار وغیرہ ہتھیار بھی پڑے تھے۔کچے مکان ہوتے تھے بشیر نے پیچھے سے نقب لگائی، میدے کی بوری بھی لے گیا اور ہتھیار وغیرہ بھی لے گیا۔اتفاق سے بوری میں سوراخ تھا آٹا گرتا گیا اور نشان چھوڑتا گیا۔صبح ہوئی تو گھر والے اندر گئے دیکھا تو نہ بوری ہے نہ تلوار نہ ڈھال وغیرہ ہے۔حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بھتیجے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور حقیقت حال سے آگاہ کیا اور فرمایا بیٹے! میں بوڑھا آدمی ہوں چل پھر بھی نہیں سکتا اور منہ میں دانت نہ ہونے کی وجہ سے بات بھی نہیں سمجھا سکتا۔تم میری طرف سے جا کر میرا مقدمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کرو اور بتلاؤ کہ ہمارا گمان بشیر نامی آدمی پر ہے جو ہمارے محلے میں رہتا ہے۔مجلس میں منافق بھی ہوتے تھے انھوں نے آ کر بشیر اور اس کے گھر والوں کو بتایا کہ اس طرح تمہارے خلاف مقدمہ پیش ہو گیا ہے۔منافقوں نے مشورہ کیا کہ جس طرح بھی ہو ہم نے بشیر کو بچانا ہے کیونکہ یہ بدنامی کا داغ ساری زندگی نہیں دھلے گا۔

چنانچہ منافقوں نے بشیر کی پوری حمایت کی اور کہا کہ ان سے کہو کہ گواہ پیش کریں۔ظاہر بات ہے کہ اس وقت گواہ کہاں تھے۔منافقوں نے قسمیں دیں اور اس کی

پاک دامنی کو بیان کیا اور کہا کہ حضرت! ایک ایسے نیک، صالح، متقی، پرہیزگار آدمی پر بلا وجہ الزام لگا دینا بڑی زیادتی ہے۔ ان کی باتیں سن کر آنحضرت ﷺ کو یقین آ گیا کہ یہ چور نہیں ہے اور دعویٰ دائر کرنے والا غلط کہتا ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تجھے شرم آنی چاہیے خواہ مخواہ تو نے ایک نیک، بے گناہ آدمی پر الزام لگا دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے قرآن کی آیات نازل فرمائیں اور حقیقت کو واضح فرمایا کہ یہ واقعتاً چور ہے اور ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے سچ کہا ہے وَلَا تَكُنْ لِّلْخَائِنِيْنَ خَصِيْمًا [النساء:١٠٥] ''اور نہ ہوں آپ خیانت کرنے والوں کی طرف سے جھگڑا کرنے والے۔'' دو رکوع اس سلسلے میں نازل ہوئے کہ یہ منافق بڑے بے ایمان اور جھوٹے ہیں ان کا ظاہر کچھ ہے باطن کچھ ہے۔ یہ مسلمانوں کے خلاف بغض اور کینہ رکھتے ہیں۔ انھوں نے چوری کی ہے۔ اللہ تعالیٰ وقتاً فوقتاً ان کے کینے کو ظاہر کرتا رہے گا۔

تو فرمایا کیا خیال کرتے ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے کہ ہرگز نہیں نکالے گا اللہ تعالیٰ ان کے کینوں کو وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ اور اگر ہم چاہیں تو البتہ ہم دکھا دیں گے اے نبی کریم ﷺ! آپ کو کہ یہ لوگ منافق ہیں لیکن یہ حکمت کا تقاضا نہیں ہے فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ پس آپ ان کو شناخت کر لیں گے ان کی نشانیوں سے، چہرے بشرے سے وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ اور البتہ ضرور پہچان لیں گے ان کو گفتگو کے انداز سے، تجربے سے۔ حقیقی اور تفصیلی علم تو اللہ تعالیٰ کو ہے وہ سورت جو آخر میں نازل ہوئی ہے اس میں ہے وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ [سورہ توبہ:١٠١] ''اور بعض اہل مدینہ میں سے جو اڑے ہوئے ہیں نفاق پر آپ ان کو نہیں جانتے ہم ان کو جانتے ہیں۔'' وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ اور

اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے تمہارے اعمال کو۔ حقیقتاً نیک اور بد، اچھے اور بُرے لوگوں کے اعمال کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ اور ہم ضرور امتحان لیں گے تمہارا حَتّٰى نَعۡلَمَ الۡمُجٰهِدِيۡنَ مِنۡكُمۡ تا کہ ہم جان لیں یعنی ظاہر کر دیں مجاہدوں کو تم میں سے وَالصّٰبِرِيۡنَ اور صبر کرنے والوں کو۔ جو چیز عمدہ اور اعلیٰ ہوتی ہے اس کی قیمت بھی زیادہ ہوتی ہے۔ جنت اتنی قیمتی ہے کہ اس کی قیمت کا کوئی حساب ہی نہیں لگا سکتا۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ دُنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے جنت میں ایک چابک کے برابر جگہ کی قیمت کے برابر نہیں ہے۔ اور جنت میں عورتوں کو جو لباس ملے گا باقی لباس تو درکنار دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اس کے ایک دوپٹے کی قیمت کے برابر نہیں ہے۔ اتنی قیمتی شے مفت میں تو نہیں مل سکتی اور نہ آسانی کے ساتھ مل سکتی ہے اس کے لیے جہاد کرنا پڑے گا اور تکلیفوں پر صبر کرنا پڑے گا۔

ایک ہے جہاد اور ایک ہے قتال۔ جہاد عام ہے۔ اس کا معنیٰ ہے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے دین کے لیے کوشش کرنا۔ اس کے لیے جو بھی کام کرے گا جہاد ہے۔ اس سلسلے میں مال خرچ کرنا بھی، مجاہدین کے ساتھ کسی قسم کا تعاون کرنا بھی جہاد ہے۔ قتال کہتے ہیں دشمن کے مقابلہ میں جہاد ہو۔

اور حدیث پاک میں آتا ہے ابن ماجہ شریف کی روایت ہے کہ قرآن کریم کی ایک آیت کریمہ ترجمہ کے بغیر سیکھنے کا ثواب سو نفل پڑھنے سے زیادہ ہے اور اسی روایت میں ہے کہ ایک آیت ترجمہ کے ساتھ سیکھنے کا ثواب ہزار رکعت سے زیادہ ہے۔ آخر سو رکعات اور ہزار رکعت پڑھنے پر بھی کچھ وقت لگتا ہے۔

تو فرمایا تا کہ ہم ظاہر کر دیں مجاہدوں کو اور صبر کرنے والوں کو وَنَبۡلُوَا۟ أَخۡبَارَكُمۡ

اورتا کہ ہم امتحان لیں تمہاری خبروں کا۔آسانی سے تمھیں جنت نہیں ملے گی اور سن لو اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بے شک وہ لوگ جو کافر ہیں وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور روکتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ اور انھوں نے مخالفت کی رسول ﷺ کی مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى بعد اس کے کہ واضح ہوگئی ان کے سامنے ہدایت۔فرمایا سن لو لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْــًٔا وہ ہرگز نہیں نقصان کر سکتے اللہ تعالیٰ کا کچھ بھی۔رب تعالیٰ کو کون نقصان پہنچا سکتا ہے؟ نقصان تو اپنا ہونا ہے وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ اور یقیناً اللہ تعالیٰ ان کے اعمال اکارت کر دے گا۔چونکہ ایمان نہیں ہے اس لیے اعمال آخرت میں کام نہیں آئیں گے۔اعمال کو باقی رکھنے والی شے ایمان ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ﴿۳۴﴾ فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ ۖ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۵﴾ اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ۭ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا يُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ وَلَا يَسْـَٔــلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ ﴿۳۶﴾ اِنْ يَّسْـَٔـلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا وَيُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ ﴿۳۷﴾ هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَاۗءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ۭ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَاۗءُ ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ ﴿۳۸﴾ ع

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اَطِيْعُوا اللّٰهَ اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ اور اطاعت کرو رسول ﷺ کی وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ اور نہ باطل کرو اپنے اعمال کو اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ كَفَرُوْا جنھوں نے کفر کیا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور روکا اللہ تعالیٰ کے راستے سے ثُمَّ مَاتُوْا پھر وہ مر گئے وَهُمْ كُفَّارٌ اس حالت میں کہ وہ کافر تھے فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ پس ہرگز نہیں بخشے گا اللہ تعالیٰ ان کو فَلَا تَهِنُوْا پس تم سستی نہ کرو وَتَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ اور نہ دعوت دو صلح کی وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اور تم غالب آؤ گے وَاللّٰهُ مَعَكُمْ اور اللہ تعالیٰ تمہارے

ساتھ ہے وَلَنْ یَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ اور ہرگز نہیں کمی کرے گا تمہارے اعمال میں اِنَّمَا پختہ بات ہے اَلْحَیٰوةُ الدُّنْیَا دنیا کی زندگی لَعِبٌ کھیل ہے وَّلَهْوٌ اور تماشا ہے وَاِنْ تُؤْمِنُوْا اور اگر تم ایمان لاؤ وَتَتَّقُوْا اور ڈرتے رہو یُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ دے گا تم کو اللہ تعالیٰ تمہارے اجر وَلَا یَسْئَلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ اور نہیں مانگے گا وہ تم سے تمہارے سارے مال اِنْ یَّسْئَلْكُمُوْهَا اگر وہ مانگے تم سے سارے مال فَیُحْفِكُمْ پس وہ تنگ کرے تم کو تَبْخَلُوْا تم بخل کرنے لگ جاؤ وَیُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ اور نکالے گا تمہارے اندر کے کھوٹ کو هٰاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ خبردار تم یہ ہو تُدْعَوْنَ تمھیں بلایا جاتا ہے لِتُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ تاکہ تم خرچ کرو اللہ تعالیٰ کے راستے میں فَمِنْكُمْ مَّنْ یَّبْخَلُ بعض تم میں سے وہ ہیں جو بخل کرتے ہیں وَمَنْ یَّبْخَلْ اور جو بخل کرے گا فَاِنَّمَا پس پختہ بات ہے یَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ وہ بخل کرے گا اپنے نفس کے لیے وَاللّٰهُ الْغَنِیُّ اور اللہ تعالیٰ بے پروا ہے وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اور تم محتاج ہو وَاِنْ تَتَوَلَّوْا اور اگر تم اعراض کروگے یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَكُمْ بدل دے گا تمہاری جگہ دوسرے لوگوں کو ثُمَّ لَا یَكُوْنُوْۤا اَمْثَالَكُمْ پھر وہ نہیں ہوں گے تم جیسے۔

پہلی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے تین حکم دیئے ہیں ایمان والوں کو جنھوں نے اللہ تعالیٰ کو ماننے کا دعویٰ کیا ہے۔ فرمایا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اَطِیْعُوا اللّٰهَ اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی۔ یہ پہلا حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ

فرمایا ہے اس پر عمل کرو چاہے وہ کرنے کی چیزیں ہیں یا چھوڑنے کی۔ جن چیزوں کے کرنے کا کہا ہے وہ کرو اور جن چیزوں کے چھوڑنے کا کہا ہے وہ چھوڑ دو۔

دوسرا حکم: وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ اور اطاعت کرو رسول ﷺ کی اور جس نے آپ ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔ سورۃ النساء آیت نمبر ۸۰ میں ہے مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ''جس شخص نے اطاعت کی رسول کی بے شک اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔''

اور تیسرا حکم وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَکُمْ اور نہ باطل کرو، نہ ضائع کرو اپنے اعمال کو۔ ایک آدمی نیک اعمال بھی کرتا ہے اور ساتھ ساتھ شرک بھی کرتا ہے تو اس کی ساری نیکیاں اکارت ہو گئیں۔ کیونکہ کفر و شرک کی حالت میں کوئی نیک عمل بھی قبول نہیں ہے۔ ایک آدمی توحید پر قائم تھا نیک اعمال کرتا تھا مگر بعد میں کسی وقت شرک میں مبتلا ہو گیا تو اس کی ساری نیکیاں برباد ہو گئیں۔ اسی طرح جو شخص مرتد ہو جائے گا اس کی ساری نیکیاں بھی برباد ہو جائیں گی۔

سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۱۷ میں ہے وَمَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَیَمُتْ وَ هُوَ کَافِرٌ فَاُولٰٓئِکَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ''اور جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے اور اس حالت میں وہ مر جائے کہ وہ کافر ہو پس ضائع ہو گئے ان لوگوں کے اعمال دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔'' ریا اور دکھاوا بھی عمل کو برباد کر دیتا ہے یعنی جس عمل سے رب تعالیٰ کی رضا مقصود نہ ہو وہ عمل باطل ہے اس کا کوئی ثواب نہیں ہے۔ نیکی کر کے احسان جتلانا بھی نیکی کو برباد کر دیتا ہے۔ اگر کسی کے ساتھ کوئی نیکی کی ہے کوئی بھلائی کی ہے تو اس کو نہ جتلائے۔

احسان جتلانے اور تکلیف دینے سے صدقات کا باطل ہو جانا :

سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۶۴ میں ہے لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ ''اپنے صدقات کو باطل نہ کرو احسان جتلا کر اور تکلیف دے کر اس شخص کی طرح جو لوگوں کو دکھانے کے لیے مال خرچ کرتا ہے۔'' مثال کے طور پر کسی آدمی کے ساتھ تم نے آج سے دس سال پہلے یا بیس سال پہلے یا چالیس سال پہلے نیکی کی ہے اب تم اس کو جتلاؤ کہ میں نے تیرے ساتھ نیکی کی تھی۔ وہ نیکی برباد ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر تم نے کسی کو صدقہ خیرات دیا ہے پھر تم اس کو اذیت پہنچاؤ کہ میرا کھا کر میرے سامنے باتیں کرتے ہو۔ اس سے تمہارا عمل باطل ہو جائے گا، تمہارا ثواب ضائع ہو جائے گا۔ اگر زبان سے کوئی کلمہ کفر نکل گیا تو اعمال باطل ہو جائیں گے۔ نیکی کرنا بھی مشکل ہے لیکن اس کو محفوظ رکھنا بہت مشکل ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ قیامت والے دن بعض ایسے لوگ ہوں گے کہ ان کی نیکیوں کے ڈھیر لگے ہوں گے۔ وہ بڑے خوش ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے خیر سلا ہے یہ میری نیکیوں کے انبار لگے ہوئے ہیں اتنے میں اس سے حق لینے والے آ جائیں گے۔ کوئی کہے گا اس نے میرا مال کھایا تھا، کوئی کہے گا اس نے میری عزت پر حملہ کیا تھا، کوئی کہے گا اس نے مجھے گالی دی تھی، کوئی کہے گا اس نے مجھے گھور کر دیکھا تھا مجھے اس سے بدلہ دلوائیں۔ کوئی کہے گا اس نے میری غیبت کی تھی۔ حقوق کے بدلے نیکیاں تقسیم ہو جائیں گی اور ابھی حقوق والے باقی ہوں گے۔ پھر حکم ہو گا کہ باقی حقوق والوں کے گناہ اس کے سر پر رکھ کر اس کو جہنم میں پھینک دیا جائے۔ تو بے شک نیکی کرنا بھی مشکل ہے مگر اس کو اپنے حق میں محفوظ رکھنا اس سے بھی مشکل ہے۔

معاف رکھنا! اور بات اچھی طرح سمجھنا۔ کسی مردے کے لیے ایصال ثواب بڑی اچھی بات ہے اگر قاعدے کے مطابق ہو۔ مگر ایصال ثواب قاعدے کے مطابق ہوتا نہیں ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مشترک کھاتے سے خیرات کی جاتی ہے۔ جب کہ تمام فقہائے کرام کا اس مسئلے میں اتفاق ہے اور کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ ایسا مشترک کھاتا کہ جس میں یتیم ہوں کیونکہ وارثوں میں نابالغ بھی ہوتے ہیں۔ تو ایسے مشترک کھاتے سے صدقہ خیرات کرنا حرام ہے۔ ایسے کھاتے سے ہونے والی خیرات کو کھانے والے خنزیر کھاتے ہیں۔

اگر سارے بالغ ہوں مگر کچھ موجود ہوں اور کچھ موجود نہ ہوں جو موجود نہ ہوں ان کی اجازت کے بغیر بھی خیرات جائز نہیں ہے کیونکہ اب وہ مرنے والے کا مال نہیں رہا وہ وارثوں کا ہے۔ پھر دنوں کی تعیین کا بدعت ہونا الگ مسئلہ ہے کہ خیرات تیسرے، ساتویں، دسویں اور چالیسویں کو ہوتی ہے۔ شریعت نے خیرات کے لیے کوئی دن مقرر نہیں کیا۔ پھر اس خیرات کو امیر کھا جاتے ہیں چچے، تائے، بھتیجے، بھانجے، داماد کھا جاتے ہیں۔

بھائی! خیرات تو غریبوں کا حق ہے تمہارا تو حق ہی نہیں ہے تم پیالے بھر بھر کر کس حیثیت سے کھا رہے ہو؟ پھر اس میں ریا اور دکھاوا بھی ہے کہ جب تک دیگ دروازے پر نہ کھڑ کے لوگ مطمئن نہیں ہوتے کہ لوگوں کو پتا چلے کہ خیرات ہو رہی ہے۔ پوشیدہ طریقے سے کوئی صدقہ و خیرات نہیں کرتا کہ لوگ کہیں گے کہ بے بے (ماں) مری ہے تو پچھلوں نے کچھ بھی نہیں کیا۔ یہ تو ریاکاری ہے۔ اس کا ایک تنکے کے برابر ثواب نہیں ہے بلکہ گناہ لازم ہے۔ یہ مسئلہ اچھی طرح پلے باندھ لو۔ ہم ایصال ثواب سے نہیں روکتے اس کے غلط طریقے سے روکتے ہیں۔

پھر ایصال ثواب صرف مال ہی میں بند نہیں ہے۔ مال صدقہ کرو، قرآن کریم پڑھ کر بخشو، نفلی روزے رکھ کر بخشو، سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر پڑھ کر ثواب بخشو۔ ایک دفعہ سبحان اللہ کہنے سے، الحمد للہ کہنے سے، اللہ اکبر کہنے سے دس دس نیکیاں ملتی ہیں، کسی کی نیت کر کے پڑھو ثواب پہنچ جائے گا اور پڑھنے والے کے اجر میں بھی کمی نہیں آئے گی۔

نسائی شریف میں روایت ہے کہ جتنا ثواب کسی کو بخشو گے اتنا ثواب تمھیں بھی بدستور ملے گا کوئی کمی نہیں ہوگی۔ اپنے اعمال باطل نہ کرنے کی مد میں ایک مسئلہ یہ بھی سمجھ لیں کہ اگر کسی نے نفلی نماز شروع کر کے توڑ دی تو اس کی قضا لازم ہے۔ کیونکہ نفلی نماز شروع کرنے سے ایک عمل بن گیا ہے اب وہ تمہارے ذمہ لازم ہے۔ اوقات مکروہہ کے سوا تم اس کو پڑھ سکتے ہو۔ کیونکہ اب وہ واجب ہے نفل نہیں ہے۔ نفلی روزہ تم نے شروع کر کے توڑ دیا تو اس روزے کی قضا واجب ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اور حفصہ رضی اللہ عنہا نے نفلی روزہ رکھا ہوا تھا کہ کسی نے اچھا کھانا بہ طور ہدیہ بھیج دیا اور ہمارے دل میں خیال آیا کہ ہم کھالیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو ہم نے کہا حضرت! ہم نے نفلی روزہ رکھا ہوا تھا کھانا بڑا عمدہ آیا ہم نے کھالیا، روزہ توڑ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اِقْضِيَا يَوْمًا مَكَانَهُ ''اس کی جگہ ایک دن کا روزہ رکھو۔'' تو نفلی عبادت شروع کرنے کے بعد اگر توڑ دے تو اس کی قضا لازم ہو جاتی ہے چاہے نماز ہو یا روزہ ہو چاہے طواف ہو۔ عمرہ سنت ہے فرض نہیں ہے لیکن اگر کسی نے عمرے کا احرام باندھنے کے بعد توڑ دیا تو اب اس کی قضا واجب ہے۔

تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اپنے اعمال کو باطل نہ کرو۔ فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بے شک وہ لوگ جو کافر ہیں، جنھوں نے کفر اختیار کیا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور روکا

اللہ تعالیٰ کے راستے سے۔خود بھی کافر اور دوسروں کو بھی ایمان کی طرف نہیں آنے دیتے قولاً اور فعلاً روکتے ہیں ثُمَّ مَاتُوْا پھر وہ مر گئے وَهُمْ كُفَّارٌ اس حالت میں کہ وہ کافر تھے، کفر کی حالت میں موت آگئی فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ پس ہرگز نہیں بخشے گا ان کو اللہ تعالیٰ ۔جس کا خاتمہ کفر پر ہو گیا اس کی بخشش کا کوئی امکان نہیں ہے۔آگے اللہ تعالیٰ مجاہدوں کو فرماتے ہیں فَلَا تَهِنُوْا ۔وَهَنَ يَهِنُ کا معنیٰ ہے سستی کرنا۔اے مجاہدو! پس تم جہاد میں سستی نہ کرو وَتَدْعُوْا اِلَى السَّلْمِ اس تَدْعُوْا سے پہلے لا مقدر ہے جیسے تھنوا پر لا ہے اسی طرح تدعوا پر بھی لا ہے۔معنیٰ ہو گا اور نہ تم دعوت دو صلح کی۔ کافروں کو صلح کی دعوت تمہاری طرف سے نہ ہو۔کیونکہ اس میں فی الجملہ تمہاری کمزوری ہے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی کمزوری کو گوارا نہیں کرتے کہ مسلمان کسی جگہ میں بھی اپنی کمزوری کا اظہار کریں۔

سورۃ الانفال آیت نمبر ۶۱ میں ہے وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا ''اگر وہ جھک جائیں صلح کی طرف تو آپ بھی جھک جائیں۔'' اگر کافر صلح کی پیش کش کریں تو پھر آپ صلح کر لیں پہل تمہاری طرف سے نہ ہو۔تو فرمایا نہ سستی کرو جہاد میں اور نہ دعوت دو صلح کی اور یاد رکھو وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اور تم ہی غالب ہو گے۔سورہ آل عمران آیت نمبر ۱۳۹ میں ہے وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ''اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم ایمان دار رہو۔'' وَاللّٰهُ مَعَكُمْ اور اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے۔اب اللہ تعالیٰ کی مدد تمہارے ساتھ ہے جب رب تعالیٰ کی مدد تمہارے ساتھ ہو تو کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔

نصرتِ خداوندی :

۱۹۶۵ء کی جنگ میں گکھڑ میں سات بم پھینکے گئے جن میں سے ایک بم پھٹا تھا

جس کی وجہ سے ریل گاڑی کے کچھ ڈبے تباہ ہوئے تھے باقی چھ نہیں پھٹے۔ سرگودھا ہوائی اڈے پر دوسو اٹھاسی (۲۸۸) بم پھینکے گئے ان میں سے صرف تین پھٹے۔ یہ بھی رب تعالیٰ کی مدد کی صورتیں ہیں۔ اگر دوسو اٹھاسی (۲۸۸) بم سرگودھا میں پھٹ جاتے تو میرے خیال میں وہاں سے مٹی بھی ختم ہو جاتی انسان تو انسان ہیں۔

یہ چونڈہ تمہارے سامنے ہے۔ چونڈہ کے محاذ پر کھڑاک تڑاک کی وجہ سے ہمارے دروازے ہلتے تھے۔ دنیا کی تاریخ میں ٹینکوں کی دوسری بڑی جنگ تھی۔ پہلی ہٹلر کے دور میں عالمین کے مقام پر ہوئی۔ دوسری چونڈہ میں ہوئی۔ جہاں کیپٹن ایس، اے زبیری کے پاس صرف سو (۱۰۰) نوجوان مجاہد تھے۔ اس نے مرکز سے رابطہ کیا کہ ہمارے مقابلے میں تین ہزار فوج اور ٹینکوں کی لائن لگی ہوئی ہے اور میرے پاس سو نوجوان اور تین ٹینک ہیں میرے لیے کیا ہدایت ہے؟ مرکز نے جواب دیا کہ نوجوان نہ مروا پیچھے ہٹ جا۔ کیپٹن ایس، اے زبیری نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللهِ [البقرہ:۲۴۹] ''بہت دفعہ ایسا ہوا ہے کہ چھوٹی جماعتیں بڑی جماعتوں پر غالب آئی ہیں۔'' مرکز سے اجازت مل گئی کہ جاؤ لڑو۔ چوبیس گھنٹے لڑائی ہوئی اس نے لڑائی کا رخ پھیر دیا، ٹینک اڑا دیئے، اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی۔

تو فرمایا وَاللهُ مَعَكُمْ اور اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ اور ہرگز کمی نہیں کرے گا تمہارے اعمال میں۔ وَتَرَ يَتِرُ کا معنیٰ ہے کمی کرنا۔ حدیث پاک میں آتا ہے مَنْ فَاتَتْ صَلٰوةَ الْعَصْرِ فَكَاَنَّمَا وُتِرَ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ ''جس کی عصر کی نماز فوت ہوگئی وہ یوں سمجھے کہ اس کے گھر کے افراد بھی ختم ہو گئے اور اس

کا سارا مال بھی لوٹ لیا گیا۔'' اس سے اندازہ لگاؤ کہ جس کے گھر کا ایک فرد بھی نہ رہے اور مال بھی نہ رہے تو کتنا بھاری نقصان ہے۔ یہ بخاری شریف اور مسلم شریف کی روایت ہے۔ اِنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَھْوٌ پختہ بات ہے کہ دنیا کی زندگی کھیل تماشا ہے۔ کھیل وہ ہوتا ہے جس میں لوگ آپس میں لگے ہوئے ہوں۔ لوگ اس کو کر (انجام دے) رہے ہوتے ہیں۔ اور تماشا کنارے پر کھڑے ہو کر دیکھنا ہے۔ یہ دنیا کھیل ہے کچھ کارخانے والے، کوٹھیوں والے ہیں، کاروں اور جہازوں والے ہیں اور ہم تم تماشائی ہیں وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا اور اگر تم ایمان لاؤ اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچتے رہو یُؤْتِکُمْ اُجُوْرَکُمْ اللہ تعالیٰ تمھیں تمہارا اجر دے گا۔ فرمایا وَلَا یَسْئَلْکُمْ اَمْوَالَکُمْ اور نہیں مانگتا اللہ تعالیٰ تم سے تمہارے سارے مال اِنْ یَّسْئَلْکُمُوْھَا اگر وہ مانگے تم سے سارا مال فَیُحْفِکُمْ پس وہ تنگ کرے تم کو۔ تمہارے پیچھے پڑ جائے تَبْخَلُوْا تم بخل کرنے لگو۔ زکوٰۃ تم سے چالیسواں حصہ مانگتی ہے، عشر دسواں یا بیسواں حصہ مانگتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ فرماتے کہ سارے کا سارا مال دو تو تم خود سمجھ لو کہ جو چالیسواں، دسواں اور بیسواں حصہ دینے کے لیے تیار نہیں ہیں اور دیتے ہوئے کڑھتے ہیں انھوں نے سارا مال کہاں دینا تھا۔ رب تعالیٰ کا احسان ہے کہ چالیس میں سے ایک روپیہ لیا ہے اور انتالیس روپے تمہاری جیب میں ہیں۔ دو سو میں سے پانچ روپے لیے ہیں ہزار میں سے پچیس روپے لیے ہیں۔ اگر بارانی زمین ہے تو دسواں حصہ ہے۔ اگر چاہی اور نہری ہے تو بیسواں حصہ ہے۔ اور یاد رکھنا! عشر ہر چیز میں ہے۔ اناج، پھل، سبزی، ٹماٹر، پیاز، تھوم، دھنیا، مرچیں، ہر چیز میں باقاعدہ عشر ہے۔

بخاری شریف میں روایت ہے کُلُّ مَا اَخْرَجَتْہُ الْاَرْضُ فَفِیْہِ الْعُشْر

''جو چیز زمین میں پیدا ہوتی ہے اس میں باقاعدہ عشر ہے۔'' چاہے اس چیز کا دسواں حصہ دے دو یا اس کی قیمت دے دو۔

تو فرمایا اللہ تعالیٰ تم سے سارا مال نہیں مانگتا اگر سارا مال مانگے تو مبالغہ کرے تمہارے پیچھے پڑ جائے تو تم بخل کرنے لگ جاؤ وَيُخْرِجْ أَضْغَانَكُمْ۔ اضغان ضِغْنٌ کی جمع ہے اس کا معنیٰ ہے کینہ۔ اور اللہ تعالیٰ نکالے گا تمہارے اندر کے کھوٹ کو۔ تمہارے سارے کینے باہر نکل آئیں گے کہ رب نے ہمارے پاس تو کچھ بھی نہ چھوڑا سارا کچھ لے لیا۔ اس وقت تم اس طرح کی باتیں کرتے۔ فرمایا هَا خبردار أَنْتُمْ هٰؤُلَاءِ تم وہ ہو تُدْعَوْنَ تم کو دعوت دی جاتی ہے لِتُنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ تاکہ تم خرچ کرو اللہ تعالیٰ کے راستے میں فَمِنْكُمْ پس بعض تم میں سے ایسے ہیں مَّنْ يَّبْخَلُ جو بخل کرتے ہیں۔ سب تو نہیں بعض ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے میں بخل سے کام لیتے ہیں۔ فرمایا وَمَنْ يَّبْخَلْ فَإِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ اور جو بخل کرے گا بے شک وہ بخل کرے گا اپنے نفس کے لیے۔ اس کے بخل کا وبال اسی پر پڑے گا رب تعالیٰ کا کیا بگڑے گا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ساری کی ساری دنیا اتقٰی قلبِ رَجُلٍ ''متقی ہو جائے رب تعالیٰ کی خدائی میں ایک رتی کا اضافہ نہیں ہو سکتا اور اگر معاذ اللہ سارے کے سارے کافر ہو جائیں تو رب تعالیٰ کی خدائی میں رتی برابر کمی نہیں ہو سکتی۔''

تو جس نے بخل کیا اس نے اپنے نفس کے لیے کیا وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ اور اللہ تعالیٰ بے پرواہ ہے وَأَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اور تم محتاج ہو۔ رب تعالیٰ تو صمد اور بے نیاز ہے ساری کائنات سے اور ساری کائنات اس کی محتاج ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق

میں آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی کا مقام سب سے بلند ہے مگر آپ ﷺ بھی رب تعالیٰ کے محتاج ہیں، رورو کر رب تعالیٰ سے دعائیں کرتے ہیں۔ فرمایا وَاِنْ تَتَوَلَّوْا اور اگر تم اعراض کرو گے اطاعت سے پھر جاؤ گے، اللہ تعالیٰ کے رسول کی اطاعت سے پھر جاؤ گے تو یاد رکھو یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَكُمْ بدل دے گا تمہاری جگہ دوسرے لوگوں کو۔ تمھیں فنا کر کے دوسری قوم کو یہاں آباد کر دے گا اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں ہے ثُمَّ لَا یَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ پھر وہ نہیں ہوں گے تمہارے جیسے۔

مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو مستحکم کر دیا۔ انھوں نے جان و مال کی قربانیاں پیش کیں اور اپنی وفاداری ثابت کر دی تو ان کی جگہ کسی دوسری قوم کو لانے کی ضرورت نہ پڑی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا فرماں بردار بنائے اور آنحضرت ﷺ کا فرماں بردار بنائے، ایمان پر قائم رکھے اور سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔ (امین)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر

سورۃ الفتح

(مکمل)

جلد............١٩

آیاتها ۲۹ ۴۸ سُوْرَةُ الْفَتْحِ مَدَنِيَّةٌ ۱۱۱ رکوعاتها ۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۙ﴿۱﴾ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۙ﴿۲﴾ وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ﴿۳﴾ هُوَ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْۤا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ؕ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۙ﴿۴﴾ لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا ۙ﴿۵﴾ وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ؕ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۶﴾

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ بے شک ہم نے فتح دی آپ کو فَتْحًا مُّبِيْنًا فتح کھلی

لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ تا کہ بخش دے اللہ تعالیٰ آپ کے لیے مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ

جو پہلے ہو چکی ہیں آپ کی لغزشیں وَمَا تَاَخَّرَ اور جو بعد میں ہوں گی

وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ اور تا کہ پوری کرے اپنی نعمت کو عَلَيْكَ آپ پر و

یَهۡدِیَكَ اور چلاتا رہے آپ کو صِرَاطًا مُّسۡتَقِیۡمًا سیدھے راستے پر وَّ یَنۡصُرَكَ اللّٰهُ اور تاکہ مدد کرے اللہ تعالیٰ آپ کی نَصۡرًا عَزِیۡزًا زبردست مدد هُوَ الَّذِیۡۤ وہ وہی ذات ہے اَنۡزَلَ السَّكِیۡنَةَ جس نے اتارا اطمینان فِیۡ قُلُوۡبِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ مومنوں کے دلوں میں لِیَزۡدَادُوۡۤا اِیۡمَانًا تاکہ وہ زیادہ ہوں ایمان میں مَّعَ اِیۡمَانِهِمۡ اپنے ایمانوں کے ساتھ وَلِلّٰهِ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں جُنُوۡدُ السَّمٰوٰتِ لشکر آسمانوں کے وَالۡاَرۡضِ اور زمین کے وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیۡمًا اور ہے اللہ تعالیٰ جاننے والا حَكِیۡمًا حکمت والا لِّیُدۡخِلَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ تاکہ وہ داخل کرے ایمان والے مردوں کو وَالۡمُؤۡمِنٰتِ اور ایمان والی عورتوں کو جَنّٰتٍ ایسے باغات میں تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ جاری ہیں ان کے نیچے نہریں خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَا ہمیشہ رہیں گے ان میں وَیُكَفِّرَ عَنۡهُمۡ اور تاکہ مٹادے ان سے سَیِّاٰتِهِمۡ ان کی خطائیں وَكَانَ ذٰلِكَ اور ہے یہ عِنۡدَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے نزدیک فَوۡزًا عَظِیۡمًا کامیابی بڑی وَّیُعَذِّبَ الۡمُنٰفِقِیۡنَ اور تاکہ سزا دے منافق مردوں کو وَالۡمُنٰفِقٰتِ اور منافق عورتو ں کو وَالۡمُشۡرِكِیۡنَ اور مشرک مردوں کو وَالۡمُشۡرِكٰتِ اور مشرک عورتوں کو الظَّآنِّیۡنَ بِاللّٰهِ جو گمان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں ظَنَّ السَّوۡءِ بُرا گمان عَلَیۡهِمۡ ان پر ہے دَآئِرَةُ السَّوۡءِ بُری گردش وَغَضِبَ اللّٰهُ

عَلَیۡهِمۡ اور اللہ تعالیٰ غضب ناک ہوا ہے ان پر وَلَعَنَهُمۡ اور ان پر لعنت کی ہے وَاَعَدَّ لَهُمۡ اور تیار کیا ہے ان کے لیے جَهَنَّمَ دوزخ وَسَآءَتۡ مَصِیۡرًا اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے۔

تعارف سورت :

اس سورت کا نام سورۃ فتح ہے۔ پہلی آیت کریمہ میں فَتۡحًا مُّبِیۡنًا کے لفظ موجود ہیں۔ یہ سورت مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔ ایک سو دس سورتیں اس سے پہلے نازل ہو چکی تھیں۔ اس کے چار (۴) رکوع اور انتیس (۲۹) آیتیں ہیں۔ آنحضرت ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے۔ مگر قریش مکہ نے آپ ﷺ کا تعاقب نہ چھوڑا۔ ہجرت کے دوسرے سال غزوہ بدر پیش آیا رمضان المبارک کے مہینے میں۔ پھر ہجرت کے تیسرے سال شوال میں غزوہ احد پیش آیا اور ۵ھ ہجری میں غزوہ خندق کا معرکہ پیش آیا۔ یہ تین لڑائیاں براہ راست مکے والوں سے لڑی گئیں۔

واقعہ حدیبیہ :

۶ھ میں آنحضرت ﷺ نے خواب دیکھا کہ آپ ﷺ بمع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے ہیں احرام باندھا ہوا ہے، اللہ تعالیٰ کے گھر کا طواف کر رہے ہیں، طواف سے فارغ ہونے کے بعد کوئی سر منڈوا رہا ہے اور جس نے پٹے رکھے ہوئے ہیں وہ بال کٹوا رہا ہے۔ یہ خواب آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام کے سامنے بھی ذکر فرمایا کہ میں نے اس طرح خواب دیکھا ہے۔

خواب کے متعلق یہ بات ذہن میں رکھیں کہ خواب کے لیے ضروری نہیں ہوتا کہ

اس کی تعبیر فوری طور پر سامنے آ جائے۔ خواب اور اس کی تعبیر میں عرصہ دراز حائل ہوسکتا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے بچپن میں خواب دیکھا اس کی تعبیر چالیس سال بعد ظاہر ہوئی۔ تو خواب کے لیے ضروری نہیں کہ رات کو دیکھو تو صبح کو اس کی تعبیر سامنے آ جائے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے خواب کا ذکر فرمایا۔ سب کا خیال ہوا کہ شاید اسی سال عمرہ کرنا ہے۔ کیونکہ حج تو ابھی تک فرض نہیں ہوا تھا۔ حج ۹ ھ میں فرض ہوا ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ عمرے کی تیاری کرو اور اپنے دفاع کا سامان بھی ساتھ رکھو کہ مکے والوں سے براہ راست تین جنگیں ہو چکی ہیں۔ ہوسکتا ہے وہ مزاحمت کریں تو ہم شکست نہ کھائیں۔ اس سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ تقریباً پندرہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ اس سفر میں ایک بھی منافق شریک نہیں تھا۔ منافقوں نے آپس میں مشورہ کر کے طے کیا کہ ایک بھی ان کے ساتھ نہ جائے کہ مکے والوں کے ساتھ تین لڑائیاں ہو چکی ہیں اور یہ ان کے گھر جا رہے ہیں۔ وہ اتنے بے غیرت ہیں کہ ان کو زندہ چھوڑ دیں گے؟

چنانچہ اگلے رکوع میں بات آئے گی ان شاء اللہ تعالیٰ کہ منافقوں نے کہا لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا ”ہرگز نہیں واپس لوٹ کر آئیں گے اللہ کے رسول اور ایمان والے اپنے گھروں کی طرف کبھی بھی۔“ ہمیں موت کے منہ میں جانے کی کیا ضرورت ہے؟ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک بھی منافق اس سفر میں آپ کے ساتھ نہیں تھا۔

مدینہ طیبہ سے چھ میل دور ایک مقام ہے ذوالحلیفہ، آج کل اس کو بیرِ علی کہتے ہیں۔ یہ میقات ہے۔ وہاں سے آگے احرام کے بغیر نہیں جاسکتے۔ یوں سمجھو جیسے نماز شروع کرنے کے لیے تکبیر تحریمہ فرض ہے، ہاتھ اٹھانا مستحب ہیں، اگر کسی نے تکبیر نہ کہی تو

نماز نہیں ہوگی۔ اور تکبیر تحریمہ کا مطلب یہ ہے کہ جو چیزیں پہلے حلال تھیں وہ تکبیر تحریمہ کے بعد حرام ہوگئی ہیں۔ اسی طرح احرام کے بعد وہ کام نہیں کر سکتا جو پہلے کر سکتا تھا۔ سلا ہوا کپڑا نہیں پہن سکتا، سر نہیں ڈھانک سکتا۔ مونچھیں نہیں کٹوا سکتا، ناخن نہیں تراش سکتا، خوشبو نہیں لگا سکتا۔

تو آپ ﷺ نے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے احرام باندھا اور قربانی کے اونٹ ساتھ لیے۔ اگرچہ عمرے کے لیے قربانی ضروری نہیں ہے اور نہ مفرد حج کے لیے۔ قربانی قران اور تمتع والے کے لیے واجب ہے۔ لیکن اگر کوئی عمرے کے موقع پر اور مفرد حج کے موقع پر کرے تو نُوْرٌ علی نور ہے۔ قران اسے کہتے ہیں کہ حج عمرے کا اکٹھا احرام باندھا جائے۔ اور تمتع کہتے ہیں کہ ایک ہی سال میں پہلے عمرہ کرے پھر حج کرے۔

تو احرام باندھا، قربانی کے جانور ساتھ لیے اور لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ کہتے ہوئے سفر شروع کیا۔ مکہ مکرمہ کے قریب پہنچے، کافروں کو علم ہوا تو ان کو یہ شبہ ہوا کہ ہم پر حملے کے لیے آرہے ہیں چنانچہ انھوں نے لڑائی کی تیاری کر لی۔ مکہ مکرمہ سے چھ میل دور حدیبیہ کا مقام ہے۔ آج کل اس کا نام شمیسہ ہے حدیبیہ کے نام سے کوئی نہیں جانتا۔ اس کا کچھ حصہ حرم میں ہے اور کچھ حصہ باہر ہے۔ تو جب حدیبیہ کے مقام پر پہنچے تو کافروں نے مزاحمت کی، بڑا طویل قصہ ہے۔ کہنے لگے کہ ہم نے عمرہ نہیں کرنے دینا۔ یہ بھی دیکھ رہے تھے کہ احرام باندھے ہوئے ہیں لڑائی کے ارادے سے نہیں آئے۔ پھر بھی کہنے لگے کہ ہماری غیرت گوارا نہیں کرتی کہ تمھیں اس سال عمرہ کرنے دیں آئندہ سال سہی۔ یکے بعد دیگرے ان کے چار نمائندے آئے۔

آنحضرت ﷺ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ ہمیں بھی کوئی نمائندہ بھیجنا چاہیے۔

چنانچہ آپ ﷺ نے عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا کہ اے عمر! ان کے آدمی آئے ہیں اور ہمارے ساتھ جذباتی باتیں کر کے چلے گئے ہیں میرا خیال ہے کہ ہمیں بھی کوئی نمائندہ بھیجنا چاہیے کہ وہ جا کر ان کے تجربہ کار اور معاملہ فہم لوگوں کے ساتھ بات کرے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضرت! بڑی اچھی بات ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ تمھیں نمائندہ بنا کر بھیجوں۔ کہنے لگے حضرت! مجھے نہ بھیجیں کیونکہ آپ کے علم میں ہے کہ میری طبیعت میں حدت ہے، تیزی ہے۔ اگر انھوں نے میرے ساتھ کوئی ایسی بات کی کہ میں برداشت نہ کر سکا تو معاملہ بگڑ جائے گا۔ آپ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بھیجیں کہ بڑی ٹھنڈی طبیعت کے مالک ہیں۔ جس طرح بھی کوئی بات کرے وہ بڑے ٹھنڈے دل سے سنتے ہیں۔ رب تعالیٰ نے مزاج الگ الگ بنائے ہیں۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو مزاج کسی کا بنایا ہے وہ بدل نہیں سکتا۔ ہاں! مصرف بدل جاتا ہے۔ مثلاً صدیوں سے عربوں کا مزاج لڑائی کا تھا تو ان کو یہ نہیں کہا کہ تم لڑو نہ، بلکہ مصرف بدلا کہ پہلے تم اپنی ذات کے لیے لڑتے تھے اب تم خدا اور رسول کے لیے لڑو کافروں کے ساتھ۔ چنانچہ انھوں نے کافروں کے ساتھ جہاد کیا اور خوب کیا۔

چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ احرام کی حالت میں ان کے پاس گئے اور ان کے بڑوں کے ساتھ گفتگو کی۔ ان کے نوجوان جذباتی تھے دیکھ رہے تھے کہ ہمارے یہ بابے (بڑے اور بوڑھے لوگ) بڑی نرم نرم باتیں کرتے ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان سے لیا اور ایک روایت میں ہے کہ کعبۃ اللہ میں بند کر دیا اور خبر مشہور کر دی کہ عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ قتل کی افواہ نہیں تھی بلکہ قید کرنے کی افواہ تھی اور یہ

روایت زیادہ مضبوط ہے کہ قید کرنے کی افواہ تھی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ انھوں نے ہمارے سفیر کو قید کرلیا ہے ہم اپنے قیدی کو چھڑائیں گے۔ اس سلسلے میں آپ ﷺ نے درخت کے نیچے ساتھیوں سے بیعت لی۔ اس کا ذکر آگے آرہا ہے کہ جب ان کا نمائندہ سہیل بن عمرو آیا تو معاملہ طے پا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ خوب نویس بھی تھے اور زود نویس بھی تھے۔

آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ لکھو بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ تو سہیل بن عمرو نے کہا کہ یہ تمہاری علامت ہے یہ نہ لکھو بلکہ لکھو بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ ۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ لکھو هٰذَا مَا قَاضٰى عَلَيْهِ محمد رسول الله ﷺ ۔ ''یہ وہ چیز ہے جو محمد رسول اللہ اور سہیل بن عمرو نے طے کی ہے۔'' سہیل بن عمرو نے کہا کہ رسول اللہ کا لفظ مٹا دو۔ اگر ہم آپ کو رسول اللہ مانتے تو لڑنے کی کیا ضرورت تھی؟ محمد بن عبداللہ لکھو۔ چنانچہ یہ بھی مٹا دیا گیا۔ کافی شرطیں تھیں جن کا ذکر آگے آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

خیر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت! آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ کا طواف کریں گے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں! میں نے کہا ضرور تھا مگر یہ تو نہیں کہا تھا کہ اس سال کریں گے۔ فرمایا ان شاء اللہ ضرور کریں گے۔ جو شرائط طے ہوئی تھیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ آئندہ سال آکر تم طواف کروگے اور صرف تین دن یہاں ٹھہروگے۔ تین دن کے بعد یہاں سے چلے جاؤ گے۔ اس موقع پر واپسی پر راستے میں یہ سورۃ نازل ہوئی۔

فرمایا اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا بے شک ہم نے آپ کو فتح دی فتح کھلی۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت! یہ شرائط تو ہمارے حق میں نہیں ہیں۔ کیا یہ فتح ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! فتح ہے۔ یوں سمجھو کہ یہ فتح کی تمہید تھی۔ یہ ۶ ھ کا واقعہ ہے اور دو سال بعد مکہ مکرمہ فتح ہو گیا۔ اس صلح کے بعد آمد و رفت شروع ہو گئی، نفرت کم ہوئی۔ اسی صلح کے زمانے میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فاتح شام مسلمان ہوئے اور اسی صلح کے زمانے میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فاتح مصر مسلمان ہوئے۔ آمد و رفت کا سلسلہ شروع ہوا، ایک دوسرے سے متاثر ہوئے۔ تو یہ فتح کی تمہید تھی۔ تو فرمایا بے شک ہم نے آپ کو فتح دی کھلی فتح لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ تاکہ معاف کر دے اللہ تعالیٰ آپ کی وہ لغزشیں جو پہلے ہو چکی ہیں وَمَا تَاَخَّرَ اور جو بعد میں ہوں گی۔

اہل سنت والجماعت کا مسلک یہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں کبیرہ گناہوں سے بھی اور صغیرہ گناہوں سے بھی۔ رائے کی غلطی پیغمبر سے ہو سکتی ہے اور اس کو عربی میں زلت، لغزش کہتے ہیں۔ اور یہ نہ گناہ صغیرہ ہوتی ہے اور نہ کبیرہ ہوتی ہے۔ جیسے بدر کے قیدیوں کے متعلق آپ ﷺ سے لغزش ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی۔ شہد کی حرمت کے متعلق آپ ﷺ کو سورہ تحریم میں تنبیہ فرمائی۔ چونکہ مقام بہت اونچا ہوتا ہے اس لیے چھوٹی چھوٹی باتوں پر بھی گرفت ہوتی ہے:

؎ نزدیکاں را بیش بود حیرانی

جتنا کسی کا درجہ اونچا ہوتا ہے اتنی پابندیاں زیادہ ہوتی ہیں۔ تو لغزشوں کو اللہ تعالیٰ نے ذنب کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے کہ آپ ﷺ کی گزشتہ لغزشیں بھی معاف کر دیں اور جو آئندہ ہوں گی وہ بھی معاف کر دے گا وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ اور تاکہ پورا کرے اپنی نعمت کو آپ پر وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا اور تاکہ چلاتا ہے آپ کو سیدھے راستے پر وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا اور تاکہ مدد کرے اللہ تعالیٰ آپ کی زبردست مدد۔ اللہ

تعالیٰ نے آپ ﷺ کی مدد فرمائی اور صلح حدیبیہ کے دو سال بعد مکہ مکرمہ فتح ہو گیا اور تورات کی پیش گوئی بھی پوری ہوئی کہ آخری پیغمبر مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے یثرب آئے گا۔ مدینہ منورہ کا پہلا نام یثرب تھا۔ پھر دس ہزار قدسیوں کے ہمراہ فاران کی چوٹیوں سے (جبل نور کا پہلا نام فاران ہے جس پر غار حرا ہے) سے ظاہر ہوگا اور فاتحانہ انداز میں مکہ مکرمہ میں داخل ہوگا۔

اب جو تورات چھپی ہے اس سے پادریوں نے دس ہزار کا لفظ نکال دیا ہے تاکہ وہ آپ پر صادق نہ آئے۔ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی جو تورات ہے اس میں یہ لفظ موجود ہے۔ میں انگلستان گیا تھا۔ جب میں مانچسٹر پہنچا تو ساتھیوں سے کہا کہ مجھے تورات کا کوئی پرانا نسخہ دکھاؤ۔ ساتھی پرانا نسخہ لائے۔ چونکہ میں انگریزی نہیں جانتا تھا ساتھیوں سے کہا کہ فلاں باب نکال کر یہ آیات پڑھو۔ انھوں نے جب پڑھیں تو ان میں یہ لفظ دس ہزار قدسیوں کا موجود تھا۔ یہودی، عیسائی اپنی کتابوں میں تحریف کرتے رہتے ہیں لفظی بھی اور معنوی بھی۔

تو مکے والوں کے ساتھ جو شرائط طے ہوئی تھیں ان میں سے بعض نرم تھیں مسلمانوں کے حق میں تھیں اور بعض سخت اور پریشان کن تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے تسلی نازل فرمائی۔ فرمایا هُوَ الَّذِیٓ اَنۡزَلَ السَّکِیۡنَةَ اللہ تعالیٰ کی ذات وہی ہے جس نے اطمینان اتارا، تسلی اتاری فِیۡ قُلُوۡبِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ مومنوں کے دلوں میں لِیَزۡدَادُوۡۤا اِیۡمَانًا مَّعَ اِیۡمَانِهِمۡ تاکہ وہ زیادہ ہوں ایمان میں اپنے ایمانوں کے ساتھ۔ تاکہ ان کا ایمان مزید بڑھ جائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایمان میں تو پہلے ہی کامل تھے، تسکین نازل ہونے کے بعد ان کے ایمان اور مضبوط ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلِلّٰهِ جُنُوۡدُ السَّمٰوٰتِ

وَالْاَرْضِ　اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں لشکر آسمانوں کے اور زمین کے۔ اگر کافروں کی اکثریت ہے تو کوئی بات نہیں لشکر سب رب تعالیٰ کے ہیں　وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا　اور ہے اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا　لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ　تاکہ داخل کرے اللہ تعالیٰ ایمان والے مردوں کو اور ایمان والی عورتوں کو　جَنّٰتٍ　ایسے باغات میں　تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ　جاری ہیں ان کے نیچے نہریں　خٰلِدِيْنَ فِيْهَا　ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے ان جنتوں میں　وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ　اور تاکہ مٹادے اللہ تعالیٰ ان کی خطائیں ایمان کی برکت سے، نماز اور وضو کی برکت سے۔ نیکیوں کی برکت سے صغیرہ گناہ خود بخود معاف ہو جاتے ہیں۔ بندے نے ایک قدم مسجد کی طرف اٹھایا نماز کے لیے ایک صغیرہ گناہ معاف ہو گیا، ایک درجہ بلند ہو گیا، دس نیکیاں بھی مل گئیں۔ اور اگر کوئی فی سبیل اللہ کے ارادے سے نکلے کہ ہم نے قرآن کا درس سننا ہے کیونکہ دین حاصل کرنا بھی فی سبیل اللہ کی مد میں ہے۔ تو ایک قدم پر کم از کم سات سو نیکیاں ہیں۔ آتے ہوئے بھی اور جاتے ہوئے بھی۔ اگر آنے جانے پر پیسہ خرچ ہوا ہے تو ایک روپے پر کم از کم سات سو روپے کا ثواب ہے　وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَاءُ　اور اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہے زیادہ کرے۔

تو فرمایا مٹادے گا ان سے ان کی خطائیں　وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ　اور ہے یہ چیز اللہ تعالیٰ کے ہاں　فَوْزًا عَظِيْمًا　بڑی کامیابی۔ آدمی کے گناہ مٹ جائیں، رب تعالیٰ راضی ہو جائے اور جنت میں داخل ہو جائے، بڑی کامیابی ہے　وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ　اور تاکہ سزا دے اللہ تعالیٰ منافق مردوں کو اور منافق عورتوں کو　وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ　اور مشرک مردوں کو اور مشرک عورتوں کو　الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ

ظَنَّ السَّوْءِ جو گمان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں بُرا گمان کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کی مدد نہیں کرے گا یہ سارے ختم ہو جائیں گے ان کا صفایا ہو جائے گا عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ انھی پر ہے بُری گردش۔ ان پر گردش پڑے گی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مسلمانوں کا کچھ نقصان نہیں ہوگا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ اور اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا ہے ان پر وَ لَعَنَهُمْ اور ان پر لعنت کی ہے وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ اور ان کے لیے تیار کیا ہے دوزخ۔ اور کیا پوچھتے ہو؟ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہر مومن مرد اور عورت کو جہنم سے بچائے اور اپنے فضل و کرم سے جنت کا وارث بنائے۔

وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ؕ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ سَيَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَاۤ اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ؕ بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝

وَلِلّٰهِ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لشکر آسمانوں کے اور زمین کے وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ عَزِيْزًا غالب حَكِيْمًا حکمت والا اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ بے شک ہم نے بھیجا آپ کو شَاهِدًا گواہی دینے والا وَّمُبَشِّرًا اور خوش خبری دینے والا وَّنَذِيْرًا اور ڈرانے والا لِّتُؤْمِنُوْا تاکہ تم ایمان لاؤ بِاللّٰهِ اللہ تعالیٰ پر وَرَسُوْلِهٖ اور اس کے رسول پر وَتُعَزِّرُوْهُ اور تاکہ تم اس کی مدد کرو وَتُوَقِّرُوْهُ اور تاکہ تم اس کی تعظیم کرو وَتُسَبِّحُوْهُ اور تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرو بُكْرَةً پہلے پہر وَّاَصِيْلًا اور پچھلے پہر اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ

یُبَایِعُوْنَكَ جو بیعت کرتے ہیں آپ سے اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ پختہ بات ہے وہ بیعت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے یَدُ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے فَمَنْ نَّكَثَ پس جو شخص توڑے گا فَاِنَّمَا یَنْكُثُ پس بے شک وہ توڑتا ہے عَلٰی نَفْسِهٖ اپنے نفس کے نقصان کے لیے وَمَنْ اَوْفٰی اور جس نے پورا کیا بِمَا اس چیز کو عٰهَدَ عَلَیْهُ اللّٰهَ جس پر اس نے معاہدہ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ فَسَیُؤْتِیْهِ پس عن قریب دے گا اس کو اللہ تعالیٰ اَجْرًا عَظِیْمًا اجر بڑا۔ سَیَقُوْلُ عن قریب کہیں گے لَكَ آپ کے سامنے الْمُخَلَّفُوْنَ جو پیچھے چھوڑ گئے مِنَ الْاَعْرَابِ دیہاتیوں میں سے شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا مشغول رکھا ہمیں ہمارے مالوں نے وَاَهْلُوْنَا اور ہمارے گھر کے افراد نے فَاسْتَغْفِرْ لَنَا پس آپ بخشش طلب کریں ہمارے لیے یَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ کہیں گے یہ اپنی زبانوں سے مَّا وہ بات لَیْسَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ جو ان کے دلوں میں نہیں ہوگی قُلْ آپ فرمادیں فَمَنْ یَّمْلِكُ لَكُمْ پس کون مالک ہوگا تمہارے لیے مِّنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے سامنے شَیْـًٔا کسی چیز کا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اگر ارادہ کرے اللہ تعالیٰ تمہارے لیے ضرر کا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا یا ارادہ کرے تمہارے لیے نفع کا بَلْ كَانَ اللّٰهُ بلکہ ہے اللہ تعالیٰ بِمَا تَعْمَلُوْنَ جو عمل تم کرتے ہو خَبِیْرًا خبر رکھنے والا۔

ربط آیات :

کل کے سبق میں یہ بات بیان ہوئی تھی کہ ہجرت کے چھٹے سال آنحضرت ﷺ تقریباً پندرہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو لے کر احرام کی حالت میں تلبیہ پڑھتے ہوئے لبیك اللھم لبیك مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے لیکن کافروں نے مکہ مکرمہ میں داخل نہ ہونے دیا۔ انھیں اپنی اکثریت کا گھمنڈ تھا اور اس کا وہ رعب ڈالتے رہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اکثریت کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں لشکر آسمانوں کے اور زمین کے۔ تمہارے آدمی کتنے ہوں گے؟ اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں انسان ہیں، جنات ہیں، فرشتے ہیں اور فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے اتنی طاقت دی ہے کہ اگر ایک فرشتہ نیچے آکر پر مارے تو سارے علاقے کو اٹھا کر الٹا کر کے پھینک دے۔ حضرت لوط علیہ السلام کی بستیوں کے متعلق فرمایا ہے وَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا [ہود: ۸۲] ''اور کر دیا ہم نے ان کے اوپر والے حصے کو نیچے۔'' تمام تفسیروں میں لکھا ہے جبرائیل علیہ السلام نے اپنے ایک پَر پر ان بستیوں کو اٹھا کر بلندی پر جا کر الٹا کر کے نیچے پھینک دیا۔ تمہاری اکثریت کی کیا حیثیت ہے آسمانوں اور زمینوں کے لشکر صرف اللہ تعالیٰ کے ہیں وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا اور ہے اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا۔ غالب رب تعالیٰ ہی ہے مگر وہ اپنی حکمت کے ساتھ کام کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا بے شک ہم نے بھیجا آپ کو گواہی بنا کر اپنی وحدانیت پر کہ آپ میری وحدانیت کی گواہی دیں۔ یہ مفہوم حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ شَاهِدًا لِلّٰهِ بِوَحْدَانِيَّتِه ''اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کا گواہ بنایا۔ اکثر مفسرین کرام رحمہم اللہ علیہم اس کا معنیٰ کرتے ہیں گواہی دینے والا اور گواہی دینے

کی تفسیر خود آنحضرت ﷺ نے بیان فرمائی ہے جو بخاری شریف اور دیگر احادیث کی کتابوں میں موجود ہے۔

امت محمدیہ کا حضرات انبیاء علیہم السلام کے حق میں گواہی دینا :

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب قیامت کے دن تمام مخلوقات کو اکٹھا کرے گا اور سب حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کو بھی جمع کرے گا تو کافروں اور نافرمانوں پر اتمام حجت کے لیے حضرات انبیائے عظام علیہم السلام سے سوال فرمائے گا۔ مثلاً حضرت نوح علیہ السلام سے فرمائے گا کیا آپ نے اپنی امت کو تبلیغ کی تھی؟ حضرت نوح علیہ السلام عرض کریں گے اے اللہ! میں نے واقعی تبلیغ کی تھی۔ پھر نوح علیہ السلام کی امت سے سوال کیا جائے گا کہ کیا نوح علیہ السلام نے تمہیں تبلیغ کی تھی؟ امت انکار کر دے گی کہ ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا آیا ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ سوال کرے گا اے نوح! تمہارا کوئی گواہ بھی ہے؟ حضرت نوح علیہ السلام عرض کریں گے میری گواہ حضرت محمد رسول ﷺ کی امت ہے (وہ لوگ یہ اعتراض کریں گے کہ یہ گواہ تو ہمارے زمانے میں موجود نہ تھے لہٰذا یہ گواہ کیسے ہوئے تو امت محمدیہ عَلٰی صاحِبِھا الف الف تحیہ جواب دے گی کہ ہم نے قرآن کریم پڑھا ہے جس میں صاف طور پر لکھا تھا کہ حضرت نوح علیہ السلام اور اسی طرح دوسرے انبیائے عظام علیہم السلام نے تبلیغ کی تھی اور ہمیں ہمارے آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے بھی ایسا ہی فرمایا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول برحق یہ فرماتے ہیں کہ مثلاً نوح علیہ السلام نے تبلیغ کی تھی تو ہم برحق اور سچی گواہی دیتے ہیں۔) جب آپ ﷺ کی امت گواہی دے چکے گی تو آنحضرت ﷺ اپنی امت کی شہادت اور گواہی کی صفائی اور تصدیق کریں گے کہ میری امت نے جو گواہی دی ہے وہ حق ہے۔ گویا آپ ﷺ کی

حیثیت سرکاری گواہ کی ہوگی۔ سورہ نساء آیت نمبر ۴۱ پارہ ۵ میں ہے فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا ''پھر کیا حال ہوگا جب بلائیں گے ہم ہر امت میں سے گواہی دینے والا اور بلائیں گے آپ کو ان لوگوں پر گواہی دینے والا۔'' اور سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۴۳ میں ہے لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ''تاکہ تم لوگوں پر گواہی دینے والے بنو اور رسول تم پر گواہی دینے والا ہو۔'' تو آپ ﷺ اپنی امت کی صفائی پیش کریں گے کہ میری امت نے جو گواہی دی ہے صحیح دی ہے۔ کیونکہ جو اہم مقدمات ہوتے ہیں ان میں محض گواہی پر فیصلہ نہیں ہوتا بلکہ تزکیۃ الشہداء گواہوں کی صفائی کا بھی اہتمام ہوتا ہے۔ مثلاً زنا کے چار گواہ ہیں تو قاضی خفیہ طور پر گواہوں کے متعلق تحقیق کرے گا کہ یہ گواہ فاسق و فاجر تو نہیں ہیں۔ ان گواہوں کی اس کے ساتھ لاگت بازی تو نہیں، کوئی دشمنی اور عداوت تو نہیں، یہ نماز روزے کے پابند ہیں، زکوۃ ادا کرتے ہیں۔ جب گواہوں کی صفائی ہو جائے گی پھر جج اور قاضی فیصلہ کرے گا۔

اسی طرح چوری کے گواہوں، شراب کے گواہوں، قذف کے گواہوں کا تزکیہ ہوگا پھر فیصلہ ہوگا۔ تو آنحضرت ﷺ اپنی امت کی گواہی کی صفائی پیش کریں گے۔ اور یہ تفسیر آنحضرت ﷺ نے خود کی ہے کہ میں اپنی امت کے حق میں گواہی دوں گا کہ میری امت نے جو گواہی دی ہے صحیح ہے۔

قرآن کریم کے ترجمے میں احمد رضا خان بریلوی کا ظلم :

قرآن کریم کے جتنے تراجم ہوئے ہیں عربی میں، فارسی میں، اردو میں اور دیگر زبانوں میں، ان میں سے جتنا ظلم لفظی ترجمہ میں احمد رضا خان بریلوی نے کیا ہے اتنا ظلم

کائنات میں اور کسی نے نہیں کیا۔ وہ شَاهِدًا کا معنیٰ کرتے ہیں بے شک ہم نے تمھیں بھیجا حاضر ناظر۔ شاھد کا ترجمہ حاضر ناظر، لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ جب ایک سادہ مسلمان یہ ترجمہ پڑھے گا تو وہ سمجھے گا کہ آپ کا حاضر و ناظر ہونا قرآن میں موجود ہے۔ تو پھر وہ حاضر و ناظر والا عقیدہ کیوں نہیں بنائے گا۔ میں نے اپنی کتاب تنقید متین اور اتمام البرھان میں اس پر کافی بحث کی ہے۔ میں نے کہا خان صاحب! فقہائے کرام تو حاضر و ناظر کا عقیدہ رکھنے والے کو کافر کہتے ہیں چاہے وہ حنفی ہوں، شافعی ہوں، مالکی ہوں یا حنبلی ہوں، وہ کہتے ہیں کہ جو آنحضرت ﷺ کو حاضر و ناظر مانے وہ پکا کافر ہے۔ تو کفر قرآن کا ترجمہ کیسے ہوگیا؟ اتنا ظلم قرآن پر کسی نے نہیں کیا جتنا اس نے کیا ہے۔ پھر ان کے ایک شاگرد مفتی نعیم الدین مراد آبادی نے تفسیر لکھی ہے۔ اس میں جتنی خرافات اور رسومات ہیں ان کو قرآن کی تفسیر بنا دیا ہے۔ تو جب ایک سادہ آدمی اس تفسیر کو پڑھے گا وہ اسی کے مطابق عقیدہ اور عمل بنائے گا اس بے چارے کو حقیقت کا کیا علم۔ احمد رضا خان کے ترجمہ کا نام ہے کنز الایمان یعنی ایمان کا خزانہ۔ اور مفتی نعیم الدین کی تفسیر کا نام ہے خزائن العرفان، لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ انھوں نے بڑا ظلم کیا ہے۔

یاد رکھنا! آنحضرت ﷺ ہوں یا اور کوئی پیغمبر ہو یا ولی، قطب، شہید ہو ان کے متعلق حاضر و ناظر کا عقیدہ رکھنا تمام فقہائے کرام کے نزدیک کفر ہے۔ میں نے اپنی کتاب تبرید النواظر یعنی آنکھوں کی ٹھنڈک میں حوالے درج کیے ہیں۔ ہماری کسی کے ساتھ ضد نہیں ہے اور نہ شراکت داری ہے، نہ رشتے ناتے کا کوئی جھگڑا ہے بات صرف اتنی ہے کہ جو قرآن کہتا ہے، حدیث کہتی ہے، فقہائے کرام کہتے ہیں وہ صحیح ہے باقی سب غلط ہے۔ تو شاہد کا معنیٰ خود آنحضرت ﷺ نے کیا ہے کہ میں قیامت والے دن اپنی

امت کے حق میں گواہی دوں گا۔اس کے ہوتے ہوئے کسی اور ترجمے کی کیا حیثیت ہے؟

وَّمُبَشِّرًا اور خوش خبری دینے والا نیک لوگوں کو کہ اللہ تعالیٰ تم پر راضی ہے اور تمہارے لیے جنت ہے وَّنَذِيْرًا اور ڈرانے والا بدکاروں کو، کفر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی گرفت اور عذاب سے جو قبر میں ہوگا، دوزخ میں ہوگا لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ تاکہ تم ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر وَرَسُوْلِهٖ اور اس کے رسول پر وَتُعَزِّرُوْهُ اور تاکہ تم اس کی مدد کرو۔تعزیر کا لفظی معنیٰ ہے اَلْمَنْعُ وَالرَّدُّ "منع کرنا اور روکنا" یہ جو سزاؤں میں حدود و تعزیرات کا لفظ آتا ہے ان کو تعزیر اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ جرائم سے روکتی ہیں تو گویا معاشرے کو پاک کرنے پر مدد کرتی ہیں۔

اس کو آپ اس طرح سمجھیں کہ مثلاً میں بیٹھا ہوں اور تمہاری میرے ساتھ عقیدت ہے۔کوئی شخص مجھ پر حملہ کرنا چاہے تو تم اس کو روکو گے تاکہ میری جان بچ جائے۔تو یہ تعزیر ہے۔یہ اس وقت ہوگی جب تم میری مدد کرو گے عالم اسباب میں۔

تو اس کا لازمی ترجمہ ہے مدد کرنا۔تو معنیٰ ہوگا تاکہ تم اللہ تعالیٰ کے رسول کی مدد کرو، آپ کا دفاع کرو وَتُوَقِّرُوْهُ اور تاکہ تم اس کی تعظیم کرو، عزت کرو۔اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کے بعد ساری کائنات میں سب سے زیادہ آپ ﷺ کی تعظیم کرنا ایمان کی بنیاد ہے وَتُسَبِّحُوْهُ اور تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرو بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا پہلے پہر اور پچھلے پہر سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم پڑھو۔

حدیث پاک میں آتا ہے اَحَبُّ الْكَلَامِ اِلَى اللّٰهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اللہ تعالیٰ کو یہ کلمہ بہت اچھا لگتا ہے۔اور بخاری شریف میں روایت ہے کہ چار کلمے اللہ تعالیٰ کو بڑے محبوب ہیں سُبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔

پہلے پہر اور پچھلے پہر ان کو پڑھا کرو خاص طور پر قَبۡلَ طُلُوۡعِ الشَّمۡسِ وَقَبۡلَ الۡغُرُوۡبِ [سورۃ ق:۳۹] ''سورج کے طلوع سے پہلے اور غروب سے پہلے۔'' ویسے ہر وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہنا چاہیے۔

تو خیر کل بیان ہوا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو سفیر بنا کر بھیجا تو کافروں نے ان کو قید کر لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساتھیوں سے فرمایا کہ میرے ہاتھ پر بیعت کرو اس بات کی کہ ہم اپنے قیدی کو چھڑائیں گے اور ایک روایت میں ہے کہ ان کے شہید ہونے کی خبر تھی۔ تو پھر اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم ان کا بدلہ لیں گے۔ اس کا ذکر ہے اِنَّ الَّذِيۡنَ بے شک وہ لوگ يُبَايِعُوۡنَكَ جو بیعت کر رہے تھے آپ کے ہاتھ پر اِنَّمَا يُبَايِعُوۡنَ اللّٰهَ پختہ بات ہے وہ بیعت کر رہے تھے اللہ تعالیٰ سے۔ یوں سمجھو کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کر رہے تھے۔ کیونکہ مَنۡ يُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ [النساء:۸۰] ''جس شخص نے اطاعت کی رسول کی پس تحقیق اس نے اطاعت کی اللہ تعالیٰ کی۔'' يَدُ اللّٰهِ فَوۡقَ اَيۡدِيۡهِمۡ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا دست قدرت، رب تعالیٰ کی نصرت، رب تعالیٰ کی امداد شامل حال ہے فَمَنۡ نَّكَثَ پس جو شخص عہد توڑے گا عہد شکنی کرے گا فَاِنَّمَا يَنۡكُثُ عَلٰى نَفۡسِهٖ پس بے شک وہ توڑتا ہے اپنے نفس کے نقصان کے لیے۔ جو وعدے کی خلاف ورزی کرے گا اس کا وبال اس کے نفس پر پڑے گا وَمَنۡ اَوۡفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيۡهُ اللّٰهَ اور جس نے پورا کیا اس چیز کو جس پر اس نے معاہدہ کیا ہے اللہ تعالیٰ سے کہ میں میدان سے نہیں بھاگوں گا، پشت نہیں پھیروں گا موت بھی آئی تو قبول کروں گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ہم بیعت کر رہے تھے موت پر اور یہ لفظ بھی ہیں عَلٰى ان لَّا نَفِرَّ کہ ہم میدان سے پشت

نہیں پھیریں گے۔ جو عہد کو پورا کرے گا فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا پس عن قریب دے گا اس کو اللہ تعالیٰ اجر عظیم، بڑا اجر دے گا۔

کل میں نے عرض کیا تھا کہ حدیبیہ کا سفر ہجرت کے چھٹے سال ذوالقعدہ کے مہینے میں پیش آیا تھا۔ آپ ﷺ کے ساتھ پندرہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ اس سفر میں ایک منافق بھی شریک نہیں تھا کیونکہ منافقوں نے میٹنگ کر کے ایک دوسرے کو کہا تھا کہ جانے کی غلطی نہ کرنا یہ جھلے (بے وقوف) ہیں تین لڑائیاں ان کے ساتھ ہو چکی ہیں، بدر، احد، خندق۔ اب یہ ان کے گھر جا رہے ہیں وہ اتنے بے غیرت ہیں کہ ان کو زندہ چھوڑ دیں گے؟ موت کے منہ میں نہ جانا انھوں نے کون سا واپس آنا ہے۔ اس واسطے ایک بھی منافق آپ ﷺ کے ساتھ اس سفر میں شریک نہیں تھا۔ بعض نے تو پہلے ہی کچھ حیلے بہانے کر کے اجازت لے لی اور بعض نے ضرورت ہی نہ سمجھی کہ انھوں نے کون سا واپس آنا ہے کہ ان کے سامنے حیلے بہانے کریں۔ لیکن ان کی توقع کے خلاف سب صحیح سالم واپس آگئے صرف دو صحابی راستے میں فوت ہو گئے۔ یہ سورۃ حدیبیہ کے سفر سے واپسی میں نازل ہوئی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سَيَقُولُ لَكَ عن قریب کہیں گے آپ کے سامنے الْمُخَلَّفُونَ جن کو پیچھے چھوڑا گیا، منافقین مِنَ الْأَعْرَابِ دیہاتیوں میں سے۔ کیا کہیں گے شَغَلَتْنَا أَمْوَالُنَا مشغول رکھا ہمیں ہمارے مالوں نے وَأَهْلُونَا اور ہمارے گھر کے افراد نے۔ حضرت ہم بھی جانے کے لیے تو تیار تھے دل تو بڑا کرتا تھا مگر ہمارے جانور کھولنے والا، باندھنے والا کوئی نہیں تھا۔ دھوپ چھاؤں میں باندھنے والا کوئی نہیں تھا، چارا ڈالنے والا اور پانی پلانے والا کوئی نہیں تھا۔ کسی نے کہا حضرت! میری

بے بے مرنے کے قریب تھی، کسی نے کہا میری بیوی بیمار تھی ہم بالکل تیار تھے بس اچانک یہ حادثہ پیش آگیا۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں یہ پیچھے رہ جانے والے عن قریب آپ کو یہ کہیں گے کہ ہمیں ہمارے مالوں اور جانوروں نے مشغول رکھا، گھر کے افراد نے مشغول رکھا جس کی وجہ سے نہیں جا سکے فَاسْتَغْفِرْ لَنَا پس آپ بخشش طلب کریں ہمارے لیے۔ ہم مجبور تھے شریک نہیں ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا کہیں گے یہ اپنی زبانوں سے وہ بات لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ جو ان کے دلوں میں نہیں ہے۔ جو دلوں میں ہے اس کا ذکر آگے آرہا ہے قُلْ آپ فرما دیں فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا پس کون مالک ہوگا تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی چیز کا۔ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے تمھیں کون بچائے گا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا اگر ارادہ کرے اللہ تعالیٰ تمہارے لیے نقصان کا یا ارادہ کرے تمہارے لیے نفع کا۔ رب تعالیٰ کی گرفت سے بچانے والا کون ہے اور اس کے نفع کو روکنے والا کون ہے مجھے بتلاؤ؟ کیونکہ نافع بھی اللہ تعالیٰ ہے اور ضار بھی اللہ تعالیٰ ہے۔

درودِ تاج کی حقیقت :

اکثر لوگ درودِ تاج پڑھتے ہیں۔ یہ بناوٹی اور جعلی درود ہے اگرچہ کچھ الفاظ اس کے صحیح ہیں لیکن درمیان میں غلط الفاظ بھی ہیں۔ آنحضرت ﷺ کو دافع البلاء والوباء والقحط والالم کہنا خالص شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے بغیر کوئی دافع البلاء نہیں ہے کوئی تکلیفیں ٹالنے والا نہیں ہے۔ درود تاج ہو یا اور جتنے مصنوعی درود ہیں ان کے قریب نہیں جانا چاہیے خواہ ان کے کتنے ہی فضائل لکھے ہوں۔ اسلامی درود شریف اور صحیح درود شریف درود ابراہیمی ہے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے۔ اس سے بہتر اور برکت والا کوئی

درود شریف نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا ایک ایک حرف آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے نکلا ہے۔

تو فرمایا اگر اللہ تعالیٰ تمہارے نقصان کا ارادہ کرے یا نفع کا ارادہ کرے تو کون مالک ہے اس کو ٹالنے والا بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا بلکہ ہے اللہ تعالیٰ جو عمل تم کرتے ہو اس سے خبردار۔ یہ جو تم باتیں کر رہے ہو ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ جو بات تھی اس کا ذکر آگے آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!

بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰۤى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّزُيِّنَ ذٰلِكَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ۚۖ وَكُنْتُمْ قَوْمًاۢ بُوْرًا ﴿۱۲﴾ وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا ﴿۱۳﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۴﴾ سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ۚ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ؕ بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۵﴾ قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۶﴾

بَلْ ظَنَنْتُمْ بلکہ تم نے خیال کیا اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ اس بات کا کہ ہرگز نہیں واپس لوٹ کر آئیں گے اللہ کے رسول وَالْمُؤْمِنُوْنَ اور ایمان والے اِلٰۤى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا اپنے اہل کی طرف کبھی بھی وَّزُيِّنَ ذٰلِكَ اور مزین کی گئی یہ چیز فِيْ قُلُوْبِكُمْ تمہارے دلوں میں وَظَنَنْتُمْ اور تم نے خیال کیا ظَنَّ السَّوْءِ برا خیال وَكُنْتُمْ قَوْمًاۢ بُوْرًا اور ہو تم قوم ہلاک ہونے والی وَمَنْ اور جو شخص لَّمْ يُؤْمِنْ نہ ایمان لایا بِاللّٰهِ اللہ تعالی

پر وَرَسُوْلِهٖ اوراس کے رسول پر فَاِنَّآ پس بے شک ہم نے اَعْتَدْنَا
تیار کی ہے لِلْكٰفِرِيْنَ کافروں کے لیے سَعِيْرًا بھڑکتی ہوئی آگ وَ
لِلّٰهِ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے مُلْكُ السَّمٰوٰتِ بادشاہی آسمانوں کی
وَالْاَرْضِ اور زمین کی يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ بخش دے گا جس کو چاہے گا وَ
يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ اور سزا دے گا جس کو چاہے گا وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ
غَفُوْرًا بخشنے والا رَّحِيْمًا مہربان سَيَقُوْلُ عن قریب کہیں گے
الْمُخَلَّفُوْنَ پیچھے چھوڑے ہوئے اِذَا انْطَلَقْتُمْ جب تم جاؤ گے اِلٰى
مَغَانِمَ غنیمتوں کی طرف لِتَاْخُذُوْهَا تاکہ تم ان کو لو ذَرُوْنَا چھوڑ دو
ہمیں نَتَّبِعْكُمْ ہم بھی تمہارے پیچھے چلتے ہیں يُرِيْدُوْنَ یہ ارادہ کرتے
ہیں اَنْ يُّبَدِّلُوْا کہ بدل دیں كَلٰمَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو قُلْ
آپ کہہ دیں لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں جاسکو گے كَذٰلِكُمْ
اسی طرح قَالَ اللّٰهُ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے
فَسَيَقُوْلُوْنَ پس وہ بہ تاکید کہیں گے بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا بلکہ تم حسد کرتے ہو
ہمارے ساتھ بَلْ كَانُوْا بلکہ ہیں وہ لَا يَفْقَهُوْنَ نہیں سمجھتے اِلَّا قَلِيْلًا
مگر بہت تھوڑا قُلْ آپ کہہ دیں لِّلْمُخَلَّفِيْنَ ان کو جو پیچھے چھوڑے
گئے مِنَ الْاَعْرَابِ دیہاتیوں میں سے سَتُدْعَوْنَ عن قریب تم بلائے
جاؤ گے اِلٰى قَوْمٍ ایک قوم کی طرف اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ جو سخت لڑنے

والی ہے تُقَاتِلُوْنَهُمْ تم ان سے لڑو گے اَوْيُسْلِمُوْنَ یا وہ مسلمان ہو جائیں گے فَاِنْ تُطِيْعُوْا پس اگر تم نے اطاعت کی يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ دے گا تم کو اللہ تعالیٰ اَجْرًا حَسَنًا اچھا اجر وَاِنْ تَتَوَلَّوْا اور اگر تم نے روگردانی کی كَمَا تَوَلَّيْتُمْ جیسا کہ روگردانی کی تم نے مِّنْ قَبْلُ اس سے پہلے يُعَذِّبْكُمْ سزا دے گا تم کو عَذَابًا اَلِيْمًا سزا دردناک۔

حدیبیہ کا واقعہ پہلے سے چلا آرہا ہے۔ اس سے پہلے بیان ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو بتایا کہ یہ پیچھے رہ جانے والے دیہاتی اب حیلے بہانے پیش کریں گے اور کہیں گے کہ ہمیں ہمارے مالوں اور گھر والوں نے مشغول کر دیا تھا اس واسطے ہم آپ کے ساتھ نہیں جا سکے آپ ہمارے لیے استغفار کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ زبانوں سے وہ بات کہہ رہے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے۔ یہ پکے منافق ہیں۔ جیسے آج کل کے سیاسی لیڈر کہ ظاہر میں کچھ ہیں اور باطن میں کچھ ہیں، قول کچھ ہے عمل کچھ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نہ جانے کی جو وجہ یہ بتا رہے ہیں یہ نہیں ہے بلکہ وجہ یہ ہے کہ بَلْ ظَنَنْتُمْ بلکہ تم نے خیال کیا اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ کہ ہرگز نہیں واپس لوٹ کر آئیں گے رسول ﷺ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اور ایمان والے اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا اپنے اہل کی طرف کبھی بھی۔ تم نے یہ سمجھا کہ دشمن کے گھر جا رہے ہیں انھوں نے کون سا زندہ واپس آنا ہے لہٰذا اجازت لینے کی ضرورت ہی نہیں ہے وَزُيِّنَ ذٰلِكَ اور مزین کی گئی یہ چیز، یہ بات، یہ نظریہ فِىْ قُلُوْبِكُمْ تمہارے دلوں میں وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ اور تم نے خیال کیا بُرا خیال۔ رب تعالیٰ کی قدرت کی طرف تمہاری توجہ نہیں ہوئی کہ رب تعالیٰ قادر مطلق ہے کہ ایسے حالات پیدا کر دے گا کہ لڑائی کی نوبت ہی نہیں آئے گی۔ تم

نے صرف ایک پہلو کو سامنے رکھا کہ دشمن کے پاس جا رہے ہیں وہ انھیں زندہ نہیں چھوڑے گا وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُوْرًا - بُوْرًا بَائِر کی جمع ہے۔ بائر کا معنیٰ ہے ہلاک ہونے والا۔ معنیٰ ہوگا تم ہلاک ہونے والی قوم ہو، دوزخ کا ایندھن بنو گے وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اور جو شخص ایمان نہ لایا صحیح معنیٰ میں اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول ﷺ پر فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ پس بے شک ہم نے تیار کی ہے کافروں کے لیے سَعِيْرًا بھڑکتی ہوئی آگ۔ دنیا کی آگ انسان برداشت نہیں کر سکتا اس میں پتھر راکھ ہو جاتے ہیں اور لوہے جیسی چیزیں پگھل جاتی ہیں اور جہنم کی آگ تو اس سے انہتر گنا تیز ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے حفاظت فرمائے۔ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے ملک آسمانوں کا وَالْاَرْضِ اور زمین کا۔ زمین و آسمان کی ساری چیزوں کا خالق اور مالک وہ ہے اور حکم بھی اسی کا ہے يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ بخش دے گا جس کو چاہے گا اور بخشے گا اسے جو ایمان لائے گا اور عمل اچھے کرے گا جو گناہوں سے بچا اور جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ اور سزا دے گا جس کو چاہے گا۔ کافر و مشرک کی بخشش نہیں ہے جو خدا اور رسول کا نافرمان ہے وہ دوزخ میں جائے گا۔ وقت ہے توبہ کر لو اللہ تعالیٰ کی بخشش کے دروازے ہر وقت کھلے ہیں وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا اور ہے اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان۔

آنحضرت ﷺ جب مکہ مکرمہ سے بخیر و عافیت واپس تشریف لے آئے تو آپ کو خبر ملی کہ خیبر کے یہودی مدینہ طیبہ پر چڑھائی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور انھوں نے مشرکین کو بھی ساتھ ملانے کی کوشش کی ہے اور قبیلہ بنو اسد اور قبیلہ بنو غطفان وغیرہ نے بھی خوب تیاری کر لی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ساتھیوں سے فرمایا کہ بعض چیزیں محض

افواہ کے درجے میں ہوتی ہیں اور حقیقت کچھ نہیں ہوتی لہٰذا اس افواہ کی تحقیق کرنی چاہیے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند سمجھ دار ساتھیوں سے فرمایا کہ تاجر بن کر، مسافر بن کر، سیاح بن کر خیبر جاؤ وہاں چلو پھرو اور حالات کا جائزہ لو، جاسوسی کرو کہ واقعتاً خیبر کے یہودی مدینہ طیبہ پر حملے کا ارادہ رکھتے ہیں یا محض افواہ ہے۔ چنانچہ یہ ساتھی گئے حالات کا جائزہ لیا اور واپس آکر رپورٹ پیش کی حضرت! پکی بات ہے کہ وہ حملے کی تیاری کر رہے ہیں۔ وقت کا تو علم نہیں ہے لیکن ارادہ ان کا پختہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے ہم ان کو یہاں آنے کی تکلیف نہیں دیں گے بلکہ ہم خود جا کر ان کی خبر لیں گے۔

خیبر مدینہ طیبہ سے انگریزی میلوں کے حساب سے دو سو میل دور ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جو ساتھی حدیبیہ کے سفر میں میرے ساتھ تھے وہ تیاری کر لیں۔ منافقوں کو جب علم ہوا کہ یہ خیبر پر حملے کے لیے جا رہے ہیں تو انھوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہمیں بھی ان کے ساتھ جانا چاہیے کیونکہ مسلمانوں نے خیبر کو فتح کر لینا ہے۔ اس لیے کہ یہودی مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے لازمی طور پر مسلمانوں کو کامیابی حاصل ہوگی اور یہودی بڑے امیر لوگ ہیں۔ سونا، چاندی اور قیمتی چیزیں ان کے پاس سے ہیں بڑی غنیمتیں حاصل ہوں گی ہمیں بھی اس سے فائدہ حاصل کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی اطلاع دے دی تھی کہ جب تم خیبر کی غنیمتیں لینے کے لیے جاؤ گے تو یہ منافق تمہارے راستے پر کھڑے ہوں گے کہ ہمیں بھی ساتھ لے جاؤ۔

تو اس کے متعلق رب تعالیٰ نے فرمایا سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ عن قریب کہیں گے وہ جو پیچھے چھوڑے گئے سفر حدیبیہ سے۔ ان کے نفسوں نے ان کو پیچھے چھوڑا یا دوسروں

نے ان کو پیچھے چھوڑا کہ نہ جانا۔ یہ کہیں گے اِذَا انْطَلَقْتُمْ جب تم جاؤ گے اِلٰی مَغَانِمَ۔ مغانم مغنم کی جمع ہے، غنیمتوں کی طرف لِتَاْخُذُوْهَا تاکہ تم ان کو لو۔ کیا کہیں گے ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ہمیں چھوڑ دو ہم بھی تمہارے پیچھے چلتے ہیں خیبر کے لیے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا کہ یہ تمہارے ساتھ جانے کے لیے تیار ہو جائیں گے مگر تم ان کو ساتھ نہ لے جانا یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ یہ ارادہ کرتے ہیں کہ بدل دیں اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو۔ رب تعالیٰ کا فیصلہ یہ ہے قُلْ آپ کہہ دیں ان کو لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں جا سکو گے كَذٰلِكُمْ اسی طرح قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں پہلے اطلاع دے دی ہے کہ یہ تمہارے ساتھ جائیں گے لیکن ان کو ساتھ نہیں لے جانا۔ تم منافق لوگ صرف مال کے حریص ہو تم جانتے ہو کہ یہود کے پاس مال بڑا ہے۔ اس وقت بھی یہودی تمام ملکوں کی دولت پر قابض ہیں۔ یہ ایسی قوم ہے کہ ان کو دولت کمانے کے گر معلوم ہیں۔ امریکہ، برطانیہ، فرانس، جرمنی سب ان کے قبضے میں ہیں۔ روس ان کے قبضے میں ہے۔ مالی شعبے تمام ملکوں کے یہودیوں کے قبضے میں ہیں۔ پچھلے دنوں جنوبی افریقہ جانے کا اتفاق ہوا وہاں بڑے بڑے کارخانے ہیں سونا صاف کرنے کے۔ کسی جگہ سرخ سونے کی فیکٹری ہے، کہیں سفید سونے کی فیکٹری ہے۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ وہ سب یہودیوں کی ہیں۔ میں نے پوچھا کہ کسی مسلمان کی بھی ہے؟ کہنے لگے نہیں۔ کسی کالے افریقی کی ہے؟ کہنے لگے نہیں سب یہودیوں کی ہیں۔ کچھ فیکٹریاں عیسائی انگریزوں کی بھی ہیں لیکن اکثر یہودیوں کی ہیں۔

تو فرمایا تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں جا سکو گے۔ اسی طرح فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے

اس سے پہلے کہ یہ تمہارے ساتھ جانے کے لیے تیار ہو جائیں گے مگر تم نے ان کو ساتھ نہیں لے جانا فَسَیَقُوْلُوْنَ پس وہ بہ تاکید کہیں گے۔ کیا کہیں گے؟ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا بلکہ اے مسلمانو! تم ہمارے ساتھ حسد کرتے ہو کہ یہ غنیمتیں کیوں لیں۔ تم چاہتے ہو کہ ساری غنیمتیں تم لے لو اور ہمیں کچھ نہ دو۔ فرمایا بَلْ كَانُوْا لَا یَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا بلکہ ہیں وہ منافق نہیں سمجھتے مگر بہت تھوڑا۔ منافقوں کے ظاہری اور سطحی ذہن ہیں عمیق اور گہرے ذہن نہیں ہیں وہ بات نہیں سمجھتے۔ خود غرض اور مطلب پرست ہیں اس لیے واویلا کرتے ہیں قُلْ لِّلْمُخَلَّفِیْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ آپ ان کو کہہ دیں جو پیچھے چھوڑے گئے ہیں سفر حدیبیہ سے دیہاتیوں میں سے۔ جواب بڑھ چڑھ کر باتیں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں بھی ساتھ لے جاؤ آپ ان سے کہہ دیں سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ عن قریب تم بلائے جاؤ گے ایسی قوم کی طرف اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ جو سخت لڑنے والی ہوگی تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ یُسْلِمُوْنَ تم ان کے ساتھ لڑو گے یا وہ مسلمان ہو جائیں گے۔ یہ کون سی قوم ہے جن کے ساتھ لڑنے کے لیے ان کو دعوت دی جائے گی؟ بعض اسے مسیلمہ کذاب کے ساتھ ہونے والی جنگ پر محمول کرتے ہیں جو یمامہ کے مقام پر ہوئی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کمانڈر تھے۔ تاریخ بتلاتی ہے کہ تین دن میں سات سو حافظ قرآن شہید ہوئے تھے۔

بعض حضرات اسے غزوہ حنین سے تعبیر کرتے ہیں جو ۸ھ میں ہوازن اور ثقیف کے ساتھ ہوا۔ جس میں ایک دفعہ مسلمان مغلوب ہو گئے مگر پھر اللہ تعالیٰ نے غلبہ عطا فرمایا اور بعض مفسرین رحمہم اللہ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ سے عراقی، ایرانی، کردی اور مصری قومیں مراد لیتے ہیں کہ یہ سب لڑاکا قومیں ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ان

کے خلاف جنگیں ہوئی ہیں۔ مصر کو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فتح کیا اور شام کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اور ایران کو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فتح کیا۔ تو فرمایا عن قریب تمھیں بلایا جائے گا ایک سخت لڑاکا قوم کی طرف اور تمہاری بہادری کو دیکھا جائے گا۔ اب تم یہودیوں کا مال دیکھ کر تیار ہو گئے ہو تم ان کے ساتھ لڑو گے یا وہ اسلام لے آئیں گے۔

چنانچہ بیش تر ان میں سے اپنے اپنے وقت پر مسلمان ہو گئے فَاِنۡ تُطِیۡعُوۡا پس اگر تم نے اطاعت کی یُؤۡتِکُمُ اللّٰہُ اَجۡرًا حَسَنًا دے گا تمھیں اللہ تعالیٰ اچھا اجر اور اطاعت ہوگی ایمان صحیح قبول کرنے سے وَاِنۡ تَتَوَلَّوۡا کَمَا تَوَلَّیۡتُمۡ مِّنۡ قَبۡلُ اور اگر تم نے روگردانی کی جیسا کہ تم پہلے جہاد سے پھر گئے مختلف موقعوں پر یُعَذِّبۡکُمۡ عَذَابًا اَلِیۡمًا سزا دے گا تم کو اللہ تعالیٰ دردناک۔ وہ تم بھگتو گے۔

لَيْسَ عَلَى الْأَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ ۗ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا أَلِيْمًا ﴿۱۷﴾ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۱۸﴾ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّأْخُذُوْنَهَا ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۹﴾ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَأْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ أَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۲۰﴾ وَّأُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ أَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿۲۱﴾ وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۲۲﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾

لَيْسَ نہیں ہے عَلَى الْأَعْمٰى اندھے پر حَرَجٌ کوئی حرج وَّلَا عَلَى الْأَعْرَجِ اور نہ لنگڑے پر حَرَجٌ کوئی حرج وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ اور نہ مریض پر کوئی حرج وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ اور جو شخص اطاعت کرے گا اللہ تعالیٰ وَرَسُوْلَهٗ اور اس کے رسول کی يُدْخِلْهُ داخل کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو جَنّٰتٍ باغات میں تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ جاری ہیں ان کے نیچے نہریں وَمَنْ يَّتَوَلَّ اور جو اعراض کرے گا يُعَذِّبْهُ سزا دے گا اس کو

عَذَابًا اَلِيْمًا سزا دردناک لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ البتہ تحقیق راضی ہو گیا ہے اللہ تعالیٰ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ایمان والوں سے اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ جس وقت وہ بیعت کر رہے تھے آپ کی تَحْتَ الشَّجَرَةِ درخت کے نیچے فَعَلِمَ پس اللہ تعالیٰ کو علم تھا مَافِيْ قُلُوْبِهِمْ اس چیز کا جو ان کے دلوں میں تھی فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ پس نازل کی اللہ تعالیٰ نے تسلی ان پر وَاَثَابَهُمْ اور بدلہ دیا ان کو فَتْحًا قَرِيْبًا فتح قریب کا وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً اور بہت سی غنیموں کا يَّاْخُذُوْنَهَا جن کو وہ لیں گے وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ عَزِيْزًا حَكِيْمًا غالب حکمت والا وَعَدَكُمُ اللّٰهُ وعدہ کیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً بہت سی غنیموں کا تَاْخُذُوْنَهَا جن کو تم لوگے فَعَجَّلَ لَكُمْ پس جلدی کی ہے اس نے تمہارے لیے هٰذِهٖ یہ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ اور روک دیا اس نے لوگوں کے ہاتھوں کو عَنْكُمْ تم سے وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ اور تاکہ ہو جائے نشانی مومنوں کے لیے وَيَهْدِيَكُمْ اور تاکہ چلائے تمھیں صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا سیدھے راستے پر وَّاُخْرٰى اور دوسری غنیمتیں ہیں لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا جن پر ابھی تک تم قادر نہیں ہوئے قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا تحقیق احاطہ کر رکھا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کا وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ہر چیز پر قادر وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ اور اگر لڑیں گے تمہارے ساتھ وہ لوگ كَفَرُوْا جو کافر ہیں لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ

البتہ پھیریں گے پشتیں ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ پھر نہیں پائیں گے وَلِيًّا کوئی حمایتی وَّلَا نَصِيْرًا اور نہ کوئی مددگار سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ اللہ تعالیٰ کا دستور وہ ہے قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ تحقیق جو گزر چکا ہے اس سے پہلے وَلَنْ تَجِدَ اور ہرگز نہیں پائیں گے آپ لِسُنَّةِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے دستور میں تَبْدِيْلًا تبدیلی۔

ربط آیات :

اس سے پہلی آیات میں ان لوگوں کی مذمت بیان فرمائی جن لوگوں نے سفر حدیبیہ میں شرکت نہیں کی اور ساتھ ساتھ آئندہ جہاد کی دعوت بھی دی اور شرکت نہ کرنے پر عذاب کی دھمکی بھی دی۔ اب ان لوگوں کا ذکر فرماتے ہیں جو مستثنیٰ ہیں اگر وہ شریک نہیں ہوں گے تو ان پر کوئی حرج نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَيْسَ عَلَى الْأَعْمٰى حَرَجٌ نہیں ہے اندھے پر کوئی حرج وَّلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ اور نہ لنگڑے پر کوئی حرج ہے۔ جس شخص کی آنکھیں نہیں ہیں وہ معذور ہے۔ وہ جہاد میں شرکت نہیں کرتا تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے کیوں کہ اسے نظر ہی کچھ نہیں آتا۔ ایک آدمی لنگڑا ہے، چل نہیں سکتا اس پر بھی کوئی حرج نہیں ہے کہ معذور ہے وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ اور نہ بیمار پر کوئی حرج ہے کہ وہ اٹھ بیٹھ نہیں سکتا، چل پھر نہیں سکتا چاہے وہ جوان ہی کیوں نہ ہو۔ اگر وہ جہاد میں شرکت نہیں کرتا تو اس پر کوئی حرج نہیں ہے۔ تو اندھا بھی مستثنیٰ ہے، لنگڑا بھی مستثنیٰ ہے اور بیمار بھی مستثنیٰ ہے لیکن ہمت والے لوگوں کا معاملہ جدا ہے۔

حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی قوت ایمانی :

چنانچہ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نابینا صحابی تھے، قریشی تھے جن کے متعلق سورۃ عَبَسَ وَ تَوَلّٰی نازل ہوئی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں قادسیہ کے مقام پر بہت جنگیں ہوئی ہیں۔ اس جنگ میں انھوں نے کہا کہ میں تمہارے ساتھ جاؤں گا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے کہا کہ حضرت! آپ نابینا ہیں نہ لڑ سکتے ہیں اور نہ لڑائی کا نظارہ کر سکتے ہیں آپ جا کر کیا کریں گے؟ کہنے لگے میں تمھیں نمازیں پڑھاؤں گا، اذان دوں گا، تمہارے لیے دعائیں کروں گا۔ ان کو ساتھ لے گئے۔ صبح کی اذان دی، نماز پڑھائی، ساتھی ناشتے کی تیاری میں تھے اور دشمن بھی ناشتے کی تیاری میں مصروف تھا۔ بیٹھے بیٹھے کہنے لگے کہ دشمن ہم سے کتنا دور ہے؟ ساتھیوں نے بتایا کہ دو فرلانگ کے فاصلے پر ہے۔ کہنے لگے کہ درمیان میں کوئی اونچی نیچی جگہ تو نہیں ہے؟ ساتھیوں نے کہا نہیں بلکہ زمین ہموار ہے۔ فرمانے لگے جھنڈا مجھے پکڑا دو۔ اس زمانے میں جھنڈا جس کے ہاتھ میں ہوتا تھا ساری فوج اس کے پیچھے ہوتی تھی۔ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے اپنی لنگی اچھی طرح کسی (باندھ لی)، نعرۂ تکبیر بلند کیا اور دشمن کی طرف دوڑ لگا دی۔ ساتھی پیچھے دوڑے کہ یہ نابینا ہیں زخمی نہ ہو جائیں، مارے نہ جائیں۔ جب انھوں نے ان کے پیچھے دوڑ لگائی کافروں نے سمجھا کہ حملہ ہو گیا ہے وہ بھی ناشتا چھوڑ کر بھاگے۔ یہ ان کے پیچھے اور وہ آگے آگے۔ کافر اگرچہ تعداد میں کافی زیادہ تھے مگر سب کچھ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ مسلمانوں کے ہاتھ کافی مال غنیمت آیا، بے شمار برتن وغیرہ اور کافی رقبہ پر بھی قبضہ ہو گیا۔ تاریخ والے جب حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا واقعہ لکھتے ہیں تو حیران بھی ہوتے ہیں اور ہنستے بھی ہیں کہ نابینا بابے نے کیا کیا؟ اچانک افراتفری پھیلا دی۔

تو ہمت والے کا معاملہ جدا ہے۔ حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ لنگڑے تھے اشد العرج بہت زیادہ لنگڑے تھے۔ غزوہ احد سے ایک دن پہلے بیٹوں سے کہا کہ کل میں نے جنگ میں ضرور شرکت کرنی ہے۔ بیٹوں نے کہا ابا جی! ہم صحت مند نوجوان ہیں ہم جہاد کریں گے آپ معذور ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اجازت دی ہے۔ کہنے لگے نہیں مجھے ضرور شرکت کرنا ہے۔ باپ بیٹوں کا جھگڑا شروع ہو گیا۔ باپ بیٹے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے۔ بیٹوں نے کہا یا رسول اللہ! یہ ہمارے ابا جی ہیں آپ ان کو جانتے ہیں کہ یہ کافی لنگڑے ہیں اٹھتے ہیں تو یوں گھوم جاتے ہیں صحیح طریقے سے اٹھ بیٹھ نہیں سکتے اور یہ اصرار کر رہے ہیں کہ میں نے صبح جہاد میں ضرور شریک ہونا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے لنگڑوں کو معذور قرار دیا ہے۔ پھر آپ کے تینوں بیٹے شرکت کے لیے جا رہے ہیں آپ نہ جائیں۔ آپ کے بیٹوں کا موقف صحیح ہے۔ کہنے لگے حضرت! یہ فرمائیں کہ لنگڑا اگر جہاد کرے تو کیا اس کے لیے جائز نہیں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جائز ہے۔ حضرت! یہ بتلائیں کہ لنگڑے کے لیے جنت نہیں ہے؟ فرمایا، ہے۔ کہنے لگے پھر مجھے کیوں روکتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھیک ہے آپ شریک ہوں۔ تو ہمت کی بات الگ ہے۔ ویسے اللہ تعالیٰ نے ان کو مستثنیٰ کیا ہے اگر یہ لوگ جہاد نہ کریں تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

فرمایا وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اور جس نے اطاعت کی اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ داخل کرے گا ان کو باغوں میں جاری ہیں مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ان کے نیچے نہریں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے والا جنت میں داخل ہوگا وَمَنْ يَّتَوَلَّ اور جو اعراض کرے گا اللہ تعالیٰ کی

اطاعت سے اور اس کے رسول کی اطاعت سے یُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا سزا دے گا اس کو اللہ تعالیٰ دردناک سزا۔ اللہ تعالیٰ کے احکام نہ ماننے والے اور اس کے رسول ﷺ کے احکام نہ ماننے والے کو سخت سزا ہوگی۔

پہلے تم پڑھ چکے ہو کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے پندرہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آنحضرت ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اب اس بیعت کا ذکر ہے۔

بیعتِ رضوان :

ہجرت کا چھٹا سال تھا اور دوپہر کا وقت تھا۔ کیکر کے درخت کے نیچے آپ ﷺ تشریف فرما تھے۔ کسی نے آکر یہ خبر دی کہ آپ کے سفیر عثمان رضی اللہ عنہ کو مکے والوں نے شہید کر دیا ہے اور یہ بھی روایات میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو اطلاع ملی کہ آپ کے سفیر کو کافروں نے قید کر دیا ہے۔ قید ہونے کی خبر بھی پہنچی اور شہید ہونے کی خبر بھی پہنچی۔ آپ ﷺ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ سب کے سب اِدھر آجاؤ اور میرے ہاتھ پر بیعت کرو کہ ہم عثمان رضی اللہ عنہ کو رَہا کرائے یا بدلہ لیے بغیر نہیں جائیں گے۔ بخاری شریف میں دو لفظ آتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ بَايَعْنَا عَلَى الْمَوْتِ ''ہم نے موت پر بیعت کی'' کہ ہم مر جائیں گے آپ کے حکم کی تعمیل کریں گے۔ اور دوسرے لفظ آتے ہیں عَلٰى اَنْ لَّا نَفِرَّ ''کہ ہم میدان سے بھاگیں گے نہیں۔'' سب نے جب بیعت کر لی تو آنحضرت ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ کھڑا کیا اور فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ ساتھیوں نے کہا کہ حضرت آپ کا دایاں ہاتھ ہے۔ فرمایا اس وقت عثمان رضی اللہ عنہ کافروں کی قید میں ہیں اور اس بیعت کا بڑا درجہ ہے۔ اس وقت یہ میرا دایاں ہاتھ عثمانِ کا ہاتھ ہے رضی اللہ عنہ۔ میں اس کی طرف سے بھی بیعت کرتا ہوں۔ بخاری شریف کی روایت ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے

ہیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ غیر حاضر ہوتے ہوئے بھی نمبر لے گئے کہ ہم نے تو اپنے ہاتھوں سے بیعت کی اور عثمان رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کے ذریعے بیعت کی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ۔ لام بھی تاکید کا ہے اور قد بھی تاکید کا ہے۔ ڈبل تاکید ہوگئی۔ تو معنیٰ ہوگا البتہ تحقیق اللہ راضی ہوگیا ہے۔ ماضی کا صیغہ ہے۔ مضارع کا صیغہ ہوتا تو معنیٰ ہوتا اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے گا۔ نہیں بلکہ راضی ہوگیا ہے عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں سے۔ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ جس وقت وہ بیعت کر رہے تھے آپ کی تَحْتَ الشَّجَرَةِ درخت کے نیچے۔ بیعت کرنے والوں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اگرچہ موجود نہیں تھے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ مبارک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دے کر ان کی طرف سے بیعت کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، حضرت سعید رضی اللہ عنہ، حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ وغیرہ۔ پندرہ سو صحابہ رضی اللہ عنہم اس بیعت میں شامل تھے۔ رب تعالیٰ نے ان سب کو مومن کہا۔ جو شخص ان کو مومن نہیں سمجھتا وہ منکر قرآن ہے اور پکا کافر ہے۔

رافضیوں کا دھوکہ

یہ رافضی مختلف بہانوں سے ہمارے سنی بھائیوں کو پھنساتے رہتے ہیں۔ کسی رافضی کو اپنی مسجد میں جگہ نہ دو، اپنے محلے میں جگہ نہ دو اپنے ایمان کی حفاظت کرو۔ دنیاوی معاملات چلتے رہتے ہیں مگر دین کے معاملے میں محتاط رہو۔ دیکھو! کتنے ظلم کی بات ہے کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رب تعالیٰ نے ان کو مومن کہا ہے جن میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں تو اس کے دو جواب دیتے ہیں۔

❀...... ایک یہ کہ یہ قرآن اصل نہیں ہے۔ اصل قرآن کا ایک حرف بھی اس میں نہیں ہے۔ اصل قرآن کی سترہ ہزار آیتیں ہیں اور یہ قرآن جو ہمارے پاس موجود ہے اس کی چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیتیں ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اصل قرآن ستر گز لمبا تھا۔ بھائی! اس کو تو پڑھنے کے لیے اسکوٹر (موٹر بائیک) کی ضرورت پڑے گی۔ یہ ساری باتیں ان کی مستند ترین کتاب اصول کافی میں موجود ہیں۔ تو کہتے ہیں کہ قرآن اصل نہیں ہے اس کو ہم نہیں مانتے۔

❀...... دوسرا جواب یہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو بدا ہو گیا کہ جس وقت رب نے ان کو مومن کہا اس وقت مومن تھے رب کو علم نہیں تھا کہ یہ مرتد ہو جائیں گے بعد میں علم ہوا کہ یہ مرتد ہو گئے ہیں، معاذ اللہ تعالیٰ۔ بداء کے عقیدے کی بڑی فضیلت بیان کی ہے۔ اصول کافی میں لکھتے ہیں کہ جتنی بداء کے عقیدے سے عبادت قبول ہوتی ہے وہ کسی اور عقیدے کے ساتھ نہیں ہوتی۔ جیسے ہم کہتے ہیں کہ توحید راس الطاعات ہے۔ رافضی کہتے ہیں بدا سب عقائد سے بڑھ کر ہے کہ رب ایک فیصلہ کرتا ہے اس وقت اس کے علم میں نہیں ہوتا بعد میں ظاہر ہوتا ہے کہ یہ فیصلہ اس نے غلط کیا ہے، لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ لہٰذا رافضیوں کے پھندے میں نہ آنا۔ آج کل رافضی اپنے آپ کو جعفری کہتے ہیں۔ ان میں سے کسی کے قریب نہ جانا۔

تو فرمایا البتہ تحقیق راضی ہو گیا اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے جب وہ بیعت کر رہے تھے آپ کے ہاتھ پر درخت کے نیچے فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ اللہ تعالیٰ کو علم تھا اس کا جو ان کے دلوں میں تھا اخلاص فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ پس اللہ تعالیٰ نے نازل کی تسلی، تسکین ان پر وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا اور بدلہ دیا ان کو فتح قریب کا۔ فتح قریب سے

مراد خیبر کی فتح ہے۔ صلح حدیبیہ ذوالقعدہ کے مہینے میں ہوئی اور خیبر فتح ہوا ایک ماہ بعد محرم کے مہینے میں۔ اور اس قریبی فتح اور غنیمت کے علاوہ وَّمَغَانِمَ كَثِيرَةً اور بہت سی غنیموں کا وعدہ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے يَأْخُذُونَهَا جن کو تم لو گے۔ وہ مصر کی، شام کی، عراق اور ایران کی غنیمتیں ہیں۔ اگرچہ بہ ظاہر حالات ایسے نہیں ہیں لیکن وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيزًا حَكِيمًا اور ہے اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا۔ اس نے وعدہ کیا ہے وہ تم کو دے گا مگر ہے حکمت والا ہر بات اس کی حکمت کے ساتھ ہے تم رب تعالیٰ کے وعدے پر یقین رکھو وَعَدَكُمُ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے تمہارے ساتھ مَغَانِمَ كَثِيرَةً بہت سی غنیمتوں کا تَأْخُذُونَهَا جن کو تم لو گے فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ پس اللہ تعالیٰ نے جلدی کی ہے تمہارے لیے یہ غنیمت خیبر کی وَكَفَّ أَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ اور روک دیئے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے ہاتھ تم سے۔ آنحضرت ﷺ جب مکہ مکرمہ کے قریب پہنچے تو بعض کافر لوگوں نے کہا کہ تعداد ہماری زیادہ ہے، اسلحہ ہمارے پاس زیادہ ہے، ساری برادریاں ہمارے ساتھ ہیں یہ ہمارے دروازے پر آئے ہوئے ہیں ان کا صفایا کر دو۔ کہنے لگے او بے غیرتو! گھر آئے ہوؤں کو چھوڑتے ہو۔ لیکن بعض نے کہا کہ وہ عمرے کے لیے آئے ہیں، احرام باندھے ہوئے ہیں لڑنے کے لیے نہیں آئے لہٰذا ان سے لڑنا نہیں ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں یہ بات ڈال کر ان کے ہاتھ روک دیئے وَلِتَكُونَ آيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ اور تاکہ یہ فتح خیبر اور غنیمت، ہو جائے نشانی مومنوں کے لیے۔ خیبر کے جہاد کے لیے پندرہ سو مسلمان گئے اور مقابلے میں تیس (۳۰) ہزار یہودی تھے اور یہودیوں کے پاس قلعے، مکانات، باغات اور بڑا کچھ تھا۔ پندرہ سو اور تیس ہزار کا مقابلہ ہوا۔ پندرہ (۱۵) مسلمان شہید ہوئے، ترانوے (۹۳) یہودی مارے گئے

اور باقیوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔

تو فرمایا تاکہ یہ نشانی ہو ایمان والوں کے لیے وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا اور تاکہ چلائے تمھیں سیدھے راستے پر۔ یہ خیبر کی غنیمت تو تم نے لے لی وَّأُخْرَىٰ اور دوسری غنیمتیں ہیں لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا جن پر ابھی تک تم قادر نہیں ہوئے۔ مصر، شام، ایران، عراق، روم کے علاقے فتح ہوں گے اور غنیمتیں تمہارے ہاتھ آئیں گی قَدْ أَحَاطَ اللَّهُ بِهَا تحقیق احاطہ کر رکھا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کا وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا اور ہے اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر۔ رب تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے لڑائی نہیں ہونے دی وَلَوْ قَاتَلَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا اور اگر اس موقع پر کافر تمہارے ساتھ لڑتے لَوَلَّوُا الْأَدْبَارَ البتہ پھیر لیتے پشتیں۔ پشت پھیر کر بھاگتے اور ان کو شکست ہوتی اس لیے کہ آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی ہے اور مخلص مومن آپ کے ساتھ ہیں۔ رب تعالیٰ کی امداد ان کے ساتھ ہے۔ وہ پشتیں پھیر لیتے ثُمَّ لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا پھر نہ پاتے کوئی حمایتی اور نہ کوئی مددگار۔ وہ کہتے تھے کہ فلاں فلاں قبیلہ ہماری مدد کرے گا۔ فرمایا کوئی بھی ان کی مدد کے لیے نہ آتا سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلُ اللہ تعالیٰ کا دستور وہ ہے جو گزر چکا ہے اس سے پہلے۔ وہ یہ ہے إِنَّا لَنَنصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ مَعَهُ [مومن: ۵۱] "بے شک ہم مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور ان کے ساتھیوں کی۔" وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا اور ہر گز نہیں پائیں گے آپ اللہ تعالیٰ کے دستور میں تبدیلی۔

رب تعالیٰ کا فیصلہ ہے وَإِنَّ جُندَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ [الصّٰفّٰت: ۱۷۳] "اور بے شک ہمارا لشکر البتہ وہی غالب آئے گا۔" غلبہ انھی کو ملے گا۔

وَهُوَ الَّذِىْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴿۲۴﴾ هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْىَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ؕ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَئُوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِىْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۲۵﴾ اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْۤا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمًا ﴿۲۶﴾ ع

وَهُوَ الَّذِىْ اور اللہ تعالیٰ کی ذات وہی ہے كَفَّ اَيْدِيَهُمْ جس نے روکے ان کے ہاتھ عَنْكُمْ تم سے وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ اور تمہارے ہاتھ ان سے بِبَطْنِ مَكَّةَ مکہ مکرمہ کے پیٹ کے اندر مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ بعد اس کے کہ کامیاب کر دیا تم کو عَلَيْهِمْ ان پر وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ بِمَا تَعْمَلُوْنَ جو تم کرتے ہو بَصِيْرًا دیکھنے والا هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وہی لوگ ہیں جنھوں نے کفر کیا وَصَدُّوْكُمْ اور روکا تمھیں عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ مسجد حرام سے وَالْهَدْىَ اور ہدی کے

جانوروں کو روکا مَعْكُوْفًا جوڑ کے ہوئے ہیں اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ کہ وہ پہنچیں اپنے حلال ہونے کی جگہ کو وَلَوْلَا رِجَالٌ اور اگر نہ ہوتے مرد مُّؤْمِنُوْنَ ایمان والے وَنِسَآءٌ اور عورتیں مُّؤْمِنٰتٌ ایمان والیاں لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ نہیں جانتے تم ان کو اَنْ تَطَــُٔوْهُمْ کہ تم ان کو کچل دو گے فَتُصِيْبَكُمْ پس پہنچے گی تم کو مِّنْهُمْ ان کی وجہ سے مَّعَرَّةٌ مصیبت بِغَيْرِ عِلْمٍ علم کے بغیر لِيُدْخِلَ اللّٰهُ تاکہ داخل کرے اللہ تعالیٰ فِيْ رَحْمَتِهٖ اپنی رحمت میں مَنْ يَّشَآءُ جس کو چاہے لَوْ تَزَيَّلُوْا اگر وہ الگ ہوتے لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ البتہ ہم سزا دیتے ان لوگوں کو كَفَرُوْا مِنْهُمْ جو کافر ہیں ان میں سے عَذَابًا اَلِيْمًا سزا دردناک اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ جب ٹھہرایا ان لوگوں نے كَفَرُوْا جنھوں نے کفر کیا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ اپنے دلوں میں غیرت کو حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ جاہلیت کی غیرت فَاَنْزَلَ اللّٰهُ پس نازل کی اللہ تعالیٰ نے سَكِيْنَتَهٗ اپنی تسلی عَلٰى رَسُوْلِهٖ اپنے رسول پر وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اور مومنوں پر وَاَلْزَمَهُمْ اور لازم کر دیا ان پر كَلِمَةَ التَّقْوٰى پرہیزگاری کا کلمہ وَكَانُوْا اَحَقَّ بِهَا اور وہ اس کے زیادہ حق دار تھے وَاَهْلَهَا اور اس کے اہل تھے وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ہر چیز کو جاننے والا۔

صلح حدیبیہ کا ذکر چلا آ رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کے چھٹے سال ذوالقعدہ کے مہینے میں پندرہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ جب حدیبیہ کے مقام پر پہنچے جس کو آج

کل شمیسہ کہتے ہیں تو مکے والوں نے روک لیا۔ اس دوران میں یہ واقعہ پیش آیا کہ خالد بن ولید جو اس وقت تک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں ہوئے تھے، نے دو سو آدمی اکٹھے کر کے ارادہ کیا کہ رات کی تاریکی میں مسلمانوں پر پیچھے سے حملہ کر دیں۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جنگی امور کے بڑے ماہر اور کاری گر تھے فطرتی اور طبعی طور پر۔ چنانچہ انھوں نے حملہ کیا دو صحابی شہید ہوئے باقیوں نے ہمت کر کے ان کے اسّی آدمی گرفتار کر لیے اور باقی بھاگ گئے۔ بعض جو بڑے جذباتی تھے انھوں نے کہا کہ ان کو قتل کر دو اور جو سمجھ دار حوصلے والے تھے انھوں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں ان سے پوچھ کر کارروائی کرنی چاہیے۔ چنانچہ ان گرفتار زدگان کو لا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی یہی رائے دی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھی یہی رائے تھی کہ اگر ہم نے ان کو قتل کر دیا تو قتل و قتال کا بازار گرم ہو جائے گا اور جو صلح کی بات چل رہی ہے وہ یہیں رک جائے گی۔ لہٰذا ان کو رہا کر دیا گیا۔ ان کو چھوڑنا تھا کہ صلح کی بات شروع ہو گئی۔ قریش مکہ نے سوچا کہ ہمارے آدمی ان کے ہاتھ آئے ہوئے تھے انھوں نے چھوڑ دیئے حالانکہ ہم نے ان کے دو آدمی بھی شہید کیے پھر بھی انھوں نے درگزر سے کام لیا لہٰذا صلح کی بات کو آگے چلانا چاہیے۔ اس کا ذکر ہے۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَهُوَ الَّذِیْ اور اللہ تعالیٰ کی ذات وہی ہے کَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ جس نے روکے ان کے ہاتھ تم سے۔ جو وہ چاہتے تھے ان کا مقصد پورا نہ ہوا۔ ان کا مقصد تو یہ تھا کہ سب کا صفایا ہو جائے وَاَیْدِیَكُمْ عَنْهُمْ اور تمہارے ہاتھ روکے ان سے۔ ان کے اسّی (۸۰) آدمی جو گرفتار ہوئے تھے تم ان کو قتل کرنا چاہتے

تھے مگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں ڈالا کہ ان کو قتل نہ کرو بِبَطْنِ مَكَّةَ مکہ کے پیٹ کے اندر۔ اس کو آپ اس طرح سمجھیں کہ گکھڑ شہر سے دو تین میل کے فاصلے پر اگر کوئی واقعہ ہو تو یہی کہا جاتا ہے کہ گکھڑ کا واقعہ ہے اور حدیبیہ کا تو کچھ حصہ حرم میں شامل ہے لہٰذا یہ کارروائی مکہ مکرمہ کے اندر ہی پیش آئی مِنْ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے کامیاب کر دیا تھا ان پر تم کو۔ تم نے ان کو گرفتار کر لیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ بھی روک دیئے اور تمہارے ہاتھ بھی روک دیئے وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا اور ہے اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو دیکھنے والا۔ اس کے علم سے کوئی شے باہر نہیں ہے هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا یہی لوگ ہیں جنھوں نے کفر اختیار کیا، کفر پر ڈٹے ہوئے ہیں وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اور انھوں نے روکا تم کو مسجد حرام سے، عمرہ نہیں کرنے دیا حالانکہ تمہارا مقصد عمرہ کرنا تھا۔ بیت اللہ کا طواف، سعی بین الصفا والمروہ، پھر ٹنڈ کرنا، بال کٹوانا۔ کیوں کہ جنھوں نے پٹے رکھے ہوئے ہوں وہ اگر انگلی کے ایک پورے کے برابر پیچھے سے سارے بال کٹوا دیں تو احرام سے نکل جائیں گے۔ اور یہ جو عام لوگوں نے تھوڑے تھوڑے بال رکھے ہوئے ہوتے ہیں اگر یہ ٹنڈ نہیں کرائیں گے، سارے سر پر استرا نہیں پھروائیں گے تو احرام سے نہیں نکل سکیں گے۔

تو فرمایا انھوں نے تمھیں مسجد حرام سے روکا وَالْهَدْيَ اور قربانی کے جانوروں کو روکا مَعْكُوْفًا جو رکے ہوئے ہیں اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ اس بات سے کہ وہ اپنے حلال ہونے کی جگہ کو پہنچیں۔ عمرے کے لیے قربانی ضروری نہیں ہے جس طرح صرف حج کرنے والے کے لیے قربانی ضروری نہیں ہے۔ ہاں اگر کوئی کرے تو نور علیٰ نور ہے۔ قربانی متمتع کے لیے ضروری ہے اور قارن کے لیے ضروری ہے۔

متمتع اسے کہتے ہیں جو شوال کا چاند نظر آنے کے بعد عمرہ کرے اور پھر اسی سال حج بھی کرلے۔ کیونکہ شوال کا مہینہ شروع ہونے کے بعد احرام باندھنے کے دن شروع ہو جاتے ہیں۔

اور قارن اسے کہتے ہیں کہ جو حج عمرے کا احرام اکٹھا باندھے۔ پہلے عمرہ کرے گا اور احرام سے نہیں نکلے گا حج کرنے کے بعد احرام سے نکلے گا۔

دشمن صحیح بات کو بھی غلط بنا کر پروپیگنڈہ کرتا ہے

آگے اللہ تعالیٰ لڑائی نہ ہونے کی حکمت بیان فرماتے ہیں کہ میں نے لڑائی کیوں نہیں ہونے دی۔ ہر شے کی کوئی نہ کوئی حکمت ہوتی ہے۔ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے لیکن کچھ لنگڑے، نابینا اور بوڑھے، کچھ عورتیں مکہ مکرمہ میں رہ گئی تھیں اور انھوں نے تبلیغ نہیں چھوڑی۔ ان کی تبلیغ سے کافی تعداد میں مرد عورتیں مسلمان ہوئیں اور مدینہ طیبہ والوں کو ان کے ایمان لانے کا علم نہیں تھا کیونکہ ان سالوں میں آمدورفت نہیں ہوئی کہ تین لڑائیاں ہو چکی تھیں، بدر، احد اور خندق۔ اب اگر لڑائی کی نوبت آتی تو وہ مسلمان، مرد عورتیں تمہارے ہاتھوں سے مارے جاتے پھر افواہیں پھیلتی کہ انھوں نے ہمیں تو مارا اپنوں کو بھی نہیں چھوڑا۔ کیونکہ دشمن تو اعتراض کرنے کا موقع تلاش کرتا ہے۔

جس طرح یہود بنو نضیر نے کھجور کے درختوں کو آڑ بنایا ہوا تھا کہ مسلمان کھلی جگہ پر تھے اور وہ کھجوروں کے درختوں کے پیچھے تھے اور چھپ کر تیر مارتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ یہ درخت کاٹ دو اور آگ لگا دو تاکہ ان کی یہ ڈھال ختم ہو جائے۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس طرح کیا تو یہودیوں نے پروپیگنڈہ کیا کہ دیکھو جی! کہتے ہیں کہ

ہمارا پیغمبر رحمۃ للعالمین ہے۔ آدمیوں کے ساتھ تو دشمنی ہوتی ہے درختوں نے ان کا کیا بگاڑا ہے۔ یہ پھل دار درخت تھے ان کے پھل انسان کھاتے تھے، پرندے کھاتے تھے، لوگ ان کے سائے تلے بیٹھتے تھے۔ تو ان کو موقع مل گیا اعتراض کرنے کا۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے جواب دیا مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ [الحشر:۵] ''جو کاٹے ہیں تم نے کھجور کے درخت یا چھوڑا ہے ان کو اپنی جڑوں پر پس اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور تاکہ رسوا کرے اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو۔'' یہ درخت تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے کاٹے گئے تاکہ ان کا مورچا ختم ہو اور وہ رسوا ہوں۔ مگر انھوں نے تو پروپیگنڈہ کیا۔ تو دشمن پروپیگنڈے سے باز نہیں آتا۔ تو مسلمان تمہارے ہاتھوں سے مارے جاتے اور قریش مکہ تمہارے خلاف پروپیگنڈہ کرتے اور تمھیں بھی تکلیف ہوتی اس لیے میں نے جنگ نہیں ہونے دی۔ اس کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ اور اگر نہ ہوتے مرد ایمان والے وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ اور عورتیں ایمان والی لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ نہیں جانتے تم ان کو اَنْ تَطَئُوْهُمْ کہ تم ان کو کچل دو گے فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ پس پہنچے گی تم کو ان کی وجہ سے مَّعَرَّةٌ۔ معرّہ کا معنیٰ گناہ بھی ہے اور عیب بھی ہے۔ تم پر عیب لگتا لوگ تمہارے ذمے گناہ لگاتے، تمہارے لیے تکلیف اور مصیبت بنتی بِغَيْرِ عِلْمٍ علم کے بغیر۔ تمہارے تو علم ہی میں نہیں تھا کہ یہ مرد عورتیں مومن ہیں جو تمہارے ہاتھوں سے مارے جاتے اور زخمی ہوتے۔ کافر پروپیگنڈہ کرتے تمہارے عیب نکالتے، تمہارا گناہ شمار کرتے کہ انھوں نے اپنے لوگوں کو مارا ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو ہم تمھیں جہاد کا حکم دے دیتے لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ تاکہ داخل کرے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں تمہاری

ہجرت کے بعد کہ ان مرد عورتوں کو ایمان کی توفیق دی مَنْ يَّشَآءُ جس کو چاہے لَوْ تَزَيَّلُوْا اگر وہ جدا ہوتے وہاں سے نکل جاتے لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ البتہ ہم سزا دیتے ان کو جو کافر ہیں ان میں سے عَذَابًا اَلِيْمًا سزا دردناک۔ اگر وہاں مومن نہ ہوتے جن کا تمھیں علم نہیں تھا تو ہم تمھیں حکم دیتے لڑنے کا اور ان کو ایسی سزا دیتے کہ وہ یاد رکھتے اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ جب ٹھہرایا ان لوگوں نے جنھوں نے کفر کیا اپنے دلوں میں غیرت کو حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ غیرت جاہلیت کی کہ ان مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے گھر کا طواف کرنے سے روکا یہ جاہلوں کی غیرت تھی۔ حالانکہ دیکھ رہے تھے کہ انھوں نے احرام باندھے ہوئے ہیں اور لبیک اللھم لبیک کی صدائیں بلند کر رہے ہیں۔ حالانکہ غیرت کا مقام تب ہوتا کہ یہ لڑنے کے لیے گئے ہوتے پھر ان کو روکتے۔ ایک آدمی مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے آتا ہے اس کو روکنا ناجائز ہے۔ وہ خود بھی حج عمرہ کرتے تھے، طواف کرتے تھے تو طواف سے روکنے کی غیرت جہالت کی غیرت تھی۔

❀ دوسرا یہ کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو صلح کی شرائط لکھنے کا حکم دیا کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ زود نویس بھی تھے اور خوب نویس بھی تھے۔ خط بھی بہت عمدہ تھا اور جلدی لکھتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ لکھو بسم اللہ الرحمن الرحیم کافروں کے نمائندہ سہیل بن عمرو جو بعد میں رضی اللہ عنہ ہو گئے تھے، نے کہا کہ ہم یہ نہیں لکھنے دیں گے کیونکہ یہ تمھاری نشانی ہے، علامت ہے بلکہ بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ لکھو۔ اس پر کافی بحث ہوئی، طرفین سے ساتھی جذبات میں آئے آنحضرت ﷺ نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا کہ بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ لکھ دو یہ رب تعالیٰ کا نام ہے۔ بخاری اور مسلم شریف کی روایت ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم

مٹا کر بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ لکھ دیا۔

❀ تیسری ان کی جہالت کی غیرت یہ تھی کہ آپ ﷺ نے لفظ لکھوائے هٰذَا مَا قَاضیٰ عَلَیْهِ محمد رسول الله "یہ وہ فیصلہ ہے جو محمد رسول اللہ اور قریش کے نمائندے سہیل بن عمرو کے درمیان طے پایا ہے۔" تو سہیل بن عمرو نے کہا رسول اللہ کا لفظ مٹاؤ اگر ہم آپ کو رسول اللہ مانتے تو ٹکر کیوں لیتے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ لفظ کاٹ کر محمد بن عبداللہ لکھ دو کہ میں محمد بن عبداللہ بھی ہوں اور محمد رسول اللہ بھی ہوں ﷺ۔

اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بڑے جذبات میں تھے۔ کبھی ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ملتے اور کبھی کسی اور کو ملتے۔ پھر براہ راست آنحضرت ﷺ سے بات کی کہ حضرت! یہ بتلائیں کہ ہم حق پر اور وہ باطل پر نہیں ہیں؟ فرمایا ایسا ہی ہے۔ اچھا حضرت! یہ بتلائیں کہ اگر لڑائی ہو جائے اور ہم میں سے کوئی مارا جائے تو وہ جنت میں نہیں جائے گا؟ فرمایا جنت میں جائے گا۔ اور کافر مارے جائیں تو وہ دوزخ میں نہیں جائیں گے؟ فرمایا دوزخ میں جائیں گے۔ کہنے لگے حضرت! فَلِمَ نَقْبَلُ بَعْضَ الدَّنِيَّةِ فِيْ دِيْنِنَا "پھر ہم بعض گھٹیا باتیں دین کے بارے میں کیوں قبول کریں؟"

تو خیر آنحضرت ﷺ نے فرمایا یا علی اُمْحُ رسول اللّٰه یہ لفظ مٹا دو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا واللّٰه لَا اَمْحُ اَبَدًا "اللہ کی قسم ہے میں کبھی نہیں مٹاؤں گا۔" پھر آپ ﷺ نے خود مٹایا اور محمد بن عبداللہ لکھوایا۔

حدیثِ قرطاس کی وضاحت :

یہاں پر ایک اہم بات بھی سمجھ لیں۔ وہ یہ کہ آنحضرت ﷺ بیمار تھے جمعرات کا دن تھا آپ ﷺ نے فرمایا کہ قلم دوات اور کاغذ لاؤ میں تمھیں لکھوا دوں تا کہ تم بعد میں

جھگڑا نہ کرو۔اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حسبنا کتاب اللہ " اللہ تعالیٰ کی کتاب ہمارے پاس موجود ہے اس کے ہوتے ہوئے ہم کیوں جھگڑا کریں گے۔ان لفظوں پر رافضی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کافر قرار دیتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کاغذ قلم مانگا عمر نے مخالفت کی پیغمبر کا حکم نہ ماننے والا کافر ہے۔اس کو واقعہ قرطاس کہتے ہیں اور اس کو بڑا پہاڑ بنا کر پیش کرتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اتنا کہنے سے کافر ٹھہرے کہ انھوں نے کہا حسبنا کتاب اللہ۔تو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر کیا فتویٰ لگاؤ گے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر کہا کہ میں نہیں مٹاؤں گا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام لے کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں فرمایا تھا کہ عمر! تم قلم دوات لاؤ اور یہاں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام لے کر فرمایا اے علی! مٹا دو اور انھوں نے انکار کر دیا۔ یہاں فتویٰ لگاؤ نا۔لگتا ہے کہ نہیں لگتا؟ یہاں تو ڈبل فتویٰ لگنا چاہیے۔لیکن ہمارے ہاں نہ وہاں فتویٰ لگتا ہے اور نہ یہاں لگتا ہے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کے انکار کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ کا لفظ ہم دل سے تو کیا مٹائیں گے ہم کاغذ سے بھی مٹانے کے لیے تیار نہیں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ تھا کہ آپ تکلیف میں ہیں ہماری طرف سے پریشان نہ ہوں اللہ تعالیٰ کی کتاب ہمارے پاس موجود ہے اس کے ہوتے ہوئے ہم آپس میں کیوں جھگڑیں گے۔ جبکہ قرآن کریم میں موجود ہے

وَاعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرّقوا [پارہ:۴]

تو فرمایا جب ٹھہرایا ان لوگوں نے جو کافر ہیں اپنے دلوں میں غیرت کو جاہلیت کی غیرت۔احرام کی حالت میں اندر داخل نہ ہونے دیا، بسم اللہ کا انکار کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کو نہ مانا فَاَنزَلَ اللّٰہُ سَکِیۡنَتَہٗ پس اتاری اللہ تعالیٰ نے اپنی تسلی عَلٰی رَسُوۡلِہٖ

اپنے رسول ﷺ پر وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اور مومنوں پر کہ سب مسلمان جذبات میں تھے وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى اورلازم کردیاان پرتقوے کاکلمہ۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کلمہ تقویٰ سے مرادکلمہ توحیدلا الٰہ الا اللہ ہےاور مومنوں نے اس کلمہ کے تقاضوں کو پورا کر کے ثابت کردیا کہ وَكَانُوْۤا اَحَقَّ بِهَا اور وہی اس کے زیادہ حق دار تھے کلمہ تقویٰ کے وَاَهْلَهَا اوراس کے اہل تھے،کلمہ تقویٰ کے وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا اور ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز کوخوب جاننے والا۔ مشرکوں کی ضداورعنادبھی اس کے علم میں ہے اور مسلمانوں کے جذبہ اطاعت کو بھی وہ اچھی طرح جانتا ہے۔ انھوں نے موت کی بیعت کر کے اپنے اس جذبے کا بھرپور انداز میں اظہار کیا۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔

چنانچہ ان کی سب شرائط مان لی گئیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ معتدل قسم کے جو کافر تھے انھوں نے اپنوں کو دبایا کہ بھائی دیکھو! غلطی تو ہماری ہے وہ بے چارے تو عمرے کے لیے آئے تھے ہم نے ان کو ناجائز روکا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا جاتا تو کیا ہوتا کہ تم رحمان، رحیم کو نہیں مانتے۔ رسول اللہ کا لفظ ان کے اپنے نمائندے نے لکھنا تھا وہ تو رسول اللہ مانتے تھے تم نے ضد کیوں کی؟ بہرحال ظاہری اور باطنی طور پر یہ فیصلہ مسلمانوں کے حق میں تھا۔

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ

رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿٢٧﴾ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿٢٨﴾ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٢٩﴾ ع

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ البتہ تحقیق سچ کر دکھایا اللہ تعالیٰ نے رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا اپنے رسول کا خواب بِالْحَقِّ حق کے ساتھ لَتَدْخُلُنَّ البتہ ضرور داخل ہو گے تم الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ مسجد حرام میں اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اگر اللہ نے چاہا اٰمِنِيْنَ امن کی حالت میں مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ مونڈنے والے ہوں گے اپنے سروں کو وَمُقَصِّرِيْنَ اور کترانے والے ہوں گے اپنے پٹوں کو لَا تَخَافُوْنَ نہیں خوف کرو گے فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا پس اللہ تعالیٰ کو علم ہے اس چیز کا جس کو تم نہیں جانتے فَجَعَلَ پس ٹھہرائی اللہ تعالیٰ نے مِنْ دُوْنِ

ذٰلِكَ اس سے پہلے فَتْحًا قَرِيْبًا فتح قریب کی هُوَ الَّذِيْٓ وہ وہی ذات ہے اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ جس نے بھیجا اپنے رسول کو بِالْهُدٰى ہدایت کے ساتھ وَدِيْنِ الْحَقِّ اور سچے دین کے ساتھ لِيُظْهِرَهٗ تاکہ غالب کردے اس دین کو عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ سب دینوں پر وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا اور کافی ہے اللہ تعالیٰ گواہی دینے والا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اور وہ لوگ جو آپ کے ساتھ ہیں اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ سخت ہیں کافروں پر رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ آپس میں شفقت کرنے والے ہیں تَرٰىهُمْ رُكَّعًا تم دیکھو گے ان کو رکوع کرنے والے سُجَّدًا سجدہ کرنے والے يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ تلاش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا فضل وَرِضْوَانًا اور رضا سِيْمَاهُمْ ان کی نشانیاں فِيْ وُجُوْهِهِمْ ان کے چہروں میں ہیں مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ سجدوں کے نشان سے ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ یہ مثال ان کی فِي التَّوْرٰىةِ تورات میں ہے وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ اور مثال ان کی انجیل میں كَزَرْعٍ جیسے کھیتی اَخْرَجَ شَطْئَهٗ نکالا اس نے اپنا پٹھا فَاٰزَرَهٗ پس اس کو قوی کیا فَاسْتَغْلَظَ پس وہ موٹا ہو گیا فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ پس وہ کھڑا ہو گیا اپنی نال پر يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ تعجب میں ڈالتا ہے کاشت کاروں کو لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ تاکہ غیظ و غضب میں ڈالے کفر کرنے والوں کو وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ وعدہ کر لیا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے

اٰمَنُوْا جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ اور جنھوں نے عمل کیے ان میں سے اچھے مَّغْفِرَةً بخشش کا وَّاَجْرًا عَظِيْمًا اور بڑے اجر کا۔

اس سے قبل پوری تفصیل کے ساتھ حدیبیہ کا واقعہ بیان ہو چکا ہے کہ ہجرت کے چھٹے سال ذوالقعدہ کے مہینے میں آنحضرت ﷺ پندرہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو لے کر عمرے کی ادائیگی کے لیے چل پڑے مکہ مکرمہ کے قریب پہنچے تو کافروں نے مزاحمت کی اور مکہ مکرمہ میں داخل نہ ہونے دیا۔ ظاہری طور پر اس سفر کا سبب ایک خواب تھا جو آنحضرت ﷺ نے دیکھا تھا کہ ہم نے احرام باندھا ہوا ہے بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں، کچھ ساتھی سر منڈھوا رہے ہیں اور جنھوں نے پٹے رکھے ہوئے ہیں وہ بال کتروا رہے ہیں۔ جب آنحضرت ﷺ نے یہ خواب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سنایا تو وہ بیت اللہ شریف کی محبت میں بے تاب ہو گئے اور سب نے یہی سمجھا کہ اسی سال عمرہ کرنا ہے۔ حالانکہ خواب کے لیے ضروری نہیں ہے کہ اس کی تعبیر فوراً ظاہر ہو جائے۔ خواب اور اس کی تعبیر میں بڑا بڑا وقفہ بھی ہوتا ہے۔

قرآن کریم میں حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب کا ذکر موجود ہے انھوں نے یہ خواب بچپن میں دیکھا تھا مگر اس کی تعبیر چالیس سال بعد ظاہر ہوئی۔ تو آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سمجھا کہ ہم اسی سال عمرہ کریں گے اور حرم میں داخل ہوں گے، طواف کریں گے مگر تعبیر ۷ھ میں ظاہر ہوئی۔ ۶ھ میں مشرکین مکہ نے روک لیا اور جو شرائط طے ہوئیں ان میں پہلی شرط ہی یہ تھی کہ مسلمان اس سال عمرہ ادا کیے بغیر واپس چلے جائیں گے اور آئندہ سال آ کر عمرہ کریں اور صرف تین دن مکہ مکرمہ میں قیام کر سکیں گے۔ جب آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم واپس مدینہ طیبہ پہنچے تو منافقوں نے طعنہ زنی

شروع کردی کہ اللہ تعالیٰ کے نبی کو خواب آیا ہے اور نبی کا خواب تو سچا ہوتا ہے مگر تم عمرہ نہیں کر سکے۔ تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ پیغمبر کا خواب بالکل سچا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو پورا کر کے دکھایا۔ باقی تعبیر کا فوری طور پر ظاہر ہونا ضروری نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ البتہ تحقیق سچا کر دکھایا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کا خواب حق کے ساتھ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ البتہ ضرور داخل ہو گے تم مسجد حرام میں اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی اٰمِنِيْنَ امن کی حالت میں۔ کیونکہ صلح کے بعد طرفین ایک دوسرے سے خطرہ محسوس نہیں کرتے تھے مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ مونڈنے والے ہوں گے اپنے سروں کو وَمُقَصِّرِيْنَ اور کترانے والے ہوں گے اپنے بالوں کو۔ جنھوں نے پٹے رکھے ہوئے ہیں۔ اور مسئلہ یہ ہے کہ حج عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد احرام سے نکلنے کی بنیادی شرط یہ ہے کہ ٹنڈ کروائے۔ اگر پٹے رکھے ہوئے ہیں تو ایک پورے کے برابر بال کٹوائے۔ جس طرح نماز سے نکلنے کے لیے سلام ہے کہ اگر سلام نہیں پھیرے گا تو نماز کے اندر ہی سمجھا جائے گا۔ اسی طرح احرام سے نکلنے کے لیے ٹنڈ کرائے گا اگر پٹے ہیں تو ایک پور کے برابر کٹوائے گا پھر احرام سے نکلے گا۔

اور یاد رکھنا! وہاں حنبلی مسلک کے لوگ بھی ہوتے ہیں اور شافعی مسلک کے لوگ بھی ہوتے ہیں۔ ان کا مسلک یہ ہے کہ چند بال کاٹ لیے جائیں تو آدمی احرام سے نکل جاتا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق یہ ہے کہ آدمی احرام سے نہیں نکلتا جب تک ٹنڈ نہ کرائے یا بال نہ کتروائے اگر پٹے رکھے ہوئے ہیں۔ باقی انگریزی ''بودے'' کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ یہ ویسے بھی حرام ہے۔ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ ''جس نے کسی

قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کی وہ اسی قوم سے ہوگا۔'' قیامت والے دن اسی قوم سے اٹھایا جائے گا۔

تو فرمایا استرے کے ساتھ سروں کو منڈوانے والے ہوں گے اور بالوں کو کتروانے والے ہوں گے اگرچہ پٹے رکھے ہوئے ہیں لَاتَخَافُوْنَ نہیں خوف کرو گے تم کسی کا فَعَلِمَ مَالَمْ تَعْلَمُوْا پس اللہ تعالیٰ کو علم ہے اس چیز کا جس کو تم نہیں جانتے فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا پس ٹھہرائی اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے فتح قریب کی۔ اس سے مراد خیبر کی فتح ہے۔

ہجرت کے ساتویں سال محرم کے مہینے میں یہی پندرہ سو صحابہ کرام آنحضرت کی قیادت میں خیبر گئے۔ تیس ہزار یہودیوں کے ساتھ لڑائی ہوئی، ترانوے یہودی مارے گئے، پندرہ صحابی شہید ہوئے۔ یہودیوں کی ہمتیں پست ہوگئیں انھوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ اللہ تعالیٰ کا فتحِ قریب کا وعدہ پورا ہوگیا۔ فرمایا هُوَالَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى اللہ تعالیٰ کی ذات وہی ہے جس نے بھیجا اپنا رسول ہدایت کے ساتھ یعنی ہدایت دے کر وَدِيْنِ الْحَقِّ اور سچے دین کے ساتھ۔ سچا دین دے کر بھیجا لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ تاکہ غالب کر دے دینِ حق کو سب دینوں پر۔ الحمد للہ! آج تک اسلام دلائل و براہین کے اعتبار سے، حجت کے لحاظ سے، سب دینوں پر غالب ہے اور غالب رہے گا۔

مولانا احمد دیدات کا عیسائی پادریوں سے مناظرہ :

آج سے تقریباً تین چار سال پہلے کی بات ہے کہ یورپ کے پادریوں نے بڑا اودھم مچایا۔ قرآن کریم پر اعتراض، اسلام کے اصولوں پر اعتراض کیے۔ مولانا احمد دیدات جو ڈھابیل سے فارغ اور دیوبند مسلک سے تعلق رکھتے ہیں ان کو انگریزی اور

عیسائیت (کے لٹریچر) پر بھی عبور حاصل ہے۔ یہ یورپ پہنچ گئے وہاں کے لوگوں نے بتایا کہ ان پادریوں نے ناک میں دم کر رکھا ہے ہمیں چین نہیں لینے دیتے۔ انھوں نے عیسائی پادریوں سے گفتگو کی مناظرہ طے پا گیا۔ مولانا نے کہا کہ مناظرہ ٹی، وی پر ہوگا۔ پانچ چھ ملکوں کے لوگ کروڑوں کی تعداد میں دیکھیں اور سنیں گے۔

اور دوسری شرط یہ ہے کہ جج مقرر کرو جو فیصلہ کریں۔ چنانچہ ایسے ہی ہوائی، وی پر مناظرہ ہوا ساٹھ ستر کروڑ انسانوں نے آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے مناظرہ سنا اور جج حضرات نے فیصلہ دیا کہ احمد دیدات جیت گیا ہے اس کے دلائل کھرے اور وزنی ہیں۔ پھر خدا کی قدرت کہ جج بھی سارے عیسائی تھے۔

آج تو الحمد للہ! ترپین ملک مسلمانوں کے ہیں اگرچہ برائے نام مسلمانوں کا اقتدار ہے کیونکہ امریکہ ان سب پر مسلط ہے بہ شمول عرب ممالک کے۔ مگر برائے نام ہیں تو سہی۔ اور ایک ایسا دور بھی گزرا ہے کہ ایک ملک میں بھی (برائے نام ہی سہی) اقتدار مسلمانوں کا نہیں تھا۔ اس دور میں بھی اسلام دلائل کے لحاظ سے غالب رہا ہے۔ اس دور میں محمد پکھتال جرمن مسلمان ہوئے۔ انھوں نے قرآن کریم کا بہت اچھا انگریزی میں ترجمہ کیا اور ان کے ذریعے اسلام پھیلا۔ اسی طرح ہندوستان میں مولانا عبید اللہ نو مسلم جو پہلے پنڈت تھے، مسلمان ہوئے اور انھوں نے "تحفۃ الہند" نامی کتاب لکھی۔ اس کتاب کو پڑھ کر مولانا عبید اللہ سندھی ۱۰ اسال کی عمر میں مسلمان ہوئے۔ سکھ خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور ستراہ کے قریب چیانوالی قصبہ جو ضلع سیالکوٹ میں ہے کے رہنے والے تھے۔ اس زمانے میں اسلام قبول کیا اور اسلام کے غلبے کی بات کی اور اسلام کی حقانیت کے دنیا کو دلائل دیئے۔

تو اللہ تعالیٰ نے اسلام کو سب دینوں پر غالب رکھا ہے وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا اور کافی ہے اللہ تعالیٰ گواہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ قرآن پاک میں چار مقامات میں آپ ﷺ کا نام نامی اسم گرامی محمد آیا ہے ﷺ۔ ایک چوتھے پارے میں وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ [آل عمران: ۱۴۴]

دوسرا بائیسویں پارے میں مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خاتم النبيين [الاحزاب: ۴۱] تیسرا مقام اسی پارے میں سورہ محمد آیت نمبر ۲ میں ہے بِمَا نُزِّلَ عَلٰى محمد ﷺ، اور چوتھا یہ مقام ہے۔

محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تمام رسولوں کے سردار اور امام ہیں۔ خدا کی ساری مخلوق میں سب سے اعلیٰ اور افضل ہیں وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اور وہ لوگ جو آپ کے ساتھ ہیں ایمان میں، عمل میں۔

مَعَهٗ کا اولین مصداق :

سارے صحابہ آپ کے ساتھ تھے ایمان میں، عمل میں لیکن مَعَهٗ کا اولین مصداق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ جو آپ ﷺ کے سفر و حضر کے ساتھی ہیں۔ جب سے اسلام قبول کیا اس وقت سے لے کر آخر تک آپ ﷺ کے ساتھ رہے۔ سوائے ایک دو سفر کے کوئی سفر ایسا نہیں ہے کہ جس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ساتھ نہ ہوں۔ جہاد کا سفر ہو یا ہجرت کا سفر ہو کہ جس میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ساتھ نہ ہوں۔ پھر ہر اعتبار سے آپ ﷺ کا ساتھ دیا ہے۔ مال و جان، اولاد کے اعتبار سے اور زندگی میں اور زندگی کے بعد بھی ساتھ دیا ہے کہ اسلام کو قائم رکھا اور کسی قسم کی اس

پر آنچ نہیں آنے دی اور جتنے بھی فتنے اٹھے سب کی سرکوبی کی اور اسلام کو اپنے پاؤں پر کھڑا کر دیا۔ تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہر مقام اور ہر محاذ پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ دیا اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ سخت ہیں کافروں پر۔ سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کافروں پر سخت تھے لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وصف میں سب سے بڑھے ہوئے تھے۔ وہ دین کے خلاف، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف کوئی بات سننا تک گوارا نہیں کرتے تھے۔ اور اس معاملے میں وہ کسی شے کی بھی پروا نہیں کرتے تھے۔

احادیث میں آتا ہے کہ ایک دن گھر آ کر اپنی بیوی عاتکہ بنت زید بن عمر بن نفیل رضی اللہ عنہا جو چچا کی بیٹی اور بڑی سمجھ دار خاتون تھی، کو کہنے لگے کہ میری تلواروں میں سے جو سب سے زیادہ تیز تلوار ہے وہ مجھے دو۔ بیوی نے کہا خیر ہے کہیں جہاد پر جانا ہے؟ اس کے متعلق تو کوئی پیغام نہیں سنا آپ نے تلوار کا کیا کرنا ہے؟ کہنے لگے بیٹی حفصہ کا سر اتارنا ہے۔ بیوی نے گھبرا کر پوچھا کہ اس سے کیا غلطی ہوئی ہے؟ فرمایا اٰذَتْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ''میں نے سنا ہے کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت پہنچائی ہے۔'' بیوی نے تلوار پکڑائی اور کہا کہ تحقیق کر لینا اگر واقعی تکلیف پہنچائی ہے تو پھر میں بھی آپ کے ساتھ ہوں۔ خیر جا کر تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساری بیویوں کے ساتھ ناراض ہیں کہ انھوں نے زیادہ خرچ کا مطالبہ کیا ہے اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناراض ہو گئے کہ میری کون سی خاص آمدنی ہے کہ میں تمھیں زیادہ خرچہ دوں جو کچھ ہے اس پر صبر و شکر کرو۔ اور یاد رکھنا! خاوند کی توفیق سے زیادہ خرچہ طلب کرنا بیوی کے لیے حرام ہے۔ خاوند کے ساتھ سخت کلامی اور تکلیف پہنچانا جائز نہیں ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر میری شریعت میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو سجدے

کی اجازت ہوتی تو میں عورت کو حکم دیتا کہ خاوند کو سجدہ کرے۔ اس لیے اپنے ایمان کی حفاظت کرو۔ نیک عورتیں اپنے ایمان کی بھی حفاظت کریں اور زبان کی بھی۔ یہ زبان انسان کو دوزخ میں لے جانے والی چیز ہے۔

رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ آپس میں شفقت کرنے والے ہیں۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپس میں مہربان تھے مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس وصف میں سب سے بڑھے ہوئے تھے۔ وہ اس کے اول مصداق ہیں۔ جس وقت بلوائیوں نے مکان کا محاصرہ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ آئے، حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ آئے اور کہنے لگے حضرت! آپ دیکھ رہے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں کیا ہو رہا ہے۔ مسجد نبوی پر ان فاسق اور شرارتی لوگوں کا قبضہ ہے ہمیں نماز پڑھنے کے لیے بھی نہیں جانے دے رہے۔ آپ ہمیں جہاد کا حکم دیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں کلمہ پڑھنے والوں کی گردنیں کاٹنے کا حکم کیسے دوں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کلمہ پڑھنے والے شرارت پر اتر آئیں تو پھر کیا کریں؟ فرمایا ابھی تک تو قتل کی شرارت نہیں ہوئی نہ ہی انھوں نے کسی آدمی کو قتل کیا ہے لہٰذا میں ان کے قتل کا حکم کیسے دوں؟ انھوں نے کہا کہ حضرت! اُنھوں نے آپ کو قتل کرنا ہے۔ فرمایا یہ آسان ہے کہ وہ میری گردن کاٹیں لیکن یہ مشکل ہے کہ میں کلمہ پڑھنے والوں کے قتل کا حکم دوں۔ خود شہید ہو گئے مگر یہ حکم نہیں دیا۔ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا دیکھیں گے آپ ان کو رکوع کرتے ہوئے، سجدہ کرتے ہوئے۔ یہ وصف تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تھی مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ اس میں بڑھے ہوئے تھے۔ صفین کے مقام پر عین میدان جنگ میں گھوڑے سے نیچے اترے اور نماز پڑھی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا ابا جی! تیروں کی بارش ہو رہی ہے آپ نماز پڑھ رہے ہیں۔ فرمایا تیر اپنا کام کریں علی اپنا کام

کرے گا لَا یُبَالِی اَبُوْكَ عَلَى الْمَوْتِ سَقَطَ اَمْ سَقَطَ عَلَيْهِ الْمَوْتُ ''تیرے باپ کو کوئی پروا نہیں ہے کہ وہ موت پر پڑ جائے یا موت اس پر آپڑے۔'' تیروں کی بارش میں بھی نماز نہیں چھوڑی۔

فرمایا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا تلاش کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور رضا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ ان کی نشانی ان کے چہروں میں ہے مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ سجدوں کے نشان سے۔ان کی پیشانیوں میں محراب پڑے ہوئے ہیں۔یہ وہ لوگ ہیں جن کی پیشانیاں رب تعالیٰ کے سامنے جھکتی ہیں ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ یہ مثال ان کی ہے تورات میں۔تورات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اوصاف اور حلیے بیان کیے گئے تھے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ دیں گے کافروں پر سخت ہوں گے آپس میں مہربان ہوں گے، رکوع وسجود کرنے والے ہوں گے، ان کی پیشانیوں پر محراب پڑے ہوں گے وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ اور ان کی مثال انجیل میں كَزَرْعٍ جیسے کھیتی ہے أَخْرَجَ شَطْأَهُ اس نے اپنا پٹھا نکالا۔زمین میں جب بیج ڈالتے ہیں تو وہ اگتا ہے اس کو اردو میں پٹھا کہتے ہیں۔وہ ایک ہوتا ہے۔اس کے بارے میں شاعر کہتا ہے:

ہر گیاہے کہ از زمیں روید
وحدہ لا شریک لہ گوید

جب وہ زمین سے نکل رہا ہوتا ہے وہ زبان حال سے کہہ رہا ہوتا ہے میرا پیدا کرنے والا ایک ہی ہے۔ فَآزَرَهُ پھر اس کو مضبوط کیا، تقویت پہنچتی ہے فَاسْتَغْلَظَ پھر وہ موٹا ہو جاتا ہے فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ پس وہ کھڑا ہو گیا اپنی نال پر۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کلمہ توحید کا بیج ڈالا ابو بکر رضی اللہ عنہ اُگے، پھر عمر رضی اللہ عنہ آکر ملے اور تقویت پہنچائی، پھر عثمان رضی اللہ عنہ

ملے تو اور زیادہ مضبوط ہوا، پھر علی رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ ملے تو اپنی نال (تنے) پر کھڑا ہو گیا۔ پھر کافر بھی جرأت نہیں کرتے تھے ہاتھ ڈالنے کی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو ہم اپنے آپ کو قوی سمجھنے لگ گئے۔ یہ بخاری شریف کی روایت ہے۔ اس آیت کریمہ میں ان بزرگوں کی خلافت اور ان کی بزرگی کی طرف بھی اشارہ ہے۔ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ تعجب میں ڈالتی ہے کاشت کاروں کو کہ میں نے کیا ڈالا تھا اور اب کیا بنی ہوئی ہے، اب کیسے خوشے لگے ہوئے ہیں ان کے ساتھ دانے اور پھلیاں لگی ہوئی ہیں لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ تاکہ غیظ وغضب میں ڈالے کفر کرنے والوں کو ان کے ذریعے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ سے استدلال :

اس آیت کریمہ سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے استدلال کیا ہے جو آدمی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بغض اور غیظ کی نگاہ سے دیکھتا ہے وہ پکا کافر ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بغض و عداوت رکھنے والا مسلمان نہیں کافر ہے کیونکہ رب تعالیٰ فرماتے ہیں لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ۔ یہ کسی عام مولوی کا استدلال نہیں ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال ہے جو چار اماموں میں سے ایک ہیں وَافَقُوْهُ عَلَيْهِ جَمَاعَةٌ "اور ایک بڑی جماعت نے ان کی تائید کی ہے۔" کہ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ناموں سے جلتا ہے وہ واقعی کافر ہے۔ یہ رافضی ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ کے ناموں سے جلتے ہیں۔

پیر جو گوٹھ کے مقام پر مناظرہ ہوا تھا مولانا منظور احمد چنیوٹی اور تاج دین حیدری کے درمیان۔ تاج دین حیدری شیعے کا دعویٰ تھا کہ اصحاب ثلاثہ کافر ہیں اور مولانا منظور احمد چنیوٹی کا موقف یہ تھا کہ یہ مسلمان ہیں۔ اس سے اندازہ لگاؤ ان کی حقیقت کا۔

یقین جانو! اور میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر یہ تین کافر ہیں تو پھر دنیا میں پیغمبروں کے بعد کوئی بھی مومن نہیں ہے۔ پھر شیعوں کے مقابلے میں خارجی آئے۔ انھوں نے کہا کہ یہ تینوں مسلمان ہیں اور علی بڑا کافر ہے۔ وہ خارجی بھی پاکستان میں موجود ہیں اور کتابوں پر کتابیں شائع کرتے ہیں۔ الحمدللہ! ہم جو اہل حق ہیں اور صحیح معنیٰ میں اہل سنت والجماعت ہیں ہم کوئی تفریق نہیں کرتے۔ ہمارے نزدیک یہ تینوں بھی مسلمان ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی مسلمان ہیں۔ اپنے ایمان کی حفاظت کرو اور اپنے آپ کو ان فتنوں سے بچاؤ۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وعدہ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ اور جو اچھے عمل کرنے والے ہیں ان میں سے مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا مغفرت کا اور بڑے اجر کا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سورۃ الحجرات

(مکمل)

جلد............۱۹

آیاتھا ۱۸ ‏ ۴۹ سُوْرَۃُ الْحُجُرٰتِ مَدَنِیَّۃٌ ۱۰۶ ‏ رکوعاتھا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۱﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿۲﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰىؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ﴿۳﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ﴿۴﴾ وَ لَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَیْهِمْ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۵﴾

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اے وہ لوگو اٰمَنُوْا جو ایمان لائے ہو لَا تُقَدِّمُوْا نہ بڑھو بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ سَمِیْعٌ سننے والا ہے عَلِیْمٌ جاننے والا ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اے وہ لوگو اٰمَنُوْا جو ایمان لائے لَا تَرْفَعُوْۤا نہ بلند کرو اَصْوَاتَكُمْ اپنی آوازیں فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ نبی ﷺ کی آواز پر وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ اور نہ بولو اونچی آواز

سے اس کے سامنے کَجَھۡرِ بَعۡضِکُمۡ جیسا کہ بلند آواز سے بولنا تمہارا بعض لِبَعۡضٍ بعض کے سامنے اَنۡ تَحۡبَطَ اَعۡمَالُکُمۡ کہ حبط نہ ہو جائیں تمہارے اعمال وَاَنۡتُمۡ لَا تَشۡعُرُوۡنَ اور تمھیں شعور بھی نہ ہو اِنَّ الَّذِیۡنَ بے شک وہ لوگ یَغُضُّوۡنَ جو پست رکھتے ہیں اَصۡوَاتَھُمۡ اپنی آوازوں کو عِنۡدَ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے رسول کے پاس اُولٰٓئِكَ الَّذِیۡنَ یہ وہی لوگ ہیں امۡتَحَنَ اللّٰهُ خالص کرلیا ہے اللہ تعالیٰ نے قُلُوۡبَھُمۡ ان کے دلوں کو لِلتَّقۡوٰی تقویٰ کے لیے لَھُمۡ مَّغۡفِرَةٌ ان کے لیے بخشش ہے وَّاَجۡرٌ عَظِیۡمٌ اور اجر ہے بڑا اِنَّ الَّذِیۡنَ بے شک وہ لوگ یُنَادُوۡنَكَ جو پکارتے ہیں آپ کو مِنۡ وَّرَآءِ الۡحُجُرٰتِ حجروں کے سامنے سے اَکۡثَرُھُمۡ لَا یَعۡقِلُوۡنَ ان کی اکثریت عقل سے خالی ہے وَ لَوۡ اَنَّھُمۡ صَبَرُوۡا اور اگر بے شک وہ صبر کرتے حَتّٰی تَخۡرُجَ اِلَیۡھِمۡ یہاں تک کہ آپ ان کی طرف خود نکل کر آتے لَکَانَ خَیۡرًا لَّھُمۡ تو یہ بہتر ہوتا ان کے لیے وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

تعارفِ سورت :

اس سورت کا نام حجرات ہے۔اسی رکوع میں حجرات کا لفظ آرہا ہے اس وجہ سے اس کا نام حجرات ہے۔ یہ سورت مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔ ایک سو پانچ سورتیں اس سے پہلے نازل ہو چکی تھیں۔ اس کے دو رکوع اور اٹھارہ آیتیں ہیں۔ ان دو رکوعوں میں اللہ تعالیٰ نے بڑے احکام بیان فرمائے ہیں جو ان شاء اللہ بیان ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو لَا تُقَدِّمُوْا ۔ یہ باب تفعیل ہے اس کا معنٰی ہے آگے کرنا۔ جیسا کہ آپ نے ان لوگوں سے فرمایا جو رمضان المبارک کے شروع ہونے سے پہلے دو تین روزے رکھ لیتے تھے لَا تُقَدِّمُوْا رَمَضَانَ بِیَوْمٍ وَّلَا یَوْمَیْنِ ”نہ رکھو تم رمضان سے پہلے ایک روزہ یا دو روزے۔“ بعض ایسے لوگ تھے جو رمضان المبارک کے مہینے سے پہلے ایک دو روزے رکھ لیتے تھے۔

مسئلہ :

مسئلہ سمجھ لیں کہ اگر کسی آدمی کی عادت ہے ہر مہینے کے آخر میں روزے رکھنے کی تو وہ رکھ سکتا ہے۔ عادت نہیں ہے محض استقبال رمضان کے لیے کوئی رکھتا ہے وہ منع ہے۔ اور کچھ ایسے لوگ تھے جو نماز عید سے پہلے قربانی کر لیتے تھے۔ مثلاً: حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ نے قربانی کے فضائل سنے۔ ان کے پڑوسی انتہائی غریب تھے نماز عید سے پہلے ہی قربانی کر کے پڑوسیوں کو گوشت پہنچا دیا اور گھر والوں سے بھی کہا کہ گوشت پکاؤ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عید کی نماز پڑھا کر واپس آ رہے تھے کہ ایک مکان سے گوشت پکنے کی خوشبو آئی۔ اس وقت چھوٹے چھوٹے کمرے ہوتے تھے آج کل کی کوٹھیوں کا تو اس وقت تصور بھی نہیں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ کیسا گوشت پک رہا ہے؟ ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت میری قربانی کا گوشت ہے۔ فرمایا ابھی تو ہم نماز پڑھ کے آئے ہیں قربانی کب ہوگئی؟ انھوں نے کہا کہ حضرت! میں نے نماز سے پہلے ہی کر دی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نماز سے پہلے قربانی نہیں ہوتی شَاتُكَ كَشَاةِ لَحْمٍ ”یہ گوشت ہے قربانی نہیں ہے۔“

مسئلہ یہ ہے کہ جس مقام پر عید کی نماز ہوتی ہے وہاں نماز سے پہلے قربانی درست نہیں ہے۔ وہ بڑے پریشان ہوئے۔ کہنے لگے حضرت! اب میرے پاس صرف ایک بچہ ہے بکری کا جس کی عمر چھ ماہ سے زاید ہے اس کے سوا میرے پاس گنجائش نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کی قربانی کر لے وَلَا تُجْزِیْ عَنْ اَحَدٍ بَعْدَكَ "تیرے سوا کسی اور کے لیے جائز نہیں ہے۔" تو آپ ﷺ نے منع فرما دیا کہ نماز عید سے پہلے قربانی نہ کرو۔

تو لَاتُقَدِّمُوْا کے اپنے معنٰی کو سامنے رکھ کر یہ معنٰی کرتے ہیں کہ آگے نہ کرو رمضان سے ایک یا دو روزے اور نہ آگے کرو تم قربانی عید کی نماز سے۔

قرآن تین علوم کے بغیر سمجھ نہیں آسکتا :

اور یاد رکھنا! قرآن کریم کی صحیح سمجھ اس وقت تک نہیں آسکتی جب تک تین علوم پر عبور نہ ہو۔ صرف نحو کا علم، ادب کا علم اور لغت عرب کا علم۔ یہ تین فن کسی کو حاصل ہو جائیں تو پھر جا کر قرآن کریم کی صحیح سمجھ حاصل ہوتی ہے۔ الحمدللہ! یہاں کتنی بچیاں ہیں جن کو میں نے قاعدے کے مطابق ترجمہ پڑھایا ہے کہ صرف نحو کی کتابیں بھی پڑھائی ہیں، لغت بھی پڑھائی ہے۔ وہ قاعدے کے مطابق ترجمہ جانتی ہیں اور مختلف مقامات پر پڑھا رہی ہیں۔

اب تک جو کچھ بیان ہوا وہ لَاتُقَدِّمُوْا کو اپنے معنٰی میں رکھ کر بیان ہوا۔ دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ لَاتُقَدِّمُوْا باب تفعیل ہے لیکن تَفَعُّلُ کے معنٰی میں ہے۔ تو اب معنٰی ہوگا آگے نہ بڑھو، سبقت نہ کرو۔

شانِ نزول :

اس سورت کا شان نزول یہ ہے کہ عرب کا ایک قبیلہ بنو تمیم مسلمان ہو گیا لیکن اس

مسئلے میں ان کا آپس میں اختلاف ہوا کہ انتظامی امور سنبھالنے کے لیے اپنا سربراہ کس کو بنائیں، چودھری کس کو بنائیں؟ دو آدمی ان میں بڑے سمجھ دار تھے، اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ اور قعقاع بن معبد رضی اللہ عنہ۔ بعض نے کہا کہ یہ سردار بن جائے اور بعض نے کہا کہ وہ سردار بن جائے۔ فیصلے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا جھگڑا آپ کے سامنے پیش کیا۔ ابھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ نہیں فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ کو ان کا سردار مقرر کر دو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قعقاع بن معبد کو مقرر کرو یہ زیادہ موزوں ہے۔ شیخین کا آپس میں اختلاف ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آوازیں اٹھ گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی لیکن پہلے فرمایا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے مومنو! ہو تم مومن لَا تُقَدِّمُوْا آگے نہ بڑھو بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابھی خاموش تھے اور یہ بولنے لگ گئے، یہ ان کی خطا تھی مگر اس خطا سے ایمان سے نہیں نکلے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کے ساتھ خطاب فرمایا ہے۔ اے مومنو آگے نہ بڑھو اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے۔ اور یاد رکھنا! جھگڑا خوبیاں بیان کرنے سے نہیں ہوتا برائیاں بیان کرنے سے ہوتا ہے۔

تم نے ریڑھی والوں کو دیکھا ہوگا کہ اپنے اپنے سودے کی تعریف کرتے ہیں۔ وہ بھی کہہ رہا ہے انگور میٹھے، یہ بھی کہہ رہا ہے انگور میٹھے۔ کوئی جھگڑا نہیں۔ جھگڑا اس وقت ہوگا کہ یہ کہے کہ میرے میٹھے ہیں اور اس کے کھٹے ہیں۔ میرا مال اچھا ہے اس کا نکما ہے۔ ہر کوئی اپنی نماز کی خوبی بیان کرے تو کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ جھگڑا اس وقت ہوگا ایک آدمی دوسرے کو کہے کہ میری تو نماز ہوئی ہے تیری نہیں ہوئی۔ کیونکہ تو نے رفع یدین نہیں کیا،

امام کے پیچھے فاتحہ نہیں پڑھی، پاؤں چوڑے نہیں کیے۔

تو خوبیاں بیان کرنے سے جھگڑا نہیں ہوتا شیخین نے بھی خوبیاں بیان کیں۔
حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ اچھا ہے اس میں یہ خوبی، یہ خوبی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ اچھا ہے اس میں یہ خوبی ہے، یہ خوبی ہے۔ دلوں میں کوئی فتور نہیں تھا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بلند آواز سے گفتگو اللہ تعالیٰ کو پسند نہ آئی اور تنبیہ فرمائی کہ اے ایمان والو! آگے نہ بڑھو اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے ایمان والو لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ نہ بلند کرو اپنی آوازوں کو فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ اور نہ بلند آواز سے بات کرو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ جیسا کہ بلند آواز سے بولنا ہے تمہارا بعض کا بعض کے ساتھ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ اور تمھیں شعور بھی نہ ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے آواز کو بلند کرنا اعمال کے ضائع کرنے کا ذریعہ ہے، اعمال برباد ہو جائیں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز طبعی طور پر بلند تھی مگر اس آیت کریمہ کے نازل ہونے کے بعد اتنا آہستہ بولتے تھے کہ ان کی بات سمجھنے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بار بار پوچھتے تھے کہ عمر! تو نے کیا کہا ہے؟ میں نے تیری بات نہیں سنی۔ دیکھو بڑی عجیب بات ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود ہوتے ہوئے آہستہ بات کرتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سن نہیں سکتے۔ اور اہل بدعت کہتے ہیں کہ ہم یہاں جو باتیں کرتے ہیں وہ

آپ سنتے ہیں۔ اگر ہم یہاں سے پکاریں یارسول اللہ مدد! تو آپ ﷺ وہاں سے سنتے ہیں، لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ یہ نظریہ بالکل شریعت کے خلاف ہے۔ اور یاد رکھنا! بدعتی آدمی کی نہ نماز قبول ہے، نہ روزہ، نہ حج، نہ عمرہ، نہ زکوٰۃ، کوئی شے قبول نہیں ہے۔ ویسے ہی ٹکریں مارتے پھرتے ہیں۔ توحید وسنت ہوگی تو عبادتیں ٹھکانے لگیں گی۔ شرک وبدعت کے ہوتے ہوئے کوئی عبادت قبول نہیں اور سارے اہل حق آنحضرت ﷺ کے حاضر وناظر ماننے کو کفر کہتے ہیں۔ اور تمام فقہائے کرام رحمہم اللہ نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ جو شخص آنحضرت ﷺ یا بزرگوں کی ارواح کے بارے میں یہ کہے کہ وہ حاضر ہے یہ نظریہ رکھنے والا آدمی پکا کافر ہے۔ اور یہ بریلوی جاہل قسم کے لوگ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ ہر جگہ حاضر وناظر ہیں۔ بھئی! جب تم آپ ﷺ کو حاضر وناظر مانتے ہو تو پھر بلند آواز سے کیوں بولتے ہو؟ اگر آپ ﷺ موجود ہیں تو پھر گلے کیوں پھاڑتے ہو؟ اس طرح تو تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ (اعمال ہیں کہاں جو ضائع ہو جائیں گے۔ کیونکہ بدعتی آدمی کا عمل کرنا نہ کرنا برابر ہے۔ مرتب) لہٰذا آپ ﷺ کے متعلق حاضر وناظر کا عقیدہ رکھنے والے نہ تقریریں کریں اور نہ بلند آواز سے نعتیں پڑھیں کہ قرآن کہتا ہے آپ ﷺ کی موجودگی میں آواز بلند کرنے سے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی آواز فطری طور پر بلند تھی۔ اس آیت کریمہ کے نازل ہونے کے بعد ڈر کے گھر بیٹھ گئے کہ میرے اعمال ہی ضائع نہ ہو جائیں۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ثابت نظر نہیں آرہے کیا وہ بیمار ہیں؟ انھوں نے عرض کیا حضرت وہ تو میرا پڑوسی ہے مگر مجھے اس کی بیماری کا علم نہیں ہے۔ جا کر

معلوم کیا تو انھوں نے بتایا کہ میں اس لیے نہیں آتا کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں میرے اعمال نہ ضائع ہو جائیں۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو بلا کر فرمایا کہ آیت کا مطلب آپ صحیح نہیں سمجھے۔ مطلب یہ ہے کہ جان بوجھ کر آواز بلند نہ کرو طبعی طور پر بلند آواز مراد نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اَنْتَ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ ''اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آپ تو جنتی آدمی ہیں۔''

تو فرمایا اپنی آوازوں کو آنحضرت ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمھیں شعور بھی نہ ہو۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ بے شک وہ لوگ جو پست رکھتے ہیں اپنی آوازوں کو عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے پاس اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ یہ وہی لوگ ہیں امْتَحَنَ اللّٰهُ۔ امام بخاری ترجمہ کرتے ہیں اَخْلَصَ اللّٰہ اللہ تعالیٰ نے خالص کر لیا ہے قُلُوْبَهُمْ ان کے دلوں کو لِلتَّقْوٰى تقویٰ کے لیے۔ جو آپ ﷺ کی موجودگی میں آہستہ بولتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو چن لیا ہے تقوے کے لیے لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ان کے لیے بخشش ہے اور اجر ہے بڑا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی بخشش کر دی ہے اور اجر بہت بڑا ہے۔

اور مسئلہ: عربی کا مشہور مقولہ ہے:

صَاحِبُ الْغَرْضِ مَجْنُوْنٌ

﴿غرض مند دیوانہ ہوتا ہے۔﴾

اس کو اپنی غرض کے ساتھ غرض ہوتی ہے اور کسی کے دکھ سکھ کو نہیں سمجھتا۔

آدابِ رسول اکرم ﷺ:

عام لوگوں کو جب مسائل کی ضرورت ہوتی تھی (مسائل درپیش ہوتے) تو مسجد

نبوی میں آکر دیکھتے کہ آپ ﷺ تشریف فرما ہیں تو مسائل دریافت کر لیتے۔ اگر آپ ﷺ مسجد نبوی میں نہ ہوتے تو پوچھتے کہ کون سے حجرے میں ہیں آج کس بیوی کی باری ہے؟ وہاں جا کر دروازے پر کھڑے ہو جاتے۔ ٹاٹ کا پردہ لٹکا ہوتا تھا اور یارسول اللہ، یا حبیب اللہ، یا نبی اللہ، انتہائی پیار کے ساتھ آواز دیتے۔ یہ مخلص مومنوں کی بات ہے۔ اور دیہاتی لوگ آتے جو آداب سے واقف نہ ہوتے تو وہ بلند آواز سے کہتے یَا مُحَمَّدُ اُخْرُجْ اِلَيْنَا "اے محمد (ﷺ)! باہر ہمارے پاس آؤ۔" اور منافق بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر اس طرح آوازیں دینے سے کہ تمھیں اس طرح بلانے کا حق نہیں ہے۔ فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ بے شک وہ لوگ جو پکارتے ہیں آپ کو، بلاتے ہیں آپ کو مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ حجروں کے پیچھے سے، کمروں کے سامنے کھڑے ہو کر۔ وَرَاء کا لفظ اضداد میں سے ہے۔ اس کا معنیٰ سامنے کا بھی ہوتا ہے اور پیچھے کا بھی ہوتا ہے اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ اکثریت ان کی عقل سے خالی ہے۔ اس لیے کہ کبھی ایسا ہوتا تھا کہ آنحضرت ﷺ اپنے حجرے میں ہوتے اور وحی نازل ہوتی تھی اور وحی کے نزول کے وقت آپ ﷺ کی یہ کیفیت ہوتی تھی کہ اس کی شدت سے سردی کے موسم میں بھی آپ ﷺ کو پسینا آجاتا تھا۔ اب ادھر تو وحی نازل ہو رہی ہے اور یہ دیوانہ باہر آوازیں لگا رہا ہے، یوں وحی میں خلل ہوتا۔

بعض دفعہ آپ ﷺ گھر میں نفلی عبادت میں مشغول ہو جاتے اور کئی کئی پارے پڑھ دیتے تھے۔ تو آپ ﷺ نفل پڑھ رہے ہیں اور یہ دیوانہ باہر سے آوازیں مار رہا ہے، بعض دفعہ آپ ﷺ آرام فرما رہے ہوتے تھے اور بعض دفعہ آپ ﷺ خانگی معاملات میں ہیں اور یہ دیوانہ باہر سے آوازیں لگا رہا ہے جو مناسب نہیں تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے

پابندی لگادی کہ آپ ﷺ کے کمروں کے باہر کھڑے ہوکر آوازیں نہ دو۔ فرمایا بے شک وہ لوگ جو پکارتے ہیں آپ کو حجروں کے سامنے سے اکثریت ان کی عقل سے خالی ہے کہ ان کو اندرونی کیفیت کا علم ہی نہیں ہے کہ آپ کس حال میں ہیں وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا اور اگر بے شک وہ صبر کرتے حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ یہاں تک کہ آپ خود ان کی طرف باہر تشریف لے آتے لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ تو یہ ان کے لیے بہتر ہوتا۔ اگر کسی کو آپ ﷺ کے ساتھ کام ہے بیٹھ جائیں، انتظار کریں، مسجد میں چلے جائیں جس وقت آپ ﷺ باہر تشریف لائیں بات کرلیں۔ یہ ان کے حق میں بہتر ہے کہ اس میں نبوت کے آداب کا لحاظ ہے۔ آپ ﷺ شفقت کی نگاہ سے دیکھیں گے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوگی۔

مسائلِ استیذان :

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو حکم دیا ہے کہ کسی کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر داخل نہ ہو جب تک کہ تم اجازت نہ مانگ لو اور جب تک تم سلام نہ کر لو ان کے گھر والوں پر، یہ تمہارے لیے بہتر ہے تاکہ تم نصیحت پکڑو۔ (سورۃ نور: ترجمہ آیت نمبر ۲۷) فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَا اَحَدًا ''پس اگر نہ پاؤ گھر میں کسی کو فَلَا تَدْخُلُوْهَا تو پھر داخل نہ ہو ان میں حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ یہاں تک کہ تم کو اجازت دی جائے وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا اور اگر تم سے کہا جائے واپس لوٹ جاؤ فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ [ایضاً؛ آیت ۲۸] ''پس واپس چلے جاؤ یہ بات تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ ہے۔''

اگر اہل خانہ کہیں کہ اس وقت ملاقات نہیں ہو سکتی تو واپس چلے جاؤ جھگڑا نہ کرو،

تکرار نہ کرو کہ میں بڑی دور سے آیا ہوں، میں یہ ہوں وہ ہوں، میں ایسا ہوں۔قرآن کریم کا حکم ہے وقت ہوگا ملاقات ہوگی وقت نہیں ہے تو نہیں۔آخر جس کو تم ملنا چاہتے ہو وہ بھی انسان ہے اس کے بھی مسائل ہیں اس کا بھی خیال کرو۔

میں تمھیں اپنے متعلق بتاتا ہوں کہ حقیقت یہ ہے کہ میں لوگوں کی آمدورفت سے اتنا تنگ آگیا ہوں کہ کچھ بتا نہیں سکتا۔پھر یہ تعویذ لینے والے تو نہ مجھے دوپہر کو سونے دیتے ہیں اور نہ اطمینان سے نماز پڑھنے دیتے ہیں۔چونکہ مفت کے تعویذ ہوتے ہیں اس لیے یہ خواتین بھاگتی ہوئی آجاتی ہیں دروازہ کھٹکھٹا کر کہتی ہیں مولوی صاحب کو اٹھاؤ ہم بڑی دور سے آئی ہیں۔میرا ارادہ ہے کہ فیس لگادوں کہ ایک تعویذ پانچ سو روپے میں ملے گا تاکہ میری جان چھوٹ جائے۔میں بہت تنگ آگیا ہوں میری عمر دیکھو! میرا بڑھاپا دیکھو! میری بیماریاں دیکھو! صرف اپنا الو سیدھا کرتے ہیں دوسرے کا کوئی خیال نہیں ہے۔دوسرے کا بھی خیال کرو وہ بھی انسان ہے۔لوہے اور ربڑ کا تو بنا ہوا نہیں ہے اس کے حالات کا بھی خیال رکھو۔

تو فرمایا اگر یہ صبر کرتے کہ آپ خود باہر تشریف لاتے تو یہ صبر ان کے لیے بہتر ہوتا وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًاۢ بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۝ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۭ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۝ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ وَاِنْ طَاۗىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْۗءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَاۗءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ ع

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اے وہ لوگو اٰمَنُوْا جو ایمان لائے ہو اِنْ جَآءَكُمْ اگر لائے تمہارے پاس فَاسِقٌ کوئی کچا آدمی بِنَبَاٍ کوئی خبر فَتَبَيَّنُوْا پس خوب تحقیق کر لو اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًا کہ تم مصیبت میں ڈال دو کسی قوم کو بِجَهَالَةٍ جہالت کی وجہ سے فَتُصْبِحُوْا پھر ہو جاؤ تم عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ اس کارروائی پر جو تم نے کی ہے نٰدِمِيْنَ پشیمان وَاعْلَمُوْٓا اور جان لو اَنَّ فِيْكُمْ بے شک تمہارے اندر رَسُوْلَ اللّٰهِ اللہ کا رسول ہے

لَوْ یُطِیْعُکُمْ اگر وہ تمہاری بات مانے فِیْ کَثِیْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ بہت سے معاملات میں لَعَنِتُّمْ تو تم مشقت میں پڑ جاؤ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ لیکن اللہ تعالیٰ نے حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ محبوب قرار دیا ہے تمہارے لیے ایمان کو وَزَیَّنَہٗ اور اس کو مزین کیا ہے فِیْ قُلُوْبِکُمْ تمہارے دلوں میں وَکَرَّہَ اِلَیْکُمُ الْکُفْرَ اور ناپسند کیا ہے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے کفر وَالْفُسُوْقَ اور نافرمانی وَالْعِصْیَانَ اور حکم عدولی اُولٰٓئِکَ ھُمُ الرّٰشِدُوْنَ یہی لوگ ہیں سیدھے راستے پر چلنے والے فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وَنِعْمَۃً اور اس کی نعمت ہے وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ اور اگر دو گروہ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ایمان والوں میں سے اقْتَتَلُوْا آپس میں لڑ پڑیں فَاَصْلِحُوْا بَیْنَھُمَا پس صلح کرادو ان دونوں کے درمیان فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىھُمَا پس اگر ان میں سے ایک سرکشی کرے عَلَی الْاُخْرٰی دوسرے پر فَقَاتِلُوا پس تم لڑو الَّتِیْ اس کے ساتھ تَبْغِیْ جو زیادتی کرتا ہے حَتّٰی تَفِیْٓءَ یہاں تک کہ لوٹ آئے اِلٰٓی اَمْرِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف فَاِنْ فَآءَتْ پس اگر وہ لوٹ آئے فَاَصْلِحُوْا بَیْنَھُمَا پس تم صلح کرادو ان کے درمیان بِالْعَدْلِ عدل کے ساتھ وَاَقْسِطُوْا اور انصاف کرو اِنَّ اللّٰہَ بے شک اللہ تعالیٰ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ محبت کرتا ہے انصاف کرنے والوں کے ساتھ اِنَّمَا

اَلْمُؤْمِنُوْنَ پختہ بات ہے مومن اِخْوَۃٌ بھائی بھائی ہیں فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ پس صلح کراؤ اپنے بھائیوں کے درمیان وَاتَّقُوا اللّٰہَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

شانِ نزول :

پہلی دو آیتوں کا شانِ نزول یہ ہے کہ عرب کا ایک قبیلہ تھا بنو مصطلق۔ یہ اسلام اور مسلمانوں کا بڑا مخالف تھا۔ آنحضرت ﷺ کو اطلاع ملی کہ یہ خود بھی مسلمانوں کے خلاف لڑنے کی تیاری کر رہا ہے اور دوسرے قبائل کو بھی ابھار اور آمادہ کر رہا ہے۔ چونکہ آنحضرت ﷺ افواہوں پر یقین نہیں کرتے تھے آپ ﷺ نے چند ساتھی تحقیق کے لیے بھیجے کہ آیا یہ خبر صحیح ہے یا غلط ہے۔ چنانچہ وہ ساتھی مسافروں اور تاجروں کے روپ میں گئے اور چند دن اس علاقے میں گزارنے کے بعد آ کر رپورٹ پیش کی کہ واقعتاً وہ لوگ مسلمانوں پر حملہ کرنے کا پختہ ارادہ رکھتے ہیں اور تیاری کر رہے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ پھر ہم پہل کر کے خود ان پر حملہ کریں گے۔ سن پانچ ہجری کا آخر تھا اور چھ ہجری کی ابتداء تھی۔ آپ ﷺ نے پانچ سو ساتھیوں کے ہمراہ ان پر حملہ کر دیا۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہتھیار ڈال دیے اور مسلمان ہو گئے۔ اس غزوہ کو غزوہ بنو مصطلق بھی کہتے ہیں کیونکہ اس قبیلے کے ساتھ لڑائی ہوئی اور غزوہ مُریسیع بھی کہتے ہیں کیونکہ اس علاقے کا نام مریسیع تھا۔

مسلمان ہونے کے بعد جانوروں کی زکوٰۃ اور زمین کی پیداوار اور عشر اور باغوں کی پیداوار سے زکوٰۃ حکومت خود وصول کرتی ہے۔ اور سونا چاندی، سامان تجارت اور نقد پیسے کی زکوٰۃ خود مالک ادا کرتا ہے حکومت لینے کی مُجاز نہیں ہے۔

ضیاء حکومت کی مدارس کے خلاف ایک سازش :

ضیاء الحق کے دورِ حکومت میں یہ قانون پاس ہوا کہ پیسوں کی زکوٰۃ حکومت بینکوں سے کاٹے گی۔ ہم نے بڑا احتجاج کیا، شور مچایا، خط بھی لکھے، ملاقاتیں بھی کیں مگر کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ اصل میں اس کے پیچھے بہت بڑی سازش تھی دینی مدارس کو بند کرنے یا کنٹرول کرنے کی۔ ضیاء الحق کے اردگرد جو غلط کار لوگ تھے انھوں نے اس کو مشورہ دیا کہ دینی مدارس زکوٰۃ، صدقات پر چلتے ہیں زکوٰۃ جب حکومت وصول کرے گی تو یہ ختم ہو جائیں گے یا حکومت کے قبضے اور کنٹرول میں آ جائیں گے۔ چنانچہ حکومت نے یکم رمضان سے زکوٰۃ کاٹنا شروع کر دی۔ لیکن ان خبیثوں کی یہ پالیسی ناکام ہوئی۔ الحمد للہ! دینی مدارس چلتے رہے اور چل رہے ہیں۔

ہمارے مدرسہ نصرۃ العلوم میں اس وقت اٹھارہ سو (۱۸۰۰) طلبہ اور طالبات پڑھتے تھے اور ساٹھ افراد پر مشتمل عملہ تھا۔ پنجاب حکومت کا نمائندہ ہمارے پاس آیا پھر مرکزی حکومت کا نمائندہ ہمارے پاس آیا کہ تمہارے مدرسے کا کافی خرچہ ہے دورۂ حدیث تک کے طلبہ ہیں ہم سے چار لاکھ سالانہ لے لیا کرو۔ ہم نے کہا کہ ہم نے ایک پیسہ بھی نہیں لینا۔ مرکز کی طرف سے آنے والوں نے ہمیں ڈرایا دھمکایا بھی کہ حکومت دیتی ہے تم کیوں نہیں لیتے؟ گرفتار ہو سکتے ہو۔ ہم نے کہا کہ ہم نے پہلے بھی جیلیں کاٹی ہیں یہ جیل بھی بھگت لیں گے لیکن تم سے رقم نہیں لیں گے۔ رب تعالیٰ کا کام ہے وہ خود چلائے گا۔ پیسے نہیں لیے رب نظام چلا رہا ہے۔ ہمارے گکھڑ کے ساتھی چودھری ریاض احمد صاحب سے پہلے سال غلطی ہوئی کہ مجھ سے بالا بالا انھوں نے حکومت سے زکوٰۃ لے لی۔ اگلے سال میں ڈٹ گیا کہ نہیں لینی۔ پھر کبھی نہیں لی۔

الحمد للہ! ہمارے ہاں گکھڑ میں مجموعی لحاظ سے اٹھارہ، انیس قاری اور آٹھ،نو استانیاں کام کر رہی ہیں جن کا میں برائے نام سرپرست ہوں۔ بیرونی طلبہ بھی ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کام چل رہا ہے۔ پھر ہمارا کوئی سفیر بھی نہیں ہے اللہ تعالیٰ کی حقیقی مدد اور ظاہری طور پر ساتھیوں کا تعاون ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا دین ہے اس کو کوئی روک نہیں سکتا۔ حکومت کی پالیسی ناکام ہوگئی کہ ہم زکوٰۃ وصول کر لیں گے تو یہ مولوی بھوکے مر جائیں گے اور مدرسے ختم ہو جائیں گے۔ حالانکہ مدرسے پہلے سے بھی زیادہ ہو گئے ہیں۔

تو خیر جانوروں کی زکوٰۃ، زمین کی پیداوار اور جانوروں اور پھلوں کی زکوٰۃ حکومت وصول کرتی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ولید بن عقبہ بن ابی مُعَیط رضی اللہ عنہ کو جو نوعمر صحابی اور بڑے حساب دان تھے ان کو سفیر بنا کر قبیلہ بنو مصطلق کی طرف بھیجا زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے۔ یہ بڑے خوش ہوئے کہ مجھے عہدہ ملا ہے اکیلے ہی چل پڑے۔ پہلے خالی الذہن تھے جس وقت بستی کے قریب پہنچے تو خیال آیا کہ میری تو زمانہ جاہلیت میں ان کے ساتھ عداوت اور لاگت بازی تھی۔ کہیں مجھے اکیلا دیکھ کر قتل نہ کر دیں۔ ادھر اتفاق ایسا ہوا کہ جب ان لوگوں کو اطلاع ہوئی کہ آنحضرت ﷺ کا نمائندہ آرہا ہے، تو استقبال کے لیے وہی لوگ باہر نکلے جن کے ساتھ ان کی عداوت تھی۔ یہ اُن کو دیکھ کر واپس بھاگ آئے۔ اُنھوں نے بھی اپنی سواریاں ان کی سواری کے پیچھے دوڑا دیں کہ یہ آئے کیوں اور گئے کیوں؟ تھوڑا سا تعاقب کر کے پھر اُنھوں نے پیچھا چھوڑ دیا۔ مدینہ طیبہ پہنچ کر کہنے لگے حضرت! قسمت نے ساتھ دیا ورنہ وہ تو مجھے قتل کر دیتے۔ مجھے قتل کرنے کے لیے سارا گاؤں باہر آ گیا تھا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا کہ حضرت! آپ ہمیں اجازت دیں کہ ہم ان کے خلاف جہاد کی تیاری کریں یوں لگتا ہے کہ وہ لوگ مسلمان ہونے کے بعد مرتد ہو گئے ہیں۔ اِدھر اُن کے خلاف جہاد کی تیاری ہو رہی تھی کہ ان کا نمائندہ وفد آ گیا اور کہا کہ حضرت! معلوم نہیں ہو سکا کہ آپ کا نمائندہ آیا بھی اور واپس بھی بھاگ آیا۔ پتا نہیں چلا کیوں بھاگا۔ ہم تو استقبال کے لیے باہر آئے تھے کہ عزت کے ساتھ ان کو گاؤں لے جائیں گے۔ معلوم ہوا کہ ولید بن عقبہ بن ابی معیط کا وہم تھا حقیقت کچھ بھی نہیں تھی۔ اس موقع پر یہ آیتیں نازل ہوئیں اور اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کام آنے والا ضابطہ بیان فرما دیا یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ یہاں فَاسِقٌ کا ترجمہ کرتے ہیں کچا آدمی۔ اگر لائے تمہارے پاس کوئی کچا آدمی خبر تو اس کی خبر پر یقین نہ کرو فَتَبَیَّنُوْٓا پس خوب تحقیق کرلو۔ کیوں؟ اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ کہ مصیبت میں ڈال دو کسی قوم کو جہالت کی وجہ سے کہ کچے آدمی کی بات پر یقین کر کے کسی قوم پر حملہ کر کے اس کو مصیبت میں ڈال دو اور خود بھی مصیبت میں پڑ جاؤ اور حقیقت کچھ اور ہو فَتُصْبِحُوْا عَلٰی مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ پھر ہو جاؤ اس کارروائی پر جو تم نے کی ہے پشیمان۔ میں کہتا ہوں کہ اگر بندہ اس قاعدے پر عمل کرے تو جھگڑے ہی نہ ہوں۔ نہ گھروں کے، نہ عورتوں کے، نہ بچوں کے، نہ بڑوں کے، نہ چھوٹوں کے، نہ جماعتوں کے۔ اب ہوتا اس طرح ہے کہ کوئی بات پہنچتی ہے تو بغیر تحقیق لڑائی شروع ہو جاتی ہے۔ بعد میں معلوم ہوتا ہے کہ بات ہی غلط تھی۔ لہٰذا اس قاعدے کو پلے باندھ لو۔

یہ رب تعالیٰ کا ضابطہ تمام لوگوں کے لیے ہے کہ ہر کہہ مکہہ کی بات پر یقین نہ کرو اس کی تحقیق کرلو۔ پھر جو کچھ کرنا ہے کرو وَاعْلَمُوْٓا اور جان لو اَنَّ فِیْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ

بے شک تمہارے اندر اللہ کے رسول ﷺ موجود ہیں۔ مدینہ طیبہ میں آپ ﷺ اس وقت تشریف فرما تھے، زندہ موجود تھے لَوۡ یُطِیۡعُکُمۡ اگر وہ تمہاری بات مان لیا کریں فِیۡ کَثِیۡرٍ مِّنَ الۡاَمۡرِ بہت سے معاملات میں، بہت ساری چیزوں میں لَعَنِتُّمۡ تو تم مشقت میں مبتلا ہو جاؤ۔ عَنِتُّمۡ کا معنیٰ یہ بھی کرتے ہیں کہ تم گناہ میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ بے گناہوں کے خلاف کارروائی کرنا گناہ ہی میں مبتلا ہونا ہے۔ اور عَنَتَ کا معنیٰ فساد بھی ہے اور ہلاکت بھی ہے۔ تم فساد میں پڑ جاؤ گے، ہلاکت میں پڑ جاؤ گے۔

تو فرمایا اگر اللہ تعالیٰ کا نبی بہت سے معاملات میں تمہاری بات کو مانے تو تم مشقت میں پڑ جاؤ گے وَلٰکِنَّ اللّٰہَ حَبَّبَ اِلَیۡکُمُ الۡاِیۡمَانَ لیکن اللہ تعالیٰ نے محبوب کر دیا تمہارے لیے ایمان کو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے جو اس وقت مخاطب تھے ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایمان کو محبوب قرار دے دیا وَزَیَّنَہٗ فِیۡ قُلُوۡبِکُمۡ اور مزین کر دیا اللہ تعالیٰ نے ایمان کو تمہارے دلوں میں وَکَرَّہَ اِلَیۡکُمُ الۡکُفۡرَ اور ناپسند کیا تمہارے لیے کفر کو وَالۡفُسُوۡقَ وَالۡعِصۡیَانَ اور نافرمانی اور حکم عدولی کو۔

فسق اور عصیان میں فرق :

فسق اس گناہ کو کہتے ہیں جو سامنے نظر آئے۔ مثلاً: ایک آدمی نے ڈاڑھی صاف کرائی ہوئی ہے یا مٹھی سے کم کی ہوئی ہے۔ کیونکہ جیسے ڈاڑھی کا منڈوانا گناہ اور حرام ہے اسی طرح مٹھی سے کم کرانا بھی گناہ اور حرام ہے۔ مٹھی بھر ڈاڑھی رکھنا ضروری ہے۔ اس سے زائد اگر کوئی کٹوائے تو جائز ہے نہ کٹوائے تو بڑی اچھی بات ہے۔ یا سر پر انگریزوں کی طرح بال رکھائے۔ تو یہ گناہ نظر آتے ہیں۔ یہ فسق کہلاتے ہیں۔

اور عصیان ایسے گناہ کو کہتے ہیں جو سامنے نظر نہ آئے۔ جیسے جھوٹ ہے، غیبت

ہے، ان کا وجود تو نہیں ہے جو نظر آئے۔

تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ایسے گناہ بھی ناپسند کیے ہیں جو نظر نہیں آتے اور ایسے گناہ بھی تمہارے لیے، اپنے پیغمبر کے صحابہ کے لیے ناپسند کیے ہیں جو نظر آتے ہیں۔ کفر و شرک، ہر قسم کا گناہ، ظاہری باطنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ناپسند کیا ہے اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ یہی لوگ ہیں راہ راست پر چلنے والے فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وَنِعْمَةً اور اس کی نعمت ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ ایمان اور نیکی کی توفیق دی ہے وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ اے اللہ! تیرا فضل و کرم ہے، تیری نوازش ہے کہ تو نے مجھے ایمان اور نیکی کی توفیق دی ہے وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے۔

شانِ نزول :

اگلی دو آیتوں کا شان نزول اس طرح ہے کہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی انتہائی شریر قسم کا آدمی تھا۔ شکل و صورت، قد و قامت اس کی ایسی تھی کہ دیکھنے والا آدمی اس کو دیکھ کر مرعوب ہو جاتا تھا۔ اسلام کے خلاف اور آنحضرت ﷺ کے خلاف عداوت میں اس نے کوئی کسر باقی نہیں رکھی تھی۔ آنحضرت ﷺ کے متعلق اس خبیث نے ''اذل'' کا لفظ بھی استعمال کیا جو قرآن کریم میں موجود ہے۔ اس کے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کو مشورہ دیا کہ حضرت! اس کے گھر جا کر اس کو اسلام کی دعوت دیں۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب اس نے ظاہری طور پر کلمہ نہیں پڑھا تھا۔ گھر دشمن بھی آجائے تو لوگ حیا کرتے ہیں کہ میرے گھر آگیا ہے۔ تو حضرت! آپ ﷺ اس کے گھر جا کر دعوت دیں اسلام کی۔ اتمام حجت بھی ہو جائے گی اور شاید اس کی شرارتیں بھی مدہم پڑ جائیں۔ فرمایا

ٹھیک ہے چلتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ اپنے گدھے پر سوار ہو کر جس کا نام عُفیر تھا اس کے پاس گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے ساتھ پیدل چل رہے تھے۔ وہ باہر اپنے ڈیرے میں بیٹھا اپنے ساتھیوں کے ساتھ گپیں مار رہا تھا۔ جب آنحضرت ﷺ وہاں پہنچے تو اس نے اپنی ناک بند کر کے کہا کہ اپنے اس گدھے کو پیچھے کرو کہ مجھے اس کے پسینے کی بدبو آ رہی ہے۔ بدبخت نے آنحضرت ﷺ کو نہ پہچانا کہ یہ کون شخصیت ہیں۔ عُفیر گدھے کے برابر بھی اس کو شعور نہیں تھا۔ اس گدھے کا حال یہ تھا کہ جب آنحضرت ﷺ دنیا سے رخصت ہوئے تو یہ گدھا بڑا پریشان ہوا۔ کبھی مسجد نبوی کے دروازے پر آ کر کھڑا ہو جاتا، کبھی ازواج مطہرات کے حجرے کے سامنے آ کر کھڑا ہو جاتا، کبھی کسی جگہ، کبھی کسی جگہ کھڑا ہو کر آنحضرت ﷺ کا انتظار کرتا جب عفیر گدھے نے سمجھا کہ آپ ﷺ دنیا میں نہیں رہے تو اس نے ایک اونچے ٹیلے سے اپنے آپ کو گرا کر خودکشی کر لی۔ حیوان مکلف نہیں ہوتا کہ اس پر کوئی قانون لاگو ہو۔ لیکن اس گدھے ابن ابی کو آپ ﷺ کی پہچان نہ ہوئی۔ کہنے لگا اپنے اس گدھے کو پیچھے ہٹاؤ مجھے اس کے پسینے کی بدبو آ رہی ہے۔

عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کی قسم! آپ ﷺ کے گدھے کی بو تیرے پسینے سے اچھی ہے۔ تو ابن ابی کے ایک ساتھی نے جواب دیا۔ طرفین سے جملوں کا تبادلہ ہوا یہاں تک کہ لڑائی شروع ہو گئی، لاٹھیاں، جوتے بھی چلے۔ اس لڑائی میں عبداللہ بن ابی کی برادری کے مسلمان بھی تھے۔ تحقیق حال کے بغیر برادری سسٹم کے تحت وہ بھی لڑائی میں شریک ہو گئے۔ اِدھر بھی مسلمان اُدھر بھی مسلمان شریک ہیں۔ اس موقع پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

فرمایا وَإِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اور اگر دو گروہ ایمان والوں میں سے

اقْتَتَلُوْا آپس میں لڑ پڑیں، جھگڑ پڑیں فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا تو ان دونوں کے درمیان صلح کرادو فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا پس اگر زیادتی کرے ان میں سے ایک گروہ عَلَى الْاُخْرٰى دوسرے پر۔ تم سمجھتے ہو کہ یہ گروہ زیادتی کر رہا ہے فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ پس تم لڑو اس گروہ کے ساتھ جو زیادتی کرتا ہے۔ سب مل کر اس کے ساتھ لڑو کہ اس کا دماغ درست ہو جائے حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ یہاں تک کہ لوٹ آئے اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف۔ جب تک وہ رب تعالیٰ کے حکم کو تسلیم نہ کرے اس باغی کے ساتھ لڑو فَاِنْ فَآءَتْ پس اگر وہ گروہ لوٹ آئے اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا تو صلح کرادو ان دونوں کے درمیان بِالْعَدْلِ عدل کے مطابق وَاَقْسِطُوْا اور انصاف کرو، تحقیق کرو کس کی زیادتی ہے، ظالم کون ہے؟ مظلوم کون ہے؟ تحقیق کر کے مظلوم کا ساتھ دو ظالم کے خلاف لڑو اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ بے شک اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے انصاف کرنے والوں کے ساتھ۔ اسلام آپس کی لڑائی کو پسند نہیں کرتا۔ اور ضابطہ یہ ہے کہ اگر دو مسلمان آپس میں لڑ پڑیں تو ان کا تماشا نہ دیکھو بلکہ ان کے درمیان صلح کراؤ۔ یہاں تک کہ اگر دو بچے بھی آپس میں لڑتے ہوئے نظر آئیں تو ان کا بھی تماشا نہ دیکھو کہ کیسے لڑتے ہیں؟ بلکہ ان کے درمیان صلح کراؤ، لڑائی سے الگ کرادو۔ حتیٰ کہ اسلام تو جانوروں کی لڑائی کو بھی گوارا نہیں کرتا۔

جانوروں کو آپس میں لڑانے سے آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ لوگ ریچھ اور کتے کو لڑاتے ہیں، کتے لڑاتے ہیں، بھینسے لڑاتے ہیں، اونٹ لڑاتے ہیں، تیتر بٹیر لڑاتے ہیں۔ یہ سب از روئے شریعت حرام ہے۔ اور بعض جگہ صرف لڑاتے نہیں بلکہ ساتھ رقمیں بھی رکھتے ہیں یہ بالکل حرام ہے، یہ جوا ہے۔

تو فرمایا اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے انصاف کرنے والوں کے ساتھ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ پختہ بات ہے کہ مومن بھائی بھائی ہیں فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ پس صلح کرادو اپنے بھائیوں کے درمیان کہ صلح ہی معاشرے میں امن وامان کی ضمانت ہے وَ اتَّقُوا اللّٰہَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اس کی نافرمانی نہ کرو اس کے احکام کی پابندی کرو لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ رحم تب ہی ہوگا جب تم اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی کروگے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۱﴾ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾ يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۳﴾

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ ٹھٹھا نہ کرے کوئی قوم دوسری قوم سے عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا ممکن ہے کہ وہ خَيْرًا مِّنْهُمْ ان سے بہتر ہوں وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ اور نہ عورتیں دوسری عورتوں سے ٹھٹھا کریں عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ممکن ہے وہ ان سے بہتر ہوں وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اور نہ عیب لگاؤ ایک دوسرے پر وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ اور نہ برے لقب ڈالو بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ برا ہے فسق کا نام ایمان کے بعد وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ اور جس نے توبہ نہ کی فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ پس یہی لوگ ہیں ظالم يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اجْتَنِبُوا بچو تم كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ بہت سے گمانوں سے اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ بے شک بعض گمان گناہ ہیں وَّلَا تَجَسَّسُوْا اور نہ جاسوسی کرو وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اور نہ غیبت کرے تم میں سے بعض بعض کی اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا کہ کھائے اپنے مردہ بھائی کا گوشت فَكَرِهْتُمُوْهُ پس تم اس کو ناپسند کرتے ہو وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے يٰاَيُّهَا النَّاسُ اے انسانو اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى بے شک ہم نے تم کو پیدا کیا ایک مرد اور ایک عورت سے وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا اور بنائے ہم نے تمہارے بڑے قبیلے وَّقَبَآئِلَ اور چھوٹے قبیلے لِتَعَارَفُوْا تاکہ تم آپس میں جان پہچان رکھو اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بے شک تم میں سے زیادہ عزت والا اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ ہے اَتْقٰكُمْ جو تم میں بڑا متقی ہے اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ بے شک اللہ تعالیٰ جاننے والا خبر رکھنے والا ہے۔

ربطِ آیات :

ان آیات سے پہلی آیات میں اس چیز کا بیان تھا کہ اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کی صلح کرا دو۔ آج کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے بعض ان چیزوں کا ذکر فرمایا ہے جو لڑائی کا سبب بنتی ہیں۔ ان میں سے پہلی چیز کسی کا مذاق اڑانا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو لَا

یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ نہ ٹھٹھا کرے کوئی قوم دوسری قوم سے۔ یہاں قوم سے مرد مراد ہیں کیونکہ عورتوں کا ذکر آگے آرہا ہے۔ مرد مردوں کے ساتھ ٹھٹھا نہ کریں عَسٰی اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ ممکن ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں جن کے ساتھ ٹھٹھا کرتے ہیں وہ ان ٹھٹھا کرنے والوں سے بہتر ہوں۔ مثلاً: یہ گورا ہے وہ کالا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ہاں کالے کا درجہ زیادہ ہو۔ اگر کوئی لنگڑا ہے، اندھا ہے، بھینگا ہے، وہ ٹھٹھا کرنے والے سے اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہو لہٰذا ٹھٹھا کسی کے ساتھ نہ کرو اس سے دوسرے کی تذلیل اور تحقیر ہوتی ہے اور کسی مسلمان کو ذلیل سمجھنا بڑا گناہ ہے۔ اور ٹھٹھا کرنے سے وقت بھی ضائع ہوتا ہے اور بسا اوقات نقصان بھی ہو جاتا ہے۔

آج سے چار دن پہلے کی بات ہے تم نے اخبار میں پڑھا ہوگا کہ ہنگری کے ایک ٹھٹھے باز (مسخرے) نے ایسے تمسخر کیے کہ چھ آدمی موقع پر ہنستے ہنستے مر گئے۔ تو مسخرہ کرنا حرام ہے کسی کے ساتھ نہیں کرنا چاہیے۔ فرمایا وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ اور نہ عورتیں دوسری عورتوں سے ٹھٹھا کریں۔ کیوں؟ عَسٰی اَنْ یَّكُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّ ممکن ہے یہ ان سے بہتر ہوں۔ جن کے ساتھ ٹھٹھا کرتی ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان سے بہتر ہوں۔

جھگڑے کا دوسرا سبب: وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اور نہ عیب لگاؤ اپنی جانوں پر۔ اپنی جانوں سے مراد بھائی، رشتہ دار، عزیز ہیں۔ اب معنٰی ہوگا ایک دوسرے پر عیب نہ لگاؤ۔ کسی کو کانا، اندھا، لنگڑا نہ کہو۔ وہ تمہیں اندھا، کانا، لنگڑا کہے گا، لڑائی ہوگی۔ اگر اندھا ہے تو رب نے اس کو اندھا کیا ہے تم نے تو نہیں کیا۔ لنگڑا، لولا، گورا، کالا، سب رب نے بنایا ہے اس کی مخلوق ہے۔ اس کو طعنے دینے کے بجائے تم خدا کا شکر ادا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اندر یہ عیب نہیں رکھے۔ گورے کالے سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔

واقعہ: امریکہ میں ایک کالے رنگ کا آدمی تھا۔ پہلے اس نے اپنا نام محمد رکھا پھر نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ نبوت کے دعوے کے بعد اس نے کہا آدم علیہ السلام کی اولاد صرف کالے ہیں اور یہ گورے شیطان کی اولاد ہیں۔ اس کا بیٹا تھا محمد دین، بڑا سمجھ دار تھا۔ اس نے کہا کہ میرا والد کافر ہے اور اپنی قوم کی اصلاح کی۔

اس کی دوسری تفسیر اس طرح کرتے ہیں کہ اگر تم کسی پر عیب لگاؤ گے کہ تو ایسا ہے تو وہ تمھیں بھی جواب دے گا اور کہے گا تو بھی ایسا ہے۔ تو اب تم اپنے اوپر عیب لگوانے کا خود سبب بنے۔ جیسا کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ تم اپنے ماں باپ کو گالیاں نہ دو۔ کسی نے پوچھا حضرت! اپنے ماں باپ کو کون گالیاں دیتا ہے؟ فرمایا تم کسی کے ماں باپ کو گالی دو گے وہ تمھاری ماں اور تمھارے باپ کو گالی دے گا تو گویا تو نے اپنے ماں باپ کو خود گالی دی ہے۔ لیکن خدا پناہ! آج تو براہ راست بھی ماں باپ کو گالیاں دینے والے موجود ہیں، مارنے پیٹنے والے موجود ہیں۔ تو کسی پر عیب لگانا یہ دوسرا سبب ہے لڑائی کا۔

تیسرا سبب: وَلَا تَنَابَزُوا بِالْاَلْقَابِ اور نہ ڈالو برے لقب، چڑانے کے لیے۔ مثلاً: تم کسی کو کہو او ٹینڈے، او کدو، او چوہے، او کریلے۔ اس طرح کے القاب بھی لڑائی کا ذریعہ ہیں۔ لہٰذا یہ بُرے لقب کسی کے مت رکھو بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ بُرا ہے فسق کا نام ایمان کے بعد۔ ایمان لانے کے بعد تم مومن بن چکے ہو۔ بُرے القاب ڈالنے کے بعد فاسق ہو جاؤ گے۔ تو کیا مومن ہو جانے کے بعد فاسق بننا پسند کرتے ہو۔ اور جس آدمی کی زبان محتاط نہ ہو وہ شرعی طور پر گواہ بھی نہیں بن سکتا اور محدثین اس کی روایت بھی قبول نہیں کرتے۔ تو فرمایا بُرا ہے فسق کا نام ایمان کے بعد وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ اور جس نے توبہ نہ کی ایسی حرکتوں سے باز نہیں آئے گا فَاُولٰٓئِکَ هُمُ

الظّٰلِمُوْنَ پس یہی لوگ ہیں ظالم۔ ایسا کرنے میں اس نے بندے کا بھی حق ضائع کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا حق بھی ضائع کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حق اس طرح ضائع کیا کہ اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا کہ کسی کو ٹینڈا، کدو وغیرہ نہ کہو اور یہ باز نہیں آیا تو اللہ تعالیٰ کا حق ضائع کیا۔ اور بندے کا حق ضائع کیا کہ اس کو بُرے القاب سے یاد کیا۔ لہٰذا توبہ دو حقوق سے ہوگی۔

[۱] ایک اللہ تعالیٰ سے مانگے گا کہ اے پروردگار! تو نے مجھے منع کیا تھا لیکن مجھ سے غلطی ہوگئی مجھے معاف کردے۔

[۲] اور اس آدمی سے بھی معافی مانگو کہ بھائی جی! میں نے غلطی سے یہ الفاظ کہے ہیں مجھے معاف کردیں۔ جب اس طرح معافی نہیں مانگے گا تو یہ نہیں ہوگی۔ محض توبہ توبہ کہنے کا کچھ فائدہ نہیں ہے۔

جھگڑے کا چوتھا سبب ہے بدگمانی: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ بچو تم بہت سارے گمانوں سے۔ کسی کے بارے میں بدگمانی بھی گناہ ہے اور بدگمانی بھی انسان کو لڑائی تک پہنچا دیتی ہے۔ ہر مسلمان کو اپنے بھائی کے بارے میں اچھا گمان رکھنا چاہیے۔ ایک آدمی ایک بات کرتا ہے اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتا مگر دوسرا آدمی اس کو خواہ مخواہ کھینچ کر اپنے اوپر منطبق کرتا ہے یا اپنے عزیزوں پر منطبق کرتا ہے تو یہ حرام ہے۔ ایسی بدگمانی جائز نہیں ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے ”ظُنُّوْا الْمُؤْمِنِیْنَ خَیْرًا“ ”مومنوں کے بارے میں اچھا گمان کرو“ کسی نے کوئی بات کی ہے یا کوئی کام کیا ہے تو اس کو اچھے محل پر محمول کرو یہ نہ کہو کہ اس نے یہ بات میری ضد میں کی ہے۔ یہ بدگمانی بعض دفعہ لڑائی تک پہنچا دیتی ہے

اِنَّ بَعۡضَ الظَّنِّ اِثۡمٌ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔

لڑائی کا پانچواں سبب کسی کی جاسوسی کرنا ہے: فرمایا وَّلَا تَجَسَّسُوۡا اور جاسوسی نہ کرو کسی کی۔ایک آدمی کمرے میں بیٹھا اپنا کام کررہا ہے کوئی آدمی اس کی جاسوسی کرے کہ دیکھو یہ کیا کررہا ہے۔اس کو جب علم ہوگا تو وہ کہے گا تم کون ہوتے ہو ہماری نگرانی کرنے والے؟ تو لڑائی ہوگی۔یا کسی کے گھر کے حالات کی جاسوسی کرنا، یہ بھی اچھی بات نہیں ہے،لڑائی کا سبب ہے۔ہاں! اسلامی حکومت مجرموں کے بارے میں، باغیوں کے بارے میں جاسوس چھوڑے کہ دیکھو کیا کررہے ہیں تو وہ بات علیحدہ ہے۔

لڑائی کا چھٹا سبب غیبت ہے: فرمایا وَلَا يَغۡتَبۡ بَّعۡضُكُمۡ بَعۡضًا اور نہ غیبت کرے تم میں سے بعض بعض کی۔غیبت کہتے ہیں کہ کسی کے اندر سچ مچ عیب ہے اور تم اس کو اس کی پیٹھ پیچھے بیان کرتے ہو، یہ غیبت ہے۔اور اگر اس میں عیب نہیں ہے اور تم اس کے ذمے لگاتے ہو تو اس کو بہتان کہتے ہیں۔تو غیبت کہتے ہیں کہ کسی میں واقعی عیب اور خامی ہو اس کو اس کی پشت پیچھے (غیر حاضری میں) بیان کیا جائے۔مثلاً: کوئی چور ہے، زانی ہے، جوئے باز ہے یا اس طرح کا کوئی اور عیب اس میں ہے تو اس کی عدم موجودگی میں اس کا ذکر کرو تو یہ غیبت ہے اور بڑا گناہ ہے۔البتہ بعض مقامات اور حالات میں شریعت نے اجازت دی ہے کہ تم اس کی عدم موجودگی میں اس کے عیب بیان کرسکتے ہو۔ مثلاً: کسی آدمی نے کسی کے ساتھ زیادتی کی ہے،ظلم کیا ہے اور یہ مظلوم مفتی سے مسئلہ پوچھتا ہے کہ فلاں نے یہ بات کی ہے،فلاں نے یہ کام کیا ہے مجھے اس کا حکم بتلائیں میں کیا کروں؟ تو اس موقع پر عیب بیان کرنا جائز ہے۔یا قاضی اور جج کے پاس دادرسی کے لیے جائے اس کے سامنے عیب بیان کرے کہ فلاں آدمی نے میرے ساتھ یہ یہ زیادتی کی

ہے اس کا مداوا کیا جائے۔تو یہ بھی جائز ہے۔

اگر کوئی آدمی دوسرے آدمی سے مشورہ طلب کرے تو مشورہ دینے والا حقیقت کو ظاہر کرنے کے لیے عیب بیان کرے تو جائز ہے۔مثلاً: ایک آدمی کہیں رشتہ کرنا چاہتا ہے اوران کے حالات سے واقف نہیں ہے تم سے مشورہ کرتا ہے اورتم ان کے عیوب ظاہر کرتے ہو کہ وہ اچھے اخلاق کے مالک نہیں ہیں اوران میں یہ یہ برائیاں ہیں۔وہ بدعقیدہ لوگ ہیں، بدعتی ہیں،تو یہ جائز ہے۔کیونکہ یہاں ایک آدمی کی خیر خواہی مقصود ہے۔یہاں پر تمھیں ثواب ملے گا گناہ نہیں ہوگا۔یاباپ اپنے بیٹے کو سمجھاتا ہے یادوست اپنے دوست کو سمجھاتا ہے کہ تو جن لوگوں کے ساتھ پھرتا ہے، بیٹھتا ہے وہ جواری اور ناجائز فروش ہیں، بدکردار ہیں، ان کے ساتھ مت بیٹھا کر،تو یہ بھی جائز ہے کہ ان کو ان کے شر سے بچانا ہے۔ہاں! اگر کوئی شرعی مقصد نہ ہو اور محض دل کی بھڑاس نکالنی ہو اور کسی کے عیب بیان کرے تو یہ بڑا گناہ ہے۔

فرمایا اَیُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا کیاتم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ کھائے اپنے مردہ بھائی کا گوشت فَكَرِهْتُمُوْهُ پس تم اس کو ناپسند کرتے ہو۔ آنحضرت ﷺ نے دو آدمیوں کو کسی کی غیبت کرتے ہوئے سن لیا۔وہ روزے سے تھے۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا روزہ ٹوٹ گیا ہے اس کی قضا لوٹانا۔امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ تو فرماتے ہیں کہ سچ مچ غیبت سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔دوسرے فقہائے کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ روزہ نہیں ٹوٹتا البتہ اس کا اجر وثواب ختم ہو جاتا ہے۔ بھئی! جب ثواب نہ رہا تو کیا فائدہ؟

تو غیبت کرنے والے کو یوں سمجھو کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھا رہا ہے۔وہ

سامنے ہوتا تو تمھیں دو ہاتھ دکھاتا۔ وہ تو غیب ہے۔ مردے کے ساتھ تشبیہ یہ ہے کہ مردہ کچھ نہیں کرسکتا اور یہ بھی کچھ نہیں کرسکتا کہ غائب ہے۔ غیبت کے بارے میں مسئلہ یہ ہے کہ اگر اس تک بات نہیں پہنچی جس کی غیبت کی گئی ہے تو اب یہ صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ سچے دل سے توبہ کرے اللہ تعالیٰ معاف کردے گا۔ اور اگر اس کو علم ہو گیا ہے بالواسطہ یا بلاواسطہ کہ فلاں نے میری غیبت کی ہے تو پھر اس سے معافی مانگنا بھی ضروری ہے۔ اس سے معافی مانگے بغیر معافی نہیں ہوگی کہ اس کا حق مارا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے بھی معافی مانگے گا اور بندے سے بھی وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ یہ جتنے گناہ بیان ہوئے ہیں ایک دوسرے کو حقیر سمجھنے کی وجہ سے ہوئے ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو واضح فرمایا ہے يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اے انسانو! تم ایک دوسرے کو حقیر کیوں سمجھتے ہو اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى بے شک ہم نے تمھیں پیدا کیا ہے ایک مرد اور ایک عورت سے۔ مرد حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور عورت حضرت حوا علیہا السلام ہیں۔ تمہاری نسل انھی تک پہنچتی ہے۔ تم سب انسان ہو ایک دوسرے پر فخر تو تب کرو کہ کچھ انسان ہوں اور کچھ غیر انسان ہوں۔ جیسے جعلی نبی نے کہا تھا کہ یہ گورے شیطان کی اولاد ہیں اور ہم کالے آدم کی اولاد ہیں۔ جب تم سارے آدم علیہ السلام کی اولاد ہو تو ایک دوسرے پر فخر کرنے کا کیا مطلب ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لَا فَخْرَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى عَجَمِيٍّ وَلَا لِاَحْمَرَ عَلٰى اَسْوَدَ كُلُّكُمْ مِنْ اٰدَمَ وَ اٰدَمُ خلق مِنْ تُرَابٍ او کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام ''کسی عربی کو عجمی پر کوئی فخر نہیں ہے نہ گورے کو کالے پر کوئی فضیلت

حاصل ہے تم سب آدم کی نسل سے ہو اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔" فضیلت کی وجہ آگے آرہی ہے۔ تو فرمایا ہم نے تمھیں پیدا کیا ایک مرد اور ایک عورت سے وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا۔ شُعُوْب شعبٌ کی جمع ہے، بڑا قبیلہ۔ وَقَبَآئِلَ اور قبائل قبیلة کی جمع ہے، چھوٹا قبیلہ۔ معنٰی ہوگا اور بنائے ہم نے تمہارے بڑے قبیلے اور چھوٹے قبیلے۔ چھوٹے بڑے قبیلوں میں تمھیں تقسیم کیا لِتَعَارَفُوْا تاکہ تم آپس میں جان پہچان رکھو۔ یہ قبیلے شناخت کے لیے ہیں۔ جیسے قریش بڑا قبیلہ ہے آگے اس کی شاخیں ہیں۔ کوئی بنو عبد شمس ہے کوئی بنو نوفل ہے، کوئی بنو فزارہ ہے۔ جس طرح جاٹ ایک خاندان ہے آگے اس کی شاخیں ہیں، کوئی چیمہ ہے، کوئی چٹھہ ہے، کوئی تارڑ ہے۔ دنیا کے معاملات ہیں، شادی بیاہ ہیں، جھگڑے ہیں، مقدمے ہیں، ان میں تفتیش کی ضرورت ہے، شناخت کی ضرورت ہے تو ان نسبتوں سے شناخت ہوگی۔ ویسے تو ایک نام کے کئی آدمی ہوتے ہیں ولدیتیں بھی مل جاتی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے چھوٹے بڑے خاندان بنائے جان پہچان کے لیے۔ اس کے ساتھ فضیلت کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ فضیلت تقویٰ اور پرہیز گاری کی وجہ سے ہے۔ فرمایا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ بے شک تم میں سے زیادہ عزت والا اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ ہے جو تم میں بڑا متقی ہے۔ چاہے وہ کسی بھی خاندان سے تعلق رکھتا ہو۔

ہندوستان میں ایک بہت بڑے مفتی گزرے ہیں مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، وہ نائی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ میں نے سیدوں کو ان کی جوتیاں سیدھی کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ حضرت مولانا مفتی فقیر اللہ صاحب مرحوم ومغفور موچی خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور یہ دونوں حضرات حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے

ہیں۔ یہ پیشے ہیں، نائی ہو یا موچی ہو اس میں گناہ یا ثواب کی کوئی بات نہیں ہے۔ ہاں! نائی اگر ڈاڑھی مونڈ کے اجرت لے گا، بودے (انگریزوں ایسے بال) بنا کر اجرت لے گا تو یہ حرام ہے اگر چہ عیسائی کی ہی ڈاڑھی کیوں نہ مونڈھے۔ ٹھیک ہے وہ عیسائی ہے مگر یہ تو مسلمان ہے۔ قاعدے کے مطابق ٹنڈ کرے، مونچھیں کاٹے، ناخن کاٹے، یہ پیشہ ہے اس میں ثواب ہے گناہ کوئی نہیں ہے۔ گناہ اس وقت ہوگا جب اس میں خرابی آئے گی اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ بے شک اللہ تعالیٰ جاننے والا خبر رکھنے والا ہے۔ وہ تمہاری نیتوں کو جانتا ہے اور تمہارے قول و فعل کی خبر رکھتا ہے۔ معاملہ تمہارا رب تعالیٰ کے ساتھ ہے اس بات کو نہ بھولنا اور رب تعالیٰ کے احکام کو نہ بھولنا۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَ لٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَ لَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَ اِنْ تُطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَا یَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَیْــٴًـا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴿۱۵﴾ قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِیْنِكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۱۶﴾ یَمُنُّوْنَ عَلَیْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَیَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ یَمُنُّ عَلَیْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِیْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۱۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ بَصِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾ ع ۲ ۸ ۱۴

قَالَتِ الْاَعْرَابُ کہا دیہاتیوں نے اٰمَنَّا ہم ایمان لائے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں لَّمْ تُؤْمِنُوْا تم ایمان نہیں لائے وَلٰكِنْ قُوْلُوْۤا لیکن تم کہو اَسْلَمْنَا ہم مسلمان ہوئے ہیں وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ اور ابھی تک داخل نہیں ہوا ایمان فِیْ قُلُوْبِكُمْ تمہارے دلوں میں وَاِنْ تُطِیْعُوا اللّٰهَ اور اگر تم اطاعت کرو گے اللہ تعالیٰ کی وَرَسُوْلَهٗ اور اس کے رسول ﷺ کی لَا یَلِتْكُمْ نہیں کمی کرے گا اللہ تعالیٰ تمہارے لیے مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَیْــٴًـا تمہارے اعمال میں سے کچھ بھی اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ غَفُوْرٌ

بخشنے والا ہے رَّحِیۡمٌ مہربان ہے اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِیۡنَ پختہ بات ہے مومن وہ ہیں اٰمَنُوۡا بِاللّٰہِ وَ رَسُوۡلِہٖ جو ایمان لائے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ثُمَّ لَمۡ یَرۡتَابُوۡا پھر انھوں نے شک نہیں کیا وَ جٰہَدُوۡا اور جہاد کیا انھوں نے بِاَمۡوَالِہِمۡ اپنے مالوں کے ساتھ وَ اَنۡفُسِہِمۡ اور اپنی جانوں کے ساتھ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں اُولٰٓئِکَ ہُمُ الصّٰدِقُوۡنَ یہی لوگ ہیں سچے قُلۡ آپ کہہ دیں اَتُعَلِّمُوۡنَ اللّٰہَ کیا تم بتلاتے ہو اللہ تعالیٰ کو بِدِیۡنِکُمۡ اپنا دین وَ اللّٰہُ یَعۡلَمُ حالانکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے مَا فِی السَّمٰوٰتِ جو کچھ آسمانوں میں ہے وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ اور جو کچھ زمین میں ہے وَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے یَمُنُّوۡنَ عَلَیۡکَ یہ احسان جتلاتے ہیں آپ پر اَنۡ اَسۡلَمُوۡا کہ وہ مسلمان ہو گئے ہیں قُلۡ آپ کہہ دیں لَّا تَمُنُّوۡا عَلَیَّ نہ احسان جتلاؤ مجھ پر اِسۡلَامَکُمۡ اپنے اسلام کا بَلِ اللّٰہُ یَمُنُّ عَلَیۡکُمۡ بلکہ اللہ تعالیٰ نے احسان کیا ہے تم پر اَنۡ ہَدٰىکُمۡ کہ ہدایت دی تم کو لِلۡاِیۡمَانِ ایمان کے لیے اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ اگر ہو تم سچے اِنَّ اللّٰہَ بے شک اللہ تعالیٰ یَعۡلَمُ جانتا ہے غَیۡبَ السَّمٰوٰتِ غیب آسمانوں کا وَ الۡاَرۡضِ اور زمین کا وَ اللّٰہُ بَصِیۡرٌ اور اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے بِمَا اس چیز کو تَعۡمَلُوۡنَ جو تم کرتے ہو۔

آنحضرت ﷺ کا مالِ غنیمت تقسیم کرنا :

کافروں کے ساتھ جہاد میں فتح ہو جانے کے بعد جو ان کا مال ہاتھ آتا ہے اس کو مالِ غنیمت کہتے ہیں۔ مالِ غنیمت کے پانچ حصے کیے جاتے تھے پانچواں حصہ خمس کہلاتا تھا۔ چار حصے مجاہدین میں تقسیم ہوتے تھے اور خمس پر اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق جیسا کہ دسویں پارے کی ابتداء میں مذکور ہے آنحضرت ﷺ کا کنٹرول ہوتا تھا۔ اس میں آپ ﷺ اپنی ضروریات کے لیے بھی خرچ کرتے تھے اور اپنے قریبی رشتہ داروں پر بھی اور یتیموں، مسکینوں، بیواؤں، مسافروں پر بھی خرچ فرماتے تھے۔ وہ آپ ﷺ کی صواب دید پر ہوتا تھا جس کو جتنا چاہیں دیں۔ اب بھی امیرِ لشکر کو اس کا حق ہے کہ خمس جہاں چاہے دیانت داری کے ساتھ خرچ کر سکتا ہے۔

۸ھ شوال کے مہینے میں غزوہ حنین پیش آیا تھا جس میں مسلمانوں کی تعداد بارہ ہزار تھی اور کافر چار ہزار تھے ابتداء میں مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے مگر ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی اور بڑا مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔ تاریخ بتلاتی ہے کہ چالیس ہزار بکریاں، چوبیس ہزار اونٹ اور منوں کے حساب سے سونا، چاندی غنیمت میں ملا۔ جو لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے تھے آپ ﷺ نے ان کو کافی، کافی مال دیا۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ اقرع بن حابس جو ایک سردار تھے۔ فرمایا اس کو سو اونٹ دے دو۔ عیینہ بن حصن کو فرمایا سو اونٹ دے دو۔ کسی کو سو اور کسی کو پچاس اونٹ دیئے مگر انصارِ مدینہ کو کچھ نہ ملا۔ انصارِ مدینہ کے کچھ نوجوانوں نے کہا کہ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ پر اپنی برادری کی محبت غالب آگئی ہے۔ قریش میں کسی کو سو اونٹ اور کسی کو پچاس اور ہمیں کچھ بھی نہیں دیا۔ حالانکہ ہماری تلواروں سے ابھی تک کافروں کا خون ٹپک رہا ہے۔

آنحضرت ﷺ کو علم ہوا تو آپ ﷺ نے انصار مدینہ کو ایک جگہ جمع فرمایا اور فرمایا کہ انصار کے سوا اور کوئی یہاں نہ ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے شکایت پہنچی ہے کہ تم نے یہ کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ پر برادری کی محبت غالب آ گئی ہے اور کسی کو سو اونٹ اور کسی کو پچاس اونٹ دیئے ہیں۔ کیا واقعی تم نے یہ بات کہی ہے؟ جو سمجھ دار صاحب رائے تھے وہ بولے کہ حضرت! ہم نے تو یہ بات نہیں کہی۔ البتہ چند نوجوانوں نے یہ بات کہی ہے کہ کافروں کی کھوپڑیاں ہم اڑاتے ہیں اور مال ان کو مل گیا۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری خدمات اور قربانیوں کی جتنی بھی قدر کی جائے کم ہے۔ یہ جو کچھ میں نے دیا ہے ان کو خدمت کے صلے میں نہیں دیا۔ مجھے معلوم ہے کہ تم پکے مومن ہو تمھیں کچھ ملے یا نہ ملے تمہارے ایمان میں کچھ فرق نہیں آئے گا تم مومن ہی رہو گے۔ یہ جو نئے نئے مسلمان ہوئے ہیں میں نے ان کو تالیف قلب کے لیے دیا ہے تاکہ ان کے دل نرم ہو جائیں اور وہ دین پر قائم رہیں مرتد نہ ہو جائیں العیاذ باللہ تعالیٰ۔ کسی شے کے صلے میں نہیں دیا۔ عربی کا مشہور مقولہ ہے:

اَلْاِنْسَانُ عبد الاحسان

﴿انسان احسان کے نیچے دبا ہوتا ہے۔﴾

محسن کے سامنے آنکھیں نیچی ہو جاتی ہیں۔ انصار مدینہ بتاؤ کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ یہ لوگ اپنے گھروں میں اونٹ بکریاں لے کر جائیں اور تم رب کے رسول کو لے کر جاؤ۔ سب نے کہا حضرت! ہم راضی ہیں۔

ابتداء میں تالیف قلب کے لیے کافروں کو بھی زکوٰۃ دینی جائز تھی کہ مسلمان تھوڑے تھے، کمزور تھے کہ اس طرح کافروں کے دل نرم ہو جائیں گے اور مسلمان ہو

جائیں گے۔اب جمہور اہل اسلام کے ہاں تالیف قلب کے لیے زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی۔ کیونکہ اب مسلمان افرادی لحاظ سے تھوڑے نہیں ہیں اور اس وقت جو نئے نئے مسلمان ہوتے تھے ان کو بھی تالیف قلب کے لیے آپ ﷺ پیسے (مال) دے دیتے تھے۔ دیہاتیوں نے سنا کہ جو مسلمان ہوتے ہیں اُن کو انعام ملتا ہے۔تو مدینہ طیبہ سے دور دور کے دیہاتی پچاس میل، سو میل، کوئی دو سو میل کے رہنے والے تھے ان تک جب یہ خبریں پہنچی کہ آپ ﷺ مومنوں کو تحفے دیتے ہیں وہ بھی آگئے اور کہنے لگے ہم بھی مومن ہیں۔ اس کا ذکر ہے۔

فرمایا قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا دیہاتیوں نے کہا، دیہات میں رہنے والوں نے کہا ہم ایمان لائے ہیں ہم بھی مومن ہیں ہمیں بھی کچھ دو۔رب تعالیٰ نے فرمایا قُلْ اے نبی کریم ﷺ! آپ کہہ دیں لَّمْ تُؤْمِنُوْا تم ایمان نہیں لائے وَلٰکِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا لیکن تم یہ کہو کہ ہم مسلمان ہوئے ہیں۔ہم نے اسلام کا اظہار کیا ہے کچھ لینے کے لیے۔رب تعالیٰ سے بہتر کون جانتا ہے اس کو ہر شے کا علم ہے۔قبیلہ بنو اسد، قبیلہ بنو غطفان جو اسلام کے سخت مخالف تھے صرف اونٹ، بکریاں، سونا، چاندی لینے کے لیے انھوں نے یہ ڈرامہ رچایا کہ اٰمَنَّا ہم ایمان لائے ہیں۔آپ فرمادیں تم ایمان نہیں لائے لیکن کہو کہ ہم نے اسلام کا اظہار کیا ہے وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ اور ابھی تک ایمان داخل نہیں ہوا تمہارے دلوں میں۔ایمان والے ایمان کا ڈھنڈورا نہیں پیٹتے۔مومن کا کام ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ اس نے ایمان کی دولت سے نوازا ہے۔دنیا کی دولت لینے کے لیے ایمان کا اظہار کرنا اچھی بات نہیں ہے۔ایمان سے بڑی کوئی دولت نہیں ہے۔پھر یہ ابدالآباد کی دولت ہے۔دائمی زندگی اس دولت کے ساتھ

بنے گی۔ دنیا کی دولت دنیا ہی میں رہ جائے گی۔ جن لوگوں نے حلال یا حرام طریقے سے اربوں کھربوں روپے کمائے، کیا ساتھ لے گئے؟ کسی کو کفن نصیب ہوتا ہے اور کسی کو کفن بھی نصیب نہیں ہوتا۔ انسان کے ساتھ ایمان اور عمل صالح جاتا ہے۔

نیک آدمی قبر میں فرشتوں کے سوال و جواب سے فارغ ہوتا ہے تو ایک انتہائی خوبصورت آدمی اس کے سامنے آجاتا ہے۔ وہ کہتا ہے تم کون ہو؟ کیسے آئے ہو؟ تیرے جیسا خوب صورت آدمی تو میں نے دنیا میں نہیں دیکھا حالانکہ میں دنیا میں بڑا گھوما پھرا ہوں۔ وہ کہتا ہے تم مجھے نہیں پہچانتے اَنَا عَمَلُكَ الصَّالِحُ "میں تیرا نیک عمل ہوں۔" اگر بدکار، برا آدمی ہے تو اس کے سامنے کریہہ المنظر، بری صورت والا آدمی آتا ہے۔ اس کے بدن اور کپڑوں سے بدبو آرہی ہوتی ہے۔ یہ اس کو کہتا ہے او اللہ کے بندے! مجھے پہلے کیا کم تکلیف ہو رہی ہے کہ تو بھی مجھے تکلیف دینے کے لیے آگیا ہے۔ وہ کہتا ہے تو مجھے نہیں پہچانتا میں تیرا برا عمل ہوں۔ تو ایمان بڑی دولت ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں ہے۔

تو فرمایا آپ کہہ دیں تم ایمان نہیں لائے بلکہ کہو ہم مسلمان ہوئے ہیں اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ اور اگر تم اطاعت کرو گے اللہ تعالیٰ کی وَرَسُوْلَهٗ اور اس کے رسول ﷺ کی دل سے، اخلاص کے ساتھ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْئًا نہیں کمی کرے گا اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال میں کچھ بھی بلکہ تمہارے اعمال صالحہ کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور کوتاہیوں اور کمزوریوں سے درگزر فرمائے گا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ پختہ بات ہے حقیقت میں مومن وہی ہیں جو

ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر۔ دل کی گہرائیوں سے وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی صفات پر یقین رکھتے ہیں اور اس کی کتابوں، فرشتوں اور تمام انبیائے کرام علیہم السلام اور اچھی بُری تقدیر کہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، پر صحیح طریقے سے یقین رکھتے ہیں ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا پھر انھوں نے کسی قسم کا شک نہیں کیا۔ اگر دل میں ذرا برابر بھی شک یا تردد آ گیا تو ایمان ضائع ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے بارے میں فرمایا ہے فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ [توبہ:۴۵] ''وہ شک و تردد ہی میں مبتلا رہتے ہیں۔''

تو فرمایا ایمان والے وہ ہیں جو ایمان لانے کے بعد شک میں نہیں پڑتے وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور انھوں نے جہاد کیا اپنے مالوں کے ساتھ اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے راستے میں۔ اپنی جانیں لے کر نکلے اور اپنے مال لے کر نکلے اور جہاد کیا اللہ تعالیٰ کے راستے میں۔

جہاد بھی مومن کا اہم فریضہ ہے سچا ایمان دار کبھی جہاد سے پیچھے نہیں ہٹتا اور منافق آدمی ہمیشہ اس سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ جو آدمی اپنی جان اور مال لے کر اللہ تعالیٰ کے کلمہ کو بلند کرنے کے لیے نکلا ہے وہ مجاہد ہے اور جو اس کے معاون ہیں اس کے گھر کی حفاظت کرنے والے ہیں اس کے مال اور عزت کی حفاظت کرنے والے ہیں اس کے بچوں کی حفاظت کرنے والے ہیں وہ بھی مجاہد ہیں۔

بخاری شریف میں حدیث ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ خَلَفَ غَازِيًا فَقَدْ غَزَا ''جس نے مجاہد غازی کے گھر کی دیانت داری کے ساتھ نگرانی کی وہ بھی مجاہد ہے۔'' جتنا ثواب اُس کو ملے گا اس کو بھی اتنا ہی ثواب ملے گا۔ تو جہاد کا ایک شعبہ تو وہ ہے کہ تلوار لے

کر مال لے کر نکلا اور اللہ تعالیٰ کے کلمے کو بلند کرنے کے لیے لڑا۔ اسی طرح قلم کے ساتھ بھی جہاد ہے کہ کتابیں رسالے لکھ کر لوگوں کو باطل سے آگاہ کرے اور ان کے ایمان کی حفاظت کرے۔

اور زبان کے ساتھ بھی جہاد ہے۔ وعظ، تقریر کے ذریعے لوگوں کو حق و باطل سے آگاہ کرے۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۔ یہی لوگ ہیں سچے۔ جو صحیح معنیٰ میں ایمان لائے اور پھر ایمان میں شک نہ کیا اور اپنے مالوں اور جانوں کو لے کر اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کیا۔ قُلْ اے نبی کریم ﷺ! آپ ان سے کہہ دیں جو آپ کے پاس آئے ہیں اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِیْنِكُمْ کیا تم بتلاتے ہو، خبر دیتے ہو اللہ تعالیٰ کو اپنے دین کی کہ آ کر کہتے ہو اٰمَنَّا ہم ایمان لائے ہیں وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں۔ یہ مجمع میں آ کر کہنا کہ ہم مومن ہیں اس کا کیا فائدہ؟ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے۔ یہ کہہ کر کہ ہم مومن ہیں یَمُنُّوْنَ عَلَیْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا یہ احسان جتلاتے ہیں آپ پر کہ وہ مسلمان ہو گئے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں لَّا تَمُنُّوْا عَلَیَّ اِسْلَامَكُمْ نہ احسان جتلاؤ مجھ پر اپنے اسلام کا۔ مجھ پر احسان نہ رکھو بَلِ اللّٰهُ یَمُنُّ عَلَیْكُمْ بلکہ اللہ تعالیٰ نے احسان کیا ہے تم پر اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِیْمَانِ کہ اس نے تمھیں ایمان کی ہدایت دی اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ اگر ہو تم اپنے دعوے میں سچے کہ ہم مومن ہیں۔ ساری دنیا مسلمان ہو جائے ایک آدمی بھی دنیا میں کافر اور گناہ گار نہ رہے رب تعالیٰ کی خدائی میں ایک رتی کا بھی اضافہ نہیں ہوتا۔ اور اگر ساری دنیا کافر ہو جائے، العیاذ باللہ، ایک آدمی بھی رب تعالیٰ کا نام لینے والا نہ رہے اللہ تعالیٰ کی شان میں ایک رتی کی بھی کمی نہیں

ہوتی۔ جو ایمان لائے گا اپنے لیے، جو کفر کرے گا اس کا وبال اسی پر پڑے گا۔ جس نے نیکی کی اس نے اپنا گھر سنوارا اور جس نے بدی کی اس نے اپنا بیڑا غرق کیا۔

قیامت والے دن ہر ایک کا اعمال نامہ اس کے سامنے ہوگا اس کے مطابق جزا سزا ہوگی۔ ہاں اتنی بات یاد رکھیں وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ [زمر:۷] ''اور وہ اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا اپنے بندوں سے کفر۔'' اور جو ایمان لائے اور اچھے اعمال کیے ان پر راضی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس مد میں سب سے بڑھے ہوئے تھے اس لیے ان کو رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سند ملی کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں۔

محدثین کرام، فقہائے عظام رحمہم اللہ فرماتے ہیں جب تم کسی پیغمبر کا نام لو تو ساتھ کہو علیہ الصلوٰۃ والسلام ادب کے ساتھ۔ اور صحابی کے نام کے ساتھ کہو رضی اللہ عنہ۔ کسی بزرگ کا نام لو تو کہو رحمہ اللہ تعالیٰ۔ دین میں ادب بڑی چیز ہے۔ خود اللہ تعالیٰ نے کسی پیغمبر کا نام بے ادبی سے نہیں لیا۔ لہٰذا نیکوں کا نام ادب کے ساتھ لو۔

تو فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا کہ تم کو ہدایت دی اگر ہو تم سچے تو اللہ تعالیٰ کا احسان مانو اس کا شکر ادا کرو کہ آپ نے مجھے ایمان کی توفیق دی ہے۔ کئی دفعہ تم یہ حدیث سن چکے ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ دنیا اس کو بھی دیتا ہے جس پر راضی ہوتا ہے اور اس کو بھی دیتا ہے جس پر راضی نہیں ہوتا وَلَا يُعْطِي الْاِيْمَانَ اِلَّا مَنْ يُحِبُّ ''اور ایمان صرف اس کو دیتا ہے جس پر وہ راضی ہوتا ہے۔'' اور ایک روایت میں ہے وَلَا يُعْطِي الدِّيْنَ اِلَّا مَنْ يُحِبُّ ''دین اللہ تعالیٰ صرف اس کو دیتا ہے جس کے ساتھ اُسے محبت ہوتی ہے۔'' لیکن ایمان اور دین صحیح ہو محض دعوے سے کچھ نہیں بنتا۔

قادیانی ابھی تک ڈٹے ہوئے ہیں کہ ہم مومن ہیں، منکر حدیث کہتے ہیں ہم

مومن ہیں، بابی کہتے ہیں ہم مومن ہیں، بہائی کہتے ہیں ہم مومن ہیں، رافضیوں کا دعویٰ ہے کہ ہم مومن ہیں، مشرک کہتے ہیں ہم مومن ہیں حاشا و کلّا ہرگز نہیں۔ مومن وہ ہیں جن کو خدا، رسول مومن کہے۔ صحیح ایمان وہ ہے جو قرآن اور حدیث کے مطابق ہو۔ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین سے منقول ہے، فقہاء اور محدثین رحمۃ اللہ علیہم سے منقول ہے۔ باقی سب فراڈ اور دھوکا ہے اِنَّ اللّٰہَ یَعۡلَمُ غَیۡبَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے غیب آسمانوں کا اور زمین کا۔ جو چیزیں مخلوق سے چھپی ہوئی ہیں چاہے وہ آسمانوں میں ہیں یا زمین میں رب تعالیٰ سب کو جانتا ہے۔ عالم الغیب کا یہ معنٰی نہ سمجھنا کہ رب تعالیٰ سے کوئی شے غائب ہے۔ اللہ تعالیٰ سے کوئی شے غائب نہیں ہے جو چیزیں مخلوق سے غائب ہیں یا سامنے ہیں وہ سب کو جانتا ہے وَ اللّٰہُ بَصِیۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ اور اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے اس چیز کو جو تم کرتے ہو۔ تمہارے سارے اعمال اس کے سامنے ہیں اس لیے رب تعالیٰ کو کسی وقت بھی نہ بھولو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سورۃ قٓ

(مکمل)

جلد............19

ایاتہا ۴۵ | ۵۰ سُوْرَةُ قٓ مَكِّيَّةٌ ۳۴ | رکوعاتہا ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ۝۱ بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ ۝۲ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌ بَعِيْدٌ ۝۳ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ۝۴ بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ ۝۵ اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ۝۶ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ۝۷ تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ۝۸ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ ۝۹ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ ۝۱۰ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۚ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ ۝۱۱

قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ قسم ہے قرآن کی جو بزرگ ہے، عزت والا ہے بَلْ عَجِبُوْٓا بلکہ انھوں نے تعجب کیا اَنْ اس بات پر جَآءَهُمْ کہ آیا ان کے پاس مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ ڈرانے والا ان میں سے فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ پس کہا کافروں نے هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ یہ شے ہے عجیب ءَاِذَا مِتْنَا کیا

جس وقت ہم مرجائیں گے وَكُنَّا تُرَابًا اور ہو جائیں گے مٹی ذٰلِكَ رَجْعٌ
بَعِيْدٌ یہ لوٹنا ہے دور کا قَدْ عَلِمْنَا تحقیق ہم جانتے ہیں مَا اس چیز کو
تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ جو کم کرتی ہے زمین ان میں سے وَعِنْدَنَا اور
ہمارے پاس كِتٰبٌ حَفِيْظٌ کتاب ہے حفاظت کرنے والی بَلْ كَذَّبُوْا
بِالْحَقِّ بلکہ جھٹلایا انھوں نے حق کو لَمَّا جَآءَهُمْ جب آگیا حق ان کے پاس
فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ پس یہ لوگ الجھی ہوئی بات میں مبتلا ہیں اَفَلَمْ
يَنْظُرُوْٓا کیا پس نہیں دیکھا انھوں نے اِلَى السَّمَآءِ آسمان کی طرف
فَوْقَهُمْ جو ان کے اوپر ہے كَيْفَ بَنَيْنٰهَا کیسے بنایا ہے اس کو وَزَيَّنّٰهَا
اور ہم نے اس کو مزین کیا ہے وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ اور نہیں ہے اس میں کوئی
دراڑ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا اور زمین کو پھیلایا ہم نے وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا اور
ڈالے ہم نے اس میں رَوَاسِيَ مضبوط پہاڑ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا اور ہم نے
اگائیں اس میں مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ہر قسم کی ترو تازہ چیزیں تَبْصِرَةً
بصیرت کے لیے وَّذِكْرٰى اور نصیحت کے لیے لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ہر
بندے کے لیے جو رجوع کرنے والا ہے وَنَزَّلْنَا اور نازل کیا ہم نے مِنَ
السَّمَآءِ آسمان کی طرف سے مَآءً پانی مُّبٰرَكًا برکت والا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ
پس ہم نے اگائے اس کے ذریعے سے جَنّٰتٍ باغات وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ
اور دانے کٹی ہوئی کھیتی کے وَالنَّخْلَ اور کھجوریں پیدا کیں بٰسِقٰتٍ لمبی

لمبی لَّهَا طَلْعٌ ان کے لیے خوشے ہیں نَّضِيدٌ تہہ بہ تہہ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ رزق بندوں کے لیے وَأَحْيَيْنَا بِهِ اور ہم نے زندہ کیا اس پانی کے ذریعے بَلْدَةً مَّيْتًا مردہ شہر كَذَٰلِكَ الْخُرُوجُ اسی طرح ہے نکلنا۔

تعارفِ سورت :

اس سورۃ کا نام سورہ ق ہے اور 'ق' کا لفظ پہلی ہی آیت میں موجود ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے تینتیس (۳۳) سورتیں نازل ہو چکی تھیں اس کا چونتیسواں نمبر ہے نزول کے اعتبار سے۔ اور ترتیب کے لحاظ سے اس کا نمبر پچاس ہے۔ اس کے تین رکوع اور پینتالیس آیتیں ہیں۔

قٓ حروف مقطعات میں سے ہے اور حروف مقطعات کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں هِيَ مِنْ أَسْمَاءِ اللّٰهِ تعالىٰ "یہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔" اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ قٓ ہی اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کا مخفف ہے۔ تو پھر یہ قدیر کا بھی مخفف ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام قدیر بھی ہے كل شيء قدير۔ اور قادر کا مخفف بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام قادر بھی ہے۔ اور قاہر کا مخفف بھی ہو سکتا ہے۔ قاہر بھی اللہ تعالیٰ کا نام ہے وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ [الانعام: ٦١] یہ تینوں اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ہیں۔

وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيدِ واو حرف قسم ہے۔ معنیٰ ہوگا قسم ہے قرآن کی جو بزرگ ہے، عظمت والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تمام کتابیں اور صحیفے حق ہیں مگر جو رتبہ اور مقام قرآن کو حاصل ہے وہ کسی اور کتاب کو حاصل نہیں ہے۔ جیسے تمام پیغمبر برحق ہیں مگر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ جیسی شخصیت اور کوئی نہیں ہے۔ یہ مرتبہ اور مقام کسی اور کو حاصل نہیں

ہے۔تو فرمایا قسم ہے بزرگ قرآن کی، کافر ایمان نہ لائے بَلْ عَجِبُوْٓا بلکہ انھوں نے تعجب کیا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ اس بات پر کہ آیا ان کے پاس ڈرانے والا ان میں سے۔آپ ﷺ انسان ہیں، ہاشمی بھی ہیں، قریشی بھی ہیں۔ان کو تعجب ہوا کہ ہم میں سے نبی کیسے بن گیا۔ان کا خیال تھا کہ کوئی فرشتہ نبی بن کر آتا یہ انسان کیسے پیغمبر بن گیا۔سورۃ القمر آیت نمبر ۲۴ پارہ ۲۷ میں اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗ ''کیا ہم اپنے میں سے ایک انسان کا اتباع کریں گے۔'' پھر ان کا یہ بھی خیال تھا کہ اگر قرآن کسی انسان ہی پر اتارنا تھا تو پھر کسی بڑے آدمی پر اتارا جاتا اس یتیم پر کیوں اتارا گیا؟ وَقَالُوْا ''اور کہا ان لوگوں نے لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ [الزخرف:۳۱] ''کیوں نہیں اتارا گیا یہ قرآن کسی بڑے آدمی پر دو بستیوں میں سے۔'' ایک بستی سے مراد مکہ مکرمہ ہے اور دوسری بستی طائف کی۔جدہ کا اس وقت وجود نہیں تھا۔مکہ مکرمہ میں اترتا تو ولید بن مغیرہ پر اترتا کہ یہ بڑا مال دار اور سردار تھا تیرہ (۱۳) اس کے بیٹے تھے بڑے نوکر چاکر تھے اور تمام لوگ اس کو سلام کرتے تھے۔اور طائف میں اترتا تو عروہ بن مسعود ثقفی پر اترتا کہ یہ بھی بڑا چودھری اور مال دار آدمی تھا۔نبوت کے لیے رب کو یتیم ہی ملا تھا جس کے پاس نہ کوئی کوٹھی، نہ باغ، نہ نوکر چاکر، یہ کیسے نبی بن گیا؟

تو فرمایا بلکہ انھوں نے تعجب کیا اس بات پر کہ آیا ان کے پاس ڈرانے والا ان میں سے فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ پس کہا کافروں نے هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ یہ چیز ہے بڑی عجیب۔پہلے تو اس کا نبی ہونا ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ غریب اور یتیم کیسے نبی بن گیا؟ پھر جو باتیں کرتا ہے وہ بھی بڑی عجیب ہیں۔کہتا ہے کہ تم مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو

گے، حساب کتاب ہوگا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا کیا جس وقت ہم مر جائیں گے اور ہو جائیں گے مٹی ذٰلِكَ رَجْعٌ بَعِيْدٌ یہ لوٹنا ہے دور کا۔ ہم مر کے خاک ہو جائیں گے، ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی پھر ہم قبروں سے نکالے جائیں گے۔ یہ نکالنا کسی کی سمجھ میں نہیں آتا ہمیں دوبارہ کون اٹھائے گا؟

سورت مومنون آیت نمبر ۳۷ پارہ ۱۸ میں ہے اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَ نَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ "نہیں ہے مگر ہماری صرف دنیا کی زندگی ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے۔" هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ [ایضاً:۳۶] "بعید ہے یہ بات بعید ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔" مرنے کے بعد کون اٹھے گا اور اکیسویں پارہ میں، سورۃ السجدہ آیت نمبر ۱۰ میں ہے وَقَالُوْا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ "اور کہا ان لوگوں نے جس وقت ہم رل مل جائیں گے زمین میں کیا ہم نئی پیدائش میں پیدا کیے جائیں گے۔" ہمارے اجزاء مٹی کے اجزاء سے الگ کون کرے گا؟ جب ہم مٹی کے ساتھ خلط ملط ہو جائیں گے پھر کیا تمیز ہوگی کہ بندے کے اجزاء کون سے ہیں اور زمین کے کون سے ہیں۔ الگ الگ کون کرے گا؟ اس کا جواب دیتے ہیں۔

فرمایا قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ تحقیق ہم جانتے ہیں اس چیز کو جو کم کرتی ہے زمین ان میں سے۔ ہم جانتے ہیں کہ تمہارے کتنے اجزاء زمین کے ساتھ رل مل گئے ہیں تمہارے اجزاء کون کون سے ہیں اور زمین کے اجزاء کون کون سے ہیں سب ہمارے علم میں ہے۔

اور دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ ہم جانتے ہیں کہ زمین نے ان میں سے کتنے کم

کیے ہیں یعنی کتنے مر کے زمین میں دفن ہوئے ہیں۔ کیونکہ عرب بھی مردوں کو دفن کرتے تھے جلاتے نہیں تھے۔ تو ہمارے علم میں ہے کہ کتنے مر کے زمین میں دفن کیے گئے ہیں، زمین نے کتنے کم کیے ہیں۔

عرب کے دو قبیلوں عبد مناف اور بنو سہم میں جھگڑا ہوا۔ ایک کہتا تھا کہ ہماری تعداد زیادہ ہے اور دوسرا کہتا تھا کہ ہماری تعداد زیادہ ہے۔ اس پر ان کے درمیان کافی جھگڑا ہوا۔ سمجھ دار لوگوں نے کہا جھگڑا نہ کرو مردم شماری کرلو، اپنی برادری کے آدمی گن لو۔ جب مردم شماری ہوئی تو بنو سہم کے لوگ تھوڑے نکلے اور عبد مناف زیادہ نکلے۔ اس پر انھوں نے لڈیاں ماریں اور بھنگڑے ڈالنے شروع کیے کہ ہم زیادہ ہیں۔ بنو سہم خاصے پریشان ہوئے کہ ہمارے ووٹ کم نکلے مگر اچھا زمانہ تھا لوگ جعلی ووٹ نہیں ڈالتے تھے۔ آج کے لوگوں سے کافر اچھے تھے آج لوگ ہزاروں، لاکھوں جعلی ووٹ ڈالتے ہیں۔ وزیر اعظم سے لے کر نیچے تک جعلی ووٹ بنواتے ہیں کہ آئندہ الیکشن ہو تو ہمیں شکست نہ ہو۔ اس وقت جعلی ووٹ نہیں بناتے تھے۔

تو بنو سہم خاصے پریشان ہوئے کہ ہمارے ووٹ کم نکلے ہیں۔ کہنے لگے قبریں بھی شمار کرو کہ مردے کن کے زیادہ ہیں؟ جب قبروں کو شمار کیا گیا تو بنو سہم کی زیادہ نکلیں۔ اب ان کی تعداد بڑھ گئی۔ اب انھوں نے بھنگڑا ڈالنا شروع کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ''غفلت میں ڈال دیا تم کو کثرت کی طلب نے حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ یہاں تک کہ تم نے قبروں کی زیارت کی۔''

تو خیر اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے ذرہ ذرہ مٹی میں مل جائے، چاہے اس کو مچھلیاں کھا جائیں، جانور کھا جائیں، پرندے کھا جائیں وہ سب کے اجزاء کو اکٹھا کر کے زندہ کھڑا کر

دے گا۔

بنی اسرائیل کا ایک واقعہ :

بنی اسرائیل میں ایک آدمی تھا نباش (کفن چور) بعد میں اس نے کاروبار کرلیا اور بڑا مال دار ہوگیا اتنا کہ مال اس سے سنبھالا نہیں جاتا تھا۔ موت قریب آئی تو بیٹوں کو بلا کر کہا کہ مجھے بتلاؤ کہ میں تمہارا کیسا والد ہوں؟ بیٹوں نے کہا آپ ہمارے حق میں بہت اچھے ہیں ہمیں آپ کی طرف سے کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں پہنچی۔ کہنے لگا اچھا قسم اٹھاؤ کہ میں جو کام تمہارے ذمے لگاؤں گا اس کو پورا کرو گے۔ قسم لینے کے بعد کہا کہ جب میں مر جاؤں مجھے جلا کر راکھ کر دینا۔ پھر میری راکھ کچھ تو سمندر میں پھینک دینا اور کچھ ہوا میں اڑا دینا۔ بھائی ایک دوسرے کو دیکھنے لگ گئے کہ باپ نے ہم سے قسمیں لے کر پابند کر دیا۔ برادری کیا کہے گی، لوگ کیا کہیں گے؟ کیونکہ یہودی مردوں کو جلاتے نہیں تھے دفناتے تھے۔ تو کہنے لگے باپ نے ہمیں مشکل میں ڈال دیا ہے۔ بہر حال انھوں نے باپ کی وصیت پر عمل کیا جلا کر راکھ کچھ سمندر میں بکھیر دی اور کچھ ہوا میں اڑا دی۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ اس کے تمام ذرات کو جمع کر دے۔ سو اس نے ایسا ہی کیا۔ جب وہ جمع کر دیئے گئے تو وہ آدمی تھا جو کھڑا کر دیا گیا۔ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔ جب وہ بندہ بنا کر کھڑا کر دیا گیا تو رب تعالیٰ نے اس سے پوچھا کہ تو نے یہ حرکت کیوں کی ہے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ سے کوئی شے مخفی نہیں مگر اس کا ایک طریقہ کار ہے۔ اس نے کہا اے پروردگار! تیرے ڈر سے۔ کیونکہ میں نے انسانوں والا کام تو کوئی کیا نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جا میں نے تجھے بخش دیا ہے۔ تو اس نے راکھ اور خاک کو بندہ بنا دیا اس کے لیے کیا مشکل ہے؟ اس لیے ملحدوں کے اس اعتراض کی کوئی حیثیت نہیں ہے کہ جن کو سکھ

کھتری، بدھو (بدھ مت والے) جلا دیتے ہیں ان کا کیا بنے گا۔ رب تعالیٰ سب کو قیامت والے دن کھڑا کرے گا۔ اور قبر کا عذاب بھی حق ہے وہ بھی ان کو ہوگا۔ رب تعالیٰ کے لیے کوئی کام مشکل نہیں۔

● تو فرمایا تحقیق ہم جانتے ہیں اس چیز کو جو زمین کم کرتی ہے ان میں سے وَعِنۡدَنَا كِتٰبٌ حَفِيۡظٌ اور ہمارے پاس کتاب ہے حفاظت کرنے والی۔ لوح محفوظ میں سب کچھ درج ہے۔ اور یاد رکھنا! لوح محفوظ اللہ تعالیٰ کے علم کا کروڑ در کروڑ واں حصہ بھی نہیں ہے۔ کیونکہ لوح محفوظ میں تو درج ہے جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے اس وقت سے لے کر دنیا کے فنا ہونے تک کے حالات۔ جب کہ رب تعالیٰ کا علم تو اس سے پہلے کا بھی ہے اور بعد کا بھی ہے۔ تو لوح محفوظ تو رب تعالیٰ کے علم کا ایک قطرہ بھی نہیں ہے۔ فرمایا بَلۡ كَذَّبُوۡا بِالۡحَـقِّ لَمَّا جَآءَهُمۡ بلکہ جھٹلایا انھوں نے حق کو جب حق ان کے پاس آ گیا۔ توحید حق ہے، نبوت حق ہے، قرآن حق ہے، قیامت حق ہے۔ ان سب چیزوں کو انھوں نے جھٹلایا فَهُمۡ فِىۡۤ اَمۡرٍ مَّرِيۡجٍ پس وہ لوگ ایک الجھی ہوئی بات میں مبتلا ہیں۔ وہ ایسے معاملے میں ہیں جو مضطرب ہے۔ قرآن کریم کے متعلق کبھی کہتے ہیں کہانت ہے، فال نکالنے والوں کے شوشے ہیں، کبھی کہتے ہیں جادو ہے، کبھی کہتے ہیں افتراء ہے۔ پیغمبر کے بارے میں کبھی کہتے ہیں جادوگر ہے، کبھی کہتے ہیں کاہن فال نکالنے والا ہے، کبھی کہتے ہیں اس پر جادو کیا ہوا ہے، کبھی کہتے ہیں مجنون ہے، کبھی کہتے ہیں مفتری ہے قرآن اس نے خود بنایا ہے۔ مختلف قسم کی باتیں کرتے ہیں۔ کسی ایک بات پر قائم رہنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قبر، حشر کے منکرو ذرا غور کرو! اَفَلَمۡ يَنۡظُرُوۡۤا اِلَى

السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ کیا پس نہیں دیکھا انھوں نے آسمان کی طرف جو ان کے اوپر ہے۔ ان کے سروں پر جو آسمان ہے وہ ان کو نظر نہیں آتا کَیْفَ بَنَیْنٰهَا کیسے بنایا ہے ہم نے اس کو۔ کتنا بڑا اور کتنا بلند ہے نہ اس کے نیچے کوئی کھمبا، نہ ستون۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھنے کے لیے آسمان کو دیکھو جو تمہارے سروں پر ہے وَزَیَّنّٰهَا اور ہم نے اس کو مزین کیا ستاروں کے ساتھ بِزِیْنَةِ الْكَوَاكِبِ [سورۃ ملک: پارہ:۲۹]

رات کے وقت فضا صاف ہو تو آسمان کا عجیب نقشہ ہوتا ہے اس کو تم مانتے ہو وَ مَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ اور نہیں ہے اس آسمان میں کوئی دراڑ، کوئی سوراخ۔ قاعدے کے مطابق دروازے ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب مومن آدمی مرتا ہے تو آسمان کے دو دروازے اس کے لیے روتے ہیں۔ ایک وہ دروازہ جس سے رب تعالیٰ کی رحمت اور رزق اس کے لیے اترتا تھا۔ اور دوسرا وہ دروازہ جس سے اس کے نیک اعمال اوپر چڑھتے تھے۔ اور کافر مرتا ہے تو فَمَا بَكَتْ عَلَیْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ [دخان:۲۹] ''پس نہیں رویا ان پر آسمان اور زمین۔'' نہ آسمان کے دروازے روتے ہیں نہ زمین روتی ہے۔'' اور مومن کے لیے زمین بھی روتی ہے۔ جس جگہ بیٹھ کر اللہ اللہ کرتا تھا، نمازیں پڑھتا تھا، عبادت کرتا تھا وہ روتی ہے کہ میں محروم ہو گئی ہوں۔

تو قاعدے کے مطابق دروازے ہیں دراڑیں اور سوراخ نہیں ہیں۔ اور دیکھا نہیں وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا اور زمین کو پھیلایا ہم نے۔ کتنی وسیع ہے دنیا میں پھر کر دیکھو وَاَلْقَیْنَا فِیْهَا رَوَاسِیَ۔ رَوَاسِی راسۃ کی جمع ہے، مضبوط پہاڑ کو کہتے ہیں۔ اور ڈالے ہم نے، رکھے ہم نے اس زمین میں مضبوط پہاڑ وَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِیْجٍ اور اگائیں ہم نے اس میں ہر طرح کی تروتازہ چیزیں۔ گندم، مکئی، چاول، باجرہ، سبزیاں،

پھل فروٹ، پھول، درخت، پودے، عجیب عجیب شکلیں اور نمونے اللہ تعالیٰ نے بنائے
تَبْصِرَةً بصیرت کے لیے۔ تمہارے دلوں میں قدرت کی نشانیوں کی بصیرت پیدا کردی
ہے وَّذِكْرٰى اور نصیحت کے لیے لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ہر بندے کے لیے جو
رجوع کرنے والا ہے وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً اور نازل کیا ہم نے آسمان کی طرف سے
پانی مُّبٰرَكًا برکت والا۔ بڑا صاف ستھرا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ پس اگائے ہم نے
اس کے ذریعے سے باغات طرح طرح کے۔ انگوروں کے، کھجوروں کے، آموں کے،
اناروں کے اور بے شمار چیزوں کے وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ اور دانے کٹی ہوئی کھیتی کے۔
بیج بونے کے بعد کھیتی اگتی ہے پھر دانے لگتے ہیں پھر پکتی ہے پھر کھیتی کاٹتے ہو، دانے
الگ کرتے ہو۔ یہ دانے کس نے لگائے ہیں؟ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ اور کھجوریں لمبی لمبی
جن کی بے شمار قسمیں ہیں۔ سب سے زیادہ کھجوریں خیبر کے علاقے میں ہوتی ہیں۔ دس
ہزار کے قریب ان کی قسمیں ہیں۔ بعض کھجوریں ایسی ہیں کہ ان کے دانے گول ہوتے
ہیں اور بعض کے لمبے ہوتے ہیں۔ بعض کی گٹھلی ہوتی ہے اور بعض کی گٹھلی نہیں ہوتی۔

ایک دفعہ آپ ﷺ نے سوادہ بن غزیہ رضی اللہ عنہ کو زکوۃ وصول کرنے کے لیے خیبر
بھیجا۔ انھوں نے آپ ﷺ کو جنیب نامی کھجور پیش کی جو بڑی لمبی اور موٹی ہوتی ہے اور
گٹھلی برائے نام۔ آپ ﷺ نے فرمایا اَكُلُّ تَمْرِ خَيْبَرَ هٰكَذَا ''کیا خیبر کی
ساری کھجوریں ایسی ہوتی ہیں۔'' انھوں نے کہا نہیں حضرت ساری ایسی نہیں ہوتیں۔

تو فرمایا ہم نے لمبی لمبی اگائیں لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ ان ساتھ خوشے ہیں، گچھے
ہیں تہہ بہ تہہ۔ دانے پر دانہ چڑھا ہوا ہوتا ہے۔ ایک دفعہ میں عبدالخیل کے علاقے میں گیا
مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ کا مہمان تھا۔ اس علاقے میں کھجوروں کے کافی درخت تھے۔ میں

نے پوچھا کہ کتنی کتنی کھجوریں لگتی ہیں؟ تو ایک آدمی نے بتایا کہ ایک ایک خوشے کے ساتھ دس دس کلو اور پندرہ پندرہ کلو تک بھی ہوتی ہیں۔ یہ تو ڈیرہ اسماعیل خان کی بات ہے اور مدینہ، خیبر، بصرہ اور کوفے کی کھجوروں کی کیا بات ہے؟

تو فرمایا ان کے خوشے تہہ بہ تہہ ہیں رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ یہ خوراک ہے بندوں کے لیے وَاَحْیَیْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًا اور زندہ کیا ہم نے اس پانی کے ذریعے مردہ شہر۔ فرمایا جس طرح ہم نے آسمان بنائے، زمین بچھائی، مضبوط پہاڑ رکھے، مختلف چیزیں اگائیں، بارش نازل کی، لمبی لمبی کھجوریں پیدا کی ہیں كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ اسی طرح ہے نکلنا۔ وقت آنے پر ایک دن تم نے بھی اسی طرح زمین سے اگنا ہے جس رب نے یہ سارے کام کیے ہیں جن کا تم انکار نہیں کر سکتے وہی رب تمھیں قبروں سے نکالے گا۔ جس طرح یہ ساری چیزیں اُگی ہیں اسی طرح تم نے قبروں سے نکلنا ہے۔ یقین جانو! اس میں کوئی شک نہیں ہے۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُوْدُ ﴿۱۲﴾ وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ لُوْطٍ ﴿۱۳﴾ وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ؕ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ ﴿۱۴﴾ اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ؕ بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱۵﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚۖ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ﴿۱۶﴾ اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ﴿۱۷﴾ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ﴿۱۸﴾ وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ﴿۱۹﴾ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ﴿۲۰﴾ وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ ﴿۲۱﴾

كَذَّبَتْ جھٹلایا قَبْلَهُمْ ان سے پہلے قَوْمُ نُوْحٍ نوح علیہ السلام کی قوم نے وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ اور کنویں والوں نے وَثَمُوْدُ اور قوم ثمود نے وَعَادٌ اور عاد قوم نے وَّفِرْعَوْنُ اور فرعون نے وَاِخْوَانُ لُوْطٍ اور لوط علیہ السلام کے بھائیوں نے وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ اور جنگل والوں نے وَقَوْمُ تُبَّعٍ اور تبع کی قوم نے كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ سب نے جھٹلایا پیغمبروں کو فَحَقَّ وَعِيْدِ پس لازم ہوگئی میری وعید اَفَعَيِيْنَا کیا پس ہم تھک گئے ہیں بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ پہلی مخلوق پیدا کر کے بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ بلکہ یہ لوگ اشتباہ

میں پڑے ہوئے ہیں مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ نئی مخلوق کے بارے میں وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ اور البتہ تحقیق ہم نے پیدا کیا انسان کو وَنَعْلَمُ اور ہم جانتے ہیں مَا جو تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ وسوسہ کرتا ہے اس کے ساتھ اس کا نفس وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ اور ہم زیادہ قریب ہیں اس کی طرف مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ شہ رگ سے اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ جس وقت لیتے ہیں دو لینے والے عَنِ الْيَمِيْنِ دائیں طرف سے وَعَنِ الشِّمَالِ اور بائیں طرف سے قَعِيْدٌ بیٹھا ہوتا ہے مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ نہیں بولتا وہ کوئی بات اِلَّا لَدَيْهِ مگر اس کے پاس رَقِيْبٌ نگران ہوتا ہے عَتِيْدٌ تیار وَجَآءَتْ اور آئی سَكْرَةُ الْمَوْتِ موت کی غشی بِالْحَقِّ حق کے ساتھ ذٰلِكَ یہ مَا وہ چیز ہے كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ جس سے تو بھاگتا تھا وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ اور پھونکی جائے گی بگل ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ یہ دھمکی کا دن ہے وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ اور آئے گا ہر نفس مَّعَهَا اس کے ساتھ سَآئِقٌ ایک چلانے والا ہوگا وَّشَهِيْدٌ اور ایک گواہ ہوگا۔

ربطِ آیات :

پہلے اس بات کا ذکر تھا کہ کافروں نے آپ ﷺ کی نبوت کا انکار کیا، قیامت کا انکار کیا تو آپ ﷺ پریشان تو ہوتے تھے کہ انسان تھے۔ آج کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تسلی دی ہے کہ آپ ﷺ پریشان نہ ہوں صرف مکے والے ہی انکار نہیں کر رہے ان سے پہلی قوموں نے بھی انکار کیا ہے۔

فرمایا كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ جھٹلایا ان سے پہلے نوح علیہ السلام کی قوم نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نوح علیہ السلام کو۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال تبلیغ کی مگر ایمان لانے والوں کی تعداد سو بھی نہیں تھی۔ وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ اور کنویں والوں نے جھٹلایا۔

اصحاب الرس کا واقعہ :

علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر ''معالم التنزیل'' میں لکھتے ہیں اور دیگر مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے بھی لکھا ہے کہ حضر موت عرب میں ایک علاقے کا نام ہے۔ آج بھی وہ علاقہ پورا صوبہ ہے۔ اس صوبے میں حاصوراء نامی ایک بڑا شہر تھا۔ اس شہر والوں کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت حنظلہ بن صفوان علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے کافی عرصہ تک تبلیغ کی۔ ایک کالے رنگ کے حبشی غلام کے سوا ایک آدمی بھی مسلمان نہ ہوا، نہ بیوی، اولاد، نہ بھائی، نہ کوئی عزیز رشتہ دار۔ تمام شہر والوں نے مشورہ کیا کہ یہ ہر وقت ہمیں ستاتا رہتا ہے يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهَ ''اے لوگو! کہو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے۔'' دن رات اسی کی رٹ ہے لہٰذا اس سے جان چھڑاؤ۔ شہر سے ایک دو میل کی مسافت پر ایک بڑا گہرا کنواں تھا جنگل میں۔ ظالموں نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو اس کنویں میں ڈال کر اوپر بھاری بھرکم چٹان رکھ دی کہ وہ حبشی رسا لٹکا کر نکال نہ سکے۔ وہ حبشی غلام بے چارہ رات کی تاریکی میں جا کر سلام کرتا اور سوراخ سے روٹی نیچے لٹکا دیتا تھا لیکن پتھر کو ہٹا نہیں سکتا تھا۔ ایک دن کہنے لگے حضرت! حکم ہو تو میں بھی کسی کنویں میں چھلانگ لگا دوں؟ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے فرمایا کہ میں نے خود چھلانگ نہیں لگائی مجھے تو ظالموں نے ڈالا ہے تم ایسا نہ کرنا خودکشی حرام ہے۔ کئی دنوں کے بعد مرد

عورتیں بھنگڑا ڈالتے ہوئے گئے کہ دیکھیں مر چکا ہوگا۔ چٹان اٹھائی آواز دی کَیْفَ بِكَ یَا حَنْظَلَةُ "حنظلہ تمہارا کیا حال ہے۔" اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے کنویں سے آواز دی یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ظالموں نے کہا بڑا سخت جان ہے ابھی تک مرا نہیں اور نہ اپنی رائے چھوڑی ہے۔ پھر ان ظالموں نے ریت، مٹی اور پتھروں سے کنواں بند کر دیا۔ کنویں کو ہموار کرنے کے بعد بھنگڑا ڈالنا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آگ کی شکل میں عذاب آیا اس نے سب کو جلا کر بھسم کر دیا۔ یہ وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ کا لفظ ایک تو یہاں آیا ہے اور ایک انیسویں پارہ میں سورۃ فرقان میں آیا ہے۔

تو فرمایا کنویں والوں نے بھی جھٹلایا تھا وَثَمُوْدُ اور ثمود قوم نے جھٹلایا صالح علیہ السلام کو وَعَادٌ اور عاد قوم نے جھٹلایا ہود علیہ السلام کو وَفِرْعَوْنُ اور فرعون نے جھٹلایا موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو وَاِخْوَانُ لُوْطٍ اور لوط علیہ السلام کے بھائیوں نے جھٹلایا لوط علیہ السلام کو۔ بھائی انسان ہونے کی وجہ سے کہا ورنہ تھے وہ کافر وَّاَصْحٰبُ الْاَیْكَةِ اور جنگل والوں نے بھی جھٹلایا حضرت شعیب علیہ السلام کو۔ مدین قوم تھی اور مدین شہر کا نام اسی قوم کی وجہ سے ہوا۔ مدین شہر کے چاروں اطراف میلوں میں پھیلا ہوا جنگل تھا۔ ان کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ شعیب علیہ السلام اس قوم کے ایک فرد تھے۔ عرصہ دراز تک تبلیغ کرتے رہے۔ تھوڑے سے آدمیوں کے سوا سب نے ان کو جھٹلایا۔ حضرت شعیب علیہ السلام کے خلاف بڑی عجیب عجیب حرکتیں کرتے تھے جو بیان کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام کا بیٹا کوئی نہیں تھا صرف دو بیٹیاں تھیں جو بے چاری بھیڑ بکریاں چراتی تھیں اور انہی پر گزر اوقات ہوتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اتمام حجت کے بعد ان کو تباہ کرنے کا ارادہ فرمایا۔ چنانچہ سخت گرمی

اور حبس تھا کہ ایک ٹکڑا بادل کا ان کو نظر آیا۔ چند آدمی اس کے نیچے گئے ان کو سکھ کا سانس ملا۔ انھوں نے دوسروں کو آوازیں دے کر بلایا کہ یہاں سانس آسانی سے آتا ہے۔ چنانچہ جب وہ سارے لوگ بادل کے نیچے جمع ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے بادل سے ان پر آگ برسائی کہ سب کے سب ختم ہو گئے۔

قومِ تبع :

وَقَوْمُ تُبَّعٍ اور تبع کی قوم نے جھٹلایا۔ پچیسویں پارے میں تم سن چکے ہو کہ تبع حِمْيَرْ قبیلے کا بڑا نیک آدمی تھا۔ اس کا نام اسد بن مُلیک اور کنیت ابو کرب اور ابو کریب بھی لکھ دیتے ہیں، رحمہ اللہ تعالیٰ۔ اس نے پہلی کتابوں میں آنحضرت ﷺ کے حالات، حلیہ اور کارنامے پڑھے تھے۔ یہ یمن کا بادشاہ تھا بعض لوگوں نے اس کو یثرب یعنی مدینہ طیبہ پر حملہ کرنے کا مشورہ بھی دیا مگر اس نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ یہ وہ علاقہ ہے جہاں میرے محبوب نے ہجرت کر کے آنا ہے۔ اس نے آنحضرت ﷺ کے نام خط بھی لکھا تھا جو میں نے آپ کو پڑھ کر سنایا تھا۔ خط میں آپ ﷺ کے القاب لکھنے کے بعد لکھا کہ حضرت! کاش! میں آپ کے پاس ہوتا تو آپ کی خدمت کرتا اور میرے لیے یہ سعادت ہے کہ آپ ﷺ مجھے اپنی امت میں شامل کر لیں۔ میں آپ ﷺ کا امتی ہوں آپ ﷺ پر ایمان لایا ہوں آپ ﷺ کی آمد سے پہلے اور قیامت والے دن میرے حق میں سفارش کرنا۔ بڑا عقیدت مندانہ خط اس نے لکھا۔ یہ خط حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے خاندان میں چلا آ رہا تھا اور حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا سبب بھی یہی خط بنا۔

تاریخ والے لکھتے ہیں کہ وہ خط اتنا مشہور ہوا کہ جو نیک دل یہودی تھے انھوں نے

مدینہ طیبہ آ کر ڈیرے ڈال دیئے کہ وہ پیغمبر آئے گا ہم اس پر ایمان لائیں گے۔ یہ جو یہود تھے بنونضیر، بنوقریظہ اور بنوقینقاع۔ ان کے بڑے (آباؤ اجداد) اچھے تھے۔ درمیان میں صدیاں گزر گئیں اور ان کی نسلیں بگڑ گئیں۔ تو یہودی مدینہ طیبہ میں اس خط کی وجہ سے آئے تھے۔

جیسے آج کل انھوں نے اسرائیل میں ڈیرے ڈالے ہوئے ہیں۔ یہ ان کا اسرائیل میں اکٹھا ہونا بھی ایک مقصد کے لیے ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ مسلمان عیسیٰ علیہ السلام کی کمان میں یہود کے ساتھ لڑیں گے۔ آج سے تقریباً پچپن سال پہلے کی بات ہے۔ ہم مولانا عبدالقدیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس مشکوٰۃ شریف پڑھتے تھے۔ جس وقت ہم نے یہ حدیثیں پڑھیں تُقَاتِلُوْنَ الْیَهُوْدَ ''تم یہود کے ساتھ لڑو گے۔'' اور عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے ان کی پہلی لڑائی یہود کے ساتھ ہوگی۔ اس وقت یہود کی تعداد چھ سات ہزار سے زیادہ نہیں تھی۔ ہم نے استاذ محترم سے پوچھا حضرت! یہ چھ سات ہزار یہودیوں کے ساتھ مسلمانوں کی لڑائی پھبتی نہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کا ان کے ساتھ لڑنا بنتا نہیں۔ پہلوان مقابلے کا ہونا چاہیے۔ طاقت ور پہلوان کے مقابلے میں کمزور پہلوان ہو تو طاقت ور پہلوان اپنی توہین سمجھتا ہے۔ یہ چھ سات ہزار یہودی اور وہ بھی چھپے ہوئے۔ ان کے ساتھ لڑنا کیا پوزیشن ہوگی؟ استاذ محترم نے فرمایا او میاں! یہ ان کا تکیہ کلام تھا۔ میاں! جب چیونٹی مرنے پر آتی ہے تو اس کو پر لگ جاتے ہیں۔ جب ان کی تباہی کا وقت قریب ہوگا اس وقت ان کے پاس کافی قوت ہوگی۔ مسلمانوں کو ان کے ساتھ لڑنا پڑے گا اور عیسیٰ علیہ السلام کی بھی ان کے ساتھ لڑائی ہوگی۔

اُس وقت ہمیں یہ بات سمجھ نہیں آتی تھی۔ لیکن زمانہ گزرتا گیا اور یہودی اسرائیل

میں اکٹھے ہوتے گئے۔ اس وقت اسّی لاکھ کے قریب یہودی ہیں۔ دنیا میں اسلحہ ساز جتنی فیکٹریاں ہیں ان میں یہود کا تیسرا نمبر ہے اور انھوں نے اسلحہ کے انبار لگا رکھے ہیں۔ اس کا توڑ صدام حسین نے کیا تھا مگر وہ اپنی بے وقوفی کی وجہ سے مارا گیا۔ اس کی بے وقوفی یہ تھی کہ اس نے کویت پر حملہ کر دیا اور سارے عرب کو اپنا مخالف کر لیا۔ حالانکہ سارے عرب لوگ اس کے ساتھ تھے۔ طارق عزیز عیسائی اس کا وزیر تھا اس کے ذریعے امریکہ نے اس کا ذہن بنایا کہ کویت تو تمہارا ہے۔ پہلے یہ عراق کا حصہ تھا اس پر حملہ کر کے واپس لو۔ کئی سال صدام کی ذہن سازی کرتے رہے آخر انسان تھا ان کے بہکاوے میں آ گیا۔ پتھر پر بھی پانی کا قطرہ قطرہ گرتا رہے تو سوراخ کر دیتا ہے۔

امریکہ نے طارق عزیز کے ذریعے اس سے یہ نادانی کروائی اور اس نے کویت پر حملہ کر دیا۔ پھر انتیس حکومتوں نے اس پر حملہ کر دیا جن میں ہماری مہربان حکومت بھی شامل تھی۔ اِس وقت دنیا کا سب سے بڑا غنڈا امریکہ ہے۔ پچھلے دنوں امریکہ کو راضی کرنے کے لیے مالاکنڈ کے علماء اور عوام پر مظالم ڈھائے جو شریعت کا نفاذ چاہتے ہیں۔ امریکہ کو خوش کرنے کے لیے اور بڑی سازشیں ہو رہی ہیں اور یہ سب بے ایمان کر رہے ہیں۔

تو فرمایا تبع کی قوم نے بھی جھٹلایا كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ ان سب نے جھٹلایا رسولوں کو فَحَقَّ وَعِيْدِ پس لازم ہوگئی، ثابت ہوگئی میری دھمکی جو میں نے عذاب کی دی تھی اے دوبارہ اٹھنے کے منکرو! تم کہتے ہو قیامت نہیں آئے گی اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ کیا پس ہم تھک گئے ہیں پہلی مخلوق پیدا کر کے کہ دوبارہ ہم نہیں بنا سکتے بَلْ هُمْ فِىْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ بلکہ وہ لوگ التباس میں ہیں، اشتباہ میں پڑے ہوئے ہیں،

اضطراب میں ہیں نئی مخلوق کے متعلق، نئی پیدائش کے متعلق کہ رب تعالیٰ نے پہلے بھی پیدا کیا پھر بھی پیدا کرے گا۔ حالانکہ اس کے لیے یہ مشکل نہیں ہے وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ اور البتہ تحقیق ہم نے پیدا کیا انسان کو وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ اور ہم جانتے ہیں جو وسوسے کرتا ہے اس کے ساتھ اس کا نفس۔ اس کے دل میں جو وسوسے پیدا ہوتے ہیں ہم ان کو جانتے ہیں وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ اور ہم زیادہ قریب ہیں اس کی طرف شہ رگ سے۔ جو دل کی طرف دماغ سے بڑی رگ جاتی ہے جس کے کٹ جانے سے عالم اسباب میں زندگی باقی نہیں رہتی اس کو رگ جاں بھی کہتے ہیں۔ فرمایا ہم اس سے بھی زیادہ قریب ہیں انسان کے اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ جس وقت لیتے ہیں دو لینے والے عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ دائیں طرف سے اور بائیں طرف سے بیٹھا ہوتا ہے۔ ایک انسان کے دائیں کندھے پر اور ایک بائیں کندھے پر بیٹھا ہے ہمیں وہ نظر نہیں آتے اور نہ ان کا احساس ہوتا ہے۔ حالانکہ معمولی سی کوئی شے بھی کندھے پر رکھو تو اس کا احساس ہوتا ہے۔ یہ کراماً کاتبین ہیں، چار فرشتے ہیں۔ دو دن کے اور دو رات کے۔ فجر اور عصر کی نماز کے وقت ان کی ڈیوٹیاں بدلتی ہیں۔ رات والے فرشتے جب فجر کی نماز کھڑی ہوتی ہے اور امام اللہ اکبر! کہتا ہے، چلے جاتے ہیں اور دن والے فرشتے ان سے چارج لے لیتے ہیں اور جب عصر کی نماز کھڑی ہوتی ہے اور امام کہتا ہے اللہ اکبر! تو دن والے فرشتے چلے جاتے ہیں اور رات والے فرشتے ان سے چارج لے لیتے ہیں۔ ایک مسجد کے ساتھ جتنے لوگ وابستہ ہیں اور جس محلے میں وہ مسجد ہے اس محلے کے جتنے لوگ ہیں سب کے فرشتوں کی ڈیوٹی کی تبدیلی کا تعلق اسی مسجد کے ساتھ ہے۔ دائیں طرف والا فرشتہ نیکیاں لکھتا ہے اور بائیں طرف والا برائیاں لکھتا ہے۔ جس وقت بات

زبان سے نکلتی ہے وہ فرشتہ فوراً لکھ لیتا ہے۔ یہاں لفظ کا ذکر ہے مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ نہیں بولتا وہ کوئی بات مگر اس کے پاس نگران ہوتا ہے تیار۔ سورہ انفطار میں ہے وَ اِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ''اور بے شک تمہارے اوپر البتہ حفاظت کرنے والے مقرر ہیں كِرَامًا كَاتِبِيْنَ وہ باعزت لکھنے والے ہیں يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو۔'' تو قول یہاں سے ثابت ہے اور فعل کا لکھنا وہاں سے ثابت ہے۔ جو بھی نیکی اور بدی کا قول و فعل ہوتا ہے وہ لکھتے ہیں۔ البتہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور مہربانی دیکھو کہ نیکی کا قول اور فعل تو فوراً لکھ لیتے ہیں لیکن اگر کوئی بری بات منہ سے نکالتا ہے یا بُرا کام کرتا ہے تو دائیں طرف والا فرشتہ حکم دیتا ہے کہ ذرا ٹھہر جا لَعَلَّهٗ يَتُوْبُ اَوْ يَسْتَغْفِرُ ''ممکن ہے توبہ کرلے یا معافی مانگ لے۔'' اگر بندے نے توبہ کرلی تو برائی نہیں لکھی جاتی توبہ لکھی جاتی ہے۔ اسی واسطے حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ جب مجلس سے اٹھتے تھے تو سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ پڑھتے تھے تاکہ مجلس میں جو لغزشیں ہوئی ہیں اس کلمے کی برکت سے وہ سب نیکیوں کی شکل میں لکھی جائیں۔

تو فرمایا نہیں بولتا وہ کوئی بات مگر اس کے پاس نگران ہوتا ہے تیار وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ اور آئی موت کی غشی حق کے ساتھ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ یہ وہ چیز ہے جس سے تم بھاگتے تھے۔ اے بندے! موت سے تو کتنا بھاگے گا بچ نہیں سکتا۔ جب موت کی غشی آئے گی کون بھاگے گا اور کیسے بھاگے گا۔ یہ تو موت ہے انفرادی۔ یاد رکھو! وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ اور پھونکی جائے گی بگل۔ ایک نفخہ اولیٰ ہے جس سے دنیا فنا ہو جائے گی اور اس کے بعد نفخہ ثانیہ ہوگا جب سارے اٹھ کھڑے ہوں گے ذٰلِكَ يَوْمُ

الْوَعِيْدِ یہ دھمکی کا دن ہے، عذاب کی دھمکی کے پورا ہونے کا دن ہے۔ قیامت کے آنے میں کوئی شک شبہ نہیں ہے وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ اور آئے گا ہر نفس مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ اس کے ساتھ ایک چلانے والا ہوگا اور ایک گواہ ہوگا۔ ایک فرشتہ اس کو چلائے گا اور ایک گواہ ہوگا۔ اور یہی دو فرشتے آخر تک اس کے ساتھ رہیں گے۔ جنت یا دوزخ میں جانے تک۔ تو قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے اور جو اس کے منکر ہیں رب نے ان کو دنیا میں بھی تباہ کیا اور وہ آخرت میں بھی تباہ ہوں گے۔

لَقَدْ كُنْتَ فِیْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا

فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْیَوْمَ حَدِیْدٌ ﴿۲۲﴾ وَقَالَ قَرِیْنُهٗ

هٰذَا مَا لَدَیَّ عَتِیْدٌ ﴿۲۳﴾ اَلْقِیَا فِیْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِیْدٍ ﴿۲۴﴾ مَّنَّاعٍ

لِّلْخَیْرِ مُعْتَدٍ مُّرِیْبِ ﴿۲۵﴾ الَّذِیْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِیٰهُ فِی

الْعَذَابِ الشَّدِیْدِ ﴿۲۶﴾ قَالَ قَرِیْنُهٗ رَبَّنَا مَاۤ اَطْغَیْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ فِیْ

ضَلٰلٍ بَعِیْدٍ ﴿۲۷﴾ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَیَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَیْكُمْ

بِالْوَعِیْدِ ﴿۲۸﴾ مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ وَمَاۤ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ ﴿۲۹﴾ یَوْمَ ع ۲ ۱۲

نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ ﴿۳۰﴾ وَاُزْلِفَتِ

الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِیْنَ غَیْرَ بَعِیْدٍ ﴿۳۱﴾ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ

حَفِیْظٍ ﴿۳۲﴾ مَنْ خَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِیْبِ ﴿۳۳﴾

ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ذٰلِكَ یَوْمُ الْخُلُوْدِ ﴿۳۴﴾ لَهُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ فِیْهَا وَلَدَیْنَا

مَزِیْدٌ ﴿۳۵﴾

لَقَدْ البتہ تحقیق كُنْتَ فِیْ غَفْلَةٍ تھا تو غفلت میں مِّنْ هٰذَا اس کارروائی سے فَكَشَفْنَا پس ہم نے کھول دیا ہے عَنْكَ تجھ سے غِطَآءَكَ تیرے پردے کو فَبَصَرُكَ پس تیری آنکھ الْیَوْمَ حَدِیْدٌ آج بہت تیز ہے وَقَالَ قَرِیْنُهٗ اور کہے گا اس کا ساتھی هٰذَا مَا لَدَیَّ عَتِیْدٌ یہ وہ چیز ہے جو میرے پاس تیار ہے اَلْقِیَا فِیْ جَهَنَّمَ پھینکو تم دونوں جہنم میں

كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ہر کافر ضدی کو مَنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ بہت روکنے والا ہے نیکی سے مُعْتَدٍ مُّرِيْبِ تجاوز کرنے والا، شک میں ڈالنے والا ہے الَّذِیْ جَعَلَ جس نے بنایا مَعَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اِلٰهًا اٰخَرَ دوسرے کو الٰہ فَاَلْقِيٰهُ پس دونوں پھینکو اس کو فِي الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ سخت عذاب میں قَالَ قَرِيْنُهٗ کہے گا اس کا ساتھی رَبَّنَا اے ہمارے پروردگار مَآ اَطْغَيْتُهٗ میں نے اس کو سرکشی میں نہیں ڈالا وَلٰكِنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ لیکن یہ خود ہی دور کی گمراہی میں پڑا ہوا تھا قَالَ رب تعالیٰ فرمائیں گے لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَیَّ نہ جھگڑا کرو میرے پاس وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ اور تحقیق میں نے پہلے بھیج دی تھی تمہاری طرف عذاب کی وعید مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ نہیں تبدیل کی جاتی بات میرے سامنے وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ اور نہیں ہوں میں ظلم کرنے والا بندوں پر يَوْمَ نَقُوْلُ جس دن ہم کہیں گے لِجَهَنَّمَ جہنم کو هَلِ امْتَلَاْتِ کیا تو بھر چکی ہے وَتَقُوْلُ اور وہ کہے گی هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ کیا کچھ اور بھی ہے وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ اور قریب کر دی جائے گی جنت پرہیزگاروں کے لیے غَيْرَ بَعِيْدٍ دور نہیں ہوگی هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ یہ وہ ہے جس کا تمہارے ساتھ وعدہ کیا گیا تھا لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ ہر اس شخص کے لیے جو رجوع کرنے والا ہے، حفاظت کرنے والا ہے مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ جس نے خوف کیا رحمٰن سے بِالْغَيْبِ بغیر دیکھے وَجَآءَ

اورلایا بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ دل رجوع کرنے والا اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ داخل ہو جاؤ سلامتی کے ساتھ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ یہ دن ہے ہمیشگی کا لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ ان کے لیے ہوگا جو وہ چاہیں گے فِيْهَا اس میں وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ اور ہمارے پاس زیادہ سے زیادہ ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے منکرین توحید ورسالت اور قیامت کے منکرین کی پُرزور تردید فرمائی ہے۔اس سورت میں منکرین قیامت کا ذکر ہے۔وہ کہتے تھے کہ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ذٰلِكَ رَجْعٌ بَعِيْدٌ ''کیا جس وقت ہم مر کے مٹی ہو جائیں گے تو یہ لوٹ کر آنا تو بہت بعید ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے اس کا رد کیا اور فرمایا وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ''اور صور پھونکا جائے گا'' قیامت قائم ہوگی ، یہ دھمکی کا دن ہوگا اور ہر نفس آئے گا اس کے ساتھ چلانے ولا ہوگا اور ایک گواہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئے گی لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا البتہ تحقیق تو غفلت میں تھا اس کارروائی سے اے بندے۔تو کہتا تھا قیامت کوئی نہیں ، میدان حشر کوئی نہیں ، اللہ تعالیٰ کی عدالت کوئی نہیں ، میزان کی کوئی حیثیت نہیں ہے ، جزا وسزا نہیں ہے۔تو ان سب چیزوں سے غافل تھا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ پس ہم نے کھول دیا ہے تجھ سے تیرے پردے کو۔تیری آنکھوں سے پردہ دور کر دیا ہے۔دیکھ! کچھ نظر آرہا ہے یا نہیں؟ رب تعالیٰ کی عدالت قائم ہے یا نہیں؟ مخلوق اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہے یا نہیں؟ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ آج کے دن تیری آنکھ ، تیری نگاہ بہت تیز ہے۔

لوگ جب قبروں سے اٹھ کر ایک دو قدم چلیں گے تو آنکھیں تیز ہو جائیں گی اور اندھوں کو بھی بینائی مل جائے گی اور جو دنیا میں پڑھنا نہیں جانتے تھے وہ بھی پڑھنے والے

بن جائیں گے اور ہر ایک کے ہاتھ میں اعمال نامہ پکڑا یا جائے گا اور حکم ہوگا اِقْرَاْ كِتٰبَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا [بنی اسرائیل: ۱۴] "پڑھ اپنی کتاب کافی ہے تیرا نفس آج کے دن تجھ پر محاسبہ کرنے والا۔" ہر آدمی اپنا پرچہ خود پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوگا هَلْ ظَلَمَكَ كَتَبَتِيْ "کیا میرے فرشتوں نے تجھ پر کوئی ظلم کیا ہے۔" کہے گا نہیں اے پروردگار! جو میں نے کیا تھا وہی لکھا ہوا ہے۔ اچھا اور پڑھ، اور پڑھ۔ اور پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میرے فرشتوں نے تیرے ساتھ کوئی زیادتی تو نہیں کی؟ کہے گا نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو ان چیزوں سے غفلت میں تھا آج ہم نے تیری آنکھوں کے پردے اٹھا دیئے ہیں آج تیری نگاہ بڑی تیز ہے وَقَالَ قَرِيْنُهٗ اور کہے گا اس کا ساتھی۔ ساتھی سے مراد فرشتہ ہے اگر بندے کی نیکیاں زیادہ ہوں گی تو نیکیوں والا ساتھی بولے گا اور اگر برا ہے تو برائی کا ساتھی بولے گا هٰذَا مَالَدَيَّ عَتِيْدٌ یہ وہ چیز ہے جو میرے پاس تیار ہے۔

فرشتہ کہے گا میرے پروردگار! اس کا سارا ریکارڈ میرے پاس محفوظ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائیں گے عدالت کا فیصلہ ہو چکا اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ ڈال دو تم دونوں جہنم میں كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ہر کافر ضدی کو۔ یہ دائیں بائیں والے فرشتے عدالت کے بعد دوزخ کے کنارے لے جا کر دھکا مار کے دوزخ میں پھینک دیں گے ہر کافر ضدی کو مَنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ بہت روکنے والا ہے نیکی سے۔ لوگوں کو اسلام سے روکتا تھا، اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتا تھا، حق سے روکتا تھا مُعْتَدٍ تجاوز کرنے والا ہے حد سے۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق کے بارے میں بھی اور بندوں کے حقوق کے بارے میں بھی۔ زبانی طور پر بھی تجاوز کرتا ہے اور عملی طور پر بھی مُّرِيْبٍ شک میں ڈالنے والا ہے اللہ تعالیٰ

اور رسول کے احکام کے بارے میں ، قیامت کے بارے میں ، حق کے بارے میں الَّذِیْ جَعَلَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـھًا اٰخَرَ جس نے بنایا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے کو الٰہ۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور الٰہ بنایا۔ الٰہ کا معنیٰ معبود بھی ہے، مسجود بھی ہے، حاجت روا، مشکل کشا بھی ہے، فریادرس بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا نہ کوئی معبود ہے، نہ مسجود ہے، نہ حاجت روا اور مشکل کشا ہے، نہ فریادرس ، نہ دست گیر ہے۔ یہ تمام صفتیں صرف رب کی ہیں۔

جس وقت آدمی کلمہ پڑھتا ہے لا الٰہ الا اللہ تو سارے معبودانِ باطلہ کا رد کر دیتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معبود، مشکل کشا نہیں مانتا۔ لیکن جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے کو الٰہ بنا رکھا ہے فَاَلْقِیٰہُ پس پھینک دو اس کو فِی الْعَذَابِ الشَّدِیْدِ سخت عذاب میں۔ فرشتے جب دوزخ میں ڈال کر فارغ ہو جائیں گے تو پھر انسان اور شیطان کی آپس میں چپقلش ہوگی۔ انسان کہے گا شیطان کو کہ تو نے مجھے گمراہ کیا۔ شیطان کہے گا وَمَا کَانَ لِیْ عَلَیْکُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ ''اور نہیں تھا میرے لیے تمہارے اوپر کوئی غلبہ، زور اِلَّا اَنْ دَعَوْتُکُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِیْ [ابراہیم: ۲۲] مگر یہ کہ میں نے تم کو دعوت دی تو تم نے میری بات کو قبول کر لیا۔'' نہ مانتے حق والوں کی بات مان لیتے۔ اس نوک جھوک کا ذکر ہے قَالَ قَرِیْنُہٗ کہے گا اس کا ساتھی شیطان رَبَّنَا اے ہمارے پروردگار مَآ اَطْغَیْتُہٗ میں نے اس کو سرکشی میں نہیں ڈالا۔ میں نے اس کو گمراہ نہیں کیا وَلٰکِنْ کَانَ فِیْ ضَلٰلٍ بَعِیْدٍ لیکن یہ خود ہی دور کی گمراہی میں پڑا ہوا تھا۔ یہ مجھ پر غلط ذمہ داری ڈال رہا تھا میں نے اس کو نہیں بہکایا۔ یہ انسان کا مزاج ہے کہ چند ساتھی مل کر کام کریں اور کام صحیح ہو جائے تو ہر آدمی کامیابی کا سہرا اپنے سر پر رکھتا ہے کہ میری وجہ سے ہوا

ہے۔ اور اگر خدانخواستہ بگڑ جائے تو ہر آدمی دوسرے پر ڈالتا ہے کہ اس کی وجہ سے خراب ہوا ہے۔ تو انسان شیطان پر ڈالے گا اور شیطان انکار کرے گا اور کہے گا لَا تَلُوْمُوْنِیْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَکُمْ ''پس نہ ملامت کرو مجھ کو اور ملامت کرو اپنی جانوں کو مَآ اَنَا بِمُصْرِخِکُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِیَّ [ابراہیم: ۲۲] ''نہ میں تمہاری فریادرسی کرنے والا ہوں اور نہ تم میری فریادرسی کرنے والے ہو۔'' نہ میں تمہارے کام آسکتا ہوں اور نہ تم میرے کام آسکتے ہو مجھے ملامت مت کرو۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو یہ قدرت نہیں دی کہ وہ جبراً کسی کو گمراہ کر سکے یا برائی کرا سکے وہ تو خواہشات پیدا کرتا ہے وساوس دل میں ڈالتا ہے اگر انسان ڈٹ جائے اور اس کے وساوس کی پروا نہ کرے تو وہ کچھ نہیں کر سکتا۔ اب دیکھو اتم نے وضو کیا، سنتیں پڑھیں، جماعت میں شریک ہوئے اور اب درس قرآن سن رہے ہو اپنے ارادے سے۔ اب شیطان تم پر وساوس ڈالتا رہے اس کا تم پر کیا اثر ہے۔ اور وہ بدبخت جو ابھی تک سوئے ہوئے ہیں سورج چڑھنے کے بعد اٹھیں گے اور آنکھیں ملتے ہوئے دفتروں اور اپنے کاموں پر جائیں گے اور کوئی ہوں گے جو قضا نماز پڑھیں گے۔ شیطان نے تو ان کو باندھ کے نہیں رکھا وہ زبردستی نیکی سے نہیں روک سکتا اور نہ گناہ کروا سکتا ہے۔ وساوس ڈالتا ہے، بدی کی ترغیب دیتا ہے پھر ہر آدمی پر اثر ڈالنے والا ابلیس نہیں ہے۔ ابلیس نے تو اپنا تخت سمندر پر بچھایا ہوا ہے۔ وہ سرکاری دورے پر کبھی شام کے بعد، کبھی کسی وقت نکلتا ہے، باقی کام اس کے چیلے کرتے ہیں۔ ہر آدمی کے ساتھ ایک فرشتہ ہے اور ایک شیطان ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ دل میں اچھا خیال پیدا ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے کا القاء ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرے اور نیک کام کرے۔ اور اگر دل میں بُرا خیال

آئے تو شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ بائیں طرف لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھ کر تھوک دے۔ کیونکہ دل کے دائیں طرف فرشتہ ہوتا ہے اور بائیں طرف شیطان ہوتا ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب اذان ہوتی ہے تو شیطان سرف تک بھاگ جاتا ہے۔ سرف مدینہ طیبہ سے دور ایک جگہ کا نام ہے۔ وہ اذان کے الفاظ سے بڑا گھبراتا ہے۔ پھر جب تکبیر شروع ہوتی ہے پھر بھاگ جاتا ہے۔ ختم ہوتی ہے تو آ جاتا ہے۔ جس وقت آدمی نماز شروع کرتا ہے تو وساوس ڈالنا شروع کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ آدمی کو یاد نہیں رہتا کہ میں نے ایک رکعت پڑھی ہے یا دو رکعتیں پڑھی ہیں۔ تو وساوس ڈالتا ہے جبر نہیں کرسکتا۔

فرمایا کہے گا اس کا ساتھی شیطان میں نے اس کو سرکشی میں نہیں ڈالا میں نے اس کو گمراہ نہیں کیا لیکن یہ خود ہی دور کی گمراہی میں پڑا ہوا تھا قَالَ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ میرے سامنے جھگڑا نہ کرو کہ ایک دوسرے پر ذمہ داری ڈالتے ہو وَ قَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ اور تحقیق میں نے پہلے بھیج دی تھی تمہاری طرف عذاب کی وعید۔ میں نے تمھیں دھمکی دے دی تھی کہ اگر برائی کرو گے تو دوزخ میں جاؤ گے۔ پیغمبروں نے تمھیں بات سنا دی، صحابہ کرام نے تم تک پہنچا دی اور ہر زمانے میں حق والے حق کی آواز پہنچاتے رہے۔ تم نے انکار کیا نہیں مانا مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ نہیں تبدیل کی جاتی بات میرے سامنے۔ میرے ہاں بات بدلی نہیں جاتی وہی بات ہے جو ہو چکی ہے کہ بُرے، بے ایمان نے دوزخ میں جانا ہے، یہ فیصلہ اٹل ہے۔ اور ایمان والے میری رحمت میں جگہ پائیں گے وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ اور نہیں ہوں میں بندوں پر ظلم کرنے والا۔ رب تعالیٰ تو بڑا مہربان اور رحیم ہے، کریم ہے ہر بندے کے لیے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک عورت ہانڈی تیار کر رہی تھی اور ہوا بڑی تیز چل رہی تھی۔ اس کی گود میں دودھ پیتا بچہ تھا۔ ہوا کی وجہ سے جب شعلہ اس کی طرف آتا تو وہ دوسری طرف ہو جاتی بچے کی وجہ سے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جتنا اس عورت کو اپنے بچے سے پیار ہے اور آگ سے بچا رہی ہے اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کے ساتھ اس سے بھی زیادہ پیار ہے او کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتے کہ انسان دوزخ میں جلے۔ اگر یہ خود ہی دوزخ کا سامان کرے تو اللہ تعالیٰ کا کیا قصور ہے۔ جب دوزخی اپنے اپنے ٹھکانے میں پہنچ جائیں گے تو پھر حالات یوں ہوں گے کہ

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یَوۡمَ نَقُوۡلُ جس دن ہم کہیں گے لِجَهَنَّمَ دوزخ کو هَلِ امۡتَلَاۡتِ کیا تو بھر چکی ہے وَتَقُوۡلُ هَلۡ مِنۡ مَّزِيۡدٍ اور وہ کہے گی کیا کچھ اور بھی ہے۔ بخاری شریف اور ترمذی شریف میں روایت ہے کہ جہنم میں گناہ گار ڈالے جائیں گے اور وہ زیادہ طلب کرتی رہے گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا قدم اس میں رکھے گا جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہے۔ تو وہ کہے گی قطْ قطْ یعنی بس بس! اب میں پُر ہو گئی ہوں پھر مزید مطالبہ نہیں کرے گی۔

جنت اور جنتیوں کے احوال:

یہ تو جہنم کا حال بیان کیا گیا ہے۔ اب آگے جنت کے متعلق فرماتے ہیں وَ اُزۡلِفَتِ الۡجَنَّةُ لِلۡمُتَّقِيۡنَ اور قریب کر دی جائے گی جنت پرہیز گاروں کے لیے غَيۡرَ بَعِيۡدٍ دور نہیں ہوگی۔ اور کہا جائے گا هٰذَا مَا تُوۡعَدُوۡنَ یہ وہ ہے جس کا تمہارے ساتھ وعدہ کیا گیا تھا لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيۡظٍ ہر اس شخص کے لیے جو رجوع کرنے والا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف اور یاد رکھنے والا ہے اللہ تعالیٰ کے احکام کو اور اللہ تعالیٰ

کی حدود کی حفاظت کرنے والا ہے۔ سورت توبہ آیت نمبر ۱۱۲ میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی صفت بیان فرمائی ہے وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ”کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدوں کی حفاظت کرنے والے ہیں مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ جس نے خوف کیا رحمٰن سے بغیر دیکھے۔ رحمان کو نہیں دیکھا مگر ڈرتا ہے اس کی مخالفت سے وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ اور لایا دل رجوع کرنے والا۔ جس کے دل کا رجوع رب تعالیٰ کی طرف ہو۔ جس میں یہ چار صفتیں ہوں گی وہ جنت کا وارث ہے۔

[۱] اَوَّاب: اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا۔

[۲] حَفِيْظ: اللہ تعالیٰ کی حدود کی حفاظت کرنے والا۔

[۳] مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ: جو خوف کھاتا ہے رحمان سے بغیر دیکھے۔

[۴] قلب مُنِيْب: ایسا دل لے کر آیا جو رب تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا ہو۔

ان لوگوں کو کہا جائے گا۔ فرشتے کہیں گے اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ داخل ہو جاؤ جنت میں سلامتی کے ساتھ۔ فرشتے بھی سلام کریں گے، حوریں بھی سلام کریں گی، غلمان چھوٹے بچے بھی سلام کریں گے حتیٰ کہ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ الرَّحِيْمِ ”رب تعالیٰ کی طرف سے بھی سلام آئے گا۔ وہاں سلامتی ہی سلامتی ہوگی کوئی لڑائی جھگڑا نہیں ہوگا، دکھ، تکلیف، بیماری نہیں ہوگی، کوئی خوف اور خطرہ نہیں ہوگا ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ یہ ہمیشگی کا دن ہے۔ اب تم ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہو گے۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی ہم نہیں سمجھ سکتے۔ نہ لاکھوں، نہ اربوں، نہ کھربوں، بلکہ نہ ختم ہونے والی ہوگی۔ ہمارے دماغ فیل ہو جائیں گے سوچتے سوچتے لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا ان کے لیے ہوگا جو وہ چاہیں گے جنت میں۔ اگر جنتی چاہے گا کہ میں اڑوں تو وہ اڑ کر جائے گا۔ جنت کے کنارے پر پھل لگے ہو

ئے ہوں گے اس کا جی چاہے گا کھانے کو بس ارادہ کرنے کی دیر ہوگی وہ فوراً اس کے قریب آجائے گا قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ''وہ خود جھک جائیں گے۔'' اڑتے پرندے نظر آئیں گے ارادہ کرے گا کھانے کا وہ پلیٹ میں بھنے ہوئے سامنے آجائیں گے۔ جنت میں جو چاہیں گے ملے گا۔ فرمایا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ اور ہمارے ہاں زیادہ سے زیادہ ہے۔ کوئی چیز ختم ہونے والی نہیں ہے۔ رب تعالیٰ کے خزانے بڑے وسیع ہیں وہ ختم ہونے والے نہیں ہیں۔ نہ اِس جہان میں اور نہ اُس جہان میں۔ اللہ تعالیٰ سب کو جنتی لوگوں والے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِی الْبِلَادِ ؕ هَلْ مِنْ مَّحِیْصٍ ﴿۳۶﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِیْدٌ ﴿۳۷﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ۖۗ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ﴿۳۸﴾ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا یَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ﴿۳۹﴾ وَمِنَ الَّیْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ﴿۴۰﴾ وَاسْتَمِعْ یَوْمَ یُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِیْبٍ ﴿۴۱﴾ یَّوْمَ یَسْمَعُوْنَ الصَّیْحَةَ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ یَوْمُ الْخُرُوْجِ ﴿۴۲﴾ اِنَّا نَحْنُ نُحْیٖ وَنُمِیْتُ وَاِلَیْنَا الْمَصِیْرُ ﴿۴۳﴾ یَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ؕ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَیْنَا یَسِیْرٌ ﴿۴۴﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَقُوْلُوْنَ وَمَاۤ اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِجَبَّارٍ ۫ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ یَّخَافُ وَعِیْدِ ﴿۴۵﴾ ع ۳ ۱۶ ۱۷

وَكَمْ اور کتنی اَهْلَكْنَا ہلاک کیں ہم نے قَبْلَهُمْ ان سے پہلے مِّنْ قَرْنٍ جماعتیں هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ وہ زیادہ سخت تھیں ان سے بَطْشًا گرفت میں فَنَقَّبُوْا پس وہ تلاش کرتے رہے فِی الْبِلَادِ شہروں میں هَلْ مِنْ مَّحِیْصٍ کیا ہے کہیں بھاگنے کی جگہ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ بے شک اس میں لَذِكْرٰى البتہ نصیحت ہے لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ جس کے لیے دل ہو اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ یا اس نے کان لگائے ہیں وَهُوَ شَهِیْدٌ اور وہ دل سے حاضر ہو وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ اور البتہ تحقیق پیدا کیا ہم نے آسمانوں کو وَالْاَرْضَ اور زمین کو وَمَا بَیْنَهُمَا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے فِیْ

سِتَّةِ اَیَّامٍ چھ دنوں میں وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ اور نہیں پہنچی ہمیں کوئی تھکاوٹ فَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ آپ صبر کریں ان باتوں پر جو وہ کہتے ہیں وَسَبِّحْ اور تسبیح بیان کریں بِحَمْدِ رَبِّكَ اپنے رب کی حمد کی قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ سورج کے طلوع ہونے سے پہلے وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ اور غروب سے پہلے وَمِنَ الَّیْلِ اور رات کو فَسَبِّحْهُ پس آپ اس کی تسبیح بیان کریں وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ اور سجدوں کے پیچھے بھی وَاسْتَمِعْ اور کان لگا کر سنیں یَوْمَ یُنَادِ جس دن پکارے گا الْمُنَادِ پکارنے والا مِنْ مَّكَانٍ قَرِیْبٍ قریب کی جگہ سے یَّوْمَ یَسْمَعُوْنَ الصَّیْحَةَ جس دن سنیں گے یہ لوگ چیخ کو بِالْحَقِّ حق کے ساتھ ذٰلِكَ یَوْمُ الْخُرُوْجِ یہ دن ہے نکلنے کا اِنَّا نَحْنُ نُحْیٖ بے شک ہم زندہ کرتے ہیں وَنُمِیْتُ اور مارتے ہیں وَاِلَیْنَا الْمَصِیْرُ اور ہماری طرف ہی لوٹنا ہے یَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ جس دن پھٹے گی زمین عَنْهُمْ سِرَاعًا ان سے بڑی تیزی سے ذٰلِكَ حَشْرٌ یہ اکٹھا کرنا عَلَیْنَا یَسِیْرٌ ہمارے اوپر آسان ہے نَحْنُ اَعْلَمُ ہم خوب جانتے ہیں بِمَا یَقُوْلُوْنَ جو وہ کہتے ہیں وَمَآ اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِجَبَّارٍ اور نہیں ہیں آپ ان پر جبر کرنے والے فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ پس آپ نصیحت کریں قرآن پاک کے ذریعے مَنْ یَّخَافُ وَعِیْدِ اس شخص کو جو خوف کرتا ہے میری دھمکی سے۔

ربطِ آیات :

پہلے ان لوگوں کا ذکر تھا جو توحید و رسالت اور قیامت کے منکر تھے۔ ان کو دلائل کے ساتھ قیامت کا اثبات سمجھایا۔ اب اللہ تعالیٰ قیامت کے منکرین کو تنبیہ فرماتے ہیں۔ فرمایا وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ۔ قرن کا معنیٰ جماعت بھی ہے اور زمانہ بھی ہے۔ اس مقام پر معنیٰ جماعت کا ہے۔ اور ہم نے ہلاک کیں ان سے پہلے کتنی جماعتیں۔ نزول قرآن کے وقت جو لوگ موجود تھے ان سے پہلے کتنی جماعتیں ہلاک کر دی گئیں تھیں۔ موسیٰ علیہ السلام کی قوم، عیسیٰ علیہ السلام کی قوم، صالح علیہ السلام کی قوم، شعیب علیہ السلام کی قوم، لوط علیہ السلام کی قوم اور بے شمار نافرمان قومیں تباہ کر دی گئیں هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا وہ پہلے لوگ زیادہ سخت تھے ان سے گرفت میں۔ آج ان کو گھمنڈ ہے اپنی قوت پر، مال، اولاد اور افراد پر۔ پہلے والے زیادہ سخت تھے ان سے گرفت میں فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ۔ نَقَّبَ يُنَقِّبُ تَنْقِيْبًا کا معنیٰ ہوتا ہے ڈھونڈنا، تلاش کرنا۔ معنیٰ ہوگا پس وہ ڈھونڈتے رہے شہروں میں هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ۔ محیص مصدر میمی بھی بن سکتا ہے اور اسم ظرف کا صیغہ بھی بن سکتا ہے۔ مصدر ہو تو معنیٰ ہوگا ہے کوئی چھٹکارا۔ اور ظرف بنائیں تو معنیٰ ہوگا ہے کوئی چھٹکارے کی جگہ۔ جس وقت عذاب کی نشانیاں ظاہر ہوئیں تو لگے بھاگنے کہ موت سے بچنے کا کوئی چھٹکارا یا جگہ ہے؟ لیکن اللہ تعالیٰ کے عذاب کے آجانے کے بعد کون بچ سکتا ہے؟ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى بے شک اس میں جو ہم نے بیان کیا ہے نصیحت ہے مگر کس کے لیے؟ لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ جس کے لیے دل ہو۔ مراد یہ کہ دل زندہ ہو مردہ نہ ہو اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ یا اس نے کان لگائے ہیں یعنی اپنے کانوں کو متوجہ کیا بات سننے کے لیے وَهُوَ شَهِيْدٌ اور وہ دل سے حاضر ہو۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ آدمی مجلس میں

بیٹھا ہوتا ہے لیکن بیان کرنے والے کی طرف توجہ نہیں ہوتی اس کے پلے کچھ نہیں پڑتا۔ اس کو علم ہی نہیں ہوتا کہ کیا بیان ہوا ہے۔ ظاہر بات ہے جب دھیان نہیں ہوگا، توجہ نہیں ہوگی تو کیا حاصل ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے دو قیدیں لگائی ہیں نصیحت حاصل ہونے کے لیے۔ دل زندہ ہو، کان لگا کر توجہ کے ساتھ سنے۔ دل حاضر ہو تو فائدہ ہوگا۔

منکرین قیامت کے لیے دلائل قدرت :

آگے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا اظہار کر کے قیامت کے منکروں کو سمجھایا ہے کہ میرے لیے قیامت کا برپا کرنا کیا مشکل ہے۔ فرمایا وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اور البتہ ہم نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ چھ دنوں میں۔ جو آسمان ہمارے سروں پر ہے اس کی بلندی اور وسعت کو دیکھو کہ اس کے نیچے نہ کوئی کھمبا، نہ ستون، نہ پلر، ہزار ہا سال گزر گئے ہیں اس کو بنے ہوئے اس میں نہ کوئی خرابی نہ دراڑ۔ ہم چھوٹی چھوٹی عمارتیں بناتے ہیں کچھ عرصے کے بعد خراب ہو جاتی ہیں حالانکہ ان کے نیچے دیواریں اور کتنے ستون ہوتے ہیں۔ تو رب تعالیٰ کی قدرت نہیں سمجھتے کہ سات آسمان اس نے سروں پر لٹکا دیئے ہیں زمین سے جتنا فاصلہ پہلے آسمان کا ہے اتنا فاصلہ ہر ہر آسمان کے درمیان ہے۔ پہلے سے دوسرے کا، دوسرے سے تیسرے کا، تیسرے سے چوتھے کا، چوتھے سے پانچویں کا اور پانچویں سے چھٹے کا اور چھٹے سے ساتویں کا فاصلہ ہے۔ اس کے اوپر عرش ہے اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں جسم اور حجم کے اعتبار سے عرش کا وجود بڑا ہے اور اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے، قائم ہے جو اس کی شان کے لائق ہے۔

استوی علی العرش کے بارے میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام مدینہ، جو بڑے امام اور فقیہ ہیں۔ان سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کا کیا مطلب ہے؟ تو فرمایا اَلْاِیْمَانُ بِهٖ وَاجِبٌ اس پر ایمان لانا واجب ہے وَ کَیْفِیَّتُہٗ مَجْھُوْلَۃٌ اور اس کی کیفیت مجہول ہے کہ کیسے بیٹھا ہے۔کوئی آدمی کرسی پر بیٹھا ہوتا ہے،کوئی پلنگ پر،کوئی زمین پر،ہم کسی شے کے ساتھ تشبیہ نہیں دے سکتے کیونکہ لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ [سورۃ شوریٰ] ''اس کے مثل کوئی شے نہیں ہے۔'' اللہ تعالیٰ تمام تشبیہات سے بالاتر ہے وَالسُّؤَالُ عَنْہُ بِدْعَۃٌ اس کے بارے سوال کرنا،خواہ مخواہ کریدنا بدعت ہے۔یوں کہو کہ عرش پر بیٹھا ہے جو اس کی شان کے لائق ہے۔اور جس طرح عرش پر ہونا ماننا ہے اور عقیدہ رکھنا ہے اسی طرح یہ بھی عقیدہ رکھنا ہے کہ وہ ہمارے ساتھ بھی ہے وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَ مَا کُنْتُمْ ''اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو۔'' کل کے سبق میں تم نے پڑھا ہے نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ ''ہم انسان کے زیادہ قریب ہیں شہ رگ سے۔'' اور اٹھائیسویں پارے میں ہے مَا یَکُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَۃٍ اِلَّا ھُوَ رَابِعُھُمْ وَلَا خَمْسَۃٍ اِلَّا ھُوَ سَادِسُھُمْ وَلَآ اَدْنٰی مِنْ ذٰلِکَ وَلَآ اَکْثَرَ اِلَّا ھُوَ مَعَھُمْ اَیْنَ مَا کَانُوْا [سورۃ المجادلہ] ''نہیں ہوتا کوئی مشورہ تین آدمیوں میں مگر وہ چوتھا اللہ تعالیٰ ہوتا ہے اور نہ پانچ آدمیوں کا مگر چھٹا وہ ہوتا ہے اور نہ اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ مگر وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے جہاں بھی وہ ہوں۔'' تو اللہ تعالیٰ ہر ایک کے ساتھ ہے جو اس کی شان کے لائق ہے۔''

تو فرمایا ہم نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دنوں میں۔چھ دنوں کا وقفہ مراد ہے۔کیونکہ اس وقت نہ آسمان تھا نہ زمین تھی نہ چاند تھا نہ

سورج تھا۔ اور دنوں کا حساب تو ہوتا ہے اس طرح کہ سورج چڑھ گیا تو دن ہو گیا غروب ہوا تو دن ختم ہو گیا۔ تو چھ دنوں سے دنوں کا وقفہ مراد ہے۔ یہ اس کا ایک طریقہ تھا ورنہ وہ آنِ واحد میں ہر شے کو پیدا کر سکتا ہے اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ [سورۃ یٰسین] ''جب وہ کسی شے کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے۔'' تو ایک قدرت اللہ اور ایک سنۃ اللہ ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ چھ دنوں کے وقفے میں کیوں پیدا کیا؟ تو مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ مخلوق کو بتانا مقصود ہے کہ قادر مطلق ہونے کے باوجود میرا کام تدریجی ہے اسی طرح تمہارے کام بھی تدریجی، آہستہ آہستہ ہونے چاہئیں وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ اور نہیں پہنچی ہمیں کوئی تھکاوٹ یہ تمام چیزیں بنانے کے باوجود۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو سمجھنے کے لیے بس یہی باتیں کافی ہیں۔ جو ذات یہ سب کچھ کر سکتی ہے اس کے لیے تمہیں دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔

کافر مشرک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق مختلف الفاظ بکتے تھے، کبھی کہتے مجنون ہے، کبھی کہتے جھوٹا ہے، کبھی جادوگر اور مسحور کہتے، کبھی مفتری کہتے۔ ان باتوں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف تو ہوتی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ابھی آپ صبر کریں وقت آنے پر یہ سب اپنے انجام کو پہنچ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ پس آپ صبر کریں ان باتوں پر جو وہ کہتے ہیں۔ جواب نہ دیں کیونکہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ان کو ویسا ہی کہہ دیا تو فرق تو نہ رہا۔

سلام کا معنیٰ اور ایک یہودی کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آنا :

بخاری شریف میں روایت ہے کہ ایک یہودی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت مانگی اندر آنے کی۔ جب کوئی آدمی آتا تھا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پردے کے پیچھے چلی

جاتی تھیں جو کپڑے کا لٹکا ہوتا تھا۔ ام المومنین پردے کے پیچھے ہوگئیں، یہودی کو اندر آنے کی اجازت دی۔ اس نے کہا السَّامُ عَلَيْكَ درمیان میں لام کھا گیا۔ سام کا معنیٰ ہے موت۔ اور سلام کا معنیٰ ہے سلامتی۔ السلام علیکم کا معنیٰ ہے تم پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی ہو اور السام علیك کا معنیٰ ہے تجھے اللہ مارے۔ یہاں پر ایک بات سمجھ لیں کہ سلامتی کی دعا اس کو دی جاتی ہے جس کو خطرہ ہو۔ بعض جاہل قسم کے لوگ پیار و محبت سے کہتے ہیں اللہ جی! یہ اللہ جی کہنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ دعائیہ جملہ ہے اور اس کے لیے بولا جاتا ہے جس کو موت کا خطرہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کو کون سا موت کا خطرہ ہے کہ تم اس کو زندہ ہونے کی دعا دے رہے ہو۔ اس واسطے السَّلَامُ عَلَى الله کہنا جائز نہیں ہے۔

بخاری شریف میں روایت ہے لَا تَقُوْلُوْا السَّلام عَلَى اللهِ فَإِنَّهُ هُوَ السَّلَام "السلام علی اللہ نہ کہو کہ وہ تو خود سلامتی والا ہے۔" ہاں اماں جی! کہو، ابا جی! کہو، استاد جی! کہو، حافظ جی! کہو، کیونکہ ان کو موت کا خطرہ ہے۔ تو خیر اس یہودی نے کہا السام علیک۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بات کی طرف دھیان رکھتی تھیں۔ انھوں نے سن لیا تو پردے کے پیچھے سے ہی کہا عَلَيْكَ السَّام وَاللَّعْنَةُ "تجھ پر موت اور لعنت ہو۔" یہودی جب بات کر کے چلا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عائشہ تو بڑے غصے میں تھی کیا بات تھی؟ کہنے لگیں اَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالَ "آپ نے سنا نہیں اس نے کیا کہا ہے؟" فرمایا اَلَمْ تَسْمَعِي مَا قُلْتُ لَهُ "آپ نے نہیں سنا جو میں نے اس کو کہا ہے؟ اس نے مجھے کہا السَّامُ عَلَيْكَ تجھے موت آئے۔ میں نے کہا عَلَيْكَ تجھے آئے۔ بس جواب ہو گیا۔

تو فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبر کریں ان کی باتوں پر وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ اور تسبیح بیان کریں اپنے رب کی حمد کے ساتھ۔ مسلم شریف میں روایت ہے اَحَبُّ الْكَلَامِ اِلَى

اللّٰہِ سبحان اللّٰہ وَبِحَمْدِہٖ یہ بخاری شریف کی آخری حدیث ہے کَلِمَتَانِ حَبِیْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمٰنِ خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْم ’’دو کلمے اللہ تعالیٰ کو بہت پیارے ہیں زبان پر بڑے ہلکے ہیں ترازو میں بڑے بھاری ہیں، ایک کلمہ سبحان اللہ وبحمدہ ہے اور دوسرا سبحان اللہ العظیم۔‘‘ فرمایا اپنے رب کی تسبیح کرو قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ سورج کے طلوع ہونے سے پہلے۔ یہ وقت پو پھٹنے کے بعد کا ہے صبح صادق کے بعد اور سورج کے غروب ہونے سے پہلے وَمِنَ الَّیْلِ اور رات کو فَسَبِّحْہُ پس آپ تسبیح بیان کریں۔ معراج پر جانے سے پہلے تین نمازیں ہوتی تھیں فجر، عصر اور تہجد۔ معراج کی رات پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔ پانچ نمازوں کے فرض ہونے سے پہلے تہجد فرض تھی۔ اس کے بعد تہجد کی فرضیت منسوخ ہوگئی لیکن ثواب کے لحاظ سے نفلی نمازوں میں تہجد کا ثواب سب سے زیادہ ہے۔ تہجد کی نماز دو رکعت سے لے کر بارہ رکعت تک ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو بھی پڑھی ہیں، چار، چھ، آٹھ اور بارہ بھی پڑھی ہیں۔ عموماً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آٹھ رکعتیں یا بارہ رکعتیں پڑھتے تھے۔ جب آٹھ پڑھتے تھے تو چار چار رکعتیں کر کے پڑھتے تھے فَلَا تَسْئَلْ عَنْ حُسْنِہِنَّ وَطُوْلِہِنَّ ’’مت پوچھو ان کے حسن اور لمبے ہونے کے بارے میں۔‘‘ اور جب بارہ پڑھتے تھے تو دو رکعتیں کر کے پڑھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے کبھی بارہ پڑھ لو، کبھی آٹھ پڑھ لو۔ نہیں توفیق تو دو پڑھ لو۔ تہجد پو پھٹنے کے بعد نہیں ہوتی۔

تو فرمایا تسبیح بیان کر اپنے رب کی سورج کے طلوع ہونے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے اور رات کو تسبیح بیان کر وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ اور سجدوں کے پیچھے بھی یعنی

نمازوں کے بعد۔ نمازوں کے بعد تینتیس (۳۳) مرتبہ سبحان اللہ، تینتیس (۳۳) مرتبہ الحمدللہ، اور چونتیس (۳۴) مرتبہ اللہ اکبر۔ اور آیۃ الکرسی اور استغفار اور جو وظیفے کر سکتے ہو، کرو اور آخرت کی تیاری کرو وَاسْتَمِعْ اور سن لے اے مخاطب! میری بات يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ جس دن پکارے گا پکارنے والا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ قریب کی جگہ سے۔

تفسیروں میں آتا ہے کہ صخرۂ بیت المقدس، بیت المقدس کی چٹان پر کھڑے ہو کر اسرافیل علیہ السلام بگل پھونکیں گے جو ہر ایک کو ایسے محسوس ہوگا کہ میرے پاس سے آواز آ رہی ہے۔ چاہے کوئی مشرق میں ہوگا یا مغرب میں یا شمال میں ہوگا یا جنوب میں۔ سب قریب سے سنیں گے يَوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ جس دن سنیں گے ایک چیخ بِالْحَقِّ حق کے ساتھ۔ وہ حق کی آواز ہوگی اور جس وقت اسرافیل علیہ السلام بگل پھونکیں گے ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ وہ نکلنے کا دن ہوگا قبروں سے۔ کیونکہ عرب مردوں کو دفن کرتے تھے جلاتے نہیں تھے اس لیے خروج فرمایا۔ باقی جو جلا دیا گیا وہ بھی آئے گا، جس کو مچھلیاں ہڑپ کر گئیں وہ بھی آئے گا، پرندے درندے کھا گئے وہ بھی آئے گا۔ سب اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش ہوں گے۔ قیامت کا انکار کرنے والو سن لو! اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ بے شک ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور مارتے ہیں۔ ہماری قدرت مانتے ہو کہ نہیں؟ اور یاد رکھو وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ اور ہماری طرف ہی لوٹنا ہے۔ اور ظرف کا صیغہ ہو تو معنیٰ ہوگا ہماری طرف ہے لوٹنے کی جگہ۔ کس دن آؤ گے؟ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ جس دن پھٹے گی زمین عَنْهُمْ ان سے سِرَاعًا بڑی تیزی سے۔ بگل بجے گی آناً فاناً اللہ تعالیٰ ہڈیوں کے ساتھ ذرات کو جوڑ کر بندہ بنا کر کھڑا کر دیں گے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جیسے ماں کے پیٹ سے ننگے بدن پیدا ہوئے تھے ایسے ہی ہوں گے۔ پھر کسی کو ایک قدم کے بعد کپڑا ملے گا، کسی کو دو قدموں کے بعد۔ یہ بخاری شریف کی روایت ہے۔

دارمی کی روایت میں آتا ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا پھر مجھے پہنایا جائے گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہلے اس لیے پہنایا جائے گا کہ جس وقت ان کو آگ کے بھٹے میں ڈالا گیا تھا جُرِّدَ عَنِ الثِّیَابِ ''ننگا کر کے رسیوں میں جکڑ کر ڈالا گیا تھا۔'' تو فرمایا بڑی تیزی سے نکلیں گے ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ یہ اکٹھا کرنا ہمارے اوپر آسان ہے۔ تم اس کو مشکل سمجھتے ہو اور کہتے ہو ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ذٰلِكَ رَجْعٌ بَعِيْدٌ ''کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہو جائیں گے مٹی تو پھر لوٹیں گے یہ لوٹنا دور کی بات ہے۔''

رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ اکٹھا کرنا ہمارے لیے آسان ہے نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ہم خوب جانتے ہیں جو وہ باتیں کرتے ہیں قیامت کے بارے میں، توحید و رسالت کے بارے میں، آپ کے بارے میں۔ آپ پریشان نہ ہوں آپ کی یہ خواہش ہے کہ یہ ایمان لے آئیں وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ اے نبی کریم ﷺ! آپ ان پر جبر کرنے والے تو نہیں ہیں کہ جبراً ان کو مسلمان بنا دیں۔

سورہ یونس آیت نمبر ۹۹ میں ہے اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ''کیا آپ لوگوں کو ایمان لانے پر مجبور کریں گے۔'' آپ کا کام یہ نہیں ہے۔ آپ کا کام یہ ہے فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ پس آپ نصیحت کریں قرآن پاک کے ذریعے۔ قرآن کے ذریعے آپ ان کو سمجھائیں مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ اس شخص کو جو خوف کرتا

ہے میری دھمکی سے کہ قیامت آئے گی، عذاب آئے گا۔ جس کو یہ خوف ہے اس کو یقیناً فائدہ ہوگا دوسرے کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ آپ کا کام ہے قرآن کے ذریعے تذکیر کرنا، ان کو قرآن سنانا اور سمجھانا۔ باقی ماننا نہ ماننا ان کا کام ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفسیر

سورۃ الذّٰریٰت

(مکمل)

جلد............ ۱۹

ایاتہا ۶۰ ۵۱ سُوْرَۃُ الذّٰرِیٰتِ مَکِّیَّۃٌ ۶۷ رکوعاتہا ۳

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

وَالذّٰرِیٰتِ ذَرْوًا ﴿۱﴾ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ﴿۲﴾ فَالْجٰرِیٰتِ یُسْرًا ﴿۳﴾ فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ﴿۴﴾ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ﴿۵﴾ وَّاِنَّ الدِّیْنَ لَوَاقِعٌ ﴿۶﴾ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ﴿۷﴾ اِنَّكُمْ لَفِیْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ﴿۸﴾ یُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ ﴿۹﴾ قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ﴿۱۰﴾ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ﴿۱۱﴾ یَسْـَٔلُوْنَ اَیَّانَ یَوْمُ الدِّیْنِ ﴿۱۲﴾ یَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ یُفْتَنُوْنَ ﴿۱۳﴾ ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ هٰذَا الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۱۴﴾ اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ ﴿۱۵﴾ اٰخِذِیْنَ مَاۤ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِیْنَ ﴿۱۶﴾ كَانُوْا قَلِیْلًا مِّنَ الَّیْلِ مَا یَهْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۱۸﴾

وَالذّٰرِیٰتِ قسم ہے ان ہواؤں کی جو اڑاتی ہیں ذَرْوًا اڑانا فَالْحٰمِلٰتِ پس اٹھاتی ہیں وِقْرًا بوجھ کو فَالْجٰرِیٰتِ پس چلتی ہیں یُسْرًا آسانی سے فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا پس تقسیم کرتی ہیں معاملے کو اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ بے شک جس چیز کا تمہارے ساتھ وعدہ کیا جارہا ہے لَصَادِقٌ البتہ سچا ہے وَّاِنَّ الدِّیْنَ اور بے شک جزا لَوَاقِعٌ البتہ واقع ہونے والی

ہے وَالسَّمَآءِ قسم ہے آسمان کی ذَاتِ الْحُبُكِ جو راستوں والا ہے
اِنَّكُمْ بے شک تم لَفِيْ قَوْلٍ ایسی بات میں ہو مُّخْتَلِفٍ جو مختلف ہے
يُّؤْفَكُ عَنْهُ پھیرا جاتا ہے اس سے مَنْ اُفِكَ جس کو پھیرا گیا قُتِلَ
الْخَرّٰصُوْنَ ہلاک ہو گئے اٹکل سے باتیں کرنے والے الَّذِيْنَ وہ هُمْ
فِيْ غَمْرَةٍ جو غفلت میں سَاهُوْنَ پڑے ہوئے ہیں يَسْــَٔلُوْنَ سوال
کرتے ہیں اَيَّانَ کب ہوگا يَوْمُ الدِّيْنِ بدلے کا دن يَوْمَ جس
دن هُمْ عَلَى النَّارِ وہ آگ پر يُفْتَنُوْنَ آزمائے جائیں گے (کہا
جائے گا) ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ چکھو اپنے فتنے کا مزہ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ
تَسْتَعْجِلُوْنَ یہ وہ چیز ہے جس کے بارے میں تم جلدی کرتے تھے اِنَّ
الْمُتَّقِيْنَ بے شک پرہیز گار فِيْ جَنّٰتٍ باغوں میں ہوں گے وَّعُيُوْنٍ
اور چشموں میں اٰخِذِيْنَ لینے والے ہوں گے مَآ وہ نعمتیں اٰتٰهُمْ
رَبُّهُمْ جو دے گا ان کو ان کا رب اِنَّهُمْ كَانُوْا بے شک وہ تھے قَبْلَ ذٰلِكَ
اس سے پہلے مُحْسِنِيْنَ نیکی کرنے والے كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا
يَهْجَعُوْنَ وہ رات کو بہت کم سوتے تھے وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ
اور وہ سحری کے وقت بخشش مانگتے تھے۔

تعارفِ سورت :

اس سورت کا نام ذاریات ہے۔ پہلی ہی آیت کریمہ میں ذاریات کا لفظ موجود

ہے۔ اس سے پہلے چھیاسٹھ سورتیں نازل ہو چکی تھیں ۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس کے تین رکوع اور ساٹھ آیات ہیں۔ واؤ قسم کا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالذّٰرِیٰتِ قسم ہے ان ہواؤں کی جو اڑاتی ہیں ذَرْوًا اڑانا۔ مخلوق کے لیے ضابطہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے سوا کسی کی قسم اٹھانا جائز نہیں ہے۔ مثلاً: اگر کوئی کہے کہ مجھے نبی کی قسم ہے، رسول کی قسم ہے، پیر کی قسم ہے، باپ کی قسم ہے، دودھ پتر کی قسم ہے۔ یہ تمام قسمیں ناجائز ہیں اور شرک ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ اَشْرَكَ ''جس نے غیر اللہ کی قسم اٹھائی اس نے شرک کیا۔'' یہ قانون مخلوق کے لیے ہے اللہ تعالیٰ کسی قانون کا پابند نہیں ہے۔ اس نے بہت ساری چیزوں کی قسم اٹھائی لیکن قسم شہادت ہے۔ ایک قسم ہوتی ہے عظمت کی تو اللہ تعالیٰ سے زیادہ عظمت والی کوئی شے نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی عظمت کی قسم اٹھائے۔ قسم شہادت کا مطلب یہ ہے کہ وہ جس چیز کی قسم کھاتا ہے اس کو بطور گواہ کے پیش کرتا ہے جس طرح کہ اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہوں اپنے دعویٰ کی صداقت کے لیے تو پھر مدعیٰ علیہ سے قسم لی جاتی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کو گواہ بناتا ہے کہ وہ علیم کل اور قادر مطلق ہے وہ جانتا ہے کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں سچ ہے۔ اور اگر میں جھوٹی قسم اٹھا رہا ہوں تو وہ مجھے سزا بھی دے سکتا ہے۔

اس کے برخلاف جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کی قسم اٹھاتا ہے تو وہ اس چیز کو بطور دلیل کے پیش کرتا ہے یہاں پر بھی اللہ تعالیٰ نے جن ہواؤں یا دیگر چیزوں کی قسم اٹھائی ہے اس سے قیامت کے قائم ہونے پر دلائل قائم کیے ہیں۔

تو فرمایا قسم ہے ان ہواؤں کی جو اڑاتی ہیں اڑانا۔ کپڑا اڑا دیتی ہیں، مٹی اور دیگر

چیزیں اڑا دیتی ہیں فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا اور قسم ہے ان ہواؤں کی جو اٹھانے والی ہیں بوجھ کو۔ بوجھ سے مراد بادل ہیں۔ بادلوں کو اٹھاتی ہیں کہ ان میں بڑا بوجھ ہوتا ہے فَالْجٰرِیٰتِ یُسْرًا پس چلتی ہیں آسانی سے جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آسانی کے ساتھ چلنے کا حکم ہوتا ہے فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا پس تقسیم کرتی ہیں معاملے کو رب تعالیٰ کی طرف سے جہاں بادلوں کو پہنچانے کا حکم ہے وہاں پہنچا دیتی ہیں۔ اس تفسیر کے مطابق یہ سب ہواؤں کی صفات ہیں۔

دوسری تفسیر اس طرح کی گئی ہے کہ قسم ہے ان ہواؤں کی جو اڑاتی ہیں اڑانا۔ پس قسم ہے بادلوں کی جو بوجھ اٹھاتے ہیں۔ بادلوں میں پانی ہوتا ہے، اولے ہوتے ہیں۔ پس قسم ہے ان کشتیوں کی جو سمندر میں چلتی ہیں آسانی کے ساتھ۔ پھر قسم ہے ان فرشتوں کی جو تقسیم کرتے ہیں معاملے کو۔ جو ڈیوٹیاں رب تعالیٰ نے ن کے ذمہ لگائی ہیں ان کو تقسیم کرتے ہیں۔ تو اس لحاظ سے مقسّمت سے مراد فرشتے ہیں، جٰریٰت سے مراد کشتیاں ہیں اور سے حٰملٰت مراد بادل ہوں گے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بھی ہے کہ اس سے مراد وہ ستارے ہیں جو چلتے ہیں۔ ستارے دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو چلتے ہیں۔ ان کو سیارات کہا جاتا ہے۔ دوسرے وہ جو اپنی جگہ پر ٹکے رہتے ہیں، ان کو ثوابت کہا جاتا ہے یہ حرکت نہیں کرتے۔

سیارات چلتے ہیں۔ پھر کسی کی حرکت مشرق کی طرف، کسی کی مغرب کی طرف، کسی کی شمال کی طرف اور کسی کی جنوب کی طرف۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ نظام ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔

فرمایا ان چیزوں کی قسم ہے اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ بے شک وہ چیز جس کا

تمہارے ساتھ وعدہ کیا جاتا ہے البتہ سچا ہے وَّاِنَّ الدِّیْنَ لَوَاقِعٌ اور بے شک جزا البتہ واقع ہونے والی ہے۔ بدلے اور حساب کا دن ضرور واقع ہوگا، قیامت ضرور آئے گی، نیکی اور بدی کا بدلہ ضرور ملے گا فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ وَ مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ [پارہ:۳۰] ''جس نے ذرہ برابر بھی نیکی کا کام کیا وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر بھی برائی کا کام کیا وہ اس کو دیکھ لے گا۔ نامہ اعمال میں سب کچھ درج ہوگا اور جب مجرم اعمال نامہ دیکھیں گے تو کہیں گے یٰوَیْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا یُغَادِرُ صَغِیْرَةً وَّ لَا كَبِیْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا [الکہف:۴۹] ''ہائے افسوس ہمارے لیے کیا ہے اس کتاب کو کہ نہیں چھوڑتی یہ کوئی بڑی چیز اور نہ چھوٹی مگر اس کو سنبھال رکھا ہے۔'' اگر کسی نے آنکھ کے ساتھ کسی کو اچھا یا برا اشارہ کیا ہے وہ بھی درج ہوگا۔ اگر کسی کی نقل اتاری ہے ہاتھ کے ساتھ وہ بھی درج ہوگی اور جو کچھ ہم کرتے ہیں اس کا بدلہ ملے گا یقینی طور پر۔ مگر مادی دور کے حالات نے ہمارے چھوٹے بڑوں کے ذہن بگاڑ دیئے ہیں کہ ہم قیامت کو برائے نام مانتے ہیں۔ وہ لوگ بہت کم ہیں جو صحیح معنیٰ میں قیامت پر یقین رکھتے ہیں۔ کیونکہ محض اتنا کہنے سے تو کچھ نہیں بنے گا کہ قیامت آئے گی، قیامت آئے گی، جب تک اس کا یقین نہ کریں اور اس کی تیاری نہ کریں۔

تو فرمایا بے شک بدلہ البتہ واقع ہونے والا ہے وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ۔ حُبُكٌ حِبْكٌ یا حِبٰكَةٌ کی جمع ہے جس کا معنیٰ ہے راستہ۔ معنیٰ ہوگا قسم ہے آسمان کی جو راستوں والا ہے۔ جس طرح زمین پر راستے ہیں کہ ان پر انسان، حیوان وغیرہ چیزیں چلتی ہیں ایسے ہی آسمانوں پر راستے ہیں جن پر فرشتے چلتے ہیں، چاند، سورج، ستارے چلتے ہیں۔ یہ چاند، سورج، ستارے جسم میں انسان سے بہت بڑے ہیں مگر مجبور محض ہیں

جس کام پر اللہ تعالیٰ نے لگا دیا ہے اس سے اِدھر اُدھر نہیں ہو سکتے۔ مگر اس چھوٹے سے انسان کو اللہ تعالیٰ نے بڑے اختیار دیئے ہیں۔ یہ اپنی مرضی سے بیٹھتا ہے، اٹھتا ہے، چلتا پھرتا ہے۔ پھر اس کو اختیار ہے کہ آہستہ چلے، دوڑ لگائے، آگے جائے، پیچھے جائے، دائیں جا سکتا ہے، بائیں طرف مڑ سکتا ہے۔ لیکن سورج بچارے میں تو اتنی بھی قدرت نہیں ہے کہ راستے سے ایک انچ اِدھر اُدھر ہو سکے یا رفتار میں کمی بیشی کر سکے۔ جسم ان کے بڑے ہیں، روشنی ان کو رب تعالیٰ نے دی ہے لیکن اختیارات انسان اور جنات کے پاس زیادہ ہیں۔ پھر ایک وقت آئے گا کہ ان سے روشنی سلب کر لی جائے گی اور چاند، سورج، دونوں کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان بے چاروں کا کیا قصور ہے کہ ان کو دوزخ میں ڈالا جائے گا؟

تو مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ ان کو سزا کے طور پر نہیں پھینکا جائے گا بلکہ کافروں، مشرکوں کو بتلانے کے لیے پھینکا جائے گا کہ یہ ہیں جن کی تم پوجا کرتے تھے اپنے معبودوں کا حال دیکھ لو دوزخ میں جل رہے ہیں۔ کیونکہ دنیا میں چاند، سورج کی پوجا کرنے والے بھی ہیں، پتھروں، درختوں، دریاؤں کی پوجا کرنے والے بھی ہیں۔ ایک مومن ہے جس کا عقید ہے کہ رب تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرنی اور نہ کسی کے سامنے جھکنا ہے۔ اس کا پہلا کلمہ ہے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ "نہیں ہے کوئی معبود، مشکل کشا، حاجت روا، دست گیر، فریاد رس، کوئی حاکم، کوئی قانون بنانے والا مگر اللہ تعالیٰ اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی خالق ہے، نہ مالک ہے، نہ رازق ہے، نہ کوئی عالم الغیب ہے، نہ حاضر و ناظر ہے، نہ کوئی مختار کل ہے مگر صرف اللہ تعالیٰ۔

قَوۡلٍ مُّخۡتَلِفٍ کی تین تفسیریں :

تو فرمایا قسم ہے آسمان کی جو راستوں والا ہے اِنَّكُمۡ لَفِیۡ قَوۡلٍ مُّخۡتَلِفٍ بے شک تم ایسی بات میں ہو جو مختلف ہے۔ قَوۡلٍ مُّخۡتَلِفٍ سے کیا مراد ہے؟ اس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ قرآن پاک مراد ہے۔ کوئی اس کو کہانت کہتا ہے، کوئی جادو کہتا ہے، کوئی گھڑا ہوا کہتا ہے۔ تو قرآن کریم کے متعلق مختلف باتیں ہیں۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ قَوۡلٍ مُّخۡتَلِفٍ سے مراد آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ کوئی آپ ﷺ کے متعلق کہتا ہے کہ یہ کاہن ہے، کوئی مفتری کہتا ہے کہ اس نے قرآن خود بنایا ہے، معاذ اللہ تعالیٰ۔ کوئی شاعر کہتا ہے کوئی مجنوں کہتا ہے۔

تیسری تفسیر یہ ہے کہ قَوۡلٍ مُّخۡتَلِفٍ سے مراد قیامت ہے۔ اس کے بارے میں اہل حق مانتے ہیں کہ آئے گی۔ منکرین قیامت کہتے ہیں نہیں آئے گی جیسے تم پہلی (پچھلی) سورت میں پڑھ چکے ہو ءَاِذَا مِتۡنَا وَكُنَّا تُرَابًا ذٰلِكَ رَجۡعٌۢ بَعِيۡدٌ ۔ پھر ماننے والوں میں عیسائی کہتے ہیں کہ صرف روحانی ہوگی۔ جیسے سویا ہوا آدمی خواب دیکھتا ہے۔ اور اہل حق کہتے ہیں جسمانی ہوگی اور اسی طرح ہوگی جس طرح قرآن وحدیث میں بتلائی گئی ہے۔ جس طرح آج ہم بیٹھے ہیں قیامت والے دن اس سے بھی زیادہ وزنی قوت کے ساتھ ہوں گے۔ تو ماننے والے مسلمان کہتے ہیں حسی ہوگی اور عیسائی کہتے ہیں صرف معنوی ہوگی۔

فرمایا يُؤۡفَكُ عَنۡهُ مَنۡ اُفِكَ پھیرا جاتا ہے اس سے جس کو پھیرا گیا۔ جو سیدھے راستے پر چلتا ہے وہ پہنچ جاتا ہے اور جو ٹیڑھے راستے پر چلتا ہے وہ نہیں پہنچے گا قُتِلَ الۡخَرّٰصُوۡنَ ۔ خرص کہتے ہیں درختوں پر لگے ہوئے پھل کا اندازہ لگانا کہ یہ کتنا

ہے۔ پھلوں کی زکوٰۃ کتنی ہوگی۔ مثلاً کوئی تجربہ کار آدمی باغ میں پھر کر اندازہ لگائے کہ کھجوریں کتنی ہوں گی اب اور خشک ہونے کے بعد کتنی ہوں گی۔ انگور کتنے ہوں گے اور منقیٰ کتنے بنیں گے۔ سوگی (کشمش) کتنی بنے گی۔ خرص کا یہ معنیٰ ہے۔ آیت کریمہ کا معنیٰ ہوگا ہلاک کیے گئے اٹکل سے باتیں کرنے والے۔ دین کے متعلق اٹکل پچو باتیں کرنے کی کوئی وقعت نہیں۔ یہاں تصدیق کرنے اور ایمان لانے کا حکم ہے اَلَّذِیۡنَ ہُمۡ فِیۡ غَمۡرَۃٍ سَاہُوۡنَ وہ جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں دنیا کے نشے میں ان کو انجام کا کوئی علم ہی نہیں ہے۔

دنیا کے نشے کی مثال :

اس کو تم اس طرح سے سمجھو کہ جب بندے کا آپریشن کیا جاتا ہے تو اس کو بے ہوش کر دیا جاتا ہے۔ اس کو علم نہیں ہوتا کہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ اس کی ٹانگ کاٹی جاتی ہے، بازو کاٹا جاتا ہے، پیٹ چاک کیا جاتا ہے مگر اس کو کوئی علم نہیں ہوتا۔ جس وقت نشہ اترتا ہے ہوش میں آتا ہے پھر علم ہوتا ہے کہ میرا بازو کٹ گیا ہے یا ٹانگ کٹ گئی ہے وغیرہ۔ اسی طرح آج دنیا کی دولت کا نشہ ہے، دنیا کی محبت کا نشہ ہے جس کی وجہ سے ہمیں پتا نہیں چل رہا کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں اس کا نتیجہ کیا آئے گا اور ہمارا کیا حشر ہونے والا ہے؟ بس آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے یہ دنیا کا نشہ اتر جائے گا اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا اور کیا دھرا سب سامنے آجائے گا۔

تو فرمایا وہ لوگ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں یَسۡـَٔلُوۡنَ اَیَّانَ یَوۡمُ الدِّیۡنِ یہ سوال کرتے ہیں کب ہوگا بدلے کا دن۔ یہ جزا کا دن کب آئے گا؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یَوۡمَ ہُمۡ عَلَی النَّارِ یُفۡتَنُوۡنَ جس دن وہ آگ کے کنارے کھڑے ہوں گے، آزمائے

جائیں گے۔اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت میں کھڑے ہوں گے دوزخ نظر آرہا ہوگا اور انجام بھی نظر آرہا ہوگا۔ پھر اٹھا کر دوزخ میں پھینک دیا جائے گا اور کہا جائے گا ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ چکھو اپنے فتنے کا مزہ۔علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں فتنے سے مراد شرک ہے۔شرک سے بڑا کوئی فتنہ نہیں ہے۔سورت بقرہ آیت نمبر ۱۹۱ میں ہے وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ''فتنہ قتل سے بھی زیادہ سخت ہے۔''شرک قتل سے بھی زیادہ سخت ہے۔کیونکہ مومن نے اگر جذبات میں آکر کسی مومن کو قتل کر دیا اور وہ اس قتل کو حلال نہیں سمجھتا تو سزا بھگت کر کسی نہ کسی وقت دوزخ سے نکل آئے گا لیکن شرک کرنے والے کے لیے تو قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے کہ وہ کبھی دوزخ سے نکلے گا۔لہٰذا شرک کی سزا قتل سے بھی زیادہ سخت ہے۔

اور بعض فرماتے ہیں کہ فتنے سے مراد عام فتنے بھی ہیں۔قتل ہو گیا بس ختم۔اور فتنہ تو چلتا رہتا ہے اور فتنے باز لوگ ہر وقت فتنے میں ڈال کر رکھتے ہیں۔

حدیث پاک میں آتا ہے اَلْفِتْنَةُ نَائِمَةٌ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ اَيْقَظَهَا ''فتنہ سویا رہتا ہے اللہ تعالیٰ کی اس پر لعنت ہو جو اس کو بیدار کرے۔'' فتنے کی بات کرنا اور فتنے کا کام کرنا بڑا سخت گناہ ہے۔شریعت کو یہ قطعاً گوارا نہیں ہے۔آج ساری دنیا فتنوں سے بھری ہوئی ہے۔کیا شہر، کیا دیہات، قتل، اغوا، چوری، ڈکیتی، نہ گھروں میں سکون ہے، نہ بازاروں میں، نہ بسوں میں، کسی جگہ امن نہیں رہا ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ [روم:۴۱] ''ظاہر ہو گیا فساد خشکی اور تری میں اس وجہ سے جو لوگوں کے ہاتھوں نے کمایا ہے۔'' اب ہمارے گناہ زیادہ ہو گئے ہیں اس لیے خلا بھی فتنے سے خالی نہیں ہے۔تو فرمایا اپنے فتنے کا مزا چکھو هٰذَا الَّذِي كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ یہ وہ چیز ہے

جس کے بارے میں تم جلدی کرتے تھے کہ کب آئے گا حساب کا دن۔ اب آگیا ہے اس کا مزہ چکھو۔

اب مومنوں کا حال سنو اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ بے شک پرہیز گار لوگ، کفر و شرک سے بچنے والے، گناہوں سے بچنے والے باغوں میں ہوں گے اور چشموں میں ہوں گے۔ باغ ایسے کہ جن کا پھل کبھی ختم نہیں ہوگا اور چشمے ایسے جو کبھی خشک نہیں ہوں گے اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ لینے والے ہوں گے وہ نعمتیں جو دے گا ان کو ان کا رب۔ جن کا کوئی حساب نہیں ہوگا اور ان نعمتوں کا آج ہم تصور بھی نہیں کر سکتے یہ چیزیں ان کو اس لیے ملیں گی کہ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ بے شک وہ اس سے پہلے نیکی کرنے والے تھے۔ پرہیز گاری کی زندگی بسر کی اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ صلہ دیا۔ اور ان کی یہ بھی صفت ہے كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ وہ رات کو بہت کم سوتے تھے۔ ان کی راتیں عبادت میں گزرتی تھیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم ایسے نہ ہو جاؤ كَالْحِمَارِ فِي النَّهَارِ وَ جِيْفَةٍ فِي اللَّيْلِ ''دن کو گدھے بنے رہو اور رات کو مردے بنے رہو۔'' حاصل ترجمہ چارپائی سے ہی نہ ہلو۔ دن کو بھی نیکی کرو اور رات کو بھی نیکی کرو۔

ایک زمانہ تھا کہ اگر کسی کی ڈاڑھی میں ایک بال سفید آجاتا تو وہ تہجد شروع کر دیتا تھا باقی نمازوں کے تو پہلے ہی پابند ہوتے تھے۔ کہتے تھے جَاءَكُمُ النَّذِيْر ''تمہارے پاس ڈرانے والا آگیا ہے۔'' اب ہمیں آخرت کی تیاری کرنی چاہیے۔ اور اب ہم ایسے پاگل ہیں کہ سارے طوفان ہمارے اوپر سے گزر جائیں ہم ٹس سے مس نہیں ہوتے۔

نیک بندوں کی تیسری صفت: وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ اور وہ سحری

کے وقت بخشش مانگتے ہیں اپنے رب سے۔ احادیث میں آتا ہے کہ سحری کے وقت اللہ تعالیٰ کی توجہ آسمان دنیا کی طرف ہو جاتی ہے۔ اور یہ بھی ہے کہ رب اترتا ہے جو اس کی شان کے لائق ہے اور آواز دیتا ہے هَلْ مِنْ مُّسْتَغْفِرٍ فَاَغْفِرُ لَهٗ ''ہے کوئی مجھ سے بخشش مانگنے والا کہ میں اس کو بخش دوں۔'' ہے کوئی مجھے پکارنے والا کہ میں اس کو قبولیت سے بخشوں جو مجھ سے سوال کرے میں اس کو پورا کروں، ہے مجھ سے کوئی رزق مانگنے والا کہ میں اس کو رزق دوں۔

تو سحری کا وقت قبولیت کا وقت ہے۔ اس وقت دعائیں بھی قبول ہوتی ہیں، استغفار بھی قبول ہوتا ہے۔ تو یہ صفتیں بیان فرمائیں پرہیزگاروں کی۔

وَ فِیۡۤ اَمۡوَالِہِمۡ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَ الۡمَحۡرُوۡمِ ﴿۱۹﴾

وَ فِی الۡاَرۡضِ اٰیٰتٌ لِّلۡمُوۡقِنِیۡنَ ﴿۲۰﴾ وَ فِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ ؕ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ ﴿۲۱﴾ وَ فِی السَّمَآءِ رِزۡقُکُمۡ وَ مَا تُوۡعَدُوۡنَ ﴿۲۲﴾ فَوَ رَبِّ السَّمَآءِ وَ الۡاَرۡضِ اِنَّہٗ لَحَقٌّ مِّثۡلَ مَاۤ اَنَّکُمۡ تَنۡطِقُوۡنَ ﴿۲۳﴾ هَلۡ اَتٰىکَ حَدِیۡثُ ضَیۡفِ اِبۡرٰهِیۡمَ الۡمُکۡرَمِیۡنَ ﴿۲۴﴾ اِذۡ دَخَلُوۡا عَلَیۡهِ فَقَالُوۡا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوۡمٌ مُّنۡکَرُوۡنَ ﴿۲۵﴾ فَرَاغَ اِلٰۤی اَهۡلِهٖ فَجَآءَ بِعِجۡلٍ سَمِیۡنٍ ﴿۲۶﴾ فَقَرَّبَهٗۤ اِلَیۡهِمۡ قَالَ اَلَا تَاۡکُلُوۡنَ ﴿۲۷﴾ فَاَوۡجَسَ مِنۡهُمۡ خِیۡفَةً ؕ قَالُوۡا لَا تَخَفۡ ؕ وَ بَشَّرُوۡهُ بِغُلٰمٍ عَلِیۡمٍ ﴿۲۸﴾ فَاَقۡبَلَتِ امۡرَاَتُهٗ فِیۡ صَرَّةٍ فَصَکَّتۡ وَجۡهَهَا وَ قَالَتۡ عَجُوۡزٌ عَقِیۡمٌ ﴿۲۹﴾ قَالُوۡا کَذٰلِکِ ۙ قَالَ رَبُّکِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الۡحَکِیۡمُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۳۰﴾

وَفِیۡۤ اَمۡوَالِہِمۡ اوران کے مالوں میں حَقٌّ حق ہے لِّلسَّآئِلِ سوال کرنے والے کے لیے وَالۡمَحۡرُوۡمِ اورمحروم کے لیے وَفِی الۡاَرۡضِ اورزمین میں اٰیٰتٌ نشانیاں ہیں لِّلۡمُوۡقِنِیۡنَ یقین کرنے والوں کے لیے وَفِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ اورتمہاری جانوں میں اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ کیاپس تم دیکھتے نہیں وَفِی السَّمَآءِ رِزۡقُکُمۡ اورآسمانوں میں تمہارارزق ہے وَمَا تُوۡعَدُوۡنَ اوروہ چیز جس کاتم سے وعدہ کیا گیا ہے فَوَرَبِّ السَّمَآءِ پس قسم ہے آسمان کے رب کی وَالۡاَرۡضِ اورزمین کے رب کی اِنَّہٗ لَحَقٌّ بے شک وہ قیامت البتہ حق ہے مِّثۡلَ مَاۤ اَنَّکُمۡ جیسے تم بے شک تَنۡطِقُوۡنَ

بولتے ہو هَلْ اَتٰىكَ کیا آئی ہے آپ کے پاس حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کی بات الْمُكْرَمِيْنَ جو عزت والے تھے اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ جس وقت وہ داخل ہوئے ان پر فَقَالُوْا سَلٰمًا پس انھوں نے کہا سلام قَالَ سَلٰمٌ ابراہیم علیہ السلام نے کہا سلام قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ اجنبی لوگ معلوم ہوتے ہیں فَرَاغَ پس مائل ہوئے اِلٰٓى اَهْلِهٖ اپنے گھر والوں کی طرف فَجَآءَ پس لائے بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ بچھڑا موٹا تازہ فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ پس اس کو قریب کیا ان کے قَالَ فرمایا اَلَا تَاْكُلُوْنَ کیا تم کھاتے نہیں فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ پس محسوس کیا ان سے خِيْفَةً کچھ خوف قَالُوْا کہنے لگے لَا تَخَفْ نہ کر خوف وَبَشَّرُوْهُ اور خوش خبری سنائی انھوں نے ابراہیم علیہ السلام کو بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ایک علم والے لڑکے کی فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ پس سامنے آگئی بیوی ان کی فِيْ صَرَّةٍ آہستہ آہستہ بات کرتے ہوئے فَصَكَّتْ وَجْهَهَا پس اس نے تھپڑ مارا اپنے چہرے پر وَقَالَتْ اور کہنے لگی عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ بڑھیا ہے بانجھ قَالُوْا وہ کہنے لگے كَذٰلِكِ اسی طرح ہوگا قَالَ رَبُّكِ فرمایا ہے آپ کے رب نے اِنَّهٗ بے شک وہ هُوَ الْحَكِيْمُ وہ حکیم ہے الْعَلِيْمُ جاننے والا ہے۔

قیامت والے دن کامیاب ہونے والوں کا ذکر چلا آرہا ہے۔اب ان کے چند کام بتاتے ہیں۔فرمایا وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ اور ان کے مالوں میں حق ہے لِّلسَّآئِلِ مانگنے والے کے لیے وَالْمَحْرُوْمِ اور محروم کے لیے۔سائل اسے کہتے ہیں کہ محتاج

ہے اور خود سوال کرتا ہے کہ میں ضرورت مند ہوں میری مدد کرو۔

محروم وہ ہے جو حاجت مند ہے مگر باضمیر، خوددار ہے۔عزت نفس کی خاطر کسی سے سوال نہیں کرتا۔اسی لیے حکم ہے کہ اپنی زکوٰۃ، صدقات، خیرات نکالتے وقت اپنے عزیز رشتہ دار اور محلے والوں کا خیال رکھو۔ کیونکہ آدمی کو اپنے عزیز رشتہ داروں اور محلے داروں کا علم ہوتا ہے۔ان کے حالات سے واقف ہوتا ہے۔لیکن مسئلہ یاد رکھنا! زکوٰۃ، عشر، فطرانہ، نذر ومنت، قسم اور کفارے کا پیسہ اس کو لگے گا جو ضرورت مند ہونے کے ساتھ صحیح العقیدہ ہو اور نماز روزے کا بھی پابند ہو۔ باقی دیتے وقت ڈھنڈورا پیٹنے کی بھی ضرورت نہیں ہے کہ لے بھائی یہ زکوٰۃ کی رقم ہے، یہ فطرانہ ہے، یہ میں تجھے عشر دے رہا ہوں۔ بلکہ فقہائے کرام رحمہم اللہ نے فرمایا کہ ان الفاظ کا استعمال اچھی بات نہیں ہے۔اس کو کہو لے بھائی! یہ تمہاری مدد ہے۔اور اگر عید کا موقع ہے تو کہہ دو یہ تمہاری عید ہے۔دل میں نیت زکوٰۃ، عشر، فطرانہ، جو بھی دے رہا ہے، اس کی کر لے، ثواب برابر ملے گا۔رب تعالیٰ نیتوں کو جانتا ہے۔

بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک آدمی ضرورت مند ہے مگر زکوٰۃ، عشر، صدقے کے نام سے گھبراتا ہے تو اس کی عزت نفس کا خیال رکھو۔دل میں نیت کر کے ان چیزوں کا نام لیے بغیر دے دو۔تو سائل وہ ہے جو حاجت مند ہے اور مانگتا ہے اور محروم وہ ہے جو ضرورت مند ہے مگر نہ مانگنے کی وجہ سے محروم رہتا ہے۔

تو فرمایا متقیوں کے مال میں سائل کا بھی حق ہے اور محروم کا بھی حق ہے وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ اور زمین میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی بے شمار نشانیاں ہیں۔اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی دلیلیں ہیں لِّلْمُوْقِنِیْنَ یقین کرنے والوں کے لیے۔زمین میں باغات

ہیں، میدان ہیں، درخت ہیں، عجیب عجیب شکلوں والے حیوان ہیں۔ انسانوں کے کئی قسم کے ماڈل اور نمونے ہیں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ فرمایا دور جانے کی ضرورت نہیں ہے وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اور تمہاری جانوں میں نشانیاں ہیں۔ کس حقیر قطرے سے اللہ تعالیٰ نے خوب صورت انسان بنایا کہ وہ قطرہ انسان کے بدن سے نکلے تو سارا بدن ناپاک ہو جاتا ہے مَآءٍ مَّهِيْنٍ اس ذلیل پانی سے انسان کا سارا جسم بنایا، ہاتھ بنائے، منہ بنایا، پاؤں بنائے، کان بنائے، سر بنایا، سمجھ دی، عقل دی اور تمہارے جسم میں کتنے کارخانے لگائے؟ اپنے وجود پر غور کرو رب تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں نظر آئیں گی اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ کیا پس تم دیکھتے نہیں کہ کیا تھے اور کہاں پہنچے ہو؟ رب تعالیٰ کی قدرت کا انکار کرنے والو اور قیامت کے منکرو! تمھیں اپنا وجود نظر نہیں آتا وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ اور آسمانوں میں تمہارا رزق ہے وَمَا تُوْعَدُوْنَ اور وہ چیز بھی وہیں ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ آسمان سے بارش ہوتی ہے جس کے نتیجے میں اناج، پھل، سبزیاں وغیرہ پیدا ہوتی ہیں جو مخلوق کی خوراک بنتی ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہر چیز کا حکم تو آسمان ہی سے آتا ہے تو تمہارے رزق کا مرکز تو آسمان ہے کہ ہر چیز کا فیصلہ اوپر ہی سے ہوتا ہے۔

(مفسرین کرام رحمہم اللہ نے جو کچھ فرمایا ہے اس میں تو کوئی شک وشبہ والی بات نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ چند مشاہدے کی باتیں ذکر کرتا ہوں۔ ایک تو خود میرا واقعہ ہے کہ میں چند ساتھیوں کے ساتھ ایک قصبہ میں بیٹھا تھا ایک ساتھی کے ڈیرے پر کہ بارش شروع ہوگئی۔ ہم کیا دیکھتے ہیں کہ پانی کے ساتھ ڈڈیوں کی بارش ہو رہی ہے۔ میں نے ساتھیوں سے کہا دیکھو! لگتا ہے اس علاقے میں ڈڈیوں کی کمی ہوگئی تھی اللہ تعالیٰ نے پوری

کردی۔

ایک دوسرے ساتھی نے بتایا کہ ہم ایک گاؤں میں بیٹھے تھے کہ بارش شروع ہوگئی دیکھا کہ پانی کے ساتھ ساتھ مچھلیوں کی بارش ہورہی ہے۔ غالباً 12 یا 13 مئی 2014ء ایکسپریس اخبار میں خبر آئی کہ سری لنکا میں مچھلیوں کی بارش ہوئی ہے۔ میں نے ساتھیوں سے کہا کہ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ ''اور آسمان میں تمہارا رزق ہے۔'' محمد نواز بلوچ: مرتب)

تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا تو تمھیں رزق ملے گا اور جتنا حکم ہوگا اتنا ملے گا۔ کتنے آدمی ایسے ہیں کہ ساری عمر تڑپتے رہتے ہیں لیکن سیر ہوکر کھانا بھی نصیب نہیں ہوتا۔ اور کئی آدمی ایسے ہیں کہ اپنے دفتروں میں بیٹھے ہیں مگر اپنی دولت شمار نہیں کر سکتے۔ لیکن ایک بات یاد رکھنا! دولت کماتے وقت حلال وحرام کا فرق رکھنا ضروری ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے جس کے بدن میں حرام کا، سود کا، ایک ذرہ بھی ہوا فالنار اولیٰ بہٖ ''دوزخ کی آگ اس کے لیے بہتر ہے۔'' وہ دوزخ میں جائے گا جنت میں جانے کا مستحق نہیں ہے۔ آج تو حال یہ ہے کہ حلال، حرام کی تمیز ہی ختم ہوگئی ہے اور ہمارے حکمران اور لیڈر اس میں سرفہرست ہیں۔ پاکستان کی دولت باہر کے ملکوں میں رکھوائی ہوئی ہے۔ دعا کرو رب تعالیٰ حلال کا دے چاہے تھوڑا دے۔ وہی کام آئے گا اس نے حقیقی زندگی بنے گی۔ حرام کھانے سے خدا خوفی اور نیکی کی توفیق سلب ہوجاتی ہے۔ جیسے ناقص چیزیں کھانے سے آدمی کی صحت نہیں بنتی بلکہ بسا اوقات بدہضمی ہوجاتی ہے۔ اسی طرح حرام مال بھی اپنا اثر دکھاتا ہے۔ چونکہ ہمارے جسموں میں حرام کا حصہ زیادہ ہے اس لیے ہمیں دین کی بات بھی سمجھ نہیں آتی۔

اور قیامت کا حکم بھی آسمان کی طرف سے آنا ہے فَوَرَبِّ السَّمَآءِ پس قسم ہے آسمان کے رب کی وَالْاَرْضِ اور زمین کے رب کی اِنَّهٗ لَحَقٌّ بے شک وہ قیامت البتہ حق ہے مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ جیسا کہ بے شک تم بولتے ہو۔ جیسا کہ تم کو اپنے بولنے میں کوئی شک نہیں ہوتا کہ ہم بول رہے ہیں یا نہیں بول رہے۔ اسی طرح سمجھو کہ قیامت کے آنے میں بھی کوئی شک نہیں ہے۔ قیامت یقینی ہے، حق ہے، آئے گی۔

متقیوں کے امام کا تذکرہ :

اوپر ذکر تھا متقیوں کا۔ آگے متقیوں کے امام کا ذکر ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی پیدائش سے لے کر آخر تک عجیب و غریب زندگی ہے۔ مشکلات اور پریشانیوں سے عبارت ہے۔ امتحان ہی امتحان ہیں۔ عراق کے ملک میں کوثی بروزن طوبیٰ چھوٹا سا شہر تھا مگر وہ اس وقت ملک عراق کا دارالخلافہ تھا۔ اس کے قریب چھوٹی سی بستی تھی " اُر " نامی، جہاں ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے۔ نمرود بن کنعان بادشاہ تھا جو بڑا کٹر قسم کا مشرک اور ظالم و جابر حکمران تھا۔ اپنی بات سے پیچھے ہٹنے والا نہیں تھا۔ اس شہر میں کئی بت خانے تھے۔ ایک بت خانہ وہ تھا جس میں وہ خود آ کر پوجا کرتا تھا۔

تفسیروں میں آتا ہے کہ اس بت خانے میں بہتر (۷۲) بت، ٹکائے اور سجائے ہوئے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرصۂ دراز تک ان کو سمجھایا اور بڑی تکلیفیں برداشت کیں۔ سوائے بیوی محترمہ حضرت سارہ علیہا السلام جو ان کی چچازاد بہن تھی اور بھتیجے لوط علیہ السلام کے، لوط بن ہاران بن آزر، اور کوئی بندہ مسلمان نہ ہوا۔ یہ تینوں بزرگ عراق کے علاقے سے ہجرت کر کے شام کے علاقے میں آ گئے تو اللہ تعالیٰ نے لوط علیہ السلام کو نبوت

عطا فرمائی اور سدوم کے علاقے میں تبلیغ کے لیے بھیج دیا۔ آج کل کے جغرافیہ میں اس کا نام بحرمیت، بحرلوط ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دمشق میں رہائش اختیار کی۔ دمشق اور بحرمیت کے درمیان کافی فاصلہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ کیا پہنچی ہے آپ کے پاس خبر ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کی جو عزت والے تھے۔ معزز مہمانوں کی خبر کیا آپ کے پاس پہنچی ہے۔ تفسیروں میں تین کا بھی ذکر آتا ہے چھ، دس اور بارہ کا بھی ذکر آتا ہے۔ حقیقت میں یہ فرشتے تھے، حضرت جبرائیل علیہ السلام، حضرت میکائیل علیہ السلام، حضرت اسرافیل علیہ السلام۔ یہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس عمر رسیدہ لوگوں کی شکل میں آئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اختیار دیا ہے جو شکل وہ چاہیں اختیار کر سکتے ہیں۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اکثر حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں آتے تھے کبھی کسی دیہاتی کی شکل میں آتے، کبھی کسی اور آدمی کی شکل میں آتے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جنات کو بھی اختیار دیا ہے کہ وہ بھی مختلف شکلیں اختیار کر سکتے ہیں۔ انسان بن کر سامنے آجائیں، کتا، بلا بن جائیں، سانپ بن جائیں، بھینسا بن جائیں لیکن انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی حالت پر رکھا ہے۔

جس وقت فرشتے ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے اس وقت آپ علیہ السلام کی عمر مبارک ایک سو بیس سال تھی اور بیوی کی عمر ننانوے سال تھی، ایک کم سو۔ اور اس وقت گھر میں بیوی کے سوا اور کوئی نہیں تھا اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ جس وقت وہ فرشتے ابراہیم علیہ السلام پر داخل ہوئے فَقَالُوْا سَلٰمًا پس انھوں نے سلام کہا قَالَ سَلٰمٌ ابراہیم علیہ السلام نے سلام کہا یعنی سلام کا جواب دیا۔

مسئلہ یہ ہے کہ سلام کرنا سنت ہے جواب دینا واجب ہے۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہے تو بہتر، اگر صرف السلام علیکم کہے پھر بھی ٹھیک ہے۔ سلام کا جواب دینے کے بعد فرمایا قَوۡمٌ مُّنۡكَرُوۡنَ اجنبی لوگ معلوم ہوتے ہیں۔ میں آپ کی شناخت نہیں کر سکا میرا آپ سے تعارف نہیں ہے۔ ناواقف مہمان آئے تو آدمی پوچھتا ہے میرا آپ سے تعارف نہیں ہے آپ کہاں سے آئے ہیں اور کیسے آئے ہیں۔ مگر وہ مہمان بولے نہیں خاموش ہو گئے۔ پنجابی میں کہتے ہیں ''دڑ وٹ'' گئے۔

ابراہیم علیہ السلام اٹھے فَرَاغَ اِلٰٓى اَهۡلِهٖ پس مائل ہوئے اپنے گھر والوں کی طرف۔ گھر جھونپڑی کی طرح تھا فَجَآءَ بِعِجۡلٍ سَمِيۡنٍ ۔ سمین کا معنٰی ہے پلا ہوا، موٹا تازہ۔ پس لائے بچھڑا موٹا تازہ۔ اور سورہ ہود آیت نمبر ۶۹ میں ہے اَنۡ جَآءَ بِعِجۡلٍ حَنِيۡذٍ ''کہ لے آئے ایک تلا ہوا بچھڑا۔'' بچھڑے کو ذبح کر کے کھال اتار کر گوشت بنایا اور اہلیہ محترمہ سے فرمایا کہ کچھ مسالا بنا دو مہمانوں کے لیے۔ اس نے بڑے شوق کے ساتھ گوشت بھونا، تیار کیا۔ اس سارے وقت میں مہمان اپنی جگہ بیٹھے رہے۔ اتنے کام میں کافی وقت لگتا ہے۔ ذبح کرنا، بنانا، پکانا۔ بہت بڑی پرات میں رکھ کر لے آئے فَقَرَّبَهٗۤ اِلَيۡهِمۡ پس اس کو قریب کیا، ان کے سامنے لا کر رکھ دیا۔ وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگ گئے کہ ہمارے ساتھ یہ کیا مذاق ہے ہم کوئی گوشت خور ہیں۔ وہ تو فرشتے تھے، فرشتے کھاتے پیتے نہیں ہیں۔ ان کی خوراک اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کہنا پڑا قَالَ فرمایا اَلَا تَاۡكُلُوۡنَ کیا تم کھاتے نہیں۔ تم کھاتے کیوں نہیں؟ وہ پھر بھی خاموش رہے بولے نہیں فَاَوۡجَسَ مِنۡهُمۡ خِيۡفَةً پس محسوس کیا ان سے کچھ خوف۔ ابراہیم علیہ السلام کے دل میں کھٹکا ہوا کہ یہ کھاتے نہیں کہیں میرے دشمن تو

نہیں ہیں۔

اس زمانے میں ڈاکوؤں اور چوروں کا دستور تھا کہ جن گھروں میں چوری، ڈکیتی کرنی ہوتی تھی ان گھروں سے کچھ کھاتے پیتے نہیں تھے۔ کہتے تھے نمک حرامی کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ اس زمانے کے چور اور ڈاکو بھی بڑے شریف اور بھلے مانس ہوتے تھے۔ آج کل کے تو حکمران بھی بدمعاش ہیں۔ بدمعاشوں کی حکومت اور زور ہے۔

فرشتوں نے جب ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا کہ خوف زدہ ہیں قَالُوْا لَا تَخَفْ کہنے لگے خوف نہ کریں۔ سورہ ہود آیت نمبر ۷۰ میں ہے کہنے لگے آپ خوف نہ کریں اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ "بے شک ہم بھیجے ہوئے ہیں قوم لوط کی طرف۔" میں جبرائیل ہوں، یہ میکائیل ہے، یہ اسرافیل ہے، علیہم السلام۔ ہم کھانا کھانے والے نہیں ہیں آپ پریشان نہ ہوں۔

پیغمبر علم غیب نہیں جانتے یہ جاہلوں کا عقیدہ ہے :

دیکھو! فرشتے سامنے ہیں گفتگو ہو رہی ہے، علیک سلیک بھی ہوئی ہے مگر ابراہیم علیہ السلام کو علم نہیں ہوا کہ یہ انسان ہیں یا فرشتے۔ انسان سمجھ کر ہی بچھڑا بھون تل کر سامنے لا کر رکھا اور آج بعض جاہل قسم کے لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر علم غیب جانتا ہے اور حاضر و ناظر ہوتا ہے۔ بھئی! موٹی سی بات ہے ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق میں دوسرے نمبر کی شخصیت ہیں۔ پہلا نمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ تو جو کائنات میں دوسرے نمبر کی شخصیت ہیں ان کو علم نہ ہو سکا کہ یہ فرشتے ہیں یا انسان ہیں۔ تو پیغمبر کے لیے علم غیب کیسے مان لیں، حاضر و ناظر ہونا کیسے مان لیں؟ حالانکہ جبرائیل علیہ السلام کئی دفعہ ان کے پاس وحی لے کر آئے مگر اس وقت حلیہ اور تھا، نہیں پہچان سکے۔ پھر جب نبی عالم الغیب نہیں ہے تو

ولی کس طرح عالم الغیب ہو گیا؟ اور اُن کے بارے میں یہ عقیدہ کہ اولیاء کی نگاہ میں عرش تک کی تمام چیزیں ہوتی ہیں۔ یہ سب خرافات ہیں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ لوگوں کی کہانیاں ہیں۔ ہاں بذریعہ وحی اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو بہت سی چیزیں بتلائی ہیں، معجزے کے طور پر بہت کچھ دیا اور بتلایا ہے اس کا انکار نہیں ہے مگر ہر چیز کا علم نہیں دیا اور نہ غیب کا علم دیا ہے۔ علیم کل، عالم الغیب، حاضر و ناظر صرف رب تعالیٰ کی ذات ہے اور کوئی نہیں ہے۔

تو خیر فرشتوں نے کہا آپ خوف نہ کریں وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ اور انھوں نے خوش خبری سنائی ابراہیم علیہ السلام کو ایک علم والے لڑکے کی۔ سمجھ دار لڑکے کی خوش خبری سنائی۔ اور سورہ ہود آیت نمبر ۷۱ میں ہے فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ”پس ہم نے خوش خبری دی اس کو اسحاق کی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی۔“ نام بھی خود تجویز فرمایا اور بتایا کہ تم بیٹا بھی دیکھو گے اور پوتا بھی دیکھو گے۔“ بیوی پہلے پردے میں تھی کہ انسان ہیں۔ نزدیک کھڑی تھی کہ کسی چیز کی ضرورت ہوئی تو اشارہ کریں گے لا دوں گی۔ جس وقت علم ہوا کہ یہ فرشتے ہیں تو سامنے آ گئیں کہ فرشتوں سے پردہ نہیں ہے کیونکہ ان سے کوئی خدشہ اور خطرہ نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پانچ سال تک کے بچوں سے پردہ نہیں ہے اور جو بالکل بوڑھے ہوں کہ اٹھتے ہوئے گر پڑتے ہیں ان سے بھی کوئی پردہ نہیں ہے جیسا کہ سورہ نور میں ہے غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ۔

فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ پس سامنے آ گئی بیوی ان کی آہستہ آہستہ بولتے ہوئے۔ جس کو پنجابی میں کہتے ہیں منتر منتر کرنا۔ صَرَّةٍ کا معنیٰ ہے آہستہ آہستہ باتیں کرنا کہ ہم نے کیا سمجھا تھا اور نکلا کیا؟ بچھڑا ذبح کیا، بھونا، تلا، مسالے تیار کیے

فَصَكَّتْ وَجْهَهَا پس اس نے تھپڑ مارا اپنے چہرے پر۔ عورتوں کی عادت ہے عجیب بات پر تعجب کے اظہار کے لیے پیشانی پر ہاتھ مارتی ہیں وَقَالَتْ عَجُوزٌ عَقِيمٌ اور کہنے لگی بوڑھی بانجھ ہے یہ بچہ جنے گی۔ سورہ ہود آیت نمبر ۷۲ میں ہے: کہنے لگی تعجب ہے میرے لیے ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ''کیا میں بچہ جنوں گی اور میں بڑھیا ہوں اور یہ میرا خاوند بھی بوڑھا ہے۔'' میری عمر ننانوے سال ہے اور اس کی ایک سو بیس سال۔ عادتاً اس عمر میں بچے نہیں ہوتے۔ جب فرشتوں کے سامنے یہ بات ہوئی قَالُوْا فرشتے کہنے لگے كَذٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ اسی طرح کیا ہے آپ کے رب نے۔ وہ بڑھاپے میں دے گا وہ قادر مطلق ہے۔

جس نے آسمان بنائے، زمین بنائی، ساری کائنات بنائی، اس کے لیے کوئی شے مشکل نہیں ہے۔ وہ رب جو حضرت ایوب علیہ السلام کو سات لڑکے، تین لڑکیاں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر کے دے سکتا ہے۔ اس کے لیے کیا مشکل ہے ایک لمحے میں جو چاہے کر سکتا ہے۔ لہٰذا تعجب کی کوئی بات نہیں ہے اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ بے شک وہ حکمت والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ باقی قصہ آگے آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ
مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۲﴾ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ﴿۳۳﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ
رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۴﴾ فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۵﴾
فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَتَرَكْنَا فِيْهَآ اٰيَةً
لِّلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۳۷﴾ وَفِيْ مُوْسٰٓى اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى
فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾ فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَقَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿۳۹﴾
فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِى الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿۴۰﴾ وَفِيْ عَادٍ اِذْ
اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ ﴿۴۱﴾ مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ
اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ ﴿۴۲﴾ وَفِيْ ثَمُوْدَ اِذْ قِيْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۴۳﴾
فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَمَا
اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ وَّمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ
قَبْلُ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۴۶﴾ ع ۲

قَالَ فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے فَمَا خَطْبُكُمْ پس کیا مہم ہے تمہاری
اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ اے بھیجے ہوئے فرشتو قَالُوْٓا انھوں نے کہا اِنَّآ
اُرْسِلْنَآ بے شک ہم بھیجے گئے ہیں اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ مجرم قوم کی طرف
لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ تاکہ ہم پھینکیں ان پر حِجَارَةً پتھر مِّنْ طِيْنٍ
گارے سے بنے ہوئے مُّسَوَّمَةً نشان لگائے ہوئے عِنْدَ رَبِّكَ آپ
کے رب کے ہاں لِلْمُسْرِفِيْنَ حد سے گزرنے والوں کے لیے فَاَخْرَجْنَا

پس ہم نے نکالا مَنْ كَانَ فِيهَا جو تھے اس بستی میں مِنَ الْمُؤْمِنِينَ
مومنوں میں سے فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا پس نہیں پایا ہم نے اس بستی میں غَيْرَ
بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ مسلمانوں کے ایک گھر کے علاوہ وَتَرَكْنَا فِيهَآ اور
چھوڑی ہم نے اس میں اٰيَةً نشانی لِّلَّذِينَ ان لوگوں کے لیے
يَخَافُونَ الْعَذَابَ الْأَلِيمَ جو ڈرتے ہیں دردناک عذاب سے وَفِي مُوسَىٰ
اور موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں بھی نشانی ہے إِذْ أَرْسَلْنَاهُ جس وقت بھیجا ہم نے
ان کو إِلَىٰ فِرْعَوْنَ فرعون کی طرف بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ کھلی دلیل دے کر
فَتَوَلَّىٰ بِرُكْنِهِ پس اس نے اعراض کیا اپنی قوت کے ساتھ وَقَالَ اور کہا
سٰحِرٌ یہ جادوگر ہے أَوْ مَجْنُونٌ یا دیوانہ ہے (معاذ اللہ تعالیٰ) فَأَخَذْنَاهُ
پس پکڑا ہم نے اس کو وَجُنُودَهُ اور اس کے لشکروں کو فَنَبَذْنَاهُمْ پس
پھینک دیا ہم نے ان کو فِي الْيَمِّ دریا میں وَهُوَ مُلِيمٌ اور وہ غمگین تھا
وَفِي عَادٍ اور قوم عاد میں بھی نشانی ہے إِذْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ جس وقت بھیجی
ہم نے ان پر الرِّيحَ الْعَقِيمَ ہوا جو نامبارک تھی مَا تَذَرُ مِن شَيْءٍ
نہیں چھوڑتی تھی وہ کسی شے کو أَتَتْ عَلَيْهِ جس پر وہ چلتی تھی إِلَّا جَعَلَتْهُ
مگر کردیتی تھی اس کو كَالرَّمِيمِ جیسے بوسیدہ ہڈی ہوتی ہے وَفِي ثَمُودَ
اور ثمود قوم میں بھی نشانی ہے إِذْ قِيلَ لَهُمْ جس وقت کہا گیا ان لوگوں سے
تَمَتَّعُوا حَتَّىٰ حِينٍ فائدہ اٹھالو ایک مدت تک فَعَتَوْا پس انھوں نے سرکشی

کی عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ اپنے رب کے حکم کے سامنے فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ پس پکڑا ان کو کڑک نے وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اور وہ دیکھ رہے تھے فَمَا اسْتَطَاعُوْا پس نہ طاقت رکھی انھوں نے مِنْ قِيَامٍ کھڑے ہونے کی وَّ مَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ اور نہ وہ بدلہ لینے والے تھے وَقَوْمَ نُوْحٍ اور نوح کی قوم میں نشانی ہے ہم نے ان کو تباہ کیا مِّنْ قَبْلُ اس سے پہلے اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ بے شک وہ نافرمان قوم تھی۔

ربط آیات :

کل کے سبق میں تم نے پڑھا اور سنا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس چند معزز مہمان تشریف لائے جن کی خدمت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بچھڑا بھون تل کر پیش کیا مگر انھوں نے کھانے کے لیے ہاتھ آگے نہ بڑھائے تو پریشان ہو گئے کہ شاید میرے دشمن ہیں۔ اس پر مہمانوں نے کہا کہ ہم تو فرشتے ہیں ہماری غذا روحانی ہے جسمانی نہیں ہے۔ اور ابراہیم علیہ السلام کو ایک سمجھ دار بچے کی خوش خبری دی اور ساتھ پوتے کی خوش خبری بھی دی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ خوش خبری دینے کے لیے تو ایک فرشتہ ہی کافی تھا یہ اچھی خاصی جماعت محض خوش خبری سنانے کے لیے نہیں آئی کوئی اور معاملہ بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قَالَ فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے فَمَا خَطْبُكُمْ پس کیا مہم ہے تمہاری اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ اے بھیجے ہوئے فرشتو! خوش خبری تو ایک فرشتہ بھی آ کر دے سکتا ہے یہ اچھی خاصی جماعت کس مقصد کے لیے آئی ہے، وہ مقصد اور کام کیا ہے؟ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ انھوں نے کہا، فرشتوں نے کہا بے

شک ہم بھیجے گئے ہیں مجرم قوم کی طرف۔ وہ مجرم قوم لوط علیہ السلام کی قوم تھی جو سدوم کے علاقے میں بستی تھی۔ بستی سدوم اور دمشق کے درمیان کافی فاصلہ تھا۔ تم اس طرح سمجھو کہ ابراہیم علیہ السلام پشاور رہتے تھے اور لوط علیہ السلام لاہور رہتے تھے۔ وہاں کیا کرنا ہے، کیوں بھیجے گئے ہیں؟ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِينٍ تاکہ ہم پھینکیں ہم ان پر پتھر گارے سے بنے ہوئے۔ گارے کو پکا کر پتھر بنائے ہوئے تھے جیسے کمہار لوگ برتن پکاتے ہیں مُّسَوَّمَةً عِندَ رَبِّكَ نشان لگائے ہوئے آپ کے رب کے ہاں لِلْمُسْرِفِينَ حد سے بڑھنے والوں کے لیے، رب کی نافرمانی کرنے والوں کے لیے۔ ہر پتھر اس نافرمان پر پڑ کر اسے ہلاک کردے گا جس پر جس کا نشان لگا ہوا ہوگا۔

سورہ عنکبوت آیت نمبر ۳۲ پارہ ۲۰ میں ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا تم اس بستی کو تباہ کرنے کے لیے جا رہے ہو اِنَّ فِيهَا لُوطًا "بے شک اس بستی میں لوط علیہ السلام بھی رہتے ہیں۔" جو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اور میرے بھتیجے ہیں۔ فرشتوں نے کہا ہم خوب جانتے ہیں اس بستی میں رہنے والوں کو لَنُنَجِّيَنَّهُ وَاَهْلَهُ اِلَّا امْرَاَتَهُ "ہم ضرور بچا لیں گے لوط علیہ السلام کو اور ان کے گھر والوں کو سوائے ان کی بیوی کے۔"

قوم لوط پر چار عذاب :

اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر چار قسم کے عذاب نازل فرمائے اور چاروں کا ذکر قرآن پاک میں مذکور ہے۔ ایک عذاب کا ذکر تو یہاں ہے کہ ہم ان پر پتھر پھینکیں گے۔ اور دوسرے عذاب کا ذکر سورۃ القمر پارہ ۲۷ میں فَطَمَسْنَا اَعْيُنَهُمْ "پس ہم نے مٹا دیں ان کی آنکھیں ایک لمحے میں۔" وہ سب کے سب اندھے ہو گئے۔ تیسرے عذاب کا ذکر سورۃ الحجر آیت نمبر ۷۳ میں ہے فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ "پس پکڑا ان کو ایک چیخ نے۔"

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایک ڈراؤنی آوز نکالی جس سے ان کے کلیجے پھٹ گئے۔ اور چوتھے عذاب کا ذکر سورۃ الحجر کی آیت نمبر ۷۴ اور سورۃ ھود آیت نمبر ۸۲ میں بھی ہے فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا "پس کر دیا ہم نے ان بستیوں کے اوپر والے حصے کو نیچے۔" تو اس قوم پر چار قسم کے عذاب نازل ہوئے۔

فرمایا فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ پس ہم نے نکالا اس سدوم بستی میں سے جو مومن تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام، ان کی دو یا تین بیٹیاں اور چند ساتھی اور تھے۔ بیوی ایمان نہیں لائی۔ لوط علیہ السلام نے اپنی بیوی سے کہا کہ کلمہ پڑھ لو اور ہمارے ساتھ چلو۔ اس نے کہا کہ مجھے تیرے کلمے کی ضرورت نہیں ہے۔ بڑا عجیب منظر تھا بیٹیوں نے منت کی، پاؤں پکڑے کہ کلمہ پڑھ لو ہمارے ساتھ چلو۔ مگر اس نے کہا کہ میں نے دھڑا نہیں چھوڑنا۔ اللہ تعالیٰ بُرے دھڑے سے بچائے۔ تباہ ہوگئی دھڑا نہیں چھوڑا۔

فرمایا فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ پس نہ پایا ہم نے اس بستی میں مسلمانوں کے ایک گھر کے علاوہ۔ ایک بڑی حویلی تھی اس میں کمرے تھے۔ ایک مرے میں لوط علیہ السلام رہتے تھے اور باقی جو دس پندرہ مومن تھے وہ علیحدہ علیحدہ کمروں میں رہتے تھے۔ گھر ایک ہی تھا۔ تو فرمایا نہ پایا ہم نے اس بستی میں سوائے ایک گھر کے مسلمانوں کے وَتَرَكْنَا فِيْهَا آيَةً اور چھوڑی ہم نے اس بستی میں نشانی لِّلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ ان لوگوں کے لیے جو خوف کھاتے ہیں الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ دردناک عذاب سے۔ اس بستی کو جب الٹا کر کے پھینک دیا گیا تو وہاں کوئی شے عذاب سے نہ بچی۔ آج کل کے جغرافیے میں اس کا نام بحرمیت ہے، آب سیاہ۔ اس مٹی کی شکل ہی کچھ اور ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ اور لوط علیہ السلام کی قوم کی تباہی کے بعد فرمایا وَفِیْ

مُوْسٰی اور موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں بھی نشانی ہے اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰی فِرْعَوْنَ جب بھیجا ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی طرف بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ کھلی سند اور دلیل دے کر۔ فرعون مصر کے بادشاہوں کا لقب ہوتا تھا۔ نام اس کا ولید بن مصعب بن ریان تھا۔ دادا ریان وہ ہے جس نے یوسف علیہ السلام کے لیے تخت خالی کر دیا تھا۔ یوسف علیہ السلام کا کلمہ پڑھ کر حکومت یوسف علیہ السلام کے حوالے کر دی تھی۔ کہنے لگا حضرت ضمیر گوارا نہیں کرتا کہ آپ کا کلمہ پڑھنے کے بعد بادشاہ رہوں۔ آج کوئی کرسی چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ چاہے وہ کتنی ٹوٹی پھوٹی کیوں نہ ہو۔ اس نے بادشاہی چھوڑ دی چھوٹی بات نہیں ہے۔ خدا کی شان اور قدرت کہ دادا کتنا نیک اور نرم اور پوتا کتنا بد اور سخت۔ ایک نے پیغمبر کے آگے ہتھیار ڈال دیئے اور دوسرے نے پیغمبر کا مقابلہ کیا۔

جیسے ہماری تاریخ میں مروان بن حکم اپنے زمانے میں بڑا ظالم تھا اس نے بڑی زیادتیاں کی ہیں۔ اس کا بیٹا عبدالعزیز قدرے اچھا تھا اور پوتا عمر بن عبدالعزیز خلیفہ راشد بنا اور پہلی صدی کا مجدد تھا۔ یہ رب تعالیٰ کی قدرتیں ہیں۔

تو فرمایا بھیجا ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کھلی سند دے کر۔ لاٹھی پھینکتے تھے اژدہا بن جاتی تھی، گریبان میں ہاتھ ڈال کر نکالتے تھے سورج کی طرح روشن ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ اور کئی نشانیاں تھیں فَتَوَلّٰی بِرُكْنِهٖ پس اس نے اعراض کیا اپنی قوت کے ساتھ، اپنی فوج کے ساتھ اور حق کی طرف پشت کر لی وَقَالَ اور کہنے لگا سٰحِرٌ یہ موسیٰ علیہ السلام جادوگر ہے اَوْ مَجْنُوْنٌ یا دیوانہ ہے، پاگل ہے (معاذ اللہ تعالیٰ) محض انکار ہی نہیں کیا بلکہ موسیٰ علیہ السلام کو جادوگر اور دیوانہ بھی کہا۔ یہ یا جادوگر ہے یا پاگل ہے اس کی اطاعت نہ کرنا۔ کبھی موسیٰ علیہ السلام کو دھمکیاں دیتا کہ میں تجھے قید کر دوں گا، میں تجھے سنگسار

کر دوں گا۔ اور عوام کو کہتا خبردار اگر تم نے اس کی اطاعت کی تو میں تمہارے بچے ذبح کر دوں گا۔ لوگ بے چارے ڈرے ہوئے تھے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے وقت بقول حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی اس نے بارہ ہزار بچے ذبح کیے تھے اور یہ سارا منظر لوگوں کے سامنے تھا اور فرعون عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ "بڑا سرکش حد سے بڑھنے والا تھا۔" اس کا لقب تھا ذِی الْاَوْتَاد میخوں والا۔ جس کے ساتھ بگڑتا تھا اس کو سولی پر لٹکا کر میخیں ٹھونک دیتا تھا۔ پھر اس کے کارندے بھی بڑے ظالم تھے۔ کسی بے چارے کو جب سولی پر لٹکایا جاتا اور وہ تڑپتا تو یہ تالیاں بجا کر خوش ہوتے کہ کیسے تڑپ رہا ہے۔ ایسے ایسے ظالم بھی دنیا میں گزرے ہیں کہ وہ تڑپتے ہوئے جان دے رہا ہے اور یہ شرابیں پی کر مزے لے رہے ہیں۔

اس وقت بھی یہی حال ہے۔ انسان جب انسانیت کی حدود سے تجاوز کرتا ہے تو بھیڑیئے سے بھی بدتر ہوتا ہے۔ تو کہنے لگا کہ یہ جادوگر ہے یا پاگل ہے (معاذ اللہ تعالیٰ) فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ پس پکڑا ہم نے فرعون کو اور اس کے لشکروں کو جن پر اس کو گھمنڈ تھا فَنَبَذْنٰهُمْ فِی الْيَمِّ پس پھینکا ہم نے ان کو دریا میں وَهُوَ مُلِيْمٌ اور وہ اس وقت ملامت کرنے والا تھا۔ اپنے آپ میں غمگین تھا۔ اس کے غرق ہونے کا منظر قرآن نے بیان کیا ہے۔ وہ بڑا عجیب منظر تھا۔ جس وقت وہ ڈوبنے لگا تو کہنے لگا اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ [یونس:۹۰] "ایمان لایا ہوں میں کہ بے شک نہیں کوئی معبود مگر وہی جس پر ایمان لائے ہیں بنی اسرائیل اور میں بھی فرماں برداروں میں سے ہوں۔" تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیبی آواز آئی آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ "اب تو ایمان لایا ہے اور تحقیق پہلے تم نافرمانی کرتے تھے۔" "او غنڈیا ہن توں

ایمان لے اونا این پہلے تو بدمعاشی کرداسیں تے میرے پیغمبراں دا مقابلہ کرداسی''

فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰیَةً ''پس آج کے دن ہم بچالیں گے تیرے بدن کوتا کہ ہو جائے وہ ان لوگوں کے لیے نشانی جو تیرے پیچھے ہیں۔''تاکہ دیکھنے والے دیکھ لیں کہ یہ وہ ہے جو کہتا تھا اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰی [سورۃ النزعت:پارہ ۳۰] ''میں تمہارا بڑا رب ہوں۔''

تو فرمایا ہم نے پھینکا ان کو دریا میں اور وہ ملامت کرتا تھا۔ وَفِیْ عَادٍ اور عاد قوم میں بھی رب کی قدرت کی نشانی ہے اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمُ الرِّیْحَ الْعَقِیْمَ جس وقت چھوڑی ہم نے ان پر ہوا جو نامبارک تھی۔ عَقِیْم اس مرد اور عورت کو کہتے ہیں جن کی اولاد نہ ہو لوگ اس کو منحوس کہتے ہیں، نامبارک۔ مطلب یہ ہے کہ ایسی ہوا چھوڑی جو نامبارک تھی اس میں خیر نہیں تھی۔ وہ اتنی تیز تھی کہ اس نے بڑے بڑے قد آور لوگوں کو اٹھا اٹھا کر پھینکا كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِیَةٍ [سورۃ الحاقہ] ''گویا کہ کھجور کے تنے اکھاڑ کر پھینک دیئے گئے ہیں۔''ایک فرد بھی نہ بچا۔ مَا تَذَرُ مِنْ شَیْءٍ نہیں چھوڑتی تھی وہ کسی شے کو اَتَتْ عَلَیْهِ جس پر وہ آتی تھی اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِیْمِ مگر کر دیتی تھی اس کو جیسے بوسیدہ ہڈی ہوتی ہے۔ مرنے کے بعد آدمی کی ہڈیاں کچھ عرصہ تک رہتی ہیں مگر اس ہوا کی تاثیر تھی جس پر سے گزری اٹھا کر پھینکا اور ہڈیاں ایسی کر دیں کہ ہاتھ لگاؤ تو ریزہ ریزہ ہو جائیں وَفِیْ ثَمُوْدَ اور قوم ثمود کے واقعہ میں بھی نشانی ہے اِذْ قِیْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰی حِیْنٍ جس وقت کہا گیا ان لوگوں سے فائدہ اٹھالو ایک مدت تک۔

اس کی تفصیل سورۃ ہود میں اس طرح ہے کہ ان لوگوں نے کہا کہ ہم آپ پر ایمان تب لائیں گے کہ چٹان سے اونٹنی نکلے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ جس چٹان پر انھوں نے

ہاتھ رکھا وہ پھٹی اور اونٹنی باہر آ گئی۔ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا اے میری قوم! هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً " یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی تمہارے لیے ایک خاص نشانی ہے۔" اس کو چھوڑ دو اس کو نہ چھیڑنا۔ یہ کھائے اللہ تعالیٰ کی زمین میں اس کو برائی کے ساتھ ہاتھ نہ لگانا۔ مگر ان ظالموں نے اس کی کوچیں کاٹ دیں۔ اونٹنی نے آسمان کی طرف منہ کر کے بڑبڑانا شروع کر دیا۔ حضرت صالح علیہ السلام نے جب اونٹنی کی آواز سنی، دوڑتے ہوئے آئے اور کہنے لگے او ظالمو! تم نے یہ کیا حرکت کی ہے؟ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ " فائدہ اٹھا لو تم اپنے گھروں میں تین دن تک ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ یہ ایسا وعدہ ہے جو جھوٹا نہیں ہوگا۔" کل اٹھو گے تمہارے چہرے زرد ہوں گے، پرسوں اٹھو گے تمہاری شکلیں اور ہوں گی، پھر اٹھو گے تمہارے چہرے سیاہ ہوں گے۔ یہ سب کچھ دیکھ کر بھی کسی نے توبہ نہیں کی، کوئی ایمان نہیں لایا کیونکہ دلوں پر تالے لگے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ جب کسی کے دل کو سخت کر دیتا ہے تو كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً [سورۃ البقرہ] " وہ پتھر کی طرح ہو جاتا ہے یا اس سے بھی زیادہ سخت۔" چاہے مرد ہو یا عورت۔

مسلمان قوم کی اخلاقی گراوٹ (پستی) :

کل کا واقعہ ہے کہ میں چند ساتھیوں کے ساتھ ہوائی جہاز میں سوار ہوا اور باوضو تھا۔ عملے سے قبلے کی سمت پوچھی۔ وہ لڑکیاں تو ہمارے گلے پڑ گئیں۔ کہنے لگیں سفر میں کون سی نماز ہوتی ہے، جہاز میں کون سی نماز ہوتی ہے؟ وہ ہمیں قبلے کی سمت بتانے سے بھی تنگ ہو رہی تھیں۔ حالانکہ وہ لڑکیاں مسلمان کہلانے والی ہیں۔ پھر ایک بیرے کو کاغذ پر لکھ کر دیا کہ ہمیں بتلاؤ قبلے کی سمت کس طرف ہے مگر انھوں نے بحث شروع کر دی۔ ہمیں کسی نے سمت نہیں بتلائی۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے اس قوم کو بڑی سخت ہو گئی ہے۔ ان

سے تو اخلاق میں انگریز بہت اچھے ہیں۔

پچھلے دنوں میں امریکہ کے سفر پر تھا۔ میرے ساتھ مولوی محمد حنیف صاحب تھے دھاگے والے۔ ہم نے میموں کو کہا کہ ہم نے نماز پڑھنی ہے۔ انھوں نے کہا کہ ہم تمھیں پچھلا کمرہ کھول دیتی ہیں وہاں پڑھ لو۔ میں نے مولانا کو کہا کہ اذان کہو۔ انھوں نے اذان دی پھر ہم نے اپنا کپڑا بچھا کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب تک ہم نماز پڑھتے رہے وہ میمیں وہیں کھڑی رہیں۔ اور مسلمانوں نے ہمیں اجازت نہ دی حیلے اور حجتیں کرتے رہے۔ یہ حال ہے ہمارا۔

تو فرمایا ان سے جب کہا گیا فائدہ اٹھالو ایک وقت تک فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ پس انھوں نے سرکشی کی اپنے رب کے حکم کے سامنے۔ اپنے رب کے احکام کی نافرمانی کی فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ پس پکڑا ان کو ایک کڑک نے۔ صاعقہ کا معنیٰ آواز بھی اور عذاب بھی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جبرائیل علیہ السلام نے ایک ڈراؤنی آواز نکالی ساتھ ہی زلزلہ آگیا وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اور وہ دیکھ رہے تھے ایک دوسرے کو فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ پس وہ نہیں طاقت رکھتے تھے کھڑے ہونے کی۔ عذاب آیا وہ گرا، وہ گرا، وہ گرا، اٹھنے کی طاقت ہی نہ رہی وَّمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ اور نہ وہ بدلہ لینے والے تھے۔ انتقام بھی نہیں لے سکتے تھے۔ اپنا حشر ہو گیا انتقام کیا لیں گے وَقَوْمَ نُوْحٍ اور نوح علیہ السلام کی قوم میں بھی نشانی ہے ہم نے ان کو تباہ کیا مِّنْ قَبْلُ ان قوموں سے پہلے اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ بے شک وہ نافرمان قوم تھی۔ ہم نے کسی پر ظلم نہیں کیا ہر ایک کو ان کے اعمال کا نتیجہ ملا۔

وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَمِنْ كُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۰﴾ وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ؕ اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۱﴾ كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿۵۲﴾ اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ﴿۵۴﴾ وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ﴿۵۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ﴿۵۸﴾ فَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۵۹﴾ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ يَّوْمِهِمُ الَّذِیْ يُوْعَدُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع

وَالسَّمَآءَ اور آسمان کو بَنَيْنٰهَا بنایا ہم نے بِاَيْىدٍ ہاتھوں کے ساتھ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ اور بے شک البتہ ہم قدرت رکھنے والے ہیں وَالْاَرْضَ اور زمین کو فَرَشْنٰهَا بچھایا ہم نے فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ پس ہم کیا ہی خوب بچھانے والے ہیں وَمِنْ كُلِّ شَیْءٍ اور ہر چیز سے خَلَقْنَا ہم نے پیدا کیے زَوْجَيْنِ جوڑے جوڑے لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ تاکہ تم نصیحت حاصل کرو فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ پس تم بھاگو اللہ تعالیٰ کی طرف اِنِّیْ لَكُمْ

بے شک میں تمہارے لیے مِّنْهُ اس کی طرف سے نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ڈرانے والا ہوں کھول کر وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اور نہ بناؤ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ اِلٰهًا اٰخَرَ دوسرا معبود اِنِّيْ لَكُمْ بے شک میں تمہارے لیے مِّنْهُ اس کی طرف سے نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ڈرانے والا ہوں کھول کر كَذٰلِكَ اسی طرح مَآ اَتَى الَّذِيْنَ نہیں آیا ان لوگوں کے پاس مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے مِّنْ رَّسُوْلٍ کوئی رسول اِلَّا قَالُوْا مگر انھوں نے کہا سَاحِرٌ یہ جادوگر ہے اَوْ مَجْنُوْنٌ یا دیوانہ ہے اَتَوَاصَوْا بِهٖ کیا وہ ایک دوسرے کو وصیت کرتے ہیں اس بات کی بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ بلکہ وہ قوم ہے سرکش فَتَوَلَّ عَنْهُمْ پس آپ ان سے اعراض کریں فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ پس نہیں ہے آپ پر کوئی ملامت وَّذَكِّرْ اور آپ نصیحت کریں فَاِنَّ الذِّكْرٰى پس بے شک نصیحت تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ نفع دیتی ہے ایمان والوں کو وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ اور نہیں پیدا کیا میں نے جنوں کو وَالْاِنْسَ اور انسانوں کو اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ میں نہیں ارادہ کرتا ان سے رزق کا وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ اور میں نہیں ارادہ کرتا کہ وہ مجھے کھلائیں اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ بے شک اللہ تعالیٰ ہی رزق دینے والا ہے ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ مضبوط طاقت والا ہے فَاِنَّ لِلَّذِيْنَ پس بے شک ان لوگوں کے لیے ظَلَمُوْا جنھوں نے ظلم کیا ذَنُوْبًا ڈول ہے مِّثْلَ

ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ جیسے ان کے ساتھیوں کا ڈول ہے فَلَا یَسْتَعْجِلُوْنِ پس وہ جلدی نہ کریں فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا پس ہلاکت ہے ان لوگوں کے لیے جنھوں نے کفر کیا مِنْ یَّوْمِهِمُ الَّذِیْ یُوْعَدُوْنَ اس دن جس دن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔

سورت کی ابتدا میں منکرین قیامت کا ذکر تھا کہ وہ آپ سے پوچھتے ہیں اَیَّانَ یَوْمُ الدِّیْنِ ''قیامت کا دن کب آئے گا۔'' وہاں اللہ تعالیٰ نے یہ جواب دیا یَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ یُفْتَنُوْنَ جس دن وہ آگ پر گرم کیے جائیں گے اس دن آئے گا۔'' وہ یہ بھی کہتے تھے کہ ہم جب مر کر مٹی ہو جائیں گے تو دوبارہ لوٹنا بڑی دور کی بات ہے۔ اس شبہے کا جواب دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالسَّمَآءَ بَنَیْنٰهَا اور آسمان کو ہم نے بنایا بِاَیْىدٍ اپنے ہاتھوں کے ساتھ۔ اَیْد کا معنیٰ ہاتھ بھی ہے جو ہاتھ رب تعالیٰ کی شان کے لائق ہیں۔ قرآن پاک میں رب تعالیٰ کے ہاتھوں کا ذکر ہے تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ [سورۃ الملک] ''بابرکت ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں ہے ملک۔'' اور سورت مائدہ آیت نمبر ۶۴ میں ہے بَلْ یَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ''بلکہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ تو کشادہ ہیں۔'' یہاں رب تعالیٰ کے دونوں ہاتھوں کا ذکر ہے۔ بس ہم یہ کہیں گے جو اس کی شان کے لائق ہیں ہم تشبیہ نہیں دے سکتے کہ جیسے: یہ میرا ہاتھ ہے اس میں پانچ انگلیاں ہیں چھوٹی بڑی اور ہتھیلی ہے۔ حاشا وکلا کسی شے کے ساتھ تشبیہ نہیں دی جا سکتی کیونکہ لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ ذات ہے۔ یہی کہیں گے جو ہاتھ رب تعالیٰ کی شان کے لائق ہیں۔ اور اَیْد کا معنیٰ قوت بھی ہے۔ تو پھر معنیٰ ہوگا اور آسمان کو بنایا ہم نے قوت کے ساتھ وَاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ اور بے شک ہم قدرت رکھنے والے ہیں بڑی

وسیع۔ انسان کے سمجھنے کے لیے یہ بات کافی ہے کہ جس رب نے اتنا بڑا وسیع آسمان بنایا ہے جو ہمیں نظر آ رہا ہے اور اس کے اوپر چھ آسمان اور ہیں۔ اس کے لیے انسان کا دوبارہ بنانا کیا مشکل ہے۔

دوسری دلیل: وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا اور زمین کو بچھایا ہم نے فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ پس کیا ہی خوب بچھانے والے ہیں ہم۔ زمین میں میدان ہیں، پہاڑ ہیں، ٹیلے ہیں، دریا ہیں، کتنی مخلوق اس میں آباد ہے یہ سب کچھ تمھیں نظر آ رہا ہے اور اس بات کو تم تسلیم کرتے ہو کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور بنایا ہے۔ تو کیا وہ اس چھوٹے سے انسان کو دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا۔

تیسری دلیل: وَمِنْ كُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ اور ہر چیز کو ہم نے پیدا کیا جوڑے جوڑے۔ ہر چیز کو رب تعالیٰ نے جوڑا جوڑا بنایا ہے۔ انسان بھی نر مادہ ہیں، جنات میں بھی نر مادہ ہیں، حیوانات میں بھی نر مادہ ہیں حتیٰ کہ نباتات میں بھی نر مادہ ہیں۔ اور جوڑے جوڑے کا یہ بھی مطلب ہے کہ رات کے مقابلے میں دن بنایا، سیاہ کے مقابلے میں سفید بنایا، آسمان کو بلند بنایا، زمین کو پست بنایا، میٹھے بنائے، کڑوے بنائے۔ جس ذات نے یہ اضداد چیزیں بنائی ہیں وہ تمھیں دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا۔

تو فرمایا ہر چیز کو ہم نے بنایا جوڑے جوڑے لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ تاکہ تم نصیحت حاصل کرو کہ جس ذات نے یہ سب کچھ پیدا کیا ہے وہ رب قادر ہے کہ تمھیں دوبارہ بنائے لہٰذا حیل و حجت نہ کرو فَفِرُّوْٓا اِلَی اللّٰهِ پس بھاگو تم اللہ تعالیٰ کی طرف کہ اس کے احکام مانو۔ اس نے جو کچھ فرمایا ہے وہ حق ہے سچ ہے اس پر تم نے چلنا ہے اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ بے شک میں تمھارے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈرانے والا

ہوں، رب تعالیٰ کے عذاب سے کھول کر۔ لگی لپٹی نہیں رکھتا صاف لفظوں میں واضح کر کے تم کو بتاتا ہوں اگر تم نہیں مانو گے دنیا میں بھی عذاب آئے گا اور آخرت کا عذاب تو اپنی جگہ ہے ہی۔ اس لیے رب تعالیٰ کی نافرمانی سے باز آجاؤ۔

سردارانِ قریش کی فرمائش اور آنحضرت ﷺ کی استقامت :

ایک موقع پر کفار کے بڑے بڑے سرداروں نے مشورہ کیا کہ اس کو لالچ دے کر خاموش کراؤ۔ عقبہ ابن ابی معیط نے کہا کہ میں لڑکی دینے کے لیے تیار ہوں اگر وہ اپنے مشن سے باز آجائے۔ ولید بن مغیرہ نے کہا کہ میں اس کے آگے دولت کے ڈھیر لگانے کے لیے تیار ہوں اگر وہ ہماری بات مان جائے۔ عقبہ بن ابی معیط کی جوان سال بڑی خوب صورت لڑکیاں تھیں اور ولید بن مغیرہ مکے کا بڑا مال دار آدمی تھا۔ چنانچہ عقبہ بن ابی معیط نے آکر کہا کہ آپ جانتے ہیں کہ میں سردار ہوں اور میری لڑکیاں بڑی خوب صورت ہیں اگر آپ لا الٰہ الا اللہ کی رٹ لگانی چھوڑ دیں تو میں آپ کو لڑکی کا رشتہ دینے کے لیے تیار ہوں۔ ولید بن مغیرہ نے کہا کہ آپ جانتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ میں سب سے زیادہ امیر آدمی ہوں۔ اگر آپ اپنی تبلیغ چھوڑ دیں تو میں آپ کو اتنا مال دینے کے لیے تیار ہوں کہ آپ مزے سے زندگی گزاریں گے اور آپ کی سات پشتوں کے لیے کافی ہوگا۔ یہ کوئی چھوٹی قربانیاں نہیں تھیں، لڑکی پیش کرنا، مال پیش کرنا۔ سب انتظار میں تھے کہ آپ کیا جواب دیتے ہیں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے اختیار میں تو صرف یہی ہے نا کہ رشتہ پیش کردو، مال پیش کر سکتے ہو وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ ”اس رب کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر تم میں طاقت ہو اور تم سورج کو لا کر میرے دائیں ہاتھ پر رکھ دو اور چاند کو اتار کر میرے بائیں ہاتھ پر رکھ دو میں پھر بھی اپنے مشن سے باز آنے کے

لیے تیار نہیں ہوں۔"

محققین فرماتے ہیں کہ سورج اور چاند کے لانے کا مطلب یہ ہے کہ تم مجھے دن کا بھی بادشاہ مان لو اور رات کا بھی بادشاہ مان لو میں پھر بھی اپنی بات چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ تمہارے لڑکیوں کے رشتے پیش کرنے اور مال پیش کرنے کی قطعاً کوئی اہمیت نہیں ہے۔ میں یہی کہوں گا فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ بھاگو تم اللہ تعالیٰ کی طرف۔ بے شک میں تمہارے لیے خدا کی طرف سے کھول کر ڈرانے والا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ ورنہ جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں جلو گے۔ میں تم سے یہی کہتا ہوں وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ اور نہ بناؤ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا معبود۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو حاجت روا، مشکل کشا، فریادرس، دست گیر نہ بناؤ۔ دنیا میں جتنے پیغمبر تشریف لائے ہیں سب کا یہی سبق تھا يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ "اے میری قوم! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارے لیے کوئی معبود اس کے سوا۔ فرمایا اِنِّىْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ بے شک میں تمہارے لیے ہوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈرانے والا کھول کر۔ بات کو کھول کر بیان کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے جب بھی اللہ تعالیٰ کی توحید بیان کی تو بڑے عمدہ پیرائے میں پیش کی۔ پیغمبروں کے وعظ کا اثر ہوتا تھا۔ کافر یہ نہیں کہتے تھے کہ ان کی بات کا اثر نہیں ہے۔ بلکہ وہ ظالم اس اثر کی کڑی جادو کے ساتھ ملاتے تھے۔ یہ جادوگر ہے اس کے جادو کا ہمارے دل دماغ پر اثر ہوتا ہے اور دیوانہ اس وجہ سے کہتے تھے کہ ساری قوم ایک طرف ہے اور یہ ایک طرف ہے۔

ظاہر بات ہے سارا مجمع ایک طرف ہو اور ایک آدمی دوسری طرف ہو تو لوگ اس کو پاگل ہی کہیں گے۔ فرمایا كَذٰلِكَ اسی طرح جس طرح آپ کو کہا ہے مَآ اَتَى الَّذِيْنَ

مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ نہیں آیا ان لوگوں کے پاس ان سے پہلے کوئی رسول۔ پہلی قوموں کے پاس جو بھی رسول آیا اِلَّا قَالُوْا مگر انھوں نے کہا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ یہ جادوگر ہے یا دیوانہ ہے۔ سورہ ص پارہ ۲۳ میں تم پڑھ چکے ہو کہ مکے کے کافروں نے آپ ﷺ کو سٰحِرٌ كَذَّابٌ کہا۔'' یہ جادوگر ہے اور جھوٹا ہے (معاذ اللہ تعالیٰ)۔''تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تسلی دی کہ اگر یہ آپ ﷺ کو جادوگر کہتے ہیں جھوٹا کہتے ہیں تو پریشان نہ ہوں آپ ﷺ سے پہلے جتنے پیغمبر بھی تشریف لائے ہیں کافروں نے ان کو جادوگر بھی کہا ہے اور دیوانہ بھی کہا ہے اَتَوَاصَوْا بِهٖ کیا وہ ایک دوسرے کو وصیت کرتے ہیں اس بات کی۔ کیا پہلوں نے پچھلوں کو وصیت کی ہے کہ جب کوئی پیغمبر آئے تو اس کو جادوگر کہنا، دیوانہ کہنا۔ فرمایا یہ وصیت نہیں کی بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ بلکہ وہ قوم ہے سرکش۔ جو سرکشی اُن کے مزاج میں تھی وہی سرکشی اِن کے مزاج میں بھی ہے فَتَوَلَّ عَنْهُمْ اے نبی کریم ﷺ! پس آپ ان سے اعراض کریں ان کو اس طرح کا جواب نہ دیں۔ کیونکہ اگر آپ بھی جواب میں ان کو جادوگر، دیوانہ کہیں گے تو فرق نہیں رہے گا۔ آپ ان کی باتوں سے اعراض کریں۔

تاریخ گواہ ہے کہ کافروں نے جتنے بھی سخت الفاظ اور بُرے الفاظ آپ ﷺ کے سامنے کہے آپ ﷺ نے کسی کا جواب نہیں دیا۔ یہی مفہوم ہے فَتَوَلَّ عَنْهُمْ کا کہ آپ ان سے اعراض کریں اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ [سورۃ القلم] ''اور بے شک آپ بڑے خلق پر ہیں۔'' لہٰذا ان کی بے ہودہ باتوں کا جواب دینے کی ضرورت نہیں ہے فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ پس نہیں ہے آپ پر کوئی ملامت۔ آپ اس بات کے ذمہ دار نہیں ہیں کہ یہ لوگ ایمان کیوں نہیں لائے۔ آپ اپنا کام کیے جائیں اور ان کی فضول حرکتوں

کی پروانہ کریں وَّذَكِّرْ اور آپ نصیحت کریں ان کو سمجھاتے رہیں فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ پس بے شک نصیحت نفع دیتی ہے ایمان والوں کو۔ جن کے دلوں میں خیر اور طلب ہے یقیناً اچھی باتیں ان کو فائدہ دیتی ہیں اور جن کے دل اوندھے اور الٹے ہوتے ہیں ان کو کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ وہ تو یہی کہیں گے مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ [ھود: ۹۱] ''نہیں سمجھتے ہم بہت سی وہ باتیں جو آپ کہتے ہیں۔'' حالانکہ شعیب علیہ السلام خطیب الانبیاء تھے اپنے دور میں۔ بڑے فصیح اور بلیغ تھے۔ بڑے عمدہ پیرائے اور انداز میں بات کرتے تھے مگر مخالفوں نے کہہ دیا کہ آپ کی بہت سی باتیں ہمیں سمجھ نہیں آتیں۔ پیغمبر کوئی اور بولی تو نہیں بولتا کیسی عجیب بات ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ [ابراہیم: ۴] ''اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اس کی قوم کی زبان میں۔'' پیغمبر کی زبان بڑی صاف ہوتی ہے اور وہ قوم کی زبان میں بات کرتا ہے۔ اور وہ پھر بھی نہ سمجھیں تو مطلب یہ ہے کہ ہم نے آپ کی بات نہیں مانی۔ آج بھی اگر بات نہ مانی ہو تو لوگ کہتے ہیں کہ مجھے آپ کی بات سمجھ نہیں آتی کہ میں نے مانی نہیں ہے۔ لہٰذا آپ نصیحت کرتے رہیں مومنوں کو نصیحت نفع دیتی ہے۔

فرمایا وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ اور نہیں پیدا کیا میں نے جنوں اور انسانوں کو مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں مخلوق کے پیدا کرنے کی غرض بیان فرمائی ہے کہ میں نے ان کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں۔ مگر آج کتنے لوگ ہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے۔ کافروں کو تو چھوڑو جو ماننے والے ہیں مسلمان کہلانے والے ہیں ان میں کتنے ہیں عبادت کرنے والے؟

عیاں راچہ بیاں

کھلی چیز کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی۔ کہتے ہیں کہ اس وقت دنیا کی کل آبادی پانچ ارب کے قریب ہے۔ ان میں ایک ارب اور تیس کروڑ کے لگ بھگ مسلمان ہیں جو کلمہ پڑھتے ہیں۔ مردم شماری کرنے والوں نے اس میں مرزائیوں کو، ذکریوں کو، شیعوں کو اور تمام باطل فرقوں کو مسلمانوں میں شمار کیا ہے۔ لیکن جو اپنے آپ کو صحیح مسلمان کہتے ہیں ان میں سے کتنے صحیح عبادت گزار ہیں؟ دیکھو! ابھی تک بعض منحوس سوئے ہوئے ہیں۔ اس وقت اٹھیں گے جب ان کو پیشاب، پاخانہ تنگ کرے گا یا اس وقت اٹھیں گے جب دو کانیں کھولنی ہوں گی یا دفتر جانا ہوگا۔ کیا مرد اور کیا عورتیں۔ لمبی لمبی راتوں میں بھی ان کی نیند پوری نہیں ہوتی۔ زندگی ختم ہو جائے گی مگر ان کی نیند پوری نہیں ہوگی۔ رب تعالیٰ نے جس مقصد کے لیے پیدا کیا ہے اس کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ اس آیت کریمہ کو اچھی طرح یاد رکھنا ہے۔

فرمایا وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ اور نہیں پیدا کیا ہم نے جنوں اور انسانوں کو مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں۔ سونے اور دوسری چیزوں کے لیے پیدا نہیں کیا۔ فرمایا مَاۤ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ میں نہیں ارادہ کرتا ان سے رزق کا۔ میں ان سے اپنے لیے رزق کا مطالبہ نہیں کرتا۔ ساری مخلوق کے رزق کا ذمہ تو اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا [ہود:٦] ''اور نہیں ہے کوئی چلنے پھرنے والا جانور زمین میں مگر اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے اس کی روزی۔'' تو فرمایا میں نہیں ارادہ کرتا ان سے روزی کا وَمَاۤ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ اور میں نہیں ارادہ کرتا کہ وہ مجھے کھلائیں۔ میں ان سب چیزوں سے پاک ہوں۔ میں نہ کھاتا

ہوں، نہ پیتا ہوں بلکہ سب کو کھلاتا پلاتا ہوں اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ بے شک اللہ تعالیٰ ہی رزق دینے والا ہے ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ مضبوط اور ٹھوس طاقت والا ہے۔ رزق کے لیے جھلے نہ ہوئے پھرو (مارے مارے نہ پھرو)۔ بے شک کمانے کا حق ہے مگر اس طریقے سے نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت چھوڑ دو۔ آگے رب تعالیٰ فرماتے ہیں فَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا۔ ایک لفظ ہے ذُنُوب ذال کے ضمے کے ساتھ، یہ جمع ہے ذَنْبٌ کی۔ اور ذَنْبٌ کا معنیٰ ہے گناہ۔ اور ذُنُوب کے معنیٰ ہوں گے بہت سارے گناہ۔ اور ایک لفظ ہے ذَنُـــوب ذال کے فتح کے ساتھ۔ اس کا معنیٰ ہے ڈول، جو کنویں میں ڈال کر پانی نکالتے ہیں۔ وہ ڈول اگر پانی سے بھرا ہوا نہ ہو تو پانی کے اوپر تیرتا ہے اور اگر بھرا ہوا ہو تو وہ ڈوب جاتا ہے۔ معنیٰ ہوگا بے شک ان لوگوں کے لیے جنھوں نے ظلم کیا ،ڈول ہے۔ مراد ہے بھرا ہوا ڈول۔ تو اب وہ ڈوبیں گے مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ جیسے ان کے ساتھیوں کا ڈول ہے۔ جیسے پہلے لوگوں کے ڈول بھرے گناہوں سے اور وہ ڈوب گئے۔ اور ذنــوب کا معنیٰ حصہ بھی ہے۔ تو پھر معنیٰ ہوگا ان ظالموں کے لیے رب تعالیٰ کی گرفت کا حصہ ہے جیسے حصہ تھا پہلے لوگوں کے لیے فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنِ پس وہ جلدی نہ کریں۔ جلدی سے نہیں مانگنا چاہیے۔ اس دن ظالموں کے لیے کوئی خیر نہیں ہوگی۔ کیوں جلدی کرتے ہیں؟ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا پس ہلاکت ہے، تباہی ہے، خرابی ہے ان لوگوں کے لیے جو کافر ہیں۔ کب ہوگی؟ مِنْ يَّوْمِهِمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ اس دن جس دن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔ دنیا میں تو تھوڑی بہت سزا اور تنبیہ ہوتی ہے اصل تباہی وعدے والے دن ہوگی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر

سورۃ الطّور

(مکمل)

جلد............۱۹

ایاتہا ۴۹　۵۲ سُوْرَةُ الطُّوْرِ مَكِّيَّةٌ ٧٦　رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالطُّوْرِ ﴿۱﴾ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ﴿۲﴾ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ﴿۳﴾ وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ﴿۴﴾ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ﴿۵﴾ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ﴿۶﴾ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ﴿۷﴾ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ﴿۸﴾ يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ﴿۹﴾ وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ﴿۱۰﴾ فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۱﴾ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ ﴿۱۲﴾ يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ﴿۱۳﴾ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۴﴾ اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۱۵﴾ اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾

وَالطُّوْرِ قسم ہے طور کی وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ قسم ہے لکھی ہوئی کتاب کی فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ کشادہ کاغذ میں وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ قسم ہے آباد گھر کی وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ قسم ہے بلند چھت کی وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ قسم ہے سمندر کی جو پانی سے بھرا ہوا ہے اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ بے شک آپ کے رب کا عذاب لَوَاقِعٌ واقع ہونے والا ہے مَّا لَهٗ نہیں ہے اس عذاب کو مِنْ دَافِعٍ کوئی ٹالنے والا يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا جس دن حرکت کرے گا آسمان حرکت کرنا وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا اور چلیں گے پہاڑ چلنا فَوَيْلٌ

پس ہلاکت ہے يَوْمَئِذٍ اس دن لِّلْمُكَذِّبِيْنَ جھٹلانے والوں کے لیے
الَّذِيْنَ هُمْ وہ ہیں فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ جو دنیاوی باتوں میں کھیل رہے
ہیں يَوْمَ يُدَعُّوْنَ جس دن ان کو دھکیلا جائے گا اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ جہنم کی
آگ کی طرف دَعًّا دھکیلا جانا هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ یہ آگ ہے وہ كُنْتُمْ
بِهَا تُكَذِّبُوْنَ جس کو تم جھٹلاتے تھے اَفَسِحْرٌ هٰذَآ کیا پس یہ جادو ہے
اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ یا تم نہیں دیکھتے اِصْلَوْهَا داخل ہو جاؤ اس میں
فَاصْبِرُوْٓا پس تم صبر کرو اَوْ لَا تَصْبِرُوْا یا صبر نہ کرو سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ
برابر ہے تم پر اِنَّمَا تُجْزَوْنَ پختہ بات ہے تم کو بدلہ دیا جائے گا مَا كُنْتُمْ
تَعْمَلُوْنَ اس چیز کا جو تم عمل کرتے تھے۔

تعارفِ سورت :

اس سورت کا نام طور ہے۔ پہلی ہی آیت میں طور کا لفظ موجود ہے۔ اس سورت سے پہلے پچھتر (۷۵) سورتیں نازل ہو چکی تھیں اس کا چھہترواں نمبر ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس کے دو رکوع اور انچاس (۴۹) آیتیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالطُّوْرِ ۔ واو قسمیہ ہے۔ قسم ہے طور کی۔ طور بھی کہتے ہیں اور طور سینین بھی کہتے ہیں والتین والزیتون و طور سینین اور طور سینا بھی کہتے ہیں۔ سورۃ مومنوں آیت نمبر ۲۰ پارہ ۱۸ میں طور سینا کا لفظ آیا ہے۔ یہ وہ مبارک پہاڑ ہے جس پر کئی مرتبہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کلام فرمائی وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا [النساء: ۱۶۴] اور موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں تیسرے نمبر کی

شخصیت ہیں۔ پہلا نمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے دوسرا نمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے اور موسیٰ علیہ السلام کا تیسرا نمبر ہے۔ طور کی عظمت بھی اسی وجہ سے ہے کہ وہاں موسیٰ علیہ السلام کئی بار اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہم کلام ہوئے۔

چار مقامات پر دجال داخل نہیں ہو سکے گا :

اور احادیث میں آتا ہے دجال ساری دنیا میں گھومے گا مگر چار مقامات پر نہیں جا سکے گا۔ مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی کوشش کرے گا مگر فرشتے اس کے منہ پر مار کر بھگا دیں گے داخل نہیں ہونے دیں گے۔ مدینہ منورہ میں بھی داخل ہونے کی کوشش کرے گا مگر فرشتے اس کو مار کر پیچھے ہٹا دیں گے۔ کوہ طور پر چڑھنے کی کوشش کرے گا مگر چڑھ نہیں سکے گا۔ اور چوتھا مقام بیت المقدس ہے۔ اس میں ایک پہاڑ ہے صہیون ہا پہلے ہے اور یا بعد میں۔ صحافی حضرات صیہون لکھتے ہیں۔ یہ غلط ہے۔ یہ پہاڑ سطح سمندر سے پانچ ہزار فٹ کی بلندی پر ہے جیسے کوہ مری ہے پاکستان میں۔ صہیون پہاڑ کے اوپر شہر آباد ہے جس کا نام بیت المقدس ہے۔ مفعول کے صیغے کے ساتھ اور ظرف کا صیغہ بھی بن سکتا ہے۔ اسی بیت المقدس میں مسجد اقصیٰ ہے جس پر اس وقت یہود کا قبضہ ہے۔ انھوں نے اس کو اپنا دارالخلافہ بنایا ہوا ہے اور اس کو یروشلم بھی کہتے ہیں۔ اس مقام میں بھی دجال داخل نہیں ہو سکے گا۔ داخل ہونے کی کوشش کرے گا مگر فرشتے داخل نہیں ہونے دیں گے۔ ان چار مقامات پر شیطان لعین کے ناپاک قدم نہیں پہنچیں گے۔

كِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ کی تفسیر :

تو فرمایا قسم ہے طور پہاڑ کی جہاں موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوتے رہے وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ اور قسم ہے لکھی ہوئی کتاب کی۔ مفسرین کرام رحمہم اللہ اس کی ایک تفسیر

یہ کرتے ہیں کہ کتاب مسطور سے مراد تورات ہے۔ کیونکہ پہلے طور کا ذکر ہوا اور طور پر یہی کتاب ملی تھی۔ دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ کتاب مسطور سے مراد آسمانی کتاب اور صحیفہ مراد ہے جو بھی ہو۔ چار آسمانی کتابیں تو مشہور ہیں ۔ قرآن کریم، تورات، انجیل اور زبور۔ ان کے علاوہ صحیفۂ ابراہیم اور صحیفۂ موسیٰ کا ذکر بھی آتا ہے اور دیگر انبیاء علیہم السلام پر بھی صحیفے نازل ہوئے ہیں۔ ان سب کو ماننا ہمارے ایمان میں داخل ہے اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ کل کتنی کتابیں اور صحیفے نازل ہوئے ہیں ان کی تعداد ہمیں معلوم نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے ہمیں اس چیز کا پابند نہیں بنایا کہ سب کے نام اور تفصیل معلوم کریں۔ تو دوسری تفسیر یہ ہوئی کہ ہر آسمانی کتاب مراد ہے بہ شمول قرآن کریم۔

اور تیسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ کتاب مسطور سے مراد لوح محفوظ ہے۔ لوح محفوظ میں جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے اس وقت سے لے کر فنا ہونے تک ہر آدمی کا اور ہر شے کا ریکارڈ موجود ہے۔

اور چوتھی تفسیر یہ کرتے ہیں کہ کتاب مسطور سے مراد اعمال نامہ ہے کہ پیدا ہونے سے لے کر مرنے تک ہماری ہر نیکی بدی فرشتے اس میں درج کرتے ہیں جو قیامت والے دن ہر آدمی کی گردن میں لٹکا ہوا ہوگا اور رب تعالیٰ فرمائیں گے اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ''اپنا اعمال نامہ خود پڑھ لے۔'' تو کتاب مسطور سے مراد اعمال نامہ ہے جس میں ساری باتیں لکھی ہوئی ہیں فِىْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ کشادہ ورق میں۔ رَق کا لفظی معنیٰ ہے باریک چمڑا۔ پہلے سادہ زمانہ ہوتا تھا اس وقت یہ کاغذ عموماً دستیاب نہیں تھا۔ کبھی ایران اور تبوک سے آتا تھا مگر بہت مہنگا ملتا تھا۔ لوگوں نے جو بات لکھنی ہوتی تھی چوڑے پتوں پر لکھ لیتے

تھے یا چمڑے پر لکھ لیتے تھے۔ اب اس کا لازمی معنٰی کرتے ہیں کشادہ ورق۔ یہ قرینہ ہے کہ اس سے مراد لوح محفوظ ہے کہ وہ ایک لمبی چوڑی تختی ہے جس پر سب کچھ لکھا ہوا ہے۔

اس کو تم اس طرح سمجھو کہ یہ قرآن جو ہمارے سامنے ہے کتنے اوراق پر لکھا ہوا ہے اور ایک کاغذ پر بھی پورا قرآن لکھا ہوا دیکھا ہوگا۔ مگر اس کو حافظ پڑھ سکتے ہیں یا خُردبین کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں۔ مگر تم نے اپنی زندگی میں ایک کاغذ پر لکھا ہوا دیکھ تو لیا۔ اسی طرح لوح محفوظ میں بھی سب کچھ لکھا ہوا ہے وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ قسم ہے آباد گھر کی۔ بیت المعمور فرشتوں کا کعبہ ہے ساتویں آسمان پر کعبۃ اللہ کے عین برابر ہے۔ فرشتے اس کا طواف کرتے ہیں۔

احادیث میں آتا ہے کہ ستر ہزار فرشتے روزانہ اس کا طواف کرتے ہیں اور جس فرشتے نے ایک دفعہ طواف کر لیا پھر عمر بھر اس کو دوبارہ موقع نہیں ملتا۔ بیت المعمور کا طواف کبھی بند نہیں ہوا کعبۃ اللہ کا طواف کبھی بند بھی ہو جاتا ہے۔

کعبۃ اللہ پر باغیوں کا قبضہ :

آج سے چند سال پہلے کی بات ہے جب باغیوں نے کعبۃ اللہ پر قبضہ کیا تو سترہ دن مسلسل نہ اذان ہو سکی، نہ جماعت، نہ طواف ہو سکا۔ ان کے قبضہ کرنے کی وجہ کیا تھی؟ تو میں نے وہاں کے مقامی لوگوں سے دریافت کیا تو مختلف قسم کی باتیں سامنے آئیں۔ ایک یہ بات بتلائی گئی کہ کچھ مذہبی قسم کے لوگ تھے جنھوں نے حکومت کو نوٹس دیا کہ عرب کی سرزمین جہاں سے اسلام پوری دنیا میں پھیلا ہے یہاں سینما گھر اور ٹی، وی جیسی خرافات جو تم نے شروع کر دی ہیں یہ صحیح نہیں ہیں ان کو ختم کرو۔ حکومت نے اس کا کوئی اثر نہ لیا۔ کیونکہ حکومت وہاں کی ہو یا کسی اور جگہ کی وہ اپنی بے بے امریکہ کے اشارے

کے بغیر نہیں چلتی۔ امریکہ جو کہے گا وہ کریں گے۔ یہ بے اختیار لوگ ہیں۔ تو جب حکومت نے نہ مانا تو انھوں نے بغاوت کر دی۔

دوسری بات یہ بتلائی گئی کہ مذہبی قسم کے فوجی تھے جنھوں نے وقت کے حکمرانوں کے خلاف بغاوت کی کہ موجودہ حکمران اسلام کے مطابق نہیں چل رہے۔ عرب میں مکمل اسلامی حکومت ہونی چاہیے جیسا کہ پینتالیس (۴۵) کے قریب مذہبی ذہن رکھنے والے ہمارے فوجی تھے جو کشمیر میں کچھ کرنا چاہتے تھے لیکن ان کو کچھ نہیں کرنے دیا گیا۔ کل کے اخبار میں تھا کہ ان کو جبراً ریٹائر کر دیا گیا یہ کہہ کر کہ انھوں نے ڈسپلن کی خلاف ورزی کی ہے۔ حالانکہ انھوں نے کوئی بغاوت نہیں کی اور نہ ہی حکومت سے براہِ راست ٹکر لینا چاہتے تھے۔ وہ کشمیر میں مسلمانوں پر مظالم برداشت نہ کرنے کی وجہ سے کہ وہاں ہندو، سکھ، مسلمانوں کے ساتھ زیادتیاں کر رہے ہیں، عورتوں کے ساتھ زیادتیاں کرتے ہیں۔ ایک ایک عورت کے ساتھ چالیس چالیس ہندو، سکھ بدمعاشی کرتے ہیں لہٰذا ان کا دفاع کیا جائے۔ دین دار صحیح العقیدہ لوگ تھے لیکن حکومت نے ان کو کچھ نہیں کرنے دیا۔ جنرل اسلم بیگ کا بیان تم نے کل کے اخبار میں پڑھا ہوگا کہ ان فوجیوں کے ارادوں کی قدر کرنی چاہیے تھی۔ تو وہ بھی اس طرح کے مذہبی لوگ تھے جنھوں نے کارروائی کی تھی۔

اور یہ بات بھی کہی گئی کہ کچھ شہزادے اقتدار پر قبضہ کرنا چاہتے تھے۔ اقتدار کا نشہ بُرا ہوتا ہے۔ ان شہزادوں نے کچھ مذہبی لوگ اپنے ساتھ ملائے انقلاب لانے کے لیے مگر ناکام رہے۔

تو فرمایا قسم ہے آباد گھر کی وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ قسم ہے بلند چھت کی۔ مراد آسمان ہے جو ہم سے لاکھوں میل دور ہے وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ قسم ہے سمندر کی جو

پانی سے بھرا ہوا ہے۔ جغرافیہ دان کہتے ہیں کہ دنیا کے سو حصوں میں سے اکہتر (۷۱) حصوں پر پانی ہے اور انتیس (۲۹) حصے خشک ہیں۔ ان انتیس حصوں پر دنیا کی ساری حکومتیں قائم ہیں۔ تو فرمایا پانی سے بھرے ہوئے سمندر کی قسم ہے۔ ان سب کا جواب ہے اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ بے شک آپ کے رب کا عذاب ضرور واقع ہونے والا ہے مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ نہیں ہے کوئی اس کو ہٹانے والا۔ عذاب اللہ تعالیٰ چاہے دنیا میں بھیجے، چاہے برزخ، قبر میں یا میدان حشر کی سزا ہو یا دوزخ کا عذاب ہو اس کو کوئی ہٹا نہیں سکتا۔ يَّوْمَ اس دن واقع ہوگا تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا جس دن حرکت کرے گا آسمان حرکت کرنا۔ آج تو زمین بھی ساکن ہے آسمان بھی ساکن ہے۔

سائنس دانوں کے دو طبقے ہیں۔ ایک طبقہ کہتا ہے زمین حرکت کرتی ہے، سورج، چاند اپنی جگہ کھڑے ہیں۔ ایسے پاگل بھی موجود ہیں۔ اور دوسرا طبقہ کہتا ہے کہ زمین اور آسمان اپنی جگہ کھڑے ہیں اور سورج اور چاند كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ [سورۃ یٰسین] "یہ سب اپنے مدار کے اندر تیر رہے ہیں۔" قرآن کریم سے یہی ثابت ہے كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى [فاطر:۱۳] "ہر ایک چلتا ہے ایک مقرر مدت تک۔" ہاں اگر کوئی معقول دلیل پیش کرے سورج اور چاند کی حرکت کو تسلیم کرنے کے بعد کہ زمین میں حرکت ہے تو ہم تسلیم کر لیں گے۔ لیکن اگر کوئی معقول دلیل نہ ہو تو ہم قرآن کریم کو نہیں چھوڑ سکتے۔ کیونکہ سائنس دانوں کے نظریے بدلتے رہتے ہیں۔

سائنس کے نظریات بدلتے رہتے ہیں نظریہ قرآن اٹل ہے

طالیس ملطی یونانیوں کا حکیم جو آج سے ساڑھے تین ہزار سال پہلے گزرا ہے اس کا نظریہ تھا کہ پانی بسیط ہے، مفرد ہے۔ یہی نظریہ دنیا میں چلتا رہا۔ پھر کیونڈس

(Cavendus) آیا اس نے اپنی تحقیق پیش کی اور کہا کہ پانی مرکب ہے اس میں آکسیجن بھی ہے اور ہائیڈروجن بھی ہے۔اب سائنس دانوں نے پہلا نظریہ چھوڑ کر کیونڈس (Cavendus) کا نظریہ اپنالیا ہے۔

لاؤڈ سپیکر اور سائنس دان :

لاؤڈ سپیکر کے بارے میں سائنس دانوں کا اختلاف تھا۔ایک گروہ کہتا تھا کہ اصلی آواز ختم ہو جاتی ہے اور یہ اس کے مثل آواز پیدا کرتا ہے۔جیسے گنبد یا پہاڑ کے دامن میں آدمی آواز دیتا ہے تو اصل آواز ختم ہو کر نئی آواز پیدا ہو کر واپس آتی ہے۔تو علماء نے فتویٰ دیا کہ سپیکر پر نماز جائز نہیں ہے۔جیسے گنبد کی آواز آئے اور امام کی اصل آواز سنائی نہ دے تو اس میں امام کی اقتداء صحیح نہیں ہے۔یہ جزئیہ فقہ کی کتابوں میں موجود ہے۔

پھر سائنس دانوں نے مل کر آپس میں مشاورت کی تحقیق کی تو پچانوے فیصد سائنس دانوں نے فیصلہ دیا کہ اصل آواز ہی ہے اور یہ آلہ اس کو دو چند کر دیتا ہے، اس کو بڑھا دیتا ہے۔

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے فتویٰ دیا تھا کہ سپیکر میں نماز درست نہیں ہے۔پھر جب سائنس دانوں کی رائے بدلی تو حضرت نے پہلے فتویٰ سے رجوع فرمایا اور فتویٰ دیا کہ سپیکر پر نماز درست اور جائز ہے۔تو سائنس بدلتی رہتی ہے اللہ تعالیٰ کا حکم اٹل ہے۔

تو فرمایا جس دن حرکت کرے گا آسمان حرکت کرنا وَّتَسِيۡرُ الۡجِبَالُ سَيۡرًا اور چلیں گے پہاڑ چلنا۔آج آدمی ان پہاڑوں کی مضبوطی اور بلندی کو دیکھ کر حیران ہوتا ہے۔چمن کے علاقے میں ایک پہاڑ ہے سطح سمندر سے نو ہزار فٹ کی بلندی پر۔بس

پھرتی پھراتی چوٹی پر جاتی ہے۔ مجھے بھی ساتھی وہاں لے گئے۔ جب ہم چوٹی پر پہنچے تو میں نے شیشہ کھولا کہ دیکھوں تو سہی۔ بڑی تیز ہوا منہ کو لگی اور ڈرائیور نے کہا شیشہ نہ کھولو۔

تو یہ مضبوط پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑیں گے۔ ریزہ ریزہ ہو کر پتنگوں کی طرح اڑیں گے۔ تو فرمایا چلیں گے پہاڑ چلنا فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ پس ہلاکت ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے۔ جو ثواب و عقاب کو جھٹلاتے ہیں، جنت و دوزخ کو جھٹلاتے ہیں توحید کو جھٹلاتے ہیں۔ کون ہیں؟ الَّذِيْنَ وہ ہیں هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ جو دنیا کی باتوں میں کھیل رہے ہیں۔ نمازیں جاتی ہیں تو جائیں ٹی، وی دیکھ رہے ہیں نماز کی پرواہی نہیں ہے۔ دنیا تو ویسے ہی کھیل تماشا ہے ہم نے اس کو تماشا در تماشا بنا دیا ہے۔ معلوم ہو جائے گا يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا جس دن ان کو دھکیلا جائے جہنم کی آگ کی طرف دھکیلا جانا۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتے مجرموں کو جن کے ہاتھوں میں ہتھ کڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں ہوں گی دھکے مار کر دوزخ کے قریب لے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہیں گے هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ یہ ہے وہ آگ ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے دنیا میں۔ کہتے تھے کوئی نہیں اَفَسِحْرٌ هٰذَآ کیا پس یہ جادو ہے اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ یا تم دیکھتے نہیں۔ یہ آگ تم کو نظر نہیں آرہی۔ کون وہاں انکار کرے گا؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کی زبانی حکم ہو گا اِصْلَوْهَا اے مجرمو! داخل ہو جاؤ اس آگ میں فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا صبر کرو یا صبر نہ کرو دوزخ کے جھیلنے پر، برداشت کرنے پر صبر کرو یا نہ کرو چھٹکارا کوئی نہیں۔

دنیا کی آگ میں لوہا پگھل جاتا ہے، تانبا پگھل جاتا ہے اور دوزخ کی آگ تو اس سے انہتر گنا تیز ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے بچائے اور ایمان اور اعمال درست کرنے کی

توفیق عطا فرمائے۔تو فرمایا صبر کرو یا نہ کرو سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ تمہارے اوپر برابر ہیں دونوں حالتیں۔یہ کارروائی تمہارے ساتھ کیوں ہو رہی ہے اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ پختہ بات ہے تم کو بدلہ دیا جائے گا اس چیز کا جو تم کرتے تھے۔ہماری طرف سے کوئی زیادتی نہیں ہے۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ ﴿۱۷﴾ فٰكِهِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَ وَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿۱۸﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔۢا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿۲۰﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ كُلُّ امْرِئٍ ۭبِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ﴿۲۱﴾ وَاَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۲۲﴾ يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ ﴿۲۳﴾ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿۲۴﴾ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ ﴿۲۶﴾ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ ﴿۲۸﴾ ع

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ بے شک پرہیزگار فِيْ جَنّٰتٍ باغوں میں ہوں گے وَّ نَعِيْمٍ اور نعمتوں میں ہوں گے فٰكِهِيْنَ مزے کر رہے ہوں گے بِمَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ان نعمتوں پر جو دی ان کو ان کے رب نے وَوَقٰىهُمْ اور بچایا ان کو رَبُّهُمْ ان کے رب نے عَذَابَ الْجَحِيْمِ آگ کے شعلوں کے عذاب سے (ان سے کہا جائے گا) كُلُوْا کھاؤ وَاشْرَبُوْا اور پیو هَنِيْٓـًٔا مزے دار بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ بہ سبب اس کے جو تم عمل کرتے تھے مُتَّكِـِٕيْنَ ٹیک لگائے ہوں گے عَلٰى سُرُرٍ کرسیوں پر مَّصْفُوْفَةٍ جو

صف بہ صف بچھی ہوں گی وَزَوَّجْنٰهُمْ اور ہم ملا دیں گے ان کو بِحُوْرٍ
عِيْنٍ موٹی آنکھوں والی حوروں کے ساتھ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور وہ لوگ جو
ایمان لائے وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ اور ان کی پیروی کی ان کی اولاد نے
بِاِيْمَانٍ ایمان میں اَلْحَقْنَا بِهِمْ ہم ملا دیں گے ان کے ساتھ ذُرِّيَّتَهُمْ
ان کی اولاد کو وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ اور ہم نہیں کمی کریں گے ان کے لیے مِّنْ
عَمَلِهِمْ ان کے عمل سے مِّنْ شَيْءٍ کچھ بھی كُلُّ امْرِئٍ ہر آدمی بِمَا
كَسَبَ جو اس نے کمایا ہے رَهِيْنٌ گروی رکھا ہوا ہے وَاَمْدَدْنٰهُمْ
اور ہم ان کو مدد دیں گے بِفَاكِهَةٍ پھلوں کے ساتھ وَّلَحْمٍ اور گوشت
کے ساتھ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ اس میں سے جو وہ چاہیں گے يَتَنَازَعُوْنَ وہ
دل لگی کر رہے ہوں گے فِيْهَا ان جنتوں میں كَاْسًا پیالے ہوں گے
لَّا لَغْوٌ فِيْهَا نہ بے ہودگی ہوگی اس میں وَلَا تَاْثِيْمٌ اور نہ کوئی گناہ وَ
يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ اور پھریں گے ان کے سامنے غِلْمَانٌ لَّهُمْ بچے ان کے
لیے كَاَنَّهُمْ گویا کہ وہ لُؤْلُؤٌ موتی ہیں مَّكْنُوْنٌ پردے میں چھپے
ہوئے وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اور متوجہ ہوں گے ان میں سے بعض بعض
کی طرف يَّتَسَآءَلُوْنَ ایک دوسرے سے پوچھیں گے قَالُوْٓا کہیں گے
اِنَّا كُنَّا بے شک ہم تھے قَبْلُ اس سے پہلے فِيْٓ اَهْلِنَا اپنے اہل خانہ
میں مُشْفِقِيْنَ ڈرنے والے فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا پس احسان کیا اللہ تعالیٰ

نے ہمارے اوپر وَوَقٰنَا اور بچایا ہمیں عَذَابَ السَّمُوْمِ لُو کے عذاب سے اِنَّا كُنَّا بے شک تھے ہم مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے نَدْعُوْهُ اسی کو پکارتے تھے اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ بے شک وہ اچھا سلوک کرنے والا ہے الرَّحِيْمُ بے حد مہربان ہے۔

ربط آیات :

اس سورت کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے چند چیزوں کی قسمیں اٹھا کر فرمایا کہ قیامت ضرور آئے گی، مجرموں کو سزا ہوگی جس کی تفصیل بیان ہو چکی ہے۔اب مومنوں کے متعلق فرمایا کہ قیامت برپا ہونے کے بعد اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ بے شک پرہیز گار باغوں اور نعمتوں میں ہوں گے فٰكِهِيْنَ مزے اڑا رہے ہوں گے بِمَآ بہ سبب ان نعمتوں کے اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ جو دی ان کو ان کے رب نے۔تقویٰ کا معنیٰ بچنا۔ سب سے اعلیٰ تقویٰ ہے کفر و شرک سے بچنا۔آخری درجہ ہے خلاف اولیٰ چیزوں سے بچنا۔اس کے درمیان بڑے درجے ہیں۔مثلاً مردوں کا ننگے سر بازاروں میں پھرنا تقویٰ کے خلاف ہے۔فقہائے کرام ایسے شخص کی گواہی کو قبول نہیں کرتے۔اگر کوئی روایت بیان کرے تو وہ بھی قبول نہیں ہے۔اسی طرح بغیر کسی عذر کے لوگوں کے سامنے بیٹھ کر پیشاب کرنا بھی تقویٰ کے خلاف ہے۔

تو فرمایا متقی باغوں اور نعمتوں میں مزے اڑا رہے ہوں گے۔اس چیز کے ساتھ جو ان کے رب نے ان کو دی وَوَقٰهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۔ جحیم کا معنیٰ شعلہ مارنے والی آگ۔معنیٰ ہوگا اور بچایا ان کو ان کے رب نے شعلے مارنے والی آگ کے عذاب سے۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو کہا جائے گا كُلُوْا وَاشْرَبُوْا کھاؤ اور پیو

هَنِيْٓـًٔا مزے دار بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ بہ سبب اس کے جو تم عمل کرتے تھے۔ تمہارے اعمال اچھے تھے اللہ تعالیٰ نے تمھیں اچھا بدلہ دیا مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ۔ سـرر سـريـر کی جمع ہے۔ سریر کا معنیٰ ہے کرسی۔ ٹیک لگائے ہوئے ہوں گے کرسیوں پر جو صف بہ صف بچھی ہوئی ہوں گی۔ جنت میں کوئی آگے پیچھے نہیں ہوگا۔ جنت بڑی وسیع ہے۔ ایسے انداز میں ہوں گے کہ سب ایک دوسرے کے سامنے ہوں گے وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ اور ملا دیں گے ہم ان کو موٹی موٹی آنکھوں والی حوروں کے ساتھ۔ کم از کم دو حوریں ملیں گی۔ مرتبے اور مقام کے اعتبار سے زیادہ زیادہ بھی ملیں گی۔ بعض کے لیے بہتر (۷۲) بہتر (۷۲) حوروں کا بھی ذکر آتا ہے۔ دنیا کی بیویاں بھی ساتھ ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ مرد کو دنیا کے سو مردوں کے برابر قوت عطا کرے گا کسی کو کسی سے کوئی شکوہ نہیں ہوگا کوئی کمی نہیں ہوگی۔

فرمایا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور وہ لوگ جو ایمان لائے وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اور ان کی پیروی کی ان کی اولاد نے ایمان میں اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ ہم ملا دیں گے ان کے ساتھ ان کی اولاد کو وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ اور ہم کمی نہیں کریں گے ان کے لیے ان کے اعمال میں سے کچھ بھی۔

اب بات سمجھیں۔ وہ اس طرح کہ ایک آدمی مومن موحد بڑا نیک پارسا ہے۔ اس کی اولاد ہے لڑکے ہیں، لڑکیاں ہیں، پوتے، پوتیاں، نواسے، نواسیاں ہیں۔ یہ سب ذریت میں شامل ہیں۔ یہ بھی مومن موحد ہیں۔ مومن ہونے کے حوالے سے بابا جی کے پیروکار ہیں مگر عمل اتنے نہیں ہیں جتنے بابا جی کے ہیں۔ اب بابا جی کو تو جنت میں بلند مقام ملے گا اگرچہ جنت میں کوئی چیز ناقص نہیں ہے۔ ہر چیز اور ہر مقام ہی اعلیٰ ہے مگر اس میں

بھی درجے موجود ہیں۔ جیسے ہوائی جہاز میں سفر کیا ہوگا۔ وہ سارا ہی آرام دہ ہوتا ہے مگر اس میں بھی فرسٹ کلاس، سیکنڈ کلاس ہے۔ اب بابا جی تو تقویٰ، طہارت اور کثرت اعمال کی وجہ سے فرسٹ کلاس میں پہنچ گئے اور اولاد اعمال کی کمی کی وجہ سے تھرڈ کلاس میں ہوگی۔ یہ بزرگ چاہیں گے کہ ہم سب اکٹھے رہیں۔ تو اس کی چند صورتیں ہوسکتی ہیں۔ ایک یہ کہ بابا جی کو تھرڈ کلاس میں پہنچا دیا جائے۔ مگر یہ صورت نہیں ہوگی کیونکہ ان کے اعمال کا پورا بدلہ نہ ہوا۔

دوسری صورت یہ ہے تھرڈ کلاس والوں کو سیکنڈ کلاس میں پہنچا دیا جائے اور بابا جی کو بھی سیکنڈ کلاس میں پہنچا دیا جائے اور سب اکٹھے ہو جائیں۔ یہ بھی نہیں ہوگا۔ کیونکہ بابا جی کے اعمال کے بدلے میں کمی آئے گی۔

تیسری صورت یہ ہے کہ اولاد در اولاد کو بابا جی کے اعمال کی برکت سے فرسٹ کلاس میں پہنچا دیا جائے۔ یہی صورت ہوگی کہ اللہ تعالیٰ ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملا دیں گے۔ اس سے یہ بات بھی سمجھ آئی کہ خاندان میں، گھر میں کسی ایک آدمی کا نیک ہونا صرف اپنے لیے نہیں ہوتا بلکہ سارے خاندان کے لیے ہوتا ہے۔

جیسے قرآن پاک حفظ کرنے والے کو اپنی برادری کے دس آدمیوں کی سفارش کا موقع ملے گا کُلُّهُمْ قَدْ وَجَبَتْ لَهُمُ النَّارُ ''ان سب کے لیے دوزخ واجب ہو چکی ہوگی۔'' اور جس نے قرآن پاک یاد کیا اور اس پر عمل کیا اس کے والدین کے سر پر رب تعالیٰ ایسا تاج رکھیں گے جو سورج سے بھی زیادہ چمکیلا ہوگا۔ تو گویا حافظ صرف اپنے لیے حفظ نہیں کر رہا بلکہ دوسروں کے لیے بھی کر رہا ہے۔ اس کے حفظ کرنے میں جتنے معاونین ہیں، اساتذہ ہیں، وہ سب ان نعمتوں کے مستحق ہیں۔ اگر کسی نے ایک وقت کا کھانا حافظ کو

دیا ہے وہ بھی ان نعمتوں سے فائدہ اٹھائے گا (بشرطیکہ اخلاص کے ساتھ کھلایا ہو۔ بلوچ)

تو فرمایا ہم ملا دیں گے ان کے ساتھ ان کی اولاد کو اور نہیں کمی کریں گے ان کے اعمال میں سے کسی شے کی كُلُّ امْرِئٍۭ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ ہر آدمی اپنی کمائی میں رہن رکھا ہوا ہے، پھنسا ہوا ہے۔ جس نے جو کمایا ہے اس کا بدلہ اس کو ملے گا۔ رہن کا معنیٰ گروی ہے اِنْ كَانَ خَيْرًا فَخَيْرٌ وَ اِنْ كَانَ شَرًّا فَشَرٌّ "اگر نیک عمل کیا ہے تو اچھا بدلہ ملے گا اور اگر بُرا عمل کیا ہے تو بُرا بدلہ ملے گا۔" بعض ایسے بُرے اعمال ہیں جن کو بُرا عمل ہی نہیں سمجھتے۔ مثلاً مسجد سے نکلتے ہوئے سیڑھیوں میں تھوکنا، پھل کھا کر چھلکا راستے میں پھینک دینا۔ گھروں میں کوڑا کرکٹ کا پڑا رہنا، صفائی نہ کرنا، راستے پر بلغم تھوک دینا، یہ تمام گناہ کے کام ہیں۔

اسلام بڑا پاکیزہ اور صاف ستھرا مذہب ہے اور صفائی کو پسند کرتا ہے۔ نیکیوں کی وجہ سے ایسی برائیاں مٹ جاتی ہیں مگر ان لوگوں کی کہ جن کی نیکیوں کا پلہ بھاری ہو۔ نفلی نمازیں پڑھتے ہوں، نفلی روزے رکھتے ہوں، امر بالمعروف نہی عن المنکر کرتے ہوں۔ ایسے لوگوں کے بارے میں ہے يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ [فرقان: ۷۰] "تبدیل کر دے گا اللہ تعالیٰ ان کی برائیوں کو نیکیوں میں۔" اگر نیکیوں کا پلہ بھاری نہ ہوا تو پھر کچھ بھی نہیں۔ یہاں تک کہ اگر ایک آدمی کی پچاس نیکیاں ہیں اور پچاس بدیاں ہیں تو جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ جنت اور دوزخ کے درمیان ایک مقام ہے اعراف۔ وہاں رہیں گے جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا۔

حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا حضرت اعراف والے کون ہوں گے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا مَنِ اسْتَوَتْ حَسَنَاتُهٗ وَ سَيِّئَاتُهٗ "جس کی

نیکیاں اور برائیاں برابر ہیں ؑ' اگر ایک نیکی بڑھ جاتی جنت میں چلا جاتا، ایک بدی بڑھ جاتی جہنم میں چلا جاتا۔ تو فرمایا ہر آدمی اپنی کمائی میں رہن ہے وَاَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ اور ہم ان کو مدد دیں گے پھلوں کے ساتھ وَّلَحْمٍ اور گوشت کے ساتھ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ جس قسم کا وہ چاہیں گے۔ جنتی جس طرح کا پھل میوہ چاہیں گے وہ ان کو ملے گا يَتَنَازَعُوْنَ کا لفظی معنٰی تو ہے ایک دوسرے سے چھیننا۔ مگر یہاں مراد ہے دل لگی کرنا۔ وہ دل لگی کر رہے ہوں گے فِيْهَا جنت میں كَاْسًا پیالے میں لَّا لَغْوٌ فِيْهَا اس میں بے ہودگی بھی نہیں ہوگی وَلَا تَاْثِيْمٌ اور گناہ بھی نہیں ہوگا۔ جنتی لوگ آپس میں دل لگی کریں گے اس طرح کہ مثلاً: ایک پانی پینے کے لیے پیالہ ہاتھ میں لے گا دوسرا اس سے لے لے گا۔ اس میں کوئی لڑائی جھگڑا نہیں ہوگا مذاق اور دل لگی ہوگی۔ دل ایسے صاف ہوں گے جیسے شیشہ ہوتا ہے کسی کے دل میں کسی کے خلاف کوئی جذبہ نہیں ہوگا۔

وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ اور پھریں گے ان پر سامنے ان کے لیے بچے كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ گویا کہ وہ موتی ہیں پردوں میں چھپے ہوئے۔ موتی خود صاف ہوتا ہے اور پردے میں چھپا ہوا ہو تو اور صاف ہوتا ہے اس پر مکھی کا اثر نہیں ہوتا، گرد و غبار نہیں پڑتا۔ یہ اپنے بچے بھی ہو سکتے ہیں جو تھوڑی عمر میں فوت ہو گئے تھے۔ اور وہاں کی مخلوق بھی ہے جیسے حوریں وہاں کی مخلوق ہیں۔ اور یہ بھی ہے کہ کافروں کے وہ بچے جو نابالغ فوت ہوئے ہیں وہ جنتیوں کی خدمت کریں گے وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اور متوجہ ہوں گے ان کے بعض بعض کی طرف يَّتَسَآءَلُوْنَ ایک دوسرے سے سوال کریں گے قَالُوْٓا کہیں گے اِنَّا كُنَّا بے شک تھے ہم قَبْلُ اس سے پہلے

فِیۡۤ اَھۡلِنَا مُشۡفِقِیۡنَ اپنے اہل میں ڈرنے والے۔ خوف زدہ تھے کہ خدا جانے مرنے کے بعد ہمارے ساتھ کیا ہوگا، قبر میں کیا ہوگا، میدان حشر میں کیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش ہوں گے تو کیا بنے گا؟ ہم بہت خوف زدہ تھے پس ہوا کیا فَمَنَّ اللّٰہُ عَلَیۡنَا پس اللہ تعالیٰ نے ہمارے اوپر احسان کیا وَوَقٰنَا عَذَابَ السَّمُوۡمِ۔ سموم ایسی گرم ہوا کو کہتے ہیں جو مسامات میں داخل ہو جائے۔ تو معنٰی ہوگا اس لُو کے عذاب سے بچایا جو مسامات میں داخل ہونے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ مومن دنیا میں بھی رب تعالیٰ کو نہیں بھولتا اور آخرت میں بھی نہیں بھولتا۔ مرتے وقت بھی اس کی زبان پر کلمہ ہوگا۔ جب فرشتے پوچھتے ہیں مَنۡ رَّبُّكَ تو کہتا ہے رَبِّیَ اللّٰہ جب پوچھتے ہیں مَنۡ نَّبِیُّكَ تو کہتا ہے نبی محمد ﷺ جب پوچھتے ہیں مَا دِیۡنُكَ تو کہتا ہے دِینی الاسلام میرا دین اسلام ہے۔ یہ تب ہی کہے گا اگر اسلام پر چلتا رہا اور اگر اسلام کی مخالفت کرتا رہا ہے تو کس منہ سے کہے گا دِینی الاسلام اور اگر آپ ﷺ کی پیروی نہیں کی تو کس منہ سے کہے گا کہ میں آپ ﷺ کا امتی ہوں اور محمد ﷺ میرے پیغمبر ہیں۔ اور کہیں گے اِنَّا کُنَّا مِنۡ قَبۡلُ بے شک ہم تھے اس سے پہلے دنیا میں نَدۡعُوۡہُ اسی کو پکارتے۔ ہم کہتے تھے اللہ تعالیٰ ہی ہمارا حاجت روا اور مشکل کشا ہے، فریادرس ہے۔ رب تعالیٰ ہی ہمارا دست گیر ہے ہم اسی کو پکارتے تھے اِنَّہٗ ھُوَ الۡبَرُّ بے شک وہ نیک سلوک کرنے والا ہے۔ بَرّ زبر کے ساتھ ہو تو اس کا معنٰی ہے نیک سلوک کرنے والا اور کسرے کے ساتھ ہو تو اس کا معنٰی ہے نیکی۔ الرَّحِیۡمُ وہ بے حد مہربان ہے۔

فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ﴿٢٩﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ﴿٣٠﴾ قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ ﴿٣١﴾ اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿٣٢﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٣٣﴾ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ﴿٣٤﴾ اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿٣٥﴾ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ﴿٣٦﴾ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ ﴿٣٧﴾ اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَّسْتَمِعُوْنَ فِيْهِ ۚ فَلْيَاْتِ مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿٣٨﴾ اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ ﴿٣٩﴾ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴿٤٠﴾

فَذَكِّرْ پس آپ نصیحت کریں فَمَآ اَنْتَ پس نہیں ہیں آپ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ اپنے رب کے فضل سے بِكَاهِنٍ فال نکالنے والے وَّلَا مَجْنُوْنٍ اور نہ دیوانے اَمْ يَقُوْلُوْنَ کیا یہ لوگ کہتے ہیں شَاعِرٌ یہ شاعر ہے نَّتَرَبَّصُ بِهٖ ہم انتظار کرتے ہیں اس کے بارے میں رَيْبَ الْمَنُوْنِ زمانے کی گردش کا قُلْ آپ کہہ دیں تَرَبَّصُوْا تم انتظار کرو فَاِنِّيْ مَعَكُمْ پس بے شک میں بھی تمہارے ساتھ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں اَمْ تَاْمُرُهُمْ کیا حکم کرتی ہیں ان کو اَحْلَامُهُمْ ان کی عقلیں بِهٰذَآ ایسی باتوں کا اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ یا

وہ قوم ہے سرکشی کرنے والی اَمْ يَقُوْلُوْنَ کیا وہ کہتے ہیں تَقَوَّلَهٗ یہ نبی قرآن کو گھڑ لایا ہے بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بلکہ وہ ایمان نہیں لاتے فَلْيَاْتُوْا پس چاہیے کہ لائیں وہ بِحَدِيْثٍ کوئی بات مِّثْلِهٖٓ اس جیسی اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ اگر ہیں وہ سچے اَمْ خُلِقُوْا کیا یہ پیدا کیے گئے ہیں مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ بغیر کسی چیز کے اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ یا وہ خود پیدا کرنے والے ہیں اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ یا انھوں نے پیدا کیا آسمانوں کو وَالْاَرْضَ اور زمین کو بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ بلکہ وہ یقین نہیں رکھتے اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ کیا ان کے پاس ہیں آپ کے رب کے خزانے اَمْ هُمُ الْمُصَۜيْطِرُوْنَ یا وہ داروغے لگے ہوئے ہیں اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ یا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے يَّسْتَمِعُوْنَ فِيْهِ جس پر چڑھ کر سنتے ہیں فَلْيَاْتِ مُسْتَمِعُهُمْ پس چاہیے کہ لائے ان کا سننے والا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ کوئی کھلی دلیل اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ کیا رب تعالیٰ کے لیے بیٹیاں ہیں وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ اور تمہارے لیے بیٹے ہیں اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا کیا آپ ان سے سوال کرتے ہیں کسی معاوضے کا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ پس وہ اس تاوان کی وجہ سے مُّثْقَلُوْنَ بوجھ کے نیچے ڈالے ہوئے ہیں۔

مشرکین کا ایک ماحول بنا ہوا تھا۔ اس کو چھوڑنا ان کے لیے کافی مشکل تھا۔ جیسے آج کل شادی بیاہ، منگنی اور ماتم کی رسمیں ہیں اکثریت ان کو غلط سمجھتی ہے لیکن ماحول کی وجہ سے نکل نہیں سکتے۔ کہتے ہیں کیا کریں ناک نہیں رہتا، برادری نہیں چھوڑتی، برادری

ناراض ہو جائے گی۔ بس اس ناک اور برادری نے بیڑا غرق کر دیا ہے۔ اسی طرح وہ لوگ کفر و شرک کی رسموں میں مبتلا تھے۔ ان کے سامنے جب توحید و رسالت کا مسئلہ پیش کیا جاتا، قیامت کا مسئلہ پیش کیا جاتا تو ماحول کی وجہ سے ان کو سمجھ نہیں آتا تھا۔ پھر آپ ﷺ کے متعلق مختلف قسم کے شوشے چھوڑتے تھے۔ ان شوشوں میں سے یہ بھی تھے کہ یہ شاعر ہے، کاہن ہے، دیوانہ ہے، اس کے پھندے میں نہ آنا۔

رب تعالیٰ آپ ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں فَذَكِّرْ پس آپ اے نبی کریم ﷺ! نصیحت کریں۔ آپ کا کام نصیحت کرنا ہے پس آپ نصیحت کرتے رہیں فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ پس نہیں ہیں آپ اپنے رب کے فضل سے بِكَاهِنٍ فال نکالنے والے وَّلَا مَجْنُوْنٍ اور نہ دیوانے ہیں۔ ان کے کہنے سے نہ آپ کاہن ہو جائیں گے اور نہ دیوانے ہو جائیں گے۔

فال نکالنے اور نکلوانے کی ممانعت :

حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص فال نکالنے والے کے پاس گیا فَقَدْ كَفَرَ بِمَآ اُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ "پس تحقیق اس نے انکار کر دیا اس چیز کا جو اتاری گئی ہے محمد ﷺ پر۔" ایسا شخص آنحضرت ﷺ کی شریعت کی رو سے اسلام سے خارج ہو گیا ہے، اس کا نکاح ٹوٹ گیا۔ یہ بیماری مردوں میں بھی ہے لیکن عورتوں میں بہت زیادہ ہے۔ پہلے اپنی چیز کو سنبھالتے نہیں گم ہونے کے بعد فال نکلواتے پھرتے ہیں۔ وہ چیز تو ضائع ہوئی ایمان بھی ضائع کر آئے۔

ترمذی شریف میں حدیث ہے مَنْ اَتٰى كَاهِنًا "جو آدمی کاہن کے پاس گیا فَصَدَّقَهٗ پھر اس کی تصدیق کی جو اس نے کہا فَقَدْ كَفَرَ بِمَآ اُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ پس

اس نے اس شریعت کا انکار کر دیا جو آنحضرت ﷺ پر نازل ہوئی ہے۔'' وہ کافر ہے اس شریعت کا۔ بلکہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر کوئی آدمی کاہن کی تصدیق نہیں کرتا بلکہ دل لگی کے طور پر اس کو کہتا ہے کہ فال نکالو تو چالیس دن رات کی نمازوں کا اجر باطل ہو جاتا ہے۔ اگر تصدیق کرتا ہے ایمان کی دولت سے محروم ہو جاتا ہے۔ فال نکالنے والا غیب تو نہیں جانتا غیب کا علم تو صرف پروردگار کے پاس ہے۔

ضماد کا قبول اسلام :

مشرکین مکہ نے آپ ﷺ کے متعلق بڑا مشہور کیا کہ یہ کاہن ہے اور دیوانہ ہے۔ دور، دراز کے علاقوں تک یہ بات پہنچی کہ عبدالمطلب کا پوتا ہے ماں باپ اس کے فوت ہو گئے ہیں، غربت کی وجہ سے دیوانہ ہو گیا ہے۔ ازدشنؤ قبیلے کا ایک آدمی تھا جس کا نام ضماد تھا۔ وہ پاگلوں اور دیوانوں کا علاج کرتا تھا۔ انسانی ہمدردی کے تحت وہ آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچا۔ کہنے لگا کیا آپ ﷺ نے ازدشنؤ قبیلے کا نام سنا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں میں نے سنا ہے۔ کوئی ضماد نامی آدمی بھی سنا ہے جو دیوانوں کو دم کرتا ہے اور رب تعالیٰ شفا دیتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں سنا ہے۔ کہنے لگا وہ فقیر میں ہوں آپ ﷺ کے پاس محض انسانی ہمدردی کے تحت آیا ہوں کوئی فیس نہیں لینی میں آپ کو دم کر دوں گا لَعَلَّ اللّٰهُ يَشْفِيْكَ عَلٰى يَدِىْ مسلم شریف کی روایت ہے کہ ''شاید اللہ تعالیٰ آپ کو شفا دے دے میرے ہاتھ پر۔'' آنحضرت ﷺ اس کی بات سن کر مسکرائے اور فرمایا دیکھو! ان لوگوں نے کتنا زبردست پروپیگنڈہ کیا ہے کہ دور دراز تک میرے دیوانے ہونے کی تشہیر ہو رہی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے میں دیوانہ نہیں ہوں۔ اس نے کہا پھر آپ ﷺ کیا کہتے ہیں جس کی وجہ سے لوگ آپ ﷺ کو دیوانہ کہتے

ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے خطبہ پڑھا جو آپ حضرات جمعہ میں سنتے ہیں الحمد للہ نحمدہ و نستعینہ ونستغفرہ اس کے بعد سورہ والسماء والطارق پڑھی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ عربی اس کی مادری زبان تھی۔ جیسے جیسے آپ ﷺ پڑھتے جاتے تھے وہ روتا جاتا تھا۔ کہتا تھا یہ بندوں کا کلام نہیں ہے۔ میں خود شاعر ہوں، مقرر ہوں، میں سمجھتا ہوں یہ بندوں کا کلام نہیں ہے۔ ضماد آیا تھا تو کافر تھا گیا تو رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہو کر، صحابی بن کر گیا۔

تو فرمایا آپ اپنے رب کے فضل سے فال نکالنے والے نہیں ہیں اور نہ آپ دیوانے ہیں۔ فرمایا اَمْ یَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہے نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ۔ ریب کا معنیٰ ہے گردش اور منون کا معنیٰ زمانہ بھی ہے اور موت بھی ہے۔ معنیٰ ہوگا ہم انتظار کرتے ہیں اس کے بارے میں زمانے کی گردش کا یا موت کی گردش کا۔ دونوں معنیٰ صحیح ہیں کہ مر جائے گا ہمارا پیچھا چھوٹ جائے گا یا زمانے کی گردش کا انتظار کرتے ہیں کہ زمانے کے ساتھ یہ پلٹ جائے اور اس طرح کے حالات نہ رہیں۔ تو آپ ﷺ کو شاعر بھی کہتے تھے۔ سورہ یٰسین میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَ مَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ''اور نہیں ہم نے سکھائی پیغمبر کو شعر وشاعری اور نہ ہی ان کے لائق تھی۔'' کیوں؟ سورہ شعراء میں آتا ہے وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ [آیت: ۲۲۶] ''اور بے شک وہ کہتے ہیں جو کرتے نہیں۔'' ہمارے دور کے بہت بڑے شاعر علامہ اقبال مرحوم ہیں۔ ایسے شاعر کہیں صدیوں کے بعد پیدا ہوتے ہیں۔ وہ خود اقرار کرتے ہیں:

گفتار کا یہ غازی تو بنا کردار کا غازی بن نہ سکا

گفتار کیسی تھی اور کردار کیسا تھا؟ اللہ تعالیٰ سب کو معافی دے۔ اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کی شان یہ ہے کہ جو دل میں ہوتا ہے وہ زبان پر ہے۔ اور جو زبان پر ہے وہ عمل میں ہے۔ یہاں دورنگی نہیں ہے۔ اسی لیے رب تعالیٰ نے فرمایا لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ [الاحزاب:۲۱] ''البتہ تحقیق تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کے رسول میں اچھا نمونہ ہے۔'' نماز میں، روزے میں، چلنے پھرنے میں، کھانے پینے میں، ہر ہر فعل اور ہر ہر حرکت میں تمہارے لیے مجسم نمونہ ہے۔

تو فرمایا کیا یہ کہتے ہیں شاعر ہے ہم انتظار کر رہے ہیں زمانے کی گردش کا قُلْ آپ کہہ دیں تَرَبَّصُوْا تم انتظار کرو فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ پس بے شک میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔ دیکھیں گے کون کامیاب ہوتا ہے۔ یہ سورت مکی ہے تھوڑے ہی عرصے کے بعد بدر کا معرکہ پیش آیا جس نے کافروں کی کمر توڑ کے رکھ دی۔ ستر مارے گئے، ستر گرفتار ہوئے اور جو میدان چھوڑ کر بھاگے وہ شرمندگی کی وجہ سے کئی کئی ماہ اپنے گھروں میں داخل نہیں ہوئے۔ جب گھروں کو گئے تو عورتیں شرم (عار) دلاتی تھیں اور کہتی تھیں اس ذلت سے تو بہتر تھا کہ تم بھی مر جاتے۔

تو فرمایا انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والا ہوں اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ کیا حکم کرتی ہیں ان کو ان کی عقلیں ایسی باتیں کرنے کی۔ کبھی شاعر کہتے ہیں، کبھی کاہن کہتے ہیں، کبھی دیوانہ کہتے ہیں اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ یا یہ قوم سرکشی کرنے والی ہے۔ سرکشی کی بنیاد پر ایسی باتیں ان کے ذہن میں آتی ہیں اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ یا یہ کہتے ہیں کہ یہ نبی قرآن خود گھڑ کے لایا ہے بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بلکہ وہ ایمان نہیں لاتے فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ پس چاہیے کہ وہ لائیں کوئی بات قرآن پاک جیسی اِنْ كَانُوْا

صٰدِقِیْنَ اگر ہیں وہ سچے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق ان کو تین قسم کے چیلنج کیے ہیں۔

قرآن پاک کا چیلنج :

پہلا چیلنج پندرہویں پارے میں مذکور ہے قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ ’’آپ فرمادیں اگر اکٹھے ہوجائیں انسان اور جنات سارے اس بات پر کہ وہ لائیں اس قرآن کے مثل لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ کَانَ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ ظَھِیْرًا [سورہ بنی اسرائیل:۸۸] نہیں لاسکیں گے اس کے مثل اگرچہ بعض ان کے بعض کے مددگار ہوں۔‘‘ اگر ایک آدمی بقول ان کے قرآن بنا سکتا ہے تو تمام انسان اور جنات مل کر کیوں نہیں بنا سکتے۔ اس موقع پر ان کو یہ چیلنج قبول کر کے کہنا چاہیے تھا کہ ہم لے آتے ہیں۔ کئی سال اس چیلنج کو گزر گئے چیلنج قبول نہ کر سکے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے چیلنج میں کچھ چھوٹ (رعایت) دے دی۔ فرمایا فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَیٰتٍ [ہود:۱۳] ’’لاؤ اس جیسی دس سورتیں گھڑی ہوئیں۔‘‘ یعنی ایک سو چودہ سورتوں میں سے ایک سو چار سورتیں تمھیں معاف ہیں صرف دس سورتیں بنالاؤ۔‘‘ پہلے چیلنج میں انسانوں اور جنوں کا ذکر تھا اس میں مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ کا لفظ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کو چھوڑ کر جنوں، انسانوں، فرشتوں کو بھی ساتھ ملالو۔ یہ چیلنج قبول کرنے کی بھی کسی نے ہمت نہ کی۔

آخر میں رب تعالیٰ نے فرمایا وَاِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُھَدَآءَکُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ [البقرہ:۲۳] ’’اور اگر ہو تم شک میں اس چیز کے بارے میں جو ہم نے نازل کی ہے اپنے بندے پر یعنی محمد ﷺ پر پس لاؤ تم ایک سورت اس جیسی اور بلاؤ تم اپنے مددگاروں

کو اللہ تعالیٰ کے سوا اگر ہو تم سچے۔'' اللہ تعالیٰ کے سوا ساری کائنات اکٹھی ہو جائے قرآن کریم جیسی ایک چھوٹی سی سورت ہی لے آؤ۔ قرآن کریم کی سورتوں میں سے تین سورتیں سب سے چھوٹی ہیں۔ سورۃ العصر، سورۃ النصر اور سورۃ الکوثر۔ ان تین آیات والی سورتوں جتنی کوئی چھوٹی سی سورت ہی لے آؤ۔ اور ساتھ ہی فرما دیا وَلَنْ تَفْعَلُوْا ''اور تم ہرگز نہیں لاسکو گے۔'' آج تک صدیاں گزر گئی ہیں کوئی چھوٹی سی سورت نہیں لا سکا اور نہ لا سکے گا قیامت تک۔ لیکن شوشے چھوڑنے سے کوئی باز نہیں آتا۔ جھوٹے سے جھوٹا آدمی بھی خاموش ہو جائے اس کا کبھی تصور بھی نہ کرنا۔ بلکہ جھوٹا زیادہ باتیں کرتا ہے۔ ہار ماننے کے لیے کوئی تیار نہیں ہوتا۔ مشہور کہاوت ہے ''کیا پدی، کیا پدی کا شوربا۔''

یہ پدی روڑی (کوڑا کرکٹ کے ڈھیر) پر پھر رہی تھی وہاں دھاگے تھے ان میں اس کے پاؤں پھنس گئے۔ اڑتی ہے پھڑ پھڑا کر گر جاتی ہے۔ کوے نے دیکھا خالہ پھنس ہوئی ہے اس کو چھڑا دوں۔ آ کر اس نے پوچھا کیا ہوا ہے؟ کہنے لگی زمین تول رہی ہوں۔ پدی زمین کو تول رہی ہے۔ اندازہ لگاؤ! خاموش تو پدی بھی نہ رہی۔ تو دنیا میں خاموش کوئی نہیں رہتا۔ باطل سے باطل فرقے والا بھی کبھی خاموش نہیں رہے گا۔ مگر سمجھ دار لوگ باتوں سے اندازہ لگا لیتے ہیں کہ سچا کون ہے اور جھوٹا کون ہے۔

تو فرمایا پس چاہیے کہ لائیں وہ کوئی بات اس قرآن جیسی اگر وہ سچے ہیں اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ یہاں شی کا لفظ خالق پر بولا گیا ہے۔ کیا وہ پیدا کیے گئے ہیں خالق کے بغیر۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا نہیں کیا اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ یا وہ خود پیدا کرنے والے ہیں۔ خود خالق بنتے پھرتے ہیں اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ یا انھوں نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ بلکہ وہ یقین نہیں رکھتے کسی چیز کا۔ نہ

ایمان کا، نہ توحید کا، نہ رسالت کا، نہ قیامت کا۔ الٹا کہتے تھے لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ [زخرف:۳۱] ''کیوں نہیں اتارا گیا یہ قرآن کسی بڑے آدمی پر دو بستیوں میں سے۔'' مکہ مکرمہ میں ولید بن مغیرہ بڑا مال دار آدمی ہے اس پر کیوں نہیں نازل کیا گیا؟ طائف میں عروہ بن مسعود ثقفی بڑا سردار تھا اس پر کیوں نہیں اتارا گیا۔ قرآن کے لیے یہ یتیم ہی رہ گیا تھا۔ رب کو یہ یتیم ہی ملا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ کیا ان کے پاس ہیں آپ کے رب کے خزانے کہ وہ جس کو چاہیں نبوت دیں اور جس پر چاہیں قرآن نازل کریں اَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ یا وہ داروغے لگے ہوئے ہیں کہ اس طرح کی تنقید کرتے ہیں اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ۔ سُلَّمٌ کا معنیٰ ہے سیڑھی۔ یا ان کے پاس سیڑھی ہے يَّسْتَمِعُوْنَ فِيْهِ جس پر چڑھ کر سنتے ہیں رب تعالیٰ کی باتیں کہ ان کو پیغمبر کی ضرورت نہیں ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے درمیان واسطہ پیغمبر ہیں۔ رب تعالیٰ پیغمبر کو احکام دیتے ہیں وہ مخلوق تک پہنچاتا ہے۔ اگر ایسی بات ہے کہ ان کے پاس سیڑھی ہے کہ جس پر چڑھ کر خود سنتے ہیں فَلْيَاْتِ مُسْتَمِعُهُمْ پس چاہیے کہ لائے ان کا سننے والا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ کوئی کھلی دلیل۔ اس بات پر واضح دلیل پیش کرے کہ دیکھو! یہ سیڑھی میرے پاس ہے اس پر چڑھ کر میں عرش تک جاتا ہوں اور رب تعالیٰ کے حکم میں خود سنتا ہوں، فرشتوں کو دیکھتا ہوں۔ محض شوشے چھوڑنے سے کچھ نہیں بنتا۔

پھر بہت سی قومیں تھیں جن میں عرب کے مشرک بھی تھے جو کہتے تھے کہ فرشتے رب تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اسی لیے پردے میں رہتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ کیا رب تعالیٰ کے لیے بیٹیاں ہیں اور تمہارے لیے بیٹے ہیں۔

کیسی تقسیم ہے کہ جو چیز اپنے لیے پسند نہیں کرتے وہ اللہ تعالیٰ کے لیے پسند کرتے ہیں۔
سورۃ النحل آیت نمبر ۵۸ میں ہے وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ''اور جب خوش خبری دی جاتی ہے ان میں سے کسی کو بیٹی کی ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ہو جاتا ہے اس کا چہرہ سیاہ اور اس کا دل گھٹنے لگ جاتا ہے۔'' بلکہ بعض ایسے تھے جو گھر سے بھاگ جاتے تھے کہ لڑکی پیدا ہوگئی ہے۔

ایک تاریخی واقعہ :

تاریخی واقعہ ہے کہ ابوحمزہ ایک چودھری تھا جو بڑا مال دار اور خوب صورت جوان تھا۔ ڈیرا اس کا ہر وقت آباد رہتا تھا، مجلس لگی رہتی تھی۔ لوگوں کو شراب کباب کھلاتا پلاتا رہتا تھا۔ چنانچہ ایک دن مجلس لگی ہوئی تھی کہ لونڈی نے آکر کان میں کہا آپ کے ہاں لڑکی ہوئی ہے۔ جب اس نے یہ سنا تو اس کا چہرہ سیاہ ہوگیا مجلس سے اٹھ کر چلا گیا اور پھر واپس گھر نہیں آیا۔ اس کی بیوی نے قصیدہ پڑھا جس کا ایک شعر یہ ہے:

مالی حمزة لَا یَاْتِیْنَا غضبانًا ان لا نکدا لینن
تاللہ ما ذاك فی ایدینا نحن کزرع لزارعین
نبتت فیما تزرعونا

''میرے خاوند کو کیا ہوگیا ہے میرا کیا قصور ہے۔ ہمارے اختیار میں کیا ہے؟ لڑکی پیدا ہوئی ہے تو رب تعالیٰ نے پیدا کی ہے یا میں نے پیدا کی ہے؟ ہم تو ایسے ہی ہیں جیسے کھیتی ہوتی ہے کھیتی کرنے والوں کے لیے۔ ہم تو وہی کچھ اگائیں گی جو بیج ہمارے اندر ڈالا جائے گا۔''

او ظالمو! اپنے لیے لڑکے پسند کرتے ہو اور رب تعالیٰ کے لیے لڑکیاں۔ اللہ تعالیٰ

کے پیغمبر کی بات تمہاری سمجھ میں کیوں نہیں آتی۔ یہ آپ کی بات کیوں نہیں سنتے اور سمجھتے؟ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا کیا آپ ان سے سوال کرتے ہیں کسی معاوضے کا کہ ان کو خطرہ ہو کہ ہمارے اوپر بوجھ ڈالے گا ہم سے چندہ مانگے گا کیا اس لیے بھاگتے ہیں؟ فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ پس وہ اس تاوان کی وجہ سے بوجھ کے نیچے ڈالے ہوئے ہیں، بوجھ کے نیچے آئے ہوئے ہیں۔ حالانکہ ان باتوں میں سے کوئی بھی نہیں ہے محض ضدی لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ حق کے ساتھ ضد سے بچائے اور محفوظ رکھے۔ حق سمجھنے اور حق پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اَمۡ عِنۡدَهُمُ الۡغَيۡبُ فَهُمۡ يَكۡتُبُوۡنَ ﴿۴۱﴾

اَمۡ يُرِيۡدُوۡنَ كَيۡدًا ؕ فَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا هُمُ الۡمَكِيۡدُوۡنَ ﴿۴۲﴾ اَمۡ لَهُمۡ اِلٰهٌ غَيۡرُ اللّٰهِ ؕ سُبۡحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ ﴿۴۳﴾ وَاِنۡ يَّرَوۡا كِسۡفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا يَّقُوۡلُوۡا سَحَابٌ مَّرۡكُوۡمٌ ﴿۴۴﴾ فَذَرۡهُمۡ حَتّٰى يُلٰقُوۡا يَوۡمَهُمُ الَّذِىۡ فِيۡهِ يُصۡعَقُوۡنَ ﴿۴۵﴾ يَوۡمَ لَا يُغۡنِىۡ عَنۡهُمۡ كَيۡدُهُمۡ شَيۡـًٔا وَّلَا هُمۡ يُنۡصَرُوۡنَ ﴿۴۶﴾ وَاِنَّ لِلَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا عَذَابًا دُوۡنَ ذٰلِكَ وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۴۷﴾ وَاصۡبِرۡ لِحُكۡمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعۡيُنِنَا وَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ حِيۡنَ تَقُوۡمُ ﴿۴۸﴾ وَمِنَ الَّيۡلِ فَسَبِّحۡهُ وَاِدۡبَارَ النُّجُوۡمِ ﴿۴۹﴾ ع

اَمۡ عِنۡدَهُمُ الۡغَيۡبُ کیاان کے پاس غیب ہے فَهُمۡ يَكۡتُبُوۡنَ پس وہ اس کو لکھتے ہیں اَمۡ يُرِيۡدُوۡنَ كَيۡدًا کیا وہ ارادہ کرتے ہیں تدبیر کا فَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا پس وہ لوگ جو کافر ہیں هُمُ الۡمَكِيۡدُوۡنَ وہی آتے ہیں تدبیر میں اَمۡ لَهُمۡ اِلٰهٌ کیاان کے لیے کوئی الٰہ ہے غَيۡرُ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے سوا سُبۡحٰنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے عَمَّا ان چیزوں سے يُشۡرِكُوۡنَ جن کو یہ لوگ شریک بناتے ہیں وَاِنۡ يَّرَوۡا كِسۡفًا اور اگر یہ دیکھیں کوئی ٹکڑا مِّنَ السَّمَآءِ آسمان کی طرف سے سَاقِطًا گرتا ہوا يَّقُوۡلُوۡا کہیں گے سَحَابٌ یہ بادل ہے مَّرۡكُوۡمٌ گہرا فَذَرۡهُمۡ پس آپ چھوڑ دیں ان کو حَتّٰى يُلٰقُوۡا یہاں تک کہ ملیں يَوۡمَهُمُ الَّذِىۡ

اپنے اس دن سے فِيهِ يُصْعَقُونَ جس میں وہ بے ہوش کر دیے جائیں گے يَوْمَ جس دن لَا يُغْنِي عَنْهُمْ نہیں کفایت کرے گی كَيْدُهُمْ ان کی تدبیر شَيْئًا کچھ بھی وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ اور نہ ان کی مدد کی جائے گی وَإِنَّ لِلَّذِينَ اور بے شک ان لوگوں کے لیے ظَلَمُوا جو ظالم ہیں عَذَابًا عذاب ہے دُونَ ذَٰلِكَ اس سے پہلے وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لیکن اکثر ان کے لَا يَعْلَمُونَ نہیں جانتے وَاصْبِرْ اور آپ صبر کریں لِحُكْمِ رَبِّكَ اپنے رب کے حکم سے فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا پس بے شک آپ ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ اور تسبیح بیان کریں اپنے رب کی حمد کی حِينَ تَقُومُ جس وقت آپ اٹھتے ہیں وَمِنَ اللَّيْلِ اور رات کو فَسَبِّحْهُ پس اس کی تسبیح بیان کریں وَإِدْبَارَ النُّجُومِ اور ستاروں کے پشت پھیرنے کے بعد تسبیح بیان کریں۔

عالم الغیب اور انبآء الغیب کا فرق :

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے عالم الغیب والشہادۃ۔ آسمانوں اور زمینوں کا ایک ذرہ بھی اس کے علم سے باہر نہیں ہے۔ یہ صفت صرف پروردگار کی ہے۔ سورۃ نحل آیت نمبر ۷۷ میں ہے لِلَّهِ غَيْبُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ "اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے غیب آسمانوں کا اور زمین کا۔" اس صفت میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اور ایک ہیں غیب کی خبریں۔ غیب کی خبریں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو بتلائی ہیں کسی کو کم اور کسی کو زیادہ۔ سب سے زیادہ خبریں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو بتلائی

ہیں۔ کیونکہ آپ ﷺ تمام صفات میں تمام مخلوق سے بڑھ کر ہیں۔ چنانچہ آل عمران آیت نمبر ۴۴ میں ہے ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ”یہ غیب کی خبروں میں سے ہے ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔“ اور سورۃ ہود آیت نمبر ۴۹ میں ہے تِلْكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَا اِلَيْكَ ”یہ باتیں غیب کی خبروں میں سے ہیں ہم وحی کرتے ہیں آپ کی طرف۔“

انبیائے کرام علیہم السلام نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ غائب کی خبریں ہیں غیب نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے سے پہلے کے واقعات بھی بیان فرمائے اور اپنے بعد قیامت تک آنے والے اہم اہم واقعات بیان فرمائے۔ فرمایا یاجوج ماجوج چھوڑے جائیں گے، دجال نکلے گا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور کا ہوگا، مہدی آئیں گے۔ بے شمار زلزلے آئیں گے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے ہمیں بتایا کہ قبر میں نیک آدمی کے ساتھ کیا ہوتا ہے، بُرے کے ساتھ کیا ہوتا ہے، میدان محشر میں کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ کی عدالت لگے گی، پل صراط سے گزرنا ہے، جنت میں کیا ہوگا، دوزخ میں کیا ہوگا۔ ہمیں تو کسی چیز کا علم نہیں تھا یہ ساری باتیں اجمالی طور پر آپ ﷺ نے ہمیں بتلائی ہیں۔ یہ سب کی سب غیب کی خبریں ہیں جو پیغمبروں ہی نے بتلائی ہیں۔ ان چیزوں میں مخلوق عالم اسباب میں پیغمبر کی محتاج ہے۔ پیغمبر ہی بتلائے گا۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ کیا ان کے پاس غیب ہے۔ جو لوگ آپ ﷺ کی نبوت کا انکار کرتے ہیں کیا ان کے پاس غیب ہے فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ پس وہ اس کو لکھتے ہیں وہاں سے دیکھ کر کہ پہلے کیا ہوا اور آئندہ کیا ہوگا، قبر، حشر میں کیا ہوگا، جنت، دوزخ کے حالات کیا ہیں۔ یہ چیزیں انھوں نے از خود حاصل کر لی ہیں۔

ظاہر بات ہے کہ ساری چیزیں پیغمبروں نے بتلائی ہیں اور ان چیزوں میں ہم ان کے محتاج ہیں۔ یہ ضرورت نبوت کی دلیل ہے۔ پیغمبر کے بغیر مسئلہ حل نہیں ہو سکتا کوئی نہیں سمجھ سکتا کہ رب تعالیٰ کس چیز سے راضی ہے اور کس چیز سے ناراض ہے۔ یہ حلال ہے، یہ حرام ہے، یہ نیکی ہے، یہ بدی ہے۔ اس جہان کی باتیں، اگلے جہان کی باتیں، یہ سب غیب کی خبریں ہیں اور پیغمبروں نے بتلائی ہیں۔ ان کے پاس کون سا غیب ہے کہ وہاں سے دیکھ کر ان کو ان چیزوں کا علم ہو گیا ہے اَمْ یُرِیْدُوْنَ کَیْدًا کیا یہ ارادہ کرتے ہیں کسی تدبیر کا فَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا ھُمُ الْمَکِیْدُوْنَ پس وہ لوگ جو کافر ہیں وہی اپنی تدبیر میں پھنسیں گے۔

دارالندوہ میں ایک اہم میٹنگ :

اس سے مراد وہ تدبیر ہے جو ہجرت سے پہلے انھوں نے آنحضرت ﷺ کے متعلق دارالندوہ میں کی تھی۔ یہ ایک بہت بڑا ادارا تھا جہاں بیٹھ کر یہ لوگ گپیں مارتے تھے۔ یہ مسجد حرام کے قریب ہی تھا مگر اب وہ مسجد حرام میں شامل ہو گیا ہے۔ کیونکہ مسجد حرام کی توسیع کر لی گئی ہے۔ اس وقت چند خاندان تھے انھوں نے جو بھی بات کرنا ہوتی تھی دارالندوہ میں کرتے تھے۔

چنانچہ ابوجہل، عتبہ، اور ولید وغیرہ نے مشورہ کیا کہ محمد ﷺ کی تبلیغ روز بہ روز بڑھتی چلی جا رہی ہے، ہم نے ان کو مارا بھی ہے ان کے ساتھی زخمی بھی کیے، شہید بھی کیے، تین سال تک نظر بند بھی کیا لیکن اس کے پروگرام میں کمی نہیں ہوئی۔ ہم نے اب آخری فیصلہ کرنا ہے۔ چنانچہ تمام خاندانوں کے سربراہوں کی میٹنگ بلائی گئی۔ چوکیدار کو سرداروں کے نام لکھ کر دیے کہ ان کے سوا اندر کوئی نہ آئے۔ جب سارے اکٹھے ہو گئے

ابھی گفتگو شروع نہیں ہوئی تھی کہ ایک بزرگ شخصیت آئی وہ مقامی نہیں تھا۔ چوکیدار نے اندر جا کر بتلایا کہ ایک بزرگ بڑی عمدہ شکل وصورت کا آیا ہے یہاں کا معلوم نہیں ہوتا اندر آنا چاہتا ہے اس کو آنے دوں یا نہیں؟ انھوں نے کہا کہ اس کو پوچھو تم کہاں سے آئے ہو۔ چوکیدار نے پوچھ کر بتلایا کہ وہ نجد سے آیا ہے نجد مکہ مکرمہ سے کافی دور ہے انھوں نے کہا کہ اس کو اندر آنے دو۔ وہ بھی آ کر ممبر کی حیثیت سے بیٹھ گیا۔ یہ آنے والا ابلیس لعین تھا جو بزرگ کی شکل بنا کر آیا تھا۔ ایجنڈے کے مطابق گفتگو شروع ہوئی۔ کہنے لگے کہ ہم سب اپنا پورا زور لگا چکے ہیں لیکن اس کے مشن میں کمی نہیں آئی ہم سب اکتائے ہیں۔ آج ہم نے تم سب کو بلایا ہے کوئی فیصلہ کرنا ہے کہ ہم اس کو کس طرح ختم کر سکتے ہیں۔ ایک آدمی نے اٹھ کر کہا کہ اس کو نظر بند کر دو۔ نہ اُس کو کوئی ملے اور نہ وہ کسی کو۔ کچھ لوگوں نے اس کی تائید کی۔ ابو جہل نے اٹھ کر کہا مشہور مقولہ ہے :

مَنْ جَرَّبَ المجرَّبَ فقد حلت به الندامة

''جو آدمی تجربہ شدہ بات کا تجربہ کرتا ہے وہ شرمندہ ہوتا ہے۔'' ایک بات کا دوبارہ تجربہ نہیں کرنا چاہیے۔ سوا تین سال تک ہم نے ان کو شعب ابی طالب میں قید کیا ہر طرح سے پہرہ دیا رات کو بھی اور دن کو بھی۔ لیکن ان دنوں میں بھی لوگ مسلمان ہوئے ہیں۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ جیسی شخصیت انہی دنوں میں مسلمان ہوئی۔ لہٰذا ایک چیز کا بار بار تجربہ نہیں کرنا چاہیے۔ محرک نے کہا کہ میں اپنی تجویز واپس لیتا ہوں۔

دوسرا اٹھا اس نے کہا اس کو جلاوطن کر دو نہ تم اس کو دیکھو اور نہ وہ تم کو دیکھے۔ ایک دو نے اس کی بھی تائید کی۔ ابو جہل نے کھڑے ہو کر کہا تمہاری تجویز بھی صحیح نہیں ہے اس لیے کہ تم جانتے ہو اس کی زبان اَحْلیٰ مِنَ الْعَسَلِ ''شہد سے بھی زیادہ میٹھی ہے۔''

تیرہ سال ہم نے اس کاڈٹ کر مقابلہ کیا ہے مگر روک نہیں سکے۔ وہ جس علاقے میں بھی جائے گا ہماری طرح کا مقابلہ بھی کوئی نہیں کرے گا وہ لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا کر جماعت تیار کرلے گا اور تم پر حملہ کر کے تمھیں کچل دے گا اور تمہارے مظالم کا جواب دے گا۔ تو اس تجویز کے محرک نے کہا کہ میں اپنی تجویز واپس لیتا ہوں۔

اب تیسرا اٹھا اس نے کہا پھر ایک ہی صورت باقی بچی ہے کہ اس کو قتل کر دو۔ وہ نجد سے جو بزرگ مہمان آیا تھا اس نے کہا کہ مجھے بھی یہی رائے مناسب لگتی ہے۔ سب نے اس رائے کی تائید کی اور قتل کے لیے آدمی منتخب کر لیے گئے۔ رات بھی مقرر ہوگئی، وقت بھی مقرر ہو گیا۔ ان لوگوں نے جب آپ ﷺ کے گھر کا محاصرہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے سب پر نیند مسلط کر دی۔ سیرت ابن ہشام میں ہے کہ آنحضرت ﷺ ان کے سروں پر مٹی ڈال کر تشریف لے گئے۔ جس کو رب رکھے اس کو کون چکھے۔ بلکہ تھوڑے سے عرصہ کے بعد یہ سب مشورہ کرنے والے بدر کے میدان میں ذلت کی موت مرے۔ اس کے متعلق رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کیا یہ ارادہ کرتے ہیں تدبیر کا کہ آنحضرت ﷺ کو شہید کر دیا جائے اور دین اس طرح مٹ جائے۔ پس وہ لوگ جو کافر ہیں وہی آتے ہیں تدبیر میں۔ وہ خود تدبیر کا شکار ہوں گے۔

فرمایا اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ کیا ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور الٰہ ہے، معبود ہے، نذر و نیاز کے لائق ہے، مشکل کشا اور حاجت روا ہے؟ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے ان چیزوں سے جن کو یہ لوگ شریک بناتے ہیں۔

حلال وحرام کا اختیار صرف رب تعالیٰ کو ہے :

خدائی اختیارات اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں دیئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے کہا کہ علی رضی اللہ عنہ ابوجہل کی لڑکی جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ تم جویریہ کے ساتھ نکاح کرنا چاہتے ہو۔ کہنے لگے ہاں حضرت! ارادہ تو ہے۔ فرمایا سن لو! لَسْتُ مُحَرِّمًا حَلَالًا وَلَا اُحِلُّ حَرَامًا "میں حرام کو حلال اور حلال کو حرام نہیں کر سکتا۔" میں اس کا مجاز نہیں ہوں یہ رب تعالیٰ کا کام ہے۔ اس کے ساتھ نکاح کرنا تمہارے لیے حلال ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے رسول کی بیٹی اور اللہ تعالیٰ کے دشمن کی بیٹی اکٹھی نہیں ہوسکتیں۔ میری بیٹی کا مزاج اور ہے اور اس کی بیٹی کا مزاج اور ہے۔ میری بیٹی اس کے ساتھ گزارا نہیں کر سکتی۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تم اس کے ساتھ نکاح کرنا چاہتے ہو تو میری بیٹی کو طلاق دے دو۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں اور کوئی نکاح نہیں کیا۔ ان کے بعد متعدد عورتوں سے نکاح کیے۔ اکیس لڑکے اور انیس لڑکیاں ہوئیں۔ حرام، حلال کا اختیار صرف رب تعالیٰ کو ہے۔ کون اس سے پوچھ سکتا ہے کہ چھوٹا سا بٹیر حلال کیا ہے جو ایک لقمہ بنتا ہے اور اتنا بڑا ہاتھی حرام کیا ہے جس کو پورا قصبہ کھا سکتا ہے؟

تو اللہ تعالیٰ پاک ہے شریکوں سے۔ اس کے سوا نہ کوئی حاجت روا ہے، نہ مشکل کشا ہے، نہ کوئی قانون ساز ہے مگر یہ مشرک اتنے ضدی ہیں وَاِنْ یَّرَوْا کِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا اور اگر یہ دیکھیں کوئی ٹکڑا آسمان کی طرف سے گرتا ہوا۔ اگر ان پر عذاب کا کوئی ٹکڑا آسمان کی طرف سے گرے اور ان سے کہا جائے کہ یہ عذاب تم پر آرہا ہے تو یَّقُوْلُوْا کہیں گے سَحَابٌ مَّرْکُوْمٌ یہ بادل ہے گہرا۔ اتنے ضدی ہیں کہ ماننے

کے قریب نہیں آتے فَذَرْهُمْ پس آپ چھوڑ دیں ان کو حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ یہاں تک کہ ملاقات کریں اپنے اس دن سے جس دن میں یہ بے ہوش کیے جائیں گے، قیامت کے دن فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰه [الزمر:۶۸] ''پس بے ہوش ہو جائے گا جو ہے آسمانوں میں اور جو ہے زمین میں مگر وہ جس کو اللہ چاہے۔'' سب پر بے ہوشی طاری ہو گی سوائے موسیٰ علیہ السلام کے۔

بخاری شریف میں روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مجھے جب ہوش آئے گا تو میں دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام عرش کا پایہ پکڑ کر کھڑے ہیں۔ مجھے نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بے ہوشی سے مستثنیٰ کیا ہے یا طور کے اوپر ان کو جو بے ہوشی ہوئی تھی اس کے بدلے میں بے ہوش نہیں ہوئے۔ فرمایا اس دن کا انتظار کریں يَوْمَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا جس دن ان کو کفایت نہیں کرے گی ان کی کید ان کو کچھ بھی۔ کتنی بھی تدبیریں کریں وہ وقت نہیں ٹلے گا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ اور نہ ان کی مدد کی جائے گی وَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ اور بے شک ان لوگوں کے لیے جو ظالم ہیں عذاب ہے اس عذاب سے پہلے۔ کبھی شکست، کبھی قحط سالی، کبھی بیماری، کبھی کسی طرح کا عذاب، کبھی کسی طرح کا عذاب وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ لیکن اکثر ان کے نہیں جانتے وَاصْبِرْ اور آپ صبر کریں اے نبی کریم ﷺ! ان کی حرکتوں پر، ان کی باتوں پر لِحُكْمِ رَبِّكَ اپنے رب کے حکم کی خاطر فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا پس بے شک آپ ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں، ہماری نگرانی میں ہیں یہ آپ کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ اور تسبیح بیان کریں اپنے رب کی حمد کی۔ سبحان اللہ وبحمدہ پڑھیں حِيْنَ تَقُوْمُ جس وقت آپ اٹھتے ہیں۔

بعض مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ اٹھتے ہیں نیند سے۔ تو اس وقت پڑھیں الحمد للہ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُور سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ پڑھیں۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ جس وقت آپ تبلیغ کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو پہلے خطبہ پڑھیں الحمد للہ نحمدہ و نستعینہ۔ بعض فرماتے ہیں کہ جس وقت مجلس سے اٹھیں تو اس وقت پڑھیں سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ۔ میں کہتا ہوں ساری باتیں صحیح ہیں۔ وَمِنَ الَّیْلِ اور رات کو بھی فَسَبِّحْہُ پس تسبیح بیان کریں رب تعالیٰ کی سبحان اللہ وبحمدہ۔

حدیث پاک میں آتا ہے۔ مسلم شریف کی روایت ہے اَحَبُّ الْکَلَامِ اِلَی اللّٰہِ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ ”اللہ تعالیٰ کو یہ کلام بہت پیارا ہے۔“ اور بخاری شریف میں روایت ہے چار کلمے اللہ تعالیٰ کو بڑے پیارے ہیں سبحان اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ واللہ اکبر۔ تیسرے کلمے کا ورد ہر وقت رکھو یا کم از کم دو سو مرتبہ روزانہ پڑھو اور دو سو مرتبہ استغفار پڑھو اور دو سو مرتبہ درود شریف پڑھو۔ اس کے لیے وضو کی بھی شرط نہیں ہے۔ عورتیں جن دنوں میں نماز نہیں پڑھ سکتیں ان دنوں میں بھی پڑھیں کوئی پابندی نہیں ہے۔ اٹھتے بیٹھتے پڑھو، گھر میں پڑھو، دکان اور دفتر میں پڑھو وَ اِدْبَارَ النُّجُوْمِ اور ستاروں کے پشت پھیرنے کے بعد۔ صبح کے وقت طلوع آفتاب سے پہلے ستارے نظر نہیں آتے اس وقت اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی بڑی فضیلت ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے جو صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھے اور طلوع آفتاب تک ذکر واذکار میں رہے اس کو مکمل حج وعمرے کا ثواب ملتا ہے بغیر کسی کمی کے۔

مثال کے طور پر نماز باجماعت پڑھ کر درس سنو۔ اس کے مقابلے میں تم چوبیس

گھنٹے عبادت کرو تو اس درس کا ثواب زیادہ ہے۔ بعض لوگ درس کے دوران میں تسبیح پھیرتے رہتے ہیں۔ یہ بڑی غلطی اور نادانی کی بات ہے۔ درس بالکل خاموشی کے ساتھ سنو۔ یہ بہت بڑی عبادت ہے۔ تو فرمایا ستاروں کے پشت پھیرنے کے وقت تسبیح کرو۔ سورج کے طلوع ہونے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کثرت سے کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ سب کو توفیق عطا فرمائے۔

(امین)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سورۃ النجم

(مکمل)

جلد............١٩

اٰیاتہا ٦٢ ٥٣ سُوْرَۃُ النَّجْمِ مَکِّیَّۃٌ ٢٣ رکوعاتہا ٣

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰىۙ ﴿١﴾ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰىۚ ﴿٢﴾ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰىؕ ﴿٣﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰىۙ ﴿٤﴾ عَلَّمَهٗ شَدِیْدُ الْقُوٰىۙ ﴿٥﴾ ذُوْ مِرَّةٍؕ فَاسْتَوٰىۙ ﴿٦﴾ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰىؕ ﴿٧﴾ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰىۙ ﴿٨﴾ فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰىۚ ﴿٩﴾ فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰىؕ ﴿١٠﴾ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ﴿١١﴾ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا یَرٰى ﴿١٢﴾ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰىۙ ﴿١٣﴾ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ﴿١٤﴾ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰىؕ ﴿١٥﴾ اِذْ یَغْشَى السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰىۙ ﴿١٦﴾ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ﴿١٧﴾ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ﴿١٨﴾

وَالنَّجْمِ اورقسم ہے ستارے کی اِذَا هَوٰى جب وہ گرا مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ نہیں بہکا تمہارا ساتھی وَمَا غَوٰى اور نہ وہ بے راہ ہوا وَمَا یَنْطِقُ اور نہیں بولتا وہ عَنِ الْهَوٰى اپنی خواہش سے اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ نہیں ہے وہ مگر وحی یُّوْحٰى جو وحی کی جاتی ہے عَلَّمَهٗ تعلیم دی اس کو شَدِیْدُ الْقُوٰى سخت قوتوں والے نے ذُوْ مِرَّةٍ جو طاقت والا ہے فَاسْتَوٰى پس وہ سیدھا ہوا وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى اور وہ بلند کنارے پر تھا

ثُمَّ دَنَا پھر وہ قریب ہوا فَتَدَلّٰی پس اور قریب ہوا فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ پس ہوا اندازہ دو کمانوں کا اَوْ اَدْنٰی یا اس سے بھی زیادہ قریب فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِهٖ پس اس نے وحی کی اپنے بندے کی طرف مَآ اَوْحٰی جو وحی کی مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ نہیں جھٹلایا دل نے مَا رَاٰی جو کچھ اس نے دیکھا اَفَتُمٰرُوْنَهٗ کیا پس تم اس کے ساتھ جھگڑا کرتے ہو عَلٰی مَا يَرٰی ان چیزوں پر جو اس نے دیکھی ہیں وَلَقَدْ رَاٰهُ اور البتہ تحقیق پیغمبر نے دیکھا اس کو نَزْلَةً اُخْرٰی ایک اور دفعہ بھی عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی سدرۃ المنتہیٰ کے پاس عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰی اس کے پاس جنت الماویٰ ہے اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ جس وقت ڈھانپ لیا بیری کے درخت کو مَا يَغْشٰی جس چیز نے ڈھانپ لیا مَا زَاغَ الْبَصَرُ نہیں ٹیڑھی ہوئی نگاہ وَمَا طَغٰی اور نہ آگے بڑھی لَقَدْ رَاٰی البتہ تحقیق دیکھی اس نے مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی اپنے رب کی بڑی نشانیاں۔

تعارفِ سورت :

اس سورت کا نام نجم ہے اور نجم کا لفظ پہلی آیت کریمہ ہی میں موجود ہے۔ یہ سورۃ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے بائیس سورتیں نازل ہو چکی تھیں اس کا تیئیسواں نمبر ہے۔ اس کے تین رکوع اور باسٹھ آیتیں ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ قسم اٹھاتے ہیں وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی اور قسم ہے ستارے کی جب وہ گر گیا۔ مراد ہے غروب ہو گیا۔ ہمارے تمہارے لیے قانون یہ ہے کہ ہم غیر اللہ کی

قسم نہیں اٹھا سکتے۔ حدیث پاک میں آتا ہے مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ اَشْرَكَ بِاللّٰهِ جس نے غیر اللہ کی قسم اٹھائی اس نے شرک کیا۔ ہم نہ ستارے کی قسم اٹھا سکتے ہیں، نہ چاند کی، نہ سورج کی، نہ نبی کی، نہ ولی کی، نہ کعبے کی، جو بھی غیر اللہ ہے اس کی قسم اٹھانا ہمارے لیے جائز نہیں ہے۔ یہ قانون مخلوق کے لیے ہے خالق کے لیے نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ پر مخلوق والا قانون لاگو نہیں ہوتا۔ ہم کسی چیز کو حلال، حرام نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے بے شمار چیزیں حلال اور بے شمار چیزیں حرام کی ہیں۔ ہم اپنے بچوں کو نہیں مار سکتے رب تعالیٰ روزانہ ہزاروں کو مارتا ہے اسے کوئی نہیں پوچھ سکتا۔ لہٰذا رب تعالیٰ کی ذات کو اپنے اوپر اور اپنے آپ کو رب تعالیٰ کی ذات پر قیاس نہ کرو۔ تو فرمایا قسم ہے ستارے کی۔ یہ کون سا ستارہ ہے؟ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہکشاں مراد ہے۔ یہ اکٹھے ستارے ہوتے ہیں جس کو ثریا کہتے ہیں۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں كُلُّ نَجْمٍ فِي السَّمَآءِ "آسمان میں جتنے بھی ستارے ہیں سب کی قسم ہے۔"

بعض مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں چاند مراد ہے کہ چاند کی روشنی بہ نسبت دوسرے ستاروں کے زیادہ ہوتی ہے۔ امام اخفش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں نجم سے زمین کے پودے مراد ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں قسم ہے ستارے کی جب وہ چلتے چلتے غروب ہو جائے مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ نہیں بہکا تمہارا ساتھی غلطی سے۔ ساتھی سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں وَمَا غَوٰى اور نہ وہ بے راہ ہوا۔ دیدہ و دانستہ غلط راستے پر چلنے کی دو ہی صورتیں ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ آدمی غلط فہمی کا شکار ہو کر غلط راستے پر چل پڑے۔ دوسرا یہ کہ قصداً غلط راستے پر چلے۔ تو اللہ تعالیٰ نے دونوں کی نفی فرمائی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو غلط فہمی کا شکار ہو کر غلط راستے پر چلے ہیں اور نہ دیدہ و دانستہ طور پر۔ جو راستہ رب تعالیٰ

نے متعین کیا ہے اس پر چلے ہیں۔

اس بات کے ساتھ ستارے کی کیا مناسبت ہے کہ رب تعالیٰ نے ستارے کی قسم اٹھا کر یہ بات بیان فرمائی ہے؟ مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ جس طرح ستارہ طلوع ہونے سے لے کر غروب ہونے تک لائن نہیں چھوڑتا اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدھے راستے پر ہیں دائیں بائیں نہیں ہوتے۔ اور یہ بات بھی سمجھ لیں کہ ستارے دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک ثوابت، جو اپنی جگہ ٹکے رہتے ہیں، اپنی جگہ سے ہلتے نہیں ہیں۔ اور دوسرے سیارات ہیں جو چلتے ہیں اور بے شمار ایسے ستارے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ کسی کا راستہ مشرق سے مغرب کی طرف ہے اور کسی کا مغرب سے مشرق کی طرف ہے۔ کسی کا شمال سے جنوب اور کسی کا جنوب سے شمال کی طرف ہے۔ اور ان کی تیز رفتاری ہمارے تصور میں بھی نہیں آسکتی۔ لیکن آج تک کسی نے نہیں سنا کہ تارہ، ستارے کے ساتھ ٹکرایا ہو۔ جبکہ ہوائی جہاز اور بحری جہاز ٹکراتے رہتے ہیں، گاڑیاں ٹکراتی ہیں، بندے ٹکراتے ہیں مگر وہ رب تعالیٰ کا نظام ہے۔ تو جس طرح ستارہ اپنی لائن نہیں چھوڑتا اسی طرح حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدھے راستے سے نہیں ہٹتے وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اور وہ نہیں بولتا اپنی خواہش سے۔ یعنی جو بات زبان سے نکلتی ہے اس میں خواہش نفسانی کا دخل نہیں ہوتا۔ ہاں! اگر کبھی اجتہادی غلطی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ تنبیہ فرما دیتے ہیں اس سے اصلاح ہو جاتی ہے۔ تو رائے میں غلطی لگ سکتی ہے۔

واقعہ تابیر نخل :

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو وہاں کے لوگ زراعت پیشہ تھے۔ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو دیکھا کہ نر کھجوروں کا بور امادہ

کھجور پر ڈال رہے ہیں۔ اس کو وہ تابیر نخل کہتے تھے اور اس سے پھل زیادہ ہوتا تھا۔ کھجوروں میں نر بھی ہوتے ہیں مادہ بھی ہوتے ہیں۔ اور علم نباتات والوں نے ثابت کیا ہے کہ ہر پودے میں نر مادہ ہوتے ہیں۔

تو خیر آنحضرت ﷺ نے ان سے پوچھا کہ کیا کر رہے ہو؟ تو ساتھیوں نے بتلایا کہ تابیر نخل کر رہے ہیں۔ نر کھجور کا پھل لے کر مادہ کھجور پر چھڑک دیتے ہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے فصل بڑی اچھی ہوتی ہے۔ فرمایا اس کو چھوڑ دو۔ اللہ تعالیٰ اس کے بغیر بھی دے سکتا ہے۔ آپ ﷺ کا حکم تھا انھوں نے چھوڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ کی شان کہ اس سال فصلیں بہت کم ہوئیں۔ مثلاً: اگر کسی کی بیس من کھجوریں ہوتی تھیں تو اس کو چار من ملیں۔ آنحضرت ﷺ کو بتلایا کہ حضرت ہم نے آپ ﷺ کے حکم پر تابیر نخل چھوڑ دی تھی فصلیں کم ہوئی ہیں۔ اس موقع پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اُخْطِئُ وَ اُصِيْبُ "میں بھی تمہاری طرح بشر ہوں میری رائے غلط بھی ہو سکتی ہے اور صحیح بھی ہو سکتی ہے اِذَا اَمَرْتُكُمْ شَيْءٌ مِنْ دِيْنِكُمْ فَخُذُوْهُ جب میں تمھیں کوئی دین کی بات بتلاؤں تو اس کو ضرور لے لیا کرو کیونکہ وہ رب تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے اور جب میں تمھیں کوئی دنیا کی بات کہوں تو (انتم اعلم باموردنیاکم) دنیا کے معاملات تم بہتر سمجھتے ہو۔" یعنی جب میں اپنی رائے سے کوئی بات کہوں تو اس میں غلطی بھی ہو سکتی ہے۔ مگر آپ ﷺ نے جو رائے دی تھی اس میں کوئی نفس کی خواہش نہیں تھی بلکہ ہمدردی تھی کہ کیا ضرورت ہے اس مشقت کی کہ ایک درخت پر چڑھو، اُترو پھر دوسرے پر چڑھو، اُترو۔

اسی طرح بدر کے قیدیوں کے بارے میں جو آپ ﷺ کی رائے تھی وہ ان کے حق میں مفید تھی اس میں نفس کی خواہش نہیں تھی۔ تو اللہ تعالیٰ کا پیغمبر اپنی خواہش نفسانی

سے نہیں بولتا اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی نہیں ہوتی وہ بات مگر وحی جو وحی کی جاتی ہے عَلَّمَهٗ شَدِیۡدُ الۡقُوٰی تعلیم دی تمہارے اس ساتھی محمد ﷺ کو سخت قوتوں والے نے ذُوۡ مِرَّةٍ جو بڑی طاقت والا ہے۔ اس سے مراد جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی قوت کا اندازہ اس سے لگاؤ کہ جب اللہ تعالیٰ نے حکم دیا حضرت لوط علیہ السلام کی بستیوں کو الٹنے کا تو انھوں نے ایک پَر پر اٹھا کر الٹ کر پھینک دیں۔ جو بستیاں میلوں پر پھیلی ہوئی تھیں اور جبرائیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے چھ سو پر عطا فرمائے ہیں۔ تو وہ کتنی طاقت والا ہے؟

تو فرمایا تعلیم دی اس کو سخت قوت والے نے ذُوۡ مِرَّةٍ جو طاقت والا ہے فَاسۡتَوٰی پس وہ سیدھا ہوا وَهُوَ بِالۡاُفُقِ الۡاَعۡلٰی اور وہ بلند کنارے پر تھا ثُمَّ دَنَا پھر وہ قریب ہوا فَتَدَلّٰی پس اور قریب ہوا فَكَانَ قَابَ قَوۡسَیۡنِ پس اندازہ تھا دو کمانوں کا اَوۡ اَدۡنٰی یا اس سے بھی زیادہ قریب۔ آنحضرت ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام کو اصلی شکل میں ساری زندگی میں دو مرتبہ دیکھا ہے۔ ایک مرتبہ جب کہ آپ ﷺ غارِ حرا میں تھے جو جبل نور پر ہے، جبرائیل علیہ السلام نے آسمان کے سارے کنارے کو گھیرا ہوا تھا۔ دوسری مرتبہ معراج والی رات سدرۃ المنتہیٰ کے پاس جبرائیل علیہ السلام کو اپنی اصل شکل میں دیکھا ہے۔ اس کے علاوہ جتنی دفعہ تشریف لائے ہیں یا تو اندر ہی اندر دل پر گھنٹی کی طرح آواز ہوتی تھی نظر نہیں آتے تھے یا کسی دیہاتی کی شکل میں۔ اکثر حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں آتے تھے۔ دوسرے لوگ بھی دیکھتے تھے اور آپ ﷺ بھی دیکھتے تھے۔

معراج کی رات آنحضرت ﷺ کی اللہ تعالیٰ سے ملاقات :

قریب ہونے کو آپ اس تناظر میں سمجھیں کہ زمانہ جاہلیت میں لڑائی کے ہتھیار تیر، کمان، تلوار یا نیزہ ہوتے تھے۔ اگر دشمن دور ہوتا تو تیر سے وار کرتے تھے، دو چار قدم پر ہوتا تو نیزہ استعمال ہوتا اور دست بہ دست لڑائی تلوار سے ہوتی تھی۔ اگر دو آدمی آپس میں دوستی کا حلف لیتے تو دونوں اپنی کمانوں کو برابر رکھ کر جوڑتے تھے کہ میں تمہارا دوست ہوں اور تم میرے دوست ہو۔ اگر تمہارے ساتھ کوئی لڑا تو میں تمہارے ساتھ ہوں گا اور میرے ساتھ کوئی لڑا تو تم میری طرف سے لڑو گے۔ تو فرمایا جبرائیل علیہ السلام آنحضرت ﷺ کے اتنے قریب ہوئے جیسے دو کمانوں کا فاصلہ ہوتا ہے۔ پھر اور زیادہ اس سے قریب ہوئے فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ پس اس نے وحی کی اپنے بندے کی طرف جو وحی کی۔

مفسرین کرام رحمہم اللہ کا ایک گروہ یہ مطلب بیان کرتا ہے کہ وحی کی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے جبرائیل علیہ السلام کی طرف جو انھوں نے وحی کی آنحضرت ﷺ کی طرف۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا اور انھوں نے آنحضرت ﷺ کو حکم دیا۔ جبکہ دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ یہاں اللہ تعالیٰ کا قرب مراد ہے۔ معراج کی رات آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف وحی کی جو وحی کی۔ یہ وحی جبرائیل علیہ السلام کی وساطت کے بغیر تھی۔ آپ ﷺ نے خود اللہ تعالیٰ کا کلام سنا اور تین چیزیں خصوصیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عطا فرمائیں۔

① ...... پچاس نمازیں جو بعد میں پانچ رہ گئیں۔

②...... سورۃ بقرہ کی آخری آیات امن الرسول سے لے کر آخر تک۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو شخص رات کو یہ آیتیں پڑھے یہ آیات اس کے لیے کافی ہیں۔ اس کا ایک مطلب یہ بھی بیان فرماتے ہیں کہ اگر عادت ہے تہجد کی مگر کسی دن نہیں اٹھ سکا۔ اگر یہ آیتیں پڑھ کر سویا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ تہجد کا ثواب عطا فرماتے ہیں۔ اور یہ مطلب بھی بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو چور، ڈاکو، دشمن اور شیطان سے محفوظ رکھے گا۔

③...... تیسری یہ بشارت ملی کہ تمہاری امت میں سے اس شخص کی مغفرت کر دوں گا جو اس حالت میں مرا کہ اس نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا۔

تو فرمایا پس وحی کی اپنے بندے کی طرف جو وحی کی مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى نہیں جھٹلایا دل نے اس چیز کو جس کو دیکھا یعنی نہیں غلطی کھائی آنحضرت ﷺ کے دل نے جو کچھ اس نے دیکھا۔ معراج کی رات جو کچھ دیکھا اس میں کوئی غلطی نہیں ہوئی۔ پہلا آسمان، دوسرا آسمان، تیسرا آسمان، چوتھا آسمان، پانچواں، چھٹا، ساتواں آسمان، عرش بھی دیکھا، جنت بھی دیکھی، دوزخ بھی دیکھا، جو کچھ بھی دیکھا صحیح طور پر دیکھا غلطی نہیں کھائی اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى کیا پس تم اس کے ساتھ جھگڑا کرتے ہو ان چیزوں پر جو اس نے دیکھی ہیں۔

جب آنحضرت ﷺ معراج سے واپس تشریف لائے تو سب سے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ملے۔ پوچھا حضرت! اِلْتَمَسْتُكَ عَلٰى فِرَاشِكَ فَلَمْ اَجِدْكَ "حضرت! آپ ﷺ کے دروازے کی کنڈی نہیں لگی ہوئی تھی ویسے دروازہ بند تھا میں نے دروازہ کھول کر چارپائی پر دیکھا تو آپ ﷺ نہیں تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مجھے معراج پر لے گیا تھا۔ پھر سارا واقعہ سنایا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بغیر کسی

قیل وقال کے کہا اٰمَنْتُ وَصَدَّقْتُ ”مشرکین کو جب خبر پہنچی تو ان کے لیے یہ بات بڑی انوکھی اور نرالی تھی۔“ کہنے لگے یہ کیسے ہوسکتا ہے ہم یہاں سے اونٹوں پر چلتے ہیں دو، دو مہینے لگ جاتے ہیں مسجد اقصیٰ پہنچنے میں اور یہ کہتا ہے کہ میں رات کو وہاں بھی گیا پھر آسمانوں پر گیا۔ اوپر جانے والی بات چھوڑ دو ہمیں مسجد اقصیٰ کی چیزوں کے متعلق بتلائے۔ ان لوگوں کے حافظے بڑے تیز ہوتے تھے۔ علامتیں انھوں نے یاد کر رکھی تھیں۔ امتحان لینے کے لیے آگئے۔ کہنے لگے اے محمد (ﷺ) آپ کہتے ہیں میں مسجد اقصیٰ گیا ہوں ہمیں بتلاؤ کہ مسجد اقصیٰ کے بڑے مینار کتنے ہیں اور چھوٹے مینار کتنے ہیں؟ سنگ یشب کے ستون کتنے ہیں اور سنگ مرمر کے کتنے ہیں، سنگ عقیق کے کتنے ہیں۔ فرمایا وہ نشانیاں پوچھیں جو مجھے یاد نہیں تھیں (اور نہ ہی آپ ﷺ یہ نشانیاں یاد کرنے کے لیے گئے تھے۔ مرتب)

مثلاً: دیکھو! اس مسجد کا سنگ بنیاد میں نے اپنے گنہگار ہاتھوں سے رکھا ہے اور سالہا سال سے میں اس میں آ جا رہا ہوں۔ اگر تم مجھ سے پوچھو کہ اس کی کھڑکیاں کتنی ہیں، روشن دان کتنے ہیں تو میں نہیں بتلا سکتا۔ کیونکہ مسجد میں آنے کا مقصد کھڑکیاں گننا نہیں ہے۔

کافر کہنے لگے ابوبکر کو تو منا سکتا ہے ہمیں منوائے تو بات ہے۔ ان کے لیے تماشا بن گیا۔ دو آرہے ہیں، چار جا رہے ہیں کہ بتلائیں جی! فلاں چیز کتنی ہے۔ ایک دن کافی اکٹھے ہو کر آئے۔ بخاری شریف کی روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس میرے سامنے کر دیا۔ وہ پوچھتے جاتے تھے اور میں بتلاتا جاتا تھا لیکن ان ضدی لوگوں میں سے ایک بھی ایمان نہ لایا۔ بس دعا کرو اللہ تعالیٰ حق کے خلاف کسی میں

ضد نہ رکھے۔ضد کا کوئی علاج نہیں ہے۔

تو فرمایا کیا پس جھگڑا کرتے ہو اس کے ساتھ ان چیزوں کے بارے میں جو اس نے دیکھی ہیں وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی اور البتہ تحقیق آنحضرت ﷺ نے دیکھا جبرائیل علیہ السلام کو مرۃ اخرای دوسری مرتبہ اصل شکل میں عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔ساتویں آسمان پر بیری کا درخت ہے بہت بڑا۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی طرح بڑے بڑے ہیں اور اس کے بیر اتنے موٹے ہیں جیسے ہجر قبیلے کے مٹکے۔اُن کے مٹکے بڑے بڑے ہوتے تھے اور عجیب قسم کے پروانے اور پتنگے اور چڑیاں اس درخت پر آتے جاتے ہیں۔عجیب منظر تھا۔سدرۃ المنتہیٰ ہیڈ کوارٹر ہے۔نیچے اور اوپر والے فرشتوں کا،وہاں جمع ہوتے ہیں۔

فرمایا عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰی سدرۃ المنتہیٰ کے پاس جنت ہے جو مومنوں کا ٹھکانا ہے اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰی جس وقت ڈھانپ لیا بیری کے درخت کو جس چیز نے ڈھانپ لیا،پروانے،پتنگے،چڑیاں مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی نہیں ٹیڑھی ہوئی نگاہ اور نہ آگے بڑھی۔نہ دائیں بائیں ہوئی اور نہ حد سے آگے بڑھی۔رب تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ہر چیز اچھی طرح،واضح انداز میں دکھائی لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی البتہ تحقیق دیکھی اس نے اپنے رب کی بڑی نشانیاں۔آسمان،عرش،کرسی، جنت،دوزخ،بہت کچھ دیکھا۔یہ معراج کے دوسرے حصے کا ذکر ہے۔

اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ﴿١٩﴾ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ﴿٢٠﴾ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ﴿٢١﴾ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ﴿٢٢﴾ اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى ﴿٢٣﴾ اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى ﴿٢٤﴾ فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰى ﴿٢٥﴾ وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا اِلَّا مِنْ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى ﴿٢٦﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى ﴿٢٧﴾

اَفَرَءَيْتُمْ کیا پس تم نے دیکھا ہے اللّٰتَ لات کو وَالْعُزّٰى اورعزّیٰ کو وَمَنٰوةَ اورمنات کو الثَّالِثَةَ جو تیسرا ہے الْاُخْرٰى پیچھے ہے اَلَكُمُ الذَّكَرُ کیاتمہارے لیے بیٹے ہیں وَلَهُ الْاُنْثٰى اوراس کے لیے بیٹیاں ہیں تِلْكَ یہ اِذًا اس وقت قِسْمَةٌ تقسیم ہے ضِيْزٰى بھونڈی اِنْ هِيَ نہیں ہیں یہ اِلَّآ اَسْمَآءٌ مگر نام سَمَّيْتُمُوْهَا جو تم نے رکھ لیے ہیں اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ تم نے اور تمہارے باپ دادا نے مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا نہیں نازل کی اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں مِنْ سُلْطٰنٍ کوئی دلیل اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ نہیں پیروی کرتے وہ اِلَّا الظَّنَّ مگر گمان کی وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ اوراس چیز کی جو نفس چاہتے ہیں وَلَقَدْ جَآءَهُمْ اور

البتہ تحقیق آ چکی ان کے پاس مِّنۡ رَّبِّهِمُ ان کے رب کی طرف سے الۡهُدٰى ہدایت اَمۡ لِلۡاِنۡسَانِ مَا تَمَنّٰى کیا انسان کے لیے ہے وہ جو چاہے فَلِلّٰهِ الۡاٰخِرَةُ پس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے آخرت وَالۡاُوۡلٰى اور دنیا وَكَمۡ مِّنۡ مَّلَكٍ اور کتنے فرشتے ہیں فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں لَا تُغۡنِيۡ شَفَاعَتُهُمۡ نہیں کفایت کرتی ان کی سفارش شَيۡـًٔا کچھ بھی اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ مگر بعد اس کے اَنۡ يَّاۡذَنَ اللّٰهُ کہ اجازت دے اللہ تعالیٰ لِمَنۡ يَّشَآءُ جس کے لیے چاہے وَيَرۡضٰى اور پسند کرے اِنَّ الَّذِيۡنَ بے شک وہ لوگ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ نہیں ایمان رکھتے آخرت پر لَيُسَمُّوۡنَ الۡمَلٰٓئِكَةَ البتہ وہ نام رکھتے ہیں فرشتوں کے تَسۡمِيَةَ الۡاُنۡثٰى عورتوں جیسے نام۔

مشرکین مکہ کے بتوں کی تفصیل :

اہل مکہ نے تین سو ساٹھ بت کعبۃ اللہ کی بیرونی دیواروں پر نصب کیے ہوئے تھے۔ جن میں ابراہیم علیہ السلام کا مجسمہ بھی تھا، اسماعیل علیہ السلام کا مجسمہ بھی تھا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کا مجسمہ بھی تھا۔ عرب میں رہنے والے سب لوگوں کو جوڑنے کے لیے انھوں نے یہ ڈھونگ رچایا ہوا تھا کہ یہودی بھی آئیں، عیسائی بھی آئیں۔ ان کے نزدیک ان بتوں میں سب سے بڑا بت ہبل تھا۔ کہتے تھے اَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ هُبَلُ ۔ یہ حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے ہابیل رحمۃ اللہ علیہ کا مجسمہ تھا جس کو بھائی قابیل نے شہید کیا تھا۔ مشرکین جنگوں میں اسی کا نعرہ مارتے تھے اُعْلُ هُبَل ''ہبل زندہ باد'' ان کا خیال تھا کہ

وہ مظلوم شہید ہوا ہے اس مظلوم شہید کی مدد ہمارے ساتھ ہے۔

دوسرا بڑا بت عزّیٰ تھا اور تیسرا منات تھا۔ بعض مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ لات لفظ اللہ کی مونث ہے اور عزّیٰ عزیز کی مونث ہے اور منات منّان کی مونث ہے۔ بخاری شریف میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ لات ایک آدمی کا نام تھا جو طائف کا رہنے والا تھا اور بڑا سخی آدمی تھا یَلُتُّ السَّوِیْقَ لِلْحُجَّاجِ ''حج کے دنوں میں یہ حاجیوں کو ستو گھول گھول کر پلاتا تھا مفت۔'' یہ جب فوت ہوا تو طائف میں اس کی قبر بنائی گئی اور قبر پر میلہ اور عرس شروع کر دیا گیا۔ جیسے آج کل بزرگوں کی قبروں پر عرس اور میلے ہوتے ہیں۔ یہ تمام خرافات ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں جو وصیتیں فرمائی تھیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی اور دعا کی اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا یُعْبَدُ ''اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنانا کہ اس کی عبادت کی جائے۔'' لوگ یہاں آ کر پوجا کریں۔ اللہ تعالیٰ نے وہاں کے جو محافظ بنائے ہیں وہ ایسے خشک مزاج ہیں کہ کسی کو قریب نہیں آنے دیتے۔ میرے خیال میں یہ تکوینی طور پر حفاظت ہے۔ رب تعالیٰ نے انتظام کیا ہے۔ بڑے خشک قسم کے نجدی لوگ ہیں۔ اگر کوئی قریب آئے تو پھڑکا دیتے ہیں کیونکہ عقیدت میں لوگ بڑا کچھ کرتے ہیں چاہے صحیح العقیدہ بھی ہوں۔

تو لات کی قبر انھوں نے طائف میں بنائی ہوئی تھی۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قبر پر میلہ اور عرس بھی کرتے تھے اور اس کا ایک مجسمہ مکے والوں نے بھی نصب کیا ہوا تھا۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''بدور بازغہ'' میں فرماتے ہیں کہ وَكَانُوْا يَسْتَغِيْثُوْنَ بِهِنَّ مِنَ الشَّدَائِدِ ''سختیوں اور مصیبتوں میں

ان سے مدد مانگتے تھے۔'' کہتے تھے یَا لَاتَ اَغِثْنِیْ یَا مَنَاتَ اَغِثْنِیْ ''اے لات میری مدد کر۔ اے منات میری مدد کر، اے عزّیٰ میری مدد کر۔'' جیسے یہاں کے اہل بدعت کو تم نے دیکھا اور سنا ہوگا سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے مدد مانگتے ہیں اور کھل کر کہتے ہیں:

امداد کن امداد کن از بند غم آزاد کن
در دین و دنیا شاد کن یا غوث اعظم دست گیر

اگر یہ چیزیں شرک نہیں ہیں تو شرک دنیا میں کس بلا کا نام ہے؟ عزّیٰ کے بارے میں نسائی شریف میں روایت ہے کہ ۸ ھ میں جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ڈیوٹی لگائی کہ جا کر عزّیٰ کو ختم کرو (مکہ مکرمہ کے قریب چند میل کے فاصلے پر عزّیٰ کا ڈیرا تھا، کچھ مکان اور کچھ درخت تھے۔ ملنگوں نے وہاں ڈیرا لگایا ہوا تھا۔ کوئی مرغا چڑھاوا چڑھا جاتا اور کوئی بکرا چھوڑ جاتا، کوئی دودھ اور ستو دے جاتا۔ یہ چڑھاوے ملنگ کھاتے پیتے تھے۔) حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ چند ساتھیوں کو لے کر وہاں پہنچے۔ مکان گرا دیئے، درخت اکھیڑ دیئے اور ملنگوں کو بھگا دیا۔ جب واپس آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم نے عزّیٰ کے ساتھ کیا کیا؟ کہنے لگے حضرت! وہاں تو کچھ بھی نہیں تھا۔ فرمایا تم نے کچھ بھی نہیں کیا۔ جاؤ عزّیٰ کو ختم کر کے آؤ۔ دوبارہ گئے تو وہاں دیکھا اِمرَءَۃٌ نَاشِزَۃٌ ایک عورت ہے اس نے سر کے بال بکھیرے ہوئے ہیں اور سر پر خاک ڈال رہی ہے اور کہہ رہی ہے عُزّٰی کُفْرَانَکَ ''عزّیٰ تیرا تو گھر تباہ کر دیا گیا ہے، تیری ناشکری کی گئی ہے'' واویلا کر رہی تھی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے تلوار سے اس کا سر قلم کر دیا۔ اصل میں وہ ایک پری تھی کبھی ظاہر ہوتی تھی اور کبھی چھپ

جاتی تھی۔ جب واپس آ کر بتلایا کہ وہاں ایک عورت تھی سر کے بال اس نے بکھیرے ہو ئے تھے اور واویلا کر رہی تھی میں نے اس کا سر قلم کر دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تِلْكَ الْعُزّٰى وَلَمْ تُعْبَد بعد الیوم ''ہاں یہ عزّٰی تھی آج کے بعد اس کی عبادت نہیں ہو گی۔''

اور منات ایک نیک آدمی تھا۔ اتنا پارسا تھا کہ لوگ اس کی نیکی کی مثالیں بیان کرتے تھے۔ اس کے فوت ہونے کے بعد لوگوں نے اس کا مجسمہ بنا کر اس کی پوجا شروع کر دی۔ عزّٰی چند میل کے فاصلے پر تھا، لات بھی قریب تھا اور منات طائف میں۔ جو مکہ مکرمہ سے پچھتر (۷۵) میل کے فاصلے پر ہے۔ اس لیے اُخریٰ فرمایا کہ جوان سے ہٹا ہوا ہے۔ فرمایا لات، منات، عزّٰی کے پاس کچھ نہیں ہے، خدائی اختیارات رب تعالیٰ نے کسی کو نہیں دیئے۔ نہ پیغمبروں کو دیئے ہیں، نہ ولیوں کو دیئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ سے اعلان کروایا قُلْ آپ کہہ دیں اِنِّیْ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا [سورۃ جن] ''بے شک میں مالک نہیں ہوں تمہارے لیے نفع ونقصان کا۔'' اور سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۸۸ میں ہے لَآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ''نہیں مالک میں اپنے لیے نفع ونقصان کا۔''

اگر نفع اور نقصان آپ ﷺ کے اختیار میں ہوتا تو احد کے مقام پر آپ ﷺ کا دانت مبارک شہید نہ ہوتا، آپ ﷺ کا چہرہ مبارک زخمی نہ ہوتا، یہ تکلیفیں پیش نہ آتیں۔ خدائی اختیارات صرف خدا کے پاس ہیں۔ ضعیف الاعتقاد لوگ سمجھتے ہیں کہ پیروں کے پاس خدائی اختیارات ہیں، ملنگ کو دیکھ کر کہیں گے خدا جانے اس کے پاس کیا ہے۔ بھائی! کسی کے پاس کچھ نہیں ہے۔

پچھلے دنوں گوجرانوالا سے ایک نوجوان نے آکر کہا کہ میں آپ کا مرید ہونا چاہتا ہوں کیا نو گے؟ میں نے کہا میں لیتا دیتا کچھ نہیں ہوں چند باتیں بتلاؤں گا ان پر عمل کرنا ہے۔توحید وسنت پر قائم رہنا ہے،شرک وبدعت کے قریب نہیں جانا،نمازیں پڑھنی ہیں۔ قرآن پڑھا ہوا ہے تو اس کی تلاوت کرنی ہے، تیسرے کلمے کا ورد کرنا ہے، استغفار اور درود شریف پڑھنا ہے۔ جائز کام کرنے ہیں، ناجائز سے بچنا ہے۔ حلال طریقے سے روزی بھی کمانی ہے۔ کچھ دنوں کے بعد آیا اور کہنے لگا میں آپ کا مرید ہوا تھا مگر میرا کوئی کام بھی نہیں ہوا لہٰذا اب میں آپ کا مرید نہیں ہوں۔ میں نے کہا بہت اچھی بات ہے۔ اگر تو اس لیے مرید ہوا تھا کہ مرید ہونے کے بعد تجھے خزانے مل جائیں گے، تجھے بادشاہی مل جائے گی تو بھئی! میرے پاس تو کچھ نہیں ہے۔ اگر اس لیے ہوئے تھے تو یہ بالکل باطل بات ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے میرے ہزاروں مرید ہیں جو اللہ اللہ کرنے والے ہیں اگر میرے پاس کچھ ہوتا تو میں سب سے پہلے اپنے گھٹنوں کا درد ٹھیک کرتا۔

بھائی! ہمارا تو کام ہے سیدھا راستہ بتلانا۔ نماز پڑھو، روزہ رکھو، اللہ اللہ کرو، آخرت کی فکر کرو، جائز طریقے سے دنیا بھی کماؤ، میں تمھیں بادشاہی تو نہیں دے سکتا۔

تو فرمایا اَفَرَءَیْتُمُ کیا دیکھا ہے تم نے بتلاؤ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی لات اور عزیٰ کو وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ اور منات کو جو تیسرا ہے الْاُخْرٰی جو پیچھے ہٹا ہوا ہے اَلَکُمُ الذَّکَرُ کیا تمہارے لیے بیٹے ہیں وَلَهُ الْاُنْثٰی اور رب تعالیٰ کے لیے بیٹیاں ہیں۔سورۃ النحل آیت نمبر ۵۷ میں ہے وَیَجْعَلُوْنَ لِلّٰہِ الْبَنٰتِ ''اور بناتے ہیں اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیاں۔'' اور کہتے تھے کہ فرشتے رب تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ او ظالمو! تمہارے لیے لڑکے اور رب تعالیٰ کے لیے لڑکیاں تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِیْزٰی

یہ تقسیم اس وقت بڑی بھونڈی ہے، ناقص ہے۔ اپنے لیے تو تم لڑکی کا تصور بھی ناجائز سمجھتے ہو۔ تمھیں جب کہا جائے کہ لڑکی ہوئی ہے تو تمہارا منہ کالا ہو جاتا ہے اور رب تعالیٰ کے لیے لڑکیاں تجویز کرتے ہو۔ آج بھی کئی لوگ ہیں کہ لڑکی ہو جائے تو کہتے ہیں ہائے ہائے کیا ہو گیا (بلکہ لڑکیاں ہونے کی وجہ سے طلاقیں ہوئی ہیں۔ مرتب)

لڑکی، لڑکا دینا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے :

بھائی لڑکی، لڑکے کا ہونا بندوں کے اختیار میں نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ چنانچہ سورۃ الشوریٰ میں ہے اللہ تعالیٰ کے لیے ہے بادشاہی آسمانوں کی اور زمین کی يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ "پیدا کرتا ہے جو چاہے يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا بخشتا ہے جس کو چاہے بیٹیاں وَ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ اور بخشتا ہے جس کو چاہے بیٹے اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّ اِنَاثًا یا جوڑا جوڑا دیتا ہے ان کو بیٹے اور بیٹیاں وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا اور بناتا ہے جس کو چاہے بانجھ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ بے شک وہ سب کچھ جاننے والا، قدرت رکھنے والا ہے۔" جو رب نے دینا ہے وہی ہونا ہے۔ رب تعالیٰ نہ دے تو بے شک ساری عمر ڈاکٹروں کے پاس پھرتے رہیں، حکیموں کے پاس جائیں، تعویذ کرائیں، کالی مرچیں اور اجوائن دم کرا کر کھائیں، کچھ بھی نہیں ہوگا۔ جب رب تعالیٰ ہی نے نہیں دینا تو پھر کون دے گا؟

(جو لوگ پیروں کے پاس اور درباروں پر جاتے ہیں اور منتیں مانگتے ہیں اور بچہ، بچی ہو جاتے ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں بابے نے دیا ہے۔ ان کو بھی رب ہی دیتا ہے۔ اس کو آپ یوں سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر کام کا ایک وقت مقرر کیا ہے، ہر شے کا ایک وقت مقرر کیا ہے قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا کل امر مُّسْتَقَرٌّ ۔ ہوتا اس طرح ہے

کہ شادی کے بعد جانبین سے یہ خواہش ہوتی ہے کہ امید ہو جائے۔لیکن رب تعالیٰ نے ان کے لیے تین سال بعد، پانچ سال بعد یا دس سال بعد بچی، بچے کا ہونا لکھا ہے۔ایک سال تو انتظار کرتے ہیں۔پھر کہنے لگ جاتے ہیں کہ بچی بیمار مل گئی ہے ٹیسٹ اور علاج شروع ہو جاتے ہیں۔ٹیسٹ سارے صحیح آتے ہیں۔تو پھر کہتے ہیں کہ کسی نے بندش کرائی ہے۔تعویذ گنڈے والوں کے پاس جانے لگتے ہیں۔اِدھر وقت گزرتا جا رہا ہے اور تقدیر جا رہی ہے۔تعویذ دھاگے والے بھی زور لگا کر بس کر جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بندش بہت سخت ہے۔ڈاکٹروں، حکیموں اور عاملوں نے جواب دے دیا۔زندوں کی بس ہوگئی تو مردوں کے پاس چل پڑے۔کبھی کسی دربار پر دھکے کھا رہے ہیں اور کبھی کسی دربار پر دھکے کھا رہے ہیں۔چلتے چلاتے اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ وقت قریب آ گیا اور یہ کسی دربار پر دامن پھیلا کے بیٹھا تھا۔امید ہوگئی، رب نے دے دیا اور اس نے سمجھا کہ بابے نے دیا ہے۔تو اللہ تعالیٰ سب کو دیتا ہے اور جن کو اس نے نہیں دینا وہ سب درباروں کی خاک چھان مارتے ہیں اور کچھ نہیں حاصل ہوتا اور لاولد دنیا سے چلے جاتے ہیں۔محمد نواز بلوچ، مرتب)

تو فرمایا تمہارے لیے بیٹے اور اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیاں اس وقت یہ تقسیم بھونڈی اور ناقص ہے اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ نہیں ہیں یہ مگر نام سَمَّيْتُمُوْهَآ جو تم نے رکھ لیے ہیں اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ نہیں نازل کی اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں کوئی دلیل اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ نہیں پیروی کرتے وہ مگر گمان کی وَمَا اور اس چیز کی تَهْوَى الْاَنْفُسُ جس کو پسند کرتے ہیں ان کے نفس وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى اور

البتہ تحقیق آچکی ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت قرآن کریم کی صورت میں۔ یہ قرآن پاک نری ہدایت ہے هُدًى لِلنَّاس ہے۔ میں بارہا کہہ چکا ہوں جو آدمی قرآن پاک کالفظی ترجمہ ہی پڑھ لے گا سمجھ کر تشریح چاہے نہ ہو اس کو اسلام سمجھ آجائے گا۔ شرک وبدعت کے قریب نہیں جائے گا لیکن ہم نے تو قرآن صرف تیجے، ساتے کے لیے رکھا ہوا ہے یا قسموں کے لیے رکھا ہوا ہے یا جانوروں کو نیچے سے گزارنے کے لیے رکھا ہوا ہے۔ بھائی قرآن کو پڑھو، سمجھو، اہل خانہ کو پڑھاؤ، سمجھاؤ۔ یہ تمہارا فرض ہے۔ قیامت والے دن سوال ہوگا وَلَا تَلَيْتَ وَلَا دَرَيْتَ "تو نے قرآن نہ پڑھا نہ سمجھا" یہ صرف مولویوں اور طالب علموں کے لیے نہیں ہے بلکہ سب کے لیے ہیں۔

تو فرمایا رب تعالیٰ کی طرف سے ہدایت آچکی ہے أَمْ لِلْإِنسَانِ مَا تَمَنَّىٰ کیا انسان کے لیے ہے وہ جو چاہے۔ فَلِلَّهِ الْآخِرَةُ وَالْأُولَىٰ پس اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے آخرت اور دنیا۔ آخرت بھی اس کی اور دنیا بھی اسی کی۔ دنیا بھی اسی سے طلب کرو اور آخرت بھی اسی سے طلب کرو۔ فرمایا وَكَمْ مِنْ مَلَكٍ فِي السَّمَاوَاتِ اور کتنے فرشتے ہیں آسمانوں میں لَا تُغْنِي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا نہیں کفایت کرتی ان کی سفارش کچھ بھی۔ نہیں کام دیتی ان کی سفارش کچھ بھی إِلَّا مِنْ بَعْدِ أَنْ يَأْذَنَ اللَّهُ مگر بعد اس کے کہ اجازت دے اللہ تعالیٰ لِمَنْ يَشَاءُ جس کے لیے چاہے وَيَرْضَىٰ اور پسند کرے جس کے لیے راضی ہو۔ وہ لوگ فرشتوں کی پوجا اس لیے کرتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی پیاری بیٹیاں ہیں وہ اپنی بیٹیوں کی بات رد نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے حکم کے بغیر کوئی سفارش نہیں کر سکتا۔

فرشتوں کا حال تو یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ جبرائیل کو کوئی حکم دینا چاہتے ہیں تو باقی

فرشتوں کے ہوش وحواس خطا ہو جاتے ہیں۔دوسروں سے پوچھتے ہیں مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ [سبا:۲۳] ''کیا فرمایا ہے تمہارے رب نے۔''رب تعالیٰ کی عظمت وکبرائی کی وجہ سے ان کے اوسان خطا ہو جاتے ہیں۔وہ رب تعالیٰ سے جبری طور پر کیا منوا سکتے ہیں۔

تو فرمایا کتنے فرشتے ہیں آسمانوں میں کہ نہیں کام دیتی ان کی سفارش کچھ بھی مگر بُعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ اجازت دے جس کے لیے وہ راضی ہو اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ جو ایمان نہیں رکھتے آخرت پر لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ نام رکھتے ہیں فرشتوں کے تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى عورتوں جیسے نام کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔یہ بالکل غلط کہتے ہیں آگے اس کی تردید آئے گی۔فرشتے اللہ تعالیٰ کی نوری مخلوق ہے۔مخلوق نور سے پیدا ہوئے ہیں اور معصوم ہیں،نہ کھاتے ہیں،نہ پیتے ہیں،نہ ان میں جنسی خواہشات ہیں،نہ سوتے ہیں اور نہ تھکتے ہیں۔ہر ہر آدمی کے ساتھ اعمال لکھنے والے فرشتے بھی ہیں اور جان کی حفاظت کرنے والے بھی ہیں۔پاک کلمات پہنچانے والے اور درود شریف پہنچانے والے علیحدہ ہیں وہ نظر نہیں آتے۔

وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ۚ﴿۲۸﴾ فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰی ۙ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ؕ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰی ﴿۳۰﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۙ لِيَجْزِیَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِیَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰی ۚ﴿۳۱﴾ اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰی ﴿۳۲﴾ ع

وَمَا لَهُمْ بِهٖ اور نہیں ہے ان کے لیے اس بارے مِنْ عِلْمٍ کچھ علم اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ نہیں پیروی کرتے مگر گمان کی وَاِنَّ الظَّنَّ اور بے شک گمان لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا نہیں کفایت کرتا حق کے سامنے کچھ بھی فَاَعْرِضْ پس آپ اعراض کریں عَنْ مَّنْ تَوَلّٰی اس سے جس نے منہ موڑ لیا عَنْ ذِكْرِنَا ہمارے ذکر سے وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا اور نہیں ارادہ کیا اس نے مگر دنیا کی زندگی کا ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ یہی پہنچ ہے ان کے علم کی اِنَّ رَبَّكَ بے شک آپ کا رب هُوَ اَعْلَمُ وہ خوب جانتا ہے بِمَنْ ضَلَّ اس کو جو گمراہ ہوا عَنْ سَبِيْلِهٖ اس کے راستے سے وَهُوَ

اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰی اور وہ خوب جانتا ہے اس کو جس نے ہدایت پائی وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں وَمَا فِی الْاَرْضِ اور جو کچھ ہے زمین میں لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا تاکہ بدلہ دے ان لوگوں کو جنھوں نے برائی کی اس کا جو انھوں نے عمل کیا وَیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰی اور تاکہ بدلہ دے ان لوگوں کو جنھوں نے اچھائی کی اچھا بدلہ اَلَّذِیْنَ اور وہ لوگ یَجْتَنِبُوْنَ کَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وہ بچتے ہیں بڑے گناہوں سے وَالْفَوَاحِشَ اور بے حیائی کی باتوں سے اِلَّا اللَّمَمَ مگر صغیرہ گناہ اِنَّ رَبَّكَ بے شک آپ کا رب وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ وسیع مغفرت والا ہے هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ وہ خوب جانتا ہے تم کو اِذْ اَنْشَاَكُمْ جس وقت اس نے پیدا کیا تم کو مِّنَ الْاَرْضِ زمین سے وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ اور جس وقت تم بچے تھے فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ اپنی ماؤں کے پیٹوں میں فَلَا تُزَكُّوْۤا اَنْفُسَكُمْ پس صفائی نہ پیش کرو اپنی جانوں کی هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰی وہ خوب جانتا ہے اس کو جو متقی ہے۔

ربط آیات :

کل کے درس میں یہ بات گزری تھی کہ لَیُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِیَةَ الْاُنْثٰی ''البتہ وہ نام رکھتے ہیں فرشتوں کے عورتوں جیسے نام۔'' فرشتوں کو رب تعالیٰ کی بیٹیاں بناتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اور نہیں ہے ان کے لیے اس بارے میں کچھ علم کہ فرشتے رب تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں، عورتیں

ہیں اس کے متعلق ان کو کوئی علم نہیں ہے۔ اور آپ حضرات کئی دفعہ سن چکے ہو کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا خُلِقَتِ الْمَلٰئِكَةُ مِنْ نُوْرٍ ''کہ فرشتے نور سے پیدا کیے گئے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ نے خاک بھی پیدا کی ہے نور بھی پیدا کیا ہے، آگ بھی پیدا کی ہے، پانی بھی پیدا کیا ہے۔ جو نور مخلوق ہے یہ فرشتوں کا مادہ ہے۔ وہ نور نہیں ہے جو رب تعالیٰ کی صفت ہے۔ اور نہ ہی اس نور سے کوئی شے پیدا ہوئی ہے۔ تو فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے مخلوق نور سے پیدا کیا ہے اور جنات کو آگ سے پیدا کیا ہے وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ [الحجر: ۲۷] ''اور جنوں کو ہم نے پیدا کیا اس سے پہلے آگ کی لو سے۔'' اور یہ کہتے ہیں کہ فرشتے عورتیں ہیں ان کو کچھ بھی علم نہیں ہے۔ رب تعالیٰ نے جو فرمایا ہے وہی حق ہے اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کی زبان مبارک سے جو نکلا ہے وہ حق ہے۔ فرشتے نوری مخلوق ہیں نہ مرد ہیں نہ عورتیں، نہ لڑکے ہیں نہ لڑکیاں ہیں اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ نہیں پیروی کرتے وہ مگر گمان کی۔ من گھڑت باتیں ان کی چل رہی ہیں وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا اور بے شک گمان کفایت نہیں کرتا حق کے مقابلے میں کچھ بھی۔ حق کو تو علم کے ساتھ ہی پایا جا سکتا ہے۔ اور کوئی عقیدہ قطعی دلیل کے بغیر ثابت نہیں ہوتا۔

مذکورہ آیت کریمہ سے منکرین حدیث کا باطل استدلال:

اس آیت کریمہ سے منکرین حدیث یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ احادیث کی کوئی حیثیت نہیں ہے (معاذ اللہ تعالیٰ) کیونکہ احادیث ظنی ہیں اور اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا اور بے شک ظن کفایت نہیں کرتا حق کے مقابلے میں کچھ بھی۔'' اس طرح یہ عوام کو دھوکا دیتے ہیں۔ یاد رکھنا! ساری احادیث ظنی

نہیں ہیں۔ جو احادیث متواتر ہیں وہ اسی طرح قطعی ہیں جس طرح قرآن کریم قطعی ہے۔ متواتر اسے کہتے ہیں کہ جس کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کافی تعداد نے بیان کیا ہو۔ پھر تابعین اور تبع تابعین نے بھی کثرت کے ساتھ نقل کیا ہو۔ جیسے نماز منقول ہوتی چلی آرہی ہے، کلمہ نقل ہوتا چلا آرہا ہے، قرآن کریم نقل ہوتا چلا آرہا ہے۔ تو ان کا یہ کہنا کہ ساری احادیث ظنی ہیں یہ بالکل صریح جھوٹ ہے۔ (مزید سمجھنے اور تفصیل کے لیے حضرت کی کتاب انکار حدیث کے نتائج اور شوق حدیث کا مطالعہ کریں۔ مرتب) تو فرمایا اور بے شک گمان کام نہیں دیتا حق کے مقابلے میں کچھ بھی فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰی عَنْ ذِكْرِنَا پس آپ اعراض کریں اس سے جس نے منہ موڑ لیا ہمارے ذکر سے، قرآن سے۔ قرآن کریم کا ایک نام ذکر بھی ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ [سورۃ الحجر] "بے شک ہم نے نازل کیا ذکر کو یعنی نصیحت والی کتاب کو اور بے شک ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔" تو فرمایا آپ ان سے اعراض کریں جو قرآن سے اعراض کرتے ہیں، نہیں مانتے وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا اور نہیں ارادہ کیا اس نے مگر دنیا کی زندگی کا۔ یعنی صرف دنیا کو مقصود بنا لیا۔ ورنہ دنیا میں رہ کر دنیا کمانا ناجائز نہیں ہے صرف دنیا کو مقصود بنانا ناجائز ہے کہ نہ نماز، نہ روزہ، نہ حج، نہ زکوٰۃ، نہ حلال وحرام کی تمیز، یہ بُری چیز ہے۔ باقی یہ بات تم کئی دفعہ سن چکے ہو کہ اسلام پسند نہیں کرتا کہ انسان فارغ رہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس نوجوان کو پسند نہیں کرتا جو تندرست ہو کر فارغ رہے، لوفر بنے۔ اس کے ساتھ رب تعالیٰ کی سخت ناراضگی ہے۔ کوئی نہ کوئی کام کرے جو جائز ہو۔ تو فرمایا نہیں ارادہ کیا اس نے مگر دنیا کی زندگی کا ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ یہی اس کے علم کا مبلغ ہے، یہی پہنچ ہے اس کے علم کی۔ اس کا علم دنیا ہی تک پہنچتا

ہے آخرت کی کوئی فکر نہیں ہے۔ حالانکہ دنیا میں آنے کا اصل مقصد آخرت کی تیاری کرنا ہے۔ دنیا کمائے جائز طریقے سے اور اس سے بھی آخرت تلاش کرے۔ دنیا کمانا بُری چیز نہیں ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ جب ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو ان کی حالت یہ تھی کہ ان کے پاس کھانے پینے کے لیے کچھ نہیں تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کو ان کا بھائی بنایا کہ جب تک یہ اپنے پاؤں پر کھڑا نہیں ہوتا تم نے ان کو کھلانا پلانا ہے۔ وہ ان کے گھر سے کھاتے پیتے تھے۔ مگر وہ باغیرت تھے تھوڑے دن گزرے تو تجارت شروع کر دی کیونکہ تاجر پیشہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے تجارت میں برکت دی، شادی بھی کر لی اور مرتے وقت چار بیویاں تھیں۔ وراثت کا آٹھواں حصہ جب عورتوں پر تقسیم ہوا تو ایک ایک بیوی کو اسّی اسّی ہزار درہم ملے۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ بھی عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ مرتے وقت ان کی بھی چار بیویاں تھیں۔ چھ کروڑ کی جائیداد چھوڑی۔ ہر ہر بیوی کو اڑتالیس لاکھ روپیہ ملا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو تو اللہ تعالیٰ نے اتنا دیا تھا کہ وہ غنی کہلاتے تھے۔ بات کرنے کا مقصد یہ ہے کہ شریعت یہ نہیں کہتی کہ نہ کماؤ۔ کماؤ مگر جائز طریقے سے۔ خرچ کرو جائز طریقے سے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اس کو ضائع نہ کرو۔

تو فرمایا ان کا مبلغ علم صرف دنیا تک ہے اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بے شک آپ کا رب خوب جانتا ہے بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ جو گمراہ ہوا اس کے راستے سے وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى اور وہ خوب جانتا ہے اس کو جس نے ہدایت حاصل کی۔ گمراہوں کو بھی جانتا ہے اور ہدایت یافتہ لوگوں کو بھی جانتا ہے۔ فرمایا وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي

الْاَرْضِ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں۔ آسمانوں میں جو کچھ ہے اس کا بھی خالق وہی ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اس کا بھی خالق وہی ہے، مالک وہی ہے، متصرف بھی وہی ہے، حکم بھی اسی کا چلتا ہے، اختیارات بھی سارے اسی کے پاس ہیں۔ اس نے خدائی اختیارات کسی کو نہیں دیئے۔ پھر ایک وقت آئے گا لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ تاکہ بدلہ دے ان لوگوں کو اَسَآءُوْا جنھوں نے برائی کی بِمَا عَمِلُوْا اس کا جو انھوں نے عمل کیا۔ قیامت والے دن ظالم کے سامنے ظلم کے انبار لگے ہوں گے وہ دیکھ کر گھبرائے گا اور واویلا کرے گا، اپنے ہاتھ کاٹے گا اور کہے گا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ [السجدہ: ۱۲] ''پس لوٹا دے ہمیں تاکہ ہم اچھے عمل کریں بے شک ہم یقین کرنے والے ہیں۔'' لیکن:

~ اب پچھتائے کیا ہوت

جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

اب تو بدلے کا دن ہے۔ اگر کسی نے رتی برابر بھی ظلم کیا ہوگا تو اس کا بدلہ پائے گا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر کوئی کسی جانور کو کند چھری کے ساتھ ذبح کرتا ہے تو یہ بھی ظلم ہے۔ کند چھری سے ذبح کرنے والا بھی حساب دے گا۔

فرمایا وَیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰی اور تاکہ بدلہ دے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جنھوں نے اچھے کام کیے اچھا بدلہ۔ جنت سے بہتر بدلہ کیا ہوگا؟ اگر کسی نے رتی برابر بھی نیکی کی ہے اس کا بھی بدلہ ملے گا۔ نیک لوگ کون ہیں؟ فرمایا اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ جو لوگ بچتے ہیں بڑے گناہوں سے وَالْفَوَاحِشَ اور بے حیائی کی باتوں سے۔ کَبٰئِرُ کَبِیْرَۃ کی جمع ہے، بڑا گناہ۔ فَوَاحِش فَاحِشَۃٌ کی جمع ہے، بے

حیائی۔ گناہ تو سارے ہی گناہ ہوتے ہیں مگر سات گناہ بہت بڑے ہیں۔

سات بڑے گناہ:

آنحضرت ﷺ نے فرمایا اِجْتَنِبُوْا السبع الموبقات ''بچو تم سات ہلاک کرنے والے گناہوں سے۔'' ان میں سے پہلا: الاشراك باللّٰہ ''اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا۔'' اس سے بڑا گناہ اللہ تعالیٰ کے قانون میں اور کوئی نہیں ہے۔

دوسرا: عقوق والدین ''ماں باپ کی دل آزاری سے بچو۔'' یہ بھی بڑا گناہ ہے۔ وہ دل آزاری چاہے قولاً ہو یا فعلاً ہو۔ بات ایسی کرے جس سے والدین کو تکلیف ہو یا کام ایسا کرے جس سے والدین کو تکلیف ہو۔ یہ بڑا گناہ ہے۔

تیسرا: آکل مال یتیم، ''یتیم کا مال کھانا۔'' جو سارے کھاتے ہیں۔ تیجے پر، ساتویں پر، دسویں پر، چالیسویں پر۔ ناک کو سنبھالتے پھرتے ہیں کہ برادری ناراض نہ ہو۔ رب ناراض ہوتا ہے تو کوئی پروا نہیں ہے۔ تو یتیم کا مال کھانا بڑا گناہ ہے۔

چوتھا: وقذف المحصنات المومنت: ''پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا۔'' اسی طرح پاک دامن مردوں پر تہمت لگانا بھی بڑا گناہ ہے۔ اور مسئلہ یاد رکھنا! اگر کسی نے اپنی آنکھوں سے کسی کو زنا کرتے دیکھا ہے تو جب تک اس کے پاس چار گواہ نہ ہوں بیان نہ کرے۔ اگر تین گواہ، دو گواہ ہیں، ایک گواہ بیان کرے گا تو اسی کوڑے لگیں گے۔ ہاں چار شرعی گواہ ہوں پھر بیان کر سکتا ہے۔ یہ قرآن کا مسئلہ ہے۔ یہ آج کل گواہ تو کوئی نہیں ہوتا محض شہادت کی بنیاد پر کسی پر الزام لگانا بڑے گناہوں میں سے ہے۔

جادو کرنا بھی بڑے گناہوں میں سے ہے۔ آج ساری دنیا جادو کے پیچھے لگ گئی

ہے خدا کی پناہ! زیادہ یہ مرض عورتوں میں ہے۔ اور یاد رکھنا! ہر بیماری کی کڑی جادو کے ساتھ ملانا بھی اچھی بات نہیں ہے۔

بڑے گناہوں میں سے شراب پینا اور زنا کرنا ہے۔ اور بڑے گناہوں میں سے التولی یوم الزحف ''میدان جنگ سے پشت پھیر کر بھاگنا بھی ہے۔'' اور بہت سے بڑے گناہ ہیں جن گناہوں پر اللہ تعالیٰ نے حد مقرر کی ہے کوڑوں کی یا رجم کی۔ وہ بھی بڑے بڑے گناہ ہیں۔

اور بے حیائی سے بچتے ہیں۔ آج ان مغربی قوموں نے اتنی بے حیائی پھیلائی ہے کہ مسلمان کو مسلمان نہیں رہنے دیا۔ ہاں! اگر مسلمان صحیح معنیٰ میں مسلمان ہوں اور ان چیزوں کے آگے بند باندھ دیں تو وہ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ جیسا کہ ضلع کرک کے لوگوں نے آج تک وہاں سینما نہیں بننے دیا۔ تمھیں یاد ہوگا کہ ہم نے بھی یہاں انیس سال تک سینما نہیں بننے دیا۔ پھر جس وقت یہاں فوجی چھاؤنی بنی تو ہم بے بس ہو گئے۔ ضلع کرک میں صرف دیوبندی مسلک کے لوگ ہیں دوسرا کوئی مسلک وہاں نہیں ہے۔ انھوں نے برائی کا مقابلہ کیا ہے اور ہمارے علاقے میں تو چھوٹے چھوٹے بچوں کے ذہن بگاڑ دیئے گئے ہیں، ایسی ایسی عجیب باتیں کرتے ہیں کہ ہم جیسے بوڑھوں کو بھی ان کا علم نہیں ہے۔ بندہ سن سن کے حیران ہو جاتا ہے۔ تو فرمایا وہ بے حیائی سے بچتے ہیں اِلَّا اللَّمَمَ مگر صغیرہ گناہ۔ صغیرہ گناہوں کی معافی کے لیے اللہ تعالیٰ نے انتظام کیا ہے۔ مسجد کی طرف آؤ گے ایک ایک قدم کے بدلے دس دس نیکیاں بھی ملیں گی اور ایک ایک صغیرہ گناہ بھی خود بخود جھڑتا جائے گا۔ وضو سے، نماز سے صغیرہ گناہ جھڑ جاتے ہیں اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ''بے شک نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں۔'' صغیرہ گناہ نیکیوں کی

برکت سے ختم ہو جاتے ہیں۔

فرمایا اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ بے شک آپ کا رب وسیع مغفرت والا ہے۔ اس کی مغفرت اتنی وسیع ہے کہ چاہے تو ساری دنیا کو بخش دے هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ وہ خوب جانتا ہے تم کو اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ جس وقت اس نے پیدا کیا تم کو زمین سے خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ [آل عمران :۵۹] ''آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا پھر اس نے فرمایا اس کو ہو جا پس وہ ہو گیا۔'' تم آدم کی اولاد ہو۔ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ۔ اَجِنَّة جمع ہے جنین کی۔ جنین اس بچے کو کہتے ہیں جو ماں کے پیٹ میں ہو۔ اور جس وقت تم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں بچے تھے اس وقت بھی جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے اس کا علم ازلی، ابدی ہے۔ جس وقت کوئی چیز موجود نہیں تھی اس وقت بھی وہ ہر چیز کو جانتا تھا فَلَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ پس اپنی صفائیاں مت بیان کرو کہ میں ایسا ہوں رب تعالیٰ سب کو جانتا ہے۔

دیکھو! لوگ رسمی طور پر الفاظ لکھتے ہیں۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ بعض لکھتے ہیں کمترین خلائق خدا کی مخلوق میں سب سے گھٹیا۔ لیکن اگر اس کو کہو کہ تم چوڑے ہو تو لڑ پڑے گا۔ اس کو کہو کہ تم گدھے ہو تو لڑ پڑے گا۔ بھئی! تم نے خود مانا ہے کہ میں کمترین خلائق ہوں اب لڑتے کیوں ہو۔ یہ رسمی باتیں ہوتی ہیں حقیقت تو کسی کی نہیں ہوتی۔ لکھتے ہیں فدوی یعنی قربان۔ لیکن بات کرو تو لڑنے لگ جاتا ہے تو فدوی کیسے ہو گیا؟

تو فرمایا اپنی صفائیاں مت بیان کرو هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى وہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اس کو جو متقی ہے۔ تمھیں بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ دعا کرو اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معنیٰ میں متقی بنائے اور ظاہر داری سے بچائے۔

أَفَرَءَيْتَ الَّذِي تَوَلَّى ﴿٣٣﴾ وَأَعْطَى قَلِيلًا وَّأَكْدَى ﴿٣٤﴾ أَعِندَهُ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرَى ﴿٣٥﴾ أَمْ لَمْ يُنَبَّأْ بِمَا فِي صُحُفِ مُوسَى ﴿٣٦﴾ وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّى ﴿٣٧﴾ أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى ﴿٣٨﴾ وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَى ﴿٣٩﴾ وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرَى ﴿٤٠﴾ ثُمَّ يُجْزَاهُ الْجَزَاءَ الْأَوْفَى ﴿٤١﴾ وَأَنَّ إِلَى رَبِّكَ الْمُنتَهَى ﴿٤٢﴾ وَأَنَّهُ هُوَ أَضْحَكَ وَأَبْكَى ﴿٤٣﴾ وَأَنَّهُ هُوَ أَمَاتَ وَأَحْيَا ﴿٤٤﴾ وَأَنَّهُ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنثَى ﴿٤٥﴾ مِن نُّطْفَةٍ إِذَا تُمْنَى ﴿٤٦﴾ وَأَنَّ عَلَيْهِ النَّشْأَةَ الْأُخْرَى ﴿٤٧﴾ وَأَنَّهُ هُوَ أَغْنَى وَأَقْنَى ﴿٤٨﴾ وَأَنَّهُ هُوَ رَبُّ الشِّعْرَى ﴿٤٩﴾ وَأَنَّهُ أَهْلَكَ عَادًا الْأُولَى ﴿٥٠﴾

أَفَرَءَيْتَ الَّذِي کیا پس آپ نے دیکھا ہے اس شخص کو تَوَلَّى جس نے اعراض کیا وَأَعْطَى قَلِيلًا اور اس نے دیا تھوڑا سا وَّأَكْدَى اور بہت سخت نکلا أَعِندَهُ عِلْمُ الْغَيْبِ کیا اس کے پاس علم غیب ہے فَهُوَ يَرَى پس وہ اس کو دیکھتا ہے أَمْ لَمْ يُنَبَّأْ کیا اس کو نہیں پہنچی وہ خبر بِمَا فِي صُحُفِ مُوسَى جو موسیٰ علیہ السلام کی کتابوں میں ہے وَإِبْرَاهِيمَ اور ابراہیم علیہ السلام کی کتابوں میں ہے الَّذِي وَفَّى جنھوں نے اپنا وعدہ پورا کیا أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ کہ نہیں اٹھائے گا کوئی بوجھ اٹھانے والا وِزْرَ أُخْرَى دوسرے کا بوجھ وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ اور یہ کہ نہیں ہے انسان کے لیے إِلَّا مَا سَعَى مگر وہ جو اس نے محنت کی وَأَنَّ سَعْيَهُ اور بے شک اس کی کوشش سَوْفَ

یُرٰی عن قریب اس کو دکھائی جائے گی ثُمَّ یُجۡزٰىهُ پھر اس کو بدلہ دیا جائے گا الۡجَزَآءَ الۡاَوۡفٰى بدلہ پورا وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الۡمُنۡتَهٰى اور بے شک آپ کے رب کی طرف انتہاء ہے وَاَنَّهٗ هُوَ اَضۡحَكَ اور بے شک وہی ہے جو ہنساتا ہے وَاَبۡكٰى اور رُلاتا ہے وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ اور بے شک وہی مارتا ہے وَاَحۡيَا اور زندہ کرتا ہے وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوۡجَيۡنِ اور بے شک اسی نے پیدا کیا جوڑا الذَّكَرَ وَالۡاُنۡثٰى نر اور مادہ مِنۡ نُّطۡفَةٍ نطفے سے اِذَا تُمۡنٰى جب ٹپکایا جاتا ہے وَاَنَّ عَلَيۡهِ النَّشۡاَةَ الۡاُخۡرٰى اور بے شک اس کے ذمہ ہے دوسری مرتبہ اٹھانا وَاَنَّهٗ هُوَ اَغۡنٰى اور بے شک وہی جس نے غنی کر دیا وَاَقۡنٰى اور محتاج بنایا وَاَنَّهٗ هُوَ اور بے شک وہی ہے رَبُّ الشِّعۡرٰى شعریٰ کا رب وَاَنَّهٗۤ اَهۡلَكَ اور بے شک وہی ہے جس نے ہلاک کیا عَادَا الۡاُوۡلٰى عادِ اولیٰ کو۔

آنحضرت ﷺ کا ولید بن مغیرہ کو اسلام کی دعوت دینا :

مکہ مکرمہ کا ایک سردار تھا ولید بن مغیرہ۔ مشہور صحابی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا والد تھا۔ اس کے بڑے ہڑیل (کڑیل) جوان تیرہ بیٹے تھے۔ تیرہ بیٹوں میں سے تین مسلمان ہوئے۔ خالد بن ولید، ولید بن ولید، سعد بن ولید رضی اللہ عنہم۔ درجنوں کے حساب سے اس کے غلام تھے، کئی دکانیں تھیں، بڑا وسیع کاروبار تھا۔ اس لیے اس میں کافی تکبر تھا۔

ایک موقع پر آنحضرت ﷺ نے اس کو تنہائی میں بلا کر سمجھایا کہ آپ اچھے خاصے

سمجھ دار آدمی ہیں رب تعالیٰ نے آپ کو دولت سے نوازا ہے، بیٹے دیئے ہیں، نوکر چاکر دیئے ہیں، سارے لوگ آپ کی عزت کرتے ہیں، میں یہ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق اور مالک ہے۔ اس بات کو تم بھی مانتے ہو۔ اس رب تعالیٰ نے مجھے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ میری چالیس سالہ زندگی نبوت سے پہلے آپ کے سامنے گزری ہے۔ اس میں مجھ سے کوئی خطا ہوئی ہے تو بتاؤ۔ اس زندگی میں مَیں نے اگر کوئی خلاف واقع بات کی ہے تو بتاؤ؟ اور قرآن پاک کی کچھ آیات پڑھ کر سنائیں۔ ان لوگوں کی زبان عربی تھی، سمجھتے تھے۔ آپ ﷺ کی گفتگو سے اسلام کی طرف کچھ مائل ہوا۔ باتیں اچھی ہوں تو دل کو اپیل کرتی ہیں۔ اس بات کا ابو جہل کو علم ہوا کیونکہ کوئی بات چھپی نہیں رہتی۔ ابو جہل بڑا پریشان ہوا کہ اگر یہ مسلمان ہو گیا تو ظاہر بات ہے اس کے بیٹے بھی مسلمان ہو جائیں گے اور اس کے نوکر چاکر بھی مسلمان ہو جائیں گے۔ اس کا حلقہ احباب بھی وسیع ہے لہٰذا ہمارے لیے مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔

ابو جہل رات کو ولید بن مغیرہ کے گھر پہنچا اپنے چند ساتھی لے کر پریشر اور دباؤ ڈالنے کے لیے۔ کہنے لگا میں نے سنا ہے کہ ولید بن مغیرہ مسلمان ہونا چاہتا ہے۔ ولید بن مغیرہ نے کہا کہ محمد (ﷺ) جو باتیں کرتا ہے میرے خیال میں وہ صحیح ہیں۔ اس لیے میرا دل چاہتا ہے کہ میں مسلمان ہو جاؤں تاکہ آخرت کے عذاب سے بچ جاؤں۔ اگر میں نے باتیں نہ مانیں تو مجھے ڈر ہے کہ مجھے سزا ہوگی۔ ابو جہل گفتگو کا بڑا ماہر تھا۔ کہنے لگا تیرے جیسے آدمی باپ دادا کا دین چھوڑ دیں، دھڑا چھوڑ دیں تو عورتیں کیا کہیں گی، مرد کیا کہیں گے کہ غدار ہے، بے وفا ہے۔ اس کی باتوں میں نہ آنا، اس کی باتیں نہ مان، لوگ تیری بوٹی بوٹی کر دیں گے۔ رہی بات عذاب سے ڈرنے کی تو آپ مجھے پیسے دے

دیں تیرا عذاب میں برداشت کرلوں گا۔ چونکہ مال دار آدمی تھا اس نے ابو جہل کے حوالے کچھ رقم کر دی اور کہا کہ کچھ پھر دے دوں گا کہ یہ میرا عذاب اُٹھالے گا۔

آنحضرت ﷺ انتظار میں تھے کہ ولید بن مغیرہ اپنی کیا رائے قائم کرتا ہے؟ اس نے آکر کہا کہ میں نے آپ کی گفتگو سنی۔ باتیں آپ کی مجھے صحیح معلوم ہوتی ہیں مگر میں دھڑا چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ اور جو بقیہ رقم ابو جہل کو دینی تھی وہ بھی نہ دی۔ اس کا ذکر ہے اَفَرَءَيْتَ الَّذِىْ تَوَلّٰى کیا پس آپ نے دیکھا ہے اس شخص کو جس نے منہ پھیر لیا، اعراض کیا، ولید بن مغیرہ نے وَاَعْطٰى قَلِيْلًا اور اس نے دیا تھوڑا سا مال وعدے کے مطابق وَّاَكْدٰى اور بہت سخت نکلا باقی نہ دیا اکدیہ کا معنٰی ہوتا ہے چٹان، سخت پتھر، جس کا توڑنا مشکل ہوتا ہے۔ اس کا لازمی معنٰی کرتے ہیں بڑا سخت نکلا اور آگے رک گیا اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَيْبِ کیا اس کے پاس غیب کا علم ہے فَهُوَ يَرٰى پس وہ اس کو دیکھتا ہے کہ تیرا بوجھ دوسرا آدمی اٹھالے گا اور قبر، حشر اور دوزخ کے عذاب سے بچ جائے گا اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِىْ صُحُفِ مُوْسٰى کیا اس کو نہیں پہنچی وہ خبر جو موسٰی علیہ السلام کی کتابوں میں ہے، صحیفوں میں ہے وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِىْ وَفّٰٓى اور ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں ہے جس نے اپنا وعدہ پورا کیا۔

سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۲۴ میں ہے وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ”اور اس وقت کو دھیان میں لاؤ جب امتحان لیا ابراہیم علیہ السلام کا اس کے رب نے چند باتوں میں پس انھوں نے ان باتوں کو پورا کر دیا۔“ ان میں سے ایک بات یہ بھی تھی کہ خواب میں اللہ تعالیٰ نے مطالبہ کیا کہ اپنے بیٹے کو ذبح کر دو۔ ابراہیم علیہ السلام نے وہ مطالبہ بھی پورا کر دیا۔ ان دو بزرگوں کا نام اس لیے لیا کہ عرب میں اکثریت انھی دو بزرگوں کو

ماننے والوں کی تھی۔ مردم شماری میں پہلا نمبر مشرکوں کا تھا اور دوسرا نمبر یہودیوں کا تھا۔

ان میں کیا خبر ہے؟ اس کی دو شقیں ہیں۔ ایک: اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ۔ وازرۃ نفس کی صفت ہے اور اُخْرٰی بھی نفس کی صفت ہے۔ معنیٰ ہوگا کہ نہیں اٹھائے گا کوئی بوجھ اٹھانے والا نفس دوسرے نفس کا بوجھ۔ وزر کا معنیٰ ہے بوجھ۔ وزیر کا لفظی معنیٰ ہے بوجھ اٹھانے والا۔ وزیر اسے کہتے ہیں جو قوم کی خدمت کا بوجھ اٹھاتا ہے۔ مگر آج کل کے وزیر لوگوں کا مال اٹھا کر لے جاتے ہیں اور کوٹھیاں بنا لیتے ہیں۔ تو کوئی نفس کسی نفس کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ اور سورہ لقمان آیت نمبر ۳۲ میں ہے لَا یَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَیْـًٔا ''نہیں کام آئے گا باپ بیٹے کی طرف سے اور نہ بیٹا باپ کی طرف سے کچھ بھی۔'' اس میں عیسائیت اور یہودیت کا بھی رد ہے۔ عیسائی کہتے ہیں کہ ہمارے گناہوں کا کفارہ عیسیٰ علیہ السلام ہو گئے ہیں۔ ہم جو گناہ کرتے ہیں اس کے بدلے میں ہمارے پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھا دیا گیا ہے۔

سوال یہ ہے کہ تم گناہ اور بدمعاشیاں کرو دو ہزار سال بعد اور وہ سولی پر لٹکا دیئے جائیں دو ہزار سال پہلے؟ کوئی عقل کی بات تو کرو۔ اور یہود کہتے ہیں نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَ اَحِبَّآؤُهٗ [سورہ مائدہ] ''ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور محبوب ہیں'' پیغمبروں کی اولاد ہیں ہمیں سزا نہیں ہوگی۔ بے شک یہ ابراہیم علیہ السلام، اسحاق علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام اور دیگر پیغمبروں کی اولاد ہیں مگر رب تعالیٰ نے ضابطہ بتا دیا کہ کوئی نفس کسی دوسرے نفس کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ نہ باپ بیٹے کے کام آئے گا اور نہ بیٹا باپ کے کام آئے گا۔

اور دوسری شق یہ ہے وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی اور یہ کہ نہیں ہے انسان کے لیے مگر وہ جو اس نے محنت کی وَاَنَّ سَعْیَهٗ سَوْفَ یُرٰی اور بے شک اس کی کوشش

عن قریب اس کو دکھائی جائے گی۔

منکرین ایصال ثواب کا رد :

ایک فرقہ ہے جس کی تعداد کراچی میں کافی ہے اور دوسرے علاقوں میں بھی موجود ہیں جو کہتے ہیں کہ ایصال ثواب درست نہیں ہے اور اس آیت سے استدلال کرتے ہیں۔ اور اس پر انھوں نے کافی کتابیں اور رسالے بھی لکھے ہیں اور مفت تقسیم کرتے ہیں۔ یہ ایصال ثواب کے منکر ہیں۔ کہتے ہیں کہ قرآن پاک میں ہے وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی اور یہ کہ نہیں ہے انسان کے لیے مگر وہ جو اس نے کوشش کی تو دوسروں کی دعاؤں کا کیا فائدہ ہوگا؟ عوام بڑے سطحی ہوتے ہیں وہ مغالطے کا شکار ہو جاتے ہیں۔ پہلی بات تو یہ سمجھو کہ اگر دوسرے کی دعا کا فائدہ نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں نوح علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا ذکر کیوں کیا ہے؟ سورہ نوح میں ہے رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَ لِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ''اے میرے رب مجھے بخش دے اور میرے والدین کو بخش دے اور جو میرے گھر میں مومن بن کر داخل ہو اس کو بخش دے اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بخش دے۔''

اور سورہ ابراہیم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا ذکر ہے رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابِ ''اے ہمارے رب بخش دے مجھے اور میرے والدین کو اور مومنوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔'' اگر دعا کا فائدہ نہیں ہوتا تو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں یہ مہمل طریقے کیوں بیان فرمائے ہیں اور بتلائے ہیں۔ اور سورہ حشر پارہ ۲۸ میں ہے کہ بعد میں آنے والے مومن کہتے ہیں رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ ''اے ہمارے رب بخش دے ہمیں اور ہمارے

ان بھائیوں کو جو ہم سے سبقت لے گئے ایمان میں۔'' اور جنازے میں دعا کرتے ہیں اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا ...... وغیرہ دوسری دعائیں کرتے ہیں۔ اگر ان کا فائدہ نہیں ہے تو شریعت نے یہ مہمل سبق کیوں دیا ہے؟ اگر دوسرے کی دعا نہیں پہنچتی تو جنازہ پڑھنا بھی چھوڑ دو۔ خدا پناہ! کتنا غلط نظریہ ہے۔

اس آیت کریمہ سے ان کا استدلال کرنا بھی غلط ہے۔ بلکہ یہ آیت کریمہ تو ان لوگوں کی دلیل ہے جو کہتے ہیں ثواب پہنچتا ہے۔ دیکھو! ایک آدمی نے شادی کی اللہ تعالیٰ نے اولاد دی، اس نے اولاد کی تربیت کی، ان کو تعلیم دی۔ اس کے فوت ہو جانے کے بعد اولاد دعا کرے گی تو کیا یہ اس کی کوشش کا نتیجہ نہیں ہے؟ اسی طرح استاد نے شاگردوں پر محنت کی۔ یہ شاگرد استاد کے لیے دعا کریں گے تو استاد کی محنت کا نتیجہ ہو گا کہ اس نے محنت کی، مغز کھپایا، تعلیم دی۔ اس کا اچھا اخلاق تھا، دوست احباب کے ساتھ تعاون کیا، اچھے طریقے سے پیش آیا، غریبوں کی خدمت کی۔ اب وہ دعا کریں گے تو یہ اس کی کوشش کا نتیجہ اور ثمرہ ہے۔

لہٰذا اس آیت کریمہ سے عدم ایصال ثواب کا استدلال کرنا غلط ہے۔ جائز طریقے سے صدقات، خیرات سب صحیح ہیں اور دعائیں بھی صحیح ہیں۔ البتہ بدعات سے بچو کہ ان سے ثواب نہیں ہو گا بلکہ عذاب نازل ہو گا۔ یہ تیجہ، ساتا، دسواں، چالیسواں سے، برسی سے عذاب لازم ہے ثواب کچھ بھی نہیں ہے۔ ایصال ثواب کے لیے دیگیں کھڑکانے کی ضرورت نہیں ہے۔ دائیں ہاتھ سے دو بائیں کو علم بھی نہ ہو۔ معاملہ رب تعالیٰ کے ساتھ ہے ڈھنڈورا پیٹنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

یہ مدرسہ چل رہا ہے اس میں بچے بھی پڑھتے ہیں، بچیاں بھی پڑھتی ہیں۔ ان کے

لیے لنگر چل رہا ہے خاموشی کے ساتھ آ کر دے دو۔ جس نیت کے ساتھ دو گے ثواب پہنچ جائے گا۔

تو فرمایا اور یہ کہ نہیں انسان کے لیے مگر وہ جو اس نے کوشش کی اور اس کی کوشش عن قریب اس کو دکھائی جائے گی ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى پھر اس کو بدلہ دیا جائے گا پورا بدلہ وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى اور بے شک آپ کے رب کی طرف انتہاء ہے۔ اے بندے تو نے رب تعالیٰ کی طرف جانا ہے اس بات کو نہ بھول وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى اور بے شک وہی اللہ تعالیٰ ہی ہنساتا ہے اور رُلاتا ہے۔ دنیا دے کر ہنساتا ہے، غم دے کر رُلاتا ہے وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْيَا اور بے شک وہی ہے مارتا اور زندہ کرتا۔ زندہ کرنا اور مارنا بھی اسی کا کام ہے وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ اور بے شک اسی نے پیدا کیا جوڑا الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى نر اور مادہ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى نطفے سے جب ٹپکایا جاتا ہے۔ اس پانی کے قطرے سے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے لڑکا بھی پیدا ہوتا ہے اور لڑکی بھی پیدا ہوتی ہے وَاَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى اور بے شک اسی کے ذمہ ہے دوسری دفعہ اٹھانا اگلے جہان میں وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰى اور بے شک وہی ہے جس نے غنی کر دیا اور محتاج بنایا۔ اَقْنٰى کا ایک معنٰی تو کرتے ہیں فقیر بنایا اور بعض مفسرین کرام اَقْنٰى قِنْيَه سے لیتے ہیں قاف کے کسرے کے ساتھ۔ قِنْيَه کا معنٰی ہوتا ہے ڈھیر مال۔ تو اس لحاظ سے معنٰی ہوگا کہ رب نے غنی کر دیا اور ڈھیر مال دیا وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى اور بے شک وہی ہے شعریٰ کا رب۔ یہ قطب ستارے کے پاس ایک ستارہ ہے۔ ریاضی والے اس کو غبور بھی کہتے ہیں اور جوزا بھی کہتے ہیں۔ عرب کے کچھ لوگ شعریٰ ستارے کی پوجا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں شعریٰ ستارے کی پوجا کرتے

ہواور شعریٰ کے رب کی پوجانہیں کرتے۔

جس طرح آج کل بعض جاہل قسم کے لوگ کہتے ہیں قطب ستارے کی طرف ٹانگیں نہ کرو۔ بھائی! یہ تمھیں کس نے بتلایا ہے؟ پھر بعض کہتے ہیں کہ فلاں کی قبر کی طرف پاؤں نہ کرو۔ بھائی! بزرگوں کی قبر سے کون سا علاقہ خالی ہے۔ یہ جہالت کی باتیں ہیں۔ فرمایا وَاَنَّہٗٓ اَھْلَکَ عَادَاۨ الْاُوْلٰی اور بے شک وہی ہے جس نے ہلاک کیا عادِ اولیٰ کو۔ جو ہود علیہ السلام کی قوم تھی۔ باقی مجرموں کا ذکر ان شاء اللہ آگے آئے گا۔

وَثَمُوْدَاْ فَمَآ اَبْقٰى ۝۵۱ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَاَطْغٰى ۝۵۲ ؕ وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى ۝۵۳ ۙ فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰى ۝۵۴ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى ۝۵۵ هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى ۝۵۶ اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ۝۵۷ ۚ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ۝۵۸ ؕ اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ۝۵۹ ۙ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ ۝۶۰ ۙ وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ۝۶۱ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ۝۶۲ ۩

وَثَمُوْدَاْ اور ثمود قوم کو ہلاک کیا فَمَآ اَبْقٰى پس کسی کو باقی نہ چھوڑا وَقَوْمَ نُوْحٍ اور نوح علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کیا مِّنْ قَبْلُ اس سے پہلے اِنَّهُمْ كَانُوْا بے شک تھے وہ هُمْ اَظْلَمَ وَاَطْغٰى وہ بڑے ظالم اور بڑے سرکش وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى اور الٹی بستی والوں کو پٹخ دیا فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰى اور ڈھانپ لیا اس کو اس چیز نے جس نے ڈھانپ لیا فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ پس تم اپنے رب کی کس کس نعمت میں تَتَمَارٰى شک کرو گے هٰذَا نَذِيْرٌ یہ ڈرانے والا ہے مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى پہلے ڈرانے والوں میں سے اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ قریب آگئی قریب آنے والی لَيْسَ لَهَا نہیں ہے اس کے لیے مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے سوا كَاشِفَةٌ کوئی کھولنے والا اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ کیا پس اس بات سے تَعْجَبُوْنَ تم تعجب کرتے ہو وَتَضْحَكُوْنَ اور ہنستے ہو وَلَا تَبْكُوْنَ اور روتے نہیں وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ

اور تم غفلت میں پڑے ہوئے ہو فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ پس سجدہ کرو تم اللہ تعالیٰ کو وَاعْبُدُوْا اور عبادت کرو اسی کی۔

قوم عاد کی ہلاکت :

کل کے سبق کی آخری آیت میں تھا وَاَنَّهٗٓ اَهْلَكَ عَادَا الْاُوْلٰى "اور بے شک وہی ہے جس نے ہلاک کیا عادِ اولیٰ کو۔" ان کی طرف اللہ تعالیٰ نے ہود علیہ السلام کو بھیجا۔ ان کے علاقے کا نام احقاف تھا جو یمن اور حضر موت، عمان کے درمیان اور نجران کے قریب تھا۔ عرصہ دراز تک ہود علیہ السلام ان کو تبلیغ کرتے رہے لیکن بد بخت قوم نے نبی کی بات نہیں مانی۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر بارش روک دی، خشک سالی ہوگئی۔ چشمے بھی خشک ہو گئے، درخت سوکھ گئے، فصلیں پیدا نہ ہوئیں۔ کئی لوگوں نے وہاں سے نقل مکانی کر لی۔ حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا میری بات مان لو اللہ تعالیٰ تم پر خوب بارش برسائے گا اور تم پر رحمت بھی نازل کرے گا۔ کہنے لگے ہمیں موت منظور ہے مگر تیری وجہ سے بارش آئے تو ہمیں اس بارش کے ایک قطرے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ ضد کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ کم وبیش تین سال تک بارش نہ ہوئی۔ بارانی علاقہ ہو اور تین سال تک بارش نہ ہو تو اندازہ لگالو ان کا کیا حال ہوا ہوگا۔ مگر وہ اپنی ضد پر اڑے رہے۔

ایک دن بادل کا ایک ٹکڑا ان کے علاقے کی طرف آیا تو بھنگڑا ڈالنا شروع کر دیا۔ کہنے لگے هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا [سورۃ الاحقاف، پارہ:۲۶] "یہ بادل ہے ہم پر بارش برسائے گا۔" ہم آسودہ حال ہو جائیں گے۔ بادل بالکل ان کے سروں کے قریب آ گیا اور اس سے آواز آئی:

رِمَادًا رِمَادًا لَا تَذَرُ مِنْ عَادٍ اَحَدًا

''ان کو راکھ کر دے عاد قوم کے کسی فرد کو نہ چھوڑ۔'' پھر اس بادل سے ایسی تیز ہوا نکلی کہ اس نے ان کو اٹھا اٹھا کر زمین پہ مارا اور ہلاک کر دیا۔

اب ثمود کا ذکر ہے جس کو عاد ثانی کہا جاتا ہے۔ فرمایا وَثَمُوْدَاْ اور ہلاک کیا قوم ثمود کو رب تعالیٰ نے فَمَآ اَبْقٰی پس نہ باقی چھوڑا ان میں سے کسی ایک کو وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ اور نوح علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کیا اس سے پہلے۔ نوح علیہ السلام کا زمانہ ہود علیہ السلام اور صالح علیہ السلام سے پہلے کا ہے۔ ہود علیہ السلام اور صالح علیہ السلام نوح علیہ السلام سے بعد تشریف لائے ہیں۔ قرآن پاک کے ارشاد کے مطابق نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال قوم کو تبلیغ کی ہے اور تبلیغ بھی اس انداز سے اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّنَهَارًا ''میں نے اپنی قوم کو دن رات دعوت دی ثُمَّ اِنِّیْٓ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا [سورۃ نوح، پارہ:۲۹] پھر میں نے ان کو علی الاعلان دعوت دی اور میں نے ان کو پوشیدہ طور پر بھی دعوت دی۔''

حضرت نوح علیہ السلام کا اندازِ تبلیغ :

حضرت نوح علیہ السلام کے واقعات پڑھ کر آدمی حیران ہو جاتا ہے کہ قوم پر کیسی محنت کی۔ اگر کوئی آدمی کلہاڑی لے کر جنگل کی طرف لکڑیاں کاٹنے کے لیے جا رہا ہے تو حضرت نوح علیہ السلام ساتھ ساتھ چل رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ بھائی لا الٰہ الا اللہ پڑھو۔ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کے کوئی لائق نہیں ہے۔ اگر کوئی کھیتی باڑی کر رہا ہے، بیل چلا رہا ہے تو اس کے ساتھ ساتھ چل رہے ہیں اور دعوت دے رہے ہیں یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۔ اگر شادی کے موقع پر لوگ اکٹھے ہوئے ہیں تو اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے وہاں پہنچ کر دعوت دے رہے ہیں یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ

مِّنْ اِلٰـــهٍ غَیْرُہٗ ۔ اگر جنازہ اٹھا کر جارہے ہیں تو یہ بھی ساتھ ساتھ چل رہے ہیں اور دعوت دے رہے ہیں یٰـقَوْمِ اعْبُدُوْا اللّٰهَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُہٗ ۔ بازار میں کوئی آدمی شے خرید رہا ہے، کوئی بیچ رہا ہے، اس کو سمجھا رہے ہیں ۔ جس انداز سے انھوں نے قوم کو سمجھایا ہے آج ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے ۔ اتنا طویل عرصہ قوم کو اللہ تعالیٰ کی توحید کا سبق دیا۔ مگر بارھویں پارے میں آتا ہے وَمَـــا اٰمَـنَ مَعَــهٗۤ اِلَّا قَـلِیْـلٌ [ہود: ۴۰] ’’پس نہیں ایمان لائے اس کے ساتھ مگر بہت تھوڑے۔‘‘ حتیٰ کہ ایک بیٹا اور بیوی بھی مسلمان نہ ہوئی ۔ ایمان لانے والے کسی نے اسّی لکھے ہیں، کسی نے چوراسی لکھے ہیں، کسی نے توے ۔ سو کو نہیں پہنچتے ۔ اس سے اندازہ لگاؤ کہ حق قبول کرنا کتنا مشکل ہے ۔

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ کشتی تیار کرو۔ جیسے ہمارے ہاں شیشم کی لکڑی بڑی پکی ہوتی ہے، سرحد میں اخروٹ کی اور ہندوستان میں ساگوان کی لکڑی بڑی پکی اور مضبوط ہوتی ہے۔ شام کے علاقے میں گوکھر کی لکڑی ہوتی ہے اس سے کشتی بنائی پچاس (۵۰) فٹ چوڑی اور اکانوے (۹۱) فٹ آٹھ انچ اونچی تھی ۔ تین اس کے درجے تھے ۔ نیچے والا درجہ سامان کا، درمیان والا جانوروں کا اور اوپر والا انسانوں کا ۔ جب اللہ تعالیٰ نے طوفان بھیجا حضرت نوح علیہ السلام نے بیٹے سے کہا یٰبُنَیَّ ارْکَبْ مَّعَنَا ۔ یٰبُنَیَّ تصغیر ہے۔ ’’اے میری پتری! ہمارے ساتھ سوار ہو جاؤ‘‘ ظالم قوم کے ساتھ نہ رہو۔ بیٹے نے کہا کہ یہ پانی میرا کیا بگاڑے گا سَاٰوِیْۤ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ [ہود: ۴۳] ’’میں پناہ پکڑوں گا اس پہاڑ کی، اس کی چوٹی پر چڑھ جاؤں گا جو مجھے بچالے گا پانی میں ڈوبنے سے۔‘‘ فرمایا بیٹے! لَا عَاصِمَ الْیَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبِّیْ ’’نہیں ہے کوئی آج کے دن بچانے والا اللہ تعالیٰ کے حکم سے مگر وہ جس پر رحم کیا اس نے۔‘‘ جو میری کشتی

پر سوار ہوگا وہی بچے گا۔ یہ سیلاب سارے جہان میں آیا تھا۔ سات مہینے سترہ دن ان کی کشتی پانی پر چلتی رہی پھر رب تعالیٰ کے حکم سے بارش رکی اور زمین نے پانی کو جذب کیا۔ کشتی جودی پہاڑ پر جا رکی۔ آج کل کے جغرافیے میں اس کا نام ارارات ہے۔ یہ عراق کے صوبہ موصل کے جزیرے میں ہے۔ سترہ ہزار فٹ سے زیادہ اس کی بلندی ہے۔

بخاری شریف کی روایت کے مطابق اس امت کے پہلے لوگوں نے اس کا ڈھانچا دیکھا ہے اَدْرَكَتْهَا اَوَائِلُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ۔

تو فرمایا اس سے پہلے نوح علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کیا اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَاَطْغٰى بے شک وہ بڑے ظالم اور سرکش تھے۔ دونوں اسم تفضیل کے صیغے ہیں۔ اور کس کو تباہ کیا؟ وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى اور الٹی بستی والوں کو پٹخ دیا۔ اَهْوٰى کا معنٰی ہے الٹا کر دینا۔ یہ بستی سدوم کی بات ہے جن کی طرف حضرت لوط علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا۔

اصل میں تو لوط علیہ السلام عراق کے رہنے والے تھے ابراہیم علیہ السلام کے سگے بھتیجے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی کا نام فاران بھی لکھا ہے اور ہاران بھی لکھا ہے لاہوری ھا کے ساتھ، ہاران بن آزر۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب عراق سے ہجرت کی تو ان کے ساتھ ان کی بیوی سارہ علیہا السلام جو ان کے چچے کی لڑکی تھی اور بھتیجا لوط علیہ السلام بھی ساتھ تھا۔ ملک شام میں دمشق کے علاقے میں جب پہنچے تو لوط علیہ السلام کو بستی سدوم جو بہت بڑا شہر تھا کی طرف بھیجا گیا۔ جب یہ وہاں پہنچے تو ان لوگوں نے ان کی وضع قطع، شکل وصورت دیکھ ان کو رشتہ بھی دے دیا لیکن اہلیہ نے کلمہ نہیں پڑھا۔ تین لڑکیاں ہوئیں انھوں نے والد کا ساتھ دیا۔ جب عذاب آنے والا تھا لوط علیہ السلام نے اپنی بیٹیوں سے فرمایا کہ یہاں سے نکل چلو۔ بیٹیوں نے ماں کی بڑی منت سماجت کی کہ امی! ہمارے ساتھ چلو۔ تو وہ دور سے

ہی ہاتھ ہلا کر کہتی تھی دفع ہو جاؤ میں نے کلمہ نہیں پڑھنا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر چار قسم کے عذاب نازل ہوئے۔ چاروں کا قرآن پاک میں ذکر ہے فَطَمَسْنَا اَعْيُنَهُمْ ''اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں کی بینائی ختم کردی۔''

دوسرا عذاب: صیحہ کا تھا کہ ڈراونی آواز آئی جس سے ان کے کلیجے پھٹ گئے۔

تیسرا عذاب: کہ ان پر پتھر برسائے گئے۔

چوتھا عذاب: فَغَشّٰهَا مَا غَشّٰى ''پس چھا گیا اس بستی پر وہ عذاب جو چھا گیا۔ آنکھیں چھیننے کے بعد پتھروں کی بارش کر دی گئی، چیخ کے ذریعے کلیجے پھاڑ دیئے گئے۔ پھر اٹھا کر الٹا کر کے پھینک دیا گیا فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى۔ الا اَلَىٌ یا اَلْىٌ کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے نعمت۔ اٰلَآءِ جمع ہے۔ آگے خطاب ہے انسان کو۔ پس اپنے رب کی کون سی نعمتوں کے بارے میں شک کرو گے۔ وجود نعمت ہے اس میں ہاتھ نعمت، پاؤں نعمت، آنکھیں نعمت، کان نعمت، زبان نعمت، دل ودماغ نعمت، جگر گردے نعمت، مال، خوراک، لباس نعمت۔ ہم نعمتوں کو شمار نہیں کر سکتے۔ فرمایا مکے والو! هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى۔ هٰذَا کا اشارہ آنحضرت ﷺ کی طرف ہے کہ یہ ڈرانے والا ہے رب تعالیٰ کے عذاب سے پہلے ڈرانے والوں میں سے۔ اسی جماعت سے ہے جو پہلے ڈرانے والے تھے۔ نوح علیہ السلام، صالح علیہ السلام، ہود علیہ السلام، لوط علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام۔ اگر تم اس کی بات نہیں مانو گے تو جو حشر اُن کے مخالفوں کا ہوا تمہارا بھی وہی حشر ہوگا۔

بدر سے پہلے بڑے اچھلتے کودتے تھے۔ بدر کی ذلت ناک شکست کے بعد کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہے۔ فرمایا اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ قریب آگئی قریب آنے والی۔ مراد قیامت ہے کہ قیامت کا نام الساعۃ بھی ہے، الحاقۃ بھی ہے، القارعۃ بھی ہے اور ازفہ بھی

ہے۔ یہ سب نام قرآن میں موجود ہیں۔

آنحضرت ﷺ کے آنے سے پہلے کے لوگ کہتے تھے کہ جب تک نبی آخر الزماں نہیں آئے گا قیامت نہیں آئے گی اور جب تک چاند دو ٹکڑے نہیں ہوگا قیامت نہیں آئے گی۔ اب وہ نشانیاں ظاہر ہو چکی ہیں۔ چند نشانیوں کے سوا قیامت کی نشانیاں پوری ہو چکی ہیں۔ اب تو قیامت ہمارے سر پر کھڑی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا قیامت کی نِشانیوں کے بارے میں کہ قتل کثرت کے ساتھ ہوں گے، نہ مارنے والے کو علم ہوگا کہ اس کو کیوں مارا ہے اور نہ مرنے والے کو علم ہوگا کہ مجھے کیوں مارا گیا ہے۔

آج حادثاتی دور ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جو آدمی گھر سے جائے اور رات کو خیریت سے واپس آجائے تو اسے دو نفل پڑھنے چاہئیں کہ ربا تیرا شکر ہے میں خیریت سے گھر آگیا ہوں۔

تو فرمایا قریب آگئی ہے قریب آنے والی لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ نہیں ہے کوئی اللہ تعالیٰ کے سوا اس کو کھولنے والا۔ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۸۷ پارہ ۹ میں ہے لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَا اِلَّا هُوَ ''نہیں ظاہر کرے گا اس کو وقت پر مگر وہی۔'' اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ کیا پس اس بات سے تم تعجب کرتے ہو کہ قیامت آئے گی وَتَضْحَكُوْنَ اور ہنستے ہو وَلَا تَبْكُوْنَ اور روتے نہیں ہو۔ اگر تمھیں قیامت کی ہولناکیوں کا احساس ہوتو بہت روؤ وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ۔ سٰمِدُوْنَ کا معنیٰ غافلون کرتے ہیں اور تم غفلت میں پڑے ہوئے ہو۔ اور اس کا معنیٰ متکبرون بھی کرتے ہیں کہ تم تکبر کرتے ہو۔ اور منکرون بھی کرتے ہیں کہ تم انکار کرتے ہو۔ سب معانی

صحیح ہیں۔ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ پس تم سجدہ کرو اللہ تعالیٰ کو وَاعْبُدُوْا اور اس کی عبادت کرو۔ یہ آیت کریمہ سجدے والی ہے۔ میں نے پڑھی ہے اور جس جس نے بھی سنی ہے تمام مرد عورتوں پر سجدہ لازم ہے نہ کرنے والا گناہ گار ہوگا۔ اس کے لیے تمام وہی شرطیں ہیں جو نماز کے لیے ہیں۔ باوضو ہو، جگہ پاک ہو، کپڑے پاک ہوں۔ سورج کے طلوع اور غروب اور زوال کے وقت نہیں کر سکتے۔ اگر سورج کے طلوع ہونے سے پہلے وقت ہے تو کر لو ورنہ بعد میں کر لینا۔ گھروں میں بھی جا کر کر سکتے ہیں، دفتروں میں بھی کر سکتے ہیں۔ یہاں بیٹھے رہنا ضروری نہیں ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سورۃ القمر

(مکمل)

جلد............١٩

آیاتها ٥٥ ٥٤ سُوْرَةُ الْقَمَرِ مَكِّيَّةٌ ٣٧ رکوعاتها ٣

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ﴿١﴾ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ﴿٢﴾ وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ﴿٣﴾ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ﴿٤﴾ حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ﴿٥﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ﴿٦﴾ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ﴿٧﴾ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ﴿٨﴾ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ ﴿٩﴾ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ﴿١٠﴾ فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ﴿١١﴾ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ﴿١٢﴾ وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ﴿١٣﴾ تَجْرِيْ بِاَعْيُنِنَا جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ﴿١٤﴾ وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿١٥﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿١٦﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿١٧﴾

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ قریب آگئی قیامت وَانْشَقَّ اور پھٹ گیا الْقَمَرُ چاند وَاِنْ يَّرَوْا اور اگر دیکھیں یہ لوگ اٰيَةً کوئی نشانی

يُّعْرِضُوْا اعراض کرتے ہیں وَيَقُوْلُوْا اور کہتے ہیں سِحْرٌ جادو ہے مُّسْتَمِرٌّ طاقت ور وَكَذَّبُوْا اور جھٹلایا انھوں نے وَاتَّبَعُوْٓا اور پیروی کی انھوں نے اَهْوَآءَهُمْ اپنی خواہشات کی وَكُلُّ اَمْرٍ اور ہر معاملہ مُّسْتَقِرٌّ ٹھہرا ہوا ہے (اپنے وقت پر) وَلَقَدْ جَآءَهُمْ اور البتہ تحقیق آ چکی ہیں ان کے پاس مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ خبروں میں سے مَا فِيْهِ وہ جن میں مُزْدَجَرٌ ڈانٹ ہے حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ حکمت ہے انتہاء کو پہنچنے والی فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ پس نہیں فائدہ دیتے ڈرسنانے والے فَتَوَلَّ عَنْهُمْ پس آپ اعراض کریں ان سے يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ جس دن پکارے گا پکارنے والا اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ناگوار چیز کی طرف خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ جھکی ہوئی ہوں گی آنکھیں ان کی يَخْرُجُوْنَ نکلیں گے مِنَ الْاَجْدَاثِ قبروں سے كَاَنَّهُمْ گویا کہ وہ جَرَادٌ ٹڈیاں ہیں مُّنْتَشِرٌ بکھری ہوئیں مُّهْطِعِيْنَ تیزی سے چل رہے ہوں گے اِلَى الدَّاعِ پکارنے والے کی طرف يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ کہیں گے کافر لوگ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ یہ دن بہت سخت ہے كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ جھٹلایا ان سے پہلے قَوْمُ نُوْحٍ نوح علیہ السلام کی قوم نے فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا پس جھٹلایا انھوں نے ہمارے بندے کو وَ قَالُوْا اور کہا انھوں نے مَجْنُوْنٌ دیوانہ ہے وَّازْدُجِرَ جھڑکا ہوا ہے فَدَعَا رَبَّهٗٓ پس پکارا اس نے اپنے رب کو اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ بے شک میں عاجز

ہوں فَانْتَصِرْ پس آپ انتقام لیں فَفَتَحْنَآ پس کھول دیا ہم نے

اَبْوَابَ السَّمَآءِ آسمان کے دروازوں کو بِمَآءٍ پانی کے ساتھ مُّنْهَمِرٍ

جو زور سے بہنے والا تھا وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ اور چلا دیئے ہم نے زمین میں

عُيُوْنًا چشمے فَالْتَقَى الْمَآءُ پس مل گیا پانی عَلٰٓى اَمْرٍ ایک معاملے پر

قَدْ قُدِرَ جو طے کر دیا گیا تھا وَحَمَلْنٰهُ اور ہم نے سوار کیا اس کو عَلٰى ذَاتِ

اَلْوَاحٍ تختوں والی پر وَّدُسُرٍ اور کیلوں والی پر تَجْرِيْ بِاَعْيُنِنَا جو چلتی

تھی ہماری آنکھوں کے سامنے جَزَآءً بدلہ تھا لِّمَنْ اس کا كَانَ كُفِرَ

جس کی ناقدری کی گئی وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اور البتہ تحقیق چھوڑا ہم نے اس کو

اٰيَةً نشانی فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ پس کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا

فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ پس کیسا تھا میرا عذاب اور میرا ڈرانا وَلَقَدْ يَسَّرْنَا

الْقُرْاٰنَ اور البتہ تحقیق ہم نے آسان کر دیا قرآن کو لِلذِّكْرِ نصیحت کے

لیے فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ پس کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا۔

وجہ تسمیہ وشان نزول :

اس سورت کا نام سورۃ القمر ہے۔ قمر کا معنٰی ہے چاند۔ قمر کا لفظ پہلی ہی آیت کریمہ میں موجود ہے جس کی نسبت سے اس سورت کا نام قمر رکھا ہے۔ اس سورت کا شان نزول اس طرح بتاتے ہیں کہ صنادید قریش کا ٹولا، ابو جہل، ولید بن مغیرہ، حارث بن ہشام، اسود بن مطلب، عقبہ بن ابی معیط وغیرہ جو اکٹھے اٹھتے بیٹھتے تھے اور ان سب کا مزاج ایک جیسا تھا۔ چاند کی چودھویں تاریخ کی رات کا سماں تھا اکٹھے بیٹھے تھے کہ آنحضرت ﷺ کو

دیکھا کہ اکیلے بیٹھے ہیں صرف ایک آدمی ان کے ساتھ ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ۔ کہنے لگے آج اس کو ستائیں، تنگ کریں۔ ایسا سوال کریں کہ وہ نہ کر سکے اور پھر اس کا مذاق اڑائیں۔ کسی نے کہا یہ نشانی مانگو، کسی نے کہا یہ نشانی مانگو، کسی نے کہا یہ نشانی مانگو۔ پھر کہنے لگے کہ اس کو کہتے ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں چاند دو ٹکڑے کر دیں۔ کیونکہ تیرا رب اس پر قادر ہے۔ چنانچہ ایک ایک ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اکٹھے ہو گئے۔ کہنے لگے یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ کہتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہوں اور رب تعالیٰ ہماری دعائیں قبول کرتا ہے۔ لہٰذا اپنے رب سے کہیں کہ چاند کو دو ٹکڑے کر دے کہ اس کے لیے تو کوئی مشکل نہیں ہے۔ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دیکھو اگر ایسا ہو جائے تو مان لو گے؟ سوچ سمجھ کر بات کرو۔ کہنے لگے مان لیں گے۔

سیرت کی کتابوں میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کی طرف اشارہ کیا۔ چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ ایک ٹکڑا جبل ابو قبیس پر جو کعبۃ اللہ سے مشرق کی طرف ہے اور دوسرا ٹکڑا جبلِ قیقُعَان پر جو بیت اللہ سے مغرب کی طرف ہے۔ سب نے دیکھا ایک دوسرے سے پوچھتے کہ واقعی تجھے بھی دو ٹکڑے نظر آ رہے ہیں۔ وہ کہتا دو ہی نظر آ رہے ہیں۔ وہاں سے چند قدم دور جا کے دیکھا پھر بھی دو ٹکڑے نظر آ رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے وعدہ کیا تھا ایمان لانے کا۔ کہنے لگے تیرا جادو بڑا طاقت ور ہے اور ہم کیوں جادو کو مانیں؟

شق القمر کا واقعہ تاریخ فرشتہ میں :

تاریخ کی مشہور کتاب ہے "تاریخ فرشتہ" ملا احمد احمد نگری نے لکھی ہے ہندوستان کے حالات پر۔ فارسی زبان میں تھی اردو ترجمہ بھی ہو گیا ہے۔ پہلے نایاب تھی

ایک نسخہ میرے پاس تھا ایک نسخہ پنجاب یونیورسٹی میں تھا۔ شاید ایک آدھ کسی اور کے پاس ہو۔ اب اس کو اکوڑہ خٹک والوں نے طبع کر دیا ہے۔ اس میں بڑی تفصیل کے ساتھ یہ واقعہ لکھا ہے کہ بمبئی کے پاس ایک ریاست ہے جس کا نام مالا بار اور ملیبار بھی کہتے ہیں۔ وہاں کے ہندو راجے کھلے میدان میں بیٹھے تھے ان کی رانیاں بھی موجود تھیں اور خدمت گار عملہ بھی موجود تھا کہ انھوں نے دیکھا کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا ہے۔ پڑھے لکھے لوگ تھے۔ اپنی ڈائری طلب کر کے اس میں تاریخ اور وقت لکھا کہ ہم نے اس رات چاند کو دو ٹکڑے ہوتے دیکھا ہے۔ یہ لوگ تو تحقیق کرتے دنیا سے رخصت ہو گئے۔

ان کی اولاد تحقیق میں لگی رہی یہاں تک کہ ۹۶ھ میں مالک بن دینار اور ان کے چند ساتھی رحمۃ اللہ علیہم تاجروں کی شکل میں ریاست مالا بار میں پہنچے۔ اُن راجوں کے ڈیروں پر جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں یہی گفتگو ہو رہی تھی کہ فلاں رات کو چاند دو ٹکڑے ہوا تھا یہ ڈائریوں میں ہمارے بڑوں نے اپنے دستخطوں کے ساتھ لکھا ہے اور ہمیں تاکید بھی کی تھی کہ اس کی تحقیق کرنا کہ کیا قصہ ہوا ہے؟ تو عرب سے آئے ہوئے بول پڑے جن کی تعداد چھ بھی لکھی ہے اور سات بھی لکھی ہے کہ ہمیں معلوم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک پیغمبر بھیجا جس کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس کے والد صاحب کا نام عبداللہ اور والدہ کا نام آمنہ ہے۔ نبوت سے پہلے سارے لوگ اس کو اچھا جانتے تھے نبوت کے بعد مخالف ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر عجیب وغریب کرشمے ظاہر فرمائے۔ ان کا ایک معجزہ یہ بھی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے چودھویں رات کے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا اور پھر تمام قصہ سنایا قریش مکہ کے مطالبے کا۔

جب راجوں نے یہ قصہ سنا تو سارے ان کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئے۔ دیکھو! جن

کی قسمت میں ایمان تھا مدینہ منورہ سے ہزاروں میل دور ہوتے ہوئے بھی مسلمان ہو گئے۔اور بدقسمت تھے وہ جو قریب ہوتے ہوئے بھی محروم رہے۔

تو فرمایا اِقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ قریب آ گئی قیامت وَانْشَقَّ الْقَمَرُ اور پھٹ گیا چاند، دو ٹکڑے ہو گیا وَاِنْ یَّرَوْا اٰیَۃً اور اگر دیکھیں یہ لوگ کوئی نشانی یُّعْرِضُوْا تو اعراض کرتے ہیں وَیَقُوْلُوْا اور کہتے ہیں سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ۔ مُسْتَمِر اگر مرّہ سے لیں جیسا کہ تم نے پچھلی سورت میں پڑھا ہے ذُوْمِرَّۃٍ قوت والا۔یہ جبرائیل علیہ السلام کی صفت ہے۔تو معنیٰ ہو گا طاقت ور جادو۔

بعض حضرات نے اس کا مجرد مرود سے لیا ہے۔بولتے ہیں مرور زمانہ، زمانے کا گزرنا۔تو پھر معنیٰ ہو گا ختم ہونے والا جادو۔یعنی دو تین دن رہے گا پھر ختم ہو جائے گا اور بعضوں نے اِسْتِمْرَار سے لیا ہے۔دوام کا معنیٰ ہو گا کہ یہ جادو مسلسل چلتا آ رہا ہے پہلے پیغمبر بھی کرتے آئے ہیں اور یہ بھی کر رہا ہے وَکَذَّبُوْا اور انھوں نے جھٹلا دیا وَاتَّبَعُوْا اَھْوَآءَھُمْ اور انھوں نے پیروی کی اپنی خواہشات کی۔منہ مانگا معجزہ ظاہر ہوا لیکن تسلیم نہ کیا۔فرمایا وَکُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ۔ مُسْتَقِرّ کا لازمی کا معنیٰ بھی کرتے ہیں اور متعدی کا معنیٰ بھی کرتے ہیں۔لازمی کا باب بنائیں تو پھر معنیٰ ہو گا ہر معاملہ اپنی جگہ ٹکا ہوا ہے۔یعنی جس چیز کے لیے اللہ تعالیٰ نے جو وقت مقرر فرمایا ہے وہ چیز اس وقت پر آئے گی۔اور متعدی کا معنیٰ کریں تو پھر معنیٰ ہو گا ہر معاملہ ٹکانے والا ہے۔نیکی کا معاملہ ہوا تو جنت میں ٹکا دے گا۔بدی کا ہو گا تو دوزخ میں ٹکا دے گا۔

وَلَقَدْ جَآءَھُمْ اور البتہ تحقیق آ چکی ہیں ان کے پاس مِّنَ الْاَنْبَآءِ خبروں میں سے مَا وہ فِیْہِ مُزْدَجَرٌ جن میں ڈانٹ ہے، توبیخ ہے، عبرت ہے۔یعنی

صرف چاند کا دو ٹکڑے ہونا ہی نہیں بلکہ اور بھی کئی چیزیں یہ دیکھ چکے ہیں۔

آنحضرت ﷺ کے کچھ معجزات :

مسلم شریف میں روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا اِنِّیْ لَاَعْلَمُ حَجَرًا ''بے شک میں اس پتھر کی شناخت کر سکتا ہوں کہ جب میں نبوت ملنے سے پہلے اس کے پاس سے گزرتا تھا تو وہ مجھے سلام کرتا تھا اور سننے والے سنتے تھے۔''

ایک موقع پر آنحضرت ﷺ کو قضائے حاجت کی ضرورت پیش آئی۔ کھلا میدان تھا پردے والی جگہ نہیں تھی۔ اس میدان میں دو طرف درخت تھے۔ آنحضرت ﷺ نے ایک درخت کو اشارہ کیا تو وہ زمین کو چیرتا ہوا آپ ﷺ کے پاس آ گیا پھر دوسرے درخت کو اشارہ فرمایا تو وہ بھی زمین کو چیرتے ہوئے آپ ﷺ کے پاس آ گیا۔ پھر آپ ﷺ نے ٹہنیوں کو جڑنے کا اشارہ کیا تو وہ جڑ گئیں اور پردہ بن گیا۔ قضائے حاجت سے فارغ ہونے کے بعد آپ ﷺ نے ان درختوں کو اشارہ کیا کہ اپنی اپنی جگہ چلے جاؤ۔ وہ درخت اپنی جگہ چلے گئے۔

(یہ جگہ بیت اللہ سے مشرق اور شمال کے کونے میں تھوڑے سے فاصلے پر ہے اور دونوں درختوں کی جگہ پر انھوں نے مسجدیں بنا دی ہیں۔ ایک مسجد سڑکوں کے ایک طرف ہے اور دوسری مسجد سڑکوں کے دوسری طرف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے دونوں مسجدیں دیکھنے کا شرف بخشا ہے اور وہاں کے ساتھی بتاتے ہیں کہ یہ درختوں والی جگہ پر بنائی گئیں ہیں۔ مرتب محمد نواز بلوچ)

ایک سفر کی بات ہے کہ پانی تھوڑا تھا ساتھی زیادہ تھے۔ آنحضرت ﷺ نے اس برتن میں اپنا ہاتھ ڈالا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے انگلیوں سے ایسے پانی چل رہا تھا جیسے

نہریں چل رہی ہوں۔ کوئی ایک معجزہ تو نہیں ہے بے شمار معجزے ہیں۔

ایک موقع پر آنحضرت ﷺ انصارِ مدینہ کے ایک باغ میں تشریف فرماتھے ایک آدمی نے آکر کہا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ کہتے ہیں میں نبی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں فقط کہتا نہیں ہوں بلکہ واقعتاً اللہ تعالیٰ کا نبی ہوں۔ کہنے لگا میری تسلی کے لیے کچھ کر دو تاکہ میں بھی مان لوں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا دیکھ کھجور پر خوشے لگے ہوئے ہیں اگر اس کا خوشہ (گچھا) میری گود میں آجائے تو مان لوگے۔ کہنے لگا مان لوں گا۔ آنحضرت ﷺ نے اشارہ فرمایا ترمذی شریف کی روایت ہے گچھا آپ ﷺ کی گود میں آگیا۔ اس نے فوراً کلمہ پڑھ لیا۔ پھر آپ ﷺ نے اس گچھے کو اشارہ کیا تو وہ اپنی جگہ پر درخت کے ساتھ جڑ گیا۔ اور اس طرح کے بے شمار معجزے آپ ﷺ کے ہاتھ پر ظاہر ہوئے مگر جنھوں نے نہیں ماننا تھا وہ نہیں مانے۔

تو فرمایا البتہ تحقیق آچکی ان کے پاس وہ خبریں جن میں ڈانٹ ہے، زجر ہے، توبیخ ہے، سبق ہے، عبرت ہے حِكْمَةٌ بَالِغَةٌ حکمت ہے انتہاء کو پہنچنے والی۔ یہ قرآن پاک انتہاء کو پہنچنے والی حکمت ہے فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ پس نہیں فائدہ دیتے ڈرسنانے والے۔ نُذُرٌ نَذِیر کی جمع ہے ڈرسنانے والے۔ کیونکہ ضدی آدمی کا کوئی علاج نہیں ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نوسو سال وعظ و تبلیغ کی مگر قوم نے نہیں مانا۔ دیگر پیغمبروں نے بھی پیغام رسالت کا حق ادا کیا مگر قوم نے نہیں مانا۔ پیغمبر بے چارے کیا کرتے پیغمبروں کا کام تو اتنا ہی ہے کہ وہ حق کو واضح کردیں۔ منوانا تو ان کے فرائض میں داخل نہیں ہے فَتَوَلَّ عَنْهُمْ پس آپ ان سے اعراض کریں۔ ان کے پیچھے پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ منہ مانگا معجزہ انھوں نے دیکھ لیا ہے نہیں مانتے تو آپ پریشان نہ

ہوں ان کو اس دن تک کے لیے چھوڑ دیں یَوْمَ یَدْعُ الدَّاعِ اِلٰی شَیْءٍ نُّکُرٍ جس دن پکارے گا پکارنے والا ناگوار چیز کی طرف۔ اجنبی اور نرالی چیز کی طرف۔ داعی سے مراد اسرافیل علیہ السلام ہیں۔ جب وہ دوبارہ ایسے بگل میں پھونک ماریں گے (حضرت نے سپیکر میں پھونک مار کر بھی دکھائی) جب وہ دوبارہ پھونک ماریں گے تو مشرق، مغرب، شمال، جنوب والے سب اکٹھے ہو جائیں گے خُشَّعًا اَبْصَارُھُمْ۔ خُشَّعًا خَاشِعَۃٌ کی جمع ہے۔ آنکھیں ان کی جھکی ہوئی ہوں گی۔ کیونکہ ساری حقیقت تو برزخ میں دیکھ چکے ہوں گے اور یہ بھی علم ہے کہ اب اور پٹائی ہونی ہے تو اپنے اعمال پر شرمندہ ہوں گے یَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ ۔ اجداث جدث کی جمع ہے۔ جدث کا معنٰی ہے قبر۔ نکلیں گے قبروں سے کَاَنَّھُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ۔ جراد جرادۃٌ کی جمع ہے بمعنٰی مکڑی ،ٹڈی۔ گویا کہ وہ مکڑیاں ہیں، ٹڈیاں ہیں بکھری ہوئیں۔ جس طرح مکڑیاں بے ہنگم ہوتی ہیں اسی طرح قبروں سے نکلیں گے تو کوئی ترتیب نہیں ہو گی۔ قبر کا ذکر اس لیے فرمایا کہ عرب کے مشرک مردوں کو دفن کرتے تھے جلاتے نہیں تھے۔ یہودی اور عیسائی بھی دفن کرتے تھے۔ لیکن جس کو جلایا گیا یا اس کو درندے، پرندے کھا گئے، مچھلیاں کھا گئیں، بندے کھا گئے، سب اللہ تعالیٰ کی قدرت سے آ کر کھڑے ہوں گے۔

رب تعالیٰ کے لیے کوئی کام مشکل نہیں :

بخاری شریف اور مسلم شریف میں روایت ہے ایک آدمی بڑا گناہ گار تھا۔ مرتے وقت اس نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ میں تمہارا کس طرح کا باپ ہوں؟ بیٹوں نے کہا کہ آپ ہمارے حق میں بڑے اچھے ہیں۔ کہنے لگا کہ قسم اٹھاؤ میں نے تمھیں ایک کام کہنا ہے وہ کرو گے۔ بیٹوں نے کہا ابا جی! بات بتلاؤ پہلے قسم نہ اٹھوائیں۔ کہنے لگا نہیں پہلے قسم

اٹھاؤ۔ پہلے سب سے قسمیں اٹھوائیں پھر کہا کہ میں جب مر جاؤں تو مجھے جلا کر راکھ کر دینا۔ ہڈیاں جل جائیں تو ان کو پیس لینا۔ میری راکھ میں سے کچھ تو سمندر میں پھینک دینا اور کچھ ہوا میں اڑا دینا۔ بیٹوں نے باپ کی وصیت پر عمل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حکم دیا اور پانی کو حکم دیا اس کا ایک ذرہ بھی ضائع نہ ہوا۔ سارے ذرات کو اکٹھا کر کے بندہ بنا کر کھڑا کر دیا جیسا کہ مرنے سے پہلے تھا۔ رب تعالیٰ کو تو علم تھا کہ اس نے ایسا کیوں کیا ہے مگر ضابطے کے مطابق فرمایا اے بندے! بتا تو نے یہ حرکت کیوں کی ہے؟ اس نے کہا اے پروردگار! تیرے ڈر کی وجہ سے کی ہے کہ آپ نے مجھے مال دیا، اولاد دی اور بہت کچھ دیا مگر میں نے بندوں والا کوئی کام نہیں کیا۔ میں نے سوچا کہ رب تعالیٰ کے سامنے راکھ ہو کر پیش ہوں شاید کہ وہ مجھے معاف کر دے۔ رب تعالیٰ نے فرمایا جا میں نے تجھے معاف کر دیا۔ یہ خلاصہ ہے بخاری اور مسلم شریف کی روایت کا۔ تو اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی شے مشکل نہیں ہے۔

تو فرمایا نکلیں گے قبروں سے گویا مکڑیاں ہیں بکھری ہوئیں مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ تیزی سے چل رہے ہوں گے مُسْرِعِيْنَ پکارنے والے کی طرف۔ جس طرف سے بگل کی آواز آ رہی ہوگی اس طرف دوڑتے ہوئے جائیں گے يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ کہیں گے کافر هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ یہ دن بہت سخت ہے، بڑا مشکل ہے۔

قریش مکہ نے منہ مانگا معجزہ دیکھ لیا کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا پھر بھی نہ مانا تو اس سے آنحضرت ﷺ کو کافی دکھ اور صدمہ ہوا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے چند واقعات بیان فرمائے کہ آپ پریشان نہ ہوں اگر انھوں نے آپ کو جھٹلایا ہے تو پہلے پیغمبروں کو بھی ان کی قوموں نے جھٹلایا ہے۔ اس لیے آپ تسلی رکھیں۔ فرمایا كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ

جھٹلایا ان سے پہلے نوح علیہ السلام کی قوم نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو فَكَذَّبُوا عَبْدَنَا پس جھٹلایا انھوں نے ہمارے بندے نوح علیہ السلام کو وَقَالُوا اور کہا انھوں نے مَجْنُونٌ یہ دیوانہ ہے۔ نوح علیہ السلام کے بارے میں قوم نے کہا کہ یہ پاگل ہے، وَازْدُجِرَ اور جھڑکا ہوا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام جب چند آدمیوں کو اکٹھا بیٹھا ہوا دیکھتے تو غنیمت سمجھتے ہوئے کہ اکٹھے مل گئے ہیں ان کو حق سناؤں قریب جاتے، بیان شروع کرتے تو وہ ان کو دھکے مار کر باہر نکال دیتے تھے کہ پاگل آ گیا ہے۔ تو آپ علیہ السلام سے پہلے پیغمبروں کو بھی جھٹلایا گیا ہے اور دیوانہ کہا گیا ہے۔ تو فرمایا، کہا انھوں نے دیوانہ ہے جھڑکا ہوا ہے فَدَعَا رَبَّهٗ پس پکارا نوح علیہ السلام نے اپنے رب کو اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ اے پروردگار! میں مغلوب ہو گیا ہوں، عاجز ہو گیا پس آپ انتقام لیں ان سے۔ ان پر اب میرا بس نہیں چلتا میں حق پہنچا چکا ہوں۔ پھر کیا ہوا؟ فَفَتَحْنَا اَبْوَابَ السَّمَآءِ پس ہم نے کھول دیئے آسمان کے دروازے بِمَآءٍ ایسے پانی کے ساتھ مُّنْهَمِرٍ جو زور سے بہنے والا تھا۔ موسلا دھار بارش ان پر برسائی۔ اوپر سے بارش شروع ہوئی وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا اور چلا دیئے ہم نے زمین میں چشمے۔ یہ زمین کا پانی اور آسمان کا پانی فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى اَمْرٍ پس مل گیا پانی ایک معاملے پر، ایک کام پر قَدْ قُدِرَ جو طے ہو چکا تھا۔ تمام مجرم اس میں غرق کر دیئے گئے وَحَمَلْنٰهُ اور ہم نے سوار کیا نوح علیہ السلام کو عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ ۔ الواح لوح کی جمع ہے تختی۔ تختوں والی پر وَّدُسُرٍ ۔ دُسُر کا معنیٰ ہے میخ۔ میخوں والی پر۔ چونکہ کشتی کی تختیوں کو میخوں سے مضبوط کیا جاتا ہے۔ وہ کشتی تَجْرِیْ بِاَعْيُنِنَا چلتی تھی ہماری آنکھوں کے سامنے، ہماری حفاظت میں جَزَآءً لِّمَنْ

كَانَ كُفِرَ   یہ بدلہ ہوا اس کا جس کی ناشکری کی گئی۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی انھوں نے ناشکری کی اللہ تعالیٰ نے ان سب کو ڈبو دیا۔

اور یہ معنٰی بھی کرتے ہیں یہ بدلہ تھا اس کا جس کی ناقدری کی گئی   وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً   اور البتہ تحقیق چھوڑا ہم نے اس کشتی کو نشانی ۔ بخاری شریف کی روایت ہے اَدْرَكَتْهَا اَوَائِلُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ   ''اس امت کے پہلے لوگوں نے اپنی آنکھوں سے اس کشتی کا ڈھانچا دیکھا ہے جبل ارارات پر   فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ   پس ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا جو نصیحت حاصل کرے   فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ   پس کیسا تھا میرا عذاب اور میرا ڈرانا۔ میرا ڈرانا کیسا ثابت ہوا؟   وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ   اور البتہ تحقیق ہم نے آسان کر دیا قرآن نصیحت کے لیے   فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ   پس کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا۔ قرآن پاک پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ مجھے پڑھو، سمجھو، عمل کرو، رب تعالیٰ کو راضی کرو، آخرت بناؤ، رب تعالیٰ کے عذاب سے بچو۔

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ۝١٨ اِنَّآ اَرْسَلْنَا
عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ۝١٩ تَنْزِعُ النَّاسَ
كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ۝٢٠ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ۝٢١ وَ
لَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝٢٢ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ ۝٢٣ ع
فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ اِنَّآ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ۝٢٤ ءَاُلْقِيَ
الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ۝٢٥ سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ
الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ۝٢٦ اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ
وَاصْطَبِرْ ۝٢٧ وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَيْنَهُمْ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ۝٢٨
فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ ۝٢٩ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ۝٣٠
اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ ۝٣١
وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝٣٢

كَذَّبَتْ جھٹلایا عَادٌ قوم عاد نے فَكَيْفَ كَانَ پس کیسا تھا
عَذَابِیْ میرا عذاب وَنُذُرِ اور میرا ڈرانا اِنَّآ اَرْسَلْنَا بے شک بھیجی ہم
نے عَلَيْهِمْ ان پر رِیْحًا ہوا صَرْصَرًا تندوتیز فِیْ یَوْمِ نَحْسٍ
منحوس دن میں مُّسْتَمِرٍّ لگاتار ہوا تَنْزِعُ النَّاسَ اکھاڑتی تھی وہ ہوا
لوگوں کو كَاَنَّهُمْ گویا کہ وہ اَعْجَازُ نَخْلٍ کھجور کے تنے ہیں مُّنْقَعِرٍ
اکھڑے ہوئے فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِیْ پس کیسا تھا میرا عذاب وَنُذُرِ اور

میرا ڈرانا وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ اور البتہ تحقیق ہم نے آسان کر دیا قرآن لِلذِّكْرِ سمجھنے کے لیے فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ پس ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ جھٹلایا ثمود قوم نے بِالنُّذُرِ ڈرانے والوں کو فَقَالُوْٓا پس کہا انھوں نے اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا کیا ایک بشر جو ہم میں سے ہے اکیلا نَّتَّبِعُهٗٓ ہم اس کی پیروی کریں اِنَّآ اِذًا بے شک ہم اس وقت لَّفِيْ ضَلٰلٍ البتہ گمراہی میں ہوں گے وَّسُعُرٍ اور پاگل پن میں ہوں گے ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ کیا ڈالا گیا ہے ذکر وحی اس پر مِنْۢ بَيْنِنَا ہمارے درمیان بَلْ هُوَ كَذَّابٌ بلکہ وہ بڑا جھوٹا ہے اَشِرٌ اور بڑا شریر ہے سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا عن قریب وہ جان لیں گے کل مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ کون ہے بڑا جھوٹا بڑا متکبر اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ بے شک ہم بھیجنے والے ہیں اونٹنی کو فِتْنَةً لَّهُمْ آزمائش ان کے لیے فَارْتَقِبْهُمْ پس آپ انتظار کریں ان کا وَاصْطَبِرْ اور صبر کریں وَنَبِّئْهُمْ اور خبر دے دیں ان کو اَنَّ الْمَآءَ بے شک پانی قِسْمَةٌۢ تقسیم ہو چکا ہے بَيْنَهُمْ ان کے درمیان كُلُّ شِرْبٍ ہر ایک کو اس کی باری پر مُّحْتَضَرٌ پہنچنا ہے فَنَادَوْا پس بلایا انھوں نے صَاحِبَهُمْ اپنے ساتھی کو فَتَعَاطٰى پس اس نے ہاتھ آگے بڑھایا فَعَقَرَ پس اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ دیں فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ پس کیسا تھا میرا عذاب وَنُذُرِ اور میرا ڈرانا اِنَّآ اَرْسَلْنَا

عَلَيۡهِمۡ بے شک بھیجی ہم نے ان پر صَيۡحَةً وَّاحِدَةً ایک آواز فَكَانُوۡا پس ہو گئے كَهَشِيۡمِ الۡمُحۡتَظِرِ جیسے روندی ہوئی ہو باڑ وَلَقَدۡ يَسَّرۡنَا الۡقُرۡاٰنَ اور البتہ تحقیق ہم نے آسان کر دیا قرآن کو لِلذِّكۡرِ نصیحت کے لیے فَهَلۡ مِنۡ مُّدَّكِرٍ پس کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا۔

یہ بات تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکی ہے کہ مشرکوں نے کہا چاند دو ٹکڑے ہو جائے تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی تائید میں چاند کو دو ٹکڑے کر دیا۔ سب نے دیکھا مگر ایمان کوئی نہ لایا اور کہا کہ یہ جادو ہے بڑا طاقت ور۔ اس پر آپ ﷺ کو طبعی طور پر صدمہ ہوا اور ہونا بھی چاہیے تھا کہ منہ مانگا معجزہ ملنے کے بعد بھی انھوں نے جھٹلا دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی تسلی کے لیے پہلے پیغمبروں کے واقعات بیان فرمائے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ جو کل بیان ہوا تھا۔ اب ہود علیہ السلام کی قوم کا ذکر فرماتے ہیں۔

كَذَّبَتۡ عَادٌ جھٹلایا قوم عاد نے ہود علیہ السلام کو۔ یہ قوم نوح علیہ السلام کے بعد تھی۔ ان کے علاقے کا نام احقاف تھا جو نجران کے قریب تھا۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں فَكَيۡفَ كَانَ عَذَابِيۡ وَنُذُرِ پس کیسا تھا میرا عذاب اور میرا ڈرانا۔ میں نے ان کو پہلے آگاہ کیا تھا کہ اگر تم اسی طرح منکر رہے تو تم پر میرا عذاب آئے گا۔ آگے اس کی تھوڑی سی تفصیل بتاتے ہیں۔ فرمایا اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمۡ رِيۡحًا بے شک بھیجی ہم نے ان پر ہوا صَرۡصَرًا تند و تیز۔ کم و بیش تین سال تک بارش نہ ہوئی۔ پھر ایک بادل کا ٹکڑا آیا اس کو دیکھ کر کہنے لگے هٰذَا عَارِضٌ مُّمۡطِرُنَا [الاحقاف: ۲۴] "یہ بادل ہے ہم پر بارش برسائے گا۔" فرمایا بَلۡ هُوَ مَا اسۡتَعۡجَلۡتُمۡ بِهٖ "نہیں بلکہ وہ چیز ہے جس کو تم جلدی

طلب کرتے تھے رِیۡحٌ فِیۡهَا عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ''یہ ہوا ہے جس میں دردناک عذاب ہے۔'' جب وہ ان کے سروں کے قریب آیا تو اس سے آواز آئی جو انھوں نے سنی:

رِمَادًا رِمَادًا لَا تَذَرْ مِنْ عَادٍ اَحَدًا

''ان کو راکھ اور خاک کردے کسی ایک کو نہ چھوڑنا۔'' یہ لوگ بڑے قدآور اور طاقت ور تھے للکارتے ہوئے کہتے تھے مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً [حم سجدہ:۱۵] ''کون ہے ہم سے زیادہ طاقت ور۔'' اور یہ نہ سوچا کہ جس ذات نے ان کو پیدا کیا ہے وہ زیادہ طاقت ور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر تیز و تند ہوا بھیجی جس نے ان کو پٹخ پٹخ کر مارا۔ فرمایا ہم نے بھیجی ان پر ہوا تند و تیز فِیۡ یَوۡمِ نَحۡسٍ مُّسۡتَمِرٍّ منحوس دن میں لگاتار ہوا تَنۡزِعُ النَّاسَ اکھاڑتی تھی وہ لوگوں کو، اٹھا کر پھینکتی تھی کَاَنَّهُمۡ اَعۡجَازُ نَخۡلٍ مُّنۡقَعِرٍ۔ اعجاز عَجُزٌ کی جمع ہے مُڈھ، تنا، کھجور کا درخت۔ منقعر اکھڑے ہوئے۔ گویا کہ وہ کھجور کے تنے ہیں اکھڑے ہوئے۔

کوئی دن منحوس نہیں :

بعض لوگوں نے یوم نحس سے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ دن بھی منحوس ہوتے ہیں لیکن ان کا یہ استدلال صحیح نہیں ہے۔ اس لیے کہ سورہ حم سجدہ آیت نمبر ۱۶ میں ہے فَاَرۡسَلۡنَا عَلَیۡهِمۡ رِیۡحًا صَرۡصَرًا فِیۡۤ اَیَّامٍ نَّحِسَاتٍ ''پس بھیجی ہم نے ان پر ہوا تند و تیز منحوس دنوں میں۔'' تو یہاں جمع کا لفظ ہے کئی دن۔ وہ کئی دن کتنے تھے؟ اس کا ذکر سورۃ الحاقہ میں ہے سَخَّرَهَا عَلَیۡهِمۡ سَبۡعَ لَیَالٍ وَّثَمٰنِیَةَ اَیَّامٍ ''ہوا کو ان پر مسلط کردیا جو سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل ان پر چلتی رہی۔'' اب اس کا تو مطلب یہ بنے گا کہ ہفتے کے سارے دن ہی منحوس ہیں سعد دن تو ایک بھی نہ رہا۔ پھر اگر دنوں میں ذاتی

نحوست ہوتی تو ہود علیہ السلام اور ان کے ساتھی کس طرح بچتے ؟ ان دنوں میں ان کا تو ایک بال بھی ٹیڑھا نہ ہوا۔تو معلوم ہوا کہ دنوں میں ذاتی طور پر نحوست نہیں ہے نحوست ان کے کفر شرک کی وجہ سے تھی، ان کی بداعمالی کی وجہ سے تھی۔ جو بداعمال تھے ان کے حق میں منحوس تھے اور جو اچھے اعمال والے تھے ان کے حق میں سعد تھے کہ ان کا کوئی نقصان نہیں ہوا۔ دنوں میں کوئی نحس اور سعد نہیں ہے۔ سب رب تعالیٰ کے بنائے ہوئے ہیں۔ ہاں جن دنوں کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فضیلت بیان فرمائی ہے وہ صحیح ہیں۔ فرمایا جمعہ کا دن سید الایام ہے تمام دنوں کا سردار ہے۔ لیلۃ القدر کی فضیلت ہے، چھوٹی بڑی عید کی فضیلت ہے، عرفہ کے دن کی فضیلت ہے۔ تو ان دنوں کی شریعت نے فضیلت بیان فرمائی ہے ورنہ ذاتی طور پر دنوں میں کوئی نحوست نہیں ہے۔

تو فرمایا اس ہوا نے اکھاڑ پھینکا لوگوں کو گویا کہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے تنے ہیں فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ پس کیسا تھا میرا عذاب اور میرا ڈرانا وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ اور البتہ تحقیق ہم نے آسان کر دیا قرآن کو سمجھنے کے لیے فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ پس ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا۔

تیسرا واقعہ: كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِالنُّذُرِ ۔ نُذُر ۔ نذیر کی جمع ہے۔ جھٹلایا ثمود قوم نے ڈرانے والوں کو۔ اور سورۃ الشعراء آیت نمبر ۱۴۱ میں ہے كَذَّبَتْ ثَمُودُ الْمُرْسَلِينَ "جھٹلایا ثمود قوم نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو۔" یہاں بھی جمع کا صیغہ ہے حالانکہ ڈرانے والا ایک ہی تھا حضرت صالح علیہ السلام۔ اس کے جواب میں مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک پیغمبر کو جھٹلانا تمام پیغمبروں کو جھٹلانا ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ دین سب پیغمبروں کا ایک ہے۔ توحید، رسالت اور قیامت کے مسئلے میں سب پیغمبر متفق ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ پیغمبروں کی مثال تم اس طرح سمجھو کہ ایک آدمی کی مختلف بیویوں سے اولاد ہے تو ان کی مائیں الگ الگ ہوں گی اور باپ ایک ہی ہوگا۔ اسی طرح پیغمبروں کی شریعتیں علیحدہ علیحدہ ہیں اور اصول میں سب متفق ہیں۔ تو ایک پیغمبر کو جھٹلانا سب پیغمبروں کو جھٹلانا ہوا۔

تو فرمایا جھٹلایا ثمود قوم نے ڈرانے والوں کو فَقَالُوْٓا پس کہا انھوں نے اَبَشَرًا مِّنَّا کیا ایک بشر جو ہم میں سے ہے وَاحِدًا اکیلا نَّتَّبِعُهٗٓ ہم اس کی پیروی کریں۔ حضرت نوح علیہ السلام کے دور سے لے کر آنحضرت ﷺ کے زمانے تک مشرکوں کا یہ نظریہ بھی چلتا رہا ہے کہ پیغمبر بشر نہیں ہونا چاہیے۔ اس سے پہلے ہود علیہ السلام کی قوم نے بھی کہا مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ [المومنون:۳۳] ''نہیں ہے یہ مگر ایک انسان تمہارے جیسا کھاتا ہے ان چیزوں میں سے جن سے تم کھاتے ہو اور پیتا ہے اس میں سے جو تم پیتے ہو۔'' یہ کیسے نبی بن گیا؟ اور انھوں نے کیا کہا ایک بشر ہم میں سے ہے اکیلا اس کا ہم اتباع کریں اِنَّآ اِذًا بے شک اس وقت ہم لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ البتہ ہم گمراہی میں ہوں گے اور پاگل پن میں ہوں گے۔ پھر تو ہم پاگل ہوئے نا جو بشر کی بات مان لیں۔ اور کہنے لگے ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا کیا ڈالا گیا ہے ذکر یعنی وحی اس پر ہمارے درمیان۔ اس کو نبوت ملی ہے ہم اللہ تعالیٰ کو نظر نہیں آئے تھے۔ یہی بات مشرکین مکہ نے کہی تھی لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ [الزخرف:۳۱] ''کیوں نہیں اتارا گیا یہ قرآن کسی بڑے آدمی پر دو بستیوں میں سے۔'' دو بستیوں سے مراد مکہ اور طائف ہے کیونکہ جدہ اس وقت نہیں تھا یہ شہر بعد میں آباد ہوا ہے۔

جدہ شہر کی وجہ تسمیہ :

میں جب حج کرنے کے لیے گیا تو ڈرائیور سے پوچھا جو بڑا خوش طبع قسم کا آدمی تھا کہ جدہ کو جدہ کیوں کہتے ہیں؟ تو کہنے لگا ھِنَا جَدَّتُنَا حَوَّاء "یہاں ہماری دادی حوا علیہا السلام ہیں۔" عربی میں جدۃ دادی کو کہتے ہیں۔ میں نے اس کو کہا کہ براہِ مہربانی آپ مجھے ان کی قبر دکھا دیں۔ کہنے لگا ٹھیک ہے۔ وہ مجھے ایک قبرستان لے گیا اس نے مجھے ایک قبر دکھائی جو بہت زیادہ لمبی نہیں تھی عام قبروں سے ایک آدھ بالشت لمبی ہوگی۔ کہنے لگا ھٰذَا قَبر جَدَّتُنَا حَوَّا "یہ ہماری دادی حوا علیہا السلام کی قبر ہے۔" اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے تاریخی طور پر ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ (اب وہ قبر بھی مٹا کے برابر کر دی گئی ہے۔ اب کوئی نشان باقی نہیں ہے۔ مرتب)

مکہ مکرمہ میں ولید بن مغیرہ بڑا مال دار آدمی تھا جس کے ایک بیٹے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور طائف میں عروہ بن مسعود ثقفی تھا جو طائف کا سردار تھا۔ کہنے لگے کہ قرآن ان دو آدمیوں میں سے کسی ایک پر کیوں نہیں اترا؟ رب کو نبوت کے لیے یتیم ہی ملا تھا۔ یہی بات صالح علیہ السلام کی قوم نے کہی کہ کیا ڈالی گئی نصیحت اس پر ہمارے درمیان سے ہماری موجودگی میں بَلْ هُوَ كَذَّابٌ أَشِرٌ۔ کَذّاب مبالغے کا صیغہ ہے، بڑا جھوٹا۔ اور اَشِر کا معنیٰ متکبر بھی ہے اور شریر کا بھی کرتے ہیں۔ صالح علیہ السلام کو کہنے لگے بلکہ وہ بڑا جھوٹا ہے بڑا متکبر اور بڑا شریر ہے العیاذ باللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا سَيَعْلَمُونَ غَدًا عن قریب کل یہ جان لیں گے مَّنِ الْكَذَّابُ الْأَشِرُ کون ہے بڑا جھوٹا، کون ہے بڑا متکبر، کون ہے بڑا شرارتی۔ ان کو علم ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے مطالبے پر چٹان سے اونٹنی نکال دی۔ فرمایا إِنَّا

مُرْسِلُوا النَّاقَةِ بے شک ہم بھیجنے والے ہیں اونٹنی کو فِتْنَةً لَّهُمْ ان کی آزمائش کے لیے فَارْتَقِبْهُمْ پس آپ انتظار کریں ان کا وَاصْطَبِرْ اور صبر کریں۔ ڈٹ کر رہیں اپنے مشن میں۔ پانی کا ایک چشمہ تھا پینے کی باری مقرر ہوگئی کہ ایک دن یہ اونٹنی پیئے گی اور ایک دن تمہارے جانور پیئیں گے اس کا ذکر ہے۔

فرمایا وَنَبِّئْهُمْ اور آپ ان کو خبر دے دیں اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌ بَيْنَهُمْ بے شک پانی تقسیم ہو چکا ہے ان کے درمیان۔ ایک دن اونٹنی کی باری ہوگی اور ایک دن تمہارے جانوروں کی كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ہر ایک کو اس کی باری پر پہنچنا ہے۔ تمہارے جانور اپنی باری پر حاضر ہوں اور اونٹنی اپنی باری پر حاضر ہو۔ وہاں ایک عورت تھی جس کا نام تھا عُنیزہ بنت غنم۔ خاوند اس کا فوت ہو گیا تھا اس کی جوان سالہ لڑکیاں تھیں جانور اس کے بہت زیادہ تھے، بھیڑ بکریاں، گائیں، بھینسیں، اونٹ، جب ان کے جانوروں کے پینے کی باری ہوتی تھی اس کے کچھ جانور پیاسے رہ جاتے تھے کیونکہ زیادہ تھے۔ اس شہر میں نو غنڈے بدمعاش تھے۔ سورۃ النحل آیت نمبر ۴۸ پارہ ۱۹ میں ہے وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ۔ بڑے غنڈے کا نام قیدار بن صالح تھا۔ بعض قِدار بھی لکھ دیتے ہیں۔ اس عورت نے اس کے ساتھ ساز باز کی اور کہا کہ میری جواں سال لڑکیاں ہیں جو لڑکی تم کہو گے میں تمھیں دے دوں گی شرط یہ ہے کہ صالح علیہ السلام کی اونٹنی سے میری جان چھڑاؤ۔ کیونکہ اس کی وجہ سے میرے جانور پیاسے رہ جاتے ہیں۔ قیدار جس کا قد چھوٹا، آنکھیں نیلی اور مجسم شیطان تھا۔ اس نے اپنے یاروں سے مشورہ کیا۔ پہلے تو انھوں نے کہا کہ پہلے صالح علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو ہلاک کریں پھر اونٹنی کو ماریں۔ پھر کہنے لگے نہیں پہلے اونٹنی کا کام تمام

کرتے ہیں۔ چنانچہ قیدار نے اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ دیں۔ اونٹنی نے عجیب قسم کی آواز نکالی، بڑبڑائی۔ حضرت صالح علیہ السلام روتے ہوئے قوم کے پاس پہنچے کہ قوم کی تباہی کا وقت آگیا ہے۔ قوم سے فرمایا دیکھو! آج جمعرات ہے اللہ تعالیٰ تمھیں تین دن کی مزید مہلت دیتا ہے ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ [ھود: ٦٥] کل تم اٹھو گے تو تمہارے چہرے سبز ہوں گے، پرسوں اٹھو گے تو سرخ ہوں گے، چوتھ اٹھو گے تو چہرے سیاہ ہوں گے۔ باز آجاؤ توبہ کرلو اب بھی اللہ تعالیٰ مہربان ہوسکتا ہے۔ لیکن وہ سخت دل تھے انھوں نے توبہ نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب بھیجا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ پس انھوں نے پکارا اپنے ساتھی کو فَتَعَاطٰى پس اس نے ہاتھ آگے بڑھایا تلوار لے کر فَعَقَرَ پس اس نے اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ دیں فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ پس کس طرح تھا میرا عذاب اور میرا ڈرانا۔ کیا گزری ان پر؟ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً بے شک بھیجی ہم نے ان پر ایک آواز۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایک ڈراونی آواز نکالی فَكَانُوْا پس ہو گئے وہ كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ جیسے روندی ہوئی ہوباڑ۔ هَشِيْم کا معنی چورا۔ رب تعالیٰ نے ان کا چورا چورا کر دیا جس طرح باڑ کو جانور روند کر چورا چورا کر دیتے ہیں اس طرح چورا چورا کر دیا وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ اور البتہ تحقیق ہم نے آسان کر دیا قرآن کو نصیحت کے لیے فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ پس ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا۔ قرآن پکار پکار کر کہہ رہا ہے قرآن پڑھو، سمجھو اور نصیحت حاصل کرو، عمل کرو۔ رب تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍۭ بِالنُّذُرِ ﴿۳۳﴾ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ حَاصِبًا اِلَّاۤ اٰلَ لُوْطٍؕ نَجَّیْنٰهُمْ بِسَحَرٍۙ ﴿۳۴﴾ نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَاؕ كَذٰلِكَ نَجْزِیْ مَنْ شَكَرَ ﴿۳۵﴾ وَ لَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ﴿۳۶﴾ وَ لَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَیْفِهٖ فَطَمَسْنَاۤ اَعْیُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِیْ وَ نُذُرِ ﴿۳۷﴾ وَ لَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّۚ ﴿۳۸﴾ فَذُوْقُوْا عَذَابِیْ وَ نُذُرِ ﴿۳۹﴾ وَ لَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ۠ ﴿۴۰﴾ وَ لَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُۚ ﴿۴۱﴾ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِیْزٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۴۲﴾ اَكُفَّارُكُمْ خَیْرٌ مِّنْ اُولٰٓىٕكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِی الزُّبُرِۚ ﴿۴۳﴾

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍ جھٹلایا لوط علیہ السلام کی قوم نے بِالنُّذُرِ ڈرانے والوں کو اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا بے شک ہم نے بھیجے عَلَیْهِمْ ان پر حَاصِبًا سنگریزے اِلَّاۤ اٰلَ لُوْطٍ مگر لوط علیہ السلام کے گھرانے والے نَجَّیْنٰهُمْ ہم نے نجات دی ان کو بِسَحَرٍ سحری کے وقت نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا یہ نعمت تھی ہماری طرف سے كَذٰلِكَ نَجْزِیْ اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں مَنْ شَكَرَ جو شکر ادا کرے وَ لَقَدْ اَنْذَرَهُمْ اور البتہ تحقیق ڈرایا اس نے ان کو بَطْشَتَنَا ہماری پکڑ سے فَتَمَارَوْا پس انھوں نے شک کیا بِالنُّذُرِ ڈرانے والوں کی بات میں وَ لَقَدْ رَاوَدُوْهُ اور البتہ تحقیق انھوں نے مطالبہ کیا لوط علیہ السلام سے عَنْ ضَیْفِهٖ ان کے مہمانوں کے بارے میں

فَطَمَسۡنَاۤ اَعۡیُنَهُمۡ پس ہم نے مٹا دیں ان کی آنکھیں فَذُوۡقُوۡا عَذَابِیۡ پس چکھو تم میرا عذاب وَنُذُرِ اور میرا ڈرانا وَلَقَدۡ صَبَّحَهُمۡ بُكۡرَةً اور البتہ تحقیق صبح سویرے آیا ان پر عَذَابٌ عذاب مُّسۡتَقِرٌّ ٹلنے والا فَذُوۡقُوۡا عَذَابِیۡ وَنُذُرِ پس چکھو تم میرا عذاب اور میرا ڈرانا وَلَقَدۡ یَسَّرۡنَا الۡقُرۡاٰنَ لِلذِّكۡرِ اور البتہ تحقیق ہم نے آسان کر دیا قرآن نصیحت کے لیے فَهَلۡ مِنۡ مُّدَّكِرٍ پس ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا وَلَقَدۡ جَآءَ اٰلَ فِرۡعَوۡنَ اور البتہ تحقیق آئے فرعونیوں کے پاس النُّذُرُ ڈرانے والے كَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا جھٹلایا انھوں نے ہماری نشانیوں کو كُلِّهَا سب کو فَاَخَذۡنٰهُمۡ پس ہم نے پکڑا ان کو اَخۡذَ عَزِیۡزٍ مُّقۡتَدِرٍ زبردست قدرت والے کا پکڑنا اَكُفَّارُكُمۡ کیا تمہارے کافر خَیۡرٌ بہتر ہیں مِّنۡ اُولٰٓئِكُمۡ ان سے اَمۡ لَكُمۡ یا تمہارے لیے ہے بَرَآءَةٌ فِی الزُّبُرِ برأت کتابوں میں۔

تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے کہ مکے کے سرداروں نے آنحضرت ﷺ سے منہ مانگا معجزہ طلب کیا کہ اگر چاند دو ٹکڑے ہو جائے تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ تفصیلی روایات میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عند اللہ ''معجزے اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہیں لیکن اگر رب تعالیٰ میری تصدیق کے لیے ایسا کر دے تو مان لو گے۔'' کہنے لگے ہاں! مان لیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا انھوں نے آنکھوں سے دیکھا لیکن یقین جانو! ایک شخص بھی ایمان نہ لایا سِحۡرٌ مُّسۡتَمِرٌّ کہہ کر جھٹلا دیا۔ آنحضرت ﷺ کو طبعی طور پر صدمہ پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی تسلی

کے لیے انبیائے کرام علیہم السلام کے واقعات بیان فرمائے۔ نوح علیہ السلام کا، ہود قوم کا ذکر فرمایا پھر ثمود قوم کا کہ انھوں نے صالح علیہ السلام کو جھٹلایا ان کا کیا حشر ہوا۔ اب چوتھے نمبر پر قوم لوط کا ذکر ہے۔

واقعہ قوم لوط علیہ السلام :

فرمایا کَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍۭ بِالنُّذُرِ جھٹلایا قوم لوط نے ڈرانے والوں کو۔ لوط علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے حاران بن آزر کے بیٹے ح حلوے والی۔ بعض لاہوری ھا کے ساتھ بھی لکھ دیتے ہیں اور بعض فاران، ف کے ساتھ بھی لکھ دیتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب عراق سے شام کے لیے ہجرت کی تو یہ ساتھ تھے۔ شام دمشق، فلسطین کا علاقہ تو ابراہیم علیہ السلام کے سپرد ہوا کہ ان کو آپ نے تبلیغ کرنی ہے اور شہر سدوم جس کے اردگرد اور بھی بستیاں تھیں یہ لوط علیہ السلام کے حوالے کیا کہ ان کی تبلیغ تمہارے ذمہ ہے۔ لیکن ان لوگوں نے لوط علیہ السلام کی تکذیب کی۔ چونکہ ایک پیغمبر کو جھٹلانا سب کو جھٹلانا ہے اس لیے جمع کا صیغہ لائے۔ فرمایا اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا بے شک بھیجے ہم نے ان پر سنگریزے اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ مگر لوط علیہ السلام کے گھرانے والے۔

اس قوم پر اللہ تعالیٰ نے چار قسم کے عذاب نازل فرمائے۔ دو کا ذکر یہاں ہے۔ پتھر برسائے جو نشان لگے ہوئے تھے [سورہ ہود] اور دوسرا ان کی آنکھیں مٹادیں۔ تیسرے عذاب کا ذکر سورۃ الحجر پارہ ۱۴ میں ہے فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ "پس پکڑا ان کو چیخ نے۔" اور چوتھا عذاب فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا "پس کر دیا ہم نے ان بستیوں کے اوپر والے حصے کو نیچے۔" حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان کے علاقے کو پر پر اٹھا کر الٹا کر کے گرادیا۔ تو اس کا ذکر ہے کہ پھینکے ہم نے ان پر سنگ ریزے مگر لوط علیہ السلام کے گھر

والوں کو ہم نے بچالیا۔ وہ لوط علیہ السلام کی دو، تین بیٹیاں تھیں اور چند ساتھی اور تھے جو ایک ہی حویلی میں رہتے تھے نَجَّيْنٰهُمْ ہم نے ان کو نجات دی بِسَحَرٍ سحری کے وقت۔ یہ نجات دینا نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا نعمت تھی ہماری طرف سے۔ ہمارا فضل و کرم اور مہربانی تھی جس طرح ہم نے ان کو نجات دی كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ شَكَرَ اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں اس کو جو شکر ادا کرتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اللہ تعالیٰ اس کو نجات دیں گے یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اور اللہ تعالیٰ سے سچا وعدہ کس کا ہو سکتا ہے؟ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا [سورۃ النساء]

فرمایا وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ اور البتہ تحقیق ڈرایا ان کو لوط علیہ السلام نے بَطْشَتَنَا ہماری پکڑ سے، ہماری گرفت سے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے باز نہیں آؤ گے تو اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آجاؤ گے لیکن فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ پس انھوں نے شک کیا ڈرانے والوں کی باتوں میں۔ کہنے لگے ویسے ہی باتیں کرتے ہیں۔

فرشتے پہلے ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے معزز مہمانوں کی شکل میں بڑی عمر میں۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ایک جبرائیل علیہ السلام تھے، ایک میکائیل علیہ السلام تھے، ایک اسرافیل علیہ السلام تھے۔ چھ بھی لکھتے ہیں، دس اور بارہ بھی لکھتے ہیں۔ اور جب حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے تو چھوٹی عمروں میں۔ تیرہ سال، چودہ سال، پندرہ سال کی عمر میں۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو یہ قدرت دی ہے کہ وہ جو شکل چاہیں اختیار کر سکتے ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کئی دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں آئے اور کبھی کسی دیہاتی کی شکل میں آتے۔

تو جب یہ فرشتے آئے قوم کو علم ہوا قوم بڑی بدمعاش تھی جنسی خواہشات عورتوں

کے بجائے مردوں سے پوری کرتی تھی۔ دوڑتے ہوئے لوط علیہ السلام کے پاس آگئے لوط علیہ السلام بڑے پریشان ہوئے۔ فرمایا هٰٓؤُلَاۗءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ [سورہ ہود] ''یہ میری بیٹیاں ہیں یہ تمہارے لیے پاک ہیں۔'' یعنی میری بیٹیوں کا رشتہ لے لو اور مہمانوں کے بارے میں مجھے رسوا نہ کرو۔

مستدرک حاکم میں اس کی ایک تفسیر یہ بیان کی گئی ہے کہ اپنی لڑکیوں کا رشتہ کیا کہ تم میں سے جو سردار ہیں اثر و رسوخ والے آدمی ہیں میں ان کو اپنی بیٹیوں کا رشتہ دیتا ہوں تا کہ وہ اپنی قوم پر دباؤ ڈالیں کہ یہ لوگ میرے مہمانوں کو پریشان نہ کریں۔ بڑی قربانی ہے۔

جب کہ جمہور مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ هٰٓؤُلَاۗءِ بَنَاتِيْ سے قوم کی بیٹیاں مراد ہیں۔ کیونکہ پیغمبر قوم کا روحانی باپ ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو مومنوں کی مائیں فرمایا ہے وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ [سورۃ الاحزاب] ''نبی کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں۔'' اور ماں فرع ہے باپ کی۔ مائیں تب ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم روحانی باپ ہیں۔

پیغمبر بہ منزلہ باپ کے ہوتا ہے:

ایک موقع پر یہودیوں نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو گھیر لیا۔ کہنے لگے تمہارا نبی بھی بڑا عمدہ ہے يُعَلِّمُ كُلَّ شَيْءٍ حَتَّى الْخِرَاءَةَ ''وہ تمہیں ہر شے بتاتا ہے یہاں تک کہ پیشاب پاخانہ کرنے کا طریقہ بھی بتاتا ہے۔'' حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بڑے تجربہ کار تھے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں فتح الباری میں کہ ان کی عمر اڑھائی سو سال تھی اور اس پر تمام مورخین کا اتفاق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بڑی صحت عطا فرمائی تھی

ایسے محسوس ہوتا تھا جیسے ساٹھ ستر سال کے ہیں۔ یہودیوں سے کہا ہاں! ہمارے پیغمبر ہمیں پیشاب، پاخانے کا طریقہ بھی بتاتے ہیں۔ ہمیں فرمایا ہے کہ پیشاب کرتے وقت نہ قبلے کی طرف منہ کرو نہ پشت کرو۔ یہ کون سا بُرا کام ہے؟ انھوں نے ہمیں بتایا ہے کہ دائیں ہاتھ سے استنجا نہ کرو، ہڈی کے ساتھ صفائی نہ کرو۔ اچھی باتیں بتلائی ہیں۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچے تو کہا کہ حضرت! آج مجھے یہودیوں نے گھیر لیا تھا انھوں نے مجھ سے یہ سوال کیا۔ میں نے یہ جواب دیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اِنَّمَا اَنَا لَکُمْ مِثْلُ الْوالد لِوَلَدِہٖ "میں تمہارے لیے ایسے ہی ہوں جیسے باپ اولاد کے لیے ہوتا ہے۔" تم سب میری اولاد ہو۔ باپ اپنی اولاد کو چھوٹی چھوٹی باتیں بھی سکھاتا ہے۔ مثلاً: بیٹا ناک بائیں ہاتھ سے صاف کرنی ہے دائیں ہاتھ سے نہیں کرنی، جوتا بائیں ہاتھ سے پکڑنا ہے وغیرہ۔

تو خیر لوط علیہ السلام نے قوم سے فرمایا اَلَیْسَ مِنْکُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ [سورہ ہود] "کیا تم میں کوئی سمجھ دار آدمی نہیں ہے۔" جو میری بات کو سمجھے۔ فرشتے ایک طرف بیٹھے ہیں دیکھ رہے ہیں کہ یہ لوگ کیا کر رہے ہیں جب دیکھا کہ لوط علیہ السلام بہت پریشان ہو گئے ہیں تو بول پڑے حضرت! پریشان نہ ہوں میں جبرائیل علیہ السلام ہوں، یہ میکائیل علیہ السلام ہے، یہ فلاں ہے، یہ فلاں ہے، ہم تو ان کے لیے عذاب لے کر آئے ہیں بس یہاں سے نکل جاؤ تمہارے نکلنے کے برابر ان کو مہلت ہے۔ پھر دیکھو ہم ان کا کیا حشر کرتے ہیں۔ اس کا ذکر ہے۔

وَلَقَدْ رَاوَدُوْہُ عَنْ ضَیْفِہٖ اور البتہ تحقیق انھوں نے مطالبہ کیا لوط علیہ السلام سے ان کے مہمانوں کے بارے میں۔ ان کے ساتھ بدکاری کرنے کا فَطَمَسْنَآ اَعْیُنَھُمْ

پس مٹا دیں ہم نے ان کی آنکھیں، انھیں اندھا کر دیا۔ اب دیکھو کیا دیکھتے ہو فَذُوْقُوْا عَذَابِیْ وَنُذُرِ پس چکھو تم میرا عذاب اور میرا ڈرانا۔ میرا پیغمبر تمھیں ڈراتا تھا اور تم مانتے نہیں تھے اب اس کا مزہ چکھو وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً اور البتہ تحقیق آ گیا ان پر صبح سویرے ہی عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ عذاب ٹکنے والا۔ ایسا ٹکا کہ ختم نہ ہوا وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ اور البتہ تحقیق ہم نے آسان کر دیا قرآن سمجھنے کے لیے فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ پس ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا۔ قرآن پاک سمجھنے کی دعوت دے رہا ہے یہ صرف مولویوں اور طالب علموں کے لیے نہیں ہے یہ ھدی للناس ہے تمام مردوں اور عورتوں کے لیے ہے۔ جس نے قرآن کریم کو پڑھا اور سمجھا وہ بہت سی برائیوں اور خرابیوں سے بچ جائے گا۔

پانچواں واقعہ: فرمایا وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ اور البتہ تحقیق آئے فرعونیوں کے پاس ڈرانے والے۔ فرعون مصر کے بادشاہ کا لقب ہوتا تھا جیسے ایران کے بادشاہ کا لقب کسریٰ اور روم کے بادشاہ کا نام قیصر اور یمن کے بادشاہ کا نام تبع ہوتا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جو فرعون تھا اس کا نام ولید بن مصعب بن ریان تھا۔ بڑا شاطر اور چالاک تھا جیسے آج کل کے ہمارے لیڈر ہیں۔ یہ سب اس کے شاگرد ہیں۔ بڑا ظالم اور جابر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بڑے بھائی ہارون علیہ السلام کو اس کے پاس بھیجا۔ انھوں نے اس کو اور اس کی قوم کو ڈرایا نو نشانیاں بھی دکھائیں كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا جھٹلا دیا انھوں نے ہماری ساری نشانیوں کو سب معجزے جھٹلا دیئے فَاَخَذْنٰهُمْ پس ہم نے پکڑا ان کو اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ قدرت والے غالب کا پکڑنا۔ وہی فرعون جو اپنے آپ کو رب الاعلیٰ کہتا تھا اور جس نے کہا تھا مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِیْ

[القصص:۳۸] ”میں نہیں جانتا تمہارے لیے کوئی الٰہ اپنے سوا۔“ جب بحر قلزم کی موجوں نے گھیرا تو کہنے لگا اٰمَنْتُ ”ایمان لایا میں اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْۤ بے شک نہیں ہے کوئی الٰہ مگر وہی اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ [یونس:۹۰] جس پر ایمان لائے ہیں بنی اسرائیل۔“ جبرائیل نے فرمایا کہ بڑا عجیب منظر تھا بڑا واویلا کر رہا تھا۔ میں نے کالے قسم کا گارا اٹھا کر فرعون کے منہ میں ٹھونسا کہ کہیں اس پر رب رحم نہ کھا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرعون کے جسم کو کنارے پر پھینک دیا تاکہ لوگوں کے لیے عبرت ہو کہ یہ تھا جو اپنے آپ کو رب الاعلیٰ کہتا تھا، لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ آج بھی اس کی لاش مصر کے عجائب گھر میں محفوظ پڑی ہے۔

تو فرمایا ہم نے ان کو پکڑا قدرت والے غالب کا پکڑنا۔ یہ واقعات ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے مکے کے کافرو! اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ کیا تمہارے کافر بہتر ہیں ان سے مال کے لحاظ سے، تعداد کے لحاظ سے، بادشاہی اور فوج کے لحاظ سے کہ وہ تباہ ہو گئے اور تم بچ جاؤ گے۔ تم باز نہ آئے تو انھی کی طرح تباہ ہو گے اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ۔ زبر زبور کی جمع ہے، صحیفہ، کتاب۔ یا تمہارے لیے برأت لکھی ہوئی ہے صحیفوں میں کہ تم جو چاہو کرتے پھرو تمھیں کوئی نہیں پکڑے گا۔ یہ واقعات بیان کر کے اللہ تعالیٰ نے سمجھایا ہے کہ پیغمبروں کی تکذیب کا نتیجہ اور انجام کیا ہے اور آنحضرت ﷺ کو تسلی دی ہے کہ انھوں نے آپ ﷺ کو جھٹلایا ہے تو پہلے پیغمبروں کو بھی جھٹلایا گیا ہے۔ پریشان نہ ہوں۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ۝٤٤ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ۝٤٥ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ۝٤٦ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ۝٤٧ يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ؕ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ۝٤٨ اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ۝٤٩ وَمَاۤ اَمْرُنَاۤ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ۝٥٠ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَاۤ اَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝٥١ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ۝٥٢ وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ۝٥٣ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ۝٥٤ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ۝٥٥

اَمْ يَقُوْلُوْنَ کیا وہ کہتے ہیں نَحْنُ ہم جَمِيْعٌ سب اکٹھے ہیں مُّنْتَصِرٌ انتقام لینے والے سَيُهْزَمُ عن قریب شکست دی جائے گی الْجَمْعُ اس مجمع کو وَيُوَلُّوْنَ اور پھیریں گے الدُّبُرَ پشتوں کو بَلِ السَّاعَةُ بلکہ قیامت مَوْعِدُهُمْ ان کے وعدے کا وقت ہے وَالسَّاعَةُ اور قیامت اَدْهٰى بڑی دہشت والی ہے وَاَمَرُّ اور بڑی کڑوی ہے اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ بے شک مجرم فِيْ ضَلٰلٍ گمراہی میں ہیں وَّسُعُرٍ اور جنون میں ہیں يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ جس دن گھسیٹے جائیں گے فِي النَّارِ آگ میں عَلٰى وُجُوْهِهِمْ چہروں کے بل ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ چکھو دوزخ کی آگ کا مزہ اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ بے شک ہم نے ہر چیز کو خَلَقْنٰهُ

پیدا کیا ہے بِقَدَرٍ اندازے سے وَمَآ اَمْرُنَآ اور نہیں ہے ہمارا حکم اِلَّا وَاحِدَةٌ مگر ایک ہی دفعہ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ آنکھ کے جھپکنے کی طرح وَلَقَدْ اَهْلَكْنَآ اور البتہ تحقیق ہم نے ہلاک کی ہیں اَشْيَاعَكُمْ تمہاری جیسی جماعتیں فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ پس ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا وَكُلُّ شَيْءٍ اور ہر وہ چیز فَعَلُوْهُ جو انھوں نے کی ہے فِي الزُّبُرِ کتابوں میں لکھی ہوئی ہے وَكُلُّ صَغِيْرٍ اور ہر چھوٹی چیز وَّكَبِيْرٍ اور بڑی چیز مُّسْتَطَرٌ لکھی ہوئی ہے اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ بے شک پرہیزگار فِيْ جَنّٰتٍ باغوں میں ہوں گے وَّنَهَرٍ اور نہروں میں ہوں گے فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ سچی بیٹھک میں عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ بڑی قدرت رکھنے والے بادشاہ کے پاس۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس سورت میں پہلی نافرمان قوموں کی تباہی کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا اے مکے والو! کیا تمہارے کافران کافروں سے بہتر ہیں قوت میں، طاقت میں، مال میں، تعداد میں کہ تم جو کچھ کرتے پھرو تم کو کوئی نہیں پوچھے گا یا تمہارے لیے براءت لکھی ہوئی ہے پہلے صحیفوں میں کہ تمہاری گرفت نہیں ہوگی۔ آگے اس کا جواب ہے کہ گرفت ہوگی۔ تو ان کو جب عذاب کی گرفت کی دھمکی دی جاتی تھی تو وہ یہ سمجھتے تھے کہ یہ تھوڑے سے مسلمان ہمیں تکلیف پہنچائیں گے، ہم پر حملہ کریں گے تو ظاہری طور پر تو اس کا کوئی معنی نہیں تھا۔ کیونکہ مسلمانوں کی تعداد بھی تھوڑی تھی، اسلحہ بھی تھوڑا تھا۔ اس کے مقابلے میں کافر ہر لحاظ سے بہت زیادہ تھے تو وہ کہتے تھے۔ فرمایا اَمْ يَقُوْلُوْنَ کیا یہ

کہتے ہیں نَحۡنُ جَمِيۡعٌ ہم سب اکٹھے ہیں، زیادہ ہیں مُّنۡتَصِرٌ بدلہ لیں گے۔ مکہ مکرمہ میں یا خالص مسلمان تھے یا خالص کافر تھے منافق کوئی نہیں تھا۔ یہ منافقت کا فتنہ مدینہ طیبہ میں پیدا ہوا ہے کہ وہاں یہودیوں کا غلبہ تھا۔ انھوں نے جب یہ سمجھا کہ ہم ان کے ساتھ ظاہری ٹکر نہیں لے سکتے تو انھوں نے یہ راستہ اختیار کیا کہ ظاہری طور پر کلمہ پڑھ کر اندر سے اپنا کام کرو۔ یہی وجہ ہے کہ منافقین کی اکثریت یہودیوں میں سے تھی۔ مکے کے لوگ بڑے کھرے تھے یا اِدھر یا اُدھر، درمیانہ طبقہ نہیں تھا۔ مسلمانوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی لیکن جتنے بھی تھے، تھے بڑے پکے۔

تو کافروں نے کہا کہ اگر تم نے ہم پر حملہ کیا تو ہم بدلہ لیں گے کہ ہم زیادہ ہیں، اکٹھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سَيُهۡزَمُ الۡجَمۡعُ عن قریب ان کی جماعت شکست کھا جائے گی وَيُوَلُّوۡنَ الدُّبُرَ اور پھیریں گے پشتوں کو۔ پشتیں پھیر کر بھاگیں گے۔

واقعہ غزوہ بدر :

بخاری شریف میں روایت ہے آنحضرت ﷺ تین سو بارہ ساتھیوں کو لے کر مدینہ طیبہ سے چلے تیرھویں آپ ﷺ خود تھے۔ عرب کا علاقہ پتھریلا ہے وہاں پتھر ہی پتھر ہیں۔ اس زمانے میں سڑکیں بھی نہیں تھی اور ایسے ساتھی بھی تھے جن کے پاؤں میں جوتا نہیں تھا۔ وہاں ننگے پاؤں چلنا کوئی کھیل نہیں تھا اور ایسے بھی تھے کہ جن کے سر پر ٹوپی پگڑی نہیں تھی۔ ایسے بھی تھے جن کے پاس کھانے پینے کے لیے کچھ نہیں تھا۔ آٹھ تلواریں، چھ زرہیں، دو گھوڑے، ستر اونٹ ہیں۔ یہ کل اثاثہ ہے۔ مدینہ طیبہ سے بدر پرانے اسّی میل کی مسافت پر تھا۔ آنحضرت ﷺ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابولبابہ بن عبدالمنذر انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس ایک اونٹنی تھی باری باری اس پر سوار ہوتے تھے۔ ایک میل ایک سوار ہوتا۔

کیوں کہ اونٹنی تینوں کو برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ جب آنحضرت ﷺ کے پیدل چلنے کی باری آتی تو یہ دونوں بزرگ کہتے حضرت! نَحْنُ نَمْشِیْ عَنْکَ ''ہم آپ کی طرف سے پیدل چلیں گے آپ سوار رہیں۔'' آنحضرت ﷺ فرماتے رب تعالیٰ نے مجھے طاقت دی ہے میں بھی چلوں گا کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں میرے پاؤں پر بھی گرد وغبار پڑے۔ اپنی باری پر سوار ہوں گا اور اپنی باری پر چلوں گا۔ جس وقت بدر کے مقام پر پہنچے تو پانی کے کنوئیں پر کافر قبضہ کر چکے تھے۔ دوسری طرف ریت کا ٹیلا تھا جہاں مسلمانوں کو جگہ ملی۔ شیطان نے دلوں میں وسوسہ ڈالا کہ ہم حق پر ہیں اور ہمیں پانی نہیں ملا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ وسوسہ دور فرمایا کہ بارش نازل فرمائی جس سے ریت جم گئی۔ پانی کا انتظام بھی ہو گیا مسلمانوں نے مشکیں بھر لیں، برتن بھر لیے اور جہاں کافر کھڑے تھے وہاں پر پانی جمع ہو گیا، کیچڑ ہو گئی، ان کا چلنا پھرنا مشکل ہو گیا۔

آنحضرت ﷺ عشاء کی نماز پڑھا کر سرخ رنگ کے چمڑے کے خیمے میں تشریف لے گئے اور گڑ گڑا کر دعا کی اے پروردگار! یہ میری پندرہ سال کی کمائی ہے جو میں یہاں لے کر آیا ہوں اے پروردگار! اگر یہ ہلاک ہو گئے تو آپ کی خالص توحید کا نام لینے والا کوئی نہیں رہے گا۔ اے پروردگار! یہ بے سہارا ہیں ان کا سہارا آپ ہیں۔ اے پروردگار! ان کی خوراک کا انتظام فرما یہ بھوکے ہیں، اے پروردگار! ان کی مدد فرما۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خیمے سے باہر تھے جب انھوں نے یہ منظر دیکھا کہ آپ ﷺ دعا کر رہے ہیں اور رو رہے ہیں اور آپ ﷺ پر رقت طاری ہے تو اندر چلے گئے۔ کہنے لگے حضرت! بس کریں لَقَدْ اَلْحَحْتَ عَلٰی رَبِّکَ ''آپ ﷺ نے بڑی آہ وزاری کی ہے اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی دعا کو رد نہیں کرے گا۔'' آپ ﷺ خیمہ سے باہر تشریف

لائے۔ بخاری شریف کی روایت ہے اور آپ ﷺ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ جاری تھے
سَیُھْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ "عن قریب ان کی جماعت کو شکست ہوگی اور یہ
پشتیں پھیر کر بھاگیں گے۔" مسلمانوں کی فتح کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے کہ
مقابلے میں ایک ہزار آدمی ہے اور ہر ایک کے پاس تلوار، نیزہ، تیر کمان ہے۔ اِدھر تین سو
تیرہ، آٹھ تلواریں، چھ زرہیں، دو گھوڑے اور ستر اونٹ ہیں۔ ظاہری طور پر کیا مقابلہ ہے؟
صبح ہوئی تو کافروں نے للکارا آؤ جو تم میں سے بہادر ہیں باہر نکلیں بہادر۔ کافروں کی
طرف سے عتبہ، شیبہ، ربیعہ میدان میں آئے کہ یہ اپنے آپ کو بڑا بہادر سمجھتے تھے۔
اس (دوسری) طرف سے انصار مدینہ کے چند نوجوان سامنے آئے۔ عتبہ نے آواز دی تم
کون ہو، کیا نام ہیں۔ انھوں نے بتلایا کہ ہم انصار ہیں یہ ہمارے نام ہیں۔ کہنے لگے تم
واپس چلے جاؤ تم ہماری ٹکر کے آدمی نہیں ہو۔ تمہارے ساتھ لڑنے کو ہم اپنی توہین سمجھتے
ہیں۔ ہمارے بھائیوں قریشیوں کو نکالو۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا قم یا حمزۃ، قم یا
علی قم یا ابا عبیدۃ رضی اللہ عنہم۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ
میدان میں آئے۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور کافر تینوں مارے گئے۔ اس کے
بعد پھر عام لڑائی شروع ہوئی۔

سورہ انفال میں ذکر ہے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ساتھ مسلمانوں کی مدد فرمائی۔
حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کی میرے قریب ایک
آدمی گھوڑے پر سوار ہے جس کی ٹوپی، پگڑی اور لباس سفید ہے اور اعلی عمدہ گھوڑا ہے۔
میں نے اس بندے کو نہ پہلے کبھی دیکھا نہ بعد میں۔ وہ اپنے گھوڑے کو کہہ رہا ہے اَقْدِمْ
ھَیْزُوْم "ہیزوم آگے بڑھو" وہ جس کافر کو چابک مارتا تھا وہ اسی وقت مر کر نیچے گر جاتا

تھا۔ میں حیران ہوا کہ یہ بندہ کون ہے؟ اسی طرح میں نے ایک اور گھڑسوار کو بھی دیکھا۔ جنگ کے اختتام پر میں نے آنحضرت ﷺ کے سامنے ذکر کیا۔ آپ ﷺ مسکرائے اور فرمایا حیزوم اس گھوڑے کا نام ہے جس پر حضرت جبرائیل علیہ السلام سوار تھے۔

تو اللہ تعالیٰ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی نصرت فرمائی فرشتوں کے ساتھ۔ آج بھی اگر ہم ان کے نقش قدم پر چلیں تو اللہ تعالیٰ ہماری نصرت ضرور فرمائیں گے۔ مولانا ظفر علی خاں مرحوم نے کیا خوب کہا ہے:

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَ يُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ''اگر تم اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرو گے یعنی دین پر قائم رہو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کریں گے اور تمھیں ثابت قدم رکھیں گے۔'' کمی ہوئی ہے تو ہماری طرف سے ہوئی ہے اس لیے ہم رب تعالیٰ کی رحمتوں سے محروم ہو گئے ہیں۔

کافروں کے تین سرداروں کے سوا باقی سب مارے گئے اور یہ تین بھی اس لیے بچے کہ ان کا مسلمان ہونا رب تعالیٰ کے علم میں تھا۔ ابوسفیان، عکرمہ اور صفوان بن امیہ۔ یہ تینوں ۸ ھ میں مسلمان ہو گئے تھے۔ رب تعالیٰ کی حکمت تھی۔

کافر جب مکہ مکرمہ سے چلے تھے تاریخ نے ان کی عجیب منظر کشی کی ہے۔ وہ اپنے ساتھ ضرورت سے زاید اونٹ لے کر چلے، سریلی آواز نور جہاں جیسی، گانے والیاں ساتھ لے کر چلے، شراب کے بھرے ہوئے مٹکے اور بوتلیں ساتھ لے کر چلے کہ فتح ہونے کے بعد آس پاس کے قبیلوں کی دعوت کریں گے، عورتیں ہماری جیت کے گیت گائیں گی،

شراب چلے گی، بھنگڑے ڈالیں گے۔رب تعالیٰ کی قدرت سے ستر بڑے بڑے مارے گئے اور ستر گرفتار ہوئے، باقیوں کو بھاگنے کا راستہ نہ ملا کہ کدھر جانا ہے۔اونٹ مسلمانوں کے لیے غنیمت بنے۔شراب کی بوتلیں پینا تو نصیب نہ ہوئیں ان غریبوں کے ہاتھ موت کے پیالے بھر بھر کے پیے۔عورتوں نے گیت گانے کی بجائے تعزیت کے مرثیے پڑھے۔ ہمارا دادا مر گیا، ہمارا نانا مر گیا، ہمارا خاوند مر گیا، ہمارا بھتیجا مر گیا۔اور جو بھاگ گئے تھے وہ چھ چھ مہینے، سال سال گھروں میں داخل نہیں ہوئے کہ کیا منہ دکھائیں گے۔

تو فرمایا عن قریب اس مجمع کو شکست دی جائے گی اور یہ پشت پھیر کر بھاگیں گے۔اگلا عذاب: بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ بلکہ قیامت ان کے وعدے کا وقت ہے وَالسَّاعَةُ أَدْهٰى اور قیامت بڑی دہشت والی ہے۔آج دنیا کی عدالتوں میں کوئی جب پیش ہوتا ہے تو اس کا بدن کانپ جاتا ہے اور وہ تو رب تعالیٰ کی سچی عدالت ہوگی جہاں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا اور وہاں کسی قسم کا کوئی داؤ نہیں چل سکے گا وَ أَمَرُّ۔اس کا مادہ ہے مرٌّ اور مرٌّ کا معنیٰ ہے کڑوا۔

اَلْحَقُّ مُرٌّ وَلَوْ كَانَ فِيْهِ دُرٌّ

''حق کڑوا ہوتا ہے اگرچہ اس میں موتی ہوں۔'' معنیٰ ہوگا قیامت بڑی کڑوی ہے اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ بے شک مجرم فِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ گمراہی میں ہیں اور جنون میں ہیں۔حق کی بات ان کو سمجھ نہیں آتی۔اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کے متعلق جو ان کے لیے سراپا خیر خواہ ہے کذّاب اور ساحر کے لفظ بولتے ہیں۔

اس کیا حالت ہوگی؟ يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ جس دن یہ گھسیٹے جائیں گے فِي النَّارِ آگ میں عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اپنے چہروں کے بل۔بڑی لمبی لمبی زنجیروں میں جکڑے

ہوئے ہوں گے۔فرشتے ان کو پکڑ کر الٹے منہ آگ میں ڈالیں گے اور رب تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوگا ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ۔ سقر کا معنیٰ ہے آگ کے شعلے۔آگ کے شعلوں کا مزہ چکھو۔دنیا میں تم نے حق کا مقابلہ کیا،پیغمبر کی مخالفت کی،قرآن کو جھٹلایا آج آگ کا مزہ چکھو اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ بے شک ہم نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اندازے کے ساتھ۔مرد،عورتیں،کالے،گورے،سالم،ناقص،پتلے،موٹے،سب اندازے کے ساتھ پیدا فرمائے ہیں اور حکمت کے ساتھ پیدا فرمائے ہیں۔وہ اپنی حکمتوں کو خوب جانتا ہے۔

فرمایا وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ ای مَرَّةٌ وَاحِدَةٌ اور نہیں ہے ہمارا حکم مگر ایک ہی دفعہ كَلَمْحٍۭ بِالْبَصَرِ آنکھ کے جھپکنے کی طرح یعنی جس طرح تم آنکھ جھپکتے ہو اور پتا نہیں چلتا کہ آنکھ بند کی ہے یا نہیں اسی طرح ہم پلک کے جھپکنے میں قیامت برپا کر دیں گے۔حدیث پاک میں آتا ہے آدمی دکان پر بیٹھے ہوں گے دکان دار کپڑا نکال کر دکھائے گا،گاہک لینے کے لیے بھاؤ طے کر رہے ہوں گے کہ قیامت برپا ہو جائے گی۔فرمایا وَ لَقَدْ اَهْلَكْنَآ اَشْيَاعَكُمْ۔اشیاع شِيْعَةٌ کی جمع ہے۔اور البتہ تحقیق ہم نے ہلاک کی ہیں تمہاری جیسی جماعتیں۔تمہارے جیسے مجرموں کے گروہ ہم نے پہلے بھی ہلاک کیے ہیں جن کا ذکر تم پہلے پڑھ چکے ہو۔اگر باز نہیں آؤ گے تو تمہارا بھی انھی جیسا حشر ہوگا فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ پس ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا۔یہ قرآن بڑی نصیحت آموز کتاب ہے اس میں بڑی نصیحتیں ہیں اگر دل پتھر ہو جائیں تو اثر قبول نہیں کرتے۔

فرمایا وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ اور ہر وہ چیز جو انھوں نے کی ہے وہ کتابوں میں لکھی ہوئی ہے۔ہر ایک کے عمل لکھے ہوئے ہیں وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ

مُّسۡتَطَرٌ اور ہر چھوٹی چیز اور بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔ اگر کسی نے زبان سے کچھ نہیں بولا اچھائی یا برائی کا آنکھ سے اشارہ کیا ہے تو وہ بھی لکھا ہوا ہے۔ اگر کسی کو آنکھ سے گھور کر دیکھا ہے تو وہ بھی لکھا ہوا ہے۔ قیامت والے دن بندہ جب اپنا نامہ اعمال پڑھے گا تو کہے گا مَالِ هٰذَا الۡكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيۡرَةً وَّلَا كَبِيۡرَةً اِلَّاۤ اَحۡصٰهَا [الکہف:۴۹] ''کیا ہو گیا ہے میرے اس اعمال نامے کو نہیں چھوڑتا یہ کسی چھوٹی چیز کو اور نہ بڑی چیز کو مگر اس نے اسے سنبھال رکھا ہے۔'' لہٰذا قیامت کی تیاری ہر وقت ہونی چاہیے زندگی ایک وہمی چیز ہے اور موت یقینی ہے۔ اسی لیے رب تعالیٰ نے فرمایا ہے وَاعۡبُدۡ رَبَّكَ حَتّٰى يَاۡتِيَكَ الۡيَقِيۡنُ سورۃ الحجر کی آخری آیت ہے، پارہ ۱۴۔ ''اور عبادت کر اپنے رب کی یہاں تک کہ تجھے موت آجائے۔'' یقین کا معنیٰ موت ہے۔ رب تعالیٰ نے موت کا نام یقین رکھا ہے۔

پہلے مجرموں کا حشر سنا ہے اب متقیوں کے متعلق سن لو۔ فرمایا اِنَّ الۡمُتَّقِيۡنَ فِىۡ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ بے شک پرہیز گار باغوں میں ہوں گے اور نہروں میں ہوں گے۔ عرب کے علاقے میں سبزے اور پانی کی بڑی قلت تھی اس لیے ان کے سامنے باغ اور نہر کا ذکر انتہائی اہم تھا فِىۡ مَقۡعَدِ صِدۡقٍ۔ مقعد کا معنیٰ ہے بیٹھنے کی جگہ۔ صدق کا معنیٰ سچائی۔ معنیٰ ہو گا سچی بیٹھک میں۔ ایسی سچائی کی بیٹھک ہو گی کہ اس سے بہتر اور کوئی نہیں ہو گی۔ پھر یہ چیزیں ہوں گی کہاں؟ عِنۡدَ مَلِيۡكٍ مُّقۡتَدِرٍ قدرت والے بادشاہ کے پاس۔ اللہ تعالیٰ تمام مومنین، مومنات کو، مسلمین اور مسلمات کو یہ مقام نصیب فرمائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفسیر

سورۃ الرحمٰن

(مکمل)

جلد............۱۹

آیاتها ۷۸ | ۵۵ سُوْرَةُ الرَّحْمٰنِ مَدَنِيَّةٌ ۹۷ | رکوعاتها ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلرَّحْمٰنُ ۙ﴿۱﴾ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ؕ﴿۲﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۙ﴿۳﴾ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ﴿۴﴾ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۙ﴿۵﴾ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ﴿۶﴾ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۙ﴿۷﴾ اَلَّا تَطْغَوْا فِى الْمِيْزَانِ ﴿۸﴾ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ﴿۹﴾ وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ۙ﴿۱۰﴾ فِيْهَا فَاكِهَةٌ ۙ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ۚ﴿۱۱﴾ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ۚ﴿۱۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۳﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۙ﴿۱۴﴾ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ۚ﴿۱۵﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۶﴾ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ۚ﴿۱۷﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۸﴾ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ۙ﴿۱۹﴾ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ۚ﴿۲۰﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۱﴾ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ۚ﴿۲۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۳﴾ وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِى الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ۚ﴿۲۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۵﴾ ع

اَلرَّحْمٰنُ رحمان وہ ہے عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ جس نے تعلیم دی قرآن کی

خَلَقَ الْاِنْسَانَ اس نے پیدا کیا انسان کو عَلَّمَهُ الْبَيَانَ سکھایا اس کو بولنا

اَلشَّمۡسُ سورج وَالۡقَمَرُ اور چاند بِحُسۡبَانٍ ایک حساب سے چل رہے ہیں وَّالنَّجۡمُ ستارے وَالشَّجَرُ اوردرخت یَسۡجُدٰنِ سجدہ کرتے ہیں وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا اور آسمان کواس نے بلند کیا وَوَضَعَ الۡمِيۡزَانَ اوررکھااس نےترازو اَلَّا تَطۡغَوۡا کہ زیادتی نہ کرو فِى الۡمِيۡزَانِ ترازو میں وَاَقِيۡمُوا الۡوَزۡنَ اورقائم کروترازوکو بِالۡقِسۡطِ انصاف کے ساتھ وَلَا تُخۡسِرُوا الۡمِيۡزَانَ اورنہ کمی کروتولنے میں وَالۡاَرۡضَ وَضَعَهَا اور زمین کورکھااس نے لِلۡاَنَامِ مخلوق کے لیے فِيۡهَا فَاكِهَةٌ اس میں پھل ہیں وَّالنَّخۡلُ اور کھجوریں ہیں ذَاتُ الۡاَكۡمَامِ غلاف چڑھی ہوئی وَالۡحَبُّ اوردانے ذُو الۡعَصۡفِ بھوسےوالے وَالرَّيۡحَانُ اورخوشبو دار پودے ہیں فَبِاَىِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کوجھٹلاؤ گے خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ پیدا کیااس نے انسان کو مِنۡ صَلۡصَالٍ بجنے والی مٹی سے كَالۡفَخَّارِ جیسے ٹھیکری ہوتی ہے وَخَلَقَ الۡجَآنَّ اوراس نے پیدا کیا جنوں کو مِنۡ مَّارِجٍ مِّنۡ نَّارٍ آگ کے شعلے سے فَبِاَىِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کوجھٹلاؤ گے رَبُّ الۡمَشۡرِقَيۡنِ وہ دونوں مشرقوں کارب ہے وَرَبُّ الۡمَغۡرِبَيۡنِ اوردونوں مغربوں کارب ہے فَبِاَىِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کوجھٹلاؤ گے مَرَجَ الۡبَحۡرَيۡنِ چلائے اس نے دو دریا

یَلۡتَقِیٰنِ جو آپس میں مل کر چلتے ہیں بَیۡنَہُمَا بَرۡزَخٌ ان دونوں کے درمیان پردہ ہے لَّا یَبۡغِیٰنِ ایک دوسرے پر زیادتی نہیں کرتے فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے یَخۡرُجُ مِنۡہُمَا نکلتے ہیں دونوں دریاؤں سے اللُّؤۡلُؤُ موتی وَالۡمَرۡجَانُ اور مونگے فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے وَلَہٗ اور اسی کے لیے ہیں الۡجَوَارِ کشتیاں الۡمُنۡشَـٰٔتُ جو چلتی ہیں فِی الۡبَحۡرِ سمندر میں کَالۡاَعۡلَامِ پہاڑوں کی طرح فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

آنحضرت ﷺ کے بڑے معجزوں میں سے ایک چاند کا دو ٹکڑے ہونا ہے جس کا ذکر پہلے سورۃ میں گزر چکا ہے۔ دوسرا بڑا معجزہ قرآن کریم ہے جو قیامت تک محفوظ رہے گا۔ پڑھنے والے پڑھتے رہیں گے اور عمل کرتے رہیں گے۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے کافروں کو چیلنج کیا کہ تم سارے مل کر ایسی کتاب نہیں لا سکتے۔ دس سورتیں ہی اس جیسی لے آؤ۔ آخر میں فرمایا ایک چھوٹی سی سورۃ ہی لے آؤ اور ساتھ ہی فرما دیا کہ تم نہیں لا سکتے۔ تو قرآن بہت بڑا معجزہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلرَّحۡمٰنُ ۔ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ رحمان نے تعلیم دی قرآن کی۔ پہلے آنحضرت ﷺ کو تعلیم دی اللہ تعالیٰ نے پھر آپ ﷺ نے تعلیم دی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تعلیم دی تابعین کو، انھوں نے تبع تابعین کو رحمہم اللہ علیہم۔ اور آج

تک اس کی تعلیم دی جارہی ہے اور قیامت تک دی جاتی رہے گی۔

قرآن کریم بہت بڑی نعمت اور دولت ہے۔ بخاری شریف اور مسلم شریف کی حدیث تم کئی دفعہ سن چکے ہو خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ ''تم میں سے سب سے بہتر آدمی وہ ہے جو قرآن کریم سیکھتا ہے اور سکھاتا ہے۔ قاریوں کو خوش ہونا چاہیے کہ اے اللہ! تیرا شکر ہے کہ تو نے ہمیں پڑھانے کا موقع دیا ہے اور پڑھنے والوں کو خوش ہونا چاہیے کہ تیرا شکر ہے پروردگار! تو نے ہمیں پڑھنے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ اصل اس کی قدر تو آنکھیں بند ہونے کے بعد ہوگی ابھی تو ڈالروں اور نوٹوں کی قدر نظر آتی ہے۔

تو فرمایا رحمان نے تعلیم دی قرآن کی خَلَقَ الْاِنْسَانَ رحمان نے پیدا کیا انسان کو عَلَّمَهُ الْبَیَانَ سکھایا اس کو بولنا۔ اور بھی تو جانور ہیں مگر بول نہیں سکتے۔ طوطے پر بڑی محنت کرو گے تو دو چار لفظ رٹ لے گا۔ باقی جانوروں کو اللہ تعالیٰ نے بڑی لمبی لمبی زبانیں دی ہیں مگر بولنے کی طاقت نہیں دی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں بولنا سکھایا ہے۔ بولنے کی قدر گونگے سے پوچھو اشاروں کے ساتھ سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں جب نہیں سمجھا سکتے یا نہیں سمجھ سکتے تو وہ بڑے پریشان ہوتے ہیں کہ اس نے ہماری بات کیوں نہیں سمجھی، مکے بناتے ہیں۔

تو فرمایا رحمان نے سکھایا ہے اس کو بولنا اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ سورج اور چاند ایک حساب سے چلتے ہیں۔ ان کی جو رفتار رب تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہے مجال ہے کہ اس میں کمی بیشی کر سکیں۔ اپنے حساب سے چلتے ہیں وَالنَّجْمُ۔ نجم کا معنی ستارے بھی کرتے ہیں اور پودے بھی کرتے ہیں جو زمین میں ہوتے ہیں جن کے تنے نہیں ہوتے وَالشَّجَرُ اور درخت یَسْجُدٰنِ سجدہ کرتے ہیں۔ یہ چیزیں جس

طریقے سے سجدہ کرتی ہیں یا اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرتی ہیں اس کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے یا خود یہ چیزیں جانتی ہیں، ان کا عمل ہے۔ مثال کے طور پر صبح کو جب سورج طلوع ہوتا ہے ان چیزوں کا سایہ لمبا ہوتا ہے پھر جوں جوں سورج اوپر چڑھتا ہے ان کا سایہ کم ہوتا جاتا ہے یہی ان کا سجدہ ہے۔ اسی طرح ستارے اور پودے بھی سجدہ کرتے ہیں، درخت سجدہ کرتے ہیں لیکن انسان اور جن مکلف ہو کر بھی اللہ تعالیٰ کے باغی ہیں کہ ابھی تک سوئے ہوئے ہیں وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا اور آسمان کو اس نے بلند کیا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ اور رکھا اس نے ترازو۔ اکثر مفسرین کرام رحمہم اللہ علیہم تو ترازو سے مراد یہی ترازو لیتے ہیں جس سے ہم چیزیں تولتے ہیں لیکن امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میزان سے مراد عقل ہے کہ عقل کے ذریعے کھوٹی کھری چیزوں میں انسان تمیز کر سکتا ہے۔ یہ مطلب بھی صحیح ہے۔

فرمایا أَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ یہ کہ زیادتی نہ کرو ترازو میں یعنی تولنے میں۔ اور اگر عقل مراد ہو تو مطلب ہوگا عقل کے ساتھ چیزوں کو تولو اس کی خلاف ورزی نہ کرو جو چیز عقل کے مطابق ہے وہ کرو اور جو چیز عقل کے مطابق نہیں ہے وہ نہ کرو وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ اور قائم رکھو ترازو کو، درست رکھو ترازو کو انصاف کے ساتھ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ اور نہ کمی کرو تولنے میں۔ یہ حقوق العباد کا مسئلہ ہے اور حقوق العباد بڑا سخت مسئلہ ہے۔

مسئلہ حقوق العباد اور غنیۃ الطالبین کا ایک واقعہ :

کئی دفعہ سن چکے ہو کہ شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے غنیۃ الطالبین میں واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک آدمی بڑا نیک اور پرہیزگار تھا۔ فوت ہونے کے بعد خواب میں کسی دوست کو ملا۔ اُس نے حال پوچھا کہ کیا بنا۔ اِس نے کہا کہ مجھے سزا تو نہیں ہوئی لیکن فرشتے جنت

میں داخل نہیں ہونے دے رہے۔ کہتے ہیں کہ تو نے پڑوسی سے سوئی مانگی تھی لیکن واپس نہیں کر کے آئے۔ جب تک تیرے وارث سوئی واپس نہیں کریں گے تو جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ یہاں کارخانے لوگ کھا جاتے ہیں، مکان اور دکانیں کھا جاتے ہیں پروا ہی نہیں ہے۔ حقوق العباد کو کسی نے سمجھا ہی نہیں ہے خاص طور پر ہمارے اس دور میں۔ یہاں ہر کوئی دوسرے کو کھانے پر لگا ہوا ہے، ناپ تول میں کمی عام ہے۔ دکان دار پیسے کلو کے لے گا لیکن چیز چودہ چھٹانک ہوگی دو چھٹانک گاہک کا حق کھا گیا۔ بھئی! جب تو نے سیر (کلو) کے پیسے لیے ہیں تو پورا کلو دے اس کا حق کیوں مارتا ہے؟

تو فرمایا نہ کمی کرو تولنے میں وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ۔ اَنَـام کا معنیٰ ہے مخلوق۔ اور زمین کو رکھا اس نے مخلوق کے لیے۔ اس میں انسان بھی رہتے ہیں، جنات اور حیوان بھی رہتے ہیں فِيْهَا فَاكِهَةٌ اس میں پھل ہیں مختلف وَالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ۔ اَكْمَام كِمٌّ کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے چھلکا۔ کیلے کا چھلکا، اخروٹ کا چھلکا، پستہ، مغز، بادام کا چھلکا اور کھجوریں ہیں غلاف چڑھی ہوئی وَالْحَبُّ۔ یہ حَبَّةٌ کی جمع ہے جس کا معنیٰ ہے دانہ ذُو الْعَصْفِ اور دانے ہیں بھوسے والے۔ رب تعالیٰ نے دانے پیدا کیے ہیں گندم، مکئی، باجرہ، چاول وغیرہ۔ ان کے ساتھ توڑی (بھوسا) بھی ہوتی ہے جو رب تعالیٰ نے جانوروں کی خوراک بنائی ہے اور مغز تمہارے لیے وَالرَّيْحَانُ۔ مفسرین کرام رحمہم اللہ ریحان کے تین معنیٰ کرتے ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ رزق کا معنیٰ کرتے ہیں کہ رب تعالیٰ نے رزق پیدا کیا ہے۔ لغت کے اعتبار سے یہ معنیٰ بھی صحیح ہے۔ ریحان کا معنیٰ پتے کا بھی کرتے ہیں یہ جو درختوں کے پتے ہوتے ہیں، جانوروں کی خوراک بھی بنتے ہیں اور انسان بھی ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اور ریحان کا معنیٰ

خوش بودار چیزیں بھی کرتے ہیں جیسے نیاز بو وغیرہ بے شمار پھول ہیں جن کی خوش بو سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں۔ یہ بھی رب تعالیٰ نے پیدا کیے ہیں فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پس تم دونوں رب تعالیٰ کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ دونوں سے مراد انسان اور جن ہیں جن کا ذکر آگے آرہا ہے۔ یہ جملہ سورہ رحمٰن میں اکتیس مرتبہ آیا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے جب یہ آیت کریمہ پڑھی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خاموشی کے ساتھ سنی۔ آنحضرت ﷺ نے کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد فرمایا میں نے جب جنات کے سامنے یہ سورۃ پڑھی تھی تو جنات نے جواب میں یہ الفاظ کہے تھے لَا بِشَیْءٍ مِّنْ نِعَمِتِکَ رَبَّنَا نُکَذِّبُ وَلَکَ الْحَمْدُ ''اے ہمارے رب ہم آپ کی کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے اور تعریف آپ ہی کی ہے۔''

آنحضرت ﷺ کا جنات کو تبلیغ کرنا اور مسجد جن :

ایک موقع پر جنات آنحضرت ﷺ کے پاس آئے۔ کہنے لگے حضرت! ہم نے کافی تعداد میں جنات کو اکٹھا کیا ہے آپ ﷺ آکر ان کو تبلیغ کریں۔ یہ دعوت دینے والے مومن جنات تھے۔ آنحضرت ﷺ تشریف لے گئے آپ ﷺ کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تھے۔ جب جلسہ گاہ کے قریب پہنچے تو بعض جنات نے آپ ﷺ کے کان مبارک میں کہا کہ حضرت! آپ اکیلے تشریف لائیں ان کو ساتھ نہ لے کر آئیں۔ ہماری شکلیں علیحدہ ہیں، لباس علیحدہ ہے، بود و باش علیحدہ ہے۔ ترمذی شریف میں روایت ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ارد گرد ایک دائرہ کھینچا اور فرمایا تم نے اس کے اندر رہنا ہے جب تک میں نہ آؤں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اندر وہ نہیں آسکتے تھے باہر میں نہیں جا سکتا تھا مگر عجیب عجیب

ان کے نمونے تھے، عجیب عجیب ان کی حرکتیں تھیں۔تو آنحضرت ﷺ نے ان کو تبلیغ کی۔ آپ ﷺ کی تبلیغ سے متاثر ہو کر کافی جنات مسلمان ہو گئے۔اس جگہ یادگار کے طور پر مسجد تعمیر کی گئی ہے جس کا نام مسجد جن ہے، مکہ مکرمہ میں۔اب وہ شہر کے اندر آ گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو حج کی توفیق عطا فرمائے تو دیکھنا۔احادیث کے مطابق آنحضرت ﷺ چھ مرتبہ جنات کی کانفرنسوں میں تشریف لے گئے ہیں۔تو جب آپ ﷺ نے یہ آیت کریمہ پڑھی تو جنات نے کہا لَا بِشَيْءٍ مِّنْ نِعْمَتِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ وَلَكَ الْحَمْدُ ''ہم آپ کی کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے اے ہمارے پروردگار! اور تعریف تیرے لیے ہی ہے۔'' ہمیں بھی یہی کہنا چاہیے جب یہ آیت کریمہ سنیں۔

فرمایا خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ پیدا کیا اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو بجنے والی مٹی سے كَالْفَخَّارِ جیسے ٹھیکری ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے زمین کے چہرے سے مٹی جمع کی پھر اپنی قدرت کے ہاتھوں سے اس کو گوندھا پھر وہ خشک ہو کر بجنے لگی اس سے انسان کو پیدا فرمایا وَخَلَقَ الْجَآنَّ اور جنات کو پیدا کیا مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ آگ کے شعلے سے۔انسان خاکی ہے جنات ناری ہیں فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں رب تعالیٰ کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے رَبُّ الْمَشْرِقَیْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَیْنِ اللہ تبارک وتعالیٰ دونوں مشرقوں کا رب ہے اور دونوں مغربوں کا رب ہے۔مشرقین سے مراد مشرق الصیف اور مشرق الشتاء ہے۔ گرمیوں میں سورج اس طرف چلا جاتا ہے اور سردیوں میں واپس آ جاتا ہے۔اسی طرح غروب بھی تو گرمیوں کی مشرق اور مغرب مراد ہے اور سردیوں کی مشرق اور مغرب مراد ہے۔اور مشارق کا لفظ بھی آتا ہے تو پھر اس سے مراد روزانہ کا طلوع ہونا ہے۔آج یہاں

سے چڑھا کل وہاں سے چڑھا، درمیان میں کروڑوں میل کا فاصلہ ہوتا ہے لیکن ہم سے چونکہ دور ہے ہم فرق نہیں کر سکتے فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ چلائے اس نے دو دریا جو آپس میں مل کر چلتے ہیں بَیْنَهُمَا بَرْزَخٌ ان دونوں کے درمیان پردہ ہے، آڑ ہے لَّا یَبْغِیٰنِ ایک دوسرے پر زیادتی نہیں کرتے۔ بہت سارے علاقے ہیں جہاں دو دریا ایک میٹھا اور دوسرا کڑوا اکٹھے چلتے ہیں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بیان القرآن میں اور مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فوائد عثمانیہ میں لکھتے ہیں چاٹگام سے ارکان تک دو ندیاں چلتی ہیں ایک کا پانی میٹھا اور دوسری کا کڑوا۔ لیکن آپس میں رلتے ملتے نہیں ہیں۔ حالانکہ پانی سیال ہے لیکن رب تعالیٰ کی قدرت ہے فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے یَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ نکلتے ہیں دونوں دریاؤں سے موتی اور مونگے۔ دونوں قیمتی چیزیں ہیں لوگ ان کے ہار بھی بناتے ہیں اور دوائیاں بھی بناتے ہیں فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے وَلَهُ الْجَوَارِ۔ جوار جاریة کی جمع ہے۔ جاریة کا معنی ہے کشتی، جوار کشتیاں۔ اور اسی کے لیے ہیں کشتیاں الْمُنْشَئٰتُ جو چلتی ہیں اسی کے حکم سے فِی الْبَحْرِ سمندر میں کَالْاَعْلَامِ۔ اعلام عَلَمٌ کی جمع ہے پہاڑ، گھاٹی۔ اگر تم نے کبھی سمندر کا سفر کیا ہے تو دور سے کشتیاں گھاٹیاں نظر آتی ہیں جوں جوں قریب آتی ہیں تو تعین ہوتی ہے کہ کشتی ہے، جہاز ہے۔ معنیٰ ہوگا پہاڑوں کی طرح فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

كُلُّ مَنْ

عَلَيْهَا فَانٍ ﴿۲۶﴾ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿۲۷﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۸﴾ يَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِىْ شَاْنٍ ﴿۲۹﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۰﴾ سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ﴿۳۱﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۲﴾ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴿۳۳﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۴﴾ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ۙ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ﴿۳۵﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۶﴾ فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ﴿۳۷﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۸﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖۤ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ﴿۳۹﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۰﴾ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِىْ وَالْاَقْدَامِ ﴿۴۱﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۲﴾ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِىْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ﴿۴۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۵﴾

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا جو کوئی بھی ہے زمین پر فَانٍ فنا ہونے والا ہے وَّ يَبْقٰى اور باقی رہے گی وَجْهُ رَبِّكَ تیرے رب کی ذات ذُو الْجَلٰلِ جو عظمت والی ہے وَالْاِكْرَامِ اور عزت والی ہے فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے يَسْـَٔلُهٗ

سوال کرتا ہے اس سے مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ جو آسمانوں میں ہے وَالۡاَرۡضِ اور زمین میں ہے کُلَّ یَوۡمٍ ہر دن ھُوَ فِیۡ شَاۡنٍ وہ ایک شان میں ہے فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے سَنَفۡرُغُ لَکُمۡ عن قریب ہم فارغ ہوں گے تمہارے لیے اَیُّہَ الثَّقَلٰنِ اے دو بھاری قافلو فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے یٰمَعۡشَرَ الۡجِنِّ اے جنوں کے گروہ وَالۡاِنۡسِ اور انسانوں کے گروہ اِنِ اسۡتَطَعۡتُمۡ اگر تم طاقت رکھتے ہو اَنۡ تَنۡفُذُوۡا نکل جاؤ مِنۡ اَقۡطَارِ السَّمٰوٰتِ آسمانوں کے کناروں سے وَالۡاَرۡضِ اور زمین کے کناروں سے فَانۡفُذُوۡا پس نکل جاؤ لَا تَنۡفُذُوۡنَ اِلَّا بِسُلۡطٰنٍ نہیں نکل سکتے مگر غلبے کے ساتھ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے یُرۡسَلُ چھوڑے جائیں گے عَلَیۡکُمَا تمہارے اوپر شُوَاظٌ شعلے مِّنۡ نَّارٍ آگ کے وَّ نُحَاسٌ اور دھواں فَلَا تَنۡتَصِرٰنِ پس تم بدلہ نہیں لے سکو گے فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے فَاِذَا انۡشَقَّتِ السَّمَآءُ پس جب پھٹ جائے گا آسمان فَکَانَتۡ وَرۡدَۃً پس ہو جائے گا گلابی کَالدِّھَانِ جیسے تلچھٹ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے فَیَوۡمَئِذٍ پس اس دن لَّا

يُسْئَلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ نہیں سوال کیا جائے گا اس کے گناہ کے بارے میں اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ کسی انسان سے اور نہ کسی جن سے فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ پہچانے جائیں گے مجرم بِسِيْمٰهُمْ اپنی نشانیوں سے فَيُؤْخَذُ پس پکڑا جائے گا ان کو بِالنَّوَاصِيْ پیشانیوں سے وَالْاَقْدَامِ اور قدموں سے فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ یہ ہے وہ جہنم يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ جس کو جھٹلاتے تھے مجرم يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا چکر لگائیں گے جہنم کے درمیان وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ اور کھولتے ہوئے پانی کے درمیان فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

ذوالعقول مخلوقات :

عقل والی مخلوقات تین ہیں۔ پہلے نمبر پر فرشتے ہیں۔ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے عقل مند بنایا ہے لیکن فرشتے مکلّف نہیں ہیں ان میں نافرمانی کا مادہ نہیں ہے وہ فطری طور پر فرماں بردار ہیں۔ جنات کو بھی اللہ تعالیٰ نے عقل دی ہے اور ان میں نیکی بدی کا مادہ ہے اور نیکی بدی کا انہیں اختیار دیا ہے مگر نیکی کرنے اور بدی سے بچنے کا حکم دیا ہے۔ تیسرے نمبر پر اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل مند بنایا ہے نیکی بدی کا اس میں مادہ رکھا ہے اور اس کو حکم دیا ہے کہ نیکی کرے اور بدی سے باز رہے۔ ان دونوں کو اس سورت میں بار بار خطاب کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ جوکوئی بھی ہے زمین پر فنا ہونے والا ہے۔ زمین پر انسان ہیں، جنات ہیں، حیوانات ہیں، نباتات ہیں، جمادات ہیں، سب ختم ہو جائیں گے۔ ان میں سے کوئی شے باقی نہیں رہے گی وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ۔ وَجْهُ کا معنیٰ ذات بھی ہے اور چہرہ بھی ہے۔ اور باقی رہے گی تیرے رب کی ذات ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ جو عظمت اور بزرگی والی ہے فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ يَسْـَٔلُهٗ سوال کرتا ہے رب سے مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں۔ آسمانوں میں فرشتے یا اور جو بھی مخلوق ہے سب کے سب رب سے سوال کرتے ہیں۔ زمین میں انسان ہیں، جنات ہیں اور جتنی مخلوقات ہے سب رب تعالیٰ سے سوال کرتی ہے۔ خوش ہو کر کرے یا ناخوش ہو کر۔

مستدرک حاکم اور مسند احمد میں روایت ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اعلان کیا کہ فلاں میدان میں کالی مٹی پر ہم نے نماز استسقاء پڑھنی ہے۔ دیکھا تو ایک چیونٹی نے آسمان کی طرف ٹانگیں کی ہوئی ہیں اور دعا کر رہی ہے اے پروردگار! ہم بھی تیری مخلوق ہیں بارش نہ ہونے کی وجہ سے تنگی میں ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ساتھیوں سے فرمایا جلدی جلدی گھروں کو پہنچو اللہ تعالیٰ نے چیونٹی کی دعا قبول کر لی ہے ابھی بارش ہوگی۔

تو سب اللہ تعالیٰ سے مانگتے ہیں۔ اکبر الٰہ آبادی مرحوم نے کیا خوب کہا ہے:

اسی سے مانگ جو کچھ مانگنا ہے اے اکبر
یہی وہ در ہے جہاں ذلت نہیں سوال کے بعد

اور حدیث پاک میں آتا ہے مَنْ لَّمْ يَسْـَٔلِ اللّٰهَ يَغْضَبْ ”جو اللہ تعالیٰ سے نہیں

مانگنا اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے۔ اس کو تم اس طرح سمجھو کہ گھر کے افراد اپنے سرپرست سے نہ مانگیں اور محلے والوں سے مانگیں تو اس کو غصہ آئے گا کہ میں بڑا ہوں مجھ سے کیوں نہیں مانگتے محلے والوں سے کیوں مانگتے ہیں؟ بیوی خاوند کے بجائے کسی اور کو کہے کہ مجھے جوتا لے دے، مجھے پراندہ لے دے۔ تو اسے غصہ آئے گا کہ میری بیوی ہو کر دوسروں سے مانگتی ہے۔ اور وہ تو رب ہے اسے بھی غضب آتا ہے کہ میری مخلوق ہو کر مجھ سے کیوں نہیں مانگتی؟ تو فرمایا سوال کرتے ہیں اسی رب سے جو ہیں آسمانوں میں اور جو ہیں زمین میں كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ ہر دن وہ ایک شان میں ہے۔ کسی کو بادشاہ بناتا ہے کسی کو گدا بناتا ہے، کسی کو پیدا کرتا ہے کسی کو مارتا ہے، کسی کو صحت دیتا ہے کسی کو بیمار کرتا ہے، کسی کو عزت دیتا ہے کسی کو ذلیل کرتا ہے۔ ہر روز وہ ایک شان میں ہے فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ سَنَفْرُغُ لَكُمْ أَيُّهَ الثَّقَلَانِ عنقریب ہم فارغ ہوں گے تمہارے لیے اے دو بھاری قافلو! اے دو بھاری چیزو! امام باقر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ثقل کا معنیٰ ہوتا ہے بوجھ کہ انسان کا بوجھ بیل، بھینسے، ہاتھی سے زیادہ نہیں ہوتا اس کو بھاری کیوں کہا؟ جنات تو انسان سے بھی ہلکے ہوتے ہیں۔ امام باقر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان پر جو احکام کا بوجھ ہے اس کی وجہ سے ثَقَلَان فرمایا ہے۔

سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۷۲ پارہ ۲۲ میں ہے إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ "بے شک ہم نے پیش کی امانت عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ آسمانوں اور زمین پر وَالْجِبَالِ اور پہاڑوں پر فَأَبَيْنَ پس انھوں نے انکار کیا أَنْ يَحْمِلْنَهَا کہ اٹھائیں اس کو وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا اور ڈر گئے اس سے وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ اور اٹھالیا اس کو

انسان نے۔’’وہ امانت کا بوجھ اور ذمہ داری ان پر ہے اس لیے ان کو ثَقَلٰن فرمایا۔ فارغ ہونے کے متعلق امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عرب کا مقولہ ہے کہ اس کو کوئی کام نہیں ہوتا تھا اور وہ کہتا تھا سَنفرغُ لَکَ اے اٰخِذُکَ ’’میں تجھے غفلت میں پکڑوں گا حالانکہ وہ اس وقت بھی مصروف نہیں ہے۔‘‘ تو مطلب بنے گا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں تمھیں اچانک پکڑوں گا۔

دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ سَنَفْرُغُ کا معنیٰ ہے سَنَقْصِدُ عن قریب ہم ارادہ کریں گے تمہارے بارے میں اور رتی رتی کا حساب لیں گے فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اے جنوں اور انسانوں کی جماعت اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اگر تم طاقت رکھتے ہو اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کہ نکل جاؤ تم آسمانوں کے کناروں سے اور زمین کے کناروں سے فَانْفُذُوْا پس تم نکل جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے چیلنج کیا ہے کہ تم میری نافرمانی کر کے میری گرفت سے بچ نہیں سکتے کہ میری بادشاہت تو آسمانوں اور زمینوں میں ہے، میری سلطنت سے بھاگ کر دکھاؤ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے خود ہی فرمایا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ نہیں نکل سکتے مگر غلبے کے ساتھ۔ سلطان کا معنیٰ غلبہ، سند، دلیل۔ یہ غلبہ تمہارے پاس موجود نہیں ہے لہٰذا تم اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچ نہیں سکتے۔

دنیا میں تو لوگ ایک ملک چھوڑ کر دوسرے ملک چلے جاتے ہیں جس کی وجہ سے گرفت سے بچ جاتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی سلطنت تو ہر جگہ ہے اس کے سوا کسی کی حکومت ہے ہی نہیں، جاؤ گے کہاں؟ کس کے آسمان کے نیچے جاؤ گے؟ کس کی زمین پر جاؤ گے؟ نہیں جا سکتے فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو

جھٹلاؤ گے یُرْسَلُ عَلَیْکُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ چھوڑے جائیں گے تم پر آگ کے شعلے وَّنُحَاسٌ اور دھواں فَلَا تَنْتَصِرٰنِ پس تم بدلہ نہیں لے سکو گے فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

دیانند سرسوتی کا اعتراض :

ایک بہت بڑا ہندو پنڈت آریہ سماج کا لیڈر تھا دیانند سرسوتی، بڑا منہ پھٹ آدمی تھا۔ اس کی کتاب ہے "ستیارتھ پرکاش" نایاب ہے مگر میرے پاس موجود ہے۔ اس کا چودھواں باب قرآن پاک پر اعتراضات کے بارے میں ہے۔ اس آیت کریمہ پر بھی اس نے اعتراض کیا ہے۔ نقل کفر کفر نہ باشد، العیاذ باللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ ایسا لگتا ہے کہ قرآن کا مصنف جاہل ہے، عقل سے محروم ہے اس کو یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ نعمت کیا ہے غیر نعمت کیا ہے؟ کہتا ہے تم پر آگ کے شعلے پھینکیں جائیں گے اور دھواں چھوڑا جائے گا پھر تم انتقام نہیں لے سکو گے۔ تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ آگ کے شعلے کون سی نعمت ہے اور دھواں کون سی نعمت ہے؟

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم کو انھوں نے تمام اعتراضات کے جواب دیئے ہیں۔ قرآن پاک کے جو اردو ترجمے ہیں ان میں بہترین ترجمہ شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ صاحب کا ہے جو انھوں نے پورے ۴۰ لیس سال میں لکھا۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ الہامی ترجمہ ہے۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اگر قرآن پاک ہندوستان میں نازل ہوتا تو شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ کی زبان میں نازل ہوتا۔ ترجمے کے بعد اس پر مختصر سا حاشیہ بھی لکھا ہے۔ بڑا کھرا اور صاف۔ جب فارغ ہوئے تو انھوں نے اللہ تعالیٰ کا

شکرادا کیا اور یہ شعر پڑھا:

روز قیامت ہر کسے در زیر بغل نامہ عمل
من نیز حاضر می شوم تفسیر قرآں در بغل

" قیامت والے دن ہر ایک کی بغل میں نامہ اعمال ہوگا میں بھی حاضر ہوں گا اور میری بغل میں قرآن کریم کی تفسیر ہوگی۔"

وہ اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے بڑے اختصار کے ساتھ فرماتے ہیں کہ کسی چیز کی خبر دینا کہ آفت ہے اس سے بچ جاؤ یہ بھی نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اگر تم نافرمانی کرو گے تو آگ کے شعلے پڑیں گے دھواں چھوڑا جائے گا۔ تو یہ خبر دینا بھی نعمت ہے۔

فرمایا فَإِذَا انشَقَّتِ السَّمَاءُ پس جب پھٹ جائے گا آسمان فَكَانَتْ وَرْدَةً پس ہو جائے گا گلابی رنگ۔ اب نیلے رنگ کا ہے اس وقت گلابی رنگ میں ہوگا كَالدِّهَانِ جیسے تلچھٹ۔ تیل کے نیچے جو میل کچیل ہوتا ہے اس کو تلچھٹ کہتے ہیں۔ اور دھان کا معنٰی سرخ چمڑے کا بھی کرتے ہیں۔ پھر معنٰی ہوگا کہ یہ آسمان سرخ رنگ کے چمڑے کی طرح ہو جائے گا۔ یہ ساری چیزیں ہم تمھیں وقت سے پہلے بتلا رہے ہیں فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

دفع تعارض بین الآیتین :

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْأَلُ عَن ذَنبِهِ پس اس دن نہیں پوچھا جائے گا اس کے گناہ کے بارے میں إِنسٌ وَلَا جَانٌّ نہ کسی انسان سے اور نہ کسی جن کے بارے میں۔ بہ ظاہر اس آیت کریمہ کا سورہ حجر کی آیت نمبر ۹۲ سے تعارض معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اس میں ہے

فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ”پس تیرے رب کی قسم ہے ہم ان سے ضرور سوال کریں گے۔“ تو ایک میں نفی ہے اور ایک میں اثبات ہے۔

تو مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ جہاں نفی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ معلومات حاصل کرنے کے لیے سوال نہیں ہوگا کہ اس نے نیکی کی ہے یا نہیں، بدی کی ہے یا نہیں۔ وہ علیم بذات الصدور ہے اسے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ اور جہاں اثبات ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ سوال ہوگا کہ میں نے تمھیں فلاں کام سے منع کیا تھا تم نے کیوں کیا؟

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام کو منع فرمایا تھا لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ ”اس درخت کے قریب نہ جانا۔“ جب ان سے لغزش ہوگئی تو فرمایا اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ [الاعراف: ۲۲] ”کیا میں نے تم کو منع نہیں کیا تھا اس درخت سے۔“ تو اس طرح کا سوال ہوگا۔ لہٰذا آپس میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ پہچانے جائیں گے مجرم بِسِيْمٰهُمْ اپنی نشانیوں سے۔ وہ نشانیاں کیا ہوں گی؟ چوتھے پارے میں ہے يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ [آل عمران: ۱۰۶] ”جس دن کئی چہرے سفید ہوں گے اور کئی چہرے سیاہ ہوں گے۔“ اہل سنت والجماعت کے چہرے سفید ہوں گے اور اہل بدعت اور ھوا کے سیاہ ہوں گے۔ جیسا کہ اس کی تفسیر میں ابن عمر رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ مرفوع روایت نقل فرماتے ہیں۔

تو فرمایا نشانیوں سے پہچانے جائیں گے فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ پس پکڑا جائے گا اس کو پیشانیوں سے اور قدموں سے۔ جیسے دنبے کو قصائی گراتا ہے ایسے ہی پیشانی کے بالوں اور پاؤں سے پکڑ کر دوزخ میں گرایا جائے گا فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

تُکَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ رب تعالیٰ تمھیں ہر وقت آگاہ کر رہا ہے هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ یہ ہے وہ جہنم یُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ جس کو مجرم جھٹلاتے تھے جس میں تم پہنچ چکے ہو یَطُوْفُوْنَ بَیْنَهَا وَبَیْنَ حَمِیْمٍ اٰنٍ چکر لگائیں گے، پھریں گے دوزخ کے درمیان اور گرم پانی کے درمیان۔ اٰن کا معنٰی ہے کھولتا ہوا، ابلتا ہوا پانی۔ کبھی گرم پانی میں ہوں گے اور کبھی آگ میں ہوں گے اور کبھی زمہریر جو ٹھنڈا طبقہ ہے اس میں پھینک دیئے جائیں گے۔ روئیں گے، چیخیں گے مگر عذاب سے چھٹکارا نہیں ہوگا۔ اے مجرمو! ہم تمھیں ابھی بتلا رہے ہیں فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

وَلِمَنْ خَافَ

مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿۴۶﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۷﴾ ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ﴿۴۸﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۹﴾ فِیْهِمَا عَیْنٰنِ تَجْرِیٰنِ ﴿۵۰﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۱﴾ فِیْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ﴿۵۲﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۳﴾ مُتَّكِـئِیْنَ عَلٰى فُرُشٍۭ بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ؕ وَجَنَا الْجَنَّتَیْنِ دَانٍ ﴿۵۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۵﴾ فِیْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۙ لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿۵۶﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۷﴾ كَاَنَّهُنَّ الْیَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ ﴿۵۸﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۹﴾ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ﴿۶۰﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۱﴾

وَلِمَنْ اور اس شخص کے لیے خَافَ جو ڈرا مَقَامَ رَبِّهٖ اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے جَنَّتٰنِ دو باغ ہوں گے فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ دو باغ گھنی شاخوں والے ہوں گے فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے فِیْهِمَا عَیْنٰنِ ان دونوں باغوں میں دو چشمے ہوں گے تَجْرِیٰنِ جاری ہوں گے فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے

فِيْهِمَا ان دونوں باغوں میں مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ ہر قسم کے پھل ہوں گے زَوْجٰنِ جوڑے جوڑے فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے مُتَّكِئِيْنَ ٹیک لگائے ہوئے ہوں گے عَلٰى فُرُشٍ بستروں پر بَطَآئِنُهَا جن کے استر مِنْ اِسْتَبْرَقٍ موٹے ریشم کے ہوں گے وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ اور پھل دونوں باغوں کا قریب ہوگا فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے فِيْهِنَّ ان باغوں میں قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ نیچی نگاہ والی عورتیں ہوں گی لَمْ يَطْمِثْهُنَّ نہیں ہاتھ لگایا ان کو اِنْسٌ قَبْلَهُمْ کسی انسان نے ان سے پہلے وَلَا جَآنٌّ اور نہ کسی جن نے فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ گویا کہ وہ موتی ہیں وَالْمَرْجَانُ اور مرجان ہیں فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ نہیں ہے بدلہ نیکی کا اِلَّا الْاِحْسَانُ مگر نیکی فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

ربط آیات :

اس سے پہلے رکوع میں مجرموں کے بارے میں ذکر تھا کہ انہیں پیشانیوں اور قدموں سے پکڑ کر دوزخ میں پھینکا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ وہ دوزخ ہے جس کو تم

جھٹلاتے تھے۔ اب اس کے مدمقابل نیکوں کا ذکر ہے کہ ان کی کیسی عزت ہوگی؟ فرمایا
وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ اور اس شخص کے لیے جو ڈرا اپنے رب کے سامنے کھڑا
ہونے سے دو باغ ہوں گے۔ جو شخص یقین رکھتا ہے کہ قیامت آئے گی، اللہ تعالیٰ کی سچی
عدالت قائم ہوگی اور میں رب کے سامنے کھڑا ہوں گا اور رب تعالیٰ مجھ سے پوچھے گا۔
ظاہر بات ہے ایسا آدمی جو نیکی کرے گا اور برائی سے بچے گا، زندگی اللہ تعالیٰ کی اطاعت
میں گزارے گا۔ تو ایسے لوگوں کے لیے دو باغ ہوں گے۔ ان باغوں کی وسعت اور فراخی
آج ہمارے تصور میں بھی نہیں آسکتی۔ اللہ تعالیٰ کا خوف جس آدمی کے دل میں ہوتا ہے وہ
قدم بڑے احتیاط کے ساتھ رکھتا ہے۔

قصہ اصحاب الغار :

بخاری شریف کی ایک طویل حدیث کا خلاصہ عرض کرتا ہوں۔ تین آدمی سفر میں
شریک تھے کہ زور کی بارش ہونے لگی تو ان تینوں نے بارش سے بچنے کے لیے ایک پہاڑ
کے غار میں پناہ لی۔ بارش کی وجہ سے اوپر سے ایک چٹان گری جس سے غار کا منہ بند ہو
گیا۔ چٹان اتنی وزنی تھی کہ یہ اس کو ہلا نہیں سکتے تھے۔ تینوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ
عالم الاسباب میں ہماری کوئی مدد نہیں کرسکتا اس وقت رب تعالیٰ ہی نے مدد کرنی ہے۔ لہٰذا
تم اپنے نیک اور خالص عملوں کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو شاید رب تعالیٰ قبول
کرلے اور اس چٹان کو ہٹا دے۔ کیونکہ اچھے کاموں کی برکت سے بھی اللہ تعالیٰ دعائیں
قبول کرتا ہے۔

تو ان میں سے ایک نے کہا: اے پروردگار! میرے ماں باپ بہت بوڑھے ہو
چکے تھے اور میرے بچے چھوٹے تھے، میں بکریاں چراتا تھا۔ جب ریوڑ واپس لے کر

آتا تو دودھ نکال کر پہلے اپنے ماں باپ کو پلاتا پھر اپنے بچے کو پلاتا۔ ایک دن مجھے درختوں کے پتے لینے کے لیے دور جانا پڑا اور میں اتنی دیر سے واپس آیا کہ ماں باپ سو چکے تھے۔ میں نے حسب دستور دودھ دوہا، والدین کے حصہ کا دودھ لے کر میں ان کے سرہانے کھڑا ہوگیا۔ تو وہ دونوں چوں کہ سو چکے تھے میں نے انہیں جگانا مناسب نہ سمجھا۔ اور یہ بھی مناسب نہ سمجھا کہ بغیر ان کے پلائے بچوں سے ابتدا کروں۔ میرے بچے میرے پاس آکر (بلبلاتے رہے) دودھ مانگتے رہے مگر میں نے کہا کہ پہلے ماں باپ کو پلاؤں گا پھر تمھیں پلاؤں گا۔ میں ساری رات دودھ کا پیالہ ہاتھ میں لیے کھڑا رہا یہاں تک کہ جب وہ سحری کے وقت اٹھے تو میں نے ان کو دودھ پلایا پھر اپنے بچوں کو پلایا۔

اے پروردگار! میں نے یہ عمل، یہ کام صرف تیری رضا کے لیے کیا ہے۔ اگر میرا یہ عمل تیرے ہاں مقبول ہے تو اے پروردگار! اس چٹان کو ہٹا دے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے وہ چٹان تھوڑی سی ہٹادی۔

اور دوسرے نے کہا: اے پروردگار! میری چچا زاد بہن بڑی خوب صورت تھی۔ میں اس سے بہت محبت کرتا تھا میں نے اس کو نفس کی خواہش کے لیے بلایا۔ اس نے کہا کہ سو دینار لاؤ پھر بات بنے گی۔ میں نے ایک سال میں دینار کمائے۔ ایک روایت میں ایک سو بیس دینار کا بھی ذکر آتا ہے۔ میں نے دینار لاکر اس کو دے دیے اس شرط پر کہ اپنے آپ کو میرے حوالے کردے اور میری مراد پوری کردے۔ ہم آمنے سامنے ہو گئے۔ عین برائی کا موقع تھا کہ اس نے کہا اتق اللہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ناحق اس مہر کو مت توڑ یہ تیرے لیے حلال نہیں۔ میں اس سے ہٹ گیا اور دینار بھی واپس نہ لیے اور گناہ

سے باز آ گیا۔ اچھا ہوا کہ تو نے بروقت سمجھا دیا۔ میری توبہ آج کا کوئی درندہ ہوتا تو کبھی معاف نہ کرتا اور کہتا کہ میں نے پورا سال مزدوری کر کے یہ پیسے کمائے ہیں اب عین موقع پر مجھے ٹرخاتی ہے۔ مگر اچھا زمانہ تھا وہ اللہ تعالیٰ سے ڈر گیا۔ اے پروردگار! تیرے ڈر اور خوف کی وجہ سے میں نے گناہ چھوڑ دیا تھا اگر آپ کے نزدیک میرا یہ عمل قبول ہے تو اس چٹان کو ہٹا دے۔ چنانچہ وہ چٹان تھوڑی سی اور ہٹ گئی لیکن نکلنے کے قابل ابھی راستہ نہ ہو سکا۔

تیسرے نے کہا اے پروردگار! میں نے مزدوری پر مزدور لگائے تھے باقی مزدوروں کو میں نے مزدوری دے دی لیکن ایک مزدور بگڑ گیا کہ مزدوری تھوڑی ہے۔ میں نے کہا جو میں نے تیرے ساتھ طے کیا تھا وہ تجھے دے رہا ہوں۔ کہنے لگا میں نے نہیں لینا اور اپنی مزدوری چھوڑ کر چلا گیا۔ میں نے اس کو جو چاول باجرا دینا تھا اپنے خادموں کو کہا کہ اس کو زمین میں کاشت کرو (اس کی مزدوری کو زراعت پر لگا دیا)۔ دو تین سال کی پیداوار سے کافی آمدنی ہوئی۔ میں نے اس سے جانور خریدے۔ کئی سالوں کے بعد وہ آیا اور اپنی مزدوری مانگی کہ میرا حق مجھے دے۔ میں نے اس سے کہا کہ یہ جتنے بیل، بکریاں اور اونٹ وغیرہ ہیں، یہ سب تیرے ہیں لے جا۔ اس نے کہا میرے ساتھ مذاق نہ کرو میری مزدوری تو دو چار سیر چاول، باجرا تھے۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ گواہ ہے میں نے تیری مزدوری کو فالتو زمین میں کاشت کیا اس سے جو آمدنی ہوئی اس سے یہ بیل، اونٹ، بکریاں خریدیں۔ یہ سب کچھ تیرا ہے۔ وہ سب کچھ لے گیا۔

اے پروردگار! اگر میں نے یہ آپ کی رضا کے لیے کیا تھا اور میرا یہ عمل تیرے ہاں مقبول ہے تو اس چٹان کو اور ہٹا دے تاکہ ہم نکل سکیں۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ

رب تعالیٰ نے چٹان ہٹادی اور وہ سب باہر آ گئے۔آج کا زمانہ ہوتا تو کہتا نہیں لیتا تو نہ لے۔ہم خود استعمال کرلیں گے۔مگر خدا خوفی کا زمانہ تھا اس نے اس کے ساتھ نیکی کی۔ جوں جوں قیامت قریب آئے گی خدا خوفی ختم ہوتی جائے گی اور ایسے حالات پیدا ہوں گے کہ قبر کے پاس سے گزرنے والا آدمی کہے گا کاش کہ میں مر چکا ہوتا اور یہ قبر میری ہوتی۔ان تکلیفوں سے میری جان چھوٹ جاتی۔

تو فرمایا اور اس شخص کے لیے جو ڈرا اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے دو باغ ہوں گے۔حدیث پاک میں آتا ہے کہ ان باغوں میں جو مکان اور کوٹھیاں ہوں گی ان کی دیواریں، دروازے، کرسیاں، برتن سب کچھ سونے کا ہوگا فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ دو باغ گھنی شاخوں والے ہوں گے۔ افنان، فَنَنْ کی جمع ہے معنٰی ہے شاخ، ٹہنی، اور ذواتا تثنیہ ہے ذات کی۔بڑی ٹہنیوں اور شاخوں والے باغ ہوں گے۔کیونکہ جن درختوں کی ٹہنیاں نہ ہوں ان کی بھی رونق نہیں ہوتی فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ فِیْهِمَا عَیْنٰنِ تَجْرِیٰنِ ان دونوں باغوں میں دو چشمے جاری ہوں گے۔باغوں کی رونق پانی سے ہے فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ فِیْهِمَا مِنْ کُلِّ فَاکِهَةٍ زَوْجٰنِ ان دو باغوں میں ہر قسم کے پھل ہوں گے جوڑے جوڑے۔ذائقہ مختلف، رنگ مختلف۔ سفید بھی، سرخ بھی، تازہ بھی، خشک بھی۔آم، کنو وغیرہ تر اور پستہ، مغز، بادام، چلغوزے وغیرہ خشک ہوتے ہیں۔پھر ہر قسم کی دو دو قسمیں ہوں گی۔پھر ان باغوں کی یہ خصوصیت ہوگی کہ نہ ختم ہوں گے نہ ممنوع ہوں گے جس طرح چاہو اور جہاں سے چاہو کھاؤ۔

تو فرمایا ہر قسم کے پھل جوڑے جوڑے ہوں گے فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ مُتَّکِئِیۡنَ عَلٰی فُرُشٍۭ ٹیک لگائے ہوئے ہوں گے اپنے بستروں پر بَطَآئِنُہَا مِنۡ اِسۡتَبۡرَقٍ۔ بطائن بِطَانَۃٌ کی جمع ہے کوٹ کے استر کو کہتے ہیں، اندرونی حصہ۔ اور اِسۡتَبۡرَق اِسۡتَبۡرَقَۃٌ کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے موٹا ریشم۔ استر ان کے موٹے ریشم کے ہوں گے وَجَنَا۔ جنا کا معنیٰ پھل جو چنا جاتا ہے الۡجَنَّتَیۡنِ دَانٍ۔ دان کا معنیٰ قریب دنو سے۔ دنیا کو بھی دنیا اسی لیے کہتے ہیں کہ یہ قریب ہی ختم ہونے والی ہے۔ اور پھل ان دونوں باغوں کے قریب ہوں گے۔ پھل توڑنے کے لیے اٹھنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ جب دل میں کسی پھل کے کھانے کی خواہش ہوگی وہ رب تعالیٰ کے حکم سے خود بہ خود اس کے قریب آ جائے گا۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مقام پر فرمایا ہے کہ جنت کیا ہوگی ایک چھوٹی خدائی ہوگی۔ جیسے رب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو وہ فوراً ہو جاتی ہے ایسے ہی بندہ جو ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو پورا فرما دیں گے فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے فِیۡہِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرۡفِ ان باغوں میں نیچی نگاہ والی عورتیں ہوں گی لَمۡ یَطۡمِثۡہُنَّ اِنۡسٌ نہیں چھوا ان کو کسی انسان نے نہیں ہاتھ لگایا ان کو کسی انسان نے قَبۡلَہُمۡ ان سے پہلے وَلَا جَآنٌّ اور نہ کسی جن نے ان کو ہاتھ لگایا ان سے پہلے۔ یہ جنت کی حوریں کستوری، عنبر، کافور اور زعفران سے پیدا کی گئی ہیں۔ ہر ہر جنتی کو اللہ تعالیٰ دو دو حوریں عطا فرمائے گا اور دنیا کی بیویاں الگ ہوں گی۔ اور یہ دنیا کی بیویاں حوروں کی سردار ہوں گی۔

مودودی صاحب کی تفسیری غلطیاں :

حوریں خا کی مخلوق نہیں ہیں۔ مودودی صاحب تفہیم القرآن میں لکھتے ہیں کہ ’’حوریں کافروں کی، یہودیوں، عیسائیوں، ہندوؤں اور سکھوں کی وہ لڑکیاں ہیں جو بالغ ہونے سے پہلے مرگئیں۔‘‘ ان کا یہ نظریہ بالکل غلط ہے۔ اور مودودی صاحب نے اور بھی بڑی غلطیاں کی ہیں۔ حالانکہ احادیث میں آتا ہے کہ حوریں کستوری سے پیدا ہوئی ہیں، کچھ زعفران سے کچھ کافور اور کچھ عنبر سے۔ تو مودودی صاحب کا نظریہ احادیث کے بالکل خلاف ہے۔ جب علماء حق نے تعاقب کیا تو کہنے لگا کہ یہ علماء میرے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ علمائے حق ویسے ہی نہیں اس کے پیچھے پڑے ہوئے، غلطیاں کی ہیں تو پیچھے پڑے ہیں۔ تو حوریں خا کی مخلوق نہیں ہیں۔

کافروں کی نابالغ اولاد جو فوت ہوئی ہے وہ کدھر جائے گی؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا موقف ہے وہ فرماتے ہیں رب تعالیٰ جہاں چاہے گا بھیج دے گا جنت میں یا دوزخ میں ہمیں کوئی علم نہیں ہے۔ اور وہ بخاری شریف کی روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کافروں کے نابالغ بچوں کے بارے میں جو فوت ہوگئے ہیں کہاں جائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا عَامِلِيْنَ ’’یہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ انھوں نے بڑے ہوکر کیا کرنا تھا۔‘‘ ایک گروہ کہتا ہے کہ جنت میں جائیں گے اور جنتیوں کے خادم ہوں گے اطفال المشرکین خدمُ اهل الجنة ۔ اور علماء کا ایک گروہ کہتا ہے کہ دوزخ میں جائیں گے۔ اس میں علماء کا کافی اختلاف ہے۔ لیکن حوریں کافروں کی لڑکیاں یقیناً نہیں ہیں۔ مودودی صاحب سے جب پوچھا گیا کہ تم کہتے ہو کہ حوریں کافروں کی لڑکیاں ہیں اس پر تم کوئی روایت

پیش کر سکتے ہو جب کہ سلف صالحین کہتے ہیں کہ وہ وہاں کی مخلوق ہے؟ مودودی صاحب نے جواب دیا کہ سلف صالحین کا بھی قیاس ہے اور میرا بھی قیاس ہے۔ (حضرت نے ہنستے ہوئے فرمایا کہ) مودودی صاحب کا یہ جواب بالکل غلط ہے۔ کیونکہ سلف صالحین کا قیاس نہیں ہے بلکہ انھوں نے احادیث پیش کی ہیں۔

میرا ایک چھوٹا سا رسالہ ہے مودودی صاحب کے چند غلط فتوے۔ اس میں مَیں نے پوری تفصیل بیان کی ہے، وہ لے کر پڑھو۔ لیکن افسوس ہے کہ گکھڑ والوں کو پڑھنے کا شوق نہیں ہے۔

الغرض حوریں وہاں کی مخلوق ہیں فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ نیچی نگاہ والیاں ہوں گی کا ایک مفہوم یہ بیان کرتے ہیں کہ شرم وحیا والیاں ہوں گی۔ اور یہ معنٰی بھی کرتے ہیں قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عَلٰی اَزْوَاجِهِنَّ ان کی نگاہیں اپنے خاوندوں پر بند ہوں گی، ان پر نگاہیں ٹکی ہوں گی۔ اِدھر اُدھر نگاہ نہیں اٹھائیں گی كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ گویا کہ وہ موتی اور مونگے ہیں۔ ان کی رنگتیں موتیوں اور مونگوں کی طرح صاف ہوں گی فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ نہیں ہے نیکی کا بدلہ مگر نیکی۔ انھوں نے دنیا میں نیکیاں کیں، نمازیں پڑھیں، روزے رکھے، قرآن شریف پڑھا، امر بالمعروف نہی عن المنکر کیا، اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا، صدقہ خیرات کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کا اچھا بدلہ دیا۔ اللہ تعالیٰ یہ خوشیاں سب کو نصیب فرمائے فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے اے انسانوں اور جنوں کے گروہ!

وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ﴿۶۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۳﴾ مُدْهَآمَّتٰنِ ﴿۶۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۵﴾ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ﴿۶۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۷﴾ فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ﴿۶۸﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۹﴾ فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ﴿۷۰﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۱﴾ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ ﴿۷۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۳﴾ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿۷۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۵﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ﴿۷۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۷﴾ تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿۷۸﴾ ع ۱۳

وَمِنْ دُوْنِهِمَا اور ان دو باغوں کے علاوہ جَنَّتٰنِ دو باغ اور ہوں گے فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے مُدْهَآمَّتٰنِ وہ دو باغ گہرے سبز ہوں گے فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے فِيْهِمَا ان دو باغوں میں عَيْنٰنِ دو چشمے ہوں گے نَضَّاخَتٰنِ ابلتے ہوئے فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ . پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ ان دونوں باغوں میں پھل ہوں گے وَّنَخْلٌ کھجوریں ہوں گی وَّرُمَّانٌ اور انار ہوں گے فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ

پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے فِيهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ان باغوں میں اچھی خصلت والی خوب صورت عورتیں ہوں گی فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ حوریں جو بند ہوں گی فِي الْخِيَامِ خیموں میں فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے لَمْ يَطْمِثْهُنَّ نہیں ہاتھ لگایا ان کو اِنْسٌ قَبْلَهُمْ کسی انسان نے ان سے پہلے وَلَا جَاۗنٌّ اور نہ کسی جن نے فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے مُتَّكِــِٕيْنَ ٹیک لگائے ہوئے ہوں گے عَلٰي رَفْرَفٍ گاؤ تکیے پر خُضْرٍ جو سبز رنگ کے ہوں گے وَّعَبْقَرِيٍّ اور قالین ہوں گے حِسَانٍ بہت عمدہ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ بڑی برکت والا ہے نام آپ کے رب کا ذِي الْجَلٰلِ جو بزرگی والا ہے وَالْاِكْرَامِ اور عزت دینے والا ہے۔

پہلے بھی بیان ہو چکا ہے کہ عقل مند مخلوقات تین ہیں۔ ایک فرشتے، دوسرے جنات اور تیسرے انسان۔ فرشتے تو معصوم ہیں ان میں نیکی اور بدی کا مادہ نہیں ہے نہ وہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں اور نہ ان میں جنسی خواہشات ہیں۔ جنات کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے آدم سے دو ہزار سال پہلے پیدا کیا اور زمین کی بادشاہی ان کے حوالے کی۔ انھوں نے وہ کچھ کیا جو کچھ آج انسان کر رہے ہیں۔ اس کے بیان کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ سب

کچھ تمہارے سامنے ہے اخبارات میں تم پڑھتے رہتے ہو۔اس سے اندازہ لگاؤ کہ جنات کی حکومت کا کیا انجام ہوا ہوگا اور انھوں نے کتنا فتنہ وفساد برپا کیا ہوگا۔ کیونکہ ان میں شر کا مادہ انسان سے کہیں زیادہ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے خلافت ارضی آدم علیہ السلام کو دی۔ انھوں نے ایک ہزار سال حکمرانی کی اور ان کی نسل در نسل میں حکمرانی چلتی آئی۔ آدم علیہ السلام کی موجودگی میں ان کے بیٹے قابیل نے ہابیل رحمہ اللہ تعالیٰ کو شہید کر دیا۔ تو فتنہ وفساد تو تھا مگر جنات سے کم تھا۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے اکتیس (۳۱) مرتبہ خطاب کر کے فرمایا ہے کہ تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ رب تعالیٰ نے تمہارے لیے زمین بنائی، آسمان بنایا، پھل میوے، اناج، تمہارے لیے پیدا فرمائے۔ ساتھ ہی جہنم کا نقشہ بھی سامنے رکھا کہ اگر ناشکری کرو گے تو دوزخ میں جلو گے، تھوہر کا درخت کھاؤ گے، زخموں کی پیپ پیو گے، آگ کے شعلے اور دھواں تمھیں اپنی لپیٹ میں لے گا اور جو آدمی اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اس کے لیے دو باغ ہوں گے۔ ان باغوں کی وسعت کو ہم نہیں سمجھ سکتے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ان باغوں میں جو محل ہوں گے ان کی دیواریں، چھتیں سونے کی ہوں گی۔ وہاں کرسیاں اور برتن بھی سونے کے ہوں گے۔ اگلی سورت میں آئے گا کہ تین گروہ ہوں گے۔ اصحاب الیمین اور اصحاب الشمال اور السابقون الاولون اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ۔ مقربین کی اکثریت بغیر حساب وکتاب کے جنت میں جائے گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں سے ستر ہزار بغیر حساب وکتاب کے جنت میں جائیں گے اور ان ستر ہزار میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک ایک ہزار ہوگا۔ یہ بڑی تعداد بنتی ہے، جمع کرلو۔ ان شاء اللہ خیر

سلاً ہے۔ اصحاب الیمین جن کو نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں ملے گا ان کا ذکر ہے کہ ان کے لیے کیا ہوگا۔

فرمایا وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ اور ان دو باغوں کے علاوہ اور دو باغ ہیں فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے مُدْهَآمَّتٰنِ وہ دونوں باغ گہرے سبز ہوں گے۔ حضرت شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ مُدْهَآمَّتٰنِ کا ترجمہ کرتے ہیں گہرے سبز جیسے سیاہ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ان دو باغوں میں دو چشمے ہوں گے ابلتے ہوئے۔ جوش مار رہے ہوں گے، چشموں سے پانی جوش سے نکل رہا ہوگا فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

پہلے یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے یہ سورت تلاوت کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خاموشی کے ساتھ سنی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جنات نے مجھے اپنی کانفرنس میں بلایا تھا ان کے سامنے میں نے یہ سورۃ پڑھی۔ جب میں نے یہ آیت پڑھی فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ تو جنات نے کہا لَا بِشَيْءٍ مِّنْ نِعْمَتِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ وَلَكَ الْحَمْدُ ”اے ہمارے پروردگار! ہم آپ کی کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے اور حمد تیرے ہی لیے ہے۔“ فرمایا فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ ان دونوں باغوں میں پھل ہوں گے وَّنَخْلٌ کھجوریں ہوں گی وَّرُمَّانٌ اور انار ہوں گے فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ کھجوروں کی بے شمار قسمیں ہیں۔ مؤرخین کہتے ہیں کہ خیبر میں تقریباً دس ہزار قسم کی کھجوریں ہیں۔

آنحضرت ﷺ کے سامنے ایک صحابی نے خیبر کی لمبی لمبی کھجوریں پیش کیں تو آپ نے تعجب سے فرمایا اَکُلُّ تَمَرِ خَیْبَرَ ھٰکَذَا ''کیا خیبر کی سب کھجوریں ایسی ہوتی ہیں۔'' کہنے لگا نہیں حضرت! یہ اعلیٰ قسم کی کھجور ہے اس میں گٹھلی برائے نام ہوتی ہے ہم جس کو تحفہ بھیجتے ہیں تو یہ کھجور بھیجتے ہیں۔ باوجود اس کے آنحضرت ﷺ عرب میں پیدا ہوئے مگر اس سے پہلے یہ کھجور نہیں دیکھی تھی۔ اور اناروں کی بھی بے شمار اقسام ہوں گی۔ اور یاد رکھنا! یہ کھجوریں اور انار وہاں نہیں ہیں تم نے یہاں سے ساتھ لے کر جانا ہے۔ یہ ہمارے اعمال ہی وہاں کے باغات ہیں، پھل اور میوے ہیں۔ ایک دفعہ الحمدللہ! پڑھنے سے ایک درخت لگ جاتا ہے، سبحان اللہ! کہا ایک درخت لگ گیا، اللہ اکبر! کہا ایک درخت لگ گیا۔

معراج والی رات آنحضرت ﷺ کی جہاں اور پیغمبروں کے ساتھ ملاقات ہوئی وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ بھی ملاقات ہوئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اِقراء مِنّی اُمّتَکَ السَّلَامَ ''اے محمد! اپنی امت کو میری طرف سے سلام کہہ دینا علیه و علی نبینا و علی جمیع الانبیاء الصلوات و التسلیمات اور ان کو میرا یہ پیغام دے دینا کہ جنت کی زمین طَیِّبَۃٌ تربۃٌ بڑی عمدہ اور زرخیز زمین ہے وعذبۃ الماء اور پانی بڑا میٹھا ہے لیکن قیعان سفید میدان ہے۔ اس کے لیے درخت وہاں سے ساتھ لے کر آنے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ قرآن کریم وہاں حوض کوثر کی شکل میں ہوگا۔ جو اس کو پڑھے گا اس پر عمل کرے گا اس کو حوض کوثر کا پانی پینا نصیب ہوگا۔ اور جس نے نہیں پڑھا اور نہیں سمجھا اسے فرشتے دھکے مار کر دور لے جائیں گے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ کچھ لوگ حوض کوثر کی طرف آرہے ہوں گے فرشتے ان کو

دھکے مار کر پیچھے ہٹا رہے ہوں گے۔ میں کہوں گا اُصَیْحَابِی اُصَیْحَابِی میرے امتی معلوم ہوتے ہیں۔ پوچھا گیا حضرت کیسے پہچانو گے؟ فرمایا وضو والی جگہیں چمکیں گی سچوں کی چمک زیادہ ہوگی اور جھوٹوں کی چمک تھوڑی ہوگی میں اس چمک سے پہچان لوں گا فیقول الرب تبارك وتعالٰی بخاری شریف کی روایت ہے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اِنَّكَ لَاتَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ ''آپ نہیں جانتے ان لوگوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعتیں گھڑی تھیں فَاَقُوْلُ سُحْقًا سُحْقًا میں فرشتوں کو کہوں گا دفع کرو ان کو میری نگاہوں سے دور کردو۔ اہل بدعت کو حوض کوثر سے پانی پینا نصیب نہیں ہوگا۔

فرمایا فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ - خَیْرَات خِیْرَةٌ کی جمع ہے اور حِسَان حَسِیْنَةٌ کی جمع ہے۔ ان جنتوں میں اچھی خصلت والی خوب صورت عورتیں ہوں گی۔ شکل کے لحاظ سے بھی خوب صورت ہوں گی اور اخلاق کے اعتبار سے بھی خوب صورت ہوں گی۔ خوب صورت بھی ہوں گی اور خوب سیرت بھی ہوں گی فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ - خِیَام خَیْمَةٌ کی جمع ہے۔ حوریں جو بند ہوں گی خیموں میں۔

بخاری شریف میں ہے خیمے موتیوں کے ہوں گے۔ موتی اندر سے کھوکھلے ہوں گے اور وہ مکان ساٹھ ساٹھ میل پر پھیلا ہوا ہوگا۔ اور جو کم از کم مکان ہوگا یعنی چھوٹے سے چھوٹا وہ تین فرسخ کا ہوگا۔ ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے۔ گویا کہ چھوٹی کوٹھی نو میل کی ہوگی۔ ان میں کمرے ہوں گے اور ہر ہر کمرے میں ہر شے ہوگی۔ کسی شے کو کہیں اٹھا کر لے جانے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ دنیا والی بیویاں بھی ساتھ ہوں گی اور یہ حوروں کی سردار ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ان کو حسن بھی زیادہ دے گا۔ حوریں کہیں گی کہ ہم کستوری، عنبر،

کافور اور زعفران سے پیدا ہوئی ہیں لیکن تم خاکی ہو کر ہم سے درجہ لے گئی ہو؟ یہ کہیں گی کہ ہم نمازیں پڑھتی تھیں، روزے رکھتی تھیں، گرمی، سردی میں وضو کرتی تھیں اس وجہ سے ہمارا درجہ بلند ہوا ہے فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ نہیں ہاتھ لگایا ان کو کسی انسان نے ان سے پہلے وَلَا جَآنٌّ اور نہ کسی جن نے ہاتھ لگایا ہے فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے مُتَّکِـِٕیْنَ عَلٰی رَفْرَفٍ۔ رفـرف رَفْرَفَةٌ کی جمع ہے بمعنٰی گاؤ تکیہ خُضْرٍ خضراء کی جمع ہے جس کا معنٰی ہے سبز۔ معنٰی ہوگا ٹیک لگائے ہوئے ہوں گے سبز رنگ کے تکیوں پر۔

عرب کا علاقہ خشک ہے عربیوں کو سبز رنگ بڑا مرغوب ہے (اس رنگ کو بڑا پسند کرتے ہیں) کیونکہ وہاں ہریالی بہت کم ہے۔ اسی لیے آنحضرت ﷺ کے روضہ اقدس کو بھی سبز رنگ کیا ہے۔ فرمایا وَّعَبْقَرِیٍّ حِسَانٍ اور قالین ہوں گے بہت عمدہ۔ عَبْقَرِیّ عَبْقَرِیَّةٌ کی جمع ہے اس کا معنٰی ہے قالین۔ حسان کا معنٰی ہے عمدہ۔ دوسری جگہ سُرُرٌ کا لفظ بھی آتا ہے، آرام دہ کرسیوں پر ہوں گے۔ عَلَی الارائك کا لفظ بھی آتا ہے، آرام دہ کرسیاں۔ جس طرف گھماؤ گھوم جائیں فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِی الْجَلٰلِ بڑی برکت والا ہے نام آپ کے رب کا جو بزرگی والا ہے وَالْاِکْرَامِ اور عزت دینے والا ہے۔ صحیح معنوں میں جو مومن ہوں ان کو عزت دیتا ہے وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ یہ بھی رب تعالیٰ کی صفات ہیں کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ ہر روز وہ کسی نہ کسی معاملہ میں ہوتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفسیر

سورۃ الواقعہ

(مکمل)

جلد..........۱۹

آیاتہا ۹۶ ۵۶ سُوْرَۃُ الْوَاقِعَةِ مَكِّيَّةٌ ۴۶ رکوعاتہا ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝۱ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۝۲ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۝۳
اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا ۝۴ وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۝۵ فَكَانَتْ هَبَآءً
مُّنْۢبَثًّا ۝۶ وَّكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ۝۷ فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ
الْمَيْمَنَةِ ۝۸ وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۝۹ وَالسّٰبِقُوْنَ
السّٰبِقُوْنَ ۝۱۰ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝۱۱ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝۱۲ ثُلَّةٌ مِّنَ
الْاَوَّلِيْنَ ۝۱۳ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ۝۱۴ عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ۝۱۵ مُّتَّكِـِٕيْنَ
عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ ۝۱۶ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۝۱۷ بِاَكْوَابٍ
وَّاَبَارِيْقَ ۙ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ۝۱۸ لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ۝۱۹

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ جس وقت واقع ہوگی واقع ہونے والی لَيْسَ
لِوَقْعَتِهَا نہیں ہے اس کے واقع ہونے میں كَاذِبَةٌ جھوٹ خَافِضَةٌ
پست کرنے والی ہے رَّافِعَةٌ بلند کرنے والی ہے اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ
جب ہلا دی جائے گی زمین رَجًّا ہلایا جانا وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ اور ریزہ
ریزہ کردیئے جائیں گے پہاڑ بَسًّا ریزہ ریزہ کردینا فَكَانَتْ پس ہو
جائیں گے پہاڑ هَبَآءً گرد و غبار مُّنْۢبَثًّا اڑا ہوا وَّكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً

اور ہو جاؤ گے تم تین قسم پر فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ پس دائیں ہاتھ والے مَآ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ کیا ہی اچھے ہیں دائیں ہاتھ والے وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ اور بائیں ہاتھ والے مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ کیا ہی بُرے ہیں بائیں ہاتھ والے وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ اور سبقت کرنے والے تو سبقت کرنے والے ہی ہیں اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ یہی لوگ مقرب ہیں فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ نعمتوں کے باغوں میں ہوں گے ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ بڑی جماعت ہوگی پہلوں میں سے وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ اور تھوڑے ہوں گے پچھلوں میں سے عَلٰى سُرُرٍ ایسی کرسیوں پر ہوں گے مَّوْضُوْنَةٍ جو سونے کی تاروں سے بنی ہوئی ہوں گی مُّتَّكِئِيْنَ عَلَيْهَا ٹیک لگائے ہوئے ہوں گے ان کرسیوں پر مُتَقٰبِلِيْنَ آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ پھریں گے ان پر بچے مُّخَلَّدُوْنَ ہمیشہ رہنے والے بِاَكْوَابٍ پیالے لے کر وَّاَبَارِيْقَ اور جگ لے کر وَكَاْسٍ اور پیالے مِّنْ مَّعِيْنٍ نتھری ہوئی صاف شراب کے لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا نہ سر درد میں مبتلا ہوں گے اس سے وَلَا يُنْزِفُوْنَ اور نہ وہ بدحواس ہوں گے۔

سورۃ کی وجہ تسمیہ اور قیامت کے متعدد نام :

اس سورت کا نام سورہ واقعہ ہے۔ لفظ واقعہ پہلی ہی آیت کریمہ میں موجود ہے۔ قیامت کے متعدد نام ہیں۔ ایک نام واقعہ بھی ہے، ایک نام رادفہ ہے، ایک نام الحاقہ

ہے، ایک نام القارعہ ہے۔ اس سورت میں قیامت کا ذکر ہے اور قیامت میں نیکوں اور بُروں کے ساتھ جو ہونا ہے اس کا ذکر ہے۔ احادیث میں آتا ہے کہ جو آدمی اس سورت کو رات کو پڑھے گا اس کے گھر میں فاقہ نہیں آئے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کوفے کے گورنر تھے مگر مالی حالت انتہائی کمزور تھی۔ اس وقت کے گورنر کو آج کل کے گورنروں پر قیاس نہ کرنا یہ تو سارا صوبہ لوٹ کر کھا جاتے ہیں۔ اُن کو ضرورت کے مطابق وظیفہ ملتا تھا، روزانہ کا آٹا اور دال وغیرہ۔ سال میں دو جوڑے کپڑوں کے ملتے تھے اور جوتا مل جاتا تھا۔ اگر بیمار ہوتے تو علاج کا خرچہ دیا جاتا تھا۔ بیت المال پر ان کا اتنا ہی حق ہوتا تھا۔ رشوت نہیں لیتے تھے اللہ تعالیٰ کے سچے بندے تھے۔ عام لوگوں سے افسروں کی دنیوی حالت کمزور ہوتی تھی۔ وہ اس حالت میں تجارت وغیرہ نہیں کر سکتے تھے حتی کہ اگر ان کے گھروں میں کوئی مہمان آجاتا تھا تو آپس میں مشورہ کرتے کہ ہم آج تھوڑا تھوڑا کھالیں گے کہ مہمان کا کھانا نکل آئے۔

سورۃ واقعہ کی فضیلت :

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ان کی تیمارداری کے لیے گئے۔ دیکھا کافی تکلیف ہے۔ فرمایا پریشان ہو؟ کہنے لگے حضرت اَخَافُ ذُنُوبِی اپنے گناہوں کی پریشانی ہے۔ فرمایا کس چیز کی امید رکھتے ہو؟ کہنے لگے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید رکھتا ہوں۔ فرمایا اگر اجازت دیں تو میں آپ کی مالی امداد کر دوں۔ کہنے لگے حضرت! عوام بڑے سطحی ذہن کے ہوتے ہیں وہ سمجھیں گے کہ انھوں نے گورنری کی کسی مد سے پیسے لیے ہیں اگر میں گورنر نہ ہوتا تو آپ کا ہدیہ قبول کر لیتا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں آپ کی بچیوں کی خدمت کر دیتا ہوں (حضرت

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی لڑکیاں زیادہ تھیں بچہ ایک آدھ تھا) کہ آپ کے بعد بھوک سے نہ مریں۔ کہنے لگے حضرت! ان شاء اللہ تعالیٰ یہ بھوک سے نہیں مریں گی میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص رات کو سورۃ الواقعہ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کو بھوکا نہیں رکھے گا۔ اور میں نے اپنی بچیوں کو یہ سبق دیا ہے وہ یہ سورت پڑھتی ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہارے لیے کوئی طبیب لے آؤں؟ کہنے لگے حضرت! طبیب ہی نے تو مجھے بیمار کیا ہوا ہے۔ کوئی پیش کش قبول نہ فرمائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان حق ہے ان لوگوں کے عقائد بڑے پکے تھے، زبانیں صاف ہوتی تھیں ان کا پڑھنا کام آتا تھا۔ آج ہم سارا قرآن پڑھ جائیں تو کچھ اثر نہیں ہوتا اس لیے کہ ہماری زبانیں صاف نہیں ہیں ہماری خوراک صحیح نہیں ہے، عمل صحیح نہیں ہیں۔ دیکھو! ہر چیز کا ایک قاعدہ ہوتا ہے۔ قاعدے کے مطابق استعمال ہو تو نتیجہ سامنے آتا ہے۔ مثلاً: کارتوس ہے۔ اگر اس کو بندوق میں رکھ کر چلاؤ گے تو وہ اپنا اثر دکھائے گا اگر ویسے پھینک دو گے تو نہ پھٹے گا نہ کوئی اثر دکھائے گا۔ تو ہمارے اندر نقص اور کمزوریاں ہیں ورنہ قرآن کا اثر آج بھی وہی ہے۔

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی رات کو سورۃ واقعہ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کو فقر وفاقہ سے محفوظ فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ جس وقت واقع ہو گی واقع ہونے والی یعنی جب قیامت آئے گی لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ نہیں ہے اس کے واقع ہونے میں کوئی جھوٹ۔ کاذبۃ مصدر بھی آتا ہے اس کا معنیٰ ہے جھوٹ اور کاذبۃ اسم فاعل کا صیغہ بھی ہے۔ تو پھر معنیٰ ہوگا نفس کاذبۃ کوئی نفس جھٹلانے والا نہیں ہے، کوئی نفس اس کی تکذیب نہیں کر سکتا، قیامت حق ہے۔ خَافِضَةٌ وہ قیامت پست کرنے والی

ہے۔ مجرم لوگ جب قبروں سے نکلیں گے خَاشِعَةً اَبْصَارُهُم [المعارج:۴۴] ''ان کی نگاہیں پست ہوں گی۔'' سر شرم کی وجہ سے جھکے ہوئے ہوں گے یَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِیٍّ [الشوریٰ:۴۵] ''دیکھیں گے نیچی نگاہوں سے۔'' پھر دوزخ میں داخل ہوں گے۔ تو اس سے زیادہ پستی کیا ہوگی؟ رَّافِعَةٌ وہ قیامت بلند کرنے والی ہے۔ اس دن مومنوں کی گردنیں بلند ہوں گی، بلند نگاہوں سے دیکھ رہے ہوں گے اور جنت کا محل وقوع بھی بلندی پر ہے اور ان کی شان بھی بلند ہوگی۔ یہ کب ہوگا؟ اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا جب ہلا دی جائے گی زمین ہلایا جانا۔ جس وقت زمین پر زلزلہ طاری کیا جائے گا ایسا زلزلہ کہ مکان تو مکان رہے وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا اور ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے پہاڑ ریزہ ریزہ کیا جانا۔ ہر شے برابر کر دی جائے گی کوئی اونچ نیچ نہیں رہے گی لَا تَرٰی فِیْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا [طٰہٰ:۱۰۷] ''نہیں دیکھے گا تو اس میں کوئی کجی اور نہ کوئی ٹیلا۔'' مشرق سے مغرب تک زمین کو ایسے ہموار کر دیا جائے گا کہ اگر کوئی مشرق سے انڈا لڑھکائے گا تو مغرب تک چلا جائے گا درمیان میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔

تو فرمایا یہ پہاڑ ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْبَثًّا پس ہو جائیں گے پہاڑ گرد و غبار اڑایا ہوا۔ یہ بڑے بڑے مضبوط پہاڑ گرد و غبار کی طرح اڑتے پھریں گے۔ یہ نفخہ اولیٰ کے وقت ہوگا پھر چالیس سال کے بعد نفخہ ثانیہ ہوگا اسرافیل بگل پھونکیں گے وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰی رَبِّهِمْ یَنْسِلُوْنَ [سورۃ یٰسین] ''پس پھونکا جائے گا صور میں پس وہ اچانک قبروں سے اٹھ کر اپنے پروردگار کی طرف دوڑیں گے۔'' اس وقت وَّكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً۔ ازواج زوج کی جمع ہے اور زوج کا معنیٰ ہے قسم۔ اور ہو جاؤ گے تم تین قسم پر۔ اصولی طور پر آدمیوں کی تین قسمیں

ہوں گی فَاَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ پس دائیں ہاتھ والے۔ایک وہ ہوں گے جن کو نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں ملے گا۔ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں ہوگی۔لوگوں کو کہتے پھریں گے هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ [الحاقہ:۱۹] ''میرا نامۂ اعمال پڑھ لو۔'' آج دنیا کے امتحان میں جو کامیاب ہوجاتا ہے وہ لڈو تقسیم کرتا ہے کہ میں کامیاب ہوگیا ہوں۔حالانکہ آخرت کے امتحان کے مقابلے میں اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ تمام مومنوں کو آخرت کے امتحان میں کامیاب فرمائے۔

تو فرمایا فَاَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ پس دائیں ہاتھ والے مَآ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ کیا ہی اچھے ہیں دائیں ہاتھ والے۔ان کی تفصیل آگے آرہی ہے وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ اور بائیں ہاتھ والے مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ کیا ہی بُرے ہیں بائیں ہاتھ والے۔فرشتے پیچھے سے آکر بڑی بے پروائی سے بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال پکڑائیں گے۔جب ان کو پرچہ ملے گا تو کہیں گے يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ [الحاقہ:۲۵] ''کاش کہ میرا اعمال نامہ مجھے نہ دیا جاتا يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ کاش کہ میں مر ہی جاتا۔'' مگر وہ تو موت نہیں ہے۔واویلا کریں گے،ٹکریں ماریں گے،کہیں گے اے پروردگار! ہمیں دنیا میں لوٹا دے تاکہ ہم نیک کام کریں۔مگر اس وقت کا چیخنا چلانا کسی کام نہیں آئے گا۔آج اللہ تعالیٰ نے ہر چیز سے آگاہ کر دیا ہے کہ نیکی کا کیا نتیجہ ہے اور بدی کا کیا نتیجہ ہے لہٰذا وقت سے فائدہ اٹھاؤ وقت ضائع نہ کرو۔باقی اگر کوئی نہ سمجھے تو وہ پاگل ہے یا اس غلط فہمی میں مبتلا ہے کہ ابھی تو میں جوان ہوں،تندرست ہوں،موت ابھی دور ہے،تو بے وقوف ہے۔موت ہر ایک کے لیے ہے۔بچوں کے لیے بھی ہے،جوانوں اور تندرستوں کے لیے بھی ہے ہر وقت موت کو پیش نظر رکھو۔

زیارتِ قبور :

اسی لیے حدیث پاک میں آتا ہے موت کو کثرت سے یاد کرو۔ آنحضرت ﷺ نے پہلے لوگوں کو قبرستان جانے سے منع فرمایا تھا کہ لوگ زمانہ جاہلیت میں کفر، شرک کرتے تھے جس طرح آج کل لوگ قبروں کا طواف کرتے ہیں، چڑھاوے چڑھاتے ہیں۔ کوئی چراغ جلاتا ہے، کوئی وہاں سے چیزیں اٹھا کر لاتا ہے برکت کے لیے۔ یہی خرافات اُس زمانے میں بھی تھیں تو آپ ﷺ نے قبرستان جانے سے منع فرما دیا تھا۔ جب لوگوں کے ذہن پختہ ہو گئے اور کفر، شرک کو سمجھ گئے، سنت، بدعت کا مفہوم سمجھ گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ ''میں نے تمھیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا اب میں تمھیں اجازت دیتا ہوں قبروں کے پاس جاؤ قبریں دیکھ کر تمھیں موت یاد آئے گی۔''

اور ایک روایت میں ہے کہ آخرت یاد آئے گی۔ لیکن آج ہمارے دل اتنے سخت ہو گئے ہیں کہ ہم قبرستان میں بیٹھ کر تاش کھیلتے ہیں اور خرافات کرتے ہیں موت یاد نہیں آتی، آخرت یاد نہیں آتی۔ یہ انتہائی خطرناک بات ہے ہمارے دل پتھروں سے بھی زیادہ سخت ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بچائے اور محفوظ رکھے۔

تو فرمایا بائیں ہاتھ والے کیا ہی بُرے ہیں بائیں ہاتھ والے۔ اب تیسرا گروہ:

وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ اور سبقت کرنے والے تو سبقت کرنے والے ہی ہیں۔ نیکیوں میں سبقت لے جانے والے تو نیکیوں میں سبقت ہی لے جانے والے ہیں أُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ یہی لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں مقرب ہیں۔ چونکہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑے مقبول ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی خوبیاں پہلے بیان فرمائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے

جو مقرب بندے ہیں ﴿فِیۡ جَنّٰتِ النَّعِیۡمِ﴾ نعمتوں کے باغوں میں ہوں گے۔ یہ جو سابقون الاولون ہیں ﴿ثُلَّۃٌ مِّنَ الۡاَوَّلِیۡنَ﴾ بڑی جماعت ہوگی پہلوں میں سے ﴿وَ قَلِیۡلٌ مِّنَ الۡاٰخِرِیۡنَ﴾ اور تھوڑے ہیں پچھلوں میں سے۔ پہلے، پچھلوں سے کیا مراد ہے؟

اوّلین اور آخرین کی تفسیر :

ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ پہلے پیغمبروں کے صحابی مراد ہیں۔ صحابی کا درجہ بہت بلند ہے۔ وہ پہلی امتوں کے زیادہ ہوں گے آنحضرت ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم ان کی نسبت تھوڑے ہوں گے۔ آنحضرت ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کل تعداد ڈیڑھ لاکھ پوری نہیں ہوتی مگر وہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ڈیڑھ لاکھ نہیں تھے ساری دنیا تھے (پوری دنیا پر حاوی ہونے کی صلاحیت رکھتے تھے)۔ انھوں نے جہاد کے ذریعے تعلیم اور تبلیغ کے ذریعے لوگوں کے دل پلٹ دیئے یعنی سبب بنے، پلٹنے والا تو اللہ تعالیٰ ہے۔

دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ اسی امت کے پہلے اور پچھلے مراد ہیں۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اسی کو ترجیح دیتے ہیں کہ اس امت کے پہلے دور کے لوگوں میں سابقین کی تعداد زیادہ ہے اور پچھلے دور کے لوگوں میں کم ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم میں نیکیوں میں سبقت لے جانے والوں کی تعداد زیادہ ہے بہ نسبت بعد کے دور کے لوگوں کے یعنی ایمان میں، نیکیوں میں سبقت لے جانے والے تو قیامت تک ہوں گے مگر پہلے دور یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین اور تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے دور میں زیادہ ہیں۔

پہلے لوگوں کی نیکی کا یہ عالم تھا کہ اشراق سے فارغ ہو کر ناشتہ کرتے پھر دو رکعت صلوٰۃ الحاجت پڑھتے کہ میری نیکی صحیح ٹھکانے لگ جائے۔ دو تھیلے لے کر نکلتے۔ ایک میں

دینار ہوتے، سونے کا سکہ۔ اور ایک میں درہم ہوتے چاندی کا سکہ۔ اور دعا کرتے کہ اے پروردگار! آج مجھے کوئی زکوٰۃ کا حق دار مل جائے تا کہ میرا یہ فرض ادا ہو جائے۔ محلوں میں پھرتے، گلیوں اور بازاروں میں پھرتے، جس کو کمزور سمجھتے اسے کہتے بھائی جی! یہ میرے پاس زکوٰۃ کی رقم ہے اگر آپ مصرف ہیں تو لے لیں۔ وہ کہتا بھائی جی! میرے کپڑے میلے دیکھ کر مجھے زکوٰۃ کا مصرف نہ سمجھو میں تو خود زکوٰۃ دینے والا ہوں۔

اگر آج کا دور ہوتا تو وہ کہتا بڑی مہربانی زکوٰۃ کا مصرف میں ہی ہوں ساری رقم مجھے ہی دے دو۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ! آج تو زکوٰۃ کی رقم سے گلیاں، نالیاں بنتی ہیں۔ حلال، حرام، جائز، ناجائز کی تمیز ہی ختم ہو گئی ہے۔

تو فرمایا مقربین کی جماعت پہلوں میں زیادہ ہوگی اور پچھلوں میں تھوڑی ہوگی عَلٰی سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ۔ سرر سریر کی جمع ہے اس کا معنیٰ ہے کرسی۔ موضونہ کا معنیٰ ہے سونے کی تاروں سے بنی ہوئی۔ پہلے چارپائیاں بان کی بنی ہوئی ہوتی تھیں اب نائیلون آ گیا ہے۔ وہ سونے کی تاروں سے بُنی ہوئی ہوں گی۔ سونے کی تاروں سے بُنی ہوئی کرسیوں پر بیٹھے ہوں گے مُتَّكِـِٕيْنَ عَلَيْهَا ان کرسیوں پر ٹیک لگائے ہوئے ہوں گے مُتَقٰبِلِيْنَ آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے کسی کی کسی کی طرف پشت نہیں ہوگی۔ کیونکہ پیچھے بیٹھنے والا خفت محسوس کرتا ہے وہاں کسی کی خفت نہیں ہوگی يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ۔ ولدان ولد کی جمع ہے اس کا معنیٰ ہے بچہ۔ پھریں گے ان پر بچے مُّخَلَّدُوْنَ جو ہمیشہ رہیں گے۔ اپنے جو چھوٹے بچے فوت ہوئے ہیں اور کافروں کے جو نابالغ بچے فوت ہوئے ہیں وہ بھی خدمت کریں گے اور وہاں کی مخلوق بھی ہوگی جیسے حوریں ہیں اسی طرح خوب صورت بچے بھی ہوں گے۔ کوئی اِدھر کو بھاگتا جائے گا کوئی

اُدھر کو بھاگتا جائے گا عجیب منظر ہوگا بِاَكْوَابٍ۔ کوب کی جمع ہے۔ ایسا برتن جس کی دستی نہ ہو، گلاس، پیالہ وغیرہ۔ پیالے، گلاس لے کر پھریں گے وَّاَبَارِيْقَ۔ یہ ابریق کی جمع ہے ایسا برتن جس کے پیچھے دستہ لگا ہوا ہو۔ جیسے جگ ہے، چینک ہے، کپ ہے کہ اس کو دستے سے پکڑ لیتے ہیں۔ تو معنٰی ہوگا اور جگ لے کر پھریں گے وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ اور نتھری ہوئی شراب کے پیالے لے کر پھریں گے۔ خالص شراب ہوگی اس کی دو صفتیں ہوں گی لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا۔ صُدَاع کا معنٰی ہے سر درد۔ اس شراب کے پینے سے سر درد میں مبتلا نہیں ہوں گے۔ دنیا کی شراب کے متعلق شرابی جانیں کیا حقیقت ہے؟ سنا ہے کہ اس کے پینے سے سر میں معمولی سا درد ہوتا ہے، وہاں نہیں ہوگا۔ امام بخاری صُدَاع کا معنٰی کرتے ہیں وجع البطن، پیٹ درد، مروڑ۔ ممکن ہے دنیا کی شراب پینے سے پیٹ میں درد یا مروڑ ہوتا ہو لیکن وہاں کی شراب سے کوئی درد اور مروڑ نہیں ہوگا وَلَا يُنْزِفُوْنَ اور نہ وہ بدحواس ہوں گے۔ دنیا کی شراب پی کر لوگ بدحواس ہو جاتے ہیں، بکواس کرتے ہیں، گالیاں نکالتے ہیں، لڑتے جھگڑتے ہیں وہاں ایسا کوئی قصہ نہیں ہوگا۔ طاقت ہوگی، لذت اور سرور آئے گا۔

وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُونَ ﴿٢٠﴾ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ ﴿٢١﴾ وَحُورٌ عِينٌ ﴿٢٢﴾ كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُونِ ﴿٢٣﴾ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٢٤﴾ لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا تَأْثِيمًا ﴿٢٥﴾ إِلَّا قِيلًا سَلَامًا سَلَامًا ﴿٢٦﴾ وَأَصْحَابُ الْيَمِينِ مَا أَصْحَابُ الْيَمِينِ ﴿٢٧﴾ فِي سِدْرٍ مَّخْضُودٍ ﴿٢٨﴾ وَطَلْحٍ مَّنضُودٍ ﴿٢٩﴾ وَظِلٍّ مَّمْدُودٍ ﴿٣٠﴾ وَمَاءٍ مَّسْكُوبٍ ﴿٣١﴾ وَفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ ﴿٣٢﴾ لَّا مَقْطُوعَةٍ وَلَا مَمْنُوعَةٍ ﴿٣٣﴾ وَفُرُشٍ مَّرْفُوعَةٍ ﴿٣٤﴾ إِنَّا أَنشَأْنَاهُنَّ إِنشَاءً ﴿٣٥﴾ فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا ﴿٣٦﴾ عُرُبًا أَتْرَابًا ﴿٣٧﴾ لِّأَصْحَابِ الْيَمِينِ ﴿٣٨﴾ ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ ﴿٣٩﴾ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْآخِرِينَ ﴿٤٠﴾ وَأَصْحَابُ الشِّمَالِ مَا أَصْحَابُ الشِّمَالِ ﴿٤١﴾ فِي سَمُومٍ وَحَمِيمٍ ﴿٤٢﴾ وَظِلٍّ مِّن يَحْمُومٍ ﴿٤٣﴾ لَّا بَارِدٍ وَلَا كَرِيمٍ ﴿٤٤﴾ إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذَٰلِكَ مُتْرَفِينَ ﴿٤٥﴾ وَكَانُوا يُصِرُّونَ عَلَى الْحِنثِ الْعَظِيمِ ﴿٤٦﴾

وَفَاكِهَةٍ اور پھل ہوں گے مِّمَّا يَتَخَيَّرُونَ جو وہ پسند کریں گے وَلَحْمِ طَيْرٍ اور پرندوں کا گوشت مِّمَّا يَشْتَهُونَ جو وہ چاہیں گے وَحُورٌ اور حوریں ہوں گی عِينٌ موٹی آنکھوں والیاں كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ موتیوں کی طرح الْمَكْنُونِ جو پردے میں چھپے ہوئے ہوں جَزَاءً بدلا ہوگا بِمَا اس چیز کا كَانُوا يَعْمَلُونَ جو وہ عمل کرتے تھے لَا يَسْمَعُونَ نہیں سنیں گے وہ فِيهَا اس جنت میں لَغْوًا بے ہودہ بات وَلَا تَأْثِيمًا

اور نہ کوئی گناہ میں ڈالنے والی بات اِلَّا قِيْلًا مگر یہی قول ہوگا سَلٰمًا سَلٰمًا
سلام سلام کا وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ اور دائیں ہاتھ والے مَآ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ
کیا ہی خوب ہیں دائیں ہاتھ والے فِيْ سِدْرٍ بیریوں میں ہوں گے
مَّخْضُوْدٍ جو کانٹوں سے خالی ہوں گی وَّطَلْحٍ اور کیلے ہوں گے
مَّنْضُوْدٍ تہہ بہ تہہ وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ اور لمبے سائیوں میں ہوں گے وَّ
مَآءٍ مَّسْكُوْبٍ اور بہائے ہوئے پانی میں وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ اور پھل
ہوں گے بہت سارے لَّا مَقْطُوْعَةٍ نہ وہ ختم ہوں گے وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ
اور نہ روکے جائیں گے وَّفُرُشٍ اور بچھونے ہوں گے مَّرْفُوْعَةٍ
اونچے درجے کے اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ بے شک ہم نے ان کو پیدا کیا ہے
اِنْشَآءً ایک قسم کا پیدا کرنا فَجَعَلْنٰهُنَّ پس ہم نے بنایا ان کو اَبْكَارًا
کنواریاں عُرُبًا محبت کرنے والیاں اَتْرَابًا ہم عمر لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ
دائیں ہاتھ والوں کے لیے ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ بڑی جماعت ہوگی پہلوں
میں سے وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ اور بڑی جماعت ہوگی پچھلوں میں سے
وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ اور بائیں ہاتھ والے مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ کیا ہی بُرے
ہیں بائیں ہاتھ والے فِيْ سَمُوْمٍ گرم آگ کی لو میں ہوں گے وَّ
حَمِيْمٍ اور گرم پانی میں ہوں گے وَّظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ اور دھوئیں کے
سائے میں ہوں گے لَّا بَارِدٍ جو نہ ٹھنڈا ہوگا وَّلَا كَرِيْمٍ اور نہ آرام دہ

ہوگا اِنَّھُمْ کَانُوْا قَبْلَ ذٰلِکَ بے شک تھے یہ لوگ اس سے پہلے (دنیا میں) مُتْرَفِیْنَ آسودہ حال وَکَانُوْا یُصِرُّوْنَ اور اصرار کرتے تھے عَلَی الْحِنْثِ الْعَظِیْمِ بڑے گناہ پر۔

مقربین کے لیے انعامات :

مقربین کے لیے انعامات کا ذکر چلا آرہا ہے۔ فرمایا وَفَاکِھَۃٍ مِّمَّا یَتَخَیَّرُوْنَ اور پھل ہوں گے جو وہ پسند کریں گے۔ ان کے من پسند پھل انھیں مہیا کیے جائیں گے اور ان کے حاصل کرنے کے لیے ان کو کوئی تکلیف نہیں اٹھانی پڑے گی۔ نہ وہ ختم ہوں گے اور نہ ہی ان کے استعمال سے روکا جائے گا وَلَحْمِ طَیْرٍ اور پرندوں کا گوشت ہوگا مِّمَّا یَشْتَھُوْنَ جو وہ چاہیں گے۔ پرندوں کا گوشت، بھیڑ، بکری، اونٹ کی بہ نسبت زیادہ لذیذ ہوتا ہے۔ تو سابقین کے لیے پرندوں کا من پسند گوشت بھی ہوگا۔

(دنیا کی ساری چیزیں ہوں اور دل بہلانے کے لیے کچھ نہ ہو تو زندگی بدمزہ ہوتی ہے۔ کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے:

ؔ گلگشت میں تب مزہ ہے کہ گل روح بھی ساتھ ہو
بے یار کو کیا ہے باغ و بہار سے

مرتب)

تو دل کی خوشی کا بھی انتظام ہوگا۔ فرمایا وَحُوْرٌ عِیْنٌ اور حوریں ہوں گی موٹی آنکھوں والیاں جن سے جنت والے اپنا دل بہلائیں گے۔ یہ جنت کی مخلوق ہوگی، کستوری، عنبر، کافور اور زعفران سے پیدا کی گئی ہوں گی۔ ان کے حسن و جمال کا یہ عالم ہوگا کَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَکْنُوْنِ موتیوں کی طرح جو پردوں میں چھپے ہوئے ہوں، گرد و غبار سے

پاک۔ یہ چیزیں ان کو کیوں ملیں گی؟ فرمایا جَزَآءً بدلہ ہوگا بِمَا ان کاموں کا كَانُوا يَعْمَلُوْنَ جو وہ کرتے تھے۔ چونکہ انھوں نے نیک کاموں میں سبقت کی اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ بدلہ دیا۔

پھر جنت کی یہ خوبی ہے لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا نہیں سنیں گے جنت میں کوئی بے ہودہ بات۔ نہ وہاں کوئی جھگڑا، نہ گالی گلوچ، نہ کوئی دل آزاری کی بات ہوگی وَّلَا تَاْثِيْمًا اور نہ کوئی گناہ میں ڈالنے والی بات ہوگی۔ ایک یہ ہے کہ بندہ خود گناہ کرے اور ایک صورت یہ ہے کہ بندہ خود گناہ نہیں کرتا دوسرا اس کو گناہ گار کرتا ہے۔ وہاں یہ بات بھی نہیں ہوگی۔ اس کو آپ اس طرح سمجھیں کہ ایک آدمی خود تو جھوٹ نہیں بولتا لیکن ایسی مجلس میں بیٹھا ہے کہ جہاں جھوٹ بولا جارہا ہے تو اس مجلس میں بیٹھنے کی وجہ سے یہ بھی گناہ گار ہے۔ چوں کہ جھوٹ کبیرہ گناہ ہے جھوٹ بولنے والے اس کو گناہ گار کررہے ہیں۔ جنت میں یہ بات نہیں ہوگی۔

مسئلہ یہ ہے کہ جس مجلس میں گناہ ہورہا ہو اُسے روکنا چاہیے۔ اگر منع کرنے کی طاقت نہیں ہے تو وہاں سے اٹھ کر چلے جائیں۔ اگر بیٹھے رہیں گے تو گناہ گار ہوں گے۔ مثلاً: کسی مجلس میں غیبت ہورہی ہے تو غیبت کرنے والے کو منع کرو۔ اگر منع کرنے کی ہمت نہیں ہے تو وہاں سے اٹھ کر چلے جائیں۔ اسی طرح اگر کوئی کسی کو بُرا بھلا کہہ رہا ہے تو اس کو منع کرو اگر اس کو روکنے کی طاقت نہیں ہے تو وہاں سے چلے جاؤ۔ اگر وہاں بیٹھے رہو گے تو گناہ گار ہو جاؤ گا۔ رب تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ جہاں خلافِ شریعت باتیں ہورہی ہوں تو وہاں نہ بیٹھو فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ ''پس نہ بیٹھو تم ان کے ساتھ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ یہاں تک کہ وہ گھس (مشغول) ہو جائیں کسی دوسری بات میں۔''

اگر ان خلاف شرع باتوں کے ہوتے ہوئے تم ان کے ساتھ بیٹھے رہے اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ [النساء: ۱۴۰] ''بے شک تم اس وقت ان جیسے ہوگے۔'' انھی کی طرح تم بھی گناہ گار سمجھے جاؤ گے۔

اسی آیت کریمہ کے پیش نظر فقہائے کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ باطل فرقوں کے پروگراموں میں جانا، جلسوں میں جانا، درست نہیں ہے۔ کیونکہ انھوں نے ضرور واہی تباہی باتیں کرنی ہیں تو ان کے پاس بیٹھنے والا انھی کی طرح گناہ گار ہوگا۔ ہاں! وہ آدمی جا سکتا ہے جو ان کی غلط باتوں کو سمجھ سکتا ہے تاکہ ان کی تردید کی جاسکے۔ کچے آدمیوں کو وہاں جانے کی اجازت نہیں ہے۔ البتہ مجبوری کا مسئلہ جدا ہے۔ مثلاً: ایک آدمی کو ہتھکڑی لگی ہوئی ہے اور گرفتار کرنے والے خلاف شرع باتیں کر رہے ہیں تو اس حالت میں یہ مجبور ہے کیونکہ قید میں ہے۔ اسی طرح اگر بس میں یا ویگن میں یا جہاز میں بیٹھا ہے اور انھوں نے گانے لگائے ہوئے ہیں اور منع کرنے سے بھی باز نہیں آتے تو مجبوری ہے اس لیے وہ گناہ گار نہیں ہوگا۔

تو فرمایا نہیں سنیں گے جنت میں کوئی بے ہودہ بات اور نہ گناہ میں ڈالنے والی بات اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا مگر یہی قول ہوگا سلام سلام کا۔ آپس میں ملیں گے سلام کریں گے، حوریں سلام کہیں گی، فرشتے سلام کہیں گے حتی کہ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ الرَّحِيْمِ ''سلام کہا جائے گا رب رحیم کی طرف سے کہ اے جنتیو! تمھیں میری طرف سے سلام ہو۔''

اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ کا تذکرہ :

یہاں تک السّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ کا ذکر تھا۔ آگے دوسرا گروہ وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ مَآ

اَصۡحٰبُ الۡیَمِیۡنِ اور دائیں ہاتھ والے کیا ہی اچھے ہیں دائیں ہاتھ والے۔ کیا شان ہے ان کی فِیۡ سِدۡرٍ ایسی بیریوں کے درختوں کے سائے میں ہوں گے مَّخۡضُوۡدٍ جو کانٹوں سے خالی ہوں گی۔ ان کے کانٹے اترے ہوئے ہوں گے۔ دنیا کی بیریوں کے کانٹے ہوتے ہیں جنت کی بیریوں میں کانٹا نہیں ہوگا وَّطَلۡحٍ اور کیلے ہوں گے مَّنۡضُوۡدٍ تہہ بہ تہہ۔ پھلوں کے گچھے ہوں گے وَّظِلٍّ مَّمۡدُوۡدٍ اور لمبے سائے ہوں گے وہ ان کے نیچے رہیں گے۔

روایات میں آتا ہے کہ ایک درخت ہے جس کا نام طوبیٰ ہے۔ اس کا اتنا لمبا سایہ ہوگا کہ تیز رفتار گھوڑا اس کے ایک کونے سے دوڑنا شروع کرے تو سو سال تک دوسرے کونے تک نہیں پہنچ سکے گا وَّمَآءٍ مَّسۡکُوۡبٍ اور بہائے ہوئے پانی میں۔ سرزمین عرب میں سایہ، درخت اور پانی بڑی نعمتوں میں سے ہیں۔

احادیث میں آتا ہے کہ جنتی آدمی کے ہاتھ میں سونے کی لاٹھی ہوگی اس کے ساتھ پانی کو جس طرف اشارہ کرے گا وہ ادھر ہی بہنا شروع کر دے گا وَّفَاکِهَةٍ کَثِیۡرَةٍ اور پھل ہوں گے بہت سارے مقدار میں۔ ان کی خصوصیات ہوں گی لَّا مَقۡطُوۡعَةٍ نہ وہ ختم ہوں گے وَّلَا مَمۡنُوۡعَةٍ اور نہ وہ روکے جائیں گے۔ دنیا کے پھل موسمی ہیں موسم کے بعد ختم ہو جاتے ہیں جنت کے پھل ختم نہیں ہوں گے۔ جب کوئی دانہ توڑا جائے گا فوراً دوسرا لگ جائے گا۔ اور نہ ممنوع ہوں گے جب چاہو کھاؤ اور جہاں سے چاہو کھاؤ وَّفُرُشٍ مَّرۡفُوۡعَةٍ اور بچھونے ہوں گے عمدہ اونچے درجے کے اِنَّاۤ اَنۡشَاۡنٰهُنَّ بے شک ہم نے حوروں کو پیدا کیا ہے اِنۡشَآءً ایک خاص قسم کا پیدا کرنا۔ کسی کو کستوری سے، کسی کو عنبر سے، کسی کو کافور اور زعفران سے۔ وہ جنت کی مخلوق ہیں فَجَعَلۡنٰهُنَّ

اَبۡكَارًا پس بنایا ہم نے ان کو کنواریاں۔ جب بھی خاوند ان کے پاس آئے گا کنواریاں ہی پائے گا تکلیف کوئی نہیں ہوگی عُرُبًا عروب کی جمع ہے۔ ایسی عورت کو کہتے ہیں جو دل سے خاوند کے ساتھ محبت کرے۔ ظاہری محبت، وقت گزارنے والی نہیں دل سے محبت کرنے والیاں ہوں گی اَتۡرَابًا تِرۡبٌ کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے ہم عمر۔ اس کا ایک مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ وہ حوریں ہم عمر ہوں گی اور یہ مطلب بھی بیان کرتے ہیں جن کو ملیں گی ان کی ہم عمر ہوں گی لِّاَصۡحٰبِ الۡیَمِیۡنِ یہ دائیں ہاتھ والوں کے لیے ہیں جن کو نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں ملے گا ثُلَّۃٌ مِّنَ الۡاَوَّلِیۡنَ بڑی جماعت ہوگی پہلوں میں سے وَثُلَّۃٌ مِّنَ الۡاٰخِرِیۡنَ اور بڑی جماعت ہوگی پچھلوں میں سے جن کو نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں ملے گا۔ الحمدللہ! یہ پہلوں میں سے بھی بہت زیادہ ہوں گے اور پچھلے جو قیامت تک آنے والے ہیں ان میں سے بھی بہت زیادہ ہوں گے۔

اَصۡحٰبُ الشِّمَالِ کا تذکرہ :

آگے تیسرے طبقے کا ذکر ہے وَاَصۡحٰبُ الشِّمَالِ مَاۤ اَصۡحٰبُ الشِّمَالِ اور بائیں ہاتھ والے کیا ہی بُرے ہیں بائیں ہاتھ والے جن کو اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ کیا پوچھتے ہو کیا ہوں گے بائیں ہاتھ والے فِیۡ سَمُوۡمٍ گرم آگ کی لو میں ہوں گے جو مسامات میں داخل ہونے والی ہے۔ دنیا کی آگ کی لُو میں لوہے تک ہر چیز پگھل جاتی ہے اور جہنم کی آگ تو اس سے اُنہتر گنا تیز ہے۔ اس کی تیزی کی کیا حد ہوگی مارنے کے لیے تو اس کا ایک شعلہ ہی کافی ہے لیکن رب تعالیٰ فرماتے ہیں لَا یَمُوۡتُ فِیۡهَا وَلَا یَحۡیٰی [سورۃ الاعلیٰ: پارہ ۳۰] ''نہ مرے گا اس میں اور نہ زندہ رہے گا۔'' کیونکہ مر گیا تو پھر سزا کون بھگتے گا۔ تو گرم آگ کی لو میں ہوں گے وَّحَمِیۡمٍ اور گرم پانی میں ہوں

گے۔کبھی تو گرم پانی میں گھسیٹا جائے گا اور کبھی سر پر ڈالا جائے گا کہ چمڑا سارا اتر جائے گا اور پینے کے لیے دیا جائے گا تو یشوی الوجوہ ہونٹ جل جائیں گے وَّظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ اور دھوئیں کے سائے میں ہوں گے کہ سانس لینا مشکل ہوگا۔آج دنیا میں بھی دھواں زیادہ ہو تو آدمی وہاں سے بھاگتا ہے کہ سانس نہیں آتا اور وہ تو دوزخ کا دھواں ہوگا بڑا سخت لَّا بَارِدٍ جو نہ ٹھنڈا ہوگا وَّلَا كَرِيْمٍ اور نہ آرام دہ ہوگا کہ عزت ملے۔یہ کارروائی ان کے ساتھ کیوں ہوگی؟ فرمایا اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ بے شک تھے وہ لوگ اس سے پہلے آسودہ حال دنیا میں۔ایمان اور عمل صالح کے بغیر جس نے دنیا میں جتنی آسائش اور آرام میں زندگی گزاری آخرت میں اتنا ہی تنگی میں رہے گا۔تو فرمایا یہ آسودہ حال تھے وَكَانُوْا يُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ۔ حنث کا معنٰی ہے گناہ اور عظیم کا معنٰی ہے بڑا۔اور وہ تھے اصرار کرتے بڑے گناہ پر۔بڑے گناہ سے مراد شرک ہے۔شرک گناہوں میں سب سے بڑا ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا اَيُّ ذَنْبٍ اَعْظَمُ ''یعنی سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا اَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَّهُوَ خَلَقَكَ کہ تو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرائے حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا ہے۔'' لہٰذا اپنا عقیدہ پختہ رکھو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو مشکل کشا، حاجت روا، فریاد رس، دست گیر نہ مانو۔اللہ تعالیٰ کی صفت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی میں نہیں ہے۔تو فرمایا یہ بڑے گناہ پر اصرار کرتے تھے۔

وَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ ەۙ اَىِٕذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۙ﴿۴۷﴾ اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ﴿۴۸﴾ قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ ۙ﴿۴۹﴾ لَمَجْمُوْعُوْنَ ەۙ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۵۰﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ۙ﴿۵۱﴾ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ۙ﴿۵۲﴾ فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ۚ﴿۵۳﴾ فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ ۚ﴿۵۴﴾ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ ؕ﴿۵۵﴾ هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ؕ﴿۵۶﴾ نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ﴿۵۷﴾ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ؕ﴿۵۸﴾ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿۵۹﴾ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ۙ﴿۶۰﴾ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۱﴾

وَكَانُوْا اور تھے وہ يَقُوْلُوْنَ کہتے اَىِٕذَا مِتْنَا کیا جب ہم مر جائیں گے وَكُنَّا تُرَابًا اور ہو جائیں گے مٹی وَّعِظَامًا اور ہڈیاں ءَاِنَّا کیا بے شک ہم لَمَبْعُوْثُوْنَ البتہ دوبارہ کھڑے کیے جائیں گے اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ بے شک پہلے وَالْاٰخِرِيْنَ اور پچھلے لَمَجْمُوْعُوْنَ البتہ جمع کیے جائیں گے اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ایک مقرر دن کے وعدے پر ثُمَّ اِنَّكُمْ پھر بے شک تم اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ اے گمراہو الْمُكَذِّبُوْنَ جھٹلانے والو لَاٰكِلُوْنَ البتہ کھانے والے ہو گے مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ

تھوہر کے درخت سے فَمَالِئُوْنَ مِنْهَا پس بھرنے والے ہوگے اس سے الْبُطُوْنَ پیٹوں کو فَشٰرِبُوْنَ عَلَیْهِ پس پینے والے ہوگے اس پر مِنَ الْحَمِیْمِ گرم پانی فَشٰرِبُوْنَ پس پینے والے ہوگے شُرْبَ الْهِیْمِ پیاسے اونٹوں کی طرح پینا هٰذَا نُزُلُهُمْ یہ ان کی مہمانی ہوگی یَوْمَ الدِّیْنِ بدلے والے دن نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ ہم نے تمھیں پیدا کیا ہے فَلَوْ لَا تُصَدِّقُوْنَ پس تم کیوں نہیں تصدیق کرتے اَفَرَءَیْتُمْ پس بتلاؤ تم مَّا تُمْنُوْنَ جو منی تم ٹپکاتے ہو ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗ کیا تم اس کو پیدا کرتے ہو اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ یا ہم پیدا کرنے والے ہیں نَحْنُ قَدَّرْنَا ہم نے مقدر کی ہے بَیْنَكُمُ الْمَوْتَ تمہارے درمیان موت وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِیْنَ اور نہیں ہیں ہم عاجز آنے والے عَلٰۤى اَنْ اس بات پر نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ تبدیل کردیں تمہاری طرح کے وَنُنْشِئَكُمْ اور تمھیں پیدا کریں فِیْ مَا اس جہان میں لَا تَعْلَمُوْنَ جس کو تم نہیں جانتے۔

امت کے تین گروہ :

اس سورت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے قیامت والے دن مخلوق کی تین قسموں کا بیان فرمایا۔ ایک وہ جو نیکیوں میں سبقت لے جانے والے۔ دوسرے وہ جن کو نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور تیسرے وہ جن کو نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ پہلے دونوں گروہوں کا ذکر ہو چکا اب تیسرے گروہ کا ذکر جاری ہے جن کو نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔

ان کے متعلق کل تم نے سنا کہ وہ بڑے گناہ پر اصرار کرتے تھے یعنی شرک سے باز آنے کے لیے تیار نہیں تھے اور کہتے کیا تھے وَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ اور کہتے تھے اَئِذَا مِتْنَا کیا جب ہم مرجائیں گے وَكُنَّا تُرَابًا اور ہوجائیں گے مٹی، خاک ہوجائیں گے وَّعِظَامًا اور ہڈیاں ہوجائیں گے ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ کیا بے شک ہم دوبارہ کھڑے کیے جائیں گے۔ گویا کہ ان کے نزدیک یہ بات بڑی مشکل تھی خاک ہوجانے کے بعد اور ہڈیوں کے ریزہ ریزہ ہوجانے کے بعد دوبارہ انسانوں کا بنانا اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ کیا ہمارے اگلے باپ دادا جو پہلے گزر چکے ہیں وہ بھی دوبارہ کھڑے کیے جائیں گے۔

ماحول کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ مشرکین عرب کا یہ عام ذہن بن چکا تھا اور یہی گفتگو ہوتی تھی اس کا ہر ایک پر اثر پڑتا تھا کیونکہ ماحول کا اثر ہوتا ہے چاہے وہاں ہونے والی گفتگو عقل کے خلاف کیوں نہ ہو۔

عقیدۂ تثلیث :

جیسے عیسائی کہتے ہیں کہ خدائی نظام تین سے چلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام اور بعض حضرت مریم علیہا السلام کی جگہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو شامل کرتے ہیں۔ اس کو وہ تثلیث کہتے ہیں۔ قرآن پاک میں آتا ہے وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ [سورۃ النساء] ”اور نہ کہو تین خدا باز آجاؤ تین خدا کہنے سے یہ تمہارے لیے بہتر ہے اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ اللہ تعالیٰ ایک ہی معبود ہے۔“ ان سے جب کہا جاتا ہے کہ تمہاری کتابوں میں واضح طور پر توحید کا ذکر ہے تورات میں، انجیل میں، زبور میں اور تین کا عقیدہ تو توحید کے خلاف ہے تو کہتے ہیں التوحید فی التثلیث والتثلیث فی التوحید ”ایک تین میں ہے اور تین ایک میں ہیں۔“

بھائی! تین ایک ہوتے تو جب سے رب تعالیٰ کی ذات چلی آ رہی ہے جبرائیل علیہ السلام بھی اس وقت سے ساتھ ہوتے، حضرت مریم علیہا السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اس وقت سے ساتھ چلے آتے۔ رب تھا دوسرے دو تین تو نہیں تھے ان کو تو رب تعالیٰ نے بعد میں پیدا کیا پھر یہ رب تعالیٰ میں کیسے گڈمڈ ہو گئے۔ پھر ہم پوچھتے ہیں کہ جب ان کو پیدا نہیں کیا تھا اس وقت رب تعالیٰ کامل تھا یا ناقص تھا؟ اگر وہ کامل تھا اور یقیناً کامل تھا تو ان کے پیدا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ میں کون سا نقص پیدا ہو گیا اور کون سی کمی آ گئی کہ ان کو ساتھ گڈمڈ کرنا پڑ گیا۔ پھر تم کہتے ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر لٹکایا گیا۔ تو بتلاؤ کہ رب بھی ساتھ مر گیا تھا یا الگ ہو گیا تھا۔ کیا منطق ہے ایک تین اور تین ایک؟ ایک چار ہوتے ہیں؟ پانچ ہوتے ہیں؟ کہتے ہیں نہیں۔ تو پھر ایک تین کیسے ہو گئے؟ تمہاری عقل ماری گئی ہے۔ مگر ماحول کا اثر ہوتا ہے۔ ان کا ماحول ہے سارے یہی نظریہ رکھتے ہیں۔ اگر ماحول اچھا نہ ہو تو بندہ حق کو حق سمجھتے ہوئے بھی قبول نہیں کرتا۔

ان کا ماحول بنا ہوا تھا کہ جو مر گئے، خاک ہو گئے، ہڈیاں بوسیدہ ہو گئیں وہ دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے۔ فرمایا قُلْ آپ ان سے کہہ دیں اِنَّ الْاَوَّلِیْنَ وَ الْاٰخِرِیْنَ بے شک پہلے بھی اور پچھلے لَمَجْمُوْعُوْنَ البتہ جمع کیے جائیں گے اِلٰی مِیْقَاتِ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ایک مقرر دن کے وعدے پر۔ وہ معلوم ہے، قیامت کا ہے جب حضرت اسرافیل علیہ السلام بگل پھونکیں گے، میدان محشر برپا ہوگا اس وقت سارے اکٹھے کر دیئے جائیں گے اور سب کی آنکھیں کھل جائیں گی۔ بعض ملحد قسم کے لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جن کو جلا دیا گیا، جن کو پرندے کھا گئے، درندے کھا گئے، مچھلیاں کھا گئیں، وہ کیسے آئیں گے؟ ان لوگوں کے ڈھکوسلے دیکھو! قرآن و سنت کے مقابلے میں۔ رب

تعالیٰ قادر مطلق ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے اس کے لیے کوئی شے مشکل نہیں ہے۔

خوفِ خدا :

یہ روایت کئی دفعہ سن چکے ہو جو بخاری شریف اور مسلم شریف میں ہے کہ ایک گناہ گار بندے نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ مرنے کے بعد مجھے جلا کر میری ہڈیوں کو پیس دینا۔ پھر کچھ راکھ کو ہوا اور کچھ کو پانی میں بہا دینا۔ اولاد نے باپ کی وصیت پر عمل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہوا اور پانی کو حکم دیا کہ اس کی راکھ، سارے ذرات جمع کر دو۔ قدرت کاملہ سے وہ آدمی اچھا بھلا بندہ بن کر سامنے کھڑا ہو گیا۔ رب تعالیٰ نے فرمایا کہ تو نے یہ حرکت کیوں کی ہے؟ اس نے کہا کہ آپ کے ڈر کی وجہ سے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف کر دیا۔ تو رب تعالیٰ کے لیے کون سی چیز مشکل ہے۔

تو فرمایا بے شک اگلے پچھلے سب جمع کیے جائیں گے ایک مقرر دن کے وعدے پر ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ پھر بے شک تم اے گمراہو الْمُكَذِّبُوْنَ جھٹلانے والے رب تعالیٰ کی توحید کو، قیامت کو، پیغمبروں کو، اللہ تعالیٰ کی کتابوں کو، حق کو لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ البتہ کھانے والے ہو تھوہر کے درخت کو عذاب کے طور پر۔ ان پر ایسی بھوک مسلط کی جائے گی کہ وہ اس کے کھانے پر مجبور ہوں گے۔

احادیث میں آتا ہے کہ کہ زانی مرد عورتوں کو پیشاب، پاخانہ اور منی کھلائی جائے گی اور یہ کھانے پر مجبور ہوں گے۔ احادیث اور تفسیروں میں آتا ہے کہ تھوہر کا درخت اتنا کڑوا ہوگا کہ اگر اس کا ایک قطرہ سمندر میں ڈال دیا جائے تو سارا سمندر کڑوا ہو جائے۔ اس سے اس کی کڑواہٹ کا اندازہ لگائیں۔ اور اتنا بدبودار ہوگا کہ اس کا ایک قطرہ دنیا میں پھینک دیا جائے تو مشرق سے لے کر مغرب تک اور شمال سے لے کر جنوب تک سب

جانور مر جائیں گے۔

فرمایا کھانے والے ہوں گے تھوہر کے درخت سے فَمَالِئُوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ۔ مَلَأَ کا معنی ہے بھرنا۔ پس بھرنے والے ہوں گے اپنے پیٹوں کو اس زقوم کے درخت سے۔ پھر بطور عذاب ان پر اتنی پیاس مسلط کی جائے گی کہ اس کو بجھانے کے لیے فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ پس پینے والے ہوں گے اس پر گرم پانی۔ وہ اس قدر گرم ہوگا کہ ہونٹ جل جائیں گے يَشْوِي الْوُجُوْهَ [سورۃ الکہف] اور وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ [سورۃ المومنون] ''اور وہ اس میں بدشکل ہوں گے۔'' نیچے والا ہونٹ لٹک کر ناف تک چلا جائے گا اور اوپر والا پیشانی تک۔ بڑی عجیب شکل ہوگی اور وہ پانی مسلسل پئیں گے۔

سورہ ابراہیم آیت نمبر ۱۷ پارہ ۱۳ میں ہے يَتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ ''اس کو گھونٹ گھونٹ کر کے اتارے گا اور قریب نہیں ہے کہ اس کو حلق سے اتار سکے جو چند قطرے اندر جائیں گے۔'' فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ [محمد:۱۵] ''پس وہ کاٹ ڈالے گا ان کی آنتوں کو۔'' انتڑیاں ریزہ ریزہ ہو کر پاخانے کے راستے نکل جائیں گی۔ پھر فرشتے رب تعالیٰ کے حکم سے منہ کے راستے سے پیٹ میں ڈالیں گے۔ اللہ تعالیٰ بچائے ان عذابوں سے۔ اللہ تعالیٰ نے تو سب کچھ بتادیا ہے کہ جنت میں یہ کچھ ہوگا اور دوزخ میں یہ کچھ ہوگا، میدان محشر میں یہ کچھ ہوگا آج تم سوچ لو، سمجھ لو۔ اسی لیے قرآن پاک پڑھنا، سمجھنا ضروری ہے۔

تو فرمایا پس پینے والے ہوں گے اس پر کھولتے ہوئے پانی کو فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ هِيْم اَهْيَم کی جمع ہے اور اَهْيَم اس اونٹ کو کہتے ہیں جو بہت زیادہ پیاسا

ہو۔ جانوروں میں اونٹ سے بڑھ کر جفاکش جانور اور کوئی نہیں ہے۔ کئی کئی دن تک بھوک پیاس برداشت کر لیتا ہے اور پیاسا اونٹ جب پانی پر پہنچتا ہے تو پھر پانی پیتے وقت سانس بھی نہیں لیتا۔ تو اللہ تعالیٰ نے دوزخیوں کے پانی پینے کو پیاسے اونٹ کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ جس طرح پیاسے اونٹ پانی پیتے ہیں اسی طرح دوزخی بے تحاشا گرم پانی پئیں گے۔

ایک مسئلہ سمجھ لیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور دائیں ہاتھ سے پیو فَاِنَّ الشَّیْطٰنَ یَاْکُلُ وَ یَشْرَبُ بِشِمَالِہٖ "بے شک شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا پیتا ہے۔" اور پانی پیتے وقت تین سانس لو۔ پیالہ، گلاس منہ کے ساتھ لگاؤ، پیو پھر الگ کرلو، پھر پیو پھر الگ کرلو، پھر پیو۔ یہ مستحب اور سنت طریقہ ہے۔ اونٹ کی طرح ایک سانس میں نہ پیو۔ تو فرمایا پس پانی پینے والے ہوں گے پیاسے اونٹوں کی طرح هٰذَا نُزُلُهُمْ یَوْمَ الدِّیْنِ یہ ان کی مہمانی ہوگی بدلے والے دن۔ چوں کہ وہ دوبارہ پیدا ہونے کو بڑا عجیب سمجھتے تھے اَئِذَا مِتْنَا وَکُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ "کیا جب ہم مر جائیں گے اور خاک ہو جائیں گے اور ہڈیاں ہو جائیں گے کیا ہم دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔" تو اللہ تعالیٰ نے ان کو خاص انداز میں سمجھایا ہے۔

فرمایا نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ ہم نے تمھیں پیدا کیا ہے فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ پس تم کیوں نہیں تصدیق کرتے۔ مشرکین مکہ اللہ تعالیٰ کو خالق مانتے تھے اپنا بھی، آسمانوں اور زمینوں کا بھی، چاند، سورج، ستاروں کا بھی، پہاڑوں اور دریاؤں کا بھی خالق رب تعالیٰ کو مانتے تھے۔ تو جب وہ خالق ہے تو متصرف بھی ہے وہ موت دینے پر بھی قادر ہے اور موت دینے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔ تم بعث بعد الموت کی تصدیق

کیوں نہیں کرتے؟ اَفَرَءَيْتُمْ بتلاؤتم مَّا تُمْنُوْنَ جو منی تم ٹپکاتے ہو عورتوں کے رحم میں ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗ کیا تم اس کو پیدا کرتے ہو تم بچہ بناتے ہو اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ یا ہم پیدا کرتے ہیں۔ وہ حقیر ذلیل پانی جو بدن سے شہوت کے ساتھ نکلتا ہے کہ اس کے نکلنے سے سارا بدن پلید ہو جاتا ہے **اور غسل** کے بغیر پاک نہیں ہوتا۔ یہ بتلاؤ اس پانی کے ٹپکانے سے بچہ تم پیدا کرتے ہو یا ہم **پیدا کرنے** والے ہیں۔ یہ تو روزمرہ کی بات ہے ہر آدمی سمجھ سکتا ہے اور مانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے۔ تو اس کے لیے دوبارہ پیدا کرنا کون سا مشکل ہے۔ کیوں نہیں مانتے؟ اور سن لو نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ ہم نے مقدر کی ہے تمہارے درمیان موت۔ کوئی بچپن میں مرجاتا ہے، کوئی جوانی میں، کوئی بڑھاپے میں، کوئی بیمار ہو کر، کوئی صحت میں، کوئی حادثے میں مرجاتا ہے یہ ہم نے مقدر کیا ہے۔ اور سن لو وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ اور نہیں ہیں ہم عاجز آنے والے۔ مسبوق پیچھے رہ جانے والے کو کہتے ہیں۔ مثلاً: نماز کھڑی ہوگئی اور امام نے دو رکعت پڑھا دیں اب جو آکر ملے گا وہ مسبوق ہوگا کہ باقی نمازی اس سے آگے نکل گئے ہیں۔ تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم مسبوق نہیں ہیں کہ تم ہم سے آگے نکل جاؤ اور ہم پیچھے رہ جائیں۔ ہمارے احکام سے تم آگے نکل جاؤ اور ہم عمل نہ کرا سکیں عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ اس بات پر کہ تبدیل کر دیں تمہارے جیسے۔ یعنی تمہیں بندر اور خنزیر بنا دیں۔ بنی اسرائیل کی ایک قوم کو اللہ تعالیٰ نے احکام کی مخالفت کی وجہ سے بندر اور خنزیر بنایا تھا وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ [المائدہ: ۶۰] ''اور بنایا ان میں سے بعض کو بندر اور خنزیر۔'' نوجوانوں کو بندر اور بوڑھوں کو خنزیر بنایا۔ تین دن کے بعد سب کو ختم کر دیا گیا اور یاد رکھنا! اس امت میں بھی بندر اور خنزیر بنیں گے۔

بخاری شریف اور مسند احمد کی روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا حضرت وہ کلمہ نہیں پڑھتے ہوں گے؟ فرمایا کلمہ کیا یُصَلُّوْنَ وَيَصُوْمُوْنَ وَيحجّوْنَ ”نمازیں بھی پڑھتے ہوں گے، روزے بھی رکھتے ہوں گے، حج بھی کرتے ہوں گے لیکن گانے سننے کے شوقین ہوں گے۔“ رات کو گانے سنتے سنتے سوئیں گے صبح کو بندر اور خنزیر بنے ہوئے ہوں گے۔ آج ہمارا حال سب کے سامنے ہے۔ مغربی قوموں نے مسلمانوں کا حلیہ بالکل بگاڑ کے رکھ دیا ہے، عقائد بگاڑ دیئے ہیں، اخلاق بگاڑ دیئے ہیں، مسلمان نہیں رہنے دیا۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ تنہا ترکوں نے سارے یورپ کو پانچ سو سال تک آگے لگائے رکھا (محکوم رکھا) حالانکہ ترکوں کی کل تعداد اس وقت دو لاکھ بھی نہیں تھی۔ ان خبیث قوموں نے سوچا کہ مسلمان کو اگر مسلمان رہنے دیا تو یہ ہمارے قابو میں نہیں آئیں گے ان کے عقائد بگاڑو، تہذیب اور تمدن بگاڑو، اخلاق بگاڑو۔ انھوں نے ہمیں آج کچھ کا کچھ کر دیا ہے اور ہم بھی بڑے بے غیرت ہیں کہ ہم نے ان کی ساری حرکتیں قبول کر لی ہیں۔ ہم نے اپنی اصل وضع قطع، تہذیب، تمدن، نشست و برخاست ختم کر کے خود کو کافروں کے رنگ میں رنگ لیا ہے۔

تو فرمایا کہ ہم اس بات پر قادر ہیں کہ تبدیل کر دیں تمہارے جیسے وَنُنْشِئَكُمْ فِي مَا لَا تَعْلَمُوْنَ اور تمھیں پیدا کر دیں اس امت میں جس کو تم نہیں جانتے۔ کہ تمھیں بندر اور خنزیر بنا دیں۔ اور دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ تمھیں ختم کر کے تمہاری جگہ دوسرے لوگ تبدیل کر دیں، تمہاری جگہ نئی مخلوق لے آئیں۔ اور تمھیں ایسی جگہ اٹھائیں کہ جس کو تم نہیں جانتے۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے کہ وہ تمھیں دوسرے جہان میں زندہ کر کے اپنے سامنے کھڑا کر دے۔

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْأَةَ الْأُولَىٰ فَلَوْلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٦٢﴾ أَفَرَأَيْتُم مَّا تَحْرُثُونَ ﴿٦٣﴾ أَأَنتُمْ تَزْرَعُونَهُ أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ ﴿٦٤﴾ لَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَاهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُونَ ﴿٦٥﴾ إِنَّا لَمُغْرَمُونَ ﴿٦٦﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ ﴿٦٧﴾ أَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ ﴿٦٨﴾ أَأَنتُمْ أَنزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنزِلُونَ ﴿٦٩﴾ لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنَاهُ أُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُونَ ﴿٧٠﴾ أَفَرَأَيْتُمُ النَّارَ الَّتِي تُورُونَ ﴿٧١﴾ أَأَنتُمْ أَنشَأْتُمْ شَجَرَتَهَا أَمْ نَحْنُ الْمُنشِئُونَ ﴿٧٢﴾ نَحْنُ جَعَلْنَاهَا تَذْكِرَةً وَمَتَاعًا لِّلْمُقْوِينَ ﴿٧٣﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ﴿٧٤﴾

وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق عَلِمْتُمُ تم جانتے ہو النَّشْأَةَ الْأُولَىٰ پہلی پیدائش کو فَلَوْلَا تَذَكَّرُونَ پس تم کیوں نہیں نصیحت حاصل کرتے أَفَرَأَيْتُم بھلا دیکھو مَّا تَحْرُثُونَ جس کو تم بوتے ہو أَأَنتُمْ تَزْرَعُونَهُ کیا تم اس کو اگاتے ہو أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ یا ہم اگانے والے ہیں لَوْ نَشَاءُ اگر ہم چاہیں لَجَعَلْنَاهُ البتہ ہم کر دیں اس کو حُطَامًا چورا چورا فَظَلْتُمْ پس لگ جاؤ تم تَفَكَّهُونَ باتیں کرنے إِنَّا لَمُغْرَمُونَ بے شک ہم تاوان کے نیچے آگئے ہیں بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ بلکہ ہم محروم ہو گئے ہیں أَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ بھلا دیکھو وہ پانی الَّذِي تَشْرَبُونَ جو تم پیتے ہو أَأَنتُمْ أَنزَلْتُمُوهُ کیا تم نے اتارا ہے اس کو مِنَ الْمُزْنِ بادلوں سے أَمْ

نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ یا ہم اتارنے والے ہیں لَوْنَشَآءُ اگر ہم چاہیں جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا کردیں ہم اس کو نمکین فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ پس کیوں نہیں تم شکر ادا کرتے اَفَرَءَيْتُمُ بھلا دیکھو تم النَّارَ الَّتِیْ وہ آگ تُوْرُوْنَ جس کو تم جلاتے ہو ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ کیا تم نے پیدا کیا ہے اس کا درخت اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُوْنَ یا ہم پیدا کرنے والے ہیں نَحْنُ جَعَلْنٰهَا ہم نے بنایا اس کو تَذْكِرَةً نصیحت کے لیے وَّمَتَاعًا اور فائدے کی چیز لِّلْمُقْوِيْنَ مسافروں کے لیے فَسَبِّحْ پس آپ تسبیح بیان کریں بِاسْمِ رَبِّكَ اپنے رب کے نام کی الْعَظِيْمِ جو بڑا ہے۔

منکرین قیامت کا شبہ :

منکرین قیامت کا یہ شبہ تھا کہ اَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ "کیا جب ہم مر جائیں گے اور خاک اور ہڈیاں ہو جائیں گے کیا ہم دوبارہ اٹھائے جائیں گے یا ہمارے اگلے باپ دادا" اللہ تعالیٰ نے ان کے شبہ کا رد کیا اور فرمایا ہم نے تمھیں پیدا کیا ہے ہماری بات کو تم کیوں نہیں مانتے کہ تمھیں دوبارہ بھی پیدا کیا جائے گا۔ اسی سلسلے میں مزید دلائل بیان فرمائے ہیں۔

فرمایا وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى اور البتہ تحقیق تم جانتے ہو پہلی پیدائش کو۔ تم پیدا ہوئے تھے، بچے تھے، پھر جوان ہوئے، پھر بوڑھے ہوئے، یہ وجود تمھیں رب تعالیٰ نے عطا کیا ہے فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ پس تم کیوں نہیں نصیحت حاصل کرتے۔ وہی رب تمھیں دوبارہ بھی پیدا کر سکتا ہے یا پہلی پیدائش کا تم انکار کرو کہ ہمیں رب تعالیٰ نے

پیدا نہیں کیا۔ حقیر قطرے سے تمھیں کیسا خوب صورت انسان بنایا ہے؟ یہ سب کچھ مانتے ہو دوبارہ پیدا کرنے کو نہیں مانتے ۔ مان لو دوبارہ بھی پیدا ہونا ہے۔ اور دلیل: فرمایا اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ بھلا دیکھو جس کو تم بوتے ہو جو تم کھیتی باڑی کرتے ہو زمین میں تم دانے بوتے ہو ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ کیا تم اس کو اگاتے ہو اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ یا ہم اگاتے ہیں۔ فصلیں زمین سے کون پیدا کرتا ہے، سبزیاں کون اگاتا ہے، درخت کون پیدا کرتا ہے؟ یہ ساری باتیں تم مانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کرتا ہے۔ تو وہ ذات جو پہلی مرتبہ پیدا کرسکتی ہے دوبارہ پیدا نہیں کرسکتی یہ کیوں نہیں مانتے؟ اور سنو! لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا اگر ہم چاہیں تو البتہ کردیں اس کو چورا چورا۔ دانے لگنے سے پہلے پہلے ہم اس کو تباہ کردیں ہم قادر ہیں سب کچھ کرسکتے ہیں فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ پس لگ جاؤ تم باتیں کرنے، تعجب کرنے لگ جاؤ۔ تَفَكُّه کا معنٰی تعجب کرنا۔ کیا باتیں کروگے کیا تعجب کروگے اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ بے شک ہم تاوان کے نیچے آگئے ہیں۔ اس سال بیج بھی گیا، محنت بھی گئی، نفع کے بجائے اصل بھی ضائع ہوگیا، نقصان ہوگیا تاوان کے نیچے آگئے۔

(اکثر کسان، آڑھتیوں سے رقم لے کر کاشت کرتے ہیں تو کھیتی تو ہوئی نہ، تاوان کے نیچے آگئے۔ مرتب) اور یہ کہوگے بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ بلکہ ہم محروم ہوگئے ہیں اس فصل سے کوئی شے ہمارے ہاتھ نہ آئی۔ اچھا اور دلیل سنو! اَفَرَءَیْتُمُ الْمَآءَ الَّذِیْ تَشْرَبُوْنَ بھلا دیکھو وہ پانی جو تم پیتے ہو ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ ۔ مُزْنٌ مُزْنَةٌ کی جمع ہے اور مُزْنَةٌ کا معنٰی ہے بادل۔ معنٰی ہوگا یا تم نے اتارا ہے اس پانی کو بادلوں سے اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ یا ہم اتارنے والے ہیں۔ ہمارے علاقوں میں تو الحمدللہ! پانی کی فراوانی ہے ان علاقوں میں جاؤ جہاں پانی کی قلت ہے پھر تمھیں احساس ہوگا اور

پانی کی قدر معلوم ہوگی۔

ہم چمن سے قندھار جا رہے تھے تقریباً چالیس میل کے علاقے تک ہمیں کوئی پودا بھی نظر نہیں آیا۔ زمین سڑی ہوئی، پتھر سڑے ہوئے۔ نماز کا وقت ہو گیا بعض ساتھیوں نے وضو کرنا تھا تو ڈرائیور نے کہا کہ تقریباً پندرہ میل آگے جا کر تھوڑا سا پانی ملے گا۔ ان علاقوں میں لوگ آج بھی پانی کو ترستے ہیں اور بارش کے پانی پر گزارا کرتے ہیں۔ جانور بھی وہی پیتے ہیں، اسی سے غسل کرتے ہیں خود بھی وہی پیتے ہیں۔ اور پاکستان میں بھی ایسے علاقے موجود ہیں کہ جہاں زمین میں پانی بہت گہرا ہے۔ غریب لوگ نہیں نکال سکتے۔ وہ بارشی پانی پر گزارا کرتے ہیں۔ بارشی پانی کو تالابوں میں جمع کرتے ہیں جانور بھی وہیں سے پیتے ہیں اور انسان بھی۔

تو فرمایا تم نے اتارا ہے بادلوں سے پانی یا ہم اتارنے والے ہیں لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا اگر ہم چاہیں کر دیں اس کو نمکین۔ ڈیرہ اسماعیل خان، ڈیرہ غازی خان اور فیصل آباد کے بعض علاقوں میں آج بھی پانی نمکین اور کڑوا ہے۔ وضو کے لیے منہ میں ڈالیں تو کافی دیر تک منہ کڑوا رہتا ہے لوگ مجبوراً استعمال کرتے ہیں۔ اگر اس پانی سے غسل کریں اور سر پر صابن لگائیں تو وہ پانی سر سے صابن نہیں نکالتا۔ ہم پر تو اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل و کرم ہے وافر پانی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے پانی بڑی نعمت ہے۔ اور نعمت کی قدر اس وقت ہوتی ہے کہ جب آدمی اس نعمت سے محروم ہو فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ پس کیوں نہیں تم شکر ادا کرتے اے نادانو! اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا۔ اپنی پیدائش کو دیکھو اور اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے احسانات کو دیکھو پھر اپنی ناشکری پر غور کرو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ فصلیں تمہارے لیے پیدا کی ہیں ان کے لیے پانی کا انتظام بھی اللہ تعالیٰ نے کیا ہے جس نے یہ

سب کچھ تمہارے لیے کیا ہے اس کا شکر بھی ادا کرو تمھیں اپنی پیدائش کا مقصد ہی معلوم نہیں۔ یہ سب کچھ تمھارے لیے پیدا کیا گیا ہے اور تم کس کے لیے پیدا کیے گئے ہو؟ تم نے بھینس رکھی ہوئی ہے تم اس کو چارا ڈالتے ہو، پانی پلاتے ہو، نہلاتے ہو، دھوپ سائے میں باندھتے ہو اگر وہ بگڑ جائے اور دودھ نہ دے پھر تم اس کو ڈنڈے مارتے ہو۔ گائے بھینس کو تم نے پیدا تو نہیں کیا پیدا تو رب تعالیٰ نے کیا ہے اور موت وحیات کا مالک بھی وہی ہے تم صرف مجازی مالک ہو لیکن تمہاری مرضی کے مطابق نہ چلے تو چھتر ول کرتے ہو، ڈنڈے مارتے ہو۔ اے بندے! ذرا سوچ تو سہی رب تعالیٰ نے تجھے پیدا کیا اور کئی قسم کی نعمتیں تیرے اوپر بہادیں لیکن تو اس کی نافرمانی کرتا ہے پانچ وقت نماز نہیں پڑھتا، روزہ نہیں رکھتا، حلال وحرام کی تمیز نہیں کرتا تو رب تعالیٰ کی بھی لاٹھی ہے یا نہیں؟ وہ مارے گا تو کیا حشر ہوگا؟ سوچو تو سہی آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے سب پتا چل جائے گا۔

اور دلیل: اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِي تُوْرُوْنَ بھلا دیکھو وہ آگ جس کو تم جلاتے ہو ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ کیا تم نے پیدا کیا ہے اس کا درخت اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ یا ہم پیدا کرنے والے ہیں۔ عرب میں اور درخت بھی ہوں گے لیکن تین درختوں کا نام تفسیروں میں آتا ہے۔ مدح، کرخ، عفار۔ ان کی سبز ٹہنیاں ایک دوسرے پر رگڑنے سے آگ پیدا ہوتی تھی اور اس سے وہ لوگ اپنا نظام چلاتے تھے۔ سفر پر جاتے تو سبز ٹہنیاں کپڑوں میں لپیٹ کر رکھ لیتے تھے جہاں ضرورت پڑتی استعمال کرتے، آگ جلاتے۔ تو جس ذات نے سبز ٹہنیوں سے آگ پیدا کی ہے وہ تمھیں دوبارہ پیدا کرنے پر قادر نہیں ہے؟

چنانچہ سورہ یٰسین پارہ ۲۳ میں ہے اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ

''کیا نہیں دیکھا انسان نے کہ بے شک ہم نے پیدا کیا ہے اس کو ایک حقیر قطرے سے
فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ پس اچانک وہ بڑا جھگڑا کرنے والا ہے وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا
اور ہمارے لیے مثالیں بیان کرتا ہے وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ اور بھول گیا ہے اپنی پیدائش کو
قَالَ کہتا ہے مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ کون زندہ کرے گا وہ ہڈیوں کو
حالانکہ وہ بوسیدہ ہو چکی ہوں گی قُلْ آپ فرمادیں يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ وہ زندہ کرے گا
ان کو اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ جس نے پیدا کیا ان کو پہلی مرتبہ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ
اور وہ ہر پیدائش کو خوب جانتا ہے الَّذِيْ وہ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا
جس نے بنائی تمہارے لیے سبز درخت سے آگ فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ پس
اچانک تم اس آگ کو جلاتے ہو، سلگاتے ہو۔ ان نادانوں سے پوچھو اَوَلَيْسَ الَّذِيْ
خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کیا نہیں ہے وہ ذات جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو
بِقٰدِرٍ عَلٰٓي اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ قادر اس بات پر کہ وہ پیدا کرے ان جیسے بَلٰى
کیوں نہیں وہ قادر ہے وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ اور وہ بڑا پیدا کرنے والا اور سب کچھ
جاننے والا ہے۔''

تو فرمایا بھلا دیکھو وہ آگ جس کو تم جلاتے ہو کیا تم نے پیدا کیا ہے اس کا درخت یا ہم اس کو پیدا کرنے والے ہیں نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً ہم نے اس درخت کو نصیحت بنایا ہے تمہارے لیے کہ درخت سبز ہیں تو ان سے آگ نکلتی ہے اور اگر خشک ہو جائیں تو نہیں نکلتی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت تمہیں سمجھ نہیں آتی۔ خدا کی قدرت سمجھنے کے لیے بہت کچھ ہے وَمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ۔ مقوین کا مادہ قوٰی ہے ایسا علاقہ جہاں نہ گھاس ہو نہ پانی۔ مسافروں کو ایسے علاقے بھی طے کرنے پڑتے تھے۔ تو لفظی ترجمہ ہوگا ایسا علاقہ

طے کرنے والے جہاں نہ گھاس ہے نہ پانی ان کے لیے سامان ہے فائدہ اٹھانے کے لیے۔ پھر لازمی ترجمہ کرتے ہیں۔ فائدہ اٹھانے کے لیے ہے مسافروں کے لیے۔ کہ مسافر لوگ وہ سبز ٹہنیاں اپنے پاس رکھ لیتے تھے جہاں ضرورت پڑتی تھی ان کو آپس میں رگڑ کر آگ جلا لیتے تھے فَسَبِّحۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الۡعَظِيۡمِ پس آپ تسبیح بیان کریں اپنے رب کے نام کی جو بڑا ہے، بڑی عظمتوں والا ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ احب الکلام الی اللہ سبحان اللہ و بحمدہ ''اللہ تعالیٰ کو یہ کلام بہت محبوب ہے سبحان اللہ وبحمدہ۔'' یہ بخاری شریف کی آخری روایت ہے۔ دو کلمے ہیں اللہ تعالیٰ کو بہت پیارے ہیں زبان پر بہت ہلکے ہیں ترازو میں بڑے وزنی ہیں جب قیامت والے دن تولے جائیں گے تو بڑے وزنی نکلیں گے۔ اک کلمہ ہے سُبۡحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمۡدِهٖ اور دوسرا کلمہ ہے سُبۡحَانَ اللّٰهِ الۡعَظِيۡم۔ ان کو ہر حال میں پڑھ سکتے ہو اٹھتے، بیٹھتے، جاگتے، وضو ہو یا نہ ہو۔ عورتیں ان دنوں میں پڑھ سکتی ہیں جن دنوں میں انھوں نے نماز نہیں پڑھنی ہوتی۔ ان دو کلموں میں اللہ تعالیٰ کی ساری صفات آ جاتی ہیں ایجابی ہوں یا سلبی۔

اور مستدرک حاکم اور مسند احمد کی روایت میں آتا ہے کہ ان کو کثرت سے پڑھنے والے کا اللہ تعالیٰ رزق کشادہ کر دیتے ہیں۔ باقی ہم بڑے جلد باز ہیں ہم کہتے ہیں کہ لفظ زبان سے نکلیں اور گندم کی بوری ہمارے سامنے پڑی ہو۔ رب تعالیٰ کی ذات پر یقین رکھو اور پڑھتے رہو۔

فَلَآ اُقۡسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوۡمِ ﴿۷۵﴾ وَ اِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوۡ تَعۡلَمُوۡنَ عَظِیۡمٌ ﴿۷۶﴾ اِنَّهٗ لَقُرۡاٰنٌ كَرِیۡمٌ ﴿۷۷﴾ فِیۡ كِتٰبٍ مَّكۡنُوۡنٍ ﴿۷۸﴾ لَّا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الۡمُطَهَّرُوۡنَ ﴿۷۹﴾ تَنۡزِیۡلٌ مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۸۰﴾ اَفَبِهٰذَا الۡحَدِیۡثِ اَنۡتُمۡ مُّدۡهِنُوۡنَ ﴿۸۱﴾ وَ تَجۡعَلُوۡنَ رِزۡقَكُمۡ اَنَّكُمۡ تُكَذِّبُوۡنَ ﴿۸۲﴾ فَلَوۡلَاۤ اِذَا بَلَغَتِ الۡحُلۡقُوۡمَ ﴿۸۳﴾ وَ اَنۡتُمۡ حِیۡنَئِذٍ تَنۡظُرُوۡنَ ﴿۸۴﴾ وَ نَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡهِ مِنۡكُمۡ وَ لٰكِنۡ لَّا تُبۡصِرُوۡنَ ﴿۸۵﴾ فَلَوۡلَاۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ غَیۡرَ مَدِیۡنِیۡنَ ﴿۸۶﴾ تَرۡجِعُوۡنَهَاۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۸۷﴾ فَاَمَّاۤ اِنۡ كَانَ مِنَ الۡمُقَرَّبِیۡنَ ﴿۸۸﴾ فَرَوۡحٌ وَّ رَیۡحَانٌ ۬ۙ وَّ جَنَّتُ نَعِیۡمٍ ﴿۸۹﴾ وَ اَمَّاۤ اِنۡ كَانَ مِنۡ اَصۡحٰبِ الۡیَمِیۡنِ ﴿۹۰﴾ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنۡ اَصۡحٰبِ الۡیَمِیۡنِ ﴿۹۱﴾ وَ اَمَّاۤ اِنۡ كَانَ مِنَ الۡمُكَذِّبِیۡنَ الضَّآلِّیۡنَ ﴿۹۲﴾ فَنُزُلٌ مِّنۡ حَمِیۡمٍ ﴿۹۳﴾ وَّ تَصۡلِیَةُ جَحِیۡمٍ ﴿۹۴﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الۡیَقِیۡنِ ﴿۹۵﴾ فَسَبِّحۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الۡعَظِیۡمِ ﴿۹۶﴾ ع ۳ | ۱۶

فَلَآ اُقۡسِمُ پس میں قسم اٹھاتا ہوں بِمَوٰقِعِ النُّجُوۡمِ ستاروں کے گرنے کی وَ اِنَّهٗ لَقَسَمٌ اور بے شک البتہ یہ قسم ہے لَّوۡ تَعۡلَمُوۡنَ اگر تم جانو عَظِیۡمٌ بڑی اِنَّهٗ بے شک یہ لَقُرۡاٰنٌ كَرِیۡمٌ البتہ قرآن ہے عزت والا فِیۡ كِتٰبٍ ایسی کتاب میں ہے مَّكۡنُوۡنٍ جو چھپائی ہوئی ہے لَّا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الۡمُطَهَّرُوۡنَ نہیں چھوتے اس کو مگر پاک باز لوگ تَنۡزِیۡلٌ یہ اتارا ہوا ہے مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ رب العالمین کی طرف سے اَفَبِهٰذَا

اَلْحَدِیْثِ کیا اس بات میں اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ تم سستی کرتے ہو وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اور بناتے ہو تم اپنا نصیب اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ کہ بے شک تم جھٹلاتے ہو فَلَوْلَآ پس کیوں نہیں اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ جب پہنچتی ہے جان گلے تک وَاَنْتُمْ حِیْنَئِذٍ اور تم اس وقت تَنْظُرُوْنَ دیکھ رہے ہوتے ہو وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ اور ہم زیادہ قریب ہوتے ہیں اس کے مِنْكُمْ تم سے وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ لیکن تم دیکھ نہیں سکتے فَلَوْلَآ پس کیوں نہیں اِنْ كُنْتُمْ اگر تم غَیْرَ مَدِیْنِیْنَ بدلہ نہیں دیے جاؤ گے تَرْجِعُوْنَهَآ کیوں نہیں تم لوٹا لیتے اس کو اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ اگر ہو تم سچے فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ پس اگر ہو وہ مقربین میں سے فَرَوْحٌ وَّرَیْحَانٌ پس اس کے لیے راحت ہے اور روزی ہے وَّجَنَّتُ نَعِیْمٍ اور نعمت کے باغ ہیں وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ اور اگر ہے اصحاب یمین میں سے فَسَلٰمٌ لَّكَ پس سلامتی ہے تیرے لیے مِنْ اَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ دائیں طرف والوں میں سے وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِیْنَ اور اگر ہے وہ جھٹلانے والوں میں سے الضَّآلِّیْنَ جو بھٹکے ہوئے ہیں فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِیْمٍ پس مہمانی ہے گرم پانی کی وَّتَصْلِیَةُ جَحِیْمٍ اور ڈالنا ہے آگ کے شعلوں میں اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْیَقِیْنِ بے شک یہ بات البتہ حق الیقین ہے فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِیْمِ پس آپ تسبیح بیان کریں اپنے رب کے نام کی جو بڑا ہے۔

عربی زبان کا قاعدہ ہے کہ لفظ قسم سے پہلے لا آجائے یا ما آجائے تو وہ زائدہ ہوتا ہے اس کا کوئی معنیٰ نہیں ہوتا۔اب فَلَآ اُقْسِمُ کا معنیٰ ہے پس میں قسم اٹھاتا ہوں۔ لا کا کوئی معنیٰ نہیں ہے۔ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ستاروں کے گرنے کی جگہ کی۔ستارے چلتے چلتے غروب ہو جاتے ہیں۔تو ان چلنے والے ستاروں کے غروب ہونے کی جگہ کی قسم اٹھاتا ہوں وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ اور بے شک یہ البتہ قسم ہے لَّوْ تَعْلَمُوْنَ اگر تم جان لو عَظِيْمٌ بڑی اِنَّهٗ بے شک یہ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ البتہ قرآن ہے عزت والا۔

ستاروں کی دو قسمیں :

ستارے دو قسم کے ہیں۔ایک ثوابت جو اپنی جگہ کھڑے رہتے ہیں اور دوسرے سیارات ہیں جو چلتے ہیں۔ان کی لائن اور رفتار مقرر ہوتی ہے۔نہ تو وہ اپنی لائن سے دائیں بائیں جا سکتے ہیں اور نہ وہ یہ طاقت رکھتے ہیں کہ رفتار میں کمی بیشی کر لیں۔رب تعالیٰ نے ان کو جس لائن میں چلایا ہے اسی لائن میں وہ چلتے ہیں۔ان ستاروں کی رب تعالیٰ نے قسم اٹھائی ہے جو طلوع سے لے کر غروب تک صحیح اپنی لائن پر چلتے ہیں کہ یہ قرآن عزت والا ہے جس طرح ستارے سیدھے اپنی لائن میں چلتے ہیں اسی طرح یہ قرآن بھی سیدھا راستہ دکھاتا ہے اس میں بھی کوئی بات غلط نہیں ہے۔خود بھی صراط مستقیم ہے اور چلنے والوں کو بھی صراط مستقیم کی راہنمائی کرتا ہے فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ایسی کتاب میں ہے جو چھپائی ہوئی ہے۔پوشیدہ کتاب میں ہے جس کو لوح محفوظ کہتے ہیں۔تمام آسمانی کتابوں میں اس کا مرتبہ بلند ہے لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ نہیں چھوتے اس کو مگر پاک باز لوگ۔اس کا ایک معنیٰ یہ کرتے ہیں کہ لوح محفوظ کو ہاتھ نہیں لگاتے مگر پاکیزہ فرشتے۔یہ اس وقت ہے جب کہ ''ہ'' ضمیر کو کتاب مکنون کی طرف لوٹائیں۔لوح محفوظ کی

جانب پاکیزہ فرشتے ہی جاتے ہیں وہاں اور کوئی نہیں جا سکتا۔

اور یہ معنی بھی کرتے ہیں کہ اس قرآن پاک کو ہاتھ نہیں لگاتے مگر پاکیزہ لوگ۔ قرآن پاک کو بغیر وضو کے ہاتھ لگانا جائز نہیں ہے۔ زبانی پڑھ سکتے ہیں ہاتھ لگانے کے لیے وضو شرط ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے گورنر عمرو بن حزم کو بہت سی ہدایات جاری فرمائیں۔ ان میں یہ ہدایت بھی فرمائی کہ تَمَسُّ الْقُرْاٰنَ اِلَّا وَاَنْتَ طَاهِرٌ "قرآن کو ہاتھ نہ لگانا مگر اس حال میں کہ تو پاک ہو یعنی باوضو ہو۔" عورتیں بھی ماہواری کے دنوں میں زبانی نہیں پڑھ سکتیں، درود شریف، تیسرے کلمہ کا ورد کر سکتی ہیں، اللہ تعالیٰ کا ذکر کر سکتی ہیں کوئی پابندی نہیں ہے۔

فرمایا تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ یہ کتاب اتاری ہوئی ہے رب العالمین کی طرف سے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر ایک مقام ہے اُسے بیت العزت اور بیت العظمت بھی کہتے ہیں، وہاں اتاری اور پھر وہاں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تئیس سال میں نازل فرمائی اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ کیا پس اس بات پر تم سستی کرتے ہو۔ قرآن پاک کے بارے میں تم سستی کرتے ہو۔ اس کے پڑھنے میں، سمجھنے میں سستی نہ کرو، اس پر عقیدہ رکھنے میں سستی نہ کرو، اس کے مطابق عمل کرنے میں سستی نہ کرو۔ قرآن پاک اول تا آخر ہدایت ہے اس کے بارے میں بالکل سستی نہ کرو۔ اور تمہارا حال یہ ہے وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ۔ رزق کا معنی نصیب، حصہ۔ اور بناتے ہو تم اپنا نصیب، حصہ کہ بے شک تم جھٹلاتے ہو، اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تکذیب کرتے ہو۔

کافر بڑے زور سے کبھی تو کہتے کہ خود بنا کے لایا ہے کبھی کہتے يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ

’’سکھاتا ہے اس کو ایک انسان۔‘‘ ایک بے چارہ رومی غلام تھا فسطاس، جبر، یعیش اور بلعام اس کا نام بتاتے ہیں۔ یہ آنحضرت ﷺ کے مکان کے قریب رہتا تھا۔ آنحضرت ﷺ اس کی تیمارداری کے لیے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ انسانی ہمدردی کے تحت اس کی کوئی ضرورت ہوتی تو اپنی توفیق کے مطابق پوری کردیتے۔ کافروں نے یہ کڑی ملائی کہ یہ قرآن اس سے سیکھ کر ہمیں آکر سنا دیتا ہے، معاذ اللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا لِسَانُ الَّذِیْ یُلْحِدُوْنَ اِلَیْهِ اَعْجَمِیٌّ وَّ هٰذَا لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِیْنٌ [النحل:۱۰۳] ’’اس شخص کی زبان جس کی طرف یہ منسوب کرتے ہیں عجمی ہے اور یہ قرآن صاف عربی زبان میں ہے۔‘‘ بات کرتے وقت آدمی کچھ سوچے تو سہی کہ کوئی جوڑ بھی ہے۔ اس بے چارے کو تو صحیح عربی نہیں آتی ٹوٹے پھوٹے جملے بولتا تھا۔ اس غلام کے بارے میں آتا ہے کہ وہ بے چارہ بیمار تھا اور چراغ اس کے پاس جل رہا تھا۔ ایک آدمی اس کی تیمارداری کے لیے آیا۔ اس نے کہا کہ میں اُٹھ نہیں سکتا اُقْتُلِ السِّرَاجَ ’’چراغ کو قتل کردو۔‘‘ کہنا تو چاہیے تھا اِطْفَاِ السِّرَاجَ ’’چراغ کو بجھادو۔‘‘ اور یہ کہہ رہا ہے چراغ کو قتل کردو۔ وہ کیا قرآن بنا کے دے گا؟ مگر دنیا شوشے چھوڑنے سے باز نہیں آتی۔

تو فرمایا اور بناتے ہو تم اپنا حصہ کہ تم جھٹلاتے ہو اس قرآن کو۔ اس وقت کو یاد رکھو جب تم پر نزع کا عالم طاری ہوتا ہے تو کتنے بے بس ہوتے ہو۔ فرمایا فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ وَاَنْتُمْ حِیْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ پس کیوں نہیں جب پہنچتی ہے جان گلے تک اور تم اس وقت دیکھ رہے ہوتے ہو۔ مرنے والا تمہارے سامنے مرتا ہے، ہاتھ پاؤں بے حس، ٹانگیں بے حس، تمہارے سامنے مر رہا ہے اور تم دیکھ رہے ہو وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْكُمْ

اور ہم زیادہ قریب ہوتے ہیں اس کے نسبت تمہارے وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ لیکن تم نہیں دیکھ سکتے ہمیں فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ پس کیوں نہیں اگر تم بدلہ نہیں دیئے جاؤ گے۔ تم کسی کے حکم کے پابند نہیں اور جزا نہیں ملنی تَرْجِعُوْنَهَآ کیوں نہیں لوٹا لیتے اس کو۔ اس مردے کی روح بدن میں کیوں نہیں لوٹاتے اگر تمہارے بس میں کچھ ہے۔ ڈاکٹروں کے اختیار میں ہے، حکیموں کے پاس کوئی اختیار ہے، چھومنتر کرنے والوں کے پاس اگر کوئی اختیار ہے تو مرنے والے کی روح کو واپس بدن میں لوٹا دیں؟

ماں باپ کھڑے ہیں، عزیز رشتہ دار بھی موجود ہیں، آنکھوں سے آنسو بہا رہے ہیں لیکن کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ اس کی جان نکل رہی ہے اگر ہمت ہے تو اسے موت کے منہ سے بچا کر دکھاؤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر ہو تم سچے کہ مرنے کے بعد کوئی زندگی نہیں ہے۔ اگر یہاں تم بے بس ہو تو جب جزا و سزا کی منزل آئے گی اس کو تم کیسے روک سکو گے؟ اور جس طرح تم اس کی روح کو نہیں لوٹا سکتے اور رب تعالیٰ لے جا رہے ہیں تو دوبارہ اٹھنے کا بھی انکار نہ کرو یقیناً وہ رب دوبارہ اٹھائے گا۔ نہ تمہارا آنا تمہارے اختیار میں ہے اور نہ جانا تمہارے اختیار میں ہے۔ شاعر نے کہا ہے:

؎ لائی حیات، آئے، قضا لے چلی، چلے
اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے

یہ موت و حیات ہمارے بس میں نہیں ہے۔ زندگی اور موت حقیقت ہے جزا، سزا بھی حقیقت ہے۔ پھر کیا ہوگا فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ پس ہوا اگر مرنے والا مقربین میں سے، جن کی موت بھی نرالی ہوتی ہے۔ احادیث میں آتا ہے ملک الموت آتے ہیں اور اس کے پیچھے اٹھارہ فرشتوں کی صف ہوتی ہے۔ ان کے پاس خوشبو والا کفن ہوتا ہے۔

ملک الموت قریب آ کر بڑے ادب کے ساتھ سلام کرتا ہے السلام علیکم۔ مرنے والا ملک الموت اور دوسرے فرشتوں کو دیکھ رہا ہوتا ہے۔ وہ کہتے ہیں اُخْرُجِیْ اِلٰی رِضْوَانٍ مِّنَ اللّٰہِ ''اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کی طرف نکل'' اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی ہے۔ جنت میں تیرا محل ہے۔ مرتے وقت اس کو بتلا دیا جاتا ہے یہ تیرا ٹھکانا ہے۔ اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی ہے۔ اس وقت مومن کہتا ہے مجھے جلدی لے چلو۔ اسی لیے حدیث پاک میں آتا ہے کہ بلا مجبوری جنازے میں تاخیر نہ کرو۔ کیونکہ اگر نیک ہے تو اس کو جلدی خوشیوں میں پہنچا دو اور اگر دوسری مد کا ہے تو اس بلا سے تمہاری جان چھوٹ جائے گی۔ اگر مرنے والا برا ہے تو فرشتے نہایت کرخت الفاظ اور تند لہجے میں اس کے ساتھ پیش آتے ہیں، سلام نہیں کرتے۔ کہتے ہیں اُخْرُجِیْ اِلٰی سَخَطٍ مِّنَ اللّٰہِ وَ غَضَبِہٖ یَا اَیَّتُھَا النَّفْسُ الْخَبِیْثَۃِ ''اے خبیث روح نکل خدا کی ناراضگی اور غضب کی طرف۔'' اب تم پر خدا کا قہر ہوگا، رب تجھ سے ناراض ہے اور دوزخ میں یہ تیرا ٹھکانا ہے۔ وہ بڑی منتیں کرتا ہے۔ کہتا ہے لَوْلَآ اَخَّرْتَنِیْٓ اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَکُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ''اے پروردگار! کیوں نہیں تو نے مجھے مہلت دی تھوڑی سی مدت تک تاکہ میں صدقہ کرتا اور ہو جاتا نیکوں میں سے لیکن لَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰہُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُھَا [سورۃ المنافقون] ''اور اللہ تعالیٰ ہرگز موخر نہیں کرے گا کسی کی جان سے اس کی موت جب اس کا وعدہ آ گیا'' ایک لمحہ بھی تاخیر نہیں ہوگی۔

تو فرمایا اگر ہوا وہ مقربین میں سے فَرَوْحٌ وَّرَیْحَانٌ تو اس کے لیے راحت ہے اور روزی ہے۔ روح کا معنیٰ راحت اور ریحان کا معنیٰ رزق۔ اور ریحان کے معنیٰ خوش بو کے بھی ہیں۔ رزق بھی ہوگا اور خوش بوئیں بھی ہوں گی وَّجَنَّتُ نَعِیْمٍ

اور نعمتوں کے باغ ہیں۔ مقربین ایسے باغوں میں ہوں گے جو نعمتوں سے بھرے ہوئے ہوں گے۔ ان کا جسم اگرچہ ہمارے سامنے پڑا ہوتا ہے لیکن جنت کے ساتھ ان کا کنکشن قائم ہو جاتا ہے وہاں کی خوراک اور راحتیں ان کو میسر ہو جاتی ہیں اور یہ سارا کچھ اسی قبر میں ہوتا ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے اَلْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ اَوْ حُفْرَةٌ مِّنْ حُفَرِ النِّيْرَانِ ''قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے گڑھا ہے۔'' جو ہمیں صرف مٹی کا ڈھیر نظر آتا ہے اس جہاں کے سارے معاملات ہماری آنکھوں سے اوجھل ہیں۔ اگر ہم قبر کو کھول کر دیکھیں گے تو ہمیں کچھ بھی نظر نہیں آئے گا لیکن مومن کے لیے خوشی کی کوئی حد نہیں اور کافر گناہ گار کے لیے غم اور پریشانی کی کوئی حد نہیں ہے۔

وَاَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ اور بہر حال اگر ہوا وہ اصحاب یمین میں سے فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ پس سلامتی ہے تیرے لیے دائیں طرف والوں میں سے۔ تم پر سلامتی ہے کہ دائیں ہاتھ والوں میں سے ہو۔ فرشتے ان کو سلام کرتے ہیں، غلمان اور حوریں ان کو سلام کہتی ہیں ، اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی ہوتی ہے۔ تمہارے لیے سلامتی ہے کوئی تکلیف نہیں ہوگی، کوئی پریشانی نہیں ہوگی وَاَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ اور بہر حال اگر ہے وہ جھٹلانے والوں میں سے جو بہکے ہوئے ہیں، گمراہ ہیں۔ توحید کو جھٹلایا، نبوت کو جھٹلایا، قیامت کو جھٹلایا، رب تعالیٰ کے احکام کو جھٹلایا، قرآن کو جھٹلایا، ان کے لیے کیا ہوگا؟ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ گرم پانی کی مہمانی ہوگی۔ اتنی شدید پیاس لگے گی کہ گرم پانی کے پینے پر مجبور ہو جائیں گے۔ پانی جب ہونٹوں کو

لگے گا ہونٹوں کو جلادے گا یَشْوِی الْوُجُوْہ قطرہ قطرہ کرکے اندر جائے گا انتڑیوں کو کاٹ کر پاخانے کے راستے سے نکال دے گا۔ پھر فرشتے انتڑیاں منہ کے راستے ڈالیں گے۔ پھر اس کے ساتھ کیا ہوگا یُصْهَرُ بِهٖ مَا فِیْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ [الحج:۲۰] ''پگھلایا جائے گا اس کے ساتھ وہ جو ان کے پیٹوں میں ہے اور ان کی کھالیں بھی۔'' سروں پر گرم پانی ڈالا جائے گا کھولتا ہوا سارا چمڑا اتر جائے گا۔ جس طرح تم گرم پانی کے ذریعے مرغیوں کی کھال اتارتے ہو۔

تو فرمایا گرم پانی کی مہمانی ہوگی وَّتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ اور ڈالنا ہے آگ کے شعلوں میں، داخل ہونا ہے آگ کے شعلوں میں۔ آج دنیا کی آگ ہماری برداشت سے باہر ہے اور دوزخ کی آگ تو اس سے انہتر گنا تیز ہے۔ اگر مارنا مقصود ہوتو اس کا ایک جھونکا ہی کافی ہے لیکن چونکہ سزا دینی ہے لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ''نہ مرے گا نہ جیے گا۔'' اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ بے شک یہ بات جو ہم کررہے ہیں حق الیقین ہے۔

علم کے تین درجے :

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب لکھی ہے تصوف پر جس کا نام ہے ''معارف لدنیہ'' اس میں وہ فرماتے ہیں علم کے تین درجے ہیں علم الیقین، عین الیقین اور تیسرا درجہ ہے حق الیقین۔ تجربہ کار، سچے آدمی کی بات پر یقین کرنا اور ماننا اس کو علم الیقین کہتے ہیں۔ مثلاً: ایک آدمی کہتا ہے کہ آگ جلاتی ہے۔ ابھی اس نے آگ کو جلاتے ہوئے دیکھا نہیں ہے۔ اس کی بات پر کوئی یقین کرتا ہے تو یہ علم الیقین ہے۔ پھر آنکھوں سے آگ کو جلاتے ہوئے دیکھ لیا کہ وہ لکڑیوں کو، کپڑوں کو جلا رہی ہے تو یہ عین الیقین ہے۔ اور اگر اس کے بدن کا کوئی حصہ آگ میں گیا اور اس نے جلا دیا تو یہ حق الیقین ہے۔ یہ یقین کی آخری حد

ہے۔

تو فرمایا یہ جو کچھ ہم کہتے ہیں یہ صرف علم الیقین اور عین الیقین ہی نہیں بلکہ حق الیقین ہے۔اس سے اوپر یقین کا کوئی درجہ نہیں ہے۔ یہ قرآن حق الیقین ہے ہم جو کہتے ہیں یہ حق الیقین ہے اس میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ہے۔رب تعالیٰ نے تجھے آگاہ کر دیا ہے لہٰذا فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ پس آپ تسبیح بیان کریں اپنے رب کے نام کی جو بڑا ہے۔سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم،کثرت سے پڑھتے رہو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سورۃ الحدید

(مکمل)

جلد............ ۱۹

آیاتها ۲۹ ۵۷ سُوْرَۃُ الْحَدِیْدِ مَدَنِیَّۃٌ ۹۴ رکوعاتها ۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِۚ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ(۱) لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِۚ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُۚ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ(۲) هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُۚ وَ هُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ(۳) هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِؕ یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَ مَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَ مَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَ مَا یَعْرُجُ فِیْهَاؕ وَ هُوَ مَعَكُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ(۴) لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ(۵) یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَ یُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِؕ وَ هُوَ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ(۶)

سَبَّحَ لِلّٰهِ تسبیح بیان کرتی ہے اللہ تعالیٰ کے لیے مَا فِی السَّمٰوٰتِ وہ مخلوق جو آسمانوں میں ہے وَ الْاَرْضِ اور جو زمین میں ہے وَ هُوَ الْعَزِیْزُ اور وہ زبردست ہے الْحَكِیْمُ حکمتوں والا ہے لَهٗ اسی کے لیے مُلْكُ السَّمٰوٰتِ ملک آسمانوں کا وَ الْاَرْضِ اور زمین کا یُحْیٖ وہ زندہ کرتا ہے وَ یُمِیْتُ اور مارتا ہے وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے

هُوَ الْاَوَّلُ وہ اول ہے وَالْاٰخِرُ اور آخر ہے وَالظَّاهِرُ اور وہ ظاہر ہے وَالْبَاطِنُ اور باطن ہے وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے هُوَ الَّذِيْ وہ وہ ذات ہے خَلَقَ السَّمٰوٰتِ جس نے پیدا کیا آسمانوں کو وَالْاَرْضَ اور زمین کو فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ چھ دنوں میں ثُمَّ اسْتَوٰى پھر وہ قائم ہوا عَلَى الْعَرْشِ عرش پر يَعْلَمُ جانتا ہے مَا يَلِجُ جو داخل ہوتا ہے فِي الْاَرْضِ زمین میں وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا اور جو چیز نکلتی ہے اس سے وَمَا يَنْزِلُ اور جو اترتی ہے مِنَ السَّمَآءِ آسمان سے وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا اور جو چڑھتی ہے اس میں وَهُوَ مَعَكُمْ اور وہ تمہارے ساتھ ہے اَيْنَ مَا كُنْتُمْ جہاں کہیں بھی تم ہو وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو دیکھتا ہے لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ اسی کے لیے ہے ملک آسمانوں کا وَالْاَرْضِ اور زمین کا وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ اور اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں سب کام يُوْلِجُ الَّيْلَ داخل کرتا ہے رات کو فِي النَّهَارِ دن میں وَيُوْلِجُ النَّهَارَ اور داخل کرتا ہے دن کو فِي الَّيْلِ رات میں وَهُوَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ اور وہ جانتا ہے دلوں کے راز۔

تعارفِ سورۃ :

اس سورت کا نام سورۃ الحدید ہے۔ حدید کا معنی لوہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک لوہا بھی ہے۔ دنیا کا کافی نظام لوہے پر موقوف ہے۔ سورت کے آخر میں لوہے کا

ذکر آئے گا۔ یہ سورت مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے ترانوے (۹۳) سورتیں نازل ہو چکی تھیں یہ چرانوے (۹۴) نمبر پر نازل ہوئی۔ اس کے چار رکوع اور انتیس آیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ تسبیح بیان کرتی ہے، پاکیزگی بیان کرتی ہے اللہ تعالیٰ کے لیے وہ مخلوق جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ آسمانوں میں فرشتوں کے علاوہ بے شمار مخلوق ہے جس کو صرف رب تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ چاند، سورج، ستارے ہیں۔ اور جو مخلوق زمین میں ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہے۔ درختوں کا ایک ایک پتہ، پانی کا ایک ایک قطرہ، اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کرتا ہے وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ ''اور نہیں ہے کوئی شے مگر وہ تسبیح بیان کرتی ہے اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ وَلٰـكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ [بنی اسرائیل: ۴۴] ''مگر تم اس کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔'' ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے زبان حال سے یا زبان قال سے سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

وَهُوَ الْعَزِيْزُ اور وہ غالب ہے، زبردست ہے۔ اس کے مقابلے میں کسی کو کوئی قوت اور طاقت حاصل نہیں ہے اَلْحَكِيْمُ حکمت والا ہے۔ اس کی ہر بات حکمت اور دانائی والی ہے لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اسی کے لیے ہے ملک آسمانوں کا اور زمین کا۔ آسمان بھی اس نے پیدا کیے ہیں اور زمین بھی اسی نے پیدا کی ہے۔ خالق بھی وہی، مالک بھی وہی، زمین اور آسمانوں میں تصرف بھی اسی کا، تدبیر بھی اس کی۔ خدائی اختیارات میں کسی کا کوئی دخل نہیں ہے يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ موت دینا بھی اس کی صفت ہے اور زندگی دینا بھی اسی کی صفت ہے وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ان کے لیے کوئی کام مشکل نہیں ہے هُوَ الْاَوَّلُ

وہی اول ہے۔سب سے پہلے وہی ہے جس کی کوئی ابتدا نہیں ہے وَالْاٰخِرُ اور آخر ہے جس کی کوئی انتہا نہیں ہے۔نہ اس کی ابتدا اور نہ اس کی انتہا۔وہ ازلی اور ابدی ہے وَالظَّاهِرُ اور وہ ظاہر ہے اپنی قدرت کی نشانیوں سے۔

وَفِي كُلِّ شَيْءٍ لَهُ آيَةٌ
تَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ وَاحِدٌ

''اور ہر شے میں دلیل ہے جو دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ وہ وحدہ لاشریک ہے۔'' وَالْبَاطِنُ اور باطن ہے اپنی ذات کے لحاظ سے۔کوئی دوربین لگا کر بھی اسے نہیں دیکھ سکتا۔اپنی ذات کے اعتبار سے باطن ہے دلائل قدرت کے اعتبار سے ظاہر ہے۔

روس کا خدا اور مذہب کا جنازہ نکالنا :

آج سے کوئی ستر (۷۰) اسی (۸۰) سال پہلے کی بات ہے کہ روس نے بڑے زوردار طریقے سے یہ نظریہ پھیلایا کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی وجود نہیں ہے اور ان کے دین سے دور ہونے اور متنفر ہونے کی وجہ یہ بنی کہ روس کے سربراہ سارنوف نے جو عیسائی مذہب رکھتا تھا اور روسی اصولی طور پر عیسائی ہیں۔سارنوف نے اپنے وزیروں، مشیروں کو بلا کر کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ میرے گھر میں روحانیت پھیل جائے۔میرے بیوی بچے، پوتے، نواسے روحانیت کا سبق حاصل کریں اور روحانیت میں کامل بنیں۔اس کے لیے اچھے عمدہ قسم کا ایک مذہبی پیشوا چاہیے جو ان کو تعلیم دے اور ان کی اصلاح کرے۔اس وقت راسکوتیں بڑا پادری تھا اور عمر بھی اس کی اسی سال سے اوپر تھی۔وزیروں، مشیروں نے اُسے پیش کر دیا کہ یہ ان کو تعلیم دے گا، اخلاق کی اصلاح کرے گا، روحانی تربیت کرے گا ، بڑا پاک باز اور نیک ہے۔چنانچہ بادشاہ نے بیٹے، بیٹیاں، پوتے، پوتیاں، نواسے،

نواسیاں اس کے حوالے کیں کہ ان کو تعلیم دو، ان کی اصلاح کرو، روحانی تربیت کرو۔ لیکن ہوا یہ کہ اس نے شیطانی حرکتیں شروع کر دیں اور بچیوں کو ہوس کا نشانہ بنایا۔ بادشاہ کو علم ہوا۔ وہ بڑا جذباتی آدمی تھا آخر بادشاہ تھا۔ اس نے کہا کہ جب سب سے بڑے مذہبی پیشوا اور پادری کا یہ حال ہے تو دوسروں کا کیا حال ہوگا؟ وہ مذہب سے متنفر ہو گیا۔ روسیوں کے مذہب سے بےزار ہونے کا سبب وہ بڑا پادری بنا۔ یہاں تک کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے وجود کے بھی منکر ہو گئے۔ پھر وہ وقت آیا کہ روسیوں نے ۱۹۳۷-۳۸ء کی بات ہے کہ اپنے ملک سے دو جنازے باہر نکالے، ایک خدا کا اور دوسرا مذہب کا۔ باقاعدہ دو جنازے تیار کیے گئے، ان پر پھول ڈالے گئے اور ناچتے کودتے، دھمالیں ڈالتے ہوئے سرحد پر لے گئے اور لاتوں سے جنازے والی چارپائی سرحد سے باہر پھینک دی۔ پھر دوسری چارپائی پھینک دی۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے میں اس وقت جوان (عالم شباب میں) تھا۔ کہنے لگے ہم نے خدا اور مذہب کو ملک سے نکال دیا ہے۔ پھر جس وقت ہٹلر کی مار پڑی تو روسی لیڈروں نے کہا کہ ہر مذہب والا اپنے اپنے معبد خانے میں خدا کو پکارے کہ رب تعالیٰ ہمیں اس بلا سے نجات دے۔

تو فرمایا وہ سب سے اوّل ہے اور وہی سب سے آخر ہے، وہی ظاہر ہے اور وہی باطن ہے وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وہ وہ ذات ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ چھ دنوں میں۔ چھ دنوں سے مراد چھ دنوں کا وقفہ ہے۔ کیونکہ اس وقت نہ سورج تھا، نہ چاند تھا، نہ زمین تھی، نہ آسمان تھا کہ دنوں سے یہ دن مراد لیے جائیں، بلکہ چھ دنوں کا وقفہ مراد

ہے۔ اللہ تعالیٰ تو ایک سیکنڈ میں ہر چیز کے پیدا کرنے پر قادر ہے تو پھر چھ دنوں کے وقفے میں پیدا کرنے کی حکمت کیا تھی؟ مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو سبق دیا ہے کہ میں نے قادرِ مطلق ہوتے ہوئے بھی آہستہ آہستہ کام کیا ہے لہٰذا تمہارے کام بھی تدریجاً یعنی آرام آرام سے ہونے چاہئیں ورنہ وہ ایک لمحے میں سب کچھ کر سکتا ہے۔

دو سال کا عرصہ گزرا ہے اس نے جاپان پر صرف سترہ سیکنڈ کا زلزلہ مسلط کیا تھا۔ سترہ سیکنڈ کیا ہوتے ہیں؟ آدمی سترہ سیکنڈ میں ایک بات نہیں کر سکتا۔ اس سے اتنا نقصان ہوا تھا کہ جاپان جیسا صنعتی ملک جو صنعت میں پورے یورپ سے بڑھا ہوا ہے، نے کہا تھا کہ ہماری حکومت یہ نقصان چار سالوں میں پورا نہیں کر سکتی۔

استوی علی العرش کا معنیٰ :

تو فرمایا وہ ذات ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ پھر رب تعالیٰ مستوی ہوا عرش پر۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے شاگرد نے پوچھا حضرت استوی علی العرش کا کیا معنیٰ ہے؟ ہمیں سمجھاؤ کہ اللہ تعالیٰ کے بیٹھنے کا کیا مفہوم ہے؟ دیکھو! اس وقت ہم صفوں پر بیٹھے ہیں، قالینوں پر بیٹھے ہیں، کوئی چارپائی پر بیٹھتا ہے، کوئی منبر پر بیٹھتا ہے، مختلف نشستیں ہیں لوگوں کے بیٹھنے کی تو ہمیں سمجھاؤ رب تعالیٰ عرش پر کیسے قائم ہے؟

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اَلْاِیْمَانُ بِہٖ وَاجِبٌ "اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔ (کیونکہ قرآنِ کریم میں ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ اور سورہ طٰہٰ میں ہے الرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی) وَکَیْفِیَّتُہٗ مَجْھُوْلَۃٌ اور اس کی کیفیت ہمیں

معلوم نہیں ہے کہ کیسے بیٹھا ہے؟ وَالسُّوَالُ عَنْهُ بِدْعَةٌ اور اس کے متعلق سوال کرنا بدعت ہے۔''اس کے پیچھے پڑنا بدعت ہے۔بس اتنا کہہ دو کہ جواس کی شان کے لائق ہے۔رب تعالیٰ سنتا بھی ہے، بولتا بھی ہے، دیکھتا بھی ہے جواس کی شان کے لائق ہے۔ جس طرح اس کی شان کے لائق ہے اس طرح بولتا ہے دیکھتا ہے یَدَاهُ مَبْسُوطَتٰنِ [سورۃ المائدہ] ''رب تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں۔'' ہمارے ہاتھوں کی طرح نہیں ہیں بلکہ جواس کی ذات کے لائق ہیں۔ہم اس سے زیادہ کے مکلف نہیں ہیں۔تو فرمایا پھر وہ قائم ہوا عرش پر یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ جانتا ہے جو داخل ہوتا ہے زمین میں۔ مردے زمین میں دفن کیے جاتے ہیں، بیج زمین میں ڈالا جاتا ہے، کیڑے مکوڑے زمین میں داخل ہوتے ہیں، بارش کو زمین جذب کر لیتی ہے۔غرضکہ جو چیز بھی زمین کے اندر داخل ہوتی ہے اس کو رب تعالیٰ جانتا ہے وَمَا یَخْرُجُ مِنْهَا اور جو چیز زمین سے نکلتی ہے۔زمین سے تیل نکلتا ہے، گیس نکلتی ہے فصلیں نکلتی ہیں یعنی اگتی ہیں، درخت نکلتے ہیں، کیڑے مکوڑے نکلتے ہیں، سب کچھ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔

دہریے قسم کے لوگ کہتے ہیں کہ پچاس سال کے بعد لوگ کیا کھائیں گے، کہاں سے کھائیں گے؟ بھائی تمھیں کیا فکر ہے؟ جس رب نے پیدا کیا ہے وہ انتظام بھی کرے گا۔مخلوق کم تھی زمین کی پیداوار بھی کم تھی۔اب مخلوق زیادہ ہوگئی ہے پیداوار بھی بڑھ گئی ہے وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزْقُهَا [ہود:٦، پارہ:١٢] ''اور نہیں ہے کوئی چلنے پھرنے والا جانور زمین میں مگر اس کی روزی اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔''

دیکھو! گیس کے متعلق کوئی سوچ سکتا تھا کہ ایسا ایندھن آئے گا جو سر پر بھی نہیں اٹھانا پڑے گا۔ جلے گا مگر نہ اس کا دھواں ہوگا اور نہ راکھ ہوگی۔آج سے پچاس سال پہلے

کوئی کہتا تو لوگ اس کو پاگل خانے میں بند کرا دیتے کہ یہ کیا کہتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کو علم ہے کیا چیز زمین سے کب نکالنی ہے۔ ابھی اللہ تعالیٰ اپنی قدرتوں کا اظہار فرمائیں گے جیسے جیسے قیامت قریب آئے گی زمین اپنے دفینے نکالے گی وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ اور جو چیز آسمان کی طرف سے نازل ہوتی ہے، فرشتے نازل ہوتے ہیں، رب تعالیٰ کی رحمتیں بندوں پر نازل ہوتی ہیں وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا اور جو چیز چڑھتی ہے آسمان میں وہ اس کو بھی جانتا ہے۔ فرشتے اوپر جاتے ہیں، نیک آدمیوں کے اعمال اوپر جاتے ہیں اور جو کچھ بھی اوپر جاتا ہے رب تعالیٰ اس کو جانتا ہے۔ اور صرف یہ نہ سمجھنا کہ وہ عرش پر مستوی ہے بلکہ اس کے ساتھ یہ عقیدہ بھی رکھنا ہے وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں بھی تم ہو۔

دونوں عقیدے ضروری ہیں۔ عرش پر بھی قائم ہے جو اس کی شان کے لائق ہے اور تمہارے ساتھ بھی ہے علم کے لحاظ سے، قدرت کے لحاظ سے، اپنی ذات کے لحاظ سے جیسے اس کی شان کے لائق ہے۔ یہ دونوں باتیں قرآن میں موجود ہیں وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو دیکھتا ہے لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ اسی کے لیے ہے ملک آسمانوں کا اور زمین کا۔ آسمانوں اور زمین کی شاہی اسی کی ہے وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ اور اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں سب کام۔ ہر چیز پر قبضہ اور اختیار اسی کا ہے۔ سب کچھ رب تعالیٰ ہی کرتا ہے اور کسی کو کوئی اختیار نہیں ہے، نہ کوئی بادشاہ بنا سکتا ہے، نہ گدا بنا سکتا ہے، نہ کوئی اولاد دے سکتا ہے، نہ کوئی رزق دے سکتا ہے، نہ کوئی صحت دے سکتا ہے اور نہ کوئی بیمار کر سکتا ہے۔ سب کچھ رب تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے۔ اس کی قدرت کو دیکھو! يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وہ داخل کرتا ہے رات

کو دن میں۔ گرمی کے موسم میں راتیں چھوٹی ہوجاتی ہیں اور دن لمبے ہوجاتے ہیں، رات کا حصہ کاٹ کر دن میں شامل کر دیتا ہے وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ اور وہ داخل کرتا ہے دن کو رات میں۔ آج کل راتیں لمبی ہیں سردی کا موسم ہے اور دن چھوٹے ہیں، دن کا حصہ کاٹ کر رات میں شامل کر دیا ہے۔ یہ رب تعالیٰ کے روزمرہ کے انقلابات ہیں۔ سب سمجھتے ہیں اس کے لیے دلیل کی ضرورت نہیں ہے وَهُوَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ اور وہ جانتا ہے دلوں کے راز۔ صدور صَدْرٌ کی جمع ہے صدر کا معنیٰ ہے سینہ، مراد دل ہے۔ رب تعالیٰ دلوں کے رازوں کو جانتا ہے۔ لہٰذا اپنے دلوں کو صاف رکھو معاملہ پروردگار کے ساتھ ہے۔

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِیْنَ فِیْهِ ؕ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ اَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِیْرٌ ﴿۷﴾ وَ مَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَ الرَّسُوْلُ یَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَ قَدْ اَخَذَ مِیْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۸﴾ هُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ لِّیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۹﴾ وَ مَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لِلّٰهِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ ؕ اُولٰٓىِٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا ؕ وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ﴿۱۰﴾ ع ۱۷

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر وَرَسُوْلِهٖ اور اس کے رسول پر وَاَنْفِقُوْا اور خرچ کرو مِمَّا اس چیز سے جَعَلَكُمْ بنایا تم کو اللہ تعالیٰ نے مُّسْتَخْلَفِیْنَ فِیْهِ نائب اس میں فَالَّذِیْنَ پس وہ لوگ اٰمَنُوْا جو ایمان لائے مِنْكُمْ تم میں سے وَاَنْفَقُوْا اور انھوں نے خرچ کیا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِیْرٌ ان کے لیے اجر ہے بڑا وَمَا لَكُمْ اور کیا ہو گیا ہے تم کو لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ نہیں ایمان لاتے تم اللہ تعالیٰ پر وَالرَّسُوْلُ یَدْعُوْكُمْ حالانکہ رسول تم کو دعوت دے رہا ہے لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ کہ تم ایمان لاؤ اپنے رب پر وَقَدْ اَخَذَ مِیْثَاقَكُمْ اور تحقیق لیا اللہ تعالیٰ نے تم سے پختہ عہد اِنْ

كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اگر ہو تم ماننے والے هُوَ الَّذِيْ وہ وہی ذات ہے يُنَزِّلُ جو اتارتا ہے عَلٰى عَبْدِهٖٓ اپنے بندے پر اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ واضح آیتیں لِّيُخْرِجَكُمْ تاکہ نکالے تمھیں مِّنَ الظُّلُمٰتِ اندھیروں سے اِلَى النُّوْرِ روشنی کی طرف وَاِنَّ اللّٰهَ اور بے شک اللہ تعالیٰ بِكُمْ تمہارے ساتھ لَرَءُوْفٌ البتہ شفقت کرنے والا ہے رَّحِيْمٌ مہربان ہے وَمَا لَكُمْ اور تمھیں کیا ہو گیا ہے اَلَّا تُنْفِقُوْا کہ تم خرچ نہیں کرتے فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں وَلِلّٰهِ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ میراث آسمانوں کی اور زمین کی لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ نہیں ہیں برابر تم میں سے مَّنْ اَنْفَقَ جنھوں نے خرچ کیا مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ فتح سے پہلے وَقٰتَلَ اور لڑائی کی اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً یہ لوگ بہت بڑے ہیں درجے کے لحاظ سے مِّنَ الَّذِيْنَ ان لوگوں سے اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ جنھوں نے خرچ کیا فتح کے بعد وَقٰتَلُوْا اور لڑائی کی وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى اور ہر ایک کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے اچھائی کا وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو خبردار ہے۔

ربط آیات :

اس رکوع کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا ذکر تھا اور اس کے دلائل تھے۔ توحید اور اس کے دلائل بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اے

لوگو! ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر کہ وہی خالق ہے، وہی مالک ہے، وہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور مارنے والا ہے اور اس کے رسول پر اور ایمان لانے کے بعد وَاَنۡفِقُوۡا اور خرچ کرو تم مِمَّا جَعَلَكُمۡ مُّسۡتَخۡلَفِيۡنَ فِيۡهِ اس چیز میں سے کہ اللہ تعالیٰ نے نائب بنایا ہے تم کو اس میں۔ اکثر مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ انفاق سے مال کا خرچ کرنا مراد ہے۔ مال کا حقیقی مالک تو اللہ تعالیٰ ہے برائے نام شرعی طور پر اس نے تم کو نائب بنایا ہے تم رب تعالیٰ کے خلیفہ ہو۔ اصل مالک اللہ تعالیٰ ہے تمہارے پاس چند دن کے لیے امانت ہے اس مال کو تم خرچ کرو اس سے زکوٰۃ دو، عشر دو، فطرانہ دو، قربانی کرو، صدقہ خیرات کرو، اپنوں پر، دوسروں پر۔ اکثر مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم تو یہی تفسیر کرتے ہیں۔ لیکن علامہ اندلسی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے مفسر ہیں۔ ان کی تفسیر کا نام بحر المحیط ہے۔ اور علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ بھی بڑے چوٹی کے مفسر ہیں ان کی تفسیر کا نام ہے روح المعانی۔ یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں ہر شے مراد ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کو مال دیا ہے تو وہ مال خرچ کرے، علم دیا ہے تو علم خرچ کرے، اگر جسمانی قوت دی ہے تو کمزوروں کے لیے وہ خرچ کرے، ہنر اور فن دیا ہے تو وہ خرچ کرے، عقل اور سمجھ دی ہے تو اس سے لوگوں کو فائدہ پہنچائے۔ جو بھی نعمت اللہ تعالیٰ نے دی ہے اس کو خرچ کرے۔ فرمایا فَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ پس وہ لوگ جو ایمان لائے تم میں سے وَاَنۡفَقُوۡا اور انھوں نے خرچ کیا لَهُمۡ اَجۡرٌ كَبِيۡرٌ ان کے لیے بڑا اجر ہے۔

قبولیتِ اعمال کی تین شرائط :

یہ بات تم کئی دفعہ سن چکے ہو کہ نیکیوں کے قبول ہونے کے لیے تین بنیادی شرطیں ہیں۔

①...... ایمان، کہ ایمان کے بغیر کوئی نیکی قبول نہیں ہوتی۔

②...... اخلاص۔ریا، دکھاوے کے طور پر جو نیکی ہوتی ہے اس کا ثواب نہیں ہوتا بلکہ گناہ ہوتا ہے۔اور......

③...... تیسری شرط اتباع سنت ہے۔جو نیکی بھی ہو سنت کے مطابق ہو۔اگر سنت کے مطابق نہیں ہے تو وہ نیکی قبول نہیں ہوگی۔چاہے وہ شکل وصورت کے اعتبار سے کتنی ہی خوب صورت کیوں نہ ہو۔

کوفے کے شہر میں عید کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفۃ المسلمین عیدگاہ میں تشریف لے گئے۔دیکھا کہ ایک صوفی قسم کا آدمی وہاں نماز پڑھ رہا ہے۔اپنے خادم سے فرمایا کہ اس کو جاکر کہو کہ عید والے دن کوئی نفلی نماز نہیں ہے۔اشراق پڑھنے والا ہے تو عید والے دن اشراق نہ پڑھے، چاشت کا عادی ہے تو عیدگاہ میں نہیں پڑھ سکتا گھر جاکر کہیں چھپ کر پڑھے۔وہ سخت قسم کا آدمی تھا نماز میں لگا رہا توڑی نہیں۔حتی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود جاکر اس کا کندھا پکڑ کر فرمایا کہ عید والے دن عیدگاہ میں نماز عید کے سوا کوئی اور نماز منع ہے۔اس نے کہا کہ کیا میں کوئی گناہ کا کام کر رہا ہوں کہ آپ مجھے روکتے ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں! تم گناہ کا کام کر رہے ہو "صَحِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰہ" میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زندگی گزاری ہے نہ آپ نے عیدگاہ میں نماز پڑھی ہے اور نہ ہی پڑھنے کا حکم دیا ہے۔تم گناہ کر رہے ہو یہ نماز پڑھ کر۔چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی مہر لگی ہوئی نہیں تھی اس لیے اس کو گناہ فرمایا، حالانکہ نماز ہے۔

تو عبادات کے قبول ہونے کے لیے تین شرطیں ہیں:

❀...... ایمان ❀...... اخلاص ❀...... اتباع سنت

ان شرائط کے ساتھ اگر کوئی آدمی نیکی کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو دس گنا اجر عطا فرمائیں گے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۔ یہ کم از کم ہے زیادہ جتنا چاہیں اللہ تعالیٰ عطا کریں۔ مثلاً: ایک آدمی نے دوسرے آدمی کو کہا السلام علیکم! تو دس نیکیاں تو اس کی پکی ہیں اور اس کے ساتھ اس کا ایک صغیرہ گناہ بھی معاف ہو جائے گا اور ایک درجہ بھی بلند ہو جائے گا۔ اور اگر نیکی فی سبیل اللہ کی مد میں ہے تو ادنی ترین اس کا بدلہ سات سو ہے وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ [سورۃ البقرہ] "اور اللہ تعالیٰ بڑھا دیتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے۔" دینی تعلیم کے لیے جو قدم اٹھائے گا، تبلیغ دین کے لیے جو قدم اٹھائے گا، کفار کے مقابلے میں جو قدم اٹھائے گا تو ایک ایک قدم پر سات سات سو نیکیاں ملیں گی اور اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہے زیادہ کر دے۔

تو فرمایا اور جو لوگ خرچ کرتے ہیں ان کے لیے اجر ہے بڑا وَمَا لَكُمْ اور کیا ہو گیا ہے تم کو لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ نہیں ایمان لاتے تم اللہ تعالیٰ پر وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ حالانکہ رسول ﷺ تم کو دعوت دے رہے ہیں لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ کہ ایمان لاؤ تم اپنے رب پر۔ اللہ تعالیٰ نے جتنے داعی بھیجے ہیں ان میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا درجہ سب سے بلند ہے۔ اے مکے والو! تمھیں دعوت دینے والا اللہ تعالیٰ کا وہ پیغمبر ہے جو تمام کائنات میں سب سے اعلیٰ وارفع ہے اور تمہاری زبان میں تمھیں دعوت دے رہا ہے پھر تمہارے پاس کون سا بہانہ ہے قبول نہ کرنے کا۔ اس نے نبوت سے پہلے عمر کے چالیس سال تمہارے ساتھ گزارے ہیں۔ سورۃ یونس آیت نمبر ۱۶ پارہ ۱۱ میں ہے فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ "پس بے شک میں ٹھہرا ہوں تمہارے درمیان عمر کا ایک حصہ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا تم عقل نہیں رکھتے۔" کہ کتنی صاف شفاف زندگی

تمہارے اندر گزاری ہے۔ جب آپ ﷺ کسی جگہ سے گزرتے تھے تو لوگ اشارہ کر کے کہتے تھے کہ ایسا نیک آدمی ہم نے کبھی نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ کو صادق کہتے تھے۔ تو سب سے بڑا داعی تمھیں دعوت دے رہا ہے مگر تم اس کی پروا نہیں کرتے وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے لیا ہے تم سے پختہ عہد عالم ارواح میں وادی مُعَرَّة النعمان میں جس کو آج کل عرفات کہتے ہیں۔

عہدِ الست :

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو یہاں کھڑا کر کے پشت کی دائیں طرف اپنا دایاں ہاتھ پھیرا جو اس کی شان کے لائق ہے تو اصحاب الیمین چیونٹیوں کی طرح سامنے آگئے۔ پھر بائیں طرف ہاتھ پھیرا تو اصحاب الشمال چیونٹیوں کی طرح سامنے آگئے۔ آدم علیہ السلام نے پوچھا اے پروردگار! یہ کیا چیز ہے؟ فرمایا یہ تیری اولاد ہے جو قیامت تک آئے گی۔ آدم علیہ السلام نے دیکھا کہ کوئی بدصورت ہے کوئی خوب صورت ہے، کوئی موٹا ہے، کوئی پتلا ہے، کوئی لمبا ہے، کوئی چھوٹا ہے۔ کہنے لگے اے پروردگار! هَلْ لَا سَوَّيْتَ بَيْنَ عِبَادِكَ ”اپنے بندوں کو ایک جیسا کیوں نہیں بنایا۔“ رب تعالیٰ نے فرمایا اَحْبَبْتُ اَنْ اُشْكَرَ ”میں چاہتا ہوں کہ میرا شکر ادا ہوتا رہے (لہٰذا جو اپنے سے کمزور کو دیکھ کر شکر ادا نہیں کرتا حقیقت میں وہ انسان کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔)

اس عالم ارواح میں اللہ تعالیٰ نے سب کو سمجھ دی اور فرمایا اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ [سورۃ الاعراف] ”کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں قَالُوْا بَلٰى سب نے کہا اے پروردگار! آپ ہمارے رب ہیں۔“ ہمیں تو یہ عہد یاد نہیں ہے لیکن تفسیروں میں بہت سارے بزرگوں کے نام دیئے ہیں جو کہتے تھے کہ ہمیں وہ عہد یاد ہے۔ چنانچہ حضرت علی

رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے وہ عہد یاد ہے۔ سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ اکابر اولیاء میں سے گزرے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ مجھے وہ میثاق یاد ہے۔

تو فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم سے پختہ عہد لیا ہے اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اگر ہو تم ماننے والے اس بات کو تو ایمان لاؤ هُوَ الَّذِيْ اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖٓ جو اتارتا ہے اپنے بندے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ واضح اور صاف آیتیں۔ بعض نادان لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بندہ کہنے میں توہین ہے، العیاذ باللہ تعالیٰ۔ ایسا نہیں ہے عبد ہونا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ہے اور جب تک ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبدیت کا اقرار نہ کریں ہماری کوئی نماز مکمل نہیں ہوتی، فرض ہو، واجب ہو، سنت مؤکدہ ہو، نفل ہو، اس میں ہم نے پڑھنا ہے اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عبد کہنے میں توہین ہوتی تو رب تعالیٰ ہمیں یہ سبق کبھی نہ دیتا حاشا وکلا۔ یاد رکھنا! عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ کے لفظ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح ہے، تعریف اور توصیف ہے تنقیص نہیں ہے۔

تو فرمایا اللہ تعالیٰ وہ ہے جو نازل کرتا ہے اپنے بندے پر واضح اور صاف آیتیں۔ کیوں نازل کرتا ہے؟ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ تاکہ وہ نکالے تمھیں اندھیروں سے روشنی کی طرف۔ کفر، شرک، تکبر، بغض، حسد کے اندھیروں سے نورِ ایمان کی طرف، نورِ توحید، نورِ سنت اور نورِ حق کی طرف وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ اور بے شک اللہ تعالیٰ تم پر البتہ شفقت کرنے والا مہربان ہے۔ اسی لیے اس نے تمھیں سمجھانے کے لیے اپنا پیغمبر بھیجا ہے اپنی کتاب بھیجی ہے وَمَا لَكُمْ اور تمھیں کیا ہو گیا ہے اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ کہ تم خرچ نہیں کرتے اللہ تعالیٰ کے راستے میں سے

کسی مد میں وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ حالانکہ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے میراث آسمانوں کی اور زمین کی۔ کیا یہ جو تمہارے پاس مال ہے، زمین ہے، باغات ہیں، کارخانے اور کوٹھیاں ہیں، سونا چاندی ہے، کیا یہ چیزیں قبر میں تمہارے ساتھ جائیں گی؟ خوش نصیب ہے جس کو کفن نصیب ہو جائے۔ مرنے والے ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو کفن بھی نصیب نہیں ہوتا، زمین میں دفن ہونا نصیب نہیں ہوتا، درندے، پرندے، مچھلیاں ان کو ہضم کر جاتی ہیں۔ لہٰذا رب تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال کو رب تعالیٰ کی رضا کے لیے خرچ کر کے رب تعالیٰ کو راضی کر لو۔ ہے ہر چیز اللہ تعالیٰ کی ہے اس نے یہ چیزیں تمھیں عارضی طور پر عطا فرمائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کر کے رب تعالیٰ کو راضی کر لو۔ پھر اس نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا جو تم کر نہ سکو۔ زکوٰۃ صاحب مال پر سال کے بعد چالیس روپے میں سے ایک روپیہ ہے، فطرانہ سال کے بعد نصف صاع ہے۔

آسانی کے لیے یوں سمجھو کہ دو سیر گندم ہے اور زمین کی پیداوار میں سے بارانی ہے تو دسواں حصہ اور اگر چاہی نہری ہے تو بیسواں حصہ ہے نو حصے یا انیس حصے تمہارے پاس ہیں اور جو باقی تمہارے پاس ہے یہ بھی ہے اللہ تعالیٰ کا۔ تمہارے مرنے کے بعد اگر تمہارے وارث اچھے ہیں وہ کھائیں پئیں گے تمھیں ثواب ملے گا۔ اور اگر خدانخواستہ شرابی کبابی ہیں، جواری ہیں، بُرے ہیں تو یاد رکھنا! تمہاری کمائی کھا کر گناہ تمہاری قبر میں پہنچائیں گے۔ کمایا تم نے کھایا انھوں نے اور مار قبر میں تمھیں پڑے گی۔

تو اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے میراث آسمانوں کی اور زمین کی لَا يَسْتَوِىْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ نہیں ہیں برابر تم میں سے جنھوں نے خرچ کیا مال مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ مکہ مکرمہ کے فتح ہونے سے پہلے وَقٰتَلَ اور لڑائی کی کافروں سے۔ ۸ھ رمضان

المبارک کے مہینے میں مکہ مکرمہ فتح ہوا۔اس سے پہلے مسلمانوں کی پوزیشن کمزور تھی۔ان دنوں میں خرچ کرنا اور لڑنا بڑا کام تھا۔ اور مکہ مکرمہ فتح ہونے کے بعد سارے عرب پر جھنڈا لہرا دیا گیا، مالی پوزیشن بھی مضبوط ہوگئی اور افرادی قوت بھی۔اب مال خرچ کرنا بھی آسان اور لڑنا بھی آسان ہوگیا۔لہٰذا جو فتح سے پہلے لڑے اور مال خرچ کیا أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً یہ لوگ بہت بڑے ہیں درجے کے لحاظ سے مِنَ الَّذِينَ ان لوگوں سے أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا جنھوں نے خرچ کیا فتح مکہ کے بعد اور لڑائی کی کافروں کے ساتھ۔کیونکہ اب آسانی پیدا ہوگئی ہے لیکن وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ اور ہر ایک کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے اچھائی کا۔اجر سب کو ملے گا مگر درجات برابر نہیں ہو سکتے۔مکہ مکرمہ کے فتح ہونے سے پہلے جنھوں نے مال خرچ کیا اور جہاد کیا ان کا درجہ بعد والوں سے بہت بلند ہے لیکن بعد میں خرچ کرنے والوں کا بھی درجہ ہے وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو خبر رکھتا ہے کہ کون اخلاص کے ساتھ خرچ کرتا ہے اور کون دکھاوے کے لیے۔کون اتباعِ سنت میں خرچ کرتا ہے اور کون خواہش نفسانی کے تحت۔سب چیزیں اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں اس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔

مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗٓ
اَجْرٌ كَرِيْمٌ ﴿۱۱﴾ يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ
اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا
الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۲﴾ يَوْمَ يَقُوْلُ
الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ
قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ؕ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ
بَابٌ ؕ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ؕ ﴿۱۳﴾
يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ
وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَ
غَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۱۴﴾ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ؕ هِيَ مَوْلٰىكُمْ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۵﴾

مَنْ ذَا الَّذِيْ کون شخص ہے وہ يُقْرِضُ اللّٰهَ جو قرض دیتا ہے اللہ
تعالیٰ کو قَرْضًا حَسَنًا اچھا قرض فَيُضٰعِفَهٗ پس وہ اس کو بڑھا دیتا ہے
لَهٗ اس کے لیے وَلَهٗٓ اَجْرٌ كَرِيْمٌ اور اس کے لیے عمدہ اجر ہوگا يَوْمَ
جس دن تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ آپ دیکھیں گے ایمان والے مردوں کو
وَالْمُؤْمِنٰتِ اور ایمان والی عورتوں کو يَسْعٰى نُوْرُهُمْ دوڑ رہا ہوگا ان کا
نور بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ ان کے آگے وَبِاَيْمَانِهِمْ اور ان کے دائیں طرف
بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ خوش خبری ہے تمہارے لیے آج کے دن جَنّٰتٌ باغات

ہیں تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ بہتی ہیں ان باغات کے نیچے نہریں
خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ہمیشہ رہیں گے ان باغوں میں ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ یہی
ہے وہ بڑی کامیابی یَوْمَ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ جس دن کہیں گے منافق مرد وَ
الْمُنٰفِقٰتُ اور منافق عورتیں لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوا ان لوگوں کو جو ایمان لائے
انْظُرُوْنَا ہماری طرف دیکھو نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ تاکہ ہم بھی روشنی
حاصل کرلیں تمہاری روشنی سے قِیْلَ کہا جائے گا ارْجِعُوْا لوٹ جاؤ
وَرَآءَكُمْ اپنے پیچھے فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا پس تلاش کرو روشنی فَضُرِبَ
بَیْنَهُمْ پس کھڑی کردی جائے گی ان کے درمیان بِسُوْرٍ ایک دیوار لَّهٗ
بَابٌ جس کا دروازہ ہوگا بَاطِنُهٗ اس کے اندر کی طرف فِیْهِ الرَّحْمَةُ
اس میں رحمت ہوگی وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ اور اس کے ظاہر کی طرف
الْعَذَابُ عذاب ہوگا یُنَادُوْنَهُمْ یہ ان کو کہیں گے اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ
کیا ہم تمہارے ساتھ نہیں تھے قَالُوْا بَلٰى وہ کہیں گے کیوں نہیں
وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ لیکن تم نے فتنے میں ڈالا اَنْفُسَكُمْ اپنی جانوں کو
وَتَرَبَّصْتُمْ اور تم انتظار کرتے رہے وَارْتَبْتُمْ اور تم نے شک کیا
وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِیُّ اور دھوکے میں ڈالا تم کو خواہشات نے حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ
اللّٰهِ یہاں تک کہ آگیا اللہ تعالیٰ کا حکم وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ اور دھوکے
میں ڈالا تم کو اللہ تعالیٰ کے بارے میں دھوکے باز نے فَالْیَوْمَ پس آج کے

دن لَایُؤْخَذُ مِنْكُمْ نہیں لیا جائے گا تم سے فِدْيَةٌ کوئی جرمانہ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور نہ ان لوگوں سے جو کافر ہیں مَأْوٰىكُمُ النَّارُ ٹھکانا تمہارا دوزخ ہے هِيَ مَوْلٰىكُمْ یہی دوزخ کی آگ تمہاری ساتھی ہے وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ اور بُری جگہ ہے لوٹنے کی۔

قرضِ حسنہ :

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا کون شخص ہے وہ جو قرض دیتا ہے اللہ تعالیٰ کو قرض اچھا۔ آدمی جو صدقہ وخیرات کرتا ہے اور قربانی دیتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو قرض کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور تشبیہ اس بات میں ہے کہ جب کوئی آدمی کسی کو قرض دیتا ہے تو اس کو یقین ہوتا ہے کہ مقروض اس کو اتنی رقم لوٹائے گا۔ اسی طرح یہاں سمجھو کہ جو کچھ تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرو گے اس کا بدلہ تمھیں ضرور ملے گا۔ یہ مطلب نہیں ہے اللہ تعالیٰ غریب ہو گیا ہے اور اس کو قرضے کی ضرورت پڑ گئی ہے۔ جیسے یہودیوں نے کہا تھا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ [آل عمران: ۱۸۱] ''بے شک اللہ تعالیٰ فقیر ہے اور ہم مال دار ہیں۔'' بلکہ تشبیہ اس بات میں ہے کہ جس طرح قرض واپس آنا ہوتا ہے اسی طرح جو کچھ تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرو گے وہ تمھیں ضرور ملے گا بلکہ اچھا بدلہ ملے گا کہ ایک کے بدلے میں دس گنا۔ یہ عام حالات میں ہے اور جو فی سبیل اللہ کی مد میں ہو گا اس کا بدلہ سات سو گنا ہو گا کم از کم۔ اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہے بڑھا دے گا۔ پھر یہ بھی سمجھ لیں کہ صدقہ وخیرات کا بدلہ دس گنا ہے اور اگر کوئی کسی کو قرضِ حسنہ دے تو اس کا بدلہ ستر گنا۔ کیونکہ دینے والا اس کی غربت کا خاص خیال رکھتا ہے۔ تو قرضِ حسنہ کا بہت بڑا ثواب ہے۔ لیکن ہمارا زمانہ عجیب ہے کہ

قرض لیتے وقت بڑے پیار محبت سے پیش آئیں گے پیاری پیاری باتیں کریں گے۔ دیتے وقت اکثر تو منکر ہو جاتے ہیں اور کچھ گھور گھورے دیکھتے ہیں اور کچھ لڑ پڑتے ہیں۔ اچھے لوگ بھی ہیں مگر بہت کم ہیں۔

تو فرمایا کون شخص ہے وہ جو قرض دیتا ہے اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ پس اللہ تعالیٰ اس کو بڑھا دیتا ہے اس کے لیے۔ عام حالات میں ایک نیکی کا بدلہ دس گنا اور فی سبیل اللہ کی مد میں نیکی کرے گا تو اس کا ادنیٰ ترین بدلہ سات سو گنا ہے وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ [سورۃ البقرہ] ''اور اللہ تعالیٰ بڑھا دے گا جس کے لیے چاہے گا۔'' وَلَهٗٓ اَجْرٌ كَرِيْمٌ اور اس کے لیے عمدہ اجر ہوگا۔ کس دن ملے گا؟ يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جس دن آپ دیکھیں گے ایمان والے مردوں کو اور ایمان والی عورتوں کو يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ دوڑ رہا ہوگا ان کا نور ان کے آگے وَبِاَيْمَانِهِمْ اور ان کے دائیں طرف بھی۔ مومن جس وقت قبروں سے نکلیں گے تو نورِ ایمان، نورِ اسلام، نورِ توحید جو ان کے دلوں میں ہے اس دن اس کی روشنی ان کے آگے ہوگی اور دائیں طرف بھی ہوگی۔ ایمان کی روشنی آگے ہوگی اور اعمال صالحہ کا نامہ چونکہ ان کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اس لیے اس کی روشنی دائیں طرف ہوگی۔ وقفے وقفے سے فرشتے کھڑے ہوں گے اور کہیں گے بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ خوش خبری ہے تمہارے لیے آج کے دن۔ وہ خوش خبری کیا ہے جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ باغات ہیں بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ہمیشہ رہیں گے ان باغوں میں۔ اس ہمیشگی کا تو آج ہم تصور بھی نہیں کر سکتے کہ وہ نہ ختم ہونے والی زندگی ہے ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ یہی ہے وہ بڑی کامیابی۔ اللہ تعالیٰ تمام مومنین اور مومنات کو نصیب فرمائے۔

تم نے مومنوں کا حال سن لیا اب منافقوں کا بھی سن لو۔ مومن جا رہے ہوں گے اور ان کے آگے اور دائیں طرف روشنی ہوگی اور منافقوں کے آگے اور دائیں بائیں منافقت کا، کفر کا اندھیرا ہوگا جو آج ان کے دلوں میں ہے اس دن سامنے آجائے گا۔ فرمایا یَوْمَ جس دن یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ کہیں گے منافق مرد وَالْمُنٰفِقٰتُ اور منافق عورتیں لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوا ان لوگوں کو جو ایمان لائے۔ کیا کہیں گے؟ انْظُرُوْنَا ہماری طرف دیکھو تاکہ نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ہم بھی روشنی حاصل کرلیں تمہاری روشنی سے ۔تمہاری روشنی سے ہم بھی فائدہ اٹھالیں۔ اور یہ معنیٰ بھی کرتے ہیں کہ انتظار کرو ہمارا کہ ہم بھی تمہاری روشنی سے کچھ لے لیں اور اس مشکل منزل کو عبور کرلیں۔

منافقت کی دو اقسام :

ایک عقیدے کا منافق ہوتا ہے اور ایک عمل کا منافق ہوتا ہے۔ عقیدے کا منافق اسے کہتے ہیں جو زبان سے ایمان کا اقرار کرتا ہے اٰمَنْتُ میں ایمان لایا اور ظاہری اعمال بھی ایمان والوں جیسے کرتا ہے لیکن اس کے دل میں ایمان نہیں ہوتا۔ آنحضرت ﷺ کے دور میں ایسے لوگ تھے جن کو ظاہری طور پر کوئی محسوس بھی نہیں کرسکتا تھا کہ یہ منافق ہیں۔ اذان ہوتے ہی پہلی صف میں آکر بیٹھ جاتے تھے۔ نماز، روزہ، صدقہ و خیرات سب کچھ کرتے تھے۔ اور بعض اتنے پکے منافق تھے کہ باوجود اس کے کہ آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق میں سب سے زیادہ عقل مند تھے پھر بھی ان کو نہیں پہچانتے تھے۔

سورۃ توبہ آیت نمبر ۱۰۱ پارہ ۱۱ میں ہے وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ " اور بعض اہل مدینہ میں سے جوڑتے ہوئے ہیں

نفاق پر آپ ان کو نہیں جانتے ہم ان کو جانتے ہیں۔'' یعنی ایسے ہوشیار قسم کے لوگ تھے کہ آنحضرت ﷺ جیسی بڑی عقل منداور ذہین ترین شخصیت بھی ان کے نفاق سے آگاہ نہ ہوسکی۔

منافق کی چار علامات :

اور ایک عملی منافق ہوتا ہے۔ دل میں تو اس کے ایمان ہوتا ہے لیکن عمل سے منکر ہوتا ہے عمل نہیں کرتا۔ حدیث پاک میں منافق کی چار علامتیں بیان کی گئی ہیں۔ جس میں ایک پائی گئی وہ ایک درجے کا منافق، جس میں دو پائی گئیں وہ دو درجے کا منافق اور جس میں تین پائی گئیں وہ تین درجے کا منافق اور جس میں چاروں پائی گئیں وہ پکا منافق۔

پہلی: اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ ''جب بات کرے گا تو جھوٹ بولے گا۔'' جھوٹ بولنا منافقوں کی پہلی علامت ہے اور جھوٹ کی اتنی بدبو ہے کہ آدمی جب جھوٹ بولتا ہے تو وہ فرشتہ جس کی ڈیوٹی ہونٹ پر ہوتی ہے وہ ایک میل دور بھاگ جاتا ہے۔ جھوٹ کی برائی کا اندازہ اس سے لگائیں کہ آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا حضرت! مومن بخیل ہوسکتا ہے؟ فرمایا ہوسکتا ہے۔ حضرت! مومن بزدل بھی ہوسکتا ہے؟ فرمایا ہاں کمزور ایمان کے ساتھ بزدلی جمع ہوسکتی ہے۔ حضرت! مومن جھوٹا بھی ہوسکتا ہے؟ فرمایا كَلَّا وَالَّذِيْ نَفْسِي بِيَدِهٖ ''ہرگز نہیں اس رب کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے جھوٹ اور ایمان جمع نہیں ہوسکتے۔'' اگر جھوٹ بولتا ہے تو پھر ایمان کی دولت سے محروم ہے۔

منافق کی دوسری علامت: اِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ ''جب وعدہ کرتا ہے تو خلاف ورزی کرتا ہے۔'' اِذَا عَاهَدَ غَدَرَ ''جب معاہدہ کرتا ہے تو غداری کرتا ہے۔'' چاہے وہ معاہدہ ذاتی ہو یا قومی یا جماعتی۔ تیسری علامت: وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ ''جب اس کے

پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرتا ہے۔'' مالی خیانت، علمی خیانت، مشورے کی بھی خیانت ہے۔ اگر کوئی آدمی کسی سمجھ دار آدمی سے مشورہ لیتا ہے اور وہ اس کو صحیح بات نہیں بتلاتا تو یہ بھی خیانت ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے اَلْمُسْتَشَارُ اَمِیْنٌ ''جس سے مشورہ طلب کیا جاتا ہے وہ امین ہے۔ اگر مشورے میں خیانت کرے گا تو مجرم ہوگا۔ مجلس کی باتیں بھی امانت ہوتی ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے اَلْمَجَالِسُ بِالْاَمَانَةِ مجلس میں جو باتیں ہوتی ہیں دوست احباب کی وہ کسی اور کے سامنے ذکر کرنا بھی خیانت ہے۔

منافق کی چوتھی علامت: اِذَا خَاصَمَ فَجَرَ ''جب جھگڑا کرتا ہے تو گالیاں نکالتا ہے۔'' آج ہم نے منافقوں کو پیچھے چھوڑ دیا ہے ہم ہر بات پر گالیاں نکالتے ہیں۔ انسان تو کیا حیوانوں کو بھی گالیاں دیتے ہیں۔ یاد رکھنا! کسی کو گالیاں دینے پر اسی کوڑے سزا ہے۔ اگر کسی نے کہا تیری ماں کی ایسی تیسی، تیری بہن کی ایسی تیسی، تو اس پر اسّی کوڑے سزا ہے۔ قرآن کریم میں مذکور ہے توبہ کرنے کے باوجود کوڑے لگیں گے معافی نہیں ہے۔ اور ساری زندگی گواہی بھی قبول نہیں ہوگی لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا [نور:۴] ''اور نہ قبول کرو ان کی گواہی کبھی بھی۔'' اتنی سخت سزا ہے گالی نکالنے کی مگر ہم تو گالیوں کی تسبیح پڑھتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ذکر اللہ کی تسبیح پڑھتے ہیں۔'' ہماری زندگیاں بالکل خراب ہو چکی ہیں اس لیے ہم میں نیکی کا اثر نہیں ہے۔

تو فرمایا جس دن کہیں گے منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں کو ہماری طرف دیکھو، ہمارا انتظار کرو کہ ہم بھی روشنی حاصل کرلیں تمہاری روشنی سے قِيْلَ کہا جائے گا۔ کہنے والے فرشتے ہوں گے ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ لوٹ جاؤ اپنے پیچھے فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا پس تلاش کرو وہاں سے روشنی۔ وہ بے وقوف یہ سمجھیں گے کہ شاید

یہیں ایک دو قدم پیچھے سے نور ملتا ہے، پیچھے مڑ کر دیکھیں گے حالانکہ رب تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کے کہنے کا مطلب یہ ہوگا کہ دنیا کی طرف لوٹ جاؤ وہاں تلاش کرو کہ یہ نور وہاں سے ملتا ہے۔ یہ باتیں ہو رہی ہوں گی کہ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ پس کھڑی کر دی جائے گی ان کے درمیان ایک دیوار۔ منافقوں اور مومنوں کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی۔ مومن آگے نکل جائیں گے اور منافق اس طرف رہ جائیں گے۔ وہ ایسی دیوار ہوگی لَهٗ بَابٌ جس کا دروازہ ہوگا بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ اس کے اندر کی طرف اس میں رحمت ہوگی جدھر مومن ہوں گے وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ اور اس کے ظاہر کی طرف عذاب ہوگا۔ منافق عذاب کی طرف رہ جائیں گے يُنَادُوْنَهُمْ منافق مومنوں کو آواز دیں گے پکاریں گے اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ کیا ہم تمہارے ساتھ نہیں تھے۔ دنیا میں تمہارے ساتھ نمازیں پڑھتے تھے، روزے رکھتے تھے، اکٹھے اٹھتے بیٹھتے تھے قَالُوْا بَلٰى مومن کہیں گے کیوں نہیں۔ ظاہری طور پر تو تم ہمارے ساتھ تھے وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ لیکن تم نے فتنے میں ڈالا اپنی جانوں کو۔ دل تمہارے صاف نہیں تھے۔ تمہارے دلوں میں نفاق تھا وہ آج رکاوٹ ہے وَتَرَبَّصْتُمْ اور تم انتظار کرتے رہے ہمارے بارے میں کہ ان پر کب کوئی مصیبت پڑتی ہے۔

سورۃ التوبہ آیت نمبر ۹۸ پارہ ۱۱ وَيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَائِرَ "یہ منافق انتظار کرتے رہتے ہیں تمہارے بارے میں گردشوں کا۔" کہ مسلمانوں پر کوئی گردش آئے کافروں کی طرف سے ان پر حملہ ہو جائے یا کسی اور مصیبت میں پڑ جائیں۔ دنیا میں تم ہمارے خیر خواہ نہیں تھے گردشوں کے منتظر رہتے تھے وَارْتَبْتُمْ اور تم نے شک کیا دین کے بارے میں۔ تمہارے دلوں میں ایمان نہیں تھا وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ ۔ اَمَانِيّ

اُمْنِیَۃٌ کی جمع ہے، آرزو اور خواہش کو کہتے ہیں۔ دھوکے میں ڈالا تم کو خواہشات نے، آرزوؤں نے حَتّٰی جَآءَ اَمْرُ اللہِ یہاں تک کہ آگیا اللہ تعالیٰ کا حکم۔ موت کا وقت آگیا اور اے منافقو! وَغَرَّکُمْ بِاللہِ الْغَرُوْرُ اور دھوکے میں ڈالا تم کو اللہ تعالیٰ کے بارے میں دھوکے باز نے۔ شیطان نے تم کو دھوکے میں رکھا اور تم نے سچا دین قبول نہیں کیا۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں فَالْیَوْمَ لَا یُؤْخَذُ مِنْکُمْ فِدْیَۃٌ پس آج کے دن نہیں لیا جائے گا تم سے کوئی جرمانہ۔ قیامت والے دن کوئی جرمانہ دے کر عذاب سے بچ نہیں سکے گا۔ دنیا میں لوگ جرمانہ دے کر، فدیہ دے کر بھی جان چھڑا لیتے ہیں قیامت والے دن اول تو انسان کے پاس کوئی چیز ہوگی ہی نہیں جو وہ دے کر جان چھڑا سکے۔ فرض کرو وہاں اس کو ساری دنیا کا خزانہ مل جائے، زمین سونے سے بھری ہوئی مل جائے وہ دے کر بھی اپنی جان نہیں چھڑا سکے گا۔

تو فرمایا اس دن نہیں لیا جائے گا تم سے کوئی فدیہ، جرمانہ وَلَا مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اور نہ ان لوگوں سے جو کافر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی توحید کے منکر ہیں، رسالت اور قیامت کے منکر ہیں، قرآن کے منکر ہیں، ان سے بھی جرمانہ نہیں لیا جائے گا کہ وہ جرمانہ دے کر چھوٹ جائیں مَاْوٰىکُمُ النَّارُ ٹھکانا تمہارا دوزخ کی آگ ہے ھِیَ مَوْلٰىکُمْ۔ مَوْلٰی کا معنی رفیق، ساتھی۔ یہی دوزخ کی آگ تمہاری ساتھی ہے وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ اور بہت بُری جگہ ہے لوٹنے کی۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تمام مومنین اور مومنات کو دوزخ سے بچائے اور محفوظ رکھے اور نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔

[آمین]

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَ مَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّۙ وَ لَا یَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَیْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْؕ وَ كَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ﴿۱۶﴾ اِعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَاؕ قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴿۱۷﴾ اِنَّ الْمُصَّدِّقِیْنَ وَ الْمُصَّدِّقٰتِ وَ اَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا یُّضٰعَفُ لَهُمْ وَ لَهُمْ اَجْرٌ كَرِیْمٌ﴿۱۸﴾ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖۤ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ ﳓ وَ الشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْؕ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَ نُوْرُهُمْؕ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَاۤ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ﴿۱۹﴾ ع ۲ / ۹ / ۱۸

اَلَمْ یَاْنِ کیا نہیں آیا وقت لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ کہ خوف کریں ان کے دل لِذِكْرِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے وَ مَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ اور اس چیز کے لیے جو اتری ہے حق سے وَ لَا یَكُوْنُوْا اور نہ ہو جائیں كَالَّذِیْنَ ان لوگوں کی طرح اُوْتُوا الْكِتٰبَ جن کو دی گئی کتاب مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے فَطَالَ عَلَیْهِمُ الْاَمَدُ پس لمبی ہو گئی ان پر مدت فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ پس سخت ہو گئے دل ان کے وَ كَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ اور بہت سے ان میں سے نافرمان ہیں اِعْلَمُوْۤا جان لو اَنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ یُحْیِ الْاَرْضَ زندہ کرتا

ہے زمین کو بَعْدَ مَوْتِهَا اس کے مرنے کے بعد قَدْ بَيَّنَّا تحقیق ہم نے بیان کیں لَكُمُ الْاٰيٰتِ تمہارے لیے آیتیں لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ تاکہ تم سمجھو اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ بے شک صدقہ کرنے والے مرد وَالْمُصَّدِّقٰتِ اور صدقہ کرنے والی عورتیں وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ اور جنھوں نے قرض دیا اللہ تعالیٰ کو قَرْضًا حَسَنًا اچھا قرض يُّضٰعَفُ لَهُمْ بڑھا دیا جائے گا ان کے لیے اجر وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ اور ان کے لیے اجر ہے عمدہ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر وَرُسُلِهٖٓ اور اس کے رسولوں پر اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ یہی لوگ ہیں سچے وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ اور گواہ اپنے رب کے ہاں لَهُمْ اَجْرُهُمْ ان کے لیے ان کا اجر ہے وَنُوْرُهُمْ اور ان کی روشنی ہے وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اور جھٹلایا ہماری آیتوں کو اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ یہی لوگ ہیں دوزخی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے اَلَمْ يَاْنِ ۔ اٰن کا معنیٰ ہوتا ہے تھوڑا سا وقت۔ اور يَاْنِ کا معنیٰ ہے وقت کا آنا۔ اور اَلَمْ يَاْنِ کا معنیٰ ہے کیا نہیں آیا وقت لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ کہ ان کے دل ڈریں، خوف کریں لِذِكْرِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ اور اس چیز کے لیے جو اتری ہے حق سے قرآن پاک کی شکل وصورت میں۔ اس کے لیے ان کے دل نرم ہوں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن پاک میں مومنوں کی ایک صفت یہ بھی بیان فرمائی ہے اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ [الانفال:۲] ''جب ذکر کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں، خوف زدہ ہو جاتے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ کی عظمت اور بڑائی کو دیکھ کر ان کے دلوں میں خوف پیدا ہوتا ہے وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ [البقرہ:۱۶۵] ''اور جو ایمان دار ہیں وہ زیادہ سخت ہیں محبت میں اللہ تعالیٰ کے لیے۔'' ان کی سب سے زیادہ محبت اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کے بعد آنحضرت ﷺ کے ساتھ ان کی محبت سب سے زیادہ ہوتی ہے۔

بخاری شریف اور مسلم شریف کی حدیث ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ''تم میں سے کوئی آدمی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں زیادہ محبوب نہ ہوں اس کو اس کے والد سے اور اولاد سے اور سارے لوگوں سے۔'' جب تک کہ اس کی محبت میرے ساتھ اس کے ماں باپ سے اولاد سے اور ساری مخلوق سے زیادہ نہ ہو۔ ماں باپ کے ساتھ طبعی محبت ہوتی ہے، اولاد کے ساتھ طبعی محبت ہوتی ہے اس محبت کو جب تک آپ ﷺ پر قربان نہیں کرے گا مومن نہیں ہو سکتا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حضور ﷺ سے طبعی محبت کے چند واقعات :

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آنحضرت ﷺ کے ساتھ جتنی محبت تھی اس کی دنیا میں نظیر نہیں ملتی۔ آنحضرت ﷺ کے ساتھ ان کی محبت طبیعت ثانیہ بن گئی تھی۔ حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کی بیوی کا نام ہند تھا رضی اللہ عنہا۔ احد کے معرکے میں عتبہ بن ابی وقاص نے آنحضرت ﷺ کو پتھر مارا اس وقت یہ کافر تھا ۸ھ میں مسلمان ہو گیا۔ آنحضرت ﷺ کے سامنے

والے جو نیچے دانت ہیں ان میں سے بائیں طرف والا دانت شہید ہوا۔ عبداللہ بن قمیہ کافر نے تلوار کا وار کیا جس سے خود (لوہے کی ٹوپی) ٹوٹا آپ ﷺ کا چہرہ مبارک زخمی ہوا خون کے فوارے پھوٹ پڑے، خبر مشہور ہوگئی اِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ قُتِلَ ''کہ بے شک محمد ﷺ شہید کر دیئے گئے ہیں۔'' یہ خبر بی بی ہند رضی اللہ عنہا تک پہنچی جو بیوی تھیں حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کی۔ باہر گلی میں آکر کھڑی ہوگئیں۔ احد کے مقام سے ایک آدمی آیا تو کہنے لگیں مَا فُعِلَ رسول الله ''آپ ﷺ کا کیا حال ہے۔'' اس نے کہا بی بی! اس سے پہلے میں تجھے یہ بتاتا ہوں کہ تیرا خاوند شہید ہوگیا ہے، تیرا والد شہید ہوگیا ہے، تیرا بھائی شہید ہوگیا ہے، تیرا بیٹا شہید ہوگیا ہے۔ بی بی نے دیوانہ وار پوچھا کہ مجھے یہ بتا کہ آنحضرت ﷺ کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا آپ ﷺ زخمی ہیں مگر خطرے سے باہر ہیں۔ بی بی نے کہا:

كُلُّ مُصِيبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ

''آپ کے ہوتے ہوئے سب مصیبتیں ہیچ ہیں۔'' اس واقعہ کو مولانا شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے جو بہت بڑے ادیب اور مؤرخ تھے اور شاعر بھی تھے اس طرح پیش کیا ہے:

میں بھی، شوہر بھی، برادر بھی فدا
اے شہِ دین تیرے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

آپ ﷺ زندہ ہیں میرے لیے یہی دولت ہے۔ دیکھو! عورت کے لیے دنیا میں یہی نعمتیں ہیں، والد، بیٹا، بھائی، خاوند۔ لیکن وہ فرماتی ہیں سب قربان ہیں کوئی بات نہیں آپ ﷺ زندہ ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ادب المفرد میں نقل کرتے ہیں کہ ایک صحابی ثانی

فائیڈ بخار میں مبتلا تھے۔ یہ بخار اپنی کوئی نہ کوئی نشانی چھوڑ جاتا ہے جسم کی کوئی نہ کوئی چیز متاثر ہوتی ہے۔ آنکھ سے نابینا ہو جائے، ٹانگ خراب ہو جائے، بازو خراب ہو جائے، خوش قسمت ہوتا ہے جو بالکل ٹھیک ہو جائے۔ اس صحابی کی آنکھیں ضائع ہو گئیں۔ ان کا ایک دوست سفر پر تھا۔ واپس آیا تو گھر والوں نے بتایا کہ تمہارے دوست کی آنکھیں ضائع ہو گئی ہیں۔ تیمارداری کے لیے پہنچا، کہنے لگا بڑا صدمہ ہوا جب پتا چلا کہ تمہاری آنکھیں ضائع ہو گئی ہیں۔ انھوں نے کہا کہ مجھے کوئی افسوس نہیں ہے اس لیے کہ ان آنکھوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتا تھا اب آپ دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں لہٰذا مجھے ان کے ضائع ہونے کا کوئی افسوس نہیں ہے۔ اب مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے۔ ان لوگوں کی محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ طبعی بن چکی تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک موقع پر گھر آئے بیوی جن کا نام عاتکہ بنت زید تھا رضی اللہ عنہا۔ چچا زاد بہن تھی، سے کہا کہ میری تلواروں میں سے جو سب سے زیادہ تیز ہے نکال کر مجھے دو۔ اس نے کہا کہ جہاد کا موقع تو نہیں ہے خیر ہے کیا کرنی ہے؟ کہنے لگے اپنی بیٹی حفصہ کا سر اتارنا ہے۔ ماں گھبرا گئی کہ حفصہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیوی ہیں اس سے کیا غلطی ہو گئی ہے کہ باپ سر اتارنے کے لیے تیار ہو گیا ہے۔ پوچھا بات کیا ہے، اس کا قصور کیا ہے؟ کہنے لگے سَمِعْتُ ”میں نے سنا ہے قَدْ اٰذَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سخت لہجے میں بات کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف دی ہے اس لیے میں نے اس کا سر اتارنا ہے۔“

یاد رکھنا! کبیرہ گناہوں میں سے ایک گناہ یہ بھی ہے کہ بیوی خاوند کے ساتھ تند مزاجی کے ساتھ پیش آئے اور ہم نے اس کو کچھ سمجھا ہی نہیں ہے۔ عورتیں اچھی طرح

سن لیں کہ خاوند کے آگے سخت لہجے میں بولنا بڑے گناہوں میں سے ایک گناہ ہے۔ اگر کوئی بات کرنی ہے تو معقول انداز سے کرو تند مزاجی سے بولنے کی شریعت اجازت نہیں دیتی۔

(عورتوں کو اپنی پیدائش کے مقصد کا ہی علم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کیوں پیدا کیا ہے؟ سورت الاعراف آیت نمبر ۱۸۹ میں ہے هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ''اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے پیدا کیا تم کو ایک جان سے وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا اور بنایا اس سے اس کا جوڑا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا تاکہ سکون لے اس کی طرف۔'' عورت کو اللہ تعالیٰ نے مرد کے سکون کے لیے پیدا کیا ہے لیکن آج عورتیں مردوں کے لیے عذاب بنی ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی تخلیق کا مقصد سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ مرتب)

بیوی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تلوار لا کر دی اور کہنے لگی ایک بات میری بھی سن لیں کہ کوئی قدم اٹھانے سے پہلے تحقیق کر لینا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہلے اپنی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور پوچھا کہ تو نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دی ہے؟ ابا جی! بات یہ ہوئی ہے کہ خیبر کے فتح ہونے کے بعد عورتوں کے حالات بدل گئے، بہتر ہو گئے، گھروں میں چولھے جلنے لگ گئے، کپڑے بھی ملنے لگ گئے اور ہماری حالت ویسی ہے جیسے پہلے تھی۔ ہاتھوں میں اسی طرح سوئی دھاگا ہے پیوند پر پیوند لگا رہی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام بیویوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا ہے کہ ہماری حالت بھی بہتر ہونی چاہیے میں بھی ساتھ تھی اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو گئے ہیں اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم ہے میں ایک مہینہ تمہارے پاس نہیں آؤں گا۔ مسجد کے اوپر جو چوبارہ تھا اس پر ڈیرا ڈال لیا۔ اب اگر ظاہری طور پر دیکھا جائے تو ازواج مطہرات کا مطالبہ فی نفسہ غلط نہیں تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم

ناراض کیوں ہوئے، قسم کیوں اٹھائی؟ محققین فرماتے ہیں کہ اس کی تین وجوہات تھیں۔

حضور ﷺ کا گھریلو حالات کی وجہ سے قسم اٹھانے کی تین وجوہات:

ایک وجہ یہ ہے کہ اگر آپ ﷺ اپنی بیویوں کو اچھا زیور، اچھا لباس دیتے اور دیگر ضروریات زندگی اعلیٰ قسم کی مہیا فرما دیتے تو دشمن کہتے کہ انھوں نے تمام تکلیفیں اس لیے اٹھائی تھیں کہ مزے سے رہیں۔ حالانکہ آپ ﷺ نے جو تکالیف اٹھائی ہیں وہ بیویوں کی سہولت کے لیے تو نہیں اٹھائیں۔ آپ ﷺ نے تو تکلیفیں اللہ تعالیٰ کے دین کے لیے اٹھائی ہیں۔ لیکن ہر آدمی نتیجہ اپنے خیال کے مطابق نکالتا ہے۔ ان بدظنوں نے یہ نتیجہ نکالنا تھا کہ دیکھو آج ان کی بیویاں کتنے مزے میں ہیں ان کی تکلیفیں ٹھکانے لگ گئیں۔ اس لیے آپ ﷺ نے بیویوں کا یہ مطالبہ تسلیم نہیں کیا۔

دوسری وجہ یہ لکھی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات امت کی عورتوں کے لیے نمونہ تھیں۔ اگر ان کا لباس، خوراک عمدہ اور اعلیٰ قسم کی ہوتی، زیورات سے لدی ہوئی ہوتیں تو امت کی وہ عورتیں جن کو عمدہ لباس، اچھی خوراک میسر نہ ہوتی، زیورات نصیب نہ ہوتے وہ کس کی طرف دیکھ کر دل کو تسلی دیتیں۔ آج بھی ایسی عورتیں موجود ہیں جن کو مرضی کا زیور، لباس اور خوراک میسر نہیں ہے۔ تو آنحضرت ﷺ نے اپنی بیویوں کو ان کے لیے نمونہ بنایا کیونکہ دوسرے کو دیکھ کر آدمی کو کچھ سہارا ہوتا ہے۔ تو جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ علم ہوا تو ٹھنڈے ہو گئے کہ میری بیٹی نے کوئی ایسی گستاخی نہیں کی کہ جس کی وجہ سے اس کا سر قلم کر دیا جائے۔

تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آنحضرت ﷺ کے ساتھ طبعی محبت تھی اور ساری مخلوق سے بڑھ کر تھی۔ اور ہر مومن کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کے بعد آنحضرت ﷺ کی محبت

سب سے زیادہ ہونی چاہیے۔ تو فرمایا کیا نہیں آیا وقت ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے کہ خوف کریں ان کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے اور اس چیز کے لیے جو اتری ہے حق سے قرآن کی شکل میں وَلَا یَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ اور نہ ہو جاؤ ان لوگوں کی طرح اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلُ جن کو دی گئی کتاب اس سے پہلے۔ یہودیوں کو تورات، عیسائیوں کو انجیل اور داؤد کی امت کو زبور ملی تھی فَطَالَ عَلَیْهِمُ الْاَمَدُ پس لمبی ہوگئی ان پر مدت۔ عمریں ان کی لمبی ہوئیں فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ پس سخت ہوگئے دل ان کے اور جس کا دل سخت ہو جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہو جاتا ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے اِنَّ اَبْعَدَ الْقُلُوْبِ اِلَی اللّٰهِ الْقَلْبُ الْقَاسِیْ ''بے شک دلوں میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ دور سخت دل ہے۔'' جو دل جتنا سخت ہوگا اتنا ہی رب سے دور ہوگا۔ اور جس دل میں جتنی نرمی ہوگی وہ اتنا رب تعالیٰ کے قریب ہوگا۔ اور پہلے پارے میں ہے ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُکُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِکَ ''پھر سخت ہوگئے تمہارے دل اس کے بعد فَهِیَ کَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً [البقرہ: ۷۴] پس وہ پتھروں کی طرح ہیں بلکہ بعض ان سے بھی سخت ہیں۔'' اور حقیقت یہ ہے کہ آج ہمارے دل بھی پتھروں کی طرح ہیں کہ نصیحت قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے قریب کچھ لوگ ایسے ہوں گے کہ ان کی شکلیں انسانوں جیسی ہوں گی دل ان کے بھیڑیوں جیسے ہوں گے۔ سب حیوانوں میں سخت دل بھیڑیا ہے۔ بھائی! اور بھیڑیا کس چیز کا نام ہے؟ ڈاکے ڈالتے ہیں، عورتوں کے کان نوچ لیتے ہیں، قتل کرتے ہیں، گاڑیاں لوٹتے ہیں، بازو کاٹ دیتے ہیں، ظالم گھڑی تک نہیں چھوڑتے۔ پھر منصف بھی ویسے ہی ہیں۔ اور حدیث پاک میں آیا ہے کہ جیسے تم

ہوگے ویسے تمہارے حاکم ہوں گے۔ایک زمانہ تھا عوام نیک تھے،حاکم بھی نیک تھے آج ہم بھی بُرے ہیں ہمارے حاکم بھی بُرے ہیں۔ہم نے خود ان کو سروں پر بٹھایا ہے پھر رونے کا کیا فائدہ؟ کوئی کہتا ہے بجلی مہنگی ہے،کوئی کہتا ہے گیس مہنگی ہے بل زیادہ آ گئے ہیں۔یہ ہمارے ووٹوں سے آ کر ہم پر ظلم کر رہے ہیں۔ووٹ دیتے وقت ہم اندھے ہوتے ہیں۔اس وقت پارٹی سسٹم چلتا ہے،برادری سسٹم چلتا ہے،دوستیاں پالتے ہیں، غنڈے ڈراتے ہیں،دھمکیاں دیتے ہیں،کچھ نوٹ لالچ دیتے ہیں۔

ایک روایت میں آیا ہے اَعْمَالُکُمْ عُمَّالُکُمْ ''جیسے تمہارے اعمال ہوں گے ویسے تمہارے حاکم ہوں گے۔''صرف حاکم ہی مجرم نہیں ہیں ہم بھی ان کے ساتھ شامل ہیں۔تو فرمایا لمبی ہوگئیں ان کی عمریں اور ان کے دل سخت ہوگئے وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ اور ان کی اکثریت نافرمان ہے اِعْلَمُوْٓا جان لو اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا بے شک اللہ تعالیٰ زندہ کرتا ہے زمین کو اس کے مرنے کے بعد۔بارشیں نہ ہوں تو زمین خشک ہو جاتی ہے کوئی چیز اس میں نہیں اگتی وہ مردہ ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بارش ہوتی ہے زمین تر ہو جاتی ہے،چیزیں اگتی ہیں وہ زندہ ہو جاتی ہے۔

اسی طرح مردہ دلوں پر رب کی وحی کی بارش ہوتی ہے دل زندہ ہو جاتے ہیں۔ فرمایا قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ تحقیق ہم نے بیان کیں تمہارے لیے آیتیں تاکہ تم سمجھو اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ بے شک صدقہ کرنے والے مرد وَالْمُصَّدِّقٰتِ اور صدقہ کرنے والی عورتیں۔

صدقہ کی اہمیت اور مفہوم :

حدیث پاک میں آتا ہے اِنَّ الصَّدَقَةَ تَدْفَعُ الْبَلَاءَ ''بے شک صدقہ ٹالتا

ہے مصیبتوں کو۔"یعنی صدقے کی برکت سے مصیبتیں ٹل جاتی ہیں۔اور ایک روایت میں آتا ہے اِنَّ الصَّدَقَةَ تَدْفَعُ مِيْتَةَ السُّوْءِ "بے شک صدقہ بری موت کو ٹال دیتا ہے۔"رب تعالیٰ اس کو اچھی موت دیتا ہے۔قرآن وحدیث میں صدقے کی بڑی ترغیب آئی ہے لیکن ہم لوگوں نے صدقے کا مفہوم نہیں سمجھا۔لوگ سمجھتے ہیں کہ کالی بکری دے دو،کالی سری دے دو بلائیں ٹل جائیں گی۔

یقین جانو! میں کہتا ہوں بے شک یہ بھی صدقہ ہے میں یہ نہیں کہتا کہ یہ صدقہ نہیں ہیں لیکن جس کو شریعت صدقہ کہتی ہے یہ وہ نہیں ہے۔شریعت کی زبان میں صدقہ ہے غریب کی ضرورت پوری کرنا۔اب اگر کسی بے چارے کو کپڑے کی ضرورت ہے،جوتوں کی ضرورت ہے تم اس کو کالی سری دیتے ہو،پاؤ گوشت دیتے ہو،وہ اس کا کیا کرے گا؟ اس کے بچے پڑھتے ہیں اس کو کتابوں کی ضرورت ہے،وہ بیمار ہے اس کو دوائی کی ضرورت ہے تم نے کالی سری اس کے حوالے کر دی وہ اس کا کیا کرے گا؟صدقہ نام ہے غریب کی ضرورت پوری کرنے کا۔اگر اس کے پاس کپڑے نہیں ہیں اس کو کپڑے لے کر دو،جوتا نہیں ہے جوتا لے کر دو،بیمار ہے علاج کرا دو،اس کے بچوں کو کتابوں کی ضرورت ہے کتابیں لے کر دو۔بہترین صدقہ نقد پیسا دینا ہے۔اس کی جو ضرورت ہوگی وہ لے لے گا۔اور صدقے کا ڈھنڈورا بھی نہیں پیٹنا۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ دائیں ہاتھ سے دے بائیں کو پتا نہ چلے۔آج تو ہم مطمئن ہی نہیں ہوتے جب تک گلی میں دیگیں نہ کھڑکیں اور سارے محلے کو علم نہ ہو۔بڑا مجاہد آدمی ہے جو ان چیزوں کی پروانہ کرے اور بدعات سے پرہیز کرے۔تو فرمایا صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا اور جنھوں

نے قرض دیا اللہ تعالیٰ کو قرض اچھا يُضٰعَفُ لَهُمْ بڑھا دیا جائے گا ان کے لیے۔ ایک کے بدلے دس گنا اجر ملے گا اور فی سبیل اللہ کی مد میں دے گا تو سات سو گنا اجر ملے گا وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ اور ان کے لیے اجر ہے بہت عمدہ۔ دینی مدارس میں جو بیرونی بچے پڑھتے ہیں، بچیاں پڑھتی ہیں ان کے مصارف میں روٹی، کپڑا ہے، کتابیں ہیں، علاج معالجہ ہے۔ ان کے واسطے تم دانے بھیجو، چاول دو، سبزی، گھی، چینی دو، اپنی ہمت کے مطابق جو تمہارے پاس ہو ان کی خدمت کرو یہ تمہارا صدقۂ جاریہ ہے۔ جب تک یہ سلسلہ چلتا رہے گا اللہ تعالیٰ تمھیں اجر دیتا رہے گا۔

فرمایا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر وَرُسُلِهٖٓ اور اس کے رسولوں پر اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ یہی لوگ ہیں سچے جنھوں نے ایمان کے تقاضوں کو پورا کیا وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ اور یہی **لوگ گواہ** ہیں اپنے رب کے ہاں، سچی گواہی دیں گے۔ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۴۳ میں ہے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ’’اور اسی طرح ہم نے تمھیں افضل امت بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہی دینے والے بنو اور اللہ تعالیٰ کا رسول تم پر گواہی دے۔‘‘

قیامت والے دن اس آخری امت کے لوگ پہلی امت کے لوگوں پر بطور گواہ پیش ہوں گے اور آنحضرت ﷺ اس آخری امت پر گواہ ہوں گے اور ان کی گواہی پر رب تعالیٰ فیصلے فرمائیں گے۔ لَهُمْ اَجْرُهُمْ ان کے لیے ان کا اجر ہے وَنُوْرُهُمْ اور ان کی روشنی ہے جس کے ذریعے پل صراط کو عبور کریں گے۔ ان کے برخلاف وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اور جھٹلایا ہماری آیتوں

کو۔ توحید، رسالت، قیامت کو جھٹلایا احکامِ الٰہی کو جھٹلایا، شریعت کو سچا نہیں تسلیم کیا اُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ الۡجَحِیۡمِ یہی لوگ ہیں دوزخی۔ شعلوں والی آگ میں پڑنے والے اور ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

اِعْلَمُوْۤا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّ زِيْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِؕ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطٰمًاؕ وَ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٌؕ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝ سَابِقُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝ مَاۤ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْۤ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَاؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌۚ ۝

اِعْلَمُوْۤا جان لو اَنَّمَا پختہ بات ہے الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی لَعِبٌ کھیل ہے وَّلَهْوٌ اور تماشا ہے وَّزِيْنَةٌ اور زینت ہے وَّتَفَاخُرٌ اور ایک دوسرے پر فخر کرنا ہے بَيْنَكُمْ آپس میں وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ اور بہتات ڈھونڈنی ہے مال میں وَالْاَوْلَادِ اور اولاد میں كَمَثَلِ غَيْثٍ جیسے مثال ہے بارش کی اَعْجَبَ الْكُفَّارَ تعجب میں ڈالا ہے جاٹوں کو نَبَاتُهٗ اس کے سبزے نے ثُمَّ يَهِيْجُ پھر وہ خشک ہوجاتا ہے فَتَرٰىهُ پس آپ دیکھتے ہیں اس کو مُصْفَرًّا زرد ثُمَّ يَكُوْنُ حُطٰمًا پھر وہ ہوجاتا ہے چورا چورا وَفِي الْاٰخِرَةِ اور آخرت میں عَذَابٌ

شَدِیۡدٌ عذاب ہے سخت وَّمَغۡفِرَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ اور بخشش ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وَرِضۡوَانٌ اور رضا وَمَا الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَاۤ اور نہیں ہے دنیا کی زندگی اِلَّا مَتَاعُ الۡغُرُوۡرِ مگر دھوکے کا سامان سَابِقُوۡۤا اِلٰی مَغۡفِرَۃٍ جلدی کرو بخشش کی طرف مِّنۡ رَّبِّکُمۡ اپنے رب کی طرف سے وَجَنَّۃٍ اور جنت کی طرف عَرۡضُہَا جس کا عرض کَعَرۡضِ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ زمین اور آسمان کے عرض کی طرح ہے اُعِدَّتۡ تیار کی گئی ہے لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے بِاللّٰہِ اللہ تعالیٰ پر وَرُسُلِہٖ اور اس کے رسولوں پر ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ دیتا ہے جس کو چاہتا ہے وَاللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے مَاۤ اَصَابَ نہیں پہنچتی مِنۡ مُّصِیۡبَۃٍ کوئی مصیبت فِی الۡاَرۡضِ زمین میں وَلَا فِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ اور نہ تمہارے نفسوں میں اِلَّا فِیۡ کِتٰبٍ مگر وہ درج ہے کتاب میں مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ نَّبۡرَاَہَا پہلے اس سے کہ ہم اس کو ظاہر کریں اِنَّ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیۡرٌ بے شک یہ چیز اللہ تعالیٰ پر آسان ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے اِعۡلَمُوۡۤا جان لو۔ظاہر بات ہے کہ جس چیز کے بارے میں رب تعالیٰ فرمائیں جان لو تو اس بات کی طرف غور وفکر کرنا چاہیے کہ رب تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے۔پھر اَنَّمَا کا لفظ بڑی تاکید کے لیے آتا ہے۔جس کا معنیٰ ہے پختہ بات ہے اس کے سوا اور کوئی بات نہیں ہے۔جان لو پختہ بات ہے اَلۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا لَعِبٌ وَّلَہۡوٌ دنیا کی زندگی کھیل تماشا ہے۔کھیل آدمی خود کھیل رہا ہوتا ہے اور

تماشا کنارے پر کھڑے تماشائی دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں فلاں نے اچھا کھیل کھیلا ہے وہ جیت رہا ہے اور فلاں ہار گیا ہے۔ اسی طرح دنیا کی زندگی کھیل تماشا ہے۔ کسی کو اللہ تعالیٰ نے مربع دیئے (اراضی دی)، کسی کو سونا چاندی اور دولت دی، کسی کو کارخانے فیکٹریاں دیں، گاڑیاں دیں اور بڑا کچھ دیا۔ وہ اس میں کھیل رہے ہیں اور ہم تماشائی ہیں دیکھتے ہیں کہ فلاں زمین والا ہے، فلاں فیکٹری والا ہے، فلاں کارخانے والا ہے۔ فرمایا دنیا کی زندگی کھیل تماشا ہے وَّزِیْنَۃٌ اور زینت ہے وَّتَفَاخُرٌ بَیْنَکُمْ اور ایک دوسرے پر فخر کرنا ہے آپس میں۔

ایک دوسرے پر فخر کرنا :

کوئی کہتا ہے میں سید ہوں، کوئی کہتا ہے میں جاٹ ہوں، کوئی کہتا ہے میں مغل ہوں۔ برادریوں کے لحاظ سے ایک دوسرے پر فخر کرتے ہیں، مال و دولت کے لحاظ سے فخر کرتے ہیں، حسن و جمال کے لحاظ سے ایک دوسرے پر فخر کرتے ہیں۔ یہی قصے ہیں ساری دنیا میں۔

یاد رکھنا! کسی کو حقیر نہ سمجھو، کسی کا بنانا اپنے اختیار میں نہیں ہے سب کو رب تعالیٰ نے بنایا ہے، کسی کو بڑا قد، کسی کو چھوٹا قد، کسی کو گورا، کسی کو کالا، لہٰذا کسی کے ساتھ مذاق نہ کرو۔ کسی کے اختیار میں ہوتو کوئی لنگڑا، لولا، کانا اور اندھا پیدا نہ ہو۔ اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ ''اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے۔'' بلکہ اپنے سے چھوٹے قد والے کو دیکھو تو الحمد للہ کہو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بڑا قد دیا ہے۔ نابینے کو دیکھو تو خدا کا شکر ادا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بینا پیدا فرمایا ہے، لولے لنگڑے کو دیکھو تو خدا کا شکر ادا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے صحیح و سالم پیدا فرمایا ہے، رب تعالیٰ نے مکان دیا ہے تو خدا کا شکر ادا کرو۔ آج بھی ایسے لوگ ہیں جو

سخت سردی کے موسم میں سڑکوں پر رات گزارتے ہیں۔ تنکے اکٹھے کر کے ان کو جلا کر رات گزارتے ہیں۔ شکرادا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مکان عطا کیا ہے۔

تو فرمایا دنیا کی زندگی کھیل تماشا اور زینت ہے اور ایک دوسرے پر فخر کرنا ہے آپس میں وَتَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ اور بہتات ڈھونڈنی ہے مال میں اور اولاد میں۔ مال و دولت کی کثرت طلب کرنا ہے۔ رب تعالیٰ نے دنیا کی زندگی کا نقشہ کھینچا ہے۔ فرمایا اس زندگی کی مثال کیسی ہے كَمَثَلِ غَيْثٍ اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے بارش کی أَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ۔ کفّار کافر کی جمع ہے۔ کفر کے کئی معانی آتے ہیں۔ ایک معنیٰ ہے چھپانا۔ کسان کو بھی کافر کہتے ہیں کہ وہ دانے، بیج زمین میں چھپاتا ہے، رب اگاتا ہے۔ تو یہاں کفار سے مراد جاٹ ہیں۔ تعجب میں ڈالا ہے جاٹوں کو اس کے سبزے نے۔ بارش ہونے کے بعد فصلیں ہوتی ہیں، زمین ہری بھری ہو جاتی ہے، جاٹ دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ پھر ایک وقت آتا ہے ثُمَّ يَهِيجُ پھر وہ سبزہ خشک ہو جاتا ہے فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا پس آپ دیکھتے ہیں اس کو زرد۔ پھر اس کو کاٹتے ہیں اور گاہتے ہیں ثُمَّ يَكُونُ حُطَامًا پھر وہ ہو جاتا ہے چورا چورا۔

ایک وقت تھا سبزہ تھا جاٹ دیکھ کر اس کو خوش ہوتا تھا۔ لیکن سبزہ ہمیشہ تو نہیں رہتا اپنے وقت پر زرد ہو کر چورا چورا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اے انسان تو نے بھی ہمیشہ جوان نہیں رہنا وقت پر بوڑھا ہو جائے گا پھر وقت آئے گا کسی کے سہارے چلے گا پھر اس لاش کو دفن کر دیا جائے گا۔ اگر کفر، شرک کی حالت میں مرا ہے تو جان نکالتے وقت فرشتے منہ پر ہتھوڑے ماریں گے پشت پر ماریں گے يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ اور کہیں گے أَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللهِ ”کہاں ہیں وہ جن کو تم پکارتے تھے اللہ

تعالیٰ کے سوا قَالُوْا وہ کہیں گے ضَلُّوْا عَنَّا وہ ہمیں نظر نہیں آرہے۔'' یہ ساری گفتگو فرشتوں کی مرنے والے کے ساتھ نزع کے وقت ہوتی ہے۔ ماں باپ، بیٹا، خاوند، بھائی ،عزیز رشتہ دار، ڈاکٹر، پھونکنے والے مولوی سب وہیں کھڑے ہوتے ہیں مگر کوئی نہیں سنتا اور فرشتے جان نکال کرلے جاتے ہیں وَفِی الْاٰخِرَةِ اور آخرت میں عَذَابٌ شَدِيْدٌ عذاب ہے سخت۔ اور یاد رکھو! وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ اور بخشش ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لیے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو تسلیم کرتا ہے اور قیامت کو حق مانتا ہے وَ رِضْوَانٌ اور رضا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ اور جس پر اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا مرتے وقت اس کو فرشتے کہتے ہیں اُخْرُجِیْ اِلٰی رِضْوَانِ اللّٰهِ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةِ ''اے پاکیزہ روح نکل آ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی طرف۔''

دنیا دھوکے کا گھر ہے :

فرمایا وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ اور نہیں ہے دنیا کی زندگی مگر دھوکے کا سامان۔ اس میں الجھ کر نہ رہ جانا۔ انسان دنیا میں آسائش اور آرام کے لیے بڑے بڑے منصوبے بناتا ہے۔ بڑی بڑی مضبوط عمارتیں تعمیر کرتا ہے مگر وہ نہ تو مصیبت کو ٹال سکتا ہے اور نہ موت سے بھاگ سکتا ہے تو دنیا کا یہ سارا ساز و سامان محض دھوکا محسوس ہوتا ہے۔ اور جب آخرت میں جاتا ہے تو وہ ناکام ہو جاتا ہے۔ اس لیے فرمایا کہ دنیا کا سامان تو محض دھوکا ہے اس میں الجھ کر نہ رہ جانا۔ مسافر کو سفر میں سہولتیں دیکھ کر اپنا گھر نہیں بھولنا چاہیے۔

مثلاً: کوئی دیہاتی کچے مکان میں رہنے والا یا کوئی پکھی واس (بے گھر) خیمے میں رہنے والا، کچی سڑکوں اور پگڈنڈیوں پر چلنے والا شہر آئے اور بہترین بلڈنگیں دیکھے، عمدہ

عمارتیں اور پکی سڑکیں دیکھے، اسٹیشن اور ائیر پورٹ دیکھے، نہانے دھونے کی سہولتیں دیکھے اور وہیں دل لگا کر بیٹھ جائے اور اپنے کچے مکان کو بھول جائے اور بیوی بچوں کی طرف واپس نہ لوٹے تو وہ بڑا بے غیرت اور کمینہ آدمی ہے کہ یہاں سہولتیں دیکھ کر اپنا سب کچھ بھلا بیٹھا ہے۔ اور پھر یہ چیزیں اس کو مل تھوڑا جاتی ہیں؟ یہ تو دھوکے میں مبتلا ہوگیا ہے یہ نادان ہے اس کو کوئی بھی اچھا نہیں کہے گا۔ اس کو کہیں گے اپنے گھر جاؤ وہاں تمہارے بیوی بچے، عزیز رشتہ دار ہیں۔

اسی طرح یاد رکھو! ہم سب مسافر ہیں دنیا میں۔ اصل گھر آخرت کا ہے مومن کے لیے جنت میں اور مشرک کافر کا دوزخ میں ہے۔ دنیا کی خوش نما چیزیں دیکھ کر دھوکے میں نہ پڑو اور اپنا اصل گھر نہ بھلاؤ۔ اور کہاوت ہے کہ ”گھر خالی ہاتھ نہیں جانا چاہیے۔“

تو فرمایا نہیں ہے دنیا کی زندگی مگر دھوکے کا سامان لہٰذا سَابِقُوْا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ جلدی کرو اپنے رب کی بخشش کی طرف وَجَنَّةٍ اور جنت کی طرف جلدی کرو، سبقت لے جاؤ، دوسروں سے آگے بڑھ جاؤ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اس کی چوڑائی اتنی ہے جیسے آسمان اور زمین کی چوڑائی ہے۔ سات آسمانوں اور سات زمینوں کی چوڑائی کتنی ہے اس سے اس کی لمبائی کا اندازہ خود لگالو:

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

لہٰذا ہر آدمی کو نیکیوں میں دوڑ لگانی چاہیے کہ کوئی دوسرا مجھ سے آگے نہ نکل جائے اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا یہ جنت تیار کی گئی ہے ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ہیں بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسولوں پر۔ فرمایا یاد رکھو ذٰلِكَ یہ ایمان فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ اور دنیا اسے

دیتا ہے جو طالب ہوتا ہے۔ جس خوش نصیب کو یہ دولت اور سعادت حاصل ہوتی ہے اس کو کروڑ ارب دفعہ رب تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ نیک بختی کے ظاہری اسباب یہ ہیں کہ آدمی نیکوں کی صحبت اختیار کرے، اچھے لوگوں کے ساتھ اٹھے بیٹھے یقیناً اللہ تعالیٰ ایمان کی دولت دیں گے۔ اگر دور رہے گا تو کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ کالا بلال رضی اللہ عنہ پیغمبر علیہ السلام کی صحبت میں آیا جنت کا وارث بن گیا، ابوجہل، ابولہب قریب نہیں آئے ضد پر اڑے رہے، محروم ہو گئے باوجود رشتہ دار ہونے کے۔ تو اچھی مجلس اثر کرتی ہے لہٰذا دوستو! بُرے کے قریب نہ پھٹکو اور اچھی مجلسوں میں بیٹھا کرو وہ نیکی کا سبب بنیں گی۔ وہ نماز کی طرف جائیں گے تمھیں بھی ساتھ لے جائیں گے، وہ روزہ رکھیں گے انہیں دیکھ کر تمھیں بھی ترغیب ہوگی کہ میں بھی روزہ رکھوں۔

تو فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے دیتا ہے جس کو چاہتا ہے وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے جو فضل کا طالب ہوتا ہے اس پر فضل کرتا ہے اور ایمان کی دولت سے نوازتا ہے اور ایمان والا سمجھے کہ میں سب سے بڑا مال دار ہوں۔ اللہ تعالیٰ خاتمہ ایمان پر کرے۔ سعادت مند ہے جس کا خاتمہ ایمان پر ہوگیا۔ پھر جو ایمان لاتے تھے ان کو بڑی تکلیفیں بھی اٹھانا پڑتی تھیں کیونکہ جو چیز قیمتی ہوتی ہے اس کی قیمت بھی بڑی ہوتی ہے مفت میں نہیں ملتی۔ ایمان کے لیے بڑی بڑی مصیبتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں اور یہ سب کچھ پہلے لکھا ہوا ہے۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ نہیں پہنچتی کوئی مصیبت زمین میں اور نہ تمہارے نفسوں میں اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مگر وہ درج ہے کتاب میں، لوح محفوظ میں۔ ہم تو موروثی مسلمان ہیں، ہمارے باپ دادا مسلمان

تھے ہم مسلمان ہیں، ہمیں اسلام کی کوئی قدر نہیں ہے۔ اسلام کی قدر بلال (رضی اللہ عنہ) سے پوچھو جس کی ٹانگوں میں رسی ڈال کر پتھریلی زمین پر گھسیٹا جاتا تھا اور کہتے تھے کلمہ چھوڑ دے۔ یہ جواب میں کہتے کلمہ چھوڑ دوں یہ نہیں ہوسکتا۔ اور خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کا آقا ابی بن خلف بڑا ظالم جابر آدمی تھا۔ کوئلے سلگا کر ان کی پشت ننگی کر کے ان کو اوپر لٹا دیتا تھا اور ان کے سینے پر پاؤں رکھ کر کھڑا ہو جاتا تھا اور کہتا تھا کلمہ چھوڑ دے تب چھوڑوں گا۔ جسم سے رطوبت نکل کر کوئلوں، انگاروں کو ٹھنڈا کرتی، ان کی پشت پر گڑھے پڑے ہوئے تھے مگر انھوں نے کلمہ نہیں چھوڑا۔

ہمیں کلمہ مفت میں ملا ہے ہم نے کون سی محنت کی ہے اور تکلیف اٹھائی ہے؟ تو فرمایا نہیں پہنچتی کوئی مصیبت زمین میں اور نہ تمہارے نفسوں میں مگر وہ درج ہے کتاب لوح محفوظ میں مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا پہلے اس سے کہ ہم اس کو ظاہر کریں۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ ھا ضمیر زمین کی طرف لوٹتی ہے۔ تو پھر معنی یہ ہوگا کہ پہلے اس سے کہ ہم زمین کو پیدا کریں۔ تیسری تفسیر یہ ہے کہ ھا ضمیر اَنْفُسِكُمْ کی طرف لوٹ رہی ہے۔ پھر معنی ہوگا تمہاری جانوں کو پیدا کرنے سے پہلے جو تکلیف تمھیں پہنچنی ہے لکھ دی جاتی ہے کہ فلاں وقت اس بندے کو یہ تکلیف آئے گی۔ وہ تکلیف چاہے دین، ایمان کے سلسلے میں ہو، اچھے کاموں کے سلسلے میں ہو مومن کو جو تکلیف آتی ہے وہ رفع درجات کا ذریعہ بنتی ہے یا گناہوں کا کفارہ بنتی ہے۔

حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ جو دارالعلوم دیوبند کے مدرس تھے، شیخ الحدیث تھے۔ وہ فرماتے ہیں اَلْحَرُّ وَالْقَرُّ يُكَفِّرَانِ الذُّنُوْبَ "مومن کو جو گرمی، سردی لگتی ہے اور اس کی وجہ سے جو تکلیف ہوتی ہے اس سے بھی گناہ معاف

ہوتے ہیں۔" اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ بے شک یہ چیز اللہ تعالیٰ پر آسان ہے۔

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فِی
الْاَرْضِ وَلَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ
اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ ۚۖ﴿۲۲﴾ لِّكَیْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا
بِمَآ اٰتٰىكُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِۙ ﴿۲۳﴾ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ
وَیَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ؕ وَمَنْ یَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِیُّ
الْحَمِیْدُ ﴿۲۴﴾ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ
وَالْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْهِ بَاْسٌ
شَدِیْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِیَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ یَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَیْبِ ؕ
ع اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ ﴿۲۵﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِیْمَ وَجَعَلْنَا فِیْ
ذُرِّیَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۚ وَكَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۶﴾

مَآ اَصَابَ نہیں پہنچتی مِنْ مُّصِیْبَةٍ کوئی مصیبت فِی الْاَرْضِ
زمین میں وَلَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اور نہ تمہاری جانوں میں اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مگر
وہ درج ہے کتاب میں مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا پہلے اس سے کہ ہم اس کو پیدا
کریں اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ بے شک یہ چیز اللہ تعالیٰ پر آسان ہے
لِّكَیْلَا تَاْسَوْا تاکہ تم غم نہ کھاؤ عَلٰى مَا فَاتَكُمْ اس چیز پر جو تم سے فوت ہو
چکی ہے وَلَا تَفْرَحُوْا اور نہ گھمنڈ کرو بِمَآ اٰتٰىكُمْ اس چیز پر جو اس نے
تمھیں دی ہے وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ اور اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا كُلَّ مُخْتَالٍ

کسی بھی اترانے والے کو فَخُوْرِ فخر کرنے والے کو الَّذِیْنَ وہ لوگ
یَبْخَلُوْنَ جو بخل کرتے ہیں وَیَاْمُرُوْنَ النَّاسَ اور حکم دیتے ہیں لوگوں کو
بِالْبُخْلِ بخل کا وَمَنْ یَّتَوَلَّ اور جس شخص نے اعراض کیا فَاِنَّ اللّٰهَ پس
بے شک اللہ تعالیٰ هُوَ الْغَنِیُّ وہ بے پرواہ ہے الْحَمِیْدُ تعریفوں والا ہے
لَقَدْ اَرْسَلْنَا البتہ تحقیق بھیجے ہم نے رُسُلَنَا اپنے رسول بِالْبَیِّنٰتِ
واضح دلائل دے کر وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ اور اتاری ہم نے ان کے ساتھ
کتابیں وَالْمِیْزَانَ اور ترازو لِیَقُوْمَ النَّاسُ تاکہ قائم رکھیں لوگ
بِالْقِسْطِ انصاف کو وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ اور اتارا ہم نے لوہا فِیْهِ بَاْسٌ
شَدِیْدٌ اس میں لڑائی ہے سخت وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ اور فائدے ہیں لوگوں کے
لیے وَلِیَعْلَمَ اللّٰهُ اور تاکہ دیکھ لے اللہ تعالیٰ مَنْ یَّنْصُرُهٗ کہ کون مدد کرتا
ہے اس کی وَرُسُلَهٗ اور اس کے رسولوں کی بِالْغَیْبِ بغیر دیکھے اِنَّ اللّٰهَ
بے شک اللہ تعالیٰ قَوِیٌّ قوی ہے عَزِیْزٌ غالب ہے وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا
اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے نُوْحًا نوح علیہ السلام کو وَّاِبْرٰهِیْمَ اور ابراہیم علیہ السلام
کو وَجَعَلْنَا اور رکھی ہم نے فِیْ ذُرِّیَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ ان دونوں کی اولاد میں
نبوت وَالْكِتٰبَ اور کتاب فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ پس بعض ان میں سے
ہدایت پانے والے ہیں وَكَثِیْرٌ مِّنْهُمْ اور اکثریت ان میں سے
فٰسِقُوْنَ نافرمان ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ نہیں پہنچتی کوئی تکلیف فِي الْاَرْضِ زمین میں۔ کسی وقت زلزلہ آجاتا ہے، کسی وقت سیلاب اور کبھی بارش نہ ہونے کی وجہ سے فصلیں نہیں اگتیں۔ بعض علاقوں میں زمین سے لاوے پھٹتے ہیں اور لوگ تباہ ہوجاتے ہیں۔ بعض دفعہ دیہات زمین میں دھنس جاتے ہیں وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اور نہ تمہاری جانوں کو کوئی مصیبت پیش آتی ہے۔ بیماری کی ہو، زخمی ہونے کی ہو، موت کی ہو، دشمن کی طرف سے خطرات ہوں، یہ جتنی بھی تکلیفیں ہیں نہیں پیش آتیں اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مگر وہ درج ہیں کتاب لوح محفوظ میں مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا پہلے اس سے کہ ہم اس کو ظاہر کریں۔ زمین کو پیدا کرنے سے پہلے لکھی ہوئی ہیں۔

یہ تفسیر بھی ہے کہ تمہاری جانوں کو پیدا کرنے سے پہلے لکھی ہوئی ہیں اور یہ تفسیر بھی ہے کہ مصیبت کے ظاہر ہونے سے پہلے وہ مصیبت لکھی ہوئی ہے اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ بے شک یہ چیز کہ ظاہر ہونے سے پہلے لکھ دینا اللہ تعالیٰ پر آسان ہے۔

مسئلہ تقدیر کی تفصیلی وضاحت :

مسئلہ تقدیر بھی سمجھ لیں۔ مسئلہ تقدیر حق ہے مشکل بھی ہے اور آسان بھی ہے۔ اور مسئلہ تقدیر میں مسلمان کہلانے والوں نے انتہائی افراط وتفریط سے کام لیا ہے۔ ایک فرقہ ہے معتزلہ، جو پہلے بھی تھا اور آج بھی موجود ہے اور اپنے آپ کو مسلمان کہلواتے ہیں اور نماز روزہ بھی ہم سے زیادہ کرتے ہیں مگر تقدیر کے منکر ہیں۔ تقدیر کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہورہا ہے یا ہوگا یہ سب کچھ پہلے سے اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے اور اب اس کے مطابق ہورہا ہے۔ معتزلہ کہتے ہیں کہ تقدیر کوئی شئے نہیں ہے جو بندے اب کررہے ہیں وہ فرشتے لکھ رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر نیکی بدی سب کچھ پہلے سے لکھے ہوئے ہیں اور

ہم نے وہی کرنے ہیں تو پھر ہمارا اس میں کیا دخل ہے اور ہمارا اس میں کیا قصور ہے۔ پھر نیکی پر ہمیں ثواب کیوں ملتا ہے اور بدی پر سزا کیوں ملتی ہے؟ ہم نے تو لکھا ہوا کیا ہے اس لیے ہم تقدیر کو نہیں مانتے۔ یہ منکرین تقدیر ہیں ان کو قدریہ کہتے ہیں۔ دوسرا فرقہ ہے جبریہ۔ وہ کہتے ہیں کہ سب کچھ پہلے سے لکھا ہوا ہے اور ہم مجبور ہیں ہمارے اختیار میں کچھ نہیں ہے جو لکھا ہوا ہے وہ ہم نے کرنا ہے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ پھر جزا، سزا کیسی ہے، کیوں ہے جب اللہ تعالیٰ نے سب کو مجبور کر دیا ہے نیکی اور بدی کرنے پر؟ تو اس کے جواب میں انھوں نے کہا کہ رب تعالیٰ نے اپنی صفات کے اظہار کے لیے کچھ بندوں کو بدی کے لیے پیدا کیا ہے اور کچھ بندوں کو نیکی کے لیے پیدا کیا ہے۔ رب تعالیٰ کی صفات میں سے قہار بھی، جبار بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کچھ بندوں کو سزا دینے کے لیے پیدا کیا ہے انھوں نے بدی کے کام کرنے ہیں۔ اور وہ غفار اور ستار بھی ہے کچھ بندے اس نے انعام دینے کے لیے پیدا کیے ہیں انھوں نے نیکی کے کام کرنے ہیں۔ جو گناہ کر رہے ہیں وہ پہلے سے لکھا ہوا ہے کہ انھوں نے گناہ کرنے ہین ان کو دوزخ میں پھینکے گا اور جو نیکی کر رہے ہیں پہلے سے لکھا ہوا ہے کہ انھوں نے نیکی کرنی ہے ان کو جنت میں داخل کرے گا تاکہ اس کی صفات کا اظہار ہو۔ یہ جبریہ فرقہ ہے۔

منکرین حدیث کا مسئلہ تقدیر کا انکار کرنا :

اور منکرین حدیث نے بھی تقدیر کا انکار کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ مولویوں نے بنائی ہے عجمی سازش ہے۔ تقدیر کوئی شے ہوتی تو اس کا قرآن میں ذکر ہوتا۔

اس کے متعلق غلام احمد پرویز نے بہت کچھ بکواس کی ہے۔ الحمد للہ! میں نے اپنی کتاب ''انکار حدیث'' میں بڑی تفصیل کے ساتھ اس کا رد کیا ہے۔ میں نے کہا کہ تم

قرآن پڑھو سمجھو تو تمھیں علم ہو کہ قرآن میں کیا ہے؟ تمھیں صرف قرآن کا نام ہی آتا ہے۔ میں نے کہا کہ کیا قرآن پاک میں نہیں ہے وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيرًا [فرقان: ۲] ''اور پیدا کی اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پس مقرر کی ہر چیز کی تقدیر۔'' تو تقدیر کا لفظ قرآن مجید میں موجود ہے اور احادیث میں بھی موجود ہے۔ اور ہمارے ایمان میں ہے وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ تقدیر کا ذکر ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص نیکیاں ہی کرے اور ایک بھی بدی نہ کرے اور سونے کے پہاڑ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کر دے تو قبول نہیں ہوں گے جب تک تقدیر کے مسئلے پر ایمان نہیں رکھے گا۔ تو تقدیر کا مسئلہ حق ہے۔

مسئلہ تقدیر بارے میں اہل حق کا نظریہ :

اہل حق کا یہی نظریہ ہے، اس کا انکار کرنا بے دینی ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ جب سب کچھ لکھا ہوا ہے تو بندہ تو وہی کرے گا جو لکھا ہوا ہے تو اس کے متعلق متکلمین حضرات فرماتے ہیں کہ رب تعالیٰ چونکہ عالم الغیب ہے اس نے اپنے علم کی بنا پر سب کچھ لکھ دیا ہے کہ کس بندے نے اپنی مرضی اور اختیار سے کیا کرنا ہے۔ چونکہ وہ تو ازل، ابد کو جانتا ہے اس کو علم تھا کہ فلاں شخص اپنی مرضی اور اختیار سے جو میں نے اس کو دیا ہے کہ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ [سورۃ الکہف] ''پس جو شخص چاہے اپنی مرضی سے ایمان لائے اور جو چاہے اپنی مرضی سے کفر اختیار کرے۔'' تو اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ فلاں شخص کفر اختیار کرے گا اور فلاں شخص اپنی مرضی اور اختیار سے ایمان لائے گا۔ فلاں نیکی کرے گا اور فلاں بدی کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے علم سے سب کچھ لکھ دیا ہے اور اب

سب کچھ اس تحریر کے مطابق ہو رہا ہے۔ تو انسان نے اپنی مرضی اور ارادے سے سب کچھ کرنا ہے۔ نیکی اور بدی میں اس کی مشیت اور ارادے کا دخل ہے مجبور محض نہیں ہے۔ تو مسئلہ تقدیر پر ایمان رکھنا ہے۔ کیونکہ جب تک عقیدہ صحیح نہیں ہوگا تو پھر کوئی شے صحیح نہیں ہے۔

فرمایا لِّكَيْلَا تَاْسَوْا تاکہ تم غم نہ کھاؤ، افسوس نہ کرو عَلٰى مَا فَاتَكُمْ اس چیز پر جو تم سے فوت ہوگئی ہے، تمہارے ہاتھ سے نکل گئی ہے۔ یہ سمجھو کہ تقدیر میں ایسا ہی تھا وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ اور نہ اتراؤ، گھمنڈ نہ کرو اس چیز پر جو تم کو دی ہے اللہ تعالیٰ نے کہ میری لیاقت اور قابلیت کی وجہ سے مجھے ملی ہے۔ بلکہ کہو کہ تقدیر میں میرے لیے تھا اس لیے مجھے مل گئی ہے۔ تقدیر ماننے کا فائدہ بتلایا کہ فوت شدہ پر افسوس نہ کرو اور ملنے پر اتراؤ نہ۔ بعض دفعہ آدمی بڑی محنت کرتا ہے مگر نقصان ہوتا ہے تو اس کو افسوس کرنے کے بجائے یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ چیز میری قسمت میں نہیں تھی، نہیں ملی۔ اور بعض دفعہ محنت تھوڑی ہوتی ہے اور مل زیادہ جاتا ہے تو قارون کی طرح یہ نہ کہے اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ [القصص: ۷۸] "بے شک دی گئی ہے مجھے یہ دولت علم کی بنیاد پر، ہنر کی بنیاد پر۔" بلکہ یہ کہے کہ تقدیر میں، میری قسمت میں تھا اس لیے مل گیا ہے۔ محنت تو کی ہے لیکن اصل چیز تقدیر ہے۔

تو فرمایا جو چیز تمھیں رب تعالیٰ دے اس پر گھمنڈ نہ کرو وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ اور اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا کسی بھی اترانے والے کو۔ تکبر اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے، چاہے چال میں ہو، چاہے گفتگو میں ہو، چاہے مال میں، چاہے نشست و برخاست میں ہو۔ حدیث پاک میں آتا ہے اَلْكِبْرُ رِدَائِيْ "تکبر میری چادر ہے یعنی میری صفت

ہے جس نے میرے ساتھ کشمکش کی میں اس کو الٹا کر کے دوزخ میں ڈالوں گا۔'' تکبر تو کوئی تب کرے کہ کوئی چیز اس کی ذاتی ہو۔ یہ تو سب کچھ رب تعالیٰ کا دیا ہوا ہے۔ اس نے وجود دیا، صحت دی، مال دیا، اولاد دی، اچھے دوست، ساتھی دیئے، حسن دیا اور جب چاہے واپس لے سکتا ہے۔ کسی نے کہا ہے نا :

حسن والے حسن کا انجام دیکھ
ڈوبتے سورج کو وقت شام دیکھ

تو فرمایا اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا کسی اترانے والے کو فَخُوْرٍ فخر کرنے والے، شیخی مارنے والے کو۔ اپنی برتری کا اظہار کرتا ہے کہ میں ایسا ہوں، میں ایسا ہوں، میں ایسے خاندان کا ہوں، میں جاٹ ہوں، خان ہوں تو ترکھان ہے، موچی ہے۔ بھائی یہ تو پیشے ہیں۔ اور کون سا ایسا جائز پیشہ ہے جو پیغمبروں نے اختیار نہیں کیا۔

ہر جائز پیشہ پیغمبروں نے اختیار کیا :

آدم علیہ السلام نے کاشت کاری کی ہے، حضرت ادریس علیہ السلام نے کھڈی پر کپڑا بنا ہے، حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے کشتی بنائی ہے، حضرت زکریا علیہ السلام نے ترکھانوں کا کام کیا ہے، حضرت داؤد علیہ السلام نے لوہاروں کا کام کیا ہے، پیغمبروں نے بکریاں چرائی ہیں۔

ایک موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پیلو کے دانے جو اس پر پھل لگتا ہے لا کر پیش کیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کالے کالے دانے لانے تھے وہ زیادہ میٹھے ہوتے ہیں۔ کہنے لگے حضرت! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے بھی بکریاں چرائی ہیں آپ کو تجربہ ہے۔ فرمایا ہاں کُنْتُ اَرْعٰی لِاَھْلِ مَکَّۃَ عَلٰی قَرَارِیْطَ ''میں مکے والوں کی بکریاں ٹکے ٹکے پر

چراتا تھا۔'' اور فرمایا کوئی نبی ایسا نہیں آیا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ تو جائز پیشے میں کسی کو حقیر سمجھنا غلط بات ہے۔

طالوت رحمۃ اللہ علیہ جن کا نام دوسرے پارے میں آیا ہے وہ تین کام کرتے تھے۔ ایک تو دباغ تھے، چمڑا رنگنے کا کام کرتے تھے۔ دوسرا کام: ساقی تھے۔ مشکیزہ بھر بھر کر لوگوں کے گھروں میں پانی پہنچاتے تھے، ماشکی تھے۔ اور تیسرا کام: راعی۔ وقت ہوتا تھا تو لوگوں کی بکریاں بھی چراتے تھے۔ مزدور پیشہ آدمی کو جو کام مل گیا وہ کرتا ہے۔ تو فرمایا اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا اترانے والوں کو اَلَّذِيْنَ وہ لوگ يَبْخَلُوْنَ جو بخل کرتے ہیں۔ بخل کا معنیٰ ہے خرچ کرنے کی جگہ رقم نہ خرچ کرنا۔ یا جتنی ضرورت ہے خرچ کرنے کی اس سے کم خرچ کرنا۔ بعض آدمی ایسے کنجوس ہوتے ہیں کہ اپنے گھر والوں پر بھی خرچ کرنے میں کنجوسی کرتے ہیں باوجود گنجائش ہونے کے ان کو ضرورت کی چیزیں نہیں ملتیں۔ یہ بھی گناہ کی بات ہے۔

اللہ تعالیٰ نے عباد الرحمٰن کی صفت بیان فرمائی ہے اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا [الفرقان: ۶۷] ''جب وہ خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ بخل کرتے ہیں اور ہوتی ہے اس کے درمیان ان کی گزران۔'' نہ اسراف کرتے ہیں نہ ہاتھ کو روکتے ہیں ضرورت کے مطابق خرچ کرتے ہیں۔ تو فرمایا وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ اور حکم دیتے ہیں لوگوں کو بخل کا کہ پیسے نہ خرچ کرو وَمَنْ يَّتَوَلَّ اور جس شخص نے اعراض کیا حق کی باتوں سے فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ پس بے شک اللہ تعالیٰ وہ بے پرواہے تعریفوں والا ہے۔ تمہاری عبادتوں کا وہ محتاج نہیں ہے تم نے جو کچھ کرنا ہے اپنے لیے کرنا ہے لَقَدْ اَرْسَلْنَا

رُسُلَنَا البتہ تحقیق بھیجے ہم نے اپنے رسول بِالْبَيِّنٰتِ واضح دلائل کے ساتھ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ اور اتاری ہم نے ان کے ساتھ کتابیں، صحیفے نازل کیے، معجزات دیئے وَالْمِيْزَانَ اور ترازو نازل کی۔ بعض اس کا معنٰی کرتے ہیں کہ ترازو کا حکم نازل کیا۔ جیسا کہ سورہ رحمٰن میں ہے وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ "اور قائم رکھو ترازو کو انصاف کے ساتھ۔"

اور یہ بھی تفسیروں میں آیا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ترازو لا کر حضرت نوح علیہ السلام کے ہاتھ میں پکڑا دی اور فرمایا کہ یہ ترازو رب تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے ان کے ساتھ چیزیں تول کر لوگوں کو دو لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ تاکہ قائم رکھیں لوگ انصاف کو۔ مگر آج لوگوں نے ڈنڈی مارنا پیشہ بنالیا ہے حالانکہ ناپ تول میں کمی بیشی کی وجہ سے مدین قوم تباہ کی گئی کہ وہ کم تولتے تھے اور کم ماپتے تھے کوئی چیز پوری نہیں دیتے تھے۔

لوہے کے منافع :

فرمایا وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ اور اتارا ہم نے لوہا فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ اس میں سخت لڑائی ہے وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ اور لوگوں کے لیے منافع بھی ہیں۔ آج ساری دنیا لوہے پر چل رہی ہے۔ تفسیر ابن جریر طبری میں روایت ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام بہشت سے جو چیزیں ساتھ لے کر آئے تھے ان میں حجر اسود ہے۔ یہ جنت کے ہیروں میں سے ایک ہیرا ہے۔ بڑا روشن اور چمکیلا تھا فرمایا سَوَّدَتْهُ خطايا بني ادم "انسانوں کی خطاؤں نے اس کو کالا کر دیا ہے۔" ترمذی شریف کی روایت ہے۔ یوں سمجھو کہ دلوں کی سیاہی اس بے چارے پر پڑ گئی وہ جنت کا ہیرا ہمارے گناہوں سے کالا ہو گیا۔ تو حضرت آدم علیہ السلام حجر اسود جنت سے ساتھ لے کر آئے

تھے اور آئرن وہ لوہا جس پر لوہے کو کوٹتے ہیں اور مِطْرَقَةٌ اور ہتھوڑا اور کلبان سَنِّی جس کے ساتھ پکڑتے ہیں یہ بھی جنت سے ساتھ لے کر آئے تھے۔

تو فرمایا اس میں سخت گرفت ہے، لڑائی ہے اور لوگوں کے منافع بھی ہیں وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ اور تاکہ اللہ تعالیٰ دیکھ لے، یہاں علم ظہور کے معنیٰ میں ہے، کون اللہ تعالیٰ کی مدد کرتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے دین کی وَرُسُلَهٗ اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے بِالْغَيْبِ بغیر دیکھے۔ نہ رب کو دیکھا ہے نہ جنت دیکھی ہے نہ دوزخ دیکھی ہے لیکن یقین رکھتا ہے کہ یہ سب چیزیں حق ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے دین پر چلتے ہیں اور اس کے رسولوں کی سنت کو زندہ کرتے ہیں اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ بے شک اللہ تعالیٰ قوی ہے غالب ہے۔

اوپر ذکر تھا کہ ہم نے اپنے پیغمبر بھیجے واضح دلائل دے کر۔ آگے بعض پیغمبروں کا ذکر ہے۔ فرمایا وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے نوح علیہ السلام کو نبی بنا کر وَّاِبْرٰهِيْمَ اور ابراہیم علیہ السلام کو رسول بنا کر وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ اور رکھی ہم نے ان دونوں کی اولاد میں نبوت وَالْكِتٰبَ اور کتاب رکھی۔ یہ جتنی آسمانی کتابیں ہیں مثلاً: تورات ہے، زبور ہے، انجیل ہے۔ تورات موسیٰ علیہ السلام کو ملی، زبور داؤد علیہ السلام کو ملی اور انجیل عیسیٰ علیہ السلام کو ملی۔ یہ سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن ملا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ پس بعض ان بزرگوں کی اولاد میں ہدایت پانے والے ہیں وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ اور اکثریت ان کی اولاد میں سے نافرمان ہے۔ اکثریت کی زندگی فسق و فجور میں گزری۔

ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ ۙ وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَرَهْبَانِيَّةَ ِۨابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۷﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۸﴾ ۙ لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۹﴾ ع

ثُمَّ قَفَّيْنَا پھر پیچھے بھیجے ہم نے عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ ان کے نقش قدم پر بِرُسُلِنَا اپنے کئی رسول وَقَفَّيْنَا اور بھیجا ہم نے ان کے پیچھے بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ عیسیٰ ابن مریم کو علیہ السلام وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ اور دی ہم نے ان کو انجیل وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اور رکھ دی ہم نے ان لوگوں کے دلوں میں اتَّبَعُوْهُ جنھوں نے اتباع کیا ان کا رَاْفَةً نرمی وَّرَحْمَةً اور مہربانی وَرَهْبَانِيَّةَ اور رہبانیت ابْتَدَعُوْهَا جس کو انھوں نے گھڑا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ نہیں لکھی تھی ہم نے ان پر اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ مگر اللہ تعالیٰ کی رضا تلاش کرنے کے لیے فَمَا رَعَوْهَا پس نہ رعایت کی انھوں نے اس کی

حَقَّ رِعَايَتِهَا جیسا کہ حق تھا اس کی رعایت کا فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ پس دیا ہم نے ان لوگوں کو اٰمَنُوْا مِنْهُمْ جو ایمان لائے ان میں سے اَجْرَهُمْ ان کا اجر وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ اور بہت سے لوگ ان میں سے فٰسِقُوْنَ نافرمان ہیں يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اتَّقُوا اللّٰهَ ڈرو اللہ تعالیٰ سے وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ اور ایمان لاؤ اس کے رسول محمد ﷺ پر يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ دے گا تم کو دہرا اجر مِنْ رَّحْمَتِهٖ اپنی رحمت سے وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا اور بنائے گا تمہارے لیے نور تَمْشُوْنَ بِهٖ چلو گے تم اس کے ذریعے وَيَغْفِرْ لَكُمْ اور بخش دے گا تم کو وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ تاکہ نہ جاننے لگیں اہل کتاب اَلَّا يَقْدِرُوْنَ یہ کہ نہیں وہ قادر عَلٰى شَيْءٍ کسی شے پر مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے فضل سے وَاَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ اور بے شک فضل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ دیتا ہے جس کو چاہتا ہے وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

اسم عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کی وضاحت :

اس سے پہلے فرمایا کہ ہم نے بھیجا نوح علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کو رسول بنا کر وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ اور رکھی ہم نے ان دونوں کی اولاد میں نبوت۔ اب رب تعالیٰ فرماتے ہیں ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا ۔ قفا کا لفظی ترجمہ ہے گردن کا پچھلا حصہ، گدی۔ تو اس کے پیچھے کھڑے ہونے والے کی نگاہ گدی پر پڑتی ہے۔ معنی

ہوگا ثُمَّ پھر بھیجے ہم نے ان کے پیچھے ان کے نقش قدم پر اپنے کئی رسول وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۔لفظ عیسیٰ اصل میں عیسو تھا عبرانی زبان کا لفظ ہے۔عربی میں عیسیٰ ہے علیہ السلام۔اس کا معنیٰ سردار اور مبارک ہے۔اور مریم کا معنیٰ ہے عابدہ،عبادت کرنے والی۔

عورتوں میں ان کو یہ فخر حاصل ہے کہ سارے قرآن میں صرف حضرت مریم علیہا السلام کا نام ہے۔حضرت آدم علیہ السلام کے جوڑے کا ذکر ہے زَوْجُهَا۔نوح علیہ السلام کی بیوی کا ذکر ہے اِمراۃ نوح،لوط علیہ السلام کی بیوی کا ذکر ہے اِمراۃ لوط،فرعون کی بیوی کا ذکر ہے اِمراۃ فرعون،عزیز مصر اور اس کی بیوی کا ذکر ہے اِمراۃ العزیز ۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کا ذکر ہے،بیٹیوں کا ذکر ہے قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ [سورۃ الاحزاب] لیکن نام کسی کا نہیں ہے۔عورتوں میں سے نام صرف حضرت مریم علیہا السلام کا ہے۔اور تیس مرتبہ آیا ہے گویا کہ اوسطاً ایک پارے میں ایک مرتبہ آیا ہے۔جہاں بھی ذکر آیا ہے عیسی ابن مریم آیا ہے،عیسیٰ بیٹے مریم کے علیہ السلام۔کیوں کہ یہ بغیر باپ کے پیدا کیے گئے تھے اس واسطے نسبت والدہ کی طرف کی گئی ہے۔ورنہ اکیسواں پارہ سورۃ الاحزاب میں اللہ تعالیٰ نے ضابطہ بیان فرمایا ہے اُدْعُوْهُمْ لِآبَائِهِمْ ''پکارو ان کو ان کے باپوں کی طرف نسبت کر کے۔'' جب تم نے نسبت کرنی ہے تو باپ کی طرف کرنی ہے۔

آج کئی لوگ مجبوری اور پیار کی وجہ سے کسی کو متبنّٰی یعنی بیٹا بنا لیتے ہیں،لے پالک جسے کہتے ہیں۔کاغذات میں اس کے اصل باپ کا نام لکھوانا ہے۔جس نے بیٹا یا بیٹی بنائی ہے اگر اپنے نام کی طرف منسوب کرے گا تو گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگا۔کبیرہ گناہوں میں

لیے ایک گناہ یہ ہے کہ اپنے باپ کی نسبت کاٹ کر کسی اور کی طرف نسبت کرنا۔ بلکہ پہلے یہ قرآن کی آیت تھی۔ اب منسوخ التلاوۃ ہے مگر حکم اس کا باقی ہے۔ اور احادیث میں موجود ہے مَنِ ادَّعٰى اِلٰى غَيْرِ اَبِيْهِ فَقَدْ كَفَرَ ”جس نے باپ کے سوا کسی اور کی طرف نسبت کی وہ پکا کافر ہے۔“

(ایک شخص نے سوال کیا حضرت! بعض لوگ بچے پھینک جاتے ہیں جن کا کچھ علم نہیں ہوتا کس کے ہیں؟ جواب میں فرمایا کہ ان کے متعلق تسلی کرنا چاہیے کہ بچہ کس کا ہے؟ اگر معلوم نہ ہو سکے تو اپنی طرف پھر بھی منسوب نہیں کر سکتے۔ یہ کہیں کہ کسی کا ہے گرا پڑا ملا تھا ہم پال رہے ہیں، تربیت کر رہے ہیں۔ اپنی طرف منسوب کرنا بڑے گناہوں میں سے ہے۔)

مرزے کا دجل اور خباثت :

چونکہ عیسیٰ علیہ السلام کا باپ نہیں تھا اس لیے نسبت ماں کی طرف کی گئی باپ ہوتا تو نسبت باپ کی طرف ہوتی۔ لیکن مرزا غلام احمد قادیانی کا دجل اور خباثت بھی سن لو۔ اس نے اپنی کتاب ”کشتی نوح“ کے صفحہ ۱۶ پر پہلے مولویوں کو گالیاں دی ہیں الف سے لے کر ی تک گالیوں کی تختی پوری کی ہے۔ پھر کہتا ہے مولوی مجھے کہتے ہیں کہ میں عیسیٰ علیہ السلام کی تعظیم نہیں کرتا حالانکہ میں عیسیٰ علیہ السلام کی بڑی تعظیم کرتا ہوں، ان کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کی تعظیم کرتا ہوں ان کے والد یوسف نجار کی تعظیم کرتا ہوں، عیسیٰ علیہ السلام کے چھ بہن بھائیوں کی تعظیم کرتا ہوں مجھ سے بڑا تعظیم کرنے والا کون ہے۔ او بے ایمان! اور توہین کس چیز کا نام ہے کہ تو نے یوسف نجار کو ان کا باپ بنا دیا اور چھ بہن بھائی بنا دیئے، یہ تعظیم ہے؟

اور اپنی کتاب ''تریاق القلوب'' میں لکھتا ہے عیسیٰ علیہ السلام اور میری آپس میں کیا نسبت جوڑتے ہو عیسیٰ علیہ السلام کی تین دادیاں اور تین نانیاں زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں۔ او بے ایمان! اس کا نام تعظیم ہے؟ ان کی دادیاں کہاں سے ڈھونڈ لایا ہے؟ باپ ہو تو دادی ہوتی ہے۔ ان باطل فرقوں نے لوگوں کے ذہن بگاڑ دیئے ہیں۔ پھر باطل پر وہ جتنی کوشش کرتے ہیں ہم تم سے اتنی نہیں ہوتی۔ اوروں کی تو بات چھوڑو یہ ہمارے غیر مقلد حضرات باز نہیں آتے۔ فروعی مسائل کو اچھالتے رہتے ہیں۔ رفع یدین کرو جی، امام کے پیچھے فاتحہ پڑھو، آمین بلند آواز سے کہو، چڈے چوڑے کر کے کھڑے ہو بس۔ یہ ان کے مسائل ہیں اور انھی پر اپنی طاقت خرچ کرتے ہیں۔ او اللہ کے بندو! دنیا میں اور بڑے مسائل ہیں اس وقت لوگ کافر ہو رہے ہیں ان کو کفر سے بچاؤ۔ پھر یہ باطل فرقے جتنی تبلیغ کرتے ہیں ہمارے لوگ نہیں کرتے۔ ہمارے لوگ درگزر کرتے ہیں حالانکہ امر بالمعروف نہی عن المنکر ہر مسلمان کے فرائض میں شامل ہے۔

تعلیماتِ عیسیٰ علیہ السلام :

تو خیر عیسیٰ علیہ السلام کا جب نام آتا ہے تو نسبت ماں کی طرف ہوتی ہے عیسیٰ ابن مریم کیونکہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام بڑے نرم مزاج تھے اور تعلیم بھی یہی دیتے تھے۔ چنانچہ انجیل متی اور لوقا میں ہے اگر کوئی تجھ سے کوٹ اتار کر لے جائے تو تم کرتا بھی اتار کر دے دو کہ لو بھئی! یہ بھی لے جاؤ۔ اور اگر کوئی تمہارے ایک گال پر تھپڑ مارے تو دوسرا گال آگے کر دو کہ اس پر بھی لگا دو۔ یہ ان کا سبق تھا۔ ان کی طبیعت میں اتنی نرمی تھی مگر آج کے عیسائی بھیڑیئے ہیں ان بھیڑیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھولی بھالی بھیڑوں کی کھیتی چر لی ہے۔ کیا برطانیہ، کیا امریکہ، کیا فرانس اور دوسرے۔ یہ سب

بدمعاش ہیں۔ انھوں نے مسلمانوں کو خراب کر کے رکھ دیا ہے اور ہم ان کے خصیہ بردار ہیں۔ یہ سب ایمان کی کمزوری ہے کہ ہم ان سے متاثر ہیں اور امریکہ، امریکہ، امریکہ کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اور بھیجا ہم نے ان کے پیچھے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو وَاٰتَیْنٰهُ الْاِنْجِیْلَ اور دی ہم نے ان کو انجیل وَجَعَلْنَا فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ اور ہم نے رکھ دی ان لوگوں کے دلوں میں اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً جنھوں نے ان کی پیروی کی نرمی اور رحمت ان کے دلوں میں رکھ دی وَرَهْبَانِیَّةَ ۨابْتَدَعُوْهَا اور رہبانیت جس کو انھوں نے گھڑا۔ رہبانیت ترک دنیا کو کہتے ہیں۔ تارک دنیا بنے۔ یہ ترک دنیا کے قصے خود انھوں نے گھڑے مَا كَتَبْنٰهَا عَلَیْهِمْ نہیں لکھی ہم نے ان پر رہبانیت۔ یہ انھوں نے خود گھڑی۔ کیوں گھڑی؟ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ مگر اللہ تعالیٰ کی رضا تلاش کرنے کے لیے انھوں نے رہبانیت گھڑی لیکن فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَایَتِهَا پس نہ رعایت کی انھوں نے اس کی جیسا کہ حق تھا اس کی رعایت کرنے کا۔ رہبانیت کا معنیٰ ہے ترک لذات اور ترک نکاح۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعض پیروکاروں نے کاروبار چھوڑا، بیوی بچوں کو چھوڑا اور جنگلوں میں جا کر ڈیرے لگا لیے۔ وہیں کٹیا بنا کر عبادت و ریاضت میں مصروف ہو گئے۔ گوشت، انڈے، مچھلی وغیرہ کا کھانا ترک کر دیا۔ کسی نے بکری رکھ لی اس کا دودھ پی کر گزارا کر لیا، کسی نے جڑی بوٹیاں کھا کر وقت گزار لیا، اچھے کپڑے پہننا ترک کر دیئے۔ اور پھر اس پر سارے قائم بھی نہ رہ سکے کئی برائیوں میں مبتلا ہو گئے۔ تو یہ رہبانیت انھوں نے خود گھڑی جیسے آج اہل بدعت نے بدعات خود گھڑی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ ہم

نے ان پر نہیں لکھی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے تو پیغمبروں کو حکم دیا یٰاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا [مومنون:۵۱] ''اے رسولو! کھاؤ پاکیزہ چیزوں سے اور عمل کرو نیک۔'' نہ گوشت حرام ہے، نہ انڈا اور مچھلی حرام ہے۔ اور فرمایا خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ [الاعراف:۳۱] ''اختیار کرو اپنی زینت ہر نماز کے وقت۔'' صاف ستھرا لباس پہن کر مسجدوں میں جاؤ۔ یہ جو مسجدوں میں ٹوپیاں رکھی ہوتی ہیں یہ پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ نماز تو ہو جاتی ہے مگر مکروہ ہے۔ مسجد میں ایسے لباس کے ساتھ جانا چاہیے جو پہن کر آدمی عزیز رشتہ داروں کے پاس جا سکے، بازار جا سکے۔

غیر مقلدوں کے گھر کی گواہی :

اور ننگے سر نماز پڑھنا گناہ ہے۔ اور یہ مسئلہ بھی یاد رکھنا کہ جرابوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔ اس پر اہل حدیث حضرات کے بزرگوں کے فتوے بھی موجود ہیں۔ عورتوں اور مردوں کی نماز کا بھی فرق ہے، فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا بھی ثابت ہے۔ یہ سب غیر مقلدین حضرات کے فتاویٰ ہیں۔ اتمام حجت کے لیے میں نے طبع کرائے تھے اگر کسی ساتھی کے پاس نسخہ ہو تو لے کر پڑھ لینا۔ مگر گکھڑ والے اتنے کنجوس ہیں کہ کتاب خریدنے کا نام تک نہیں لیتے۔ میری کتابیں گکھڑ میں طبع ہوئی ہیں لیکن میرے علم میں نہیں ہے کہ انھوں نے کوئی کتاب خریدی ہو۔۔ بھائی! یہ کتابیں تمہارے پڑھنے کے لیے ہیں، تمہارے نفع کے لیے ہیں، تمہارے گھروں میں ہونی چاہئیں۔ پڑھو تو تمھیں علم ہو کہ توحید کیا ہے، سنت کیا ہے۔ نہ تمہارے پاس '' گلدستہ توحید'' ہوگی ''نہ راہ سنت'' ہوگی ناول ہوں گے تمہارے گھر میں۔

تو خیر جس طرح اہل بدعت نے یہ بدعات خود گھڑی ہیں، عرس، میلاد، گیارھویں،

تیجہ، ساتواں، دسواں، چالیسواں، برسی ہے، پھر ان کو فرض سے بھی زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ یہ سب ہندوؤں کی رسمیں ہیں کوئی شریعت کا حکم نہیں ہے۔ اسی طرح عیسائیوں نے رہبانیت گھڑی تھی لیکن اس پر قائم نہ رہ سکے۔ کچھ عرصہ کے بعد ان کے پاس عورتوں کا آنا جانا ہو گیا تو خرابیاں پیدا ہو گئیں۔ اپنی حلال کی چھوڑیں حرام میں مبتلا ہو گئے۔ حلال کا رزق چھوڑا چوروں، ڈاکوؤں نے چوری کر کے، ڈاکے مار کے جو نذرانے دیئے وہ کھانے شروع کر دیئے۔ یہ کون سی عبادت ہے؟

تو فرمایا رہبانیت انھوں نے خود گھڑی اور اس کی رعایت نہ کر سکے فَاٰتَیْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ پس دیا ہم نے ان لوگوں کو جو ایمان لائے ان میں سے اَجْرَهُمْ ان کا اجر۔ جو ان میں سے مخلص تھے، مومن تھے ان کو اجر ملے گا وَكَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ اور بہت سے لوگ ان میں سے نافرمان ہیں یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا چوں کہ پہلے ذکر نصاریٰ کا آرہا ہے اس لیے معنیٰ کرتے ہیں اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو عیسیٰ علیہ السلام پر اتَّقُوا اللّٰهَ ڈرو اللہ تعالیٰ سے صحیح معنیٰ میں، اپنی طرف سے باتیں نہ بناؤ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ اور ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ کے رسول حضرت محمد ﷺ پر یُؤْتِكُمْ كِفْلَیْنِ دے گا تمھیں اللہ تعالیٰ دہرا اجر۔ ایک اجمالی ایمان کی وجہ سے اور ایک تفصیلی ایمان کی وجہ سے۔ کیوں کہ جو صحیح عیسائی تھے وہ آپ ﷺ کے تشریف لانے سے پہلے اجمالی طور پر آپ ﷺ کو مانتے تھے کیوں کہ ان کی کتابوں میں آنحضرت ﷺ کا ذکر تھا، تورات میں بھی اور انجیل میں بھی۔ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۵۷ پارہ ۹ میں ہے اَلَّذِیْنَ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ "جس کو وہ پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے پاس تورات اور انجیل میں۔" اب وہ تشریف لے آئے ہیں ان پر ایمان لے آؤ تو یہ تمہارا

ایمان تفصیلی ہوگا۔ایمان بھی،اجر بھی ڈبل مِنْ رَّحْمَتِهٖ اپنی رحمت سے دُہرا اجر دے گا وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا اور بنائے گا تمہارے لیے نور تَمْشُوْنَ بِهٖ چلوگے تم اس نور ایمان،نورِ توحید کے ذریعے وَيَغْفِرْ لَكُمْ اور اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کر دے گا وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔یہ نبی ہم نے کیوں بھیجا اور کیوں کہتے ہیں کہ تم اس پر ایمان لاؤ۔اس لیے بھیجا ہے لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ تاکہ نہ جاننے لگیں،نہ سمجھنے لگیں اہل کتاب اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ اب وہ کسی چیز پر قادر نہیں ہیں مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے فضل سے۔یہ نہ کہہ سکیں کہ ہماری طرف تو پیغمبر آیا ہی نہیں ہم کس طرح مانتے؟ اللہ تعالیٰ نے بھیج دیا اور ان کو ایمان لانے اور تصدیق کرنے پر قدرت ہے ایمان لے آئیں اللہ تعالیٰ کا فضل وہ اب بھی کما سکتے ہیں آنحضرت ﷺ پر ایمان لے آئیں۔

بعض مفسرین نے لِئَلَّا میں جو لام ہے اس کو زائد قرار دیا ہے اور معنیٰ کرتے ہیں تاکہ جان لیں اہل کتاب کہ وہ نہیں قدرت رکھتے کسی چیز پر اللہ تعالیٰ کے فضل سے۔ فضل تو اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے وہ جس کو چاہے عطا کرے۔جس کو چاہے نبوت دے،جس کو چاہے کتاب دے،جس پر چاہے وحی نازل فرمائے،یہ رب تعالیٰ کے پاس ہے ان کے پاس نہیں ہے وَاَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ اور بے شک فضل سارا اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اپنا فضل وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے،بڑی مہربانی والا ہے،بڑی وسعت والا ہے۔

آج بروز جمعرات ۱۵ ذوالحجہ ۱۴۳۵ھ بمطابق ۱۱ ستمبر ۲۰۱۴ء

انیسویں جلد مکمل ہوئی۔

والحمد للہ علی ذلک

(مولانا) محمد نواز بلوچ

مہتمم: مدرسہ ریحان المدارس، جناح روڈ، گوجرانوالا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسير

سُوْرَةُ المُجَادِلَةِ

(مکمل)

جلد ۲۰

آیاتها ۲۲ ۵۸ سُوْرَةُ الْمُجَادَلَةِ مَدَنِيَّةٌ ۱۰۵ رکوعاتها ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْۤ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۱﴾ اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ؕ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـئِيْ وَلَدْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ﴿۲﴾ وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ؕ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۳﴾ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ؕ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۴﴾

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ بے شک سن لی اللہ تعالیٰ نے قَوْلَ الَّتِيْ بات اس عورت کی تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا جو جھگڑا کر رہی تھی آپ سے اپنے خاوند کے بارے میں وَتَشْتَكِيْۤ اِلَى اللّٰهِ اور شکوہ کر رہی تھی اللہ تعالیٰ کی طرف وَاللّٰهُ

یَسۡمَعُ تَحَاوُرَکُمَا اور اللہ تعالیٰ سن رہا تھا تم دونوں کی گفتگو کو اِنَّ اللّٰہَ سَمِیۡعٌۢ

بَصِیۡرٌ بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا دیکھنے والا ہے اَلَّذِیۡنَ یُظٰهِرُوۡنَ مِنۡکُمۡ

مِّنۡ نِّسَآئِهِمۡ وہ لوگ جو ظہار کرتے ہیں تم میں سے اپنی عورتوں سے مَّا

هُنَّ اُمَّهٰتِهِمۡ نہیں ہیں وہ عورتیں ان کی مائیں اِنۡ اُمَّهٰتُهُمۡ اِلَّا الّٰٓـِٔیۡ

وَلَدۡنَهُمۡ نہیں ہیں ان کی مائیں مگر وہ عورتیں جنھوں نے ان کو جنم دیا ہے

وَ اِنَّهُمۡ لَیَقُوۡلُوۡنَ مُنۡکَرًا مِّنَ الۡقَوۡلِ وَ زُوۡرًا اور بے شک وہ البتہ کہتے ہیں

بری بات اور جھوٹ وَ اِنَّ اللّٰہَ لَعَفُوٌّ غَفُوۡرٌ اور بے شک اللہ تعالیٰ البتہ

معاف کرنے والا بخشنے والا ہے وَ الَّذِیۡنَ یُظٰهِرُوۡنَ مِنۡ نِّسَآئِهِمۡ اور وہ

لوگ جو ظہار کرتے ہیں اپنی عورتوں سے ثُمَّ یَعُوۡدُوۡنَ لِمَا قَالُوۡا پھر وہ

پہلی حالت کی جانب لوٹنا چاہتے ہیں اس بات کو توڑ کر جو انھوں نے کہی

فَتَحۡرِیۡرُ رَقَبَۃٍ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّتَمَآسَّا تو غلام کو آزاد کرنا ہے اس سے پہلے کہ وہ

ایک دوسرے کو چھوئیں ذٰلِکُمۡ تُوۡعَظُوۡنَ بِهٖ یہی بات ہے کہ تم اس کی

نصیحت کیے جاتے ہو وَ اللّٰہُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرٌ اور اللہ تعالیٰ ان چیزوں کی

جو تم کرتے ہو خبر رکھنے والا ہے فَمَنۡ لَّمۡ یَجِدۡ پس جو شخص نہ پائے

فَصِیَامُ شَهۡرَیۡنِ مُتَتَابِعَیۡنِ تو روزے رکھنا ہے دو مہینے لگاتار مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ

یَّتَمَآسَّا اس سے پہلے کہ وہ ایک دوسرے کو چھوئیں فَمَنۡ لَّمۡ یَسۡتَطِعۡ

پس جو شخص طاقت نہ رکھے فَاِطۡعَامُ سِتِّیۡنَ مِسۡکِیۡنًا تو کھانا کھلانا ہے

ساٹھ مسکینوں کو ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ یہ حکم اس لیے ہے تاکہ تم ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ اور یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدیں ہیں وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

تعارف سورت :

اس سورۃ کا نام سورۃ المجادلہ ہے۔ یہ سورۃ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے ایک سو چار سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ نزول کے اعتبار سے اس کا ایک سو پانچواں نمبر ہے اور موجودہ ترتیب کے لحاظ سے اس کا نمبر اٹھاون ہے۔ اس کے تین رکوع اور بائیس آیات ہیں۔

وجہ تسمیہ :

اس سورۃ کا نام المجادلہ اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس کی پہلی آیت میں ہی تُجَادِلُ کا لفظ موجود ہے۔ اور تُجَادِلُ کا صیغہ مجادلہ سے ہے اس لیے اس سورۃ کا نام المجادلہ رکھا گیا ہے۔ مجادلہ کہتے ہیں اپنی بات منوانے پر اصرار کرنا، آپس میں جھگڑا کرنا۔

شانِ نزول :

زمانہ جاہلیت اور اسلام کے ابتدائی دور میں دستور تھا کہ اگر کوئی آدمی اپنی بیوی سے ظہار کرتا تو وہ بیوی اس کے لیے ہمیشہ کے لیے حرام قرار دی جاتی تھی اور دوبارہ ان کے آپس میں میل ملاپ کی کوئی صورت نہیں ہوتی تھی۔ اسی دور میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ اپنی بیوی خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا سے

کسی بات پر ناراض ہوئے اور اس کو کہہ دیا اَنْتِ عَلَیَّ کَظَھْرِ اُمِّیْ ''تو میرے لیے میری ماں کی پشت کی طرح ہے۔'' اس دور کے طور طریقہ کے لحاظ سے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا ہمیشہ کے لیے حضرت اوس رضی اللہ عنہ کے لیے حرام قرار پائی۔ وہ پریشانی کی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر کہنے لگی کہ اوس سے میرے بچے بھی ہیں۔ اگر بچے اس کو دے دوں تو بچے ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ اگر اپنے پاس رکھوں تو گزر اوقات کے مناسب اسباب نہ ہونے کی وجہ سے بچے بھوکے رہا کریں گے۔ چونکہ ابھی تک اس بارے میں کوئی نیا اسلامی حکم نازل نہیں ہوا تھا اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دور (اس زمانے کے دستور) کے مطابق ہی اس کا فیصلہ فرمایا۔ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا بار بار اپنی تنگ دستی اور بچوں کے ضائع ہو جانے کا ذکر کر کے اصرار کرتی رہی کہ حضرت اوس رضی اللہ عنہ کے ساتھ دوبارہ اس کے ملاپ کی صورت پیدا ہو جائے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے کوئی اور حکم نہ ملا تو کہنے لگی کہ میں اپنا شکوہ یعنی اپنی مصیبت کا اظہار اللہ تعالیٰ کے سامنے کرتی ہوں اور اس سے درخواست کرتی ہوں کہ وہ اس مصیبت کو دور کرنے کے اسباب مہیا فرما دے۔ وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ کا یہی مطلب ہے۔ اس موقع پر یہ سورت نازل ہوئی اور اس میں ظہار کے متعلق اسلامی حکم بیان کیا گیا۔

ظہار کس کو کہتے ہیں؟

ظہار کا معنیٰ ہے تشبیہ دینا۔ اور اصطلاح میں ظہار کہتے ہیں اپنی بیوی کو اپنی محرمات میں سے کسی کے ساتھ تشبیہ دینا۔ محرمات وہ عورتیں ہوتی ہیں جن کے ساتھ ہمیشہ کے لیے نکاح حرام قرار دیا گیا ہے۔ جیسے ماں، بہن، بیٹی، پوتی، خالہ، پھوپھی، بھانجی اور بھتیجی وغیرہ۔ جیسے کوئی آدمی اپنی بیوی سے کہے کہ تو میرے لیے میری ماں کی طرح ہے یا بہن

کی طرح ہے یا بیٹی کی طرح ہے وغیرہ۔ یا ان محرمات میں سے کسی کے ایسے عضو سے بیوی کو تشبیہ دے جس عضو کا دیکھنا اس کے لیے حرام ہے۔ مثلاً: پشت اور شرم گاہ۔ جیسے کوئی آدمی اپنی بیوی سے کہے کہ تو میرے لیے میری ماں کی پشت کی طرح ہے۔ یا کہے کہ تو میرے لیے میری ماں کی شرم گاہ کی طرح ہے۔ یا ان محرمات میں سے کسی کے ایسے عضو سے بیوی کو تشبیہ دے جس کو بول کر پوری ذات مراد لی جاتی ہے جیسے روح اور آدھا حصہ وغیرہ۔ مثلاً: کہے کہ تو میری ماں کی روح کی طرح ہے یا کہے کہ تو میری ماں کے آدھے حصے کی طرح ہے۔ تو ان الفاظ کے استعمال کرنے کی وجہ سے ظہار واقع ہو جاتا ہے بشرطیکہ ان الفاظ کا استعمال بیوی کو اپنے آپ پر حرام کرنے کی نیت سے ہو۔ اگر حرام کرنے کی نیت سے نہ ہو بلکہ شکل وشباہت یا مزاج یا قد کاٹھ یا سلیقہ وشعار کی وجہ سے تشبیہ دی ہو تو ظہار نہیں ہوگا۔ جیسے کوئی آدمی اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ تو میری ماں کی طرح ہے اور اس سے مراد شکل ہو یا اس کا مزاج ہو تو اس سے ظہار نہیں ہوتا۔ اسی طرح اگر کسی نے اپنی بیوی کو اپنی محرمات میں سے کسی کے ایسے عضو سے تشبیہ دی ہو جس کا دیکھنا اس کے لیے جائز ہو تب بھی ظہار نہیں ہوگا۔ جیسے کوئی آدمی اپنی بیوی سے کہے تو میری ماں کے سر کی طرح ہے۔ یا اس کے ہاتھ پاؤں کی طرح ہے تو اس سے ظہار نہیں ہوگا۔

احناف اور شوافع میں اختلاف:

احناف کے نزدیک ظہار میں ایسے لفظ کا ہونا ضروری ہے جو لفظ تشبیہ کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً: کافِ مثلیہ ہو۔ جیسے اَنتِ عَلَیَّ کَاُمِیْ یا اَنتِ عَلَیَّ کظھرِ اُمِیْ۔ یا مِثْل کا لفظ ہو جیسے اَنتِ عَلَیَّ مِثْلُ اُمِیْ، اَنتِ عَلَیَّ مِثْلُ ظَھْرِ اُمِیْ۔ یا نَحْوُ کا لفظ ہو جیسے اَنتِ عَلَیَّ نَحْوُ اُمِیْ، اَنتِ عَلَیَّ نَحْوُ ظَھْرِ اُمِیْ۔

عربی زبان کے علاوہ دیگر زبانوں میں ان الفاظ کے ہم معنیٰ کلمہ کا ہونا ضروری ہے جیسا کہ اُردو میں مانند، طرح اور جیسی وغیرہ۔ جیسے کوئی آدمی اپنی بیوی سے کہے تو میری ماں کے مانند ہے۔ تو میری ماں کی طرح ہے۔ تو میری ماں جیسے ہے۔ اور پنجابی میں کہے کہ تو میری ماں ورگی ایں۔ اگر تشبیہ کا لفظ نہ پایا جائے تو احناف کے نزدیک ظہار نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ ظہار کے اصل مادہ میں تشبیہ کا معنیٰ پایا جاتا ہے۔ جیسے ہم نے اس مادہ میں نیت کا معنی پایا جاتا ہے۔

شوافع حضرات کے نزدیک خواہ تشبیہ کا لفظ پایا جائے یا نہ پایا جائے ہر صورت میں ظہار واقع ہو جاتا ہے۔ جیسے کوئی آدمی اپنی بیوی سے کہے کہ تو میری ماں کی طرح ہے یا کہے تو میری ماں ہے۔ شوافع حضرات کے نزدیک دونوں صورتوں میں ظہار ہوگا جب کہ احناف کے نزدیک اگر لفظ تشبیہ نہ پایا جائے تو ظہار نہیں ہوگا۔ پھر اگر کسی نے اپنی بیوی کو اپنے اُوپر حرام کرنے کی نیت سے کہا کہ تو میری ماں ہے تو اکثر احناف اس کلام کو لغو اور بے ہودہ قرار دیتے ہیں جب کہ بعض مفتیانِ کرام فرماتے ہیں کہ یہ الفاظ استعمال کرنے کی وجہ سے طلاق بائنہ واقع ہو جاتی ہے۔

ظہار کا حکم :

زمانہ جاہلیت اور اسلام کے ابتدائی دور میں ظہار کا حکم یہ تھا کہ وہ عورت خاوند پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام قرار دے دی جاتی تھی۔ مگر اسلام نے ظہار کرنے والوں کو کفارہ ادا کرنے تک بیوی کے پاس جانے سے تو روک دیا مگر ہمیشہ کے لیے حرام قرار نہیں دیا۔ اور فرمایا اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ جو لوگ اپنی عورتوں سے ظہار کرتے ہیں تو وہ عورتیں ان کی مائیں نہیں بن جاتیں اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـىِٔىْ وَلَدْنَهُمْ

ان کی مائیں صرف وہ عورتیں ہیں جنھوں نے ان کو جنم دیا ہے۔ جاہلیت کے دور میں ایسی عورتیں ماں کی طرح ہی ہمیشہ کے لیے سمجھ لیا جاتا تھا۔

وَ اِنَّهُمۡ لَیَقُوۡلُوۡنَ مُنۡکَرًا مِّنَ الۡقَوۡلِ وَ زُوۡرًا ۔ اسلام نے اگرچہ ظہار کرنے والوں کے لیے ان کی عورتوں کو ہمیشہ کے لیے حرام قرار تو نہیں دیا مگر ایسے الفاظ کو پسند بھی نہیں کیا بلکہ ایسے الفاظ کو بری بات اور جھوٹ سے تعبیر کیا ہے۔ اس لیے ایسے الفاظ استعمال کرنے سے بچتے ہی رہنا چاہیے۔

اَلَّذِیۡنَ یُظٰہِرُوۡنَ مِنۡکُمۡ میں مفسرین کرام نے فرمایا کہ اس میں دو چیزیں نمایاں ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ ظہار صرف مرد ہی کر سکتے ہیں عورتوں کی جانب سے ظہار معتبر نہیں ہے۔ یعنی اگر عورت اپنے خاوند کو اپنے محارم میں سے کسی سے تشبیہ دیتی ہے مثلاً: اپنے باپ کی طرح کہتی ہے تو یہ ظہار نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ ظہار صرف مردوں کی جانب سے ہوتا ہے۔ دوسری چیز یہ نمایاں ہوتی ہے کہ مِنۡکُمۡ سے مراد صرف مسلمان ہیں۔ تو ظہار صرف مسلمان کا معتبر ہوگا کافر کا ظہار معتبر نہ ہوگا۔ یہ نظریہ احناف کا ہے۔ اور اگر مِنۡکُمۡ سے مراد اسلامی سلطنت میں رہنے والے مسلمان اور ذمی سب ہیں تو ذمّی کا ظہار بھی معتبر ہوگا اور یہ شوافع حضرات کا نظریہ ہے۔

کفارۂ ظہار :

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَالَّذِیۡنَ یُظٰہِرُوۡنَ مِنۡ نِّسَآئِہِمۡ ثُمَّ یَعُوۡدُوۡنَ لِمَا قَالُوۡا اور وہ لوگ جو اپنی عورتوں سے ظہار کرتے ہیں پھر اپنی پہلی حالت کی جانب لوٹنا چاہتے ہیں اس بات کو توڑ کر جو انھوں نے کہی۔ عَوۡد کہتے ہیں پہلی حالت کی طرف لوٹنا۔ ظہار کرنے والوں کی پہلی حالت بیوی سے میل ملاپ کی تھی۔ لِمَا قَالُوۡا بخاری شریف

کتاب التفسیر میں ہے لِمَاقَالُوْالِنَقْضِ مَاقَالُوْا اپنی کہی ہوئی بات کوتوڑ کر، اس پر نادم ہوکر بیوی کے ساتھ میل ملاپ والی حالت کی جانب لوٹنا چاہتے ہیں تو پہلے کفارہ ادا کریں۔قرآن کریم نے ظہار کے یکے بعد دیگرے تین کفارے بیان فرمائے ہیں۔

غلام کا آزاد کرنا :

ظہار کے کفارہ میں پہلے نمبر پر حکم دیا ہے فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ کہ غلام آزاد کرے۔خواہ غلام ہو یا باندی، ظہار کے کفارہ میں یہ آزاد کیے جاسکتے ہیں۔ یہاں رقبہ کے ساتھ مومنہ کی قید نہیں اس لیے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ظہار کے کفارہ میں کافر غلام یا باندھی بھی آزاد کیے جاسکتے ہیں۔اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جس طرح قتل خطاء کے کفارہ میں مومن غلام آزاد کیا جاتا ہے اسی طرح ظہار کے کفارہ میں بھی مومن غلام ہی آزاد کیا جاسکتا ہے کافر کو آزاد کرنا درست نہیں ہے۔اس کفارہ کے ساتھ قید لگائی مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا کہ یہ کفارہ آپس میں ایک دوسرے کو چھونے سے پہلے ادا کرنا چاہیے۔ایک دوسرے کو چھونا، ہاتھ لگانا۔اس سے مراد ہم بستری کرنا اور ہم بستری کے دواعی بوس و کنار وغیرہ ہیں۔یعنی غلام آزاد کرنے سے پہلے ظہار کرنے والے کا اپنی بیوی سے ہم بستری اور بوس و کنار ممنوع ہے۔ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ یہی بات ہے کہ تم اس کی نصیحت کیے جاتے ہو وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ اور اللہ تعالیٰ ان چیزوں کی جو تم کرتے ہو خبر رکھنے والا ہے۔ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ۔یہاں سے دوسرے نمبر کا کفارہ بیان کیا جارہا ہے کہ جو شخص غلام نہ پائے فَصِیَامُ شَهْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ تو لگاتار دو مہینے کے روزے رکھے۔غلام نہ پانے کا مطلب یہ ہے کہ غلام ملتا ہی نہیں جیسا کہ موجودہ دور میں

غلام نہیں ملتے یا غلام خریدنے کی ہمت نہیں۔ اس سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ جب آدمی غلام کو آزاد کرسکتا ہے تو اس کے لیے ظہار کا کفارہ صرف یہی ہوگا، وہ روزے رکھ کر یا مسکینوں کو کھانا کھلا کر کفارہ ادا نہیں کرسکتا۔ اس کفارہ کے ساتھ بھی مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا کی قید ہے کہ میاں بیوی آپس میں ایک دوسرے کو اس وقت تک نہ چھوئیں جب تک کفارہ ادا نہیں کر دیا جاتا۔ مُتَتَابِعَیْنِ کا مطلب ہے لگاتار دو مہینے روزے رکھنا۔ اگر ایک بھی ناغہ درمیان میں کر دیا تو روزے نئے سرے سے رکھنے ہوں گے خواہ بیماری وغیرہ کے عذر کی وجہ سے ناغہ کیا ہو۔

فَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ یہاں سے تیسرے نمبر کے کفارہ کا ذکر ہے کہ جو شخص غلام کو آزاد کرنے یا دو مہینے لگاتار روزے رکھنے کی طاقت نہیں رکھتا فَاِطْعَامُ سِتِّیْنَ مِسْكِیْنًا تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔ ساٹھ مسکینوں کو دو وقت درمیانے درجہ کا کھانا کھلانے سے کفارہ ادا ہو جاتا ہے۔ اگر ایک ہی مسکین کو ساٹھ دن کھانا کھلایا تو اس سے بھی کفارہ ادا ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی خشک اناج دینا چاہے تو نصف صاع گندم یعنی پونے دو کلو گندم ساٹھ مسکینوں میں سے ہر ایک کو دے۔ اگر گندم کے علاوہ مکئی، باجرہ اور چاول وغیرہ دینا چاہتا ہے تو ایک صاع یعنی ساڑھے تین کلو فی کس ادا کرے یا اس کی قیمت ادا کرے۔

ان آیات سے واضح ہو گیا کہ ظہار کی وجہ سے عورت خاوند پر ہمیشہ کے لیے حرام نہیں ہو جاتی اور نہ ہی اس وجہ سے طلاق واقع ہوتی ہے بلکہ وہ عورت بدستور خاوند کے نکاح ہی میں رہتی ہے۔ البتہ کفارہ ادا کرنے تک مرد اپنی اس بیوی سے ہم بستری اور ہم بستری کے دواعی بوس و کنار وغیرہ نہیں کرسکتا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تیسرے

نمبر کے کفارہ میں مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا کی قید نہیں ہے اس لیے اگر ظہار کرنے والا مسکینوں کو کھانا کھلانے کے دوران بیوی سے ہم بستری یا بوس و کنار کر لیتا ہے تو اس کو دوبارہ کفارہ نہیں دینا ہوگا۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایسی صورت میں اس کو دوبارہ کفارہ دینا ہوگا۔

اسلامی احکام کی حکمت :

ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ سے اللہ تعالیٰ نے ظہار کے حکم اور اس کے کفارہ کی حکمت بیان فرمائی ہے کہ یہ حکم اس لیے ہے تاکہ تم جاہلیت کے دستور کو چھوڑ کر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی پیروی کرو اور یہی مومن آدمی کی کوشش ہونی چاہیے۔ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ اور یہ احکام اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود ہیں۔ جس طرح ملکی حدود ہوتی ہیں یا اپنی ملکیتی زمین کی حدود ہوتی ہیں ان سے تجاوز کرنا ظلم اور زیادتی ہوتی ہے اسی طرح احکام شرعی اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں بندوں کو ان ہی کے دائرے میں رہنا چاہیے۔ ان سے تجاوز کرنا جرم ہوگا وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔ جو لوگ اسلامی احکام کا انکار کرنے والے ہیں ان کا انجام یہ ہوگا کہ وہ دردناک قسم کے عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَ
رَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ قَدْ اَنْزَلْنَاۤ
اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍؕ وَ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ مُّهِیْنٌۚ۝ یَوْمَ یَبْعَثُهُمُ
اللّٰهُ جَمِیْعًا فَیُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْاؕ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَ نَسُوْهُؕ
وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ۠۝ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا
فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِؕ مَا یَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ
اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَ لَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَ لَاۤ اَدْنٰى
مِنْ ذٰلِكَ وَ لَاۤ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَیْنَ مَا كَانُوْاۚ ثُمَّ
یُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ
عَلِیْمٌ۝ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ
لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَ یَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ مَعْصِیَتِ
الرَّسُوْلِ٘ وَ اِذَا جَآءُوْكَ حَیَّوْكَ بِمَا لَمْ یُحَیِّكَ بِهِ اللّٰهُۙ وَ
یَقُوْلُوْنَ فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ لَوْ لَا یُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُؕ حَسْبُهُمْ
جَهَنَّمُۚ یَصْلَوْنَهَاۚ فَبِئْسَ الْمَصِیْرُ۝

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ — بے شک وہ لوگ جو مخالفت کرتے

ہیں اللہ اور اس کے رسول کی۔ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ — وہ

ذلیل کیے جائیں گے جیسا کہ ذلیل کیے گئے وہ لوگ جو ان سے پہلے تھے

وَ قَدْ اَنْزَلْنَاۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ — اور بے شک ہم نے اتاری ہیں واضح آیات

وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ اور کافروں کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے
يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا جس دن اُٹھائے گا ان سب کو اللہ تعالیٰ فَيُنَبِّئُهُمْ
بِمَا عَمِلُوْا پھر خبر دے گا اللہ تعالیٰ ان کو ان کاموں کی جو اُنھوں نے کیے
اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ اللہ تعالیٰ نے اس کو محفوظ کر رکھا ہے اور وہ اس کو بھول
گئے ہیں وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے اَلَمْ تَرَ
کیا آپ جانتے نہیں اَنَّ اللّٰهَ کہ بے شک اللہ تعالیٰ يَعْلَمُ مَا فِي
السَّمٰوٰتِ جانتا ہے ان چیزوں کو جو آسمانوں میں ہیں وَمَا فِي الْاَرْضِ
اور جو زمین میں ہیں مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ نہیں ہوتا مشورہ تین
آدمیوں کا اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ مگر وہ ان میں چوتھا ہوتا ہے وَلَا خَمْسَةٍ
اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ اور نہ ہی پانچ آدمیوں کا مگر وہ ان میں چھٹا ہوتا ہے وَلَآ
اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ اور نہ اس سے کم کا وَلَآ اَكْثَرَ اور نہ زیادہ کا اِلَّا هُوَ
مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا مگر وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے وہ جہاں کہیں بھی ہوں
ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ پھر وہ قیامت کے دن ان کو خبر دے گا ان
کاموں کی جو انھوں نے کیے اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ
ہر چیز کو جاننے والا ہے اَلَمْ تَرَ کیا نہیں دیکھا آپ نے اِلَى الَّذِيْنَ
اُن لوگوں کی جانب نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى جو منع کیے گئے سرگوشی کرنے سے
ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ پھر وہ لوٹتے ہیں اُسی چیز کی طرف جس سے وہ منع

کیے گئے وَيَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ اور وہ سرگوشیاں کرتے ہیں گناہ کی اور زیادتی کی وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ اور رسول کی نافرمانی کی وَاِذَا جَآءُوْكَ اور جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ سلام کہتے ہیں آپ کو ایسے الفاظ کے ساتھ کہ نہیں سلام کہا آپ کو اللہ نے ان کے ساتھ وَيَقُوْلُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ اور وہ کہتے ہیں اپنے دلوں میں لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ کیوں نہیں عذاب دیتا اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے جو ہم کہتے ہیں حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ کافی ہے ان کو جہنم يَصْلَوْنَهَا وہ اس میں داخل ہوں گے فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ پس بری ہے لوٹنے کی جگہ۔

اسلامی احکام کی مخالفت کرنے والوں کا انجام :

اللہ تعالیٰ نے احکام کو حدود اللہ قرار دیا ہے اور اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ سے ان کی مخالفت کرنے والوں کا انجام بیان فرمایا ہے کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وہ ذلیل کیے جائیں گے جیسے ان سے پہلے [illegible] والے ذلیل کیے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ عزت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور [illegible] کی ہے۔ دنیاوی جاہ جلال صرف دکھاوا ہے۔ اسی لیے جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب نازل ہوا تو بڑے بڑے دنیاوی عزت دار ذلیل ہو کر رہ گئے۔ وَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ اور بے شک ہم نے واضح آیات اتاری ہیں۔ جن آیات میں واضح اور صریح عقائد و احکام کا ذکر ہے وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ اور کافروں کے لیے ذلیل و خوار کرنے والا عذاب ہے۔

قیامت کے دن رُسوائی :

اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام کی مخالفت کرنے والوں کا انجام بیان فرمایا ہے کہ وہ ذلیل وخوار ہوں گے۔ ان میں سے بہت سے ایسے ہیں جن پر دنیا میں بھی عذاب نازل کیا گیا اور وہ آخرت میں بھی عذاب میں ہوں گے۔ اور بعض ایسے ہیں جن کو دنیا میں عذاب کا سامنا نہیں کرنا پڑا مگر آخرت کے عذاب سے وہ قطعاً نہیں بچ سکیں گے۔ فرمایا یَوۡمَ یَبۡعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِیۡعًا جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو جمع کرے گا۔ پہلے انسان سے لے کر آخری انسان تک سارے کے سارے دوبارہ اُٹھائے جائیں گے کوئی بھی چھپ نہیں سکے گا فَیُنَبِّئُهُمۡ بِمَا عَمِلُوۡا پھر اللہ تعالیٰ ان کو ان اعمال کی خبر دے گا جو اُنھوں نے کیے۔ اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز پر محیط ہے اور ہر شخص کا ہر عمل اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے قیامت کے دن ہر شخص کو اس کے اعمال کے بارے میں بتلائے گا اَحۡصٰهُ اللّٰهُ وَنَسُوۡهُ اللہ تعالیٰ نے اس عمل کو محفوظ کر رکھا ہے حالانکہ خود عمل کرنے والے ان کو بھول چکے ہوں گے۔ قیامت کے دن جو اعمال نامہ دیا جائے گا اس میں ہر ایک نیک اور بُرے عمل کا شمار ہوگا حالانکہ عمل کرنے والے خود ان اعمال کو بھول چکے ہوں گے وَاللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ شَهِیۡدٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے۔ اس لیے کہ ہر چیز اس کے علم میں ہے اور وہی ہر چیز کا نگہبان بھی ہے۔ کوئی بھی چیز اس سے مخفی نہیں ہے۔

اس سے پہلے رکوع میں تھا اِنَّ اللّٰهَ سَمِیۡعٌۢ بَصِیۡرٌ "بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا دیکھنے والا ہے۔" پھر آخر میں بیان ہوا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بندوں کو ان کے اعمال کی خبر دے گا اَحۡصٰهُ اللّٰهُ وَنَسُوۡهُ "اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کو محفوظ کر رکھا ہے حالانکہ وہ خود ان کو بھول گئے ہیں۔" ان میں اللہ تعالیٰ کی صفت سمع، بصر اور وسعت علمی کا

ذکر ہے۔ آگے بھی ان صفات کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کو جانتا ہے۔ ان کی سرگوشیوں کو جانتا ہے۔ وہ مکاری کرتے ہوئے جو آپ کو سلام کی بجائے بددعائیہ کلمات کہتے ہیں ان سب کو جانتا ہے۔ پھر پچھلے رکوع میں ذکر تھا کہ یہ احکام اس لیے اتارے گئے ہیں لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ کہ تم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھو۔ اور اس رکوع میں ذکر ہے وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہی ایمان والوں کو بھروسا کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہی ہر جگہ حاضر و ناظر ہے :

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ اے مخاطب! کیا آپ جانتے نہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے ان چیزوں کو جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں۔ اَلَمْ تَرَ میں رؤیت سے مراد رؤیت قلبی ہے یعنی علم۔ اسی لیے مفسرین کرام رحمہم اللہ اَلَمْ تَرَ کا معنیٰ اَلَمْ تَعْلَمْ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز پر محیط ہے اس سے کوئی چیز مخفی نہیں۔ اگر مخفی انداز میں مشورہ کیا جائے یا کانوں میں باتیں کی جائیں تو اللہ تعالیٰ ان کو بھی جانتا ہے اس لیے کہ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا وہ جہاں کہیں بھی ہوں اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ حاضر و ناظر ہونے کی وجہ سے آسمانوں اور زمین کی باتوں کو اور مخفی سرگوشیوں کو جانتا ہے۔ اہل السنت والجماعت کا نظریہ ہے کہ قرآن کریم اور احادیث میں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پاؤں اور آسمانِ دنیا پر نزول فرمانے وغیرہ جیسی صفات کے ظاہر کو ماننا چاہیے اور کیفیت اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینی چاہیے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی معیت کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کے ساتھ ہے اس کے ظاہر پر ایمان رکھنا چاہیے اور معیت کی کیفیت پر غور و غوض نہیں کرنا چاہیے اور نظریہ رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کے

ساتھ ہے كَمَا يَلِيْقُ بِشَانِهٖ جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے۔ فرمایا کہ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ مشورہ کرنے والے تین ہوں تو چوتھا ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہوتا ہے وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ اگر مشورہ کرنے والے پانچ ہوں تو چھٹا ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہوتا ہے وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ اور نہ ہی ان تین سے کم وَلَآ اَكْثَرَ اور نہ ہی پانچ سے زیادہ مشورہ کرنے والے ہوں اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ مگر اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ یعنی مشورہ کرنے والوں کی تعداد جتنی بھی ہو اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ضرور ہوتا ہے۔ اَيْنَ مَا كَانُوْا وہ جہاں کہیں بھی ہوں۔ آسمان و زمین کے جس خطے میں بھی ہوں اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس لیے کہ کائنات کی کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں اللہ تعالیٰ نہ ہو اور اس کے بارہ میں اللہ تعالیٰ کو علم نہ ہو۔

ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ پھر اپنے اسی علم کی بدولت ان کو قیامت کے دن ان کے اعمال کے بارہ میں بتلائے گا کہ فلاں وقت تم نے یہ کام کیا، فلاں جگہ یہ کیا حالانکہ وہ خود ان اعمال کو بھول چکے ہوں گے اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ اس کا علم ہر چیز پر محیط ہے اس سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں ہے۔

یہود و منافقین کی سرگوشیاں:

یہود اور منافقین مسلمانوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پریشان کرنے کے لیے آپس میں خفیہ مجلس کرتے اور کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خفیہ باتیں کرتے اور کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں آپس میں سرگوشیاں کرتے۔ ان کی آپس میں خفیہ مجلسوں میں اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی سازشیں ہوتی تھیں۔

آنحضرت ﷺ کے ساتھ خفیہ باتیں کرنے میں ان کا مقصد آپ ﷺ کا وقت ضائع کرنا ہوتا تھا کہ اس وقت میں مسلمان آنحضرت ﷺ سے استفادہ نہ کرسکیں۔ اوران کا مقصد مسلمانوں کو پریشان کرنا بھی ہوتا تھا کہ وہ پریشان ہوں کہ نہ جانے یہ کس کی شکایت کررہے ہیں اور یہ کہ ان کی آنحضرت ﷺ کے ہاں کتنی اہمیت ہے کہ باقی لوگوں کو چھوڑ کران سے رازدارانہ انداز میں باتیں کررہے ہیں۔ کبھی آنحضرت ﷺ کی مجلس میں آپس میں سرگوشیاں کرتے، مذاق اُڑاتے، مسلمانوں کی توجہ ہٹانے کی کوشش کرتے۔ حالانکہ یہ طریق کارآداب مجلس کے بھی خلاف ہے اور آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کا انداز بھی ہے۔ اس لیے ان کو ایسی سرگوشیوں سے منع کردیا گیا۔

اسلام میں مشورہ کی بہت اہمیت ہے اور بوقت ضرورت سرگوشی کی بھی اجازت ہے جیسا کہ آگے اِذَا تَنَاجَيْتُمْ میں سرگوشی کی اجازت کا ذکر ہے۔ آنحضرت ﷺ نے مرض وفات میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے سرگوشی فرمائی۔ اسی طرح سرگوشی کے اور واقعات بھی ہیں۔ اس لیے مطلقاً سرگوشی ممنوع نہیں ہے صرف ایسی سرگوشی ممنوع ہے جو نقصان کا باعث ہو۔

یہودیوں اورمنافقوں کی خلاف ورزی :

یہودیوں اور منافقوں کو سرگوشیوں سے منع کیا گیا مگر وہ اس کی خلاف ورزی کرتے رہے۔ اسی بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اَلَمْ تَرَ کیا آپ نے نہیں دیکھا۔ یہاں تَرَ میں رؤیت سے مراد آنکھوں سے دیکھنا ہے۔ اسی لیے مفسرین کرام نے اس کا معنیٰ اَلَمْ تَنْظُرْ کیا ہے۔

اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى اُن لوگوں کی طرف جو سرگوشی کرنے سے منع کیے

گئے ثُمَّ یَعُوۡدُوۡنَ لِمَا نُهُوۡا عَنۡهُ پھر وہ دوبارہ ارتکاب کرتے ہیں اس کا جس سے وہ منع کیے گئے ہیں۔ یعنی منع کرنے کے باوجود وہ سرگوشیاں کرتے پھرتے ہیں وَ یَتَنٰجَوۡنَ بِالۡاِثۡمِ وَ الۡعُدۡوَانِ اور وہ آپس میں سرگوشیاں کرتے ہیں گناہ کی اور زیادتی کی وَ مَعۡصِیَتِ الرَّسُوۡلِ اور رسول ﷺ کی نافرمانی کی۔ ان کی سرگوشیوں میں گناہ کی باتیں ہوتی ہیں اس لیے کہ وہ مسلمانوں اور اسلام کو نقصان پہنچانے کے پروگرام بناتے تھے یا پھر اسلام اور مسلمانوں کا مذاق اُڑاتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی پر مشتمل منصوبے بناتے تھے۔

یہود و منافقین کی ایک اور بری حرکت :

یہود و منافقین شر اور فساد والی سرگوشیاں بھی کرتے تھے اور ان کی ایک اور بری حرکت یہ تھی کہ وہ آنحضرت ﷺ کے پاس آکر السلام علیکم کی بجائے السّام علیکم کہتے۔ جس کا معنی ہے کہ تم پر موت آئے۔ ان کی اس بری حرکت کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَ اِذَا جَآءُوۡكَ حَیَّوۡكَ بِمَا لَمۡ یُحَیِّكَ بِهِ اللّٰهُ اور جب وہ یہود اور منافق لوگ آپ کے پاس آتے ہیں تو ایسے الفاظ سے سلام کہتے ہیں جن الفاظ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو سلام نہیں کیا۔ وہ آکر اَلسَّامُ عَلَیۡکُمۡ کہتے تو حضور ﷺ عَلَیۡکُمۡ کے ساتھ اس کا جواب دیتے اور یہی تعلیم آپ ﷺ نے مسلمانوں کو دی کہ کافروں کے سلام کا جواب عَلَیۡکُمۡ کے ساتھ دے دیا کرو۔

عذاب میں تاخیر پر غلط استدلال :

اللہ تعالیٰ کا نظام ہے کہ وہ ہر مجرم کو اس کے جرم کی سزا فی الفور نہیں دیتا بلکہ مہلت دیتا ہے مگر آخرت کا عذاب اس کے لیے لازم قرار دیا ہے۔ یہود اور منافقین جب

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو السَّلَامُ عَلَيْكُمْ کے الفاظ سے دعا دینے کی بجائے السَّامُ عَلَيْكُمْ کہہ کر بددعا دیتے وَيَقُولُونَ فِي أَنفُسِهِمْ اور وہ اپنے دلوں میں کہتے لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللَّهُ بِمَا نَقُولُ ہمیں اللہ تعالیٰ ہماری کہی ہوئی بات کی وجہ سے عذاب کیوں نہیں دیتا۔ اگر یہ نبی سچا ہوتا اور اس پر ایمان لانے والے حق پر ہوتے تو ہم پر عذاب نازل ہوتا۔ جب ہم پر عذاب نازل نہیں ہو رہا تو اس سے واضح ہو گیا کہ یہ لوگ سچے اور حق پر نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ان کو جہنم کافی ہے۔ یعنی جہنم ایسا عذاب ہے جس کے سامنے دوسرے عذاب معمولی ہیں يَصْلَوْنَهَا یہ مجرم لوگ اس جہنم میں داخل ہوں گے فَبِئْسَ الْمَصِيرُ پس بری ہے لوٹ کر جانے کی جگہ۔ اس دنیا میں تو کبھی آدمی کو راحت اور سکون بھی مل جاتا ہے مگر جہنم میں ذرا بھر سکون نہیں ملے گا اس لیے دنیا کو چھوڑ کر جہنم میں جائیں گے۔ تو وہ لوٹ کر جانے کی جگہ بہت ہی بری ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا

اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝۹ اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْــٴًـا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱۰ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝۱۱ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ ؕ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۲

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اے ایمان والو! اِذَا تَنَاجَيْتُمْ جب تم آپس میں سرگوشی کرو فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ تو نہ سرگوشی کرو گناہ کی اور زیادتی کی وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کی وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى اور سرگوشی کرو نیکی کی اور پرہیزگاری کی وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو الَّذِيْۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ کہ اسی کی جانب تم جمع کیے جاؤ گے اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ پختہ بات ہے کہ وہ

سرگوشی شیطان کی جانب سے ہے لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تاکہ پریشان کرے ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں وَلَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْـًٔا اور وہ نہیں ہے ان کو ذرا بھی نقصان پہنچانے والا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ مگر اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ اور اللہ تعالیٰ ہی پر پس چاہیے کہ بھروسا کریں ایمان والے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اے ایمان والو! اِذَا قِيْلَ لَكُمْ جب کہا جائے تم سے تَفَسَّحُوْا فِى الْمَجٰلِسِ کشادگی کرو مجلسوں میں فَافْسَحُوْا تو تم کشادگی پیدا کرو يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ اللہ تعالیٰ تمھارے لیے وسعت کر دے گا وَاِذَا قِيْلَ اور جب کہا جائے انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا اُٹھ کھڑے ہو تو تم اُٹھ کھڑے ہو يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ بلند کرے گا اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو تم میں سے ایمان لائے وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ اور اُن لوگوں کو جو علم دیئے گئے مراتب میں وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ ان چیزوں کی خبر رکھنے والا ہے جو تم کرتے ہو يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اے ایمان والو! اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ جب تم رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی کرو فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً تو آگے بھیجو تم صدقہ اپنی سرگوشی سے پہلے ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ یہ تمھارے لیے بہتر ہے وَاَطْهَرُ اور زیادہ پاکیزہ ہے فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا پس اگر تم نہ پاؤ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ تو بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

اچھے مشورہ کی اجازت اور بُرے مشورہ کی ممانعت :

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے ارشاد فرمایا کہ اگر تمھیں سرگوشی یا آپس میں مشورہ کرنا ہی ہو تو ایسی سرگوشی اور ایسا مشورہ نہ کرو جس میں گناہ اور زیادتی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی پائی جاتی ہو بلکہ ایسی سرگوشی اور مشورہ کرو جس میں نیکی اور تقویٰ ہو۔ تقویٰ کہتے ہیں خدا خوفی کو، پرہیز گاری کو اور احکام شرع کی پابندی کو۔

فرمایا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اے ایمان والو! اِذَا تَنَاجَيْتُمْ جب تم آپس میں سرگوشی کرو فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ تو نہ سرگوشی کرو گناہ کی اور زیادتی کی وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى اور سرگوشی کرو نیکی کی اور پرہیز گاری کی وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو جس کی جانب تم سب جمع کیے جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ تمھاری ہر حرکت اور ہر عمل کو جانتا ہے اور تم سب اسی کے حضور اکٹھے کیے جاؤ گے اور وہ تم سے تمھارے اعمال کا حساب لے گا۔ اس لیے اس دن کی رسوائی سے بچنے کے لیے ابھی سے اپنی اصلاح کرلو۔

شیطانی مشورے :

اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ پختہ بات ہے کہ وہ مشورے شیطان کی جانب سے ہیں۔ النَّجْوٰى پر الف لام عہد کے لیے ہے اور مراد ایسا مشورہ ہے جس میں گناہ، زیادتی اور رسول کی نافرمانی پائی جاتی ہو۔ اس لیے کہ شیطان ہی شر اور فساد پر ابھارتا ہے لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ایسے مشوروں پر شیطان اس لیے اُکساتا ہے تاکہ ایمان والوں کو پریشان کرے وَلَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْــًٔا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ شیطان جو حربہ بھی استعمال کر

لے وہ ایمان والوں کو ذرا بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا جب تک اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ہو۔ سبب اچھا ہو یا بُرا اس میں تاثیر اللہ تعالیٰ ہی ڈالتا ہے۔ گناہ کی سرگوشی کرنا مسلمانوں کو پریشان کرنے کا سبب ہے مگر اس کی وجہ سے مسلمانوں کو اس وقت تک نقصان نہیں پہنچ سکتا جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور نہ ہو۔ اسی لیے فرمایا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہی مومنوں کو بھروسا کرنا چاہیے کہ وہ شیطانی اعمال کے شر اور فساد سے ان کو محفوظ رکھے گا اور ان کی مدد کرے گا۔

مجلس میں بیٹھنے والوں کا حق :

مجلس میں بیٹھنے والوں کا حق یہ ہے کہ ایسے انداز کے ساتھ بیٹھیں کہ بعد میں آنے والوں کو بھی بیٹھنے کی جگہ مل جائے۔ ایسے انداز سے نہ بیٹھیں کہ جگہ زیادہ گھیر لیں اور آنے والوں کو جگہ نہ مل سکے۔ یہ عام مجلس کا حکم ہے۔ بالخصوص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں اس کا زیادہ خیال رکھنے کی ضرورت ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد ایسے بیٹھ جاتے تھے کہ بعد میں آنے والے کو جگہ نہ ملتی۔ ایک دفعہ بعض بزرگ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے جو کہ بدر کے شرکاء میں سے تھے وہ مجلس میں آئے تو ان کو بیٹھنے کی جگہ نہ ملی اور وہ کھڑے رہے۔ تو حکم دیا گیا کہ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اے ایمان والو! اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا جب تم سے کہا جائے کہ مجلس میں دوسروں کے لیے جگہ بناؤ تو جگہ بنا دیا کرو يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ اللہ تعالیٰ تمھارے لیے وسعت کر دے گا۔ اس کی مختلف صورتیں مفسرین کرام رحمہم اللہ نے لکھی ہیں۔

ایک صورت یہ ہے کہ جب تم مجلس میں کشادگی کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمھارے دلوں کو کشادہ کر دے گا۔ ایک دوسرے کی محبت اور قدر اور ایک دوسرے کی بات برداشت

کرنے کی توفیق تمھیں عطا کردے گا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ مجلس میں دوسروں کے لیے جگہ بنانے کی برکت سے اللہ تعالیٰ تمھارے رزق میں وسعت کردے گا۔ تیسری صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھارے اس عمل کی برکت سے تمھارے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے گا۔ اور چوتھی صورت یہ ہے کہ اس عمل کی برکت سے اللہ تعالیٰ تمھیں کشادہ جگہ یعنی جنت دے گا۔

وَ اِذَا قِیۡلَ انۡشُزُوۡا فَانۡشُزُوۡا اور جب کہا جائے اُٹھ کھڑے ہو تو تم اُٹھ کھڑے ہو۔ اس کا تعلق پہلے جملے کے ساتھ ہی ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر مجلس میں جگہ نہ ہو اور تم سے کہا جائے کہ چلے جاؤ تو تم اس کو اپنی توہین مت سمجھو۔ یا مجلس میں بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے کسی سے کہا جائے کہ یہاں سے اُٹھ جا۔ تو اس کو اپنی توہین نہ سمجھا جائے۔ جیسا کہ عموماً اسٹیج پر ایسے لوگ آکر بیٹھ جاتے ہیں جن کا وہاں بیٹھنے کا حق نہیں ہوتا اور ان کی وجہ سے بلائے گئے مہمانوں کے لیے جگہ نہیں ملتی۔ تو اگر ان لوگوں سے کہا جائے کہ تم مہمانوں کے لیے جگہ خالی کردو تو اس کو توہین نہیں سمجھنا چاہیے۔

اور اگر اس کا تعلق پہلے جملے کے ساتھ ہی خاص نہیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جس طرح تمھیں مجلس میں کشادگی کا حکم دیا جا رہا ہے اسی طرح تمھیں اس کا حکم بھی دیا جا رہا ہے کہ جب تمھیں نماز کے لیے یا جہاد کے لیے یا کسی نیک مقصد کے لیے اُٹھ کھڑے ہونے کا حکم دیا جائے تو اُٹھ کھڑے ہو جایا کرو۔ یا اس کا مطلب یہ ہے کہ جب مجلس ختم ہو جائے تو بے مقصد وہاں نہ بیٹھے رہا کرو بلکہ اُٹھ کر اپنے کام کاج میں لگ جایا کرو۔

یَرۡفَعِ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ اللہ تعالیٰ تم میں سے ایمان والوں کے درجات بلند کرے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں ایمان والوں کے علاوہ منافقین بھی ہوتے

تھے اس لیے فرمایا کہ تم میں سے ایمان والوں کے درجات بلند کرے گا۔ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ اور اُن لوگوں کے درجات بلند کرے گا جو علم دیئے گئے۔ اہل علم کا مقام اور درجہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بلند ہے۔ دنیا میں ان کو نیک نامی اور آخرت میں جنت کے بلند درجات حاصل ہوں گے۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ باخبر ہے ان تمام کاموں سے جو تم کرتے ہو۔ تمھارا ہر اچھا یا بُرا عمل وہ جانتا ہے اور حساب کے وقت اس کو ظاہر کرے گا اور اس کا بدلہ دے گا۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرگوشی سے پہلے صدقہ کا حکم :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خلوت یا سرگوشی کے انداز میں گفتگو کرنے والوں کو روکا بھی گیا مگر اس کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا۔ وہ بدستور وقت کے ضیاع اور مسلمانوں کی پریشانی کا باعث بنتے رہے تو ان کو اس عمل سے روکنے کے لیے یہ حکمت عملی اختیار کی گئی اور ان کو حکم دیا گیا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سرگوشی کرنی ہو تو پہلے صدقہ دو۔ یہ صدقہ ادا کرنا واجب تھا۔ صدقہ کی کوئی مقدار بیان نہیں فرمائی تاکہ ہر آدمی اپنی وسعت کے مطابق صدقہ ادا کر سکے۔ اور اس صدقہ کے حکم میں غرباء کے ساتھ خیر خواہی تھی۔ یہ صدقہ کا حکم کچھ عرصہ کے لیے رہا پھر اس کو منسوخ کر دیا گیا۔ اس حکم کا نتیجہ یہ نکلا کہ بلا مقصد سرگوشی کرنے والے اس سے رک گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو ویسے ہی ایسے انداز سے دور رہتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خصوصیت :

صدقہ ادا کر کے سرگوشی کرنے کی اجازت تھی مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رخصت کی بجائے عزیمت پر عمل کیا اور کسی کو ضرورت ہی محسوس نہ

ہوئی کہ وہ صدقہ ادا کر کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرگوشی کرے۔ مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ اس آیت پر عمل کرنے کا موقع صرف حضرت علی کو ملا۔ انھوں نے اس رخصت پر عمل کرتے ہوئے صدقہ ادا کر کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خلوت میں چند مسائل دریافت فرمائے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دریافت کردہ مسائل :

تفسیروں میں لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سرگوشی کے انداز میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دس مسائل پوچھے اور ہر مسئلہ سے پہلے ایک درہم صدقہ ادا کیا۔

① پوچھا کہ وفا کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی توحید کی گواہی دینا۔

② پوچھا کہ فساد کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ شرک وکفر فساد ہیں۔

③ پوچھا کہ حق کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسلام اور قرآن کریم حق ہیں۔ اور ولایت حق ہے جب تجھے عطا کی جائے۔

④ پوچھا کہ حیلہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حیلہ کو چھوڑ دے۔

⑤ پوچھا کہ مجھ پر کیا لازم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت لازم ہے۔

⑥ پوچھا کہ اللہ تعالیٰ سے کیسے مانگوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دل کی سچائی اور یقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے مانگ۔

⑦ پوچھا کہ اللہ تعالیٰ سے کیا مانگوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آخرت کی بہتری مانگ۔

⑧ پوچھا کہ اپنی نجات کے لیے کیا کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حلال رزق کھاؤ اور سچ کی عادت اپناؤ۔

⑨ پوچھا کہ سرور کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سرور جنت ہے۔

⑩ پوچھا کہ راحت کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار راحت ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی صرف ان ہی مسائل کے پوچھنے کا موقع ملا۔ پھر صدقہ کر کے سرگوشی کی اجازت کا حکم منسوخ ہوگیا۔ اس کی تفصیل تفسیر مظہری وغیرہ میں مذکور ہے۔

فرمایا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اے ایمان والو! اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ جب تم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرگوشی کا ارادہ کرو فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً تو اپنی سرگوشی سے پہلے کچھ نہ کچھ صدقہ ادا کرو ذٰلِكَ خَیْرٌ لَّكُمْ وَ اَطْهَرُ یہ تمھارے لیے بہتر اور زیادہ پاکیزہ ہے۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرگوشی کرنے سے پہلے صدقہ ادا کرنا تمھارے حق میں بہتر ہے۔ اس لیے کہ اس میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت بھی ہے۔ اور منافقین کو ان کے عمل سے روکنا بھی ہے اور غرباء کے ساتھ خیر خواہی بھی ہے۔ اور یہ گناہوں سے تمھیں بہت زیادہ صاف ستھرا کرنے کا باعث بھی ہے۔

فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ پس اگر تم صدقہ نہ پاؤ تو بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ یعنی اگر تمھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرگوشی کی ضرورت محسوس ہو اور تمھارے پاس صدقہ ادا کرنے کی کوئی صورت نہ ہو تو صدقہ کیے بغیر بھی سرگوشی کرنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَیْ
نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ؕ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ
فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ
وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا
غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ ۙ وَيَحْلِفُوْنَ
عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ
اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵﴾ اِتَّخَذُوْۤا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً
فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۶﴾ لَنْ
تُغْنِیَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ اُولٰٓئِكَ
اَصْحٰبُ النَّارِ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۷﴾ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا
فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى
شَیْءٍ ؕ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۸﴾ اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ
فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ
الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾

ءَاَشْفَقْتُمْ کیا تم ڈر گئے ہو اَنْ تُقَدِّمُوْا اس بات سے کہ تم
آگے بھیجو بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ اپنی سرگوشی سے پہلے صدقات
فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا پس اگر تم نہیں کر سکے وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ اور رجوع
فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم پر فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ تو تم پابندی کرو نماز کی

وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ اور دیتے رہو زکوٰۃ وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اور اطاعت کرو اللہ اور اس کے رسول کی وَاللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ اور اللہ تعالیٰ خبر رکھنے والا ہے ان کاموں کی جو تم کرتے ہو اَلَمْ تَرَ کیا آپ نے دیکھا نہیں اِلَى الَّذِیْنَ ان لوگوں کی طرف تَوَلَّوْا قَوْمًا دوست بنا لیا انھوں نے ایسی قوم کو غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ کہ غضب اتارا اللہ تعالیٰ نے ان پر مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ نہیں ہیں وہ لوگ تم میں سے اور نہ ہی وہ ان میں سے ہیں وَیَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ اور وہ قسمیں اُٹھاتے ہیں جھوٹی بات پر وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ حالانکہ وہ جانتے ہیں اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ تیار کر رکھا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے عَذَابًا شَدِیْدًا سخت عذاب اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ بے شک وہ لوگ جو کچھ کرتے ہیں وہ بُرا ہے اِتَّخَذُوْۤا اَیْمَانَهُمْ جُنَّةً بنا لیا ہے اُنھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ پس وہ روکتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ پس اُن کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے لَنْ تُغْنِیَ عَنْهُمْ ہرگز نہیں کام آئیں گے ان کے اَمْوَالُهُمْ ان کے مال وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ اور نہ ہی ان کی اولاد مِّنَ اللّٰهِ شَیْئًا اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے میں کچھ بھی اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ یہی لوگ ہیں دوزخ والے هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے یَوْمَ یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِیْعًا

جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو اُٹھائے گا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ پھر وہ اس کے سامنے قسمیں اُٹھائیں گے كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ جیسے وہ تمھارے سامنے قسمیں اُٹھاتے ہیں وَيَحْسَبُوْنَ اور وہ خیال کرتے ہیں کہ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ بے شک وہ کسی فائدے پر ہیں اَلَآ خبردار اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ بے شک وہی جھوٹ بولنے والے ہیں اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ غالب آ گیا ہے اُن پر شیطان فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ پھر اس نے اُن کو اللہ تعالیٰ کا ذکر بھلا دیا ہے اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ یہی لوگ شیطان کا گروہ ہیں اَلَآ خبردار اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ بے شک شیطان کا گروہ ہی نقصان اُٹھانے والا ہے۔

مقصد کا حصول :

آنحضرت ﷺ سے سرگوشی سے پہلے صدقہ کا حکم اس لیے دیا گیا تھا کہ منافقین باز آ جائیں اور مسلمان بھی غیر ضروری سرگوشی سے بچیں تا کہ آپ ﷺ کا وقت ضائع نہ ہو اور مجلس میں موجود دیگر مسلمانوں کو آپ ﷺ سے استفادہ سے محروم نہ رکھا جائے۔ منافقین تو بخل کی وجہ سے رک گئے اور مسلمان بھی اس بات کو سمجھ گئے کہ جب اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ سے سرگوشی کرنے پر صدقہ کا حکم دیا گیا ہے تو سرگوشی کوئی اچھا کام نہیں ہے اس لیے وہ بھی غیر ضروری سرگوشیوں سے باز آ گئے۔ جب مقصد حاصل ہو گیا تو حکم کو منسوخ کر دیا گیا اور بامقصد سرگوشی کی اجازت دے دی گئی۔ صدقہ کے حکم کی وجہ سے سرگوشیاں تقریباً ختم ہی ہو گئیں تو اس کو تعبیر کیا گیا ءَاَشْفَقْتُمْ کیا تم ڈر گئے ہو اَنْ

تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ اس بات سے کہ تم نبی کریم ﷺ سے سرگوشی کرنے سے پہلے صدقہ ادا کرو فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا پس جب تم یہ کام نہیں کر سکے کہ سرگوشی سے پہلے صدقہ دیتے وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ اور اللہ تعالیٰ نے تم پر رجوع فرمایا اور تم کو معاف کر دیا اور سرگوشی سے پہلے صدقے کے حکم کو منسوخ کر دیا۔ تو ان اعمال کی طرف توجہ دو جو ہمیشہ کے لیے تم پر لازم ہیں فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ پس نماز کی پابندی کرو۔ نماز قائم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مستحب وقت میں اس کے آداب و مستحبات کو ملحوظ رکھ کر نماز پڑھی جائے وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ اور زکوٰۃ دیتے رہو۔ نماز بندوں پر اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور زکوٰۃ اللہ تعالیٰ کے حق کے ساتھ ساتھ بندوں کا حق بھی ہے۔ نماز جسمانی عبادت ہے اور زکوٰۃ مالی عبادت ہے وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔ اللہ تعالیٰ کی بات مانو اور نبی ﷺ کی بات ماننے کے ساتھ اس کی سنت پر عمل کرو۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت ہی پر کامیابی کا دارومدار ہے وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ اور اللہ تعالیٰ تمھارے اعمال کی خبر رکھنے والا ہے۔ اس لیے اس کی بھیجی ہوئی شریعت پر عمل کر کے ہی زندگی گزارو تاکہ تمھیں دنیا اور آخرت کی کامیابی حاصل ہو جائے۔

منافقین کا کردار :

کچھ لوگوں نے بہ ظاہر کلمہ پڑھ لیا تھا مگر ان کے دل ایمان سے خالی تھے اور وہ اپنے آپ کو مسلمانوں میں شمار کرواتے۔ حالانکہ ان کا اصلی تعلق کافروں کے ساتھ تھا۔ یہ منافقین کی جماعت بہت خطرناک تھی۔ اسی لیے بار بار ان سے بچنے کی تلقین کی گئی۔ ان منافقین نے یہودیوں کے ساتھ دوستانہ قائم کر رکھا تھا۔ جب کہ یہودی اسلام اور

مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں ہی مصروف رہتے۔ ایسے لوگوں کے بارے میں آگاہ کرتے ہوئے فرمایا اَلَمْ تَرَ اے مخاطب کیا آپ نے دیکھا نہیں اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ان لوگوں کی طرف جنھوں نے ایسی قوم، ایسی جماعت سے دوستانہ قائم کر رکھا ہے جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا۔ جن لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوا اُن میں خصوصیت کے ساتھ یہود ہیں۔ اسی لیے اَلْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ سے مراد یہود لیے جاتے ہیں۔

مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ یہ منافق لوگ اگرچہ اُنھوں نے بہ ظاہر کلمہ پڑھا ہے اور اپنے آپ کو مسلمانوں میں شمار کرتے ہیں مگر حقیقت میں وہ تم میں سے نہیں ہیں اور نہ ہی وہ یہود میں سے ہیں۔ وہ بے شک یہودیوں کے ساتھ دوستانہ رکھتے ہیں، ان کے ساتھ ہمدردی کرتے ہیں مگر پکے یہودی نہیں ہیں اور نہ ہی وہ ان میں اپنے آپ کو شمار کرتے ہیں وَيَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ اور وہ جھوٹی بات پر قسمیں اُٹھاتے ہیں وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ حالانکہ وہ جانتے ہیں۔

منافقین کی سزا:

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا اس آیت سے منافقین کی سزا بیان کی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے سخت قسم کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ [النساء: ۱۴۵] "بے شک منافق جہنم کے سب سے نچلے گڑھے میں ہوں گے۔" اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ بے شک وہ لوگ جو کرتے ہیں وہ بُرا ہے۔ ان کا کردار، طرزِ عمل، یہود کے ساتھ دوستانہ اور جھوٹی قسمیں اُٹھانا وغیرہ ہر کام بُرا ہے۔

اِتَّخَذُوْۤا اَیْمَانَهُمْ جُنَّةً اُنھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے۔ وہ اپنی جھوٹی قسموں کے ذریعے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو مطمئن کر کے خود کو سزا سے بچا لیتے مگر کئی مقامات میں اللہ تعالیٰ نے ان کی اصلیت ظاہر فرما دی اور وہ ذلیل و خوار ہوئے جن میں سے ایک واقعہ سورۃ المنافقون میں بھی آ رہا ہے۔

فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ پس وہ روکتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے۔ منافقین کی خرابیوں میں سے ایک خرابی یہ بیان فرمائی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے ہیں۔ جہاد سے متعلق عجیب قسم کی افواہیں پھیلاتے، مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے اور مسلمانوں کے دلوں میں شکوک و شبہات ڈالنے کی کوشش کرتے تھے فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ پس اُن کے لیے ایسا عذاب ہے جو ذلیل کرنے والا ہے۔ دنیا میں بھی کئی دفعہ ان کی منافقت اور اسلام دشمنی ظاہر ہوئی اور وہ ذلیل ہوئے مگر پھر بھی اپنی ان حرکات سے باز نہ آئے اور آخرت کا عذاب تو بہت ہی رُسوا کرنے والا ہے۔

مال و دولت کام نہ آئیں گے :

دنیا میں اپنے مال اور اولاد کے بل بوتے پر ظلم اور ناانصافی کرتے ہیں مگر جب اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آئیں گے تو نہ ان کے مال کام آئیں گے اور نہ ہی ان کی اولاد کام آئے گی۔ فرمایا لَنْ تُغْنِیَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ ہرگز ان کے کام نہیں آئیں گے ان کے مال اور نہ ہی ان کی اولاد مِّنَ اللّٰهِ شَیْــٴًـا اللہ تعالیٰ کے عذاب سے اور اس کی گرفت سے چھڑانے میں یہ ذرا بھی کام نہیں آئیں گے۔ آخرت میں آدمی کو اس کا اچھا عقیدہ اور اچھے اعمال ہی جہنم سے چھڑانے میں کام آئیں گے اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ یہی لوگ دوزخ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے کبھی اس

سے نکالے نہیں جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کے سامنے جھوٹی قسمیں :

مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ یَوْمَ سے پہلے اُذْکُر محذوف ہے۔اس لحاظ سے معنٰی یہ ہوگا کہ آپ یاد کریں اس وقت کو جب ان سب کو اللہ تعالیٰ جمع کرے گا۔ اس وقت ان کے حال کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کافروں اور منافقوں کو جھوٹی قسمیں اُٹھانے کی ایسی عادت پڑگئی ہے کہ وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی جھوٹی قسمیں اُٹھائیں گے۔کبھی کہیں گے وَ اللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ [الانعام : ٢٣] ”اللہ کی قسم اے ہمارے رب ہم تو شرک کرنے والے نہیں تھے۔“ اور کبھی اپنے اعمال کا انکار کر دیں گے تو ان کے ہاتھ پاؤں بول کر ان کے اعمال کی گواہی دیں گے۔ ان لوگوں کی فطرت ہی بگڑ گئی کہ وہ جیسے تمھارے سامنے جھوٹی قسمیں اُٹھاتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی جھوٹی قسمیں اُٹھائیں گے۔

فرمایا يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو اُٹھائے گا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ پھر وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے قسمیں اُٹھائیں گے جیسے وہ تمھارے سامنے قسمیں اُٹھاتے ہیں وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ اور وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ کسی فائدے پر ہیں۔ شَيْءٍ سے مراد اچھا راستہ۔اور وہ خیال کریں گے کہ وہ اچھے راستہ پر ہیں حالانکہ وہ تو اچھے راستے سے بہت دور ہوں گے۔ یا شَيْءٍ سے مراد فائدہ ہے۔ وہ یہ خیال کریں گے کہ جیسے وہ دنیا میں جھوٹی قسمیں اُٹھا کر فائدہ حاصل کر لیتے تھے اسی طرح یہاں بھی فائدہ حاصل کرلیں گے۔مگر ان کا یہ خیال بالکل غلط ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ تو ہر چیز کو جانتا ہے اس سے کوئی چیز مخفی نہیں۔اس لیے فرمایا اَلَاۤ اِنَّهُمْ

هُمُ الْكٰذِبُوْنَ خبردار بے شک یہی لوگ جھوٹے ہیں۔ ایسی حالت میں نہ ان کو کچھ فائدہ حاصل ہوگا اور نہ ہی وہ اپنے جھوٹ کو چھپا سکیں گے۔

شیطانی لشکر کا انجام :

جب کوئی آدمی اللہ تعالیٰ کی یاد سے اعراض کرتا ہے تو شیطان اس کا ساتھی بن جاتا ہے اور وہ دنیا کی چیزیں اور بُرے اعمال اس کے سامنے مزین کر کے پیش کرتا ہے۔ جب آدمی ان کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو شیطان اس کو اپنے قابو میں کر لیتا ہے اور اس سے ہر وہ کام کرواتا ہے جو کرانا چاہتا ہے حتی کہ ان کو جھوٹی قسموں پر بھی آمادہ کر لیتا ہے۔ اسی لیے فرمایا اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ شیطان اُن پر غالب آ گیا ہے فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ پھر اس نے اُن کو اللہ تعالیٰ کا ذکر بھلا دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بھی کوئی ہے، اس کے احکام کی بھی کوئی اہمیت ہے۔ آج دنیا میں ہر طرف شیطان کی اطاعت ہی ہو رہی ہے اسی لیے لوگ مسلمان ہونے کے باوجود دین اور دینی احکام کی کوئی پرواہ نہیں کرتے۔ جھوٹی قسمیں اُٹھانے والوں اور اللہ تعالیٰ کی یاد بھول جانے والوں کے بارے میں فرمایا اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ یہی لوگ شیطان کی جماعت اور اس کا گروہ ہیں۔ پھر ان کے انجام سے آگاہ فرمایا اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ خبردار بے شک شیطان کا گروہ ہی نقصان اُٹھانے والا ہے۔ خُسران کا معنیٰ ہے مقصد میں ناکام و نامراد ہونا۔ یہ لوگ بھی ناکام و نامراد ہی ہوں گے بے شک اُنھوں نے دنیا میں کتنے ہی بہ ظاہر اچھے اعمال کیے ہوں۔ دنیا میں اُن کے اعمال رائیگاں ہو جائیں گے اور وہ آخرت کے عذاب سے بچ نہیں سکیں گے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ فِي الْأَذَلِّينَ ﴿٢٠﴾ كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي ۚ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿٢١﴾ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ ۚ أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ ۖ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ ۚ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٢٢﴾ ع

إِنَّ الَّذِينَ بے شک وہ لوگ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ جو مخالفت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی أُولَٰئِكَ فِي الْأَذَلِّينَ یہ لوگ سب سے زیادہ ذلیل ہونے والوں میں ہوں گے كَتَبَ اللَّهُ اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي البتہ ضرور میں اور میرے رسول ہی غالب رہیں گے إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ بے شک اللہ تعالیٰ قوت والا غالب ہے لَا تَجِدُ قَوْمًا آپ نہیں پائیں گے کسی ایسی قوم کو يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ جو ایمان رکھتے ہوں اللہ تعالیٰ پر وَالْيَوْمِ الْآخِرِ اور آخرت کے دن پر يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ کہ وہ دوستانہ رکھیں ان لوگوں سے جنھوں نے

مخالفت کی اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اگرچہ وہ اُن کے باپ ہوں اَوْ اَبْنَآءَهُمْ یا ان کے بیٹے ہوں اَوْ اِخْوَانَهُمْ یا ان کے بھائی ہوں اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ یا اُن کے خاندان کے لوگ ہوں اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ یہی لوگ ہیں کہ لکھ دیا ہے اس نے ان کے دلوں میں ایمان وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ اور طاقت دی ان کو اپنی جانب سے روح کے ساتھ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ اور ان کو داخل کرے گا ایسے باغات میں تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ کہ بہتی ہوں گی ان کے نیچے نہریں خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وہ ہمیشہ رہیں گے ان میں رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ راضی ہو گیا اللہ تعالیٰ ان سے وَرَضُوْا عَنْهُ اور وہ راضی ہو گئے اس سے اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ یہی لوگ اللہ تعالیٰ کا گروہ ہیں اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ خبردار بے شک اللہ تعالیٰ کا جو گروہ ہے وہی کامیاب ہونے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کا غلبہ :

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والے اُولٰٓئِكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ ذلیل ترین لوگوں میں سے ہوں گے۔ خواہ وہ دنیا میں بہ ظاہر کتنے ہی اعزاز و اکرام والے ہوں كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ہی غالب رہیں گے۔ یہ غلبہ دلیل کے لحاظ سے تو ہر دور میں رہے گا اور دنیاوی لحاظ سے بھی غلبہ رہے

گا جب کہ ایمان والے اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی شریعت پر عمل کرتے رہیں گے اور اس کے نظام کو نافذ کریں گے۔ جب ایمان والے اسلامی شریعت سے غفلت کا مظاہرہ کریں گے، اس کے احکام کی پرواہ نہیں کریں گے تو ان سے غلبہ چھین لیا جائے گا۔ ایسی حالت میں مغلوب مسلمان ہوں گے اسلام ہر حال میں غالب ہی رہے گا۔ پھر غالب اس کو کہا جاتا ہے جس کے سامنے دوسرے بے بس اور عاجز ہوں۔ دنیا و آخرت ہر جگہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی غالب ہے اور اس کے رسول اپنی نافرمان قوموں کے مقابلے میں غالب رہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نجات دی اور نافرمان قوموں کو ہلاک و برباد کیا۔

اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ بے شک اللہ تعالیٰ طاقت والا غالب ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے دو صفتیں یہاں بیان کی گئی ہیں کہ وہ قوی ہے ساری کائنات اس کے سامنے بے بس اور عاجز ہے۔ اور وہ عزیز ہے، غالب ہے اسی کے ہاتھ میں عزت و ذلت ہے وہی موت و حیات کا مالک ہے۔ جس کو چاہتا ہے عزت سے نوازتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے زندگی عطا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے مار ڈالتا ہے۔ کسی کو اس کے سامنے چون و چرا کرنے کی جرأت نہیں ہے۔

ایمانی غیرت کا تقاضا :

ایمانی غیرت کا تقاضا یہ ہے کہ مومن آدمی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے دشمنوں کے ساتھ دوستانہ نہ رکھے خواہ وہ کتنا ہی قریبی رشتہ دار کیوں نہ ہو۔ اسلامی تاریخ بالخصوص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں اس کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں کہ مومن نے اپنے ایمان کو ترجیح دی اور اسلام یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والے اپنے قریبی رشتہ داروں کو بھی عبرت ناک سزا دے کر اپنے مذہبی جذبات کا اظہار کیا۔ تفسیر روح المعانی،

قرطبی اور مظہری وغیرہ میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد ابو قحافہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اس دور میں اُنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کے منہ پر تھپڑ مارا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے معاملہ پیش ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں پوچھا تو وہ عرض کرنے لگے اے اللہ کے رسول! میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی برداشت نہ کر سکا تھا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا یہود بنی قریظہ کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا تھا۔ جب بنی قریظہ کے خلاف کارروائی کی گئی تو اُنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معاہدہ کیا کہ ہمارے بارے میں جو فیصلہ سعد کریں گے وہ ہمیں منظور ہوگا۔ ان کا خیال یہ تھا کہ سعد رضی اللہ عنہ ہمارے بارے میں نرم فیصلہ کریں گے۔ جب ان کو فیصلہ کے لیے بلایا گیا تو اُنھوں نے فیصلہ کیا کہ ان کے لڑنے کے قابل مردوں کو قتل کر دیا جائے اور بچوں اور عورتوں کو غلام اور لونڈیاں بنالیا جائے۔ اسی فیصلہ کے مطابق یہود بنی قریظہ کو قتل کیا گیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی ایمانی غیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہی یہ فیصلہ کیا تھا۔

ایک نابینا صحابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والی اپنی بیوی کو قتل کر دیا تھا حالانکہ اس سے ان کے بچے بھی تھے اور وہ معذور ہونے کی وجہ سے اس کے محتاج بھی تھے۔

بدر کے موقع پر جو قیدی مسلمانوں کے قبضے میں تھے ان کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ سے مشورہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ ہر مسلمان کا قریبی رشتہ دار اس کے حوالے کر دیا جائے تا کہ وہ اپنے ہاتھ سے اس کی گردن اُتارے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے بارے میں بہت سی روایات آتی ہیں کہ جب وہ اسلام، اسلامی اقدار اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والے یا مسلمانوں کی جماعت کو نقصان پہنچانے والے کو دیکھتے تو درخواست کرتے کہ ہمیں اجازت دی جائے کہ ہم اس کا سر قلم کر دیں۔

برصغیر کے انگریزی دور میں ایک غریب مستری گھرانے کے غازی علم الدین شہید نے جب گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، راجپال کو جہنم رسید کیا تو عام مسلمانوں نے اس کے اس اقدام کو عقیدت کی نظر سے دیکھا اور علامہ اقبال مرحوم نے اس کے اس اقدام کو ان الفاظ کے ساتھ سراہا کہ ہم سوچتے ہی رہ گئے اور مستریوں کا لڑکا بازی لے گیا۔

اس طرح کے مذہبی جذبات کے اظہار کی بے شمار مثالیں تاریخ میں ملتی ہیں۔ جن کو ہر دور میں بنظر تحسین دیکھا گیا اور ایسے جذبات کا اظہار کرنے والوں کے فضائل میں شمار کیا گیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ امت مسلمہ کے ہاں ردعمل کے طور پر مذہبی جذبات کا اظہار پسندیدہ عمل ہے۔ موجودہ دور میں بعض خود ساختہ مفکرین اس کو مذہبی جنون اور مذہبی شدت پسندی کا نام دے کر اس کو بُرا عمل ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ حالانکہ ان کا نظریہ بالکل باطل ہے۔ البتہ یہ بات ضرور پیش نظر رکھنی چاہیے کہ جو ایسے جذبات کا اظہار کرتا ہے وہ دنیاوی لحاظ سے آگے اس کے نتائج بھگتنے کے لیے بھی تیار رہے۔ ایسا نہ کرے کہ خود بھاگ جائے اور دوسرے مسلمانوں کو مصیبت میں ڈال دے۔ یا جس نے جرم کیا ہے اس کے ساتھ ایسے افراد کو بھی سزا دے جو اس کے ساتھ جرم میں شریک نہیں ہیں۔ ایسے جذبات کی نہ اسلام اجازت دیتا ہے اور نہ ہی اس کی حمایت کوئی مسلمان کر سکتا ہے، یہ فساد ہے اور اس کا خاتمہ ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔

دشمنانِ اسلام سے دوستی نہ رکھنے والوں کی تعریف :

اللہ تعالیٰ نے دشمنانِ اسلام کے ساتھ دوستی نہ رکھنے والوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والی کوئی ایسی جماعت آپ کو نہیں ملے گی يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ جو دوستی رکھتی ہو ایسے لوگوں سے جنھوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کی وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ خواہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کرنے والے ان کے باپ ہوں یا اولاد ہو یا ان کے بھائی ہوں یا اُن کے خاندان کے افراد ہوں اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ یہی لوگ ہیں کہ ان کے دلوں میں ایمان لکھ دیا ہے۔ یعنی پختہ اور مضبوط کر دیا ہے کہ وہ کسی کی پروا کیے بغیر ایمانی تقاضوں کو پورا کرتے ہیں۔ یہ ایمان کے ناقص ہونے کی دلیل ہے کہ غیر مسلموں کے طور طریقہ کو اپنایا جائے، اُن کے مفادات کا تحفظ کیا جائے اور مسلمانوں کو نقصان پہنچایا جائے۔ مغربی تہذیب کو اپنانا اسلامی اقدار کو نقصان پہنچانا ہے۔ اسی طرح شادی بیاہ کے موقع پر ہندوانہ رسومات کی ادائیگی بھی ایمان میں خلل کی دلیل ہے۔ پختہ ایمان کا تقاضا ہے کہ خلاف اسلام ہر رسم کو چھوڑ دیا جائے۔

وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ اور اپنی جانب سے روح کے ساتھ ان کو طاقت ور کیا۔ روح سے مراد جبریل علیہ السلام بھی ہو سکتے ہیں اور روح سے مراد ایمانی نور اور حق کی معرفت کا نور بھی ہوسکتا ہے کہ ان کے ذریعے سے ان کو طاقتور اور مضبوط کر دیا۔

وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اور ایسے باغات میں ان کو داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے رَضِيَ اللّٰهُ

عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ   راضی ہوگیا اللہ تعالیٰ ان سے اور وہ راضی ہو گئے اللہ سے۔
جنت کے خوش نما اور ایسے آرام دہ منظر کا ذکر فرمایا جو مخلوق کے دل و دماغ میں آسکتا ہے
ورنہ تو جنت میں آرام و سکون کی ایسی چیزیں پیدا کی گئی ہیں جو مخلوق کے دل و دماغ میں
آ ہی نہیں سکتیں۔ دنیا کے آرام و سکون کے اسباب تو عارضی ہیں ہر وقت اُن کے چھن
جانے کا اندیشہ رہتا ہے۔ چوری، ڈاکے اور ظالمانہ انداز میں قبضہ کر لینے کا خوف بھی رہتا
ہے۔ حالات ناموافق ہونے کی وجہ سے جگہ بدلنے کا احتمال بھی ہوتا ہے پھر موت کے
باعث تو یقینی طور پر ان اسباب سے محروم ہونے کا کھٹکا لگا رہتا ہے۔ مگر جنت میں ایسی کوئی
صورت نہیں ہوگی بلکہ وہ نعمتیں نہ ختم ہوں گی اور نہ ہی وہاں سے کسی جنتی کو نکالا جائے گا۔
اُولٰٓئِكَ حِزۡبُ اللّٰهِ   یہی لوگ اللہ تعالیٰ کی جماعت ہیں۔ کافروں بالخصوص یہود کے
ساتھ دوستانہ رکھنے والوں کو حِزۡبُ الشَّيۡطٰنِ شیطان کا گروہ (ٹولا) اور اس کی جماعت
کہا گیا۔ اور اس کے برعکس اسلام دشمنوں سے دوستی نہ رکھنے والوں کو حِزۡبُ اللّٰهِ اللہ کا
گروہ اور اس کی جماعت کہا گیا ہے   اَلَاۤ اِنَّ حِزۡبَ اللّٰهِ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ   خبردار بے
شک اللہ تعالیٰ کے گروہ میں شامل لوگ ہی کامیابی پانے والے ہیں۔

اسلام دشمنوں سے دوستی نہ رکھنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں
خصوصی انعامات کا ذکر فرمایا ہے کہ ایسے لوگوں کو ایمان کی پختگی حاصل ہوتی ہے۔ اللہ
تعالیٰ اپنی جانب سے روح کے ساتھ ان کی تائید کرتا ہے ان کو مضبوط اور طاقت ور بناتا
ہے۔ ایسے لوگوں کو جنت اور اس کی بہاریں نصیب ہوں گی۔ ایسے لوگ ہمیشہ جنت اور
اس کی بہاروں سے لطف اندوز ہوتے رہیں گے۔ ایسے لوگ اللہ کا گروہ اور اس کی
جماعت ہیں۔ یہی اللہ تعالیٰ کے گروہ میں شامل لوگ ہی فلاح و کامیابی پائیں گے۔

دنیاوی آرام وسکون کے اسباب مل جانے کوفلاح نہیں کہتے بلکہ فلاح کہتے ہیں اپنے اعمال کا اچھابدلہ مل جانا، اپنے اعمال کی بدولت آرام وسکون مل جانا۔ اعمال کا اچھا بدلہ پانے والے مومن ہی ہوں گے اور آرام وسکون کی جگہ جنت کی صورت میں ایسے ہی لوگوں کو ملے گی۔ اسی لیے ان کوفلاح وکامیابی پانے والے کہا گیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر

سُورَۃ الحَشْر

(مکمل)

جلد ۲۰

ایاتها ٢٤ ۵۹ سُوْرَةُ الْحَشْرِ مَدَنِيَّةٌ ١٠١ رکوعاتها ٣

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿١﴾ هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ؕ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۗ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿٢﴾ وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا ؕ وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ﴿٣﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَآقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿٤﴾ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٥﴾ وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٦﴾

سَبَّحَ لِلّٰهِ تسبیح کرتی ہیں اللہ تعالیٰ کی مَا فِي السَّمٰوٰتِ وہ چیزیں

جو آسمانوں میں ہیں وَمَا فِی الْاَرْضِ اور جو زمین میں ہیں وَهُوَ الْعَزِیْزُ
الْحَكِیْمُ اور وہی غالب حکمت والا ہے هُوَ الَّذِیْۤ وہ وہی ذات ہے
اَخْرَجَ الَّذِیْنَ جس نے نکالا ان لوگوں کو كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ جو
اہل کتاب میں سے کافر ہیں مِنْ دِیَارِهِمْ اُن کے گھروں سے لِاَوَّلِ
الْحَشْرِ پہلے اجتماع (اکٹھ) کے لیے مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ یَّخْرُجُوْا (اے
مسلمانو!) نہیں گمان کرتے تھے تم یہ کہ وہ نکلیں گے وَظَنُّوْۤا اور اُنھوں
نے خیال کر رکھا تھا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ کہ بے شک وہ
لوگ جو ہیں ان کو بچانے والے ہیں اللہ (کے عذاب) سے ان کے قلعے
فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ پھر آیا ان کے پاس اللہ تعالیٰ (کا حکم) مِنْ حَیْثُ لَمْ یَحْتَسِبُوْا
جہاں سے اُنھوں نے گمان بھی نہ کیا وَقَذَفَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ اور اس
نے ڈال دیا ان کے دلوں میں رُعب یُخْرِبُوْنَ بُیُوْتَهُمْ بِاَیْدِیْهِمْ وہ
برباد کرنے لگے اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں کے ساتھ وَاَیْدِی الْمُؤْمِنِیْنَ
اور مومنوں کے ہاتھوں سے فَاعْتَبِرُوْا یٰۤاُولِی الْاَبْصَارِ پس تم عبرت
حاصل کرو اے آنکھوں والو! وَلَوْلَاۤ اور اگر نہ ہوتی یہ بات اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ
کہ لکھ دی ہے اللہ تعالیٰ نے عَلَیْهِمُ الْجَلَآءَ ان پر جلاوطنی لَعَذَّبَهُمْ فِی
الدُّنْیَا تو عذاب دیتا ان کو دنیا میں وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ اور
ان کے لیے آخرت میں آگ کا عذاب ہے ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

یہ سزا اس لیے ہے کہ بے شک انھوں نے مخالفت کی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی وَمَنْ يُّشَآقِّ اللّٰهَ اور جو اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرتا ہے فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ تو بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ نہیں کاٹا تم نے کوئی کھجور کا درخت اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا یا تم نے اس کو چھوڑا کہ وہ کھڑا ہے اپنی جڑوں پر فَبِاِذْنِ اللّٰهِ پس وہ اللہ کے حکم کے ساتھ ہے وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ اور تاکہ وہ رسوا کرے نافرمانی کرنے والوں کو وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ اور جو فئی کا مال دلوایا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ان سے فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ پس نہیں دوڑائے تم نے اس پر گھوڑے اور نہ ہی اونٹ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ لیکن اللہ تعالیٰ غلبہ عطا کرتا ہے اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

تعارف سورت :

اس سورت کا مشہور نام سورۃ الحشر ہے۔ حشر کا معنیٰ ہے جمع ہونا۔ اس سورۃ کی دوسری آیت میں ہے لِاَوَّلِ الْحَشْرِ (پہلے اجتماع کے لیے) اسی وجہ سے اس سورۃ کا نام سورۃ الحشر رکھا گیا۔ اور اس سورت کا دوسرا نام سورۃ بنی نضیر ہے۔ اس سورت میں یہود کے قبائل میں سے بنو نضیر کو جلا وطن کرنے سے متعلق بیان کیا گیا ہے اس لیے اس کو سورۃ بنی نضیر بھی کہا جاتا ہے۔ یہ سورت آنحضرت ﷺ کی مدنی زندگی میں نازل ہوئی۔ اس

سے پہلے سو[۱۰۰] سورتیں نازل ہو چکی تھیں، نزول کے اعتبار سے اس سورۃ کا ایک سو ایک[۱۰۱] نمبر ہے۔اس کے تین رکوع اور چوبیس آیات ہیں۔

یہود کو جلاوطن کرنے کی وجہ :

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس وقت مدینہ منورہ میں دیگر قوموں کے علاوہ یہود بھی کافی تعداد میں آباد تھے۔اور اُن کے قبائل میں بنونضیر، بنوقریظہ اور بنوقینقاع مشہور اور مال دار تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علاقائی سلامتی کے لیے چاہا کہ تمام قبائل میں ایک معاہدہ طے پا جائے جس کی وجہ سے مدینہ منورہ اور آس پاس کے تمام قبائل ایک دوسرے سے امن پائیں اور بیرونی حملہ آور کے خلاف متحدہ جدوجہد کریں۔اس مقصد کے لیے ایک تحریری معاہدہ تیار کیا گیا جس کو میثاقِ مدینہ کا نام دیا گیا۔

اس معاہدے میں تحریر تھا کہ ہر مذہب کے لوگ اپنے اپنے مذہب پر قائم رہتے ہوئے اپنی مذہبی رسومات ادا کر سکیں گے۔کوئی فریق کسی دوسرے کے مذہبی معاملات میں مداخلت نہیں کرے گا اور نہ ہی کسی کو اپنا مذہب تبدیل کرنے پر مجبور کرے گا۔اگر معاہدے میں شریک کسی فریق پر دیت آن پڑی یا تاوان پڑ جائے تو تمام مل کر اس کو ادا کریں گے۔اگر کوئی بیرونی حملہ آور معاہدہ میں شریک کسی مذہب والوں کے خلاف چڑھائی کرے گا تو معاہدہ میں شریک تمام فریق بیرونی حملہ آور کا متحد ہو کر مقابلہ کریں گے۔اور اگر معاہدے میں شریک مذاہب میں سے کوئی کسی وجہ سے دوسرے کی مدد نہیں کر سکے گا تو وہ بیرونی حملہ آور کی مدد بھی نہیں کرے گا۔اس تحریری معاہدے پر یہود سمیت تمام مذاہب کے سرکردہ حضرات نے دستخط کیے مگر یہود نے اس معاہدے کی

پابندی نہ کی بلکہ مسلسل مسلمانوں کے خلاف شرارتوں میں مصروف رہے۔

جنگِ احد میں جب مسلمانوں کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑا تو یہودیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اسلام کے خلاف اپنی جدو جہد تیز کردی اور کہنے لگے کہ یہ وہ نبی نہیں ہے جس کا تذکرہ تورات میں مذکور ہے اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لیے اُنھوں نے مشرکین مکہ سے بھی روابط قائم کیے۔ بنونضیر قبیلے کا مذہبی اور سیاسی راہنما کعب بن اشرف چالیس آدمیوں پر مشتمل ایک وفد لے کر مکہ گیا اور ابوسفیان وغیرہ سردارانِ قریش سے ملاقات کی اور ان کو مسلمانوں پر حملہ کرنے پر اُکسایا اور اپنے قبیلے کی طرف سے بھرپور تعاون کا یقین دلایا۔ یہ کعب بن اشرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف گستاخانہ باتیں بھی کرتا تھا اور مسلمانوں کو اذیت پہنچاتا تھا۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے اس کے رضاعی بھائی محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اپنے چند ساتھیوں سے مل کر اس کو قتل کردیا۔

اسی معاہدہ کے عرصہ میں ایک صحابی حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ نے غلطی سے معاہدے میں شریک بنی عامر قبیلہ کے دو آدمیوں کو قتل کردیا۔ اُنھوں نے ان کو دشمن کا آدمی سمجھا اور قتل کردیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی عامر قبیلے کو دوسو اُونٹ دیت ادا کرنے کا فیصلہ فرمایا اور معاہدے میں شریک لوگوں سے مال جمع کرنے کا پروگرام بنایا۔ اسی سلسلے میں بنونضیر قبیلے کے پاس بھی گئے۔ اُنھوں نے بہ ظاہر تو تعاون کا یقین دلایا مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خفیہ طور پر شہید کرنے کا پروگرام بھی بنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک جگہ بٹھانے کا ارادہ کیا اور اس سے بالائی منزل پر ایک بھاری پتھر رکھ کر آدمی مقرر کردیئے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھیں گے تو اُوپر سے پتھر گرادینا۔ بعد میں ہم کہہ دیں گے کہ پتھر خود ہی گر گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس واقعہ کی پہلے ہی اطلاع

دے دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہود سے اس سازش کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے اقرار کیا کہ واقعی ہم نے ایسا پروگرام بنایا تھا۔ یہود کی ان شرارتوں کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو علاقے سے نکالنے اور جلاوطن کرنے کا فیصلہ فرمایا۔ جس کا ذکر اس سورت کی ابتدا میں ہے۔

ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے :

قرآن کریم میں کئی مقامات پر ذکر کیا گیا ہے کہ ہر چیز خواہ وہ جان دار ہو یا بے جان ہو وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے۔ اس سورت کی ابتدا میں بھی فرمایا سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے ہر وہ چیز جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کی تسبیح کو جانتا اور سمجھتا ہے مگر تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھ سکتے وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ اور وہی غالب حکمت والا ہے۔ ساری کائنات اُسی کے قبضہ اور کنٹرول میں ہے۔ وہی اس کے نظام کو چلاتا ہے اور وہ حکمت والا اپنی حکمت اور مصلحت کے مطابق نظام کو چلاتا ہے کوئی اس کے نظام میں خلل نہیں ڈال سکتا۔

بنونضیر کی جلاوطنی :

جب بنونضیر قبیلہ کے یہودیوں کی شرارتیں اور مکاریاں نمایاں ہوگئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کو پیغام بھیجا کہ اب تم ہماری ولایت میں نہیں رہ سکتے۔ اس لیے یا تو تم اس علاقہ سے نکل جاؤ یا لڑائی کے لیے تیار ہو جاؤ اور ان کو دس دن کی مہلت دی کہ اس عرصہ میں غور و فکر کر کے جو فیصلہ کرنا چاہو کر لو۔ منافقین کے سردار عبداللہ بن اُبی نے ان کو لڑائی پر آمادہ کیا اور ان کی مدد کا وعدہ کیا تو وہ لڑائی پر آمادہ ہو گئے۔ جب مسلمانوں نے اُن پر حملہ کیا تو وہ قلعہ میں بند ہو گئے اور مسلمانوں نے اس قلعہ کا محاصرہ کیے رکھا۔ پھر چند

ہی دنوں کے بعد وہ علاقہ چھوڑنے پر راضی ہوگئے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشروط طور پر ان کو علاقہ چھوڑنے کی اجازت دے دی۔شرط یہ تھی کہ تم ہتھیار ساتھ لے کر نہیں جاسکتے وہ یہاں ہی چھوڑ کر جاؤ گے۔اور اپنے مال واسباب میں سے جتنا تم ساتھ لے جاسکتے ہو لے جاؤ۔اُنھوں نے اپنے مکانوں کے دروازے، کھڑکیاں اور چھتوں کی لکڑیاں تک اُتار لیں اور سواریوں پر لاد کر لے گئے۔اور خیبر میں جاکر آباد ہوگئے اور کچھ عراق چلے گئے۔ اُنھوں نے جو زمینیں اور باغات چھوڑے تھے ان کا اکثر حصہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہاجرین میں تقسیم فرمادیا تاکہ مہاجرین اپنی معیشت کا بوجھ خود اُٹھالیں اور انصار نے مہاجرین کی کفالت کا جو بوجھ اُٹھایا تھا وہ کم ہوجائے۔اس مال میں سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے گھریلو اخراجات کے لیے بھی حصہ مقرر کیا اور انصار میں سے صرف تین آدمیوں ابودجانہ رضی اللہ عنہ، سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہ اور زید بن ظہیر رضی اللہ عنہ کو اس میں سے کچھ حصہ دیا اور باقی مال اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کردیا۔بنونضیر میں سے صرف دو آدمی سفیان بن عمیر رضی اللہ عنہ اور سعد بن وھب رضی اللہ عنہ مسلمان ہوگئے باقی تمام کو جلاوطن کردیا گیا۔جلاوطنی کے وقت اُنھوں نے پچاس زرہیں، پچاس خود اور تین سو چالیس تلواریں چھوڑی تھیں۔

حشر چار ہیں :

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ اللہ تعالیٰ کی ذات وہی ہے جس نے اہل کتاب کافروں کو پہلے حشر کے لیے ان کے گھروں سے نکالا۔لِاَوَّلِ الْحَشْرِ میں صفت کی اضافت ہے موصوف کی جانب یعنی پہلا حشر۔حشر کا معنیٰ ہے اجتماع (اکٹھ)۔ یہاں یہودیوں کو جلاوطن کرنے کے لیے مسلمانوں کا اجتماع مراد ہے۔اور یہ بھی ہوسکتا

ہے کہ یہ مراد ہو کہ یہ جلاوطنی انفرادی نہیں تھی بلکہ اس علاقہ کے یہودیوں کا اجتماع تھا جن کو جلاوطن کیا گیا۔ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ میں حشر کی صفت اول لائی گئی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ پہلا اجتماع تھا اور اس کے علاوہ اجتماع اور بھی ہیں۔

اس کے بارے میں تفسیروں میں بالخصوص جلالین شریف کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ حشر چار ہیں۔ لیکن یہاں پر امام محلی رحمۃ اللہ علیہ سے غلطی ہوئی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اول الحشر یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو شام کی طرف بھیجا پھر خیبر کی طرف بھیجا۔ حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو پہلے خیبر بھیجا تھا اور دوسری دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو شام بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے براہِ راست یہود کو شام کی طرف نہیں بھیجا تھا۔

تو پہلا حشر مدینہ سے بنونضیر کی جلاوطنی پر اجتماع، دوسرا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں خیبر سے یہودیوں کی جلاوطنی پر اجتماع اور تیسرا اقرب قیامت قعرِ عدن سے آگ اُٹھے گی جو لوگوں کو اپنے اردگرد جمع کر لے گی۔ اور چوتھا قیامت کے دن کا حشر ہے جس میں ساری مخلوق جمع ہوگی۔ ان تمام حشروں میں یہودیوں کی ذلت ورسوائی ہوگی۔

یہودیوں کی غیر محسوس انداز میں گرفت :

یہود اپنے علاقے میں خوش باش اور آسودہ حال تھے۔ ان کے بارے میں مسلمانوں کو گمان بھی نہ تھا کہ وہ یہاں سے نکل جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مَاظَنَنْتُمْ اَنْ یَّخْرُجُوْا اے مسلمانو! تم نے گمان بھی نہ کیا تھا کہ وہ اس علاقے سے نکل جائیں گے وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ اور وہ یہ خیال کیے بیٹھے تھے کہ ان کے قلعے ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا لیں گے۔ وہ قلعے مضبوط اُنھوں نے اسی لیے تیار کیے تھے کہ ضرورت کے وقت وہ ان میں پناہ لے لیں گے اور دشمن کے وار

سے محفوظ رہیں گے فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا پس آن لیا ان کو اللہ تعالیٰ نے جہاں سے اُنھوں نے وہم وگمان بھی نہ کیا تھا۔ ان کی شرارتوں اور مکاریوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حالات ایسے پیدا کردیئے کہ وہاں سے نکلنے کے علاوہ ان کے لیے کوئی چارۂ کار نہ رہا۔

وَقَذَفَ فِىْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا۔ حالانکہ وہ اس سے پہلے مسلمانوں کو کوئی حیثیت ہی نہ دیتے تھے يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِى الْمُؤْمِنِيْنَ اور وہ برباد کررہے تھے اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے اور ایمان والوں کے ہاتھوں سے۔ جب اُن کو علاقہ چھوڑنے کا حکم دیا گیا اور اپنے ساز وسامان کو ساتھ لے جانے کی اجازت دی گئی تو خود اپنے ہاتھوں سے اپنے گھروں کو برباد کرنے لگ گئے، ان کی چھتیں اُکھاڑ دیں، دروازے اور کھڑکیاں نکال لیں اور ایمان والوں کے ہاتھ سے بھی ان کے گھر برباد ہوئے فَاعْتَبِرُوْا يٰۤاُولِى الْاَبْصَارِ پس تم عبرت حاصل کرو اے آنکھوں والو! ابصار بصارت سے بھی ہوسکتا ہے اور بصیرت سے بھی۔

اگر بصارت سے ہو تو اس کا معنیٰ ہوگا اے آنکھوں والو! تم عبرت حاصل کرو۔ اور اگر بصیرت سے ہو تو معنیٰ ہوگا اے عقل والو! عبرت حاصل کرو کہ دنیا کے ظاہری اسباب حاصل ہوجانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کرنے والے یہودیوں کا کیا انجام ہوا کہ ان کو صدیوں سے آباد آبائی علاقہ سے کیسے ذلت ورسوائی سے نکال دیا گیا۔

تقدیری فیصلے :

اس کائنات کو پیدا کرنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ فلاں آدمی فلاں وقت میں اور فلاں جگہ میں یہ کام کرے گا۔ اور اپنے اسی ازلی علم کی بدولت اس نے کائنات کو پیدا کرنے سے پہلے ہی سب کچھ لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے۔ اس دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے اسی کے مطابق ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بنونضیر کے حق میں جلاوطنی ہی لکھی تھی اس لیے ان کو جلاوطن کیا گیا۔ اگر جلاوطنی کا تقدیری فیصلہ نہ ہوتا تو ان کی مکاریوں اور شرارتوں کی وجہ سے ان کو دنیا میں ہلاک کر دیا جاتا اور ذرا بھی فائدہ حاصل کرنے کا موقع نہ دیا جاتا۔ اسی بات کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا اور اگر اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں ان کے لیے جلاوطنی نہ لکھ دی ہوتی تو ان کو دنیا میں عذاب دیتا۔ ایسا عذاب کہ وہ ایک لمحہ کے لیے بھی آرام وسکون نہ حاصل کر سکتے بلکہ فی الفور ہلاک وتباہ کر دیئے جاتے وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ اور ان کے لیے آخرت میں آگ کا عذاب ہوگا۔ جہنم میں بے شمار قسم کے عذاب ہوں گے مگر ان میں سب سے زیادہ سخت آگ کا عذاب ہوگا۔ اس لیے اس کا ذکر کر دیا گیا ہے۔ جب کہ یہ لوگ عذاب کی دیگر اقسام سے بھی سزا دیئے جائیں گے۔

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کا نتیجہ :

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ یہود کو ذلت ورسوائی کے ساتھ مدینہ منورہ سے نکالنا، ان کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈالنا اور ان کا خود اپنے ہاتھوں سے گھروں کو برباد کرنا اور پھر آخرت میں آگ کے عذاب میں ڈالا جانا اس وجہ سے ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کی۔ فرمایا

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ یہ سب سزا اس لیے ہے کہ بے شک انھوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی مخالفت کی وَمَنْ يُّشَآقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ اور جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرے گا تو اس کو یہ بات ذہن میں ضرور رکھنی چاہیے کہ بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔

جنگی حکمت عملی :

جب بنو نضیر قبیلے کے یہودی مسلمانوں کا سامنے مقابلہ کرنے کے بجائے قلعہ میں بند ہو گئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے صحابہ کے ساتھ مل کر ان کا محاصرہ کیا اور یہ محاصرہ تقریباً بائیس دن رہا۔ اس دوران نہ تو یہودی قلعہ سے باہر نکلے اور نہ ہی صلح پر آمادہ ہوئے۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے جنگی حکمت عملی اختیار کرتے ہوئے ان کے درختوں کو کاٹنے اور ان کی املاک کو نقصان پہنچانے کا حکم دیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر یہودی صلح پر آمادہ ہو گئے اور انھوں نے پیش کش کی کہ ہم مسلمانوں کی تمام شرائط ماننے کے لیے تیار ہیں۔ اسی پر عمل کرتے ہوئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو جلا وطن کر دیا۔

دشمن کی املاک کو نقصان پہنچانا :

ہر وہ چیز جس سے دشمن فائدہ اٹھا کر مسلمانوں کو نقصان پہنچاتا ہو اس چیز کو تباہ کرنا اور نقصان پہنچانا درست ہے۔ اسلام اس کی اجازت دیتا ہے۔ یہ درخت یہودیوں کے مورچے بھی تھے اور ان کی آمدن سے وہ مسلمانوں کے خلاف طاقت اور قوت بھی حاصل کرتے تھے۔ اس لیے ان درختوں کا کاٹنا بالکل درست تھا۔ مگر یہودیوں نے اور منافقین نے اس پر بے جا اعتراض کیا کہ باغات اور املاک کو نقصان پہنچانا کہاں کا انصاف ہے؟ اس بارے میں بعض مسلمانوں کے دلوں میں بھی تردد پیدا ہوا جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ

آیت اتاری مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ نہیں کاٹا تم نے کوئی کھجور کا درخت اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا یا تم نے اس کو چھوڑا کہ وہ اپنی جڑوں پر کھڑا ہے فَبِاِذْنِ اللّٰهِ تو ساری کارروائی اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں یہ بات ڈالی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا کرنے کا حکم دیا وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ اور تاکہ اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو ذلیل وخوار کرے۔ عالم اسباب میں جو چیزیں قوت اور عزت واحترام کا ذریعہ ہوں ان کی بربادی ذلت ورسوائی کا باعث بنتی ہے۔

مالِ فیَ کا حکم :

اگر اسلامی لشکر کی کافروں کے خلاف لڑائی ہوئی ہو اور لڑائی کی مشقت اُٹھانے کے بعد کافروں کا مال اسلامی لشکر کے ہاتھ لگے تو اس کو مالِ غنیمت کا مال کہا جاتا ہے۔ جس کا ذکر سورۃ الانفال میں گزر چکا ہے۔ اور اگر اسلامی لشکر کو لڑائی کی مشقت نہ اُٹھانی پڑی ہو بلکہ کافر لڑائی لڑے بغیر شکست تسلیم کرلیں ایسی صورت میں اسلامی لشکر کو کافروں کا جو مال ہاتھ لگتا ہے اس کو مالِ فئی کہا جاتا ہے۔ بنونضیر کے یہودیوں نے بھی لڑائی کے بغیر مسلمانوں کی شرائط مان کر صلح کر لی تھی اس لیے اُن سے جو مال حاصل ہوا وہ مالِ فئی تھا۔ ان یہودیوں کی شان وشوکت توڑنے کے لیے بویرہ کے علاقے کے بعض درختوں کو کاٹا گیا اور بہت سے درخت باقی چھوڑ دیئے گئے تاکہ وہ مسلمانوں کے کام آئیں۔ وہ درخت اور ان کی آباد جگہیں جو وہ چھوڑ کر گئے یہ سب مالِ فئی تھا۔ ان کے علاوہ تین سو پینتالیس اونٹ بھی تھے۔ شرط کے مطابق وہ اسلحہ بھی ساتھ نہیں لے جاسکتے تھے، وہ بھی مالِ فئی تھا۔ ایسا مال غنیمت کے مال کی طرح مجاہدین میں تقسیم نہیں کیا جاتا بلکہ ایسے مال

کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اختیار دیا۔ یہ مال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت نہ تھا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کے استعمال میں اختیار دیا گیا تھا۔ اسی اختیار کی وجہ سے اس مال کو اپنے ذاتی اور گھریلو اخراجات کے لیے خرچ فرماتے، محتاجوں کو دیتے اور جو مال بچ جاتا وہ عام مسلمانوں کی بھلائی میں صرف فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نائب کی حیثیت سے ایسا مال مسلمان حاکم وقت کے اختیار میں ہوتا ہے۔ وہ اس کی ملکیت نہیں ہوتا۔ اسی لیے ایسے مال میں حاکم وقت کی وراثت نہیں بنتی بلکہ یہ مسلمانوں کی فلاح وبہبود میں خرچ کیا جاتا ہے۔

مالِ فئی مجاہدین میں تقسیم نہ کرنے کی وجہ :

اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ مالِ فئی مالِ غنیمت کی طرح تقسیم نہیں کیا جاتا۔ اس لیے کہ مسلمانوں کو اس کے حصول میں لڑائی کی مشقت نہیں اُٹھانی پڑتی۔ فرمایا وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ اور جو مال اللہ تعالیٰ نے ان کافروں سے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فئی کے طور پر دلوایا فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ پس نہیں دوڑائے تم نے اس کو حاصل کرنے کے لیے گھوڑے اور نہ ہی اونٹ۔ جب تمھیں لڑائی کی مشقت نہیں اُٹھانی پڑی تو پھر ایسے مال کے تقسیم نہ کیے جانے پر کسی قسم کا اعتراض بھی نہیں ہو سکتا وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو مسلط اور غالب کر دیتا ہے جس پر چاہتا ہے۔ جب اس مال کے حصول میں تمھاری کوشش اور مشقت شامل نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ہی اس مال کے استعمال کا اختیار اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیا ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مسلمان حاکم کو اختیار دیا ہے وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اپنی قدرت کاملہ کے

ساتھ ہی کافروں کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیتا ہے جس کی وجہ سے مال فئ حاصل ہوتا ہے۔

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِى الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَیْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ؕ وَ مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَ مَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۟ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَّ يَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۟ وَ الَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَ الْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَ لَا يَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ؕ۫ وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۟

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ جو مالِ فَیٔ دلوایا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى بستیوں والوں سے فَلِلّٰهِ تو وہ اللہ تعالیٰ کے لیے وَ لِلرَّسُوْلِ اور رسول کے لیے ہے وَ لِذِى الْقُرْبٰى اور قریبی رشتہ داروں کے لیے ہے وَ الْيَتٰمٰى اور یتیموں کے لیے ہے وَ الْمَسٰكِيْنِ اور مسکینوں کے لیے ہے وَ ابْنِ السَّبِيْلِ اور مسافروں کے لیے ہے كَیْ لَا يَكُوْنَ تاکہ نہ ہو وہ مال دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ کہ گردش کرتا

رہے تم میں سے مال داروں کے درمیان وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ اور جو
دے تمھیں اللہ تعالیٰ کا رسول فَخُذُوْهُ تو اس کو لے لو وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ
اور وہ چیز جس سے تمھیں منع کر دے فَانْتَهُوْا تو اس سے رک جاؤ وَاتَّقُوا
اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ بے شک اللہ
تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ ہجرت کرنے والے
فقراء کے لیے ہیں الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا وہ لوگ جو نکالے گئے مِنْ دِيَارِهِمْ
وَاَمْوَالِهِمْ اپنے گھروں اور مالوں سے يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا
وہ تلاش کرتے ہیں اللہ کا فضل اور اس کی رضا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ
اور وہ مدد کرتے ہیں اللہ کی اور اس کے رسول کی اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ
یہی سچے لوگ ہیں وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ اور وہ لوگ جنھوں نے ٹھکانا بنایا
الدَّارَ یعنی مدینہ کو وَالْاِيْمَانَ اور ایمان کو مِنْ قَبْلِهِمْ ان مہاجرین
کے آنے سے پہلے يُحِبُّوْنَ وہ محبت کرتے ہیں مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ
ان لوگوں سے جو ہجرت کر کے آئے ان کی جانب وَلَا يَجِدُوْنَ اور وہ
نہیں پاتے فِيْ صُدُوْرِهِمْ اپنے سینوں میں حَاجَةً کوئی تنگی
مِّمَّآ اُوْتُوْا اس چیز کی وجہ سے جو وہ دیے گئے وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ
اور وہ ان کو ترجیح دیتے ہیں اپنے آپ پر وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ اگرچہ
ہو ان کو فاقے کی حالت وَمَنْ يُّوْقَ اور جو شخص بچا لیا گیا شُحَّ نَفْسِهٖ

اپنے نفس کے بخل سے فَاُولٰٓئِكَ پس یہی لوگ ہیں هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ جو کامیاب ہونے والے ہیں۔

مالِ فئی کے مصارف :

جو مال دشمن سے حاصل ہو اور اس میں لڑائی کی نوبت نہ آئی ہو تو یہ مالِ فئی کہلاتا ہے۔ فرمایا مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ جو مالِ فئی دلوایا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مِنْ اَهْلِ الْقُرٰی بستیوں والوں سے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ بستیاں مدینہ کے اردگرد جہاں بنو قریظہ اور بنو نضیر رہتے تھے اور خیبر جو مدینہ سے ایک سو اسی کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے اور فدک جو خیبر سے پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے اور عرینہ اور ینبع ہیں۔ جہاں سے مسلمانوں کو لڑائی کے بغیر ہی دشمنوں سے مال حاصل ہوا۔

اس مال کے مصارف میں سے پہلے نمبر پر فرمایا فَلِلّٰهِ کہ وہ مال اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اس کی تین طرح سے تفسیر کی گئی ہے۔ ایک یہ کہ مال اللہ تعالیٰ کا ہے اس کے بارے میں جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔ دوسری تفسیر یہ کہ یہ مال اللہ تعالیٰ کے گھروں، بیت اللہ اور دیگر مساجد پر خرچ کیا جائے۔ اور تیسری تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تو مال کی کوئی ضرورت نہیں اس لیے اس کا ذکر یہاں صرف تبرک کے لیے کیا گیا ہے۔

مالِ فئی کا دوسرا مصرف وَلِلرَّسُوْلِ فرمایا۔ کہ یہ مال رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس مال کو اپنے گھریلو اخراجات اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے اخراجات میں صرف فرماتے، محتاجوں کو دیتے اور باقی مال مجاہدین کی تیاری، خوراک، سواری اور اسلحہ وغیرہ میں خرچ فرماتے تھے۔

اور تیسرا مصرف وَلِذِی الْقُرْبٰی فرمایا۔ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ

دار مراد ہیں۔ جو کہ آل عباس، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد۔ آل علی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد۔ آل جعفر، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی اولاد۔ آل عقیل، حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کی اولاد اور آل حارث، حضرت حارث بن عبد المطلب کا خاندان ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ازواج مطہرات امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے علاوہ یہی آل محمد کہلاتے ہیں۔ ان کے لیے زکوٰۃ لینا جائز نہیں۔ اس لیے ان کو مالِ فئی سے حصہ دیا گیا تاکہ ان سے تعاون ہو جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کے بارے میں اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ وہ آلِ محمد میں شامل ہیں مگر بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ آلِ محمد میں شامل ہونے کے باوجود ان پر زکوٰۃ لینا حرام نہیں تھا۔ مگر صحیح روایات سے ثابت ہے کہ ان کے لیے بھی زکوٰۃ اور صدقاتِ واجبہ لینا حلال نہیں تھا۔ (تفصیل کے لیے دیکھیں الکلام الحاوی فی تحقیق عبارۃ الطحاوی)

اور چوتھا مصرف وَالْيَتٰمٰى فرمایا کہ مالِ فئی کے مستحق یتیم ہیں یعنی وہ بچے جو ابھی تک نابالغ ہیں اور ان کے باپ فوت ہو جائیں۔ اور پانچواں مصرف وَالْمَسٰكِيْنِ فرمایا کہ مالِ فئی کے مستحق مساکین ہیں۔ بعض مفسرین نے فقیر اور مسکین کو ایک ہی قرار دیا ہے کہ جس کے پاس اپنی ضروری حاجات پوری کرنے جتنا مال نہ ہو۔ اور بعض نے کہا کہ فقیر وہ ہوتا ہے لَا مَالَ لَهٗ جس کے پاس مال بالکل نہ ہو۔ اور مسکین وہ ہوتا ہے کہ جس کے پاس تھوڑا بہت مال ہو مگر اس مال سے اس کی ضروری حاجات پوری نہ ہوتی ہوں۔ ضروری حاجات سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کے بغیر چارۂ کار نہ ہو۔ مثلاً: خوراک، رہائش اور لباس وغیرہ۔ ان سے مراد آرام اور تعیش کا سامان نہیں ہے جو کہ آج کل معاشرے میں تکلف کے ساتھ اپنے آپ پر بوجھ ڈال لیا گیا ہے۔

اور چھٹا مصرف وَابْنِ السَّبِيْلِ فرمایا۔ کہ اس مال کا مستحق مسافر بھی ہے۔ سفر کے دوران کسی حادثہ کے پیش آجانے یا سفر خرچ چوری ہو جانے یا کسی بھی وجہ سے سفر خرچ ختم ہو جانے کے باعث مسافر تعاون کا مستحق ہوتا ہے۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ اس مسافر سے مراد سفر حج میں جانے والا ہے۔ جس کا سفر کے دوران خرچ ختم ہو جائے۔ بعض نے کہا کہ دین کی خاطر سفر کرنے والا مراد ہے جیسے دینی طلب۔ ایسے مسافروں کی مالِ فئی اور زکوٰۃ کے مال سے اعانت کی جا سکتی ہے۔

مال کی تقسیم میں غرباء کا حصہ مقرر کرنے میں حکمت :

نزول قرآن کے وقت معاشرے میں یہ طور طریقہ رائج تھا کہ دولت صاحب حیثیت لوگ ہی سمیٹ لیتے تھے اور غرباء کو محروم رکھا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام کے ذریعے سے معاشرے میں پائی جانے والی اس خرابی کو دور کرنے کی تلقین فرمائی اور حکم دیا کہ مال کی تقسیم میں یتیموں، مسکینوں اور مسافروں وغیرہم کا حصہ اس لیے مقرر کیا گیا كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ تاکہ یہ دولت صرف تمھارے دولت مندوں میں ہی نہ گھومتی رہے بلکہ ان محتاجوں کو بھی اس میں سے حصہ ملتا رہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوامر و نواہی کی پابندی کا حکم :

مالِ فئی کے مصارف بیان کرنے کے بعد وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمھیں دیں وہ لے لو اور جس سے منع کر دیں اس سے رک جاؤ۔ اس کا ذکر مال کی تقسیم کے ساتھ ہے۔ اس لیے اس سے اول درجہ میں مراد یہ ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس کو دیں جتنا دیں وہ لے لو۔ اس پر کسی کو اعتراض کا حق نہیں ہے۔ اور جو چیز نہ دیں یا جس کو نہ دیں اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ اس

مال کا اختیار اللہ تعالیٰ نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیا وہ اپنے اختیار سے جو چاہیں کریں۔ پھر اس کے ضمن میں یہ حکم عام بھی ہے کہ صرف مال کی تقسیم میں ہی نہیں بلکہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو بھی حکم دیں اس کی اطاعت کرو اور جس سے منع کر دیں اس سے رک جاؤ۔ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوامر اور نواہی کی پابندی کرنا امت پر لازم ہے۔

اور فرمایا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا کہ کوئی اس کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کرے۔ بدعات کو اسی لیے شَرُّ الْاُمُوْر تمام کاموں میں برا قرار دیا گیا ہے کہ ان کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریق کار اور سنت کی خلاف ورزی لازم آتی ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔ جب کسی مجرم کو پکڑتا ہے تو سخت سے سخت سزا دیتا ہے اور کوئی بھی مجرم اس سے چھڑا نہیں سکتا۔

مالِ فئی کا ساتواں مصرف اور مہاجرین کی تعریف :

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ سے مالِ فئی کے مصارف میں سے ساتواں مصرف بیان کیا جا رہا ہے کہ فئی کا مال ان لوگوں کے لیے بھی ہے جو فقراء مہاجرین ہیں۔ پھر فقراءِ مہاجرین کی تعریف کرتے ہوئے ان کی نمایاں چھ صفات بیان کی گئی ہیں۔

الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ ان کی پہلی صفت یہ بیان کی گئی کہ ان کو ان کے گھروں سے نکال دیا گیا۔ وہ لوگ اپنے گھروں میں آباد تھے مگر ایمان قبول کر لینے کی وجہ سے مشرکین نے ان کے ساتھ ایسا ظالمانہ انداز اختیار کر لیا کہ ان کو گھر چھوڑنے پڑے وَاَمْوَالِهِمْ ان کی دوسری صفت یہ بیان کی گئی کہ ان کو ان کے مالوں سے نکال دیا گیا۔ یعنی مالوں سے بے دخل کر دیا گیا حالانکہ وہ مکانات اور بھیڑ بکریوں وغیرہ

اموال کے مالک تھے۔ انھوں نے اپنے ایمان کی حفاظت کی خاطر سب کچھ چھوڑ دیا اور ہجرت کر گئے۔

یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ ان کی تیسری صفت بیان کی گئی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے متلاشی ہیں۔ سب مصائب انھوں نے اللہ کا فضل طلب کرتے ہوئے برداشت کیے۔ فضل سے مراد رزق حلال بھی ہے جو خوش حال زندگی کا ذریعہ بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو غنیمت کے مال اور دیگر ذرائع سے رزق حلال نصیب فرمایا۔ اور فضل سے مراد فضیلت حاصل کرنے کا ذریعہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان مصائب کے بدلے میں ان کو فضیلت عطا فرمائے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ مقام عطا فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں سب سے بڑا درجہ السابقون الاولون من المهاجرين و الانصار کا ہے۔ یعنی وہ حضرات جنھوں نے پہلے پہل ہجرت کی اور وہ حضرات جو ان کے مددگار رہے۔

وَرِضْوَانًا مہاجرین فقراء کی چوتھی صفت بیان فرمائی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہوجائے۔ ایمان والوں کا ایمان لانے اور اعمال صالحہ بجالانے میں اصل مقصد یہی ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہوجائے۔ ان حضرات کے خلوص کی گواہی دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں فرمایا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے۔ اور رضوان کا معنیٰ قرب بھی ہوسکتا ہے کہ وہ حضرات اللہ تعالیٰ کا قرب چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسا قرب عطا فرمایا کہ ان کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور باقی تمام امت کے درمیان واسطہ بنا دیا۔ امت کو تمام اعمال کا طریقہ اور احکام حتیٰ کہ قرآن کریم اور نماز بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

کے واسطے سے ہی ملی۔

وَّ يَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ   فقراء مہاجرین کی پانچویں صفت بیان کی گئی کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں۔ اللہ کی مدد کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ کے دین کی مدد کرتے ہیں اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ اللہ کے نبی کی ذات اقدس اور اس کے لائے ہوئے پروگرام دونوں کی مدد کرتے ہیں۔ حضرات مہاجرین اور انصار نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عملاً بھی ایسی مدد کی کہ اس کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائے ہوئے دین اور پروگرام کی بھی ایسے انداز سے مدد کی کہ عالم اسباب میں دین وسنت کی حفاظت وبقا کا ذریعہ یہی لوگ بنے۔

اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ   فقراء مہاجرین کی چھٹی صفت بیان فرمائی کہ یہی لوگ سچے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہاں فقراء مہاجرین کو سچے کہا اور پہلے پارہ کے آخری رکوع میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معیارِ ایمان قرار دیا اور فرمایا   فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا   [البقرہ: ۱۳۷] "پس اگر یہ لوگ اسی طرح کا ایمان لائیں گے جس طرح کا ایمان تم لائے ہو تو تب یہ لوگ ہدایت یافتہ ہوں گے۔" ان جیسے قطعی دلائل کو پیش نظر رکھتے ہوئے فقہائے کرام ومحدثین عظام نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام صحابہ ثقہ اور عادل ہیں۔ ان پر طعن کا کسی کو حق نہیں۔ بلکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا   مَنْ سَبَّهُمْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْن "جو میرے صحابہ پر طعن کرے گا اس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی جانب سے لعنت ہوگی۔"

ایک اہم فقہی مسئلہ :

یہاں ایک اہم فقہی مسئلہ ہے کہ اگر کافر مسلمان کے مال پر زبردستی قابض ہو کر دار

حرب میں لے جائیں یا مسلمان کا مال دار حرب میں ہی ہو اور کافر اس پر قابض ہو جائیں تو کیا کافر اس مال کے مالک بن جاتے ہیں یا نہیں؟ احناف کے نزدیک ایسی صورت میں کافر اس مال کے مالک بن جاتے ہیں۔ جب کہ شوافع حضرات کے نزدیک کافر اس مال کے مالک نہیں بنتے۔ احناف نے اپنے اس موقف پر قرآن کریم اور احادیث مبارکہ سے استدلال کیا ہے۔ قرآن کریم کی اسی آیت لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِیْنَ سے بھی احناف نے استدلال کیا ہے کہ اس آیت میں مہاجرین کو فقراء کہا گیا ہے۔ اگر وہ مال جو وہ مکہ میں چھوڑ کر گئے تھے (اور مکہ اس وقت دار الحرب تھا) اور کافروں نے اس پر قبضہ کر لیا تھا۔ اگر اس پر ان کی ملکیت باقی رہتی تو ان کو فقراء نہ کہا جاتا۔ اس لیے کہ فقیر وہ ہوتا ہے جس کی ملکیت میں مال نہ ہو۔ اس آیت کے مفہوم سے واضح ہو گیا کہ اس مال میں مہاجرین کی ملکیت ختم ہو گئی اور کافر اس کے مالک بن گئے۔ اسی لیے مہاجرین کو فقراء کہا گیا۔

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مکہ چھوڑ کر مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو مکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکان موجود تھا جس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی عقیل نے قبضہ کر لیا تھا اور وہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ وہ مکان عقیل نے بیچ دیا تھا۔ فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ مکہ میں کہاں ٹھہریں گے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عقیل نے ہمارے لیے چھوڑا ہی کیا ہے؟ اس لیے ہم خیف بنی کنانہ میں ٹھہریں گے جہاں قریش کے مختلف قبائل نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے مومن ساتھیوں کے ساتھ اور ان کے معاونین کے ساتھ بائیکاٹ کے لیے قسمیں اُٹھا کر معاہدہ کیا تھا۔ جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین سال تک شعب ابی طالب میں انتہائی مشقت کی زندگی گزارنا پڑی۔ خیف بنی کنانہ میں ٹھہرنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کا

اظہار اور مخالفین کو عبرت دلانا تھا کہ ایک وقت تھا جب مخالفین نے ایسا ظالمانہ معاہدہ کیا تھا اب اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح عطا فرمائی ہے اور تمام مخالف مغلوب ہو چکے ہیں۔ یہ بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عقیل نے ہمارے لیے چھوڑا ہی کیا ہے۔ اس روایت کے مفہوم سے واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس مکان کی ملکیت کو ختم سمجھ لیا تھا جس کو عقیل نے قبضہ کرنے کے بعد بیچ دیا تھا۔ ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اس مکان میں اپنی ملکیت کو باقی رکھتے۔ اسی طرح حضرات مہاجرین جو جائیدادیں مکہ میں چھوڑ کر گئے تھے اور ان پر مشرکین نے قبضہ کر لیا تھا۔ وہ جائیدادیں بھی حضرات مہاجرین کو فتح مکہ کے بعد واپس نہیں کی گئی تھیں جو اس بات کی دلیل ہے کہ دار حرب میں جو جائیدادیں مسلمان چھوڑ کر جائیں اور ان پر مشرکین قابض ہو جائیں تو وہ جائیدادیں مسلمانوں کی ملکیت سے نکل جاتی ہیں اور کافران کے مالک بن جاتے ہیں اور ان کے تصرفات ان جائیدادوں میں ان کا حق سمجھا جاتا ہے۔

مالِ فیٔ کا آٹھواں مصرف اور انصار کی تعریف :

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ میں الَّذِيْنَ کا عطف الْمُهٰجِرِيْنَ پر ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے مالِ فیٔ میں انصارِ مدینہ کے فقراء کا بھی حق ہے۔ تو یہاں سے مالِ فیٔ کا آٹھواں مصرف بیان کیا جا رہا ہے۔ پھر اس کے ساتھ انصارِ مدینہ کی تعریف بھی کی گئی ہے۔

تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ کی مختلف تفسیریں کی گئی ہیں۔ ایک تفسیر یہ ہے کہ یہ اصل میں ہے تَبَوَّؤا دار الهجرة و الايمان ۔ الدَّارَ اصل میں دار الهجرة اور وَالْاِيْمَانَ اصل میں دار الايمان تھا۔ دار کے مضاف الیہ

الھجرۃ کوحذف کر کے اس کی جگہ دار پر الف لام لایا گیا اور الایمان کے مضاف دار کوحذف کر دیا گیا۔ اور مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں نے مہاجرین کے آنے سے پہلے ہی دار الھجرۃ اور دار الایمان کوٹھکانا بنایا۔ انصارِ مدینہ میں نمایاں طور پر دو قبیلے اوس اور خزرج تھے۔ جن میں بعض یہودی اور بعض عیسائی تھے۔ مگر ان کی اکثریت مشرکین میں سے تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایمان کی محبت ڈالی۔ اور یہ تقریباً ایک ہزار سال سے مدینہ منورہ میں آباد تھے۔ مدینہ منورہ کے ان مسلمانوں کو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ مکہ والوں کی زیادتیوں کا پتا چلا تو انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مدینہ منورہ میں ہجرت کر جانے کی دعوت دی اور ہر قسم کی مدد کی یقین دہانی کرائی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے خلوص اور اسلامی جذبہ کو دنیا والوں کے سامنے اجاگر کرنے کے لیے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پیروکاروں کو مدینہ منورہ کی جانب ہی ہجرت کی تلقین فرمائی۔

تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ وَالْاِیْمَانَ میں واو مع کے معنٰی میں ہے اور مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ جنھوں نے ایمان کے ساتھ مدینہ کو اپنا ٹھکانا بنایا۔ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ کی تیسری تفسیر یہ کی گئی ہے کہ الایمان کا فعل محذوف ہے۔ اور یہ اصل میں ہے اخلصوا الایمان وہ لوگ جنھوں نے دارِ ہجرت کو ٹھکانا بنایا اور ایمان کو خالص کیا۔ چوتھی تفسیر یہ ہے کہ تَبَوَّؤُا کا معنٰی ہے الزموا۔ یعنی انھوں نے دارِ ہجرت اور ایمان کو لازم پکڑا اور کسی قسم کے لالچ اور خوف کو خاطر میں نہ لائے۔ پانچویں تفسیر یہ ہے تبوؤا المھاجرین والایمان الدار۔ وہ لوگ جنھوں نے مہاجرین اور اسلام کو مدینہ میں ٹھکانا دیا۔ ہر تفسیر کے مطابق انصارِ مدینہ کی فضیلت

نمایاں ہوتی ہے کہ انھوں نے ہجرت کر کے آنے والوں کو بھی جگہ دی اور عالم اسباب میں اسلام کی بقا اور حفاظت کا ذریعہ بھی بنے۔ انصارِ مدینہ کی پہلی صفت یہ بیان فرمائی کہ وہ مہاجرین اور اسلام کے ایسے معاون بنے کہ تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

انصارِ مدینہ کی دوسری صفت بیان فرمائی یُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وہ محبت کرتے ہیں ان لوگوں سے جو ہجرت کر کے آئے ان کے پاس۔ انصارِ مدینہ نے مہاجرین کے ساتھ جس قدر محبت کا مظاہرہ کیا اور اس پر عمل کر کے دکھایا یہ ان ہی کا حصہ تھا۔ اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ ان کو اپنے مال و جائیداد میں نہ صرف شریک کیا بلکہ ان کے ذمہ کا کام بھی خود کرتے اور ان کو برابر کا حصہ دیتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار اور مہاجرین کے درمیان بھائی چارا قائم کیا تو انصارِ مدینہ نے حقیقی بھائیوں سے بھی بڑھ کر اس بھائی چارے کو نبھایا۔ اور مہاجرین نے بھی اس میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی۔

انصارِ مدینہ کی تیسری صفت بیان فرمائی وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا اور مہاجرین کو جو کچھ دیا جاتا ہے اس کے بارے میں انصار اپنے دلوں میں کوئی تنگی، کوئی خواہش اور کوئی حسد نہیں پاتے۔ عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ اگر کسی کو دیا جائے اور کسی کو نہ دیا جائے تو جس کو نہ دیا جائے وہ اپنے دل میں خلش، حسد اور اس کی طلب کی خواہش پاتا ہے۔ مگر انصارِ مدینہ کے دل ایسے صاف ستھرے اور خلوص سے بھرے ہوئے تھے کہ وہ مہاجرین کو ملنے والی چیزوں کے بارے میں کوئی خواہش نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ بہت سے واقعات ایسے ہیں جہاں انصارِ مدینہ کو دیا گیا اور مہاجرین کو وقتی مصلحت کے تحت نہ دیا گیا تو انصارِ مدینہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ ہمارے مہاجر بھائیوں کو بھی دیا جائے۔

سورۃ الحشر میں بنونضیر قبیلہ کے یہودیوں کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے کہ ان کو مدینہ سے جلاوطن کیا گیا اور ان کا جو مال مسلمانوں کو ملا اس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصارِ مدینہ کے دو قبیلوں، اوس اور خزرج کے سرداروں حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما کو بلا کر فرمایا کہ مہاجرین کی مالی حالت کمزور ہے اور اب تک زیادہ تر مہاجرین کا گزر اوقات اس مال میں سے ہو رہا ہے جو تم نے ان کو دیا ہے۔ اگر یہ مال مہاجرین کو دے دیا جائے تو ان کی مالی حالت کچھ بہتر ہو جائے گی اور تمھارے اوپر ان کی کفالت کا جو بوجھ ہے وہ بھی کم ہو جائے گا۔ تو دونوں حضرات نے اپنے اپنے قبیلے کی نمائندگی کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جواب میں کہا کہ ہم اس تقسیم پر بالکل راضی ہیں اور ہم نے جو مہاجرین کو دے رکھا ہے وہ بھی واپس نہیں لیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف میں فرمایا وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ أُوتُوا اور وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہیں پاتے اس چیز کی وجہ سے جو مہاجرین کو دی گئی۔

انصارِ مدینہ کی چوتھی صفت بیان کی گئی کہ وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ اور وہ اپنے آپ پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ وہ تنگی کی حالت میں ہوں۔ انسانی مزاج میں ہے کہ وہ اپنے آپ کو ہی مقدم رکھتا ہے مگر انصارِ مدینہ نے اپنی پروا کیے بغیر دوسروں کی حاجات کا خیال رکھا۔

ایثار کا عمومی مظاہرہ :

انصار مدینہ نے عمومی ایثار کا مظاہرہ بھی فرمایا کہ اپنے سکون و آرام پر اور اپنی ضروریات و حاجات پر دوسروں کو ترجیح کی ایسی مثالیں قائم کیں کہ مہاجرین کو یہ احساس ہونے لگا کہ سارا ثواب تو انصار ہی لے گئے۔ اور اس بات کا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

سامنے کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جب تم انصارِ مدینہ کے حق میں دعائیں کرو گے تو تم بھی اجر وثواب میں ان کے ساتھ شریک ہو جاؤ گے۔

خصوصی ایثار :

بخاری شریف کتاب التفسیر وغیرہ میں ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاں مہمان آیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی ازواجِ مطہرات کے گھروں میں باری باری پیغام بھیجا کہ اگر مہمان کے کھانے کا انتظام ہو سکے تو کر دیں۔ مگر تمام گھروں سے یہی جواب آیا کہ ہمارے ہاں مہمان کے لیے کچھ بھی نہیں۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے نماز کے بعد اعلان فرمایا کہ اگر تم میں سے کسی کے ہاں مہمان کے کھانے کا انتظام ہو سکے تو وہ مہمان کو کھانا کھلا دے۔ حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ اس مہمان کو اپنے ساتھ گھر لے گئے۔ بیوی سے پوچھا کہ کھانا ہے؟ تو اس نے کہا کہ تھوڑا سا کھانا ہے جو بہ مشکل ہمارے اور ہمارے بچوں کے لیے کفایت کرے گا۔ تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے فرمایا نَوِّمِیْ صِبْیَانَكِ "اپنے بچوں کو کسی طرح سُلا دے۔" جب ہم مہمان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا شروع کریں گے تو کسی بہانے چراغ بجھا دینا تاکہ مہمان یہ سمجھے کہ ہم بھی مہمان کے ساتھ کھا رہے ہیں اور مہمان پیٹ بھر کر کھا لے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ میاں بیوی نے خود بھی اور ان کے بچوں نے بھی رات بھوک کی حالت میں گزاری اور کھانا مہمان کو کھلا دیا۔ جب صبح کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے ملاقات ہوئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمھارے اس عمل سے بہت خوش ہوا ہے اور اس نے اس پر وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ آیت کا حصہ اُتارا ہے۔ اس سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ اس کا شانِ نزول یہ واقعہ ہے۔

اس طرح کے اور بھی واقعات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پائے جاتے ہیں۔

انصارِ مدینہ کی پانچویں صفت بیان فرمائی کہ وہ اپنے نفس کے بخل سے بچائے گئے ہیں وَمَنْ يُّوقَ شُحَّ نَفْسِهٖ۔ شُحَّ کہتے ہیں حرص مع البخل ایسی لالچ جس کے ساتھ بخل بھی ملا ہوا ہو۔ اکیلی لالچ اور اکیلا بخل بہت سی قباحتوں کا باعث بن جاتے ہیں۔ تو اگر دونوں کا مجموعہ کسی میں پایا جائے تو اس کا کیا حال ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے اصول بیان فرمایا کہ جو بھی نفس کے شُحَّ سے بچایا گیا وہ کامیاب ہوگا اور یہ وصف ان میں پایا جا رہا ہے جن کا ذکر ہو رہا ہے۔

ان صفات کا نتیجہ :

اللہ تعالیٰ نے مہاجرین اور انصار کی صفات بیان کرنے کے بعد ان صفات کا نتیجہ یہ فرمایا فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ پس یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔ بخاری اور مسلم کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا انصار کے ساتھ محبت ایمان کی علامت ہے اور انصار سے بغض نفاق کی علامت ہے۔

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ
لِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا
غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝١٠ ع اَلَمْ تَرَ اِلَى
الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ
الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ
اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ
لَكٰذِبُوْنَ ۝١١ لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ ۚ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا
لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ ۚ وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ۙ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝١٢
لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ
قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ۝١٣ لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ
اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ ؕ بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ ؕ تَحْسَبُهُمْ
جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ۝١٤ ۚ
كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ ۚ وَ
لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝١٥ ۚ كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ
اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ
الْعٰلَمِيْنَ ۝١٦ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا ؕ
وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ۝١٧ ع

وَالَّذِیْنَ جَآءُوْ اور ان لوگوں کے لیے ہے جو آئے مِنْۢ بَعْدِھِمْ
ان کے بعد یَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں رَبَّنَا اے ہمارے پروردگار
اغْفِرْ لَنَا تو معاف کردے ہمیں وَلِاِخْوَانِنَا اور ہمارے اُن بھائیوں کو
الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ جو ہم سے پہلے لاچکے ہیں ایمان وَلَا تَجْعَلْ فِیْ
قُلُوْبِنَا اور نہ کر تو ہمارے دلوں میں غِلًّا کھوٹ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ہیں رَبَّنَآ اے ہمارے پروردگار
اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ بے شک تو ہی نرمی کرنے والا رحم کرنے والا ہے
اَلَمْ تَرَ کیا آپ نے دیکھا نہیں اِلَى الَّذِیْنَ ان لوگوں کی جانب
نَافَقُوْا جو منافق ہیں یَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِیْنَ
كَفَرُوْا اپنے اُن بھائیوں سے جنھوں نے کفر کیا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اہل
کتاب میں سے لَىِٕنْ اُخْرِجْتُمْ البتہ اگر تم نکالے گئے تو لَنَخْرُجَنَّ
مَعَكُمْ البتہ ضرور بہ ضرور ہم نکلیں گے تمھارے ساتھ وَلَا نُطِیْعُ فِیْكُمْ
اَحَدًا اَبَدًا اور نہیں بات مانیں گے ہم تمھارے بارے میں کسی کی کبھی بھی
وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ اور اگر تم سے لڑائی کی گئی تو لَنَنْصُرَنَّكُمْ البتہ ضرور بہ
ضرور ہم تمھاری مدد کریں گے وَاللّٰهُ یَشْهَدُ اور اللہ گواہی دیتا ہے اِنَّهُمْ
لَكٰذِبُوْنَ بے شک وہ البتہ جھوٹ بولنے والے ہیں لَىِٕنْ اُخْرِجُوْا
البتہ اگر وہ نکالے گئے تو لَا یَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ نہیں نکلیں گے وہ ان کے

ساتھ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا اور البتہ اگر ان سے لڑائی کی گئی تو لَا یَنْصُرُوْنَهُمْ
وہ ان کی مدد نہیں کریں گے وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ اور البتہ اگر اُنھوں نے مدد
کی ان کی تو لَیُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ البتہ وہ ضرور بہ ضرور بھاگ جائیں گے
ثُمَّ لَا یُنْصَرُوْنَ پھر وہ مدد نہیں کیے جائیں گے لَاَنْتُمْ اَشَدُّ البتہ تم
زیادہ سخت ہو رَهْبَةً خوف ڈالنے والے فِیْ صُدُوْرِهِمْ اُن کے
دلوں میں مِّنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی بہ نسبت ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ یہ اس وجہ سے
ہے کہ بے شک وہ قَوْمٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ ایسے لوگ ہیں جو سمجھ نہیں رکھتے
لَا یُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِیْعًا وہ نہیں لڑ سکتے تمھارے ساتھ سارے جمع ہو کر اِلَّا فِیْ
قُرًى مُّحَصَّنَةٍ مگر ایسی بستیوں میں جو قلعوں کی صورت میں بنائی گئی ہیں
اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ یا دیواروں کے پیچھے سے بَاْسُهُمْ بَیْنَهُمْ شَدِیْدٌ اُن
کی لڑائی آپس میں بہت سخت ہے تَحْسَبُهُمْ جَمِیْعًا آپ ان کو خیال
کرتے ہیں اکٹھے وَّ قُلُوْبُهُمْ شَتّٰی حالانکہ اُن کے دل متفرق ہیں
ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ یہ اس وجہ سے ہے کہ بے شک وہ قَوْمٌ لَّا یَعْقِلُوْنَ
ایسے لوگ ہیں جو عقل نہیں رکھتے كَمَثَلِ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ان یہود بنو نضیر
کی مثال ایسے ہے جیسے مثال اُن لوگوں کی جو ان سے پہلے تھے قَرِیْبًا
قریب زمانہ میں ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ اُنھوں نے چکھ لیا وبال اپنی
کرتوتوں کا وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ اور اُن کے لیے دردناک عذاب ہے

كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ ان منافقوں کی مثال ایسے ہے جیسے مثال شیطان کی اِذْقَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ جب وہ کہتا ہے انسان سے کہ کافر ہو جا فَلَمَّا كَفَرَ پس جب وہ کافر ہو جاتا ہے قَالَ اِنِّىْ بَرِىْٓءٌ مِّنْكَ تو شیطان کہتا ہے بے شک میں تجھ سے لاتعلق ہوں اِنِّىْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ بے شک میں ڈرتا ہوں اللہ سے جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ پس ہے ان دونوں کا انجام اَنَّهُمَا فِى النَّارِ کہ بے شک وہ دونوں دوزخ میں ہوں گے خَالِدَيْنِ فِيْهَا وہ دونوں اس دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے وَذٰلِكَ اور یہ (دوزخ میں ہمیشہ رہنا) جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ بدلہ ہے ظالموں کا۔

مالِ فئی کا نواں مصرف :

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ میں اَلَّذِيْنَ کا عطف پہلے مذکور اَلَّذِيْنَ تَبَوَّؤُالدَّارَ پر ہے اور اس کا عطف اَلْمُهٰجِرِيْنَ پر ہے۔ تو اس لحاظ سے معنیٰ یہ ہوگا کہ جو مہاجرین اور انصار کے بعد آنے والوں میں فقراء ہیں فئی کے مال میں ان کا بھی حق ہے۔

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ کی تفسیر دو طرح سے کی گئی ہے۔ بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ اَلْمُهٰجِرِيْنَ اور اَلَّذِيْنَ تَبَوَّؤُا میں ان مہاجرین اور انصار کا ذکر ہے جو پہلے پہل مہاجر اور انصار بنے اور اَلَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ سے مراد وہ مہاجرین اور انصار ہیں جو ان کے بعد مہاجر اور انصار بنے۔ اس تفسیر کے مطابق یہ حضرات بھی مہاجرین اور انصار ہی میں سے ہیں۔

دوسری تفسیر جس کے مطابق جمہور کا نظریہ ہے۔ وہ یہ ہے کہ اَلَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ

بَعْدِهِمْ سے مراد وہ مومن ہیں جو مہاجرین اور انصار کے بعد آئے اور یہاں سے مہاجرین اور انصار کے علاوہ تیسرے گروہ کا ذکر کیا جارہا ہے۔یعنی جو مہاجرین اور انصار کے بعد قیامت تک آنے والے مومن فقراء ہیں وہ بھی فئی کے مال کے حق دار ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں جو فتوحات حاصل کیں ان کی زمینیں بیت المال میں شامل فرمائیں صرف مجاہدین میں تقسیم نہیں فرمائیں تاکہ بعد میں آنے والے فقراء مومنین بھی اس سے فائدہ اُٹھاسکیں۔

مہاجرین اور انصار کے بعد آنے والوں کی صفات :

مہاجرین اور انصار کے بعد آنے والے جن حضرات کو مالِ فئی کا حق دار قرار دیا گیا ہے اُن کی صفات بیان کی گئی ہیں۔پہلی صفت یہ بیان فرمائی کہ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وہ کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہمیں معاف کردے۔وہ اپنی کوتاہیوں کی اپنے رب سے معافی مانگتے ہیں۔اور دوسری صفت یہ بیان فرمائی وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے اُن بھائیوں کو بھی معاف کردے جو ہم سے پہلے ایمان لاچکے ہیں۔بعد میں آنے والوں کو ایمان اور دینی احکام پہلے لوگوں بالخصوص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رہنمائی سے حاصل ہوتے ہیں۔اس لیے ان کے احسان کے بدلے میں ان کے حق میں بخشش کی دعا کرتے ہیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر کسی نے دوسرے پر احسان کیا تو جس پر احسان کیا گیا اس نے کہا جزاك الله خيرا کہ اللہ تجھے اچھا بدلہ دے۔تو اس دعا کرنے کی وجہ سے اس نے احسان کا بدلہ دے دیا۔

اور تیسری صفت بیان فرمائی کہ وہ کہتے ہیں وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور نہ ڈال تو ہمارے دلوں میں بغض، کینہ، حسد اور کھوٹ ان لوگوں کے بارے

میں جو ایمان لائے۔ ایک مومن آدمی کا دل دوسرے مومن کے بارے میں حسد وغیرہ سے صاف ستھرا ہونا چاہیے۔ بالخصوص اپنے اسلاف اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں تو ذرا برابر بھی میل دل میں نہیں ہونی چاہیے۔ اور اگر کسی کے دل میں ان کے بارے میں بغض اور حسد پایا جاتا ہے تو وہ فئی کے مال کا حق دار نہیں ہوگا۔ اسی لیے تفسیر روح المعانی اور تفسیر قرطبی وغیرہ میں وضاحت ہے کہ جو شیعہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں دل میں بغض رکھتے ہیں وہ فئی کے مال کے حق دار نہیں ہیں۔ اس لیے کہ حق دار وہ ہیں جن کے دلوں میں ایمان والوں کے بارے میں بغض اور حسد نہ ہو۔ خوارج بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں بغض رکھتے ہیں۔ ان کا بھی یہی حکم ہے۔

اور چوتھی صفت یہ بیان فرمائی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں اپنے عقیدہ ونظریہ کا یوں اظہار کرتے ہیں رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ اے ہمارے پروردگار! تو ہی نرمی کرنے والا، رحم کرنے والا ہے۔ جو شخص بھی تیرے ہاں نرمی اور رحم کے لائق ہو تو اس پر بڑی شفقت اور بہت رحم کرنے والا ہے۔

منافقین کا کردار :

جب یہود کے قبیلہ بنونضیر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مدینہ منورہ کے دیگر قبائل کے ساتھ کیے ہوئے عہد کو توڑا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو عہد شکنی کی سزا دینے کا ارادہ فرمایا اور ان کا محاصرہ کیا تو وہ ایک مضبوط قلعے میں بند ہو گئے اور باہر نکل کر مقابلہ کرنے کی ہمت اُن میں نہ رہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کو مدینہ منورہ چھوڑنے اور جلاوطنی کی پیش کش کی۔ اس دوران رئیس المنافقین عبد اللہ ابن اُبی نے بنونضیر کو پیغام بھیجا کہ تم کمزوری کا مظاہرہ نہ کرنا اور نہ ہی کوئی شرط قبول کرنا۔ اور ان کو اپنی طرف سے اور

مسلمانوں کے مخالف قبائل بالخصوص قبیلہ بنی غطفان کی جانب سے یقین دہانی کرائی کہ ہم تمھاری ہر ممکن مدد کریں گے۔ اوران سے کہا کہ اگر مسلمانوں نے تمھیں جلاوطن کیا تو ہم بھی تمھارے ساتھ مدینہ کو چھوڑ دیں گے۔ اور اگر تمھاری مسلمانوں کے ساتھ لڑائی ہوئی تو ہم ہر طرح تمھاری مدد کریں گے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا سے اسی واقعہ کو بیان کیا جارہا ہے۔ اس سے پہلے رکوع میں بھی بنونضیر کی جلاوطنی اور ان سے حاصل ہونے والے مال کا ذکر تھا۔ اور اس رکوع میں منافقین کی جانب سے بنی نضیر کو مسلمانوں کے خلاف اُکسانے اور جھوٹی تسلیوں کا ذکر ہے۔ منافقین کا کردار ہمیشہ کھلے کافروں سے بھی زیادہ خطرناک رہا ہے۔ یہ ظاہر میں مسلمانوں کی صفوں میں شامل ہو کر کافروں کے طرف دار ہی ہے۔

نَافَقُوْا سے مراد عبداللہ بن اُبی اور اس کے ساتھی ہیں يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وہ اپنے کافر بھائیوں سے کہتے ہیں مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ سے مراد بنونضیر قبیلہ کے یہودی ہیں۔ یہودیوں کو منافقین کا بھائی اس لیے کہا گیا کہ اندر سے وہ ایک ہی تھے۔ دونوں کے دلوں میں کفر اور مسلمانوں کے خلاف بغض بھرا ہوا تھا۔ منافقین نے بنونضیر کو تسلی دیتے ہوئے اور اپنی جانب سے مدد کی یقین دہانی کراتے ہوئے کہا کہ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ اگر تمھیں مدینہ سے نکالا گیا تو ہم بھی تمھارے ساتھ مدینہ سے نکل جائیں گے وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا اور تمھارے بارے میں کسی کی کبھی بھی بات نہیں مانیں گے وَاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ اور اگر تم سے لڑائی کی گئی تو ہم تمھاری مدد کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ جھوٹ بولتے ہیں۔ اس لیے یہ باتیں وہ دکھاوے

کے لیے کرتے تھے۔ حقیقت میں وہ ایسا کرنے پر تیار نہیں تھے۔ اور اللہ تعالیٰ دلوں کے راز جانتا ہے اس لیے ان کی حالت کو ظاہر فرما دیا کہ وہ جھوٹ بولتے ہیں۔ فرمایا لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا یَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ اگر بنونضیر کو مدینہ سے نکال کر جلا وطن کر دیا گیا تو منافقین اپنے گھر بار چھوڑ کر نہیں جائیں گے وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا یَنْصُرُوْنَهُمْ وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ اور اگر مسلمانوں کی ان سے لڑائی ہوئی تو یہ منافقین بنونضیر کی مدد نہیں کر سکیں گے اور اگر انھوں نے مدد کی کوشش کی تو ٹھہر نہیں سکیں گے بلکہ لَیُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے ثُمَّ لَا یُنْصَرُوْنَ۔ لَا یُنْصَرُوْنَ مجہول کا صیغہ ذکر کیا گیا ہے جس کا فاعل مذکور نہیں ہوتا۔ جب وہ مدد نہیں کیے جائیں گے تو اس سے واضح ہو گیا کہ کوئی بھی ان کی مدد نہیں کرے گا۔ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہی حق اور سچ ثابت ہوا کہ جب بنونضیر کو مدینہ سے نکالا جا رہا تھا اس وقت کوئی منافق ان کی مدد کے لیے نہ آیا۔ بلکہ منافقین اس وقت اپنے گھروں میں چھپے رہے۔

لَاَنْتُمْ میں لام کے ساتھ الف زائد ہے جو لکھنے میں آتا ہے مگر پڑھا نہیں جاتا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں رسم الخط میں اسی طرح تھا اور لام تاکید کے لیے ہے۔

مسلمانوں کا رعب منافقوں کے دلوں میں :

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ تمھارا خوف ان منافقین کے دلوں میں اللہ کے خوف سے بھی زیادہ ہے یہ اللہ تعالیٰ سے اتنا نہیں ڈرتے جتنا تم سے ڈرتے ہیں۔ اگر یہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تو منافقت نہ کرتے بلکہ سچے مومن ہوتے۔ اور تم سے ڈر کر انھوں نے اپنے آپ کو مسلمانوں کی صف میں شامل کر رکھا ہے ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ اور یہی ان

کی بے سمجھی کی دلیل ہے۔ اگر اُن میں سمجھ بوجھ ہوتی تو ایسا نہ کرتے۔

مخالفینِ اسلام کی کمزوری :

لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا سے اللہ تعالیٰ نے مخالفینِ اسلام خواہ وہ منافق ہوں یا کھلے کافر، ان کی کمزوری کو ظاہر فرمایا ہے کہ اے مسلمانو! یہ سارے اکٹھے ہو کر بھی تمھارے ساتھ نہیں لڑ سکتے اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ مگر ایسی بستیوں میں تمھارا مقابلہ کرتے ہیں جو بستیاں قلعوں کی طرح محفوظ بنائی گئی ہیں اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ یا دیواروں کے پیچھے سے چھپ کر لڑتے ہیں۔ سامنے آکر لڑنا ان کے بس کی بات نہیں۔ آج بھی مخالفینِ اسلام لڑاکا طیاروں اور میزائلوں کے ساتھ لڑتے ہیں۔ مسلمانوں کے ساتھ آمنے سامنے لڑنے کی ہمت اُن میں نہیں ہے۔ اس لیے اُنھوں نے یہ مہلک ہتھیار تیار کیے ہیں۔

بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ منافقیں اور یہود کے درمیان لڑائیاں بڑی سخت ہیں تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى آپ ان کے بارے میں خیال کرتے ہیں کہ یہ اکٹھے ہیں حالانکہ ان کے دل آپس میں مختلف ہیں۔ یہی حال آج کے دور میں امریکہ، روس، چین، فرانس اور برطانیہ وغیرہ کا ہے کہ وہ مسلمانوں کے خلاف سب جمع ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ اُن کی آپس کی لڑائیاں اتنی سخت ہیں کہ ایک دوسرے کے وجود کو بھی تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں۔ اسی لیے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا الکفر ملة واحدة "مسلمانوں کے خلاف تمام کافر ایک ہی جماعت ہیں۔" اس لیے مسلمانوں کو اپنی اجتماعیت قائم کرنے اور قائم رکھنے کی سخت ضرورت ہے۔ منافقوں اور کافروں کا مسلمانوں کے خلاف یہ انداز اس وجہ سے ہے ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ اس

وجہ سے ہے کہ بے شک یہ بے عقل لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو ایسے لوگوں کو بے عقل فرمایا ہے مگر غافل مسلمان ایسے لوگوں کو بڑے عقل مند ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ دنیاوی لحاظ سے عجیب قسم کی اشیاء ایجاد کرنا عقل مندی نہیں بلکہ یہ فن کاری ہے۔ چھوٹے چھوٹے پرندے بھی اپنے گھونسلے بنانے میں اپنی ایسی فن کاری کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ انسان دنگ رہ جاتا ہے۔ اگر ان عجیب اشیاء کی ایجاد کو عقل مندی قرار بھی دیا جائے تو ان پر عقل مندی کا اطلاق ثانوی درجے میں ہوگا اس لیے کہ اصل عقل مندی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توحید کو مانا جائے اور حق کے راستے کا اتباع کیا جائے۔

دومثالیں :

اللہ تعالیٰ نے یہاں دومثالیں بیان فرمائی۔ ایک یہود ~~بنونضیر کی اور~~ دوسری منافقین کی۔ پہلی مثال میں فرمایا کہ كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا یہود بنونضیر کی مثال ان لوگوں جیسی ہے جو قریب زمانہ میں ان سے پہلے تھے ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ جنھوں نے اپنی کرتوتوں کی سزا چکھی۔

مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا کی دو تفسیریں کی گئی ہیں۔ ایک تفسیر یہ ہے کہ ان سے مراد بنو قینقاع قبیلہ کے یہودی ہیں۔ جنھوں نے معاہدہ کی غداری کی تو ان کو جلاوطن کر دیا گیا۔ اسی طرح بنونضیر نے عہد شکنی کی تو ان کو بھی جلاوطن کر دیا گیا۔ اور دوسری تفسیر یہ کی گئی ہے کہ ان سے مراد وہ مشرکین ہیں جو بڑی تیاری اور ناز و نخرہ کے ساتھ کھیل کود اور شراب کے مٹکے اور گانے والی عورتوں کو لے کر بدر میں شریک ہوئے تھے مگر ان کا انجام قیامت تک کے لیے عبرت کا باعث بن گیا۔ اسی طرح بنونضیر اپنے باغات تجارت اور قبائل سے روابط کی وجہ سے اور منافقین کے اُکسانے کی وجہ سے اترانے لگے اور مسلمانوں کے

خلاف لڑائی پر آمادہ ہو گئے۔ مگر اُن کا انجام ذلت و رسوائی اور جلاوطنی کی صورت میں بعد والوں کے لیے عبرت کا باعث بن گیا۔

دوسری مثال میں منافقین کے کردار کو شیطان کے کردار جیسا قرار دیا گیا کہ منافقین نے بنونضیر کو خوب اُکسایا اور لڑائی پر آمادہ کیا۔ مگر جب لڑائی کی نوبت آئی تو ان کو چھوڑ کر گھروں میں چھپ کر بیٹھ گئے جیسے شیطان کسی آدمی کے پیچھے پڑ جاتا ہے اور طرح طرح کے انداز اختیار کر کے اس کو کفر پر آمادہ کرتا ہے۔ جب انسان کفر اختیار کر لیتا ہے تو یہ کہہ کر علیحدہ ہو جاتا ہے کہ میں تیری کارروائی سے لاتعلق ہوں۔ میں تو رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ فرمایا کَمَثَلِ الشَّیْطٰنِ ان منافقوں کی مثال ایسے ہے جیسے مثال شیطان کی اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اکْفُرْ جب وہ کہتا ہے انسان سے کہ کافر ہو جا فَلَمَّا کَفَرَ پس جب وہ کافر ہو جاتا ہے قَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْكَ تو شیطان کہتا ہے بے شک میں تجھ سے لاتعلق ہوں اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ بے شک میں ڈرتا ہوں اللہ سے جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے۔

اس آیت میں لِلْاِنْسَانِ سے مراد ہر وہ شخص ہوسکتا ہے جو شیطانی جال میں پھنس کر کفر اختیار کر لیتا ہے۔ اور اس سے مراد خصوصیت کے ساتھ ابوجہل بھی ہوسکتا ہے کہ بدر کے موقع پر میدان میں لڑائی سے پہلے ابلیس بنو کنانہ کے سردار سراقہ بن مالک کی شکل میں آیا اور ابوجہل کو خوب لڑائی پر اُکسایا اور مدد کی یقین دہانی کرائی۔ مگر جب ابلیس نے آسمان سے فرشتے اُترتے دیکھے تو ابوجہل کے ہاتھ سے ہاتھ چھڑا کر بھاگ گیا اور کہنے لگا میں تم سے لاتعلق ہوں۔ میں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔ اس واقعہ کے پیش نظر بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس آیت میں لِلْاِنْسَانِ سے مراد ابوجہل ہے۔ اور بعض نے پہلی

امتوں میں سے ایک نہایت عبادت گزار شخص برصیصا کا ذکر کیا ہے جس کو شیطان نے گمراہی میں ڈال دیا تھا۔

خداخوفی کا زبانی دعویٰ :

کچھ لوگ کفروشرک اور بداعمالیوں پر اصرار کے باوجود زبان سے کہتے رہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ حالانکہ ان کا دعویٰ بالکل غلط ہے اس لیے کہ اگر حقیقت میں ان کے دلوں میں خداخوفی ہوتی تو اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والے عقائد واعمال چھوڑ دیتے۔ صرف زبان سے خداخوفی کا اظہار تو ابلیس بھی کرتا ہے۔ اور قرآن کریم میں دو جگہ مذکور ہے کہ ابلیس نے دعویٰ کیا اِنِّیٓ اَخَافُ اللّٰہَ کہ میں بے شک اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔

ابلیس اور اس کے پیروکار کافروں کا انجام :

اللہ تعالیٰ نے جہنم کو اصل میں کافروں اور مشرکوں کے لیے پیدا کیا ہے۔ گناہ گار مسلمان اپنی اپنی سزا بھگتنے کے بعد جہنم سے نکال لیے جائیں گے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے ابلیس اور اس کے اُکسانے پر کفر اختیار کرنے والوں کے بارے میں فرمایا کہ فَکَانَ عَاقِبَتَہُمَآ اَنَّہُمَا فِی النَّارِ خَالِدَیْنِ فِیْہَا کہ ان کا انجام یہ ہوگا کہ بے شک وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے کبھی اُن کو وہاں سے نکالا نہیں جائے گا۔

وَذٰلِکَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ ۔ اور جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہنا ظالموں کی سزا ہے۔ اور اصل ظالم کافر ہی ہیں اسی لیے اُن کے بارے میں فرمایا گیا وَالْکٰفِرُوْنَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ [البقرہ: ۲۵۴] "اور کافر ہی ظالم ہیں۔" اور شرک کو ظلم

عظیم قرار دیا گیا ہے اِنَّ الشِّرۡكَ لَظُلۡمٌ عَظِيمٌ [لقمان: ۱۳] ”بے شک شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے۔“ جب جہنم میں ہمیشہ رہنا ظالموں کی سزا ہے تو کافر اور مشرک ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے کبھی نکالے نہیں جائیں گے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ
وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ
بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝۱۸ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ
اَنْفُسَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۱۹ لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ
وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ؕ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝۲۰ لَوْ اَنْزَلْنَا
هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ
اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝۲۱
هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ
الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝۲۲ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ
الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ
سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝۲۳ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ
الْحُسْنٰى ؕ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۲۴

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اے ایمان والو اتَّقُوا اللّٰهَ ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ
سے وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ اور چاہیے کہ دیکھے ہر آدمی مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ اس
چیز کو جو اس نے آگے بھیجی کل کے لیے وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور ڈرتے رہو اللہ سے
اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بے شک اللہ تعالیٰ خبر رکھنے والا ہے بِمَا تَعْمَلُوْنَ اُن
کاموں کی جو تم کرتے ہو وَلَا تَكُوْنُوْا اور نہ ہو جاؤ تم كَالَّذِيْنَ اُن
لوگوں کی طرح نَسُوا اللّٰهَ کہ بھلا دیا اُنھوں نے اللہ کو فَاَنْسٰىهُمْ

اَنۡفُسَهُمۡ تو بھلا دیا اس نے ان کو اپنا آپ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ
یہی لوگ ہیں جو نافرمان ہیں لَا يَسۡتَوِىۡٓ نہیں برابر ہو سکتے اَصۡحٰبُ
النَّارِ دوزخ والے وَاَصۡحٰبُ الۡجَنَّةِ اور جنت والے اَصۡحٰبُ الۡجَنَّةِ
جنت والے هُمُ الۡفَآئِزُوۡنَ وہی کامیاب ہونے والے ہیں لَوۡ اَنۡزَلۡنَا
اگر ہم اُتارتے هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ اس قرآن کریم کو عَلٰى جَبَلٍ کسی پہاڑ پر
لَّرَاَيۡتَهٗ البتہ آپ دیکھتے اس کو خَاشِعًا ، جھکنے والا مُّتَصَدِّعًا
ٹکڑے ٹکڑے ہونے والا مِّنۡ خَشۡيَةِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے خوف سے وَتِلۡكَ
الۡاَمۡثَالُ اور یہ جو مثالیں ہیں نَضۡرِبُهَا لِلنَّاسِ ہم ان کو بیان کرتے ہیں
لوگوں کے لیے لَعَلَّهُمۡ يَتَفَكَّرُوۡنَ تاکہ وہ غوروفکر کریں هُوَ اللّٰهُ
وہی اللہ ہے الَّذِىۡ وہ ذات لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ کہ نہیں کوئی معبود اس کے
سوا عٰلِمُ الۡغَيۡبِ وَالشَّهَادَةِ جاننے والا ہے پوشیدہ اور ظاہر کو هُوَ
الرَّحۡمٰنُ الرَّحِيۡمُ وہ نہایت مہربان رحم کرنے والا ہے هُوَ اللّٰهُ وہی
اللہ ہے الَّذِىۡ وہ ذات لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ کہ نہیں کوئی معبود سوائے اس
کے اَلۡمَلِكُ وہ بادشاہ ہے الۡقُدُّوۡسُ وہ پاک ذات ہے
السَّلٰمُ وہ سلامتی والا ہے الۡمُؤۡمِنُ وہ امن دینے والا ہے الۡمُهَيۡمِنُ
وہ محافظ ہے الۡعَزِيۡزُ وہ غالب ہے الۡجَبَّارُ وہ برائیوں کی اصلاح
کرنے والا ہے الۡمُتَكَبِّرُ وہ بڑائی والا ہے سُبۡحٰنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ

پاک اور منزہ ہے عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ان چیزوں سے جن کو وہ لوگ شریک بناتے ہیں هُوَ اللّٰهُ وہ اللہ ہے الْخَالِقُ جو پیدا کرنے والا ہے الْبَارِئُ بنانے والا ہے الْمُصَوِّرُ تصویر بنانے والا ہے لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى اس کے لیے نام ہیں بہت ہی اچھے یُسَبِّحُ لَهٗ تسبیح بیان کرتی ہیں اس کی مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وہ چیزیں جو آسمانوں میں اور زمین میں ہیں وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ اور وہی بڑی قوت والا حکمت والا ہے۔

ایمان والوں کو تقویٰ کی تلقین :

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ابلیس اور اس کے پیروکاروں کا انجام بیان فرمایا کہ وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور یہ بھی بیان ہوا کہ ابلیس خود بھی کافر ہے اور لوگوں کو بھی کافر بنانے کی جدوجہد کرتا ہے۔ اور زبان سے اللہ سے ڈرنے کا دعویٰ کرتا ہے مگر حقیقت میں اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا۔ اب یہاں ایمان والوں کو تلقین کی جارہی ہے کہ تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور آخرت کی فکر کرو۔ فرمایا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ اے ایمان والو! ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ سے وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ اور چاہیے کہ دیکھے ہر آدمی اس چیز کو جو اس نے آگے بھیجی کل کے لیے وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ سے ڈرتے رہو

اس آیت میں دو دفعہ اتَّقُوا اللّٰهَ فرمایا گیا ہے۔ مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے اس کی کئی وجوہات بیان فرمائی ہیں۔ ایک وجہ یہ بیان کی کہ پہلے اتَّقُوا اللّٰهَ سے مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اس کے احکام کی پابندی کرو۔ اور دوسری دفعہ اتَّقُوا اللّٰهَ سے

مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اس کی نافرمانی والے اعمال سے بچو۔ اور ایک وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ پہلی دفعہ اتَّقُوا اللّٰهَ سے تمام ایمان والوں کو تقوے کا حکم دیا گیا ہے۔ تو یہ تقویٰ عام ہے۔ اور دوسری دفعہ اتَّقُوا اللّٰهَ میں خطاب خاص لوگوں کو ہے کہ نیک اعمال کی کوشش اور بُرے اعمال سے بچنے کی کوشش تو سارے مسلمان کرتے ہیں تم صغیرہ گناہوں سے بھی بچنے کی کوشش کرو۔

اور ایک وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ پہلی دفعہ اتَّقُوا اللّٰهَ سے مقصد یہ ہے کہ احکام شرع کی پابندی کرو، نیک اعمال کرو۔ اور دوسرے بُرے اعمال سے بچو۔ اور دوسری دفعہ اتَّقُوا اللّٰهَ سے مقصد یہ ہے کہ ان اعمال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے شرعی حدود کی پابندی اور خلوص نیت اور للّٰہیت کے ساتھ ان اعمال کو ادا کرو۔

غَد کا معنیٰ :

اگلے دن کو غد کہا جاتا ہے۔ اسی لیے فرض اور واجب روزے کے لیے فجر کے طلوع ہونے سے پہلے رات کو روزے کی نیت کرنا ضروری ہے۔ رات کو نیت کی جاتی ہے کہ اس رات کے بعد جو دن طلوع ہونے والا ہے اس دن کے روزے کی نیت کرتا ہوں۔ قیامت کے دن کو غد اس لیے کہا جاتا ہے کہ دنیا کی ساری عمر ایک دن اور اس کے بعد قیامت کا دن آئے گا جو اس دنیا کے دن سے اگلا دن ہوگا۔ اور اگلے دن کی تخصیص کیے بغیر آگے آنے والے وقت کو بھی غد کہا جاتا ہے۔ اور یہاں یہی مراد ہے کہ آگے جو خاص دن آرہا ہے جس میں حساب کتاب ہوگا اس کے بارے میں غور وفکر کرو کہ اس دن

کے لیے تم نے کیا آگے بھیجا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو خبردار کیا کہ یہ مت سمجھو کہ اللہ تعالیٰ تمھارے اعمال اوران کی کیفیت سے بے خبر ہے بلکہ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بے شک اللہ تعالیٰ خبر رکھتا ہے ان کاموں کی جو تم کرتے ہو۔ تمھارے اعمال اور اعمال کی کیفیت سب کچھ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اوراس کے مطابق تمھیں بدلا دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کو بھولنے کا انجام :

جو لوگ اللہ تعالیٰ کو اوراس کے ذکر کو بھول جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُن پر ایسی حالت طاری کردیتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو بھی بھول جاتے ہیں۔ وہ دنیا کی طلب میں ایسے غافل ہوجاتے ہیں کہ ان کو اپنے آرام وسکون اور بروقت کھانے کی سوچ بھی نہیں رہتی۔ وہ اپنی بھلائی سے غافل اور دوسروں کے کاموں میں مصروف ہوجاتے ہیں۔ بالخصوص اپنے مستقبل یعنی آخرت کے معاملہ میں ان کو ذرا بھی توجہ نہیں رہتی۔ یہ اللہ تعالیٰ کو اوراس کے ذکر کو بھول جانے کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے ایمان والے بندوں سے فرمایا وَلَا تَکُوۡنُوۡا کَالَّذِیۡنَ نَسُوا اللّٰہَ اور تم نہ ہوجاؤ اُن لوگوں کی طرح جنھوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلایا فَاَنۡسٰہُمۡ اَنۡفُسَہُمۡ تو اللہ تعالیٰ نے اُن کی ایسی حالت کردی کہ وہ اپنے آپ کو بھی بھول گئے اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ یہی لوگ ہیں جو نافرمان ہیں۔

کامیاب اور ناکام لوگ برابر نہیں ہیں :

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نیک لوگوں کو جنت میں اور بُرے لوگوں کو دوزخ میں داخل کیا جائے گا۔ جنت میں جانے والے اور دوزخ میں جانے والے برابر نہیں ہیں بلکہ جنت میں جانے والے ہی کامیاب ہوں گے۔ فرمایا لَا یَسۡتَوِیۡۤ نہیں برابر ہو سکتے

اَصۡحٰبُ النَّارِ دوزخ میں جانے والے وَاَصۡحٰبُ الۡجَنَّةِ اور جنت میں جانے والے اَصۡحٰبُ الۡجَنَّةِ هُمُ الۡفَآىِٕزُوۡنَ جنت میں جانے والے ہی کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔ کہ ان کو دنیا میں کیے گئے اعمال کا اچھا بدلہ ملے گا اور وہ ہمیشہ آرام وسکون سے جنت میں رہیں گے۔

قرآن کریم کی اطاعت کی ترغیب :

قرآن کریم ہی میں کئی مقامات میں فرمایا گیا کہ قرآن کریم تمھاری ہدایت کے لیے اُتارا گیا ہے۔ اس کو مضبوطی سے پکڑو اور اس کی نافرمانی سے بچو۔ اور اس آیت کریمہ لَوۡ اَنۡزَلۡنَا هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ میں بھی قرآن کریم کی عظمت اور اس کی اطاعت کی ترغیب کو بیان کیا گیا ہے۔ فرمایا لَوۡ اَنۡزَلۡنَا هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيۡتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنۡ خَشۡيَةِ اللّٰهِ اگر اس قرآن کریم کو ہم کسی پہاڑ پر اُتارتے تو یقیناً وہ اس کی عظمت کو برداشت نہ کرسکتا اور اس کے خوف سے لرز کر ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی حالت یہ بیان فرمائی کہ قرآن کریم کی تلاوت سن کر تَقۡشَعِرُّ مِنۡهُ جُلُوۡدُ الَّذِيۡنَ يَخۡشَوۡنَ رَبَّهُمۡ [الزمر: ۲۳] ” جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اُن کے تو رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔“ مگر جن لوگوں کو قرآن کریم کی عظمت کا خیال نہیں خواہ وہ کافر ہوں یا منافق ان کے دل تو ایسے سخت ہوگئے جیسے وہ پتھروں سے بھی زیادہ سخت ہوں، قساوتِ قلبی انسان کو تباہ کرنے والے اخلاق میں سے ہے۔

مثالیں بیان کرنے کی حکمت :

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مثالیں بھی بیان فرما کر اپنے بندوں کو سمجھایا ہے۔ یہ مثالیں عبرت کے لیے بیان کی گئی ہیں۔ اور اس لیے بیان کی گئی ہیں تاکہ لوگ غور وفکر

کریں۔ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ اور یہ جو مثالیں ہیں نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ان کو ہم لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ تاکہ وہ غور وفکر کریں۔

اللہ تعالیٰ کی عظمت اور شان :

اس سے پہلی آیت لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی عظمت کو بیان فرمایا۔ اب اپنی ذات کی عظمت اور شان کو بیان فرمایا کہ قرآن کریم کو اُتارنے والی ذات بہت ہی عظمت اور شان والی ہے۔

مخلوق کو پیدا کرنے والا اللہ ہے :

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ جس ذات نے ساری کائنات کو پیدا کیا وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ اُس ذات کا نام ہے جو واجب الوجود ہے۔ یعنی اپنے وجود میں کسی کا محتاج نہیں ہے۔ تمام تعریفات کے لائق صفات اُس میں پائی جاتی ہیں اور عیب والی ہر صفت سے پاک اور منزہ ہے اور وہی عبادت کے لائق ہے۔ اللہ تعالیٰ کے مشہور ننانوے صفاتی نام ہیں۔ ہر نام اس کی صفت کو اُجاگر کرتا ہے۔ ترمذی شریف کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں جس نے وہ نام ذکر کر کے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو رد نہیں کرتا بلکہ قبول کرتا ہے۔ ان مشہور ننانوے ناموں کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ کے بے شمار نام ہیں۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ کے بعض صفاتی نام ذکر کیے گئے ہیں۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اس کے سِوا کوئی معبود نہیں۔ وہی عبادت کے لائق ہے اس لیے کہ معبود کی جو صفات ہو سکتی ہیں وہ صرف اسی میں پائی جاتی ہیں کسی اور میں نہیں پائی جاتیں۔ معبود وہ ہو سکتا ہے جو کسی معاملہ میں کسی کا محتاج نہ ہو بلکہ سب اس کے محتاج ہوں۔

عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ وہ غیب اور حاضر سب کو جاننے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ اس لیے مفسرین کریم نے فرمایا کہ عالم الغیب سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان چیزوں کو بھی جانتا ہے جو مخلوق سے پوشیدہ ہیں یعنی عالم ارواح، عالم برزخ اور عالم حشر۔ اور جنت دوزخ میں جو ہو رہا ہے یا ہوگا جو مخلوق پوشیدہ ہے اللہ تعالیٰ اس کو بھی جانتا ہے اور وَ الشَّهَادَةِ سے مراد یہ ہے کہ جو مخلوق کے سامنے حاضر ہے۔ یعنی اس دنیا میں پائی جانے والی ہر چیز کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اور الْغَیْبِ سے مراد دماغ میں سوچ اور دل میں پائے جانے والے خیالات جو مخلوق سے پوشیدہ ہیں۔ اور الشَّهَادَةِ سے مراد مخلوق کے ظاہری افعال و اقوال ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو جانتا ہے۔ علمائے امت نے فرمایا ہے کہ علم غیب خاصہ خداوندی ہے۔ یہ صفت اسی کے ساتھ مختص ہے۔

هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ وہ بہت مہربان رحم کرنے والی ذات ہے۔ دنیا و آخرت کی تمام نعمتیں اس کی ان صفات کا نتیجہ ہیں۔ دنیا کی نعمتیں اپنی ساری مخلوق کو اور آخرت کی نعمتیں اپنے فرماں بردار ایمان والوں کو عطا کرنے والا ہے۔ اَلْمَلِكُ وہ بادشاہ ہے اور بادشاہی اس کی صفت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر ساری دنیا میری نافرمان ہو جائے ایک بھی میری بات ماننے والا نہ ہو تب بھی میری بادشاہی میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اور اگر ساری مخلوق فرماں بردار ہو جائے ایک بھی نافرمان نہ رہے تب بھی میری بادشاہی میں ایک ذرہ کا اضافہ نہیں ہوتا۔ مخلوق مانے یا نہ مانے وہ اَلْمَلِكُ ہے یہ اس کی صفت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی صفات اس کی ذات کی طرح ازلی اور ابدی ہیں۔

اَلْقُدُّوْسُ وہ ذات ہر قسم کے عیب اور نقص سے پاک ہے اَلسَّلٰمُ وہ سلامتی والا ہے۔خود بھی قائم و دائم ہے اور دوسروں کو قائم و دائم رکھنے والا ہے۔خود بھی نقائص اور عیوب سے محفوظ ہے اور دوسروں کو بھی سلامتی عطا کرنے والا ہے۔ اَلْمُؤْمِنُ وہ امن دینے والا ہے۔وہی چیز امن پاسکتی ہے جس کو اللہ تعالیٰ امن دے۔اور مومن کا معنیٰ تصدیق کرنے والا بھی ہے۔اور اللہ تعالیٰ ہر ایمان والے کے ایمان کی تصدیق کرتا ہے۔ اَلْمُهَيْمِنُ کا معنیٰ محافظ اور نگہبان۔اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا محافظ ہے۔پہلے یہ بات گزر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے فرمایا قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَ النَّهَارِ "آپ ان لوگوں سے پوچھیں کہ رات اور دن میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کون تمھاری حفاظت کرتا ہے۔" اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی کسی کا محافظ نہیں ہے۔

اَلْعَزِيْزُ وہ غالب ہے۔کوئی اس کے سامنے دم نہیں مار سکتا۔وہ قوت والا ہے اس کی قوت کے سامنے کسی کی قوت کام نہیں دے سکتی۔وہ کمال قدرتوں والا ہے جس نے مخلوق کو پیدا کر کے اپنی قدرت کے کمالات کو ظاہر فرمایا ہے۔ اَلْجَبَّارُ جبر کا معنیٰ تلافی۔ اللہ تعالیٰ تلافی کرنے والا ہے یعنی لوگوں کی توبہ قبول کرنے والا ہے۔جبر کا معنیٰ غلبہ پانا۔ اللہ تعالیٰ ہی کا غلبہ اور تسلط ہے ہر چیز پر۔کوئی چیز اس کے تسلط سے باہر نہیں ہے۔ اَلْمُتَكَبِّرُ وہ بڑائی والا ہے۔جتنی بڑائی اس کی ہے اتنی بڑائی کسی اور کی نہیں ہوسکتی۔اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے اَلْكِبْرِيَاءُ رِدَائِيْ "بڑائی میری چادر ہے۔" یہ بڑائی اسی کی شان کے لائق ہے اسی لیے اس نے مخلوق کو حکم دیا کہ میری بڑائی بیان کریں۔

سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ یہودیوں،عیسائیوں اور دیگر بت پرستوں نے جو

اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بنا رکھے ہیں اللہ تعالیٰ ان میں ہر ایک کی شرکت سے پاک اور منزہ ہے۔اس کو کسی شریک کی ضرورت نہیں ۔وہ اپنی ذات اور صفات کے لحاظ سے وحدہٗ لاشریک ہے۔

هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ وہ اللہ تعالیٰ خالق ہے یعنی مخلوق کو پیدا کرنے والا ہے۔ الْبَارِئُ وہ بنانے والا ہے۔مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ خالق کا معنیٰ ہے مادہ پیدا کرنے والا۔اور باری کا معنیٰ ہے مادہ سے مختلف اجناس اور مختلف اشکال کو مخلوقات بنانے والا۔ الْمُصَوِّرُ وہ صورتیں بنانے والا ہے۔اسی نے ہر مخلوق کی صورت بنائی اور ماں کے رحم میں بچے کی صورت وہی بناتا ہے۔اس دنیا میں جان دار چیزوں کی تصویریں بنانا مخلوق کے لیے ناجائز ہیں۔غیر جان دار چیزوں کی تصویریں بنانا جائز ہے۔

لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى اسی کے اچھے اچھے نام ہیں۔اس کے ہر نام میں جو صفت بیان کی گئی ہے ہر صفت میں اس کی کمالِ قدرت کا اظہار ہے۔ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اسی کی تسبیح بیان کرتی ہے۔کائنات کی ہر چیز خواہ وہ جان دار ہو یا غیر جان دار، ہر چیز اپنے حال کے مناسب اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے اگرچہ کسی کو اس کی تسبیح سمجھ نہ آئے۔مگر اللہ تعالیٰ اس کی تسبیح کو جانتا ہے وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ اور وہی غالب حکمت والا ہے۔

اس سورت کی ابتداء بھی اسی سے ہوئی کہ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے اور وہی غالب حکمت ہے۔اور اس سورت کا اختتام بھی انہی کلمات سے ہو رہا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے صبح کو یا شام کو سورۃ الحشر کی آخری تین آیات پڑھیں تو صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک اللہ تعالیٰ اس کے لیے ستر ہزار

فرشتے مقرر کر دیتا ہے جو اس کے لیے دعائیں کرتے رہتے ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تفسیر

سُورَۃُ المُمۡتَحَنَۃ

(مکمل)

جلد ۲۰

ایاتها ۱۳ | ۶۰ سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَةِ مَدَنِيَّةٌ ۹۱ | رکوعاتها ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ
تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ
يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ؕ اِنْ
كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ
تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۖۗ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَاۤ اَخْفَيْتُمْ وَمَاۤ
اَعْلَنْتُمْ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۝۱
اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوْۤا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ
وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ۝۲ لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ
وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ ۛۚ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۛۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا
تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝۳ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ
وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا
تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۫ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ
الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗۤ اِلَّا
قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَاۤ اَمْلِكُ لَكَ
مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ
الْمَصِيْرُ ۝۴

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو لَا تَتَّخِذُوۡا نہ بناؤ عَدُوِّیۡ میرے دشمن کو وَعَدُوَّکُمۡ اَوۡلِیَآءَ اور اپنے دشمن کو دوست تُلۡقُوۡنَ اِلَیۡهِمۡ بھیجتے ہو تم اُن کی طرف بِالۡمَوَدَّةِ دوستی کا پیغام وَقَدۡ کَفَرُوۡا حالانکہ اُنھوں نے کفر کیا ہے بِمَا اُس چیز کا جَآءَکُمۡ جو آئی ہے تمھارے پاس مِّنَ الۡحَقِّ حق سے یُخۡرِجُوۡنَ الرَّسُوۡلَ نکالا ہے اُنھوں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو وَاِیَّاکُمۡ اور تمھیں بھی اَنۡ اس وجہ سے تُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ کہ تم ایمان لائے ہو اللہ تعالیٰ پر رَبِّکُمۡ جو رب ہے تمھارا اِنۡ کُنۡتُمۡ خَرَجۡتُمۡ اگر تم نکلے ہو جِهَادًا جہاد کرنے کے لیے فِیۡ سَبِیۡلِیۡ میرے راستے میں وَابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِیۡ اور میری رضا تلاش کرنے کے لیے تُسِرُّوۡنَ اِلَیۡهِمۡ پوشیدہ طور پر تم بھیجتے ہو اُن کی طرف بِالۡمَوَدَّةِ دوستی کا پیغام وَاَنَا اَعۡلَمُ حالانکہ میں جانتا ہوں بِمَآ اُس چیز کو اَخۡفَیۡتُمۡ جس کو تم چھپاتے ہو وَمَآ اور اُس چیز کو اَعۡلَنۡتُمۡ جس کو تم ظاہر کرتے ہو وَمَنۡ یَّفۡعَلۡهُ اور جو شخص ایسا کام کرے گا مِنۡکُمۡ تم میں سے فَقَدۡ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیۡلِ پس تحقیق وہ بہک گیا سیدھے راستے سے اِنۡ یَّثۡقَفُوۡکُمۡ اگر وہ قابو پالیں تم پر یَکُوۡنُوۡا لَکُمۡ ہوں گے وہ تمھارے اَعۡدَآءً دشمن وَّیَبۡسُطُوۡٓا اِلَیۡکُمۡ اور پھیلائیں تمھاری طرف اَیۡدِیَهُمۡ اپنے ہاتھ وَاَلۡسِنَتَهُمۡ

اوراپنی زبانیں بِالسُّوْٓءِ برائی کے ساتھ وَوَدُّوْا اوروہ چاہتے ہیں لَوْتَكْفُرُوْنَ کہ تم کافر ہوجاؤ لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ ہرگز نہیں نفع دیں گے تمھیں تمھارے رشتے وَلَآ اَوْلَادُكُمْ اورنہ تمھاری اولاد یَوْمَ الْقِیٰمَةِ قیامت کے دن یَفْصِلُ بَیْنَكُمْ فیصلہ کرے گا اللہ تعالیٰ تمھارے درمیان وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہودیکھتا ہے قَدْ كَانَتْ لَكُمْ تحقیق ہے تمھارے لیے اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ اچھا نمونہ فِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ ابراہیم علیہ السلام میں وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ اوراُن میں جواُن کے ساتھ تھے اِذْ قَالُوْا جب کہا اُنھوں نے لِقَوْمِهِمْ اپنی قوم سے اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ بے شک ہم بیزار ہیں تم سے وَمِمَّا اوراُن سے تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ جن کی تم عبادت کرتے ہواللہ تعالیٰ کے سوا كَفَرْنَا بِكُمْ ہم منکر ہیں تمھارے وَبَدَا بَیْنَنَا وَبَیْنَكُمُ اورظاہر ہوگئی ہمارے اورتمھارے درمیان الْعَدَاوَةُ عداوت وَالْبَغْضَآءُ اور بیر (دشمنی) اَبَدًا ہمیشہ کے لیے حَتّٰى تُؤْمِنُوْا یہاں تک کہ تم ایمان لاؤ بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ اللہ تعالیٰ پر جو اکیلا ہے اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِیْمَ سوائے ابراہیم علیہ السلام کی ایک بات کے لِاَبِیْهِ جواُنھوں نے اپنے باپ کے لیے کہی تھی لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ میں ضرور بخشش طلب کروں گا آپ کے لیے وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ اور میں نہیں ہوں مالک آپ کے لیے مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ

اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی شے کا رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا اے ہمارے رب ہم آپ پر بھروسا کرتے ہیں وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا اور آپ کی طرف رجوع کرتے ہیں وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ اور آپ کی طرف ہی ہے لوٹنا۔

وجہ تسمیہ وتعارف سورۃ :

اس سورت کا نام سورۃ الممتحنہ ہے۔ اس کا مصدر امتحان ہے۔ اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں سے امتحان لینے کا حکم دیا ہے جو مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئیں۔ اس لیے اس کا نام ممتحنہ ہے۔ یعنی وہ سورۃ جس میں امتحان لینے کا حکم دیا گیا ہے۔ نزول کے اعتبار سے اس کا نمبر اکیانوے [۹۱] ہے۔ اس سے قبل نوے [۹۰] سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ یہ سورۃ مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔ اس کے دو رکوع اور تیرہ آیتیں ہیں۔ اس سے پہلی سورۃ میں یہود اور منافقین سے لڑائی کا ذکر تھا اور اس سورۃ میں تمام کافروں سے دوستی کرنا منع فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ نہ بناؤ میرے اور اپنے دشمن کو دوست۔

شانِ نزول :

اس سورۃ کا شانِ نزول یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے، زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ، ابو مرثد غنوی رضی اللہ عنہ اور مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ، چاروں کو فرمایا کہ (مکہ مکرمہ کے راستے پر جاؤ) موضع خاخ کے مقام پر تمھیں ایک عورت ملے گی۔ اس کے پاس ایک خط ہے وہ لے آؤ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم چاروں گھوڑے دوڑاتے

ہوئے روضہ خاخ کے مقام پر پہنچے تو وہاں ہمیں ایک عورت ملی۔ہم نے اس سے کہا کہ خط نکال دے۔وہ کہنے لگی وَاللهِ مَا مَعِيَ مِنْ كِتَاب "خدا کی قسم میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔" ہم نے کہا خط نکال دے اِلَّا لَنُجَرِّدَنَّكَ "ورنہ ہم تجھے ننگا کر کے تیری تلاشی لیں گے۔" تو اس نے سر کے بالوں کے جوڑے سے خط نکال دیا۔ہم وہ خط لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے۔

اس خط کا مضمون یہ تھا کہ حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے چند مکہ کے مشرکوں کے نام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تیاری کا ذکر تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ پر حملے کی تیاری کر رہے ہیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔اے حاطب! یہ کیا بات ہے کہ تو نے کافروں کو مخبری کی ہے؟ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے معاملہ میں جلدی نہ فرمایئے (میری بات سن لیں پھر جو چاہے سزا دیں۔) ہوا یہ کہ میں اصل قریشی تو ہوں نہیں اور آپ کے ساتھ جو دوسرے مہاجر ہیں وہ (اصل قریشی ہیں) ان کے عزیز، رشتہ دار وہاں موجود ہیں جن کی وجہ سے ان کے گھر بار، مال محفوظ ہیں۔میں نے چاہا کہ میرا رشتہ ناتا تو ان سے نہیں ہے تو کچھ احسان کر کے اپنا حق اُن پر قائم کر دوں تا کہ وہ اس وجہ سے میرے رشتہ داروں کو نہ ستائیں۔میں نے یہ کام اس وجہ سے نہیں کیا کہ خدانخواستہ میں کافر ہو گیا ہوں یا اسلام سے پھر گیا ہوں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حاطب نے سچ کہا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! دَعْ لِي لِاَضْرِبَ عُنُقَ هٰذَا الْمُنَافِقِ "مجھے اجازت دیجیے میں اس منافق کی گردن اُتار دوں۔" اور حاطب بن ابی بلتعہ کا ایک غلام تھا۔اُس نے کہا حضرت! یہ دوزخی ہے۔اُس کو بھی موقع مل گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عمر تو جانتا ہے یہ کون ہے؟ اِنَّهٗ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا یہ بدری ہے جنگ بدر میں شریک ہوا تھا۔ اور تجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بدر والوں کو جھانک کر فرمایا کہ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ تم جو چاہو عمل کرو شرک کے علاوہ جیسے بھی گناہ ہو جائیں میں نے تمھیں بخش دیا ہے۔ جیسا کہ بخاری شریف میں اس واقعہ کی پوری تفصیل موجود ہے۔ اور مسلم شریف میں روایت ہے کہ غلام کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا تو نے اس کو دوزخی کہا ہے وَاللّٰهِ لَا يَدْخُلُهَا اَبَدًا "خدا کی قسم! یہ دوزخ میں کبھی بھی نہیں جائے گا۔" اس موقع پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ایمان والو! نہ بناؤ میرے اور اپنے دشمن کو دوست تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ بھیجتے ہو تم اُن کی طرف دوستی کا پیغام کہ مسلمانوں کے راز کی بات ان تک پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ کسی مسلمان کے لیے ہرگز یہ مناسب نہیں۔ تم ان سے محبت کا اظہار کرتے ہو اور ان کا حال یہ ہے کہ وَقَدْ كَفَرُوْا اور تحقیق اُنھوں نے کفر کیا ہے بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ اس چیز کا جو آئی ہے تمھارے پاس حق سے۔ دینِ حق کا اُنھوں نے انکار کر دیا ہے، توحید و رسالت کو وہ ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں، قیامت کے یہ منکر ہیں۔ اور ان کی یہ کارروائی بھی تمھارے سامنے ہے يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ کہ نکالا اُنھوں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ مکرمہ سے اور تمھیں بھی۔ وہ اس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کا منصوبہ بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس منصوبے سے آگاہ فرمایا اور مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ اور اُنھوں نے تمھارے ساتھ اتنی سختیاں کیں کہ تمھیں ہجرت پر مجبور کر دیا۔ اس کے سوا تمھارا کیا جرم تھا کہ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ تم ایمان لائے ہو اللہ تعالیٰ پر جو رب ہے تمھارا۔ اس

وجہ سے تمھیں شہر بدر کر دیا۔ یہ تمھارے اتنے سخت دشمن ہیں ایسے لوگوں سے دوستی مت کرو۔

اِنۡ كُنۡتُمۡ خَرَجۡتُمۡ جِهَادًا فِىۡ سَبِيۡلِىۡ اگر تم نکلے ہو جہاد کرنے کے لیے میرے راستے میں وَابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِىۡ اور میری رضا تلاش کرنے کے لیے گھروں سے نکلے ہو تو پھر کافروں کی رضامندی کی فکر تمھیں کیوں ہے کہ ان کی خوشنودی تلاش کرتے ہو تُسِرُّوۡنَ اِلَيۡهِمۡ بِالۡمَوَدَّةِ پوشیدہ طور پر تم بھیجتے ہو اُن کی طرف دوستی کا پیغام وَاَنَا اَعۡلَمُ بِمَاۤ اَخۡفَيۡتُمۡ حالانکہ میں جانتا ہوں اُس چیز کو جس کو تم چھپاتے ہو وَمَاۤ اَعۡلَنۡتُمۡ اور اُس چیز کو جو تم ظاہر کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ سے تو کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ وہ سینوں کے رازوں اور ارادوں سے واقف ہے۔ بلکہ جو چیز ابھی تمھارے خیال میں نہیں آئی لانا چاہتے ہو وہ اس سے بھی واقف ہے۔ لہٰذا اس نے راز فاش ہونے سے پہلے اپنے پیغمبر کو اطلاع دے دی۔ اور یاد رکھو! وَمَنۡ يَّفۡعَلۡهُ مِنۡكُمۡ اور جو شخص ایسا کام کرے گا کہ کافروں کو راز بتائے یا اُن سے دوستی کا اظہار کرے گا فَقَدۡ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيۡلِ تحقیق وہ بھٹک گیا سیدھے راستے سے کہ وہ یہ خیال کرے کہ دوستی کا اظہار کرنے سے کافر اس کی دوستی کی رعایت کریں گے۔ یہ اس کی خطا ہے۔ وہ تو تمھارے ایسے سخت دشمن ہیں کہ اِنۡ يَّثۡقَفُوۡكُمۡ اگر وہ قابو پالیں تم پر يَكُوۡنُوۡا لَـكُمۡ اَعۡدَآءً تو وہ تمھارے دشمن ہوں گے تمھارے دوست نہیں بن سکتے بلکہ وہ ہمیشہ تمھارے دشمن ہی رہیں گے۔

وَّيَبۡسُطُوۡۤا اِلَيۡكُمۡ اَيۡدِيَهُمۡ وَاَلۡسِنَتَهُمۡ بِالسُّوۡٓءِ اور وہ پھیلائیں اور چلائیں تمھارے اوپر اپنے ہاتھ اور اپنی زبانیں برائی کے ساتھ۔ اگر وہ تم پر قابو پالیں تو وہ تمھیں

قتل کریں زبانوں سے تم کو لعن طعن کریں، گالی گلوچ کریں۔ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ اور وہ چاہتے ہیں کہ تم کافر ہو جاؤ، یہودی ہو جاؤ، عیسائی ہو جاؤ، مشرک بن جاؤ، کچھ بن جاؤ مگر مسلمان نہ رہو۔ ایسے لوگوں سے کب دوستی کی توقع رکھی جا سکتی ہے۔ اگر قرابت داروں کی وجہ سے تمھاری خواہش ہو کہ کافروں سے دوستی کریں تو سن لو لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ ہرگز نہیں نفع دیں گے تمھیں تمھارے رشتے اور نہ تمھاری اولاد يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت والے دن نہ کوئی نفع پہنچا سکے گا اور نہ کوئی نقصان سے بچا سکے گا۔ وہاں ہر ایک کو اپنی فکر ہوگی۔ سورۂ عبس پارہ ۳۰ میں ہے يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ﴿۳۴﴾ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ﴿۳۵﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ﴿۳۶﴾ "جس دن بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے اور بھاگے گا اپنی ماں اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹوں سے لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ہر آدمی کے لیے ان میں سے اس دن حال ہوگا جو بے پروا کر دے گا اس کو دوسروں سے۔" بیوی بچوں کی خاطر اگر مسلمانوں کے مفاد کے خلاف کام کرو گے تو یہ آخرت میں تمھارے کام نہیں آئیں گے۔ وہاں ایمان، نیکی اور صداقت ہی کام آئے گی۔

يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ اس دن اللہ تعالیٰ تمھارے درمیان فیصلہ کرے گا وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو دیکھتا ہے۔ اس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے۔ وہ تمھارے اچھے بُرے اعمال سامنے رکھ کر جزا سزا دے گا۔ کافروں کے ساتھ ایسا برتاؤ رکھو جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام اور اُن کے ساتھیوں نے رکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ تحقیق ہے تمھارے لیے عمدہ نمونہ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ابراہیم علیہ السلام میں اور اُن میں نمونہ ہے جو اُن کے ساتھ تھے۔

حضرت لوط علیہ السلام اور اُن کی بیوی حضرت سارہ علیہا السلام۔ کہ ان کی ساری قوم، بادشاہ سے لے کر ادنیٰ چرواہے تک سب کافر مشرک تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اُن سے بیزاری کا اعلان کیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ جب کہا اُنھوں نے اپنی قوم سے اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ بے شک ہم بیزار ہیں تم سے اور اُن سے جن کی تم عبادت کرتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا۔ بتوں کی، ستاروں کی۔ آگے بے زاری کا بیان ہے۔ فرمایا كَفَرْنَا بِكُمْ ہم منکر ہیں تمھارے۔ تمھارے عقائد کے منکر ہیں اور تمھارے معبودوں کی عبادت کے منکر ہیں۔ یہ تو بیزاری ہے عقیدے کے اعتبار سے اور باعتبار برتاؤ اور معاملات کے فرمایا وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا اور ظاہر ہو گئی ہے ہمارے اور تمھارے درمیان عداوت اور بیر (بغض) ہمیشہ کے لیے۔ اس کو ہم کبھی نہیں چھوڑیں گے تمھارے ساتھ یہ ٹکر جاری رہے گی حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ یہاں تک کہ تم ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر جو وحدہٗ لاشریک ہے۔ اس عقیدے پر آجاؤ کہ اللہ تعالیٰ کی نہ ذات میں کوئی شریک ہے اور نہ اس کی صفات میں کوئی شریک ہے، نہ اس کے افعال میں کوئی شریک ہے اور نہ اس کے ارادے میں کوئی شریک ہے۔ جب تک تم اپنا عقیدہ درست نہیں کرو گے ہماری تمھاری جنگ جاری رہے گی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہر طرح کی تکالیف برداشت کیں حتیٰ کہ ان کو آگ کے چیخا (الاؤ) میں پھینک دیا گیا مگر اُن کے پائے استقلال میں لغزش نہیں آئی۔ باپ نے دھکے مار کر گھر سے نکال دیا مگر اُنھوں نے ایمان پر سودے بازی نہیں کی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کی زندگی کو اپنے لیے نمونہ بناؤ۔ لیکن ایک بات میں نمونہ نہیں بنانا۔ فرمایا اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ

سوائے ابراہیم علیہ السلام کی ایک بات کے جواُنھوں نے اپنے باپ کے لیے کہی تھی لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ میں ضرور بخشش طلب کروں گا آپ کے لیے اپنے پروردگار سے۔ یہ میری عرضی ہوگی رب تعالیٰ کے سامنے وگرنہ وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ اور میں نہیں ہوں مالک آپ کے لیے اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی شے کا۔ وہ چاہے تو دعا قبول کرے اور اگر چاہے تو نہ قبول کرے۔

مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ عداوت کے باوجود ابراہیم علیہ السلام میں شفقت کا مادہ موجود تھا کہ کسی طرح میرا باپ ایمان قبول کر لے۔ اور سورۃ توبہ آیت نمبر ۱۱۴ میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا دعا مانگنا ایک وعدے کے سبب سے تھا فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ "پھر جب آپ پر واضح ہو گیا کہ یہ دشمن خدا ہے تو اس سے بیزاری کا اعلان کر دیا۔"

تو فرمایا میں آپ کے لیے بخشش طلب کروں گا اور میں نہیں مالک آپ کے لیے اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی شے کا۔ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا اے ہمارے پروردگار! ہم آپ پر بھروسا کرتے ہیں وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا اور آپ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ اور آپ ہی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے۔

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ۭ وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓي اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

رَبَّنَا اے ہمارے رب لَا تَجْعَلْنَا نہ بنا ہم کو فِتْنَةً آزمائش
لِّلَّذِيْنَ اُن لوگوں کے لیے كَفَرُوْا جنھوں نے کفر کیا وَاغْفِرْ لَنَا
اور بخش دے ہم کو رَبَّنَا اے ہمارے رب اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ
بے شک آپ ہی غالب حکمت والے ہیں لَقَدْ كَانَ لَكُمْ البتہ تحقیق ہے
تمھارے لیے فِيْهِمْ اُن میں اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ اچھا نمونہ لِّمَنْ
اُس شخص کے لیے كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ جو اُمید رکھتا ہے اللہ تعالیٰ سے وَالْيَوْمَ
الْاٰخِرَ اور ڈرتا ہے آخرت کے دن سے وَمَنْ يَّتَوَلَّ اور جس نے

اعراض کیا فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ پس بے شک اللہ ہی بے پروا اور
تعریفوں والا ہے عَسَى اللّٰہُ اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اَنْ یَّجْعَلَ بَیْنَکُمْ
کردے اللہ تعالیٰ تمھارے درمیان وَبَیْنَ الَّذِیْنَ اور اُن کے درمیان
عَادَیْتُمْ جن سے تمھاری عداوت ہے مِّنْھُمْ اُن میں سے مَّوَدَّۃً
دوستی وَاللّٰہُ قَدِیْرٌ اور اللہ تعالیٰ قدرت رکھنے والا ہے وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ
رَّحِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے لَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ نہیں منع
کرتا اللہ تعالیٰ تم کو عَنِ الَّذِیْنَ اُن لوگوں سے لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ جو تم
سے نہیں لڑے فِی الدِّیْنِ دین کے معاملے میں وَلَمْ یُخْرِجُوْکُمْ
اور اُنھوں نے نہیں نکالا تم کو مِّنْ دِیَارِکُمْ تمھارے گھروں سے اَنْ
تَبَرُّوْھُمْ کہ تم اُن سے نیکی کرو وَتُقْسِطُوْا اِلَیْھِمْ اور انصاف کرو
اُن کے ساتھ اِنَّ اللّٰہَ بے شک اللہ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ پسند کرتا ہے
انصاف کرنے والوں کو اِنَّمَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ بے شک منع کرتا ہے اللہ تعالیٰ تم
کو عَنِ الَّذِیْنَ اُن لوگوں سے قٰتَلُوْکُمْ جو لڑتے ہیں تم سے فِی
الدِّیْنِ دین کے معاملے میں وَاَخْرَجُوْکُمْ اور نکالا ہے تم کو مِّنْ
دِیَارِکُمْ تمھارے گھروں سے وَظٰھَرُوْا اور اُنھوں نے مدد کی
عَلٰٓی اِخْرَاجِکُمْ تمھارے نکالنے پر اَنْ تَوَلَّوْھُمْ کہ تم اُن سے
دوستی کرو وَمَنْ یَّتَوَلَّھُمْ اور جو اُن سے دوستی کرے گا فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ

الظّٰلِمُوْنَ   پس یہی لوگ ظالم ہیں۔

رابطِ آیات :

اس سے پہلی آیت کریمہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیزاری کا ذکر تھا جو اُنھوں نے اپنی قوم اور اُن کے معبودوں سے کی تھی۔ اور اب ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا ذکر ہے۔ فرمایا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا   اے ہمارے رب! نہ بنا ہم کو آزمائش اُن لوگوں کے لیے جنھوں نے کفر کیا۔ ایسا نہ ہو کہ ہم کافروں کا تختۂ مشق بن جائیں اور وہ اسلام اور مسلمانوں کو نقصان ہی پہنچاتے رہیں۔

اور یہ مطلب بھی بیان کیا ہے کہ اے پروردگار! ان کافروں کو ہم پر غلبہ نہ عطا فرما کہ وہ جس طرح چاہیں ہمیں مصیبت میں مبتلا کریں اور کافر لوگ یہ گمان نہ کریں کہ وہ حق پر ہیں اور مسلمان باطل پر ہیں کہ اگر مسلمان حق پر ہوتے تو اس طرح ذلت اور خواری نہ ہوتی۔ اور ایسی حالت کو دیکھ کر کافر اس فتنے میں پڑیں کہ وہ حق پر ہیں۔

اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے معنٰی بیان کیے ہیں کہ اے پروردگار! کافروں کو ہم پر ایسا غلبہ نہ دے کہ وہ ہمیں ہمارے دین سے فتنے میں ڈالیں کہ ہم دین سے منحرف ہو جائیں۔ اور اے پروردگار! وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا   اور بخش دے ہم کو اے ہمارے رب اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ   بے شک آپ غالب حکمت والے ہیں۔ ہر طرح کی قدرت آپ کو حاصل ہے اور آپ کا ہر کام حکمت پر مبنی ہے۔ پہلے فرمایا تھا کہ تمھارے لیے ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں میں اچھا نمونہ ہے۔ آگے دوبارہ اسی کی تاکید فرمائی اور فرمایا لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ   البتہ تحقیق ہے تمھارے لیے ابراہیم علیہ السلام اور اُن کے ساتھیوں میں اچھا نمونہ کافروں کے ساتھ براءت کرنے میں، ان

کے ساتھ تعلقات رکھنے میں۔ مگر لِّمَنْ كَانَ اُس شخص کے لیے ہے یَرْجُوا اللّٰهَ جو اللہ تعالیٰ سے ثواب کی اُمید رکھتا ہے وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ اور آخرت کے دن کی نعمتوں کی اُمید رکھتا ہے وَمَنْ يَّتَوَلَّ اور جو شخص اعراض کرے گا اللہ تعالیٰ کے احکامات سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اسوہ سے فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ پس بے شک اللہ بے پرواہ ہے اس کو کسی کی پروانہیں ہے۔ روگردانی کرنے سے اللہ تعالیٰ کا کچھ نقصان نہیں ہوتا اور وہ تعریفوں والا ہے۔

سورۃ ابراہیم آیت نمبر ۸ پارہ تیرہ میں ہے اِنْ تَكْفُرُوْا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا "اگر تم کفر کرو گے تم اور جو زمین میں ہیں سارے فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ پس بے شک اللہ تعالیٰ بے پرواتعریفوں والا ہے۔" کافروں کے ساتھ سختی سے مقاطعہ کا حکم جب نازل ہوا تو طبعی طور پر تو فکر ہو سکتی تھی، رنج ہو سکتا تھا قرابت داروں سے قطع تعلقی کا۔ تو اللہ تعالیٰ نے بہ طور بشارت کے پیش گوئی فرمادی۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً اُمید ہے کہ کر دے گا اللہ تعالیٰ تمھارے اور اُن کے درمیان جن سے تمھاری عداوت ہے اُن میں سے دوستی۔ بایں طور کہ وہ کافر مسلمان ہو جائیں۔ سارے نہ تو بعض ہی سہی۔ جب مسلمان ہو جائیں گے تو تمھارے اور اُن کے درمیان دوستانہ تعلقات قائم ہو جائیں گے۔ چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد ایسا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے بدترین دشمنوں کے دلوں کو پھیر دیا اور وہ ایمان لے آئے۔ فتح مکہ کے دن مشرکین مکہ میں سے کوئی شاذ آدمی ہی رہ گیا ہوگا جس نے اسلام قبول نہ کیا ہو۔ ابوسفیان کل تک بدترین دشمن تھا مگر آج جان نثار بن چکا ہے۔ اس کی بیوی ہندہ نے اسلام قبول کر لیا تو کہنے لگی یارسول اللہ! آپ کے

خاندان سے زیادہ مجھے کسی خاندان سے دشمنی نہ تھی اور اب خدا کا شکر ہے کہ مجھے تمام جہان میں آپ سے زیادہ کوئی محبوب نہیں۔ اور آپ کے خاندان کا عروج مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تین چیزوں کی درخواست کی۔ ایک یہ کہ جس طرح زمانہ جاہلیت میں اسلام کے خلاف لڑتا تھا اب اجازت دیں کہ اس سے بڑھ کر کافروں کے ساتھ جہاد کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ٹھیک ہے۔ چنانچہ مرتدین میں سے سب سے بڑے مرتد ذوالجمار کے خلاف ابوسفیان نے ہی علم جہاد بلند کیا۔ جنگِ یرموک میں دشمن کی تعداد دو لاکھ تھی اس وقت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اگرچہ بوڑھے ہو چکے تھے اور جہاد میں ایک آنکھ بھی ضائع ہو چکی تھی مگر اس کے باوجود اس معرکہ میں شریک ہوئے۔ خود بھی جہاد کیا اور مجاہدین کو بھی حوصلہ دلاتے تھے۔

دوسری درخواست یہ کی کہ میرے بیٹے کو کاتبِ وحی بنایا جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کی یہ درخواست بھی قبول فرمائی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کاتبینِ وحی میں شامل کیا۔ تیسری درخواست یہ کی کہ مجھے اپنی بیٹی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں تھیں اُن کی وجہ سے مجھے وہی عزت حاصل ہونی چاہیے جو ایسے باپ کو حاصل ہوتی ہے جو اپنی بیٹی کا نکاح خود اپنے ارادے اور اختیار سے کر کے دیتا ہے۔ کیوں کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اپنے باپ ابوسفیان کی مرضی کے خلاف پہلے ایمان لا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں آ چکی تھیں۔

تو فرمایا کہ موجودہ حالات میں کافروں سے دوستی نہیں ہو سکتی۔ اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے حالات پیدا کر دیں کہ تمھارے اور اُن کے درمیان محبت پیدا ہو جائے وَاللّٰہُ

قَدِیْرٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ وہ ایسا کرنے پر قادر ہے کہ ان کو ایمان کی توفیق دے کر تمھارے دوست بنادے وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ مشرکین سے دوستی کے بارے میں جو تم سے کوتاہی ہوئی اس کو اللہ تعالیٰ نے بخش دیا کیوں کہ وہ تم پر مہربان ہے۔

پہلے عام کافروں کا ذکر تھا کہ ان کے ساتھ دوستی نہیں ہو سکتی۔ اب اُن کافروں کا ذکر ہے جو مسلمانوں کے ساتھ لڑتے نہیں ہیں یا جو ذمی بن کر مسلمانوں کے ملک میں رہ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ نہیں منع کرتا اللہ تعالیٰ تم کو اُن لوگوں سے نیکی کرنے سے لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ جو تم سے نہیں لڑے دین کے معاملے میں وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اور نہیں نکالا تم کو تمھارے گھروں سے۔ اللہ تعالیٰ تمھیں منع نہیں کرتا اَنْ تَبَرُّوْهُمْ کہ تم اُن سے نیکی کرو یعنی جن کافروں نے دین اسلام کے بارے میں تمھارے ساتھ قتال نہیں کیا اور نہ تمھیں تمھارے وطن سے نکالا ہے تو ایسے کافروں کے ساتھ نیکی کرنے سے اللہ تعالیٰ تمھیں منع نہیں کرتا وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ اور یہ کہ تم ان کے ساتھ انصاف کرو اس سے بھی اللہ تعالیٰ منع نہیں کرتا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ بے شک اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے انصاف کرنے والوں کو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ قبیلہ خزاعہ کے متعلق نازل ہوئی تھی۔ جنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صلح کی تھی کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نہیں لڑیں گے اور نہ ان کے خلاف کسی کی مدد کریں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اجازت دی کہ ان کے ساتھ نیکی کر سکتے ہو۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس قسم کے لوگوں کے

متعلق فرماتے ہیں کہ ان کی جان و مال اور عزت مسلمانوں کی جان و مال اور عزت کی طرح محفوظ ہے۔ فرماتے ہیں کہ اس اُصول کے تحت اگر کوئی مسلمان کسی ذمی کافر کو قتل کرے گا تو اس سے قصاص لیا جائے گا۔ ایک مسلمان سے دو کافر مارے گئے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو دوسو [۲۰۰] اونٹ دیت دلائی تھی۔

مشرکہ والدہ سے صلہ رحمی :

صلح حدیبیہ کے زمانے کا واقعہ ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مطلقہ بیوی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی والدہ قتیلہ بنت عبدالعزیٰ مدینہ طیبہ آئیں تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو فکر ہوئی کہ آیا میں اپنی مشرکہ والدہ کی خدمت کر سکتی ہوں یا نہیں؟ تو انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے دریافت کیا کہ میرا ان کے ساتھ کیا سلوک ہونا چاہیے میں ان کو ابھی تک گھر میں بھی داخل نہیں ہونے دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ تم ان کے ساتھ صلہ رحمی کا سلوک کر سکتی ہو اور اپنے گھر بھی ٹھہرا سکتی ہو۔ اگر وہ نادار ہے تو اس کی مالی امداد بھی کر سکتی ہو۔

تو فرمایا کہ جو کافر تمھارے ساتھ جنگ نہیں کرتے تم ان کے ساتھ نیکی کر سکتے ہو اور ان کے ساتھ انصاف بھی جیسا کہ آپس میں تم ایک دوسرے کے ساتھ انصاف کرتے ہو۔ البتہ حربی کافروں کے ساتھ دوستی کی اجازت نہیں ہے۔ پھر تاکید کرتے ہوئے فرمایا اِنَّمَا یَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیْنَ بے شک منع کرتا ہے تم کو اللہ تعالیٰ اُن لوگوں سے قٰتَلُوْكُمْ فِی الدِّیْنِ جو لڑتے ہیں تم سے دین کے معاملے میں وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِیَارِكُمْ اور نکالا ہے تم کو تمھارے گھروں سے وَظٰهَرُوْا عَلٰۤى اِخْرَاجِكُمْ اور اُنھوں نے مدد کی تمھارے نکالنے میں جیسا کہ مشرکین مکہ نے مسلمانوں کے نکالنے پر ایک دوسرے کی مدد کی اَنْ تَوَلَّوْهُمْ کہ تم اُن سے دوستی کرو اس سے اللہ تعالیٰ تمھیں

منع کرتا ہے۔ یہ دشمن خدا، دشمن رسول اور دشمن دین ہیں ان کے ساتھ محبت کیسی اور ان کے ساتھ بھلائی کیسی؟ فرمایا یاد رکھو! وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ اور جو شخص اُن سے دوستی کرے گا فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ پس یہی لوگ ظالم ہیں۔ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے اپنے آپ کو عذاب کا مستحق ٹھہراتے ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا
جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ
فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ؕ
لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ؕ وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا ؕ
وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ؕ
وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْئَلُوْا
مَآ اَنْفَقُوْا ؕ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ
حَكِيْمٌ ﴿۱۰﴾ وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ
فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ
الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ
يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ
وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ
اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ
وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوْا مِنَ
الْاٰخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ﴿۱۳﴾ ع

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو	اِذَا جَآءَكُمُ
جب آئیں تمہارے پاس	الْمُؤْمِنٰتُ	ایمان والی عورتیں	مُهٰجِرٰتٍ

ہجرت کرکے فَامۡتَحِنُوۡهُنَّ تواُن کا امتحان لےلو اَللّٰهُ اَعۡلَمُ اللہ تعالیٰ
خوب جانتا ہے بِاِيۡمَانِهِنَّ ان کے ایمان کو فَاِنۡ عَلِمۡتُمُوۡهُنَّ پس
اگرتم جان لواُن کو مُؤۡمِنٰتٍ کہ وہ مومن ہیں فَلَا تَرۡجِعُوۡهُنَّ تو واپس
نہ کروتم اُن کو اِلَى الۡكُفَّارِ کافروں کی طرف لَا هُنَّ نہیں ہیں وہ
عورتیں حِلٌّ لَّهُمۡ ان کافروں کے لیے حلال وَلَا هُمۡ اور نہ وہ کافر
يَحِلُّوۡنَ لَهُنَّ حلال ہیں اُن کے لیے وَاٰتُوۡهُمۡ اور ادا کروتم ان
کافروں کو مَّاۤ اَنۡفَقُوۡا جواُنھوں نے خرچ کیا ہے وَلَا جُنَاحَ اور نہیں
ہےکوئی گناہ عَلَيۡكُمۡ تم پر اَنۡ تَنۡكِحُوۡهُنَّ کہ تم ان سے نکاح کرو
اِذَاۤ اٰتَيۡتُمُوۡهُنَّ جب دےدوتم ان کو اُجُوۡرَهُنَّ ان کے حق مہر
وَلَا تُمۡسِكُوۡا اور نہ روک رکھو بِعِصَمِ الۡكَوَافِرِ کافرعورتوں کے ناموس
وَسۡئَلُوۡا اور مانگ لو مَاۤ اَنۡفَقۡتُمۡ جوتم نے خرچ کیا ہے وَلۡيَسۡئَلُوۡا
اور وہ کافر مانگ لیں مَاۤ اَنۡفَقُوۡا جواُنھوں نے خرچ کیا ہے ذٰلِكُمۡ
حُكۡمُ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے يَحۡكُمُ بَيۡنَكُمۡ فیصلہ کرتا ہے وہ
تمھارے درمیان وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا
حکمت والا ہے وَاِنۡ فَاتَكُمۡ اور اگر جاتی رہیں تمھارے ہاتھ سے
شَىۡءٌ مِّنۡ اَزۡوَاجِكُمۡ تمھاری عورتوں میں سے کچھ اِلَى الۡكُفَّارِ کافروں
کی طرف فَعَاقَبۡتُمۡ پس تم گرفت کرو فَاٰتُوا الَّذِيۡنَ تو دواُن لوگوں

کو ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ جن کی بیویاں رہ گئی ہیں مِّثْلَ مَآ اس کی
مثل اَنْفَقُوْا جو اُنھوں نے خرچ کیا ہے وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور ڈرتے رہو
اللہ تعالیٰ سے الَّذِیْٓ وہ اللہ تعالیٰ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ جس پر تم ایمان
لائے ہو یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! اِذَا جَآءَكَ جب آئیں
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس الْمُؤْمِنٰتُ مومن عورتیں یُبَایِعْنَكَ بیعت
کریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عَلٰٓی اَنْ ان باتوں پر لَّا یُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ
نہیں شریک کریں گی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شَیْـًٔا کسی شے کو وَّلَا یَسْرِقْنَ
اور نہ چوری کریں گی وَلَا یَزْنِیْنَ اور نہ زنا کریں گی وَلَا یَقْتُلْنَ
اَوْلَادَهُنَّ اور نہ قتل کریں گی اپنی اولاد کو وَلَا یَاْتِیْنَ بِبُهْتَانٍ اور نہ
لائیں گی بہتان یَّفْتَرِیْنَهٗ جس کو وہ گھڑیں بَیْنَ اَیْدِیْهِنَّ اپنے
ہاتھوں سے وَاَرْجُلِهِنَّ اور اپنے پاؤں سے وَلَا یَعْصِیْنَكَ اور نہ
نافرمانی کریں گی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فِیْ مَعْرُوْفٍ نیکی کے کام میں
فَبَایِعْهُنَّ پس آپ ان کو بیعت کرلیں وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ اور اُن کے
لیے بخشش مانگیں اللہ تعالیٰ سے اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ
بخشنے والا مہربان ہے یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو
لَا تَتَوَلَّوْا نہ دوستی کرو قَوْمًا ایسی قوم سے غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ
جس پر غضب کیا ہے اللہ تعالیٰ نے قَدْ یَئِسُوْا تحقیق مایوس ہو گئے ہیں وہ

مِنَ الْاٰخِرَةِ آخرت سے كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ جس طرح کہ مایوس ہو گئے کافر قبر والوں سے۔

شانِ نزول :

صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش مکہ کے ساتھ جو معاہدہ ہوا تھا اس میں جو شرائط طے ہوئی تھیں ان میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ اگر کوئی آدمی مکہ مکرمہ سے بھاگ کر مدینہ منورہ جائے گا تو مسلمان اسے واپس کر دیں گے۔ اور اگر مسلمانوں کا کوئی آدمی مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ آئے گا تو قریش مکہ اُسے واپس نہیں کریں گے۔ یہ معاہدہ تو مردوں کے لیے تھا مگر جب کچھ عورتیں مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آگئیں تو ان کے عزیز رشتہ دار ان کو لینے کے لیے آگئے۔ اب یہ مسئلہ پیدا ہوا کہ ان کو واپس کرنا ہے یا نہیں؟ تو اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے احکام نازل فرمائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ جب آئیں تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کر کے فَامْتَحِنُوْهُنَّ تو ان کا امتحان لے لو کہ اصل دین کے لیے آئی ہیں یا کوئی اور دنیاوی غرض ہے۔ امتحان کا کوئی خاص طریقہ تو قرآن کریم میں بیان نہیں ہوا البتہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب کوئی عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس سے قسم لیتے تھے کہ آیا اصل دین کے لیے آئی ہے یا کوئی اور دنیاوی غرض ہے۔ اپنے خاوند سے ناراض ہو کر تو نہیں آئی۔ یا کسی مرد سے رغبت کی وجہ سے تو نہیں آئی۔ بس ظاہری طور پر تم امتحان لے لو اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے ان کے ایمان کو۔ اللہ تعالیٰ تو ظاہر و باطن سے واقف ہے پھر تحقیق کرنے کے بعد فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ

پس اگر تم جان لو کہ وہ مومن ہیں یعنی تم اس نتیجے پر پہنچو کہ واقعی وہ مومنات ہیں اور انھوں نے محض دین ایمان کی خاطر ہجرت کی ہے فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ تو پھر واپس نہ کرو تم اُن کو کافروں کی طرف۔ کافر خاوندوں کی طرف ان کو واپس نہ کرو۔ کیوں کہ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ نہیں ہیں وہ عورتیں حلال ان کافروں کے لیے وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ اور نہ وہ کافر حلال ہیں اُن عورتوں کے لیے۔ ایمان لانے کے بعد ان عورتوں کا نکاح کافر مردوں کے ساتھ ختم ہو گیا ہے۔ ہاں اگر خاوند بھی مسلمان ہو جائے تو پھر قائم رہے گا۔

اب سوال یہ ہے کہ پہلا خاوند جو حق مہر ادا کر چکا ہے اس کا کیا بنے گا؟ تو اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب کوئی عورت کافر خاوند کو چھوڑ کر تمھارے پاس آ جائے وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا اور ادا کرو تم ان کافروں کو جو اُنھوں نے خرچ کیا ہے۔ ان کا دیا ہوا حق مہر ان کو واپس کرو۔ پھر اگر تم ان سے نکاح کرنا چاہو وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اور نہیں ہے کوئی گناہ تم پر اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ کہ تم ان سے نکاح کرو اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ جب دے دو تم ان کو ان کے حق مہر۔ یعنی جب تم ان کے ساتھ نکاح کرو گے تو تمھیں حق مہر دینا پڑے گا۔

اس کے برعکس اگر کوئی مومنہ عورت مرتد ہو کر کافروں کے پاس چلی جائے یا خاوند مسلمان ہو جائے اور عورت کفر پر رہے تو اس کے متعلق فرمایا وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ۔ عِصَمٌ جمع ہے عِصْمَةٌ کی۔ اس کا معنیٰ ہے گناہوں سے حفاظت۔ مراد ہے ناموس۔ كَوَافِر جمع ہے كَافِرَةٌ کی، کافر عورت۔ معنیٰ ہوگا اور نہ روک رکھو کافر عورتوں کے ناموس یعنی ان کو اپنے نکاح میں نہ رکھو۔ ان کی عصمت کی حفاظت کی تمھیں

ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ مہاجرین کی وہ بیویاں جو مکہ مکرمہ میں حالتِ کفر میں تھیں مسلمانوں نے ان کو چھوڑ دیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی دو مشرک بیویوں کو جو مکے میں رہ گئی تھیں چھوڑ دیا تھا۔ ایک کا نام قریبہ تھا جس نے اس کے بعد معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے ساتھ نکاح کیا تھا۔ جو اس وقت رضی اللہ عنہ نہیں ہوئے تھے۔ اور دوسری کا نام ام کلثوم تھا جو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی والدہ تھی۔

تو فرمایا اور نہ روک رکھو کافر عورتوں کے ناموس وَسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ اور مانگ لو جو تم نے خرچ کیا ہے مہر کی صورت میں۔ وہ تم ان کافروں سے طلب کرو۔ اور اگر کسی کافر کی بیوی ایمان لا کر تمھارے پاس آگئی ہے تو اس کا پہلا نکاح خود بہ خود ختم ہو گیا وَلْیَسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا اور وہ کافر مانگ لیں تم سے جو اُنھوں نے خرچ کیا ہے۔ کافروں کا مہر اُن کو واپس کر دو ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے یَحْكُمُ بَیْنَكُمْ فیصلہ کرتا ہے وہ تمھارے درمیان وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے۔ اس کا ہر فیصلہ صحیح ہوتا ہے اور عین حکمت کے مطابق ہوتا ہے۔ اگر تمھاری کوئی بیوی کافروں کے پاس رہ جائے کفر شرک کی وجہ سے اور وہ تمھارا دیا ہوا حق مہر تمھیں واپس نہ کریں تو اس کے متعلق فرمایا وَاِنْ فَاتَكُمْ شَیْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ اور اگر جاتی رہیں تمھارے ہاتھ سے تمھاری بیویوں میں سے کچھ کافروں کی طرف۔ یعنی اگر تمھاری بیویوں میں سے کوئی تمھارے ہاتھ سے نکل گئی ہیں، مکہ مکرمہ رہ گئی ہے یا مرتد ہو کر چلی گئی ہیں اور تمھارے حق مہر ان کے پاس رہ گئے ہیں فَعَاقَبْتُمْ پس تم گرفت کرو اس طرح کہ اگر اُدھر سے کوئی عورت مسلمان ہو کر آ جائے کہ جس کا خرچہ تم نے کافروں کو دینا ہے تو وہ ان کو نہ دو بلکہ اس کو دو جس کی بیوی رہ گئی تھی اور اس کا حق مہر

اس کو واپس نہیں کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاٰتُوا الَّذِیۡنَ ذَهَبَتۡ اَزۡوَاجُهُمۡ پس دو تم اُن لوگوں کو جن کی بیویاں رہ گئی ہیں مِّثۡلَ مَاۤ اَنۡفَقُوۡا اس کی مثل جو اُنھوں نے خرچ کیا ہے اس بیوی پر جو چلی گئی ہے۔ بعض حضرات یہ تفسیر بھی کرتے ہیں کہ گرفت کرو کہ کافروں کے ساتھ جہاد کرو اور وہاں سے حاصل ہونے والے مال سے اس شخص کا خرچہ ادا کرو جو اس نے رہ جانے والی بیوی پر خرچ کیا تھا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو کہ اس کے احکام کی خلاف ورزی نہ کرو الَّذِیۡۤ اَنۡتُمۡ بِهٖ مُؤۡمِنُوۡنَ وہ اللہ تعالیٰ کہ جس پر تم ایمان لا چکے ہو۔ اس سے ڈرو اور اس کے قانون پر عمل کرو۔

اس سبق کے شروع میں یہ حکم بیان ہوا تھا کہ جب تمھارے پاس ایمان والی عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کا امتحان لے لو کہ انھوں نے ہجرت دین ایمان کے لیے کی ہے یا کسی دنیاوی غرض کے لیے کی ہے۔ جب تمھیں معلوم ہو جائے قرائن سے کہ ہجرت دین کے لیے کی ہے تو ان کو واپس نہ جانے دو اور ان سے بیعت لے لو۔ بیعت کن شرائط پر لینی ہے۔ ان شرائط کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اے نبی کریم ﷺ! اِذَا جَآءَكَ الۡمُؤۡمِنٰتُ جب آئیں آپ ﷺ کے پاس مومن عورتیں یُبَایِعۡنَكَ بیعت کریں آپ ﷺ سے عَلٰۤی اَنۡ ان شرائط پر لَّا یُشۡرِكۡنَ بِاللّٰهِ شَیۡـًٔا نہیں شریک کریں گی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی شے کو۔ نہ ذات میں نہ صفات میں اور نہ افعال میں۔ کسی قسم کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہیں کریں گی وَلَا یَسۡرِقۡنَ اور نہ چوری کریں گی وَلَا یَزۡنِیۡنَ اور نہ وہ زنا کریں گی وَلَا یَقۡتُلۡنَ اَوۡلَادَهُنَّ اور نہ وہ قتل کریں گی اپنی اولاد

کو۔ زمانہ جاہلیت میں کچھ لوگ اپنی بچیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے اس عار کی وجہ سے کہ کوئی میرا داماد بنے گا۔ اور بعض فقر کے ڈر سے بچوں کو قتل کر دیتے تھے۔ جس طرح آج کل حکومتوں نے خانہ بندی پر زور لگایا ہوا ہے کہ مخلوق زیادہ ہوگئی تو کھائے گی کہاں سے؟ وسائل کم ہو جائیں گے۔ حالانکہ جوں جوں مخلوق بڑھتی جا رہی ہے اللہ تعالیٰ وسائل بھی بڑھاتا جا رہا ہے۔ جو سہولتیں آج لوگوں کو میسر ہیں جب تھوڑے تھے اس وقت یہ سہولتیں موجود نہ تھیں۔ (استاد محترم مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آنے والوں کو روکتے ہیں اور خود آگے جانے کے لیے تیار نہیں۔ بھائی! آنے والوں کو آنے دو تم آگے جاؤ۔ نواز بلوچ)

تو فرمایا کہ وہ اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِينَهٗ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ اور نہ لائیں گی بہتان جس کو وہ گھڑیں اپنے ہاتھوں سے اور اپنے پاؤں سے۔ عورتوں میں یہ عادت بہت ہے کہ جھٹ پٹ بدگمان ہو کر بہتان لگا دیتی ہیں۔ خاوند پر بہتان لگانا تو ایک ادنیٰ سی بات سمجھتی ہیں۔ لہٰذا اس سے بھی منع کیا گیا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے یہ معنیٰ ہیں کہ کسی غیر کے بیٹے کو اپنے خاوند کی اولاد نہ بناؤ۔ افتراء کہتے ہیں عرب میں عورتیں کسی کا بچہ اُٹھا لاتیں اور خاوند سے کہہ دیتیں یہ میرا بچہ ہے تجھ سے یہ ہے۔ وہ بہتان جو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے سامنے بنایا گیا ہے۔ اور جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو ہاتھوں اور پاؤں کے سامنے ہی گرتا ہے۔ اور جب دودھ پیتا ہے تو ماں اس کے سامنے ڈال دیتی ہے۔ مراد اس سے دیدہ دانستہ کے معنیٰ ہیں کہ دیدہ دانستہ کسی پر بہتان نہ باندھو۔

وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ اور نہ نافرمانی کریں گی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیکی کے

کام میں۔شرع میں معروف وہ ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری اور بندگی قرار دیا گیا ہو۔ پھر اس کی دو قسمیں ہیں امر اور نہی۔ کیوں کہ جن چیزوں سے منع کیا گیا ہے ان سے باز رہنا خوبی ہے اور جن چیزوں کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے ان پر عمل کرنا خوبی ہے۔ مطلب یہ بنے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جس نیکی کا حکم کریں اس میں نافرمانی نہ کریں اور جس برائی سے منع کریں اس سے باز رہیں۔ جب وہ ان چیزوں کا اقرار کر لیں فَبَايِعْهُنَّ پس آپ ان کو بیعت کرلیں وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ اور اُن کے لیے بخشش مانگیں اللہ تعالیٰ سے کہ اللہ تعالیٰ ان کی لغزشوں اور کوتاہیوں کو معاف فرمائے اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

شروع سورت میں مطلق کافروں سے دوستی کرنا منع کیا گیا تھا اب آخر میں یہود کے ساتھ تعلق نہ رکھنے کا حکم فرماتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں یہود کثرت سے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو لَا تَتَوَلَّوْا نہ دوستی کرو قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ایسی قوم سے جس پر غضب کیا ہے اللہ تعالیٰ نے۔

مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہودی ہیں کہ اُن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا ہے۔ سورۂ بقرہ آیت نمبر ۶۱ میں ہے وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ "اور وہ لوٹے اللہ تعالیٰ کا غضب لے کر۔" یہود میں دغا بازی، فریب اور ہر طرح کی بدکاری عام تھی۔ انتہائی برے لوگ تھے۔ تو برے لوگوں کی صحبت سے دور رہنا چاہیے کہ صحبت کا اثر ہوتا ہے۔ اس لیے فرمایا کہ اس مقہور مغضوب قوم سے دوستی نہ رکھو۔ ان لوگوں کا حال یہ ہے قَدْ يَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ تحقیق وہ مایوس ہو گئے ہیں آخرت سے كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ جس طرح مایوس ہو گئے ہیں کافر قبروں والوں سے۔

اس کی ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ یہ کفار کی صفت ہے کہ جیسے کافر جو قبروں میں جا چکے ہیں وہ نا اُمید ہو چکے ہیں کہ اب کچھ نہیں کر سکتے۔ کیوں کہ اب عملی زندگی نہیں ہے۔ اسی طرح یہ یہودی بھی نا اُمید ہو گئے ہیں آخرت اور ثواب سے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عناد رکھنے کی وجہ سے۔

اور دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ یہ یہود آخرت سے ایسے نا اُمید ہو گئے ہیں جیسے کفار اصحابِ قبور کی حیات کے منکر ہیں کہ وہ کہتے ہیں لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ "جو مر گیا اس کو اللہ تعالیٰ ہرگز زندہ نہیں کرے گا۔" تو ایسے لوگوں سے دوستی مت رکھو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں کفر اسلام سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر

سُوۡرَةُ الصَّفِّ

(مکمل)

جلد ۲۰

آیاتها ۱۴ ۶۱ سُوْرَةُ الصَّفِّ مَدَنِيَّةٌ ۱۰۹ رکوعاتها ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۱ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝۲ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝۳ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝۴ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ ۗ فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝۵ وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ۗ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۶

سَبَّحَ پاکی بیان کرتی ہے لِلّٰهِ اللہ تعالیٰ کی مَا فِي السَّمٰوٰتِ جو کچھ کہ ہے آسمانوں میں وَمَا فِي الْاَرْضِ اور جو کچھ کہ ہے زمین میں وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ اور وہ زبردست ہے حکمت والا ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو لِمَ تَقُوْلُوْنَ کیوں کہتے ہو مَا لَا تَفْعَلُوْنَ

جو کرتے نہیں کَبُرَ بڑی ہے مَقْتًا ازروئے ناراضگی کے عِنْدَ
اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کے ہاں اَنْ تَقُوْلُوْا کہ کہو تم مَالَا تَفْعَلُوْنَ جو نہیں
کرتے اِنَّ اللّٰہَ بے شک اللہ تعالیٰ یُحِبُّ الَّذِیْنَ محبت کرتا ہے ان
لوگوں سے یُقَاتِلُوْنَ جو لڑتے ہیں فِیْ سَبِیْلِهٖ اس کے راستے میں
صَفًّا صف باندھ کر کَاَنَّهُمْ گویا کہ وہ بُنْیَانٌ دیوار ہیں
مَّرْصُوْصٌ سیسہ پلائی ہوئی وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی اور جب کہا موسیٰ علیہ السلام
نے لِقَوْمِهٖ اپنی قوم سے یٰقَوْمِ اے میری قوم لِمَ تُؤْذُوْنَنِیْ
کیوں ایذا پہنچاتے ہو وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ حالانکہ تم جانتے ہو اَنِّیْ بے شک
میں رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں تمھاری طرف فَلَمَّا
زَاغُوْا پس جب وہ ٹیڑھے چلے تو اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ٹیڑھے کر دیے
اللہ تعالیٰ نے ان کے دل وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ اور اللہ تعالیٰ
ہدایات نہیں دیتا نافرمان قوم کو وَاِذْ قَالَ اور جب کہا عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ
عیسیٰ ابن مریم نے یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اے بنی اسرائیل اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ
اِلَیْكُمْ بے شک میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں تمھاری طرف مُّصَدِّقًا
تصدیق کرنے والا ہوں لِّمَا اس کی بَیْنَ یَدَیَّ جو میرے آگے ہے
مِنَ التَّوْرٰىةِ تورات وَمُبَشِّرًا اور خوش خبری دینے والا ہوں بِرَسُوْلٍ
ایک رسول کی یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی جو آئے گا میرے بعد اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ

اس کا نام احمد ہے فَلَمَّا جَآءَهُمْ پس جب وہ آئے ان کے پاس بِالْبَيِّنٰتِ کھلی نشانیوں کے ساتھ قَالُوْا کہا اُنھوں نے هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ یہ جادو ہے کھلا۔

نام و کوائف :

اس سورۃ کا نام صف ہے۔ اور صف کا لفظ آیت نمبر ۴ میں موجود ہے جس سے اس سورۃ کا نام لیا گیا ہے۔ یہ سورت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ نازل ہونے کے اعتبار سے اس کا ایک سونو (۱۰۹) نمبر ہے۔ اس سے پہلے ایک سو آٹھ (۱۰۸) سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کے دو رکوع اور چودہ (۱۴) آیتیں ہیں۔ اس سورۃ کا پچھلی سورت کے ساتھ ربط یہ ہے کہ پچھلی سورۃ میں تھا کہ کافروں کے ساتھ دوستی نہ کرو۔ اب فرماتے ہیں کہ کافروں کے ساتھ لڑنا ہے دوستی نہیں کرنا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سَبَّحَ لِلّٰهِ پاکی بیان کرتی ہے اللہ تعالیٰ کی مَا فِي السَّمٰوٰتِ جو مخلوق ہے آسمانوں میں۔ آسمانوں میں فرشتے ہیں۔ اگر فرشتوں کے علاوہ اور کوئی مخلوق ہے جس کا ہمیں علم نہیں ہے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہے وَمَا فِي الْاَرْضِ اور جو مخلوق زمین میں ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہے۔ زمین میں انسان ہیں، جن ہیں، حیوانات ہیں، چرند پرند ہیں، دریا اور پہاڑ ہیں، درخت اور پودے ہیں۔ غرض یہ کہ جو کچھ بھی زمین میں ہے وہ اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر عیب اور نقص سے پاک ہے۔ کمزوریوں سے پاک ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل آیت نمبر ۴۴ پارہ ۱۵ میں ہے وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ "ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کر رہی ہے وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھ سکتے۔" ہر

شے اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے جو جس کی شان کے لائق ہے۔کوئی زبانِ حال سے اور کوئی زبانِ قال سے وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ اور وہ زبردست ہے حکمت والا ہے۔ہر چیز پر کنٹرول بھی اسی کا ہے اور جس چیز کو جس شکل وصورت میں بنایا ہے وہ اس کی حکمت ہے۔تو جو ذات ایسی شان اور عظمت والی ہے اس کا ہر حکم ماننا ضروری ہے۔اوران احکام میں سے ایک حکم جہاد کا بھی ہے جو اس سورت کا موضوع ہے۔

شانِ نزول

اس سورت مبارک کا شانِ نزول یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک موقع پر ہم بعض صحابہ بیٹھے تھے اور آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ کاش ہمیں معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے اچھا عمل کون سا ہے؟ تاکہ ہم اس پر عمل کر سکیں۔لیکن یہ مسئلہ معلوم کرنے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کسی کو نہ بھیج سکے۔کسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان باتوں کا علم ہو گیا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان آدمیوں کو بلا کر پوچھا کہ تم نے یہ بات کہی ہے؟ انھوں نے عرض کیا کہ ہاں کی ہے۔تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ساری سورت پڑھ کر سنا دی۔ اس میں ان کے سوال کا جواب تھا۔کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے پسندیدہ عمل جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جہاد فرض ہونے سے پہلے کچھ مسلمان کہا کرتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں بتلا دے کہ کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے تو ہم اس پر عمل کریں۔پس اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے بتلا دیا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ محبوب وہ ایمان ہے جس میں شک نہ ہو اور کافروں کے ساتھ جہاد کرنا ہے۔جب جہاد فرض ہوا تو کچھ لوگوں پر گراں گزرا (طبعی طور پر ایسا

ہونا ایمان کے خلاف نہیں ہے۔) تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو کیوں کہتے ہو وہ جو کرتے نہیں كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی ناراضگی کی بات ہے کہ کہو تم وہ جو کرتے نہیں ہو۔ بعض حضرات نے اس کا یہ مطلب سمجھا ہے کہ واعظ کو عامل بھی ہونا چاہیے اور اگر خود عامل نہیں ہے وعظ بھی نہ کرے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے ایمان والو لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ کیوں کہتے ہو وہ جو خود نہیں کرتے۔ لیکن ان حضرات کا استدلال صحیح نہیں ہے۔ بلکہ اس آیت کریمہ میں اس بات پر اُبھارا گیا ہے کہ جو کہتے ہو خود بھی کرو کہ واعظ کو عامل ہونا چاہیے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ اگر وہ عامل نہیں ہے تو وعظ ہی چھوڑ دے۔ اس کے ذمے دو فریضے ہیں۔

① خود عمل کرنا۔ ② دوسروں سے عمل کرانا، ترغیب دینا۔

اگر ایک فریضہ رہ گیا ہے تو دوسرے کو کیوں چھوڑے؟ صحیح واعظ وہ ہے جو خود بھی عمل کرے اور دوسروں کو بھی ترغیب دے۔ اگر خود عمل نہیں کرے گا تو اس وجہ سے گرفت میں آئے گا۔

حدیث پاک میں آتا ہے معراج والی رات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گزر ایک قوم پر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ ان کے ہونٹ دوزخ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے۔ جب بھی کاٹے جاتے صحیح ہو جاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کے وہ خطیب ہیں جو کہتے ہیں اور خود اس پر عمل نہیں کرتے۔

تو خیر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے ایمان والو! ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے

نہیں۔اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی ناراضگی کی بات ہے کہ تم وہ بات کہو جو کرتے نہیں ہو۔اگلی آیات بھی اسی سے متعلق ہیں کہ تم نے کہا تھا کہ ہمیں اَحبُّ الاعمال معلوم ہوتو اس پر عمل کریں۔تو اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا کہ میرے ہاں احبّ الاعمال جہاد ہے تو اب یہ تمھیں گراں کیوں معلوم ہوتا ہے۔اس لیے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ بے شک اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے ان لوگوں سے یُقَاتِلُوْنَ فِیْ [illegible] [illegible] اللہ تعالیٰ کے راستے میں صَفًّا صف باندھ کر۔اور اس وقت ان کی حالت یہ ہوتی ہے کَاَنَّھُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔ایسی دیوار مضبوط ہوتی ہے، مستحکم ہوتی ہے۔

جہاد فی سبیل اللہ کی فضیلت :

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تین قسم کے آدمیوں کی طرف دیکھ کر اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں۔رضامندی اور محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ایک وہ آدمی جو رات کو نماز کے لیے اُٹھتا ہے۔دوسرے وہ لوگ جو نماز کے لیے صف باندھتے ہیں۔تیسرے وہ مومنین جو جہاد کے لیے صف باندھتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا دو موقعوں کی صفیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ایک نماز کے موقع پر اور دوسری جہاد کے موقع پر۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میدانِ جنگ میں مجاہدین کی صفیں اور مسجد میں نمازیوں کی صفیں خود سیدھی کرتے تھے۔تو فرمایا اللہ تعالیٰ ایسے مجاہدوں کو پسند کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑتے ہیں صف باندھ کر گویا کہ وہ سیسہ پلائی دیوار ہیں۔

آگے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ بات سمجھائی ہے کہ تم موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح

نہ ہو جانا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو جہاد کا حکم دیا تو اُنھوں نے انکار کر کے موسیٰ علیہ السلام کو تکلیف پہنچائی۔ چنانچہ سورہ مائدہ آیت نمبر ۲۴ میں ہے قَالُوْا یٰمُوْسٰۤى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَاۤ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِیْهَا "ان لوگوں نے کہا اے موسیٰ علیہ السلام! ہم ہرگز نہیں داخل ہوں گے اس ملک میں کبھی بھی جب تک وہ قوم وہاں ہے فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ آپ جائیں اور آپ کا رب جائے دونوں جا کر لڑو بے شک ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔"

بنی اسرائیل کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایذا پہنچانا :

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ اور جب کہا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم بنی اسرائیل سے یٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِیْ اے میری قوم کیوں ایذا پہنچاتے ہو مجھے کبھی جہاد سے انکار کرتے ہو۔ اور موسیٰ علیہ السلام پر الزام لگا دیا کہ ان کو اُدرہ کی بیماری ہے۔ چنانچہ بخاری شریف اور مسلم شریف میں روایت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام بڑے حیادار آدمی تھے سخت پردے کی حالت میں غسل کرتے تھے تاکہ کسی شخص کی نگاہ ننگے جسم پر نہ پڑے۔ اس سے مخالفین نے یہ پروپیگنڈہ کیا کہ آپ کو اُدرہ کی بیماری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو اس الزام سے بری کرنے کے لیے سبب پیدا کیا کہ ایک دفعہ آپ نے تنہائی میں غسل کرنے کے لیے کپڑے اُتار کر پتھر پر رکھ دیئے۔ اتنے میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا تو پتھر آپ کے کپڑے لے کر بھاگ گیا۔ آپ اس کے پیچھے دوڑے یہ کہتے ہوئے ثوبی حجر "او پتھر! میرے کپڑے دے دو۔" یہاں تک کہ وہ ایسے مقام پر پہنچا کہ جہاں بنی اسرائیل کی ایک جماعت بیٹھی تھی۔ اُنھوں نے موسیٰ علیہ السلام کو ننگا دیکھا تو سمجھ گئے کہ آپ کا جسم بالکل بے داغ ہے۔ چنانچہ سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۶۹ میں ہے فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا

قَالُوْا "پس اللہ تعالیٰ نے بری کر دیا موسیٰ علیہ السلام کو اس بات سے جو وہ کہتے تھے۔"

اور قارون نے ایک موقع پر موسیٰ علیہ السلام کو بدنام کرنے کا منصوبہ بنایا۔ اس نے ایک فاحشہ عورت کو لالچ دے کر تیار کیا۔ چنانچہ ایک موقع پر موسیٰ علیہ السلام مجمع کے سامنے بدکاری کی مذمت کر رہے تھے تو اس فاحشہ عورت نے سرِ عام موسیٰ علیہ السلام پر الزام لگایا کہ انھوں نے میرے ساتھ بدکاری کی ہے۔ اس الزام سے موسیٰ علیہ السلام کو سخت ذہنی اذیت پہنچی۔ موسیٰ علیہ السلام نے خطبہ پڑھا اور اس عورت کو خطاب کیا کہ تو اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر سچ سچ بیان کر۔ پس وہ عورت رونے لگی اور قارون کی ساری سازش بیان کر دی کہ اس نے مال کے لالچ میں مجھ سے سب کچھ کروایا ہے۔ اور کبھی موسیٰ علیہ السلام کو اس طرح تکلیف پہنچائی کہ کہنے لگے اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ [الاعراف:۱۳۸] "ہمیں بھی ایسے الٰہ بنا دے جیسے ان کے الٰہ ہیں۔"

تو فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے مجھے کیوں تکلیف دیتے ہو وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں تمھاری طرف۔ معجزات سے تم میری تصدیق کر چکے ہو۔ فرعونیوں کی ہلاکت تم نے آنکھوں سے دیکھی ہے۔ اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ تم میری عزت کرتے، احترام کرتے لیکن تم تکلیف پہنچاتے ہو۔ فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ پس جب وہ ٹیڑھے چلے سمجھانے کے باوجود وہ لوگ ٹیڑھے رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا نافرمان قوم کو جبراً۔ ہدایت طالب کو ملتی ہے۔

تذکرۂ حضرت عیسیٰ علیہ السلام :

آگے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے کہ ان کو بھی قوم سے بڑی تکلیفیں پہنچی ہیں۔

فرمایا وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ اور جب کہا عیسیٰ ابن مریم نے یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ اے بنی اسرائیل بے شک میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں تمھاری طرف۔ عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت صرف بنی اسرائیل کی طرف تھی۔ چنانچہ انجیل متی میں موجود ہے فرمایا کہ میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔ اور بارہ رسولوں، شاگردوں اور حواریوں کو حکم دیا تھا کہ غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا۔ اور میں تورات کی کسی شے کو منسوخ کرنے کے لیے نہیں آیا بلکہ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ میں تصدیق کرنے والا ہوں اس کی جو میرے آگے ہے تورات۔ اور دوسرا کام میرا یہ ہے وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ اور میں خوش خبری دینے والا ہوں ایک رسول کی یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ جو آئے گا میرے بعد اس کا نام احمد ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی تبلیغ کے دوران میں یہ دونوں باتیں کیا کرتے تھے۔ اپنی رسالت کا اعلان کرتے اور اپنے بعد آنے والے رسول کی خوش خبری دیتے۔

بخاری شریف اور مسند احمد میں روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ لِیْ اَسْمَآءً بے شک میرے کئی نام ہیں۔ میں محمد بھی ہو اور احمد بھی ہوں میں ماحی بھی ہوں میرے ذریعے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹائے گا۔ میرا نام حاشر بھی ہے میرے قدموں پر لوگوں کو جمع کیا جائے گا اور میں عاقب بھی ہوں، سب سے بعد میں آنے والا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے دنیا میں آنے کے ظاہری سبب تین ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے شاگردوں اور حواریوں کو میرے آنے کی بشارت سنائی تھی۔ چنانچہ انجیل یوحنا باب نمبر ۱۵ آیت نمبر ۲۰ میں ہے کہ حضرت

یسوع نے فرمایا" اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیوں کہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔"

تیسرا ظاہری سبب فرمایا میری والدہ ماجدہ نے میری ولادت سے پہلے خواب دیکھا تھا کہ ان کے بدن سے ایک روشنی نکلی ہے جس سے شام کے محل روشن ہو گئے۔ تو ان میں ایک عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت بھی ہے۔ اور اس آیت کریمہ میں مذکور ہے فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ پس جب وہ آخری پیغمبر آئے ان کے پاس کھلی نشانیوں کے ساتھ۔ چاند کا دو ٹکڑے ہونا، کنکریوں کا کلمہ پڑھنا، درختوں کا چل کر آنا قَالُوْا کہنے لگے وہ لوگ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ یہ جادو ہے کھلا۔ ضد کا کوئی علاج نہیں ہے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰٓى اِلَى الْاِسْلَامِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝٧ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝٨ هُوَ الَّذِىْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝٩

وَمَنْ اَظْلَمُ اور کون ہے بڑا ظالم مِمَّنِ اس شخص سے افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ جس نے افتریٰ باندھا اللہ تعالیٰ پر الْكَذِبَ جھوٹ کا وَهُوَ يُدْعٰٓى اِلَى الْاِسْلَامِ اور اس کو دعوت دی جاتی ہے اسلام کی طرف وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا ظالم قوم کو يُرِيْدُوْنَ یہ لوگ چاہتے ہیں لِيُطْفِـُٔوْا کہ بجھادیں نُوْرَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے نور کو بِاَفْوَاهِهِمْ اپنے مونہوں سے وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ اور اللہ تعالیٰ پورا کرنے والا ہے اپنے نور کو وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ اور اگرچہ ناپسند کریں کافر هُوَ الَّذِىْٓ اللہ تعالیٰ وہی ہے اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ جس نے بھیجا اپنے رسول کو بِالْهُدٰى ہدایت کے ساتھ وَدِيْنِ الْحَقِّ اور سچے دین کے ساتھ لِيُظْهِرَهٗ تاکہ اس کو غالب کردے عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ سارے دینوں پر وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ اور اگرچہ ناپسند کریں شرک کرنے والے۔

ربطِ آیات :

اس سے پہلے سبق کے آخر میں تھا کہ جس پیغمبر کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی جب وہ کھلی نشانیوں کے ساتھ تشریف لائے تو هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ کہہ کر انکار کر دیا۔ تو اس سے بڑھ کر ظلم کیا ہو سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ اور اس شخص سے بڑا ظالم کون ہے جس نے باندھا اللہ تعالیٰ پر جھوٹا افترٰی۔ اس کی آیات کو جادو کہے، اس کے لیے بیٹا تجویز کرے اور اللہ تعالیٰ کے شریک بنائے وَهُوَ يُدْعٰٓى اِلَى الْاِسْلَامِ حالانکہ اسے دعوت دی جارہی ہے اسلام کی طرف اور اُسے یہ حقیقت بتلائی جارہی ہے کہ یہ سچا دین ہے جو سارے نبیوں کا دین ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام بھی اسی دین پر کاربند تھے۔ توحید، رسالت اور قیامت اُصولِ دین ہیں۔ تمام پیغمبران اُصولوں پر متفق تھے۔ مگر یہ لوگ ضد، عناد، ہٹ دھرمی پر قائم ہیں وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا بے انصاف قوم کو۔ ہدایت اُسے ملتی ہے جو ہدایت کا طالب ہوتا ہے۔ یہ ہدایت کے طالب نہیں بلکہ ہدایت کو مٹانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ مٹادیں اللہ تعالیٰ کے نور کو اپنے مونہوں سے۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قرآن کو، اس کی روشنی کو پھیلنے نہ دیں اور اس کو جھٹلا دیں۔ اسلام کو مٹادیں اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو قتل کر دیں اور دینِ اسلام کو پھیلنے نہ دیں۔ یہود و نصاریٰ نے اسلام کے مٹانے کے لیے پورا زور لگایا مگر اسلام پھیلتا گیا۔

آج بھی مخالفت میں کوئی کمی نہیں کر رہے۔ عقائد بگاڑنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اعمال برباد کرنے اور اخلاقیات تباہ کرنے پر لگے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں میں کتنے فتنے کھڑے کیے۔ منکرین حدیث کا فتنہ، جھوٹی نبوت کا فتنہ، نیچری فتنہ، تعزیہ پرستی اور قبر پرستی کا فتنہ، بدعات اور رسومات کا فتنہ۔ یہ سب اسلام کے خلاف سازشیں ہیں مگر اسلام کی شمع اسی طرح روشن ہے وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ اور اللہ تعالیٰ پورا کرنے والا ہے اپنے نور کو، دین کو، اسلام کو وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ اور اگرچہ پسند نہ کریں کافر۔ مخالفوں کی تمام سازشیں ناکام ہوئیں اور وعدے کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو پورا کر دیا۔ اور آج بھی جتنی چاہیں سازشیں کرتے رہیں جب تک اللہ تعالیٰ کو دین کا باقی رکھنا منظور ہے کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

غلبہ دین اسلام کا مطلب :

اللہ تعالیٰ نے اپنے نورِ ہدایت کو مکمل کرنے کے لیے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ اللہ تعالیٰ وہی ہے جس نے بھیجا اپنا رسول بِالْهُدٰى ہدایت کے ساتھ وَدِيْنِ الْحَقِّ اور سچے دین کے ساتھ۔ ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا۔ جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے ہیں اس وقت کوئی مذہب اپنی اصل حالت میں موجود نہیں۔ سب دین تحریفات کا شکار ہو چکے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت اور سچا دین دے کر مبعوث فرمایا۔ اور اس سے مقصود یہ تھا لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ تاکہ غالب کر دے اس سچے دین کو دوسرے تمام دینوں پر۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دین اسلام نازل ہی اس لیے کیا ہے کہ دنیا میں صرف یہی دین قائم رہے اور باقی سب ختم ہو جائیں۔ غلبہ سے مراد سیاسی غلبہ بھی ہے اور دلیل اور برہان کا غلبہ بھی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دیگر مفسرین میں سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی توجیہہ زیادہ بہتر ہے کہ شرک اہل کتاب اور عرب کے اُمی لوگوں میں پایا جاتا تھا جس کو مغلوب کرنا مقصود تھا۔ چنانچہ عرب کے سارے اُمی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانے میں ہی مغلوب ہو گئے۔ بعض مشرک مارے گئے اور بعض نے اسلام قبول کر لیا۔ اس طرح سارے عرب پر اسلام کا جھنڈا لہرا دیا گیا اور جزیرۃ العرب شرک کی نجاست سے پاک ہو گیا۔ نصاریٰ میں سے نجران اور شام کے عیسائیوں نے مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کر کے جزیہ دینا قبول کر لیا اور وہ اس طرح اپنے دین پر رہتے ہوئے اسلام کے ماتحت ہو گئے۔ یہودیوں میں سے بنونضیر، بنوقریظہ، بنوقینقاع اور خیبر والے سب مغلوب ہو گئے۔ بعض نے ٹیکس دینا قبول کیا اور بعض بالکل ہی ختم ہو گئے۔ اس طرح دین حق باقی ادیان پر غالب آ گیا۔

لیکن شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس توجیہ سے مکمل اتفاق نہیں کرتے۔ بلکہ وہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں جس غلبہ دین کی بات کی گئی ہے وہ مکمل طور پر خلفائے راشدین کے زمانہ میں واقع ہوا ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانے میں تو قیصر و کسریٰ جیسی سپر طاقتیں دنیا میں موجود تھیں۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبر کو مبعوث فرما کر اس تحریک کا آغاز کر دیا جس کے ذریعے یہ دونوں بڑی طاقتیں ختم ہو گئیں اور دین حق کو عمومی غلبہ حاصل ہو گیا۔

چنانچہ خلفائے راشدین کے زمانے میں روم، روس، افریقہ، جرمنی، شام، مصر وغیرہ قیصر روم کے ماتحت تھے۔ یہ مغلوب ہوئے۔ اور ادھر کسریٰ کے زیر تسلط خراسان، توران، ترکستان وغیرہ اور مجوسی، سب مغلوب ہو گئے۔ اس کے علاوہ تمام

یہودی مشرک ، ہندو، صابی قومیں بھی اسلام کے ماتحت آگئیں ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں کسریٰ ختم ہوا تو مجوسیت دم توڑ گئی اور حنیفیت کا دور شروع ہو گیا۔ اور ادھر قیصر کا تسلط مصر، شام اور فلسطین سے ختم ہوا اور اسلام کو عمومی غلبہ حاصل ہو گیا۔ پھر مسلمانوں میں عملی کمزوری آئی اور یہ پستی کا شکار ہوئے ۔ دلیل و برہان کا غلبہ تو ہمیشہ رہے گا۔ حجت، برہان اور دلیل کے لحاظ سے اسلام سب دینوں پر غالب ہے اور غالب رہے گا۔

آج سے تقریباً تین چار سال پہلے کی بات ہے کہ یورپ کے پادریوں نے بڑا اُدھم مچایا۔ قرآن کریم پر اعتراض کیے، اسلام کے اُصولوں پر اعتراض کیے۔ مولانا احمد دیدات جوڈھابیل سے فارغ اور مسلک دیوبند سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کو انگریزی اور عیسائیت کے لٹریچر پر عبور حاصل ہے۔ یہ یورپ پہنچ گئے۔ وہاں کے لوگوں نے بتایا کہ ان پادریوں نے ہمارے ناک میں دم کر رکھا ہے ہمیں چین نہیں لینے دیتے۔ اُنھوں نے عیسائی پادریوں سے گفتگو کی۔ مناظرہ طے پا گیا۔ مولانا نے کہا کہ مناظرہ ٹی وی پر ہو گا۔ پانچ چھ ملکوں کے لوگ کروڑوں کی تعداد میں دیکھیں اور سنیں گے۔ اور دوسری شرط یہ ہے کہ جج مقرر کرو جو فیصلہ کریں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کروڑوں لوگوں نے آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے مناظرہ سنا اور جج صاحبان نے فیصلہ دیا کہ احمد دیدات جیت گیا ہے۔ اس کے دلائل کھرے اور وزنی ہیں۔ پھر خدا کی قدرت کہ جج بھی سارے عیسائی تھے۔

آج تو الحمدللہ! ترپین ممالک مسلمانوں کے ہیں۔ اگرچہ برائے نام مسلمانوں کا اقتدار ہے۔ کیوں کہ امریکہ ان سب پر مسلط ہے بشمول عرب ممالک کے۔ مگر برائے نام ہیں تو سہی۔ اور ایک دور ایسا بھی گزرا ہے کہ کسی ایک ملک میں بھی مسلمانوں کا اقتدار نہیں تھا۔ اس دور میں بھی اسلام دلائل کے اعتبار سے غالب رہا ہے۔ اس دور میں محمد پکھتال

جرمن مسلمان ہوئے۔ اُنھوں نے قرآن کریم کا بہت اچھا انگریزی میں ترجمہ کیا اور ان کے ذریعے اسلام پھیلا۔

اسی طرح ہندوستان میں مولانا عبید اللہ نو مسلم جو پہلے پنڈت تھے، مسلمان ہوئے۔ اور اُنھوں نے "تحفۃ الہند" نامی کتاب لکھی۔ اس کتاب کو پڑھ کر مولانا عبید اللہ سندھی ۱۰ سال کی عمر میں مسلمان ہوئے۔ سکھ خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور ستراہ کے قریب چیانوالی قصبہ جو ضلع سیالکوٹ میں ہے کے رہنے والے تھے۔ اس زمانے میں اسلام قبول کیا اور اسلام کے غلبے کی بات کی اور اسلام کی حقانیت کے دلائل دنیا کو دیئے۔

تو فرمایا تاکہ وہ غالب کر دے اس دین حق کو سارے دینوں پر وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ اور اگرچہ پسند نہ کریں شرک کرنے والے۔ چنانچہ مخالفوں کی تمام سازشیں ناکام ہوئیں اور وعدے کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو غالب کر دیا۔

يٰۤاَيُّهَا
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ
اَلِيْمٍ ⑩ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ
اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ⑪ۙ
يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا
الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ⑫ۙ
وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ؕ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ؕ وَبَشِّرِ
الْمُؤْمِنِيْنَ ⑬ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ
عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ
الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْۤ
اِسْرَآءِيْلَ وَكَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ ۚ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى
عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ ⑭ ع

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو هَلْ اَدُلُّكُمْ کیا
میں تمھیں بتلاؤں عَلٰى تِجَارَةٍ ایسی تجارت تُنْجِيْكُمْ جو تمھیں بچا
لے مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ دردناک عذاب سے تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ایمان
لاؤ اللہ تعالیٰ پر وَرَسُوْلِهٖ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر وَتُجَاهِدُوْنَ
اور جہاد کرو فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں بِاَمْوَالِكُمْ

اپنے مالوں کے ساتھ وَاَنْفُسِكُمْ اور اپنی جانوں کے ساتھ ذٰلِكُمْ
خَيْرٌ لَّكُمْ یہ بہتر ہے تمھارے لیے اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اگر تم جانتے ہو
يَغْفِرْ لَكُمْ بخش دے گا تم کو ذُنُوْبَكُمْ تمھارے گناہ وَيُدْخِلْكُمْ
اور داخل کرے گا تم کو جَنّٰتٍ ایسے باغوں میں تَجْرِيْ بہتی ہیں
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ اس کے نیچے نہریں وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً اور پاکیزہ
گھروں میں فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ رہنے کے باغوں میں ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ
یہی ہے کامیابی بڑی وَاُخْرٰى اور ایک دوسری چیز بھی تُحِبُّوْنَهَا
جس کو تم پسند کرتے ہو نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ مدد اللہ تعالیٰ کی طرف سے وَفَتْحٌ
قَرِيْبٌ اور جلدی فتح وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اور آپ خوش خبری سنا دیں
ایمان والوں کو يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے كُوْنُوْۤا
ہو جاؤ اَنْصَارَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے مددگار كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ
جیسا کہ کہا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے لِلْحَوَارِيّٖنَ حواریوں سے مَنْ
اَنْصَارِيْۤ اِلَى اللّٰهِ کون ہے میرا مددگار اللہ تعالیٰ کے راستے میں قَالَ
الْحَوَارِيُّوْنَ کہا حواریوں نے نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ہم اللہ تعالیٰ کے
مددگار ہیں فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ پس ایمان لایا ایک گروہ مِّنْۢ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ
بنی اسرائیل سے وَكَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ اور کفر کیا ایک گروہ نے فَاَيَّدْنَا
الَّذِيْنَ پس ہم نے تائید کی اُن لوگوں کی اٰمَنُوْا جو ایمان لائے عَلٰى

عَدُوِّهِمْ ان کے دشمنوں پر فَاَصْبَحُوْا پس ہوگئے وہ ظٰهِرِيْنَ غالب آنے والے۔

ربطِ آیات :

اس سورت کی آیت نمبر ۴ میں تھا کہ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ "اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اُن لوگوں کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑتے ہیں۔" اب بھی جہاد کے متعلق بیان ہے۔ دوسرا ربط یہ ہے کہ اس سے پہلی آیت کریمہ میں دین کے غلبے کا ذکر تھا اور یہ غلبہ جہاد کے ذریعے ہی حاصل ہونا ہے۔ اس لیے جہاد کی ترغیب دی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ کیا میں تمھیں بتلاؤں ایسی تجارت تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ جو تمھیں بچالے دردناک عذاب سے۔ تجارت میں نفع بھی ہوتا ہے اور نقصان بھی۔ لیکن ہم تمھیں ایسی تجارت بتلاتے ہیں جس میں نفع ہی نفع ہے نقصان نہیں ہے۔ اور یہ عقل مندوں کے ہاں اعلیٰ درجے کی تجارت ہے۔ اور مومن کے لیے سب سے بڑا خسارہ آخرت کا عذاب ہے۔

تو فرمایا یہ تجارت تمھیں آخرت کے عذاب سے نجات دے گی۔ اس کے بدلے میں تم نے کیا دینا ہے؟ فرمایا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر۔ وہ اپنی ذات وصفات میں وحدہٗ لاشریک ہے اس کا کوئی ہمسر شریک نہیں ہے وَرَسُوْلِهٖ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساری کائنات کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے اور قیامت تک کی ساری مخلوق کے لیے پیغمبر بنا کر

بھیجا ہے۔ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں اور اب نجات آپ ﷺ پر ایمان لانے میں اور آپ ﷺ کی اتباع میں بند ہے وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللهِ اور جہاد کرو اللہ تعالیٰ کے راستے میں بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ اپنے مالوں کے ساتھ اور اپنی جانوں کے ساتھ۔ دین کے غلبے کے لیے کہ یہ بھی عذاب الیم سے بچنے کا ذریعہ ہے۔

اِعلاءِ کلمۃ اللہ کے لیے جہاد ضروری ہے۔ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۹۳ میں ہے وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ "اور لڑو تم ان کے ساتھ یہاں تک کہ فتنہ نہ رہے، کفر شرک نہ رہے، ظلم زیادتی نہ رہے اور دین خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہو جائے۔" تو فرمایا اے ایمان والو! کیا میں تمھیں ایسی تجارت نہ بتلاؤں جو تمھیں دردناک عذاب سے بچالے۔ وہ سوداگری یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرو اللہ تعالیٰ کے راستے میں ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ یہی چیز تمھارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ اللہ تعالیٰ بخش دے گا تم کو تمھارے گناہ وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ اور داخل کرے گا تمھیں ایسے باغات میں کہ بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً اور پاکیزہ گھروں میں داخل کرے گا فِي جَنَّاتِ عَدْنٍ رہنے کے باغوں میں۔ وہاں ہمیشہ رہیں گے اور یہ انعامات دائمی ہوں گے ختم نہیں ہوں گے ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ یہ سعادت بڑی کامیابی ہے جس خوش بخت کو نصیب ہو جائے۔

فرمایا وَأُخْرَىٰ تُحِبُّونَهَا اور اس آخرت کے پھل کے علاوہ ایک اور چیز بھی ہے جس کو تم پسند کرتے ہو۔ وہ ہے نَصْرٌ مِّنَ اللهِ مدد اللہ تعالیٰ کی طرف سے وَفَتْحٌ قَرِيبٌ اور جلدی فتح۔ اللہ تعالیٰ تمھیں دنیا میں غنیمتیں عطا فرمائے گا۔ مکہ مکرمہ فتح ہو

جائے گا، فارس اور روم فتح ہو جائیں گے۔

نصرتِ خداوندی :

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ تعالیٰ کی نصرت اور مدد سے ہر جگہ کامیابی اور فتح حاصل کی۔ غزوۂ بدر میں صرف تین سو تیرہ جاں نثاروں نے ایک ہزار مسلح لوہا پوش (زرہ پوش) فوج کو ذلت آمیز شکست دی۔ ستر کافر مارے گئے اور ستر قیدی بنا لیے گئے اور باقی میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔ مسلمانوں کے پاس سامان کیا تھا؟ صرف آٹھ تلواریں، چھ زرہیں، ستر اونٹ اور دو گھوڑے۔

جنگِ احد میں سات سو مسلمانوں نے تین ہزار کا مقابلہ کیا مگر میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔ بعد میں کافروں نے مسلمانوں کو تھوڑا سا نقصان پہنچایا مگر میدان چھوڑ گئے۔ جنگِ خندق میں تین ہزار مسلمانوں نے چوبیس ہزار کفر کی فوجوں کا مقابلہ کیا جو تلاطم خیز سمندر تھا لیکن اللہ تعالیٰ کی غیبی نصرت نے کافروں کو بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ اور وہ تقریباً ایک ماہ تک مدینہ طیبہ کا محاصرہ جاری رکھنے کے بعد بے نیلِ مرام واپس گئے اور ان کے ناپاک ارادے دل ہی میں دفن ہو گئے۔

خیبر کی لڑائی میں پندرہ سولہ سو مجاہدین اسلام نے بیس ہزار یہودیوں سے مقابلہ کیا۔ چند دن کی صبر آزما لڑائی کے بعد خیبر کا سارا علاقہ فتح ہو گیا اور یہود نے ہتھیار ڈال دیئے۔ اس لڑائی میں صرف بیس مسلمان شہید ہوئے اور ترانوے یہودی جہنم واصل ہوئے۔

جنگِ قادسیہ میں تیس ہزار سے کچھ زائد مسلمانوں نے ایک لاکھ بیس ہزار ایرانیوں کا مقابلہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فتح مسلمانوں کو عطا فرمائی۔ جنگِ یرموک میں بتیس ہزار

مسلمانوں نے دو لاکھ رومیوں کا مقابلہ کیا۔ اور علامہ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یرموک میں چار لاکھ رومیوں کے ساتھ مقابلہ ہوا ہے۔ امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یرموک میں چھتیس ہزار مسلمانوں نے ساٹھ لاکھ کا مقابلہ کیا ہے۔ ایک لاکھ پانچ ہزار کافر قتل ہوئے اور چالیس ہزار گرفتار ہوئے اور مسلمان صرف چار ہزار شہید ہوئے۔

تو فرمایا اور ایک دوسری چیز بھی تمھیں حاصل ہوگی وہ ہے اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتح جلدی وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اور آپ خوش خبری سنا دیں ایمان والوں کو۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کا قصہ :

آگے اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کا قصہ یاد دلا کر دین کی نصرت کی ترغیب دی ہے۔ ارشاد ربانی ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے ایمان والو! كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ ہو جاؤ اللہ تعالیٰ کے مددگار۔ اللہ تعالیٰ کی ذات تو بے نیاز ہے اس کو کسی کی مدد کی ضرورت نہیں ہے وہ تو خود کائنات کا مددگار ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مددگار بن جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کی توحید کو بلند کرنے کے لیے ہر حالت میں اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اتباع کرو۔ اور جان مال، قول فعل سے اس کے لیے کوشش کرو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کو بہ سر و چشم قبول کرو۔ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ جیسا کہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نے کہا لِلْحَوَارِيّٖنَ اپنے حواریوں سے مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ کون ہے میرا مددگار اللہ تعالیٰ کے راستے میں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو زبانی طور پر سمجھایا کہ تحریفات چھوڑ دو اور اصل دین کو اپناؤ اور عملی طور پر بھی سمجھایا، معجزات بھی دکھائے لیکن اُن پر کوئی اثر نہ ہوا۔ بلکہ اُنھوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف سازشیں شروع کر دیں اور عیسیٰ علیہ السلام کی نافرمانی پر

اُتر آئے جیسا کہ سورہ آل عمران آیت نمبر ۵۲ میں ہے فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ "پس جب محسوس کیا عیسیٰ علیہ السلام نے ان لوگوں کی طرف سے کفر تو قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَى اللّٰهِ کہا کون ہے میری مدد کرنے والا اللہ تعالیٰ کے راستے میں قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ کہا حواریوں نے نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ہم ہیں اللہ تعالیٰ کے مددگار۔"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کو حواری کہنے کی ایک وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ حواری حور سے ہے اور حور کے معنیٰ ہیں سفیدی۔ کیوں کہ ان کے دل بڑے صاف تھے۔ جو دل میں ہوتا تھا وہی زبان پر ہوتا تھا۔ ان میں دورنگی نہیں تھی کہ دل کسی طرف ہو اور زبان کسی طرف ہو۔ اس واسطے ان کو حواری کہا گیا ہے کہ دل کے بڑے صاف تھے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے چمڑے سفید تھے یعنی سفید فام لوگ تھے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ دھوبی تھے کپڑے سفید کرتے تھے اس واسطے ان کو حواری کہا گیا۔ اگرچہ بہت تھوڑے تھے مگر مخلص تھے۔

قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ کہا حواریوں نے ہم ہیں اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرنے والے۔ چنانچہ اُنھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کی اور مدد کی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حکم کے مطابق دین کی تائید اور نشر و اشاعت کرتے رہے۔ یہ بارہ آدمی تھے۔

① پطرس، ② اندریاس، ③ یعقوب بن زبدی، ④ یوحنا، ⑤ فیلبوس، ⑥ برتھولا،

⑦ تھوما، ⑧ ولامتی، ⑨ یعقوب بن بلقا، ⑩ بہی، ⑪ شمعون کنعانی، ⑫ یہوداہ۔

ان حضرات نے بڑی تکلیفیں برداشت کیں۔ حتیٰ کہ بعض کو قتل بھی کر دیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کا کوئی نہ کوئی حواری ہوتا ہے، فرمایا میرا حواری میرا

پھوپھی زاد بھائی زبیر بن عوام ہے۔ جو بڑے بہادر آدمی تھے اور اُنھوں نے اسلام کے لیے بڑی قربانیاں دی ہیں۔

تو خیر عیسیٰ علیہ السلام نے کہا اللہ تعالیٰ کے دین کے لیے میری کون مدد کرے گا۔ حواریوں نے کہا ہم ہیں اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرنے والے فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ پس ایمان لایا ایک گروہ بنی اسرائیل سے وَكَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ اور کفر کیا ایک گروہ نے۔ پس بنی اسرائیل میں سے ایک گروہ ایمان لایا یعنی ہدایت کے طریقے پر ہوگئے اور دوسرا گروہ گمراہی کے طریقے پر جم گیا۔ اور وہ یہ یہود ہیں جن پر قیامت تک اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اُن کی والدہ پر طرح طرح کے الزام لگائے، بہتان تراشی کی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے لعنت پر لعنت کمائی فَاَیَّدْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلٰی عَدُوِّهِمْ پس ہم نے تائید کی، مضبوط کیا، نصرت کی اُن لوگوں کی جو ایمان لائے ان کے دشمنوں پر۔ جنھوں نے انکار کیا عیسیٰ علیہ السلام کا اور بہتان تراشی کی ان کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے والوں کو مضبوط کیا، ان کی نصرت کی فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِیْنَ پس ہو گئے وہ غالب آنے والے۔ حجت، دلیل اور برہان کے اعتبار سے ان پر جنھوں نے کفر کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کیا۔

اسی طرح اے ایمان والو! تم بھی دین محمدی کے لیے کوشش کرو اور جہاد کرو اللہ تعالیٰ تمھاری نصرت فرمائیں گے اور تم غالب آؤ گے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ساری دنیا میں غلبہ عطا فرمایا اور عرب وعجم پر مسلمانوں کا قبضہ اور کنٹرول ہوگیا۔ مگر بعد میں جب مسلمان اپنی اپنی اغراض کے پیچھے لگے، حبِ جاہ اور حبِ مال کی بیماری میں مبتلا ہو گئے۔ نہ وہ ایمان باقی رہا نہ یقین۔ اعمال خراب ہو گئے تو پستی مقدر بن گئی اور ذلیل وخوار

ہو گئے اور مختلف قوموں کے دست نگر بن گئے۔ اب جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا تو پھر اسلام کو دلیل و برہان کے ساتھ ساتھ سیاسی غلبہ بھی نصیب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی اصلاح کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر

سُورَةُ الجُمُعَةِ

(مکمل)

جلد ۲۰

آیاتھا ۱۱ ۶۲ سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ مَدَنِيَّةٌ ۱۱۰ رکوعاتھا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝۱ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝۲ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۳ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝۴

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ پاکی بیان کرتی ہے اللہ تعالیٰ کے لیے مَا فِي السَّمٰوٰتِ وہ مخلوق جو ہے آسمانوں میں وَمَا فِي الْاَرْضِ اور جو زمین میں ہے الْمَلِكِ وہ بادشاہ ہے الْقُدُّوْسِ پاک ہے الْعَزِيْزِ زبردست ہے الْحَكِيْمِ حکمت والا ہے هُوَ الَّذِيْ وہ وہی ذات ہے بَعَثَ جس نے بھیجا فِي الْاُمِّيّٖنَ ان پڑھوں میں رَسُوْلًا ایک رسول مِّنْهُمْ انہی میں سے يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ پڑھتا ہے ان پر اٰيٰتِهٖ اس کی آیتیں وَيُزَكِّيْهِمْ اور ان کو وہ پاک کرتا ہے وَيُعَلِّمُهُمْ اور تعلیم دیتا ہے ان کو الْكِتٰبَ کتاب کی وَالْحِكْمَةَ اور دانائی کی

وَاِنْ كَانُوْا اور بے شک وہ تھے مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ البتہ کھلی گمراہی میں وَّاٰخَرِيْنَ اور دوسروں کے لیے مِنْهُمْ انہی میں سے لَمَّا يَلْحَقُوْا جو ابھی تک نہیں ملے بِهِمْ ان کو وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ اور وہ زبردست حکمت والا ہے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے يُؤْتِيْهِ دیتا ہے وہ فضل مَنْ يَّشَآءُ جس کو چاہتا ہے وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

ربطِ آیات :

اس سے پہلی سورت میں تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خوش خبری سنائی کہ میرے بعد ایک رسول آئیں گے جن کا نام احمد ہوگا۔ اس سورت میں اسی رسول کا ذکر ہے جس کی خوش خبری عیسیٰ علیہ السلام نے سنائی تھی۔ اس سورۃ کا نام سورۃ الجمعہ ہے۔ اور یہ آیت نمبر ۸ سے لیا گیا ہے کہ اس میں جمعہ کا لفظ موجود ہے۔ یہ سورۃ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ نزول کے اعتبار سے اس کا ایک سو دسواں [۱۱۰] نمبر ہے۔ اس سے پہلے ایک سو نو [۱۰۹] سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کے دو رکوع اور گیارہ آیتیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ پاکی بیان کرتی ہے اللہ تعالیٰ کی جو کچھ ہیں آسمانوں میں۔ آسمانوں میں فرشتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ اگر فرشتوں کے علاوہ اور کوئی مخلوق ہے جس کو ہم نہیں جانتے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے وَمَا فِي الْاَرْضِ اور جو زمین میں ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ چاہے وہ جان دار ہوں جیسے انسان، حیوان، چرند پرند وغیرہ یا غیر جان دار جیسے

درخت ہیں، پتھر ہیں، پہاڑ ہیں، دریا اور سمندر ہیں۔ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہے۔ سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۴۴ میں ہے وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ "ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے مگر تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھ سکتے۔" انسانوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ تم بھی اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرو کہ اللہ تعالیٰ ہر نقص اور عیب سے پاک ہے۔ وہ ماں باپ، بیوی بچوں سے پاک ہے، وہ شریکوں سے پاک ہے۔ سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۴۲ میں ہے وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا "تسبیح بیان کرو اللہ تعالیٰ کی صبح اور شام۔"

اَلْمَلِكِ بادشاہ ہے اَلْقُدُّوْسِ پاک ہے اَلْعَزِیْزِ زبردست ہے اَلْحَكِیْمِ حکمت والا ہے۔ ساری دنیا کا حقیقی بادشاہ ہے۔ وہ نقص اور عیب سے پاک ہے کیوں کہ وہ اپنی ذات وصفات میں کامل ہے۔ وہ کمال قدرت کا مالک ہے۔ حکمت والا ہے اس کا ہر کام حکمت پر مبنی ہے۔ هُوَ الَّذِیْ وہ وہی ہے بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ جس نے بھیجا اَن پڑھوں میں سے ایک رسول انھی میں سے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ عرب سارے ہی اَن پڑھ تھے (الا ماشاء اللہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی انھی میں سے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے رشتہ دار تھے۔ عرب کا کوئی قبیلہ ایسا نہ تھا کہ جس میں آپ کے باپ دادا سے پیدائشی قرابت نہ ہو سوائے بنو تغلب کے کہ ان کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسی قسم کی قرابت داری نہ تھی۔ یہ قبیلہ عرب کی سرحد شام سے متصل رہتا تھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انھی میں سے تھے، عربی تھے۔

یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ پڑھتا ہے ان پر اس کی آیتیں۔ اللہ تعالیٰ کا قرآن ان کو پڑھ کر سناتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اول مخاطب چونکہ عرب تھے اور عربی ان کی مادری

زبان تھی اس لیے قرآن کریم کے اکثر مضامین کو وہ محض سننے سے ہی سمجھ جاتے تھے۔ تو فرمایا وہ ان کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے وَيُزَكِّيهِمْ اور وہ ان کو پاک کرتا ہے شرک سے، کفر سے، بداعتقادیوں سے، بُرے اخلاق سے۔ حقیقتاً تو دلوں کی صفائی رب کرتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا ذریعہ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق حسنہ اور تعلیم وتربیت سے لوگوں کے دل صاف ہو جاتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہوتے ہوئے وظائف کرنے کی ضرورت نہیں تھی مگر اب زنگ اُتارنے کے لیے وظائف کرنے پڑتے ہیں۔ پیر کامل اپنے مریدوں کو اگر کوئی وظیفہ بتائے گا اور وہ توجہ کے ساتھ پڑھے گا تو یقیناً اثر ہوگا وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ اور تعلیم دیتا ہے ان کو کتاب کی، سکھاتا ہے ان کو کتاب۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قرآن کریم کی تعلیم دینا :

قرآن کریم کی وہ آیات جن کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صرف سننے سے نہیں سمجھ سکتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی تفسیر کر دیتے تھے کہ اس کا یہ مطلب اور مفہوم ہے۔ مثلاً: پانچواں پارہ سورۃ النساء میں یہ آیت ہے مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ "جو شخص بُرے عمل کرے گا اس کا بدلہ دیا جائے گا۔" اس کی سزا پائے گا۔ یہ آیت کریمہ جب نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت! ہم میں سے کون سا ایسا آدمی ہے جس سے کوئی نہ کوئی بُرائی نہ ہو۔ معصوم تو صرف پیغمبر ہیں ان کے بغیر کوئی معصوم نہیں ہے۔ لہٰذا چھوٹی بڑی غلطی انسان سے ہو جاتی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھا کہ بدلہ قبر، برزخ اور آخرت میں ہوگا کہ جس کے نتیجے میں دوزخ میں جانا پڑے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ مطلب نہیں ہے بلکہ يُجْزَ بِهٖ کا مطلب یہ ہے کہ مومن کو دنیا میں جو تکلیفیں آتی ہیں وہ اس کے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں۔ مثلاً: بخار ہے، گرمی ہے، سردی ہے، سردرد

ہے، کمر درد ہے، گھٹنے کا درد ہے، پیٹ درد ہے یا کوئی اور تکلیف ہو یہ گناہ کا کفارہ بن جاتی ہے۔ چلتے چلتے جیب سے رقم گر گئی یہ بھی گناہ کا کفارہ ہو گئی حتّٰی کہ کانٹے کا چبھ جانا اور چیونٹی کا کاٹنا بھی گناہ کا کفارہ ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم بھی دی۔

اور قرآن کریم کا پڑھانا اور سمجھانا بڑا کام ہے۔ ابن ماجہ جو صحاح ستہ کی کتاب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص قرآن کریم کی ایک آیت سیکھے گا (بغیر ترجمہ کے) اس کو سو نفل پڑھنے والے سے زیادہ ثواب ملے گا۔ اور جو شخص ایک آیت کریمہ ترجمے کے ساتھ سیکھے گا اس کو ہزار نفل پڑھنے والے سے زیادہ ثواب ملے گا۔ اور یاد رکھنا! قرآن کریم پڑھنا اور اس کا ترجمہ سیکھنا مردوں اور عورتوں سب کے لیے ضروری ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تیسرا کام وَالْحِكْمَةَ اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے۔ یعنی حدیث اور سنت کی۔ حدیث کے الفاظ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے ہیں اور معانی بھی سکھائے ہیں۔

بدن کے تین سو ساٹھ جوڑوں کا صدقہ :

ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کے بدن میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں اور ہر ہر جوڑ پر صدقہ لازم ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بڑے حیران ہوئے اور عرض کیا حضرت! مَنْ يُطِيْقُ ذٰلِكَ کس کو اس کی طاقت ہے کہ روزانہ تین سو ساٹھ صدقے کرے۔ فرمایا تم نے صدقے کا مفہوم روپیہ دینا ہی سمجھا ہے۔ صرف یہ معنٰی نہیں ہے بلکہ ایک دفعہ الحمدللہ! کہا صدقہ ادا ہو گیا، سبحان اللہ! کہا صدقہ ادا ہو گیا، لا الٰہ الا اللہ کہا صدقہ ادا ہو گیا، وعلیکم السلام کہا، صدقہ ادا ہو گیا۔ بلکہ ایک دوسرے کو ملتے وقت خندہ پیشانی سے پیش آنا بھی صدقہ ہے۔ راستے پر اینٹ پتھر پڑا ہوا ہے جو لوگوں کے لیے

تکلیف کا باعث ہے اس کو راستے سے ہٹادینا بھی صدقہ ہے۔ ناواقف کو راستہ بتادینا یا اس کو منزل تک پہنچادینا بھی صدقہ ہے۔ ایک دفعہ درود شریف پڑھنے سے دس نیکیاں ملتی ہیں اور ایک صدقہ بھی ادا ہو جاتا ہے۔

اور اگر یہ چاہتے ہو کہ تین سو ساٹھ صدقے ایک ہی مرتبہ کام میں آجائیں تو وہ بھی ممکن ہے کہ چاشت کی نماز پڑھو۔ چاشت کی دو رکعتیں پڑھو اس میں تین سو ساٹھ صدقے ہیں اور چاشت کی نماز کے لیے مسجد میں جانا بھی ضروری نہیں ہے۔ گھر میں پڑھ لو، دفتر میں پڑھ لو، کارخانے میں پڑھ لو، اپنی زمین میں پڑھ لو، جہاں کہیں بھی ہو پڑھ سکتے ہو۔ اور یہ اکیلے پڑھنی ہے جماعت کے ساتھ نہیں۔ کیوں کہ نفلی نماز کے لیے جماعت کا اہتمام کرنا بڑا گناہ ہے۔ یہ بات تمام فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے لکھی ہے۔

اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نفلی نماز میں اگر ایک دو آدمی ساتھ مل جائیں تو کراہت نہیں اور اگر تیسرا مل گیا تو کراہتِ تنزیہی ہے اور چوتھا مل گیا تو مکروہ تحریمی ہے یعنی حرام ہے۔ مردوں کے لیے یہ حکم ہے۔ اور اب عورتوں نے یہ بدعت شروع کی ہے کہ صلوٰۃ التسبیح کے لیے اہتمام کرتی ہیں اور اس کے لیے باقاعدہ مسجدوں میں اعلان ہوتے ہیں۔ یہ تمام بدعت ہے اور بدعت کا گناہ تو ہوتا ہے ثواب نہیں ہوتا۔ کیوں کہ بدعت سے دین کا نقشہ بگڑ جاتا ہے۔ اپنی جگہ تہجد پڑھو، اشراق پڑھو، صلوٰۃ التسبیح پڑھو بڑی سعادت کی بات ہے۔ مگر اس کے لیے اہتمام کرنا بدعت ہے۔ اللہ تعالیٰ بدعت سے محفوظ فرمائے۔

مفہومِ صدقہ:

تو خیر صدقے کے متعلق بیان کر رہا تھا کہ صدقہ ضروری نہیں کہ رقم اور جنس کی شکل

میں ہی ہوسکتا ہے بلکہ اللہ اللہ کرنے میں بھی صدقہ ہے۔اور ایک اور بات بھی سمجھ لیں کہ جاہلوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ صدقہ کالی سری کا نام ہے کہ کالی سری دینے سے سب بلائیں ٹل جاتی ہیں۔ یہ بالکل غلط بات ہے۔صدقے کا مفہوم ہے غریب کی ضرورت پوری کرنا۔غریب کو کپڑے کی ضرورت ہے تم کالی سری اس کی جھولی میں ڈالتے ہو وہ اس کا کیا کرے گا؟ اس کو جوتے کی ضرورت ہے، اس کے بچے پڑھتے ہیں ان کو کتابوں کی ضرورت ہے۔ یہ ضرورتیں کالی سری تو پوری نہیں کرسکتی۔لہٰذا جو اس کی ضرورت ہے وہ پوری کرو۔ چاول کی ضرورت ہے اس کو چاول دو، کپڑے کی ضرورت ہے کپڑا لا کر دو۔ بہتر یہ ہے کہ نقد دے دو۔اس کی جو ضرورت ہے پوری کرلے گا۔

تو فرمایا وہ رسول ان کو کتاب وسنت کی تعلیم دیتا ہے وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ اور بے شک وہ تھے اس سے پہلے کھلی گمراہی میں۔جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ہوئی تو عرب کے ننانوے فیصد لوگ کفر وشرک میں مبتلا تھے صحیح العقیدہ کوئی اکا دکا آدمی تھا۔جگہ جگہ بت رکھے ہوئے تھے حتیٰ کہ بیت اللہ میں تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے۔ پوری قوم شرک کی لعنت میں گرفتار تھی۔اخلاقیات کی بھی یہی صورت حال تھی جو آج کل ہے۔قتل، اغواء، لوٹ کھسوٹ، بدکاری، بدمعاشی آج کل کی طرح تھی۔ ہم نے امن کا زمانہ دیکھا ہے حقیقت پوچھو تو لوگ یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ ان کی حکومت سے انگریز کی حکومت اچھی تھی کہ کم از کم جان تو محفوظ تھی۔آج کل تو کسی کی جان بھی محفوظ نہیں ہے۔آج کل یہ لٹیرے ساری دولت کھا گئے ہیں اور عوام رو رہے ہیں۔

تو فرمایا اور بے شک وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ اور دوسروں کے لیے انھی میں سے لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ جو ابھی تک نہیں ملے ان کو وَهُوَ

اَلۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔ وَّاٰخَرِیۡنَ کا عطف امین پر ہے۔ اور معنیٰ اس طرح ہو گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے زمانے کے اُمی لوگوں کے لیے بھی بھیجے گئے ہیں اور ان کے سوا دوسروں کے لیے بھی جو ابھی پیدا نہیں ہوئے یا پیدا ہوئے ہیں مگر ان کے ساتھ نہیں ملے۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت عام ہے۔ موجودہ لوگوں کے لیے بھی اور قیامت تک آنے والوں کے لیے بھی۔ بخاری شریف اور مسلم شریف میں روایت ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ جملہ پڑھا لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِھِمۡ تو لوگوں نے عرض کیا کہ یہ کون لوگ ہیں یا رسول اللہ؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جواب نہ دیا۔ پھر سوال کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پھر جواب نہ دیا۔ پھر تیسری مرتبہ سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ اگر ایمان ثریا پر چلا جائے گا تو اس کی قوم کے لوگ اس کو پالیں گے، حاصل کرلیں گے۔ یعنی اگر ایمان دنیا سے اُٹھ کر آسمان پر چلا جائے گا مطلب یہ ہے کہ اس کا لینا مشکل ہو جائے گا تو ابناء فارس کے لوگ وہاں سے بھی اس کو حاصل کرلیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ آنے والے لوگوں سے مراد غیر عرب ہیں خواہ وہ فارس کے رہنے والے ہوں یا روم کے رہنے والے ہوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت سب کے لیے ہے۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قیصر و کسریٰ کو دعوتِ اسلام کے خط لکھے تھے۔ اس پیش گوئی کے مطابق بالخصوص اہلِ فارس میں سے بڑے بڑے نامور مسلمان پیدا ہوئے جن کی خدماتِ اسلام کا اس امت پر شکر واجب ہے۔ اور یہ بشارت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شاگردوں پر صادق آتی ہے۔

اور ان کو مِنۡھُمۡ باعتبار اسلام کے فرمایا۔ کیوں کہ مسلمان سب ایک ہیں اگلے ہوں یا پچھلے۔ مسلمان سارے اُمت واحدہ ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت سب کے

لیے ہے اور قیامت تک آنے والوں کے لیے ہے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ سے دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے عجمیوں کو قریش کے ساتھ ملا دیا۔ اور بعض نے یہ کہا ہے کہ ذٰلِكَ اسم اشارہ سے مراد اسلام ہے۔ یعنی اسلام اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ اور بعض حضرات نے یہ مطلب بھی بیان کیا ہے کہ وحی نبوت اللہ تعالیٰ کا فضل ہے دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فقراء مہاجرین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! یہ مال دار لوگ بلند اور پائیدار درجے لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ کیا بات کہہ رہے ہو؟ انھوں نے کہا یا رسول اللہ! وہ بھی نمازیں پڑھتے ہیں جیسے ہم پڑھتے ہیں اور روزے رکھتے ہیں جیسے ہم رکھتے ہیں اور وہ صدقہ خیرات کرتے ہیں اور ہم نہیں کرتے۔ وہ غلاموں کو آزاد کرتے ہیں اور ہم نہیں کرتے (کیوں کہ ہمارے پاس مال نہیں ہے تو ہم تو ان کو نہیں پہنچ سکتے)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمھیں ایسی چیز بتلاتا ہوں کہ جس کے ذریعے تم ان کو پہنچ جاؤ گے جو تم سے آگے بڑھ گئے ہیں۔ تو فقراء مہاجرین نے کہا ہاں حضرت! ضرور بتلائیے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہر نماز کے بعد تینتیس مرتبہ سبحان اللہ، تینتیس مرتبہ الحمد للہ اور چونتیس مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔ کچھ مدت کے بعد فقراء مہاجرین پھر آئے اور کہنے لگے حضرت مال داروں کو علم ہو گیا ہے اور اُنھوں نے بھی ہمارے عمل کو

شروع کر دیا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔

مَثَلُ الَّذِیْنَ حُمِّلُوا
التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ یَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ بِئْسَ
مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ
الظّٰلِمِیْنَ ۝ قُلْ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ هَادُوْۤا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِیَآءُ
لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝
وَ لَا یَتَمَنَّوْنَهٗۤ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌۢ
بِالظّٰلِمِیْنَ ۝ قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ
ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ
تَعْمَلُوْنَ ۝ ع

مَثَلُ الَّذِیْنَ مثال ان لوگوں کی حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ جن سے
اُٹھوائی گئی تورات ثُمَّ لَمْ یَحْمِلُوْهَا پھر انھوں نے نہیں اُٹھایا اس کو
كَمَثَلِ الْحِمَارِ (جیسے مثال ہے گدھے کی) اس گدھے کی مثال ہے یَحْمِلُ
اَسْفَارًا جو بوجھ اُٹھاتا ہے کتابوں کا بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ بُری ہے
مثال اس قوم کی كَذَّبُوْا جنھوں نے جھٹلایا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی آیتوں
کو وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ
ظالم قوم کو قُلْ آپ فرمادیں یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ هَادُوْۤا اے وہ لوگو جو
یہودی بنے ہو اِنْ زَعَمْتُمْ اگر تم دعویٰ کرتے ہو کہ اَنَّكُمْ بے

شک تم اَوۡلِيَآءُ لِلّٰهِ اللہ تعالیٰ کے دوست ہو مِنۡ دُوۡنِ النَّاسِ سب لوگوں کے سوا فَتَمَنَّوُا الۡمَوۡتَ تو تمنا کرو موت کی اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ اگر ہو تم سچے وَلَا يَتَمَنَّوۡنَهٗۤ اور یہ نہیں تمنا کریں گے موت کی اَبَدًا کبھی بھی بِمَا بہ سبب اس کے کہ قَدَّمَتۡ اَيۡدِيۡهِمۡ جو آگے بھیجا ہے ان کے ہاتھوں نے وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌۢ بِالظّٰلِمِيۡنَ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے ظالموں کو قُلۡ آپ فرمادیں اِنَّ بے شک الۡمَوۡتَ الَّذِىۡ وہ موت تَفِرُّوۡنَ مِنۡهُ بھاگتے ہو جس سے فَاِنَّهٗ مُلٰقِيۡكُمۡ پس بے شک وہ ملنے والی ہے تم سے ثُمَّ تُرَدُّوۡنَ پھر تم لوٹائے جاؤ گے اِلٰى عٰلِمِ الۡغَيۡبِ وَالشَّهَادَةِ عالم الغیب والشہادہ کی طرف فَيُنَبِّئُكُمۡ پس وہ تمھیں بتائے گا بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ جو تم کرتے رہے ہو۔

ماقبل سے ربط :

پچھلے سبق کے آخر میں تھا وَاللّٰهُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِيۡمِ "اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔" اللہ تعالیٰ کے فضل کے مستحق وہی لوگ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں گے اور اس کے رسول کا اتباع کریں گے۔ اور جو لوگ اعراض کریں گے وہ محروم ہو جائیں گے جیسے یہود کہ اُنھوں نے تورات سے اعراض کیا، آخری پیغمبر پر ایمان لانے سے اعراض تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے محروم ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مَثَلُ الَّذِيۡنَ حُمِّلُوا التَّوۡرٰٮةَ مثال ان لوگوں کی جن کو تورات اُٹھوائی گئی۔ یعنی اس پر عمل کرنے کا کہا گیا کہ اس کو سمجھو اور اس پر عمل کرو،

اس کا تحفظ کرو ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا پھر انھوں نے نہیں اُٹھایا اس کو یعنی اس پر عمل نہیں کیا، حفاظت کی ذمہ داری کو نہیں نبھایا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا اسفار جمع ہے سِفْرٌ کی سِفْر کا معنیٰ ہے بڑی کتاب۔ معنیٰ ہوگا اس گدھے کی مثال ہے جو کتابوں کا بوجھ اُٹھاتا ہے۔ مولانا شبیر احمد عثمانی رَحِمَهُ اللهُ فرماتے ہیں کہ یہود پر تورات کا بوجھ رکھا گیا تھا اور وہ اس کے ذمہ دار ٹھہرائے گئے تھے لیکن اُنھوں نے اس کی تعلیمات و ہدایات کی کچھ پروانہ کی نہ اس کو محفوظ رکھا اور نہ اس کو دل میں جگہ دی اور نہ اس پر عمل کر کے اللہ تعالیٰ کے فضل و انعام سے بہرہ ور ہوئے۔ بلاشبہ تورات جس کے یہ لوگ حامل بنائے گئے تھے حکمت و ہدایت کا ایک خزانہ تھا۔ مگر جب ان لوگوں نے اس سے فائدہ نہ اُٹھایا تو ان کی مثال اس گدھے کی ہوگئی کہ جس پر علم و حکمت کی پچاس کتابیں لاد دو تو اس کو بوجھ میں دبنے کے سوا کوئی فائدہ نہیں۔ وہ تو صرف ہری گھاس کی تلاش میں ہے۔ اس کو اس بات سے کوئی سروکار نہیں کہ میری پیٹھ پر ہیرے موتی لدے ہوئے ہیں یا ٹھیکریاں اور پتھر۔ اگر محض اسی پر فخر کرنے لگے کہ دیکھو میری پیٹھ پر کیسی کیسی عمدہ اور قیمتی کتابیں لدی ہوئی ہیں لہٰذا میں بڑا عالم ہوں تو یہ اور زیادہ گدھا پن ہوگا۔

فرمایا بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ بُری ہے مثال اس قوم کی كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللهِ جنھوں نے جھٹلایا اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو۔ جنھوں نے اپنے آپ گدھے کی طرح بنایا اس کی مثال بہت بُری ہے۔ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلانے کا مطلب ہے کہ ان پر عمل نہیں کیا۔ یہودیوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلایا تو آج مسلمان بھی ان سے پیچھے نہیں ہیں۔ یہ بھی اپنے عقیدے اور عمل سے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو جھٹلاتے ہیں۔ خواہشات کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ قرآن کریم اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق

عقیدہ اور عمل نہ بنانا بھی کتاب وسنت کو جھٹلانا ہے۔ پھر غلط عقائد اور نظریات پر ڈٹ جانا اور ان کے خلاف قرآن وحدیث کی غلط تاویلیں کرنا۔ تو ایسے لوگوں کے متعلق فرمایا وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا ظالم قوم کو۔ جو لوگ ضد، ہٹ دھرمی اور ناانصافی پر قائم رہیں انہیں ہدایت نصیب نہیں ہوتی۔ ہدایت اُسے ملتی ہے جو ہدایت کا طالب ہوتا ہے۔ یہودیوں نے کتاب اللہ سے اعراض کیا، اس کی تعلیمات اور ہدایات کی پروانہ کی پھر بھی اس کے مدعی تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ولی اور محبوب ہیں۔ سورۃ المائدہ آیت نمبر ۱۸ میں ہے کہ کہا یہودیوں نے اور نصرانیوں نے نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور محبوب ہیں۔ لہٰذا ہم جو چاہیں کرتے پھریں ہم پر کوئی الزام نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ آپ فرمادیں يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا اے وہ لوگو جو یہودی بنے ہوئے ہو اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ اگر تم دعویٰ کرتے ہو کہ بے شک تم اللہ تعالیٰ کے دوست ہو مِنْ دُوْنِ النَّاسِ سب لوگوں کے سوا جنت کے ہم مستحق ہیں اور جنت ہماری ہے فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ تو تم موت کی آرزو کرو تاکہ مرنے کے بعد عیش و آرام میں پہنچ جاؤ۔ حوریں اور غلمان تمھاری خدمت کریں اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر ہو تم سچے اپنے دعوے میں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ولی ہیں، محبوب ہیں۔ ولیوں کے مقام میں پہنچنے کی آرزو کرو، موت کی تمنا کرو تاکہ جلدی جنت میں پہنچو۔ لیکن یہودیوں میں سے کسی نے جرأت نہیں کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی فرمادیا تھا کہ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًا اور یہ نہیں تمنا کریں گے موت کی کبھی بھی بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ بہ سبب اس کے کہ جو آگے بھیجا ہے ان کے ہاتھوں نے۔ اور سورۃ البقرہ آیت نمبر ۹۴ میں

ہے قُلْ ”آپ ان سے کہہ دیں اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ اگر ہے تمھارے لیے آخرت کا گھر عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً اللہ تعالیٰ کے ہاں خالص تمھارے لیے مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ دوسرے لوگوں کے سوا فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ پس تم موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو۔ کیوں کہ تمھارے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان صرف موت ہی حائل ہے۔ لہٰذا جلدی موت کی تمنا کرو اور اللہ تعالیٰ سے مانگو کہ یا اللہ! ہمیں جلدی موت دے تاکہ ہم جلدی جنت میں چلے جائیں۔ فرمایا وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا اور وہ موت کی ہرگز تمنا نہیں کریں گے کبھی بھی بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اس وجہ سے کہ جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے۔“ ان کو اپنے کرتوتوں کا علم ہے لہٰذا یہ موت کی تمنا کبھی بھی نہیں کریں گے۔ اور جن لوگوں نے آخرت کی تیاری کی ہوتی ہے وہ ہر وقت موت کے لیے تیار رہتے ہیں انھیں موت کی کوئی پروا نہیں ہوتی۔

جنت کا طالب موت سے نہیں ڈرتا :

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مشہور واقعہ ہے کہ تیروں کی بارش ہو رہی تھی اور نماز کا وقت ہو گیا باوضو تھے۔ گھوڑے سے چھلانگ لگادی اور اپنی چادر بچھا کر نماز شروع کر دی۔ ان کے بڑے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا ابا جی! تیروں کی بارش ہو رہی ہے اور آپ نے نماز شروع کر دی ہے۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا لَا يُبَالِيْ اَبُوْكَ عَلَى الْمَوْتِ سَقَطَ اَمْ سَقَطَ عَلَيْهِ الْمَوْتُ ”بیٹا تیرے باپ کو کوئی پروا نہیں ہے کہ وہ موت پر گرے یا موت اس پر گرے۔“ یہ حضرات تو موت کو تلاش کر رہے تھے۔ موت اپنا کام کرے گی اور ہم اپنا کام کریں گے۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ اس طرح زخمی ہوئے کہ نیزہ بدن کے ایک طرف لگا

اور دوسری طرف نکل گیا۔ اور خون کے فوارے پھوٹ پڑے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا فُزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ "کعبہ کے رب کی قسم میں کامیاب ہو گیا ہوں۔" ساتھیو! مجھے مبارک دو۔ ساتھیوں نے کہا حضرت! آپ کے بچنے کی کوئی اُمید نہیں ہے۔ فرمایا میں تو موت سے خوش ہو رہا ہوں اَلْاٰنَ اُلَاقِ الْاَحِبَّةَ مُحَمَّدًا وَ حِزْبَهٗ "اب میری ملاقات ہوگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور دوسرے ساتھیوں سے۔"

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ایران کے محاذ پر ایرانیوں کے خلاف لڑ رہے تھے ایرانیوں کے جرنیل رستم بن فرخ زار نے بڑا دھمکی آمیز خط لکھا اور کہا کہ میں انسانی ہمدردی کا جذبہ رکھتے ہوئے یہ خط لکھ رہا ہوں۔ میں تمھیں کہتا ہوں کہ تم واپس اپنے گھروں کو چلے جاؤ اپنے ان جوشیلے نوجوانوں کو نہ مرواؤ۔ کسی کی ماں روئے گی، کسی کی بیوی روئے گی، کسی کے بچے یتیم ہوں گے۔ جاؤ اپنی بھیڑ بکریاں اور اُونٹ جا کر چراؤ۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا۔ فرمایا یاد رکھو! فَاِنَّ مَعِيَ قَوْمٌ يُحِبُّوْنَ الْمَوْتَ "بے شک میرے ساتھ ایک ایسی قوم ہے جو موت کو اس طرح پسند کرتی ہے كَمَا تُحِبُّوْنَ الْاَعَاجِمُ الْخَمَرَ جیسے تم عجمی لوگ شراب کو پسند کرتے ہو۔" یہ موت سے نہیں ڈرتے۔

؎ فنا فی اللہ کی تہہ میں بقا کا راز مضمر ہے
جسے مرنا نہیں آتا اسے جینا نہیں آتا

رستم دھمکی دے کر چلا گیا۔ اس کے بعد دوسرا جرنیل آیا، بامانِ ارمنی۔ اس نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے کہا تمھارے پاس کتنے فوجی ہیں؟ فرمایا میرے پاس صرف سات سو فوجی ہیں۔ اس نے کہا میرے پاس تیرہ ہزار سے زائد فوجی ہیں۔ لہٰذا تم موت کے منہ

میں نہ آؤ یہاں سے واپس چلے جاؤ۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا اَوَاعِظٌ اَنْتَ اَمْ مُقَاتِلٌ "تو ہمیں نصیحت کرنے کے لیے آیا ہے یا لڑنے کے لیے" (تبلیغ ہے یا جنگ کرنے والا) کہنے لگا لڑنے کے لیے آیا ہوں۔ مگر یہ بتاؤ کہ تمھارے لیے پیچھے سے کمک کہاں سے آئے گی؟ کیوں کہ میرے لیے تو پیچھے سے مزید فوج آسکتی ہے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا اَمَّا فِی الْاَرْضِ فَلَا "زمین سے تو ہمارے لیے کمک نہیں آئے گی ہاں آسمان سے مدد آئے گی۔" چنانچہ جنگ ہوئی۔ سات سو نے تیرہ ہزار کو شکست فاش دی۔ کافروں کے ایک ہزار جنگجو مارے گئے اور اِدھر صرف سات مسلمان شہید ہوئے۔

جو جنت کا طالب ہوتا ہے وہ موت سے نہیں ڈرتا۔ اور یہ یہودی کبھی موت کی تمنا نہیں کریں گے وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے ظلم کرنے والوں کو۔ ان سے ذرے ذرے کا حساب لے گا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ لَوْ اَنَّ الْيَهُوْدَ تَمَنَّوُا الْمَوْتَ لَمَاتُوْا وَيَرَوْا مَقَاعِدَهُمْ مِنَ النَّارِ "اگر یہودی موت کی تمنا کرتے تو فوراً مر جاتے اور اپنا ٹھکانا دوزخ میں دیکھ لیتے۔"

سورۃ البقرہ آیت نمبر ۹۶ میں ہے وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ "اور البتہ ضرور پاؤ گے تم ان لوگوں کو زیادہ حریص لوگوں سے زندگی پر۔" لیکن موت سے بچ تو نہیں سکتے۔

قُلْ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے کہہ دیں اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِىْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ بے شک وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ پس وہ یقیناً تم سے ملنے والی ہے۔ تم موت سے بھاگ کر کہیں جا نہیں سکتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا موت سے بھاگنے

والے شخص کی مثال اُس لومڑی کی ہے جس نے زمین کا قرض دینا تھا۔ جب زمین نے اس سے قرضہ مانگا تو وہ بھاگ کھڑی ہوئی تا کہ کہیں دوسری جگہ چلی جائے جہاں زمین قرض نہ مانگ سکے۔ مگر وہ جہاں بھی جاتی زمین پر ہی ہوتی اور زمین اس سے قرض مانگتی۔ لومڑی بھاگتے بھاگتے تھک ہار کر مر گئی مگر زمین سے باہر نہ نکل سکی اور زمین اُس سے برابر قرض کا مطالبہ کرتی رہی۔

موت کی تمنا کرنے کی ممانعت :

تو موت سے مفر نہیں ہے۔ ہاں! ایک مسئلہ سمجھ لیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ موت سے ڈرنا تو نہیں چاہیے مگر مصیبت سے تنگ آ کر موت کے لیے دعا کرنا صحیح نہیں ہے (یعنی موت کی تمنا نہ کرے)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا لِضُرٍّ نَزَلَ بِهٖ کوئی تکلیف پہنچ جائے، بیماری آ جائے یا مال ضائع ہو جائے، اولاد باقی نہ رہے تو ایسی پریشانی سے تنگ آ کر موت نہیں مانگنی چاہیے۔ ہاں اگر دین کے ضائع ہو جانے کا خطرہ ہو تو پھر موت کی تمنا کی جا سکتی ہے۔ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ دعا سکھائی ہے اَللّٰهُمَّ مَا عَلِمْتَ الْحَيٰوةَ خَيْرًا لِّيْ فَاَحْيِنِيْ "اے اللہ! جب تک تو جانتا ہے کہ دنیا کی زندگی میرے لیے بہتر ہے تو مجھے زندہ رکھ اور جب میرے لیے موت بہتر ہو تو پھر موت عطا کر دے۔"

تو فرمایا جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ یقیناً تمھیں ملنے والی ہے۔ فرمایا ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ پھر تم لوٹائے جاؤ گے عالم الغیب والشہادہ کی طرف۔ اور سورۃ الم سجدہ آیت نمبر ۱۱ میں ہے قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ "اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! آپ فرما دیں ملک الموت تمھیں

موت دے گا جو تم پر مقرر کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے جزا،سزا کے لیے۔"

فَيُنَبِّئُكُمْ پس وہ تمھیں بتلائے گا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ جو اعمال تم کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز مخفی نہیں۔ نیک و بد اعمال سب اس کے سامنے ہیں۔ سورۃ مجادلہ پارہ ۲۸ آیت نمبر ۶ میں ہے اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ "اللہ تعالیٰ نے مخلوق کا ہر فعل محفوظ کرلیا ہے حالانکہ وہ خود بھول گئے ہیں۔" وہ ہر ایک کو پورا پورا بدلا دے گا۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَوٰةِ مِن يَوْمِ ٱلْجُمُعَةِ فَٱسْعَوْاْ إِلَىٰ ذِكْرِ ٱللَّهِ وَذَرُواْ ٱلْبَيْعَ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٩﴾ فَإِذَا قُضِيَتِ ٱلصَّلَوٰةُ فَٱنتَشِرُواْ فِى ٱلْأَرْضِ وَٱبْتَغُواْ مِن فَضْلِ ٱللَّهِ وَٱذْكُرُواْ ٱللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿١٠﴾ وَإِذَا رَأَوْاْ تِجَٰرَةً أَوْ لَهْوًا ٱنفَضُّوٓاْ إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَآئِمًا ۚ قُلْ مَا عِندَ ٱللَّهِ خَيْرٌ مِّنَ ٱللَّهْوِ وَمِنَ ٱلتِّجَٰرَةِ ۚ وَٱللَّهُ خَيْرُ ٱلرَّٰزِقِينَ ﴿١١﴾ ع ۲

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَوٰةِ جب اذان دی جائے نماز کے لیے مِن يَوْمِ ٱلْجُمُعَةِ جمعہ کے دن فَٱسْعَوْاْ إِلَىٰ ذِكْرِ ٱللَّهِ پس دوڑ لگا دو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف وَذَرُواْ ٱلْبَيْعَ اور چھوڑ دو خرید و فروخت کو ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ یہ بہتر ہے تمہارے لیے إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ اگر ہو تم جانتے فَإِذَا قُضِيَتِ ٱلصَّلَوٰةُ پس جب پوری ہو جائے نماز فَٱنتَشِرُواْ پس پھیل جاؤ تم فِى ٱلْأَرْضِ زمین میں وَٱبْتَغُواْ مِن فَضْلِ ٱللَّهِ اور تلاش کرو تم اللہ تعالیٰ کے فضل کو وَٱذْكُرُواْ ٱللَّهَ اور یاد کرو اللہ تعالیٰ کو كَثِيرًا کثرت سے لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ تاکہ تم فلاح پا جاؤ وَإِذَا رَأَوْاْ تِجَٰرَةً اور جب یہ دیکھتے ہیں تجارت أَوْ لَهْوًا یا کھیل کو ٱنفَضُّوٓاْ إِلَيْهَا تو پھیل جاتے

ہیں اس کی طرف وَتَرَكُوكَ قَآئِمًا اور چھوڑ دیتے ہیں آپ کو کھڑا ہوا

قُلْ آپ فرمادیں مَا عِنْدَ اللهِ جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے خَيْرٌ

وہ بہتر ہے مِّنَ اللَّهْوِ کھیل سے وَمِنَ التِّجَارَةِ اور تجارت سے

وَاللهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔

ربطِ آیات :

اس سے پہلے یہودیوں کی مذمت تھی۔ یہودیوں میں ساری خرابیاں پائی جاتی تھیں۔ ان میں ایک خرابی یہ بھی تھی کہ ہفتہ کا دن ان کے لیے عبادت کا دن تھا۔ عبادت کے علاوہ ہر کام ممنوع تھا۔ مگر اُنھوں نے اس کی پابندی نہ کی اور اس کی پاداش میں بندر اور خنزیر بنائے گئے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو حکم دیا ہے کہ تمھارے لیے جمعہ کا دن عبادت کے لیے ہے تم نے اس کی پابندی کرنی ہے۔ یہودیوں کے لیے تو چوبیس گھنٹے عبادت کے لیے تھے لیکن مسلمانوں کے لیے مخصوص وقت اذان جمعہ سے لے کر امام کے سلام پھیرنے تک۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ جب اذان دی جائے نماز کے لیے جمعہ کے دن۔ اس اذان سے مراد وہ اذان ہے کہ خطیب جب خطبہ پڑھنے کے لیے منبر پر بیٹھتا ہے تو اس کے سامنے کھڑے ہو کر جو اذان دی جاتی ہے۔ کیوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یہی پہلی اذان تھی۔ پھر جب آبادی بڑھ گئی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مدینہ طیبہ کے مقام زوراء پر پہلی اذان دینے کا حکم دیا۔ اور دوسری اذان وہی قائم رہی کہ جب خطیب منبر پر بیٹھتا تھا تو اس کے

سامنے دوبارہ دی جاتی تھی۔ اس وقت سے لے کر آج تک اسی طرح معمول چلا آرہا ہے۔ اس زمانے میں اصحابِ پیغمبر مہاجرین و انصار کثرت کے ساتھ موجود تھے مگر کسی نے مخالفت نہیں کی کہ یہ کیا نیا کام شروع ہو گیا ہے۔ لہٰذا یہ اذان تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اتفاق سے شروع ہوئی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہء راشد ہیں۔ ان کا عمل بھی سنت ہے۔ کیوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَ عَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ "تم پر لازم ہے میری سنت اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوطی کے ساتھ پکڑو اور اپنی ڈاڑھوں سے محکم طور پر اس کو قابو میں رکھو۔" لہٰذا یہ پہلی اذان بھی دوسری اذان کی طرح سنت ہے۔ اور فقہائے کرام فرماتے ہیں اَلْمُعْتَبَرُ هُوَ الْاَذَانُ الْاَوَّلُ "جو پہلی اذان ہے اس کا اعتبار ہے۔"

فضیلتِ جمعہ :

جمعہ کے دن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سید الایام فرمایا ہے۔ حضرت ابولبابہ بن عبد المنذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جمعہ کا دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام دنوں کا سردار ہے اور تمام دنوں میں سب سے زیادہ عظمت والا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک جمعہ کے دن کی عظمت عید الفطر اور بقر عید سے بھی زیادہ ہے۔ اور اس دن کی پانچ باتیں ہیں۔ اسی دن اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ اسی دن اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو جنت سے زمین پر اُتارا، اسی دن آدم علیہ السلام کو وفات دی اور اسی دن قیامت قائم ہوگی۔ اس دن بندہ اللہ تعالیٰ سے حرام چیز کے سوا جو مانگتا ہے اللہ تعالیٰ ضرور عنایت فرماتے ہیں۔ اور تمام مقرب فرشتے آسمان، زمین، ہوا، پہاڑ اور دریا جمعہ کے دن

سے ڈرتے رہتے ہیں۔ اس وجہ سے کہ قیامت جمعہ کے دن آنی ہے۔ یہ روایت ابن ماجہ میں ہے۔

اور بخاری شریف اور مسلم شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہم (دنیا میں) بعد میں آئے اور قیامت کے دن سب سے آگے ہوں گے۔ اگرچہ اہل کتاب کو ہم سے پہلے کتاب دی گئی اور ہمیں بعد میں ملی ہے۔ پھر یہ دن (جمعہ کا) ان پر فرض کیا گیا تھا لیکن اُنھوں نے اس میں اختلاف کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس دن کے بارے میں ہماری رہنمائی فرمائی (کہ ہم نے اس کو عبادت کے لیے منتخب کرلیا)۔ یہود و نصاریٰ اس میں بھی ہمارے تابع ہیں۔ یہود نے کل یعنی ہفتہ کو اختیار کیا اور نصاریٰ نے اتوار کو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جمعے والے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو کیوں کہ جمعہ والے دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور تمھارا درود مجھ پر پہنچایا جاتا ہے۔ اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس آدمی نے بغیر کسی عذر کے جمعہ چھوڑ دیا وہ ایسی کتاب میں منافق لکھ دیا جاتا ہے جو کبھی مٹائی نہیں جاتی۔ ہاں اگر کوئی معقول عذر ہو تو الگ بات ہے، پھر ظہر کی نماز پڑھے گا۔ عورتوں پر جمعہ فرض نہیں ہے۔ مریضوں اور مسافروں پر بھی فرض نہیں ہے۔

امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جمعہ کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ شہر یا قصبہ یا بڑا گاؤں ہو جس میں گلی کوچے بازار ہوں اور اس میں فیصلوں کے لیے قاضی یعنی مجسٹریٹ بیٹھتا ہو۔

جمعہ کی ابتداء :

جمعہ کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ طیبہ

تشریف لے گئے تو چند دن محلہ قبا میں ٹھہرے بنی عمرو بن عوف کے ہاں۔ سوموار، منگل، بدھ، جمعرات۔ اور مسجد قبا کی بنیاد رکھی جمعہ والے دن۔ وہاں سے مدینہ طیبہ کے لیے چل پڑے۔ بنوسالم بن عوف کے علاقہ میں پہنچے تو جمعہ کی فرضیت کی یہ آیتیں نازل ہوئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہیں جمعہ پڑھایا اور وہاں مسجد بنادی گئی جس کا نام مسجد جمعہ ہے۔ یہ اسلام میں پہلا جمعہ تھا۔

تو فرمایا اے ایمان والو! جب اذان دی جائے جمعہ والے دن نماز کے لیے

فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ پس دوڑ لگا دو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف یعنی فوراً چل پڑو

وَذَرُوا الْبَیْعَ اور خرید وفروخت کو چھوڑ دو۔

اذانِ جمعہ کے بعد کن کاموں کا کرنا جائز ہے اور کن کا نہیں :

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اس سے صرف خرید وفروخت کا چھوڑنا مقصود نہیں ہے بلکہ جمعہ کی نماز کی تیاری کے لیے تمام کاموں کا چھوڑ دینا مقصود ہے۔ چاہے کوئی شخص کھیتی باڑی کرتا ہے، صنعت وحرفت کا کام کرتا ہے، ملازم ہے، تاجر ہے، دکان دار ہے، ہر کام کو چھوڑ کر مسجد میں آجاؤ اور خطبہ سنو، نماز پڑھو۔ جمعہ کی پہلی اذان ہوجانے کے بعد امام کے سلام پھیرنے تک ہر وہ کام حرام ہوجاتا ہے جس کا تعلق جمعہ اور نماز کے ساتھ نہیں ہے۔ یہاں تک کہ جمعہ کی پہلی اذان ہوجانے کے بعد اگر کسی نے پوری شرائط کے ساتھ نکاح پڑھایا، ایجاب وقبول ہوا ہے، گواہ موجود ہیں۔ نکاح نہیں ہوگا۔ اگر دوبارہ نکاح نہ پڑھایا تو ساری زندگی زنا ہوگا۔ (تفصیل کے لیے الاحکام القرآن لابی بکر بن العربی اور الاحکام القرآن للتھانوی دیکھیے۔)

اذان کے بعد غسل کر سکتا ہے۔ کیوں کہ جمعہ کا غسل سنت ہے۔ جمعہ والے دن

غسل کرنا، خوشبو لگانا، مسواک کرنا، حجامت بنوانا، ناخن تراشنا سنت اعمال ہیں۔ ان کی تاکید آئی ہے۔ خطیب اذان کے بعد مطالعہ کرسکتا ہے کہ اس کا تعلق جمعہ کے ساتھ ہے۔ ہاں جس کام کا تعلق جمعہ کے ساتھ نہیں ہے وہ سب حرام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے اور طفیل سے اس امت پر کرم فرمایا کہ تھوڑے سے وقت کے لیے ہمیں پابند بنایا ہے۔ اذان سے لے کر امام کے سلام پھیرنے تک۔ ورنہ بنی اسرائیل کے لیے تو چوبیس گھنٹے عبادت کے سوا ہر کام ناجائز تھا۔ سورج کے طلوع ہونے سے لے کر اگلے دن طلوع ہونے تک۔ اور جن لوگوں نے خلاف ورزی کی تھی ان کو اللہ تعالیٰ نے بندروں اور خنزیروں کی شکل میں تبدیل کر دیا تھا۔ اور ہمارے لیے تو صرف دو اڑھائی گھنٹے کی پابندی ہے۔ لہٰذا جمعہ والے دن جتنا جلدی ہو سکے مسجد میں آ جانا چاہیے۔

حدیث پاک میں آتا ہے جو شخص جمعہ والے دن سب سے پہلے آئے گا اس کو اونٹ کی قربانی کا ثواب ملے گا۔ اس کے بعد جو آئے گا اس کو گائے کی قربانی کا ثواب ملے گا اور جو اس کے بعد آئے گا اس کو دنبے کی قربانی کا ثواب ملے گا اور جو اس کے بعد آئے گا اس کو مرغی کے صدقے کا ثواب ملے گا اور جو اس کے بعد آئے گا اس کو انڈے کے صدقے کا ثواب ملے گا۔ پھر امام باہر آ جاتا ہے خطبہ شروع کرتا ہے تو فرشتے رجسٹر لپیٹ دیتے ہیں اور ذکرِ الٰہی سننے لگ جاتے ہیں۔

علامہ زمخشری نے لکھا ہے کہ پہلے زمانے میں نماز فجر کے بعد ہی جمعہ کے لیے جانے والوں سے راستے بھر جاتے تھے۔ ایک موقع پر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جلدی جلدی جمعہ کے لیے تشریف لے گئے تو دیکھا کہ تین آدمی پہلے پہنچے ہوئے تھے۔ اپنے نفس کو ملامت کرنا شروع کر دی اور کہا کہ اے نفس! میں دیکھتا ہوں کہ آج تیرا درجہ

چوتھا ہو گیا ہے۔لہٰذا جمعہ والے دن جتنا جلدی ہو سکے مسجد میں پہنچ جانا چاہیے۔اور اذان ہو جانے کے بعد تو ہر وہ کام حرام ہو جاتا ہے جس کا تعلق جمعہ کے ساتھ نہیں ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ کسی مسجد میں اذان جلدی ہو جاتی ہے کسی میں تاخیر سے۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس مسجد میں جمعہ پڑھتا ہے اس مسجد کی اذان مراد ہے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب جمعہ کی اذان دی جائے تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف دوڑ لگا دو اور خرید و فروخت کو چھوڑ دو ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ یہ خرید و فروخت کو چھوڑنا تمھارے حق میں بہتر ہے اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اگر ہو تم جانتے کہ جمعہ کا نفع باقی رہنے والا ہے اور خرید و فروخت کا نفع فنا ہونے والا ہے۔فرمایا فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ پھر جب پوری ہو جائے نماز فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ پس تم پھیل جاؤ زمین میں یعنی اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہو جاؤ، اپنی اپنی ڈیوٹی پر چلے جاؤ۔جو شخص جو کام کرتا ہے اُسے اجازت ہے کہ اب وہ اپنا کام شروع کر سکتا ہے۔اپنا کام کرو وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ اور تلاش کرو اللہ تعالیٰ کے فضل کو۔روزی کو تلاش کرو اور کاموں میں مشغول ہو کر اللہ تعالیٰ کو نہ بھول جانا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا اور یاد کرو اللہ تعالیٰ کو کثرت سے لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔

ذکر کی کوئی حد نہیں ہے۔جتنا چاہیں اور جس وقت چاہیں اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں۔ ذکر کے لیے وضو بھی شرط نہیں ہے۔وضو ہو یا نہ ہو، کھڑے کھڑے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو، بیٹھے بیٹھے ذکر کرو، لیٹے ہوئے ذکر کرو، دن کو ذکر کرو، رات کو ذکر کرو۔بہتر ذکر لا الٰہ الا اللہ ہے۔درود شریف پڑھو، استغفار کرو۔ذکر کرنے والا آدمی اللہ تعالیٰ کی پناہ میں ہوتا ہے، مصیبتوں اور پریشانیوں سے محفوظ رہتا ہے۔دنیا میں بھی سکون اور آخرت میں بھی

سکون حاصل ہوگا۔ فلاح اللہ تعالیٰ کے ذکر ہی میں ہے۔

شانِ نزول :

اگلی آیت کریمہ کا شانِ نزول یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کھڑے ہوکر جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے کہ اناج کا ایک قافلہ مدینہ طیبہ آ پہنچا (مسجد نبوی کے قریب جب اس طرح کا قافلہ آتا تھا تو دف بجا کر اعلان ہوتا تھا کہ قافلہ آ گیا ہے اناج وغیرہ خرید لو۔ ان دنوں میں اناج کی کمی بھی تھی۔ جب اعلان سنا تو) سب لوگ ادھر چلے گئے۔ صرف بارہ آدمی آپ ﷺ کے پاس رہ گئے (جن میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ بھی تھے) باقی سارے چلے گئے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر تنبیہ فرمائی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا ۨانْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا اور جب یہ دیکھتے ہیں تجارت کو یا کھیل کو تو پھیل جاتے ہیں، منتشر ہو جاتے ہیں اس کی طرف وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا اور چھوڑ دیتے ہیں آپ کو کھڑا ہوا۔ اس وقت نماز پہلے ہوتی تھی اور خطبہ بعد میں ہوتا تھا عیدین کی طرح۔ بعد میں خطبہ پہلے ہونے لگا اور نماز بعد میں۔ اس وقت چونکہ نماز ہو چکی تھی اور یہ گمان کیا کہ خطبہ چھوڑنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ یہ معلوم نہیں تھا کہ جمعہ کا خطبہ بھی نماز کی طرح فرض ہے۔ کچھ ان دنوں اناج کی قلت تھی۔ یہ خیال آیا کہ دیر کریں گے تو خرید نہیں سکیں گے۔ ان وجوہ کی بنا پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لغزش ہوئی جس پر اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی۔ اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر سارے لوگ خطبہ چھوڑ کر چلے جاتے تو سب پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوتا اور ایسی آگ بھڑکتی کہ جس میں جل کر سارے راکھ ہو جاتے۔ اس تنبیہ کے بعد پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی

حالت یہ تھی کہ اگر کسی کی نکسیر بھی پھوٹ پڑتی تو وہ اجازت لے کر جاتا تھا۔

قُلْ آپ فرمادیں مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ بہتر ہے مِّنَ اللَّهْوِ کھیل سے وَمِنَ التِّجَارَةِ اور تجارت سے۔ نمازِ جمعہ اور خطبہ جمعہ سننے سے جو ثواب ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے اس کے سامنے کھیل، تجارت کی کیا حیثیت ہے وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔ لہٰذا رزق کے لیے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں اور نہ اس کے لیے احکام چھوڑنے کی ضرورت ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفسیر

سُورَۃُ المُنَافِقُون

(مکمل)

جلد ۲۰

آیاتھا ۱۱ ۶۳ سُوْرَةُ الْمُنٰفِقُوْنَ مَدَنِيَّةٌ ۱۰۴ رکوعاتھا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۚ﴿۱﴾ اِتَّخَذُوْۤا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿۳﴾ وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ؕ وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ؕ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ؕ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ؕ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ؗ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۴﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۵﴾ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۶﴾

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ جب آتے ہیں آپ کے پاس منافق قَالُوْا تو کہتے ہیں نَشْهَدُ ہم گواہی دیتے ہیں اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ بے شک آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے

اِنَّکَ لَرَسُوْلُہٗ بے شک آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں وَاللّٰہُ یَشْھَدُ اور
اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَکٰذِبُوْنَ بے شک منافق البتہ
جھوٹ بولتے ہیں اِتَّخَذُوْٓا اَیْمَانَھُمْ بنالیا ہے اُنھوں نے اپنی قسموں کو
جُنَّۃً ڈھال فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ پس روکتے ہیں اللہ تعالیٰ کے
راستے سے اِنَّھُمْ بے شک یہ لوگ سَآءَ بُرا ہے مَا کَانُوْا
یَعْمَلُوْنَ وہ کام جو وہ کرتے ہیں ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ یہ اس وجہ سے کہ وہ
اٰمَنُوْا ایمان لائے ثُمَّ کَفَرُوْا پھر اُنھوں نے کفر کیا فَطُبِعَ عَلٰی
قُلُوْبِھِمْ پس مہر لگادی گئی ان کے دلوں پر فَھُمْ لَا یَفْقَھُوْنَ پس وہ
نہیں سمجھتے وَاِذَا اور جب رَاَیْتَھُمْ آپ ان کو دیکھتے ہیں
تُعْجِبُکَ اَجْسَامُھُمْ تعجب میں ڈالتے ہیں آپ کو ان کے وجود وَاِنْ
یَّقُوْلُوْا اور اگر وہ بات کریں گے تَسْمَعْ لِقَوْلِھِمْ آپ سنیں گے ان کی
بات کو کَاَنَّھُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَۃٌ گویا کہ وہ لکڑیاں ہیں ٹیک لگائی ہوئی
یَحْسَبُوْنَ گمان کرتے ہیں وہ کُلَّ صَیْحَۃٍ ہر چیخ کو عَلَیْھِمْ اپنے
برخلاف ھُمُ الْعَدُوُّ یہی دشمن ہیں فَاحْذَرْھُمْ پس آپ ان سے
بچیں قٰتَلَھُمُ اللّٰہُ اللہ تعالیٰ ان کو تباہ کرے اَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ کدھر
اُلٹے پھیرے جارہے ہیں وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ اور جب کہا جاتا ہے ان سے
تَعَالَوْا آؤ یَسْتَغْفِرْ لَکُمْ بخشش طلب کرے تمھارے لیے

رَسُوۡلُ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کا رسول لَوَّوۡا رُءُوۡسَھُمۡ تو مٹکاتے ہیں اپنے سروں کو وَرَاَیۡتَھُمۡ اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کو دیکھتے ہیں یَصُدُّوۡنَ کہ وہ رکتے ہیں وَھُمۡ مُّسۡتَکۡبِرُوۡنَ اور وہ تکبر کرنے والے ہیں سَوَآءٌ عَلَیۡھِمۡ برابر ہے ان کے لیے اَسۡتَغۡفَرۡتَ لَھُمۡ آپ ان کے لیے بخشش طلب کریں اَمۡ لَمۡ تَسۡتَغۡفِرۡ لَھُمۡ یا بخشش طلب نہ کریں لَنۡ یَّغۡفِرَ اللّٰہُ لَھُمۡ ہرگز نہیں بخشے گا اللہ تعالیٰ ان کو اِنَّ اللّٰہَ بے شک اللہ تعالیٰ لَا یَھۡدِی الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِیۡنَ نہیں ہدایت دیتا نافرمان قوم کو۔

وجہ تسمیہ وتعارف سورت:

اس سورت کا نام المنافقون ہے۔ منافقون کا لفظ پہلی ہی آیت کریمہ میں موجود ہے جس سے اس کا نام لیا گیا ہے۔ اس سورۃ کے دو رکوع اور گیارہ آیتیں ہیں۔ یہ سورۃ مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے ایک سو تین سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کا نزول کے اعتبار سے ایک سو چار نمبر ہے۔ شانِ نزول کے بارے میں امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق یہ ہے کہ یہ واقعہ غزوہ تبوک میں پیش آیا جو ہجرت کے نویں سال رجب کے مہینے میں پیش آیا۔ جب کہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق یہ ہے کہ غزوہ مریسیع کا واقعہ ہے۔ جو ہجرت کے پانچویں سال شعبان کے مہینے میں پیش آیا۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق زیادہ صحیح ہے۔

شانِ نزول کا واقعہ:

واقعہ اس طرح پیش آیا کہ رات کے وقت چند منافق جمع تھے اور اُنھوں نے یہ

خیال کیا کہ ہماری باتیں کوئی نہیں سن رہا۔ اُنھوں نے آپس میں باتیں کیں آنحضرت ﷺ کے خلاف، اسلام کے خلاف اور قرآن کے خلاف۔ آنحضرت ﷺ کے متعلق کہا کہ دیکھو جی اس کا پیٹ ہی نہیں بھرتا۔ مدینہ پر قبضہ کیا، پھر مکہ پر قبضہ کیا، پھر خیبر پر اور اب رومیوں کے خلاف لڑنا چاہتا ہے۔ پھر کہنے لگے یہ ہماری غلطی ہے کہ ہم نے ان کو مکان دیئے، خرچہ دیا اور ان کے ساتھ تعاون کیا۔ عبد اللہ بن اُبی رئیس المنافقین نے کہا کہ میں سب سے زیادہ عزت والا ہوں اس ذلیل یعنی آنحضرت ﷺ کو مدینہ سے نکالوں گا۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے ان کی یہ باتیں سنیں اور اپنے چچا کے سامنے پیش کر دیں۔ چچا نے یہ باتیں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیں۔ آنحضرت ﷺ نے عبد اللہ بن اُبی کو بلا کر پوچھا کہ تو نے یہ باتیں کی ہیں؟ تو اُس نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ حضرت! وہ زبانیں نہ جل جائیں، وہ ہونٹ نہ فنا ہو جائیں جو ایسی باتیں کریں۔ حضرت! اس کو کہو کہ گواہ پیش کرے۔ قسمیں کھا کر آپ ﷺ کو خوب مطمئن کیا۔ آنحضرت ﷺ نے ان کی قسموں پر اعتبار کیا۔

بخاری شریف کی روایت ہے حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اُس کی تصدیق کی اور مجھے جھٹلایا۔ یہاں تک کہ دوسرے صحابہ بھی اور میرے چچا نے بھی مجھے کہا کہ احمق تو نے کیسی بات کی ہے؟ آنحضرت ﷺ نے تجھے جھوٹا کہا ہے اب تجھے سچا کون کہے گا؟ یہاں تک کہ یہ سورت نازل ہوئی اور آنحضرت ﷺ نے مجھے بلا کر کہا اے زید! اِنَّ اللّٰهَ قَدْ صَدَّقَكَ ”بے شک اللہ تعالیٰ نے تیری تصدیق کی ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے ذریعے منافقوں کی برائیوں کو ظاہر کر دیا تاکہ سچے مسلمان ان سے بچ سکیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ جب آتے ہیں آپ کے پاس منافق قَالُوْا تو کہتے ہیں نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ شریعت کی زبان میں منافق اُسے کہتے ہیں جو زبان سے اقرار کرتا ہے مگر دل سے تسلیم نہیں کرتا۔

نفاق کی دو قسمیں :

فقہائے کرام، محدثین عظام اور مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں نفاق کی دو قسمیں ہیں۔ ایک نفاق اعتقادی ہے اور دوسرا نفاق عملی ہے۔

اعتقادی منافق وہ ہوتا ہے جو دل سے بالکل تسلیم نہیں کرتا یعنی اس کے دل میں بالکل ایمان نہیں ہوتا۔ لوگوں کو دھوکا دینے کے لیے کہتا ہے کہ میں مومن ہوں۔ یہ منافق کافر اور مشرک سے بھی بدتر ہوتا ہے۔ اس لیے اس کی سزا بھی سب سے زیادہ سخت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ [النساء: ۱۴۵] "بے شک منافق دوزخ کے سب سے نیچے والے طبقے میں ہوں گے۔" جو سب سے زیادہ سزا اوالا طبقہ ہے۔

دوسرا نفاقِ عملی ہے۔ عملی منافق اُسے کہتے ہیں کہ اس کے دل میں ایمان موجود ہوتا ہے مگر عمل منافقوں والے کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی نفاق کی چار علامتیں بیان فرمائی ہیں۔ جس شخص میں ایک علامت ہوگی وہ ایک درجے کا منافق ہوگا جس میں دو علامتیں ہوں گی وہ دو درجے کا منافق ہوگا جس میں تین علامتیں ہوں گی وہ تین درجوں کا منافق ہوگا اور جس میں چار علامتیں پائی گئیں كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا "وہ پکا منافق ہے۔" ہمیں خالی الذہن ہو کر ٹھنڈے دل سے سوچنا چاہیے کہ کہیں ان میں سے کوئی

علامت ہمارے اندر تو نہیں ہے۔ اگر ہے تو بہت بری بات ہے۔

منافق کی علامتیں :

وہ علامتیں کیا ہیں؟ فرمایا اِذَا حَدَّثَ کَذَبَ "جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔" یہ منافق کی پہلی علامت ہے۔ جھوٹ کسے کہتے ہیں؟ ہر وہ بات جو واقعہ کے خلاف ہو شریعت اُسے جھوٹ کہتی ہے۔ اب ہمیں اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھنا چاہیے کہ ہم نے کبھی زندگی میں جھوٹ تو نہیں بولا۔ اگر بولا ہے تو ہمیں اپنے آپ کو ایک درجے کا منافق سمجھنا چاہیے۔ کیوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان بالکل حق اور سچ ہے۔

منافق کی دوسری علامت اِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ جب وعدہ کرتا ہے تو خلاف ورزی کرتا ہے وَ اِذَا عَاھَدَ غَدَرَ اور جب معاہدہ کرتا ہے تو غداری کرتا ہے۔ وعدہ اور معاہدہ میں فرق ہے۔ جب کسی سے انفرادی طور پر وعدہ ہو تو وہ وعدہ کہلاتا ہے۔ اور جماعتی شکل میں ہو یا قومی شکل میں ہو یا حکومتی سطح پر کسی سے کوئی بات طے کی جائے تو اس کو معاہدہ کہتے ہیں۔ وعدے اور معاہدے کی خلاف ورزی کرنا یہ بھی منافق کی علامت ہے۔ آج اس وقت دنیا میں جتنی بھی حکومتیں ہیں ساری اس مد میں ہیں الا ماشاء اللہ، کہ ان کا ظاہر کچھ اور ہے اور باطن کچھ اور۔ حالانکہ قرآن کریم میں آتا ہے اِنَّ الْعَھْدَ کَانَ مَسْئُوْلًا [بنی اسرائیل: ۳۴] وعدے کے بارے میں سوال ہوگا۔ لہٰذا کسی سے وعدہ کرو تو سوچ سمجھ کر کرو کہ میں اس کو پورا کر بھی سکوں گا کہ نہیں۔ اگر پورا نہیں کر سکتے تو وعدہ کرو ہی نہیں۔

منافق کی تیسری علامت اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرتا ہے۔ [بخاری، رقم: ۳۴] پھر امانت کی کئی قسمیں ہیں۔ علم بھی امانت

ہے۔اور علمی خیانت یہ ہے کہ لوگوں کو صحیح بات نہیں بتلاتا غلط بات بتاتا ہے۔مشورہ بھی امانت ہے۔اور مشورے میں خیانت یہ ہے کہ جب کوئی شخص تمھارے سے مشورہ طلب کرتا ہے تو اُسے صحیح رائے دو۔بات بھی امانت ہے۔حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب کوئی آدمی مجلس میں اِدھر اُدھر دیکھ کر بات کرے تو سمجھ جاؤ کہ یہ بات اس کی امانت ہے۔اس مجلس کی بات باہر کسی سے نہیں کرنی۔مال بھی امانت ہے اور مالی خیانت یہ ہے کہ اس میں سے کچھ خرچ کرے یا اس کو تبدیل کرے۔

منافق کی چوتھی علامت یہ ہے کہ اِذَا خَاصَمَ فَجَرَ جب کسی سے جھگڑتا ہے تو گالیاں دیتا ہے۔یاد رکھنا! آج کے معاشرے میں تو ہم نے منافق کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے۔کیوں کہ وہ تو جب لڑتا ہے تو گالیاں دیتا ہے اور ہم تو ہنسی مذاق میں بھی گالیاں دیتے ہیں۔جس طرح پہلے نیک لوگوں کی زبان سے سبحان اللہ نکلتا تھا اسی طرح ہماری زبان سے گالیاں نکلتی ہیں۔چھوٹوں کو بڑوں کو یہاں تک کہ گدھوں اور مرغیوں کو گالیاں دیتے ہیں۔تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کی یہ چار علامتیں بیان فرمائی ہیں۔اگر کسی بدبخت میں یہ چاروں علامتیں پائی جاتی ہیں تو وہ پکا منافق ہے۔

کچھ علامتیں منافق کی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمائی ہیں۔فرمایا وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى [النساء:۱۴۲] جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی کرتے ہیں۔لہٰذا اگر کوئی شخص نماز کے لیے کھڑا ہونے میں سستی کرتا ہے تو اُسے سمجھ لینا چاہیے کہ اس میں نفاق کی علامت ہے۔اور بھی فرمایا وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا منافق اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت کم کرتے ہیں۔ناولوں کے پیچھے پڑے رہیں گے، کھیلوں میں مشغول رہیں گے (آج کل موبائل فون پر لگے رہیں گے) یعنی اور سارے

کام ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے وقت نہیں ہوتا۔ منافق کی موٹی موٹی علامتیں ہیں۔ چار حدیث شریف میں اور دو قرآن کریم میں۔ اور یہ حدیث بخاری شریف اور مسلم شریف کی ہے۔ اپنے اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھ لو۔ اللہ کرے کہ ہم میں سے کسی میں یہ علامتیں نہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ جب آتے ہیں آپ کے پاس منافق تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ بے شک البتہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ بے شک آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اتنی بات تو ان کی ٹھیک ہے اور باوجود اس کے وَاللّٰهُ یَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَكٰذِبُوْنَ اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ بے شک منافق البتہ جھوٹے ہیں۔ کیوں کہ ان کی گواہی محض زبانی ہے دل سے منکر ہیں۔ نہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو مانتے ہیں اور نہ آپ ﷺ کی رسالت پر یقین رکھتے ہیں۔ وہ جو کچھ کہہ رہے ہیں زبان سے کہہ رہے ہیں ان کے دلوں میں کفر بھرا ہوا ہے اِتَّخَذُوْۤا اَیْمَانَهُمْ جُنَّةً بنالیا ہے اُنھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال۔ الزام سے بچنے کے لیے قسمیں اُٹھا کر کہتے ہیں کہ ہم نے یہ بات نہیں کہی۔ جیسا کہ سورۂ توبہ آیت نمبر ۷۴ میں ہے یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا وہ اللہ تعالیٰ کے نام کی قسمیں اُٹھاتے ہیں کہ انھوں نے وہ بات نہیں کہی وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ حالانکہ بہ تحقیق اُنھوں نے کلمہ کفر کہا ہے۔

الزام سے بچنے کے لیے اُنھوں نے قسموں کو ڈھال بنایا ہے فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ پس روکتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے راستے سے دوسرے لوگوں کو بھی۔ اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کر کے۔ نئے مسلمان ہونے والے کو اسلام سے متنفر کرنے کی کوشش کرتے ہیں

اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ بے شک یہ لوگ بُرا ہے وہ جو کام کرتے ہیں۔ منافقت اور جھوٹا ایمان اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے لوگوں کو روکنا یہ سب بُرے کام ہیں۔

فرمایا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا یہ قبیح حرکتیں اور خباثتیں جو ان سے ہوتی ہیں اس وجہ سے کہ بے شک وہ ایمان لائے ظاہری طور پر یعنی زبان سے ایمان ظاہر کیا ثُمَّ كَفَرُوْا پھر انھوں نے کفر کیا۔ دل سے کفر پر اڑے رہے اس وجہ سے فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ پس مہر لگا دی گئی ان کے دلوں پر۔ لہٰذا اب ان کے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوگا کہ ان کے دلوں میں حق کو قبول کرنے کی صلاحیت ہی نہیں رہی فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ پس وہ نہیں سمجھتے حق کو نہ ایمان کو اور نہ بھلائی کو۔

چونکہ یہ لوگ آخرت سے بے فکر ہیں اور انجام سے بے خبر ہیں لہٰذا جسم ان کے موٹے تازے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ اور جب آپ ان کو دیکھتے ہیں تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ تعجب میں ڈالتے ہیں آپ ﷺ کو ان کے جسم۔ ظاہری ڈیل ڈول، وضع قطع بالکل ٹھیک ٹھاک ہے دیکھ کر آدمی متاثر ہوتا ہے کہ یہ لوگ بڑے معزز ہیں مگر اندر سے گندے اور کمینے ہیں وَاِنْ يَّقُوْلُوْا اور اگر وہ بات کریں گے تو تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ آپ سنیں گے ان کی بات کو کہ وہ بات اس انداز سے کرتے ہیں کہ آپ کو اپنی طرف متوجہ کر لیتی ہے لیکن حقیقت سے خالی ہوتی ہے كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ گویا کہ وہ لکڑیاں ہیں جنھیں دیوار کے ساتھ لگا کر کھڑا کر دیا گیا ہے کہ وجود میں تو لمبی چوڑی ہیں مگر بے جان ہیں۔

یہی حال منافقوں کا ہے کہ ظاہری طور پر بڑے ڈیل ڈول والے ہیں مگر بالکل بے مغز ہیں جیسے ڈھول کا اندر بالکل خالی ہوتا ہے يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ گمان

کرتے ہیں وہ ہر چیخ کو اپنے برخلاف۔ ایمان اخلاص نہ ہونے کی وجہ سے ہر وقت خوف زدہ رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ لشکر میں اگر کوئی گم شدہ جانور کے لیے آواز دے یا کسی اور وجہ سے آواز دی جاتی ہے تو یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے اُوپر کوئی آفت آنے والی ہے ھُمُ الْعَدُوُّ یہی دشمن ہیں فَاحْذَرْهُمْ پس آپ ان سے بچتے رہیں۔ ان کی کسی بات پر اعتماد نہ کریں قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ ان کو تباہ کرے دین حق سے دور جا رہے ہیں اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ کدھر پھیرے جا رہے ہیں ایمان سے۔ دلیل قائم ہونے کے بعد پھر منافقوں کی حماقت دیکھو کہ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اور جب ان سے کہا جاتا ہے تَعَالَوْا آؤ معذرت کرلو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی غلطیوں کی يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ بخشش طلب کرے تمھارے لیے اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ تعالیٰ سے لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ تو مٹکاتے ہیں اپنے سروں کو کہ ان سے معذرت کریں اپنی غلطیوں کا اعتراف کریں وَرَاَيْتَهُمْ اور آپ ان کو دیکھتے ہیں يَصُدُّوْنَ رکتے ہیں اعراض کرتے ہیں معذرت کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ اور وہ تکبر کرنے والے ہیں کہ ہمیں بخشش کی ضرورت نہیں ہے۔ منافقوں کے جو مخلص مومن، قریبی رشتہ دار تھے اُنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ حضرت! یہ تو احمق ہیں لیکن اگر آپ ان بدبختوں کے لیے مغفرت مانگیں شاید اللہ تعالیٰ ان کو معاف کر دے اور ایمان کی توفیق عطا فرما دے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استغفار کا ارادہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ فرما دیا۔

ارشاد ربانی ہے سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ برابر ہے ان کے لیے اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ کیا آپ ان کے لیے بخشش طلب کریں اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ یا بخشش طلب نہ کریں

لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ   ہرگز نہیں بخشے گا اللہ تعالیٰ ان کو۔ کیوں کہ ان میں ہدایت کی طلب نہیں ہے   اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ   بے شک اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا نافرمان قوم کو۔ یہ لوگ ضدی ہیں کھوٹے ہیں اور کفر سے باہر نکلنا نہیں چاہتے لہٰذا ان کو ہدایت نصیب نہیں ہوسکتی۔

هُمُ الَّذِيْنَ

يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ؕ وَلِلّٰهِ خَزَآىِٕنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝ يَقُوْلُوْنَ لَىِٕنْ رَّجَعْنَاۤ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَاۤ اَخَّرْتَنِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ ع

هُمُ الَّذِيْنَ یہ وہی لوگ ہیں یَقُوْلُوْنَ جو کہتے ہیں لَا تُنْفِقُوْا نہ خرچ کرو عَلٰى مَنْ ان پر عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ جو اللہ تعالیٰ کے رسول کے پاس ہیں حَتّٰى يَنْفَضُّوْا یہاں تک کہ وہ تتر بتر ہو جائیں وَلِلّٰهِ اور اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں خَزَآىِٕنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آسمانوں اور زمین کے خزانے وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ اور لیکن منافق لَا يَفْقَهُوْنَ نہیں سمجھتے يَقُوْلُوْنَ کہتے ہیں لَىِٕنْ رَّجَعْنَاۤ اگر ہم لوٹے اِلَى الْمَدِيْنَةِ

مدینہ منورہ کی طرف لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا ضرور نکالے گا زور والا اس میں سے الْأَذَلَّ ذلیل کو وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ حالانکہ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے عزت وَلِرَسُوْلِهٖ اور اس کے رسول کے لیے وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ اور ایمان والوں کے لیے وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ اور لیکن منافق لَا يَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو لَا تُلْهِكُمْ نہ غافل کریں تمھیں اَمْوَالُكُمْ تمھارے مال وَلَآ اَوْلَادُكُمْ اور نہ تمھاری اولاد عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ اور جس نے ایسا کیا فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ پس یہی لوگ ہیں نقصان اُٹھانے والے وَاَنْفِقُوْا اور خرچ کرو مِنْ مَّا اس چیز میں سے رَزَقْنٰكُمْ جو ہم نے تمھیں رزق دیا ہے مِّنْ قَبْلِ پہلے اس سے اَنْ يَّاْتِيَ کہ آئے اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تم میں سے کسی ایک کو موت فَيَقُوْلَ پس کہے وہ رَبِّ اے میرے رب لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ کیوں نہ مہلت دی آپ نے مجھے اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ تھوڑی سی مدت فَاَصَّدَّقَ پس میں صدقہ کرتا وَاَكُنْ اور ہو جاتا میں مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ نیکوں میں سے وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اور ہرگز نہیں مہلت دے گا اللہ تعالیٰ کسی نفس کو اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا جب آ جائے گا اس کا وعدہ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ خبر رکھتا ہے بِمَا ان کاموں کی تَعْمَلُوْنَ جو تم کرتے ہو۔

اوپر سے منافقوں کا ذکر چلا آرہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ھُمُ الَّذِیْنَ یہ وہی لوگ ہیں یَقُوْلُوْنَ جو کہتے ہیں لَا تُنْفِقُوْا عَلٰی مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ نہ خرچ کرو تم ان پر جو اللہ تعالیٰ کے رسول کے پاس ہیں حَتّٰی یَنْفَضُّوْا یہاں تک کہ وہ تتر بتر ہو جائیں، اِدھر اُدھر بھاگ جائیں۔ تو اس طرح کی باتیں کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کیوں کر بخشے گا۔ غزوہ بنو مصطلق کے سفر میں ایک مہاجر اور انصاری کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ مہاجر نے انصاری کی پشت پر تھپڑ مار دیا۔ مہاجر نے مدد کے لیے مہاجرین کو آواز دی اور انصاری نے مدد کے لیے انصاریوں کو آواز دی کہ پہنچو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ باتیں سنیں تو فرمایا کہ یہ تم نے کیا نو مانہ جاہلیت کی باتیں شروع کر دی ہیں۔ انھوں نے کہا کہ ایک مہاجر نے انصاری کو تھپڑ مارا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بس اب تم اس معاملے کو ختم کر دو۔ عبداللہ بن اُبی رئیس المنافقین اور دوسرے منافقوں کو علم ہوا تو کہنے لگے یہ سب تمھاری امداد کا نتیجہ ہے۔ تم نے ان کو ٹھکانا دیا، ان پر مال خرچ کرتے ہو اس لیے تو نوبت یہاں تک پہنچی ہے کہ یہ اب تمھیں مارنے لگ گئے ہیں۔ لہٰذا آئندہ ان پر خرچ کرنا بند کر دو۔ یہ سب اِدھر اُدھر بھاگ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا اور فرمایا وَلِلّٰہِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں خزانے آسمانوں اور زمین کے وَلٰکِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَفْقَھُوْنَ اور لیکن منافق نہیں سمجھتے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ منافق میں دو چیزیں نہیں ہوتیں۔ حسن خلق اور دین کی سمجھ۔ چنانچہ اُنھوں نے یہ سمجھا کہ مال ہمارے پاس ہے اور سدا ہمارے پاس ہی رہنا ہے لہٰذا مہاجرین پر خرچ نہ کرو تاکہ یہ مدینہ سے منتشر ہو جائیں۔ ان کو اتنی سمجھ نہیں تھی کہ خزانے سارے کے سارے اللہ تعالیٰ کے ہیں۔ حقیقی مالک وہی ہے وہ جس کو چاہتا ہے دیتا ہے

اور جس سے چاہتا ہے روک لیتا ہے۔ اس کے دینے میں بھی امتحان ہے اور نہ دینے میں بھی امتحان ہے اور دے کر واپس لے لینے میں بھی امتحان ہے۔ اگر منافقوں کو اتنی سمجھ ہوتی تو وہ خرچ کرنے میں بخل نہ کرتے۔ اسلام کے ابتدائی دور میں مسلمانوں کو بڑی تکلیفیں آئی ہیں۔ جسمانی بھی اور مالی بھی۔ فاقے کاٹے۔ مگر پھر وہ وقت آیا کہ قیصر و کسریٰ کے خزانے ان کے قدموں میں تھے۔ بلکہ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ جب زکوٰۃ لینے والا کوئی نہیں ملتا تھا۔ تو فرمایا کیا منافقوں کو علم نہیں ہے کہ خزانوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔

منافقین کی خباثت :

اگلی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی ایک خباثت کا ذکر فرمایا ہے۔ فرمایا یَقُوْلُوْنَ یہ کہتے ہیں لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ اگر ہم لوٹے مدینہ کی طرف لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ تو نکال دے گا زور والا اس سے ذلیل کو۔ یہ بات رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی نے کہی تھی کہ ہم باعزت لوگ ہیں ان ذلیل مہاجروں کو وہاں سے نکال دیں گے۔ یہ بات ایک صحابی نے سن لی اور جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دی۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضرت! آپ مجھے اجازت دیں میں اس منافق کی گردن اُتار دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دَعْهُ لَا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ اَنَّ مُحَمَّدًا يَقْتُلُ اَصْحَابَهٗ "اس کو چھوڑ دو لوگ یہ پروپیگنڈہ نہ کریں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کو قتل کرتا ہے۔" اور یہ چیز اسلام کے راستے میں رکاوٹ بن جائے گی۔

عبداللہ بن اُبی رئیس المنافقین کا بیٹا کہ اس کا نام بھی عبداللہ تھا وہ مخلص مومن تھا۔ اس کو جب اس بات کا علم ہوا کہ میرے باپ نے یہ بات کہی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے

یہ کہا ہے۔تو عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنے باپ کا سر کاٹ کر پیش کر دوں جس نے ایسے غلط کلمات کہے ہیں۔لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کو منع کر دیا کہ ایسا نہ کرنا جب تک یہ بدبخت ہمارے ساتھ ہے ہم اس کے ساتھ اچھا سلوک کریں گے۔لیکن جب قافلہ مدینہ طیبہ کے قریب پہنچا تو بیٹے نے باپ کے سامنے تلوار سونت لی اور باپ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا وَاللّٰہِ لَا تَنْقَلِبُ حَتّٰی تُقِرَّ اِنَّكَ ذَلِیْلٌ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ عَزِیْزٌ اللہ تعالیٰ کی قسم ہے میں تجھے اس وقت تک شہر میں داخل نہیں ہونے دوں گا جب تک تو اقرار نہ کرے کہ تو ذلیل ہے اور رسول اللہ باعزت ہیں۔جب باپ نے دیکھا کہ بیٹا مجھے چھوڑے گا نہیں تو اس نے یہ کہہ کر جان چھڑائی کہ میں ذلیل ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم باعزت ہیں۔

منافقوں نے یہ سمجھا کہ عزت مال کے زیادہ ہونے کا نام اور افراد کے زیادہ ہونے کا نام ہے۔تو اللہ تعالیٰ نے وضاحت فرمائی کہ حقیقی عزت ان چیزوں کا نام نہیں ہے حقیقتاً عزت کس کے لیے ہے۔فرمایا وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ حالانکہ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے عزت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے ہے اور ایمان والوں کے لیے وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ لیکن منافق نہیں جانتے اس بات کو۔

اوپر بیان ہوا ہے کہ منافقوں نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول اور اس کے ساتھیوں پر خرچ نہ کرو۔اب اللہ تعالیٰ مومنوں کو فرما رہے ہیں کہ منافقوں، کافروں کو تو اپنے مالوں پر گھمنڈ ہے تمھیں نہیں ہونا چاہیے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰہِ نہ غفلت میں ڈالیں تمھیں تمھارے مال اور نہ اولاد اللہ تعالیٰ کے ذکر سے، نماز پڑھنے سے،

حج کرنے سے، زکوٰۃ دینے سے، قرآن کریم کی تلاوت کرنے سے، ہمیشہ اللہ اللہ کرنے سے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمھارے ذمہ جو فرائض ہیں ان کے ادا کرنے میں یہ چیزیں رکاوٹ نہ بنیں۔ لیکن دیکھا ایسا ہی گیا ہے کہ لوگ جب ان چیزوں میں زیادہ منہمک ہوجاتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہوجاتے ہیں۔ فرمایا وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ اور جو ایسا کرے گا کہ مال اور اولاد کی وجہ سے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی کرے گا فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ پس یہی لوگ ہیں نقصان اُٹھانے والے۔ کیوں کہ جب آدمی نے دائمی آخرت کو چھوڑ کر فانی دنیا کو اختیار کیا وہ نقصان ہی اُٹھائے گا۔ اور پارہ ۱۶ سورۃ طٰہٰ آیت نمبر ۱۲۴ میں ہے وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا "اور جس شخص نے اعراض کیا میرے ذکر سے اس کے لیے گزران ہوگا تنگی کا۔" مال و دولت کی فراوانی کے باوجود زندگی میں سکون نہیں ہوگا۔

مال کا فتنہ :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ہر امت کا کوئی نہ کوئی فتنہ ہوتا ہے۔ فرمایا میری امت کا فتنہ مال ہے۔ دیکھ لو لوگوں کا جو حال ہے کہ مال و دولت کی طلب میں سرگرداں ہیں حدود شرع کا کوئی لحاظ نہیں، جائز و ناجائز کی کوئی پروا نہیں ہے، حلال و حرام کی کوئی تمیز نہیں ہے اور جائز ناجائز خواہشات میں لگا رہتے ہیں۔ ایسے لوگ نقصان اُٹھانے والے ہیں۔ منافق تو ضرورت مندوں پر خرچ کرنے سے منع کرتے تھے اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے فرما رہے ہیں وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ اور خرچ کرو اس چیز میں سے جو ہم نے تمھیں رزق دیا ہے۔ اکثر حضرات تو فرماتے ہیں کہ چیز سے مراد مال ہے کہ ہم نے جو تمھیں مال دیا ہے اس میں سے خرچ کرو۔ زکوٰۃ ادا کرو، عشر نکالو، فطرانہ ادا کرو اور نفلی

صدقات بھی کرتے رہو۔ بخاری شریف میں روایت ہے اِنَّ فِی الْمَالِ حَقًّا سِوَی الزَّکٰوۃ بے شک مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔ بعض لوگ بڑے کنجوس ہوتے ہیں۔ زکوٰۃ کے مال کے سوا مال خرچ کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ رشتے داریاں بھی زکوٰۃ کے ساتھ نبھاتے ہیں۔ مثلاً: ان کے عزیز رشتہ داروں کی شادیاں ہوں تو آکر پوچھتے ہیں کہ وہاں ہماری زکوٰۃ لگ سکتی ہے۔ بھائی! ٹھیک ہے اگر وہ مستحق ہے تو اس کو زکوٰۃ لگ جائے گی مگر زکوٰۃ کے علاوہ دوسرا مال بھی تو تمھارے پاس موجود ہے وہ کیوں نہیں دیتے۔ زکوٰۃ پر ہی کیوں ٹرخاتے ہو۔ لیکن امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چیز سے صرف مال مراد نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے جو بھی نعمت اور قوت عطا فرمائی ہے کہ علم ہے، عقل ہے، بدنی طاقت ہے، اس کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں۔

تو فرمایا خرچ کرو اس چیز میں سے جو ہم نے تمھیں رزق دیا ہے مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ پہلے اس سے کہ آئے تم میں سے کسی ایک کو موت۔ یعنی موت کے آثار ظاہر ہوں فَیَقُوْلَ پس کہے وہ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِیْٓ اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ اے میرے رب! کیوں نہ مہلت دی آپ نے مجھے تھوڑی سی مدت۔ مجھے تھوڑی سی مزید مدت کے لیے مہلت کیوں نہ دی فَاَصَّدَّقَ پس میں صدقہ کرتا، زکوٰۃ دیتا، خیرات کرتا وَاَکُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ اور ہو جاتا میں نیکوں میں سے۔ مگر اس وقت مہلت نہیں ملے گی۔ سورہ اعراف آیت نمبر ۳۴ میں ہے فَاِذَا جَآءَ اَجَلُھُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَۃً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ "پس جب آجائے گا ان کا وعدہ تو نہیں پیچھے ہٹیں گے اس سے ایک گھڑی اور نہ آگے ہوں گے۔" حدیث پاک میں آتا ہے کہ صدقہ ایسے وقت میں دے جب تندرست ہو اور مال کی رغبت رکھتا ہو اور محتاج ہونے سے بھی ڈرتا ہو۔ ایسا نہیں کہ

مرنے لگے تو کہے کہ یہ مال فلاں کے واسطے صدقہ ہے۔ حالاں کہ وہ فلاں وارث ہو چکا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جس آدمی کے پاس مال ہے مگر اس نے حج نہیں کیا، زکوٰۃ واجب تھی ادا نہیں کی۔ وہ آدمی مرتے وقت دنیا میں واپس لوٹنے کی آرزو کرے گا ایک آدمی نے کہا ابن عباس رضی اللہ عنہما اللہ تعالیٰ سے ڈرو کہ دنیا میں لوٹائے جانے کی درخواست تو کافر کریں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں تجھے قرآن سناتا ہوں۔ پھر یہی آیت پڑھ کر سنائی وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ کہ اس آیت کریمہ میں خطاب ایمان والوں کو ہے لیکن یہ درخواست منظور نہیں ہوگی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اور ہرگز مہلت نہیں دے گا اللہ تعالیٰ کسی نفس کو اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا جب آجائے گا اس کا وعدہ یعنی جب کسی جان کا دنیا میں رہنے کا وقت جو مقدر تھا پورا ہو گیا پھر اس کو ایک سانس کی بھی مہلت نہیں ملتی وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ اور اللہ تعالیٰ خبر رکھتا۔ ان کاموں کی جو تم کرتے ہو۔ تمھارا ہر فعل اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ اعمال کے مطابق سزا اور جزا کے مستحق ہوں گے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

تفسیر

سُورَةُ التَّغَابُن

(مکمل)

جلد ۲۰

أیاتها ۱۸ ۶۴ سُوْرَةُ التَّغَابُنِ مَدَنِيَّةٌ ۱۰۸ رکوعاتها ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ۖ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۱ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝۲ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝۳ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۚ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۴ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۖ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۵ ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ۖ فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ۚ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝۶

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ پاکی بیان کرتی ہے اللہ تعالیٰ کی مَا وہ مخلوق فِي السَّمٰوٰتِ جو آسمانوں میں ہے وَمَا اور وہ مخلوق فِي الْاَرْضِ جو زمین میں ہے لَهُ الْمُلْكُ اسی کے لیے ہے ملک وَلَهُ الْحَمْدُ اور اُسی کے لیے ہے تعریف وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے هُوَ الَّذِيْ

وہ وہ ذات ہے خَلَقَكُمْ جس نے تم کو پیدا کیا فَمِنْكُمْ پس تم میں
سے بعض كَافِرٌ کافر ہیں وَّمِنْكُمْ اورتم میں سے بعض مُّؤْمِنٌ
مومن ہیں وَاللّٰهُ اوراللہ تعالیٰ بِمَا اس کارروائی کو تَعْمَلُوْنَ جو
تم کرتے ہو بَصِيْرٌ دیکھنے والا ہے خَلَقَ السَّمٰوٰتِ اس نے پیدا
کیا آسمانوں کو وَالْاَرْضَ اورزمین کو بِالْحَقِّ حق کے ساتھ وَ
صَوَّرَكُمْ اور تمھیں صورت بخشی فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ پس بہت اچھی
صورت عطا کی تم کو وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ اوراسی کی طرف لوٹنا ہے يَعْلَمُ
وہ جانتا ہے مَا اس چیز کو فِي السَّمٰوٰتِ جو آسمانوں میں ہے وَ
الْاَرْضِ اورزمین میں ہے وَيَعْلَمُ اوروہ جانتا ہے مَا اس چیز کو
تُسِرُّوْنَ جس کو تم چھپاتے ہو وَمَا اوراس چیز کو تُعْلِنُوْنَ جس کو
تم ظاہر کرتے ہو وَاللّٰهُ اوراللہ تعالیٰ عَلِيْمٌ جاننے والا ہے
بِذَاتِ الصُّدُوْرِ دلوں کے راز اَلَمْ يَاْتِكُمْ کیا نہیں آئی تمھارے
پاس نَبَؤُا الَّذِيْنَ خبر اُن لوگوں کی كَفَرُوْا جنھوں نے کفر کیا مِنْ
قَبْلُ اس سے پہلے فَذَاقُوْا پس چکھا اُنھوں نے وَبَالَ اَمْرِهِمْ
اپنے معاملے کا وبال وَلَهُمْ اوران کے لیے ہے عَذَابٌ اَلِيْمٌ درد
ناک عذاب ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ یہ اس لیے کہ بے شک شان یہ ہے كَانَتْ
تَّاْتِيْهِمْ آتے تھے ان کے پاس رُسُلُهُمْ ان کے رسول بِالْبَيِّنٰتِ

واضح دلائل لے کر فَقَالُوْٓا پس اُنھوں نے کہا اَبَشَرٌ یَّهْدُوْنَنَا کیا بشر رہنمائی کریں گے ہماری فَكَفَرُوْا پس اُنھوں نے انکار کیا وَتَوَلَّوْا اور اعراض کیا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ اور اللہ تعالیٰ نے بھی بے پروائی کی۔ وَاللّٰهُ غَنِیٌّ اور اللہ تعالیٰ بے پرواہے حَمِیْدٌ تعریفوں والا ہے۔

وجہ تسمیہ سورۃ :

اس سورت کا نام تغابن ہے۔ اگلی آیات میں تغابن کا لفظ آئے گا۔ تغابن کا معنیٰ ہے ایک دوسرے کو نقصان پہنچانا۔ ہر آدمی کے لیے اللہ تعالیٰ نے جنت میں ایک مقام بنایا ہے اور دوزخ میں بھی ایک مقام بنایا ہے۔ مومنوں کے لیے بھی دو دو سیٹیں ہیں اور کافروں کے لیے بھی دو دو سیٹیں ہیں۔ جو ایمان لائے گا وہ جنت میں جائے گا اور جو کفر اختیار کرے گا وہ دوزخ میں جائے گا۔ ان کی جنت دوزخ میں جو سیٹیں خالی ہوئی ہیں وہ ایک دوسرے کو مل جائیں گی۔ جنتی کی جو سیٹ اور گھر دوزخ میں تھا وہ کافر کو مل جائے گا اور کافر کی جو سیٹ اور گھر جنت میں خالی ہوا وہ مومن کو مل جائے گا۔ گویا اس طرح ایک دوسرے کو نقصان پہنچائیں گے۔

قبر میں سوال وجواب :

بخاری شریف میں روایت ہے کہ جب انسان کی وفات ہوتی ہے اور اس کو قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے اور سوال جواب والے فرشتے آتے ہیں اور سوال کرتے ہیں مَنْ رَّبُّكَ "تیرا رب کون ہے؟" مومن ہے تو جواب دیتا ہے رَبِّیَ اللّٰهُ "میرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔" مَنْ نَبِیُّكَ "تیرا نبی کون ہے؟" جواب دیتا ہے نَبِیِّ مُحَمَّدٌ ﷺ "میرا نبی

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔" مَا دِيْنُكَ "تیرا دین کیا ہے؟" دِيْنِيَ الْإِسْلَامُ "میرا دین اسلام ہے۔" اور کافر ہے تو جوابات میں ناکام ہو جاتا ہے۔ کہتا ہے مجھے کسی شے کا علم نہیں ہے۔ یہ فرشتے سوال جواب کر کے چلے جاتے ہیں۔ دوسرے محکمہ کے فرشتے آ جاتے ہیں اور دوزخ کی طرف سے کھڑکی کھولتے ہیں۔ نیک آدمی دیکھ کر گھبرا جاتا ہے کہ میں نے جوابات تو صحیح دیئے ہیں پھر یہ آگ کے شعلے مجھے کیوں دِکھائے جا رہے ہیں۔ پھر دوزخ کی کھڑکی بند کر کے جنت کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے کہ اس کی ہوائیں اور خوشبوئیں اور لذتیں وہ محسوس کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتے کہتے ہیں کہ پہلی کھڑکی جو کھولی تھی وہ تجھے یہ بتلانے کے لیے کھولی تھی کہ اگر تو مومن نہ ہوتا تو یہ تیرا ٹھکانا ہوتا۔ ایمان کی وجہ سے رب تعالیٰ نے تجھے بچا لیا ہے۔ اور اگر کافر مشرک ہے تو سوال جواب والے فرشتے اپنا کام کر کے چلے جاتے ہیں اور دوسرے محکمے کے فرشتے آ جاتے ہیں۔ وہ اس کے لیے پہلے جنت کی کھڑکی کھولتے ہیں تو وہ خوش ہوتا ہے کہ مزے بن گئے۔ جب وہ اچھی طرح دیکھ لیتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں کہ اگر تو ایمان لاتا تو تیری یہ جگہ ہونی تھی مگر اب نہیں ہے۔ وہ کھڑکی بند کر کے دوزخ کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ تو ہر ایک کے لیے رب تعالیٰ نے جنت میں بھی جگہ بنائی ہے اور دوزخ میں بھی بنائی ہے۔ اب جس جگہ کوئی جانا چاہے چلا جائے۔

اس سورۃ کا نام تغابن ہے۔ یہ سورۃ مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے ایک سو سات سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کا ایک سو آٹھ [۱۰۸] نمبر ہے۔ اس کے دو رکوع اور اٹھارہ آیتیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں يُسَبِّحُ لِلّٰهِ پاکی بیان کرتی ہے اللہ تعالیٰ کی مَا فِي

السَّمٰوٰتِ وہ مخلوق جو آسمانوں میں ہے۔آسمانوں میں فرشتے ہیں۔ چاند، سورج، ستارے ہیں یا اور مخلوق جس کو ہم نہیں جانتے سب اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں وَمَا فِي الْأَرْضِ اور وہ مخلوق جو زمین میں ہے۔اوپر نیچے سات زمینیں ہیں۔ان میں بے شمار مخلوق ہے۔سب اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں لَهُ الْمُلْكُ اسی کے لیے ہے ملک۔سارے ملک کا خالق بھی وہی ہے، مالک بھی وہی ہے، سارے ملک میں تصرف بھی اسی کا ہے۔خدائی اختیارات اللہ تعالیٰ نے رتی برابر بھی کسی کو نہیں دیئے وَلَهُ الْحَمْدُ اور اُسی کے لیے ہے تعریف۔کیوں کہ تعریفوں کے لائق اور تعریفوں کا مستحق صرف وہی ہے وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔جو چاہے سو کرے اس کو کوئی پوچھ نہیں سکتا۔

دیانند سرسوتی کا قرآن کریم پر اعتراض :

دنیا میں بڑے منہ پھٹ لوگ گزرے ہیں، اب بھی ہیں اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے۔ان منہ پھٹ لوگوں میں سے ایک آریا سماج کا لیڈر دیانند سرسوتی بھی تھا۔بڑا موذی قسم کا آدمی تھا۔اس نے قرآن کریم پر الحمد للہ سے لے کر والناس تک بڑے اعتراض کیے ہیں۔اس کی کتاب کا نام ہے"ستیارتھ پرکاش"۔اس کتاب کا چودھواں باب اس نے اس کے لیے وقف کیا ہے۔اس آیت کریمہ پر وہ اعتراض کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میں مسلمانوں سے پوچھتا ہوں کہ تمھارا قرآن کہتا ہے وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔تو پھر تمھارا رب چوری پر بھی قادر ہے، زنا پر بھی قادر ہے۔کیوں کہ چوری اور زنا بھی تو ایک شے ہے (العیاذ باللہ تعالیٰ) اگر قادر نہیں ہے تو پھر یہ آیت غلط ہوئی۔

اب دیکھو! اس نے کیسی خباثت کی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہر باطل کی سرکوبی کے لیے حق والے کھڑے کیے ہیں۔ چنانچہ بانیٔ دار العلوم دیو بند مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی خوب سرکوبی کی ہے۔ حضرت کی بہت ساری علمی کتابیں ہیں۔ ایک کا نام انتصار الاسلام ہے۔ اس میں حضرت نے جواب میں بڑا کچھ لکھا ہے۔ میں اختصار کے ساتھ تمھیں سمجھاتا ہوں۔ حضرت فرماتے ہیں اے دیانند سرسوتی تم کہتے ہو کہ کیا رب چوری پر قادر ہے؟ چوری ہوتی ہے غیر کی ملک میں۔ اگر کوئی اپنی چیز اُٹھالے تو اس کو کوئی چور نہیں کہتا۔ تم غیر کی ملک ثابت کرو دلیل کے ساتھ پھر ہم چوری ثابت کر دیں گے۔ پہلے تم اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ کائنات کا خالق مالک ثابت کرو، واجب الوجود ثابت کرو پھر ہم کہیں گے کہ ہاں رب نے غیر کی ملک میں چوری کی ہے یا کر سکتا ہے۔ اور زنا کے لیے آلات درکار ہیں۔ تم پہلے رب تعالیٰ کے لیے مردانہ آلات ثابت کرو پھر ہم اگلی بات کریں گے۔

تو دنیا میں ایسے منہ پھٹ بھی گزرے ہیں جنھوں نے رب تعالیٰ کو بھی معاف نہیں کیا۔ تو فرمایا وہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وہ وہی ذات ہے جس نے تمھیں پیدا کیا ہے فَمِنْکُمْ کَافِرٌ پھر بعض تم میں سے کافر ہیں وَّمِنْکُمْ مُّؤْمِنٌ اور بعض تم میں سے مومن ہیں۔ کافروں کی دنیا میں ہمیشہ اکثریت رہی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نوح علیہ السلام کے زمانے تک تو کَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً [البقرہ: ۲۱۳] "سب لوگ ایک ہی دین پر تھے" ایک امت تھے۔ سب سے پہلے جس قوم نے کفر و شرک کی اشاعت کی وہ نوح علیہ السلام کی قوم تھی۔ اور عرب کی زمین پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین تھا۔ پہلا شخص جس نے دین کو بگاڑا عمرو بن لُحی بن قمع تھا۔ اس خبیث

نے دین میں فتور پیدا کیا۔غیر اللہ کے نام پر جانور چھوڑے۔

جیسے تم نے گوجرانوالا شہر میں گائیں بازاروں میں گھومتی پھرتی دیکھی ہوں گی۔ یہ گائیں جاہل قسم کے لوگوں نے پیروں کے نام پر چھوڑی ہوئی ہیں۔لوگ ڈر کے مارے ان کو چھیڑتے نہیں۔ چاہے کسی کی ریڑھی سے پھل وغیرہ کھا جائیں۔اس کو عربی میں سائبہ کہتے ہیں جس کا ذکر ساتویں پارے میں ہے مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ [مائدہ:۱۰۳] سائبہ کا معنیٰ وہ جانور جو غیر اللہ کے تقرب کے لیے چھوڑ دیا جائے۔رب تعالیٰ نے اس کا کوئی حکم نہیں دیا۔ اَوَّلُ مَنْ سَيَّبَ السَّوَائِبَ "پہلا وہ آدمی جس نے غیر اللہ کے نام پر جانور وقف کیا وہ عمرو بن لُحی تھا۔" یہ اخلاق میں اتنا گرا ہوا تھا کہ حاجیوں کے کندھوں پر سے چادریں اُٹھا لیتا تھا۔ وہ اس طرح کہ اس نے لاٹھی کے آگے کنڈی لگائی ہوئی تھی جیسے مچھلیاں پکڑنے والی کنڈی ہوتی ہے طواف کرتے وقت جس کے کندھے پر اچھی چادر دیکھتا کنڈی کے ساتھ اُڑا لیتا۔ اگر کسی کو پتا چل جاتا تو کہتا اوہو غلطی ہوگئی ہے۔اور اگر کسی کو پتا نہ چلتا تو اپنے تھیلے میں ڈال لیتا جو اس نے اپنے پیچھے لٹکایا ہوا ہوتا تھا۔وہ ظالم عین طواف کے وقت یہ کارروائی کرتا مگر اس کا مذہب بھی دنیا میں چل رہا ہے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام سے لے کر عمرو بن لُحی بن قمع کے دور تک عرب کے سارے لوگ صحیح مذہب پر تھے۔باقی علاقوں میں کفر تھا۔

تو فرمایا اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے تم کو پیدا کیا۔پھر تم میں سے بعض کافر ہیں اور تم میں سے بعض مومن ہیں وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ اس کارروائی کو جو تم کرتے ہو دیکھنے والا ہے۔جو عمل تم کر رہے ہو وہ اس کی نگاہ میں ہے۔ہر

چیز اس کی نگاہ میں ہے خَلَقَ السَّمٰوٰتِ اس نے پیدا کیا آسمانوں کو وَالْاَرْضَ اور زمین کو بِالْحَقِّ حق کے ساتھ۔ دنیا میں کوئی چیز بے مقصد اور بے فائدہ نہیں ہے تو کیا خیال ہے تمھارا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو بے فائدہ پیدا کیا ہے ہرگز نہیں! اس کے پیدا کرنے والے نے وَصَوَّرَكُمْ تمھیں شکلیں اور صورتیں دی ہیں فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ پس بہت اچھی صورتیں تمھیں عطا کیں وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ صُوَر صُوْرَةٌ کی جمع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو تم کو صورتیں دی ہیں وہ سب سے اچھی ہیں۔ انسان کی شکل کو دیکھو! کتے بلی اور گدھے کی شکل کو دیکھو۔ گھوڑے اور دیگر جانوروں کی شکلوں کو دیکھ لو۔ وہ رب تعالیٰ کی مخلوق ہیں اللہ تعالیٰ نے سب سے اچھی شکل انسان کو دی ہے احسن تقویم۔ ترکیب اور احسن صورت میں پیدا فرمایا۔ انسان بدصورت سے بدصورت بھی ہو حیوان کے مقابلے میں اس کی ظاہری شکل اچھی ہے۔ اندر کا معاملہ علیحدہ ہے۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ قیامت کے قریب ایسے لوگ بھی ہوں گے کہ شکلیں ان کی انسانوں جیسی ہوں گی اور دل ان کے بھیڑیوں کی طرح ہوں گے۔ یہ جو چور ڈاکو ہیں، عزتیں لوٹنے والے ہیں، قتل کرنے والے ہیں اور جو رشوت کے بغیر کام نہیں کرتے ان کے دل بھیڑیوں سے بھی سخت ہیں۔ ان میں کوئی ترس اور رحم نہیں ہے۔ اخبارات میں تم پڑھتے ہو گے کہ ڈکیتی کے وقت عورتیں منتیں کرتی ہیں قرآن اور خدا کا واسطہ دیتی ہیں مگر ان پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ اُلٹا آگے سے مسخرے کرتے ہیں۔ اور بھیڑیا کس بلا کا نام ہے۔ تو فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمھیں صورتیں دیں اور اچھی صورتیں دیں اور اسی کی طرف تم نے لوٹنا ہے۔ سب نے لوٹ کر رب تعالیٰ کی طرف جانا ہے اور کوئی جگہ نہیں ہے اس کو نہ بھولنا۔

پہلے رب تعالیٰ کی صفت خلق کا بیان تھا آگے صفت علم کا بیان ہے۔فرمایا یَعۡلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وہ جانتا ہے اس چیز کو جو آسمانوں میں ہے وَالۡاَرۡضِ اور جو کچھ زمین میں ہے وَیَعۡلَمُ مَا تُسِرُّوۡنَ اور وہ جانتا ہے اس چیز کو جو تم چھپاتے ہو۔ جو تم آہستہ باتیں کرتے ہو ان کو جانتا ہے وَمَا تُعۡلِنُوۡنَ اور اس کو بھی جانتا ہے جس کو تم ظاہر کرتے ہو۔ جو تم کھلے بندوں باتیں کرتے ہو ان کو بھی جانتا ہے۔ بلکہ باتوں کی کیا بات ہے؟ وَاللّٰهُ عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ اور اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے دلوں کے راز۔ دلوں میں جو نیک اور بد خیال آتے ہیں ان کا خالق بھی وہی ہے اور جاننے والا بھی وہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا دلوں کی بات کو کوئی نہیں جانتا۔

اس سے پچھلی سورت میں تم سن چکے ہو کہ منافقوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف باتیں کیں۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتا دیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منافقوں کو بلا کر پوچھا کہ تم نے ایسی باتیں کی ہیں تو وہ منکر ہو گئے اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم ہے ہمارے تو فرشتوں کو بھی ان باتوں کا علم نہیں ہے۔ قسمیں کھا گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابی پر ناراض ہوئے کہ تو نے خواہ مخواہ ان کے ذمے ایسی باتیں لگائی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی تصدیق کی اور صحابی کو جھوٹا کہا۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ نازل فرمائی کہ صحابی نے جو کچھ کہا ہے سچ کہا ہے اور منافق جھوٹے ہیں۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دلوں کے راز جانتے ہوتے تو یہ واقعہ کبھی پیش نہ آتا۔ تو وَاللّٰهُ عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ صرف رب تعالیٰ کی ذات ہے۔

فرمایا اَلَمۡ یَاۡتِکُمۡ کیا نہیں آئی تمھارے پاس نَبَؤُا الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا خبر اُن لوگوں کی جنھوں نے کفر کیا مِنۡ قَبۡلُ اس سے پہلے۔ تمھارے سے پہلے جو کافر ہوئے

ہیں ان کی خبریں، ان کے حالات تمھارے پاس نہیں آئے؟ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ پس چکھا اُنھوں نے اپنے معاملے کا وبال۔ دنیا میں جو سزائیں ان پر نازل ہوئیں ان کی خبریں تمھارے پاس نہیں پہنچیں۔ بہت ساری قوموں کی سزاؤں کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے۔ کسی کو اللہ تعالیٰ نے پانی میں غرق کیا، کسی پر پتھر برسائے، کسی پر زلزلہ آیا، کسی کو زمین میں دھنسا دیا۔ یہ تو دنیا میں سزا ملی وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اور ان کے لیے عذاب ہے دردناک۔ دنیا کی سزا کے علاوہ عذاب قبر میں ہوگا، حشر میں ہوگا، دوزخ میں ہوگا۔ دنیا میں ان کو کیوں سزائیں ہوئیں اور آخرت میں عذابِ الیم کیوں ہوگا؟ فرمایا ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ یہ اس لیے کہ بے شک شان یہ ہے کہ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ آتے تھے ان کے پاس ان کے رسول بِالْبَيِّنٰتِ واضح دلائل لے کر فَقَالُوْٓا پس کہا اُن کافروں نے اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا کیا بشر رہنمائی کریں گے ہماری۔ کافروں کا نظریہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کو ہماری ہدایت مطلوب ہوتی تو فرشتوں کو پیغمبر بنا کر ہماری رہنمائی کے لیے بھیجتا۔ یہ بشر ہو کر ہماری رہنمائی کرتے ہیں فَكَفَرُوْا پس اُنھوں نے انکار کیا نبی کی نبوت کا کہ بشر نبی نہیں ہوسکتا۔ ہم تجھے نبی ماننے کے لیے تیار نہیں ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت :

تفسیر روح المعانی اور زرقانی اور عالمگیری میں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ اگر کسی شخص سے یہ پوچھا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق تم کیا کہتے ہو کہ انسانوں میں سے تھے، جنات میں سے تھے، عربی تھے یا عجمی تھے؟ کس مخلوق میں سے تھے؟ فَقَالَ "پس اس نے کہا لَا اَدْرِيْ میں نہیں جانتا يَكْفُرُ وہ کافر ہے۔" کیوں دین کے ضروری اور بنیادی عقائد میں سے یہ عقیدہ بھی ہے کہ مسلمان کو علم ہونا چاہیے کہ ہمارے پیغمبر

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں، بشر ہیں، عربی ہیں۔ وہ کیوں کہتا ہے میں نہیں جانتا۔ تمام نبی بشر تھے، انسان تھے، آدمی تھے۔ رب تعالیٰ نے ان کو نبوت اور رسالت کا مقام عطا فرمایا جس سے وہ عام انسانوں سے بلند ترین ہو گئے۔

تو ان لوگوں نے پیغمبروں کی بشریت کا انکار کیا تو کافر ہو گئے کہ ہماری رہنمائی کے لیے اللہ تعالیٰ نے بشر بھیجے ہیں۔ تو مسئلہ آپ نے روح المعانی وغیرہ کے حوالے سے سمجھ لیا کہ اگر کوئی یہ کہے کہ میں نہیں جانتا کہ آپ ﷺ بشر تھے یا جن تھے، عربی تھے یا عجمی، تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔ اور یہاں تو اُلٹی گنگا ہے کہ نبی کی بشریت کا انکار کرتے ہیں کہ نبی بشر نہیں ہے۔ میں ساری عوام کے بارے میں بدگمانی نہیں کرتا عوام تو سادے ہیں (ان کے) مولوی ان کے غلط ذہن بناتے ہیں۔ عوام کو نرمی کے ساتھ سمجھاؤ کہ یہ عقائد ضروری اور بنیادی ہیں۔ صرف مولوی کے ذمہ تڑپنا نہیں ہے تمھارا بھی فریضہ ہے۔ مولوی نے تو اپنی جگہ تڑپنا ہے تم بھی جتنا قرآن پڑھو گھر جا کر سناؤ اور سمجھاؤ عورتوں کو اور بچوں کو۔

تو فرمایا اُنھوں نے کہا کیا بشر ہمیں ہدایت دیں گے؟ پس اُنھوں نے کفر کیا وَتَوَلَّوا اور اُنھوں نے اعراض کیا، منہ موڑ لیا حق سے۔ توحید کو اُنھوں نے نہ مانا، رسالت کا انکار کر دیا، قیامت کو تسلیم نہیں کیا، وحی کو نہیں مانا کہ وحی کوئی چیز نہیں ہے وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ اور اللہ تعالیٰ بے پرواہ ہے۔ وہ تو محتاج نہیں ہے۔ محتاج تو مخلوق ہے کہ روٹھ جائے تو دوسرے اس کو منانے کے لیے جاتے ہیں یعنی مان جاؤ تسلیم کر لو۔ رب تعالیٰ تو منکروں کے پیچھے نہیں جاتا ہے وہ مستغنی ہے وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ اور اللہ تعالیٰ بے پرواہے تعریفوں والا ہے۔

زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ

لَّنْ يُّبْعَثُوْا ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۭ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰي رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝

زَعَمَ الَّذِيْنَ دعویٰ کرتے ہیں وہ لوگ كَفَرُوْٓا جنھوں نے کفر کیا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا کہ وہ ہرگز نہیں اُٹھائے جائیں گے قُلْ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کہہ دیں بَلٰى کیوں نہیں وَرَبِّيْ قسم ہے میرے رب کی لَتُبْعَثُنَّ تم ضرور اُٹھائے جاؤ گے ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ پھر تمھیں بتلایا جائے گا بِمَا عَمِلْتُمْ جو عمل تم نے کیے وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ اور یہ اللہ تعالیٰ پر آسان ہے فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ پس ایمان لاؤ تم اللہ تعالیٰ

پر وَرَسُوْلِهٖ اور اس کے رسول پر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وَالنُّوْرِ الَّذِیْۤ اور اس نور پر اَنْزَلْنَا جو ہم نے نازل کیا وَاللّٰهُ اور اللہ تعالیٰ بِمَا اس چیز سے تَعْمَلُوْنَ جو تم کرتے ہو خَبِیْرٌ خبر رکھنے والا ہے یَوْمَ جس دن یَجْمَعُكُمْ جمع کرے گا تم کو لِیَوْمِ الْجَمْعِ جمع ہونے کے دن ذٰلِكَ یَوْمُ التَّغَابُنِ یہ دن ہار جیت کا دن ہے وَمَنْ یُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ اور جو شخص ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر وَیَعْمَلْ صَالِحًا اور عمل کیا اچھا یُّكَفِّرْ عَنْهُ معاف کر دے گا اللہ تعالیٰ اس سے سَیِّاٰتِهٖ اس کی برائیاں وَیُدْخِلْهُ اور داخل کرے گا اس کو جَنّٰتٍ باغوں میں تَجْرِیْ بہتی ہیں مِنْ تَحْتِهَا اس کے نیچے الْاَنْهٰرُ نہریں خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ رہیں گے ان میں اَبَدًا ہمیشہ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ یہ ہے بڑی کامیابی وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا وَكَذَّبُوْا اور جھٹلایا بِاٰیٰتِنَاۤ ہماری آیتوں کو اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ یہی لوگ ہیں دوزخ والے خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ہمیشہ رہیں گے اس میں وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ اور بہت بری جگہ ہے لوٹ کر جانے کی مَاۤ اَصَابَ نہیں پہنچتی مِنْ مُّصِیْبَةٍ کوئی مصیبت اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ مگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے وَمَنْ اور وہ شخص یُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ جو ایمان رکھتا ہے اللہ تعالیٰ پر یَهْدِ قَلْبَهٗ رہنمائی کرتا ہے اس کے دل کی وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ

ہر چیز کو جاننے والا ہے وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ اور اطاعت کرو رسول کی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ پس اگر تم منہ موڑو گے فَاِنَّمَا پس پختہ بات ہے عَلٰی رَسُوْلِنَا ہمارے رسول کے ذمہ الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ پہنچا دینا ہے کھول کر اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اللہ وہ ہے کہ نہیں ہے کوئی معبود سوا اس کے وَعَلَی اللّٰهِ اور اللہ تعالیٰ ہی پر فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ پس چاہیے کہ بھروسا کریں ایمان والے۔

دین کے بنیادی اُصول تین ہیں۔توحید، رسالت اور قیامت۔ اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا تک توحید کا مسئلہ بیان ہوا اور لَمْ یَاْتِكُمْ سے لے کر وَاللّٰهُ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ تک رسالت کا بیان تھا۔اب قیامت کے مسئلے کا بیان ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں زَعَمَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا دعویٰ کرتے ہیں وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، کیا دعویٰ کرتے ہیں اَنْ لَّنْ یُّبْعَثُوْا کہ وہ ہرگز نہیں اُٹھائے جائیں گے۔قریش مکہ بڑے شد و مد کے ساتھ بعث بعد الموت کا انکار کرتے تھے۔کہتے تھے قَالَ مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَهِیَ رَمِیْمٌ [یٰسین:۷۸] "کون زندہ کرے گا ہڈیوں کو حالانکہ وہ بوسیدہ ہو چکی ہوں گی۔" ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِیْدٌ [پارہ ۲۶، سورہ ق:۳] "کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہو جائیں گے مٹی یہ لوٹ کر آنا تو بہت بعید ہے۔" اور سورہ سجدہ آیت نمبر ۱۰ میں ہے ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ "کیا جس وقت ہم رل مل جائیں گے زمین میں کیا ہم نئی پیدائش میں پیدا کیے جائیں گے۔" تو مشرکین مکہ دوبارہ زندہ ہونے کے منکر تھے۔

فرمایا قُلْ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کہہ دیں بَلٰى کیوں نہیں دوبارہ اُٹھائے جاؤ گے وَرَبِّىْ لَتُبْعَثُنَّ قسم ہے میرے رب کی تم ضرور اُٹھائے جاؤ گے ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ پھر تمھیں بتلایا جائے گا جو عمل تم نے کیے وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ اور یہ دوبارہ پیدا کرنا اللہ تعالیٰ پر آسان ہے۔جس نے پہلے پیدا کیا ہے اس کے لیے دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے لہٰذا تم اس کی تیاری کرو فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ پس تم ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر جس طرح اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ ، اس کی اطاعت کو اپنے اوپر لازم سمجھو وَالنُّوْرِ الَّذِیْٓ اَنْزَلْنَا اور اس نور پر ایمان لاؤ جو ہم نے نازل کیا ہے۔مراد قرآن ہے۔قرآن پر ایمان لاؤ اس میں جو احکام بیان ہوئے ہیں ان پر عمل کرو۔یہ قیامت تک کے لیے ضابطۂ حیات ہے۔تو نور سے مراد قرآن پاک ہے۔سورۃ النساء آیت نمبر ۱۷۴ میں ہے وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا "اور نازل کیا ہم نے تمھاری طرف واضح نور۔"

تو فرمایا اس نور پر ایمان لاؤ اس کے پروگرام کو اپناؤ۔ایمان اور کفر، توحید اور شرک، حق اور باطل کا فرق معلوم ہو جائے گا وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ اس چیز سے جو تم کرتے ہو خبر رکھتا ہے۔تمھارا ہر کام اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ہے۔قیامت والے دن ہر شے تمھارے سامنے آجائے گی يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ جس دن جمع کرے گا تم کو لِيَوْمِ الْجَمْعِ جمع ہونے کے دن۔اگلے پچھلے اس دن سارے جمع ہوں گے۔ سورۂ واقعہ پارہ نمبر ۲۷ میں ہے اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ ﴿۴۹﴾ لَمَجْمُوْعُوْنَ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۵۰﴾ "بے شک پہلے اور پچھلے البتہ سب جمع کیے جائیں گے ایک مقررہ دن کے وعدے پر۔" اور سورۂ ہود آیت نمبر ۱۰۳ میں ہے ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ

لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ "یہ ایک دن ہے جس میں لوگ اکٹھے کیے جائیں گے اور یہ دن ہے کہ جس میں حاضری ہوگی۔" تو محشر والے دن میدانِ محشر میں سب اگلے پچھلے جمع ہوں گے ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ یہ دن ہار جیت کا دن ہوگا۔ اس دن بعض لوگ ہار جائیں گے اور بعض لوگ جیت جائیں گے۔ امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ اس کی تفسیر اس طرح کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر آدمی کے لیے ایک مقام جنت میں بنایا ہے اور ایک مقام دوزخ میں بنایا ہے۔ مومنوں کے لیے بھی دو دو سیٹیں ہیں اور کافروں کے لیے بھی دو دو۔ جو ایمان لائے گا وہ جنت میں جائے گا اور جو کفر اختیار کرے گا وہ دوزخ میں جائے گا۔ ان کی جنت اور دوزخ والی سیٹیں جو خالی ہوں گی وہ ایک دوسرے کو مل جائیں گی۔ تو اس طرح وہ ہار جیت کا دن ہوگا۔ مومن جیت جائے گا کافر ہار جائے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ اور جو شخص ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر وَيَعْمَلْ صَالِحًا اور عمل کیا اچھا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ معاف کر دے گا اللہ تعالیٰ اس سے اس کی برائیاں۔ اس کی کوتاہیوں سے اللہ تعالیٰ درگزر فرمائے گا۔ ایمان اور نیکی سے صغیرہ گناہ ویسے ہی معاف ہوتے رہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وضو ایک نیک عمل ہے جس کی وجہ سے انسان کی بہت سی کوتاہیاں معاف ہو جاتی ہیں۔ مثلاً: جب کوئی آدمی وضو کی نیت سے ہاتھ دھوتا ہے تو اس کے ہاتھوں کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ جب منہ دھوتا ہے تو منہ کی خطائیں معاف ہو جاتی ہیں اور جب پاؤں دھوتا ہے تو پاؤں کے صغائر معاف ہو جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ جب پانی کا آخری قطرہ زمین پر گرتا ہے تو انسان تمام صغیرہ گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔

سورۂ ہود آیت نمبر ۱۱۴ میں ہے اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ "بے شک

انسان کی نیکیاں اس کی بُرائیوں کو مٹاتی ہیں۔" مسجد کی طرف آنے سے ایک ایک قدم پر دس دس نیکیاں ملتی ہیں، ایک ایک صغیرہ گناہ جھڑ جاتا ہے اور ایک ایک درجہ بلند ہو جاتا ہے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مَنْ تَوَضَّأَ وَضُوْئِیْ هٰذَا جس شخص نے میرے اس وضو کی طرح وضو کیا پھر دو رکعت نماز پڑھی اس حال میں کہ وہ دل سے بات نہ کرتا ہو (یعنی خود خیالات نہ لائے) تو اس کے لیے وہ گناہ بخش دیئے جائیں گے جو پہلے ہو چکے ہیں۔ یہ بخاری اور مسلم شریف کی روایت ہے۔

تو فرمایا معاف کر دے گا اللہ تعالیٰ اس سے اس کی برائیاں وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ اور داخل کرے گا اس کو باغوں میں بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا رہیں گے ان میں ہمیشہ کبھی وہاں سے نکالے نہیں جائیں گے اور نہ ہی وہاں کی نعمتیں کم ہوں گی ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ یہی ہے بڑی کامیابی جس کو نصیب ہو جائے کہ جہنم سے بچ جائے اور جنت میں پہنچ جائے۔ اس سے بڑی کوئی کامیابی نہیں ہے۔

اس کے برعکس فرمایا وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا کہ اللہ تعالیٰ کی توحید کو نہیں مانا، اس کے رسولوں کا انکار کیا، قیامت کا انکار وَكَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ اور جھٹلایا ہماری آیتوں کو۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب کا انکار کیا، معجزات کو جادو کہا اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ یہی لوگ ہیں دوزخ والے خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ہمیشہ رہیں گے دوزخ میں۔ کافر مشرک کو کبھی دوزخ سے رہائی نصیب نہیں ہوگی وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ اور بہت بری جگہ ہے لوٹ کر جانے کی۔ اس سے بُری جگہ اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ جہاں نہ

مرنا ہے اور نہ زندگی ہے۔

آگے اللہ تعالیٰ نے یہ بات سمجھائی ہے کہ دکھ، تکلیف رب تعالیٰ کے حکم کے بغیر نہیں آسکتی اور دور کرنے والا بھی وہی ہے۔ تکالیف کو دور کرنے کے لیے شرک میں مبتلا ہو کر اپنے آپ کو جہنمی نہ بناؤ۔ تکلیف آتی بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے اور جاتی بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے۔ فرمایا مَآ اَصَابَ مِنۡ مُّصِیۡبَةٍ اِلَّا بِاِذۡنِ اللّٰهِ نہیں پہنچتی کوئی مصیبت مگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے، اللہ تعالیٰ کی مشیت سے وَمَنۡ یُّؤۡمِنۡۢ بِاللّٰهِ یَهۡدِ قَلۡبَهٗ جو ایمان رکھتا ہے اللہ تعالیٰ پر رہنمائی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے دل کی۔ وہ مصیبت کے وقت پڑھتا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون وہ جزع فزع نہیں کرتا۔ اس کو یقین ہوتا ہے کہ دکھ سکھ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل میں یہ یقین ڈال دیتا ہے کہ جو مصیبت اُسے پہنچی ہے اسے ٹال کوئی نہیں سکتا اور جو نہیں آنی اسے کوئی مسلط نہیں کر سکتا۔ لہٰذا مجھے جو تکلیف پہنچی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے عین علم اور حکمت کے مطابق ہے۔

اور لفظ یَهۡدِ کو یُهۡدَ، مجہول بھی پڑھا گیا ہے۔ پھر مطلب ہوگا کہ جو شخص ایمان رکھتا ہے اللہ تعالیٰ پر اس کا دل سکون اور اطمینان پکڑتا ہے۔ اور جو شخص صحیح معنیٰ میں اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتا اس کا دل ہمیشہ خلفشار میں رہتا ہے اور اس کے دل میں طرح طرح کے وسوسے آتے ہیں وَاللّٰهُ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ انسان کی ہر حالت اس کے سامنے ہے دکھ کی ہو یا سکھ کی۔

آگے اللہ تعالیٰ نے نجات کا راستہ بیان فرمایا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے وَاَطِیۡعُوا اللّٰهَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی

اس میں تمھاری دنیا اور آخرت کی کامیابی ہے۔نجات اور فلاح کا رستہ یہی ہے اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرو اور رسول ﷺ کی سنت کو اپناؤ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ پس اگر تم اعراض کروگے، منہ موڑوگے اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے اور اس کے رسول کی اطاعت سے فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ پس پختہ بات ہے ہمارے رسول کے ذمہ پہنچادینا ہے کھول کر۔پیغمبر کی ذمہ داری اتنی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا پیغام اللہ تعالیٰ کی مخلوق تک پہنچا دے۔منوانا پیغمبر کے ذمہ نہیں ہے۔اگر کوئی نہیں مانتا تو یہ رسول کی ذمہ داری نہیں ہے اور نہ ہی پیغمبر سے یہ سوال ہوگا کہ یہ جہنم میں کیوں گئے ہیں؟ سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۱۹ میں ہے وَلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ "اور آپ سے سوال نہیں کیا جائے گا دوزخیوں کے بارے میں۔" کہ آپ ﷺ نے ان کو ہدایت دے کر جنت میں کیوں نہیں پہنچایا، کیوں کہ یہ آپ کی ذمہ داری نہیں ہے۔ہدایت دینا آپ ﷺ کے اختیار میں نہیں تھا۔پیغمبر کے ذمہ اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچادینا ہے جو نہیں مانیں گے رب تعالیٰ خود ان سے نمٹ لے گا۔پیغمبر کی تبلیغ کیا ہے؟ اس میں سرفہرست اللہ تعالیٰ کی توحید ہے، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا سبق ہے۔

فرمایا اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اللہ وہ ہے کہ نہیں ہے کوئی معبود سوا اس کے۔اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔اس کے سوا کوئی سدسور، پکار کے لائق نہیں ہے۔مشکل کشا، حاجت روا، فریادرس، دستگیر صرف اللہ تعالیٰ ہے۔اس کے سوا نہ کوئی خالق ہے نہ مالک ہے نہ رازق ہے وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ اور اللہ تعالیٰ ہی پر چاہیے کہ بھروسا کریں ایمان والے کہ اس کے سوا ہر چیز فانی ہے۔ازلی ابدی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔لہٰذا بھروسا بھی صرف اسی پر ہونا چاہیے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ
فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ
رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۭ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ
عَظِيْمٌ ﴿۱۵﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا
خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ۭ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۶﴾
اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ
شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۷﴾ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۸﴾ ع

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اے وہ لوگو اٰمَنُوْا جو ایمان لائے ہو اِنَّ مِنْ
اَزْوَاجِكُمْ بے شک تمھاری عورتوں میں سے بعض وَاَوْلَادِكُمْ اور
تمھاری اولاد میں سے بعض عَدُوًّا لَّكُمْ تمھارے دشمن ہیں فَاحْذَرُوْهُمْ
پس تم ان سے بچتے رہو وَاِنْ تَعْفُوْا اور اگر تم معاف کرو گے وَتَصْفَحُوْا
اور درگزر کرو گے وَتَغْفِرُوْا اور بخش دو گے فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ
پس بے شک اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والا مہربان ہے اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ بے
شک تمھارے مال وَاَوْلَادُكُمْ اور تمھاری اولاد فِتْنَةٌ آزمائش
ہیں وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا اجر ہے
فَاتَّقُوا اللّٰهَ پس ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے مَا اسْتَطَعْتُمْ جس قدر تم طاقت
رکھتے ہو وَاسْمَعُوْا اور سنو وَاَطِيْعُوْا اور اطاعت کرو وَاَنْفِقُوْا

اورخرچ کرو خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ یہ تمھارے لیے بہتر ہے وَمَنْ يُّوْقَ اورجو بچالیا گیا شُحَّ نَفْسِهٖ اپنے نفس کے بخل سے فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ پس یہی لوگ ہیں کامیاب ہونے والے اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ اگرتم قرض دو گے اللہ تعالیٰ کو قَرْضًا حَسَنًا قرض حسن يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وہ دُگنا کرے گا تمھارے لیے وَيَغْفِرْ لَكُمْ اور بخش دے گا تم کو وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ قدر دان اور حوصلے والا ہے عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ جاننے والا ہے چھپے ہوئے اور ظاہر کو الْعَزِيْزُ زبردست ہے الْحَكِيْمُ حکمتوں والا ہے۔

ربطِ آیات :

کل کے سبق میں یہ بیان ہوا تھا کہ کوئی مصیبت اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر نہیں آتی۔ تو مصیبت کی وجہ کبھی بیوی بن جاتی ہے اور کبھی مصیبت کا سبب اولاد ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ بے شک تمھاری عورتوں میں سے بعض اور تمھاری اولاد میں سے بعض عَدُوًّا لَّكُمْ تمھارے دشمن ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیات حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ مال دار اور کثیر الاولاد تھے۔ جب یہ جہاد پر جانے کا ارادہ کرتے تو ان کے اہل وعیال رونے لگ جاتے کہ ہمیں کس کے حوالے کرتے ہو؟ پس ان کا جی بھر آتا، نرم ہو جاتے اور ٹھہر جاتے۔ بالآخر انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے

شکایت کی کہ مجھے اہل و عیال کی طرف سے یہ خسارہ ہے اور اس وجہ سے وہ بیوی بچوں پر سختی کرتے۔تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرما کر بتایا کہ تمھاری بیویوں اور اولاد میں سے بعض تمھارے دشمن ہیں پس تم ان سے بچتے رہو۔ان کو اطاعت خدا اور اطاعت رسول میں رکاوٹ نہ بننے دو اور ان کے شر سے بچتے رہو۔

بسا اوقات آدمی بیوی بچوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر جاتا ہے۔خوشی غمی کے موقع پر اکثر لوگ بیوی بچوں کی وجہ سے خدا رسول کی نافرمانی کرتے ہیں اور ناجائز رسومات اور خرافات میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ناچاہتے ہوئے بھی ان کی خواہش پر بینڈ باجے منگواتے ہیں، رنڈیاں نچواتے ہیں، بھانڈ بلا کر دولت اُڑاتے ہیں اور بعض اوقات ان کی وجہ سے قطع رحمی کرتے ہیں۔قرابت داری کے حقوق ادا نہیں کرتے۔اور بسا اوقات بیوی بچوں کی وجہ سے والدین کی نافرمان ہو جاتے ہیں۔تو اللہ تعالیٰ نے بات سمجھائی ہے کہ ان کے شر سے بچو، خدا رسول کی اطاعت نہ چھوڑو۔اگر تم ان کی وجہ سے خدا رسول کی نافرمانی کرو گے تو یہ سب تمھارے دشمن ہیں اور تمھیں جہنم میں لے جائیں گے تم ان سے پرہیز کرو۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی روایت ہے کہ مکہ مکرمہ میں کچھ لوگ ایمان لائے اور اُنھوں نے ہجرت کا ارادہ کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچ کر دین کی معرفت حاصل کریں، قرآن کریم کی تعلیم حاصل کریں اور ہجرت کا ثواب حاصل کریں۔لیکن ان کے بیوی بچوں نے ان کو نہ جانے دیا۔پھر جب یہ حضرات ہجرت کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ جو ساتھی پہلے ہجرت کر کے آئے تھے اُنھوں نے دین میں بڑی فقاہت حاصل کر لی ہے اور یہ دیر سے آنے کی وجہ سے محروم ہو

گئے۔ تو انھوں نے بیوی بچوں کو سزا دینے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں اور مومنوں کو آگاہ کیا کہ بعض تمھاری بیویاں اور بعض تمھاری اولاد تمھاری دشمن ہے فَاحْذَرُوْهُمْ ان سے بچتے رہو وَاِنْ تَعْفُوْا اور اگر تم معاف کرو گے وَتَصْفَحُوْا اور درگزر کرو گے وَتَغْفِرُوْا اور بخش دو گے تو فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ پس بے شک اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والا مہربان ہے۔ کیوں کہ انھوں نے جان بوجھ کر عداوت نہیں کی لہٰذا تم ان سے درگزر کرو اور عفو سے کام لو کیوں کہ اللہ تعالیٰ بھی بخشنے والا مہربان ہے۔ بیوی بچوں کے ساتھ نرمی کا سلوک کرو اور ان کے شر سے بچتے رہو۔

فرمایا اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ بے شک تمھارے مال اور تمھاری اولاد آزمائش ہیں۔ ان کی وجہ سے بسا اوقات آدمی حرام کمائی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ حالانکہ حرام کمائی سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ لہٰذا معصیت میں اولاد کی بات نہیں ماننی چاہیے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ قیامت والے دن ایک آدمی لایا جائے گا پھر اُسے کہا جائے گا کہ تیری نیکیاں تیرے عیال نے کھالی ہیں یعنی ان کی وجہ سے تباہ ہوگئی ہیں۔ بزرگانِ دین فرماتے ہیں العیال سوس الطّاعاتِ "انسان کے بال بچے اس کے حق میں گھن ہوتے ہیں۔" جس طرح گھن لکڑی یا اناج کو کھا جاتا ہے اسی طرح بیوی بچے بھی نیکیوں کے ضیاع کا سبب بنتے ہیں۔

مال اور اولاد کا فتنہ :

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مال اور اولاد کو فتنہ قرار دیا ہے لہٰذا ہر فتنے سے تو پناہ نہیں مانگی جاسکتی اس لیے دعا اس طرح کیا کرو اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ مُّضِلَّاتِ الْفِتَنِ "اے اللہ میں تیری پناہ میں آتا ہوں گمراہی

میں ڈال دینے والے فتنوں سے۔" حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا آپ خطبہ دے رہے تھے کہ حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما سرخ لباس پہنے ہوئے گرتے پڑتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف آرہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر سے نیچے اُترے دونوں کو اُٹھایا، پیار کیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ میں ان کو گرتے پڑتے دیکھ کر برداشت نہیں کر سکا خطبہ روک کر میں نے ان کو اُٹھا لیا ہے۔ اور ترمذی شریف کی روایت میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہر اُمت کا کوئی نہ کوئی فتنہ ہوتا ہے میری اُمت کا فتنہ مال ہے۔ اس کی وجہ سے ہی لوگ بے ایمان ہوتے ہیں، دھوکا دیتے ہیں، خیانت کرتے ہیں۔ غلط رسومات میں پیسہ خرچ کرتے ہیں شادی بیاہ کے موقع پر بینڈ باجے ڈھول ڈھمکے، چراغاں، جھنڈیاں وغیرہ پر مال خرچ کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ سب حرام ہیں۔

حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں کندہ قبیلے کے وفد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے پوچھا کہ تمھاری کوئی اولاد بھی ہے۔ میں نے کہا ہاں! اب آتے ہوئے ایک لڑکا پیدا ہوا ہے کاش کہ اس کے بجائے کوئی درندہ ہی ہوتا میری قوم کی حفاظت کے لیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایسا نہ کہو ان میں آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور انتقال کر جائیں تو اجر ہے۔ پھر فرمایا ہاں ہاں یہی بزدلی اور غم کا سبب بھی بن جاتے ہیں۔

بہرحال مال اولاد کے فتنے سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا اجر ہے۔ مال اولاد کا حال بیان کرنے کے بعد

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو ہدایت فرمائی ہے فَاتَّقُوا اللّٰہَ مَا اسْتَطَعْتُمْ پس ڈروتم اللہ تعالیٰ سے جس قدر تم طاقت رکھتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کی گرفت اور پکڑ سے بچو۔ کفر، شرک، نفاق کے قریب نہ جاؤ۔ یہاں ایک اشکال ہے اس کو سمجھ لیں۔ اشکال یہ ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ڈرو اللہ تعالیٰ سے جس قدر تم میں طاقت ہے۔ اور سورۂ آل عمران آیت نمبر ۱۰۲ میں فرمایا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِهٖ "اے ایمان والو ڈروتم اللہ تعالیٰ سے جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے۔" تو بہ ظاہر دونوں آیتوں کا آپس میں تعارض معلوم ہوتا ہے۔ تو بعض مفسرین حضرات تو یہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ سے سورۂ آل عمران والی آیت منسوخ ہے۔ چنانچہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِهٖ تو صحابہ کرام پر عمل کرنا دشوار گزرا کہ دن رات کے قیام سے ان کے پاؤں سوج گئے، پیشانیاں زخمی ہوگئیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم فرما کر تخفیف کی اور یہ آیت نازل فرمائی فَاتَّقُوا اللّٰہَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ڈروتم اللہ تعالیٰ سے جس قدر تم طاقت رکھتے ہو۔

لیکن دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ منسوخ نہیں ہے بلکہ سورۂ آل عمران میں حَقَّ تُقٰتِهٖ کا تعلق عقیدے کے ساتھ ہے کہ ایمان، توحید میں کسی قسم کی کمزوری نہیں آنی چاہیے۔ عقیدے کے معاملے میں اس طرح تقویٰ اختیار کرو جیسا کہ تقوے کا حق ہے۔ ایمان اعتقاد کو ہر قسم کی آلائش سے پاک رکھو اور فَاتَّقُوا اللّٰہَ مَا اسْتَطَعْتُمْ کا تعلق اعمال کے ساتھ ہے کہ جس قدر تمھارے اندر طاقت ہے اس کے مطابق اعمال کرو۔ مثلاً: اگر تم کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتے تو اشارے کے ساتھ پڑھ لو۔

حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں تمھیں کسی کام

کے کرنے کا حکم دوں تو جہاں تک تم سے ہو سکے اس کو بجالاؤ اور جب میں تمھیں کسی بات سے منع کروں تو اس سے بالکل پرہیز کرو۔ یہ روایت بخاری شریف اور مسلم شریف میں ہے۔ تو پہلی آیت کا تعلق عقیدے کے تقوے کے ساتھ ہے۔

فرمایا وَاسْمَعُوْا اور سنو تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی بات کو۔ کیوں کہ سنو گے تو سمجھو گے اور عمل کرو گے وَاَطِیْعُوْا اور اطاعت کرو۔ جو حکم دیا گیا ہے اس پر عمل کرو وَاَنْفِقُوْا اور خرچ کرو۔ اور سورۂ منافقون آیت نمبر ۱۰ میں ہے وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰکُمْ "اور خرچ کرو تم اس میں سے جو ہم نے تم کو روزی دی ہے۔" اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرو خَیْرًا لِّاَنْفُسِکُمْ یہ بہتر ہے تمھاری جانوں کے لیے کیوں کہ بخل اچھا نہیں ہے۔ پارہ ۲۶ سورۂ محمد کی آخری آیت میں ہے وَمَنْ یَّبْخَلْ فَاِنَّمَا یَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِہٖ "اور جو بخل کرے گا بے شک وہ بخل کرے گا اپنے نفس کے لیے۔" اس کا وبال اسی پر پڑے گا وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِہٖ اور جو بچالیا گیا اپنے نفس کے بخل سے فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ پس یہی لوگ ہیں کامیاب ہونے والے۔ جو لوگ بخل نہیں کرتے اللہ تعالیٰ کے راستے میں دل کھول کر خرچ کرتے ہیں یہ فلاح پانے والے ہیں۔ پھر جو تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرو گے وہ ضائع نہیں جائے گا بلکہ وہ تمھیں دگنا چگنا ہو کر ملے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا اگر دو تم اللہ تعالیٰ کو قرض حسن یُّضٰعِفْهُ لَکُمْ وہ دُگنا کر کے دے گا تمھیں۔ قرض حسن وہ ہوتا ہے جو کسی ضرورت مند کو بغیر سود اور احسان کے دیا جائے۔ یہ قرضہ قابل واپسی ہوتا ہے تا کہ وہ اپنی ضرورت پوری کر کے واپس کر دے۔ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کو قرض سے

اس لیے تعبیر کیا ہے کہ یہ تمھیں واپس ملے گا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک صحابی نے جہاد کے موقع پر اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک اُونٹنی بمع سازوسامان کے دی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت والے دن اللہ تعالیٰ تجھے اس کے بدلے میں سات سواونٹنیاں بمع سازوسامان کے عطا فرمائے گا۔

فرمایا وَيَغْفِرْ لَكُمْ اور بخش دے گا تم کو۔ تمھاری غلطیاں معاف کر دے گا وَاللّٰهُ شَكُورٌ حَلِيمٌ اور اللہ تعالیٰ قدردان اور حوصلے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ اطاعت کرنے والوں کی قدر کرتا ہے اور غلطی ہو جائے تو جلد سزا نہیں دیتا بڑے حوصلے والا ہے عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ وہ جاننے والا ہے چھپی ہوئی چیزوں کو اور جو ظاہر ہیں۔ سورہ یونس آیت نمبر ۶۱ میں ہے وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ "اور نہیں ہے غائب تیرے رب سے مقدار ایک ذرے کی زمین میں اور نہ آسمان میں۔" الْعَزِيزُ زبردست ہے اس کی گرفت سے کوئی بچ نہیں سکتا الْحَكِيمُ حکمتوں والا ہے۔ اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہے اگر جلدی نہ پکڑے تو اس میں حکمت ہوتی ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تفسیر

سُوۡرَۃُ الطَّلَاقِ

(مکمل)

جلد ۲۰

آیاتھا ۱۲ ۶۵ سُوْرَةُ الطَّلَاقِ مَدَنِيَّةٌ ۹۹ رکوعاتھا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا
الْعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا
يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۭ وَتِلْكَ حُدُوْدُ
اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ۭ لَا تَدْرِيْ
لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ۝ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ
فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَيْ
عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ۭ ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ
يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ڛ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ
مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۭ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ
عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ۭ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ
شَيْءٍ قَدْرًا ۝

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! (ان سے کہہ دو) اِذَا طَلَّقْتُمُ
النِّسَآءَ جب تم طلاق دے دو عورتوں کو فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ پس تم
طلاق دو ان کو عدت میں وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ اور شمار کرو عدت وَاتَّقُوا اللّٰهَ
اور ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے رَبَّكُمْ جو تمہارا رب ہے لَا تُخْرِجُوْهُنَّ نہ

نکالو تم ان عورتوں کو مِنۡۢ بُیُوۡتِہِنَّ ان کے گھروں سے وَلَا یَخۡرُجۡنَ
اور نہ وہ خود نکلیں اِلَّاۤ اَنۡ یَّاۡتِیۡنَ مگر یہ کہ وہ کریں بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ
بے حیائی کھلی وَتِلۡکَ حُدُوۡدُ اللّٰہِ اور یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں وَمَنۡ
یَّتَعَدَّ حُدُوۡدَ اللّٰہِ اور جو تجاوز کرے گا اللہ تعالیٰ کی حدود سے فَقَدۡ ظَلَمَ
نَفۡسَہٗ پس تحقیق اس نے ظلم کیا اپنی جان پر لَا تَدۡرِیۡ نہیں جانتا کوئی
نفس لَعَلَّ اللّٰہَ شاید کہ اللہ تعالیٰ یُحۡدِثُ بَعۡدَ ذٰلِکَ اَمۡرًا پیدا کر
دے اس کے بعد کوئی معاملہ فَاِذَا بَلَغۡنَ پس جس وقت پہنچیں وہ عورتیں
اَجَلَہُنَّ اپنی عدت کو فَاَمۡسِکُوۡہُنَّ پس روک رکھو تم ان کو
بِمَعۡرُوۡفٍ اچھے طریقے سے اَوۡ فَارِقُوۡہُنَّ یا الگ کر دو تم ان کو
بِمَعۡرُوۡفٍ اچھے طریقے سے وَّاَشۡہِدُوۡا ذَوَیۡ عَدۡلٍ اور گواہ بنالو دو عدل
والے مِّنۡکُمۡ اپنے میں سے وَاَقِیۡمُوا الشَّہَادَۃَ لِلّٰہِ اور قائم کرو
گواہی اللہ تعالیٰ کے لیے ذٰلِکُمۡ یُوۡعَظُ بِہٖ اس چیز کی نصیحت کی جاتی ہے
مَنۡ اس شخص کو کَانَ یُؤۡمِنُ بِاللّٰہِ جو ایمان لاتا ہے اللہ تعالیٰ پر وَ
الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ اور آخرت کے دن پر وَمَنۡ یَّتَّقِ اللّٰہَ اور جو شخص ڈرے گا
اللہ تعالیٰ سے یَجۡعَلۡ لَّہٗ بنائے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے مَخۡرَجًا
تنگی سے نکلنے کا راستہ وَّیَرۡزُقۡہُ اور رزق دے گا اس کو مِنۡ حَیۡثُ لَا
یَحۡتَسِبُ جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوگا وَمَنۡ یَّتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ اور

جس نے توکل کیا اللہ تعالیٰ پر فَهُوَ حَسْبُهٗ پس وہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ بَالِغُ اَمْرِهٖ پورا کرنے والا ہے اپنے معاملے کو قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ تحقیق کیا ہے اللہ تعالیٰ نے لِكُلِّ شَیْءٍ ہر چیز کے لیے قَدْرًا اندازہ۔

نکاح اور طلاق کے اصول :

انسانی زندگی میں جو مسائل پیش آتے رہتے ہیں یا آسکتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق اُصول بیان فرمائے ہیں۔ کیوں کہ دنیا کا نظام آئین کے بغیر قائم نہیں رہ سکتا۔ ان میں نکاح اور طلاق کے مسائل بھی ہیں۔ وہ بھی رب تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں۔ چوتھے پارے کے آخر اور پانچویں پارے کی ابتدا میں نکاح کے مسائل بیان فرمائے کہ کون سی عورت کے ساتھ نکاح ہوسکتا ہے اور کون سی کے ساتھ نکاح نہیں ہوسکتا۔ نکاح کے متعلق اُصول یہ ہے کہ ایجاب وقبول ہو اور کم از کم دو شرعی گواہ ہوں جن کو شریعت مسلمان کے لیے گواہ بناتی ہے۔ دو مسلمان مرد دین دار پرہیز گاروں کے سامنے نکاح ہوگا تو صحیح ہے۔ اگر ایسے گواہ نہ ہوں تو پھر نکاح بالکل نہیں ہوگا۔ دو سے زیادہ گواہ ہوں تو پھر نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ہے۔

نکاح کے بعد بعض دفعہ میاں بیوی میں ناچاقی بھی ہو جاتی ہے۔ اسلام نے اس ناچاقی کے حل کے لیے اُصول بیان فرمائے ہیں۔ حتی الوسع ناچاقی اور بدمزگی سے بچنا چاہیے اور صلح صفائی کے ساتھ زندگی گزارنی چاہیے۔ عورت کو بھی حوصلہ کرنا چاہیے اور مرد کو بھی۔ کیوں کہ طلاق اچھی چیز نہیں ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے اِنَّ اَبْغَضَ الْمُبَاحَاتِ عِنْدَ اللّٰهِ الطَّلَاقُ " جائز چیزوں میں مبغوض ترین چیز اللہ تعالیٰ کے ہاں

طلاق ہے۔"جو چیزیں جائز ہیں ان میں بُری چیز طلاق ہے کیوں کہ انسانیت کا مسئلہ ہے۔ یہ کوئی بھیڑ بکری تو نہیں کہ آج یہاں اور کل وہاں، یہ سوال [illegible] انسانی زندگی کا سوال ہے۔ اس لیے شریعت کہتی ہے کہ تم نکاح سوچ [illegible] اور [illegible] کرو کہ جہاں نباہ ہو سکے۔ کفو کا مسئلہ اسی لیے مستحب ہے کہ برادری ہو۔ کیوں کہ آپس میں ملتے جلتے ہوں گے طور طریقوں سے واقف ہوں گے۔ تو نکاح کے لیے گواہ شرط ہیں۔ لیکن کبھی طلاق کی بھی نوبت آ جاتی ہے اگر چہ بُری چیز ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے طلاق کے اُصول بھی بیان فرمائے ہیں اور مستقل پوری سورۃ طلاق نازل فرمائی۔

طلاق دینے کا طریقہ اور طلاقِ ثلاثہ :

ارشاد ہے یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان لوگوں سے کہہ دیں اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ جب تم طلاق دے دو عورتوں کو۔ طلاق کا سنت طریقہ یہ ہے کہ ایک طہر میں ایک طلاق دے۔ پھر دوسرے طہر میں دوسری طلاق دے۔ پھر تیسرے طہر میں تیسری طلاق دے۔ دو طلاقوں کے بعد رجوع کر سکتا ہے۔ اس دوران سوچنے سمجھنے کا موقع بھی مل جاتا ہے۔ ممکن ہیں شکوک وشبہات دور ہو جائیں۔

کیوں کہ بعض اوقات شرارتی قسم کے لوگ مرد عورت کے حالات بگاڑ دیتے ہیں شکوک وشبہات ڈال کر کہ تیری بیوی اچھی نہیں ہے یہاں کھڑی تھی وہاں بیٹھی تھی۔ وہ جوش میں آکر سب کچھ کر دیتا ہے۔ تو شریعت نے موقع دیا ہے کہ ایک طہر میں ایک طلاق، دوسرے طہر میں دوسری طلاق، تیسرے طہر میں تیسری طلاق دو تا کہ سوچنے سمجھنے کا موقع ملے۔ لیکن اگر کسی نے تین طلاقیں اکٹھی دے دیں تو تمام فقہاء، ائمہ اربعہ حضرت امام ابو حنیفہ، حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ اور امام بخاری

رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ تک تمام محدثین اس بات پر متفق ہیں کہ تین طلاقیں اکٹھی بھی واقع ہو جاتی ہیں۔

اہل حدیث حضرات کے دو فرقے ہیں۔ ایک حافظ ابن حزم کا۔ وہ تین اکٹھی طلاقوں کو تین ہی سمجھتا ہے۔ دوسرا فرقہ جس کی یہاں اکثریت ہے وہ تین کو ایک کہتے ہیں۔ لیکن جب قرآن پاک کے الفاظ بھی صاف ہوں، احادیث بھی واضح ہوں، چاروں امام بھی متفق ہوں، تمام محدثین بھی متفق ہوں اور مسئلہ حلال حرام کا ہو تو اس کو سوچ سمجھ کر اختیار کرنا چاہیے۔ لہٰذا یاد رکھنا! تین طلاقیں حیض میں ہو جاتی ہیں، ایک مجلس میں بھی ہو جاتی ہیں، ایک کلمے کے ساتھ بھی ہو جاتی ہیں۔ اگرچہ یہ طریقہ اچھا نہیں ہے۔

تو فرمایا اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان سے کہہ دیں جب تم طلاق دو عورتوں کو فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ پس تم طلاق دو ان کو عدت میں۔ یعنی عدت کے مطابق ایک طہر میں ایک طلاق، دوسرے طہر میں دوسری طلاق اور تیسرے طہر میں تیسری طلاق وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ اور شمار کرو عدت کو تاکہ نسب میں گڑبڑ نہ ہو۔ جس کا نطفہ ہے اسی کا رہے۔ اسی نطفے سے جو بچہ پیدا ہونا ہے اس کی تعلیم و تربیت کا سوال ہے، وراثت کے احکام ہیں۔ جس کا بچہ ہوگا اس کے ذمہ تعلیم و تربیت ہے اس کا وہ وارث ہے۔ شریعت بات کو جھگڑے میں نہیں ڈالنا چاہتی۔ طلاق کی عدت بھی اسی لیے ہے اور وفات کی عدت بھی اسی لیے ہے کہ بچے کی تعیین ہو جائے کہ کس کا ہے، کس سے اس کو وراثت ملے گی، اس کا خرچہ کس کے ذمہ ہوگا، کون اس کا نگران ہوگا۔ تو فرمایا عدت کو شمار کرو۔

دوسرے پارے میں رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ [البقرہ:۲۲۸] "اور حلال نہیں ہے

ان کے لیے کہ وہ اس چیز کو چھپائیں جو پیدا کی ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے رحموں میں اگر وہ ایمان رکھتی ہیں اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر۔" تو جو ان کے پیٹ میں ہے اس کو نہ چھپائیں۔ ضروری نہیں کہ مردوں کے سامنے ڈھنڈورا پیٹتی پھریں اپنی والدہ کو بتادیں، [illegible] کو بتادیں کہ میرے پیٹ میں بچہ ہے۔ اگر نہیں ہے تو وہ بھی بتادیں۔ اس لیے کہ اس پر عدت موقوف ہے اور عدت کا مسئلہ بڑا اہم ہے۔ عدت کے اندر اگر عورت کے ساتھ کسی نے دیدہ و دانستہ نکاح کیا تو کافر ہو گیا اور اس مجلس میں جو شریک ہوں گے وہ مرتد ہو جائیں گے۔ عدت کے اندر نکاح کا ذکر کرنا بھی حرام ہے۔ یعنی اگر کوئی عورت عدت گزار رہی ہے اور اس دوران میں کوئی اس کو کہتا ہے کہ عدت کے بعد فلاں کے ساتھ یا میرے ساتھ نکاح کرنا۔ یہ لفظ کہنا بھی گناہ ہے۔ دوسرے پارے میں یہ حکم موجود ہے وَ لَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ [البقرہ: ۲۳۵] "اور نہ ارادہ کرو نکاح کی گرہ باندھنے کا یہاں تک کہ کتاب اپنی مدت کو پہنچ جائے۔" ہاں اشارے کنایہ سے سمجھا سکتا ہے۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ اور ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے جو تمھارا رب ہے لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ اور نہ نکالو تم ان عورتوں کو ان کے گھروں سے۔ طلاق کے بعد وہ عدت وہیں گزاریں گی۔ عدت کے دنوں کا خرچہ اور سکنیٰ خاوند کے ذمہ ہے۔ اگر یہ نکالے گا گناہ گار ہوگا۔ اگر عورت نکلے گی بغیر کسی شرعی عذر کے تو وہ گناہ گار ہوگی۔ گھر سے مراد وہ گھر ہے جہاں وہ رہتی تھی چاہے وہ تمھارا ذاتی گھر ہو یا کرائے کا ہو یا مانگے کا ہو عدت کے دوران میں تم اس کو وہاں سے نہیں نکال سکتے وَلَا يَخْرُجْنَ اور نہ وہ خود نکلیں۔ ان کو بھی اجازت نہیں ہے کہ وہ عدت کے دنوں میں باہر جائیں اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ

مُّبَيِّنَةٍ مگر یہ کہ کریں وہ کوئی بے حیائی کھلی یعنی زنا کا ارتکاب کریں یا وہ بعض عورتیں جولڑاکا اور بدزبان ہوتی ہیں اور ہر وقت گھر میں فتنہ ڈال کر رکھتی ہے تو اس کی زبان سے بچنے کے لیے گھر سے نکال دیں اس کی اجازت ہے۔

عدت کے مسائل :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک واقعہ پیش آیا کہ ایک عورت جو بڑی سخت اور فحش گو تھی۔ اس کو طلاق ہوگئی۔ طلاق کے بعد وہ پہلے سے زیادہ سخت اور تیز ہوگئی۔ گھر کے افراد کو اس نے پریشانی میں مبتلا کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر ساس نندوں اور گھر کے دیگر افراد نے کہا کہ حضرت! ہم اس کی زبان سے پہلے بھی تنگ تھے اب تو اور تیز ہوگئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا تو تم اس کو وہاں سے نکال دو۔ بخاری شریف میں موجود ہے اور ابوداؤد شریف میں بھی ہے۔ تو اگر بی بی لڑاکو اور بدزبان ہو تو نکالنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

مسئلہ یہ ہے کہ عورت عدت کے دوران میں گھر سے باہر نہیں جاسکتی۔ اگر اس کو کوئی ضرورت کا سودا لا کر دینے والا کوئی نہیں ہے تو پھر اس کو اجازت ہے کہ قریب کی دکان سے اپنے کھانے پینے کی چیزیں لے لے۔ اسی طرح بیمار ہوگئی ہے اور اتنی توفیق نہیں ہے کہ ڈاکٹر کو فیس دے کر گھر بلالیں کیوں کہ ڈاکٹروں کی بڑی فیس ہوتی ہے غریب آدمی برداشت نہیں کرسکتا۔ تو قریب جو ڈاکٹر یا حکیم ہے اس سے دوائی لے لے۔ رات کسی جگہ نہیں ٹھہر سکتی۔ اور دیہاتی عورتیں جو اپنے جانور خود سنبھالتی ہیں، دودھ دُوہتی ہیں، زمینوں سے ساگ بھی چنتی ہیں۔ تو ایسی عورتیں جو مجبور ہیں اور دوسرا کوئی کرنے والا نہیں ہے اور ان کی زندگی کا اس پر دارومدار ہے تو ان کو بھی اجازت ہے وہ یہ سارے کام کرسکتی

ہیں۔ اگر اس کا باپ فوت ہوگیا ہے، بھائی فوت ہوگیا ہے آخر انسان ہے موت ساتھ ہے۔ تو تھوڑے سے وقت کے لیے جا سکتی ہے۔ لیکن رات کسی جگہ نہیں گزار سکتی۔ یہ عورت کے لیے بڑا سخت مسئلہ ہے۔

تو فرمایا نہ نکالو تم ان کو ان کے گھروں سے اور نہ وہ خود نکلیں مگر یہ کہ کریں وہ بے حیائی کھلی وَتِلْكَ حُدُوْدُاللهِ اور یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں مقرر کی ہوئی وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَاللهِ اور جو تجاوز کرے گا اللہ تعالیٰ کی حدوں سے فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ پس تحقیق اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ سب کی رب تعالیٰ کی عدالت میں پیشی ہوگی اور رتی رتی کا حساب ہوگا۔ یہ جو فرمایا کہ ان کو عدت کے اندر طلاق دو۔ مثلاً: ایک طہر میں ایک، دوسرے طہر میں دوسری، تیسرے طہر میں تیسری کہ مستحب اور مسنون طریقہ یہی ہے۔ کیوں؟ فرمایا لَا تَدْرِیْ ۔ اس کا فاعل نفس ہے۔ نہیں جانتا کوئی نفس لَعَلَّ اللهَ شاید کہ اللہ تعالیٰ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا پیدا کر دے اس کے بعد کوئی معاملہ۔ یعنی اگر کسی شریر عورت اور مرد کے ذہن بھرنے سے یا کسی اور وجہ سے جذبات میں آ کر طلاق دے دی۔ اگر وہ ایک طلاق ہوگی تو وہ رجوع کر سکے گا سوچنے کا موقع ملے گا۔ دو طلاقیں ہوں گی تو بھی عدت کے دوران میں موقع ملے گا شریروں کی شرارت سے آگاہ ہو جائے گا کہ عورت بے قصور ہے، رجوع کر سکے گا۔ اور اگر تین طلاقیں اکٹھی دے دیں تو اس کے بعد تو کوئی موقع نہیں ہے۔ لہٰذا جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہیے۔

صریح لفظوں میں ایک طلاق ہو، دو ہوں یہ رجعی طلاق کہلاتی ہیں۔ طلاق رجعی کا حکم یہ ہے کہ عدت کے دوران میاں بیوی آپس میں مل جائیں تو طلاق کا اثر ختم ہو جاتا ہے لیکن گنتی میں آئیں گی۔ اگر ایک طلاق دی ہے تو باقی دو کا اختیار ہوگا۔ اگر دو ہیں تو باقی

ایک کا حق ہوگا۔ اگر کنایہ کے لفظ سے طلاق دیتا ہے مثلاً: کہتا ہے یہاں سے دفع ہو جا یا کہتا ہے کہ میں نے تجھے چھوڑ دیا ہے یا کہتا ہے میں تیری شکل نہیں دیکھنا چاہتا اور طلاق مراد لیتا ہے۔ یعنی ان الفاظ سے طلاق کی نیت کرتا ہے تو اس کو طلاقِ بائن کہتے ہیں۔ اس میں رجوع نہیں کر سکتا دوبارہ نکاح ہوگا چاہے عدت میں ہو یا عدت گزر گئی ہو۔ اور یہ بھی شرط ہے کہ ایک آدھ مرتبہ کہا جائے۔ اگر زیادہ مرتبہ کہے گا تو اس کا مسئلہ الگ ہے۔ فرمایا فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ پس جس وقت وہ عورتیں جن کو طلاق دی گئی ہے پہنچ جائیں اپنی عدت کو۔ مراد ہے عدت ختم ہونے کے قریب پہنچیں فَاَمْسِكُوْهُنَّ پس روک رکھو تم ان کو بِمَعْرُوْفٍ اچھے طریقے سے اَوْ فَارِقُوْهُنَّ یا الگ کر دو تم ان کو بِمَعْرُوْفٍ عمدہ طریقے سے وَّاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ اور گواہ بنالو دو عدل والے اپنے میں سے۔ یہ گواہ بنانا مستحب ہے شرط نہیں ہے۔ طلاق تنہائی میں بھی ہو سکتی ہے، زبانی بھی ہو سکتی ہے، تحریری بھی ہو سکتی ہے۔ اگر کوئی آدمی زمین پر لکھ دے، اپنی بیوی کا نام لکھ کر کہ میں نے اس کو طلاق دی ہے تو ہو جائے گی۔ دیوار پر لکھ دے ہو جائے گی بے شک زبان سے کچھ نہ کہے۔ لیکن پانی پر لکھنے سے نہیں ہوگی، ہوا میں لکھنے سے نہیں ہوگی۔ کیوں کہ یہ تحریریں پڑھی نہیں جا سکتیں۔ اگر دل میں طلاق دے وہ نہیں ہوگی۔

بہر حال زبان سے طلاق دے گا تو ہو جائے گی چاہے ٹھٹھے کے طور پر دے۔ ابو داؤد شریف میں روایت ہے کہ مسخرے (ہنسی مذاق) کے ساتھ بھی طلاق ہو جائے گی۔ یعنی دل لگی کے طور پر کہا تجھے طلاق ہے تو وہ ہو گئی۔ بعض جاہل قسم کے لوگ آکر کہتے ہیں کہ انھوں نے لڑکی کو طلاق بھیجی ہے ہم نے خط وصول نہیں کیا۔ بھئی! تمھارے نہ وصول کرنے سے کیا بنتا ہے؟ طلاق تو ہو گئی ان باتوں سے طلاق نہیں ٹلتی وصول کرو یا نہ کرو

طلاق ہوگئی۔

توفرمایا دو گواہ بنالو عدل والے یہ مستحب ہے وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ اور قائم کرو گواہی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ذٰلِكُمْ یہ جو مسائل ہیں يُوْعَظُ بِهٖ ان کے ذریعے نصیحت کی جاتی ہے مَنْ اس کو كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ جو ایمان لاتا ہے اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ اور جو شخص ڈرے گا اللہ تعالیٰ سے يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا بنادے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے تنگی سے نکلنے کا راستہ وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ اور رزق دے گا اس کو ایسی جگہ سے جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوگا۔ اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ [آل عمران:۱۰۲] جو آدمی اللہ تعالیٰ سے اس طرح ڈرے جس طرح ڈرنے کا حق ہے تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے دو وعدے ہیں۔

① یہ کہ تنگی سے نکلنے کے لیے کوئی سبیل پیدا کردے گا یعنی ہر پریشانی سے نکلنے کی کوئی صورت پیدا کردے گا۔

② ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوگا۔

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ اور جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرے گا پس وہ اللہ تعالیٰ اس کو کافی ہوگا۔ سب قدرتیں اس کے پاس ہیں، سب خزانے اس کے پاس ہیں اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ بے شک اللہ تعالیٰ پورا کرنے والا ہے اپنے معاملے کو جو وہ کرنا چاہے اس کو روک کوئی نہیں سکتا فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ [سورۃ البروج، پارہ ۳۰] "وہ کرگزرتا ہے جو ارادہ کرتا ہے۔" قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا تحقیق مقرر کیا ہے اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لیے ایک اندازہ۔ زندگی اور موت کا، بیماری اور تندرستی کا۔ جو کسی کو دینا ہے ہر چیز کے اللہ تعالیٰ کے ہاں اندازے اور مقدار مقرر ہے۔

وَالّٰٓـِٔيْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ
ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓـِٔيْ لَمْ يَحِضْنَ ؕ وَاُولَاتُ
الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ
لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ۝۴ ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗۤ اِلَيْكُمْ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ
اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا ۝۵ اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ
حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا
عَلَيْهِنَّ ؕ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى
يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا
بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗۤ اُخْرٰى ۝۶
لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ
فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ؕ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا ؕ
سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ۝۷ ع ۱۷

وَالّٰٓـِٔيْ اور وہ عورتیں يَئِسْنَ جو نا امید ہو چکی ہیں مِنَ الْمَحِيْضِ
حیض سے مِنْ نِّسَآئِكُمْ تمہاری عورتوں میں سے اِنِ ارْتَبْتُمْ اگر تم کو شک
ہو (کہ ان کی عدت کیا ہے) فَعِدَّتُهُنَّ پس ان کی عدت ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ تین
مہینے ہے وَّالّٰٓـِٔيْ لَمْ يَحِضْنَ اور وہ جن کو حیض نہیں آیا وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اور
حمل والیاں اَجَلُهُنَّ ان کی عدت اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ یہ کہ جن (پیدا کر)
دیں اپنے حمل کو وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ اور جو ڈرے گا اللہ تعالیٰ سے يَجْعَلْ لَّهٗ

کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا اس کے معاملے میں آسانی
ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ یہ حکم ہے اللہ تعالیٰ کا اَنْزَلَهٗۤ اِلَيْكُمْ جو اُتارا ہے اس نے تمھاری
طرف وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ اور جو ڈرے گا اللہ تعالیٰ سے يُكَفِّرْ عَنْهُ مٹادے گا
اس سے سَيِّاٰتِهٖ اس کی خطائیں وَيُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا اور بڑھائے گا اس کے
لیے اجر اَسْكِنُوْهُنَّ ٹھہراؤ تم ان کو مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ جہاں تم خود ٹھہرتے
ہو مِّنْ وُّجْدِكُمْ اپنی طاقت کے مطابق وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ اور نہ ضرر دو ان کو
لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ تاکہ تم تنگی کرو ان پر وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ اور اگر ہیں وہ
عورتیں حمل والی فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ پس تم خرچ کرو ان پر حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ
یہاں تک کہ وہ جن دیں اپنے حمل کو فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ پس اگر وہ دودھ پلائیں
(بچے کو) تمھاری خاطر فَاٰتُوْهُنَّ پس دو تم ان کو اُجُوْرَهُنَّ ان کا معاوضہ
وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ اور آپس میں مشورہ کرو بِمَعْرُوْفٍ اچھے طریقے سے وَاِنْ
تَعَاسَرْتُمْ اور اگر تم تنگی کرو گے فَسَتُرْضِعُ لَهٗۤ اُخْرٰى پس پلادے گی اس کو کوئی
دوسری عورت لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ چاہیے کہ خرچ کرے وسعت والا مِّنْ سَعَتِهٖ
اپنی وسعت کے مطابق وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ اور جس پر تنگ کیا گیا ہو اس کا
رزق فَلْيُنْفِقْ پس چاہیے کہ خرچ کرے مِمَّاۤ اٰتٰىهُ اللّٰهُ. اس سے جو اللہ تعالیٰ
نے اس کو دیا ہے لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا نہیں دیتا اللہ تعالیٰ کسی نفس کو تکلیف اِلَّا
مَاۤ اٰتٰىهَا مگر اس چیز سے جو اس کو دی ہے سَيَجْعَلُ اللّٰهُ عنقریب کرے گا
اللہ تعالیٰ بَعْدَ عُسْرٍ تنگی کے بعد يُّسْرًا آسانی۔

اس سورۃ کا نام سورۃ الطلاق ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے کچھ ضروری

اور بنیادی مسائل بیان فرمائے ہیں۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ جو چیزیں جائز ہیں ان میں بُری چیز طلاق ہے۔ لیکن بعض مجبوریاں ایسی ہوتی ہیں کہ ان کی وجہ سے طلاق دینی پڑتی ہے اس لیے اسلام نے اجازت دی ہے۔ طلاق دیتے وقت اس بات کو ملحوظ رکھیں کہ طلاق ان دنوں میں دینی چاہیے جن دنوں میں عورت پاک ہو اور ان دنوں میں عورت کے ساتھ ہمبستری بھی نہ کی ہو۔ مستحب طریقہ یہی ہے۔ لیکن اگر کسی نے حیض کی حالت میں دے دی تو طلاق ہو جائے گی۔ اکٹھی تین طلاقیں دے دیں ہو جائیں گی۔ ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دیں ہو جائیں گی۔ طلاق کے بعد عورت کے لیے عدت ہے۔ اگر طلاق کے وقت عورت حاملہ ہے تو اس کی عدت وضع حمل ہے۔ جب بچہ پیدا ہو گا عدت ختم ہو جائے گی۔ اگر حاملہ نہیں ہے تو اس کی عدت تین حیض ہیں۔ تین ماہواریاں گزریں گی تو اس کی عدت ختم ہو گی۔ اگر ماہواری نہیں آتی تو اس کا مسئلہ الگ ہے۔

جن عورتوں کو حیض نہیں آتا ان کی عدت :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالّٰٓـِٔیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ اور وہ عورتیں جو نا امید ہو چکی ہیں حیض سے۔ زیادہ عمر ہونے کی وجہ سے ان کو حیض نہیں آتا مِنْ نِّسَآئِکُمْ تمھاری عورتوں میں سے اِنِ ارْتَبْتُمْ اگر تمھیں شک ہو کہ ان کی عدت کیا ہے فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ پس ان کی عدت تین مہینے ہے۔ اگر حاملہ ہے تو اس کی عدت وضع حمل ہے۔ اگر حاملہ نہیں ہے تو اس کی عدت تین حیض ہیں۔ اور اگر حیض نہیں آتا تو اس کی عدت تین مہینے ہے۔ پس یہی تین عدتیں ہیں۔ رب تعالیٰ نے مطلقہ کا قاعدہ بتلا دیا۔

فرمایا وَّالّٰٓـِٔیْ لَمْ یَحِضْنَ اور وہ جن کو حیض نہیں آیا ان کی عدت بھی تین ماہ ہے۔ بچی نابالغ ہے کیوں کہ نابالغ بچی کا بھی نکاح ہو جاتا ہے۔ اگر کسی بچی کا نکاح نابالغی

میں اس کے والد نے کر دیا یا دادا نے کر دیا تو اس بچی کو بالغ ہونے کے بعد نکاح فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ کیوں کہ جو شفقت باپ دادا میں ہے وہ اور کسی میں نہیں ہے۔ ہاں اگر دلائل کے ساتھ باپ کا فسق ثابت ہو جائے اور یہ کہ اس نے پیسوں کی خاطر یہ کام کیا ہے تو پھر معاملہ جدا ہے۔ اسی طرح اگر ثابت ہو جائے کہ دادا بے ایمان تھا اس نے پیسوں کی خاطر چھوٹی بچی کسی جگہ پھنسادی ہے تو پھر مسئلہ جدا ہے۔ باپ دادا کے سوا اگر کوئی اور بچی کا نکاح کر دے تو بچی کو فسخ کا اختیار ہے۔ فسخ کا یہ معنیٰ ہے کہ عدالت میں جائے قاضی کو کہے، مفتی کو کہے، جج کو کہے کہ میرے بھائی نے یا میرے چچا نے یا تائے یا ماموں نے نکاح کر دیا تھا میں اس پر راضی نہیں ہوں تو وہ نکاح فسخ ہو جائے گا۔ اب رہا یہ سوال کہ عورت کب بالغ ہوتی ہے؟ اگر بچی صحت مند ہو اور خوراک گرم ہو تو نو دس سال کی عمر میں بالغ ہو جاتی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چھ سال کی عمر میں ہوا اور جب رخصتی ہوئی نو سال عمر تھی۔ اگر صحت اور خوراک اچھی نہیں ہے تو پھر گیارھویں سال، بارھویں سال، تیرھویں سال، چودھویں سال بھی بالغ ہو سکتی ہے۔ پندرھواں سال آخری حد ہے۔ اگر کوئی اور علامت عورت میں ظاہر نہ ہو تو پندرہ سال کی لڑکی بالغ شمار ہوگی۔ پہلے علامت ظاہر ہو جائے تو پہلے بالغ ہے اور پندرہ سال کا لڑکا بھی بالغ ہے۔ پہلے علامت ظاہر ہو جائے تو پہلے بالغ ہے۔

تو ابھی بالغ نہیں ہوئیں۔ حیض ابھی تک شروع نہیں ہوا ان کی عدت بھی تین ماہ ہے وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اور جو حمل والی ہیں اَجَلُهُنَّ ان کی عدت اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ یہ کہ جن دیں وہ اپنے حمل کو۔ بچے کو جنم دیں۔ بچے کی پیدائش کے ساتھ ہی عدت ختم ہو جائے گی۔ مثلاً: حمل کو ایک ہفتہ گزرا ہے یا دو ہفتے گزرے ہیں اور طلاق کی

نوبت آگئی ہے تو اس عورت کی عدت آٹھ ماہ دو ہفتے ہوگی جب تک بچہ پیدا نہیں ہوگا اس عورت کی عدت ختم نہیں ہوگی۔ یہ قرآن پاک کا حکم ہے وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ اور جو ڈرے گا اللہ تعالیٰ سے مرد و عورت يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس کے معاملے میں آسانی۔ دین صرف مردوں کے لیے نہیں عورتوں کے لیے بھی ہے۔ دین میں جس طرح مردوں کا حصہ ہے عورتوں کا بھی حصہ ہے۔ عورتیں آدھی اُمت ہیں۔ عورتیں بھی دین سیکھیں۔ جن گھروں میں دین دار عورتیں ہیں ان گھروں میں دین کا تھوڑا بہت اثر ہوتا ہے۔ ان گھروں میں شادی اور موت کی رسمیں بہت کم ہوتی ہیں۔ اور جن گھروں میں عورتیں دین سے عاری ہوتی ہیں وہاں بدعتیں اور رسمیں چھلانگیں لگا کر آتی ہیں۔ اس لیے عورتوں کا بھی فریضہ ہے کہ وہ دین سیکھیں۔ الحمد للہ! گکھڑ میں عورتوں کے درس بھی باقاعدہ موجود ہیں جہاں عورتیں پڑھاتی ہیں اور ایک آدھ ہفتے کے بعد عورتوں کا بیان بھی ہوتا ہے۔ عورتوں کو ضروری ضروری مسائل بتائے جاتے ہیں۔ جس گھر میں دین دار عورت ہوگی اس کا اولاد پر بھی اثر پڑے گا۔ عورت وقت پر اُٹھے گی، بچے بھی وقت پر اُٹھیں گے۔ اور جہاں عورت آٹھ بجے اُٹھے گی وہاں بچے دس بجے اُٹھیں گے۔ تو گھروں کی اصلاح میں عورتوں کا بڑا دخل ہے۔

تو فرمایا جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا اللہ تعالیٰ اس کے معاملے میں آسانی پیدا کر دے گا ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جو عدت کے بارے میں تمھیں بتلایا ہے اَنْزَلَهٗۤ اِلَيْكُمْ جو اُس نے اُتارا ہے تمھاری طرف وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ مٹا دے گا اس سے اس کی خطائیں۔ اس کی خطائیں معاف کر دے گا یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے وَيُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا اور بڑھائے گا اس کے

لیے اجر۔ ایک نیکی کا بدلہ دس گنا دے گا۔ اور جو فی سبیل اللہ کی مد میں نیکی کرے گا اس کا بدلہ سات سو گناہ ملے گا وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ [البقرہ:۲۶۱] "اور اللہ تعالیٰ بڑھاتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے۔" جس کے لیے چاہے گا اس سے بھی زیادہ دے گا۔

فرمایا اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ ٹھہراؤ تم ان کو جہاں تم خود ٹھہرتے ہو مِّنْ وُّجْدِكُمْ اپنی طاقت کے مطابق۔ یعنی جہاں تم رہتے ہو مطلقہ عورتوں کو اپنی حیثیت کے مطابق وہیں رکھو۔ مسئلہ یہ ہے کہ مطلقہ عورت کا عدت کے دوران خرچہ اور مکان سابق خاوند کے ذمہ ہے۔ جب تک عدت ختم نہیں ہوگی وہ عورت وہیں رہے گی باہر نہیں جاسکتی مگر بہ امر مجبوری۔ شریعت نے مجبوریوں کا لحاظ رکھا ہے۔

مثال کے طور پر میاں بیوی حج پر گئے ہیں خاوند نے وہاں طلاق دے دی یا خاوند وہاں فوت ہو گیا۔ ایسے حالات بہ کثرت پیش آتے ہیں۔ تو اب عورت عرفات، مزدلفہ یا منیٰ میں تو نہیں رہ سکتی اس کو وہاں سے منتقل ہونے کی اجازت ہے۔ مجبوری کے بغیر گھر سے نہیں نکل سکتی۔ اگر عورت لڑاکو اور بدزبان ہے تو جاسکتی ہے یا طلاق مغلظہ ہے اور خاوند بدکار ہے۔ خدشہ ہے کہ طلاق کے بعد بھی چھیڑ خانی کرے گا تو اس صورت میں بھی عورت کو گھر سے جانے کی اجازت ہے۔ غلط کار لوگ بھی موجود ہیں۔ ایسے واقعات بھی پیش آئے ہیں کہ باپ نے بیٹی کے ساتھ برائی کی، بھائی نے بہن کے ساتھ، ماموں نے بھانجی کے ساتھ، چچے نے بھتیجی کے ساتھ۔ اکثر اخبارات میں خبریں آتی رہتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ بچائے بہت نازک زمانہ ہے۔ اس لیے شریعت نے کہا ہے کہ کسی عورت کو اجنبی مرد کے ساتھ ٹھہرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اُن محرموں کے ساتھ ٹھہر سکتی ہے جو دین دار ہوں۔ چچا فاسق ہے، ماموں فاسق ہے تو ان کے پاس نہیں ٹھہر سکتی۔ سگا بھائی بدکار ہے

اس کے ساتھ بھی نہیں ٹھہر سکتی۔

تو فرمایا ٹھہراؤ ان کو جہاں تم خود ٹھہرتے ہو اپنی طاقت کے مطابق وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ اور نہ تم ان کو ضرر دو ان کو ایذا نہ پہنچاؤ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ تاکہ تم تنگی کرو ان پر طلاق دینے کے بعد ان پر سختی نہ کرو وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ اور اگر وہ عورتیں حمل والی ہیں فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ پس تم خرچ کرو ان پر۔ جب تک بچہ پیدا نہیں ہوتا تمھیں خرچہ دینا پڑے گا۔ حمل کے زمانے کا خرچ اور رہائش خاوند کے ذمہ ہے حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ یہاں تک کہ وہ جن دیں اپنے حمل کو۔

مسئلہ :

مسئلہ یہ ہے کہ عورت نکاح میں ہے اور بچہ پیدا ہوا ہے تو اس بچے کو دودھ پلانا عورت کے فریضہ میں شامل ہے۔ اگر نہیں پلائے گی تو گناہ گار ہوگی۔ کیوں کہ اس عورت کا خرچہ، رہائش وغیرہ خاوند برداشت کرتا ہے۔ اور اگر طلاق کے بعد بچہ پیدا ہوا ہے اور عدت ختم ہوگئی ہے اب اس کا خرچہ اور رہائش خاوند کے ذمہ نہیں ہے۔ لہٰذا اب وہ اس بچے کا خرچہ لے سکتی ہے۔ دودھ پلانے کے پیسے بھی لے سکتی ہے۔ اپنے ہی بچے کو دودھ پلانے کی اجرت لے سکتی ہے وہاں کے ماحول کے مطابق۔ فرمایا فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ پس اگر وہ عورتیں دودھ پلائیں بچے کو تمھاری خاطر فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ پس دو تم ان کو ان کا معاوضہ جو طے کیا ہے وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ اور آپس میں مشورہ کرو عمدہ طریقے سے کہ بچہ تو دونوں کا ہے اس کے لیے کچھ تو کرنا ہے اگر ہر کوئی ضد پر اڑے گا تو بچے کو نقصان ہوگا لہٰذا بچے کا خیال رکھو اور اس کے متعلق ایک دوسرے سے مشورہ کرو عمدہ طریقے سے۔

وَإِنْ تَعَاسَرْتُمْ اور اگر تم تنگی کرو گے کہ کسی سمجھوتے پر نہ پہنچ سکو کہ عورت کہے کہ میں نے اتنی اُجرت لینی ہے جو خاوند کے بس میں نہ ہو یا خاوند کہے کہ میں اتنی اُجرت نہیں دینا چاہتا فَسَتُرْضِعُ لَهٗٓ اُخْرٰی پس پلا دے گی اس کو کوئی دوسری عورت۔ بچے کو کسی اور عورت کے حوالے کر دو اور اس کے ساتھ معاملہ طے کر لو۔ قرآن کے نزول کے زمانے میں عرب میں عام دستور تھا کہ دوسری عورتیں دودھ پلاتی تھیں اور اُجرت لیتی تھیں۔ ان کے لیے اُجرت جائز تھی۔ بچوں کے سرپرست اُجرت طے کرتے تھے۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعدیہ حلیمہ رضی اللہ عنہا کا دودھ پیا ہے۔ تو اگر آپس میں سمجھوتا نہ ہو سکے تو کسی دوسری عورت سے دودھ پلوایا جائے۔ عدت اور رضاعت کے دوران کا خرچہ خاوند کے ذمہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ چاہیے کہ خرچ کرے وسعت والا اپنی وسعت کے مطابق۔ یعنی اگر باپ یا متولی مال دار ہے تو بچے کی ماں کو دودھ پلانے کا خرچہ اپنی وسعت کے مطابق دے وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ اور جس پر تنگ کیا گیا ہو اس کا رزق یعنی وہ آدمی غریب ہے فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ پس چاہیے کہ وہ خرچ کرے اس سے جو اللہ تعالیٰ نے اس کو دیا ہے۔ اگر وہ تنگ دست ہے تو اس کی حیثیت کے مطابق اس سے خرچہ لیا جائے گا اس کو زیادہ دینے پر مجبور نہیں کیا جائے گا کہ وہ بے چارہ بوجھ کے نیچے آجائے لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا نہیں دیتا اللہ تعالیٰ کسی نفس کو تکلیف مگر اس چیز سے جو اس کو دی ہے۔

سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۸۶ میں ہے لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا "نہیں تکلیف دیتا اللہ تعالیٰ کسی نفس کو مگر اس کی طاقت کے مطابق۔" یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے

مطلقہ اوراس کے بچے کے متعلق یہی اُصول بیان فرمایا ہے کہ آدمی اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرے۔ نہ بخل کرے اور نہ طاقت سے زیادہ خرچ کرے۔ حالات بدلتے رہتے ہیں سَیَجْعَلُ اللّٰہُ بَعْدَ عُسْرٍ یُّسْرًا عنقریب کرے گا اللہ تعالیٰ تنگی کے بعد آسانی۔ تنگی خوش حالی سب اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ اس لیے فرمایا کہ تنگ دستی سے نہ گھبراؤ عنقریب اللہ تعالیٰ تنگی کے بعد آسانی لے آئے گا۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ

عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَ رُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّ عَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا ۝۸ فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَ كَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ۝۹ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ ۚۖۛ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۛ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۝۱۰ۙ رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَ مَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَ يَعْمَلْ صَالِحًا يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا ۝۱۱ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّ مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ۬ وَّ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ۝۱۲ ع۲/۱۸

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اور کتنی ہی بستیاں (تھیں) عَتَتْ جنھوں نے نافرمانی کی عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا اپنے رب کے حکم سے وَرُسُلِهٖ اور اس کے رسولوں کے حکم سے فَحَاسَبْنٰهَا پس ہم نے ان سے حساب لیا حِسَابًا شَدِيْدًا سخت حساب وَّعَذَّبْنٰهَا اور ہم نے ان کو سزا دی عَذَابًا نُّكْرًا نرالی سزا فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا پس چکھا اُنھوں نے اپنے معاملے کا وبال وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا اور تھا ان کے معاملے کا انجام خُسْرًا خسارہ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ تیار کیا ہے اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے

عَذَابًا شَدِیْدًا سخت عذاب فَاتَّقُوا اللّٰهَ پس ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے
یٰٓاُولِی الْاَلْبَابِ اے عقل مندو! اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا جو ایمان لائے ہو قَدْ اَنْزَلَ
اللّٰهُ تحقیق نازل کیا اللہ تعالیٰ نے اِلَیْكُمْ ذِكْرًا تمھاری طرف ذکر
رَّسُوْلًا یَّتْلُوْا عَلَیْكُمْ رسول جو تلاوت کرتا ہے تم پر اٰیٰتِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ
کی آیتیں مُبَیِّنٰتٍ جو کھول کر بیان کرتی ہیں لِّیُخْرِجَ الَّذِیْنَ تاکہ
نکالے ان لوگوں کو اٰمَنُوْا جو ایمان لائے ہیں وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
اور عمل کیے اچھے مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ اندھیروں سے روشنی کی طرف
وَمَنْ یُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ اور جو ایمان لائے گا اللہ تعالیٰ پر وَیَعْمَلْ صَالِحًا اور
عمل کرے گا اچھے یُّدْخِلْهُ داخل کرے گا اس کو جَنّٰتٍ باغوں میں
تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ جاری ہیں ان کے نیچے نہریں خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا
رہیں گے ان جنتوں میں ہمیشہ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا تحقیق اچھا کیا اللہ
تعالیٰ نے ان کے لیے رزق اَللّٰهُ الَّذِیْ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے خَلَقَ
سَبْعَ سَمٰوٰتٍ جس نے پیدا کیے سات آسمان وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ اور
اتنی ہی زمینیں یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ اترتا ہے حکم ان کے درمیان
لِتَعْلَمُوْٓا تاکہ تم جان لو اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ بے شک اللہ تعالیٰ
ہر چیز پر قادر ہے وَّاَنَّ اللّٰهَ اور بے شک اللہ تعالیٰ نے قَدْ اَحَاطَ
احاطہ کر رکھا ہے بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا ہر چیز کا علم کے لحاظ سے۔

ربطِ آیات :

ان سے پہلے اللہ تعالیٰ نے انسانی معاشرے کے بنیادی اُصول بیان فرمائے۔ معاشرت کا معنیٰ ہے ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر زندگی گزارنا۔ نکاح کا مسئلہ، طلاق کا، عدت کا، یہ سب مسائل کافی تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکے ہیں۔ یہ بھی بتلایا کہ طلاق اچھی چیز نہیں ہے لیکن اگر مجبوری ہو تو پھر دی بھی جا سکتی ہے۔ مجبوری کے تحت شریعت نے اجازت دِی ہے۔ بچوں کی پرورش کے متعلق بھی بنیادی چیزیں بیان کیں۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کی مخالفت کا نتیجہ یقیناً سزا ہے۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ لہٰذا ان احکام کے ذکر کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اور کتنی ہی بستیاں تھیں عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا جنھوں نے نافرمانی کی اپنے رب کے حکم کی۔ بستیوں میں رہنے والوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی کی، وَرُسُلِهٖ اور اس کے رسولوں کے حکم کی۔ اللہ تعالیٰ نے جو پیغمبران کی طرف بھیجے تھے ان کے احکام کی بھی نافرمانی کی۔ حضرت نوح علیہ السلام کی، حضرت ہود علیہ السلام کی، حضرت صالح علیہ السلام کی، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی، حضرت لوط علیہ السلام کی، حضرت شعیب علیہ السلام کی، حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ ان قوموں کا ذکر قرآن پاک میں ہے۔ انھوں نے رب تعالیٰ کے احکام کی مخالفت کی، پیغمبروں کے احکام کی مخالفت کی۔

فرمایا فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا پس ہم نے ان بستیوں کا حساب لیا بڑا سخت حساب۔ کسی کو طوفان میں غرق کیا، کسی کو زلزلے میں تباہ کیا، کسی پر آسمان سے پتھر برسائے، کسی کو زمین میں دھنسا دیا، مختلف شکلوں کے عذاب اُن پر مسلط کیے۔ فرمایا وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا اور ہم نے ان کو سزا دی نرالی سزا۔ جو عذاب ایک قوم پر آیا

دوسری پر نہیں آیا اور جو دوسری پر آیا تیسری پر نہیں آیا۔ رب تعالیٰ کی قدرت بڑی وسیع ہے۔ اس نے نافرمانوں کو مختلف قسم کے عذابوں کے شکنجوں میں کسا فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا پس چکھا اُنھوں نے اپنے معاملے کا وبال۔ جب ان کو اللہ تعالیٰ کی گرفت سے ڈرایا جاتا تھا تو ٹھٹھا کرتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ کی گرفت آئی تو واویلا شروع کر دیا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ [الانبیاء:۴۶] "بے شک ہم ظالم تھے۔" وہ فرعون جو پہلے منہ بھر کر کہتا تھا اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى "میں رب اعلیٰ ہوں۔" جب اللہ تعالیٰ نے بحر قلزم میں ڈبویا اور پانی میں غوطے کھانے لگا تو کہا اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ [یونس:۹۰] "میں ایمان لایا ہوں کہ بے شک نہیں ہے کوئی معبود مگر وہی جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں بھی فرماں برداروں میں سے ہوں۔" رب تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی آٰلْئٰنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ "اب یہ کہتے ہو اور تحقیق تم نافرمانی کرتے تھے پہلے۔" اب ایمان لانے کا وقت نہیں اب تو بھگتنے کا وقت ہے۔ تو فرعون نے بڑا اوویلا کیا مگر اس کے کام نہ آیا۔

تو فرمایا چکھا اُنھوں نے اپنے معاملے کا وبال وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا اور تھا ان کے معاملے کا انجام خسارہ۔ اُنھوں نے نقصان ہی اُٹھایا۔ یہ تو دنیا کا عذاب تھا آگے جو عذاب آنا ہے وہ بھی سن لو۔ فرمایا اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا تیار کیا ہے اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے سخت عذاب۔ برزخ، قبر کی سزا الگ ہے، قیامت قائم ہونے کے بعد محشر کی سزا الگ ہے، پل صراط سے گزرنے کی سزا الگ ہے، دوزخ کا عذاب الگ ہے۔ یہ سب سزائیں نافرمانوں نے بھگتنی ہیں۔

تم نے ہمارے احکام بھی سنے ہیں اور نافرمانی کا انجام بھی سنا ہے کہ جن قوموں

نے نافرمانی کی ان کا کیا انجام ہوا۔ لہٰذا فَاتَّقُوا اللّٰهَ پس ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے اور اس کی گرفت سے ڈرو اور بچو يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ اے عقل مندو۔ دنیا تو شاید عقل مند اُسے کہے جو زُہرہ ستارے تک پہنچ جائے، فضا میں اُڑتا پھرے، کئی مہینے خلا میں رہے، سمندر کی تہہ میں کئی مہینے گزارے، مہلک قسم کے ہتھیار تیار کرے۔ اللہ تعالیٰ نے عقل مندوں کی تفسیر بڑے اختصار کے ساتھ کی ہے۔ فرمایا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جو ایمان لائے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک عقل مند وہ ہیں جو ایمان لائے ہیں۔ یہاں نہایت اجمال کے ساتھ فرمایا اور چوتھے پارے میں تفصیل ہے۔

فرمایا اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ "بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اور دن رات کے اختلاف میں لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ البتہ نشانیاں ہیں عقل مندوں کے لیے۔ عقل مند کون ہیں؟ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا عقل مند وہ ہیں جو یاد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کو کھڑے کھڑے اور بیٹھے بیٹھے وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ اور اپنے پہلو کے بل لیٹے ہوئے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور غور و فکر کرتے ہیں زمین اور آسمان کی پیدائش میں اور کہتے ہیں رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا اے ہمارے رب تو نے نہیں پیدا کیا اس کو باطل، بے فائدہ، بے کار سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ آپ کی ذات پاک ہے بچا ہمیں دوزخ کے عذاب سے رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ اے ہمارے رب بے شک آپ نے جس کو داخل کر دیا دوزخ کی آگ میں فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ پس تحقیق آپ نے اس کو رسوا کر دیا وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ اور نہیں ہوگا ظالموں کے لیے کوئی مددگار رَبَّنَآ اے ہمارے رب اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ

لِلۡاِیۡمَانِ بے شک ہم نے سنا ایک منادی کرنے والے کو (یعنی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو) جو منادی کر رہا تھا ایمان کی کہ اَنۡ اٰمِنُوۡا بِرَبِّکُمۡ ایمان لے آؤ اپنے رب پر فَاٰمَنَّا پس ہم ایمان لے آئے رَبَّنَا فَاغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوۡبَنَا اے ہمارے رب بخش دے ہمارے گناہوں کو وَکَفِّرۡ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا اور مٹادے ہماری برائیاں وَ تَوَفَّنَا مَعَ الۡاَبۡرَارِ اور ہمیں وفات دے نیک لوگوں کے ساتھ رَبَّنَا اے ہمارے رب وَاٰتِنَا اور دے ہمیں مَا وَعَدۡتَّنَا وہ چیز جس کا آپ نے وعدہ کیا ہے ہمارے ساتھ عَلٰی رُسُلِكَ اپنے رسولوں کی زبانوں پر وَلَا تُخۡزِنَا یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ اور ہمیں رُسوا نہ کرنا قیامت والے دن اِنَّكَ لَا تُخۡلِفُ الۡمِیۡعَادَ بے شک آپ وعدے کا خلاف نہیں کرتے۔" [آل عمران، رکوع نمبر ۱۱، آیت ۱۹۰ تا ۱۹۴]

یہ رب تعالیٰ نے عقل مندوں کی نشانیاں بیان فرمائی ہیں۔ اور یہاں فرمایا عقل مند وہ ہیں جو ایمان لائے۔ فرمایا قَدۡ اَنۡزَلَ اللّٰهُ اِلَیۡکُمۡ ذِکۡرًا تحقیق اُتارا اللہ تعالیٰ نے تمھاری طرف ذکر۔ قرآن پاک کا نام ذکر بھی ہے۔ سورۃ الحجر پارہ ۱۴ آیت ۹ میں ہے اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ "بے شک ہم نے اُتارا ہے ذکر کو یعنی نصیحت والی کتاب کو اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔"

تو یہ کتاب نازل کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رَّسُوۡلًا یَّتۡلُوۡا عَلَیۡکُمۡ اٰیٰتِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ تعالیٰ کی آیتیں تمھیں پڑھ کر سناتا ہے وہ آیات مُبَیِّنٰتٍ جو کھول کر بیان کرتی ہیں حقیقت کو۔ یہ آیتیں ہم نے کیوں نازل کیں لِّیُخۡرِجَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا تاکہ نکالیں ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کرتے ہیں اچھے مِنَ الظُّلُمٰتِ کفر شرک کے اندھیروں سے اِلَی النُّوۡرِ ایمان کی روشنی کی طرف۔

جو اس کتاب پر ایمان لائیں گے، پیغمبر پر ایمان لائیں گے وہ کفر شرک کے اندھیروں سے نکل کر ایمان کی روشنی میں آ جائیں گے وَمَنۡ یُّؤۡمِنۡۢ بِاللّٰہِ اور جو ایمان لائے گا اللہ تعالیٰ پر۔ کالا ہو، گورا ہو، عربی ہو، عجمی ہو اللہ تعالیٰ کے ہاں ایمان کی قدر ہے شکل و صورت کی نہیں وَیَعۡمَلۡ صَالِحًا اور عمل کرے گا اچھے۔ ایمان کے ساتھ عمل کی بھی ضرورت ہے محض ایمان کافی نہیں ہے۔ ایمان لائے اور عمل اچھے کرے یُّدۡخِلۡہُ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ داخل کرے گا اس کو ایسے باغوں میں جاری ہیں ان کے نیچے نہریں۔ عرب کے علاقے میں پانی کی بڑی قلت تھی اور ہرے بھرے درخت بھی بہت کم تھے۔ لہٰذا نہریں اور سبز درخت ان کے لیے بڑی خوشی کی بات تھی۔ اس لیے ان کو سمجھانے کے لیے فرمایا کہ جنت اس جگہ کا نام ہے جہاں باغات ہوں گے، نہریں ہوں گی لَہُمۡ مَّا یَشَآءُوۡنَ فِیۡہَا [ق:۳۵] "ان کے لیے ہوگا جو وہ چاہیں گے اس میں۔" رب تعالیٰ کی طرف سے ان کو ملے گا۔ نہ جنت دور ہے نہ دوزخ دور ہے بس آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے۔ تو فرمایا اللہ تعالیٰ اس کو داخل کرے گا باغات میں جاری ہوں گی ان کے نیچے نہریں خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَاۤ اَبَدًا رہیں گے ان باغوں میں ہمیشہ۔ جو سعادت مند خوش نصیب جنت میں داخل ہو گیا پھر اس کو وہاں سے نکالا نہیں جائے گا۔ بہ خلاف دوزخ کے کہ کچھ مومن گناہ گار دوزخ میں جائیں گے سزا بھگتنے کے بعد وہاں سے نکل آئیں گے۔

فرمایا قَدۡ اَحۡسَنَ اللّٰہُ لَہٗ رِزۡقًا تحقیق اچھا کیا ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے رزق۔ جنتی کے لیے اللہ تعالیٰ نے بہت اچھا رزق بنایا ہے جو چاہے گا کھائے گا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک ایک جنتی سو سو آدمی کے برابر کھائے گا۔ پھر بڑی عجیب بات ہے کہ لَا یَبُوۡلُوۡنَ وَلَا یَتَغَوَّطُوۡنَ وَلَا یَتَمَخَّطُوۡنَ ۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ "نہ

پیشاب کریں گی نہ پاخانہ کریں گے اور نہ ناک منہ سے بلغم نکلے گی۔" پوچھنے والوں نے پوچھا حضرت! سو آدمیوں کا کھانا آدمی کھالے تو وہ بڑی جگہ خراب کرتا ہے۔ وہ کھانا کہاں جائے گا؟ فرمایا اللہ تعالیٰ بدن میں ایسی قوت پیدا کرے گا کہ خوشبودار پسینا نکلے گا جیسے کستوری ہوتی ہے۔ اس پسینے کے ذریعے کھانا ہضم ہوجائے گا اور ڈکار لے گا کھانا ہضم ہوجائے گا۔ تو فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے اچھا رزق بنایا ہے۔

سات آسمان ہیں ایسے ہی سات زمینیں ہیں :

اَللّٰہُ الَّذِیْ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ جس نے پیدا کیے سات آسمان وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ اور اتنی ہی زمینیں پیدا کیں۔ قرآن کریم میں سات آسمانوں کا ذکر تو متعدد مقامات پر آیا ہے اور زمینوں کے سات ہونے کا ذکر صرف اسی آیت کریمہ میں ہے۔ یا پھر ایک حدیث آتی ہے کہ سات زمینیں ہیں اور ہر زمین میں مخلوق ہے۔ ہر زمین میں آدم بھی ہے، نوح بھی ہے، ابراہیم بھی ہے علیہم السلام، موسیٰ علیہ السلام بھی ہیں۔ اس پر لمبی چوڑی بحث۔ ہمارے دو بزرگوں نے اس پر کتابیں لکھی ہیں۔ ایک مولانا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ، رب تعالیٰ نے ان کو بڑا حافظہ عطا فرمایا تھا۔ سینتیس سال کی عمر میں دنیا سے رخصت ہو گئے لیکن اتنی کتابیں لکھی ہیں کہ وہ شمار میں نہیں آسکتیں۔ اُنھوں نے کتاب لکھی ہے "دافع الوسواس عن اثر ابن عباس" یہ سات زمینوں والی روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے۔ تو اس کے متعلق جو لوگوں کو شکوک وشبہات تھے اس کتاب میں اُنھوں نے ان کی وضاحت فرمائی ہے۔ دوسری کتاب بانی دارالعلوم دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی ہے۔ جس کا نام ہے "تحذیر الناس"۔ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے ذہین ترین علماء میں سے تھے۔

حضرت نے صرف پچاس سال عمر پائی ہے۔مگر پچاس سال میں وہ کام کر گئے ہیں کہ الحمد للہ! دنیا کے ختم ہونے تک وہ سلسلہ ختم نہیں ہوگا۔یعنی وہ دینی مدارس کے جال بچھا گئے ہیں۔دیوبند، سہارن پور، مظاہر العلوم اور بہت سارے کہ آج لوگ ان سے فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔

اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما میں جن سات زمینوں کا ذکر ہے وہ ایسی نہیں ہیں جیسا کہ ہمارے بعض سائنس دان کہتے ہیں کہ سات براعظم ہیں۔ایک بر اعظم ایشیا ہے، ایک (شمالی) امریکہ، (ایک جنوبی امریکہ) ہے، ایک افریقہ ہے، ایک آسٹریلیا، (یورپ، انٹارکٹیکا،) وغیرہ ہے۔ بلکہ وہ سات زمینیں اوپر نیچے ہیں۔اور یہ احادیث سے ثابت ہے۔چنانچہ بخاری شریف میں روایت ہے کہ جس نے کسی کی ایک بالشت زمین ہتھیالی تو یہ زمین اور دوسری، تیسری، چوتھی، ساتویں زمین تک کے ٹکڑے اس کی گردن پر رکھے جائیں گے۔اوپر نیچے زمینیں ہوں گی اور میدانِ محشر میں اُٹھائے ہوئے ہوگا۔اور ترمذی شریف میں روایت ہے کہ اگر کوئی زنجیر لٹکائے وہ اس زمین کو چھید کر نیچے دوسری، تیسری، چوتھی، پانچویں، چھٹی اور ساتویں تک چلی جائے یہ رب تعالیٰ کے علم میں ہے۔تو اس روایت سے معلوم ہوا کہ زمینیں اُوپر نیچے ہیں۔

ایک اشکال اور اس کا جواب:

بعض ملحد قسم کے لوگ ایک اشکال پیش کرتے ہیں وہ بھی سمجھ لیں۔وہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے دو مرلے زمین چھین لی تو وہ اس چھوٹی سے گردن پر کیسے اُٹھائے گا؟ اگر کسی نے مربع زمین چھین لی، دو مربعے چھین لی تو وہ اس گردن پر کیسے اُٹھائے گا۔ایسا ہی سوال ایک ملحد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کیا تھا کہ حضرت! آپ ہمیں یہ احادیث سناتے

ہیں اگر کوئی شخص اُونٹ چرائے گا تو اس کی گردن پر ہوں گے، بکریاں چرائے گا اس کی گردن پر ہوں گی۔ تو حضرت! اگر ایک آدمی کسی کے دس اُونٹ چرائے تو وہ اپنے کندھے پر کہاں رکھے گا؟ بخاری شریف کی روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا احادیث کے ساتھ تمسخر نہ کیا کرو۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجرموں کے کندھے اتنے چوڑے کر دیئے جائیں گے کہ ایک کندھے سے گھوڑا چلے، دوسرے کندھے تک تین دن میں پہنچے گا۔ تو جس کا کندھا اتنا چوڑا ہو کہ ایک گھوڑا ایک طرف سے دوسری طرف تک تین دن میں مشکل سے پہنچے گا تو اس پر کتنی چیزیں آجائیں گی۔ ایک ایک مجرم کو بیٹھنے کے لیے اُحد پہاڑ کے برابر جگہ ملے گی۔

تو قرآن پاک میں سات آسمانوں کا ذکر تو متعدد مقامات پر ہے مگر زمینوں کا ذکر صرف اِسی جگہ ہے۔ تو فرمایا اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے پیدا کیے سات آسمان اور اتنی ہی زمینیں پیدا کیں يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ اترتا ہے حکم ان کے درمیان اللہ تعالیٰ کا۔ آسمانوں اور زمینوں میں رب تعالیٰ کا حکم چلتا ہے لِتَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ تاکہ تم جان لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا اور بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے علم کے لحاظ سے۔ نہ اس کی قدرت سے کوئی چیز باہر ہے اور نہ اس کے علم سے۔

بسم الله الرحمن الرحیم

تفسیر

سورۃ التحریم

(مکمل)

جلد ۲۰

آیاتها ۱۲ ۶۶ سُوْرَةُ التَّحْرِيْمِ مَدَنِيَّةٌ ۱۰۷ رکوعاتها ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝۲ وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝۳ اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ۝۴ عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا ۝۵

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! لِمَ تُحَرِّمُ آپ کیوں حرام قرار دیتے ہیں مَاۤ وہ چیز اَحَلَّ اللّٰهُ جو حلال کی ہے اللہ تعالیٰ نے لَكَ آپ کے لیے تَبْتَغِيْ آپ چاہتے ہیں مَرْضَاتَ رضا اَزْوَاجِكَ اپنی بیویوں کی وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا

مہربان ہے قَدْ فَرَضَ اللّٰہُ لَکُمْ تحقیق اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے
تمھارے لیے تَحِلَّۃَ اَیْمَانِکُمْ کھولتا ہے تمھاری قسموں کو وَاللّٰہُ
مَوْلٰکُمْ اور اللہ تعالیٰ تمھارا مولیٰ ہے وَھُوَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ اور وہی
سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اور جب چھپا کر کہی
نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِہٖ اپنی ایک بیوی سے حَدِیْثًا بات
فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِہٖ پس جب بتلا دی اس نے وہ بات وَاَظْھَرَہُ اللّٰہُ اور اللہ
تعالیٰ نے ظاہر کر دیا اس بات کو عَلَیْہِ پیغمبر پر عَرَّفَ بَعْضَہٗ اس
نے بتلا دی بعض وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ اور اعراض کیا بعض سے فَلَمَّا
نَبَّاَھَا بِہٖ پس جس وقت خبر دی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیوی کو اس بات کی
قَالَتْ اس نے کہا مَنْ اَنْۢبَاَکَ ھٰذَا کس نے خبر دی ہے آپ کو اس کی
قَالَ فرمایا نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ خبر دی مجھ کو جاننے والے خبردار نے
اِنْ تَتُوْبَآ اگر تم دونوں توبہ کرو اِلَی اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کی طرف فَقَدْ
صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا پس تحقیق مائل ہو چکے ہیں تمھارے دل وَاِنْ تَظٰھَرَا
عَلَیْہِ اور اگر تم چڑھائی کرو گی پیغمبر کے خلاف فَاِنَّ اللّٰہَ پس بے شک
اللہ تعالیٰ ھُوَ مَوْلٰہُ وہ آپ کا آقا ہے وَجِبْرِیْلُ اور جبریل علیہ السلام
وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ اور نیک مومن وَالْمَلٰٓئِکَۃُ اور فرشتے بَعْدَ ذٰلِکَ
ظَھِیْرٌ اس کے بعد امدادی ہیں عَسٰی رَبُّہٗٓ قریب ہے کہ اس کا رب

اِنْ طَلَّقَكُنَّ اگر وہ طلاق دے دے تم کو اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ تبدیل کردے گا
اس کے لیے اَزْوَاجًا عورتیں خَيْرًا مِّنْكُنَّ تم سے بہتر
مُسْلِمٰتٍ فرمانبردار مُّؤْمِنٰتٍ ایمان دار قٰنِتٰتٍ اطاعت کرنے
والیاں تٰٓئِبٰتٍ توبہ کرنے والیاں عٰبِدٰتٍ عبادت کرنے والیاں
سٰٓئِحٰتٍ ہجرت کرنے والیاں ثَيِّبٰتٍ بیاہی ہوئیں وَّاَبْكَارًا اور
کنواریاں۔

شانِ نزول :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نکاح میں آنے والی کل گیارہ بیویاں تھیں۔ دو کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی میں وفات ہوگئی۔ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے ہوتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کسی اور عورت سے نکاح نہیں کیا۔ حضرت زینب اُم المساکین رضی اللہ عنہا کچھ عرصہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نکاح میں رہ کر وفات پا گئیں۔ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دنیا سے رخصت ہوئے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس نو بیویاں اور دو لونڈیاں تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تمام بیویوں کو رہائش کے لیے چھوٹے چھوٹے کمرے بنا کر دیئے تھے۔ مسجد نبوی کی بائیں طرف (یعنی شرقی جانب) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا کمرہ وہی ہے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مرقد مبارک ہے۔ اسی لائن میں دوسرے کمرے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا معمول مبارک تھا کہ عصر کی نماز کے بعد تمام بیویوں سے حال اور ضرورت پوچھتے تھے کہ کسی شے کی ضرورت ہے۔ آخری کمرے کی طرف سے شروع فرماتے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے کمرے میں اختتام ہوتا تھا۔ ہر بیوی کے

پاس دو تین منٹ بیٹھتے اور پوچھتے کہ تمھیں کس چیز کی ضرورت ہے؟ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس کہیں سے شہد آیا وہ آپ کو پیش کر دیتیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہد بہت پسند تھا۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھاتے تھے۔ شہد کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فِيهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ [النحل:٦٩] "اس میں شفا ہے لوگوں کے لیے۔"

جس کے بارے میں رب نے شفا فرمایا ہے یقیناً اس میں شفا ہے۔ جالینوس یونانیوں کا بہت بڑا حکیم گزرا ہے۔ حکیم لوگ معدے کی اصلاح اور دردوں کے لیے جالینوس استعمال کراتے ہیں۔ جالینوس کہتا ہے کہ ٹھنڈی (سرد) بیماریوں کے لیے شہد سے زیادہ کوئی اچھی چیز نہیں ہے۔ نزلہ زکام، لقوہ، فالج، نمونیہ وغیرہ کے لیے شہد سے بہتر کوئی شے نہیں ہے۔ بعض دفعہ مفرد شہد کام آتا ہے اور بعض دفعہ دواؤں میں ملا کر استعمال کیا جاتا ہے۔

تو خیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہد سے بہت پیار تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہد بڑے شوق سے کھاتے تھے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا شہد نکال کر آپ کے سامنے رکھ دیتیں آپ کھاتے، دیر ہو جاتی۔ دوسری بیویوں کے پاس تھوڑی دیر بیٹھتے۔ چونکہ عصر اور مغربؒ کے درمیان وقت تھوڑا ہوتا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے آپس میں مشورہ کیا کہ پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس زیادہ دیر بیٹھتے تھے اور اب بالکل مختصر۔ وجہ کیا ہے؟ تلاش کرو۔ چنانچہ اس بات پر جب اُنھوں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہد پیش کرتی ہیں اس کے کھانے کی وجہ سے وہاں دیر ہو جاتی ہے اور بعد میں وقت تھوڑا رہ جاتا ہے۔ اُنھوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہم میں سے کسی کے پاس آئیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منہ مبارک کے قریب ہو کر کہہ

دے کہ حضرت مغافیر کی بو آ رہی ہے۔ مغافیر ایک پودے کا نام ہے جس سے گوند نکلتی ہے۔ اس سے قدرے بو آتی ہے۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بو سے سخت نفرت تھی تو اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہد کا استعمال چھوڑ دیں گے۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے تو اُنھوں نے قریب ہو کر کہہ دیا کہ حضرت! ایسا لگتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مغافیر کھایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمجھ گئے کہ ان کو شہد کھانا ناگوار گزرا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قسم اُٹھالی کہ آئندہ میں شہد استعمال نہیں کروں گا اگر میرے شہد کھانے سے تمھیں تکلیف ہوتی ہے۔ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ کسی اور کو نہ بتلانا۔ ان سے غلطی ہوئی کہ اُنھوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بتلا دیا۔ چونکہ دونوں کا راز ایک تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتلا دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیوی نے راز کی بات آگے بتلا دی ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو تنبیہ بھی فرمائی کہ میں نے کہا تھا آگے نہ بتلانا تم نے آگے بتلا دیا ہے۔ وہ کہنے لگیں حضرت! آپ کو کس نے بتلایا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے میرے رب نے بتلایا ہے جو علیم وخبیر ہے۔ یہ ہے اس سورۃ کا شانِ نزول۔

یہ ہجرت کے دسویں سال کا واقعہ ہے۔ اور نزول کے اعتبار سے اس سورۃ کا ایک سو ساتواں نمبر ہے۔ اس کے بعد صرف سات سورتیں نازل ہوئی ہیں۔ اس واقعہ سے کئی عقائد ثابت ہوتے ہیں۔

❀ اس سے پہلا عقیدہ تو یہ ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں کا بھی یہ عقیدہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب حاصل نہیں ہے۔ کیوں کہ اگر ان کا عقیدہ ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عالم الغیب ہیں تو کبھی آپس میں مشورہ نہ کرتیں کہ ایسا کہنا اور میں ایسے کہوں گی۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتلایا کہ تو نے راز نہیں رکھا آگے بتلا دیا ہے تو وہ یہ نہ پوچھتی کہ آپ کو کس نے بتلایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے رب تعالیٰ نے بتلایا ہے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں غائب کا عقیدہ ہوتا تو یہ پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ اور حاضر و ناظر کی بھی نفی ہوگئی۔

❀ دوسرا عقیدہ یہ ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حلال و حرام کا اختیار نہیں تھا۔ بلکہ حلال کرنا اور حرام کرنا یہ رب تعالیٰ کا کام ہے۔ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہد صرف اپنی ذات کے لیے حرام کیا تھا نہ امت کے لیے اور نہ ہی اپنے خاندان کے لیے۔ اور رب تعالیٰ نے اس پر پوری سورت نازل فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرمایا کہ جس چیز کو میں نے آپ کے لیے حلال کیا ہے آپ اس کو کیوں حرام کرتے ہیں؟ فرمایا قسم توڑ دو اور شہد کا استعمال کرو۔

ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھانا پیش کیا گیا۔ اس میں لہسن اور پیاز تھا۔ آج بھی لوگ لہسن اور پیاز کو سلاد کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تم کھاؤ میں نہیں کھاؤں گا۔ پوچھنے والوں نے پوچھا حضرت! یہ لہسن حرام ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس چیز کو رب تعالیٰ نے حلال کیا ہے میں اس کو حرام نہیں کر سکتا مگر اِنِّیْ اُنَاجِیْ مَنْ لَّمْ تُنَاجُوْا میرے پاس فرشتے آتے ہیں میں ان کے ساتھ گفتگو کرتا ہوں اور ان کو بدبو سے نفرت ہے اس لیے میں نہیں کھاتا۔ یہ حرام نہیں ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع ملی کہ علی (رضی اللہ عنہ) ابوجہل کی لڑکی کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے۔ یہ مسلمان ہوگئی تھی اور ہجرت کر کے مدینہ منورہ آگئی تھی۔ باپ تو بدر میں قتل ہو گیا تھا یہ بعد کی بات ہے۔ بخاری شریف کی روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی

رضی اللہ عنہ کو بلایا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ تو جویریہ ابوجہل کی لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ کیا یہ خبر صحیح ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خیال (ارادہ تو) ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں یہ نہیں کہتا کہ ابوجہل کی لڑکی تیرے لیے حلال نہیں ہے "لَسْتُ اُحَرِّمُ حَلَالًا" جس چیز کو رب تعالیٰ نے حلال کیا ہے میں اس چیز کو حرام نہیں کر سکتا" لیکن اللہ تعالیٰ کے نبی کی بیٹی اور اللہ تعالیٰ کے دشمن کی بیٹی اکٹھے نہیں رہ سکتیں۔ کیوں کہ میری بیٹی کا مزاج علیحدہ ہے اور اُس خاندان کا مزاج الگ ہے۔ میری بیٹی اس کے ساتھ گزارا نہیں کر سکتی۔

مزاج کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔ اگر میاں بیوی کا مزاج مل جائے تو وہ گھر جنت ہے۔ اور اگر مزاج نہ ملے تو دوزخ ہے۔ میاں بیوی کے لیے بھی اور بچوں کے لیے بھی۔ اسی لیے شریعت نے کفو کا مسئلہ رکھا ہے کہ رشتہ کرتے وقت خاندان اور برادری کا لحاظ رکھو۔ آج لوگ عموماً بعض اور چیزیں دیکھ کر رشتے کر لیتے ہیں۔ پھر بڑی بدمزگیاں پیدا ہوتی ہیں۔ لہٰذا اپنا مزاج، سسرال کا مزاج، لڑکی کا مزاج اور لڑکے کا مزاج دیکھ کے رشتہ کرنا چاہیے۔

تو فرمایا ابوجہل کی بیٹی تمھارے لیے حلال ہے میں حرام نہیں کر سکتا لیکن میری بیٹی کا اس کے ساتھ گزارا نہیں ہو سکے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت! میری توبہ فاطمہ کی موجودگی میں مَیں کسی اور کے ساتھ کبھی نکاح نہیں کروں گا۔ چنانچہ جب تک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا زندہ رہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اور کوئی نکاح نہیں کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے چھ ماہ بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی وفات پا گئیں۔ اس کے بعد پھر اور نکاح کیے ہیں۔

تو حلال حرام کرنا بھی رب تعالیٰ کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

یَاۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! لِمَ تُحَرِّمُ کیوں حرام قرار دیتے ہیں مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ جو چیز حلال کی ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے۔ جو چیز شرعاً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے حلال تھی آپ نے اس کو کیوں حرام قرار دیا ہے تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ آپ چاہتے ہیں اپنی بیویوں کی رضا۔ دیکھو! کتنے سخت الفاظ ہیں کہ بیویوں کی رضا کے لیے میری حلال چیز کو حرام کر دیا وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تحقیق فرض کر دیا ہے اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے تَحِلَّةَ اَیْمَانِكُمْ کھولنا تمھاری قسموں کو۔ (تمھاری قسموں کا) توڑنا رب تعالیٰ نے فرض کیا ہے۔

مسئلہ :

مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی یہ کہے کہ میں فلاں چیز نہیں کھاؤں گا یا وہ میرے لیے حرام ہے۔ تو اس پر قسم کا کفارہ آئے گا۔ اگر کسی حلال چیز کو حرام کہہ دے تو اس کو قسم کا کفارہ دینا پڑے گا۔ کفارے کا ذکر ساتویں پارے میں موجود ہے۔ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے یا کپڑے پہنانا ہے یا غلام آزاد کرنا ہے۔ جس آدمی میں ان چیزوں کی ہمت نہ ہو تو وہ تین روزے رکھ لے۔

تو فرمایا تحقیق اللہ تعالیٰ نے فرض کر دیا ہے تمھارے لیے تمھاری قسموں کا توڑنا وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ اور اللہ تعالیٰ تمھارا آقا ہے وَهُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ اور وہی جاننے والا حکمت والا ہے وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اور جس وقت چھپا کر کہی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا اپنی ایک بیوی سے بات۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ میں نے اپنی ذات کے لیے شہد حرام کر لیا ہے یہ بات تمھارے تک محدود رہے اور کسی کو نہ بتلانا

فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ پس جس وقت بتلادی اس نے وہ بات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے شہد حرام کرلیا ہے وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ اور اللہ تعالیٰ نے ظاہر کردیا اس بات کو پیغمبر پر کہ آپ کی بیوی حفصہ رضی اللہ عنہا نے وہ خبر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بتلادی ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہ کے طور پر اس بات کا کچھ حصہ اپنی بیوی پر ظاہر کردیا کہ تم نے شہد والا قصہ آگے چلادیا ہے وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ اور اعراض کیا کچھ حصے سے، اس کو ظاہر نہ کیا۔ پوری بات نہ بتلائی کہ میں نے شہد حرام کیا تھا اور تجھے کہا تھا کہ آگے نہ بتلانا۔ وہ سارا قصہ آگے بیان نہ کیا۔ مثلاً: فرمایا کہ تم نے شہد والا قصہ آگے چلادیا۔ سارا واقعہ اس لیے نہ دُہرایا کہ بی بی زیادہ شرمندہ نہ ہو۔

فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ پس جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی بیوی کو اس بات کی کہ تم نے بات آگے بتلادی ہے قَالَتْ وہ کہنے لگی مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا کس نے خبر دی ہے آپ کو اس بات کی کہ میں نے آگے بتلادی ہے قَالَ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نَبَّاَنِیَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ خبر دی مجھ کو جاننے والے خبردار نے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہوتے تو فرماتے تجھے علم نہیں ہے کہ میں غیب دان ہوں کسی کو مجھے بتلانے کی کیا ضرورت ہے؟ مگر فرمایا مجھے علیم وخبیر نے خبر دی ہے۔

اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى اللّٰهِ اگر تم دونوں توبہ کرو اللہ تعالیٰ کی طرف عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حفصہ رضی اللہ عنہا فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا پس تحقیق تم دونوں کے دل توبہ کی طرف مائل ہیں۔ غلطی تو تم دونوں نے کی ہے لیکن وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ اور اگر تم چڑھائی کروگی پیغمبر کے خلاف، ضد پر اَڑی رہوگی تو یاد رکھو فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ پس بے شک اللہ تعالیٰ وہ اس کا آقا ہے وَجِبْرِيْلُ اور جبریل علیہ السلام آپ کے ساتھ ہیں وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ

اور نیک مومن سب آپ کے ساتھ ہیں وَالْمَلٰٓئِکَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِیْرٌ اور فرشتے اس کے بعد امدادی ہیں۔ اس لیے غلطی کا اقرار کرو اور توبہ کرو رب سے معافی مانگو عَسٰی رَبُّهٗٓ قریب ہے کہ اس کا رب تبارک وتعالیٰ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اگر بالفرض وہ تمھیں طلاق دے دے اَنْ یُّبْدِلَهٗٓ تو وہ اللہ تعالیٰ تبدیل کر دے گا اس کے لیے اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْكُنَّ عورتیں تم سے بہتر۔ یہ نہ سمجھو کہ ہم ہی ہیں۔ ہوسکتا ہے رب تعالیٰ تم سے بہتر بیویاں دے دے۔

ان کی خوبیاں کیا ہوں گی؟ مُسْلِمٰتٍ فرماں بردار ہوں گی اللہ تعالیٰ کے احکامات کی۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کی پابندی کرنے والیاں ہوں گی مُّؤْمِنٰتٍ ایمان لانے والیاں ہوں گی جن چیزوں پر ایمان لانے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے قٰنِتٰتٍ اطاعت کرنے والیاں ہوں گی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی۔ عام بیویوں کا بھی یہی حکم ہے کہ اپنے خاوند کی جائز کاموں میں اطاعت کرنے والی ہوں۔ تٰٓئِبٰتٍ توبہ کرنے والیاں ہوں گی۔ حدیث پاک میں آتا ہے بَنِیْ اٰدَمَ کُلُّکُمْ خَطَّاءُوْنَ "تم سب اولادِ آدم خطا کار ہو وَ خَیْرُ الْخَطَّائِیْنَ اَلتَّوَّابُوْنَ اور بہترین خطا کار وہ ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں۔"

عٰبِدٰتٍ عبادت کرنے والیاں ہوں گی سٰٓئِحٰتٍ ہجرت کرنے والیاں ہوں گی۔ سَاحَ یَسِیْحُ سیاحة کا معنیٰ ہے سفر کرنا۔ بعض مفسرین نے سٰٓئِحٰتٍ کا معنیٰ کیا ہے روزے رکھنے والیاں ہوں گی۔ یعنی نفلی روزے کثرت سے رکھیں گی ثَیِّبٰتٍ بیاہی ہوئی ہوں گی۔ یعنی جن کی پہلے شادی ہو چکی ہوگی، بیوہ ہوں گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ جتنی عورتیں آئیں سب بیوہ تھیں۔ کسی کا

خاوند فوت ہو گیا تھا اور کوئی مطلقہ تھی۔ صرف حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کنواری تھیں۔ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے پہلے دو خاوند فوت ہو چکے تھے اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ اُنھوں نے طلاق دی پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح کیا۔ وَّاَبْكَارًا باکرہ کی جمع ہے۔ اور کنواریاں بھی دے سکتا ہے۔ لہٰذا تم اپنی غلطی پر اصرار نہ کرو رب تعالیٰ سے معافی مانگو۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَیْهَا مَلٰٓىٕكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ۝ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْیَوْمَؕ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۝ع یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًاؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ یُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَ یُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُۙ یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰهُ النَّبِیَّ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗۚ نُوْرُهُمْ یَسْعٰى بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ بِاَیْمَانِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَ اغْفِرْ لَنَاۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۝

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو قُوْۤا بچاؤ اَنْفُسَكُمْ اپنی جانوں کو وَ اَهْلِیْكُمْ اور اپنے گھر والوں کو نَارًا دوزخ کی آگ سے وَّقُوْدُهَا جس کا ایندھن النَّاسُ انسان ہوں گے وَالْحِجَارَةُ اور پتھر ہوں گے عَلَیْهَا مَلٰٓىٕكَةٌ اس پر مقرر ہوں گے فرشتے غِلَاظٌ سخت دل والے شِدَادٌ سخت پکڑ والے لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ نہیں نافرمانی کریں گے اللہ تعالیٰ کی مَاۤ اَمَرَهُمْ جو ان کو حکم دے گا وَیَفْعَلُوْنَ اور کرتے ہیں مَا یُؤْمَرُوْنَ جو ان کو حکم دیا جاتا ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا اے وہ لوگو جو کافر ہو لَا تَعْتَذِرُوا الْیَوْمَ مت عذر پیش کرو آج کے دن اِنَّمَا تُجْزَوْنَ بے شک تم کو بدلہ دیا جائے گا

مَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ اس چیز کا جو تم کرتے تھے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تُوۡبُوۡۤا اِلَى اللّٰهِ رجوع کرو تم اللہ تعالیٰ کی طرف تَوۡبَةً نَّصُوۡحًا رجوع کرنا اخلاص کے ساتھ عَسٰی رَبُّکُمۡ قریب ہے کہ تمہارا رب اَنۡ یُّکَفِّرَ عَنۡکُمۡ کہ مٹا دے تم سے سَیِّاٰتِکُمۡ تمہاری برائیاں وَیُدۡخِلَکُمۡ اور داخل کرے گا تم کو جَنّٰتٍ ایسے باغوں میں تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ جاری ہیں ان کے نیچے نہریں یَوۡمَ لَا یُخۡزِی اللّٰهُ النَّبِیَّ جس دن نہیں رسوا کرے گا اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے اس کے ساتھ نُوۡرُهُمۡ یَسۡعٰی ان کا نور دوڑ رہا ہوگا بَیۡنَ اَیۡدِیۡهِمۡ ان کے آگے وَبِاَیۡمَانِهِمۡ اور ان کے دائیں طرف یَقُوۡلُوۡنَ وہ کہیں گے رَبَّنَاۤ اے ہمارے رب اَتۡمِمۡ لَنَا نُوۡرَنَا مکمل کر دے ہمارے نور کو وَاغۡفِرۡ لَنَا اور ہمیں بخش دے اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ بے شک آپ ہر چیز پر قادر ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے مومنوں کو خطاب کیا ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تمہیں دو حکم ہیں قُوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ بچاؤ اپنی جانوں کو نَارًا آگے آ رہا ہے، دوزخ کی آگ سے وَاَهۡلِیۡکُمۡ نَارًا اور اپنے گھر والوں کو، اہل وعیال کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ ایک حکم یہ کہ اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ نیک عمل کر کے اور برے عملوں سے بچ کر۔ یہ موٹی موٹی چیزیں ہیں دوزخ سے بچانے والی کہ ایمان کے ساتھ عمل بھی کرو کہ جو چیزیں دوزخ میں لے جانے کا سبب ہیں قولی ہوں یا فعلی ہوں ان

سے اپنے آپ کو بھی بچاؤ اور اپنے اہل وعیال کو بھی بچاؤ۔ یہ دو فرض ہیں تمھارے۔ خود کو دوزخ سے بچانا اور جن جن پر تمھارا اثر ہے، بیوی ہے، اولاد ہے، چھوٹے بہن بھائی ہیں، تمھارے شاگرد اور ملازم ہیں، مرید ہیں، ان کو بھی دوزخ کی آگ سے بچانا۔ اگر تم نے اس میں کوئی کوتاہی کی کہ خود تو اچھے عمل کرتے رہے لیکن اہل وعیال کا فکر نہ کیا تو عذاب سے نہیں بچ سکتے۔

مسئلہ :

مسئلہ سمجھ لیں۔ اگر مرنے والا گھر والوں پر مسئلہ واضح کر کے نہیں گیا کہ آواز کے ساتھ رونا گناہ ہے تو اس کے مرنے کے بعد جب گھر والے روئیں گے تو اس کو عذاب ہوگا۔ بخاری اور مسلم میں روایت ہے اِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ اَهْلِهٖ عَلَيْهِ "بے شک میت کو عذاب دیا جاتا ہے گھر والوں کو اس پر رونے کی وجہ سے۔" یہ رو رہے ہیں اور اس کی پٹائی ہو رہی ہے۔ یہاں اشکال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ النجم آیت نمبر ۳۸ میں ضابطہ بیان فرمایا ہے اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى "کہ نہیں اُٹھائے گا کوئی بوجھ اُٹھانے والا دوسرے کا بوجھ۔" تو روتے تو گھر والے ہیں۔ بیوی روتی ہے، اولاد روتی ہے بہن بھائی روتے ہیں۔ اس کو کیوں سزا ہوتی ہے ان کی وجہ سے؟

فقہائے کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اس کو سزا اس لیے ہوتی ہے کہ اس نے گھر والوں کو مسئلہ نہیں بتلایا۔ گھر والوں کو سمجھانا اس کا فریضہ تھا کہ گھر والوں کو بتاتا کہ آواز کے ساتھ نہیں رونا۔ تو اس کو سزا اپنے فریضے میں کوتاہی کی وجہ سے ہوتی ہے۔ دیکھنا! کسی کے مرنے پر نہ رونا تو انسان کے اختیار میں نہیں ہے آنسو جاری ہو گئے کوئی گناہ نہیں ہے۔ آواز سے رونا منع ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا وَاَنْتَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ "حضرت! آپ بھی روتے ہیں؟ حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رونے سے منع فرمایا ہے وَاَشَارَ اِلٰی لِسَانِہٖ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زبان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ میں نے زبان کے ساتھ رونے سے منع کیا ہے۔" آنکھوں میں آنسوؤں کا آجانا رب تعالیٰ کی رحمت ہے گناہ نہیں ہے، دل میں صدمہ ہو گناہ نہیں ہے، طبیعت پریشان ہو گناہ نہیں ہے۔

تو اگر مرنے والے نے زبان سے رونے سے منع نہیں کیا تو اس کو سزا ہوگی اپنی کوتاہی کی وجہ سے۔ اور جو مسئلہ واضح کر کے گیا ہے اس کو سزا نہیں ہوگی۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو عورت آواز کے ساتھ روئی، نوحہ کیا، بین کیا اور بغیر توبہ کے مر گئی اس کو گندھک کا کرتہ پہنا کر دوزخ میں پھینکا جائے گا۔ گندھک کو آگ جلدی پکڑتی ہے۔ تو آواز کے ساتھ رونا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔

تو فرمایا اپنے آپ کو بھی آگ سے بچاؤ اور اپنے اہل وعیال کو بھی دوزخ کی آگ سے بچاؤ وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ جس کا ایندھن انسان ہوں گے اور پتھر ہوں گے۔ وہاں انسان اور پتھر ایسے جلیں گے جیسے خشک لکڑیاں جلتی ہیں عَلَیْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ غِلَاظ غَلِیْظٌ کی جمع ہے۔ غلیظ عربی میں سخت دل والے کو کہتے ہیں۔ اور شِدَاد شَدِیْدٌ کی جمع ہے۔ شدید اُسے کہتے ہیں جو پکڑ میں سخت ہو۔ تو معنیٰ ہوگا اس پر مقرر ہوں گے فرشتے سخت دل والے اور سخت پکڑ والے لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ وہ نافرمانی نہیں کرتے اللہ تعالیٰ کی مَآ اَمَرَهُمْ ان چیزوں میں جن کا وہ ان کو حکم دیتا

ہے۔ اللہ تعالیٰ جو ان کو حکم دیتا ہے وہ پورا کرتے ہیں وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ اور کرتے ہیں جو ان کو حکم دیا جاتا ہے رب تعالیٰ کی طرف سے۔

پہلے مومنوں کا ذکر تھا اور اب کافروں کا ذکر ہے۔ فرمایا يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اے وہ لوگو جو کافر ہو لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ مت عذر پیش کرو آج کے دن۔ قیامت والے دن کافر عجیب عجیب عذر پیش کریں گے۔ کبھی کہیں گے رَبَّنَاۤ اِنَّاۤ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا [الاحزاب: ۶۷] "اے ہمارے رب بے شک ہم نے اطاعت کی اپنے سرداروں کی اور اپنے بڑوں کی پس اُنھوں نے ہمیں گمراہ کیا سیدھے راستے سے۔ اے رب ہمارے اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ ان کو دگنا عذاب دے۔" ہمارا عذاب بھی ان کو دے۔ اور کبھی کہیں گے وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ "قسم ہے اللہ تعالیٰ کی اے رب ہمارے نہیں تھے ہم شرک کرنے والے۔" [الانعام: ۲۳]

جو کچھ ہم کرتے رہے ہیں اس کو تو ہم شرک ہی نہیں سمجھتے تھے۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے میں نے عقل دی تھی، سمجھ دی تھی، تمھاری طرف پیغمبر بھیجے، کتابیں نازل کیں مگر تم نے کسی چیز کی پروانہ کی اور خواہشات کے پیچھے دوڑتے رہے۔ تمھاری ان معذرتوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ یہاں نہ توبہ ہے اور نہ ایمان ہے۔ ان تمام چیزوں کا تعلق دنیا کے ساتھ تھا۔ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ بے شک تم کو بدلہ دیا جائے گا اس چیز کا جو تم کرتے تھے دنیا میں۔ یہ دار الجزاء ہے۔ دنیا میں ہی توبہ کر سکتے تھے، ایمان لا سکتے تھے، نیکی کر سکتے تھے، غرغرے سے پہلے نزع کی حالت سے پہلے انسان سچے دل سے توبہ کرے تو قبول ہے اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا۔ مثلاً: ابھی تم نے حدیث سنی کہ جو عورت آواز سے روئے گی اس کو گندھک کا کرتہ پہنا کر جہنم میں ڈالا جائے گا۔ اور یہ عورت کی

تخصیص اس لیے ہے کہ ان میں صبر کا مادہ کم ہوتا ہے۔حکم مرد کے لیے بھی یہی ہے۔جو مرد آواز سے رویا اور توبہ نہ کی تو مرنے کے بعد گندھک کا کرتہ پہنا کر دوزخ کے حوالے کیا جائے گا۔زندگی میں توبہ کرلیں تو اللہ تعالیٰ معاف کردے گا۔حقوق اللہ میں سے جو بھی حق ضائع کیا ہے قاعدے کے مطابق توبہ کرے اللہ تعالیٰ معاف کردے گا۔اگر کسی کی حق تلفی کی ہے تو توبہ سے معافی نہیں ہوگی جب تک صاحبِ حق کا حق ادا نہیں کرے گا۔

پھر مومنوں کو خطاب ہے۔فرمایا یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو، توبہ کرو تَوْبَةً نَّصُوْحًا توبہ اخلاص کے ساتھ۔خالص دل سے توبہ کرو اور خالص دل سے توبہ وہ ہوتی ہے کہ جس گناہ سے توبہ کی ہے پھر وہ گناہ نہ کرے۔اگر پھر کرتا ہے تو پھر توبہ تو نہ ہوئی۔

ہماری توبہ اور تمیزہ بی بی کا وضو :

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ بڑے بزرگوں میں سے ہیں۔ان کی مثنوی شریف اب تک پڑھی پڑھائی جاتی تھی۔وہ مثنوی شریف میں ایک واقعہ نقل کرتے ہیں کہ ایک بزرگ قحبہ خانہ کے پاس سے گزر رہے تھے۔ایک عورت بڑی خوب صورت جس کا نام تمیزہ تھا وہاں بیٹھی تھی۔ان کے دل میں خیال آیا کہ رب تعالیٰ نے اس کو عمدہ شکل دی ہے یہ دوزخ میں جائے اچھی بات نہیں ہے۔اس کو سمجھانا چاہیے۔تو انھوں نے تمیزہ بی بی کو نصیحت کی کہ دیکھو! رب تعالیٰ نے تجھے جسم دیا ہے اچھی صورت دی ہے، صحت دی ہے، رب تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرو۔اس بات کا اس کے دل پر اثر ہوا۔اس نے توبہ کی۔اس بزرگ نے اس کو وضو کا طریقہ بتلایا کہ اس طرح سے وضو کرو، پھر نماز پڑھو اور نماز کا طریقہ بھی بتلایا کہ اس طرح سے نماز پڑھو۔ایک سال کے بعد اُدھر سے گزر ہوا تو خیال آیا کہ تمیزہ کا حال

پوچھوں کہ توبہ پر قائم ہے یا نہیں۔ اس سے پوچھا بی بی! تم نماز پڑھتی ہو؟ اس نے کہا کہ جس دن سے آپ نے شروع کرائی ہے اس دن سے لے کر آج تک میں نے نماز نہیں چھوڑی۔ فرمایا وضو بھی کرتی ہو؟ کہنے لگی وضو تو آپ نے کرا دیا تھا۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ واقعہ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ہماری توبہ بھی تمیزہ بی بی کا وضو ہے کہ ایک دفعہ کرلو پھر کچھ بھی ہو نہیں ٹوٹتا۔ اس کا وضو پیشاب پاخانے سے بھی نہ ٹوٹا۔ یہی حال ہے ہماری توبہ کا کہ ہم توبہ کرکے سارے گناہ کرتے رہتے ہیں اور ہماری توبہ نہیں ٹوٹتی۔

تو فرمایا توبہ کرو اخلاص کے ساتھ پھر وہ گناہ نہ ہو عَسٰى رَبُّكُمْ قریب ہے کہ تمھارا رب اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ مٹادے گا تمہاری خطائیں۔ توبہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ تمھارے وہ گناہ معاف کردے گا جو توبہ سے معاف ہوتے ہیں۔ اور جو محض توبہ سے معاف نہیں ہوتے ان کی معافی نہیں ہے مگر ان کے ادا کرنے کے ساتھ۔ جیسے: نماز ہے، روزہ ہے، حقوق العباد ہیں۔ یہ قضا کرنے سے معاف ہوں گے وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ اور داخل کرے گا تمھیں ایسے باغوں میں جاری ہوں گی مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ان کے نیچے نہریں۔ کوثر کی نہر، سلسبیل کی نہر، کافور کی اور زنجبیل کی، شہد اور دودھ کی نہر ہوگی، شرابِ طہور کی نہر ہوگی، خالص پانی کی نہر ہوگی۔ عجیب قسم کا نقشہ ہوگا۔ ان نعمتوں اور خوشیوں کا آج ہم تصور بھی نہیں کرسکتے اور نہ ہمارے تصور میں آسکتی ہیں۔

اسی طرح جہنم کا عذاب اور اس کی پریشانیاں بھی ہمارے تصور میں نہیں آسکتیں کہ دوزخ کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہوگی اور انسان اس میں زندہ رہیں گے۔ اس میں سانپ بھی ہوں گے، بچھو بھی ہوں گے خچر خچر کے برابر۔ تھوہر اور ضریع کے

درخت بھی ہوں گے۔ ظاہر بات ہے کہ عقل تو نہیں مانتی۔ اسی لیے سطحی قسم کے لوگ ان چیزوں کا انکار کرتے ہیں مانتے نہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ پر ایمان پختہ ہو تو سب کچھ ماننا پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ کر سکتا ہے وہ قادر مطلق ہے۔ آخرت کو دنیا پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ دنیا میں دودھ کی نہر چل رہی ہو کوئی نہیں مانتا لیکن وہاں ہمیشہ چلے گی اور دودھ دودھ ہی رہے گا۔ نہ دہی بنے گا اور نہ کھٹا ہوگا۔ ایک ایک جنتی کو ساٹھ ساٹھ میل کے رقبے میں کوٹھیاں ملیں گی۔ یہ باتیں ہم یہاں تو نہیں سمجھ سکتے مگر سب کچھ ہوگا۔

فرمایا یَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ جس دن نہیں رسوا کرے گا اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ اور ان لوگوں کو بھی جو ایمان لائے اس کے ساتھ رسوا نہیں کرے گا۔ جو دوزخ میں ڈالا گیا رسوا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کو بھی رسوا نہیں کریں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب مومنین کو بھی رسوا نہیں کریں گے بلکہ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ ان کا نور دوڑ رہا ہوگا ان کے آگے۔ یہ جس وقت قبروں سے نکلیں گے تو نورِ ایمان، نورِ اسلام، نورِ توحید، نورِ سنت حسی طور پر آگے ہوگا۔ جیسے گاڑی کے آگے بتیاں ہوتی ہیں یا جیسے ہمارے سامنے یہ ٹیوبیں جل رہی ہیں وَبِاَيْمَانِهِمْ اور ان کے دائیں طرف دوڑ رہا ہوگا۔

منافقوں کے لیے نور نہیں ہوگا۔ مومن جب چلیں گے تو منافق اندھیرے میں ہوں گے مومنوں کو کہیں گے اُنْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا [الحدید:۱۲] "دیکھو ہماری طرف دھیان کرو تاکہ ہم بھی روشنی حاصل کرلیں تمہاری روشنی سے، کہا جائے گا لوٹ جاؤ پیچھے پس تلاش کرو روشنی۔" وہ بے وقوف سمجھیں گے کہ شاید یہیں میدانِ محشر میں چند قدم پیچھے سے نور ملتا ہے۔ مگر پیچھے سے

مراد تو یہ ہوگا کہ دنیا سے ملتا ہے اب یہاں نہیں ملے گا۔ منافق پیچھے مڑ کر دیکھیں گے تو درمیان میں دیوار حائل کردی جائے گی۔ منافق اندھیرے میں رہ جائیں گے۔

آگے نور اس لیے ہوگا کہ آدمی کو چلنے کے لیے آگے (سامنے) روشنی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور دائیں طرف اس لیے ہوگا کہ مومن کو نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں پکڑایا جائے گا۔ فرشتے سامنے سے آکر بڑے ادب واحترام سے، پیار محبت سے سلام کریں گے اور دائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال دیں گے۔ اور منافقوں، کافروں اور مشرکوں کو پیچھے سے بائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال پکڑائیں گے بڑے بُرے حال کے ساتھ۔ جیسے کوئی ناراضگی کی حالت میں کوئی شے کسی کو پکڑاتا ہے۔ اس وقت وہ کہے گا یٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ [الحاقہ: پارہ ۲۹] "کاش کہ میرا اعمال نامہ مجھے نہ دیا جاتا وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ اور میں نہیں جانتا میرا احساب کیا ہے؟" وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ "اور جس دن کاٹے گا ظالم اپنے ہاتھوں کو يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا [الفرقان: ۲۷] کہے گا کاش کہ میں نے پکڑ لیا ہوتا رسول کے ساتھ راستہ۔" فلاں کے ساتھ دوستی نہ ہوتی اس نے میرا بیڑا غرق کردیا لیکن اس وقت اس واویلا کا فائدہ نہیں ہوگا۔ یہ ساری باتیں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بیان فرمائی ہیں اور واضح کردی ہیں تا کہ کل کو کوئی پچھتائے

تو فرمایا ایمان والوں کے سامنے اور دائیں طرف نور دوڑتا ہوگا يَقُوْلُوْنَ کہیں گے رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا اے ہمارے رب مکمل کردے ہمارے نور کو۔ جہاں تک ہم نے جانا ہے وہاں تک ہمارے نور کو مکمل کردے۔ کیوں کہ رب تعالیٰ کی عدالت وہاں سے کافی دور ہوگی۔ مشرق، مغرب، شمال، جنوب سے سب آئیں گے وَاغْفِرْ لَنَا

اور ہمیں بخش دے اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ بے شک آپ ہر چیز پر قادر ہیں۔اب وقت ہے ایمان کو قوی کرو، اعمالِ صالحہ اپناؤ، گناہوں سے بچو۔کل معذرت قبول نہیں ہوگی۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۚ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۹﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ۚ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ﴿۱۰﴾ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۱﴾ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ﴿۱۲﴾

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جَاهِدِ الْكُفَّارَ آپ جہاد کریں کافروں کے ساتھ وَالْمُنٰفِقِيْنَ اور منافقوں کے ساتھ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ اور ان پر سختی کریں وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ اور ٹھکانا ان کا دوزخ ہے وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ اور بہت برا ٹھکانا ہے ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا بیان کی اللہ تعالیٰ نے ایک مثال لِّلَّذِيْنَ اُن لوگوں کے لیے كَفَرُوا جو کافر ہیں امْرَاَتَ نُوْحٍ نوح علیہ السلام کی بیوی کی وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ اور لوط علیہ السلام کی بیوی کی كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ تھیں

دونوں ہمارے دو نیک بندوں کے نکاح میں فَخَانَتٰهُمَا پس ان دونوں نے خیانت کی فَلَمْ یُغْنِیَا عَنْهُمَا پس نہ کام آئے وہ دونوں ان دونوں کے لیے مِنَ اللّٰهِ شَیْـًٔا اللہ تعالیٰ کے سامنے کچھ بھی وَّقِیْلَ اور کہا گیا ادْخُلَا النَّارَ داخل ہو جاؤ تم دونوں آگ میں مَعَ الدّٰخِلِیْنَ داخل ہونے والوں کے ساتھ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا اور بیان کی اللہ تعالیٰ نے ایک مثال لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ہیں امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ فرعون کی بیوی کی اِذْ قَالَتْ جس وقت کہا اُس نے رَبِّ ابْنِ لِیْ اے میرے رب بنا میرے لیے عِنْدَكَ اپنے پاس بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ گھر جنت میں وَنَجِّنِیْ مِنْ فِرْعَوْنَ اور نجات دے مجھے فرعون سے وَعَمَلِهٖ اور اس کی کارروائی سے وَنَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ اور نجات دے مجھے ظالم قوم سے وَمَرْیَمَ اور مریم کی مثال بیان کی ابْنَتَ عِمْرٰنَ عمران کی بیٹی الَّتِیْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا جس نے حفاظت کی اپنی شرم گاہ کی فَنَفَخْنَا فِیْهِ پس پھونک ماری ہم نے اس کے بدن میں مِنْ رُّوْحِنَا اپنی طرف سے روح وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا اور اس نے تصدیق کی اپنے رب کے کلمات کی وَكُتُبِهٖ اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِیْنَ اور تھی اطاعت کرنے والیوں میں سے۔

منافقین کے ساتھ جہاد کا حکم :

عقائد ضروریہ میں سے کسی شے کا اگر کوئی انکار کرے تو وہ کافر ہے۔ اور جو زبان سے تو اقرار کرے اور دل سے تسلیم نہ کرے وہ منافق ہے۔ کچھ منافق ایسے تھے کہ نشانیوں سے، علامتوں سے، اور ان کی کارروائیوں سے ان کا نفاق واضح تھا۔ اور ایسے منافق بھی تھے جو منافقت میں بہت سخت تھے۔ ان کی منافقت کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا۔ سورۂ توبہ آیت نمبر ۱۰۱ میں ہے لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ "آپ ان کو نہیں جانتے ہم ان کو جانتے ہیں۔" ان کا علم اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی کو نہیں تھا۔

اور جن کا نفاق نشانیوں، علامتوں اور کارروائیوں سے ظاہر تھا ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کے ساتھ جہاد کرو اور یہ جہاد زبانی ہے، تلوار کے ساتھ نہیں ہے۔ تلوار کے ساتھ نہ ہونے کی وجہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت! ہم کافروں کے ساتھ لڑنے کے لیے دور دراز کا سفر کرتے ہیں تو جن لوگوں کا منافق ہونا معلوم ہے ان کے ساتھ کیوں نہ لڑیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کے ساتھ تلوار کا جہاد نہیں ہے۔ کیوں اگر ہم نے ان کے ساتھ تلوار کا جہاد کیا تو اِنَّ النَّاسَ يَتَحَدَّثُوْنَ اَنَّ مُحَمَّدًا ﷺ يَقْتُلُ اَصْحَابَهٗ "لوگ کہیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کو قتل کرتا ہے۔"

یہ لوگ کلمہ بھی پڑھتے ہیں زبانی طور پر، نمازیں بھی پڑھتے ہیں، بہ ظاہر روزے بھی رکھتے ہیں۔ دوسرے نیکی کے کاموں میں حصہ بھی لیتے ہیں۔ اگر ان کو قتل کیا گیا تو سطحی قسم کے لوگ کہیں گے کہ کلمہ پڑھنے والوں قتل کیا گیا ہے کیوں کہ دنیا میں سمجھ دار لوگ بہت کم ہوتے ہیں۔ اکثریت سطحی ذہن رکھنے والوں کی ہوتی ہے۔ تو کافروں کے ساتھ

جہاد تلوار کے ساتھ ہے اور منافقوں کے ساتھ زبان کے ساتھ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ جہاد کریں کافروں کے ساتھ اور منافقوں کے ساتھ وَ اغْلُظْ عَلَیْهِمْ اور ان پر سختی کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طبعاً بہت نرم مزاج تھے۔ سورۂ آل عمران آیت نمبر ۱۵۹ میں ہے فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ "پس اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے آپ ان کے لیے نرم ہیں وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ اور اگر آپ سخت مزاج اور تنگ دل ہوتے تو یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے منتشر ہو جاتے۔" تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مزاج مبارک بہت نرم تھا جس سے منافق غلط فائدہ اُٹھاتے تھے۔ کہتے تھے کہ ہم غلطی کریں بھی تو کس نے پوچھنا ہے؟ یہ بڑے نرم مزاج ہیں نہیں پوچھتے۔

تو انتظامی اُمور میں نرمی سے بہت زیادہ بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر غلطی پر سختی نہ کی جائے تو دنیا کا نظام نہیں چلتا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ ان پر سختی کریں وَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ اور ٹھکانا ان کا دوزخ ہے۔ اور کیا پوچھتے ہو؟ وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ اور بہت بُرا ٹھکانا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہر مسلمان مرد و عورت کو بچائے اور محفوظ رکھے۔

محض نسبت کام نہیں آئے گی :

آگے اللہ تعالیٰ نے ایک بڑی اہم بات سمجھائی ہے کہ نیکوں کے ساتھ نسبت تب کام آئے گی کہ تم بھی نیک ہو۔ تمھارا ایمان اور عمل درست ہو۔ اگر تمھارا ایمان اور عمل درست نہیں ہے تو پھر نیکوں کے ساتھ نسبت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ نیک لوگوں کے

ساتھ نسبت ہے اور اپنا ایمان اور عمل بھی صحیح ہے تو پھر سونے پر سہاگا ہے، نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ہے۔ مثلاً: ایک آدمی سید ہے آنحضرت ﷺ کی اولاد ہے، صحیح العقیدہ ہے، نماز روزے کا پابند ہے۔ تو پھر آنحضرت ﷺ کی اولاد ہونے کا شرف اور نسبت نورٌ علیٰ نور ہے۔ لیکن اگر خدانخواستہ سید ہے اور عقیدہ خراب ہے، بے نماز ہے، روزہ نہیں رکھتا، بھنگ چرس پیتا ہے تو حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا چھ قسم کے آدمی ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور میں بھی اُن پر لعنت بھیجتا ہوں۔ ان چھ میں سے ایک وہ ہے جو میری اولاد میں سے ہو کر دین کی پابندی نہیں کرتا۔ رب تعالیٰ کے ہاں بھی ملعون ہے اور میں بھی اس پر لعنت بھیجتا ہوں۔ کیوں کہ میری اولاد ہونے کا معنیٰ تو یہ تھا کہ یہ میرے دین کی حفاظت کرتا، میرے دین کا محافظ اور چوکیدار ہوتا اور یہ خود چور بن گیا ہے۔ تو چوکیدار ہی چوری کرنے لگ جائے تو اس کا جرم زیادہ شمار ہوتا ہے۔

تو نیکوں کے ساتھ نسبت کے ساتھ ساتھ خود بھی نیک ہے تو یہ نسبت نورٌ علیٰ نور ہے۔ اپنا ایمان عمل صحیح نہیں اور محض نیک لوگوں کے ساتھ پر گھمنڈ کرنا کہ میرا باپ بڑا نیک تھا، میرا دادا بڑا نیک تھا، ہم سید ہوتے ہیں۔ تو اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سنو! ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا بیان کی ہے اللہ تعالیٰ نے ایک مثال لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا اُن لوگوں کے لیے جو کافر ہیں۔ کفر کرتے ہوئے نیک لوگوں کے ساتھ تعلق جوڑتے ہیں۔ اس تعلق سے کچھ نہیں حاصل ہوگا۔ رب تعالیٰ نے مثال بیان کی ہے امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ نوح علیہ السلام کی بیوی کی جس کا نام واہلہ تھا لاہوری ہا کے ساتھ۔ اور لوط علیہ السلام کی بیوی کی جس کا نام واعلہ تھا عین کے ساتھ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ یہ دونوں ہمارے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں

فَخَانَتٰهُمَا پس ان دونوں نے ان کے ساتھ مذہبی خیانت کی جسمانی نہیں فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا پس نہ کام آئے ،نہ کفایت کی اللہ تعالیٰ کے دونوں پیغمبر اپنی بیویوں کے اللہ تعالیٰ کے سامنے کچھ بھی۔ دونوں پیغمبر اپنی بیویوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ بچا سکے۔ کتنی بڑی نسبت تھی؟ پیغمبر کی بیوی ہونا کوئی چھوٹی نسبت تو نہیں ہے۔

تفسیروں میں حضرت نوح علیہ السلام کی دو بیویوں کا ذکر آتا ہے۔ ایک مومنہ تھی جس کے تین بیٹے تھے۔ سام، حام اور یافث۔ اس نیک بی بی کا اثر تھا کہ تینوں بیٹے مومن تھے۔ دوسری بیوی کافرہ تھی۔ اس کا ایک بیٹا تھا جس نام کنعان تھا۔ اس پر ماں کا اثر تھا وہ کافر تھا۔ اسی واسطے حدیث پاک میں آتا ہے کہ چار چیزوں کو سامنے رکھ کر عورت کے ساتھ نکاح کیا جاتا ہے۔ مال کی وجہ سے، حسب نسب کی وجہ سے، حسن کی وجہ سے اور دین کی وجہ سے۔ لیکن فرمایا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ تم دین کو سامنے رکھو۔ قاعدہ کلیہ تو نہیں کہ ماحول بہت بگڑا ہوا ہے۔ لیکن جن گھروں میں دین دار نیک خواتین ہیں ان کی اولاد بہ نسبت دوسروں کے اچھی ہوتی ہے۔ اور جن گھروں میں عورتیں بے دین ہیں ان کی اولاد در اولاد خراب ہوتی ہے الا ماشاء اللہ۔ ماحول کا اثر ہوتا ہے۔ مثلاً: اب سردی کا موسم ہے مری کے علاقہ میں برف باری ہو رہی ہے اور سردی ہمیں یہاں لگ رہی ہے۔ اسی لیے بزرگانِ دین فرماتے ہیں کہ اپنے ماحول کو صاف ستھرا رکھو غلط ماحول میں ایک لمحہ بھی نہ گزرے۔

تو فرمایا نوح علیہ السلام کی بیوی اور لوط علیہ السلام کی بیوی ہمارے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں۔ دونوں نے اپنے خاوندوں کے ساتھ مذہبی خیانت کی، پیغمبروں کا عقیدہ نہیں مانا، شرک پر رہیں۔ نوح علیہ السلام کی بیوی کے متعلق تفسیروں میں آتا ہے کہ جس وقت نوح

علیہ السلام تبلیغ کرتے ان کی بیوی پہنچ جاتی اور کہتی میرا خاوند مجنون ہے اس کے قابو میں نہ آنا۔ جب گھر والے اس طرح کی حرکتیں کریں گے تو دوسرے کیا اثر لیں گے۔ عوام تو سطحی ہوتے ہیں معاملہ فہم لوگ تو ہمیشہ کم رہے ہیں۔ تو جب گھر کا فرد کہے گا کہ یہ پاگل ہے تو دوسرے تو اور زیادہ کھل کر کہیں گے مَجۡنُوۡنٌ وَّازۡدُجِرَ [القمر:۹] "یہ دیوانہ ہے اس کو جھڑک دیا گیا ہے۔" حضرت نوح علیہ السلام جب کسی مجلس میں جاتے تو بے باک قسم کے لوگ دھکے دے کر باہر نکال دیتے کہ پاگل آ گیا ہے۔ پاگل پاگل کہہ کر نکال دیتے تھے۔ اور یہی حالت لوط علیہ السلام کی بیوی کی تھی کہ اپنی برادری کا ساتھ دیا خاوند اور بیٹیوں کا ساتھ نہیں دیا۔

تو اتنی بڑی نسبت بھی کام نہ آئی۔ جب اللہ تعالیٰ کی گرفت آئی تو پیغمبر اپنی بیویوں کو نہ بچا سکے وَّقِیۡلَ ادۡخُلَا النَّارَ اور رب تعالیٰ کی طرف سے کہا گیا تم دونوں داخل ہو جاؤ دوزخ میں مَعَ الدّٰخِلِیۡنَ داخل ہونے والوں کے ساتھ۔ جس طرح دوسرے لوگ داخل ہو رہے ہیں تم بھی ان کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ معلوم ہوا کہ محض نسبت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

آگے دوسری مثال بیان فرمائی کہ تم اچھے ہو تو کامیاب ہو اگرچہ نسبت بُرے کے ساتھ ہو۔ فرمایا وَضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا اور بیان کی اللہ تعالیٰ نے مثال لِّلَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ہیں امۡرَاَتَ فِرۡعَوۡنَ فرعون کی بیوی کی کہ دیکھو نسبت کتنے بُرے آدمی کے ساتھ تھی کہ وہ خدائی کا دعوے دار تھا۔ اپنے آپ کو رب الاعلیٰ کہتا تھا۔ بلکہ اس کی سرکشی یہاں تک پہنچی ہوئی تھی کہ موسیٰ علیہ السلام کے سامنے لوگوں کو کہا مَا عَلِمۡتُ لَکُمۡ مِّنۡ اِلٰہٍ غَیۡرِیۡ [القصص:۳۸] "میں نہیں جانتا تمھارے لیے کوئی الٰہ اپنے

سوا۔"میرے سوا تمھارا کوئی الٰہ نہیں ہے۔مگراس کی بیوی آسیہ بنت مزاحم رحمۃ اللہ علیہا بڑی نیک خاتون تھی۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب پانی کے تالاب سے نکال کرلایا گیا تو فرعون اور اس کے ساتھیوں نے کہا اس کو قتل کرو۔لیکن فرعون کی بیوی نے کہا لَا تَقْتُلُوْهُ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا [القصص:۹]"اس کو قتل نہ کرو ہوسکتا ہے کہ یہ ہمیں فائدہ دے یا ہم اسے بیٹا بنالیں۔" اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ "اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔" بی بی کی نیت صاف تھی رب تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی وجہ سے ایمان کی دولت سے مالا مال فرمادیا۔کسی سے ایمان حاصل ہوجائے،اصلاح ہوجائے تو بڑی دولت ہے۔لیکن لوگ تو آج مال کو دولت سمجھتے ہیں۔آج ہمیں کوئی مال دے دے تو بڑے خوش ہوتے ہیں۔اور اگر کوئی حق کی بات بتادے تو اس کی اتنی قدر نہیں ہوتی جتنی مال دینے والے کی ہوتی ہے۔

تو اگر آدمی خود صحیح ہے،مومن ہے اور عمل صالح ہیں اور نسبت بُرے آدمی کی طرف ہے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔مثلاً:باپ کافر ہے،دادا کافر ہے،مشرک ہے اور یہ خود مومن ہے،نیک ہے تو اُن کی بُرائی کا وبال اس پر نہیں پڑے گا۔دیکھو!فرعون کی بیوی کی نسبت کتنے بُرے آدمی کے ساتھ ہے اور وہ خود مومنہ تھی۔تو اس کا اس پر کچھ اثر نہیں پڑا اور نہ اس کا کچھ بگڑا ہے۔دیکھو!ابوجہل کا بیٹا عکرمہ رضی اللہ عنہ تھا اور باپ ابوجہل اس اُمت کا فرعون تھا۔عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا باپ عاص بن وائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صف اوّل کے دشمنوں میں سے تھا مگر بیٹا عمرو صحابی اور فاتح مصر ہے۔

فرمایا اِذْ قَالَتْ جس وقت کہا آسیہ بنت مزاحم رحمہا اللہ نے جو فرعون کی بیوی تھی رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ اے میرے رب بنا میرے لیے اپنے پاس گھر

جنت میں وَنَجِّنِیْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ اور نجات دے مجھ کو فرعون سے اور اس کی کارروائی سے وَنَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ اور نجات دے مجھے ظالم قوم سے۔ جس وقت اس بی بی کا ایمان ظاہر ہو گیا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا چکی ہے تو فرعون نے سختی شروع کر دی کہ میں تو اسلام کو مٹانے کے لیے لٹھ لے کر موسیٰ (علیہ السلام) کے پیچھے پڑا ہوا ہوں اور تم میرے گھر میں اس کا کلمہ پڑھتی ہو۔ حضرت آسیہ رحمہا اللہ تعالیٰ نے کہا جو تمھاری مرضی ہے کرو، میں کلمہ چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ فرعون بڑا سخت گیر تھا۔ "ذوالاتاد" اس کا لقب تھا، میخوں والا۔ جب کسی کے ساتھ بگڑتا تھا تو اس کے بدن میں میخیں ٹھونک کر سزا دیتا تھا۔ کہنے لگا کہ میں تیرے بدن میں میخیں ٹھونک کر سزا دوں گا۔ حضرت آسیہ رحمہا اللہ تعالیٰ نے کہا جو تیرے جی میں آئے کر لے میں کلمہ نہیں چھوڑوں گی۔

چنانچہ ظالم نے اسی طرح کیا کہ اس کو زمین پر لٹا کر ہاتھوں اور پاؤں میں میخیں ٹھکوا کر اس کی چھاتی پر بھاری بھر کم پتھر رکھوا دیا اور ایک ملازم کو کہا کہ تو اس پتھر پر چڑھ کر کھڑا ہو جا۔ ظلم کی بھی انتہا ہے۔ ساری عمر بی بی نے اس کی خدمت کی۔ جو گھر کی خدمت ہوتی ہے اس میں کوئی کمی نہیں آنے دی۔ لیکن اس ظالم نے کلمہ چھڑوانے کے لیے سارے حربے استعمال کیے۔ اللہ تعالیٰ کی فرماں بردار بندی (خاتون) نے شہادت قبول کر لی مگر ایمان نہیں چھوڑا، کفر اختیار نہیں کیا۔ تو آدمی اگر خود صحیح ہو تو بُرے کے ساتھ نسبت تمھارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ جس طرح آسیہ کا نسبت نے کچھ نہیں بگاڑا۔

تیسری مثال دی کہ تم خود مومن ہو، نیک ہو اور تمھاری نسبت نہ نیک کے ساتھ ہے اور نہ بد کے ساتھ ہے تو تم کامیاب ہو جیسے: مریم علیہا السلام۔ فرمایا وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ

اورمریم کی مثال جو بیٹی ہے عمران کی الَّتِیْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا جس نے محفوظ رکھا اپنی شرم گاہ کو فَنَفَخْنَا فِیْهِ مِنْ رُّوْحِنَا پس ہم نے پھونکی اس کے بدن میں اپنی طرف سے روح۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آ کر حضرت مریم علیہا السلام کے گریبان میں پھونک ماری تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وجود ان کے پیٹ میں شروع ہو گیا۔ ویسے تو نسل کا سلسلہ میاں بیوی کے ملاپ سے چلتا ہے لیکن یہاں یہ بات نہیں تھی۔ بس جبرئیل علیہ السلام کی پھونک ہی سے ان کے پیٹ میں عیسیٰ علیہ السلام کا وجود (بننا) شروع ہو گیا۔

فرمایا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا اور اس نے تصدیق کی اپنے رب کے کلمات کی۔ رب تعالیٰ کے احکام اور فیصلوں کو سچا مانا وَكُتُبِهٖ اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی۔ اور کیا پوچھتے ہو؟ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ اور تھی وہ اطاعت کرنے والیوں میں سے۔ جو رب تعالیٰ کے اطاعت گزار اور فرماں بردار ہیں ان میں سے تھی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر

سُورَةُ المُلْكِ

(مکمل)

جلد ۲۰

آیاتها ٣٠ ﴿٦٧ سُوْرَةُ الْمُلْكِ مَكِّيَّةٌ ٧٧﴾ رکوعاتها ٢

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ ۙ﴿١﴾ الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۙ﴿٢﴾ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ﴿٣﴾ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ﴿٤﴾ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ ﴿٥﴾ وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿٦﴾ اِذَآ اُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا وَّهِيَ تَفُوْرُ ۙ﴿٧﴾ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ؕ كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ﴿٨﴾ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ ۙ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۚۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ﴿٩﴾

تَبٰرَكَ الَّذِيْ بابرکت ہے وہ ذات بِيَدِهِ الْمُلْكُ جس کے ہاتھ میں ہے ملک وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور وہ ذات ہر چیز پر قادر ہے

الَّذِیْ وہ ذات خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ جس نے پیدا کیا موت کو اور زندگی کو لِیَبْلُوَکُمْ تاکہ وہ تمھارا امتحان لے اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا تم میں سے کون اچھا ہے ازروئے عمل کے وَھُوَ الْعَزِیْزُ اور وہ غالب ہے الْغَفُوْرُ بخشنے والا ہے الَّذِیْ وہ ذات ہے خَلَقَ جس نے پیدا کیے سَبْعَ سَمٰوٰتٍ سات آسمان طِبَاقًا تہہ بہ تہہ مَاتَرٰی آپ نہیں دیکھیں گے فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ رحمان کے پیدا کرنے میں مِنْ تَفٰوُتٍ کوئی فرق فَارْجِعِ الْبَصَرَ پھر لوٹا نگاہ ھَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ کیا دیکھتا ہے کوئی سوراخ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ پھر لوٹا نگاہ کَرَّتَیْنِ بار بار یَنْقَلِبْ اِلَیْکَ الْبَصَرُ لوٹے گی تیری طرف نگاہ خَاسِئًا ذلیل ہوکر وَّھُوَ حَسِیْرٌ اور وہ تھکی ہوئی ہوگی وَلَقَدْ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا اور البتہ تحقیق ہم نے مزین کیا آسمانِ دنیا کو بِمَصَابِیْحَ ستاروں کے ساتھ وَجَعَلْنٰھَا اور ہم نے بنایا ان ستاروں کو رُجُوْمًا مارنے کا ذریعہ لِّلشَّیٰطِیْنِ شیطانوں کو وَاَعْتَدْنَا لَھُمْ اور ہم نے تیار کیا ہے ان کے لیے عَذَابَ السَّعِیْرِ شعلہ مارنے والا عذاب وَلِلَّذِیْنَ اور ان لوگوں کے لیے کَفَرُوْا بِرَبِّھِمْ جو منکر ہیں اپنے رب کے عَذَابُ جَھَنَّمَ جہنم کا عذاب ہے وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ اور برا ٹھکانا ہے اِذَآ اُلْقُوْا فِیْھَا جس وقت ڈالے جائیں گے دوزخ میں سَمِعُوْا لَھَا

سنیں گے اس کے لیے شَهِيْقًا گدھے کی آواز وَّهِيَ تَفُوْرُ اور وہ جوش مار رہی ہوگی تَكَادُ قریب ہے تَمَيَّزُ پھٹ جائے مِنَ الْغَيْظِ غصے کی وجہ سے كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا جب کبھی ڈالی جائے گی اس میں فَوْجٌ فوج سَاَلَهُمْ سوال کریں گے ان سے خَزَنَتُهَآ جہنم کے داروغے اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ کیا نہیں آیا تمھارے پاس کوئی ڈرانے والا قَالُوْا وہ کہیں گے بَلٰى کیوں نہیں قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ تحقیق آیا ہمارے پاس ڈرانے والا فَكَذَّبْنَا پس ہم نے جھٹلا دیا وَقُلْنَا اور ہم نے کہا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ نہیں نازل کی اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز اِنْ اَنْتُمْ نہیں ہو تم اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ مگر بڑی گمراہی میں۔

نام و کوائف :

اس سورۃ کا نام سورۃ الملک ہے۔ ملک کا لفظ پہلی آیت کریمہ میں موجود ہے۔ اس سے پہلے چھہتر (۷۶) سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ نزول کے اعتبار سے اس کا ستترواں (۷۷) نمبر ہے۔ اس کے دو رکوع اور تیس آیتیں ہیں۔

سورۃ الملک کی فضیلت :

قرآن کریم سارے کا سارا ہی برکت والا، شان والا اور فضیلت والا ہے۔ لیکن بعض سورتوں کو بعض سورتوں پر فضیلت حاصل ہے۔ جیسے تمام پیغمبر برحق اور فضیلت والے ہیں۔ اس کے باوجود بعض کو بعض پر فضیلت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ [پارہ:۳]

"یہ سب رسول ہیں فضیلت دی ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر۔"

اور سورۂ بنی اسرائیل آیت نمبر ۵۵ میں ہے وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا "اور البتہ تحقیق ہم نے فضیلت دی بعض نبیوں کو بعض پر اور دی ہم نے داؤد علیہ السلام کو زبور۔" اسی طرح قرآن پاک سارا فضیلت والا ہے لیکن بعض سورتوں کو بعض پر فضیلت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت والے دن یہ سورت تمام سورتوں سے زیادہ سفارش کرے گی۔ یہ روایت نسائی شریف اور دیگر حدیث کی کتابوں میں ہے۔ اگر کسی گناہ گار کو دوزخ میں ڈالنے کا فیصلہ کریں گے (جو یہ سورۃ پڑھتا ہوگا) تو یہ سورۃ کہے گی اے پروردگار! میں تیرے کلام کا حصہ ہوں اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس کی سفارش قبول کرے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قبر میں مجرم کو فرشتے سزا دینے کے لیے جب پاؤں کی طرف سے آتے ہیں تو یہ سورت پاؤں کی طرف جا کر کھڑی ہو جاتی ہے کہ یہ وہ شخص ہے جو میری تلاوت کرتا تھا۔ تو اس شخص کو عذاب سے نجات حاصل ہو جاتی ہے۔ تو یہ سورۃ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے عذابِ قبر سے نجات دلانے والی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے تَبٰرَكَ الَّذِيْ بابرکت ہے وہ ذات بِيَدِهِ الْمُلْكُ جس کے ہاتھ میں ہے ملک۔ ہاتھ سے اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہی مراد ہے جو اس کی شان کے لائق ہے۔ اس مقام پر مفرد کا لفظ آیا ہے اور سورۃ مائدہ آیت نمبر ۶۴ میں تثنیہ کا لفظ آیا ہے بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ "بلکہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں۔" ابلیس لعین نے جب آدم کو سجدہ نہ کیا تو رب تعالیٰ نے فرمایا اے ابلیس کس چیز نے تجھے روکا سجدہ کرنے

سے لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ [ص:۷۵] "جس کو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا۔" اور سورۂ یٰسین آیت نمبر ۷۱ میں ہے اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَآ "کیا نہیں دیکھا ان لوگوں نے بے شک ہم نے پیدا کیا ہے ان کے لیے جو ہمارے ہاتھوں نے بنایا ہے۔" یہاں جمع کا لفظ آیا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہیں جو اس کی شان کے لائق ہیں۔ ہم کسی شے کے ساتھ تشبیہ نہیں دے سکتے کہ ایسے ہیں یا ایسے ہیں۔ مثلاً: ہمارے ہاتھ میں ہتھیلی ہے، انگلیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان ساری چیزوں سے پاک ہے۔ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ [شوریٰ:۱۱] "اس کے مثل کوئی شے نہیں ہے۔"

بعض حضرات اس سے قبضہ مراد لیتے ہیں اور بِيَدِهِ الْمُلْكُ کا ترجمہ کرتے ہیں اس کے قبضے میں ہے ملک، اس کے اختیار میں ہے ملک۔ اللہ تعالیٰ ہی مالک ہے، خالق ہے، وہی متصرف ہے، کسی دوسرے کو کارخانۂ خداوندی میں ایک رتی کا بھی اختیار نہیں ہے وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ الَّذِيْ وہ ذات ہے خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ جس نے پیدا کیا موت کو اور زندگی کو۔ کیوں؟ لِيَبْلُوَكُمْ تاکہ وہ تمھارا امتحان لے اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا تم میں سے کون اچھا عمل کرنے والا ہے۔ زندگی دے کر موت سر پر کھڑی کر دی کہ زندگی کے اعمال کا حساب دینا ہے موت کو یاد رکھو اور اچھے اعمال کرو بُرے اعمال سے بچو۔ دیکھو! روزمرہ کا معمول ہے کوئی پیدا ہوتا ہے کوئی مرتا ہے۔ کتنی کثرت کے ساتھ موتیں ہو رہی ہیں۔ دیکھ سن کر بھی ہمارے دل نرم نہیں ہوتے۔ اگر موت نہ ہوتی تو پھر توبہ توبہ انسان انسان نہ ہوتے نہ جانیں کیا بلائیں ہوتیں۔

ایک وہ زمانہ تھا کہ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ جو تبع تابعین میں سے ہیں۔فرماتے ہیں کہ ہمارے محلے میں اگر کوئی فوت ہو جاتا تو ایک ایک ہفتہ ہمارے حلق سے روٹی پانی نیچے نہیں اُترتا تھا کہ رب جانے اس کے ساتھ قبر میں کیا ہوا ہے؟ اور آج حالت یہ ہے کہ باپ مرجائے ماں مرجائے آخرت کا احساس ہی نہیں ہے۔دفنا کر آ کے گپیں ماریں گے۔ اس سے اندازہ لگاؤ کہ دلوں میں کتنا فرق آ گیا ہے۔جیسے جیسے قیامت قریب آئے گی دل سخت ہوتے جائیں گے۔دلوں میں بغض،کینہ،عداوت،بھر جائے گی۔باوجود اس کے کہ ہر آدمی جانتا ہے موت سر پر کھڑی ہے اور پکار رہی ہے۔ ؏

غنیمت جان لو اس مل بیٹھنے کو
جدائی کی گھڑی سر پر کھڑی ہے

پھر بھی کوئی پروانہیں کرتا۔نیکی کرنے والے اور برائی سے بچنے والے کتنے ہیں۔اگر گناہ کرو گے تو وَهُوَ الْعَزِيزُ اور وہ غالب ہے۔اس کی پکڑ سے کوئی بچ نہیں سکتا الْغَفُورُ بخشنے والا ہے۔اگر قاعدے کے مطابق اپنے گناہوں کی معافی مانگو تو بخش دے گا۔ قاعدے کا مطلب یہ ہے کہ وہ حقوق اللہ جن کی قضا ہے ان کی قضا لوٹائے اور حقوق العباد ادا کرے۔اللہ تعالیٰ کے بندوں کو ستایا ہے تو معافی مانگے اللہ تعالیٰ غفورٌ رّحیم ہے معاف کر دے گا۔

فرمایا الَّذِي وہ ذات ہے خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا جس نے پیدا کیے سات آسمان تہہ بہ تہہ۔آسمانِ دنیا ہے اس کے اُوپر دوسرا،پھر تیسرا،پھر چوتھا،پھر پانچواں،پھر چھٹا،پھر ساتواں۔جتنا فاصلہ زمین سے لے کر آسمانِ دنیا تک ہے اتنا ہی فاصلہ پہلے آسمان سے دوسرے آسمان تک ہے۔ہر آسمان کے درمیان اتنا ہی فاصلہ

ہے۔حدیث پاک میں آتا ہے کہ آدمی پانچ سو سال تک چلتا رہے تو جتنا سفر طے کرے گا زمین سے آسمان تک اتنی ہی مسافت ہے۔لیکن فرشتے ایک لمحے میں آجاسکتے ہیں۔

حرم کا رقبہ جو کسی طرف سے تین میل ہے۔تنعیم حرم سے باہر ہے جس کو مسجد عائشہ کہتے ہیں۔یہ کعبۃ اللہ سے تقریباً تین میل کے فاصلے پر ہے۔عرفات حرم سے باہر ہے۔یہ دس میل کا فاصلہ بنتا ہے۔جعرانہ حرم سے باہر ہے۔ادھر سے حرم تقریباً اٹھارہ انیس میل بنتا ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حرم کے علاقے سے نہ تو کوئی خار دار درخت کاٹا جائے اور نہ شکار سے تعرض کیا جائے اور نہ یہاں کا لقطہ اُٹھایا جائے۔ہاں وہ اُٹھا سکتا ہے جو اس کا اعلان کرے۔اور نہ اس زمین کی گھاس کاٹی جائے گی۔حضرت عباس رضی اللہ عنہ وہاں موجود تھے۔کہنے لگے یا رسول اللہ مگر اِذخر (یہ ایک قسم کی گھاس ہے) وہ تو ایسی چیز ہے جو لوہاروں اور بھٹیاروں کے کام آتی ہے۔(لوہا سونا گلانے کے لیے) اور گھروں کی چھتیں بنانے میں بھی اس کی ضرورت پڑتی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِلَّا الْاِذْخَرُ "ہاں اِذخر کاٹی جاسکتی ہے۔"

استدلال باطل :

بعض حضرات نے اس روایت سے یہ استدلال کیا ہے کہ پیغمبر اپنی طرف سے بھی جو چاہے کہہ سکتا ہے۔کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت فرمایا اِلَّا الْاِذْخَرَ۔اس کے جواب میں امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ جو وکیلِ احناف ہیں اپنی کتاب "مشکل الآثار" میں فرماتے ہیں کہ اِلا الاِذخر کا جو استثناء ہے وہ بذریعہ وحی ہوا ہے جبریل علیہ السلام نے آکر بتلایا ہے۔پھر فرماتے ہیں کہ اتنی جلدی وحی کیسے آگئی کہ اِدھر سوال ہوا اور جواب کے لیے وحی آگئی۔فرماتے ہیں کہ وَلَا يُنْكِرُهٗ اِلَّا مُلْحِدٌ اَوْ زِنْدِيْقٌ "اور اس کا

نہیں انکار کرے گا مگر ملحد اور زندیق۔" ملحد اور زندیق ہی کہے گا کہ اتنی جلدی وحی نہیں آ سکتی۔ وہ مسلمان نہیں ہو سکتا۔

دیکھو! لیلۃ القدر کے بارے میں آتا ہے کہ اس رات کو جبریل علیہ السلام بھی نازل ہوتے ہیں اور دوسرے فرشتے بھی۔ اور جہاں جہاں کوئی عبادت کر رہا ہوتا ہے اس کو وہ سلام کرتے ہیں اور دعائیں کرتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔ ایک منٹ گکھڑ اور دوسرے منٹ میں گوجرانوالا، تیسرے میں لاہور اور چوتھے میں ملتان۔ یہ سفران کے لیے کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ فرشتوں کے لیے دیواریں ایسے ہی ہیں جیسے پرندوں کے لیے ہوا۔

تو فرمایا اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے پیدا کیے سات آسمان تہہ بہ تہہ مَا تَرٰى فِىْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ آپ نہیں دیکھیں گے رحمان کے پیدا کرنے میں کوئی فرق۔ دیکھو! مسجد کی چھوٹی سی چھت ہے اور مستریوں نے پوری محنت اور کوشش کے ساتھ بنائی ہے۔ اس کو ہموار کیا ہے۔ مگر پھر بھی اس میں اونچ نیچ کا فرق ہے۔ لیکن آسمان کتنا بڑا ہے مشرق سے لے کر مغرب تک، لیکن اس میں کہیں آپ رتی برابر بھی فرق نہیں دکھا سکتے۔ رائی کے دانے کے برابر بھی آپ کو فرق نظر نہیں آئے گا۔

فَارْجِعِ الْبَصَرَ پھر لوٹا نگاہ اے دیکھنے والے آسمان کی طرف هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ کیا دیکھتا ہے کوئی سوراخ، دراڑ۔ قاعدے کے مطابق دروازے تو موجود ہیں باقی کوئی سوراخ، دراڑ تمھیں نظر نہیں آئے گی ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ پھر اُٹھا نگاہ بار بار يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا لوٹے گی آپ کی طرف نگاہ ذلیل ہو کر وَّهُوَ حَسِيْرٌ اور وہ تھکی ہوئی ہو گی۔ سارا دن دیکھتے رہو آسمان میں تمھیں رتی برابر تفاوت اور فرق نظر نہیں آئے گا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو سمجھنے کے لیے ایک آسمان ہی کافی ہے کہ اتنا بڑا

آسمان اور نیچے کوئی ستون اور دیوار نہیں ہے۔ یہ چھوٹی سی عمارت کی چھت ہے نیچے ستون اور دیواریں ہیں ان کو نکال دو تو چھت گر جائے گی۔ لیکن آسمان رب تعالیٰ کے حکم اور قدرت سے کھڑا ہے۔ پھر ایک نہیں سات آسمان ہیں۔

ستاروں کی اقسام :

فرمایا وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا اور البتہ تحقیق ہم نے مزین کیا آسمانِ دنیا کو بِمَصَابِيحَ ستاروں کے ساتھ۔ مَصَابِيح مِصْبَاحٌ کی جمع ہے اور مصباح کا معنیٰ ہے چراغ، مراد ستارے ہیں کہ یہ اس کے چراغ ہیں۔ اس میں اختلاف ہے کہ آیا یہ ستارے آسمان کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں یا نیچے لٹکے ہوئے ہیں جیسے یہ ہمارے پنکھے لٹکے ہوئے ہیں۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں قول نقل کیے ہیں کہ علمائے کرام کی ایک جماعت کہتی ہے کہ یہ ستارے آسمان کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔ اور دوسری جماعت کہتی ہے کہ لٹکے ہوئے ہیں۔ پھر یہ ستارے دو قسم کے ہیں، سیارات، ثوابت۔

ثوابت وہ ہیں جو اپنی جگہ ٹھہرے ہوئے ہیں حرکت نہیں کرتے۔ اور سیارات وہ ہیں جو چلتے ہیں۔ کوئی مشرق کی طرف اور کوئی مغرب کی طرف چل رہا ہوتا ہے کوئی شمال کی طرف اور کوئی جنوب کی طرف۔ بعض ستارے زمین سے کئی گنا بڑے ہیں اور باوجود تیز حرکت کے آج تک کسی نے نہیں سنا کہ ستارہ ستارے کے ساتھ ٹکرا گیا ہے۔ آج سے چند سال پہلے کی بات ہے کہ سائنس دانوں نے کہا کہ ایک ستارے کا کچھ حصہ نیچے کو آرہا ہے۔ تو دنیا بے چاری پریشان ہوگئی اور لوگوں کی نیندیں حرام ہوگئیں کہ نیچے گرا تو ہم مر جائیں گے۔ صرف ایک ستارے کے کچھ حصے کی بات ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ کہیں اور چلا گیا اِدھر نہیں آیا۔ اگر اِدھر آتا تو کوئی نہ کوئی ملک تباہ ہو جاتا۔

تو فرمایا ہم نے مزین کیا آسمان دنیا کو ستاروں کے ساتھ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّیٰطِیْنِ اور ہم نے بنایا ان ستاروں کو مارنے کا ذریعہ شیطانوں کو۔ یہ شیطان اُوپر جا کر فرشتوں کی باتیں سننے کی کوشش کرتے ہیں۔تو ستارے سے ایک شعلہ نکل کر ان پر جا پڑتا ہے ستارہ خود نہیں گرتا۔اس طرح سمجھو کہ جیسے چراغ جل رہا ہو تو آدمی اس سے تھوڑی سی آگ لے لے تو ستاروں سے چنگاری نکلتی ہے اور شیطانوں پر جا پڑتی ہے۔اس سے کوئی مر جاتا ہے،کوئی جھلس جاتا ہے،کوئی زخمی ہو جاتا ہے۔

تو فرمایا ہم نے بنایا ستاروں کو مارنے کا ذریعہ شیطانوں کو وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِیْرِ اور تیار کیا ہم نے ان شیطانوں کے لیے شعلہ مارنے والا عذاب۔

بعض ملحد یہ کہتے ہیں کہ جنات آگ سے پیدا ہوئے ہیں۔سورۃ الحجر آیت نمبر ۲۷ میں ہے وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ "اور جنوں کو ہم نے پیدا کیا اس سے پہلے آگ کی لو سے۔" تو دوزخ کی آگ میں ان کو کیا سزا ہوگی؟

تو جواب یہ ہے کہ جس آگ سے ان کو سزا ہونی ہے وہ اس آگ سے انہتر گنا تیز ہے۔اور خود آگ میں اتنا تفاوت ہے کہ بخاری شریف اور مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ جہنم کے ایک طبقے نے دوسرے طبقے کی شکایت کی کہ پروردگار!اس طبقے کی حرارت نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے۔تو اللہ تعالیٰ نے اس کو اجازت دی کہ تو ایک سانس لے لے۔فرمایا یہ جو سخت گرمی ہے یہ جہنم کا سانس ہے۔اسی طرح زمہریر جہنم کا ٹھنڈا طبقہ ہے۔اس نے دوسرے ٹھنڈے طبقے کی شکایت کی کہ پروردگار!اس کی ٹھنڈک نے مجھے پریشان کر دیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اجازت دی کہ تو ایک سانس لے لے۔یہ جو سخت سردی ہوتی ہے یہ جہنم کے اس طبقے کا سانس ہے۔لہٰذا شیطانوں کو بھی عذاب ہوگا چاہے آگ کا

ہو یا برف کا۔ تو یہ کوئی انوکھی بات نہیں ہے جو سمجھ نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان مرد عورت کو محفوظ فرمائے اور بچائے۔

انجامِ منکرین :

فرمایا وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اور ان لوگوں کے لیے جو منکر ہیں اپنے رب کے یعنی اپنے رب کے احکام کے منکر ہیں۔ رب تعالیٰ کی ذات کے تو وہ لوگ قائل تھے۔ رب تعالیٰ کے احکام کا انکار رب تعالیٰ کا انکار ہے۔ ان لوگوں کے لیے عَذَابُ جَهَنَّمَ دوزخ کا عذاب ہے وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ اور برا ٹھکانا ہے، اللہ تعالیٰ بچائے۔

إِذَآ أُلْقُوْا فِيْهَا جس وقت ڈالے جائیں گے دوزخ میں سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا سنیں گے اس کے لیے گدھے کی آواز۔ شہیق گدھے کی اس آواز کو کہتے ہیں جو بعد میں مدھم سی ہوتی ہے۔ دوزخ جوش مار رہی ہوگی۔ اور زفیر گدھے کی ابتدائی آواز کو کہتے ہیں جو وہ زور سے نکالتا ہے۔ جیسا کہ سورۂ ہود آیت نمبر ۱۰۷ میں ہے بد بخت لوگ دوزخ میں ہوں گے لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ ان کے لیے دوزخ میں گدھے کی آوازیں ہوں گی۔ گدھوں کی آواز کے ساتھ تشبیہ کیوں دی ہے؟ اس لیے دی ہے کہ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ [لقمان:۱۹] "سب سے بری آواز گدھے کی آواز ہے۔" وَّهِيَ تَفُوْرُ اور وہ جوش مار رہی ہوگی۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ تیز آگ ہو تو جھوں جھوں کی آواز آتی ہے۔ تو جہنم جوش مار رہی ہوگی تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ قریب ہے کہ پھٹ جائے غصے کی وجہ سے۔ اتنی تپش اور حرارت ہوگی کہ اس کی وجہ سے پھٹ جائے۔

بعض یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ جہنم کو کافروں پر اتنا غصہ ہوگا کہ اس غصے کی وجہ سے قریب ہے کہ پھٹ جائے كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ جب کبھی اس میں ڈالی

جائے گی اس میں فوج، گروہ کافروں کا، مشرکوں کا سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ خَزَنَةٌ جمع ہے خَازِنٌ کی۔ خازن پہرے دار اور چوکیدار کو کہتے ہیں۔ معنیٰ ہوگا سوال کریں گے ان سے جہنم کے داروغے۔ وہاں جو پہرے دار فرشتے ہوں گے وہ پوچھیں گے اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَذِیْرٌ کیا نہیں آیا تمھارے پاس کوئی ڈرانے والا جہنم کے عذاب سے۔ آج لشکروں کے لشکر آرہے ہو تمھیں سمجھانے والا کوئی نہیں آیا تھا جس نے تمھیں ڈرایا ہو کہ جس کفر و شرک کے راستے پر تم چل رہے ہو اس کا انجام دوزخ ہے۔

قَالُوْا بَلٰی وہ کہیں گے کیوں نہیں آیا قَدْ جَآءَنَا نَذِیْرٌ تحقیق آیا ہمارے پاس ڈرانے والا۔ پھر کیا ہوا؟ ہماری بدبختی فَكَذَّبْنَا پس ہم نے جھٹلا دیا وَقُلْنَا اور ہم نے کہا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ نہیں نازل کی اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز تمھارے اُوپر۔ نہ وحی، نہ کتاب، یہ سب تم اپنی طرف سے بنا کر لاتے ہو۔ اور ہم نے کہا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ كَبِیْرٍ نہیں ہو تم مگر بڑی گمراہی میں۔ تم لوگوں کو پھنساتے ہو اور اپنے ساتھ ملاتے ہو۔ باقی آگے آئے گا۔

ان شاء اللہ تعالیٰ

وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا

نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴿۱۰﴾ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴿۱۱﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴿۱۲﴾ وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۳﴾ اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ۭ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۴﴾ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ۭ وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ ﴿۱۵﴾ ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَاۗءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ ﴿۱۶﴾ اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَاۗءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ۭ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرِ ﴿۱۷﴾ وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۱۸﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰۗفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ ۘ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ۭ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۢ بَصِيْرٌ ﴿۱۹﴾

وَقَالُوْا اور وہ کہیں گے لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ کاش کہ ہم سنتے اَوْ نَعْقِلُ یا ہم سمجھتے مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ نہ ہوتے ہم شعلہ مارنے والی آگ والوں میں سے فَاعْتَرَفُوْا پس وہ اقرار کریں گے بِذَنْۢبِهِمْ اپنے گناہوں کا فَسُحْقًا پس دوری ہے لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ دوزخ والوں کے لیے اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے بِالْغَيْبِ بن دیکھے لَهُمْ

مَّغۡفِرَةٌ ان کے لیے بخشش ہے وَّاَجۡرٌ كَبِيۡرٌ اور بہت بڑا اجر ہے
وَاَسِرُّوۡا قَوۡلَـكُمۡ اور اگر تم چھپاؤ اپنی بات کو اَوِ اجۡهَرُوۡا بِهٖ یا ظاہر کرو
اس کو اِنَّهٗ بے شک اللہ تعالیٰ عَلِيۡمٌۢ جانتا ہے بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ
دلوں کے راز اَلَا يَعۡلَمُ خبردار وہ جانتا ہے مَنۡ خَلَقَ جس کو اس
نے پیدا کیا ہے وَهُوَ اللَّطِيۡفُ اور وہ باریک بین ہے الۡخَبِيۡرُ
خبردار هُوَ الَّذِىۡ وہ وہی ذات ہے جَعَلَ لَـكُمُ الۡاَرۡضَ جس نے
بنائی تمھارے لیے زمین ذَلُوۡلًا تابع فَامۡشُوۡا فِىۡ مَنَاكِبِهَا پس چلو تم
اس کے اطراف پر وَكُلُوۡا مِنۡ رِّزۡقِهٖ اور کھاؤ تم اس کے رزق سے وَاِلَيۡهِ
النُّشُوۡرُ اور اس کی طرف اُٹھ کر کھڑا ہونا ہے ءَاَمِنۡتُمۡ مَّنۡ فِى السَّمَآءِ
کیا تم امن میں ہو اس ذات سے جو آسمان میں ہے اَنۡ يَّخۡسِفَ بِكُمُ کہ
تمھیں دھنسا دے الۡاَرۡضَ زمین میں فَاِذَا هِىَ تَمُوۡرُ پس اچانک
وہ حرکت کرنے لگے اَمۡ اَمِنۡتُمۡ کیا تم امن میں ہو مَّنۡ فِى السَّمَآءِ
اس ذات سے جو آسمان میں ہے اَنۡ يُّرۡسِلَ عَلَيۡكُمۡ کہ چھوڑے تم پر
حَاصِبًا سنگ ریزے فَسَتَعۡلَمُوۡنَ پس تم عنقریب جان لوگے
كَيۡفَ نَذِيۡرِ کیسا ہے میرا ڈرانا وَلَقَدۡ كَذَّبَ الَّذِيۡنَ اور البتہ تحقیق
جھٹلایا ان لوگوں نے مِنۡ قَبۡلِهِمۡ جو ان سے پہلے تھے فَكَيۡفَ كَانَ
نَكِيۡرِ پھر کیسا تھا میرا انکار کرنا اَوَلَمۡ يَرَوۡا کیا نہیں دیکھا انھوں نے

اِلَى الطَّيْرِ پرندوں کو فَوْقَهُمْ اپنے اُوپر صٰٓفّٰتٍ پر پھیلائے ہوئے وَّيَقْبِضْنَ اور سمیٹتے بھی ہیں مَا يُمْسِكُهُنَّ نہیں روکتا ان کو اِلَّا الرَّحْمٰنُ مگر رحمٰن اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۢ بَصِيْرٌ بے شک وہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو دیکھنے والا ہے۔

ربط :

اس سے پہلے اس بات کا ذکر تھا کہ " كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ جب کبھی ڈالا جائے گا دوزخ میں کوئی گروہ تو جہنم کے داروغے ان سے پوچھیں گے کیا تمھارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا؟ وہ کہیں گے بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ کیوں نہیں تحقیق آیا تھا ہمارے پاس ڈرانے والا۔ ہم نے اس کو جھٹلا دیا اور کہا اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز نازل نہیں کی تم ویسے ہی نبی بن گئے ہو اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ نہیں ہو تم مگر کھلی گمراہی میں۔"

دوزخ سے بچنے کے اسباب :

وَقَالُوْا اور کہیں گے دوزخ میں جلنے والے لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ کاش کہ ہم سنتے یا ہم سمجھتے مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ نہ ہوتے ہم شعلہ مارنے والی آگ والوں میں سے۔ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی میں اور مولانا عبد الحق حقانی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر حقانی میں فرماتے ہیں اور بزرگوں نے بھی لکھا ہے کہ لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ کا مفہوم یہ ہے کہ ہم دوسروں سے اچھی بات سن لیتے اور اس پر عمل کرتے دوزخ سے بچ جاتے۔ اَوْ نَعْقِلُ کا مفہوم یہ ہے کہ ہمیں خود تحقیق ہوتی ہم خود عقل سے کام لیتے تو دوزخ میں نہ جلتے۔ خود تحقیق کرے تو اجتہاد ہے دوسرے سے اچھی بات سن

کر اس پر عمل کرے تو تقلید ہے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دوزخ سے بچنے کے دو سبب ہیں۔ ایک تقلید اور دوسرا تحقیق۔ تقلید کا معنیٰ ہے خود مسائل کو نہیں جانتا دوسروں سے پوچھ کر عمل کرتا ہے۔ اور اس کا قرآن پاک میں حکم ہے فَسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ [النحل: ۴۳] "پس پوچھو تم اہل علم سے اگر تم نہیں جانتے۔"

اہل حدیث حضرات کے سب سے بڑے بزرگ گزرے ہیں مولانا نذیر حسین صاحب دہلوی۔ وہ اپنی کتاب "انتصار الحق" میں لکھتے ہیں کہ اگر خود کسی کو علم نہ ہو، تحقیق نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد حکم دیتا ہے فَسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ کہ علم والوں سے پوچھو۔ پھر فرماتے ہیں کہ آدمی اس کا مکلف نہیں ہے کہ تمام علماء سے پوچھے۔ ایک سے بھی بات پوچھ کر چلے تو کافی ہے۔ ہم کہتے ہیں اسی کا نام تقلید شخصی ہے۔ تو مولانا نذیر حسین صاحب فرماتے ہیں کہ سب سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے ایک سے پوچھ لے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہو جائے گی۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ تقلید شخصی جائز ہے یا ناجائز؟ فرمایا جائز ناجائز پوچھتے ہو یہ تو فرض ہے۔ ایمان تب بچے گا جب تقلید کرے گا۔ یہ جتنے باطل فرقے ہیں ان کے گمراہ ہونے کی وجہ یہی ہے کہ انھوں نے کسی پر اعتماد نہیں کیا۔ اگر مسئلہ قرآن وحدیث میں نہ ہو، خلفائے راشدین سے بھی نہ ملے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی نہ ملے تو پھر اماموں میں سے کسی ایک امام کی تقلید کرے۔ پھر چونکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ بڑی گہری، بڑی وسیع اور فطری فقہ ہے اس لیے ان کی تقلید کرنی چاہیے۔

تو دوزخی کہیں گے کاش ہم سنتے اور دوسروں کی بات سن کر عمل کرتے یا ہم سمجھتے، تحقیق کرتے، عقل سے کام لیتے تو آج ہم دوزخ میں نہ ہوتے فَاعْتَرَفُوا بِذَنْۢبِهِمْ پس وہ اقرار کریں گے اپنے گناہوں کا کہ واقعی ہم نے گناہ کیے ہیں فَسُحْقًا پس دوری ہے رحمت سے لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ دوزخ والوں کے لیے۔

اب ان کے برعکس دوسروں کا بھی سن لیں اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بے شک وہ لوگ جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے بِالْغَيْبِ بن دیکھے۔ رب تعالیٰ کو دیکھا نہیں مگر اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں۔ اس کو خالق، مالک، رازق مانتے ہیں۔ سارے نظام کو چلانے والی ذات سمجھتے ہیں اور ڈرتے ہیں کہ اس کے احکام پر عمل نہ کیا تو گرفت میں آئیں گے۔ محض ڈرنے کا دعویٰ کرنے سے کچھ نہیں بنتا۔

اس کو تم اس طرح سمجھو کہ ایک آدمی پیاسا ہو اور سارا دن کہتا رہے کہ پیاس کو پانی بجھاتا ہے اور پانی نہ پیے تو پیاس تو نہیں بجھے گی۔ پیاس تو تب بجھے گی جب پانی پیے گا۔ بھوکا سارا دن کہتا رہے کہ روٹی سے پیٹ بھر جاتا ہے، روٹی سے بھوک ختم ہو جاتی ہے تو بھوک تو ختم نہیں ہوگی۔ بھوک تو روٹی کھانے سے ختم ہوگی۔ اور اسی طرح ایک آدمی بیمار ہے اور سارا دن ورد کرتا رہے کہ رب تعالیٰ نے اس بیماری کا علاج فلاں چیز بتایا ہے۔ جب تک اس چیز کو استعمال نہیں کرے گا شفا نہیں ہوگی۔ اسی طرح زبانی طور پر کہنا کہ میں رب تعالیٰ سے ڈرتا ہوں اس کا کوئی معنیٰ ہے جب تک عملی ثبوت نہیں دے گا کہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرے۔

تو فرمایا بے شک وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں بن دیکھے لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ ان کے لیے بخشش ہے رب کی طرف سے وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ اور اجر ہے بہت بڑا۔

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے انسانو! وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اور اگر تم چھپاؤ اپنی بات کو، آہستہ بات کرو اَوِاجْهَرُوْا بِهٖ یا ظاہر کرو اس کو، اونچی آواز سے بات کرو اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے دلوں کے راز۔ کوئی آہستہ بولے یا بلند آواز سے سب رب تعالیٰ کے علم میں ہے۔

بلند آواز سے ذکر کرنا مکروہِ تحریمی ہے :

خیبر کے سفر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ کبھی ٹیلوں پر چڑھتے کبھی نیچے اُترتے اور بلند آواز سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے۔ بخاری شریف کی روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا اَيُّهَا النَّاسُ اِرْبَعُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ اِنَّكُمْ لَيْسَ تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَلَا غَائِبًا اِنَّكُمْ تَدْعُوْنَ سَمِيْعًا قَرِيْبًا وَهُوَ مَعَكُمْ "اے لوگو! اپنی جانوں پر رحم کرو تم اس ذات کو نہیں پکار رہے جو بہری اور غائب ہو تم تو سمیع اور قریب ذات کو پکار رہے ہو وہ تمھارے ساتھ ہے۔"

اس روایت کی روشنی میں ائمہ اربعہ متفق ہیں کہ بلند آواز سے ذکر کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔ ہاں تعلیم کی خاطر ہو تو الگ بات ہے کہ کسی موقع پر پیر اپنے مریدوں کو جمع کر کے بلند آواز سے ذکر سناتا ہے کہ ان کو ذکر کا طریقہ آجائے تو وہ جائز ہے کیوں کہ تعلیم کا مسئلہ ہے۔ ویسے بلند آواز سے ذکر کرنا مکروہ تحریمی ہے، خاص طور پر مسجدوں میں۔ اور قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بتلائی گئی ہے کہ رفع الاصوات فی المساجد "مسجدوں میں آوازیں بلند ہوں گی۔" ہاں یہ مسئلہ یاد رکھنا! اگر آدمی کسی جگہ اکیلا ہے اور اس کے بلند آواز سے ذکر کرنے میں کسی کی نماز میں خلل نہیں آتا، کسی کے مطالعے میں خلل نہیں آتا تو پھر بلند آواز سے ذکر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور اگر کسی کی نماز

میں خلل آتا ہو یا کسی کے مطالعہ میں خلل آتا ہو تو پھر بلند آواز سے قرآن پڑھنا بھی جائز نہیں ہے۔

احمد رضا خان صاحب جن کو بریلوی اپنا امام مانتے ہیں۔ اس کا بہت بڑا فتاویٰ ہے، فتاویٰ رضویہ۔ اس میں ہے کہ کسی نے پوچھا بلند آواز سے ورد کرنا اور قرآن پڑھنا اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اس کے جواب میں خان صاحب لکھتے ہیں اگر کسی کی نماز میں خلل پیدا ہوتا ہو ایسے موقع پر بلند آواز سے قرآن پڑھنا جائز نہیں ہے۔ پڑھنے والا گناہ گار ہے۔ پھر آگے فقہی حوالہ دیتے ہیں۔ پھر کسی نے پوچھا کہ اگر کوئی اس طرح کرتا ہے تو اس کا کیا علاج ہے؟ تو فرماتے ہیں کہ اگر طاقت ہے تو ہاتھ سے روکو نہیں تو کم از کم دل سے نفرت کرو۔ لیکن آج کل اُلٹی منطق ہے۔ یہ اہل بدعت سارے کہتے ہیں کہ ہم حنفی ہیں اور فقہ حنفی پر چلنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ فقہ حنفی میں شرک و بدعت کی جتنی تردید کی گئی ہے اتنی اور کسی فقہ میں نہیں ہوئی۔ سب سے زیادہ بلند آواز سے ذکر کرنے کے مخالف امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ البحر الرّائق، فتح القدیر، کبیری فقہ کی مستند ترین کتابیں ہیں۔ ان میں ہے قال ابو حنیفة رحمه الله رفع الصوت فی الدّعاء والذّکر بدعةٌ مُخَالِفٌ لِلامر فی قوله تعالیٰ اُدْعُوا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَةً "بلند آواز سے دعا کرنا اور ذکر کرنا بدعت ہے اور رب تعالیٰ کے حکم کے مخالف ہے۔" رب تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے اُدْعُوا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَةً "پکارو اپنے رب کو عاجزی کرتے ہوئے اور آہستہ۔" تو رب تعالیٰ تو آہستہ کا حکم دیتا ہے اور تم بلند آواز سے کرتے ہو۔

ایک اور بات بھی سمجھ لیں کہ ایک ہے دعا اور ایک ہے توجہ الی الدعا۔ توجہ الی

الدعا کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً: کوئی آدمی کہتا ہے کہ بیماروں کے لیے دعا کرو، مجاہدین کی فتح کے لیے دعا کرو، فلاں فوت ہو گیا ہے اس کی مغفرت کے لیے دعا کرو۔ یہ اس نے بلند آواز سے کہا ہے لوگوں کی توجہ دلانے کے لیے۔ یہ کہنا جائز ہے۔ اور جب دعا کی باری آئے گی تو آہستہ ہوگی۔

فرمایا اَلَا خبردار یَعْلَمُ رب تعالیٰ جانتا ہے مَنْ خَلَقَ جس کو اس نے پیدا کیا ہے وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ اور وہ اللہ تعالیٰ باریک بین ہے خبردار ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سارے نام برکت والے ہیں۔ لفظ اللہ جل جلالہ یہ رب تعالیٰ کا ذاتی نام ہے۔ رحمٰن، رحیم، قہار، جبار، ستار، خبیر، لطیف، یہ رب تعالیٰ کے صفاتی نام ہیں۔ ہر نام میں کوئی نہ کوئی خاصیت ہے۔ جن بزرگوں نے عملیات کی کتابیں لکھی ہیں وہ لکھتے ہیں اگر رشتے میں پریشانی ہو تو یا لطیفُ یا رحیمُ یا کریمُ کا ورد بڑا موثر ہے۔ ان اسماء کا ذکر کرو اللہ تعالیٰ کرم کرے گا۔ مگر ہم لوگ بڑے جلد باز ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ ہماری دعا بعد میں ختم ہو اور ہمارا کام پہلے ہو جائے۔ ذکر کرتے رہو اللہ تعالیٰ کرم کرے گا۔ کاروباری پریشانی میں بھی انھی اسماء کا ذکر کرو۔

فرمایا هُوَ الَّذِیْ وہ وہی ذات ہے جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا جس نے بنائی تمھارے لیے زمین تابع فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا پس چلو تم اس کے اطراف پر۔ مَنَاكِب مَنْكِبٌ کی جمع ہے۔ منکب کا معنیٰ ہے کندھا۔ یہ کندھا ہمارے ایک طرف ہے۔ تو مراد زمین کی اطراف ہیں۔ مشرق کی طرف جاؤ، مغرب کی طرف جاؤ، شمال کی طرف جاؤ، جنوب کی طرف جاؤ، یہ زمین تمھارے تابع ہے۔ اس پر چلو، کھیتی باڑی کرو، مکان بناؤ، پیشاب پاخانہ کرو تمھیں کچھ نہیں کہے گی وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ اور کھاؤ تم اس

کے رزق سے۔ اللہ تعالیٰ نے جو روزی دی ہے اس کو کھاؤ وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ اور اسی کی طرف اُٹھ کر کھڑا ہونا ہے۔ اس بات کو بھولنا نہ کہ سب نے اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش ہونا ہے۔

خوفِ خدا کا ذکر :

آگے اللہ تعالیٰ نے ڈرایا ہے۔ فرمایا ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ کیا تم امن میں ہو اس ذات سے جو آسمان میں ہے اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ کہ وہ دھنسا دے تم کو زمین میں فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ پس اچانک وہ زمین حرکت کرنے لگے، لرزنے لگے۔ چند دن پہلے کی بات ہے چند سیکنڈ کا زلزلہ آیا تھا پورا منٹ نہیں تھا۔ سائنس دان کہتے ہیں کہ چند سیکنڈ مزید ہوتا تو بیڑا غرق ہو جاتا۔ رب تعالیٰ نے ہلا کر رکھ دیا ہر چیز کو۔ رب رب ہے۔ جب کوئی مصیبت آتی ہے تو لوگ کلمہ پڑھنے لگ جاتے ہیں، توبہ کرنے لگ جاتے ہیں۔ اس وقت لوگوں کو کلمہ بھی یاد آجاتا ہے، توبہ بھی یاد آجاتی ہے۔ یہ نہ سمجھنا کہ اس وقت کلمہ اور استغفار کا اعتبار نہیں ہے۔ کلمہ ہر وقت معتبر ہے مگر اصل اللہ تعالیٰ کی یاد تو یہ ہے کہ حالت امن میں پڑھو، عافیت کی حالت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔ سر پر چوٹ لگنے کے بعد رب یاد آئے اور کہے یا اللہ! یہ تو مطلب پرست ہوا۔ اللہ تعالیٰ کو ہر وقت یاد رکھو۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ تکلیفوں میں اس کے کام ہو جائیں اس کو چاہیے کہ راحت کے دنوں میں رب کو کثرت سے یاد کرے۔

تو فرمایا کیا تم امن میں ہو اس ذات سے جو آسمانوں میں ہے کہ تمھیں دھنسا دے زمین میں اور زمین لرزنے لگے۔ اور یہ بھی یاد رکھنا کہ جس طرح یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں میں ہے عرش پر مستوی ہے اسی طرح یہ بھی عقیدہ رکھنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے

ساتھ بھی ہے۔ سورۃ الحدید آیت نمبر ۴ میں ہے وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ "وہ اللہ تمھارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو۔" دونوں باتیں قرآن کریم میں ہیں۔ عرش پر بھی مستوی ہے جو اس کی شان کے لائق ہے اور جہاں کہیں تم ہو تمھارے ساتھ بھی ہے۔ اور شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ سورۃ ق پارہ ۲۶ میں ہے وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ "اور ہم زیادہ قریب ہیں ان کے اس کی دھڑکتی ہوئی رگ سے۔"

فرمایا اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا کیا تم امن میں ہو اس ذات سے جو آسمان میں ہے کہ چھوڑے تم پر سنگ ریزے۔ حَاصِبٌ کے دو معنیٰ کرتے ہیں۔ ایک تند و تیز ہوا کا، جیسے: قوم ہود (علیہ السلام) پر آئی تھی جن کے بڑے بڑے قد تھے۔ ہوا نے ان کو اٹھا کر دور، دور پھینک دیا۔ دوسرا معنیٰ سنگ ریزے، پتھر کا کرتے ہیں۔ جیسے: لوط علیہ السلام کی قوم پر آسمان سے پتھر برسے فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرِ پس تم عنقریب جان لو گے کیسا ہے میرا ڈرانا۔ جب تم زمین میں دھنس جاؤ گے یا تمھارے اُوپر پتھر برسیں گے پھر تمھیں پتا چلے گا میرا ڈرانا کیسا ہے وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ اور البتہ تحقیق جھٹلایا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے۔ حق کو جھٹلایا ان لوگوں نے فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ پھر کیسا تھا میرا انکار کرنا۔ میرے انکار کرنے کا نتیجہ ان کے سامنے آیا یا نہیں آیا۔

فرمایا اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ کیا نہیں دیکھا اُنھوں نے پرندوں کو فَوْقَهُمْ اپنے اُوپر فضا میں صٰٓفّٰتٍ پر پھیلائے ہوئے۔ یہ رب تعالیٰ کی قدرت نہیں دیکھی اُنھوں نے کہ پرندے کئی کئی گھنٹے فضا میں اُڑتے رہتے ہیں وَيَقْبِضْنَ اور سمیٹتے بھی ہیں پروں کو جب چاہتے ہیں اور زمین پر اُتر آتے ہیں مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ

نہیں روکتا ان کو مگر رحمٰن ۔ یہ ہوا کس نے پیدا فرمائی، جانوروں کو پَر کس نے عطا فرمائے، اُڑنے کا طریقہ کس نے بتایا؟ رحمٰن کے سوا کون ہے ان کو ہوا میں روکنے والا؟

مرغی کو دیکھو! اکیس بائیس دن تقریباً انڈوں پر بیٹھتی ہے پھر بچے نکلتے ہیں۔ یہ اس کی فطرت میں کس نے رکھا ہے کہ تو نے اتنے دن انڈوں پر بیٹھنا ہے اور انڈوں کو سینکنا ہے اور ادلنا بدلنا بھی ہے۔ پھر بچہ نکلنے کے بعد خود زمین سے اپنی روزی تلاش کرتا ہے۔ یہ اس کی فطرت میں کس نے رکھا ہے؟ بچہ پیدا ہوتے ہی چھاتی پر پستان تلاش کرتا ہے اور چوستا ہے۔ بھئی! اس کو کس نے پڑھا کر بھیجا ہے کہ تیری خوراک ماں کی چھاتی میں ہے؟ بندہ رب تعالیٰ کی قدرتوں کو سمجھنا چاہے تو:

فِیْ کُلِّ شَیْءٍ لَهٗ اٰیَةٌ :: "ہر چیز میں اس کی قدرت کی نشانی ہے۔"

فرمایا اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍۭ بَصِیْرٌ بے شک وہ ہر چیز کو دیکھنے والا ہے۔ اس کا علم، اس کی سمع، اس کی بصر، ہر چیز کو محیط ہے۔

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ یَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ؕ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِیْ غُرُوْرٍ ﴿۲۰﴾ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ یَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۚ بَلْ لَّجُّوْا فِیْ عُتُوٍّ وَّ نُفُوْرٍ ﴿۲۱﴾ اَفَمَنْ یَّمْشِیْ مُكِبًّا عَلٰی وَجْهِهٖۤ اَهْدٰۤی اَمَّنْ یَّمْشِیْ سَوِیًّا عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۲۲﴾ قُلْ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَكُمْ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۳﴾ قُلْ هُوَ الَّذِیْ ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ وَ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَ یَقُوْلُوْنَ مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۲۵﴾ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۪ وَ اِنَّمَاۤ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۲۶﴾ فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِیْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ قِیْلَ هٰذَا الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ﴿۲۷﴾ قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِیَ اللّٰهُ وَ مَنْ مَّعِیَ اَوْ رَحِمَنَا ۙ فَمَنْ یُّجِیْرُ الْكٰفِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴿۲۸﴾ قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَ عَلَیْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۲۹﴾ قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ یَّاْتِیْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِیْنٍ ﴿۳۰﴾ ع ۲

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ بھلا وہ کون ہے هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ جو فوج ہے تمہاری یَنْصُرُكُمْ مدد کرے تمہاری مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ رحمان سے نیچے اِنِ الْكٰفِرُوْنَ نہیں ہیں کافر اِلَّا فِیْ غُرُوْرٍ مگر دھوکے میں اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ بھلا وہ کون ہے یَرْزُقُكُمْ جو تمہیں روزی

دے گا اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ اگر اللہ تعالیٰ روک لے اپنے رزق کو بَلْ
لَّجُّوْا بلکہ وہ اصرار کرتے ہیں فِيْ عُتُوٍّ سرکشی میں وَّنُفُوْرٍ اور
نفرت میں اَفَمَنْ کیا وہ شخص يَّمْشِيْ جو چلتا ہے مُكِبًّا اوندھا
عَلٰى وَجْهِهٖٓ اپنے چہرے کے بل اَهْدٰٓى زیادہ ہدایت والا ہے
اَمَّنْ یا وہ شخص يَّمْشِيْ جو چلتا ہے سَوِيًّا سیدھا عَلٰى صِرَاطٍ
مُّسْتَقِيْمٍ سیدھے راستے پر قُلْ آپ فرمادیں هُوَ الَّذِيْٓ وہ وہی
ذات ہے اَنْشَاَكُمْ جس نے پیدا کیا تم کو وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ اور
بنائے تمھارے لیے کان وَالْاَبْصَارَ اور آنکھیں وَالْاَفْـِٕدَةَ اور دل
قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ بہت کم تم شکر ادا کرتے ہو قُلْ آپ فرمادیں هُوَ
الَّذِيْ وہ وہی ذات ہے ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ جس نے بکھیرا تمھیں
زمین میں وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ اور اُسی کی طرف تم اکٹھے کیے جاؤ گے
وَيَقُوْلُوْنَ اور وہ کہتے ہیں مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ کب یہ وعدہ پورا ہوگا
اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر ہو تم سچے قُلْ آپ فرمادیں اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ
اللّٰهِ پختہ بات ہے اس کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وَاِنَّمَآ اَنَا اور پختہ
بات ہے میں نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ڈرانے والا ہوں کھول کر فَلَمَّا رَاَوْهُ
پس جس وقت وہ دیکھیں گے اس کو زُلْفَةً قریب سِيْٓـَٔتْ وُجُوْهُ
الَّذِيْنَ بگڑ جائیں گے ان لوگوں کے چہرے كَفَرُوْا جنھوں نے کفر

کیا وَقِيْلَ اور کہا جائے گا هٰذَا الَّذِيْ یہ وہ چیز ہے كُنْتُمْ بِهٖ
تَدَّعُوْنَ جس کو تم طلب کرتے تھے قُلْ آپ فرمادیں اَرَءَيْتُمْ
بتلاؤ تم اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ اگر ہلاک کردے مجھے اللہ تعالیٰ وَمَنْ مَّعِيَ
اور ان کو جو میرے ساتھ ہیں اَوْ رَحِمَنَا یا رحم کرے ہم پر فَمَنْ يُّجِيْرُ
الْكٰفِرِيْنَ پس کون پناہ دے گا کافروں کو مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ دردناک
عذاب سے قُلْ آپ فرمادیں هُوَ الرَّحْمٰنُ وہ رحمٰن ہی ہے
اٰمَنَّا بِهٖ ایمان لائے ہیں ہم اس پر وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا اور اسی پر ہم نے
بھروسا کیا ہے فَسَتَعْلَمُوْنَ پس عنقریب تم جان لو گے مَنْ هُوَ فِيْ
ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ کون ہے جو کھلی گمراہی میں ہے قُلْ آپ فرمادیں
اَرَءَيْتُمْ بتلاؤ تم اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ اگر ہو جائے تمھارا پانی غَوْرًا
گہرا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ پس کون لا کر دے گا تمھیں بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ایسا
پانی جو جاری ہو۔

عموماً حکومتوں کا یہ طریقہ ہے کہ وہ اپنے دفاع کے لیے فوج رکھتی ہیں۔ اگر کوئی ملک فوج نہیں رکھتا تو وہ محفوظ نہیں ہوتا۔ کیوں کہ طاقت ور حکومت کمزور حکومت کو کھا جاتی ہے۔ اگر کچھ نہ کچھ فوج ہوگی تو دوسرے کو جھجک ہوگی کہ کوئی مجھے بھی روکنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے کافرو مشرکو! اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ بھلا وہ کون ہے جو فوج ہے تمھاری يَنْصُرُكُمْ مدد کرے تمھاری مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ رحمان کے سوا کہ جب تم مصیبت میں پھنس جاؤ، دشمنوں میں گھر جاؤ کون ہے جو تمھاری

مدد کرے گا۔ لشکر بن کر کون تمھارا بچاؤ کرے گا، کون تمھارا دفاع کرے گا؟ رب تعالیٰ کو چھوڑ دو اس سے نیچے نیچے کی بات کرو۔ رب تعالیٰ تو تمھیں ایک لمحے میں تباہ بھی کر سکتا ہے اور آباد بھی کر سکتا ہے۔ دوسروں کی بات کرو وہ تمھارا کیا کر سکتے ہیں؟

فرمایا اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِیْ غُرُوْرٍ نہیں ہیں کافر مگر دھوکے میں کہ فلاں ہمارے کام آئے گا فلاں ہمیں بچا لے گا۔ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ رب تعالیٰ کے مقابلہ میں کوئی فوجیں لا کر کھڑا نہیں کر سکتا۔ دیکھو! (کشمیر میں) ایک منٹ بھی زلزلہ نہیں آیا مگر اس نے دنیا کو اوپر نیچے کر کے رکھ دیا ہے۔ اور آج سے تقریباً اڑھائی تین سال پہلے جاپان میں صرف سترہ (۱۷) سیکنڈ کا زلزلہ آیا تھا۔ اس سے اتنی تباہی ہوئی تھی کہ حکومتِ جاپان جس نے صنعت میں پورے یورپ کو آگے لگایا ہوا ہے، کہا تھا کہ یہ نقصان ہم چار سال میں بھی پورا نہیں کر سکتے۔ بھائی! رب، رب ہے اس کا کون مقابلہ کر سکتا ہے؟

اچھا اور بات بتلاؤ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ یَرْزُقُكُمْ بھلا وہ کون ہے جو تمھیں روزی دے گا اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ اگر اللہ تعالیٰ روک لے اپنے رزق کو۔ تم تو ہر وقت اللہ تعالیٰ کے محتاج ہو پھر رب تعالیٰ کے ساتھ ضد لگائے ہوئے ہو بَلْ لَّجُّوْا بلکہ وہ اصرار کرتے ہیں فِیْ عُتُوٍّ سرکشی میں وَّنُفُوْرٍ اور نفرت میں۔ حق سے، توحید سے، اسلام سے، رب تعالیٰ کے احکام سے نفرت میں۔

آگے اللہ تعالیٰ نے مثال کے ساتھ سمجھایا ہے کہ تم خود فیصلہ کرو کہ ایک آدمی قیامت والے دن قبر سے نکل کر اللہ تعالیٰ کی عدالت میں اس طرح جائے کہ سر نیچے اور ٹانگیں اوپر۔ سر کے بل چل کر جائے اندھیرے میں اور دوسرا ٹانگوں پر چل کر جائے

روشنی میں نُوۡرُهُمۡ يَسۡعٰى بَيۡنَ اَيۡدِيۡهِمۡ وَبِاَيۡمَانِهِمۡ [سورۃ التحریم] تو ان دونوں میں سے کون بہتر ہے۔ یقیناً یہی حال ہوگا حشر والے دن مومن اور کافر کا۔ کافر قبروں سے نکل کر اللہ تعالیٰ کی عدالت کی طرف سر کے بل چل کر جائیں گے اندھیرے میں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا حضرت! سر کے بل کیسے چلیں گے؟ فرمایا جو رب پاؤں کے بل چلا سکتا ہے وہ سر کے بل بھی چلائے گا۔ یہ اس بات کی علامت ہوگی کہ ان لوگوں کی کھوپڑیاں اُلٹی تھیں۔ دماغ ان کے اُلٹے تھے۔ یہ دنیا میں اُلٹی چال چلتے تھے۔

فرمایا اَفَمَنۡ يَّمۡشِىۡ مُكِبًّا کیا پس وہ شخص جو چلتا ہے اوندھا ہو کر عَلٰى وَجۡهِهٖۤ چہرے کے بل اَهۡدٰٓى وہ زیادہ ہدایت والا ہے اَمَّنۡ يَّمۡشِىۡ سَوِيًّا یا وہ جو چلتا ہے سیدھا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ سیدھے راستے پر۔ ان میں سے بہتر کون ہے، سہولت والا کون ہے؟ ٹانگوں کے بل چلنے والا یا سر کے بل چلنے والا؟ قُلۡ آپ کہہ دیں هُوَ الَّذِىۡۤ وہ وہی ذات ہے اَنۡشَاَكُمۡ جس نے پیدا کیا تم کو۔ اور (کوئی) خالق ہے جس نے تمھیں پیدا کیا ہو وَجَعَلَ لَـكُمُ السَّمۡعَ وَالۡاَبۡصَارَ وَالۡاَفۡـئِدَةَ اور بنائے اس نے تمھارے لیے کان، آنکھیں اور دل۔ رب تعالیٰ کے سوا کوئی کان دینے والا ہے؟ آنکھیں دینے والا ہے؟ دل دینے والا ہے؟ پھر ہر چیز مفت دی ہے۔

تین چار دن ہوئے کہ ایک بوڑھی بی بی حاجن نیک سیرت آئی تھی۔ کہنے لگی میں نے آنکھوں کا آپریشن کرایا ہے پچیس ہزار (۲۵۰۰۰) روپے میں اور ابھی پوری روشنی نہیں آئی۔ یہ رب تعالیٰ کا شکر ہے کہ نظر آتا ہے۔ رب تعالیٰ نے مفت دی ہیں بڑے ناشکرے ہو قَلِيۡلًا مَّا تَشۡكُرُوۡنَ بہت کم تم شکر ادا کرتے ہو رب تعالیٰ کی نعمتوں کا۔

میدانِ محشر کا منظر :

قُلْ آپ کہہ دیں هُوَ الَّذِىْ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے ذَرَاَكُمْ فِى الْاَرْضِ جس نے بکھیرا تمھیں زمین میں۔کوئی مشرق میں ہے،کوئی مغرب میں ہے،کوئی شمال میں ہے،کوئی جنوب میں ہے وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ اور اُسی کی طرف تم اکٹھے کیے جاؤ گے۔حضرت اسرافیل علیہ السلام دوبارہ صور پھونکیں گے يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِىَ لَا عِوَجَ لَهٗ [طٰہٰ:۱۰۸] "اس دن پیچھے لگیں گے پکارنے والے کے اس کے لیے کوئی کجی نہیں ہوگی۔" میدانِ محشر بالکل ہموار ہوگا لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا [ایضاً:۱۰۷] "نہیں دیکھے گا تو اس میں کوئی کجی اور نہ کوئی ٹیلا۔" اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق اکٹھی ہوگی۔کیا جنات کیا انسان،خشکی والے،سمندر والے،عجیب منظر ہوگا۔سورج ایک میل کی مسافت پر ہوگا۔ گرمی کا کیا عالم ہوگا۔اس وقت سورج ہم سے کروڑوں میل دور چوتھے آسمان پر ہے۔ جیٹھ ہاڑ کے مہینے میں اس کی تپش برداشت سے باہر ہوتی ہے۔

فِىْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ [المعارج:۴] پچاس ہزار سال کا لمبا دن ہوگا۔لوگ گناہوں کی نسبت سے پسینے میں (ڈوبے) ہوں گے۔کوئی اپنے پسینے میں ٹخنوں تک،کوئی ناف تک،کوئی حلق تک،کوئی کانوں تک۔نفسی نفسی پکار رہے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی زبانوں پر ہوگا رَبِّ سَلِّمْ رَبِّ سَلِّمْ "پروردگار سلامتی فرما،پروردگار سلامتی فرما۔" وہ دن ہوگا يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ﴿۳۴﴾ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ﴿۳۵﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ﴿۳۶﴾ "جس دن آدمی بھاگے گا اپنے بھائی سے اپنی والدہ سے اور اپنے باپ سے اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے۔" [سورۃ عبس،پارہ:۳۰]

آج دنیا میں ایک دوسرے پر جانیں قربان کرتے ہیں۔روایات میں آتا ہے کہ

ایک آدمی کی پچاس نیکیاں ہوں گی اور پچاس ہی بُرائیاں ہوں گی۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے اے بندے! ایک نیکی لاؤ کہ تیرا نیکیوں والا پلہ بھاری ہو جائے اور جنت میں چلے جاؤ۔ پہلے تو وہ بڑا خوش ہوگا کہ ایک نیکی کیا ہے۔ اپنے لنگوٹیے دوستوں کے پاس جائے گا کہ مجھے ایک نیکی دے دو۔ وہ کہیں گے اِلَيْكَ دفع ہو جا تجھے نیکی دے کر ہم کہاں جائیں گے؟ بھائی کے پاس جائے گا، والد کے پاس جائے گا۔ سب جواب دے دیں گے۔ آخر میں والدہ کے پاس جائے گا۔ کہے گا اَتَعْرِفِيْنَ کیا مجھے پہچانتی ہے میں کون ہوں؟ ماں کہے گی ہاں! میں نے تجھے اپنے پیٹ میں اُٹھایا، مشکل سے جنا، پھر تجھے پالا، تو میرا بیٹا ہے۔ کہے گا امی! مجھے ایک نیکی دے دے۔ ماں کہے گی اِلَيْكَ عَنِّيْ "میری آنکھوں سے دور ہو جا۔" تجھے نیکی دے کر میں کہاں جاؤں گی؟ تو محشر بڑا مشکل مرحلہ ہے اور ہم غفلت میں ہیں۔

تو فرمایا اللہ تعالیٰ وہی ہے جس نے تمھیں زمین میں بکھیرا اور اس کی طرف تم اکٹھے کیے جاؤ گے وَيَقُوْلُوْنَ اور وہ کافر ٹھٹھے کے طور پر کہتے ہیں مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ کب یہ وعدہ پورا ہوگا، قیامت کب برپا ہوگی؟ جس سے تم ہمیں ڈراتے ہو اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر ہو تم سچے تو ہمیں بتلاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا قُلْ آپ فرما دیں اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ پختہ بات ہے اس کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ اس کا صحیح وقت رب تعالیٰ ہی جانتا ہے اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اجمالی طور پر سب جانتے ہیں کہ قیامت آئے گی۔ اس طرح سمجھو جیسے ہم سب جانتے ہیں کہ ہم نے مرنا ہے۔ لیکن مرنے کے وقت کا کسی کو علم نہیں ہے۔ یہ رب تعالیٰ کا راز ہے اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ع

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں
سامان سو برس کا ہے کل کی خبر نہیں

اس میں رب تعالیٰ کی بڑی حکمتیں ہیں۔ اگر ہر آدمی کو اپنی موت کا علم ہوتا تو نظام دنیا چل ہی نہیں سکتا تھا۔ جس کو پتا ہوتا کہ میں نے آج سے تیس سال بعد مرجانا ہے وہ آج ہی سے سوکھنا شروع ہو جاتا۔ خوشیاں ختم، شادیاں ختم۔

(پھر رب تعالیٰ کی حکمت دیکھو کہ کسی کو علم نہیں ہے کہ میں نے پہلے مرنا ہے یا بیٹے نے۔ آنے کی ترتیب ہے جانے کی کوئی ترتیب نہیں ہے۔ باپ اپنے ہاتھ سے بیٹے اور پوتے کو دفنا رہا ہوتا ہے۔ چھوٹا بھائی بڑے بھائی کو دفنا رہا ہوتا ہے۔ اگر واپسی (موت) بھی آنے والی ترتیب سے ہوتی تو پھر بھی نظام دنیا نہ چلتا کہ بڑے کے مرنے کے بعد چھوٹے کو فکر لاحق ہو جاتی کہ اب میں نے مرنا ہے۔ لہٰذا دنیا سے جانے کی رب نے ترتیب نہیں رکھی۔ نواز بلوچ، مرتب)

تو فرمایا پختہ بات ہے قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ اور پختہ بات ہے میں ڈرانے والا ہوں کھول کر کہ اَلسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ [القمر:٤٦] "قیامت بہت بڑی آفت اور کڑوی چیز ہے۔" فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً پس جب دیکھیں گے اس کو قریب آگئی ہے سِيْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بگڑ جائیں گے ان لوگوں کے چہرے جو کافر ہیں، پریشان ہو جائیں گے۔ آج تو کہتے ہیں کب آئے گی؟ جس وقت آئے گی تو ان کے یہ چہرے نہیں رہیں گے عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۝ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۝ [سورۃ عبس] "چہروں پر غبار چڑھا ہوگا ان پر سیاہی چڑھی ہوئی ہوگی۔" اس دن مومنوں کے چہرے بالکل سفید ہوں گے اور کافروں اور اہل بدعت کے چہرے بالکل

سیاہ ہوں گے یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْهٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ [آل عمران:۱۰۶] "جس دن کئی چہرے سفید ہوں گے اور کئی چہرے سیاہ ہوں گے۔" اس آیت کریمہ کی تشریح میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں تَبْیَضُّ وُجُوْهٌ ای اهل السنة والجماعة وَ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ای اهل البدعة والهواء جنھوں نے دین میں بدعتیں گھڑی ہیں ان کے چہرے سیاہ ہوں گے۔

تو فرمایا جب دیکھیں گے قیامت کو کہ قریب آ گئی ہے تو کافروں کے چہرے بگڑ جائیں گے وَقِیْلَ اور کہا جائے گا هٰذَا الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ یہ وہی ہے جس کو تم مانگتے تھے۔ کہتے تھے مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ کب آئے گی یہ قیامت؟ قُلْ آپ فرما دیں اَرَءَیْتُمْ بتلاؤ تم اِنْ اَهْلَكَنِیَ اللّٰهُ اگر ہلاک کر دے مجھے اللہ تعالیٰ وَمَنْ مَّعِیَ اور ان کو بھی جو میرے ساتھ ہیں اَوْ رَحِمَنَا یا ہم پر رحم فرمائے۔ دو ہی صورتیں ہیں۔ یا تو اللہ تعالیٰ ہمیں زندہ چھوڑ دے یا ہمیں دنیا سے لے جائے۔ ہمارا معاملہ اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے جو چاہے کرے۔ اے کافرو! تم بتلاؤ فَمَنْ یُّجِیْرُ الْكٰفِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ پس کون پناہ دے گا کافروں کو دردناک عذاب سے۔ ہمارا معاملہ تو رب تعالیٰ کے ساتھ ہے دنیا میں رکھے یا دنیا سے لے جائے۔ تمھیں رب تعالیٰ کی گرفت سے کون بچائے گا؟

رب کی گرفت سے کوئی نہیں بچا سکتا :

روایات میں آتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کا جب سیلاب آیا تو ایک شادی شدہ لڑکی تھی جس کی عمر سترہ (۱۷) اٹھارہ (۱۸) سال تھی۔ چاند جیسا خوب صورت بیٹا اس کے پاس تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اس کو دیکھ کر کہا بچی اپنی جان پر بھی ترس کھاؤ اور بچے پر

بھی ترس کھاؤ۔ تجھے رب تعالیٰ نے خوب صورت بیٹا عطا فرمایا ہے کلمہ پڑھ لو اور کشتی میں سوار ہو جاؤ۔ تو بھی بچ جائے گی اور بچہ بھی بچ جائے گا۔ کہنے لگی تمھارے کلمے کی ضرورت نہیں ہے میں خود ہی بچ جاؤں گی۔ بچے کو اس نے چھاتی کے ساتھ لگایا ہوا تھا، دودھ پلا رہی تھی پانی آیا تو اُٹھ کھڑی ہوئی۔ جب پانی چھاتی تک پہنچا تو بچے کو اس نے کندھے پہ بٹھالیا۔ جب پانی کندھے تک ہو گیا تو بچے کو سر پر بٹھالیا۔ جب پانی اور بلند ہوا تو بچے کو اس نے ہاتھوں پر اُٹھالیا۔ پانی اور بلند ہوا تو خود بھی ہلاک ہوئی اور بچہ بھی ہلاک ہو گیا اور اُس کو کوئی خدا کے عذاب سے بچانہ سکا۔

تو فرمایا کافروں کو دردناک عذاب سے کون بچائے گا؟ قُلْ آپ فرمادیں ان سے هُوَ الرَّحْمٰنُ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی رحمٰن ہے وہ ہم پر رحم کرے گا کیوں کہ اٰمَنَّا بِهٖ ہم ایمان لائے ہیں اس پر۔ اس کی ذات پر، اس کی صفات پر کہ وہ ذات میں بھی وحدہٗ لاشریک ہے اور صفات میں بھی وحدہٗ لاشریک ہے۔ اپنے افعال میں بھی وحدہٗ لاشریک ہے اور وہ اپنے ارادے میں بھی وحدہٗ لاشریک ہے۔ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا اور اسی پر ہم نے بھروسا کیا ہے۔ اور تم لات، منات، عزّیٰ اور دوسروں پر بھروسا کرتے ہو فَسَتَعْلَمُوْنَ پس عنقریب تم جان لوگے مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ کون ہے جو کھلی گمراہی میں ہے۔ تم ہو یا ہم ہیں۔ آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو کر سب کچھ سامنے آجائے گا۔

قُلْ آپ ان سے کہہ دیں اَرَءَيْتُمْ بتلاؤ تم اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا اگر ہو جائے تمھارا پانی گہرا۔ موجودہ سطح سے نیچے چلا جائے۔ ہمارا علاقہ تو الحمد للہ! پانی والا ہے۔ ہم چمن سے قندھار گئے۔ وہ پس ماندہ علاقہ ہے۔ تقریباً اسی (۸۰) میل کا رقبہ

ہوگا۔ راستے میں نہ پانی، نہ کھیتی، نہ درخت۔ جن کا وضو تھا اُنھوں نے تو نمازیں پڑھ لیں اور جن کا نہیں تھا وہ بڑے پریشان ہوئے۔ تیمم کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ یہاں تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے گھر گھر پانی، جگہ جگہ پانی اور ہم ناشکرے۔

تو فرمایا اگر تمھارا پانی گہرا ہو جائے فَمَنْ یَّاْتِیْکُمْ بِمَآءٍ مَّعِیْنٍ پس کون لاکر دے گا تمھیں ایسا پانی جو جاری ہو زمین کی سطح پر۔ تفسیروں میں یہاں ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے۔ ایک سرکش متکبر عربی تھا۔ جب اس کے سامنے یہ آیت کریمہ پڑھی گئی فَمَنْ یَّاْتِیْکُمْ بِمَآءٍ مَّعِیْنٍ تو کہنے لگا اَلْفُؤُسُ وَالمعاوِل "کلہاڑیاں اور کدال پانی لا کر دیں گی" کہ ان کے ذریعے سے کنویں کھودتے ہیں۔ رب تعالیٰ نے اس کو اسی وقت اندھا کر دیا۔ لفظ منہ سے نکالنے کی دیر تھی اس کی آنکھوں کا پانی ختم کر دیا کہ رب تعالیٰ کے کلام کے ساتھ مذاق کرتے ہو۔ وہ ساری عمر کے لیے اندھا ہو گیا۔ رب تعالیٰ کے عذاب سے ہمیشہ ڈرتے رہنا چاہیے۔ (اسی لیے حدیث پاک میں آتا ہے جب یہ آیت پڑھی جائے فَمَنْ یَّاْتِیْکُمْ بِمَآءٍ مَّعِیْنٍ تو اس کے بعد کہنا چاہیے اللہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ۔ گویا یہ اس آیت کا جواب ہے)۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سُورۃ القلم

(مکمل)

جلد ۔۔۔۔۔۔ ۲۰

آیاتھا ۵۲ ۶۸ سُوْرَةُ الْقَلَمِ مَكِّيَّةٌ ۲ رکوعاتھا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۝۱ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۝۲ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۝۳ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝۴ فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ ۝۵ بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ ۝۶ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝۷ فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝۸ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ۝۹ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ۝۱۰ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيْمٍ ۝۱۱ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝۱۲ عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ۝۱۳ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ ۝۱۴ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝۱۵ سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ۝۱۶

نٓ وَالْقَلَمِ قسم ہے قلم کی وَمَا اور اس چیز کی يَسْطُرُوْنَ جو وہ لکھتے ہیں مَآ اَنْتَ نہیں ہیں آپ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ اپنے رب کے فضل سے بِمَجْنُوْنٍ دیوانے وَاِنَّ لَكَ اور بے شک آپ کے لیے لَاَجْرًا البتہ اجر ہے غَيْرَ مَمْنُوْنٍ کبھی نہ ختم ہونے والا وَاِنَّكَ اور بے شک آپ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ البتہ بڑے اخلاق پر ہیں فَسَتُبْصِرُ پس عنقریب آپ دیکھ لیں گے وَيُبْصِرُوْنَ اور وہ بھی دیکھ

لیں گے بِاَیِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ تم میں سے کون فتنے میں ڈالا گیا ہے اِنَّ رَبَّكَ بے شک آپ کا رب هُوَ اَعْلَمُ وہ خوب جانتا ہے بِمَنْ ضَلَّ اس کو جو بہک گیا عَنْ سَبِیْلِهٖ اس کے راستے سے وَهُوَ اَعْلَمُ اور وہ خوب جانتا ہے بِالْمُهْتَدِیْنَ ہدایت پانے والوں کو فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِیْنَ پس آپ اطاعت نہ کریں جھٹلانے والوں کی وَدُّوْا وہ لوگ پسند کرتے ہیں لَوْ تُدْهِنُ اگر آپ نرمی کریں فَیُدْهِنُوْنَ پس وہ بھی نرم ہو جائیں وَلَا تُطِعْ اور آپ اطاعت نہ کریں كُلَّ حَلَّافٍ کسی بھی قسم کھانے والے کی مَّهِیْنٍ جو ذلیل ہے هَمَّازٍ عیب نکالنے والا ہے مَّشَّآءٍۭ بِنَمِیْمٍ کثرت سے چغلیاں لے کر چلتا ہے مَّنَّاعٍ لِّلْخَیْرِ روکنے والا ہے خیر سے مُعْتَدٍ تجاوز کرنے والا ہے اَثِیْمٍ گناہ گار ہے عُتُلٍّ بدمزاج ہے بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِیْمٍ اس کے بعد بدنام بھی ہے اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ اس لیے کہ مال والا ہے وَّبَنِیْنَ اور بیٹوں والا ہے اِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِ جس وقت پڑھی جاتی ہیں اس پر اٰیٰتُنَا ہماری آیتیں قَالَ کہتا ہے اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں سَنَسِمُهٗ عنقریب ہم داغ لگائیں گے اس کو عَلَى الْخُرْطُوْمِ سونڈ پر۔

نٓ کے متعلق مفسرین کے اقوال :

نزول کے اعتبار سے اس سورۃ کا دوسرا نمبر ہے۔اس کے دو رکوع اور باون (۵۲) آیتیں ہیں۔ نٓ کے متعلق مفسرین کرام رحمہم اللہ نے بہت سی باتیں فرمائی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سورتوں کے شروع میں جو حروف مقطعات هِيَ مِنْ أَسماءِ اللهِ تعالىٰ "یہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔" اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ناموں کے مخفف ہیں۔ مثلاً: نون سے مراد نور ہے۔نور بھی اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔بعض فرماتے ہیں کہ نٓ سے مراد نصیر ہے۔بعض فرماتے ہیں ناصر مراد ہے۔ناصر بھی اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔اللہ تعالیٰ کے ناموں کی طرف اشارہ ہے۔تفسیر خازن وغیرہ میں ہے کہ نون کے معنیٰ مچھلی کے ہیں۔سات زمینوں کے نیچے ایک مچھلی ہے جس کی پشت پر سات زمینیں ٹکی ہوئی ہیں۔

بعض مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ نون سے مراد دوات ہے اور قلم سے قلم مراد ہے۔ پھر قلم سے کون سا قلم مراد ہے؟ ایک یہ ہے کہ وہ قلم مراد ہے جس سے لوحِ محفوظ لکھی گئی ہے۔ابوداؤد شریف میں ہے أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللهُ الْقَلَمَ "سب سے پہلے جو چیز اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی وہ قلم ہے۔" تقدیر کا قلم۔بعض فرماتے ہیں کہ ہر قلم مراد ہے جس سے پہلے زمانے کے لوگ لکھتے رہے اور اب لکھتے ہیں اور آئندہ لکھیں گے۔

تو قسم ہے دوات اور قلم کی وَمَا يَسْطُرُوْنَ اور اس چیز کی جس کو وہ لکھنے والے لکھتے ہیں مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ نہیں ہیں آپ اپنے رب کے فضل سے دیوانے۔قلم دوات کا کیا تعلق ہے اس جملے کے ساتھ؟ مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ تعلق یہ ہے کہ اب تک قلم دوات سے جو لکھنے والوں نے لکھا اور آئندہ لکھیں گے وہ

اس بات پر گواہ ہے کہ آپ دیوانے نہیں ۔ تاریخ لکھنے والوں کی تاریخ، مضمون لکھنے والوں کا مضمون آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کو پہنچ ہی نہیں سکتا آپ کس طرح دیوانے ہو سکتے ہیں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیوانہ کہنے کی کیا وجہ تھی؟ دیوانہ اس وجہ سے کہتے تھے کہ ساری قوم ایک بات کہتی ہے اور ایک بندہ ساری قوم کے خلاف دوسری بات کرتا ہے۔ تو ظاہری طور پر نتیجہ یہی اخذ کرنا چاہیے کہ یہ دیوانہ ہے۔

حضرت ضماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ :

تو انھوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مجنون، مجنون کہہ کر مشہور کیا ہوا تھا۔ اور اتنا پروپیگنڈہ کیا تھا کہ مکہ مکرمہ سے پانچ منزلوں کے فاصلے پر ایک قبیلہ رہتا تھا ازدشنوءہ۔ وہاں تک یہ بات پہنچی ۔ اس قبیلہ کا ایک آدمی جس کا نام ضماد تھا وہ پاگلوں کو دم کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر شفا دیتا تھا۔ فیس بھی کافی لیتا تھا۔ اس نے سنا کہ کعبۃ اللہ کے متولیوں کا ایک لڑکا جس کا باپ فوت ہو چکا ہے اور ماں بھی فوت ہو چکی ہے بہن بھائی بھی اس کا کوئی نہیں ہے۔ وہ دیوانہ ہو گیا ہے۔ کعبۃ اللہ کے ساتھ سارے عرب کی عقیدت تھی ۔ اس کے متولیوں کے ساتھ بھی عقیدت تھی۔

ضماد انسانی ہمدردی کے تحت مکہ مکرمہ پہنچ گیا۔ لوگوں سے پوچھا کہ میں اس شخص کو ملنا چاہتا ہوں جس کا نام محمد ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔ میں نے سنا ہے کہ اس کو دیوانگی ہے۔ جس کے ساتھ بھی بات کرتا کیا مرد یا عورتیں، کیا بچے، کیا بوڑھے، سبھی کہتے دیوانے کے ساتھ ملاقات کرنی ہے اس کو مل کر کیا کرنا ہے؟ کہتا مجھے بتاؤ تو سہی میں نے اس کے ساتھ ملاقات کرنی ہے۔ چنانچہ وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچ گیا۔ گفتگو شروع کی۔ کہنے لگا حضرت! آپ نے قبیلہ ازدشنوءہ کا نام سنا ہوگا۔ آپ نے فرمایا ہاں! میں نے سنا ہے۔

کہنے لگا شاید آپ نے یہ بھی سنا ہو کہ اس قبیلے کا ایک آدمی پاگلوں کو دم کرتا ہے اور ان کو شفا
ہو جاتی ہے۔ وہ عاجز میں ہوں۔ میں نے آپ سے فیس نہیں لینی صرف انسانی ہمدردی
کے تحت آپ کے پاس آیا ہوں لَعَلَّ اللّٰهَ يَشْفِيكَ عَلٰى يَدِيْ "شاید اللہ تعالیٰ آپ
کو میرے ہاتھ سے شفا دے دے۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں آپ کے آنے پر بڑا شکر گزار ہوں کہ آپ
دور سے انسانی ہمدردی کے تحت آئے ہو اور کہہ رہے ہو کہ فیس بھی نہیں لوں گا اور یہ بھی
کہہ رہے ہو کہ شاید اللہ تعالیٰ میرے ہاتھ پر آپ کو شفا دے دے۔ یعنی یہ مانتے ہو کہ شفا
رب تعالیٰ کے پاس ہے۔ لیکن میں پاگل نہیں ہوں۔ ضماد کہنے لگا لوگ کیوں پاگل کہتے
ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لوگوں کی زبانیں ان کے مونہوں میں ہیں لیکن میں
پاگل نہیں ہوں۔ کہنے لگا آپ کہتے کیا ہیں؟ مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ خطبہ پڑھا جو آپ حضرات جمعہ کے موقع پر سنتے ہیں الحمد لله
نحمده و نستعينه و نستغفره یہ خطبہ پڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وَالسَّمَآءِ وَ
الطَّارِقِ پڑھ کر سنائی۔ چونکہ عربی تھا اور پھر شاعر اور مقرر بھی تھا۔ جوں جوں
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آیات پڑھتے گئے اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے گئے۔ آخر میں
اس نے اپنا فیصلہ سنایا۔ کہنے لگا میں شاعر بھی ہوں، ادیب بھی ہوں، مقرر بھی ہوں۔ یہ
کلام جو آپ نے سنایا ہے یہ کسی بندے کا کلام نہیں ہے۔ یہ رب ہی کا کلام ہے۔ لہٰذا
آپ جو دعوت دیتے ہیں میں قبول کرتا ہوں اور (یہ کہہ کر) مسلمان ہو گیا اور رضی اللہ
تعالیٰ عنہم کی جماعت میں شامل ہو گیا۔

مشرکین مکہ کا پروپیگنڈہ :

تو اندازہ لگاؤ کہ مشرکین مکہ نے آپ ﷺ کے بارے میں کتنے دور دور تک پروپیگنڈہ کیا ہوا تھا کہ یہ دیوانہ ہے۔ مستدرکِ حاکم حدیث کی کتاب ہے۔ اس میں روایت ہے کہ زمانہ جاہلیت میں بھی لوگ حج کرتے تھے۔ منیٰ ، مزدلفہ، عرفات کے میدان میں لوگ کافی اکٹھے ہوتے تھے۔ آنحضرت ﷺ موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے کہ لوگ اکٹھے ہیں جا کر تبلیغ کرتے تھے۔ اور اُدھر ابوجہل اور ابولہب نے باری مقرر کی ہوئی تھی کہ عرفات میں تم نے تردید کرنی ہے اور منیٰ میں مَیں نے تردید کرنی ہے۔ جس وقت آنحضرت ﷺ تقریر فرماتے تو ابوجہل خاموشی کے ساتھ سنتا رہتا شور نہیں مچاتا تھا۔ جب آپ ﷺ تقریر ختم کرتے تو یہ اُٹھ کر کھڑا ہو جاتا اور کہتا اَيُّهَا النَّاس اے لوگو! تم نے اس کا بیان سنا۔ ہو سکتا ہے کہ تم اس کے بیان سے متاثر ہوئے ہو۔ میں اس کا چچا لگتا ہوں۔ میں کہتا ہوں یہ صابی ہے، کذّاب ہے، پاگل ہے، اس کے پھندے میں نہ آنا۔ منیٰ کے مقام پر آپ ﷺ نے تقریر کی تو ابولہب اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ کہنے لگا اَيُّهَا النَّاس اے لوگو میری بات سنو! میرا نام عبدالعزّٰی ہے۔ میرے باپ کا نام عبد المطلب ہے۔ یہ میرے چھوٹے بھائی عبداللہ کا لڑکا ہے۔ یہ دیوانہ ہے، صابی ہے، جھوٹا ہے، اس کے پھندے میں نہ آنا۔

تو ان لوگوں نے آپ ﷺ کے خلاف اتنا زبردست پروپیگنڈہ کیا ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ کو قسم اُٹھا کر صفائی دینی پڑی۔ قسم دوات اور قلم کی اور اس چیز کی جو وہ لکھتے ہیں آپ اپنے رب کے فضل سے دیوانے نہیں ہیں وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ اور بے شک آپ کے لیے البتہ اجر ہے کبھی ختم نہ ہونے والا۔ آپ ﷺ کی اُمت نے جتنی

نیکیاں کیں اور کر رہی ہے اور قیامت آنے تک کرتی رہے گی وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نامۂ اعمال میں بھی برابر درج ہو رہی ہیں اور ہوتی رہیں گی، کیوں کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتلائی ہیں۔ نماز ہے، روزہ ہے، حج ہے، زکوٰۃ ہے، تلاوت قرآن پاک ہے، سلام کہنا ہے۔ غرض کہ جو بھی نیکی کرتے ہیں۔

تو فرمایا بے شک آپ کے لیے البتہ اجر ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ اور بے شک آپ البتہ بڑے اخلاق پر ہیں۔ ان لوگوں کا پروپیگنڈہ بالکل غلط ہے۔

شیخ الرئیس ابن سینا جو بہت بڑا حکیم گزرا ہے اور لوگ اب اس کی برسیاں مناتے ہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ طبی نقطۂ نظر سے دنیا میں اگر کوئی کامل انسان تھا تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ یعنی طبی لحاظ سے جتنی صحت درکار ہوتی ہے کہ جسم میں کوئی کمی اور نقص نہ ہو وہ واحد شخص دنیا میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ اور روحانی مقام تو اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوقات میں بلند ترین تھا۔

تو فرمایا بے شک آپ خلق عظیم کے مالک ہیں فَسَتُبْصِرُ پس عنقریب آپ دیکھ لیں گے وَيُبْصِرُوْنَ اور وہ بھی دیکھ لیں گے بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ کہ تم میں سے کون فتنے میں ڈالا گیا ہے۔ کون مجنون ہے عنقریب پتا چل جائے گا۔

قوموں کے لیے چند سال کوئی شے نہیں ہوتے۔ تیئس سال میں عرب کی وہ زمین جو کفر، شرک اور برائیوں سے اٹی ہوئی تھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کفر و شرک اور برائیوں سے پاک ہوگئی اور وہ سارے لوگ ہدایت یافتہ ہو گئے۔ مولانا حالی مرحوم نے کیا خوب کہا ہے: ؎

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی
عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی

کوئی گھر ایسا نہ رہا جس میں اسلام داخل نہ ہوا ہو۔ ۹،۸ سنہ ھ میں سارا عرب من حیث القوم مسلمان ہو گیا۔ وہ جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیوانہ کہتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آتے ہوئے سر جھکا لیتے تھے، آنکھیں نیچی کر لیتے تھے۔

تو فرمایا آپ بھی دیکھ لیں گے اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ کون مجنون ہے؟ اِنَّ رَبَّكَ بے شک آپ کا رب هُوَ اَعْلَمُ وہ خوب جانتا ہے بِمَنْ اس کو ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ جو بھٹک گیا اس کے راستے سے، گمراہ ہو گیا وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت پانے والوں کو۔ نہ کوئی گمراہ اس کی نظر سے غائب ہے اور نہ کوئی ہدایت یافتہ اس کی نظر سے اوجھل ہے۔

شانِ نزول :

آگے ایک سکیم کا ذکر ہے۔ جو قریش مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مشن سے ہٹانے کے لیے تیار کی تھی۔ مکہ مکرمہ کے بڑے سرداروں میں ایک ولید بن مغیرہ تھا۔ اٹھارہ سال کی عمر تک اس کا کوئی باپ بننے کے لیے تیار نہ ہوا۔ اٹھارہ سال کے بعد مغیرہ نے کہا کہ یہ میرا نطفہ ہے۔ اس کے تیرہ بیٹے تھے اور کافی نوکر چاکر تھے۔ تیرہ بیٹوں میں سے تین مسلمان ہوئے۔ اسلام کے مشہور جرنیل خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور ہشام بن ولید رضی اللہ عنہ اور ولید بن ولید رضی اللہ عنہ۔ مکہ مکرمہ کے ہر محلے میں اس کی دُکان تھی اور ہر دکان میں ہر طرح کا سامان ہوتا تھا۔ بڑا مال دار آدمی تھا۔

یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور اس کے ساتھ عتبہ بن ابی ربیع تھا۔ عتبہ کی

لڑکیاں بڑی خوب صورت تھیں۔ عتبہ نے کہا کہ اگر آپ اپنا مشن چھوڑ دیں تو میں یہ قربانی دے سکتا ہوں کہ میری خوب صورت جوان لڑکیاں ہیں۔ جس کی طرف آپ اشارہ کریں بغیر حق مہر کے آپ کے نکاح میں دے دوں گا۔ یہ جو کارروائی آپ نے شروع کی ہوئی ہے اس کو چھوڑ دیں۔ گھر گھر میں لڑائی شروع ہو گئی ہے۔ بیٹا باپ کا مخالف ہے، بھائی بھائی کا مخالف ہے، بیوی خاوند کے مخالف ہو گئی ہے۔ گلی محلوں میں یہ سلسلہ چل نکلا ہے۔ ولید بن مغیرہ نے کہا اگر آپ اس پروگرام سے باز آجائیں تو میں آپ کو اتنا مال دینے کے لیے تیار ہوں کہ آپ کی سات پشتیں کھاتی رہیں تو ان سے ختم نہیں ہوگا۔ مگر آپ اس کارروائی سے باز آجائیں۔ اس موقع پر زیادہ گفتگو کرنے والا ولید بن مغیرہ تھا۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ پس آپ اطاعت نہ کریں جھٹلانے والوں کی حق کو وَدُّوْا وہ پسند کرتے ہیں لَوْ تُدْهِنُ۔ یہ لَوْ مصدریہ ہے اِنْ کے معنیٰ میں۔ وہ پسند کرتے ہیں اس کو کہ اگر آپ نرمی کریں مذہب میں فَيُدْهِنُوْنَ وہ بھی نرمی کریں گے۔ وہ کہتے تھے کہ تم ہمارے لات، منات، عزیٰ کی تعریف کر دیا کرو ہم تمھارے رب کی تعریف کر دیا کریں گے۔ صلح صفائی کے ساتھ اکٹھے رہیں۔ رب تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو منع فرما دیا۔

فرمایا وَلَا تُطِعْ اور آپ اطاعت نہ کریں كُلَّ حَلَّافٍ ہر قسم اُٹھانے والے کی۔ یہ ولید بن مغیرہ جب بھی بات کرتا تھا قسم اُٹھاتا تھا۔ حلاف کا معنیٰ ہوتا ہے زیادہ قسمیں اُٹھانے والا۔ مَّهِيْنٍ جو ذلیل ہے لوگوں کی نگاہوں میں۔ لوگ اس کے سامنے تو اس کی قدر کرتے تھے۔ جب بیٹھ کر جاتا تو کہتے یہ وہی ہے جس کا باپ نہیں ملتا تھا هَمَّازٍ عیب نکالنے والا ہے، طعنہ دینے والا ہے۔ کسی کو کہتا تیری آنکھ ایسی ہے، کسی کو کہتا

تیرا بازو ایسا ہے، کسی کو کہتا تیرا پیشہ ایسا ہے۔ کسی کو کچھ کہتا اور کسی کو کچھ کہتا۔ هَمَّازٍ کا معنیٰ ہے طعنہ مارنے والا مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيمٍ کثرت سے چغلیاں لے کر چلتا ہے۔ یہاں کی بات وہاں اور وہاں کی بات یہاں پہنچاتا ہے مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ۔ خیر سے روکنے والا ہے۔ ایمان سے روکتا ہے، اسلام سے روکتا ہے مُعْتَدٍ تجاوز کرنے والا ہے۔ چونکہ مال دار بھی تھا اور تیرہ بیٹے اور نوکر چاکر تھے کوئی اس کے سامنے نہیں کھڑا ہوتا تھا۔ کسی کو مکا مار دیا، کسی کو لاٹھی ماردی۔ اَثِيمٍ گناہ گار ہے عُتُلٍّ بدمزاج ہے۔ عُتل کہتے ہیں جو اپنی منوائے اور کسی کی نہ سنے، اُجڈ مزاج بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيمٍ اس کے بعد بدنام بھی ہے۔ اُٹھارہ سال تک اس کے باپ کا علم نہیں تھا۔ اٹھارہ سال کے بعد مغیرہ نے دعویٰ کیا کہ میرا نطفہ ہے۔ اس کی ماں کے ساتھ میں نے بُرائی کی تھی۔ اپنا حال تو یہ ہے اور لوگوں کو طعنے دیتا ہے۔ پیغمبر کو دیوانہ کہتا ہے۔ اپنے گریبان میں منہ ڈال (جھانک) کر دیکھ۔ لیکن دنیا کے لوگوں کا حال یہ ہے بُرے لوگوں کی ظاہری طور پر بڑی قدر کرتے ہیں (ان کے شر سے بچنے کے لیے۔ مرتب) دل میں ان کے کوئی قدر نہیں ہوتی۔

فرمایا یہ کارروائیاں اس لیے کرتا ہے اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ کہ مال والا ہے وَ بَنِيْنَ اور بیٹوں والا ہے۔ مال اولاد کے بل بوتے پر یہ حرکتیں کرتا ہے اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا جس وقت پڑھی جاتی ہیں اس پر ہماری آیتیں۔ قرآن اس کو سنایا جاتا ہے قَالَ کہتا ہے اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ۔ اساطیر اسطورہ کی جمع ہے۔ اسطورہ کا معنیٰ ہے کہانی۔ کہتا ہے یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔ ٹھیک ہے قرآن میں واقعات بھی ہیں۔ مگر وہ سبق آموز ہیں، عبرت کے لیے ہیں۔ محض قصے، کہانیاں تو نہیں ہیں۔ کرلے یہ باتیں سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ اصل میں خرطوم ہاتھی کے سونڈ کو کہتے ہیں۔ اس کی

ناک لوٹے کی طرح پھولی ہوئی تھی ہاتھی کی سونڈ کی طرح۔ اور خنزیر کی ناک کو بھی خرطوم کہتے ہیں۔ فرمایا عنقریب ہم داغ لگائیں گے اس کو سونڈ پر۔

اور بدر کے موقع پر ایک انصاری صحابی نے اس کی ناک پر زخم لگایا تھا۔ وہاں سے بچ کر بھاگ گیا۔ واپس مکہ مکرمہ آ کر علاج کراتا رہا مگر وہ زخم ٹھیک نہ ہوا۔ پھر اسی تکلیف میں مر گیا۔

إِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَآ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ إِذْ اَقْسَمُوْا
لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ﴿١٧﴾ وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ ﴿١٨﴾ فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ
مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿١٩﴾ فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ﴿٢٠﴾ فَتَنَادَوْا
مُصْبِحِيْنَ ﴿٢١﴾ اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ﴿٢٢﴾
فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ﴿٢٣﴾ اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ
مِّسْكِيْنٌ ﴿٢٤﴾ وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ ﴿٢٥﴾ فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْٓا اِنَّا
لَضَآلُّوْنَ ﴿٢٦﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿٢٧﴾ قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ
لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ﴿٢٨﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿٢٩﴾
فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ ﴿٣٠﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا
كُنَّا طٰغِيْنَ ﴿٣١﴾ عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا
رٰغِبُوْنَ ﴿٣٢﴾ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ۖ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا
يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٣﴾

اِنَّا بے شک ہم نے بَلَوْنٰهُمْ آزمایا ان کو كَمَا بَلَوْنَا
جیسے ہم نے آزمایا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ باغ والوں کو اِذْ اَقْسَمُوْا
جب انھوں نے قسم اٹھائی لَيَصْرِمُنَّهَا البتہ ضرور کاٹیں گے وہ اس باغ
کے پھل کو مُصْبِحِيْنَ صبح کے وقت وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ اور انھوں نے
ان شاء اللہ بھی نہ کہا فَطَافَ عَلَيْهَا پس پھر گیا اس باغ پر طَآئِفٌ
مِّنْ رَّبِّكَ آپ کے رب کی طرف سے وَهُمْ نَآئِمُوْنَ

اور وہ سوئے ہوئے تھے فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ پس ہو گیا وہ باغ جیسے کٹی ہوئی کھیتی ہوتی ہے فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ پس انھوں نے ایک دوسرے کو آوازیں دیں صبح کرتے ہوئے اَنِ اغْدُوْا کہ سویرے چلو عَلٰى حَرْثِكُمْ اپنی کھیتی پر اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ اگر ہو تم پھل توڑنے والے فَانْطَلَقُوْا پس وہ چلے وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ اور وہ آہستہ آہستہ باتیں کر رہے تھے اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ کہ داخل نہ ہو اس باغ میں آج کے دن عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ تمھارے اوپر کوئی مسکین وَّغَدَوْا اور ہو گئے وہ عَلٰى حَرْدٍ منع کرنے پر قٰدِرِيْنَ قادر فَلَمَّا رَاَوْهَا پس جس وقت دیکھا انھوں نے باغ کو قَالُوْا کہنے لگے اِنَّا لَضَآلُّوْنَ بے شک ہم راستہ بھولنے والے ہیں بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ بلکہ ہم محروم ہو گئے ہیں قَالَ اَوْسَطُهُمْ کہا ان میں سے درمیانے نے اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ کیا میں نے نہیں کہا تھا تم کو لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ کیوں نہیں تم تسبیح بیان کرتے قَالُوْا وہ کہنے لگے سُبْحٰنَ رَبِّنَآ پاک ہے ہمارا رب اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ بے شک ہم ظالم تھے فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ پس متوجہ ہوا بعض ان کا عَلٰى بَعْضٍ بعض پر يَّتَلَاوَمُوْنَ ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے قَالُوْا کہنے لگے يٰوَيْلَنَآ ہائے افسوس ہم پر اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ بے شک ہم ہی سرکشی کرنے والے تھے عَسٰى قریب

ہے رَبُّنَآ ہمارا رب اَنْ یُّبْدِلَنَا کہ بدل دے ہمیں خَیْرًا مِّنْهَآ بہتر اس سے اِنَّآ بے شک ہم اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ اپنے رب کی طرف رغبت کرنے والے ہیں كَذٰلِكَ الْعَذَابُ اسی طرح عذاب ہوتا ہے وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اور البتہ آخرت کا عذاب اَكْبَرُ بہت بڑا ہے لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ کاش کہ یہ لوگ جان لیں۔

باغ والوں کا واقعہ :

اس سے پہلی آیات میں تم نے ولید بن مغیرہ کے متعلق سنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخالفین میں سے ایک تھا۔ اور بڑا منہ پھٹ اور امیر ترین آدمی تھا۔ اس کے تیرہ بیٹے تھے۔ اور اسی مال اور اولاد کی وجہ سے وہ حد سے بڑھا ہوا تھا۔ ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ اے پروردگار! ایسے گھٹیا آدمی کو تو نے مال، اولاد سے کیوں نوازا؟

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ بے شک ہم نے ان مکے والوں کو آزمایا جن میں ولید بن مغیرہ بھی تھا كَمَا بَلَوْنَآ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ جیسے ہم نے آزمایا باغ والوں کو۔ یہ باغ والے کہاں کے رہنے والے تھے؟ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حبشہ کے رہنے والے تھے۔ حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ تابعین میں سے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں یمن میں رہتے تھے۔ اپنی اپنی تحقیق ہے۔

واقعہ اس طرح پیش آیا کہ ایک آدمی تھا بڑا نیک پارسا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو ایک باغ عطا فرمایا تھا جس میں ہر قسم کے پھل تھے اور کھیتی بھی تھی۔ اس کا یہ معمول تھا کہ پھل جب اُتارنا ہوتا تھا تو علاقے میں اعلان کرا دیتا تھا کہ فلاں دن میں نے پھل اُتارنا ہے

غرباء، مساکین پہنچ جائیں اور اپنا حق وصول کر لیں۔ پھل کے وہ تین حصے کرتا تھا۔ ایک حصہ گھر کی ضروریات کے لیے رکھ لیتا تھا۔ ایک حصہ باغ کی ضروریات، کھاد، پانی، گوڈی وغیرہ کے لیے اور ایک حصہ غریبوں میں تقسیم کر دیتا تھا۔ یہ اس کی زندگی کا معمول تھا۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے تین بیٹے دیئے تھے لڑکی کوئی نہیں تھی۔ لڑکوں کو بھی ساتھ لے جاتا تھا کہ یہ بھی دیکھیں کہ میں کس طرح تقسیم کرتا ہوں اور میرے بعد یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہے۔ وہ اللہ کا بندہ بیمار ہو گیا اور سمجھا کہ میں اس بیماری سے جانبر نہیں ہو سکوں گا۔ بیٹوں کو وصیت کی اور سمجھایا کہ بیٹو! یہ سب کچھ رب تعالیٰ کا دیا ہوا ہے اور یہ باغ بھی اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے۔ ہمارا تو صرف نام ہے حقیقت میں سب کچھ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ بیٹو! کُلُّ نَفۡسٍ ذَآئِقَةُ الۡمَوۡتِ "ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔" اور میں محسوس کر رہا ہوں کہ میرا آخری وقت آ پہنچا ہے۔ بیٹو! میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ جس طرح میں کرتا ہوں تم نے بھی اسی طرح کرنا ہے۔ پھل اُتارنے کا جب وقت آئے تو غریبوں، مسکینوں کو ان کا حق وہیں دے دینا ہے۔ وہ فوت ہو گیا۔

پھل تیار ہو گیا، کھیتی پک گئی۔ پھل توڑنے کا وقت آیا تو رات کو تینوں بھائیوں نے مشورہ کیا کہ کل پھل توڑنا ہے کیا کرنا چاہیے؟ درمیانے نے کہا اسی طرح کرنا چاہیے جس طرح ہمارا باپ کرتا تھا اور اس نے ہمیں وصیت بھی کی ہے۔ بڑے اور چھوٹے نے کہا کہ ہمارے والد کی عقل، سمجھ ٹھیک نہیں تھی۔ سارا سال محنت کرتا، گرمی سردی برداشت کرتا اور جب پھل تیار ہوتا تھا تو غریبوں اور مسکینوں کو دے دیتا۔ ہم نے ان کو کچھ نہیں دینا۔

درمیانے نے کہا کہ خدا خوفی کرو نہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرو اور نہ والد صاحب کا

اچھا نام بدلو۔ کیونکہ اُس زمانے میں رب تعالیٰ کی طرف سے حکم تھا چوتھائی غریبوں اور مسکینوں میں تقسیم کرنے کا۔ وہ نیک آدمی چوتھائی کے بجائے تیسرا حصہ نکالتا تھا۔ دوسرے دو بھائیوں نے کہا کہ تو بھی والد صاحب کی طرح بے وقوف ہے۔ کمائیں ہم اور کھائیں دوسرے، یہ کوئی عقل کی بات ہے؟ وہ بے چارہ اکیلا تھا دب گیا۔ اُنھوں نے قسم اُٹھائی کہ رب تعالیٰ کی قسم ہے صبح جا کر ہم نے پھل کاٹنا ہے اور کسی کو ایک دانہ بھی نہیں دینا۔ اور کہنے لگے کہ جاتے وقت بلند آواز سے بات بھی نہیں کرنی کہ کوئی فقیر سن نہ لے اور وہاں آ نہ جائے۔ اور اس طرح چلنا ہے کہ پاؤں کی آہٹ بھی کوئی نہ سنے۔ مشورہ کر کے سو گئے۔

ادھر اللہ تعالیٰ نے آگ کا بگولا بھیجا جس نے سارے باغ کو راکھ کر کے رکھ دیا اور کوئی چیز اس نے نہ چھوڑی۔ صبح اندھیرے منہ باغ کی طرف چلے۔ جب وہاں پہنچے تو باغ نظر نہ آیا۔ نہ درخت، نہ کھیتی وغیرہ۔ پہلے تو کہنے لگے ہم پر نیند غالب ہے ہم راستہ بھول گئے ہیں۔ ہم کسی اور جگہ چلے آئے ہیں۔ پھر جس وقت اچھی طرح غور کیا آس پاس کو دیکھا تو کہنے لگے جگہ تو وہی ہے مگر ہمیں رب تعالیٰ نے محروم کر دیا ہے۔ اب واویلا کرنے لگ گئے کہ ہائے مارے گئے۔ تو درمیانے نے کہا میں نے تم کو نہیں کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مقابلہ نہ کرو اور والد صاحب کی وصیت پر عمل کرو۔ پھر اُنھوں نے رو رو کر آہ وزاری کی، گڑگڑا کر رب تعالیٰ سے مانگا اور کچھ باپ کی نیکی کام آ گئی۔ بڑوں کی نیکی بھی چھوٹوں کے کام آ جاتی ہے۔

بڑوں کی نیکی کا چھوٹوں کے کام آنا :

سولھویں پارے کے پہلے رکوع میں موجود ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام

سفر کرتے ہوئے انطاکیہ شہر پہنچے۔ انطاکیہ شہر آج بھی مصر میں موجود ہے۔ دوپہر کا وقت تھا بھوک لگی ہوئی تھی اور پیسا پاس نہیں تھا۔ سامنے کچھ لوگ آئے۔ ان سے کہا بھوک لگی ہوئی ہے کھانا کھلا دو۔ اُنھوں نے دیکھا کہ قد بت، شکلیں خوب صورت ہیں۔ صحت مند بھی ہیں۔ یہ کیوں سوال کرتے ہیں۔ اُن کا خیال تھا اندھا مانگے، لنگڑا مانگے، لولا مانگے۔ مگر یہ کوئی پیشہ ور سائل تو نہیں تھے۔ اتفاق ہو گیا کہ پیسے پاس نہیں ہیں اور بھوک بھی لگ گئی۔ کیوں کہ پیغمبروں کو اللہ تعالیٰ نے ایسے وجود تو نہیں دیئے کہ کھانے کی ضرورت نہ ہو۔ کھانا پیغمبر بھی کھاتے ہیں۔ مگر ان لوگوں نے کھانا کھلانے سے انکار کر دیا کہ کر کے کھاؤ۔ انھوں نے جاتے ہوئے دیکھا کہ ایک بڑی دیوار ہے جو گرنے والی ہے۔ خضر علیہ السلام کا نام بلیا بن ملکان تھا۔ خضر اس لیے کہتے تھے کہ جس جگہ بیٹھتے تھے وہ جگہ فوراً سبز ہو جاتی تھی۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہم عصر تھے اور ذوالقرنین جس کا ذکر قرآن کریم میں آتا ہے اس کے وزیر اعظم تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو لمبی عمر عطا فرمائی تھی۔ جمہور محدثین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ وہ اب بھی زندہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ وہ کہاں ہیں۔

حضرت خضر علیہ السلام نے دیکھا کہ دیوار گرنے والی ہے اُنھوں نے اس کو سیدھا کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا حضرت! یہ اتنے بے مروت لوگ ہیں جنھوں نے ہمیں مانگنے پر بھی کھانا نہیں کھلایا اور آپ نے مفت میں ان کو دیوار سیدھی کر دی۔ کچھ تھوڑے بہت پیسے لے لیتے کہ ہم روٹی کھا لیتے۔ بعد میں خضر علیہ السلام نے بتلایا کہ یہ دیوار دو یتیم بچوں کی تھی۔ اور اس کے نیچے خزانہ تھا وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا "اور ان دونوں کا باپ نیک تھا۔" دیوار گر جاتی خزانہ ننگا (ظاہر) ہو جاتا اور دوسرے لوگ لے جاتے۔ اب جب یہ بڑے

ہوں گے تو نکال لیں گے۔ والد نیک تھا اس کی نیکی بیٹوں کے کام آئی۔

تو باغ والوں نے گڑگڑا کر رب تعالیٰ سے درخواست کی اور والد کی نیکی بھی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس سے بہتر باغ عطا فرما دیا۔

تفسیر معالم التنزیل اور تفسیر کشاف میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس باغ کے انگور کا ایک ایک گچھا اتنا بڑا ہوتا تھا کہ اس کا آدھا حصہ خچر کے ایک طرف اور دوسرا آدھا خچر کے دوسری طرف رکھنا پڑتا تھا۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے وہ جتنی چاہے برکت ڈال دے۔

امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے اتنا بڑا سنگترہ دیکھا کہ اس کے دو حصے کر کے آدھا اُونٹ کے ایک طرف اور آدھا دوسری طرف رکھنا پڑتا تھا۔ ابو داؤد شریف میں ہے کہ میں نے ترشہتیر کے برابر لمبی دیکھی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب تشریف لائیں گے تو انار کا ایک دانہ اتنا بڑا ہوگا کہ اس کے خول کے نیچے دس دس آدمی بیٹھ سکیں گے۔ سب کچھ اپنے مقام پر حق ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کچھ بعید نہیں ہے کہ ان کو آناً فاناً دوبارہ باغ مل جائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ بے شک ہم نے آزمایا ان کو كَمَا بَلَوْنَآ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ جیسے آزمایا ہم نے باغ والوں کو اِذْ اَقْسَمُوْا جب اُنھوں نے قسم اُٹھائی لَيَصْرِمُنَّهَا البتہ ضرور کاٹیں گے وہ اس کو یعنی اس کا پھل اُتاریں گے۔ صرم کا معنیٰ ہے باغ کا پھل اُتارنا۔ مُصْبِحِيْنَ صبح کے وقت۔ رب کی قسم صبح ہم نے باغ کا پھل اُتارنا ہے وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ اور ان شاء اللہ بھی نہ کہا۔ حالانکہ آدمی جب بھی کوئی کام کرنا چاہے تو ان شاء اللہ ضرور کہے۔ کیوں کہ ان شاء اللہ کے بغیر کچھ بھی

نہیں ہے۔

کئی دفعہ سن چکے ہو کہ یہود نے آپ ﷺ سے تین سوال کیے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کل جواب دوں گا اور زبان سے ان شاء اللہ کہنا بھول گئے۔ کل گزرا، پرسوں گزرا، ہفتہ گزرا تو یہود نے بھنگڑا ڈالنا شروع کر دیا کہ خدا جانے اس کا کل کب آئے گا۔ پندرہ دن کے بعد وحی آئی اور وحی کا آغاز اس سے ہوا وَلَا تَقُولَنَّ لِشَاىۡءٍ اِنِّىۡ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ۝ اِلَّاۤ اَنۡ يَّشَآءَ اللّٰهُ [الکہف: ۲۳، ۲۴] "اور آپ نہ کہیں کسی چیز کے بارے میں کہ میں کرنے والا ہوں اس کو کل مگر یہ کہ اللہ چاہے۔" اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر کیا ہو سکتا ہے؟

تو اُنھوں نے ان شاء اللہ! بھی نہ کہا فَطَافَ عَلَيۡهَا طَآٮِٕفٌ پس پھر گیا اس باغ پر پھرنے والا مِّنۡ رَّبِّكَ آپ کے رب کی طرف سے۔ آسمانی آفت آئی جس نے سارے باغ کو جلا کر راکھ کر دیا وَهُمۡ نَآٮِٕمُوۡنَ اور وہ سوئے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب آیا باغ پر فَاَصۡبَحَتۡ كَالصَّرِيۡمِ - صریم کا معنیٰ کٹی ہوئی کھیتی بھی کرتے ہیں اور راکھ بھی کرتے ہیں۔ جیسے لکڑیاں جلنے کے بعد راکھ باقی رہ جاتی ہے۔ اور صریم کا معنیٰ کالی راکھ بھی کرتے ہیں۔ سب معانی صحیح ہیں۔ وہ باغ ایسے ہو گیا جیسے کٹی ہوئی کھیتی ہوتی ہے، وہ ایسے ہو گیا جیسے راکھ، وہ باغ ایسے سیاہ ہو گیا جیسے کالی راکھ ہوتی ہے۔ فَتَنَادَوۡا پس اُنھوں نے ایک دوسرے کو پکارا مُصۡبِحِيۡنَ صبح ہو جانے پر۔ صبح صادق ہوئی تو ایک دوسرے کو جگایا اَنِ اغۡدُوۡا عَلٰى حَرۡثِكُمۡ کہ سویرے سویرے چلو اپنی کھیتی پر اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰرِمِيۡنَ اگر ہو تم پھل اُتارنے والے فَانۡطَلَقُوۡا پس وہ چلے وَهُمۡ يَتَخَافَتُوۡنَ اور وہ آہستہ آہستہ باتیں کر رہے تھے

اَنۡ لَّا یَدۡخُلَنَّهَا الۡیَوۡمَ عَلَیۡکُمۡ مِّسۡکِیۡنٌ کہ داخل نہ ہو اس باغ میں آج کے دن تمھارے اُوپر کوئی مسکین۔ آہستہ آہستہ بولو کسی مسکین کو خبر نہ ہو جائے کہ یہ باغ کا پھل اُتارنے کے لیے جا رہے ہیں اور وہ بھی پہنچ جائے کہ ہمیں بھی کچھ ملے گا۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَّغَدَوۡا عَلٰی حَرۡدٍ قٰدِرِیۡنَ اور ہو گئے وہ غریبوں کو روکنے پر قادر اپنے خیال کے مطابق فَلَمَّا رَاَوۡهَا پس جس وقت اُنھوں نے وہ باغ دیکھا قَالُوۡۤا کہنے لگے اِنَّا لَضَآلُّوۡنَ بے شک ہم راستہ بھول گئے ہیں۔ ہمارے باغ کے تو درخت تھے، بڑی رونق تھی یہ ہموار زمین ہے ہم غلط جگہ آ گئے ہیں۔ پھر جب آنکھیں کھولیں اِدھر اُدھر کے ماحول کو دیکھا تو کہنے لگے بَلۡ نَحۡنُ مَحۡرُوۡمُوۡنَ بلکہ ہم محروم ہو گئے ہیں۔ جگہ وہی ہے لیکن ہماری نافرمانی کی وجہ سے سارا (باغ) ختم ہو گیا۔

قَالَ اَوۡسَطُهُمۡ کہا اُن میں سے درمیانے نے اَلَمۡ اَقُلۡ لَّکُمۡ کیا میں نے تمھیں نہیں کہا تھا اے بھائیو! لَوۡلَا تُسَبِّحُوۡنَ کیوں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان نہیں کرتے کہ اس نے ہم پر احسان کیا ہے ہمیں اس کا حق ادا کرنا چاہیے۔ اور باپ کی وصیت کے مطابق غریبوں کو ان کا حق دینا چاہیے۔ اور تم نے تو ان شاء اللہ بھی نہ کہا اور اپنے آپ کو پھل کاٹنے پر قادر سمجھا۔ اب تم نے ناشکری کا نتیجہ دیکھ لیا ہے۔ اس وقت قَالُوۡا کہنے لگے سُبۡحٰنَ رَبِّنَاۤ پاک ہے ہمارا رب اِنَّا کُنَّا ظٰلِمِیۡنَ بے شک ہم ظالم تھے۔ آدمی جب اپنے گناہوں کا اقرار کر کے سچے دل سے توبہ کرتا ہے معافی مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کُلُّکُمۡ خَطَّاءُوۡنَ وَ خَیۡرُ الۡخَطَّائِیۡنَ التَّوَّابُوۡنَ "تم سب کے سب خطا کار ہو اور بہترین خطا کار وہ ہیں جو توبہ کرنے والے

ہیں۔" تو اُنھوں نے کہا کہ بے شک ہم ظالم تھے فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ پس متوجہ ہوا بعض ان کا بعض پر يَّتَلَاوَمُوْنَ ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے۔ ایک نے کہا کہ تو نے یہ فیصلہ کیا تھا۔ دوسرے نے کہا تو نے کیا تھا اور میں نے تیری تائید کی تھی۔ عموماً لوگوں کی عادت ہے کہ کام ٹھیک ہو جائے تو ہر آدمی اپنی طرف نسبت کرتا ہے اور اس کا سہرا اپنے سر باندھنے کی کوشش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میری وجہ سے ہوا ہے۔ اور اگر کام بگڑ جائے، خراب ہو جائے تو دوسرے پر ڈالتا ہے کہ اس کی وجہ سے ایسا ہوا ہے۔

تو ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے۔ پھر قَالُوْا کہنے لگے يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ہائے افسوس ہم پر بے شک ہم سرکشی کرنے والے تھے۔ خدا کی نافرمانی کی، والد صاحب کا اچھا طریقہ چھوڑا عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ يُّبْدِلَنَا اُمید ہے کہ ہمارا رب بدل دے ہمیں خَيْرًا مِّنْهَآ اس سے بہتر اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ بے شک ہم اپنے رب کی طرف رغبت کرنے والے ہیں۔ اپنا جرم مانتے ہیں، اپنی سرکشی کو تسلیم کرتے ہیں کہ ہم سے غلطی ہوئی ہے۔ مال والو! مال پر گھمنڈ نہ کرو كَذٰلِكَ الْعَذَابُ اسی طرح مال پر عذاب آتا ہے۔ یہ تو دنیا کا عذاب ہے وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ اور آخرت کا عذاب بہت بڑا ہے جس کا آج ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ دنیا کی آگ میں لوہے تک ہر چیز پگھل جاتی ہے اور جہنم کی آگ اس سے اُنہتر گنا تیز ہے۔ اگر مارنا مقصود ہو تو اس کا ایک شعلہ ہی کافی ہے لیکن لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى "نہ مرے گا اس میں اور نہ زندہ رہے گا۔" لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ کاش کہ یہ لوگ جان لیں دنیا کی ناپائیداری کو اور عارضی ہونے کو سمجھ لیں۔ آخرت کو سامنے رکھیں۔ دنیا راستہ ہے منزل نہیں ہے۔ اس کو منزل نہ سمجھ لو۔ منزل تمھاری آخرت ہے۔

****

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿٣٤﴾ اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ﴿٣٥﴾ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿٣٦﴾ اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ ﴿٣٧﴾ اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ ﴿٣٨﴾ اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ ﴿٣٩﴾ سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ ﴿٤٠﴾ اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَآىِٕهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ﴿٤١﴾ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿٤٢﴾ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سٰلِمُوْنَ ﴿٤٣﴾ فَذَرْنِيْ وَمَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٤٤﴾ وَاُمْلِيْ لَهُمْ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴿٤٥﴾

اِنَّ بے شک لِلْمُتَّقِيْنَ پرہیز گاروں کے لیے عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کے رب کے ہاں جَنّٰتِ النَّعِيْمِ نعمتوں کے باغ ہیں اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ کیا پس ہم کر دیں گے فرماں برداروں کو كَالْمُجْرِمِيْنَ مجرموں کی طرح مَا لَكُمْ تمھیں کیا ہو گیا ہے كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ تم کیسے فیصلے کرتے ہو اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ کیا تمھارے پاس کوئی کتاب ہے فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ اس میں تم پڑھتے ہو اِنَّ لَكُمْ بے شک تمھارے لیے ہے فِيْهِ اس میں لَمَا البتہ وہ چیز تَخَيَّرُوْنَ جو تم پسند کرتے

ہو اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ کیا تمھارے لیے قسمیں ہیں عَلَيْنَا ہمارے ذمے بَالِغَةٌ جو پہنچنے والی ہیں اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن تک اِنَّ لَكُمْ کہ تمھارے لیے ہے لَمَا البتہ وہ چیز تَحْكُمُوْنَ جو تم فیصلہ کرتے ہو سَلْهُمْ آپ پوچھیں ان سے اَيُّهُمْ کون اُن میں سے ہے بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ اس کا ذمہ دار اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ کیا ان کے لیے شریک ہیں فَلْيَاْتُوْا پس چاہیے کہ لے آئیں وہ بِشُرَكَآئِهِمْ اپنے شریکوں کو اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ اگر ہیں وہ سچے يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ جس دن کھولی جائے گی پنڈلی وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ اور بلائے جائیں گے یہ سجدے کی طرف فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ پس وہ طاقت نہیں رکھیں گے خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ جھکی ہوئی ہوں گی آنکھیں ان کی تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ چھا جائے گی ان پر ذلت وَقَدْ كَانُوْا اور تحقیق تھے يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ بلائے جاتے سجدے کی طرف وَهُمْ سٰلِمُوْنَ اور وہ سالم تھے فَذَرْنِيْ پس چھوڑ دیں مجھے وَمَنْ اور اس کو يُّكَذِّبُ جو جھٹلاتا ہے بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اس بات کو سَنَسْتَدْرِجُهُمْ بہ تاکید ہم ان کو درجہ بہ درجہ چڑھائیں گے مِّنْ حَيْثُ جہاں سے لَا يَعْلَمُوْنَ ان کو علم نہیں ہوگا وَاُمْلِيْ لَهُمْ اور میں مہلت دیتا ہوں ان کو اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ بے شک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے۔

متقین کا تذکرہ :

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ بے شک پرہیز گاروں کے لیے عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کے رب کے ہاں جَنّٰتِ النَّعِيْمِ نعمتوں کے باغ ہیں۔متقین تقویٰ سے ہے۔تقویٰ کا معنیٰ ہے بچنا، پرہیز کرنا۔تقویٰ کا سب سے اعلیٰ درجہ ہے کہ انسان کفر وشرک سے بچے۔پھر گناہِ کبیرہ سے بچے پھر صغیرہ سے بچنے کی کوشش کرے۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی سے بچے۔یعنی وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی، حکم عدولی سے بچتے ہیں ایسے لوگوں کے لیے ان کے رب کے ہاں نعمتوں کے باغ ہیں۔

تقویٰ کا مفہوم بقول اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ :

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تقویٰ کا مفہوم بیان کرو۔مجلس میں کافی لوگ بیٹھے تھے۔مقصد یہ تھا کہ یہ لوگ تقویٰ کا مفہوم سمجھ لیں۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضرت! آپ کبھی ایسے علاقے سے گزرے ہیں جہاں خاردار جھاڑیاں ہوں؟ فرمایا ہاں! گزرا ہوں۔حضرت کیسے؟ فرمایا اپنے کپڑوں کو سمیٹ کر گزرتا ہوں کہ کانٹوں کے ساتھ اُلجھ نہ جائیں۔کہنے لگے حضرت! یہی تقویٰ ہے۔اس دنیا میں گناہوں کے بہت سے کانٹے ہیں۔مومن کا کام ہے کہ اپنے دامن کو سنبھال کر نکل جائے تاکہ کوئی کانٹا اس کو نہ چبھے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ نے ٹھیک کہا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو متقی بنائے۔آج کل متقی بننا بہت مشکل کام ہے۔محنت کرنا پڑے گی۔نفس امارہ پر قابو پانا پڑے گا۔شیطان لعین کے ساتھ مقابلہ کرنا پڑے گا۔مگر

اتنا مشکل بھی نہیں ہے کہ انسان تقویٰ حاصل نہ کر سکے۔ نیت کر لے تو حاصل ہو جاتا ہے۔ اگر آخرت کو سامنے رکھے کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں وہ میرے سامنے آنے والا ہے۔ ہر آدمی کو اپنی آخرت کی زندگی بہتر بنانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اور یہ عہد کرے کہ کل جو مجھ سے گناہ ہوئے تھے وہ آج میں نے نہیں کرنے۔ ان شاء اللہ نہیں ہوں گے۔ اور نیت کرے کہ کل جو نیکیاں مجھ سے رہ گئی تھیں آج میں نہیں چھوڑوں گا۔ آدمی عزم اور نیت پختہ کر لے تو کر سکتا ہے۔

تو فرمایا بے شک متقیوں کے لیے ان کے رب کے ہاں نعمتوں کے باغ ہیں۔ مشرک کہتے تھے یہ مسلمان بھوکے مر رہے ہیں آگے جا کر بھی بھوکے مریں گے۔ رب تعالیٰ ان سے راضی ہوتا تو ان کو مال و دولت دیتا۔ مال و دولت تو ہمارے پاس ہے۔ یہ ان کا غلط قیاس تھا کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی خوشی اور ناراضی کا معیار مال و دولت نہیں ہے بلکہ دین ہے، ایمان ہے۔ دنیا ملنے سے رب تعالیٰ کی رضا حاصل نہیں ہوتی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھو! بکریاں چرا کر کھانا کھاتے ہیں۔ قرآن پاک میں موجود ہے دس سال خدمت کی۔ مقابلے میں سگا چچازاد بھائی قارون ہے۔ اس کے پاس اتنی دولت تھی کہ اس کے خزانے کی چابیاں ایک اچھی خاصی جماعت اُٹھاتی تھی۔ دادا دونوں کا ایک ہے۔ اگر مال کی وجہ سے خدا کا قرب ہوتا تو قارون کا درجہ زیادہ ہوتا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام، ہارون علیہ السلام کا معاذ اللہ (درجہ) کم ہوتا۔

تو کافروں کا یہ خیال غلط تھا کہ جس کے پاس مال زیادہ ہوتا ہے اس پر اللہ راضی ہوتا ہے اور یہاں مال دیا تو آگے بھی دے گا۔ اور مسلمان یہاں مالی طور پر کمزور ہیں تو آگے بھی نہیں ملے گا۔ رب تعالیٰ نے فرمایا مومنوں کے لیے رب کے ہاں نعمتوں کے

باغ ہیں۔کل قیامت والے دن ان کی یہ حالت نہیں ہوگی۔اور کافر،مشرک آخرت میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے محروم ہوں گے۔ایسا نہیں ہوگا کہ آخرت میں مومنوں کو نعمتیں ملیں اور مشرکوں اور مجرموں کو بھی۔

فرمایا اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِیْنَ کَالْمُجْرِمِیْنَ کیا پس ہم کردیں گے مسلمانوں کو مجرموں کی طرح۔فرماں بردار اور نافرمان برابر ہوں گے یہ تمھارا خیال غلط ہے مَالَكُمْ تمھیں کیا ہوگیا ہے کَیْفَ تَحْكُمُوْنَ کیسے فیصلے کرتے ہو کہ مسلم کافر برابر ہوجائیں،موحد مشرک برابر ہوجائیں،بدعتی اور سنی برابر ہوجائیں،حق باطل ایک ہو جائے۔یہ کیسے فیصلے کرتے ہو؟ اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ کیا تمھارے پاس کوئی کتاب ہے فِیْهِ تَدْرُسُوْنَ اس میں تم پڑھتے ہو اِنَّ لَكُمْ کہ تمھارے لیے فِیْهِ اس کتاب میں لکھا ہوا ہے لَمَا تَخَیَّرُوْنَ البتہ تمھارے لیے وہ ہے جو تم پسند کرتے ہو۔ عقل کی بات کرو کسی کتاب کا حوالہ دو کہ جو تم پسند کرو گے تمھیں ملتا رہے گا۔

اَمْ لَكُمْ اَیْمَانٌ عَلَیْنَا بَالِغَةٌ یا تمھارے لیے قسمیں ہیں ہمارے ذمے اور وہ قسمیں اتنی پکی ہیں کہ پہنچنے والی ہیں اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ قیامت کے دن تک۔اور ان قسموں کے ذریعے یہ معلوم ہو کہ اِنَّ لَكُمْ بے شک تمھارے لیے ہے لَمَا تَحْكُمُوْنَ جو تم فیصلہ کرتے ہو۔جو تم چاہو گے تمھیں ملے گا اگر کوئی کتاب ہے تو لاؤ۔نافرمان اور فرماں بردار برابر نہیں ہو سکتے،حق اور باطل برابر نہیں ہو سکتے۔اگر تمھارے پاس کوئی کتاب ہے کوئی دلیل ہے تو پیش کرو کہ جو فیصلہ تم کرو گے وہی تمھیں ملے گا۔ سَلْهُمْ آپ ان سے پوچھیں اَیُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِیْمٌ کون ان میں سے ہے ذمہ دار اس کا۔ان باتوں کا ذمہ دار ان میں سے کون ہے؟ اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ کیا ان

کے لیے شریک ہیں۔ کسی نے لات کو، کسی نے منات کو، کسی نے عزّیٰ کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنایا ہوا تھا لیکن ان کو خالق و مالک نہیں مانتے تھے۔ خالق مالک صرف رب تعالیٰ کو مانتے تھے۔ ان کے متعلق کہتے تھے هٰؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَاللّٰهِ [یونس:۱۸] "یہ ہمارے سفارشی ہیں اللہ تعالیٰ کے پاس۔" اور سورۂ زمر آیت نمبر ۳ میں ہے مَانَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَآ اِلَی اللّٰهِ زُلْفٰی "نہیں عبادت کرتے ہم ان کی مگر اس لیے کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا قرب دلائیں گے۔" اللہ تعالیٰ کے قریب کریں گے۔ جب ان کو سفارشی مان لیا تو ان کو عالم الغیب اور حاضر وناظر بھی ماننا پڑے گا۔ یہی عقیدہ کفر کا ستون ہے۔ قرآن پاک نے صاف لفظوں میں کہا ہے قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ [النمل:۶۵] "آپ فرما دیں نہیں جانتا جو بھی ہے آسمانوں میں اور زمین میں غیب سوائے اللہ تعالیٰ کے۔"

تو فرمایا کیا ان کے لیے شریک ہیں فَلْیَاْتُوْا بِشُرَکَآئِهِمْ پس چاہیے کہ لے آئیں وہ اپنے شریکوں کو میدان میں اِنْ کَانُوْا صٰدِقِیْنَ اگر ہیں یہ سچے کہ پتا چلے ان شریکوں میں کیا قوت اور طاقت ہے اور وہ کیا کر سکتے ہیں؟

کشفِ ساق یعنی پنڈلی ننگی ہونے سے کیا مراد ہے؟

یَوْمَ یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ جس دن کھولی جائے گی، ننگی کی جائے گی پنڈلی وَّ یُدْعَوْنَ اِلَی السُّجُوْدِ اور بلائے جائیں گے سجدے کی طرف فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ پس وہ طاقت نہیں رکھیں گے۔ کشفِ ساق، پنڈلی ننگی ہونے سے کیا مراد ہے؟ یہاں مفسرین کرام رحمہم اللہ علیہم نے بہت کچھ لکھا ہے۔

ایک یہ کہ اس سے مراد شدت ہے کہ آدمی جب بھاگتا ہے تو پنڈلی ننگی کر کے

بھاگتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب قیامت والے دن تختی ظاہر ہوگی ان کو کہا جائے گا آؤ سجدہ کرو۔ تو وہ سجدہ نہیں کرسکیں گے۔ یعنی جنھوں نے دنیا میں اخلاص کے ساتھ سجدہ نہیں کیا ان کی کمر تختے کی طرح ہو جائے گی جھک نہیں سکیں گے۔ بہ خلاف ان لوگوں کے جو اخلاص کے ساتھ نمازیں پڑھتے رہے اور گردنیں ان کی جھکتی رہیں، سجدے کرتے رہے۔ وہ بڑی آسانی کے ساتھ سجدہ کریں گے۔ کافر اور منافق سجدہ نہیں کرسکیں گے۔
اور ایک مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ کشفِ ساق سے مراد اللہ تعالیٰ کی کوئی خاص صفت ہے جس کی حقیقت کو ہم نہیں جانتے۔ جس طرح دوسری متشابہات آیتیں ہیں۔ مثلاً: سورۃ المائدہ آیت نمبر ۶۴ میں ہے بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ ”اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں خرچ کرتا ہے جیسے چاہتا ہے۔“ اب ہم اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں کو مخلوق کے ہاتھوں کے ساتھ تشبیہ نہیں دے سکتے حاشا وکلا۔ ہاں! یہ کہیں گے جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ سنتا ہے مگر ہماری طرح کان نہیں ہیں۔ دیکھتا ہے مگر ہماری طرح آنکھیں نہیں ہیں، جو اس کی شان کے لائق ہیں۔

اللہ تعالیٰ متکلم ہے وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا [النساء: ۱۶۴] ”اور کلام کیا اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کلام کرنا۔“ ہم ہونٹوں، دانتوں اور تالو کے بغیر نہیں بول سکتے۔ لیکن رب تعالیٰ کے نہ ہونٹ ہیں، نہ دانت ہیں، نہ تالو ہے۔ لیکن وہ متکلم ہے جو اس کی شان کے لائق ہے۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھا ہے مگر ہم اس کی کیفیت کو نہیں جانتے جو اس کی شان کے لائق ہے اس طرح مستوی ہے۔

تو ایک معنیٰ یہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی خاص صفت ہے جس کو وہ ظاہر فرمائیں گے اور بلایا جائے گا کہ آؤ سجدہ کرو! تو کافر، مشرک، منافق سجدہ نہیں کرسکیں

گے۔ان کی کمریں تختے کی طرح ہو جائیں گی سجدہ کرنے کی طاقت نہیں رکھیں گے خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ جھکی ہوئی ہوں گی آنکھیں ان کی۔آدمی شرمندہ ہو جائے تو عموماً آنکھیں اُٹھانے کے قابل نہیں رہتا۔سب سے زیادہ شرمندگی قیامت والے دن ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قیامت والے دن کی شرمندگی سے بچائے۔تو آنکھیں ان کی جھکی ہوئی ہوں گی تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ چھا جائے گی ان پر ذلت۔خود اپنے آپ کو بھی ذلیل سمجھیں گے،اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی ذلیل ہوں گے،فرشتوں کے ہاں بھی ذلیل ہوں گے اور دیگر لوگوں کے ہاں بھی ذلیل ہوں گے وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ اور تحقیق تھے بلائے جاتے سجدے کی طرف دنیا میں،پانچ وقت اذان کی آواز ان کے کانوں میں پڑتی تھی وَهُمْ سٰلِمُوْنَ اور وہ صحیح سالم ہوتے تھے،تندرست ہوتے تھے۔ان کو دعوت دی جاتی تھی کہ آؤ نماز پڑھو! کہتے تھے تم جاؤ پڑھو۔دیکھنا! آج کل ڈاکٹر،حکیم کہتے ہیں کہ سجدہ کرنے سے ریڑھ کی ہڈی کو تقویت پہنچتی ہے۔ریڑھ کی ہڈی کی بیماریاں دور ہوتی ہیں۔لیکن ہمارے پیغمبر نے آج سے چودہ سو سال پہلے چٹائی پر بیٹھ کر بتلایا ہے کہ نماز میں تمھاری صحت ہے۔

تو فرمایا ان کو بلایا جاتا تھا سجدے کی طرف اور وہ صحیح سالم تھے اس وقت سجدہ نہیں کرتے تھے فَذَرْنِيْ پس اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! آپ چھوڑ دیں مجھے وَمَنْ اور اس کو يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ جو جھٹلاتا ہے اس بات کو۔میری باتوں کو جو جھٹلاتا ہے میں اس سے خود نمٹ لوں گا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ بہ تاکید ہم اس کو درجہ بہ درجہ چڑھائیں گے مِّنْ حَيْثُ جہاں سے لَا يَعْلَمُوْنَ ان کو علم بھی نہیں ہوگا۔استدراج آہستہ آہستہ چڑھانے کو کہتے ہیں۔نافرمانیاں کرتے ہوئے مال مل رہا ہے،اولاد مل رہی

ہے، عہدہ مل رہا ہے، ترقی مل رہی ہے۔ اس کو معلوم ہی نہیں ہے کہ وہ شکنجے میں کسا جا رہا ہے۔ آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔ یہ کتنا عرصہ کھا پی لیں گے اور مزے اُڑا لیں گے مرنے کی دیر ہے نتیجہ سامنے آجائے گا۔ انسان کو قبر اور آخرت کی زندگی کبھی نہیں بھولنی چاہیے۔ دنیا کی زندگی تو سفر ہے منزل آخرت ہے۔ اگر کوئی آدمی راستے ہی میں دل لگا کر بیٹھ جائے کہ میں نے یہاں ہی رہنا ہے تو بڑا نادان ہے۔ سفر کو سفر سمجھو اور منزل کو منزل سمجھو۔

فرمایا وَاُمۡلِیۡ لَهُمۡ اور میں ان کو مہلت دیتا ہوں کر لیں جو کرنا ہے اِنَّ كَيۡدِیۡ مَتِيۡنٌ بے شک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے۔ جب میں پکڑوں گا کوئی چھڑا نہیں سکے گا۔ آنا سب نے میرے پاس ہے۔

اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴿۴۶﴾ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَیْبُ فَهُمْ یَكْتُبُوْنَ ﴿۴۷﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَ لَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِۘ اِذْ نَادٰى وَ هُوَ مَكْظُوْمٌ ﴿۴۸﴾ لَوْ لَاۤ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ وَ هُوَ مَذْمُوْمٌ ﴿۴۹﴾ فَاجْتَبٰىهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۵۰﴾ وَ اِنْ یَّكَادُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَ یَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۵۱﴾ وَ مَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۵۲﴾

اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ کیا آپ ان سے سوال کرتے ہیں اَجْرًا معاوضے کا فَهُمْ پس وہ مِّنْ مَّغْرَمٍ تاوان کی وجہ سے مُّثْقَلُوْنَ بوجھ کے نیچے آئے ہوئے ہیں اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَیْبُ کیا ان کے پاس غیب ہے فَهُمْ یَكْتُبُوْنَ پس وہ لکھتے ہیں فَاصْبِرْ پس آپ صبر کریں لِحُكْمِ رَبِّكَ اپنے رب کے حکم کے لیے وَلَا تَكُنْ اور نہ ہوں آپ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ مچھلی والے کی طرح اِذْ نَادٰى جب پکارا اس نے وَهُوَ مَكْظُوْمٌ اور وہ غم میں گھٹ رہے تھے لَوْلَآ اَنْ تَدٰرَكَهٗ اگر نہ پالیتی اُس کو نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ اس کے رب کی نعمت لَنُبِذَ البتہ پھینک دیا جاتا بِالْعَرَآءِ دریا کے کنارے وَهُوَ مَذْمُوْمٌ اور وہ مذمت کیا ہوا ہوتا فَاجْتَبٰىهُ رَبُّهٗ پس چن لیا اس کو اس

کے رب نے فَجَعَلَهٗ پس کیا اس کو مِنَ الصّٰلِحِیْنَ نیکوں میں سے وَاِنْ اور بے شک یَّكَادُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا قریب ہے کہ وہ لوگ جو کافر ہیں لَیُزْلِقُوْنَكَ البتہ پھسلا دیں آپ کو بِاَبْصَارِهِمْ اپنی آنکھوں سے لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ جب سنا انھوں نے نصیحت کو وَیَقُوْلُوْنَ اور وہ کہتے ہیں اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ بے شک یہ البتہ دیوانہ ہے وَمَا هُوَ اِلَّا اور نہیں ہے یہ قرآن مگر ذِكْرٌ نصیحت لِّلْعٰلَمِیْنَ جہان والوں کے لیے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ مکرمہ میں تبلیغ شروع کی، توحید کا مسئلہ بیان کیا، رسالت کو بیان کیا، قیامت کا مسئلہ سمجھایا، شرک کی تردید کی تو اُن لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی شدت کے ساتھ مخالفت کی اور انکار کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَمْ تَسْئَلُهُمْ اَجْرًا کیا آپ ان سے سوال کرتے ہیں کسی معاوضے کا۔ اس تبلیغ کے سلسلے میں کوئی تنخواہ مانگتے ہیں فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ کہ وہ اس تاوان کی وجہ سے بوجھ کے نیچے آئے ہوئے ہیں اور شدت سے مخالفت کرتے ہیں۔ قرآن پاک میں متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے یہ بات سمجھائی ہے کہ پیغمبر اپنی تبلیغ کا کسی سے معاوضہ نہیں مانگتے۔ سورۂ شوریٰ آیت نمبر ۲۳ میں ہے قُلْ "آپ ان سے کہہ دیں لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا میں نہیں مانگتا اس پر تم سے کوئی معاوضہ۔" میرا اجر مجھے میرا اللہ دے گا۔ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَیْبُ فَهُمْ یَكْتُبُوْنَ کیا ان کے پاس غیب ہے پس وہ لکھتے ہیں کہ کیا چیز ان کے لیے جائز ہے اور کیا چیز ان کے لیے ناجائز ہے۔ گزشتہ پیغمبروں کے واقعات کیا ہیں اور ان کو پیغمبر کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ ساری چیزیں خود جانتے ہیں۔

حلال حرام کی باتیں پیغمبر بتلائے گا تو سمجھ آئیں گی۔ جنت دوزخ کی حقیقت پیغمبر بتلائے گا تو سمجھ آئے گی۔ پہلے پیغمبروں کے واقعات اللہ تعالیٰ کا پیغمبر بتلائے گا تو علم میں آئیں گے۔ کیا ان کو پیغمبر کی ضرورت نہیں ہے؟ جب ان سب باتوں میں پیغمبر کی ضرورت ہے اور پیغمبر بغیر کسی معاوضے کے ان کو سمجھا رہا ہے تو پھر یہ ضد کیوں کرتے ہیں؟ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! پس آپ صبر کریں اپنے رب کے حکم کے لیے۔ ان کی باتوں سے متاثر نہ ہوں یہ مختلف باتیں کرتے رہیں گے آپ ذہن صاف رکھیں اور صبر کریں۔

حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ :

وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ اور نہ ہو جائیں آپ مچھلی والے کی طرح۔ اس سے مراد حضرت یونس علیہ السلام ہیں۔ قرآن پاک میں مستقل سورۃ ہے سورۃ یونس گیارھویں پارے میں۔ اور قرآن پاک میں متعدد مقامات پر یونس علیہ السلام کا نام آیا ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام کے واقعہ کا خلاصہ اس طرح ہے۔

عراق کے صوبہ موصل میں ایک شہر تھا جس کا نام نینوا تھا۔ اس وقت اس شہر کی آبادی لاکھ سے زیادہ تھی۔ سورۂ صافات آیت نمبر ۱۴۷ میں ہے وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ "اور بھیجا ہم نے اس کو ایک لاکھ یا اس سے زیادہ لوگوں کی طرف۔" ترمذی شریف کی روایت میں ہے ایک لاکھ تیس ہزار کی آبادی تھی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو نینوا شہر اور اس کے اردگرد دیہاتوں کے لیے نبی بنا کر بھیجا۔ حضرت یونس علیہ السلام نے شادی کی اللہ تعالیٰ نے دو لڑکے دیئے۔ کافی عرصہ تبلیغ کی لیکن ان لوگوں نے حق کو قبول نہ کیا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم آیا کہ ان لوگوں سے کہہ دیں کہ انھوں نے حق کو قبول نہ کیا تو ان پر عذاب آئے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے دِنوں کی تعیین نہیں کی گئی تھی کہ کتنے دنوں کے بعد عذاب آئے گا۔ حضرت یونس علیہ السلام نے تقریر فرمائی کہ اتنا عرصہ گزر گیا ہے مجھے تمھارے سامنے حق بیان کرتے اور سناتے ہوئے لیکن تم حق کو قبول کرنے اور ماننے کے لیے تیار نہیں ہو۔ اب تمھارے اُوپر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا حکم بیان کرنے کے بعد خیال فرمایا کہ اب ان پر عذاب آنا ہے لہٰذا میں گھر والوں کو لے کر یہاں سے چلا جاؤں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابھی جانے کا حکم نہیں ملا تھا۔ یہ ان کی ذاتی رائے تھی۔

پھر آگے تفسیروں میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں۔ حضرت یونس علیہ السلام نے بیوی اور دونوں بچوں کو ساتھ لیا اور چل پڑے۔ ایک کی عمر نو دس سال تھی اور دوسرے کی سات آٹھ سال تھی۔ اس واسطے چل پڑے کہ ان پر تو عذاب آنا ہے ہم عذاب والی قوم میں کیوں رہیں۔ اور یہ وجہ بھی لکھی ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام نے تعیین فرمائی تھی۔ قوم کو کہا تھا کہ تین یا چار دنوں میں تم پر عذاب آئے گا۔ پھر سوچا کہ اللہ تعالیٰ میری اس تعیین کا پابند تو نہیں ہے کہ ان دنوں میں عذاب لائے۔ ہوسکتا ہے ان دنوں میں عذاب نہ آئے اور لوگ مجھے شرمندہ کریں لہٰذا میں نکل جاتا ہوں۔

بیوی بچوں کو ساتھ لیا اور تھوڑا سا سامانِ سفر باندھا اور چل پڑے۔ کچھ سفر طے کیا۔ دیکھا بہت سارے لوگوں کا ایک قافلہ آرہا ہے۔ اس میں معزز لوگ بھی ہیں۔ قریب آئے تو اُنھوں نے یونس علیہ السلام کو کہا تم کون ہو، کہاں جارہے ہو؟ یونس علیہ السلام نے فرمایا میں یونس بن متّٰی اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہوں۔ میرے ساتھ میری بیوی اور میرے بچے

ہیں۔ اُنھوں نے بیوی کا بازو پکڑا اور چھین کر لے گئے۔ فرمایا میری منکوحہ بیوی ہے۔ مگر اُنھوں نے کوئی بات نہ سنی۔ اندازہ لگاؤ کتنی تکلیف اور صدمے کی بات ہے۔ آگے گئے تو ایک نہر تھی اس کو عبور کر کے آگے جانا تھا۔ یہ ذہن بنایا کہ پہلے ایک بچے کو دوسری طرف پہنچاتا ہوں پھر دوسرے کو لے جاؤں گا۔ ایک بچے کو کندھے پر بٹھا کر لے جار ہے ہیں نہر کے درمیان تک پہنچے تھے کہ دیکھا جو بچہ کنارے پر بٹھا کر آئے تھے اس کو بھیڑیا اُٹھا کر جارہا ہے۔ اس پریشانی میں جو کندھے پر تھا وہ بھی گر پڑا۔ نہر تیز تھی وہ اس میں بہہ گیا۔ بڑی پریشانی کی حالت میں باہر نکلے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دریائے فرات تھا۔ جب کہ دوسرے حضرات فرماتے ہیں دریائے دجلہ تھا۔ وہاں پہنچے تو کشتی تیار تھی۔ اس میں سوار ہو گئے۔ کشتی تھوڑی سی چلنے کے بعد ڈگمگانے لگی جیسے غرق ہوتی ہے۔ ملاحوں نے کہا کہ ہمارا تجربہ ہے کہ جب کوئی غلام اپنے آقا سے بھاگ کر آئے تو کشتی ڈگمگانے لگ جاتی ہے۔ بتلاؤ کہ تم میں سے کون غلام بھاگ کر آیا ہے؟ حضرت یونس علیہ السلام نے کہا کہ وہ غلام میں ہوں اپنے آقا کی اجازت کے بغیر آ گیا ہوں۔ ان کی شکل وضع قطع سے ان کو یقین نہ آیا کہ یہ غلام ہے۔ اور یہ وجہ بھی لکھی ہے کہ کشتی میں سواریاں زیادہ تھیں۔ ڈوبنے کا خطرہ تھا۔ ایک کو نیچے اُتارنے سے دوسروں کی جان بچ سکتی تھی۔ قرعہ اندازی کی گئی۔ سورت صافات آیت نمبر ۱۴۱ میں ہے فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ "پھر قرعہ ڈلوایا اور ہو گیا الزام کھایا ہوا۔" کشتی والوں نے پکڑ کر دریا میں ڈال دیا فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ "پس لقمہ بنالیا اس کو مچھلی نے۔" بہت بڑی مچھلی تھی اس نے ان کو نگل لیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا کہ یہ تیری خوراک نہیں ہے۔ تیرا پیٹ اس کے لیے قید خانہ ہے۔ کتنا عرصہ مچھلی کے پیٹ

میں رہے۔ تفسیروں میں تین دن، آٹھ دن اور بیس دن بھی لکھے ہیں۔

مچھلی کے پیٹ میں فَنَادٰی فِی الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ [الانبیاء:۸۷] "پس پکارا اُنھوں نے نہیں ہے کوئی معبود تیرے سوا تیری ذات پاک ہے بے شک میں ہی ہوں قصورواروں میں سے۔" مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا، دریا کی گہرائی کا اندھیرا، رات کی تاریکی۔ ان اندھیروں میں اُنھوں نے کہا اے پروردگار! تیرے سوا کوئی حاجت روا، مشکل کشا، فریادرس نہیں ہے۔ مجھ سے لغزش ہوئی ہے کہ آپ کے حکم کے بغیر آ گیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ "ہم نے اس کی دعا کو قبول کیا وَنَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ اس کو غم سے نجات دی وَكَذٰلِكَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ اور اسی طرح ہم نجات دیتے ہیں ایمان والوں کو۔"

حدیث پاک میں آتا ہے کہ دَعْوَةُ الْمَكْرُوْبِ دَعْوَةُ ذِی النُّوْن "پریشان آدمی وہ دعا کرے جو مچھلی کے پیٹ والے پیغمبر نے کی تھی۔" مچھلی کو حکم ہوا۔ اس نے دریا کے کنارے اُگل دیا۔ وہاں سائے کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاَنْۢبَتْنَا عَلَیْهِ شَجَرَةً مِّنْ یَّقْطِیْنٍ [صافات:۱۴۶] "اور اُگایا ہم نے ان پر ایک بیل دار درخت۔" اس کے چوڑے چوڑے پتے تھے۔ ان پتوں کے سائے کے نیچے رہے۔

ایک ہرنی کا بچہ گم ہو گیا تھا۔ وہ دیوانہ وار اپنے بچے کو تلاش کرتی پھرتی تھی۔ قریب آئی تو پتے ہلے (پتوں کی حرکت ہوئی)۔ اس نے سمجھا کہ میرا بچہ یہاں ہے۔ قریب آ کر کھڑی ہو گئی۔ حضرت یونس علیہ السلام نے لیٹے لیٹے اس کا دودھ پیا۔ بدن میں تھوڑی سی قوت آ گئی۔ کچھ تازہ آب و ہوا ملی تو اُٹھ کر چل پڑے۔ آگے دیکھا ایک قافلہ

آ رہا ہے۔ اُن کے پاس بچہ تھا۔ دیکھ کر خوش ہو گئے کہ چلو ایک بچہ تو مل گیا ہے۔ اُنھوں نے بتایا کہ یہ بچہ نہر میں بہہ رہا تھا ہم نے اس کو پکڑ لیا۔ ہم وارثوں کی تلاش میں پھر رہے ہیں۔ فرمایا یہ میرا لختِ جگر ہے۔ اور ایک بیٹا اور تھا جس کو بھیڑیا اُٹھا کر لے گیا تھا۔ اُنھوں نے بتلایا کہ فلاں جگہ ایک چرواہا ہے اس نے نے کہا ہے کہ میں نے بھیڑیئے سے ایک بچہ چھینا ہے۔ تھوڑا سا زخمی تھا میں نے اس کی مرہم پٹی بھی کی ہے۔ اب وہ ٹھیک ہے۔ اگر تمھیں کوئی وارث ملے تو میرے پاس بھیج دینا۔ حضرت یونس علیہ السلام وہاں پہنچے تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے وہ بچہ بھی مل گیا۔ خوشی سے لے کر چل پڑے۔ آگے گئے تو وہ لوگ جنھوں نے بیوی چھینی تھی وہ بیوی لے کر کھڑے تھے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے تھے۔ اُنھوں نے کہا لو جی! اپنی بیوی سنبھالو ہم تو فرشتے ہیں۔ ہمیں رب تعالیٰ کا حکم تھا ہم نے اس کو پورا کیا۔

اُدھر قوم پر جب کچھ نشانیاں عذاب کی ظاہر ہوئیں تو من حیث القوم اُنھوں نے توبہ کی۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑا کر رو دیے، اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی۔ سورۂ یونس آیت نمبر ۹۸ میں ہے اِلَّا قَوْمَ یُوْنُسَ "یونس علیہ السلام کی قوم کو ایمان لانے نے نفع پہنچایا۔" اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ کی قوم نے توبہ کر لی ہے جاؤ ان کو تبلیغ کرو۔ جب اُنھوں نے یونس علیہ السلام کو دیکھا تو خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ ایک لاکھ تیس ہزار کی ساری آبادی ان پر ایمان لے آئی۔ یہ خلاصہ ہے اس کا جو کچھ تفسیر خازن، معالم التنزیل اور تفسیر عزیزی وغیرہ میں بیان کیا گیا ہے۔

تو فرمایا نہ ہو جائیں آپ مچھلی والے کی طرح کہ اپنی رائے پر چلیں اِذْ نَادٰی جب پکارا اس نے اپنے رب کو وَهُوَ مَكْظُوْمٌ اور وہ غم میں گھٹ رہے تھے۔ ان کا

سانس رکا ہوا تھا مچھلی کے پیٹ میں لَوۡلَاۤ اَنۡ تَدٰرَکَهٗ نِعۡمَةٌ مِّنۡ رَّبِّهٖ اگر نہ پا لیتی اُس کو نعمت اس کے رب کی۔ رب تعالیٰ کا فضل ساتھ نہ دیتا لَنُبِذَ بِالۡعَرَآءِ البتہ پھینک دیا جاتا دریا کے کنارے وَهُوَ مَذۡمُوۡمٌ اور وہ مذمت کیا ہوا ہوتا۔ نہ وہاں کسی سائے کا انتظام ہوتا اور نہ ہرنی آ کر دودھ پلاتی۔ مگر رب تعالیٰ نے وہاں سائے کا بھی انتظام کر دیا اور دودھ پلانے کے لیے ہرنی کو بھی بھیج دیا فَاجۡتَبٰهُ رَبُّهٗ پس چن لیا اس کو اس کے رب نے اور لغزش معاف کر دی فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيۡنَ پس کر دیا اس کو نیکوں میں سے۔ یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا کر بتلایا کہ قوم کی سخت باتوں سے متاثر نہ ہوں۔ جلد بازی نہیں کرنی اور اپنے رب کے حکم پر ڈٹا رہنا ہے۔

نظر کا لگنا حق ہے :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِنۡ يَّكَادُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا اور بے شک قریب ہے وہ لوگ جو کافر ہیں لَيُزۡلِقُوۡنَكَ بِاَبۡصَارِهِمۡ البتہ پھسلا دیں آپ کو حق سے اپنی آنکھوں سے۔ پھسلانے کا ایک معنٰی یہ کرتے ہیں کہ نظر لگا دیں۔ اور حدیث پاک میں آتا ہے اَلۡعَيۡنُ حَقٌّ "نظر کا لگنا حق ہے۔" نظر کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو خوبی دی ہے، مال دیا ہے، صحت دی ہے، حسن دیا ہے اور دیکھنے والا خوبی پر تعجب کرتا ہے کہ اتنی صحت ہے، اتنا خوب صورت ہے، اتنا مال دار ہے۔ رب تعالیٰ اس میں فوراً عیب پیدا کر دیتا ہے کہ میں دے بھی سکتا ہوں اور لے بھی سکتا ہوں۔ یہ چیزیں بندوں کے اختیار میں نہیں ہیں۔ "عمل الیوم واللیل" ابن سنّی کی حدیث کی کتاب ہے۔ اس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نظر سے بچنے کے لیے یہ دعا ہے:

ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

یعنی اگر تم کسی کو دیکھو اور تمھارے ذہن میں تعجب پیدا ہو تو یہ دعا پڑھ لو اللہ تعالیٰ نظر لگنے سے بچائے گا۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ کافر لوگ تجھے نظر لگا کر روک دیں گے۔

اور دوسری تفسیر یہ بیان کرتے ہیں کہ جب آپ جا رہے ہوتے تھے تو ایک دوسرے کو آنکھوں سے اشارے کرتے تھے کہ یہ جا رہا ہے۔ تو اس طرح آدمی خفت محسوس کرتا ہے جس کی طرف اشارہ کیا جائے۔

تو فرمایا بے شک قریب ہے کہ وہ لوگ جو کافر ہیں وہ پھسلا دیں آپ کو حق سے اپنی آنکھوں سے لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ۔ ذکر سے مراد قرآن کریم ہے۔ قرآن کریم کا ایک نام ذکر بھی ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ [سورۃ الحجر] جب سنتے ہیں یہ قرآن کو تو عجیب عجیب اشارے کرتے ہیں وَيَقُوْلُوْنَ اور کہتے ہیں اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ بے شک یہ دیوانہ ہے۔ یہ کہہ کر لوگوں کو گمراہ کرتے تھے۔ فرمایا وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ حالانکہ نہیں ہے یہ قرآن مگر نصیحت جہان والوں کے لیے۔ ایسی کتاب دنیا میں اور کوئی موجود ہی نہیں ہے۔ افسوس ہے کہ ہم نے اس کتاب کی قدر نہیں کی۔ نہ پڑھا، نہ سمجھا، نہ اس کے مطابق زندگی گزاری۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسير

سُوْرَةُ الْحَاقَّةِ

(مکمل)

جلد ۲۰

آیاتها ۵۲ ۶۹ سُوْرَةُ الْحَاقَّةِ مَكِّيَّةٌ ۷۸ رکوعاتها ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَاقَّةُ ۙ﴿۱﴾ مَا الْحَاۤقَّةُ ۚ﴿۲﴾ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْحَاۤقَّةُ ؕ﴿۳﴾ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ ﴿۴﴾ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ﴿۵﴾ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۙ﴿۶﴾ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۚ﴿۷﴾ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ﴿۸﴾ وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ۚ﴿۹﴾ فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً ﴿۱۰﴾ اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِى الْجَارِيَةِ ۙ﴿۱۱﴾ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَاۤ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ﴿۱۲﴾

اَلْحَاقَّةُ حق ہونے والی گھڑی مَا الْحَاقَّةُ وہ کیا ہے حق ہونے والی گھڑی وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْحَاقَّةُ اور آپ کو کس نے بتایا وہ کیا ہے حق ہونے والی گھڑی كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ جھٹلایا قوم ثمود نے وَعَادٌ اور عاد قوم نے بِالْقَارِعَةِ کھٹکھٹانے والی چیز کو فَاَمَّا ثَمُوْدُ پس بہرحال قوم ثمود فَاُهْلِكُوْا پس وہ ہلاک کیے گئے بِالطَّاغِيَةِ زلزلے میں وَاَمَّا عَادٌ اور بہرحال قوم عاد فَاُهْلِكُوْا پس وہ ہلاک کیے گئے

بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ تند و تیز ہوا کے ساتھ عَاتِيَةٍ جو حد سے نکل رہی تھی سَخَّرَهَا اللہ تعالیٰ نے مسلط کر دیا اس ہوا کو عَلَيْهِمْ اُن پر سَبْعَ لَيَالٍ سات راتیں وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ اور آٹھ دن حُسُوْمًا لگاتار فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا پس آپ دیکھیں گے قوم کو اس میں صَرْعٰى پچھاڑی ہوئی كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ گویا کہ وہ کھجوروں کے تنے ہیں اُکھڑے ہوئے فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ پس کیا آپ دیکھتے ہیں ان میں سے کسی کو مِّنْ بَاقِيَةٍ بچا ہوا وَجَآءَ فِرْعَوْنُ اور آیا فرعون وَمَنْ قَبْلَهٗ اور وہ جو اس سے پہلے تھے وَالْمُؤْتَفِكٰتُ اور اُلٹ جانے والی بستیوں والے بِالْخَاطِئَةِ خطا کرتے ہوئے فَعَصَوْا پس اُنھوں نے نافرمانی کی رَسُوْلَ رَبِّهِمْ اپنے رب کے رسول کی فَاَخَذَهُمْ پس پکڑا ان کو رب نے اَخْذَةً رَّابِيَةً پکڑنا بڑا سخت اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ بے شک ہم نے جب پانی چڑھ گیا حَمَلْنٰكُمْ سوار کیا تم کو فِي الْجَارِيَةِ کشتی میں لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تاکہ بنائیں ہم اس کو تمھارے لیے تَذْكِرَةً نصیحت وَّتَعِيَهَآ اور تاکہ یاد رکھیں اس کو اُذُنٌ کان وَّاعِيَةٌ یاد رکھنے والے۔

نام و کوائف سورۃ اور قیامت کے مختلف نام :

اس سورت کا نام الحاقہ ہے یہ سورۃ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے

ستتر[۷۷] سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ (نزول کے اعتبار سے اس کا اٹھتر واں نمبر ہے۔) اس سورۃ کے دو رکوع اور باون آیتیں ہیں۔ قیامت کے بہت سارے نام ہیں۔ ایک نام قیامت ہے، ایک نام واقعہ ہے، ایک نام آزفہ ہے، اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ [سورۃ النجم]، ایک نام قارعہ ہے، ایک نام حاقہ ہے، ایک نام آخرہ بھی ہے۔ تو قیامت کے بہت سارے نام ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اَلْحَآقَّةُ وہ وقت، وہ گھڑی جو حق ہونے والی ہے۔ یعنی قیامت کے آنے میں کوئی شک شبہ نہیں ہے مَا الْحَآقَّةُ کیا ہے وہ حق ہونے والی گھڑی وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَآقَّةُ اور آپ کو کس نے بتایا کیا ہے وہ حق ہونے والی چیز۔ قیامت کب حق ہوگی؟ اس کا ذکر تیرھویں آیت کریمہ میں آرہا ہے "فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ" جب بگل پھونکا جائے گا اس وقت قیامت برپا ہوگی۔

درمیان میں اللہ تعالیٰ نے دنیوی حاقوں کا ذکر فرمایا ہے کہ چھوٹی چھوٹی قیامتیں تو دنیا میں برپا ہو چکی ہیں۔ قیامتِ صغریٰ لوگوں نے بھگتی ہے۔ تو جو قیامتِ صغریٰ لا سکتا ہے وہ قیامتِ کبریٰ بھی لائے گا۔

قومِ ثمود کا ذکر :

فرمایا كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ جھٹلایا قوم ثمود نے۔ اس قوم کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تھا۔ یہ حجر کے علاقے میں رہتے تھے۔ حجر کا علاقہ خیبر اور تبوک کے درمیان میں ہے۔ یہ پہاڑی علاقہ ہے۔ ان لوگوں نے بڑی بڑی چٹانوں کو تراش کر اپنے مکان بنائے تھے۔ وہ مکان آج بھی موجود ہیں مگر ان میں رہنے والا کوئی نہیں ہے۔ چٹانوں کو تراش تراش کر انھوں نے مکان اس لیے بنائے تھے کہ اینٹ

گارے والے مکان زلزلے سے گر جاتے ہیں۔ ایک ہی چٹان ہے اس میں مختلف کمرے ہیں کس طرح گریں گے۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر حضرت صالح علیہ السلام نے ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی توحید پیش کی، رسالت پیش کی، قیامت کا مسئلہ سمجھایا اور بتایا کہ عمریں ضائع نہ کرو چٹانوں کو تراشنے میں۔ دو دو سو سال، تین تین سو سال لگ جاتے ہیں تمھیں مکان بنانے میں۔ اس بے کار کام کو چھوڑو۔ ضرورت کے لیے مکان بناؤ اور آخرت کی فکر کرو۔ قوم نے کہا کہ ہم تمھیں تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اگر آپ واقعی سچ مچ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں تو جس چٹان پر ہم ہاتھ رکھیں اس سے اُونٹنی نکلے تو ہم مان جائیں گے۔

حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا معجزے، نشانیاں رب تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہیں پیغمبروں کا اس میں دخل نہیں ہے۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ میرے ہاتھ پر یہ معجزہ صادر فرمادے تو تم مان لوگے؟ کہنے لگے ہاں! مان لیں گے۔ دن مقرر ہوا، وقت مقرر ہوا۔ وہ سب لوگ، کیا مرد، کیا عورتیں، بوڑھے، جوان اکٹھے ہوگئے۔ ان لوگوں کے ذہن میں تھا کیا پتھروں سے بھی کبھی اونٹنیاں نکلی ہیں؟ آج ہم نے اس کو شرمندہ کرنا ہے۔ جب ان لوگوں نے ایک چٹان پر ہاتھ رکھا اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے دعا کی سچ مچ اس چٹان سے اُونٹنی نکل آئی۔ لیکن ان میں سے کوئی آدمی ایمان نہ لایا۔ حالانکہ ان لوگوں نے منہ مانگا معجزہ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ پھر ان لوگوں پر دو قسم کا عذاب آیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کَذَّبَتۡ ثَمُوۡدُ وَعَادٌۢ بِالۡقَارِعَةِ جھٹلایا قومِ ثمود نے اور قومِ عاد نے کھٹکھٹانے والی کو یعنی قیامت کو فَاَمَّا ثَمُوۡدُ فَاُهۡلِكُوۡا بِالطَّاغِيَةِ پس بہرحال قومِ ثمود ہلاک کی گئی طاغیہ کے ساتھ۔ مفسرین کرام رحمہم اللہ طاغیہ کے دو معنیٰ کرتے

ہیں۔ ایک معنیٰ آواز کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ڈراؤنی آواز نکالی جس سے وہ جہاں جہاں تھے ان کے کلیجے پھٹ گئے۔ دوسرا معنیٰ طاغیہ کا زلزلہ کرتے ہیں کہ ان پر زلزلہ آیا جس زلزلے سے بچنے کے لیے انھوں نے چٹانوں میں مکان بنائے تھے۔ زلزلے کی وجہ سے ساری قوم تباہ ہوگئی کوئی نظر نہ آیا۔

قومِ عاد کا ذکر :

اور عاد قوم کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ہود علیہ السلام کو بھیجا۔ ان کا علاقہ احقاف تھا۔ یہ یمن، نجران، عمان اور حضر موت کے درمیان کا علاقہ ہے۔ آج کل کے جغرافیہ میں اس کو رُبع ثانی بھی کہتے ہیں اور دھماء بھی کہتے ہیں۔ حضرت ہود علیہ السلام نے کافی عرصہ تک ان کو تبلیغ کی مگر ان لوگوں نے حق کو قبول نہ کیا۔ ہود علیہ السلام نے ان کو ڈرایا کہ اگر تم حق کو قبول نہیں کرو گے تو بارشیں رک جائیں گی اور تم پر قحط سالی مسلط ہو جائے گی لیکن ان لوگوں نے کوئی پروا نہ کی۔ چنانچہ وہ وقت آیا کہ بارش رک گئی اور تین سال تک ایک قطرہ بارش بھی نہ پڑی۔ بارانی علاقہ تھا نہریں نہیں تھیں۔ کنویں کا پانی بھی گہرا ہوگیا، چشمے خشک ہو گئے، جانور بھوکے پیاسے مرنے لگے۔ حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو، کفر و شرک چھوڑ دو، اللہ تعالیٰ کی توحید کو تسلیم کرو، اللہ تعالیٰ کی طرف سے بارش ہوگی اور قحط سالی دور ہو جائے گی۔ کہنے لگے اگر تیری وجہ سے بارش ہونی ہے تو ہمیں ضرورت نہیں ہے۔ مرجانا ہمیں منظور ہے۔ تین سال کے بعد ایک دن ان کو بادل کا ٹکڑا نظر آیا۔ کہنے لگے هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا [الاحقاف: ۲۴] "یہ بادل ہے جو ہم پر بارش برسائے گا" اور ہمارے حالات ٹھیک ہو جائیں گے۔ جب وہ سروں کے قریب آیا تو اس میں سے آواز آئی:

رِمَادًا رِمَادًا لَا تَذَرُ مِنْ عَادٍ اَحَدًا

"ان کو راکھ کر کے رکھ دے کسی ایک کو بھی نہیں چھوڑنا۔"

یہ آواز ان لوگوں نے اپنے کانوں سے سنی۔ پھر اتنی تیز ہوا چلی کہ اس نے ان کو اُٹھا اُٹھا کر پھینک دیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا اور بہر حال عاد قوم ہلاک کی گئی بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ تند و تیز ہوا کے ساتھ عَاتِيَةٍ جو حد سے نکل رہی تھی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس کا معنیٰ نقل فرماتے ہیں کہ وہ ہوا، ہوا پر کنٹرول کرنے والے فرشتوں کے کنٹرول سے بھی نکل رہی تھی۔ اتنی تیز تھی۔ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ اللہ تعالیٰ نے مسلط کیا اس ہوا کو اُن پر سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ سات راتیں اور آٹھ دن حُسُوْمًا حَاسِمٌ کی جمع ہے جیسے شُهُود شَاهِدٌ کی جمع ہے۔ حُسُوْمًا کا معنیٰ ہے لگاتار فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا۔ ریح کا لفظ عربی زبان میں مؤنث ہوتا ہے۔ تو اگر ھا ضمیر کو ریح کی طرف لوٹائیں تو معنیٰ ہوگا پس دیکھا آپ نے قوم کو اس ہوا کی وجہ سے صَرْعٰى پچھاڑی ہوئی۔ صَرْعٰى جمع ہے صَرِيْعٌ کی۔

اور اگر ھا ضمیر ان کے علاقے کی طرف لوٹائی جائے تو پھر معنیٰ ہوگا اے مخاطب! تم دیکھ لوگے قوم کو اس علاقے میں پچھاڑی ہوئی كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ۔ اَعْجَاز عَجُزٌ کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے تنا (مُڈ) نَخْلٍ نَخْلَةٌ کی جمع ہے۔ نخل کا معنیٰ ہے کھجوریں۔ معنیٰ ہوگا گویا کہ وہ کھجوروں کے تنے ہیں اُکھڑے ہوئے۔ بڑے بڑے قد آور لوگ تھے۔ فرمایا فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ باقیہ صفت ہے نَفْسٌ کی۔ معنیٰ ہوگا پس کیا آپ دیکھتے ہیں ان میں سے کسی نفس کو بچا ہوا۔ یہ قوم حضرت نوح علیہ السلام کے

بعد آباد ہوئی تھی۔اس کو اللہ تعالیٰ نے ہوا کے ساتھ ہلاک کر دیا۔

فرعون کا ذکر :

وَجَآءَ فِرْعَوْنُ اور آیا فرعون۔مصر کا جو بادشاہ ہوتا تھا اس کا لقب فرعون ہوتا تھا۔جس طرح آج کل ملک کے سربراہ کو صدر کہتے ہیں۔حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں جو فرعون تھا وہ بڑا نیک آدمی تھا۔اس کا نام ریان بن ولید تھا۔اس کے نیک ہونے کا اندازہ اس بات سے لگاؤ کہ جب اس کو علم ہوا کہ یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نبوت عطا فرمائی ہے تو بغیر کسی قیل وقال کے اُن پر ایمان لے آیا۔اور ایمان لانے کے بعد اُس نے کہا کہ اب یہ نہیں ہوسکتا کہ آپ کا کلمہ پڑھنے کے بعد بادشاہ رہوں۔میں یہ بادشاہی بھی آپ کے حوالے کرتا ہوں۔آج چپڑاسی کرسی چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہے مگر اس نے مصر کی بادشاہی یوسف علیہ السلام کے حوالے کر دی۔یوسف علیہ السلام نے یہ بات بھی فرمائی کہ آپ حکومت اپنے پاس رکھیں میں آپ کی راہنمائی کرتا رہوں گا۔لیکن اُس نے کہا کہ میرا ضمیر گوارا نہیں کرتا کہ آپ کا کلمہ پڑھنے کے بعد آپ پر حکومت کروں۔اس کے بیٹے کا نام تھا مصعب۔اور مصعب کا بیٹا تھا ولید۔یہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا فرعون تھا (یعنی موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جو فرعون تھا یہ یوسف علیہ السلام کے زمانے کے فرعون کا پوتا تھا۔ولید بن مصعب بن ریان۔مرتب)

یہ بڑا ہوشیار، چالاک، ظالم اور جابر تھا۔یوں سمجھو کہ ہمارے زمانے کے حکمران طبقے کا ایک فرد تھا۔اس نے لوگوں کو اُلو بنایا ہوا تھا عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ [دخان:۳۱] "مغرور اور حد سے بڑھنے والا تھا۔" اس کو نجومیوں نے بتلایا کہ دو تین سالوں میں بنی اسرائیلیوں کے گھر ایک لڑکا پیدا ہوگا جو تیری حکومت کی تباہی کا سبب بنے گا۔اس نے بنی

اسرائیلیوں کے بچے ذبح کرانے شروع کر دیئے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ اس نے بارہ ہزار بچے ذبح کروائے۔ خدا کی قدرت دیکھو کہ اُس نے موسیٰ علیہ السلام کی پرورش فرعون کے گھر کروائی۔

قومِ لوط کا ذکر :

توفرمایا آیا فرعون وَمَنْ قَبْلَهٗ اور جو فرعون سے پہلے تھے وَالْمُؤْتَفِكٰتُ اور ان بستیوں والے جو اُلٹ دی گئیں بِالْخَاطِئَةِ خطا کرتے ہوئے۔ اُلٹ جانے والی بستیوں سے حضرت لوط علیہ السلام کا علاقہ مراد ہے۔ شہر سدوم اور اس کے اردگرد آبادیاں۔ حضرت لوط علیہ السلام نے عرصہ دراز تک ان کو تبلیغ کی۔ اللہ تعالیٰ کی توحید پیش کی، نبوت و رسالت کا مفہوم سمجھایا، قیامت کا مسئلہ ان کو بتلایا۔ لیکن اُنھوں نے کوئی بات نہ مانی اور مردوں کے ساتھ بُرے کام کرنے لگ گئے۔

حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو سمجھایا کہ یہ ایسی بُرائی ہے کہ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ [الاعراف: ۸۰] "تم سے پہلے کسی نے نہیں کی جہان والوں میں سے۔" لہٰذا اس سے باز آجاؤ۔ لیکن ان کے ذہن اتنے خراب ہو چکے تھے کہ اُلٹا کہنے لگے اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ [الاعراف: ۸۲] "نکالو ان کو اپنی بستی سے بے شک یہ لوگ ہیں جو پاک بنتے ہیں۔" اُلٹی گنگا۔ بدمعاشوں کا دور ہوتا ہے تو نیک لوگوں پر سختی آجاتی ہے۔

پھر وہ وقت آیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کو حکم دیا کہ آپ اپنی دو بیٹیوں کو اور جو دو چار تمھارے ساتھ مومن ہیں ان کو لے کر یہاں سے چلے جائیں اس قوم پر عذاب آنے والے ہیں۔ جب یہ حضرات علاقے سے نکل گئے تو جبرئیل علیہ السلام نے

پر مارا اور ان بستیوں کو اُلٹ کر رکھ دیا۔ سورۂ ہود آیت نمبر ۸۲ میں ہے جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا "ہم نے کردیا ان کو تہہ و بالا۔"

اس قوم پر اللہ تعالیٰ نے چار قسم کے عذاب نازل فرمائے۔ سب سے پہلے ان کی آنکھوں کی بینائی ختم کی فَطَمَسْنَا أَعْيُنَهُمْ [سورۃ القمر] "پس مٹا دیں ہم نے ان کی آنکھیں۔" پھر ان کے سروں پر پتھر برسائے وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّن سِجِّيلٍ [ہود:۸۲] "اور ہم نے برسائے ان پر پتھر کھنگر کے۔" پھر جبریئل علیہ السلام نے ڈراونی آواز نکالی جس سے ان کے دل پھٹ گئے۔ پھر ان بستیوں کو اُلٹ کر پھینک دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَعَصَوْا رَسُولَ رَبِّهِمْ پس اُنھوں نے نافرمانی کی اپنے رب کے رسولوں کی، ان کو جھٹلایا فَأَخَذَهُمْ أَخْذَةً رَّابِيَةً پس پکڑا ان کو رب نے پکڑنا سخت۔

اور ان سے پہلے نوح علیہ السلام کی قوم بھی گزری ہے۔ اُنھوں نے بھی حق کو جھٹلایا اور حضرت نوح علیہ السلام کی نافرمانی کی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کشتی تیار کی۔ فرمایا کلمہ پڑھ کر میرے ساتھ سوار ہو جاؤ بچ جاؤ گے۔ کہنے لگے ہمیں نہ تیرے کلمے کی ضرورت ہے اور نہ تیری کشتی کی ضرورت ہے۔ اور تو اور بیٹے کنعان نے کہا سَآوِي إِلَىٰ جَبَلٍ يَعْصِمُنِي مِنَ الْمَاءِ [ہود:۴۳] "میں پناہ پکڑوں گا اس پہاڑ کی طرف وہ مجھے بچا لے گا پانی سے۔" جب پانی آیا تو کوئی شخص زندہ نہ رہا سوائے ان کے جو کشتی میں سوار تھے۔ اس کا ذکر ہے۔

فرمایا إِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَاءُ حَمَلْنَاكُمْ فِي الْجَارِيَةِ بے شک ہم نے جب پانی چڑھ گیا سوار کیا تم کو کشتی میں نوح علیہ السلام کی، اس میں مومنوں کو سوار کیا لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً

تاکہ بنائیں ہم اس کو تمھارے لیے نصیحت۔

بخاری شریف میں روایت ہے اَدْرَكَتْهَا اَوَائِلُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اس کشتی کو اس اُمت کے ابتدائی لوگوں نے دیکھا ہے۔ وہ کشتی جودی پہاڑ پر رکی تھی۔ جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ [ہود: ۴۴] اور تورات اور تاریخ میں اس پہاڑ کا نام اراراۃ ہے۔ یہ پہاڑ عراق کے صوبہ موصل میں اب بھی موجود ہے۔ سطح سمندر سے سترہ [۱۷] ہزار فٹ کی بلندی پر ہے۔

تو فرمایا تاکہ بنائیں اس کو تمھارے لیے نصیحت وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ اور تاکہ یاد رکھیں اس کو کان یاد رکھنے والے۔ کہ مجرموں کا یہ حشر ہوا۔ یہاں تک قیامت صغریٰ کا ذکر تھا۔ آگے کبریٰ کا ذکر آئے گا۔

فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَ
الْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ﴿۱۴﴾ فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿۱۵﴾
وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ﴿۱۶﴾ وَّالْمَلَكُ عَلٰى
اَرْجَآئِهَا ؕ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ﴿۱۷﴾
يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ﴿۱۸﴾ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ
بِيَمِيْنِهٖ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ﴿۱۹﴾ اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ
مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ﴿۲۰﴾ فَهُوَ فِیْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ﴿۲۱﴾ فِیْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿۲۲﴾
قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ﴿۲۳﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓئًا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِی
الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ﴿۲۴﴾ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ
يٰلَيْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ﴿۲۵﴾ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ﴿۲۶﴾ يٰلَيْتَهَا
كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ﴿۲۷﴾ مَآ اَغْنٰى عَنِّیْ مَالِيَهْ ﴿۲۸﴾ هَلَكَ عَنِّیْ
سُلْطٰنِيَهْ ﴿۲۹﴾

فَاِذَا نُفِخَ پس جب پھونکا جائے گا فِی الصُّوْرِ بگل نَفْخَةٌ
وَّاحِدَةٌ پھونکا جانا ایک ہی دفعہ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ اور اُٹھالی جائے
گی زمین وَالْجِبَالُ اور پہاڑ فَدُكَّتَا پس کوٹ دیا جائے گا دونوں کو
دَكَّةً وَّاحِدَةً ایک ہی دفعہ کوٹا جانا فَيَوْمَئِذٍ پس اُس دن وَّقَعَتِ
الْوَاقِعَةُ واقع ہوگی واقع ہونے والی وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ اور پھٹ جائے
گا آسمان فَهِيَ پس وہ يَوْمَئِذٍ اُس دن وَّاهِيَةٌ کمزور ہوگا

وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا اور فرشتے اس کے کناروں پر ہوں گے وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ اور اُٹھائیں گے آپ کے رب کے عرش کو فَوْقَهُمْ اپنے اُوپر يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ اُس دن آٹھ فرشتے يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ اُس دن تم پیش کیے جاؤ گے لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ نہیں مخفی رہے گی تم سے کوئی مخفی بات فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ پس بہرحال وہ جس کو دیا گیا اُس کا پرچہ بِيَمِيْنِهٖ اس کے دائیں ہاتھ میں فَيَقُوْلُ پس وہ کہے گا هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ پڑھو میرے خط کو اِنِّيْ ظَنَنْتُ بے شک مجھے یقین تھا اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ بے شک میں ملنے والا ہوں اپنے حساب کو فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ پس وہ پسندیدہ زندگی میں ہوگا فِيْ جَنَّةٍ جنت میں ہوگا عَالِيَةٍ جو بلند جگہ ہوگی قُطُوْفُهَا اس کے پھل دَانِيَةٌ لٹکے ہوئے ہوں گے كُلُوْا کھاؤ وَاشْرَبُوْا اور پیو هَنِيْٓـئًا مزے دار بِمَآ اَسْلَفْتُمْ بہ سبب ان اعمال کے جو تم نے آگے بھیجے ہیں فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ گزرے ہوئے دنوں میں وَاَمَّا مَنْ اور بہرحال وہ شخص اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ جس کو دیا گیا اس کا اعمال نامہ بِشِمَالِهٖ اس کے بائیں ہاتھ میں فَيَقُوْلُ پس وہ کہے گا يٰلَيْتَنِيْ کاش مجھے لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ نہ دیا جاتا میرا اعمال نامہ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ اور میں نہ جانتا میرا حساب کیا ہے يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ اے کاش کہ ہو جائے

موت فیصلہ کرنے والی مَآ اَغْنٰی عَنِّیْ مَالِیَہْ نہ کام آیا میرے میرا مال هَلَكَ عَنِّیْ سُلْطٰنِیَہْ ہلاک ہوگئی میری بادشاہت۔

قیامتِ کبریٰ کا ذکر :

سورت کی ابتداء قیامت کے ذکر سے ہوئی تھی۔ درمیان میں قیامتِ صغریٰ کا ذکر تھا۔ اب قیامتِ کبریٰ کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ پس جب پھونکا جائے گا بگل نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ پھونکا جانا ایک ہی دفعہ۔ اللہ تعالیٰ کے ان گنت اور بے شمار فرشتے ہیں۔ ان میں سے چار بڑی شان اور رتبے والے ہیں۔ پہلے جبرائیل علیہ السلام ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی پیغمبروں پر لاتے تھے۔ یہ تمام فرشتوں کے سردار ہیں۔ دوسرے فرشتے حضرت میکائیل علیہ السلام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بارش کا نظام ان کے سپرد کیا ہے۔ تیسرے حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے بگل پکڑایا ہوا ہے کہ جس وقت میرا حکم ہو تم بگل پھونک دینا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام کبڑے ہو کر کھڑے ہیں۔ ایک کان اُنھوں نے اُٹھایا ہوا ہے اور دوسرا پست ہے۔ اور منتظر ہیں کہ مجھے کب حکم ملتا ہے بگل پھونکنے کا۔ چوتھے عزرائیل علیہ السلام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جان نکالنے کا محکمہ ان کے سپرد کیا ہوا ہے۔

تو جس وقت حضرت اسرافیل علیہ السلام بگل پھونکیں گے فوراً قیامت برپا ہو جائے گی وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ اور اُٹھالی جائے گی زمین۔ آج زمین میں بلندی اور پستی ہے۔ گڑھے ہیں، پہاڑ ہیں، قیامت آئے گی تو ہر شے برابر کر دی جائے گی۔ یہ مضبوط پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اُڑتے پھریں گے۔ اور ایسے ہموار ہوگی کہ اگر کوئی مشرق سے مغرب کی طرف انڈہ لڑھکائے تو اس کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔ سورۃ طٰہٰ آیت نمبر

۱۰۶-۱۰۷ میں ہے فَیَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا "پس کر دے گا اس کو ہموار زمین لَّا تَرٰی فِیْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا نہیں دیکھے گا تو اس میں کوئی کجی اور نہ کوئی ٹیلا۔" وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ [سورۃ التکویر، پارہ:۳۰] "اور جب سمندروں کو آگ لگا دی جائے گی۔" پانی پٹرول کی طرح جلے گا۔

تو فرمایا اُٹھا دی جائے گی زمین وَالْجِبَالُ اور پہاڑ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً پس کوٹ دیا جائے گا دونوں کو زمین اور پہاڑوں کو ایک ہی دفعہ کوٹنا۔ فرمایا جس وقت یہ ہوگا فَیَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ پس اُس دن واقع ہوگی واقع ہونے والی۔ قیامت کا نام واقعہ بھی ہے۔ اُس دن قیامت قائم ہوگی وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ اور پھٹ جائے گا آسمان فَهِیَ یَوْمَئِذٍ وَّاهِیَةٌ پس وہ اُس دن کمزور ہوگا۔ ہزارہا سال گزر چکے ہیں آسمان اپنی جگہ پر قائم ہیں۔ جب قیامت قائم ہوگی تو پھٹیں گے۔ ساتواں گرے گا چھٹے پر چھٹا گرے گا پانچویں پر اور پانچواں چوتھے پر اور چوتھا تیسرے پر اور تیسرا دوسرے پر اور دوسرا پہلے پر۔ چونکہ دنیا کا نظام لپیٹنا ہوگا۔ سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۱۰۴ میں ہے یَوْمَ نَطْوِی السَّمَآءَ كَطَیِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ "جس دن ہم لپیٹ دیں گے آسمانوں کو جیسے لپیٹا جاتا ہے بستہ کتابوں پر۔" جیسے پڑھنے والے جب پڑھائی سے فارغ ہوتے ہیں تو اپنے بستے میں سب کتابیں لپیٹ دیتے ہیں۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ زمین آسمان کو لپیٹ کر رکھ دیں گے۔

تو فرمایا اس دن آسمان کمزور ہوگا وَّالْمَلَكُ عَلٰٓی اَرْجَآئِهَا۔ اَرْجَاء رجاء کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے کنارہ۔ معنیٰ ہوگا اور فرشتے اس کے کناروں پر ہوں گے۔ آج آسمان میں بقدر چار انگشت بھی جگہ خالی نہیں ہے جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ رب تعالیٰ کی

حمد وثنا میں مصروف نہ ہو۔ فرشتوں کی حمد وثنا ہے سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔ اس کلمے کے بارے میں حدیث پاک میں آتا ہے اَحَبُّ الْكَلَامِ اِلَى اللهِ سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم۔ اللہ تعالیٰ کو یہ کلمہ بہت محبوب ہے۔ یہ فرشتوں کی تسبیح ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اس کلمے کی برکت سے رزق ملتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ رزق کا دروازہ کھول دیتے ہیں۔

جس وقت آسمان پھٹے گا تو فرشتے آسمان کے کناروں پر چلے جائیں گے وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ اور اُٹھائیں گے آپ کے رب کے عرش کو اپنے اُوپر اُس دن آٹھ فرشتے۔ ثَمٰنِيَةٌ کی تفسیر یہ بیان کی گئی ہے کہ ثمانِيَةُ نفوس آٹھ فرشتے ہوں گے۔ اور ایک مطلب ثمانية صفوف بھی بیان کیا گیا ہے۔ یعنی فرشتوں کی آٹھ صفیں ہوں گی اللہ تعالیٰ کے عرش کو اُٹھانے والی۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بڑی طاقت عطا فرمائی ہے۔ میں سمجھانے کے لیے عرض کرتا ہوں۔ یوں سمجھو کہ ضلع گوجرانوالا کے برابر تھا لوط علیہ السلام کی قوم کا علاقہ۔ اور جبرئیل علیہ السلام نے سارے علاقے کو ایک پَر پر اُٹھا کر اُلٹا کر دیا۔ تو رب تعالیٰ نے فرشتوں کو بڑی طاقت عطا فرمائی ہے۔ تو آٹھ صفوں کی بھی تفسیر کی گئی ہے کہ فرشتوں کی آٹھ صفیں عرش کو اُٹھانے والی ہوں گی۔ باقی ایک صف میں کتنے فرشتے ہوں گے؟ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

اور دوسری تفسیر یہ بیان کی گئی ہے کہ آٹھ نفوس، آٹھ افراد، آٹھ فرشتے عرش الٰہی کو اُٹھا رہے ہوں گے يَوْمَئِذٍ اُس دن تُعْرَضُوْنَ تم پیش کیے جاؤ گے رب کے سامنے لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ نہیں مخفی رہے گی تم سے کوئی مخفی بات۔ کوئی بات مخفی نہیں رہے گی ہر شے سامنے آجائے گی۔ اور یہ تفسیر بھی کی گئی ہے کہ کوئی نفس مخفی نہیں رہے

گا۔ آج تو چور، ڈاکو، فاسق، قاتل چھپ جاتے ہیں۔ دوسرے علاقوں میں چلے گئے، دوسرے ملکوں میں چلے گئے، چھپ گئے۔ لیکن جس دن اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت ہوگی کوئی نفس بھی نہیں چھپ سکے گا۔ پھر کیا ہوگا؟

کامیاب گروہ کا تذکرہ :

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ پس بہرحال وہ آدمی جس کو پرچہ، اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا گیا جس میں قول، فعل ہر شے درج ہوگی فَیَقُوْلُ پس وہ کہے گا هَآؤُمُ اقْرَءُوْا کِتٰبِیَهْ پڑھو میرے خط کو، میرے اعمال نامے کو۔

دیکھو دنیا کے امتحان آخرت کے امتحان کے مقابلے میں اتنے بھی نہیں جتنا کھیل ہوتا ہے۔ لیکن اس دنیا کے امتحان میں جب بچے پاس ہوتے ہیں تو لڈیاں مارتے ہیں، لڈو بانٹتے ہیں کہ میں پاس ہو گیا ہوں۔ استاد ماں باپ کو مبارک باد دیتے ہیں کہ تمھارا بچہ پاس ہو گیا ہے۔ ماں باپ استادوں کو مبارک دیتے ہیں۔ اصل امتحان پاس ہونے والا تو آخرت کا امتحان ہے۔ وہاں جو پاس ہوگا بڑا خوش ہوگا اور جو، جو اس کے سامنے آئے گا اس کو کہے گا پڑھو یہ میرا پرچہ اِنِّیْ ظَنَنْتُ بے شک میں نے یقین کیا تھا دنیا میں کہ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَهْ بے شک میں ملنے والا ہوں اپنے حساب کو۔ مجھے دنیا میں یقین تھا کہ ایک نہ ایک دن حساب کا آنے والا ہے اس لیے میں آخرت کی تیاری کرتا رہا۔ آج اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مجھے دائیں ہاتھ میں پرچہ مل گیا ہے اور میں کامیاب ہو گیا ہوں فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ پس وہ پسندیدہ زندگی میں ہوگا۔ جنت کے عیش و آرام اور خوشیوں کا آج ہم دنیا میں تصور بھی نہیں کر سکتے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جنت کی ایک ہاتھ جگہ دنیا و مافیہا کی قیمت سے زیادہ ہے۔ اور حوروں کا لباس تو درکنار ان کے

دوپٹے کی قیمت دنیا و مافیہا نہیں بن سکتی۔

تو فرمایا پس وہ پسندیدہ زندگی میں ہوگا فِیۡ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ جنت میں ہوگا جو بلند جگہ ہوگی۔ مرتبے کے لحاظ سے بھی بلند اور محلِ وقوع کے اعتبار سے بھی بلند ہوگی قُطُوۡفُهَا قُطُوف قَطْفٌ کی جمع ہے وہ پھل جو پکنے کے بعد اُتارا جائے دَانِیَةٌ قریب ہوں گے۔ جنت کی خصوصیت یہ ہے کہ درخت کی چوٹی پر پھل لگا ہوا ہے اور جنتی کا ارادہ ہوا اس کو کھانے کا۔ ارادہ کرتے ہی وہ پھل خود بہ خود جھک کر سامنے آجائے گا اُٹھنے کی بھی ضرورت نہیں پڑے گی۔ اگر کوئی لیٹا ہوا ہے اُٹھ کر بیٹھنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ ہے کہ جنت کیا ہوگی؟ ایک چھوٹی خدائی ہوگی۔ جیسے رب تعالیٰ اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنۡ یَّقُوۡلَ لَهٗ کُنۡ فَیَكُوۡنُ [یٰسین:] "اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کا ارادہ فرماتے ہیں تو کہتے ہیں ہوجا پس وہ ہوجاتا ہے۔" اسی طرح جنتی بھی جو چاہے گا اللہ تعالیٰ فوراً کر دیں گے۔ اگر کوئی آدمی اُڑنے کا ارادہ کرے گا وہ فوراً اُڑ پڑے گا۔ پرندے بڑی بلندی پر اُڑتے ہوں گے یہ ارادہ کرے گا کہ فلاں پرندہ میری خوراک بن جائے۔ ارادہ کرتے ہی وہ بھُنا ہوا سامنے ہوگا۔

بخاری شریف میں روایت ہے ایک آدمی نے کہا حضرت مجھے کاشت کاری کا بڑا شوق ہے۔ مجھے وہاں کاشت کاری کی اجازت ملے گی؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بھائی! وہاں کاشت کاری کی ضرورت کیا ہوگی سب چیزیں مفت ملیں گی۔ کہنے لگا حضرت! میں ویسے پوچھنا چاہتا ہوں۔ فرمایا ہاں! اگر کوئی خواہش کرے گا تو اس کو اجازت مل جائے گی۔ اور جوں ہی دانے پھینکے گا ساتھ ہی اُگ جائیں گے اور کھڑے کھڑے کھیتی

پک کر کٹ کر سامنے ڈھیر لگ جائیں گے۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے اے بندے! تیرا پیٹ نہیں بھرتا۔

تو فرمایا اس کے پھل لٹکے ہوئے ہوں گے۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے کُلُوْا کھاؤ جنت کے میوے وَاشْرَبُوْا اور پیو جنت کی نہروں کا پانی۔ دودھ، شراب، شہد، جو چاہو پیو هَنِیْٓئًا مزے دار طریقے سے بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَةِ بہ سبب ان اعمال کے جو تم نے آگے بھیجے ہیں گزرے ہوئے دنوں میں۔ یہ ان کا صلہ ہے۔ اور جس نے عمل ہی نہیں کیا یا بُرے عمل کیے تو وہ جنت میں نہیں جائیں گے۔ اگر عقیدہ صحیح ہے تو پھر سزا بھگت کے جنت میں جائیں گے۔ یہ تو اصحاب الیمین کا حال بیان ہوا۔ اب دوسروں کا بھی سن لو۔

ناکام گروہ کا تذکرہ :

فرمایا وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ اور بہرحال وہ شخص جس کو دیا گیا اعمال نامہ بِشِمَالِهٖ اس کے بائیں ہاتھ میں۔ فرشتے پیچھے سے آ کر اس کو اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں پکڑائیں گے۔ وہ اس کی شکل دیکھنا بھی گوارا نہیں کریں گے فَیَقُوْلُ پس وہ کہے گا یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ کِتٰبِیَهْ کاش مجھے یہ پرچہ نہ ہی دیا جاتا وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِیَهْ اور میں نہ جانتا میرا حساب کیا ہے یٰلَیْتَهَا کَانَتِ الْقَاضِیَةَ اے کاش کہ ہو جائے موت فیصلہ کرنے والی۔ موت مجھے آ کر ختم کر دے۔ لیکن وہاں تو لَا یَمُوْتُ فِیْهَا وَلَا یَحْیٰی "نہ مرے گا نہ جیے گا۔" اگر وہاں مارنا مقصود ہو تو جہنم کی آگ کا ایک شعلہ ہی کافی ہے۔ سانپ کا ایک ڈنک ہی کافی ہے۔ بچھو کا ایک ڈنک ہی کافی ہے۔ لیکن مارنا مقصود نہیں ہے سزا دینا مقصود ہے۔

تو کہے گا کاش کہ موت فیصلہ کردے اور میری زندگی ختم کردے مَآ اَغْنٰی عَنِّیْ مَالِیَهْ نہ کفایت کی میری میرے مال نے۔ میرا مال میرے کام نہیں آیا جو میں دنیا میں کماتا رہا هَلَكَ عَنِّیْ سُلْطٰنِیَهْ ہلاک ہوگئی میری بادشاہت، میری سرداری، میری چودھراہٹ بھی ختم ہوگئی۔ دنیا میں میرے بڑے نوکر چاکر تھے آج میرا کوئی بھی نہیں ہے۔ وہ دن ہوگا يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ۝ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ۝ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ۝ "جس دن بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹوں سے۔" ایک دوسرے سے چھپتے پھریں گے کہ کوئی نیکی کا سوال نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں سارے نتیجے سے قرآن پاک میں آگاہ کردیا ہے اور بتادیا ہے کہ اب تمھاری مرضی ہے کہ دوزخ کی طرف جاتے ہو یا جنت کی طرف۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں جنت کے کاموں کی توفیق عطا فرمائے۔

[امین]

خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ﴿۳۱﴾ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ﴿۳۲﴾ اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ﴿۳۳﴾ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿۳۴﴾ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ﴿۳۵﴾ وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ﴿۳۶﴾ لَّا يَاْكُلُهٗۤ اِلَّا الْخٰطِـُٔوْنَ ﴿۳۷﴾ فَلَاۤ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿۴۰﴾ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۳﴾ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ﴿۴۴﴾ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ﴿۴۵﴾ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ﴿۴۶﴾ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ ﴿۴۹﴾ وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۰﴾ وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿۵۱﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۵۲﴾

خُذُوْهُ پکڑو اس کو فَغُلُّوْهُ پس اس کے گلے میں طوق ڈالو
ثُمَّ الْجَحِيْمَ پھر آگ کے شعلوں میں صَلُّوْهُ داخل کردو اس کو ثُمَّ
فِيْ سِلْسِلَةٍ پھر زنجیروں میں ذَرْعُهَا جن کی پیمائش سَبْعُوْنَ
ذِرَاعًا ستر گز لمبی ہے فَاسْلُكُوْهُ پس جکڑ دو اس کو اِنَّهٗ كَانَ لَا
يُؤْمِنُ بے شک یہ نہیں ایمان لاتا تھا بِاللّٰهِ اللہ تعالیٰ پر الْعَظِيْمِ
جو بڑی ذات ہے وَلَا يَحُضُّ اور نہیں آمادہ کرتا تھا عَلٰى طَعَامِ

الۡمِسۡکِیۡنِ مسکین کے کھانا کھلانے پر فَلَیۡسَ لَہُ الۡیَوۡمَ پس نہیں ہے
اس کے لیے آج کے دن ھٰھُنَا یہاں پر، حَمِیۡمٌ کوئی دوست
وَّلَا طَعَامٌ، اور نہ خوراک ہے اِلَّا مِنۡ غِسۡلِیۡنٍ مگر غسلین لَّا
یَاۡکُلُہٗۤ نہیں کھائیں گے اس کو اِلَّا الۡخَاطِـُٔوۡنَ مگر خطا کار فَلَاۤ
اُقۡسِمُ پس میں قسم اُٹھاتا ہوں بِمَا ان چیزوں کی تُبۡصِرُوۡنَ
جن کو تم دیکھتے ہو وَمَا اور ان چیزوں کی لَا تُبۡصِرُوۡنَ جن کو تم نہیں
دیکھتے اِنَّہٗ بے شک یہ قرآن کریم لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ البتہ قول ہے
رسول کا کَرِیۡمٍ جو عزت والا ہے وَّمَا ھُوَ بِقَوۡلِ شَاعِرٍ اور نہیں
ہے یہ شاعر کا قول قَلِیۡلًا مَّا تُؤۡمِنُوۡنَ بہت کم تم ایمان لاتے ہو وَلَا
بِقَوۡلِ کَاھِنٍ اور نہ یہ کاھن کا قول ہے قَلِیۡلًا مَّا تَذَکَّرُوۡنَ بہت کم تم
نصیحت حاصل کرتے ہو تَنۡزِیۡلٌ اُتارا ہوا ہے مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ
رب العالمین کی طرف سے وَلَوۡ تَقَوَّلَ عَلَیۡنَا اور اگر کوئی بات ہمارے
ذمہ لگا دے بَعۡضَ الۡاَقَاوِیۡلِ بعض باتیں لَاَخَذۡنَا مِنۡہُ البتہ ہم
پکڑتے اس کو بِالۡیَمِیۡنِ قوت کے ساتھ ثُمَّ لَقَطَعۡنَا مِنۡہُ پھر البتہ ہم
کاٹ دیتے اس کی الۡوَتِیۡنَ شہ رگ فَمَا مِنۡکُمۡ پس نہ ہوتا تم میں
سے مِّنۡ اَحَدٍ کوئی بھی عَنۡہُ حٰجِزِیۡنَ اس سے روکنے والے
وَاِنَّہٗ لَتَذۡکِرَۃٌ اور بے شک یہ قرآن کریم البتہ نصیحت ہے لِّلۡمُتَّقِیۡنَ

پرہیزگاروں کے لیے وَاِنَّا اور بے شک ہم لَنَعْلَمُ البتہ جانتے ہیں اَنَّ مِنْكُمْ بے شک تم میں سے مُّكَذِّبِيْنَ جھٹلانے والے ہیں وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ اور بے شک یہ قرآن البتہ حسرت ہوگا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ کافروں پر وَاِنَّهٗ اور بے شک یہ قرآن لَحَقُّ الْيَقِيْنِ البتہ حق الیقین ہے فَسَبِّحْ پس آپ پاکیزگی بیان کریں بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ اپنے رب کے نام کے ساتھ جو بڑا ہے۔

ربط :

کل کے سبق میں تم نے دو گروہوں کا ذکر سنا کہ وہ جن کو اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور وہ بڑے خوش ہوں گے اور جو ملے گا اُسے کہیں گے هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ "پڑھو یہ میرا اعمال نامہ۔" اور دوسرا گروہ وہ ہوگا جس کو اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں ملے گا۔ وہ افسوس کریں گے اور کہیں گے يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ "ہائے افسوس کاش کہ مجھے یہ اعمال نامہ نہ ملتا موت مجھے پہلے ہی ختم کر دیتی میرے مال نے بھی مجھے فائدہ نہیں دیا اور میری چودھراہٹ بھی ختم ہوگئی۔"

انجام مجرمین :

اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائیں گے خُذُوْهُ پکڑو اس کو فَغُلُّوْهُ پس اس کے گلے میں طوق ڈال دو ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ پھر آگ کے شعلوں میں داخل کر دو اس کو ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ پھر زنجیروں میں ذَرْعُهَا جن کی پیمائش، لمبائی سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا ستر ہاتھ ہے (ایک ہاتھ ڈیڑھ فٹ کا ہوتا ہے) ان زنجیروں میں فَاسْلُكُوْهُ

جکڑ دو اس کو۔ دوزخ میں خوشی سے کون جائے گا۔ فرشتے رب تعالیٰ کے حکم سے گلے میں طوق، پاؤں میں بیڑیاں اور زنجیروں میں جکڑ کر کھینچ کر دوزخ میں پھینکیں گے۔ کیوں؟ اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ بے شک یہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر جو بڑی ذات ہے ایمان نہیں لاتا تھا۔ نہ اس نے اللہ تعالیٰ کی توحید مانی، نہ پیغمبر کی رسالت مانی، نہ آخرت کو تسلیم کیا، نہ فرشتوں کو مانا، نہ حلال حرام کے قانون کو تسلیم کیا۔ الغرض اس نے رب تعالیٰ کے احکام کو نہیں مانا۔ اور دوسرا جرم یہ کہ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ اور نہیں آمادہ کرتا تھا اپنے نفس کو مسکین کے کھانا کھلانے پر۔ اور اگر خود غریب تھا تو دوسروں کو بھی ترغیب نہیں دیتا تھا غریب کو کھانا کھلانے کی کہ یہ غریب ہے اس کا خیال رکھنا۔

مال داروں کے مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی غریبوں کا حق ہے :

یاد رکھنا! مال داروں کے مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی غریبوں کا حق ہے۔ اتنا نہ سمجھو کہ زکوٰۃ دے دی، عُشر دے دیا، فطرانہ دے دیا، قربانی کی کھال دے دی اور فارغ ہو گئے۔ بخاری شریف میں روایت ہے اِنَّ فِي الْمَالِ حَقًّا سِوَى الزَّكٰوةِ "بے شک مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔" ہر آدمی اپنی برادری کے بندوں کی غربت کو جانتا ہے، اپنے محلے کے لوگوں کی پوزیشن کو جانتا ہے۔ از خود ان کی امداد کریں ان کو مانگنے کی ضرورت ہی نہ پڑے۔ یہ مال داروں کا فریضہ ہے۔ قیامت والے دن اس کی باز پرس ہوگی کہ میں نے تجھے مال دیا تھا اس پر سانپ بن کر بیٹھ گیا تھا غریبوں کے حقوق کیوں نہیں ادا کیے۔ لہٰذا اپنی اپنی حیثیت کے مطابق غریبوں اور ناداروں کا خیال ضرور رکھنا چاہیے۔

تو فرمایا اس کا پہلا جرم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور احکام پر ایمان

نہیں لایا۔ دوسرا جرم یہ کہ مسکینوں کی خوراک پر اپنے نفس کو آمادہ نہیں کیا اور نہ دوسرے لوگوں کو ترغیب دی فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ نہیں ہے اس کے لیے آج کے دن کوئی مخلص دوست۔ کوئی اس کا ساتھ دینے کے لیے وہاں تیار نہیں ہوگا ہر ایک کو اپنی اپنی پڑی ہوگی۔ کسی کا کسی نے کیا ساتھ دینا ہے۔ اور دوسری بات: وَّلَا طَعَامٌ اور نہ اس کے لیے خوراک ہے اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ غسلین کا ایک معنٰی تھوہر کا درخت کرتے ہیں۔ یہ بڑا زہریلا اور کڑوا ہوتا ہے۔ کوئی بھی جانور اس کے قریب نہیں جاتا۔ پھر دوزخ کی غسلین تو دوزخ کی غسلین ہوگی کہ اس کا ایک قطرہ سمندر میں ڈال دیا جائے تو سارا سمندر کڑوا ہو جائے۔ بدبوا تنی کہ حدیث پاک میں آتا ہے مشرق سے مغرب تک، شمال سے جنوب تک اس کے ایک قطرے کی بدبو سے کوئی جان دار چیز زندہ نہ رہے۔

اور غسلین کا دوسرا معنٰی یہ کرتے ہیں کہ زخموں کے اندر پیپ پیدا ہو جاتی ہے اور ڈاکٹران زخموں کو پانی سے دھوتے ہیں۔ تو وہ پانی جس سے زخموں کو دھویا گیا ہے جس میں پیپ بھی آئی ہے اور خون بھی آیا ہے یہ پانی ان کی خوراک ہوگی۔ لَّا يَاْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخَاطِـُٔوْنَ نہیں کھائیں گے اس کو مگر وہ لوگ جو خطا کار ہیں۔ گناہ گاروں کی خوراک ہوگی۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ان کو پیشاب، پاخانہ کھلایا جائے گا۔ جن کو بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا ان کا یہ حال ہوگا۔

حقانیتِ قرآن :

آگے اللہ تعالیٰ قرآن کریم کی حقانیت بیان فرماتے ہیں فَلَآ اُقْسِمُ۔ عربی زبان کا قاعدہ ہے کہ لفظ قسم ہو یا حرف قسم ہو اس سے پہلے ما کا لفظ آئے یا لا کا لفظ آئے تو وہ زایدہ ہوتا ہے اس کا معنٰی نہیں ہوتا۔ لکھنے پڑھنے میں آتا ہے معنٰی نہیں ہوتا۔ فرمایا

فَلَآ اُقْسِمُ پس میں قسم اُٹھاتا ہوں بِمَا تُبْصِرُوْنَ ان چیزوں کی جن کو تم دیکھتے ہو۔ زمین کو دیکھتے ہو، آسمان کو دیکھتے ہو، پہاڑوں کو دیکھتے ہو، چاند، سورج، ستاروں کو دیکھتے ہو وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ اور ان چیزوں کی جن کو تم نہیں دیکھتے۔ فرشتوں کو نہیں دیکھتے، جن ہمیں نظر نہیں آتے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جنات اور فرشتے ہم سے زیادہ ہیں۔ زمین کی تہہ میں بے شمار چیزیں ہیں جو ہمیں نظر نہیں آتیں۔ پہاڑوں کے غاروں میں جو چیزیں ہیں وہ ہمیں نظر نہیں آتی۔ دور ہیں ہمیں نظر نہیں آتیں۔ تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں جو چیزیں تمھیں نظر آتی ہیں میں ان کی قسم اُٹھاتا ہوں اور جو چیزیں تمھیں نظر نہیں آتیں ان کی قسم اُٹھاتا ہوں۔

اب یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ قسم تو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی جائز نہیں ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے مَنْ اَقْسَمَ بِغَیْرِ اللّٰہِ فَقَدْ اَشْرَكَ بِاللّٰہِ "جس نے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم اُٹھائی تو اس نے شرک کیا۔" لہٰذا بات اچھی طرح سمجھ لیں۔ کہ قسم دو قسم پر ہے۔ ایک کسی شے کی عظمت کی قسم اُٹھائی جاتی ہے۔ مثلاً: اللہ تعالیٰ کی قسم اُٹھائی جاتی ہے اس کی تعظیم کے لیے کہ اگر میں غلط بیانی کروں گا تو اللہ تعالیٰ مواخذہ کرے گا۔ یہ قسم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی جائز نہیں ہے۔ اگر کوئی اُٹھائے گا تو شرک کرے گا۔ اور ایک قسم ہوتی ہے گواہی کے لیے کہ جس چیز کی قسم اُٹھا رہا ہوں اس کو گواہ بنا رہا ہوں۔ اپنی بات پر بہ طور گواہ کے پیش کر رہا ہوں۔

تو اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کی قسم اُٹھائی ہے ان کو گواہ کے طور پر پیش کیا ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مکلف نہیں ہے۔ اس پر کوئی قانون لاگو نہیں ہوتا۔ سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۲۳ میں ہے لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَهُمْ یُسْئَلُوْنَ "نہیں پوچھا جا سکتا

اس سے جو وہ کرتا ہے اور ان سے پوچھا جائے گا۔" تو اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کی قسم اُٹھا کر ان کو بہ طور گواہ کے پیش کیا ہے کہ یہ ساری چیزیں میری بات کی گواہی دیتی ہیں۔ میں قسم اُٹھاتا ہوں ان چیزوں کی جن کو تم دیکھتے ہو اور ان چیزوں کی جن کو تم نہیں دیکھتے اِنَّهٗ بے شک یہ قرآن کریم لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ کہا ہوا ہے ایسے رسول کا جو عزت والا ہے وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ اور نہیں ہے یہ شاعر کا قول قَلِيْلًا بہت کم مَّا تُؤْمِنُوْنَ تم ایمان لاتے ہو وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ اور نہ فال نکالنے والے کا قول ہے۔ کہا ہوا پیغمبر کا ہے یعنی اس کی زبان سے جاری ہوا ہے۔ انھوں نے اپنی طرف سے نہیں بنایا تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ اُتارا ہوا ہے رب العالمین کی طرف سے۔ بعض جاہل کہتے تھے اَئِنَّا لَتَارِكُوْا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ [صافات:۳۶] "کیا ہم چھوڑنے والے ہیں اپنے معبودوں کو ایک دیوانے شاعر کی وجہ سے۔" اللہ تعالیٰ نے تردید فرمائی کہ یہ شاعر کا قول نہیں ہے اور یہ کاھن یعنی فال نکالنے والے کی بات بھی نہیں ہے۔ وہ بھی جھوٹی سچی باتیں بتا کر لوگوں پر اپنا سکہ جماتے ہیں۔ پیغمبر کی ہر بات حق ہوتی ہے۔

اور کئی دفعہ تم یہ روایت سن چکے ہو کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مَنْ اَتٰی كَاهِنًا "جو آدمی فال نکالنے والے کے پاس گیا اور اس کی باتوں کی تصدیق کی فَقَدْ كَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ ﷺ پس تحقیق اس نے انکار کر دیا اس چیز کا جو نازل کی گئی ہے محمد ﷺ پر۔" اور اگر اس کی باتوں کی تصدیق نہیں کی ویسے دل لگی کے لیے گیا تو اس کی چالیس دن رات کی عبادت کا اجر ضائع ہو گیا۔

توھمات :

آج کل عام لوگ وہم میں مبتلا ہیں۔ تھوڑی بیماری لمبی ہو گئی تو کہتے ہیں مجھ پر کسی

نے وار کر دیا ہے۔ اور ان کاہنوں نے ان کے دماغ خراب کیے ہوئے ہیں۔ جو بچہ ابھی پیدا ہوا اس کے متعلق بھی کہتے ہیں کہ اس پر کسی نے وار کر دیا ہے۔ اللہ کے بندو! طبعی بیماریاں بھی ہوتی ہیں۔ آخر اس زمانے میں کون سا آدمی سو فیصد تندرست ہے۔ تو کیا سب پر وار ہو گیا ہے؟ کوئی آدمی ذہنی لحاظ سے خوش حال نہیں ہے۔ کوئی گھر ایسا نہیں ہے جو پریشان نہ ہو۔ فرق صرف اتنا ہے کہ کوئی پریشانی بتا دیتا ہے اور کوئی کسی کے سامنے اپنی پریشانی کا ذکر نہیں کرتا۔ تو کیا ساری دنیا پر جادو کیا ہوا ہے؟ اعمال ہمارے صحیح نہیں، خوراکیں ہماری صحیح نہیں ہیں۔ ساری کھادیں ہمارے گھٹنوں میں ہیں۔ پھر عموماً عورتوں میں یہ بیماری بہت زیادہ ہے۔ اپنی چیز کی حفاظت کرنی نہیں، زیور اُتار کر رکھ دیا، گھڑی رکھ دی، کسی نے اُٹھا لی، پھر شک کرتی ہیں کہ فلاں نے اُٹھائی ہے، فلاں نے اُٹھائی ہے۔ پھر فال نکالتی پھرتی ہیں۔

یاد رکھو! اپنی چیزوں کی پوری حفاظت کرو۔ میں نے کئی دفعہ کہا ہے کہ اپنی جوتیوں کی حفاظت کرو۔ طبرانی شریف میں روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اِجْعَلْ نَعْلَيْكَ تَحْتَ عَيْنَيْكَ "اپنے جوتوں کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھو۔" لوگ اپنے جوتوں کی حفاظت نہیں کرتے۔ چور اُٹھا کے لے جاتے ہیں تو گناہ بھی ہوا حفاظت نہ کرنے کا اور نقصان بھی ہوا۔

تو فرمایا نہ یہ قرآن کریم شاعر کا قول ہے اور نہ کاہن کا قول ہے قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ بہت کم ہے جو تم نصیحت حاصل کرتے ہو۔ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ اُتارا ہوا ہے رب العالمین کی طرف سے وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا اور اگر وہ لگا دیتے ہمارے ذمے بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ کچھ باتیں۔ اقاویل اقوال کی جمع ہے اور اقوال

قول کی جمع ہے۔تو اقاویل جمع الجمع ہے یعنی جمع کی جمع ہے۔رب تعالیٰ نے یہ بات کہی ہے کہ اگر پیغمبر ہمارے ذمہ اپنی طرف سے کوئی بات بنا کر لگا دیتا کہ یہ بات رب تعالیٰ نے کہی ہے اور رب تعالیٰ نے کہی نہ ہوتی لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ۔یمین کے معنیٰ قوت کے بھی ہوتے ہیں۔البتہ ہم پکڑتے اس کو قوت کے ساتھ۔اور قوت کے ساتھ پکڑ کر ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ پھر ہم کاٹ دیتے اس کی شہ رگ۔یمین کا معنیٰ دایاں ہاتھ بھی ہوتا ہے۔عموماً جس وقت جلاد کسی کا سر اُڑاتا ہے تو اپنے دائیں ہاتھ سے مجرم کی گردن پر تلوار چلاتا ہے۔اگر پیغمبر نے ہمارے ذمہ ایسی بات لگائی ہوتی جو ہم نے نہیں کہی تو ہم اس کی جان نکال دیتے۔

قادیانی دھوکہ :

قادیانی لوگوں کو اس آیت کریمہ کے ذریعے دھوکا دیتے ہیں۔کہتے ہیں کہ دیکھو! مرزا صاحب اگر جھوٹے ہوتے تو جس وقت اس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا رب نے ہلاک کیوں نہ کیا؟ اس سلسلے میں مولانا حبیب اللہ صاحب امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رسالہ لکھا ہے۔اس میں اُنھوں نے ثابت کیا ہے کہ مرزا قادیانی نے پہلے صریح لفظوں میں نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔کبھی کہتا تھا میں مہدی ہوں، کبھی کہتا تھا میں مسیح موعود ہوں، کبھی کچھ اور کبھی کچھ کہتا تھا۔دجل وفریب سے کام لیتا رہا۔ ۱۹۰۲ء میں اس نے نبوت کا دعویٰ کیا تو چھ سال بعد ہیضے میں مبتلا ہوا اور بیت الخلاء میں مر گیا۔اس مسئلہ پر" عشرہ کاملہ" عمدہ کتاب ہے۔

پھر یہ بھی یاد رہے کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ نبی جس جگہ فوت ہوتا ہے وہیں دفن کیا جاتا ہے۔اگر نبی ہوتا تو اس کی قبر ٹٹی خانے میں ہونی چاہیے تھی۔اس سے زیادہ اور

کیا ذلت کی بات ہے کہ بیٹھے سے ٹٹی خانے میں مرا۔ کسی آدمی نے سوال کیا کہ سنا ہے کہ پاخانہ اس کے منہ کے راستے سے آتا رہا۔ حضرت نے جواب دیا بہت کچھ لکھا ہے۔

فرمایا فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ پس نہ ہوتا تم میں سے کوئی بھی اس سے روکنے والا کہ اے پروردگار! اس کی شہ رگ کیوں کاٹتے ہو۔ فرمایا وَ اِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ اور بے شک یہ قرآن پاک نصیحت ہے لِّلْمُتَّقِيْنَ پرہیزگاروں کے لیے وَ اِنَّا لَنَعْلَمُ اور بے شک البتہ ہم جانتے ہیں اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ بے شک تم میں سے قرآن کو جھٹلانے والے ہیں۔ لیکن یاد رکھو وَ اِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ اور بے شک یہ قرآن کریم حسرت ہوگی کافروں پر، انکار کرنے والوں پر۔ قیامت والے دن اپنے ہاتھوں کو دانتوں سے کاٹیں گے کہ ہائے ہم نے کیوں نہ مانا قرآن پاک مان لیتے اس پر عمل کرتے اس کے مطابق عقیدہ بناتے تو آج عذاب میں مبتلا نہ ہوتے۔ اور فرمایا وَ اِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ اور بے شک یہ حق الیقین ہے۔ قرآن پاک پکی اور سچی کتاب ہے۔ رب تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئی ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے بیان کی گئی ہے فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رب کے نام کی تسبیح بیان کریں جو بڑا ہے۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم کثرت سے پڑھو۔ قیامت والے دن اس کا بہت زیادہ وزن ہوگا۔ حدیث پاک میں آتا ہے دو کلمے اللہ تعالیٰ کو بہت پیارے ہیں زبان پر بڑے ہلکے ہیں وزن میں بڑے بھاری ہیں

سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر

سُورَةُ المعارج

(مکمل)

جلد ۲۰

آیاتها ۴۴ ۷۰ سُوْرَۃُ الْمَعَارِجِ مَکِّیَّةٌ ۷۹ رکوعاتها ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۝۱ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۝۲ مِّنَ اللّٰهِ ذِی الْمَعَارِجِ ۝۳ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِیْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۝۴ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا ۝۵ اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا ۝۶ وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا ۝۷ يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ۝۸ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۝۹ وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ۝۱۰ يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ؕ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِیْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍۭ بِبَنِيْهِ ۝۱۱ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ ۝۱۲ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِیْ تُـْٔوِيْهِ ۝۱۳ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِيْعًا ثُمَّ يُنْجِيْهِ ۝۱۴ كَلَّا ؕ اِنَّهَا لَظٰى ۝۱۵ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ۝۱۶ تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى ۝۱۷ وَجَمَعَ فَاَوْعٰى ۝۱۸

سَاَلَ سَآئِلٌ مانگا ایک مانگنے والے نے بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ایسا عذاب جو واقع ہونے والا ہے لِّلْكٰفِرِيْنَ کافروں کے لیے لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ نہیں اس کو کوئی ٹالنے والا مِّنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ذِی الْمَعَارِجِ سیڑھیوں والا ہے تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ چڑھتے ہیں فرشتے وَالرُّوْحُ اور روح القدس اِلَيْهِ اس کی طرف فِیْ يَوْمٍ ایک دن میں

كَانَ مِقْدَارُهٗ ہے جس کی مقدار خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ پچاس ہزار سال
فَاصْبِرْ پس آپ صبر کریں صَبْرًا جَمِيْلًا صبر کرنا اچھا اِنَّهُمْ
يَرَوْنَهٗ بے شک وہ دیکھتے ہیں اس کو بَعِيْدًا دور وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا
اور ہم دیکھتے ہیں اس کو قریب يَوْمَ جس دن تَكُوْنُ السَّمَآءُ ہو
جائے گا آسمان كَالْمُهْلِ تلچھٹ کی طرح وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ اور ہو
جائیں گے پہاڑ كَالْعِهْنِ دُھنی ہوئی روئی کی طرح وَلَا يَسْئَلُ حَمِيْمٌ
اور نہیں پوچھے گا کوئی مخلص دوست حَمِيْمًا کسی مخلص دوست کو
يُّبَصَّرُوْنَهُمْ دکھائے جائیں گے ان کو وہ دوست يَوَدُّ الْمُجْرِمُ پسند
کرے گا مجرم لَوْ يَفْتَدِيْ اس بات کو کہ وہ فدیہ دے دے مِنْ
عَذَابِ يَوْمِئِذٍ اس دن کے عذاب سے بِبَنِيْهِ اپنے بیٹوں کو
وَصَاحِبَتِهٖ اور بیوی کو وَاَخِيْهِ اور اپنے بھائیوں کو وَفَصِيْلَتِهِ
اور اپنے قبیلے کو الَّتِيْ تُـْٔوِيْهِ جو اس کو پناہ دیتا تھا وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا
اور ان کو جو زمین میں ہیں سارے ثُمَّ يُنْجِيْهِ پھر اپنے آپ کو نجات
دلائے كَلَّا ہرگز نہیں ہوگا اِنَّهَا لَظٰى بے شک وہ آگ بھڑکتی ہے
نَزَّاعَةً کھینچنے والی ہے لِّلشَّوٰى کلیجے کو تَدْعُوْا وہ آگ بلائے
گی مَنْ اَدْبَرَ جنھوں نے پیٹھ پھیری وَتَوَلّٰى اور روگردانی کی
وَجَمَعَ اور جس نے مال جمع کیا فَاَوْعٰى اور سمیٹ سمیٹ کر رکھا۔

نام وکوائف :

اس سورت کا نام معارج ہے۔تیسری آیت کریمہ میں معارج کا لفظ موجود ہے جس سے اس سورت کا نام لیا گیا ہے۔معارج مِعْرَجٌ کی جمع ہے۔یہ آلہ کا صیغہ ہے۔جس کا معنیٰ ہے اُوپر چڑھنے کا آلہ۔اوراس کا مفرد مَعْرَجٌ بھی آتا ہے۔یہ ظرف کا صیغہ ہے، چڑھنے کی جگہ۔سیڑھیوں کے ذریعے آدمی مکان پر چڑھتا ہے۔تو اس صورت میں معنیٰ ہوگا سیڑھیاں۔

مکہ مکرمہ میں بعض کافر بڑے منہ پھٹ اور بے لحاظ تھے۔ جیسے: ابوجہل، ابولہب، عقبہ بن ابی معیط، نضر بن حارث۔نضر بن حارث مال دار آدمی تھا۔جس کے پاس پیسے ہوں دنیا اس کی خواہ مخواہ عزت کرتی ہے، سلوٹ مارتی ہے۔یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت مخالفین میں سے تھا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ان میں سے کوئی نہ کوئی ہر وقت بیٹھا رہتا تھا کہ دیکھیں یہ کیا کہتا ہے۔نضر بن حارث آپ کی مجلس میں آیا اور کہنے لگا جس عذاب کی تم ہمیں دھمکی دیتے ہو کہ اگر ہم ایمان نہ لائیں اور آپ کی تصدیق نہ کریں تو ہمارے اُوپر عذاب آئے گا۔ وہ عذاب کہاں چھپا رکھا ہے۔ وہ عذاب لاؤ نا!

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سَاَلَ سَآئِلٌ مانگا ایک مانگنے والے نے بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ وہ عذاب جو واقع ہونے والا ہے۔گرامر کا مسئلہ ہے سَاَلَ یَسْئَلُ فتح یفتح کا باب ہے۔اگر اس کا مصدر مَسْئَلَةٌ آئے تو اس کا معنیٰ ہے مانگنا۔اور اگر اس کا مصدر سوال آئے تو اس کا معنیٰ ہے پوچھنا، دریافت کرنا۔پہلے لفظ کا مصدر ہے مسئلہ۔ معنیٰ ہے مانگنا۔سَآئِلٌ، ایک مانگنے والے نے مانگا۔وہ نضر بن حارث تھا۔کیا مانگا؟ وہ

عذاب جو واقع ہونے والا ہے لِّلْكٰفِرِيْنَ کافروں کے لیے۔ لام تخصیص کے لیے ہے۔ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ نہیں کوئی اس عذاب کو ٹالنے والا۔ رب تعالیٰ کی طرف سے جو عذاب آئے گا اس کو کوئی ٹال نہیں سکے گا۔ وہ مرتے وقت بھی ہوگا، قبر میں بھی ہوگا، حشر میں بھی ہوگا، دوزخ میں بھی ہوگا۔ موت کے وقت اللہ تعالیٰ کے فرشتے يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ [لانفال:۵۰] "ان کے مونہوں پر اور پیٹھوں پر ہتھوڑے ماریں گے" اور کہیں گے اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ [الانعام:۹۳] "اپنی جانیں ہمارے حوالے کرو۔" پھر قبر، حشر اور دوزخ میں ہوگا۔

تو فرمایا اس کو کوئی ہٹانے والا نہیں ہے مِّنَ اللّٰهِ۔ یہ جار مجرور واقع کے متعلق ہے۔ یعنی ہوگا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ذِي الْمَعَارِجِ جو سیڑھیوں والا ہے۔ اور مفسرین کرام رحمہم اللہ معارج کا معنیٰ درجوں والا بھی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب آئے گا جو درجوں والا ہے رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ [مومن:۱۵] "بہت اونچی شانوں والا ہے۔" یعنی اونچی شانوں والے کی طرف سے عذاب آئے گا۔ تو مِعْرَجٌ کی جمع ہو تو چڑھنے کے آلے اور مَعْرَجٌ کی جمع ہو تو چڑھنے کی جگہ۔ آسمانوں کو معارج کہتے ہیں کہ یہ فرشتوں کی سیڑھیاں ہیں۔ جیسے ہم مکان پر چڑھتے ہیں تو سیڑھیاں ہوتی ہیں۔ یہ آسمان اوپر جانے کے لیے سیڑھیاں ہیں۔

فرشتوں کی تبدیلی کے اوقات:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ چڑھتے ہیں فرشتے وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ اور روح القدس بھی اس کی طرف۔ کراماً کاتبین فرشتوں کی ڈیوٹیاں دو وقت تبدیل ہوتی ہیں، صبح کے وقت اور عصر کے وقت۔ مثلاً: آج صبح کی نماز جب شروع ہوئی تو اس مسجد

کے ساتھ جتنے لوگ وابستہ ہیں مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے، جوان، ان تمام کے رات والے فرشتوں کی ڈیوٹی تبدیل ہوگئی اور دن والے آگئے اور چارج سنبھال لیا۔ رات والے فرشتے آسمانوں کو طے کرتے ہوئے رب تعالیٰ کے پاس پہنچ گئے۔ رب تعالیٰ سوال کرتے ہیں کَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِيْ "تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا ہے؟" رب تعالیٰ کو تو سب معلوم ہے مگر فرشتوں کی زبانی اپنے بندوں کی تعریف سننا چاہتا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں اے پروردگار! جب ہم گئے تھے اس وقت عصر کی نماز میں مصروف تھے اور اب جب ہم آئے ہیں تو صبح کی نماز میں مصروف تھے۔ فرشتوں کے آنے جانے میں کوئی وقت نہیں لگتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اتنی قوت دی ہے کہ ایک لمحے میں آجاسکتے ہیں۔

ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حرم کی کسی شے کو کاٹنے کی اجازت نہیں ہے، حرام ہے۔ تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت! اِذخر گھاس حرم میں ہے۔ یہ ہمارے گھروں میں بھی کام آتا ہے، قبروں میں بھی کام آتا ہے، سناروں اور لوہاروں کے بھی کام آتا ہے۔ اس کو لینے کے لیے اگر ہم ایک مٹھی گھاس لینے کے لیے حرم سے باہر جائیں گے تو سارا دن صرف ہو جائے گا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اِلَّا الْاِذْخِر ہاں! اِذخر گھاس کی تمھیں اجازت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ استثناء بذریعہ وحی فرمایا۔

تو اب سوال یہ ہے کہ ایک سیکنڈ میں وحی آگئی، جبرئیل علیہ السلام پہنچ گئے؟ اس کا جواب امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ دیتے ہیں جو بہت بڑے عالم اور وکیلِ احناف ہیں۔ ان کے متعلق امام ذھبی رحمۃ اللہ علیہ جو فنِ رجال کے استاد اور ماہر ہیں۔ فرماتے ہیں کہ امام طحاوی اتنے بڑے عالم تھے کہ لَمْ يَخْلِفْ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ "اپنے جیسا ذہین آدمی اُنھوں نے اپنے

بعد نہیں چھوڑا۔" تو امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وَلَا يُنْكِرُهٗ اِلَّا مُلْحِدٌ اَوْ زِنْدِيْقٌ "اور نہیں انکار کرتا اتنی جلدی وحی آنے کا مگر ملحد اور زندیق۔" وحی کے لانے میں کیا دیر لگ سکتی ہے۔ تو فرمایا چڑھتے ہیں فرشتے اور روح القدس جبرئیل علیہ السلام اس کی طرف فِيْ يَوْمٍ حقیقتاً وہ عذاب اس دن میں واقع ہوگا كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ہے مقدار اس کی پچاس ہزار سال۔

میدانِ محشر کا منظر نامہ :

میدانِ محشر ہوگا، اللہ تعالیٰ کی عدالت قائم ہوگی، سورج میل یا دو میل کی مسافت پر ہوگا۔ آج سائنس دان کہتے ہیں کہ سورج ہم سے کروڑوں میل دور ہے۔ لیکن اس کی تپش کو ہم جیٹھ، ہاڑ، ساون میں برداشت نہیں کر سکتے۔ جب وہ میل یا دو میل کی مسافت پر ہوگا پھر اس کی گرمی کا کیا حال ہوگا؟ لوگ پسینے میں ڈوبے ہوئے ہوں گے۔ کسی کو گھٹنوں تک، کسی کو ناف تک، کسی کو حلق تک ہوگا۔ اور نفسی نفسی پکاریں گے۔ بڑا افراتفری کا عالم ہوگا۔

آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دستِ قدرت سے بنایا ہے اور آپ سے آگے نسلِ انسانی چلی ہے۔ آپ رب تعالیٰ سے درخواست کریں کہ حساب جلدی شروع ہو جائے تاکہ اس پہلی مصیبت سے تو جان چھوٹے۔ آدم علیہ السلام فرمائیں گے لَسْتُ هُنَاكَ میرے اندر ہمت نہیں ہے کہ میں رب تعالیٰ کے سامنے جاؤں۔ مجھ سے غلطی ہوئی تھی کہ میں نے گندم کا دانہ کھا لیا تھا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وہ پوچھ لیا تو میں کیا جواب دوں گا؟ نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔ وہ بھی معذرت کریں گے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پوچھ لیا کہ تو نے مشرک بیٹے

کے لیے سوال کیوں کیا تھا تو کیا کروں گا؟

مختلف پیغمبروں سے ہوتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی کے پاس جائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائیں گے اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ مقام عطا فرمایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقامِ محمود پر تشریف لے جائیں گے اور رب تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہوں گے۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ رب تعالیٰ مجھے ایسے کلمات القاء فرمائیں گے کہ لَمْ تَحْضُرْنِی الان "اب وہ کلمات مجھے نہیں بتلائے گئے۔" ان کلمات کے ساتھ میں رب تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کروں گا۔ پھر رب تعالیٰ فرمائیں گے اِرْفَعْ رَأْسَكَ یَا مُحَمَّد ﷺ! "اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا سر اُٹھاؤ" اِشْفَعْ تُشَفَّعْ آپ سفارش کریں قبول ہوگی۔" اس کا نام شفاعتِ کبریٰ ہے۔ یہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حق اور خصوصیت ہے۔

تو خیر پچاس ہزار سال کا لمبا دن ہوگا۔ یہاں پچاس ہزار سال کے دن کا ذکر ہے اور سورۃ سجدہ آیت نمبر ۵ میں ہے ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ "پھر چڑھتا ہے اس کی طرف ایک دن میں جس کی مقدار ہزار سال کے برابر ہوتی ہے جسے تم شمار کرتے ہو۔" اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ مومن کے لیے ایک فرض نماز کے وقت کے برابر ہوگا۔ مثلاً: ظہر کی نماز کے چار فرض ہیں۔ چار پانچ منٹ میں ادا ہو جاتے ہیں۔

تعارض بین الآیتین میں تطبیق بذریعہ مثال:

مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ اس طرح تطبیق دیتے ہیں۔ میں آپ کو مثال سے سمجھاتا ہوں۔ سردیوں کی راتیں لمبی ہوتی ہیں۔ گیارہ گھنٹے کی رات ہوتی ہے۔ ایک آدمی صحت مند، تندرست ہے۔ عشاء کی نماز پڑھ کر سو گیا اور صبح صادق تک سویا رہا۔ یہ اُٹھ کر کہے گا

کہ میں ابھی سویا ہوں اور ابھی اٹھ گیا۔اس کے لیے رات چھوٹی سی ہوگی۔رات گزرنے کا پتا ہی نہیں چلا۔اور ایسا آدمی جس کی طبیعت خراب ہے کبھی نیند آتی ہے اور کبھی آنکھ کھل جاتی ہے۔اس کے لیے رات لمبی ہوگی۔حالانکہ رات وہی ہے۔اور ایک وہ آدمی ہے جس کے جوڑ جوڑ میں درد ہے، بال بال میں درد ہے۔سر سے پاؤں تک درد میں گھرا ہوا ہے۔ایک منٹ کے لیے آرام نہیں ہے۔اس کے لیے تو رات صدیوں کے برابر ہوگی۔رات ایک ہی ہے۔

اسی طرح سمجھو کہ جو کافر گر ہیں، لوگوں کو کافر بنانے والے ہیں۔ان کے لیے دن پچاس ہزار سال کا ہوگا۔اور جو فقط کافر ہیں کافر ساز نہیں ہیں چونکہ ان کا جرم کم ہے ان کے لیے دن ہزار سال کے برابر ہوگا۔اور مومنوں کے لیے صلوٰۃ مکتوبہ،فرض نماز کے برابر ہوگا۔جیسا کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کے لیے ایسا ہوگا جیسے ایک وقت کی فرض نماز۔

تو فرمایا اس دن عذاب واقع ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہے فَاصْبِرْ پس آپ صبر کریں کافروں کی باتوں پر صَبْرًا جَمِيْلًا صبر کرنا اچھا اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا بے شک وہ دیکھتے ہیں اس عذاب کو دور وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا اور ہم دیکھتے ہیں اس کو قریب۔کس دن ہوگا؟ يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ جس دن ہو جائے گا آسمان تلچھٹ کی طرح۔تیل کے نیچے جو گند مند ہوتا ہے اس کو تلچھٹ کہتے ہیں۔اور مھل کا معنیٰ پگھلے ہوئے تانبے کا بھی کرتے ہیں کہ پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو جائے گا۔اس کی رنگت تبدیل ہو جائے گی۔

وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ اور ہو جائیں گے پہاڑ كَالْعِهْنِ دھنی ہوئی روئی کی

طرح۔ عِهْن رنگ برنگی روئی کو کہتے ہیں۔ اس لیے کہ قرآن پاک میں موجود ہے کہ کچھ پہاڑ سفید ہیں، کچھ سیاہ ہیں، کچھ سرخ ہیں۔ تو جب یہ اُڑیں گے تو ان کے ریشے رنگ برنگے ہوں گے۔ وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا۔ حمیم کا معنیٰ مخلص ساتھی۔ اور نہیں پوچھے گا کوئی مخلص دوست کسی مخلص دوست کو۔ ہر آدمی کو اپنی فکر لگی ہوئی ہوگی يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ [سورۃ عبس] "اُس دن ایک حالت ہوگی جو اس کو کافی ہوگی۔" جس کو اپنی فکر ہو وہ دوسروں کو کب پوچھتا ہے يُّبَصَّرُوْنَهُمْ دکھائے جائیں گے ان کو وہ دوست۔ جس طرح اس وقت ہم ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہیں اس طرح وہاں دوست ایک دوسرے کو دیکھیں گے۔

اُس دن يَوَدُّ الْمُجْرِمُ پسند کرے گا مجرم لَوْ اس بات کو يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ کہ وہ فدیہ دے دے اس دن کے عذاب سے بچنے کے لیے بِبَنِيْهِ اپنے بیٹوں کو وَصَاحِبَتِهٖ اور بیوی کو وَاَخِيْهِ اور اپنے بھائی کو وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُئْوِيْهِ اور اپنی برادری، اپنا قبیلہ جو اس کو پناہ دیتا تھا وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا اور ان کو جو زمین میں ہیں سارے۔ اس دن مجرم اس بات کو پسند کرے گا کہ میری جگہ عذاب میں بیٹے سڑیں، بیوی سڑے، کنبہ قبیلہ سڑے، ساری دنیا سڑے۔ ماں باپ، دادا دادی، سب اس میں آگئے کہ سب میرے بدلے میں دوزخ میں چلے جائیں اور میں بچ جاؤں ان سب کو دے کر ثُمَّ يُنْجِيْهِ پھر وہ اپنے آپ کو نجات دلائے، بچالے۔

فرمایا كَلَّا ہرگز ایسا نہیں ہوگا۔ اندازہ لگاؤ! آج لوگ ماں باپ کے لیے جان دیتے ہیں، اولاد کے لیے مرتے ہیں، بھائیوں کے لیے جان دے دیتے ہیں۔ بیوی کے لیے سب کچھ کرتے ہیں۔ اس وقت کہے گا کہ میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ ان سب کو

میرے عوض دوزخ میں ڈال دیا جائے اور مجھے بچا لیا جائے۔ کتنا مشکل وقت ہوگا؟ کاش! کہ ہمیں سمجھ آ جائے۔ لیکن رب تعالیٰ فرماتے ہیں یہ سودا ہرگز نہیں ہوگا۔ سورۃ لقمان آیت نمبر ۳۳ میں ہے لَا یَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِہٖ ز وَلَا مَوْلُوْدٌ ھُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِہٖ شَیْئًا "نہیں کام آئے گا کوئی باپ اپنے بیٹے کے لیے اور نہ کوئی بیٹا کفایت کرے گا اپنے باپ کے لیے کچھ بھی۔" جو کسی نے کیا ہے اس کی گردن پر ہوگا۔

اِنَّھَا لَظٰی بے شک وہ آگ بھڑکتی ہوئی ہے۔ آج دنیا کی آگ ہمارے سامنے ہے۔ اس میں لوہا پگھل جاتا ہے، بعض پتھر جل کر چونا بن جاتے ہیں۔ اور وہ آگ دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہے۔ اللہ تعالیٰ بچائے۔ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰی کھینچنے والی ہے کلیجے کو۔ جلد کو جلا کر کلیجے تک پہنچے گی تَدْعُوْا وہ آگ بلائے گی مَنْ اَدْبَرَ اس کو جس نے پیٹھ پھیری ایمان کی طرف۔ اُو کافرو اور منافقو! جلدی آؤ۔ وَتَوَلّٰی اور اس کو بلائے گی جس نے اعراض کیا، روگردانی کی اللہ تعالیٰ کے احکامات سے۔ جس طرح اس وقت میں بول رہا ہوں اور تم سن رہے ہو اسی طرح بولے گی اور کہے گی ایمان کی طرف پشت کرنے والو جلدی آؤ۔ اعمال سے روگردانی کرنے والو جلدی آؤ۔ وَجَمَعَ فَاَوْعٰی اور جس نے مال جمع کیا اور سمیٹ سمیٹ کر رکھا اس کو بلائے گی کہ تو نے مال کے حقوق ادا نہیں کیے۔

مال فی نفسہٖ بری چیز نہیں:

دیکھنا! مال فی نفسہٖ بری چیز نہیں ہے۔ اگر مال فی نفسہٖ برا ہوتا تو زکوٰۃ فرض نہ ہوتی، حج فرض نہ ہوتا، قربانی لازم نہ ہوتی، فطرانہ لازم نہ ہوتا۔ کہ ان تمام عبادتوں کا تعلق مال کے ساتھ ہے۔ مال کے ذریعے ہی یہ عبادتیں ادا ہوتی ہیں۔ وہ مال برا ہے جو حلال

طریقے سے نہ کمایا گیا ہو اور نہ جائز جگہ پر خرچ کیا گیا ہو۔ جس کے حقوق ادا نہ کیے گئے ہوں۔ قرآن پاک نے اس مال کی مذمت کی ہے جس میں حلال وحرام کی تمیز نہ ہو، حق ادا نہ کرے۔ قارون کی طرح اس پر بیٹھ جائے۔ جیسے سانپ دولت پر بیٹھتا ہے۔ حلال مال آدمی اس لیے کماتا ہے کہ میرے والدین کھائیں گے، بیوی بچے، اولاد کھائے گی، مہمان کھائیں گے۔ نیک اور اچھی جگہوں پر خرچ کروں گا۔ اس کی مذمت نہیں ہے۔

إِنَّ الْإِنسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ﴿١٩﴾ إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ﴿٢٠﴾ وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا ﴿٢١﴾ إِلَّا الْمُصَلِّينَ ﴿٢٢﴾ الَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ ﴿٢٣﴾ وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ ﴿٢٤﴾ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ﴿٢٥﴾ وَالَّذِينَ يُصَدِّقُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ ﴿٢٦﴾ وَالَّذِينَ هُم مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِم مُّشْفِقُونَ ﴿٢٧﴾ إِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُونٍ ﴿٢٨﴾ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ﴿٢٩﴾ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ﴿٣٠﴾ فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ﴿٣١﴾ وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ ﴿٣٢﴾ وَالَّذِينَ هُم بِشَهَادَاتِهِمْ قَائِمُونَ ﴿٣٣﴾ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ﴿٣٤﴾ أُولَٰئِكَ فِي جَنَّاتٍ مُّكْرَمُونَ ﴿٣٥﴾ ع

اِنَّ الْاِنْسَانَ بے شک انسان خُلِقَ پیدا کیا گیا ہے هَلُوْعًا تھوڑے حوصلے والا اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جس وقت پہنچتی ہے اس کو تکلیف جَزُوْعًا گھبراہٹ کا اظہار کرتا ہے وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَیْرُ مَنُوْعًا اور جس وقت پہنچتی ہے اس کو خیر بخیل بن کر بیٹھ جاتا ہے اِلَّا الْمُصَلِّیْنَ مگر نمازی اَلَّذِیْنَ وہ لوگ هُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ جو اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں وَالَّذِیْنَ اور وہ لوگ فِیْٓ اَمْوَالِهِمْ جن کے مالوں میں

حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ حق ہے مقرر لِّلسَّآئِلِ مانگنے والے کے لیے وَ
الْمَحْرُوْمِ اور محروم کے لیے وَالَّذِیْنَ اور وہ لوگ یُصَدِّقُوْنَ جو
تصدیق کرتے ہیں بِیَوْمِ الدِّیْنِ بدلے کے دن کی وَالَّذِیْنَ اور وہ
لوگ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ وہ اپنے رب کے عذاب سے مُّشْفِقُوْنَ
ڈرتے ہیں اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ بے شک ان کے رب کا عذاب
غَیْرُ مَاْمُوْنٍ بے خوف ہونے کی چیز نہیں ہے وَالَّذِیْنَ اور وہ لوگ
هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں
اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ سوائے اپنی بیویوں کے اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ
یا جن کے مالک ہیں ان کے دائیں ہاتھ (لونڈیاں) فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ
بے شک وہ ملامت نہیں کیے جائیں گے فَمَنِ ابْتَغٰى پس جس نے تلاش
کی وَرَآءَ ذٰلِكَ اس کے علاوہ کوئی صورت فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ
پس یہی لوگ حد سے تجاوز کرنے والے ہیں وَالَّذِیْنَ اور وہ لوگ
هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ جو اپنی امانتوں کی وَعَهْدِهِمْ اور اپنے عہد کی رٰعُوْنَ
رعایت کرتے ہیں وَالَّذِیْنَ اور وہ لوگ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ جو اپنی
شہادتوں پر قَآئِمُوْنَ قائم رہتے ہیں وَالَّذِیْنَ اور وہ لوگ هُمْ عَلٰى
صَلَاتِهِمْ جو اپنی نمازوں کی یُحَافِظُوْنَ حفاظت کرتے ہیں اُولٰٓئِكَ
فِیْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ یہ لوگ باغوں میں ہوں گے جن کی عزت کی جائے گی۔

عـام انسـانوں کی حـالت کا بیان :

اللہ تبارک وتعالیٰ نے عام انسانوں کی حالت بیان فرمائی ہے۔ارشادِ ربانی ہے اِنَّ الْاِنْسَانَ بے شک انسان خُلِقَ هَلُوْعًا پیدا کیا گیا ہے تھوڑے حوصلے والا، تنگ دل، بے صبرا۔آگے اس کی وضاحت ہے کہ کیسے بے صبری کرتا ہے؟ فرمایا اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جب پہنچتی ہے اس کو کوئی تکلیف جَزُوْعًا گھبراہٹ کا اظہار کرتا ہے۔ جزع فزع کرنے لگتا ہے۔اللہ تعالیٰ کا گلہ شکوہ کرنے لگ جاتا ہے۔صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیتا ہے۔یہ بُری حالت ہے۔ہاں! جو اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ دکھ تکلیف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔وہ صبر کا دامن نہیں چھوڑتے۔حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے بارے میں خیر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کو کسی دکھ مصیبت میں مبتلا کر دیتے ہیں۔کبھی مالی پریشانی آجاتی ہے،کبھی بدنی،کبھی خاندانی پریشانی اور کبھی گھریلو پریشانی آجاتی ہے۔یہ تکلیفیں اور پریشانیاں اس کے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں۔شرط یہ ہے کہ بندہ اللہ والا ہو۔

تو فرمایا جس وقت پہنچتی ہے انسان کو تکلیف تو جزع فزع کرتا ہے (روتا پیٹتا ہے، ہائے ہائے، وائے وائے کرتا ہے۔) وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا اور جس وقت پہنچتی ہے اس کو خیر بخیل بن کر بیٹھ جاتا ہے۔جب اس کے پاس مال آجاتا ہے اس کو روک لیتا ہے۔نہ زکوٰۃ دیتا ہے، نہ عشر نکالتا ہے، نہ قربانی دیتا ہے، نہ فطرانہ، نہ عزیز رشتہ داروں کے حقوق ادا کرتا ہے، نہ یتیموں مسکینوں کا خیال کرتا ہے۔اکثر انسانوں کا یہی حال ہے اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ مگر وہ جو نمازی ہیں وہ ایسے نہیں ہیں۔یعنی سارے انسان بُرے نہیں ہیں اکثریت بُروں کی ہے۔آگے اللہ تعالیٰ نے نمازیوں کے اوصاف بیان فرمائے ہیں۔

نمازیوں کے اوصاف :

فرمایا اَلَّذِیْنَ ھُمْ عَلٰی صَلَاتِھِمْ دَآئِمُوْنَ وہ لوگ جو اپنی نمازوں پر مداومت کرتے ہیں، پابندی کرتے ہیں۔ یہ نہیں کہ جمعہ کی نماز پڑھ لی، عید کی نماز پڑھ لی۔ وہ نمازوں پر اس طرح قائم ہیں کہ دنیاوی کام بگڑتے ہیں تو بگڑ جائیں، نقصان ہوتا ہے تو ہو جائے مگر وہ نماز وقت پر پڑھتے ہیں۔

دوسری صفت: وَالَّذِیْنَ فِیْٓ اَمْوَالِھِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ اور وہ لوگ ہیں جن کے مالوں میں حق مقرر ہے، معلوم ہے۔ کہ زکوٰۃ چالیسواں حصہ دینی ہے، عشر دسواں حصہ دینا ہے اور بارانی زمین ہے، نہری اور چاہی ہے تو بیسواں حصہ دینا ہے۔ یہ سب جانتے ہیں۔ اگر ان مسائل کو کوئی شخص نہیں جانتا تو وہ گناہ گار ہے۔ کیوں کہ دین کے جو ضروری مسائل ہیں ان میں کوئی معذور نہیں ہے۔ ہاں! اگر باریک مسائل جو کبھی کبھی پیش آتے ہیں ان کا جاننا ہر مسلمان کے لیے ضروری نہیں ہے۔ اگر علاقے میں کوئی ایک بھی ایسا عالم ہے جو باریک اور دقیق مسائل ضرورت کے وقت حل کر سکتا ہے تو سارے علاقے والے گناہ سے بچ گئے۔ اور اگر علاقے میں، محلے میں، قصبے میں، ایک بھی ایسا عالم نہیں ہے تو پھر سارے علاقے والے گناہ گار ہیں۔ اور ضروریاتِ دین کے مسائل میں کوئی بھی مستثنیٰ نہیں ہے۔ نہ مرد، نہ عورت، جو عاقل بالغ ہو۔ ضروری مسائل میں ایمان ہے کہ ایمان عقیدہ کسے کہتے ہیں۔ نماز کے مسائل، روزے کے مسائل، قربانی کے مسائل، زکوٰۃ کے مسائل، نکاح اور طلاق کے مسائل، حلال وحرام کے مسائل، ان کو اگر کوئی آدمی نہیں جانتا تو وہ معذور نہیں سمجھا جائے گا گرفت ہوگی۔ ضروریاتِ دین کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان پہ فرض ہے۔ اسی لیے فقہائے کرام فرماتے ہیں علم دو قسم پر ہے۔

❀ ۔۔۔فرض عین اور ❀ ۔۔۔فرض کفایہ۔

فرض عین یعنی ہر مسلمان مرد عورت پر لازم ہے۔ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَّ مُسْلِمَةٍ "علم کا طلب کرنا ہر مسلمان مرد عورت پر لازم ہے۔" اس میں اگر کوتاہی کرے گا تو مجرم ہوگا۔ اور دوسرا فرض کفایہ ہے۔ مکمل عالم ہونا، پورے دین پر عبور ہونا کہ باریک مسائل جاننے والا علاقے میں عالم ہونا ضروری ہے۔

تو فرمایا ان کے مالوں میں حق معلوم ہے لِّلسَّآئِلِ مانگنے والے کے لیے وَالْمَحْرُوْمِ اور محروم کے لیے۔ سائل سے مراد ایسا آدمی ہے کہ اس پر کوئی مصیبت آگئی ہے کوئی حادثہ پیش آگیا ہے تو وہ صاحب حیثیت سے سوال کرتا ہے کہ مجھے یہ حادثہ پیش آگیا ہے میری مدد کرو۔ پیشہ ور مانگنے والا مراد نہیں ہے۔ جس کا جدی پشتی پیشہ ہی مانگنا ہے۔ اس کو دینا جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل دی ہے وہ پیشہ ور اور وقتی ضرورت مند کو سمجھ سکتا ہے۔ تو سائل سے مراد ایسا ضرورت مند جو ضرورت کے لیے سوال کرتا ہے۔ اور ضرورت نیک لوگوں کو پیش آجاتی ہے۔

بہ وقتِ ضرورت نیک آدمی بھی سوال کرسکتا ہے :

سولھویں پارے کے پہلے رکوع میں موجود ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام انطاکیہ شہر جو مصر میں ہے، دوپہر کے وقت پہنچے۔ دونوں کو بھوک لگی ہوئی تھی۔ کھانے کی کوئی چیز ان کے پاس نہیں تھی اور نہ پیسے پاس تھے کہ خرید کر کھا لیتے۔ وہاں کے لوگوں سے کھانا مانگا تو ان لوگوں نے کھانا دینے سے انکار کر دیا۔ ان لوگوں کا خیال یہ تھا کہ معذور مانگے، لنگڑا لولا مانگے۔ یہ دونوں صحت مند، موٹے تازے آدمی ہیں یہ کیوں مانگتے ہیں؟ ایک ایسا صحت مند کہ مکا مارے تو آدمی کو ڈھیر کر دے۔ اور دوسرا گرتی ہوئی

دیوار کو ہاتھوں سے سیدھا کر دے۔ بہر حال ان لوگوں نے ان کو کھانا نہ دیا۔ تو معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت نیک آدمی بھی مانگ سکتا ہے۔

اور محروم اُسے کہتے ہیں کہ ضرورت کے باوجود کسی سے نہ مانگے۔ بڑا باضمیر اور خوددار ہے۔ تو یہ سوال نہ کرنے کی وجہ سے محروم رہتا ہے۔ لہٰذا محلے داروں کا فریضہ ہے کہ محلے میں رہنے والوں کا خیال رکھیں۔ اور جو خوددار ضرورت مند ہے خود جا کر اس کو ایسے طریقے سے دیں کہ کسی دوسرے کو علم نہ ہو۔

تو فرمایا ان کے مالوں میں حق ہے معلوم مانگنے والے اور محروم کے لیے وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ اور وہ لوگ ہیں جو تصدیق کرتے ہیں قیامت کے دن کی، بدلے کے دن کی۔ دین کا معنیٰ بدلہ بھی ہے، جزا بھی ہے۔ اور دین کا معنیٰ حساب بھی ہے۔ تو وہ حساب والے دن کی تصدیق کرتے ہیں۔ جس دن حساب ہونا ہے، ادلہ بدلہ ہونا ہے۔ اس حد تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر بے سینگ والی بکری کو سینگ والی بکری نے مارا ہوگا تو اللہ تعالیٰ بے سینگ والی بکری کو سینگ عطا فرمائیں گے اور کہیں گے کہ تو اس سے بدلہ لے لے۔ حالانکہ حیوان مکلف نہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ اپنا عدل و انصاف بتلائیں گے۔

آگ سے بچنے والے اور کون لوگ ہیں؟ فرمایا وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ اور وہ لوگ جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے ہیں کہ رب دنیا میں بھی عذاب دے سکتا ہے، قبر میں بھی، حشر میں بھی اور دوزخ میں بھی۔ وہ ہر وقت رب کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں۔ درمیان میں جملہ معترضہ ہے اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ بے شک ان کے رب کا عذاب بے خوف ہونے والی چیز نہیں ہے۔ اس سے

بے خوف نہیں ہونا چاہیے۔

آگ کے شعلوں سے بچنے والے اور کون لوگ ہیں؟ فرمایا وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ اور وہ لوگ ہیں جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ دوزخ میں لے جانے والی زیادہ تر دو چیزیں ہیں۔ ایک زبان اور ایک شرم گاہ۔ حدیث کے درس میں تم حدیث سن چکے ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مجھے دو چیزوں کی ضمانت دے دے، ایک زبان اور ایک شرم گاہ کی کہ میں ان کو قابو میں رکھوں گا ناجائز جگہ استعمال نہیں کروں، میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں کہ اس کو جنت لے کر دوں گا۔ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ مگر اپنی بیویوں پر اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ یا اُن پر جن کے مالک ہیں ان کے دائیں ہاتھ۔

ملکِ یمین کی تعریف اور قیدیوں کے متعلق فقہی مسئلہ :

ملکِ یمین کسے کہتے ہیں؟ جہاد میں اللہ تعالیٰ غلبہ عطا فرمائیں تو کافروں کے مرد، عورتیں، بوڑھے، جوان، جو قید ہو کر آئیں گے۔ ان سے متعلق شرعی اور فقہی طور پر مسئلہ یہ ہے کہ یا تو قیدیوں کے ساتھ تبادلہ کر لو کہ تمھارے جو قیدی ان کے پاس ہیں وہ لے لو اور یہ ان کو دے دو۔

دوسری صورت یہ ہے کہ بلا معاوضہ احسان کرتے ہوئے ان کو رہا کر دو۔ تیسری صورت یہ ہے کہ تم ان سے فدیہ، جرمانہ لے کر چھوڑ دو۔ چوتھی صورت یہ ہے کہ تم ان کو غلام بنا لو۔ تو غلام بنانے کے بعد سپہ سالار ان کو مجاہدین میں تقسیم کرے گا تو دائیں ہاتھ سے پکڑائے گا اور لینے والا دائیں ہاتھ سے پکڑے گا۔ اس واسطے اس کو ملکِ یمین کہتے ہیں۔ ملک یمین کا معنیٰ دائیں ہاتھ کی ملک۔ تو فرمایا یا جن کے مالک ہیں ان کے دائیں

ہاتھ یعنی لونڈیاں ہیں فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ پس بے شک وہ ملامت نہیں کیے جائیں گے۔ یعنی بیویوں کے ساتھ شہوت پوری کریں یا لونڈیوں کے ساتھ تو ان پر کوئی ملامت نہیں ہے فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ پس جس نے تلاش کی اس کے سوا کوئی صورت فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ پس یہی لوگ حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔ حدود اللہ کو پھلانگنے والے ہیں۔

دوزخ سے بچنے والوں کی اور صفت: وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں کی اور اپنے عہدوں کی رعایت کرتے ہیں۔ امانات جمع کا صیغہ ہے۔ علم کی امانت بھی ہے کہ جو صحیح علم ہے اس کو بیان کرے اس میں سے ذرہ بھی نہ چھپائے اور نہ ہیرا پھیری کرے، نہ کسی کی رعایت کرے۔ بلاخوف صحیح بات بیان کرے۔ مال بھی امانت ہے۔ اگر کسی نے کسی کے پاس رکھا ہے۔ مشورہ بھی امانت ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے المستشار امین "جس سے مشورہ طلب کیا جائے وہ امین ہے۔" جو اس کی سمجھ میں آئے صحیح بات بتائے آگے نتیجے کا وہ ذمہ دار نہیں ہے۔ کیوں کہ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک آدمی دیانت دار ہے اسے رائے دیتا ہے لیکن نتیجہ اس کے برعکس نکلتا ہے۔ تو وہ نتیجے کا ذمہ دار نہیں ہے۔ تو مشورہ بھی امانت ہے اور اَلْمَجَالِسُ بِالْاَمَانَةِ "مجلس میں باتیں ہوتی ہیں وہ بھی امانت ہوتی ہیں۔" بعض دفعہ مجلس میں کوئی خاص بات ہوتی ہے عوام کے ساتھ اس کا تعلق نہیں ہوتا۔ اس بات کے باہر نکلنے سے غلط اثر ہوتا ہے اور لوگ اس سے ناجائز فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ تو ایسی بات کو مجلس سے باہر بیان کرنا بھی خیانت ہے۔

تو چونکہ امانتوں کی کئی قسمیں ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے جمع کے صیغے کے ساتھ

بیان فرمایا ہے کہ وہ لوگ اپنی امانتوں اور عہدوں کی رعایت کرتے ہیں۔ عہد معاہدے کی رعایت بھی ضروری ہے۔ پہلے تو حتی الوسع کسی کے ساتھ وعدہ نہ کرو کیوں کہ وعدہ نبھانا مشکل ہوتا ہے۔ جب وعدہ کرو تو سوچ سمجھ کر کرو کہ میں اس کو پورا کر سکتا ہوں یا نہیں۔ دفع الوقتی نہ کرو کہ وقت ٹالو پھر دیکھا جائے گا۔ یہ بات صحیح نہیں ہے۔ وعدہ خلافی منافقوں کی نشانی ہے۔

مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا وعدہ وفائی کا جذبہ :

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جگہ پہنچنے کا وعدہ کیا۔ اس وقت ضعیف اور کمزور بھی تھے۔ سوئے اتفاق کہ گاڑی لیٹ ہوگئی۔ آگے جانے کے لیے تانگا وغیرہ کوئی سواری نہ ملی منزل تک پہنچنے کے لیے تو دوڑنا شروع کر دیا کہ ساتھی منتظر ہوں گے۔ جو ساتھ تھے انھوں نے کہا حضرت! کمزور آدمی ہو دوڑتے دوڑتے بے ہوش ہو کر گر جاؤ گے۔ فرمایا میں نے وعدہ کیا تھا کہ فلاں وقت پہنچوں گا سوئے اتفاق کہ گاڑی لیٹ ہوگئی۔ اگر قیامت والے دن رب تعالیٰ نے کہا کہ تم دوڑ کر پہنچ سکتے تھے تو پھر میں کیا جواب دوں گا؟ اگر دوڑتے دوڑتے بے ہوش ہو کر گر گیا تو آگے میرے بس کی بات نہیں میں قیامت والے دن کہہ سکوں گا اے پروردگار! جتنا مجھ سے ہو سکتا تھا اتنا میں نے کیا۔ لیکن آج لوگوں کو نہ وعدے کا پاس اور نہ وقت کی قدر ہے۔

پاکستان میں دو چیزوں کی قدر نہیں :

دو سال قبل کی بات ہے میری آنکھوں میں موتیا اُتر رہا تھا۔ چیک کرانے کے لیے ساتھی مجھے کراچی لے گئے جناح ہسپتال میں۔ آنکھوں کے شعبے کا انچارج ڈاکٹر بڑا نیک اور صالح آدمی تھا۔ اس کا نام صالح میمن تھا۔ مجھے رات کو اس کی کوٹھی پر لے گئے۔ اس

نے کہا کل جمعہ کی چھٹی ہے لیکن میں ضرور مولانا کو چیک کروں گا۔ان کو تم کل ہسپتال لے آنا۔ساتھی مجھے گاڑی میں ہسپتال لے گئے۔ہسپتال کافی دور تھا۔ڈاکٹر پہنچے ہوئے تھے۔اُنھوں نے اپنا کمرا کھولا،آنکھوں کا معائنہ کیا۔میں نے ان کا شکریہ ادا کیا کہ آپ نے چھٹی والے دن اپنا قیمتی وقت ہمیں دیا ہے۔اُس نے میری کچھ کتابیں پڑھی ہوئی تھیں۔کہنے لگا حضرت!میرے لیے بڑی سعادت اور خوشی کی بات ہے کہ مجھے آپ کی خدمت کا موقع ملا ہے۔لیکن پاکستان میں دو چیزوں کی قدر نہیں ہے۔ایک ضمیر کی اور ایک وعدے کی۔بات اُس نے بڑی صحیح کہی۔پاکستان میں ضمیر ہے اور نہ وقت کی قدر ہے۔وعدہ کرو تو اس کا لحاظ کرو۔اگر دیدہ و دانستہ خلاف ورزی کی تو گناہ گار ہو گے اور منافقوں کی صف میں شامل ہو جاؤ گے۔

تو فرمایا وہ لوگ ہیں جو اپنی امانتوں اور وعدوں کی رعایت کرتے ہیں وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ ہیں هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ جو اپنی شہادتوں پر قائم رہتے ہیں۔اول تو آج سچی گواہی دینے کے لیے کوئی تیار نہیں ہوتا اور اگر کوئی تیار ہو جائے تو اس کو راستے ہی سے اُٹھا لیا جاتا ہے۔ہاں جو بڑے جگرے اور طاقت والا ہو تو گواہی دے سکتا ہے ورنہ نہیں۔

فرمایا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ اور وہ لوگ ہیں جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔دوزخ کی آگ سے بچنے والوں کا ذکر نماز سے شروع کیا تھا اور نماز پر ختم کیا۔فرمایا اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ یہ لوگ باغوں میں ہوں گے جن کی عزت کی جائے گی۔یعنی جن لوگوں میں یہ خوبیاں ہوں گی وہ جنت کے وارث ہیں۔

فَمَالِ الَّذِیْنَ

كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِیْنَ ﴿۳۶﴾ عَنِ الْیَمِیْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِیْنَ ﴿۳۷﴾ اَیَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ یُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِیْمٍ ﴿۳۸﴾ كَلَّاؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ فَلَاۤ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ﴿۴۰﴾ عَلٰۤى اَنْ نُّبَدِّلَ خَیْرًا مِّنْهُمْ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِیْنَ ﴿۴۱﴾ فَذَرْهُمْ یَخُوْضُوْا وَیَلْعَبُوْا حَتّٰى یُلٰقُوْا یَوْمَهُمُ الَّذِیْ یُوْعَدُوْنَ ﴿۴۲﴾ یَوْمَ یَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ یُّوْفِضُوْنَ ﴿۴۳﴾ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌؕ ذٰلِكَ الْیَوْمُ الَّذِیْ كَانُوْا یُوْعَدُوْنَ ﴿۴۴﴾ ع ۲

فَمَالِ پس کیا ہو گیا ہے الَّذِیْنَ ان لوگوں کو كَفَرُوْا جو کافر ہیں قِبَلَكَ مُهْطِعِیْنَ آپ کی طرف دوڑتے ہوئے آتے ہیں عَنِ الْیَمِیْنِ دائیں طرف سے وَعَنِ الشِّمَالِ اور بائیں طرف سے عِزِیْنَ گروہ در گروہ اَیَطْمَعُ کیا اُمید رکھتا ہے كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ ہر آدمی اُن میں سے اَنْ یُّدْخَلَ کہ داخل کیا جائے گا اس کو جَنَّةَ نَعِیْمٍ نعمتوں کے باغوں میں كَلَّا ہرگز نہیں اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ بے شک ہم نے پیدا کیا ہے ان کو مِّمَّا اس چیز سے یَعْلَمُوْنَ جس کو جانتے ہیں فَلَاۤ اُقْسِمُ پس میں قسم کھاتا ہوں بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ

مشرقوں کے رب کی وَالْمَغْرِبِ اور مغربوں کے رب کی اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ
بے شک ہم البتہ قادر ہیں عَلٰٓی اَنْ اس بات پر نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ
کہ بدل دیں وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ اور نہیں ہیں ہم عاجز فَذَرْهُمْ
پس آپ چھوڑ دیں ان کو يَخُوْضُوْا بے ہودہ باتوں میں گھسے رہیں
وَيَلْعَبُوْا اور کھیل میں لگے رہیں حَتّٰى يُلٰقُوْا یہاں تک کہ وہ ملیں
يَوْمَهُمُ اپنے اس دن سے الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ جس دن کا اُن سے وعدہ
کیا جا رہا ہے يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ جس دن نکلیں گے مِنَ الْاَجْدَاثِ
قبروں سے سِرَاعًا بڑی تیزی سے كَاَنَّهُمْ گویا کہ وہ اِلٰى
نُصُبٍ اپنے نشانوں کی طرف يُّوْفِضُوْنَ دوڑے جا رہے ہیں
خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ جھکی ہوئی ہوں گی نگاہیں ان کی تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ
چھائی ہوگی ان پر ذلت ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ یہ وہ دن ہے كَانُوْا
يُوْعَدُوْنَ جس کا ان کے ساتھ وعدہ کیا گیا تھا۔

حفاظتِ قرآن کی ایک مثال :

اس اُمتِ مرحومہ نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے قرآن پاک کی بڑی حفاظت کی ہے۔ الفاظ کی حفاظت کی، رسم الخط کی حفاظت کی، ترجمہ کی حفاظت کی، تفسیر کی حفاظت کی۔ قرآن میں کئی مقام ایسے ہیں جہاں لام جارہ الَّذِيْنَ کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ جیسے: لِلَّذِيْنَ۔ اور یہاں دیکھو الَّذِيْنَ کے ساتھ جڑا ہوا نہیں ہے۔ فَمَالِ یہاں فا کے بعد ما حرفِ استفہام ہے، اس کے بعد لام جارہ ہے، آگے الَّذِيْنَ الگ ہے۔ یہ لفظ مال نہیں

ہے جس کی جمع اموال ہے۔ بلکہ ما استفہامیہ ہے اور لام جارہ ہے۔ اُس وقت سے لے کر اب تک اسی طرح چلا آرہا ہے۔ ہم اس کو ساتھ جوڑ کر لکھنے کے مجاز نہیں ہیں۔ اس امت نے اتنی حفاظت کی ہے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے جس طرح ترتیب دی تھی اس میں زیر زبر کا بھی فرق نہیں کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے رسم الخط والا قرآن مسقط کی حکومت نے طبع کرایا ہے۔ ایک نسخہ میرے پاس بھی موجود ہے۔ تو فَمَا حرفِ استفہام ہے اور لام جارہ ہے فَمَالِ الَّذِيْنَ معنیٰ ہوگا کیا ہوگیا ہے ان لوگوں کو كَفَرُوْا جو کافر ہیں قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ آپ کی طرف دوڑتے ہوئے آتے ہیں۔ جس جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کرنا ہوتا تھا کافر لوگ دائیں طرف سے بھی دوڑتے ہوئے آتے اور بائیں طرف سے بھی۔ جو ناواقف ہوتے تھے وہ یہ خیال کرتے تھے کہ یہ کہتا کیا ہے؟ اور جو واقف ہوتے تھے شریر قسم کے لوگ، وہ اس لیے آتے تھے کہ ہمیں اس کے بیان سے اعتراض کرنے کے لیے کوئی مواد مل جائے۔

تو فرمایا کیا ہوگیا ہے ان لوگوں کو جو کافر دوڑتے ہوئے آتے ہیں آپ کی طرف عَنِ الْيَمِيْنِ دائیں طرف سے وَعَنِ الشِّمَالِ اور بائیں طرف سے عِزِيْنَ گروہ در گروہ۔ عِزِيْنَ عِزَّة کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے گروہ، ٹولا۔ جمہور مفسرین کرام رحمہم اللہ یہی تفسیر کرتے ہیں۔ اور حافظ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ جو بڑے چوٹی کے مفسر ہیں وہ فرماتے ہیں کہ یہ تفسیر بھی صحیح ہے لیکن اس کی یہ تفسیر بھی ہے کہ جس وقت آپ انبیائے کرام علیہم السلام کے واقعات بیان فرماتے تو بڑے شوق کے ساتھ سنتے تھے۔ آدم علیہ السلام کا قصہ، نوح علیہ السلام کا قصہ، ابراہیم علیہ السلام کا قصہ۔ لیکن جب توحید کا مسئلہ بیان فرماتے، شرک کی تردید کرتے، قیامت کا مسئلہ بیان فرماتے تو اُٹھ کر بھاگ جاتے تھے۔ کیوں کہ ان کو

ان مسلوں سے سخت نفرت تھی۔

تو حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کا معنیٰ اس طرح ہوگا کہ کیا ہوگیا ہے ان کافروں کو کہ آپ کے پاس آتے ہیں پھر دائیں بائیں بھاگتے ہیں گروہ در گروہ۔ مشرکینِ مکہ اوّلاً تو قیامت، حشر نشر کے قائل نہیں تھے اور یہ بھی کہتے تھے کہ فرض کرو اگر قیامت آگئی، حشر نشر ہوگیا تو ہمیں وہاں بھی خیر ہی ملے گی۔ مسلمانوں سے جنت میں بھی ہم نمبر لے جائیں گے۔ سورۃ الکہف آیت نمبر ۳۶ میں ایک کافر کی بات اللہ تعالیٰ نے نقل فرمائی ہے: وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً "اور میں نہیں گمان کرتا کہ قیامت برپا ہونے والی ہے وَلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّىْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا اور اگر میں لوٹایا گیا اپنے رب کی طرف تو پاؤں گا میں بہتر اس سے وہاں پلٹنے کی جگہ۔" یہاں ہمیں رب تعالیٰ نے سب کچھ دیا ہے۔ مال اولاد وہاں بھی دے گا۔

دنیا اور آخرت کا معاملہ الگ الگ ہے:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ کیا اُمید رکھتا ہے ہر آدمی اُن میں سے اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ کہ داخل کیا جائے گا اس کو نعمتوں کے باغوں میں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں كَلَّا ہرگز نہیں! یہ ان کا قیاس باطل ہے کہ یہاں ہمیں سب کچھ ملا ہے تو وہاں بھی ملے گا۔ دنیا کا ضابطہ الگ ہے اور آخرت کا معاملہ الگ ہے۔ دنیا میں دولت ان کو بھی ملتی ہے جو رب تعالیٰ کے باغی ہیں اور ان کو بھی ملتی ہے جو رب تعالیٰ کے پیارے ہیں۔ مگر ایمان، دین صرف پیاروں کو ملتا ہے جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے۔ اگر مال و دولت اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کی دلیل ہوتی تو قارون سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا کہ اس کے خزانوں کی چابیاں ایک اچھی خاصی جماعت اُٹھاتی تھی۔ قرآن پاک میں

یہ بات موجود ہے۔ مگر اس کو تو اللہ تعالیٰ نے بمع خزانوں کے زمین میں دھنسا دیا۔ پھر تمہاری اس منطق کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ معاذ اللہ تعالیٰ نقل کفر کفر نہ باشد کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تو اللہ تعالیٰ بڑا ناراض تھا کہ دو مہینے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کے چولہے میں آگ نہیں جلتی تھی کہ پکانے کے لیے کچھ نہیں ہوتا تھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چھوٹے سے کمرے میں چراغ نہیں ہوتا تھا۔ نمازِ تہجد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اندھیرے میں پڑھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک لکڑی کا پیالہ تھا اور ایک مٹی کا پیالہ ہوتا تھا۔ یہ کل سامان تھا۔ لہٰذا مال و دولت کا ہونا اللہ تعالیٰ کے خوش ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ دین، ایمان اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کی دلیل ہے۔

تو فرمایا کیا طمع کرتا ہے ان میں سے ہر آدمی کہ اس کو داخل کیا جائے گا نعمتوں کے باغوں میں۔ فرمایا کَلَّا ہرگز نہیں اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ بے شک ہم نے ان کو پیدا کیا ہے مِّمَّا اس چیز سے یَعْلَمُوْنَ جس کو وہ جانتے ہیں۔ حقیر نطفے اور قطرے سے پیدا کیا ہے۔

حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انسان کی خلقت بڑی عجیب ہے۔ حقیر قطرے کو دیکھو پھر اچھے بھلے انسان کو دیکھو کیا جوڑ ہے۔ وہ قطرہ خارج میں ہو تو انسان اس سے نفرت کرتا ہے اور اس سے بنا ہوا انسان پیارا لگتا ہے اور اس کا انکار بھی کوئی نہیں کر سکتا کیوں کہ روزمرہ انسان پیدا ہو رہے ہیں۔

مشارق و مغارب کی تحقیق:

تو فرمایا ہم نے ان کو پیدا کیا ہے اُس چیز سے جس کو یہ جانتے ہیں فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ پس میں قسم اُٹھاتا ہوں مشرقوں کے رب کی اور مغربوں

کے رب کی۔ قرآن کریم میں تین طرح کے لفظ موجود ہیں۔ مفرد لفظ بھی آیا ہے رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ [سورۃ المزمل] اور تثنیہ کے ساتھ بھی آیا ہے رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ [سورۃ الرحمٰن] اور یہاں جمع کے ساتھ آیا ہے۔

جہاں تثنیہ کے ساتھ آیا ہے وہاں گرمیوں کی مشرق اور سردیوں کی مشرق مراد ہے، گرمیوں کی مغرب اور سردیوں کی مغرب مراد ہے۔ دسمبر کے مہینے میں سورج وہاں سے چڑھتا ہے (اشارے کے ساتھ سمجھایا) اور چلتے چلتے ماہِ جون میں وہاں جا پہنچتا ہے۔ اسی طرح اس کے مقابلے میں گرمیوں کی مغرب اور سردیوں کے مغرب ہے۔ اور جہاں جمع کا صیغہ ہے وہاں ہر دن کا مشرق مراد ہے اور ہر دن کا مغرب مراد ہے۔ روزانہ سورج نئی جگہ سے طلوع ہوتا ہے اور نئی جگہ پر غروب ہوتا ہے۔ سورج چونکہ ہم سے کروڑوں میل دور ہے اس لیے سمجھانے کے لیے عرض کرتا ہوں کہ مثلاً آج سورج گکھڑ سے طلوع ہوا، کل راہوالی سے، پرسوں لوہیانوالہ سے، چوتھ گوجرانوالا طلوع کرے گا۔ درمیان میں فاصلہ ہے۔ اسی طرح سورج روزانہ الگ الگ جگہ سے طلوع ہوتا ہے اور الگ الگ جگہ سے غروب ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے جمع کا صیغہ لایا گیا ہے۔

تو فرمایا میں قسم اُٹھاتا ہوں مشرقوں کے رب کی اور مغربوں کے رب کی اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ بے شک ہم البتہ قادر ہیں عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ اس بات پر کہ بدل دیں ہم اس سے بہتر یعنی ان کو ختم کر کے نئی مخلوق لائیں جو ان سے بہتر ہو۔ فرشتوں جیسی معصوم مخلوق لے آئیں ہمارے لیے کوئی مشکل نہیں ہے۔ لیکن رب تعالیٰ نے مکلف مخلوق کو اختیار دیا ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ [الکہف: ۲۹] "پس جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر اختیار کرے، اپنی مرضی سے" کیوں کہ امتحان اسی میں ہے

لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا [سورۃ الملک] "تاکہ آزمائے تمھیں کہ تم میں سے کون اچھا عمل کرتا ہے۔" تو فرمایا کہ ہم قادر ہیں اس بات کو کہ تبدیل کر دیں ان سے بہتر وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ اور ہم عاجز نہیں ہیں۔ مسبوق پیچھے رہ جانے والے کو کہتے ہیں۔ نماز میں مسبوق اُسے کہتے ہیں کہ جس کی کچھ رکعتیں رہ گئی ہوں۔ امام آگے نکل گیا اور یہ پیچھے رہ گیا۔ اور مدرک اُسے کہتے ہیں جو اوّل سے آخر تک جماعت میں شریک ہو۔ اسی طرح دوڑ میں جو پیچھے رہ جاتا ہے وہ مسبوق کہلاتا ہے، کمزور ہوتا ہے۔ اور جو آگے نکل جاتا ہے وہ طاقتور ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے اس کا معنیٰ کرتے ہیں کہ عاجز نہیں ہیں فَذَرْهُمْ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! پس آپ ان کو چھوڑ دیں يَخُوْضُوْا بے ہودہ باتوں میں گھسے رہیں، برائیوں میں مشغول رہیں وَيَلْعَبُوْا اور کھیل تماشے میں لگے رہیں۔ جو کرتے ہیں کرنے دیں حَتّٰى يُلٰقُوْا یہاں تک کہ وہ ملیں يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ اپنے اس دن سے جس دن کا اُن سے وعدہ کیا گیا ہے، قیامت کے دن کا۔ قیامت والے دن ان کو رب کی عدالت میں پیش ہونا پڑے گا۔ کس دن؟ يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا۔ اجداث جَدَثٌ کی جمع ہے۔ جدث کا معنیٰ ہے قبر۔ اور سِرَاعًا سَرِيْعٌ کی جمع ہے جس کا معنیٰ ہے تیز دوڑنا۔ معنیٰ ہوگا جس دن قبروں سے نکلیں گے بڑی تیزی سے دوڑتے ہوں گے كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ گویا کہ وہ اپنے نشانوں کی طرف دوڑے جا رہے ہیں۔ اور یہ معنیٰ بھی کرتے ہیں کہ وہ اپنے بتوں کی طرف دوڑے جا رہے ہیں۔ نُصُب نِصَاب کی جمع ہے۔ جس طرح كُتُب كِتَاب کی جمع ہے۔ اور نصب بت کو بھی کہتے ہیں۔ بت پرست لوگ بتوں کی طرف دوڑ کے جاتے تھے اور پہلے ہاتھ لگانے کی کوشش کرتے تھے۔ اور جو پہلے ہاتھ لگا

لیتا تھا تو کہتے تھے یہ بخشا ہوا ہے۔ اسی طرح یہ قبروں سے نکل کر اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پہنچیں گے خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ جھکی ہوئی ہوں گی نگاہیں ان کی۔ قریش مکہ اور یہود ونصاریٰ مردوں کو قبروں میں دفن کرتے تھے۔ ان کو سامنے رکھ کر فرمایا ہے کہ جب نکلیں گے قبروں سے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جن کو قبروں میں دفن نہیں کیا جاتا ان کی پیشی نہیں ہوگی۔

ملحدین کا اعتراض اور اس کا جواب :

جس طرح بعض ملحد اعتراض کرتے ہیں کہ جن مردوں کو جلا دیا جاتا ہے ان کی قبریں کہاں ہیں؟ یا جن کو مچھلیاں کھا جاتی ہیں، درندے کھا جاتے ہیں، پرندے کھا جاتے ہیں وہ کہاں سے نکلیں گے؟ یہ ان کے ڈھکوسلے ہیں۔ ان کے اجزائے بدن جہاں بھی ہیں وہی ان کی قبریں ہیں اور وہیں سے نکل کر اللہ تعالیٰ کی عدالت میں حاضر ہوں گے۔

چنانچہ بخاری شریف اور مسلم شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص نے گناہوں کی وجہ سے اپنے نفس پر بڑی زیادتی کی تھی۔ (یہ آدمی کفن چور تھا۔ کفن چوری کر کے اپنے گھر کا سلسلہ چلاتا تھا۔ پھر محنت مزدوری شروع کر دی اور بڑی دولت کمائی۔ بڑا مال دار ہوگیا۔) جب اس کی موت کا وقت آیا تو اس نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ جب میں مرجاؤں تو مجھے جلا کر میری راکھ کو خوب پیس کر ہوا میں اُڑا دینا۔ بہ خدا اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر تنگی کی تو مجھے ایسی سزا دے گا جو اور کسی کو نہیں دی۔

جب اس کی وفات ہوئی تو اس کے ساتھ یہی کارروائی کی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ اس کے تمام ذرات کو جمع کر دے۔ سو اس نے ایسا ہی کیا۔ جب وہ جمع کر دیا

گیا تو فرمایا یہ کارروائی تو نے کیوں کی؟ اس نے کہا تیرے ڈر سے اے میرے پروردگار! سو اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا۔ اور ایک روایت میں آتا ہے کہ اُس نے کہا کہ میری راکھ کا آدھا حصہ خشکی میں اور آدھا دریا میں بکھیر دینا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ رب تعالیٰ قادرِ مطلق ہے اس کے لیے کوئی کام مشکل نہیں ہے۔ مردے جہاں بھی ہوں گے وہاں سے رب تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے ساتھ نکلیں گے۔

تو فرمایا ان کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی۔ جب آدمی شرمندہ ہوتا ہے تو فطری طور پر اپنی نگاہیں پست کر لیتا ہے۔ تو ان پر ذلت طاری ہوگی ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ یہ وہ دن ہے جس کا ان کے ساتھ وعدہ کیا گیا تھا۔ قیامت آئے گی نیکی بدی کا بدلہ ملے گا۔ اس میں کوئی شک شبہ نہیں ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر

سُورَۃ نُوح

(مکمل)

جلد ۲۰

آیاتها ۲۸ ۷۱ سُوْرَةُ نُوْحٍ مَكِّيَّةٌ ۷۱ رکوعاتها ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲﴾ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۳﴾ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَاۗءَ لَا يُؤَخَّرُ ۘ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ دَعَوْتُ قَوْمِيْ لَيْلًا وَّنَهَارًا ﴿۵﴾ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَاۗءِيْٓ اِلَّا فِرَارًا ﴿۶﴾ وَاِنِّيْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ﴿۷﴾ ثُمَّ اِنِّيْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ﴿۸﴾ ثُمَّ اِنِّيْٓ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ﴿۹﴾ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ﴿۱۰﴾ يُّرْسِلِ السَّمَاۗءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ﴿۱۱﴾ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ﴿۱۲﴾ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ﴿۱۳﴾ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ﴿۱۴﴾

اِنَّآ بے شک ہم نے اَرْسَلْنَا نُوْحًا رسول بنا کر بھیجا نوح علیہ السلام کو اِلٰى قَوْمِهٖٓ اس کی قوم کی طرف اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ کہ آپ ڈرائیں اپنی قوم کو مِنْ قَبْلِ پہلے اس سے اَنْ يَّاْتِيَهُمْ کہ آئے ان

کے پاس عَذَابٌ اَلِيْمٌ دردناک عذاب قَالَ کہا نوح علیہ السلام نے يٰقَوْمِ اے میری قوم اِنِّيْ بے شک میں لَكُمْ تمھیں نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ڈرانے والا ہوں کھول کر اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ کہ عبادت کرو تم اللہ تعالیٰ کی وَاتَّقُوْهُ اور ڈرو اس سے وَاَطِيْعُوْنِ اور اطاعت کرو میری يَغْفِرْ لَكُمْ بخش دے گا وہ تمھیں مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ تمھارے گناہ وَيُؤَخِّرْكُمْ اور وہ تمھیں مہلت دے گا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى مدت مقرر تک اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ بے شک اللہ تعالیٰ کا مقرر وقت اِذَا جَآءَ جب آ جاتا ہے لَا يُؤَخَّرُ مؤخر نہیں کیا جاتا لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ کاش کہ تم جان لو قَالَ کہا نوح علیہ السلام نے رَبِّ اے میرے رب اِنِّيْ بے شک میں نے دَعَوْتُ قَوْمِيْ دعوت دی اپنی قوم کو لَيْلًا رات کو وَّنَهَارًا اور دن کو فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَآءِيْٓ پس نہیں زیادہ کیا ان کے لیے میرے بلانے نے اِلَّا فِرَارًا مگر بھاگنا وَاِنِّيْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ اور بے شک میں نے جب بھی ان کو دعوت دی لِتَغْفِرَ لَهُمْ تاکہ آپ ان کو بخش دیں جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ تو کرلیں اُنھوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ اور لپیٹ لیے اُنھوں نے اپنے کپڑے وَاَصَرُّوْا اور انھوں نے اصرار کیا وَاسْتَكْبَرُوا اور انھوں نے تکبر کیا اسْتِكْبَارًا تکبر کرنا ثُمَّ اِنِّيْ دَعَوْتُهُمْ پھر بے شک

میں نے ان کو دعوت دی جِهَارًا کھلے طور پر ثُمَّ پھر اِنِّیٓ

اَعۡلَنۡتُ لَهُمۡ بے شک میں نے ان کو علی الاعلان دعوت دی وَاَسۡرَرۡتُ

لَهُمۡ اِسۡرَارًا اور پوشیدہ طور پر سمجھایا ان کو آہستہ سے سمجھانا فَقُلۡتُ

پس میں نے کہا اسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّكُمۡ معافی مانگو اپنے رب سے اِنَّهٗ كَانَ

غَفَّارًا بے شک وہ بخشنے والا ہے یُّرۡسِلِ السَّمَآءَ بھیجے گا آسمان کی

طرف سے عَلَیۡكُمۡ تم پر مِّدۡرَارًا لگاتار بارش وَّیُمۡدِدۡكُمۡ

اور مدد کرے گا تمھاری بِاَمۡوَالٍ مالوں کے ساتھ وَّبَنِیۡنَ اور بیٹوں

کے ساتھ وَیَجۡعَلۡ لَّكُمۡ جَنّٰتٍ اور بنائے گا تمھارے لیے باغات

وَّیَجۡعَلۡ لَّكُمۡ اَنۡهٰرًا اور بنائے گا تمھارے لیے نہریں مَا لَكُمۡ تمھیں

کیا ہو گیا ہے لَا تَرۡجُوۡنَ لِلّٰهِ نہیں اُمید رکھتے اللہ تعالیٰ سے وَقَارًا

عزت کی وَقَدۡ خَلَقَكُمۡ اور تحقیق اس نے پیدا کیا تم کو اَطۡوَارًا

طرح طرح سے۔

نام و کوائف سورۃ اور نوح علیہ السلام کا ذکر :

اس سورۃ کا نام سورۂ نوح ہے۔ اس سورہ میں حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر ہے۔ اس مناسبت سے اس کا نام سورۃ نوح رکھا گیا۔ یہ سورۃ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے ستر [۷۰] سورتیں نازل ہو چکی تھیں اس کا اکہترواں [۷۱] نمبر ہے۔ اس کے دو رکوع اور اٹھائیس آیات ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر، شان اور رتبے والے پیغمبروں میں سے ہیں۔ ان کا نام عبد الغفار بن لمک تھا۔ قوم کی حالت پر نوحہ

کرتے کرتے نوح لقب پڑ گیا اور نوح کے لفظ سے ہی مشہور ہو گئے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نوح علیہ السلام کی قوم تک کفر، شرک نہیں تھا اور گناہ تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل نے ہابیل رحمہ اللہ کو قتل کیا مگر کفر، شرک نہیں تھا۔ شرک حضرت نوح علیہ السلام کی قوم سے شروع ہوا۔ نوح علیہ السلام نے ان کو بڑا سمجھایا مگر ان بدبختوں نے حضرت نوح علیہ السلام کی بات کو قبول نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا بے شک بھیجا ہم نے نوح علیہ السلام کو رسول بنا کر اِلٰی قَوْمِهٖٓ ان کی قوم کی طرف۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے جتنے پیغمبر تشریف لائے ان کی نبوت عام نہیں تھی قومی پیغمبر تھے۔ اپنی اپنی قوموں کے لیے مبعوث ہوئے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں جتنے لوگ تھے وہ سارے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم تھے۔ ان کے بعد جتنے پیغمبر تشریف لائے وہ اپنی اپنی قوموں کے لیے یا ایک آدھ دوسری قوم کی طرف آئے۔ تمام دنیا کے پیغمبر، تمام قوموں کے پیغمبر، گوروں، کالوں کے لیے پیغمبر، عربیوں اور عجمیوں کے لیے پیغمبر صرف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۵۸ میں ہے قُلْ "آپ اعلان کر دیں یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اے لوگو! اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا بے شک میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں تم سب کی طرف۔"

تو فرمایا اللہ تعالیٰ نے بے شک بھیجا ہم نے رسول بنا کر نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ کہ آپ ڈرائیں اپنی قوم کو مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَهُمْ پہلے اس سے کہ آئے ان کے پاس عَذَابٌ اَلِیْمٌ دردناک عذاب۔ چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق تبلیغ شروع کر دی اور قَالَ فرمایا یٰقَوْمِ اِنِّیْ

لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ اے میری قوم! بے شک میں تمھارے لیے ڈرانے والا ہوں کھول کر رب تعالیٰ کے عذاب سے اور ایسے انداز سے بیان کرتا ہوں کہ اچھی طرح سمجھ سکو۔

اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ وہ پیغمبر قوم کی زبان میں بھیجتا ہے۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ [ابراہیم: ۴] "اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی پیغمبر مگر اس کی قوم کی زبان میں۔" کیوں کہ پیغمبر کی زبان اور ہو اور قوم کی زبان اور ہو تو لوگ کہہ سکتے تھے کہ ہماری بولی اور ہے پیغمبر کی بولی اور ہے۔ ہمیں ان کی بات سمجھ نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ نے اتمام حجت کرتے ہوئے ہر پیغمبر کو اس زبان میں بھیجا جو قوم کی زبان تھی۔ اور پیغمبر ان کو بنایا جن کی زبان بڑی صاف تھی۔ پھر خاندانی لحاظ سے، شرافت کے لحاظ سے بڑے اعلیٰ تھے، اشرافِ قوم میں سے تھے۔ تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ تم کمی ہو، تم ایسی قوم سے ہو۔ پیغمبر اخلاق میں اعلیٰ، کردار میں اعلیٰ۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے ایسے اوصاف عطا فرمائے تھے کہ نبوت سے پہلے بھی برائی کے نزدیک نہیں جاتے تھے تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ کل تک تو تم خود یہ کرتے رہے ہو اور آج ہمیں روکتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو نہایت پاکیزہ اور عمدہ اخلاق عطا فرمائے تھے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت :

تو حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ کہ تم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی۔ یہ تمام پیغمبروں کا پہلا سبق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں ہے وَاتَّقُوْهُ اور ڈرو اسی سے۔ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے ڈرو، اس کے عذاب سے ڈرو وَاَطِيْعُوْنِ اور میری اطاعت کرو۔ اَطِيْعُوْنِ اصل میں اطیعونی تھا۔ یا تخفیفاً گر گئی ہے۔ جو میں کہتا ہوں اس پر عمل کرو يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ بخش

دے گا اللہ تعالیٰ تمھارے گناہ۔ ایمان کی برکت سے تمھارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

نمبر۲ وَيُؤَخِّرْكُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى اور وہ تمھیں مہلت دے گا مدت مقرر تک۔ اللہ تعالیٰ نے جو تمھاری میعاد مقرر کی ہے اس وقت تک تمھیں خیر و عافیت کے ساتھ رکھے گا۔ مگر یاد رکھنا! إِنَّ أَجَلَ اللَّهِ إِذَا جَاءَ لَا يُؤَخَّرُ بے شک اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ وقت جس وقت آئے گا مؤخر نہیں ہوگا۔ موت کا وقت ٹل نہیں سکتا لَوْ كُنتُمْ تَعْلَمُونَ کاش کہ تم جان لو میری بات کو کہ میں تمھاری بھلائی کی بات کر رہا ہوں کہ میری قوم! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اس کی گرفت سے ڈرو اور میری اطاعت کرو اللہ تعالیٰ تمھارے گناہ معاف کر دے گا۔ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ساڑھے نو سو سال سمجھایا۔ آج ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے کہ جس انداز سے انھوں نے سمجھایا۔ لوگوں کی کئی پشتیں بدل گئیں مگر سورۂ ہود آیت نمبر ۴۰ میں ہے وَمَا آمَنَ مَعَهُ إِلَّا قَلِيلٌ "نہیں ایمان لائے اس کے ساتھ مگر بہت تھوڑے۔" مردوں، عورتوں، بوڑھوں، بچوں کی کل تعداد سو بھی نہیں تھی۔ نوے کا ذکر بھی آتا ہے، ترانوے اور پچانوے کا ذکر بھی آتا ہے۔ سو کا ذکر نہیں ہے پھر عجیب بات یہ ہے کہ خود بیوی اور ایک بیٹا ایمان نہیں لایا۔

جب سینکڑوں سال کی محنت کے باوجود قوم راہِ راست پر نہ آئی تو شکایت کے طور پر قَالَ نُوحٌ علیہ السلام نے کہا رَبِّ۔ یہ لفظ جب بھی آئے گا اصل میں ہوتا ہے يَارَبِّيْ! شروع میں یا ندا کی اُڑ گئی اور آخر میں یا متکلم کی اُڑ گئی۔ معنیٰ ہوگا اے میرے رب! إِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي لَيْلًا وَنَهَارًا بے شک میں نے دعوت دی اپنی قوم کو ہر رات اور ہر دن۔ ایسا نہیں کہ کسی دن دعوت دی اور کسی دن نہ دی۔ کسی رات دعوت دی اور کسی رات دعوت

نہ دی۔ میں نے ان کو ہر رات، ہر دن دعوت دی فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَآءِيْٓ اِلَّا فِرَارًا پس نہیں زیادہ کیا ان کے لیے میری دعوت نے مگر بھاگنا۔ جوں جوں میں ان کو دعوت دیتا تھا یہ بھاگتے تھے اور صرف بھاگتے ہی نہیں تھے وَاِنِّيْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ اور بے شک میں نے ان کو جب بھی دعوت دی، توحید کی طرف بلایا، شرک سے روکا لِتَغْفِرَ لَهُمْ تاکہ آپ ان کو بخش دیں تو جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ کرلیں انھوں نے اپنی انگلیاں فِيْٓ اٰذَانِهِمْ اپنے کانوں میں۔ جب میں دعوت دینا شروع کرتا تو یہ اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونس لیتے تھے کہ لفظ ہمیں سننے نہ پڑیں۔ نفرت کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ ساری انگلیاں تو کانوں میں نہیں آتیں پوروں کو مبالغۃً انگلیاں کہا وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ اور لپیٹ لیے اُنھوں نے اپنے کپڑے۔ مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ کانوں میں انگلیاں دے لیتے اور اپنے اوپر کپڑے لے لیتے کہ میری شکل ان کو نظر نہ آئے۔ پیغمبر کی شکل دیکھنا گوارا نہیں کرتے تھے اتنی نفرت تھی اپنے محسن سے۔ وَاَصَرُّوْا اور انھوں نے اصرار کیا، ڈٹ گئے، کفر، شرک پر۔ کہتے تھے ہم تیری بات نہیں مانتے وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا اور تکبر کرتے تھے تکبر کرنا۔ تکبر کا معنیٰ ہے بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ "حق کو ٹھکرا دینا اور لوگوں کو گھٹیا سمجھنا۔" رب تعالیٰ نے چار بُرائیاں ان کی بیان فرمائی ہیں جن کا حضرت نوح علیہ السلام نے شکوہ کیا۔

- ❀ ۱۔ کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے تھے۔
- ❀ ۲۔ اپنے اُوپر کپڑے لپیٹ لیتے تھے۔
- ❀ ۳۔ اصرار کرتے تھے۔
- ❀ ۴۔ بڑا تکبر کرتے تھے، حق کو ٹھکرا دیتے تھے۔

ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا پھر میں نے ان کو دعوت دی کھلے طور پر، علی الاعلان۔ ہر طریقہ اختیار کیا۔ گلیوں میں لوگ جا رہے ہوتے تو ان کے پیچھے پیچھے جاتے اور سمجھاتے۔ بازار جا کر سمجھاتے۔ کوئی جنگل میں لکڑیاں کاٹنے جا رہا ہے تو اس کے ساتھ ساتھ جاتے اور سمجھاتے۔ کوئی ہل چلا رہا ہے یہ ساتھ ساتھ چلتے اور سمجھاتے یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ "اے میری قوم! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اس کے سوا تمھارا کوئی الٰہ نہیں ہے۔" ان کی یہ کارروائیاں دیکھ کر لوگ کہتے یہ پاگل ہے، نہ غمی دیکھتا ہے نہ خوشی دیکھتا ہے نہ لوگوں کے کاروبار کا خیال کرتا ہے بس اپنی بات کی رٹ لگائی ہوئی ہے، وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ ﴿۹﴾ [سورۃ القمر: پارہ ۲۷] "اور کہا انھوں نے دیوانہ ہے اور جھڑک دیا گیا۔" دو چار آدمی بیٹھے ہوتے نوح علیہ السلام جاتے تو پاگل کہہ کر دھکے دے کر نکال دیتے۔ کیا عجیب منظر ہوتا ہوگا؟

فرمایا ثُمَّ اِنِّیْ اَعْلَنْتُ لَهُمْ پھر میں نے ان کو علی الاعلان دعوت دی کہ کان کھول کر سن لو۔ منادی کرا کر گلیوں محلوں میں ان کو دعوت دی وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا اور میں نے ان کو آہستہ آہستہ بھی سمجھایا آہستہ آہستہ سمجھانا۔ یعنی دعوت کے جتنے طریقے تھے وہ سارے اختیار کیے۔ دن کو دعوت دی، رات کو دعوت دی، بازاروں میں، گلیوں میں ان کو سمجھایا، مکانوں کی چھتوں پر چڑھ کر ان کو سمجھایا، علی الاعلان سمجھایا، مخفی طور پر سمجھایا فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ پس میں نے کہا اپنے رب سے معافی مانگو۔ کفر، شرک سے باز آجاؤ، غیر اللہ کی پوجا چھوڑ دو، نافرمانیاں چھوڑ دو اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا بے شک وہ بخشنے والا ہے يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا بھیجے گا آسمان کی طرف سے تمھارے اُوپر لگاتار بارش۔ مِدْرَارًا کا معنیٰ ہے موسلا دھار بارش۔ ان پر کچھ

عرصہ کے لیے بارش بھی رک گئی تھی اس لیے فرمایا تم رب تعالیٰ سے معافی مانگو اللہ تعالیٰ تم پر موسلا دھار بارش برسائے گا۔ اور کیا کرے گا؟ وَّيُمۡدِدۡكُمۡ بِاَمۡوَالٍ وَّبَنِيۡنَ اور مدد کرے گا تمھاری مالوں کے ساتھ اور بیٹوں کے ساتھ۔ یعنی مزید مال بھی دے گا اور اولاد بھی دے گا وَيَجۡعَلۡ لَّكُمۡ جَنّٰتٍ اور بنائے گا تمھارے لیے باغات۔ ظاہر بات ہے زمین زرخیر ہو، بارشیں نازل ہوں، پھول بوٹے اُگیں گے، کھیتیاں لہلہائیں گی وَّيَجۡعَلۡ لَّكُمۡ اَنۡهٰرًا اور بنائے گا تمھارے لیے نہریں مَا لَكُمۡ تمھیں کیا ہو گیا ہے لَا تَرۡجُوۡنَ لِلّٰهِ وَقَارًا نہیں اُمید رکھتے تم اللہ تعالیٰ سے عزت کی۔ اپنے لیے تم اللہ تعالیٰ سے عزت اور وقار نہیں چاہتے۔ سورۃ منافقون پارہ ۲۸ میں ہے وَلِلّٰهِ الۡعِزَّةُ وَلِرَسُوۡلِهٖ وَلِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ "عزت تو اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور اس کے رسول کے لیے اور مومنوں کے لیے۔" اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت، فرشتوں کے ہاں عزت، کائنات کے ہاں عزت۔ تمھیں کیا ہو گیا ہے؟ تم اللہ تعالیٰ سے عزت حاصل نہیں کرتے وَقَدۡ خَلَقَكُمۡ اَطۡوَارًا۔ اطوار طَور کی جمع ہے۔ اور تحقیق اس نے تمھیں پیدا کیا طرح طرح سے، مختلف انداز سے۔ کوئی کالا ہے، کوئی گورا ہے، کوئی پتلا ہے، کوئی موٹا ہے، کوئی لمبے قد کا ہے، کوئی پست قد کا ہے۔ پھر یہ بھی ہے کہ ابتداءً تمھیں نطفے سے خون کا لوتھڑا بنایا، پھر بوٹیاں بنائیں، پھر ہڈیاں بنائیں، پھر ان پر گوشت چڑھایا۔ کچھ عرصہ ماں کے پیٹ میں بے جان رہے پھر جان ڈالی پھر پیدا کر کے دنیا میں لایا۔ بچے تھے، پھر جوان ہوئے، پھر بوڑھے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کو دیکھو! اس کی رحمتوں کو دیکھو! باقی ذکر آگے آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ﴿۱۵﴾ وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ﴿۱۶﴾ وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ﴿۱۷﴾ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ﴿۱۸﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ﴿۱۹﴾ لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ﴿۲۰﴾ ع

قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِيْ وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗۤ اِلَّا خَسَارًا ﴿۲۱﴾ وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا ﴿۲۲﴾ وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ﴿۲۳﴾ وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا ۚ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ﴿۲۴﴾ مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ﴿۲۵﴾ وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿۲۶﴾ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْۤا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿۲۷﴾ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ﴿۲۸﴾ ع

اَلَمْ تَرَوْا کیا تم نے نہیں دیکھا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ کیسے پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے سَبْعَ سَمٰوٰتٍ سات آسمانوں کو طِبَاقًا تہہ بہ تہہ وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ اور بنایا چاند کو ان میں نُوْرًا نور وَّجَعَلَ

الشَّمۡسَ سِرَاجًا اور بنایا سورج کو چراغ وَاللّٰهُ اَنۡۢبَتَكُمۡ اور اللہ تعالیٰ
نے اُگایا تمھیں مِّنَ الۡاَرۡضِ زمین سے نَبَاتًا اُگانا ثُمَّ
يُعِيۡدُكُمۡ فِيۡهَا پھر وہ تمھیں لوٹائے گا زمین میں وَيُخۡرِجُكُمۡ اِخۡرَاجًا
اور نکالے گا تمھیں نکالنا وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الۡاَرۡضَ اور بنائی تمھارے لیے
زمین بِسَاطًا بچھونا لِّتَسۡلُكُوۡا مِنۡهَا تاکہ چلو تم اس زمین میں
سُبُلًا فِجَاجًا کشادہ راستوں پر قَالَ نُوۡحٌ کہا نوح علیہ السلام نے
رَّبِّ اے میرے رب اِنَّهُمۡ عَصَوۡنِىۡ بے شک انھوں نے میری
نافرمانی کی ہے وَاتَّبَعُوۡا مَنۡ اور پیروی کی (ان لوگوں نے) ان کی لَّمۡ
يَزِدۡهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗۤ نہیں زیادہ کیا اس کے مال نے اور اس کی اولاد نے (ان
کے لیے) اِلَّا خَسَارًا مگر نقصان وَمَكَرُوۡا اور انھوں نے
تدبیریں کیں مَكۡرًا كُبَّارًا بڑی بڑی تدبیریں وَقَالُوۡا اور انھوں
نے کہا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمۡ ہرگز نہ چھوڑنا اپنے الٰہوں کو وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا
اور ہرگز نہ چھوڑنا وَدّ کو وَّلَا سُوَاعًا اور نہ سواع کو وَّلَا يَغُوۡثَ اور نہ
یغوث کو وَيَعُوۡقَ اور نہ یعوق کو وَنَسۡرًا اور نہ نسر کو وَقَدۡ اَضَلُّوۡا
كَثِيۡرًا اور تحقیق انھوں نے گمراہ کیا بہتوں کو وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيۡنَ اِلَّا ضَلٰلًا
اور نہ زیادہ کر ظالموں کے لیے مگر گمراہی مِمَّا خَطِيۡٓـٰٔتِهِمۡ اپنی خطاؤں کی وجہ
سے اُغۡرِقُوۡا غرق کیے گئے فَاُدۡخِلُوۡا نَارًا پس داخل کیے گئے آگ

میں فَلَمْ یَجِدُوْا لَھُمْ پس نہ پایا انھوں نے اپنے لیے مِّنْ دُوْنِ اللہِ اللہ تعالیٰ کے سوا اَنْصَارًا مددگار وَقَالَ نُوْحٌ اور کہا نوح علیہ السلام نے رَّبِّ اے میرے رب لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ نہ چھوڑیں آپ زمین پر مِنَ الْکٰفِرِیْنَ کافروں میں سے دَیَّارًا کسی ایک کو اِنَّكَ بے شک آپ اِنْ تَذَرْھُمْ اگر چھوڑ دیں ان کو یُضِلُّوْا عِبَادَكَ گمراہ کریں گے آپ کے بندوں کو وَلَا یَلِدُوْٓا اور نہیں جنیں گے اِلَّا فَاجِرًا کَفَّارًا مگر نافرمان ناشکروں کو رَبِّ اے میرے رب اغْفِرْ لِیْ بخش دے مجھے وَلِوَالِدَیَّ اور میرے ماں باپ کو وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ اور اس کو جو میرے گھر میں داخل ہو مُؤْمِنًا مومن ہوکر وَّلِلْمُؤْمِنِیْنَ اور مومن مردوں کو وَالْمُؤْمِنٰتِ اور مومن عورتوں کو بخش دے وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِیْنَ اور نہ زیادہ کر ظالموں کے لیے اِلَّا تَبَارًا مگر بربادی۔

دلائل قدرت :

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو بڑے پیار اور محبت کے انداز میں اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف دعوت دی، اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلائیں اور قدرتوں کا ذکر کیا۔

اسی سلسلے میں فرمایا اَلَمْ تَرَوْا کیا تم نے نہیں دیکھا کَیْفَ خَلَقَ اللہُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ کیسے پیدا کیے اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کو طِبَاقًا تہہ بہ تہہ۔ اگرچہ ہمیں ایک آسمان نظر آتا ہے لیکن اس کو دیکھ کر دوسروں کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ میرے رب کا فرمان حق اور صحیح ہے کہ اس کے اُوپر چھ آسمان اور ہیں۔ اس آسمان کی طرف دیکھو کتنا

بڑا اور بلند ہے مگر اس کے نیچے نہ کھمبا ہے نہ ستون ہے نہ کوئی دیوار ہے۔ صاف اتنا کہ اس میں دراڑ تک نہیں ہے۔ جیسا بنایا تھا آج تک ویسا ہی ہے وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا اور بنایا چاند کو ان میں نور وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا اور بنایا سورج کو چراغ۔ وَاللّٰهُ اَنْبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا اور اللہ تعالیٰ نے اُگایا تمھیں زمین سے اُگانا۔ مٹی سے تمھیں پیدا کیا۔ آدم کے متعلق فرمایا خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ [آل عمران:۵۹] "اللہ تعالیٰ نے اس کو مٹی سے پیدا کیا" اور تم سب آدم کی اولاد ہو۔ تو تم بھی مٹی سے پیدا ہوئے ہو۔ اور اب بھی وہ تمھیں مٹی سے پیدا کر رہا ہے۔ وہ اس طرح کہ جو کچھ تم کھاتے ہو فصلیں، اناج، پھل، سبزیاں سب زمین سے پیدا ہوتی ہیں۔ یہ تم کھاتے ہو تو خون پیدا ہوتا ہے اور خون سے مادۂ تولید پیدا ہوتا ہے۔ تو آج بھی تم مٹی ہی سے پیدا ہو رہے ہو ثُمَّ يُعِيدُكُمْ فِيهَا پھر وہ تمھیں زمین میں لوٹائے گا۔ مرنے کے بعد زمین ہی میں دفن ہونا ہے وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا اور نکالے گا تم کو زمین سے نکالنا۔ جب حضرت اسرافیل علیہ السلام دوسری مرتبہ صور پھونکیں گے تو سب قبروں سے نکل آئیں گے۔ پھر دیکھو اور غور کرو وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا اور بنایا اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے زمین کو بچھونا۔ فرش بنا دیا تم اس پر چلتے ہو، سوتے ہو، اُٹھتے بیٹھتے ہو، کھیلتے کودتے ہو لِتَسْلُكُوا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا۔ فِجَاجًا فَجٌّ کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے کشادہ راستہ۔ معنیٰ ہو گا تاکہ چلو تم زمین میں کشادہ راستوں پر۔ کشادہ راستہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے۔ مخلوق زیادہ ہو اور راستہ تنگ ہو تو کتنی تکلیف ہوتی ہے۔

تو نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر کر کے سمجھایا اور قدرتوں کا ذکر کر کے سمجھایا مگر قوم کو کوئی چیز سمجھ نہ آئی اور اپنے کفر، شرک پر ڈٹی رہی۔ تو پھر قَالَ نُوحٌ

کہا نوح علیہ السلام نے رَّبِّ اِنَّهُمۡ عَصَوۡنِیۡ اے میرے رب! بے شک انھوں نے میری نافرمانی کی ہے، میری بات نہیں مانی وَاتَّبَعُوۡا اور پیروی کی مَنۡ لَّمۡ یَزِدۡهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗۤ اِلَّا خَسَارًا ان کی کہ نہ زیادہ کیا اس کے لیے اس کے مال نے اور اس کی اولاد نے مگر نقصان۔ انھوں نے مال داروں کی بات مانی، سرداروں کے پیچھے لگے جن کو مال، اولاد نے نقصان کے سوا کچھ نہ دیا۔ مال و دولت کے گھمنڈ میں آخرت برباد کر لی اور ہمیشہ کے خسارے میں پڑ گئے وَمَكَرُوۡا مَكۡرًا كُبَّارًا اور انھوں نے تدبیریں کیں بڑی تدبیریں حق کو مٹانے کے لیے۔ نوح علیہ السلام کو مارا پیٹا، گالیاں دیں، گھسیٹا، مجلس سے دھکے دے کر باہر نکال دیتے۔ جھوٹا کہا، شرارتی کہا، العیاذ باللہ تعالیٰ۔ کوئی حربہ ایسا نہ تھا جو انھوں نے نوح علیہ السلام کے خلاف استعمال نہ کیا ہو۔

قومِ نوح کا جواب :

وَقَالُوۡا اور کہا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمۡ ہرگز نہ چھوڑنا اپنے الٰہوں کو۔ وہ الٰہ کون ہیں؟ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا اور ہرگز نہ چھوڑنا ود کو وَّلَا سُوَاعًا اور نہ سواع کو چھوڑنا وَّلَا یَغُوۡثَ اور نہ یغوث کو چھوڑنا وَیَعُوۡقَ وَنَسۡرًا اور یعوق اور نسر کو نہ چھوڑنا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ صحیح بخاری میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کرتے ہیں کہ یہ پانچ ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر، نوح علیہ السلام کی قوم میں نیک آدمی تھے یہ ان کے نام ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں فرماتے ہیں اور شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں کہ وَدّ حضرت ادریس علیہ السلام کا لقب تھا اور باقی چار حضرت ادریس علیہ السلام کے نیک بیٹے تھے۔ حضرت ادریس علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے۔ انھوں نے اپنی قوم کی اصلاح کی۔ دنیا سے

رخصت ہو گئے۔ بیٹوں نے باپ کی جگہ لی، لوگوں کی اخلاقی تربیت کرتے رہے۔ آخر انسان تھے کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَۃُ الْمَوْتِ وہ بھی یکے بعد دیگرے دنیا سے رخصت ہو گئے۔ ان کے فوت ہونے سے لوگوں میں اُداسی چھا گئی۔ ان کی مجالس میں جانے سے جو روحانی خوراک ملتی تھی وہ اب نہیں ملتی۔ ایمان یقین کی گفتگو ہوتی تھی، سکون ملتا تھا اب اس سے محروم ہو گئے۔

بڑے پریشان بیٹھے تھے کہ دیکھا ایک بزرگ صورت آدمی آ رہا ہے۔ وہ بھی آ کر بیٹھ گیا۔ کہنے لگا کیا بات ہے تم بڑے اُداس اور پریشان لگ رہے ہو؟ انھوں نے کہا کہ ہماری پریشانی کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے پانچ بزرگ تھے۔ وہ یکے بعد دیگرے دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں۔ وہ دنیا میں تھے تو ہمیں روحانی خوراک ملتی تھی۔ بڑا اطمینان حاصل ہوتا تھا۔ نیک عمل کی توفیق ہوتی تھی بُرے کاموں سے بچتے تھے۔ ان کی مجلسیں ہمیں یاد آتی ہیں، ان کی باتیں یاد آتی ہیں لیکن وہ ہمیں نہیں ملتے اس لیے ہم پریشان ہیں۔ اس آنے والے بزرگ نے کہا تمھاری پریشانی بڑی ہے۔ اور تمھیں پریشان ہونا چاہیے تھا۔ اور تمھارا صدمہ واقعی بڑا ہے۔ جس طرح جسم کو غذا نہ ملے تو کمزور ہو جاتا ہے روح کو غذا نہ ملے تو وہ بھی کمزور ہو جاتا ہے۔ لیکن بات یہ ہے کہ وہ تو اب واپس نہیں آئیں گے تم اس طرح کرو کہ ان کے مجسمے بنا لو، بت بنا لو اور یادگار کے طور پر گھروں میں بھی رکھو، عبادت خانوں میں بھی رکھو۔ ان کی شکلیں دیکھ کر کچھ نہ کچھ تو تسلی ہو گی۔

تصویر کی شرعی حیثیت :

اُس زمانے میں تصویریں بنانا حرام نہیں تھا۔ یہ ہماری شریعت میں جان دار چیز کی تصویر بنانا حرام ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے اَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا یَوْمَ

الْقِيمَةِ الْمُصَوِّرُوْنَ "لوگوں میں سے سخت ترین عذاب قیامت والے دن تصویر بنانے والوں کو ہوگا، فوٹو بنانے والوں کو ہوگا۔" رب تعالیٰ فرمائیں گے ان میں جان ڈالو، روح ڈالو پھر تمھاری خلاصی ہوگی۔ ظاہر بات ہے کہ روح ڈالنا کس کے اختیار میں ہے لہٰذا دوزخ میں جلتے رہیں گے۔ ہاں مجبوری کی حالت کا شریعت لحاظ کرتی ہے۔ مثلاً: ہماری جیبوں میں نوٹ ہیں۔ کسی کی جیب میں زیادہ اور کسی کی جیب میں کم۔ اور ان پر جناح صاحب کی تصویر ہے۔ شناختی کارڈ اور پاسپورٹ پر اپنی تصویر لگانی پڑتی ہے۔ یہ جائز نہ سمجھو اس کو ناجائز سمجھنا ہے۔ بہ امر مجبوری لگاتے ہیں۔ یہ ظالم قانون ہم سے یہ کام کرواتا ہے اور ہم کرتے ہیں۔ یاد رکھنا! جس چیز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناجائز قرار دیا ہے دنیا کی کوئی طاقت اس کو جائز قرار نہیں دے سکتی۔ مگر ہمیں اس کا گناہ نہیں ہے کیوں کہ ہم بالکل مجبور ہیں۔ اس کو تم اس طرح سمجھو کہ کوئی آدمی بھوک کی وجہ سے مر رہا ہو تو اس کو خنزیر کھانے کی اجازت ہے، مردار کھانے کی اجازت ہے۔ بلکہ اگر نہ کھانے کی وجہ سے مر گیا تو گناہ گار مرے گا۔ تو جس طرح مضطر و مجبور کے لیے حرام کھانے کی اجازت ہے اسی طرح ہم مجبور ہیں۔ اس کو کوئی جائز نہ سمجھے حاشا وکلاّ۔ حدیث پاک میں ہے کہ جس گھر میں جان دار کی تصویر ہو اللہ تعالیٰ کے رحمت کے فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے۔ مگر آج تو مصیبت یہ ہے کہ ماچس ہو تو اس پر تصویر، صابن ہو تو اس پر تصویر، چائے کی ڈبی لو اس پر تصویر۔ باطل قوتوں نے لوگوں کے ایسے ذہن خراب کر دیئے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کی اہمیت ہی ختم ہوگئی ہے۔

تو خیر اس زمانے میں تصویر بنانا جائز تھا۔ تو اس بزرگ نما آدمی نے جو اصل میں ابلیس تھا کہا کہ تم ان کے مجسمے بنالو۔ یہ تو نہ کہہ سکا کہ تم ان کو سجدہ کرو، ان سے حاجتیں

مانگو۔ کیوں کہ وہ لوگ پختہ ذہن کے تھے۔ مگر اس نے ایک بنیاد ڈال دی۔ ان لوگوں نے گھروں میں ان کے مجسمے بنا کر رکھ لیے، عبادت خانوں میں مجسمے بنا کر رکھ لیے۔ یہ لوگ دنیا سے چلے گئے نئی نسل آگئی۔ نئی نسل کو شیطان نے یہ پٹی پڑھائی کہ تمھارے بڑے ان کی پوجا کرتے تھے ان سے حاجتیں مانگتے تھے۔ کیوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے تھے اللہ تعالیٰ ان کی موڑتا نہیں ہے۔ پھر کیا ہوا کوئی کسی کے آگے جھک رہا ہے کوئی کسی کے آگے جھک رہا ہے، کوئی کسی کو سجدہ کر رہا ہے، کوئی کسی کے آگے رکوع میں ہے۔ اصل میں یہ پانچ بزرگوں کے مجسمے تھے محض پتھر نہیں تھے۔

تو فرمایا کہ انھوں نے کہا وَد، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو ہرگز نہ چھوڑنا وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا اور تحقیق انھوں نے گمراہ کیا بہت سارے لوگوں کو۔ وہ میری طرف نہیں آئیں گے وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا اور نہ زیادہ کر ظالموں کے لیے مگر گمراہی۔ سورۂ ہود میں ہے وَاُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ "اور وحی نازل کی گئی نوح کی طرف اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ [آیت: ۳۶] بے شک ہرگز ایمان نہیں لائیں گے آپ کی قوم میں سے مگر وہ جو ایمان لا چکے ہیں۔"

تو نوح علیہ السلام نے کہا پروردگار! ان کو اور گمراہ کر دے مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا اپنے گناہوں کی وجہ سے غرق کیے گئے۔ سیلاب میں غرق ہونے کے ساتھ ہی فَاُدْخِلُوْا نَارًا پس داخل کیے گئے آگ میں۔ مرنے کے بعد ہی سزا شروع ہو جاتی ہے فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا پس نہ پایا انھوں نے اپنے لیے اللہ تعالیٰ سے نیچے کوئی مددگار۔ نہ وَد نے مدد کی، نہ سواع، یغوث، یعوق اور نسر نے مدد کی۔ جب اللہ تعالیٰ کی گرفت ہو تو کوئی مدد کر بھی کیا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کس کے پاس اختیار ہے؟

رب تعالیٰ کی ذات کے سوا کون حاجت روا ہے؟ کون مشکل کشا ہے؟ کون فریاد رس ہے؟ کون دست گیر ہے؟ کوئی نہیں۔

وَقَالَ نُوحٌ اور کہا نوح علیہ السلام نے رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا اے پروردگار! نہ چھوڑ زمین پر کافروں میں سے کسی ایک کو۔ دَيَّارًا کا معنیٰ داخل دار۔ کوئی گھر میں بسنے والا کافر نہ چھوڑ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ بے شک آپ اگر ان کو چھوڑ دیں گے يُضِلُّوْا عِبَادَكَ گمراہ کریں گے آپ کے بندوں کو وَلَا يَلِدُوْا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا اور نہیں جنیں گے مگر نافرمان ناشکرے۔ فاجر، کافر ہی جنیں گے۔ کیوں کہ آپ فرما چکے ہیں لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ "کہ ہرگز نہیں ایمان لائیں گے آپ کی قوم میں سے مگر وہ جو ایمان لا چکے ہیں۔" جن کی تعداد پوری سو [۱۰۰] بھی نہیں تھی۔

رَبِّ اے میرے رب اغْفِرْ لِيْ بخش دے مجھے وَلِوَالِدَيَّ اور میرے ماں باپ کو بھی بخش دے وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا اور اس کو بھی جو میرے گھر میں داخل ہو اس حال میں کہ وہ مومن ہو۔ بیوی اور ایک بیٹا نافرمان تھے۔ وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ اور عام مومن مردوں کو جو قیامت تک پیدا ہوں گے ان کو بھی بخش دے وَالْمُؤْمِنٰتِ اور مومن عورتوں کو بھی بخش دے جو قیامت تک پیدا ہوں گی۔

مسئلہ ایصالِ ثواب :

ایک فرقہ پیدا ہوا ہے جو پہلے محدود تھا اور اب کافی پھیل گیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ کسی کی دعا کسی کے لیے مفید نہیں ہے۔ ایصالِ ثواب کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ جو کسی نے نیکی، برائی خود کی ہے اس کا اس کو پھل ملے گا۔ اس پر انھوں نے رسالے لکھے ہیں۔

اخبارات میں مضمون چھپتے ہیں۔لوگوں سے زکوٰۃ لے کر رسالے طبع کرتے ہیں اور لوگوں میں مفت تقسیم کرتے ہیں۔

اور اہل حق اس بات کے قائل ہیں کہ ایصالِ ثواب بھی حق ہے اور دعا بھی دوسروں کو فائدہ دیتی ہے۔اہل حق کی ایک دلیل یہ ہے اگر مومن مردوں اور عورتوں کو دعا فائدہ نہیں دیتی تو نوح علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر نے ایسا بے کار اور مہمل کام کیوں کیا؟ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا بھی قرآن کریم میں موجود ہے رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ [ابراہیم:۴۱] "اے پروردگار بخش دے مجھے اور میرے والدین کو اور مومنوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔"

میں کہتا ہوں جو لوگ کہتے ہیں کہ دعا کا کسی کو فائدہ نہیں ہوتا تو ان بے ایمانوں کا جنازہ بھی نہیں ہونا چاہیے۔کیوں کہ جنازے میں دعا دوسرے کرتے ہیں۔سامنے میت پڑی ہوتی ہے اور جنازہ پڑھنے والے کہتے ہیں اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا آخر تک۔دعائے مغفرت میں جنازہ بھی شامل ہے۔تو اگر دعا کا فائدہ نہیں ہے تو ان کا جنازہ نہیں ہونا چاہیے۔(اور یہ وصیت کر کے مریں کہ ہمارا جنازہ نہ پڑھانا گڑھا کھود کر قبر میں ڈال کر آجانا۔مرتب)

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو مر چکے ہیں وہ تمھاری دعاؤں کے منتظر ہوتے ہیں۔جس طرح عید کے موقع پر بہن بھائی قیمتی تحفوں کے منتظر ہوتے ہیں اور ملنے پر خوش ہوتے ہیں کہ فلاں نے ہدیہ بھیجا ہے۔تو مرے ہوؤں کے لیے صدقہ کرو، خیرات کرو، جب چاہو کرو اور جس وقت چاہو کرو۔لیکن دنوں کی تعیین نہ کرو کہ یہ بدعت ہے کہ تیسرے دن کرنا ہے، ساتویں دن کرنا ہے، دسویں دن کرنا ہے۔دنوں کی تعیین کرو گے تو

گناہ ہوگا ثواب کچھ نہیں ہ۔

توحضرت نوح نے دعا فرمائی کہ اے پروردگار! مجھے بخش دے اور میرے والدین کو اور جو مومن میرے گھر میں داخل ہو اس کو بخش دے وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا اور نہ زیادہ کر ظالموں کے لیے مگر ہلاکت، بربادی۔ان کافروں کا بیڑہ غرق کر دے۔انھوں نے لوگوں کو گمراہ کیا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

تفسیر

سُوۡرَةُ الۡجِنِّ

(مکمل)

جلد ۲۰

آیاتھا ۲۸ ۷۲ سُوْرَةُ الْجِنِّ مَكِّيَّةٌ ۴۰ رکوعاتھا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ﴿۱﴾ يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ۭ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ﴿۲﴾ وَّاَنَّهُ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ﴿۳﴾ وَّاَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ﴿۴﴾ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ﴿۵﴾ وَّاَنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ﴿۶﴾ وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ﴿۷﴾ وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ﴿۸﴾ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۭ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ﴿۹﴾ وَّاَنَّا لَا نَدْرِيْٓ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ﴿۱۰﴾

قُلْ آپ کہہ دیں اُوْحِيَ اِلَيَّ وحی کی گئی ہے میری طرف اَنَّهُ اسْتَمَعَ کہ بے شک شان یہ ہے کہ سنا نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ ایک گروہ نے جنوں میں سے فَقَالُوْٓا پس کہا انھوں نے اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا بے شک ہم نے سنا قرآن عَجَبًا عجیب يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ راہنمائی

کرتا ہے بھلائی کی طرف فَاٰمَنَّا بِهٖ پس ہم ایمان لائے اس پر وَلَنْ
نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اور ہم ہرگز نہیں شریک ٹھہرائیں گے اپنے رب کے ساتھ
اَحَدًا کسی کو وَّاَنَّهٗ اور بے شک شان یہ ہے کہ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا
بلند ہے شان ہمارے رب کی مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً نہیں بنائی اس نے اپنے
لیے بیوی وَّلَا وَلَدًا اور نہ اولاد وَّاَنَّهٗ اور بے شک شان یہ ہے
كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا کہا کرتا تھا ہم میں سے بے وقوف عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا
اللہ تعالیٰ پر زیادتی کی بات وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اور بے شک ہم گمان کرتے تھے
اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ کہ ہرگز نہیں کہیں گے انسان وَالْجِنُّ اور جن
عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ وَّاَنَّهٗ اور بے شک شان یہ ہے کہ
كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ کچھ مرد انسانوں میں سے يَعُوْذُوْنَ پناہ
پکڑتے تھے بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ جنات میں سے کچھ مردوں کی
فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا پس زیادہ کی انھوں نے ان کے لیے سرکشی وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا
اور بے شک انھوں نے خیال کیا كَمَا ظَنَنْتُمْ جیسا کہ تم نے خیال کیا
اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا کہ ہرگز نہیں بھیجے گا اللہ تعالیٰ کسی کو وَّاَنَّا لَمَسْنَا
السَّمَآءَ اور بے شک ہم نے چھوا آسمان کو (قصد کیا) فَوَجَدْنٰهَا پس
پایا ہم نے اس کو مُلِئَتْ حَرَسًا بھرا گیا (ہے) پہریداروں کے ساتھ
شَدِيْدًا سخت پہرے دار وَّشُهُبًا اور شہابوں سے وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ

مِنْهَا اور بے شک ہم بیٹھتے تھے آسمان میں مَقَاعِدَ بیٹھنے کی جگہوں میں لِلسَّمْعِ سننے کے لیے فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ پس جو سنے گا اب يَجِدْ لَهٗ پائے گا اپنے لیے شِهَابًا ٹوٹ جانے والا ستارا رَّصَدًا تیار وَّاَنَّا لَا نَدْرِيْٓ اور بے شک ہم نہیں جانتے اَشَرٌّ اُرِيْدَ کیا شر کا ارادہ کیا گیا ہے بِمَنْ فِي الْاَرْضِ ان کے بارے میں جو زمین میں ہیں اَمْ اَرَادَ بِهِمْ یا ارادہ کیا ہے ان کے بارے میں رَبُّهُمْ ان کے رب نے رَشَدًا بھلائی کا۔

جنات کا واقعہ :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے جنات آسمان پر جاتے تھے ان پر کوئی خاص پابندی نہیں تھی۔ فرشتوں کی گفتگو سنتے تھے۔ فرشتے ایک دوسرے سے گفتگو کرتے کہ آج فلاں شخص کے بارے میں یہ فیصلہ ہوا ہے، فلاں کے متعلق یہ فیصلہ ہوا ہے۔ تو جنات سن کر فال نکالنے والوں کو بتاتے۔ وہ ایک سچ کے ساتھ ننانوے جھوٹ بھی چلا لیتے۔ فرشتوں سے سنی ہوئی بات صحیح ہوتی تھی۔ لوگ یقین کرتے تھے کہ فلاں جو بات کہی تھی صحیح نکلی۔ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن پاک کا نزول شروع ہوا تو فرشتوں کے سخت پہرے لگا دیئے گئے۔ جنات کا اُوپر جانا مشکل ہو گیا۔ اب جو جن اُوپر جاتا تھا آگے سے شہاب پڑتے تھے۔ کئی ہلاک ہو جاتے، کئی بھاگ جاتے۔ ساری دنیا کے جنات پریشان ہو گئے کہ ہمارے اُوپر اتنی سخت پابندی کیوں لگی ہے اس کی وجہ کیا ہے؟

الجزائر میں ایک مقام ہے نصیبین۔ وہاں جنات کی عالمی کانفرنس ہوئی جس میں

مشرق مغرب کے، شمال جنوب کے، عرب وعجم کے جنات اکٹھے ہوئے۔ اُنھوں نے یہ ایجنڈا پیش کیا کہ پہلے ہم پر آسمان کی طرف جانے پر پابندی نہیں تھی۔ اب پابندی لگ گئی ہے اس کے متعلق غور کرو، سوچو کہ ہمارے اُوپر یہ پابندی کیوں لگی ہے؟ چنانچہ جنات نے فیصلہ کیا کہ تحقیق کے لیے اطرافِ عالم میں وفود بھیجو۔ چنانچہ اُنھوں نے مشرق، مغرب، شمال، جنوب، کی طرف وفد بھیج دیئے۔ ایک وفد جزیرہ عرب کی طرف بھی بھیج دیا۔ اس وفد میں پانچ جنات کا ذکر بھی آتا ہے اور نو کا ذکر بھی آتا ہے۔ ابن درید رحمۃ اللہ علیہ مشہور مؤرخ ہیں۔ اُنھوں نے پانچ کے نام بھی بتلائے ہیں کہ ایک کا نام ناشی تھا، ایک کا نام مناصیل تھا، ایک کا نام ماضر تھا، ایک کا نام ضواد اور ایک کا نام احطب تھا رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ یہ سب صحابی ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب طائف سے واپس مکہ مکرمہ تشریف لا رہے تھے طائف اور مکہ مکرمہ کے درمیان ایک مقام ہے بخاری شریف میں اس کا نام بطن نخلہ آتا ہے۔ جب آپ بطن نخلہ کے مقام پر پہنچے تو فجر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ اگرچہ اُس وقت پانچ نمازیں فرض نہیں ہوئی تھیں لیکن فجر اور عصر کی نماز باقاعدہ جماعت کے ساتھ ہوتی رہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فجر کی نماز شروع کرائی۔ قرأت بلند آواز سے فرمائی۔ یہ جنات کا وفد وہاں پہنچا تو انھوں نے قرآن کریم سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فجر کی نماز میں ساٹھ آیات سے لے کر سو آیات تک پڑھتے تھے ترتیل کے ساتھ یعنی ٹھہر ٹھہر کر۔ جنات نے جب قرآن کریم سنا تو ان کو بات سمجھ آ گئی کہ ہمارے اُوپر پابندی نزولِ وحی کی وجہ سے لگی ہے کہ اس پر کسی قسم کا حرف نہ آئے۔ وحی کے تحفظ میں کوئی شک نہ کر سکے۔ یہ جنات وہیں مسلمان ہو گئے کیوں کہ ان کی زبان عربی تھی ایک ایک لفظ سمجھ رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو

نہیں دیکھا اور نہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس وقت حضرت زید بن حارثہ اور حضرت بلال تھے رضی اللہ عنہما۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کیے بغیر ہی وہ جنات واپس چلے گئے۔ کیوں کہ نمائندے تھے اُنھوں نے جا کر رپورٹ پیش کرنی تھی۔ وہ جب چلے گئے تو بخاری شریف کی روایت ہے آذَنَتْهُ بِهِمُ الشَّجَرَةُ ایک درخت نے بول کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتلایا کہ حضرت یہاں چند جنات آئے تھے انھوں نے قرآن پاک سنا اور یہیں مسلمان ہو گئے اور وَلَّوْا إِلَىٰ قَوْمِهِم مُّنذِرِينَ [الاحقاف:۲۹] "وہ پلٹے اپنی قوم کی طرف ڈر سناتے ہوئے۔" اپنی قوم کو رب کے عذاب سے ڈرانے کا عہد کر کے گئے ہیں۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو درخت نے اطلاع دی کہ جنات آئے تھے اور مسلمان ہو کر چلے گئے ہیں۔ اور یہ ارادہ لے کر گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جس چیز کو چاہے بلا سکتا ہے۔ مسلم شریف میں روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں ابھی تک اس پتھر کو جانتا ہوں کہ جب میں اس پتھر کے پاس سے گزرتا تو مجھے سلام کہتا تھا۔

اس سورت کا نام سورۃ جن ہے۔ نازل ہونے کے اعتبار سے اس کا چالیسواں نمبر ہے۔ اس کے دو رکوع اور اٹھائیس [۲۸] آیات ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ آپ فرما دیں أُوحِيَ إِلَيَّ وحی کی گئی ہے میری طرف أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ کہ بے شک شان یہ ہے کہ سنا ہے ایک جماعت نے جنوں میں سے۔ نفر کا لفظ عربی زبان میں دس سے کم پر بولا جاتا ہے۔ یعنی دس نہیں تھے۔ نو کا ذکر بھی آتا ہے، سات اور پانچ کا ذکر بھی آتا ہے۔ پانچ کے نام میں نے ابن دُرید رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بتائے ہیں۔ فَقَالُوٓا پس اُنھوں نے کہا سننے کے

ساتھ ہی اِنَّا سَمِعۡنَا قُرۡاٰنًا عَجَبًا بے شک ہم نے سنا قرآن عجیب یَّہۡدِیۡۤ اِلَی الرُّشۡدِ راہنمائی کرتا ہے بھلائی کی طرف، نیکی کی طرف فَاٰمَنَّا بِہٖ پس ہم ایمان لائے اس پر سنتے ہی۔ یہ معلوم نہیں کہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کون سی سورۃ پڑھی تھی لیکن وہ جنات بڑے سمجھ دار تھے۔ اُنھوں نے حقیقت سمجھ لی۔ سب سے پہلی بات اُنھوں نے یہ کہی وَلَنۡ نُّشۡرِكَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا اور ہم ہرگز نہیں شریک ٹھہرائیں گے اپنے رب کے ساتھ کسی کو۔ اسلام کا پہلا سبق ہی یہی ہے لا الٰہ الا اللہ، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، کوئی مشکل کشا نہیں، کوئی حاجت روا نہیں، کوئی دست گیر نہیں۔

تو اُنھوں نے کہا کہ ہم ہرگز شریک نہیں ٹھہرائیں گے اپنے رب کے ساتھ کسی کو وَّاَنَّہٗ تَعٰلٰی جَدُّ رَبِّنَا، جد کے معنیٰ شان کے ہیں۔ اور بے شک شان یہ ہے کہ بلند ہے شان ہمارے رب کی۔ ہمارے رب کا درجہ بہت بلند ہے مَا اتَّخَذَ صَاحِبَۃً وَّلَا وَلَدًا نہیں بنائی اللہ تعالیٰ نے بیوی اور نہ اولاد۔ بہ ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قُلۡ ہُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ جیسی کوئی سورۃ پڑھی جس میں ذکر تھا کہ نہ اللہ تعالیٰ کی بیوی ہے اور نہ اولاد ہے۔ یہودی کہتے ہیں عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ مشرکین مکہ کہتے تھے فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اور عیسائی کہتے ہیں عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور مریم علیہا السلام کے بیٹے بھی مانتے ہیں۔ اگلی بات کھل کر نہیں کرتے کہ پھر حضرت مریم علیہا السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی کیا نسبت ہوگی؟ مگر جب یہ دو باتیں مان لیں تو تیسری تو خود بہ خود ظاہر ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی نہ بیوی ہے اور نہ ہی اس کی شان کے لائق ہے۔ نہ اس کی ماں ہے، نہ باپ ہے، نہ بیٹی ہے، نہ بیٹا ہے، نہ کھاتا ہے، نہ پیتا ہے، نہ سوتا ہے، نہ وہ تھکتا ہے، نہ اس کی ابتدا ہے، نہ انتہاء ہے، وہ ازلی، ابدی ہے۔ وہ ہمیشہ کے لیے زندہ ہے اور

ساری دنیا کو قائم رکھنے والا ہے۔

وَّ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا اور بے شک شان یہ ہے کہ کہا کرتا تھا ہم میں سے بے وقوف عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا اللہ تعالیٰ پر زیادتی کی بات۔ مثلاً: کوئی کہتا عزیر (علیہ السلام) رب تعالیٰ کا بیٹا ہے، کوئی بے وقوف کہتا عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں، کوئی کہتا فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ یہ سب بے وقوفوں کی باتیں ہیں۔ یہ جنات کا بیان ہے۔

وَّ اَنَّا ظَنَنَّآ اور بے شک ہم گمان کرتے تھے اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ کہ ہرگز نہیں کہیں گے انسان اور جن عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ۔ ہم یہ خیال کرتے تھے کہ انسان اور جن اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھوٹ نہیں بولیں گے لیکن اب پتا چلا کہ سارے بے وقوف تھے اور جھوٹ بولتے رہے کہ عزیر اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے، عیسیٰ اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے، فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ اب حقیقت کھل گئی کہ اللہ تعالیٰ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ہے۔ نہ اس سے کوئی پیدا ہوا ہے اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ہے۔ لوگ جو کچھ کہتے ہیں سب جھوٹ ہے۔

وَّ اَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ اور بے شک کچھ مرد انسانوں میں سے يَعُوْذُوْنَ پناہ پکڑتے تھے بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ کچھ مردوں کی جنات میں سے فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا پس زیادہ کی انھوں نے ان کے لیے سرکشی۔ انسان جنات سے پناہ پکڑتے تو انھوں نے جنات کی سرکشی کو بڑھا دیا کہ انسان ہم سے ڈرتے ہیں ہمارے نام پر چیزیں ڈالتے ہیں ہمارے نام کی نذریں مانتے ہیں۔ لہٰذا ان میں اور اکڑ پیدا ہوگئی (تکبر پیدا ہوگیا)۔

جنات کی سرکشی :

طائف مکہ مکرمہ سے تقریباً پچھتر [۷۵] میل دور ہے۔ مکہ مکرمہ سے لوگ طائف جاتے تھے کبھی کسی راستے سے اور کبھی کسی راستے سے۔ ایک راستے میں ایک جگہ آتی تھی جس کا نام وَج تھا۔ یہ دشوار گزار پہاڑی تھی۔ وہاں جنات کا ڈیرا تھا۔ لوگ وہاں سے گزرتے تھے۔ ایک موقع پر قافلہ وہاں سے گزر رہا تھا کہ ایک جن نے ایک آدمی کا کپڑا پھاڑ دیا۔ اس نے سنا ہوا تھا کہ یہاں جنات رہتے ہیں۔ وہ بڑا گھبرایا کہ میں قابو آ گیا اس نے دُہائی دینی شروع کر دی کہ میں یہاں جنات کا جو سردار ہے اس کو واسطہ دیتا ہوں کہ مجھے کچھ نہ کہو یہ کھجوریں، یہ مکھن، یہ ستو، میں یہاں چھوڑتا ہوں، یہ کھاؤ پیو، مجھے کچھ نہ کہو۔ جنات نے کہا بڑا سستا سودا ہے۔ لوگوں نے یہاں سے گزرنا ہی ہوتا ہے تھوڑا سا چھیڑو تو بہت کچھ مل جاتا ہے۔ پھر رسم پڑ گئی کہ جو بھی وہاں سے گزرتا کھانے پینے کی چیزیں وہاں چھوڑ جاتا۔ کوئی مکھن، کوئی گھی، کوئی کھجوریں، کوئی ستو، کوئی دودھ۔ جنات سرکش ہو گئے کہ لوگ ہم سے ڈرتے ہیں۔ یہ پجاری بھی گمراہ اور وہ بھی گمراہ۔

تو فرمایا کچھ مرد انسانوں میں سے پناہ پکڑتے ہیں جنات کی پس بڑھا دیا انھوں نے ان کی سرکشی کو وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا اور بے شک انھوں نے خیال کیا۔ انسانوں نے خیال کیا كَمَا ظَنَنْتُمْ جیسا کہ اے جنات! تم نے خیال کیا اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا کہ اللہ تعالیٰ ہرگز نہیں بھیجے گا کسی کو نبی بنا کر۔ اب پتا چلا کہ اللہ تعالیٰ نبی بھیجتا ہے۔ ہمارا نظریہ بھی غلط تھا اور انسانوں کا نظریہ بھی غلط تھا۔

اور مفسرین کرام رحمہم اللہ یہ معنیٰ بھی کرتے ہیں کہ بے شک انسانوں نے بھی خیال کیا اور اے جنات تم نے بھی خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ مرنے کے بعد کسی کو نہیں اُٹھائے گا۔ بعث

بعد الموت نہیں ہوگی۔ وَّاَنَّا لَمَسۡنَا السَّمَآءَ اور بے شک ہم نے ارادہ کیا آسمان کی طرف جانے کا۔ جنات کے لیے کوئی پابندی نہیں تھی۔ وہ آسمانوں کی طرف آتے جاتے تھے۔ قرآن پاک کا نزول شروع ہوا تو پابندی لگ گئی۔ اس کا حوالہ دیتے ہیں کہ بے شک ہم نے قصد کیا آسمان کی طرف جانے کا فَوَجَدۡنٰهَا پس پایا ہم نے آسمان کو مُلِئَتۡ حَرَسًا۔ حَرَسًا حَارِسٌ کی جمع ہے۔ حارس کا معنیٰ ہے پہرے دار۔ معنیٰ ہوگا بھرا ہوا پہرے داروں سے۔ جگہ جگہ چوکیدار ہیں شَدِيۡدًا سخت پہرا۔ سیکورٹی والے کسی کو آگے نہیں گزرنے دیتے بغیر چالاکی کے وَّشُهُبًا۔ شُهُبًا شِهَاب کی جمع ہے، شہابوں سے بھرا ہوا پایا۔ اُوپر سے ہم پر ستارے پڑتے ہیں کوئی مر جاتا ہے، کوئی جھلس جاتا ہے، کوئی زخمی ہو جاتا ہے، پہلے اتنی سزائیں نہیں تھیں وَّاَنَّا كُنَّا نَقۡعُدُ اور بے شک ہم بیٹھتے تھے مِنۡهَا آسمان کی طرف فضا میں مَقَاعِدَ لِلسَّمۡعِ بیٹھنے کی جگہوں میں سننے کے لیے فرشتوں کی باتیں لیکن فَمَنۡ يَّسۡتَمِعِ الۡاٰنَ پس جو سنے گا اب فرشتوں کی باتیں يَجِدۡ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا وہ پائے گا اپنے لیے ٹوٹ جانے والا ستارا بالکل تیار۔ جس وقت بات سننے کے لیے اُوپر جائے گا اس پر ستارہ پھینک دیا جائے گا۔

وہ جنات کہنے لگے وَّاَنَّا لَا نَدۡرِیۡۤ اور بے شک ہم نہیں جانتے اَشَرٌّ اُرِيۡدَ بِمَنۡ فِى الۡاَرۡضِ کیا شر کا ارادہ کیا گیا ہے ان کے بارے میں جو زمین میں ہیں اَمۡ اَرَادَ بِهِمۡ رَبُّهُمۡ رَشَدًا یا ارادہ کیا ہے ان کے ساتھ ان کے رب نے بھلائی کا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغمبر مبعوث فرمایا ہے اور قرآن کا نزول شروع ہو گیا ہے۔ نتیجہ ہمیں معلوم نہیں ہے کہ لوگ ان کی بات مان کر بھلائی پائیں گے یا انکار کر کے عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ ہمیں نتیجے کا علم نہیں ہے کہ انھوں نے ماننا ہے یا انکار کرنا ہے۔

وَّ اَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَ مِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ؕ كُنَّا طَرَآىِٕقَ قِدَدًا ۙ﴿۱۱﴾ وَّ اَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِی الْاَرْضِ وَ لَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا ۙ﴿۱۲﴾ وَّ اَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰۤى اٰمَنَّا بِهٖ ؕ فَمَنْ یُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا یَخَافُ بَخْسًا وَّ لَا رَهَقًا ۙ﴿۱۳﴾ وَّ اَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَ مِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ؕ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓىِٕكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ﴿۱۴﴾ وَ اَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ۙ﴿۱۵﴾ وَّ اَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِیْقَةِ لَاَسْقَیْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ۙ﴿۱۶﴾ لِّنَفْتِنَهُمْ فِیْهِ ؕ وَ مَنْ یُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ یَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ۙ﴿۱۷﴾ وَّ اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۙ﴿۱۸﴾ وَّ اَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ یَدْعُوْهُ كَادُوْا یَكُوْنُوْنَ عَلَیْهِ لِبَدًا ؕ﴿۱۹﴾ ع

وَّاَنَّا مِنَّا اور بے شک ہم میں الصّٰلِحُوْنَ نیک بھی ہیں وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ اور ہم میں اس کے علاوہ بھی ہیں كُنَّا طَرَآىِٕقَ قِدَدًا ہم مختلف راستوں میں بٹے ہوئے تھے وَّ اَنَّا ظَنَنَّاۤ اور بے شک ہم نے یقین کرلیا اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ اس بات کا کہ ہم عاجز نہیں کر سکتے اللہ تعالیٰ کو فِی الْاَرْضِ زمین میں وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا اور ہم ہرگز نہیں عاجز کر سکتے اللہ تعالیٰ کو بھاگ کر وَّ اَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰۤى اور بے شک جس وقت ہم نے سنی ہدایت اٰمَنَّا بِهٖ ہم ایمان لائے اس پر فَمَنْ یُّؤْمِنْ بِرَبِّهٖ پس جو ایمان لائے گا اپنے رب پر فَلَا یَخَافُ بَخْسًا پس وہ نہیں خوف

کرے گا کمی کا وَّلَا رَهَقًا اور نہ زیادتی کا وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ اور بے شک ہم میں مسلمان بھی ہیں وَ مِنَّا الْقٰسِطُوْنَ اور ہم میں بے انصاف بھی فَمَنْ اَسْلَمَ پس جو مسلمان ہوگیا فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا پس اُنھوں نے کوشش کی بھلائی حاصل کرنے کی وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ اور بہرحال جو بے انصاف ہیں فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا پس وہ ہوں گے جہنم کے لیے ایندھن وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا اور اگر یہ لوگ قائم رہیں عَلَى الطَّرِيْقَةِ سیدھے راستے پر لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا تو ہم پلائیں ان کو وافر پانی لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ تاکہ ہم آزمائیں ان کو پانی میں وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ اور جو شخص اعراض کرے گا اپنے رب کے ذکر سے يَسْلُكْهُ چلائے گا اس کو اللہ تعالیٰ عَذَابًا صَعَدًا ایسے عذاب میں جو چڑھتا ہوگا وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ اور بے شک مسجدیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا پس نہ پکارو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو وَّاَنَّهٗ اور بے شک شان یہ ہے لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ جس وقت کھڑا ہوا اللہ تعالیٰ کا بندہ يَدْعُوْهُ پکارنے کے لیے اللہ تعالیٰ کو كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا قریب تھا کہ یہ لوگ ہجوم کر کے اس کے قریب اکٹھے ہو جائیں۔

ربط :

اُوپر سے جنات کا بیان چلا آ رہا ہے جو قرآن سن کر ایمان لے آئے اور اپنی قوم کو

ڈرانے کے لیے واپس چلے گئے تھے۔ یہ وہی جنات کا گروہ تھا جو اس بات کی تحقیق کرنے کے لیے مکہ مکرمہ کی طرف آیا تھا کہ ہم پر پابندی کی وجہ کیا ہے کہ اب ہم آسمانوں کی طرف نہیں جاسکتے۔

ان جنات نے یہ بھی کہا وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ اور بے شک ہم میں نیک بھی ہیں وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ اور ہم میں اس کے علاوہ بھی ہیں۔ جنات بھی عقل مند اور مکلف مخلوق ہے۔ یعنی شریعت کے پابند ہیں۔ جس طرح انسانوں میں نیک اور بد ہیں اسی طرح جنات میں بھی نیک ہیں اور دوسری مد کے بھی ہیں۔ کہنے لگے كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا۔ طَرَائِق طَرِيْقَةٌ کی جمع ہے، اور قِدَدَ قِدَّةٌ کی جمع ہے۔ طریقہ کا معنیٰ راستہ ہے۔ اور قِدَّةٌ کا معنیٰ ہے پھٹا ہوا۔ راستے پھٹے ہوئے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ مختلف ہیں۔ معنیٰ ہوگا ہم مختلف راستوں میں بٹے ہوئے تھے۔ کوئی یہودی، کوئی عیسائی، کوئی ہندو، کوئی سکھ۔ جس طرح انسانوں میں مختلف مذاہب ہیں جنات میں بھی مختلف مذاہب ہیں۔ عقیدے کے لحاظ سے پھٹے ہوئے ہیں۔

وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اور بے شک ہم نے یقین کرلیا اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِى الْاَرْضِ اس بات کا کہ ہم عاجز نہیں کر سکتے اللہ تعالیٰ کو زمین میں۔ رب تعالیٰ کے فیصلے کو ٹالنے کی ہمارے اندر قوت نہیں ہے۔ رب تعالیٰ جو فیصلہ نافذ کرنا چاہیں وہ ہو کر رہتا ہے وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا اور ہم ہرگز نہیں عاجز کر سکتے اللہ تعالیٰ کو بھاگ کر۔ یہ بھی ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔ دیکھو! لوگ جرم کر کے دوسرے ملکوں میں بھاگ جاتے ہیں جہاں اس حکومت کا اثر ورسوخ نہیں ہوتا۔ رب تعالیٰ کے ملک سے بھاگ کر کوئی کہاں جائے گا۔ سورۂ رحمٰن پارہ ۲۷ میں ہے "اے جنوں اور انسانوں کے گروہ اگر تم طاقت رکھتے ہو

اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کہ نکل جاؤ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے فَانْفُذُوْا تو نکل جاؤ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ نہیں نکل سکتے مگر دلیل کے ساتھ۔" رب تعالیٰ کی زمین چھوڑ کر کہاں جاؤ گے؟ آسمان کو کراس کر کے کیسے جا سکتے ہو اور کہاں جا سکتے ہو؟

تو جنات نے کہا اور نہ ہم بھاگ کر اللہ تعالیٰ کو عاجز کر سکتے ہیں وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰٓى اور بے شک جس وقت ہم نے ہدایت سنی اٰمَنَّا بِهٖ ہم ایمان لائے اس پر کہ یہ سراسر ہدایت ہے الٓمّٓ ۝ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ "یہ ایسی کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے۔" ہم کہتے ہیں فَمَنْ يُّؤْمِنْ بِرَبِّهٖ پس جو ایمان لائے گا اپنے رب پر فَلَا يَخَافُ بَخْسًا پس وہ نہیں خوف کرے گا کمی کا، نقصان کا وَّلَا رَهَقًا اور نہ زیادتی کا خوف کرے گا۔ کمی کا مطلب یہ ہے کہ نیکی میں جتنے نمبر بنتے ہیں اس میں کم کیے جائیں ایسا نہیں ہوگا۔ یا برائی کے جتنے نمبر بنتے ہیں اس سے زیادہ کر دیئے جائیں ایسا بھی نہیں ہوگا۔ قاعدے کے مطابق نیکی کا پورا بدلہ ملے گا اور بدی میں زیادتی نہیں کی جائے گی فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝ [سورۃ الزلزال: پارہ ۳۰] "ذرہ برابر جو نیکی کرے گا دیکھ لے گا اور ذرہ برابر جو بدی کرے گا دیکھ لے گا۔"

جنات میں مسلمان بھی ہیں اور کافر بھی :

اور جنات نے یہ بھی کہا وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ اور بے شک ہم میں مسلمان بھی ہیں وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ اور ہم میں بے انصاف بھی ہیں جو رب تعالیٰ کا حق دوسروں کو دیتے ہیں، شرک کرتے ہیں اور اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۝ [سورۃ لقمان]

"بے شک شرک بڑا ظلم ہے۔" رب تعالیٰ کی توحید میں کسی کو شریک کرنا بڑا ظلم اور ناانصافی ہے۔تو جنات میں مسلمان بھی ہیں اور کافر بھی ہیں۔

مؤطا امام مالک میں روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دورِ خلافت میں اپنے دفتر میں تشریف فرما تھے۔ایک خوب صورت نوجوان عورت سامنے آ کر کھڑی ہوگئی۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نگاہیں نیچی کر لیں۔اس عورت نے کہا کہ شریعت میں کوئی شرم نہیں ہے میری طرف دھیان کر کے میری بات سنو! میرے آگے پیچھے کچھ نہیں ہے۔میرے والدین فوت ہو چکے ہیں میرا خاوند معلوم نہیں کہا چلا گیا ہے؟ میری شکل وصورت اور جوانی کو دیکھو۔مجھے خدشہ ہے کہ میں کہیں گناہ میں نہ مبتلا ہو جاؤں۔اور میرے کھانے پینے کا بھی انتظام کرو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منشی کو حکم دیا کہ اس عورت کا نام پتا درج کر کے باقاعدہ بیت المال سے وظیفہ جاری کر دو۔اور اس عورت سے فرمایا کہ چار سال چار مہینے دس دن کی مدت پوری ہونے دو پھر تمھارا نکاح ہوگا، انتظار کرو۔کیوں کہ مفقود الخبر جس کا علم نہ ہو کہ مردہ ہے یا زندہ ہے اس کا چار سال چار مہینے دس دن انتظار کر کے پھر عورت نکاح کر سکتی ہے۔چنانچہ چار سال چار مہینے دس دن کا عرصہ گزرنے کے بعد اس عورت کا نکاح کر دیا گیا۔

نکاح کے کچھ عرصہ بعد پہلا خاوند بھی آ دھمکا۔اس نے جب دیکھا کہ اس کی بیوی کسی اور کے نکاح میں ہے تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عدالت میں جا پہنچا اور شور مچایا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دیکھو بھائی! تمھاری بیوی خوب صورت، جوان، صحت مند تھی۔اس نے آ کر کھری بات کہی کہ میں گناہ میں مبتلا ہو جاؤں گی میرا کچھ کرو۔ہم نے تیرا انتظار

کرنے کے بعد اس کا نکاح کر دیا۔ اس آدمی نے کہا حضرت! میری بھی بات سنو۔ مجھے جنات اُٹھا کر لے گئے تھے۔ میں اتنے سال جنات کی قید میں رہا ہوں۔ وہ جنات کافر تھے۔ وہاں مسلمان جنات بھی تھے۔ مجھے انھوں نے نمازیں پڑھتے دیکھا تو مجھ سے حال پوچھا۔ انھوں نے میری حمایت کی۔ مسلمان جنات میری حمایت میں اُٹھ کھڑے ہوئے۔ انھوں نے جہاد کیا۔ مسلمان اور کافر جنات کی آپس میں لڑائی ہوئی۔ انھوں نے مجھے رہا کر دیا اور میں گھر پہنچ گیا۔ میں تو مجبور تھا میرے بس کی بات نہیں تھی۔

مسئلہ یہ ہے کہ ایسی حالت میں اگر پہلا خاوند آ جائے تو وہ عورت پہلے خاوند کی ہوگی۔ اس کو تم اس طرح سمجھو کہ پانی نہ ملے تو تیمم کرنا ہے۔ تیمم کرنے والے کو جب پانی نظر آ جائے گا تو تیمم ٹوٹ جائے گا۔ لیکن وہ عورت کچھ عرصہ دوسرے خاوند کے پاس رہی ہے لہٰذا عدت گزارنا پڑے گی۔ اور اس اثنا میں جو اولاد ہوئی ہے وہ ثابت النسب ہوگی۔ عدت کے بعد پہلے خاوند کے پاس چلی جائے گی۔

حدیثِ خرافہ کی حقیقت :

خرافات کا لفظ مشہور ہے۔ عام طور پر بولتے ہیں یہ خرافات ہیں۔ ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یہ حدیث خرافہ ہے۔ یعنی خرافات کی بات ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا أَتَدْرِيْنَ مَاالخرافة "کیا تو جانتی ہے خرافہ کیا ہے؟" کہنے لگیں حضرت! بڑوں سے سنا ہے کہ جو بات سمجھ نہ آئے اُسے حدیثِ خرافہ کہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا خرافة اِسْمُ رُجُلٍ "خرافہ ایک آدمی کا نام ہے۔" اس کو جنات قید کر کے لے گئے تھے۔ وہ کافی عرصہ جنات میں رہا پھر جنات نے اس کو رہا کر دیا۔ وہ جنات کی عجیب وغریب باتیں لوگوں کو سناتا تھا جو لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتی

تھیں (حضرت نے ہنستے ہوئے فرمایا) پھر جو بات لوگوں کو سمجھ نہیں آتی تھی اس کو حدیثِ خرافہ کہہ دیتے تھے۔ اسی سے خرافات کا لفظ ہے۔

تو جنات میں مسلم بھی ہیں، کافر بھی ہیں، نیک بھی ہیں، بد بھی ہیں۔ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ۔ تحرّی کا معنٰی ہوتا ہے کوشش کرنا۔ پس جو مسلمان ہو گیا پس اُنھوں نے کوشش کی بھلائی حاصل کرنے کی وَ اَمَّا الْقٰسِطُوْنَ اور بہر حال جو بے انصاف ہیں فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا پس وہ ہوں گے جہنم کے لیے ایندھن۔

بعض سطحی قسم کے لوگ کہتے ہیں کہ انسانوں کا دوزخ میں جلنا تو سمجھ میں آتا ہے کہ خاکی مخلوق ہے اور جنات تو ناری مخلوق ہے نار کو نار میں کیا تکلیف ہوگی، آگ کو آگ میں کیا تکلیف ہوگی؟ لیکن وہ نادان یہ نہیں سمجھتے کہ بخاری مسلم کی روایت میں ہے کہ جہنم کے ایک طبقے نے دوسرے طبقے کی شکایت کی کہ پروردگار اس طبقے کی حرارت اور تپش سے میں تکلیف میں ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اس طبقے کو ایک سانس لینے کی اجازت دی۔ اسی طرح جو جہنم کا سرد طبقہ ہے اس نے بھی دوسرے طبقے کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی ایک سانس لینے کی اجازت دی۔ یہ جو گرمیوں میں سخت گرمی ہوتی ہے یہ جہنم کے گرم طبقے کا سانس ہے۔ اور سردیوں میں جو سخت سردی ہوتی ہے یہ جہنم کے سرد طبقے کا سانس ہے۔ تو جہنم کی آگ کا اتنا فرق ہے کہ ایک طبقے نے دوسرے طبقے کی شکایت کی۔ اور جنات دنیا کی آگ سے پیدا ہوئے ہیں اور جہنم کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہے۔ تو ان کو کیوں تکلیف نہیں ہوگی۔ پھر اگر کسی کو یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ آگ کو آگ سے تکلیف ہوگی تو وہ یہ سمجھ لے کہ زمہریر بھی جہنم کا ایک طبقہ ہے۔ یہ ٹھنڈا طبقہ ہے۔ ان کو جہنم کے زمہریر طبقہ میں پھینکا جائے تو وہ بھی جہنم کا حصہ ہے۔

وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا کا عطف ہے اِسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ پر۔ بات کو سمجھنا
قاری حضرات کے لیے کہہ رہا ہوں۔ اس کا مفہوم اس طرح بنے گا قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ
اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ آپ کہہ دیں میری طرف وحی کی گئی ہے کہ بے شک سنا ایک
جماعت نے جنوں میں سے اور آپ کہہ دیں میری طرف وحی کی گئی ہے اس بات کی اور
اگر یہ لوگ قائم رہیں عَلَى الطَّرِيْقَةِ حق کے راستے پر لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا تو
ہم پلائیں گے ان کو وافر پانی۔ یعنی میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ اگر یہ سیدھے راستے پر
قائم رہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو بارش کے ذریعے وافر پانی پلائیں گے لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ
تا کہ ہم آزمائیں ان کو، ان کا امتحان لیں پانی کے ذریعے۔ فِيْهِ کی "ہ" ضمیر پانی کی
طرف جا رہی ہے کہ بارش ہونے کے بعد کون اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتا ہے اور کون
ناشکری کرتا ہے وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ اور جو شخص اعراض کرے گا اپنے رب
کے ذکر سے۔ ذکر سے قرآن کریم بھی مراد ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ
[الحجر:۹] "بے شک ہم نے ذکر یعنی قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔" اور
ذکر سے مراد نماز بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی مراد ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے قرآن
سے، نماز سے، اللہ تعالیٰ کی یاد سے اعراض کرے گا يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا چلائے گا
اس کو اللہ تعالیٰ ایسے عذاب میں جو چڑھتا ہوگا۔ یعنی روز بہ روز اس کا عذاب بڑھتا جائے
گا کم نہیں ہوگا۔ سورہ نبا پارہ ۳۰ میں ہے فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا "پس ہم نہیں
زیادہ کریں گے تمہارے لیے مگر عذاب۔" جنتیوں کے لیے لذتیں اور خوشیاں بڑھتی
جائیں گی اور دوزخیوں کے لیے عذاب۔

اگلی آیت کا عطف بھی اِسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ پر ہے کہ آپ فرما دیں کہ میری

طرف وحی آئی ہے وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ اور بے شک مسجدیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا پس نہ پکارو تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو۔ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی حاجت روا ہے، نہ کوئی مشکل کشا ہے، نہ کوئی فریادرس ہے۔ اور یہاں حالات یہ ہیں کہ بڑا زور لگا کر مسجد کے سپیکر پر کہتے ہیں: ؎

امداد کن امداد کن از بند غم آزاد کن

در دین و دنیا شاد کن یا غوثِ اعظم دستگیر

قرآن کا حکم دیکھو اور لوگوں کا عمل دیکھو! کتنے بڑے ظلم کی بات ہے۔ فرمایا وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ اور بے شک شان یہ ہے کہ جس وقت کھڑا ہوا ہے اللہ تعالیٰ کا بندہ۔ قرآن کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ستر نام آئے ہیں۔ ان میں ایک عبد اللہ بھی ہے۔ عبد اللہ کا معنیٰ ہے اللہ کا بندہ۔ صحیح معنیٰ میں اللہ تعالیٰ کے بندے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ جس وقت کھڑا ہوا ہے اللہ تعالیٰ کا بندہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَدْعُوْهُ پکارنے کے لیے اللہ تعالیٰ کو كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا قریب تھا کہ یہ لوگ ہجوم کر کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب اکٹھے ہو جائیں۔

لِبَدًا لِبْدَةٌ کی جمع ہے۔ اصل میں گدھے، خچر، گھوڑے کی زین کے نیچے جو نرم سا کپڑا رکھا جاتا ہے کہ جانور کو زین کی رگڑ نہ لگے جس کو تم تارو اور نمدہ کہتے ہو۔ اس کی اُوپر نیچے تہیں ہوتی ہیں۔ عربی میں اس کو لِبْدَةٌ کہتے ہیں۔ وہ کپڑا چونکہ اُوپر نیچے تہوں والا ہوتا ہے اس لیے اس کو یہاں ہجوم کے معنیٰ میں لیتے ہیں کہ جس وقت اللہ تعالیٰ کا بندہ اللہ تعالیٰ کو پکارنے کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو کافر لوگ آپ کو اذیت پہنچانے کے لیے اکٹھے ہو جاتے۔ طعن و تشنیع کرنے کے لیے اکٹھے ہو جاتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وعظ و نصیحت بے

اثر ہو جائے۔ تو اللہ تعالیٰ کی توحید بنیادی سبق ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر قائم رکھے۔

[آمین]

قُلْ اِنَّمَاۤ اَدْعُوْا رَبِّیْ وَ لَاۤ اُشْرِكُ بِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۰﴾ قُلْ اِنِّیْ لَاۤ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا رَشَدًا ﴿۲۱﴾ قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ﳔ وَّ لَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۲﴾ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِسٰلٰتِهٖؕ وَ مَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ﴿۲۳﴾ حَتّٰۤی اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ فَسَیَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّ اَقَلُّ عَدَدًا ﴿۲۴﴾ قُلْ اِنْ اَدْرِیْۤ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَهٗ رَبِّیْۤ اَمَدًا ﴿۲۵﴾ عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ﴿۲۷﴾ لِّیَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَ اَحَاطَ بِمَا لَدَیْهِمْ وَ اَحْصٰی كُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا ﴿۲۸﴾ ع ۹ / ۲ / ۱۲

قُلْ (اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم!) آپ کہہ دیں اِنَّمَآ پختہ بات ہے اَدْعُوْا رَبِّیْ میں اپنے رب کو پکارتا ہوں وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اور میں نہیں شریک ٹھہراتا اس کے ساتھ اَحَدًا کسی کو قُلْ آپ کہہ دیں اِنِّیْ بے شک میں لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ نہیں ہوں مالک تمھارے لیے ضَرًّا نقصان کا وَّلَا رَشَدًا اور نہ نفع کا قُلْ آپ کہہ دیں اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ بے شک مجھے ہرگز نہیں پناہ دے گا مِنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے اَحَدٌ کوئی بھی وَّلَنْ اَجِدَ اور میں ہرگز نہیں پاؤں گا مِنْ دُوْنِهٖ اللہ تعالیٰ سے نیچے مُلْتَحَدًا جائے پناہ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ

مگر میں مالک ہوں اللہ تعالیٰ کے پیغام پہنچانے کا وَرِسٰلٰتِهٖ اور اس کے احکام پہنچانے کا وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ اور جو شخص نافرمانی کرے گا اللہ تعالیٰ کی وَرَسُوْلَهٗ اور اس کے رسول کی فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ پس بے شک اس کے لیے جہنم کی آگ ہے خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ہمیشہ رہیں گے اس میں حَتّٰۤى اِذَا رَاَوْا یہاں تک کہ جب دیکھیں گے مَا اس چیز کو يُوْعَدُوْنَ جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے فَسَيَعْلَمُوْنَ پس عنقریب جان لیں گے مَنْ اَضْعَفُ اس کو جو زیادہ کمزور ہے نَاصِرًا مددگار کے لحاظ سے وَّ اَقَلُّ عَدَدًا اور زیادہ کم ہے گنتی کے لحاظ سے قُلْ آپ فرما دیں اِنْ اَدْرِيْۤ میں نہیں جانتا اَقَرِيْبٌ کیا قریب ہے مَّا وہ چیز تُوْعَدُوْنَ جس چیز کا تمھارے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے اَمْ يَجْعَلُ لَهٗ رَبِّيْۤ اَمَدًا یا بنائے گا اس کے لیے میرا رب کوئی میعاد عٰلِمُ الْغَيْبِ وہ عالم الغیب ہے فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ پس نہیں اطلاع دیتا وہ اپنے غیب پر اَحَدًا کسی کو اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ مگر جس پر راضی ہو پیغمبروں میں سے فَاِنَّهٗ پس بے شک وہ يَسْلُكُ چلاتا ہے مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ اس کے آگے وَمِنْ خَلْفِهٖ اور اس کے پیچھے رَصَدًا پہریدار لِّيَعْلَمَ تا کہ وہ ظاہر کر دے اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا کہ تحقیق انھوں نے پہنچا دیئے ہیں رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ اپنے رب کے احکامات وَاَحَاطَ اور

اس نے احاطہ کیا ہوا ہے بِمَا اس چیز کا لَدَیْهِمْ جو ان کے آگے ہیں وَاَحْصٰی كُلَّ شَیْءٍ اور اس نے گن رکھی ہے ہر چیز عَدَدًا گنتی کے لحاظ سے۔

ربط بین الآیات :

پہلے رکوع میں جنات کا ذکر تھا کہ جنات میں مومن بھی ہیں، کافر بھی ہیں، اچھے بھی ہیں، بُرے بھی ہیں۔ اور جتنے احکامات انسانوں کے لیے ہیں بعینہٖ اتنے ہی جنات کے لیے ہیں۔ توحید، رسالت، قیامت، سب مسائل میں وہ پابند ہیں انسانوں کی طرح۔

جنات کے بیان کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! قُلْ آپ فرما دیں ان سب جنات کو بھی اور انسانوں کو بھی اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّیْ پختہ اور یقینی بات ہے میں صرف اپنے رب کو پکارتا ہوں وہی میرا حاجت روا ہے، مشکل کشا ہے، دست گیر اور فریاد رس ہے وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا اور میں نہیں شریک کرتا اپنے رب کے ساتھ کسی کو۔ نہ اس کی ذات میں اور نہ اس کی صفات میں، نہ اس کے کاموں میں کوئی شریک ہے اور نہ اس کے ارادے اور چاہنے میں کوئی شریک ہے۔ وہ ہر اعتبار سے وحدہٗ لاشریک ہے۔ اور دوسرا اعلان یہ بھی کر دیں قُلْ آپ ان سے کہہ دیں اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا بے شک میں نہیں ہوں مالک تمھارے لیے نقصان کا اور نہ نفع کا۔ ضارّ بھی اللہ تعالیٰ ہے اور نافع بھی اللہ تعالیٰ ہے۔ میرے اختیار میں نہ تمھارا نفع ہے اور نہ نقصان ہے۔ اس سے تم خود اندازہ لگا لو کہ اور کوئی کس طرح نفع نقصان کا مالک ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے بڑھ کر کسی کا رتبہ اور مقام نہیں ہے۔ تمام مخلوقات میں سب سے بلند رتبے کی شخصیت سے

اعلان کروایا جا رہا ہے کہ میں تمھارے نفع نقصان کا مالک نہیں ہوں۔ تو شہید، ولی کیسے مالک ہو جائیں گے۔ اور قرآن پاک میں دو جگہ نویں پارے میں اور گیارھویں پارے میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اعلان کروایا قُلْ "آپ کہہ دیں لَآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا [یونس:۴۹] میں مالک نہیں ہوں اپنے نفس کے لیے نقصان اور نفع کا۔" کتنے کھرے لفظوں میں اعلان کروایا ہے۔ اور فرمایا یہ اعلان کر دیں قُلْ آپ کہہ دیں اِنِّيْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ بے شک مجھے ہرگز نہیں پناہ دے گا اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے اَحَدٌ کوئی بھی۔ اگر معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ مجھے پکڑنا چاہے تو مجھے اللہ تعالیٰ کی گرفت سے کوئی بچا نہیں سکتا۔ یہ جملہ فرضیہ شرطیہ ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ واقعی آپ اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آئیں گے۔ جیسا کہ سورۃ زمر آیت نمبر ۶۵ پارہ ۲۴ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ "اگر آپ نے شرک کیا تو ضائع ہو جائے گا آپ کا عمل۔" اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ پیغمبر شرک کر سکتا ہے۔ ہرگز نہیں! بلکہ یہ جملہ فرضیہ ہے۔ یا جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ [زخرف:۸۱] "آپ فرما دیں اگر ہو رحمان کے لیے اولاد تو میں سب سے پہلے عبادت کرنے والا ہوتا۔" اس کو جملہ فرضیہ کہتے ہیں۔

آپ کہہ دیں ہرگز نہیں پناہ دے گا مجھے کوئی اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے اگر بالفرض والمحال اللہ تعالیٰ مجھے پکڑنا چاہے وَلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا اور ہرگز نہیں پاتا میں اللہ تعالیٰ سے نیچے کوئی جائے پناہ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ مگر میں مالک ہوں اللہ تعالیٰ کے پیغام پہنچانے کا اس کی قدرت اللہ تعالیٰ نے مجھے دی ہے وَرِسٰلٰتِهٖ اور اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچانے کا مجھے اختیار ہے۔ یہ انسان کے بس میں ہے نیکی کا حکم دینا، برائی سے

روکنا۔ باقی میں تمھارے نفع نقصان کا مالک نہیں ہوں وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اور جو شخص نافرمانی کرے گا اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے گا فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ پس بے شک اس کے لیے جہنم کی آگ ہے خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا رہیں گے اس جہنم میں ہمیشہ۔ کافر، مشرک، مرتد کے لیے، رب تعالیٰ کے باغی کے لیے کسی وقت بھی دوزخ سے چھٹکارا نہیں ہے۔ اگر ایمان، عقیدہ صحیح ہے اعمال میں کمی ہے، گناہ گار ہے کسی نہ کسی وقت دوزخ سے رہا ہو کر جنت میں چلا جائے گا۔

فرمایا حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ یہاں تک کہ جب دیکھیں گے اس چیز کو جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے کہ قیامت آئے گی اور تم عذاب میں گرفتار ہو گے یا قیامت سے پہلے بھی تم پر عذاب آسکتا ہے۔ مختلف قوموں پر عذاب آئے ہیں۔ تو فرمایا جب دیکھیں گے اس چیز کو جس کا ان کے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے فَسَيَعْلَمُوْنَ پس بہ تاکید وہ جان لیں گے مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا کون زیادہ کمزور ہے از روئے مددگار کے وَّاَقَلُّ عَدَدًا اور کون زیادہ کم ہے گنتی کے لحاظ سے۔ کافر مشرک لوگ آنحضرت ﷺ کو کہتے تھے کہ آپ جو سب کو غلط کار (گمراہ) کہتے ہیں آپ کے ساتھ کتنے آدمی ہیں، کتنی گنتی ہے ان کی؟ اس میں تو کوئی شک نہیں تھا کہ ابتدائی دور میں آپ ﷺ کے ساتھ بہت تھوڑے آدمی تھے۔ پہلے تین چار سالوں میں مرد عورتیں ملا کر چالیس سے نہیں بڑھے۔ لیکن تھے ایسے پختہ لوگ کہ ہر طرح کی تکالیف برداشت کیں مگر کلمہ نہیں چھوڑا۔

اسلام کے ابتدائی دور کی صعوبتیں :

وہ وقت بھی آیا کہ مشرکوں نے دار الندوہ میں مشورہ کیا اور فیصلہ کیا کہ اَنْ لَّا يُنَاكِحُوْهُمْ وَلَا يُبَايِعُوْهُمْ "کہ ان کے ساتھ نہ رشتہ ناتا کرنا ہے اور نہ

خرید وفروخت کرنی ہے۔" اس وقت جدہ کا وجود نہیں تھا اور طائف مکہ مکرمہ سے پچھتر (۷۵) میل دور تھا۔ قریب کوئی شہر نہیں تھا کہ جہاں سے جا کر ضروریات کی چیزیں خرید لیتے۔ مکہ مکرمہ میں جب مسلمانوں کے بچے دکانوں پر سودا خریدنے کے لیے جاتے تو دکان دار کہتے بھاگ جاؤ تمھارے لیے کوئی سودا نہیں ہے۔ نہ عورتوں کو اور نہ مردوں کو سودا ملتا تھا۔ دودھ پیتے بچے دودھ سے محروم، بیمار کو کوئی شے نہیں ملتی تھی۔ حالت یہاں تک پہنچی کہ بھوک کی وجہ سے اُٹھتے تو گر پڑتے تھے۔ رشتہ داروں کو کچھ رحم آتا اور وہ سودا خرید کر چھپ چھپا کر دے جاتے تھے۔ پھر مکہ مکرمہ فتح ہوا تو لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوئے یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجًا ۝ [سورۃ النصر: پارہ ۳۰]

تو ابتدائی دور میں مسلمان تھوڑے تھے اور کافر کہتے تھے تم کتنے ہو؟ ~~فرمایا~~ آج تو تم مسلمانوں کو کمزور سمجھتے ہو اس دن پتا چل جائے گا کہ کمزور کون ہے اور عدد کے لحاظ سے کم کون ہے؟ پھر کہتے تھے جس عذاب سے تم ڈراتے ہو وہ کب آئے گا؟ قیامت کب قائم ہوگی؟ اس کا جواب دیا۔ فرمایا قُلۡ آپ فرما دیں ان سے اِنۡ اَدۡرِیۡۤ اَقَرِیۡبٌ مَّا تُوۡعَدُوۡنَ میں نہیں جانتا کیا قریب ہے وہ چیز جس کا تمھارے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے۔ اَمۡ یَجۡعَلُ لَہٗ رَبِّیۡۤ اَمَدًا یا بنائے گا اس کے لیے میرا رب کوئی میعاد۔

علمِ غیب خاصۂ خداوندی ہے :

عٰلِمُ الۡغَیۡبِ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے۔ وہ بہتر جانتا ہے کہ وہ وعدہ قریب ہے یا اس کے لیے اس نے کوئی میعاد مقرر فرمائی ہے فَلَا یُظۡہِرُ عَلٰی غَیۡبِہٖۤ اَحَدًا پس وہ اطلاع نہیں دیتا اپنے غیب پر کسی کو اِلَّا مَنِ ارۡتَضٰی مِنۡ رَّسُوۡلٍ مگر جس پر راضی ہو رسولوں میں سے ان کو غیب کی خبریں بتلاتا ہے۔

سورۃ آل عمران آیت نمبر ۴۴ پارہ ۳ میں ہے ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ "یہ باتیں غیب کی خبروں میں سے ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔" غیب کلی صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ غیب کی خبریں اللہ تعالیٰ پیغمبروں کو بتلاتا ہے پھر نزول وحی پورے اہتمام کے ساتھ ہوتا ہے فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا پس بے شک وہ چلاتا ہے اس کے آگے اور اس کے پیچھے چوکیدار۔ وحی کی حفاظت کے لیے آگے پیچھے سخت پہرے ہوتے ہیں تاکہ جنات اور شیاطین کوئی دخل اندازی نہ کر سکیں۔

اہلِ بدعت کا غلط استدلال اور اس کے جوابات :

آپ حضرات نے آیتِ کریمہ کا سرسری مفہوم سمجھ لیا ہے۔ اہل بدعت کی بھی سن لیں کہ وہ اس آیت کریمہ سے کیا استدلال کرتے ہیں۔ وہ اس کا مفہوم اس طرح بیان کرتے ہیں کہ عٰلِمُ الْغَيْبِ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا وہ اپنے غیب کی اطلاع نہیں دیتا کسی کو اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ مگر جس پر راضی ہو جائے رسولوں میں سے اس کو سارا غیب بتلا دیتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی ذاتِ گرامی تو ایسی ہے کہ رب تعالیٰ ان سے راضی ہیں اس کا انکار کون کر سکتا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے سارا غیب ان کو بتلا دیا ہے۔ میں زیادہ تفصیل میں نہیں جانا چاہتا صرف دو تین باتیں تمہارے سامنے رکھنی ہیں۔

❀ قرآن کریم میں ایک سو چودہ سورتیں ہیں۔ سورۃ جن چالیسویں نمبر پر نازل ہوئی۔ ایک سو چودہ [۱۱۴] سورتوں میں سے چالیس سورتیں نکالو تو باقی چوہتر [۷۴] سورتیں بچتی ہیں جو اس سورت کے بعد نازل ہوئی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ وہ سورتیں جو بعد

میں نازل ہوئی ہیں وہ غیب ہیں یا نہیں؟ اگر سارا غیب آپ کو عطا کر دیا گیا تھا تو جو تیرہ سورتیں بعد میں کیوں نازل ہوئیں؟ کیا یہ غیب سے نہیں تھیں؟ لہٰذا اس آیت کریمہ سے یہ ثابت کرنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سارا غیب عطا کر دیا گیا تھا غلط ہے۔

❀ دوسری بات یہ ہے کہ اس سے پہلی آیتِ کریمہ میں ہے کہ میں نہیں جانتا کہ قریب ہے وہ چیز جس کا تمھارے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے یا اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے کوئی میعاد مقرر کی ہے۔ یعنی عذاب یا قیامت کا مجھے علم نہیں ہے۔ اور اگلی آیت میں ہے کہ سب کچھ بتلا دیا ہے۔ پھر تو دونوں کا تعارض ہوتا ہے۔ اُوپر اعلان کروایا جاتا ہے کہ مجھے علم نہیں ہے اور آگے سب کچھ بتلا دیا۔ کیا یہ قرآن کا مطلب ہے؟

❀ تیسری بات یہ ہے کہ اگر اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو سب کچھ بتلا دیا گیا ہے تو پھر اس کے بعد نفی والی آیتیں کیوں نازل ہوئی ہیں؟ جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے علم کلی کی نفی کی گئی ہے۔ سورۃ النساء آیت نمبر ۱۶۴ پارہ ۶ میں ہے وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ "اور ہم نے ایسے رسول بھیجے جن کا حال ہم نے آپ پر بیان کیا ہے اس سے پہلے اور ایسے رسول بھی بھیجے جن کے حالات ہم نے بیان نہیں کیے۔" یہ عطائی علم کی نفی ہو رہی ہے کہ ہم نے آپ کو نہیں بتلائے۔ اور یہ سورت بعد میں نازل ہوئی ہے۔ تو پھر کیسے مان لیں کہ سورۃ جن کی آیت کریمہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم غیب کلی ثابت ہو گیا۔ پھر قرآن کریم کی آخری سورتوں میں سے بڑی سورت سورۃ التوبہ ہے، سورۃ البراۃ ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۛ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ ۫ لَا تَعْلَمُهُمْ ۭ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ "مدینہ طیبہ میں کچھ لوگ ہیں جو منافقت پر اَڑے ہوئے ہیں اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان کو

نہیں جانتے ہم جانتے ہیں۔"

❀ اور سورۃ منافقون میں تم پڑھ چکے ہو کہ منافقوں نے آپس میں باتیں کیں۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتلایا کہ ایسی باتیں کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منافقوں کو بلا کر پوچھا تو کہنے لگے توبہ توبہ ہمیں تو ان باتوں کا علم نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید کو جھڑکا کہ آپ نے کیوں جھوٹ بولا ہے؟ اس پر سورۃ منافقون نازل ہوئی اور آپ کو اطلاع دی گئی کہ منافقوں نے یہ باتیں کی تھیں۔ منافق صفائی دینے میں جھوٹے ہیں۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیب جانتے ہوتے تو حضرت زید کو کیوں جھڑکتے اور پھر یہ سورت کیوں نازل ہوتی؟ اللہ تعالیٰ قرآن کی سمجھ عطا فرمائے۔

جتنی غیب کی خبریں اللہ تعالیٰ کو منظور تھیں وہ آپ کو عطا فرمائیں سارا غیب نہیں ملا۔ غیب خاصۂ خداوندی ہے وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ "اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے غیب آسمانوں کا اور زمین کا۔"

تو فرمایا: چلاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے آگے اور پیچھے پہرے دار۔ وحی فرشتوں کے پہرے میں اُترتی ہے لِيَعْلَمَ تاکہ ظاہر کردے اللہ تعالیٰ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ کہ تحقیق انھوں نے پہنچا دیئے ہیں اپنے رب کے احکامات وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ اور اللہ تعالیٰ نے احاطہ کیا ہوا ہے قدرت کے لحاظ سے جو ان کے پاس ہے وَاَحْصٰى اور گن رکھا ہے اللہ تعالیٰ نے كُلَّ شَيْءٍ ہر چیز کو عَدَدًا از روئے گنتی کے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت بھی محیط ہے اور علم بھی محیط ہے۔ نہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کوئی چیز باہر ہے اور نہ اس کے علم سے کوئی چیز خارج ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تفسیر

سُوۡرَۃُ المُزَّمِّل

(مکمل)

جلد ۲۰

آیاتھا ۲۰ ۔ ۷۳ سُوْرَۃُ الْمُزَّمِّلِ مَکِّیَّۃٌ ۳ ۔ رکوعاتھا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۙ﴿۱﴾ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۙ﴿۲﴾ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۙ﴿۳﴾ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ؕ﴿۴﴾ اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ﴿۵﴾ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا ؕ﴿۶﴾ اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا ؕ﴿۷﴾ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ؕ﴿۸﴾ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ﴿۹﴾ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ﴿۱۰﴾ وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا ﴿۱۱﴾ اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا ۙ﴿۱۲﴾ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۳﴾ يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا ﴿۱۴﴾

يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ اے کمبل اوڑھنے والے قُمِ آپ کھڑے ہوں الَّيْلَ رات کو اِلَّا قَلِيْلًا مگر تھوڑا حصہ نِّصْفَهٗٓ آدھی رات اَوِ انْقُصْ مِنْهُ یا اس سے کچھ کم کر دیں قَلِيْلًا تھوڑا سا اَوْ زِدْ عَلَيْهِ یا نصف سے کچھ زیادہ کر دیں وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں قرآن تَرْتِيْلًا ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ بے شک

ہم عنقریب ڈال رہے ہیں آپ پر قَوْلًا ثَقِيْلًا ایک بات بھاری اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ بے شک رات کا اُٹھنا هِيَ اَشَدُّ وَطْاً یہ زیادہ سخت ہے روندنے (کچلنے) کے اعتبار سے وَّاَقْوَمُ قِيْلًا اور زیادہ درست ہے بات کرنے کے اعتبار سے اِنَّ لَكَ بے شک آپ کے لیے فِي النَّهَارِ دن میں سَبْحًا طَوِيْلًا شغل ہے لمبا وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ اور ذکر کریں آپ اپنے رب کے نام کا وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ اور یکسو ہو جائیں اس کی طرف تَبْتِيْلًا یکسو ہو جانا رَبُّ الْمَشْرِقِ وہ مشرق کا رب ہے وَ الْمَغْرِبِ اور مغرب کا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ نہیں ہے کوئی الٰہ مگر وہی فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا پس آپ بنائیں اس کو کارساز وَاصْبِرْ اور صبر کریں عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ ان باتوں پر جو وہ کرتے ہیں وَاهْجُرْهُمْ اور چھوڑ دیں ان کو هَجْرًا جَمِيْلًا چھوڑنا عمدگی کے ساتھ وَذَرْنِيْ اور آپ چھوڑ دیں مجھے وَالْمُكَذِّبِيْنَ اور جھٹلانے والوں کو اُولِي النَّعْمَةِ جو نعمت والے ہیں وَمَهِّلْهُمْ اور مہلت دیں ان کو قَلِيْلًا تھوڑی سی اِنَّ لَدَيْنَآ بے شک ہمارے پاس اَنْكَالًا بیڑیاں ہیں وَّجَحِيْمًا اور شعلے مارنے والی آگ ہے وَّطَعَامًا اور خوراک ہے ذَا غُصَّةٍ حلق میں اٹکنے والی وَّعَذَابًا اَلِيْمًا اور عذاب ہے دردناک يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ جس دن کانپے گی زمین وَالْجِبَالُ اور پہاڑ کانپنے

لگیں گے وَكَانَتِ الْجِبَالُ اور ہو جائیں گے پہاڑ كَثِيبًا مَّهِيلًا ریت کے ٹیلے پھسلنے والے۔

نام وکوائفِ سورۃ اور چند ہدایات :

اس سورت کا نام سورۃ المزمل ہے۔ مزّمّل کا لفظ اصل میں مُتَزَمِّلٌ تھا۔ تا کو زا کیا پھر زا کا زا میں ادغام کیا مُزَّمِّلٌ ہو گیا۔ مزّمّل کا معنیٰ ہے کمبل یا چادر اوڑھنے والا۔ کپڑا باریک ہو یا موٹا ہو کپڑا اوڑھنے والے کو عربی میں مزّمّل کہتے ہیں۔ یہ سورۃ تیسرے نمبر پر نازل ہوئی ہے۔ اس سے پہلے سورۃ العلق اور سورۃ القلم نازل ہوئی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کمبل اوڑھ کر گھر آرام فرما رہے تھے اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکم دیا يَاأَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ اے کمبل اوڑھنے والے آپ نے سونا نہیں قُمِ اللَّيْلَ قیام کریں رات کو، رات کو جاگیں إِلَّا قَلِيلًا مگر تھوڑا حصہ رات کا آرام کریں۔ مثلاً: رات کے تین حصے کر لیں۔ دو حصے قیام کریں، تہجد کی نماز پڑھیں، قرآن کریم پڑھیں، اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں، تیسرا حصہ آرام کریں۔ تو فرمایا اے کمبل اوڑھنے والے! قیام کریں رات کو مگر تھوڑا حصہ رات کا نِّصْفَهُ نصف رات قیام کریں أَوِ انقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا یا اس نصف سے کچھ کم کر دیں تھوڑا سا أَوْ زِدْ عَلَيْهِ یا نصف پر زیادہ کر دیں۔ دیکھو! یہاں تین صورتیں ہو گئیں۔ ایک ہے نصف رات قیام کریں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ نصف سے کم کر دیں تیسرا حصہ قیام کریں یہ آپ کی صواب دید پر ہے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ دو حصے قیام کریں اور ایک حصہ آرام کریں یہ آپ کی صواب دید پر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی آدھی رات قیام کرتے، کبھی دو حصے اور کبھی تیسرا حصہ قیام کرتے تھے۔ سورۃ مزمل کا جب پہلا رکوع نازل ہوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی قیام فرض تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

پر بھی رات کا قیام فرض تھا۔ایک سال تک یہ فرضیت رہی۔مسلم شریف،نسائی شریف اور ابوداوٗد شریف میں روایت ہے کہ ایک سال بعد یہ فرضیت منسوخ کر دی گئی۔منسوخ ہونے کی وجہ اگلے رکوع میں آئے گی۔

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی رات کا تیسرا حصہ قیام کرتے تھے،کبھی دو حصے رات کے قیام کرتے تھے اور تیسرا حصہ آرام کرتے تھے،کبھی نصف رات قیام کرتے تھے اور نصف رات آرام کرتے تھے۔اب تہجد فرض نہیں ہے مگر نوافل میں زیادہ درجہ تہجد کا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خاص توجہ ہوتی ہے بندوں پر سحری کے وقت۔سحری کے وقت اللہ تعالیٰ آواز دیتا ہے جس طرح اس کی شان کے لائق ہے اَلَا مِنْ مُّسْتَغْفِرٍ فَاَغْفِرَ لَهٗ "ہے کوئی بخشش چاہنے والا کہ میں اس کو بخش دوں اَلَا مِنْ مُّسْتَرْزِقٍ فَاَرْزُقُهٗ ہے کوئی رزق طلب کرنے والا میں اس کو رزق دے دوں، ہے کوئی صحت طلب کرنے والا میں اس کو صحت دے دوں۔" اللہ تعالیٰ کی ذات بہت بڑی ہے یہ نہیں ہوسکتا کہ اپنے دروازے پر بلا کر نہ دے۔مگر لینے کا کوئی ڈھنگ اور طریقہ ہونا چاہیے۔ استحقاق کی ہم میں شرائط نہیں ہیں۔مگر اس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں ہے۔

تو پہلا رات کا قیام ہوا وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں قرآن ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا۔ایک تو اس لیے کہ قرآن کا ادب اس میں ہے اور دوسرا یہ کہ جب آپ آرام آرام سے پڑھیں گے تو سننے والوں کو سمجھنے میں آسانی ہوگی۔کیوں کہ وہ عربی بولنے والے لوگ ہیں خود بخود سمجھتے جائیں گے۔بہت کم ایسے مقامات ہوتے تھے جہاں آپ کو سمجھانے کی ضرورت پڑتی تھی۔اگر آپ تیزی کے ساتھ پڑھیں گے تو کسی کو سمجھ آئے گا کسی کو سمجھ نہیں آئے گا۔جیسے ہمارے علاقے کے بعض حافظ قرآن اتنا تیز پڑھتے ہیں کہ

یعلمون تعلمون کے سوا کچھ سمجھ نہیں آتا۔ حالانکہ اصل مقصد تو سمجھنا ہے کہ سال میں ایک مرتبہ مکمل قرآن تراویح میں سنایا جائے کہ یہ قرآن کریم کی حفاظت کا ذریعہ بھی ہے اور سارے لوگ ایک مرتبہ سن بھی لیں۔

اور مسئلہ یہ ہے کہ جس مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز ہوتی ہے اگر وہاں رمضان المبارک میں قرآن کریم نہ سنایا جائے تو ترکِ سنت کا وبال سارے محلے والوں پر پڑے گا۔ کیوں کہ یہ سنتِ مؤکدہ ہے۔

تو فرمایا آپ قرآن کریم کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ بے شک ہم عنقریب ڈال رہے ہیں آپ پر قَوْلًا ثَقِیْلًا ایک بھاری بات، توحید کی نشر و اشاعت۔ اور یہ مشرکوں کے لیے بھاری ہے۔ سورۃ صافات آیت نمبر ۳۵ میں ہے اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِیْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ یَسْتَكْبِرُوْنَ "بے شک یہ لوگ کہ جب ان سے کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو تکبر کرتے ہیں" اچھلتے کودتے ہیں، اس سے ان کو بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ پھر کہتے ہیں اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۖ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ [سورۃ ص: ۵] "کیا کر دیا ہے اس نے سارے معبودوں کو ایک معبود بے شک یہ عجیب چیز ہے۔" کہ سارے معبودوں کا انکار کر کے ایک معبود منوانا چاہتا ہے۔ سب سے بھاری چیز مشرکوں کے لیے توحید ہے جو ہم پیش کریں گے تاکہ آپ ان کو سمجھائیں۔

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّیْلِ بے شک رات کو اٹھنا، جاگنا ھِیَ اَشَدُّ وَطْاً یہ زیادہ سخت ہے روندنے کے اعتبار سے۔ میٹھی نیند کو چھوڑ کر تہجد کے لیے اُٹھنا آسان بات نہیں ہے۔ خاص کر آج کل کے موسم میں کہ چھوٹی چھوٹی راتیں ہیں نیند بھی پوری نہیں ہوتی۔ مگر جن

بندوں کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہے وہ اُٹھتے ہیں۔ وطی کا معنیٰ کچلنا ہے وَاَقْوَمُ قِيْلًا اور زیادہ درست ہے بات کرنے کے اعتبار سے کہ رات کو اطمینان ہوتا ہے۔ قرآن پڑھیں گے تو خود بھی پوری توجہ سے سنیں گے اور دوسرے بھی سنیں گے اور سمجھیں گے۔

چند اہم مسائل :

یہ مسئلہ میں پہلے بھی کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں اور ضروری مسئلہ ہے کہ نماز پڑھنے والا نماز کے الفاظ اگر اس کے کان نہ سنیں تو نماز بالکل نہیں ہوتی، بشرطیکہ بہرہ نہ ہو۔ یعنی اس انداز سے پڑھے کہ اس کے اپنے کان سن لیں۔ فقہائے کرام کا یہ مفتیٰ بہ قول ہے۔ صحیح اور محقق قول یہی ہے۔ اگر اپنے کان نہیں سنتے تو اللہ اکبر سے لے کر السلام علیکم تک محض حرف ہی درست کیے ہیں نماز بالکل نہیں ہوگی۔ اُس زمانے میں نہ گاڑیاں تھیں، نہ جہاز تھے، نہ سڑکیں تھیں، اطمینان ہی اطمینان ہوتا تھا۔ آج بھی وہ پہاڑی علاقے جہاں سڑکیں نہیں ہین وہاں شور نہیں ہے بڑا سکون ہے۔

ایک مسئلہ اور بھی سمجھ لیں کہ نفلی نماز میں جماعت کے ساتھ اگر امام کے ساتھ ایک آدمی شریک ہو جائے تو جائز ہے۔ دو آدمی ساتھ مل جائیں تو بلا کراہت جائز ہے۔ تین آدمی ساتھ مل جائیں تو مکروہ تنزیہی ہے۔ مکروہ تنزیہی کا مطلب ہے کہ ہو جائے گی لیکن اچھی بات نہیں ہے۔ اور نفلی جماعت میں چار یا چار سے زیادہ مل جائیں تو پھر مکروہ تحریمی ہے، حرام ہے۔ کیوں کہ شریعت نفلی نماز کو اتنی اہمیت نہیں دیتی جتنا فرائض اور سنت مؤکدہ کو اہمیت دیتی ہے۔

بعض قاری حضرات رمضان المبارک میں شبینہ پڑھتے ہیں۔ اگر تراویح کی کچھ رکعتیں چھوڑ دی ہیں اور ان میں قرآن پڑھتے ہیں تو پھر صحیح ہے۔ کیوں کہ تراویح سنت

مؤکدہ ہے اس کی جماعت صحیح ہے بلا قیل وقال کے۔ اور اگر تراویح کی نماز پڑھ چکے ہیں اور نفلوں میں شبینہ کرتے ہیں تو امام کے ساتھ تین آدمی ہیں تو مکروہ تنزیہی ہے۔ چار یا چار سے زیادہ ملیں گے تو مکروہ تحریمی ہے، گناہ ہوگا ثواب بالکل نہیں ملے گا۔

تو ایک یہ ہے کہ رات کو بات صحیح نکلے گی۔ اور وطی کے معنیٰ موافقت بھی ہے کہ رات کو جو بات دل میں ہوگی زبان اس کے ساتھ موافقت کرے گی کیوں کہ سکون ہوگا۔ فرمایا اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا بے شک آپ کے لیے دن میں شغل ہے لمبا۔ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے دن میں تبلیغ بھی کرنی ہے، دور دراز سے آنے والے مہمانوں کے ساتھ ملاقات بھی کرنی ہے۔ دن میں اتنا وقت نہیں مل سکتا کہ آپ نفلی نماز میں مشغول ہوں یا قرآن کریم زیادہ پڑھیں یا ذکر میں زیادہ مشغول ہوں۔ دن میں شغل طویل ہے۔ کوئی آرہا ہے، کوئی جارہا ہے۔

ذکر اللہ کی اہمیت :

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ اور ذکر کریں اپنے رب کے نام کا۔ مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم پڑھنے سے پہلے اعوذ باللہ پڑھنی ہے۔ سورۃ النحل آیت نمبر ۹۸ پارہ ۱۴ میں ہے فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ "پس جب آپ قرآن پڑھیں تو پناہ مانگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شیطان مردود سے۔" اعوذ باللہ کے بعد بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھو۔ کیوں کہ نیکی کا جو کام بسم اللہ کے بغیر پڑھا جائے اس میں برکت نہیں ہوتی۔

تو فرمایا یاد کر اپنے رب کے نام کو۔ ذکر میں اللہ تعالیٰ کا نام ہے، تیسرے کلمے کا ذکر ہے، درود شریف ہے، استغفار ہے اور سب سے بڑا ذکر قرآن شریف ہے۔ جتنے ورد

وظائف ہیں وہ قرآن کریم کے مقابلے میں نہیں ہیں۔ جتنا ہو سکے قرآن کریم پڑھو۔ اور پہلے سن چکے ہو کہ ایک آیت ترجمہ کے ساتھ پڑھنے کا ثواب ہزار نفل پڑھنے سے زیادہ ہے۔ اور حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا اذا اراد اللّٰہُ تعالیٰ بِعَبْدِہٖ خَیْرًا اِسْتَعْمَلَہٗ "جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کو کام میں لگا دیتے ہیں۔" پوچھا گیا حضرت! کس کام میں لگا دیتے ہیں؟ فرمایا نیکی کے کاموں میں رغبت زیادہ ہوتی ہے۔ روز بہ روز نیکی کا جذبہ بڑھتا جاتا ہے۔ جب ایسی حالت ہو جائے تو سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرمایا ہے۔

وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا اور یکسو ہو جائیں اللہ تعالیٰ کی طرف یکسو ہو جانا۔ اس میں آپ ﷺ کو خطاب کر کے ہمیں تمھیں سمجھایا گیا ہے کہ لات، منات، عزّیٰ الٰہ نہیں ہیں۔ الٰہ صرف رب ہی ہے۔ رب تعالیٰ کے کام رب تعالیٰ ہی کرتا ہے اور کوئی نہیں کرتا رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وہ مشرق کا رب ہے اور مغرب کا رب ہے۔ ساری کائنات کا رب وہی ہے۔ اور سبق کے طور پر یہ بات یاد رکھو! لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ نہیں ہے کوئی معبود اللہ تعالیٰ کے سوا کہ جس کو سجدہ کیا جائے۔ اس کے سوا نہ کوئی حاجت روا ہے نہ مشکل کشا ہے نہ کوئی فریادرس ہے نہ کوئی دستگیر۔ اس کے سوا نہ کوئی نذر و نیاز کے لائق ہے فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا پس آپ بنائیں اس کو کارساز۔

قرآن کریم کے جتنے تراجم ہیں ان میں بہترین ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ یہ آج سے تین سو سال پہلے کا ہے۔ اس کے اردو کے بعض الفاظ آج کل کے اردو والے نہیں سمجھتے۔ مثلاً: اُنھوں نے اَللّٰهُ الصَّمَدُ کا ترجمہ کیا ہے" نرادھار ہے۔" پُرانے اُردو دان تو اس کا معنیٰ سمجھتے ہیں نئے اُردو دان نہیں سمجھتے۔ نرادھار کا معنیٰ ہے

بے نیاز۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے اسی ترجمہ کو سامنے رکھ کر قرآن کریم کا آسان ترجمہ کیا ہے۔ ترجمہ شیخ الہند اور تفسیر عثمانی کے نام سے مشہور ہے۔ تو شاہ عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ وَكِيْلًا کا معنیٰ کرتے ہیں کارساز، کام بنانے والا۔ کام بنانے والا صرف اللہ تعالیٰ کو سمجھو۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کارساز نہیں ہے۔

تسلیٔ رسول :

کافر، مشرک آپ کے خلاف بڑی باتیں کرتے ہیں۔ مجنون کہتے ہیں، ساحر کہتے ہیں، مسحور کہتے ہیں، مفتری اور کذاب کہتے ہیں معاذ اللہ تعالیٰ، جو ان کے منہ میں آتا ہے کہتے ہیں وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ اور اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صبر کریں ان باتوں پر جو وہ کرتے ہیں وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا اور چھوڑ دیں ان کو چھوڑنا عمدگی کے ساتھ۔ یعنی ان کی کسی بات کا جواب نہ دیں۔ کیوں کہ اگر آپ بھی جواب دینا شروع کر دیں گے تو ان میں اور آپ میں فرق نہیں رہے گا۔ وہ جو کہتے ہیں کہنے دو وَذَرْنِيْ اور چھوڑ دے مجھے وَالْمُكَذِّبِيْنَ اور جھٹلانے والوں کو۔ جو قرآن کو جھٹلاتے ہیں، توحید و رسالت کو جھٹلاتے ہیں، قیامت کو جھٹلاتے ہیں، حق کو جھٹلاتے ہیں اُولِي النَّعْمَةِ نعمت والے ہیں، دولت والے ہیں اور وہ دولت بھی ہم نے ان کو دی ہے وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا اور مہلت دے ان کو تھوڑی سی۔ کتنا عرصہ کھائیں گے، پئیں گے، آرام اور نعمتوں میں رہیں گے؟ آنا تو ہماری طرف ہے اِنَّ لَدَيْنَآ بے شک ہمارے پاس اَنْكَالًا۔ اَنْكَال نِكْلٌ کی جمع ہے۔ یہ اگر ہاتھوں میں ڈالی جائیں تو ہتھکڑیاں ہیں اور پاؤں میں ڈالی جائیں تو بیڑیاں ہیں۔ تو معنیٰ ہوگا ہمارے پاس ہتھکڑیاں بھی ہیں اور بیڑیاں بھی ہیں۔ اور سورۃ الحاقہ پارہ ۲۹ میں ہے فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا

"ایسی زنجیر میں جس کی لمبائی ستر گز ہے فَاسْلُكُوْهُ اس میں جکڑ دو۔"

تو فرمایا بے شک ہمارے پاس ہتھکڑیاں اور بیڑیاں ہیں وَّجَحِیْمًا اور شعلے مارنے والی آگ ہے۔ جحیم اس آگ کو کہتے ہیں جو خوب شعلہ مارے وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ اور ہمارے پاس ایسی خوراک ہے جو گلے میں اٹکنے والی ہے۔ اگر حلق میں اٹک جائے تو آنکھیں باہر آجاتی ہیں۔ آدمی موت و حیات کی کش مکش میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ دوزخ میں جب لوگ بھوک کے غلبے کی وجہ سے مجبور ہوں گے تو ضریع خاردار جھاڑی، غسلین پیپ اور خون ملا ہوا پانی، ان کو دیا جائے گا تو وہ ان کے گلے میں اٹک جائے گا۔ کھانسی کرتے رہیں گے، تڑپتے رہیں گے نہ نیچے اُترے گا اور نہ باہر نکلے گا وَّعَذَابًا اَلِیْمًا اور ہمارے پاس دردناک عذاب ہے۔ ہم ان سے نمٹ لیں گے۔ یہ ہوگا کب؟ یَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ جس دن کانپے گی زمین۔ زمین کا کانپنا دو دفعہ ہوگا۔ ایک نفخہ اولیٰ کے وقت جب حضرت اسرافیل علیہ السلام دنیا کو فنا کرنے کے لیے صور پھونکیں گے۔ سورۃ الحج پارہ ۱۷ میں ہے اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ ۝ دوسرا زلزلہ چالیس سال بعد ہوگا جب زندہ کرنے کے لیے دوبارہ صور پھونکیں گے۔ زمین پر زلزلہ طاری ہوگا زمین پھٹے گی اور مردے باہر نکل آئیں گے وَالْجِبَالُ اور پہاڑ کانپیں گے۔ یہ مضبوط پہاڑ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِیْبًا۔ کثیب کا معنیٰ ہے ریت کا ٹیلا۔ اور ہو جائیں گے پہاڑ ریت کے ٹیلے مَّهِیْلًا پھسلنے والے (بھربھرے)۔ ان کو توڑنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ یہ ریت ہو کر خود ہی پھسلتے جائیں گے۔ جس طرح ہوا میں خاک اُڑتی ہے اسی طرح یہ اُڑتے ہوئے نظر آئیں گے۔

إِنَّآ أَرْسَلْنَآ إِلَيْكُمْ رَسُولًا ۥ شَٰهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ أَرْسَلْنَآ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا ﴿١٥﴾ فَعَصَىٰ فِرْعَوْنُ ٱلرَّسُولَ فَأَخَذْنَٰهُ أَخْذًا وَبِيلًا ﴿١٦﴾ فَكَيْفَ تَتَّقُونَ إِن كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَجْعَلُ ٱلْوِلْدَٰنَ شِيبًا ﴿١٧﴾ ٱلسَّمَآءُ مُنفَطِرٌۢ بِهِۦ ۚ كَانَ وَعْدُهُۥ مَفْعُولًا ﴿١٨﴾ إِنَّ هَٰذِهِۦ تَذْكِرَةٌ ۖ فَمَن شَآءَ ٱتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِۦ سَبِيلًا ﴿١٩﴾ إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِن ثُلُثَىِ ٱلَّيْلِ وَنِصْفَهُۥ وَثُلُثَهُۥ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ ٱلَّذِينَ مَعَكَ ۚ وَٱللَّهُ يُقَدِّرُ ٱلَّيْلَ وَٱلنَّهَارَ ۚ عَلِمَ أَن لَّن تُحْصُوهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ۖ فَٱقْرَءُوا۟ مَا تَيَسَّرَ مِنَ ٱلْقُرْءَانِ ۚ عَلِمَ أَن سَيَكُونُ مِنكُم مَّرْضَىٰ ۙ وَءَاخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِى ٱلْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِن فَضْلِ ٱللَّهِ ۙ وَءَاخَرُونَ يُقَٰتِلُونَ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ ۖ فَٱقْرَءُوا۟ مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۚ وَأَقِيمُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتُوا۟ ٱلزَّكَوٰةَ وَأَقْرِضُوا۟ ٱللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا ۚ وَمَا تُقَدِّمُوا۟ لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ ٱللَّهِ هُوَ خَيْرًا وَأَعْظَمَ أَجْرًا ۚ وَٱسْتَغْفِرُوا۟ ٱللَّهَ ۖ إِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌۢ ﴿٢٠﴾

إِنَّآ أَرْسَلْنَآ بے شک ہم نے بھیجا إِلَيْكُمْ تمھاری طرف

رَسُولًا ایک رسول شَٰهِدًا عَلَيْكُمْ گواہی دینے والا ہے تم پر كَمَآ

أَرْسَلْنَآ جیسا کہ بھیجا ہم نے إِلَىٰ فِرْعَوْنَ فرعون کی طرف رَسُولًا

رسول فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ پس نافرمانی کی فرعون نے رسول کی فَاَخَذْنٰهُ پس ہم نے پکڑا اس کو اَخْذًا وَّبِيْلًا پکڑنا سخت فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ پس تم کیسے بچو گے اِنْ كَفَرْتُمْ اگر کفر کرو گے تم يَوْمًا اُس دن سے يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ جو کر دے گا بچوں کو شِيْبًا بوڑھا السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ آسمان پھٹ جائے گا اس دن كَانَ وَعْدُهٗ ہے وعدہ اس کا مَفْعُوْلًا پورا ہو کر رہنا اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ بے شک یہ آیات نصیحت ہیں فَمَنْ شَآءَ پس جو شخص چاہے اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ بنا لے اپنے رب کی طرف سَبِيْلًا راستہ اِنَّ رَبَّكَ بے شک آپ کا رب يَعْلَمُ جانتا ہے اَنَّكَ تَقُوْمُ بے شک آپ کھڑے ہوتے ہیں اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ تھوڑا رات کی دو تہائی سے وَنِصْفَهٗ اور کبھی آدھی رات وَثُلُثَهٗ اور کبھی رات کا تیسرا حصہ وَطَآئِفَةٌ اور ایک گروہ بھی مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ان لوگوں میں سے جو آپ کے ساتھ ہیں وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ اور اللہ تعالیٰ ہی اندازہ لگاتے ہیں رات کا وَالنَّهَارَ اور دن کا عَلِمَ اللہ تعالیٰ جانتا ہے اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ کہ تم اس کو پورا نہ کر سکو گے فَتَابَ عَلَيْكُمْ پس اللہ تعالیٰ نے رجوع فرمایا تم پر فَاقْرَءُوْا پس پڑھو تم مَا وہ تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ جو آسان ہو قرآن عَلِمَ اللہ تعالیٰ جانتا ہے اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ کہ بہ تاکید ہوں گے تم میں

مَّرۡضٰی بیمار وَاٰخَرُوۡنَ اور کچھ دوسرے یَضۡرِبُوۡنَ جو چلیں گے فِی الۡاَرۡضِ زمین میں یَبۡتَغُوۡنَ جو تلاش کریں گے مِنۡ فَضۡلِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کا فضل وَاٰخَرُوۡنَ اور کچھ دوسرے یُقَاتِلُوۡنَ جو لڑیں گے فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں فَاقۡرَءُوۡا مَا پس پڑھو تم وہ تَیَسَّرَ مِنۡہُ جو آسان ہو قرآن پاک میں سے وَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ اور قائم کرو نماز وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ اور دو زکوٰۃ وَاَقۡرِضُوا اللّٰہَ اور قرض دو اللہ تعالیٰ کو قَرۡضًا حَسَنًا قرض اچھا وَمَا تُقَدِّمُوۡا اور جو آگے بھیجو گے لِاَنۡفُسِکُمۡ اپنی جانوں کے لیے مِّنۡ خَیۡرٍ بھلائی تَجِدُوۡہُ پاؤ گے تم اس کو عِنۡدَ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہُوَ خَیۡرًا وہ بہتر ہے وَّاَعۡظَمَ اَجۡرًا اور بڑا ہے اجر دینے کے اعتبار سے وَاسۡتَغۡفِرُوا اللّٰہَ اور معافی مانگو تم اللہ تعالیٰ سے اِنَّ اللّٰہَ بے شک اللہ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ بخشنے والا مہربان ہے۔

تسلیٔ رسول :

مشرکینِ مکہ شرک میں بڑے سخت تھے یہ تسلیم کرتے تھے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑے شریف النفس ہیں، نجیب الطرفین ہیں، ماں باپ کی طرف سے حسب نسب والے ہیں، سچے ہیں، امین ہیں۔ ظاہری طور پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قدر بھی کرتے تھے۔ ساری خوبیاں تسلیم کرنے کے باوجود آپ جو مسائل بیان کرتے تھے ان کا انکار کرتے تھے۔ توحید، قیامت اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا سختی سے انکار کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تسلی کے لیے فرمایا اے مکے والو! اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا بے شک ہم نے بھیجا تمھاری طرف ایک رسول شَاهِدًا عَلَيْكُمْ گواہی دینے والا ہے تم پر۔ سورۃ البقرہ پارہ ۲ میں ہے لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا "تاکہ ہو جاؤ تم لوگوں پر گواہ اور ہو جائے رسول تم پر گواہ۔" یہ اُمت پہلی اُمتوں پر گواہ ہوگی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کی صفائی دیں گے کہ میری اُمت نے گواہی صحیح دی ہے۔ مثلاً: اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام سے فرمائیں گے کہ آپ نے تبلیغ کی ہے؟ وہ عرض کریں گے کی ہے۔ ان کی قوم سے پوچھیں گے کہ تمھیں نوح علیہ السلام نے تبلیغ کی ہے؟ وہ کہیں گے ہمارے پاس کب آئے ہیں اور کب تبلیغ کی ہے؟ حضرت نوح علیہ السلام کی پوزیشن مدعی کی ہوگی اور قوم کی مدعی علیہ کی۔ اور گواہ مدعی کے ذمہ ہوتے ہیں اور قسم منکر پر آتی ہے۔

جب قوم انکار کرے گی تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے مَنْ يَّشْهَدُ لَكَ "آپ کے دعویٰ پر گواہ کون ہے؟" حضرت نوح علیہ السلام فرمائیں گے میرے گواہ محمد ﷺ اور ان کی امت ہے۔ چنانچہ اُمت گواہی دے گی نوح علیہ السلام نے تبلیغ کی ہے۔ وہ لوگ انکار کریں گے اور کہیں گے کہ ان کی گواہی نامنظور ہے کہ یہ موقع کے گواہ نہیں ہیں۔ یہ ہم سے ہزاروں سال بعد میں آئے ہیں۔ انھوں نے نوح علیہ السلام کو کب دیکھا ہے تبلیغ کرتے ہوئے۔ رب تعالیٰ اس امت سے فرمائیں گے سنتے ہو! دوسرا فریق کیا کہتا ہے۔

یہ امت کہے گی اے پروردگار! بے شک ہم سنتے ہیں مگر ہم سچے ہیں اور یقیناً سچے ہیں ہم نے آپ کے قرآن میں پڑھا ہے لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ [الاعراف:۵۹] "اور آپ کے پیغمبر نے بھی ہمیں

بتایا ہے کہ نوح علیہ السلام نے تبلیغ کا حق ادا کیا ہے۔" اگر آپ کی کتاب سچی ہے، آپ کا پیغمبر سچا ہے اور یقیناً سچے ہیں تو پھر ہم بھی سچے ہیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گواہی دیں گے کہ میری اُمت نے جو گواہی دی ہے وہ بالکل ٹھیک ہے۔

تو فرمایا بے شک بھیجا ہم نے تمھاری طرف رسول گواہی دینے والا تم پر کَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا جیسا کہ بھیجا ہم نے فرعون کی طرف رسول موسیٰ علیہ السلام۔ فرعون بھی بڑا دولت مند، ظالم، جابر اور ڈکٹیٹر تھا۔ اس نے موسیٰ علیہ السلام کی نافرمانی کی فَکَذَّبَ وَعَصٰی ﴿۲۱﴾ [سورۃ النازعات: پارہ ۳۰] "پس انھوں نے جھٹلایا اور نافرمانی کی۔" پھر ہم نے اس کا کیا حشر کیا۔ اسی طرح یاد رکھو اگر تم بھی نافرمانی کرو گے تو تمھارا حشر بھی بُرا ہوگا۔

فرمایا فَعَصٰی فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ پس نافرمانی کی فرعون نے رسول کی، موسیٰ علیہ السلام کی فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا پس ہم نے پکڑا اس کو پکڑنا سخت۔ وبیل کا معنیٰ ہے شدید۔ یعنی سخت گرفت میں لیا۔ فرعون کو موسیٰ کے سامنے غرق کیا اور اس کی لاش کو آئندہ آنے والی نسلوں کے لیے عبرت بنا دیا۔ پس تم عبرت حاصل کرو تمھاری دولت سے فرعون کی سلطنت زیادہ تھی اور اس کو بھی اپنے ملک پر بڑا غرور تھا۔ پھر اس کا کیا انجام ہوا۔ پھر فرعون کے رسول سے تمھارا رسول اشرف ہے۔ خاتم النبیین ہے، امام النبیّین ہے اگر تم نافرمانی کرو گے بدرجۂ اولیٰ اخذ وبیل میں پکڑے جاؤ گے۔ یہ تو دنیا کی بات ہے جو چند روزہ زندگی ہے فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ پس تم کیسے بچو گے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا اگر تم کفر کرو گے اُس دن سے يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا جو کر دے گا بچوں کو بوڑھا۔ شیبا شیب کی جمع ہے۔ اصل میں مضموم تھا یا کی مناسبت

سے کسرہ دیا گیا۔ وہ دن اتنا ہیبت والا اور ہولناک ہوگا کہ اس کا خوف اور ڈر بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔ یہ فرض کے طور پر فرمایا کہ اگر بچے بھی ہوں گے تو غم کے مارے بوڑھے ہو جائیں گے۔ السَّمَآءُ مُنۡفَطِرٌۢ بِهٖ آسمان پھٹ جائے گا اس دن پہلے نفخے میں اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے كَانَ وَعۡدُهٗ مَفۡعُوۡلًا ہے اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہو کر رہنا۔ رب کا وعدہ طے شدہ ہے اِنَّ هٰذِهٖ تَذۡكِرَةٌ بے شک یہ آیات نصیحت ہیں اور خیر خواہی ہیں۔ ان میں ہر طرح کی ہدایات ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا پیغمبر تمھیں سمجھا رہا ہے کہ آخرت میں تم کس طرح کامیاب ہو سکتے ہو فَمَنۡ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيۡلًا پس جو شخص چاہے بنالے اپنے رب کی طرف راستہ۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس کے پیغمبر پر ایمان لائے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے، نافرمانی سے بچے اور رب تعالیٰ کی رضا کا راستہ اختیار کرے کہ ایک دن اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا ہے۔

سورۃ کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ نے رات کو قیام کا حکم دیا اور تہجد کی نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر ایک سال تک فرض رہی ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سورۃ کے پہلے رکوع اور دوسرے رکوع کے درمیان بارہ مہینے کا وقفہ ہے۔ دوسرا رکوع نازل ہوا تو فرضیت ختم کر دی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے بھی۔ اور استحباب باقی رہا۔ تمام نفلی نمازوں میں تہجد کا درجہ بہت زیادہ ہے۔

نمازِ تہجد کی فضیلت :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ رَبَّكَ يَعۡلَمُ بے شک آپ کا رب جانتا ہے اَنَّكَ تَقُوۡمُ اَدۡنٰى مِنۡ ثُلُثَىِ الَّيۡلِ بے شک آپ کھڑے ہوتے ہیں تھوڑا رات کی دو تہائی سے

وَنِصْفَهٗ اور کبھی آدھی رات وَثُلُثَهٗ اور کبھی رات کا تیسرا حصہ۔ اور صرف آپ ﷺ ہی قیام نہیں کرتے بلکہ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ایک گروہ بھی ان لوگوں میں سے جو آپ کے ساتھ ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی دو تہائی، کبھی نصف رات اور کبھی ایک تہائی رات قیام کرتے تھے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ تہجد کی نماز میں اتنا لمبا قیام کرتے تھے کہ آپ ﷺ کے پاؤں مبارک سوج جاتے تھے اور یہی حال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تھا۔ بعض اوقات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس فکر میں ساری ساری رات جاگتے رہتے تھے کہ کہیں دو تہائی یا نصف یا تہائی کے قیام سے محروم نہ رہ جائیں۔ کیوں کہ اس وقت گھڑیاں ہوتی نہیں تھیں تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اور اللہ تعالیٰ ہی اندازہ لگاتے ہیں رات کا اور دن کا۔ وہ حقیقتاً رات اور دن کی مقدار کو جانتا ہے اور تم نے تو سوچنا ہے اور اجتہاد کرنا ہے اس میں غلطی لگ سکتی ہے۔ گھڑیاں تو اس وقت ہوتی نہیں تھیں۔

عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم اس کو پورا نہ کر سکو گے۔ اتنا لمبا عرصہ قیام ہر شخص کے بس کی بات نہیں ہے۔ بعد میں اس کی وجوہات بھی بیان فرما دیں کہ جن کی وجہ سے یہ کام مشکل ہے۔ لہٰذا فرمایا فَتَابَ عَلَيْكُمْ پس اللہ تعالیٰ نے رجوع فرمایا تم پر، مہربانی فرمائی اور قیام میں تخفیف کر دی گئی۔ اور فرضیت منسوخ کر دی فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ پس پڑھو تم وہ جو آسان ہو قرآن سے۔ مراد اس قرآن پڑھنے سے تہجد پڑھنا ہے کہ اس میں قرآن پڑھا جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اب تہجد کی فرضیت منسوخ ہو گئی ہے اب جس قدر آسان ہو بطور مستحب کے پڑھ لیا کرو۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال :

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کریمہ سے یہ استدلال کیا ہے کہ نماز میں مطلق قرأت فرض ہے سورۃ فاتحہ کا پڑھنا فرض نہیں ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جو قرآن کریم سے آسان ہو پڑھ لو۔ یہ مطلق نماز کی بات ہے۔ امام کے پیچھے قرأت کرنے سے سورۃ الاعراف آیت نمبر ۲۰۴ میں منع فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ "اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگائے رہو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔" یعنی جب امام قرأت کر رہا ہو تو اس وقت مقتدیوں کا وظیفہ یہ ہے کہ وہ توجہ کے ساتھ سنیں اور خود خاموش رہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے اس کے منہ میں پتھر ڈالنے چاہئیں۔ [مؤطا امام محمد: ص ۹۸]

اور حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے اس کے منہ میں چنگاری ڈال دوں۔ [جزاء القراۃ: صفحہ ۱۱] (مزید تفصیل کے لیے حضرت کی کتاب احسن الکلام کا مطالعہ کریں۔ مرتب)

تو فرمایا پس پڑھو تم قرآن سے جو آسان ہو۔ آگے اللہ تعالیٰ نے تہجد کی فرضیت منسوخ ہونے کی وجوہ بیان فرمائی ہیں۔

نمازِ تہجد کی فرضیت کے منسوخ ہونے کی وجوہات :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ بہ تاکید ہوں گے تم میں بیمار۔ اگر تہجد فرض ہو تو بیمار آدمی تو بڑی مشقت میں مبتلا ہو گا کیوں کہ بیماری تو آدمی کے بس کی بات نہیں ہے اور عَلِمَ کے بعد جو اَنْ ہے یہ ناصبہ نہیں

ہے بلکہ مخففہ من المثقلہ ہے۔

تہجد کے منسوخ ہونے کی دوسری وجہ۔فرمایا وَاٰخَرُوْنَ یَضْرِبُوْنَ فِی الْاَرْضِ اور کچھ دوسرے جو چلیں گے زمین میں یَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ جو تلاش کریں گے اللہ تعالیٰ کا فضل۔تجارت کے لیے سفر کرنا،علم کے لیے سفر کرنا ہے۔اگر تہجد فرض ہو تو مسافر مشقت میں مبتلا ہو جائیں گے۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے تخفیف پیدا کر دی۔

تیسری وجہ: وَاٰخَرُوْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اور کچھ دوسرے جو لڑیں گے اللہ تعالیٰ کے راستے میں۔اس وقت تو جہاد فرض نہیں ہوا تھا مگر بتا دیا گیا کہ جہاد بھی پیش آنے والا ہے۔تو جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کریں گے،قتال کے لیے نکلیں گے تہجد کا پڑھنا ان کے لیے مشکل امر ہوگا اس لیے تخفیف کر دی گئی۔اسلام ایک انقلابی دین ہے اس میں جہاد فرض ہے۔اس لیے کہ اس کے بغیر عقائد کی درستی اور امن و امان قائم نہیں ہو سکتا۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَقَاتِلُوْھُمْ حَتّٰی لَا تَکُوْنَ فِتْنَۃٌ "اور لڑو تم ان کے ساتھ یہاں تک کہ شرک نہ رہے۔" اور ابوداؤد شریف میں روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا اَلْجِھَادُ مَاضٍ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ "جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔" اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے جو قوم جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ دیتی ہے اللہ تعالیٰ اس قوم پر ذلت مسلط کر دیتے ہیں۔

تو خیر اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ تم میں بیمار بھی ہوں گے اور مسافر بھی،جنھوں نے روزی کی تلاش کے لیے سفر کرنا ہے اور علم کے لیے سفر کرنا ہے اور مجاہد بھی ہوں گے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑنا ہے۔تو ان کے لیے شب بیداری پر عمل کرنا مشکل ہوگا اس لیے تخفیف فرما دی اور فرمایا فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنْہُ پس پڑھ لو تم جو آسان ہو قرآن

سے۔ اپنی جان کو زیادہ تکلیف میں ڈالنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں فرض نماز اہتمام کے ساتھ پڑھتے رہو۔ فرمایا وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اور قائم کرو نماز کو ہر حالت میں یہ معاف نہیں ہے وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ اور ادا کرو زکوٰۃ۔ جو آدمی صاحبِ نصاب ہے اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔ یہ مالی فریضہ ہے۔ سونے چاندی میں سے چالیسواں حصہ ہے۔ پانچ اُونٹوں میں ایک بکری زکوٰۃ میں دینی ہے۔ تیس گائے بھینس ہیں تو گائے یا بھینس کا ایک سال کا بچہ دینا ہے۔ بھیڑ بکریاں ہیں تو چالیس میں ایک بکری دینی ہے۔

نماز اور زکوٰۃ کے حکم کے بعد فرمایا وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا اور قرض دو اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض۔ پورے اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق خرچ کرنا ہی قرض حسنہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کو قرض سے اس لیے تعبیر کیا کہ جس طرح تم کسی کو قرض دو تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ استعمال کے بعد واپس دے گا اسی طرح اللہ تعالیٰ کے راستے میں جو خرچ کیا جائے گا اس کا بدلہ ضرور ملے گا بلکہ کئی گنا زیادہ ملے گا۔

سورۃ بقرہ آیت نمبر ۲۴۵ میں ہے مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً "کون ہے وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کو قرض دے اچھا قرض پس اللہ تعالیٰ اس کے لیے دُگنا کر دے گا کئی گنا۔" اور یاد رکھو! تمھاری کوئی نیکی ضائع نہیں ہوگی۔ فرمایا وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ اور جو آگے بھیجو گے اپنی جانوں کے لیے بھلائی تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ پاؤ گے تم اس کو اللہ تعالیٰ کے ہاں هُوَ خَيْرًا وہ بہتر ہے۔ خَيْرًا مفعول ثانی ہے تَجِدُوْهُ کا اور هُوَ تاکید ہے یا بدل ہے۔ اور بعض نے رفع کے ساتھ مبتدا خبر بھی بنایا ہے وَّاَعْظَمَ اَجْرًا اور بڑا ہے اجر دینے کے اعتبار

سے۔ایک کے بدلے کم از کم دس دیتا ہے اور فی سبیل اللہ کی مد میں کم از کم ایک بدلے میں سات سو دیتا ہے۔فرمایا وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰہَ اور معافی مانگو تم اللہ تعالیٰ سے۔کیوں کہ انسان جو بھی نیکی کرتا ہے اس میں کوئی نہ کوئی خامی رہ جاتی ہے لہٰذا استغفار کرو تا کہ اللہ تعالیٰ کوتاہیاں معاف کردے اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ بے شک اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

تفسير

سُوۡرَةُ المُدَّثِّرِ

(مکمل)

جلد ۲۰

آیاتہا ۵۶ ۷۴ سُوْرَۃُ الْمُدَّثِّرِ مَكِّيَّةٌ ۴ رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۙ﴿۱﴾ قُمْ فَاَنْذِرْ ۙ﴿۲﴾ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۙ﴿۳﴾ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۙ﴿۴﴾ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۙ﴿۵﴾ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۙ﴿۶﴾ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ؕ﴿۷﴾ فَاِذَا نُقِرَ فِى النَّاقُوْرِ ۙ﴿۸﴾ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ۙ﴿۹﴾ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ ﴿۱۰﴾ ذَرْنِىْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ۙ﴿۱۱﴾ وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ۙ﴿۱۲﴾ وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا ۙ﴿۱۳﴾ وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا ۙ﴿۱۴﴾ ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ ۙ﴿۱۵﴾ كَلَّا ؕ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا ؕ﴿۱۶﴾ سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ؕ﴿۱۷﴾ اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ۙ﴿۱۸﴾ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۙ﴿۱۹﴾ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۙ﴿۲۰﴾ ثُمَّ نَظَرَ ۙ﴿۲۱﴾ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ۙ﴿۲۲﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ۙ﴿۲۳﴾ فَقَالَ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ۙ﴿۲۴﴾ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ؕ﴿۲۵﴾ سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ ﴿۲۶﴾ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ؕ﴿۲۷﴾ لَا تُبْقِىْ وَلَا تَذَرُ ۚ﴿۲۸﴾ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ۚ﴿۲۹﴾

يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ اے کپڑا اوڑھنے والے قُمْ آپ کھڑے ہوں فَاَنْذِرْ پس لوگوں کو ڈرائیں وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ اور اپنے رب کی بڑائی بیان کریں وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ اور اپنے کپڑوں کو پس پاک رکھیں وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ اور بت پرستی سے دور رہیں وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ اور

کسی پر احسان نہ کر کہ تم اس سے زیادہ حاصل کرو وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ اور
اپنے رب کے لیے پس صبر کریں فَاِذَا نُقِرَ پس جس وقت بجائی جائے گی
فِي النَّاقُوْرِ بجنے والی فَذٰلِكَ پس وہ دن يَوْمَئِذٍ اس دن
يَوْمٌ عَسِيْرٌ سخت دن ہوگا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ کافروں کے
لیے آسان نہیں ہوگا ذَرْنِيْ چھوڑ دے مجھے وَمَنْ اور اس کو
خَلَقْتُ وَحِيْدًا جس کو میں نے پیدا کیا اکیلا وَّجَعَلْتُ لَهٗ اور بنایا ہے میں
نے اس کے لیے مَالًا مَّمْدُوْدًا مال لمبا چوڑا وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا اور
بیٹے حاضر وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا اور تیار کیا میں نے اس کے لیے تیار کرنا
ثُمَّ يَطْمَعُ پھر وہ طمع کرتا ہے اَنْ اَزِيْدَ کہ میں زیادہ دوں گا كَلَّا
ہرگز نہیں اِنَّهٗ كَانَ بے شک ہے وہ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا ہماری آیتوں کے
ساتھ عناد رکھتا سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا عنقریب میں اس کو چڑھاؤں گا پہاڑی
پر اِنَّهٗ فَكَّرَ بے شک اس نے فکر کیا وَقَدَّرَ اور اندازہ لگایا
فَقُتِلَ پس یہ تباہ کر دیا جائے كَيْفَ قَدَّرَ کیسا اندازہ لگایا ثُمَّ قُتِلَ
پھر تباہ کر دیا جائے كَيْفَ قَدَّرَ کیسا اندازہ لگایا اس نے ثُمَّ نَظَرَ
پھر اُس نے دیکھا ثُمَّ عَبَسَ پھر اس نے منہ بنایا وَبَسَرَ اور بہت
زیادہ منہ چڑھایا ثُمَّ اَدْبَرَ پھر اس نے پشت پھیری وَاسْتَكْبَرَ
تکبر کیا فَقَالَ پس اس نے کہا اِنْ هٰذَآ نہیں ہے یہ قرآن اِلَّا

سِحۡرٌ یُّؤۡثَرُ مگر جادو جو نقل ہوتا چلا آرہا ہے اِنۡ ھٰذَاۤ نہیں ہے یہ قرآن اِلَّا قَوۡلُ الۡبَشَرِ مگر آدمی کی بات سَاُصۡلِیۡهِ سَقَرَ عنقریب میں اس کو داخل کروں گا سقر میں وَمَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا سَقَرُ اور آپ کو کس نے بتلایا کہ سقر کیا ہے لَا تُبۡقِیۡ نہ باقی رکھتی ہے وَلَا تَذَرُ اور نہ چھوڑتی ہے لَوَّاحَةٌ لِّلۡبَشَرِ وہ جھلس دینے والی ہے چمڑوں کو۔

نام وکوائف :

اس سورۃ کا نام سورۃ المدثر ہے۔ مُدَّثِّر اصل میں مُتَدَثِّر تھا۔ عربی گرائمر کے لحاظ سے تا کو دال کیا پھر دال کا دال میں ادغام کیا تو مُدَّثِّرۡ ہوگیا۔ اس کا معنیٰ ہے کپڑا اوڑھنے والا۔ کپڑا گرم ہو یا سرد یا کمبل ہو، جس طرح کا بھی ہو۔ نزول کے اعتبار سے اس سورۃ کا چوتھا نمبر ہے۔ اس سے پہلے تین سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اور موجودہ ترتیب کے لحاظ سے چوہترواں [۷۴] نمبر ہے۔ اس کے دو رکوع اور چھپن آیات ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کمبل اوڑھے ہوئے سو رہے تھے، آرام فرما رہے تھے کہ اسی حالت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ پیغام نازل ہوا یٰۤاَیُّهَا الۡمُدَّثِّرُ اے کپڑا اوڑھ کر سونے والے آپ کا کام سونا نہیں سوئے ہوؤں کو جگانا ہے قُمۡ آپ کھڑے ہوں فَاَنۡذِرۡ پس آپ ڈرائیں لوگوں کو خواب غفلت سے ان کو بیدار کریں وَرَبَّكَ فَكَبِّرۡ اور اپنے رب کی بڑائی بیان کریں۔ اَللّٰهُ اَكۡبَرُ كَبِيۡرًا وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ كَثِيۡرًا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثرت سے پڑھتے تھے۔ عرب کے مشرک جب صبح کو اُٹھتے تھے تو کوئی لات کو پکارتا تھا، کوئی عزیٰ کو، کوئی منات کو پکارتا تھا، کوئی کسی کو، کوئی کسی کو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں اٹھنے کی بھی دعا بتلائی اور سونے کی بھی۔ اُٹھنے کی دعا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ "تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے ہمیں نیند کے بعد بیدار کیا اور ایک وقت آئے گا اُٹھ کر اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیش ہوں گے۔" سوتے وقت کی دعا ہے اَللّٰھُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْیَا "اے اللہ! آپ کے نام کے ساتھ ہی سوتا ہوں اور آپ کے نام کے ساتھ ہی اُٹھوں گا۔"

اپنی چادر اور شلوار ٹخنوں سے نیچے لٹکانا حرام ہے :

تو فرمایا آپ اپنے رب کے نام کی بڑائی بیان کریں وَثِیَابَكَ فَطَهِّرْ اور اپنے کپڑوں کو پس پاک رکھیں۔ اس کا ایک معنیٰ یہ بھی کرتے ہیں کہ کپڑے زمین پر گھسیٹتے ہوئے نہ پھریں۔ جیسے آج کل بعض نادان قسم کے لوگ اپنی چادر، شلوار زمین پر گھسیٹتے پھرتے ہیں۔ اس کا اُس وقت بھی رواج تھا۔ اور مسئلہ یہ ہے کہ یہ حرام ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سُبُلِ الْاِزَارِ فِی النَّارِ "لنگی چادر ٹخنوں سے نیچے ہوگی تو بندہ سیدھا جہنم میں جائے گا۔" یہ بخاری شریف کی روایت ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ تکبر کی نیت سے ایسا کرے تو حرام ہے اور تکبر کی نیت سے نہ کرے تو مکروہ تنزیہی ہے۔ ان لوگوں کو اس روایت سے دھوکا ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مَنْ جَرَّ ثَوْبَهٗ خُیَلَاءَ [بخاری، رقم: ۳۶۶۵] "جس شخص نے اپنا کپڑا زمین پر تکبر کرتے ہوئے لٹکایا۔" یہ حدیث صحیح ہے۔ اس روایت سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سمجھا کہ اگر تکبر کی نیت سے کرے تو پھر حرام ہے۔ اگر تکبر کی نیت سے نہ کرے تو پھر مکروہ تنزیہی ہے۔ لیکن امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دونوں صورتوں میں حرام ہے۔ تکبر

کی نیت کرے یا نہ کرے۔ کیوں کہ ابوداؤد شریف میں روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا فَاِنَّهَا مِنَ الْمَخِيلَةِ [ابوداود، رقم: ۴۰۸۴] "کپڑے کا ٹخنوں سے نیچے لٹکانا مردوں کے لیے تکبر ہے۔" اور نماز میں اس کا بہت زیادہ خیال رکھنا چاہیے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک آدمی نے آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔ آپ ﷺ نے اسے فرمایا کہ جا کر وضو بھی کر اور نماز بھی پڑھ۔ اس نے کہا حضرت! میں نے وضو کے ساتھ آپ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ فرمایا نہیں تمھاری نماز نہیں ہوئی۔ حضرت! مجھے غلطی بتلا دیں۔ فرمایا اَسْبَلْتَ اِزَارَكَ "تمھاری چادر ٹخنوں سے نیچے تھی۔" لہٰذا تیرا وضو بھی نہیں اور نماز بھی نہیں ہے۔ یہ ابوداؤد کی صحیح روایت ہے۔ اور یہ معنیٰ بھی کرتے ہیں کہ تقویٰ کا لباس اختیار کرو۔ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۲۶ میں ہے وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ "اور تقویٰ کا لباس ہی بہتر ہے۔" ایک ظاہری لباس ہے اور ایک تقوے کا لباس ہے۔

تو رب تعالیٰ تقوے کے لباس کے متعلق فرماتے ہیں۔ تقوے کا لباس اختیار کرو

وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ۔ رُجْزَ کا معنیٰ ہے بت پرستی۔ پس آپ بت پرستی سے دور رہیں۔ جیسے پہلے آپ اس کے قریب نہیں گئے اب بھی قریب نہ جائیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے معاذ اللہ تعالیٰ کہ آپ پہلے بت پرستی کرتے تھے اور اب حکم ہو رہا ہے کہ چھوڑ دیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پیغمبر پیدائشی طور پر ہی مومن اور موحد ہوتا ہے۔

مکہ مکرمہ شہر کے قریب ایک جگہ تھی بلطہ۔ اب وہ شہر میں آ گئی ہے۔ وہاں لوگ بھنڈارہ [چڑھاوا] کرتے تھے۔ انھوں نے گوشت آپ ﷺ کو بھیج دیا کہ آپ قریب محلے میں رہتے تھے۔ آپ ﷺ نے وہ گوشت واپس بھیج دیا اور فرمایا غیر اللہ کے نام پر

ذبح کیے ہوئے جانور کا گوشت میں لینے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ یہ نبوت ملنے سے پہلے کا واقعہ ہے۔

تو فرمایا جیسے آپ پہلے ان کے قریب نہیں گئے آئندہ بھی نہیں جانا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خطاب کر کے ہمیں سمجھایا جا رہا ہے کہ بت پرستی کو چھوڑے رکھیں۔

وَلَا تَمۡنُنۡ اور کسی پر احسان نہ کر تَسۡتَكۡثِرُ کہ تم اس سے زیادہ حاصل کرو۔ مطلب یہ ہے کہ تم کسی کو دس روپے کا تحفہ اس نیت سے بھیجو کہ وہ لازماً مجھے پندرہ روپے کا بھیجے گا۔ یہ مذموم ہے۔ اگر کسی کو تحفہ بھیجو تو اس ارادے سے بھیجو کہ نیک آدمی ہے، ساتھی ہے اس کا حق ادا ہو جائے گا۔ لینے کی نیت نہ کرو۔

یہ شادیوں کے موقع پر جو نیوتہ بعض علاقوں میں نیوندرہ کہتے ہیں یہ بالکل حرام ہے۔ وہ لوگ کاپیوں پر باقاعدہ نام، رقم درج کرتے ہیں۔ اور اپنی شادی کے موقع پر اگر رقم تھوڑی واپس آئے تو لڑتے ہیں کہ ہم نے اتنے دیئے تھے تم اتنے ہی واپس دے رہے ہو۔ تو یہ بالکل حرام ہے۔ ہاں! کسی کے لڑکے لڑکی کی شادی کے موقع پر امداد کرنا چاہتے ہو کیوں کہ ایسے موقع پر خرچے کافی ہوتے ہیں امداد کر دو لینے کی نیت نہ کرو تو ٹھیک ہے۔

تو فرمایا کسی پر احسان نہ کرو کہ تم اس سے زیادہ وصول کرو وَلِرَبِّكَ فَاصۡبِرۡ اور اپنے رب کے لیے پس آپ صبر کریں۔ بڑی تکلیفیں آئیں گی دین کے سلسلے میں۔

نفخۂ ثانیہ کا ذکر :

فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ پس جس وقت بجائی جائے گی بجنے والی (حضرت نے سپیکر کو بجا کر دکھایا کہ یہ نقر ہے۔) یہ جو میں کھڑکاتا ہوں وہ بجنے والی چیز بگل ہے، صور

ہے، جس میں حضرت اسرافیل علیہ السلام پھونک ماریں گے ساری دنیا فنا ہو جائے گی۔ دوسری دفعہ پھونکیں گے ساری دنیا اُٹھ کھڑی ہوگی۔

تو نقر کے لفظی معنیٰ ہے بجانا، پھونکنا۔ اور ناقور کا معنیٰ ہے بجنے والی۔ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ پس وہ دن بڑا سخت دن ہوگا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ کافروں کے لیے آسان نہیں ہوگا۔ وہ دن فی نفسہ بڑا سخت ہوگا۔ پچاس ہزار سال کا لمبا دن اور ایسا ہولناک دن ہوگا کہ ماں بچے کو دودھ پلانے سے غافل ہو جائے گی۔ ڈر کی وجہ سے حاملہ عورتوں کے حمل گر جائیں گے۔ اس کی شدت سے لوگ بے ہوشی کی حالت میں ہوں گے۔ سورۃ الحج آیت نمبر ۲ پارہ ۱۷ وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى "اور تو دیکھے گا لوگوں کو نشے کی حالت میں حالانکہ وہ نشے کی حالت میں نہیں ہوں گے وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ لیکن اللہ تعالیٰ کا عذاب بڑا سخت ہوگا" تو فرمایا وہ دن بڑا سخت ہوگا کافروں کے لیے آسان نہیں ہوگا۔ اگلی آیات میں ایک خاص واقعہ کا ذکر ہے۔

ایک خاص واقعہ :

وہ قصہ اس طرح ہے کہ مکہ مکرمہ میں ایک بڑا رئیس آدمی تھا۔ ولید بن مغیرہ اس کا نام تھا۔ مشہور صحابی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سیف من سیوف اللہ کا والد تھا۔ مکہ مکرمہ میں اس سے بڑا مال دار کوئی نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو تیرہ بیٹے دیئے تھے۔ خود اس کی صحت ایسی تھی کہ بیٹوں میں بیٹھا ہوتا تو یہ نہیں پتا چلتا تھا کہ ان کا بھائی ہے یا باپ ہے۔ اور نوکر چاکر بھی کافی تھے۔ مختلف محلوں میں مختلف جنس کی دکانیں تھیں۔ کسی محلے میں منیاری کی، کسی محلے میں کریانے کی، کسی میں کپڑے کی۔ بڑا وسیع کاروبار تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیال فرمایا کہ اس کے تیرہ بیٹے ہیں اور نوکر چاکر بھی کافی

ہیں اور لوگوں کی آمد و رفت بھی اس کے پاس کافی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت دے دے تو ہو سکتا ہے اس کی وجہ سے اس کے بیٹے صحیح ہو جائیں اور نوکر چاکر اور اس کے دوست احباب بھی ہدایت قبول کر لیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چند ساتھیوں کے ہمراہ اس کے پاس تشریف لے گئے۔ ولید بن مغیرہ تھا اور چند آدمی اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ کوئی زیادہ رش نہیں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے ادب و احترام کے ساتھ اس کے سامنے قرآن کریم کی تلاوت کی اور اس کو دعوت دی۔ عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ بڑا تھا۔ آپ نے فرمایا چچا جان! آپ اچھے بھلے سمجھ دار آدمی ہیں۔ دیکھو! رب تعالیٰ نے آپ کو دولت سے نوازا ہے اور جوان سال صحت مند بیٹے عطا فرمائے ہیں۔ نوکر چاکر ہیں، بڑی عزت عطا فرمائی ہے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ یہ عزت دنیا میں بھی برقرار رہے اور اگلے جہان میں بھی عزت پائیں تو میرا کلمہ پڑھ لیں۔ اگلے جہان میں اس سے زیادہ عزت ہوگی۔ کیوں کہ آپ کی اولاد زیادہ ہے اس کی نیکیاں بھی آپ کو ملیں گی۔

شریعت نے اولاد کی کثرت کی ترغیب اسی لیے دی ہے کہ اولاد زیادہ ہوگی۔ جتنی وہ نیکیاں کرے گی ان نیکیوں کا جتنا اجر انہیں ملے گا اتنا ماں باپ کو بھی ملے گا۔ وہ نیت کریں یا نہ کریں۔ اس لیے کہ ان کی اولاد ہے۔ پہلے زمانے میں لوگ اولاد اس لیے طلب کرتے تھے کہ وہ نیکیاں کرے گی ان کی نیکیوں کا ثواب ہمیں بھی ملے گا۔ اور آج کل لوگ اولاد اس لیے مانگتے ہیں کہ جب ہم بوڑھے ہوں گے تو ہمیں کما کر کھلائیں گے۔ پھر کھاتے جوتے ہیں۔ مار پڑتی ہے خوب بنا کر۔ کیوں کہ ہماری نیت ہی بُری اور فاسد ہوتی ہے۔ اس کا پھل بھی تو کچھ ملنا ہے۔ اچھا درخت ہو تو اچھا پھل ملے گا۔ بُرے درخت کے ساتھ بُرا پھل لگے گا۔

جب آپ ﷺ نے اس کو قرآن سنایا اور دعوت دی تو اس نے کہا اچھا میں سوچ کر بتاؤں گا۔ چند دن کی مہلت دے دیں پھر میں اپنا فیصلہ تمھیں سناؤں گا۔ پھر اس نے فیصلہ کیا سنایا؟ اس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔ کہنے لگا میں نے غور و فکر کیا ہے اور اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ یہ قرآن جادو ہے جو نقل ہوتا چلا آ رہا ہے۔ اس کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا چھوڑ دے مجھے اور اس کو جس کو میں نے پیدا کیا ہے اکیلا۔ جب ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا تو اکیلا تھا، نہ ساتھ بیٹے تھے نہ بیٹیاں تھیں نہ نوکر چاکر تھے۔ خالق بھی میں اکیلا ہوں اور یہ بھی اکیلا پیدا ہوا تھا وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا اور بنایا ہے میں نے اس کے لیے مال لمبا چوڑا وَّبَنِیْنَ شُهُوْدًا۔ شهود شاهد کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے حاضر بیٹے۔ اس کے پاس حاضر رہتے تھے۔ معنیٰ ہوگا اور بیٹے حاضر ہونے والے مجلس میں۔ کیوں کہ آمدنی بہت تھی ان کو باہر جا کر کمانے کی ضرورت نہیں تھی۔ تیرہ بیٹے تھے ان تیرہ میں سے تین کو اللہ تعالیٰ نے اسلام اور ایمان کی توفیق عطا فرمائی۔ باقی سارے باپ کی طرح کفر پر مرے۔ وہ تین یہ ہیں: ایک خالد بن ولید مشہور جرنیل رضی اللہ عنہ جو سَیْفٌ مِّنْ سُیُوْفِ اللہ تھے۔ دوسرے ہشام بن ولید رضی اللہ عنہ اور تیسرے ولید بن ولید رضی اللہ عنہ۔ آخری دو جب مسلمان ہوئے تو باپ نے بڑی سختی کی اور بھائیوں نے بھی ان کو ہتھکڑیاں اور بیڑیاں ڈال دیں، بھوکا پیاسا رکھا، بڑی تکلیفیں دیں۔

احادیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کافی عرصہ تک فجر کی نماز میں ان کی رہائی کے لیے قنوت نازلہ پڑھتے رہے اَللّٰهُمَّ اَنْجِ وَلِیْدَ بْنَ ولید و عباس بن ربیعه و هشام بن سلمة وَ الْمُسْتَضْعَفِیْنَ۔ بخاری شریف کی روایت ہے۔

"پروردگار! ان کو ظالموں سے نجات عطا فرما۔ ان پر اتنے مظالم کیے گئے کہ ان کے لیے نمازوں میں دعائیں ہوتی تھیں۔" حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ۸ھ سے پہلے ہی مسلمان ہو گئے تھے۔ اس وقت مسلمانوں کے پاس اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے قوت تھی ابتدائی دور والا ڈر نہیں تھا۔

تو فرمایا بنایا میں نے اس کے لیے مال بڑا لمبا چوڑا اور بیٹے حاضر رہنے والے وَمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا اور تیار کیا میں نے اس کے لیے تیار کرنا۔ دنیا سامان، کاروبار، دکانیں، تجارت آگے مزید کمانے کے لیے ثُمَّ يَطْمَعُ پھر وہ طمع کرتا ہے اَنْ اَزِيْدَ کہ میں اس کو زیادہ دوں گا۔ مال ایسی چیز ہے کہ اس سے لالچی کی آنکھ نہیں بھرتی كَلَّا ہرگز نہیں ہوگا ایسا کہ اب میں اس کے لیے نعمتوں کو بڑھاؤں گا۔ پھر اس کو مال اور اولاد میں خسارہ ہوتا رہا یہاں تک کہ مر گیا۔

اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا بے شک وہ ہماری آیتوں کے ساتھ عناد رکھتا ہے، دشمنی کرتا ہے سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا۔ صعود دوزخ میں ایک پہاڑی ہے دشوار گزار۔ مجرم آگ میں جلتا جائے گا اور اس پر چڑھتا جائے گا۔ جس وقت چوٹی پر پہنچے گا فرشتوں کو حکم ہوگا اس کو پکڑ کر نیچے گرا دو۔ پھر حکم ہوگا اُوپر چڑھ۔ معنیٰ ہوگا عنقریب میں اس کو چڑھاؤں گا پہاڑی پر۔ اور یہ معنیٰ بھی کرتے ہیں کہ روز بہ روز عذاب بڑھتا جائے گا فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا [سورۃ النبا: پارہ ۳۰] "پس چکھو تم عذاب کا مزہ پس ہم نہیں زیادہ کریں گے تمھارے لیے مگر عذاب۔" کافروں کے لیے عذاب روز بہ روز بڑھتا جائے گا۔ جس طرح مومنوں کے لیے خوشیاں بڑھتی جائیں گی۔

فرمایا اِنَّهٗ فَكَّرَ بے شک اس نے فکر کیا وَقَدَّرَ اور اندازہ لگایا قرآن

پاک کے بارے میں فیصلے کا فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ پس تباہ کر دیا جائے کیسا اندازہ لگایا ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ پھر تباہ کیا جائے کیسا اندازہ لگایا اس نے ثُمَّ نَظَرَ پھر اس نے دیکھا کہ فیصلہ سننے کے لیے مکے کے لوگ آگئے ہیں کہ آج ولید بن مغیرہ نے قرآن پاک کے بارے میں اپنی رائے دینی ہے۔ کافی بڑا مجمع تھا۔ اس نے نظر جمائی کہ کون کون لوگ آئے ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تشریف فرما تھے ثُمَّ عَبَسَ پھر اس نے منہ بنایا جیسے کوئی آدمی ناراض ہو تو بناتا ہے وَبَسَرَ اور زیادہ منہ بنایا۔ خوب بُرا منہ بنایا ناراضگی سے ثُمَّ اَدْبَرَ پھر اس نے پشت پھیری آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف وَاسْتَكْبَرَ اور اس نے تکبر کیا حق کو قبول کرنے سے اور فیصلہ سنایا فَقَالَ پس اس نے کہا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ نہیں ہے یہ قرآن مگر جادو جو نقل ہوتا چلا آرہا ہے۔ یہ اس نے فیصلہ سنایا کہ پہلے بھی جادو ہوتے تھے یہ بھی جادو ہے اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ نہیں ہے یہ قرآن مگر آدمی کی بات۔ بشر کا بنایا ہوا قول ہے یہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں ہے خود گھڑ کر لایا ہے۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ میں اس کو داخل کروں گا سقر میں۔ دوزخ کے طبقوں میں سے ایک سقر ہے جس میں متکبرین جلیں گے وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ اور آپ کو کس نے بتلایا کہ سقر کیا ہے لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ نہ باقی رکھتی ہے کسی فرد کو، مجرموں کے افراد میں سے کسی فرد کو چھوڑے گی نہیں۔ وَلَا تَذَرُ کا معنیٰ ہے کہ کسی آدمی کے اعضاء میں سے کسی عضو کو نہیں چھوڑے گی سب کو عذاب ہوگا لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ اور وہ جھلس دینے والی ہے چمڑوں کو۔ آگ کے شعلوں سے سارا چمڑا اُتر جائے گا جیسے پانی گرم کر کے مرغوں کی کھال اُتارتے ہیں۔ پھر نئے چمڑے پہنا دیئے جائیں گے۔

سورۃ النساء آیت نمبر ۵۶ میں ہے جب بھی ان کی کھالیں جل جائیں گی ہم ان کے لیے دوسری کھالیں تبدیل کر دیں گے تا کہ وہ عذاب چکھیں۔ ایک لمحے میں خدا جانے کتنی مرتبہ چمڑے بدلے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے عذاب سے بچائے اور محفوظ رکھے۔

آمین!

عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴿٣٠﴾ وَمَا جَعَلْنَآ أَصْحٰبَ النَّارِ إِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۙ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ إِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا إِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ أَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۚ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ ۚ وَمَا هِيَ إِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ﴿٣١﴾ ع ۱۵

عَلَيْهَا مقرر ہیں اس جہنم پر تِسْعَةَ عَشَرَ انیس فرشتے وَمَا جَعَلْنَآ اور نہیں بنائے ہم نے أَصْحٰبَ النَّارِ دوزخ کے نگران إِلَّا مَلٰٓئِكَةً مگر فرشتے وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اور نہیں بنائی ہم نے ان کی تعداد إِلَّا فِتْنَةً مگر آزمائش لِّلَّذِيْنَ ان لوگوں کے لیے كَفَرُوْا جنھوں نے کفر کیا لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ تاکہ یقین کرلیں وہ لوگ أُوْتُوا الْكِتٰبَ جن کو دی گئی کتاب وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اور تاکہ زیادہ کرلیں وہ لوگ اٰمَنُوْٓا جو ایمان لائے إِيْمَانًا ایمان کو وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اور نہ شک کریں وہ لوگ۔ أُوْتُوا الْكِتٰبَ جن کو دی گئی کتاب وَالْمُؤْمِنُوْنَ اور ایمان والے وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ اور تاکہ کہیں وہ لوگ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ جن کے دلوں میں بیماری ہے وَّالْكٰفِرُوْنَ اور

کھلے کافر مَاذَآ اَرَادَ اللّٰہُ کیا ارادہ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے بِھٰذَا مَثَلًا اس کے ساتھ از روئے مثال کے کَذٰلِکَ یُضِلُّ اللّٰہُ مَنْ یَّشَآءُ اسی طرح بہکاتا ہے اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے وَیَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اور ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّکَ اِلَّا ھُوَ اور نہیں جانتا آپ کے رب کے لشکر کو مگر وہی وَمَا ھِیَ اِلَّا ذِکْرٰی لِلْبَشَرِ اور نہیں ہے یہ مگر نصیحت انسانوں کے لیے۔

ربط :

کل کے درس میں تم نے یہ بات سنی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ کے رئیس اعظم ولید بن مغیرہ کو بڑے اخلاص اور محبت کے ساتھ اسلام کی دعوت دی۔ قرآن پاک کی کچھ آیات بھی پڑھ کر سنائیں۔ سننے کے بعد یہ کہہ کر چلا گیا کہ کچھ دنوں کے بعد اپنا فیصلہ سناؤں گا۔ جس دن اس نے فیصلہ سنانے کے لیے آنا تھا لوگ اکٹھے ہو گئے کہ آج ولید بن مغیرہ نے فیصلہ سنانا ہے۔ بڑا عظیم مجمع تھا۔ اس نے نظر ڈال کر مجمع کو دیکھا، منہ بناتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پشت پھیری اور یہ فیصلہ سنایا کہ اِنْ ھٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ یُّؤْثَرُ "نہیں ہے یہ قرآن مگر جادو جو نقل ہوتا چلا آرہا ہے۔ نہیں ہے یہ مگر انسان کا کلام۔ یہ خدا کا کلام نہیں ہے خود بنا کر لاتا ہے۔" اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا سَاُصْلِیْہِ سَقَرَ "عنقریب میں اس کو دوزخ میں ڈالوں گا نہ وہ کسی فرد کو چھوڑے گی اور نہ کسی کا عضو چھوڑے گی اور انسانوں کو جھلسا دینے والی ہے۔"

جہنم پر انیس فرشتے مقرر ہیں :

اسی دوزخ کے متعلق فرمایا عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ مقرر ہیں اس دوزخ پر انیس فرشتے۔ ان کے انچارج کا نام مالک علیہ السلام ہے۔ اور جنت کے انچارج فرشتے کا نام رضوان ہے، علیہ السلام۔ ان فرشتوں کا عہدہ بہت بلند ہے۔ دوزخ کے انچارج کا نام قرآن پاک میں ہے سورۃ زخرف کے اندر۔ اور جنت کے انچارج کا نام قرآن پاک میں نہیں ہے۔ تم پہلے پڑھ اور سن چکے ہو کہ احادیث اور تفاسیر میں آتا ہے کہ دوزخ والے اکٹھے ہو کر دوزخ کے انچارج فرشتے مالک علیہ السلام کو کہیں گے يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ [زخرف: ۷۷، پارہ: ۲۴] "اے مالک! چاہیے کہ ہم پر فیصلہ کر دے آپ کا رب" ہمیں فنا کر دے ختم کر دے ہم عذاب برداشت نہیں کر سکتے۔ مالک علیہ السلام کہیں گے تمھارے پاس پیغمبر نہیں آئے تھے، رب تعالیٰ نے کتابیں نازل نہیں کی تھیں، حق کی آواز پہنچانے والا تمھارے پاس کوئی نہیں آیا تھا؟ قَالُوْا بَلٰی کہیں گے پیغمبر بھی آئے تھے، کتابیں بھی نازل کی تھیں، حق کی بات سنانے والے بھی آئے تھے۔ فَكَذَّبْنَا پس ہم نے ان کو جھٹلا دیا۔ مالک علیہ السلام کہیں گے میں نے کوئی دعا نہیں کرنی، تمھاری طرف سے کوئی اپیل نہیں کرنی خود ہی دعا کرو وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ [مومن: ۵۰، پارہ: ۲۷] "اور نہیں ہے دعا کافروں کی مگر ناکامی میں۔" کافروں کی دعا موت کے لیے بھی قبول نہیں ہوگی۔ تو فرمایا جہنم پر انیس فرشتے مقرر ہیں۔ رب تعالیٰ کا انتظام ہے۔ انیس کی حقیقت تو رب تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ البتہ بعض حضرات نے حکمتیں بیان فرمائی ہیں۔

انیس فرشتوں کے تقرر کی حکمتیں :

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فارسی زبان میں تفسیر لکھی ہے (اب اس کا اُردو ترجمہ ہو چکا ہے۔) وہ تفسیر عزیزی میں ایک وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ کے حروف انیس ہیں اور قرآن کریم شروع ہوتا ہے بسم اللہ سے۔ تو کافروں نے سارا قرآن تو درکنار بسم اللہ کے انیس حروف بھی نہیں مانے۔ تو ایک ایک حرف کے بدلہ میں ایک ایک فرشتہ ہوگا۔ اور دوسری وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ دن رات کے چوبیس گھنٹے ہیں اور دن رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں۔ تو پانچ نمازوں کے لیے پانچ گھنٹے تصور کرلو اگرچہ نماز پر گھنٹہ نہیں لگتا مگر موٹا تخمینہ ہے۔ تو باقی انیس گھنٹے بچتے ہیں۔ تو ہر ہر گھنٹے کے بدلے ایک ایک فرشتہ وہاں ہوگا جو ان کی سزا کی نگرانی کرے گا۔

شاہ صاحب تیسری وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں اور جہنم کے سات دروازے ہیں لَهَا سَبۡعَةُ اَبۡوَابٍ [حجر: ۴۴] "اس کے سات دروازے ہیں۔" یعنی جہنم کے بڑے گیٹ سات ہیں۔ اس کے ایک دروازے پر ایک فرشتہ ہوگا اور باقی چھ دروازوں پر تین تین ہوں گے۔ تو اس طرح تعداد انیس ہوگئی۔ اور ایک وجہ یہ بھی بیان فرماتے ہیں کہ آدمی کے ذمہ تین چیزیں ہیں۔ اقرار باللسان و تصدیق بالقلب و عمل بالارکان "زبان سے اقرار کرنا اور دل سے تصدیق کرنا اور ارکان پر عمل کرنا۔" اور کافروں نے تینوں چیزوں کا انکار کیا۔ نہ تصدیق کی، نہ اقرار کیا، نہ عمل کیا۔ جہنم کے چھ طبقے کافروں کے لیے ہیں اور ایک طبقہ گناہ گار مومنوں کے لیے ہے۔ جن کا عقیدہ تو صحیح ہوگا عملی کوتاہی کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے اور سزا

بھگتنے کے بعد جنت میں چلے جائیں گے۔ تو اس طبقے پر ایک فرشتہ مقرر ہوگا اور کافروں، مشرکوں کے چھ طبقوں پر اٹھارہ فرشتے مقرر ہوں گے۔ ہر ہر طبقے پر تین تین۔

مومنوں کو اللہ تعالیٰ سزا پوری ہونے کے بعد جنت میں بھیج دے گا۔ ایک آدمی دوزخ میں رہ جائے گا۔ وہ دیکھے گا کہ میرے سوا کوئی بھی دوزخ میں نہیں ہے۔ بہت واویلا کرے گا عاجزی اور زاری کرے گا۔ کہے گا اے پروردگار! میں اکیلا رہ گیا ہوں۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے تیرے گناہ زیادہ تھے۔ کہے گا پروردگار! مجھے دوزخ سے باہر نکال دے مجھے بڑی تکلیف ہورہی ہے۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے کہ تجھے دوزخ سے باہر نکال دوں اور تو کچھ نہیں مانگے گا؟ کہے گا اے پروردگار! وعدہ کرتا ہوں اور کچھ نہیں مانگوں گا۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائیں گے اس کو دوزخ سے نکال دو اور منہ اس کا دوزخ کی طرف رکھو۔ بدنی تکلیف تو ختم ہوجائے گی مگر آگ کے شعلے دیکھنے سے ذہنی پریشانی میں مبتلا ہوگا۔ نامعلوم کتنی مدت اس طرح رہے گا۔ پھر کہے گا اے پروردگار! دوزخ کے شعلے دیکھنے سے پریشان ہوں مجھے اجازت دے دیں کہ میں دوزخ کی طرف پشت پھیرلوں کہ مجھے نظر نہ آئے۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے بڑا غدار ہے۔ تو نے تو وعدہ کیا تھا میں اور کچھ نہیں مانگوں گا۔ اب تم نے سوال شروع کردیا ہے۔ کہے گا پروردگار! جہنم دیکھنے سے تکلیف ہوتی ہے اجازت دے دیں آپ کے خزانے میں کیا کمی آنی ہے مجھے سہولت ہوجائے گی۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے وعدہ کرتے ہو اور تو کچھ نہیں مانگو گے؟ کہے گا وعدہ کرتا ہوں اور کچھ نہیں مانگوں گا۔ رب تعالیٰ اجازت دے دیں گے کہ دوزخ کی طرف پشت پھیرلو۔ اب چہرہ جنت کی طرف ہوگیا۔

کچھ عرصہ خاموش رہے گا پھر کہے گا اے پروردگار! مجھے تھوڑا سا جنت کے قریب

کر دے تا کہ میں قریب سے اس کا نظارہ کرسکوں۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے کہ تو نے تو وعدہ کیا تھا کہ میں اور کچھ نہیں مانگوں گا پھر مانگنے لگ گئے ہو۔ کہے گا اے پروردگار! میں عاجز بندہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اگر جنت کے قریب کردوں تو اور تو کچھ نہیں مانگے گا۔ کہے گا نہیں مانگوں گا۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے اچھا قریب ہو جاؤ۔ قریب ہو جائے گا تو فرمائیں گے اور تو کچھ نہیں مانگو گے۔ کہے گا کچھ نہیں مانگوں گا۔ کچھ عرصہ وہاں رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کتنا عرصہ رہے گا۔ پھر کہے گا اے پروردگار! یہاں تک مجھے پہنچا دیا ہے اب مجھے جنت میں ہی داخل کر دے۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے بڑا وعدہ شکن ہے کسی جگہ ٹھہرتا ہی نہیں ہے۔ کہے گا اے پروردگار! میں عاجز مخلوق ہوں آپ خالق ہیں، پروردگار ہیں مجھے جنت میں داخل کر دیں۔ پھر رب تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کر دیں گے اور فرمائیں گے تَمَنَّ آرزو کرو۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے یہ جتنی دنیا ہے اس کے مثل اور تجھے دیتا ہوں۔ یہ ادنیٰ ترین جنتی کے بارے میں فرمائیں گے۔

آج ہم جنت کی فراخی اور وسعت کو نہیں سمجھ سکتے۔ اس کو تم اس طرح سمجھو کہ ماں کے پیٹ میں بچے کو کوئی سمجھائے کہ اتنی وسیع زمین ہے اتنا بلند آسمان ہے۔ جب تم پیدا ہو گے تو دیکھو گے۔ وہ بچہ ماں کے پیٹ میں زمین کی وسعت کو اور آسمان کی بلندی کو نہیں سمجھ سکتا۔ پیدا ہونے کے بعد کچھ سوجھ بوجھ آئے گی آنکھیں کھولے گا پھر سمجھے گا کہ آسمان کتنا بلند ہے، زمین کتنی وسیع ہے؟ اس میں دریا ہیں، پہاڑ ہیں۔ اس جہان کو تم ماں کا پیٹ سمجھو۔ اگلے جہان کی وسعت ہماری سمجھ میں یہاں نہیں آسکتی۔ ہماری سمجھ سے بہت بالاتر ہے۔ ایک کھوکھلے موتی کا گنبد ساٹھ میل میں پھیلا ہوا ہوگا۔ یہاں لاہور ساٹھ میل نہیں ہے۔ یہ ایک بندے کا مکان ہوگا چاہے اس میں کبڈی کھیلے۔

تو شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ چھ دروازوں پر تین تین فرشتے مقرر ہوں گے اور ایک پر ایک ہوگا۔ اس طرح تعداد انیس ہوگی۔

ایک منہ پھٹ کافر تھا اُسید بن کلدہ۔ ابوالاسد اس کی کنیت تھی۔ بڑا بے لحاظ آدمی تھا۔ جب اس نے سنا کہ انیس فرشتے ہوں گے تو کہنے لگا سترہ کے ساتھ تو میں نمٹ لوں گا دو کو تم سنبھال لینا۔ اتنا وزنی تھا کہ اُونٹ کے چمڑے پر کھڑا ہو جاتا تھا لوگ کھینچ کر چمڑے کو زور لگا کر اس کے پاؤں کے نیچے سے نکال نہیں سکتے تھے۔ چمڑا ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا تھا وہ کھڑا رہتا تھا۔ اس کو اپنی قوت، بہادری اور پہلوانی پر فخر تھا۔

تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں دوزخ پر انیس فرشتے مقرر ہیں وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اور نہیں بنائے ہم نے دوزخ کے نگران اِلَّا مَلٰٓئِكَةً مگر فرشتے۔ ان فرشتوں کو دوزخ میں کوئی تکلیف نہیں ہوگی وہ آگ میں چلیں پھریں گے نگرانی کریں گے۔ تکلیف انسانوں اور جنوں وغیرہ کو ہوگی وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اور نہیں بنائی ہم نے ان کی تعداد اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مگر آزمائش ان لوگوں کے لیے جو کافر ہیں۔ کافر کہتے ہیں کہ اتنی بڑی دوزخ میں صرف انیس فرشتے ہوں گے۔ بھائی! انیس تو انیس ہیں یہاں تو ملک کا ایک صدر سب کو پریشان کر کے رکھ دیتا ہے۔ سارے ملک کو آفت میں ڈال دیتا ہے۔ اور انیس اور وہ بھی فرشتے۔

فرمایا نہیں بنائی ہم نے یہ تعداد مگر آزمائش کافروں کے لیے لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ تاکہ یقین کرلیں وہ لوگ جن کو دی گئی ہے کتاب۔ پہلی کتابوں میں بھی اس کا ذکر تھا کہ انیس فرشتے وہاں کے بڑے انچارج ہوں گے وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا اور تاکہ زیادہ کرلیں وہ لوگ جو ایمان لائے ایمان کو۔ پہلی کتابوں میں بھی انیس

کا ذکر تھا اور قرآن کریم میں بھی انیس کا ذکر ہے جو دوزخ کے بڑے انچارج ہوں گے وَّلَا یَرْتَابَ الَّذِیْنَ اور نہ شک کریں وہ لوگ اُوْتُوا الْکِتٰبَ جن کو دی گئی ہے کتاب وَالْمُؤْمِنُوْنَ اور ایمان والے نہ شک کریں ان کو یقین ہے کہ جو رب تعالیٰ نے فرمایا ہے وہ حق ہے۔

وَلِیَقُوْلَ الَّذِیْنَ اور تاکہ کہیں وہ لوگ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ جن کے دلوں میں بیماری ہے منافقت کی وَّالْکٰفِرُوْنَ اور کافر کہیں مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا کیا ارادہ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ از روئے مثال کے کہ اتنی وسیع جہنم ہوگی اور اس میں صرف انیس فرشتے نگران ہوں گے۔ میں نے عرض کیا تھا کہ یہ تو پھر انیس ہیں ملک کا ایک صدر سارے ملک کو آفت میں ڈال دیتا ہے۔ کسی ایک بات پر اڑ جائے تو وہ لوگوں کو سانس نہیں لینے دیتا۔

فرمایا کَذٰلِکَ یُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ یَّشَآءُ اسی طرح بہکاتا ہے اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اور بہکاتا اُسے ہی ہے جو کجی پر راضی ہوتے ہیں۔ سورۃ صف پارہ ۲۸ میں ہے فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ "جب انھوں نے کجی اختیار کی اللہ تعالیٰ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے۔" جب وہ غلط راستے پر چل پڑے اور گمراہی کو اختیار کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو گمراہ کر دیا۔ وَیَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اور ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ اور چاہتا کس کے لیے ہے؟ سورۃ شوریٰ آیت نمبر ۱۳ پارہ ۲۵ میں ہے وَیَهْدِیْٓ اِلَیْهِ مَنْ یُّنِیْبُ "اور ہدایت دیتا ہے اپنی طرف اس کو جو رجوع کرتا ہے۔" اللہ تعالیٰ نے انسان کو اختیار دیا ہے ایمان لانے کا اور کفر اختیار کرنے کا فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ [الکہف:۲۹] "پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے۔"

نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی [النساء:۱۱۵] "پھر اس کو پھیر دیتے ہیں جس طرف کوئی جانا چاہتا ہے۔"
رب تعالیٰ زبردستی نہ کسی کو ہدایت دیتا ہے اور نہ گمراہ کرتا ہے۔ ہدایت اس کو ملے گی جو رجوع کرے گا۔ گمراہی پر اس کو پکا کیا جائے گا جو گمراہی کے راستے کو اختیار کرے گا۔

وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا ھُوَ اور کوئی نہیں جانتا تیرے رب کے لشکروں کو مگر وہی اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اَن گنت اور بے شمار فرشتے ہیں۔ ایک ایک آدمی کے ساتھ دن رات میں چوبیس چوبیس فرشتے ہوتے ہیں۔ چار فرشتے کراماً کاتبین ہیں۔ دو دن کے اور دو رات کے۔ اور دس فرشتے محافظ دن کے اور دس رات کے۔ سورۃ الرعد آیت نمبر ۱۱ پارہ ۱۳ میں ہے لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ یَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ "اس آدمی کے آگے بھی اور پیچھے بھی آنے والے ہیں حفاظت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔"

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دس فرشتے دن کو اور دس فرشتے رات کو بندے کی حفاظت کرنے کے لیے مقرر ہیں جب تک اس کی حفاظت منظور ہوتی ہے۔ مردوں کے ساتھ، عورتوں کے ساتھ، جنات کے ساتھ۔ پھر حدیث پاک میں آتا ہے کہ آسمانوں میں چار انگشت کے برابر ایسی جگہ نہیں ہے کہ جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ رب تعالیٰ کی عبادت کے لیے نہ کھڑا ہو۔ اس کا اندازہ لگاؤ کہ فرشتے کتنے ہوں گے کوئی شمار کر سکتا ہے؟

تو فرمایا آپ کے رب کے لشکروں کو صرف رب ہی جانتا ہے اور کوئی نہیں جانتا وَمَا هِیَ اِلَّا ذِكْرٰی لِلْبَشَرِ اور نہیں ہے وہ دوزخ مگر نصیحت لوگوں کے لیے۔ اب وقت ہے وہ سمجھ لیں کہ دوزخ کتنا سخت مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تمام مومنین

اور مومنات کو تمام مسلمین اور مسلمات کو سقر سے، دوزخ سے بچائے اور محفوظ رکھے۔ آمین

كَلَّا وَالْقَمَرِ ﴿۳۲﴾ وَالَّيْلِ إِذْ أَدْبَرَ ﴿۳۳﴾
وَالصُّبْحِ إِذَا أَسْفَرَ ﴿۳۴﴾ إِنَّهَا لَإِحْدَى الْكُبَرِ ﴿۳۵﴾ نَذِيرًا لِّلْبَشَرِ ﴿۳۶﴾ لِمَنْ
شَاءَ مِنكُمْ أَن يَتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ ﴿۳۷﴾ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ﴿۳۸﴾
إِلَّا أَصْحَابَ الْيَمِينِ ﴿۳۹﴾ فِي جَنَّاتٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿۴۰﴾ عَنِ الْمُجْرِمِينَ ﴿۴۱﴾
مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ﴿۴۲﴾ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ﴿۴۳﴾ وَلَمْ نَكُ
نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ ﴿۴۴﴾ وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ ﴿۴۵﴾ وَكُنَّا نُكَذِّبُ
بِيَوْمِ الدِّينِ ﴿۴۶﴾ حَتَّىٰ أَتَانَا الْيَقِينُ ﴿۴۷﴾ فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَاعَةُ
الشَّافِعِينَ ﴿۴۸﴾ فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ ﴿۴۹﴾ كَأَنَّهُمْ
حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَةٌ ﴿۵۰﴾ فَرَّتْ مِن قَسْوَرَةٍ ﴿۵۱﴾ بَلْ يُرِيدُ كُلُّ امْرِئٍ
مِّنْهُمْ أَن يُؤْتَىٰ صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ﴿۵۲﴾ كَلَّا بَل لَّا يَخَافُونَ الْآخِرَةَ ﴿۵۳﴾
كَلَّا إِنَّهُ تَذْكِرَةٌ ﴿۵۴﴾ فَمَن شَاءَ ذَكَرَهُ ﴿۵۵﴾ وَمَا يَذْكُرُونَ إِلَّا أَن
يَشَاءَ اللَّهُ هُوَ أَهْلُ التَّقْوَىٰ وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ﴿۵۶﴾ ع

كَلَّا خبردار وَالْقَمَرِ قسم ہے چاند کی وَالَّيْلِ اور رات کی
إِذْ أَدْبَرَ جب وہ رات پشت پھیر جائے وَالصُّبْحِ اور صبح کی قسم إِذَا
أَسْفَرَ جب وہ روشن ہو جائے إِنَّهَا بے شک وہ لَإِحْدَى الْكُبَرِ
البتہ بڑی چیزوں میں سے ایک چیز ہے نَذِيرًا لِّلْبَشَرِ ڈرانے والی ہے
انسانوں کو لِمَن شَاءَ مِنكُمْ اس کے لیے جو چاہتا ہے تم میں سے أَن

یَّتَقَدَّمَ کہ آگے بڑھے اَوْیَتَاَخَّرَ یا پیچھے ہٹے کُلُّ نَفْسٍۢ ہر نفس
بِمَا کَسَبَتْ جو اس نے کمایا ہے اس کے بدلے میں رَهِیْنَةٌ گروی
رکھا ہوا ہے اِلَّاۤ اَصْحٰبَ الْیَمِیْنِ مگر دائیں ہاتھ والے فِیْ جَنّٰتٍ
جنتوں میں ہوں گے یَتَسَآءَلُوْنَ پوچھیں گے عَنِ الْمُجْرِمِیْنَ
مجرموں سے مَا سَلَكَكُمْ فِیْ سَقَرَ کون سی چیز تمھیں لائی ہے دوزخ میں
قَالُوْا وہ کہیں گے لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ ہم نمازیں نہیں پڑھتے تھے
وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِیْنَ اور نہیں تھے ہم مسکینوں کو کھانا کھلاتے وَكُنَّا
اور ہم تھے نَخُوْضُ شغل کرتے مَعَ الْخَآئِضِیْنَ شغل کرنے
والوں کے ساتھ وَكُنَّا نُكَذِّبُ اور ہم جھٹلاتے تھے بِیَوْمِ الدِّیْنِ
بدلے کے دن کو حَتّٰۤى اَتٰىنَا الْیَقِیْنُ یہاں تک کہ آئی ہمارے اُوپر موت
فَمَا تَنْفَعُهُمْ پس نہیں نفع دے گی ان کو شَفَاعَةُ الشّٰفِعِیْنَ سفارش
کرنے والوں کی سفارش فَمَا لَهُمْ پس ان کو کیا ہو گیا ہے عَنِ
التَّذْكِرَةِ نصیحت سے مُعْرِضِیْنَ اعراض کرتے ہیں كَاَنَّهُمْ
گویا کہ وہ حُمُرٌ گدھے ہیں مُّسْتَنْفِرَةٌ بھاگتے ہیں فَرَّتْ
مِنْ قَسْوَرَةٍ بھاگتے ہیں شیر سے بَلْ یُرِیْدُ بلکہ ارادہ کرتا ہے كُلُّ
امْرِئٍ مِّنْهُمْ ان میں سے ہر آدمی اَنْ یُّؤْتٰى کہ دیئے جائیں اس کو
صُحُفًا صحیفے مُّنَشَّرَةً بکھرے ہوئے كَلَّا خبردار بَلْ لَّا

يَخَافُوْنَ بلکہ وہ نہیں ڈرتے الْاٰخِرَۃَ آخرت سے كَلَّآ خبردار
اِنَّهٗ بے شک یہ قرآن تَذْكِرَةٌ نصیحت ہے فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ
پس جو شخص چاہتا ہے اس سے نصیحت قبول کرلے وَمَا يَذْكُرُوْنَ اور وہ
نصیحت حاصل نہیں کرسکتے اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے
هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وہی ہے اہل تقویٰ وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ اور وہی ہے اہل
اس کا کہ اس سے بخشش مانگی جائے۔

• کل اور پرسوں کے سبق میں تم نے سَقَرُ کا لفظ پڑھا وَمَآ اَدْرٰكَ مَا سَقَرُ "اے مخاطب! تجھے کس نے بتلایا سقر کیا چیز ہے۔" سقر جہنم کا ایک طبقہ ہے۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں كَلَّا۔ یہ حرف تنبیہ ہے اس کا معنیٰ ہے خبردار، آگاہ ہوجاؤ وَالْقَمَرِ۔ واو قسمیہ ہے۔ معنیٰ ہوگا قسم ہے چاند کی وَالَّيْلِ اور قسم ہے رات کی اِذْ اَدْبَرَ جب وہ پشت پھیر جائے، چلی جائے وَالصُّبْحِ اور قسم ہے صبح کی اِذَآ اَسْفَرَ جب وہ روشن ہوجائے۔ چاند کی قسم ہے جب اُتر جائے، رات کی قسم ہے جب ختم ہوجائے، صبح کی قسم ہے جب روشن ہوجائے اِنَّهَا کی ضمیر سقر کی طرف لوٹ رہی ہے کہ بے شک وہ سقر لَاِحْدَى الْكُبَرِ۔ كُبَرْ جمع ہے كُبْرٰى کی۔ بڑی چیزوں میں سے ایک ہے۔ جس طرح ایک بڑی چیز ہے۔

چاند کی بڑائی: بلندی اور روشنی کو سارے سمجھتے ہیں اور دیکھتے ہیں۔ اور جس طرح رات ایک بڑی چیز ہے۔ رات کی تاریکی کو سارے سمجھتے ہیں۔ اور صبح کا روشن ہونا بھی بڑی چیز ہے۔ دن چڑھتا ہے سب اس سے فائدہ اُٹھاتے ہیں اور سارے سمجھتے ہیں کہ اب دن ہے۔ ان چیزوں کی قسم اُٹھا کر رب تعالیٰ فرماتے ہیں بے شک وہ سقر بڑی

چیزوں میں سے ایک ہے نَذِيْرًا لِّلْبَشَرِ وہ سقر ڈراتی ہے انسانوں کو۔ ڈرانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں بروقت اطلاع دی ہے کہ اگر تم نافرمانی کرو گے تو سقر میں جاؤ گے۔ ہم نے تمھیں بتلا دیا ہے اب تمھاری مرضی ہے لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اس کے لیے جو چاہتا ہے تم میں سے آگے بڑھے اَوْ يَتَاَخَّرَ یا پیچھے ہٹے۔ یہ معنیٰ بھی کرتے ہیں کہ ہم نے تمھیں خیر اور شر سے آگاہ کر دیا ہے اب تمھاری مرضی ہے خیر کی طرف، ایمان اور ہدایت کی طرف، جنت کی طرف، نیکی کی طرف، آگے بڑھتے ہو یا پیچھے ہٹتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمھیں اتنا اختیار دیا ہے۔ نیکی کرو یا بدی، کر سکتے ہو۔

ہر شخص اپنی کمائی میں گروی رکھا ہوا ہے :

كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ہر نفس اپنی کمائی میں گروی رکھا ہوا ہے۔ اگر نیک ہے تو نیکی کے سلسلے میں اور اگر بد ہے تو اس کو بُروں کے ٹولے میں شامل کیا جائے گا۔ جس نے جو کیا وہ اس کے سامنے آئے گا۔ آج دنیا میں ہم بہت سارے کام کر کے بھول جاتے ہیں قیامت والے دن سارے یاد آ جائیں گے يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۖ وَّ مَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۚ [آل عمران: ۳۰] "جس دن حاضر پائے گا اپنے سامنے ہر نفس جو کچھ اس نے عمل کیا ہے نیکی سے اور جو اس نے بُرائی کی ہے ہر چیز سامنے ہو گی" اور رب تعالیٰ فرمائیں گے اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا [بنی اسرائیل: ۱۴] "آج اپنی کتاب، پرچہ، اعمال نامہ، خود پڑھ آج کے دن تیرا نفس کافی ہے تجھ پر محاسبہ کرنے والا۔" دنیا میں کوئی پڑھا ہوا ہے یا اَن پڑھ ہے محشر میں اللہ تعالیٰ ہر ایک کو ادراک وشعور عطا فرمائے گا۔ اور ہر آدمی اپنا اعمال نامہ خود پڑھے گا۔ جب دو تین صفحے پڑھ لے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے هَلْ ظَلَمَكَ كَتَبَتِيْ

"بتلاؤ کیا میرے فرشتوں نے زیادتی کی ہے۔" کوئی نیکی تو نے کی ہے اور انھوں نے نہ لکھی ہو یا کوئی بُرائی تم نے نہیں کی اور انھوں نے لکھ دی ہو۔ کہے گا نہیں پروردگار! جو کچھ میں نے کہا اور کیا ہے وہی لکھا ہے۔ پھر چند صفحے اور پڑھ لے گا تو اللہ تعالیٰ سوال کریں گے اے بندے! بتا تیرے ساتھ زیادتی تو نہیں ہوئی۔ بندہ اقرار کرے گا کہ نہیں کوئی زیادتی نہیں ہوئی یہ میری ہی کمائی ہے۔ اور ساتھ کہے گا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا [الکہف:۴۹] "کیا ہے اس کتاب کو اس نے نہ کوئی چھوٹی بات چھوڑی ہے نہ بڑی سب لکھی ہوئی ہے، ہر شے کو اس نے سنبھال رکھا ہے۔

تو فرمایا ہر آدمی اپنی کمائی کے بدلے میں رہن رکھا ہوا ہے اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ مگر دائیں ہاتھ والے جن کو اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ نہیں پکڑے جائیں گے نہ ان کو ہتھکڑیاں پہنائی جائیں گی، نہ بیڑیاں اور نہ طوق گلوں میں۔ باقیوں کو گرفتار کیا جائے گا اور زنجیروں میں جکڑا جائے گا۔ اصحاب الیمین محفوظ رہیں گے فِيْ جَنّٰتٍ وہ جنتوں میں ہوں گے يَتَسَآءَلُوْنَ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ پوچھیں گے مجرموں سے۔ جنت کا محل وقوع اُوپر ہے اور جہنم کا محل وقوع نیچے ہے۔ جنت والے دوزخ والوں کے ساتھ گفتگو کر سکیں گے اور دوزخ والے جنت والوں سے گفتگو کر سکیں گے۔ دوزخی جنتیوں کو میوے، پھل کھاتے دیکھیں گے تو کہیں گے اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ "بہا دو ہمارے اُوپر تھوڑا سا پانی یا اس میں سے جو اللہ تعالیٰ نے تمھیں روزی دی ہے قَالُوْٓا جنتی کہیں گے اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ [الاعراف:۵۰] بے شک اللہ تعالیٰ نے دونوں چیزیں کافروں پر حرام کر دی ہیں۔" ہم دینے کے مُجاز نہیں ہیں۔

دوزخیوں کے جرائم :

توجنتی مجرموں سے پوچھیں گے مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ کون سی چیز تمھیں لائی ہے دوزخ میں تمھارا کیا جرم تھا؟ قَالُوا وہ مجرم کہیں گے لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ہم نمازیں نہیں پڑھتے تھے۔

پہلا جرم یہ بتائیں گے کہ ہم نمازیں نہیں پڑھتے تھے۔اس سے اندازہ لگاؤ کہ نماز کتنی اہم چیز ہے۔کئی دفعہ سن چکے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق میں سے قیامت والے دن سب سے پہلا سوال نماز کے متعلق ہی ہوگا اوّل ما یحاسب العَبْدُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ الصَّلٰوۃ "پہلی وہ چیز جس کا بندے سے حساب ہوگا قیامت والے دن وہ نماز ہوگی۔" پہلا پرچہ ہی نماز کا ہوگا۔تو مجرم کہیں گے ہم نماز نہیں پڑھتے تھے۔

دوسرا جرم: وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ اور ہم مسکینوں کو کھانا نہیں کھلاتے تھے۔صاحبِ حیثیت آدمی کے فریضہ میں یہ بات شامل ہے کہ از خود معلوم کرے عزیز رشتہ داروں میں،محلہ داروں میں،اپنے دیہات اور شہر میں کون ضرورت مند ہے،غریب ہے،مسکین ہے،تلاش کر کے ان کو زکوٰۃ دے،عشر دے۔اگر مستحق ہیں تو فطرانہ،زکوٰۃ، عشر کے مال کے علاوہ میں بھی ان کا حق ہے۔حدیث پاک میں آتا ہے اِنَّ فِی الْمَالِ حَقًّا سِوَی الزَّكٰوةِ "زکوٰۃ،عشر،فطرانہ کے علاوہ بھی مال میں دوسروں کا حق ہے۔" تو کہیں گے کہ ہم مسکینوں کو کھانا نہیں کھلاتے تھے۔

اور تیسرا جرم یہ بتلائیں گے کہ وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ اور ہم تھے شغل کرتے شغل کرنے والوں کے ساتھ۔جوا کھیلتے تھے،تاش کھیلتے تھے،لڈو کھیلتے تھے۔اور کیا کیا کھیلیں ہیں ہمیں تو ان کے نام بھی نہیں آتے۔یہ سب گناہ کی باتیں ہیں۔اگر رب

تعالیٰ نے تمھیں فراغت دی ہے، وقت دیا ہے تو اس کو کھیل تماشوں میں کیوں ضائع کرتے ہو۔ اللہ اللہ کرو۔ وقت کو قیمتی بناؤ۔ مومن کا وقت بڑا قیمتی ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے مِنْ حُسْنِ الْاِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُهُ مَالَا یَعْنِیْهِ اگر تم کسی مسلمان کی خوبی دیکھنا چاہتے ہو تو دیکھو لا یعنی کاموں میں تو نہیں لگا ہوا۔ دین کے جتنے کام ہیں وہ مقصود ہیں۔ اور دنیا کے جتنے جائز کام ہیں وہ مفید ہیں اور وہ بھی دین کا حصہ ہیں۔ اور ایسے کام جو نہ دین کے ہیں اور نہ دنیا کے ہیں نہ کسی کاروبار میں کام آئیں وہ گناہ ہیں۔

چوتھا جرم یہ بتلائیں گے وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ اور ہم جھٹلاتے تھے بدلے کے دن کو۔ کافر تو حساب کتاب کے دن کے منکر ہیں اور آج کل کے مسلمان برائے نام مانتے ہیں اس لیے کہ تیاری نہیں کرتے۔ یہ کیا ماننا ہوا جب تیاری نہیں کرنی۔ ایک آدمی سارا دن یہ کہتا رہے کہ روٹی بھوک کو ختم کرتی ہے، روٹی کے ساتھ بھوک ختم ہو جاتی ہے اور روٹی کھائے نہ تو کیا بھوک ختم ہو جائے گی۔ پیاسا آدمی سارا دن ورد کرتا رہے کہ پانی سے پیاس بجھ جاتی ہے، پانی کے ساتھ پیاس بجھ جاتی ہے اور پانی پیے نہ تو کیا اس طرح پیاس بجھ جائے گی۔ اگر کوئی آدمی زبان سے قیامت کو مانتا ہے اور اس کے لیے تیاری نہیں کرتا تو سمجھ لو کہ اس نے قیامت کو نہیں مانا۔

تو مجرم کہیں گے ہم بدلے کے دن کی تکذیب کرتے رہے حَتّٰى اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ یہاں تک کہ ہم پر یقین آ گیا۔ موت کا ایک نام یقین بھی ہے۔ سورۃ الحجر کی آخری آیت کریمہ ہے وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ "اے مخاطب اپنے رب کی عبادت کر یہاں تک کہ تیرے پاس موت آ جائے۔" زندگی تو وہی ہے۔ اب ہے لمحے کے بعد نہیں ہے۔ صبح ہے شام کو نہیں ہے۔ آج ہے کل نہیں ہے۔ اور موت یقینی ہے۔

فرمایا فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ پس نہیں نفع دے گی ان کو سفارش کرنے والوں کی سفارش۔ سفارش ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتے بھی سفارش کریں گے، اللہ تعالیٰ کے پیغمبر سفارش کریں گے، شہید سفارش کریں گے، علماء بھی سفارش کریں گے، حافظ بھی سفارش کریں گے، عامۃ المومنین بھی سفارش کریں گے، چھوٹے بچے بھی سفارش کریں گے لیکن کافروں، مشرکوں کے لیے کوئی سفارش مفید نہیں ہوگی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں اور کوئی نہیں ہے۔ گیارھویں پارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى [توبہ:۱۱۳] "نہیں لائق نبی کے اور نہ ان لوگوں کے لیے جو مومن ہیں کہ وہ بخشش طلب کریں مشرکوں کے لیے اگرچہ وہ ان کے قربت دار ہی کیوں نہ ہوں۔"

عبداللہ بن اُبی رئیس المنافقین کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس انداز میں سفارش کی کہ اس کے بدن پر اپنا لعاب مبارک ملا، اپنا کرتہ مبارک بہ طور کفن اس کو پہنایا پھر جنازہ بھی پڑھایا۔ لیکن رب تعالیٰ نے فرمایا اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ [توبہ:۸۰] "آپ ان کے لیے ستر [۷۰] مرتبہ بھی استغفار کریں اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا۔"

تو فرمایا ان کو کسی کی سفارش نفع نہیں دے گی۔ یہ سب کچھ سننے کے باوجود فَمَا لَهُمْ ان کو کیا ہو گیا ہے عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ اس نصیحت والی کتاب سے اعراض کرتے ہیں۔ تذکرہ سے مراد قرآن پاک ہے۔ كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ۔ حُمُرٌ حِمَارٌ کی جمع ہے۔ حمار کا معنیٰ ہے گدھا۔ گویا کہ یہ گدھے ہیں مُّسْتَنْفِرَةٌ بھاگنے والے

فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ بھاگتے ہیں شیر سے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ قسورہ کا معنیٰ کرتے ہیں اَسَدٌ، شیر۔ مطلب یہ بنے گا کہ جیسے جنگلی گدھوں کے کان میں شیر کی آواز پڑے تو وہ بھاگتے ہیں یہ بھی قرآن کریم سے اسی طرح بھاگتے ہیں۔ اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اس کا معنیٰ کرتے ہیں رُمَاة، تیر انداز۔ جنگلی گدھے چر رہے ہوں اور انہیں محسوس ہو کہ شکاری آگئے ہیں تو شکاریوں کی آہٹ سن کر گدھے بھاگ جاتے ہیں۔ اسی طرح یہ قرآن پاک سے بھاگتے ہیں۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما **قَسْوَرَة** کا معنیٰ کرتے ہیں عُصبة الرِّجال، آدمیوں کی جماعت۔ جنگل میں شکاری اکیلے اکیلے نہیں جاتے کیوں کہ جنگل میں موذی جانور بھی ہوتے ہیں اس لیے وہ گروپ کی شکل میں جاتے ہیں۔ تو جب جنگلی گدھے شکاریوں کے گروپ کو دیکھتے ہیں تو بھاگ جاتے ہیں۔ اسی طرح یہ بھاگتے ہیں گویا کہ یہ جنگلی گدھے ہیں۔

بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ بلکہ ارادہ کرتا ہے، چاہتا ہے ہر آدمی ان میں سے اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً کہ دیئے جائیں اُن کو صحیفے بکھرے ہوئے۔ قیامت والے دن کیا ملنے ہیں آج ہی ان کو پرچے مل جائیں کھلے ہوئے۔ جب ان کو محشر کے دن سے ڈرایا جاتا تھا تو کہتے تھے کل جو پرچے دینے ہیں آج ہی دے دو۔ مذاق اُڑاتے تھے۔ قَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ [ص: ۱۶، پارہ: ۲۳] "کہتے ہیں اے ہمارے رب جلدی کر دے ہمارے لیے ہمارا حصہ حساب کے دن سے پہلے۔"

فرمایا كَلَّا خبردار بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ بلکہ وہ نہیں ڈرتے آخرت سے۔ آخرت پر یقین نہیں رکھتے اس لیے گناہوں پر جری ہیں كَلَّآ خبردار اِنَّهٗ بے شک یہ قرآن تَذْكِرَةٌ نصیحت ہے۔ یہ نری (سراسر) نصیحت کی کتاب ہے فَمَنْ

شَآءَ ذَکَرَہٗ پس جو شخص چاہے اس سے نصیحت قبول کرے۔ مرضی ہے جبر نہیں ہے۔ وَمَا یَذْکُرُوْنَ اور نہیں یہ لوگ نصیحت حاصل کر سکتے اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے۔ اللہ تعالیٰ کے چاہنے کے متعلق کئی دفعہ بیان ہو چکا ہے کہ فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ "پس جس کا جی چاہے اپنی مرضی سے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے اپنی مرضی سے کفر اختیار کرے۔" بندہ ارادہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ کی مشیت آئے گی۔ بندہ نہ مجبور ہے اور نہ مکمل طور پر خود مختار ہے۔ نیکی کا ارادہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ نیکی کی توفیق دے دیں گے، بدی کا ارادہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ بدی کی توفیق دے دیں گے۔ خود زبردستی نصیحت حاصل نہیں کر سکتا۔ رب چاہے گا تو نصیحت حاصل کر سکے گا اور رب اسی کے بارے میں چاہتا ہے جو ہدایت کی طرف آئے۔

ھُوَ اَھْلُ التَّقْوٰی اللہ تعالیٰ اس بات کا اہل ہے کہ اس سے ڈرا جائے وَاَھْلُ الْمَغْفِرَۃِ اور اللہ تعالیٰ اہل اور مستحق ہے اس بات کا کہ اس سے بخشش مانگی جائے۔ اے پروردگار! ہمارے گناہ معاف کر دے وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰہُ [آل عمران:۱۳۵] "اللہ تعالیٰ کے سوا گناہ کون معاف کر سکتا ہے۔" قرآن پاک کا یہ سبق ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس سے معافی مانگو۔ رب تعالیٰ ہمیں اس پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ [امین]

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

تفسیر

سُوۡرَةُ الۡقِيَامَةِ

(مکمل)

جلد ۲۰

آیاتها ۴۰ ۷۵ سُورَةُ الْقِيٰمَةِ مَكِّيَّةٌ ۳۱ رکوعاتها ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۙ﴿۱﴾ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ﴿۲﴾ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ؕ﴿۳﴾ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ﴿۴﴾ بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ ۚ﴿۵﴾ يَسْئَلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ ؕ﴿۶﴾ فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۙ﴿۷﴾ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۙ﴿۸﴾ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۙ﴿۹﴾ يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ ۚ﴿۱۰﴾ كَلَّا لَا وَزَرَ ؕ﴿۱۱﴾ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ۣ الْمُسْتَقَرُّ ؕ﴿۱۲﴾ يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍۭ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ؕ﴿۱۳﴾ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ۙ﴿۱۴﴾ وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ؕ﴿۱۵﴾ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ؕ﴿۱۶﴾ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۚ﴿۱۷﴾ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۚ﴿۱۸﴾ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ؕ﴿۱۹﴾

لَآ اُقْسِمُ میں قسم اُٹھاتا ہوں بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن کی وَلَآ اُقْسِمُ اور میں قسم اُٹھاتا ہوں بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ اس نفس کی جو ملامت کرنے والا ہے اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ کیا خیال کرتا ہے انسان اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ کہ ہم ہرگز نہیں جمع کریں گے اس کی ہڈیوں کو بَلٰى کیوں نہیں قٰدِرِيْنَ ہم قادر ہیں عَلٰٓى اَنْ اس بات پر

نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ کہ ہم برابر کردیں اس کے پور پور بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ بلکہ ارادہ کرتا ہے انسان لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ تا کہ نافرمانی کرے اس کے سامنے يَسْئَلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ سوال کرتا ہے کب ہوگا قیامت کا دن فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ پس جب چندھیا جائیں گی آنکھیں وَخَسَفَ الْقَمَرُ اور بے نور ہو جائے گا چاند وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ اور اکٹھے کر دیئے جائیں گے سورج اور چاند يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ اور کہے گا انسان يَوْمَئِذٍ اس دن اَيْنَ الْمَفَرُّ کہاں ہے بھاگنا كَلَّا خبردار لَا وَزَرَ کوئی جائے پناہ نہیں ہے اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ الْمُسْتَقَرُّ آپ کے رب کی طرف ہے اس دن ٹھہرنے کی جگہ يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ خبردار کیا جائے گا انسان کو يَوْمَئِذٍ اس دن بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ جو اس نے آگے بھیجا ہے اور جو پیچھے چھوڑا ہے بَلِ الْاِنْسَانُ بلکہ انسان عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ اپنے نفس پر بصیرت والا ہوگا وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ اور اگرچہ پیش کرے حیلے بہانے لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ نہ حرکت دیں اس قرآن پاک کے ساتھ اپنی زبان کو لِتَعْجَلَ بِهٖ تا کہ آپ جلدی کریں اس کے بارے میں اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ بے شک ہمارے ذمے ہے اس کا جمع کرنا وَقُرْاٰنَهٗ اور اس کا پڑھانا فَاِذَا قَرَاْنٰهُ پس جب ہم پڑھیں اس کو (یعنی ہمارا فرشتہ) فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ پس آپ پیروی کریں اس کے پڑھنے کی ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا

بَيَانَهٗ پھر ہمارے ذمے ہے اس کا بیان کرنا۔

نام وکوائف :

اس سورت کا نام سورۃ القیامہ ہے۔ پہلی ہی آیت کریمہ میں قیامہ کا لفظ موجود ہے جس سے اس کا نام لیا گیا ہے۔ یہ سورۃ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس سے پہلے تیس سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کا اکتیسواں نمبر ہے۔ اس کے دو رکوع اور چالیس آیتیں ہیں۔ چونکہ اس کا نام قیامت ہے اس لیے اس سورت میں قیامت کا ذکر ہے، قیامت کے حالات ہیں۔

میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ ہر زبان کی کچھ خصوصیات ہوتی ہیں، ضابطے ہوتے ہیں۔ عربی کا ضابطہ ہے کہ قسم ہو یا لفظ قسم ہو اس سے پہلے لا کا لفظ آ جائے یا ما کا لفظ آ جائے تو یہ زائدہ ہوتے ہیں۔ ان کا معنیٰ نہیں ہوتا۔ لَآ اُقْسِمُ کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ میں قسم نہیں اٹھاتا۔ لا کا معنیٰ نہیں۔ لا (یہ زائدہ ہے)۔ اور لَآ اُقْسِمُ کا معنیٰ ہوگا میں قسم اُٹھاتا ہوں بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن کی۔ اسی لیے بغیر اُستاذ کے کوئی قرآن نہیں سمجھ سکتا اور نہ ہی اُستاد کے بغیر کوئی حدیث سمجھ سکتا ہے۔ محض ترجمے سے بات نہیں بنتی۔ اسی واسطے فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ کسی حدیث کا ترجمہ بغیر تشریح کے ہو تو اس حدیث پر عمل کرنا جائز نہیں ہے۔ کیوں کہ بعض حدیثیں منسوخ ہیں۔ ہاں! ثقہ عالم نے تشریح کی ہوگی تو وہ بتا دے گا کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔ عام آدمی تو نہیں سمجھ سکتا۔ وہ منسوخ حدیث پر عمل کرتا رہے گا۔

نفس کی تین اقسام :

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ میں قسم اُٹھاتا ہوں قیامت کے دن کی وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ اور قسم اُٹھاتا ہوں ملامت کرنے والے نفس کی۔ قرآن پاک میں تین طرح کے نفوس کا ذکر آیا ہے۔

❀ ایک نفس اَمّارہ ہے جس کا ذکر تیرھویں پارے کی پہلی آیت کریمہ میں ہے وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ نفس امارہ ہر وقت بُرائی کا حکم دیتا ہے، بُرائی پر آمادہ کرتا ہے۔ یہ سب سے بُرا نفس ہے۔

❀ دوسرا لَوّامہ ہے۔ اس سے گناہ ہو جائے تو اپنے آپ کو ملامت کرتا ہے کہ تو نے بُرا کام کیا ہے۔ کیوں کہ یہ گناہ کو گناہ سمجھتا ہے۔ اور جو گناہ کو گناہ سمجھے اس کو کسی نہ کسی وقت توبہ کی توفیق نصیب ہو جاتی ہے۔ اور اگر گناہ کو گناہ ہی نہیں سمجھے گا تو توبہ کیوں کرے گا۔ تو نفس لَوّامہ اُسے کہتے ہیں جو گناہ کرنے کے بعد اپنے آپ کو ملامت کرے۔

❀ تیسرا نفس مُطمئِنّہ ہے۔ جس کا ذکر تیسویں پارے میں آتا ہے يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿۲۷﴾ اللہ تعالیٰ نے جو عقائد بیان فرمائے ہیں ان پر اس کا یقین بھی ہے اور اطمینان بھی ہے اور جو اعمال، اخلاق اور معاملات بتائے ہیں سب پر مطمئن ہے۔ اس کو ان کے متعلق کوئی شک اور تردد نہیں ہے۔ یہ نفس مُطمئِنّہ سب سے اچھا ہے۔

اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے نفس لوامہ کی قسم اُٹھائی ہے۔ جوابِ قسم محذوف ہے لَتُبْعَثُنَّ۔ جملہ یوں بنے گا کہ میں قسم اُٹھاتا ہوں قیامت کے دن کی اور قسم اُٹھاتا ہوں نفس لوامہ کی تم ضرور کھڑے کیے جاؤ گے قیامت والے دن۔ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ کیا خیال کرتا ہے انسان۔ کافر انسان، نافرمان انسان کیا خیال کرتا ہے اَلَّنْ نَّجْمَعَ

عِظَامَہٗ کہ ہم ہرگز نہیں جمع کریں گے اس کی ہڈیوں کو۔ کافر یہ کہتے تھے کہ قیامت نہیں آئے گی۔

ایک موقع پر ابوجہل کہیں سے پرانی کھوپڑی اُٹھا کر لایا۔ مجمع موجود تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آکر کہنے لگا ذرا اس کو ہاتھ لگاؤ۔ ہاتھ لگانے سے وہ ریزہ ریزہ ہونا شروع ہوگئی۔ قہقہہ لگا کر کہنے لگا مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَ ھِیَ رَمِیْمٌ [سورۃ یٰسین] "ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا۔" مشرکین مکہ کا نظریہ تھا کہ ان میں دوبارہ جان نہیں آسکتی۔

تو فرمایا کیا خیال کرتا ہے انسان کہ ہم ہرگز نہیں جمع کریں گے اس کی ہڈیوں کو بَلٰی کیوں نہیں جمع کریں گے قٰدِرِیْنَ ہم قادر ہیں عَلٰٓی اَنْ نُّسَوِّیَ بَنَانَہٗ اس بات پر کہ ہم برابر کردیں اس کے پور پور کو۔ بَنَانَ جمع ہے بَنَانَۃٌ کی۔ انگلیوں کی پوروں کو کہتے ہیں۔ چھوٹی چیز کا بنانا بہ نسبت بڑی چیز کے مشکل ہوتا ہے۔ تو فرمایا ہم قادر ہیں کہ اس کی پوروں کو برابر کردیں۔ درست کردیں اس کے پورے پورے کو بَلْ یُرِیْدُ الْاِنْسَانُ بلکہ ارادہ کرتا ہے انسانِ کافر لِیَفْجُرَ اَمَامَہٗ تاکہ نافرمانی کرے اس کے سامنے۔

لِیَفْجُرَ اَمَامَہٗ کی تین تفسیریں :

مفسرین کرام رحمہم اللہ نے اس کی تین تفسیریں کی ہیں۔

☆ ایک یہ کہ یفجر کا معنیٰ جھوٹ بھی آتا ہے۔ تو اس معنیٰ کے اعتبار سے مطلب یہ بنے گا کہ بلکہ انسان ارادہ کرتا ہے کہ جھٹلا دے آگے آنے والی کو یعنی قیامت کو۔ لِیَفْجُرَ اَمَامَہٗ اے لِیُکَذِّبَ اَمَامَہٗ۔

☆ دوسری تفسیر یہ کہ فجور کا معنیٰ نافرمانی کرنا۔ اور ہٗ ضمیر راجع ہے اللہ تعالیٰ کی طرف۔ معنیٰ بنے گا بلکہ ارادہ کرتا ہے انسان کہ نافرمانی کرے اللہ تعالیٰ کے سامنے۔ کہ میں گناہ ہی کرتا جاؤں۔ نافرمان انسان گناہ میں بڑھتا رہتا ہے۔

☆ تیسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ بلکہ انسان ارادہ کرتا ہے کہ اپنی آئندہ زندگی میں نافرمانی کرتا رہے۔ جب کہ ضمیر انسان کی طرف لوٹائی جائے کہ انسان کے آگے جو باقی زندگی ہے اس میں نافرمانی کرتا رہے۔ یہ فاسق فاجر انسان کی علامت ہے۔ اور مومن کی علامت یہ ہے کہ اس کا ہر آنے والا دن پہلے سے اچھا ہوتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ آج اگر کسی نیکی میں کوتاہی ہوئی ہے تو کل نہیں ہونی چاہیے۔ اگر کل گزشتہ میں مجھ سے کوئی گناہ سرزد ہوا ہے تو آج نہیں ہونا چاہیے۔ روز بہ روز اس کی نیکی میں ترقی ہوتی ہے اور نافرمان روز بہ روز برے منصوبے بناتا ہے اور اس کا ذہن بدی کی طرف جاتا ہے۔

وقوعِ قیامت کا بیان :

يَسْـَٔلُ وہ پوچھتا ہے اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ کب ہوگا قیامت کا دن۔ استہزاء کرتا ہے کہ تم نے قیامت کب برپا کرنی ہے بتلاؤ تو سہی۔ فرمایا فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ پس جب چندھیا جائیں گی آنکھیں۔ بَرِقَ کا معنیٰ حیران رہ جانا، آنکھ کا کھلی کی کھلی رہ جانا۔ جب قیامت قائم ہوگی، پہاڑ اُڑیں گے، زمین ہموار ہو جائے گی، آسمان کو سمیٹ دیا جائے گا، ستارے گر پڑیں گے۔ ان چیزوں کو دیکھ کر انسان حیران ہو جائے گا اور جب انسان حیران ہوتا ہے تو آنکھیں بند نہیں ہوتیں دیکھتا رہ جاتا ہے وَخَسَفَ الْقَمَرُ اور چاند بے نور ہو جائے گا۔ چاند گرہن ہو جائے تو اندھیرا ہو جاتا ہے۔ سورج کو گرہن لگ جائے تو دن رات بن جاتا ہے۔ تو چاند سے روشنی سلب کر لی جائے گی

وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۔ اور اکٹھے کر دیئے جائیں گے سورج اور چاند بے نوری کی حالت میں۔ اور یہ معنیٰ بھی کرتے ہیں کہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے سورج کا مغرب کی طرف سے طلوع ہونا۔ سورج کے طلوع ہونے کا وقت ہوگا لیکن مشرق سے طلوع نہیں ہوگا۔ لوگ حیران ہوں گے کہ مطلع صاف ہے کوئی بادل، دُھند وغیرہ نہیں ہے اور سورج کے چڑھنے کی کوئی نشانی نظر نہیں آرہی۔ اسی حالت میں سورج مغرب کی طرف سے طلوع ہوگا۔ چاند بھی وہیں ہوگا۔ دونوں اکٹھے ہو جائیں گے۔ آدھے آسمان تک آنے کے بعد پھر روٹین (معمول) کے مطابق چل پڑے گا اور جس دن سورج مغرب کی طرف سے طلوع ہوگا اسی دن دابۃ الارض نکلے گا۔ سورۃ النمل آیت نمبر ۸۲ پارہ ۲۰ میں ہے اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ "نکالیں گے ہم ان کے لیے جانور زمین سے۔" بیل کی شکل کا ایک جانور زمین سے نکلے گا لوگوں سے گفتگو کرے گا۔

معالم التنزیل وغیرہ تفسیروں میں ہے کہ صفا پہاڑی کی چٹان پھٹے گی۔ اس سے بیل کی شکل کا ایک جانور نکلے گا اور گفتگو کرے گا۔ اور لوگ اس کی گفتگو سنیں گے، سمجھیں گے اور اس کی باتوں پر یقین کریں گے اور مانیں گے۔ یہ اس بات کی دلیل ہوگی کہ انسان حیوانیت کی صفت پر پہنچ گئے ہیں۔ شکلیں اگرچہ انسانوں والی ہیں کہ یہ انسانوں کی باتیں نہ مانتے تھے اور نہ یقین کرتے تھے اور اب حیوان کی باتیں مان کر یقین کر رہے ہیں۔

اَلْجِنْسُ يَمِيْلُ اِلَى الْجِنْسِ

"جنس جنس کی طرف مائل ہوتی ہے۔"

اپنی جنس کی بات جلدی قبول کرتی ہے۔

مثنوی شریف کی ایک حکایت :

مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ بڑے اکابر میں سے گزرے ہیں۔ اُنھوں نے مثنوی شریف میں حکایات اور مثالوں کے ذریعے لوگوں کی بڑی اصلاح کی ہے۔ مثنوی شریف میں ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک کاشت کار نے دانے خشک کرنے کے لیے مکان کی چھت پر ڈال دیئے۔ کبھی بیوی جا کر ان میں پاؤں مار کر ہلاتی اور کبھی خود جاتا۔ بیوی اُوپر گئی اور اس کے پاس شیر خوار بچہ تھا۔ وہ گھسٹتے گھسٹتے پرنالے کے قریب چلا گیا۔ پرنالا تو پانی کے لیے ہوتا ہے۔ وہ کتنا وزن برداشت کر سکتا ہے۔ خطرہ ہوا کہ اگر بچہ پرنالے میں آگے چلا گیا تو پرنالا گر جائے گا اور بچہ زمین پر گرے گا۔ اس کو بلاتے ہیں تو وہ آگے گھسٹتا ہے۔ بیوی نے خاوند کو آواز دی کہ بچہ گیا کہ پرنالے پر چلا گیا ہے۔ اگر تھوڑا سا آگے ہوا تو گر جائے گا۔ کسی سمجھ دار نے ان سے کہا کہ اس عمر کا بچہ لا کر سامنے بٹھا دو۔ یہ بچہ اس کو دیکھ کر واپس آ جائے گا۔ وہ اس عمر کا بچہ لائے اور اس کے سامنے لا کر بٹھایا تو وہ بچہ پرنالے سے نکل کر اس بچے کے پاس آ گیا۔ مولانا روم فرماتے ہیں:

زاں بود جنس بشر پیغمبراں

"اسی لیے پیغمبر بشر ہوتے ہیں کہ جنس جنس سے فائدہ اُٹھاتی ہے۔" جنس کو جنس کے ساتھ پیار ہوتا ہے۔

تو اس وقت انسان حیوان صفت ہو جائیں گے۔ اور جس دن سورج مغرب سے طلوع کرے گا اور دابۃ الارض خروج کرے گا اس دن توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ اب اگر کوئی ایمان لائے گا تو وہ معتبر نہیں ہوگا اور جو نیکی پہلے نہیں کی اب نیکی کا بھی کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔ یہ قرآن کریم اور احادیث سے ثابت ہے۔ (سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۱۵۸

دیکھیں۔مرتب) سورج مغرب سے طلوع ہوکر نصف النہار تک آئے گا۔ پھر حکم ہوگا معمول کے مطابق چل اور اپنی لیٹ نکال لے۔ اس کے بعد ایک سوبیس سال تک دنیا رہے گی۔ پھر حضرت اسرافیل علیہ السلام بگل پھونک دیں گے اور قیامت برپا ہوجائے گی۔

تو فرمایا جمع کر دیا جائے گا سورج اور چاند کو یَقُوْلُ الْاِنْسَانُ اور کہے گا انسان یَوْمَىِٕذٍ اس دن اَیْنَ الْمَفَرُّ ۔ مفر مصدر میمی ہے۔ اس کا معنیٰ ہے بھاگنا۔ معنیٰ ہوگا کہاں ہے بھاگنا۔ جب تکلیفیں سامنے آئیں گی تو کہیں گے کہاں بھاگیں؟ كَلَّا خبردار لَا وَزَرَ کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔ نہ کوئی ماویٰ نہ کوئی ملجا۔ اے انسان! کوئی چھٹکارے کی جگہ نہیں ہوگی اِلٰی رَبِّكَ یَوْمَىِٕذِ الْمُسْتَقَرُّ آپ کے رب کی طرف ہے مستقر۔ بعض اس کو ظرف کا صیغہ بناتے ہیں۔ اس وقت معنیٰ ہوگا ٹھہرنے کی جگہ۔ اور بعض مصدر کا معنیٰ کرتے ہیں۔ پھر معنیٰ ہوگا ٹھہرنا یُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ خبردار کیا جائے گا انسان کو بتایا جائے گا یَوْمَىِٕذٍ اس دن بِمَا قَدَّمَ جو اس نے آگے بھیجا ہے وَاَخَّرَ اور جو اس نے پیچھے چھوڑا ہے۔ پیچھے نیک اولاد چھوڑی ہے، مسجد مدرسہ بنایا ہے، نیک کام کیے ہیں تو ان سے اس کو فائدہ پہنچے گا۔ بری اولاد چھوڑی ہے، سینما بنایا ہے، شراب خانہ کھولا ہے تو اس کا وبال اس پر پڑے گا۔ ہر شے کا بدلہ ہوگا۔ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِهٖ بَصِیْرَةٌ بلکہ انسان اپنے نفس پر بصیرت والا ہوگا، اپنے اعمال سے باخبر ہوگا وَّلَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَهٗ ۔ مَعَاذِیْرَ مَعْذِرَةٌ کی جمع ہے۔ معنیٰ ہوگا اور اگرچہ پیش کرے عذر، حیلے بہانے۔ کبھی کہے گا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَیْنَا شِقْوَتُنَا [سورۃ المومنون] "اے ہمارے پروردگار! ہم پر بدبختی غالب آ گئی ہمیں معاف کر دے۔" اور کبھی کہیں گے رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِیْلَا [الاحزاب: ۶۷، پارہ: ۲۲] "اے ہمارے

پروردگار! ہم نے اطاعت کی اپنے سرداروں کی اور اپنے بروں کی انھوں نے ہمیں گمراہ کر دیا سیدھے راستے سے رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ﴿۶۸﴾ اے ہمارے پروردگار ان کو دگنا عذاب دے اور ان پر لعنت بھیج بہت بڑی۔" اور کبھی کچھ کہیں گے اور کبھی کچھ کہیں گے لیکن معلوم سب کچھ ہوگا کہ میں کیا کرکے آیا ہوں۔

شانِ نزول :

آگے رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس طرح ہم قیامت والے دن ہڈیوں کو جمع کریں گے اسی طرح ہم نے دنیا میں قرآن کو جمع کیا ہے۔ اس کا شانِ نزول یہ ہے جیسا کہ بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام وحی لے کر آتے تھے۔ وہ پڑھتے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ پڑھتے جاتے تھے کہ کوئی لفظ رہ نہ جائے۔ اپنی یاد کے لیے ساتھ ساتھ پڑھتے تھے۔ اور یہ قرآن پاک کے آداب کے خلاف ہے کہ قرآن کریم پڑھا جائے اور سننے والا ساتھ پڑھے۔ اسی لیے قرآن پاک میں رب تعالیٰ نے حکم دیا ہے وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ [الاعراف: ۲۰۴] "اور جب قرآن کریم پڑھا جائے پس کان لگا کر سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔" امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ کا شانِ نزول ہی نماز ہے کہ جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔ یہ قرآن کا فیصلہ ہے۔

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آہستہ آہستہ ساتھ ساتھ زبان کو حرکت دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ نہ حرکت دیں قرآن پاک کے ساتھ اپنی زبان کو لِتَعْجَلَ بِهٖ تاکہ آپ جلدی کریں اس کے بارے میں، ایسا نہ کریں اِنَّ عَلَيْنَا

جَمْعَهٗ بے شک ہمارے ذمے ہے اس کا جمع کرنا وَقُرْاٰنَهٗ اور اس کا پڑھا دینا۔ یعنی جب جبرئیل علیہ السلام پڑھیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینے میں جمع کرنا اور پڑھا دینا ہمارے ذمے ہے فَاِذَا قَرَاْنٰهُ پس جس وقت ہم اس کو پڑھ لیں یعنی ہمارا فرشتہ پڑھ لے فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ پس آپ پیروی کریں اس کے پڑھنے کی۔ ساتھ ساتھ نہیں پڑھنا۔ بخاری شریف میں روایت ہے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ کے نازل ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہایت خاموشی کے ساتھ سنتے تھے زبان کو حرکت نہیں دیتے تھے۔

تو فرمایا جب ہم پڑھ چکیں تو پھر آپ پیروی کریں اس کے پڑھنے کی ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ پھر ہمارے ذمے ہے قرآن کا بیان کرنا۔ اس کا جمع کرنا بھی ہمارے ذمے، اس کا بیان کرنا بھی ہمارے ذمے، اس کی حفاظت بھی ہمارے ذمے۔ آپ اس کی پیروی کریں ساتھ ساتھ پڑھنا قرآن کے آداب کے خلاف ہے۔

كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ﴿۲۰﴾ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴿۲۱﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿۲۲﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿۲۳﴾ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ ﴿۲۴﴾ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ﴿۲۵﴾ كَلَّا اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ﴿۲۶﴾ وَقِيْلَ مَنْ رَاقٍ ﴿۲۷﴾ وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ﴿۲۸﴾ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴿۲۹﴾ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ۨ الْمَسَاقُ ﴿۳۰﴾ فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ﴿۳۱﴾ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿۳۲﴾ ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى ﴿۳۳﴾ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿۳۴﴾ ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿۳۵﴾ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ﴿۳۶﴾ اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ﴿۳۷﴾ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ﴿۳۸﴾ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿۳۹﴾ اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِيَ الْمَوْتٰى ﴿۴۰﴾

كَلَّا خبردار بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ بلکہ تم پسند کرتے ہو دنیا کی زندگی کو وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ اور چھوڑتے ہو آخرت کو وُجُوْهٌ کچھ چہرے يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اس دن تر و تازہ ہوں گے اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہوں گے وَوُجُوْهٌ اور کئی چہرے يَّوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ اُس دن اُداس ہوں گے تَظُنُّ یقین کریں گے اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا کارروائی کی جائے گی ان کے ساتھ فَاقِرَةٌ کمر توڑ كَلَّا خبردار اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ جب روح پہنچ جاتی ہے ہنسلی کی ہڈی تک وَقِيْلَ اور کہا جاتا ہے مَنْ کون ہے رَاقٍ دم کرنے والا

وَّظَنَّ اور وہ یقین کرلیتا ہے اَنَّهُ الْفِرَاقُ کہ بے شک جدائی کا وقت ہے وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ اور چمٹ جاتی ہے پنڈلی پنڈلی کے ساتھ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ِالْمَسَاقُ آپ کے رب کی طرف اُس دن چلنا ہے فَلَا صَدَّقَ پس نہ تصدیق کی اس نے وَلَا صَلّٰى اور نہ نماز پڑھی وَلٰكِنْ كَذَّبَ لیکن اس نے جھٹلایا وَتَوَلّٰى اور اعراض کیا ثُمَّ ذَهَبَ پھر چلا اِلٰى اَهْلِهٖ اپنے گھر والوں کی طرف يَتَمَطّٰى اکڑتا ہوا اَوْلٰى لَكَ ہلاکت ہے تیرے لیے فَاَوْلٰى پھر ہلاکت ہے ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ پھر ہلاکت ہے تیرے لیے فَاَوْلٰى پھر ہلاکت ہے اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ کیا خیال کرتا ہے انسان اَنْ يُّتْرَكَ کہ اس کو چھوڑ دیا جائے گا سُدًى بے کار اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً کیا نہیں تھا نطفہ مِّنْ مَّنِيٍّ منی کا يُّمْنٰى جو رحم میں ٹپکایا جاتا ہے ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً پھر تھا خون کا لوتھڑا فَخَلَقَ پس اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا فَسَوّٰى پس درست کیا فَجَعَلَ مِنْهُ پس بنائے اس سے الزَّوْجَيْنِ جوڑے الذَّكَرَ مذکر وَالْاُنْثٰى اور مونث اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ کیا نہیں ہے وہ پروردگار قادر عَلٰٓى اَنْ اس بات پر يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى کہ زندہ کرے مردوں کو۔

قیامت کا ذکر :

اس سورت کی ابتدا میں بھی قیامت کا ذکر تھا۔ اب بھی اسی کا ذکر ہے۔ لفظ كَلَّا

قرآن کریم میں کبھی تو تنبیہ کے لیے آتا ہے، خبردار! اور اس مقام پر تنبیہ کے لیے ہے۔ اور کبھی ہرگز نہیں! کے معنیٰ میں آتا ہے۔ اور کبھی حقًّا کے معنیٰ میں آتا ہے، پکی بات ہے۔ اس مقام پر تنبیہ کے لیے آیا ہے۔ کَلَّا خبردار۔ اور بعض مفسرین حقًّا کا معنیٰ بھی کرتے ہیں کہ سچی بات ہے بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ بلکہ تم محبت کرتے ہو دنیا کی زندگی سے۔ عاجلہ، بہت جلد ختم ہونے والی کو تم پسند کرتے ہو وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ اور چھوڑتے ہو آخرت کو۔ آج جتنی محنت دنیا کے لیے ہے اس کا دسواں حصہ بھی آخرت کے لیے نہیں ہے۔ جو قیامت حشر کے منکر ہیں ان کی بات نہیں کر رہا، ان کو چھوڑ دیں۔ جو قیامت کو تسلیم کرتے ہیں وہ آخرت کے لیے کتنا کام کر رہے ہیں۔ عیاں راچہ بیاں۔ جو شے بڑی واضح ہو اس کے لیے دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی۔ چوبیس گھنٹوں میں دنیا کے لیے کتنا کام کرتے ہیں اور آخرت کے لیے کرتے ہیں؟ الا ماشاء اللہ! کوئی ہزار میں سے ایک دو آدمی نکل آئیں تو کوئی بعید نہیں ہے۔

روزِ قیامت رؤیتِ باری تعالیٰ :۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں بلکہ تم پسند کرتے ہو دنیا کو اور چھوڑتے ہو آخرت کو وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ کچھ چہرے قیامت والے دن تروتازہ ہوں گے، ہشاش بشاش ہوں گے۔ ان کے چہروں پر بڑی رونق ہوگی اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے، رب کا دیدار نصیب ہوگا۔ اہل حق کا عقیدہ ہے کہ قیامت والے دن میدانِ محشر میں، جنت میں مومنوں کو اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوگا۔ اور احادیث میں آتا ہے کہ مومن جب دیدار کرنے کے بعد گھروں کو واپس لوٹیں گے تو گھر والے کہیں گے جب تم گئے تھے تو اتنے خوب صورت نہیں تھے جتنے اب خوب صورت ہو۔ وہ کہیں گے

کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوا ہے اس کی برکت سے ہمارا حسن بڑھ گیا ہے۔
حدیث پاک میں آتا ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا حضرت! یہ ارشاد فرمائیں هَلْ نَرٰی رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ "کیا ہم اپنے رب کو دیکھیں گے قیامت والے دن؟" آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ "تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس طرح سورج اور چاند کو دیکھتے ہو۔" چودھویں رات کا چاند ہو، دھند اور بادل بھی نہ ہو تو چاند نظر آتا ہے کہ نہیں۔ دوپہر کا وقت ہو سورج سر پر ہو، دھند، بادل بھی نہ ہو تو سورج نظر آتا ہے کہ نہیں؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا حضرت! نظر آتا ہے۔ فرمایا سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ "اسی طرح تم ضرور دیکھو گے اپنے رب کو۔" یہ بخاری شریف کی روایت ہے۔

تو رب تعالیٰ کا دیدار قرآن سے بھی ثابت ہے اور حدیث سے بھی ثابت ہے۔ اور اس پر امتِ مسلمہ کا اجماع اور اتفاق ہے سب طبقات کا۔ حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، مقلد، غیر مقلد۔ سب اس پر متفق ہیں کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔

ایک فرقہ ہے معتزلہ۔ وہ منکر ہیں۔ کہتے ہیں کہ رب کا دیدار نہیں ہوگا۔ کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر تشریف لے گئے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہم کلام ہوئے۔ کافی دیر گفتگو ہوتی رہی۔ موسیٰ علیہ السلام نے آرزو کی دیدار کی اور کہا رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ "اے پروردگار! دِکھا تو مجھ کو تاکہ میں دیکھوں آپ کی طرف۔" قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ [الاعراف: ۱۴۳] اللہ تعالیٰ نے فرمایا "تو ہرگز نہیں دیکھ سکے گا مجھے۔" میں اپنی تجلی اس پہاڑ پر ڈالوں گا اگر یہ پہاڑ اپنی جگہ پر ٹکا رہا تو فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ "پھر آپ مجھے دیکھ سکیں گے۔" حدیث پاک میں آتا ہے کہ ہاتھ کی جو چھوٹی انگلی ہے عربی میں اس کو خنصر کہتے

ہیں، اس کے نصف پور کے برابر اپنے نور کی تجلی پہاڑ پر ڈالی پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا۔ موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ جس وقت ہوش آیا تو کہا پروردگار! تیری ذات پاک ہے میں نے بے جا سوال کیا تُبْتُ اِلَیْکَ "میں توبہ کرتا ہوں آپ کے سامنے۔"

معتزلہ کہتے ہیں کہ جب موسیٰ علیہ السلام کو دیدار نہیں ہوا تو اور کس کو ہو سکتا ہے۔ لیکن ان کا یہ کہنا باطل ہے۔ کیوں کہ دنیا کے احکام اور ہیں اور آخرت کے احکام اور ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معاملہ دنیا کا ہے۔ آخرت میں دیدار ہوگا۔ یہ قرآن پاک کی آیات تمھارے سامنے ہیں ان میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں ہے وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ کتنے چہرے اُس دن تروتازہ ہوں گے اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔ اور اُوپر سے ذکر بھی قیامت کا چلا آرہا ہے۔ تو یہ دیکھنا قیامت والے دن کا ہے اور نفی دنیا میں دیکھنے کی ہے۔ آخرت کی باتیں تو ہمیں دنیا میں سمجھ نہیں آسکتیں۔ بھلا یہ کس کی سمجھ میں آسکتا ہے کہ جنت میں درخت طوبیٰ ہے اتنا بڑا کہ بندہ تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر ایک کنارے سے چلے سو سال تک دوسرے کنارے تک نہ پہنچ سکے گا۔ دنیا میں کوئی ایسا درخت ہے؟ دنیا میں دودھ کی نہر کہیں ملتی ہے؟ جنت میں دودھ کی نہریں بھی ہوں گی۔ جنت میں چاہے کتنا بلند درخت ہو بندہ خیال کرے گا کہ اس کی چوٹی پر جو پھل ہے وہ میں نے کھانا ہے۔ آناً فاناً وہ ٹہنی جھک کر اس کے سامنے آجائے گی۔

اور کیا یہ سمجھ میں آسکتا ہے کہ دوزخ کی آگ دنیا کی آگ سے اُنہتر گنا تیز بھی ہو اور اس میں سانپ بچھو بھی ہوں، درخت بھی ہوں۔ بھئی! دنیا میں نہ جنت کی باتیں سمجھ آسکتی ہیں نہ دوزخ کی۔ بس ماننا ہے۔

تو موسیٰ علیہ السلام والی آیات سے آخرت کے دیدار کی نفی کرنا کمزور بات ہے۔

خصوصاً جب دیدار والی آیات بھی موجود ہوں اور احادیث بھی موجود ہوں اور اجماع امت بھی ہوتو پھر انکار کی گنجائش نہیں ہے۔ دنیا کے معاملات اور ہیں اور آخرت کے معاملات اور ہیں۔

فرمایا وَوُجُوْهٌ اور کچھ چہرے يَوْمَئِذٍۢ بَاسِرَةٌ اُس دن اُداس ہوں گے، پریشان ہوں گے، بُری شکلیں بنی ہوں گی تَظُنُّ وہ یقین کرلیں گے اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ کہ ان کے ساتھ کمر توڑ کارروائی کی جائے گی۔ فِقَارُ الظَّهْرِ ریڑھ کی ہڈی کو کہتے ہیں۔ اور ریڑھ کی ہڈی کے ہر ہر مہرے کو فِقْرَہ کہتے ہیں اور سب کو فقار کہتے ہیں۔ اور ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ جائے تو آدمی بے کار ہو جاتا ہے۔ ساری ہڈی تو درکنار ایک مہرے میں بھی گڑبڑ ہو جائے تو آدمی کام کا نہیں رہتا۔

تو مجرموں کو یقین ہو جائے گا کہ ان کے ساتھ کمر توڑ کارروائی کی جائے گی كَلَّآ خبردار اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ۔ تَرَاقِي تَرْقُوَةٌ کی جمع ہے بمعنٰی ہنسلی کی ہڈی (حضرت نے اشارہ کر کے بتلایا کہ) جب جان پاؤں کی طرف سے نکلتے نکلتے ہنسلی کی ہڈی تک پہنچ جاتی ہے۔ گھر والے بھی دیکھ رہے ہوتے ہیں، ڈاکٹر حکیم بھی وَقِيْلَ اور کہا جاتا ہے مَنْ کون ہے رَاقٍ دم کرنے والا جو اس کو دم کرے اور اس کی جان نہ نکلے۔ ڈاکٹر، حکیم تو ناکام ہو چکے ہیں کوئی دم جھاڑ کرنے والا ہی اسے بچا لے۔ مگر کون بچا سکتا ہے؟ یا ایسا بھی ہوتا ہے کہ جان نکلنے کے وقت مرنے والے کو تکلیف ہوتی ہے گھر والے برداشت نہیں کر سکتے تو دعا کرو اس کا سانس آسانی سے نکل جائے، رب اس کا سانس آسانی سے نکال دے۔ اس کے لیے زندگی کی دعا کرنے والے بھی ہوتے ہیں اور موت کے لیے دعا کرنے والے بھی ہوتے ہیں۔

توفرمایا کہا جاتا ہے، ہے کوئی دم کرنے والا وَّظَنَّ اور مرنے والا یقین کرلیتا ہے اَنَّهُ الْفِرَاقُ کہ بے شک جدائی کا وقت ہے وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ اور چمٹ جاتی ہے پنڈلی پنڈلی کے ساتھ۔ بعض آدمیوں کی جان بڑی سختی کے ساتھ نکلتی ہے پنڈلی پنڈلی کے ساتھ جڑ جاتی ہے اور وہ اکڑا پڑا ہوتا ہے۔ اے بندے کیا کرتے ہو اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ الْمَسَاقُ آپ کے رب کی طرف اس دن جانا ہے۔ ساق یسوق کا معنی ہے چلنا اور مساق مصدر ہے۔ آج چلنا ہے۔ فَلَا صَدَّقَ پس نہ اس نے تصدیق کی توحید کی، رسالت کی، قیامت کی، قرآن کی، حق کو تسلیم نہیں کیا وَلَا صَلّٰى اور نہ نماز پڑھی وَلٰكِنْ كَذَّبَ لیکن اس نے حق کو جھٹلایا وَتَوَلّٰى اور نیک کاموں سے اعراض کیا، پشت پھیری ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰى اَهْلِهٖ پھر چلا اپنے گھر والوں کی طرف يَتَمَطّٰى اکڑتا ہوا اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ہلاکت ہے تیرے لیے پھر ہلاکت ہے ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى پھر ہلاکت ہے تیرے لیے پس ہلاکت ہے۔

جیسی کرنی ویسی بھرنی :

بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہ ابوجہل تھا۔ بعض کے نزدیک عقبہ بن ابی معیط تھا اور بعض نے کہا ہے کہ ولید بن مغیرہ تھا۔ بعض نے عاص بن وائل کا نام لیا ہے۔ یہ جس وقت غریب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ملتے تھے تو کسی کی پٹائی کر دیتے، کسی کو گالیاں دیتے، کسی کو طعنے دیتے۔ پھر گھر جا کر بڑکیں مارتے کہ آج میں فلاں کی مرمت کر آیا ہوں، آج میں یہ کر آیا ہوں، آج میں یہ کر آیا ہوں۔ اے نافرمان انسان! آج مظلوموں، کمزوروں پر ظلم و زیادتی کرنے والے کل تجھے پتا چلے گا کہ تم کیا کرتے رہے ہو۔ یہ ساری باتیں تیرے سامنے آئیں گی۔ سورۂ زلزال میں ہے فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَ

مَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ ۝ "پس جو شخص ذرہ برابر بھی نیکی کرے گا اس کو دیکھ لے گا اور جو شخص ذرہ برابر بھی بُرائی کرے گا اس کو دیکھ لے گا۔"

محشر والے دن ایسی چیزیں سامنے آئیں گی کہ بندہ کہے گا میں تو ان کو گناہ ہی نہیں سمجھتا تھا۔ مثلاً: مسجد سے نکلتے ہوئے سیڑھیوں پر تھوک دینا بڑا گناہ ہے۔ بلکہ عام راستے پر جہاں سے لوگ گزرتے ہیں وہاں بلغم پھینک دینا (بھی گناہ ہے) کہ لوگوں کو اس سے کراہت ہوتی ہے، ذہنی تکلیف پہنچتی ہے۔ کیلے کھا کر چھلکے راستے پر پھینک دینا۔ ہم ان چیزوں کو عیب نہیں سمجھتے۔ شریعت کی نگاہ میں یہ سب چیزیں عیب ہیں۔ گھر کی صفائی نہیں کرتے جالے لگے ہوئے ہیں صاف نہیں کرتے۔ آج ہماری مسجدوں میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ کہنے کے قابل نہیں ہے۔

تو یہ لوگ غریبوں پر ظلم کر کے اکڑتے ہوئے گھر جاتے تھے۔ پھر فرمایا ہلاکت ہے تیرے لیے پھر ہلاکت ہے پھر ہلاکت ہے اَیَحۡسَبُ الۡاِنۡسَانُ اَنۡ یُّتۡرَکَ سُدًی کیا خیال کرتا ہے انسان کہ اس کو بے کار چھوڑ دیا جائے گا۔ آج دیکھو دنیا میں فارغ اور بے کار آدمی سب سے بُرا ہے۔ تو کیا رب تعالیٰ نے تمھیں پیدا کر کے یونہی بیکار چھوڑ دیا ہے تمھارے ذمے کچھ اعمال نہیں ہیں؟ بھائی! تمھارے ذمے کچھ چیزیں کرنے کی ہیں اور کچھ چیزیں نہ کرنے کی ہیں۔ سُدًی کا معنیٰ مہمل، بے کار، فارغ۔ اے انسان! تجھے یاد نہیں اَلَمۡ یَکُ نُطۡفَۃً مِّنۡ مَّنِیٍّ کیا نہیں تھا نطفہ منی سے یُّمۡنٰی جو ٹپکایا گیا ماں کے رحم میں ثُمَّ کَانَ عَلَقَۃً پھر تھا خون کا لوتھڑا۔ پھر اس کے بعد بوٹی بنی۔ پھر اس میں رب نے ہڈیاں پیدا کیں، ڈھانچا تیار کیا پھر اس پر گوشت چڑھایا فَخَلَقَ فَسَوّٰی پس اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا پس درست کر دیا اور اس میں روح ڈالی، اچھا

بھلا تندرست بندہ پیدا کر دیا فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ پس بنائے اس حقیر قطرے سے جوڑے الذَّكَرَ وَالْأُنْثَىٰ مذکر اور مونث۔ نر اور مادہ پیدا کیے۔ اے قیامت، حشر کے منکر أَلَيْسَ ذَٰلِكَ بِقَادِرٍ کیا نہیں ہے وہ پروردگار قادر عَلَىٰ أَنْ اس بات پر يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ کہ زندہ کرے مُردوں کو قیامت والے دن۔ جو حقیر قطرے سے اچھا بھلا انسان پیدا کر سکتا ہے، مرد اور عورت بنا سکتا ہے۔ وہ دوبارہ پیدا کرے گا انکار کس چیز کا کرتے ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب یہ آیت کریمہ پڑھتے تو ساتھ ہی پڑھتے تھے بَلَىٰ هُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ "کیوں نہیں وہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔" لیکن اگر یہ آیت نماز میں آئے تو پھر نہیں پڑھنی۔ نماز میں خاموشی مطلوب ہے۔ تو کیا رب تعالیٰ قادر نہیں ہے کہ مردوں کو زندہ کرے؟ کیوں نہیں! وہ قادر ہے ہر چیز پر۔ لہٰذا یقین رکھو کہ قیامت آئے گی اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ لہٰذا اس کی تیاری کرو۔

بسم الله الرحمن الرحیم

تفسیر

سورة الإنسان

(مکمل)

جلد ۲۰

آیاتھا ۳۱ ۷۶ سُوْرَۃُ الدَّھْرِ مَکِّیَّۃٌ ۹۸ رکوعاتھا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ یَكُنْ شَیْـًٔا مَّذْكُوْرًا ﴿۱﴾ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖۗ نَّبْتَلِیْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِیْعًۢا بَصِیْرًا ﴿۲﴾ اِنَّا هَدَیْنٰهُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا ﴿۳﴾ اِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ سَلٰسِلَاۡ وَ اَغْلٰلًا وَّ سَعِیْرًا ﴿۴﴾ اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ﴿۵﴾ عَیْنًا یَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ یُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِیْرًا ﴿۶﴾ یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَ یَخَافُوْنَ یَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِیْرًا ﴿۷﴾ وَ یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِیْنًا وَّ یَتِیْمًا وَّ اَسِیْرًا ﴿۸﴾ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِیْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّ لَا شُكُوْرًا ﴿۹﴾ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا یَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِیْرًا ﴿۱۰﴾ فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْیَوْمِ وَ لَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّ سُرُوْرًا ﴿۱۱﴾

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ تحقیق آیا ہے انسان پر حِیْنٌ ایک وقت مِّنَ الدَّهْرِ زمانے میں سے لَمْ یَكُنْ شَیْـًٔا نہیں تھا وہ شے مَّذْكُوْرًا قابلِ ذکر اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ بے شک ہم نے پیدا کیا انسان کو مِنْ نُّطْفَةٍ نطفے سے اَمْشَاجٍ جو ملا ہوا ہے نَّبْتَلِیْهِ ہم اس کو پلٹتے رہے فَجَعَلْنٰهُ پس ہم نے اس کو بنایا سَمِیْعًا سننے والا بَصِیْرًا

دیکھنے والا اِنَّا هَدَيْنٰهُ بے شک ہم نے اس کی راہنمائی کی السَّبِيْلَ
راستے کی اِمَّا شَاكِرًا یا تو شکر ادا کرے گا وَّاِمَّا كَفُوْرًا اور یا ناشکری
کرے گا اِنَّآ اَعْتَدْنَا بے شک ہم نے تیار کی ہیں لِلْكٰفِرِيْنَ
کافروں کے لیے سَلٰسِلَاۡ زنجیریں وَاَغْلٰلًا اور طوق
وَّسَعِيْرًا اور شعلہ مارنے والی آگ اِنَّ الْاَبْرَارَ بے شک نیک لوگ
يَشْرَبُوْنَ پئیں گے مِنْ كَاْسٍ ایسے پیالے سے كَانَ مِزَاجُهَا
كَافُوْرًا جس کی ملاوٹ ہوگی کافور سے عَيْنًا وہ ایک چشمہ ہے
يَّشْرَبُ بِهَا پئیں گے اس سے عِبَادُ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے بندے
يُفَجِّرُوْنَهَا اس کو چلائیں گے تَفْجِيْرًا چلانا يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وہ
پورا کرتے ہیں نذروں کو وَيَخَافُوْنَ اور ڈرتے ہیں يَوْمًا اُس دن
سے كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا جس کی برائی پھیلی ہوئی ہے وَيُطْعِمُوْنَ
الطَّعَامَ اور کھلاتے ہیں کھانا عَلٰى حُبِّهٖ اُس کی محبت پر مِسْكِيْنًا
مسکین کو وَّيَتِيْمًا اور یتیم کو وَّاَسِيْرًا اور قیدی کو (اور کہتے ہیں)
اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ بے شک ہم کھلاتے ہیں تم کو لِوَجْهِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی رضا
کے لیے لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ نہیں ارادہ کرتے ہم تم سے جَزَآءً بدلے
کا وَّلَا شُكُوْرًا اور نہ شکریے کا اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا بے شک ہم
ڈرتے ہیں اپنے رب سے يَوْمًا اُس دن سے عَبُوْسًا جو ترش رو

ہوگا قَمْطَرِيْرًا بہت زیادہ ترش رو فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ پس بچا لیا اللہ تعالیٰ نے ان کو شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ اس دن کے شر سے وَلَقّٰهُمْ اور دے گا ان کو نَضْرَةً تروتازگی وَّسُرُوْرًا اور خوشی۔

نام وکوائف :

اس سورت کا نام سورۃ الدھر ہے۔ پہلی ہی آیتِ کریمہ میں الدھر کا لفظ موجود ہے جس سے اس کا نام لیا گیا ہے۔ دھر کا لفظی معنیٰ ہے زمانہ۔ یہ سورۃ مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس سے پہلے ستانوے [۹۷] سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ یہ اٹھانوے [۹۸] نمبر پر نازل ہوئی۔ اس کے دو رکوع اور اکتیس [۳۱] آیتیں ہیں۔ هَلْ کا لفظ کبھی استفہام کے لیے آتا ہے جس کا معنیٰ ہے کیا۔ اور کبھی تحقیق کے معنیٰ میں آتا ہے قَدْ کا معنیٰ دیتا ہے۔ تمام مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہ کا اتفاق ہے کہ اس مقام پر تحقیق کے معنیٰ میں ہے جو قَدْ کا معنیٰ ہے جب کہ ماضی پر داخل ہو۔

انسان کی حیثیت :

هَلْ اَتٰى تحقیق آیا ہے عَلَى الْاِنْسَانِ انسان پر حِيْنٌ ایک وقت مِّنَ الدَّهْرِ زمانے میں سے لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا نہیں تھا وہ شے قابلِ ذکر۔ پیدائش سے پہلے انسان کا کیا وجود تھا؟ اس کا کیا نام تھا؟ معدوم تھا کوئی نام ونشان نہ تھا۔ کوئی قابلِ ذکر چیز نہیں تھا۔ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ بے شک ہم نے پیدا کیا انسان کو مِنْ نُّطْفَةٍ نطفے سے اَمْشَاجٍ مَشِيْج کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے ملا جلا۔ مرد اور عورت کا نطفہ رحم میں یہ دونوں اکٹھے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کچھ عرصہ تو اسی شکل

میں رہتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کا لوتھڑا بناتا ہے۔ پھر اس لوتھڑے کو گوشت کا ٹکڑا بنا دیتا ہے پھر اس کی ہڈیاں بنا دیتا ہے پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھا دیتا ہے۔ اب انسانی ڈھانچا بن گیا مرد کا یا عورت کا جو رب تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے۔ پھر رب تعالیٰ اس میں روح پھونک دیتا ہے۔ روح داخل ہونے کے بعد کم وبیش پانچ ماہ تک ماں کے پیٹ میں رہتا ہے۔ کیا تھا، کیا بن گیا۔

تو فرمایا بے شک ہم نے انسان کو پیدا کیا ملے جلے ہوئے نطفے سے نَّبْتَلِيهِ ہم اس کو پلٹتے رہتے ہیں۔ پھر نطفہ، پھر لوتھڑا، پھر ہڈیاں، پھر اس پر گوشت چڑھانا، پھر اس میں روح ڈالتے ہیں اور وہ ماں کے پیٹ میں نقل وحرکت کرتا ہے فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا پس بنا دیا اس کو ہم نے سننے والا دیکھنے والا۔ سنتا بھی ہے دیکھتا بھی ہے۔

حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انسان کے وجود سے زیادہ کوئی شے عجیب نہیں ہے۔ کیا تھا اور کیا بن گیا۔ مگر چونکہ روز مرہ بچے ہوتے ہیں اور جو چیز یا عادت روز مرہ ہو اس میں تعجب نہیں رہتا۔ ورنہ کیا قطرۂ حقیر اور کیا اچھا بھلا انسان۔ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ بے شک ہم نے اس کی راہنمائی کی راستے کی۔ حق کا راستہ بتلایا، عقل، سمجھ دی، پیغمبر بھیجے، کتابیں نازل کیں۔ آخری کتاب قرآن کریم ہے اور آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نبوت ختم ہو گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی کے بعد اب قیامت تک دنیا کے کسی خطے میں نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم کو باقی رکھنا، قرآن کو باقی رکھنا اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے لیا ہے۔ اسلام آج تک اپنی اصل شکل میں موجود ہے اور قیامت تک رہے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ایک حدیث میں ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ "میری امت کے علماء وہ ڈیوٹی دیں گے جو انبیائے بنی اسرائیل دیتے تھے۔" اُنھوں نے اللہ تعالیٰ کے دین کی حفاظت کی ڈیوٹی دی۔اب چونکہ نبوت ختم ہو چکی ہے اس لیے پیغمبرانہ ڈیوٹی علماء دیں گے۔امر بالمعروف نہی عن المنکر، حق کی تائید، باطل کی تردید، یہ علماء کا شیوہ ہے۔

تو فرمایا ہم نے اس کی راہنمائی کی راستے کی اِمَّا شَاکِرًا یا تو شکر ادا کرے گا وَّاِمَّا کَفُوْرًا اور یا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرے گا۔اللہ تعالیٰ نے انسان کو اتنا اختیار دیا ہے کہ ایمان لائے یا کفر اختیار کرے۔رب تعالیٰ کا شکر ادا کرے یا ناشکری کرے، نافرمانی کرے۔اگر نافرمانی کرے گا تو اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ سَلٰسِلَاْ۔ سَلٰسِلَ سِلْسِلَۃٌ کی جمع ہے۔ سِلْسِلَۃ کا معنیٰ ہے زنجیر۔معنیٰ ہوگا بے شک ہم نے تیار کی ہیں کافروں کے لیئے زنجیریں۔زنجیریں پاؤں میں ڈالی جائیں تو ان کو بیڑیاں کہتے ہیں جو سنگلیں مجرموں کو ڈالتے ہیں۔ہاتھوں میں ڈالی جائیں تو ان کو ہتھکڑیاں کہتے ہیں وَاَغْلٰلًا۔ اغلال غُلٌّ کی جمع ہے۔اس کا معنیٰ ہے طوق، جو گلے میں ڈالا جاتا ہے۔مجرم کو فرشتوں نے پکڑا ہوگا، ہاتھ پاؤں جکڑے ہوں گے، گلے میں طوق پڑا ہوگا اور دوزخ میں جلتا رہے گا وَّسَعِیْرًا اور شعلہ مارنے والی آگ تیار کر رکھی ہے جو دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہے۔اور دنیا کی آگ میں لوہا پگھل جاتا ہے، پتھر راکھ ہو جاتا ہے۔اُس آگ کا کیا حساب ہوگا۔یہ تو مجرموں کا ذکر تھا آگے نیکوں کا بھی سن لو۔

نیکوں کا ذکر :

فرمایا اِنَّ الْاَبْرَارَ۔ اَبْرَار کا مفرد بَرٌّ بھی آتا ہے اور بَارٌّ بھی آتا ہے۔

اس کا معنی ہے نیکوکار۔ معنیٰ ہوگا بے شک نیک لوگ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ پئیں گے پیالے سے بھرا ہوا پیالہ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا جس کی ملاوٹ کافور سے ہوگی عَيْنًا وہ چشمہ ہے يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللهِ پئیں گے اس سے اللہ تعالیٰ کے بندے۔ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے اس کافور کے چشمے کا پانی پئیں گے۔ اور جو عام جنتی ہوں گے ان کو جو پانی پلایا جائے گا یا شراب پلائی جائے گی اس میں کافور کی آمیزش ہوگی۔ جیسے شربتوں میں بعض عرق کیوڑہ ڈال دیتے ہیں۔ اس سے شربت کا ذائقہ عجیب قسم کا ہو جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے جو خاص بندے ہوں گے وہ کافور چشمے کا پانی پئیں گے يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا وہ اس کو چلائیں گے چلانا۔ جہاں ان کا دل کرے گا اس کو بہا کر وہاں لے جائیں گے۔ احادیث میں آتا ہے کہ سونے کی لاٹھی ان کے ہاتھ میں ہوگی پانی کے بند موتیوں کے بنے ہوئے ہوں گے۔ جہاں کوئی پانی کو لے جانا چاہے گا لاٹھی سے اشارہ کرتا جائے گا خود ہی موتیوں کے بند اور کنارے بنتے جائیں گے اور ساتھ ساتھ پانی چلتا جائے گا۔ اور جنت کا پانی سطح زمین پر ہوگا دنیاوی نہروں کی طرح زمین کے اندر نہیں ہوگا۔ دودھ کی نہریں ہوں گی، شہد کی نہریں ہوں گی، میٹھے پانی کی نہریں ہوں گی۔

نیک بندوں کی خوبیوں کا ذکر :

آگے اللہ تعالیٰ نے نیک بندوں کی کچھ خوبیاں بتائی ہیں۔ فرمایا يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ پوری کرتے ہیں وہ نذریں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ نذر اچھی چیز نہیں ہے لیکن اگر کسی نے مانی ہے اور اس کا کام ہو گیا ہے تو اب اس کا پورا کرنا ضروری ہے۔ نذر اچھی چیز کیوں نہیں ہے؟ ایک تو اس لیے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ سودا کرنا ہے کہ رب میرا یہ کام کرے تو میں یہ کام کروں گا۔ مثلاً: کہتا ہے کہ پروردگار اس کو شفا دے دے میں

دیگ پکا کر غریبوں کو کھلاؤں گا۔ مقدمے میں بری ہو گیا تو اتنی چیز آپ کے راستے میں دوں گا۔ تو یہ ظاہر یہ ایک سودا ہے۔ اس لیے شریعت اس کو پسند نہیں کرتی۔ اور بخاری شریف میں روایت ہے لَا يَأْتِي نَذْرٌ ابْنُ آدَمَ بِشَيْءٍ "نذر ابن آدم کے لیے کچھ نہیں لاتی۔" نذر کے ذریعے بندے کا کام نہیں بنتا کرنے والا رب ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ میں نے دیگ دی ہے، بکرا دیا ہے تب میرا کام ہوا ہے۔ اس لیے شریعت اس کو پسند نہیں کرتی۔

نذر اور منت کے مال میں سے والدین، اولاد نہیں کھا سکتے، سید نہیں کھا سکتا، صاحب حیثیت اور ان کے بچے نہیں کھا سکتے، کافر نہیں کھا سکتا۔ حتیٰ کہ نذر ماننے والا نمک بھی نہیں چکھ سکتا۔ ہاں چکھ کر تھوک دے۔ ایک بڑی بے احتیاطی یہ ہوتی ہے کہ محلے کے بچوں کو اکٹھا کر کے کھلا دیتے ہیں۔ اس طرح نذر پوری نہیں ہوتی۔ نذر کا مصرف وہی ہے جو زکوٰۃ کا مصرف ہے۔ تو فرمایا وہ پورا کرتے ہیں نذر کو وَيَخَافُونَ يَوْمًا اور ڈرتے ہیں اُس دن سے كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا جس کی بُرائی پھیلی ہوئی ہے، بکھری ہوئی ہے۔ دیکھو! آج کل گرمی کا موسم ہے۔ بعض علاقوں میں گرمی زیادہ ہے بعض میں کم ہے اور بعض علاقوں میں سردی ہے۔ اسی طرح سردی کے زمانے میں بعض علاقوں میں سردی زیادہ ہوتی ہے بعض میں کم ہوتی ہے۔ سب علاقوں میں برابر نہیں ہے۔ لیکن اُس دن کی تکلیف سارے جسم میں برابر ہوگی۔ کوئی جگہ کوئی کونہ خالی نہیں ہوگا۔ تو اللہ تعالیٰ کے بندے اُس دن سے ڈرتے ہیں جس کی بُرائی پھیلی ہوئی ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کے بندوں کی تیسری خوبی: وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ اور کھلاتے ہیں کھانا اُس کی محبت پر۔ کس کی محبت پر؟ بعض حضرات فرماتے ہیں ہٖ ضمیر لفظ اللہ کی

طرف جارہی ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت پر کھانا کھلاتے ہیں۔اور دوسرا یہ کہ ہ ضمیر طعام کی طرف لوٹ رہی ہے۔پھر معنیٰ ہوگا کھانا کھلاتے ہیں کھانے کی محبت پر یعنی کھانے کے ساتھ محبت کے باوجود دوسروں کو کھلاتے ہیں۔کن کو کھلاتے ہیں؟ مِسۡكِينًا مسکین کو۔مسکین اُسے کہتے ہیں جو صاحبِ نصاب نہ ہو۔ایسے شخص کو زکوٰۃ بھی لگتی ہے،عشر بھی لگتا ہے،فطرانہ بھی لگتا ہے،قسم کا کفارہ اور نذر،منت کا مال بھی لگتا ہے۔اور یہ مسئلہ بھی تم کئی دفعہ سن چکے ہو کہ جس کے گھر میں ضرورت سے زاید سامان اتنا ہے کہ اگر اس کی قیمت لگائی جائے تو ساڑھے باون تولے چاندی کو پہنچ جائے تو وہ مسکین نہیں ہے۔زاید سامان سے مراد وہ سامان ہے کہ جو عموماً استعمال میں نہیں آتا کبھی کبھی آتا ہے۔مہمان آجائے تو وہ چاہے برتن ہیں،پلیٹیں ہیں،چارپائیاں ہیں،لحاف اور رضائیاں ہیں۔اگر اتنی مالیت کا زاید سامان کسی کے گھر میں پڑا ہے تو وہ زکوٰۃ،عشر،فطرانہ وغیرہ نہیں لے سکتا۔بعض دفعہ لوگ یتیم بچوں کو زکوٰۃ دے دیتے ہیں۔حالانکہ ترکے میں سے ان کے حصے میں اتنا مال آجاتا ہے کہ مسکین نہیں رہتے۔اسی طرح بچیوں کی شادیوں کے موقع پر جہیز میں چیزیں دے دیتے ہیں۔مگر اس کی تفصیل سن لو۔بالغ لڑکی کو تم جہیز میں زکوٰۃ دے سکتے ہو بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ میں زکوٰۃ دے رہا ہوں۔لیکن مسئلہ نہ بھولنا اگر تم نے کسی لڑکی کو اتنی چیز دے دی کہ اس کی مالیت ساڑھے باون تولے چاندی کو پہنچ جاتی ہے تو اس کے بعد جو دوسرے اور تیسرے نمبر پر دے گا اس کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔کیوں کہ وہ صاحبِ نصاب بن گئی ہے۔محض یتیم اور بیوہ سمجھ کر نہ دے دینا۔اگر اس طرح کرو گے تو ذمہ تمھارے سر سے نہیں اُترے گا۔

وَّيَتِيۡمًا اور یتیم کو کھلاتے ہیں جس کا باپ دادا نہ رہے اور ہو بھی نابالغ وَّاَسِيۡرًا

اور قیدی کو کھلاتے ہیں چاہے وہ کافر ہی کیوں نہ ہو، مجرم ہی کیوں نہ ہو۔ کیوں کہ وہ اس حالت میں بے بس ہے، ثواب ملے گا۔ اور کھانا کھلانے والے کہتے ہیں اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ بے شک ہم تم کو کھلاتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً نہیں ارادہ کرتے ہم تم سے کسی بدلے کا وَّلَا شُكُوْرًا اور نہ شکریے کا اِنَّا نَخَافُ بے شک ہم ڈرتے ہیں مِنْ رَّبِّنَا اپنے رب سے يَوْمًا اُس دن عَبُوْسًا جو ترش رو ہوگا۔ دن کو آدمی کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ جس وقت آدمی غصے میں ہوتا ہے اس کا چہرہ بگڑا ہوا ہوتا ہے، ماڈل اور نمونہ بنا ہوتا ہے قَمْطَرِيْرًا۔ قمطریر کا معنیٰ بہت زیادہ بگڑا ہوا۔ لیکن اللہ تعالیٰ ان کی نیکیوں کی وجہ سے ان پر مہربان ہوگا فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ پس بچالیا اللہ تعالیٰ نے ان کو شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ اس دن کی تکلیف سے اللہ تعالیٰ ان کو محفوظ رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں انھوں نے زندگی گزاری وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ کرتے ہیں نَضْرَةً فِي الْوَجْهِ وَسُرُوْرًا فِي الْقَلْبِ اور دے گا ان کو اللہ تعالیٰ تروتازگی چہروں میں اور خوشی دل میں۔ ان کے چہرے ہشاش بشاش اور بارونق ہوں گے۔ دیکھنے والا بڑا خوش ہوگا اور ان کے دلوں میں خوشی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دوزخ سے بچالیا۔

مجرم اُس دن نہایت تکلیف میں ہوں گے۔ ہتھکڑیاں لگی ہوں گی، بیڑیاں پہنی ہوں گی، گلوں میں طوق ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل و کرم سے دوزخ سے بچائے اور محفوظ رکھے۔

[امین]

وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِیْرًاۙ﴿۱۲﴾

مُّتَّكِـٕیْنَ فِیْهَا عَلَى الْاَرَآىٕكِۚ لَا یَرَوْنَ فِیْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِیْرًاۚ﴿۱۳﴾ وَدَانِیَةً عَلَیْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِیْلًا﴿۱۴﴾ وَیُطَافُ عَلَیْهِمْ بِاٰنِیَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِیْرَاۙ﴿۱۵﴾ قَوَارِیْرَا مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِیْرًا﴿۱۶﴾ وَیُسْقَوْنَ فِیْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِیْلًاۚ﴿۱۷﴾ عَیْنًا فِیْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِیْلًا﴿۱۸﴾ وَیَطُوْفُ عَلَیْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَۚ اِذَا رَاَیْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا﴿۱۹﴾ وَاِذَا رَاَیْتَ ثَمَّ رَاَیْتَ نَعِیْمًا وَّمُلْكًا كَبِیْرًا﴿۲۰﴾ عٰلِیَهُمْ ثِیَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ٘ وَّحُلُّوْۤا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍۚ وَسَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا﴿۲۱﴾ اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْیُكُمْ مَّشْكُوْرًا﴿۲۲﴾

وَجَزٰىهُمْ اور بدلہ دے گا ان کو بِمَا صَبَرُوْا اس لیے کہ انھوں نے صبر کیا جَنَّةً جنت کا وَّحَرِیْرًا اور ریشمی لباس مُّتَّكِـٕیْنَ فِیْهَا ٹیک لگائے ہوئے ہوں گے جنت میں عَلَى الْاَرَآىٕكِ کرسیوں پر لَا یَرَوْنَ فِیْهَا نہیں دیکھیں گے جنت میں شَمْسًا سورج کو وَّلَا زَمْهَرِیْرًا اور نہ ٹھنڈک کو وَدَانِیَةً عَلَیْهِمْ اور جھکے ہوئے ہوں گے ان پر ظِلٰلُهَا سائے اُن کے وَذُلِّلَتْ اور پست کر دیے جائیں گے قُطُوْفُهَا جنت کے پھل تَذْلِیْلًا پست کر دیے جانا وَیُطَافُ عَلَیْهِمْ اور پھیرے جائیں گے ان کے سامنے بِاٰنِیَةٍ برتن

مِنۡ فِضَّةٍ چاندی کے وَّاَكۡوَابٍ اور گلاس كَانَتۡ قَوَارِيۡرَاۡ ہوں گے وہ شیشے کے قَوَارِيۡرَاۡ مِنۡ فِضَّةٍ اور شیشہ چاندی کا ہوگا قَدَّرُوۡهَا تَقۡدِيۡرًا اندازہ لگائیں اس کا وہ اندازہ لگانا وَيُسۡقَوۡنَ فِيۡهَا اور پلائے جائیں گے ان جنتوں میں كَاۡسًا ایسے پیالے كَانَ مِزَاجُهَا زَنۡجَبِيۡلًا جن میں ملاوٹ ہوگی زنجبیل کی عَيۡنًا وہ چشمہ ہے فِيۡهَا جنت میں تُسَمّٰى سَلۡسَبِيۡلًا جس کا نام رکھا گیا سلسبیل وَيَطُوۡفُ عَلَيۡهِمۡ اور پھریں گے ان کے پاس وِلۡدَانٌ بچے مُّخَلَّدُوۡنَ ہمیشہ رکھے ہوئے اِذَا رَاَيۡتَهُمۡ جب دیکھے گا تو ان کو حَسِبۡتَهُمۡ تو خیال کرے گا ان کو لُؤۡلُؤًا موتی مَّنۡثُوۡرًا بکھرے ہوئے وَاِذَا رَاَيۡتَ اور جب دیکھے تو ثَمَّ رَاَيۡتَ وہاں دیکھے گا نَعِيۡمًا نعمتیں وَّمُلۡكًا كَبِيۡرًا اور ملک بہت بڑا عٰلِيَهُمۡ ثِيَابُ سُنۡدُسٍ ان پر کپڑے باریک ریشم کے خُضۡرٌ سبز رنگ کے وَّاِسۡتَبۡرَقٌ اور موٹے ریشم کے وَّحُلُّوۡۤا اَسَاوِرَ اور پہنائے جائیں گے ان کو کنگن مِنۡ فِضَّةٍ چاندی کے وَسَقٰهُمۡ رَبُّهُمۡ اور پلائے گا ان کو ان کا رب شَرَابًا طَهُوۡرًا شراب طہور سے اِنَّ هٰذَا كَانَ لَـكُمۡ بے شک ہے یہ تمھارے لیے جَزَآءً بدلہ وَّكَانَ سَعۡيُكُمۡ مَّشۡكُوۡرًا اور تمھاری محنت کی قدر کی گئی ہے۔

نیک بندوں کے بدلے کا ذکر :

اس سے پہلے سبق میں اللہ تعالیٰ کے بندوں کی خوبیوں کا ذکر تھا کہ اللہ تعالیٰ کے بندے وہ ہیں جو پورا کرتے ہیں نذر کو اور اس دن کی بُرائی سے ڈرتے ہیں جس کی بُرائی بکھری ہوئی ہے۔ اور کھانا کھلاتے ہیں مسکین کو، یتیم کو، قیدی کو۔ اب ان کے بدلے کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا اور بدلہ دے گا ان کو اللہ تعالیٰ اس لیے کہ انھوں نے صبر کیا۔ حق کہنے پر جو تکلیفیں آئیں۔ کس چیز کا بدلہ دے گا؟ جَنَّةً جنت کا بدلہ دے گا ان کے صبر کے بدلے میں وَّحَرِيْرًا اور ریشمی لباس دے گا۔ دنیا میں مردوں کے لیے ریشمی لباس حرام ہے۔ ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک میں سونے کا ٹکڑا پکڑا اور دوسرے ہاتھ میں ریشمی کپڑے کا ٹکڑا لیا اور اس طرح ہاتھ آگے بڑھائے اور فرمایا دیکھتے ہو میرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے اور بائیں ہاتھ میں کیا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا حضرت! ایک ہاتھ میں ریشمی کپڑا ہے اور دوسرے ہاتھ میں سونا لگتا ہے۔ فرمایا واقعی ایسا ہے اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلٰى ذُكُوْرِ اُمَّتِيْ وَاَحَلَّ هُمَا عَلٰى اُنَاثِ اُمَّتِيْ "اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں چیزیں میری اُمت کے مردوں کے لیے حرام فرمائی ہیں اور میری اُمت کی عورتوں کے لیے حلال فرمائی ہیں۔" لیکن ریشم سے مراد وہ ریشم ہے جو کیڑے سے بنتا ہے۔ اصلی ریشم مصنوعی ریشم نہیں۔ مصنوعی ریشم مرد بھی پہن سکتے ہیں۔

تو فرمایا اللہ تعالیٰ ان کو بدلہ دے گا جنت کا اور ریشمی لباس کا مُّتَّكِـِٔيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ۔ اَرَآئِك اَرِيْكَة کی جمع ہے۔ اریکہ کا معنیٰ ہے آرام دہ کرسی۔ تو معنیٰ

ہوگا ٹیک لگائے ہوئے ہوں گے جنت میں آرام دہ کرسیوں پر۔اور جس طرف کا ارادہ کریں گے کرسی اُسی طرف گھوم جائے گی گھمانے اور پھیرنے کی بھی تکلیف نہیں ہوگی لَا یَرَوْنَ فِیْهَا شَمْسًا نہیں دیکھیں گے جنت میں سورج کو وَّلَا زَمْهَرِیْرًا اور نہ ٹھنڈک کو۔مفسرین کرام رحمہم اللہ اس کی دو تفسیریں کرتے ہیں۔ایک یہ کہ وہاں سورج اور چاند بالکل نہیں ہوگا روشنی ہوگی۔جیسے: سورج کے طلوع سے پہلے ہوتی ہے۔یہ حضرات ظاہری الفاظ سے استدلال کرتے ہیں۔دوسرے حضرات فرماتے ہیں سورج بھی ہوگا، چاند بھی ہوگا لیکن سورج کی گرمی اور تپش نہیں ہوگی۔یہ حضرات استدلال کرتے ہیں وَّلَا زَمْهَرِیْرًا سے کہ جنت میں ٹھنڈک نہیں ہوگی۔تو ٹھنڈک کا تقابل گرمی سے ہوتا ہے۔انتہائی گرمی سے بھی آدمی اُکتا جاتا ہے اور انتہائی سردی سے بھی آدمی اکتا جاتا ہے۔تو جنت میں نہ گرمی ہوگی اور نہ ٹھنڈک ہوگی۔

وَدَانِیَةً عَلَیْهِمْ اور جھکے ہوئے ہوں گے ان پر ظِلٰلُهَا سائے جنت کے درختوں کے۔ایک ایک درخت کا سایہ اتنا لمبا ہوگا کہ گھوڑا سو سال تک دوڑتا رہے تو ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک نہیں پہنچ سکے گا۔اس درخت کا نام طوبیٰ ہے۔

وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِیْلًا۔ قُطُوْف جمع ہے قَطْفٌ کی۔ قَطْف اُس پھل کو کہتے ہیں جو بالکل پکا ہوا ہو۔معنیٰ ہوگا اور پست کر دیئے جائیں گے، نیچے کر دیئے جائیں گے ان پر جنت کے پھل قریب کر دیئے جانا۔اگر کوئی بیٹھا ہے تو پھل کھانے کے لیے کھڑا ہونے کی ضرورت نہیں ہے اور کھڑا ہے تو درخت پر چڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔اگر لیٹا ہوا ہے تو اُٹھ کر بیٹھنے کی ضرورت نہیں ہے۔خود بہ خود ٹہنیاں جھک کر سامنے آجائیں گی۔اور جب یہ دانہ توڑے گا فوراً وہاں اس سے اچھا اور بڑا دانہ لگ جائے گا لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّ

لَا مَمْنُوْعَةٍ۞ [سورۃ الواقعہ] "نہ وہ قطع کیے جائیں گے اور نہ روکے جائیں گے۔" کبھی ختم نہیں ہوں گے۔ دنیا میں کسی کے باغ سے بغیر اجازت کے پھل توڑ و تو خوب مرمت ہوتی ہے۔ پھر دنیا میں موسم میں پھل ہوتا ہے موسم کے بعد ختم ہو جاتا ہے۔ جنت کے پھل دائمی ہیں ہر وقت موجود ہوں گے۔

وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ۔ اٰنِيَةٌ اِنَاءٌ کی جمع ہے۔ اناء کے معنیٰ ہیں برتن۔ اور پھیرے جائیں گے جنتیوں کے سامنے برتن مِّنْ فِضَّةٍ چاندی کے۔ اس مقام پر چاندی کا ذکر ہے اور دوسرے مقام پر سونے کا ذکر ہے وَّاَكْوَابٍ۔ اَكْوَاب كُوْبٌ کی جمع ہے۔ کوب ایسے برتن کو کہتے ہیں جس کا دستہ نہ ہو جیسے پیالہ ہوتا ہے یا گلاس ہے۔ اور قرآن کریم میں اَبَارِيْقَ کا لفظ بھی آیا ہے ابریق کا لفظ بھی آیا ہے۔ ابریق اباریق ایسے برتن کو کہتے ہیں جس کے پیچھے دستہ لگا ہوا ہو۔ جیسے: جگ ہے، چینک ہے۔ تو جنت میں ہر طرح کے برتن ہوں گے دستوں والے بھی اور بغیر دستوں کے بھی گلاس پیالے ہوں گے كَانَتْ قَوَارِيْرَا۟ ہوں گے شیشے کے۔ قَوَارِيْر قَارُوْرَةٌ کی جمع ہے۔ قارورۃ کا معنیٰ ہے شیشہ۔ قَوَارِيْرَا۟ مِنْ فِضَّةٍ شیشہ چاندی کا ہوگا۔ مادہ و میٹریل چاندی کا ہوگا اور صفائی میں شیشے کی طرح ہوگی۔ دنیا میں کوئی علاقہ ایسا نہیں ہے کہ چاندی کا برتن ہو اور اندر کی چیزیں باہر سے نظر آئیں۔ لیکن جنت کے چاندی کے برتنوں کی صفائی ایسی ہوگی کہ اندر کی چیزیں باہر بالکل صاف نظر آئیں گی قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا اندازہ لگائیں وہ اس کا اندازہ لگانا یعنی اندازے سے بھریں گے۔ حوریں اور بچے ان برتنوں میں جو لائیں گے ایسے اندازے سے ڈال کر لائیں گے جتنی کسی کو بھوک پیاس ہوگی۔ نہ پانی زیادہ ہوگا نہ کم۔ پلانے والوں کو ایسا تجربہ ہوگا کہ وہ ان کی خواہش

کے مطابق پورا پورا لائیں گے۔

وَيُسْقَوْنَ فِيهَا اور وہ پلائے جائیں گے جنت میں كَأْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيلًا ایسے پیالے جن میں ملاوٹ ہوگی زنجبیل کی۔ كَأْسًا عربی میں بھرے ہوئے پیالے کو کہتے ہیں۔ خالی پیالے کو زجاجہ کہتے ہیں۔ زنجبیل سُنڈھ کو کہتے ہیں۔ یہ ہاضم ہوتی ہے۔ لیکن جنت کی زنجبیل عَيْنًا فِيهَا وہ چشمہ ہے جنت میں تُسَمّٰى سَلْسَبِيلًا اس کا نام سلسبیل رکھا گیا ہے۔ اس چشمے کا نام سلسبیل ہے۔ جنتی کھانے کے بعد زنجبیل اور سلسبیل کا تھوڑا سا پانی پئیں گے کھانا ہضم ہو جائے گا۔ حالانکہ ایک ایک جنتی سو سو آدمی کے برابر کھائے گا۔ پھر بڑی عجیب بات یہ ہے کہ لَا يَبُوْلُوْنَ وَلَا يَتَغَوَّطُوْنَ "نہ پیشاب کریں گے نہ پاخانہ۔" بخاری شریف کی روایت ہے۔ اور نہ ناک سے بلغم آئے گا۔ پوچھا گیا حضرت! اتنا کھانا کھائیں گے جائے گا کہاں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جنتیوں کے بدن سے پسینا نکلے گا جس کی خوشبو کستوری کی طرح ہوگی۔ اس پسینے کے ساتھ کھانا بھی ہضم ہو جائے گا۔ جنتی کو ڈکار آئے گا اس کی خوشبو بھی کستوری جیسی ہوگی۔ ڈکار کے ساتھ کھانا ہضم ہو جائے گا۔

جنتی بچوں کے متعلق مختلف تفسیریں :

وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ اور پھریں گے ان کے پاس بچے ہمیشہ رکھے ہوئے۔ وہ بچے ہمیشہ رہیں گے۔ یہ بچے کون ہوں گے؟ اس کے متعلق تین تفسیریں مفسرین سے منقول ہیں۔ ایک یہ کہ یہ جنت کی مخلوق ہیں۔ جیسے: حوریں جنت کی مخلوق ہیں۔ مودودی صاحب نے تفہیم القرآن میں یہ غلطی کی ہے کہ اس نے کہا ہے جنت کی حوریں کافروں کی نابالغ لڑکیاں ہیں لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ یہ اُنھوں نے سورۃ

صف کی تفسیر میں لکھا پہلے ایڈیشن میں۔ علماء نے مودودی کا تعاقب بلاوجہ نہیں کیا اس نے بڑی غلطیاں کی ہیں۔ میرا رسالہ ہے "مودودی صاحب کے چند غلط فتوے۔" اس میں مَیں نے باحوالہ ذکر کیا ہے کہ حوریں خاکی مخلوق نہیں ہیں۔ احادیث میں آتا ہے وہ کافور، زعفران اور عنبر سے پیدا کی گئیں ہیں، کستوری سے پیدا کی گئی ہیں۔

پھر کسی نے مودودی صاحب سے سوال کیا کہ سلف صالحین تو کہتے ہیں کہ وہ جنت کی مخلوق ہے۔ تو "ایشیا" رسالہ نکلتا تھا۔ اس میں مودودی صاحب کا بیان چھپا تھا کہ سلف کا بھی ایک قیاس تھا اور میرا بھی ایک قیاس ہے، لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ سلف صالحین کا قیاس نہیں ہے اُنھوں نے احادیث کے مطابق لکھا ہے۔ اور یہ سب صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور سلف صالحین کے مقابلے میں کمر ٹھونک کے کھڑا ہے۔

لہٰذا یاد رکھنا! حوریں خاکی مخلوق نہیں ہیں۔ وہ کستوری، عنبر، زعفران سے پیدا کی گئی ہیں۔ اسی طرح وہاں جو بچے ہوں گے وہ بھی وہاں کی مخلوق ہیں حوروں کی طرح۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ اپنے جو بچے چھوٹی عمر میں فوت ہوئے ہیں مثال کے طور پر میرے تین بچے فوت ہوئے ہیں۔ اسی طرح دوسروں کے بھی فوت ہوئے ہیں۔ یہ وہاں خدمت پر ہوں گے۔

تیسری تفسیر یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ حضرت! مشرکوں کے جو چھوٹے بچے مرتے ہیں ان کا کیا بنے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خَدَمَةُ اَهْلِ الْجَنَّة "یہ جنتیوں کے خادم ہوں گے۔" کیوں کہ مکلف نہیں ہوتے اور غیر مکلف کو رب تعالیٰ سزا نہیں دیتے۔

تو فرمایا پھریں گے ان کے پاس بچے جو ہمیشہ رہیں گے اِذَا رَاَیْتَهُمْ جب

دیکھے تو اے مخاطب ان کو حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا تو خیال کرے گا ان کے بارے میں موتی بکھرے ہوئے۔ کوئی اِدھر بھاگا جا رہا ہے، کوئی اُدھر بھاگا جا رہا ہے وَاِذَا رَاَيْتَ اور جب دیکھے گا تو ثَمَّ رَاَيْتَ وہاں جنت میں دیکھے گا نَعِيْمًا نعمتیں ہی نعمتیں وَّمُلْكًا كَبِيْرًا اور ملک بہت بڑا۔ ایک ایک آدمی کو دنیا کے برابر رقبہ ملے گا۔ یہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ بندہ کیا کرے گا مگر حق ہے۔ عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ۔ سُنْدُس سُنْدَسَةٌ کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے باریک ریشم۔ ان پر کپڑے ہوں گے باریک ریشم کے خُضْرٌ، خَضْرَاء کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے سبز رنگ کا باریک ریشم۔ سبز رنگ کے ریشمی کپڑے ہوں گے وَّاِسْتَبْرَقٌ اِسْتَبْرَقَةٌ کی جمع ہے، گاڑھا ریشم موٹا۔ اور موٹے ریشم کے کپڑے ہوں گے۔ انسانوں کے مزاج مختلف ہیں۔ مثلاً: گرمی کے زمانے میں بعض لوگ باریک کپڑے پہنتے ہیں اور بعض گرمی میں بھی موٹے کپڑے پہنتے ہیں کہ لو نہ لگے۔ وہاں بھی مزاج کے مطابق جو باریک ریشم پہننا چاہیں گے وہ باریک پہنیں گے اور جو موٹا ریشم پہننا چاہیں گے وہ موٹا پہنیں گے۔ سبز اس لیے فرمایا کہ عرب کا علاقہ خشک تھا وہ سبزہ دیکھ کر بڑے خوش ہوتے تھے۔ ورنہ جو چاہیں گے ملے گا لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ "جنتیوں کے لیے جنت میں ہوگا جو وہ چاہیں گے۔"

وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ۔ اَسَاوِرَ اُسْورۃ کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے کنگن۔ مِنْ فِضَّةٍ اور پہنائے جائیں گے ان کو کنگن چاندی کے۔ اور سورۃ فاطر آیت نمبر ۳۳ میں سونے کا ذکر ہے يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ "سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اس میں۔" اور یہ مسئلہ یاد رکھنا! لوہا مرد کے لیے پہننا مکروہ ہے حرام نہیں۔

آنحضرت ﷺ نے ایک آدمی کے ہاتھ میں لوہے کا چین دیکھا تو فرمایا حلیۃ اَھْلِ النَّار "یہ تو جہنمیوں کو ہتھکڑیاں پہنائی جائیں گی نہ پہنو۔" چین چمڑے کا ہو تو کوئی ڈر نہیں، ریکسین کا ہو تو اس کا بھی کوئی ڈر نہیں۔

تو فرمایا پہنائے جائیں گے ان کو کنگن چاندی کے وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ اور پلائے گا ان کو ان کا رب شَرَابًا طَهُوْرًا ایک پانی جو پاکیزہ ہوگا یا ایسی چیزیں پلائے گا جو پاکیزہ ہوں گی۔ وہاں کی شراب میں دنیا کی شراب کی طرح خباثت نہیں ہوگی کہ آدمی کی عقل اُڑ جائے اور بدحواس ہو کر بکواس کرتا پھرے۔ لذت ہوگی، بدنی قوت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً بے شک ہے یہ تمھارے لیے بدلہ۔ اے نیکیاں کرنے والو یہ تمھارا بدلہ ہے وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا اور تمھاری محنت کی قدر کی گئی ہے جو تم نے دین کے لیے کی ہے، آخرت کے لیے کی ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو نصیب فرمائے۔

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا عَلَیۡكَ الۡقُرۡاٰنَ تَنۡزِیۡلًا ۚ﴿۲۳﴾ فَاصۡبِرۡ لِحُكۡمِ رَبِّكَ وَ لَا تُطِعۡ مِنۡهُمۡ اٰثِمًا اَوۡ كَفُوۡرًا ۚ﴿۲۴﴾ وَ اذۡكُرِ اسۡمَ رَبِّكَ بُكۡرَةً وَّ اَصِیۡلًا ۚۖ﴿۲۵﴾ وَ مِنَ الَّیۡلِ فَاسۡجُدۡ لَهٗ وَ سَبِّحۡهُ لَیۡلًا طَوِیۡلًا ﴿۲۶﴾ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ یُحِبُّوۡنَ الۡعَاجِلَةَ وَ یَذَرُوۡنَ وَرَآءَهُمۡ یَوۡمًا ثَقِیۡلًا ﴿۲۷﴾ نَحۡنُ خَلَقۡنٰهُمۡ وَ شَدَدۡنَاۤ اَسۡرَهُمۡ ۚ وَ اِذَا شِئۡنَا بَدَّلۡنَاۤ اَمۡثَالَهُمۡ تَبۡدِیۡلًا ﴿۲۸﴾ اِنَّ هٰذِهٖ تَذۡكِرَةٌ ۚ فَمَنۡ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّهٖ سَبِیۡلًا ﴿۲۹﴾ وَ مَا تَشَآءُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ یَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیۡمًا حَكِیۡمًا ٭ۖ﴿۳۰﴾ یُّدۡخِلُ مَنۡ یَّشَآءُ فِیۡ رَحۡمَتِهٖ ؕ وَ الظّٰلِمِیۡنَ اَعَدَّ لَهُمۡ عَذَابًا اَلِیۡمًا ﴿۳۱﴾ ع

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا بے شک ہم نے اُتارا عَلَیۡكَ الۡقُرۡاٰنَ آپ پر قرآن تَنۡزِیۡلًا تھوڑا تھوڑا کر کے فَاصۡبِرۡ لِحُكۡمِ رَبِّكَ پس آپ صبر کریں اپنے رب کے حکم کے لیے وَ لَا تُطِعۡ اور نہ اطاعت کریں مِنۡهُمۡ ان میں سے اٰثِمًا کسی گنہگار کی اَوۡ كَفُوۡرًا یا ناشکرے کی وَ اذۡكُرِ اسۡمَ رَبِّكَ اور ذکر کر اپنے رب کے نام کا بُكۡرَةً پہلے پہر وَّ اَصِیۡلًا اور پچھلے پہر وَ مِنَ الَّیۡلِ اور رات کو فَاسۡجُدۡ لَهٗ سجدہ کریں اس کے سامنے وَ سَبِّحۡهُ اور تسبیح بیان کر اس کی لَیۡلًا طَوِیۡلًا لمبی رات اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ بے شک یہ لوگ یُحِبُّوۡنَ الۡعَاجِلَةَ پسند کرتے ہیں ختم ہونے والی زندگی کو وَ یَذَرُوۡنَ اور چھوڑتے ہیں وَرَآءَهُمۡ

اپنے آگے یَوۡمًا ثَقِیۡلًا اس دن کو جو بھاری ہے نَحۡنُ خَلَقۡنٰهُمۡ ہم نے ہی پیدا کیا ہے ان کو وَشَدَدۡنَآ اور مضبوط کیے ہم نے اَسۡرَهُمۡ ان کے جوڑ وَاِذَا شِئۡنَا اور جس وقت ہم چاہیں گے بَدَّلۡنَآ اَمۡثَالَهُمۡ ہم بدل دیں گے ان جیسے تَبۡدِيۡلًا بدل دینا اِنَّ هٰذِهٖ تَذۡكِرَةٌ بے شک یہ آیات نصیحت ہیں فَمَنۡ شَآءَ پس جو چاہے اتَّخَذَ بنا لے اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيۡلًا اپنے رب کی طرف راستہ وَمَا تَشَآءُوۡنَ اور تم نہیں چاہ سکتے اِلَّآ اَنۡ يَّشَآءَ اللّٰهُ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ كَانَ عَلِيۡمًا حَكِيۡمًا ہے جاننے والا حکمت والا يُّدۡخِلُ مَنۡ يَّشَآءُ داخل کرتا ہے جس کو چاہتا ہے فِىۡ رَحۡمَتِهٖ اپنی رحمت میں وَالظّٰلِمِيۡنَ اَعَدَّ لَهُمۡ اور ظالموں کے لیے تیار کر رکھا ہے اس نے عَذَابًا اَلِيۡمًا عذاب دردناک۔

اس سورت کی ابتدا میں تھا کہ ہم نے انسان کو ملے جلے نطفے سے پیدا کیا اور سمیعًا بصیرا بنایا۔ اور سیدھے راستے کی راہنمائی کی۔ اب اس کی مرضی ہے کہ شکر گزار بندہ بنے یا ناشکری کرے۔ سیدھے راستے کی راہنمائی کس طرح کی ہے؟ اب اس کا ذکر ہے۔

نزولِ قرآن :

فرمایا اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا عَلَيۡكَ الۡقُرۡاٰنَ بے شک ہم نے نازل کیا آپ پر قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے تَنۡزِيۡلًا تھوڑا تھوڑا کر کے اتارنا۔ نَزَّلَ يُنَزِّلُ باب تفعیل

ہے۔اس کا معنیٰ ہے تھوڑا تھوڑا کر کے اُتارنا۔اور باب افعال ہو اَنْزَلَ یُنْزِلُ تو اس کا معنیٰ ہے اکٹھا اُتارنا۔ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ۝ [سورۃ القدر، پارہ ۳۰] "بے شک ہم نے اس کو اکٹھا اتارا لیلۃ القدر میں۔" آسمانِ دنیا پر ایک مقام ہے بیت العزت، اور بیت العظمت بھی اُسے کہتے ہیں۔لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر بیت العزت یا بیت العظمت کے مقام پر سارے کا سارا قرآن لیلۃ القدر کی رات کو اکٹھا اُتارا گیا۔پھر وہاں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی پر تیئس سالوں میں تھوڑا تھوڑا کر کے اُتارا گیا۔تیرہ سال مکہ مکرمہ میں اترتا رہا اور دس سال مدینہ طیبہ میں۔سب سے پہلے اقراء کی پہلی پانچ آیات مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں۔سب سے آخری آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا [المائدہ:۳] ہجرت کے دسویں سال نویں ذوالحجہ کو عرفات کے مقام پر جمعہ والے دن عصر کے وقت نازل ہوئی۔اس کے بعد قرآن کریم کا ایک حرف بھی نازل نہیں ہوا۔

تو ہدایت کا انتظام اس طرح کیا کہ تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا کہ پہلے پر عمل کر لیں۔پھر اور نازل کیا پھر اس پر عمل کر لیں۔پھر اور نازل کیا کیوں کہ دفعۃً یعنی ایک ہی دفعہ سارے احکام نازل کر دیئے جاتے تو آزاد قسم کے لوگ کہتے کہ ہم سے عمل نہیں ہو سکتا۔مکی سورتوں میں ذہن سازی کی کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان لاؤ جیسے وہ چاہتا ہے۔رسالت پر ایمان لاؤ، قیامت پر ایمان لاؤ، آخرت پر ایمان لاؤ، قرآن پر ایمان لاؤ۔جب ذہن پختہ ہو گیا پھر کوئی حکم ان کے لیے ماننا مشکل نہ رہا۔

تلقینِ صبر :

تو فرمایا بے شک ہم نے قرآن نازل کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تھوڑا تھوڑا کر کے

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ پس آپ صبر کریں اپنے رب کے حکم پر وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا اور نہ اطاعت کریں ان میں سے کسی گنہگار یا ناشکرے کی۔

مکہ مکرمہ میں قریش خاندان کے دو آدمی تھے۔ ایک کا نام ولید بن مغیرہ تھا۔ مشہور صحابی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فاتح شام کے والد۔ مکہ مکرمہ میں اس سے زیادہ مال دار آدمی کوئی نہیں تھا۔ اور دوسرا عتبہ بن ربیعہ تھا۔ یہ بدر میں قتل ہوا تھا۔ یہ مالی لحاظ سے اتنا طاقتور نہیں تھا لیکن اس کی لڑکیاں بڑی خوب صورت تھیں۔ ان دونوں نے مشورہ کیا کہ ہم جا کر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کش کرتے ہیں اور اس کو جا کر سمجھاتے ہیں کہ آپ کی وجہ سے اس علاقے میں بہت اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ باپ بیٹے کا مخالف ہے، بھائی بھائی کا مخالف ہے، خاوند بیوی کے درمیان جھگڑا ہے۔ اس جھگڑے کو ختم کرنے کے لیے پیش کش کرتے ہیں۔ چنانچہ دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور گفتگو کی۔ ولید بن مغیرہ نے کہا کہ آپ نے جو تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا ہوا ہے اس کو چھوڑ دیں میں آپ کو اتنا مال دوں گا کہ آپ کی کئی نسلوں سے ختم نہیں ہوگا۔ عتبہ بن ربیعہ نے کہا کہ آپ کے علم میں ہے کہ میری جوان سال خوب صورت لڑکیاں ہیں۔ آپ جس لڑکی کی طرف اشارہ کریں گے میں بغیر حق مہر کے آپ کے نکاح میں دے دوں گا مگر لا الٰہ الا اللہ کی رٹ چھوڑ دو۔ ظاہری طور پر تو اس کی بڑی قربانی تھی کہ قریش خاندان کا مانا ہوا آدمی خود بہ خود لڑکی کا رشتہ پیش کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں تمھاری پیش کش کی قدر کرتا ہوں تمھاری بڑی قربانی ہے مگر میں تبلیغ مال کے لیے تو نہیں کرتا۔ اور میرا وعظ ونصیحت لڑکیاں حاصل کرنے کے لیے تو نہیں ہے۔ میں رب تعالیٰ کا پیغمبر ہوں اس کا حکم ہے میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے آخری دم تک یہ کام کرتا رہوں گا۔ کوئی طاقت، کوئی لالچ، کوئی طمع مجھے

اس سے روک نہیں سکتا۔

نمازِ پنجگانہ اور ذکر اللہ کی اہمیت:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور نہ اطاعت کریں ان میں سے کسی گناہ گار کی اور نہ ناشکری کرنے والے کی۔ ان کو بھی سنا دیا، سمجھا دیا یہ ہمارا پیغمبر تمھاری اطاعت بالکل نہیں کرے گا لڑکیاں اپنے پاس رکھو اور اپنا مال سنبھال کر رکھو۔ فرمایا وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ اور آپ ذکر کریں اپنے رب کے نام کا بُكْرَةً پہلے پہر وَّاَصِيْلًا اور پچھلے پہر وَمِنَ الَّيْلِ اور رات کو۔ بعض مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں بُكْرَةً پہلے پہر کو کہتے ہیں۔ اس میں فجر کی نماز آ گئی۔ اور وَّاَصِيْلًا پچھلے پہر کو کہتے ہیں۔ اس میں ظہر اور عصر کی نمازیں آ گئیں۔ اور مِنَ الَّيْلِ رات کے وقت میں مغرب اور عشاء آ گئیں۔ فَاسْجُدْ لَهٗ پس آپ سجدہ کریں رب تعالیٰ کے سامنے ان اوقات میں وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا اور تسبیح بیان کریں رب کی لمبی رات میں۔ سورۃ ق آیت نمبر ۳۹ میں ہے وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ "اور تسبیح بیان کر اپنے رب کی حمد کی سورج کے طلوع ہونے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے۔" فجر کے وقت کی تسبیح کا بڑا اثر ہے اور سورج کے غروب ہونے سے پہلے کی تسبیح کا بڑا اثر ہے۔ اور حدیث پاک میں آتا ہے افضل الکلام سبحان اللہ و بحمدہ "اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل کلام ہے سبحان اللہ وبحمدہ۔" یہ مسلم شریف کی روایت ہے۔ اور بخاری شریف میں روایت ہے کہ چار کلمے اللہ تعالیٰ کو بڑے پیارے ہیں سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر۔ اور بخاری شریف کی آخری روایت ہے كَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثقیلتان فِي الميزان "دو کلمے اللہ تعالیٰ کو

بڑے محبوب ہیں زبان پر ہلکے پھلکے ہیں ترازو میں بڑے وزنی ہیں۔" قیامت والے دن ان کو نیکیوں میں تولا جائے گا تو ان کا وزن پہاڑوں سے بھی زیادہ ہوگا۔ وہ دو کلمے یہ ہیں سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

اور لا الٰہ الا اللہ کے وزن کا اندازہ اس سے لگائیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے التجا کی اے پروردگار! مجھے کوئی ایسا ذکر بتلائیں کہ میں اس سے آپ کو یاد کیا کروں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یٰمُوْسٰی قُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه "اے موسیٰ لا الٰہ الا اللہ پڑھا کرو۔" موسیٰ علیہ السلام نے کہا پروردگار! یہ کلمہ تو ساری دنیا پڑھتی ہے میں ایسا ذکر چاہتا ہوں جو میری ذات کے ساتھ خاص ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! اگر سات آسمان اور سات آسمانوں کی مخلوق، ساتھ سورج چاند بھی اور سات زمینیں اور سات زمینوں کی مخلوق، پہاڑ، دریا وغیرہ سارے ترازو کے ایک پلڑے میں رکھے جائیں اور لا الٰہ الا اللہ ترازو کے دوسرے پلڑے میں رکھا جائے لَمَالَتْ "تو لا الٰہ الا اللہ والا پلڑا جھک جائے گا۔" یعنی اس کا وزن زیادہ ہوگا۔ اسی لیے حدیث پاک میں آتا ہے افضل الذّکر لا الٰہ الا اللہ "تمام اذکار میں بہترین ذکر لا الٰہ الا اللہ ہے۔" اور حدیث پاک میں آتا ہے مَنْ کَانَ اٰخِرُ کَلَامِهٖ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ "مرتے وقت جس کو یہ کلمات نصیب ہوگئے وہ جنت میں داخل ہوگا۔"

فرمایا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ بے شک یہ لوگ یُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ پسند کرتے ہیں جلدی ختم ہونے والی کو یعنی دنیا کی زندگی کو پسند کرتے ہیں۔ دنیا کو دنیا بھی اسی لیے کہتے ہیں کہ دنیا کا معنیٰ ہے قریب، قریب ختم ہونے والے۔ اور عاجلہ بھی کہتے ہیں، جلد ختم ہونے والی۔ وَیَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ اور چھوڑتے ہیں اپنے آگے یَوْمًا ثَقِیْلًا ایسے دن کو

جو بھاری ہے۔ وہ قیامت کا دن ہے۔ سورۃ الحج آیت نمبر ۱-۲ میں ہے اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ "بے شک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے یَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ جس دن تم دیکھو گے بھول جائے گی ہر دودھ پلانے والی عَمَّآ اَرْضَعَتْ جس کو وہ دودھ پلاتی ہے وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا اور گرا دے گی ہر حمل والی اپنا حمل وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى اور تو دیکھے گا لوگوں کو نشے کی حالت میں وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى حالانکہ وہ نشے کی حالت میں نہیں ہوں گے وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ لیکن اللہ تعالیٰ کا عذاب بڑا سخت ہے۔" وہ دن اتنا سخت ہے۔ اور قیامت کا انکار کرنے والے کہتے ہیں قیامت نہیں آئے گی۔

منکرین قیامت کو جواب :

رب تعالیٰ فرماتے ہیں دیکھو نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ ہم نے ہی ان کو پیدا کیا ہے وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ اور مضبوط کیے ہم نے ان کے جوڑ۔ انگلیوں کے جوڑ دیکھو، کہنیوں کا بند دیکھو، کندھوں اور گھٹنوں کے جوڑ دیکھو کتنے مضبوط ہیں۔ جس رب نے تمھارے یہ بند جوڑ مضبوط بنائے ہیں وہی تمھیں دوبارہ زندہ کرے گا۔ یا تم اپنی خلقت سے انکار کرو کہ ہم پیدا نہیں ہوئے اور کہو کہ ہمارے بدن میں جوڑ نہیں ہیں۔ اگر انسان کے بدن میں جوڑ بند نہ ہوں تو انسان اُٹھ بیٹھ لیٹ نہ سکے، تختے کا تختہ بنا رہے۔

فرمایا وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ اور جب ہم چاہیں گے بدل دیں گے ان جیسوں کو تَبْدِيْلًا بدل دینا۔ ہم ان کو پیدا کر سکتے ہیں، جوڑ بند مضبوط کر سکتے ہیں تو قیامت والے دن ان کو بدل کر نہیں لا سکتے۔ دوبارہ پیدا نہیں کر سکتے؟ ہمارے لیے کون سی چیز مشکل ہے۔ فرمایا اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ بے شک یہ سورۃ، یہ آیات نصیحت ہیں۔

یہ تمھیں دعوتِ فکر دیتی ہیں۔غور کرو آخرت کو نہ بھولو، قبر کو نہ بھولو، موت کو نہ بھولو۔قیامت کا دن بہت بھاری ہے دنیا کے ساتھ اس طرح نہ چمٹے رہو کہ دنیا ہی دنیا ہے۔جائز طریقے سے دنیا کماؤ مگر حدود میں رہ کر۔رب تعالیٰ کو نہ بھولو، نماز کی پابندی کرو، روزے رکھو، حق باطل کی پہچان کرو، حلال حرام کا فرق کرو۔بے شک یہ سورۃ، یہ آیات نصیحت ہیں فَمَنۡ شَآءَ پس جو شخص چاہے اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيۡلًا بنالے اپنے رب کی طرف راستہ اِنَّا هَدَيۡنٰهُ السَّبِيۡلَ "بے شک ہم نے اس کو راستے کی راہنمائی کردی ہے قرآن پاک کے ذریعے۔" اب جس کا جی چاہے راہِ حق پر چلے۔چلنا اس کا کام ہے۔ وَمَا تَشَآءُوۡنَ اور تم نہیں چاہ سکتے اِلَّاۤ اَنۡ يَّشَآءَ اللّٰهُ مگر یہ کہ رب چاہے۔بندہ اپنے فعل میں کلیۃً مختار نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ نے بندے کو ارادہ کا اختیار دیا ہے فَمَنۡ شَآءَ فَلۡيُؤۡمِنۡ وَّمَنۡ شَآءَ فَلۡيَكۡفُرۡ "پس جو چاہے ایمان لائے اپنی مرضی سے اور جو چاہے کفر اختیار کرے اپنی مرضی سے۔" قوت، طاقت رب تعالیٰ کے پاس ہے۔جس وقت بندہ ایمان کا ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو توفیق دے دیتے ہیں۔اگر کفر کا ارادہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو کفر کی طرف چلا دیں گے نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصۡلِهٖ جَهَنَّمَ [النساء:۱۱۵] "پھیر دیں گے ہم اس کو اس طرف جس طرف کا وہ رخ کرے گا۔" اور سورۃ العنکبوت آیت نمبر ۶۹ پارہ ۲۱ میں ہے وَالَّذِيۡنَ جَاهَدُوۡا فِيۡنَا لَنَهۡدِيَنَّهُمۡ سُبُلَنَا "اور وہ لوگ جو کوشش کرتے ہیں ہماری طرف آنے کی ہم ضرور راہنمائی کریں گے ان کی اپنے راستوں کی طرف۔" تو انسان جو ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اس کی توفیق دے دیتے ہیں۔

تو فرمایا تم نہیں چاہ سکتے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيۡمًا حَكِيۡمًا بے شک ہے اللہ تعالیٰ ہے جاننے والا حکمت والا يُّدۡخِلُ مَنۡ يَّشَآءُ داخل کرتا ہے جس

کو چاہتا ہے فِیْ رَحْمَتِهٖ اپنی رحمت میں یعنی اس کو راہِ حق کی ہدایت دے دیتا ہے یَهْدِیْۤ اِلَیْهِ مَنْ یُّنِیْبُ۝ [سورۃ شوریٰ، پارہ ۲۵] "ہدایت دیتا ہے اپنی طرف اس کو جو رجوع کرتا ہے۔" اور جو اپنے کفر پر، شرک پر اَڑا رہے رب تعالیٰ اس سے مستغنی ہے۔ ضرورت مخلوق کو ہے رب تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں ہے۔ وہ بے پرواہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے اگر ساری کائنات نیک ہو جائے ایک بھی بد نہ ہو۔ رب تعالیٰ کی شان میں رتی برابر اضافہ نہیں ہوتا۔ اور خدانخواستہ ساری کائنات کافر ہو جائے تو رب تعالیٰ کی خدائی میں ایک رتی برابر بھی کمی نہ ہوگی۔ یہ تمھارے اعمال تمھارے لیے ہیں جو کرو گے تمھارے سامنے آئے گا فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ۝ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ۝ "جو کوئی ذرہ برابر نیکی کرے گا دیکھ لے گا اور جو ذرہ برابر بدی کرے گا دیکھ لے گا۔"

وَالظّٰلِمِیْنَ اور جو ظالم ہیں اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا تیار کیا ہے ان کے لیے عذاب دردناک۔ آخرت کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہے۔ جب کہ دنیا کی آگ کوئی برداشت نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے قرآن کی برکت سے، اسلام کی برکت سے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے تمام مومنین، مومنات کو، مسلمین مسلمات کو، دوزخ کے عذاب سے بچائے اور جنت میں جگہ دے۔ [امین]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر

سُورَۃ المرسلات

(مکمل)

جلد ۲۰

آیاتها ۵۰ ۷۷ سُوْرَةُ الْمُرْسَلٰتِ مَكِّيَّةٌ ۳۳ رکوعاتها ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ۝۱ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ۝۲ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ۝۳ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ۝۴ فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ۝۵ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ۝۶ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ۝۷ فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ۝۸ وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ۝۹ وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ۝۱۰ وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ۝۱۱ لِاَيِّ يَوْمٍ اُجِّلَتْ ۝۱۲ لِيَوْمِ الْفَصْلِ ۝۱۳ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۝۱۴ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۱۵ اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ ۝۱۶ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ ۝۱۷ كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ۝۱۸ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۱۹ اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۝۲۰ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝۲۱ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۝۲۲ فَقَدَرْنَا ۖ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ۝۲۳ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۲۴ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ۝۲۵ اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا ۝۲۶ وَّجَعَلْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ وَّاَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا ۝۲۷ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۲۸ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝۲۹

وَالْمُرْسَلٰتِ قسم ہے ان ہواؤں کی جو چھوڑی جاتی ہیں عُرْفًا لگاتار فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا پس وہ تیزی کے ساتھ چلتی ہیں تیزی کے ساتھ

چلنا وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا اور اڑا دیتی ہیں اڑا دینا فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا پس
تقسیم کرتی ہیں تقسیم کرنا فَالْمُلْقِیٰتِ ذِكْرًا پس ڈال دیتی ہیں ذکر کو
عُذْرًا عذر کے لیے اَوْ نُذْرًا یا ڈرانے کے لیے اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ
بے شک وہ چیز جس کا تمھارے ساتھ وعدہ کیا جارہا ہے لَوَاقِعٌ البتہ واقع
ہونے والی ہے فَاِذَا النُّجُوْمُ پس جس وقت ستارے طُمِسَتْ
بے نور کردیئے جائیں گے وَاِذَا السَّمَآءُ اور جس وقت آسمان فُرِجَتْ
پھٹ جائے گا وَاِذَا الْجِبَالُ اور جس وقت پہاڑ نُسِفَتْ اڑا دیئے
جائیں گے وَاِذَا الرُّسُلُ اور جس وقت رسولوں کے لیے اُقِّتَتْ
وقت مقرر کیا جائے گا لِاَیِّ یَوْمٍ اُجِّلَتْ کس دن کے لیے ان کو مہلت
دی گئی ہے لِیَوْمِ الْفَصْلِ فیصلے کے دن کے لیے وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا
یَوْمُ الْفَصْلِ اور آپ کو کس نے بتلایا کہ فیصلے کا دن کیا ہے وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ
لِّلْمُكَذِّبِیْنَ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے اَلَمْ نُهْلِكِ
الْاَوَّلِیْنَ کیا ہم نے ہلاک نہیں کیا پہلوں کو ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِیْنَ پھر
ہم نے پیچھے لگائے ان کے دوسرے كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِیْنَ اسی
طرح ہم کرتے ہیں مجرموں کے ساتھ وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ خرابی
ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ کیا ہم
نے تمھیں پیدا نہیں کیا بے قدرے پانی سے فَجَعَلْنٰهُ پس ہم نے اس کو

کیا فِیْ قَرَارٍ ایک جگہ میں مَّكِیْنٍ جو ٹھہرنے کی تھی اِلٰی قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ایک مقرر مدت تک فَقَدَرْنَا پس ہم نے اس کا اندازہ لگایا فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ کیا پس ہم خوب اندازہ کرنے والے ہیں وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا کیا نہیں بنایا ہم نے زمین کو سمیٹنے والی اَحْیَآءً زندوں کو وَّاَمْوَاتًا اور مردوں کو وَّجَعَلْنَا فِیْهَا اور بنائے ہم نے اس زمین میں رَوَاسِیَ مضبوط پہاڑ شٰمِخٰتٍ اونچے اونچے وَّاَسْقَیْنٰكُمْ اور پلایا ہم نے تم کو مَّآءً فُرَاتًا پانی خوش گوار وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے اِنْطَلِقُوْٓا چلو تم اِلٰی مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ اس چیز کی طرف جس کو تم جھٹلاتے ہو۔

نام وکوائف :

اس سورت کا نام سورۃ المرسلات ہے۔ پہلی ہی آیتِ کریمہ میں المرسلات کا لفظ موجود ہے جس سے اس کا نام لیا گیا ہے۔ یہ سورۃ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے اور ابتدائی سورتوں میں سے ہے۔ اس سے پہلے بتیس سورتیں [۳۲] نازل ہو چکی تھیں۔ اس کا تینتیسواں [۳۳] نمبر ہے۔ اس کے دو رکوع اور پچاس آیتیں ہیں۔ ان آیات کی کئی تفسیریں بیان کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ یہ ہواؤں کی صفات ہیں۔

مرسلٰت، عٰصفٰت، نٰشرٰت، مُلقیٰت کی مختلف تفسیریں :

رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَالْمُرْسَلٰتِ ان ہواؤں کی قسم جو چھوڑی جاتی ہیں

عُرْفًا لگا تار۔عرف عربی لغت میں گھوڑے کے ان بالوں کو کہتے ہیں جو گردن پر ایک لائن میں ہوتے ہیں۔ وہ چونکہ لگا تار اور مسلسل ہوتے ہیں اس لیے معنیٰ کرتے ہیں ان ہواؤں کی قسم جو چھوڑی جاتی ہیں لگا تار مسلسل فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا پس وہ تیزی کے ساتھ چلتی ہیں تیزی کے ساتھ چلنا۔مشاہدے کی بات ہے کہ ہوائیں تیزی کے ساتھ بھی چلتی ہیں وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا اور اڑا دیتی ہیں اڑا دینا۔گرد وغبار کو اُڑاتی ہیں، کپڑوں کو اُڑا کر لے جاتی ہیں، کاغذوں کو اُڑا دیتی ہیں فَالْفٰرِقٰتِ پس تقسیم کرتی ہیں ہوائیں بادلوں کو فَرْقًا تقسیم کرنا۔رب تعالیٰ کے حکم سے بادل کے ٹکڑے کو اِدھر لے جاتی ہیں، کسی کو اُدھر لے جاتی ہیں فَالْمُلْقِیٰتِ ذِكْرًا پس وہ ہوائیں ڈالتی ہیں ذکر کو۔ یہ جو میں آواز نکال رہا ہوں اس کو تمھارے کانوں تک پہنچنے کے عالم اسباب میں ہوا ہی ذریعہ ہے۔ اگر یہ ہوا نہ ہو تو آواز نہیں پہنچتی۔رب تعالیٰ نے نظام بنایا ہے وہ ذکر کو کانوں تک پہنچاتی ہے۔اس تفسیر کی رو سے یہ سب ہواؤں کی صفات ہیں۔کیوں؟ عُذْرًا عذر کے لیے اَوْ نُذْرًا یا ڈرانے کے لیے۔عذر کا مطلب یہ ہے کہ کل قیامت کو محشر والے دن کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ پروردگار! میں بے خبر رہا ہوں۔اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام پیغمبروں کے ذریعے لوگوں تک پہنچائے۔سورۃ النساء آیت نمبر ۱۶۵ میں ہے لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ "تا کہ نہ ہو لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی حجت کہ ہم بے خبری میں مارے گئے۔"اور سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۱۵ میں ہے وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا "اور ہم نہیں سزا دیتے یہاں تک کہ ہم بھیج دیں رسول۔" تا کہ ان پر حجت تام ہو جائے اور کسی قسم کا بہانہ نہ کر سکیں۔

آگے جوابِ قسم ہے اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ بے شک وہ چیز جس کا تمھارے

ساتھ وعدہ کیا جارہا ہے البتہ واقع ہونے والی ہے یعنی قیامت ضرور واقع ہونے والی ہے۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ اس سے مجاہدین کی جماعتیں مراد ہیں۔ قسم ہے ان مجاہدینِ اسلام کی جماعتوں کی جو بھیجی جاتی ہیں لگاتار۔ ایک لشکر گیا، پھر دوسرا گیا، پھر تیسرا گیا محاذ پر دشمن کے مقابلے میں۔ وہ جماعتیں بڑی تیزی کے ساتھ جاتی ہیں وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا اور حق کی بات کو بکھیرتی ہیں۔ چونکہ مجاہدین اسلام جہاں پہنچتے ہیں وہاں تبلیغ بھی ہوتی ہے، دین کی نشرواشاعت بھی ہوتی ہے فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا پس وہ جماعتیں تقسیم کرتی ہیں تقسیم کرنا اس طرح کہ جب حملہ کرتے ہیں کافروں کو تتر بتر کردیتی ہیں فَالْمُلْقِیٰتِ ذِكْرًا ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر پیش کرتے ہیں۔ نعرہ تکبیر بھی، حق بھی، اسلام بھی۔

تیسری تفسیر یہ ہے کہ اس سے مبلغینِ اسلام کی جماعتیں مراد ہیں۔ اس زمانے میں تبلیغ کے لیے مختلف علاقوں میں جماعتیں جاتی تھیں لگاتار۔ کوئی اِس طرف کو، کوئی اُس طرف کو۔ وہ تیزی کے ساتھ چلتی ہیں۔ دین کو پھیلاتی جاتی ہیں۔ جہاں پہنچتے دین کی، توحید کی دعوت دیتے، دین کی نشرواشاعت کرتے فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا توحید اور شرک میں فرق کرتے، حق اور باطل کا فرق بیان کرتے، سنت اور بدعت کا فرق سمجھاتے۔ اے لوگو! یہ کام اچھے ہیں اور یہ کام برے ہیں۔ کچھ نہیں چھپاتے تھے صاف بتلاتے تھے فَالْمُلْقِیٰتِ ذِكْرًا وہ جماعتیں لوگوں کے سامنے ذکر پیش کرتی ہیں کہ اللہ کے دین کو قبول کرو عُذْرًا عذر کی خاطر کہ اپنی طرف سے اتمامِ حجت ہوجائے اَوْ نُذْرًا یا اللہ تعالیٰ کا بندہ ڈرے۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ وَالْمُرْسَلٰتِ سے ہوائیں مراد ہیں کہ قسم ہے

ہواؤں کی لگاتار چھوڑی جاتی ہیں فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا پس وہ تیزی کے ساتھ چلتی ہیں تیزی کے ساتھ چلنا۔اور النّٰشِرٰتِ سے بادل مراد ہیں۔قسم ہے ان بادلوں کی جو رب تعالیٰ کی رحمت کی بارش کو بکھیرتے ہیں فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا سے مراد قرآن کریم کی آیات مراد ہیں کہ قسم ہے قرآن کریم کی آیات کی جو تقسیم کرتی ہیں حق اور باطل کے درمیان تقسیم کرنا فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا سے مراد فرشتے ہیں۔جو فرشتے اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچاتے ہیں عذر کی خاطر یا ڈرانے کے لیے بے شک وہ چیز جس کا تمھارے ساتھ وعدہ کیا جاتا ہے قیامت وہ ضرور آئے گی۔قیامت دور نہیں ہے مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيٰمَتُهٗ آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے قیامت قائم ہوگئی۔کل کائنات کی قیامت کب قائم ہوگی؟

احوالِ قیامت :

فرمایا فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ پس جس وقت ستارے بے نور کر دیے جائیں گے اس کی روشنی مٹا دی جائے گی۔آج ستارے ہمیں بڑے روشن نظر آتے ہیں ایک وقت آئے گا ان میں روشنی نہیں رہے گی کالے پتھر کی طرح نظر آئیں گے وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ اور جس وقت آسمان پھٹ جائے گا۔یہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے درمیان سے پھٹ کر کنارے پر چلا یا جائے گا لپیٹ دیا جائے گا جیسے سائبان کو اکٹھا کر دیتے ہیں۔سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۱۰۴ میں ہے يَوْمَ نَطْوِی السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ "جس دن ہم لپیٹ دیں گے آسمان کو۔" جیسے بستے میں کتابیں لپٹی ہوئی ہوتی ہیں اس طرح ہم آسمان کو لپیٹ دیں گے وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ اور جس وقت پہاڑ اُڑا دیے جائیں گے جیسے دھنی ہوئی روئی اُڑتی ہے وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ "اور ہو

جائیں گے پہاڑ رنگین دھنی ہوئی روئی کی طرح۔" [سورۃ القارعہ، پارہ ۳۰]

وَاِذَاالرُّسُلُ اُقِّتَتْ۔ اُقِّتَتْ اصل میں وُقِّتَتْ تھا۔ واؤ کو ہمزہ کے ساتھ بدل دیا۔ معنیٰ ہوگا اور جس وقت رسولوں کے لیے وقت مقرر کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغمبروں کو وقت بتلایا جائے گا۔ مثلاً: اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوگا کہ بارہ بجے نوح علیہ السلام کی قوم آئے، ایک بجے ہود علیہ السلام کی قوم آئے، اڑھائی بجے صالح علیہ السلام کی قوم آئے، تین بجے لوط علیہ السلام کی قوم آئے۔ جس طرح عدالتوں میں وقت دیا جاتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو اور ان کی اُمتوں کو وقت بتلایا جائے گا کہ فلاں وقت تمھارا فیصلہ ہے۔ لِاَیِّ یَوْمٍ اُجِّلَتْ کس دن کے لیے ان کو مہلت دی گئی ہے لِیَوْمِ الْفَصْلِ فیصلے کے دن کے لیے وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الْفَصْلِ اور آپ کو کس نے بتلایا کہ فیصلے کا دن کیا ہے۔ نہ پوچھو وَیْلٌ یَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے جو حق کو جھٹلاتے ہیں۔ ویل کا لفظی معنیٰ ہلاکت، بربادی، خرابی، تباہی ہے اور ویل جہنم کے ایک طبقے کا نام بھی ہے۔ وہ اتنا گہرا ہے کہ جب مجرموں کو اس میں ڈالا جائے گا آگ کے شعلوں میں جلتے جلتے ستر سال کے بعد نیچے فرش تک پہنچیں گے۔

مسلم شریف کی روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے اِذْ سَمِعَ وَجْبَةً "اچانک ایک دھماکے کی آواز آئی۔" جیسے کوئی مکان گرا ہے۔ اُٹھنے لگے کہ معلوم کریں کیا ہوا ہے؟ کوئی مکان گرا ہے، کوئی دیوار گری ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کوئی نہ اُٹھے اور فرمایا اَتَدْرُوْنَ مَا هٰذَا! "کیا تم جانتے ہو کہ یہ آواز کس چیز کی تھی؟" کہنے لگے حضرت یوں محسوس ہوتا ہے کہ کسی کا

مکان گرا ہے یا کوئی دیوار گری ہے۔ فرمایا نہیں! نہ مکان گرا ہے نہ کوئی دیوار گری ہے بلکہ یہ جہنم کے ایک طبقے میں پتھر پھینکا گیا تھا جو ستر سال کے بعد نیچے جالگا ہے یہ اس کی آواز تھی۔

تو ویل جہنم کے ایک طبقے کا بھی نام ہے۔ فرمایا ہماری قدرت کو نہیں مانتے، دیکھتے نہیں ہو اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ کیا ہم نے ہلاک نہیں کیا پہلوں کو۔ نوح علیہ السلام کی قوم ہلاک نہیں ہوئی، ہود علیہ السلام کی قوم ہلاک نہیں ہوئی، صالح علیہ السلام کی قوم ہلاک نہیں ہوئی ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ پھر ہم نے پیچھے لگائے ان کے دوسرے۔ شعیب علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کیا، لوط علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کیا، فرعونیوں کو ہلاک کیا، تم نے ہماری قدرت نہیں دیکھی كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ اسی طرح ہم کرتے ہیں مجرموں کے ساتھ۔ قریش مکہ اور دنیا کے دوسرے کافروں، مجرموں کے ساتھ بھی ہم اسی طرح کریں گے۔ ہم قادرِ مطلق ہیں جو چاہیں کریں وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے جو حق کو جھٹلاتے ہیں، قیامت کو جھٹلاتے ہیں۔

اے قیامت کے منکرو! تم منہ پھیر کر کہتے ہو مَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ "ہم دوبارہ نہیں اُٹھائے جائیں گے۔" هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ "بڑی دور کی بات ہے جس سے تم ڈرائے جاتے ہو۔" کہ دوبارہ زندہ کیے جاؤ گے حساب کتاب ہوگا تم رب کی قدرت کا انکار کرتے ہو اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ کیا ہم نے تمھیں پیدا نہیں کیا بے قدرے پانی سے۔ منی کا قطرہ کہ جب وہ شہوت کے ساتھ نکلتا ہے تو سارا بدن ناپاک ہو جاتا ہے۔ کپڑے کے ساتھ لگ جائے تو کپڑا پلید ہو جاتا ہے۔ اس حقیر قطرے سے ہم نے تم کو پیدا نہیں کیا، انکار کر سکتے ہو؟ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ پس کیا ہم نے اُسے

ایسی جگہ میں جو ٹھہرنے کی تھی۔ ماں کے رحم میں ہم نے اس نطفے کو ٹھہرایا۔

احادیث میں آتا ہے کہ چالیس دن تک نطفہ نطفے کی شکل میں رہتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس ملے جلے نطفے کو لوتھڑا بنا دیتا ہے پھر خون کے لوتھڑے کی بوٹی بن جاتی ہے پھر بوٹی کو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے ہڈیوں میں تبدیل کر دیتا ہے فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا [سورۃ المومنون] "پس ہم ہڈیوں پر گوشت چڑھا دیتے ہیں۔" جب پورا ڈھانچا تیار ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتے کو بھیج کر اس میں روح پھونک دیتے ہیں۔ تقریباً پانچ ماہ تک بچہ ماں کے پیٹ میں زندہ رہتا ہے۔ کوئی ہوا آنے کی جگہ نہیں سانس لینے کی جگہ نہیں۔ ماں کے پیٹ میں الٹا پلٹتا رہتا ہے۔ موٹا تازہ ہوتا ہے۔ ان سارے ادوار سے گزارنے والا کون ہے؟ وہ ذات جو تمھیں حقیر قطرے سے پیدا کر سکتی ہے وہ تمھیں دوبارہ پیدا نہیں کر سکتی؟ پھر کیسے تم منہ بھر کر کہتے ہو کہ ہم دوبارہ نہیں اُٹھائے جائیں گے۔

مسئلہ مدتِ حمل :

تو فرمایا پس کیا ہم نے اس کو ایسی جگہ میں جو ٹھہرنے کی ہے، ٹکنے والی ہے اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ایک مدتِ مقرر تک۔ بعض بچے سات ماہ کے ہوتے ہیں، بعض آٹھ ماہ کے ہوتے ہیں، اکثر نو ماہ کے ہوتے ہیں اور بعض دس ماہ ماں کے پیٹ میں رہتے ہیں۔ امام ضحاک بن مزاحم رحمۃ اللہ علیہ مشہور تابعی ہیں۔ وہ ماں کے پیٹ میں دو سال رہے۔ جب پیدا ہوئے تو دانت بھی اُگ چکے تھے۔ پیدا ہوتے ہی ٹھاہ ٹھاہ کر کے ہنسنا شروع کر دیا۔ ماں باپ نے نام ہی ضحاک رکھ دیا، ہنسنے والا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بعض بچے چار سال تک ماں کے پیٹ میں رہے ہیں۔ ادنیٰ مدت چھ ماہ ہے۔ یعنی شادی کے چھ ماہ بعد جو بچہ پیدا ہوگا وہ حلال ہوگا۔

فرمایا فَقَدَرْنَا پس ہم نے اس کا اندازہ لگایا فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ کیا پس ہم خوب اندازہ کرنے والے ہیں۔ہم سے بہتر اندازہ کون لگا سکتا ہے وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے جو ہماری قدرت کو جھٹلاتے ہیں اے قدرت کے منکرو غور کرو اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ کِفَاتًا کیا نہیں بنایا ہم نے زمین کو سمیٹنے والی اَحْیَآءً وَّاَمْوَاتًا زندوں کو اور مردوں کو۔زندوں کو بھی سمیٹتی ہے اور مردوں کو بھی سمیٹتی ہے، اکٹھا کرتی ہے۔جس ذات نے یہ زمین بنائی ہے وہ تمھیں دوبارہ نہیں پیدا کر سکتی وَّجَعَلْنَا فِیْھَا رَوَاسِیَ ۔رَوَاسِیَ رَاسِیَۃٌ کی جمع ہے۔اس کا معنٰی ہے مضبوط پہاڑ۔اور بنائے ہم نے زمین میں مضبوط پہاڑ۔ شٰمِخٰتٍ ۔شٰمِخٰتٌ شَامِخَۃٌ کی جمع ہے۔اس کا معنٰی ہے بلند، بلند پہاڑ بنائے۔بڑے بڑے بلند پہاڑ ہیں۔ہمالیہ جیسے پہاڑ جس کی بلندی انتیس ہزار فٹ ہے۔جس ذات نے اتنے اتنے بلند پہاڑ بنائے ہیں وہ تمھارے چھوٹے سے وجود کو نہیں بنا سکتی، کیسے تم قیامت کا انکار کرتے ہو؟

وَّاَسْقَیْنٰکُمْ مَّآءً فُرَاتًا اور پلایا ہم نے تم کو پانی خوش گوار جو حلق سے آسانی سے گزر جاتا ہے۔ہمارے اُوپر تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ میٹھا پانی وافر مقدار میں میسر ہے۔بعض علاقے ایسے ہیں کہ وہاں پانی کڑوا ہے۔آج سے تقریباً تیس سال پہلے کی بات ہے رمک کے علاقے میں مَیں نے اشراق کی نماز کے لیے وضو کیا۔پانی اتنا کڑوا تھا کہ ڈیرہ اسماعیل خان تک میرا منہ کڑوا رہا۔ وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے جو حق کو جھٹلاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰی مَا کُنْتُمْ بِہٖ تُکَذِّبُوْنَ چلو تم اس چیز کی طرف جس کو تم جھٹلاتے تھے۔حق کو جھٹلانے والو، قیامت کو جھٹلانے والے مجرمو! یہ تمھارے سامنے دوزخ ہے اس میں تم نے داخل

ہونا ہے۔انکار کی کوئی وجہ نہیں ہے وہ وقت آنے والا ہے۔

انْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِىْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ﴿۳۰﴾ لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِىْ مِنَ اللَّهَبِ ﴿۳۱﴾ اِنَّهَا تَرْمِىْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ﴿۳۲﴾ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ﴿۳۳﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۴﴾ هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۷﴾ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۸﴾ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ ﴿۳۹﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۰﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِىْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۴۱﴾ وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۴۲﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۵﴾ كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۹﴾ فَبِاَىِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۰﴾

ع ۲ | ۲۲

اِنْطَلِقُوْٓا چلو اِلٰى ظِلٍّ ایک سائے کی طرف ذِىْ ثَلٰثِ شُعَبٍ جس کی تین شاخیں ہیں لَّا ظَلِيْلٍ نہ وہ سایہ کرنے والی ہیں وَّلَا يُغْنِىْ اور نہ وہ کفایت کرنے والی ہیں مِنَ اللَّهَبِ آگ کے شعلوں سے اِنَّهَا بے شک وہ دوزخ تَرْمِىْ پھینکے گی بِشَرَرٍ چنگاریاں كَالْقَصْرِ محل جیسی كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ گویا کہ وہ اُونٹ ہیں زرد رنگ کے وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ خرابی ہے اُس دن

جھٹلانے والوں کے لیے ھٰذَا یَوْمُ یہ وہ دن ہے لَا یَنْطِقُوْنَ
جس دن وہ بولیں گے نہیں وَلَا یُؤْذَنُ لَھُمْ اور نہ ان کو اجازت دی جائے
گی فَیَعْتَذِرُوْنَ کہ پس وہ عذر کر سکیں وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ
خرابی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے ھٰذَا یَوْمُ الْفَصْلِ یہ فیصلے کا
دن ہے جَمَعْنٰکُمْ ہم نے جمع کیا ہے تم کو وَالْاَوَّلِیْنَ اور پہلوں کو
فَاِنْ کَانَ لَکُمْ کَیْدٌ پس اگر ہے تمھارے پاس کوئی تدبیر فَکِیْدُوْنِ تو
مجھ پر چلا لو وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں
کے لیے اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ بے شک پرہیزگار فِیْ ظِلٰلٍ سایوں میں
ہوں گے وَّعُیُوْنٍ اور چشموں میں ہوں گے وَّفَوَاکِهَ اور پھلوں
میں ہوں گے مِمَّا یَشْتَھُوْنَ جو وہ چاہیں گے کُلُوْا وَاشْرَبُوْا کھاؤ اور
پیو ھَنِیْٓئًا خوش گوار بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اس وجہ سے کہ تم اچھے کام
کرتے تھے اِنَّا کَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ بے شک ہم اسی طرح بدلہ
دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ خرابی ہے اس
دن جھٹلانے والوں کے لیے کُلُوْا کھاؤ وَتَمَتَّعُوْا اور فائدہ اُٹھاؤ
قَلِیْلًا تھوڑے دنوں میں اِنَّکُمْ مُّجْرِمُوْنَ بے شک تم مجرم ہو
وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے وَاِذَا
قِیْلَ لَھُمُ اور جب ان سے کہا جاتا ہے ارْکَعُوْا رکوع کرو

لَا یَرْكَعُوْنَ وہ رکوع نہیں کرتے وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۭ بَعْدَهٗ پس کس بات پر اس کے بعد یُؤْمِنُوْنَ وہ ایمان لائیں گے۔

ماقبل سے ربط :

پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا رد فرمایا جو قیامت کے منکر تھے اور کہتے تھے ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِیْدٌ ﴿ق:۳، پارہ:۲۶﴾ "کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہو جائیں گے مٹی یہ لوٹ کر آنا بہت بعید ہے۔" اللہ تعالیٰ نے اس استبعاد کو دور کیا کہ تم اس کو دور نہ سمجھو اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ "کیا ہم نے تمھیں بے قدرے حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا۔" جو ذات اس حقیر قطرے سے پیدا کر سکتی ہے وہ دوبارہ نہیں پیدا کر سکتی؟ پھر اپنے قادرِ مطلق ہونے پر دلیلیں دیں کہ جس نے زمین زندوں اور مردوں کو سمیٹنے والی بنائی ہے اور اس میں مضبوط پہاڑ بنائے بلند اور تمھیں خوش گوار پانی پلایا اس کے لیے تمھیں دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔

فرمایا قیامت یقیناً آئے گی اور قیامت والے دن رب تعالیٰ فرمائیں گے اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ "چلو تم اس چیز کی طرف جس کو تم جھٹلاتے تھے۔" اور کہتے تھے کہ دوزخ کوئی چیز نہیں ہے۔ اب سامنے دیکھو ہے کہ نہیں؟ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں کھڑے ہوں گے۔ وہاں سے جنت بھی نظر آئے گی اور دوزخ بھی نظر آئے گی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے مجرموں کو اِنْطَلِقُوْٓا چلو تم اِلٰى ظِلٍّ ذِیْ ثَلٰثِ شُعَبٍ تین شاخوں والے سائے کی طرف۔ شُعَبٌ شُعْبَةٌ کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے شاخ۔ اس سائے کی تین شاخیں ہوں گی۔ ایک اِدھر کو جائے گی، ایک اُدھر کو جائے گی، ایک

تیسری طرف جائے گی۔ پھر وہ سایہ ایسا ہوگا لَا ظَلِيْلٍ نہ وہ سایہ کرنے والا ہے یعنی وہ سایہ کام نہیں آئے گا۔ وہ راحت بخش سایہ نہیں ہوگا وَّلَا يُغْنِىْ مِنَ اللَّهَبِ اور نہ وہ کفایت کرے گا آگ کے شعلوں سے۔ دنیا میں جو سائے ہیں وہ کم از کم گرمی اور تپش سے حفاظت کرتے ہیں۔ چاہے درخت کا ہو، سائبان کا ہو، چھت کا ہو لیکن اس سائے کا کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اور اس کی تین شاخیں کیوں ہوں گی؟ اس کی مفسرین کرام رحمہم اللہ نے مختلف تفسیریں کی ہیں۔

اسلام کے بنیادی عقائد :

ایک یہ کہ اسلام میں بنیادی عقیدے تین ہیں۔ باقی تمام ان کی طرف لوٹتے ہیں۔ مسئلہ توحید، مسئلہ رسالت اور مسئلہ قیامت۔ ان تینوں عقائد کے کافر منکر تھے۔ اسی طرح اس دھوئیں کی شاخیں بھی تین ہوں گی۔

دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ ایمان نام ہے تصدیق بالقلب والاقرار باللّسان وَالْعَمَلُ بِالْاَرْکَانِ "دل سے تصدیق کرنا، زبان سے اقرار کرنا، ارکان (اسلام) پر عمل کرنا" عملی طور پر اس کا ثبوت دینا۔ کافروں نے نہ دل سے تصدیق کی نہ زبان سے اقرار کیا اور نہ عمل کیا۔ تینوں چیزوں کی مخالفت کی۔ اس لیے سائے کی تین شاخیں ہوں گی۔

امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انسان کے اعمال تین قوتوں پر مشتمل ہیں۔ قوتِ وہمیہ، قوتِ غضبیہ اور قوتِ شہوانیہ۔ انسان کے تمام اعمال اِنھی تین قوتوں میں سے کسی نہ کسی سے نکلتے ہیں۔ دھوئیں کی تین شاخوں سے یہی تین قوتیں مراد ہیں۔ ہر قوت سے نکلے ہوئے فعل کا بدلہ اس کے مطابق دیا جائے گا۔

اِنَّهَا تَرْمِیْ بِشَرَرٍ ۔ شَرَر شَرَارَۃٌ کی جمع ہے اور شَرَرَۃٌ کی جمع بھی لکھی ہے۔اس کا معنیٰ ہے چنگاری۔ وہ دوزخ پھینکے گی چنگاریاں۔لکڑیوں کو آگ لگی ہوئی ہوتو اس سے چنگاری اُڑتی ہے۔ وہ جو چنگاریاں اُڑیں گی کَالْقَصْرِ محل جیسی ہوں گی، کوٹھیوں کی طرح بڑی بڑی ہوں گی۔ وہ پھٹ کر نیچے گریں گی تو وہ اُونٹ کی طرح ہوں گی کَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ گویا کہ وہ اُونٹ ہیں زرد رنگ کے۔ وہ چنگاریاں جو محلوں کی طرح ہوں گی جب وہ اُوپر جا کر پھٹیں گی اور ان کے حصے ہوں گے تو وہ ایک ایک اُونٹ کی طرح ہوں گی وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ خرابی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے۔جنھوں نے توحید کو جھٹلایا، رسالت اور قیامت کو جھٹلایا ان کے لیے بربادی ہوگی هٰذَا یَوْمُ لَا یَنْطِقُوْنَ یہ وہ دن ہے جس دن وہ بولیں گے نہیں۔ وہاں کوئی بات نہیں کر سکے گا۔ جب اللہ تعالیٰ کی عدالت کی طرف روانہ ہوں گے فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا "پس تو نہیں سنے گا مگر کھس کھس کی آہٹ۔" [طٰہٰ:۱۰۸] یعنی پاؤں کی آہٹ کی آواز آئے گی۔اور سورۃ مریم آیت نمبر ۹۸ میں ہے اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ۔ رکزا کا معنیٰ ہے کان کے ساتھ منہ لگا کر بات کرنا۔"یا سنے گا تو ان کے لیے ہلکی سی آواز۔"

محشر والے دن لوگوں کو ان کے والد کے نام سے بلایا جائے گا :

پھر جب اللہ تعالیٰ اپنی عدالت میں بلوائے گا اور حکم دے گا بتلاؤ تم کیا کیا کر کے آئے ہو۔ پھر ہر ایک کے سامنے ان کا اعمال نامہ رکھا جائے گا یُدْعَی النَّاسُ بِاٰبَآئِهِمْ "محشر والے دن لوگوں کو ان کے والد کے نام کے ساتھ بلایا جائے گا۔"

یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ ماؤں کے ناموں کے ساتھ بلایا جائے گا یہ غلط ہے، ضعیف حدیث ہے۔[عیسائی وغیرہ میں اکثریت چونکہ حرامیوں کی ہے۔ یورپ میں

بچیاں شادی سے پہلے کئی بچے جن چکی ہوتی ہیں اس لیے انھوں نے اس بات کو شہرت دی ہے۔ مرتب] امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب قائم کیا ہے یُدْعَی النَّاسُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ بِاٰبَآئِھِمْ "بلائے جائیں گے لوگ قیامت والے دن اپنے باپوں کے نام کے ساتھ۔" حلالی ہے یا حرامی ہے جس کا نطفہ ہے اس کے نام کے ساتھ بلایا جائے گا۔

جب بندہ پیش ہو جائے گا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اِقْرَاْ کِتٰبَکَ "اپنا اعمال نامہ خود پڑھ۔" دنیا میں کوئی پڑھا ہوا ہے یا ان پڑھ ہے وہاں اللہ تعالیٰ سب کو پڑھنے کی توفیق دے گا۔ دنیا میں جو نابینا ہیں وہاں اللہ تعالیٰ ان کو بینا کر دے گا۔ اور جو بولے، بہرے ہیں وہ کانوں سے سنیں گے۔ دنیا کی سب بیماریاں رب ختم کر دے گا۔ کسی قسم کا عذر نہیں ہوگا۔ اعمال نامے میں ہر شے درج ہوگی۔ اگر کسی وقت کوئی ہنسا ہے تو لکھا ہوا ہوگا کہ فلاں وقت ہنسا تھا اور رویا ہے تو وہ بھی لکھا ہوا ہوگا۔ کھایا ہے، پیا ہے، لیٹا ہے لکھا ہوا ہوگا۔ یہ نیکی کی ہے یہ بدی کی ہے سب کچھ اعمال نامے میں درج ہوگا۔ بندہ حیران ہو کر کہے گا مَالِ ھٰذَا الْکِتٰبِ لَا یُغَادِرُ صَغِیْرَۃً وَّلَا کَبِیْرَۃً اِلَّآ اَحْصٰھَا [الکہف:۴۹] "کیا ہے اس کتاب کو نہیں چھوڑتی کسی چھوٹی چیز کو نہ بڑی چیز کو مگر اس نے اس کو گن رکھا ہے۔" جب اللہ تعالیٰ بلائیں گے تو سب خاموش ہو کر کھڑے ہوں گے یہاں تک کہ فرشتے بھی لَا یَتَکَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَہُ الرَّحْمٰنُ "نہیں بات کر سکیں گے مگر وہ جس کو اللہ تعالیٰ اجازت دے گا۔" جس کو اللہ تعالیٰ بولنے کی اجازت دے گا وہی بولے گا وَلَا یُؤْذَنُ لَھُمْ فَیَعْتَذِرُوْنَ اور نہ ان کو اجازت دی جائے گی کہ وہ عذر کر سکیں۔ معذرت کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ سورہ قیامہ میں تم پڑھ چکے ہو وَّلَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَہٗ "اگرچہ وہ کتنے ہی حیلے بہانے کرے۔" از خود تو عذر پیش کرے گا کبھی کہے گا ہمارے پاس کوئی پیغمبر

نہیں آیا، کبھی کہے گا ہمیں ہمارے لیڈروں اور مولویوں نے گمراہ کیا، کبھی کہیں گے ہم پر ہماری بدبختی غالب آ گئی۔ لیکن کوئی عذر سنا نہیں جائے گا۔ اجازت نہیں دی جائے گی کوئی ایسا عذر پیش کرنے کی جو قبول ہو سکے وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ خرابی ہے اُس دن ان لوگوں کے لیے جو جھٹلانے والے ہیں حق کو هٰذَا يَوۡمُ الۡفَصۡلِ یہ فیصلے کا دن ہے جَمَعۡنٰكُمۡ وَالۡاَوَّلِيۡنَ ہم نے جمع کیا ہے تم کو اور پہلوں کو۔ پہلے پچھلے سب اللہ تعالیٰ کی عدالت میں جمع ہوں گے۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے فَاِنۡ كَانَ لَـكُمۡ كَيۡدٌ پس اگر ہے تمھارے پاس کوئی تدبیر میرے عذاب سے بچنے کی تو فَكِيۡدُوۡنِ تو مجھ پر تدبیر چلا لو۔ دنیا میں ایسا ہوتا ہے کہ آدمی کے خلاف مقدمات بنتے ہیں وہ عدالت میں پیش ہوتا ہے اور اپنی صفائی پیش کرتا ہے کہ میرے اُوپر ظلم ہو رہا ہے۔ پھر اس سے اُوپر والی عدالت میں جاتا ہے پھر اس سے اُوپر والی عدالت میں جاتا ہے۔ دنیا کی عدالت میں سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ ثابت کر دکھاتے ہیں۔ مشاہدے کی بات ہے۔

علاماتِ قیامت :

حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ ضُعۡفُ الۡحُكۡمِ "عدالتوں کے فیصلے کمزور ہوں گے" وَبَيۡعُ الۡحُكۡمِ "اور فیصلے پیسوں کے ساتھ ہوں گے۔" دونوں باتیں پائی جا رہی ہیں۔ ہائی کورٹ تو الگ رہا سپریم کورٹ کے فیصلے خود حکومت نہیں مانتی۔ اس سے زیادہ کمزوری کیا ہوگی۔ وَبَيۡعُ الۡحُكۡمِ "اور فیصلے بکیں گے۔" جو زیادہ بولی دے گا اس کے حق میں فیصلہ ہوگا۔ یہ سب کچھ ہمارے سامنے ہے۔ لیکن رب تعالیٰ کی سچی عدالت میں کوئی داؤ نہیں چلے گا۔

تو فرمایا تمھارے پاس کوئی تدبیر ہے تو مجھ پر چلالو وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے۔ اب مجرمین اور مکذبین کے مقابلے میں مصدقین اور مکرَمین کا حال بھی سنو!

مصدقین مکرَمین کا ذکر :

فرمایا اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ بے شک پرہیزگار۔ مُتَّقِيْ کا مجرد ہے تَقْوٰی۔ تَقْوٰی کا معنٰی ہے بچنا۔ سب سے پہلے شرک اور کفر سے بچنا ہے، پھر حرام سے بچنا ہے، گناہوں اور نافرمانیوں سے بچنا ہے، پھر خلافِ اولٰی چیز سے بچنا ہے۔ تو یہ متقی کہاں ہوں گے فِيْ ظِلٰلٍ جنت کے درختوں کے سائے میں ہوں گے۔ ایک ایک درخت کا سایہ اتنا وسیع ہوگا کہ تیز رفتار گھوڑا سو سال تک اس کو طے نہیں کر سکے گا وَّعُيُوْنٍ اور چشموں میں ہوں گے۔ سلسبیل کا چشمہ، کافور کا چشمہ، کوثر کا چشمہ، زنجبیل کا چشمہ۔ ان کے پانی کا آج ہم دنیا میں تصور نہیں کر سکتے۔

وَّفَوَاكِهَ۔ فَوَاكِهَ فَاكِهَةٌ کی جمع ہے۔ اس کا معنٰی ہے پھل۔ اور پھلوں میں ہوں گے مِمَّا يَشْتَهُوْنَ جو وہ چاہیں گے۔ جس قسم کا پھل چاہیں گے اور جب چاہیں گے اور جس جگہ چاہیں گے ملے گا۔ اور یہ بات کئی دفعہ سن چکے ہو کہ جنت کے پھلوں کی خصوصیت یہ ہے کہ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ [سورۃ الواقعہ، پارہ ۲۷] "نہ ختم ہوں گے اور نہ روکے جائیں گے۔" دانہ توڑیں گے دیکھتے ہی دیکھتے دوسرا لگ جائے گا۔ اور نہ رکاوٹ ہوگی کہ یہ پھل ابھی نہیں توڑنا یا یہاں سے نہیں توڑنا۔ بیٹھے بیٹھے نیت کرے گا کہ میں نے یہ پھل کھانا ہے۔ ٹہنی خود بہ خود جھک کر سامنے آجائے گی۔

تو فرمایا متقی سایوں میں ہوں گے، چشموں میں ہوں گے، میووں میں ہوں

گے جس قسم کے وہ چاہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوگا كُلُوْا وَاشْرَبُوْا کھاؤ اور پیو هَنِيْٓـًٔا خوش گوار، مزے دار بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اس وجہ سے کہ تم اچھے کام کرتے تھے۔ ان نیک کاموں کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے تمھیں یہ نعمتیں دی ہیں اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ بے شک ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو۔ یہ انعامات متقیوں کے لیے ہیں۔ مکذبین کا بُرا حال ہوگا۔

فرمایا وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا کھالو اور فائدہ اُٹھاؤ قَلِيْلًا تھوڑا سا۔ دنیا میں کتنا عرصہ کھالو گے؟ دس سال، بیس سال، پچاس سال، سو سال، ہزار سال کھالو گے۔ آخر یہ زندگی ختم ہونے والی ہے۔ دیکھو! ابلیس لعین ہزاروں سال سے زندہ ہے لیکن مرنا اس نے بھی ہے۔ دنیا کی زندگی محدود ہے۔ اگلے جہان کی زندگی نہ ختم ہونے والی ہے۔ ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی ہے۔ سب بوڑھے وہاں جوان ہوں گے۔ سب کی عمر تیس سال کے قریب ہوگی۔ کسی قسم کی وہاں بیماری نہیں ہوگی۔ وہ بچے کہ ماں کے پیٹ میں ان میں جان ڈالی گئی مگر مردہ پیدا ہوئے۔ ان کو بھی وہاں زندگی ملے گی۔ وہ خود چلیں پھریں گے، بھاگیں گے۔ کوئی کسی کا محتاج نہیں ہوگا۔ مجرم محروم نہیں کیا جائے گا۔ مجرمو! کھالو اور تھوڑا سا فائدہ اُٹھالو اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ بے شک تم مجرم ہو وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے۔ نہ توحید کو مانا، نہ رسالت کو تسلیم کیا اور نہ آخرت کو مانا، نہ قرآن کو مانا وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا اور جب ان سے کہا جاتا ہے رکوع کرو یعنی نماز پڑھو تو لَا يَرْكَعُوْنَ رکوع نہیں کرتے یعنی نماز نہیں پڑھتے۔ عقیدے کے درست ہونے کے بعد تمام اعمال میں سب سے اہم نماز ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ہم کسی عمل کے

چھوڑنے کو کفر نہیں سمجھتے تھے سوائے نماز کے۔ جو نماز پڑھتا تھا ہم سمجھتے تھے یہ مسلمان ہے۔اور نہیں پڑھتا تھا ہم سمجھتے تھے کہ یہ مسلمان نہیں ہے۔

بے نمازی کی سزا :

جو آدمی نماز نہ پڑھے اس کی کیا سزا ہے؟ فقہائے کرام رحمہم اللہ کا اختلاف ہے کہ اگر کوئی مرد یا عورت ایک نماز چھوڑ دے تو اس کی کیا سزا ہے؟ چار مشہور امام ہیں جن کی فقہ کو لوگوں نے قبول کیا ہے۔ ان میں سے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی سزا قتل ہے۔ کیوں کہ وہ کافر ہو گیا ہے۔ ایک دن، ایک ہفتہ، ایک مہینہ یا ایک سال کی نمازیں نہیں، صرف ایک نماز جس نے جان بوجھ کر چھوڑ دی وہ کافر ہو گیا ہے اور اس کی سزا قتل ہے۔ امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ فرماتے ہیں اگر وہ نماز کا انکار نہیں کرتا تو کافر تو نہیں ہوا مگر وہ مجرم ہے تعزیراً اس کی سزا قتل ہے کہ اس نے نماز کیوں چھوڑی ہے۔ چار اماموں میں سے تین امام یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ جس نے ایک نماز بغیر عذر کے چھوڑ دی اس کی سزا قتل ہے۔ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کو قید کر دو۔ جب تک سچے دل سے توبہ نہ کرے اور آئندہ کے لیے تسلی نہ دے ضمانت نہ دے اس وقت تک قید رکھو۔ جب تسلی دے، ضمانت دے کہ میں آئندہ کوئی نماز نہیں چھوڑوں گا تو پھر اس کو رہا کر دو۔ ورنہ جیل خانے ہی میں مرے۔

یہ حکمران طبقہ اسلام کیوں نہیں نافذ ہونے دیتا۔ اس لیے کہ سب بے نمازوں کا ٹولا ہے۔ ایک ایک دن میں دس دس دفعہ سر اتاریں جائیں گے۔ یہ اسلام کس طرح نافذ کر سکتے ہیں۔ اور عام آدمیوں کا حشر یہ ہے کہ دیکھو! سورج طلوع ہونے والا ہے لیکن ابھی تک دنیا سوئی ہوئی ہے اور کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں۔ خاک مسلمان ہیں۔ ایک نماز

کے چھوڑنے والے کے بارے میں تین امام کہتے ہیں اس کی سزا قتل ہے۔ اور چوتھا کہتا ہے عمر قید ہے۔ اس کو زمین پر چلنے پھرنے نہ دو تا کہ اس کی نحوست راستوں پر نہ پڑے، لوگوں پر نہ پڑے۔

تو فرمایا جب ان سے کہا جاتا ہے ہے نماز پڑھو تو نماز نہیں پڑھتے وَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَبِاَیِّ حَدِیۡثٍۭ بَعۡدَہٗ یُؤۡمِنُوۡنَ پس کس بات پر اس قرآن کے بعد وہ ایمان لائیں گے۔ قرآن پاک سے زیادہ صحیح اور قطعی اور محکم چیز اور کوئی ہے کہ جس پر یہ ایمان لائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب، سچی کتاب اپنی اصلی شکل میں موجود ہے اور دعوت دیتی ہے ایمان کی، رسالت کی، نیکی کی، نماز پڑھنے کی۔ اب اگر یہ اس پر ایمان نہیں لاتے تو پھر کس چیز پر ایمان لائیں گے۔ یہاں جو کچھ پڑھتے ہو اپنے گھر بھی جا کر سنا دیا کرو۔ تمھارا بھی فریضہ ادا ہو جائے گا۔

آج ۲۰ ذوالحجہ ۱۴۳۶ھ بروز سوموار بہ مطابق ۱۵ اکتوبر ۲۰۱۵ء انتیسواں پارہ مکمل ہوا۔

والحمد للہ علی ذلك ثم الحمد للہ نشکر اللہ تعالیٰ علی نعمائہ الکاملۃ والآلئہ الشاملہ

میں اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں جس نے مجھ جیسے نکمے بندے کو اپنی کتاب کی خدمت کی توفیق عطا فرمائی۔ اور اپنے شیخ مکرم امام اہل سنت کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور ان کے درجات کی بلندی کی دعا کرتا ہوں جنھوں نے اس بندہ ناچیز پر اعتماد کیا۔ اور اس سلسلے میں جو فروگزاشت ہوئی اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے معاف فرمائے اور میرے حق میں اور ناشرین و (کمپوزر) کے حق میں صدقہ جاریہ فرمائے اور اپنے قرب کا ذریعہ

بنائے۔اور ارضی،سماوی،دنیاوی اور اُخروی تمام آفات و بلیات سے محفوظ فرمائے اور مزید
خدماتِ دینیہ کی توفیق عطا فرمائے۔اٰمین یارب العالمین!

محمد نواز بلوچ

مہتمم مدرسہ ریحان المدارس جناح روڈ،گوجرانوالا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تفسیر

سُوْرَۃُ النَّبَاْ

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتها ۴۰ ۷۸ سُوْرَۃُ النَّبَاِ مَکِّیَّۃٌ ۸۰ رکوعاتها ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ ۝١ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِیْمِ ۝٢ الَّذِیْ هُمْ فِیْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ۝٣ كَلَّا سَیَعْلَمُوْنَ ۝٤ ثُمَّ كَلَّا سَیَعْلَمُوْنَ ۝٥ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۝٦ وَّ الْجِبَالَ اَوْتَادًا ۝٧ وَّ خَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۝٨ وَّ جَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۝٩ وَّ جَعَلْنَا الَّیْلَ لِبَاسًا ۝١٠ وَّ جَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۝١١ وَّ بَنَیْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۝١٢ وَّ جَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ۝١٣ وَّ اَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ۝١٤ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّ نَبَاتًا ۝١٥ وَّ جَنّٰتٍ اَلْفَافًا ۝١٦ اِنَّ یَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِیْقَاتًا ۝١٧ یَّوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ۝١٨ وَّ فُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ۝١٩ وَّ سُیِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ۝٢٠ اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ۝٢١ لِّلطّٰغِیْنَ مَاٰبًا ۝٢٢ لّٰبِثِیْنَ فِیْهَاۤ اَحْقَابًا ۝٢٣ لَا یَذُوْقُوْنَ فِیْهَا بَرْدًا وَّ لَا شَرَابًا ۝٢٤

عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ کس چیز کے بارے میں یہ لوگ سوال کرتے ہیں

عَنِ النَّبَاِ بڑی خبر کے بارے میں۔ الَّذِیْ وہ خبر هُمْ فِیْهِ

مُخْتَلِفُوْنَ کہ یہ اس میں اختلاف کرنے والے ہیں كَلَّا خبردار

سَیَعْلَمُوْنَ عنقریب یہ جان لیں گے ثُمَّ كَلَّا پھر خبردار سَیَعْلَمُوْنَ

عن قریب یہ جان لیں گے اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ کیا نہیں بنایا ہم نے زمین کو مِهٰدًا بچھونا وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا اور پہاڑوں کو میخیں وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا اور پیدا کیا ہم نے تم کو جوڑے وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ اور ہم نے بنایا تمہاری نیند کو سُبَاتًا آرام کا ذریعہ وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ اور بنایا ہم نے رات کو لِبَاسًا لباس وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ اور بنایا ہم نے دن کو مَعَاشًا ذریعہ معاش وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ اور بنائے ہم نے تمھارے اوپر سَبْعًا شِدَادًا سات آسمان سخت (مضبوط) وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا اور بنایا ہم نے چراغ وَّهَّاجًا روشن وَّاَنْزَلْنَا اور نازل کیا ہم نے مِنَ الْمُعْصِرٰتِ نچوڑنے والے بادلوں سے مَآءً ثَجَّاجًا پانی زور سے بہنے والا لِّنُخْرِجَ بِهٖ تاکہ ہم نکالیں اس کے ذریعے حَبًّا دانے وَّنَبَاتًا اور سبزہ وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا اور گھنے باغ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ بے شک فیصلے کا دن كَانَ مِيْقَاتًا ایک وقت مقرر ہے يَّوْمَ يُنْفَخُ جس دن پھونکا جائے گا فِي الصُّوْرِ بگل فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا پس آؤ گے تم فوج در فوج وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ اور کھول دیے جائیں گے آسمان فَكَانَتْ اَبْوَابًا پس ہو جائیں گے دروازے ہی دروازے وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ اور چلا دیے جائیں گے پہاڑ فَكَانَتْ سَرَابًا پس ہو جائیں گے چمکتی ہوئی ریت اِنَّ جَهَنَّمَ بے شک جہنم كَانَتْ مِرْصَادًا گھات میں لگی ہوئی ہے لِّلطّٰغِيْنَ

سرکشوں کے لیے مَاٰبًا ٹھکانا ہے لّٰبِثِیْنَ فِیْهَآ ٹھہریں گے اس دوزخ میں اَحْقَابًا زمانہ ہائے زمانہ لَا یَذُوْقُوْنَ فِیْهَا نہیں چکھیں گے اس میں بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا کوئی ٹھنڈک اور نہ پانی۔

وجہ تسمیہ اور کوائف :

اس سورت کا نام نبا ہے اور نبا کا معنیٰ ہے خبر۔ اور لفظ نبی کا مادہ بھی نبا ہے۔ نبی کا لفظ اسی سے لیا گیا ہے۔ نبی کا معنیٰ ہے خبر دینے والا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حکموں کی خبر دیتا ہے۔ یہ سورۃ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی، اس سے پہلے اُناسی «۷۹» سورتیں نازل ہو چکی تھیں اس کا اسی «۸۰» نمبر ہے۔ اس کے دو رکوع اور چالیس آیتیں ہیں۔

عَمَّ اصل میں عَمَّا تھا۔ یعنی آخر میں الف بھی تھا مگر اس کو تخفیفاً حذف کر دیا گیا۔ عَمَّ کا معنیٰ ہے کس چیز کے بارے میں یَتَسَآءَلُوْنَ یہ لوگ ایک دوسرے سے سوال کرتے ہیں عَنِ النَّبَاِ الْعَظِیْمِ بڑی خبر کے بارے میں۔ اس خبر کے بارے میں جو بڑی ہے الَّذِیْ هُمْ فِیْهِ مُخْتَلِفُوْنَ وہ خبر جس کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں۔ نبا عظیم کے متعلق مفسرین کرام رحمہم اللہ نے بہت کچھ کہا ہے دو چیزیں مشہور ہیں وہ میں بیان کر دیتا ہوں۔

پہلی چیز یہ ہے کہ نبا عظیم سے مراد قرآن کریم ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اللہ تعالیٰ کے حکموں کی خبر دینے والی ہے۔ اس قرآن کریم کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے جادو ہے، کوئی کہتا ہے گھڑ کے لایا ہے، کوئی کہتا ہے اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ "پہلے لوگوں کی قصے کہانیاں ہیں۔" کوئی کہتا ہے جادو ہے، کوئی کہتا ہے کہانت ہے، اللہ تعالیٰ کی کتاب کے بارے میں طرح طرح کی باتیں کرتے ہیں۔ جو ان کے دل

میں آتا ہے، دماغ میں آتا ہے، کہتے ہیں۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ نَبَا سے مراد قیامت ہے۔ اور یہی تفسیر بہتر ہے کیونکہ آگے ذکر بھی قیامت کا ہے کہ کس چیز کے بارے میں یہ لوگ ایک دوسرے سے سوال کرتے ہیں۔ بڑی خبر کے بارے میں یعنی قیامت کے بارے میں ایک دوسرے سے سوال کرتے ہیں۔ وہ خبر جس کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں۔ مشرکین مکہ قیامت کا انکار کرتے تھے اور بڑے شدومد کے ساتھ انکار کرتے تھے۔

تصورِ قیامت :

یہودی اور عیسائی قیامت کے قائل ہیں مگر اس کی جو تفسیر کرتے ہیں اس سے انکار ہی لازم آتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ قیامت ایسے ہی ہے جیسے ہم خواب دیکھتے ہیں۔ جسم اور جسم کے ساتھ کھانا پینا وغیرہ کچھ نہیں ہوگا بس جس طرح ہم خواب میں خوشی دیکھتے ہیں یا غمی دیکھتے ہیں بس یہی کچھ ہوگا اس سے زیادہ کچھ بھی نہیں ہے۔ تو یہ قیامت کا انکار ہی ہے۔ اس کی مثال تم اس طرح سمجھو کہ ایک آدمی کہتا ہے میں نے ملک کے صدر کو دیکھا ہے اور اس کی تصویر اس طرح کھینچتا ہے کہ اس کی چار ٹانگیں تھیں، لمبے لمبے اس کے دانت تھے، پیٹھ اس کی چوڑی تھی (اوپر چار پائی بچھا سکتے ہیں۔) اور آگے ایک لمبی سونڈ تھی جو اس نے نیچے لٹکائی ہوئی تھی۔ اب ظاہر بات ہے کہ یہ صدر کی تصویر نہیں یہ تو ہاتھی کی تصویر ہے جو اس نے کھینچ کر بنائی ہے۔ صدر کو تو اس نے نہیں دیکھا یہ تو صدر کے دیکھنے کا انکار ہے۔ تو جس طرح قیامت کی حقیقت عیسائی بیان کرتے ہیں وہ قیامت کا انکار ہی ہے۔

اہل حق قیامت کو اس طرح مانتے ہیں جس طرح رب تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ بڑے زوردار الفاظ میں قیامت کا اظہار فرماتے ہیں کہ قیامت اور سارا معاملہ اس

خاکی جسم اور روح کے ساتھ ہوگا۔ رب تعالیٰ انہی خاکی جسموں کو قیامت والے دن اٹھائیں گے اور خوشیاں، غمیاں انہی کے ساتھ ہوں گی۔

تو فرمایا یہ کس چیز کے بارے ایک دوسرے سے سوال کرتے ہیں، بڑی خبر کے بارے میں، وہ خبر جس میں یہ اختلاف کرتے ہیں کَلَّا خبردار سَيَعْلَمُوْنَ عن قریب یہ جان لیں گے ثُمَّ كَلَّا پھر خبردار سَيَعْلَمُوْنَ عن قریب یہ جان لیں گے۔ چونکہ وہ لوگ زوردار الفاظ میں قیامت کا انکار کرتے تھے اور کہتے تھے ءَاِذَامِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿صٰفّٰت:۱۶﴾ "کیا جب ہم مرجائیں گے اور ہو جائیں گے مٹی تو کیا ہم دوبارہ اٹھائے جائیں گے؟" اور کبھی کہتے ءَاِذَامِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ ﴿ق:۳، پارہ:۲۶﴾ "کیا جب ہم مرجائیں گے اور ہو جائیں گے مٹی یہ لوٹ کر آنا تو بہت بعید ہے۔" ان کا وہم تھا کہ ریزہ ریزہ ہونے کے بعد دوبارہ انسان کس طرح بنے گا؟ کبھی کہتے مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ﴿یٰسین:۷۸﴾ "کون زندہ کرے گا ہڈیوں کو حالانکہ وہ بوسیدہ ہو چکی ہوں گی؟" بوسیدہ ہڈیوں میں کون جان ڈالے گا؟ کبھی کہتے ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿السجدہ:۱۰﴾ "کیا جس وقت ہم رل مل جائیں گے زمین میں، زمین میں خلط ملط ہو جائیں گے کیا ہم نئی پیدائش میں پیدا کیے جائیں گے؟" مٹی سے علیحدہ کر کے ان وجودوں میں جان ڈالی جائے گی؟ گویا ان کے نزدیک یہ بڑا مشکل کام تھا (ان کے دماغوں پر سوء معرفت کا پردہ تھا، اللہ تعالیٰ کی پہچان نہیں تھی۔ مرتب)

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی نشانیاں بیان کر کے فرمایا اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا "بے شک فیصلے کا دن ایک وقت مقرر ہے۔"

دلائل قدرت :

اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کی نشانیاں بیان فرماتے ہیں۔فرمایا اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا کیانہیں بنایا ہم نے زمین کو بچھونا۔جس زمین پر تمھاری بودوباش ہے جس پر تم رہتے ہو اس کو ہم نے نہیں بنایا؟ اس کا کون انکار کرسکتا ہے؟ کیوں کہ اس کو تو مشرکین مکہ بھی مانتے تھے۔جب ان سے پوچھا جاتا کہ زمین وآسمان کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو کہتے اللہ تعالیٰ نے۔ چنانچہ سورۂ زمر آیت نمبر ۳۸ میں ہے وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ "اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ کس نے پیدا کیا ہے آسمانوں کو اور زمین کو تو یقیناً کہیں گے اللہ تعالیٰ نے۔"

تو فرمایا کیا نہیں بنایا ہم نے زمین کو بچھونا وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا اور پہاڑوں کو میخیں۔ اوتاد وَتَدٌ کی جمع ہے اس کا معنیٰ ہے میخ۔اللہ تعالیٰ نے زمین کو جب پیدا فرمایا تو زمین میں اضطراب تھا حرکت تھی تو اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے مضبوط پہاڑ بطور میخوں کے زمین میں گاڑ دیئے تاکہ زمین کا توازن درست ہو جائے۔ اور دور نہ جاؤ وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا اور ہم نے پیدا کیا تمھیں جوڑا جوڑا۔مرد بھی پیدا کیے،عورتیں بھی پیدا کیں وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا اور بنایا ہم نے تمہاری نیند کو آرام کا ذریعہ۔نیند بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے نیند نہ آئے تو صحت خراب ہو جاتی ہے۔ایسے بیمار لوگ بھی ہیں جو نیند کے لیے گولیاں کھاتے ہیں۔نیند سے بدن اعتدال پر آجاتا ہے اور صحت برقرار رہتی ہے۔تو یہ نیند کس نے بنائی ہے؟

وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا اور بنایا ہم نے رات کو لباس۔جس طرح لباس سے ستر اور پردہ ہوتا ہے اسی طرح رات بھی پردہ ہے وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا اور بنایا ہم نے

دن کوذریعہ معاش ، روزی کمانے کا ذریعہ بنایا ہے۔زمین ہم نے بنائی، پہاڑ ہم نے بنائے، تمھیں ہم نے پیدا کیا، رات ہم نے بنائی، نیند ہم نے بنائی، دن ہم نے بنایا۔اور سنو! وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا۔ شِدَاد شَدِيْدَةٌ کی جمع ہے اور بنائے ہم نے تمھارے اوپر سات آسمان مضبوط۔ جب سے آسمان بنائے گئے ہیں آج تک ان میں کسی قسم کی کوئی خرابی پیدا نہیں ہوئی۔ آج کل حکومتیں عمارتوں کی تعمیر کا ٹھیکہ دیتی ہیں اور ساتھ ساتھ مرمت کا بھی ٹھیکہ دیتی ہیں مگر آسمان کو دیکھو ہزار ہا سال گزر چکے ہیں دراڑ تک نہیں آئی۔ پھر نہ نیچے کوئی دیوار ہے نہ ستون ہے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کھڑے ہیں۔

وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا اور بنایا ہم نے چراغ روشن۔سورج کی روشنی سے کون انکار کرسکتا ہے؟ وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا اور نازل کیا ہم نے نچوڑنے والے بادلوں سے پانی زور سے بہنے والا۔ بادل جو قطروں کو نچوڑتے ہیں ان سے زور کی بارش ہم نے برسائی ہے۔بادل کس نے بنائے، ان میں بارش کس نے پیدا کی، بادلوں کو پانی سے کس نے بھرا؟ اور بارش کیوں برسائی؟ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا تاکہ ہم نکالیں اس کے ذریعے دانے اور سبزہ۔ وہ علاقے جن میں نہریں اور ٹیوب ویل ہیں بارش نہ ہو تو ان پر بھی زد پڑتی ہے اور جو بارانی علاقے ہیں کہ جہاں فصلیں صرف بارش سے ہوتی ہیں وہ بے چارے تو اجڑ (بنجر ہو) جاتے ہیں (اور ان کی زبان باہر نکل آتی ہے) تو بارش کے ذریعے دانے اور سبزیاں کون اُگاتا ہے، ان کا خالق کون ہے؟

وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا اور گھنے باغ۔اَلْفَافًا لفیف کی جمع ہے اور لفیف کا معنی ہے گھنا۔ایسے باغ کہ ٹہنیوں پر ٹہنیاں جڑی ہوئی ہیں یہ باغ کس نے پیدا کیے ہیں؟

یہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی چند نشانیاں بیان فرمائی ہیں کیا تم ان کا انکار کرسکتے

ہو؟ وہ قادر مطلق ہے جس نے یہ سب کام کیے جو تمہارے سامنے ہیں اور تم مانتے ہو اس کے لیے قیامت کا قائم کرنا کوئی مشکل نہیں ہے۔ وہ پروردگار جو دانوں کو مٹی میں ملا کر اُگا دیتا ہے۔ کیسے خوب صورت پودے کھڑے کر دیتا ہے، وہی تمھیں ریزہ ریزہ کر کے مٹی میں ملانے کے بعد دوبارہ کھڑا کرے گا۔

فرمایا اِنَّ یَوۡمَ الۡفَصۡلِ کَانَ مِیۡقَاتًا بے شک فیصلے والے دن کا ایک وقت مقرر ہے۔ جس دن حق و باطل کا فیصلہ ہونا ہے اس کا وقت مقرر ہے وہ آکر رہے گا۔ دنیا میں بھی مقدمے چلتے ہیں، فیصلے ہوتے ہیں مگر بسا اوقات سچا جھوٹا اور جھوٹا سچا ہو جاتا ہے، بے گناہ پھنس جاتے ہیں اور مجرم بری ہو جاتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت میں کوئی دھوکا، فراڈ اور داؤ نہیں چل سکے گا حق کا فیصلہ ہوگا۔ کب ہوگا؟ یَّوۡمَ یُنۡفَخُ فِی الصُّوۡرِ جس دن پھونکا جائے گا صور میں، بگل پھونکی جائے گی۔

حضرت اسرافیل علیہ السلام کے بارے میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی ڈیوٹی لگائی ہے صور پھونکنے کی اور وہ رکوع کی حالت میں صور منہ پر رکھ کر انتظار میں کھڑا ہے کہ کب مجھے حکم ملے اور میں بگل بجا دوں۔ تو جس دن بگل پھونکی جائے گی فَتَاۡتُوۡنَ اَفۡوَاجًا پس آؤ گے تم فوج در فوج۔ آدم علیہ السلام سے لے کر آخری انسان تک۔ ابلیس، جو ناری مخلوق میں پہلا ہے اس سے لے کر آخری جن تک، تمام حیوانات، چرند، پرند، حشرات الارض جمع ہوں گے۔ کیا نقشہ ہوگا شہروں کی اکٹھی آبادی کو سامنے رکھ کر اندازہ لگا لو۔ جماعت در جماعت آئیں گے۔

یہ آسمان جو تمھیں نظر آرہا ہے وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَکَانَتۡ اَبۡوَابًا اور کھول دیئے جائیں گے آسمان پس ہو جائیں گے دروازے ہی دروازے۔ اس کو اس طرح

سمجھو کہ مکان سے دروازے نکال دیئے جائیں تو باقی خالی خانے اور سوراخ ہی سوراخ نظر آئیں گے پھٹنے سے پہلے یہ کیفیت ہوگی۔ پھر ساتوں آسمانوں کو اس طرح لپیٹ دیا جائے گا جس طرح کتابوں پر بستہ لپیٹا جاتا ہے۔

سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۱۰۴ میں ہے یَوۡمَ نَطۡوِی السَّمَآءَ کَطَیِّ السِّجِلِّ لِلۡکُتُبِ "جس دن ہم لپیٹیں گے آسمان کو جیسا کہ لپیٹا جاتا ہے بستہ کتابوں پر۔" یا اس طرح سمجھو کہ سائبان کو ضرورت کے وقت سر پر لٹکا دیا جاتا ہے ضرورت پوری ہونے کے بعد اس کو لپیٹ کر رکھ دیتے ہیں۔ اسی طرح آسمان لپیٹ دیئے جائیں گے وَسُیِّرَتِ الۡجِبَالُ اور چلا دیئے جائیں گے پہاڑ فَکَانَتۡ سَرَابًا۔ اصل میں سراب کہتے ہیں ریتلے علاقوں میں دوپہر کے وقت جو گرمی نکلتی ہے یوں لگتا ہے ریت سے شعلے نکل رہے ہیں۔ تو معنٰی کرتے ہیں چمکتی ہوئی ریت اور باریک غبار کی طرح اڑتے پھریں گے۔ اور سورۃ القارعۃ پارہ ۳۰ میں ہے وَتَکُوۡنُ الۡجِبَالُ کَالۡعِهۡنِ الۡمَنۡفُوۡشِ "اور ہو جائیں گے پہاڑ رنگین دھنی ہوئی اون کی طرح۔" اور زمین کی سطح بالکل ہموار ہو جائے گی لَا تَرٰی فِیۡهَا عِوَجًا وَّلَاۤ اَمۡتًا ﴿طٰہٰ: ۱۰۷، پارہ: ۱۶﴾ "نہیں دیکھے گا تو اس میں کوئی کجی اور نہ کوئی ٹیلا" فرض کرو کوئی آدمی مشرق سے چل کر مغرب میں پہنچنا چاہے تو درمیان میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔ کوئی نابینا شمال سے جنوب میں پہنچنا چاہے تو راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔

اور یاد رکھو! اِنَّ جَهَنَّمَ کَانَتۡ مِرۡصَادًا ۔ مرصاد کا معنٰی ہے گھات۔ جہاں بیٹھ کر لوگ دشمن پر حملہ کرتے ہیں یا شیر، چیتے کے شکار کے لیے کسی محفوظ جگہ پر چھپ کر بیٹھنا۔ تو وہ جگہ جہاں وہ شکار کے لیے بیٹھتے ہیں اس کو گھات کہتے ہیں اور عربی میں

مِرصاد کہتے ہیں۔تو جس طرح وہ چھپ کر بیٹھے ہوتے ہیں شکار کرنے کے لیے یا دشمن پر وار کرنے کے لیے اسی طرح جہنم تمھارے گھات میں ہے، انتظار میں ہے مگر سب کے لیے نہیں بلکہ لِّلطَّاغِيْنَ مَاٰبًا سرکشوں کے لئے ٹھکانا ہے لّٰبِثِيْنَ فِيْهَاۤ اَحْقَابًا۔ اَحقاب حُقُبٌ کی جمع ہے۔حُقُب کا معنیٰ ہے دَهْرًا طَوِيْلًا لمبا زمانہ۔تو معنیٰ ہوگا ٹھہریں گے اس دوزخ میں زمانہ ہائے زمانہ۔جنت دوزخ کی زندگی کتنی لمبی ہوگی؟ آج ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔اور ہمیشہ عذاب میں رہیں گے اور داروغہ جہنم سے کہیں گے دعا کرو اپنے رب سے يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ﴿المومن:۴۹﴾ "ہلکا کر دے وہ ہم سے ایک دن ہی عذاب۔" کچھ سکون ہو جائے گا۔جس طرح مزدور اور ملازم چھٹی والے دن خوش ہوتے ہیں کہ آج سوئیں گے، آرام کریں گے۔اسی طرح جہنمی کہیں گے کہ ایک دن عذاب میں تخفیف ہو جائے ہمیں سکون مل جائے مگر لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا نہیں چکھیں گے دوزخ میں ٹھنڈک اور نہ پانی۔ٹھنڈا پانی نہیں ملے گا گرم پانی ملے گا جس کے متعلق آگے بیان ہوگا۔

ان شاءاللہ تعالیٰ

لَا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ﴿۲۴﴾
إِلَّا حَمِيمًا وَّغَسَّاقًا ﴿۲۵﴾ جَزَآءً وِّفَاقًا ﴿۲۶﴾ إِنَّهُمْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ
حِسَابًا ﴿۲۷﴾ وَّكَذَّبُوا بِـَٔايَاتِنَا كِذَّابًا ﴿۲۸﴾ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ كِتَابًا ﴿۲۹﴾
فَذُوقُوا فَلَن نَّزِيدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا ﴿۳۰﴾ إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا ﴿۳۱﴾ ع
حَدَآئِقَ وَأَعْنَابًا ﴿۳۲﴾ وَّكَوَاعِبَ أَتْرَابًا ﴿۳۳﴾ وَّكَأْسًا دِهَاقًا ﴿۳۴﴾
لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَّلَا كِذَّابًا ﴿۳۵﴾ جَزَآءً مِّن رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ﴿۳۶﴾
رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُونَ مِنْهُ
خِطَابًا ﴿۳۷﴾ يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا لَّا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا
مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ﴿۳۸﴾ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ فَمَن
شَآءَ اتَّخَذَ إِلٰى رَبِّهِ مَـَٔابًا ﴿۳۹﴾ إِنَّآ أَنذَرْنَاكُمْ عَذَابًا قَرِيبًا يَوْمَ
يَنظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ وَيَقُولُ الْكَافِرُ يٰلَيْتَنِي كُنتُ تُرَابًا ﴿۴۰﴾ ع

لَا يَذُوقُونَ فِيهَا نہیں چکھیں گے دوزخ میں بَرْدًا کوئی
ٹھنڈک وَّلَا شَرَابًا اور نہ پانی إِلَّا حَمِيمًا مگر گرم پانی وَّغَسَّاقًا
اور پیپ جَزَآءً وِّفَاقًا بدلہ ہوگا پورا پورا (ان کے اعمال کے موافق)
إِنَّهُمْ كَانُوا بے شک وہ تھے لَا يَرْجُونَ حِسَابًا نہیں امید رکھتے
حساب کی وَّكَذَّبُوا بِـَٔايَاتِنَا كِذَّابًا اور جھٹلایا انھوں نے ہماری آیتوں کو
زور سے جھٹلانا وَكُلَّ شَيْءٍ اور ہر چیز کو أَحْصَيْنَاهُ شمار کر رکھا ہے ہم نے

كِتٰبًا کتاب میں فَذُوْقُوْا پس چکھو تم فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ پس ہم نہیں زیادہ کریں گے تمھارے لیے اِلَّا عَذَابًا مگر عذاب اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ بے شک پرہیز گاروں کے لیے مَفَازًا کامیابی ہے حَدَآئِقَ باغات ہوں گے وَاَعْنَابًا اور انگور وَّكَوَاعِبَ اور نوجوان عورتیں اَتْرَابًا ہم عمر وَّكَاْسًا اور پیالے ہوں گے دِهَاقًا بھرے ہوئے لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا نہیں سنیں گے اس میں لَغْوًا کوئی بے ہودہ بات وَّلَا كِذّٰبًا اور نہ جھٹلانا جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ بدلہ ہوگا آپ کے رب کی طرف سے عَطَآءً دیا ہوا حِسَابًا حساب سے رَّبِّ السَّمٰوٰتِ جو رب ہے آسمانوں کا وَالْاَرْضِ اور زمین کا وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان میں ہے الرَّحْمٰنِ نہایت رحم کرنے والا ہے لَا يَمْلِكُوْنَ نہیں مالک ہوں گے مِنْهُ اس کی طرف سے خِطَابًا بات کرنے کے يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ جس دن کھڑا ہوگا روح الامین وَالْمَلٰٓئِكَةُ اور فرشتے صَفًّا قطار در قطار لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ نہیں کلام کرسکیں گے اِلَّا مَنْ مگر وہ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ جس کو اجازت دے گا رحمان وَقَالَ صَوَابًا اور کہے گا بات ٹھیک ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ یہ دن برحق ہے فَمَنْ شَآءَ پس جو شخص چاہے اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ بنالے اپنے رب کی طرف مَاٰبًا ٹھکانا اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ بے شک ہم نے تمھیں ڈرایا ہے عَذَابًا قَرِيْبًا قریبی

عذاب سے يَوۡمَ يَنۡظُرُ الۡمَرۡءُ جس دن دیکھے گا آدمی مَا قَدَّمَتۡ يَدٰهُ جو آگے بھیجا ہے اس کے ہاتھوں نے وَيَقُوۡلُ الۡكٰفِرُ اور کہے گا کافر يٰلَيۡتَنِىۡ کاش کہ میں كُنۡتُ تُرٰبًا ہوتا مٹی۔

اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کے قائم ہونے کے دلائل بیان فرمائے ہیں کہ جس ذات نے زمین پیدا کی، آسمان پیدا کیے، پہاڑ پیدا کیے، تمھارے جوڑے پیدا کیے، نیند کو آرام کا ذریعہ بنایا، رات کو لباس بنایا، دن بنایا روزی کمانے کے لیے، بادلوں سے بارش برسائی، زمین سے دانے اُگائے، گھنے باغات پیدا کیے۔ جو رب یہ سارے کام کرسکتا ہے اس کے لیے قیامت قائم کرنا کیا مشکل ہے۔ وہ قیامت قائم کرے گا۔ پھر ایک گروہ دوزخ میں جائے گا۔ جہنم سرکشوں کی تاک میں ہے اور وہ سرکشوں کا ٹھکانا ہے۔ وہ قرن ہائے قرن دوزخ میں رہیں گے لَا يَذُوۡقُوۡنَ فِيۡهَا بَرۡدًا وَّلَا شَرَابًا نہیں چکھیں گے وہ دوزخ میں ٹھنڈک اور نہ پانی اِلَّا حَمِيۡمًا وَّغَسَّاقًا مگر گرم پانی اور پیپ۔

دنیا میں گرمی کے موسم میں لوگ ٹھنڈی بوتلیں پی کر، شربت، جوس پی کر کلیجے کو ٹھنڈا کرتے ہیں لیکن دوزخیوں کو گرم پانی ملے گا ایسا کہ يَشۡوِى الۡوُجُوۡهَ ﴿سورۃ الکہف﴾ "چہروں کو جلا دے گا۔" يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيۡغُهٗ ﴿ابراہیم: ۱۷﴾ "گھونٹ گھونٹ کرکے اتارے گا۔" اور قریب نہیں ہوگا کہ حلق سے اتار سکے۔ چند قطرے بھی اندر چلے گئے تو فَقَطَّعَ اَمۡعَآءَهُمۡ ﴿سورۃ محمد: ۱۵﴾ "پس کاٹ ڈالے گا ان کی آنتوں کو۔" آنتوں کو ریزہ ریزہ کرکے پاخانے کے راستے نکال دے گا۔ جس طرح جمال گوٹہ اندر سے سب کچھ نکال دیتا ہے۔

اورسورت حج آیت نمبر ۱۹-۲۰ میں ہے "اور بہایا جائے گا ان کے سروں پر گرم پانی يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ پگھلایا جائے گا اس کے ساتھ جوان کے پیٹوں میں ہے اور ان کی کھالیں بھی جلائی جائیں گی۔" سارا چمڑا اُدھڑ کر پاؤں سے اتر جائے گا۔کوئی ایک قسم کا عذاب نہیں ہے۔اور زخموں سے بہنے والی پیپ ہوگی۔اور یہ معنٰی بھی ہے کہ وہ پانی جس سے پیپ اور خون دھویا گیا ہو (پیپ اور خون آلود پانی) وہ پلایا جائے گا۔آج ہم اس کو دیکھ نہیں سکتے کراہت ہوتی ہے۔یہ ان کو پینے کے لیے دیا جائے گا۔

جَزَآءً وِّفَاقًا بدلہ ہوگا پورا پورا ان کے اعمال کا جو انھوں نے کیے ہیں۔یہ بدلا ان کو کیوں ملے گا؟ اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا بے شک وہ امید نہیں رکھتے تھے حساب کی۔کہتے تھے کوئی قیامت نہیں کوئی حساب نہیں، کوئی میدان محشر نہیں، کوئی جنت دوزخ نہیں ہے وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا اور جھٹلایا انھوں نے ہماری آیتوں کو زور سے جھٹلانا۔ كَذِبَ کا معنٰی ہے جھوٹ اور كِذَّاب کا معنٰی ہوتا ہے زوردار طریقے سے جھٹلانا۔مثلاً: کسی نے کہا یہ قرآن جادو ہے، کسی نے کہا خود گھڑ کے لایا ہے، کسی نے کہا اساطیر الاولین پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتارا ہوا نہیں ہے۔کہہ لو جو کچھ کہنا ہے اور کرلو جو کچھ کرنا ہے وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا اور ہر چیز کو شمار کر رکھا ہے ہم نے کتاب میں۔ہر چیز کا ہم نے احاطہ کیا ہوا ہے۔

بعض مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے۔جب سے اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو پیدا کیا ہے اس وقت سے لے کر اس کے فنا ہونے تک کی ہر چیز لوح محفوظ میں درج ہے۔

دوسرا گروہ کہتا ہے کہ کتاب سے مراد ہر آدمی کا اعمال نامہ ہے۔ اس نے جو کیا ہے وہ اس میں درج ہے۔ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ﴿بنی اسرائیل: ۱۴﴾ "پڑھ اپنا اعمال نامہ۔" ہر آدمی! اپنا اعمال نامہ خود پڑھے گا۔ چاہے پڑھا ہوا ہے یا ان پڑھ ہے۔ ان پڑھ کو اللہ تعالیٰ پڑھنے کی قوت عطا فرمائیں گے۔ خود پڑھے گا اور تعجب کرے گا اور کہے گا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا ﴿الکہف: ۴۹﴾ "کیا ہے اس کتاب کو، میرے اعمال نامے کو نہیں چھوڑتا کوئی چھوٹی بات اور نہ کوئی بڑی بات مگر اس نے اس کو سنبھال رکھا ہے۔"

سب کچھ اس میں درج ہے۔ آج دنیا میں انسان کئی نیکی، بدی کے کام کر کے بھول جاتا ہے۔ وہاں دماغ اتنا مضبوط اور قوی کر دیا جائے گا کہ ہر چیز اس کے ذہن میں آ جائے گی۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں ہم کہیں گے فَذُوْقُوْا پس چکھو تم اے مجرمو! فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا پس ہم نہیں زیادہ کریں گے تمھارے لیے مگر عذاب۔ روز بہ روز عذاب کا اضافہ ہوگا۔ مثلاً: آج اگر چار درجے کا ہے تو کل پانچ درجے کا ہوگا اور پرسوں چھ درجے کا ہوگا۔ جس طرح مومنوں کی خوشیوں میں اضافہ ہوگا کہ آج کے پھل کی اور لذت، کل کے پھل کی اور لذت اور پچھلے دن والے کی زیادہ لذت ہوگی۔ مقدار اور تعداد بھی بڑھتی جائے گی۔ کافروں کے عذاب میں اضافہ ہوگا۔ قیامت قائم ہونے کے بعد نافرمانوں اور سرکشوں کا یہ نتیجہ ہوگا۔ اب ان کے مدمقابل پرہیزگاروں کا حال سنو!

فرمایا اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا بے شک پرہیزگاروں کے لیے کامیابی ہے۔ متقین کا مادہ تقویٰ ہے اور تقویٰ کا معنیٰ ہے بچنا۔ بہترین تقویٰ کفر و شرک سے بچنا ہے، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنا ہے۔ پھر اس چیز سے بچنا ہے جس سے شریعت نے

بچنے کا حکم دیا ہے۔تو ایسے لوگ جو کفر، شرک سے لے کر کبیرہ اور صغیرہ گناہوں سے بچتے ہیں ان کے لیے کامیابی ہے۔پھر مَفَازًا مصدر میمی بھی بن سکتا ہے جس کا معنیٰ ہے کامیابی اور اسم ظرف کا صیغہ بھی بن سکتا ہے جس کا معنیٰ ہے کامیابی کی جگہ۔دونوں معنیٰ صحیح ہیں۔

فرمایا حَدَآئِقَ -یہ حدیقۃٌ کی جمع ہے۔حدیقہ ایسے باغ کو کہتے ہیں جس کے اردگرد دیوار ہو۔چاہے اینٹوں کی ہو، پتھروں کی ہو، مٹی کی ہو یا درختوں کی ہو۔ اور ایسا باغ جس کے اردگرد دیوار نہ ہو اسے عربی میں روضہ کہتے ہیں۔تو پرہیز گاروں کے لیے باغ ہوں گے جن کی حد بندی ہوگی وَاَعْنَابًا اور انگور ہوں گے۔اَعْنَاب عِنَبٌ کی جمع ہے اور عِنَبٌ کا معنیٰ ہے انگور۔دنیا کے انگور جنت کے انگوروں کے مقابلے کچھ حیثیت نہیں رکھتے وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا اور نوجوان عورتیں ہم عمر۔ وَّكَوَاعِبَ یہ كَاعِبٌ کی جمع ہے اور كَاعِب اس عورت کو کہتے ہیں جو اب جوان ہوئی ہے یعنی اس کے پستان ابھر آئے ہوں، اُٹھتی جوانی۔اور اَتْرَاب تِرْبٌ کی جمع ہے۔ تِرْبٌ کا معنیٰ ہے ہم عمر۔یعنی وہ حوریں نوخیز اور ہم عمر ہوں گی۔یعنی جنتی مردوں اور حوروں کی عمریں برابر ہوں گی۔

اور یہ معنیٰ بھی کرتے ہیں کہ وہ عورتیں آپس میں ہم عمر ہوں گی اور جنتیوں پر بڑھاپا نہیں آئے گا، شباب رہے گا۔تیس سال کے لگ بھگ عمریں رہیں گی۔کہتے ہیں کہ طبی اعتبار سے تیس سال کی عمر میں قوت بدنی اپنے عروج پر پہنچ جاتی ہے۔اور آدمی جب چالیس سال کا ہو جاتا ہے تو قوت، عقل اور دماغ مکمل ہو جاتے ہیں۔اور چالیس سال کے بعد قوت بدنی آہستہ آہستہ گھٹنی شروع ہو جاتی ہے (جتنی چاہے طاقت کی چیزیں

استعمال کرے اور سونے ہیرے کے کشتے کھائے۔مرتب)

توفرمایا نوجوان ہم عمر عورتیں ہوں گی وَّكَاْسًا دِهَاقًا اور پیالے ہوں گے بھرے ہوئے، دودھ کے، شراب کے، شہد کے، خالص پانی کے اور جنت کے چشموں کا ذکر بھی ہو چکا ہے۔کافور، زنجبیل، سلسبیل اور کوثر کے چشمے۔ان ذائقوں سے آدمی کو لطف و سرور آئے گا اور پینے کے بعد طبیعت میں اتنی خوشی ہوگی کہ دنیا میں کسی شے کے کھانے سے طبیعت اتنی خوش نہیں ہوتی۔فرمایا لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا نہیں سنیں گے جنت میں لَغْوًا کوئی بے ہودہ بات۔جھوٹ، غیبت، گالی گلوچ، دل آزاری کی کوئی بات نہیں ہوگی وَّلَا كِذّٰبًا اور نہ ایک دوسرے کو جھٹلانے کی بات ہوگی۔

دنیا میں لوگ ایک دوسرے کو جھٹلاتے ہیں جیسے سیاسی لوگ ایک دوسرے کو جھٹلاتے رہتے ہیں۔ایک کہتا ہے وہ جھوٹا ہے، وہ (دوسرا) کہتا ہے یہ جھوٹا ہے۔ہم کہتے ہیں سب سچ کہتے ہیں۔کیونکہ ہیں تو سارے ہی جھوٹے۔لیکن جنت میں کوئی کسی کو نہیں جھٹلائے گا جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ بدلہ ہوگا آپ کے رب کی طرف سے عَطَآءً حِسَابًا دیا ہوا حساب سے۔یہاں حساب کا معنیٰ کافی ہے۔رب تعالیٰ کی طرف سے جنتیوں کو جو بدلہ ملے گا وہ کافی ہوگا رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وہ رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو کچھ آسمانوں اور زمین کے درمیان ہے۔فضا اور خلا ہے اور اس میں جو کچھ ہے اس کا بھی رب ہے۔

رب کا معنیٰ ہے پالنے والا، تربیت کرنے والا الرَّحْمٰنِ اور رحمان ہے بہت رحم کرنے والا ہے۔شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ رحمان ایسے کہتے ہیں جو بن مانگے دے اور رحیم اسے کہتے ہیں

جو مانگنے پر دے۔ دیکھو! کتنی چیزیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں بن مانگے عطا فرمائی ہیں۔ وجود اللہ تعالیٰ نے ہمیں بن مانگے دیئے، زبان، آنکھیں، کان، ہاتھ، پاؤں، اللہ تعالیٰ نے بغیر مانگے عطا فرمائے۔ کیوں کہ اس وقت انسان کو کوئی شد بدھ نہیں تھی۔ تو یہ ساری چیزیں بن مانگے عطا فرمائیں۔ پھر جب شد بدھ حاصل ہوئی تو انسان نے اپنی ضروریات مانگنی شروع کیں۔ پھر اللہ تعالیٰ انسان کے حق میں جو چیز بہتر سمجھتا ہے عطا کر دیتا ہے۔

تو فرمایا وہ رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے۔ وہ رحمان ہے۔ اور یاد رکھو! لَا یَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا نہیں مالک ہوں گے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بات کرنے کے، گفتگو کرنے کے۔ محشر میں اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت قائم ہو گی، اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق جلوہ افروز ہوں گے جو اس کے لائق ہو گی۔ مخلوق بالکل خاموش ہو گی کوئی بات نہیں کر سکے گا یَوْمَ یَقُوْمُ الرُّوْحُ روح سے مراد جبرئیل علیہ السلام ہیں کیوں کہ روح القدس جبرئیل علیہ السلام کا لقب ہے اور روح الامین بھی ان کا لقب ہے اور تمام فرشتوں کے سردار ہیں۔ یہ جبرئیل علیہ السلام بھی کھڑے ہوں گے وَ الْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا اور باقی فرشتے بھی صف بہ صف کھڑے ہوں گے۔

انسان الگ کھڑے ہوں گے، جنات الگ کھڑے ہوں گے، حیوان الگ کھڑے ہوں گے، عجیب منظر ہو گا ہر ایک کو اپنے اپنے نفس کی پڑی ہو گی۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس آدمی کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میرے بندے تیری نیکیاں اور بدیاں برابر ہیں ایک نیکی تلاش کر کے لا تاکہ تیرا نیکیوں والا پلہ بھاری ہو جائے۔ تو وہ بڑی چاہ کے ساتھ اپنے لنگوٹیے یار کے

پاس جائے گا کہ بھائی مجھے صرف ایک نیکی کی ضرورت ہے، دے دے۔ وہ کہے گا اِلیكَ عَنِّی "میرے سے پیچھے ہٹ جا تجھے نیکی دے کر میں کہاں جاؤں گا۔" پھر اپنے بھائی کے پاس جائے گا، پھر باپ کے پاس جائے گا، سب جواب دے دیں گے۔ آخر میں اپنی ماں کے پاس جائے گا اور کہے گا اَتَعْرِفِیْنِیْ "کیا تو مجھے پہچانتی ہے؟" کہے گی ہاں تو میرا وہی بیٹا ہے جس کو میں نے پیٹ میں اٹھایا اور جنا اور پرورش کی۔ کہے گا امی! پھر بات یہ ہے کہ مجھے ایک نیکی کی ضرورت ہے ایک نیکی مجھے دے دے تا کہ میرا نیکیوں والا پلہ بھاری ہو جائے۔ وہ کہے گی اِلیكَ عَنِّی "پیچھے ہٹ جا تجھے نیکی دے کر میں کہاں جاؤں گی؟"

سورۃ عبس پارہ ۳۰ میں ہے یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ ۝ وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ ۝ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِیْهِ "جس دن بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے اور بھاگے گا اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹوں سے۔" ہر ایک کو اپنی اپنی پڑی ہو گی۔

تو فرمایا جس دن کھڑے ہوں گے روح یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام اور فرشتے قطار در قطار لَا یَتَکَلَّمُوْنَ نہیں کلام کر سکیں گے اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ مگر وہ جس کو اجازت دے گا رحمان۔ جس کو رحمان بولنے کی اجازت دے گا وہ بول سکے گا وَقَالَ صَوَابًا اور کہے گا بات درست۔ آج دنیا میں ایسے ہوشیار قسم کے لوگ بھی ہیں جو دوسرے کو جھوٹ بول کر مطمئن کر دیتے ہیں مگر وہاں یہ داؤ نہیں چلے گا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت ہو گی وہ علیم بذات الصدور ہے، دلوں کے راز جانتا ہے۔ فرمایا ذٰلِكَ الْیَوْمُ الْحَقُّ یہ دن برحق ہے، سچا ہے، انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ تو

جب یہ حق ہے تو فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّہٖ مَاٰبًا پس جو شخص چاہے بنالے اپنے رب کی طرف ٹھکانا۔ آج موقع ہے جو کر سکتے ہو کرلو آنکھیں بند ہونے کے بعد کچھ نہیں کر سکو گے۔ اگر کچھ نہ کیا، کفر شرک سے باز نہ آئے تو پھر کیا ہوگا؟ وَیَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیْہِ "اور جس دن کاٹے گا ظالم اپنے ہاتھ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِی اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلًا ﴿فرقان: ۲۷﴾ کاش میں بنالیتا اللہ تعالیٰ کے رسول کے ساتھ راستہ۔" مگر اس وقت چیخنا چلانا کس کام کا۔

تو فرمایا پس جو شخص چاہے بنالے اپنے رب کی طرف ٹھکانا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّآ اَنْذَرْنٰکُمْ عَذَابًا قَرِیْبًا بے شک ہم نے تمھیں ڈرایا ہے قریبی عذاب سے یَوْمَ یَنْظُرُ الْمَرْءُ جس دن دیکھے گا آدمی مَا قَدَّمَتْ یَدٰہُ جو آگے بھیجا ہے اس کے ہاتھوں نے۔ نیکی اور بدی جو بھی کی ہے سب سامنے ہوگی وَیَقُوْلُ الْکٰفِرُ اور کہے گا کافر یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرٰبًا کاش کہ میں ہوتا مٹی۔ بات توجہ سے سنیں! قیامت والے دن حساب تو جانوروں کا بھی ہونا ہے لیکن حساب کتاب کے بعد جانوروں کو اللہ تعالیٰ خاک بنادیں گے سوائے تیرہ جانوروں کے کہ وہ جنت میں جائیں گے۔

ایک ان میں سے اصحاب الکہف کا کتا ہے، اور حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی ہے، حضرت سلیمان علیہ السلام کا ھدھد ہے، باقیوں کے نام بھی تفسیروں میں لکھے ہیں۔ باقی سب جانور خاک کر دیئے جائیں گے۔ تو جس وقت جانوروں کو خاک کر دیا جائے گا تو کافر کہے گا کہ کاش میں بھی مٹی ہو جاتا کیوں کہ سامنے نظر آرہی ہوگی وَبُرِّزَتِ الْجَحِیْمُ لِلْغٰوِیْنَ ﴿الشعراء: ۹۱﴾ ایک تفسیر یہ ہے۔

اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ کافر سے کافر اعظم مراد ہے، اور کافر اعظم ابلیس لعین

ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا اور اس نے انکار کردیا تھا۔ رب تعالیٰ نے فرمایا مَامَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ "کس چیز نے روکا تجھے کہ تو نے سجدہ نہ کیا جب میں نے تجھے حکم دیا تھا۔ اس موقع پر ابلیس نے کہا اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ میں اس سے بہتر ہوں خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ ﴿الاعراف: ۱۲﴾ آپ نے مجھے پیدا کیا آگ سے اور اس کو پیدا کیا مٹی سے۔" میں خاکی کو سجدہ کیوں کروں؟ لیکن اس دن ابلیس یہ کہے گا کہ میں بھی مٹی ہوتا کہ آج خاکیوں کو کیسے عہدے مل رہے ہیں کاش! کہ میں بھی مٹی ہوتا اور درجے پاتا۔ تو کافر سے مراد کافر اعظم ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تفسیر

سُوۡرَۃُ النّٰزِعٰت

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتہا ۴۶ ۷۹ سُوْرَۃُ النّٰزِعٰتِ مَکِّیَّۃٌ ۸۱ رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۝۱ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۝۲ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۝۳
فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۝۴ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۝۵ یَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَۃُ ۝۶
تَتْبَعُہَا الرَّادِفَۃُ ۝۷ قُلُوْبٌ یَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَۃٌ ۝۸ اَبْصَارُہَا خَاشِعَۃٌ ۝۹
یَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِی الْحَافِرَۃِ ۝۱۰ ءَاِذَا کُنَّا عِظَامًا
نَّخِرَۃً ۝۱۱ قَالُوْا تِلْکَ اِذًا کَرَّۃٌ خَاسِرَۃٌ ۝۱۲ فَاِنَّمَا ہِیَ زَجْرَۃٌ وَّاحِدَۃٌ ۝۱۳
فَاِذَا ہُمْ بِالسَّاہِرَۃِ ۝۱۴ ہَلْ اَتٰىکَ حَدِیْثُ مُوْسٰی ۝۱۵ اِذْ نَادٰىہُ
رَبُّہٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی ۝۱۶ اِذْہَبْ اِلٰی فِرْعَوْنَ اِنَّہٗ طَغٰی ۝۱۷
فَقُلْ ہَلْ لَّکَ اِلٰٓی اَنْ تَزَکّٰی ۝۱۸ وَاَہْدِیَکَ اِلٰی رَبِّکَ فَتَخْشٰی ۝۱۹
فَاَرٰىہُ الْاٰیَۃَ الْکُبْرٰی ۝۲۰ فَکَذَّبَ وَعَصٰی ۝۲۱ ثُمَّ اَدْبَرَ یَسْعٰی ۝۲۲
فَحَشَرَ فَنَادٰی ۝۲۳ فَقَالَ اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی ۝۲۴ فَاَخَذَہُ اللّٰہُ نَکَالَ
الْاٰخِرَۃِ وَالْاُوْلٰی ۝۲۵ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّمَنْ یَّخْشٰی ۝۲۶ ع

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا قسم ہے ان فرشتوں کی جو جان کھینچ لاتے ہیں بدن میں ڈوب کر وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا اور قسم ہے ان فرشتوں کی جو گرہ کھول دیتے ہیں کھول دینا وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا اور قسم ہے ان فرشتوں کی جو تیرتے ہیں تیرنا

فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا قسم ہے ان فرشتوں کی جو سبقت لے جاتے ہیں سبقت لے جانا فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا پھر قسم ہے ان فرشتوں کی جو تدبیر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم کی یَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ جس دن کانپے گی کانپنے والی تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ اس کے پیچھے لگے گی پیچھے لگنے والی قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ کچھ دل اس دن کانپ رہے ہوں گے اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ آنکھیں ان کی جھکی ہوں گی یَقُوْلُوْنَ کہتے ہیں ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ کیا بے شک ہم لوٹائے جائیں گے پہلی حالت کی طرف ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً کیا جب ہم ہو جائیں گے ہڈیاں بوسیدہ قَالُوْا یہ کہتے ہیں تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ یہ لوٹ آنا تو نقصان دہ ہوگا فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ پس پختہ بات ہے وہ جھڑک ہوگی ایک ہی فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ پس اچانک وہ میدان میں ہوں گے هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى کیا پہنچی ہے آپ کے پاس موسیٰ علیہ السلام کی بات اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ جب پکارا اس کو اس کے رب نے بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى پاکیزہ میدان میں جس کا نام طویٰ ہے اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ جاؤ فرعون کی طرف اِنَّهٗ طَغٰى بے شک اس نے سرکشی کی ہے فَقُلْ پس آپ کہیں هَلْ لَّكَ کیا تجھے رغبت ہے اِلٰى اَنْ تَزَكّٰى اس بات کی طرف کہ تو پاک ہو جائے وَاَهْدِيَكَ اور میں تیری راہ نمائی کروں اِلٰى رَبِّكَ تیرے رب کی طرف فَتَخْشٰى پس تیرے اندر

خوف پیدا ہو جائے فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى پس دکھائی موسیٰ علیہ السلام نے اس کو بڑی نشانی فَكَذَّبَ وَعَصٰى پس اس نے جھٹلایا اور نافرمانی کی ثُمَّ اَدْبَرَ پھر اس نے پشت پھیری يَسْعٰى دوڑا فَحَشَرَ پس اس نے اکٹھا کیا لوگوں کو فَنَادٰى پس اس نے پکارا فَقَالَ پس کہنے لگا اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى میں تمھارا اعلیٰ رب ہوں فَاَخَذَهُ اللّٰهُ پس پکڑا اس کو اللہ تعالیٰ نے نَكَالَ الْاٰخِرَةِ آخرت کی سزا میں وَالْاُوْلٰى اور دنیا کی سزا میں اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً بے شک اس میں البتہ عبرت ہے لِّمَنْ يَّخْشٰى اس کے لیے جو ڈرا۔

نام، کوائف اور موضوع :

اس سورت کا نام نازعات ہے۔ پہلی آیت کریمہ میں یہ لفظ موجود ہے، اسی سے لیا گیا ہے۔ اس سورت کے دو رکوع اور چھیالیس «۴۶» آیتیں ہیں۔ اس سے پہلے اسّی «۸۰» سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ پچھلی سورت کی طرح اس سورت میں بھی قیامت کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قیامت کو ثابت کیا ہے۔

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا سے لے کر فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا تک کی مختلف تفسیریں بیان کی گئی ہیں۔ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تفسیر عزیزی میں ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ فرشتے مراد ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی قسمیں اٹھائی ہیں کہ قسم ہے ان فرشتوں کی جو جان کھینچ لاتے ہیں بدن میں ڈوب کر، غوطہ لگا کر۔ فرشتوں کے لیے جان کے اندر جانا آنا کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ فرشتوں کے لیے تو دیواروں کی بھی

کوئی حیثیت نہیں ہے۔فرشتوں کے لیے دیواریں ایسے ہی ہیں جیسے پرندوں کے لیے ہوا۔ہم مرنے والے کودفن کر کے منوں کے حساب سے اس کے اوپر مٹی ڈال دیتے ہیں اور فرشتے حساب کتاب کے لیے اندر پہنچ جاتے ہیں۔حالانکہ نہ کوئی دروازہ ہے، نہ کھڑکی ہے، نہ کوئی سوراخ ہے۔تو فرشتوں کے لیے یہ چیزیں کوئی شے نہیں ہیں یعنی بے حیثیت ہیں۔

سورت النساءآیت نمبر ۷۸ میں ہے اَیۡنَ مَا تَکُوۡنُوۡا یُدۡرِکۡکُّمُ الۡمَوۡتُ وَلَوۡ کُنۡتُمۡ فِیۡ بُرُوۡجٍ مُّشَیَّدَۃٍ "تم جہاں کہیں بھی ہوگے موت تمھیں پالے گی اگر چہ تم مستحکم اور مضبوط قلعوں میں ہو۔" بعض بچے جان پڑنے کے بعد ماں کے پیٹ ہی میں فوت ہو جاتے ہیں۔فرشتے پیٹ میں ہوتے ہوئے جان نکال لیتے ہیں، پیٹ میں پہنچ جاتے ہیں۔ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشۡطًا اور قسم ہے ان فرشتوں کی جوگرہ کھول دیتے ہیں گرہ کھول دینا۔فرشتے مومنوں کی جان اس طرح آسانی سے نکال لیتے ہیں جس طرح کوئی گرہ آرام سے کھول لی جاتی ہے روح کو نکلنے میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی وَّالسّٰبِحٰتِ سَبۡحًا اور قسم ہے ان فرشتوں کی جو تیرتے ہیں تیرنا فَالسّٰبِقٰتِ سَبۡقًا قسم ہے ان فرشتوں کی جو سبقت لے جاتے ہیں رب تعالیٰ کے حکم میں سبقت لے جانا فَالۡمُدَبِّرٰتِ اَمۡرًا پھر قسم ہے ان فرشتوں کی جو تدبیر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم کی۔جو کام اللہ تعالیٰ ان کے سپرد کرتا ہے اس کی تدبیر کرتے ہیں۔اس تفسیر کی رو سے یہ ساری صفات فرشتوں کی ہیں اور جواب قسم محذوف ہے اور وہ ہے لَتُبۡعَثُنَّ البتہ تم ضرور اٹھائے جاؤ گے مرنے کے بعد۔اللہ تعالیٰ نے پانچ قسم کے فرشتوں کی قسم اُٹھا کر فرمایا ہے تم ضرور اٹھائے جاؤ گے مرنے کے بعد۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ یہ مجاہدین کی صفتیں ہیں۔ معنیٰ ہوگا قسم ہے مجاہدین کی ان جماعتوں کی جو کھینچ لاتے ہیں اپنے قیدیوں کو دشمنوں کی فوجوں میں گھس کر لڑائی کے دوران میں۔ مجاہدین کے ساتھی بھی گرفتار ہوتے ہیں تو یہ اپنے ساتھیوں کو دشمنوں میں گھس کر کھینچ لاتے ہیں ﴿وَالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا﴾ اور قسم ہے ان مجاہدین کی جو قیدیوں کی گرہ کھول دیتے ہیں۔ کسی کو ہتھ کڑی لگی ہوئی ہے، کسی کو بیڑی لگی ہوئی ہے، کسی کو رسی سے باندھا ہوا ہے، یہ ساری گرہیں کھول کر ساتھیوں کو نکال لاتے ہیں ﴿وَالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا﴾ اور ان کو لے کر اپنے مورچوں کی طرف تیرتے ہوئے جاتے ہیں ﴿فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا﴾ اور قسم ہے ان مجاہدین کی جو ایک دوسرے سے سبقت کرتے ہیں ﴿فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا﴾ اور قسم ہے ان مجاہدین کی جماعتوں کی جو تدبیر کرتے ہیں کام کی۔ حسن تدبیر سے جہاد کرتے ہیں، مورچے سنبھالتے ہیں، دفاع بھی کرتے ہیں، کافروں سے لڑتے بھی ہیں۔

تیسری تفسیر یہ ہے کہ علماء مراد ہیں کہ علماء کی جماعتیں علم کی گہرائی میں ڈوب کر نکات نکالتی ہیں۔ (نکتہ آفرینی کرتی ہیں) علماء لوگوں کے شکوک وشبہات کی گرہوں کو کھولتے ہیں اور تیرتے ہیں علمی میدان میں اور ایک دوسرے سے سبقت لے جاتے ہیں اور حسن تدبیر سے دین پہنچاتے ہیں۔

چوتھی تفسیر یہ ہے کہ اس سے واعظین مراد ہیں کہ پہلے زمانے میں علماء خود جا کر وعظ ونصیحت کرتے تھے۔ آج کل اس کا سمجھنا مشکل نہیں یوں سمجھ لو کہ معنیٰ ہے کہ جس طرح یہ تبلیغی جماعتیں آدمیوں کو کھینچ کر لاتی ہیں محلوں سے، دفتروں اور دکانوں سے، مسجدوں میں داخل کرتے ہیں اور ان کے حیلوں بہانوں کی گرہیں کھول کر کہ کوئی کہتا ہے میری دکان ہے، کوئی کچھ کہتا ہے، کوئی کچھ کہتا ہے، ایک دوسرے سے سبقت لے جاتے ہیں۔ یعنی

ایک دوسرے سے بڑھ کر تبلیغ کرتے ہیں۔ اور وہ جماعتیں حسن تدبیر سے کام کو چلاتی ہیں۔ جواب قسم ہے تم ضرور اُٹھائے جاؤ گے قیامت ضرور آئے گی۔ کس دن آئے گی؟ یَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ "جس دن کانپے گی کانپنے والی۔ یہ پہلا نفخہ ہوگا۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام جب صور پھونکیں گے تو ساری دنیا کانپے گی جیسے ریل گاڑی جب لائن پر سے گزرتی ہے تو آس پاس کی چیزیں کانپتی ہیں، زمین ہلتی ہے۔ ہوائی جہاز جب نزدیک ہو تو مکان کانپتے ہیں حالانکہ یہ چیزیں بندوں کی ایجاد ہیں۔ اور نفخہ اسرافیل تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے وہ جب پھونکیں گے تو ساری دنیا کانپے گی تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ اس کے پیچھے لگے گی پیچھے لگنے والی۔ چالیس سال کے بعد اسرافیل علیہ السلام پھر صور پھونکیں گے اور ساری دنیا اُٹھ کھڑی ہوگی۔

بخاری شریف کی روایت کے مطابق پہلے اور دوسرے نفخے کے درمیان چالیس سال کا وقفہ ہوگا۔ قُلُوْبٌ یَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ "کچھ دل اس دن کانپ رہے ہوں گے، خوف زدہ ہوں گے۔ یہ وہ ہوں گے جو مجرم، نافرمان اور رب تعالیٰ کے باغی ہوں گے۔ مومنوں کو کوئی گھبراہٹ نہیں ہوگی۔ مومنوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لَا یَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَکْبَرُ وَتَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِکَةُ ﴿الانبیاء: ۱۰۳﴾ "نہیں غم میں ڈالے گی ان کو بڑی گھبراہٹ اور ملیں گے ان سے فرشتے۔" صرف رب تعالیٰ کی جلالت کی گھبراہٹ ہوگی، مجرموں کی گھبراہٹ نہیں ہوگی۔ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ "آنکھیں ان کی جھکی ہوں گی شرمندگی کی وجہ سے کہ ہم انکار کرتے رہے قیامت کا، میدان محشر کا، پل صراط کا، دوزخ جنت کا۔ جب سامنے آجائے گا تو شرمندہ ہو جائیں گے اور جب آدمی شرمندہ ہوتا ہے تو آنکھیں جھکا لیتا ہے۔

اور آج يَقُوْلُوْنَ یہ کافر لوگ کہتے ہیں ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ کیا ہم لوٹائے جائیں گے پہلی حالت کی طرف جس میں ہمارا روح اور جسم اکٹھے ہیں اور ہم چلتے پھرتے ہیں۔ مر کے جب ہم ریزہ ریزہ ہو جائیں گے، ہڈیاں ہو جائیں گے پھر ہم موجودہ حالت کی طرف لوٹائے جائیں گے ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً کیا جب ہم ہو جائیں گے ہڈیاں بوسیدہ۔ اگر ان کو ہاتھ لگاؤ تو چورا چورا ہو جاتی ہیں قَالُوْا کہتے ہیں تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ یہ لوٹ کر آنا تو نقصان دہ ہوگا۔ یہ استہزاء کرتے تھے کہ جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے خاک میں رل مل جائیں گے پھر ہم موجودہ حالت میں انسان بنا دیئے جائیں گے پھر تو بڑا نقصان ہوگا۔ یہ مذاق اڑاتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ پس بے شک وہ جھڑک ہوگی ایک ہی۔ حضرت اسرافیل جب بگل پھونکیں گے سارے انسان جہاں بھی ہوں گے میدان میں آ جائیں گے۔ چاہے درندوں نے کھائے ہیں یا مچھلیوں نے ہڑپ کیے ہیں یا پرندوں نے نوچے ہیں، کوئی ایک بھی غیر حاضر نہیں رہے گا فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ پس اچانک وہ میدان میں ہوں گے۔ سَهَرَ کا معنیٰ ہے میدان۔

قریش مکہ کی اس ضد پر کہ ہم نے دوبارہ نہیں اٹھنا کوئی قیامت نہیں ہے اور توحید کے انکار کرنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا افسوس ہوتا تھا، بڑا صدمہ ہوتا تھا اور طبعی طور پر ہونا بھی چاہیے تھا کہ اپنی قوم کو اپنی زبان میں سمجھاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی فصاحت اور بلاغت عطا فرمائی تھی۔ جو فرماتے تھے سارے سمجھ جاتے تھے۔ پیغمبر کی پاک زبان ہو، قوم کی بولی میں سمجھائے، پھر معاوضے کا مطالبہ بھی کوئی نہ ہو اور یہ کہیں کہ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ "میری مزدوری اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔" پھر بھی

نہ مانیں توکس قدر افسوس ہوتا ہے۔ پھر فائدہ بھی ان کا اور الٹا کہیں کہ جادوگر ہے، جھوٹا ہے۔ کاہن اور مفتری کہیں توطبعی طور پر ان باتوں سے تکلیف ہوتی ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تسلی کے لیے موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بیان فرمایا کہ اگر آج یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تکذیب کر رہے ہیں تو آپ پریشان نہ ہوں پہلے موسیٰ علیہ السلام کی بھی تکذیب کی گئی ہے۔ یہ سلسلہ پہلے سے چلا آرہا ہے۔

واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام :

فرمایا هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى کیا پہنچی ہے آپ کے پاس خبر موسیٰ علیہ السلام کی اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ جس وقت پکارا موسیٰ علیہ السلام کو اس کے رب نے بِالْوَادِ میدان میں الْمُقَدَّسِ جو پاکیزہ ہے طُوًى اس کا نام طویٰ ہے۔ طور پہاڑ کے دامن میں جو وادی ہے اس کا نام طویٰ ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین سے واپس آرہے تھے آپ کے ساتھ اہلیہ محترمہ حضرت صفورا علیہا السلام اور بعض روایتوں میں ہے کہ خادم بھی ساتھ تھا۔ رات کا وقت تھا، سردی کا موسم تھا، راستہ بھول گئے۔ اِدھر اُدھر دیکھا کہ ایک طرف آگ نظر آئی تو فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ﴿طٰہٰ: ۱۰﴾ "پس کہا اپنے گھر والوں کو تم ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے تاکہ میں لاؤں تمھارے پاس اس میں سے کوئی شعلہ سلگا کر یا پاؤں میں آگ پر کوئی راہ بتانے والا۔" وہاں ایک درخت تھا بعض کہتے ہیں کہ عناب کا درخت تھا۔

بعض کہتے ہیں آکاس بیل جو کیکر وغیرہ درختوں پر پیلے رنگ کی چڑھی ہوتی ہے۔ عربی میں اس کو علیق کہتے ہیں۔ اس میں روشنی تھی جیسے ٹیوب جل رہی ہو۔ وہ ظاہری

آگ نہ تھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نور تھا۔ وہاں جس وقت پہنچے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا اِنِّیۡۤ اَنَا رَبُّکَ "میں آپ کا رب ہوں" میں تجھے نبوت دوں گا۔ اسی مقام پر موسیٰ علیہ السلام کو نبوت ملی اور عصا مبارک والا معجزہ اور ید بیضا والا معجزہ بھی ملا۔

اور فرمایا اِذۡهَبۡ اِلٰی فِرۡعَوۡنَ اِنَّهٗ طَغٰی جاؤ فرعون کی طرف بے شک اس نے سرکشی کی ہے فَقُلۡ پس آپ کہیں هَلۡ لَّکَ اِلٰۤی اَنۡ تَزَکّٰی کیا تجھے رغبت ہے اس بات کی طرف کہ تو پاک ہو جائے شرک سے، کفر سے، ظلم و جبر سے اے ظالم! تیرے حکم سے بارہ ہزار بچے اس لیے قتل ہوئے کہ تیرا اقتدار خطرے میں ہے وَاَهۡدِیَکَ اِلٰی رَبِّکَ اور میں تیری راہ نمائی کروں تیرے رب کی طرف فَتَخۡشٰی پس تیرے اندر خوف پیدا ہو جائے کہ تو نہ بندوں کا حق مارے اور نہ اللہ تعالیٰ کا۔

چنانچہ جب موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس پہنچے اپنا عصا مبارک ڈالا تو وہ اژدہا بن گیا فَاَرٰىهُ الۡاٰیَةَ الۡکُبۡرٰی پس دکھائی اس کو بڑی نشانی فَکَذَّبَ وَعَصٰی پس اس نے جھٹلایا اور نافرمانی کی ثُمَّ اَدۡبَرَ پھر اس نے پشت پھیری یَسۡعٰی دوڑا، کوشش کی جادوگروں کو لانے کی فَحَشَرَ پس اس نے جمع کیا جادوگروں کو فَنَادٰی پس اس نے پکارا یعنی میدان میں آکر للکارا فَقَالَ پس کہا لوگوں سے اَنَا رَبُّکُمُ الۡاَعۡلٰی میں تمھارا اعلیٰ رب ہوں فَاَخَذَهُ اللّٰهُ پس پکڑا اس کو اللہ تعالیٰ نے نَکَالَ الۡاٰخِرَةِ آخرت کی سزا میں وَالۡاُوۡلٰی اور دنیا کی سزا میں کہ بحر قلزم میں ڈبویا اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَعِبۡرَةً بے شک اس میں عبرت ہے کہ سرکشی کرنے والوں کا کیا انجام ہے لِّمَنۡ یَّخۡشٰی اس کے لیے جو ڈرا۔ ڈرنے والوں کے لیے اس میں نشانی ہے۔

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ بَنٰىهَا ﴿۲۷﴾ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ﴿۲۸﴾ وَ اَغْطَشَ لَيْلَهَا وَ اَخْرَجَ ضُحٰىهَا ﴿۲۹﴾ وَ الْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ﴿۳۰﴾ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَ مَرْعٰىهَا ﴿۳۱﴾ وَ الْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ﴿۳۲﴾ مَتَاعًا لَّكُمْ وَ لِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۳﴾ فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ﴿۳۴﴾ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ﴿۳۵﴾ وَ بُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ﴿۳۶﴾ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ﴿۳۷﴾ وَ اٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۳۸﴾ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿۳۹﴾ وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴿۴۰﴾ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿۴۱﴾ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ﴿۴۲﴾ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ﴿۴۳﴾ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ﴿۴۴﴾ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰىهَا ﴿۴۵﴾ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْۤا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا ﴿۴۶﴾ ع ۲

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا کیا تم زیادہ سخت ہو پیدائش میں اَمِ السَّمَآءُ یا آسمان بَنٰىهَا کہ اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے اس کو رَفَعَ سَمْكَهَا بلند کی اللہ تعالیٰ نے اس کی چھت فَسَوّٰىهَا پس اس کو ہموار کیا وَ اَغْطَشَ لَيْلَهَا اور تاریک بنایا اس کی رات کو وَ اَخْرَجَ ضُحٰىهَا اور نکالا اس کی روشنی کو وَ الْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا اور زمین کو اس کے بعد پھیلا دیا اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا نکالا زمین سے اس کا پانی وَ مَرْعٰىهَا اور چارا وَ الْجِبَالَ اَرْسٰىهَا اور پہاڑوں کو زمین میں گاڑ دیا مَتَاعًا لَّكُمْ یہ تمھارے فائدے کے لیے

ہے وَلِاَنۡعَامِكُمۡ اور تمھارے مویشیوں کے لیے فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الۡكُبۡرٰى پس جب آئے گا بڑا حادثہ يَوۡمَ يَتَذَكَّرُ الۡاِنۡسَانُ جس دن یاد کرے گا انسان مَا سَعٰى جو اس نے کوشش کی ہے وَبُرِّزَتِ الۡجَحِيۡمُ اور ظاہر کر دی جائے گی شعلہ مارنے والی آگ لِمَنۡ يَّرٰى اس کے لیے جو دیکھے فَاَمَّا مَنۡ طَغٰى بہرحال وہ شخص جس نے سرکشی کی وَاٰثَرَ الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا اور ترجیح دی دنیا کی زندگی کو فَاِنَّ الۡجَحِيۡمَ هِىَ الۡمَاۡوٰى پس بے شک شعلہ مارنے والی آگ ہی اس کا ٹھکانا ہے وَاَمَّا مَنۡ خَافَ اور بہرحال جو ڈرا مَقَامَ رَبِّهٖ اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے وَنَهَى النَّفۡسَ عَنِ الۡهَوٰى اور روکا اپنے نفس کو خواہشات سے فَاِنَّ الۡجَـنَّةَ هِىَ الۡمَاۡوٰى پس بے شک جنت ہی اس کا ٹھکانا ہے يَسۡـَٔلُوۡنَكَ عَنِ السَّاعَةِ یہ لوگ پوچھتے ہیں آپ سے قیامت کے بارے میں اَيَّانَ مُرۡسٰٮهَا کب ہوگا اس کا قائم کرنا فِيۡمَ اَنۡتَ مِنۡ ذِكۡرٰٮهَا تجھے کیا ضرورت ہے قیامت کے ذکر کے بارے میں اِلٰى رَبِّكَ مُنۡتَهٰٮهَا آپ کے رب کی طرف ہے اس کی انتہاء اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مُنۡذِرُ مَنۡ يَّخۡشٰٮهَا پختہ بات ہے آپ ڈرانے والے ہیں اس شخص کو جو قیامت سے خوف کھاتا ہے كَاَنَّهُمۡ يَوۡمَ يَرَوۡنَهَا گویا کہ وہ جس دن دیکھیں گے قیامت کو لَمۡ يَلۡبَثُوۡۤا کہ وہ نہیں ٹھہرے دنیا میں اِلَّا عَشِيَّةً اَوۡ ضُحٰٮهَا مگر دن کا پچھلا پہر یا پہلا پہر۔

اثباتِ قیامت :

اس سے پہلے رکوع میں بھی قیامت کا اثبات تھا۔ اس رکوع میں بھی قیامت کا اثبات ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے قیامت کے منکرو! ءَاَنۡتُمۡ اَشَدُّ خَلۡقًا کیا تم زیادہ سخت ہو خلقت اور پیدائش میں اَمِ السَّمَآءُ بَنٰهَا یا آسمان کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بنایا ہے۔ کیا تمھارا چھوٹا سا وجود بنانا مشکل ہے یا آسمان کا اتنا بڑا وجود بنانا مشکل ہے؟ پھر ایک آسمان نہیں سات آسمان ہیں جن کو رب تعالیٰ نے بنایا ہے رَفَعَ سَمۡكَهَا بلند کی اللہ تعالیٰ نے آسمان کی چھت۔ نیچے نہ کوئی کھمبا، نہ ستون، نہ کوئی دیوار، اس رب کے لیے تمھاری پیدائش کیا مشکل ہے فَسَوّٰهَا پس اس کو ہموار کیا۔ ایسا لیول، برابر کہ اس میں رتی برابر کوئی کمی نہیں ہے۔ آج مستری اپنا پورا زور لگا کر مکان بناتے ہیں، چھتیں ڈالتے ہیں پھر بھی تھوڑا بہت فرق رہ جاتا ہے لیکن رب تعالیٰ کے بنائے ہوئے آسمان میں کوئی فرق نہیں ہے۔

دوسری دلیل: وَاَغۡطَشَ لَيۡلَهَا اور تاریک کیا اس کی رات کو۔ رب تعالیٰ نے رات کو پیدا کیا اور تاریک بنایا اس کے لیے تمھارا دوبارہ پیدا کرنا مشکل ہے؟

تیسری دلیل: وَاَخۡرَجَ ضُحٰهَا اور نکالا اس کی روشنی کو۔ دن پیدا کیا، دن بنانا مشکل ہے، رات بنانا مشکل ہے، آسمان بنانا مشکل ہے یا تمھارا دوبارہ پیدا کرنا مشکل ہے؟

اور دلیل: وَالۡاَرۡضَ بَعۡدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا اور زمین کو اس کے بعد پھیلا دیا۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے زمین کا مادہ بنا کر پیڑا بنا کر رکھ دیا پھر سات آسمان بنائے اس کے بعد زمین کو چاروں طرف پھیلا دیا۔ جس طرح پہلے آٹے کا پیڑا بنایا جاتا ہے پھر اس کی پھیلا کر

روٹی بنائی جاتی ہے۔تو رب تعالیٰ نے زمین کا پیڑا بنا کر مکہ مکرمہ کے مقام پر رکھ دیا پھر شرقاً، غرباً، شمالاً، جنوباً، اس کو بچھا دیا۔تو یہ مشکل ہے یا تمھارا دوبارہ بنانا مشکل ہے؟ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی شے مشکل نہیں ہے۔

اور دلیل سنو! اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا اللہ تعالیٰ نے زمین سے پانی نکالا۔اسی پانی سے مخلوق پیدا فرمائی، کیا حیوانات، کیا نباتات۔عالم اسباب میں ان کی بود و باش اس کے ساتھ ہے۔تو یہ پانی کس نے پیدا کیا؟ وَمَرْعٰهَا اور چارا زمین میں پیدا کیا۔یہ جانوروں کے لیے چارا زمین سے کس نے نکالا، تمھارے لیے سبزیاں کس نے پیدا فرمائیں؟ وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَا اور پہاڑوں کو زمین میں گاڑ دیا، جما دیا۔زمین کو پیدا کیا تو زمین حرکت کرنے لگی تو اس میں رب تعالیٰ نے پہاڑوں کی میخیں ٹھونک دیں تاکہ حرکت نہ کرے۔اگر زمین حرکت کرتی رہتی تو لوگ نہ مکان بنا سکتے اور نہ آرام کے ساتھ رہ سکتے۔آج معمولی سا زلزلہ آتا ہے تو لوگ گھروں سے باہر بھاگ جاتے ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ نے رات کو پیدا کیا، دن کو پیدا کیا، آسمان پیدا کیا، زمین پیدا کی، زمین سے پانی نکالا اور چارہ نکالا، پہاڑوں کو زمین میں گاڑ دیا مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ یہ تمھارے فائدے کے لیے ہے اور تمھارے مویشیوں کے لیے۔اور یہ ساری چیزیں تم مانتے ہو۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم رب تعالیٰ کی قدرت کا انکار نہیں کر سکتے تو پھر یہی رب تمھیں دوبارہ پیدا کرے گا فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى پس جب آئے گا بڑا حادثہ۔

قیامت کوئی معمولی چیز نہیں ہے بڑی دہشت والی چیز ہے۔پہلے نفخہ اولیٰ ہوگا حضرت اسرافیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے بگل پھونکیں گے تو ساری کائنات فنا ہو جائے

گی یہاں تک کہ فرشتے بھی نہیں رہیں گے۔ جان نکالنے والوں کا انچارج فرشتہ بھی نہیں رہے گا کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ﴿العنکبوت:۵۷﴾ کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿۲۶﴾ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ ﴿۲۷﴾ ﴿سورۃ الرحمان: پارہ، ۲۷﴾ "جو کچھ بھی زمین پر ہے سب نے فنا ہو جانا ہے باقی رہے گی تیرے رب کی ذات جو بزرگی اور عظمت والا ہے۔" حی و قیوم صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے باقی ہر شے کے لیے موت ہے۔ چاہے اروں سال کوئی زندہ رہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تقریباً دو ہزار سال ہو گئے ہیں آسمانوں پر زندہ ہیں قیامت سے پہلے زمین پر نازل ہوں گے، یہود و نصاریٰ کا صفایا کریں گے، دجال لعین کو قتل کریں گے، چالیس سال حکمرانی کریں گے ثُمَّ يَمُوْتُ وَ يُصَلِّي عَلَيْهِ الْمُسْلِمُوْنَ "پھر وہ فوت ہوں گے اور مسلمان ان کا جنازہ پڑھیں گے۔" شیطان کی عمر بڑی لمبی ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جنات کو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے پیدا فرمایا۔ ان میں سب سے پہلے ابلیس لعین کو پیدا کیا اور ابھی تک وہ زندہ ہے۔ اس نے رب تعالیٰ سے، اللہ تعالیٰ سے مہلت مانگی تھی کہ قبروں سے اٹھنے تک اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿الاعراف:۱۴﴾ گویا کہ وہ موت سے بچنا چاہتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا تجھے مہلت ہے اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿الحجر:۳۸﴾ جس وقت حضرت اسرافیل علیہ السلام فنا کے لیے بگل پھونکیں گے اس وقت تک تجھے مہلت ہے تو موت سے نہیں بچ سکتا۔ تو ابلیس پر بھی موت آئے گی۔

يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى جس دن یاد کرے گا انسان جو اس نے کوشش کی

ہے۔ اس دن اللہ تعالیٰ حافظہ اتنا تیز کر دیں گے کہ ہر چیز یاد آ جائے گی وَمْ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا "جس دن پائے گا ہر نفس جو اس نے عمل کیا نیکی کا سامنے۔" ﴿آل عمران: ۳۰﴾ نیکی، بدی سب سامنے آ جائے گی۔ تو فرمایا اس دن یاد کرے گا انسان جو اس نے کوشش کی ہے وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِمَنْ يَّرٰى اور ظاہر کر دی جائے گی شعلہ مارنے والی آگ اس کے لیے جو دیکھے۔ جحیم کا معنٰی ہے بھڑکنے والی آگ، شعلہ مارنے والی آگ۔

اللہ تعالیٰ اپنی عدالت میں تشریف فرما ہوں گے جو ان کی شان کے لائق ہے۔ نیک و بد ساری مخلوق موجود ہوگی اور دوزخ ان کو نظر آئے گی۔ اور سورت تکویر میں ہے وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ﴿۱۳﴾ "اور جب جنت کو قریب کر دیا جائے گا۔" ابھی جنت، دوزخ میں کوئی داخل نہیں ہوگا اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت میں کھڑے ہوں گے۔ پھر کیا ہوگا؟ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى بہر حال وہ شخص جس نے سرکشی کی۔ پیغمبروں کی نافرمانی کی، اللہ تعالیٰ کی کتابوں کو نہ مانا، حق بیان کرنے والوں کی مخالفت کی وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا اور ترجیح دی دنیا کی زندگی کو آخرت پر کہ دنیا ہی کو سب کچھ سمجھ لیا اور آخرت کو بھلا دیا۔

ایک ہے دنیا میں رہ کر دنیاوی ضروریات پوری کرنے کے لیے جائز طریقے سے دولت کمانا۔ اسلام اس سے منع نہیں کرتا۔ ہاں! اس بات کی نفی کرتا ہے کہ دنیا ہی کو سب کچھ سمجھ لے اور حلال و حرام کی تمیز نہ کرے، جائز و ناجائز کی پروا نہ کرے، حق و باطل میں فرق نہ کرے۔ جیسا کہ آج کل اکثر یہی طریقہ چل رہا ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ حرام سے بچنا بڑا مشکل ہوگا اور کچھ نہ ہوا تو حرام کا دھواں ہی ناک میں پہنچے گا۔

دیکھو! جولوگ اپنی رقم محض حفاظت کے لیے بینکوں میں رکھتے ہیں اور سود نہیں لیتے مگر بنک والے تو اس مال کے ساتھ سودی کاروبار کرتے ہیں۔ان کی رقم کو بینک میں تو بند کر کے نہیں رکھ دیتے (تو سودی کاروبار میں تعاون تو ہو گیا۔) لہٰذا مسئلہ سمجھ لو۔اگر بینک سے سود ملے تو لے لو بینک میں نہ چھوڑ و۔ثواب کی نیت کے بغیر کسی غریب کو دے دو ورنہ بینک والے بابو کھا جائیں گے،ان کا حق نہیں ہے۔

بعض لوگ اس طرح کرتے ہیں کہ سود کی رقم لے کر سڑک بنوا دیتے ہیں،بعض گلی بنا دیتے ہیں،بعض بیت الخلا بنا دیتے ہیں۔یہ ٹھیک نہیں ہے۔کیوں کہ ان چیزوں کو غریب بھی استعمال کرتے ہیں اور امیر بھی استعمال کرتے ہیں۔اس رقم کے امیر مستحق نہیں ہیں۔

تو فرمایا اور ترجیح دی دنیاوی زندگی کو فَاِنَّ الْجَحِیْمَ هِیَ الْمَاْوٰى پس بے شک شعلہ مارنے والی آگ ہی اس کا ٹھکانا ہے وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ اور بہر حال جو ڈرا اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے کہ رب تعالیٰ کی سچی عدالت میں مَیں کھڑا ہوں گا اور رب تعالیٰ مجھ سے نیکی اور بدی کے بارے میں پوچھیں گے تو میں کیا جواب دوں گا؟ یہ خوف اس کے دل میں ہے وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى اور روکا اپنے نفس کو اُن خواہشات سے جو خلاف شرع ہیں۔اور جو طبعی خواہشات ہیں ان پر شریعت نے کوئی پابندی نہیں لگائی۔کھانے پینے کی خواہش ہے،سونے کی خواہش ہے،جنسی جائز خواہشات ہیں جو خلاف شرع نہ ہوں۔تو جس نے خلاف شرع خواہشات سے اپنے آپ کو روکا فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰى پس بے شک جنت ہی اس کا ٹھکانا ہے۔

مشرکین مکہ کو جب برے انجام سے ڈرایا جاتا تھا کہ قیامت برپا ہوگی،نیکی اور

بدی کا حساب ہوگا تو پھر پوچھتے تھے قیامت کب آئے گی؟ فرمایا یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا یہ لوگ پوچھتے ہیں آپ سے قیامت کے بارے میں کب ہوگا اس کا قائم کرنا کب لائی ہے قیامت؟ رب تعالیٰ فرماتے ہیں، فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ۔ آپ کو کیا ضرورت ہے قیامت کے ذکر کے بارے میں۔ قیامت کا علم صرف رب تعالیٰ جانتا ہے اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا آپ کے رب کی طرف ہے اس کی انتہاء۔ قیامت کا جو صحیح وقت ہے اس کو رب تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی نہیں جانتا وہ رب تعالیٰ کے پاس راز ہے۔

احادیث میں اتنا آتا ہے کہ جمعہ کا دن ہوگا، دس محرم کی تاریخ ہوگی۔ لیکن وہ جمعہ کس سال کا ہوگا، کس مہینے کا ہوگا، کون سی صدی کا ہوگا؟ اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اور جس روایت میں دس محرم کا ذکر ہے وہ نہایت ہی کمزور روایت ہے۔ اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ صحیح روایت اتنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جمعہ کے دن پیدا کیا، جمعہ کے دن جنت میں داخل کیا، جمعہ والے دن جنت سے نکالا اور جمعہ والے دن ہی قیامت قائم ہوگی۔

فرمایا اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰىهَا پختہ بات ہے آپ ڈرانے والے ہیں اس شخص کو جو قیامت سے ڈرتا ہے۔ قیامت کا علم آپ کے بس میں نہیں ہے آپ کا کام صرف ڈرانا ہے۔ آج تو یہ قیامت کا وقت پوچھتے ہیں مگر جب وہ برپا ہو جائے گی كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا گویا کہ وہ جس دن دیکھیں گے قیامت کو تو ایسے محسوس کریں گے لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا کہ وہ نہیں ٹھہرے دنیا میں مگر پچھلا پہر یا پہلا پہر۔ یعنی ایسے محسوس کریں گے کہ ہم دنیا میں تھوڑا عرصہ رہے ہیں۔ کوئی کہے گا سَاعَةً مِّنَ

النَّهَارِ ایک گھنٹہ رہے ہیں دنیا میں۔کوئی ایک دن کہے گا۔مختلف تعبیریں ہوں گی مگر اتنی بات قطعی اور یقینی ہے کہ آخرت کی طویل زندگی کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کچھ نہیں ہے۔ یہ سب تعبیریں قلت پر دال ہوں گی۔لیکن جب قیامت قائم ہوگی تو نتیجہ سامنے آجائے گا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر

سُوْرَةُ عَبَسَ

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتها ۴۲ ۸۰ سُوْرَةُ عَبَسَ مَكِّيَّةٌ ۲۴ رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عَبَسَ وَتَوَلّٰىٓ ۝۱ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ۝۲ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰىٓ ۝۳ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ۝۴ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ۝۵ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ۝۶ وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ۝۷ وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ۝۸ وَهُوَ يَخْشٰى ۝۹ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ۝۱۰ كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۝۱۱ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۝۱۲ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۝۱۳ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۝۱۴ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ۝۱۵ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ۝۱۶ قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ۝۱۷ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ۝۱۸ مِنْ نُّطْفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ۝۱۹ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ۝۲۰ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ۝۲۱ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ۝۲۲

عَبَسَ تیوری چڑھائی وَتَوَلّٰى اوراعراض کیا اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى اس واسطے کہ آیا ان کے پاس نابینا وَمَا يُدْرِيْكَ اور آپ کو کس نے بتلایا لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰى شاید کہ وہ پاک ہوجائے اَوْ يَذَّكَّرُ یا وہ نصیحت حاصل کرے فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى پس اس کو نفع دیتی نصیحت اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى بہر حال جس شخص نے بے پروائی اختیار کی فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى پس آپ اس کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى حالانکہ آپ کے

ذمہ نہیں ہے کہ وہ ضرور تزکیہ حاصل کرے وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى اور بہرحال جو دوڑتا ہوا آیا آپ کے پاس وَهُوَ يَخْشٰى اور وہ ڈرتا بھی ہے فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى پس آپ اس سے غفلت برتتے ہیں كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ خبردار یہ آیات نصیحت ہیں فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ پس جو شخص چاہے اس نصیحت کو قبول کرے فِيْ صُحُفٍ صحیفوں میں لکھی ہوئی ہے مُّكَرَّمَةٍ جو عزت والے ہیں مَّرْفُوْعَةٍ بلند ہیں مُّطَهَّرَةٍ پاک ہیں بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہیں كِرَامٍ جو بڑے بزرگ بَرَرَةٍ شریف ہیں (نیک ہیں) قُتِلَ الْاِنْسَانُ مارا جائے انسان مَآ اَكْفَرَهٗ کس چیز نے اس کو کفر پر آمادہ کیا ہے مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ کس چیز سے اس کو پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے مِنْ نُّطْفَةٍ نطفے سے خَلَقَهٗ پیدا کیا اس کو فَقَدَّرَهٗ پھر اندازہ رکھا اس کا ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ پھر راستہ آسان کیا اس کے لیے ثُمَّ اَمَاتَهٗ پھر اس کو موت دی فَاَقْبَرَهٗ پھر اس کو قبر میں ڈال دیا ثُمَّ اِذَا شَآءَ پھر جب چاہے گا اَنْشَرَهٗ اٹھا دے گا اس کو۔

نام اور کوائف:

اس سورۃ کا نام ہے سورت عبس۔ اس سورت کا پہلا لفظ ہی عبس ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے تئیس «۲۳» سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔

نزول کے اعتبار سے اس کا چوبیسواں نمبر ہے۔اس کا ایک رکوع اور بیالیس ﴿۴۲﴾ آیتیں ہیں۔یہ پہلی سورت ہے جس کا ایک رکوع ہے۔اس کے بعد جتنی سورتیں ہیں،ایک رکوع والی ہیں۔

ایک تو عمومی تبلیغ تھی جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امیر،غریب،اعلیٰ،ادنیٰ،سب کو کرتے تھے۔ ایک خصوصی تبلیغ تھی کہ سرداروں اور بڑے لوگوں کو جا کر سمجھاتے تھے،توحید و رسالت کی دعوت دیتے تھے کہ یہ مسلمان ہو جائیں،ان کی اولاد مسلمان ہو جائے،ان کے دوست احباب مسلمان ہو جائیں۔ان کی وجہ سے اور بہت سے لوگوں کو بھی اسلام لانے کی توفیق ہو جائے گی۔مگر وہ لوگ بات کو قبول نہ کرتے تھے۔کوئی تو ایسے بے رُخی کرتا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے جاتے تو اُٹھ کر چلا جاتا کہ مجھے کام ہے،کوئی منہ پھٹ ہوتا،کہتا یہاں کیا لینے آئے ہو؟ بعضے بڑے بڑے شریف بھی ہوتے تھے جو کہتے کہ دیکھو! ہم آپ کا کلمہ قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں ہمارے پاس اپنا وقت ضائع نہ کریں۔ الغرض جیسے جیسے جس کا مزاج ہوتا تھا اسی طرح کا برتاؤ کرتا تھا۔

شانِ نزول :

اتفاق کی بات ہے کہ ایک دن تقریباً سارے سردار اکٹھے ہو کر آ گئے۔ایسا معلوم ہوتا تھا کہ چھیڑ خانی کے واسطے آئے ہیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں چند صحابی موجود تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس موقع کو غنیمت سمجھا کہ میں ان کے پیچھے پیچھے پھرتا تھا یہ قابو نہیں آتے تھے آج یہ خود آ گئے ہیں میں اپنا فریضہ ادا کرتا ہوں ان کے سامنے اسلام پیش کرتا ہوں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بڑی توجہ اور اخلاص کے ساتھ ان کے سامنے توحید پیش کی،رسالت پیش کی،قیامت کا مسئلہ پیش کیا،قرآن پاک کی حقانیت سمجھائی۔گفتگو کے

دوران میں ایک نابینا صحابی حضرت عبداللہ بن عمرو بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آ گئے۔ گفتگو ہو رہی تھی وہ سنتے رہے۔ درمیان میں وقفہ ہوا نہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی بات فرمائی نہ اُنھوں نے کوئی سوال کیا۔ اِنھوں نے سمجھا کہ بات ختم ہو گئی ہے، نابینا تھے اندازہ نہ لگا سکے اور اپنا سوال شروع کر دیا جس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناراضی کا اظہار فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشانی پر ناراضی کی وجہ سے شکن (بَل) پڑ گئے۔ عَبَسَ کا معنیٰ ہے پیشانی پر بَل پڑ جانا اور چہرے کا کچھ اُداس ہو جانا کہ ابھی میری گفتگو ان سے ہو رہی ہے اور اس نے درمیان میں اپنی بات شروع کر دی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو کچھ کہا نہیں لیکن ان کے سوال کو پسند نہ کیا، ان کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔

سرداروں کے ساتھ گفتگو دوبارہ شروع ہو گئی۔ اب عبد اللہ بن عمرو بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے اندازہ لگایا کہ میری غلطی ہے میں درمیان میں بول پڑا۔ اپنی جگہ شرمندہ ہو کر اُٹھ کر چلے گئے۔ یہ جا رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ سورت نازل ہوئی۔

فرمایا عَبَسَ اس کی ضمیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف راجع ہے۔ معنیٰ ہوگا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیوری چڑھائی، ترش روئی کا اظہار کیا وَتَوَلّٰٓى اور اعراض کیا اَنْ اس واسطے کہ جَآءَهُ الْاَعْمٰى آیا ان کے پاس نابینا وَمَا يُدْرِيْكَ اور آپ کو کس نے بتلایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب ہے لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰٓى شاید کہ وہ نابینا پاک ہو جائے، صفائی حاصل کرتا۔ مسلمان تو وہ پہلے ہی تھا آپ اس کے سوال کا جواب دیتے اس کو پاکیزگی حاصل ہوتی اَوْ يَذَّكَّرُ یا وہ نصیحت حاصل کرے۔ آپ اس کے سوال کا جواب دے دیتے اس کو نصیحت حاصل ہوتی فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى پس نفع دیتی اس کو

نصیحت ۔ خود بھی عمل کرتے دوسرے لوگوں کو بھی بتلاتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف توجہ نہیں کی اَمَّامَنِ اسْتَغْنٰی بہرحال جس شخص نے بے پروائی اختیار کی اسلام سے فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰی پس آپ اس کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں ۔ یہ اسلام قبول کرنے کے لیے نہیں آئے چھیڑ خانی اور شرارت کے لیے آئے ہیں، ان کی نیت ٹھیک نہیں ہے وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى حالانکہ آپ کے ذمہ نہیں ہے کہ وہ ضرور تزکیہ حاصل کرے ۔ ان کا ایمان لانا آپ کے ذمہ نہیں ہے ۔

ہدایت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے :

ہدایت دینا رب تعالیٰ کا کام ہے ۔ سورۃ القصص آیت نمبر ۵٦ میں ہے اِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ "بے شک آپ ہدایت نہیں دے سکتے اس کو جس سے آپ کو محبت ہو لیکن اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے ۔"

اگر ہدایت پیغمبروں کے اختیار میں ہوتی تو حضرت آدم علیہ السلام اپنے بیٹے قابیل کو نافرمان نہ ہونے دیتے ، حضرت نوح علیہ السلام اپنے بیٹے کنعان کو ہدایت دے دیتے جس نے ساری زندگی اپنے باپ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ متھا لگا کے رکھا آخر دم تک ایمان نہیں لایا ۔ حضرت نوح علیہ السلام اپنی بیوی واعلہ کو ہدایت دے دیتے ، حضرت لوط علیہ السلام اپنی بیوی کو ہدایت دے دیتے جو آخر تک مخالف ہی رہی ہے ۔ بیٹیاں تھیں بیٹا کوئی نہیں تھا بیٹیوں نے بھی کہا اماں جی ! ابا جی کا کلمہ پڑھ لو ۔ بیٹیوں کو گھورتی تھی کہ میرے سامنے کلمے کا نام نہ لو ۔ ہدایت اگر پیغمبر کے اختیار میں ہوتی تو جد الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے والد آزر کو ہدایت دے دیتے ۔ اگر بس میں ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیاوی لحاظ سے اپنے مہربان چچا عبد مناف ابوطالب کو ہدایت دے دیتے ۔

ایک روایت کے مطابق آٹھ سال کی عمر مبارک میں ان کی تحویل میں گئے۔ ایک تاریخی روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک اس وقت بارہ سال تھی۔ تو بارہ سال سے لے کر پچاس سال کی عمر مبارک تک اس چچے نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کی، لوگوں کا مقابلہ کیا، لوگوں سے ناراض ہوئے اور بہت کچھ ہوا مگر کلمہ نہیں پڑھا۔ اقرار کرنے کے باوجود کہ آپ جو کہتے ہیں صحیح ہے۔ ایک موقع پر کہا:

وَلَقَدْ عَلِمْتُ بِاَنَّ دِيْنَ محمد مِنْ خَيْرِ اَدْيَانِ الْبَرِيَّةِ دِيْنًا

"تحقیق میں جانتا ہوں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا دین دنیا کے تمام ادیان سے اچھا ہے۔" مگر میں نے دھڑا نہیں چھوڑنا، تو ہدایت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

فرمایا کہ آپ کے ذمہ نہیں ہے کہ وہ ضرور تزکیہ حاصل کرے۔ یہ سردار لوگ نہیں سنورتے تو نہ سنوریں ان کا سنورنا آپ کے ذمہ نہیں ہے۔ آپ کے ذمے ہے پہنچا دینا يَاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ﴿المائدہ:۶۷﴾ "اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ پہنچا دیں وہ چیز جو نازل کی گئی آپ کی طرف آپ کے پروردگار کی طرف سے۔" جو احکام رب تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئے ہیں وہ پہنچا دیں پیچھے پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔

وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى اور بہر حال جو دوڑتا ہوا آیا آپ کے پاس وَهُوَ يَخْشٰى اور وہ ڈرتا بھی ہے اللہ تعالیٰ سے فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى پس آپ اس سے غفلت برتتے ہیں۔ یہ نابینا بے چارہ جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہے آپ کے پاس دوڑتا ہوا آیا ہے آپ نے اس کی طرف توجہ نہیں دی اور وہ سردار جو بے پرواہیں محض چھیڑ خانی کے لیے آئے ہیں نہ اسلام قبول کرنے کے لیے آئے ہیں اور نہ ہی انھوں نے

اسلام قبول کرنا ہے آپ اُن کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔

ان آیات کے نازل ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے وہ صحابہ جو مجلس میں تھے ان سے فرمایا کہ فوراً نابینے کو تلاش کر کے لاؤ۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قاصد ان کے پاس پہنچے تو وہ پریشان ہو گئے کہ میں نے غلطی کی تھی کہ گفتگو کے دوران میں خواہ مخواہ اپنی بات شروع کر دی شاید آپ مجھے سزا دیں۔

بہرحال بے چارہ کانپتا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس پہنچا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس ایک چادر ہوتی تھی جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کندھے پر رکھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی چادر بچھائی اور فرمایا کہ اس پر بیٹھو۔ کہنے لگا حضرت! میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی چادر پر کس طرح بیٹھ سکتا ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا نہیں تو نے میری چادر پر بیٹھنا ہے۔ حکم تھا، بیٹھ گئے۔ سردار اس وقت چلے گئے تھے ان میں سے کوئی بھی مسلمان نہ ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ سورت کریمہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن ام مکتوم کو سنائی اور فرمایا کہ تیری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھے ڈانٹا ہے گو میری نیت غلط نہ تھی۔ میرا خیال تھا کہ یہ لوگ میرے قابو نہیں آتے تھے آج خود آ گئے ہیں تو میں ان کو دین اچھی طرح سمجھا دوں۔ تیری بے قدری مقصود نہیں تھی آپ تو پھر بھی پوچھ لیں گے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس کو پسند نہیں کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دو دفعہ اپنی عدم موجودگی میں ان کو مدینہ طیبہ کا گورنر مقرر فرمایا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جہاد کے لیے تشریف لے گئے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی ذہانت بھری چال:

قادسیہ کی لڑائی جو بڑی سخت اور مشہور جنگ ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوئی

ہے۔ یہ کہنے لگے کہ میں نے بھی آپ کے ساتھ جانا ہے۔ لوگوں نے کہا حضرت! آپ حافظِ قرآن ہیں اور قرآن میں موجود ہے لَیۡسَ عَلَی الۡاَعۡمٰی حَرَجٌ نابینا اگر جہاد نہیں کرتا تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے، وہ معذور ہے۔ کہنے لگے ٹھیک ہے میں جانتا ہوں کہ رب تعالیٰ نے چھوٹ دی ہے مگر میرے جانے میں گناہ بھی تو نہیں ہے۔ ساتھیوں نے کہا حضرت! آپ کریں گے کیا؟ فرمایا اور کچھ نہیں تو میں اذانیں دوں گا تمھیں نمازیں پڑھاؤں گا۔

ایک دن صبح سویرے نماز سے فارغ ہوئے جنگ کی تیاری ہو رہی تھی۔ کہنے لگے دشمن ہم سے کتنا دور ہے؟ ساتھیوں نے بتلایا کہ ایک فرلانگ یا دو فرلانگ کے فاصلے پر ہے، مثال کے طور پر۔ کہنے لگے درمیان میں زمین ہموار ہے یا اونچ نیچ ہے؟ ساتھیوں نے بتلایا کہ ہموار ہے۔ کہنے لگے جھنڈا مجھے دو۔ اس وقت جھنڈا امیر لشکر کے پاس ہوتا تھا۔ ساتھیوں نے پوچھا حضرت! آپ جھنڈے کا کیا کریں گے؟ کہنے لگے جھنڈے کو ہاتھ لگانا تو کوئی گناہ نہیں ہے۔ جھنڈا ان کے ہاتھ میں پکڑا دیا گیا۔ جھنڈا لے کر دشمن کی طرف دوڑ لگا دی۔ ساتھی پریشان ہوئے کہ بزرگ صحابی ہیں، نابینا ہیں، وہ اِن کو شہید کر دیں گے۔ ان کی جان بچانے کے لیے ساتھی ان کے پیچھے دوڑے۔ دشمن کھانے پینے میں مصروف تھے اُنھوں نے سمجھا کہ حملہ ہو گیا ہے، وہ اسلحہ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ ان کا علاقہ بھی صحابہ کے قبضے میں آ گیا اور اسلحہ بھی۔ بعد میں ساتھیوں نے کہا حضرت! آپ نے یہ عجیب کام کیا ہے۔ کہنے لگے میرا بھی یہی مقصد تھا کہ ان کے ناشتے کا وقت ہے بے خبر ہیں جب ان کی طرف دوڑوں گا چونکہ میں نابینا ہوں میرے ساتھی میری مدد کے لیے آئیں گے اور ایسا ہی ہوا۔ ان کا علاقہ بھی تمھارے قبضے میں آ گیا اور اسلحہ بھی۔

یہ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بہر حال جو دوڑتا ہوا آیا آپ کے پاس اور وہ ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ سے آپ اس سے غفلت برتتے ہیں کَلَّآ خبردار! اِنَّھَا تَذْکِرَۃٌ خبردار یہ قرآن پاک کی آیات نصیحت ہیں فَمَنْ شَآءَ ذَکَرَہٗ پس جو شخص چاہے اس نصیحت کو قبول کرے۔ ہم جبر نہیں کرتے رب تعالیٰ ہدایت اسے دیتا ہے جو ہدایت کو قبول کرے۔ اس نے اختیار دیا ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ ﴿الکہف:۲۹﴾ "پس جس کا جی چاہے ایمان قبول کرے اپنی مرضی سے اور جو چاہے کفر اختیار کرے اپنی مرضی سے، کوئی جبر نہیں ہے۔"

فِیْ صُحُفٍ مُّکَرَّمَۃٍ عزت والے صحیفوں میں لکھی ہوئی ہے۔ صحف صحیفۃ کی جمع ہے، اس کا معنٰی ہے کاپی۔ لوح محفوظ میں قرآن کریم کی سورتوں کی الگ الگ کاپیاں ہیں مَّرْفُوْعَۃٍ جو بلند ہیں۔ یعنی بلند مقام میں ہیں مُّطَھَّرَۃٍ پاک ہیں۔ وہ صحیفے بڑے پاکیزہ ہیں جن میں قرآن کریم ہے بِاَیْدِیْ سَفَرَۃٍ۔ سَفَرَۃ سَافِرٌ کی جمع ہے۔ اس کا معنٰی ہے لکھنے والا۔ لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہیں۔ وہ کون ہیں کِرَامٍ بَرَرَۃٍ۔ کرام کریم کی جمع ہے۔ معنٰی ہے بزرگ۔ اور بَرَرَہ بَارٌّ کی جمع ہے۔ اس کا معنٰی ہے نیک صالح۔ اس کے لکھنے والے بڑے بزرگ، نیک اور صالح ہیں قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَکْفَرَہٗ مارا جائے انسان کس چیز نے اس کو کفر پر آمادہ کیا ہے۔

کافر انسان کی بات ہو رہی ہے کہ کافر انسان غارت ہو جائے اس کو علم نہیں ہے مِنْ اَیِّ شَیْءٍ خَلَقَہٗ کس چیز سے اس کو پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے۔ تجھے اگر شرم آئے تو ہم بتا

دیتے ہیں مِنْ نُّطْفَةٍ نطفے سے پیدا کیا ہے۔ اے انسان! تو رب تعالیٰ کے ساتھ متکا (ضد) لگاتا ہے اور اپنی اصل کو نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے حقیر نطفے سے پیدا کیا ہے خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ پس پیدا کیا اس کو پھر اندازہ رکھا اس کا کہ کتنے فٹ لمبا ہوگا، کتنا موٹا ہوگا، کالا ہوگا، گورا ہوگا، ذہین ہوگا، غبی ہوگا۔ ساری تقدیریں رب تعالیٰ نے فرمائی ہیں ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ پھر راستہ آسان کر دیا اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے۔ ماں کے پیٹ سے اچھا خاصا تنومند بچہ کس طرح باہر نکلتا ہے؟ یہ رب تعالیٰ کی قدرت ہے۔ پھر بودوباش کے راستے کس نے آسان کیے؟ رب تعالیٰ نے کیے ثُمَّ اَمَاتَهٗ پھر اس کو رب تعالیٰ نے موت دی فَاَقْبَرَهٗ پھر اس کو قبر میں ڈال دیا۔ یعنی حکم دیا کہ اس کو قبر میں ڈال دو۔

جس سرزمین پر قرآن نازل ہوا ہے ان علاقوں میں مردوں کو دفن کرتے تھے۔ مشرکین بھی اور یہودی اور عیسائی بھی، جلاتے نہیں تھے۔ تو ان کو سامنے رکھ کر فرمایا ہے ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ پھر جب چاہے گا اس کو اٹھا دے گا اور وہ رب تعالیٰ کی عدالت میں پیش ہوگا۔

كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ﴿٢٣﴾ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ ﴿٢٤﴾ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ﴿٢٥﴾ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ﴿٢٦﴾ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ﴿٢٧﴾ وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ﴿٢٨﴾ وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ﴿٢٩﴾ وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ﴿٣٠﴾ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ﴿٣١﴾ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿٣٢﴾ فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ﴿٣٣﴾ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ﴿٣٤﴾ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ﴿٣٥﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ﴿٣٦﴾ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ﴿٣٧﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿٣٨﴾ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿٣٩﴾ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿٤٠﴾ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿٤١﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿٤٢﴾ ع

كَلَّا خبردار لَمَّا يَقْضِ ابھی تک پورا نہیں کیا (انسان نے) مَآ اَمَرَهٗ وہ جس کا اس کو حکم دیا فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ پس چاہیے کہ دیکھے انسان اِلٰى طَعَامِهٖ اپنے کھانے کی طرف اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا بے شک ہم نے برسایا پانی کو برسانا ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا پھر پھاڑا ہم نے زمین کو پھاڑنا فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا پھر اُگایا ہم نے اس میں اناج وَّعِنَبًا اور انگور وَّقَضْبًا اور ترکاریاں وَّزَيْتُوْنًا اور زیتون وَّنَخْلًا اور کھجوریں وَّحَدَآئِقَ اور باغات غُلْبًا گھنے وَّفَاكِهَةً اور

پھل وَّاَبًّا اور چارا مَّتَاعًا لَّكُمْ تمھارے فائدے کے لیے وَ لِاَنْعَامِكُمْ اور تمھارے مویشیوں کے لیے فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ پس جب آئے گی چیخ (کانوں کو پھوڑنے والی) يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ جس دن بھاگے گا آدمی مِنْ اَخِيْهِ اپنے بھائی سے وَاُمِّهٖ اور اپنی ماں سے وَاَبِيْهِ اور اپنے باپ سے وَصَاحِبَتِهٖ اور اپنی بیوی سے وَبَنِيْهِ اور اپنی اولاد سے لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ ہر آدمی کے لیے ان میں سے يَوْمَئِذٍ اُس دن شَاْنٌ حال ہوگا يُّغْنِيْهِ جو بے پروا کردے گا اس کو (دوسروں سے) وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ کچھ چہرے اس دن مُّسْفِرَةٌ روشن ہوں گے ضَاحِكَةٌ ہنسنے والے مُّسْتَبْشِرَةٌ خوشیاں منانے والے وَوُجُوْهٌ اور کچھ چہرے يَّوْمَئِذٍ اس دن عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ان پر گردو غبار ہوگا تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ چھا جائے گی ان کے چہروں پر تارکول (سیاہی) اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ یہی لوگ ہیں کفر کرنے والے فسق و فجور کرنے والے۔

ربط آیات:

ان آیات سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا قُتِلَ الْاِنْسَانُ مارا جائے انسان مَآ اَكْفَرَهٗ کس چیز نے اس کو کفر پر آمادہ کیا ہے۔ کس چیز سے اللہ تعالیٰ نے اس کو پیدا کیا، حقیر نطفے سے پیدا کیا، پھر اس کا اندازہ ٹھہرایا، پھر ماں کے پیٹ سے باہر آنے کے لیے راستہ آسان فرمایا، پھر اس کو موت دی اور حکم دیا اس کو قبر میں ڈالنے کا، پھر

قبر سے اُٹھائے گا اور اس سے دنیاوی زندگی کا حساب کتاب لیا جائے گا۔

مگر اس کی حالت یہ ہے کہ اس کے ذمے جو کام لگایا تھا وہ اس نے ابھی تک نہیں کیا۔ کَلَّا ۔ یہ لفظ قرآن کریم میں تین معانی میں استعمال ہوا ہے۔

❶..... ایک حقًّا کے معنیٰ میں، یعنی پکی بات ہے۔

❷...... دوسرا ہرگز نہیں کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔

❸...... تیسرا خبردار کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔

تینوں معنیٰ صحیح ہیں۔ کَلَّا لَمَّا یَقْضِ مَآ اَمَرَہٗ پکی بات ہے، ہرگز نہیں، خبردار! ابھی تک پورا نہیں کیا انسان نے وہ جس کا اس کو حکم دیا۔ رب تعالیٰ نے انسان کو جو حکم دیا مجموعی طور پر انسان نے اس کو پورا نہیں کیا۔ اور یہ مشاہدے کی بات ہے کہ انسان نے وہ بات پوری نہیں کی جس کا اس کو حکم دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے انسان! میری نعمتوں کو دیکھ اور ان سے میری قدرت کو سمجھ کہ جو نعمتیں رب تعالیٰ نے پیدا کی ہیں اور کوئی پیدا کر سکتا ہے؟ جس ذات نے یہ سب کچھ کیا ہے وہی قیامت قائم کر کے حساب کتاب بھی لے گا۔

فرمایا فَلْیَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰی طَعَامِہٖٓ پس چاہیے کہ دیکھے انسان اپنے کھانے کی طرف کہ کتنی قوتیں اس کے تیار کرنے میں لگی ہوئی ہیں۔ وہ قوتیں کس نے پیدا کی ہیں۔ کھانے کے تیار کرنے میں رب تعالیٰ کی قدرت دیکھ۔ فرمایا اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا بے شک برسایا ہم نے پانی آسمان کی طرف سے برسانا ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا پھر ہم نے پھاڑا زمین کو پھاڑنا۔ ہم اگر نہ پھاڑتے تو اتنا نرم و نازک پودا زمین سے باہر کس طرح آسکتا تھا۔ یہ بارش برسانے والا کون ہے؟ زمین کو پھاڑ کر فصلیں

اُگانے والا کون ہے؟ انگوری سے لے کر پھل تک پہنچانے والا کون ہے؟ جب زمین سے نکلتا ہے تو اکیلا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے وحدہٗ لاشریک ہونے کی گواہی دے رہا ہوتا ہے۔ ؏

ہر گیا ہے کہ از زمیں روید
وحدہٗ لا شریک لہ گوید

وہ زبانِ حال سے کہہ رہا ہے کہ میرا پیدا کرنے والا ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

فرمایا ہم نے پانی برسایا پھر زمین کو پھاڑا فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا پھر اُگایا ہم نے اس میں اناج، دانے اُگائے، فصلیں اُگائیں وَّعِنَبًا اور انگور اُگائے وَّقَضْبًا اور ترکاریاں اُگائیں۔ ساگ، پالک، مولی، گاجر، آلو، گوبھی وغیرہ رب تعالیٰ کے سوا کون اُگانے والا ہے۔ یہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے پیدا کی ہیں

زیتون کی خوبیاں :

وَّزَيْتُوْنًا اور زیتون اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا جسے ہم خوراک کے طور پر بھی استعمال کرتے ہیں۔ مالش اور چراغ کے طور پر بھی استعمال کرتے ہیں۔ وہ گھی جو جانوروں سے حاصل ہوتا ہے طبی اعتبار سے زیتون اس سے زیادہ فائدے مند ہے۔ گائے، بھینس کا گھی ان لوگوں کے لیے تو مفید ہے جو بدن سے مشقت کا کام لیتے ہیں۔ اور جو لوگ بدنی مشقت کا کام نہیں کرتے ان کے اعصاب کو آہستہ آہستہ کمزور کر دیتا ہے۔ اعصاب میں ایسا مواد پیدا ہو جاتا ہے کہ اس کی وجہ سے ان پر ضعف آ جاتا ہے۔ اور زیتون کے تیل میں اللہ تعالیٰ نے یہ خوبی رکھی ہے کہ اعصاب کے اندر جو نالیاں ہیں ان کو صاف رکھتا ہے۔ جیسے اصل سرمہ آنکھوں کے پیچھے جو نالیاں ہیں اور دماغ کے ساتھ

ملتی ہیں ان کو صاف رکھتا ہے۔ خصوصاً اثمد سرمہ۔ ورنہ نالیوں میں سوداوی، بلغمی، مواد جمع ہو جاتا ہے جو بینائی پر اثر انداز ہوتا ہے اور روشنی کی ٹیوبیں ختم ہو جاتی ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عَلَیۡکُمۡ بِالۡاِ ثۡمِدِ فَاِنَّہٗ یَجۡلُوا الۡبَصَرَ "اثمد سرمے کا استعمال کرو وہ آنکھوں کی بینائی کو بڑھاتا ہے۔" اثمد سرمہ سرخ رنگ کا ہوتا ہے مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ اور جدہ سے ملتا ہے۔ (یہ ڈلی کی شکل میں لینا چاہیے اور خود پیسنا چاہیے وہاں سے جو پسا ہوا ملتا ہے اس میں اکثر ملاوٹ ہوتی ہے۔ مرتب) ہر مقام میں آج کل دھوکا بازی ہے اور یہ مسلمانوں کا شیوہ بن گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ بچائے۔

وہ مذہب جس میں نری صداقت اور دیانت تھی آج اس مذہب کے ماننے والے برائیوں کے ٹھیکے دار بن گئے ہیں۔ یہ جن چیزوں کو مٹانے کے لیے آئے تھے آج ان چیزوں کی آبیاری کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے!

عرب چاول اور اخروٹ سے آشنا نہ تھے :

فرمایا وَّنَخۡلًا اور کھجوریں پیدا کیں۔ کھجوریں عرب کی خوراک تھیں۔ آج تو ذرائع پیدا ہو گئے ہیں اور ہر چیز وہاں پہنچنے لگ گئی ہے ورنہ ایک وقت تھا کہ چاول وغیرہ جو چیزیں ہم استعمال کرتے ہیں ان کو وہ پہچانتے بھی نہیں تھے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فاتح مصر نے جب مصر فتح کیا تو وہاں سے چاولوں کی بوریاں ملیں تو اُنھوں نے ان کو استعمال نہ کیا کہ نہ معلوم یہ کیا چیز ہے۔ جانوروں کی خوراک ہے یا دشمنوں نے ہمارے لیے زہر ڈال رکھا ہے۔

پھر کہنے لگے ایسا کرو کہ ان کو گھوڑوں کے آگے ڈالو دیکھو! کیا اثر کرتے ہیں؟ کوئی مرتا ہے یا نہیں۔ ایک دن چاول ڈالے، دوسرے دن چاول ڈالے، گھوڑے پہلے سے

زیادہ موٹے تازے ہو گئے۔ پھر وہاں کے مقامی لوگوں سے پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ یہ ہماری خوراکوں میں سے بہترین خوراک ہے اور پکانے کا طریقہ بتایا۔

ترکی کے علاقے میں دو اخروٹ ملے، گول مول۔ بالکل علم نہ تھا کہ یہ کیا چیز ہے؟ وہاں کے چرواہوں نے ایک دانہ توڑ کر دکھایا، اس میں سے گری نکال کر دکھائی۔ جب عرب مجاہدوں نے اخروٹ توڑ کر مغز نکال کر کھایا تو کہنے لگے سُبْحَانَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَرزَاق بِالْاَحْجَار "پاک ہے وہ ذات جس نے پتھروں میں روزی پیدا کی ہے۔" تو ان کو چاولوں کا علم نہ تھا، اخروٹ کا علم نہ تھا، کھجور ستو وغیرہ ان کی خوراک تھی۔

فرمایا وَّحَدَآئِقَ۔ یہ حدیقۃٌ کی جمع ہے اور حدیقۃٌ کا معنٰی ہے باغ۔ مگر ایسا باغ کہ جس کے اردگرد دیوار ہو۔ پتھروں کی ہو چاہے اینٹوں کی ہو، مٹی کی ہو یا درختوں کی ہو۔ معنٰی ہوگا اور باغات پیدا کیے غُلْبًا گھنے۔ غُلْبًا غَلْبٰی کی جمع ہے۔ اس کا معنٰی ہے وہ عورت جس کی گردن موٹی ہو۔ اور ظاہر بات ہے کہ جس کی گردن موٹی ہو گی اس کی رگیں نظر نہیں آئیں گی۔ تو مراد ہے ایسے باغ جن کی ٹہنیاں ٹہنیوں میں گھسی ہوئی ہوں کوئی تمیز نہ ہو کہ یہ کس درخت کی ٹہنی ہے اور یہ کس درخت کی ٹہنی ہے؟ معنٰی ہوگا گھنے باغ وَّفَاكِهَةً اور پھل۔ رب تعالیٰ نے پیدا کیے وَّاَبًّا اور چارا پیدا کیا ہے مَّتَاعًا لَّكُمْ فائدہ ہے تمھارے لیے وَلِاَنْعَامِكُمْ اور تمھارے جانوروں کے لیے فائدہ ہے۔ یاد رکھو! جس رب نے ان سب چیزوں کو پیدا کیا ہے وہی قیامت قائم کرے گا اس کے لیے کوئی کام مشکل نہیں ہے۔

فرمایا فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ پس جس وقت آئے گی چیخ جو کانوں کے پردے پھاڑ دے گی۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام جس وقت صور پھونکیں گے اس کو دور والے بھی ایسے

ہی سنیں گے جیسے قریب والے سنیں گے۔ ایسی سخت آواز ہوگی کہ کانوں کے پردے پھٹ جائیں گے۔ آج بھی تیز آواز سے کانوں کے پردے پھٹ جاتے ہیں۔ بعض دفعہ بجلی کی کڑک کی وجہ سے کانوں کے پردے پھٹ جاتے ہیں۔ اطباء لکھتے ہیں کہ جس وقت بجلی چمکے اس کی طرف نہیں دیکھنا چاہیے۔ ہوسکتا ہے بجلی کی طرف دیکھنے کی وجہ سے تمھاری آنکھوں کی بینائی ختم ہوجائے۔

میدانِ محشر میں لوگوں کا حشر :

وہ ایسا دن ہوگا یَوۡمَ یَفِرُّ الۡمَرۡءُ مِنۡ اَخِیۡهِ جس دن بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے وَاُمِّهٖ اور اپنی ماں سے بھاگے گا وَاَبِیۡهِ اور اپنے باپ سے بھاگے گا وَصَاحِبَتِهٖ اور اپنی بیوی سے بھاگے گا وَبَنِیۡهِ اور اپنی اولاد سے دوڑے گا۔

روایت تم پہلے سن چکے ہو کہ ایسے لوگ بھی ہوں گے جن کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں گی۔ نیکیوں کا پلہ بھاری ہو تو جنت میں چلے جائیں اور بدیوں کا پلہ بھاری ہو تو دوزخ میں۔ اب ایک آدمی کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہیں۔ مثلاً: نیکیاں بھی پچاس ہیں اور بدیاں بھی پچاس ہیں۔ رب تعالیٰ اس آدمی سے فرمائیں گے کہ ایک نیکی تلاش کر کے لا تاکہ تیرا نیکیوں والا پلہ بھاری ہوجائے۔ وہ بڑا خوش ہوگا کہ ایک نیکی میں آسانی کے ساتھ تلاش کرلوں گا۔ اپنے بھائی کے پاس جائے گا۔ جو دنیا میں اس کا دست و بازو تھا۔ کہے گا بھائی جان! میرے پاس ایک نیکی کی کمی ہے مجھے ایک نیکی دے دو۔ وہ کہے گا یہ بات نہ کرنا۔ پریشان ہوکر دوست کے پاس جائے گا جس کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا تھا، کھاتا پیتا تھا۔ کہے گا یار! ایک نیکی کی کمی ہے مجھے دے دو تاکہ میری نیکیوں کا پلہ بھاری ہوجائے۔ وہ بھی انکار کردے گا۔ پھر خاوند ہے تو بیوی کے پاس جائے گا، بیوی ہے تو خاوند کے پاس جائے

گی۔ وہ بھی انکار کر دے گا۔ پھر والد کے پاس جائے گا وہ بھی کہے گا جا اپنا کام کر میں تجھے نیکی دے کر خود کہاں جاؤں گا۔ آخر میں ماں کے پاس جائے گا۔ کہے گا اَتَعْرِفُنِیْ "کیا مجھے پہچانتی ہے۔" وہ کہے گی ہاں! تجھے پہچانتی ہوں تو میرا بیٹا ہے۔ میں نے تجھے تکلیف کے ساتھ پیٹ میں اُٹھایا، پھر تجھے جنا، پھر تجھے دودھ پلایا، پھر تجھے پالا کہ تو چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا۔ کہے گا امی! مجھے ایک نیکی دے دو تا کہ میرا نیکیوں والا پلہ بھاری ہو جائے۔ ماں کہے گی پیچھے ہٹ جا تجھے نیکی دے کر میں کہاں جاؤں گی۔

میدان محشر میں ہر ایک کو اپنی اپنی فکر ہو گی۔ آج دنیا میں بے شمار مثالیں ہیں کہ بھائی بھائی کے لیے جان دے دیتا ہے، ماں کے لیے جان دے دیتا ہے، بیوی کی عزت بچانے کے لیے جان دے دیتا ہے، یاروں دوستوں کے لیے جان دے دیتا ہے لیکن وہاں ایک نیکی دینے کے لیے تیار نہیں ہو گا۔ بڑا مشکل دن ہو گا لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ ہر آدمی کے لیے ان میں سے يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ اُس دن حال ہو گا يُّغْنِيْهِ جو بے پروا کر دے گا اس کو دوسروں سے۔ ہر ایک کو اپنی جان کی مصیبت پڑی ہو گی کوئی کسی کی طرف توجہ نہیں کر سکے گا۔ نہ ماں، نہ باپ، نہ بیوی، نہ اولاد، نہ کوئی دوست عزیز، کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ﴿النجم: ۳۸﴾ کوئی کسی کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا۔

آج دنیا میں یاری دوستی نبھانے کے لیے قتل تک کے بوجھ اُٹھا لیتے ہیں یار کی جان بچانے کے لیے۔ وہاں کوئی کسی کا نہیں ہو گا وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ کچھ چہرے اس دن روشن ہوں گے۔ یہ مومن ہوں گے نیک عمل کرنے والے جنھوں نے توحید و سنت پر چل کر رب تعالیٰ کو راضی کیا اور بدعات اور خرافات سے بچے ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ

ہنسنے والے خوشیاں منانے والے ہوں گے وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ اور کچھ چہرے اس دن عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ان پر گردوغبار ہوگا تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ چھا جائے گی ان کے چہروں پر تارکول۔ یہ جو سڑکوں پر لُک ڈالی جاتی ہے وہ ان کے چہروں پر ملی جائے گی۔ یہ علامت ہوگی مشرکوں اور بدعتیوں کی۔ يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ "اس دن کئی چہرے سیاہ ہوں گے اور کئی چہرے سفید ہوں گے۔" ﴿آل عمران:۱۰۶﴾

اہل سنت والجماعت کے چہرے سفید ہوں گے اور اہل بدعت کے سیاہ ہوں گے۔ یہ معنیٰ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کرتے ہیں اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ۔ کفرۃٌ کافر کی جمع ہے اور فجرۃٌ فاجر کی جمع ہے۔ یہی لوگ ہیں کفر کرنے والے، فسق وفجور کرنے والے۔ عقیدے کے لحاظ سے کافر ہوں گے، عمل کے لحاظ سے فاجر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان میں سے نہ کرے۔ پہلوں میں سے کرے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر

سُوْرَةُ التَّكْوِيْر

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتها ۲۹ | ۸۱ سُوْرَةُ التَّكْوِيْرِ مَكِّيَّةٌ ۷ | رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝۱ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۝۲ وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝۳ وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝۴ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ۝۵ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝۶ وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ۝۷ وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۝۸ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝۹ وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۝۱۰ وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ۝۱۱ وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ۝۱۲ وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ۝۱۳ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ ۝۱۴

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ جس وقت سورج کو لپیٹ دیا جائے گا وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ اور جس وقت ستارے گر پڑیں گے وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ اور جس وقت پہاڑ چلائے جائیں گے وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ اور جس وقت (دس ماہ کی) گابھن اُونٹنیاں چھوڑ دی جائیں گی وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ اور جس وقت وحشی جانور اکٹھے کر دیئے جائیں گے وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ اور جس وقت سمندروں کو آگ لگا دی جائے گی وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ اور جس وقت جانوں کو جوڑ دیا جائے گا وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ اور جس وقت زندہ درگور کی گئی بچی سے سوال کیا جائے گا بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ

کس گناہ کے بدلے وہ قتل کی گئی وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ اور جس وقت صحیفے کھول دیئے جائیں گے وَإِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ اور جس وقت آسمان کا چھلکا اتار دیا جائے گا وَإِذَا الْجَحِيمُ سُعِّرَتْ اور جس وقت دوزخ کو بھڑکا دیا جائے گا وَإِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ اور جس وقت جنت کو قریب کر دیا جائے گا عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ أَحْضَرَتْ جان لے گا ہر نفس جو اس نے حاضر کیا ہے۔

نام وکوائف:

اس سورت کا نام تکویر ہے۔ اس کی پہلی آیت کریمہ میں كُوِّرَتْ کا لفظ موجود ہے۔ جس سے سورت کا نام تکویر ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس کا ایک رکوع اور انتیس ۲۹ آیتیں ہیں۔ تکویر کا لفظی معنٰی ہے کسی چیز کو غلاف میں لپیٹ دینا۔ ایک وقت آئے گا اللہ تبارک وتعالٰی سورج کی روشنی کو سلب کر لیں گے۔ جیسے کسی چیز کو غلاف میں لپیٹ کر رکھ دیا جاتا ہے اسی طرح سورج کو تہہ کر کے رکھ دیا جائے گا۔

آج سورج ہم سے کروڑوں میل دور ہے۔ سائنس دان کہتے ہیں چوتھے آسمان پر ہے۔ اور اس کی روشنی اور تپش بالکل ظاہر ہے۔ ظاہر چیز کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی۔ یہ سورج کی روشنی لپیٹ دی جائے گی۔

موضوع سورت:

اس سورت میں قیامت کی نشانیوں کا ذکر ہے۔ کچھ نفخہ اولی سے پہلے کی ہیں اور کچھ نفخہ ثانیہ کے بعد کی ہیں۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام جب بگل پھونکیں گے دنیا کی تباہی و

بربادی کے لیے، اس کو نفخہ اولیٰ کہتے ہیں۔ یعنی پہلی دفعہ کی پھونک۔ پھر چالیس سال کے بعد دوبارہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے بگل پھونکیں گے، اس کو نفخہ ثانیہ کہتے ہیں۔

نفخہ اولیٰ کی نشانیاں :

یہ پہلے نفخے کی نشانی ہے اِذَاالشَّمۡسُ کُوِّرَتۡ جس وقت سورج کو لپیٹ دیا جائے گا، سورج کی روشنی ختم کردی جائے گی۔

دوسری علامت: وَاِذَاالنُّجُوۡمُ انۡکَدَرَتۡ اور جس وقت ستارے گر پڑیں گے تو کیا حال ہوگا کہ ایک ایک ستارہ زمین سے بڑا ہے۔

آج سے دو تین سال پہلے کی بات ہے کہ سائنس دانوں نے شوشہ چھوڑا تھا ممکن ہے صحیح ہو کہ ایک ستارے کا تھوڑا سا حصہ الگ ہو کر گرنے والا ہے۔ اس کی وجہ سے سارے لوگوں کی نیندیں اُڑ گئی تھیں۔ امریکہ والے کہہ رہے تھے کہ ہم پر گرا تو ہم مر جائیں گے، برطانیہ والوں نے کہا کہ ہم پر گرا تو ہم تباہ ہو جائیں گے، فرانس، چین والے سب پریشان تھے۔ پھر سارے سائنس دانوں نے اتفاق کیا کہ وہ ان کی طرف نہیں آئے گا دوسری طرف جائے گا۔ (پاکستانیوں کو کوئی فکر نہیں تھی۔ کیوں کہ یہ حالات کے پہلے ہی مارے ہوئے ہیں۔ مرتب)

تو ایک ستارہ بھی زمین پر گر جائے تو زمین میں کچھ بھی نہ رہے۔ تو فرمایا جب ستارے گر پڑیں گے آسمان سے نیچے زمین پر۔ نجوم نجم کی جمع ہے اور نجم کا معنیٰ ہے ستارہ۔

تیسری علامت: وَاِذَاالۡجِبَالُ سُیِّرَتۡ۔ جِبَال جَبَلٌ کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے پہاڑ۔ اور جس وقت یہ پہاڑ چلائے جائیں گے۔ یہ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر

گرد وغبار ہو جائیں گے۔ یہ بڑے بڑے مضبوط پہاڑ کوہ ہمالیہ جیسے جو دنیا کا سب سے بلند پہاڑ ہے ریزہ ریزہ ہو کر گرد وغبار کی طرح اڑیں گے وَ اِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۔ عِشار عُشَرَاءُ کی جمع ہے۔ عُشَرَاء اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو دس ماہ کی گابھن (حاملہ) ہو۔ جب اونٹنی کو گابھن ہوئے دس ماہ ہو جائیں تو اس کی بڑی دیکھ بھال کی جاتی ہے۔ کیوں کہ اب بچے کی پیدائش کا وقت ہوتا ہے۔ اونٹنی اگر کھڑے بچہ دے دے تو بچے کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ اور اگر بیٹھ کر دے تو بچے کے ضائع ہونے کا خطرہ ہوتا ہے اس لیے اونٹنی پر نگاہ رکھتے ہیں۔ لیکن جب قیامت برپا ہوگی تو ایسی افراتفری ہوگی کہ اس کو کوئی نہیں پوچھے گا۔ معنیٰ ہوگا اور جس وقت گابھن اُونٹنیاں چھوڑ دی جائیں گی۔ ہر ایک کو اپنی پڑی ہوگی۔

دیکھو! ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی دولڑائیاں تمھارے سامنے ہیں کہ جب انڈیا نے حملہ کیا تو بارڈر کے لوگوں نے دوڑ کر اپنی جانیں بچائیں۔ مال، ڈنگر کی کسی کو فکر نہیں تھی کہ ان کا کیا کرنا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بے شمار جانور ہندو، سکھ، ڈوگر، مرہٹے لے گئے۔ آدمی خود امن میں ہو تو جانوروں کی بھی حفاظت کرتا ہے۔ اگر اپنی جان مصیبت میں ہو تو جانوروں کو کون پوچھتا ہے؟ وَ اِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ اور جس وقت وحشی جانور اکٹھے کر دیے جائیں گے۔ بھیڑیے، شیر، چیتے، ہرن وغیرہ اس افراتفری میں ڈر کے مارے دوڑ کر شہروں کی طرف جمع ہو جائیں گے اور ایسا ہولناک منظر ہوگا کہ کوئی کسی کو نہیں چھیڑے گا وَ اِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ اور جس وقت سمندروں کو آگ لگا دی جائے گی جس طرح آج پیٹرول کو آگ لگتی ہے اس طرح سمندروں کو آگ لگ جائے گی اور وہ جل سڑ جائیں گے۔

جغرافیہ دان کہتے ہیں کہ دنیا کے سو حصوں میں سے اکہتر (۷۱) حصوں پر پانی ہے اور انتیس (۲۹) حصوں پر دنیا کی بادشاہی ہے۔ یہ جو انتیس حصے خشک ہیں اس میں، امریکہ، برطانیہ، افریقہ، چین، جاپان، انڈیا، پاکستان وغیرہ دنیا کے سارے ممالک ہیں۔ باقی حصوں پر پانی ہے۔ تو بحر محیط کو آگ لگ جائے گی پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں رہے گا۔ یہ نشانیاں نفخہ اولیٰ کی ہیں۔ اس کے بعد سات نشانیاں نفخہ ثانیہ کی ہیں۔

نفخہ ثانیہ کی سات نشانیاں:

دوسری دفعہ حضرت اسرافیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے بگل پھونکیں گے تو وَاِذَا النُّفُوۡسُ زُوِّجَتۡ اور جس وقت جانوں کو جوڑ دیا جائے گا۔ یہودیوں کو یہودیوں کے ساتھ، عیسائیوں کو عیسائیوں کے ساتھ، ہندوؤں کو ہندوؤں کے ساتھ، سکھوں کو سکھوں کے ساتھ، مسلمانوں کو مسلمانوں کے ساتھ، نافرمانوں کو نافرمانوں کے ساتھ اور فرماں برداروں کو فرماں برداروں کے ساتھ۔ یہ ان کی اُصولی قسمیں ہوں گی۔ اصحاب الیمین وہ خوش نصیب جن کو نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور اصحاب الشمال وہ بدقسمت جن کو نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ اور ایک طبقہ ہوگا السابقون السابقون کا جو نیکیوں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے والے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بغیر حساب کتاب کے جنت میں جائیں گے۔

اور یہ تفسیر بھی کرتے ہیں کہ روحوں کو جسموں کے ساتھ جوڑا جائے گا۔ جس طرح اس وقت ہماری روح کا جسم کے ساتھ تعلق ہے اور ہم نقل وحرکت کرتے ہیں اور ہماری نقل وحرکت کو دوسرے بھی دیکھتے ہیں۔ مرنے کے بعد روح کو جسم سے الگ کر دیا جاتا ہے لیکن الگ کرنے کے باوجود روح اور جسم کا آپس میں تعلق ہوتا ہے۔ وہ تعلق دوسروں کو

محسوس نہیں ہوتا۔ قبر میں روح کا جسم کے ساتھ تعلق ہوتا ہے جس سے مرنے والے کو ادراک وشعور حاصل ہوتا ہے۔ اور اسی ادراک وشعور کی وجہ سے فرشتوں کے سوالوں کو سمجھتا اور جواب دیتا ہے مَنْ رَّبُّكَ مَنْ نَبِيُّكَ مَادِيْنُكَ یہ جواب دے گا "میرا رب اللہ ہے، میرا نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے، میرا دین اسلام ہے۔"

سوالات میں کامیابی کے بعد جنت کی خوشبوؤں کا احساس ہوگا اور بُرے کو عذاب محسوس ہوگا۔ لیکن یہ زندگی دوسروں کو محسوس نہیں ہوتی۔ علم کلام والے کہتے ہیں کہ ایسے سمجھو جیسے سکتے کا مریض ہوتا ہے۔ سکتے کا مریض نہ سانس لیتا ہے اور نہ ہی اس کی نبض چلتی ہے۔ حالانکہ روح جسم کے اندر ہوتی ہے۔ ایسے ہی قبر میں، برزخ میں، روح کا جسم کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اور اس تعلق کی بنا پر مرنے والا راحت وآرام محسوس کرتا ہے لیکن ہمارے شعور میں نہیں آسکتا۔ عالم برزخ کی زندگی غیر شعوری ہے۔ اگر کسی کی قبر کو اکھیڑا جائے اور اس کی باڈی صحیح سالم پڑی ہو تو اس کی نقل وحرکت ہمیں نظر نہیں آئے گی۔ لیکن قیامت والے دن روح کو جسم کے ساتھ اس طرح جوڑا جائے گا کہ اس کی نقل وحرکت کو دوسرے بھی سمجھیں گے۔

تو فرمایا جس وقت جانوں کو جوڑا جائے گا نیکوں کو نیکوں کے ساتھ اور بدوں کو بدوں کے ساتھ۔ ہر ایک طبقے کے لوگوں کو علیحدہ علیحدہ کیا جائے گا وَإِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ اور جس وقت زندہ درگور کی ہوئی بچی سے سوال کیا جائے گا۔ عرب کے کچھ خاندانوں میں یہ رسم بدتھی کہ لڑکی پیدا ہوتی تو اس کو زندہ دفن کردیتے تھے، مارتے نہیں تھے۔ کہتے تھے مارنے سے گناہ ہوتا ہے۔ بھائی! سوال یہ ہے کہ قبر میں کتنی دیر زندہ رہے گی؟ تازہ ہوا نہ ملے تو پانچ، دس منٹ کے بعد مرجائے گی۔ ایسا وہ اس واسطے کرتے تھے کہ اس کی شادی

کا انتظام کرنا پڑے گا، اس کا خرچہ ہمیں اٹھانا پڑے گا۔ اس لیے یہ حرکت کرتے تھے۔

تو فرمایا جس وقت زندہ درگور کی ہوئی بچی سے پوچھا جائے گا بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ "کس گناہ کے بدلے وہ قتل کی گئی۔ تیرا کیا گناہ تھا؟" مسئلہ یہ ہے کہ نابالغ بچی، بچے سے اگر کوئی گناہ ہو جائے تو شریعت ان کو سزا نہیں دیتی، گناہ گار تصور نہیں کرتی کہ معصوم ہیں، غیر مکلف ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ صحت اور آب و ہوا کے ماحول کی بنا پر کوئی جلدی بالغ ہو جاتا ہے اور کوئی دیر سے ہوتا ہے۔ جلدی بلوغت کے لیے کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ فلمیں دیکھنے والے ہو سکتا ہے دس بارہ سال میں بالغ ہو جائیں اور پہاڑی لوگ ہو سکتا ہے پندرہ سال میں بھی بالغ نہ ہوں۔

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ پندرہ سال کا لڑکا لڑکی ہر صورت بالغ ہوتا ہے۔ لیکن اس سے پہلے کی کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ چودہ (۱۴) سال کی عمر میں بالغ ہو جائے، تیرہ (۱۳) سال کی عمر میں بالغ ہو جائے، بارہ (۱۲) سال کی عمر میں بالغ ہو جائے، ہو سکتا ہے۔

حسن بن صالح بن حی رحمہ اللہ بڑے چوٹی کے محدث ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہمارے پڑوس میں ایک بچی اکیس (۲۱) سال کی عمر میں دادی بن گئی۔ دس سال کی عمر میں بالغ ہوئی، نکاح ہو گیا، بچہ پیدا ہوا، بالغ ہوتے ہی نکاح کر دیا۔ اکیس (۲۱) سال کی عمر میں دادی بن گئی۔

فقہائے کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ چوبیس (۲۴) سال کا آدمی دادا ہو سکتا ہے۔ اُس زمانے میں لوگ بالغ ہوتے ہی بچی، بچے کی شادی کر دیتے تھے۔ آج کل دیر کرتے ہیں اسی لیے بیماریاں پھیلی ہوئی ہیں۔ رب تعالیٰ نے انسان کا ایک مزاج اور طبیعت بنائی

ہے۔ بچیوں کی شادی دیر سے ہوتو طبی نقطہ نظر سے عورت کے رحم میں جو خاص قسم کی ٹیوبیں ہوتی ہیں وہ سڑ جاتی ہیں اور اولاد پیدا نہیں ہوتی ۔ پھر بھاگتے پھرتے ہیں۔ بروقت شادی ہو جائے تو پھر نظام قدرت ہے کچھ نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا خاص انتظام رکھا ہے۔

فرمایا وَاِذَاالصُّحُفُ نُشِرَتْ۔ صحف صحیفۃٌ کی جمع ہے۔ صحیفہ کا معنیٰ ہوتا ہے کاپی، کتاب، نامہ عمل ۔معنیٰ ہوگا اور جس وقت صحیفے کھول دیئے جائیں گے۔ میرا میرے سامنے آجائے گا، آپ کا آپ کے سامنے آجائے گا۔ ہر ایک کا نامہ اعمال اس کے سامنے ہوگا۔ وَاِذَاالسَّمَآءُ كُشِطَتْ اور جس وقت آسمان کا چھلکا اتار دیا جائے گا، کھال اتار دی جائے گی۔ آج جو آسمان ہمیں نیلگوں نظر آتا ہے، سبز سبز نظر آتا ہے ایک وقت آئے گا فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ﴿سورۃ الرحمن﴾ "پس ہو جائے گا سرخ چمڑے کی طرح یا جیسے تلچھٹ ہوتی ہے۔"

وَاِذَاالْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ اور جس وقت دوزخ کی آگ بھڑکا دی جائے گی۔ میدان محشر میں دوزخ کی آگ کے شعلے نظر آرہے ہوں گے۔ دیکھ کر بندے توبہ توبہ کریں گے مگر اس وقت توبہ توبہ کرنے کا کیا فائدہ؟ وَاِذَاالْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ اور جس وقت جنت کو قریب کر دیا جائے گا۔ میدان محشر ہی میں جنت کی خوشبوؤں کو، راحتوں کو، جنت کے باغوں کو آنکھوں سے دیکھیں گے۔ ہر ایک کی قلبی خواہش ہوگی کہ میں جلدی سے اس میں داخل ہو جاؤں۔ جس وقت یہ نشانیاں واضح ہو جائیں گی عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ جان لے گا ہر نفس جو اس نے حاضر کیا ہے۔ جس نے جو نیکی بدی کی ہے سامنے آجائے گی۔ رتی برابر بھی کسی چیز کا خفا نہیں رہے گا۔

فَلَآ اُقۡسِمُ بِالۡخُنَّسِ ﴿۱۵﴾ الۡجَوَارِ الۡكُنَّسِ ﴿۱۶﴾ وَالَّيۡلِ اِذَا عَسۡعَسَ ﴿۱۷﴾ وَالصُّبۡحِ اِذَا تَنَفَّسَ ﴿۱۸﴾ اِنَّهٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ كَرِيۡمٍ ﴿۱۹﴾ ذِىۡ قُوَّةٍ عِنۡدَ ذِى الۡعَرۡشِ مَكِيۡنٍ ﴿۲۰﴾ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيۡنٍ ﴿۲۱﴾ وَمَا صَاحِبُكُمۡ بِمَجۡنُوۡنٍ ﴿۲۲﴾ وَلَقَدۡ رَاٰهُ بِالۡاُفُقِ الۡمُبِيۡنِ ﴿۲۳﴾ وَمَا هُوَ عَلَى الۡغَيۡبِ بِضَنِيۡنٍ ﴿۲۴﴾ وَمَا هُوَ بِقَوۡلِ شَيۡطٰنٍ رَّجِيۡمٍ ﴿۲۵﴾ فَاَيۡنَ تَذۡهَبُوۡنَ ﴿۲۶﴾ اِنۡ هُوَ اِلَّا ذِكۡرٌ لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۲۷﴾ لِمَنۡ شَآءَ مِنۡكُمۡ اَنۡ يَّسۡتَقِيۡمَ ﴿۲۸﴾ وَمَا تَشَآءُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۲۹﴾ ع

فَلَآ اُقۡسِمُ پس میں قسم اٹھاتا ہوں بِالۡخُنَّسِ پیچھے ہٹ جانے والے (ستاروں) کی الۡجَوَارِ تیزی سے چلنے والے کی الۡكُنَّسِ چھپ جانے والوں کی وَالَّيۡلِ اِذَا عَسۡعَسَ اور قسم ہے رات کی جب وہ آنے لگے وَالصُّبۡحِ اِذَا تَنَفَّسَ اور قسم ہے صبح کی جب وہ سانس لے اِنَّهٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ كَرِيۡمٍ بے شک یہ قرآن عزت والے قاصد کا قول ہے ذِىۡ قُوَّةٍ بڑی طاقت والا ہے عِنۡدَ ذِى الۡعَرۡشِ مَكِيۡنٍ عرش والے کے پاس عزت پانے والا ہے مُّطَاعٍ اس کی اطاعت کی جاتی ہے ثَمَّ اَمِيۡنٍ وہاں بڑا امین ہے وَمَا صَاحِبُكُمۡ بِمَجۡنُوۡنٍ اور تمھارا ساتھی دیوانہ نہیں ہے وَلَقَدۡ رَاٰهُ اور البتہ تحقیق اس نے دیکھا ہے اس کو

بِالۡاُفُقِ الۡمُبِیۡنِ روشن کنارے پر وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ اور نہیں ہے وہ غیب کی بات پر بخل کرنے والا وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ اور نہیں ہے یہ قول شیطان رجیم کا فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ پھر تم کدھر جارہے ہو اِنْ هُوَ اِلَّا نہیں ہے یہ قرآن مگر ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ نصیحت تمام جہانوں کے لیے لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ اس کے لیے جو چاہے تم میں کہ وہ قائم رہے وَمَا تَشَآءُوْنَ اور تم نہیں چاہتے اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ مگر یہ کہ چاہے اللہ تعالیٰ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

ضابطہ یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی کسی شے کے متعلق دعویٰ کرتا ہے تو اپنے دعوے پر گواہ پیش کرے گا تو دعوی ثابت ہوگا۔ اگر مدعی گواہ نہ پیش کر سکے تو پھر مدعا علیہ جس کے خلاف دعویٰ کیا گیا ہے قسم دے گا کہ مدعی نے میرے خلاف جھوٹا دعوی کیا ہے اور معاملہ رفع دفع ہو جائے گا۔ تو گویا قسم گواہی کا بدلہ ہے، اس کے قائم مقام ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں بہت سی چیزوں کی قسمیں اٹھائی ہیں۔ یعنی ان چیزوں کو بطور گواہ کے پیش کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مکلف نہیں ہے، کسی چیز کا پابند نہیں ہے۔ وہ جس چیز کی چاہے قسم اٹھا سکتا ہے۔ ہم مکلف ہیں، پابند ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے بغیر کسی چیز کی قسم نہیں اُٹھا سکتے۔ حدیث پاک میں آتا ہے مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ اَشْرَكَ بِاللّٰهِ "جس نے غیر اللہ کی قسم اُٹھائی اس نے شرک کیا۔" کعبہ کی قسم اُٹھانا، نبی کی قسم اُٹھانا، پیغمبر کی قسم، پتر کی قسم، ماں کی قسم، باپ کی قسم، بیٹے کی قسم کسی بزرگ کی قسم اُٹھانا، یہ سب شرک کی قسمیں ہیں۔ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی چیز کی قسم نہ اُٹھاؤ۔ ہم قانون کے پابند ہیں۔ اللہ تعالیٰ قانون بنانے والا ہے اور

نافذ کرنے والا ہے اس پر کسی قسم کا کوئی قانون لاگو نہیں ہوتا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ جس چیز کی چاہے قسم اٹھا سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ عربی کا یہ ضابطہ بھی سمجھ لیں کہ قسم ہو یا حرف قسم ہو اور اس پر حرف لا داخل ہو تو وہ زائدہ ہوتا ہے اس کا کوئی معنیٰ نہیں ہوتا۔ لہٰذا فَلَآ اُقۡسِمُ کا معنیٰ ہوگا میں قسم اٹھاتا ہوں۔ اگر لَآ کا معنیٰ کریں تو معنیٰ ہوگا میں قسم نہیں اٹھاتا۔ تو ضابطے کے مطابق لَآ کا ترجمہ نہیں ہوگا۔ معنیٰ ہوگا میں قسم اُٹھاتا ہوں بِالۡخُنَّسِ۔ خُنَّس خَنۡسَاءُ کی جمع ہے (اور خُنَّس اَخۡنَس کی جمع بھی آتی ہے)۔ اس کا معنیٰ ہے پیچھے ہونا۔ اور کُنَّس کَنۡسَاءُ کی جمع ہے (اور اَکۡنَس کی جمع بھی آتی ہے) اس کا معنیٰ ہے چھپ جانا۔

ستاروں کی تفصیل :

ستارے دو قسم کے ہیں۔ ثوابت: جو اپنی جگہ قائم رہتے ہیں اور سیارات: حرکت والے، چلنے والے۔ کوئی مغرب کی طرف چلتا ہے، کوئی مشرق کی طرف چلتا ہے، کوئی شمال کی طرف چلتا ہے، کوئی جنوب کی طرف چلتا ہے۔ جو ستارے اپنی جگہ قائم رہتے ہیں انہی سے متعلق ہے وَبِالنَّجۡمِ هُمۡ يَهۡتَدُوۡنَ ﴿النحل:۱۶﴾ "اور ستاروں کے ذریعے یہ لوگ راہ پاتے ہیں۔" ان ستاروں کے ذریعے لوگ راہ نمائی حاصل کرتے ہیں۔ سمندری اور صحرائی سفر ستاروں کو دیکھ کر کرتے تھے کہ ہم اس طرف سے آئے ہیں اور اس طرف کو جانا ہے۔ اس جگہ چلنے والے ستاروں کا ذکر ہے۔ اگر چہ اللہ تعالیٰ نے نام تو نہیں لیا مگر صفت ان کی بیان فرمائی ہے۔ یہ پانچ سیارے ہیں۔

❀ ۱..... زحل، ❀ ۲..... مشتری، ❀ ۳..... مریخ،

❀ ۴..... زہرہ، ❀ ۵..... عُطارد۔

ان کو ریاضی والے خَمسہ مُتحَیِّرہ کہتے ہیں۔یعنی پانچ حیران کن سیارے۔یہ بڑی تیزی کے ساتھ چلتے ہیں۔ چلتے چلتے رب تعالیٰ کے حکم سے واپس ہو جاتے ہیں پھر چھپ جاتے ہیں، نظر نہیں آتے۔ان آیتوں میں ان پانچ ستاروں کا ذکر ہے۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں میں قسم اُٹھاتا ہوں بِالْخُنَّسِ پیچھے ہٹ جانے والے ستاروں کی الْجَوَارِ تیزی سے چلنے والے ہیں الْكُنَّسِ چھپ جانے والوں کی۔ بڑی رفتار کے ساتھ چلتے ہیں پھر واپس آجاتے ہیں پھر چھپ جاتے ہیں، غائب ہو جاتے ہیں۔ یہ بڑا عجیب نظام ہے جو عام لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتا۔ان ستاروں کی قسم اُٹھا کر اللہ تعالیٰ نے یہ بات سمجھائی ہے کہ جیسے ان ستاروں کی حقیقت تم پوری طرح نہیں سمجھ سکتے اسی طرح یہ قرآن پاک حق اور سچ ہے لیکن تم اس کو پوری طرح نہیں سمجھ سکتے۔ستاروں کو نہ سمجھنے کے باوجود مانتے ہو اسی طرح قرآن کریم کو بھی مانو۔

وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ اور قسم ہے رات کی جب وہ آنے لگے۔ عَسْعَسَ اضداد میں سے ہے۔ اس کا معنیٰ آنے کا بھی ہے اور جانے کا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے رات بھی ایک بہت بڑی نشانی ہے وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ اور قسم ہے صبح کی جب وہ سانس لے یعنی روشن ہو جائے۔ یہ رات اور دن رب تعالیٰ کی قدرت کی ایسی نشانیاں ہیں کہ جن کو ہر آدمی سمجھتا اور دیکھتا ہے۔ان کو سمجھانے کے لیے دلیل کی ضرورت نہیں ہے کہ رات اس کو کہتے ہیں اور دن اس کو کہتے ہیں۔ان کی قسم اُٹھا کر فرمایا:

حضرت جبرئیل علیہ السلام کی صفات:

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ بے شک یہ قرآن بولا ہوا ہے بڑی عزت والے

قاصد کا۔ رسول کریم سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ کہ ان کے ذریعے یہ قرآن اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچایا ہے۔

پہلے پڑھ چکے ہو وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿الشعراء: ۱۹۲﴾ "اور بے شک یہ قرآن اتارا ہوا ہے رب العالمین کی طرف سے۔" جبرئیل علیہ السلام تمام فرشتوں کے سردار ہیں، معزز ہیں، وہ لے کر آئے ہیں ذِىْ قُوَّةٍ بڑی طاقت والا ہے۔ اس کی طاقت کا اندازہ اس سے لگاؤ کہ جب اللہ تعالیٰ نے لوط کی بستیوں کو اُٹھا کر پھینکنے کا حکم دیا تو پورے کا پورا علاقہ ایسے سمجھو جیسے لاہور سے وزیر آباد تک کا علاقہ ہے۔ اتنا بڑا علاقہ۔ پَر مارا جیسے کسّی یا بیلچہ مارو تو زمین میں چلا جاتا ہے۔ اس طرح پَر مارا اور زمین کو پَر پر اُٹھا کر بلندی پر لے جا کر اُلٹا کر کے پھینک دیا۔ تو رب تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو بڑی قوت دی ہے عِنْدَ ذِى الْعَرْشِ مَكِيْنٍ عرش والے کے ہاں بڑی عزت والے ہیں۔ تمام فرشتوں کے سردار اور امام ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادم ہیں مُّطَاعٍ اس کی اطاعت کی جاتی ہے۔ تمام فرشتے اس کے مطیع ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو حکم دیتے ہیں تمام فرشتے بلا قیل وقال اس کو بجا لاتے ہیں ثَمَّ اَمِيْنٍ وہاں بڑا امین ہے۔ روح الامین، روح القدس، یہ جبرئیل علیہ السلام کے لقب ہیں۔

مشرک، کافر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیوانہ کہتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چند آدمی تھے باقی ساری قوم ایک طرف تھی۔ پھر یہ لفظ اتنا مشہور کیا ہوا تھا کہ بچے بچے کی زبان پر تھا کہ یہ دیوانہ ہے۔ اور دور دراز تک پھیلا یا ہوا تھا۔

حضرت ضماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ اور تمھارا ساتھی دیوانہ نہیں

ہے۔ یہ بات پہلے بیان ہو چکی ہے کہ ازدشنوٗہ قبیلے کا ایک آدمی تھا جس کا نام ضماد تھا۔ یہ پاگلوں کا دم کے ذریعے علاج کرتا تھا اللہ تعالیٰ شفا دے دیتا تھا۔ یہ ازدشنوٗہ بستی سے چل کر مکہ مکرمہ پہنچا۔ پتا پوچھتے پوچھتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچ گیا۔ کہنے لگا حضرت! آپ نے سنا ہوگا کہ ازدشنوٗہ قبیلے کا ایک آدمی دیوانوں کو دم کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ شفا دے دیتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں! سنا ہے۔ کہنے لگا وہ عاجز میں ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ کعبۃ اللہ کے متولیوں کا بیٹا پاگل ہو گیا ہے۔ میں انسانی ہمدردی کے تحت آیا ہوں میں نے آپ سے کچھ نہیں لینا اگرچہ فیس میری کافی زیادہ ہے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے یہ بات سنی تو مسکرائے اور فرمایا کہ میں آپ کی تشریف آوری کی قدر کرتا ہوں، آپ نے بڑی تکلیف اُٹھائی ہے مگر میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے پاگل نہیں ہوں۔ کہنے لگا لوگ کیوں کہتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لوگوں کی زبانوں پر تو میرا کنٹرول نہیں ہے۔ کہنے لگا آپ کیا کہتے ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمعہ والا خطبہ پڑھا اور اس کے بعد سورہ والسماء والطارق پڑھی۔ وہ چونکہ عربی تھا اور شاعر اور خطیب بھی تھا۔ وہ عربی زبان کی خوبیوں کو جانتا تھا۔ ہم چونکہ عربی زبان سے واقف نہیں ہے اس لیے اس کی خوبیوں کا علم نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھتے جاتے تھے اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورہ طارق پڑھ لی تو کہنے لگا یہ مخلوق میں سے کسی کا کلام نہیں ہے، یہ رب تعالیٰ کا کلام ہے۔ آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہو کر واپس چلا گیا۔

مشرکوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ ابولہب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سگا چچا تھا۔ ابوجہل اور ابولہب نے باری مقرر کی ہوئی تھی کہ ایک دن

تردید کے لیے میں نے اس کے ساتھ رہنا ہے اور ایک دن تو نے ساتھ رہنا ہے۔ اسلام میں حج ۹ ھ میں فرض ہوا ہے۔ لیکن لوگ اس سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقے کے مطابق حج کرتے تھے۔ عرفات، منیٰ میں بڑا اجتماع ہوتا تھا۔ ابوجہل نے کہا کہ یہ جب عرفات میں تقریر کرے گا تو میں تردید کروں گا اور جب منیٰ میں کرے گا تو تو نے تردید کرنی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے کہ لوگ اکٹھے ہیں اور لوگوں کو توحید و رسالت کا مسئلہ، قیامت کا مسئلہ سمجھاتے۔ لوگ بڑے اطمینان سے سنتے۔ ابوجہل بھی بڑے اطمینان کے ساتھ بیٹھ کر سنتا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیان ختم ہوتا تو یہ کھڑا ہو جاتا اور کہتا لوگو! میرا نام عمرو بن ہشام ہے۔ بڑا مشہور آدمی تھا کیوں کہ مکہ مکرمہ کا ابوالحکم تھا ،چیئر مین۔ یہ جس کی تقریر تم نے سنی ہے یہ میرا بھتیجا ہے۔ یہ پاگل ہے اس کی بات نہ ماننا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جتنی تقریر کرتے تھے یہ دو جملوں میں اس پر پانی پھیر دیتا تھا۔ اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منیٰ میں تقریر کرتے مسجد خیف کے پاس۔ جب بیان ختم ہوتا تو ابولہب اُٹھ کر کھڑا ہو جاتا اور کہتا اَيُّهَا النَّاس لوگو میری بات سنو! اس کا نام محمد ہے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کے والد کا نام عبداللہ ہے۔ عبداللہ میرا چھوٹا بھائی تھا۔ میں اس کا تایا ہوں۔ یہ صابی ہے، کاذب ہے، پاگل ہے، اس کے پھندے میں نہ آنا (معاذ اللہ تعالیٰ)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھنٹہ دو گھنٹہ بیان فرماتے یہ اُٹھ کر اس پر پانی پھیر دیتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ اور نہیں ہے تمھارا ساتھی دیوانہ وَلَقَدْ رَاٰهُ اور البتہ تحقیق اس نے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا ہے اس رسول کریم کو یعنی جبرئیل علیہ السلام کو بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ روشن کنارے پر۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام

کو اصل شکل میں دو دفعہ دیکھا ہے۔ ایک دفعہ زمین پر لَهٗ سِتُّمِائَةِ اَجْنِحَةٍ "اس کے چھ سو پَر تھے۔" جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نبوت کی ذمہ داری ڈالی گئی جبل نور پر مکہ مکرمہ میں۔ اور دوسری مرتبہ معراج کی رات عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى۔ اس کے علاوہ جتنی دفعہ بھی جبرئیل علیہ السلام آئے ہیں کبھی دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں اور کبھی کسی دیہاتی کی شکل میں، کبھی کسی کی شکل میں۔ اس کا حوالہ اللہ تعالیٰ دیتے ہیں کہ تمھارے ساتھی نے اس رسول کریم کو دیکھا ہے۔ وَمَا هُوَ اور نہیں ہے وہ تمھارا ساتھی عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ غیب کی بات پر بخل کرنے والا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب کوئی غیب کی خبر معلوم ہوتی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو ظاہر کرنے میں کوئی بخل نہیں کرتے تھے بلکہ ٹھیک ٹھیک دوسروں تک پہنچا دیتے تھے۔ دوزخ کیا ہے؟ میدان محشر کیا ہے؟ فرشتے کیا ہیں؟ پل صراط کیا ہے؟ سارا قرآن کریم غیب سے آیا ہے۔ یہ تمام غیب کی خبریں ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتلائی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر بخل نہیں کیا۔

اہل بدعت اس آیت کریمہ سے استدلال کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سارا غیب جانتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میں بخل نہیں کرتے تھے۔ یہ ان کی نادانی ہے۔ اس لیے کہ یہ سورت ساتویں نمبر پر نازل ہوئی ہے اس کے بعد ایک سو سات سورتیں نازل ہوئی ہیں۔ اگر آپ کو سارا غیب معلوم ہو گیا تھا تو ایک سو سات سورتوں کے بعد میں نازل ہونے کا کیا معنیٰ ہے۔ اگر اس غیب سے سارا غیب مراد ہے تو پھر یہ آیت کریمہ قرآن کی آخری آیت ہونی چاہیے تھی۔ اس کے بعد قرآن کا کوئی حصہ نازل نہ ہوتا۔ حالانکہ اس کے بعد بڑی بڑی سورتیں نازل ہوئی ہیں۔ تو یہاں غیب کی خبریں مراد ہیں۔

فرمایا وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ اور نہیں ہے یہ کہا ہوا شیطان مردود کا۔

چند دن وحی نہ آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چچی ابولہب کی بیوی جس کا نام عوراء اور کنیت اُم جمیل تھی اور ابوسفیان کی سگی بہن تھی۔ یہ خاندان طبعی طور پر سخت، کرخت مزاج والا تھا۔ آکر کہنے لگی قَدْ تَرَكَكَ شَيْطَانُكَ "تیرے شیطان نے تجھے چھوڑ دیا ہے جو وحی لے کر تیرے پاس آتا تھا۔" یعنی جبریل علیہ السلام (العیاذ باللہ تعالیٰ)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ شیطان مردود کا قول نہیں ہے فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ پھر تم کدھر جارہے ہو اِنْ هُوَ نہیں ہے یہ قرآن اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ مگر نصیحت تمام جہانوں کے لیے لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ اس کے لیے کہ جو چاہے کہ وہ قائم رہے۔ جو مانے نصیحت اس کے لیے ہے۔ جو نہیں مانتا اس کے لیے کیا ہے۔ دیکھو! کھانا اللہ تعالیٰ نے بھوک ختم کرنے کے لیے بنایا ہے، پانی پیاس بجھانے کے لیے پیدا کیا ہے۔ مگر بھوک پیاس اسی کی بجھے گی جو کھائے گا، پیے گا۔ ویسے اگر زبانی طور پر سارا دن کہتا رہے کھانے سے پیٹ بھر جاتا ہے، پانی سے پیاس بجھ جاتی ہے، تو کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ استعمال کرے گا تو فائدہ ہوگا۔ یہ کتاب نصیحت ہے مگر اس کے لیے جو چاہے گا وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ اور تم نہیں چاہتے مگر یہ کہ چاہے اللہ تعالیٰ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ جو رب ہے تمام جہانوں کا۔ تم اکیلے کچھ نہیں کر سکتے جب تک رب تعالیٰ نہ کرے۔ بندے کو ایمان لانے کا، کفر اختیار کرنے کا، نیکی بدی کرنے کا اختیار اور قدرت ہے۔ مگر یہ قدرت تو رب نے دی ہے اس کے استعمال کرنے میں تم مختار ہو۔

مثال کے طور پر دیکھو! یہ ٹیوبیں ہیں، بلب ہیں، پنکھے ہیں، ہم بٹن دبا کر چلا سکتے ہیں مگر کب؟ جب کہ بجلی ہو۔ اگر بجلی پیچھے سے بند ہو جائے تو ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ بندے کو اتنا ہی اختیار ہے۔ اگر پیچھے سے رب تعالیٰ کی طرف سے بجلی بند ہو جائے تو پھر کوئی کچھ

بھی نہیں کرسکتا۔ تم نہیں چاہ سکتے مگر جورب چاہے جوتمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر

سُوْرَةُ الْاِنْفِطَار

(مکمل)

جلد ۲۱

اٰیاتھا ۱۹ | ۸۲ سُوْرَۃُ الْاِنْفِطَارِ مَکِّیَّۃٌ ۸۲ | رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۙ﴿۱﴾ وَ اِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۙ﴿۲﴾ وَ اِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۙ﴿۳﴾ وَ اِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ۙ﴿۴﴾ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَ اَخَّرَتْ ؕ﴿۵﴾ یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِ ۙ﴿۶﴾ الَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۙ﴿۷﴾ فِیْۤ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ؕ﴿۸﴾ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّیْنِ ۙ﴿۹﴾ وَ اِنَّ عَلَیْكُمْ لَحٰفِظِیْنَ ۙ﴿۱۰﴾ كِرَامًا كَاتِبِیْنَ ۙ﴿۱۱﴾ یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۱۲﴾ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ۙ﴿۱۳﴾ وَ اِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ ۙ﴿۱۴﴾ یَّصْلَوْنَهَا یَوْمَ الدِّیْنِ ﴿۱۵﴾ وَ مَا هُمْ عَنْهَا بِغَآىٕبِیْنَ ؕ﴿۱۶﴾ وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ ۙ﴿۱۷﴾ ثُمَّ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ ﴿۱۸﴾ یَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَیْـٴًـا ؕ وَ الْاَمْرُ یَوْمَىٕذٍ لِّلّٰهِ ﴿۱۹﴾ ع

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ جس وقت آسمان پھٹ جائے گا وَ اِذَا الْكَوَاكِبُ اور جس وقت ستارے انْتَثَرَتْ بکھر جائیں گے وَ اِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ اور جس وقت سمندر چلائے جائیں گے وَ اِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ اور جس وقت قبریں اکھیڑ دی جائیں گی عَلِمَتْ نَفْسٌ جان لے گا ہر نفس مَّا قَدَّمَتْ وَ اَخَّرَتْ جو اس نے آگے بھیجا ہے اور جو پیچھے

چھوڑا ہے يَاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اے انسان مَا غَرَّكَ کس چیز نے تجھے دھوکا دیا بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ رب کریم کے بارے میں الَّذِىْ خَلَقَكَ وہ جس نے تجھے پیدا کیا فَسَوّٰىكَ پھر تجھے درست کیا فَعَدَلَكَ پھر تجھے برابر کیا فِىْٓ اَىِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ جس صورت میں چاہا رَكَّبَكَ تجھے جوڑ دیا كَلَّا خبردار بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ بلکہ تم جھٹلاتے ہو بدلے کے دن کو وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ اور بے شک تمھارے اوپر البتہ نگران ہیں كِرَامًا كَاتِبِيْنَ وہ بڑے شریف لکھنے والے ہیں يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ جانتے ہیں جو تم کرتے ہو اِنَّ الْاَبْرَارَ بے شک نیک لوگ لَفِىْ نَعِيْمٍ البتہ نعمتوں میں ہوں گے وَاِنَّ الْفُجَّارَ اور بے شک نافرمان لَفِىْ جَحِيْمٍ شعلے مارنے والی آگ میں ہوں گے يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ داخل ہوں گے اس میں بدلے والے دن وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِيْنَ اور نہیں ہوں گے وہ اس سے غیر حاضر وَمَآ اَدْرٰىكَ اور آپ کو کس نے بتلایا مَا يَوْمُ الدِّيْنِ کیا ہے بدلے کا دن ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ پھر آپ کو کس نے بتلایا مَا يَوْمُ الدِّيْنِ کیا ہے بدلے کا دن يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ جس دن مالک نہیں ہوگا کوئی نفس لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا کسی نفس کے لیے کسی شے کا وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ اور حکم اور معاملہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہوگا۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام سورۃ الانفطار ہے۔ پہلی ہی آیت کریمہ میں انفطرت کا لفظ موجود ہے، اس سے لیا گیا ہے۔ اکیاسی سورتیں «۸۱» اس سے پہلے نازل ہو چکی تھیں۔ نزول کے اعتبار سے اس کا بیاسیواں نمبر «۸۲» ہے۔ اس کا ایک رکوع اور انیس «۱۹» آیتیں ہیں۔

قرآن کریم میں جن مسائل پر زیادہ زور دیا گیا ہے ان میں توحید کا مسئلہ ہے، رسالت کا مسئلہ ہے اور قیامت کا مسئلہ ہے۔ اور توحید کا مسئلہ اس وقت تک سمجھ نہیں آ سکتا جب تک شرک کا علم نہ ہو۔ اس لیے شرک کی بھی بڑی سختی کے ساتھ تردید کی ہے۔ مشرکین مکہ قیامت کی بڑے زوردار الفاظ میں تردید کرتے تھے۔ اس لیے زوردار الفاظ میں قیامت کا اثبات کیا گیا ہے کئی سورتوں میں۔ کسی کا نام الحاقہ ہے، کسی کا نام القارعہ ہے۔ یہ سب قیامت کے متعلق ہیں۔ مکہ مکرمہ میں جتنی سورتیں نازل ہوئی ہیں ان میں انھی مسائل پر زور دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ جس وقت آسمان پھٹ جائے گا۔ پھٹنے کے بعد اکٹھا ہو جائے گا۔ جس طرح سائبان کو اکٹھا کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد آسمان کو اس طرح لپیٹ دیا جائے گا جس طرح بستے میں کتابوں کو لپیٹ دیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یَوْمَ نَطْوِی السَّمَآءَ کَطَیِّ السِّجِلِّ لِلْکُتُبِ «الانبیاء: ۱۰۴» "جس دن ہم لپیٹ دیں گے آسمانوں کو مثل لپیٹ دینے طومار کے کتابوں کو۔" ساتوں آسمانوں میں سے کوئی بھی نہیں بچے گا وَاِذَا الْکَوَاکِبُ انْتَثَرَتْ اور جس وقت ستارے بکھر جائیں گے۔ کواکب کوکبٌ کی جمع ہے اور کوکب کا معنیٰ ہے

ستارہ۔ جس وقت یہ ستارے بکھر کر زمین پر گر جائیں گے۔ آسمان کو جب حرکت دی جائے گی تو ستارے اپنی جگہ چھوڑ کر بکھر جائیں گے انکَدَرَتْ زمین پر گر جائیں گے۔ وَاِذَاالْبِحَارُ فُجِّرَتْ۔ بحار بحر کی جمع ہے۔ اس کا معنی ہے سمندر۔ اور جس وقت سمندر چلائے جائیں گے۔ سات سمندر (بحرًا واحدًا) ایک سمندر ہو جائیں گے۔ یہ نفخۂ اولیٰ کے وقت ہوگا۔ پھر نفخۂ ثانیہ کے بعد کیا ہوگا وَاِذَاالْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ اور جس وقت قبریں اکھاڑ دی جائیں گی۔

حضرت اسرافیل علیہ السلام جب دوبارہ بگل پھونکیں گے تو سب قبروں سے نکل آئیں گے۔ جن کو جلایا گیا یا پرندے، درندے کھا گئے، سب آجائیں گے۔ یہ قبر کا لفظ اس لیے استعمال کیا ہے کہ عرب کے باشندے مشرکین، یہودی، عیسائی، مردوں کو قبروں میں دفن کرتے تھے۔ اس کا یہ مطلب نہ سمجھنا کہ قبروں والے تو آجائیں گے اور باقیوں کو چھٹی مل جائے گی۔ بلکہ سب آئیں گے عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّاقَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ جان لے گا ہر نفس جو اس نے آگے بھیجا ہے اور جو پیچھے چھوڑا ہے۔ آگے سے مراد وہ نیکیاں جو اس نے زندگی میں کی ہیں وہ آخرت میں جمع ہو گئیں۔ اور پیچھے چھوڑنے کا مطلب یہ ہے کہ صدقہ جاریہ کا کوئی کام کر گیا۔ مسجد بنوائی، دینی مدرسہ بنوایا، یتیم خانہ کھول گیا، نلکا لگا گیا، رفاہِ عام کا کوئی بھی کام کر گیا۔ جب تک یہ چیزیں رہیں گی بدستور اجر اس کو پہنچتا رہے گا۔ نیک اولاد بھی صدقہ جاریہ ہے۔

اسی طرح جس نے بُرے کام کیے وہ بھی آگے پہنچ چکے ہیں اور جو پیچھے چھوڑے ہیں مثلاً: سینما گھر بنایا ہے، شراب خانہ کھولا ہے، بُری اولاد چھوڑی ہے، سب جان لے گا اور اس کا وبال بھگتے گا۔

یَاَیُّهَاالْاِنْسَانُ اے انسان! مَاغَرَّكَ۔ غَرَّ یَغُرُّ کا معنی ہے دھوکا دینا۔ کس چیز نے تجھے دھوکا دیا ہے بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِ اپنے رب کے بارے میں جو کریم ہے، مہربان ہے۔ کیوں دھوکے میں پڑا ہوا ہے، اس کا حق کیوں ادا نہیں کرتا، کیوں غفلت میں پڑا ہوا ہے؟ اَلَّذِیْ خَلَقَكَ جس نے تجھے پیدا کیا وہ تیرا خالق ہے فَسَوّٰىكَ پس اس نے تجھے درست کیا۔ ساری مخلوق سے تیری شکل وصورت اچھی بنائی اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ میں تجھے پیدا کیا فَعَدَلَكَ پھر اس نے تجھے برابر کیا خاص اعتدال کے ساتھ۔ ایک ٹانگ اتنی ہی رہتی اور دوسری نصف میل جتنی لمبی ہوتی تو بندہ کیسے چلتا؟ ایک بازو اتنا ہی ہوتا اور دوسرا دس فٹ لمبا ہوتا تو کیسی شکل بنتی؟ (ایک کان ہمارا اتنا ہی ہوتا اور دوسرا ہاتھی کے کان جتنا ہوتا، ایک ہاتھ اتنا ہی ہوتا اور دوسرا ہاتھی کی ٹانگ جتنا ہوتا، ایک لات اتنی ہی ہوتی اور دوسری گدھے کی ٹانگ کی طرح کر دیتا، ایک آنکھ اتنی ہی ہوتی اور دوسری اتنی بڑی ہوتی جیسے سر ہے۔ لیکن اس نے اعتدال کے ساتھ سب کچھ بنایا ہے۔ اب اگر ہماری آنکھیں رب تعالیٰ ٹخنوں میں لگا دیتا تو پھر جو ہوتا ہمارے ساتھ وہ عیاں ہے۔ عیاں را چہ بیاں۔ ہر چیز کو رب نے اپنے اپنے مقام پر رکھا۔)

وہ ایسا کر سکتا تھا مگر اس نے ہر چیز برابر لگائی ہے، اعتدال کے ساتھ رکھی ہے۔ جس طرح اس نے بنا دیا ہے اس سے بہتر صورت نہیں ہو سکتی تھی فِیْٓ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ جس صورت میں چاہا تجھے جوڑ دیا۔ مردوں کی شکلیں جدا، عورتوں کی شکلیں جدا۔ کروڑوں انسان دیکھیں ایک کی شکل کا دوسرا ہے ہی نہیں۔ جس ذات کی یہ کاریگریاں ہیں اس کی نافرمانی کرتے ہو كَلَّا خبردار بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّیْنِ بلکہ تم جھٹلاتے

ہو بدلے کے دن کو حساب کے دن کو جھٹلاتے ہو۔ زوردار الفاظ میں کہتے ہو قیامت نہیں آئے گی۔ یقین رکھو! قیامت آئے گی وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ اور بے شک تمہارے اوپر البتہ نگران ہیں، حفاظت کرنے والے ہیں كِرَامًا - کریم کی جمع ہے، بڑے شریف ہیں كَاتِبِيْنَ لکھنے والے يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ وہ جانتے ہیں جو تم کرتے ہو۔

دائیں اور بائیں کندھوں پر بیٹھنے والے فرشتے :

سورت ق میں تفصیلاً تم پڑھ چکے ہو عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ "ایک فرشتہ دائیں کندھے پر بیٹھا ہے اور ایک بائیں کندھے پر بیٹھا ہے مگر ہمیں ان کا احساس نہیں ہوتا مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ نہیں بولتا انسان کوئی لفظ مگر اس کے پاس ایک نگران ہوتا ہے وہ فوراً لکھ لیتا ہے۔"

لیکن اس میں تفصیل ہے ... دائیں کندھے والا فرشتہ نیکیاں لکھنے والا ہے اور بائیں کندھے والا برائیاں لکھنے والا ہے۔ اور بائیں کندھے والا فرشتہ دائیں کندھے والے فرشتے کا ماتحت ہے۔ احادیث میں تفصیل اس طرح آتی ہے کہ آدمی جب زبان سے کوئی اچھی بات نکالتا ہے تو دائیں کندھے والا فرشتہ فوراً لکھ لیتا ہے۔ اگر زبان سے بُری بات نکلے تو بائیں کندھے والا لکھنا چاہتا ہے مگر دائیں والا اس کو روک دیتا ہے کہ ہو سکتا ہے توبہ کر لے۔ کچھ دیر تک انتظار کرتا ہے۔ جب توبہ نہیں کرتا تو پھر وہ حکم دیتا ہے کہ اُكْتُبْ "لکھ لو۔"

مجلسوں میں واہی تباہی باتیں ہو جاتی ہیں، لوگوں کی غیبتیں آدمی سنتا رہتا ہے۔ اسی لیے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ آدمی جس وقت مجلس سے کھڑا ہو تو یہ دعا پڑھے

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَ اَتُوْبُ اِلَيْكَ

جو گناہ مجلس میں ہوئے ہیں وہ معاف ہو جائیں گے۔ اگر مجلس میں صرف نیکیاں ہوئی ہیں تو ان پر مہر لگ جائے گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ معمول تھا امت کی تعلیم کے لیے۔

تو فرمایا جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو۔ سوال یہ ہے کہ انسان جو ارادہ کرتا ہے نیکی، بدی کا، وہ لکھا جاتا ہے یا نہیں؟ تو اس کے متعلق کافی تفصیل ہے۔ علمائے کرام کا ایک گروہ کہتا ہے کہ نیکی کا ارادہ بھی لکھتے ہیں اور برائی کا ارادہ بھی لکھتے ہیں۔ اس پر پھر یہ سوال ہوتا ہے کہ علیم بذات الصدور تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے دلوں کے راز تو رب تعالیٰ جانتا ہے فرشتوں کو دل کی بات کا کیسے پتا چلتا ہے۔ انسان جو کرتا ہے وہ فعل ہے۔ فعل کو فرشتہ دیکھتا ہے۔ اور جو بات زبان سے نکلتی ہے وہ قول ہے اس کو فرشتہ سنتا ہے۔ لیکن دل کے ارادے کا اس کو کیسے علم ہوتا ہے؟

اس بات کا علمائے کرام جواب دیتے ہیں کہ بندہ جب نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو رائحۃٌ طیبۃٌ اچھی خوشبو دل سے باہر نکلتی ہے اور بُرا ارادہ کرتا ہے تو رائحۃٌ کریھۃٌ بد بو دل سے باہر نکلتی ہے جس سے یہ فرشتے سمجھ جاتے ہیں اور لکھ لیتے ہیں۔ تفصیلی علم تو فرشتوں کو نہیں ہوتا کہ اچھا بُرا کیا ارادہ کیا؟ بس اجمالی طور پر وہ لکھتے ہیں کہ اس نے بُرا ارادہ کیا یا اچھا ارادہ کیا ہے۔ قول، فعل کا لکھنا قرآن سے ثابت ہے اور ارادے کا لکھنا روایتوں سے ثابت ہے۔

تو یہ لکھنے والے فرشتے دو دن کے لیے مقرر ہیں اور دو رات کے لیے۔ دن والوں کی ڈیوٹی صبح کی نماز کے وقت شروع ہوتی ہے۔ جب فجر کی نماز شروع ہوئی جس وقت میں نے کہا اللہ اکبر! تو رات والے فرشتوں کی ڈیوٹی ختم ہوگئی اور دن والے آ گئے۔ اس

مسجد کے ساتھ جن لوگوں کا تعلق ہے سارے محلے والوں کی ڈیوٹی بدل گئی۔ پھر جب عصر کا وقت ہوگا امام اللہ اکبر! کہے گا تو دن والے فرشتوں کی ڈیوٹی بدل جائے گی اور رات والے فرشتے چارج سنبھال لیں گے۔ اس محکمے کا نام ہے کراماً کاتبین۔ یہ کسی وقت بھی آدمی کا پیچھا نہیں چھوڑتے سوائے دو وقتوں کے۔ ایک قضائے حاجت کے وقت اور دوسرا جس وقت خاوند بیوی آپس میں ملتے ہیں۔ لیکن نگرانی کرتے رہتے ہیں۔ ایسے مقام پر کھڑے ہو جاتے ہیں جہاں سے بندے کے قول وفعل کو دیکھتے رہتے ہیں کہ باتھ روم میں بیٹھا کیا کر رہا ہے؟ گا رہا ہے یا کچھ اور کر رہا ہے۔

یہ تمام زندگی کا ریکارڈ محفوظ ہے اور قیامت والے دن گلے میں لٹکا دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوگا اِقْرَاْ كِتٰبَكَ "یہ اپنا اعمال نامہ پڑھ۔" ایک دو صفحے پڑھے گا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ذرا ٹھہر جا یہ جو تیرا اعمال نامہ لکھا ہے هَلْ ظَلَمَكَ كَتَبَتِي "کیا میرے لکھنے والوں نے تیرے ساتھ زیادتی کی ہے۔" کوئی بات اپنی طرف سے تیرے ذمہ لگا دی ہو؟ بندہ کہے گا نہیں پروردگار! جو میں نے کیا ہے وہی درج ہے۔ چند صفحے اور پڑھے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے بتا بندے فرشتوں نے تیرے ساتھ زیادتی تو نہیں کی ہے؟ کہے گا نہیں پروردگار! کوئی زیادتی نہیں کی میں نے جو کہا اور کیا ہے وہی درج ہے۔

تو آدمی اپنا نامہ اعمال خود پڑھے گا ہر آدمی کی فائل جدا جدا ہوگی۔ پھر کیا ہوگا؟

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ بے شک نیک لوگ البتہ نعمتوں میں ہوں گے۔ ابرار کا مفرد بَرٌّ بھی آتا ہے اور بَارٌّ بھی آتا ہے۔ آج ہم جنت کی نعمتوں اور خوشیوں کا تصور بھی نہیں کر سکتے وَاِنَّ الْفُجَّارَ۔ یہ فاجر کی جمع ہے، نافرمان۔ اور بے شک رب تعالیٰ

کے نافرمان، باغی لَفِیۡ جَحِیۡمٍ البتہ جحیم ہوں گے۔ جحیم کا معنیٰ ہے شعلے مارنے والی آگ۔ وہ آگ دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہوگی۔ آج دنیا کی آگ میں لوہا پگھل جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مومنین اور مومنات کو اس آگ سے بچائے۔ یَّصۡلَوۡنَہَا یَوۡمَ الدِّیۡنِ داخل ہوں گے اس میں بدلے والے دن۔ جس دن حساب کتاب ہوگا وَمَا ہُمۡ عَنۡہَا بِغَآئِبِیۡنَ اور وہ نہیں ہوں گے اس آگ سے غیر حاضر۔ مشرک کو ایک دفعہ داخل ہونے کے بعد نکلنا نصیب نہیں ہوگا۔ دنیا میں تو آدمی ایک مکان چھوڑ کر دوسرے مکان میں چلا جاتا ہے۔ وہ وہیں رہیں گے۔ البتہ جہنم کے اوپر والے طبقے میں گناہ گار مسلمان ہوں گے۔ اہل توحید جو گناہوں میں مبتلا رہے۔ یہ اپنے گناہوں کی سزا بھگت کر جنت میں چلے جائیں گے اور یہ سارا طبقہ خالی ہوجائے گا۔

فرمایا وَمَاۤ اَدۡرٰىکَ مَا یَوۡمُ الدِّیۡنِ اور اے مخاطب! تجھے کس نے بتلایا کہ بدلے والا دن کیا ہے؟ ثُمَّ مَاۤ اَدۡرٰىکَ مَا یَوۡمُ الدِّیۡنِ پھر تجھے کس نے بتلایا کہ بدلے والا دن کیا ہے؟ سن لو! یَوۡمَ لَا تَمۡلِکُ نَفۡسٌ لِّنَفۡسٍ شَیۡـًٔا وہ دن ہے جس دن نہیں مالک ہوگا کوئی نفس کسی نفس کے لیے کسی شے کا۔ پہلے پڑھ چکے ہو کہ آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا، اپنی ماں سے بھاگے گا، اپنی بیوی سے بھاگے گا، اپنے باپ سے بھاگے گا، اپنی اولاد سے بھاگے گا وَالۡاَمۡرُ یَوۡمَئِذٍ لِّلّٰہِ اور حکم اور معاملہ سارا اس دن اللہ تعالیٰ کے لیے ہوگا۔ آج کہتے ہیں میری حکومت، میری شاہی۔ یہ میری تیری کہنے والوں نے قوم کا ستیاناس کر دیا ہے۔ وہاں کوئی بولے گا بھی نہیں سب حکم اللہ تعالیٰ کا ہوگا اور وہ نافذ کرے گا اور کوئی ٹال نہیں سکے گا۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

تفسیر

سُوۡرَةُ الۡمُطَفِّفِيۡنَ

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتها ۳۶ ۸۳ سورة المطففين مكية ۸۶ ركوعها ۱

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۝

وَيۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِيۡنَ ۝۱ الَّذِيۡنَ اِذَا اكۡتَالُوۡا عَلَى النَّاسِ يَسۡتَوۡفُوۡنَ ۝۲ وَاِذَا كَالُوۡهُمۡ اَوْ وَّزَنُوۡهُمۡ يُخۡسِرُوۡنَ ۝۳ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمۡ مَّبۡعُوۡثُوۡنَ ۝۴ لِيَوۡمٍ عَظِيۡمٍ ۝۵ يَّوۡمَ يَقُوۡمُ النَّاسُ لِرَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۝۶ كَلَّاۤ اِنَّ كِتٰبَ الۡفُجَّارِ لَفِىۡ سِجِّيۡنٍ ۝۷ وَمَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا سِجِّيۡنٌ ۝۸ كِتٰبٌ مَّرۡقُوۡمٌ ۝۹ وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ۝۱۰ الَّذِيۡنَ يُكَذِّبُوۡنَ بِيَوۡمِ الدِّيۡنِ ۝۱۱ وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖۤ اِلَّا كُلُّ مُعۡتَدٍ اَثِيۡمٍ ۝۱۲ اِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيۡرُ الۡاَوَّلِيۡنَ ۝۱۳ كَلَّا بَلۡ رَانَ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ مَّا كَانُوۡا يَكۡسِبُوۡنَ ۝۱۴ كَلَّاۤ اِنَّهُمۡ عَنۡ رَّبِّهِمۡ يَوۡمَئِذٍ لَّمَحۡجُوۡبُوۡنَ ۝۱۵ ثُمَّ اِنَّهُمۡ لَصَالُوا الۡجَحِيۡمِ ۝۱۶ ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِىۡ كُنۡتُمۡ بِهٖ تُكَذِّبُوۡنَ ۝۱۷

وَيۡلٌ بربادی ہے لِّلۡمُطَفِّفِيۡنَ کمی کرنے والوں کے لیے

الَّذِيۡنَ وہ لوگ اِذَا اكۡتَالُوۡا جب ماپ کر لیتے ہیں عَلَى النَّاسِ لوگوں سے يَسۡتَوۡفُوۡنَ پورا پورا لیتے ہیں وَاِذَا كَالُوۡهُمۡ اور جب ماپ کر دیتے ہیں ان کو اَوْ وَّزَنُوۡهُمۡ یا ان کو تول کر دیتے ہیں يُخۡسِرُوۡنَ

کمی کرتے ہیں اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِكَ کیا یہ یقین نہیں کرتے اَنَّهُمْ
مَّبْعُوْثُوْنَ کہ بے شک وہ کھڑے کیے جائیں گے لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ
بڑے دن میں يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ جس دن کھڑے ہوں گے لوگ
لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ رب العالمین کے سامنے كَلَّآ پکی بات ہے اِنَّ كِتٰبَ
الْفُجَّارِ بے شک نافرمانوں کا دفتر لَفِيْ سِجِّيْنٍ سجین میں ہے وَمَآ
اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ اور آپ کو کس نے بتایا کہ سجین کیا ہے كِتٰبٌ
مَّرْقُوْمٌ یہ ایک دفتر ہے لکھا ہوا وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ بربادی ہے
اس دن جھٹلانے والوں کے لیے الَّذِيْنَ وہ لوگ يُكَذِّبُوْنَ جو
جھٹلاتے ہیں بِيَوْمِ الدِّيْنِ بدلے کے دن کو وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اور نہیں
جھٹلاتا اس کو اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ مگر ہر زیادتی کرنے والا اَثِيْمٍ گناہ گار
اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا جب پڑھی جاتی ہیں اس کے سامنے ہماری آیتیں
قَالَ کہتا ہے اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں
كَلَّا پکی بات ہے بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ بلکہ زنگ چڑھ گیا ہے ان
کے دلوں پر مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ اس کمائی کی وجہ سے جو وہ کرتے ہیں كَلَّآ
خبردار اِنَّهُمْ بے شک وہ عَنْ رَّبِّهِمْ اپنے رب سے يَوْمَئِذٍ اس
دن لَّمَحْجُوْبُوْنَ پردے میں رکھے جائیں گے ثُمَّ اِنَّهُمْ پھر بے شک
یہ لوگ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ البتہ داخل ہوں گے شعلے مارنے والی آگ میں

ثُمَّ يُقَالُ پھر کہا جائے گا هٰذَا الَّذِيْ یہ ہے وہ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ جس کو تم جھٹلاتے تھے۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام سورت المطففین ہے۔ پہلی آیت کریمہ ہی میں مطففین کا لفظ موجود ہے جس سے اس کا نام رکھا گیا ہے۔ مطففین کا معنیٰ ہے ناپ تول میں کمی کرنے والے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے پچاسی ٫ ۸۵ ٫ سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ (یہ چھیاسیویں ٫ ۸۶ ٫ نمبر پر نازل ہوئی)۔ اس کا ایک رکوع اور ٫ ۳۶ ٫ چھتیس آیتیں ہیں۔

وَيْلٌ ۔ ویل کا لفظی معنیٰ ہے ہلاکت، بربادی، تباہی۔ اور ویل جہنم میں ایک طبقے کا نام بھی ہے۔ تو ویل کن لوگوں کے لیے ہے؟ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ کمی کرنے والوں کے لیے ہے تول میں اور ناپ میں۔ اللہ تعالیٰ نے خود وضاحت فرما دی الَّذِيْنَ وہ لوگ ہیں اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ جب ماپ کر لیتے ہیں لوگوں سے يَسْتَوْفُوْنَ پورا پورا لیتے ہیں۔ اپنا حق پورا وصول کرنا اچھی بات ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ خرابی اگلی بات میں ہے وَاِذَا كَالُوْهُمْ اور جب ماپ کر دیتے ہیں ان کو اَوْ وَّزَنُوْهُمْ یا ان کو تول کر دیتے ہیں يُخْسِرُوْنَ کمی کرتے ہیں۔ اپنا حق پورا لیتے ہیں دوسروں کو پورا حق نہیں دیتے۔

خرید و فروخت کے بارے میں مسئلہ یہ ہے کہ مثلاً: ایک آدمی دکان دار سے کہتا ہے کہ ایک کلو گھی دے دے یا فروٹ دے دے یا دال دے دے، کوئی چیز بھی ہے۔ دکان دار کہتا ہے کہ میں سو روپے کی دوں گا، مثال کے طور پر اور خریدنے والا کہتا ہے ٹھیک

ہے تول دے۔ یہ سودا ہو گیا۔ اگر دکان دار اس میں سے ایک دانے کی بھی کمی کرے گا تو قیامت والے دن اس کو دینا پڑے گا۔ کیوں کہ قیمت اس نے ایک کلو کی لی ہے۔ اس میں جو اس نے کمی کی ہے یہ اس کا حق مارا ہے۔

حقوق العباد اور غنیۃ الطالبین کے دو واقعات :

یاد رکھنا! حقوق العباد کا مسئلہ بڑا سخت ہے۔ کئی دفعہ سن چکے ہو کہ شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "غنیۃ الطالبین" میں ایک بزرگ کا واقعہ نقل کیا ہے۔ ایک بڑے نیک آدمی تھے، فوت ہو گئے۔ اپنے ساتھی کو خواب میں ملے۔ انھوں نے پوچھا کہ آپ کے ساتھ کیا گزری؟ کہنے لگے امتحان میں تو کامیاب ہو گیا ہوں لیکن جنت کے دروازے سے مجھے اندر داخل نہیں ہونے دے رہے۔ فرشتے کہتے ہیں اِسْتَعَرْتَ اِبْرَۃً مِّنَ الْجَارِ فَلَمْ تَرُدَّھَا "تو نے اپنے پڑوسی سے سوئی مانگ کر لی تھی وہ تو نے واپس نہیں کی، آپ کے وارث وہ سوئی واپس کریں گے تو داخل ہونے کی اجازت ہوگی"۔ صرف ایک سوئی کی وجہ سے جنت میں داخلے سے محروم ہیں۔ یہاں تو لوگ کارخانے غائب کر جاتے ہیں، مشینیں کھا جاتے ہیں۔

ایک دوسرا واقعہ بھی بیان کیا ہے کہ ایک آدمی دعوت کھا کر باہر نکلا تو کسی کے کھیت سے پودا توڑ کر اس سے خلال کیا، دانتوں سے بوٹی نکالی۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ جنت میں نہیں داخل ہو سکتا کہ اس نے بغیر اجازت کے تنکا توڑ کر خلال کیا تھا۔ جب تک اس کے وارث اس کا نقصان نہیں بھریں گے۔ معاف رکھنا! یہاں تو قربانی کے بکرے چھترے لوگوں کی فصلیں چرتے ہیں۔ ہم نے حقوق العباد کو کچھ نہیں سمجھا حالانکہ حقوق العباد کا مسئلہ بڑا سخت مسئلہ ہے۔ کسی قسم کی ہیرا پھیری سنگین جرم ہے۔

ابوداؤد شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ کی غلہ منڈی میں تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ مختلف اجناس کے بڑے بڑے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔ گندم، جو، باجرہ وغیرہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑے خوش ہوئے کہ ہر چیز وافر مقدار میں موجود ہے۔ ایک بڑا ڈھیر دیکھا کہ ماشاء اللہ بڑا ڈھیر ہے۔ جبرئیل تشریف لائے اور کہنے لگے حضرت! اس ڈھیر کو اوپر سے نہ دیکھیں ہاتھ ڈال کر اندر سے دیکھو۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ مبارک اندر ڈالا تو دانے بھیگے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے بندے! یہ کیا بات ہے؟ اس نے کہا حضرت! اَصَابَتْهُ السَّمَآء "بارش کی وجہ سے بھیگ گئے ہیں۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بارش ہوگئی تھی تو تیرا فرض تھا اس کو خشک کرنا۔ یہ تو دھوکا ہے۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا "جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔" بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آج تو کوئی چیز بھی خالص نہیں ملتی۔ چینی، نمک تک جیسی سستی چیز بھی اگر دیانت دار پیس کر نہ دے تو اس میں بھی ملاوٹ ہوتی ہے۔ ماشاء اللہ! ہم مسلمان کہلانے والے ہیں۔

یاد رکھنا! گاہک کے ساتھ جو طے کیا ہے وہی اس کو دو۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر کسی چیز میں کوئی عیب ہے تو وہ عیب بتلانا ضروری ہے۔ اگر بغیر عیب بتلائے بیچ دی تو اس کی کمائی حلال نہیں ہوگی۔ اور ہمارا حال یہ ہے کہ ہم عیب چھپاتے ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا کاروباری معاملات میں احتیاط کا ایک واقعہ :

امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کپڑے کا کاروبار کرتے تھے اور اس کی کمائی

محدثین، فقہائے کرام، بیوہ عورتوں، یتیم بچوں اور غریبوں، مسکینوں پر خرچ کرتے تھے۔ بہت بڑی دکان تھی۔ کسی کام جانا تھا تو شاگرد کو کہا بیٹا! مجھے کام پیش آ گیا ہے تھانوں کی قیمت سمجھ لے۔ اس کی اتنی قیمت ہے، اس کی اتنی قیمت ہے اور اس کی اتنی قیمت ہے۔ مگر اس میں عیب ہے جب بیچنا ہے تو عیب بتلا کر بیچنا ہے۔ جب واپس تشریف لائے تو شاگرد سے پوچھا کہ کون کون سا تھان بکا ہے، کتنی رقم ملی ہے۔ شاگرد نے بتلایا کہ فلاں فلاں تھان بک گئے ہیں اور وہ گرم تھان جس میں عیب تھا وہ بھی بِک گیا ہے۔ فرمایا گاہک کو عیب بتلایا تھا؟ شاگرد نے کہا کہ مجھے بتلانا یاد نہیں رہا۔ امام صاحب نے فرمایا اِنَّا لِلّٰہ وانا الیہ راجعون میری کمائی میں خرابی پیدا ہو گئی ہے۔ فرمایا جنھوں نے خریدا ہے وہ قافلہ کس طرف گیا ہے؟ شاگرد نے بتلایا۔

اصطبل خانے پہنچے جس طرح آج کل یہاں ٹیکسیوں کے اڈے ہیں، بسوں کے اڈے ہیں، اس زمانے میں شہر سے باہر اصطبل ہوتے تھے۔ گھوڑے، گدھے، اونٹ کرایہ پر ملتے تھے۔ اصطبل والے سے کہا بھائی! جو تیرے پاس تیز رفتار گھوڑا ہے وہ مجھے دے۔ گھوڑا لیا اور قافلے والوں کے پاس پہنچ گئے۔ خریدار کا حلیہ پوچھ کر گئے تھے اس کو پہچان لیا۔ اس سے فرمایا کہ آپ نے کوفے کی فلاں دکان سے ایک گرم تھان خریدا ہے؟ اس نے کہا ہاں! خریدا ہے، پیسے دے کر آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا اسی طرح ہی ہے۔ مگر بات یہ ہے کہ اس تھان میں عیب ہے میرے شاگرد کو بتلانا یاد نہیں رہا میں وہ عیب بتلانے کے لیے آیا ہوں۔ تھان ہے اتنے ہی پیسوں کا۔

آج ایسے آدمی کہاں ملیں گے؟ آج کل تو عیب چھپاتے ہیں۔ یقین جانو! ان چیزوں نے ہمیں اسلام کی خوبیوں سے محروم کر دیا ہے۔ کئی دفعہ سن چکے ہو کہ حرام کا ایک

لقمہ کھانے سے چالیس دن تک دعا قبول نہیں ہوتی ۔ اور ہمارے تو پیٹ حرام سے بھرے ہوئے ہیں۔

ابوداؤد شریف میں روایت ہے کہ اگر کسی نے دس روپے کا کرتہ خریدا اس میں ایک روپیہ حرام کا ہے جب تک وہ کرتہ جسم پر رہے گا اس کی نماز قبول نہیں ہوگی ۔ آج تو ہمارا دور ہی ہیرا پھیری کا ہے۔ یہ بڑے اہم مسئلے ہیں قرآن وحدیث کے، ان کو یاد کرلو۔

تو فرمایا لوگوں سے ماپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں اور جب ان کو ماپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو گھٹا کر دیتے ہیں اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِكَ۔ ظن کے معنٰی یقین کے بھی آتے ہیں اور گمان کے بھی آتے ہیں ۔ یہاں یقین کے معنٰی ہیں۔ کیا وہ یقین نہیں کرتے اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ کہ بے شک وہ کھڑے کیے جائیں گے مرنے کے بعد۔ ان کو یقین نہیں آتا کہ ہم نے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا ہے۔ اور کھڑے کیے جائیں گے لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ بڑے دن میں جو پچاس ہزار سال کا لمبا دن ہوگا یَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا ﴿سورۃ المزمل﴾ "جو کردے گا بچوں کو بوڑھا۔"

يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ جس دن کھڑے ہوں گے لوگ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ رب العالمین کے سامنے۔ اور رب العالمین ایک ایک رتی کا حساب لیں گے فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ "پس جس نے ذرہ برابر بھی نیکی کا کام کیا ہوگا دیکھ لے گا وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ اور جس نے ذرہ برابر بھی بُرائی کا کام کیا ہوگا دیکھ لے گا۔"

فرمایا كَلَّآ۔ یہاں كلّا کا معنی حقًّا ہے، پکی بات ہے اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ بے شک نافرمانوں کا دفتر سجین میں ہے۔ سجین سات زمینوں کے نیچے ایک جگہ کا نام ہے جو کافروں اور نافرمانوں کی ارواح کا ٹھکانا ہے۔ اگلی آیات میں علّیین کا لفظ

لمہ ہا ہے وہ سات آسمانوں کے اوپر ایک مقام کا نام ہے جو نیک لوگوں کی ارواح کا مقام ہے۔ لیکن سجین اور علیین میں روحوں کے ہونے کے باوجود قبروں میں جسموں کے ساتھ تعلق ہوتا ہے جس کی وجہ سے ایک قسم کی حیات مرنے والے کو حاصل ہوتی ہے۔ اس حیات کی وجہ سے فرشتوں کے سوالوں کو من ربك من نبيك ما دينك سمجھتا ہے اور جواب دیتا ہے۔ پھر راحت و آرام نصیب ہو تو اس کو محسوس کرتا ہے سزا اور تکلیف ہو تو اس کو بھی محسوس کرتا ہے۔ اتنی حیات ہر نیک و بد کو قبر میں قطعی طور پر حاصل ہے۔ اس کا انکار بے دینی اور الحاد ہے۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ اور آپ کو کس نے بتایا کہ سجین کیا ہے کِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ وہ ایک دفتر ہے جس میں مجرموں کے نام لکھے ہوئے ہیں۔ جس وقت کوئی مرتا ہے تو باقاعدہ وہاں اس کا نام درج ہے کہ آج یہ ہمارے پاس پہنچا ہے۔ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ بربادی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے اَلَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ وہ لوگ جو جھٹلاتے ہیں بدلے اور حساب کتاب کے دن کو۔ عرب کے مشرکوں کی اکثریت بڑے زوردار الفاظ میں قیامت کا انکار کرتی تھی۔ جب قیامت کا ذکر ہوتا تو کہتے هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿المومنون: ۳۶﴾ "بعید ہے یہ بات بعید ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔" اور کہتے تھے ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ ﴿ق: ۳﴾ "کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہو جائیں گے مٹی یہ لوٹ کر آنا تو بہت بعید ہے۔" اور کبھی کہتے مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ﴿یٰسین: ۷۸﴾ "کون زندہ کرے گا ہڈیوں کو حالانکہ وہ بوسیدہ ہو چکی ہوں گی۔"

تو فرمایا وہ لوگ جو جھٹلاتے ہیں بدلے کے دن کو وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ

اَثِيۡمٍ اور نہیں جھٹلاتا اس کو مگر ہر زیادتی کرنے والا، تجاوز کرنے والا گناہ گار، جو اپنے رب کی حدود سے تجاوز کرتے ہیں وہی قیامت کا انکار کرتے ہیں اِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِ اٰيٰتُنَا جب پڑھی جاتی ہیں اس پر ہماری آیتیں قَالَ کہتا ہے اَسَاطِيۡرُ الۡاَوَّلِيۡنَ۔ اساطیر اُسۡطُوۡرَةٌ کی جمع ہے۔ اس کا معنی قصہ، کہانی۔ کہتا ہے یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ، حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ، حضرت ہود علیہ السلام کا قصہ، قارون، فرعون اور ہامان کا قصہ۔ حالانکہ یہ محض قصے نہیں ہیں بلکہ ان میں عبرت اور سبق ہیں۔ نیک لوگوں کے قصے اس لیے بیان کیے ہیں کہ ان کو اپناؤ، ان کے نقش قدم پر چلو۔ اور برے لوگوں کے قصے اس لیے بیان کیے ہیں کہ ان کا حشر دیکھ کر، ان کا انجام دیکھ کر برے کاموں سے بچو۔ اور کافر یہ کہہ کر بات کو ٹال دیتے تھے کہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں، قصے ہیں۔

فرمایا كَلَّا پکی بات ہے بَلۡ بلکہ رَانَ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ زنگ چڑھ گیا ہے ان کے دلوں پر مَّا كَانُوۡا يَكۡسِبُوۡنَ اس کمائی کی وجہ سے جو وہ کرتے ہیں۔ لوہے پر جب زنگ چڑھ جاتا ہے تو اس کی پہلے والی ویلیو (حیثیت) نہیں رہتی، بے کار سا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح حدیث پاک میں آتا ہے اِذَا اَذۡنَبَ الۡعَبۡدُ نُكِتَتۡ عَلٰى قَلۡبِهٖ نُكۡتَةٌ سَوۡدَاءُ "جس وقت کوئی بندہ گناہ کرتا ہے اس کے دل پر ایک دھبا پڑ جاتا ہے، کالا سا نقطہ لگ جاتا ہے۔" دوسرا گناہ کیا دوسرا دھبا پڑ گیا، تیسرا گناہ کیا تیسرا نقطہ لگ گیا، چوتھا گناہ کیا چوتھا دھبا لگ گیا (مرد کا دل تقریباً ایک پاؤ ہوتا ہے عورت کا دل ہلکا ہوتا ہے تقریباً تین چھٹانک ہوتا ہے۔) کالے نقاط سے دل پر غلاف چڑھ جاتا ہے اس کو رین کہتے ہیں۔ یہ گناہوں کا زنگ ہوتا ہے۔

اس کی علامت یہ ہے کہ جب دل پر زنگ چڑھ جائے تو نیکی کی رغبت ختم ہو جاتی ہے اور انسان گناہ کرنے سے جھجکتا نہیں ہے۔ یہ حالت انتہائی بُری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس حالت سے بچائے۔ پھر دیکھو بعض دھبے کچے ہوتے ہیں پانی سے دور ہو جاتے ہیں۔ اور بعض پانی سے نہیں صابن سے جاتے ہیں اور بعض کے لیے رنگ کاٹ استعمال کرنا پڑتا ہے۔

اسی طرح آپ گناہوں کو سمجھیں کہ صغیرہ گناہ نیکیوں کی برکت سے خود بخود دھل جاتے ہیں۔ نماز کی برکت سے، روزے کی برکت سے، وضو کی برکت سے، مسجد کی طرف آنے کی برکت سے۔ بعض کے لیے صابن درکار ہے کہ حقوق العباد جب تک ادا نہیں کرو گے تو یہ دھبے نہیں اتریں گے۔ اور بعض کے لیے رنگ کاٹ کی ضرورت ہے کہ توبہ استغفار گناہوں کا رنگ کاٹ ہے۔ لیکن محض زبانی توبہ توبہ کرنے سے نہیں۔ مثلاً: چوری کی ہے تو اس میں رب تعالیٰ کا بھی حق توڑا ہے اور بندے کا بھی۔ تو اللہ تعالیٰ سے سچے دل سے معافی مانگے اور بندے کا حق اس کو دے۔ نہیں دے سکتا تو اس سے معاف کرائے۔ اگر کسی کو گالی دی ہے، کسی سے بدتمیزی کی ہے، کسی کی غیبت کی ہے، تو جب تک اس سے معافی نہیں مانگے گا اس وقت تک کوئی توبہ نہیں ہے۔ تو یہ رنگ کاٹ ہے مگر شرائط کے ساتھ کہ حق ادا کرے۔ محض منہ سے توبہ توبہ کہنا دھوکا ہے۔

تو فرمایا کَلَّآ خبردار! اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ بے شک یہ مجرم لوگ اپنے رب سے اس دن پردے میں رکھے جائیں گے۔ (اب اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ رب سے روکے جائیں گے جب کہ دوسری آیات یہ بتلاتی ہیں کہ رب کے سامنے ہوں گے رب ان کو دیکھے گا وہ رب کو دیکھیں گے۔ تو محجوب کا یہ معنیٰ ہے کہ جس

پیار، شفقت، محبت اور رحمت سے مومن دیکھے گے اس شفقت سے یہ محروم ہوں گے۔) رب تعالیٰ کی رحمت سے دوری کا حجاب ہوگا ثُمَّ إِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيمِ پھر بے شک وہ دوزخ میں داخل ہوں گے۔ جحیم کا معنیٰ ہے شعلے مارنے والی آگ ثُمَّ يُقَالُ پھر کہا جائے گا هٰذَا الَّذِي كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُونَ یہ ہے وہ جس کو تم جھٹلاتے تھے۔ کہتے تھے قیامت کوئی نہیں ہے، میدان محشر کوئی نہیں ہے۔ آج دیکھ لیا ہے کہ نہیں؟ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دنیا ہی میں ان چیزوں سے آگاہ کر دیا ہے کہ بروقت تیاری کرلو۔

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ﴿۱۸﴾ وَ
مَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ﴿۱۹﴾ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ﴿۲۰﴾ يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۲۱﴾
اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ﴿۲۲﴾ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ﴿۲۳﴾ تَعْرِفُ فِيْ
وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ ﴿۲۴﴾ يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ ﴿۲۵﴾ خِتٰمُهٗ
مِسْكٌ ؕ وَ فِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَمِزَاجُهٗ مِنْ
تَسْنِيْمٍ ﴿۲۷﴾ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۲۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا
كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ﴿۲۹﴾ وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ ﴿۳۰﴾
وَاِذَا انْقَلَبُوْآ اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْآ
اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ ﴿۳۲﴾ وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ ﴿۳۳﴾ فَالْيَوْمَ
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ ﴿۳۴﴾ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ﴿۳۵﴾
هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾ ع

كَلَّآ پکی بات ہے اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ بے شک نیکوں کا دفتر
لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ علّیین میں ہے وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ اور آپ کو
کس نے بتلایا کہ علّیین کیا ہے كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ایک دفتر ہے لکھا ہوا
يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ حاضر ہوتے ہیں اس میں مقرب بندے اِنَّ الْاَبْرَارَ
بے شک نیک لوگ لَفِيْ نَعِيْمٍ البتہ نعمتوں میں ہوں گے عَلَى الْاَرَآئِكِ
آرام دہ کرسیوں پر يَنْظُرُوْنَ دیکھیں گے تَعْرِفُ (اے مخاطب)

تو پہچانے گا فِيْ وُجُوْهِهِمْ ان کے چہروں پر نَضْرَةَ النَّعِيْمِ نعمتوں
کی تروتازگی يُسْقَوْنَ پلائے جائیں گے مِنْ رَّحِيْقٍ خالص شراب
مَّخْتُوْمٍ مہر لگی ہوئی خِتٰمُهٗ مِسْكٌ اس کی مہر کستوری کی ہوگی وَفِيْ
ذٰلِكَ اور اس میں فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ چاہیے کہ رغبت کریں
رغبت کرنے والے وَمِزَاجُهٗ اور ملاوٹ اس شراب کی مِنْ تَسْنِيْمٍ
تسنیم سے ہوگی عَيْنًا وہ ایک چشمہ ہے يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ پئیں
گے اس سے مقرب بندے اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ اَجْرَمُوْا
جنھوں نے جرم کیا كَانُوْا تھے وہ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ان لوگوں
سے جو ایمان لائے ہنستے تھے وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ اور جب وہ گزرتے تھے
ان کے پاس سے يَتَغَامَزُوْنَ آپس میں اشارے کرتے تھے وَاِذَا
انْقَلَبُوْا اور جب وہ لوٹتے تھے اِلٰٓى اَهْلِهِمُ اپنے گھر والوں کی طرف
انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ لوٹتے تھے دل لگی کرتے ہوئے وَاِذَا رَاَوْهُمْ اور
جس وقت وہ دیکھتے تھے ان کو قَالُوْٓا کہتے تھے اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ
بے شک یہ البتہ گمراہ ہیں وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ اور حالانکہ نہیں بھیجے گئے
ان پر حٰفِظِيْنَ نگران فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ پس آج کے دن وہ لوگ اٰمَنُوْا
جو ایمان لائے مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ کافروں پر ہنسیں گے عَلَى
الْاَرَآئِكِ کرسیوں پر بیٹھ کر يَنْظُرُوْنَ دیکھ رہے ہوں گے هَلْ

ثُوِّبَ الْكُفَّارُ تحقیق بدلہ دیا جائے گا کافروں کو مَا اس کا كَانُوا يَفْعَلُونَ جو وہ کرتے تھے۔

اس سے پہلے بدوں کے انجام کا ذکر تھا۔ اب نیکوں کے انجام کا ذکر ہے۔ جان نکالنے والے فرشتے الگ ہیں جن کی تعداد اٹھارہ آتی ہے۔ ان سے وصول کر کے آسمانوں کی طرف لے جانے والے فرشتے اور ہیں۔ بد آدمی کی روح کو نکال کر جب پہلے آسمان تک لے جاتے ہیں تو لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ "نہیں کھولے جاتے ان کے لیے آسمان کے دروازے۔" پھر فرشتے اس کو ساتویں زمین کے نیچے سجین کے مقام پر جو دفتر ہے وہاں پہنچاتے ہیں۔ اب اس کے مقابلے میں نیک لوگوں کا ذکر ہے۔

فرمایا كَلَّآ یہ حَقًّا کے معنیٰ میں ہے، پکی بات ہے اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ ۔ اَبْرَار کا مفرد بَارٌّ ہے اور بَرٌّ بھی آتا ہے۔ بے شک نیک لوگوں کا دفتر لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ علیین میں ہے وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ اور (اے مخاطب) تجھے کس نے بتلایا کہ علیین کیا ہے؟ كِتٰبٌ دفتر ہے مَّرْقُوْمٌ لکھا ہوا۔ اس میں نیک لوگوں کے نام لکھے جاتے ہیں يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ حاضر ہوتے ہیں اس میں مقرب بندے۔

ارواح کا اجسام کے ساتھ تعلق :

میں نے عرض کیا تھا کہ اگرچہ نیک لوگوں کی ارواح کا مقام علیون ہے اور بد لوگوں کی ارواح کا مقام سجین ہے لیکن اس کے باوجود قبر میں مردے کے ساتھ بھی تعلق ہوتا ہے۔ اس کی حقیقت مرنے کے بعد کھلے گی۔ اس وقت ہم اس کی حقیقت اور کیفیت نہیں سمجھ سکتے مگر احادیث متواترہ سے ثابت ہے اور امت مسلمہ کا اس پر اجماع و اتفاق

ہے کہ قبر میں جو بدن ہے اس کے ساتھ روح کا اتنا تعلق ہے کہ جس سے جسم میں ایک قسم کی حیات ہوتی ہے جس سے وہ فرشتوں کے سوالوں کے جواب دیتا ہے۔ نیک آدمی ہوتو اس کے لیے قبر میں راحتیں اور خوشیاں ہوتی ہیں اور بد ہے تو اس کو سزا ہوتی ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے اَلْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ اَوْ حُفْرَةٌ مِّنْ حِفَرِ النِّيْرَانِ "قبر جنت کے باغوں میں سے باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے گڑھا ہے۔" یہ سوال و جواب روح اور جسم دونوں سے ہوتا ہے۔ اور جزا، سزا بھی روح اور جسم دونوں کو ہوتی ہے۔ یہ اہل سنت والجماعت کا اتفاقی مسئلہ ہے اس میں کسی قسم کی قیل وقال کی گنجائش نہیں ہے۔ اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ سوال صرف روح سے ہوتا ہے وہ غلط کہتے ہیں۔ اور جو کہتے ہیں کہ جسم سے ہوتا ہے وہ بھی غلط کہتے ہیں۔ اور جو کہتے ہیں کہ جسد مثالی سے ہوتا ہے وہ بھی غلط کہتے ہیں۔ اسی دنیا والے بدن کے ساتھ روح کا تعلق قائم ہوتا ہے اور اسی بدن کو روح کے ساتھ تعلق کی وجہ سے حیات اور زندگی حاصل ہوتی ہے۔

فرمایا اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ بے شک نیک لوگ البتہ نعمتوں میں ہوں گے۔ ان کے جسم بھی نعمتوں میں ہوتے ہیں اور روح بھی عَلَی الْاَرَآئِكِ یَنْظُرُوْنَ ۔ اَرَائِك اَرِیْكَةٌ کی جمع ہے۔ اَرِیْکَه کا معنیٰ ہے آرام دہ کرسی۔ وہ آرام دہ کرسیوں پر بیٹھے ہوں گے، دیکھ رہے ہوں گے تَعْرِفُ اے مخاطب تو پہچانے گا، دیکھے گا فِیْ وُجُوْهِهِمْ ان کے چہروں میں نَضْرَةَ النَّعِیْمِ نعمتوں کی تر و تازگی۔ نعمتوں سے ان کو نوازا جائے گا جس کی وجہ سے ان کے چہرے ہشاش بشاش ہوں گے۔ آج بھی خوش حال آدمی کے چہرے پر آثار نمایاں ہوتے ہیں اور بھوکے آدمی کے چہرے پر بھی

آثار نمایاں ہوتے ہیں۔

جنت کی شراب :

يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ ۔ رحیق کا معنیٰ ہے خالص شراب اور مختوم کا معنیٰ ہے مہر لگی ہوئی۔ پلائے جائیں گے خالص شراب مہر لگی ہوئی خِتٰمُهٗ مِسْكٌ مہر اس کی کستوری کی ہوگی۔ آج بھی قیمتی اور اعلیٰ چیزوں پر کمپنی کی مہر لگی ہوتی ہے۔ اس شراب کی صفت اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بیان فرمائی ہے لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ﴿صفّٰت : ۴۷﴾ "نہ اس میں سرگردانی ہوگی نہ پیٹ مروڑ۔" اور نہ اس کی وجہ سے وہ بدمست ہوں گے۔ یہ شرابی لوگ جانتے ہیں کہ پینے کے بعد سر درد ہوتا ہے یا نہیں، پیٹ میں مروڑ اُٹھتا ہے یا نہیں؟ بدحواس ہونا تو سارے جانتے ہیں۔

آخرت کی شراب کا ہم دنیا میں تصور بھی نہیں کر سکتے۔ حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص دنیا میں شراب پیے گا ان دَخَلَ الْجَنَّةَ "اگر جنت میں داخل ہو گیا تو جنت کی شراب سے محروم رہے گا۔" یہ بڑے خسارے کا سودا ہے۔ دنیا میں کوئی کتنا عرصہ پی لے گا؟ دس سال، بیس سال، تیس سال، چالیس سال، پچاس سال؟ اور جنت کی زندگی کا تو حساب ہی کوئی نہیں۔ اس کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ تو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے شراب طہور سے محروم ہو گیا۔ اور جوں جوں قیامت قریب آئے گی زنا، شراب میں روز بہ روز اضافہ ہوگا کیوں کہ نیک لوگ کم رہ جائیں گے، مغلوب ہوں گے۔ غنڈوں اور بدمعاشوں، چوروں اور ڈاکوؤں کا غلبہ ہوگا۔ حکومت میں بھی یہی لوگ ہوں گے۔

تو فرمایا مہر اس کی کستوری کی ہوگی۔ آج کستوری سونے سے بھی مہنگی ہے وَفِيْ

ذٰلِكَ اور اس کے لیے فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ چاہیے کہ رغبت کریں رغبت کرنے والے وَمِزَاجُهٗ اور اس شراب کی ملاوٹ مِنْ تَسْنِيْمٍ تسنیم سے ہوگی۔ تسنیم کیا ہے؟ عَيْنًا وہ چشمہ ہے يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ پئیں گے اس چشمے سے مقرب بندے۔ جنت کے چشموں میں سلسبیل کا بھی ذکر آتا ہے، کوثر کا بھی ذکر آتا ہے، کافور کا بھی۔ اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے صرف وہی پئیں گے۔ دوسروں کو اس کے ساتھ (پانی) ملا کر پلایا جائے گا۔

یہ مومنوں کا ذکر تھا آگے مجرموں کے متعلق فرمایا جو کافر ہیں اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا بے شک وہ لوگ جو مجرم ہیں كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ تھے وہ ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہنستے تھے۔ مومنوں کا مذاق اُڑاتے تھے۔ ٹنڈ کا مذاق اُڑاتے ہیں، ڈاڑھی کا مذاق اُڑاتے ہیں، شلوار لنگی ٹخنوں سے اُوپر ہو تو اس کا مذاق اُڑاتے ہیں۔ بعض جاہل تو یہاں تک کہتے ہیں کہ یہ دنیا میں جوئیں تقسیم کرتے ہیں۔ ان کے بستر ے جوؤں سے بھرے ہوئے ہیں۔ یاد رکھنا! ان چیزوں سے حق تو نہیں رک سکتا۔ حق پر چلنے والے ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت تک زندہ رہیں گے۔

تو فرمایا مجرم لوگ ایمان والوں کا مذاق اُڑاتے ہیں وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ اور جب ان کے پاس سے گزرتے ہیں تو اشارے کرتے ہیں کہ اس کی ڈاڑھی کو دیکھو، اس کی لنگی کو دیکھو، یہ جنتی جا رہا ہے۔ یہ مشاہدے کی بات ہے۔ وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ اور جب مجرم لوگ لوٹتے ہیں اپنے گھر والوں کی طرف انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ لوٹتے ہیں دل لگی کرتے ہوئے، مذاق کرتے ہوئے۔ کہتے ہیں آج میں نے فلاں آدمی کا اس طرح مذاق اڑایا، فلاں کے ساتھ اس طرح استہزاء کیا ہے۔ یعنی گھر کے

افراد کا بھی ذہن بگاڑتے ہیں وَ اِذَا رَاَوۡهُمۡ قَالُوۡۤا اور جس وقت مجرم لوگ مومنوں کو دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ لَضَآلُّوۡنَ بے شک یہ لوگ گمراہ ہیں۔

کئی صدیوں تک عرب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مذہب پر چلتے رہے اور ابراہیم علیہ السلام کا سچا مذہب عرب میں رائج رہا ہے۔ پہلا بدبخت جس نے ابراہیم علیہ السلام کے مذہب کو بدلا اور بت پرستی شروع کی وہ عمرو بن لُحی تھا۔ یہ شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے اڑھائی سو سال پہلے ہوا ہے۔

جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں اس وقت کعبۃ اللہ کی بیرونی دیواروں پر تین سو ساٹھ بت نصب تھے۔ اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بت بھی تھا، حضرت اسماعیل علیہ السلام کا بت بھی تھا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ہابیل رحمۃ اللہ علیہ کا بت بھی تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر کعبۃ اللہ کو بتوں سے پاک کیا، توحید کا سبق دیا، شرک کی جڑیں اکھاڑیں۔

میں باوضو ہوں الحمدللہ! شرک و بدعت کی جتنی تردید فقہ حنفی میں ہے اتنی اور کسی فقہ میں نہیں ہے۔ مگر آج تیجہ، ساتاں، دسواں، چالیسواں جیسی بدعات کرنے والے اور عرس اور میلاد منانے والے اپنے آپ کو حنفی کہلاتے ہیں۔ اور توحید و سنت کا پرچار کرنے والوں اور شرک و بدعت کی تردید کرنے والوں کو گمراہ کہتے ہیں۔

تو فرمایا مجرم مومنوں کو گمراہ کہتے ہیں وَمَاۤ اُرۡسِلُوۡا عَلَيۡهِمۡ حٰفِظِيۡنَ حالانکہ نہیں بھیجے گئے ان پر نگران۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ مجرم ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجے گئے کہ ان کی نگرانی کریں اور ان کو نمبر دیں فَالۡيَوۡمَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا پس آج کے دن یعنی قیامت کے دن وہ لوگ جو ایمان لائے مِنَ الۡكُفَّارِ يَضۡحَكُوۡنَ کافروں سے ہنسیں

گے۔ یہ دنیا میں کیے جانے والے مذاق کا جواب ہوگا عَلَی الْاَرَآئِكِ یَنْظُرُوْنَ۔ اَرَائِك اَرِیکة کی جمع ہے، آرام دہ کرسی۔ آرام دہ کرسیوں پر بیٹھے ہوئے دیکھ رہے ہوں گے هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ تحقیق بدلہ دیا جائے گا کافروں کو مَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ اس کا جو وہ کرتے تھے۔ هَلْ قَدْ کے معنیٰ میں ہے۔ جیسے سورۃ الدہر میں ہے هَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ "تحقیق آیا انسان پر ایک وقت زمانے میں سے کہ یہ کچھ بھی نہیں تھا۔"

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسير

سُورَةُ الانْشِقَاق

(مکمل)

جلد ۲۱

اٰیاتها ۲۵ ۸۴ سُوْرَةُ الْاِنْشِقَاقِ مَكِّيَّةٌ ۸۳ رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ﴿۱﴾ وَ اَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَ حُقَّتْ ﴿۲﴾ وَ اِذَا الْاَرْضُ
مُدَّتْ ﴿۳﴾ وَ اَلْقَتْ مَا فِیْهَا وَ تَخَلَّتْ ﴿۴﴾ وَ اَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَ حُقَّتْ ﴿۵﴾
یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِیْهِ ﴿۶﴾ فَاَمَّا مَنْ
اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ ﴿۷﴾ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا ﴿۸﴾ وَّ یَنْقَلِبُ
اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ﴿۹﴾ وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ﴿۱۰﴾ فَسَوْفَ
یَدْعُوْا ثُبُوْرًا ﴿۱۱﴾ وَّ یَصْلٰى سَعِیْرًا ﴿۱۲﴾ اِنَّهٗ كَانَ فِیْۤ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ﴿۱۳﴾
اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ یَّحُوْرَ ﴿۱۴﴾ بَلٰۤى اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِیْرًا ﴿۱۵﴾
فَلَاۤ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ﴿۱۶﴾ وَ الَّیْلِ وَ مَا وَسَقَ ﴿۱۷﴾ وَ الْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ﴿۱۸﴾
لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ﴿۱۹﴾ فَمَا لَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَ اِذَا قُرِئَ
عَلَیْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا یَسْجُدُوْنَ ﴿۲۱﴾ بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۲﴾
وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا یُوْعُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴿۲۴﴾ اِلَّا الَّذِیْنَ
اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ﴿۲۵﴾

اِذَا السَّمَآءُ جس وقت آسمان اِنْشَقَّتْ پھٹ جائے گا وَاَذِنَتْ
لِرَبِّهَا اور وہ اپنے رب کی بات سنے گا وَحُقَّتْ اور ثابت کیا گیا ہے

اس کے لیے یہی وَاِذَاالۡاَرۡضُ اور جس وقت زمین مُدَّتۡ پھیلا دی جائے گی وَاَلۡقَتۡ مَافِیۡهَا اور نکال دے گی جو کچھ اس میں ہے وَتَخَلَّتۡ اور خالی ہو جائے گی وَاَذِنَتۡ لِرَبِّهَا اور زمین سنے گی اپنے رب کے حکم کو وَحُقَّتۡ اور ثابت کیا گیا ہے اس کے لیے یہی یٰۤاَیُّهَاالۡاِنۡسَانُ اے انسان اِنَّكَ كَادِحٌ بے شک تو تکلیف اُٹھانے والا ہے اِلٰی رَبِّكَ كَدۡحًا اپنے رب کی طرف تکلیف اُٹھانا فَمُلٰقِیۡهِ پس ملنے والا ہے اس سے فَاَمَّا مَنۡ اُوۡتِیَ كِتٰبَهٗ پس بہر حال جس کو دیا گیا اس کا اعمال نامہ بِیَمِیۡنِهٖ اس کے دائیں ہاتھ میں فَسَوۡفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیۡرًا پس عن قریب اس سے حساب لیا جائے گا آسان حساب وَّیَنۡقَلِبُ اور وہ لوٹے گا اِلٰۤی اَهۡلِهٖ مَسۡرُوۡرًا اپنے گھر والوں کی طرف خوش خوش وَاَمَّا مَنۡ اُوۡتِیَ كِتٰبَهٗ اور بہر حال وہ شخص جس کو دیا گیا اس کا اعمال نامہ وَرَآءَ ظَهۡرِهٖ پشت کے پیچھے سے فَسَوۡفَ یَدۡعُوۡا ثُبُوۡرًا پس عن قریب وہ مانگے گا ہلاکت وَّیَصۡلٰی سَعِیۡرًا اور داخل ہوگا شعلے مارنے والی آگ میں اِنَّهٗ كَانَ فِیۡۤ اَهۡلِهٖ مَسۡرُوۡرًا بے شک وہ تھا اپنے گھر والوں میں خوش خوش اِنَّهٗ ظَنَّ بے شک وہ خیال کرتا تھا اَنۡ لَّنۡ یَّحُوۡرَ کہ وہ ہرگز نہیں لوٹایا جائے گا اپنے رب کی طرف بَلٰۤی کیوں نہیں اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِیۡرًا بے شک اس کا رب اس کو دیکھنے والا ہے فَلَاۤ اُقۡسِمُ بِالشَّفَقِ پس میں قسم اُٹھاتا ہوں شفق

کی وَالَّیۡلِ اوررات کی وَمَا وَسَقَ اور جو وہ سمیٹتی ہے وَالۡقَمَرِ
اور قسم اُٹھاتا ہوں چاند کی اِذَا اتَّسَقَ جب وہ پورا ہو جائے لَتَرۡکَبُنَّ طَبَقًا
عَنۡ طَبَقٍ البتہ تم ضرور چڑھو گے ایک سیڑھی سے دوسری سیڑھی پر فَمَا لَهُمۡ
پس کیا ہو گیا ہے ان لوگوں کو لَا یُؤۡمِنُوۡنَ یہ ایمان نہیں لاتے وَاِذَا قُرِئَ
عَلَیۡهِمُ الۡقُرۡاٰنُ اور جس وقت پڑھا جاتا ہے قرآن ان کے سامنے لَا
یَسۡجُدُوۡنَ سجدہ نہیں کرتے بَلِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بلکہ وہ لوگ جو کافر ہیں
یُکَذِّبُوۡنَ جھٹلاتے ہیں وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ بِمَا یُوۡعُوۡنَ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا
ہے جو کچھ وہ جمع کرتے ہیں فَبَشِّرۡهُمۡ بِعَذَابٍ اَلِیۡمٍ پس آپ خوش خبری سنا
دیں ان کو دردناک عذاب کی اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مگر وہ لوگ جو ایمان لائے
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کیے اچھے لَهُمۡ اَجۡرٌ ان کے لیے اجر ہے
غَیۡرُ مَمۡنُوۡنٍ نہ ختم ہونے والا۔

نام و کوائف :

اس سورت کا نام ہے سورۃ الانشقاق۔ پہلی ہی آیت کریمہ میں اِنۡشَقَّتۡ کا لفظ موجود ہے جس سے یہ لیا گیا ہے۔ انشقاق مصدر ہے اس کا معنیٰ ہے پھٹ جانا۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اس سے پہلے بیاسی ﴿۸۲﴾ سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ (یہ تراسیویں ﴿۸۳﴾ نمبر پر نازل ہوئی۔) اس کا ایک رکوع اور پچیس ﴿۲۵﴾ آیات ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے اِذَا السَّمَآءُ انۡشَقَّتۡ جس وقت آسمان پھٹ

جائے گا۔ آج ہمیں آسمان نیلا نیلا صاف نظر آتا ہے جس میں نہ کوئی سوراخ اور نہ دراڑ ہے مگر ایک وقت آئے گا کہ یہ سرخ رنگ کے چمڑے کی طرح ہو کر پھٹ جائے گا اور پھٹنے کے بعد کنارے کے ساتھ لگ جائے گا۔ آسمان اوپر سے پھٹنے شروع ہوں گے۔ پہلے ساتواں پھر چھٹا پھر پانچواں، آخر میں پہلا۔ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا اور سن لے گا اپنے رب کے حکم کو۔ اذن کا معنیٰ ہے کان۔ اور کان سے آدمی سنتا ہے۔ آسمان کے کان نہیں ہیں مگر جیسے کانوں والی مخلوق سنتی ہے ایسے سنے گا اور اپنے رب کی بات مانتے ہوئے پھٹ جائے گا وَحُقَّتْ اور ثابت کیا گیا ہے اس کے لیے یہی کہ رب کے حکم کو سنے۔ کانوں سے سننے والی چیزیں بے شمار ہیں لیکن سانپ کے کان نہیں ہوتے مگر اُسے چیزوں کا احساس ہوتا ہے۔ رب تعالیٰ کی شان ہے جانوروں میں سونگھنے والی قوت انسانوں سے بہت زیادہ ہے۔ جہاں بھی کھانے پینے کی کوئی چیز ہوگی انسان کو اس کی خوش بو یا بد بو آئے یا نہ آئے حیوانوں کو آجاتی ہے اور وہ پہنچ جاتے ہیں۔ یہ نظام قدرت اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے۔

وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ اور جس وقت زمین پھیلا دی جائے گی۔ یہ زمین محشر کے لیے ربڑ کی طرح کھینچ کر پھیلا دی جائے گی۔ پہاڑ، ٹیلے، عمارتیں وغیرہ سب برابر کر دیئے جائیں گے وَاَلْقَتْ مَافِيهَا اور نکال دے گی جو کچھ اس میں ہے۔ خزانے، مُردوں کے اجزاء اُگل کر باہر پھینک دے گی وَتَخَلَّتْ اور خالی ہو جائے گی۔ یہ نکالنا نفخۂ اولیٰ سے پہلے بھی ہے اور نفخۂ ثانیہ سے بعد میں بھی ہے۔ نفخۂ اولیٰ سے پہلے کا مطلب مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ زمین میں جو چیزیں ہیں وہ قیامت سے پہلے نکل آئیں گی۔

مثال کے طور پر گیس ہے۔ یہ زمین کے اندر تھی۔ آج سے پچاس سال پہلے کسی کو معلوم نہیں تھا کہ گیس بھی کوئی چیز ہے لیکن زمین نے اُگل دی۔ اسی طرح سونا، چاندی،

تانبا، لوہا، پٹرول وغیرہ ساری چیزیں زمین نکال دے گی۔ جیسے جیسے مخلوق بڑھتی جائے گی اللہ تعالیٰ اس کی خوراک کا انتظام بڑھاتا جائے گا۔ یہ اقتصادیات والے پاگل بلا وجہ پریشان ہیں۔ کہتے ہیں کہ آج سے پچاس سال بعد اتنی مخلوق ہو جائے گی کہاں سے کھائے گی؟ پاکستان کی آبادی پچپن کروڑ ہو جائے گی کہاں سے کھائے گی، یہ تمھارا سر کھائے گی۔ بھائی! تمھیں کیا فکر ہے رزق کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِى الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا ﴿ہود:۶﴾ "اور نہیں ہے کوئی چلنے پھرنے والا جانور زمین میں مگر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اس کی روزی۔"

آج سے پچاس سال پہلے مخلوق تھوڑی تھی اس کے لیے پیداوار کے اسباب بھی تھوڑے تھے۔ آج مخلوق زیادہ ہے اللہ تعالیٰ نے پیداوار بڑھا دی ہے۔ بہت ساری زمینیں جو پہلے زیر کاشت نہیں تھیں اب زیر کاشت ہیں۔ فصلیں بڑھ گئی ہیں۔ لہٰذا تمھیں اس کی فکر نہیں کرنی چاہیے۔

اور نفخۂ ثانیہ کے بعد یہ ہوگا کہ زمین میں جتنے مردے دفن ہیں اور جو کچھ زمین میں ہے سب نکال دے گی وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ اور زمین سنے گی اپنے رب کے حکم کو اور ثابت کیا گیا ہے اس کے لیے یہی کہ اپنے رب کے حکموں کو سُنے۔ اس حقیقت کو واضح کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ انسان کو خطاب فرماتے ہیں يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اے انسان اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا بے شک تو تکلیف اُٹھانے والا ہے اپنے رب کی طرف تکلیف اُٹھانا فَمُلٰقِيْهِ پس اس سے ملنے والا ہے۔ تکلیفوں کے بعد تجھے رب تعالیٰ کی ملاقات نصیب ہوگی۔ ظاہر بات ہے دنیا میں نیک لوگ بھی تکلیفیں اُٹھاتے ہیں (بلکہ دوسروں کی نسبت زیادہ اُٹھاتے ہیں۔) گرمی، سردی میں وضو کرنا بھی کوئی آسان کام نہیں

ہے۔ نماز پڑھنی اور روزے رکھنے بھی آسان کام نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے دین کی تبلیغ کرنا بھی مشکل کام ہے، جہاد کرنا بھی مشکل کام ہے، زکوٰۃ دینی بھی آسان کام نہیں ہے۔ اسی طرح انسان دنیا میں کبھی بیمار، کبھی تندرست، کبھی بھوکا، کبھی سیر، کبھی گرمی، کبھی سردی، کبھی خوف، کبھی کچھ، کبھی کچھ، یہ دنیا کی تکلیفیں ہیں۔ حضرت اصمعی رحمہ اللہ مشہور لغوی ہیں۔ انھوں نے اپنے شاگردوں سے فرمایا کہ عزیزو! میرا ایک شعر لکھ لو:

ع عِشْ مُوْسِرًا اِنْ شِئْتَ اَوْ مُعْسِرًا
لَا بُدَّ فِی الدُّنْیَا مِنَ الْھَمِّ

"تو امیر ہو کر زندگی بسر کر یا غریب ہو کر، راحت میں یا تکلیف میں، دنیا میں پریشانیاں ضرور آئیں گی۔" دنیا میں کوئی آدمی پریشانی سے خالی نہیں ہے۔ یہ جو بڑے بڑے لوگ ہیں فیکٹریوں اور کارخانوں والے۔ ان کے متعلق ہم لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بڑے راحت و آرام میں ہیں حاشا وکلا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تم ان کے حالات سنو، ان سے گفتگو کرو تو تمھیں علم ہو کہ یہ تو اتنے پریشان ہیں کہ ان کو نیند بھی نہیں آتی۔ ان کے توطوطے اُڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان سے ہم زیادہ راحت و آرام میں ہیں جن کے پاس کچھ نہیں ہے۔ مال داروں کے گھر میں رات کو بلی داخل ہو جائے تو ڈر جاتے ہیں کہ ڈاکو تو نہیں آ گئے؟ چوہا حرکت کرے تو سمجھتے ہیں چور آ گیا ہے اور ہم بڑے مزے سے سوتے ہیں۔ ہم سے کسی نے کیا لے کر جانا ہے۔

تو فرمایا اے انسان تو تکلیف اُٹھانے والا ہے اپنے رب کی طرف تکلیف اُٹھاتا پس ملنے والا ہے اس سے فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ پس بہر حال جس شخص کو دیا گیا اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں۔ مومن موحد کو اللہ تعالیٰ کے فرشتے سامنے سے

آ کر بڑے ادب واحترام کے ساتھ دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ پکڑائیں گے فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا پس عن قریب اس سے حساب لیا جائے گا آسان۔ سرسری حساب ہوگا وَّیَنْقَلِبُ اِلٰٓی اَھْلِهٖ مَسْرُوْرًا اور وہ لوٹے گا اپنے اہل والوں کی طرف خوش خوش۔ میدان محشر میں جہاں اس کے گھر کے افراد ہوں گے وہاں بڑا خوش ہو کر جائے گا۔ جیسے دنیا میں جو بچے امتحان میں کامیاب ہوتے ہیں تو وہ اچھلتے کودتے اور لڈو تقسیم کرتے ہیں۔ حالانکہ دنیا کی کامیابی آخرت کی کامیابی کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ اور بہرحال وہ شخص جس کو دیا گیا اس کا اعمال نامہ پشت کے پیچھے سے۔

روایات میں آتا ہے فرشتے کافر ومشرک کی، بدکردار کی شکل دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے۔ لیکن اعمال نامہ تو اس کو پکڑانا ہے۔ تو پشت کی طرف سے آ کر اس کو پکڑائیں گے۔ اس کی منحوس شکل سے نفرت کا اظہار ہوگا فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا پس عن قریب وہ مانگیں گے ہلاکت۔ کہے گا یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِیَهْ ﴿۲۵﴾ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِیَهْ ﴿۲۶﴾ "کاش کہ میرا نامہ اعمال مجھے نہ دیا جاتا اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کتاب کیا ہے یٰلَیْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِیَةَ ﴿۲۷﴾ کاش کہ یہ موت مجھے ختم ہی کر دیتی۔" ﴿سورۃ الحاقہ: پارہ ۲۹﴾

یٰلَیْتَنِیْ كُنْتُ تُرٰبًا "کاش کہ میں مٹی ہوتا اور جو تکلیفیں نظر آ رہی ہیں نظر نہ آتیں۔"

وَّیَصْلٰی سَعِیْرًا اور داخل ہوگا جہنم میں، شعلے مارنے والی آگ میں اِنَّهٗ كَانَ فِیْٓ اَھْلِهٖ مَسْرُوْرًا بے شک وہ تھا اپنے گھر والوں میں خوش خوش۔ دنیا میں وہ اپنے گھر والوں میں بڑا خوش تھا اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ یَّحُوْرَ بے شک وہ خیال کرتا تھا کہ وہ ہرگز نہیں لوٹے گا اپنے رب کی طرف۔ حَارَ یَحُوْرُ کا معنیٰ ہے لوٹنا۔ کئی دفعہ یہ بات سن چکے ہو

کہ قیامت کے منکر بڑے زوردار الفاظ میں قیامت کا انکار کرتے تھے۔ کہتے تھے
اِنْ هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا نَمُوْتُ وَ نَحْیَا وَ مَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ ﴿المومنون: ۳۷﴾
"نہیں ہے یہ مگر ہماری صرف دنیا کی زندگی ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اس میں اور نہیں ہم دوبارہ اُٹھائے جائیں گے۔" اور کہتے تھے ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِیْدٌ ﴿سورۃ ق: ۳﴾ "کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہو جائیں گے مٹی یہ لوٹ کر آنا تو بہت بعید ہے۔" اور یہ بھی کہتے تھے هَیْهَاتَ هَیْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿المومنوں: ۳۶﴾ "بعید ہے یہ بات بعید ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے کہ قیامت آئے گی۔"

تو فرمایا کہ بے شک وہ خیال کرتا تھا کہ ہرگز اپنے رب کی طرف پلٹ کر نہیں جائے گا بَلٰی کیوں نہیں لوٹے گا؟ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِیْرًا بے شک اس کا رب اس کو دیکھنے والا ہے۔ اس کی نیکی، بدی سب رب کے سامنے ہے۔ اس کا بدن اس کے اعضاء رب کے سامنے ہیں۔ اس کے لیے لوٹانا کیا مشکل ہے؟ فَلَاۤ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ پس میں قسم اُٹھاتا ہوں شفق کی۔ پہلے بتا چکا ہوں کہ قسم سے پہلے جو "لا" آتا ہے اس کا کوئی معنیٰ نہیں ہوتا ہے وہ زایدہ ہوتا ہے۔

اختلافِ شفق:

شفق کے بارے میں اختلاف ہے کہ سرخی مراد ہے یا سفیدی۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سورج کے غروب ہونے کے بعد مغرب کی طرف جو سرخی ہوتی ہے وہ شفق ہے۔ ان کے نزدیک سرخی ختم ہو جانے کے بعد نمازِ مغرب کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور عشاء کا وقت داخل ہو جاتا ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تحقیق یہ ہے کہ سرخی کے بعد جو سفیدی ہوتی ہے وہ شفق ہے۔ اس سفیدی کے ختم ہو جانے کے بعد عشاء کا وقت داخل ہوگا۔

تو فرمایا میں قسم اُٹھاتا ہوں شفق کی وَالَّیْلِ اور قسم اُٹھاتا ہوں رات کی وَمَا اور اس چیز کی وَسَقَ جو وہ سمیٹتی ہے۔ حیوان، انسان، پرندے وغیرہ بے شمار چیزیں ہیں جو رات کو ساکن ہو جاتی ہیں اور دن کو نقل و حرکت کرتی ہیں وَالْقَمَرِ اور چاند کی قسم اُٹھاتا ہوں اِذَا اتَّسَقَ جب وہ پورا ہو جائے۔ تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں رات کا چاند اپنے عروج پر ہوتا ہے۔ پھر کم ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ ان تین دنوں کا روزہ رکھنا مستحب ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس آدمی نے ان تین دنوں کے روزے رکھے گویا اس نے پورے مہینے کے روزے رکھے۔ کیوں کہ ضابطہ ہے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا "جس نے ایک نیکی کی اس کو دس گنا اجر ملے گا۔" ایک روزہ رکھا تو دس روزوں کا ثواب مل گیا۔ تین رکھے تو تیس دن کا ثواب مل گیا۔ فرمایا ان چیزوں کی قسم لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ البتہ تم ضرور چڑھو گے ایک سیڑھی سے دوسری سیڑھی پر، (عَنْ یہاں بَعْدَ کے معنٰی میں ہے یعنی ایک حالت پر دوسری حالت کے بعد) ایک حالت سے دوسری حالت پر۔

مثلاً: پہلے ماں کے پیٹ میں نطفہ، پھر لوتھڑا، پھر بوٹی، پھر انسانی شکل بنی، پھر اس میں جان پڑی، پھر تم بچے ہوئے، پھر جوان ہو گئے، پھر بوڑھے ہو گئے، پھر مر جاؤ گے، پھر قیامت برپا ہو گی۔ اسی طرح دنیا میں کبھی سردی، کبھی گرمی، کبھی بھوک، کبھی پیاس، کبھی بیماری، کبھی تندرستی، بچپن، جوانی، بڑھاپا، یہ مختلف حالات طے کرنے ہیں۔ یہ سب کچھ سمجھ آ رہا ہے فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ پس ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے ایمان نہیں لاتے وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ اور جس وقت ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا

ہے سجدہ نہیں کرتے رب تعالیٰ کو۔

یہ آیت سجدہ ہے جن مرد عورتوں نے یہ آیت سنی ہے اُن پر سجدہ لازم ہو گیا ہے۔ پڑھنے والوں پر بھی اور سننے والوں پر بھی۔ اور سجدے کے لیے وہی شرائط ہیں جو نماز کے لیے شرائط ہیں۔ صبح کی نماز کے بعد سورج کے طلوع ہونے تک نفل نماز نہیں پڑھ سکتے سجدہ تلاوت کر سکتے ہیں۔ کیوں کہ یہ واجب ہے۔ قضا نماز بھی پڑھ سکتے ہیں کیوں کہ فرض ہے اور نمازِ جنازہ بھی پڑھ سکتے ہیں کیوں کہ فرض کفایہ ہے۔ سجدہ تلاوت کے لیے اللہ اکبر! کہنا ہے ہاتھ نہیں اُٹھانے۔ ایک ہی سجدہ کرنا ہے اور اس میں تسبیحات بھی پڑھنی ہیں اور کم از کم تین مرتبہ پڑھے۔ اور اللہ اکبر کہہ کر اُٹھ جانا ہے سلام نہیں پھیرنا۔ بس یہ سجدہ تلاوت ادا ہو گیا۔

تو فرمایا جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے سجدہ نہیں کرتے بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بلکہ وہ لوگ جو کافر ہیں يُكَذِّبُوْنَ وہ جھٹلاتے ہیں قیامت کو، حق کو، قرآن کو، توحید کو، نبوت کو وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔

وعا کا معنیٰ ہے برتن۔ پہلے زمانے میں لوگ سکے برتنوں میں ڈال دیتے تھے۔ اب اس کا لازمی معنیٰ ہوگا دولت جمع کرنا۔ تو ایسے مجرم جو ایمان نہیں لاتے اور آخرت کو جھٹلاتے ہیں فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ پس آپ ان کو خوش خبری سنا دیں دردناک عذاب کی۔ یہ طنزاً فرمایا ورنہ عذاب کی کیا خوش خبری ہے اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مگر وہ لوگ عذاب سے بچ جائیں گے جو ایمان لائے اور عمل کیے اچھے لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ان کے لیے اجر ہے نہ ختم ہونے والا۔ ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی،

ہمیشہ ہمیشہ کا راحت وآرام پائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان لوگوں میں سے کردے۔

[آمین]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر

سُوْرَةُ الْبُرُوْج

(مکمل)

جلد ٢١

رکوعها ۱ — ۸۵ سُوْرَةُ الْبُرُوْجِ مَكِّيَّةٌ ۲۷ — ایاتها ۲۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

وَ السَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۝۱ وَ الْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۝۲ وَ شَاهِدٍ وَّ مَشْهُوْدٍ ۝۳
قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۝۴ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۝۵ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا
قُعُوْدٌ ۝۶ وَّ هُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ۝۷ وَ مَا
نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّاۤ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝۸ الَّذِيْ
لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝۹
اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ
عَذَابُ جَهَنَّمَ وَ لَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ ۝۱۰ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ
عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ ذٰلِكَ
الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ ۝۱۱ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ۝۱۲ اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَ
يُعِيْدُ ۝۱۳ وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ۝۱۴ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ۝۱۵ فَعَّالٌ
لِّمَا يُرِيْدُ ۝۱۶ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ۝۱۷ فِرْعَوْنَ وَ ثَمُوْدَ ۝۱۸
بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ۝۱۹ وَّ اللّٰهُ مِنْ وَّرَآىِٕهِمْ مُّحِيْطٌ ۝۲۰
بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ۝۲۱ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۝۲۲ ع

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ قسم ہے برجوں والے آسمان کی وَالْيَوْمِ

الْمَوْعُوْدِ اور قسم ہے اس دن کی جس کا وعدہ کیا گیا ہے وَشَاهِدٍ اور قسم ہے حاضر ہونے والے (دن) کی وَّمَشْهُوْدٍ قسم ہے (اس دن کی) جس میں حاضری دی جاتی ہے قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ مارے گئے خندقوں والے النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ایندھن والی آگ تھی اِذْهُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ جب وہ آگ کے قریب بیٹھے تھے وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ اور وہ اس کارروائی پر جو وہ کر رہے تھے بِالْمُؤْمِنِيْنَ ایمان والوں کے ساتھ شُهُوْدٌ دیکھ رہے تھے وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اور انھوں نے نہیں عیب پایا ایمان والوں میں اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ مگر یہ کہ وہ ایمان لائے ہیں اللہ تعالیٰ پر الْعَزِيْزِ جو غالب ہے الْحَمِيْدِ قابل تعریف ہے الَّذِىْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وہی اللہ تعالیٰ کہ اسی کا ہے ملک آسمانوں کا اور زمین کا وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ شَهِيْدٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جنھوں نے فتنے میں ڈالا مومن مردوں کو اور مومن عورتوں کو ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا پھر توبہ نہ کی فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ اور ان کے لیے جلانے والی آگ کا عذاب ہے اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کیے اچھے لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ان کے لیے باغات ہیں بہتی ہیں

ان کے نیچے نہریں ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ یہ ہے بڑی کامیابی اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ بے شک آپ کے رب کی پکڑ البتہ (بڑی) سخت ہے اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ بے شک وہی ابتدا میں پیدا کرتا ہے وَيُعِيْدُ اور وہی لوٹائے گا وَهُوَ الْغَفُوْرُ اور وہی بخشنے والا ہے الْوَدُوْدُ اور بڑی محبت کرنے والا ہے ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ عرش کا مالک ہے بڑی بزرگی والا ہے فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ کرتا ہے اس چیز کو جس کا وہ ارادہ کرتا ہے هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ کیا آئی ہے آپ کے پاس لشکروں کی خبر فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ فرعون اور قوم ثمود کی بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بلکہ وہ لوگ جو کافر ہیں فِيْ تَكْذِيْبٍ جھٹلانے میں (لگے ہوئے) ہیں وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ اور اللہ تعالیٰ ان کے پیچھے سے مُّحِيْطٌ گھیرنے والا ہے بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ بلکہ یہ قرآن ہے بڑی بزرگی والا فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ لوح محفوظ میں ہے۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام سورۃ البروج ہے۔ اس کی پہلی آیت کریمہ میں بروج کا لفظ موجود ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ چھبیس «۲۶» سورتیں اس سے پہلے نازل ہو چکی تھیں۔ اس کا ستائیسواں «۲۷» نمبر ہے۔ اس کا ایک رکوع اور بائیس «۲۲» آیات ہیں۔

بروج برج کی جمع ہے۔ برج کا معنیٰ ہے قلعہ۔ یہ چاند اور سورج کی منزلیں ہیں۔

اس کو آپ اس طرح سمجھیں کہ کراچی سے گاڑی چلتی ہے پشاور کے لیے تو وہ سندھ طے کرے گی، صوبہ پنجاب طے کرے گی، پھر سرحد پہنچے گی۔ یا ضلعوں کو لے لو۔ مثلاً: لاہور سے چلی، تھوڑا سا شیخوپورہ عبور کیا، پھر گوجرانوالا، پھر گجرات، پھر جہلم، پھر راولپنڈی پہنچی۔ تو یہ جو راستے والے اسٹیشن ہیں یہ منزلیں سمجھیں۔ اسی طرح آسمان میں منزلیں ہیں جن کو سورج، چاند طے کرتے ہیں۔ ان کو بُرج کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ قسم ہے برجوں والے آسمان کی وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ اور وعدے والے دن کی قسم ہے۔ اس سے مراد قیامت کا دن ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ ہے کہ قیامت ضرور آئے گی وَشَاهِدٍ اور حاضر ہونے والے دن کی قسم ہے۔ اس سے جمعہ کا دن مراد ہے جو ہر جگہ خود حاضر ہوتا ہے وَمَشْهُوْدٍ اور اس دن کی قسم ہے جس دن حاضری دی جاتی ہے۔ اس سے مراد عرفہ کا دن ہے۔ نویں ذوالحجہ کو لوگ وہاں حاضر ہوتے ہیں۔ یہ بڑے اہم دن ہیں۔

آگے جواب قسم ہے قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ خَدٌّ کی جمع ہے۔ اور بعض اس کو مفرد بناتے ہیں اور اس کی جمع اَخَادِیْد ہے۔ پہلی صورت میں ترجمہ ہوگا مارے گئے کھائیوں والے۔ اور دوسری صورت میں ترجمہ ہوگا مارے گئے کھائی والے النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ایندھن والی آگ تھی۔ ایسی آگ جس کا ایندھن بہت زیادہ تھا اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ۔ قُعُوْدٌ قَاعِد کی جمع ہے۔ قاعد کا معنیٰ بیٹھنے والا۔ جب وہ آگ کے قریب بیٹھے تھے۔ وہ آگ جلانے والے آگ کے پاس بیٹھے تھے۔ وَهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ اور وہ اس کارروائی پر جو وہ کر رہے تھے بِالْمُؤْمِنِيْنَ ایمان والوں کے ساتھ شُهُوْدٌ دیکھ رہے تھے۔

اصحاب الاخدود کا واقعہ :

یہ خندقوں والے کون ہیں؟ اس کے متعلق مسلم شریف، جس کا بخاری شریف کے بعد درجہ ہے، اس میں روایت ہے اور ترمذی شریف اور مسند احمد میں بھی یہ روایت موجود ہے۔ اس روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت سے ستر (۷۰) سال پہلے کا واقعہ ہے) یمن کا ایک بڑا ظالم و جابر، بے لحاظ بادشاہ تھا۔ اس کا نام یوسف اور لقب ذونواس تھا۔ بڑا کافر، مشرک اور منہ پھٹ آدمی تھا۔ اُس زمانے میں اکثر حکومتوں کے بادشاہ جادوگروں اور نجومیوں کے مشوروں پر چلتے تھے۔ تو یمن کے علاقے میں ایک بڑا جادوگر تھا۔ تاریخ کی کتاب میں اس کا نام سَطِیح لکھا ہے۔ یہ جادوگروں کا امام تھا۔ یہ جب بوڑھا ہو گیا تو اس نے بادشاہ کو پیغام بھیجا کہ میں اب بوڑھا ہو گیا ہوں میں چاہتا ہوں کہ اپنے جادو کے کرتب کسی کو سکھا دوں۔ لہٰذا مجھے کوئی ذہین بچہ مہیا کرو تا کہ میں جادو کا علم، فن اور جتنے کرتب مجھے آتے ہیں میں اس کو سکھا دوں۔

بادشاہ نے اس وقت کے سکول، کالجوں کے پرنسپلوں سے رابطہ کیا کہ ہمیں ایک ذہین بچہ چاہیے۔ انھوں نے ایک بڑا ذہین خوب صورت بچہ جس کا نام عبداللہ بن تامر تھا، یہ اتنا ذہین تھا کہ ہوا سے بات کو اخذ کر لیتا تھا۔ جب کوئی بات شروع کرتا تھا تو یہ اندازہ لگا لیتا تھا کہ اس نے کیا کہنا ہے۔ بادشاہ نے وہ بچہ جادوگر کے حوالے کر دیا کہ اس کو اپنا فن سکھا دو۔ یہ بچہ روزانہ آنے جانے لگ گیا اور جادوگر سے جادو سیکھنا شروع کر دیا۔

راستے میں ایک راہب تھا جو اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صحیح مذہب حق پر تھا۔ اصل مقصد تو اس کا تبلیغ تھا مگر ظالم، جابر بادشاہ کی وجہ سے کھل کر تبلیغ نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے مسواکیں، ٹوپیاں، سرمہ جیسی چیزیں رکھی ہوئی تھیں۔ اس بہانے کے ساتھ وہ تبلیغ کرتا

تھا۔ یہ راہب اس بچے کو آتے جاتے دیکھتا تھا۔ ایک دن اس کو بلا کر کہا برخوردار! میں روزانہ تجھے دیکھتا ہوں کہاں آتے جاتے ہو؟ لڑکے نے بتایا کہ ایک بہت بڑا جادوگر ہے مجھے والدین اور حکومت وقت نے اُس سے جادو سیکھنے کے لیے مقرر کیا ہے۔ میں اس کے پاس جادو سیکھنے کے لیے جاتا ہوں۔ راہب نے بڑی نرمی کے ساتھ اس کو توحید سنائی اور رسالت اور قیامت کا سبق دیا۔ چونکہ بچے کا ذہن صاف تھا راہب کی باتیں اس کے ذہن میں بیٹھ گئیں اور وہ بچہ مسلمان ہو گیا۔ بادل نخواستہ جادوگر کے پاس بھی جاتا رہا کیوں کہ مجبور تھا مگر زیادہ وقت راہب کے پاس گزارتا تھا۔ کافی دین سیکھ لیا اور پختہ ذہن کا ہو گیا۔

ایک دن یہ واقعہ پیش آیا کہ کسی موذی جانور شیر یا اژدہا نے راستہ روک رکھا تھا جس کی وجہ سے لوگوں کا گزرنا محال تھا لوگ پریشان تھے اور اس جانور کو مار نہ سکے۔ اس لڑکے نے بڑا پتھر ہاتھ میں لے کر دعا کی اے اللہ! اگر راہب کا دین سچا ہے تو میرے اس پتھر سے یہ موذی جانور ہلاک ہو جائے۔ چنانچہ اس کے پتھر سے وہ جانور ہلاک ہو گیا اور اس کرامت کی وجہ سے وہ لڑکا بڑا مشہور ہو گیا۔ اس کے پاس ایک نابینا آدمی آیا اور درخواست کی کہ میری آنکھیں ٹھیک کر دو۔ لڑکے نے کہا توبہ توبہ آنکھیں دینا رب کا کام ہے میرا نہیں ہے۔ راہب کے پاس گئے اس نے کہا کہ میں بھی دعا کرتا ہوں تم بھی دعا کرو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کو آنکھیں واپس کر دیں۔ کیوں کہ وہ پہلے بینا تھا بعد میں آنکھیں ضائع ہو گئی تھیں اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی، وہ بینا ہو گیا۔ اب اس کا اور زیادہ چرچا ہوا۔

ظالم بادشاہ تک یہ خبر پہنچی تو اس نے تینوں کو طلب کر لیا اور ان کو خاصا ڈرایا دھمکایا کہ میں تمھیں سزا دوں گا۔ انھوں نے کہا کہ ہمارا جرم اور قصور کیا ہے؟ ہم صرف رب کی

ذات پر ایمان رکھتے ہیں اور وقت کے نبی پر ایمان لائے ہیں۔ اس نے کہا میں نہیں جانتا۔ چنانچہ اس نے راہب اور جو اس کی دعا سے بینا ہو گیا تھا دونوں کو قتل کر دیا اور لڑکے کے بارے میں حکم دیا کہ اس کو پہاڑ پر لے جاؤ۔ اگر یہ اپنا دین چھوڑ دے تو اس کو چھوڑ دینا ورنہ پہاڑ کی چوٹی سے نیچے گرا دینا۔ جب اس کو چوٹی سے نیچے گرانے لگے تو رب تعالیٰ کے فرشتوں نے ان سب کو پکڑ کر نیچے گرا دیا۔ وہ سارے ختم ہو گئے اور لڑکا صحیح سالم واپس آ گیا۔

بادشاہ کو اطلاع ہوئی کہ لڑکا تو نہیں مرا پبلک کافی مر گئی ہے۔ بادشاہ کو بڑا رنج ہوا اور اس نے حکم دیا کہ لڑکے کو کشتی میں سوار کر کے گہرے پانی میں لے جا کر ڈبو دو۔ اس کو سمندر میں گرا کر کشتی واپس لے آؤ۔ اللہ تعالیٰ نے لڑکے عبد اللہ کو محفوظ رکھا اور جو ڈبونے کے لیے گئے تھے ان کو فرشتوں نے اُٹھا کر سمندر میں پھینک دیا۔ بچے کو پھر بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ لڑکے نے کہا کہ اگر تو مجھے مارنا چاہتا ہے تو میں خود اس کی تدبیر بتلاتا ہوں۔ مجھے کسی اونچی جگہ پر کھڑا کر کے مجھ پر تیر چلاؤ اور تیر چلاتے وقت تیر چلانے والا زبان سے یہ الفاظ کہے بِاسْمِ اللّٰهِ رَبِّ الْغُلَامِ یعنی اس بچے کے رب کے نام پر تیر چلاتا ہوں۔ چنانچہ بِاسْمِ اللّٰهِ رَبِّ الْغُلَامِ کہہ کر تیر چلایا تو وہ لڑکا شہید ہو گیا۔ یہ لفظ سن کر پبلک نے جب الفاظ سنے اور یہ منظر دیکھا تو کہنے لگے اٰمَنَّا بِرَبِّ الْغُلَامِ "اس نوجوان کے رب پر ہم ایمان لے آئے۔" یہ دیکھ کر بادشاہ آگ بگولا ہو گیا اور کہنے لگا میں تمہارا علاج کرتا ہوں۔ اس نے خندقیں کھدوا کر ان میں آگ جلائی اور ہزاروں کی تعداد میں ایمان والوں کو آگ کے گڑھوں میں پھینک کر زندہ جلا دیا۔ وہ لوگ آگ میں جل گئے مگر کلمہ کسی نے نہ چھوڑا۔

ایک ایمان دار عورت لائی گئی جس کی گود میں بچہ تھا۔ آگ کے شعلوں کو دیکھ کر وہ عورت گھبرائی۔ اس بچے نے بول کر کہا یَا اُمِّیْ اِصْبِرِیْ اِنَّكِ عَلَى الْحَقِّ "اے ماں! صبر کرنا تم حق پر ہو گھبرانا نہیں۔ اگرچہ بہ ظاہر یہ آگ ہے مگر حقیقت میں یہ جنت ہے۔" بادشاہ نے جب لوگوں کو آگ میں ڈال کر شہید کر دیا تو لوگ تالیاں بجا رہے تھے، بھنگڑے ڈال رہے تھے کہ رب تعالیٰ نے اسی آگ کو پھیلا کر سب کو بھسم کر دیا اور سارے ظالم ختم ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اور انھوں نے نہیں عیب پایا ایمان والوں میں اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ مگر یہ کہ وہ ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ جو غالب ہے قابل تعریف ہے۔ بس یہ جرم تھا ان کا کہ وہ اللہ تعالیٰ العزیز الحمید پر ایمان لائے الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وہی اللہ تعالیٰ کہ جس کا ملک ہے آسمانوں کا اور زمین کا وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ جنھوں نے فتنے میں مبتلا کیا مومن مردوں کو وَالْمُؤْمِنٰتِ اور مومن عورتوں کو ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا پھر توبہ نہ کی انھوں نے فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ پس ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ اور ان کے لیے جلانے والی آگ کا عذاب ہے۔ مرنے کے بعد تو جو عذاب ہوگا سو ہوگا دنیا میں بھی اسی آگ نے ان کو جلا کر راکھ کر دیا جو انھوں نے مومنوں کے لیے جلائی تھی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے عمل کیے اچھے لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ان کے لیے باغات ہیں بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ یہ ہے بڑی کامیابی۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان

مرد عورت کو نصیب فرمائے اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ بے شک آپ کے رب کی پکڑ بہت سخت ہے۔ ظالم چاہے جتنا ظلم کر لے کتنا عرصہ کرے گا؟ یقیناً ایک دن رب تعالیٰ کی پکڑ میں آئے گا پھر اس کی جان نہیں چھوٹے گی اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ بے شک وہی اللہ تعالیٰ ہی ابتدا میں پیدا کرتا ہے مخلوق کو۔ اَبْدَأَ يُبْدِئُ ابداء پیدا کرنا۔ وَيُعِيْدُ اور وہی لوٹائے گا قیامت والے دن۔ جس نے پہلے پیدا کیا ہے وہی دوبارہ لوٹائے گا وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ اور وہی بخشنے والا ہے اور بڑی محبت کرنے والا ہے ذُو الْعَرْشِ عرش والا ہے۔

جو غیر جان دار مخلوق ہے اس میں سے عرش سب سے بڑا ہے۔ سات آسمانوں اور سات زمینوں پر حاوی ہے الْمَجِيْدُ بزرگی والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات بڑی عظمت والی ہے فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ کرتا ہے اس چیز کو جس کا وہ ارادہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ارادے کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ تو تم نے سن لیا کہ ظالموں نے ظلم کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کا بیڑہ غرق کر دیا۔ اور سنو!

فرمایا هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ کیا آئی ہے آپ کے پاس لشکروں کی خبر فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ فرعون کی خبر آئی ہے یا نہیں، قوم ثمود کی خبر آئی ہے یا نہیں؟ فرعونیوں کے ساتھ کیا ہوا؟ قوم ثمود کے ساتھ کیا ہوا؟ جو رب ان قوموں کو سزا دے سکتا ہے وہ آج بھی نافرمانوں کو سزا دے سکتا ہے بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ بلکہ کافر لوگ تکذیب میں مبتلا ہیں، جھٹلانے میں لگے ہوئے ہیں۔ توحید اور رسالت کو جھٹلاتے ہیں، قرآن اور قیامت کو جھٹلاتے ہیں، کمربستہ ہو کر حق کو جھٹلانے میں لگے ہوئے ہیں وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ اور اللہ تعالیٰ ان کو پیچھے سے گھیرنے والا ہے علم کے لحاظ سے،

قدرت کے لحاظ سے کوئی اللہ تعالیٰ کی قدرت سے باہر نہیں ہے سب اللہ تعالیٰ کے احاطہ علم اور قدرت میں ہیں۔ فرمایا اس کا انکار نہ کرو بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ بلکہ یہ قرآن ہے بڑی بزرگی والا۔ یہ جو قرآن تمھارے سامنے ہے بڑی بزرگی والا ہے۔

آج آسمانی کتابوں میں یہی کتاب ہے الحمد للہ! جو اپنی اصل شکل میں موجود ہے کہ اس میں زیر زبر کی بھی کمی بیشی نہیں ہوئی۔ بے شک تورات، انجیل، زبور برحق تھیں اور آسمانی صحیفے بھی تھے لیکن اس وقت دنیا میں تورات کا ایک نسخہ بھی اپنی اصل شکل میں موجود نہیں ہے۔ نہ انجیل اصل شکل میں موجود ہے اور نہ زبور اصلی شکل میں موجود ہے۔ اور خود پادری صاحبان اس چیز کا اقرار کرتے ہیں کہ کوئی بھی اصل شکل میں موجود نہیں ہے۔ صرف قرآن کریم اپنی اصل شکل میں موجود ہے۔ جس طرح لوح محفوظ میں تھا اور جس طرح حضرت جبرئیل علیہ السلام لے کر آئے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے ادا کیا اسی طرح آج تک محفوظ ہے اور قیامت تک رہے گا۔

فرمایا فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ لوح محفوظ میں ہے۔ وہاں سے حضرت جبرئیل علیہ السلام کی وساطت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوالے کیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی وساطت سے دنیا کے کونے کونے میں پہنچا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر

سُوْرَةُ الطَّارِقْ

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتھا ۱۷ ۔ ۸۶ سُوْرَۃُ الطَّارِقِ مَکِّیَّۃٌ ۳۶ ۔ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۝۱ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۝۲ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۝۳ اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۝۴ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝۵ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۝۶ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۝۷ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ۝۸ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۝۹ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ۝۱۰ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۝۱۱ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۝۱۲ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۝۱۳ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۝۱۴ اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ۝۱۵ وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ۝۱۶ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ۝۱۷ ع

وَالسَّمَآءِ قسم ہے آسمان کی وَالطَّارِقِ اور رات کو آنے والے کی وَمَآ اَدْرٰىكَ اور آپ کو کس نے بتلایا مَا الطَّارِقُ طارق کیا ہے النَّجْمُ الثَّاقِبُ، وہ چمکتا ہوا ستارہ ہے اِنْ كُلُّ نَفْسٍ نہیں ہے کوئی نفس لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ مگر اس پر نگران ہے فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ پس چاہیے کہ دیکھے انسان مِمَّ خُلِقَ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے خُلِقَ پیدا کیا گیا ہے مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ اچھلنے والے پانی سے يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ جو نکلتا ہے پشت اور سینے کے درمیان سے اِنَّهٗ عَلٰى

رَجۡعِهٖ لَقَادِرٌ بے شک وہ اس کو دوبارہ لوٹانے پر قادر ہے یَوۡمَ تُبۡلَى السَّرَآئِرُ جس دن امتحان لیا جائے گا رازوں کا فَمَالَهٗ مِنۡ قُوَّةٍ پس نہیں ہوگی اس کے لیے کوئی طاقت وَّلَا نَاصِرٍ اور نہ کوئی مددگار ہوگا وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجۡعِ قسم ہے لوٹنے والے آسمان کی وَالۡاَرۡضِ ذَاتِ الصَّدۡعِ اور قسم ہے پھٹنے والی زمین کی اِنَّهٗ لَقَوۡلٌ فَصۡلٌ بے شک یہ قرآن کریم البتہ فیصلہ کرنے والی بات ہے وَّمَا هُوَ بِالۡهَزۡلِ اور نہیں ہے یہ قرآن ہنسی مذاق کی بات اِنَّهُمۡ يَكِيۡدُوۡنَ كَيۡدًا بے شک یہ لوگ تدبیر کرتے ہیں تدبیر کرنا وَّاَكِيۡدُ كَيۡدًا اور میں بھی تدبیر کرتا ہوں تدبیر کرنا فَمَهِّلِ الۡكٰفِرِيۡنَ پس آپ مہلت دیں کافروں کو اَمۡهِلۡهُمۡ رُوَيۡدًا مہلت دیں ان کو تھوڑی سی۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام طارق ہے۔ پہلی آیت کریمہ میں طارق کا لفظ موجود ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے پینتیس «۳۵» سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کا چھتیسواں «۳۶» نمبر ہے۔ اس کا ایک رکوع اور سترہ «۱۷» آیتیں ہیں۔

طارق کیا ہے اور النجم الثاقب کی مختلف تفسیریں :

وَالسَّمَآءِ میں واو قسمیہ ہے۔ معنیٰ ہوگا قسم ہے آسمان کی وَالطَّارِقِ اور قسم ہے رات کو آنے والے کی۔ طارق کا لفظی معنیٰ ہے رات کو آنے والا۔ لیکن یہاں خود تشریح کردی کہ طارق سے کیا مراد ہے؟ فرمایا وَمَآ اَدۡرٰىكَ مَا الطَّارِقُ اور آپ کو کس نے

بتلایا کہ طارق کیا ہے، رات کو آنے والا کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں النَّجْمُ الثَّاقِبُ وہ چمکتا ہوا ستارہ ہے۔ ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ النَّجْمُ الثَّاقِبُ سے مراد چاند ہے کہ اس کی روشنی باقی تمام ستاروں سے زیادہ ہوتی ہے۔

اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ اس سے زحل ستارہ مراد ہے۔ تیسری تفسیر یہ ہے کہ ثریا یعنی کہکشاں مراد ہے۔ ان ستاروں میں اللہ تعالیٰ نے بڑی خاصیات رکھی ہیں۔ ہم سے چونکہ بہت دور ہیں اس لیے ہم ان کی پوری حقیقت سے واقف نہیں ہیں۔ یہ قسم ہے اور آگے جواب قسم ہے اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۔ بعض حضرات اِنْ کو نافیہ قرار دیتے ہیں اور لَمَّا اِلَّا کے معنی میں ہے۔ معنی ہوگا نہیں ہے کوئی نفس مگر اس پر نگران ہے۔

حَافِظٌ کی مراد :

وہ نگران کون ہے؟ اس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہے فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا وَّ هُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿یوسف: ۶۴﴾ "پس اللہ تعالیٰ ہی سب سے بہتر حفاظت کرنے والا ہے اور وہ سب سے بڑا مہربان ہے۔" تو سب سے بڑا محافظ رب العالمین ہے اور ہر وقت نگران ہے۔ یہ بھی صحیح ہے۔

اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ کراماً کاتبین مراد ہیں۔ کہ وہ اعمال کے نگران ہیں۔ سورۃ الانفطار پارہ ۳۰ میں ہے وَ اِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۙ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۙ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ "بے شک تمھارے اوپر البتہ حفاظت کرنے والے مقرر ہیں وہ باعزت لکھنے والے ہیں وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو۔" جو بات زبان سے نکلتی ہے اس کو لکھ لیتے ہیں اور جو فعل سرزد ہوتا ہے اس کو بھی لکھ لیتے ہیں۔ یہ دو فرشتے دن کے ہوتے ہیں اور دو

رات کے۔ فجر اور عصر کی نماز کے وقت ان کی ڈیوٹی بدلتی ہے۔ رات والے فجر کی نماز کے لیے امام اللہ اکبر! کہتا ہے تو چلے جاتے ہیں اور دن والے آجاتے ہیں۔ اور عصر کی نماز کے وقت امامِ محلہ کہتا ہے اللہ اکبر! تو دن والے چلے جاتے ہیں اور رات والے آجاتے ہیں۔

تیسری تفسیر یہ ہے کہ حافظ سے مراد وہ فرشتے ہیں جو انسان کی حفاظت پر مامور ہیں۔ جن کا ذکر پارہ ۱۳ سورۃ الرعد آیت نمبر ۱۱ میں ہے لَهُ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ "اس کے لیے آگے پیچھے آنے والے ہیں اس آدمی کے آگے بھی اور پیچھے بھی جو اس کی حفاظت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔"

تفسیر ابن جریر طبری میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دس فرشتے انسان کے بدن کی دن کو حفاظت کرتے ہیں اور دس رات کو۔ جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے نگرانی منظور ہوتی ہے اور جب اس کی ہلاکت کا وقت ہوتا ہے تو فرشتے الگ ہو جاتے ہیں اور وہی کچھ ہوتا ہے جو رب تعالیٰ نے اس کے لیے مقدر کیا ہوتا ہے۔

تو فرمایا ہر نفس پر نگران مقرر ہے فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ پس چاہیے کہ دیکھے انسان، غور کرے کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔ انسان جب جوانی اور طاقت میں ہوتا ہے مال و دولت والا ہوتا ہے تو بگڑا ہوا ہوتا ہے اور اپنی حقیقت کو بھول جاتا ہے کہ میں کس چیز سے پیدا ہوا ہوں۔ انسان کو اپنی خلقت دیکھنی چاہیے۔ اگر اسے خود شرم آتی ہے بیان نہیں کر سکتا تو ہم بتا دیتے ہیں خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ پیدا کیا گیا ہے اچھلنے والے پانی سے جو اچھل کر رحم میں پڑتا ہے شہوت کے ساتھ۔ مَآءٍ مَّهِيْنٍ حقیر پانی کہ جب وہ

شہوت کے ساتھ بدن سے نکلتا ہے تو بدن پلید ہو جاتا ہے، کپڑے کو لگے تو کپڑا پلید ہو جاتا ہے۔ اس نجس پانی سے اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ کاش کہ آج انسان اپنی اصلیت کو دیکھتا یَخۡرُجُ مِنۡۢ بَیۡنِ الصُّلۡبِ وَالتَّرَآئِبِ۔ تَرَائِب تَرِیۡبَۃٌ کی جمع ہے کا معنیٰ ہے چھاتی۔ چھاتی ہے تو مفرد مگر اس پر جمع کا لفظ بولا گیا ہے۔ معنیٰ ہوگا جو نکلتا ہے پشت اور سینے کے درمیان سے۔ مرد کا نطفہ کمر سے اور عورت کا چھاتی سے پیدا ہوتا ہے۔ اور چھاتی دل کے قریب ہوتی ہے اس وجہ سے ماں میں بچوں کے لیے شفقت زیادہ ہوتی ہے۔ اور کمر چونکہ دل سے ذرا دور ہوتی ہے اس لیے باپ میں شفقت بہ نسبت ماں کے تھوڑی ہوتی ہے۔

فرمایا اے انسان سن لے! جس رب نے تجھے حقیر چیز سے پیدا کیا ہے اِنَّهٗ عَلٰی رَجۡعِهٖ لَقَادِرٌ بے شک وہ رب تعالیٰ انسان کو دوبارہ لوٹانے پر قادر ہے۔ اگر انسان اپنی اصلیت کو سمجھے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کو تسلیم کرنا اور بعث بعد الموت کا اقرار کرنا کوئی مشکل نہیں ہے اور اگر آنکھیں بند کر لے اور ضد سے کام لے تو اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ یَوۡمَ تُبۡلَی السَّرَآئِرُ۔ سَرَائِر جمع ہے سَرِیۡرَۃٌ کی اور سَرِیۡرَۃ کا معنیٰ ہے راز۔ معنیٰ ہوگا جس دن امتحان لیا جائے گا رازوں کا۔ چاہے دل کے راز ہوں یا ایک دوسرے کے ساتھ راز و نیاز کی باتیں ہوئی ہوں سب کا امتحان ہوگا کہ وہ باتیں جائز تھیں یا ناجائز تھیں۔ چھوٹی بڑی ہر شے سامنے آئے گی اور انسان حیران ہوگا اور کہے گا مَالِ هٰذَا الۡكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيۡرَةً وَّلَا كَبِيۡرَةً اِلَّاۤ اَحۡصٰىهَا ﴿الکہف:۴۹﴾ "کیا ہے اس کتاب کو کہ یہ نہیں چھوڑتی کسی چھوٹی چیز کو اور نہ بڑی چیز کو مگر اس نے اس کو سنبھال رکھا ہے۔" وہ چیزیں جن کو انسان گناہ نہیں سمجھتا تھا ان کا بھی سوال ہوگا۔

مقرب بندوں کے گناہ نیکیوں میں بدل دیئے جائیں گے :

بخاری شریف میں روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک مومن بندے کو قریب کر کے اس پر پردہ ڈال دیں گے۔ پھر اس سے سوال کریں گے اَتَذْكُرُ ذَنْبَ كَذَا "کیا فلاں گناہ تجھے آیا، کیا فلاں گناہ تجھے یاد ہے۔" ان چیزوں کا ذکر فرمائیں گے جن کو بندہ گناہ نہیں سمجھتا تھا۔ مثلاً : رب تعالیٰ فرمائیں گے بندے! تجھے یاد ہے مسجد سے نکلتے ہوئے تو نے سیڑھیوں پر تھوکا تھا، تو نے کیلا، آم کھا کر چھلکے راستے پر پھینک دیئے تھے۔ تیرے کمرے میں جالا لگا ہوا تھا تو نے نہیں اُتارا تھا۔ تو نے کمرے کی صفائی نہیں کی تھی۔ ایسی چیزوں کا ذکر ہوگا جن کو انسان گناہ نہیں سمجھتا تھا۔ اس کے ہوش وحواس گم ہو جائیں گے، طوطے اُڑ جائیں گے کہ ان چیزوں کا سوال ہو رہا ہے جن کو میں گناہ ہی نہیں سمجھتا تھا۔ تو رب تعالیٰ فرمائیں گے اے بندے! چوں کہ تیری نیکیاں زیادہ ہیں لہٰذا میں تجھے ان گناہوں کے بدلے میں اجر دیتا ہوں۔ کیوں کہ توبہ کرنے والے بندوں کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں کے ساتھ بدل دیتے ہیں فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ "یہی لوگ ہیں کہ تبدیل کر دے گا اللہ تعالیٰ ان کی برائیوں کو نیکیوں کے ساتھ۔"

جب یہ دیکھے گا تو پھر اپنے گناہ بتانے کے خود ریکارڈ توڑ دے گا۔ کہے گا میں نے یہ گناہ بھی کیا تھا، یہ گناہ بھی کیا تھا۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے پہلے بولتا نہیں تھا اب خاموش نہیں ہوتا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم گناہ شروع کر دو کہ مشکل ہے کہ ہم لوگ اس مد میں آجائیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہوں گے جن کی بُرائیاں نیکیوں کے ساتھ بدلے گا۔ ہمارے لیے تو اتنی بات ہی بڑی ہے کہ ہمارے گناہ معاف کر دے۔ ہم اس مد کے بندے ہو جائیں ہمارے لیے یہی غنیمت ہے۔

توفرمایا جب دن رازوں کا امتحان لیا جائے گا فَمَالَهٗ مِنْ قُوَّةٍ پس نہیں ہوگی اس کے لیے کوئی طاقت امتحان کو ٹالنے کی وَّلَا نَاصِرٍ اور نہ کوئی مددگار ہوگا کہ اس کو چھڑا سکے وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ قسم ہے لوٹنے والے آسمان کی۔ قاضی بیضاوی رحمہ اللہ لوٹنے کا یہ مطلب بیان فرماتے ہیں کہ وہ دورہ کرتا ہے یعنی چکر لگاتا ہے۔ اور ذَاتِ الرَّجْعِ کا معنیٰ یہ بھی کرتے ہیں کہ آسمان بار بار بارش برساتا ہے۔ بارش ہوتی ہے، پھر بارش ہوتی ہے، پھر لوٹ کر آیا پھر بارش ہوئی وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ اور قسم ہے زمین پھٹنے والی کی۔ پھٹنے کے بعد اس میں درخت اُگتے ہیں، فصلیں اُگتی ہیں، سبزیاں اُگتی ہیں، پودے پیدا ہوتے ہیں۔

فرمایا اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ بے شک یہ قرآن کریم فیصلہ کرنے والی بات ہے۔ قرآن جو کہتا ہے حق کہتا ہے۔ یہی سورت حضرت ضماد رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا سبب بنی تھی۔ جن کا تعلق قبیلہ بنو ازدشنوءہ سے تھا۔ یہ بڑا مشہور قبیلہ ہے۔ اسی قبیلے کی عورت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نکاح ہوگا جب وہ آسمان سے نزول فرمائیں گے۔ دو بچے پیدا ہوں گے۔ ایک کا نام موسیٰ رکھیں گے اور دوسرے کا نام محمد رکھیں گے۔ موسیٰ تو اس لیے کہ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے آخری پیغمبر تھے اور یہ تورات اور موسیٰ علیہ السلام کی تائید کرتے تھے۔ اور محمد اس لیے کہ نازل ہونے کے بعد چالیس سال تک حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت نافذ کریں گے۔

حضرت ضماد رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام کا واقعہ :

یہ ضماد دیوانوں کا معالج تھا۔ اس کو علم ہوا کہ مسجد حرام کے متولیوں میں سے کسی کا بچہ جو یتیم ہے دیوانہ ہوگیا ہے۔ تو یہ انسانی ہمدردی کے جذبے کو لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے پاس پہنچا اور کہنے لگا حضرت! ازدشنوءہ قبیلے کے ضماد نامی آدمی کا نام سنا ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں میں نے سنا ہے۔ کہنے لگا وہ عاجز میں ہوں۔ میں پاگلوں کا علاج کرتا ہوں اللہ تعالیٰ شفا دیتا ہے۔ میں انسانی ہمدردی کے تحت آیا ہوں آپ سے فیس نہیں لینی اگرچہ میری فیس بہت زیادہ ہے۔ اس کی گفتگو سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرائے کہ کافروں نے میرے خلاف کتنا پروپیگنڈا کیا ہوا ہے کہ ان کا قبیلہ مکہ مکرمہ سے چار پانچ دن کی مسافت پر رہتا ہے وہاں تک مشہور ہو گیا ہے کہ یہ دیوانہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دیوانہ نہیں ہوں۔ ضماد نے کہا کہ لوگ کیوں کہتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ان کی زبانیں ان کے منہ میں ہیں میرے کنٹرول میں تو نہیں ہیں وہ جانیں اور ان کا کام جانے۔

کہنے لگا آپ کہتے کیا ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ مسنونہ پڑھا جو جمعہ میں آپ حضرات سنتے ہیں اور یہ سورت پڑھی۔ کیوں کہ وہ عربی تھا اور عربی زبان کی فصاحت و بلاغت کو سمجھتا تھا جیسے جیسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ایک آیت پڑھتے جاتے تھے اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے جاتے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورت مکمل کر لی تو کہنے لگا میں معافی چاہتا ہوں میں نے غلط سمجھا تھا مجھے آپ مسلمان کر کے بیعت کر لیں۔ ضماد شکار کرنے کے لیے آیا تھا مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق کے جال میں ایسا پھنسا کہ نکل نہ سکا۔ آیا تھا کافر اور گیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہو کر۔

تو فرمایا بے شک یہ قرآن فیصلہ کرنے والی بات ہے وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ اور نہیں ہے یہ قرآن ہنسی مذاق کی بات۔ دل لگی کی بات نہیں ہے اِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا بے شک یہ لوگ تدبیر کرتے ہیں تدبیر کرنا کہ کسی طرح قرآن کریم کے پروگرام کو مٹا دیں

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ
﴿حم السجدہ:۲۶، پارہ: ۲۴﴾ "اور کہا ان لوگوں نے جو کافر ہیں نہ سنو اس قرآن کو اور شور وغل مچاؤ اس میں تاکہ تم غالب ہو جاؤ۔"

اور سورۃ الانعام آیت نمبر ۲۶ میں ہے وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْئَوْنَ عَنْهُ "اور وہ روکتے ہیں اس قرآن سے اور خود بھی دور ہوتے ہیں۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شہید کرنے کے منصوبے بنائے کہ کسی طریقے سے دین ختم ہو جائے وَّاَكِيْدُ كَيْدًا اور میں بھی تدبیر کرتا ہوں تدبیر کرنا۔ آپ کو بچانے کی اور اسلام کو پھیلانے کی۔ سورت صف پارہ ۲۸ میں ہے وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ "اور اللہ تعالیٰ پورا کرنے والا ہے اپنے نور کو، ایمان کو، نورِ توحید کو، نورِ رسالت کو، نورِ نبوت کو، نورِ قرآن کو، اگرچہ کافر اس کو پسند نہ کریں۔"

فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ پس آپ مہلت دیں کافروں کو اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا مہلت دیں ان کو تھوڑی سی۔ عن قریب ان کو انجام کا پتا چل جائے گا۔ پھر بدر میں ان کی کیا گت بنی؟ پھر 8ھ میں مکہ مکرمہ فتح ہوا تو کیسے ان کی دوڑیں لگیں۔ تاخیر میں اللہ تعالیٰ کی حکمت ہوتی ہے آپ پریشان نہ ہوں یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسير

سُورَةُ الأعلىٰ

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتھا ۱۹ ۸۷ سُوْرَۃُ الْاَعْلٰى مَكِّيَّةٌ ۸ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۞ الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى ۞ وَالَّذِيْ قَدَّرَ فَهَدٰى ۞ وَالَّذِيْ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ۞ فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى ۞ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى ۞ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى ۞ وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ۞ فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ۞ سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ۞ وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ۞ الَّذِيْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ۞ ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ۞ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۞ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۞ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۞ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۞ اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۞ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ۞

سَبِّحِ پاکیزگی بیان کر اِسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى اپنے بلند رب کے نام کی الَّذِيْ خَلَقَ وہ جس نے پیدا کیا فَسَوّٰى پھر برابر کیا وَالَّذِيْ قَدَّرَ اور وہ ذات جس نے تقدیر مقرر کی فَهَدٰى پھر راہ نمائی کی وَالَّذِيْ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى اور وہ ذات جس نے چارا نکالا فَجَعَلَهٗ غُثَآءً پھر کر دیا اس کو خشک اَحْوٰى سیاہ سَنُقْرِئُكَ

بتاکید ہم آپ کو پڑھائیں گے فَلَا تَنْسٰٓی پھر آپ نہ بھولیں گے

اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰہُ مگر وہ جو رب چاہے اِنَّہٗ یَعْلَمُ الْجَھْرَ بے شک وہ

جانتا ہے بلند آواز کو وَمَا یَخْفٰی اور مخفی کو وَنُیَسِّرُكَ اور ہم

آسان کردیں گے آپ کے لیے لِلْیُسْرٰی آسان چیز کو فَذَكِّرْ

پس آپ نصیحت کریں اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰی تحقیق نفع دے گی

نصیحت سَیَذَّكَّرُ عن قریب قبول کرے گا مَنْ یَّخْشٰی جو ڈرتا

ہے وَیَتَجَنَّبُھَا اور کنارہ کش رہے گا اس نصیحت سے الْاَشْقَی جو

بڑا بد بخت ہے الَّذِیْ یَصْلَی النَّارَ الْكُبْرٰی وہ جو داخل ہوگا

بڑی آگ میں ثُمَّ لَا یَمُوْتُ فِیْھَا پھر نہ مرے گا اس آگ میں وَلَا

یَحْیٰی اور نہ زندہ رہے گا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰی تحقیق کامیاب

ہوگیا جس نے باطن صاف کرلیا وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّہٖ اور ذکر کیا اپنے

رب کے نام کا فَصَلّٰی پس نماز پڑھی بَلْ بلکہ تُؤْثِرُوْنَ

الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا تم ترجیح دیتے ہو دنیا کی زندگی کو وَالْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی

حالانکہ آخرت بہت بہتر ہے اور دیرپا ہے اِنَّ ھٰذَا بے شک یہی بات

لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی پہلے صحیفوں میں درج ہے صُحُفِ اِبْرٰھِیْمَ

وَمُوْسٰی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفے اور موسیٰ علیہ السلام کے صحیفے۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام سورۃ الاعلیٰ ہے۔ پہلی ہی آیت کریمہ میں اعلیٰ کا لفظ موجود ہے اسی سے سورت کا نام لیا گیا ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے سات «۷» سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کا آٹھواں «۸» نمبر ہے۔ اس کا ایک رکوع اور انیس «۱۹» آیات ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ آنحضرت ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے تمام ایمان والوں کو حکم دیتے ہیں سَبِّحِ پاکیزگی بیان کر اِسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى اپنے رب کے نام کی جو بلند شان والا ہے۔ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا اجْعَلُوْهَا فِيْ سُجُوْدِكُمْ "اپنے سجدوں میں پڑھا کرو سبحان ربی الاعلیٰ" اور سورہ واقعہ کی جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا اجْعَلُوْهَا فِيْ رُكُوْعِكُمْ "اس کو تم اپنے رکوع میں کر لو یعنی رکوع میں پڑھا کرو سبحان ربی العظیم" حدیث پاک میں آتا ہے کہ کم از کم تین مرتبہ تسبیح ہونی چاہیے۔ ترمذی شریف کی روایت میں ہے یعنی کم از کم تین مرتبہ سبحان ربی العظیم پڑھے۔

امام عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ امام بخاری رحمہ اللہ کے استاذ الاستاذ ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں۔ بڑے اونچے درجے کے فقیہ، محدث اور مجاہد ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ امام کو چاہیے کہ پانچ یا سات مرتبہ تسبیحات پڑھے۔ کیوں کہ مقتدیوں میں بعض کند ذہن ہوتے ہیں اور بعض بوڑھے ہوتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ امام تین مرتبہ پڑھ کر سر اُٹھا لے اور وہ نہ پڑھ سکیں۔ میرا عمل اُن کے فتویٰ پر ہے۔ میں کم از کم پانچ مرتبہ

پڑھتاہوں تاکہ مقتدی تین دفعہ آرام سے پڑھ لیں۔

الَّذِیْ خَلَقَ جس نے پیدا کیا ساری کائنات کو۔ وہ ساری کائنات کا خالق ہے فَسَوّٰی پھر برابر کیا ہر چیز کو، اعتدال کے ساتھ بنایا۔ وہ ایسا بھی کر سکتا تھا کہ ایک ٹانگ اتنی ہی ہوتی اور دوسری اُونٹ کی طرح لمبی ہوتی، ایک ہاتھ اتنا ہی ہوتا اور دوسرا زیبرے کی اگلی ٹانگ کے برابر لمبا ہوتا، ایک کان اتنا ہی ہوتا اور دوسرا ہاتھی کے کان کے برابر ہوتا، ایک آنکھ اتنی ہی ہوتی اور دوسری بھینس کی آنکھ کے برابر ہوتی۔ وہ ایسا کرنے پر قادر تھا لیکن اس نے ہر چیز کو اعتدال کے ساتھ بنایا وَالَّذِیْ قَدَّرَ اور وہ ذات ہے جس نے ہر چیز کا اندازہ ٹھہرایا، ہر چیز کی تقدیر مقرر کی فَھَدٰی پھر راہ نمائی کی کہ اس طرح تو نے ماں کی چھاتی سے خوراک چوسنی ہے۔ بچے کو ماں کی چھاتی سے دودھ چوسنا کس نے سکھایا ہے کہ اس طرح چوسے گا تو دودھ نکلے گا جو تیری خوراک بنے گا۔

سورۃ البلد میں ہے وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ "اور بتائی اس کو ہم نے دو گھاٹیاں۔" دایاں پستان اور بائیاں پستان کہ ان میں تیری خوراک ہے۔ ہر چیز کو اللہ تعالیٰ نے ادراک و شعور عطا فرمایا ہے۔ چھوٹے بچوں کو تم نے دیکھا ہوگا کہ آنکھ میں خارش ہو تو انگلیاں نہیں مارتے الٹا ہاتھ ملتے ہیں۔ اگر آنکھ میں ناخن ماریں تو آنکھ کا نقصان ہو سکتا ہے۔ یہ رب تعالیٰ نے اس کی فطرت میں ڈالا ہے۔

ہر چیز میں اللہ تعالیٰ نے شعور و ادراک رکھا ہے :

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ جو دار العلوم دیو بند کے مہتمم تھے وہ واقعہ سناتے ہیں کہ مجھے راجپوتانہ (علاقے کا نام ہے) جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں

ہندوؤں کا راج تھا بندر مارنے کی ممانعت تھی۔ وہاں بندر بڑا نقصان کرتے تھے برتن اور کپڑے تک اُٹھا کر لے جاتے تھے اور سامنے بیٹھ کر کپڑے کو چیر پھاڑ دیتے تھے۔ روٹیاں اُٹھا کر لے جاتے۔ غصہ بھی آتا مگر بے بس تھے مار بھی نہیں سکتے تھے۔ ہم نے سنکھیا خریدا اور آٹے میں ملا کر روٹیاں پکائیں اور چھت پر پھیلا دیں کہ سو پچاس کھا کر مریں گے کچھ تو کمی آئے گی۔ ہم دیکھنے بیٹھ گئے کہ بندر آتے جائیں گے کھاتے جائیں گے اور مرتے جائیں گے اور ہم خوش ہو جائیں گے۔

دو تین بندر آئے دیکھا روٹیاں پھیلی پڑی ہیں۔ اب دیکھ رہے ہیں کھاتے نہیں۔ دیکھتے دیکھتے چلے گئے۔ کچھ دیر بعد چودہ پندرہ بندر آئے وہ بھی دیکھ کر چلے گئے۔ پھر دس پندرہ منٹ کے بعد پچاس ساٹھ بندروں کی قطار جو بڑے موٹے موٹے چودھری قسم کے تھے، آئے اور روٹیوں کو گھیرا ڈال کر بیٹھ گئے۔ مگر کھانے کے لیے آگے کوئی نہ بڑھا۔

کچھ دیر بعد ایک بوڑھا بندر آگے بڑھا۔ اس نے روٹی کو توڑ کر سونگھا، دوسرے نے توڑا اور سونگھا، تیسرے نے توڑا اور سونگھا اور کھائے بغیر سارے بھاگ گئے۔ گویا کہ وہ نتیجے پر پہنچ گئے۔ ہم نے سمجھا کہ یہ تدبیر بھی ناکام ہو گئی مگر کوئی بیس منٹ گزرے تو سو دو سو بندروں کی ایک قطار آئی اور ہر ایک کے ہاتھ میں ایک پتوں والی ٹہنی تھی۔ انھوں نے آکر روٹیوں کے ٹکڑے کیے اور روٹیوں کے ٹکڑے کھاتے اور اوپر سے پتے کھاتے اور دندناتے ہوئے چلے گئے۔ نہ ان میں سے کوئی بے ہوش ہوا اور نہ کوئی مرا۔ وہ جڑی بوٹی زہر کا تریاق تھا۔

تو ہر چیز میں اللہ تعالیٰ نے شعور رکھا ہے اور زندہ رہنے کا انداز بتلایا ہے وَ الَّذِیْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰی اور اللہ وہ ذات جس نے نکالا چارا زمین سے۔ اللہ تعالیٰ نے

جہاں انسانوں کی خوراک کا انتظام کیا ہے وہاں حیوانوں کی خوراک کا بھی انتظام کیا ہے، چارا پیدا کیا ہے فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى پھر کر دیا اس کو خشک سیاہ۔ پہاڑی علاقوں میں برف باری ہوتی ہے تو وہ لوگ دو دو دن گھروں سے باہر نہیں نکل سکتے نہ جانوروں کو نکال سکتے ہیں۔ وہ لوگ جانوروں کے لیے گھاس کاٹ کر جمع کر لیتے ہیں۔ وہ گھاس خشک ہو کر سیاہ ہو جاتی ہے۔ جو رب جانوروں کا انتظام کرتا ہے وہ انسانوں کا انتظام بدرجہ اولیٰ کرے گا۔ جسمانی خوراک کا بھی اور روحانی خوراک کا بھی۔

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى اے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! بتاکید ہم آپ کو پڑھائیں گے فَلَا تَنْسٰى پس آپ نہیں بھولیں گے اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ مگر وہ جو اللہ تعالیٰ چاہے۔ یعنی جس حکم کو اللہ تعالیٰ منسوخ کر دیں گے وہ آپ کے ذہن سے نکل جائے گا اور جس کو محفوظ رکھنا ہے وہ نہیں بھولے گا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ایسا حافظہ عطا فرمایا تھا کہ جبرئیل علیہ السلام جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سناتے تھے وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یاد ہو جاتا تھا اور پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کو فوراً سنا دیتے تھے اور لکھنے والے لکھ لیتے تھے۔ تقریباً اٹھائیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کاتبین وحی تھے جن میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

فرمایا اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے بلند آواز کو وَمَا يَخْفٰى اور اس کو بھی جانتا ہے جو مخفی ہے۔ بلکہ رب تعالیٰ تو دل میں جو خیالات پیدا ہوتے ہیں ان کو بھی جانتا ہے اس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى اور ہم آسان کر دیں گے آپ کے لیے آسان چیز کو۔ اس آسان سے کیا مراد ہے؟ ایک تفسیر یہ ہے کہ شریعت اور دین مراد ہے کہ یہ شریعت آسان ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے کسی پر اتنا بوجھ نہیں ڈالا کہ جس کو وہ اُٹھا نہ سکے۔ یہ مزید آپ کے لیے آسان ہو

جائے گی۔

اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یُسۡرٰی سے مراد جنت ہے۔ جنت کو آسان کر دیا۔ اس لیے کہتے ہیں کہ وہاں محنت، مشقت نہیں ہے تمام چیزیں وہاں تیار ملیں گی۔ دنیا میں تو انسان محنت مشقت کرتا ہے اور جنت میں کسی چیز کے لیے مشقت نہیں ہے۔

تو پھر مطلب یہ ہوگا کہ جنت میں پہنچانے والے جو اعمال ہیں وہ ہم آپ کے لیے آسان کر دیں گے۔ نمازیں پڑھنی آسان ہوں گی، روزے رکھنے آسان ہوں گے، جہاد کرنا آسان ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تھکاوٹ ہوتی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنا شروع کر دیتے تھے۔ پوچھنے والے پوچھتے تو فرماتے تھکاوٹ ہوگئی تھی اس کو دور کرنے کے لیے نماز شروع کر دی ہے۔

آج بھی بڑے ڈاکٹر کہتے ہیں کہ ریڑھ کی ہڈی کا علاج ہی نماز ہے۔ رکوع، سجود کرنے سے ریڑھ کی ہڈی کو بڑی تقویت پہنچتی ہے۔ باطنی طور پر جو ثواب ہے وہ تو ہے نماز ظاہری طور پر بھی صحت کا سبب ہے۔

فَذَكِّرْ پس آپ نصیحت کریں لوگوں کو اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى تحقیق نفع دیتی ہے نصیحت۔ اِنْ یہاں قَدْ کے معنیٰ میں ہے۔ (بعض حضرات اِنْ کو شرطیہ قرار دیتے ہیں اور معنیٰ یہ کرتے ہیں کہ نصیحت کر اگر نصیحت نفع دے۔) جس آدمی کا دل صاف ہو ضد اور تعصب اس میں نہ ہو اس کے لیے حق کو ماننا کوئی مشکل نہیں ہے۔ اور ضدی کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ پیغمبر بھی ضد کا علاج نہیں کر سکے۔

معجزہ شق القمر:

ستائیسویں پارے میں واقعہ گزر چکا ہے کہ چودھویں کا چاند تھا قریش مکہ نے کہا

کہ آپ نبوت کے دعوے دار ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھیجا ہے تو اپنے رب کو کہیں کہ چاند دو ٹکڑے ہو جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ میری تصدیق کے لیے ایسا کر دے تو مان جاؤ گے؟ کہنے لگے ضرور مانیں گے۔ یہ چوں کہ مشکل کام تھا سارے اس پر متفق تھے۔ اللہ تعالیٰ نے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا۔ ایک ٹکڑا جبل ابوقبیس پر کعبۃ اللہ سے مشرق کی طرف بیت اللہ کے دروازے کے سامنے جو پہاڑ ہے اس کا نام جبل ابوقبیس ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اسی پہاڑ کو زمین میں نصب کیا۔ اسی پہاڑ پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حج کا اعلان کیا تھا کہ اے مال دار لوگو! حج کے لیے آؤ۔ اسی آواز کے جواب میں حاجی لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ کہتے ہوئے جاتے ہیں۔ جبل ابوقبیس چھوٹا سا پہاڑ ہے۔ اب حکومت نے اس کے نیچے سرنگیں بنادی ہیں جن کے ذریعے گاڑیاں منیٰ جاتی ہیں۔

چاند کا دوسرا ٹکڑا کعبۃ اللہ سے مغرب کی طرف جو پہاڑ ہے جس کا نام قیقعان ہے اس پر چلا گیا۔ لیکن قریش مکہ نے سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ کہہ کر حق کو قبول نہیں کیا۔ تو ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔

فرمایا سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى عن قریب قبول کرے گا نصیحت کو جو ڈرتا ہے رب تعالیٰ سے وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى اور کنارہ کش رہے گا نصیحت سے جو بڑا بد بخت ہے۔ بد بخت نامراد انسان نصیحت کو قبول نہیں کرتا۔ وہ بد بخت کہاں جائے گا؟ الَّذِىْ وہ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى داخل ہوگا بڑی آگ میں۔ وہ دوزخ کی آگ ہے جو دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہے۔ اور دنیا کی آگ لوہے تک کو پگھلا دیتی

ہے۔ تو اس کا کیا حال ہوگا؟ ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيٰى پھر نہ مرے گا اس میں اور نہ جیے گا۔ اگر اس میں مارنا مقصود ہو تو اس کا ایک جھونکا ہی کافی ہے لیکن وہاں تو سزا کے لیے ڈالا جائے گا، مرنے کے بعد سزا کون بھگتے گا۔ پھر آگ میں جلنے والے کی کیا زندگی ہے۔ خود آگ میں جلنے والے، جہنم کے انچارج فرشتے مالک علیہ السلام سے کہیں گے يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ﴿الزخرف: ۷۷﴾ "اے مالک علیہ السلام! چاہیے کہ فیصلہ کر دے ہم پر آپ کا رب۔" پروردگار ہم کو مار دے۔ اللہ تعالیٰ کا فرشتہ کہے گا کیا تمھارے پاس پیغمبر نہیں آئے تھے، کتابیں نہیں آئی تھیں؟ کہیں گے آئے تھے مگر ہمارے اوپر ہماری بدبختی غالب آ گئی تھی۔ فرشتہ کہے گا بے شک تم رہنے والے ہو اسی مقام پر۔

فلاح پانے والوں کا تذکرہ :

آگے اللہ تعالیٰ نے فلاح پانے والوں کا ذکر فرمایا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى تحقیق کامیاب ہو گیا جس نے باطن صاف کر لیا اور ظاہر بھی صاف کر لیا۔ باطن کی صفائی کلمہ طیبہ، ایمان کے ساتھ ہے۔ عقیدے کی درستگی کے ساتھ ہے۔ اور ظاہر کی صفائی غسل اور وضو کے ساتھ ہے وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى اور ذکر کیا اپنے رب کے نام کا پس اس نے نماز پڑھی۔ یعنی اللہ اکبر! کہہ کر نماز شروع کی۔ پانچ نمازیں اور جمعہ فرض ہے۔ وتر واجب ہیں باقی نفل نمازیں ہیں۔ تو جس نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر نمازیں پڑھیں وہ کامیاب ہو گیا۔ تمھیں تو اس طرح تزکیہ کرنا چاہیے تھا لیکن حال کیا ہے؟ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بلکہ تم ترجیح دیتے ہو دنیا کی زندگی کو۔ دنیا کو دین پر مقدم رکھتے ہو۔ شریعت کو دوسرا درجہ دیتے ہو۔ وقت ملا تو نماز پڑھ لی دل کیا تو روزہ رکھ لیا، حلال و حرام کی پروا نہیں کرتے۔

جائز طریقے سے دنیا کمانے کی اجازت ہے بلکہ حکم ہے۔ لیکن ناجائز طریقے سے کمانا بُری بات ہے۔ بندے کو چاہیے کہ دنیا کو آخرت پر ترجیح نہ دے۔ حلال کو حلال سمجھے اور حرام کو حرام سمجھے۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق کو سمجھے اور حقوق العباد کو سمجھے وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى اور آخرت بہت بہتر ہے اور دیر پا ہے اِنَّ هٰذَا بے شک یہی بات لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى پہلے صحیفوں میں درج ہے۔ وہ کون سے صحیفے ہیں؟ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى حضرت ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے صحیفے ہیں۔ ان میں بھی یہی مسئلہ درج تھا کہ آخرت بہت بہتر ہے اور پائیدار ہے۔ لہٰذا تم آخرت کو دنیا پر ترجیح دو دنیا کو آخرت پر ترجیح نہ دو۔

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

تفسیر

سُورَةُ الغَاشِيَة

(مکمل)

جلد ۲۱

ایاتها ۲۶ ۸۸ سُوْرَةُ الْغَاشِيَةِ مَكِّيَّةٌ ٦٨ ركوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۝۱ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۝۲ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝۳ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝۴ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝۵ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۝۶ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ۝۷ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۝۸ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ۝۹ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝۱۰ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ۝۱۱ فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۝۱۲ فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ۝۱۳ وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ۝۱۴ وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ۝۱۵ وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ ۝۱۶ اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ۝۱۷ وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ۝۱۸ وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ۝۱۹ وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ۝۲۰ فَذَكِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝۲۱ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۝۲۲ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ ۝۲۳ فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ۝۲۴ اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ ۝۲۵ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ۝۲۶

هَلْ تحقیق اَتٰىكَ آچکی ہے آپ کے پاس حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ڈھانپ لینے والی چیز کی بات وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ کچھ چہرے اس دن خَاشِعَةٌ جھکے ہوئے ہوں گے عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ محنت کرنے والے

تھکے ہوئے تَصْلٰی نَارًا حَامِیَةً داخل ہوں گے بھڑکتی ہوئی آگ میں
تُسْقٰی پلایا جائے گا انہیں مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ کھولتے ہوئے چشمے
سے پانی لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ نہیں ہوگا ان کے لیے کھانا اِلَّا مِنْ
ضَرِيْعٍ مگر کانٹے دار جھاڑی لَّا يُسْمِنُ نہ وہ موٹا کرے گی وَلَا
يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ اور نہ کفایت کرے گا بھوک سے وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ
کچھ چہرے اس دن نَّاعِمَةٌ تروتازہ ہوں گے لِّسَعْيِهَا اپنی کمائی
پر رَاضِيَةٌ راضی ہوں گے فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ اونچی جنت میں داخل
ہوں گے لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا نہیں سنیں گے اس میں لَاغِيَةً کوئی بے
ہودہ بات فِيْهَا عَيْنٌ اس میں چشمے ہوں گے جَارِيَةٌ جاری
فِيْهَا سُرُرٌ اس میں کرسیاں ہوں گی مَّرْفُوْعَةٌ اونچی اونچی وَّاَكْوَابٌ
گلاس ہوں گے مَّوْضُوْعَةٌ مناسب مقام پر رکھے ہوئے وَّنَمَارِقُ
اور گاؤ تکیے مَصْفُوْفَةٌ صف بہ صف رکھے ہوں گے وَّزَرَابِيُّ
اور قالینیں مَبْثُوْثَةٌ بچھی ہوں گی اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ کیا پس وہ
دیکھتے نہیں ہیں اِلَى الْاِبِلِ اونٹوں کی طرف كَيْفَ خُلِقَتْ کیسے
پیدا کیے گئے ہیں وَاِلَى السَّمَآءِ اور آسمان کی طرف كَيْفَ رُفِعَتْ
کیسے بلند کیا گیا ہے وَاِلَى الْجِبَالِ اور پہاڑوں کی طرف كَيْفَ نُصِبَتْ
کیسے نصب کیے گئے ہیں وَاِلَى الْاَرْضِ اور زمین کی طرف

كَيْفَ سُطِحَتْ کیسے بچھائی گئی ہے فَذَكِّرْ پس آپ نصیحت کریں

اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ بے شک آپ نصیحت کرنے والے ہیں لَسْتَ

عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ نہیں ہیں آپ ان پر داروغہ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى مگر

جس نے روگردانی کی وَكَفَرَ اور کفر کیا فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ پس

عذاب دے گا اس کو اللہ تعالیٰ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ بڑا عذاب اِنَّ

اِلَيْنَآ بے شک ہماری طرف اِيَابَهُمْ ان کا لوٹنا ہے ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا

پھر بے شک ہمارے ذمہ ہے حِسَابَهُمْ ان کا حساب۔

نام اور کوائف:

اس سورت کا نام سورۃ الغاشیہ ہے۔ غاشیہ کا لفظ پہلی ہی آیت کریمہ میں موجود ہے۔ اسی لفظ سے اس سورت کا نام الغاشیہ رکھا گیا ہے۔ یہ سورۃ بھی مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے سڑسٹھ (۶۷) سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کا ایک رکوع اور چھبیس آیتیں ہیں۔

جس طرح قیامت کا ایک نام قیامت ہے۔ ایک نام القارعہ ہے، ایک نام الحاقہ ہے، ایک نام واقعہ ہے، ایک نام آزفہ ہے، ایک نام آخرۃ ہے۔ اسی طرح ایک نام غاشیہ بھی ہے۔ یہ سب نام قرآن کریم میں مذکور ہیں۔

هَلْ اَتٰىكَ ۔ هَلْ یہاں قَدْ کے معنیٰ میں ہے۔ معنیٰ ہوگا تحقیق آچکی تمہارے پاس حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ چھا جانے والی کی بات۔ قیامت سب کا احاطہ کرے گی ایسا نہیں ہے کہ ایک علاقہ میں برپا ہو اور دوسرے علاقہ میں نہ ہو۔ بعض

قوموں پر آئے اور بعض قوموں پر نہ آئے۔ بلکہ وہ سب پر چھا جائے گی۔ تو فرمایا اے نبی کریم ﷺ! تحقیق آچکی ہے آپ کے پاس چھا جانے والی کی بات وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ کچھ چہرے اس دن جھکے ہوئے ہوں گے شرم اور ندامت سے عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ محنت کرنے والے تھکے ہوئے۔

بعض مفسرین کرام رحمہم اللہ اس کا مفہوم یہ بیان کرتے ہیں کہ کافر لوگ دنیا میں بڑی بڑی ریاضتیں کرتے ہیں، عبادتیں کرتے ہیں، تکلیفیں برداشت کرتے ہیں لیکن جہنم میں جائیں گے کیوں کہ ایمان کی دولت سے محروم ہیں۔ کیوں کہ ایمان کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں ہے۔ کئی دفعہ بیان ہو چکا ہے کہ اعمال کی قبولیت کے لیے تین بنیادی شرطیں ہیں۔ پہلی شرط: ایمان ہے کہ ایمان کے بغیر کوئی نیکی قبول نہیں ہے۔

دوسری شرط: اخلاص ہے۔ یعنی نیکی خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہو ریا اور دکھاوا نہ ہو۔

تیسری شرط: اتباع سنت ہے۔ جو کام کرے سنت کی پیروی میں کرے۔ اگر اپنی طرف سے گھڑے گا گناہ ہوگا ثواب نہیں ملے گا۔ اگر یہ شرائط پائی جائیں گی تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے چھوٹی سے چھوٹی نیکی بھی محفوظ ہوگی۔ لیکن ایمان کے بغیر کسی نیکی کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ ہندو، سکھ، بدھ مت والے، یہودی، عیسائی اپنے اپنے طرز وطریقے پر عبادتیں کرتے ہیں، ریاضتیں کرتے ہیں، تکلیفیں اُٹھاتے ہیں مگر ان کے یہ سارے اعمال اور تکلیفیں اُٹھانا بے کار ہیں۔ اس لیے کہ آپ ﷺ کے مبعوث ہونے کے بعد وہ آپ ﷺ پر ایمان نہیں لائے۔ لہٰذا ان کی کوئی عبادت قبول نہیں ہوگی۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ کا تعلق آخرت کے ساتھ ہے۔ آخرت میں چلیں گے تو بڑی مشکل سے چلیں گے۔ ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پاؤں

میں بیڑیاں ہوں گی اور دور دراز سے چل کر اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت میں پہنچیں گے تو محنت اٹھائے ہوئے تھکے ماندے ہوں گے بخلاف مومنوں کے کہ ان کے ہاتھ پاؤں کھلے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے جسم میں مزید قوت پیدا کر دے گا۔ وہ خوشی خوشی پہنچیں گے۔ کافر تھکے ماندے ہوں گے تَصۡلٰی نَارًا حَامِیَۃً داخل ہوں گے بھڑکتی ہوئی آگ میں تُسۡقٰی مِنۡ عَیۡنٍ اٰنِیَۃٍ پلایا جائے گا انہیں کھولتے ہوئے چشمے سے پانی۔ جیسے ہانڈی کے نیچے تیز آگ ہو تو پانی کھولتا ہے اس طرح کا ابلتا ہوا گرم پانی ان کو پلایا جائے گا کہ ہونٹوں کو لگے گا تو یَشۡوِی الۡوُجُوۡہَ ہونٹ جل جائیں گے۔ یَتَجَرَّعُہٗ ﴿سورۃ ابراہیم﴾ "ایک ایک گھونٹ کر کے نیچے اُتاریں گے۔" پیٹ میں پہنچے گا تو انتڑیوں کو ریزہ ریزہ کر کے پاخانے کے راستے نکال دے گا۔ پھر وہ انتڑیاں ان کے منہ میں ڈال کر پیٹ میں پہنچائی جائیں گی اور یہی قصہ ان کے ساتھ ہوتا رہے گا۔

لَیۡسَ لَہُمۡ طَعَامٌ نہیں ہوگا ان کے لیے کھانا اِلَّا مِنۡ ضَرِیۡعٍ مگر کانٹے دار جھاڑی جو بڑی کڑوی ہوتی ہے جانور اس کو سونگھ کر چھوڑ دیتے ہیں کھاتے نہیں۔ اور شجرت الزّقوم تھوہر کا درخت بھی دوزخیوں کی خوراک ہے۔ سمجھانے کے لیے ان کے ساتھ تشبیہ دی ہے ورنہ آخرت کی کوئی شے دنیا میں موجود نہیں ہے لَا یُسۡمِنُ وَلَا یُغۡنِیۡ مِنۡ جُوۡعٍ نہ وہ موٹا کرے گا جسم کو اور نہ وہ بھوک سے کفایت کرے گا۔ خوراک آدمی اسی لیے کھاتا ہے کہ بھوک ختم ہو جائے اور جسم موٹا اور مضبوط ہو جائے۔ جہنم کی خوراک یہ دونوں کام نہیں کرے گی۔ بھوک کے غلبے کی وجہ سے مجبوراً کھائیں گے۔ یہ تو نافرمانوں کا ذکر تھا اب ان کے مدمقابل فرماں برداروں کا ذکر ہے، نیکوں کا ذکر ہے وُجُوۡہٌ یَّوۡمَئِذٍ نَّاعِمَۃٌ کچھ چہرے اس دن بڑے تروتازہ، ہشاش

بشاش ہوں گے، سفید ہوں گے لِّسَعۡيِهَا رَاضِيَةٌ اپنی کوشش پر راضی ہوں گے کہ ایمان لائے، نمازیں پڑھیں، روزے رکھے، حج کیا، زکوٰۃ دی، قربانیاں دیں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خوش ہوں گے کہ ہماری محنت ٹھکانے لگ گئی فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ اونچی جنت میں داخل ہوں گے۔ جنت درجے کے لحاظ سے بھی بلند ہے اور حسی اعتبار سے بھی بلند ہے۔ جنت کا محل وقوع بلند ہے لَّا تَسۡمَعُ فِيهَا لَاغِيَةً نہیں سنیں گے جنت میں کوئی بے ہودہ بات۔ گالی نہیں سنیں گے، جھوٹ نہیں سنیں گے، غیبت نہیں سنیں گے، کسی قسم کی دل آزاری کی بات نہیں سنیں گے۔ جنت دار السلام ہے وہاں امن اور سلامتی ہے فِيهَا عَيۡنٌ جَارِيَةٌ جنت میں چشمے جاری ہوں گے۔ کوثر کا، سلسبیل کا، کافور کا، زنجبیل کا، صاف پانی کا۔ مختلف قسم کے چشمے جاری ہوں گے۔

فِيهَا سُرُرٌ مَّرۡفُوعَةٌ۔ سُرُر سَرِيۡرٌ کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے کرسی۔ جنت میں اونچی کرسیاں ہوں گی ان پر بیٹھے ہوں گے جدھر کا ارادہ کریں گے کرسیاں اُدھر گھوم جائیں گی۔ کرسیاں ارادے کے تابع ہوں گی وَّأَكۡوَابٌ مَّوۡضُوعَةٌ۔ اَکۡوَاب کُوۡبٌ کی جمع ہے۔ ایسے برتن کو کہتے ہیں جس کا دستہ نہ ہو۔ گلاس بھی ہو سکتا ہے، پیالہ بھی ہو سکتا ہے۔ گلاس اور پیالے ہوں گے مناسب جگہ پر رکھے ہوئے۔ جب کسی کو پیاس لگے گی پیالہ تلاش کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی ہر جگہ موجود ہوں گے

وَنَمَارِقُ مَصۡفُوفَةٌ۔ نَمَارِق نُمۡرُوۡقَةٌ کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے گاؤ تکیہ جس کے ساتھ آدمی ٹیک لگا کر بیٹھتا ہے۔ معنیٰ ہوگا وہاں تکیے ہوں گے صف بہ صف رکھے ہوئے وَزَرَابِيُّ مَبۡثُوثَةٌ۔ یہ زَرۡبِيَّةٌ کی جمع ہے۔ زربیہ کا معنیٰ ہے قالین۔ معنیٰ ہوگا قالین بچھے ہوئے ہوں گے۔ کوئی جنتی گاؤ تکیہ لگا کے بیٹھا ہوگا، کوئی کرسی

پر اور کوئی قالین پر بیٹھا ہوگا۔ ہر ایک کے دل کی مراد پوری ہوگی۔

عرب کا علاقہ ریتلا اور پہاڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے علاقے کے لیے اونٹ پیدا فرمایا۔ اونٹ کا پاؤں ریت میں دھنستا نہیں ہے کہ چوڑا ہوتا ہے۔ انسان کا قدم ریت میں دھنس جاتا ہے۔ اونٹ جفاکش جانور ہے اور قدم بھی لمبے لمبے ہوتے ہیں سفر جلدی طے ہوتا ہے۔ وہ لوگ اونٹوں پر سفر کرتے تھے دائیں بائیں پہاڑ نظر آتے تھے۔ اوپر آسمان اور نیچے زمین نظر آتی تھی۔

(فقیہ وقت حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ نے اس کو اس طرح بیان فرمایا تھا کہ پہلے ان کی نگاہ اونٹ پر پڑتی تھی۔ اونٹ پر بیٹھنے کے بعد نگاہ اُٹھاتے تو آسمان پر پڑتی۔ آسمان سے نیچے دیکھتے تو نگاہ پہاڑوں پر پڑتی پہاڑوں سے ہٹتی تو زمین پر پڑتی۔ مرتب)

اللہ تعالیٰ نے توجہ دلانے کے لیے فرمایا اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کیا پس وہ نہیں دیکھتے اونٹوں کی طرف کَیْفَ خُلِقَتْ کیسے پیدا کیے گئے ہیں۔ ان کا قد دیکھو، ان کا بدن دیکھو، ٹانگیں دیکھو، گردن دیکھو وَاِلَی السَّمَآءِ کَیْفَ رُفِعَتْ اور آسمان کی طرف نہیں دیکھتے کیسے بلند کیا گیا ہے۔ پہلے سے لے کر ساتویں تک۔ جس کو پہلے آسمان کا یقین ہے وہ باقیوں پر بھی یقین رکھتا ہے۔ دنیا میں منکر بھی موجود ہیں۔

فیثاغورث ایک یونانی حکیم گزرا ہے وہ آسمان کا منکر تھا۔ وہ کہتا تھا کہ یہ نیلگوں چیز جو نظر آتی ہے یہ آسمان نہیں ہے بلکہ یہ ہماری حد نظر ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ایسے باطل لوگوں کا رد فرمایا ہے کہ ایک آسمان نہیں سات آسمان ہیں۔

فرمایا وَاِلَی الْجِبَالِ کَیْفَ نُصِبَتْ اور پہاڑوں کی طرف نہیں دیکھتے کیسے

نصب کیے گئے ہیں۔ سورت نبا میں گزر چکا ہے وَّالۡجِبَالَ اَوۡتَادًا "پہاڑوں کو اللہ تعالیٰ نے کیل بنایا ہے اور زمین میں ٹھونک دیا ہے۔" وَاِلَى الۡاَرۡضِ كَيۡفَ سُطِحَتۡ اور زمین کی طرف نہیں دیکھتے کیسے بچھائی گئی ہے فَذَكِّرۡ پس آپ نصیحت کریں اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مُذَكِّرٌ بے شک آپ نصیحت کرنے والے ہیں۔

دیانند سرسوتی کا اعتراض اور دیوبندی عالم کا بصیرت افروز جواب :

انگریز کا زمانہ تھا۔ آریہ سماج کا ایک منہ پھٹ لیڈر تھا دیانند سرسوتی۔ یہ اسلام کے خلاف، قرآن کے خلاف بڑی تقریریں کرتا تھا۔ ایک طرف پادری اسلام کی تردید کرتے تھے اور ایک طرف یہ کرتا تھا۔ اس نے ایک کتاب بھی لکھی ہے "ستیارتھ پرکاش" بڑی نایاب کتاب ہے مگر میرے پاس موجود ہے۔ اس کا چودھواں باب اس منحوس نے قرآن کریم پر اعتراضات کے لیے وقف کیا ہے۔ اور الحمد للہ سے لے کر والناس تک اعتراضات کیے ہیں۔ یہاں اس مقام پر بھی اس نے اعتراض کیا ہے۔ کہتا ہے نصیحت کرنے والے کے ساتھ اونٹوں کا کیا ربط ہے، آسمان کا کیا ربط ہے، زمین کا کیا جوڑ؟ کہ ان چیزوں کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَذَكِّرۡ آپ نصیحت کریں۔ کہتا ہے کہ یہ کتاب کسی جاہل بدو نے لکھی ہے، معاذ اللہ تعالیٰ۔

ہمارے اکابر علماء دیوبند کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم کے ساتھ دین کی بڑی سمجھ دی تھی۔ قرآن پاک کی روح کو، حدیث پاک کی روح کو اور فقہ اسلامی کی روح کو بڑی گہری نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ہمارے بزرگوں میں سے مفتی نعیم احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ منڈی بہاؤالدین میں مسجد کے خطیب تھے۔ پھر فیصل آباد چلے گئے تھے اور پیپلز کالونی کی بڑی مسجد کے خطیب مقرر ہوئے تھے۔ وہ شاعر مزاج بھی تھے۔

ایک موقع پر انھوں نے اپنے مہاجر بھائیوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا اور میرے مہاجر بھائیو!

زمیں بدلی زماں بدلا مکیں بدلے مکاں بدلا
نہ تو بدلا نہ میں بدلا پھر بدلا تو کیا بدلا

حضرت کے سامنے کسی نے اسی اعتراض کا ذکر کیا کہ دیانند سرسوتی نے یہ اعتراض کیا ہے تو حضرت نے فرمایا کہ ان چیزوں کا مذکر مبلغ کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ مبلغ کو جفا کشی میں اونٹ کی طرح ہونا چاہیے، اخلاق میں آسمان کی طرح بلند ہونا چاہیے، اپنے عقیدے اور نظریے میں پہاڑوں کی طرح مضبوط ہونا چاہیے لوٹے کی طرح گھومے نہ۔ اور تواضع ایسی ہو جیسے زمین بچھی ہوئی ہے۔ تو ان چیزوں کا مذکر نصیحت کرنے والے کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔

فرمایا بے شک آپ نصیحت کرنے والے ہیں لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ نہیں ہیں آپ ان پر داروغہ کہ جبراً ان سے منوائیں اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ مگر جس نے اعراض کیا ایمان سے اور رب تعالیٰ کے حکموں کا انکار کیا فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ پس اللہ تعالیٰ اس کو سزا دے گا بڑی سزا۔ اور بندو! کان لگا کر سن لو اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ بے شک ہماری طرف ہی ان لوگوں نے لوٹ کر آنا ہے اور کوئی اور جگہ نہیں ہے جہاں جائیں گے ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ پھر بے شک ہمارے ذمہ ہے ان کا حساب۔ ہم ان سے رتی رتی کا حساب لیں گے لہٰذا اب وقت ہے آخرت کی تیاری کرو۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

تفسیر

سُورَۃُ الۡفَجۡر

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتہا ۳۰ ۸۹ سُوْرَۃُ الْفَجْرِ مَکِّیَّۃٌ ۱۰ رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالْفَجْرِ ﴿۱﴾ وَلَیَالٍ عَشْرٍ ﴿۲﴾ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ﴿۳﴾ وَالَّیْلِ اِذَا یَسْرِ ﴿۴﴾ هَلْ فِیْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِیْ حِجْرٍ ﴿۵﴾ اَلَمْ تَرَ كَیْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ﴿۶﴾ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ﴿۷﴾ الَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ ﴿۸﴾ وَثَمُوْدَ الَّذِیْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ﴿۹﴾ وَفِرْعَوْنَ ذِی الْاَوْتَادِ ﴿۱۰﴾ الَّذِیْنَ طَغَوْا فِی الْبِلَادِ ﴿۱۱﴾ فَاَكْثَرُوْا فِیْهَا الْفَسَادَ ﴿۱۲﴾ فَصَبَّ عَلَیْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ﴿۱۳﴾ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴿۱۴﴾ فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ فَیَقُوْلُ رَبِّیْۤ اَكْرَمَنِ ﴿۱۵﴾ وَاَمَّاۤ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَیْهِ رِزْقَهٗ فَیَقُوْلُ رَبِّیْۤ اَهَانَنِ ﴿۱۶﴾

وَالْفَجْرِ قسم ہے فجر کی وَلَیَالٍ عَشْرٍ اور قسم ہے دس راتوں کی وَّالشَّفْعِ اور قسم ہے جفت کی وَالْوَتْرِ اور قسم ہے طاق کی وَالَّیْلِ اِذَا یَسْرِ اور قسم ہے رات کی جب جانے لگے هَلْ فِیْ ذٰلِكَ قَسَمٌ تحقیق ان چیزوں میں قسم ہے لِّذِیْ حِجْرٍ عقل والے کے لیے اَلَمْ تَرَ کیا آپ نے نہیں دیکھا كَیْفَ فَعَلَ رَبُّكَ کیا کیا آپ کے رب نے بِعَادٍ عاد قوم کے ساتھ اِرَمَ جو ارم تھے ذَاتِ الْعِمَادِ

بڑے بڑے ستونوں والے اَلَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ وہ عاد کہ نہیں پیدا کیے ان جیسے شہروں میں وَ ثَمُوْدَ اور نہیں دیکھا ثمود قوم کو الَّذِیْنَ وہ ثمود قوم جَابُوا الصَّخْرَ جنھوں نے تراشا چٹانوں کو بِالْوَادِ وادی میں وَفِرْعَوْنَ اور فرعون کو نہیں دیکھا ذِی الْاَوْتَادِ میخوں والا الَّذِیْنَ طَغَوْا فِی الْبِلَادِ جنھوں نے سرکشی کی شہروں میں فَاَكْثَرُوْا فِیْهَا الْفَسَادَ پس بہت زیادہ کیا انھوں نے ان شہروں میں فساد فَصَبَّ عَلَیْهِمْ رَبُّكَ پس پھینکا ان پر آپ کے رب نے سَوْطَ عَذَابٍ عذاب کا کوڑا اِنَّ رَبَّكَ بے شک آپ کا رب لَبِالْمِرْصَادِ گھات میں ہے فَاَمَّا الْاِنْسَانُ پس بہرحال انسان اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ جب آزماتا ہے اس کو اس کا رب فَاَكْرَمَهٗ پس اس کو عزت دیتا ہے وَنَعَّمَهٗ اور اس کو نعمت دیتا ہے فَیَقُوْلُ تو کہتا ہے رَبِّیْۤ اَكْرَمَنِ میرے رب نے میری عزت کی ہے وَاَمَّاۤ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ اور بہرحال جب اس کو آزماتا ہے فَقَدَرَ عَلَیْهِ رِزْقَهٗ پس تنگ کر دیتا ہے اس پر اس کا رزق فَیَقُوْلُ تو کہتا ہے رَبِّیْۤ اَهَانَنِ میرے رب نے میری توہین کی ہے۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام سورۃ الفجر ہے۔ پہلی ہی آیت کریمہ میں فجر کا لفظ موجود ہے۔ اسی لفظ سے اس سورت کا نام فجر ماخوذ ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے

نو ﴿۹﴾ سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کا دسواں نمبر ہے۔ اس کا ایک رکوع اور تیس ﴿۳۰﴾ آیتیں ہیں۔

وَالْفَجْرِ کی تفسیریں:

وَالْفَجْرِ میں واو قسمیہ ہے۔ معنٰی ہوگا قسم ہے فجر کی۔ فجر سے کیا مراد ہے؟ مفسرین کرام ﷬ اس آیت کی تفسیر یہ بیان کرتے ہیں کہ اس سے مراد چھوٹی عید کی فجر ہے۔ چونکہ رمضان شریف کے روزے ختم ہوئے ہیں اور رمضان شریف میں بڑی عبادت کی ہوتی ہے اس کے بعد آنے والی عید کا بڑا مقام ہے۔ عید کی نماز بھی پڑھنی ہوتی ہے۔ لہٰذا فجر سے مراد چھوٹی عید کی فجر ہے۔

دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ فجر سے مراد دسویں ذوالحجہ کی فجر ہے۔ بڑی عید کی فجر مراد ہے۔ دسویں ذوالحجہ کو حاجی قربانی کرتے ہیں اور دوسرے علاقوں میں بھی لوگ قربانی کرتے ہیں۔ یہ دن بھی بڑی برکت والا ہے لہٰذا اس کی فجر مراد ہے۔

تیسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ نویں ذوالحجہ کی فجر مراد ہے کہ نویں تاریخ کو لوگ عرفات میں جمع ہوتے ہیں۔ یہ حج کے فرائض اور ارکان میں سے ایک اہم رکن ہے۔ لہٰذا عرفہ کی فجر مراد ہے۔ اور یہ تفسیر بھی کرتے ہیں کہ ہر فجر مراد ہے کہ یہ نورانی وقت ہوتا ہے لہٰذا اس وقت کی قسم ہے وَلَيَالٍ عَشْرٍ اور قسم ہے دس راتوں کی۔ اس سے کون سی راتیں مراد ہیں؟

ایک تفسیر یہ ہے کہ رمضان المبارک کی آخری دس راتیں مراد ہیں جن میں لیلۃ القدر ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے اِلْتَمِسُوْهَا فِيْ عَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ "رمضان المبارک کے آخری عشرے میں لیلۃ القدر کو تلاش کرو۔"

توان دس راتوں کی بڑی فضیلت ہے۔

دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ یکم ذوالحجہ سے لے کر دس ذوالحجہ کی دس راتیں مراد ہیں۔ان راتوں میں حج کے احکام ہوتے ہیں،احرام باندھتے ہیں،منیٰ،عرفات،مزدلفہ پہنچتے ہیں۔گویا کہ یہ بڑی برکت والی راتیں ہیں۔

تیسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ محرم کی ابتدائی دس راتیں مراد ہیں۔کیوں کہ سال کا آغاز ہوتا ہے۔دس محرم کو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو فرعون سے نجات دی تھی۔

وَّالشَّفْعِ اور قسم ہے جفت کی وَالْوَتْرِ اور قسم ہے طاق کی۔اس کی ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ جفت،طاق سے نمازیں مراد ہیں کہ فجر،ظہر،عصر،عشاء کی نمازیں جفت ہیں مغرب اور وتر طاق ہیں۔اور یہ معنیٰ بھی کرتے ہیں کہ جفت سے مراد مخلوق ہے اور طاق سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔کیوں کہ مخلوق میں نر بھی ہیں،مادہ بھی ہیں، کالے بھی ہیں،گورے بھی ہیں،بڑے قد کے بھی ہیں،چھوٹے قد کے بھی ہیں۔آسمان بلندی پر ہے اور زمین پستی پر ہے،رات ہے،دن ہے۔یہ سب جفت ہیں۔اللہ تعالیٰ کی ذات وحدہٗ لاشریک لہ ہے اس کے مقابلے میں کوئی نہیں ہے۔

وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ اور قسم ہے رات کی جب وہ جانے لگتی ہے۔رات تاریک ہوتی ہے۔یہ رب تعالیٰ کی قدرتوں میں سے ایک قدرت ہے۔یہ تفسیر بھی کرتے ہیں کہ رات سے معراج والی رات مراد ہے۔ سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا "پاک ہے وہ ذات جو لے گئی اپنے بندے کو رات کے وقت۔" وہ رات بھی بڑی برکت والی راتوں میں سے ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مکرمہ سے مسجد اقصیٰ تک اور مسجد

اقصیٰ سے پہلا، دوسرا آسمان اور سدرۃ المنتہیٰ تک اور جہاں تک اللہ تعالیٰ کو منظور تھا بیداری کی حالت میں سیر کرائی۔ اور اسی رات پانچ نمازوں کا تحفہ بھی دیا۔

هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ یہاں هَلْ قَدْ کے معنیٰ میں ہے۔ تحقیق ان چیزوں میں قسم ہے لِذِيْ حِجْرٍ عقل مندوں کے لیے۔ جواب قسم محذوف ہے۔ وہ ہے لَتُعَذَّبُنَّ يَا اَهْلَ (كُفَّار) مَكَّةَ "تمھیں ضرور سزا دی جائے گی اے مکے والو!" جو رب ان چیزوں کے قائم کرنے پر قادر ہے وہ تمھیں اُٹھا بھی سکتا ہے اور سزا بھی دے سکتا ہے۔ اَلَمْ تَرَ ایک رویت ہوتی ہے آنکھ سے دیکھنا اور ایک رویت ہوتی ہے دل سے دیکھنا۔

مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ یہاں رویت قلبی مراد ہے یعنی جاننا۔ تو اَلَمْ تَرَ اَلَمْ تَعْلَمْ کے معنیٰ میں ہے۔ کیا آپ کے علم میں نہیں ہے ہمارے بتلانے کے ساتھ۔ کیوں کہ جب یہ واقعات ہوئے ہیں اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف نہیں لائے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آنکھوں سے نہیں دیکھا اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا۔

قومِ عاد :

تو فرمایا کیا آپ نے نہیں دیکھا یعنی آپ کے علم میں نہیں ہے كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ کیا کیا آپ کے رب نے عاد قوم کے ساتھ۔ اِرَمَ جو ارم کی نسل سے تھی، عاد بن ارم بن سام بن نوح۔ عاد نوح علیہ السلام کا پڑپوتا تھا۔ اس سے آگے اتنی نسل چلی کہ مستقل خاندان بنے۔ یہ بڑے قد آور اور صحت مند تھے ذَاتِ الْعِمَادِ بڑے بڑے ستونوں والے۔ ان کے قد بڑے لمبے تھے اور اپنے قد کے مطابق انھوں نے

مکان بنائے ہوئے تھے۔ مکانوں کے ستون بڑے بڑے ہوتے تھے اَلَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ وہ عادقوم کہ نہیں پیدا کیے گئے ان جیسے شہروں میں۔ ایسے قد آور اور صحت مند لوگ اللہ تعالیٰ نے شہروں میں پیدا ہی نہیں کیے۔ اور طاقت ور اور مضبوط ہتموں والے تھے کہ کسی آدمی کی کھوپڑی پر ہاتھ ڈالتے تھے تو بھیجا نکال دیتے تھے، اس ن پسلیاں توڑ دیتے تھے۔

سورۃ الشعراء آیت نمبر ۱۳۰ میں ہے وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِیْنَ "اور جب تم ہاتھ ڈالتے ہو کسی پر تو گرفت کرتے ہو ظلم کے ساتھ۔" دوسری قوموں کو للکارتے ہوئے کہتے تھے مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ﴿حم سجدہ: ۱۵﴾ "کون ہے ہم سے زیادہ طاقت والا۔"

ان کی طرف اللہ تعالیٰ نے ہود علیہ السلام کو بھیجا۔ یہ احقاف کے علاقے میں رہتے تھے۔ جغرافیہ دان احقاف کے علاقے کی تعیین اس طرح کرتے ہیں کہ ایک طرف نجران اور دوسری طرف عمان ہے۔ تیسری طرف حضرموت اور چوتھی طرف بحرین ہے۔ ان کے درمیان کا جو علاقہ ہے وہ احقاف ہے۔ احقاف حقفٌ کی جمع ہے۔ حقف کا معنیٰ ریت کا ٹیلا ہے۔ اس علاقے میں ریت کے ٹیلے تھے اس لیے اس کو احقاف کہتے ہیں۔

ہود علیہ السلام نے ان کو تبلیغ کی تھوڑے سے لوگ مسلمان ہوئے باقی کسی نے تسلیم نہیں کیا۔ یہ بارانی اور خشک علاقہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس طرح سزا دی کہ بارش روک لی نہری علاقوں اور چشموں والے علاقوں میں بھی بارش نہ ہو تو اثر پڑتا ہے۔ اور بارانی علاقوں میں بارش نہ ہو تو ان لوگوں کا برا حال ہوتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ درخت خشک ہو

گئے، کھیت تباہ ہو گئے، جانور مرنے لگ گئے، پانی کی تنگی کی وجہ سے لوگ دوسری جگہ منتقل ہونے پر مجبور ہو گئے۔

حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا کہ تم مجھ پر ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ تم پر لگا تار بارش برسائے گا تمھارے حالات سدھر جائیں گے۔قوم نے کہا کہ اگر تیری وجہ سے بارش ہوتی ہے تو ہمیں ایک قطرے کی بھی ضرورت نہیں ہے ہم تیری بات ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

سورہ احقاف میں ہے کہ ان کو ایک بادل کا ٹکڑا نظر آیا بڑے خوش ہوئے۔ کہنے لگے هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا "یہ بادل ہے ہم پر بارش برسائے گا۔" ہمارے حالات سنور جائیں گے۔ترمذی شریف کی روایت ہے کہ وہ بادل کا ٹکڑا جب قریب آیا تو اس سے آواز آئی:

رِمَادًا لَا تَذَرُ مِنْ عَادٍ اَحَدًا

"عاد قوم کو خاک کر دے ان میں سے کسی ایک کو نہ چھوڑ۔" یہ آواز انھوں نے اپنے کانوں سے سنی مگر توبہ نہیں کی اور اپنی کرتوتوں سے باز نہیں آئے۔ پھر ان بادلوں سے تند و تیز ہوا نکلی کہ ایک ہزار میل فی گھنٹہ کہو تو بھی کم ہے۔ان بڑے بڑے قد والوں کو اُٹھا اُٹھا کر پھینک کر مار دیا كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ﴿سورۃ الحاقہ: پارہ ۲۹﴾ "گویا کہ وہ کھجور کے تنے ہیں جو اکھاڑ کے پھینک دیے گئے ہیں۔" اور سورۃ الذاریات آیت نمبر ۴۲ پارہ ۲۷ میں ہے مَا تَذَرُ مِنْ شَیْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ "نہیں چھوڑتی تھی وہ ہوا کسی چیز کو جس پر وہ چلتی تھی مگر کر دیتی تھی اس کو چورا چورا۔"

تو فرمایا کیا آپ نہیں جانتے کیا کیا آپ کے رب نے عاد قوم کے ساتھ جو ارم کی

نسل سے تھے لمبے لمبے ستونوں والے کہ نہیں پیدا کیے ان جیسے شہروں میں وَثَمُوْدَ اورنہیں دیکھا آپ نے قوم ثمود کو، آپ کے علم میں نہیں ہے الَّذِیْنَ جَابُوا الصَّخْرَ صَخْرَ صَخْرَۃٌ کی جمع ہے۔اس کا معنیٰ ہے چٹان۔اور صَخْرَ کا معنیٰ ہے چٹانیں۔معنیٰ ہوگا وہ ثمود قوم جنھوں نے تراشا چٹانوں کو بِالْوَادِ وادی القریٰ میں۔اس علاقے کو حجر کہتے ہیں۔ یہ خیبر اور تبوک کے درمیان ہے۔ان لوگوں نے چٹانیں تراش تراش کے مکان بنائے تھے تاکہ زلزلے کی وجہ سے گریں نہ۔ بڑی بڑی چٹانیں تھیں ان میں پورا پورا مکان بن جاتا تھا۔سونے کا کمرہ، مہمان خانہ، باورچی خانہ، ناچ گھر۔ایک ایک مکان پر سوسو سال لگ جاتے تھے۔

ہمارے شاگرد فاضل نصرۃ العلوم مدینہ یونیورسٹی میں داخل ہوئے۔ پرنسپل سے اجازت لے کر حجر کے علاقے میں گئے۔قریب پہنچے تو وہاں چرواہے ملے، کچھ بوڑھے، کچھ جوان۔ اُنھوں نے پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ اِنھوں نے کہا کہ حجر کے علاقے میں جا رہے ہیں۔انھوں نے کہا لَا تَذْهَبُوْا "نہ جاؤ خدا کا عذاب آجائے گا۔" خیر یہ کہتے ہیں کہ ہم نے وہاں جا کر دیکھا دوسو کے قریب چٹانوں میں کمرے بنے ہوئے تھے مگر بسنے والا کوئی نہیں تھا۔قوم ثمود پر اللہ تعالیٰ نے ایک چیخ مسلط کی جس سے سب کے کلیجے پھٹ گئے اور ختم ہو گئے مگر صالح علیہ السلام کی بات نہیں مانی۔

وَفِرْعَوْنَ ذِی الْاَوْتَادِ - اَوْتَاد وَتَدٌ کی جمع ہے۔وتد کے معنیٰ ہیں میخ۔معنیٰ ہوگا فرعون کے ساتھ رب تعالیٰ نے کیا کیا جو میخوں والا تھا۔یہ اتنا ظالم تھا کہ جب سزا دیتا تھا تو ہاتھوں اور پاؤں میں میخیں ٹھونک دیتا تھا کہ آدمی ہل نہ سکے۔لوگوں میں مشہور تھا وہ بادشاہ جو بدن میں میخیں ٹھونک دیتا ہے۔

اور یہ تفسیر بھی کرتے ہیں کہ اس کے خیموں کی میخیں سونے کی ہوتی تھیں الَّذِیْنَ طَغَوْا فِی الْبِلَادِ یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے شہروں میں سرکشی کی فَاَكْثَرُوْا فِیْهَا الْفَسَادَ پس بہت زیادہ کیا ان شہروں میں انھوں نے فساد۔ قوم عاد نے بھی اور قوم ثمود نے بھی اور ظالم فرعون نے تو اپنا اقتدار بچانے کے لیے بارہ ہزار بچے قتل کرائے اور نوّے ہزار حمل گرائے۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے جس سے خطرہ تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو فرعون کے گھر پال کر دکھایا۔ فرمایا فَصَبَّ عَلَیْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ پس پھینکا ان پر آپ کے رب نے عذاب کا کوڑا (تازیانہ عبرت تیرے رب نے ان کو لگایا)۔ کسی پر ہوا مسلط کی، کسی پر زلزلہ، کسی پر چیخ اور فرعونیوں کو رب تعالیٰ نے بحر قلزم میں ڈبو دیا اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ بے شک آپ کا رب گھات میں ہے، نگرانی میں ہے۔ مرصاد اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں بیٹھ کر آدمی اپنے دشمن کی نگرانی کرتا ہے کہ یہاں سے گزرے گا تو میں حملہ کروں گا۔ تو معنیٰ ہوگا تمھارا رب نگرانی میں لگا ہوا ہے کہ تم کیا کر رہے ہو۔

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ پس بہرحال انسان اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ جب آزماتا ہے اس کو اس کا رب فَاَكْرَمَهٗ پس اس کو عزت دیتا ہے وَنَعَّمَهٗ اور اس کو نعمت دیتا ہے۔ مال دیا، اولاد دی، منصب اور عہدہ دیا تو بڑا خوش ہوتا ہے فَیَقُوْلُ رَبِّیْٓ اَكْرَمَنِ تو کہتا ہے میرے رب نے میری عزت کی ہے۔ وہ مال و دولت کو عزت سمجھتا ہے۔ حالانکہ رب تعالیٰ مال و دولت دے کر بھی آزماتا ہے اور لے کر بھی آزماتا ہے۔

مال و دولت اگر فی نفسہٖ عزت والی چیز ہوتی تو دنیا میں سب سے زیادہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملتی۔ کیوں کہ مخلوق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی شخصیت کوئی نہیں

ہے۔ لیکن بارہا تم سن چکے ہو کہ آپ ﷺ پر ایسا وقت بھی آیا ہے کہ دو دو مہینے آپ ﷺ کے گھر چولھا نہیں جلا کہ پکانے کے لیے کچھ نہیں ہوتا تھا۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ دقل کھجوریں بھی ہمیں سیر ہو کر دو دن نہیں ملیں۔ دقل کھجور بڑی سخت قسم کی ہوتی ہے دانتوں والا اس کو چبا سکتا ہے دوسرا نہیں۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہمیں مال و دولت سے عزت ملتی ہے۔

وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰـهُ اور بہرحال جب اس کو آزماتا ہے رب فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَـهٗ پس تنگ کر دیتا ہے اس پر اس کا رزق فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ تو کہتا ہے میرے رب نے میری توہین کر دی ہے۔ یعنی مجھے ذلیل کر دیا ہے۔ انسان یہ سمجھتا ہے کہ رزق کی کمی میں ذلت ہے اور فراوانی میں عزت ہے۔ لیکن اس کا یہ نظریہ غلط ہے۔ کیوں کہ مال و دولت کی فراوانی عزت ہوتی تو فرعون و قارون سب سے زیادہ عزت والے ہوتے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں جس کا تقویٰ زیادہ ہوگا وہ عزت والا ہوگا۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰـكُمْ ﴿سورۃ الحجرات: پارہ ۲۶﴾ "بے شک تم میں سے زیادہ عزت والا اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہے جو زیادہ تقویٰ والا ہے۔"

ہاں! کسی کو اگر ایمان اور اچھے اعمال کے ساتھ ساتھ مال و دولت بھی مل جائے تو نورٌ علیٰ نور ہے۔ محض دولت کوئی شے نہیں ہے۔ مومن ہے، حلال طیب طریقے سے کماتا ہے، رب تعالیٰ کا حق ادا کرتا ہے، زکوٰۃ دیتا ہے، قربانی دیتا ہے، فطرانہ نکالتا ہے، عشر ادا کرتا ہے، حج ادا کرتا ہے، غریبوں کی امداد کرتا ہے تو نورٌ علیٰ نور ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر قسم کی آزمائش سے محفوظ فرمائے۔

كَلَّا

بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ﴿١٧﴾ وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿١٨﴾ وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ﴿١٩﴾ وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ﴿٢٠﴾ كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ﴿٢١﴾ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿٢٢﴾ وَجِايْٓءَ يَوْمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ ۙ يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ﴿٢٣﴾ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ ﴿٢٤﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ ﴿٢٥﴾ وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ ﴿٢٦﴾ يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ﴿٢٩﴾ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ﴿٣٠﴾ ع

كَلَّا خبردار بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ بلکہ تم عزت نہیں کرتے یتیم کی وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ اور نہیں ابھارتے تم عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ مسکین کے کھانے پر وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ • اور کھاتے ہو تم وراثت اَكْلًا کھا جانا لَّمًّا سمیٹ کر وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ اور محبت کرتے ہو تم مال کے ساتھ حُبًّا جَمًّا بہت زیادہ محبت كَلَّآ خبردار اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ جب کوٹ دیا جائے گا زمین کو دَكًّا دَكًّا کوٹا جانا وَّجَآءَ رَبُّكَ اور آئے گا تیرا رب وَالْمَلَكُ اور فرشتے صَفًّا صَفًّا صف بہ صف وَجِايْٓءَ يَوْمَئِذٍۭ اور لایا جائے گا اس دن

بِجَهَنَّمَ جہنم کو يَوْمَئِذٍ اس دن يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ یاد کرے گا انسان وَأَنَّى لَهُ الذِّكْرَىٰ اور کہاں فائدہ دے گا اس کو یاد کرنا يَقُولُ کہے گا يَا لَيْتَنِي ہائے افسوس مجھ پر قَدَّمْتُ لِحَيَاتِي کچھ آگے بھیجا ہوتا زندگی میں۔ فَيَوْمَئِذٍ پس اس دن لَا يُعَذِّبُ عَذَابَهُ أَحَدٌ نہیں سزا دے گا رب جیسی سزا کوئی وَلَا يُوثِقُ وَثَاقَهُ أَحَدٌ اور نہیں جکڑے گا اس جیسا کوئی جکڑنا يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ اے اطمینان والے نفس ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ لوٹ آ اپنے رب کی طرف رَاضِيَةً تم اس سے راضی مَرْضِيَّةً وہ تجھ سے راضی فَادْخُلِي فِي عِبَادِي پس داخل ہو جاؤ میرے بندوں میں وَادْخُلِي جَنَّتِي اور داخل ہو جاؤ میری جنت میں۔

اکثر مقامات پر جو کوتاہیاں ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بعض کا ذکر کیا ہے۔ شاذ و نادر ہی کوئی ملک اور کوئی علاقہ ان کوتاہیوں سے خالی ہو۔

فرمایا كَلَّا خبردار! كَلَّا کا معنیٰ خبردار بھی ہے اور حقًا بھی ہے۔ یعنی پکی بات ہے بَلْ لَّا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے، اس کی خبر گیری نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے تمھیں مال دیا ہے تمھارے عزیزوں، رشتہ داروں میں، محلے والوں میں سے، ملک والوں میں سے کوئی یتیم ہے تو اس کی دیکھ بھال کرنا، نگرانی کرنا، اس کی ضروریات پورا کرنا تمھاری ذمہ داری ہے مگر تم پوری نہیں کرتے۔ تو اللہ تعالیٰ تمھارے رزق میں تنگی کر دیتا ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کو تمھارے ساتھ کوئی ذاتی عناد نہیں

ہے۔

دوسرا مفہوم یہ بیان کرتے ہیں کہ تم یتیم کا حصہ بھی خود کھا جاتے ہو۔ اس کا حصہ دیانت داری کے ساتھ اس کو نہیں دیتے۔ اس کا حق مار لیتے ہو۔ تم یتیم کا خیال نہیں رکھتے۔ دیکھو! بوسنیا، چیچنیا کو ظالموں نے تباہ کیا، خون کی ہولی کھیلی، بچے یتیم ہوئے۔ ان یتیم بچوں کے بارے میں مسلم تنظیموں نے اعلان کیا کہ ان کی کوئی تربیت کرے۔ مسلمان حکومتوں نے صرف شلغموں سے مٹی جھاڑی اور خاص انتظام نہ کیا۔ کافی تعداد میں بچوں کو انگریز لے گیا۔ وہ ان کو انگریز ہی بنائے گا۔ حالانکہ یہ مسلمان حکومتوں کا فریضہ تھا۔ لاکھوں کی تعداد میں یتیم بچے تھے۔ بعض مدارس نے کچھ انتظام کیا۔ مثلاً: اکوڑہ خٹک میں ہزار بارہ سو بچوں کا انتظام کیا گیا۔ دو چار اور مدرسے ہیں جنھوں نے کچھ بچے لیے۔ اکثر بچوں کو انگریز لے گیا حالانکہ وہ مسلمانوں کے بچے ہیں۔

تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں خبردار! بلکہ تم یتیموں کا خیال نہیں رکھتے، یتیموں کا حق نہیں دیتے۔ ایک کوتاہی یہ ہے۔

دوسری کوتاہی: وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ اور نہیں ابھارتے نہیں ترغیب دیتے تم مسکین کے کھانے پر۔ رب تعالیٰ نے تمھیں مال دیا ہے تو یتیم مسکین کو کھانا کھلاؤ، لباس کا انتظام کرو، اس کی ضروریات پوری کرو اور اگر خود توفیق نہیں ہے تو دوسروں کو آمادہ کرو کہ یہ مسکین ہے اس کا خیال رکھو۔ خیال رکھنے والے ہیں مگر نسبتاً بہت کم ہیں۔ جس طرح ہونا چاہیے تھا اس طرح نہیں ہو رہا۔

تیسری کوتاہی: وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا اور کھا جاتے ہو تم وراثت کو کھا جانا سمیٹ کر۔ اپنا حصہ بھی کھا جاتے ہو اور دوسروں کا حصہ بھی کھا جاتے ہو۔ بہنوں کو

حصہ نہیں دیتے، بیٹیوں کو حصہ نہیں دیتے۔ انگریز کے زمانے میں جو زمینیں تقسیم ہوئی ہیں وہ بالکل غلط ہوئی ہیں۔ متحدہ ہندوستان کے گیارہ صوبوں میں ہندوؤں کی اکثریت تھی۔ اور چار پانچ صوبوں میں مسلمانوں کی اکثریت تھی۔ اس وقت کے علماء نے وراثت کے متعلق تحریک چلائی کہ شریعت کے مطابق وراثت تقسیم ہونی چاہیے۔ انگریز بڑا چالاک اور نباض تھا۔ اس کو علم تھا کہ نوابوں نے شرعی تقسیم کو قبول نہیں کرنا۔ اس نے سوال نامہ جاری کیا کہ حکومت کے پاس یہ مطالبہ آیا ہے کہ مسلمانوں کی وراثت شریعت کے مطابق تقسیم ہو۔ تم لوگ اپنی رائے دو۔ صوبہ سندھ اور صوبہ پنجاب کے لوگوں نے کہا کہ ہمیں شرعی وراثت کا قاعدہ منظور نہیں ہے۔ بلوچستان، سرحد، بنگلہ دیش نے کہا کہ ہمیں منظور ہے۔

تو اس غلط تقسیم کے تحت جو زمینیں لوگوں کے پاس جدی پشتی آ رہی ہیں وہ بالکل ناجائز ہیں۔ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں قطعاً سرخرو نہیں ہوں گے۔ بعض لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ اس میں ہمارا کیا قصور ہے ہمیں تو اوپر سے وراثت میں ملی ہیں۔ یاد رکھنا! وراثت ایک ایسی چیز ہے جو پوتا پڑپوتا نیچے تک جاتی ہے قیامت تک جس کا حق ہے وہ اسی کا حق ہے۔ اوپر والے مر گئے ان کا جو حق بنتا تھا ان کے پوتے پڑپوتے جو بھی اس وقت موجود ہیں ان کے حوالے کر دو ورنہ عنداللہ گرفت ہوگی اور کوئی عذر قبول نہیں ہوگا۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے جو حق مقرر کیا ہے اس کو دنیا کی کوئی طاقت ختم نہیں کر سکتی۔

تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم میراث کھا جاتے ہو سمیٹ کر نہ بہنوں کا حق دیتے ہو نہ پھوپھیوں کا نہ بیٹیوں کا حق دیتے ہو۔

چوتھی کوتاہی: وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا اور تم مال سے محبت کرتے ہو بہت

زیادہ۔ حلال حرام کی تمیز نہیں کرتے۔ جائز طریقے سے مال آئے تو برا نہیں ہے۔ لیکن حلال حرام کی تمیز کے بغیر آئے گا تو وبال ہے۔ اور آج یہ تمیز بالکل اُٹھ گئی ہے۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے چار کوتاہیاں بیان فرمائی ہیں اور یہ اکثر ملکوں اور علاقوں میں پائی جاتی ہیں۔

فرمایا کَلَّآ خبردار! اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا جب زمین کو کوٹ دیا جائے گا کوٹ دیا جانا۔ کوٹ کوٹ کر ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا۔ یہ تمام پہاڑ اُٹھا دیئے جائیں گے، گڑھے پُر کر دیئے جائیں گے لَا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ﴿طٰہٰ: ۱۰۷﴾ "اور نہیں دیکھے گا تو اس میں کوئی کجی اور نہ کوئی ٹیلا۔" زمین میں کوئی اونچ نیچ نہیں رہے گی اور نہ کوئی موڑ ہوگا صَفْصَفًا بالکل ہموار ہوگی۔ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا اور آئے گا آپ کا رب اور فرشتے صف بہ صف۔ رب تعالیٰ کے آنے کے بارے میں ایک مسلک متقدمین کا ہے اور ایک متاخرین کا ہے۔ تیسری صدی تک کے محدثین اور فقہاء متقدمین کہلاتے ہیں۔ اور تیسری صدی سے بعد کے جو فقہاء اور محدثین ہیں وہ متاخرین کہلاتے ہیں۔

متقدمین کہتے ہیں کہ رب تعالیٰ آئے گا جو اس کی شان کے لائق ہے۔ اور عدالت کے لیے جلوہ افروز ہوگا۔ ہمیں حقیقت کا علم نہیں ہے۔ مثلاً: قرآن کریم میں ہے اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى "رحمٰن عرش پر مستوی ہے۔" کیسے ہے؟ ہم کسی شے کے ساتھ تشبیہ نہیں دے سکتے کہ میں مصلے پر بیٹھا ہوں آپ حضرات دریوں پر بیٹھے ہیں، کوئی کرسی پر بیٹھتا ہے، ایسا نہیں ہے۔ جیسے اس کی شان کے لائق ہے بیٹھا ہے۔ اسی طرح آنا جو اس کی شان کے لائق ہوگا۔ ہم اس سے زیادہ نہیں جانتے اور نہ سمجھنے کے پابند ہیں۔

کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے کمالات اور خوبیاں ہمارے احاطہ علم سے باہر ہیں۔

اور متاخرین فرماتے ہیں کہ وَّجَآءَ رَبُّكَ سے مراد جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ہے۔ یعنی آپ کے رب کا حکم آئے گا۔ جیسے استوی علی العرش سے مراد حکمرانی لیتے ہیں۔ یعنی عرش پر بیٹھنے کا مطلب ہے کنٹرول کہ کائنات کو پیدا بھی اس نے کیا ہے اور اس پر حکمرانی بھی خود کرتا ہے۔ اس نے اپنے اختیارات میں سے ایک رتی بھی کسی کو نہیں دی۔ سارے رب تعالیٰ کے محتاج ہیں یٰاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَی اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ﴿فاطر:۱۵﴾ "اے لوگو! تم محتاج ہو اللہ تعالیٰ کی طرف اور اللہ تعالیٰ ہی غنی اور تعریفوں والا ہے۔"

تو یہ حضرات حقیقت پر محمول نہیں کرتے بلکہ نتیجہ اور پھل مراد لیتے ہیں۔ اور یہ بات بھی کئی دفعہ بیان ہو چکی ہے کہ صرف اتنا ہی نہیں ماننا کہ رب تعالیٰ عرش پر مستوی ہے۔ بلکہ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ماننا ہے وَهُوَ مَعَكُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ ﴿الحدید:۴﴾ "اور وہ اللہ تعالیٰ تمھارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو۔" اور سورۃ ق پارہ ۲۶ میں ہے وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ "اور ہم زیادہ قریب ہیں اس سے اس کی دھڑکتی ہوئی رگ سے۔" یعنی شاہ رگ سے جسے رگِ جان کہتے ہیں۔ جو دماغ سے دل تک پہنچتی ہے۔ اور سورت واقعہ میں ہے وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ "لیکن تم نہیں دیکھتے۔" رب تعالیٰ کی ذات اس جہان میں نظر نہیں آتی۔ ہاں! قدرتوں کے ذریعے پہچانی جاتی ہے۔ زمین دیکھو، سورج چاند ستارے دیکھو، پہاڑ دیکھو، حیوان دیکھو!

وَفِیْ كُلِّ شَیْءٍ لَهٗ اٰیَةٌ تَدُلُّ عَلٰی اَنَّهٗ وَاحِدٌ

"اور ہر شے میں اس کے لیے دلیل ہے جو دلالت کر رہی ہے کہ وہ وحدہ لا شریک لہ ہے۔"

تو فرمایا آئے گا آپ کا رب جو اس کی شان کے لائق ہے اور فرشتے صف بہ صف
وَجِایْٓءَ یَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ اور لایا جائے گا اس دن جہنم کو۔ ستر ہزار فرشتے جہنم کو کھینچ کر رب تعالیٰ کے سامنے عدالت میں پیش کریں گے تاکہ سب اس کا منظر دیکھ لیں۔

سورۃ الشعراء آیت نمبر ۹۱ میں ہے وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ "اور ظاہر کر دیا جائے گا دوزخ کو گمراہوں کے لیے۔" اور مومنوں کے سامنے جنت کا نظارہ ہوگا وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ "اور قریب کر دیا جائے گا جنت کو پرہیزگاروں کے لیے۔"

يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ اس دن یاد کرے گا انسان اپنی کوتاہیوں کو وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى اور کہاں فائدہ دے گا اس کو یاد کرنا۔ اس دن کوتاہیاں، کمیاں یاد آئیں گی لیکن کیا فائدہ؟ ؎

اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

اب ندامت، شرمندگی، پشیمانی ہی پشیمانی ہے۔ يَقُوْلُ کہے گا انسان يٰلَيْتَنِيْ ہائے افسوس مجھ پر قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ کچھ آگے بھیجتا زندگی میں۔ میں اپنی اس زندگی کے لیے کچھ نیکیاں بھیج دیتا۔ اب تو واویلے کے سوا کچھ نہیں ہے۔

سورۃ الفرقان آیت نمبر ۲۷ میں ہے وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ "اور جس دن کاٹے گا ظالم اپنے ہاتھوں کو۔" پھر ان کے پیچھے بھاگے گا جن مذہبی پیشواؤں اور سیاسی لیڈروں نے گمراہ کیا تھا۔ اور کہے گا اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ﴿الاحزاب: ۶۷﴾ "بے شک ہم نے اطاعت کی اپنے سرداروں کی اور اپنے بڑوں کی پس انھوں نے ہمیں گمراہ کیا۔ اے پروردگار! ان کو دگنا عذاب دے اور ان پر

لعنت بھیج بڑی لعنت۔" رب تعالیٰ فرمائیں گے میں نے تمھیں عقل نہیں دی تھی؟ دنیا میں تمھیں میلا کچیلا نوٹ کوئی پکڑائے توتم اس کو لینے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ کہتے ہو بھائی! اس کو بدل دو۔ اتنی سمجھ تو ہے بندے کو کہ کھوٹا سکہ اور پھٹا ہوا نوٹ لینے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ اور گندے عقیدے اور گندے اعمال دامن میں باندھے ہوئے ہیں، سوچ نہیں سکتے؟ کوئی آدمی قیامت والے دن معذور نہیں ہوگا سوائے پاگلوں کے کیوں کہ مدار عقل پر ہے۔

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ اس دن نہیں سزا دے گا رب جیسی کوئی سزا۔ دوزخ کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہے۔ جس میں جلیں گے اور مارنا مقصود ہو تو اس آگ کا ایک شعلہ ہی کافی ہے لیکن لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى. "نہ مرے گا اس میں اور نہ جیے گا۔" وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ اور نہیں جکڑے گا اس جیسا کوئی جکڑنا۔ ہاتھ پاؤں میں ہتھ کڑیاں اور بیڑیاں ہوں گی اور گلے میں طوق ہوں گے فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ﴿الحاقہ: پارہ ۲۹﴾ "ایسی زنجیر میں جس کی لمبائی ستر گز ہے جکڑ دو اس کو۔"

فرمایا يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ اے اطمینان والے نفس! ارْجِعِيْٓ لوٹ آ اِلٰى رَبِّكِ اپنے رب کی طرف رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔ قرآن پاک میں تین قسم کے نفس بیان ہوئے ہیں۔

❶ نفس امّارہ ❷ نفس لوّامہ ❸ اور نفس مطمئنہ

❶ نفس امارہ وہ ہے جو ہر وقت بدی کا حکم دیتا ہے۔ ہر وقت بدی کا خیال رہتا ہے۔ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ ﴿پارہ ۱۳﴾ "بے شک نفس بہت حکم دیتا ہے برائی کا۔" دن

رات مکروفریب، جھوٹ ہی میں لگا رہتا ہے۔

۲ نفس لوّامہ وہ ہے جو غلطی ہونے پر ملامت کرتا ہے کہ تو نے بُرا کام کیا ہے۔ بُرائی کو بُرائی سمجھتا ہے۔ یہ بھی اچھا ہے۔

۳ نفس مطمئنہ وہ ہے جو نیکیوں میں لگا رہتا ہے بُرائیوں کے قریب نہیں جاتا۔ عقیدہ صحیح، نماز، روزہ اور سب اعمال دین حق کے مطابق ہیں۔ اس کو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے نفس مطمئنہ لوٹ آ اپنے رب کی طرف تو رب سے راضی رب تجھ سے راضی

فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ پس داخل ہو جاؤ میرے بندوں میں جو جنت میں ہیں

وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ اور داخل ہو جا میری جنت میں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نفس مطمئنہ عطا فرمائے اور بُرے کاموں سے سب کو بچائے اور محفوظ فرمائے۔

[آمین]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر

سُوْرَةُ الْبَلَدْ

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتھا ۲۰ ۹۰ سُوْرَةُ الْبَلَدِ مَكِّيَّةٌ ۳۵ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝۱ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝۲ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ۝۳ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ ۝۴ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ اَحَدٌ ۝۵ يَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ۝۶ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ يَرَهٗٓ اَحَدٌ ۝۷ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ۝۸ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ۝۹ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ۝۱۰ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝۱۱ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝۱۲ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝۱۳ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ۝۱۴ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝۱۵ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝۱۶ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝۱۷ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۝۱۸ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۝۱۹ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ۝۲۰

لَآ اُقْسِمُ میں قسم اٹھاتا ہوں بِهٰذَا الْبَلَدِ اس شہر کی وَاَنْتَ اور اے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ اترے ہیں اس شہر میں وَوَالِدٍ اور قسم ہے والد کی وَّمَا وَلَدَ اور جو اس نے جنا لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ البتہ تحقیق ہم نے پیدا کیا انسان کو فِيْ كَبَدٍ

مشقت میں اَيَحۡسَبُ کیاانسان خیال کرتا ہے اَنۡ لَّنۡ يَّقۡدِرَ عَلَيۡهِ
اَحَدٌ کہ ہرگز قادر نہیں ہے اس پر کوئی يَقُوۡلُ کہتا ہے اَهۡلَكۡتُ
مَالًا لُّبَدًا میں نے ہلاک کیا مال ڈھیر اَيَحۡسَبُ کیا وہ خیال کرتا ہے
اَنۡ لَّمۡ يَرَهٗۤ اَحَدٌ کہ نہیں دیکھا اس کو کسی نے اَلَمۡ نَجۡعَلۡ لَّهٗ کیا ہم
نے نہیں بنائیں اس کے لیے عَيۡنَيۡنِ دو آنکھیں وَلِسَانًا اور
زبان وَّشَفَتَيۡنِ اور دو ہونٹ نہیں دیئے وَهَدَيۡنٰهُ اور ہم نے
راہ نمائی کی اس کی النَّجۡدَيۡنِ دو راستوں کی فَلَا اقۡتَحَمَ الۡعَقَبَةَ
پس نہ چڑھا گھاٹی پر وَمَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا الۡعَقَبَةُ اور آپ کو کس نے بتلایا
کہ وہ گھاٹی کیا ہے فَكُّ رَقَبَةٍ گردن کو آزاد کرنا ہے اَوۡ اِطۡعٰمٌ
یا کھانا کھلانا ہے فِىۡ يَوۡمٍ ذِىۡ مَسۡغَبَةٍ بھوک والے دن میں
يَّتِيۡمًا ذَا مَقۡرَبَةٍ ایسے یتیم کو جو قرابت دار ہو اَوۡ مِسۡكِيۡنًا ذَا مَتۡرَبَةٍ
یا مسکین کو جو خاک آلود ہو ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا پھر ہو ان لوگوں میں
سے جو ایمان لائے ہیں وَتَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ اور ایک دوسرے کو صبر کی
وصیت کرتے ہیں وَتَوَاصَوۡا بِالۡمَرۡحَمَةِ اور ایک دوسرے کو رحم کی
وصیت کرتے ہیں اُولٰٓئِكَ اَصۡحٰبُ الۡمَيۡمَنَةِ یہی لوگ ہیں دائیں ہاتھ
والے وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِاٰيٰتِنَا اور وہ لوگ جنھوں نے ہماری آیتوں کا
انکار کیا هُمۡ اَصۡحٰبُ الۡمَشۡئَمَةِ وہ لوگ بائیں ہاتھ والے ہیں عَلَيۡهِمۡ نَارٌ

مُّؤْصَدَةٌ ان پر آگ ہوگی بند کی ہوئی۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام ہے سورۃ البلد۔ پہلی ہی آیت کریمہ میں بلد کا لفظ موجود ہے۔ اسی سے سورت کا نام اخذ کیا گیا ہے۔ یہ مکی سورت ہے۔ چونتیس ﴿۳۴﴾ سورتیں اس سے پہلے نازل ہو چکی تھیں اس کا پینتیسواں ﴿۳۵﴾ نمبر ہے۔ اس کا ایک رکوع اور بیس ﴿۲۰﴾ آیتیں ہیں۔

یہ بات پہلے بیان ہو چکی ہے کہ عربی زبان میں قسم سے پہلے لا آئے تو وہ زایدہ ہوتا ہے اس کا معنیٰ نہیں ہوتا۔ لَآ اُقْسِمُ کا معنیٰ ہے میں قسم اٹھاتا ہوں۔ لا کا معنیٰ نہیں کریں گے بِهٰذَا الْبَلَدِ اس شہر کی یعنی مکہ مکرمہ کی جہاں قرآن پاک نازل ہوا ہے وَاَنْتَ اور اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ اترے ہیں اس شہر میں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت اس شہر میں ہوئی اور ولادت کے بعد ترپین سال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شہر میں رہے۔ پھر ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے۔ دس سال مدینہ طیبہ میں گزارے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کل عمر مبارک تریسٹھ سال ہوئی۔

دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حلال کرنے والے ہیں اس شہر کو۔ مکہ مکرمہ میں لڑائی جھگڑا حرام ہے۔ فتنہ فساد، جانور کو مارنا، یہاں تک کہ درخت کاٹنا بھی ممنوع ہے۔ لیکن سنہ ۸ ھ میں سورج کے طلوع ہونے سے لے کر عصر تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے لڑائی حلال کی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب سے اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے یہ شہر حرمت والا ہے یہاں پر لڑائی جائز نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ نے میرے لئے تھوڑی دیر کے واسطے حلال قرار دی ہے۔ اس کے بعد قیامت تک اس شہر میں لڑائی

حلال نہیں ہے۔

بخاری شریف میں روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں، منیٰ، عرفات، مزدلفہ میں، جہاں اجتماعات تھے۔ فرمایا سنو! رب تعالیٰ نے میرے لیے لڑنا حلال کیا تھا اس سے پہلے کسی کے لیے مکہ میں لڑنا حلال نہیں تھا اور اس کے بعد قیامت تک کے لیے کسی کے لیے لڑنا حلال نہیں ہے اُحِلَّتْ لِیْ سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ "میرے لیے دن کے ایک حصے میں لڑائی حلال کی گئی۔" یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت تھی۔ اس تفسیر کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے یہ پیش گوئی تھی کہ آج تو آپ مجبور ہو کر اس شہر کو چھوڑ رہے ہیں مگر ایک وقت آئے گا کہ جب آپ کے لیے اس شہر میں لڑائی جائز ہوگی۔

تو فرمایا آپ اترے ہیں ن شہ ں وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ اور قسم ہے والد کی اور جو اس نے جنا۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ والد سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور مَا وَلَدَ سے ان کی اولاد مراد ہے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخصیص نہیں ہے۔ کیوں کہ جنات میں بھی والد ہیں، حیوانات میں بھی والد ہیں۔ کائنات میں جو جننے والی مخلوق ہے سب میں والد ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان سب کی قسم اُٹھائی ہے۔

یہ بات پہلے بیان ہو چکی ہے کہ مخلوق کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم اُٹھائے مگر اللہ تعالیٰ پر کوئی قانون لاگو نہیں ہوتا۔ وہ کسی شہر کی قسم اُٹھائے، کسی جگہ کی قسم اُٹھائے، زیتون اور تین کی قسم اُٹھائے، طور کی قسم اُٹھائے، عصر کی قسم اُٹھائے۔ مخلوق کے لیے قانون بیان کیا ہے کہ مَنْ حَلَفَ لِغَيْرِ اللهِ فَقَدْ اَشْرَكَ "جس نے غیر اللہ کی قسم اُٹھائی اس نے شرک کیا۔" پیغمبر، کعبہ، دودھ، بیٹا، سب غیر اللہ

ہیں کسی کی بھی قسم جائز نہیں ہے۔ باپ، پیر بھی غیر اللہ ہیں۔ بخاری شریف کی روایت میں ہے مَنْ قَالَ بِالّلَاتِ فَلْيَقُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ "جس نے کہا مجھے لات کی قسم ہے تو وہ فوراً پڑھے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ محمد رسول الله "اور مسلمان ہو جائے۔

تو فرمایا قسم ہے والد کی اور جو اس نے جنا۔ جواب قسم ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ البتہ تحقیق ہم نے پیدا کیا انسان کو مشقت میں۔ انسان کو ہر جگہ مشقت اُٹھانی پڑتی ہے۔ کبھی بیمار، کبھی تندرست، کبھی بھوکا، کبھی پیاسا، کبھی گرمی، کبھی سردی، کبھی مالی پریشانی، کبھی ذہنی پریشانی، کبھی کوئی تکلیف، کبھی کوئی تکلیف۔ دنیا میں چاہے کوئی امیر ہے یا غریب ہے تکلیف اور صدمہ اُٹھائے گا۔

امام اصمعی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے لغت کے امام گزرے ہیں۔ اُنھوں نے شاگردوں سے کہا کہ میرا ایک شعر لکھ لو: ع

عِشْ مُوْسِرًا اِنْ شِئْتَ اَوْ مُعْسِرًا
لَا بُدَّ فِی الدُّنْيَا مِنَ الْهَمِّ

"زندگی گزار مال دار ہو کر یا تنگ دست ہو کر پریشانی ضرور آتی ہے۔"

ہم غریب یہ سمجھتے ہیں کہ مال دار لوگ بڑی عیش و عشرت میں ہیں۔ یقین جانو! امیروں کے حالات سن کر ہم کہتے ہیں کہ شکر ہے ہم غریب ہیں۔ تو فرمایا ہم نے پیدا کیا انسان کو مشقت میں۔

شانِ نزول :

اگلی آیات کا شانِ نزول یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں ایک بڑا چودھری تھا جس کی کنیت ابو الاشد نام اُسید اور والد کا نام کلدہ تھا۔ بڑا وزنی (زور آور) پہلوان تھا۔ اونٹ کا چمڑا پاؤں

کے نیچے رکھ کے کہتا تھا کہ میرے پاؤں کے نیچے سے چمڑا کھینچو! آٹھ آٹھ، دس دس آدمی، بیس بیس آدمی مل کر کھینچتے چمڑا ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا مگر پاؤں کے نیچے سے کھینچ نہیں سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو مال بھی بہت دیا تھا۔ اس مال کو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف خرچ کرتا تھا۔ زبان آور پروپیگنڈا کرنے والوں کو بلا کر پیسے دیتا اور مختلف علاقوں اور گلیوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف پروپیگنڈا کراتا (جس آدمی کے بارے میں خطرہ ہوتا کہ یہ مسلمان ہو جائے گا اس کو مال دے کر اسلام قبول کرنے سے روکتا۔) اور پھر وہ اس پر فخر کرتا اور کہتا کہ میں نے اسلام کے مقابلے کے لیے بڑا مال خرچ کیا ہے۔ اس کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَیَحْسَبُ کیا وہ خیال کرتا ہے اَنْ لَّنْ یَّقْدِرَ عَلَیْهِ اَحَدٌ کہ ہرگز اس پر کوئی قادر نہیں یَقُوْلُ کہتا ہے اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا میں نے ہلاک کیا، خرچ کیا مال ڈھیر اَیَحْسَبُ اَنْ لَّمْ یَرَهٗۤ اَحَدٌ کیا وہ خیال کرتا ہے کہ نہیں دیکھا اس کو کسی نے۔ پروردگار اس کو دیکھنے والا نہیں ہے کہ کس کس کو خفیہ طور پر مال دے رہا ہے پروپیگنڈے کے لیے۔ اور پھر بیٹھ کر فخر کرتا ہے کہ میں نے اتنا مال خرچ کیا ہے۔ مال تجھے رب نے دیا تھا کسی اچھی جگہ لگاتا۔ اُلٹا تو رب تعالیٰ کے پیغمبر کی مخالفت میں خرچ کر رہا ہے۔

اسی واسطے رب تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ كَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ ﴿بنی اسرائیل: ۲۷﴾ "بے شک بے جا خرچ کرنے والے لوگ شیطانوں کے بھائی ہیں۔" شیطانوں کے بھائی اس لیے ہیں کہ شیطان کو اللہ تعالیٰ نے قوت دی، طاقت دی۔ اس وقت اور طاقت سے نیکی کرتا لیکن اس نے وہ طاقت بُرائی میں خرچ کر دی۔ اسی طرح

مال دار کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا اچھے کاموں پر خرچ کرتا۔ اس نے بُرے کاموں پر لگا دیا اور دھکے سے شیطان کا بھائی بن گیا۔

فرمایا اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ کیا نہیں بنائیں ہم نے اس کے لیے دو آنکھیں۔ رب تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر نہیں کرتا۔ آنکھوں کی قدر اندھے سے پوچھو وَلِسَانًا اور زبان نہیں دی کلام کرنے کے لیے۔ اس کی قدر گونگے سے پوچھو کہ دل کی بات بتلانا چاہتا ہے اشاروں کے ساتھ مخاطب نہیں سمجھتا تو پریشان ہو جاتا ہے۔ تجھے رب تعالیٰ نے زبان دی ہے اظہار ما فی الضمیر کے لیے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمتوں میں سے ہے وَّشَفَتَيْنِ اور دو ہونٹ نہیں دیئے۔ ہونٹوں کے بغیر انسان ابوامی نہیں کہہ سکتا ہے۔ ہونٹوں کے بغیر پانی پیے گا تو نیچے گرے گا (اور ہونٹوں کے بغیر جو شکل بنتی ہے اس کا تصور خود کرلو۔)

اور نعمت: وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ اور ہم نے راہ نمائی کی اس کی دو گھاٹیوں کی، دو راستوں کی۔ اس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ خیر اور شر کا راستہ مراد ہے۔ ہم نے عقل دی، پیغمبر بھیجے، کتابیں نازل کیں۔ ہر دور میں حق کی آواز بلند کرنے والے بھیجے جن کے ذریعے خیر اور شر کا راستہ بتلایا کہ یہ جنت کا راستہ ہے اور یہ دوزخ کا راستہ ہے۔

اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ نجدین سے مراد ماں کے پستان ہیں۔ بچہ پیدا ہوتے ہی ماں کے پستان چوسنے لگ جاتا ہے۔ یہ اس کو کس نے بتلایا ہے کہ اب تیری غذا یہاں ہے اور اس طرح تو نے حاصل کرنی ہے وہ کس کالج سے پڑھ کر آیا ہے؟ یہ رب تعالیٰ نے اس کی فطرت میں ڈال دیا ہے فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ پس نہ چڑھا وہ گھاٹی پر۔ عقبہ اصل میں ایسے پہاڑ کو کہتے ہیں جس پر چڑھنا مشکل ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

انسان گھاٹی پر نہیں چڑھا وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ اور آپ کو کس نے بتلایا کہ وہ گھاٹی کیا ہے۔ وہ گھاٹی یہ ہے فَكُّ رَقَبَةٍ گردن کو آزاد کرنا ہے۔ یعنی غلاموں کو آزاد کرنا ہے۔ جس طرح گھاٹی پر چڑھنا مشکل ہے اسی طرح یہ کام کرنا بھی مشکل ہے۔ دشوار گزار گھاٹی پر چڑھتے ہوئے آدمی تنگ ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ کام کرتے ہوئے بھی انسان کو گھٹن محسوس ہوتی ہے۔ یہ کام وہی کرتا ہے جس کو رب تعالیٰ توفیق اور ہمت دے۔ غلام اور لونڈی کو آزاد کرنا بڑی نیکیوں میں سے ہے۔

میرے علم میں نہیں ہے کہ ہمارے دور میں کسی ملک میں شرعی غلام ہو۔ پہلے ہوتے تھے۔ یہ سلسلہ تو آج کل چل رہا ہے کہ زبردستی کسی کو یہاں سے اُٹھا کر سندھ میں بیچ دیا یا دوسری ریاستوں کو بیچ دیا (اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے شر سے محفوظ فرمائے۔) بدمعاش اور بدقماش قسم کے لوگ یہ کاروبار کرتے ہیں۔ بلکہ آج کل تو مردے بھی بیچتے ہیں۔ رب جانے اُنھوں نے مردوں سے کیا نکالنا ہے۔ یہ مردہ فروشی کا کام بہت سے ملکوں میں ہو رہا ہے۔ ایسا دور آگیا ہے کہ نعشیں بھی محفوظ نہیں ہیں۔

اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ یا کھانا کھلانا ہے بھوک والے دن۔ کس کو؟ یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ یتیم کو جو قرابت دار ہو۔ ایک یتیم ہونے کی وجہ سے اور دوسرا اپنا قریبی ہونے کی وجہ سے دوہرا ثواب ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ حضرت! میں بھی نفلی صدقہ کرتی ہوں تو کیا میں اپنے پہلے خاوند ابوسلمہ کی اولاد کو دے دیا کروں کہ ان کا والد کوئی جائیداد نہیں چھوڑ گیا اور کیا مجھے اس کا ثواب ملے گا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تجھے ڈبل ثواب ملے گا۔ ایک صدقے کا اور دوسرا صلہ رحمی کا۔ قریبی رشتہ دار مستحق ہو تو اس

کو صدقہ دینے سے دس کے بجائے بیس نیکیاں ملتی ہیں اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ یا مسکین کو جو خاک آلود ہو، مٹی میں ملا ہوا مسکین یعنی وہ بے چارہ اتنا بھوکا ہے کہ کھڑا نہیں ہو سکتا گر پڑتا ہے، مٹی میں ملا ہوا ہے۔

اور یہ مطلب بھی بیان کرتے ہیں کہ اس کے پاس کوئی دری چادر وغیرہ نہیں ہے جو اپنے نیچے بچھائے۔ بس وہ مٹی پر لیٹ جاتا ہے ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا پھر وہ غلام، لونڈیوں کو آزاد کرنے والا، یتیموں، مسکینوں کو کھانا کھلانے والا ان لوگوں میں سے ہو جو ایمان لائے۔ کیوں کہ ایمان کے بغیر کوئی نیکی قبول نہیں ہے وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ اور ایک دوسرے کو وصیت کرتے ہیں صبر کی تکلیفوں میں۔ ان میں سے ہو کہ بھائی! دین کے معاملے میں تکلیفیں بھی آتی ہیں صبر کرو وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ اور ایک دوسرے کو وصیت کرتے ہیں رحم کی کہ غلاموں پر شفقت کرو، پڑوسیوں کے ساتھ شفقت کے ساتھ پیش آؤ بلکہ ساری مخلوق پر شفقت کرو اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ یہی لوگ ہیں دائیں ہاتھ والے کہ جن کو نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں ملے گا۔ اور پہلے پڑھ چکے ہو کہ جس کو نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں ملے گا وہ خوشیاں مناتے ہوئے کہے گا هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ﴿الحاقہ:۱۹﴾ "میرا اعمال نامہ پڑھ لو۔"

آگے دوسری مد کے لوگوں کا ذکر ہے۔ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا اور وہ لوگ جنھوں نے انکار کیا ہماری آیتوں کا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ وہ لوگ بائیں ہاتھ والے ہیں۔ جن کو نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں ملے گا۔ اللہ تعالیٰ بچائے اور محفوظ رکھے۔ ان کی حالت دیکھی نہیں جا سکے گی عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ان پر آگ جو موند دی جائے گی۔ آگ میں ڈال کر دروازے بند کر دیئے جائیں گے۔ باہر کی ہوا تک نہ آئے گی۔ وہاں

سے نکلنے کا کبھی موقع نہیں ملے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں کفر وشرک اور بداعمالیوں سے بچائے اور محفوظ رکھے اور ایمان اور اچھے اعمال پر قائم ودائم رکھے اور اسی پر خاتمہ فرمائے۔

[آمین!]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر

سُوْرَةُ الشَّمْس

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتھا ۱۵ ﴿۹۱ سُوْرَۃُ الشَّمْسِ مَکِّیَّۃٌ ۲۶﴾ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

وَالشَّمْسِ وَضُحٰھَا ۞ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰھَا ۞ وَالنَّھَارِ اِذَا جَلّٰھَا ۞ وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰھَا ۞ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰھَا ۞ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰھَا ۞ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰھَا ۞ فَاَلْھَمَھَا فُجُوْرَھَا وَتَقْوٰھَا ۞ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا ۞ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا ۞ کَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰھَا ۞ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰھَا ۞ فَقَالَ لَھُمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ نَاقَۃَ اللّٰہِ وَسُقْیٰھَا ۞ فَکَذَّبُوْہُ فَعَقَرُوْھَا ۞ فَدَمْدَمَ عَلَیْھِمْ رَبُّھُمْ بِذَنْۢبِھِمْ فَسَوّٰھَا ۞ وَلَا یَخَافُ عُقْبٰھَا ۞ ع

وَالشَّمْسِ قسم ہے سورج کی وَضُحٰھَا اور اس کی روشنی کی وَالْقَمَرِ اور قسم ہے چاند کی اِذَا تَلٰھَا جس وقت وہ سورج کے پیچھے آتا ہے وَالنَّھَارِ اور قسم ہے دن کی اِذَا جَلّٰھَا جب وہ سورج کو روشن کر دے وَالَّیْلِ اور قسم ہے رات کی اِذَا یَغْشٰھَا جب وہ ڈھانپ لیتی ہے وَالسَّمَآءِ اور قسم ہے آسمان کی وَمَا بَنٰھَا اور اس ذات کی جس نے اس کو بنایا ہے وَالْاَرْضِ اور قسم ہے زمین کی وَمَا طَحٰھَا اور اس ذات کی جس نے اسے پھیلایا ہے وَنَفْسٍ اور قسم ہے نفس کی وَ

مَا سَوّٰىهَا اور اس ذات کی جس نے اس کو درست کیا فَاَلْهَمَهَا پس الہام کر دیا اس نفس کو فُجُوْرَهَا اس کی بدکاری کا وَتَقْوٰىهَا اور اس کی پرہیزگاری کا قَدْ اَفْلَحَ تحقیق فلاح پا گیا مَنْ زَكّٰىهَا جس نے اس کو پاک کر لیا وَقَدْ خَابَ اور تحقیق نامراد ہوا مَنْ دَسّٰىهَا جس نے اس کو گناہ میں چھپا دیا كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ جھٹلایا قوم ثمود نے بِطَغْوٰىهَآ اپنی سرکشی کی وجہ سے اِذِ انْۢبَعَثَ جس وقت اُٹھ کھڑا ہوا اَشْقٰىهَا ان میں سے ایک بدبخت فَقَالَ لَهُمْ پس کہا ان کو رَسُوْلُ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے رسول نے نَاقَةَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی کا خیال رکھنا وَسُقْيٰهَا اور اس کے پانی پینے کا فَكَذَّبُوْهُ پس اُنھوں نے جھٹلایا نبی کو فَعَقَرُوْهَا پس کاٹ دیں اونٹنی کی ٹانگیں فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ پس اُلٹ دیا اُن پر رَبُّهُمْ اُن کے رب نے عذاب بِذَنْۢبِهِمْ ان کے گناہوں کی وجہ سے فَسَوّٰىهَا پھر برابر کر دیا وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا اور نہیں ڈرتا وہ اس کے انجام سے۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام سورۃ الشمس ہے۔ پہلی آیت کریمہ ہی میں شمس کا لفظ موجود ہے۔ جس سے اس کا نام لیا گیا ہے۔ اس سے پہلے پچیس سورتیں نازل ہو چکی تھیں اس کا چھبیسواں نمبر ہے۔ اس کا ایک رکوع اور پندرہ آیتیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے سورج بھی بہت بڑی شے ہے۔ اس کے فائدے سے

کوئی شخص بے خبر نہیں ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی قسم اُٹھائی ہے۔ فرمایا وَالشَّمْسِ قسم ہے سورج کی وَضُحٰهَا اور اس کی روشنی کی۔ ایک سورج کا جسم ہے کہ وہ بھی بہت بڑا ہے اور اس کی روشنی اور حرارت ہے۔ رب تعالیٰ نے سورج کی حرارت اور تپش کے ساتھ بہت سے فوائد رکھے ہیں۔ انسانوں اور حیوانوں کی صحت، فصلوں کی نشوونما، پھلوں کا پکنا وغیرہ۔

وَالْقَمَرِ اور قسم ہے چاند کی اِذَا تَلٰهَا جب وہ سورج کے پیچھے آتا ہے۔ سورج کے غروب ہونے کے بعد چاند کی روشنی ہوتی ہے اور وہ اپنی چمک دمک دکھاتا ہے۔ تَلَا یَتْلُوْا تِلُوًّا کا معنیٰ ہوتا ہے پیچھے آنا۔ وَالنَّهَارِ اور قسم ہے دن کی۔ اِذَا جَلّٰهَا جب وہ سورج کو روشن کر دے۔ روشن تو سورج کرتا ہے جوں جوں دن چڑھتا ہے سورج کی روشنی نمایاں ہوتی جاتی ہے (تو دن کی طرف اسناد مجازی ہے)۔ سورج کی روشنی زیادہ محسوس ہوتی ہے اس سبب سے دن کی طرف نسبت کی ہے۔ وَالَّيْلِ اور قسم ہے رات کی اِذَا يَغْشٰهَا جب وہ سورج کو ڈھانپ لیتی ہے۔ جب وہ اس پر چھا جاتی ہے۔ رات جب آتی ہے تو اندھیرا ہی اندھیرا ہوتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے نمونوں میں سے ہے سورج، چاند، دن، رات۔

وَالسَّمَآءِ اور قسم ہے آسمان کی وَمَا بَنٰهَا اور اس ذات کی جس نے آسمان کو بنایا ہے۔ آسمان کتنا بلند ہے اور نیچے ستون وغیرہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو اس کو سہارا دینے والی ہو۔ بعض حضرات ما کو مصدر یہ بناتے ہیں۔ پھر معنیٰ ہوگا قسم ہے آسمان کی اور اس کو بنانے والے کی کہ صاف اور وسیع ہے وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا اور قسم ہے زمین کی اور اس ذات کی جس نے اسے پھیلایا ہے، بچھایا ہے۔

جغرافیہ دان لکھتے ہیں کہ زمین کے سو حصوں میں سے انتیس حصے خشکی کے ہیں اور اکہتر حصوں پر پانی ہے۔ لیکن یہ انتیس حصے آدمی طے کرتے ہوئے تھک جاتا ہے۔ جہازوں میں بھی سفر کرے پھر بھی تھک جاتا ہے۔ اس سے سمندر کی لمبائی اور چوڑائی کا اندازہ خود لگالو۔ اور یہ بھی تم پڑھ چکے ہو کہ یہ سمندر اور اس جیسے سات سمندر اور ہوں! اور سارے سیاہی بن جائیں اور انسان، فرشتے، جنات تمام کائنات رب تعالیٰ کی تعریف لکھنے لگ جائے۔ یہ آٹھ سمندروں کی سیاہی ختم ہو جائے گی لیکن رب تعالیٰ کی تعریف ختم نہیں ہوگی۔ وہ بڑی عظمتوں والی ذات ہے۔

گزشتہ سال مجھے دوست مجبور کر کے جنوبی افریقہ لے گئے، جوہانسبرگ۔ کہنے لگے ہم آپ کو یہاں کا چڑیا گھر دکھاتے ہیں۔ اس میں ہر طرح کے جانور ہیں۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ میں نے سوچا کہ شاید چند میل کے فاصلے پر ہوگا مگر وہ تو جوہانسبرگ سے نو سو کلومیٹر دور تھا۔ وہ کمرے نہیں تھے بلکہ وہ جنگل تھا جس کی لمبائی تین سو میل اور چوڑائی ایک سو ساٹھ میل تھی۔ جس میں جانور کھلے پھر رہے تھے۔ ہم تو تھک گئے۔ حالانکہ وہاں کی سڑکیں بھی بہت عمدہ تھیں۔ یہ تو دنیا کے ایک کونے کی بات ہے ساری دنیا تو بہت وسیع ہے۔

تو فرمایا قسم ہے زمین کی اور اس ذات کی جس نے اس کو بچھایا ہے، پھیلایا ہے وَنَفْسٍ اور قسم ہے نفس کی وَّمَا سَوّٰىهَا اور اس ذات کی جس نے اس کو درست کیا ہے۔ جہاں جس چیز کو لگنا چاہیے وہیں لگائی۔ جہاں ہاتھ لگنے چاہئیں تھے وہیں لگائے، جہاں پاؤں لگنے چاہئیں تھے وہیں لگائے، جہاں آنکھیں، ناک اور کان لگنے چاہیے تھے وہیں لگائے بڑے تناسب کے ساتھ۔ جس طرح انسان کو درست کیا اسی طرح

حیوانات کو بھی بڑے خاص طریقے اور اعتدال کے ساتھ پیدا فرمایا۔

فَأَلْهَمَهَا پھر الہام کر دیا اس نفس میں۔یعنی اس کے دل میں فُجُوْرَهَا اس کی بدکاری کا۔یہ کام بُرے ہیں وَتَقْوٰىهَا اور پرہیزگاری کا کہ یہ کام اچھے ہیں۔ عقل بھی عطا فرمائی اور پیغمبروں کے ذریعے بھی بتلایا۔کتابیں نازل کیں، صحیح اور غلط سمجھایا، حق اور باطل کو واضح کیا۔پھر ہر زمانے میں اہل حق کھڑے کیے جنھوں نے لوگوں تک حق پہنچایا۔دنیا کا کوئی خطہ ایسا نہیں ہے جہاں حق کی آواز بلند کرنے والے موجود نہ ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِیْ ظَاهِرِيْنَ عَلَى الْحَقِّ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ "میری امت میں سے ایک گروہ حق پر ڈٹا رہے گا ان کی مخالفت کرنے والا ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔" اور جو اپنے مفاد کی خاطر ساتھ مل کر الگ ہو جائے گا اس کی علیحدگی سے بھی ان کا کچھ نقصان نہیں ہوگا۔اور اندر سے ریشہ دوانیاں کریں تحریکیں چلائیں ان کا کچھ نقصان نہیں ہوگا۔وہ حق پر ڈٹا رہے گا۔آخری حصہ ان کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مل کر کافروں سے جہاد کرے گا اور یہ حق کا گروہ قیامت تک رہے گا۔

ایک حدیث میں ہے اگرچہ وہ حدیث سند کے لحاظ سے کمزور ہے مگر مفہوم صحیح ہے۔ عُلَمَاءُ أُمَّتِیْ كَأَنْبِيَاءِ بَنِیْ إِسْرَائِيْلَ "میری امت کے علمائے حق ایسے ہی ہیں جیسے انبیائے بنی اسرائیل۔" درجے میں نہیں، ڈیوٹی میں ایسے ہیں۔

جیسے موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے ان کی تائید اور تورات کی حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ نے چار ہزار پیغمبر بھیجے۔اُنھوں نے اس کو زندہ رکھا۔تو ان کے انبیاء نے تبلیغ کا کام کیا

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے علماء وہ کام کریں گے۔ آج الحمد للہ! زمین کے کونے کونے تک حق کی آواز پہنچی ہوئی ہے۔ دنیا کا کوئی خطہ ایسا نہیں ہے جہاں حق کی آواز نہ پہنچی ہو۔ کافروں کے مظالم بہت سخت ہیں لیکن حق حق ہے، اسلام اسلام ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو مٹائے گا نہیں۔ یہ جواب قسم ہے۔

فرمایا قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَكّٰىهَا تحقیق فلاح پا گیا جس نے نفس کو پاک کیا کفر سے، شرک سے، تکبر سے، حسد سے، بغض، کینہ سے، اخلاق ذمیمہ سے۔ ایک عارف باللہ نے کیا خوب بات کہی ہے کہ اس کی مثال سانپ کی ہے۔ سانپ چھوٹا ہو تو اسے جوتے سے بھی مار سکتے ہیں، لاٹھی سے بھی مار سکتے ہیں۔ لیکن اگر اسے چھوڑ دیں گے اور وہ اژدہا بن جائے گا تو سارا گاؤں بھی اس کے پیچھے لگ جائے تو وہ قابو میں نہیں آئے گا۔ نفس امارہ کی اصلاح بہت مشکل ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ جیسے بزرگوں سے پوچھا گیا حضرت دنیا میں سب سے مشکل چیز کون سی ہے اور آسان چیز کون سی ہے؟ تو فرمایا سب سے مشکل چیز نفس کی اصلاح ہے اور سب سے آسان چیز دوسروں پر تنقید کرنا ہے۔ یہ جو آپ حضرات بزرگوں کے قصے کتابوں میں پڑھتے ہیں کہ فلاں نے اتنی ریاضت کی، فلاں نے اتنا مجاہدہ کیا، یہ سب محنتیں نفس کی اصلاح کے لیے کی گئیں۔ لیکن اب یہ سلسلہ تقریباً ختم ہو چکا ہے۔ لیکن نفس کی اصلاح اہم چیز ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاموں میں سے ایک کام نفس کی اصلاح بھی فرمایا ہے وَيُزَكِّيۡهِمۡ ﴿سورۃ الجمعہ: پارہ ۲۸﴾ "اور وہ ان کا تزکیہ کرتا ہے۔"

شرعی دائرے میں رہ کر ریاضتیں کرنا جائز ہے :

بعض نادان یہ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تو مجاہدے اور ریاضتیں نہیں کیں لہٰذا یہ ریاضتیں اور مجاہدے بدعت ہیں ۔ یہ کہنا ان کی نادانی ہے۔ بے شک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مجاہدے اور ریاضتیں نہیں کیں کیوں کہ ان کے دل کا آئینہ صاف تھا۔ اور آئینہ صاف ہو تو مانجھنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ ان کے بعد دلوں پر زنگ آگیا اور زنگ کو دور کرنے کے لیے صفائی کی ضرورت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں کسی خوش نصیب کو، سعادت مند کو دو منٹ بیٹھنے کا بھی موقع مل جاتا تھا تو اس کے نفس کی اتنی صفائی ہو جاتی تھی کہ سو سال کی ریاضت سے بھی اتنی صفائی نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا ان کو دل صاف کرنے کے لیے ریاضتوں کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔ اب دلوں میں کدورت اور زنگ کو دور کرنے کے لیے دلوں کی صفائی کے لیے بزرگوں نے شرعی دائرے میں رہ کر روزے بھی رکھے، چلّے بھی کاٹے ، بڑا کچھ کیا کہ نفس کی صفائی ہو جائے۔ تو سب سے مشکل چیز نفس کی اصلاح ہے۔ اور سب سے آسان چیز دوسروں پر تنقید کرنا ہے۔

فرمایا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا اور تحقیق نامراد ہوا جس نے نفس کو گناہ میں، معاصی میں چھپا دیا۔ دن کو بھی گناہ، رات کو بھی گناہ۔ اُٹھتے گناہ، بیٹھتے گناہ، چلتے پھرتے گناہ کرنے والا نامراد ہے۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرو گے تو اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے نہیں بچ سکو گے۔ اس پر آگے اللہ تعالیٰ ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں۔

قومِ ثمود کا واقعہ :

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ جھٹلایا قوم ثمود نے حق کو اپنی سرکشی کی وجہ سے۔ یہ حجر کے علاقے میں رہتے تھے جو خیبر اور تبوک کے درمیان واقع ہے۔ ان کی طرف اللہ تعالیٰ

نے حضرت صالح علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر مبعوث فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے ان کو توحید باری تعالیٰ کی دعوت دی قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ "اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمھارے لیے کوئی معبود، مشکل کشا، حاجت روا، فریاد رس، دست گیر رب تعالیٰ کی ذات کے سوا۔" تو لوگوں نے حضرت صالح علیہ السلام کا مذاق اُڑایا۔ کیوں کہ ان لوگوں کا عقیدہ اور تھا۔ وہ شرکیہ عقیدہ رکھتے تھے۔ تو جب ایک آدمی کھڑا ہو کر سب کے خلاف بولے تو اس کا مذاق تو اُڑایا جائے گا۔ پھر ان لوگوں نے کہا کہ اگر آپ واقعی اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں تو ہمیں کوئی کرشمہ دکھاؤ اور کرشمہ بھی ہماری مرضی کا۔ جس چٹان پر ہم ہاتھ رکھیں اس سے اونٹنی نکل آئے پھر ہم مانیں گے۔ قرآن پاک کی تصریحات میں موجود ہے کہ اُنھوں نے جس چٹان پر ہاتھ رکھا اللہ تعالیٰ نے اُسی چٹان سے اونٹنی نکال دی۔ فرمایا اے میری قوم! ھٰذِہٖ نَاقَةُ اللّٰہِ لَکُمْ اٰیَةً "یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی ہے تمھارے لیے ایک خاص نشانی ہے فَذَرُوْھَا پس اس کو چھوڑ دو تَاْکُلْ فِیْٓ اَرْضِ اللّٰہِ کھائے اللہ تعالیٰ کی زمین میں وَلَا تَمَسُّوْھَا بِسُوْٓءٍ فَیَاْخُذَکُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ اور نہ چھونا اس کو بُرائی کے ساتھ پس تمھیں پکڑ لے گا عذاب دردناک۔"

اتنا بڑا معجزہ دیکھ کر بھی وہ ایمان نہ لائے۔ کہنے لگے بڑا مضبوط جادو ہے اور بڑا کاری گر جادوگر ہے۔ جادو کہہ کر ٹال دیا۔

تو فرمایا جھٹلایا قومِ ثمود نے اپنی سرکشی کی وجہ سے اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰھَا جس وقت اُٹھ کھڑا ہوا ان میں سے ایک بدبخت جس کا نام قدار تھا۔ قد چھوٹا اور گربہ جسم تھا۔ بلی کی طرح آنکھیں تھیں۔ وہاں نو غنڈے تھے یہ ان کا سردار تھا۔ سورۃ نمل آیت نمبر ۴۸ میں ہے وَکَانَ فِی الْمَدِیْنَةِ تِسْعَةُ رَھْطٍ یُّفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ وَلَا یُصْلِحُوْنَ "اور

تھے شہر میں نو شخص جو فساد مچاتے تھے زمین میں اور نہیں اصلاح کرتے تھے۔" اُنھوں نے مشورہ کیا کہ صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی ٹانگیں کاٹنی ہیں اور پھر ٹکڑے ٹکڑے کر دینا ہے۔ پھر صالح علیہ السلام کو اولاد سمیت ذبح کرنا ہے۔ اس کا ذکر ہے۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں جس وقت کھڑا ہوا قوم ثمود کا ایک بڑا بد بخت ترین انسان قدار فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ پس کہا ان کو اللہ تعالیٰ کے رسول صالح علیہ السلام نے نَاقَةَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی کا خیال رکھنا اس کو تکلیف نہیں پہنچانی وَسُقْيٰهَا اور اس کے جو پانی پینے کی باری ہے اس کے مطابق اس کو پانی پینے دینا۔ ایک دن تمھارا ہے اور ایک دن اس کا ہے فَكَذَّبُوْهُ پس جھٹلایا ان لوگوں نے حضرت صالح علیہ السلام کو۔ کہنے لگے آپ کون ہوتے ہیں باری مقرر کرنے والے؟ ہم آپ کی باری نہیں مانتے۔ اس طرح تو ہمارے جانور پیاسے رہ جاتے ہیں فَعَقَرُوْهَا پس کاٹ دیں اُنھوں نے اونٹنی کی ٹانگیں، قدار بن ثعلب نے۔ اونٹنی بڑبڑائی تو حضرت صالح علیہ السلام روتے ہوئے باہر تشریف لائے کہ اب قوم پر عذاب آنے والا ہے جو ٹلے گا نہیں فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ پس اُلٹ دیا اُن پر اُن کے رب نے عذاب بِذَنْۢبِهِمْ ان کے گناہوں کی وجہ سے ہلاکت ڈال دی فَسَوّٰىهَا پھر برابر کر دیا سزا کو سب پر۔ کوئی شخص بھی اس عذاب سے نہ بچ سکا۔ وہ عذاب کیا تھا؟

سورۃ الحجر میں ہے فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ "پس پکڑا اُن کو خوف ناک آواز نے اس حال میں کہ وہ صبح کے وقت میں تھے۔" حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ایسی ڈراؤنی آواز نکالی کہ سب کے کلیجے پھٹ گئے۔ رجفہ کا لفظ بھی آیا ہے کہ ایسا زلزلہ آیا کہ ان کے سر دیواروں کے ساتھ ٹکراتے تھے۔ حالانکہ اُنھوں نے چٹانیں تراش کر مکان

بنائے ہوئے تھے کہ زلزلے کی وجہ سے گریں نہ۔ لیکن رب تعالیٰ کے زلزلے سے کون بچائے؟ ایسا زلزلہ آیا کہ کسی کا سر وہاں لگ رہا ہے اور کسی کا یہاں لگ رہا ہے۔ اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے چیخ ماری سب ختم ہو گئے ایک بھی زندہ نہ بچا وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا اور نہیں ڈرتا اللہ تعالیٰ اس کے انجام سے۔ دنیا میں جتنی بھی کوئی مضبوط حکومت ہو جب وہ پبلک کے خلاف کوئی قانون پاس کرتے ہیں تو خوف کرتے ہیں کہ لوگ احتجاج کریں گے، جلوس نکالیں گے، ہڑتال کریں گے۔ لیکن رب تعالیٰ کو کسی قوم کی تباہی پر کسی طرح کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اس کا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے۔ رب تعالیٰ اس کے انجام سے نہیں ڈرتا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر

سُورَةُ اللَّيْلِ

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتھا ۲۱ | ۹۲ سُوْرَةُ الَّيْلِ مَكِّيَّةٌ ۹ | رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ۝۱ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۝۲ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰٓى ۝۳ اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ۝۴ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝۵ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝۶ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۝۷ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۝۸ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝۹ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ۝۱۰ وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗٓ اِذَا تَرَدّٰى ۝۱۱ اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ۝۱۲ وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى ۝۱۳ فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ۝۱۴ لَا يَصْلٰىهَآ اِلَّا الْاَشْقَى ۝۱۵ الَّذِيْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝۱۶ وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ۝۱۷ الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ۝۱۸ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ۝۱۹ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ۝۲۰ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ۝۲۱ ع ۲۱/۱۷

وَالَّيْلِ قسم ہے رات کی اِذَا يَغْشٰى جب وہ چھا جائے

وَالنَّهَارِ اور قسم ہے دن کی اِذَا تَجَلّٰى جب وہ روشن ہو جائے وَمَا

خَلَقَ الذَّكَرَ اور قسم ہے اس ذات کی جس نے نر پیدا کیا وَالْاُنْثٰى

اور مادہ پیدا کیا اِنَّ سَعْيَكُمْ بے شک تمھاری کوشش لَشَتّٰى

البتہ مختلف ہے فَاَمَّا مَنۡ پس بہر حال وہ شخص اَعۡطٰی جس نے مال دیا وَاتَّقٰی اور اللہ تعالیٰ سے ڈرا وَصَدَّقَ بِالۡحُسۡنٰی اور اس نے تصدیق کی اچھی بات کی فَسَنُیَسِّرُہٗ پس ہم آسان کر دیں گے اس کے لیے لِلۡیُسۡرٰی آسان دین وَاَمَّا مَنۡۢ بَخِلَ اور بہر حال وہ شخص جس نے بخل کیا وَاسۡتَغۡنٰی اور وہ بے پروا رہا وَ کَذَّبَ بِالۡحُسۡنٰی اور جھٹلایا اس نے اچھی بات کو فَسَنُیَسِّرُہٗ پس ہم آسان کر دیں گے اس کے لیے لِلۡعُسۡرٰی تنگ چیز وَمَا یُغۡنِیۡ عَنۡہُ مَالُہٗۤ اور نہیں کام آئے گا اس کے اس کا مال اِذَا تَرَدّٰی جب وہ گرے گا دوزخ میں اِنَّ عَلَیۡنَا لَلۡہُدٰی بے شک ہمارے ذمہ ہے راہنمائی کرنا وَاِنَّ لَنَا اور بے شک ہمارے لیے ہے لَلۡاٰخِرَۃَ البتہ آخرت وَالۡاُوۡلٰی اور دنیا فَاَنۡذَرۡتُکُمۡ پس میں نے تم کو ڈرا دیا ہے نَارًا آگ سے تَلَظّٰی جو شعلے مارتی ہے لَا یَصۡلٰىہَاۤ نہیں داخل ہوگا اس آگ میں اِلَّا مگر الۡاَشۡقَی جو بد بخت ہے الَّذِیۡ کَذَّبَ وہ جس نے جھٹلایا وَتَوَلّٰی اور اعراض کیا وَسَیُجَنَّبُہَا اور عن قریب بچایا جائے گا اس آگ سے الۡاَتۡقَی جو بڑا پرہیز گار ہے الَّذِیۡ یُؤۡتِیۡ مَالَہٗ جو دیتا ہے اپنا مال یَتَزَکّٰی کہ نفس کو پاک کرے وَمَا لِاَحَدٍ اور نہیں ہے کسی کا عِنۡدَہٗ اس کے ہاں

مِنْ نِّعْمَةٍ کوئی احسان تُجْزٰٓى جس کا بدلہ دیا جائے اِلَّا مگر ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ چاہتے ہوئے اپنے رب کی رضا الْاَعْلٰى جو بلند و برتر ہے وَلَسَوْفَ يَرْضٰى اور عن قریب وہ اس سے راضی ہو جائے گا۔

نام اور کوائف:

اس سورت کا نام سورۃ اللیل ہے۔ پہلی آیت کریمہ ہی میں لیل کا لفظ موجود ہے جس سے اس سورت کا نام لیا گیا ہے۔ یہ ابتدائی سورتوں میں سے ہے اس سے پہلے آٹھ "۸" سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ نزول کے اعتبار سے اس کا نواں "۹" نمبر ہے۔ اس کا ایک رکوع اور اکیس "۲۱" آیات ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَالَّيْلِ۔ واو قسمیہ ہے۔ قسم ہے رات کی اِذَا يَغْشٰى جب وہ چھا جائے۔ جب رات کا اندھیرا چھا جائے تو تاریکی ہوتی ہے وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى اور قسم ہے دن کی جب وہ روشن ہو جائے۔ دن جب روشن ہوتا ہے تو سفید، سیاہ رنگ کی ہر چیز نظر آتی ہے۔ رات کی تاریکی میں کچھ نظر نہیں آتا باوجود آنکھ کے صحیح ہونے کے۔ اور دن کو ہر چیز اپنی اصل شکل میں نظر آتی ہے وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى اور قسم ہے اس ذات کی جس نے پیدا کیا نر کو اور مادہ کو۔ پروردگار نے مرد پیدا کیے، عورتیں پیدا کیں اور ان کے ذریعے نسل انسانی کو چلایا اور جس وقت تک دنیا قائم رہے گی یہ سلسلہ چلتا رہے گا۔

فرمایا اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى۔ شَتّٰى شَتِيْتٌ کی جمع ہے جس طرح

مرضٰی مریضٌ کی جمع ہے۔اس کا معنیٰ ہے متفرق ہونا۔معنیٰ ہوگا بے شک تمھاری کوشش البتہ مختلف ہے۔ جیسے دن رات میں فرق ہے، نر مادہ میں فرق ہے، اسی طرح تمھارے عملوں میں بھی فرق ہونا چاہیے۔نیک عمل اور ہے، بدعمل اور ہے،شرک اور ہے، توحید اور ہے،سنت اور بدعت میں فرق ہے۔حق اور ہے، باطل اور ہے، سچ اور ہے، جھوٹ اور ہے۔اللہ تعالیٰ نے دن رات اور نر اور مادہ کے اختلاف کو پیش کر کے عمل کے اختلاف کی طرف راہ نمائی فرمائی ہے کہ عمل بھی مختلف ہے۔

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى پس بہرحال وہ شخص جس نے دیا مال۔(اس آیت کا اول مصداق مفسرین کے نزدیک ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔پھر قیامت تک کے اَعْطٰى وَاتَّقٰى اس میں شامل ہیں۔کیوں کہ شانِ نزول پر چیز بند نہیں ہوتی۔) زکوٰۃ ادا کی، فطرانہ دیا، عشر دیا۔ جو حقوق مالیہ ہیں حقوق اللہ ہیں یا حقوق العباد ہیں، ادا کیے وَاتَّقٰى اور ڈرتا رہا اللہ تعالیٰ کی گرفت سے، اللہ تعالیٰ کے عذاب سے وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى اور اس نے تصدیق کی اچھی بات کی۔کلمہ طیبہ کی، اسلام کی، شریعت کی ،قرآن کی، دین حق کی تصدیق کی فَسَنُيَسِّرُهٗ پس ہم آسان کر دیں گے اس کے لیے لِلْيُسْرٰى آسان دین۔یسریٰ سے مراد شریعت ہے۔شریعت پر چلنا آسان کر دیں گے۔اللہ تعالیٰ نے کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ کا مکلف نہیں بنایا۔

اور یسریٰ سے مراد جنت بھی ہے۔تو معنیٰ ہوگا ہم اس کے لیے آسان کر دیں گے جنت تک پہنچنا۔جنت کو یسریٰ اس لیے کہتے ہیں کہ وہاں کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہے۔ دنیا میں تو محنت کر کے کھانا ہے، گرمی سردی برداشت کرنی ہے، چور، ڈاکو کا ڈر بھی ہے، عزت پر حملے کا خوف بھی ہے، بیماریاں بھی ہیں۔وہاں ان میں سے کوئی شے نہیں ہے۔

اس کا نام ہی دار السلام ہے خوش نصیب ہوگا جو جنت میں داخل ہو جائے گا۔ وہ ابدالآباد کی زندگی اور مزے کی جس کو آج ہم نہیں سمجھ سکتے۔ جہاں ہر خواہش پوری ہوگی۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک دیہاتی آدمی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا حضرت! جنت میں کاشت کاری کی اجازت ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جنت مین کاشت کاری کی کیا ضرورت ہوگی سب کچھ تیار مل جائے گا۔ کہنے لگا حضرت! اگر کوئی کرنا چاہے تو پھر۔ فرمایا ہاں! اجازت مل جائے گی کھڑے کھڑے بیج ڈالے گا اس کے سامنے اُگیں گے، بڑھیں گے، پک جائیں گے، کاٹے جائیں گے، ڈھیر لگ جائے گا۔ ایک منٹ میں سارا کچھ ہو جائے گا۔

سورۃ الفرقان میں ہے لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَآءُونَ "ان کے لیے جنت میں وہ ہوگا جو وہ چاہیں گے۔" اگر کوئی کہیں اُڑ کے جانا چاہے گا تو اُسے اُڑنے کی توفیق مل جائے گی۔ اگر کوئی چاہے گا کہ یہ اُڑتا ہوا پرندہ میری خوراک بن جائے تو اُسی وقت بھنا ہوا رکابی میں سامنے پڑا ہوگا۔ جنتی جو چاہیں گے اللہ تعالیٰ اُن کی مرادیں پوری کرے گا۔

وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ اور بہرحال جس نے بخل کیا اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال میں۔ جہاں خرچ کرنا تھا نہیں کیا یا جتنی مقدار میں خرچ کرنا تھا نہیں کیا وَاسْتَغْنٰى اور بے پرواہ رہا حق سے وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى اور جھٹلایا اس نے اچھی بات کو۔ کلمہ توحید کو، اسلام کو، دین کو، حق کو جھٹلایا فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى پس ہم آسان کر دیں گے اس کے لیے تنگ چیز کو۔ (ان آیات کے اولین مصداق مفسرین کے نزدیک ابوجہل، عاص بن وائل، امیہ بن خلف، نضر بن حارث وغیرہ ہیں۔ پھر قیامت تک اس مد کے لوگ اسی میں شامل ہیں کہ كَذَّبَ بِالْحُسْنٰى کے لیے تنگی کو آسان کریں گے۔)

تنگ چیز سے مراد دوزخ ہے۔ اس کو دوزخ والے کام آسان لگیں گے۔ دوزخیوں والے کام کرے گا وہ اس کو دوزخ میں پہنچا دیں گے۔

مثلاً: چوری، ڈاکا کوئی آسان کام تو نہیں ہیں۔ جاگنا ہے، اِدھر اُدھر دیکھنا ہے، لوگوں کا خطرہ، پولیس کا خطرہ۔ ان خطرات کے باوجود ان لوگوں کے لیے یہ کام آسان ہیں رات کو سونا ان کے لیے مشکل ہے چلنا بھاگنا ان کے لیے آسان ہے۔ کیوں کہ انھوں نے حق کی تصدیق نہیں کی۔ وہ اس طرف چل پڑے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے یہ راستہ آسان کر دیا۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا ضابطہ ہے نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى ﴿سورۃ النساء: ۱۱۵﴾ "ہم اس کو پھیر دیں گے اسی طرف جس طرف اس نے رخ کیا۔" جس طرف کوئی جانا چاہتا ہے اسی طرف ہم اس کو چلا دیتے ہیں۔ کوئی نیک کام کی طرف چلنا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو نیکی کی توفیق دے دیتے ہیں۔ بُرے کام کی طرف چلنا چاہتا ہے تو اس کی توفیق دے دیتے ہیں۔ یہ دنیا دار التکلیف ہے اور دار العمل ہے۔ جو کوئی اچھا بُرا کرنا چاہے کرتا رہے۔ آخرت دار الجزاء ہے وہاں اس کو کیے کا بدلہ مل جائے گا۔

وَمَا يُغْنِىْ عَنْهُ مَالُهٗٓ اور نہیں کفایت کرے گا اس کو اس کا مال۔ اس کے کام نہیں آئے گا اِذَا تَرَدّٰى جب وہ گرے گا دوزخ میں۔ تَرَدّٰى کا معنیٰ ہے بلندی سے نیچے گرنا۔ پل صراط دوزخ کے اوپر بچھا ہوا ہے۔ جونہی ایک قدم رکھ کر اُٹھائے گا ٹکڑے ٹکڑے ہو کر نیچے گر پڑے گا۔ پھر وہیں اس کے ٹکڑے جوڑ کر چنگا بھلا انسان بنا کر کھڑا کر دیا جائے گا۔ ہوش و حواس ٹھیک ہوں گے تکلیف محسوس کرے گا۔

جہنمی ایک دوسرے کو پہچانیں گے بھی يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ﴿یونس: ۴۵﴾ "ایک دوسرے کو پہچانیں گے۔" میدان محشر میں بھی ایک دوسرے کو پہچانیں گے کہ یہ فلاں

صاحب ہے یہ فلاں صاحب ہے۔ جنت میں بھی ایک دوسرے کی شناخت ہوگی اور دوزخ میں بھی ایک دوسرے کی شناخت ہوگی اور ایک دوسرے کے ساتھ جھگڑا بھی کریں گے۔ جن لوگوں نے گمراہ کیا ان کے پیروکاران کے پیچھے پڑ جائیں گے کہ تم نے ہمیں گمراہ کیا اب تم ہمیں اس سزا سے چھڑاؤ۔ وہ کہیں گے کہ ہم نے تمھارے ساتھ کوئی جبر تو نہیں کیا تم ہماری بات نہ مانتے۔ یہاں تک کہ گمراہوں کا بڑا پیر شیطان ہے۔ یہ لوگ اس کے پاس جائیں گے اور کہیں گے کہ تو ہمیں سبز باغ دکھاتا تھا آج ہماری کوئی مدد کر، کوئی نسخہ بتلا کہ جس کے ذریعے ہم دوزخ سے نکل جائیں۔

سورۃ ابراہیم میں ہے ابلیس لعین کہے گا فَلَا تَلُوْمُوْنِیْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَکُمْ "مجھے ملامت نہ کرو اپنے آپ کو ملامت کرو میرا تم پر کوئی جبر تو نہ تھا اَنْ دَعَوْتُکُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِیْ میں نے تم کو دعوت دی تم نے قبول کر لی، نہ قبول کرتے۔" اور یہ بھی کہے گا اِنِّیْ کَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَکْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ "بے شک میں نے انکار کیا اس چیز کا کہ تم نے مجھے شریک بنایا اس سے پہلے۔" اور میرے کفر کے ذمہ دار بھی تم ہو۔ لیڈر ایسا ہونا چاہیے۔ بھائی! اللہ تعالیٰ نے عقل دی ہے اس کے ساتھ سوچو غور و فکر کر و حق کو حق کہو، باطل کو باطل کہو۔ اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے تمھیں نہ مال بچائے گا نہ اولاد بچائے گی صرف ایمان عمل صالح، حق کو قبول کرنا دوزخ کے بچانے کے سبب ہیں۔

فرمایا اِنَّ عَلَیْنَا لَلْهُدٰی بے شک ہمارے ذمہ ہے راہنمائی کرنا۔ ہم نے عقل دی، پیغمبر بھیجے، کتابیں نازل فرمائیں، حق کی آواز بلند کرنے والے بھیجے، راہ نمائی کے پورے اسباب مہیا کیے وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَۃَ وَالْاُوْلٰی اور بے شک ہمارے لیے ہے البتہ آخرت اور دنیا۔ دنیا کے مالک بھی ہم ہیں اور آخرت کے مالک بھی ہم ہیں۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں اے بندو! فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى پس میں نے تم کو ڈرا دیا ہے آگ سے جو شعلے مارنے والی ہے لَا يَصْلٰهَآ اِلَّا الْاَشْقَى نہیں داخل ہوگا اس آگ میں مگر جو بد بخت ہے۔ دوزخ میں بدبخت ہی جائے گا الَّذِىْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰى وہ جس نے جھٹلایا حق کو اور اعراض کیا عمل سے وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى اور عن قریب بچایا جائے گا اس بھڑکتی ہوئی آگ سے جو بڑا پرہیزگار ہے الَّذِىْ يُؤْتِىْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى جو دیتا ہے اپنا مال اللہ تعالیٰ کے راستے میں کہ پاک کرے اپنے نفس کو بخل سے، غریبوں کے حق سے۔

الْاَتْقَى کا مصداق حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں:

تفسیروں میں آتا ہے کہ یہ آیات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بڑے مال دار تھے۔ جن غلاموں اور لونڈیوں کو ایمان کی وجہ سے ظلم وتشدد کا نشانہ بنایا جاتا تھا انہیں خرید کر آزاد کرا دیتے تھے۔ حضرت بلال بن رباح حبشی رضی اللہ عنہ امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ یہ قریش کا بڑا آدمی تھا۔ بڑا تلخ مزاج اور بڑا ظالم آدمی تھا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اس نے بڑی تکلیفیں دی ہیں۔ کبھی ان کو دھوپ میں کھڑا کر دیتا اور خود سائے میں سو جاتا اور کہتا خبردار! اگر یہاں سے اِدھر اُدھر ہوا۔ کبھی قمیص اتروا کر گرم ریت پر لٹا دیتا۔ یہ بے چارہ غلام تھا سب کچھ برداشت کرتا۔ اگر کبھی قیل وقال کرتا تو اتنا مارتا تھا کہ بے چارہ حرکت نہیں کر سکتا تھا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ اس بے چارے پر بڑا ظلم ہو رہا ہے۔ اس کے پاس گئے کہ اس کو میرے آگے بیچ دے۔ اس نے اتنی قیمت بتلائی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس کو خرید نہ سکیں سن کر ڈر جائیں۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ گھر

آئے جھاڑ و پھیر کر ساری رقم اکٹھی کر کے دے دی اور آزاد کر دیا۔ بلکہ بعض کتابوں میں آتا ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کرتے کا بٹن گر گیا تو قمیص کو کانٹے کے ساتھ جوڑا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا کانٹے کے ساتھ جوڑا ہے بٹن لگا لیتے۔ تو کہنے لگے حضرت سارے پیسے اکٹھے کر کے بلال کو خریدا ہے بٹن کے پیسے بھی نہیں بچے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ مال خرچ کرتا تھا تزکیہ حاصل کرنے کے لیے وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى اور نہیں ہے کسی کا اس کے ہاں احسان جس کا بدلہ دیا جائے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر کسی کا احسان نہیں تھا کہ جس کا وہ بدلہ دے رہے تھے اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى مگر چاہتے ہوئے اپنے رب کی رضا جو بلند و برتر ہے۔ انھوں نے بلند رب کی رضا حاصل کرنے کے لیے سب کچھ کیا کہ بلال وغیرہ غلام ایمان لا چکے تھے اس لیے خرید کر آزاد کیا کہ کھل کر عبادت کر سکیں۔ تو رب تعالیٰ کا وعدہ ہے وَلَسَوْفَ يَرْضٰى اور عن قریب اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جائے گا۔

اور یہ معنیٰ بھی ہے کہ مال خرچ کرنے والے کو اللہ تعالیٰ آخرت میں اس قدر انعام و اکرام فرمائیں گے کہ وہ راضی ہو جائے گا۔ یہ معنیٰ اس وقت ہوگا جب يَرْضٰى کی ضمیر کا مرجع اتقٰی ہو کہ اتقٰی کو اللہ تعالیٰ اس کے ایثار کا اتنا بدلہ دے گا کہ وہ راضی ہو جائے گا۔

بسم الله الرحمن الرحیم

تفسیر

سورۃ الضحیٰ

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتہا ۱۱ ۹۳ سُوْرَۃُ الضُّحٰی مَکِّیَّۃٌ ۱۱ رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالضُّحٰى ۝١ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۝٢ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ۝٣ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۝٤ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝٥ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ۝٦ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝٧ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ۝٨ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝٩ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝١٠ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝١١

وَالضُّحٰى (واو قسمیہ ہے معنٰی ہے) قسم ہے چاشت کے وقت کی وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى اور قسم ہے رات کی جب چھا جائے مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ نہیں چھوڑا آپ کو آپ کے رب نے وَمَا قَلٰى اور نہ ہی دشمنی کی ہے وَلَلْاٰخِرَةُ اور البتہ آخرت خَيْرٌ لَّكَ بہتر ہے آپ کے لیے مِنَ الْاُوْلٰى دنیا سے وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ اور عن قریب آپ کا رب آپ کو دے گا فَتَرْضٰى کہ آپ راضی ہو جائیں گے اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا کیا نہیں پایا اس نے آپ کو یتیم فَاٰوٰى پس اس نے ٹھکانا دیا وَوَجَدَكَ ضَآلًّا اور پایا آپ کو بے خبر فَهَدٰى پس آپ کی راہ نمائی کی وَوَجَدَكَ عَآئِلًا اور پایا آپ کو

مفلس فَاَغْنٰی پس اس نے غنی کردیا فَاَمَّاالْیَتِیْمَ پس بہرحال یتیم پر فَلَاتَقْهَرْ پس نہ قہر کر وَاَمَّاالسَّآئِلَ بہرحال سائل کو فَلَاتَنْهَرْ پس نہ جھڑک وَاَمَّابِنِعْمَةِرَبِّكَ اور بہرحال اپنے رب کی نعمت کو فَحَدِّثْ پس بیان کرو۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام سورۃ الضحیٰ ہے۔ضحیٰ کا لفظ پہلی ہی آیت کریمہ میں موجود ہے جس سے اس سورت کا نام لیا گیا ہے۔ یہ سورت ابتدائی سورتوں میں سے ہے اس سے پہلے دس سورتیں نازل ہوچکی تھیں۔نزول کے اعتبار سے اس کا گیارھواں نمبر ہے۔اس کا ایک رکوع اور گیارہ «۱۱» آیتیں ہیں۔

شان نزول :

اس سورت کی شان نزول یہ ہے کہ یہود نے آنحضرت ﷺ سے تین چیزوں کا سوال کیا۔ایک یہ پوچھا کہ روح کی حقیقت کیا ہے وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ”یہ آپ ﷺ سے سوال کرتے ہیں روح کے بارے میں کہ روح کی حقیقت کیا ہے؟“ دوسرا سوال تھا کہ اصحاب کہف کون لوگ تھے؟ تیسرا سوال تھا کہ ذوالقرنین کون بزرگ تھے؟ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں تمھیں کل بتاؤں گا۔زبان سے ان شاء اللہ کہنا بھول گئے۔اس بات کا تو کوئی مسلمان تصور بھی نہیں کرسکتا کہ اللہ تعالیٰ کے معصوم پیغمبر اللہ تعالیٰ سے بے پرواہوں۔لیکن ظاہری طور پر زبان سے یہ الفاظ نہ کہہ سکے۔

اللہ تعالیٰ کی حکمت اور قدرت کہ کل کا دن آیا تو یہودیوں نے آکر کہا کہ ہمارے

سوالات کا جواب دو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وحی نازل نہیں ہوئی۔ ایک دن گزرا، دو دن گزرے، تین دن گزرے۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں فَتَاَخَّرَ الْوَحْیُ خَمْسَةَ عَشَرَ یَوْمًا "پندرہ دن وحی نازل نہ ہوئی۔" یہودیوں نے پروپیگنڈا کیا کہ کل کا وعدہ تھا جواب دوں گا ابھی اس کا کل نہیں آیا؟ اس کی بات کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آکر جھگڑے ڈالتے کہ کل نہیں آیا۔ کوئی کہتا اس کا کل قیامت والے دن آئے گا۔ مخالف کو تو بات ملنی چاہیے وہ ان کو مل گئی۔ یہود نے تو اس عنوان کے ساتھ مذاق اُڑایا اور قریش مکہ نے کہا کہ اب اس کا رب ناراض ہو گیا ہے اس لیے وحی نہیں آتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چچی جس کا نام عوراا اور کنیت ام جمیلہ تھی۔ یہ ابولہب کی بیوی اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی سگی بہن اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی پھوپھی تھی۔ یہ خاندان قدرتی طور پر سخت مزاج تھا۔ خاندانی اثرات لوگوں میں ہوتے ہیں۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آکر کہا کہ وہ تیرا شیطان اب تیرے پاس نہیں آتا وہ تیرا پیچھا چھوڑ گیا ہے قَدْ تَرَكَكَ شَيْطَانُكَ بخاری شریف کی روایت ہے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے متعلق کہتی تھی وہ تجھے چھوڑ گیا ہے۔ عجیب قسم کا منظر تھا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی۔

وَالضُّحٰی قسم ہے چاشت کے وقت کی۔ واو قسمیہ ہے وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰی اور قسم ہے رات کی جب وہ چھا جائے۔ یعنی جب اس کا اندھیرا چھا جائے مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ نہیں چھوڑا آپ کو آپ کے رب نے وَمَا قَلٰی اور نہ ہی دشمنی کی ہے آپ کے رب نے۔ اللہ تعالیٰ کی حکمتیں ہیں۔ رات بھی ہے دن بھی ہے۔ جیسے رات کی تاریکی کے بعد دن کی روشنی کا آنا فطری بات ہے۔ رات کا اندھیرا ہمیشہ نہیں رہتا دن کا

اُجالا اور روشنی بھی ہے۔ اسی طرح ان لوگوں کے اعتراضات کے اندھیرے کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کے ساتھ وحی کی روشنی بھی آئے گی دن چڑھے گا۔ پندرہ دن کے بعد وحی نازل ہوئی۔ فرمایا وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا "اور نہ کہیں آپ کسی شے کے بارے میں کہ میں کرنے والا ہوں اس کو کل اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ مگر یہ کہ چاہے اللہ تعالیٰ۔" ﴿پارہ:۱۵﴾ ان شاء اللہ کے بغیر کل کے بارے میں کوئی بات نہ کرنا۔ کوئی کام بھی رب چاہے گا تو ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے روح کے بارے میں بھی اور اصحاب کہف کے بارے میں بھی اور ذوالقرنین کے متعلق بھی بتایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آگاہ فرمایا۔

وَمَا قَلٰی میں کاف کو حذف کیا گیا ہے۔ اصل میں ہے قَلَاكَ۔ وَ لَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰی اور البتہ آخرت بہت بہتر ہے آپ کے لیے دنیا سے۔ دنیا عارضی اور فانی شے ہے۔ اب ہے لمحے کے بعد نہیں ہے، آج ہے کل نہیں ہے، صبح ہے شام نہیں ہے۔ اس پر اگر کوئی اعتماد کرے تو نادان ہے۔ آخرت پائیدار ہے نہ ختم ہونے والی زندگی ہے۔

بعض مفسرین کرام رحمہم اللہ یہ معنیٰ کرتے ہیں کہ اب تک جو احکام نازل ہوئے ہیں ان کے بعد جو احکام نازل ہوں گے وہ بہت بہتر ہوں گے۔ اس سورت کا گیارھواں نمبر ہے باقی جو ایک سو تین سورتیں نازل ہوں گی وہ بہت بہتر ہوں گی۔ ان میں بہت کچھ ہوگا وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی اور عن قریب آپ کا رب آپ کو (وہ کچھ) دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سب سے بلند اور عظیم مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمایا۔ ختم نبوت کی مہر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھوں کے درمیان

لگائی۔ جنت میں سب سے عمدہ اور بہترین کوٹھی کا نام وسیلہ ہے اس سے بڑھ کر کوئی کوٹھی نہیں ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیں گے ۔جس کے لیے ہم اذان کے بعد دعا کرتے ہیں اَللّٰھُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِيْلَةَ ۔اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو وہ کچھ عطا فرمائیں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم راضی ہو جائیں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تربیت :

فرمایا اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى کیا نہیں پایا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یتیم پس آپ کو ٹھکانا دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ابھی پیدائش بھی نہیں ہوئی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے والد ماجد حضرت عبد اللہ وفات پا گئے ۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے والد کو نہیں دیکھا۔ ان کی وفات کے بعد دادا کی تربیت میں تھے چھ سال کی عمر میں مدینہ طیبہ سے جاتے ہوئے ابوا کے مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہوا۔ کیوں کہ ان کے میکے مدینہ طیبہ میں تھے۔ بنو نجار خاندان میں، خادمہ ام ایمن آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ساتھ لے کر واپس آئیں۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تربیت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دادا نے کی۔ آٹھ سال کی عمر میں اور بعض روایات کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر مبارک بارہ سال تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دادا جان نے اٹھاسی "۸۸" سال کی عمر میں وفات پائی اور دنیا سے رخصت ہو گئے۔

آخری وقت میں دادا جان بڑے پریشان تھے کہ نہ ماں ہے نہ باپ کا سایہ سر پر ہے بھائی بھی نہیں ہے۔ بیٹوں کے مزاج سے اور بہوؤں کے مزاج سے بھی واقف تھے۔ بیٹیاں دوسروں کے گھروں میں تھیں۔ مال ودولت بھی نہیں۔ عالم اسباب میں کوئی سہارا نہیں اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دادا جان وفات کے وقت کافی گھبرائے ہوئے تھے۔

لوگوں نے پوچھا کہ آپ کافی پریشان ہیں؟ کہنے لگے اپنے پوتے کے واسطے پریشان ہوں کہ عالم اسباب میں اس کا کوئی آسرا اور سہارا نہیں ہے۔ بیٹوں میں عبد مناف ابو طالب ظاہری لحاظ سے بڑے شریف الطبع تھے اور بہوؤں میں ان کی بیوی فاطمہ بنت اسد بڑی شریف الطبع بی بی تھی۔ جو بعد میں مسلمان ہوگئی تھی رضی اللہ عنہا۔ مگر یہ مالی لحاظ سے سب سے کمزور تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا جی نے ان دونوں کو بلایا۔ ایک ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عبد مناف کے ہاتھ میں دیا اور دوسرا ہاتھ اپنی بہو کے ہاتھ میں دیا اور فرمایا کہ اس کا اللہ تعالیٰ نگران اور محافظ ہے۔ اب یہ بچہ تمھارے سپرد ہے۔ عبد المطلب کی باقی بہوئیں سخت مزاج تھیں یہ نرم مزاج تھی۔ آٹھ یا بارہ سالہ کی عمر سے لے کر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک پچاس سال کی ہوئی۔ نبوت کے دسویں سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی اور اسی سال ابو طالب نے بھی وفات پائی۔ تاریخ میں اس کا نام عام الحزن ہے یعنی غم والا سال۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں کیا نہیں پایا آپ کو یتیم پھر رب تعالیٰ نے ٹھکانا دیا وَوَجَدَكَ ضَآلًّا اور پایا آپ کو بے خبر فَهَدٰى پس آپ کی راہ نمائی کی۔ اکثر مفسرین کرام رحمہم اللہ یہی معنیٰ کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شریعت کے احکام سے بے خبر پایا تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہنمائی کی۔

سورۃ شوریٰ آیت نمبر ۵۲ میں ہے مَا كُنْتَ تَدْرِىْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَ لٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِىْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا "آپ نہیں جانتے تھے کیا ہے کتاب اور نہ ایمان لیکن ہم نے بنایا اس کو نور ہدایت۔ دیتے ہیں ہم اس کے ساتھ جس کو چاہیں اپنے بندوں میں سے۔" نہ آپ کتاب جانتے تھے اور نہ ایمان کی تفصیل جانتے تھے۔

نفس ایمان تو پیغمبر کا پیدائشی طور پر ہوتا ہے۔اس کی تفصیل سے آپ بے خبر تھے اللہ تعالیٰ نے اس کی راہ نمائی کی۔

بعض مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچپن میں لوگوں کی بکریاں چراتے تھے اور بخاری شریف میں روایت ہے کہ دنیا میں کوئی پیغمبر ایسا نہیں گزرا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ کسی نے پوچھا حضرت! آپ نے بھی چرائی ہیں؟ تو فرمایا کُنْتُ اَرْعٰی لِاَهْلِ مَكَّةَ عَلٰى قَرَارِيْط "میں ٹکے ٹکے پر کے والوں کی بکریاں چراتا تھا۔" سوئے اتفاق سے ایک دفعہ وہ بکریاں دور چلی گئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت بچے تھے راستہ بھول گئے پہاڑیاں تھیں خیال نہ رہا کدھر جانا ہے؟ رات کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر نہ آئے۔ دوسرا دن اور رات بھی گزر گئی، تیسرا دن اور رات بھی گزر گئی۔ سب کو پریشانی ہوئی۔ پھر کیا ہوا؟ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذہن میں ڈالا کہ وہ پہاڑ ہمارے دائیں طرف ہوتا ہے اور یہ ہمارے بائیں طرف ہوتا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گھر پہنچا دیا۔

اس زمانے میں انسانوں کی آبادی کم ہوتی تھی جنگلات ہی جنگلات ہوتے تھے بھیڑیئے بکثرت تھے۔ یہ بھی گھر والوں کی پریشانی کا سبب تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت فرمائی۔

اور کمالین وغیرہ میں یہ واقعہ بھی لکھا ہے کہ ابو طالب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شام کے سفر میں ساتھ لے گئے۔ مکہ میں زمین پتھریلی ہے۔ نہ وہاں باغات، نہ زراعت۔ وہاں کے لوگ گزران کے لیے دو تجارتی سفر کرتے تھے۔ ایک گرمیوں میں اور ایک سردیوں میں۔ گرمیوں میں شام کا سفر اور سردیوں میں یمن کا سفر کرتے تھے اور سال بھر کی روزی

کما لیتے تھے۔ تو شام کے سفر میں ابو طالب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساتھ لے گئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تجارت کا رنگ ڈھنگ جانیں کہ تجارت ایسے کرتے ہیں۔ ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے اور قافلے سے دور ہو گئے۔ شیطان نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ پکڑا اور دور لے گیا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک بارہ سال تھی۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر شیطان کو ایک تھپڑ مارا تو وہ دوڑ گیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رخ مبارک قافلے کی طرف پھیر دیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قافلے سے گم ہو گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راہنمائی فرمائی۔

(مرشد مولانا عبدالمجید صاحب جامی جو مدینہ طیبہ میں چالیس سال سے مقیم ہیں اور بڑی مدت قطب الاقطاب حضرت مولانا عبداللہ صاحب بہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں شجاع آباد ملتان میں رہے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت بہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس جملے کی تشریح اس طرح کرتے تھے کہ وَوَجَدَكَ مُشْتَاقًا لِهِدَايَةٍ فَهَدَيْنَاكَ إِلَى تَحْصِيلِهَا "اور پایا ہم نے آپ کو مشتاق ہدایت کے لیے پس ہم نے آپ کی راہنمائی کردی اس کے حاصل کرنے کی طرف۔" اور دلیل میں سورہ یوسف کی آیت نمبر ۹۵ پیش فرماتے تھے قَالُوْا "یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کہا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ بے شک آپ یوسف علیہ السلام کی پرانی محبت میں مبتلا ہیں۔" یہاں ضلال کا ترجمہ محبت ہے۔ از مرتب: محمد نواز بلوچ)

وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى اور پایا اللہ تعالیٰ نے آپ کو مفلس، ضرورت مند پس غنی کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی جائیداد نہیں تھی۔ چچا ابو طالب نے تربیت کی۔ دنیاوی لحاظ سے ایسا بہتر چچا شاید پیدا ہو۔ لیکن آخرت کے اعتبار سے بدقسمت تھا ایمان

نصیب نہیں ہوا۔ اچھا بھلا سمجھتے ہوئے دھڑے بندی کی وجہ سے محروم رہا۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک پچیس سال کی ہوئی تو عورتوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اگر خدیجۃ الکبریٰ آمادہ ہوجائے تو آپ کے ساتھ نکاح کرا دیا جائے۔ کیوں کہ وہ اس سے قبل یکے بعد دیگرے دو خاوندوں سے بیوہ ہو چکی تھیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بھی رائے لی گئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جیسے چچا جان اور چچی جان کہیں گے میں منظور کرلوں گا۔

چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑا مال دیا تھا۔ وہ تجارت کرتی تھیں۔ عالم اسباب میں اللہ تعالیٰ نے یہ سبب پیدا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ پس بہر حال یتیم پر پس قہر نہ کر۔ یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب کر کے ہمیں سمجھایا گیا ہے کہ یتیم کے ساتھ زبردستی نہ کرنا۔

سورۃ الانعام آیت نمبر ۱۵۲ میں ہے وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْیَتِیْمِ "اور نہ قریب جاؤ یتیم کے مال کے۔" اور سورۃ النساء آیت نمبر ۱۰ میں ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا "بے شک وہ لوگ جو یتیموں کا مال زیادتی کے ساتھ کھاتے ہیں بے شک وہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ کھاتے ہیں۔" وہ لقمے نہیں کھا رہے وہ دوزخ کی آگ پیٹ میں ڈال رہے ہیں۔

وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ اور بہر حال سائل کو نہ جھڑک۔ جو صحیح معنیٰ میں سائل ہے اس کو نہ جھڑکو۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں ذرا تفصیل ہے کہ اگر کوئی آدمی واقعی پیشہ ور سائل نہیں ہے اور اچانک کسی مصیبت میں مبتلا ہو گیا ہے تو اس کی امداد کرو۔ لیکن اگر کسی نے مانگنے پر کمر باندھ لی ہے۔ مانگنا اپنا پیشہ بنا لیا ہے اس کو تنبیہ کرو کہ

اللہ تعالیٰ نے تجھے صحت دی ہے ہاتھ پاؤں دیئے ہیں کیوں مانگتا ہے؟ خصوصاً چھوٹے بچے اور عورتیں کہ وہ اچھے لوگوں کے پاس بھی جائیں گے اور بُروں کے پاس بھی جائیں گے دن کو بھی جائیں گے اور رات کو بھی جائیں گے۔ ان کے اخلاق خراب ہوں گے، معاشرے میں بُرائی اور خرابی پیدا ہوگی۔ ان کو جھڑک دو کہ تو اچھا بھلا ہے مزدوری کر، محنت کر یہ پیشہ صحیح نہیں ہے بجائے اس کے شریفانہ زندگی بسر کرو۔ مقصد اصلاح ہو تو پھر جھڑکنا صحیح ہے۔ اپنے بخل پر پردہ ڈالنے کے لیے جھڑکتے ہو تو پھر صحیح نہیں ہے بلکہ گناہ ہے۔

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ اور بہرحال اپنے رب کی نعمت کو بیان کرو۔ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کا اظہار شکر ہے۔ ایک شخص میلے لباس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تیرے پاس صابن نہیں ہے کہ کپڑے دھو لے۔ تیرے پاس کنگھی نہیں ہے کہ سر کے بالوں میں پھیر لے۔ ابوداؤد شریف کی روایت ہے کہنے لگا حضرت! میرے پاس اتنے غلام ہیں، اتنے اونٹ ہیں، اتنی بکریاں ہیں۔ میں بہت خوش حال بندہ ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا رب تعالیٰ نے تجھے نعمت دی ہے اس کا اثر تیرے بدن پر نظر آنا چاہیے۔

شرعی دائرے میں رہ کر صاف ستھرا لباس پہننا عملی طور پر اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اظہار ہے۔ انسان اپنی حیثیت سے ادنیٰ لباس پہنے بُری بات ہے۔ رب تعالیٰ کی نعمت کا اظہار قولاً بھی کرو اور فعلاً بھی کرو۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

تفسیر

سُوۡرَۃُ الشَّرۡحِ

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتھا ۸ ۔ ۹۴ سُوْرَۃُ اَلَمْ نَشْرَحْ مَکِّیَّۃٌ ۱۲ ۔ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝۱ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝۲ الَّذِیْۤ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝۳ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝۴ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝۵ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝۶ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝۷ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝۸ ع ۱۹

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ کیا نہیں ہم نے کھولا آپ کے لیے صَدْرَكَ آپ کا سینہ وَوَضَعْنَا عَنْكَ اور ہم نے اُتار دیا آپ سے وِزْرَكَ آپ کا بوجھ الَّذِیْۤ اَنْقَضَ وہ جس نے بوجھل کر دیا تھا ظَهْرَكَ آپ کی کمر کو وَرَفَعْنَا لَكَ اور ہم نے بلند کیا آپ کے لیے ذِكْرَكَ آپ کے ذکر کو فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا بے شک تنگی کے ساتھ آسانی ہے اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا بے شک تنگی کے ساتھ آسانی ہے فَاِذَا فَرَغْتَ پس جب آپ فارغ ہوں فَانْصَبْ تو محنت کریں وَاِلٰى رَبِّكَ اور اپنے رب کی طرف فَارْغَبْ راغب ہو جائیں۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام الم نشرح ہے۔ پہلی ہی آیت کریمہ میں الم نشرح کا لفظ موجود

ہے۔ جس سے یہ نام لیا گیا ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ نزول کے اعتبار سے اس کا بارھواں نمبر ہے۔ سورۃ ضحیٰ اس سے پہلے نازل ہوئی ہے۔ اس کا ایک رکوع اور آٹھ آیتیں ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت اہل عرب کی حالت :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس دور میں مبعوث ہوئے اس وقت لوگوں کے عقائد بہت بُرے تھے۔ اور اخلاقی اعتبار سے اور رسموں کے اعتبار سے ہر طرف بُرائی ہی بُرائی تھی۔ وہ کعبۃ اللہ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے بنایا تھا اُس میں رب تعالیٰ کی عبادت کے بجائے تین سو ساٹھ بتوں کی عبادت ہوتی تھی۔ اور ظلم کی بات یہ ہے کہ خود ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کی پوجا بھی ہوتی تھی۔ ان دونوں بزرگوں کے ساتھ یہود و نصاریٰ کو بھی عقیدت تھی اور مشرکوں کو بھی عقیدت تھی۔ یہ سب کے مشترک بزرگ تھے۔

نجران کے علاقے میں عیسائی تھے۔ اُنھوں نے شوشہ چھوڑا کہ ہمارے خاص بزرگوں عیسیٰ علیہ السلام اور مریم علیہا السلام کا کوئی مجسمہ کعبہ میں نہیں ہے۔ مکے والوں نے ان کو خوش رکھنے کے لیے ان کے بھی بت رکھ دیئے۔ یعنی ان تین سو ساٹھ بتوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کا بھی بت تھا اور ان میں ایساف اور نائلہ کا بھی بت تھا۔

ایساف مرد کا نام ہے اور نائلہ عورت کا نام ہے۔ زمانہ جاہلیت میں ان کے آپس میں ناجائز تعلقات تھے۔ اپنے نفس کی خواہش پوری کرنے کے لیے ان کو کوئی جگہ نہ ملی۔ اُس وقت مخلوق بہت کم ہوتی تھی۔ اب تو الحمد للہ! کعبہ ہر وقت آباد رہتا ہے۔ اس وقت

آدمی اتنے نہیں ہوتے تھے۔ شام کے وقت لوگ کھانے پینے کے لیے گئے تو ان کو موقع مل گیا۔ اُنھوں نے کعبۃ اللہ کے اندر بدکاری کی، اللہ تعالیٰ کے گھر کی بے حرمتی کی۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کو انسانی شکل میں ہی پتھر بنا دیا۔ لوگوں نے عبرت کے لیے ان کے بت بھی نصب کر دیئے۔ کچھ عرصہ تک تو لوگ ان کو عبرت کی نگاہ سے دیکھتے رہے لیکن بعد والی نسلوں نے ان کی بھی پوجا شروع کر دی۔ اتنا گند عقیدے کے لحاظ سے تھا کہ وہ گھر جو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے تھا وہاں اس کی عبادت نہیں ہوتی تھی اس کی عبادت کے بجائے دوسروں کی عبادت ہوتی تھی۔

قتل وغارت، ڈاکے عام تھے۔ بلکہ اُس زمانے میں شریف آدمی کو رشتہ ملنا مشکل ہوتا تھا۔ جو رشتہ مانگنے کے لیے آتا تھا اس سے پوچھتے تھے کہ تو نے کتنے ڈاکے ڈالے ہیں اور کتنے آدمی قتل کیے ہیں اور کتنے اغوا کیے ہیں اور کتنے مٹکے شراب کے پیے ہیں؟ جو اس میں نمبر لے جاتا اس کو بغیر قیل وقال کے رشتہ مل جاتا۔ اور جس کے متعلق کہا جاتا کہ بڑا شریف آدمی ہے اس نے کوئی ڈاکا نہیں ڈالا، کسی کو قتل اور اغوا نہیں کیا۔ تو کہتے بھاگ جاؤ کوئی رشتہ نہیں ہے۔ یہ ہماری لڑکی کی کیا حفاظت کرے گا اس کو کیا کھلائے گا؟ کیوں کہ اُن کے ہاں بہادری کا معیار چوری، ڈاکا، قتل اور اغوا ہی تھا۔ اور جو یہ کام نہیں کرتا تھا وہ گھٹیا سمجھا جاتا تھا۔

ایک شاعر بڑی شریف قوم سے تھا جو چوری، ڈاکے، قتل سے گریز کرتی تھی۔ وہ اپنی قوم کی بدخواہی کرتے ہوئے کہتا ہے:

؎ کَاَنَّ رَبَّكَ لَمْ یَخْلُقْ بِخَشْیَتِهٖ
سواهم مِنْ جَمِیْعِ النَّاسِ اِنْسَانًا

"گویا کہ آپ کے رب نے نہیں پیدا کیے اپنے خوف کے لیے سارے انسانوں میں ان کے سوا کوئی انسان۔" یعنی ایسا لگتا ہے کہ رب نے اپنی عبادت کے لیے میری قوم پیدا کر دی ہے نہ چوری، نہ ڈاکا، یہ بھی کوئی آدمی ہیں۔ یوں سمجھو کہ شریف ہونا عیب سمجھا جاتا تھا۔

تو ایسے ماحول میں جہاں عقائد درست نہ ہوں اخلاق خراب ہوں اور خراب ہی خراب ہوں اور ساتھ دینے والا ایک آدمی بھی نہ ہو ایسے موقع پر حق بیان کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ سارے عرب مخالف،، یہودی مخالف، مشرک مخالف، عیسائی مخالف، قریبی رشتہ دار مخالف، دور والے مخالف، اندر والے مخالف، باہر والے مخالف۔ اور پروگرام ایسا ہے جو ہر ایک کو گولی کی طرح لگتا ہے، رب تعالیٰ کی توحید۔

سورۃ الصّٰفّٰت آیت نمبر ۳۵ پارہ ۲۳ میں ہے اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ يَسْتَكْبِرُوْنَ "بے شک یہ لوگ کہ جب ان کے سامنے کہا جاتا تھا لا الٰہ الا اللہ تو تکبر کرتے تھے۔" اور سورۃ ص آیت نمبر ۵ پارہ ۲۳ میں ہے اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۖ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ "کیا کر دیا ہے اس نے تمام معبودوں کو ایک ہی معبود بے شک یہ ایک عجیب چیز ہے۔"

سب معبودوں کا انکار کر کے کہتا ہے ایک ہی مشکل کشا ہے، ایک ہی حاجت روا ہے۔ یہ بات ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔ تو ایسے ماحول میں حق بیان کرنا سخت مشکل ہے

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ کیا ہم نے آپ کا سینہ نہیں کھول دیا۔ اتنا بھاری کام آپ کے سپرد کیا اور ہمت دی کہ شرح صدر ہو گیا کہ ان شاء اللہ یہ کام کرنا ہے اور یہ ہو کر رہے گا۔ نہ توحید کا مسئلہ مشکل نظر آیا، نہ قیامت کا بیان کرنا

اور ان کے جتنے غلط عقائد تھے ان کو احسن طریقے سے رد کیا اور حق کی دعوت دی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سینہ مبارک ایسا کھولا کہ نہ اس میں کوئی لالچ تھا اور نہ کسی قسم کا کوئی خوف تھا۔

حسی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چار مرتبہ شق صدر ہوا:

یہ شرح صدر تو باطنی طور پر تھا اور ظاہری طور پر بھی شرح صدر کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک جب تقریباً چار سال کی تھی اور حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے۔ ان کی بیٹی تھی شیماء رضی اللہ عنہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ساتھ تھے اور بھیڑ بکریاں چرا رہے تھے۔ گھر سے کچھ فاصلے پر تھے کہ دو آدمی سفید لباس میں آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لٹا کر چھاتی کو چاک کیا۔ یہ شق صدر ہوا۔ شیماء رضی اللہ عنہا دوڑتی ہوئی گئیں کہ امی جان! امی جان! بھائی کو کوئی مار گیا ہے۔ آدمی آئے ہیں اُنھوں نے اس کا پیٹ چاک کر دیا ہے۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا آئیں تو وہاں کوئی آدمی نہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چھاتی دیکھی تو معمولی سا نشان تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پریشان تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سینے سے ساتھ لگایا، پیار کیا۔ اس کے بعد پھر پیچھے پیغام کہ تمھارا کوئی دشمن ہے جس نے یہ کارروائی کی ہے۔ حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے تھے جنھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سینہ چاک کیا اور وہ مواد صاف کر دیا کہ جس سے بچوں کا میلان کھیل کود کی طرف ہوتا ہے۔

دوسری مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سینہ چاک کیا گیا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جوان ہوئے اور جوانی میں جو طبعی خیالات ہوتے ہیں ان سے پاک کر دیا گیا۔

تیسری مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سینہ چاک کیا گیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حرا کے سامنے جبلِ نور کی چوٹی پر تھے جس پر آج کل اُنھوں نے چونا لگایا ہوا ہے۔ (آج کل

اس جگہ کھوکھے بنا کر دکانیں بنائی ہوئی ہیں۔مرتب) سینہ چاک کر کے اس میں کچھ چیزیں رکھ دی گئیں تا کہ آپ ﷺ نبوت کا بوجھ برداشت کر سکیں۔

چوتھی مرتبہ آپ ﷺ کا سینہ چاک کیا گیا جب آپ ﷺ کو معراج کرایا گیا۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ آپ ﷺ حضرت ام ہانی کے گھر تھے۔ام ہانی کا گھر حجر اسود سے ایک سو ستر قدم کے فاصلے پر جنوب مشرق کی طرف تھا۔اب وہ مسجد حرام کے اندر آ گیا ہے۔اُسی طرف باب ام ہانی بھی ہے۔دروازے کے اندر اور باہر دونوں طرف لکھا ہوا ہے"باب اُم ہانی"۔

آپ ﷺ کے ایک طرف حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ لیٹے ہوئے تھے اور دوسری طرف حضرت عقیل رضی اللہ عنہ اور آپ ﷺ درمیان میں تھے۔تین فرشتے آئے ان میں ایک جبرئیل علیہ السلام تھے۔آپس میں گفتگو کی کہ ہمارا مطلوب جس کو ہم نے لے کر جانا ہے کون ہے؟ دوسرے نے کہا اَوْسَطُهُمْ وَهُوَ خَيْرُهُمْ "ان کے درمیان میں جو ہے اور وہ سب سے بہتر ہے۔" وہ ہمارا مطلوب ہے۔آپ ﷺ کو آہستہ سے اُٹھایا، چھت پھاڑی اور لے گئے۔چھت پھر مل گئی ایسے کہ جیسے چھت کو کسی نے چھیڑا ہی نہیں۔اور حطیم میں آپ ﷺ کو لٹایا گیا اور آپ ﷺ کا سینہ مبارک چاک کیا گیا۔اسے آب زم زم سے دھویا گیا۔پھر سونے کا ایک طشت لایا گیا جس میں علم وحکمت تھی ۔ اس سے آپ ﷺ کے سینے کو بھر دیا گیا۔

یہ حسی طور پر چار دفعہ آپ ﷺ کا شق صدر ہوا مگر آپ ﷺ کو کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔حالانکہ عموماً جتنے آپریشن ہوتے ہیں ان کے بعد آدمی کچھ دن ہل جل نہیں سکتا چاہے آپریشن کتنے ہی کامیاب کیوں نہ ہوں۔لیکن رب تعالیٰ کا آپریشن تو رب

تعالیٰ کا آپریشن تھا وہ فوری طور پر صاف ہو جاتا تھا۔

فرمایا وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ اور ہم نے اُتار دیا آپ سے آپ کا بوجھ۔ یعنی جو کام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھاری نظر آتا تھا ہم نے آسان کر دیا۔ عالم اسباب میں اس کی یہ صورت بنی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت سعد رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت بلال رضی اللہ عنہ، حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ جیسے مخلص اور جانباز ساتھی عطا فرمائے جو جان پر کھیل کر بھی حق کی آواز بلند کرنے والے تھے۔ باطنی طور پر اللہ تعالیٰ نے اندر قوت عطا فرمائی اور ظاہری طور پر ایسے مخلص ساتھی عطا فرمائے کہ دنیا میں اُن کی نظیر نہیں ملتی۔

تو فرمایا اور ہم نے اُتارا آپ سے آپ کا بوجھ الَّذِىٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ جس نے بوجھل کر دیا تھا آپ کی پشت کو۔ وزنی چیز آدمی اُٹھائے تو کمر کو تکلیف ہوتی ہے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ اور ہم نے بلند کر دیا آپ کے لیے آپ کے ذکر کو۔ کلمے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، اذان میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روضہ اقدس میں آرام فرما رہے ہیں اور پوری دنیا میں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام بلند ہو رہا ہے، ہر وقت گونج رہا ہے۔ مرتب)

التحیات میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام ہے چاہے فرض نماز ہو یا واجب ہو، سنت ہو یا نفل ہو، جمعہ ہو یا عید ہو۔ کوئی ایسی نماز نہیں ہے جس میں التحیات اور درود شریف نہ پڑھا جائے۔ اسی طرح خطبہ میں بھی چاہے جمعہ کا ہو یا عید کا ہو یا نکاح کا ہو اس میں باقاعدہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آتا ہے۔ اور جو مقرر تقریر کرتا ہے سنت کے مطابق اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت بھی ہوتی ہے۔ پہلی کتابوں میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لکھا ہوا تھا الَّذِیْ یَجِدُوْنَہٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَھُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ ﴿الاعراف: ۱۵۷﴾ "وہ جس کو وہ پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے پاس تورات اور انجیل میں۔" تمام کتابوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام۔

فرمایا آپ پریشان نہ ہوں فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا پس بے شک تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ضابطہ بیان فرمایا ہے کہ ہمیشہ تکلیف نہیں رہتی تکلیف کے بعد راحت بھی آتی ہے اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا بے شک تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔ عربی گرائمر کا ضابطہ ہے کہ جس لفظ پر الف لام آئے اس کو معرفہ کہتے ہیں اور جس اسم پر الف لام نہ ہو نکرہ ہوتا ہے۔ الْعُسْرِ معرفہ ہے اور یسر نکرہ ہے۔ دوسرا ضابطہ یہ ہے کہ معرفہ دوبارہ آئے تو بھی پہلا ہی ہوتا ہے اور نکرہ دوبارہ آئے تو دوسرا ہوتا ہے۔ اب مطلب یہ بنے گا کہ تنگی ایک ہوگی آسانیاں دو ہوں گی۔ مگر انسان بڑا ناشکرا ہے۔ تنگی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے اور جب راحت آتی ہے تو اللہ تعالیٰ کو بھول جاتا ہے۔ ظفر مرحوم جو مغلیہ خاندان کا آخری بادشاہ تھا اس کا شعر ہے:

ع ظفر آدمی اس کو نہ جانیے گا ہو وہ کیسا ہی فہم و ذکا
جسے عیش میں یاد خدا نہ رہی جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا

عیش میں جو خدا کو بھول جائے اور طیش میں رب کے خوف سے بے نیاز ہو جائے وہ آدمی کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔

فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا کا ثبوت :

فرمایا فَاِذَا فَرَغۡتَ فَانۡصَبۡ پس جب آپ فارغ ہوں تو محنت کریں۔ اکثر مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم اس کا یہ مفہوم بیان فرماتے ہیں کہ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہوں تو دعا کریں۔ احادیث میں جن اوقات میں دعاؤں کے قبول ہونے کا ذکر ہے اُن میں سے ایک بعد الصلوٰۃ المکتوبہ ہے کہ فرض نماز کے بعد دعا قبول ہوتی ہے۔ ترمذی شریف کی روایت ہے سحری کے وقت میں خاص طور پر دعاؤں میں قبولیت پائی جاتی ہے۔ فرض نماز کے بعد اجتماعی شکل میں ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنا صحیح سنت سے ثابت ہے۔ کچھ غیر مقلد شور مچاتے ہیں لیکن ان کے بزرگوں کے فتوے ہیں کہ فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنا جائز ہے، احادیث سے ثابت ہے۔ اگر کوئی ضد کرے تو اس کا جواب نہیں ہے۔

بعض اس کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ جب تبلیغ سے فارغ ہو تو دعا کرو۔ تبلیغ دین بہت اونچا مقام ہے۔ پیغمبروں والا کام ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ کسی بھی نیکی اور عبادت کے بعد دعا کرے گا تو قبول ہوگی۔

بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ جب جہاد سے فارغ ہوں تو دعا کریں۔ لیکن جہاد تو مکہ مکرمہ میں نہیں ہوا وہ تو مدینہ طیبہ میں فرض ہوا ہے۔ اس لیے پہلی تفسیریں صحیح ہیں کہ فرض نماز کے بعد دعا، سحری کے وقت دعا، تبلیغ کے بعد دعا، نہایت عاجزی اور مشقت سے۔

اور فرمایا وَاِلٰی رَبِّكَ فَارۡغَبۡ اور اپنے رب کی طرف راغب ہو جائیں یہی سمجھ کر کہ وہی دینے والا ہے، وہی داتا ہے اور کوئی داتا نہیں ہے۔ وہی حاجت روا اور

مشکل کشا ہے، وہی فریادرس ہے، وہی دست گیر ہے اور کوئی نہیں ہے۔ یہ سورت تو چھوٹی سی ہے لیکن اس میں بہت مضامین ہیں۔ اختصار کے ساتھ آپ نے سنے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سُورۃ التین

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتھا ۸ ۹۵ سُوْرَةُ التِّيْنِ مَكِّيَّةٌ ۲۸ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۝۱ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۝۲ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۝۳ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝۴ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۝۵ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝۶ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ۝۷ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ۝۸ ع

وَالتِّيْنِ قسم ہے انجیر کی وَالزَّيْتُوْنِ اور قسم ہے زیتون کی وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ اور قسم ہے طور سینا کی وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ اور قسم ہے اس امن والے شہر کی لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ البتہ تحقیق ہم نے پیدا کیا انسان کو فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ اچھی ترکیب میں ثُمَّ رَدَدْنٰهُ پھر ہم نے لوٹایا اس کو اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ نیچوں سے نیچے اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مگر وہ لوگ جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کیے اچھے فَلَهُمْ اَجْرٌ پس ان کے لیے اجر ہے غَيْرُ مَمْنُوْنٍ نہ ختم ہونے والا فَمَا يُكَذِّبُكَ (پس اے انسان) کون سی چیز جھٹلانے پر مجبور کرتی ہے تجھے بَعْدُ یہ سننے کے بعد بِالدِّيْنِ بدلے کے دن کو

اَلَیۡسَ اللّٰهُ کیا نہیں ہے اللہ تعالیٰ بِاَحۡكَمِ الۡحٰكِمِيۡنَ سب حاکموں سے اچھا حاکم۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام سورۃ التین ہے۔ پہلی ہی آیت کریمہ میں تین کا لفظ موجود ہے۔ جس سے سورت کا نام ماخوذ ہے۔ اس سے پہلے ستائیس ﴿۲۷﴾ سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ نزول کے اعتبار سے اس کا اٹھائیسواں ﴿۲۸﴾ نمبر ہے۔ اس کا ایک رکوع اور آٹھ ﴿۸﴾ آیتیں ہیں۔

وَالتِّيۡنِ واو قسم کا ہے۔ تین اور زیتون سے کیا مراد ہے؟ بعض مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ شام کے علاقے میں دو پہاڑ ہیں تین اور زیتون۔ یعنی تین اور زیتون پہاڑوں کے نام ہیں۔ ان دو پہاڑوں کی قسم ہے۔ یہ حضرات قرینہ یہ پیش کرتے ہیں کہ طورِ سینین بھی پہاڑ ہے۔ اور بلد امین سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔ تو طور بھی جگہ کا نام ہے، بلد امین بھی جگہ کا نام ہے۔ اس مناسبت سے تین سے بھی پہاڑ مراد ہے اور زیتون سے بھی پہاڑ مراد ہے جو جگہ کے نام ہیں۔ لیکن اکثر مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ تین سے انجیر مراد ہے جو کہ پھل ہے۔ اور اس میں اللہ تعالیٰ نے بہت فائدے رکھے ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ یہ ایسا پھل ہے کہ جس میں گٹھلی نہیں ہے۔ آم، آلو بخارا، خوبانی وغیرہ میں گٹھلی ہوتی ہے۔ طبی نقطۂ نگاہ سے اس میں بہت فائدے ہیں۔

انجیر کے فوائد :

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مقام پر اس کے بہت

فائدے لکھے ہیں۔نمبر ایک بواسیر کا علاج ہے۔نمبر دو رگوں میں جو فاسد مادے جمع ہوجاتے ہیں انجیر کے ذریعے وہ تحلیل ہوجاتے ہیں۔بلغمی مادہ جمع ہوجائے تو فالج ہوجاتا ہے۔اس کو بھی خارج کرتا ہے۔خون کو صاف کرتا ہے، جوڑوں کے دردوں کے لیے بطور علاج کے استعمال ہوتا ہے۔یہ تجربے سے ثابت ہے اور دوسرے دردوں کے لیے بھی مفید ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس میں بہت سے فائدے رکھے ہیں تازہ ہو یا خشک۔

بعض دفعہ ہاتھوں اور پاؤں میں ایسا درد ہوتا ہے کہ ہاتھ پاؤں ٹیڑھے ہوجاتے ہیں جس کو گنٹھیا کہتے ہیں۔اس کے علاج کے لیے حکیم حضرات مستقل طور پر استعمال کرتے ہیں۔لیکن آج مصیبت یہ ہے کہ نہ تو لوگوں کے اندر یقین رہا ہے اور نہ اس کی طرف توجہ ہے (ڈاکٹروں کے پیچھے بھاگے پھرتے ہیں۔) حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ان سادہ دیسی علاجوں میں بڑا اثر رکھا ہے۔

زیتون کے فوائد :

اور زیتون درخت ہے جس کے پھل سے تیل نکلتا ہے۔یہ تیل خوراک کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے۔طبی نقطۂ نظر سے جانوروں کا گھی جس کو ہم دیسی گھی کہتے ہیں، مفید بھی ہے اور مضر بھی ہے۔جو لوگ محنت کرتے ہیں، بدن سے کام لیتے ہیں ان کے لیے سونے پر سہاگا ہے۔اور جو لوگ بدنی کام نہیں کرتے بیٹھے رہتے ہیں ان کے اعصاب کو کمزور کرتا ہے۔زیتون کے تیل میں رب تعالیٰ نے یہ خاصیت رکھی ہے کہ یہ اعصاب کو تقویت بخشتا ہے۔معدے میں جو فاسد مادے جمع ہوجاتے ہیں ان کو خارج کرتا ہے۔

(نوٹ: اپنے حکیم اور ڈاکٹر کے مشورے کے بغیر استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ علاقے علاقے کا بڑا فرق ہوتا ہے اور مزاج کا بھی بڑا فرق ہوتا ہے۔ہمارے معدے

زیادہ گرم شے برداشت نہیں کرتے۔ مرتب)

اور زیتون دردوں کے لیے مالش کے طور پر مفید ہے۔ ہمارے ہاں چوں کہ رواج نہیں ہے اور مہنگا بھی ہے اور ہم گھی کھانے کے عادی ہیں اس لیے ہمیں اس کا ذائقہ اچھا نہیں لگتا ورنہ دیسی گھی سے یہ بہت اچھا ہے۔

تو فرمایا وَالتِّیۡنِ قسم ہے انجیر کی وَالزَّیۡتُوۡنِ اور قسم ہے زیتون کی وَطُوۡرِ سِیۡنِیۡنَ اور قسم ہے طورِ سینا کی۔ طور وہ پہاڑ ہے جس پر بارہا حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی سے ہم کلام ہوئے۔ سینین کے تین معانی مفسرین کرام رحمہم اللہ نے بیان فرمائے ہیں۔

..... ایک معنیٰ ہے برکت والا۔

..... دوسرا معنیٰ ہے حَسَنٌ خوب صورت۔ طور پہاڑ بڑا خوش نما ہے۔

..... تیسرا معنیٰ ہے پھلوں والا۔ طور پہاڑ پر جو درخت ہیں وہ پھل دار ہیں۔

قرآن کریم میں سینین بھی آیا ہے اور سینا بھی آیا ہے۔ دونوں ایک ہی چیز ہیں۔

چار مقامات پر دجال نہیں جاسکے گا:

دجال لعین جب آئے گا تو ساری دنیا میں گھومے گا۔ دنیا کا کوئی حصہ اس کے ناپاک قدموں سے محفوظ نہیں رہے گا مگر چار مقامات پر نہیں جاسکے گا۔ مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی کوشش کرے گا لیکن اللہ تعالیٰ کے فرشتے راستوں پر کھڑے ہوں گے۔ وہ اس کا رخ پھیر دیں گے۔

دوسرا مدینہ منورہ میں داخل ہونے کی انتہائی کوشش کرے گا لیکن فرشتے اس کو

داخل نہیں ہونے دیں گے۔ سڑکوں پر فرشتوں کا سخت پہرہ ہوگا۔ پھر مدینہ منورہ میں زلزلہ آئے گا اور کچے قسم کے لوگ جو دجال کے مرید ہوں گے وہ باہر چلے جائیں گے۔ اور پکے قسم کے لوگ حرکت نہیں کریں گے۔ وہ کہیں گے کہ موت تو ہے ہی ہم مدینہ کیوں چھوڑیں۔

تیسرا مقام بیت المقدس ہے۔ ایک پہاڑ ہے جس کا نام صِہیون ہے۔ آج کل صحافی اس کو صیہون لکھتے ہیں۔ یہ غلط ہے۔ اصل صِہیون ہے بروزن **برزون**۔ یہ پہاڑ سطح سمندر سے پانچ ہزار فٹ کی بلندی پر ہے جیسے ہمارا کوہ مری ہے۔ اس پہاڑ پر یہ شہر آباد ہے جسے بیت المقدس کہتے ہیں۔ اور بیت المقدس بھی پڑھا جاتا ہے۔ اس میں مسجد اقصیٰ ہے جس پر اس وقت یہودیوں کا قبضہ ہے۔ ان کا دل چاہے تو مسلمانوں کو جمعہ کی نماز پڑھنے دیتے ہیں نہ چاہے تو نہیں پڑھنے دیتے۔ لیکن اُس وقت اللہ تعالیٰ ایسے حالات اور اسباب پیدا کرے گا کہ بیت المقدس پر مسلمانوں کا کنٹرول ہوگا اور دجال لعین بیت المقدس شہر میں داخل نہیں ہو سکے گا باوجود کوشش کرنے کے۔

اور چوتھا مقام کوہِ طور ہے کہ اس پر چڑھنے کی کوشش کرے گا لیکن توفیق نہیں ہوگی۔ یہ چار مقامات دجال لعین کے ناپاک قدموں سے محفوظ رہیں گے۔ مجمع الزوائد میں یہ روایت صحیح سند کے ساتھ موجود ہے۔

وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ اور قسم ہے اس امن والے شہر کی۔ مراد مکہ مکرمہ ہے۔ مکہ مکرمہ جاہلیت اور کفر کے زمانے میں بھی امن کا شہر تھا۔ کافر، مشرک لوگ بھی حرم میں نہیں لڑتے تھے۔ اگر کوئی نادان لڑائی کرتا تو کہتے حرم حرم یعنی حرم کا احترام کر یہاں نہ لڑ۔ اس کے اردگرد سے لوگ اُٹھا لیے جاتے تھے **وَيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ**

﴿العنکبوت: آیت: ۶۷، پارہ: ۲۱﴾ "اور اُچک لیے جاتے ہیں لوگ ارد گرد سے۔" قتل ہوتے، ڈاکے پڑتے لیکن وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ﴿آل عمران: ۹۷﴾ "اور جو شخص اس میں داخل ہوگیا وہ امن والا ہوگیا۔" اس کو پورا امن نصیب ہوگا۔ اس میں اختلاف ہے کہ زمین کے ٹکڑوں میں سب سے اعلیٰ ٹکڑا کون سا ہے؟ لیکن یہ اختلاف زمین کے اُس ٹکڑے کے علاوہ ہے جہاں آنحضرت ﷺ مدفون ہے۔ یعنی آپ ﷺ کی قبر مبارک کا مقام۔ کیوں کہ وہ جگہ عرش سے، لوح سے، قلم سے، بیت اللہ سے، جنت سے بھی افضل ہے۔ کیوں کہ جو ذات وہاں آرام فرما ہے وہ ساری مخلوق سے افضل ہے۔ پھر اس ٹکڑے کے بعد بیت اللہ سب سے افضل ہے۔ اس کا بہت بلند مقام ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں عزت والی چیزیں جن کو شعائر اللہ کہتے ہیں بہت سی ہیں مگر چار اہم ہیں۔ ایک قرآن کہ اس کا احترام اسلام کی بنیاد ہے۔ دوسرا نبی کا وجود۔ تیسرا نماز اور چوتھا کعبۃ اللہ۔ یہ چار چیزیں شعائر اللہ میں معظم ہیں۔

پہلے چار چیزوں کی قسم تھی اب جواب قسم ہے۔ فرمایا لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ البتہ تحقیق ہم نے پیدا کیا انسان کو اچھی ترکیب میں۔ انسان کا بدن دیکھو! اور جانوروں کا بدن دیکھو! انسان کو جیسی قد و قامت اور وضع قطع اللہ تعالیٰ نے دی ہے وہ مخلوق میں اور کسی کو نہیں دی۔ قد دیکھو، ہاتھ پاؤں دیکھو، آنکھیں دیکھو، سوچنے کے لیے دل دیا، سمجھنے کے لیے دماغ دیا، بہت کچھ دیا ہے۔ اچھی ترکیب اور اچھی صورت میں انسان کو پیدا فرمایا۔ ساری کائنات میں انسان اشرف المخلوقات ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ "اور البتہ تحقیق ہم نے فضیلت دی بنی آدم کو۔"

مجموعی لحاظ سے انسانوں کا درجہ فرشتوں سے بھی اعلیٰ ہے۔ مجموعی کا مطلب یہ ہے کہ تمام انبیاء خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی تک سارے کے سارے انسان تھے، بشر تھے۔ ان کی وجہ سے اس نوع کا پلہ بھاری ہو گیا۔ باوجود اس کے کہ فرشتے اپنی نوع کے اعتبار سے معصوم ہیں اور انسان اپنی نوع کے اعتبار سے معصوم نہیں ہے۔ معصوم صرف پیغمبر ہیں۔ امام بھی معصوم نہیں ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے رافضیوں کے کفر کی ایک وجہ یہ لکھی ہے کہ یہ اپنے بارہ اماموں کو معصوم سمجھتے ہیں۔ اور غیر معصوم کو معصوم سمجھنا بھی کفر ہے۔ بے شک اماموں کا اپنی جگہ مرتبہ اور مقام ہے مگر معصوم نہیں ہیں۔

فرمایا ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ پھر ہم نے لوٹایا اس کو نیچوں سے نیچے۔ انسان انسان رہے تو بڑی بلند مخلوق ہے لیکن جب انسانیت کے درجے سے گر جاتا ہے تو شَرُّ الْبَرِيَّةِ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق سے بُرا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی میں سوار ہونے والوں کی تفصیل میں آتا ہے کہ کتا کتیا بھی سوار ہوئے، بلا بلی بھی سوار ہوئے، چوہا چوہی بھی سوار ہوئے، خنزیر اور خنزیرنی بھی مگر نوح علیہ السلام کے بیٹے کنعان کو جگہ نہ ملی کہ وہ انسانیت سے گر چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اجمالی طور پر فرمایا تھا کہ آپ کے اہل کو بچاؤں گا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے بیٹے کو غرق ہوتے دیکھ کر کہا رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ وَ اِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ ﴿ہود: ۴۵﴾ "اے میرے رب بے شک میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے اور آپ کا وعدہ برحق ہے۔" اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ. "بے شک وہ نہیں ہے آپ کے اہل میں سے اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ اس کے کام اچھے نہیں ہیں۔"

پیغمبر کے بیٹے کے عمل اچھے نہیں تھے کشتی میں جگہ نہیں ملی اور کتے اور خنزیر کو جگہ مل گئی۔ انسان اگر انسان ہوتو بہت بلند ہے۔ جب گر جائے تو اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ اِنھی انسانوں میں سے منافق ہیں جو جہنم کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ﴿النساء:۱۴۵﴾ "بے شک منافق لوگ دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے۔"

توفرمایا پھر ہم نے اس کولوٹادیا نیچوں سے نیچے اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مگر وہ لوگ جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کیے اچھے۔ ان کے درجے بلند ہوں گے فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ پس ان کے لیے اجر ہوگا نہ ختم ہونے والا۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم لکھتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی جوانی میں، صحت میں نیکیاں زیادہ کرتا تھا مگر بڑھاپے اور بیماری کی وجہ سے نہیں کرسکتا تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتے ہیں کہ اس کے نامہ اعمال میں وہ نیکیاں اسی طرح لکھتے جاؤ جس طرح وہ جوانی میں کرتا تھا۔ مثلاً: جوانی میں وہ مسجد میں آتا تھا بڑھاپے اور بیماری کی وجہ سے نہیں آسکتا تو اس کے آنے جانے کے ہر قدم پر جو نیکیاں لکھی جاتی تھیں اب بھی اسی طرح لکھی جائیں گی اگرچہ اس نے کی نہیں ہیں۔ درس سننے کے لیے آتا تھا تو ہر قدم پر سات، سات سو نیکیاں ملتی تھیں۔ اب بیماری کی وجہ سے نہیں آسکتا یہ نیکیاں برابر لکھی جائیں گی۔

اس کو اس طرح سمجھو کہ ایک پکا ملازم ہوتا ہے اور ایک کچا ملازم ہوتا ہے۔ کچا ملازم دیہاڑی دار ہوتا ہے۔ آئے گا دیہاڑی ملے گی نہیں آئے گا نہیں ملے گی۔ چھٹی کرے گا تو اس دن کی تنخواہ نہیں ملے گی۔ مگر جو پکا ملازم ہوتا ہے اس کو چھٹی کی بھی تنخواہ ملتی ہے اور

ریٹائر ہونے پر پنشن بھی ملتی ہے۔کوشش کرو کہ ہم رب تعالیٰ کے پکے ملازم ہو جائیں۔تو جو پکے ملازم ہیں ان کو بڑھاپے اور بیماری میں بھی پورا اجر وثواب ملتا ہے اُن اعمال کا جو وہ جوانی اور صحت کے زمانے میں کرتے تھے۔

فرمایا فَمَا يُكَذِّبُكَ پس اے انسان کون سی چیز جھٹلانے پر مجبور کرتی ہے تجھے بَعْدُ یہ سننے کے بعد کہ ہم نے انسان کو اچھی ترکیب میں پیدا کیا ہے بِالدِّينِ حساب کے دن کو، بدلے کے دن کو جھٹلاتے ہو اور کہتے ہو کہ قیامت نہیں آئے گی۔جو رب پیدا کر سکتا ہے دوبارہ نہیں لوٹا سکتا؟ کیوں کہتا ہے قیامت نہیں آئے گی اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ کیا نہیں ہے اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے اچھا حاکم۔حق والا، عدل والا، انصاف والا حاکم نہیں ہے؟

اگر قیامت نہ آئے تو اللہ تعالیٰ کا عدل ظاہر نہیں ہوگا۔کیوں کہ دنیا میں سچے کو جھوٹا بنا دیا جاتا ہے اور جھوٹے کو سچا بنا دیا جاتا ہے۔تو دنیا میں تو صحیح فیصلہ نہ ہوا۔اگر آخرت نہ آئے اور عدل وانصاف قائم نہ ہو تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی حکومت معاذ اللہ تعالیٰ اندھیر نگری ہے سچ جھوٹ میں فرق نہ ہوا، سچے اور جھوٹے کا پتا نہ چلا، حق وباطل کا علم نہ ہوا، مومن اور کافر کا علم نہ ہوا، موحد اور مشرک کا نتیجہ نہ نکلا، سنی اور بدعتی کا پتا نہ چلا۔تو عقلی طور پر قیامت کا آنا ضروری ہے۔تو جو قیامت کا انکار کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو احکم الحاکمین نہیں مانتے۔

اس آیت کریمہ کو جب پڑھتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بھی پڑھتے تھے بَلٰى نَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی پڑھتے تھے۔نماز میں نہیں نماز کے بعد، نماز کے علاوہ جب یہ آیت کریمہ سنو اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ

تو کہو بلی نحن علی ذلك من الشاهدين کیوں نہیں اور ہم اس پر گواہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ احکم الحاکمین ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

تفسیر

سُورَةُ الْعَلَق

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتہا ۱۹ ۔ ۹۶ سُوْرَۃُ الْعَلَقِ مَکِّیَّۃٌ ۱ ۔ رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۱ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۲ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۳ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۴ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۵ كَلَّاۤ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰۤى ۶ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۷ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ۸ اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْهٰى ۹ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ۱۰ اَرَءَیْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰۤى ۱۱ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى ۱۲ اَرَءَیْتَ اِنْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰى ۱۳ اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ یَرٰى ۱۴ كَلَّا لَىٕنْ لَّمْ یَنْتَهِ ﳔ لَنَسْفَعًۢا بِالنَّاصِیَةِ ۱۵ نَاصِیَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۱۶ فَلْیَدْعُ نَادِیَهٗ ۱۷ سَنَدْعُ الزَّبَانِیَةَ ۱۸ كَلَّا ؕ لَا تُطِعْهُ وَ اسْجُدْ وَ اقْتَرِبْ ۱۹ (السجدۃ)

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ آپ پڑھیں اپنے رب کے نام کے ساتھ الَّذِیْ خَلَقَ جس نے پیدا کیا خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اس نے پیدا کیا انسان کو خون کے لوتھڑے سے اِقْرَاْ آپ پڑھیں وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ اور آپ کا رب بڑے کرم والا ہے الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ جس نے تعلیم دی قلم کے ذریعے عَلَّمَ الْاِنْسَانَ سکھایا انسان کو

مَالَمْ يَعْلَمْ وہ کچھ جو وہ نہیں جانتا تھا كَلَّآ خبردار اِنَّ الْاِنْسَانَ
بے شک انسان لَيَطْغٰى البتہ سرکشی کرتا ہے اَنْ رَّاٰهُ کہ وہ
دیکھتا ہے اپنے آپ کو اسْتَغْنٰى بے پروا اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى
بے شک تیرے رب کی طرف لوٹنا ہے اَرَءَيْتَ الَّذِىْ کیا دیکھا ہے
آپ نے اس شخص کو يَنْهٰى جو منع کرتا ہے عَبْدًا بندے کو اِذَا
صَلّٰى جب وہ نماز پڑھتا ہے اَرَءَيْتَ آپ بتلائیں اِنْ كَانَ
عَلَى الْهُدٰى اگر ہے وہ (نماز پڑھنے والا) ہدایت پر اَوْ اَمَرَ
بِالتَّقْوٰى یا وہ حکم دیتا ہے پرہیز گاری کا اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى
آپ بتلائیں اگر (وہ روکنے والا) جھٹلاتا ہے اور اعراض کرتا ہے اَلَمْ يَعْلَمْ
کیا وہ نہیں جانتا بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى کہ بے شک اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے
كَلَّا خبردار لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ اگر یہ باز نہ آیا لَنَسْفَعًا البتہ ہم
گھسیٹیں گے بِالنَّاصِيَةِ پیشانی سے پکڑ کر نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ
خَاطِئَةٍ جو پیشانی جھوٹی اور خطا کار ہے فَلْيَدْعُ پس وہ بلائے
نَادِيَهٗ اپنی مجلس والوں کو سَنَدْعُ ہم بلائیں گے الزَّبَانِيَةَ
پیدل سیاست کرنے والے فرشتوں کو كَلَّا خبردار لَا تُطِعْهُ
آپ اس کی اطاعت نہ کریں وَاسْجُدْ اور سجدہ کرو وَاقْتَرِبْ اور
قریب ہو جاؤ۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام سورۃ العلق ہے۔ دوسری آیت کریمہ میں علق کا لفظ موجود ہے جس سے اس کا نام لیا گیا ہے۔ یہ قرآن پاک کی وہ سورت ہے جو سب سے پہلے نازل ہوئی ہے۔ پوری تو نہیں لیکن اس کی پہلی پانچ آیتیں سب سے پہلے نازل ہوئیں۔ تو نزول کے اعتبار سے اس کا پہلا نمبر ہے۔ اس کا ایک رکوع اور انیس «۱۹» آیتیں ہیں۔

شانِ نزول :

اس کا شان نزول اس طرح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبوت ملنے سے پہلے غار حرا میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرتے تھے۔ یہ غار حرا جبل نور کی چوٹی پر آج بھی اصلی شکل میں موجود ہے۔ پہلی کتابوں میں جبل نور کا نام فاران تھا۔ یہ کافی دشوار گزار پہاڑ ہے۔ اس پر چڑھنا کافی مشکل ہے۔ ہمت والے لوگ چڑھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھجوریں، پانی کی صراحی، ستو اور خشک روٹی جو بھی خوراک اس وقت میسر ہوتی تھی ساتھ لے کر کئی کئی دن اور راتیں وہاں عبادت کیا کرتے تھے۔ پیغمبر پیدائشی طور پر موحد ہوتا ہے۔ ایک لمحے کے لیے بھی شرک کے قریب نہیں جاتا۔

اس زمانے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اصل دین تو اکثریت نے مسخ کر دیا تھا لیکن کچھ خال خال بندے اس دین پر چلنے والے موجود تھے۔ انھی لوگوں میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے چچا زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت ملنے سے چند دن پہلے فوت ہو گئے تھے۔ یہ مشرکوں کی سخت تردید کرتے تھے کہ ظالمو! تم نے اللہ تعالیٰ کے گھر میں بت پرستی شروع کی ہوئی ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کے طریقے پر کیوں نہیں چلتے۔

تو خیر حضرت جبرئیل علیہ السلام جبل نور پر انسانی شکل میں تشریف لائے۔ ان کے

ہاتھ میں ایک ریشمی کپڑا تھا اس پر کچھ لکھا ہوا تھا۔ وہ ٹکڑا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کیا اور کہا اِقْرَاْ آپ پڑھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مَآ اَنَا بِقَارِیٍٔ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سینے کے ساتھ لگا کر زور سے دبایا اور کہا اِقْرَاْ پڑھو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر فرمایا مَآ اَنَا بِقَارِیٍٔ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ تیسری مرتبہ پھر جبرئیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سینے کے ساتھ لگایا اور کہا اِقْرَاْ پڑھ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا، سے لے کر مَالَمْ یَعْلَمْ تک پہلی وحی نازل ہوئی ہے۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ چھوٹے بچے کو قاعدہ پڑھاؤ اور کہو پڑھ بسم اللہ! تو وہ ساتھ پڑھتا ہے۔ جو کہتے جاؤ گے وہ ساتھ پڑھتا جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک چالیس سال کی تھی اور ذہن بھی کامل اور صاف تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساتھ پڑھنے میں کیا دشواری تھی؟ اور فرمایا کہ مَآ اَنَا بِقَارِیٍٔ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں؟

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سمجھا کہ کپڑے پر جو الفاظ لکھے ہوئے ہیں اس کے متعلق مجھے فرمارہے ہیں کہ پڑھو۔ تو فرمایا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ بعد میں حقیقت کھلی کہ وہ کپڑا تو جبرئیل اپنی یادداشت کے لیے لائے تھے پڑھانا تو زبانی تھا۔

جس وقت یہ پہلی وحی نازل ہوئی ہے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کو پندرہ سال گزر چکے تھے اور حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم اور حضرت قاسم رضی اللہ عنہم سب پیدا ہو چکے تھے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نبوت والے سال پیدا ہوئی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس وقت گھر تشریف لائے تو بڑے

گھبرائے ہوئے تھے۔فرمایا زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ "مجھے کمبل اوڑھادو، مجھے کمبل اوڑھا دو۔" آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کمبل اوڑھایا گیا۔فرمایا مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ میری جان نکل جائے گی۔حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بڑے حوصلے والی بیوی تھیں۔کہنے لگیں اللہ تعالیٰ آپ کو ضائع نہیں کرے گا اس لیے کہ آپ سچ بولتے ہیں، غریبوں کی ہمدردی کرتے ہیں، غریبوں کا بوجھ اُٹھاتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں، اچھے کام کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ آپ کو ضائع نہیں کرے گا۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا چچازاد بھائی تھا ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہ۔ پہلے مشرک تھا پھر عیسائی ہوگیا۔لوگوں کو انجیل عربی اور عبرانی زبان میں لکھ کر دیتے تھے اور لکھوائی لے کر اپنا وقت گزارتے تھے۔اُس وقت وہ نابینا ہو چکے تھے۔حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ان کے پاس لے گئیں اور کہا کہ اپنے بھتیجے سے سنو! یہ کیا سناتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ میں جبل نور کی چوٹی پر غار حرا میں تھا میرے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ اقراء، پڑھو! میں نے کہا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔مجھے سینے کے ساتھ لگا کر زور سے دبایا اور کہا کہ پڑھو! میں نے کہا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔تین دفعہ اس نے مجھے سینے کے ساتھ لگا کر دبایا۔پھر وہ پڑھتا گیا میں بھی اس کے ساتھ ساتھ پڑھتا گیا۔

ورقہ بن نوفل نے کہا ذٰلِكَ النَّامُوْسُ الَّذِیْ "یہ وہ فرشتہ ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا۔کاش میں اُس وقت تک زندہ رہوں جس وقت لوگ آپ کو یہاں سے نکالیں گے تو میں تمہاری مدد کروں۔" بخاری شریف کی روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا مجھے لوگ یہاں سے نکالیں گے؟ اُس نے کہا ہاں! جو بات

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے کہی ہے وہ جس پیغمبر نے بھی کہی ہے اس پر سختی آئی ہے۔ بعض کو قتل کیا گیا اور بعض کو نکالا گیا۔ ورقہ بن نوفل فوت ہوئے تو حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ حضرت! ان کا کیا انجام ہوگا؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں ان کو ایسا لباس پہنے ہوئے دیکھا کہ وہ دوزخیوں کا نہیں ہوسکتا وہ جنتیوں کا لباس ہے۔

ورقہ بن نوفل نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق بھی کی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سچے پیغمبر ہیں اگر میں اس وقت تک زندہ رہا جب لوگ آپ کو یہاں سے نکالیں گے تو میں پوری قوت کے ساتھ تمھاری مدد کروں گا۔ یہی تصدیق ہے۔ اسی لیے اسماء الرجال والے فرماتے ہیں کہ یہ بھی صحابی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے ہیں۔ لیکن ان سے پہلے واضح طور پر حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ایمان لائی تھیں۔ لہٰذا اولیت ان کو حاصل ہے۔ مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور غلاموں میں سب سے پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور بچوں میں سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے۔ تو اس موقع پر یہ پانچ آیتیں نازل ہوئیں۔

فرمایا اِقْرَاْ پڑھ بِاسْمِ رَبِّكَ اپنے رب کے نام کے ساتھ الَّذِیْ خَلَقَ جس نے پیدا کیا خَلَقَ الْاِنْسَانَ اس نے پیدا کیا انسان کو مِنْ عَلَقٍ لوتھڑے سے۔ منی کے قطرے کو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے خون کا لوتھڑا بنا دیتا ہے پھر وہ سخت ہوکر بوٹی بن جاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے انسانی ڈھانچہ تیار ہو جاتا ہے، ہاتھ پاؤں وغیرہ۔ پھر چار ماہ بعد اللہ تعالیٰ اس کے بدن میں روح پھونک دیتے ہیں۔ پانچ ماہ بچہ بغیر سانس لیے ماں کے پیٹ میں پرورش پاتا ہے مرتا نہیں۔ مگر وہی بچہ

پیٹ سے باہر آنے کے بعد ایسی جگہ رکھ دیا جائے جہاں ہوا نہ ہو تو مر جاتا ہے۔ یہ رب تعالیٰ کی قدرت ہے کہ کم وبیش پانچ ماہ تک ماں کے پیٹ میں زندہ رہتا ہے جہاں ہوا کا کوئی راستہ نہیں ہے۔

فرمایا اِقْرَاْ آپ پڑھیں وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ اور آپ کا رب بڑے کرم والا ہے، بڑی مہربانی کرنے والا ہے الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ جس نے تعلیم دی قلم کے ذریعے۔ قلم کے ذریعے نشر واشاعت ہوتی ہے اور علم پھیلتا ہے عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ سکھایا انسان کو وہ کچھ جو وہ نہیں جانتا تھا۔ ان چیزوں کی تعلیم دی جن کا اس کو علم ہی نہیں تھا۔ دنیا کا علم حاصل ہوا، آخرت کا بھی علم حاصل ہوا۔ آج انسان زہرہ ستارے تک جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبوت کا دعویٰ کیا، اظہارِ نبوت کیا تو سب سے پہلے ابوجہل مقابلے میں آیا۔ یہ بڑا اکھڑ مزاج اور ضدی آدمی تھا۔ یہ مکہ مکرمہ کا ابوالحکم یعنی چیف جسٹس تھا۔ اس نے سمجھا کہ لوگ اس کے ساتھ ہو گئے تو میری سرداری خطرے میں پڑ جائے گی تو مخالفت شروع کر دی كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰٓی میں انسان سے مراد ابوجہل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں كَلَّآ خبردار! اِنَّ الْاِنْسَانَ بے شک انسان یعنی ابوجہل لَیَطْغٰٓی البتہ سرکشی کرتا ہے، نافرمانی پر تلا ہوا ہے۔ کیوں؟ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰی کہ وہ اپنے آپ کو مستغنی سمجھتا ہے، بے پروا دیکھتا ہے اپنے آپ کو مالی اعتبار سے کہ مکہ مکرمہ میں دوسرے نمبر کا مال دار تھا۔ پہلا نمبر ولید بن مغیرہ کا تھا جو مشہور صحابی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا باپ تھا۔ مکہ مکرمہ میں اس سے بڑا کوئی مال دار نہیں تھا۔

فرمایا اے انسان! اِنَّ اِلٰی رَبِّكَ الرُّجْعٰی بے شک تیرے رب کی

طرف لوٹنا ہے۔ قیامت کو نہ بھولنا رب تعالیٰ کے سامنے پیش ہونا ہے۔ دنیا میں کتنی دیر زندہ رہو گے؟ کتنا کھا لو گے؟ کتنا استعمال کر لو گے؟ کتنا عرصہ سرکشی اور نافرمانی کرو گے؟ ایک دن رب کے پاس جانا ہے اور نتیجہ بھگتنا ہے۔ یقین جانو! جس آدمی کا یہ پختہ عقیدہ ہو کہ رب تعالیٰ کے پاس جانا ہے اور مجھ سے پوچھ گچھ ہونی ہے اول تو وہ گناہ ہی نہیں کرے گا۔ اگر بہ مقتضائے بشریت ہو گیا تو اصرار نہیں کرے گا فوراً توبہ کرے گا۔ اور وہ آدمی جو موت، قبر، آخرت سے بے فکر ہے اس کی زندگی، حیوانوں والی ہے، جو چاہے کرتا پھرے آخرت میں رسوا ہو گا۔

فرمایا اَرَءَيْتَ الَّذِیْ کیا دیکھا ہے آپ نے اس شخص کو یعنی ابو جہل کو يَنْهٰى وہ روکتا ہے عَبْدًا بندے کو یعنی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اِذَا صَلّٰى جب وہ نماز پڑھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے وہ منع کرتا تھا۔ پہلی وحی کے بعد جبرئیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کا طریقہ بتلایا کہ اس وقت نفلی نماز تھی فجر، چاشت اور عصر کی۔ یہ تین نمازیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے مسجد حرام میں۔ اُس وقت مسجد حرام کا تھوڑا سا رقبہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کعبۃ اللہ کے سامنے نماز پڑھتے تو ابو جہل کہتا اگر میں نے تجھے دوبارہ نماز پڑھتے دیکھا تو تیری گردن کچل دوں گا، نعوذ باللہ تعالیٰ۔

چنانچہ ایک دن وہ اس ارادے کے ساتھ آیا کہ جس وقت یہ سجدے میں جائیں گے تو میں ان کی گردن پر چڑھ جاؤں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھ کر آگے بڑھا مگر فوراً ہی پیچھے ہٹ گیا۔ لوگوں نے پوچھا کیا بات ہوئی تم جلدی واپس لوٹ آئے؟ کہنے لگا مجھے خندق نظر آئی جس میں آگ تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ آگے بڑھ کر

مجھے تکلیف پہنچانے کی کوشش کرتا تو فرشتے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے۔

فرمایا اَرَءَیۡتَ اِنۡ کَانَ عَلَی الۡهُدٰۤی آپ بتلائیں کہ اگر وہ نماز پڑھنے والا بندہ ہدایت پر ہو اَوۡ اَمَرَ بِالتَّقۡوٰی یا وہ پرہیزگاری کا حکم کرتا ہو۔ وہ اچھے کام کرتا ہے اس لیے یہ منع کرتا ہے اَرَءَیۡتَ کیا دیکھا ہے تو نے اِنۡ کَذَّبَ اگر وہ روکنے والا حق کو جھٹلاتا ہے وَتَوَلّٰی اور اعراض کرتا ہے حق سے اَلَمۡ یَعۡلَمۡ کیا وہ نہیں جانتا بِاَنَّ اللّٰهَ یَرٰی کہ بے شک اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے اس سرکش کی تمام حرکات کو۔ یہ جو روکنے والا ہے، بدکردار ابوجہل عمرو بن ہشام، اس کو علم نہیں ہے کہ رب تعالیٰ جانتا ہے اور دیکھ رہا ہے جو کچھ یہ کر رہا ہے۔ کب تک یہ روکے گا اور کس کس کو رد کرے گا؟

بخاری شریف میں روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کعبۃ اللہ کے سامنے نماز پڑھ رہے تھے اور سورۃ رحمٰن شروع کی ہوئی تھی۔ کافروں نے آکر اتنا مارا کہ بے ہوش ہو کر گر گئے۔ اس کے چند دن بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کی توفیق عطا فرمائی۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مَازِلۡنَا اَعِزَّةً مُنۡذُ اَسۡلَمَ عُمَرُ "جس دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایمان لائے اس کے بعد ہم طاقت ور سمجھے جاتے تھے۔ پہلے جو لوگ ہم پر سختی کرتے تھے اب سختی نہیں کرتے تھے بلکہ ڈرتے تھے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے سے پہلے مظلوموں پر بڑا ظلم ہوتا تھا، غلاموں پر، لونڈیوں پر۔

فرمایا کَلَّا لَئِنۡ لَّمۡ یَنۡتَهِ خبردار البتہ اگر وہ روکنے والا باز نہ آیا لَنَسۡفَعًۢا البتہ ہم گھسیٹیں گے بِالنَّاصِیَةِ پیشانی سے پکڑ کر یعنی پیشانی کے بالوں کو

پکڑ کر نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ جو پیشانی جھوٹی اور خطا کار ہے۔ یعنی ہمارے فرشتے آئیں گے بالوں سے پکڑ کر اسے کھینچیں گے یہ کون ہوتا ہے ہمارے بندے کو نماز سے روکنے والا۔

ابو جہل یہ بھی کہتا تھا کہ میری مجلس تو آدمیوں سے بھری ہوتی ہے تیرے ساتھ کتنے آدمی ہیں۔ یہ خباب، بلال، اور چند لولے، لنگڑے تیرے ساتھ ہیں۔ جن پر فخر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا جواب دیتے ہیں فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ پس وہ بلائے اپنی مجلس والوں کو۔ نادی کا معنیٰ مجلس، محفل۔ جس مجلس اور محفل پر گھمنڈ کرتا ہے بلائے ان کو سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ہم بلائیں گے پیدل سیاست کرنے والے فرشتوں کو۔ زبانیه (زبنيةٌ کی جمع ہے) دراصل اس عملے کو کہتے ہیں جو سختی کے ساتھ مجرم سے جرم کا اقرار کرائے۔ جیسے پولیس والے کہ مار مار کر جرم کا اقرار کرواتے ہیں۔ بعض بے گناہ بھی اقرار کر لیتے ہیں مار سے بچنے کے لیے۔

تو زبانیه فرشتوں کا وہ سخت محکمہ ہے جو يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ جان قبض کرتے وقت کافروں کے مونہوں اور پشتوں پر کوڑے برساتے ہیں۔ وہ مرنے والا ہی جانتا ہے دوسرے کو علم نہیں ہوتا۔

تو فرمایا ہم بلائیں گے اپنے پٹائی کرنے والے جتھے کو، سٹاف کو كَلَّا خبردار لَا تُطِعْهُ آپ اس کافر کی اطاعت نہ کریں نماز سے نہ رکیں۔ جتنا آپ کا جی چاہتا ہے ڈٹ کر نماز پڑھیں وَاسْجُدْ اور سجدہ کر اپنے رب کے سامنے وَاقْتَرِبْ اور قرب حاصل کر اپنے رب کا۔ اس کافر کے کہنے میں نہ آنا۔ یہ سجدے کی آیت ہے جو آدمی اس آیت کو پڑھے گا اس پر بھی سجدہ واجب ہے اور جو سنے گا اس پر بھی سجدہ واجب

ہے۔ مثلاً: اب میں نے پڑھی ہے اور جن مرد عورتوں نے سنی ہے سب پر سجدہ واجب ہو گیا ہے۔ اب تو وقت نہیں ہے سجدہ کرنے کا کیوں کہ سورج طلوع ہو رہا ہے۔ تھوڑی دیر بعد سجدہ کرنا ہے۔

سجدۂ تلاوت کے لیے وہی شرطیں ہیں جو نماز کے لیے ہیں۔ باوضو ہونا، کپڑوں کا پاک ہونا، قبلے کی طرف رخ ہونا، نماز کا وقت بھی ہو، سورج کے طلوع ہونے کے وقت اور غروب ہونے کے وقت اور زوال کے وقت نہیں کر سکتا۔ ان تین وقتوں کے سوا جس وقت چاہے کر سکتا ہے۔ کیوں کہ سجدۂ تلاوت واجب ہے۔ عصر کی نماز کے بعد بھی سجدۂ تلاوت کر سکتا ہے۔ فجر کی نماز کے بعد بھی کر سکتا ہے۔ فجر اور عصر کی نماز کے بعد نفلی نماز نہیں پڑھ سکتا۔ نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے، قضا نماز پڑھ سکتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسير

سُورَةُ القَدْر

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتھا ۵ ۹۷ سُوْرَۃُ الْقَدْرِ مَکِّیَّۃٌ ۲۵ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ۚۖ ﴿۱﴾ وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ ؕ ﴿۲﴾ لَیْلَةُ الْقَدْرِ ۙ۬ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ؕؔ ﴿۳﴾ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓىٕكَةُ وَ الرُّوْحُ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۙۛ ﴿۴﴾ سَلٰمٌ ۛ۫ هِیَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۠ ﴿۵﴾

اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ بے شک ہم نے اُتارا اس قرآن پاک کو فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ لیلۃ القدر میں وَمَاۤ اَدْرٰىكَ اور آپ کو کس نے بتلایا مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ وہ قدر والی رات کیا ہے لَیْلَةُ الْقَدْرِ وہ قدر والی رات خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ہزار مہینے سے زیادہ بہتر ہے تَنَزَّلُ الْمَلٰٓىٕكَةُ اُترتے ہیں فرشتے وَالرُّوْحُ فِیْهَا اور روح اس میں بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اپنے رب کے اذن سے مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ہر معاملے میں سَلٰمٌ سلامتی ہوتی ہے هِیَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ اس رات فجر کے طلوع ہونے تک۔

اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ بے شک ہم نے نازل کیا ہے اس قرآن پاک کو فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ لیلۃ القدر میں۔ لیلۃ القدر میں سارے قرآن پاک کے نازل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ لوح محفوظ سے آسمانِ دنیا میں ایک مقام ہے جس کا نام بیت العزت ہے اور اس کو بیت العظمت بھی کہتے ہیں، تک پورا قرآن ایک ہی رات یعنی لیلۃ القدر میں نازل

فرمایا۔ بیت العزت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی پر تیئیس ﴿۲۳﴾ سال میں نازل ہوا۔

کل کے درس میں تم سن چکے ہو کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک چالیس سال ہوئی تو اکتالیسویں سال کی پہلی صبح سحری کے وقت سوموار کے دن سورۃ العلق کی ابتدائی پانچ آیتیں مَالَمْ یَعْلَمْ تک نازل ہوئیں۔ پھر مکہ مکرمہ میں قرآن کریم نازل ہوتا رہا۔ تقریباً چھیاسی سورتیں مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں۔ باقی قرآن پاک مدینہ طیبہ میں نازل ہوا۔ قرآن پاک کی کل ایک سو چودہ سورتیں ہیں، پانچ سو چالیس رکوع ہیں اور چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیتیں ہیں۔

شانِ نزول :

اس سورت کا شانِ نزول اس طرح تفسیروں میں بیان ہوا ہے کہ ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اطلاع ملی کہ میری امت کے اکثر افراد کی عمریں ساٹھ ﴿۶۰﴾ سے ستر ﴿۷۰﴾ سال کے درمیان ہوں گی۔ ستر سے زائد عمر والے کم لوگ ہوں گے۔ یہ سبق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یاد تھا۔

پھر ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک مجاہد اور عابد کا ذکر کیا کہ بنی اسرائیل میں ایک مجاہد تھا کہ جس کا معمول تھا کہ رات کو تہجد پڑھتا اور دن کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتا اور دوپہر کو تھوڑا سا سوتا تھا، آرام کرتا تھا۔ یہ عمل اس نے چوراسی سال کیا۔ چوراسی سال کے تقریباً ایک ہزار مہینے بنتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب یہ بات سنی تو پریشان ہو گئے، سب غمگین ہو گئے اور سر جھکا لیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا ہوا ہے؟ ایک واقعہ سن کر غمگین ہو گئے ہو؟ کہنے لگے حضرت! آپ نے ایک

موقع پر فرمایا تھا کہ میری امت کے اکثر افراد کی عمریں ساٹھ ستر سال کے درمیان ہوں گی۔ اور آج آپ نے فرمایا ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک عابد نے چوراسی سال اس طرح گزارے کہ رات کو تہجد اور دن کو جہاد۔ ہماری تو عمریں ہی چوراسی سال نہیں ساٹھ سے ستر سال کے درمیان ہوں گی۔ پھر ان میں سے نابالغی کا وقت بھی گزر جاتا ہے۔

نابالغی کے زمانے میں آدمی جو عبادت کرتا ہے اس کا ثواب اس کے والدین کو ملے گا۔ اگر نابالغی میں عبادت نہیں کرتا تو اس پر شرعاً کوئی گرفت نہیں ہے۔ مگر عادت پڑے گی۔ اگر بچپن میں عبادت نہیں کرے گا تو عادت نہیں پڑے گی۔ اس لیے حدیث پاک میں حکم آیا ہے کہ سات سال کے بچوں کو نماز کا حکم دو اور دس کے ہو جائیں اور نہ پڑھیں تو ان کو مارو۔ اور بالغ ہونے کی کوئی مدت مقرر نہیں ہے آب و ہوا، خوراک، ماحول، صحت، ان چیزوں پر موقوف ہے۔ اگر لڑکے لڑکی کے بالغ ہونے کی کوئی علامت ظاہر نہ ہو تو پندرہ سال کی عمر میں لازماً بالغ ہو جائے گا۔ اس سے پہلے تیرہ سال یا چودہ سال کی عمر میں بالغ ہو جائے تو ہو سکتا ہے۔

تو خیر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا حضرت ہماری تو عمریں ساٹھ سے ستر کے درمیان رہیں گی ان میں کچھ زمانہ نابالغی کا بھی ہے تو وہ بنی اسرائیل کا مجاہد تو نمبر لے گیا، اس کا درجہ تو بڑھ گیا اس لیے ہم پریشان ہوئے ہیں۔ تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے تمھیں ایک رات ایسی دی ہے کہ جو ہزار مہینے یعنی چوراسی سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

پھر یہ رات رمضان المبارک کے مہینے میں ہے۔ کیوں کہ دوسرے پارے میں ہے شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ "رمضان المبارک کا مہینہ وہ ہے جس میں

قرآن نازل کیا گیا۔" لوح محفوظ سے، آسمان دنیا میں، بیت العزت کے مقام پر، رمضان المبارک میں لیلۃ القدر میں۔

لیلۃ القدر کی تلاش :

لیلۃ القدر کی فضیلت حاصل کرنے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یکم رمضان المبارک کو اعتکاف بیٹھ گئے۔ دس راتیں اعتکاف میں گزاریں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا جس رات کی تلاش میں آپ ہیں وہ ان راتوں میں نہیں ہے وہ آئندہ راتوں میں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو ساتھی اس رات کی فضیلت حاصل کرنے کے لیے بیٹھے تھے ان سے فرمایا کہ میرا خیال تھا کہ شاید وہ رات پہلی دس راتوں میں ہو مگر اب جبرئیل علیہ السلام نے مجھے بتلایا ہے کہ وہ آئندہ راتوں میں ہے۔ لہٰذا اب میں نے بیس تاریخ تک اعتکاف بیٹھنا ہے جو تم میں سے ہمت کرے وہ بھی بیٹھے۔

چنانچہ بیس رمضان تک اعتکاف بیٹھے مگر کوئی اشارہ نہ ہوا۔ جب بیسویں رات پوری ہوگئی تو جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا الذی تطلبه اَمَامَكَ "جس رات کی تلاش میں آپ ہیں وہ آگے ہے۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِلْتَمِسُوْهَا فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ "لیلۃ القدر کو رمضان المبارک کے آخری عشرے میں تلاش کرو۔" پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مزید سہولت مل گئی کہ فَالْتَمِسُوْهَا فِي الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ "آخری دس راتوں میں جو طاق راتیں ہیں ان میں تلاش کرو۔" اکیسویں، تیئیسویں، پچیسویں، ستائیسویں، انتیسویں۔ ان پانچ راتوں میں لیلۃ القدر ہے۔

امام ابوحنیفہ وَ مَنْ. وَّافَقَهٗ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ رات گردش کرتی رہتی

ہے۔کسی رمضان میں اکیسویں، کسی رمضان میں تیئیسویں، کسی رمضان میں پچیسویں اور کسی رمضان میں ستائیسویں اور کسی رمضان میں انتیسویں کی رات ہوتی ہے۔اگر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی اس تحقیق کو تسلیم کر لیا جائے تو بخاری شریف اور مسلم شریف کی تمام روایات منطبق ہو جاتی ہیں کسی کا انکار لازم نہیں آتا۔ کیوں کہ بخاری شریف میں اکیسویں کی روایت بھی آتی ہے، تیئیسویں کی اور پچیسویں، ستائیسویں اور انتیسویں کی روایت بھی آتی ہے۔ بہ ظاہر روایات میں تعارض ہے اور ہیں بھی صحیح۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تحقیق بڑی گہری ہے کہ یہ رات پھرتی رہتی ہے ایک رات میں بند نہیں ہے۔لہٰذا اکیسویں والی روایت بھی صحیح ہے اور تیئیسویں والی روایت بھی صحیح ہے۔کسی رمضان المبارک میں اکیسویں والی رات قدر کی ہوتی ہے اور کسی میں تیئیسویں والی ہوتی ہے وغیرہ۔اس رات کی کوئی علامت نہیں ہے کہ جس سے شناخت ہو جائے کہ یہ لیلۃ القدر کی رات ہے۔

اور یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ اس رات میں سارے درخت سجدے میں گر جاتے ہیں، سب پانی دودھ بن جاتے ہیں ایسی کوئی علامت شریعت میں نہیں ہے۔جیسے نماز، روزے کے لیے، حج زکوٰۃ کے لیے کوئی ظاہری علامت نہیں ہے کہ جس سے پتا چل جائے کہ نماز قبول ہو گئی ہے، روزہ قبول ہو گیا ہے، زکوٰۃ قبول ہو گئی ہے، حج قبول ہو گیا ہے۔

یہ جو روایت ہے کہ جس آدمی کا حج قبول ہو جائے تو اس کی کنکریاں جو وہ جمرات کو مارتا ہے غائب ہو جاتی ہیں اور جس کا حج قبول نہیں ہوتا اس کی کنکریاں وہیں پڑی رہتی ہیں یہ روایت موضوع ہے۔محدثین کرام رحمہم اللہ نے اس کی بڑی سختی کے ساتھ تردید کی

ہے۔ وجدانی کیفیت پیدا ہوجائے تو شریعت اس کا انکار نہیں کرتی۔ وجدانی کیفیت کا مطلب یہ ہے کہ عبادت کرنے والے کے دل میں نرمی پیدا ہوجائے، بدن پر لرزہ طاری ہوجائے، قبول ہونے کی کوئی کیفیت پیدا ہوجائے جس کا اس کو احساس ہو تو شریعت اس کا انکار نہیں کرتی۔ جیسے مثال کے طور پر میرے گھٹنوں میں درد ہے اس کو میں سمجھتا ہوں تمھیں علم نہیں ہے۔ کسی کو بھوک لگتی ہے تو اس کو بھوک کا احساس ہوتا ہے، جس کو پیاس لگتی ہے اس کو پیاس کا احساس ہوتا ہے دوسرے کو نہیں۔ تو اگر کوئی زیادہ مخلص ہو اور اللہ تعالیٰ اس پر کوئی ایسی کیفیت طاری کردے کہ اس کو روشنی نظر آئے وغیرہ تو یہ اس کی حد تک ہو گی۔ ظاہری طور پر لیلۃ القدر کی کوئی نشانی نہیں ہے۔

تو فرمایا اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ بے شک ہم نے نازل کیا ہے اس قرآن پاک کو فِیۡ لَیۡلَةِ الۡقَدۡرِ قدر والی، تعظیم والی رات میں وَمَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا لَیۡلَةُ الۡقَدۡرِ اور آپ کو کس نے بتلایا کہ وہ تعظیم والی رات کیا ہے، احترام والی رات کیا ہے؟ لَیۡلَةُ الۡقَدۡرِ خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ وہ تعظیم والی رات بہتر ہے ہزار مہینے سے۔ اللہ تعالیٰ نے ہزار مہینے کی راتوں سے نہیں فرمایا۔ اگر صرف راتیں مراد ہوتیں تو فرماتے خَیۡرٌ مِّنۡ لَیَالِیۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ مہینے فرمایا تو اس میں دن بھی آتے ہیں اور راتیں بھی آتی ہیں۔ ایک طرف ہزار مہینوں کے دنوں کی عبادت، راتوں کی عبادت اور ایک طرف لیلۃ القدر کی ایک رات کی عبادت، یہ ان سے بہتر ہے۔

منکرین حدیث کا رد :

خیر اسم تفضیل کا صیغہ ہے۔ یہ دوسرے پر زیادتی کے لیے آتا ہے، برتری کے لیے آتا ہے۔ تو ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس سے یہ ثابت ہوا کہ تھوڑے وقت

کی عبادت زیادہ وقت کی عبادت سے بڑھ سکتی ہے۔لہٰذا منکرین حدیث کا یہ کہنا کہ یہ بات عقل کے خلاف ہے کہ تین دفعہ سورہ اخلاص پڑھنے سے پورے قرآن کا ثواب مل جاتا ہے۔ چنانچہ یہ حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ سورہ اخلاص پڑھنے سے تیسرے حصے کا ثواب مل جائے گا۔ جو آدمی تین مرتبہ پڑھے گا اس کو پورے قرآن کا ثواب مل جائے گا۔

اسی طرح حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ جو آدمی فجر کی نماز پڑھنے کے بعد اشراق پڑھ کر جائے گا، اشراق کا وقت طلوع آفتاب کے پندرہ منٹ بعد ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو حج وعمرے کا ثواب عطا فرمائیں گے۔ یہ ترمذی شریف کی روایت ہے۔

منکرین حدیث کہتے ہیں یہ کیا ہوا کہ تھوڑی سی دیر میں حج کا ثواب مل گیا، عمرے کا ثواب مل گیا، تھوڑا سا قرآن پڑھا تو سارے قرآن کا ثواب مل گیا۔ یہ تو عقل کے خلاف ہے۔ اس طرح احادیث کا انکار کرتے ہیں۔ اب تم ان کو اس طرح پکڑو کہ بھئی! تم قرآن کو تو مانتے ہو دل سے نہ سہی مگر زبان سے دعویٰ تو کرتے ہو۔ قرآنِ کریم میں ہے کہ ایک رات کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے۔ ہزار مہینوں کی راتیں بناؤ، دن بناؤ۔ تیس راتیں، تیس دن یا انتیس راتیں، انتیس دن۔ تو ایک رات کی عبادت انتیس ہزار راتوں کی عبادت سے بہتر ہے، انتیس ہزار دنوں کی عبادت سے بہتر ہے۔ یہ بات ہماری سمجھ میں بھی نہیں آتی تو کیا قرآن کریم کا انکار کر دیں؟ معاذ اللہ تعالیٰ (رب تعالیٰ نے یہ چیزیں انعام کے طور پر عطا فرمائی ہیں اس میں عقل کا کیا دخل ہے؟ مرتب: محمد نواز بلوچ)

لہٰذا ان لوگوں کی باتوں میں نہ آنا۔ آج کل منکرین حدیث، کتابیں، رسالے

دھڑا دھڑ شائع کر رہے ہیں اور مفت تقسیم کرتے ہیں۔ کراچی کے بڑے بڑے سیٹھ کچھ گمراہ ہو گئے ہیں وہ ان کو زکوٰۃ وغیرہ دے دیتے ہیں اور یہ کتابیں اور رسالے طبع کرا کے لوگوں میں مفت تقسیم کرتے ہیں۔ ان رسالوں اور کتابوں میں گمراہی ہوتی ہے۔ ہر آدمی ان کی گمراہی نہیں سمجھ سکتا۔ مثلاً: ڈاکٹر عثمان ہے اب وہ فوت ہو گیا ہے۔ اسی طرح غلام احمد پرویز ہے وغیرہ۔ یہ سلسلہ بڑا چل رہا ہے۔ ان کی کتابیں نہ پڑھنا چاہے مفت مل جائیں۔ کیوں کہ آدمی جب کسی کتاب کو مسلسل پڑھتا ہے تو اس کا اثر ہوتا ہے۔ وہ اپنا اثر ذہن پر چھوڑتی ہے اچھی ہو یا بُری۔

اہلِ حق کی کتابیں پڑھو اور قرآن و حدیث کو ذہن پر نہ پرکھو۔ ہاں! اتنی بات ضرور ہے کہ جو حدیث بیان ہوئی ہے وہ صحیح ہو (منسوخ نہ ہو۔) حدیث صحیح ثابت ہو جائے تو آنکھیں بند کر کے قبول کر لو۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ تین دفعہ قُلْ هُوَ اللّٰہ پڑھنے سے پورے قرآن کا ثواب مل جاتا ہے۔ مسلم شریف میں موجود ہے، نسائی شریف میں موجود ہے سورۃ اِذَا زُلْزِلَتِ پڑھنے سے نصف قرآن کا ثواب مل جاتا ہے۔ دو دفعہ پڑھنے سے مکمل قرآن کا ثواب مل جاتا ہے۔ قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ پڑھنے سے قرآن پاک کے چوتھائی کا ثواب مل جاتا ہے۔ چار دفعہ پڑھنے سے پورے قرآن کا ثواب مل جاتا ہے۔ احادیث صحیح ہیں ہم مانتے ہیں۔ عقل مدار نہیں ہے۔

لیلۃ القدر کی ایک رات ہزار مہینوں کے دنوں اور راتوں سے بہتر ہے۔ پھر لیلۃ القدر ہر علاقے کی اپنی معتبر ہے۔ مثلاً اب ہمارے ہاں دن چڑھ رہا ہے امریکہ میں رات آرہی ہے۔ یہ جو اقالیم سبع ہیں اپنے اپنے علاقے کے اعتبار سے معتبر ہوں گے۔ ہمارے حق میں ہماری ہوں گی اور اُن کے حق میں ان کی ہوں گی۔

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ اُترتے ہیں فرشتے وَالرُّوْحُ فِيْهَا اور روح اس میں۔ روح سے مراد روح القدس حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام اُترتے ہیں فِيْ كُبْكُبَةٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ "فرشتوں کے جمگھٹے میں۔" اور جہاں کہیں کوئی نماز پڑھ رہا ہوتا ہے سلام کرتے ہیں، رحمت بکھیرتے چلے جاتے ہیں۔ آن واحد میں وہ سارے جہان میں گھوم جاتے ہیں۔

یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ لیلۃ القدر کو روحیں آتی ہیں یہ نری خرافات ہیں اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ نہ جمعرات کو، نہ شب برأت کو، نہ لیلۃ القدر کو روحیں آتی ہیں، نہ عید کو آتی ہیں۔ (اس سلسلے میں قاضی جگنو نے ایک مستقل کتاب لکھی ہے اور ہندوستان میں کوئی بزرگ گزرے ہیں جو بدعتی خیال کے تھے۔ تمام رطب و یابس انھوں نے جمع کیا ہے۔ اس میں عجیب عجیب حدیثیں گھڑی ہیں۔ ایک یہ بھی ہے اِنَّ فِيْ بَطْنِ الْمُؤْمِنِ زَاوِيَةٌ لَا يَمْلَؤُهَا اِلَّا الْحَلْوَاءُ "کہ مومن کے پیٹ میں ایک خانہ ہے حلوے کے بغیر اور کوئی چیز اس کو پر نہیں کرتی۔" اور روحیں آکر حلوا اور کھیر مانگتی ہیں۔ حلوے اور کھیر کا ذکر ضرور اس میں ہے۔ بحوالہ: دورۂ تفسیر از شیخ سرفراز خان صفدرؒ)

بخاری شریف کی حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس سعادت مند کو جنت میں داخلہ مل گیا وہ دنیا میں آنے کا ارادہ بھی نہیں کرتا۔ جنت کی خوشیاں چھوڑ کر دنیا میں کون آئے گا؟ اور جو مجرم پھنسا ہوا ہے اس کو سیر کے لیے کون چھوڑتا ہے۔ دنیا کی حوالات اور جیل سے نہیں آسکتا دوزخ سے کیسے چھوٹ کر آئے گا؟ ہاں اتنی بات یاد رکھنا! کہ حدیث پاک میں آتا ہے اللہ تعالیٰ سے ڈرنا، اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اپنے مُردوں کو پریشان نہ کرنا۔ تمھارے اعمال کبھی کبھی بڑوں کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں۔ ماں باپ، دادا دادی

کے آگے۔ اعمال اچھے ہوں تو وہ خوش ہوتے ہیں اور بُرے ہوں تو وہ بے چارے غمگین ہوتے ہیں۔ اس کو اس طرح سمجھو کہ ہمیں کوئی آ کر کہے کہ تیرے بیٹے نے اچھا کام کیا ہے تو ہم بڑے خوش ہوں گے اور اگر کہیں کہ بُرا کام کیا ہے تو پریشان ہوں گے۔ اس سے زیادہ وہ پریشان ہوں گے کہ وہ عین الیقین کو پہنچ چکے ہیں۔ تو روحیں دنیا میں نہیں آتیں۔ ان کو کبھی کبھی حالات سے آگاہ کیا جاتا ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب کوئی فوت ہوتا ہے تو روحیں آپس میں ملتی ہیں اور پوچھتی ہیں کہ فلاں کا کیا حال ہے۔ جانے والا بتلاتا ہے کہ فلاں کا یہ حال ہے، فلاں کا یہ حال ہے۔ اور اگر وہ دوسری طرف چلا گیا ہو تو وہ کہتا ہے کہ وہ تو کافی عرصے کا آچکا ہے تمھارے پاس نہیں پہنچا؟ وہ کہتے ہیں نہیں پہنچا۔ پھر وہ دوسری طرف چلا گیا ہے۔

تو فرمایا فرشتے اُترتے ہیں اور روح القدس اُترتے ہیں بِإِذْنِ رَبِّهِمْ اپنے رب کے اِذن سے مِنْ كُلِّ أَمْرٍ سَلٰمٌ هِيَ ہر معاملے میں سلامتی ہوتی ہے، ہر قسم کی سلامتی کا حکم ہوتا ہے اس رات حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ فجر کے طلوع ہونے تک۔ غروب آفتاب سے لے کر طلوع فجر تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اس میں کوئی تلاوت کرے، نماز پڑھے، صدقہ خیرات کرے، جو بھی نیکی کرے گا اس رات کا ثواب حاصل ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس رات کی عبادت ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر

سُورَۃ البَیِّنَۃ

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتها ٨ ٩٨ سُوْرَةُ الْبَيِّنَةِ مَدَنِيَّةٌ ١٠٠ رکوعها ١

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ
مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۟ۙ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا
صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۟ۙ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۟ؕ وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا
الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ۟ؕ وَمَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا
لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ۬ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ
وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۟ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ
اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ اُولٰٓىِٕكَ
هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۟ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ
اُولٰٓىِٕكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۟ؕ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ
عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ رَضِيَ
اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ۟ ع ۲۳

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ نہیں تھے وہ لوگ كَفَرُوْا جنھوں نے
کفر اختیار کیا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اہل کتاب میں سے وَالْمُشْرِكِيْنَ
اور مشرکین میں سے مُنْفَكِّيْنَ باز آنے والے حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ

یہاں تک کہ آ جائے ان کے پاس واضح دلیل رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ (وہ بینہ) اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول ہے يَتْلُوْا پڑھتا ہے صُحُفًا مُّطَهَّرَةً پاکیزہ صحیفے فِيْهَا ان میں لکھی ہوئی ہیں كُتُبٌ قَيِّمَةٌ کتابیں مضبوط وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اور نہیں پھوٹ ڈالی اُن لوگوں نے اُوْتُوا الْكِتٰبَ جن کو دی گئی کتاب اِلَّا مگر مِنْۢ بَعْدِ مَا بعد اس کے جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ آ گئی اُن کے پاس واضح دلیل وَمَآ اُمِرُوْٓا اور نہیں حکم دیا گیا اُن کو اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مگر یہ کہ عبادت کریں اللہ تعالیٰ کی مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ خالص کرنے والے ہوں اس کے لیے دین کو حُنَفَآءَ یک سو ہونے والے ہیں وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اور قائم کریں نماز وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ اور ادا کریں زکوٰۃ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ اور یہی دین مضبوط ہے اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بے شک وہ لوگ جنھوں نے کفر اختیار کیا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اہل کتاب میں سے وَالْمُشْرِكِيْنَ اور مشرکوں میں سے فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ جہنم کی آگ میں ہوں گے خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ہمیشہ رہیں گے اس دوزخ میں اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ یہ لوگ ساری مخلوق میں سے بدتر ہیں اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کیے اچھے اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ یہ لوگ ساری مخلوق میں سے بہتر ہیں جَزَآؤُهُمْ اُن کا بدلہ

عِنْدَ رَبِّهِمْ اُن کے رب کے ہاں جَنّٰتُ عَدْنٍ رہنے کے باغات ہیں تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ جاری ہیں اُن کے نیچے نہریں خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ رہیں گے اُن میں اَبَدًا ہمیشہ ہمیشہ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ راضی ہو چکا اللہ تعالیٰ اُن سے وَرَضُوْا عَنْهُ اور وہ راضی ہو چکے اللہ تعالیٰ سے ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ یہ اُس شخص کے لیے ہے جو ڈرتا ہے اپنے رب سے۔

نام اور کوائف:

اس سورت کا نام ہے سورۃ البینہ۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ نزول کے اعتبار سے اس کا سواں ﴿۱۰۰﴾ نمبر ہے۔ اس سے پہلے ناتویں ﴿۹۹﴾ سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کا ایک رکوع اور آٹھ ﴿۸﴾ آیتیں ہیں۔

رب نے پیچیدہ بیماریوں کے لیے ماہر حکیم اعلیٰ دوا کے ساتھ بھیجا:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس سورت میں ایک سخت شکل کو بیان فرمایا ہے۔ سمجھانے کے لیے میں عرض کرتا ہوں۔ جسمانی بیماریوں میں سے بعض بیماریاں ایسی ہوتی ہیں کہ بیمار خود سمجھتا ہے کہ میں بیمار ہوں، مجھے تکلیف ہے۔ اور بعض بیماریاں ایسی ہوتی ہیں کہ بیمار کو پتا نہیں چلتا ڈاکٹر اور حکیم بتلاتے ہیں کہ تجھے یہ بیماری ہے۔ اور بعض ایسی پیچیدہ بیماریاں ہوتی ہیں کہ جو ڈاکٹر اور حکیم کی سمجھ میں بھی نہیں آتیں۔ پھر یہ بھی ہے کہ معمولی بیماری کے لیے معمولی دوا کفایت کر جاتی ہے اور پیچیدہ بیماری کا نہ تو معمولی دوا سے آرام

آتا ہے اور نہ معمولی ڈاکٹر کام آتا ہے۔ ایسی بیماری کے لیے ماہر ڈاکٹر اور ماہر حکیم کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور تشخیص کے بعد ایسی بیماری کے لیے قیمتی دوا کی ضرورت ہوتی ہے کہ بیمار سن کے ڈر جائے۔ عام دوا کفایت نہیں کرتی۔

اسی طرح سمجھو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تشریف لائے ہیں اُس وقت مشرکین عرب کی جو اپنے آپ کو ابراہیمی کہلواتے تھے اور اہل کتاب یہود و نصاریٰ میں کفر و شرک کی بیماریاں، بدعات اور رسومات کی بیماریاں اُن میں یوں جڑ پکڑ چکی تھیں کہ (وہ ان کو بیماریاں ہی نہیں سمجھتے تھے۔) معمولی حکیم اور معمولی ڈاکٹر اُن کے لیے کافی نہیں تھا اور نہ ہی معمولی نسخہ سے اُن کو آرام آسکتا تھا۔ یہ بیماریاں اُن کی رگ رگ میں رچی ہوئی تھیں جنھوں نے اُن کے جسموں کو کھوکھلا کر دیا تھا۔ وہ اُس وقت تک ٹھیک نہیں ہوسکتے تھے جب تک قابل ترین حکیم اور ڈاکٹر اُن کی بیماریوں کی تشخیص کر کے اُن کو قیمتی دوائی نہ کھلاتا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جتنے روحانی ڈاکٹر اور حکیم بھیجے ہیں اُن تمام روحانی معالجوں میں سے سب سے بڑے ماہر معالج اور حکیم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اُن کے علاج کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجا۔ اور روحانی علاج کے لیے جتنی دوائیں ہیں ان تمام دواؤں میں سب سے اعلیٰ دوا، سب سے بڑی دوا قرآن کریم ہے۔ جو اِس وقت ہمارے سامنے ہے ﴿وَشِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ﴾ ﴿یونس: ۵۷﴾ "اور شفا ہے اس کے لیے جو سینوں میں (روگ) ہیں۔"

باطنی بیماریوں کا واحد علاج قرآن پاک ہے۔ اور ظاہری بیماریوں کے لیے بھی شفا ہے بہ شرطے کہ یقین کامل ہو۔ مگر آج ایک تو ہمارا یقین کمزور ہے، خوراک ہماری

حلال کی نہیں ہے، زبانیں ہماری پاک نہیں ہیں، دل ہمارے پاک نہیں ہیں، دماغ ہمارے پاک نہیں، دانت ہمارے پاک نہیں، اس لیے ہم جب پڑھ کر دم کرتے ہیں تو فائدہ نہیں ہوتا۔ ورنہ قرآن کریم میں آج بھی وہی اثر ہے۔

دم اور تعویذ پر اُجرت لینا جائز ہے، ایک واقعہ :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیس صحابہ ایک مہم پر روانہ فرمائے۔ ان میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے کامیابی عطا فرمائی۔ واپس آتے ہوئے ایک گاؤں میں پہنچے، رات گزارنی تھی۔ اُن لوگوں نے پوچھا تم کون ہو؟ انھوں نے بتلایا کہ ہم مدینہ طیبہ کے رہنے والے ہیں اور مسلمان ہیں۔ کہنے لگے اچھا تم ہمارے گاؤں کو ناپاک کرنے آئے ہو ہم تمھیں نہیں رہنے دیں گے۔ اُنھوں نے قصبے میں نہ رہنے دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قصبے سے باہر ڈیرا لگالیا۔ رات گزارنی تھی۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ قصبے کے سردار کو سانپ نے کاٹ لیا۔ وہاں جتنے معالج تھے ان کو بلایا مگر فائدہ نہ ہوا۔ مجبوراً اُنھوں نے کہا کہ جن لوگوں کو ہم نے رات یہاں رہنے نہیں دیا تھا اُن کے پاس جاؤ شاید اُن میں کوئی دم والا ہو۔ اِن کے پاس آ کر اُنھوں نے کہا فَهَلْ فِيكُمْ مِّنْ رَاقٍ "کیا تم میں کوئی دم کرنے والا ہے؟" حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں! لیکن میں تیس بکریاں معاوضہ لوں گا۔ کیوں کہ تیس آدمی تھے۔ خیال ہوا کہ ایک ایک تو مل جائے۔

بخاری شریف کی روایت ہے تیس بکریاں طے ہوئیں۔ انھوں نے جا کر سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کیا تو وہ ایسے ہو گیا جیسے اس کو تکلیف تھی ہی نہیں۔ تیس موٹی موٹی بکریاں ان سے لے لیں۔ بعض ساتھیوں نے کہا کہ یہیں تقسیم کر لو۔ دوسروں نے کہا نہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچ کر دریافت کریں کہ یہ ہمارے لیے جائز بھی ہیں یا نہیں؟ چنانچہ مدینہ طیبہ پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے واقعہ بیان کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بالکل ٹھیک کیا ہے۔

مسئلہ: دم اور تعویذ پر اُجرت لینا بالاتفاق جائز ہے چاہے جتنی مرضی کوئی لے۔ ہاں! ہمارے اکابر نے ہمیں دو سبق دیئے ہیں۔ ایک یہ کہ امیر کے گھر نہیں جانا فقیر کا دروازہ بہتر ہے۔ دوسرا یہ کہ کسی سے مانگنا نہیں ہے، نہ اشارہ، نہ کنایہ۔ اپنی خوشی سے کوئی دے دے تو لے لو۔ الحمدللہ! ہم نے اپنے بزرگوں کی نصیحت پر عمل کیا ہے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے واقعہ پیش کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرا حصہ بھی نکالو۔ اس میں لالچ وطمع نہیں تھا صرف اُن کا ذہن صاف کرنا تھا کہ اگر اس میں ذرا بھی خرابی ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی نہ لیتے۔ کیوں کہ پیغمبروں کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے یٰٓاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ﴿المومنون:۵۱﴾ "اے رسولو! کھاؤ پاکیزہ چیزوں سے اور عمل کرو نیک۔" تو خیر قرآن کریم ظاہری بیماریوں کے لیے بھی شفا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَمْ یَكُنِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا نہیں تھے وہ لوگ جنھوں نے کفر اختیار کیا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ یہودیوں اور عیسائیوں میں وَالْمُشْرِكِیْنَ اور مشرکوں میں سے۔ قریش عرب جو اپنے آپ کو موحد سمجھتے تھے مگر تھے مشرک۔ نہیں تھے یہ سارے مُنْفَكِّیْنَ باز آنے والے، اپنی بُرائی سے جدا ہونے والے حَتّٰی تَاْتِیَهُمُ الْبَیِّنَةُ یہاں تک کہ آئے ان کے پاس واضح دلیل۔ وہ بینہ کیا ہے؟ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول۔ ایسا رسول جو تمام رسولوں کا امام اور ساری

کائنات سے افضل۔تب انھوں نے اپنی عادت کو چھوڑنا تھا۔بیماریاں سخت اور پیچیدہ تھیں ماہر حکیم کی ضرورت تھی۔نسخہ کیا ہے؟ يَتْلُوا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً پڑھتا ہے پاکیزہ صحیفے۔ایسے مضمون جو بڑے پاکیزہ ہیں۔قرآن پاک کی ہر سورت ایک صحیفہ ہے فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ان میں لکھی ہوئی باتیں بڑی قیمتی ہیں، مضبوط ہیں۔پیغمبر سب سے اعلیٰ اور نسخہ سب سے بہترین۔یہ قرآن جو تمھارے سامنے ہے۔اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف نہ لاتے قرآن نازل نہ ہوتا تو یقیناً ان لوگوں نے کفر وشرک سے باز نہیں آنا تھا۔بیماری بڑی تھی علاج کے لیے حکیم بھی بڑا اچاہیے تھا اور نسخہ بھی بہترین درکار تھا۔

وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ اور نہیں پھوٹ ڈالی اُن لوگوں نے جن کو دی گئی کتاب إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ مگر بعد اس کے کہ آ گئی اُن کے پاس واضح دلیل۔رسول اللہ آ گیا۔محض اپنی نفسانی خواہشات کی وجہ سے تفرقہ ڈالا آخری پیغمبر کے آجانے کے بعد۔یہ پیغمبر ان کو وہی سبق دیتا ہے جو پہلی کتابوں میں موجود تھا۔ تورات، انجیل، زبور رب تعالیٰ کی سچی کتابیں تھیں۔ان تمام کتابوں میں ہدایت تھی، عقیدہ تھا، اخلاقی معاملات تھے، آخری پیغمبر کی نشانیاں تھیں۔

وَمَآ أُمِرُوٓا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ اور نہیں حکم دیا گیا اُن کو مگر یہ کہ عبادت کریں اللہ تعالیٰ کی مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ خالص کرتے ہوئے اس کے لیے دین کو۔ان کو صرف رب تعالیٰ کی عبادت کا حکم تھا مگر انھوں نے اپنے مولویوں اور پیروں کو رب بنالیا تھا اِتَّخَذُوٓا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللّٰهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ ﴿توبہ:۳۱﴾ "بنالیا انھوں نے اپنے مولویوں اور پیروں کو رب اللہ تعالیٰ کے سوا اور مسیح ابن مریم کو۔" مولویوں اور پیروں کی بات کو آسمانی دلیل کے بغیر صحیح سمجھ لیتے تھے اور عیسیٰ علیہ السلام کی پوجا

شروع کردی۔

حُنَفَآءَ حنیف کی جمع ہے۔ حنیف کا معنیٰ ہے یک سو ہونے والا۔ تمام غلط راستوں کو چھوڑ کر سیدھے راستے پر چل پڑے۔ باطل عقائد اور نظریات کو چھوڑ کر صحیح بات کو لینے والا حنیف ہے۔ توحید کے لیے یکسو ہونے والا۔ تو حُنَفَآءَ کا معنیٰ ہوگا یکسو ہونے والے ہیں وَيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ اور قائم کریں نماز۔ لیکن ان لوگوں نے کیا کیا؟ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ ﴿مریم:۵۹﴾ "ضائع کر دی انھوں نے نماز اور خواہشات کی پیروی کی۔"

آج مسلمانوں کا بھی یہی حال ہے۔ مسلمان کہلانے والوں میں پابندی کے ساتھ نماز پڑھنے والے کتنے ہیں؟ اور کچھ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ توبہ کر لیں گے سب کچھ معاف ہو جائے گا۔ میں کئی مرتبہ یہ مسئلہ سمجھا چکا ہوں کہ نماز، روزہ اور جتنے ارکان اسلام ہیں ایک ارب مرتبہ توبہ کرنے سے بھی معاف نہیں ہوں گے چاہے کعبۃ اللہ میں جا کر توبہ کرو۔ جب تک ان کی قضا نہیں ہوگی معافی نہیں ہے۔ تمام فقہاء، تمام محدثین کا اتفاقی مسئلہ ہے لہٰذا مغالطے میں نہ آنا۔ اپنے گھروں میں یہ مسئلہ واضح کرو، عورتوں کو بھی سمجھاؤ۔ بالغ ہونے کے بعد جس کے ذمہ نماز ہے وہ آج سے ہی اس کی قضا شروع کر دے۔ نوجوانوں کے لیے تو یہ مسئلہ آسان ہے کہ ابھی ابھی بالغ ہوئے ہیں مصیبت تو بوڑھوں کے لیے ہے۔ ایسے لوگ بھی میرے محلے میں رہتے ہیں جن کو میں نے کبھی سجدہ کرتے نہیں دیکھا۔ مجھ سے بھی زیادہ عمر کے ہیں۔ ان سے کہو تو کہتے ہیں اچھا جی! فطرت ہی ایسی بن گئی ہے۔

تو بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ نماز توبہ کے ساتھ معاف نہیں ہوتی وَيُؤْتُوا

الزَّکٰوۃَ اور زکوٰۃ ادا کریں۔ یہ بھی ان کو حکم تھا وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ اور یہی سیدھا دین ہے۔ اس کے بعد فرمایا نافرمانوں کا نتیجہ بھی سن لو! اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ بے شک وہ لوگ جنھوں نے کفر اختیار کیا اہل کتاب میں سے، یہود و نصاریٰ میں سے وَالْمُشْرِكِيْنَ اور مشرکوں میں سے۔ عرب کے مشرکوں میں یا دنیا کے مشرکوں میں سے، سب کے سب فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ جہنم کی آگ میں ہوں گے۔ پھر جہنم میں جانے کے بعد خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ہمیشہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ۔ بَرِیّہ کا معنیٰ ہے مخلوق۔ یہ لوگ ساری مخلوق میں سے بدتر ہیں۔ کتا، بلی، خنزیر، چوہا وغیرہ جن سے لوگ نفرت کرتے ہیں یہ ان سے بھی بدتر ہیں۔ چاہے ان کی قد و قامت، شکل و صورت اچھی کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ بدترین مخلوق ہیں۔

بہ خلاف اس کے اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل کیے اچھے اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ یہ لوگ ساری مخلوق میں سے بہتر ہیں۔ ان کے لیے بدلہ کیا ہوگا؟ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اُن کا بدلہ اُن کے رب کے ہاں جَنّٰتُ عَدْنٍ رہنے کے باغات ہیں۔ یہ باغ ہمیشہ رہنے والے ہیں کبھی خشک نہ ہوں گے اور نہ ان کے پتے جھڑیں گے، ان کے میوے بھی ختم نہیں ہوں گے لَا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ "نہ قطع کیے جائیں گے نہ روکے جائیں گے۔" ہمیشہ ہمیشہ ہوں گے تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ جاری ہیں اُن باغوں کے نیچے نہریں خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا رہیں گے اُن میں ہمیشہ ہمیشہ۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے جو بہتر ہوں گے وہ ان باغوں میں رہیں گے۔ جو سعادت مند ایک دفعہ داخل ہو گیا پھر اس کے نکلنے کا وہاں سے سوال ہی پیدا نہیں ہوتا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ

رَضُوْا عَنْهُ اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہو چکا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو چکے۔ دنیا میں اخلاقی لحاظ سے سندیں دی جاتی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی رضا سے بڑی کوئی سند نہیں ہے۔ یہ وعدہ کن لوگوں سے ہے؟ فرمایا ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ یہ اُس شخص کے لیے ہے جو ڈرتا ہے اپنے رب سے۔ چاہے گورا ہے، چاہے کالا ہے، عربی ہے، چاہے عجمی ہے، موٹا ہے یا پتلا ہے اور دنیا کے جس حصے میں بھی رہتا ہے رب تعالیٰ کی رضا کا پروانہ اس کو حاصل ہوگا۔ لہٰذا ہر ایک کو اپنی آخرت بہتر کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تفسیر

سُوۡرَۃُ الزِّلۡزَالِ

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتھا ۸ ۹۹ سُوْرَۃُ الزِّلْزَالِ مَدَنِیَّۃٌ ۹۳ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۝۱ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۝۲ وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ۝۳ یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۝۴ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ۝۵ یَوْمَئِذٍ یَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۬ۙ لِّیُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ۝۶ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ۝۷ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ ۝۸

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ جب ہلا دی جائے گی زمین زِلْزَالَهَا اس کا ہلایا جانا وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اور نکال دے گی زمین اَثْقَالَهَا اپنے بوجھ وَقَالَ الْاِنْسَانُ اور کہے گا انسان مَا لَهَا اس کو کیا ہو گیا ہے یَوْمَئِذٍ اُس دن تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا بیان کرے گی زمین اپنی خبریں بِاَنَّ رَبَّكَ اس لیے کہ بے شک تیرے رب نے اَوْحٰى لَهَا اس کو حکم دیا ہے یَوْمَئِذٍ اُس دن یَّصْدُرُ النَّاسُ لوٹیں گے لوگ اَشْتَاتًا گروہ گروہ ہو کر لِّیُرَوْا اَعْمَالَهُمْ تاکہ دکھائے جائیں ان کو ان کے اعمال فَمَنْ یَّعْمَلْ پس جس نے عمل کیا مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ذرہ برابر خَیْرًا نیکی کا یَّرَهٗ دیکھ لے گا اس کو

وَمَنۡ يَّعۡمَلۡ اور جس نے عمل کیا مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ ذرہ برابر شَرًّا برائی کا يَّرَهٗ دیکھ لے گا اُس کو۔

نام اور کوائف:

اس سورت کا نام سورۃ الزلزال ہے۔ زلزال کا لفظ پہلی آیت کریمہ ہی میں موجود ہے۔ جس سے یہ نام لیا گیا ہے۔ یہ سورت مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی ہے۔ نزول کے اعتبار سے اس کا اسّی ﴿۸۰﴾ نمبر ہے۔ اس سے پہلے اُناسی ﴿۷۹﴾ سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کا ایک رکوع اور آٹھ ﴿۸﴾ آیتیں ہیں۔

قرآن کریم میں تین بنیادی عقیدے بیان ہوئے ہیں۔ توحید، رسالت، قیامت۔ تو عقائد کا تیسرا حصہ اس سورت میں ہے۔ سورۂ اخلاص میں اللہ تعالیٰ نے توحید کا مسئلہ بیان فرمایا ہے۔ عقائد میں سے تیسرا حصہ اس میں ہے۔ لہٰذا اس کے پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ بہ طور انعام کے قرآن کریم کے تیسرے حصے کا ثواب عطا فرماتے ہیں۔ یعنی جس شخص نے ایک دفعہ سورۃ قُلۡ هُوَ اللّٰهُ پڑھی اس کو دس پاروں کا ثواب مل گیا۔ دو دفعہ پڑھی تو بیس پاروں کا ثواب مل گیا اور جس نے تین مرتبہ پڑھی اس کو پورے قرآن کا ثواب مل گیا۔

اور سورت قُلۡ يٰۤاَيُّهَا الۡكٰفِرُوۡنَ پڑھنے سے ربع قرآن یعنی چوتھائی کا ثواب مل جاتا ہے۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے شرک کا رد فرمایا ہے۔ اور توحید اس وقت تک سمجھ نہیں آسکتی جب تک شرک کا مفہوم سمجھ نہ آئے۔ اور حدیث پاک میں آتا ہے اَلشِّرۡكُ اخفی مِنۡ ذَبِيۡبِ النَّمۡلِ "شرک کی بعض اقسام ایسی ہیں کہ اُن کی چال چیونٹی سے مخفی ہے۔" ہر آدمی اُن کو نہیں سمجھ سکتا۔

چنانچہ ایک شخص حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور کہنے لگا حضرت! اگر رات میرے پاس تلوار نہ ہوتی تو ڈاکو مجھے لوٹ لیتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا شرک نہ کر شرک بری شے ہے۔ تجھے یہ کہنا چاہیے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی امداد نہ ہوتی اور عالم اسباب میں یہ تلوار نہ ہوتی تو ڈاکو مجھے لوٹ لیتے۔ تو نے رب تعالیٰ کا نام ہی نہیں لیا۔ تو پہلے شرک کی حقیقت کو سمجھے گا پھر توحید سمجھ آئے گی۔

سورۃ الزلزال کی فضیلت :

سورت اِذَازُلْزِلَتِ الْاَرْضُ کے متعلق فرمایا کہ اس کے پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ نصف قرآن کا ثواب عطا فرمائیں گے۔ یہ سورتیں چھوٹی ہیں مگر ان کا اجر زیادہ ہے۔ یہ سورتیں ہر مسلمان مرد عورت کو یاد کرنی چاہئیں۔ یہ سورت دو مرتبہ پڑھنے سے پورے قرآن کا ثواب مل جاتا ہے۔

مستدرک حاکم میں روایت ہے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے کہ ایک آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پس کہا اُس نے مجھے پڑھائیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا اس کو ذوات الرٓا سورتوں میں سے کوئی پڑھادیں۔ اس نے عرض کیا حضرت! میں بوڑھا ہوں زبان ٹھیک نہیں چلتی، حافظہ بھی کمزور ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ذوات حٰم میں سے کوئی سورت پڑھادو۔ اُس نے پھر وہی کہا جو پہلے کہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کو سورۃ اِذَازُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا پڑھادو۔ جب وہ پڑھ کے فارغ ہوا تو اس نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں اس پر زیادتی نہیں کروں گا۔ پھر جب وہ آدمی واپس گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ آدمی کامیاب ہوگیا، یہ آدمی کامیاب ہوگیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا جب ہلا دی جائے گی زمین اس کا ہلایا جانا۔ جس وقت زمین پر زلزلہ طاری کر دیا جائے گا اس کا زلزلہ وَ اَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا اور نکال دے گی زمین اپنے بوجھ۔ زلزلہ طاری ہوگا اور حضرت اسرافیل علیہ السلام بگل پھونکیں گے۔ ساری دنیا تباہ ہو جائے گی۔ دوبارہ پھر بگل پھونکیں گے تو سارے اپنی قبروں میں سے اور جہاں کہیں بھی کوئی ہوگا نکل پڑیں گے۔ زمین پہلے زلزلے سے پہلے اپنے سارے بوجھ نکال دے گی۔

قربِ قیامت زمین اپنے دفینے اُگل دے گی :

مسلم شریف میں روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک وقت آئے گا زمین اپنے دفینے اور خزانے باہر نکال دے گی۔ سونے کے پہاڑ نکلیں گے، چاندی کے پہاڑ نکلیں گے، پٹرول، ڈیزل، سوئی گیس زمین سے نکل آئیں گی۔ پہلے ان چیزوں کو کون جانتا تھا؟

تو زمین میں جو دفینے ہیں وہ سب نکل آئیں گے۔ محشر والے دن اللہ تعالیٰ مخلوق کے سامنے سونے چاندی کے ڈھیر لگا دیں گے۔ قاتل کو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے جانتا ہے یہ کیا ہے؟ وہ کہے گا اے پروردگار! یہ سونے کا پہاڑ ہیں، یہ چاندی کا پہاڑ ہے۔ اس کے لیے میں نے آدمیوں کو قتل کیا۔ چور کہے گا اس سونے چاندی کے بدلے میرے ہاتھ کاٹے گئے، قطع رحمی کرنے والا کہے گا اس سونے چاندی کی وجہ سے میں نے قطع رحمی کی۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے اب اُٹھا لے جتنا اُٹھا سکتا ہے۔ کہے گا اے پروردگار! اب میں نے اس کا کیا کرنا ہے؟ تو زمین اپنے خزانے نکال دے گی۔

مسلم شریف کی روایت ہے دریائے فُرات اپنا رخ بدل لے گا۔ اس کے نیچے

سے سونے کے پہاڑ نکل آئیں گے۔ اس سونے کے لیے لڑائیاں ہوں گی سو میں سے ننانوے قتل ہوجائیں گے ایک زندہ بچے گا۔ ہر ایک کے ذہن میں یہ ہوگا کہ وہ بچنے والا میں ہوں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دریائے فرات کے رخ بدلنے سے نیچے سے سونا ظاہر ہوگا، نظر آئے گا۔ اس کے قریب نہ جانا۔ سونا تو لینا ہوگا فائدے کے لیے اور ننانوے نے قتل ہوجانا ہے لینے والا تو ایک خوش قسمت بچے گا۔ اس وقت تو سونے پر قبضہ یہودیوں کا ہے۔

دورۂ افریقہ اور یہود کے سونے کے کارخانے :

گزشتہ سال ساتھی مجھے جنوبی افریقہ لے گئے۔ بہت بڑا ملک ہے، بڑا وسیع رقبہ ہے۔ وہاں سونے کے بڑے بڑے کارخانے ہیں۔ ایک کارخانے کے بارے میں ساتھیوں نے بتلایا کہ یہاں سفید سونا صاف کرتے ہیں۔ سرخ سونے سے اس کی قیمت زیادہ ہے۔ اگر سرخ سونا ایک روپے کا ہے تو یہ سوا روپے کا ہے۔ ہزاروں کی تعداد میں مزدور کام کرتے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ کوئی کارخانہ کسی مسلمان کا بھی ہے؟ کہنے لگے نہیں سارے یہودیوں کے ہیں۔

اور یہ بھی بتلایا کہ ان کارخانوں کے مالکوں کی کچھ عرصہ پہلے میٹنگ ہوئی تھی جس میں اُنھوں نے اتفاق رائے کے ساتھ فیصلہ کیا کہ ان کارخانوں میں اتنا مال ہم نے مسلمانوں کے ذہن بدلنے کے لیے اور ان کو تباہ کرنے کے لیے خرچ کرنا ہے۔ چنانچہ مختلف شہروں میں انھوں نے ریڑھوں کا انتظام کیا کہ اُن پر گانے چلا کے وہ پھرتے رہیں چاہے اُن سے کوئی سودا لے یا نہ لے بس وہ گانے لگا کر بازاروں میں، گلیوں میں، پھرتے رہیں۔ لوگوں کو گانے سنا کر اُن کا ذہن خراب کیا جائے۔ ان ریڑھوں کا سا

خرچہ یہودی دیتے تھے۔(آج کل وہ یہ سارا کام میڈیا سے لے رہے ہیں۔) اور مسلمانوں کے اخلاق تباہ کر رہے ہیں۔ اور ہم لوگ خواب غفلت میں سوئے ہوئے ہیں۔ یہ بہت خبیث قومیں ہیں اور مسلمان غافل ہے اور حق سے ہٹتا جا رہا ہے۔

تو فرمایا زمین اپنے بوجھ نکال دے گی وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَالَهَا اور کہے گا انسان حیرت سے اس کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ سب کچھ اُگل رہی ہے۔ پہلی دفعہ بگل پھونکنے سے ہر شے فنا ہو جائے گی۔ پھر دوسری دفعہ اسرافیل علیہ السلام بگل پھونکیں گے تو سارے انسان بن کر نکل آئیں گے۔ چاہے وہ قبروں میں ہیں، چاہے درندے کھا گئے، چاہے مچھلیوں کے پیٹ میں ہیں، چاہے جل کر راکھ بن گئے ہیں۔

آج اسٹیشن پر جاؤ جگہ نہیں ملتی۔ بازاروں میں رش ہے، مارکیٹ میں پاؤں دھرنے کی جگہ نہیں، ہسپتالوں میں آدم ہی آدم ہے۔ اور میدان محشر میں اول تا آخر انسان، حیوان، کیڑے مکوڑے، سارے جمع ہوں گے۔ وہ کتنا بڑا میدان ہوگا؟ اس سے اندازہ لگاؤ وہ کتنا بڑا میدان ہوگا۔ کافروں کے لیے وہ بڑا سخت ہوگا لیکن مومنوں کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ "نہیں غم میں ڈالے گی اُن کو بڑی گھبراہٹ وَتَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ﴿الانبیاء: ۱۰۳﴾ اور ملیں گے ان سے فرشتے، سلام کریں گے۔" تو مومنوں کے لیے اس دن کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔ بے ایمانوں، کافروں، منافقوں، بے نمازوں اور روزے خوروں، شرابیوں، زانیوں، بدمعاشوں اور غنڈوں کے لیے سخت ہوگا۔

يَوْمَئِذٍ اُس دن تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا زمین بیان کرے گی اپنی خبریں کہ اے پروردگار! اس مرد نے، اس عورت نے مجھ پر یہ کام کیا تھا۔ جہاں نماز پڑھی، جہاں

قرآن کریم پڑھا، جہاں درود شریف پڑھا، جہاں ذکر کیا، جہاں زنا کیا، جہاں شراب پی، جہاں جو بھی کام کیا ہے اچھا یا برا زمین کا وہ حصہ بول کر بتائے گا اور ایسے بولے گا جیسے ایک آدمی بولتا ہے۔ زمین کیوں بولے گی؟ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا اُس لیے کہ آپ کے رب نے اس کو حکم دیا ہے۔ اسی طرح یہ ہاتھ پاؤں آج ہمارے ساتھ نہیں بولتے قیامت والے دن بولیں گے۔ بدن کا ایک ایک عضو بولے گا۔ جلد بولے گی۔

جب اللہ تعالیٰ بندے سے پوچھیں گے اے بندے! تو نے یہ کام کیا ہے تو وہ انکار کرے گا جھوٹ بولے گا۔ مثلاً: مشرک کہے گا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ﴿الانعام: ۲۳﴾ "قسم ہے اللہ تعالیٰ کی جو ہمارا پروردگار ہے نہیں تھے ہم شرک کرنے والے۔" اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ "دیکھو! کیسا جھوٹ بولا ہے انھوں نے اپنی جانوں پر۔" معلوم ہوا مشرک بڑا ڈھیٹ ہے قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت میں بھی جھوٹ بولنے سے باز نہیں آئے گا۔ پھر ان کی زبانوں پر مہر لگ جائے گی اور ہاتھ پاؤں بولیں گے۔ سورۃ یٰسین آیت نمبر ۶۵ میں ہے اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ "آج ہم مہر لگا دیں گے ان کے مونہوں پر اور کلام کریں گے ہمارے سامنے ان کے ہاتھ اور گواہی دیں گے ان کے پاؤں جو کچھ وہ کماتے تھے۔" کیوں کہ ان کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا۔

يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اُس دن لوٹیں گے لوگ اللہ تعالیٰ کی عدالت سے اَشْتَاتًا شَتٌّ کی جمع ہے شَتٌّ کا معنیٰ ہے فرقہ، گروہ۔ گروہوں کی شکل میں اللہ تعالیٰ کی عدالت سے لوٹیں گے۔ کوئی جنت کی طرف جائے گا اور کوئی دوزخ کی طرف۔ ایک یہودیوں کا گروہ ہوگا، ایک عیسائیوں کا گروہ ہوگا، ایک ہندوؤں کا، ایک سکھوں کا۔ پھر

مزید ان میں تقسیم کہ کوئی چوروں کا، کوئی ڈاکوؤں کا، کوئی قاتلوں کا۔

مسلمانوں میں نمازیوں کا گروہ، حاجیوں کا گروہ، روزے داروں کا گروہ۔ تو الگ الگ گروہوں کی شکل میں لوٹیں گے لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ تاکہ دکھائے جائیں ان کو ان کے اعمال یعنی ان کے اعمال کا نتیجہ ان کو دکھایا جائے۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ پس جس نے عمل کیا ذرہ برابر خَيْرًا يَّرَهٗ نیکی کا، اُس کو دیکھ لے گا۔ عربی زبان میں ذرہ کے دو معنیٰ آئے ہیں۔ ایک سرخ رنگ کی جو چھوٹی سی چیونٹی ہوتی ہے اس کو ذرہ کہتے ہیں۔ عربی جس کسی شے کی قلت کو بیان کرتے تھے تو کہتے تھے کہ اس چیونٹی سے بھی چھوٹی ہے۔ دوسرا معنیٰ: ہوا میں جو چھوٹے چھوٹے ذرے اُڑتے ہیں روشنی میں روشن دان سے نظر آتے ہیں ان کو ذرہ کہتے ہیں۔ مراد اس سے مقدار شے ہے۔ تو جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی قیامت والے دن اس کو دیکھ لے گا وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ اور جس نے عمل کیا ذرہ برابر شَرًّا يَّرَهٗ برائی کا دیکھ لے گا اُس کو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اِيَّاكِ وَ مُحَقِّرَاتِ الذُّنُوْبِ "یاد رکھنا! کسی گناہ کو ہلکا اور حقیر نہ سمجھنا۔ اس کے متعلق بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے باز پرس ہوگی۔" تو محشر والے دن آدمی چھوٹی سے چھوٹی نیکی بھی دیکھ لے گا اور چھوٹی سے چھوٹی بدی بھی دیکھ لے گا۔ یہ بات بندے کو ہر وقت یاد رکھنی چاہیے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر

سُوْرَةُ الْعَادِيَات

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتہا ۱۱ | ۱۰۰ سُوْرَۃُ الْعٰدِیٰتِ مَکِّیَّۃٌ ۱۴ | رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا ۙ﴿۱﴾ فَالْمُوْرِیٰتِ قَدْحًا ۙ﴿۲﴾ فَالْمُغِیْرٰتِ صُبْحًا ۙ﴿۳﴾ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۙ﴿۴﴾ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۙ﴿۵﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۚ﴿۶﴾ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِیْدٌ ۚ﴿۷﴾ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌ ؕ﴿۸﴾ اَفَلَا یَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِی الْقُبُوْرِ ۙ﴿۹﴾ وَحُصِّلَ مَا فِی الصُّدُوْرِ ۙ﴿۱۰﴾ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ یَوْمَىٕذٍ لَّخَبِیْرٌ ﴿۱۱﴾ ع ۱۱ / ۲۵

وَالْعٰدِیٰتِ قسم ہے اُن گھوڑوں کی جو دوڑتے ہیں ضَبْحًا ہانپتے ہوئے فَالْمُوْرِیٰتِ پھر آگ سلگانے والوں کی قَدْحًا ٹاپ مار کر فَالْمُغِیْرٰتِ پھر اُن کی جو غارت ڈالنے والے ہیں صُبْحًا صبح کے وقت فَاَثَرْنَ بِهٖ پھر وہ اُڑاتے ہیں اس میں نَقْعًا گردوغبار فَوَسَطْنَ بِهٖ پس گھس جاتے ہیں گردوغبار کے ساتھ جَمْعًا جماعت میں اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ بے شک انسان اپنے رب کا لَكَنُوْدٌ بڑا ہی ناشکرا ہے وَاِنَّهٗ اور بے شک وہ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِیْدٌ اس پر البتہ گواہ ہے وَاِنَّهٗ اور بے شک وہ لِحُبِّ الْخَیْرِ مال کی محبت میں لَشَدِیْدٌ البتہ بہت سخت ہے اَفَلَا یَعْلَمُ کیا پس

انسان نہیں جانتا اِذَا بُعْثِرَ جب کُریدا جائے گا مَا فِی الْقُبُوْرِ اُن
کو جو قبروں میں پڑے ہوئے ہیں وَحُصِّلَ اور ظاہر کر دیا جائے گا
مَا فِی الصُّدُوْرِ جو کچھ سینوں میں ہے اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ بے شک
اُن کا رب اُن کے بارے میں يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ اُس دن خبر رکھنے والا
ہے۔

نام اور کوائف:

اس سورت کا نام سورۃ العادیات ہے۔ عادیات کا لفظ پہلی ہی آیت کریمہ میں موجود ہے۔ جس سے اس سورت کا نام لیا گیا ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ یہ سورت ابتدائی سورتوں میں سے ہے۔ نازل ہونے کے اعتبار سے اس کا چودھواں «۱۴» نمبر ہے۔ اس سے پہلے تیرہ «۱۳» سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کا ایک رکوع اور گیارہ «۱۱» آیتیں ہیں۔

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا میں واو قسمیہ ہے۔ قسم ہے اُن گھوڑوں کی جو دوڑتے ہیں ہانپتے ہوئے۔ پہلے یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ مخلوق کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم اُٹھائے۔ حدیث پاک میں آتا ہے مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللهِ فَقَدْ اَشْرَكَ بِاللهِ "جس نے قسم اُٹھائی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی تحقیق اُس نے شرک کیا۔" کعبۃ اللہ کی قسم اُٹھائے، نبی کی قسم اُٹھائے، رسول کی قسم اُٹھائے، پیر کی قسم اُٹھائے، دودھ اور بیٹے کی قسم اُٹھائے، کسی بھی غیر اللہ کی قسم اُٹھائے تو اس نے شرک کا ارتکاب کیا ہے۔

بخاری شریف کی روایت ہے مَنْ قَالَ بِاللَّاتِ وَالْعُزّٰی فَلْیَقُلْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ "جس آدمی نے یہ کہا کہ مجھے لات کی قسم ہے، عزیٰ کی قسم ہے وہ فوراً کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جائے۔" کیوں کہ یہ شرک ہے۔

قرآن پاک کی قسم اُٹھانا کیسا ہے؟

قرآن پاک کے بارے میں فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کا اختلاف ہے کہ آیا قرآن پاک کی قسم درست ہے یا نہیں؟ ایک تو قرآن پاک کے یہ الفاظ ہیں جو ہم پڑھتے ہیں۔ یہ کلام لفظی کہلاتا ہے۔ ہم لکھتے ہیں، پڑھتے ہیں۔ ایک مضمون ہے جو ان الفاظ کے اندر ہے وہ کلام نفسی کہلاتا ہے جو رب تعالیٰ کی صفت ہے۔ وہ قدیم ہے۔ رب تعالیٰ کی ذات بھی قدیم ہے اور اس کی صفات بھی قدیم ہیں۔

علامہ فخر الدین زیلعی رحمہ اللہ کی فقہ کی مشہور کتاب ہے "تبیین الحائق" اس میں وہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے قرآن پاک کی قسم اُٹھائی تو منعقد ہو جائے گی۔ مثلاً: کوئی کہتا ہے کہ مجھے قرآن پاک کی قسم ہے تو یہ قسم صحیح ہے کیوں کہ کلام نفسی اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ غیر اللہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات عین اللہ ہیں۔ لہٰذا رب تعالیٰ کی کسی بھی صفت کی قسم اُٹھائے گا وہ صحیح ہے۔ مثلاً: کہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی عظمت کی قسم ہے یا اللہ تعالیٰ کے جلال کی قسم ہے، مجھے اللہ تعالیٰ کی کبریائی کی قسم ہے۔ یہ سب قسمیں صحیح ہیں۔ کیوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں۔ اور جو قاعدہ مخلوق کے لیے ہے وہ اللہ تعالیٰ پر لاگو نہیں ہوتا۔ کیوں کہ لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَھُمْ یُسْئَلُوْنَ ﴿سورۃ الانبیاء:۲۳﴾ "نہیں پوچھا جا سکتا اللہ تعالیٰ سے جو وہ کرتا ہے اور ان سے (یعنی مخلوق سے) سوال کیا جائے گا۔" اللہ تعالیٰ روزانہ بے شمار مخلوق کو مارتا ہے بچے بھی مرتے ہیں، بڑے بھی مرتے ہیں اس سے کون

پوچھنے والا ہے۔ اور اگر مخلوق میں سے کوئی اپنے بچوں کو مار دے تو وہ مجرم ہے۔ اس لیے کہ مخلوق اور خالق کے احکام جدا جُدا ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد اُونٹ ہیں۔ کیوں کہ عرب کی سرزمین پر زیادہ سواری اونٹوں کی ہوتی ہے اور وہ دوڑتے بھی ہیں۔ خصوصاً جہاد کے لیے، حج اور عمرے کے لیے۔ عرفات پہنچتے ہیں، مزدلفہ اور منیٰ پہنچتے ہیں۔ تو اونٹوں کی قسم ہے۔ لیکن حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے اونٹ نہیں گھوڑے مراد ہیں۔ کیوں کہ آگے لفظ ہانپنا ہے۔ گھوڑے ہانپتے ہیں اونٹ نہیں ہانپتے۔ ہانپنے کا معنیٰ ہے تیزی کے ساتھ چلنا پھر جلدی جلدی سانس لینا۔

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دو جانور ہانپتے ہیں، ایک گھوڑا اور دوسرا کتا۔ ان کے سوا اور کوئی جانور ہانپتا نہیں ہے۔ لہٰذا یہی تفسیر صحیح ہے یعنی گھوڑے مراد ہیں۔

قسم ہے گھوڑوں کی جو دوڑتے ہیں ہانپتے ہوئے فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا پھر آگ سلگانے والوں کی ٹاپ مار کر۔ عموماً گھوڑوں کے پاؤں کے نیچے نعل لگے ہوتے ہیں۔ گھوڑے دوڑیں اور ان کے پاؤں پتھر پر لگیں تو چنگاریاں نکلتی ہیں۔ ان گھوڑوں کی اللہ تعالیٰ نے قسم اُٹھائی ہے۔ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا پھر اُن کی جو غارت ڈالنے والے ہیں صبح کے وقت۔ اُس زمانے میں عموماً حملے صبح کے وقت ہوتے تھے۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دشمن پر صبح کے وقت حملہ کرتے تھے۔ اور مسلم شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب دشمن پر حملے کا ارادہ فرماتے تو رات کے آخری حصے کا انتظار فرماتے، صبح صادق کے وقت۔ اگر دوسری طرف سے اذان کی آواز آتی تو

سمجھتے کہ یہ لوگ اہل ایمان ہیں لہٰذا حملہ نہ کرتے۔ اور اگر اذان کی آواز نہ آتی تو حملہ کر دیتے۔

اسی طرح جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیبر پہنچے تو ساتھیوں سے فرمایا اچھی طرح اور غور سے سنو! اگر اذان کی آواز آئے تو اس محلے پر حملہ نہ کرنا ایسا نہ ہو کہ غلط فہمی میں کوئی مسلمان مارا جائے۔

تو فرمایا جو حملہ کرنے والے ہیں صبح کے وقت فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا پھر وہ اُڑاتے ہیں اس میں گرد وغبار۔ بعض حضرات بِهٖ کی ضمیر لوٹاتے ہیں صبح کی طرف۔ تو اس وقت معنیٰ ہوگا وہ گھوڑے صبح کے وقت گرد وغبار اُڑاتے ہیں۔ رات کو عموماً اوس، شبنم پڑتی ہے اس کی وجہ سے صبح کو گرد وغبار کم اُڑتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان گھوڑوں کی تعریف فرمائی ہے کہ وہ اتنے تیز دوڑتے ہیں کہ صبح کے وقت وہ گرد وغبار اُڑاتے ہیں۔ اور بعض حضرات ضمیر قَدْحًا کی طرف لوٹاتے ہیں۔ تو پھر معنیٰ ہوگا تیز چلنے کی وجہ سے گرد وغبار اُڑاتے ہیں۔

فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا۔ بِهٖ کی ضمیر لوٹ رہی ہے نَقْعًا کی طرف۔ معنیٰ ہوگا پس وہ گھس جاتے ہیں دشمن کی جماعت میں گرد وغبار کے ساتھ۔ ان گھوڑوں کی قسم ہے۔ آگے جواب قسم ہے اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ بے شک انسان اپنے رب کا بڑا ہی ناشکرا ہے۔ بہ ظاہر گھوڑوں کے دوڑانے اور انسان کے ناشکرے ہونے کا آپس میں ربط نظر نہیں آتا لیکن حقیقت میں بڑا گہرا ربط ہے۔ وہ اس طرح کہ گھوڑے کو بندے نے پیدا نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ گھوڑے کے واسطے چارا پانی بھی بندے نے پیدا نہیں کیا اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔ گھوڑا سانس لیتا ہے تو ہوا بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا

فرمائی ہے بندے نے نہیں ۔ گھوڑا جس زمین پر چلتا ہے وہ بھی رب تعالیٰ نے پیدا کی ہے بندے نے نہیں کی ۔ بندہ صرف مجازی طور پر مالک ہے کہ اُس نے خریدا ہے یا گھر میں پالا ہے ۔ گھاس اس کو کھلاتا ہے، پانی اس کو پلاتا ہے ۔ اتنے سے تعلق سے وہ اس کا اتنا فرماں بردار ہے کہ مجاہد اس پر سوار ہو کر جہاد کے لیے جاتا ہے گھوڑا دشمن کی صفوں میں گھس جاتا ہے، تیروں کی بارش ہو رہی ہے، تلواریں چل رہی ہیں، نیزے مارے جا رہے ہیں، گھوڑا زخمی بھی ہوتا ہے لیکن اپنے مجازی مالک کی نافرمانی نہیں کرتا ۔ لیکن انسان اپنے حقیقی مالک کی بے شمار نعمتیں کھانے کے باوجود نافرمان ہے ۔ اے انسان ! تو نے سوچا ہے ۔ کتنا بڑا سبق ہے؟

تو گھوڑے سے بھی گیا گزرا ہے ۔ حالانکہ رب تعالیٰ نے تجھے پیدا کیا ہے، تیرے لیے خوراک، پانی پیدا کیا ہے، زمین بنائی ہے، ہوا چلائی ہے، سارا کارخانہ کائنات تیری خدمت پر لگایا ہے تو کتنا ناشکرا ہے ۔ راحت، آرام میں بھی رب تعالیٰ کے سامنے نہیں جھکتا اور گھوڑا تیروں کی بارش میں بھی تیری فرماں برداری کر رہا ہے ۔

حسن بصری رحمہ اللہ کے نزدیک لَكَنُوْدٌ کا معنیٰ :

عام مفسرین کرام رحمہم اللہ لَكَنُوْدٌ کا معنیٰ مطلق ناشکری کرنے والا کرتے ہیں ۔ لیکن حسن بصری رحمہ اللہ جو تابعین میں سے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ لَكَنُوْدٌ اس ناشکرے کو کہتے ہیں کہ جس پر رب تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں ہوں اور وہ ان نعمتوں کا ذکر نہ کرے ۔ لیکن جب تکلیفوں میں پھنسے تو تکلیفیں ساری شمار کرے کہ مجھے یہ تکلیف ہے، یہ تکلیف ہے، میں بیمار ہوں، میرا کاروبار صحیح نہیں چل رہا، مجھے مالی نقصان ہوا ہے، دشمن نے میرے ساتھ یہ کیا ہے ۔ رب تعالیٰ کی رحمتوں کا ذکر نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وجود دیا ہے،

مجھے آنکھیں دی ہیں، کان دیئے ہیں، زبان دی ہے، دل، دماغ دیا ہے، مال دیا ہے، اولاد دی ہے، عزت دی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کر کے اس کا شکر ادا کرے تو اللہ تعالیٰ اور زیادہ دے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ ﴿ابراہیم: ۷﴾ "اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں ضرور زیادہ دوں گا۔"

نماز اداے شکر کا سب سے عمدہ طریقہ :

اور یاد رکھنا شکر کا یہی معنیٰ نہیں ہے کہ اچھا کھانا کھانے کے بعد منہ پر ہاتھ پھیر کر کہہ دیا الحمد للہ! (ایسا کرنے والے بھی کم ہیں۔ مرتب) حکیم، اطباء کہتے ہیں کہ آدمی جب کھانا کھاتا ہے، پانی پیتا ہے تو دو منٹ میں وہ ناخنوں کے نیچے تک پہنچ جاتا ہے۔ بھئی! کھانے پینے کا اثر تو سارے بدن میں ناخنوں کے نیچے تک پہنچ گیا اور شکریے میں تو نے دو تولے کی زبان ہلا کر سمجھا کہ شکریہ ادا ہو گیا۔ یقین جانو! سب سے بڑا شکریہ نماز کے ذریعے ہے۔ نماز کے ذریعے جو شکر ادا ہوتا ہے وہ اور کسی عبادت کے ذریعے ادا نہیں ہوتا۔ اور تمام عبادتوں میں سرفہرست نماز ہے۔ قیامت والے دن پہلا پرچہ ہی نماز کا ہے اَوَّلُ مَا يُحَاسَبُ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ الصَّلٰوةُ "مومن کا پہلا پرچہ حقوق اللہ میں سے نماز کا ہوگا۔" اگر نماز میں پورا اترتا ہے تو ان شاء اللہ باقی کام بھی ٹھیک ہوں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مراسلہ :

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں، اُن کا دورِ خلافت دس سال ہے، اپنے تمام حکام کو سرکاری طور پر خط لکھا اِنَّ اَهَمَّ اُمُوْرِكُمْ عِنْدِيْ الصَّلٰوةُ "بے شک تمھارے تمام کاموں میں سب سے اہم اور ضروری کام میرے نزدیک نماز ہے۔" افسر نماز پڑھتا ہوگا تو میں سمجھوں گا کہ باقی کام بھی دیانت داری کے ساتھ کرتا ہے اور جو نماز

نہیں پڑھتا هُوَ بِمَا سِوٰی اَضْیَعُ "میں سمجھوں گا کہ اس نے باقی کام بھی نہیں کیے۔" یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں افسروں کی دیانت داری کا معیار نماز تھا۔

آج کتنے افسر ہیں جو نماز کی پابندی کرنے والے ہیں؟ پھر اگر کوئی نماز کی پابندی کرتا ہے اور ساتھ ساتھ گھپلے کر کے لوٹ مار کر کے رقم بیرون ملک پہنچا دیتا ہے تو سن لو اور یاد رکھنا! ایک پیسہ بھی اگر کسی کا ناحق لیا ہوگا واپس کرنا پڑے گا۔ اور کس طرح؟ فقہائے کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں تین پیسوں کے بدلے سات سو نمازیں دینی پڑیں گی۔ نمازیں بھی وہ جو قبول ہو چکی ہیں۔ فتاویٰ رشیدیہ اور شامی میں یہ مسئلہ موجود ہے۔

تو فرمایا بے شک انسان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے وَاِنَّهٗ عَلٰی ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ اور بے شک وہ اس پر گواہ ہے۔ شریف آدمی تو زبان قال سے کہہ دیتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کر سکا۔ اگر کوئی زبان قال سے نہیں کہتا تو زبان حال بتا رہی ہے کہ میں نے رب تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کیا۔ بعض حضرات ہ ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹاتے ہیں۔ تو پھر معنیٰ ہوگا کہ بے شک اللہ تعالیٰ اس کی ناشکری پر گواہ ہے وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ اور بے شک وہ مال کی محبت میں بہت سخت ہے۔ مال کا بڑا عاشق ہے۔ مسلمان قوم کی ذلت کا ایک سبب مال کی محبت بھی ہے۔

ابو داؤد شریف میں روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک زمانہ آئے گا کافر تمھیں کھانے کے لیے ایک دوسرے کو دعوت دیں گے جیسے دستر خوان پر کھانا لگا دیا گیا ہو تو کھانے والوں کو بلایا جاتا ہے آؤ بھائی! کھالو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا حضرت! کیا اُس وقت ہم تھوڑے ہوں گے کہ کافر ہمیں کھانے کے لیے ایک دوسرے کو دعوت دیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا بَلْ اَنْتُمْ كَثِيْرٌ "نہیں تم تھوڑے نہیں

ہو گے بلکہ تم بہت زیادہ ہو گے۔" حضرت جب ہم زیادہ ہوں گے تو پھر لوگ ہمیں کیسے کھائیں گے؟ فرمایا فِيكُمُ الْوَهْنُ "تمھارے اندر وھن ہوگا۔" وھن کا لفظی معنیٰ ہے کمزوری، سستی، یہ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سمجھتے تھے۔ مطلب نہ سمجھے۔ پوچھا وَمَا الْوَهْنُ يَارَسُوْلَ اللهِ ﷺ! حضرت وھن کیا ہوتا ہمیں سمجھ نہیں آئی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حُبُّ الدُّنْيَا وَ كَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ "دنیا کی محبت اور موت سے ڈرنا۔" جس وقت یہ دو بیماریاں تمھارے اندر آجائیں گی کافر تمھیں کھانے کے لیے ایک دوسرے کو دعوت دیں گے۔ آج ہماری یہی کیفیت ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے مستدرک حاکم میں۔ آج سے تیس چالیس سال پہلے پڑھی پر ہمیں سمجھ نہیں آتی تھی۔ حدیث صحیح سند کے ساتھ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایک وقت آئے گا آل عراق پر عجمی لوگ پابندیاں لگائیں گے، دانہ پانی کوئی چیز نہ پہنچے۔ سمجھ نہیں آتا تھا کہ عراق مستقل ملک ہے عجمیوں کو کیا مصیبت پڑی ہے ان پر دانہ پانی بند کرنے کی؟ مگر اب اس وقت عراق پر انتیس حکومتوں نے حملہ کیا ہے اور اُن میں ہماری مہربان حکومت بھی شامل ہے۔ باقاعدہ ہمارے جہاز اور پائلٹ بھی ان میں شامل ہیں۔ اب عراق والوں کو خوراک پہنچانا بھی منع ہے اور دوائیں پہنچانا بھی منع ہے۔

اسی حدیث میں ہے کہ پھر شام پر پابندیاں لگیں گی۔ انھوں نے پوچھا وہ کون کرے گا؟ فرمایا الرّوم۔ وہ عیسائی کریں گے، امریکی کریں گے۔ شامیوں کے دانے پانی کے بند ہونے کا وقت بھی آنے والا ہے۔ عراق میں تو تم چھ سال سے دیکھ رہے ہو کہ بچے بھوکے مر رہے ہیں، دوائیاں بھی نہیں پہنچ رہیں۔ وہ خود دار اور جفاکش لوگ ہیں اس

لیے زندہ ہیں ورنہ ان ظالموں نے زندگی کی کوئی رمق نہیں چھوڑی۔

اَفَلَا یَعْلَمُ کیا پس نہیں جانتا انسان اِذَا بُعْثِرَ مَا فِی الْقُبُوْرِ جب کریدا جائے گا، نکال دیا جائے گا جو قبروں میں ہے۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام بگل پھونکیں گے سارے قبروں سے نکل آئیں گے وَحُصِّلَ مَا فِی الصُّدُوْرِ اور ظاہر کر دیا جائے گا جو کچھ سینوں میں ہے۔ دل کے جھوٹے سچے راز سب نکل آئیں گے اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ یَوْمَئِذٍ لَّخَبِیْرٌ بے شک اُن کا رب اُن کے بارے میں اُس دن خبر رکھنے والا ہوگا۔ یعنی نتیجہ سامنے آجائے گا۔ آج بھی اللہ تعالیٰ خبر دار ہے مگر آج کی خبر کا پورا نتیجہ سامنے نہیں آتا۔ اس دن رب کی خبر کا پورا نتیجہ نکلے گا اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

تفسیر

سُوۡرَةُ الۡقَارِعَةُ

(مکمل)

جلد ۲۱

ایاتها ۱۱ ۱۰۱ سُوْرَةُ الْقَارِعَةِ مَكِّيَّةٌ ۳۰ رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْقَارِعَةُ ۝۱ مَا الْقَارِعَةُ ۝۲ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝۳ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۝۴ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ۝۵ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝۶ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝۷ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝۸ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۝۹ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ۝۱۰ نَارٌ حَامِيَةٌ ۝۱۱ ع ۱۱ ۲۶

اَلْقَارِعَةُ کھٹکھٹا دینے والی مَا الْقَارِعَةُ کیا ہے کھٹکھٹا دینے والی وَمَآ اَدْرٰىكَ اور آپ کو کس نے بتلایا مَا الْقَارِعَةُ کیا ہے کھٹکھٹا دینے والی يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ جس دن ہو جائیں گے لوگ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ بکھرے ہوئے پتنگوں کی طرح وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ اور ہو جائیں گے پہاڑ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ (رنگ برنگ) دھنی ہوئی روئی کی طرح فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ پس بہر حال وہ جس کے اعمال بھاری ہوں گے فَهُوَ پس وہ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ پسندیدہ عیش میں ہوگا وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ اور بہر حال وہ جس کے اعمال ہلکے ہوں گے فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ پس اُس کا ٹھکانا دوزخ ہوگا وَمَآ

اَدْرٰىكَ اور آپ کو کس نے بتلایا مَاهِيَهْ کیا ہے وہ ہاویہ نَارٌ حَامِيَةٌ آگ ہے بھڑکتی ہوئی۔

نام اور کوائف :

قرآن کریم میں قیامت کے بہت سے نام آئے ہیں۔ قیامت، آخرت، الطّامہ، آزفہ، غاشیہ، الحاقہ۔ ان ناموں میں سے ایک قارعہ بھی ہے۔ اس سورت کا نام بھی قارعہ ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ نازل ہونے کے اعتبار سے اس کا تیسواں ﴿۳۰﴾ نمبر ہے۔ اس سے پہلے انتّیس ﴿۲۹﴾ سورتیں نازل ہو چکی تھی۔

قَرَع کا معنیٰ ہے کھٹکھٹانا۔ کسی چیز کو کسی چیز پر ماریں تو اس سے جو آواز پیدا ہوتی ہے اُسے کھڑکھڑاہٹ کہتے ہیں۔ قیامت کا نام قارعہ اس لیے ہے کہ جب قیامت برپا ہوگی تو ہر چیز آپس میں ٹکرائے گی تو بڑا کھڑاک ہوگا۔ پہاڑ آپس میں ٹکرائیں گے، مکان ٹکرائیں گے، درخت ٹکرائیں گے۔ جیسے آج کل کوئی معمولی سی چیز دوسری کے ساتھ ٹکرائے تو دھماکا ہوتا ہے۔ گاڑی، گاڑی سے ٹکرائے تو کتنا دھماکا ہوتا ہے پہاڑ تو آخر پہاڑ ہیں۔ عجیب قسم کا منظر ہوگا۔

تو فرمایا اَلْقَارِعَةُ کھڑکھڑانے والی مَا الْقَارِعَةُ کیا ہے کھڑکھڑانے والی وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ اور آپ کو کس نے بتلایا کہ کیا ہے کھڑکھڑانے والی؟ ایک دھماکہ تو اس وقت ہوگا جب دنیا فنا ہوگی۔ پہاڑ، پہاڑ سے، درخت، درخت سے، دیوار، دیوار سے، ٹیلے، ٹیلے سے ٹکرائیں گے۔ پھر دوسری مرتبہ بگل پھونکی جائے گی، ساری کائنات میدان محشر میں جمع ہو جائے گی۔ اس وقت کیا حال ہوگا؟ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ جس دن ہو جائیں گے لوگ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ بکھرے

ہوئے پتنگوں کی طرح۔ جیسے پروانے بکھرے ہوتے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخری انسان تک سب جمع ہوں گے۔ وہ کتنی بڑی جگہ ہوگی؟

بقول ابن العربی رحمہ اللہ آخری انسان کی پیدائش چین میں:

شیخ اکبر ابن العربی رحمہ اللہ بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ وہ اپنا کشف بیان فرماتے ہیں کہ مجھے کشف میں یہ بات بتلائی گئی ہے کہ آخری انسان چین میں پیدا ہوگا۔ اس کے بعد کسی انسان کے ہاں پیدائش نہیں ہوگی تیس سال لوگ شادیاں بھی کریں گے لیکن اولاد کسی کے ہاں نہیں ہوگی۔ یہ قیامت سے پہلے قیامت کی ایک نشانی ہوگی۔

تو خیر سارے انسان، جنات، حیوان، فرشتے، مچھلیاں وغیرہ جو بھی مخلوق ہے وہ ساری اکٹھی ہوگی۔ عجیب قسم کا منظر ہوگا۔ بے ہنگم، بے ترتیب، جیسے پروانے ہوتے ہیں یہ کیفیت ہوگی وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ اور ہو جائیں گے پہاڑ دھنی ہوئی روئی کی طرح۔ وہ بلند و بالا پہاڑ کہ ان پر چڑھنے سے بعض دفعہ جان چلی جاتی ہے دھنی ہوئی روئی کی طرح اُڑتے پھر رہے ہوں گے فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ پس بہر حال وہ جس کے اعمال کے ترازو بھاری ہوں گے فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ پس وہ پسندیدہ عیش میں ہوگا، مزے کر رہا ہوگا وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ اور بہر حال وہ جس کے اعمال کے ترازو ہلکے ہوں گے فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ پس اُس کا ٹھکانا دوزخ ہوگا۔ اسلامی عقائد میں سے ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ قیامت والے دن نیکی اور بدی کا ترازو میں تُلنا حق ہے۔ میدان محشر حق ہے، پل صراط حق ہے، جنت، دوزخ حق ہے، اللہ تعالیٰ کی عدالت کا قائم ہونا حق ہے۔

اعمال کا تلنا حق ہے اور معتزلہ کا رد :

معتزلہ ایک فرقہ ہے اور وہ اپنے آپ کو مسلمان کہلاتا ہے۔ اُن میں بڑے بڑے فاضل گزرے ہیں۔ وہ ترازو کا انکار کرتے ہیں کہ اعمال ترازو میں تلیں گے۔ وہ کہتے ہیں کہ میزان کا مطلب ہے عدل وانصاف ہوگا۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم ترازو تسلیم کرلیں، نیکیوں اور بدیوں کا تلنا تسلیم کرلیں تو معاذ اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ کی جہالت لازم آتی ہے۔ تولتا تو وہ ہے جس کو علم نہ ہو۔ رب تعالیٰ کے علم میں تو سب کچھ ہے۔ اہل حق کہتے ہیں کہ رب تعالیٰ کی جہالت لازم نہیں آتی۔ کیوں کہ رب تعالیٰ نے اپنے علم کے لیے نہیں تولنا بلکہ بندوں کو بتلانا ہے کہ تمھاری نیکیاں اتنی ہیں اور بدیاں اتنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو علیم بالذات الصدور ہے۔ اس پر جہالت لازم نہیں آتی۔ جہالتُ الصَّید لازم آتی ہے تول کر بندوں کو دکھانا ہے کہ اپنی نیکیاں اور بدیاں دیکھ لو۔ اس کے مطابق تمھارا نتیجہ بولا جائے گا۔

پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ ہمارے افعال اور اقوال اعراض کی قسم سے ہیں جواہر نہیں ہیں۔ عرض وہ شے ہوتی ہے جس کا اپنا وجود نہیں ہوتا وہ دوسری شے کے ساتھ قائم ہوتی ہے۔ جیسے سفیدی کپڑے کے ساتھ قائم ہے کپڑے سے الگ قائم نہیں ہوسکتی۔ قول، یہ زبان کے ساتھ قائم ہے، عمل بدن کے ساتھ قائم ہے۔ اس کا علیحدہ وزن کیسے ہوگا؟ اہل حق فرماتے ہیں کہ جو چیزیں اس جہان میں اعراض ہیں وہ اُس جہان میں اجسام ہوں گی، ان کے جسم ہوں گے۔

معراج کی رات حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ملاقات ہوئی تو انھوں نے دو پیغام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت تک

پہنچائے۔ایک یہ کہ اِقْرَأْ اُمَّتِیْ اُمَّتَكَ السَّلَامَ "میری طرف سے اپنی امت کو میرا اسلام دے دینا۔" جواب میں کہہ دو عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَ عَلٰی نَبِیِّنَا وَ عَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ۔

اور دوسرا پیغام یہ پہنچانا کہ جنت کی زمین بالکل چٹیل میدان ہے طَیِّبَةُ الْاَرْضِ عَذْبَةُ الْمَاءِ "زرخیز زمین ہے، پانی بہت عمدہ ہے۔اس کے لیے درخت تم نے دنیا سے لانے ہیں۔" وہ کیا ہیں؟ ایک دفعہ کہو سبحان اللہ! ایک درخت لگ گیا، ایک دفعہ پڑھو الحمد للہ! ایک درخت لگ گیا، ایک دفعہ کہو اللہ اکبر! ایک درخت لگ گیا، ایک دفعہ پڑھو لا الہ الا اللہ ایک درخت لگ گیا۔اس جہان میں ایک کلمے کی دس نیکیاں ملتی ہیں ایک صغیرہ گناہ مٹ جاتا ہے اور ایک درخت جنت میں لگ جاتا ہے۔انسان جتنی زیادہ تسبیحات اس دنیا میں کرے گا اتنے زیادہ درخت جنت میں لگیں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار کلمے اللہ تعالیٰ کو بہت پیارے ہیں سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔اور بخاری شریف کی آخری روایت ہے كَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ "اللہ تعالیٰ کو دو کلمے بہت پیارے اور محبوب ہیں زبان پر بڑے ہلکے ہیں یاد کرنے میں کوئی وقت نہیں لگتا اور پڑھنے میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی ترازو میں بڑے بھاری ہیں۔قیامت والے دن ان کو تولا جائے گا تو بڑا وزن ہوگا۔ایک کلمہ سبحان اللہ وبحمدہ اور دوسرا سبحان اللہ العظیم۔" اِس جہان میں تو یہ قول ہیں اُس جہان میں درخت ہوں گے۔کیوں کہ اِس جہان کا معاملہ اور ہے اور اُس جہان کا معاملہ اور ہوگا۔

پھر اب تو اعراض بھی تلتے ہیں۔ ڈاکٹر بتا دیتے ہیں کہ اتنے درجے کا بخار ہے، ہوا بھی تلتی ہے تم کہتے ہو اتنے پونڈ ہوا بھر دو۔ لہٰذا اعمال کا تلنا حق ہے اور کئی خوش قسمت ایسے بھی ہوں گے کہ وہ بے حساب و کتاب جنت میں جائیں گے۔

بغیر حساب و کتاب جنت میں جانے والے خوش نصیب :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے ستر ہزار لوگ بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے۔ پوچھا گیا وہ کون لوگ ہوں گے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا هُمُ الَّذِينَ "وہ وہ لوگ ہوں گے لَا يَسْتَرْقُوْنَ جو دم جھاڑ نہیں کروائیں گے نہ غلط قسم کے تعویذ کرائیں گے نہ غلط قسم کا دم کرائیں گے۔ اور لَا يَكْتَوُوْنَ بلا وجہ بدن میں داغ نہیں لگوائیں گے لَا يَتَطَيَّرُوْنَ بدفالی حاصل نہیں کریں گے کہ کوئی عورت گھر آگئی اور یہ قدرتاً بیمار ہو گیا تو کہا کہ فلانی آئی تھی اس نے بیمار کر دیا۔ یہ شرک کی جڑ ہے۔ اور چوتھا فرمایا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ اور اپنے رب کی ذات پر توکل کرتے ہیں۔" (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ) اس روایت سے معلوم ہوا کہ ستر ہزار آدمی بغیر حساب کتاب کے جنت میں جائیں گے۔

بڑی خوشی کی بات ہے مگر سوال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت تو بہت زیادہ ہے اس میں سے صرف ستر ہزار بغیر حساب کتاب کے جنت میں چلے جائیں تو یہ کوئی خاص فضل تو نہ ہوا۔ یہ تو آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں۔ روایات صحیح ہیں۔ ان میں ایک روایت ہے عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ والی اور دوسری روایت ہے ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے۔ اور تیسری روایت ہے عُتبہ سُلمی رضی اللہ عنہ سے۔ سند کے لحاظ سے یہ روایات صحیح ہیں۔ ان

میں آتا ہے کہ یہ جو ستر ہزار بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہوں گے مَعَ كُلِّ رَجُلٍ اَلْفٍ سَبْعُوْنَ اَلْفًا "ان میں سے ہر ہزار کے ساتھ ستر ستر ہزار ہوں گے۔" اس کا حساب تم خود کر لینا کہ کتنے بنتے ہیں۔

اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے صحیح سند کے ساتھ کہ ان میں سے ایک ایک کے ساتھ ستر، ستر ہزار ہوں گے۔ اور حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بھی ہے وَثَلٰثُ حِثْيَاتٍ مِنْ حِثْيَاتِ رَبِّيْ "اور رب تعالیٰ کے تین چلو بھی ہوں گے۔ یہ بھی بغیر حساب کتاب کے جنت میں جائیں گے۔" عقیدہ صحیح ہو تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بڑی امید ہے، بڑی گنجائش ہے۔

تو ایسے بھی ہوں گے جو بغیر حساب کتاب کے جنت میں جائیں گے اور ایسے بھی ہوں گے جن کی نیکیوں اور بدیوں کو تولا جائے گا۔

ایک نیکی سب بدیوں پر بھاری :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک آدمی ہوگا اس کی نیکیوں کی طرف ایک پرچی ہوگی بِطَاقَةٌ اور برائیوں کے ننانوے رجسٹر ہوں گے۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے تیری نیکی اور بدی کا وزن ہوگا۔ وہ بندہ عرض کرے گا اے پروردگار! مَا هٰذِهِ الْبِطَاقَةُ مَا هٰذِهِ السِّجِلَّاتُ "اس پرچی کی ننانوے رجسٹروں کے سامنے کیا حیثیت ہے؟" رب تعالیٰ فرمائیں گے میرا قانون ہے نیکی اور بدی کا وزن ہوگا۔ وہ کہے گا پروردگار! مخلوق کے سامنے مزید شرمندہ نہ کریں جو آپ کا قانون ہے وہ میرے سر آنکھوں پر۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے نہیں وزن ہوگا۔

چنانچہ ترازو کے ایک پلڑے میں وہ پرچی رکھی جائے گی اور دوسرے پلڑے

میں ننانوے رجسٹر رکھے جائیں گے مگر پرچی والا پلڑا بھاری ہوگا۔ وہ کہے گا اے پروردگار! یہ میری کون سی نیکی ہے جو اتنے رجسٹروں پر بھاری ہوگئی ہے؟ تو رب تعالیٰ اسے دکھائیں گے۔ اس میں لکھا ہوا ہوگا اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان محمدًا عبده ورسوله ۔ یعنی اس کے پاس صرف عقیدے والی نیکی ہوگی۔ لیکن کسی مغالطے میں نہ آنا کہ چلو بھائی جتنے گناہ کرتے پھریں ایک دفعہ کلمہ شہادت پڑھ لیتے ہیں۔

یاد رکھنا! یہ اُس آدمی کی بات ہے جس کی ساری زندگی کفر شرک میں گزری اور مرنے سے پہلے اس کو صرف اتنا موقع ملا کہ وہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگیا اور مزید کسی نیکی کا موقع نہیں ملا اور فوت ہوگیا۔ لہٰذا کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہونا کہ اکسیرِ اعظم کا نسخہ مل گیا ہے کلمہ شہادت پڑھ لو یہ سارے گناہوں پر بھاری ہے۔ یہ پیدائشی مسلمانوں کے لیے نہیں ہے کہ بُرائیاں کریں، بدمعاشیاں کریں اور محض کلمہ شہادت جنازے کے ساتھ پڑھنے سے بیڑا پار ہوجائے گا۔

تو فرمایا بہرحال جس کے موازین ہلکے ہوئے فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ پس اُس کا ٹھکانا دوزخ ہوگا۔ اور اُمّ کا ایک معنیٰ اُمّ دماغ بھی کرتے ہیں۔ سر میں جو مغز ہے آدمی کو جب دوزخ میں پھینکا جائے گا تو الٹا کر کے نیچے گرایا جائے گا، سر کے بل گرایا جائے گا۔ تو سب سے پہلے اس کا دماغ جا کر لگے گا۔ اور دوسرا معنیٰ کرتے ہیں ٹھکانا۔ جیسے چھوٹے بچوں کا ٹھکانا ماں کی گود ہوتی ہے اس کا ٹھکانا دوزخ ہوگا۔

وَمَآ أَدْرٰىكَ مَاهِيَهْ اور آپ کو کس نے بتلایا کہ وہ ہاویہ کیا ہے نَارٌ حَامِيَةٌ آگ ہے بھڑکنے والی۔ یہ دنیا کی آگ ہم برداشت نہیں کر سکتے۔ اس میں

لوہے تک ہر چیز پگھل جاتی ہے۔ دوزخ کی آگ اس سے انہتر گنا تیز ہوگی۔ اللہ تعالیٰ تمھیں صحیح ایمان، اعتقاد اور عمل کی توفیق عطا فرمائے اور اس سے محفوظ رکھے۔ اور اللہ تعالیٰ میزان کے موقع پر اپنے فضل و کرم سے ہمیں کامیاب فرمائے، عذاب قبر سے بچائے اور صحیح سالم پل صراط سے گزار دے اور جنت میں پہنچادے۔

[امین]

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

تفسیر

سُورَۃُ التَّکَاثُر

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتھا ۸ | ۱۰۲ سُوْرَةُ التَّكَاثُرِ مَكِّيَّةٌ ۱۶ | رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۝۱ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝۲ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝۳ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝۴ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝۵ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۝۶ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۝۷ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۝۸

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ غافل کر دیا تمھیں کثرت نے حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ یہاں تک کہ تم نے زیارت کی قبروں کی كَلَّا خبردار سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ عن قریب تم جان لو گے ثُمَّ كَلَّا پھر خبردار سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ عن قریب تم جان لو گے كَلَّا خبردار لَوْ تَعْلَمُوْنَ اگر تم جان لو عِلْمَ الْيَقِيْنِ یقینی طور پر جاننا لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ البتہ ضرور دیکھو گے تم دوزخ کو ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا پھر البتہ تم دیکھو گے اس کو عَيْنَ الْيَقِيْنِ یقین کی آنکھ سے ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ پھر البتہ پوچھا جائے گا تم سے يَوْمَئِذٍ اُس دن عَنِ النَّعِيْمِ نعمتوں کے بارے میں۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام سورۃ التکاثر ہے۔ پہلی ہی آیت کریمہ میں تکاثر کا لفظ موجود ہے جس سے اس کا نام لیا گیا ہے۔ یہ سورت سولھویں ﴿۱۶﴾ نمبر پر نازل ہوئی ہے۔ اس سے پہلے پندرہ ﴿۱۵﴾ سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ یہ سورت بھی مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس کا ایک رکوع اور آٹھ ﴿۸﴾ آیتیں ہیں۔

اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی کمزوری کا ذکر فرمایا ہے۔ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ غافل کر دیا تمھیں رب کی بندگی سے، عبادت سے اور اطاعت سے کثرت نے۔ کوئی کہتا ہے میرے پاس مال زیادہ ہے، کوئی کہتا ہے میرے پاس اولاد زیادہ ہے، کوئی کہتا ہے میری پارٹی بڑی ہے، کوئی کہتا ہے میرے پاس کارخانے زیادہ ہیں۔ یہ کثرت کا اظہار تمھیں لے ڈوبا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لَا اَخْشٰی عَلَیْکُمُ الْفَقْرَ "میں تمھارے فقیر ہونے سے نہیں ڈرتا۔" مالی لحاظ سے غریب اور کمزور ہو گے تو تمھارا دین تو قائم رہے گا۔ مجھے خدشہ یہ ہے کہ تُقْسِطُ عَلَیْکُمُ الدُّنْیَا "تم پر دنیا پھیلائی جائے گی۔" دولت زیادہ ہو گی تو تم میں سے گمراہ زیادہ ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا صحیح فرمایا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے بَدَءَ الْاِسْلَامُ غَرِیْبًا وَ سَیَعُوْدُ اِلَی الْغُرَبَاءِ فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَاءِ "اسلام کی ابتدا غریبوں میں ہوئی اور غریبوں میں ہی رہے گا میری طرف سے غریبوں کو مبارک باد ہے۔" آج بھی دین غریبوں میں ہے۔ امیروں میں سو میں سے ایک دو نکلیں گے جو صحیح معنیٰ میں امیر ہیں۔ امیر لوگوں کو دین کے

ساتھ کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ دین کے ساتھ وہی لوگ ہیں جن کو رب تعالیٰ نے غریب رکھا ہے۔ عموماً مال آدمی میں بے راہ روی اور سرکشی پیدا کرتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ ﴿الشوریٰ: ۲۷﴾

"اور اگر اللہ تعالیٰ کشادہ کر دے روزی اپنے بندوں کے لیے تو البتہ سرکشی کریں زمین میں۔"

روز بہ روز یہی فکر ہے کہ اور بڑھے، اور بڑھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَوْ كَانَ لِاِبْنِ اٰدَمَ وَادِيَانِ مِنْ ذَهَبٍ لَابْتَغٰى ثَالِثًا "اگر ہوں انسان کے لیے دو میدان سونے کے بھرے ہوئے تو سیر نہیں ہوگا تیسرے میدان کی تلاش میں ہوگا وَلَا يَمْلَأُ جَوْفَ ابن ادم اِلَّا التُّرَابُ آدمی کے پیٹ کو صرف قبر کی مٹی ہی بھرتی ہے۔" کہتا ہے مَالِي مَالِي "میرا مال، میرا مال" اے بندے! تیرا کیا ہے؟ تیرا مال وہی ہے جو تو نے کھالیا، پی لیا، پہن لیا یا اپنے ہاتھ سے دے چکا ہے، خیرات کی ہے۔ باقی تو وارثوں کا ہے۔

ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کون سا ایسا آدمی ہے جس کو اپنے وارثوں کا مال زیادہ عزیز ہو اپنے مال سے۔ کہنے لگے حضرت! ایسا آدمی تو ہم میں سے کوئی نہیں ہے۔ فرمایا تم سارے ہو۔ کیوں کہ جس مال کو تم سنبھالے پھرتے ہو وہ تمھارا نہیں ہے تمھارے عزیزوں کا ہے جس کے لیے تم پاپڑ بیلتے ہو۔ سچ جھوٹ کو خلط ملط کرتے ہو وہ تمھارا نہیں ہے تمھارے وارثوں کا ہے۔ پھر اگر وارث نیک ہیں، کھائیں گے، نمازیں پڑھیں گے، روزے رکھیں گے تو تمھیں بھی ثواب ملے گا اور اگر پسماندگان معاذ اللہ بُرے ہیں، بے نماز، روزے خور، جوا کھیلنے والے، نشہ کرنے والے، تو تمھیں قبر

میں پڑے ہوئے بھی سزا ہوگی کہ یہ تمھارا مال کھا کر بداعمالیاں کر رہے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قبر تک بندے کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں۔ دو واپس آجاتی ہیں ایک ساتھ رہتی ہے۔ ایک تو عزیز رشتہ دار جنازے کے ساتھ جاتے ہیں، واپس آجاتے ہیں چاہے کتنے قریبی کیوں نہ ہوں ساتھ جانے کے لیے کوئی تیار نہیں ہے۔ ماں جو کہتی ہے بیٹے میں تجھ پر قربان! وہ بھی ساتھ نہیں جاتی۔ پشتو کی کہاوت ہے کہ ماں کہتی تھی اپنے بیٹے کو:

"زہ پُرتا قربایم"

"میں تجھ پر قربان۔" بیٹے کو تیز بخار چڑھ گیا اور بہ ظاہر مایوسی ہوگئی کہ نہیں بچے گا۔ نیم چاندنی رات تھی اتفاقاً بیل کھل کر اندر داخل ہوا۔ اس نے سمجھا کہ عزرائیل علیہ السلام آگئے ہیں۔ کہنے لگی اے عزرائیل علیہ السلام! "دہ جوڑ او نہ جوڑ فرق گواہ مامہ وڑہ۔" بیمار اور تن درست کا فرق کرنا کہیں مجھے نہ لے جانا۔

تو ساتھ کوئی نہیں جاتا۔ دوسرا: مال جاتا ہے۔ مال سے مراد چار پائی، چادر وغیرہ۔ وہ بھی واپس آجاتا ہے۔ تیسری ساتھ جانے والی چیز ایمان اور عمل ہے۔ اس کا ہمیں خیال ہی نہیں ہے۔

شانِ نزول :

تو فرمایا تمھیں غفلت میں ڈال دیا کثرت نے حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ یہاں تک کہ تم نے زیارت کی قبروں کی۔ تفسیر کبیر میں واقعہ نقل کیا ہے کہ مکہ مکرمہ میں دو برادریاں تھیں۔ بنو عبد مناف اور بنو سہم۔ یہ آپس میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ ایک برادری نے کہا ہم زیادہ ہیں۔ دوسروں نے کہا ہم زیادہ ہیں۔ اس پر اختلاف ہوگیا۔ سمجھ

دار آدمیوں نے کہا کہ جھگڑا نہ کرو ایک شہر میں رہنے والے ہو مردم شماری کر لو۔ مردم شماری کی گئی تو بنو عبد مناف کے افراد بڑھ گئے۔ اُنھوں نے نعرے بازی کی، خوشی منائی کہ ہم زیادہ ہیں۔ بنو سہم کو بڑا صدمہ ہوا کہ ہم تھوڑے نکلے۔ بنو سہم نے کہا کہ قبروں کو بھی شمار کرو۔ چنانچہ قبرستان گئے تو بنو سہم کے مردے زیادہ نکلے۔ اُنھوں نے وہاں نعرے بازی کی، خوشی منائی کہ ہم زیادہ ہیں۔ تو فرمایا تمھیں غفلت میں ڈال دیا کثرت نے یہاں تک کہ تم نے قبروں کی زیارت کی یعنی مُردوں کو بھی مردم شماری میں شامل کیا۔

(اور دوسرے حضرات فرماتے ہیں اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ کثرت کے اظہار نے تمھیں غفلت میں ڈالا حتیٰ کہ تم نے مقابر کی زیارت کی۔ یعنی دنیا میں انھی چیزوں میں مگن رہے اور پھر مر گئے تم اور قبروں تک پہنچ گئے۔)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا يَهْرَمُ ابْنُ اٰدَمَ وَيَشِبُّ خَصْلَتَانِ "آدمی بوڑھا ہو جاتا ہے اور دو خصلتیں اس میں جوان رہتی ہیں اَلْحِرْصُ عَلَى الْمَالِ وَالْحِرْصُ عَلَى الْعُمُرِ جوں جوں بڑا ہوتا ہے مال کی حرص بڑھ جاتی ہے اور دوسری عمر کی۔" چاہے جتنی عمر ہو جائے چاہے گا مجھے اور عمر مل جائے۔

شاہ پور کھیالی میں ایک بابا ہوتا تھا ایک سو پانچ سال اس کی عمر تھی۔ بات کرتا تو کہتا تھا کہ جتنی میری عمر گزری ہے معلوم نہیں اتنی اور ہے یا نہیں مگر بات میں سچی کرتا ہوں۔ ایک سو پانچ سال کھا کر بھی وہ سیر نہیں ہوا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا حضرت! کون سا آدمی اچھا ہے۔ فرمایا مَنْ طَالَ عُمُرُهٗ وَحَسُنَ عَمَلُهٗ "جس کی عمر زیادہ ہو اور اس کے عمل اچھے ہوں۔" حضرت! اَيُّ النَّاسِ شَرٌّ برا آدمی کون سا ہے؟ فرمایا مَنْ طَالَ عُمُرُهٗ وَسَاءَ

عَمَلُهٗ "جس کی عمر زیادہ ہو اور اس کے عمل بُرے ہوں۔" ایک وہ زمانہ تھا کہ جب کسی آدمی کی ڈاڑھی میں سفید بال آجاتا تھا یا سر میں ایک بال سفید آجاتا تھا تو اس میں انقلاب پیدا ہو جاتا تھا کہ اب میں گیا کہ نذیر، ڈرانے والی چیز آگئی ہے۔ میری موت قریب ہے۔ (اور اب سارے جسم کے بال بھی سفید ہو جائیں پھر بھی کوئی پروا نہیں ہے۔) اور معاف رکھنا! ہم مکمل سفید ہو جائیں پھر بھی نہیں بدلتے۔ نہ آج ہمارا اچھا ہے اور نہ کل آنے والا اچھا ہو گا۔

فرمایا كَلَّا خبردار سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ عن قریب تم جان لو گے۔ آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے جنت بھی سامنے، دوزخ بھی سامنے۔ دنیا کا سارا نشہ اتر جائے گا۔ آج ہم دنیا کے نشے میں ہیں۔ جس طرح بے ہوش کر کے آپریشن کرتے ہیں اس وقت پتا نہیں چلتا میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ جب نشہ اُترتا ہے اور ہوش آتا ہے تو پھر پتا چلتا ہے کہ میرا بازو کٹ چکا ہے، ٹانگ کٹ چکی ہے، پیٹ چیرا گیا ہے۔ پھر درد بھی ہوتا ہے۔ آج ہم دنیا کے نشے میں ہیں آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے نشہ اُتر جائے گا اور سب کیا دھرا سامنے آجائے گا۔

فرمایا ثُمَّ كَلَّا پھر خبردار سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ عن قریب تم جان لو گے كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ خبردار اگر تم جان لو یقینی طور پر جاننا لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ البتہ تم ضرور دیکھو گے دوزخ کو، آگ کے شعلوں کو۔ وہ آگ جو دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہے ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ پھر البتہ تم ضرور دیکھو گے اس کو یقین کی آنکھ سے۔

علم کے تین درجات :

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے تصوف پر ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام ہے "معارف لَدُنِّیَہ" اس میں وہ فرماتے ہیں کہ علم کے تین درجے ہیں، علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین۔

علم الیقین اُسے کہتے ہیں کہ سچا آدمی کوئی بات کہے مثلاً ایک آدمی نے کہا کہ آگ جلا دیتی ہے اور آپ نے آگ کو جلاتے ہوئے دیکھا نہیں لیکن بتانے والے کی سچائی کا آپ کو علم ہے کہ وہ جھوٹ نہیں بولتا۔ تو یہ علم الیقین ہے۔ کہ جس طرح اس نے کہا ہے ایسا ہی ہے۔

اور عین الیقین یہ ہے کہ آپ آگ کو جلاتے ہوئے دیکھیں کہ وہ چیزیں جلا رہی ہے۔ اور آپ چیزوں کو جلتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔ تو یہ علم الیقین ہے۔

اور حق الیقین یہ ہے کہ آپ کے بدن کا کوئی حصہ آگ میں جل جائے۔ پھر اس سے آگے علم کا کوئی مرتبہ نہیں ہے۔

فرمایا تمھیں یہ ساری باتیں حق الیقین کے طور پر حاصل ہو جائیں گی کہ رب تعالیٰ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ حق ہے۔ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ پھر تم سے البتہ پوچھا جائے گا اُس دن نعمتوں کے بارے میں۔ اللہ تعالیٰ نے وجود دیا، کان دیئے، آنکھیں دیں، دل دیا، ہاتھ پاؤں دیئے، صحت دی۔ ان کے بارے میں سوال ہوگا کہ ان کو کہاں خرچ کیا، ان سے کیا کام لیا؟ سورت بنی اسرائیل آیت نمبر ۳۶ میں ہے اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا " کان، آنکھ، دل، ان سب چیزوں کے بارے میں سوال ہوگا۔" اللہ تعالیٰ نے مال دیا، صحت دی، فراغت دی، ان

کے بارے میں سوال ہوگا کہ یہ چیزیں تم نے کہاں استعمال کیں۔ پہلے لوگ اچھے تھے دنیا اُن کی اگرچہ تنگ تھی لیکن آخرت آسان تھی۔ ہم جتنے آرام میں ہیں یقین جانو! آخرت میں اتنے تنگ ہوں گے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے جتنی سہولتیں عطا فرمائی ہیں اتنا شکر ادا نہیں کرتے۔ حالانکہ قیامت والے دن ان نعمتوں کے بارے میں سوال ہوگا۔

ترمذی شریف کی روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیویوں سے پوچھا کہ گھر میں کھانے کی کوئی چیز ہے؟ کہنے لگیں کوئی چیز نہیں ہے۔ بھوک نے بے تاب کیا تو مسجد میں جا بیٹھے۔ تھوڑی دیر ہوئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی آ گئے۔ تھوڑی دیر بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی آ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کیسے آئے ہو؟ کہنے لگے حضرت بھوک نے بے تاب کیا تو باہر آ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایسی ہی بھوک نے مجھے گھر سے نکالا ہے۔ فرمایا اچھا چلو! تینوں ہستیاں چل پڑیں۔

حضرت ابو الہیثم انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے سامنے باغ تھا۔ باغ میں جا کر بیٹھ گئے۔ حضرت ابو الہیثم رضی اللہ عنہ ذرا مال دار تھے۔ ان کی بیوی نے دیکھا تو بڑی خوش ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے ہیں اور ساتھ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما بھی ہیں۔ خوش آمدید کہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ابو الہیثم کہاں ہیں؟ بیوی نے بتایا کہ پانی لینے کے لیے گئے ہیں ابھی آجاتے ہیں۔ تھوڑی دیرر کے بعد میں وہ آ گئے۔ دیکھ کر بڑے حیران اور خوش ہوئے کہ بزرگ ہستیاں میرے گھر آ گئی ہیں۔ کھجوروں کا گچھا لا کر سامنے رکھ دیا اور کہا کہ حضرت! میں بکری ذبح کرتا ہوں کہ آپ کے لیے کھانا تیار کرا کر لاتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اِیَّاکَ وَالْحُلُوْبَۃَ "دودھ والی بکری ذبح نہ کرنا۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دودھ والا جانور ذبح نہیں کرنا چاہیے اس لیے کہ اس

سے دودھ کی قلت پیدا ہوگی۔ اسی لیے فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے تصریح فرمائی ہے کہ دودھ والے جانور کی قربانی مکروہ ہے۔ وہ گئے، بکری ذبح کی، گوشت بنایا اور کھانا تیار کرا کے لے آئے۔ تینوں حضرات نے کھانا کھایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت والے دن تم سے اس نعمت کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ اس کا تم نے حق ادا کیا یا نہیں کیا۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم سے ضرور پوچھا جائے گا نعمتوں کے بارے میں۔ پھر بعض نادان ساتھی یہ سمجھتے ہیں کہ زبان سے الحمدللہ! کہہ دیا بس سارا شکر ادا ہو گیا۔ بھئی! نعمتوں کا فائدہ تو سارا بدن اُٹھائے اور شکریے کے لیے صرف دو تولے کی زبان ہلے۔ شکر ادا کرنے کا بہترین طریقہ نماز میں ہے کہ اس سے سارا جسم خدا کا شکر ادا کرتا ہے۔ جتنا شکر نماز کے ذریعے ادا ہوتا ہے اور کسی چیز سے ادا نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر کرو، موت کو نہ بھولو، قبر اور آخرت کی تیاری کرو۔ جنت دوزخ کو سامنے رکھو، پل صراط کو آنکھوں کے سامنے رکھو، میزان کو نہ بھولو اور غفلت میں زندگی نہ گزارو۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر

سُورَۃ العَصر

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتھا ۳ ﴿۱۰۳ سُوْرَةُ الْعَصْرِ مَكِّيَّةٌ ۱۳﴾ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالْعَصْرِ ① اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ② اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ③ ع ۲۸

وَالْعَصْرِ قسم ہے عصر کی اِنَّ الْاِنْسَانَ بے شک سارے انسان لَفِيْ خُسْرٍ البتہ گھاٹے میں ہیں اِلَّا الَّذِيْنَ مگر وہ لوگ اٰمَنُوْا جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کیے اچھے وَتَوَاصَوْا اور ایک دوسرے کو وصیت کرتے ہیں بِالْحَقِّ حق پر قائم رہنے کی وَتَوَاصَوْا اور ایک دوسرے کو وصیت کرتے ہیں بِالصَّبْرِ صبر کی۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام سورۃ العصر ہے۔ پہلی آیت کریمہ ہی میں عصر کا لفظ موجود ہے۔ جس سے اس کا نام لیا گیا ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس سے پہلے بارہ ﴿۱۲﴾ سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کا تیرھواں ﴿۱۳﴾ نمبر ہے۔ اس کا ایک رکوع اور تین آیات ہیں۔

قرآن کریم کی ایک سو چودہ ﴿۱۱۴﴾ سورتیں ہیں۔ ان میں سے تین سورتیں سب

سے مختصر ہیں۔ ایک سورۃ العصر ہے اور دوسری سورۃ الکوثر ہے اور تیسری سورۃ النصر ہے۔ ان کی تین، تین آیتیں ہیں۔ ان تین سورتوں کے سوا قرآن کریم میں کوئی ایسی سورت نہیں ہے جس کی تین آیتیں ہوں۔ فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ نماز میں کم از کم تین آیتیں پڑھے گا تو نماز صحیح ہوگی۔ یا ایک آیت کریمہ جو بقدر تین آیتوں کے لمبی ہو پڑھنی چاہیے، اکیلا پڑھے یا جماعت کرائے۔ قرآن کریم میں سب سے لمبی آیت کریمہ آیت تداین ہے اِذَاتَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی ﴿البقرہ: ۲۸۲﴾

سورۃ العصر کے بارے میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے روایات ذکر کی ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عموماً یہ معمول تھا کہ جب کوئی مجلس برخاست ہوتی اور گھروں کو جانا چاہتے تو ایک دوسرے کو یہ سورت سنا کر جاتے تھے۔ یعنی اس سورت میں جو مضمون ہے وہ سبق کے طور پر ایک دوسرے کو سناتے تھے کہ بھائی ان چیزوں کو یاد رکھو اور ان کی پابندی کرو۔ یہ سورت پڑھنے کے بعد السلام علیکم کہہ کر ایک دوسرے سے جدا ہوتے تھے۔

عصر کی مختلف تفسیریں:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالْعَصْرِ قسم ہے عصر کی۔ عصر کی مختلف تفسیریں بیان کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ عصر سے مراد زمانہ ہے۔ لیکن وہ زمانہ جو پہلے گزر چکا ہے اور دہر اس زمانے کو کہتے ہیں جو گزشتہ اور آئندہ پر حاوی ہو۔ تو عصر سے مراد گزشتہ زمانہ ہے۔ کیوں کہ گزرا ہوا زمانہ بندے نے خود دیکھا ہوتا ہے یا تاریخی واقعات سنے ہوتے ہیں لہٰذا ان حالات کے بارے میں کوئی شک اور تردد نہیں ہوتا۔ اور زمانے ہی میں ایمان، کفر، خیر، شر ہے۔ اور زمانہ ظرف ہے۔ تو معنیٰ ہوگا قسم ہے گزشتہ زمانے کی۔

دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ عصر سے عصر کا وقت مراد ہے۔ کیوں کہ عصر کے وقت

کی خاص اہمیت ہے۔اس وقت فرشتوں کی ڈیوٹی بدلتی ہے۔عصر کی نماز جب کھڑی ہوتی ہے تو صبح والے فرشتے چلے جاتے ہیں اور رات والے فرشتے آجاتے ہیں۔سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۳۸ میں ہے حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى "تمام نمازوں کی حفاظت کرو خصوصاً عصر کی نماز کی۔"

تیسری تفسیر یہ ہے کہ عصر کی نماز مراد ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مَنْ فَاتَتْهُ الصَّلٰوةُ الْعَصْرِ فَكَاَنَّمَا وُتِرَ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ "جس کی عصر کی نماز فوت ہوگئی یوں سمجھو کہ اس کے گھر کے سارے افراد مر گئے اور مال بھی سارا لوٹ لیا گیا۔" تصور کرو کہ جس کے گھر کے سارے افراد ختم ہو جائیں اور سارا مال بھی کوئی لے جائے تو کتنا صدمہ ہوگا؟ عصر کی نماز کے فوت ہونے کا کیا مطلب ہے؟ تو محدثین کا ایک گروہ کہتا ہے فوت ہونے کا معنیٰ ہے کہ اس نے بغیر کسی عذر کے جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھی۔ ایک تو عذر ہے کہ بیمار ہے، مسافر ہے۔تو جس شخص نے بغیر کسی عذر کے عصر کی نماز جماعت کے ساتھ نہیں پڑھی تو یوں سمجھو کہ اس کے گھر کے سارے افراد مر گئے اور اس کا سارا مال لوٹ لیا گیا۔

دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ نماز کے فوت ہونے سے مراد ہے نماز کا مستحب وقت فوت کر دیا کہ مستحب وقت میں نماز نہیں پڑھ سکا بغیر کسی مجبوری کے۔مسافر نہیں، بیمار نہیں ہے اور کوئی خاص وجہ نہیں ہے اور یہ مست ہو کر اپنے کاموں میں لگا رہا اور مستحب وقت میں نماز نہیں پڑھی تو یہ بھی گناہ ہے۔

کتاب الروح کا ایک عبرت ناک واقعہ :

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے کتاب الروح میں ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک بڑا نیک

آدمی تھا۔ بیوی بھی نیک۔ ایک بیٹی اور ایک بیٹا تھا وہ بھی نیک تھے۔ اچھے لوگوں کا گھرانا تھا۔ بزرگ فوت ہوگئے اور کچھ دنوں کے بعد نوجوان لڑکی بھی فوت ہوگئی۔ لوگ جب دفنا کے جانے لگے تو اس کی قبر سے آگ کے شعلے بھڑک اُٹھے۔ بیٹے نے گھر جا کر تلوار ہاتھ میں لی اور والدہ سے کہا کہ بتا میری بہن میں کیا عیب تھا؟ کیوں کہ اولاد کے عیب ماں باپ ہی جانتے ہیں۔ والدہ سمجھی کہ چند دن پہلے اس کا والد فوت ہوا ہے اور اب بہن فوت ہوگئی ہے بے چارے کا دماغی توازن قائم نہیں رہا اس لیے اس طرح کی باتیں کر رہا ہے۔ والدہ نے سمجھانا شروع کیا کہ بیٹے تیرا باپ تھا، میرا خاوند تھا، تیری بہن تھی میری بیٹی تھی، صدمہ مجھے بھی ہے صدمے کو صبر اور حوصلے کے ساتھ برداشت کیا جاتا ہے۔ بیٹے نے کہا امی! ایسی بات نہیں ہے سب نے مرنا ہے۔ مجھے یہ بتلاؤ کہ میری ہمشیرہ میں عیب کیا تھا کہ اس کی قبر سے آگ کے شعلے بھڑک اُٹھے ہیں؟ ماں نے کہا بیٹے! تیری ہمشیرہ میں کوئی عیب نہیں تھا۔ جب سے وہ جوان ہوئی نہ ہمارے گھر کوئی اجنبی آیا اور نہ ہی میں نے اس کو کسی رشتہ دار کے گھر جانے دیا۔ بس ایک عیب تھا کہ نماز لیٹ پڑھتی تھی مستحب وقت میں نہیں پڑھتی تھی۔

علمائے وقت سے پوچھا گیا تو اُنھوں نے بتایا کہ اس کا لیٹ نماز پڑھنا گناہ تھا۔ اور جو پڑھتے ہی نہ ہوں تو ان کا کیا حال ہوگا؟ یہ خود سوچ لیں۔ اور ضروری نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کا حال ہمیں بتلا دیں اور اگر ہم قبر کے حالات دیکھ لیں تو ہمارے لیے کھانا پینا مشکل ہو جائے اور دنیا کا سارا نظام معطل ہو جائے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس نے پردہ ڈالا ہوا ہے۔ تو عصر سے مراد زمانہ بھی ہے، نماز بھی ہے اور مستحب وقت بھی ہے۔

تو فرمایا قسم ہے عصر کی اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِیۡ خُسۡرٍ بے شک سارے انسان

البتہ گھاٹے میں ہیں۔ اس گھاٹے سے بچنے والے وہ ہیں جن میں چار خوبیاں ہیں۔
فرمایا اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مگر وہ لوگ جو ایمان لائے صحیح معنیٰ میں۔ یعنی جس کو قرآن ایمان کہتا ہے، حدیث ایمان کہتی ہے، فقہ اسلامی ایمان کہتی ہے۔ محض دعویٰ ایمان سے کچھ نہیں بنتا اور نہ کوئی فائدہ ہے۔

باطل فرقے :

دور جانے کی ضرورت نہیں ہے پاکستان ہی میں کتنے ہی باطل فرقے ہیں جو ایمان کے دعوے پر ڈٹے ہوئے ہیں کہ ہم مومن ہیں، مسلمان ہیں۔ حالانکہ نہ وہ از روئے قرآن مومن ہیں، نہ از روئے حدیث مومن ہیں اور نہ فقہ اسلامی کے لحاظ سے مومن ہیں۔ جیسے قادیانی ہیں، منکرین حدیث ہیں، ذکری فرقہ ہے، رافضیوں کو دیکھ لو، سر سے لے کر پاؤں تک شرک میں ڈوبے ہوؤں کو دیکھ لو۔ اسی طرح کمیونزم والے ہیں، سوشلزم والے ہیں۔ یہ سب اسلام سے خارج ہیں۔ مگر اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہیں۔ پرویزی پکے کافر ہیں ان کے کفر میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔

غلام احمد پرویز نت کلاں کا رہنے والا تھا۔ اس نے معارف القرآن تفسیر لکھی ہے چار جلدوں میں۔ وہ کہتا ہے کہ آج تک کوئی شخص پیدا ہی نہیں ہوا جس نے میری طرح قرآن سمجھا ہو۔ ساری زندگی انگریز کے بوٹ صاف کرتا رہا، انگریز کا ملازم تھا، کسی استاد سے قرآن شریف پڑھا نہیں اور دعویٰ کرتا ہے کہ میرے جیسا قرآن کسی نے نہیں سمجھا (بات تو اس کی ٹھیک ہے کہ جس طرح کا اس نے سمجھا ہے اس طرح کا تو کسی نے نہیں سمجھا اور نہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سمجھایا ہے۔ مرتب)

کہتا ہے کہ اگر سائنس یہ ثابت کردے کہ آدمی اپنے عنصر جسم کے ساتھ چند منٹ

میں چاند تک پہنچ سکتا ہے، آسمان تک پہنچ سکتا ہے میں پھر بھی ہرگز، ہرگز رسول اکرم کے معراج جسمانی کو تسلیم نہیں کروں گا۔ اُس وقت ابھی امریکہ نے خلائی جہاز نہیں چلائے تھے یہ اس سے پہلے کی بات ہے جب اس نے یہ بات تفسیر میں لکھی۔ یہ بے ایمان قرآن کا سب سے بڑا مفسر بنا بیٹھا ہے۔ یہ لوگ گھروں میں مفت رسالے تقسیم کرتے ہیں۔ ان سے بچو۔ لہٰذا جب تمھارے پاس کوئی کتاب آئے تو پوچھو یہ کتاب کس مسلک کی ہے، کس فرقے کی ہے۔ یہ باطل فرقے کتابیں اور رسالے تقسیم کرتے رہتے ہیں، احتیاط کرو۔ ایمان بچانا بہت ضروری ہے۔ کراچی میں ایک نیا فتنہ ڈاکٹر عثمان کا کھڑا ہوا ہے۔ یہ لوگوں کو مفت کتابیں اور رسالے بھیجتے ہیں ان سے ایمان کو بچاؤ۔

احمد رضا خان نے قرآن پاک کا ترجمہ کیا ہے جس کا نام ہے کنز الایمان۔ اُردو ترجموں میں اتنا غلط ترجمہ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں، باوضو ہوں میرے سامنے قرآن شریف ہے، قبر کے کنارے پر ہوں، خدا کو جواب دینا ہے، اتنا غلط ترجمہ کسی نے نہیں کیا۔ شاھد کا لفظ قرآن پاک میں موجود ہے ﴿اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا﴾ الاحزاب: ۴۵ تو شَاهِدًا کا ترجمہ کیا ہے حاضر و ناظر۔ حالانکہ فقہائے کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ جو آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر مانے وہ کافر ہے۔ اب عام آدمی جو دیکھے گا تو وہ کہے گا حاضر و ناظر تو قرآن کا ترجمہ ہے۔ کون کون سے فتنے کی نشان دہی کی جائے۔ کوئی ایک فتنہ ہے۔ اس دور میں ایمان بچانا بہت مشکل ہے۔

دوسری خوبی خسارے سے بچنے کی وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کرتے ہیں اچھے۔ تیسری خوبی: وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ اور ایک دوسرے کو وصیت کرتے ہیں حق پر قائم رہنے کی۔ مثلاً میں آپ کو کہتا ہوں سچے عقیدے کو نہ چھوڑنا، عبادات کو نہ چھوڑنا، حرام

کے قریب نہ جانا اور تمھارے بھی ذمہ یہ فرض ہے کہ جس جس کو ملو اس کو تلقین کرو کہ بھائی! یہ کام کرنے کے ہیں اور یہ کام نہ کرنے کے ہیں۔

خسارے سے بچنے والوں کی چوتھی خوبی: وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ اور ایک دوسرے کو وصیت کرتے ہیں۔ وصیت کا معنیٰ ہے تاکیدی حکم کرتے ہیں صبر کا۔ کہ ایمان پر قائم رہنا، حق کی بات پر قائم رہنا۔ حق کہنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ بڑی بڑی تکلیفیں آتی ہیں ایسے موقع پر صبر سے کام لینا ہے۔

عمرو بن العاص اور مسیلمہ کذاب کا مکالمہ :

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے کہ یمامہ کے علاقے میں گئے جہاں مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ اس کا خاندان، قبیلہ بنو حنیفہ بڑا جنگجو تھا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور میں اس کے ساتھ مقابلہ میں چودہ سو ۱۴۰۰ صحابہ جن میں سات سو ۷۰۰ حافظ قرآن تھے، شہید ہوئے تھے اور بالآخر یہ فی النار ہوا۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی حالتِ کفر میں اس کے ساتھ ملاقات ہوئی۔ دوران گفتگو میں حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ذکر ہوا۔ ان دنوں سورۃ العصر نازل ہوئی تھی۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس کو یہ سورت پڑھ کر سنائی۔ مسیلمہ کذاب نے سر جھکا لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد کہنے لگا مجھ پر بھی ایک سورت نازل ہوئی ہے یَاوَبَرُ یَاوَبَرُ اِنَّكَ ذُوالْاُذُنَیْنِ وَ الصَّدَرْ وسَائِرُكَ تَقِرُ حَقَرُ۔ یعنی اس نے سورۃ العصر کی نقل اُتاری۔ وَبَرُ ایک جنگلی جانور ہے بلے کی شکل کا۔ اس کے کان بڑے بڑے ہوتے ہیں اور چھاتی اُبھری ہوئی ہوتی ہے اور باقی بدن اس کا دبلا پتلا ہوتا ہے۔ اس عبارت کا ترجمہ ہے: "اے جنگلی بلے، اے جنگلی بلے! تیرے کان ہی کان ہیں اور تیرا

سینہ ہی سینہ ہے باقی بدن میں تو کمزور ہے۔"

یہ سنا کے مسیلمہ کذاب نے عمرو بن العاص سے کہا بتلاؤ بات بنی ہے۔ یعنی مقابلہ میں سورت ٹھیک ہے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا اِنَّكَ تَكْذِبُ "بے شک تو جھوٹ بول رہا ہے یہ اس کا مقابلہ نہیں ہے۔" حالانکہ وہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اگر مسلمان ہوتے تو مسیلمہ کذاب کہتا کہ تو طرف داری کررہا ہے۔ تو یہ چار خوبیاں جس میں ہوں گی وہ کامیاب ہے۔ باقی سارے خسارے میں ہیں۔

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

تفسیر

سُورَۃُ الھُمَزَة

(مکمل)

جلد ۲۱

أیاتها ۹ ۱۰۴ سُوْرَةُ الْهُمَزَةِ مَكِّيَّةٌ ۳۲ رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ﴿۱﴾ الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ﴿۲﴾ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ ﴿۳﴾ كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ﴿۴﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ﴿۵﴾ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ﴿۶﴾ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ﴿۷﴾ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ﴿۸﴾ فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ﴿۹﴾

ع ۱ / ۲۹

وَيْلٌ ہلاکت ہے لِّكُلِّ هُمَزَةٍ ہر اُس شخص کے لیے جو منہ پر عیب بیان کرتا ہے لُّمَزَةِ جو غائبانہ عیب بیان کرتا ہے الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وہ جس نے جمع کیا مال وَّعَدَّدَهٗ اور گنتا رہتا ہے اس کو يَحْسَبُ گمان کرتا ہے وہ اَنَّ مَالَهٗٓ کہ بے شک اس کا مال اَخْلَدَهٗ ہمیشہ رکھے گا اس کو كَلَّا خبردار لَيُنْبَذَنَّ البتہ ضرور ڈالا جائے گا اس کو فِي الْحُطَمَةِ چور چور کردینے والی میں وَمَآ اَدْرٰىكَ اور آپ کو کس نے بتلایا مَا الْحُطَمَةُ کیا ہے چور چور کردینے والی نَارُ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی آگ ہے الْمُوْقَدَةُ جلائی ہوئی الَّتِيْ تَطَّلِعُ وہ آگ جو پہنچ جاتی ہے عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ دلوں پر اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ بے شک یہ آگ ان پر بند کی ہوئی ہوگی فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ لمبے لمبے ستونوں میں۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام سورۃ الھمزہ ہے۔ پہلی ہی آیت کریمہ میں ھمزہ کا لفظ موجود ہے۔ جس سے سورت کا نام لیا گیا ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس سے پہلے اکتیس ﴿۳۱﴾ سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کا نزول کے اعتبار سے بتیسواں ﴿۳۲﴾ نمبر ہے۔ اس کا ایک رکوع اور نو ﴿۹﴾ آیتیں ہیں۔

مکہ مکرمہ کے ابتدائی دور میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت سارے مخالف تھے۔ لیکن مخالفین میں بعض شریف الطبع تھے کہ مخالفت کے باوجود گالی گلوچ اور لڑائی جھگڑا نہیں کرتے تھے اور نہ ہی ان چیزوں کو پسند کرتے تھے۔ اور بعض مخالفت میں اتنے سخت تھے کہ شرارت سے باز نہیں آتے تھے ہاتھا پائی بھی کرتے اور زبان درازی بھی کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تنگ کرنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تنگ کرنا، غلاموں کو مارنا، لونڈیوں کو مارنا، تنگ کرنا ان کا وتیرہ تھا۔ بعض تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منہ پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے زبان درازی کرتے اور بعض غائبانہ، پشت کے پیچھے کہتے کہ اس نے نبوت کا دعویٰ اس لیے کیا ہے کہ ماں باپ اس کے سر پر نہیں ہیں۔ اس طرح یہ لوگوں کو قریب کر کے مال اکٹھا کرنا چاہتا ہے۔ کوئی کہتا مال مقصد نہیں ہے، رشتہ لینا مقصد ہے کہ عموماً رشتہ والدین کرتے ہیں یا دادا دادی کرتے ہیں۔ وہ تو ہیں نہیں تو یہ لوگوں کو اپنا گرویدہ کر کے رشتہ لینا چاہتا ہے۔ کسی نے کہا کہ سارے عرب کو اپنے ماتحت کر کے حکمرانی کرنا چاہتا ہے۔ الغرض جو بات کسی کے منہ میں آتی، کرتا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سفر طائف :

تاریخ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور حضرت

بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ طائف تشریف لے گئے تو وہاں کے تین بھائی سردار تھے۔ عبد یالیل، مسعود اور حبیب۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس گئے اور اسلام کی دعوت دی بڑی نرمی کے ساتھ حق ان کے سامنے پیش کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوت عطا فرمائی ہے اور میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا پیغام لے کر آیا ہوں اور قیامت کو حق سمجھو، میری نبوت پر ایمان لاؤ، قرآن پاک کو سچا مانو، سچ بولو، جھوٹ کے قریب نہ جاؤ، ناپ تول میں کمی نہ کرو، کسی عورت کو بُری نگاہ سے نہ دیکھو، چوری نہ کرو، ڈاکا نہ ڈالو، زنا نہ کرو، قتل نہ کرو۔

ایک بھائی نے کہا تیرے پاس فوج کتنی ہے، دولت کتنی ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے پاس نہ فوج ہے نہ دولت ہے۔ کہنے لگا رب کو یتیم ہی ملا تھا رسالت کے لیے اور کوئی اچھا آدمی نہیں ملا۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ دوسرے نے کہا کہ اگر رب نے تجھے نبی بنایا ہے تو کعبہ کا غلاف پھاڑا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے کعبے کی بڑی ناقدری کی ہے تیرے جیسے یتیم اور مسکین کو نبوت دے کر۔ یہ کہہ کر وہ بھی اُٹھ کر چلا گیا۔ تیسرا جانے لگا تو نوجوانوں کو اس نے اشارے سے کہا کہ اس کی پٹائی کرو، حوصلہ شکنی کرو کہ پھر اِدھر نہ آئے۔ تینوں بھائی مجلس سے اُٹھ کر چلے گئے اور شرارت کا اشارہ کر گئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جس وقت وہاں سے واپس مڑے تو طائف کے لڑکوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر پتھروں کی بارش کر دی۔ گھٹنوں اور ٹانگوں پر پتھر مارے۔ تاریخ بتلاتی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جسم مبارک سے اتنا خون بہا کہ جوتے خون سے بھر گئے۔

اور تاریخ میں مکہ مکرمہ کے تین آدمیوں کا نام آتا ہے، ابی بن خلف، ولید بن مغیرہ، اخنس بن شریق۔ یہ بھی بڑے بے لحاظ اور منہ پھٹ آدمی تھے۔ اور ابو جہل بھی انھی منہ پھٹ آدمیوں میں سے تھا۔ ان میں سے ہر ایک آ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے زبان

درازی کرتا رہتا تھا کہ کیا تو سونے کی کوٹھی میں رہتا ہے، تیرے پاس کتنا مال ہے، تیرے کتنے نوکر ہیں، رب تعالیٰ نے تجھے کس چیز کی نبوت دی ہے؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَیۡلٌ ہلاکت ہے۔ وَیل کے عربی میں کئی معانی آتے ہیں ہلاکت، بربادی، تباہی۔ اور حدیث پاک میں ہے کہ وَیل جہنم کے ایک طبقے کا نام بھی ہے۔ وہ طبقہ اتنا گہرا ہے کہ اوپر سے آدمی کو پھینکا جائے تو آگ کے شعلوں میں جلتا ہوا ستر سال کے بعد نیچے پہنچے گا۔ حال آں کہ آدمی وزنی ہوتا ہے اور وزنی چیز جلدی نیچے جاتی ہے۔ اس طبقے سے باقی طبقے بھی پناہ مانگتے ہیں۔ وہ طبقہ کس کے لیے ہوگا؟

ھمزہ اور لمزہ کی تفسیر:

لِّکُلِّ ھُمَزَۃٍ ہر اُس شخص کے لیے جو منہ پر عیب بیان کرتا ہے کہ تجھ میں یہ خرابی ہے، یہ خرابی ہے۔ لُّمَزَۃِۣ جو غائبانہ عیب بیان کرتا ہے کہ فلاں میں یہ عیب ہے، فلاں میں یہ عیب ہے۔

بعض مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ **ھمزہ** اسے کہتے ہیں جو زبان سے عیب بیان کرے اور **لمزہ** اسے کہتے ہیں جو ہاتھ کے اشارے سے عیب بتلائے۔ مثلاً: کسی کا قد چھوٹا ہے تو ہاتھ کے اشارے سے کہے کہ وہ اتنا چھوٹا ہے۔ کوئی نابینا ہے تو آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر بتائے کہ وہ نابینا ہے۔ کسی کا گونگا ہونا زبان نکال کر بتلائے کہ وہ بول نہیں سکتا۔ ایسا کرنا ٹھیک نہیں ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں میں حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سب سے زیادہ قد آور تھیں اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا قد سب سے چھوٹا تھا۔ ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی کوئی پیغام لے کر آئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تشریف فرما تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایسے ہاتھ کا اشارہ کر کے کہا کہ اس نے پیغام بھیجا ہے۔ اس کے چھوٹے قد والی ہونے کی طرف اشارہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھ لیا۔ فرمایا اے عائشہ! اس طرح کرنا بڑا گناہ ہے چاہے کوئی حاضر ہو یا غائب ہو۔ اس طرح اشارہ کر کے تو نے جو تحقیر کی ہے اگر یہ سمندر میں ملا دی جائے تو اس گناہ کی وجہ سے سمندر کڑوا ہو جائے۔ اگر وہ چھوٹے قد کی ہے تو رب تعالیٰ نے اس کو اتنا قد دیا ہے۔ گویا کہ یہ رب تعالیٰ کی ذات پر اعتراض ہوا۔ اگر بندے کے اختیار میں ہو تو کوئی شخص دنیا میں بونا نہ ہو۔ یہ تو رب تعالیٰ کا کام ہے۔ تو کسی کا عیب بیان کرنا، دل آزاری کرنا بڑا گناہ ہے چاہے موجود ہو یا غائب ہو۔

فرمایا الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وہ جس نے جمع کیا مال۔ مکہ مکرمہ میں ولید بن مغیرہ سب سے بڑا مال دار تھا۔ تیرہ اس کے بیٹے تھے خود بھی بڑا صحت مند تھا۔ اولاد میں بیٹھا ہوتا تھا تو فرق نہیں ہو سکتا تھا کہ بھائی ہے یا باپ ہے۔ نوکر چاکر بھی کافی تھے۔ وہ بڑا مال جمع کرتا تھا وَّعَدَّدَهٗ اور گنتار ہتا ہے اس کو۔ جب یہ کمرے میں اکیلا ہوتا تھا تو گنتا رہتا تھا کہ میرے مال میں سے کسی بیٹے یا بہو نے کم تو نہیں کر دیا۔ گن گن کر خوش ہوتا تھا یَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ وہ گمان کرتا ہے کہ بے شک اس کا مال اس کو ہمیشہ رکھے گا، زوال نہیں آئے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کہتا ہے میرا مال، میرا مال۔ تیرا مال تو وہی ہے جو تو نے کھا لیا، پی لیا، پہن لیا، اپنے ہاتھ سے صدقہ خیرات کر دیا۔ باقی مال تو تیرے وارثوں کا ہے اگر نیک ہیں اچھی جگہ میں لگائیں گے تجھے اجر ملے گا۔ برے ہیں، برے جگہ خرچ کریں گے تجھے بھی گناہ ہوگا۔

بخاری شریف کی یہ روایت گزر چکی ہے کہ جب آدمی فوت ہو جاتا ہے تو قبر تک

تین چیزیں ساتھ جاتی ہیں۔ دو چیزیں واپس آجاتی ہیں اور تیسری چیز ساتھ رہتی ہے۔ رشتہ دار، ماں باپ، اولاد واپس آجاتے ہیں کوئی اس کے ساتھ قبر میں نہیں جاتا۔ اور دوسری چیز مال، چار پائی، چادر وغیرہ بھی واپس آجاتے ہیں۔

مسئلہ یہ ہے کہ قبر میں مردے کے نیچے چٹائی، روئی وغیرہ ڈالنا جائز نہیں ہے۔ بعض لوگ نیچے چٹائی ڈال دیتے ہیں اور بہانہ بناتے ہیں کہ نیچے زمین گیلی تھی، نیچے نمی تھی، سب غلط ہے۔ صرف عمل ساتھ ہوں گے۔ اگر کسی گناہ گار کو بڑے مکان میں دفن کر دو تو اس کی دیواریں آپس میں مل جائیں گی اور اس کی پسلیاں آر پار ہو جائیں گی اور اگر کسی مومن کو تنگ قبر میں دفن کر دو گے تو اس کی قبر ستر، ستر ہاتھ عرضاً، طولاً کشادہ ہو جائے گی۔ قبر کی تنگی اور کشادگی کا تعلق عمل کے ساتھ ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے اَلْقَبْرُ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِّیَاضِ الْجَنَّۃِ اَوْ حُفْرَۃٌ مِّنْ حِفَرِ النِّیْرَان "قبر جنت کے باغوں میں سے باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے گڑھا ہے۔" سارا دارومدار ایمان اور عمل پر ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ مومنوں کے پاس جو فرشتے آتے ہیں ان کا نام مبشر بشیر ہے اور کافر، گناہ گاروں کے پاس جو فرشتے آتے ہیں ان کا نام منکر نکیر ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس وقت فرشتے سوال کر لیتے ہیں اس کے بعد اچانک اگر مرنے والا نیک آدمی ہے تو قبر میں ایسا خوب صورت آدمی، عمدہ لباس، خوشبوؤں والا، اس کے پاس آتا ہے۔ وہ بڑا حیران ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ میں دنیا میں بڑا چلا پھرا ہوں ایسا خوب صورت آدمی میں نے نہیں دیکھا، ایسی خوش بو کبھی نہیں سونگھی، ایسا بہترین لباس میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ تو کون ہے، کہاں سے آگیا ہے؟ قبر

میں روشنی ہوگی جیسے ٹیوبیں روشن ہوتی ہیں۔ اَلصَّلٰوۃُ نُوْرٌ وہ نماز کی روشنی ہوگی۔ وہ بڑے خاص انداز میں کہے گا اَمَا تَعْرِفُنِیْ "کیا آپ مجھے نہیں پہچانتے۔" اَنَا عَمَلُكَ الصَّالِحُ "میں تیرا نیک عمل ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس شکل میں تیرا ساتھی بنا کر بھیجا ہے۔" اگر مرنے والا بُرا آدمی ہے تو کَرِیْهُ الْمَنْظَر بُری شکل والا آدمی اس کے سامنے آئے گا ایسی بُری شکل کہ اللہ تعالیٰ کی پناہ۔ ایسا بدبودار لباس پہنے ہوگا کہ اس سے دماغ پھٹے گا۔ یہ کہے گا اے اللہ کے بندے! میں پہلے ہی تکلیف میں ہوں تو بدصورت کہاں سے آ گیا ہے؟ یہ میرے لیے اور مصیبت ہے۔ وہ بڑے استغناء کے ساتھ کہے گا تو مجھے نہیں جانتا۔ وہ کہے گا میں نے تیرے جیسا بدصورت کبھی زندگی میں نہیں دیکھا۔ وہ جواب میں کہے گا اَنَا عَمَلُكَ السُّوْءِ "میں تیرا بُرا عمل ہوں۔ میں تیرے گلے کا ہار بن کے رہوں گا۔" تو قبر کی اچھائی، بُرائی عمل کے ساتھ ہے چٹائیاں بچھانے سے نہیں ہے۔

فرمایا كَلَّا خبردار لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ البتہ ضرور بالضرور اس کو ڈالا جائے گا چور چور کر دینے والی میں، توڑ پھوڑ دینے والی میں وَمَا اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ اور آپ کو کس نے بتایا ہے کہ وہ چور چور کر دینے والی کیا ہے، وہ توڑ پھوڑ دینے والی کیا ہے نَارُ اللّٰهِ وہ اللہ تعالیٰ کی آگ ہے الْمُوْقَدَةُ جو جلائی ہوئی ہے۔ اگر وہاں موت دینا مقصود ہو تو اس کا ایک شعلہ ہی کافی ہے لیکن مقصد تو سزا دینا ہے۔ وہ آگ ایسی ہوگی کہ سر سے لے کر پاؤں تک ہر چیز کو جلائے گی۔ ظاہر، باطن، دل تک اس کا اثر ہوگا۔ دل ایسے جلے گا جیسے ہاتھ جلتا ہے۔

وہ آگ دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہوگی لیکن لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى "نہ

مرے گا اُس میں اور نہ جیے گا۔" صرف آگ ہی نہیں اس کے ساتھ گرم پانی سر پر ڈالا جائے گا جس سے سارا چمڑا اُدھڑ جائے گا۔ پانی پلایا جائے گا انتڑیاں کٹ کے باہر نکل آئیں گی یُصْهَرُ بِهٖ مَا فِیْ بُطُوْنِهِمْ وَ الْجُلُوْدُ ﴿الحج: ۲۰﴾ "پگھلایا جائے گا اس کے ساتھ وہ جو ان کے پیٹوں میں ہے اور ان کی کھالیں۔" پہلا چمڑا جل جائے گا نیا پہنایا جائے گا۔ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَیْرَهَا ﴿النساء: ۵۶﴾ "جب بھی اُن کی کھالیں جل جائیں گی ہم ان کے لیے دوسری کھالیں تبدیل کر دیں گے۔" بھڑک اتنی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کی پناہ! وہ کہے گا مجھے کھانے کے لیے کچھ ملے کہ میں کھاؤں۔ زقوم، تھوہر، ضریع اور غسلین کھانے کے لیے ملیں گے۔

تھوہڑ اتنا کڑوی ہے کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اُس کا ایک قطرہ سمندر میں گر جائے تو سارا سمندر کڑوا ہو جائے۔ اور اتنا بدبودار کہ اگر اُس کا ایک قطرہ دنیا میں گر جائے تو مشرق سے لے کر مغرب تک سارے اس کی بدبو کی وجہ سے مر جائیں۔ پیاس کا عذاب الگ ہوگا، پینے کے لیے ایسا گرم پانی دیا جائے گا کہ ہونٹ جل جائیں گے وَ هُمْ فِیْهَا كٰلِحُوْنَ ﴿المومنون: ۱۰۴﴾ "جہنم میں بدشکل ہو کر رہیں گے۔" حدیث پاک میں آتا ہے کہ اوپر والا ہونٹ ناک کی پھونگری (نوک) کے ساتھ لگ جائے گا اور نیچے والا لٹک کر ناف کے ساتھ لگ جائے گا۔ بڑی بُری شکل ہوگی۔

الَّتِیْ وہ آگ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ پہنچ جائے گی دلوں پر۔ وہ ظاہر باطن پر برابر اثر کرے گی اِنَّهَا عَلَیْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ بے شک یہ آگ اُن پر بند کی ہوئی ہوگی۔ آگ کے لمبے لمبے ستونوں میں جکڑ کر لاکھ کر دیا جائے گا کہ وہ پہلو نہ بدل سکیں۔ کیوں کہ پہلو بدلنے سے بھی تھوڑا سکون مل جاتا ہے فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ۔ عمد عماد

کی جمع ہے جس کا معنیٰ ہے ستون۔ مُمَدَّدَہ لمبے۔ لمبے لمبے ستونوں میں رکھا جائے گا کہ حرکت نہ کر سکے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے تمام صحیح العقیدہ مسلمان مرد، عورتوں کو دوزخ کے عذاب سے بچائے اور محفوظ رکھے۔ [آمین]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر

سُورَةُ الفِيل

(مکمل)

جلد ۲۱

اٰیاتها ۵ ۱۰۵ سُوْرَةُ الْفِیْلِ مَکِّیَّةٌ ۱۹ رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلَمْ تَرَ كَیْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ ۝۱ اَلَمْ یَجْعَلْ كَیْدَهُمْ فِیْ تَضْلِیْلٍ ۝۲ وَّ اَرْسَلَ عَلَیْهِمْ طَیْرًا اَبَابِیْلَ ۝۳ تَرْمِیْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّیْلٍ ۝۴ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝۵

اَلَمْ تَرَ کیا آپ نہیں جانتے كَیْفَ فَعَلَ کیسا کیا رَبُّكَ آپ کے رب نے بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ ہاتھی والوں کے ساتھ اَلَمْ یَجْعَلْ کیا نہیں کیا اللہ تعالیٰ نے كَیْدَهُمْ اُن کی تدبیر کو فِیْ تَضْلِیْلٍ خسارے میں وَّاَرْسَلَ اور چھوڑے اللہ تعالیٰ نے عَلَیْهِمْ اُن پر طَیْرًا پرندے اَبَابِیْلَ غول درغول تَرْمِیْهِمْ جو مارتے تھے اُن کو بِحِجَارَةٍ پتھر مِّنْ سِجِّیْلٍ کنکر کے فَجَعَلَهُمْ پس کر دیا اُن کو كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ گھاس کی طرح کھایا ہوا۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام ہے سورۃ الفیل۔ پہلی ہی آیت کریمہ میں فیل کا لفظ موجود ہے۔ جس سے اس کا نام لیا گیا ہے۔ فِیْل فِیْلَةٌ کی جمع ہے۔ فِیْلَةٌ کا معنیٰ ہے ہاتھی۔

فِیْل کا معنیٰ ہے بہت سے ہاتھی۔ یعنی وہ سورت جس میں بہت سے ہاتھیوں کا ذکر ہے۔ نزول کے اعتبار اس کا سے انیسواں ﴿۱۹﴾ نمبر ہے اس سے پہلے اٹھارہ ﴿۱۸﴾ سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کا ایک رکوع اور پانچ آیتیں ہیں۔

عرب کے سارے لوگ ابراہیم علیہ السلام کے معتقد تھے۔ مشرک، یہودی، عیسائی، صابی۔ چونکہ ابراہیم علیہ السلام کی شخصیت مسلم تھی اور وہ سب کے ہاں قابل احترام تھے اس لیے ہر فرقہ اپنی کڑی ان کے ساتھ ملاتا تھا اور اپنا تعلق ان کے ساتھ جوڑتا تھا۔ یہودی کہتے تھے ابراہیم علیہ السلام ہمارے طریقے پر تھے، عیسائیوں کا دعویٰ تھا کہ جو کچھ ہم کرتے ہیں ابراہیم علیہ السلام بھی وہی کرتے تھے۔ مشرکین مکہ کا یہ غلط نظریہ تھا کہ ہم ابراہیمی ہیں جو کچھ ہم کرتے ہیں ابراہیم علیہ السلام یہی کچھ کرتے تھے۔ اتنے زوردار الفاظ میں دعویٰ کرتے تھے کہ غلط فہمی پیدا ہو جاتی تھی۔ اس لیے رب تعالیٰ نے صریح اور صاف لفظوں میں فرمایا مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ۗ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿آل عمران: ۶۷﴾ "ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے اور نہ نصرانی تھے لیکن ایک طرف ہونے والے موحد مسلمان تھے اور وہ مشرکوں میں سے نہیں تھے۔"

چونکہ ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کعبۃ اللہ کی تعمیر کی تھی اس نسبت سے لوگ کعبۃ اللہ کی بڑی قدر کرتے تھے لیکن حقیقی روح اُن کے اندر نہیں تھی۔ اس کو آپ اس طرح سمجھیں کہ ایک آدمی سامنے مرا پڑا ہے اس کی آنکھیں نظر آ رہی ہیں ناک، کان، پاؤں جسم کے سارے اعضاء نظر آ رہے ہیں لیکن اندر روح نہیں

ہے۔ اس لیے سارے اعضاء بے حقیقت ہیں۔ وہ جو کام کرتے تھے ان کی محض شکل وصورت ہوتی تھی روح ابراہیمی جو توحید تھی وہ ان میں بالکل نہیں تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقے کے مطابق حج صدیوں سے چلا آرہا ہے۔ کعبۃ اللہ کی تعمیر جب مکمل ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ﴿الحج: ۲۷﴾ "اور اعلان کرو لوگوں میں حج کا آئیں گے وہ تمھاری طرف پیدل اور دبلی پتلی اونٹنیوں پر جو چلی آئیں گی دور دراز راستے سے۔"

کعبۃ اللہ کے دروازے کے سامنے چھوٹی سی پہاڑی ہے جس کا نام ہے جبل ابوقبیس۔ یہ پہاڑی اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا فرمائی تھی۔ اب حکومت نے اس کے نیچے سے سرنگ نکالی ہے منیٰ کی طرف جانے کے لیے۔ اس جبل ابوقبیس پر کھڑے ہو کر ابراہیم علیہ السلام نے آواز دی تھی۔ جن کی قسمت میں تھا اُنھوں نے عالم ارواح میں لبیک کہا تھا اور اب اسی صدا کا جواب دیتے ہوئے لوگ لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ کہتے ہوئے جاتے ہیں۔

تو لوگ بیت اللہ کی بڑی عزت کرتے تھے اور دور دراز سے آتے تھے۔ اور مکہ مکرمہ والوں کی اقتصادی اور معاشی ضرورت بھی پوری ہوتی تھی کہ سامان لاتے تھے، بیچتے تھے، خریدتے تھے۔ کیوں کہ مکہ مکرمہ میں تو کوئی شے پیدا نہیں ہوتی تھی۔ نہ زرعی زمین ہے، نہ وہاں کارخانے ہوتے تھے نہ ہی صنعتی دور تھا۔ لوگ چونکہ اطراف سے مکہ مکرمہ آتے تھے۔ یمن سے بھی آتے تھے۔

واقعہ اصحابِ فیل:

یمن ملک حبشہ کا ایک صوبہ تھا اس کے گورنر کا نام تھا ابرہہ بن صباح بن اشرم۔ (یہ عیسائی تھا۔) حج کے دنوں میں جب اُس نے دیکھا کہ مرد، عورتیں، بوڑھے، بچے، جوان سب مکہ مکرمہ جارہے ہیں تو اُس نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ لوگ کہاں جارہے ہیں، کیا بات ہے؟ تو مقامی لوگوں نے گورنر کو بتلایا کہ مکہ مکرمہ میں ایک مکان ہے یہ لوگ وہاں جا کر اس کا طواف کرتے ہیں اور وہ مکان ابراہیم علیہ السلام نے بنایا تھا۔ اُس نے آدمی بھیج کر کعبۃ اللہ کے متعلق معلومات حاصل کیں۔ وہ تو سادہ سا کمرہ تھا اوپر غلاف چڑھا ہوا تھا۔ اُس نے کہا کہ میں ان لوگوں کو یہاں ہی کعبہ بنا دیتا ہوں وہاں جانے کی ضرورت نہیں۔

چنانچہ اس نے شہر صنعاء (جو یمن کا دارالخلافہ تھا) میں ایک مصنوعی کعبہ بڑا خوب صورت، بڑا بلند بنوایا اور ارد گرد لوگوں کی رہائش کے لیے کافی کمرے بنوائے ان میں بستر لگوائے، خوراک کا انتظام کیا۔ جو لوگ پختہ ذہن کے تھے وہ تو اس کے چکمے میں نہ آئے مگر پیٹو قسم کے لوگ بھی دنیا میں ہوتے ہیں۔ اُنھوں نے خیال کیا کہ یہاں چار پائی، بستر اچھی ملتا ہے، حلوا کھیر بھی ملتی ہے، بڑی سہولتیں ہیں۔ اس قسم کے لوگوں نے اس مصنوعی کعبہ کا طواف شروع کر دیا۔

کچھ سالوں کے بعد حاجی لوگ مکہ مکرمہ میں کم ہو گئے۔ مکہ مکرمہ کے لوگ بھی پریشان ہوئے کہ تجارت میں کمی آگئی ہے پہلے جتنا سامان فروخت ہوتا تھا اب اتنا نہیں ہوتا۔ ہماری آمدنی پر زد پڑی ہے۔ اس کے لیے اُنھوں نے تحقیقی کمیٹی بنائی کہ وجہ معلوم

کرو کہ لوگوں میں کمی کیوں آئی ہے؟ تحقیق کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ صنعاء میں ایک مصنوعی کعبہ بنایا گیا ہے جس میں سہولتیں بہت ہیں لوگ وہیں چکر لگا کر اپنا وقت گزار لیتے ہیں۔ قریش کو اس کا بڑا صدمہ ہوا۔ باقی مار تو آدمی کھا لیتا ہے مگر پیٹ کی چوٹ بہت سخت لگتی ہے۔ اُن کی آمدنی پر زد پڑی تھی وہ کس طرح برداشت کر سکتے تھے۔ قریش مکہ نے قبیلہ بنو خزاعہ کا اور بعض روایات میں ہے کہ بنو کنانہ کا ایک چالاک آدمی بھیجا کہ وہ اس مصنوعی کعبہ کو آگ لگا دے۔ اُس نے وہاں جا کر کچھ دن گزارے، کھاتا پیتا رہا، حالات کا جائزہ لیا اور پہلے اس میں غلاظت کی پھر اس کو آگ لگا کر جلا دیا۔ وہ بالکل راکھ ہو گیا۔

اصحابِ فیل اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت عام الفیل میں:

ابرہہ کو خبر پہنچی تو اس کا پارا چڑھ گیا، غصے میں آگیا کہ اتنی رقم لگا کر اتنا بلند و خوب صورت کعبہ بنایا تھا معلوم کرو یہ کام کس نے کیا ہے؟ تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ یہ کارروائی قریش کے ایک آدمی نے کی ہے۔ اُس نے کہا کہ انھوں نے ہمارا کعبہ جلا ڈالا ہے ہم نے اُن کا کعبہ گرانا ہے۔ فوج کو چلنے کا حکم دے دیا۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ساٹھ ہزار فوج اس نے ساتھ لی اور آٹھ ہاتھی۔ بعض کہتے ہیں کہ بارہ ہاتھی تھے اور بڑے کا نام محمود تھا۔ ہاتھی اس زمانے میں وہ کام کرتے تھے جو آج کل ٹینک کرتے ہیں۔ ابرہہ فوج کی قیادت کرتا ہوا مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوا۔ راستے سے قبائل ساتھ ملتے گئے۔ مکہ مکرمہ سے چند میل کے فاصلے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا جی حضرت عبدالمطلب کے دو سو اونٹ چر رہے تھے۔ اُن پر اُنھوں نے قبضہ کر لیا۔ اُس وقت کعبۃ اللہ کے متولی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا جان تھے اور یہ واقعہ صحیح قول کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت والے سال پیش

آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت سے صرف پچاس دن پہلے۔

ابرہہ جس وقت مکہ مکرمہ کے قریب پہنچا تو اپنے مشیروں سے کہا کہ میں مکہ مکرمہ کے بڑے آدمی سے ملنا چاہتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا جان کعبۃ اللہ کے متولی تھے، بڑے قدوقامت والے اور شکل وصورت بھی بڑی اچھی اور بارعب تھے۔ یہ ابرہہ کے پاس پہنچے۔ ابرہہ نے پوچھا کیا سوال لے کر آئے ہو؟ فرمایا تم نے میرے دوسو اونٹ پکڑے ہیں وہ واپس کردو۔ ابرہہ نے کہا کہ میں نے تو آپ کی شکل وصورت دیکھ کر سمجھا تھا کہ آپ بڑے سمجھ دار آدمی ہیں مگر بات آپ نے بڑی ہلکی کی ہے۔ تمھیں معلوم ہے کہ میں تمھارا کعبہ گرانے آیا ہوں۔ تجھے چاہیے تھا کہ میرے ساتھ کعبہ کے بچانے کی بات کرتا تجھے اپنے اونٹوں کی فکر ہے۔ حضرت عبدالمطلب نے کہا میرا خاندان بڑا ہے میں نے اپنے گزارے کے لیے اونٹ رکھے ہوئے ہیں۔ کسی کو بیچا، کسی پر سامان لادا۔ اس طرح اپنا وقت گزارتا ہوں۔ اور کعبے کا مالک بڑا طاقت ور ہے وہ کعبے کی خود حفاظت کرے گا مجھے اس کے لیے منت سماجت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کو اور غصہ آیا اور کہنے لگا دیکھوں گا کعبے والا کتنا طاقت ور ہے۔

جس وقت یہ مزدلفہ کے علاقے میں پہنچا۔ مزدلفہ اور منیٰ کے درمیان ایک جگہ ہے اس کا نام وادی مُحَسِّر ہے۔ یہ پانچ سو چالیس ﴿۵۴۰﴾ ہاتھ چوڑی ہے اور اتنی ہی لمبی ہے۔ اس کے اردگرد حکومت سعودیہ نے جنگلا لگایا ہوا ہے۔ وہاں شرطے (پولیس والے) کھڑے ہوتے ہیں اس طرف جانے نہیں دیتے۔ کیوں کہ مزدلفہ کا سارا علاقہ حاجیوں کے ٹھہرنے کی جگہ ہے۔ عرفات سے واپسی پر مغرب، عشاء، فجر، مزدلفہ ہی میں پڑھنی ہوتی ہیں اور صبح کی نماز کے بعد اصل مقصد ہے مزدلفہ میں ٹھہرنے کا۔

تو پولیس والے وادی مُحسر کی طرف نہیں جانے دیتے۔ کیوں کہ اس کا حج پر اثر پڑتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْمُزْدَلِفَةُ كُلُّهَا مَوْقِفٌ اِلَّا وادی مُحَسِّر "سارا مزدلفہ حاجیوں کے ٹھہرنے کی جگہ ہے مگر وادی محسر نہیں۔" اس وادی محسر میں جب ابرہہ کا لشکر پہنچا تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ سمندر کی طرف سے پرندے آئے فوج درفوج۔ ہر پرندے کے پاس تین کنکر تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ مسور کے دانے کے برابر۔ ایک ایک پنجے میں اور ایک چونچ میں۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ وہ پتھر حمص یعنی چھوٹے چنے کے برابر تھے۔ وہ مسور کا دانہ سر پر پڑتا تھا آر پار ہو کر نیچے سے نکل کر ہاتھی کو چیرتا ہوا زمین پر گر جاتا تھا اور ان کی تڑپ تڑپ کر جان نکل جاتی تھی۔ ساٹھ ہزار میں سے کوئی واپس گھر نہیں لوٹ سکا۔ اللہ تعالیٰ نے کعبہ کی اس طرح حفاظت فرمائی۔

تاریخ اور تفسیر کی کتابوں میں ہے کہ حضرت عبد المطلب ابرہہ کے ساتھ گفتگو کر کے جب واپس آئے تو شبابیب مکہ، نوجوانان مکہ بڑے جذبات میں تھے۔ کیوں کہ کعبۃ اللہ کا احترام تو سب کے دل میں تھا۔ حضرت عبد المطلب نے انھیں کہا کہ تم پہاڑوں پر چلے جاؤ شہر میں نہ رہنا۔ اُنھوں نے کہا بابا جی! اپنی فکر نہیں ہے ہم تو کعبۃ اللہ کے بارے میں متفکر ہیں۔ حضرت عبد المطلب نے انھیں کہا کہ تم اپنی فکر کرو، اپنی عورتوں کی فکر کرو، بچوں کی فکر کرو، کعبۃ اللہ کی حفاظت کرنے والا زندہ ہے وہ اس کی حفاظت خود کرے گا۔ چنانچہ وہ جبل نور پر چڑھ گئے۔ کچھ دوسرے پہاڑوں پر چڑھ گئے۔ مکہ خالی ہو گیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ہاتھی والوں کو اس طرح ختم کیا کہ اُن کی نسل بھی باقی نہ رہی۔

اصحابِ فیل کی ناکامی :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اَلَمْ تَرَ کا معنٰی ہے اَلَمْ تَعْلَمْ۔ کیوں کہ رویت آنکھ

سے بھی ہوتی ہے اور دل سے بھی ہوتی ہے۔ تمام حضرات اَلَمۡ تَرَ کا ترجمہ کرتے ہیں اَلَمۡ تَعۡلَمۡ۔ اے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ نہیں جانتے ہمارے بتلانے سے كَيۡفَ فَعَلَ رَبُّكَ کیسا کیا آپ کے پروردگار نے بِاَصۡحٰبِ الۡفِيۡلِ ہاتھی والوں کے ساتھ اَلَمۡ يَجۡعَلۡ كَيۡدَهُمۡ کیا نہیں کیا اللہ تعالیٰ نے اُن کی تدبیر کو، اُن کے مکر کو، اُن کی شرارت کو فِىۡ تَضۡلِيۡلٍ خسارے میں۔ بڑے ٹھاٹھ باٹ کے ساتھ تکبرانہ انداز میں ابرہہ کی قیادت میں آزمودہ فوج کے ساتھ آئے کہ ہم ان کے کعبہ کو گرا کر آئیں گے مگر ان میں سے ایک آدمی بھی بچ کر واپس نہ جا سکا۔

وَّاَرۡسَلَ عَلَيۡهِمۡ طَيۡرًا اور چھوڑے اللہ تعالیٰ نے اُن پر پرندے۔ طیر طائرٌ کی جمع ہے۔ اَبَابِيۡلَ کا مفرد اِبُّوۡلٌ بھی آتا ہے اِبِّيۡلٌ اور اِبَّالٌ بھی آتا ہے۔ جس کا معنیٰ ہوگا گروہ، جماعت۔ تو ابابیل کا معنیٰ ہوگا گروہ در گروہ (جوق در جوق)۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے ورنہ مسور یا چنے کے دانے سے آدمی نہیں مرتا۔ پھر ہاتھی تو ہاتھی ہے۔ مگر رب تعالیٰ نے اُن کو گولی سے بھی تیز کر دیا تھا۔ کئی تڑپ تڑپ کر موقع پر مر گئے اور باقیوں کے جسم میں جدری، چیچک، خسرہ قسم کی بیماری پیدا ہوگئی وہ اس بیماری کی وجہ سے مر گئے۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو ابابیلوں کے ذریعے نصرت عطا فرما دے مگر اس کے لیے شرط یہ ہے کہ بندے میں اخلاص ہو۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اِنۡ تَنۡصُرُوا اللّٰهَ يَنۡصُرۡكُمۡ ﴿محمد: ۷﴾ "اگر تم اللہ تعالیٰ کی مدد کرو گے یعنی اس کے دین کی تو وہ تمھاری مدد کرے گا۔" دین کی مدد کا یہ معنیٰ ہے کہ دین پر چلو۔ لیکن جب دین میں کمی آئے گی تو رب تعالیٰ کا وعدہ پورا نہیں ہوگا۔

مصر میں کچھ حضرات سے مسواک چھوٹ گئی تھی جس کی وجہ سے دو مہینے فتح رک گئی

تھی۔ حالانکہ مسواک نہ فرض ہے نہ واجب ہے نہ سنت مؤکدہ ہے بلکہ مستحب ہے۔ اور جس نماز کے لیے مسواک کی جائے اِس کا درجہ باقی نمازوں سے ستر گنا بڑھ جاتا ہے۔ اور جہاں فرض چھوڑ دیئے گئے ہوں وہاں رب تعالیٰ کی نصرت کیسے آئے گی۔ مولانا ظفر علی خاں مرحوم نے کیا خوب بات کہی ہے:

ع فضائے بدر پیدا کر
فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے
قطار اندر قطار اب بھی

فرمایا تَرْمِيهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيلٍ جو مارتے تھے اُن کو پتھر کنکر کے۔ کسی کی نوک اِس طرف کسی کی نوک اُس طرف فَجَعَلَهُمْ پس کر دیا اُن کو كَعَصْفٍ گھاس کی طرح مَّأْكُولٍ کھایا ہوا۔ یعنی گھاس کو جانور کھا کھا کے بچے ہوئے (باقی ماندہ) کو پاؤں کے ساتھ روندتے ہیں اور منہ سے بگاڑتے ہیں۔ روند کر، کچل کر چھوڑا ہوا۔ اسی طرح وہ روندے ہوئے کچلے ہوئے تھے۔ ابرہہ کے لشکر کو اللہ تعالیٰ نے تباہ کر دیا اور اپنے گھر کی حفاظت فرمائی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سورۃ قریش

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتھا ۴ ۱۰۶ سُوْرَۃُ قُرَیْشٍ مَکِّیَّۃٌ ۲۹ رکوعھا ۱

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

لِاِیۡلٰفِ قُرَیۡشٍ ۙ﴿۱﴾ اٖلٰفِہِمۡ رِحۡلَۃَ الشِّتَآءِ وَ الصَّیۡفِ ۚ﴿۲﴾ فَلۡیَعۡبُدُوۡا رَبَّ ہٰذَا الۡبَیۡتِ ۙ﴿۳﴾ الَّذِیۡۤ اَطۡعَمَہُمۡ مِّنۡ جُوۡعٍ ۬ۙ وَّ اٰمَنَہُمۡ مِّنۡ خَوۡفٍ ﴿۴﴾

لِاِیۡلٰفِ قُرَیۡشٍ اس واسطے کہ مانوس رکھا قریش کو اٖلٰفِہِمۡ اُن کا مانوس کر دینا رِحۡلَۃَ الشِّتَآءِ سردی کے سفر سے وَالصَّیۡفِ اور گرمی کے سفر سے فَلۡیَعۡبُدُوۡا پس چاہیے کہ وہ عبادت کریں رَبَّ ہٰذَا الۡبَیۡتِ اس گھر کے رب کی الَّذِیۡۤ وہ رب اَطۡعَمَہُمۡ جس نے ان کو کھانا کھلایا مِّنۡ جُوۡعٍ بھوک میں وَّ اٰمَنَہُمۡ اور امن دیا ان کو مِّنۡ خَوۡفٍ خوف سے۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام سورۃ قریش ہے۔ پہلی ہی آیت کریمہ میں قریش کا لفظ موجود ہے۔ جس سے اس کا نام لیا گیا ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے اٹھائیس سورتیں «۲۸» نازل ہو چکی تھیں۔ نزول کے اعتبار سے اس کا انتیسواں «۲۹» نمبر ہے۔ اس کا ایک رکوع اور چار آیتیں ہیں۔

سرزمین مکہ مکرمہ میدانی علاقہ نہیں ہے۔ پہاڑ ہی پہاڑ ہیں اور جو زمین ہے وہ ہموار نہیں ہے۔ زیادہ تر زمین بھی پتھریلی ہے۔ وہاں کھیت کاشت نہیں ہو سکتے تھے اور وہ صنعتی دور بھی نہیں تھا۔ اس لیے وہاں کے لوگوں کا ذریعہ معاش و خوراک تجارت تھا۔ اپنی اپنی بساط اور طاقت کے مطابق وہ لوگ تجارت کرتے تھے۔ اس کے لیے وہ عموماً سال میں دو سفر کرتے تھے۔ ایک یمن کا اور ایک شام کا۔ سردیوں میں یمن جاتے تھے کیوں کہ وہ گرم علاقہ تھا اور گرمیوں میں شام جاتے تھے کہ وہ ٹھنڈا علاقہ تھا۔ مکہ مکرمہ سے شام دو ماہ میں پہنچتے تھے۔ وہاں چند دن رہتے، اپنا سامان بیچتے، وہاں سے چیزیں خریدتے اور پھر واپس آتے۔

قریش مکہ نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معراج کا انکار کیا تو یہی بات کہی کہ ہم تو سواریوں کو چلاتے ہوئے دو ماہ میں مشکل سے پہنچتے ہیں اور آپ کہتے ہیں کہ رات میں یہ سارا سفر کر کے واپس آ گیا۔ آسمانوں والا سفر تو ویسے ہی ہماری سمجھ سے بالاتر ہے اور یہ شام کا سفر بھی ہمیں سمجھ نہیں آتا کہ دو مہینوں کا سفر منٹوں میں ہو گیا۔

یہ لوگ جب سفر پر جاتے تھے تو لوگ کعبۃ اللہ کی وجہ سے ان کا بڑا احترام کرتے تھے کہ یہ لوگ کعبۃ اللہ کے پڑوسی ہیں۔ کیوں کہ کعبۃ اللہ کا احترام صرف عرب والے ہی نہیں بلکہ دوسرے لوگ بھی کرتے تھے۔ لوگ ان کی بڑی خدمت کرتے۔ روٹی مفت، چارپائی مفت، بستر مفت۔ مکہ مکرمہ کی چیزیں برکت والی سمجھ کر مہنگی خریدتے اور اپنی چیزیں سستی دیتے کہ یہ خدام کعبہ ہیں۔ عام قافلے والوں کو حتی الوسع ڈاکو نہیں چھوڑتے تھے لیکن ان کا جب پتا چلتا کہ کعبۃ اللہ کے پاس سے آئے ہیں تو ان کو نہیں چھیڑتے تھے۔ کوئی بد باطن قسم کا ہوتا تو الگ بات تھی۔ لیکن ان لوگوں کو سفر میں اطمینان نصیب

ہوتا تھا۔ اِسی طرح جب یہ لوگ یمن جاتے تو راستے میں لوگ ان کی بڑی قدر کرتے تھے۔ کھانے مفت، دودھ، مکھن، گھی، جو ان کی بساط میں ہوتا پیش کرتے۔ ان سے چیزیں مہنگی خریدتے اور ان کے آگے سستی بیچتے۔ بل کہ بعض لوگ ان کو چیزیں مفت دے دیتے تھے کہ تم لوگ کعبۃ اللہ کے خادم ہو اس لیے ہم نے تم سے پیسے نہیں لینے۔ گویا ان کو کعبۃ اللہ کی برکت سے جسمانی طور پر بھی امن ہوتا اور مالی طور پر بھی۔

اچھے اور بُرے مال کا فرق :

تو ان لوگوں کا فریضہ تھا کہ اس گھر والے کی صحیح معنیٰ میں عبادت کرتے کہ اس کے گھر کی برکت سے ہماری اتنی عزت ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ جب کسی پر انعام کرے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر واجب ہوتا ہے کہ اے پروردگار! تو نے مجھ پر انعام کیا ہے صحت دی ہے، جوانی دی ہے، مال دیا ہے، اولاد دی ہے، جائز کاروبار دیا ہے۔ رب تعالیٰ کے انعامات کی قدر کرنی چاہیے۔ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے، رب تعالیٰ کے احکامات کے سامنے جھکے۔ لیکن عموماً اس طرح ہوتا ہے کہ مال آجانے کے بعد لوگ سرکش ہو جاتے ہیں۔

بعض لوگ ہمارے سامنے ہیں کہ غریب ہوتے تھے تو نماز کے لیے پہلی صف میں آکر بیٹھتے تھے، درس سنتے تھے۔ ملک سے باہر گئے، دولت آگئی، نہ نماز رہی، نہ روزہ۔ کبھی جمعہ میں نظر آجاتے ہیں۔ بھائی! ایسی دولت کا کیا فائدہ کہ جس کی وجہ سے انسان نماز سے رہ جائے، دین سے دور ہو جائے۔ ایسی دولت تو لعنت ہے اور کچھ نہیں ہے۔ ایسی ہی دولت اور اس کے طلب گاروں کے بارے میں آتا اَلدُّنْيَا جِيْفَةٌ وَ طَالِبُهَا كِلَابٌ "اللہ تعالیٰ سے غافل کر دینے والی دنیا مردار ہے اور اس کے چاہنے

والے کتے ہیں۔" مال فی نفسہٖ برا نہیں ہے اگر جائز طریقے سے کمایا جائے اور آخرت سے غفلت کا باعث نہ بنے۔ اگر مال فی نفسہٖ برا ہوتا تو اس پر عبادات موقوف نہ ہوتیں۔ حج رکن اسلام ہے اور وہ مال پر موقوف ہے۔ جس کے پاس مال نہیں ہے اس پر حج نہیں ہے۔ قربانی واجب ہے مگر اس پر جس کے پاس مال ہو۔ عشر عبادت ہے لیکن اگر مال نہیں ہے تو عشر کہاں سے دے گا؟ لہٰذا دونوں کے درمیان فرق سمجھ لو۔ اگر مال جائز طریقے سے ہو اور آخرت سے غافل کرنے والا نہ ہو تو یہ جتنا بھی زیادہ ہو کوئی حرج نہیں ہے۔ اور ایسا مال کہ جس میں حلال و حرام کی تمیز نہ کی گئی ہو اور وہ آخرت سے غافل کر دے، نماز روزے کی پروا نہ رہے، یہ مردار ہے اور اس کے طلب کرنے والے کتے ہیں۔

قریش مکہ کو کعبۃ اللہ کی وجہ سے امن حاصل تھا، عزت حاصل تھی، رزق ملتا تھا، اُن کو اِس کی قدر دانی کرنی چاہیے تھی لیکن ان ظالموں نے بجائے رب تعالیٰ کی عبادت کے تین سو ساٹھ بتوں کی پوجا شروع کی ہوئی تھی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ۔ ایلاف کا معنیٰ ہے مانوس کرنا، محبت ڈالنا۔ معنیٰ ہو گا اس واسطے کہ مانوس رکھا قریش کو۔ تجارت کے لیے جہاں بھی جاتے تھے لوگ ان سے محبت کرتے تھے، ان کا ادب واحترام کرتے تھے۔

لفظِ قریش کی وجہ تسمیہ :

قریش کو قریش کیوں کہتے ہیں؟ اہل لغت نے اس کے متعلق بہت سی باتیں بیان کی ہیں۔ ایک یہ کہ قریش کا معنیٰ ہے جمع کرنا۔ یہ لوگ چونکہ تجارت کے ذریعے مال جمع کرتے تھے کیوں کہ ان کو معلوم تھا کہ ہمارے پاس زرعی زمین نہیں ہے، باغات نہیں ہیں، اہل و عیال کا خرچہ جمع کرنا ہے تو تجارت کے ذریعے مال جمع کرتے تھے۔ اس لیے

ان کو قریش کہا جاتا ہے۔

قاموس اللغات، لغت کی مشہور اور مستند کتاب ہے۔ اس میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ نضر بن کنانہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد میں سے تھے۔ وہ بڑے بہادر تھے۔ ان کو بہادری کی وجہ سے قریش کا لقب ملا تھا۔ قریش اصل میں سمندر میں سب سے بڑی مچھلی کا نام ہے جس پر آج تک کوئی قابو نہیں پا سکا۔ ساری مچھلیاں اس کے منہ میں آجاتی ہیں۔ جیسے خشکی کے جانوروں میں سب سے زیادہ بہادر شیر سمجھا جاتا ہے اسی طرح سمندری مخلوق میں قریش مچھلی سب سے زیادہ بہادر سمجھی جاتی ہے۔ چونکہ نضر بن کنانہ بڑا بہادر آدمی تھا اس لیے اس کو قریش کا لقب دیا گیا۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے تھے اور صحیح العقیدہ لوگ تھے۔ قریش کی ایک شاخ تھی قبیلہ بنو خزاعہ۔ اس کا ایک آدمی تھا جس کا نام تھا عمرو بن لُحی بن قمع۔ اس ظالم نے کعبۃ اللہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مجسمہ رکھ دیا اور اس کے ساتھ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا مجسمہ رکھ دیا کہ ان بزرگوں نے کعبۃ اللہ بنایا تھا۔

یہ بڑا افراڈیا آدمی تھا۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ عمرو بن لُحی نے ایک کنڈی والی لاٹھی رکھی ہوئی تھی اور کمر کے پیچھے تھیلا رکھا ہوا ہوتا تھا۔ لوگ طواف کرتے یہ دیکھتا جس کا کمبل، چادر اچھی ہوتی کنڈی کے ذریعے اس کے کندھے سے اتار لیتا۔ اگر کسی کو علم ہو جاتا تو کہتا غلطی سے لگ گئی ہے۔ لوگ کم ہوتے تھے طواف کرنے والے خال خال ہوتے تھے۔ اب مخلوق بہت زیادہ ہو گئی ہے۔

میں نے پہلا حج بحری جہاز کے ذریعے صرف سولہ سو دس ﴿۱۶۱۰﴾ روپے میں کیا تھا۔ آج اگر کسی کے سامنے یہ بات کریں تو وہ مذاق سمجھتا ہے۔ پھر اس سولہ سو دس روپے

سے کرایہ، خرچہ، کتابیں خریدیں، مصلے، رومال، تسبیحیں اور تبرکات بھی تھے۔ جب میں نے طواف کیا تو کوئی شاذونادر ہی طواف ہوگا جس میں میں نے حجر اسود کو بوسہ نہ دیا ہو۔ اور اب مخلوق بہت زیادہ ہوگئی ہے اور پیسے بھی لوگوں کے پاس عام ہو گئے ہیں۔ اب کچھ لوگ تو حج فرض سمجھ کر جاتے ہیں اور کچھ لوگ سیر وسیاحت کے لیے جاتے ہیں۔ اب حجر اسود کا بوسہ لینا آسان کام نہیں ہے۔

تو عمرو بن لُحی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے مجسمے رکھ دیئے۔ بعد میں آنے والی نسلوں نے اس میں اضافہ کیا۔ ہابیل رحمہ اللہ کا مجسمہ بھی لگا دیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کا بھی لٹکا دیا۔ اساف اور نائلہ کا مجسمہ بھی لٹکا دیا۔ اساف مرد کا نام ہے اور نائلہ عورت تھی۔ ان کے آپس میں ناجائز تعلقات تھے۔ ان کو اور کوئی جگہ نہ ملی خواہش کی تکمیل کے لیے۔ شام کے بعد کچھ اندھیرا ہوا تو انھوں نے کعبۃ اللہ کے اندر بُرائی کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو مسخ کر دیا، پتھر بنا دیا۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے گھر کی توہین کی ہے لوگوں نے عبرت کے لیے ان کے مجسمے وہاں رکھ دیئے کہ رب تعالیٰ کے گھر کی توہین کرنے والے پتھر بن چکے ہیں۔ مرد کی شکل بعینہٖ مرد کی تھی اور عورت کی شکل بعینہٖ عورت کی تھی۔ لوگوں نے ان کی بھی پوجا شروع کر دی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ اس لیے کہ مانوس رکھا قریش کو اٖلٰفِهِمْ اُن کا مانوس کر دینا رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ سردی کے سفر سے اور گرمی کے سفر سے۔ سردی کے موسم میں یمن کا سفر کرتے ہیں اور گرمی کے موسم میں شام کا سفر کرتے ہیں۔ اور ان دو سفروں میں سال بھر کی روزی کما لیتے ہیں۔ ان کے گھر اناج، کپڑوں وغیرہ سے بھرے ہوتے تھے۔ فرمایا فَلْیَعْبُدُوْا پس ان کو چاہیے کہ عبادت کریں

رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ اس گھر کے رب کی جس کی برکت اور وسیلے سے ان کو سب کچھ ملتا ہے۔ بتوں کی عبادت نہ کریں اور نہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت کریں۔

پنڈت کا اعتراض اور اس کا جواب :

پنڈت دیانند سرسوتی آریا سماج کا ایک منہ پھٹ لیڈر گزرا ہے۔ اس نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے "ستیارتھ پرکاش" اس کا چودھواں باب قرآن پاک پر اعتراضات کے لیے وقف ہے۔ یعنی اس باب میں اس نے بسم اللہ سے لے کر والناس تک قرآن پاک پر اعتراضات کیے ہیں۔ اور اپنے آپ کو محقق کہتا ہے۔ پہلے قرآن پاک کا ترجمہ نقل کرتا ہے شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ وغیرہ سے پھر اس کے جواب میں لکھتا ہے کہ محقق کہتا ہے۔ اور عجیب عجیب حماقتوں کا مظاہرہ کرتا ہے اور اوٹ پٹانگ باتیں کرتا ہے۔ اس نے ایک اعتراض یہ بھی کیا ہے کہ تم ہمیں کہتے ہو کہ بتوں کی پوجا کرتے ہو۔ تم بھی تو پتھروں کی پوجا کرتے ہو کہ کعبۃ اللہ بھی تو پتھروں کا ڈھیر ہے۔

مسئلہ :

یہاں پر ایک مسئلہ سمجھ لیں کہ جو لوگ کعبۃ اللہ کے سامنے ہوتے ہیں ان کے لیے عین کعبۃ اللہ کی طرف چہرہ کرنا ضروری ہے۔ اگر کعبۃ اللہ سے اِدھر اُدھر چہرہ پھر گیا تو نماز قطعاً نہیں ہوگی۔ اور جہاں کعبۃ اللہ نظر نہ آئے تو وہاں سمت کعبہ، جہت کعبہ ہی کافی ہے۔ عین کعبے کی طرف رخ کرنا ضروری نہیں ہے۔ یہ جو ہماری مسجدیں ہیں یہ تقریباً دو ڈگری کعبۃ اللہ سے ہٹی ہوئی ہیں مگر اس سے نماز پر کوئی زد نہیں پڑتی۔ پانچ ڈگری تک بھی ہٹی ہوں پھر بھی نماز پر کوئی زد نہیں پڑتی، وہم نہ کرنا۔

تو پنڈت دیانند سرسوتی کا جواب حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے اپنی

کتاب "قبلہ نما" میں دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ کعبہ ہمارا مسجود لہ نہیں ہے مسجود الیہ ہے۔ ہم کعبہ کی طرف رخ کر کے سجدہ کرتے ہیں کعبہ کو سجدہ نہیں کرتے، سجدہ تو رب تعالیٰ کو کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اپنے مختصر دور خلافت میں کعبہ کو شہید کر کے گہرائی تک لے گئے تھے نماز اس وقت بھی ہوتی تھی حالانکہ سامنے کوئی عمارت نہیں تھی۔ کئی مہینے مسلسل بغیر کعبۃ اللہ کی عمارت کے نمازیں ہوتی رہیں۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں پس چاہیے کہ یہ عبادت کریں اس گھر کے رب کی الَّذِیۡۤ اَطۡعَمَهُمۡ مِّنۡ جُوۡعٍ وہ رب جس نے ان کو کھانا کھلایا، خوراک دی بھوک میں کہ وہاں تو کوئی پیداوار نہیں تھی۔ کعبۃ اللہ کی برکت سے تجارت کے ذریعے ان کو خوراک نصیب فرمائی وَّاٰمَنَهُمۡ مِّنۡ خَوۡفٍ اور جس رب نے ان کو امن دیا خوف سے۔ حرم سے باہر لوگ اطمینان سے سو نہیں سکتے تھے کہ چوری، ڈکیتی، قتل و غارت تھی۔ لیکن حرم کے علاقے میں چور، ڈاکو بھی کوئی حرکت نہیں کرتے تھے۔ آج بھی جو سمجھ دار لوگ ہیں وہ وہاں کسی کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کرتے۔ اگر کوئی زیادتی کرتا ہے تو سمجھ دار لوگ اُسے کہتے ہیں حرم الحاج "حاجی مت لڑو یہ حرم ہے۔" حرم کے رقبے میں شکار بھی جائز نہیں ہے۔ چڑیا تک کو نہ کوئی مار سکتا ہے نہ پکڑ سکتا ہے۔ درخت بھی نہیں کاٹ سکتا۔ اتنی پابندی ہے۔

تو اللہ تعالیٰ کے گھر کی برکت سے تمھارا مال محفوظ، جان محفوظ اور اس کی برکت سے تمھیں روزی میسر ہے۔ اس کے رب کی عبادت کرو۔ لیکن ظالمو! تم نے ہبل کی عبادت شروع کر دی، ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کی عبادت شروع کر دی، عیسیٰ علیہ السلام

اوران کی والدہ کی عبادت شروع کردی ہے اور اپنی آخرت برباد کررہے ہو۔ ہوش کے ناخن لو۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تفسیر

سُورَۃُ المَاعُون

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتها ۷ | ۱۰۷ سُوْرَةُ الْمَاعُوْنِ مَكِّيَّةٌ ۱۷ | رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اَرَءَيْتَ الَّذِىْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ۝ۭ فَذٰلِكَ الَّذِىْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ۝ۙ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝ۭ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ۙ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝ۙ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَاۗءُوْنَ ۝ۙ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝ۧ

اَرَءَيْتَ کیا آپ نے دیکھا الَّذِىْ اس شخص کو يُكَذِّبُ جو جھٹلاتا ہے بِالدِّيْنِ دین کو فَذٰلِكَ الَّذِىْ پس یہی شخص ہے يَدُعُّ الْيَتِيْمَ جو دھکے دیتا ہے یتیم کو وَلَا يَحُضُّ اور ترغیب نہیں دیتا عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ مسکین کو کھانا کھلانے کی فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ پس ہلاکت ہے نمازیوں کے لیے الَّذِيْنَ هُمْ جو وہ عَنْ صَلَاتِهِمْ اپنی نمازوں سے سَاهُوْنَ غافل ہیں الَّذِيْنَ هُمْ يُرَاۗءُوْنَ وہ جو ریا کاری کرتے ہیں وَيَمْنَعُوْنَ اور منع کرتے ہیں الْمَاعُوْنَ استعمال کی چیزیں۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام سورۃ الماعون ہے۔ آخری آیت کریمہ میں ماعون کا لفظ موجود

ہے۔جس سے اس کا نام رکھا گیا ہے۔اس سے پہلے سولہ ﴿۱۶﴾ سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔نزول کے اعتبار سے اس کا سترھواں ﴿۱۷﴾ نمبر ہے۔اس کا ایک رکوع اور سات آیتیں ہیں۔

قیامت کے منکر پہلے بھی تھے اور آج بھی بہت سے گمراہ لوگ ہیں جو قیامت کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں قیامت کوئی شے نہیں ہے۔اور جو زبانی طور پر قیامت کے قائل ہیں ان کی تیاری کوئی نہیں ہے۔یہ دنیا کے امتحانات آخرت کے مقابلے میں کھیل کی حیثیت بھی نہیں رکھتے مگر ان کے لیے بڑی تیاری کرتے ہیں اور آخرت میں جو حقیقی اور سچا امتحان ہے اس کے لیے تیاری کرنے والے کتنے ہیں؟ اصل تو تیاری آخرت کے امتحان کی ہونی چاہیے۔

ایک آدمی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا مَتَى السَّاعَة "حضرت یہ بتلائیں کہ قیامت کب آئے گی؟" آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مَا اَعْدَدْتَّ لَهَا "تونے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟" اس نے سر جھکا کر کہا حضرت! صرف فرض نمازیں پڑھتا ہوں، فرض روزے رکھتا ہوں، نفلی نماز روزے کی توفیق نہیں ہے مگر اتنی بات ہے کہ اُحِبُّ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ "اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ محبت رکھتا ہوں۔" آج ہم میں سے کتنے ہیں فرض نمازوں کی پابندی کرنے والے؟ یا کتنے خوش نصیب ہیں مردوں اور عورتیں میں کہ بالغ ہونے کے بعد ان کے ذمہ کوئی نماز نہ ہو۔یا جن کی نمازیں رہ گئی ہیں قضا کر کے پوری کر چکے ہوں؟ میرے خیال میں ہزار میں سے کوئی ایک خوش نصیب ہوگا۔تو وہ لوگ بڑے دھڑلے سے قیامت کا انکار کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَرَءَیْتَ الَّذِیْ کیا آپ نے دیکھا اس آدمی کو یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِ جو جھٹلاتا ہے دین کو۔ دین کا معنیٰ قیامت بھی ہے، حساب بھی ہے، ثواب اور بدلہ بھی ہے۔ تو وہ قیامت کو جھٹلاتا ہے، حساب کو جھٹلاتا ہے، نیکی، بدی کے بدلے کو جھٹلاتا ہے۔ یہ کون شخص ہے؟ تفسیروں میں بعض کے نام ذکر کیے گئے ہیں۔ ولید بن ولید اور ولید بن مغیرہ۔ یہ مشہور صحابی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے والد ہیں۔ یہ بڑا کٹر قسم کا مشرک تھا اور بڑا منہ پھٹ اور بے لحاظ آدمی تھا۔ اور بعض نے عاص بن وائل کا نام بتلایا ہے۔ یہ مشہور صحابی حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فاتح مصر کے والد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی نسل سے ایسا آدمی پیدا فرمایا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ فاتح شام ہیں۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فاتح مصر ہیں۔ والد دونوں کے سخت قسم کے کافر اور مشرک ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب قیامت کا ذکر فرماتے تو کہتے لا کہاں رکھی ہے، قیامت کہاں چھپا رکھی ہے؟ کہتے ہو مردے زندہ ہوں گے ہمارے ساتھ قبرستان چلو اور کسی مردے کو زندہ کر کے دکھاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے کافروں کی فرمائشی باتوں کو پورا نہیں کیا۔ رب قادر تھا وہ سب مردوں کو زندہ کر سکتا تھا لیکن نہیں کیا۔ اس میں اس کی حکمت تھی۔

فرمایا فَذٰلِکَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ پس یہی شخص ہے جو دھکے دیتا ہے یتیم کو۔ برادری رشتہ داروں میں یتیم ہوتا اس کو حصہ نہیں دیتا تھا دھکے مار کر ان کو ان کے حصے سے پیچھے ہٹا دیتا اور یتیم کا مال کھا جاتا۔ حالانکہ یتیموں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ان کا خیال رکھو۔ برادری کے لوگ خیال رکھیں، محلے والے خیال رکھیں، اہل دیہہ خیال رکھیں۔ جس قوم میں یتیم ہو اور وہ اس کا خیال نہ رکھیں، محلے والے خیال نہ رکھیں، اہل دیہہ خیال نہ رکھیں تو سارے محلے اور دیہات والے لوگ رب تعالیٰ کی لعنت

کے مستحق ہوتے ہیں۔ایک وقت تھا لوگ خود یتیم کو تلاش کرتے تھے کہ یتیم مسکین کہاں ہے؟ اس زمانے میں بیت المال کی طرف سے انتظام ہوتا تھا۔غریبوں ،مسکینوں کے وظیفے مقرر ہوتے تھے اور مسلمان از خود بھی خیال رکھتے تھے۔

عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دورِ خلافت کی برکات :

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دورِ خلافت میں ایسا وقت بھی آیا کہ زکوٰۃ دینے والا رات کو دو رکعت نماز نفل پڑھ کر دعا کرتا تھا اے پروردگار! کل میں نے زکوٰۃ دینی ہے مجھے کوئی زکوٰۃ کا مستحق مل جائے۔پھر صبح کی نماز پڑھ کر، ناشتہ کر کے دو تھیلے ہاتھ میں لیتا۔ایک میں سونے کے دینار اور ایک میں چاندی کے درہم اور مستحق کی تلاش میں نکل پڑتا۔کسی آدمی کو دیکھا کہ اس کے کپڑے ہلکے ہیں، خستہ حالت ہے۔اس سے کہتا بھائی! اگر آپ زکوٰۃ کے مستحق ہیں تو میرے پاس زکوٰۃ کی کافی رقم ہے۔وہ کہتا دہائی خدا کی! میں تو خود زکوٰۃ دینے والا ہوں۔سارا دن گھومتا زکوٰۃ لینے والا کوئی نہ ملتا۔شام کو وہ تھیلے لے کر گھر واپس آجاتا تھا۔(اب کوئی آواز لگا کر دکھائے۔) وہ کیسا عجب دیانت داری کا زمانہ تھا۔اگر آج کا زمانہ ہوتا تو ہر آدمی کہتا اصل زکوٰۃ کا مصرف اور مستحق میں ہی ہوں۔ساری مجھے دے دو چاہے میں گلی بناؤں، نالیاں بناؤں یا ان پیسوں سے الیکشن لڑوں۔ یاد رکھنا! جو آدمی زکوٰۃ کا مستحق نہیں ہے اور وہ زکوٰۃ کھاتا ہے، خنزیر کھاتا ہے۔کئی کئی دن مسلسل تلاش کرتے زکوٰۃ لینے والا نہیں ملتا تھا۔حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دور کے یہ واقعات ہیں۔

یتیم کا مال اور تیجے، ساتویں کی بدعت :

یاد رکھنا! بڑے گناہوں میں سے ہے یتیم کا مال کھانا۔رب تعالیٰ فرماتے ہیں

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَاۡکُلُوۡنَ اَمۡوَالَ الۡیَتٰمٰی ظُلۡمًا اِنَّمَا یَاۡکُلُوۡنَ فِیۡ بُطُوۡنِہِمۡ نَارًا ﴿النساء:۱۰﴾

"بے شک وہ لوگ جو یتیموں کا مال زیادتی سے کھاتے ہیں بے شک وہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں۔" معاف رکھنا! شاید کوئی ہم سے بچا ہوگا یتیم کا مال کھانے سے۔ سارے کمر باندھ کر کھاتے ہیں۔ یاد رکھنا! آدمی جب فوت ہوتا ہے اوراس کی روح جسم سے پرواز کر جاتی ہے، سانس بند ہو جاتا ہے تو اس کی وراثت فوراً خود بہ خود وارثوں کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔ وہ کسی چیز کا مالک نہیں رہتا۔ پھر فوت ہونے والوں میں ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کے وارثوں میں چھوٹے بچے، بچیاں ہوتے ہیں۔ اس مال سے تیجا، ساتا، دسواں اور چالیسواں ہوتا ہے۔ وہ مال تو یتیموں کا ہے مرنے والے کا تو مال نہیں رہا۔ اور فقہ کی کتابوں میں تصریح ہے کہ نابالغ لڑکا لڑکی کسی چیز کی اجازت دیں تو ان کی اجازت کو شریعت قبول نہیں کرتی۔ کیوں کہ وہ اجازت دینے کے مُجاز نہیں ہیں۔ تو ان یتیموں کے مال کو کھا رہے ہوتے ہیں وہ حرام کھا رہے ہوتے ہیں۔ چاچا، مامے کھائیں، بابے کھائیں، مولوی اور پیر کھائیں، چودھری اور نمبردار کھائیں، سب نے حرام کھانا ہے۔

سنت، بدعت کا سوال تو بعد میں ہوگا کہ اگر وارثوں میں سے جو بالغ ہیں وہ اپنے حصے میں سے تیجا، ساتا وغیرہ کریں تو یہ دوسری شق ہے، دوسری دفعہ لگے گی کہ دنوں کی تعین کرنا ایصال ثواب کے لیے بدعت ہے۔ ناک کی خاطر صحیح العقیدہ لوگ بھی چلے جاتے ہیں کہ اگر نہ گیا تو ناراض ہوں گے۔ بھائی! اگر ہمدردی ہے تو جنازے میں پہنچو۔ جنازے کے بعد تعزیت کرنی ہے تو کسی دن پہنچ جاؤ۔ ضرور ہی ان متعین دنوں میں جانا ہے اور تیجے، ساتے میں پہنچوں گے تو ان کو تسلی ہوگی۔ یہ رسمیں لوگوں نے اتنی پختہ کی ہوئی ہیں کہ خدا پناہ!

قاضی محمد شفیع صاحب اللہ تعالیٰ ان کو زندگی بخشے ۔ ان کے محلے کی بات ہے رمضان المبارک کے مہینے میں دن دیہاڑے تیجے کا کھانا پکا کر کھلایا گیا۔ کسی دین دار نے کہا بھئی! اگر کھلانا بھی تھا تو افطاری کے بعد کھلا دیتے۔ کہنے لگے شام کے بعد تو تیجا ختم ہو جانا ہے چوتھی تاریخ شروع ہو جائے گی کہ اسلامی تاریخ سورج کے غروب ہونے کے ساتھ ہی بدل جاتی ہے، وہ بھی چوتھا ہو جائے گا۔ اندازہ لگاؤ! بدعت کے کتنے پکے ہیں؟ رمضان شریف میں دن دیہاڑے کھلایا اور کھانے والوں نے کھایا۔ یہ گکھڑ کی بات ہے کسی اور علاقے کی نہیں ہے۔ تو یاد رکھنا! تیجے، ساتے، دسویں وغیرہ کا بدعت ہونا تو الگ بات ہے لیکن یتیم کے مال میں سے صدقہ خیرات کرنا بالاتفاق حرام ہے۔ تمام فقہاء حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اس پر متفق ہیں۔ اور اس کو حلال سمجھنے والا کافر ہو جاتا ہے اور اس کا نکاح بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ اس کے بعد جو اولاد ہو گی وہ خود سمجھ لو کہ کیا ہو گی؟

خاص طور پر ان بدعات میں عورتیں بہت پکی ہیں۔ عورتیں امام ہیں اور مرد مقتدی ہیں۔ شادی بیاہ کی رسمیں ہوں، مرنے کی رسمیں ہوں، ختنے کی رسمیں ہوں۔ لہٰذا عورتیں اچھی طرح سمجھ لیں اور ڈٹ جائیں کہ ہم نے یہ رسمیں نہیں ہونے دینی۔ امام پکا ہو جائے تو مقتدی کا بس نہیں چلتا۔ اور ایک سنت کو زندہ کرنے سے سو شہیدوں کا ثواب ملتا ہے۔

وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ اور ترغیب نہیں دیتا مسکین کو کھانا کھلانے کی۔ کوئی مسکین محلے میں ہے، برادری میں ہے، نہ اپنے نفس کو آمادہ کرتا ہے کہ اس کو کھانا کھلا دے اور اگر خود توفیق نہیں ہے تو دوسروں کو ترغیب بھی نہیں دیتا۔

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ہلاکت ہے نمازیوں کے لیے۔ کون سے نمازی؟ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ جو وہ اپنی نمازوں سے غافل ہیں۔ بھولے

ہوئے ہیں۔(اس سے معلوم ہوا کہ مکہ مکرمہ والے مشرکین بھی نمازیں پڑھتے تھے اور اُنھی کی مذمت ہے مومنوں کی مذمت نہیں کیوں کہ مکہ میں سارے مومن مخلص تھے منافق ایک بھی نہ تھا۔ ہاں مدینہ میں جا کر منافق ہوئے۔اور یہ مکی سورۃ ہے۔تو مصلین سے مشرکین مراد ہیں نہ کہ مومنین۔قرآن پاک کا شان نزول پر بند ہونا یعنی آیت کو شانِ نزول پر منطبق کرنا ضروری نہیں ہے یہ قیامت تک کے لیے ہے اس لیے آج بھی اس سے استدلال کر سکتے ہیں لیکن اُس وقت مذمت اُن کی تھی۔تفصیل کے لیے گلدستۂ توحید دیکھیے۔)

منافق کی نماز :

حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا اِتَّقُوْا صلٰوۃ المنافق اِتَّقُوْا صلٰوۃ المنافق اِتَّقُوْا صلٰوۃ المنافق "منافق کی نماز سے بچو، منافق کی نماز سے بچو، منافق کی نماز سے بچو۔" بخاری شریف اور مسلم شریف کی روایت ہے تین مرتبہ فرمایا۔ سوال کیا گیا حضرت! منافق کی نماز کون سی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جب نماز کا مستحب وقت نکل جائے تو اُٹھتا ہے مرغے کی طرح ٹھونگیں مارتا ہے سجدے پر سجدہ۔ مثلاً: عصر کا وقت ہے سورج غروب ہونے کے قریب ہوتا ہے تو یہ اس وقت ٹھونگیں مارتا ہے۔ یہ منافق کی نماز ہے۔ کئی دفعہ یہ مسئلہ میں واضح کر چکا ہوں کہ ارکانِ نماز میں اعتدال، اطمینان واجب ہے۔ ترک واجب سے نماز کامل نہیں ہوتی جب تک سجدہ سہو نہ ہو۔ رکوع میں اتنا اعتدال ہو کہ کمر سیدھی ہو جائے اور کم از کم تین تسبیحات پڑھے اور جب رکوع سے سر اُٹھائے تو بالکل سیدھا کھڑا ہو جائے۔ اگر سر اُٹھاتے ہی سجدے میں چلا گیا تو نماز نہیں ویسے ہی ٹکریں مار رہا ہے۔

بخاری شریف، مسلم شریف اور تمام صحاح کی کتابوں میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے ایک شخص آیا جس کا نام خلاد بن رافع تھا۔ اس نے جلدی جلدی نماز پڑھی بغیر رکوع، سجود کے اعتدال کے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آکر سلام کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وعلیکم السلام! اِرْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ "پھر جا نماز پڑھ تو نے نماز نہیں پڑھی۔" پھر اُس نے اسی طرح نماز پڑھی جس طرح پہلے پڑھی تھی۔ پھر آکر سلام کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا اِرْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ "پھر جا کے نماز پڑھ تو نے نماز نہیں پڑھی۔" تیسری دفعہ پھر اُس نے اسی طرح نماز پڑھی جس طرح اُس کو آتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اِرْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ "پھر جا کے نماز پڑھ یہ جو تو نے نماز نہیں پڑھی یہ کچھ نماز نہیں ہے۔"

اس نے کہا حضرت! اَبِیْ وَاُمِّیْ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھے جو طریقہ آتا تھا میں نے اس کے مطابق پڑھی۔ آپ بتائیں مجھے کیسے پڑھنی چاہیے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو کا طریقہ بتلایا، پھر نماز کا طریقہ بتلایا اور فرمایا رکوع میں جاؤ تو رکوع اطمینان کے ساتھ کرو۔ جس وقت رکوع سے سر اُٹھاؤ تو اطمینان کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ۔ جس وقت سجدے میں جاؤ تو اطمینان کے ساتھ ناک اور پیشانی زمین کے ساتھ لگا کر سجدہ کرو۔ پھر جب سجدے سے سر اُٹھاؤ تو دونوں سجدوں کے درمیان اطمینان کے ساتھ بیٹھو۔ پھر دوسرا سجدہ اطمینان کے ساتھ کرو۔

ہماری جو برائے نام نمازیں ہیں یہ ظاہری شرائط بھی پوری نہیں کرتیں اور جو باطنی شرائط ہیں وہ تو بہت دور کی بات ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ "کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کر اس انداز سے کہ گویا تو اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔" تو جو

نمازیں شرائط کے ساتھ نہیں ہیں ایسے نمازیوں کے متعلق فرمایا ہلاکت ہے نمازیوں کے لیے جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں۔ ویل جہنم میں ایک طبقے کا نام بھی ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ نمازوں میں کوتاہی کرتے ہیں وہ اس طبقے میں جائیں گے۔ جس سے دوزخ کے باقی طبقے روزانہ چار سو مرتبہ پناہ مانگتے ہیں۔

الَّذِیْنَ هُمْ یُرَآءُوْنَ وہ جو ریا کاری کرتے ہیں، دکھلاوا کرتے ہیں۔ اگر کسی نے دیکھ لیا تو پڑھ لیتے ہیں اگر نہ دیکھا تو پروا نہیں۔ اگر کسی نے دیکھ لیا تو خوب سنوار کر پڑھتے ہیں۔ پھر یہ نماز رب تعالیٰ کے لیے تو نہ ہوئی جس کو دکھا رہا [illegible] کے لیے ہوئی۔

ایک صحابی نے سوال کیا حضرت! میں نماز پڑھ رہا ہوں رب تعالیٰ کی رضا کے لیے۔ اس دوران میں کوئی آدمی آجاتا ہے اور میرے دل میں خوشی پیدا ہوتی ہے کہ اچھی بات ہے کہ اس نے مجھے نماز پڑھتے دیکھ لیا ہے۔ حضرت! یہ ریا کاری میں تو داخل نہیں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں یہ ریا نہیں ہے۔ نیکی کرتے ہوئے خوشی محسوس کرنا ایمان کی علامت ہے۔ ریا تو تب ہو کہ لوگوں کو دکھانے کے لیے شروع کرے۔

فرمایا وَیَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ۔ ماعون کہتے ہیں گھر کی استعمال کی چیزوں کو۔ مثلاً: دیگچی ہے، ہانڈی ہے، چمچہ ہے، پیالیاں ہیں، چائے دانی ہے۔ اگر کوئی یہ چیزیں مانگتا ہے، اس سے منع کرنا نہ دینا بڑی خساست کی بات ہے، گناہ کی بات ہے۔ جب یہ چیزیں واپس مل سکتی ہیں تو منع نہ کرو۔

ہاں! ایسے آدمی سے روکنے کی اجازت ہے جو لے کر واپس نہیں کرتا یا لے کر بے دردی کے ساتھ استعمال کرتا ہے۔ صحیح چیز لے گیا اور توڑ پھوڑ کر واپس کر دی اس سے

روک سکتے ہو۔اور اس سے کہہ دو کہ بھائی! تم صحیح چیز لے جاتے ہو اور توڑ پھوڑ کر واپس کرتے ہو اس لیے ہم آپ کو نہیں دیں گے۔ یہ نہ کہو کہ گھر میں یہ چیز نہیں ہے۔ جھوٹ مت بولو۔ اور جو دیانت دار ہے اس سے استعمال کی چیزیں نہ روکو۔ تو فرمایا اور منع کرتے ہیں استعمال کی چیزیں۔ رب تعالیٰ اس سے بچائے اور محفوظ رکھے۔

[امین]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر

سُوْرَةُ الْكَوْثَر

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتہا ۳ ۱۰۸ سُورَۃُ الْکَوْثَرِ مَکِّیَّۃٌ ۱۵ رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ۝۱ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ ۝۲ اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ ۝۳ ع

اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ بے شک ہم نے آپ کو عطا کی الْکَوْثَرَ کوثر فَصَلِّ لِرَبِّکَ پس آپ نماز پڑھیں اپنے رب کے لیے وَانْحَرْ اور قربانی کریں اِنَّ شَانِئَکَ بے شک آپ کا دشمن ھُوَالْاَبْتَرُ ہی ابتر ہے۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام سورۃ الکوثر ہے۔ پہلی ہی آیت کریمہ میں کوثر کا لفظ موجود ہے۔ جس سے اس کا نام لیا گیا ہے۔ نازل ہونے کے اعتبار سے اس کا پندرھواں ﴿۱۵﴾ نمبر ہے۔ اس سے پہلے چودہ ﴿۱۴﴾ سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کا ایک رکوع اور تین آیتیں ہیں۔

قرآن پاک کی کوئی سورت تین آیات سے کم نہیں ہے۔ وہ سورتیں جو تین آیات پر مشتمل ہیں وہ تین ہیں۔ ایک سورۃ العصر، دوسری سورۃ الکوثر اور تیسری سورۃ النصر ہے۔ سب سے بڑی سورت سورۃ البقرہ ہے۔

شانِ نزول :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک پچیس سال تھی۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا دو مرتبہ بیوہ ہو چکی تھیں۔ ایک خاوند سے ایک لڑکا تھا اور دوسرے خاوند سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی تھی۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک اس وقت چالیس سال تھی جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکاح ہوا ہے۔ عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پندرہ سال بڑی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکاح کے ایک سال بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں، پھر ایک سال بعد حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں، پھر ام کلثوم رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں اور جس سال آپ کو نبوت ملی اس سال حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔

بیٹے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تین تھے۔ دو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے۔ ایک کا نام حضرت قاسم رضی اللہ عنہ اور دوسرے کا نام عبداللہ تھا رضی اللہ عنہ۔ اس کا لقب طیب بھی تھا اور طاہر بھی تھا۔ تیسرے بیٹے کا نام حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ تھا۔ یہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے پیٹ سے پیدا ہوئے۔ اتفاق کی بات ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی بیٹا بالغ نہیں ہوا۔ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ اس عمر کو پہنچے تھے کہ کوشش کر کے گھوڑے، گدھے پر سوار ہو جاتے تھے۔ تقریباً آٹھ، نو سال عمر تھی۔ اور اس عمر میں فوت ہو گئے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ پہلے فوت ہو چکے تھے۔

جس وقت حضرت قاسم رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو عاص بن وائل نے شور مچایا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نرینہ اولاد کوئی نہیں رہی یہ ابتر ہو گیا ہے۔ کیوں کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ تو مدینہ طیبہ میں پیدا ہوئے۔ یہ جو کلمہ سناتا ہے، توحید سناتا ہے وہ کب تک رہے گی؟ جب اپنی نرینہ اولاد نہ ہو تو کام ختم ہو جاتا ہے۔ لڑکیاں دوسروں کے گھروں میں چلی جائیں گی

اور عورت کھل کر تبلیغ بھی نہیں کر سکتی۔ اس کا مشن ختم ہو جائے گا کہ اس کی نرینہ اولاد نہیں ہے۔ طبعی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اس کی تکلیف ہوئی۔ آخر بری بات آدمی سنے تو تکلیف تو ہوتی ہے۔ آدمی لوہے یا ربڑ کا بنا ہوا تو نہیں ہے۔ انسان آخر انسان ہے۔ اس موقع پر یہ سورت نازل ہوئی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّآ اَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا حضرت! کوثر کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نَهْرٌ فِي الْجَنَّةِ "جنت میں نہر ہے۔" وہ دنیا کی نہروں کی طرح نہیں ہے کہ یہ زمین کی گہرائی میں چلتی ہیں اور دونوں طرف مٹی کے بند ہوتے ہیں (کنارے ہوتے ہیں۔) وہ نہر جنت کی زمین کی سطح پر چلتی ہے اور کناروں پر موتیوں کے بند ہیں۔ اس نہر کا پانی حوض کوثر میں ہوگا۔ اس حوض کوثر کے متعلق فرمایا وہ اتنا لمبا چوڑا ہے جیسے مکہ مکرمہ سے لے کر اذرحا کے مقام تک۔ آپ لوگ اس طرح سمجھیں کہ یہاں (گوجرانوالا) سے لے کر کراچی تک جتنی مسافت ہے اتنی اس کی لمبائی چوڑائی ہو گی۔ اس کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا اور دودھ سے زیادہ سفید ہوگا جو ایک دفعہ پی لے گا اس کو حشر کے تمام عرصہ میں پیاس نہیں لگے گی۔ لیکن اگر کوئی بار بار پینا چاہے گا تو وہ پانی فوراً ہضم ہوتا جائے گا۔ یہ حوض کوثر میدان محشر میں ہوگا۔

ترمذی شریف کی روایت میں ہے لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوْضٌ "ہر نبی کے لیے حوض ہے اس کے امتی اس حوض سے پانی پئیں گے۔" مگر فرمایا سب سے بڑا حوض میرا ہوگا۔ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت بہت زیادہ ہوگی۔ حدیث پاک میں آتا ہے جنتیوں کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی۔ ان میں اسی (۸۰) صفیں صرف میری امت کی ہوں گی اور

چالیس صفیں باقی پیغمبروں کی ہوں گی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ دو تہائی جنت میں آپ ﷺ کی امت ہوگی اور ایک تہائی حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک کے تمام امتیوں کی ہوگی۔ ایسے پیغمبر بھی ہوں گے جن کا ایک امتی ہوگا اور ایسے پیغمبر بھی ہوں گے جن کا کلمہ پڑھنے والے دو ہوں گے اور ایسے بھی ہوں گے جن کے تین امتی ہوں گے اور ایسے بھی ہوں گے جن کے چار امتی ہوں گے اور ایسے بھی ہوں گے جن کے پانچ امتی ہوں گے۔ بخاری شریف کی روایت ہے وَيَجِيءُ نَبِيٌّ وَلَيْسَ مَعَهُ أَحَدٌ "اور ایسے پیغمبر بھی آئیں گے کہ ایک امتی بھی ساتھ نہ ہوگا۔" یعنی اس نبی کا کلمہ نہ بیوی نے پڑھا، نہ اولاد نے پڑھا نہ کسی بہن بھائی نے پڑھا تنہا پیغمبر میدان میں آئے گا۔ سب سے زیادہ امت آپ ﷺ کی ہوگی۔

آپ ﷺ نے فرمایا تَزَوَّجُوا الْوَلُودَ الْوَدُودَ فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ "ایسے خاندان کی عورتوں سے نکاح کرو جو زیادہ بچے جننے والی ہوں، محبت کرنے والی ہوں میں اپنی امت کی کثرت پر قیامت والے دن فخر کروں گا خوش ہوں گا۔" آنحضرت ﷺ کا تو یہ فرمان ہے اور ایوب خان کا قانون ہے کہ چار سے زیادہ بچے ہوں گے تو کھائیں گے کہاں سے؟ بھائی! تو تو چلا گیا اور کھانے والے اب تک کھا رہے ہیں۔ (استاذ محترم حضرت مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ نے تفسیر پڑھاتے ہوئے فرمایا کہ خاندانی منصوبہ بندی کر کے آنے والوں کو روکتے ہیں۔ بھائی! تم آگے جاؤ آنے والوں کو آنے دو، ان کے لیے جگہ چھوڑو۔ مرتب: نواز بلوچ)

اقتصادیات والے جو اپنے آپ کو بڑا سمجھ دار سمجھتے ہیں وہ بڑے پریشان ہیں۔ کہتے ہیں کہ اتنے سال گزرنے کے بعد لوگ کہاں رہیں گے، کیا کھائیں گے؟ بھئی!

کھانے پینے کا مسئلہ رب تعالیٰ کے متعلق ہے یا تمھارے متعلق ہے؟ تم نے کھانے کھلانے کا ٹھیکہ کب سے لیا ہے؟ یہ تو رب تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ بارھویں پارے میں ہے وَمَامِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا "اور کوئی نہیں ہے چلنے پھرنے والا زمین میں مگر اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے اس کی روزی۔" تم کیوں فکر کرتے ہو؟ آج سے پچاس ساٹھ سال پہلے لوگ تھوڑے ہوتے تھے پیداوار بھی کم ہوتی تھی۔ زیر کاشت زمین بھی تھوڑی تھی۔ اب لوگ زیادہ ہو گئے ہیں اللہ تعالیٰ نے پیدوار زیادہ کر دی ہے۔ بڑھتے جائیں گے اللہ تعالیٰ پیداوار بڑھاتے جائیں گے۔ پھر عجیب بات ہے کہ جس چیز کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا ہے اس کے لیے تو ہم ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں۔ ملک، غیر ملک ہاتھ پاؤں مارتے ہیں۔ اور مغفرت کی ذمہ داری رب تعالیٰ نے نہیں لی اس کی فکر ہی کسی کو نہیں ہے۔

اس کا یہ مطلب نہ سمجھنا کہ کمائی کرنا جائز نہیں ہے۔ بالکل کماؤ، ملک میں غیر ملکوں میں جاؤ مگر اس بات کو مدنظر رکھو کہ ملنا وہی ہے جو قسمت میں ہے۔ لہٰذا جتنا آدمی رزق کے لیے گھومتا ہے اس سے زیادہ مغفرت کے لیے کوشش کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ بخشش فرما دے اور جس کی مغفرت ہو گئی بس اس کی کیا بات ہے؟

تو حوض کوثر میں نہر کوثر کا پانی ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے کنارے پر جو برتن ہوں گے ان کی تعداد آسمان کے ستاروں کے برابر ہوگی۔ یہ بخاری شریف کی روایت ہے۔ اور ترمذی شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں حوض کوثر پر بیٹھا ہوں گا ایک طرف ابوبکر ہوں گے اور دوسری طرف عمر ہوں گے وَ صَاحِبَایَ عَلَى الْحَوْضِ "یہ جیسے دنیا میں میرے ساتھی ہیں حوض کوثر پر بھی میرے

ساتھی ہوں گے۔" ان دونوں کا تعلق تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا تھا کہ دنیا میں بھی ساتھ رہے، وفات کے بعد بھی ساتھی ہیں اور محشر میں بھی ساتھ ہوں گے، حوض کوثر پر بھی ساتھ ہوں گے۔

اہل بدعت حوض کوثر سے محروم رہیں گے :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ کچھ لوگ حوض کوثر پر پانی پینے کے لیے آئیں گے فرشتے ان کو دھکے ماریں گے، پیچھے ہٹائیں گے۔ میں کہوں گا یہ میرے ساتھی، میرے امتی معلوم ہوتے ہیں ان کو پیچھے کیوں دھکیلتے ہو؟ فرشتے کہیں گے حضرت! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم نہیں کہ انھوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعتیں گھڑی تھیں فَاَقُوْلُ سُحْقًا سُحْقًا "میں فرشتوں سے کہوں گا جلدی سے ان کو میری آنکھوں سے پیچھے ہٹا دو۔" تو اہل بدعت جتنے ہیں وہ حوض کے پانی سے محروم ہو جائیں گے۔ بدعت بڑا سنگین جرم ہے۔ جس طرح شرک سخت ترین جرم ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ میری شفاعت میرے ہر گناہ گار امتی کے لیے ہے مَنْ لَمْ یُشْرِكْ بِاللّٰهِ شَيْئًا "جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہیں کیا ہوگا" اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لیے یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ حاضر ناظر ہے قطعاً شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو عالم الغیب ماننا، مختار کل ماننا قطعاً شرک ہے۔ اور مشرک کے لیے نہ شفاعت ہے اور نہ وہ حوض کوثر کا حق دار ہے۔ یہ عقیدہ رکھنے والا سیدھا جہنم میں ڈالا جائے گا۔ ان مسائل کو چھوٹے مسائل نہ سمجھنا۔ بعض نادان قسم کے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ اختلافات ایسے ہی ہیں جیسے حنفی، مالکی، شافعی اختلافات ہیں۔ حاشا وکلا یہ ایسے اختلافات نہیں ہیں۔ بلکہ یہ بنیادی مسائل ہیں۔ شرک و بدعت کے ہوتے ہوئے نہ نمازیں کام آئیں گی، نہ

روزے، نہ حج، نہ زکوٰۃ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر اس طرح کی ہے کہ ہم نے آپ کو کوثر دی یعنی خیرِ کثیر دی۔ شاگردوں میں سے ایک نے کہا حضرت! آپ اس کا معنیٰ خیر کثیر کرتے ہیں اور ہم نے سنا ہے کہ کوثر سے مراد نہر ہے اور حوض کوثر مراد ہے۔ تو مسکرا کر فرمایا کہ میں نے جو اس کی تفسیر خیر کثیر کی یہ اس کے مخالف نہیں ہے۔ کیوں کہ خیر کثیر جنس ہے حوض کوثر اس کی ایک نوع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خیر کثیر دی، نبوت دی، رسالت دی، قرآن دیا، یہ امت دی، حوض کوثر دیا۔

فَصَلِّ لِرَبِّكَ پس آپ نماز پڑھیں اپنے رب کے لیے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتنا بلند مقام عطا فرمایا ہے تو اس کے شکر کے لیے، اس کی رضا کے لیے نماز پڑھو۔ تمام عبادات میں نماز کا بہت بلند مقام ہے۔ قیامت والے دن پہلا پرچہ ہی نماز کا ہوگا۔ لیکن آج ہم نے نماز کو کچھ نہیں سمجھا۔ نماز ایسی شے ہے کہ اگر کوئی تختہ دار پر لٹکا ہوا ہو، بدن میں میخیں ٹھکی ہوئی ہوں پھر بھی معاف نہیں ہے۔ اشارے کے ساتھ پڑھے۔ اگرچہ بہ ظاہر شرم آتی ہے لیکن دین کا مسئلہ ہے فقہاء کرام نے لکھا ہے اس لیے بیان کرتا ہوں کہ اگر کسی عورت کے ہاں بچے کی پیدائش ہو رہی ہے بچے کا سر پیٹ سے باہر آ گیا ہے باقی جسم نہیں نکلا اور نماز کا وقت ہو گیا ہے اس حالت میں بھی عورت کو نماز معاف نہیں ہے۔ وہ بچے کا سر ہنڈیا میں کر کے نماز پڑھے۔ اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ زمین میں گڑھا کھود کر بچے کا سر اس میں کر کے نماز پڑھے۔ اس وقت جو خون آئے گا بیماری کا ہوگا، نفاس کا نہیں ہوگا۔ اس لیے نماز اس پر فرض ہے۔ اس سے اندازہ لگاؤ کہ نماز کتنی اہم ہے۔

تو فرمایا نماز پڑھیں اپنے رب کے لیے وَانْحَرْ اور قربانی کریں۔ بعض حضرات نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اس کی یہ تفسیر کی ہے کہ اس کا معنیٰ ہے نماز پڑھتے وقت اپنے ہاتھ سینے پر رکھ۔ لیکن حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں لَا یَصِحُّ "یہ روایت صحیح نہیں ہے۔" حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ نہیں فرمایا۔

دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ جب نماز پڑھو تو اپنی چھاتی کو قبلے کی طرف ٹھیک کرو۔ لیکن وَانْحَرْ کی صحیح تفسیر وہ ہے جو جمہور نے کی ہے کہ نحر کا معنیٰ قربانی کرنا ہے۔ نحر اونٹ کو کھڑے کر کے قربانی کرنے کو کہتے ہیں۔ یہ مستحب ہے۔ لٹا کر ذبح کرنا بھی صحیح ہے۔ تو وَانْحَرْ میں قربانی کا حکم ہے۔

منکرین قربانی کے اعتراضات اور جواب :

قربانی کے منکر کہتے ہیں کہ یہ جو عام لوگ قربانیاں کرتے ہیں یہ قرآن کے خلاف ہیں۔ یہ مولویوں نے کھالیں جمع کرنے کے لیے لوگوں کے ذہن خراب کیے ہوئے ہیں۔ کہتے ہیں قربانی صرف حاجی کو کرنی چاہیے۔ یہ منکرین حدیث کہتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں بھائی! قربانی ایک ایسی چیز ہے کہ جب سے انسانیت چلی ہے قربانی بھی ساتھ چلی ہے۔ ہابیل قابیل کے جھگڑے کو ختم کرنے کے لیے قربانی کا حکم ہوا۔ اس کا ذکر قرآن کریم میں ہے اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ﴿المائدہ: ۲۷﴾ "جب کہ ان دونوں نے قربانی پیش کی پس ان میں سے ایک سے قبول کی گئی اور دوسرے سے قبول نہ کی گئی۔" ہابیل علیہ السلام کی قربانی قبول ہوگئی اور قابیل کی قبول نہ ہوئی۔ تو قربانی مولویوں نے نہیں بنائی یہ شروع سے چلی آرہی ہے اور یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ اپنے رب کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر۔ یہ نہیں فرمایا کہ حج

کرا اور قربانی کر۔ اس وقت تو حج نہیں تھا جب یہ سورت نازل ہوئی ہے۔ یہ مکی سورت ہے۔ اور حج مدینہ طیبہ میں فرض ہوا ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے اَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بِالْمَدِیْنَۃِ عَشْرًا یُضَحِّیْ "آنحضرت ﷺ نبوت کے بعد دس سال مدینہ طیبہ میں رہے ہر سال قربانی کرتے تھے۔" قربانی نہ حرم کے ساتھ خاص ہے نہ حاجی کے ساتھ خاص ہے۔

فرمایا اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ بے شک آپ کا دشمن ہی ابتر ہے۔ چنانچہ عاص بن وائل کا نام بیٹے کے سامنے آتا تھا تو شرمندہ ہو جاتا تھا اور کہتا تھا اس کا نام نہ لو۔ آنحضرت ﷺ کی باتیں کرو۔ آپ ﷺ کے دشمنوں کا خیال تھا کہ آپ کی نرینہ اولاد نہیں رہی یہ دین بھی نہیں رہے گا لیکن الحمد للہ! آپ ﷺ کے وفادار امتیوں نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر کے اور جانوں کو تکلیفوں میں ڈال کر آپ ﷺ کے کلمے، آپ ﷺ کے دین کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچایا اور ان شاء اللہ العزیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول تک یہ دین، یہ حق باقی رہے گا۔ اس کے بعد کمان وہ خود سنبھال لیں گے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تفسیر

سُورۃ الکافرون

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتھا ۶ ۔ ۱۰۹ سُوْرَۃُ الْکٰفِرُوْنَ مَکِّیَّۃٌ ۱۸ ۔ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝۱ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝۲ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝۳ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝۴ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝۵ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝۶ ع ۲ / ۲۴

قُلْ اے پیغمبر آپ فرمادیں یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ اے کافرو لَآ اَعْبُدُ میں نہیں عبادت کرتا مَا تَعْبُدُوْنَ جن کی تم عبادت کرتے ہو وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ اور نہ تم عبادت کرنے والے ہو مَآ اَعْبُدُ اس کی جس کی میں عبادت کرتا ہوں وَلَآ اَنَا عَابِدٌ اور نہ میں عبادت کروں گا مَّا عَبَدْتُّمْ جن کی تم عبادت کر چکے ہو وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ اور نہ تم عبادت کروگے مَآ اَعْبُدُ اس کی جس کی میں عبادت کرتا ہوں لَکُمْ دِیْنُکُمْ تمھارے لیے تمھارا دین ہے وَلِیَ دِیْنِ اور میرے لیے میرا دین ہے۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام سورۃ الکفرون ہے۔ پہلی ہی آیت کریمہ میں کافرون کا لفظ موجود ہے جس سے اس کا نام لیا گیا ہے۔ اس سے پہلے سترہ (۱۷) سورتیں نازل ہو چکی

تھیں۔ اس کا اٹھارھواں ﴿۱۸﴾ نمبر ہے۔ اس کا ایک رکوع اور چھ ﴿۶﴾ آیات ہیں۔

شانِ نزول :

اس سورت کا شان نزولؒ اس طرح تفسیروں میں بیان ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے وقت مکہ مکرمہ کی آبادی تھوڑی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتیں لوگوں میں پہلے دن ہی پہنچ گئی تھیں۔ جن کو پہلے دن پتا نہیں چلا ان کو دوسرے، تیسرے دن پتا چل گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دعویٰ نبوت پر لوگوں کو بڑا تعجب ہوا۔ اس سلسلے میں اُنھوں نے دار الندوہ میں اجتماع کیا۔ یہ ان کا دارا تھا جس میں مشاورت کے لیے، گپوں کے لیے اکٹھے ہوتے تھے۔ اب وہ مسجد حرام میں شامل ہو چکا ہے۔ قریش مکہ نے مشورہ کیا کہ اس کے دعویٰ نبوت کی وجہ کیا ہے؟ ہر کام کا کوئی مقصد ہوتا ہے، غرض ہوتی ہے۔ آخر اس نے جو نبوت کا دعویٰ کیا ہے اس کا مقصد کیا ہے؟

کسی نے کہا کہ یہ مالی لحاظ سے کمزور ہے اس کا مقصد ہے کہ لوگ میرے قریب آئیں گے میری امداد کریں گے۔ بعض نے کہا کہ یہ بات بھی ممکن ہے لیکن ہماری سمجھ میں دوسری بات آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے خوب صورت جوان ہے، صحت مند ہے جس عورت کے ساتھ نکاح کیا ہے، وہ بیوہ ہے اس کا مقصد ہے کہ مجھے کوئی اچھا رشتہ مل جائے۔ رشتہ حاصل کرنے کے لیے یہ انداز اختیار کیا ہے۔ کسی نے کوئی رائے دی، کسی نے کوئی رائے دی۔

چنانچہ ایک وفد کی صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے۔ کہنے لگے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم نے سنا ہے کہ آپ نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اس کی کیا حقیقت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوت ورسالت عطا فرمائی ہے۔ حضرت جبرئیل

علیہ السلام فرشتوں کا سردار مجھ پر نازل ہوا ہے اور مجھے قرآن پاک کی یہ سورتیں سکھلائی ہیں اور وعدہ کیا ہے کہ اور بھی قرآن نازل ہوگا۔ میں تمھیں اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دیتا ہوں، قیامت کے مسئلے کی دعوت دیتا ہوں، قرآن پاک کے حق ہونے کی دعوت دیتا ہوں، تمام پیغمبروں پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہوں، سچ بولنے، جھوٹ چھوڑنے کا کہتا ہوں، عدل وانصاف کے ساتھ رہنے کا کہتا ہوں، بدامنی پھیلانے سے روکتا ہوں۔

کہنے لگے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جتنا مال آپ چاہتے ہیں ہم آپ کو دینے کے لیے تیار ہیں۔ ولید بن مغیرہ نے کہا کہ آدھا مال میرے ذمہ ہے باقی تم سارے مل کر دینا۔ اتنا مال اس کو دے دیں کہ اس کی سات پشتیں ختم نہ کر سکیں۔ عتبہ نے کہا کہ سارے جانتے ہیں کہ میری لڑکیاں شکل وعقل والی ہیں۔ سب لوگ رشتے کے پیغام بھیجتے ہیں لیکن میں نے کسی کے لیے ہاں نہیں کی۔ آپ جس پر ہاتھ رکھیں میں بغیر مہر کے اس کا آپ سے نکاح کرنے کو تیار ہوں۔ لیکن یہ سلسلہ جو آپ نے شروع کر رکھا ہے اس کو چھوڑ دیں۔ اختلاف بُری چیز ہے یہ گھر گھر میں پھیلے گا، گلی گلی میں پھیلے گا، بازار میں پھیلے گا۔ باپ بیٹے کا جھگڑا ہوگا، میاں بیوی کا جھگڑا ہوگا، بھائی بھائی کا جھگڑا ہوگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے میرے سامنے مال کی پیش کش کی ہے مجھے رب تعالیٰ کی قسم ہے اگر تم مجھے ساری دنیا کا بادشاہ بنادو میں پھر بھی حق کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ مجھے نہ مال کی ضرورت ہے نہ رشتے کی ضرورت ہے۔ رب تعالیٰ نے مجھے نبوت ورسالت دی ہے مجھ سے جتنا ہو سکا میں اس کا حق ادا کروں گا۔ پھر کہنے لگے اس میں کچھ ترمیم کرو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ پھر کہنے لگے چلو اس طرح کرتے ہیں کہ ایک سال آپ ہمارے معبودوں کی عبادت کریں ان کو بُرا

مت کہیں اور ایک سال ہم آپ کے خدا کی عبادت کریں گے۔ صلح صفائی سے وقت گزارنا چاہیے جھگڑا اچھی چیز نہیں ہے۔ جب اُنھوں نے یہ پیش کش کی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خاموش ہو گئے۔ خاموشی کی وجہ یہ تھی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر یہ سورت نازل ہونی شروع ہوگئی تھی۔

احادیث میں آتا ہے کہ جس وقت وحی نازل ہوتی تھی سخت سردی میں بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پیشانی سے پسینا بہتا تھا۔ اُنھوں نے دیکھا کہ آپ کی پیشانی سے پسینہ بہہ رہا ہے تو بعض نے یہ خیال کیا کہ اس پر ہماری بات کا اثر ہو گیا ہے۔ جس وقت یہ سورت نازل ہوگئی تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جواب میں تاخیر اس لیے کی ہے کہ اس وقت وحی نازل ہو رہی تھی اور یہ سورت مجھ پر نازل ہوئی ہے جو میں تم کو ابھی پڑھ کر سناؤں گا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پروقار انداز میں یہ سورت اُن کو سنائی۔

قُلْ اے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! آپ ان سے کہہ دیں يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اے کافرو! لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ میں نہیں عبادت کرتا جن کی تم عبادت کرتے ہو وَلَآ اَنْتُمْ اور نہ تم عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ عبادت کرنے والے ہو اس کی جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ مشرک رب تعالیٰ کی ذات کے منکر نہیں تھے رب تعالیٰ کو مانتے تھے اور رب تعالیٰ کی عبادت کے بھی قائل تھے مگر اکیلے رب کی عبادت کے قائل نہیں تھے۔ رب تعالیٰ کی عبادت میں دوسروں کو شریک ٹھہراتے تھے۔ حضرت ہود علیہ السلام کو ان کی قوم نے کہا قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ﴿الاعراف: ۷۰﴾ "کیا تو آیا ہے ہمارے پاس اس مقصد کے لیے کہ ہم عبادت کریں اکیلے خدا کی اور چھوڑ دیں ہم ان کو جن کی عبادت کرتے تھے ہمارے باپ دادا۔" ہم اللہ کی بھی عبادت کریں گے اور دوسروں کی بھی

عبادت کریں گے۔ مشرک رب تعالیٰ کی بھی عبادت کرتا ہے اور ظاہری طور پر مشرک عام کلمہ گو مسلمانوں سے زیادہ رب تعالیٰ کا عقیدت مند ہوتا ہے۔ آٹھویں پارے میں موجود ہے کہ وہ پیداوار میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا حصہ نکالتے تھے اور کہتے تھے هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا "یہ حصہ اللہ تعالیٰ کا ہے اپنے خیال سے اور یہ ہمارے شریکوں کے لیے ہے۔" دیکھو! اللہ تعالیٰ کے ساتھ کتنی عقیدت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حصہ پہلے نکالتے تھے اور ان کی یہ عقیدت قرآن سے ثابت ہے۔ پھر اگر اللہ تعالیٰ کے حصہ میں کچھ دانے شریکوں کے مل جاتے تو الگ کر لیتے کہ اللہ تعالیٰ غنی ہے یہ محتاج ہیں۔ اور جو حصہ اللہ تعالیٰ کا ہوتا تھا اس میں سے کچھ دانے شریکوں کے حصے میں مل جاتے تو الگ نہیں کرتے تھے۔ کہتے تھے کوئی بات نہیں رب غنی ہے۔ یہ قرآن پاک میں موجود ہے۔ تو بہ ظاہر رب تعالیٰ کے ساتھ مشرک کو کتنی عقیدت ہے۔

اور مشرکوں کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ جن کو ہم پکارتے ہیں ان کو ہم الٰہ نہیں سمجھتے۔ ہم تو ان کو صرف اللہ تعالیٰ تک رسائی کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات بہت بلند ہے ہماری اس تک پہنچ نہیں ہے یہ ہماری سیڑھیاں ہیں مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ﴿الزمر: ۳﴾ "ہم نہیں عبادت کرتے ان کی مگر اس لیے کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا قرب دلائیں گے۔" اور سورت یونس آیت نمبر ۱۸ میں هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ "یہ جن کی ہم عبادت کرتے ہیں یہ ہمارے سفارشی ہیں۔" یہ خدا نہیں ہیں خدا کے قریب کرنے والے ہیں۔

پھر مثالیں دیتے کہ بادشاہ یا وزیر اعظم کو ملنا ہو تو براہِ راست آدمی نہیں مل سکتا۔ گورنر، کمشنر، ڈی سی کے ذریعے ملتا ہے۔ اسی طرح ہم پست ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات بہت

بلند ہے یہ ہمارے درمیان واسطہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿النحل: ۷۴﴾ "پس نہ بیان کرو تم مثالیں اللہ تعالیٰ کے لیے بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔" بادشاہ وزیر اعظم کے لیے تو واسطے اس لیے تلاش کیے جاتے ہیں کہ ان کو حالات کا علم نہیں ہوتا ان سے ملاقات کر کے ان کو حالات سے آگاہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کو تو ہر شے کا علم ہے اس کو کس شے سے آگاہ کرنا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ بلند ذات ہونے کے باوجود تمھارے ساتھ ہے۔ سورۃ الحدید، آیت ۴، پارہ ۲۷ میں ہے وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ "اور وہ اللہ تعالیٰ تمھارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو۔" لہٰذا یہ بادشاہوں والی مثال بیان نہ کرو۔

اور دوسری مثال یہ بیان کرتے ہیں کہ مکان کی چھت پر چڑھنے کے لیے سیڑھی کی ضرورت ہوتی ہے چھلانگ لگا کر تو اوپر نہیں جاسکتا۔ مکان کتنا بلند ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات تو بہت بلند ہے یہ بابے درمیان میں ہماری سیڑھیاں ہیں۔ تو رب تعالیٰ نے فرمایا میرے پاس آنے کے لیے سیڑھیوں کی ضرورت نہیں ہے وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ﴿ق: ۱۶﴾ "اور ہم زیادہ قریب ہیں انسان کے اس کی دھڑکتی ہوئی رگ سے۔" شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں یہاں کون سی سیڑھی لگانے کی ضرورت ہے۔

تو مشرک رب تعالیٰ کا بڑا عقیدت مند ہوتا ہے لیکن مشرک کو خالص عبادت رب کی نصیب نہیں ہوتی اس کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے اور کہتا ہے اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ﴿ص: ۵﴾ "کیا اس نے کر دیا ہے تمام معبودوں کو ایک ہی معبود بے شک یہ ایک عجیب چیز ہے۔" یہ کہتا ہے کہ ایک ہی دست گیر ہے، ایک ہی فریاد رس ہے، ایک ہی حاجت روا ہے، ایک ہی مشکل کشا ہے اور کوئی نہیں ہے یہ بات

ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔

آج بھی مسجدوں میں یہ شعر پڑھے جاتے ہیں:

امداد کن امداد کن از بند غم آزاد کن
در دین ودنیا شاد کن یا غوثِ اعظم دستگیر

ان سے کہو کہ صرف رب سے مانگو تو ان کو یہ بات سمجھ نہیں آتی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ ان سے کہہ دیں یٰاَیُّھَاالْکٰفِرُوْنَ اے کافرو! لَآ اَعْبُدُ میں نہیں عبادت کرتا فی الحال، اس وقت مَا ان کی تَعْبُدُوْنَ جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ جنوں کی، فرشتوں کی، انسانوں کی، لات، منات، عزّیٰ۔ میں ان کی عبادت کرنے کے لیے قطعاً تیار نہیں ہوں نہ ہی وہ عبادت کے مستحق ہیں۔ میں تو وحدہٗ لاشریک کی عبادت کرنے والا ہوں۔ ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا بھی اسی کے لیے، رکوع بھی اسی کے لیے، سجدہ بھی اسی کے لیے۔

بعض قرّاء حضرات دین کی روح سے زیادہ واقف نہیں ہوتے۔ مجمع میں لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر ہاتھ باندھ کر (جیسے نماز میں ہاتھ باندھتے ہیں) قرأت کرتے ہیں۔ یہ جائز نہیں ہے۔ یہ حالت رب تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے کی ہے۔ مخلوق کے سامنے، بندوں کے سامنے یہ جائز نہیں ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک پوچھنے والے نے پوچھا حضرت! ایک آدمی دوسرے آدمی کے ساتھ معانقہ کر سکتا ہے؟ فرمایا کر سکتا ہے۔ حضرت! مصافحہ کر سکتا ہے؟ فرمایا کر سکتا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے بخاری شریف میں باب قائم کیا ہے الْمُصافحه بِالْیدین "مصافحہ دو ہاتھوں سے ہوتا ہے۔" پھر اس پر حدیث پیش کی ہے۔ پھر پوچھا حضرت! اَیَنْحَنِیْ لَهٗ "کیا ایک آدمی

دوسرے آدمی کو جھک کر مل سکتا ہے؟" فرمایا نہیں اس لیے کہ جھکنے میں رکوع کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور رکوع کی حالت صرف رب تعالیٰ کے سامنے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نماز جنازہ میں رکوع سجدہ نہیں ہے تاکہ کم فہم لوگ اور بد باطن لوگ یہ نہ سمجھیں کہ مردے کو سجدہ کر رہے ہیں۔ ایک ہے امر مجبوری۔ وہ الگ بات ہے۔ مثلاً: میں بیٹھا ہوا ہوں اگر کوئی آکر مصافحہ کرے گا تو جھکے گا۔ یا کوئی مریض لیٹا ہوا ہے اس کے ساتھ مصافحہ کرنا ہے تو جھکے گا یہ بامر مجبوری ہے کیوں کہ وہ بے چارہ اُٹھ نہیں سکتا۔ مجبوری کے مسائل الگ ہیں۔ مثلاً: عام حالات میں نماز کھڑے ہو کر پڑھنی ہے مگر جو آدمی کھڑے ہونے پر قادر نہیں ہے تو وہ بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے۔ لیکن جو آدمی سارا دن بازار گھومتا رہے اور نماز بیٹھ کر پڑھے یہ جائز نہیں ہے۔

دیہاتی عورتیں سودا سلف خریدنے کے لیے آتی ہیں بعض ہمارے گھر بھی آجاتی ہیں مسئلہ پوچھنے کے لیے یا تعویذ لینے کے لیے۔ نماز کا وقت ہوتا ہے تو کہتی ہیں مصلّیٰ دے دو ہم نے نماز پڑھنی ہے۔ بچیاں مصلّیٰ دے دیتی ہیں۔ بیٹھ کر نماز پڑھتی ہیں۔ اے بی بی! سارا دن تو نے گکھڑ میں چکر لگایا ہے، بازار گھوم چکی ہے اور نماز بیٹھ کر پڑھتی ہے۔ یہ قطعاً جائز نہیں ہے۔ بیٹھ کر نماز اس کی ہوتی ہے جو کھڑا ہونے پر قادر نہ ہو۔ ان کی پڑھی ہوئی نمازیں سب ان کی گردن پر قرض ہیں۔ اور عورتیں یہ مسئلے بھی اچھی طرح سمجھ لیں اور یاد رکھیں۔ عورتوں کی آستین کلائی تک ہونی چاہیے۔ اگر کلائی تک نہ ہوئی تو نماز قطعاً نہیں ہوگی۔ ناخن پالش کے ساتھ نماز نہیں ہوتی۔ ہونٹوں پر سرخی لگائی ہوئی ہے اور سرخی لیس دار ہے پانی نیچے نہیں جاتا تو بھی نماز نہیں ہوگی۔ یہ معمولی مسائل نہیں ہیں۔

تو فرمایا میں نہیں عبادت کرتا ان کی جن کی تم عبادت کرتے ہو وَلَآ اَنْتُمْ

عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ اور نہ تم خالص عبادت کرنے والے ہو اس کی جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ اس کے وہ کافر مخاطب ہیں جن کا خاتمہ کفر پر ہوا۔ بیش تر وہ ہیں جو بدر کے موقع پر مردار ہوئے جیسے ابوجہل، عتبہ، شیبہ وغیرہ وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ اور نہ میں عبادت کروں گا ان کی جن کی تم عبادت کر چکے ہو وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ اور نہ تم عبادت کرنے والے ہو اس کی جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ میرے سامنے نہ تم مال پیش کرو اور نہ رشتے پیش کرو اور نہ اس طرح کی صلح کی شرائط پیش کرو لَكُمْ دِيْنُكُمْ تمھارے لیے تمھارا دین ہے وَلِيَ دِيْنِ۔ اصل میں دِیْنِیْ تھا ی متکلم کو تخفیفاً حذف کر دی گیا۔ اور میرے لیے میرا دین ہے۔ میں اپنا دین چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفسیر

سُورَةُ النَّصر

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتھا ۳ ۱۱۰ سُوْرَۃُ النَّصْرِ مَدَنِیَّۃٌ ۱۱۴ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ ۝۱ وَ رَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝۲ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَ اسْتَغْفِرْهُ ؔ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝۳

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ جب اللہ تعالیٰ کی مدد آجائے گی وَالْفَتْحُ اور مکہ فتح ہو جائے گا وَرَاَیْتَ النَّاسَ اور آپ دیکھیں گے لوگوں کو یَدْخُلُوْنَ داخل ہوتے ہیں فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے دین میں اَفْوَاجًا فوج در فوج فَسَبِّحْ پس آپ تسبیح بیان کریں بِحَمْدِ رَبِّكَ اپنے رب کی حمد کی وَاسْتَغْفِرْهُ اور اس سے استغفار کریں اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا بے شک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا ہے۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام سورۃ النصر ہے۔ پہلی ہی آیت کریمہ میں نصر کا لفظ موجود ہے۔ اسی سے سورت کا نام اخذ کیا گیا ہے۔ یہ سورت مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی اور نازل ہونے کے اعتبار سے اس کا ایک سو چودھواں ﴿۱۱۴﴾ نمبر ہے۔ اس سے پہلے ایک سو تیرہ ﴿۱۱۳﴾ سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کا ایک رکوع اور تین آیتیں ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کرنے کا منصوبہ :

دنیا کے حالات اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مظہر ہیں۔ ایک وہ وقت تھا کہ مکہ مکرمہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کے منصوبے بنائے جا رہے تھے اور ایک وہ وقت آیا کہ مکہ مکرمہ کی شاہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھی۔ قریش مکہ نے دار الندوہ میں جمع ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کرنے کا منصوبہ بنایا کہ ہر ہر خاندان سے ایک ایک آدمی لیا کہ یہ سارے اکٹھے حملہ کریں تا کہ بنو ہاشم ہمارے ساتھ لڑ نہ سکیں۔ زیادہ سے زیادہ دیت کا مطالبہ کریں گے تو سب مل کر ادا کر دیں گے۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع دی کہ انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کا منصوبہ بنایا ہے۔ آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اطلاع کر دیں وہ آپ کے ساتھ جائیں گے اور آپ نے جبل ثور کی چوٹی پر غار ثور میں چھپ جانا ہے۔ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کا حکم ہوا ہے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے فوراً یہ لفظ نکلا الصّحْبَةُ الصّحْبَةُ "حضرت میں بھی ساتھ جاؤں گا۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر غار ثور میں جا کر بیٹھ گئے۔ یہ بڑا دشوار گزار پہاڑ ہے۔ میں بڑا ہمت والا آدمی تھا مگر اس پہاڑ کی چوٹی تک پہنچنے میں میرے پونے دو گھنٹے لگے تھے (اس وقت سیڑھیاں نہیں بنی تھیں اب تو سیڑھیاں بنا دی گئی ہیں پھر بھی ہم جیسوں کے ڈیڑھ پونے دو گھنٹے لگ جاتے ہیں۔ مرتّب) بہت دشوار گزار اور بلند پہاڑ ہے۔ میں نے غار میں دو نفل بھی پڑھے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر گھر سے تشریف لے گئے

تو کافر بڑے پریشان ہوئے کہ شکار ہاتھ سے نکل گیا۔ دیوانوں کی طرح اِدھر اُدھر تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ پھر جب یہ اعلان سنا کہ ان کو پکڑنے والے کو دوسو اونٹ ملیں گے تو اس لالچ میں اور پاگل ہوگئے۔ دوسو اونٹ کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ غارِ ثور میں چھپنے والا راز صرف دو آدمیوں کے پاس تھا۔ ایک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فرزند عبداللہ رضی اللہ عنہ کہ ان کی ڈیوٹی تھی رات کو غار میں کھانا پہنچانے کی۔ اور دوسرے راز دان عبداللہ بن اُریقط تھے جن سے دس دینار پر طے ہوا تھا کہ تین دن بعد غیر معروف راستے سے یثرب لے جانا ہے۔ کیوں کہ یہ راستوں کا ماہر آدمی تھا۔

یہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوا تھا اور ان کافروں میں سے تھا جنھوں نے خیف بنو کنانہ میں قسمیں اُٹھائی تھیں بائیکاٹ کی کہ بنو ہاشم کے ساتھ اس وقت تک بائیکاٹ جاری رکھنا ہے جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہمارے حوالے نہ کر دیں۔ بخاری شریف کی روایت کے مطابق بائیکاٹ تھا اَنْ لَا یُنَاکِحُوْھُمْ وَلَا یُبَایِعُوْھُمْ "نہ ان کے ساتھ رشتہ کرنا ہے اور نہ ان سے خرید و فروخت کرنی ہے۔" لیکن یہ بات کا پکا آدمی تھا سب کچھ اس کے علم میں تھا۔ کیوں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس سے طے کیا تھا کہ تو نے تین دن کے بعد ہمیں فلاں جگہ سے وصول کرنا ہے اور گم نام راستے سے مدینہ طیبہ پہنچانا ہے اس پر تجھے دس دینار ملیں گے۔ اُس وقت دس دینار کا ایک اونٹ آتا تھا۔ پہلے لوگ مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ بدر والے راستے سے جاتے تھے مگر وہ لمبا راستہ تھا سعودی حکومت نے آج کل جو سڑک بنائی ہے یہ طریق الھجرۃ ہے۔ اسی راستے پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت فرمائی تھی۔ آج کل بسیں اسی راستے پر جاتی ہیں۔

تو کافر ہونے کے باوجود یہ بڑا دیانت دار آدمی تھا دس دینار پر راضی رہا اور ایک

سونے کے دینار پر لات ماری۔ اسی اخلاص کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کو بعد میں ایمان کی دولت نصیب فرمائی اور وہ رضی اللہ عنہ ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر غار ثور میں تشریف لے گئے۔ کافروں نے تلاش شروع کی۔ قبیلہ بنو مخزوم کا ایک بڑا ماہر کھوجی تھا۔ وہ پاؤں کے نشانات کے ذریعے غار ثور کے منہ پر جا پہنچا۔ کہنے لگا یہاں تک کھوج پہنچتا ہے اور کہہ بھی صحیح رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ مکڑی نے غار کے منہ پر جالا بُن دیا۔ مسند احمد کی روایت میں ہے اور کبوتری نے انڈے دے دیئے۔ لوگوں نے کھوجی سے کہا کہ تیری عقل ماری گئی ہے اگر وہ اندر جاتے تو مکڑی کا جالا اس طرح رہتا؟ الٹا اس پر برس پڑے۔ اللہ تعالیٰ نے مکڑی کے جالے سے قلعہ کا کام لیا۔ کافر غار کے منہ پر کھڑے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت! اگر یہ اپنے پاؤں کی طرف دیکھیں تو ہمیں دیکھ لیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہمارا امددگار ہے **لا تحزن** آپ پریشان نہ ہوں۔

یہاں پر رافضیوں کی خیانت دیکھو! کہتے ہیں کہ ابو بکر اس لیے بولے تھے کہ ان کو پتا چل جائے کہ ہم اندر ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کر دیں، لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ سوال یہ ہے کہ اگر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کر دیتے تو ابو بکر بچ جاتے؟ انعام تو دونوں کے لیے مقرر تھا۔ مگر خبیث آدمی کو خباثت ہی سوجھتی ہے۔

فتح مکہ :

تو خیر ایک وہ وقت تھا کہ مکہ مکرمہ چھوڑنا پڑا۔ پھر آٹھ سال کے بعد وہ وقت آیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دس ہزار نفوس قدسیہ کے ہمراہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے رضی اللہ عنہم۔ اور تورات کی پیش گوئی پوری ہوئی کہ وہ دنیا کا سردار فاران کی چوٹیوں سے دس ہزار نفوس قدسیہ،

پاک باز نفوس کے ساتھ ظاہر ہوگا۔ اب عیسائیوں نے دس ہزار کا لفظ نکال کر اس کی جگہ دس لاکھ کر دیا ہے تاکہ یہ پیش گوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صادق نہ آئے۔ ۱۹۰۰ء سے پہلے جو انجیل اور کتاب مقدس طبع ہوئی ہے اس میں دس ہزار کا لفظ موجود ہے۔ 1982ء میں مجھے برطانیہ جانے کا اتفاق ہوا۔ مانچسٹر پہنچے تو میں نے ساتھیوں سے کہا کہ تورات کا کوئی پرانا نسخہ تلاش کرو۔ نسخہ مل گیا، وہ انگریزی میں تھا۔ میں نے کہا فلاں باب نکال کر مجھے اس کا ترجمہ سناؤ۔ اس میں دس ہزار کا لفظ موجود تھا۔ میں نے اس صفحے کی اور پہلے صفحے کی فوٹو کاپی کرالی جو میرے پاس موجود ہے۔

فتح مکہ کے موقع پر صرف پندرہ جانیں ضائع ہوئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ نے اس گلی سے گزر کر کعبہ پہنچنا ہے۔ مختلف ساتھیوں کے لیے مختلف گلیاں مقرر فرمائیں کہ اس نے اس گلی سے اور اس نے اس گلی سے کعبہ اللہ پہنچنا ہے۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ گزرنے لگے تو قریشی ضد میں آگئے کہ ہم یہاں سے نہیں گزرنے دیں گے۔ انھوں نے کہا کہ ہمیں حکم ہے کہ جو تلوار نہ اُٹھائے اسے کچھ نہیں کہنا، عورتوں، بچوں، بوڑھوں کو کچھ نہیں کہنا۔ جو اپنا دروازہ بند کر لے اسے بھی کچھ نہیں کہنا۔ تلوار اس کے خلاف استعمال کرنی ہے جو تمھارے سامنے تلوار اُٹھائے لہٰذا تم ہمارے راستے میں رکاوٹ نہ بنو۔ اُنھوں نے کہا کہ ہم اس گلی سے نہیں گزرنے دیں گے دوسرا راستہ اختیار کرو۔ انھوں نے کہا کہ ہمیں حکم ہے اسی گلی سے گزرنا ہے۔ پیش قدمی کی تو اُنھوں نے دو صحابی شہید کر دیئے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بھی حملے کا حکم دیا۔ قریش کے تیرہ آدمی مارے گئے۔ بس یہ نقصان ہوا۔

مکہ مکرمہ جب فتح ہوا تو جتنے نامی گرامی آدمی تھے سب بھاگ گئے۔ ان بھاگنے

والوں میں وحشی بن حرب بھی تھا جس نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا۔ ہبار بن اسود بھی بھاگ گیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے خاوند ابوالعاص رضی اللہ عنہ کا برادری میں چچا لگتا تھا۔ جس وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہجرت کر کے جارہی تھیں تو اس نے روکا تھا۔ انھوں نے کہا کہ اپنے خاوند کی اجازت سے جارہی ہوں۔ کہنے لگا کوئی اجازت نہیں ہے۔ اونٹ پر سوار تھیں ٹانگ سے پکڑ کر کھینچ کر نیچے گرادیا۔ ان کے پیٹ میں بچہ تھا ضائع ہوگیا اور وہ بیمار ہوگئیں اور اسی بیماری میں فوت ہوگئیں۔ اس ہبار بن اسود نے بھی دوڑ لگادی۔ ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے بھی دوڑ لگادی۔ کعبۃ اللہ کے دروازے کی سیدھ میں تیس میل کے فاصلے پر سمندر تھا۔ جدہ شہر اس وقت آباد نہیں ہوا تھا۔ وہاں پہنچ کر یہ کشتی میں سوار ہوگیا حبشہ جانے کے لیے۔

اِدھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صفا پہاڑی پر جھنڈا لہرادیا اور حجون کے مقام پر جھنڈا لہرادیا جہاں کافروں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بائیکاٹ کے لیے قسمیں کھائی تھیں۔ اور فرمایا مکے والو! اِدھر آؤ میری بات سنو۔ ڈرتے ڈرتے عورتیں، بچے اور بوڑھے آگئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے سامنے ان کے جرم دہرائے اور زیادتیاں بتلائیں جو وہ کرتے رہے تھے کہ تم نے فلاں وقت میرے ساتھ یہ زیادتی کی، فلاں وقت یہ کی۔ تم نے حارث بن خدیجہ کو شہید کیا، فلاں کو شہید کیا۔ جیسے جیسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے جرائم بتلاتے جاتے تھے اُن کے حوصلے پست ہوتے جاتے تھے اور کئی نے دوڑ لگا دی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے مکے والو! تم نے اپنے جرائم سن لیے لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ "نہیں ہے ملامت تم پر آج کے دن" میں نے تم سب کو معاف کردیا ہے کسی کو کچھ نہیں کہوں گا۔

ہبار بن اسود کے عزیز نے کہا کہ حضرت! ہبار کے لیے معافی ہے؟ فرمایا ہاں! معافی ہے۔ وحشی بن حرب کو بھی معافی ہے؟ فرمایا ہاں! معافی ہے کچھ نہیں کہنا۔ ہاں البتہ اتنی بات ہے کہ میری آنکھوں کے سامنے نہ آیا کرے۔ کیوں کہ اس نے بڑی بے دردی سے میرے چچا کو شہید کیا ہے۔ سینہ چاک کر کے کلیجہ نکالا، دل نکالا، ناک، کان کاٹے۔ میرے سامنے نہ آیا کرے مجھے میرا چچا یاد آ جاتا ہے۔ یہ مسلمان ہو گیا تھا۔

عکرمہ بن ابی جہل کی بیوی ام حکیم رضی اللہ عنہا آئیں۔ کہنے لگی! حضرت مجھے جانتے ہیں؟ فرمایا ہاں! ام حکیم ہے۔ اس نے کہا میرا خاوند دوڑ گیا ہے اگر وہ آ جائے تو اس کو بھی پناہ مل سکتی ہے؟ فرمایا ہاں! مل جائے گی۔ کہنے لگی وہ بغیر کسی نشانی کے مطمئن نہیں ہو گا کوئی نشانی دے دو۔ احادیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر مبارک پر سیاہ رنگ کی پگڑی تھی وہ اُتار کر دے دی۔ وہ لے کر اس کے پیچھے چلی گئی۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ کشتی طوفان کی وجہ سے واپس آ گئی۔ عکرمہ نے دیکھا کہ میری بیوی کنارے پر کھڑی ہے کہنے لگا معاملہ بڑا سخت لگتا ہے اُنھوں نے عورتوں کو بھی معاف نہیں کیا۔ پوچھا ام حکیم کیسے آئی ہو؟ تیرے ساتھ کیا ہوا، اوروں کے ساتھ کیا ہوا؟ اس نے کہا کہ وہاں تو رحمت کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ اس نے عام معافی کا اعلان کر دیا ہے۔ تجھے بھی معافی مل گئی ہے۔ کہنے لگا دیکھنا کہیں مجھے پھنسا نہ دینا۔ ام حکیم نے پگڑی مبارک سامنے کی اور کہا کہ یہ انھوں نے نشانی دی ہے کہ واقعتاً میں نے معاف کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ جب اللہ تعالیٰ کی مدد آ جائے گی وَالْفَتْحُ اور مکہ فتح ہو جائے گا وَرَاَيْتَ النَّاسَ اور آپ دیکھیں گے لوگوں کو يَدْخُلُوْنَ فِىْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا داخل ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کے دین میں فوج در

فوج۔آپ کے دنیا میں تشریف لانے کا مقصد پورا ہو گیا ہے فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ پس آپ تسبیح بیان کریں اپنے رب کی حمد کے ساتھ وَاسۡتَغۡفِرۡهُ اور اس سے استغفار کریں۔اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ پڑھتے تھے سُبۡحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمۡدِهٖ اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوۡبُ اِلَيۡهِ یوں ان آیات پر عمل کرتے تھے۔

۹ ہجری میں حج فرض ہوا ہے۔اس سال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حج پر تشریف نہیں لے گئے۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر الحُجاج بنا کر بھیجا کہ آپ ان کو لے جا کر حج کرائیں میں نہیں جا سکتا۔کیوں کہ لوگ دور دراز سے کلمہ پڑھنے کے لیے آرہے ہیں مجھے نہیں پائیں گے تو پریشان ہوں گے۔عرب کا بڑا وسیع رقبہ تھا۔اس وقت سعودیہ کا رقبہ بائیس ﴿۲۲﴾ لاکھ مربع کلومیٹر ہے اور آبادی ایک کروڑ اسّی لاکھ ہے۔پاکستان کے رقبہ سے تین گنا زیادہ رقبہ ہے۔پاکستان کی آبادی پندرہ کروڑ ہے۔تو لوگ دور دراز سے آ رہے ہیں پریشان ہوں گے۔اس سال کو تاریخ میں عام الوفود، عام الوفادہ، وفدوں والا سال کہا جاتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب دنیا سے رخصت ہوئے تو اس وقت حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی عمر دس سال تھی۔اڑھائی سال تک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت رہی۔پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت قائم ہوئی۔اس وقت ان کی عمر تقریباً تیرہ، چودہ (۱۳۔۱۴) سال تھی۔مجلس شوریٰ کے اجلاسوں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو بھی بٹھاتے تھے۔حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔انھوں نے اعتراض کیا اے امیر المومنین! آپ اس بچے کو شوریٰ میں بٹھاتے ہیں۔شوریٰ میں بڑی بڑی راز کی باتیں ہوتی ہیں اور یہ بچہ ہے۔اور دوسری بات یہ ہے کہ اس کو دیکھ کر میرا بیٹا بھی آبیٹھے گا، دوسرے

بچے بھی آ بیٹھیں گے۔ شوریٰ پر بچوں کا قبضہ ہو جائے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ عام بچہ نہیں ہے۔ تم نہیں جانتے یہ کیا ہے؟

پھر ایک موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شوریٰ والوں سے سوال کیا کہ سورۃ النصر میں گر کی بات کیا ہے مجھے بتاؤ؟ ترجمہ نہیں پوچھ رہا راز اور گر کی بات پوچھ رہا ہوں۔ کسی نے کچھ بتلایا، کسی نے کچھ بتلایا۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا بیٹا! تم بتاؤ اس میں گر کی بات کیا ہے؟ فرمایا فِيهَا أَجَلُ رَسُولِ اللهِ ﷺ "اس سورت میں اس بات کا اشارہ ہے کہ آپ دنیا سے جانے والے ہیں۔" مکہ فتح ہو جائے گا اور لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہو رہے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دنیا میں تشریف لانے کا مقصد پورا ہو گیا۔ اب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخرت کی تیاری کریں، تسبیح بیان کریں اپنے رب کی حمد کی اور استغفار کریں۔ فرمایا سمجھ آیا کہ یہ عام بچہ نہیں ہے۔

تو اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثرت سے تسبیح اور استغفار پڑھا کرتے تھے۔ پھر کچھ عرصہ بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے رخصت ہو گئے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اس سورت کو ایک دفعہ پڑھنے والا ایسا ہی ہے جیسے اس نے قرآن کا چوتھائی حصہ پڑھ لیا ہے

اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا بے شک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر

سُورَةُ المَسَد

(مکمل)

جلد ۲۱

ایاتھا ۵ ۱۱۱ سُوْرَۃُ اللَّھَبِ مَکِّیَّۃٌ ۶ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝۱ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝۲ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝۳ وَّامْرَاَتُهٗ ۭ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝۴ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝۵

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہوں وَّ تَبَّ اوروہ خودبھی ہلاک ہو مَآ اَغْنٰى عَنْهُ نہیں کام آئے گا اس کے مَالُهٗ اس کا مال وَمَا كَسَبَ اور جواس نے کمایا سَيَصْلٰى نَارًا عنقریب داخل ہوگا آگ میں ذَاتَ لَهَبٍ جوشعلے مارنے والی ہے وَّامْرَاَتُهٗ اوراس کی بیوی بھی حَمَّالَةَ الْحَطَبِ جولکڑیاں اُٹھانے والی ہے فِيْ جِيْدِهَا اس کی گردن میں حَبْلٌ رسی ہے مِّنْ مَّسَدٍ مونج کی۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام سورۃ اللھب ہے۔پہلی ہی آیت کریمہ میں لھب کا لفظ موجود ہے۔جس سے اس سورت کا نام لیا گیا ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔نزول کے اعتبار سے اس کا چھٹا نمبر ہے۔اس سے پہلے پانچ سورتیں نازل ہوچکی تھیں۔اس کا ایک

رکوع اور پانچ آیتیں ہیں۔

شانِ نزول :

واقعہ اس طرح پیش آیا کہ سراقہ بن مالک جو قبیلہ بنو کنانہ کا سردار تھا۔ قبیلہ بنو کنانہ عرب کے قبیلوں میں سے بڑا قبیلہ تھا۔ دوسرے قبائل کے ساتھ بھی اس کا گہرا تعلق تھا۔ چلتا پھرتا پرزہ تھا۔ خاصا با اثر آدمی تھا۔ مکے والوں میں سے کسی کے ساتھ اس کا جھگڑا ہوا۔ جھگڑے کے بعد انھوں نے اس کو اپنا دشمن سمجھ لیا اور اس نے مکے والوں کو اپنا دشمن سمجھ لیا۔ اُس وقت عربوں کا مزاج تھا کہ جب تک دشمن سے انتقام نہ لے لیتے ان کا دل ٹھنڈا نہیں ہوتا تھا۔ مکہ مکرمہ میں افواہ پھیلی ہوئی تھی کہ سراقہ بن مالک مکہ مکرمہ پر حملہ کرنے والا ہے۔

اُس وقت مکہ مکرمہ کی آبادی مختصر تھی۔ وہ خبر سن کر پریشان ہو گئے۔ اُنھی دنوں میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴿الشعراء: ۲۱۴﴾ "اور آپ ڈرائیں اپنے قریبی رشتہ داروں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے۔" اس وقت یہ بلڈنگیں نہیں تھی۔ صفا پہاڑی دور سے صاف نظر آتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صفا پہاڑی پر چڑھ کر سفید چادر لہرائی۔ یہ سفید چادر لہرانا خطرے کا الارم ہوتا تھا۔ جس طرح آج کل ملکی جنگ شروع ہو جائے تو خطرے کے الارم بج جاتے ہیں۔ لوگ اکٹھے ہو گئے، مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے، جوان۔ اُنھوں نے سمجھا کہ شاید سراقہ بن مالک نے حملہ کر دیا ہے۔ بڑا مجمع جمع ہو گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا اور پھوپھیاں :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نو چچا تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد محترم حضرت عبداللہ تمام

بھائیوں سے چھوٹے تھے۔ نو چچوں میں سے دو کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کی توفیق عطا فرمائی، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چھ پھوپھیاں تھیں۔ ان میں سے صرف حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو رب تعالیٰ نے ایمان کی توفیق دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچوں میں سے ایک کا نام عبدالعزّٰی تھا جس کی کنیت ابولہب تھی۔

صفا پہاڑی کا وعظ :

جس وقت لوگ اکٹھے ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر میں تمھیں یہ خبر دوں کہ جبل ابوقبیس کے پیچھے سے دشمن تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو تم میری بات مان لو گے؟ کہنے لگے مَاجَرَّبْنَا عَلَيْكَ كَذِبًا قَطُّ "ہم نے آج تک آپ سے جھوٹ نہیں سنا۔" یہ تقریباً نبوت کا پانچواں سال تھا۔ تو مطلب یہ ہوا کہ پینتالیس سال ہو گئے ہیں ہم نے آپ سے جھوٹ نہیں سنا۔ اور یہ لفظ بھی آتے ہیں مَاجَرَّبْنَا عَلَيْكَ اِلَّا صِدْقًا "ہمارا تجربہ یہ ہے کہ آپ سچ ہی بولتے ہیں۔" پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه تُفْلِحُوْا "سچے دل سے کلمہ پڑھ لو، محمد رسول اللہ پڑھ لو دنیا اور آخرت میں کامیاب ہو جاؤ گے۔" ورنہ معصوم فرشتوں کی فوجیں تمھارے خلاف کارروائی کریں گی۔ سب حیران ہو گئے کہ اس نے ہمیں کس لیے بلایا ہے؟ ابولہب آگے بڑھا اور دونوں ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منہ کے قریب کیے جیسے عورتیں لڑتی ہیں تو ہاتھ بڑھاتی ہیں۔ تو اس نے ہاتھ آگے کر کے کہا تَبًّا لَكَ سَائِرَ الْاَيَّامِ اَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا "ہلاک ہو جائے، ٹوٹ جائے ساری عمر اس لیے ہمیں بلایا ہے۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ایک قبیلے کا نام لے کر فرمایا اپنے آپ کو آگ سے بچا لو۔ اے بنو فِہر! اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ "اپنے آپ کو آگ سے بچا لو۔"

اے بنو ساعدی، اے بنو مخزوم، اے بنو قارہ، اے بنو ہاشم، اے بنو عبد مناف! اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچالو۔ سب خاندانوں سے کہا کہ اتمام حجت ہو جائے۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے بھی فرمایا۔ اے میری پھوپھی! تو میرے واسطے قابل احترام ہے لیکن اپنے آپ کو دوزخ سے بچالے۔ اور ایک موقع پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بھی فرمایا اے فاطمہ! سَلِيْنِيْ مِنْ مَّالِيْ مَا شِئْتِ "میرے پاس جو مال ہے مانگ میں تجھے دوں گا" لیکن لَا أُغْنِيْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا "اللہ تعالیٰ کی گرفت سے میں تجھے نہیں بچا سکوں گا۔" بیٹی ایسا نہ ہو کہ لوگ قیامت والے دن ایمان لے کر آئیں، عمل صالح، اخلاق حسنہ لے کر آئیں اور تو صرف نسبت لے کر آئے کہ میں پیغمبر کی بیٹی ہوں۔ صرف نسبت کام نہیں آئے گی۔ قابیل حضرت آدم علیہ السلام کا بیٹا نہیں تھا، کنعان نوح علیہ السلام کا بیٹا نہیں تھا، آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہیں تھا؟ کیا یہ نسبتیں کام آئیں؟ محض نسبت سے کچھ نہیں ہوتا۔ نسبت کے ساتھ ساتھ ایمان اور عمل صالح ہوں تو نورٌ علیٰ نور ہے۔

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اتمام حجت کیا۔ صفا پہاڑی کی چٹان پر دین کا نقشہ پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چچا ابولہب بڑے غلط انداز سے پیش آیا اور کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو ہلاک ہو جائے اس لیے ہمیں جمع کیا تھا، یہ سبق سنانا تھا۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تَبَّتْ يَدَآ أَبِيْ لَهَبٍ ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہو جائیں، ٹوٹ جائیں وَّتَبَّ اور وہ خود بھی ہلاک ہو مَآ أَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ نہیں کام آئے گا اس کے اس کا مال وَمَا كَسَبَ اور جو اس نے کمایا اس کو نہیں بچا سکے گا۔ ابولہب کے بیٹے بھی کافی تھے۔ اس کے دو بیٹوں عتبہ اور شیبہ کے نکاح میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو

بیٹیاں رقیہ اور ام کلثوم تھیں۔ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیوں نے کلمہ ظاہر کیا ساس جس کا نام اُرْوٰی بھی بتاتے ہیں اور عوراء بھی بتاتے ہیں بڑی سخت مزاج عورت تھی۔ یہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی سگی ہمشیرہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سگی پھوپھی تھی۔ قدرتی طور پر یہ خاندان سخت مزاج تھا۔ خاندانی اثرات قوموں میں ہوتے ہیں۔ عربی کا مقولہ ہے:

اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ

"بیٹے میں باپ کے اثرات ہوتے ہیں۔" حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نسل سے تھے۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نسل سے تھے، فاروقی تھے۔ ایک موقع پر کسی نے حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کو خط لکھا۔ خط کا مضمون پڑھ کر آپ غصے میں آگئے۔ مکتوبات شریف میں لکھتے ہیں "بے اختیار رگم فاروقیم در حرکت شد۔" میں نے تمھارا خط پڑھا تو میری فاروقی رگ بے اختیار پھڑک اُٹھی۔ کتنی صدیاں اور کتنی نسلیں گزر چکی تھیں مگر خاندانی اثرات اسی طرح موجود تھے۔

ابولہب کی بیوی ام جمیل :

تو ابولہب کی بیوی جس کی کنیت ام جمیل تھی بڑی سخت عورت تھی۔ پہلے تو حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو روکا کہ کلمہ نہیں پڑھنا۔ مگر وہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیاں تھیں کسی کے دباؤ میں آکر وہ کلمہ کس طرح چھوڑ سکتی تھیں۔ پھر اس نے اپنے لڑکوں کو اُکسایا کہ ان کو مارو، ڈراؤ کہ یہ کلمہ نہ پڑھیں۔ جب یہ تدبیر بھی نہ چلی تو ابولہب کو کہا کہ گلیوں، بازاروں میں لٹھ لے کر کلمہ روکتا پھرتا ہے تجھے اپنے گھر کی خبر نہیں کہ اس کی یہ لڑکیاں تیرے گھر میں کلمہ پڑھتی ہیں۔ ابولہب نے بھی ڈرایا، دھمکایا مگر ان پر کوئی اثر نہ ہوا کہ دینِ حق چھوڑنا بہت مشکل ہے۔ انھوں نے کہا کہ ہم سے کوئی اور تکلیف ہے تو بتلاؤ

۔ کوئی خدمت میں کمی ہے تو بتلاؤ مگر جہاں تک کلمے کی بات ہے ہمارے بدن کو کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دو ان شاء اللہ! ہماری بوٹیوں سے بھی کلمے کی صدا آئے گی۔ بیٹوں کو بلا کر کہا کہ بتلاؤ ہمارا بن کر رہنا ہے یا محمد کا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔ میرے ساتھ فیصلہ کرو میں تمھارا باپ ہوں۔ انھوں نے کہا کہ ہم نے آپ کے ساتھ رہنا ہے۔ کہنے لگا اگر میرے ساتھ رہنا ہے تو اس کی بیٹیوں کو لے جاؤ، اس کے گھر چھوڑ و اور طلاق دے کر آجاؤ کہ لوگ مجھے طعنے دیتے ہیں کہ گلیوں، بازاروں میں لوگوں کو کلمے سے روکتا پھرتا ہے اور تیرے گھر میں کلمہ پڑھا جا رہا ہے میں اتنا بڑا طعنہ نہیں سن سکتا۔ چنانچہ دونوں بیٹوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیوں کو طلاق دے دی۔

دو موذی انسان :

ابوجہل اور ابولہب دونوں بڑے موذی آدمی تھے۔ ان دونوں نے اپنی ڈیوٹی لگائی ہوئی تھی کہ یہ جہاں جا کر بیان کرے سارے کام چھوڑ کر اس کی تردید کرنی ہے۔ مستدرک حاکم کی روایت کے مطابق زمانہ جاہلیت میں بھی لوگ حج کرتے تھے۔ کیوں کہ حج کا طریقہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے چلا آرہا تھا۔ اگرچہ اس میں خرابیاں پیدا ہو گئی تھیں۔ منیٰ میں لوگ جمع تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بڑے عمدہ پیرائے میں اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تقریر سے فارغ ہوئے تو ابولہب اُٹھ کر کھڑا ہو گیا اَيُّهَا النَّاس اے لوگو! میری بھی سن لو۔ میرا نام عبدالعزّیٰ ہے۔ ابولہب اس لیے کہتے تھے کہ بڑا خوب صورت تھا (حسن کے شعلوں والا۔) اس کا چہرہ حسن کے شعلے مارتا تھا۔ کہنے لگا میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں یہ میرا بھتیجا ہے اور صابی ہو گیا ہے اپنے باپ دادا کے دین سے پھر گیا ہے۔ اس کے کہنے میں نہ آنا۔ پھر موٹی موٹی ریت اور

کنکریوں کی مٹھی پکڑ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر پھینکی۔ اشارہ تھا کہ اس پر تم سنگ باری کرو۔

ابولہب کی عبرت ناک ہلاکت :

اس نے پوری زندگی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت میں گزاری اور ذلیل ہو کر مرا۔ اسے طاعون کی بیماری لگی جسے مکے والے عدسہ کہتے تھے۔ جسم پر ایک دانہ نکلتا تھا۔ یہ متعدی بیماری ہوتی ہے۔ اگر طاعون کی بیماری ملک میں ہو جائے تو دوسرے ملک والے اپنے ملک میں ان کے جہاز نہیں آنے دیتے کہ طاعون یہاں نہ لے آئیں۔ تو اس کو زہریلا پھوڑا نکلا۔ گھر والوں کو علم ہوا تو انھوں نے آپس میں اتفاق کیا کہ اس کے قریب نہ جاؤ ورنہ ہم بھی بیمار ہو جائیں گے۔ ایک حبشی غلام سے پوچھا کہ تو جہاں کام کرتا ہے وہاں تجھے کتنی مزدوری ملتی ہے؟ اس نے کہا دس درہم۔ انھوں نے کہا کہ ہم تجھے بیس درہم دیں گے اور کھانا بھی دیں گے ہم کاروباری لوگ ہیں، دکانوں میں رہتے ہیں ہمارے بابا جی بیمار ہیں بس تو نے ان کی تیمارداری کرنی ہے، دوائی دینی ہے، خوراک دینی ہے۔ بس اتنا ہی کام ہے۔

وہ بڑا خوش ہوا کہ مزدوری بھی ڈبل اور رہوں گا بھی سائے میں۔ لیکن جب اس کو پتا چلا کہ اس کو تو طاعون کی بیماری ہے، وہ دودھ دیتے کہ بابے کو پلاؤ وہ غلام دودھ خود پی جاتا اور اس کے قریب نہ جاتا۔ جو پھل فروٹ وہ دیتے وہ بھی کھا کر برتن لا کر دے دیتا کہ بابا جی کھا بیٹھے ہیں۔ دو تین دن گزرے تو آواز نہ آئی۔ غلام سے پوچھا تو اس نے کہا بابا جی آرام کر رہے ہیں۔ حالانکہ وہ مر چکا تھا اور اس کا منہ کھلا ہوا تھا۔ تین دن تک اس کی لاش کے قریب کوئی نہ گیا۔ حبشی غلاموں کو کرائے پر حاصل کیا گیا جو اس کی لاش کو اُٹھا کر لے گئے اور لکڑیوں کے ساتھ دھکیل کر گڑھے میں پھینک دیا اور اوپر پتھر ڈال دیئے۔

اس طرح اس کو موت آئی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سَیَصْلٰى نَارًا عنقریب داخل ہوگا ایسی آگ میں ذَاتَ لَهَبٍ جو شعلے مارنے والی ہے وَّامْرَاَتُهٗ اور اس کی بیوی بھی حَمَّالَةَ الْحَطَبِ جو لکڑیاں اُٹھانے والی ہے۔ یہ بڑی سخت مزاج اور خسیس عورت تھی۔ باوجود اس کے کہ اس کا گلا سونے سے بھرا ہوا ہوتا تھا جنگل سے جا کر خود لکڑیاں لاتی اور روٹیاں پکاتی تھی۔

ام جمیلہ کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عداوت:

یہی وہ عورت ہے جو کانٹے لا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستے میں بچھاتی تھی۔ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عموماً سحری کے وقت اُٹھ کر مسجد حرام میں آتے تھے، اندھیرا ہوتا تھا یہ چاہتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کانٹے چبھیں۔

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ سوکھی لکڑیاں کافی مل گئیں۔ ان کا بڑا گٹھا بنایا سر پر رکھ کر لا رہی تھی کہ گٹھا گر گیا اور اس کی رسی گلے میں اٹک گئی جس کی وجہ سے گلا گھٹ کر مر گئی (لوگ اس طرح کرتے ہیں کہ سامان سر پر رکھ کر اس کی رسی تھوڑی سے نیچے کر کے ہاتھ سے پکڑ لیتے ہیں۔ جب وہ سامان سر سے پیچھے گرے گا تو وہ رسی پھندے کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ مرتب)

یہ سزا تو اس کو دنیا میں ملی اور آخرت کی سزا الگ ہے۔ اور بعض مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم حَمَّالَةَ الْحَطَبِ کا معنیٰ کرتے ہیں چغل خور۔ ایک کی بات دوسرے کو بتائی۔ فارسی میں اس کو ہیزم کش کہتے ہیں۔ لکڑیاں اکٹھی کرنے والا، تنکے اکٹھے کرنے والا۔ تنکوں کو اکٹھا کر کے آگ لگائی جائے تو خوب لگتی ہے۔ یہ چغلی کرنے والا بھی آگ لگانے والا ہوتا

ہے۔

یہ عورت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اتنی سخت عداوت رکھتی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام سن کر دانت پیستی تھی کہ میں اس کو کچا کھا جاؤں فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ اس کے گلے میں رسی ہے مِّنْ مَّسَدٍ موئج کی۔ اور قیامت والے دن اس کے گلے میں زنجیر ڈالی جائے گی جس کے متعلق قرآن پاک میں آتا ہے فِیْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا ﴿الحاقہ: پارہ ۲۹﴾ "ایسی زنجیر میں جس کی لمبائی ستر گز ہے۔" ہاتھوں میں ہتھکڑیاں، پاؤں میں بیڑیاں، گلے میں طوق کہ جہنمی نیچے گردن نہیں جھکا سکیں گے۔ اس دن ظالم مشرک کہے گا یٰلَیْتَنِی اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلًا ﴿الفرقان: ۲۷﴾ "کاش کہ میں نے پکڑ لیا ہوتا رسول کے ساتھ راستہ۔" میں اللہ تعالیٰ کے رسول کے راستے پر چلتا۔ مگر اس وقت شرمندگی اور ندامت کسی کام نہیں آئے گی۔ حدیث پاک میں آتا ہے شَرُّ النَّدَامَةِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ "قیامت کے دن کی پشیمانی بڑی بُری پشیمانی ہے۔" کہ اس کا علاج کوئی نہیں۔ دنیا میں آدمی اپنی غلطی پر پشیمان ہوتا ہے اس کا کوئی نہ کوئی علاج نکل آتا ہے۔ وہاں کوئی علاج نہیں نکل سکے گا۔

توفرمایا اس کی گردن میں موئج کی رسی ہے جس میں پھنس کر وہ مری اور آخرت کا عذاب الگ ہے۔ یہ سورۃ اللھب کا مختصر خلاصہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر

سُورۃ الإخلاص

(مکمل)

جلد ۲۱

رکوعہا ۱ ۱۱۲ سُوْرَۃُ الْاِخْلَاصِ مَکِّیَّۃٌ ۲۲ اٰیاتہا ۴

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ﴿۱﴾ اَللّٰہُ الصَّمَدُ ﴿۲﴾ لَمْ یَلِدْ ۙ وَلَمْ یُوْلَدْ ﴿۳﴾ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ﴿۴﴾

قُلْ (اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) آپ کہہ دیں ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ وہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اَللّٰہُ الصَّمَدُ اللہ بے نیاز ہے لَمْ یَلِدْ اس نے نہیں جنا کسی کو وَلَمْ یُوْلَدْ اور نہ وہ کسی سے جنا گیا ہے وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ اور نہیں ہے اس کا کُفُوًا اَحَدٌ ہمسر کوئی بھی۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام سورۃ الاخلاص ہے۔ یعنی اس میں انتہائی اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی توحید کا بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کا اقرار ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ نزول کے اعتبار سے اس کا بائیسواں ﴿۲۲﴾ نمبر ہے۔ اس سے پہلے اکیس ﴿۲۱﴾ سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کا ایک رکوع اور چار آیتیں ہیں۔

شانِ نزول :

اس کا شان نزول تفسیروں میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں کافروں کے سرداروں کا ایک گروہ حاضر ہوا اور سوال کیا کہ تم ہمارے خداؤں

کو بُرا کہتے ہو، ان کی عاجزی اور بے کسی بیان کرتے ہو بھلا بتلاؤ تمھارا خدا کیا کیا صفت رکھتا ہے؟ اور کس چیز سے پیدا ہوا ہے اور اس نے کیا چیز پیدا ہوئی ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خاموشی اختیار فرمائی۔ پھر جبرئیل علیہ السلام یہ سورت لے کر آئے۔

سورۃ اخلاص ثلث قرآن :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ قرآن پاک کا تیسرا حصہ ہے۔ اس کی تفسیر یہ بیان کی گئی ہے کہ اصولی طور پر قرآن کریم میں تین عقیدے بیان ہوئے ہیں۔ عقیدۂ توحید، عقیدۂ رسالت، عقیدۂ قیامت۔ باقی جتنے عقیدے ہیں وہ ان کی فرع ہیں۔ توحید چونکہ قرآن پاک کا تیسرا حصہ ہے اور اس سورت میں عقیدۂ توحید بیان ہوا ہے۔ تو یہ قرآن کا تیسرا حصہ ہوئی۔

لیکن اکثر اور جمہور فقہائے کرام، محدثین عظام رحمۃ اللہ علیہم اس کا یہ مطلب بیان فرماتے ہیں کہ جو آدمی ایک دفعہ سورۃ قُلْ هُوَ اللّٰهُ پڑھے اللہ تعالیٰ اس کو اپنے فضل وکرم سے قرآن پاک کے تیسرے حصے کا ثواب عطا فرمائیں گے۔ بخاری شریف، ابوداؤد شریف، ترمذی شریف، نسائی شریف میں روایت ہے کہ ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اَيَعْجِزُ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّقْرَءَ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ فِيْ لَيْلَةٍ "کیا تم میں سے کوئی عاجز ہے اس بات سے کہ ہر رات قرآن پاک کا ایک ثلث پڑھ کر سوئے قَالُوْا وَمَنْ يُّطِيْقُهٗ ذٰلِكَ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کون اس کی طاقت رکھتا ہے کہ روزانہ قرآن پاک کا تیسرا حصہ پڑھ کر سوئے۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم ایک دفعہ قل هو الله احد پڑھو گے تو تمھیں قرآن پاک کے تیسرے حصے کا ثواب ملے گا۔ ساتھیو! ایک منٹ میں تین دفعہ پڑھی جا سکتی ہے۔

ایک موقع پر ساتھی کام کاج کے لیے جا رہے تھے۔ آخر دنیا کے دھندے بھی ہوتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ٹھہر جاؤ، میرے قریب ہو جاؤ اَقْرَأُ عَلَیْکُمْ ثُلُثَ الْقُرْاٰن "میں تمھیں تہائی قرآن پڑھ کر سناتا ہوں۔" وہ پریشان ہو گئے کہ ضروری کام کے لیے جلدی جانا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کو چھوڑ کر بھی نہیں جا سکتے اور تہائی قرآن پر وقت بھی لگتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھا قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝١ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝٢ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝٣ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝٤ فرمایا تم قرآن پاک کا تیسرا حصہ سن چکے ہو، جاؤ۔ وہ بڑے خوش ہوئے۔

بعض چیزوں کا بہ طور انعام بعض لوگوں کے ساتھ خاص ہونا :

بعض چیزیں انعام کے طور پر ہوتی ہیں اور بعض محنت کا پھل ہوتی ہیں۔ انعام میں محنت کو نہیں دیکھا جاتا۔ آقا خوش ہو کر انعام دینا چاہے تو تھوڑے کام پر زیادہ دے دیتا ہے۔ حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ وہ بزرگ ہیں جنھوں نے مسجد قبا کا رقبہ وقف کیا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو قبیلہ بنو عمرو بن عوف میں جہاں مسجد قبا ہے یہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چودہ دن قیام فرمایا۔ ان حضرات نے جتنا ممکن تھا خدمت کی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پریشان نظر آتے تھے۔ حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضرت! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پریشان نظر آتے ہیں کیا آپ کو مرضی کی چیزیں نہیں مل رہیں؟ حضرت فرمائیں جو کمی ہے ہم اپنی ہمت کے مطابق پوری کریں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پریشانی کی بات یہ ہے کہ اجتماعی طور پر نماز پڑھنے کی جگہ نہیں ہے۔ حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضرت! یہ میری زمین ہے اس میں کسی کا کوئی دخل نہیں ہے۔ حضرت! جتنا رقبہ آپ فرمائیں میں مسجد کے لیے مختص کر دیتا

ہوں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اس کی قیمت کیا ہے؟ انھوں نے کہا حضرت! میں قیمت نہیں لوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے کافی زمین دی ہے اس کا میں واحد مالک ہوں۔ آپ نشاندہی فرمادیں۔ چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے اشارے سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اصل مسجد قبا کے لیے لکیر کھینچی اور حد بندی کر دی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے وہاں قیام کے دوران ہی مسجد تعمیر کر دی گئی۔ اس مسجد کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے لَمَسۡجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقۡوٰی مِنۡ اَوَّلِ یَوۡمٍ اَحَقُّ اَنۡ تَقُوۡمَ فِیۡهِ ﴿التوبہ:۱۰۸﴾ "البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے ہی دن تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ زیادہ حق دار ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں۔"

مسجد قبا میں حضرت کلثوم بن ہدم انصاری رضی اللہ عنہ بھی نماز پڑھایا کرتے تھے۔ یہ ہر رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھتے اور اس کے ساتھ مزید کوئی اور سورت بھی ملاتے تھے۔ سورۃ اخلاص ضرور پڑھتے تھے۔ مقتدی کافی دن دیکھتے رہے مگر انھوں نے اپنا طریقہ نہ بدلا۔ ساتھیوں نے کہا حضرت! یہ ایک منفصل سورت ہے آپ اسی پر اکتفا کر لیا کریں ساتھ اور سورت ملانے کی کیا ضرورت ہے؟ کہنے لگے تم اگر چاہو تو میں امامت کراؤں گا اگر نہیں چاہتے تو میں امامت نہیں کراؤں گا۔ لیکن اگر میں امامت کراؤں گا تو سورۃ اخلاص ضرور پڑھوں گا۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس یہ شکایت پہنچی۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ حضرت! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو امام مقرر کیا ہے نیک آدمی ہیں اس میں کوئی شک نہیں ہے لیکن یہ ہر رکعت میں سورۃ اخلاص پڑھتے ہیں اور اس کے ساتھ پھر دوسری سورت ملاتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو بلایا کہ تمھارے مقتدی یہ شکایت کرتے ہیں۔ کہنے لگے حضرت! فیه صفة الرّحمٰنِ "اس میں اللہ تعالیٰ کی صفتیں ہیں۔" اس لیے

میں اس کو پسند کرتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تیری اس محبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے جنت واجب کردی ہے۔ مگر یہ یاد رکھنا کہ مسئلہ یہ نہیں ہے کہ ہر امام کو اجازت ہے کہ ہر رکعت میں فاتحہ کے ساتھ قل ھو اللہ احد پڑھے۔ اگر ایسا ہوتا تو دوسرے صحابہ اعتراض نہ کرتے۔ کیوں کہ اعتراض والے مقتدی بھی تو صحابہ ہیں۔ پھر اعتراض بھی بڑی عدالت میں لے گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس۔ بعض چیزیں خصوصی ہوتی ہیں یعنی بعض آدمیوں کے ساتھ خاص ہوتی ہیں۔ وہ قانون نہیں ہوتا کہ ہر آدمی اس طرح کرے۔

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے قربانی کی فضیلت سنی تو قربانی میں جلدی کی کہ عید کی نماز سے پہلے قربانی کردی۔ چونکہ ان کو مسئلہ معلوم نہیں تھا۔ گھر والوں کو کہا جلدی جلدی مجھے گوشت بھون دو میں نے کھا کر عید کی نماز کے لیے جانا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پتا چلا کہ اس نے عید کی نماز سے پہلے قربانی کرلی ہے۔ اور مسئلہ یہ ہے کہ جہاں عید کی نماز ہوتی ہے وہاں نماز سے پہلے قربانی جائز نہیں ہے۔ ہاں دیہات جہاں عید کی نماز نہیں ہوتی وہاں صبح کی نماز کے بعد جب چاہے قربانی کرسکتا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا شَاتُكَ شَاةُ لَحْمٍ "یہ تیری بکری گوشت کی بکری ہے قربانی نہیں ہوئی۔" وہ بے چارہ رونے لگ گیا۔ عرض کی حضرت! میرے پاس تو یہی بکری تھی۔ نہ میرے پاس اور بکری ہے نہ پیسے ہیں کہ خرید کر اور قربانی کرلوں۔ ہاں میرے پاس چھ ماہ کا بکری کا بچہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو وہ کرلے وَلَنْ تُجْزِئَ عَنْ اَحَدٍ بَعْدَكَ "تیرے بعد کسی کی طرف سے کفایت نہیں کرے گا۔" یعنی یہ تیری خصوصیت ہے۔ کوئی اور چھ ماہ کا بکری کا بچہ قربان نہیں کرسکتا۔ یہ بخاری شریف کی روایت ہے۔

تو بعض چیزیں خاص ہوتی ہیں۔ وہ اپنے مورد پر بند رہتی ہیں۔ ان کا عمومی حکم نہیں ہوتا۔ اسی لیے محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے فرمایا ہے کہ محض حدیث دیکھ کر اس پر عمل کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ جب تک حدیث کا علم نہ ہو، ناسخ و منسوخ کا علم نہ ہو۔ کہ میں جو حدیث پڑھ رہا ہوں منسوخ تو نہیں ہے۔

تو خیر سورۃ اخلاص پڑھنے پر اللہ تعالیٰ دس پاروں کا ثواب عطا فرمائیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول تھا کہ فجر کی سنتوں میں پہلی رکعت میں قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ پڑھتے تھے اور دوسری رکعت میں قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ پڑھتے تھے۔ اور سات چکر طواف کے پورے کرنے کے بعد جو دو رکعت مقام ابراہیم کے پاس پڑھنے ہوتے ہیں ان میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلی رکعت میں قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ اور دوسری رکعت میں قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ پڑھتے تھے۔

سورۃ کافرون کی فضیلت :

سورہ کافرون کے بارے میں پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اس کے پڑھنے پر اللہ تعالیٰ چوتھائی قرآن کا ثواب عطا فرماتے ہیں۔ اس کی تفسیر اس طرح ہے کہ قرآن پاک میں اصولی مسئلے یہ ہیں، توحید، رسالت، قیامت اور شرک کا رد۔ جب تک باطل کا رد نہ ہو وہ خلط ملط رہتا ہے۔ قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ میں کفر کا رد ہے، شرک کا رد ہے۔ اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کافر کو کافر کہنا گستاخی نہیں ہے۔ ہاں! اگر کوئی اس کا ورد بنا لے تو وہ علیحدہ بات ہے۔ شیعہ پکے کافر ہیں ان کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے۔ لیکن گلی محلے میں کافر کافر شیعہ کافر کے ورد کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اس سے الجھنیں پیدا ہوتی ہیں اور فتنہ و

فساد بڑھتا ہے۔ فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے تصریح فرمائی ہے کہ مسلمان کو کافر کہنے والا کافر ہے۔ اور جس کا کفر ثابت ہو اس کو کافر نہ کہنے والا بھی کافر ہے۔ لہٰذا کافر کو کافر کہنا پڑتا ہے۔ لیکن اس کا ورد بنانا اور نعرے لگانے کا کوئی فائدہ نہیں، نقصان ہے۔

تو فرمایا قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ آپ کہہ دیں وہ اللہ ایک ہے اس کے ساتھ اور کوئی نہیں ہے۔ وہ اپنی ذات میں بھی اکیلا ہے اور صفات میں بھی اکیلا ہے، اور اپنے افعال میں بھی اکیلا ہے اَللّٰهُ الصَّمَدُ اللہ بے نیاز ہے۔ صمد اسے کہتے ہیں کہ جس کے سارے محتاج ہوں اور وہ کسی کا محتاج نہ ہو۔ یاد رکھنا! پیر، پیغمبر، ولی، قطب، غوث، شہید، سب اللہ کے محتاج ہیں۔ سورۃ فاطر آیت نمبر ۱۵ میں ہے یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ "اے لوگو تم محتاج ہو اللہ تعالیٰ کی طرف اور اللہ تعالیٰ ہی غنی اور تعریفوں والا ہے۔" شاعر کہتا ہے:

ع دینا ہے تو اپنے ہاتھ سے اے بے نیاز دے
کیوں مانگتا پھرے ترا سائل جگہ جگہ

لَمْ یَلِدْ اس نے نہیں جنا کسی کو۔ اس میں یہودیوں کا رد ہے، عیسائیوں کا رد ہے اور مشرکین کا بھی رد ہے۔ وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ عُزَیْرُ ۨابْنُ اللّٰهِ "اور کہا یہودیوں نے عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں وَقَالَتِ النَّصٰرَی الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰهِ اور عیسائیوں نے کہا عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔" ﴿سورۃ التوبہ: ۳۰﴾ عرب اور بعض دوسرے علاقوں کے مشرک کہتے تھے فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں وَ یَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ ﴿النحل: ۵۷﴾ "اور بناتے ہیں اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں حالانکہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے۔"

تو لَمْ یَلِدْ میں اللہ تعالیٰ نے سب کا رد فرما دیا کہ اس نے کسی کو نہیں جنا نہ اس

کا کوئی بیٹا ہے نہ بیٹی ہے وَلَمْ يُوْلَدْ اور نہ وہ کسی سے جنا گیا ہے۔ وہ کسی سے پیدا بھی نہیں ہوا۔ بخاری شریف میں حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں يَشْتِمُنِي ابْنُ اٰدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ ذٰلِكَ "ابن آدم مجھے گالیاں دیتا ہے حالانکہ اس کو یہ حق نہیں ہے وَيُكَذِّبُنِي ابْنُ اٰدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ ذٰلِكَ اور ابن آدم مجھے جھٹلاتا ہے حالانکہ اس کو اس کا حق نہیں ہے۔" گالیاں کیسے نکالتا ہے؟ يَدْعُوْ اِلَيَّ وَلَدًا "میری طرف اولاد کی نسبت کرتا ہے۔" اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرنا اللہ تعالیٰ کو گالی دینا ہے۔ جیسے ہماری تمھاری ثابت النسب اولاد کے بارے میں کوئی کہے کہ یہ تیری نہیں ہے۔ یہ ہمارے حق میں گالی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی اولاد نہیں ہے اس کی طرف اولاد کی نسبت کرنا گالی ہے۔ لیکن دیکھو! جو اللہ تعالیٰ کو گالیاں دیتے ہیں، جھٹلاتے ہیں رزق، اولاد اللہ تعالیٰ ان کو بھی دیتا ہے۔ کیوں کہ رزق کا سلسلہ الگ ہے۔ اس کا قانون الگ ہے۔ یہ نیک کو بھی ملتا ہے اور بد کو بھی ملتا ہے۔

امیری، غریبی رب کے راضی اور ناراض ہونے کی دلیل نہیں:

حدیث پاک میں آتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ يُعْطِي الدُّنْيَا مَنْ يُّحِبُّ وَمَنْ لَّا يُحِبُّ "بے شک اللہ تعالیٰ دنیا دیتا ہے اس کو جس سے راضی ہوتا ہے اور اس کو بھی جس سے راضی نہیں ہوتا۔" دولت کی وجہ سے یہ سمجھنا کہ میں اللہ تعالیٰ کا پیارا بن گیا ہوں حاشا وکلا۔ اگر دولت کی وجہ سے کوئی پیارا ہوتا تو قارون سب سے زیادہ پیارا ہوتا۔ اس کے خزانے اتنے زیادہ تھے کہ کافی بڑی جماعت ان کی چابیوں کو اُٹھاتی تھی۔

اور دولت کا نہ ہونا اگر ناراضگی کی علامت ہے تو العیاذ باللہ نقل کفر کفر نہ باشد کہ پھر

یہ کہنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے زیادہ ناراض تھے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس چھوٹا سا کمرہ تھا جس میں چراغ بھی نہیں ہوتا تھا۔ جو کی روٹی کھاتے تھے وہ بھی سیر ہو کر نہیں۔ دو دن مسلسل گندم کی روٹی نہیں ملتی تھی۔ اپنے کپڑوں کو خود پیوند لگاتے تھے، جوتے کو ہاتھ سے گانٹھ لیتے تھے۔ ساری زندگی میں ایک دو دفعہ گھر میں چراغ جلا ہے۔ نماز اندھیرے میں پڑھتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے جنازے کی طرح لیٹی ہوتی تھی جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سجدے میں جاتے تو مجھے ہاتھ لگاتے میں پاؤں سمیٹ لیتی پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سجدہ کرتے۔

تو یاد رکھنا! دولت کا مل جانا اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ بخاری شریف میں روایت ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں دو، دو مہینے ہمارے چولھے میں آگ نہیں جلتی تھی کہ پکانے کے لیے کوئی چیز نہیں ہوتی تھی۔ کسی نے پوچھا پھر کیا کرتے تھے؟ فرمایا انصارِ مدینہ دودھ بھیج دیتے تھے۔ کسی وقت کھجوریں کھا لیتے تھے اور وقت گزار لیتے تھے۔ ایسا غریب آج دنیا میں کوئی پیدا ہوگا؟

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ اور نہیں ہے اس کا ہمسر کوئی۔ اس کے برابر کوئی نہیں ہے۔ رب تعالیٰ اپنی ذات میں بھی وحدہ لاشریک ہے اور اپنی صفات میں بھی وحدہ لاشریک ہے۔ یہ مختصر سی سورت ہے مگر اس کی فضیلت بڑی ہے۔ جو شخص اس کو سوتے وقت تین دفعہ پڑھ لے۔ گویا وہ پورا قرآن پڑھ کر سویا ہے۔ لہٰذا اس کا ورد رکھو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سورۃ الفلق

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتھا ۵ ۱۱۳ سُوْرَةُ الْفَلَقِ مَدَنِيَّةٌ ۲۰ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۙ﴿۱﴾ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۙ﴿۲﴾ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۙ﴿۳﴾ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ۙ﴿۴﴾ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ﴿۵﴾ ع ۳۸

قُلْ (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہہ دیں اَعُوْذُ میں پناہ لیتا ہوں بِرَبِّ الْفَلَقِ صبح کے رب کی مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ اس مخلوق کے شر سے جو اس نے پیدا کی ہے وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اور اندھیرے کے شر سے اِذَا وَقَبَ جب وہ چھا جاتا ہے وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ اور گرہوں میں پھونکنے والیوں کے شر سے وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اور حسد کرنے والے کے شر سے اِذَا حَسَدَ جب وہ حسد کرتا ہے۔

نام اور کوائف :

یہ جو قرآن ہمارے تمھارے پاس موجود ہیں ان میں بہت بڑی غلطی ہے کہ سورۃ الفلق کو مکیہ لکھا ہے۔ اور اسی طرح سورۃ الناس کو بھی مکیہ لکھا ہے کہ یہ مکے میں نازل ہوئی ہیں۔ یہ غلط ہے۔ یہ سورتیں مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی ہیں، مدنی ہیں۔ قرآن کریم کے صحیح

نسخے بھی موجود ہیں جن میں مدنی لکھا ہوا ہے۔ ان کو مکی لکھنے والی غلطی تاج کمپنی والوں نے کی ہے۔ اس سے ان کو آگاہ بھی کیا گیا ہے مگر انھوں نے اصلاح نہیں کی۔ اور نمبر بھی بیس، اکیس لکھا ہے۔ یہ بھی غلط ہے۔ ان کا نمبر بہت بعد کا ہے۔ شان نزول ان کا تھوڑی سی تمہید کے بعد بتاتا ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے پہلے اور بعد میں مدینہ والوں کے حالات:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو مدینہ طیبہ کے رہائشیوں کی پوزیشن یہ تھی کہ تین خاندان یہود کے تھے۔ بنو نضیر، بنو قریظہ اور بنو قینقاع۔ مدینہ طیبہ کی منڈیوں پر ان کا قبضہ تھا۔ دانہ منڈی ہو یا کھجور منڈی یا کپڑے کی تجارت ہو سب پر ان کا قبضہ تھا۔ سکول، کالج اور یونیورسٹی بھی ان کی تھی۔ تعلیم یافتہ لوگ تھے۔ جن کے پاس مال ہو، علم ہو، اثر و رسوخ بھی انھی کا ہوتا ہے۔ ان کے مقابلے میں دو خاندان مشرکوں کے تھے، اوس اور خزرج۔ تعداد ان کی بھی کافی تھی۔ مگر یہ لوگ ان پڑھ تھے۔ زیادہ تر ان کا پیشہ زراعت تھا، کھیتی باڑی کرنا، باغات لگانا۔ یہودیوں نے بھی ان سے کافی زمینیں خریدی تھیں۔ باغات تھے اور اوس و خزرج کے لوگ ہی ان کے مزارع ہوتے تھے۔ پھر اوس و خزرج کے لوگ ایک دوسرے کے سخت دشمن تھے۔

بخاری شریف میں بُعاث کا لفظ آتا ہے۔ یہ ایک قلعے کا نام تھا۔ اس قلعے پر قبضہ کے لیے اوس و خزرج کی لڑائی ہوئی جو ایک سو بیس سال تک چلتی رہی۔ باپ مرتا تو بیٹوں کو وصیت کر جاتا کہ اگر تم نے بُعاث پر قبضے کی کوشش نہ کی تو میں اپنا حق تمھیں معاف نہیں کروں گا۔ ایک لڑائی ان کی داحس تھی جو تریسٹھ سال تک جاری رہی۔ داحس

گھوڑے کا نام تھا۔ گھوڑ دوڑ تھی شرط پر۔ گھوڑے دوڑنے شروع ہوئے تو ایک نے دوسرے کے گھوڑے کے منہ پر تھپڑ مارا کہ اس کا گھوڑا پیچھے رہے۔ کیوں بازی لے جانے والے کو انعام ملنا تھا۔ اس پر لڑائی ہوئی جو تریسٹھ سال تک جاری رہی۔

ایک لڑائی کا نام حرب بسوس ہے۔ یہ کبوتری کے انڈے سے شروع ہوئی۔ ایک آدمی کی زمین میں کیکر کا درخت تھا جس پر گھونسلا بنا کر اس میں کبوتری نے انڈے دیئے۔ دوسرے کی اونٹنی آئی اس نے کیکر کی لونگ کھانے کے لیے درخت کو کھینچا تو انڈے نیچے گر کر ٹوٹ گئے۔ زمین والا دیکھ رہا تھا اس نے اونٹنی مار دی کہ کبوتری نے میرے درخت پر پناہ لی ہوئی تھی اس اونٹنی نے میری پناہ کو خراب کیا ہے۔ اونٹنی والے نے آکر اس کو مار دیا کہ اس نے میری اونٹنی کو کیوں مارا ہے؟ پھر آپس میں لڑائی شروع ہو گئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف لانے کے بعد ان کی دشمنیاں ختم ہوگئیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں محبت ڈال دی۔ جس کا ذکر سورۃ الانفال آیت نمبر ۶۳ میں ہے وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ "اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں محبت ڈال دی۔" اور سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۰۳ میں ہے اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا "جب کہ تم آپس میں دشمن تھے اللہ تعالیٰ نے تمھارے دلوں میں الفت ڈال دی پس ہو گئے تم اس کے فضل سے آپس میں بھائی بھائی۔" اب اکٹھے اُٹھتے بیٹھتے ہیں۔ ایک دوسرے سے رشتے لیتے دیتے ہیں، اکٹھے تبلیغ کرتے ہیں، جہاد کرتے ہیں۔

اس سے پہلے یہ آپس میں لڑائیوں کی وجہ سے کمزور ہو چکے تھے اور یہودیوں کے

دست نگر بن چکے تھے۔ یہودیوں کا ان پر اتنا اثر تھا کہ اپنی بچیوں کا نکاح یہودیوں کی اجازت کے بغیر نہیں کر سکتے تھے۔ محلے کے بڑے یہودی سے پوچھتے تھے سردار جی! فلاں جگہ لڑکی کی شادی کرنا چاہتا ہوں اگر تمھاری اجازت ہو تو کر دوں؟ اگر وہ اجازت دیتا تو شادی کر دیتے ورنہ مجال نہ تھی۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو حالات ہی بدل گئے۔ یہودی پاس سے گزرتا تو اب اس کی طرف نگاہ اُٹھا کر کوئی نہ دیکھتا۔ پہلے ان کو اُٹھ کر سلام کرتے تھے۔ اُن کو بڑا دکھ ہوا کہ یہ لوگ تو ہماری اجازت کے بغیر شادی بیاہ نہیں کرتے تھے، ہماری اجازت کے بغیر سفر پر نہیں جاتے تھے۔ حج عمرے پر جاتے تھے تو ہم سے اجازت لے کر جاتے تھے۔ اور اب یہ وقت ہے کہ پاس سے گزرتے ہیں تو ہمیں کوئی پوچھتا ہی نہیں ہے۔

یہودیوں پر دوسری زد یہ پڑی کہ مکے والے تجارت میں بھی بڑے تیز تھے کیوں کہ یہ لوگ نسلاً بعد نسلٍ تاجر پیشہ لوگ تھے اور بڑی دیانت داری کے ساتھ تجارت کرتے تھے اور کھرے لوگ تھے۔ یہودی ڈنڈی مارتے تھے۔ مہاجرین نے جب تجارت شروع کی تو تھوڑے ہی دنوں میں یہودیوں سے آگے نکل گئے۔ لوگ کہنے لگے کہ بھئی! یہ پورا تول کر دیتے ہیں۔ اگر کسی کا روپیہ پیسہ رہ جاتا تو اس کے پیچھے دوڑ کر جاتے کہ بھائی! تمھارے پیسے رہ گئے ہیں لے کر جاؤ۔ یہودیوں کی تجارت بھی ختم اور علمی برتری بھی ختم کہ اب یہودیوں سے مسئلہ بھی کوئی نہیں پوچھتا کہ بڑے صاحب علم آ گئے ہیں۔

مسجد نبوی کے قریب یہودیوں کے کافی گھر تھے۔ اذان ہوتی تو یہودیوں کے کلیجے پھٹتے۔ جس وقت موذن اشھد ان محمدًا عبدہٗ ورسولہ کہتا تو ان کی

حالت غیر ہو جاتی کہ یہ ہمیں کیا سننا پڑتا ہے۔ مال دار لوگ تھے دوسرے محلوں میں بھی ان کے مکان تھے۔ انھوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ مسجد نبوی کے قریب جو ہمارے مکان ہیں یہ ہم کرائے پر دے دیتے ہیں اور دوسری جگہ چلے جاتے ہیں کہ ہم ان کی اذان نہیں سن سکتے اور نہ ان کو نماز پڑھتے دیکھ سکتے ہیں۔ نہ انھیں اکٹھا بیٹھے دیکھ سکتے ہیں۔ چنانچہ مکان خالی کر کے چلے گئے۔

نبی القبلتین :

قبیلہ بنو سلمہ والے اس محلے میں رہتے تھے جہاں مسجد قبلتین ہے۔ جہاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ظہر کی نماز کی دو رکعت پڑھا چکے تھے اور جبرئیل علیہ السلام نے آکر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا رخ مبارک مسجد اقصیٰ سے کعبۃ اللہ کی طرف پھیر دیا۔ تو دوسری دو رکعتیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بیت اللہ کی طرف چہرہ کر کے پڑھائیں۔ سولہ سترہ مہینے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مسجد اقصیٰ کی طرف چہرہ کر کے نماز پڑھی ہے۔ یہ حکم اس لیے تھا کہ پہلی کتابوں میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف نبی القبلتین آئی ہے۔ اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نبی القبلتین نہ ہوتے تو ان پر حجت پوری نہ ہوتی۔ وہ یہ کہہ سکتے تھے کہ یہ وہ نبی نہیں ہے۔ کیوں کہ ہم نے اس کی صفت پڑھی ہے نبی القبلتین۔

یہ محلہ مسجد نبوی سے ذرا فاصلے پر تھا۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ جب قبیلہ بنو سلمہ والوں نے سنا کہ یہودی مسجد نبوی کے پاس والے گھر خالی کر گئے ہیں اور وہ کرایہ پر چڑھتے جا رہے ہیں ہمیں مسجد نبوی میں دور سے آنا پڑتا ہے ہم وہ مکان کرایہ پر لے کر وہاں چلے جائیں۔ پھر کہنے لگے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھے بغیر یہ کام نہیں کرنا چاہیے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ان کا ایک وفد آیا کہ حضرت ہم بنو سلمہ کے لوگ ہیں

ہمارے گھر مسجد نبوی سے دور ہیں وعظ ونصیحت سننے کے لیے بھی آنا ہوتا ہے، کبھی بارش ہو جاتی ہے، کبھی گرمی سخت ہوتی ہے، ہم نے سنا ہے کہ مسجد نبوی کے قریب کے گھر یہودی خالی کر گئے ہیں اور وہ کرائے پر چڑھ رہے ہیں ہم یہاں قریب نہ آجائیں کہ قریب سے نماز پڑھ لیا کریں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمھیں اجازت نہیں دیتا دِیَارَکُمْ تُکْتَبْ اٰثَارُکُمْ دِیَارَکُمْ تُکْتَبْ اٰثَارُکُمْ دِیَارَکُمْ تُکْتَبْ اٰثَارُکُمْ "اپنے گھروں میں رہو جتنی دور سے آؤ گے اتنے قدم زیادہ ہوں گے اتنا ثواب زیادہ ہوگا۔" ہر قدم پر دس نیکیاں، ایک گناہ مٹے گا، ایک درجہ بلند ہوگا۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ میں پسند نہیں کرتا کہ کوئی محلہ مسلمانوں کے وجود سے خالی ہو اور وہاں صرف یہودی ہی یہودی رہیں۔

یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتہائی دشمن تھے۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کتنے محتاط تھے اس کا اندازہ تم اس بات سے لگاؤ کہ حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ سخت بیمار ہوئے کہ زندگی سے ناامید ہو گئے۔ کہنے لگے اُوْصِیْکُمْ "میں تمھیں وصیت کرتا ہوں" اگر میری وفات ہو جائے اور دفنانے کا وقت رات کا ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہرگز ہرگز نہیں بلانا۔ ساتھی بڑے حیران ہوئے کہ کیسی وصیت کر رہے ہیں؟ اس موقع پر تو یہ وصیت ہونا چاہیے تھی کہ میرا جنازہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھائیں کہ ہر آدمی کی خواہش ہوتی ہے کہ شہر میں جو سب سے بہتر آدمی ہے وہ میرا جنازہ پڑھائے۔

آپس میں چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں۔ کسی نے کہا کہ کلمہ صحیح نہیں ہے منافق ہے، کسی نے کہا نہیں کلمہ تو صحیح ہے اب مرتد ہو گیا ہے معاذ اللہ تعالیٰ۔ کسی نے کہا کہ اس کا دماغ صحیح نہیں ہے۔ بیماری کی وجہ سے بدحواس ہو گیا ہے کہ اس طرح کی باتیں کر رہا

ہے۔ انھوں نے سب کی باتیں سنیں اور فرمایا اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے میں نے سچے دل سے کلمہ پڑھا ہے اور غزوۂ بدر میں شریک ہوا ہوں۔ نہ مرتد ہوں، نہ بدحواس ہوا ہوں۔ بات یہ ہے کہ میرے محلے میں یہودی زیادہ ہیں میں نے سنا ہے کہ یہودی آنحضرت ﷺ کو رات کی تاریکی میں شہید کرنا چاہتے ہیں۔ اس لیے میں کہہ رہا ہوں کہ ایسا نہ ہو کہ آنحضرت ﷺ میرے جنازے میں تشریف لائیں اور ان کو کوئی تکلیف پہنچائے۔ میرے جنازے کی وجہ سے میرے محبوب کو تکلیف پہنچے۔ "الاصابہ فی تمیز الصحابہ" حافظ ابن حجر عسقلانی کی کتاب ہے حالات صحابہ پر۔ اس میں یہ واقعہ موجود ہے۔

چنانچہ ان کی وفات رات کو ہوئی اور رات ہی کو دفنایا گیا۔ جب آنحضرت ﷺ کو علم ہوا تو فرمایا دُلُّوْنِيْ عَلٰى قَبْرِهٖ "مجھے اس کی قبر بتلاؤ" آپ ﷺ کو قبر بتلائی گئی۔ آپ ﷺ تشریف لے گئے فَرَفَعَ يَدَيْهِ وَدَعَا لَهٗ "پس آپ نے دونوں ہاتھ اُٹھائے اور اس کے لیے دعا کی۔"

اس میں تھوڑا سا اختلاف ہے کہ قبر پر ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنی چاہیے یا ہاتھ اُٹھائے بغیر کرنی چاہیے۔ حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ جو حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے خلفاء میں سے تھے اور ہمارے بزرگوں میں سے ہیں۔ اُنھوں نے چھوٹی سی کتاب لکھی ہے "نماز حنفی"۔ اس میں اُنھوں نے لکھا ہے کہ ہاتھ نہیں اُٹھانے چاہئیں۔ میں نے "راہِ سنت" میں لکھا ہے ہاتھ اُٹھانے چاہئیں۔ مدرسہ خیر المدارس کے جلسے کے موقع پر کمرے میں بیٹھے تھے کہ ایک آدمی نے مسئلہ چھیڑ دیا اور حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ سے پوچھا کہ حضرت! آپ نے لکھا ہے کہ قبروں پر جاؤ تو ہاتھ اُٹھا کر دعا نہ کرو اور راہِ سنت میں لکھا ہے

کہ ہاتھ اُٹھا کر دعا کرو۔ تو ہم کس بات پر عمل کریں؟ مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ نے میری طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ان سے دلیل پوچھیں۔ میں نے کہا میرے پاس دو دلیلیں ہیں۔ ایک یہی دلیل جو مسلم صفحہ ۳۱۳ جلد ا پر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنت البقیع میں تشریف لے گئے فَرَفَعَ يَدَيْهِ وَدَعَالَهُ "پس آپ نے دونوں ہاتھ اُٹھائے اور ان کے لیے تین مرتبہ دعا کی۔" دوسری روایت میں نے اِصابہ والی بتلائی۔ "راہِ سنت" میں میں نے ان کے باقاعدہ حوالے دیئے ہیں۔ اس کے بعد پھر مولانا خیر محمد صاحب نے کوئی بات نہیں کی۔

یہود کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دشمنی اور سورۃ کا شانِ نزول :

تو خیر میں نے کہا کہ یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدترین دشمن تھے اور انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کے کئی منصوبے بنائے۔ خیبر کے مقام پر زینب نامی یہودیہ نے بکری کے گوشت میں زہر ملا کر دیا کہ اس نے آپ کی دعوت کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کی دعوت رد نہیں کرتے تھے۔ اس دعوت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بشر بن براء رضی اللہ عنہ بھی تھے جو کھاتے ہی تڑپ کر فوت ہو گئے۔ باقی جن ساتھیوں نے کھایا وہ بیمار رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب لقمہ منہ مبارک میں ڈالا مسند دارمی کی روایت میں ہے کہ اس لقمے نے کہا حضرت! نہ کھانا مجھ میں زہر ہے لیکن لعاب اندر چلا گیا۔ وہ اتنا تیز تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کا سبب عالم اسباب میں وہی بنا۔

بخاری شریف میں باب وفات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ! جو زہر مجھے کھلایا گیا تھا اس کا اثر مجھے محسوس ہو رہا ہے میری رگیں کٹ رہی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں دس دفعہ قسم اُٹھا کر کہہ

سکتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہیں، شہید ہیں، شہید ہیں۔ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کا ظاہری سبب وہ زہر تھا جو خیبر میں زینب نامی یہودیہ نے آپ کو دیا تھا۔ اپنے لیے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی انتقام نہیں لیا لیکن بشر بن معرور رضی اللہ عنہ اور جو دوسرے ساتھی شہید ہوئے تھے ان کی وجہ سے دارقطنی کتاب میں روایت ہے کہ زینب نامی عورت کو سولی پر لٹکایا گیا تھا۔ یہودیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو بھی کیا لیکن اس کا کچھ اثر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نہ ہوا۔ خیبر کے یہودیوں کے پاس گئے انھوں نے بھی جادو کیا مگر کچھ اثر نہ ہوا۔

مدینہ طیبہ میں ایک یہودی تھا لبید بن اعصم۔ یہ جادو کے فن کا امام تھا۔ اس کی فیس زیادہ تھی ہر آدمی اس کے پاس نہیں جا سکتا تھا۔ خیبر کے یہودیوں نے اس کو آ کر کہا اَنْتَ اَعْلَمُنَا فِی السِّحْرِ "تو ہم سے جادو کو زیادہ جانتا ہے۔" جادو کا استاد ہے جتنی فیس مانگے ہم دینے کے لیے تیار ہیں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو راستے سے ہٹا دے۔ چنانچہ روایات میں ہے کہ اس نے تین دینار لے کر کارروائی شروع کی۔ اس طرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس نے مجسمہ بنایا موم کا۔ اس میں اس نے گیارہ سوئیاں چبھوئیں۔ اور ایک لمبی رسی لے کر اس پر گیارہ گرہیں لگائیں۔ ان گرہوں پر اس نے اور اس کی شاگردات (چیلیوں) نے کچھ پڑھا بھی۔ اس موقع پر یہ آخری دونوں سورتیں نازل ہوئیں۔ یہ سورتیں مدنی ہیں مکی نہیں ہیں۔ باقی ان شاء اللہ العزیز کل بیان ہوگا۔

آیاتھا ۵ ۱۱۳ سُوْرَۃُ الْفَلَقِ مَدَنِیَّۃٌ ۲۰ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۙ﴿۱﴾ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۙ﴿۲﴾ وَ مِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۙ﴿۳﴾ وَ مِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ۙ﴿۴﴾ وَ مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ﴿۵﴾ ع

ماقبل سے ربط :

پہلے تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکا ہے کہ یہود کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ سخت عداوت تھی۔ اس عداوت کی وجہ سے کئی دفعہ اُنھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو شہید کرنے کی کوشش کی۔ زہر بھی دیا، اوپر سے پتھر پھینکنے کی کوشش کی، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان تمام شرور سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو محفوظ رکھا۔ مدینہ طیبہ میں ایک بڑا ماہر جادوگر تھا لبید بن اعصم۔ خیبر کے یہودیوں نے آکر اس کو کہا کہ ہم نے اس پر بڑے جادو کیے ہیں لیکن وہ کارگر ثابت نہیں ہوئے۔ تم اس پر وار کرو۔ اور تین دینار اس کو دیئے۔ تین دینار اس زمانے میں بڑی رقم تھی۔ اس نے ہامی بھر لی۔

یہودیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سر کے بال اور کنگھی کے دندانے حاصل کرنے کے لیے ایک نوعمر بچہ جس کا نام عبدالقدوس تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت کے لیے بھیجا بڑی ہوشیاری کے ساتھ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت کرے گا۔ اور اس بچے کو کہا کہ

جب تو کنگھی کرے تو ان کے سر (مبارک) کے جو بال کنگھی میں پھنسیں اُن کو سنبھال لینا اور جو میل کچیل کنگھی میں ہو اس کو بھی سنبھال لینا اور کنگھی کے جو دندانے گریں وہ بھی رکھ لینا۔ بچہ بڑا ہوشیار تھا۔ اس نے چند دن آپ ﷺ کی خدمت کی اور یہ ساری چیزیں اکٹھی کر کے لبید بن اعصم کو پہنچا دیں۔

اس نے موم سے آنحضرت ﷺ کا مجسمہ بنایا، اس میں گیارہ سوئیاں چبھوئیں اور ایک لمبی ڈوری لی۔ اس میں آنحضرت ﷺ کے سر کے بال جوڑے، میل کچیل ملی اور نر کھجور کا کھابا بھی تھا۔ کچھ ٹسر کے دھاگے تھے۔ اس ڈوری پر اس نے گیارہ گرہیں لگائیں۔ ہر گرہ پر جادو کے کلمات خود بھی پڑھ کر پھونکتا تھا اور شاگردات (چیلیاں) رکھی ہوئی تھیں، وہ بھی پڑھ کر پھونکتی تھیں۔

آنحضرت ﷺ پر جادو کا اثر:

اس جادو کا دینی لحاظ سے تو آپ ﷺ پر کوئی اثر نہ ہوا، نہ تبلیغ کے سلسلے میں اور نہ نمازوں کے سلسلے میں۔ لیکن دنیاوی معاملات میں ہوا۔ وہ اس طرح کہ کھانا کھایا یاد نہ رہتا کہ کھایا ہے یا نہیں؟ پانی پیا یاد نہ رہتا پیا ہے کہ نہیں۔ اور آپ ﷺ بڑے پریشان اور مغموم رہنے لگے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پہلے جب آپ ﷺ گھر تشریف لاتے تھے تو بڑے ہشاش بشاش اور خوش ہوتے تھے۔ مگر اب آتے تو خاموش ہو کر بیٹھ جاتے، نماز پڑھتے، اللہ اللہ کرتے مگر چہرے پر پہلے کی طرح خوشی نہ ہوتی اور آپ ﷺ کا وزن بھی کچھ کم ہو گیا۔

یہ اثر آپ ﷺ پر کتنا عرصہ رہا؟ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ روایت نقل کرتے ہیں کہ چھ ماہ رہا۔ لیکن حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فتح الباری میں نقل کرتے ہیں کہ ایک سال رہا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بہت دعا کی اے پروردگار! مجھے سمجھ نہیں آرہی مجھے کیا ہے؟ میری طبیعت پہلے کی طرح نہیں ہے۔ بار بار دعا کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم عشاء کی نماز کے ساتھ متصل سو جاتے تھے کیوں کہ سحری کے وقت اٹھنا ہوتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سوئے تو خواب میں دو آدمی آئے۔ ایک آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سر کی طرف کھڑا ہو گیا اور دوسرا پاؤں کی طرف۔ جبرئیل علیہ السلام سر کی طرف اور میکائیل علیہ السلام پاؤں کی طرف۔ اور آپس میں گفتگو شروع کی۔ پاؤں کی طرف والے نے کہا کہ اس کو کیا ہوا ہے؟ سر کی طرف والے نے جواب دیا کہ اس پر جادو ہوا ہے۔ یعنی جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ اس پر جادو ہوا ہے۔ کس نے کیا ہے؟ جواب دیا کہ لبید بن اعصم یہودی نے۔ کس چیز میں کیا ہے؟ فرمایا کچھ سر کے بال ہیں، کنگھی کے دندانے ہیں، نر کھجور کا گھابا ہے۔ کہاں رکھا ہے؟ بئر ذی اروان میں۔ یہ مدینہ طیبہ سے باہر چند میل کے فاصلے پر ایک غیر آباد کنواں تھا۔ پہلے وہاں آبادی تھی پھر ختم ہوگئی۔ اس کنویں میں ایک پتھر کے نیچے لٹکایا ہوا تھا۔ کنویں کے اندر ایک جانب پتھر ہوتا اس پر پاؤں رکھ کر کنواں صاف کرتے تھے، ڈول نکالتے تھے۔ اس پتھر کو عربی میں رعوفہ کہتے تھے۔ اس پتھر کے نیچے اس نے وہ چیزیں لٹکائی ہوئی تھیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صبح کو اُٹھے تو بڑے خوش خوش تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا حضرت! آج آپ خلاف معمول بڑے خوش خوش ہیں۔ فرمایا مجھے جو بیماری تھی وہ مجھے میرے رب نے بتلا دی ہے۔ مجھ پر جادو ہوا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر وہاں گئے۔ بیرِ ذی اروان کے اوپر کھڑے ہوئے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عمار رضی اللہ عنہ نیچے اُترے اور پتھر کے نیچے سے وہ چیزیں نکالیں۔ یہ دو سورتیں اس موقع پر نازل ہوئیں۔ ان کی گیارہ آیتیں ہیں۔ ایک ایک

آیت کریمہ پڑھتے جاتے تھے اور ایک گرہ کھولتے جاتے تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیال فرمایا کہ اِن چیزوں کو اگر ہم مدینہ طیبہ لے کر گئے تو لوگوں کا ذہن اس طرف منتقل ہوگا کہ ان چیزوں پر جادو کیا جاتا ہے۔ لوگوں میں فتنہ پیدا ہوگا۔ کنواں چونکہ غیر آباد تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ چیزیں اسی کنوئیں میں دفن کرا دیں اور فرمایا کہ کنوئیں کو مٹی سے بھر دو۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ایک آیت پڑھتے تھے اور ایک ایک گرہ کھولتے تو یوں لگتا تھا کہ بدن سے ایک سوئی نکل گئی ہے، دوسری سوئی نکل گئی ہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں سورتیں پڑھ لیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم مبارک پرسکون ہوگیا۔ ایسے محسوس ہوتا تھا جیسے کوئی تکلیف ہوئی ہی نہیں۔ اس کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوتے تھے تو یہ دونوں سورتیں پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر پھونک مارتے اور ہاتھ بدن پر مل لیتے تھے۔ جادو سے بچنے کے لیے ان دو سورتوں سے زیادہ مؤثر کوئی علاج نہیں ہے۔ اگر قرآن شریف پڑھنے کے بعد اثر نہ ہو تو سمجھو کہ ہماری زبان میں اثر نہیں ہے، ہماری خوراک میں اثر نہیں ہے، میری نیکی میں کمی ہے، تقوے میں کمی ہے۔ ورنہ قرآن کریم میں آج بھی وہی اثر ہے جو اس وقت تھا۔ ان سورتوں کے نازل ہونے سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تعوذ کے لیے اور کئی کلمات پڑھتے تھے۔ آخر میں یہی دو سورتیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اوپر بھی اور دوسروں پر بھی پڑھ کر پھونکتے تھے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ میں پناہ لیتا ہوں صبح کے رب کی۔ کیوں کہ بہت ساری چیزیں انسان کو دن میں اذیت اور دکھ پہنچاتی ہیں مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ اور اس مخلوق کے شر سے جو رب نے پیدا کی

ہے۔ دن چڑھنے کے بعد جو مخلوق شر پہنچاتی ہے میں اس کے شر سے تیرے سے پناہ لیتا ہوں۔ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ اور اندھیرے کے شر سے جب اندھیرا چھا جائے۔ رات کے اندھیرے میں جو چیزیں تکلیف پہنچاتی ہیں میں ان کے شر سے بھی پناہ لیتا ہوں وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ۔ نَفّٰثَات نَفَّاثَةٌ کی جمع ہے جس کا معنیٰ ہے پھونکنے والی۔ تو نَفّٰثَات کا معنیٰ ہوگا پھونکنے والیاں۔ عُقَدٌ عُقْدَةٌ کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے گرہ۔ معنیٰ ہوگا اور گرہوں میں پھونکنے والیوں کے شر سے۔ ان عورتوں کے شر سے جنھوں نے لبید بن اعصم کے ساتھ گرہوں میں جادو کے کلمات پھونکے تھے۔ یہ اس کی شاگردات تھیں۔ اے پروردگار! میں ان کے شر سے بھی پناہ لیتا ہوں وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ اور حسد کرنے والے کے شر سے بھی پناہ لیتا ہوں جب وہ حسد کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حسد کتنی بری چیز ہے کہ اس سے بچنے کا اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں سبق دے رہے ہیں۔

حسد، غبطہ اور وسوسہ :

ابو داؤد میں حدیث ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اِنَّ الْحَسَدَ یَاْکُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَاْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ "بے شک حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔" حسد کی ایک شق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو کوئی خوبی عطا فرمائی ہے، حسن عطا فرمایا ہے، قد و قامت عطا فرمایا ہے، مال دیا ہے، اولاد دی ہے، عزت دی ہے۔ اس کو دیکھ کر کوئی شخص کہے کہ اس کو یہ کیوں ملی ہے مجھے کیوں نہیں ملی۔ زبان سے نہیں کہتا دل کے اندر کڑھتا ہے۔ اور دوسری شق یہ ہے کہ مجھے یہ خوبی نہیں ملی اس کے پاس بھی نہ رہے۔ یعنی اس سے نعمت کے زوال کی خواہش کرتا ہے۔ یہ بھی حسد

ہے۔ حسد گناہ کبیرہ ہے۔ اور ایک ہوتا ہے غبطہ، رشک۔ کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو کوئی خوبی عطا فرمائی ہے دوسرا آدمی اس کو دیکھ کر کہتا ہے اے پروردگار! جیسے اس کو عطا فرمائی ہے مجھے بھی عطا فرما۔ یہ جائز ہے۔ اور ایک خیال اور وسوسہ ہوتا ہے جو خود بہ خود ذہن میں آتا ہے آدمی خود لاتا نہیں ہے۔ اور اس وسوسے کو اچھا بھی نہیں سمجھتا۔ اس پر کوئی گرفت نہیں ہے۔ چاہے وہ نماز میں آجائے یا نماز سے باہر آجائے۔ بُرے سے بُرا خیال بھی آجائے تو شریعت اس پر گرفت نہیں کرتی۔

ایک موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا حضرت! بعض دفعہ ہمیں ایسے بُرے خیالات آتے ہیں کہ ہم چاہتے ہیں کہ ہم جل کر کوئلہ ہو جائیں مگر ان کو زبان پر نہ لائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا خیال آتا ہے؟ کہنے لگے حضرت! مثلاً: یہ خیال آتا ہے کہ ہمیں رب نے پیدا کیا ہے، آسمان، زمین کو رب نے پیدا کیا ہے، چاند، سورج، ستاروں کو رب نے پیدا کیا ہے، رب کو کس نے پیدا کیا ہے؟ اس پر ہم بڑے تنگ ہوتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ذَاكَ صَرِيحُ الْإِيمَان "یہ تو ایمان کی واضح علامت ہے۔" ایسے خیال سے نفرت کرنا یہ ایمان کی دلیل ہے۔ تو خیالات پر کوئی گرفت نہیں ہے۔ عزم اور ارادے پر گرفت ہے۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔

[امین]

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تفسیر

سُورَۃُ النَّاس

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتها ٦ ۞ ۱۱۴ سُوْرَةُ النَّاسِ مَدَنِيَّةٌ ۲۱ ۞ رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ﴿۱﴾ مَلِكِ النَّاسِ ۙ﴿۲﴾ اِلٰهِ النَّاسِ ۙ﴿۳﴾ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۙ الْخَنَّاسِ ۙ﴿۴﴾ الَّذِىْ يُوَسْوِسُ فِىْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۙ﴿۵﴾ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ﴿۶﴾

قُلْ (اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) آپ کہہ دیں اَعُوْذُ میں پناہ لیتا ہوں بِرَبِّ النَّاسِ لوگوں کے رب کی مَلِكِ النَّاسِ جو لوگوں کا بادشاہ ہے اِلٰهِ النَّاسِ لوگوں کا معبود ہے مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ وسوسے ڈالنے والے کے شر سے الْخَنَّاسِ جو وسوسے ڈال کر پیچھے ہٹ جاتا ہے الَّذِىْ يُوَسْوِسُ جو وسوسے ڈالتا ہے فِىْ صُدُوْرِ النَّاسِ لوگوں کے سینوں میں مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ جنات میں سے بھی ہوتا ہے اور انسانوں میں سے بھی۔

قُلْ آپ کہہ دیں اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ میں پناہ لیتا ہوں لوگوں کے رب کی مَلِكِ النَّاسِ جو لوگوں کا بادشاہ ہے اِلٰهِ النَّاسِ لوگوں کا معبود ہے، حاجت روا ہے، مشکل کشا ہے، فریاد رس اور دست گیر ہے۔ کس چیز سے پناہ لیتا ہوں؟ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ وسوسے ڈالنے والے کے شر سے الْخَنَّاسِ جو وسوسے ڈال کر پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے

فرمایا انسان کے دل پر ایک طرف فرشتہ بیٹھا ہوتا ہے اور ایک طرف شیطان بیٹھا ہوتا ہے۔شیطان سے مراد ابلیس نہیں بلکہ عام شیطان۔ یہ عوام جو کہتے ہیں کہ ابلیس ہر جگہ ہوتا ہے۔حاشا وکلّا اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

حدیث پاک میں آیا ہے کہ ابلیس نے اپنا تخت سمندر پر بچھایا ہوا ہے۔رات کو ڈیوٹیاں لگاتا ہے، دن کو ڈیوٹیاں لگاتا ہے گمراہ کرنے کی۔پھر یہ واپس جا کر جب رپورٹ پیش کرتے ہیں تو بٹھاتا جاتا ہے۔پھر ایک چھوٹے قد کا شیطان آتا ہے اور کہتا ہے لَمْ اَزَلْ بِهٖ حَتّٰى اَشْرَكَ "میں اس کے پیچھے لگا رہا یہاں تک کہ اس کو مشرک بنا کر چھوڑا۔" ابلیس لعین اپنے تخت سے اُٹھ کر اس کو گلے کے ساتھ لگاتا ہے اور کہتا ہے نِعْمَ الْوَلَدُ اَنْتَ "زندہ باد میرا بیٹا تو ہے، تو میرا بہت اچھا بیٹا ہے۔" کیوں کہ شرک کے سوا جتنے گناہ ہیں ان کی سزا خلود فی النار نہیں ہے، دوزخ میں ہمیشہ نہیں رہے گا اور مشرک نے ہمیشہ دوزخ میں رہنا ہے۔تو معلوم ہوا کہ ابلیس لعین ہر جگہ نہیں ہوتا۔شیاطین بہت زیادہ ہیں۔ اتنے زیادہ کہ ان کا کوئی حد وحساب ہی نہیں ہے۔آدم علیہ السلام سے دو ہزار سال پہلے ان کی نسل چلی ہے۔اس سے اندازہ لگاؤ کہ کتنے ہوں گے؟

تو دل کے ایک کنارے پر فرشتہ ہوتا ہے جو اچھی باتوں کا القاء کرتا ہے اگر اچھی بات کا خیال پیدا ہو تو اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرو کہ یہ فرشتے کا القاء ہے۔اگر بُرا خیال آئے تو بائیں طرف تھوک دو کہ یہ شیطان کا وسوسہ ہے۔اور شیطان اس وقت وسوسہ ڈالتا ہے جب بندہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہوتا ہے۔جب بندہ اللہ تعالیٰ کا ذکر شروع کر دیتا ہے تو یہ پیچھے ہٹ جاتا ہے۔جیسے چوکیدار جاگتا رہے، آواز دیتا رہے تو چوروں کو ہمت نہیں ہوتی اور جب چوکیدار غافل ہو جائے تو چور چوری شروع کر دیتے ہیں تو شیطان ذکر

سے غفلت کے وقت حملہ کرتا ہے۔ پچیسویں پارے میں ہے وَ مَنۡ یَّعۡشُ عَنۡ ذِکۡرِ الرَّحۡمٰنِ نُقَیِّضۡ لَہٗ شَیۡطٰنًا فَہُوَ لَہٗ قَرِیۡنٌ ﴿الزخرف:۳۶﴾ "اور جو شخص اعراض کرتا ہے رحمان کے ذکر سے ہم مقرر کر دیتے ہیں اس کے لیے شیطان پس بے شک وہ اس کا ساتھی بن جاتا ہے۔ اگر انسان دل میں رحمان کو جگہ نہیں دے گا تو شیطان آجائے گا۔" جیسے انسان گھر بنا کر خالی چھوڑ دے تو پھر اس میں بلیاں کتے آجاتے ہیں اور بندہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو پھر شیطان کو داخل ہونے کی ہمت نہیں ہوتی۔

فرمایا الَّذِیۡ یُوَسۡوِسُ فِیۡ صُدُوۡرِ النَّاسِ جو وسوسے ڈالتا ہے لوگوں کے سینوں میں یعنی دلوں میں مِنَ الۡجِنَّۃِ وَ النَّاسِ جنات میں سے بھی ہوتا ہے اور انسانوں میں سے بھی۔ بعض انسان شیطان صفت ہوتے ہیں۔ دوسروں کو گمراہ کرنے کے لیے ان کے دلوں میں شبہات ڈالتے ہیں۔ قرآن کے خلاف، رسالت کے خلاف، قیامت کے خلاف، توحید کے خلاف۔ اور شیطان تو ہیں ہی شیطان۔ اے پروردگار! چاہے جنات میں سے ہوں یا انسانوں میں سے۔ جو بھی غلط خیالات ڈالتے ہیں میں ان سے تیری پناہ لیتا ہوں۔ تو مجھے ان کے شر سے بچا اور حفاظت فرما۔

اس کے بعد یہ دعا ہے۔

دعائے ختم القرآن :

اَللّٰھُمَّ اٰنِسۡ وَحۡشَتِیۡ فِیۡ قَبۡرِیۡ اے پروردگار! مجھے مانوس رکھ میری تنہائی کے وقت قبر میں۔ قبر میں میرا کوئی ساتھی بنا دینا اَللّٰھُمَّ ارۡحَمۡنِیۡ بِالۡقُرۡاٰنِ الۡعَظِیۡمِ اے اللہ! مجھ پر رحم فرما قرآن پاک کی برکت کے ساتھ وَاجۡعَلۡہُ لِیۡ اِمَامًا اور اے پروردگار! اس کو میرے لیے امام بنا دے، رہنمائی کرنے والا بنا دے وَّنُوۡرًا اور نور

بنادے وَّھُدًی اور ہدایت بنادے وَّرَحْمَۃً اور رحمت بنادے اَللّٰھُمَّ ذَکِّرْنِیْ مِنْہُ مَانَسِیْتُ اے پروردگار! مجھے یاد کرادے اس سے وہ چیزیں جو میں بھول چکا ہوں وَعَلِّمْنِیْ مِنْہُ مَاجَھِلْتُ اور سکھادے مجھے قرآن پاک کی وہ چیزیں جن سے میں جاہل ہوں، بے خبر ہوں وَارْزُقْنِیْ تِلَاوَتَہٗ اور اے پروردگار! میری قسمت میں کردے اس کی تلاوت اٰنَآءَ الَّیْلِ رات کے اوقات میں پڑھتا رہوں وَاٰنَآءَ النَّھَارِ اور دن کے اوقات میں بھی پڑھتا رہوں وَاجْعَلْہُ لِیْ حُجَّۃً یَّارَبَّ الْعٰلَمِیْنَ اور بنادے قرآن پاک کو میرے لیے حجت قیامت والے دن اے رب العالمین! ۔اٰمِیْنَ

قرآن بہ طور سلطانی گواہ :

حدیث پاک میں آتا ہے القران حُجَّۃٌ لَكَ اَوْ عَلَیْكَ یہ قرآن پاک تیرے لیے دلیل اور حجت ہوگا۔سلطانی گواہ ہوگا۔ اگر تو نے اس کو پڑھا اور اس کے مطابق عمل کیا تو قیامت والے دن پروردگار سے کہے گا اے پروردگار! اس کی غلطیوں سے درگزر فرما۔ یا تیرے خلاف حجت ودلیل بن کر آئے گا، گواہ بن کر آئے گا۔ تیرے خلاف گواہ ہوگا کہ اے پروردگار! اس نے تیرے قرآن پر عمل نہیں کیا۔ اس کے مطابق اس نے عقیدہ نہیں بنایا۔ یہ مسلم شریف کی روایت ہے۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا رُبَّ تَالِ الْقُرْاٰنِ وَالْقُرْاٰنُ یَلْعَنُہٗ "بہت سے قرآن پڑھنے والے ایسے ہیں کہ قرآن ان پر لعنت بھیجتا ہے۔" مثلاً: قرآن میں پڑھتا ہے اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ اور نماز کی پابندی نہیں کرتا۔ یہی آیت اس پر لعنت بھیجتی ہے۔ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ پڑھتا ہے اور زکوٰۃ نہیں دیتا۔ یہی آیت اس پر لعنت بھیجتی ہے۔ لَعْنَۃُ اللّٰہِ علی الکٰذبین پڑھتا ہے اور خود جھوٹ بولتا ہے۔ یہی آیت

اس پر لعنت بھیجتی ہے۔ جب پڑھے گا لَا تَقْرَبُوا الزِّنَا زنا کے قریب نہ جاؤ۔ پھر اس میں آلودہ ہوگا تو یہی آیت اس پر لعنت بھیجے گی۔

يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِيٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ پڑھے گا اور وراثت پر پورا پورا عمل نہیں کرے گا۔ بیٹی، بہن، پھوپھی کا پورا حق نہیں دے گا تو یہی آیت اس پر لعنت بھیجے گی۔ جب پڑھے گا لَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ اور یتیم کا مال کھائے گا تو یہی آیت کریمہ اس پر لعنت بھیجے گی۔ ابھی وراثت کا مال تقسیم نہیں ہوا اور لوگ اس میں سے صدقہ خیرات کرتے ہیں، تیجا، ساتواں، دسواں، چالیسواں کرتے ہیں۔ سنت بدعت کا مسئلہ تو علیحدہ ہے۔

پھر اس مال کے وارثوں میں یتیم لڑکا یا لڑکی ہو تو شریعت ان کی اجازت کو بھی معتبر قرار نہیں دیتی۔ ایسے مال کا کھانے والا پیٹ میں خنزیر کا گوشت ڈال رہا ہے۔ یاد رکھنا! یتیم کا مال کھانا قطعاً حرام ہے۔ تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے۔ اور خیر سے تم نے ناک کی خاطر تیجے، ساتے نہیں چھوڑنے۔ اللہ تعالیٰ تمھیں سمجھ عطا فرمائے اور آخرت کی فکر عطا فرمائے۔ امین

آج بہ روز ۱۵ر جمادی الاولیٰ ۱۴۳۶ھ، بہ تاریخ ۷ر مارچ ۲۰۱۵ء

تیسواں پارہ مکمل ہوا۔

والحمد للہ علی ذلک

(مولانا) محمد نواز بلوچ

ذخیرۃ الجنان

فی

فہم القرآن

خادر بٹ

افادات

امام اہلسنت حضرت شیخ الحدیث والتفسیر

مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

جمع وترتیب

نظر ثانی

مولانا محمد نواز بلوچ
فاضل مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

مولانا علامہ زاہد الراشدی
شیخ الحدیث مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

ناشر

لقمان اللہ میر برادران

سیٹلائٹ ٹاؤن ۔ گوجرانوالہ